بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

تفسیر الحسنات

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علوم قرآن و حدیث و فقہ و تصوف لسانیہ پر

محققانہ مفصل بحث

مفسر قرآن غازی کشمیر علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد القادری اشرفی

فہرست علوم قرآن وحدیث وفقہ وتصوف علوم لسانیہ،

تمہید
علوم قرآن پر محققانہ بحث
مکی مدنی آیات کیا ہیں
تعلیم قرآن کریم
سورتوں کا آغاز
آیاتِ احکام
شان نزول کی تصریح
ترتیب قرآن کریم
سُوَر کی ترتیب عہد رسالت میں
ربط آیات وربط سُوَر
کَلَامُ الْمَلِکِ مَلِکُ الْکَلَامِ
مسئلہ کتابت وجمع القرآن
تجوید وقراءت قرآن کریم کے اختلافات
زمانۂ اقدس میں قرآن کریم کا نزول
امام جلال الدین سیوطی
کتب سماویہ
حضور پرنور کی شان میں آیات قرآنی
اللہ اور اس کے رسول معظم کی نافرمانی پر وعید
دعا کی فضیلت
انسان کی تین حالتیں
آیات قرآنی سے حرمت احکام
قرآن کریم تمام علوم اسلامیہ کا مرجع اور مرکز ہے
قرآن کریم معیار فصاحت وسرچشمۂ بلاغت ہے
قرآن کریم کے عربی زبان پر اثرات
علم القراءت
عہد نبوی میں علم تفسیر
عہد اسد اللہ۔ صحابہ کرام کے بعد تعلیم قرآن کے دو مرکز۔
علم حدیث پر محققانہ بحث
علم حدیث کی تدوین
تصنیف وتدوین
زبان
کتابت
خط کتابت
عرب کا زمانہ جہالت
ہادی برحق کے عہد مسعود نے عرب کی کایا پلٹ دی۔
علم فقہ
علم مغازی
علم تصوف
تحقیق لفظ صوفی
صحابہ کرام میں سب سے بڑے ارباب شریعت حامل حقیقت خلفاء اربعہ تھے۔
علوم لسانیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علوم قرآن پر محققانہ بحث

از حضرت مفسر قرآن علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ

قرآن کریم

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ تمام اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ فیض اور انسان کے جسمانی و روحانی اصلاح و فلاح کا ماخذ جمیع علوم اسلامیہ و عربیہ کا مرجع و مرکز مسلمانوں کی ترقی و تمدن اور تافتی کا رازسربستہ عالم کی تاریکی و جہالت کو فنا کردینے والا آفتاب درخشاں نوع انسان کو سعادت ابدی اور نجات سرمدی کی منزل مقصود تک پہنچانے والا ہادی برحق صرف اور صرف قرآن مجید فرقان حمید ہے۔

واقعات متعلقہ نزول قرآن

حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت اور نزول قرآن سے پہلے اولاً رویائے صادقہ نظر آئے پھر ایک روز جب کہ حسب عادت حضور غار حرا میں محو عبادت تھے فرشتہ حاضر آیا جو وحی لایا۔ جس میں حکم ملا پڑھو۔ حضور نے فرمایا۔ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتہ نے حضور کے قریب آکر آپ کو اپنے سینہ سے لگا کر زور سے معانقہ کیا اور کہا پڑھو حضور نے پھر وہی جواب دیا "مَا اَنَا بِقَارِئٍ" تین بار جب یہی جواب ہوا تو فرشتہ نے کہا "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ"

ترجمہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ معہ افادات "پڑھو اپنے رب کے نام سے (یعنی قرأت کی ابتدا اور باللہ کے نام سے ہو) جس نے پیدا کیا (تمام مخلوق کو) انسان کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو (دوبارہ پڑھنے کا حکم تاکید کے لیے ہے) اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا (اس سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی) آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا (آدمی سے مراد یہاں آدم علیہ السلام ہیں اور جو انہیں سکھایا اس سے

مرادِ علم اسماء ہے اور ایک قول میں اس سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جمیع اشیاء کے علوم عطا فرمائے (معالم وخازن)

حضور نے متلوّہ آیات کو اپنی زبان مبارک سے ادا فرمایا اور فرشتہ نظروں سے غائب ہوگیا یہ ہے نزول قرآن پاک کی ابتدا۔ یہ واقعہ ماہِ رمضان المبارک کے آخری ایام میں پیش آیا۔ اس پر آیت کریمہ خود شاہد ہے۔ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰن۔ خاص اُس رات کے تعین میں اختلاف رواۃ ہے جس میں آغاز نزول ہوا۔ بعض کے نزدیک ۲۵ رمضان ہے اور اُن کی تحقیق میں حضور کی اظہار نبوت کا زمانہ بھی اسی تاریخ سے ہے اور بعض نے سترہ رمضان لکھی، بعض نے ۲۳ بتائی۔ اکثر نے ستائیسویں شب رمضان تسلیم کی۔

اس کے بعد چند ایام وحی کا نزول رُکا رہا کہ سورۂ مدثر نازل ہوئی۔ پھر نجاً نجاً قرآنِ کریم حسبِ ضرورت باوقات منفرقہ تیئس ۲۳ سال نازل ہوتا رہا۔ بعض سورتیں ایسی ہیں جو یک دم بیک وقت آئیں۔ جیسے سورۃ الفاتحہ، سورۃ الکوثر اور اس میں آخری سورت سورۂ التوبہ ہے۔ اور آیتوں میں سب سے آخری آیت لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ الخ ہے جس کے نو روز بعد وفات قیامت آیات ہوئی۔

مکّی مدنی آیات کیا ہیں؟

نزول قرآن کریم کے لیے کوئی مقام یا کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔ اس لحاظ سے نزول کی شان یہ رہی، کہ جب تک حضور کا قیام مکہ معظمہ میں ہوا نزول بھی مکی رہا اور جب مدینہ میں ہجرت فرمائی تو مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ اس اعتبار سے آیات قرآنی مکی مدنی کہلائیں۔ چنانچہ ۹۳ سورتیں مکہ معظمہ میں نازل ہوئیں اور ۲۱ سورتیں مدینہ منورہ کے دس سالہ قیام میں نازل ہوئیں۔ پھر آیات مکیہ میں عموماً آپ کو سابقہ انبیاء کرام اور ان کی اُمتوں کے حالات ملیں گے اور آیات مدنی میں مسلمانوں کے لیے معاملات اور ضروری احکام پائے جائیں گے۔

آیاتِ مکیہ میں زیادہ تر کفر و شرک سے اجتناب خدائے واحد کی طرف رجوع کرنے حشر و نشر پر ایمان لانے کا ذکر ہے۔

آیات مدنیہ میں اوامر و مناہی کا مکمل قانون ہے۔

مکی آیتوں میں مخاطبہ کفار سے ہے کہیں یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ فرما کر کہیں یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ کہہ کر کہیں یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔

آیات مدنیہ میں عام طور پر مسلمان مخاطب ہیں۔ اس لیے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یا کہیں کہیں یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ بھی استعمال ہوا ہے۔

تقسیم قرآن کریم

اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کی طرف سے قرآن کریم ۱۱۴ سورتوں میں منقسم ہے ہر سورت بجائے خود ایک مستقل فصل ہے اور مختلف تعداد کی آیات پر مشتمل قرآن کریم میں کل چھ ہزار آیتیں ہیں۔

صحابہ کرام نے انہیں سات منزلوں میں تقسیم کر دیا تاکہ ایک ہفتہ میں تمام قرآن کریم ختم کر سکیں۔

عہد حجاج بن یوسف میں قرآن کریم تیس ۳۰ پاروں اور ہر پارہ ربع، نصف اور ثلث میں تقسیم کیا گیا اور رکوع وقف وغیرہ علامات بعد میں مقرر ہوئے۔

سورتوں کا آغاز

سورتیں دس طریقوں سے شروع ہوئیں۔

۱۔ چودہ سورتوں میں شروع حمد و ثناء الٰہی ہے۔ ان میں سے پانچ الحمد کے ساتھ ہیں۔ دو تبارک کے ساتھ، اور سات لفظ سبحان اور اس کے مشتقات کے ساتھ شروع ہوتی ہیں۔

۲۔ انتیس سورتیں حروف مقطعات سے شروع ہیں جیسے الٓمٓ۔ الٓمٓرٰ۔ الرٰ۔ قٓ، نٓ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ یٰسٓ، حٰمٓ، حٰمٓ عٓسٓقٓ وغیرہ

۳۔ دس سورتیں بلفظ ندا شروع ہوتی ہیں۔ ان میں سے پانچ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالفاظ مختلف مخاطب کیے گیے ہیں اور پانچ میں اُمت مرحومہ کو ندا کی گئی۔ حضور کے مخاطبہ والی یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ وغیرہ ہیں اور امت کے مخاطبہ میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وغیرہ الفاظ ہیں۔

۴۔ تیئس سورتیں جملہ خبریہ سے شروع ہوتی ہیں۔ جیسے یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ یا بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وغیرہ۔

۵۔ پندرہ سورتوں کو قسم کے ساتھ شروع کیا گیا جیسے وَالضُّحٰى، وَاللَّیْلِ، وَالتِّیْنِ، وَالْعَصْرِ وغیرہ

۶۔ سات سورتوں کی ابتدا حرف شرط سے ہوئی جیسے اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ، اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وغیرہ

۷۔ چھ سورتیں صیغہ امر سے شروع ہیں جیسے قُلْ اُوْحِیَ، قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ وغیرہ

۸۔ سات سورتیں بصیغہ استفہام سے شروع ہیں۔ جیسے هَلْ اَتٰى۔ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ۔ هَلْ اَتٰىكَ۔ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ اَلَمْ تَرَ وغیرہ۔

۹۔ تین سورتیں تو بیخ کے ساتھ شروع ہیں جیسے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ، وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۔ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ ۔

اس تفصیل سے ۱۱۴ سورتوں کی تصریح ہے۔

آیاتِ احکام

آیاتِ احکام کی تعداد میں اختلاف ہے لیکن بلحاظ صراحت ان کی تعداد ۱۵۰ ملتی ہے اور باعتبار انتشار حکم پانچ سو آیات موجود ہیں۔

شانِ نزول کی تصریح

قرآن کریم کی بعض آیتیں کسی خاص سوال کے جواب میں یا کسی خاص واقعہ کے پیش آجانے پر نازل ہوئیں۔ یہی سوالات یا واقعات آیات متعلقہ کا شانِ نزول کہلاتا ہے۔ ہر چند باتفاق جمہور صحابہ و تابعین آیہ کریمہ کے مفہوم عام کو شان نزول کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جاتا۔ لیکن تاہم علمائے مفسرین نے شان نزول کی طرف بھی پوری توجہ مبذول فرمائی ہے تاکہ ان کے بیان کرنے سے آیت کے معانی اچھی طرح سمجھ میں آجائیں۔

ترتیب قرآن کریم

یہ امر تو ظاہر ہو چکا ہے کہ قرآن کریم نجما نجما متفرق طور پر تیئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔ اور بعض سورتیں وہ ہیں جو بیک وقت نازل ہوئیں اور اکثر وہ ہیں جو تھوڑی تھوڑی نازل ہوتی رہیں اور ایک عرصہ کے بعد مکمل ہوئیں۔

ایسا بھی ہوا کہ ابھی ایک سورت ختم ہونے نہ پائی تھی کہ دوسری سورۃ نازل ہونی شروع ہو گئی۔ بعض موقعہ پر دو مختلف سورتوں کی آیتیں ایک ہی وقت میں نازل ہوتی جاتی تھیں۔ اس سے یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم موجودہ ترتیب کے ساتھ نازل نہیں ہوا۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔

یہی وہ چیز ہے جسے بعض جماعتیں بلیوں پر اٹھائے اور انواع اقسام کی بدگمانیاں عوام میں عام کرتی رہی ہیں۔ لیکن موجودہ ترتیب صحابہ کرام میں سے کسی نے اپنی رائے سے نہیں کی بلکہ یہ ترتیب آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی خود بتائی۔

قرآن کریم میں ترتیب دو قسم کی ہے۔

اوّل :- ترتیب آیات قرآنی   دوم :- ترتیب سُوَر قرآنی

ترتیب آیات بالاتفاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب منشاء الٰہی فرشتہ وحی کے بتانے سے فرمائی۔ اور اس کی احتیاط اس درجہ ملحوظ رکھی گئی کہ بوقت نزول وحی فوراً کسی کاتب وحی کو بلا کر لکھوا دیتے اور فرما دیا کرتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورۃ میں فلاں موقعہ پر لکھی جاتے۔

رہی ترتیب سُوَر اس کے متعلق کچھ اختلاف ہے لیکن علمائے محققین کی یہی تحقیق ہے کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ ہے۔ تصریح آگے ملاحظہ کریں۔

امام احمد سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توریت کے بدلے مجھے سبع طوال اور زبور کے عوض مئین اور انجیل کے بدلے مثانی عطا ہوئیں۔ اور یہ میری فضیلت ہے کہ ان سب سے علاوہ مجھ کو مفصل بھی عطا کی گئیں

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ

سُوَر کی ترتیب عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو چکی تھی۔ کیونکہ اس حدیث میں جس ترتیب سے سورتوں کا بیان ہے۔ وہ اسی ترتیب پر ہے جو ترتیب اس وقت قرآن کریم میں سورتوں کی ہے۔ اس کی وضاحت ملاحظہ ہو۔

سبع طوال سے مراد ابتدائی وہ سات بڑی سورتیں ہیں جو بقرہ سے شروع ہوتی ہیں اور یونس پر ختم

مئین سے مراد کم و بیش سو سو آیتوں کی وہی سورتیں جو یونس سے فاطر تک موجود ہیں۔

مثانی سے مراد یٰس سے ق تک وہ سورتیں ہیں جن میں مضامین مکرر کر بیان کیے گئے۔ اور مفصل سے مراد وہ چھوٹی سورتیں ہیں جو سورہ ق سے سورۂ ناس تک ہیں۔

بنا برایں واضح ہو گیا کہ قرآن کریم کی ترتیب آیات و سُوَر دونوں سرکار ابد قرار صاحب وحی الٰہ الابصار کی نگرانی میں ہوئی اور اس میں کسی قسم کا تبدل و تغیر کسی ہاتھ اور کسی قلم کے ذریعہ پورا نہ ہوا اور ہونا بھی نہیں چاہیے تھا۔ اس لیے قرآن کریم میں خود ارشاد ہے۔

اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌۙ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ۔

یہ (قرآن) بڑی باوقعت کتاب ہے جس میں غیر واقعی بات نہ آسکے۔ آگے کی طرف سے آسکتی ہے نہ اس کے پیچھے کی طرف سے۔ یہ خدائے حکیم محمود کی طرف سے نازل کیا گیا

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

ہم نے ہی ذکر یعنی قرآن نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں

ربطِ آیات و ربطِ سُوَر

آیات قرآن کریم اور سُوَرِ فرقانِ عظیم میں ایسا لطیف ربط اور حیرت انگیز تسلسل ہے کہ دنیا میں دنیا کی کسی اور کتاب میں ملنا محال ہے۔ سچ ہے قرآن پاک کلامِ خالق ہے اس کی خوبیوں کو مخلوق کا کلام کیسے پہنچ سکتا ہے۔

کَلَامُ الْمَلِکِ مَلِکُ الْکَلَامِ

جس طرح اس کلام معجز نظام کی فصاحت و بلاغت ارفع و افضل ہے۔ اسی طرح اس کی آیتوں سورتوں کا باہمی تناسب و تسلسل بے مثل ہے۔ طاقت بشری اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جو طبقہ قرآن کریم کی بے ترتیبی محسوس کرتا ہے۔ وہ یقیناً نادان کم فہم کم علم ہے۔ نقادان یورپ فن عربی میں مہارت حاصل کر کے جب اس کلام معجز نظام کو دیکھتے پڑھتے ہیں تو باوجود متعصب عیسائی ہونے کے کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ رسول عربی جو اُمی تھے ان کا یہ کلام نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت یہ کلام تو خالق انام ہی کا ہے کہ ترتیب کلام میں وہ لطافت نہیں۔ جو اس کلام کی بے ترتیبی میں ہے۔ اسی کو لف و نشر غیر مرتب کہتے ہیں۔ ماہرین ہی اس سے کچھ لذت کش و بہرہ اندوز ہو سکتا ہے۔

اندھیری رات میں جب ہم اپنے پلنگ پر لیٹ کر گلشن سماوی کے نورانی پھولوں کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو ان کی چمک دمک خوبصورتی و دلآویزی ہماری عقل کو حیران کر دیتی ہے۔ مگر ان کی بے ترتیبی سے اُن کا بکھرا ہوا ہونا دل کو سخت کوفت پہنچاتا ہے۔ اسی وقت جی چاہتا ہے کہ جس طرح انگریزی باغوں میں پھولوں کی کیاریاں دل آویز ترتیب سے سجی ہوتی ہیں۔ اگر اسی طرح یہ بھی ہوتے تو ان کی جاذبیت دوبالا ہوتی۔ یہ بھی کوئی خوبی ہے کہ ایک بڑا ستارہ یہاں ہے تو دوسرا وہاں۔ ایک کونہ میں کہیں ایک جھمگٹ ہے تو کہیں پلنگ بچھا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا قدرت نے نور کی کلیاں مٹھی میں بھر کر اچھال دی ہیں۔ اور وہ نہایت بے ترتیبی سے بکھری ہوئی پڑی ہیں۔

لیکن ایک ہیئیات دان ماہر علم نجوم سے پوچھو تو وہ بتائے گا کہ ان بکھرے ہوئے پھولوں میں باہمی تناسب کیا ہے اور ان کا توازن وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ کے ماتحت بحر و بر میں کس کس شان کی راہنمائی کر رہا ہے۔ ایسے ہی مخالفین نادان اور معاندین انسان نما حیوان اگر ربط آیات کو نہیں سمجھ سکتے تو وہ معذور ہیں۔ چاہیے تو انہیں یہ تھا کہ ماہرین فن سے رجوع کرتے تو ان کی آنکھیں کھل جاتیں۔

علامہ ابوجعفر نے البرہان فی مناسبت ترتیب سُوَرُ القرآن ایسے ہی غلط کاروں کی اصلاح کے لیے تالیف

کی۔ بہت سی تفاسیر اس خاص عنوان پر لکھی گئیں۔ ان میں آیات کا باہمی ربط بھی دکھایا گیا۔ تفسیر اسرار التنزیل علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس فن میں ایک معتبر تفسیر ہے۔ اردو میں تفسیر حقانی نے بھی اس مبحث کو واضح کیا ہے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اس کا التزام کیا۔ علامہ برہان الدین کی تالیف نظم الدرر فی تناسب الآیہ والسور ہی اگر سمجھ کر پڑھ لی جائے تو اندھوں کی آنکھ روشن ہو جائے۔

اور اس کے بعد فواتح سُوَر اور مقاطع کی مناسبت دیکھ کر محو حیرت ہو جانا پڑیگا۔ سیوطی کی تصنیف مراصد المطالع فی تناسب المقاطع والمطالع اور علامہ کریانی کی کتاب عجائب قابل ملاحظہ ہیں۔

مسئلہ کتابت و جمع القرآن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب نزول وحی ہوتا تو علی الفور آپ کاتب وحی کو بلا کر لکھوا دیا کرتے۔ اور یہ محکمہ کاتبانِ وحی کا چند منتخب معتبر ین معتمدین صحابہ سے تھا۔ مکہ معظمہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ پر مشتمل تھا۔ یہ ہر سہ حضرات اس خدمت پر مامور تھے۔

مدینہ منورہ میں یہ محکمہ ان ہر سہ افراد کے علاوہ بڑھا دیا گیا۔ چنانچہ مدینہ میں کاتبانِ وحی یہ تھے۔ صدیق۔ عثمان۔ علی اسد اللہ۔ زبیر بن العوام۔ حنظلہ بن الربیع۔ ابی بن فاطمہ۔ زید بن ثابت۔ عبد اللہ بن ارقم۔ عبد اللہ بن رواحہ۔ معاویہ بن سفیان۔ خالد بن سعید رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

مختصر یہ کہ حضور نے قرآن کریم اوّل سے لے کر آخر تک سب بالترتیب لکھوا دیا تھا۔ پھر آپ ہی کے عہد مبارک میں دوسرے صحابہ کرام نے بھی اس کی بہت سی نقلیں لے لیں۔ البتہ یہ نقلیں اس زمانہ کے کاغذ دل پتھر کی تختیوں۔ بکری دنبہ کی پوستوں، شانوں، پسلیوں وغیرہ میں تھیں۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام کے حافظے نہایت تیز تھے۔ انہیں تلاوتِ قرآن کریم کا شوق بھی بے حد تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عہد رسالت مآب میں ہی بڑے بڑے مہاجرین و انصار نے قرآن کریم حفظ بھی کر لیا تھا۔ اور اس طرح حفاظ کی ایک معتد بہ جماعت بھی بن گئی تھی۔ مگر باوجود ان تمام امور کے عہد نبوت تک اوراق قرآن کریم مجموع نہ تھے بلکہ کچھ کہیں، کچھ کسی کے پاس موجود تھے۔

اس حالت میں یہ عہد نبوت گزرا۔ عہد صدیقی آیا۔ مسلیمہ کذاب نے اپنے تین لاکھ ساتھی منظم جمع کر رکھے تھے۔ جب اسے مایوسی ہو چکی تھی کہ خلافت کی مسند اسے ہرگز نہیں مل سکے گی اس نے بغاوت کر ڈالی۔ ادھر سے دفاعی نظام کے لئے جانبازانِ اسلام بڑھے۔ مختصر یہ کہ اس جنگ میں بہت سے حفاظ شہید ہو گئے۔ یہی وجہ

جنگ ۔ ہے جیسے جنگ یمامہ کہتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب مبارک میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر اسی طرح حفاظ شہید ہوتے گئے تو قرآن کریم کی حفاظت میں بہت دقت ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ نے صدیق اکبر کی خدمت میں قرآن کریم زیادہ محفوظ کرنے کا مشورہ پیش کیا چونکہ یہ مشورہ وہ تھا جو من جانب اللہ فاروق کے دل الہام منزل میں القا ہوا تھا۔ صدیق اکبر نے بھی ادنٰے غور و تدبر کے بعد اس مشورہ سے اتفاق فرمایا۔ نیز سیاست مذہبی بھی اس کی مقتضی تھی۔

چنانچہ حضرت زید بن ثابت وغیرہ حفاظ صحابہ کو اس امر کا حکم دیا اور بحمداللہ تعالیٰ سارا قرآن عظیم یکجا ہو گیا۔ ہر سورت ایک جدا صحیفے میں تھی۔ وہ صحیفے تاحیات صدیقی حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم اور ان کے بعد حضرت ام المومنین حفصہ بنت الفاروق زوجہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے۔

تجوید و قرأت قرآن کریم کے اختلافیات

عرب میں ہر قوم و قبیلہ کی زبان بعض الفاظ کے تلفظ میں مختلف تھی۔ مثلاً حرف تعریف میں کوئی الف لام کہتا تھا۔ کوئی الف میم چنانچہ اس لغت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبیلہ کے آدمی کو اس طرح اس کی لغت میں حدیث فرمائی لَيْسَ مِنَ امْبِرِ امْصِيَامُ فِي امْسَفَرِ جو محاورہ قریش میں لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ تھا۔ اسی طرح بعض قبائل علامات مضارع حروف اَتَيْنَ کو مفتوح پڑھتے اور کوئی مکسور۔ امشبہ بر لیس کی خبر کو کوئی منصوب کرتا کوئی مرفوع اِنَّ و اَنَّ وغیرہا کے اسم کو کوئی نصب دیتا کوئی رفع پر رکھتا۔ بعض قبائلی ہر جگہ ب کو م بولتے اور م کو ب۔ تا۔ رحمۃ و نحوہا کو حالت وقفی میں کوئی ہا کہتا کوئی ت منصوب منون پر کوئی الف سے وقف کرتا کوئی حرف سکون سے۔ بعض مرفوع و مجرور پر بھی واؤ اور یا سے وقف کرتے۔ بعض تو میں حروف مدہ سے حرکات موافقہ پر قناعت کرلیں۔ اَعُوْذُ کو اَعُذُ تعالیٰ کو تعالَ وغیرہ ذالک کہتیں۔ اس قسم کے بہت سے تفاوت لہجہ طرز و ادا کے تھے۔ جیسا کہ ہمارے محاورہ میں آم کو ام کہتے ہیں اور بعض امب اور بعض انبہ بولتے ہیں۔ اگرچہ اس قسم کے تفاوت سے اصلی معنی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی تھی۔ لیکن چونکہ قرآن کریم خاص لغت قریش پر اترا تھا اور صاحب قرآن حبیب الرحمان بھی قریشی تھے

شعر

گلبن تو کہ ز گلزار قریشی گل کرد ۔ زاں سبب آمدہ قرآن بہ زبان قرشی

زمانہ اقدس حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم میں جبکہ قرآن کریم نیا نیا اترا تھا اور ہر قوم وقبیلہ کو اپنی مادری لہجہ وقدیمی عادت کا دفعتاً بدل دینا دشوار تھا۔ آسانی فرمائی گئی تھی کہ ہر قوم عرب اپنے طرز ولہجہ میں قرأت قرآن کرلے زمانہ نبوت کے بعد شدہ شدہ اقوام مختلفہ سے بعض بعض لوگوں کے ذہن میں جم گیا کہ جس لہجہ ولغت میں ہم پڑھتے ہیں اسی میں قرآن کریم نازل ہوا ہے اور یہی درست ہے۔ حتیٰ کہ زمانہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں بعض لوگوں کو اس بات پر باہم جنگ وجدل اور زدوکوب کی نوبت پہنچی۔ ایک کہتا کہ قرآن اس لہجہ میں ہے دوسرا کہتا نہیں بلکہ اس لہجہ میں ہے۔ ہر ایک اپنی لغت پر دعویٰ کرنے لگا۔ جب یہ خبر امیر المومنین غنی کی بارگاہ میں پہنچی آپ نے سب کو بلا کر فرمایا تم لوگوں میں ابھی سے یہ اختلافات پیدا ہونے لگ گئے تو آئندہ کیا ہوگا۔ اس کا سدِ باب کرنا لازمی ہے۔ لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت اسد اللہ شیر خدا رضی اللہ عنہ اور دیگر ارکان صحابہ کے مشورہ سے فیصلہ کیا کہ اب ہر قوم کو اس کے لب ولہجہ میں پڑھنے کی اجازت دینا مصلحت نہیں بلکہ اس سے فتنہ اٹھتا ہے۔ لہٰذا تمام امت کو خاص لغت قریش پر جس میں قرآن عظیم نازل ہوا ہے جمع کر دینا اور باقی لغات سے روکنا لازمی ہے۔

چنانچہ حکم ہوا کہ صحیفہ خلیفہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ ہیں منگا کر ان کی نقلیں لے کر تمام سورتیں ایک مصحف میں جمع کریں اور وہ مصاحف بلادِ اسلام میں بھیج دیں تاکہ سب اس لہجہ کا اتباع کریں۔ اس کے خلاف اپنی اپنی طرز ادا کے مطابق جو صحائف یا مصاحف بعض لوگوں نے لکھے ہیں دفع فتنہ کے لیے تلف کر دیے جائیں۔ اسی رائے صائب کی بناء پر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو کہلا بھیجا کہ صحیفہ صدیقی جو حضور نے جمع کرا کر صدیق کی حفاظت میں دے دیے تھے بھیج دیجئے تاکہ ہم ان کی نقلیں لے کر بلادِ اسلامی کو بھیجیں اور اصلی آپ کو واپس کر دیں۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا نے بھیج دیئے امیر المومنین عثمان غنی نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو نقلیں کرنے کا حکم دیا۔ وہ نقلیں شام، یمن، مکہ معظمہ، بحرین و بصرہ وکوفہ بھیج دی گئیں اور ایک نقل مدینہ طیبہ میں رہی اور اصلی صحیفے جمع فرمودہ صدیق جس سے یہ نقلیں ہوئی تھیں واپس حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھیج دی گئیں۔ جیسا کہ اتقان میں ہے اس کی اصل مفصل صحیح بخاری میں یوں ہے۔

حَدَّثَنَا مُوسٰی قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابن شِهَابٍ ابن الحسن بن مالك حدّثه ان حذيفة

موسیٰ نے فرمایا کہ مجھ سے ابراہیم نے کہا انہیں ابن شہاب نے فرمایا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

بن الیمان قدم علی عثمان وکان یغازی اہل الشام فی فتح ارمینیہ وآذربیجان مع اہل العراق فافزع حذیفۃ اختلافہم فی القراءۃ فقال حذیفۃ لعثمان یا امیر المؤمنین ادرک ہذہ الامۃ قبل ان یختلفوا فی کتاب اللہ۔

کہ حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہم ورضوعنہ حضرت عثمان رضی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وقت اہل شام فتح ارمینیہ اور آذربائیجان سے اہل عراق کے ساتھ جنگ کر رہے تھے تو حضرت حذیفہ اختلاف قرأت سے گھبرائے اور حضرت عثمان سے عرض کی۔ امیر المومنین امت کو اختلاف میں پڑنے سے پہلے سنبھال لیجیے ورنہ کتاب اللہ میں اختلاف کا سخت خطرہ ہے۔

معترضین کا محض وہم یا ظن معاذ اللہ دفن کرنے یا کسی طرح تلف کرا دینے کا محض وہم ہی ہے۔ خالص کذب اور صریح جھوٹ ہے۔ وہ مبارک صحیفے خلافت عثمانی پھر خلافت مرتضوی اور پھر خلافت امام حسن پھر خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم تک بعینہا محفوظ تھے حتیٰ کہ مروان نے انہیں لے کر چاک کر ڈالا۔

بالجملہ اس حقیقت میں کوئی گنجائش وہم نہیں کہ اصل جمع قرآن بحکم رب العزۃ حسب الارشاد حضور پر نور سید الاسیاد صلی اللہ علیہ وسلم ہو گیا تھا۔ سب سورتوں کا یکجا کرنا باقی تھا سو وہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بمشورہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جمع کر دیا۔ پھر اسی جمع صدیقی کی نقلیں بصورت مصاحف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ بمشورہ امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بلاد اسلام میں شائع کر دیں اور تمام امت کو اصل لہجہ قریش پر مجتمع ہونے کی ہدایت فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ جامع القرآن عثمان رضی اللہ عنہ کہلاتے ہیں۔ ورنہ حقیقتاً جامع رب العزت تعالیٰ شانہ ہے کما قال اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ اور بنظر ظاہر اس کے جامع حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اور ایک جگہ اجتماع کے لحاظ سے سب سے پہلے جامع القرآن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حاکم مستدرک میں بشرط بخاری ومسلم حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُؤَلِّفُ الْقُرْاٰنَ فِی الرِّقَاعِ۔

یعنی ہم زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پارچوں میں جمع کرتے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں۔

قَدْ کَانَ الْقُرْاٰنُ کُلُّہٗ کُتِبَ فِیْ عَہْدِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیْرَ مَجْمُوْعٍ فِیْ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ وَلَا مُرَتَّبِ السُّوَرِ۔

یعنی قرآن کریم تمام کا تمام عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھ لیا گیا تھا۔ لیکن غیر مجموع تھا۔ ایک جگہ جمع نہیں تھا اور اس کی سورتیں غیر مرتب تھیں

ابوداؤد شریف میں سید حسن سے عبد خیر راوی ہیں۔

قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ اَعْظَمُ النَّاسِ فِی الْمَصَاحِفِ اَجْرًا اَبُوْبَکْرٍ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ ھُوَ اَوَّلُ مَنْ جَمَعَ کِتَابَ اللّٰہِ

مصاحف میں سب سے زیادہ ثواب ابوبکر کا ہے۔ اللہ ابوبکر پر رحمت کرے سب سے پہلے انہیں نے قرآن جمع فرمایا۔

اس بنا پر امام اجل عارف باللہ حارث محاسبی رضی اللہ عنہ نے کتابت قرآن کریم کو سنت سنیہ مصطفےٰ فرمایا اور اس کے لکھنے لکھانے کے متعلق فیصلہ کیا کہ یہ بدعت نہیں بلکہ سنت ہے۔

حَیْثُ قَالَ فِیْ کِتَابِہٖ فَھْمُ السُّنَنِ کِتَابَۃُ الْقُرْاٰنِ لَیْسَتْ بِمُحْدَثَۃٍ فَاِنَّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یَاْمُرُ بِکِتَابَتِہٖ

قرآن کریم کا لکھنا تو زمانہ اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں بحکم اقدس ہو چکا تھا۔ یہ آج کوئی نئی بات نہیں۔ نقلہ فی الاتقان۔

پھر ابوبکر بن ابی داؤد بسند صحیح سے حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

قال قال علی رضی اللہ عنہ لَا تَقُوْلُوْا فِیْ عُثْمَانَ اِلَّا خَیْرًا فَوَاللّٰہِ مَا فَعَلَ الَّذِیْ فَعَلَ فِی الْمَصَاحِفِ اِلَّا عَنْ مَلَاٍ مِّنَّا قَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِیْ ھٰذِہٖ الْقِرَاءَۃِ فَقَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّ بَعْضَھُمْ یَقُوْلُ اِنَّ قِرَاءَتِیْ خَیْرٌ مِّنْ قِرَاءَتِکَ وھذا یکاد یکون کُفْرًا قُلْنَا فَمَا تَرٰی قَالَ اَرٰی اَنْ نَّجْمَعَ النَّاسَ عَلٰی مُصْحَفٍ وَاحِدٍ فَلَا یَکُوْنُ فُرْقَۃٌ وَلَا اخْتِلَافٌ قُلْنَا فَنِعْمَ مَا رَاَیْتَ

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا عثمان کے حق میں بجز کلمہ خیر کے کچھ نہ کہو خدا کی قسم مصاحف میں انہوں نے جو کچھ کیا ہم سب کے مشورہ اور اتفاق سے کیا انہوں نے ہم سے کہا کہ تم ان مختلف لہجوں میں کیا کہتے ہو۔ مجھے خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ لوگوں سے کہتے ہیں میری قرأت تیری قرأت سے اچھی ہے اور یہ بات اور کے قریب تک پہنچی ہے۔ ہم نے کہا بھلا آپ کی کیا رائے ہے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ سب لوگ ایک مصحف پر جمع کر دیے جائیں تاکہ پھر نزاع اور اختلاف نہ ہو۔ ہم سب نے کہا آپ کی رائے بہت خوب ہے۔

اور عہد مروان میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا صحیفہ ضائع کر دینے کی سند امام قسطلانی ارشاد الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

فَکَانَتْ عِنْدَھَا حَتّٰی تُوُفِّیَتْ فَاَخَذَھَا مَرْوَانُ حِیْنَ کَانَ اَمِیْرًا عَلَی الْمَدِیْنَۃِ مِنْ قِبَلِ مُعَاوِیَۃَ رضی اللہ عنہ فَاَمَرَ بِھَا فَشُقِّقَتْ وَقَالَ

وہ صحیفہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا حتیٰ کہ وفات پائی تو اسے مروان نے اس وقت لیا جبکہ وہ امیر مدینہ ہوا حضرت معاویہؓ سے پہلے اور اس نے اس کے چاک کر دینے کا حکم دیا اور کہا۔

انما فعلت هذا لانی خَشِیْتُ اَنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ اَنْ یَّرْتَابَ فِیْھَا مُرْتَابٌ ۷ و ۱۵۱ ا ب ن

ابی داؤد۔

پھر قرآن کریم نے نہایت لطیف پہلو سے ابتداء قرآن کریم میں ہی جامعین قرآن کی طرف اشارۃً وضاحت فرمادی جو زبرو بینات میں مقطعات کے ذریعہ معنی تاویلی سے حاصل ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں سورہ بقرہ کا شروع الٓمّٓ ہے۔ یہ حروف مقطعات سے ہے جس کے معنی میں مفسرین کرام نے عموماً اللہ اعلم بمرادہٖ فرمایا ہے لیکن اگر اس کے معنی تاویلی رنگ میں ایسے حاصل ہو جائیں کہ کتاب و سنت سے منطبق ہوں تو مقبول ہونے چاہییں۔

بہ ایں خیال بغرض تفریح خاطر خاطر مندرجہ ذیل معنی ملاحظہ ہوں! اس سے کلام پاک کی جامعیت پر مزید مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ الف، لام، میم بقاعدہ ابجد الف کا عدد ایک ہے اور لام کے تیس ۳۰ میم کے چالیس ۴۰۔ گویا رب العزت جلت و مجد عزاسمہ نے ان تین حروف میں بتایا کہ وہ واحد لم یزل نے بے مثل کلام عدیم النظیر ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیس پاروں میں چالیس سال کی عمر میں نازل فرمایا۔ پھر اس کے جامع بتائے اور اس طرح ان کا تعارف کرایا کہ ل کے تیس ۳۰ عدد۔ م کے چالیس ۴۰ عدد دونوں جمع کیے جائیں تو ستر کا عدد حاصل ہوگا۔ گویا فرمایا واحد لم یزل نے بے مثل کلام عدیم النظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نازل فرمایا ہے۔ عالم اسباب میں اس کے ظاہری جامع خلفائے راشدین سے وہ ہوں گے جن کے اسمائے گرامی کا پہلا حرف ع ہوگا۔ چنانچہ جامع قرآن عبداللہ ابن ابی قحافہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق عثمان ذی النورین مولا کائنات علی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی ہوئے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

مضمون بالا کے مطالعہ سے ہر سنجیدہ شخص کا خیال اس امر پر مرکوز ہو جائے گا کہ موجودہ مصحف مقدس یعنی مصحف عثمانی ہے اور مصحف عثمانی بعینہٖ مصحف صدیقی ہے اور مصحف صدیقی بلا کم و کاست اور بلا کسی ایک حرف کی کمی و بیشی کے وہی تھا جو ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم پر نازل ہو کر عہد نبوت میں ہی لکھا اور پڑھا گیا۔ اس پر تمام کا اجماع ہے۔ معاندین و مخالفین اسلام بھی اس کے قائل ہیں۔

قرآن کریم کا اسلوب بیان

زمانہ جاہلیت میں بھی اہل عرب کو فصاحت و بلاغت کا ایک قدرتی مذاق حاصل تھا۔ مرد عورت چھوٹے بڑے غلام آقا سب ہی تو اس چاشنی سے بہرہ مند تھے اپنی فصاحت و بلاغت کے مقابلہ میں غیر عرب کو عجمی یعنی گونگا خیال کرتے تھے۔

ان کے شعراء خطباء خاص طور پر ماہر فن اور قادر الکلام ہوتے تھے۔ ایک دوسرے کے مقابلہ میں اس زور

شور سے قصائد کہا کرتے کہ اس کی نظیر کسی قوم کی تاریخ اولیٰ میں نہیں ملتی۔ انہیں اپنی طلاقت زبان سلاست بیان پر اتنا ناز تھا کہ میدان فصاحت وبلاغت میں کوس لمن الملک بجائے اور ھل من فصیح ھل من شاعر کے آوازے لگاتے تھے۔ اپنی نظمیں اپنے خطبے دیوار کعبہ پر آویزاں کرکے طلب معارضہ کرتے۔ لیکن جب قرآن پاک نازل ہوا تو اس کے اسلوب بیان کو دیکھ کر حیران ششدر رہ گئے۔ کیونکہ ترکیب کی نزاکت کلمات کی لطافت، مضمون کی جامعیت، فصاحت وبلاغت فطرت عرب سے کہیں بالاتر تھی۔ باوجود اس کے کہ قرآن کریم نے بار بار فصحاو بلغاء عرب سے مطالبہ کیا کہ قرآن جیسی ایک سورۃ بنا لاؤ مگر کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ بھی فرمایا اور لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا کہہ کر بھی انہیں اکسایا وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ کا بھی اعلان ہوا مگر بقول اعلیحضرت یہ حال ہوگیا۔ ؎

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

ایک دفعہ کسی صحابی نے شعراء عرب کے دکھانے کو اِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ لکھ کر دیوار کعبہ پر لٹکا دی شعراء نہایت غور وخوض سے پڑھتے تھے لیکن دم نہ مار سکے۔ آخر ایک نامی گرامی شاعر آیا اور اس کے آگے لکھ دیا۔ مَا هٰذَا مِنْ كَلَامِ الْبَشَرِ

سکاکی جو فن معانی وبیان کا مسلم الثبوت امام تھا کہتا ہے کہ قرآن کریم کا اعجاز ایک ذوقی اور وجدانی کیفیت ہے جو طبیعت کو محسوس ہوتی ہے لیکن زبان سے بیان نہیں ہوسکتی۔ اس کا طرز بیان ایسا موثر ہے کہ بہت سے شدید ترین کفار عرب کے سنگین دل محض چند قرآنی آیتیں سن کر موم ہوگئے اور انہیں آخر ایمان لانا پڑا یہ بھی اسلوب قرآنی کا ادنیٰ کرشمہ ہے کہ ایک طرف جاہل سے جاہل اس کو بے تکلف سمجھ سکتا ہے تو دوسری طرف علامہ دہر کی عقل بلند وفہم اس کے علوی معانی ومضامین کے سامنے کوتاہ نظر اور قاصر الفہم ہے چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کی تفسیر میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالو تو بھی تمام اسرار منضبط نہیں ہوسکتے اور سیدھے سادھے معنی بیان کرو تو محض ترجمہ چند فوائد ضروریہ کے لیے کافی ووافی ہے۔

اس کے الفاظ میں وہ جاذبیت وحلاوت ہے کہ جو معنی نہیں سمجھ رہا وہ بھی محظوظ ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی ضخیم کتاب کا حفظ کرلینا عالم اور جاہل کے لیے آسان ہے۔

مضامین قرآن عظیم

قرآن کریم میں بظاہر آپ کو تین قسم کے مضامین ملیں گے۔

۱. اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تنزیہہ ۔ توحید و تمجید
۲. امم سابقہ کے حالات اور انبیاء سابقہ کے قصص۔
۳. احکام متعلقہ معاش و معاد
اس کی وجہ یہ ہے کہ

۱. حمد و معرفت الٰہی حاصل ہونے سے انسان اپنے خالق برحق رازق مطلق کی طرف رجوع ہو سکتا ہے۔ پھر اس کو چھوڑ کر یا اس کے ساتھ کسی اور کے آگے گردن جھکانے کو آمادہ نہیں ہو سکتا
۲. قصص امم سابقہ کے بیان کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ ان کے حالات سن کر عبرت حاصل ہو اور کفر و شرک گناہ و عصیان سے بچ کر صراط مستقیم پر چلنے کی طرف میلان بڑھے جو قرآن کریم کا مقصد اصلی ہے۔
۳. احکام کے بیان کا یہ فائدہ ہے کہ انہیں سن کر انسان سمجھ سکے گا۔ کہ اسے دنیا میں کیا کیا کام کرنے چاہئیں اور کیا کیا نہیں۔ کس طرح اس کی زندگی گمراہی سے محفوظ ہو سکتی ہے۔ ضلالت سے وہ کیسے مجتنب رہ کر منزل مقصود حاصل کر سکتا ہے، آخرت میں وصال الٰہی کا شرف اسے کیسے مل سکتا ہے۔ اب آپ آیات قرآنیہ سے نوعیت مضامین ملاحظہ فرمائیں۔

۱. هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ہ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (پ، حشر)
۲. لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ (پ، بقرہ)
۳. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
۴. مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ
۵. رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
۶. اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ
۷. هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
۸. قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔
۹. مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

۱۰۔ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ۔ (پ۳، آل عمران)
اور ایسی ہی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

انبیاء کرام اور امم ماضیہ کا ذکر

قرآن کریم میں آدم، ادریس، نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، لوط، یوسف، موسیٰ، ہارون، ہود، صالح، یونس، شعیب، داؤد، سلیمان، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، ذوالکفل، الیاس، ایوب علیہم السلام کا ذکر ہے۔
اور امم سابقہ میں سے قوم نوح، عاد، ثمود، اصحاب حجر، اصحاب سبا، اصحاب سبت، بنی اسرائیل، قوم تبع، قوم شعیب، اصحاب الایکہ، اصحاب الرس، اصحاب الاخدود، اصحاب کہف وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ فرعون، شداد، قارون وغیرہ کا بھی تذکرہ ہے۔ اور جو ہم نے اس مختصر میں بیان کیا اسی پر منحصر نہیں ہے بلکہ اور بھی مذاکرات ہیں۔

کتب سماویہ

کتب آسمانی سے زبور، توریت، انجیل، صحف ابراہیم وغیرہ کا بیان ہے اور قرآن کریم ان کی تائید فرماتا ہے تصدیق کرتا ہے اور جن لوگوں میں ان کا نزول ہوا اُن کی تحریف کا بیان بھی فرماتا ہے۔
حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو آیات آئیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر پیش ناظرین ہے۔

۱۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ (سورہ اعراف)
۲۔ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (سورہ بقرہ)
۳۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا (بقرہ)
۴۔ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (ع)
۵۔ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (توبہ)
۶۔ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (نور)
۷۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب)
۸۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا (احزاب)
۹۔ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (احزاب)

۱۰۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (انشراح)

۱۱۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَر (کوثر)

۱۲۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

۱۳۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (آل عمران)

۱۴۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا (نساء)

۱۵۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (نساء)

۱۶۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (نساء)

۱۷۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (نساء)

اس کے علاوہ کافی آیات کریمہ نعت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد و صادر ہیں۔ خوف ضخامت سے اس عجالہ میں ہم پورے طور پر تعلیمات قرآن کریم بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ بطور اختصار تیمناً تبرکاً کچھ پیش کر رہے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ کتاب انسانی تو کتاب انسانی ہے کوئی کتاب آسمانی بھی تعلیمات ربانی میں اس مقدس کتاب کی جامعیت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اب سترہ آیات کریمہ جو آپ پڑھ چکے ہیں ان کا ترجمہ مع مختصر تفسیر کے ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ آیات نمبر۱۔ وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی (یہاں رسول سے بہ اجماع مفسرین سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں) آپ کا ذکر وصف رسالت سے فرمایا گیا کیونکہ آپ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ فرائض رسالت ادا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی و شرائع و احکام اس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی توصیف میں نبی فرمایا گیا اس کا ترجمہ جو غیب کی خبریں دینے والا کیا گیا۔ یہ نہایت صحیح ہے کیونکہ نبا خبر کو کہتے ہیں جو مفید علم ہو اور شائبہ کذب سے خالی ہو۔ قرآن کریم میں یہ لفظ اس معنی میں بکثرت مستعمل ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا قل ھو نبؤا عظیم ایک جگہ فرمایا تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ایک جگہ فرمایا فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ اور بکثرت آیات میں یہ لفظ اس معنی میں وارد ہوا ہے۔ پھر یہ لفظ یا فاعل کے معنی میں ہوگا یا مفعول کے معنی میں ہوگا۔ پہلی صورت میں اس کے معنی ہوں گے۔ غیب کی خبریں دینے والا اور دوسری صورت میں اس کے معنی ہوں گے۔ غیب کی خبریں دیئے ہوئے اور دونوں معنی کو قرآن کریم سے تائید پہنچتی ہے پہلے معنی کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے نَبِّئْ عِبَادِیْ دوسری آیت میں فرمایا قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ

اور اسی قبیل سے حضرت مسیح علیہ السلام کا بیان جو قرآن کریم میں ارشاد ہوا انبئکم بما تأکلون وما تدخرون فی بیوتکم اور دوسری صورت کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ اور حقیقت میں انبیاء علیہم السلام غیب کی خبریں دینے والے ہی ہوتے ہیں۔ تفسیر خازن میں ہے کہ آپ کے وصف میں ہی فرمایا کیونکہ نبی ہونا اعلیٰ واشرف مراتب میں سے ہے۔ اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اللہ کے نزدیک بہت بلند درجے رکھنے والے اور اس کی طرف سے خبر دینے والے ہیں۔ اُمّی کا ترجمہ بے پڑھے جو کیا گیا یہ بھی بالکل سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق ہے اور یقیناً اُمّی ہونا آپ کے معجزات میں سے ہے۔ اس لئے کہ دنیا میں کسی سے پڑھے نہیں۔ جو کچھ سیکھا اپنے رب سے سیکھا جو پڑھا اپنے خالق سے پڑھا۔ علمہ شدید القویٰ اس دعویٰ پر برہان ساطع ہے پھر کتاب وہ لائے جس میں اولین و آخرین اور غیبوں کے علوم ہیں (خازن) شعر ؎

خاکی و براوج عرش منزل　　　　اُمّی و کتاب خانہ در دل

فیض کہتا ہے ؎

اُمّی و دقیقہ دانِ عالم　　　　بے سایہ و سائبانِ عالم

(بقیہ ترجمہ) جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں (یعنی توریت اور انجیل میں آپ کی نعت و صفت و نبوت لکھی پائیں گے) وہ انہیں بھلائی کا حکم دیگا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ (یعنی سخت تکلیفیں) اور گلے کے پھندے (یعنی احکام شاقہ) جو ان پر تھے وہ اتارے۔

آیت ۲ بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا

آیت ۳ اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو (دنیا و آخرت میں)

آیت ۴ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

آیت ۵ بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عربی قرشی جن کے حسب و نسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں) جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کی نہایت چاہنے والے۔ مسلمانوں پر کمال مہربان۔

آیت ۶ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرے تو ادب و تکریم اور توقیر و تعظیم کے ساتھ آپ کے معظم القاب سے نرم آواز کے ساتھ متواضعانہ اور منکسرانہ لہجہ میں یا نبی اللہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کہہ کر)

آیت ۷ بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے (ان کا اچھی طرح اتباع کرو اور دین الٰہی کی پیروی کرو)
آیت ۸ اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر (شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر نہایت بہتر ترجمہ ہے۔ مفردات راغب اصفہانی میں ہے

اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ یعنی شہود اور شہادۃ کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے
اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ بصر کے ساتھ یا بصارت کے ساتھ۔ اور گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے (ابوالسعود، جمل)

اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا (یعنی ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں کو عذاب جہنم کا ڈر سناتا) اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا (یعنی خلق کو طاعت الٰہی کی دعوت دیتا) اور چمکا دینے والا آفتاب (سراج کا ترجمہ آفتاب بالکل قرآن حکیم کے مطابق ہے جیسا کہ سورہ نوح میں وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا فرمایا اور سورہ عم میں وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا کہا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ذات مصطفٰے ہزاروں آفتابوں سے زیادہ منوّر اور منوّر ہے۔ آپ کے نور نبوت کی تابانی نے شمس و قمر کو نورانی کیا۔ اور آپ کے نور ہدایت نے ظلمت کفر و شرک مٹا کر معرفت توحید بخشی)

۹ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔ اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو (یہی وجہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے)

۱۰ کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا (یعنی آپ کے سینہ مبارک کو ہم نے کشادہ اور وسیع کیا۔ ہدایت و معرفت و موعظت و نبوت اور علم و حکمت کے لئے یہاں تک کہ عالم غیب و شہادہ روشنی کی وسعت میں سما گئے اور علائق جسمانیہ انوار روحانیہ کے لئے مانع نہ ہو سکے اور علوم لدنیہ و حکم الٰہیہ سینہ پاک میں جلوہ نما ہوئے) اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پشت توڑ دی تھی (اس بوجھ سے مراد یا وہ غم ہے جو آپ کو کفار کے ایمان نہ لانے سے رہتا تھا۔ یا امت کے گناہوں کا غم جس میں قلب مبارک مشغول رہتا تھا۔ مراد یہ ہے کہ ہم نے آپ کو مشغول الشفاعت کر کے دوبارہ غم دور کر دیا ہے) اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو (اسی کے فضل کے طالب رہو۔ اسی پر توکل کرو)

۱۱ اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں (اور فضائل کثیرہ عنایت کر کے تمام خلق پر افضل کیا۔ حسن ظاہر بھی دیا حسن باطن بھی نسب عالی بھی۔ نبوت بھی۔ کتاب بھی۔ علم بھی۔ شفاعت

بھی۔ حوض کوثر بھی۔ مقامِ محمود بھی۔ کثرت امت بھی۔ اعدائے دین پر غلبہ بھی۔ کثرت فتوح بھی) تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

۱۲۔۱۳۔ اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۱۳) تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا۔

۱۴۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔ جس میں ہمیشہ رہے گا۔

۱۵۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

۱۶۔ تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے۔ جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ حکم تم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

۱۷۔ جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اس سے قبل جو دس آیات صفات الٰہی میں پیش ہو چکی ہیں۔ اُن کا ترجمہ معہ مختصر تفسیر کے ملاحظہ کریں ہو ہذا۔

ترجمہ آیت ۱۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ نہاں وعیاں کا جاننے والا (موجود کا بھی اور معدوم کا بھی۔ دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی) وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا۔ وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ (ملک وحکومت کا حقیقی مالک کہ تمام موجودات اس کے تحت ملک وحکومت ہے اور اس کی مالکیت ومنفعت دائمی ہے جسے زوال نہیں) نہایت پاک (ہر عیب سے تمام برائیوں سے) سلامتی دینے والا (اپنی مخلوق کو) امان بخشنے والا (اپنے عذاب سے اپنے فرمانبردار بندوں کو) حفاظت فرمانے والا۔ عزت والا۔ عظمت والا۔ تکبر والا۔ اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔ وہی ہے اللہ بنانے والا۔ پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا (جیسی چاہے) اس کے ہیں سب اچھے نام (ننانوے جو حدیث میں وارد ہیں) اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

۲۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں (اس سے اس کی مالکیت اور نفاذ امر وتصرف کا بیان ہے اور نہایت لطیف پیرایہ میں رد شرک ہے کہ جب سارا جہان اس کی ملک ہے تو شریک کون ہو سکتا ہے)

۳۔ سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔
۴۔ روزِ جزا کا مالک ہے۔
۵۔ پالنے والا جہان والوں کا۔
۶۔ دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔
۷۔ وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا (یعنی واجب الوجود اور عالم کا ایجاد کرنے والا و تدبیر فرمانیوالا
۸۔ تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے (ربوبیت، والوہیت میں صفات عظمت و کمال کے ساتھ موصوف ہے۔ مثل و نظیر و شبیہ سے پاک ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں) اللہ بے نیاز ہے (ہر چیز سے نہ کھائے نہ پئے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے) نہ اس کی کوئی اولاد (کیونکہ اس کا کوئی مجانس نہیں) نہ وہ کسی سے پیدا ہوا (کیونکہ وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث کی شان ہے) اور نہ کوئی اس کے جوڑ کا (یعنی کوئی اس کا ہمتا و عدیل نہیں)
۹۔ تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔
۱۰۔ تم فرما دو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے

یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ انسان کی تین حالتیں ہیں۔
طبعی۔ اخلاقی۔ روحانی۔ اور قرآن کریم نے ان تینوں حالتوں کے لیے جدا جدا تین مبدء قرار دیئے ہیں پہلا یہ کہ اس کی طبعی حالت کو درست کرنا یعنی اس کی نشست و برخاست خورد و نوش، بود و باش، معاشرت و معاملات، توالد و تناسل وغیرہ امور طبعیہ کے صحیح طریقے سکھلا کر بے تمیز وحشی انسان کے درجے سے با ادب اور شائستہ انسان کے مرتبہ کو پہنچا دینا۔
دوسرے یہ کہ اس کی اخلاقی حالت کی اصلاح کرنا یعنی اخلاق رذیلہ عادات قبیحہ کی بیخ کنی کر کے اسے اخلاق فاضلہ سے آراستہ کرنا۔
تیسرے یہ کہ اس کی روحانی حالت کا تزکیہ کرنا تاکہ انسان اپنے خالق برحق معبود مطلق کی طرف رجوع کر سکے اور اس کی محبت و رضا میں محو ہو سکے۔ یہی وہ حالت ہے جس کو قرآن پاک نے اسلام کے نام سے تعبیر کیا اور اسی تعلیم کے کامل ہو جانے پر آیہ کریمہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ عَلَيْكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ کی بشارت ملی۔ اور قرآن پاک میں یہ تینوں باتیں خاص طور پر واضح کی گئیں۔ ہم مشتے نمونہ از خروارے۔ انسان کی اصلاح طبعی کے احکام پیش کرتے ہیں۔ اس سے بقیہ احکام کا بھی موازنہ ہو سکے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَ
أُمَّهَاتُكُمُ الّٰتِيْ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ
نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ
أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (پ۴، سورہ نساء)

۲۔ لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا (پ۴، سورۂ نساء)

۳۔ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (نساء)

۴۔ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ (مائدہ)

۵۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْ أَخْدَانٍ (پ۶، مائدہ)

۶۔ وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ (پ۵، ع۲)

۷۔ وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ

۸۔ وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا (بنی اسرائیل)

۹۔ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى أَهْلِهَا (نور)

۱۰۔ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ أَزْكٰى لَكُمْ
(نور)

۱۱۔ وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا (پ۲)

۱۲۔ وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا (پ۵)

۱۳۔ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پ۷)

۱۴۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ
وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (پ۶ مائدہ)

۱۵۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ (پ۶ مائدہ)

۱۶۔ إِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ (پ۲۸، مجادلہ ع۲)

ترجمہ آیت ۱: تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری حقیقی پھوپھیاں
اور تمہاری سگی خالائیں اور تمہاری حقیقی بھتیجیاں اور تمہاری حقیقی بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں
نے تمہیں دودھ پلایا یعنی رضاعی ماں اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری ساس یعنی تمہاری بیویوں کی

حقیقی ماں اور تمہاری بیویوں کی پہلے خاوند سے لڑکیاں جن سے تم ہم صحبت ہو چکے اور اگر ہم صحبت نہیں ہوئے تو کوئی گناہ نہیں (یعنی قبل از خلوت صحیحہ اگر طلاق دے دی تو اس کی لڑکی سے نکاح جائز ہے) اور تمہارے سگے بیٹوں کی بیویاں یعنی بہو اور حقیقی دو بہنیں بیک وقت مگر ایک کے مرنے کے یا مطلقہ ہو جانے کے بعد

۲۔ جبراً عورتوں کے وارث نہ بنو۔

۳۔ ان سے نکاح نہ کرو جو تمہارے باپوں کی بیویاں تھیں مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا۔

۴۔ تمہارے لئے پاک عورتیں حلال ہیں یعنی مومنہ

۵۔ محصنہ یعنی پاک دامن عورتیں تم میں سے یا پہلے کے اہل کتاب میں سے تمہارے لئے حلال ہیں کہ ان سے شادی کرو۔ لیکن جب مہر قرار پا کر نکاح ہو جائے بدکاری نہیں اور نہ خفیہ ناجائز تعلق

۶۔ خودکشی نہ کرو۔

۷۔ اپنی اولادوں کو قتل نہ کرو۔

۸۔ اپنی اولادوں کو خوف تنگدستی سے قتل نہ کرو۔ ہم سب کے رازق ہیں۔ تمہیں بھی ہم رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی۔

۹۔ غیر کے گھر میں بلا اجازت نہ داخل ہو جب تک موانست رغبت سے سلام کلام نہ کرلو۔

۱۰۔ اگر اس گھر میں کوئی نہ پاؤ تو جب تک مالک خانہ اجازت نہ دے اس گھر میں داخل نہ ہو اور اگر تمہیں کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ۔

۱۱۔ اور گھروں میں دیوار پھاند کر نہ جایا کرو (جیسے زمانہ جاہلیت کا طریقہ تھا بلکہ گھروں میں آیا کرو گھر کے دروازہ سے۔

۱۲۔ اگر تمہیں سلام کیا جائے تو اس سے بہتر اسے جواب سلام دو (اگر السلام علیکم کوئی کہے تو جواب دیں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہو

۱۳۔ جز ایں نیست کہ شراب اور قمار اور بت پرستی اور شگون لینا (ان پر یقین کرنا) یہ سب پلید اور شیطانی کام ہیں۔ ان سے اجتناب کرو۔ اور اپنے کو تلویث سے بچاؤ۔

۱۴۔ تم پر مردار حرام کیا گیا اور خنزیر کا گوشت اور بتوں کے نام لے کر ذبح کیا ہوا اور گلا گھونٹا ہوا منخنقہ لاٹھی سے مارا ہوا موقوذہ (خواہ وہ جھٹکا ہی کیوں نہ ہو) سینگ لگنے سے مرا ہوا متردیہ درندے کا پھاڑا ہوا نطیحہ اور جو درندہ پکڑ کر کھائے مگر ذبح کر لیا گیا ہو اور جو بتوں پر چڑھایا جائے۔

15- لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لیے کیا حلال ہے۔ فرما دو دنیا کی تمام پاک چیزیں تم پر حلال کی گئیں
16- اگر تمہیں کہا جائے کہ کشادہ ہو کر بیٹھو تو کشادہ ہو کر بیٹھو اللہ تمہیں کشادگی عطا فرمائے گا اور اگر تمہیں کہا جائے اُٹھ جاؤ تو بلا چون وچرا اُٹھ جاؤ۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا — کھاؤ پیو مگر اسراف بے نتیجہ کاموں میں خرچ نہ کرو۔

اس قسم کے شاندار آداب انسانی ہیں جو قرآن کریم ہمیں سکھلاتا ہے ان کا مذاہب غیر کی تعلیمات سے اگر مقابلہ کیا جائے۔ تو لیل ونہار کا فرق پایا جاتا ہے۔ اس بناء پر ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ تعلیمات، صرف اسلام ہی میں ہیں۔ جو اصلاح انسانی کا معیار ہے اس کے سامنے بڑے بڑے مدعیان مذہب و تہذیب برہنہ نظر آتے ہیں۔

قرآن کریم تمام علوم اسلامیہ کا مرجع اور مرکز ہے

ادنیٰ غور وخوض کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن پاک ایسا مخزن علوم وفنون ہے۔ اس شان کا منبع اسرار وحقائق ہے ایسا سرچشمہ اصول دین ہے کہ کوئی کتاب آسمانی بھی اس خصوص میں اس کے مقابلے کی نہیں۔ یہی وہ جامع کتاب مقدس ہے کہ اہل علم وفضل نے سینکڑوں عنوانات پر بے شمار تفاسیر لکھ ڈالیں لیکن ابھی اس کے اسرار وحقائق کا احصا نہ ہو سکا۔ ع

دفتر تمام گشت بہ پایاں رسید عمر — ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں خود صاحب قرآن فرما رہا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ

اگر روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور سمندر روشنائی ہو جائے پھر اس کے بعد ساتوں سمندر اُس کی مدد کو آئیں۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کی کلمات ختم نہ ہوں۔

علامہ سیوطی نے اپنی تفسیر اتقان میں علوم قرآنی اسی شمار کیے۔ پھر علمائے اسلام نے اُن علوم پر مستقل کتابیں تصنیف کیں۔ پھر جس قدر مسلمانوں کے علم ہیں اگر بغور دیکھا جائے تو وہ سب قرآن کریم سے ہی نکلے ہیں۔

اسلام سے قبل حجاز میں کل سترہ آدمی خواندہ تھے۔ یہ قرآن پاک ہی کی برکت تھی کہ ایک قلیل عرصہ میں اس فن نے کس قدر ترقی کر لی۔

زمانہ جاہلیت میں لغت، خطابت، شعر صرف تین علوم تھے۔

عہد اسلامی میں منطق طبیعات۔ ریاضیات۔ الہیات، تاریخ جغرافیہ ایجاد ہوئے۔

شرعی علوم میں تفسیر حدیث فقہ وغیرہ ایجاد ہوئے۔

لسانی علوم میں صرف نحو علم البلاغت وغیرہ ایجاد ہوئے۔
علوم لسانیہ اور شعر وخطابت سب کو ملا کر علوم عربیہ اور علوم ادب کو ادبیات کہا گیا۔
منطق وفلسفہ کو معقولیات کے نام سے شہرت ہوئی۔ علوم شرعیہ کو منقولیات کے ساتھ ظاہر کیا۔
علم تفسیر کی قرآن کریم کے معانی احادیث صحیحہ اور آثار معتبرہ کے مطابق صحیح طور پر سمجھنے اور سمجھانے کے لیے ضرورت ہوئی۔

سیر ومغازی: چونکہ قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو مجسمہ اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا اور اس میں مسلمانوں کے اکثر واقعات کا ذکر ہے۔ اس لیے حضور کے حالات وواقعات غزوات وسرایا کی مفصل تاریخ منضبط رکھنے کے لیے علم سیر ومغازی کے مدون کرنے کی ضرورت ہوئی۔

علم الحدیث وعلم الرجال: حضور کے افعال واقوال اور احکام قرآنیہ کی تفصیل وتشریح سے مملو ہے۔ چنانچہ حقائق واوامر ونواہی اچھی طرح سمجھنے کے لیے تدوین فن کی احتیاج ہوئی اور جب صحیح اور موضوع حدیث کا جھگڑا پڑا تو اس میں امتیاز کرنے کے لیے رواۃ کے حالات جاننے کے واسطے علم الرجال مرتب کیا گیا جو کسی جماعت اور سوسائٹی کے اندر سوا اسلامیات کے ملنا مشکل ہے۔

ادب ولغت: چونکہ قرآن کریم عربی زبان میں ہے۔ اس لیے اس کے سمجھنے کے لیے عربیت سے واقف ہونا لابدی ہے۔ لہذا علم ادب ولغت مدون ہوئے۔ حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی آیت کے معنی نہ سمجھ سکو تو محاورات عرب کی طرف رجوع کرو۔ قرآن کریم فرماتا ہے

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ

قرآن کریم کے سمجھنے کے لیے آیۂ قرآنی ہمارے رسول کی طرف لوٹا دیا کرو۔ ارباب علم کی طرف جو حضور کی تعلیم لیے ہوئے ہوں تاکہ وہ اس کا [illegible]

صرف ونحو: اعراب کی ذراسی غلطی سے معانی میں زمین وآسمان کا فرق آجاتا ہے۔ اَنْعَمْتَ کو بجائے زبر کے اَنْعَمْتُ پیش کے ساتھ اگر پڑھ لیا جائے تو مخاطب متکلم بن جائے۔ "تو نے انعام کیا" کی بجائے "میں نے انعام کیا" معنی ہو جائیں۔ اہل عرب تو اپنی زبان میں غلطی نہیں کر سکتے تھے لیکن ہم عجمی تو قدم قدم پر ٹھوکر کھا سکتے تھے۔ اس لیے سہولت کے لیے جملہ کی صحت کے واسطے تعلیلات صرفی اور اعراب کی صحت کے لیے قواعد نحوی کی تدوین ہوئی۔

معانی وبیان: چونکہ قرآن کریم معیار فصاحت وسرچشمہ بلاغت ہے۔ اس لیے فصاحت وبلاغت کے تمام اصول اس کی مدد سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اس لیے علم بیان ومعانی مدون ہوا۔

فقہ و اصول فقہ:- آیات قرآنی و احادیث نبوی سے احکام شرعیہ مستنبط کرنے کے لیے علم فقہ اور اجتہاد و استنباط مسائل میں غلطی سے بچنے کے لیے یہ فن مدون ہوئے۔

علم کلام:- فلاسفہ و مناطقہ کے اعتراضات کے جواب دینے کے لیے یہ علم وضع کیا گیا۔

قرآن کریم کے زبان عربی پر اثرات

پہلا اثر۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسلام سے پہلے عرب میں زبان کے مختلف لب و لہجہ تھے۔ ہر قبیلہ کے محاورات میں فرق تھا۔ مگر چونکہ قریش کی زبان افصح اللسان تھی اور قرآن کریم اسی زبان میں نازل ہوا تھا اس لیے اسلام کی بدولت زبان قریش کی ایسی اشاعت ہوئی۔ کہ دوسرے قبائلی لب و لہجہ کی کوئی حقیقت نہ رہی اور شمع قرآن کے سامنے کسی زبان کا چراغ نہ جل سکا داعیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ کا مفہوم مکمل ہو گیا۔

دوسرا اثر۔ قبل از اسلام عربی جزیرہ عرب کی چار دیواری میں محدود و محصور تھا لیکن فتوحات اسلامی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ کے ماتحت ممالک فارس، روم و مصر وغیرہ تک پہنچی۔

تیسرا اثر۔ اسلام کے بعد زبان کے اغراض و مقاصد اور زیادہ وسیع ہو گئے۔ حیات بدویہ کی آئینہ داری، خانہ بدوشی صحرا نوردی، جدال و قتال کشت و خون کے مقابلہ میں انتقام و لکم فی القصاص حیات کے اعلان سے تحریک و تحریص، جہاد فخر و صباہات کے مقابلہ میں وسیع اخلاقی اور عقائد دینی احکام، شرعی امور سیاسی وغیرہ اقتصادی مباحث پر بھی غور ہونے لگا۔

دفاتر صدر اسلام میں تین قسم پر منقسم ہوئے۔

اول۔ دفتر عسکری اس کو حضرت فاروق اعظم کے حکم سے حضرت عقیل بن ابی طالب، مخرمہ بن نوفل، جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم نے مرتب فرمایا۔ جو عربی میں تھا۔

ثانیاً۔ دفتر انشا یعنی خطوط نویسی کا صیغہ یہ بھی عربی میں تھا۔

ثالثاً۔ دفتر خراج یعنی صیغہ مال یہ صرف عربی میں نہیں بلکہ ہر ملک کا دفتر خراج وہاں کی مقامی زبان میں رکھا گیا۔ مثلاً ایران کا فارسی میں۔ شام کا سریانی میں اور مصر کا قبطی میں۔ اور چونکہ ابتدا میں مسلمان ان غیر زبانوں سے پورے واقف نہ تھے۔ اس لیے ان دفتروں کو جوں کا توں ہی رہنے دیا۔ اور مقامی اہلکاروں سے کام لیا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ ولید کا زمانہ آیا جو خلفائے بنی اُمیّہ سے تھا۔ تو حجاج بن یوسف نے صالح نامی ایک

نوجوان سے جو عربی فارسی جانتا تھا۔ فارسی دفتر کو عربی میں ترجمہ کروایا۔ حتیٰ کہ عجمی عملہ کی طرف سے صالح مترجم کو ایک لاکھ درہم کا لالچ دیا، یا رشوت اس کام سے رد کنے کے لیے دینی چاہی۔ مگر صالح صالح ہی تھا اس لالچ میں نہ آیا۔

اسی طرح دفتر ایران کی زبان عربی ہوگئی۔

اسی ولید کے عہد میں سلیمان بن سعید کاتب کے ذریعہ سریانی قلم کے دفتر کو عربی میں کرایا گیا اور ابن یربوع تاسی باشندہ حمص کے ذریعہ حاکم مصر عبداللہ نے دفتر قبطی کو عربی میں بدلا۔

اور دور اموریہ میں تدوین علوم اور تصنیف کتب کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔

چوتھا اثر۔ مشاہدات و معقولات کی وسعت و فسحت سے معانی الفاظ میں کافی وسعت ہوئی۔

پانچواں اثر۔ الفاظ و اسالیب میں بڑا تغیر و تبدل ہوا۔ اگرچہ عربی اصطلاحات زیادہ تر دور عباسی میں مقرر ہو چکی تھیں۔ مگر صدر اسلام میں بھی بہت سے الفاظ وضعی معنوں کے علاوہ خاص معنی میں مستعمل ہوتے تھے۔ اس طرح اصطلاحات کا سلسلہ آغاز اسلام ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ مثلاً صلوٰۃ صوم زکوٰۃ مومن کافر فاسق، منافق رکوع سجود، حج امیر المومنین، کاتب، عامل، قاضی بیت المال، عشور ثغور وغیرہ اسلام سے قبل یہ الفاظ لغوی معنی میں مستعمل تھے۔

پھر اسلوب گفتگو میں بھی بہت کچھ تبدیلیاں ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ نے اطال اللہ بقائک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دعا میں فرمایا نوّر اللہ مضجعک یا ابن الخطاب کما نوّرت مسلجنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا میں فرمایا۔ اس طرح کے مہذب دعائیہ الفاظ استعمال کرنے کا رواج زمانہ جہالت میں نہ تھا۔ خود رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے الفاظ کی بندشیں بھی مروی ہیں جنہیں سب سے پہلے حضور نے ہی استعمال فرمایا جیسے مات حتف انفہ حمی الوطیس لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین وغیرہ اس سے عربی ادب میں بڑی ترقی ہوئی۔

ایسے ہی بہت سے محاورات جو زمانہ جہالت میں مروج تھے اسلام کے ذریعہ متروک ہوگئے مثلاً مرباع غنیمت کا چوتھائی حصہ جو فوج کا افسر لیا کرتا تھا۔ نشیطہ مقام مفتوح سے قبل از فتح جو راستہ میں مل جائے۔ فضول تقسیم کے بعد مال غنیمت سے جو بچ رہے۔

مکس ایک قسم کا ٹیکس جو زمانہ جہالت میں جاری تھا۔

اسی طرح انعم صباحاً صبح کے وقت کا سلام تھا۔ جس کی انگریزی گڈ مارننگ ہوئی اور انعم ظلاما جس کی انگریزی گڈ ایوننگ بنی یا بادشاہ کو ابیت اللعن کہنا یا غلام کا اپنے آقا کو ربّی کہہ کر مخاطب کرنا یہ سب جملے

اسلام میں متروک ہوئے۔

چھٹا اثر۔ تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا تلفظ حبشی تھا۔ حضرت سلمان کا فارسی حضرت صہیب کا رومی تھا۔ اس لیے کہ یہ غیر ملکوں کے باشندے تھے۔ جب تک اہل عرب کو عجمیوں کے ساتھ اختلاط کا موقعہ نہ ہوا۔ ان میں نحوی غلطیاں شاذ و نادر ہوتی تھیں۔ لیکن جب اشاعت اسلام کی وجہ سے عجمیوں کو عربی سیکھنی پڑی تو لحن کی بیماری بڑھ گئی۔ اس لیے اس کا علاج عہد اموی میں علم نحو کے ذریعہ کیا گیا۔

علم القرأت

لغت میں قرأت کے معنی محض پڑھنے کے ہیں۔ مگر علم القرأت سے مراد قرآن پڑھنے کا علم اصطلاح شرع میں مقرر ہو گیا۔ اور یہ علم اس مفہوم میں اسی وقت مان لیا گیا تھا، جبکہ قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تھا۔ ابتداءً ہر خواندہ قرآن پڑھنے والا قاری کہلاتا تھا اور خواندہ ناخواندہ کا امتیاز اس سے ہوتا تھا۔

پھر عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لفظ قاری ان لوگوں کے لئے استعمال ہونے لگا جو قرآن پڑھنے پڑھانے میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔ خذوا القرآن من اربعة من عبد الله ابن مسعود و سالم و معاذ و ابی ابن کعب قرآن لو ان چار صحابہ سے عبداللہ بن مسعود سالم معاذ ابی ابن کعب رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے علاوہ بہت سے قاری صحابہ میں تھے۔ غزوہ بیر معونہ جو شہید ہوئے وہ سب قاری تھے۔ ان کی تعداد ستر تھی۔ راشدین میں قرأت کسی فن کی شکل میں مقرر نہیں ہوئی۔

عہد بنو امیہ میں قرأت نے خاص فن کی شکل اختیار کی۔

جس کے مباحث اختلاف قرأت متواترہ مخارج حروف کیفیت ادا محاسن قرأت ترتیل، وصل وقف، مد، قصر، ادغام، اخفا، امالہ، حروف ہُوا، ہُوف، وغیرہ اصطلاحات کے ساتھ یہ سات قرأتیں مقرر ہوئیں جو سات ائمہ قرأت کی طرف منسوب ہیں۔

عبداللہ بن عمر	شامی	متوفی ۱۱۸ھ
عبداللہ بن کثیر	مکی	۱۲۰ھ
عاصم	کوفی	۱۲۸ھ
یزید بن القعقاع	مدنی	۱۳۲ھ
ابو عمرو بن العلا	بصری	۱۵۵ھ
حمزہ بن حبیب	بصری	۱۵۶ھ
نافع بن عبدالرحمٰن	مدنی	۱۶۹ھ

بعض نے یزید بن القعقاع کو ابوالحسن علی بن حمزہ کوفی المعروف بہ کسائی متوفی ۱۸۹ھ لکھا ہے۔
مندرجہ بالا ہفت قراء میں سے تین یا چار عہد عباسی کے ہیں۔ یہ ساتوں قرائتیں جائز ہیں۔ ان سب کا سلسلہ بطریق صحیحہ و متواترہ سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اور ان سے قرآن کریم کے تواتر میں کوئی خلل نہیں آتا اور نہ معانی و مطالب میں کسی قسم کا فرق پیدا ہوتا ہے۔ اس فن میں تالیفات کا سلسلہ عہد عباسی میں شروع ہوا۔ اس سے قبل سینہ بسینہ ہی اس کا اجراء تھا۔

تفسیر

عہد نبوی میں علم تفسیر مدون نہیں ہوا اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی اس کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ اس لیے کہ اصحابہ کا دور دورہ تھا۔ وہ زبان کے اعتبار سے مفہوم سمجھتے تھے۔ ہر آیت کی شان نزول کا انہیں علم تھا۔ بایں ہمہ کسی حکم کی وضاحت حاصل کرنے کی احتیاج ہوتی تو خود سرکار جلوہ افروز تھے۔ پھر خلفائے کرام کا عہد تربیت عہد تھا۔

آخر جب فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور کثرت سے غیر عرب اسلام میں داخل ہو گئے تو اُن کو قرآن کریم سمجھنے کے لئے مشکلات واقع ہونے لگیں تو تفاسیر کی تالیف ان عجمی مسلمانوں کی مشکلات رفع کرانے کے لئے قرآن کریم کے مشکل الفاظ و جملات کی بجائے نسبتہً سہل الفاظ اور فقروں سے اس کا مفہوم سمجھانے کے لیے تفسیر کی احتیاج ہوئی۔ عہد اموی کے آخر تک اگرچہ علم تفسیر کی باقاعدہ تدوین نہیں ہوئی۔ مگر اس کی بنیاد عہد نبوی میں ہی قائم ہو گئی تھی۔

اس لئے کہ صحابہ کرام میں بھی مطالب قرآنی کے سمجھنے سمجھانے میں تمام صحابہ یکساں نہ تھے اور ایسا ہو بھی کیونکر سکتا تھا۔ اس لئے ذہانت ذکاوت، فہم فراست قرب صحبت درجہ فضیلت کے اعتبار سے اُن میں بڑا فرق تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن لینے کے لئے حضور نے ابی بن کعب اور سالم عبداللہ بن مسعود معاذ رضی اللہ عنہم کا نام فرمایا۔ خاص صحابہ میں ایک جماعت وہ تھی جو معانی بیان کرنے میں مرجع انام تھی۔ جن میں مذکورہ چار اصحابہ اور ابوموسٰی اشعری، عبداللہ بن زبیر، انس بن مالک، ابوہریرہ جابر عبداللہ بن عمرو بن العاص رضوان اللہ علیہم اجمعین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اور صدیق اکبر۔ فاروق اعظم۔ ذوالنورین رضی اللہ عنہم سے تفسیری مضامین اگرچہ ہیں لیکن نسبتاً بہت کم مروی ہیں اس لئے کہ ان پر امور خلافت کی ذمہ داری اتنی زیادہ تھی کہ درس تدریس کی فرصت کم ملتی تھی۔

عہد اسداللہ کرم اللہ وجہہ میں حضرت علی سے تفسیر اصحاب ثلاثہ کی نسبت زیادہ ہے اور ان سے زاید

حضرت ابن مسعود المتوفی ۳۲ھ سے مروی ہے۔ غرضیکہ سب سے زیادہ تفسیری جملات صحابہ میں سے حضرت ابن عباس سے مروی ہیں اور آپ فقہاء صحابہ میں مانے ہوئے تھے۔ آپ کی وفات ۶۸ھ میں ہوئی۔

حضرت ابن عباس سید المفسرین کے ثقہ راوی علی ابن ابی طلحہ ہاشمی متوفی ۱۴۳ھ ہیں۔ جن پر امام بخاری نے اپنی صحیح میں اعتماد کیا ہے۔ اور ضعیف سلسلہ روایت کلبی عن ابی صالح کا ہے۔

صحابہ کرام کے بعد تعلیم قرآن کے دو مرکز ہو گئے۔ مکہ معظمہ اور کوفہ۔

مکہ میں سید المفسرین ابن عباس کے شاگرد مجاہد۔ سعید بن جبیر عکرمہ۔ طاوس بن کیسان۔ عطا بن ابی رباح وغیرہم تھے۔

اور کوفہ میں حضرت ابن مسعود کے تلامذہ علقمہ بن قیس۔ اسود بن یزید شعبی ابراہیم نخعی وغیرہم تھے۔

ان کے علاوہ ابو العالیہ رفیع ابن فہران متوفی ۹۰ھ۔ عطیہ بن سعید العوفی متوفی ۱۱۱ھ۔ ضحاک بن فراحم قتادہ بن دعامہ المتوفی ۱۱۷ھ۔ حسن بصری المتوفی ۱۲۱ھ طبقہ تابعین میں سے قابل ذکر ہیں۔

صدر اسلام میں تفسیری روایات صرف زبانی نقل ہوتی تھیں۔

سب سے پہلے مجاہد المتوفی ۱۰۴ھ نے تفسیر لکھی۔ آپ فرماتے ہیں۔ عرضتُ القراٰن علی ابن عباس ثلاثین مرۃ آپ کی تفسیر نہایت درجہ معتبر ہے۔ اور امام بخاری وامام شافعی کی معتمد علیہ ہے لیکن آج افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ تفسیر ہم میں موجود نہیں۔

یہ بھی مشہور ہے کہ سب سے پہلے حضرت سید المفسرین ابن عباس نے تفسیر لکھی جو موجود ہے اور تمام تفاسیر کا ماخذ یہی تفسیر ہے۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تدوین کتب شروع ہوئی۔ تو خلیفہ عبدالملک کے حکم سے پہلی صدی ہجری میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے قرآن کی تفسیر لکھی اور عطا ابن دینار کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے وہ سعید بن جبیر کی ہے۔ عطا کو یہ تفسیر خزانہ شاہی سے ملی۔ انہوں نے اسے اپنے نام سے شائع کر دیا۔

تابعین کے بعد ان کے شاگردوں نے تفاسیر لکھیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ سفیان بن عینیہ وکیع ابن الجراح شعبہ۔ یزید بن ہارون۔ عبدالرزاق۔ آدم بن ابی ایاس۔ اسحاق بن راہویہ۔ روح بن عبادہ وغیرہم۔

حتیٰ کہ پھر اس قدر تفسیریں لکھی گئیں کہ شمار نہیں کیا جا سکتا۔

تیسری صدی ہجری میں امام ابن جریر طبری نے اپنی مشہور تفسیر لکھی۔ جو احسن التفاسیر کے لقب سے مشہور ہے۔ اس لئے کہ زمانہ مابعد کی تمام تفاسیر کا ماخذ یہی تفسیر ہوئی۔

علم حدیث پر محققانہ بحث

علم حدیث وہ علم ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور احوال معلوم ہوتے ہیں۔
شریعت اسلامی کی بنیاد شروع سے ہی قرآن کریم پھر حضور کے اقوال و افعال پر ہے۔ اور اس پر عمل بتعمیل حکم قرآن مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا کے مطابق ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بغیر حدیث قرآن پر عمل ناممکن ہے۔ مثلاً قرآن کریم مسلمانوں کو اقیموا الصلوٰۃ کہہ کر نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن اس کی عملی کیفیت کی تفصیل کہ کتنی رکعت کس کس وقت اور کس طرح پڑھیں۔ اس میں کیا کیا پڑھیں یہ یہ سب مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ کی تعمیل میں زبان مصطفےٰ سے لیا گیا۔ یہی حضور کا عمل کر کے بتانا اور ثنا و تسبیح کا تعلیم دینا تشہد اور درود وغیرہ کی تاکید فرمانا اپنے اقوال و اعمال سے تصریح فرمانا اس کا نام حدیث ہے۔ اور اس کی ضرورت نزول قرآن کے ساتھ ہی پیدا ہو گئی تھی چنانچہ اٰتوا الزکوٰۃ کا حکم جب آیا تو تصریح زکوٰۃ زبان مصطفےٰ سے حاصل ہوئی کہ چالیسواں حصہ مال نامی سے دیا جائے۔ حولان حمل کے بعد ہمیشہ ادا کرنا ضروری ہے۔ ایسے ہی گائے بیل، اونٹ، بکری، سبزی، پھلی پھولی ترکاریوں پر زکوٰۃ کی تصریح حدیث نبوی کے ماتحت ہی معمول بہ ہوئی۔ اور ہمیشہ آیات قرآنیہ کے ساتھ ساتھ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو اپنا فرمان بھی سنایا کرتے تھے۔ بیرونی وفود حاضر آتے تو انہیں تصریح آیات قرآنی فرماتے۔ نماز و زکوٰۃ کے طریقے بتاتے اور حکم دیتے اَخْبِرُوْهُ وَاَخْبِرُوْهُ مِنْ وَّرَآءِكُمْ ان تصریحات کو خوب یاد کر لو اور جو لوگ تمہارے پیچھے رہ گئے ہیں انہیں صحیح صحیح پہنچا دو۔ کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی قبیلہ مشرف بہ اسلام ہوتا تو حضور اپنے صحابہ میں سے کسی کو اس قبیلہ کی تعلیم کے لیے بھیج دیتے۔ یہ لوگ انہیں نہ صرف قرآن کریم ہی سکھلاتے بلکہ حضور کے اقوال و افعال بھی صحیح صحیح بیان کرتے۔ خود صحابہ میں بعض وہ ہوتے جنہیں جمعہ جمعہ حاضری میسر ہوتی اور بعض ایسے بھی تھے جو مدینہ میں ہی جمال جہاں آرا سے مشرف ہوتے۔ تو درباری صحابہ انہیں جب وہ ملتے فرامین سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچاتے۔ اس لئے کہ بغیر حضور کے فرامین کے توضیح فرمان الٰہی ممکن ہی نہ تھی۔ اسی لئے قرآن کریم میں بھی قرآن کریم سمجھنے کے لیے حضور ہی کی طرف رجوع کا حکم ہے۔ چنانچہ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ کا یہی مفہوم ہے۔ اور جب زمانہ جا کر امت سید عالم تک سے الگ ہو گئی وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ فرما کر مِنْهُمْ کی قید سے مقید کر دیا کہ پھر علماء و مجتہدین سے سمجھنا ضروری ہے۔ مگر اپنے دین کے علماء سے نہ کہ یہود و نصاریٰ و دیگر فرقوں سے۔

مختصر یہ کہ قرآن کریم کے ساتھ ساتھ ہی فرمان نبی رحیم بھی چونکہ حجت ہے۔ اس لیے حضور کی بعثت سے ہی روایت حدیث کا سلسلہ قائم ہو چکا تھا اور عہد رسالت میں ہی اشاعت حدیث شروع ہو گئی تھی۔ صحابہ کرام

نے حضور سے سنے ہوئے فرمان تابعین کو سنائے۔ تابعین نے تبع تابعین تک پہنچائے۔ اس طرح سلسلۂ اسناد محفوظ ہوا۔ اور صحت بیان لازمی یوں ہوا کہ حضور نے اعلان فرمایا کہ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ منسوب کرے وہ اپنی خوابگاہ جہنم میں ڈھونڈ لے۔

روایت حدیث میں سب صحابہ کا درجہ بھی برابر نہ تھا۔ اس لیے کہ بعض وہ تھے جو خدمت والا میں حاضر رہتے اور بعض وہ جنہیں حاضری بارگاہ کم میسر ہوتی۔ بعض فہم و فراست میں دوسروں سے بڑھے ہوئے تھے۔ پھر حافظہ کے اعتبار سے سب یکساں نہ تھے۔ غرضکہ بلحاظ روایت حدیث صحابہ کرام میں فرق مراتب تھے چنانچہ سب سے زیادہ حدیثیں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں۔ آپ کو حدیث یاد رکھنے اور بیان کرنے کا بہت شغف تھا۔ مگر روایت حدیث میں فاروق اعظم، حضرت علی شیر خدا، حضرت عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابوموسیٰ اشعری، معاذ بن جبل، ابن عباس رضی اللہ عنہم کا مرتبہ بڑھا ہوا تھا۔

علم حدیث کی تدوین

علم حدیث کی تدوین باقاعدہ تو عہد عباسی میں ہوتی۔ لیکن احادیث کا قلمبند کیا جانا حضور کے عہد میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت علی، حضرت انس رضی اللہ عنہم نے کچھ حدیثیں لکھیں اور اس بیاض کا نام جس میں حضرت عبداللہ بن عمرو حضور سے سن کر احادیث جمع فرمایا کرتے تھے صادقہ رکھا تھا۔

پھر عہد خلفائے راشدین میں فقہ و حدیث کی نہایت کثرت سے اشاعت ہوئی اور جابجا درس و تدریس کے حلقے قائم ہوئے۔ مگر جو کچھ تھا زیادہ تر زبانی ہی تھا۔ اس لئے کہ ان لوگوں کے حافظہ قدرت نے ایسے قوی فرمائے تھے کہ انہیں لکھنے کی احتیاج ہی نہ تھی۔

جب عہد بنوامیہؓ آیا تو حکما علما سے وہ احادیث جمع کرائی گئیں۔ سب سے پہلے امیر معاویہ نے عبید بن شریہ سے قدما کی تاریخ لکھوائی جس کا نام اخبار الماضیین رکھا گیا۔

پھر عبدالملک نے سعید بن جبیر سے تفسیر قرآن مرتب کرائی جو عطا بن دینار کے نام سے مشہور ہے۔

پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد میں تصنیف و تالیف کی طرف خاص توجہ مبذول کی اور ممالک میں حکم بھیج دیا کہ احادیث نبوی قلمبند کی جائیں۔

تعمیل حکم میں سب سے پہلے سعد بن ابراہیم نے احادیث جمع کیں جو بہت بڑے محدث اور قاضی مدینہ منورہ تھے۔

امام زہری المتوفی ۱۲۴ھ نے ایک کتاب مغازی پر لکھی جو اس فن کی پہلی تصنیف تھی۔ امام زہری اپنے وقت کے سرآمد علماء سے تھے۔ لیکن افسوس کہ یہ کتاب اب موجود نہیں۔

دوسری صدی ہجری کے اوائل میں خلیفہ منصور عباسی نے فن حدیث پر مستقل کتابیں تالیف کرائیں۔ سب سے پہلے جس نے حدیث میں کتاب تالیف کی وہ ربیع بن صبیح تھا۔

بعض کی تحقیق میں فن حدیث میں کتاب لکھنے والے امام مالک بن انس ہیں۔ امام مالک کی کتاب مؤطا آج تک علم حدیث میں مشہور و معتبر ذخیرہ ہے۔

تصنیف و تدوین

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عہد جہالت میں نہ کوئی علم مدون ہوا۔ نہ کوئی کتاب تصنیف ہوئی۔ اور اگر کوئی کتاب لکھی بھی گئی ہو تو تاریخ میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ عربی میں سب سے قدیم کتاب قرآن کریم ہے جس کی تعلیم نے عرب جیسی وحشی اور جاہل قوم کو تمام علوم کا استاد اور علم و ہنر کا امام بنا دیا لیکن یہ کتاب نہ تصنیف شدہ ہے نہ اس پر تدوین کے ہاتھ کا اثر ہے۔ یہ کتاب یقیناً قدیم ہے اور رب الارباب کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے بوسیلہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نازل ہوئی۔ جیسا کہ ہم اول ہی بتا چکے ہیں کہ ظہور اسلام کے وقت قریش میں جسے سب سے بڑا قبیلہ مانا گیا ہے صرف سترہ آدمی خواندہ تھے اور سب سے پہلے خود حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فن کی اشاعت کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ حضور کی وفات تک مندرجہ ذیل سرمایہ علاوہ قرآن کے تحریر میں جمع ہو چکا تھا۔

۱۔ وہ حدیثیں جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص یا حضرت علی و حضرت انس رضی اللہ عنہم نے قلمبند کیں۔

۲۔ تحریری احکام اور معاہدات اور فرامین جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل کے نام بھیجے۔

۳۔ وہ خطوط جو حضور نے سلاطین و امرا کے نام ارسال فرمائے۔

۴۔ پندرہ سو صحابہ کے نام۔

پھر حضور کے بعد خلافت راشدہ میں تحریری ذخیرہ میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا تھا۔ لیکن عہد صدیقی و فاروقی میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع نہیں ہوا۔ البتہ کتاب اللہ کا اہتمام علی وجہ الاتم موجود تھا۔ باقی احادیث وغیرہ کسی قسم کی تالیف و تصنیف کی احتیاج بھی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ خیر القرون میں امور دینی و دنیوی کا مرجع و مرکز مسلمانوں کے لئے قرآن کریم ہی تھا۔ اور اگر انہیں کوئی پیچیدگی پیش آتی تو اس کے حل کرنے کو فقہاء صحابہ اور خلفاء موجود تھے اور کافی تعداد میں وہ صحابہ حیات تھے جنہیں حرف بحرف احادیث نبوی یاد تھیں۔

پھر صحابہ و خلفائے راشدین کے عہد فضیلت مہد میں فقہ و حدیث کی کافی اشاعت تھی۔ بہت سے درس

کے حلقے قائم تھے۔ لیکن بوجہ اس کے کہ ان کا حافظہ بحد غایت قوی تھا۔ یہ تمام تر درس و تدریس زبانی تھا۔ ان کے زمانہ کا حافظہ موجودہ زمانہ کا سا نہ تھا کہ ابھی جو بات سنی تو ایک گھنٹہ بعد اس کے الفاظ محو ہو گئے۔ حتیٰ کہ مضمون بیان ہی خبط ہو گیا۔

البتہ بنوامیہ کے عہد میں حکماً علما سے علوم تصنیف کرائے گئے۔ امام زہری کہتے ہیں کُنَّا نَکْرَہُ کِتَابَ الْعِلْمِ حَتّٰی اَکْرَهَنَا عَلَیْهِ هٰؤُلَاءِ الْاُمَرَاءُ ہم لوگ علم کو تحریر میں لانا پسند نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ان امراء نے ہمیں مجبور کر کے تصنیفات کرائیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت امیر معاویہ نے جلید بن شریہ سے قدما کی تاریخ لکھوائی۔ جس کا نام کتاب الملوك اخبار الماضین تھا۔ اور افسوس کہ یہ اب معدوم ہے۔ مختصر یہ کہ تصنیف و تدوین کا سلسلہ بھی خلافت امیہ کے آغاز سے ہی چلنا شروع ہو گیا۔ چنانچہ دورِ اموی میں علوم شرعیہ سے علم قرآت تفسیر فقہ حدیث وغیرہ مدون ہو گئے اور علوم لسانیہ سے نحو وغیرہ علم تاریخ بھی مدون ہوا۔ اور علوم یونانی کا ترجمہ بھی اس دور میں شروع ہو گیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ علوم و فنون کا وہ چمن جو دورِ عباسی میں پھلا پھولا وہ اس عہد اموی کا لگایا ہوا پودہ تھا۔ پھر ہمیں افسوس کے ساتھ یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ اس دور کی مؤلفات ہم تک نہیں پہنچی۔ محض ان کا ذکر ہی ذکر ملتا ہے۔ البتہ صرف اور صرف ایک تفسیر ابن عباس ملتی ہے۔ علاوہ شعراء اموی کا کلام بھی رواۃ کی منتشر روایات سے مل رہا ہے۔ اصل ان کی بھی معدوم ہے۔

زبان

اس میں شک نہیں کہ زبان قوم کی عقل و فراست اور آداب و اخلاق کی آئینہ ہے۔ کسی اجنبی قوم کی زبان سے واقفیت حاصل کر کے اس کے اخلاق اور ذہنی حالات کا پتہ چلانا جتنا آسان ہو جاتا ہے بغیر اس واقفیت کے اتنا ہی دشوار ہوتا ہے۔

جس قوم کی زبان سنسکرت تھی۔ اگرچہ اسے سینکڑوں برس ہوئے کہ وہ قریب قریب معدوم ہو چکی لیکن وید کی مدد سے اس قوم کے دماغی، اجتماعی، اخلاقی، سیاسی حالات کا بہت کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ عام طور پر مشاہدہ ہے کہ قوم کی حالت بدلتی رہتی ہے لیکن ان کے آثار اس قوم کی زبان میں ضرور محفوظ اور باقی رہا کرتے ہیں۔ جو ایک مؤرخ کو تاریخ نویسی کے وقت بہت کچھ مواد بہم پہنچا سکتی ہے۔

دانایان فرنگ نے اس فن کو اسی وجہ میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ مرتب مدون کیا اور بہت سی مفید و کارآمد تالیفات شائع کیں۔

کتابت

کتابت کی دو صورتیں ہیں۔ خط بالقلم اور انشاء۔

اسلام سے قبل عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم تھا۔ چند آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔
نسخی اور خط کوفی عربی کی قدیم شکلیں ہیں۔ خط کوفی کو حیری بھی کہتے ہیں۔ خط حیری نے حجاز میں اشاعت پائی۔ ظہور اسلام کے وقت دس بارہ قریش لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ سب سے پہلے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعت کتابت کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ ختم نزول قرآن تک کاتبین کی تعداد چالیس تک ہوگئی۔ پھر زمانہ راشدین میں فتوحات اسلامیہ کی زیادتی کی وجہ میں لکھنے پڑھنے کا کام زیادہ ہوگیا۔ چنانچہ خط حیری یعنی کوفی میں لکھنے پڑھنے کا رواج بڑھ گیا۔ اور اس خط نویسی میں کوئی جدت پیدا نہیں ہوئی۔ اور بدستور اپنی وضع پر قائم رہا۔ حتی کہ اس میں نہ نقطے تھے نہ زیر وزبر کی علامات۔

پھر دور اموی میں اس کی اصلاح شروع ہوئی اور طرز تحریر چار صورتوں پر منقسم ہوگیا۔ قطبہ ایک شخص اس دور کا ایک مشہور کاتب گزرا ہے۔

ابوالاسود دؤلی نے حرکات وضع کیں۔ نصر بن عاصم اور یحییٰ بن نے حجاج کے حکم سے نقطے ایجاد کئے۔
انشاء کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سرکاری و خانگی۔ دوسری تصنیف و تالیف۔

خط و کتابت

خط و کتابت تمدن و تحضر کے لئے لازمی ہے۔ قبل از اسلام دول یمن وحیرہ وشام تمدن و نظام سے خالی نہ تھیں۔ ان کی خط و کتابت بھی ان کے تمدن و نظام کے مطابق ہوگی۔ لیکن افسوس کہ ہمیں ان کی تفصیل نہیں ملتی۔ صرف دولت حیرہ کے ایک کاتب عدی ابن زید کا نام تاریخ میں ملتا ہے۔

رہے بدو اور عرب خاص کے خانہ بدوش یہ جاہل محض تھے۔ انہیں اپنی بدوی زندگی میں خانہ بدوشی کے سوا کسی تعلیم و تعلم کی حاجت ہی نہ تھی۔

قبل از اسلام حجاز میں صرف کتابت کا اتنا رواج ہوگیا تھا۔ کہ جو شخص کسی کی طرف سے کسی کو خط لکھ دیتا وہ کاتب کہلاتا تھا۔ اور یہ طریقہ پرانا تھا کہ عرب کے فصحا بلغا خود نہیں لکھتے تھے بلکہ کاتب سے لکھوایا کرتے تھے۔ ان کی نظیر بھی ہمیں نہیں ملی تاکہ ہم بتا سکتے کہ ان کا طرز تحریر کیا تھا۔

تحقیقات جدیدہ سے ایک طول و طویل وصیت نامہ ملا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تحریر اس

طرح شروع ہوتی تھی۔ باسمك من فلان الی فلان اما بعد

ظہور اسلام کے بعد خط وکتابت نے ترقی کی

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محررین چالیس تک ہوگئے۔
بنی امیہ کے دور میں فن انشاء ایک مستقل فن ہوگیا۔
کاتبین زمانہ راشدین دو طرح کے تھے۔ کاتب مراسلات اور کاتب حساب
عہد اموی میں یہی محررین پانچ قسم کے ہوگئے۔ ان میں سے ایک قسم کاتب مراسلات تھی جسے کاتب السر یعنی پرائیویٹ سکرٹری کہتے تھے۔

اس دور کی خطوط نویسی کی خصوصیات

۱۔ مراسلات میں مطالب ضروریہ بیان ہوتے تھے۔
۲۔ عبارت آرائی اور مبالغہ پسندیدہ نہ تھا۔
۳۔ فصاحت الفاظ بلاغت معنی کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جاتا تھا۔
۴۔ ایجاز واختصار۔ سب سے پہلے طوالت کلام کی بدعت عہد اموی میں عبد الحمید نے شروع کی۔

چند مراسلات کے نمونے جو حضورؐ کی طرف سے روانہ ہوئے

مقوقس کے نام:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد عبد اللہ ورسولہ الی المقوقس القبط سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتك اللہ اجرک مرتین فان تولیت فعلیك اثم کل القبط یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ الخ

خالد بن ولید کے نام:۔ سلام علیك فانی احمد الیك اللہ الذی لا الہ الا ھو اما بعد فان کتابك جاءنی مع رسولك یخبرنی ان بنی الحارث قد اسلموا قبل ان تقاتلھم ثم جاءوا الی ما دعوتھم الیہ من اسلام

ایسی ہی خلفائے راشدین کی تحریریں ہیں ملاحظہ ہوں:۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تحریر دربارۂ خلافت:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ھذا ما عھد ابوبکر خلیفۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا اخر عھدہ بالدنیا واول عھدہ بالاخرۃ فی الحال التی یؤمن فیھا الکافر ویتقی فیھا الفاجر انی استعملت علیکم عمر ابن الخطاب فان بر وعدل فذالك علمی ورائی فیہ

وان جار وبدل فلا علاولی بالغیب والخیرا ردتُ ولکل امرئٍ ما اکتسب

مراسلہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بنام عمرو بن العاص: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من الخلیفۃ عمر بن الخطاب الیٰ عمرو بن العاص علیہ السلام اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ اما بعد فان ادرکک کتابی ھذا وانت لم تدخل المصر فارجع عنھا واما اذا ادرکک وقد دخلتھا او شیئًا من ارضھا فامض واعلم انی ممدک

قحط سالی میں غلہ بھیجنے کے لیے فاروق اعظم نے عمرو بن عاص کو یہ مراسلہ روانہ فرمایا۔ من عبداللہ عمر امیر المومنین الی العمرو بن العاص سلام، اما بعد فلعمری یا عمرو وما تبالی اذا شبعت انت ومن معک ان اھلک انا ومن معی فیا غوثاہ ثم یا غوثاہ **(جواب)** الی امیر المؤمنین عمر بن الخطاب من عمرو بن العاص اما بعد لبیک ثم لبیک قد بعثت الیک بعیرا اولھا عندک اٰخرھا عندی والسلام

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا فرمان افسروں کے نام: اما بعد فانکم حماۃ المسلمین وزادتھم وقد وضع لکم عمر مالم یغب عنا بل کان عن ملاءمنا ولا یبلغن من احد منکم تغییر ولا تبدیل فیغیر اللہ ما بکم ویستبدل بکم غیرکم فانظروا کیف تکونوا فانی انظر فیما الزمنی الیہ النظر فیہ والقیام علیہ

مراسلات کی جامعیت اور خیر الکلام ما قل ودل کی شان منقولہ بالا مراسلات سے اہل علم پر واضح ہے۔ اور عہد اموی میں تو کتابت ایک مستقل فن ہو چکا تھا اور ماہرین فن کی تعداد بھی اچھی خاصی ہو چکی تھی۔

سالم جو ہشام بن عبدالملک کا کاتب تھا مشہور اسٹینو ہوا ہے۔

عبدالحمید بن یحییٰ مشہور منشی اور اصطلاح موجودہ کا نامور اسٹینو گزرا ہے

ابن المقنع بھی کسی طرح عبدالحمید سے کم پایہ نہ تھا۔ اگرچہ اسے عروج عہد عباسیہ میں نصیب ہوا۔

عبدالحمید بن یحییٰ شام کا رہنے والا، ابو العلا سالم کا شاگرد تھا۔ شروع میں یہ لڑکے پڑھاتا رہا اور تلاش معاش میں سرگرداں رہتا تھا۔ حتیٰ کہ مروان بن محمد کے یہاں یہ منصب کتابت پر متمکن ہو گیا۔ اور اس نے اس منصب جلیلہ کی خدمات اس قابلیت سے انجام دیں کہ اس کی فصاحت و بلاغت انشا پردازی کا شہرہ تمام بلاد اسلامیہ میں پھیل گیا۔ حتیٰ کہ فن کتابت کا اسے استاد اوّل تسلیم کیا گیا۔ چنانچہ ادبا میں یہ مشہور ہے۔ فتحت الرسائل بعبد الحمید وختمت بابن العمید

احادیث نبی علیہ السلام

قرآن کریم کے بعد فصاحت و بلاغت حکمت و ہدایت میں احادیث نبی کریم کا درجہ ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ افصح العرب والعجم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس ہے۔ اور علوم اولین و آخرین سے

بہرہ یاب آپ کی معجز بیانی، لطافت لسانی فصاحت الفاظ بلاغت معانی اپنے پرایوں میں مسلم تھی۔
چند جامع کلمات معجز بیان تیمناً تبرکاً تازگیٔ ایمان کے لئے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا — جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور قوم کے بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

۲۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ — صحیح مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہے۔

۳۔ خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ مُؤْمِنٍ اَلْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ — دو عادتیں مومن میں جمع نہیں ہوں گی کنجوسی اور بدخلقی۔

۴۔ يَشِيْبُ ابْنُ اٰدَمَ وَتَشِبُّ فِيْهِ خَصْلَتَانِ اَلْحِرْصُ وَطُوْلُ الْاَمَلِ — انسان بوڑھا ہوجاتا ہے مگر اس میں حرص اور طول امل کی دونوں خصلتیں جوان ہوتی جاتی ہیں۔

۵۔ مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ — جو انسان کا احسان مند نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں ہوسکتا

۶۔ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمُهُ اللّٰهُ — جو انسان پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرتا

۷۔ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ — مومن کامل تم میں نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ پسند رکھو جو اپنے لئے پسند کرو۔

ہر چہ بر خود نہ پسندی بدیگراں مپسند

۸۔ اَلْعِدَةُ دَيْنٌ وعدہ بھی قرض ہے کما قال تعالیٰ اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا

۹۔ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ — مشورہ دینے والا امین و صدوق ہونا چاہیے

۱۰۔ اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ — قناعت وہ خزانہ ہے جسے خزاں نہیں

۱۱۔ اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ — نیک اور سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت لے

۱۲۔ كَثْرَةُ الضَّحْكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ — زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

۱۳۔ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ — ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے۔ یعنی اپنی ماں کی خدمت جنت کا حقدار کر دیتی ہے۔

۱۴۔ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ الْاَقْدَامِ الْاَبَوَيْنِ — والدین کے قدموں تلے جنت ہے۔

۱۵۔ اَلْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ لِلسَّائِلِ صَدَقَةٌ — سائل کو نرم اور ستھرا جواب دینا بھی صدقہ ہے۔

۱۶۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ السَّهْلَ الطَّلْقَ — اللہ تعالیٰ خندہ پیشانی منکسر مزاج کو محبوب رکھتا ہے۔

۱۷۔ طُوْبٰى لِمَنْ شَغَلَهٗ عَيْبُهٗ عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ — مبارک ہے اسے جو اپنے عیب کی نگرانی میں دوسرے کی عیب جوئی نہیں کرتا

۱۸۔ لَا يَشْبَعُ الْمُؤْمِنُ مِنْ دُوْنِ جَارِهٖ — مومن خود پیٹ بھر کر شکم سیر ہونا پسند نہیں کرتا۔ بغیر اپنے ہمسایہ کی خبر گیری کے۔

۱۹۔ كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا — مومن کے لئے موت کا خیال بہترین واعظ ہے۔

۲۰۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ — عمل کا بدلا نیت پر موقوف ہے۔

کلید در دوزخ است آن نماز ——— کہ بر پیش مردم گذاری دراز

عرب کا زمانۂ جہالت

اہل عرب زمانہ جہالت میں اپنے ملک کے جغرافیائی حالات کی بنا پر خانہ بدوش صحرا نورد تھے۔ آب و گیاہ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے۔ تمدن و تانق کے اسباب اور تمول تنعم کے ذرائع سے محروم علم کی قدر سے جاہل شوق طلب تو کجا نہ ان کی تجارت میں گرم بازاری تھی۔ نہ زراعت میں سرسبزی۔ امور سیاست و مملکت سے بےتعلق غارت گری، قزاقی، کشت و خون میں سرگرم عمل۔ بقول حالی سے

وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے — درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے

یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان اغراض بدویت سے مملو ہے اور جذبات قتال و جدال سے پر۔ شعر و خطابت اگرچہ عرب جاہلیہ کا مایہ ناز فن تھا اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ ان کے قصائد و خطبات، فصاحت و بلاغت میں بے نظیر اور عدیم المثال ہیں۔ لیکن ان کے مضامین ادنیٰ غور کے بعد یہ واضح کر دیتے ہیں کہ ان کی شاعری و خطابت کا موضوع حیات بدویہ اور کارنامہائے جہالت کی آئینہ داری سے آگے نہ بڑھ سکی۔ ان میں مذہبی حقائق، ملی لطافت کی بو بھی نہیں ملتی۔ البتہ زبان عربی میں فی نفسہٖ مذکورہ امور کی صلاحیت تھی۔ لیکن اس سے عرب جاہلیہ اپنی جہالت و شقاوت اور قساوت سرکے کے باعث کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے۔

ہادیٔ برحق کے ورود مسعود نے عرب کی کایا پلٹی

جب دنیا کا آخری ہادی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا اعلان کرتا ہوا اور شمع ہدایت قرآن اور اپنا بیان افصح اللسان ساتھ لایا تو اس کی پیروی سے عربوں میں جو جہالت تھی اسے ہدایت سے بدلا۔ جو ظلمت تھی اسے روشنی سے متبدل کیا۔ حتّٰی کہ ان خوف ریزوں کو آسمان کمال پر خورشید خاور کی طرح چمکا دیا۔ عرب جاہلیہ ادبار و پستی کی زمین سے بلندیٔ اقبال جاہ و جلال کے آسمان پر متمکن ہوئے اسی کا نام تمدن اسلام ہے۔

اس تمدن نے ذرہ کو آفتاب بنایا۔ قطرہ کو دریا کیا۔ ایک قوم وحشی کو آداب و اخلاق، فضل اور علم ہدایت ہو

سعادت کا سرچشمہ بنا کر اقوام عالم کے سامنے پیش کر دینا یہ سب کچھ اس امی، لقبی، قریشی، عربی البطحی اور اس قرآن کریم کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔

یہی وجہ ہے کہ آج ہم ببانگ دہل کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم ہمارے نبی آخر الزمان کا جیتا جاگتا وہ معجزہ ہے جو کسی سابقہ کو نہیں ملا۔

علم فقہ

فقہ کے لغوی معنی کسی شے کا سمجھنا ہے اور عرف شرع میں کلام الٰہی، و احادیث نبوی سے احکام و مسائل مستنبط کرنے کو فقہ کہتے ہیں۔

یہ فن عہد نبوی میں بھی تھا۔ مگر اقسام احکام مخترع نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے کہ اس کی حاجت ہی نہ تھی۔ ہر صحابی حکم کی نوعیت سمجھتا تھا۔ جانتا تھا کہ یہ حکم تشفیقی ہے یا تادیبی وجوبی ہے یا استحسانی۔ حضور کے حکم کے ساتھ سننے والوں کا ذہن اس کی نوعیت کی طرف تبادر ہو جایا تھا۔ جیسے طرز تکلم سے آج بھی اہل زبان سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً اگر کہا جائے۔ یہ کیوں کر رہے ہو؟ اس سے کیا فائدہ؟ اور یہ کیوں۔ کیا جواب دو۔ اور یہ ہرگز نہ کرنا چاہیئے تھا۔ تینوں طرز تکلم اپنی نوعیت کی اہمیت واضح کر رہے ہیں۔ فلاں کام نہ کرو تو اچھا ہے۔ فلاں کام ہرگز نہ کرنا۔ فلاں کام دیکھ لو، اگر ضروری ہے تو کر لو۔ اس سے مقصد قائل واضح ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام حضور کے طرز تکلم سے سمجھ لیا کرتے تھے کہ اس طرز تکلم میں ممانعت ہے۔ اس میں رخصت ہے۔ اس میں اظہار ناپسندیدگی ہے۔ فرض واجب، سنت مستحب، حرام حلال، مباح خلاف اولیٰ مکروہ تحریمیہ تنزیہی یہ اصطلاحات ہمارے سمجھانے کے لئے مقرر ہوئیں۔ اس کی ابتدا اس وقت ہوئی جب فتوحات اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوا۔ اور نئے نئے واقعات اس کثرت سے پیش آئے کہ سابقہ احکام پر قیاس کر کے اجتہاد و استنباط کی ضرورت پڑی۔

چنانچہ عہد صحابہ کرام ہی میں احکام و مسائل کا ایک دفتر مرتب ہو چکا تھا اور اخذ احکام کے طریقے قائم ہو گئے تھے۔

وہ صحابہ جو فقیہ مانے گئے ان کے نام خاص طور پر یہ ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔ حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

ان چاروں میں سے حضرت علی اور ابن مسعود زیادہ تر کوفہ میں رہے اور ان سے احکام کی ترویج اسی

علاقہ میں ہوئے۔ اور اسی وجہ میں کوفہ مرکز فقہ بن گیا۔

اور حضرت فاروق اعظم اور سید المفسرین ابن عباس حرمین شریفین میں رہے۔ ان کی وجہ سے حرمین دار العلوم بن گیا۔

رہے حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہ الکریم ان کے متعلق زیادہ لکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس لئے کہ ان کے مرتبہ تفقہ کو حدیث نبی علیہ السلام انا مدینۃ العلم وعلیؓ بابہا واضح کر رہی ہے۔ حضرت ابن مسعود حدیث وفقہ میں کامل اور قرآن کریم کے سب سے زیادہ عالم تھے۔

طبقہ تابعین میں نو، دس ہستیاں ایسی گذری ہیں۔ جن کے ذریعے شمع اسلام کی روشنی افق عالم میں نور بیز ہوئی۔ سعید بن المسیب۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن۔ قاسم۔ عبید اللہ۔ عروہ۔ سلیمان۔ خارجہ علقمہ۔ اسود۔ عبداللہ بن مسعود یہ حدیث وفقہ کے بہترین معلم تھے۔ ان کے تلامذہ بکثرت ہیں۔ خاص خاص کے نام یہ ہیں۔

اسود۔ عبیدہ۔ حارث۔ علقمہ۔

علقمہ معلومات دینی میں اپنے استاد کے ہم پلّہ مانے گئے۔ حتیٰ کہ صحابہ بھی ان سے دریافت کرنے آتے۔ اسود کی قابلیت بھی بلند درجہ پر تھی۔

ان دونوں کے انتقال کے بعد ابراہیم نخعی نے فقہ کو بہت وسعت دی۔ یہاں تک کہ یہ فقیہ العراق کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ان کے عہد میں مسائل فقہ کا ایک مجموعہ تیار ہو گیا تھا۔ جس کا ماخذ احادیث نبوی اور حضرت علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے فتوے تھے۔

ابراہیم نخعی کے شاگردوں میں حضرت حماد نہایت ممتاز تھے۔ حماد نے ۱۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔

ان کے بعد حضرت امام ہمام ابوحنیفہ النعمان مسند فقہ وارشاد پر متمکن ہوئے۔ امام صاحب کے زمانہ تک اگرچہ فقہ کے معتد بہ مسائل مدون ہو چکے تھے۔ لیکن چونکہ سابقہ تدوین صرف زبانی تھے۔ جو ایک مستقل فن کی حیثیت میں نہ تھی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے استاد حماد کے انتقال پر ۱۲۰ھ میں جبکہ تمدن اسلام وسیع ہو گیا تھا اور عبادات و معاملات کے متعلق اس کثرت سے واقعات پیدا ہو گئے تھے اور ہوتے جاتے تھے کہ ایک مرتب قانون کے مجموعہ بغیر کسی طرح کام چلنا دشوار تھا تدوین فقہ کا خیال فرمایا۔

آپ نے اس مہتم بالشان کام کی تکمیل محض اپنی ذاتی رائے اور معلومات کی بنا پر نہیں کی بلکہ اس میں اپنے زمانہ کے نامور اور قابل تلامذہ بھی شریک کیے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ یحییٰ بن ابی زائدہ۔ حفص بن غیاث۔ قاضی، ابو یوسف۔ داؤد الطائی۔ امام زفر۔ قاسم بن معنی۔ امام محمد رحمہم اللہ۔

اس کام میں کم وبیش تیس برس کا زمانہ صرف ہوا۔ یعنی ۱۲۱ھ سے ۱۵۰ھ تک۔ جو امام صاحب کی وفات کا سن ہے۔ اس مدت سی ۳۰ سالہ میں عہد اموی کے گیارہ بارہ سال بھی شامل ہیں اور بقیہ مدت دور عباسی کی ہے یہی وجہ ہے کہ علوم فقہ کی تدوین کو عہد عباسی کا کارنامہ کہا جاتا ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ فقہ کو آج روایتاً اور نقلاً امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ کی تصانیف و تالیف سے لیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ امتداد زمانہ نے وہ مجموعہ فقہ جو امام ہمام کا تھا۔ ہم سے اصالتہً معدوم کر دیا۔

علم مغازی

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مغازی پر سب سے پہلے امام زھری متوفی ۱۲۴ھ نے کتاب تالیف کی۔ بعض کی تحقیق ہے کہ فن مغازی میں سب سے پہلے عروۃ ابن زبیر متوفی ۹۴ھ کی کتاب ہے۔ ان کی علاوہ شعبی المتوفی ۱۰۹ھ وہب بن منبہ المتوفی ۱۱۴ھ عاصم بن عمر قتادہ انصاری المتوفی ۱۲۱ھ یعقوب بن عتبہ المتوفی ۱۲۸ھ بھی قابل ذکر ہیں۔ اس لئے کہ یہ حضرات عہد اموی تک ایسے عالم گذرے ہیں کہ مغازی و سیر میں نہایت وسیع المعلومات مانے گئے تھے۔

ان میں سے بعض حضرت عمر بن عبد العزیز کے حکم سے اس فن میں باقاعدہ تعلیم دیتے تھے۔ امام زہری کے تلامذہ میں سے دو ایسے ہیں جنہوں نے شہرت حاصل کی۔ ایک موسیٰ بن عقبہ المتوفی ۱۴۱ھ دوسرے محمد بن اسحاق المتوفی ۱۵۱ھ انہوں نے اس فن میں کتابیں بھی لکھیں۔ ابن اسحاق کی تصنیف سیرہ ابن ہشام کے نام سے آج تک معتبر و مشہور مجموعہ ہے

علم تصوّف

لفظ تصوف کی اصل وہی ہے جو لفظ صوفی کی ہے۔ اور صوفی کی اصل کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ ایک قول ہے کہ صوفی صفا سے مشتق ہے جس کے معنی پاکیزگی کے ہیں۔

۲۔ صوفی صوف سے مشتق ہے جس کے معنی یکسوئی کے ہیں۔ اور ظاہر ہے صفائی قلب یکسوئی خاطر بغیر حاصل نہیں ہو سکتی تو تصوف کی بنیاد پاکیزگی اور یکسوئی پر ہے۔

۳۔ لفظ صُفّہ صوفی کا مبدء اشتقاق ہے۔ اصحاب صفہ ان چند صحابہ کرام کو کہا جاتا ہے جو تارک دنیا ہو کر مسجد نبوی کے پاس ایک چبوترہ یعنی صفہ پر آکر بیٹھے تھے اور مشغول ذکر و فکر رہ کر صحبت نبوی سے استفاضہ و استفادہ کرتے تھے۔ گویا اصحاب صفہ کے باقیات الصالحات نے صوفی کا لقب پایا۔ جن کے اسماء گرامی تذکرۃ الاولیا میں مذکور ہیں۔ جن کے حالات سیر الاولیا میں ہیں۔ جیسے عثمان ہارونی۔ غریب نواز سرکار ہند اجمیری قطب صاحب۔ بابا صاحب نظام الدین اولیا۔ بہاؤ الدین نقشبند۔ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی۔ موسیٰ پاک شہید۔ داتا گنج بخش ہجویری

لاہوری حضرت ایشاں شاہ اسحاق گازرونی مسجد وزیر خاں اور متاخرین میں حضرت سرکار گولڑہ مخزن علوم و فنون حضرت مہر علیشاہ صاحب۔ سائیں توکل شاہ انبالوی۔ شاہ فضل الرحمان گنج مرادآبادی۔ سرکار تونسہ شریف۔ سرکار سیال شریف قدس سرہم العزیز وغیرہ وغیرہ لاکھوں ہیں۔

۴۔ بعض کی تحقیق میں صوفی کے اصل صفوی تھی۔ کثرت استعمال سے صوفی ہوگئی۔

۵۔ بعض نے کہا صوفی صوف یعنی پشمینہ سے مشتق ہے۔ چونکہ علی العموم صوفیاء کرام کا لباس پشمینہ ہوتا تھا۔ جو بہ تقلید انبیاء کرام یہ استعمال کرتے تھے۔ اس لئے صوفی کہلائے۔

اور غالباً نمبر ۵ کی توجیہ زیادہ صحیح ہو۔ اس لئے یہ لفظ حضرت حسن بصری المتوفی ۱۱۰ھ کے زمانہ میں مروج ہوا۔ ان کے زمانہ میں اور حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کے اقوال میں یہ لفظ اسی توجیہ سے مستعمل ہوا ہے۔

کتاب اخبار مکہ کی ایک روایت کے مطابق یہ لفظ عہد اسلام سے قبل کا مروج ہے۔ لیکن عہد نبوی میں یہ مستعمل نہیں ہوا۔ بلکہ خلافت راشدہ میں بھی اس کا استعمال نہیں کیا گیا۔ اس پر قدرتاً یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کہ لفظ تصوف اور صوفی نہ عہد نبوی میں مستعمل ہوا نہ خلافت راشدہ میں۔ تو یہ کیسے تسلیم کرلیا جائے کہ تصوف کا ماخذ حضور کی تعلیم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان لانے کے بعد صحبت میسر ہوئی۔ ان سب کو بلاتفریق صحابی کہتے ہیں۔ یہ لفظ ایسا جامع فضائل ہے کہ اس میں جملہ مناقب و مکارم شامل ہیں۔ غوث، قطب، ابدال اوتاد عام اولیا کا درجہ ان کے برابر نہیں ہوسکتا۔ کسی صحابی کو صحابی کہہ دینے کے بعد حافظ، قاری، مفسر، محدث، فقیہ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کے بعد عامۃ مسلمین میں سے جو شخص جس فن میں صاحب کمال ہوا۔ وہ اسی فن کی اضافت سے موسوم ہوگیا۔ مثلاً جسے فن حدیث میں کمال ہوا وہ محدث کہلایا۔ جسے فن تفسیر میں دسترس ہوتی وہ مفسر کہلانے لگا۔ جسے فقہ میں شغف تھا وہ فقیہہ کہلایا۔ علی ہذا البتہ صحابہ کے دیکھنے والے تابعی کے لقب سے ملقب ہوئے اور ان سے ملنے والے تبع تابعی ہوئے۔ اسی طرح جو ذکر الٰہی میں منہمک ہوئے۔ علائق دنیاوی سے مجتنب رہے وہ صوفی کہلانے لگے اور اس فن کی کتابیں کتب تصوف سے ملقب ہوئیں اور اس فن کو تصوف کہا گیا اور یہ حقیقت ہے کہ دوسری صدی کے ختم سے پہلے یہ اصطلاح عام ہوگئی تھی۔ اب حسب موقع یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اصحاب طائفہ نے تصوف کی تعریف کیا کی۔

مولانا شبلی نے سوانح رومی میں بتایا ہے کہ مولانا جلال الدین رومی سے پوچھا گیا۔ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ شریعت ہمچوں شمعیست کہ راہ می نماید۔ چوں در راہ آمدی ایں رفتن تو طریقت است وچوں بمقصود رسیدی آں حقیقت است۔ شریعت ایک چراغ ہے جو راہ دکھاتی ہے۔ جب راہ میں آجائے تو اس چلنے کا نام طریقت ہے اور جب منزل مقصود کو پہنچ جائے وہ حقیقت ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔ حاصل آنکہ شریعت ہمچوں علم کیمیا آموختن است از استاد یا از کتاب و طریقت استعمال کردن

ود ہاہم مس را در کیمیا الیدن وحقیقت زر شدن مس یعنی شریعت مثل علم کیمیا کے ہے کہ اسے استاد سے سیکھے یا کتاب سے حاصل کرے اور طریقت علم حاصل کر کے اس کی دوائیں استعمال کرنا اور تانبہ پران ادویہ کو ملنا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس تانبہ کا سونا بن جانا پھر تیسری مثال یں فرمایا۔ شریعت ہمچوں علم طب آموختن است وطریقت پرہیز کردن موجب علم طب و دارو خوردن۔ وحقیقت صحت یافتن۔ یعنی شریعت مثل علم طب سیکھنے کے ہے۔ طریقت اس علم کے مطابق پرہیز کرنا دوا کھانا ہے حقیقت صحت یاب ہو جانا ہے۔

تمام مثالوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ شریعت علم ہے طریقت عمل ہے حقیقت اس عمل کا نتیجہ ہے۔ یا بہ الفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اعتقاد اگر تقلید واستدلال سے پیدا ہو شریعت ہے۔ اور اگر کشف وحال سے ہویدا ہو طریقت ہے۔ اور کشف وحال کی قابلیت سلوک وتصوف مجاہدہ وریاضت بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور اس کا نتیجہ حقیقت ہے تو واضح ہوا کہ شریعت وطریقت دو متضاد چیزیں نہیں بلکہ دونوں مثل جسم وجان کے ظاہر باطن اور پوست ومغز کی طرح ہیں۔

تصوف کی ساری بنیاد اس پر ہے کہ آداب شریعت کی پابندی کی جائے کسی بزرگ نے تصوف کی نہایت جامع مانع تعریف فرمائی تصوف نام ہے خدا پر نظر رکھنا۔ خدا ہی کو اپنا مقصود بنانا اور ماسوا ولایعنی مشاغل سے کوئی واسطہ نہ رکھنا۔ نیکیوں ملاحتوں کی جانب خلوص نیت سے پیش پیش رہنا۔ بلائے الٰہی پر صابر قضائے الٰہی پر شاکر رہنا۔ مجاہدہ وریاضت میں لیل ونہار گذارنا۔

صحابہ کرام میں سب سے بڑے ارباب شریعت صاحب طریقت حامل حقیقت خلفائے اربعہ تھے

جو تمام صوفیوں، ولیوں، غوثوں، قطبوں، پیروں، مرشدوں کے سرگروہ اور پیشوا ہیں۔ ان چاروں میں سب سے زیادہ افضلیت اور بعد الانبیا تمام انسانوں پر فضیلت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کو حاصل ہے۔ افضل البشر بعد الانبیاء ابو بکر الصدیق

پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا منصب جلیل ہے جن کے فضائل میں ارشاد ہوا۔ لو کان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب

پھر حضرت ذی النورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا منصب ہے۔

پھر حضرت مولائے کائنات اسد اللہ شیر خدا باب مدینۃ العلم علی رضی اللہ کا منصب ہے۔ جن کی شان میں ارشاد ہوا۔

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا

پھر حضرت شہزادہ گلگوں قبا شہید دشت کربلا امام حسن وحسین سید الشہدا کا منصب جلیل ہے۔

پھر اصحاب صفہ کا رتبہ ہے جو معاش دنیوی سے بے نیاز ہو کر اس شمع نبوت پر پروانہ وار لیل ونہار نثار تھے۔

پھر عام صحابہ پھر تابعین جن میں حضرت اویس قرنی المتوفی ۳۷ھ اور سعید بن مسیب المتوفی ۹۳ھ اور خواجہ حسن بصری المتوفی ۱۱۰ھ رحمہم اللہ ہیں۔

ان کے بعد تبع تابعین ہیں جن کا زمانہ عصر عباسی میں شامل ہے۔ تابعین میں مندرجہ ذیل صوفیاء کرام قابل ذکر ہیں۔

ا:۔ امام جعفر صادق المتوفی ۱۴۹ھ

۲:۔ امام ابو حنیفہ المتوفی ۱۵۰ھ۔

۳۔ ابراہیم ادھم المتوفی ۱۶۱ھ۔ ۴۔ داؤد طائی المتوفی ۱۶۲ھ۔
۵۔ فضیل بن عیاض المتوفی ۱۸۷ھ۔ ۶۔ جنید بغدادی المتوفی ۲۹۷ھ۔
۷۔ ابوبکر شبلی المتوفی ۳۳۵ھ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

عہد اموی میں تصوف پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ پھر عہد عباسیہ کے اندر بزبان عربی اس علم میں جو کتابیں تالیف ہوئیں وہ یہ ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف کتاب	سنہ وفات
۱	رسالۃ القصد الی اللہ	حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۷ھ
۲	کتاب اللمع	شیخ ابوالنصر سراج رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۰ھ
۳	رسالہ قشیریہ	استاد ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ	۴۶۵ھ
۴	فتوح الغیب	غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۵۶۱ھ
۵	عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ	۶۳۲ھ
۶	فصوص الحکم	شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ	۶۳۸ھ

علوم لسانیہ

اس علم سے مراد نحو صرف بیان بدیع معانی وغیرہ علوم ہیں۔ عہد اموی کے ختم تک ان علوم میں بجز علم نحو کوئی علم وضع نہیں ہوا۔

پھر علم تاریخ وجغرافیہ علوم وضعیہ کا ذکر چونکہ ہمارے موضوع سے زائد ہے۔ لہٰذا اب ہم اس مختصر کو ختم کرتے ہیں۔ اس لیے کہ طوالت مضمون بھی ناظرین کے لئے بار ہو جایا کرتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ رسالہ بعد مطالعہ آپ کی معلومات میں کافی اضافہ کا موجب ہوگا۔ لہٰذا ؎

ہر کہ خواند دعا طمع دارم زانکہ من بندۂ گنہگارم

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد قادری نور اللہ مرقدہ
سابق خطیب مسجد وزیر خان صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان لاہور
امیر مرکزی حزب الاحناف پاکستان

تفسیر قرآن سینٹرل جیل لاہور میں

(از ماسٹر تاجدین انصاری مرحوم مغفور)

مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات قادری نوراللہ مرقدہ نے پیرانہ سالی کے باوجود تحریک ختم نبوت میں ملک گیر دورے کیے حکومت وقت کو پرامن طریق پر جمہور مسلمین کے مطالبات تسلیم کرنے کو کہا۔ حکومت نے آپ کو دیگر رفقا کے ساتھ گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔ ایک سال تک مختلف جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ کیونکہ آپ کو علم عرفان سے طبعی لگاؤ تھا اس نے جیل میں بھی آپ کو فارغ نہ بیٹھنے دیا۔ آپ نے جیل میں قرآن پاک کی تفسیر لکھنا شروع کر دی۔ سینٹرل جیل لاہور میں مولانا ایک بڑ کے بہت پرانے درخت کے سایہ میں اپنی چارپائی بچھوا لیتے اور وہیں بیٹھ کر تفسیر کا کام کرتے جب وہ فارغ ہو جاتے تو بڑے درد سے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگا کرتے تھے۔ دعا کے لیے میں بھی ہاتھ اٹھایا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے بے تکلفی میں عرض کیا کہ یہاں سے رہائی کے لئے دعا مانگئے نا۔ سال بھر ہونے کو آیا ہے۔ ہمیں موچی دروازہ یاد آ رہا ہے۔ مولانا فرمانے لگے بھئی انصاری باہر جا کر کیا لو گے۔ دیکھو یہاں سب جمع ہیں۔ باہر نکلے تو سبھی اپنے اپنے گھروں کو چل دیں گے یہاں تفسیر بھی لکھی جا رہی ہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا۔ ہاں ایک بات تو ہے کہ کم بخت جیل کی دیواریں بلند ہیں۔ اگر ان میں دروازہ لگ جائے تو پھر یہاں مستقل رہنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ میں نے کہا مولانا دروازے لگ گئے تو دروازوں پر پہرہ بھی لگ جائے گا۔ یہ دعا مانگئے کہ یہ دیواریں ہی ڈھے جائیں۔ مولانا نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور نہایت خشوع خضوع سے دعا مانگنے لگے۔ ہاتھ میں نے بھی اٹھائے لیکن یہ ساعت اتنی مقبول تھی کہ دو سال بعد ہم کیا دیکھتے ہیں کہ حکومت وقت نے سینٹرل جیل لاہور کو ختم کر دینے کا فیصلہ صادر کر دیا۔ سب دیواریں ڈھے گئیں۔ جیل کی جگہ باغیچے۔ کوٹھیاں بنگلے بن گئے۔ خوبصورت سڑکیں بن گئیں۔

کاش کہ آج مولانا ہوتے تو میں ان کو دکھاتا اور عرض کرتا کہ آپ کی دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور کتنی جلد مستجاب ہوئیں۔ ۲ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ بروز جمعہ تفسیر الحسنات کے آخری پارے کی تفسیر مکمل فرما کر یہ اشعار فرمائے۔

کائنات عشق بس اتنی مریض غم کی تھی ۔ ایک ہچکی میں طلسم آرزو باطل ہوا۔

پھر کلمہ پڑھا پھر فرمایا۔

حافظ زند زندہ باش مرگ کجا و تو کجا ۔ تو شد، ثنا حمد حمد بود لقائے تو

پھر جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپکو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے آغوش میں دفن کیا گیا۔

تاریخ وصال:۔ صابر، شاکر مفسر عالم دین متین ۔ بے نظیر بے میل و لاجواب و لا کلام

فکر تھی تاریخ کی آئی ندا احمد لکھو ۔ واصل حق ہو گئے وہ ہادی ذی الاحترام

۱۳ ۸۰

حضرت علامہ مرحوم و مغفور کی تصانیف

کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب ۔ سلطان الاولیا سید العارفین مرکز تجلیات حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رح کی نایاب تصنیف کشف المحجوب کا جامع اور بے نظیر ترجمہ جس کی تکمیل کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت داتا صاحب کی خواب میں زیارت ہوئی اور حضرت داتا صاحب کے آغوش میں ہمیشہ کے لیے چلے گئے علمی جامع معارف کا خزینہ ہے۔ ہدیہ -/ روپے

اوراقِ غم ۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیا خلفاء راشدین سید زہرا شہزادہ گلگوں قبا شہید دشت کربلا کے زندگی کے واقعات پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے۔ واقعات شہادت پر مفصل تحقیقی بحث کی گئی ہے۔ واعظوں خطیبوں اہل علم کے لیے تاریخی مضامین کا بہترین ذخیرہ ہے نفیس کتابت حسین طباعت۔ ہدیہ -/ روپے

قصیدہ بردہ شریف ۔ حضرت علامہ بوصیری شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وہ ہدیہ عقیدت ہے جو بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا گیا اس قصیدہ کو حضور رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود مؤلف کی زبانی گوش گذار فرما کر اظہار مسرت فرماتے ہوئے قبول فرمایا حضرت علامہ ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ نے عشق رسول کے جذبہ سے اس قصیدہ کا اردو میں ترجمہ تشریح لکھی ہے۔ حل لغات اور مفصل تشریح فرمائی ہے یہ قصیدہ عاشقان رسول کے لیے روح کی غذا ہے۔ ہدیہ -/ روپے

۱۔ **اسلام کے بنیادی عقاید** تبلیغی سلسلہ کا یہ پہلا نمبر ہے۔ اس میں بنیادی عقاید پر سوال و جواب کی صورت میں نہایت جامع انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہدیہ -/ پیسے

۲۔ **احوال محشر قیامت کے دن کیا ہوگا** ۔ حشرات محشر اور علامات قیامت مفصل بحث کی گئی ہے ضرور مطالعہ کیجئے تاکہ قرب قیامت کی علامات سے آگاہی ہو سکے۔ اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق جامع بحث کی گئی ہے۔ ہدیہ -/ پیسے

۳۔ **مسلم خواتین اور اسلامی پردہ** ۔ قرآن کریم، احادیث نبویہ کی روشنی میں پردہ پر مفصل بحث کی ہے ضرور مطالعہ کیجئے۔ المعروف گریجویٹ خاتون اور مولانا تاکہ پردہ کی حقیقت، اہمیت سے آگاہی حاصل کی جا سکے ہدیہ ۔

ناشر

مکتبہ ضیاء القرآن پبلشر گنج بخش روڈ۔ لاہور ۔ ۲

فہرست مضامین پارہ اول سورہ فاتحہ وبقرہ

عنوان	صفحہ
گذارشِ احوال	۱
ترتیب واضافات	۲
تفسیر تعوذ	۳
تفسیر تسمیہ	۵
تفسیر باقوال حسنات	۷
بامحاورہ ترجمہ سورۃ فاتحہ	۸
حل لغات	″
مختصر تفسیر سورہ فاتحہ	۹
تفسیر رب العلمین	۱۰
تفسیر رحمن ورحیم	۱۱
جزاوسزا	″
عبادت	۱۲
استعانت	۱۳
صراط مستقیم	۱۵
انعام پانے والے	″
گمراہوں کا راستہ	۱۶
لفظ ضل کی تحقیق	″
سبع مثانی بمفصل بحث	۱۷
سورہ فاتحہ کے مسائل	۲۰
مفصل تفسیر سورہ فاتحہ باقوال حسنات	۲۱
اعمال واوراد سورہ فاتحہ	۷۳
شان نزول	۷۴
مضامین	۷۵
مختصر تفسیر سورہ فاتحہ	″
تحقیق لفظ ضالین	۷۷
تعارف سورہ بقرہ	۷۸
خلاصہ تفسیر سورۃ بقرہ	۷۹
تحقیق اسماء سور	۸۰
خواص سورہ مبارکہ	″
شان نزول	″
حروف مقطعات	۸۱
حل مقطعہ	۸۲
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع	″
حل لغات	۸۳
مختصر تفسیر پہلا رکوع	۸۴
تعریف تقوی	۸۵
مراتب تقوی	″
قرآن کریم ساتوں مراتب کا ہادی ہے	۸۶
تعریف ایمان بالغیب	۸۷
غیب کی تفسیر میں ایک قول	″

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
صلوۃ کے معانی پر بحث	۸۸	شان نزول	۱۰۹
نماز کے حقوق	۹۰	منافقوں کا تذبذب	۱۱۰
مالی قربانی	۹۱	تعریف لفظ شئے	۱۱۱
آسمانی کتابوں پر ایمان	〃	خلاصۂ مضمون	〃
مسائل	۹۲	با محاورہ ترجمہ تیسرا رکوع	۱۱۲
قیامت پر ایمان	۹۳	لفظی ترجمہ	۱۱۳
کامیاب لوگ	۹۴	مختصر تفسیر تیسرا رکوع	۱۱۵
کفار	〃	عبادت کا مطالبہ	۱۱۶
شان نزول	〃	شرک کی ممانعت	۱۱۷
کفر کا انجام	۹۵	قرآن حکیم کی صداقت	〃
با محاورہ ترجمہ دوسرا رکوع	۹۶	قرآن کریم کا چیلنج	۱۱۸
حل لغات	۹۷	مومنوں کو خوشخبری	۱۱۹
مختصر تفسیر دوسرا رکوع	۹۹	شان نزول	〃
منافق	۱۰۰	قرآن کریم کی مثال	〃
منافقوں کا ایمان کا دعوی	۱۰۱	مثالوں کا اثر	۱۲۰
منافقوں کا دھوکہ	〃	تعریف فاسق	۱۲۱
نفاق کا مرض	۱۰۲	اللہ کے وجود سے انکار	۱۲۲
منافقین کی مفسدانہ چالیں	۱۰۳	اللہ کے وجود کی نشانی	۱۲۳
منافقوں کا تمسخر	۱۰۴	با محاورہ ترجمہ چوتھا رکوع	۱۲۴
شان نزول	۱۰۵	لفظی ترجمہ	۱۲۶
گمراہی اور خسارہ	۱۰۷	مختصر تفسیر چوتھا رکوع	۱۲۸
منافقوں کی مثال	۱۰۸	تحقیق لفظ خلیفہ	〃
منافقوں کا انجام	〃	فرشتوں کی تسبیح کا دعوی	۱۲۹

عنوان	صفحہ
فرشتوں کو جواب	۱۳۰
علم کی برتری	〃
آدم علیہ السلام کا فرشتوں سے مقابلہ	۱۳۱
علم کی فتح	۱۳۲
فرشتوں کا سجدہ	〃
تحقیق سجدہ	〃
حضرت آدم علیہ السلام جنت میں	۱۳۳
شجر ممنوعہ	۱۳۴
ظلم کی توجیہہ	〃
حضرت آدم کی خطا	〃
جنت سے نکلنے کا حکم	۱۳۵
حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ	〃
تعریف توبہ	۱۳۶
وحی کی ضرورت	۱۳۷
منکرین وحی کا انجام	۱۳۸
با محاورہ ترجمہ پانچواں رکوع	〃
لفظی ترجمہ	۱۳۹
مختصر تفسیر پانچواں رکوع	۱۴۰
بنی اسرائیل پر انعامات	۱۴۱
دعوت قرآن	〃
شان نزول	۱۴۲
آیات الٰہی کا مول	〃
حق کو چھپانے کی ممانعت	〃

عنوان	صفحہ
نماز و زکوٰۃ کا اتحاد	۱۴۲
صبر و نماز سے مدد	۱۴۳
با محاورہ ترجمہ پانچواں رکوع	۱۴۴
لفظی ترجمہ	۱۴۶
مختصر تفسیر چھٹا رکوع	۱۴۹
بنی اسرائیل کی حقیقت	〃
حشر کے دن کیا کام آئے گا	〃
بنی اسرائیل پر مصائب	۱۵۰
فرعون کی غرقابی	۱۵۲
بچھڑے کی پرستش	۱۵۳
معافی کا اعلان	۱۵۴
کتاب اور فرقان	۱۵۵
شرک کی سزا	〃
بنی اسرائیل کا ایک اور مطالبہ	〃
موت کے بعد زندگی	۱۵۷
من وسلویٰ	۱۵۸
بنی اسرائیل کی شہری زندگی	〃
کلام الٰہی کی تحریف کی سزا	۱۵۹
با محاورہ ترجمہ ساتواں رکوع	۱۶۰
لفظی ترجمہ	〃
مختصر تفسیر ساتواں رکوع	۱۶۱
بارہ چشمے	〃
بنی اسرائیل کی بے صبری	۱۶۲

عنوان	صفحہ
یہود پر غضب الٰہی	۱۶۳
غضب کا سبب	۱۶۴
با محاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع	"
لفظی ترجمہ	۱۶۶
مختصر تفسیر آٹھواں رکوع	۱۶۸
ایمان اور عمل صالح کا اجر	"
کوہ طور کا بلند ہونا	۱۶۹
قانون کی خلاف ورزی کی سزا	۱۷۰
صورتیں مسخ ہو جانا	"
سرمایۂ عبرت	۱۷۱
ذبح گاؤ کا حکم	"
اللہ کے حکم میں حجت	۱۷۳
با محاورہ ترجمہ نواں رکوع	۱۷۵
لفظی ترجمہ	۱۷۷
مختصر تفسیر نواں رکوع	۱۷۹
مردے کا زندہ ہونا	"
یہود کی سنگدلی	۱۸۰
کلام اللہ میں تحریف	۱۸۱
یہود کی منافقت	۱۸۲
جھوٹی آرزوئیں	۱۸۳
جنت کے ٹھیکیدار	۱۸۴
جنت اور دوزخ	"
با محاورہ ترجمہ دسواں رکوع	۱۸۵
لفظی ترجمہ	۱۸۶
مختصر تفسیر دسواں رکوع	۱۸۸
بنی اسرائیل کا عہد	۱۸۹
خونریزی اور جلاوطنی	۱۹۱
عہد شکنی اور نافرمانی	"
بعض احکام کی اطاعت	"
آخرت کے بدلے دنیا	۱۹۲
با محاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع	"
لفظی ترجمہ	۱۹۴
مختصر تفسیر گیارہواں رکوع	۱۹۶
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد	"
خود غرضی اور قتل انبیاء	۱۹۸
بنی اسرائیل کا تعصب	۱۹۹
جان بوجھ کر کفر	۲۰۰
ضد اور تعصب کا نتیجہ	۲۰۱
ایمان سے انکار	"
گوسالہ پرستی	۲۰۲
موت کی تمنا	"
لمبی عمر کی حرص	۲۰۳
با محاورہ ترجمہ بارہواں رکوع	۲۰۴
لفظی ترجمہ	۲۰۵
مختصر تفسیر بارہواں رکوع	۲۰۶
حضرت جبرائیل کی دشمنی	۲۰۸

عنوان	صفحہ
یہودیوں کی عہد شکنی	۲۰۸
کتاب اللہ کی مخالفت	۲۰۹
جادو کے عمل	〃
شان نزول	۲۱۰
ہاروت ماروت	〃
سفلی عملیات کے خراب اثرات	۲۱۱
گھاٹے والا سودا	۲۱۳
با محاورہ ترجمہ تیرھواں رکوع	〃
لفظی ترجمہ	۲۱۴
مختصر تفسیر تیرھواں رکوع	۲۱۶
کفار کا تعصب	۲۱۷
آیات کی تنسیخ	۲۱۸
نبی سے سوالات	۲۱۹
حسد کفار	〃
آخرت کا توشہ	۲۲۱
جنت کا مستحق	〃
با محاورہ ترجمہ چودھواں رکوع	۲۲۱
لفظی ترجمہ	۲۲۳
مختصر تفسیر چودھواں رکوع	۲۲۵
مساجد کو ویران کرنے والے	〃
ہر طرف اللہ ہی کا جلوہ ہے	۲۲۶
اللہ کی کوئی اولاد نہیں	۲۲۷
کن فیکون	۲۲۸

عنوان	صفحہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری	۲۲۸
یہود و نصاری کی خواہش	۲۲۹
کتب سابقہ میں تائید	〃
با محاورہ ترجمہ پندرہواں رکوع	۲۳۰
لفظی ترجمہ	۲۳۱
مختصر تفسیر پندرہواں رکوع	۲۳۲
حضرت ابراہیم کی آزمائش امامت	۲۳۴
بیت اللہ شریف کی اہمیت	۲۳۵
مکہ معظمہ امن والا شہر	۲۳۸
امت کے لیے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کی دعا	〃
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار خصوصیات	۲۴۰
با محاورہ ترجمہ سولھواں رکوع	۲۴۰
لفظی ترجمہ	۲۴۲
مختصر تفسیر سولھواں رکوع	۲۴۴
حضرت ابراہیم کی وصیت	۲۴۵
حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت	〃
اپنے ہی عمل کام آئیں گے	۲۴۶
شان نزول	〃
تمام انبیاء علیہم السلام پر لانا	〃
اللہ کافی	۲۴۷
اللہ کا رنگ	〃
الحمد للہ پہلے پارہ ختم ہوا	

فہرست مضامین پارہ دوم سورۃ بقرہ

عنوان	صفحہ
مسلمانوں کا قبلہ	۲۴۹
لفظی ترجمہ	۲۵۰
مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع	۲۵۲
شان نزول	؍؍
قبلہ کی تعریف	۲۵۳
اعتدال پر مداومت	؍؍
شہید کے معنی	۲۵۶
تبدیلی قبلہ کی حکمت	۲۵۷
رضائے مصطفٰی سے تبدیلی قبلہ کی تحقیق	۲۵۸
تبدیلی قبلہ	۲۶۰
اہل کتاب کی ہٹ دھرمی	۲۶۱
اہل کتاب اور پیغمبر اسلام	
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع	۲۶۳
لفظی ترجمہ	۲۶۴
مختصر تفسیر دوسرا رکوع	۲۶۵
خانہ کعبہ اتمام حجت	۲۶۶
خصائص مصطفٰی علیہ التحیہ والثناء	۲۶۷
ذکر شکر	۲۶۸
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع	۲۷۰
لفظی ترجمہ	۲۷۱
مختصر تفسیر تیسرا رکوع	۲۷۳
شہید کی تعریف	۲۷۴
شہید کا اخروی درجہ	؍؍
شہید زندہ ہوتا ہے	؍؍
امتحان آزمائش کا درجہ	۲۷۵
صبر کرنے والوں کا صلہ	۲۷۶
شان نزول	۲۷۷
توبہ کی شرائط	۲۷۸
کفر کی موت	۲۷۹
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع	؍؍
لفظی ترجمہ	۲۸۰
مختصر تفسیر چوتھا رکوع	۲۸۲
اللہ کے وجود کے نشان	؍؍
کفار کی غیر اللہ سے محبت	۲۸۴
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع	۲۸۵
لفظی ترجمہ	۲۸۵
مختصر تفسیر پانچواں رکوع	۲۸۹
حلال رزق	؍؍
برائی اور بے حیائی	؍؍
کفار کی اندھی تقلید	۲۹۰

عنوان	صفحہ
حرمت غذا پر مفصل بحث	۲۹۱
ما اہل بہ لغیر اللہ پر مفصل بحث	۲۹۲
اضطراری حالت کا بیان	″
علماء سوء کی سزا	۲۹۳
با محاورہ ترجمہ چھٹا رکوع	۲۹۴
لفظی ترجمہ	۲۹۵
مختصر تفسیر چھٹا رکوع	۲۹۷
اچھے معاملات پر بحث	″
نماز، زکوٰۃ	″
ایفائے وعدہ	″
صبر اثبات	۲۹۸
تفضیل ایمان	۲۹۸
قصاص	۲۹۹
معروف احسان	″
قصاص میں زندگی ہے	۳۰۱
وصیت پر مفصل بحث	″
وصیت میں تبدیلی	۳۰۲
با محاورہ ترجمہ ساتواں رکوع	″
لفظی ترجمہ	۳۰۴
مختصر تفسیر ساتواں رکوع	۳۰۶
روزوں کا حکم	″
مریض و مسافر کو رعایت	۳۰۷
روزے کا فدیہ	۳۰۸

عنوان	صفحہ
روزے کی برکتیں	۳۰۸
ماہ رمضان المبارک کی فضیلت	″
مہینہ کی تعریف	۳۰۹
قرآن حکیم کی فضیلت	۳۱۰
فرض روزہ کا حکم	″
اللہ آسانی چاہتا ہے	۳۱۱
تکمیل روزہ، ذکر الٰہی	″
اللہ تعالےٰ کی یاد کا طریقہ	۳۱۲
یاد کے شرائط	″
ماہ رمضان المبارک میں بیوی شوہر کے تعلقات پر حکم	۳۱۳
مباشرت کا مقصود	۳۱۴
روزہ کے افطار کے اوقات	″
شان نزول	۳۱۵
اعتکاف کے احکام	۳۱۶
ناحق مال	″
رشوت کی حرمت	″
با محاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع	۳۱۷
لفظی ترجمہ	۳۱۸
مختصر تفسیر آٹھواں رکوع	۳۲۱
چاند کا حساب	″
شان نزول	″
جاہلیت کی رسم	″

عنوان	صفحہ
جہاد فی سبیل اللہ	۳۲۲
جہاد جلاوطنی	〃
فتنہ قتل سے بدتر ہے	۳۲۳
بیت اللہ شریف کا احترام	〃
قتال کی حد، جہاد کا مقصد	۳۲۴
حرمت والے مہینے	〃
انفاق فی سبیل اللہ	〃
احکام حج	۳۲۵
تعریف حج	〃
حج عمرہ کے چار طریقہ	۳۲۶
سر منڈانا	۳۲۷
حج عمرہ کی قربانی کے احکام	〃
با محاورہ ترجمہ نواں رکوع	۳۲۸
لفظی ترجمہ	۳۳۰
مختصر تفسیر نواں رکوع	۳۳۳
تجارت کی اجازت	۳۳۴
شان نزول	〃
عرفات، مشعر الحرام	〃
مساوات کا حکم	۳۳۵
طریق حج کا مختصر حال	〃
مناسک حج کے بعد کے احکام	۳۳۶
دنیا کے لالچی	〃
دنیا و آخرت کے طالب	〃
حج کے ایام	۳۳۷
قسمیں کھانے والے جھگڑالو	〃
شان نزول	〃
جھوٹا وقار	۳۳۸
اللہ کی رضا چاہنے والے	〃
اسلام میں مکمل داخل ہو جاؤ	〃
جان بوجھ کر غلطی نہ کرو	۳۳۹
با محاورہ ترجمہ دسواں رکوع	〃
لفظی ترجمہ	۳۴۱
مختصر تفسیر دسواں رکوع	۳۴۳
بنی اسرائیل سے عبرت	〃
مومنوں کا مذاق نہ اڑاؤ	〃
امت واحدہ	۳۴۴
آزمائش	۳۴۵
خرچ کے احکام	۳۴۶
مقابلہ کا حکم	〃
با محاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع	۳۴۷
لفظی ترجمہ	۳۴۹
مختصر تفسیر گیارہواں رکوع	۳۵۱
سات قانون کا حکم	〃
شان نزول	〃
کافروں کا حال	۳۵۳
کافروں کی کوشش	〃

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
مرتد کی سزا	۳۵۳	شان نزول	۳۷۰
جہاد، ہجرت، ایمان پر بحث	۳۵۴	بامحاورہ ترجمہ تیرھواں رکوع	۳۷۱
شراب، جوا کے احکام	〃	لفظی ترجمہ	۳۷۲
شان نزول	۳۵۵	مختصر تفسیر تیرھواں رکوع	۳۷۴
مالی قربانی	۳۵۶	شان نزول	〃
غور وفکر کی دعوت	〃	رجعی طلاق کے احکام	〃
یتیموں کی اصلاح	۳۵۷	خلع کے احکام	〃
یتیموں کے بارے میں احکام	〃	دو طلاق کے بعد رجوع کے احکام	۳۷۵
مشرکہ عورتوں سے نکاح	۳۵۹	حلالہ کی تعریف	۳۷۶
مسلمان لونڈی کا درجہ	〃	طلاق بائن کے احکام	۳۷۷
شان نزول	〃	بامحاورہ ترجمہ چودھواں رکوع	〃
مشرک مرد سے نکاح کے احکام	۳۶۰	لفظی ترجمہ	۳۷۹
بامحاورہ ترجمہ بارہواں رکوع	۳۶۱	مختصر تفسیر چودھواں رکوع	۳۸۱
لفظی ترجمہ	۳۶۲	شان نزول	〃
مختصر تفسیر بارہواں رکوع	۳۶۴	دودھ پلانے کی مدت	۳۸۲
شان نزول	〃	دودھ پلانے کے قانون	۳۸۳
حیض کی حقیقت، اس کے احکام	〃	عدت کے احکام	۳۸۴
بیوی کے درجات	۳۶۵	نکاح ثانی کا پیام	۳۸۵
قسموں کا غلط استعمال	۳۶۶	بامحاورہ ترجمہ پندرہواں رکوع	۳۸۶
شان نزول	〃	لفظی ترجمہ	۳۸۷
ایلاء قسم کی بحث	۳۶۸	مختصر تفسیر پندرہواں رکوع	۳۸۹
طلاق کی ابتداء	〃	شان نزول	〃
عدت کے احکام	۳۶۹	طلاق و مہر کے احکام	۳۹۰

عنوان	صفحہ	عنوان	سفحہ
نمازوں کی پابندی کے احکام	۳۹۱	سپہ سالار کی خصوصیات	۴۰۱
بیوہ کے لیے وصیت	۳۹۲	تابوت سکینہ	״
با محاورہ ترجمہ سولھواں رکوع	۳۹۳	با محاورہ ترجمہ سترھواں رکوع	۴۰۳
لفظی ترجمہ	۳۹۴	لفظی ترجمہ	۴۰۴
مختصر تفسیر سولھواں رکوع	۳۹۶	مختصر تفسیر سترھواں رکوع	۴۰۶
شان نزول	۳۹۷	مجاہدوں کی آزمائش	״
قرض حسنہ کے احکام	۳۹۸	کامیابی اور ناکامی کثرت وقلت پر موقوف نہیں	״
حضرت طالوت کا قصہ	۳۹۹	صبر واستقامت	۴۰۷
سپہ سالار کا انتخاب	۴۰۱	گذشتہ نشانیاں	۴۰۸

فہرست مضامین تیسرا پارہ۔ سورہ بقرہ وآل عمران

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
با محاورہ ترجمہ پہلا رکوع	۴۰۹	شان نزول	۴۲۲
لفظی ترجمہ	״	با محاورہ ترجمہ دوسرا رکوع	۴۲۴
مختصر تفسیر پہلا رکوع	۴۱۰	لفظی ترجمہ	۴۲۶
رسولوں کے درجات	״	مختصر تفسیر دوسرا رکوع	۴۲۷
حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۴۱۲	حضرت ابراہیم اور نمرود	״
با محاورہ ترجمہ پہلا رکوع	۴۱۳	حضرت عزیر علیہ السلام کا سو برس کے بعد زندہ ہونا	۴۲۹
لفظی ترجمہ	۴۱۴	مردوں کو زندہ کرنا	۴۳۲
مختصر تفسیر پہلا رکوع	۴۱۶	ایک شبہ کا ازالہ	۴۳۳
آیت الکرسی پر مفصل بحث	۴۱۷	با محاورہ ترجمہ چوتھا رکوع	۴۳۵
فضائل آیۃ الکرسی	۴۲۰	لفظی ترجمہ	۴۳۶
دین میں جبر نہیں	۴۲۲	مختصر تفسیر چوتھا رکوع	۴۳۸

عنوان	صفحہ
اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثال	۴۳۸
خیرات ضائع نہ کرو	۴۴۰
اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ایک اور مثال	۴۴۱
ریاکاری سے خرچ کرنے کی مثال	۴۴۲
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع	۴۴۳
لفظی ترجمہ	۴۴۵
مختصر تفسیر پانچواں رکوع	۴۴۶
اللہ کی راہ میں اچھی چیز دو	″
شان نزول	۴۴۷
اللہ کے وعدے اور انعام	۴۴۸
خیرات کیسے کی جائے	۴۴۹
نذر کی مفصل تعریف	۴۵۰
خیرات کا اجر	۴۵۱
شان نزول	۴۵۲
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع	۴۵۳
لفظی ترجمہ	۴۵۴
مختصر تفسیر چھٹا رکوع	۴۵۶
شان نزول	″
سود حرام ہے	۴۵۷
سود اور خیرات کا موازنہ	۴۶۰
قرض دینے کے فضائل	۴۶۱
بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع	۴۶۲
لفظی ترجمہ	۴۶۲

عنوان	صفحہ
مختصر تفسیر ساتواں رکوع	۴۶۵
شہادت کے احکام	۴۶۷
گواہی کے احکام	″
رہن کی ہدایات	۴۶۹
بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع	۴۷۰
لفظی ترجمہ	۴۷۱
مختصر تفسیر آٹھواں رکوع	۴۷۲
اجزائے ایمان	۴۷۴
دعائیں	۴۷۵
سورہ بقرہ کے فضائل	۴۷۷
سورۃ آل عمران مدنیۃ	
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع	۴۷۸
لفظی ترجمہ	۴۷۹
مختصر تفسیر پہلا رکوع	۴۸۱
اللہ تعالے کی صفات	″
قرآن کریم اور کتب سابقہ	۴۸۳
عقیدہ باطلہ کی تردید	۴۸۴
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع	۴۸۶
لفظی ترجمہ	۴۸۸
مختصر تفسیر دوسرا رکوع	۴۹۱
اللہ تعالے کی نصرت	۴۹۲
فانی اشیاء سے محبت	۴۹۲
متقیوں کے لیے اجر	″

عنوان	صفحہ
صحابہ کا جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت	۶۱۴
مقام بدر میں مجاہدین کی صف آرائی	"
سماعِ موتیٰ کی دلیل	۶۱۵
با محاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع	۶۱۶
لفظی ترجمہ	۶۱۸
مختصر تفسیر گیارہواں رکوع	۶۲۰
سود کے احکام اور اس کی سزا	۶۲۱
اطاعت کا حکم	"
متقی کی صفت	۶۲۲
متقی کی خصوصیات اور اس کا اجر	۶۲۴
حق کو جھٹلانے والوں کا انجام	۶۲۵
زمین کی سیر کا حکم	۶۲۶
ایمان والوں کا غلبہ	۶۲۷
اللہ کی راہ میں تکلیف و امتحان	۶۲۸
با محاورہ ترجمہ بارہواں رکوع	۶۲۹
لفظی ترجمہ	۶۳۰
مختصر تفسیر بارہواں رکوع	۶۳۱
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذاتی و صفاتی نام	۶۳۲
فضائل و خصائص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام	۶۳۲
دین کا اتباع لازمی ہے	۶۳۳
انبیاء کرام کے رفقاء	۶۳۴
با محاورہ ترجمہ بارہواں رکوع	۶۳۵
لفظی ترجمہ	۶۳۷

عنوان	صفحہ
مختصر تفسیر بارہواں رکوع	۶۳۹
کافروں کا اتباع نہ کرو	۶۴۰
شانِ نزول	"
مسلمانوں کی آزمائش	۶۴۱
حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد	۶۴۲
آزمائش کا مقصد	۶۴۳
حضرت طلحہ اور صحابہ کرام کے مجاہدانہ کارنامے	۶۴۴
نبی محترم کے حکم میں کوتاہی اور اس کا نتیجہ	۶۴۵
نصرتِ الٰہی کا نزول	"
وساوس شیطانی	۶۴۶
عام معافی کا اعلان	۶۴۷
با محاورہ ترجمہ تیرھواں رکوع	۶۴۸
لفظی ترجمہ	۶۵
مختصر تفسیر تیرھواں رکوع	۶۵۴
زندگی موت کا مالک	۶۵۵
تعریف مشورہ	۶۵۶
تعریف توکل	۶۵۷
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتِ شان	۶۵۸
خیانت کی سزا احادیث کی روشنی میں	۶۵۹
احسان مومن	۶۶۰
خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	"
مومن منافق میں فرق	۶۶۱
شہید زندہ جاوداں ہے	۶۶۲

حض

عنوان	صفحہ
شان نزول	۶۶۳
شہید کے فضائل حدیث کی روشنی میں	۶۶۴
با محاورہ ترجمہ تیراہواں رکوع	۶۶۵
لفظی ترجمہ	۶۶۷
مختصر تفسیر تیرہواں رکوع	؍؍
شان نزول	۶۷۰
ایمان کامل۔ مومن کی شان	۶۷۱
اللہ تعالےٰ کا فضل	۶۷۲
افواہوں کی تردید	؍؍
حل لغات	؍؍
ایمان کے بدلے کفر	۶۷۳
خبیث پاک کا فرق	۶۷۴
بخل کی تعریف	۶۷۵
با محاورہ ترجمہ چودھواں رکوع	۶۷۹
یہود کی گستاخیاں	۶۸۰
شان نزول	؍؍
یہود کی تردید	۶۸۱
موت کا مزہ	۶۸۲
مال و جان کی آزمائش	۶۸۳
شان نزول	۶۸۴
خود پسندی	۶۸۵
با محاورہ ترجمہ پندرہواں رکوع	۶۸۶
لفظی ترجمہ	۶۸۸

عنوان	صفحہ
مختصر تفسیر پندرہواں رکوع	۶۹۰
آیات کریمہ میں غور و فکر	۶۹۱
شان نزول	۶۹۲
دعا	۶۹۳
حل لغات	۶۹۴
نیکو کاروں کا اجر	۶۹۵
لفظی ترجمہ	۶۹۶
دنیا متاع قلیل ہے	۶۹۷
شان نزول	۶۹۸
اصول کامرانی	۶۹۹
صبر کے معنی اور فضائل	۷۰۰
سورۃ النساء	۷۰۱
با محاورہ ترجمہ پہلا رکوع	؍؍
لفظی ترجمہ	۷۰۳
مختصر تفسیر پہلا رکوع سورۃ النساء	۷۰۵
تخلیق انسانی	۷۰۶
حضرت آدم کا خواب	۷۰۷
یتیم کا مال	۷۰۸
تعدد ازواج	۷۰۹
حق مہر کے احکام	۷۱۰
یتیموں کی پرورش	۷۱۱
میراث اور ترکہ کا حقدار	؍؍
تقسیم میراث	۷۱۲

عنوان	صفحہ
یتیم کو اپنی اولاد سمجھو	۷۱۲
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ نساء	۷۱۳
لفظی ترجمہ	۷۱۵
مختصر تفسیر دوسرا رکوع سورۃ نساء	۷۱۷
مرد عورت کے حصوں کا تناسب	〃
شان نزول	۷۱۸
مختصر خلاصہ مسائل فرائض	۷۲۰
عصبات ذوالارحام	۷۲۱
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع	۷۲۲
لفظی ترجمہ	۷۲۳
مختصر تفسیر تیسرا رکوع سورۃ نساء	۷۲۵
بدکار۔ سرکش عورتوں کی سزا	۷۲۷
توبہ	۷۲۷
زمانہ جاہلیت کی رسومات کی تردید	۷۲۸
شان نزول	〃
سوتیلی ماں سے نکاح کی ممانعت	〃
زمانہ جاہلیت کے واقعات	۷۳۰
بامحاورۃ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ نساء	〃
لفظی ترجمہ	۷۳۱
مختصر تفسیر چوتھا رکوع سورۃ نساء	۷۳۲
محرمات بالصہر کا بیان	۷۳۳
بہا دیں دو بہنوں کی ملک کا حکم	۷۳۴
پانچواں پارہ	۷۳۵

عنوان	صفحہ
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع	۷۳۵
لفظی ترجمہ	۷۳۶
مختصر تفسیر پانچواں رکوع	۷۳۷
شان نزول	〃
نکاح کے شرائط	۷۳۸
لفظی ترجمہ	〃
لونڈیوں سے نکاح	۷۳۹
لونڈیوں کے اقسام	۷۴۰
بامحاورۃ ترجمہ پانچواں رکوع	۷۴۱
لفظی ترجمہ	۷۴۲
مختصر تفسیر پانچواں رکوع	۷۴۴
شان نزول	۷۴۵
مسلمان کی جان ومال	۷۴۶
ناجائز مال کھانے والے کی سزا	〃
حسد	۷۴۷
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع	۷۴۸
لفظی ترجمہ	۷۵۰
مختصر تفسیر پانچواں رکوع	۷۵۲
مرد کو عورتوں پر فضیلت	〃
سرکش عورتوں کی اصلاح کا حکم	۷۵۳
ثالثی مصالحت کے احکام	۷۵۴
حقوق العباد	۷۵۵
فرمان نبوی صلے اللہ علیہ وسلم	۷۵۶

عنوان	صفحہ
لفظی ترجمہ	۷۵۷
شان نزول	۷۵۸
ریاکاری	۷۵۹
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورہ نساء	۷۶۰
لفظی ترجمہ	۷۶۲
مختصر تفسیر چھٹا رکوع	۷۶۴
نشہ کی حالت میں نماز	"
شان نزول	۷۶۵
طریقہ تیمم	"
یہودیوں کی سازشیں	۷۶۶
یہود کو دعوت ایمان	۷۶۷
بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع	۷۶۸
لفظی ترجمہ	۷۷۰
مختصر تفسیر ساتواں رکوع	۷۷۲
عذاب دوزخ	۷۷۳
شان نزول	"
امانتیں۔ عدل وانصاف	۷۷۴
اللہ تعالیٰ۔ رسول مکرم واولی الامر کی اطاعت	۷۷۵
مفصل بحث	۷۷۶
شان نزول	۷۷۷
بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع	"
لفظی ترجمہ	۷۷۹
مختصر تفسیر آٹھواں رکوع	[illegible]
شان نزول	۷۸۲
بخشش۔ مغفرت کی بشارت	۷۸۴
اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے	۷۸۵
شان نزول	۷۸۶
بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع	۷۸۷
لفظی ترجمہ	۷۸۸
مختصر تفسیر نواں رکوع	۷۸۹
جہاد کا حکم	۷۹۰
شان نزول	۷۹۱
بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع	۷۹۲
لفظی ترجمہ	۷۹۳
مختصر تفسیر دسواں رکوع	۷۹۶
جہاد سے خوف	۷۹۷
موت سے بچنا ممکن نہیں	۷۹۸
اطاعت رسول اللہ کا حکم	۷۹۹
صداقت قرآن کی دلیل	۸۰۰
افواہوں کی تردید	"
جہاد کی ترغیب	۸۰۱
بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع	۸۰۳
لفظی ترجمہ	۸۰۴
مختصر تفسیر گیارہواں رکوع	۸۰۵
ایمان کا معیار	۸۰۶
منافقوں سے مقابلہ کا حکم	"

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
صلح کلیوں سے جنگ	۸۰۷	نماز کے سوا ذکر الٰہی	۸۳۰
شان نزول	؍	دشمن کو ڈھیل نہ دو	۸۳۱
بامحاورہ ترجمہ بارہواں رکوع	۸۰۸	بامحاورہ ترجمہ چودھواں رکوع	؍
لفظی ترجمہ	۸۰۹	لفظی ترجمہ	۸۳۲
مختصر تفسیر گیارہواں رکوع	۸۱۱	مختصر تفسیر چودھواں رکوع	۸۳۴
قتل مسلم کی سزا	۸۱۲	شان نزول	؍
خلود کے مشترک المعنی ہونے کی تصریح	۸۱۴	غیر جانبدارانہ فیصلہ	۸۳۵
جہاد میں قتال کی احتیاط کا حکم	۸۱۵	بامحاورہ ترجمہ پندرہواں رکوع	۸۳۶
شان نزول	۸۱۶	لفظی ترجمہ	۸۳۷
بامحاورہ ترجمہ بارہواں رکوع	۸۱۸	مختصر تفسیر پندرہواں رکوع	۸۳۸
لفظی ترجمہ	۸۱۹	دشمنان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا انجام و سزا	۸۴۱
مختصر تفسیر بارہواں رکوع	۸۲۰		
مظلوموں کی ہجرت	۸۲۱	بامحاورہ ترجمہ سولھواں رکوع	۸۴۲
شان نزول	؍	لفظی ترجمہ	۸۴۳
بامحاورہ ترجمہ تیرھواں رکوع	۸۲۲	مختصر تفسیر سولھواں رکوع سورۃ النساء	۸۴۵
لفظی ترجمہ	۸۲۴	شرک ناقابل معافی ہے	۸۴۶
مختصر تفسیر تیرھواں رکوع	۸۲۵	یدعو کی تحقیق	۸۴۷
سفر میں نماز قصر	؍	شیطان کے ہتھکنڈے	۸۴۸
نماز خوف	۸۲۶	سچا وعدہ	۸۴۹
شان نزول	۸۲۷	شان نزول	۸۵۰
حل لغات	۸۲۸	ملت ابراہیمی	؍
جہاد میں ہتھیار اتارنے کے شرائط	؍	بامحاورہ ترجمہ سترہواں رکوع	۸۵۱
شان نزول	۸۲۹	لفظی ترجمہ	۸۵۲

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
بیویوں کے ساتھ حسن سلوک	۸۵۶	منافقین کی حالت	۸۶۴
بیویوں کے ساتھ عدل شرط ہے	۸۵۷	بری مجالس میں جانے کی ممانعت	۸۶۵
شان نزول	؍؍	بامحاورہ ترجمہ انیسواں رکوع	۸۶۶
خدا کا خوف	۸۵۸	لفظی ترجمہ	۸۶۹
بامحاورہ ترجمہ اٹھارواں رکوع	؍؍	مختصر تفسیر انیسواں رکوع	؍؍
لفظی ترجمہ	۸۶۰	منافقین کی پہچان	۸۷۰
مختصر تفسیر اٹھارواں رکوع	۸۶۲	کفار کی دوستی کی ممانعت	؍؍
لفظی ترجمہ	۸۶۳	نجات کی راہ مغفرت	۸۷۲

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پانچواں پارہ بفضلہ تعالیٰ مکمل ہوا

اظہار تشکر ؛ تفسیر الحسنات بآیات بینات کے کام میں میرے جن مخلص کرم فرماؤں نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا ان میں فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ قاری پروفیسر مشتاق احمد صاحب ایم۔ اے نے نظر ثانی اور استاذ العلماء شیخ التفسیر حضرت علامہ عبد الغنی صاحب عثمانی نے بڑی کاوش اور محنت سے تصیح کا کام انجام دیا۔ کتابت کے اخراجات میں محترم جناب چوہدری الحاج عبد اللطیف صاحب جناب محترم الحاج محمد ارشد صاحب نعیم جناب محترم الحاج محمد افضال صاحب جناب محترم الحاج صوفی بشیر احمد صاحب جناب محترم الحاج سید ناصر علی شمس مرحوم نے مالی تعاون فرمایا۔ مکتبہ ضیاء القرآن حضرت صاحبزادہ الحاج حفیظ البرکات صاحب نے طباعت واشاعت کا انتظام کیا اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب سید یوم النشور قاسم عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں اس خدمت کو قبول فرمائے اور ہم سب کے لیے نجات اخروی کا ذریعہ بنائے۔ امین بحرمت نبی سید المرسلین صلوٰۃ والسلام علیہ تسلیمات۔

فقیر قادری امین الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی

تقریظ

جناب نور دیدۂ غوثیت صاحبزادہ جسٹس سید شمیم حسین صاحب قادری جج ہائی کورٹ پنجاب کی تفسیر کے متعلق رائے گرامی۔

مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب قادری مرحوم و مغفور کی تفسیر الحسنات میرے زیر مطالعہ رہی ہے سبحان اللہ۔ اللہ کے پاک بندے کلام اللہ کو جس طرح سمجھتے ہیں اور پھر مخلوق خدا کو سمجھاتے ہیں وہ بات ہی کچھ اور ہے میں نے اکثر تفاسیر دیکھی ہیں اور ان میں سے جس نے مجھے متاثر کیا وہ ام الکتاب سورہ فاتحہ کی تفسیر مولانا آزاد نے لکھی ہے لیکن حضرت ممدوح مفسر قرآن خطیب اعظم علامہ ابوالحسنات کی تفسیر الحسنات نے اپنا انوکھا اثر مجھ پر چھوڑا ہے جو عجیب اور منفرد ہے۔

میں سمجھتا ہوں یہ ایسے عالم باعمل درویش صفت کے افکار اور خیالات کا مجموعہ ہے جس سے ہر مکتب فکر فیض حاصل کر سکتا ہے اور ایک مبتدی کے لیے رموز قرآن سمجھنے بہت آسان ہو گئے ہیں ایک عالم کلام اللہ کو جیسے سمجھتا ہے ویسے ہی اسے بیان کرتا ہے۔ لیکن درویش کا طریقہ ہی نرالا ہوتا ہے اس کے کلام اور تصنیف سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود پردے اٹھتے چلے جاتے ہیں اور مراحل طے ہو رہے ہیں۔

حضرت کی زندگی میں میں نے اکثر ان کے وعظ سنے اور قریب سے انہیں دیکھا اور تبادلہ خیالات کا موقعہ ملا آپ علم کا ایک سمندر تھے اور جس کسی نے بھی پیاس کا اظہار کیا وہ فیض یاب ہوا۔ تفسیر پڑھتے ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے قبلہ خود تشریح فرما رہے ہیں اور رموز و نکات کا حل پیش کر رہے ہیں۔ وعظ کا سا سماں معلوم ہوتا ہے۔

اللہ اللہ! اللہ کے بندے کس طرح دائم زندگی اختیار کر لیتے ہیں اور ان کی پردہ پوشی دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہونے کے مترادف ہوتی ہے۔ ان کا فیض ان کے وصال کے بعد بھی روشنی کے مینار کی طرح دنیا کو منور کرتا ہے۔

مولانا کی طبع ہی درویشانہ تھی۔ آپ نے تمام زندگی سادہ گذاری اگرچہ اللہ کے فضل و کرم سے انہیں تمام آسائشیں جو ایک رئیس کو بھی مشکل سے میسر آتی ہیں سب ان کے پاس موجود تھیں جس طرح آپ نے تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا اور قربانی پیش کی وہ آپ ہی کا حصہ تھی۔ یہ اس دور اسیری کی صعوبتوں کا صلہ ہے کہ مولانا نے تفسیر کلام پاک لکھی جس سے عشق رسول عیاں ہے۔

آپ نے جہاد کشمیر میں بھی پڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قوم سے "غازی کشمیر کا لقب پایا۔ تحریک پاکستان میں بھی آپ نے مسلم لیگ کے جلسوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا یہ سب ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ اللہ جسے چاہتا ہے سرفراز کرتا ہے۔ آپ مفسر قرآن و علم حدیث و علم فقہ، علوم نجوم و ہندسہ کے ماہر اور فاضل طبیب تھے۔

میں سمجھتا ہوں مولانا کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے اور آپ کی تصانیف صحیح ہدایت ہیں۔ اللہ کریم ہم سب کو توفیق دے کہ ہم مرحوم و مغفور کی طرح اپنی زندگیاں گذاریں۔ میری دعا ہے کہ خداوند قدوس ابن الحسنات حکیم سید خلیل احمد صاحب قادری کو مولانا کا مکمل طور پر مظہر بنا دے۔ آثار خدا کے فضل و کرم سے کچھ ایسے ہی ہیں سے اللہ کرے زور خطابت اور زیادہ

احقر العباد
سید شمیم حسین قادری

تبصرہ

جناب سید انتظار حسین صاحب کا روزنامہ "مشرق" ۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۵ء میں تبصرہ

"تفسیر الحسنات" بیش بہا دینی معلومات کا خزینہ ہے"۔

مؤلف:۔ علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

ناشر:۔ مرکزی دار التبلیغ۔ مکتبہ حسنات اکبری گیٹ لاہور۔

کلام پاک کی زیر نظر تفسیر ایک ایسی شخصیت سے منسوب ہے جنہیں ایک مستند عالم دین کا مرتبہ حاصل ہے۔ یہ علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ ہیں جنہوں نے اس تفسیر کا آغاز قید خانے کی تنہائی میں بیٹھ کر کیا۔ یہ ۱۹۵۳ء کا زمانہ تھا جب تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں علامہ موصوف سکیورٹی ایکٹ کے تحت گرفتار ہوئے۔ جیل کی یہ زندگی مصائب سے پُر تھی سکھر کی جیل میں آپ ایسے موسم میں منتقل کئے گئے جب وہاں درجہ حرارت ۱۲۵ ڈگری تک پہنچا ہوا تھا۔ مگر اسی عالم میں انہوں نے قرآن کے معانی میں غور و تدبر کیا اور تفسیر لکھنے کا آغاز کیا۔ ایک سال میں اٹھارہ پاروں کی تفسیر مکمل ہوئی۔ اس کے بعد جب رہائی کی صورت پیدا ہوئی تو یہ پھر بھی فریضہ جاری رہا۔

یہ تفسیر اپنی اشاعت کے لیے چھ جلدوں کی متقاضی ہے جس میں سے ہر جلد پانچ پاروں کی تفسیر پر مشتمل ہے فی الحال دو جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ گویا دس پاروں کی تفسیر اب ہمارے سامنے ہے۔

تفسیر کی دوسری جلد میں علامہ مرحوم نے کچھ ایسے ابواب بھی دیباچہ کے طور پر مکمل کیے ہیں جو کلام پاک کے تاریخی، اور لسانی پس منظر کو سامنے لاتے ہیں۔ لسانی پس منظر کے ذیل میں ایسی معلومات بھی موجود ہیں جو ایک عام قاری کو قرآن کی تلاوت کے آداب سے آشنا کرتی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بحث بھی کی گئی ہے کہ کس طرح قرآن کی وجہ سے عربی زبان کے مختلف لہجوں میں ایک معیاری لب ولہجہ قائم ہوا اور کس طرح اس کے اثر سے اس زبان کی توسیع ہوئی اور پڑھنے اور لکھنے کے آداب قائم ہوئے اور روایتیں بنیں مثلاً علم القرآن۔

علامہ مرحوم کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ کلام پاک پڑھنے میں مہارت تامہ رکھنے والے اصحاب تو عہدِ رسالت مآب ہی پیدا ہو چکے تھے اور انہیں قاری کہا جانے لگا تھا۔ لیکن قراءت نے ایک فن کی شکل عہد بنو امیہ میں اختیار کی اور اس کے ساتھ قراءت کے سات مکاتیب وجود میں آئے جو سات ائمہ قراءت سے منسوب ہیں۔

قرآن کس طرح سے قلمبند ہوا اور پھر کس طرح یک جا ہوا اس پر بھی علامہ مرحوم نے محققانہ بحث کی ہے علامہ موصوف نے اس تاریخی جائزے کے ساتھ ساتھ عربی کے رسم الخط کے بارے میں بھی قابل قدر معلومات مہیا کی ہیں انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا۔ نسخ اور خط کوفی عربی زبان کی قدیم صورتیں ہیں خط کوفی حجاز میں مروج تھا لیکن لکھنے کا رواج کم کم تھا۔ لکھنے نے قرآن کے واسطے سے فروغ پایا۔ ظہور اسلام کے وقت دس بارہ قریشی ایسے تھے جو لکھنا جانتے تھے انہیں میں سے کاتبانِ وحی منتخب ہوئے۔

اول کاتبانِ وحی تین تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عثمان غنی، حضرت علی، مگر ختم نزول قرآن تک کاتبانِ وحی کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی تھی۔ پھر جب خلفاء راشدین کے زمانے میں فتوحات ہوئیں تو لکھنے اور پڑھنے کی سرگرمی زیادہ ہوتی چلی گئی۔ لیکن اس کے باوجود عربی رسم الخط نقطوں اور اعراب سے ناآشنا تھا عربی رسم الخط کی اصلاح دور اموی میں ہوئی۔ اعراب اور نقطے لگائے گئے اور تحریر کی چار صورتیں وجود میں آئیں۔

رسم الخط کے ساتھ ساتھ اسالیب بیان سے بھی بحث کی گئی ہے کہ ظہور اسلام کے ساتھ قرآن کے زیر اثر کس طرح رفتہ رفتہ مختلف اسالیب بیان وجود میں آئے۔ فن انشاء نے کیا صورت اختیار کی اور خط و کتابت کا کیا اسلوب قائم ہوا۔ اس ذیل میں آنحضرت کی طرف سے بھیجے گئے چند مراسلات بھی نقل کیے گئے ہیں۔

اسلام کے عروج اور قرآن کی اشاعت کے ساتھ علوم نے جو فروغ پایا اور قرآن ہی کے حوالے سے جو مختلف علمی روایتیں وجود میں آئیں ان پر سیر حاصل گفتگو کی ہے مثلاً علم حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف، علم مناظرہ۔ علم حدیث کے ذیل میں بتایا گیا ہے کہ احادیث اگرچہ آنحضرت کے عہد ہی میں قلمبند ہونی شروع ہو گئی تھیں لیکن اس نے ایک علم کی شکل،

عہد عباسی میں اختیار کی۔

اس طرح زیر نظر تفسیر کلام پاک کی تفسیر کے ساتھ اس کا علمی پس منظر اور تاریخی گردوپیش بھی مہیا کرتی ہے۔ اس پس منظر کے ساتھ اس تفسیر کی قدر و قیمت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ بعض آیات کی تفسیر کے ساتھ یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ قرآن کے نزول نے دینی سطح پر انقلاب کے ساتھ ساتھ علمی اور تہذیبی زندگی میں کیا انقلابات پیدا کیئے اس ایک کتاب نے عربی زبان کو دیکھتے دیکھتے اتنا منقلب کیا کہ وہ پہلے محض بول چال کی زبان تھی ایک عظیم الشان علمی روایت کی حامل بن گئی اور روحانی انقلاب کے جلو میں ایک ذہنی انقلاب بھی آیا۔ گویا یہ تفسیر قرآن کے دینی مرتبہ کے ساتھ ساتھ اس کے تہذیبی رول کو بھی آشکار کرتی ہے۔

کلام پاک کی آیات کی جس طرح تفسیر کی گئی ہے اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ عام آدمی کی سمجھ بوجھ کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جن لوگوں کا دینی مطالعہ واجبی واجبی ہے وہ بھی اس تفسیر سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

نیازمند

سید انتظار حسین

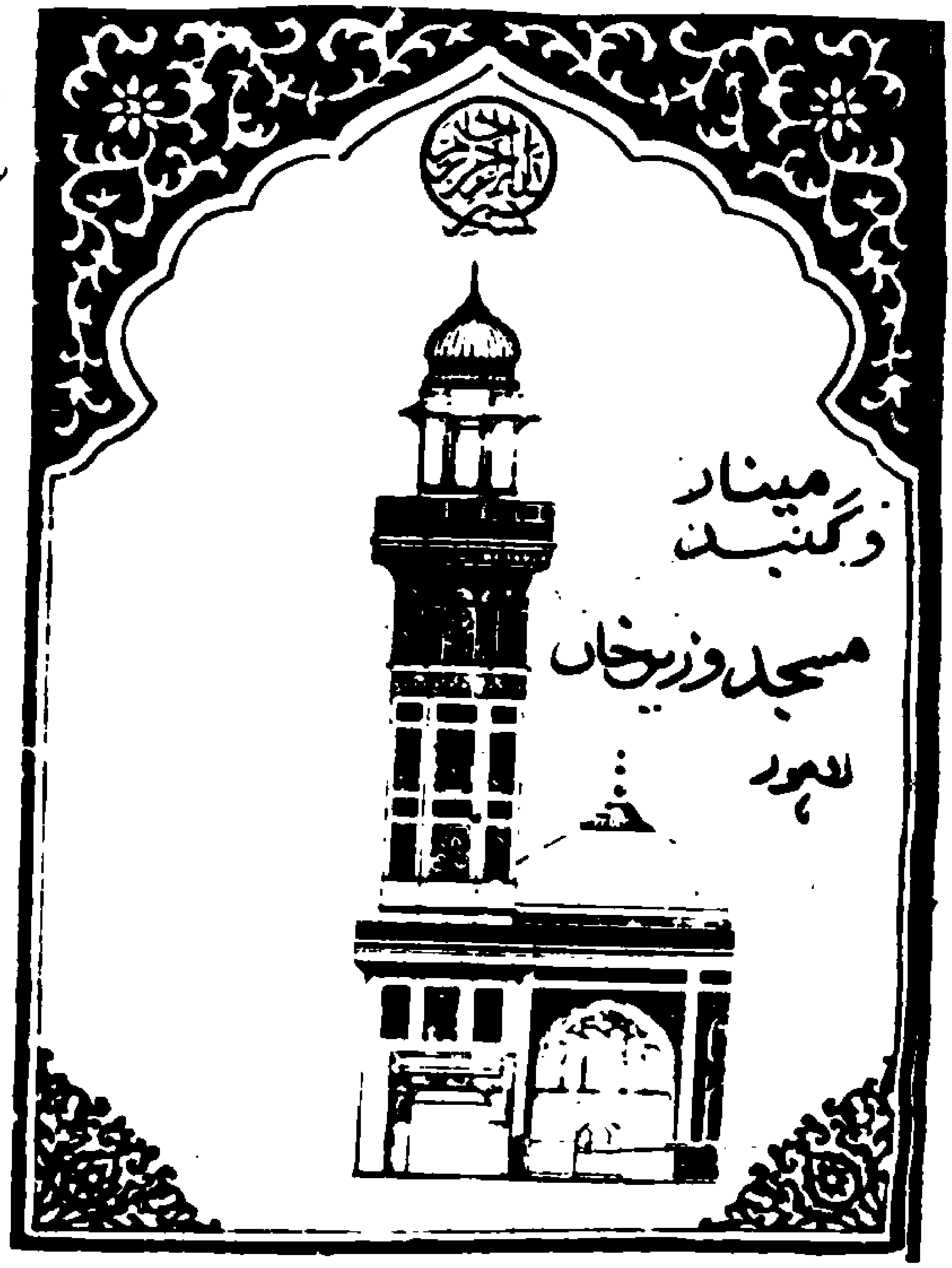

حضرت امام اہلسنت غزالی دوراں استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیث علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

"تفسیر الحسنات بآیات بینات" مؤلفہ مفسر قرآن حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا سبحان اللہ، تفسیری محاسن کا حسین و جمیل مرقع ہے۔ کیوں نہ ہو جس کے مؤلف فاضل اجل عالم بے بدل حافظ قاری علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قدس اللہ سرہٗ العزیز جو آباً عن جدٍ وارث علوم قرآن و حدیث ہیں۔ فنون متداولہ عقلیہ و نقلیہ کے ماہر قرآن کریم حافظ اور قاری تفسیر و حدیث فقہ اور تصوف کے علوم کے جامع بلکہ طب یونانی کے بھی عظیم فاضل طبیب حاذق صالح متقی شریعت و طریقت کے حامل تصنیف و تالیف میں بے مثال ان کی لکھی ہوئی تفسیر کیسی نفیس اور عمدہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح معنی جسے تفسیر کہا جا سکتا ہے۔ وہ تفسیر الحسنات ہے لفظی ترجمہ میں لغات قرآن کو حل کر دیا اور بامحاورہ ترجمہ فرما کر قرآن پاک کو آسان کر دیا شان نزول تحریر فرما کر مطالب قرآن کو مزید واضح فرما دیا افسوس ہے کہ تمام حال فقیر کو بالاستیعاب مطالعہ کا موقع نہیں ملا جو کچھ دیکھا جہاں تک دیکھا صفحات اوراق بیش بہا جواہر پارے اور دریائے نایاب بکھرے ہوئے پائے سورۂ ق تک حضرت مولف قدس سرہٗ تفسیر الحسنات لکھنے پائے تھے کہ رب العلمین کی بارگاہ عظمت میں حاضری کا وقت آگیا۔ اے کاش بقیہ تفسیر بھی مکمل ہو جاتی تو ہمارے اس دینی علمی سرمایہ میں مزید تحقیق نصیب ہوتی بہرنوع اور حسبنا یفعلہ اللہ جو کچھ ہمیں ملا ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور حضرت مؤلف علیہ الرحمۃ کے لخت جگر صاحبزادہ سید خلیل احمد قادری دامت برکاتہم العالیہ کے اس احسان عظیم پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے اس علمی خزانہ کو محفوظ رکھا اور تفسیر الحسنات کو کس خوبی کے ساتھ زیور تصحیح و ترتیب سے آراستہ کر کے تشنگان علوم تک پہنچا دیا۔ یا اللہ حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے اسلاف کرام کے ساتھ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور صاحبزادہ امین الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی دامت برکاتہم العالیہ کو صحت و عافیت کے ساتھ زندہ و سلامت رکھے کہ وہ اپنے اسلاف کرام کی چمکتی ہوئی نشانی ہیں۔

فقیر سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

گذارشِ احوال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْقَدِيْرِ الَّذِيْ اَرْسَلَ اِلٰى خَلْقِهٖ مِنْ عَظِيْمِ الْاَقْدَارِ سِهَامًا وَّحَكَمَ عَلَيْهِمْ بِالْمَوْتِ وَالْفَنَاءِ فَلَمْ يَتْرُكِ الْمَوْتُ لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ دَمَامًا ۔ وَشَتَّتَ بِهَا ذِمَمَ اللَّذَّاتِ شَمْلًا وَّفَرَّقَ نِظَامًا ۔ فَتَرَكُوا الْحَلَائِلَ اَرَامِلَ وَالْاَوْلَادَ اَيْتَامًا ۔ اَحْمَدُهٗ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى وَاَشْكُرُهٗ شُكْرًا اَنَالُ بِهٖ فَضْلًا وَّاِنْعَامًا ۔ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ شَهَادَةً مَّنْ شَهِدَهَا نَالَ بِهَا عِزًّا وَّاِكْرَامًا ۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَشْفِيْ بِرِيْقِهِ الشَّرِيْفِ اَسْقَامًا وَّزِلَامًا ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَاَحْبَابِهٖ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ ۔ فقیر حقیر سراپا تقصیر ابو الحسنات قادری خطیب مسجد وزیر خان صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان خلف حضرت امام اہل سنت ماحی بدعت حامی سنت محدث اعظم فقیہ اتم مولانا سید محمد دیدار علی حنفی قادری نقشبندی رضوی نور اللہ مرقدہ امیر حزب الاحناف زمانہ تحریک ختم نبوت میں جبکہ اپنے رفقاء کے ساتھ ۲۶، ۲۷ فروری ۱۹۵۳ء کی درمیانی شب کو کراچی میں رات کے تین بجے ناظم الدین حکومت نے سکیورٹی ایکٹ کے ماتحت گرفتار کر کے ایک سال کے لیے کراچی جیل میں نظر بند کر دیا تو خیال آیا کہ اس اسیری کے لیل و نہار خدمت دین میں ہی گزار لیے جائیں چنانچہ کافی غور و خوض کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ دور حاضر میں احناف کے لیے کوئی مفصل مدلل جامع تفسیر قرآن کریم اردو میں عوام کے سامنے پیش نہیں ہو سکی لہٰذا مجھے اس دور فرصت میں اس کام کو انجام دینا چاہیئے۔

لیکن چونکہ ہمیں جیل میں کلاس نہیں دی گئی تھی اور یہ کام بھی معمولی نہ تھا اس وجہ سے قید و بند کے دو تین ماہ اسی کشمکش میں گزر گئے۔

ادھر لخت جگر نور بصر ابو الاخص حکیم سید محمد خلیل احمد قادری صانہ اللہ عن شر حاسد اذا حسد بھی لاہور میں جامع مسجد وزیر خان سے تحریک کی قیادت کرتے ہوئے شاہی قلعہ لاہور میں ایسے مخفی ہوئے کہ ان کی موت و حیات سے بھی لاعلمی رہی حتی کہ مختلف افواہوں اور پریشان کن خبروں سے پریشانی میں اضافہ ہوتا رہا اور تفسیر کا کام شروع نہ ہو سکا۔ بالآخر کراچی جیل سے ہم کو بمعہ رفقاء سکھر جیل میں منتقل کر دیا گیا جہاں ۱۲۵ ڈگری گرمی پڑ رہی تھی۔ آخرش فقیر نے عزم صمیم کے ماتحت اس کام کو شروع کر دیا۔

اور اس کا نام تَفْسِيْرُ الْحَسَنَاتِ بِآيَاتٍ بَيِّنَاتٍ خُلَاصَۃُ تَفْسِيْرِ اٰیَاتٍ بِاَقْوَالٍ حَسَنَاتٍ رکھا گیا۔

ایک سال کے بعد جس میں بفضلہ تعالےٰ آٹھ پارے مکمل کر لیے گئے تھے لاہور میں انکوائری کے سلسلہ میں آنا پڑا اور لاہور ہائی کورٹ نے ہیبس کارپس کے ذریعہ ہماری نظر بندی کو جس بے جا قرار دے کر بعجہ رفقاء رہا کر دیا۔ میں نے بعد رہائی بھی اس فریضہ کو جاری رکھا اور باوجود پریشانیوں کے بحمدہ تعالےٰ اس وقت تک چوبیس پارے مکمل کر چکا ہوں۔ بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ مولا کریم اس اہم کام کو پورا فرمائے اور مقبول عوام کرے اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

فقیر قادری ابو الحسنات محمد احمد قادری اشرفی

ترتیب و اضافات

تفسیر الحسنات بآیات بینات اردو زبان میں حضرت والد مکرم علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری نے عوام الناس کے لیے تحریر فرمائی۔ اہل علم۔ صاحب ذوق حضرات کے لیے بھی اس میں علمی ذخیرہ موجود ہے۔ اس تفسیر کے دس پارے سکھر اور لاہور کی سنٹرل جیلوں میں تحریر کیے تھے جو نہایت بلیغ زبان میں اور مختصر تھے۔ عوام الناس کی خواہش کے مطابق میں نے عام فہم زبان میں اضافات کے ساتھ پیش کیا۔

تاکہ ہر شخص اس تفسیر سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکے۔ اس نازک دور میں اللہ تبارک و تعالےٰ قرآن کریم کے سمجھنے اور سمجھانے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیث والتفسیر علامہ عبد الغنی صاحب عثمانی نے تصحیح اور نظر ثانی میں بڑی محنت کاوش سے تمام جلدوں میں فقیر کے ساتھ تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو سرمایۂ آخرت بنائے اور اپنی بارگاہ میں قبول کرے۔ (آمین) اسکے باوجود اگر ذی علم کسی تمام پر کوئی خامی یا کتابت کی غلطی پائیں تو ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں تصحیح کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں اس سعی کو قبول فرمائے اور آخرت کی بخشش کا باعث کرے امین بحرمت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فقیر قادری امین الحسنات محمد خلیل احمد قادری اشرفی

خطیب جامع مسجد وزیر خان، امیر جامعہ حسنات العلوم لاہور

سنہ ۱۹۷۶ء

طباعت بار سوئم ۱۹۹۲ء

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں مردود شیطان سے

اَعُوْذُ میں پناہ مانگتا ہوں بِاللّٰہِ۔ اللہ کی مدد کے ساتھ مِنَ الشَّیْطٰنِ۔ شیطان الرَّجِیْمِ۔ مردود سے

اَعُوْذُ۔ عُوْذ سے مشتق ہے۔ عُوْذ کے معنی التجا کرنا۔ پناہ مانگنا۔ مدد طلب کرنا۔
یعنی میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ التجا کرتا ہوں یا اس کی امداد چاہتا ہوں۔
شَیْطَان۔ شَطَنٌ سے مشتق ہے یا شَیْطٌ سے۔
شَطَنٌ کے معنی دور ہونا ہے۔ ابلیس چونکہ مقرب بارگاہ الٰہی ہوکر اس کی رحمت سے دور ہوا اس لیے اس کو شیطان کہتے ہیں۔
شَیْط۔ کے معنی ہلاک ہونا
ابلیس سرکشی کی وجہ سے ہلاک ہوا۔
ارشاد باری ہے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ جب تم قرآن کریم پڑھنے کا ارادہ کرو تو اللہ تعالی کی پناہ چاہو راندے ہوئے شیطان سے۔
رَجِیْم۔ مَرْجُوْمٌ کے معنی میں ہے۔ رَجْم کے معنی نکالنے کے ہیں۔ شیطان چونکہ پہلے فرشتوں میں شامل تھا۔ تکبر و نافرمانی کی وجہ سے رجیم ہوا نکالا گیا۔ حکم ہوا فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ تو قدسیوں کی اس جماعت سے نکل جا بیشک تو مردود ہے۔ تجھ پر میری لعنت قیامت تک کے لیے ہے۔
عرض کرنے لگا اے پروردگار مجھے ایک وقت معلوم تک مہلت دے اپنی قیامت تک زندگی دے پروردگار عالم نے مہلت دی۔
تو اس نے کہا مجھے تیری عزت کی قسم تیرے بندوں کو اغوا کروں گا اور ان کو سیدھی راہ سے بھٹکادوں گا اور ان کی برائیوں کو ان کی نظر میں اچھا کرکے دکھاؤں گا تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ میرے بندوں پر تیرا بس نہیں چلے گا۔
ملائکہ اور حضرت آدم علیہ السلام میں مقابلہ ہوا اور آدم علیہ السلام کامیاب ہوگئے اور فرشتوں پر فضیلت علمی ظاہر ہوئی اور فرشتوں نے تسلیم کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا تمام فرشتے سجدے میں جھک گئے سوائے ابلیس کے جس نے نافرمانی کی اور تکبر کیا بس اس وجہ سے وہ کافروں میں سے ہوگیا تھا۔

اللہ تبارک و تعالے نے شیطان سے کہا کہ تجھے کس چیز نے آدم کو سجدہ کرنے سے روکا تو کہنے لگا کہ کیا میں ایک بشر کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ یعنی مٹی سے اور مجھے آگ سے اس لیے میں اس سے بہتر ہوں چنانچہ وہ ہمیشہ کے لیے مردود بارگاہ قرار دیدیا گیا۔

اس لیے اللہ تعالے نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کے حضور اس طرح عرض کریں کہ وہ اس مردود کے شر سے پناہ میں رکھے کیونکہ یہ کھلم کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔

دوسرے اس کا حربہ مخفی ہے جس کی اکثر حالات میں ہم کو خبر نہیں ہوتی۔

تیسرے اس کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا پھرتا ہے۔ شیطان آدمی کو دیکھتا ہے مگر انسان شیطان کو نہیں دیکھتا نہ اس کے حملہ سے آسانی کے ساتھ بچاؤ کر سکتا ہے اس لیے ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ شیطان کے اثر سے پناہ مانگے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جس مقام پر آیت الکرسی پڑھی جائے وہاں شیطان اور جن کو دخل نہیں۔

اس سے بچنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کا کثرت سے ذکر کیا جائے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ عرش کے خزانوں میں سے نازل ہوتی ہے ظاہر ہے کہ جس کے پاس عرش کی امداد ہو وہاں شیطان کو کیا دخل ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ احادیث میں اعوذ کے فضائل بے شمار آئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

ایک شخص پر غصہ غالب تھا حتیٰ کہ منہ سے جھاگ نکل رہی تھی شافع محشر نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اعوذ پڑھ لے تو اس کی یہ حالت دور ہو جائے گی۔

سرکار ابد قرار رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص روزانہ دس بار اعوذ پڑھ لیا کرے حق تعالےٰ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اسے شیطان سے محفوظ کر دیتا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال قرآن کریم کی آیت فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللہِ سے ہے جبکہ امام احمد ابن ثوری امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا استدلال اضافی ہے اور وہ اس آیت سے ہے وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللہِ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ پ۲۴ (اگر شیطان تجھے کوئی وسوسہ ڈالے تو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے)

اور ان روایات سے استدلال ہے جن سے حضرت جبرئیل کا اس طرح پڑھنا منقول ہے اَسْتَعِیْذُ بِاللہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

اس کا جواب نفس سے یہ ہے کہ جب حضرت حنہ بنت فاقوذا والدہ حضرت مریم نے استعاذہ فرمایا تو ان کے الفاظ یہ تھے اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پ۳۔ تاہم دونوں طرح پڑھنے میں حرج نہیں۔ اضافہ باعث ثواب ہی ہے

مسائل:۔

قرآن کریم کی تلاوت سے قبل اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا سنت ہے (خازن)

نماز میں امام و منفرد کو سُبْحٰنَكَ اللّٰھُمَّ پڑھنے کے بعد آہستہ اعوذ پڑھنا سنت ہے (شامی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

بِ۔ ساتھ　　اِسْمِ۔ نام　　اللّٰهِ۔ اللہ　　الرَّحْمٰنِ۔ بہت مہربان

الرَّحِیْمِ۔ نہایت رحم والا۔

عربی میں ب ملانے کے لیے آتی ہے۔

بسم اللہ کو ب سے شروع کیا گیا۔ عالم ارواح میں انسان نے سب سے پہلے لفظ بَلٰی بولا تھا اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا تھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے عرض کیا بَلٰی یعنی ہاں۔ تو سب سے پہلے انسان کے منہ سے ب نکلی۔

اللہ تعالٰی نے بھی اپنا کلام ب سے شروع فرمایا۔ تاکہ تلاوت کرتے وقت وہ عہد میثاق یاد آجائے۔

کفار اپنے ہر کام کو بتوں کے نام سے شروع کرتے تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ بِسْمِ اللَّاتِ۔ بِسْمِ الْعُزّٰی۔ بِسْمِ مَنَاتَ۔ بِسْمِ نَائِلَۃ کے نام سے اس چیز میں برکت ہو جائے گی۔

اس میں ہر مسلمان کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کرے تاکہ لفظ اللّٰه سے برکت اور مدد حاصل ہو سکے۔

حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ ہر فرمان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع کر دیں یہاں تک کہ دروازہ بند کرو تو اللہ کا نام لو۔ دیا بجھاؤ تو اللہ کے نام سے۔ برتن ڈھانپو تو اللہ کے نام سے، مشکیزہ کا منہ باندھو تو اللہ کے نام

یعنی ہر نیک کام بڑا ہو یا چھوٹا کرتے وقت اپنے خالق مالک حقیقی کا نام لے کر کرو تاکہ اس کی برکت سے مشکلیں آسان ہو جایں۔

حدیث میں آیا ہے کہ کھانے کی ابتدا بھی بسم اللہ سے کی جائے اور اگر نہ پڑھی جائے تو شیطان کھانے میں شامل ہو جاتا ہے اس لیے جب بھی یاد آئے یوں پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ اور روایات میں ہے کہ بسم اللہ پڑھنے سے شیطان کھانے سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور کھانے کی برکت لوٹ آتی ہے۔

جب بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی تو ایک ابر شرق کی طرف روانہ ہوا۔ ہوائیں ٹھہر گئیں۔ دریا جوش میں آیا۔ جانوروں نے سننے کے لیے کان لگائے۔ آسمان سے شیاطین کو شعلے مارے گئے۔

اللہ تبارک وتعالی نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر فرمایا کہ بسم اللہ جس شے پر پڑھی جائے میں اس میں برکت عطا کروں گا۔ (تفسیر عماد الدین ابو الفداء)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابو ہریرہ جب تم وضو کرنے لگو تو بسم اللہ پڑھ لیا کرو جب تک تم وضو سے فارغ ہو گے فرشتے تمہارے لیے نیکیاں لکھتے رہیں گے۔

مسئلہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم مستقل ایک آیت ہے۔ مگر سورت فاتحہ یا کسی سورت کا جزو نہیں اسی لیے نماز میں باآواز نہ پڑھی جائے۔

تراویح میں جو ختم کیا جاتا ہے اس میں ایک مرتبہ بسم اللہ باآواز ضرور پڑھی جائے تاکہ ایک آیت قرآن کی باقی نہ رہ جائے۔

قرآن کریم کی ہر سورت بسم اللہ سے شروع کی جاتی ہے سوائے سورت براءت کے۔ سورت نمل میں آیت سجدہ کے بعد جو بسم اللہ آتی ہے وہ مستقل آیت نہیں بلکہ جزو آیت ہے اس آیت کے ساتھ ضرور پڑھی جائے۔

مباح کام بسم اللہ سے شروع کرنا مستحب ہے ناجائز کام پر بسم اللہ پڑھنا ممنوع ہے۔

حضرت امام اہل سنت عظیم البرکت محدث اعظم شاہ سید ابو محمد محمد سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس طرح بیان فرمایا۔

حضرت ابو داؤد سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ شافع محشر تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نماز میں بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ مکہ کے لوگ مسیلمہ کو رحمن کہتے تھے مشرکین مکہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معبود اہل یمامہ یعنی مسیلمہ کذاب کی طرف بلاتے ہیں لہذا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حکم فرمایا کہ بسم اللہ [illegible] وصال کبھی نماز میں باآواز بسم اللہ نہیں پڑھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ آواز پڑھتے تو مشرکین ٹھٹھا اور مذاق کرتے اور کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یمامہ کے مسیلمہ کی یاد کرتے ہیں جب بسم اللہ نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ نماز میں بسم اللہ آواز نہ پڑھی جائے۔

حضرت عبداللہ بن ... نقل فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے مجھ کو آواز نماز میں بسم اللہ پڑھتے سنا تو فرمایا! بیٹا یہ بدعت ہے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہیں نے ان کو آواز سے بسم اللہ پڑھتے نہیں سنا۔

فضائل بسم اللہ:۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں کہ تمام علوم اللہ کی کتابوں کے قرآن کریم میں موجود ہیں اور تمام علوم قرآن سورہ فاتحہ میں ہیں اور تمام علوم سورہ فاتحہ کے بسم اللہ میں ہیں اور خلاصہ تمام علوم کا ب بسم اللہ میں ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ سبا بلقیس کو خط لکھا تو اس میں لکھا اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَ اِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اس کی برکت سے بلقیس نکاح میں آئیں اور پورا ملک حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں آگیا۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روم کے بادشاہ۔ شاہ ہرقل نے خط لکھا جس میں درد سر کی شکایت تھی۔ آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ کر ٹوپی میں رکھ دی جب وہ ٹوپی پہن کر بیٹھتا سر درد کافور ہو جاتا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ پڑھ کر زہر پی لیا زہر نے اثر نہ کیا۔

تفسیر باقوال حسنات

بسم اللہ شریف میں تین نام اختیار کیے گئے ہیں۔ اللہ۔ رحمٰن۔ رحیم۔ ہر کام کے اندر مدد ان تین ناموں ہی سے حاصل کی جاتی ہے اور ان اسماء کے اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر کام خواہ دنیوی ہو یا اخروی تین ہی چیزوں پر موقوف ہے۔

اول:۔ اس کے اسباب جمع کرنا یہ اسم اللہ کے تصرفات ہیں اس لیے کہ یہ اسم ذات ہے جس میں تمام صفات مضمر ہیں۔

دوسرے:۔ اس کام کی بقا ابتدا سے انتہا تک ہونا اور یہ اسم رحمٰن کے مقتضیات سے ہے کہ وہ رحیم و کریم اپنے بندوں کی مساعی رائیگاں نہیں فرماتا

تیسرے ہر کام کی ترتیب ضروری ہے تاکہ بالترتیب وہ کام انجام پذیر ہو اور یہ اسم رحیم کے مقتضیات سے ہے کہ وہ رحیم و کریم اپنے بندوں کی محنت کو ضائع نہیں کرتا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ۔ بیشک اللہ تم میں سے کسی کا عمل بھی ضائع نہیں کرتا۔

بامحاورہ ترجمہ سورۂ فاتحہ۔ پ۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ	تمام خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔
اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ	جو نہایت رحم کرنے والا بڑا مہربان ہے۔
مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ	وہ بدلہ کے دن کا مالک ہے۔
اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ	ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور ہم تیری ہی مدد طلب کرتے ہیں۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ	تو ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ	ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ؕ	نہ ان کا جن پر غضب کیا گیا اور نہ ان کا جو گمراہ ہوئے۔

حلِّ لغاتِ سورہ فاتحہ۔ پ۱

اَلْحَمْدُ۔ تمام خوبیاں	لِلّٰہِ۔ اللہ کے لیے	رَبِّ۔ پرورش فرمانے والا	الْعٰلَمِیْنَ۔ تمام جہانوں کا
اَلرَّحْمٰنِ۔ رحم کرنے والا	الرَّحِیْمِ۔ بڑا مہربان	مٰلِكِ۔ مالک	یَوْمِ۔ دن
الدِّیْنِ۔ بدلہ	اِیَّاكَ۔ صرف تیری	نَعْبُدُ۔ ہم عبادت کرتے ہیں	وَاِیَّاكَ۔ اور تیری ہی
نَسْتَعِیْنُ۔ ہم مدد طلب کرتے ہیں		اِھْدِنَا۔ تو ہدایت دے ہم کو	الصِّرَاطَ۔ راستہ
الْمُسْتَقِیْمَ۔ سیدھا	صِرَاطَ۔ راستہ	الَّذِیْنَ۔ ان لوگوں کا	اَنْعَمْتَ۔ تو نے انعام کیا
عَلَیْهِمْ۔ اوپر ان کے	غَیْرِ۔ نہ	الْمَغْضُوْبِ۔ غضب کیا گیا	عَلَیْهِمْ۔ جن پر
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	الضَّآلِّیْنَ۔ گمراہ ہوئے۔	

مختصر تفسیر اردو سورۃ فاتحہ۔ پ ۱

سورۃ فاتحہ:۔ کھولنے والی۔ شروع کرنے والی۔

فاتحہ کے معنی ابتداء کرنے والی۔ یہ سورت قرآن پاک کی پہلی سورت ہے اس سورۃ سے قرآن حکیم شروع کیا جاتا ہے۔

اس سورۃ مبارکہ کا نام حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تجویز فرمایا

الف لام: عربی زبان میں تمام اور خاص کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ الف لام استغراقی ہوگا یا عہدی۔ استغراقی کے معنی ہیں کہ ہر حمد ہر زمانے میں ہر حالت میں۔

حمد کا عام ہونا الف لام سے حاصل ہوا۔ حمد کے عام ہونے سے حامد کا عموم حاصل ہوگیا۔ حاصل معنی یہ ہوئے کہ کوئی بھی۔ کبھی بھی۔ کسی حالت میں بھی تعریف کرو وہ اللہ کی ہی تعریف ہوگی کیونکہ مصنوع کی تعریف صانع کی تعریف ہے۔ چاند۔ سورج۔ آسمان۔ زمین۔ گلشن۔ بہار۔ نبی۔ ولی۔ غوث۔ قطب۔ ابدال کی تعریف رب تبارک وتعالٰے کی ہی تعریف ہے۔ کیونکہ ان سب کا خالق حقیقی وہی ذات ہے۔

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔ جو شخص اللہ تعالٰے کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دل سے متقی ہے۔

دوسرے الف لام عہدی ہو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ خاص حمد اللہ کی ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر حمد رب تبارک وتعالٰے کے حضور مقبول نہیں۔ صرف وہ حمد بارگاہ رب العزت میں مقبول ہے۔ جو انبیاء مرسلین اور بالخصوص احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اسی لیے رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی احمد رکھا گیا یعنی بہت حمد فرمانے والے۔

حمد کے معنی ہیں کسی کی اختیاری خوبی بیان کرنا۔

شکر کے معنی ہیں کسی کی اختیاری خوبی ظاہر کرنا

مدح کے معنی ہیں کسی کی خوبی بیان کرنا چاہے اختیاری ہو یا نہ ہو

لفظ حمد تینوں معنی کو شامل ہے۔ اسی لیے اللہ کے نام ذاتی اور اس کی کچھ صفتوں کا ذکر کیا گیا۔

لفظ اللہ نے حمد کے حقیقی معنی بیان کیے۔

الرحمٰن الرحیم نے شکر کے معنی بیان کیے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ لئے مدح کے معنی بیان کیے۔
اس آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ تمام حمدیں اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔
لفظ رَبٌّ کے تین معنی ہیں۔ مالک۔ سردار۔ پالنے والا۔
مالک تو اس لیے کہ تمام جہانوں کا خالق و مالک حقیقی ہے۔
سردار وہ ہے جو بلند مرتبہ و مقام رکھے بے شک حق تعالی سب سے بلند و بالا ارفع و اعلی ہے۔
پالنے والا تمام جہانوں کا جب سے عالم بنا اور جب تک رہیگا اسی کی ربوبیت ہے۔
دنیا میں پالنے والے ماں باپ بھی ہیں جن کے متعلق فرمایا گیا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيْرًا۔
لیکن جب بچہ باپ کی پشت میں ہو اور ماں کے رحم میں آجائے تو نطفہ سے جما ہوا خون بنا پھر گوشت کا لوتھڑا بنا پھر الھنا بنے اور روح ڈالی گئی پھر اس کا رزق عمر اس کا عمل شقی یا سعید ہونا لکھ دیا جاتا ہے۔
ان اوقات میں ماں باپ کو اس کی پرورش سے کوئی تعلق نہیں ہوتا جب وہ پیدا ہو گیا تو اللہ تعالے نے ماں کے سینہ سے دودھ کی نہریں جاری کر دیں حالانکہ وہ بھی خون ہی تھا لیکن ماں کی مامتا نے وہ تاثیر پیدا کی کہ ماں کا خون دودھ کی شکل میں بچہ کی غذا بنی۔ بچہ کے لیے تنومندی اور نشوونما کا باعث بنا وہی ذات ہے جو رب العالمین کہلانے کی سزاوار ہے۔
اَلْعٰلَمِيْنَ۔ جمع عالم کی ہے عالم عَلَم سے بنا جس کے معنی ہیں نشان دنیا کو عالم اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی ہر چیز اپنے خالق کی نشانی ہے صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ اٹھارہ ہزار عالم ہیں۔
مثلاً عالم ارواح۔ عالم اجسام۔ عالم امکان۔ عالم سفلی۔ عالم علوی۔ عالم ناسوت۔ عالم جنات۔ عالم انسان۔ عالم ملائکہ۔ عالم برزخ وغیرہ وغیرہ۔ یہ دنیا تو ان میں سب سے چھوٹی ہے۔
پھر یہ کائنات جو نظر آرہی ہے اس میں ہزاروں قسم کی مخلوق ہے صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ صرف انسانوں کی ایک سو پچیس قسم ہیں۔
مردم خور انسان بعض وہ ہیں جن کی آنکھیں سینہ پر ہیں
اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ:۔ لفظ رحمٰن اور رحیم رحم سے بنا۔ رحم کے معنی دل کا نرم ہونا یا کسی پر مہربانی کرنا جن لوگوں کا رحمی رشتہ ہوتا ہے وہ بھی ایک دوسرے پر مہربان ہوتے ہیں اسی لیے انہیں ذی رحم کہتے ہیں۔
حضرت رب العزت تبارک و تعالی پاک ہے اس لیے فضل و احسان فرمانے والا ہے۔
رحمٰن اور رحیم کے معنی میں فرق:۔
رحمٰن کے معنی سب پر عام رحم فرمانے والا۔

رحیم کے معنی خاص خاص پر خاص رحم فرمانے والا۔
پانی۔ ہوا صحت۔ بارش۔ سورج کی روشنی بلا فرق سب کو عطا فرمائی یہاں رحمانیت کی جلوہ گری ہے۔
لیکن ایمان۔ ولایت۔ نبوت حکومت عبادت یہ سب کو نہ عطا کیا گیا بلکہ خاص خاص کو عطا کیا گیا ان
میں رحیم کے معنی کا ظہور ہے۔
دوست۔ دشمن۔ مومن۔ کافر۔ گبر و ترسا سب کو اپنی رحمت سے نواز دیا یہ سب صفت رحمانی ہی
کا ظہور ہے۔
لیکن آخرت میں صرف اور صرف ایمان والوں پر رحمت و کرم ہوگا۔ کافر و مشرک پر عذاب ہوگا یہ صفت
رحیمی کا ظہور ہے۔
مَالِکِ:۔ اس لفظ میں اختلاف ہے بعض اسے مَالِک اور بعض مُلِک پڑھتے ہیں۔ مُلک کا معنی بادشاہ اور
اور مالک کا معنی مالک۔
مُلک کے لفظی معنی تعلق۔ مضبوطی اور قوت کے ہیں۔ بادشاہ کو مُلک اس لیے کہتے ہیں کہ اس کو اپنی مملوک
رعیت سے تعلق ہوتا ہے اور اس پر قدرت بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا مُلک پڑھنا بہتر ہے جس کے معنی ہوں گے قیامت
کے دن کا بادشاہ۔
یَوْمِ الدِّیْنِ:۔ عربی میں یوم دن کو کہتے ہیں۔ دن آفتاب کی حرکت سے ہوتا ہے قیامت کے دن اس
آفتاب کو حرکت نہ ہوگی۔ اس لیے یہاں یوم سے مراد وقت یا زمانہ ہے۔ حق تبارک و تعالیٰ قیامت کے سارے
وقت کا مالک ہے۔
دین کے دو معنی ہوئے بدلہ اور انصاف۔
اس دن تمام دینوں حق و باطل اور جملہ معاملات کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔
قیامت کو یوم الدین اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن دنیا کے تمام اعمال کی جزا دی جائے گی۔
اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں عبادت کا صریح حکم فرمایا گیا۔ گویا یوں فرمایا۔ کہ
ہم نے تم کو پیدا کیا لہٰذا ہم تمہارے اللہ ہیں۔ خالق ہیں۔
پھر تمہاری پرورش کی لہٰذا ہم تمہارے رب ہیں۔
تم نے گناہ کیا ہم نے رحم کیا لہٰذا رحمٰن ہیں۔
تم نے توبہ کی ہم نے مغفرت اور بخشش کی لہٰذا ہم رحیم ہیں۔
جزا سزا کا دن آنے والا ہے ہم لہٰذا مالک ہیں۔

پس اے بندے تو ہماری عبادت کر لہٰذا اس طرح کہو کہ
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔
نَعۡبُدُ :۔ عبد سے بنا جس کے لغوی معنی اظہار عجز کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں عِبَادَۃٌ یا عُبُوۡدَۃٌ سے
بنا ہے۔ عبادت کے معنی عابد بننا عبودیت کے معنی عبد بننا۔
"ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں"۔ عبادت کے اصطلاحی معنی ہیں خالق کی اطاعت کرنا۔
اِیَّاکَ نَعۡبُدُ ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ یعنی ہماری عبادت کا مقصود صرف تیری ہی ذات ہے۔
عبادت کی روح یہ ہے کہ انسان دنیا کی تاریکی سے نکل کر حق کے نور اور مشاہدہ جمال میں پہنچ جائے۔ دنیا میں
بے چینی ہے عبادت میں چین ہے۔ ارشاد باری ہے کہ
"اے محبوب ہم جانتے ہیں کہ کفار کی باتوں سے آپ کا دل مغموم ہے فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَکُنۡ مِّنَ
السّٰجِدِیۡنَ ۔ وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ ۔ پس تسبیح کیجئے اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اور سجدہ کرنے
والوں میں ہو جائیے اور اپنے پروردگار کی بندگی کرتا رہا تک کہ انجام بخیر ہو۔
وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۔ یہ عبادت دعا کا وسیلہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ
(اس کے قرب کے لیے کوئی وسیلہ ڈھونڈو)
عبادت کے مکمل کرنے میں تجھ سے ہی ہم مدد مانگتے ہیں۔ یہاں مدد سے مراد یا تو صرف عبادت میں مدد
مانگنا ہے یا تمام امور دینی و دنیوی میں یعنی اے اللہ جس طرح ہم عبادت میں مدد مانگتے ہیں اسی طرح ہر کام میں
تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ بندے کو تعلیم ہے کہ وہ حق تعالیٰ پر ہی نظر رکھے اور اسی کو اپنا حقیقی معاون جانے۔
انبیاء و اولیا سے مدد مانگنا اور استعانت چاہنا حقیقت میں رب تبارک و تعالیٰ سے مدد مانگنا ہے۔
کیونکہ امداد دو طرح سے ہے بالواسطہ یا بلاواسطہ۔
اللہ کے بندوں کی مدد اللہ تعالیٰ کے فیضان کا واسطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غیر خدا سے امداد لینے کا
خود حکم فرمایا وَاسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ ۔ یعنی مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے اور صبر اور نماز غیر خدا ہیں
ارشاد باری ہے اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ ۔ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔
ارشاد باری ہے تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰی ۔ مدد کرو ایک دوسرے کی بھلائی اور پرہیزگاری کے
کاموں میں۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ۔ میرا مددگار کون ہے اللہ کی طرف۔
قرآن عظیم نے جگہ جگہ استعانت لغیر اللہ کا حکم فرمایا۔

صحابہ کرام کی ایک جماعت کا نام ہے انصار جس کے معنی مددگار کے ہیں یہ لقب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عطا فرمایا تھا۔

انسان نے ماں باپ کی مدد سے پرورش پائی طبیب کی مدد سے شفا پائی۔ اولیاء انبیاء کرام سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد و استعانت تو رب تبارک وتعالےٰ جل شانہ کی ہے اور یہ حضرات اس کے مظہر ہیں۔

ارشاد باری ہے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ

اے مسلمانو! تمہارا مددگار اللہ، رسول اور وہ مسلمان ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بھی مددگار ہے اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں مگر رب تعالیٰ بالذات اور مسلمان بالعرض۔

مشکوٰۃ باب السجود میں ہے کہ

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی سے روایت ہے کہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا سَلْ: مانگ۔ میں نے عرض کیا میں آپ سے جنت میں آپ کی معیت مانگتا ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کچھ اور مانگ۔ میں نے عرض کیا بس یہی مراد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

فرمایا اپنے نفس پر زیادہ نوافل سے میری مدد کرو۔

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ربیعہ کو یہ نہیں فرمایا کہ تم مجھ سے مدد مانگ رہے ہو خدا کے سوا بلکہ فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے اور پھر عطا بھی فرمادیا۔ بشارت بھی دے دی۔

تفسیر کبیر پارہ الٓمّ میں وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی جنگل میں پھنس جائے تو کہے اَعِيْنُوْنِيْ عِبَادَ اللّٰهِ يَرْحَمْكُمُ اللّٰهُ۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو رب تم پر رحم کرے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں ص۲۰ پر فرماتے ہیں جاننا چاہیئے کہ کسی غیر سے مدد مانگنا اس طریقہ پر کہ اس کو مدد الٰہی نہ سمجھے حرام ہے اور اگر حق تعالےٰ سے توجہ سمجھے اور اس کو اللہ کی مدد کا مظہر جان کر مدد مانگے تو شریعت میں بھی جائز ہے اور اس کو انبیاء و اولیاء کی مدد کہتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"اللہ کے کام جیسے لڑکا دینا۔ رزق بڑھانا۔ بیمار کو شفا دینا۔ مسلمان ان امور کو حکم الٰہی اس کی مخلوق کی خاصیت سے جانتے ہیں جیسے دوائیں۔ عقاقیر یا اس کے نیک بندوں کی دعائیں جو رب سے مانگ کر لوگوں کی حاجت روائی

کرتے ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں ؎

یَا اَکْرَمَ الثَّقَلَیْنِ یَا کَنْزَ الْوَرٰی ‏ ‏ جُدْ لِیْ بِجُوْدِكَ وَاَرْضِنِیْ بِرِضَاكَ

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ لَمْ یَكُنْ ‏ ‏ لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ فِی الْاَنَامِ سِوَاكَ

نزہتہ الخاطر الفاتر فی ترجمہ سید الشریف عبدالقادر رضی اللہ عنہ مصنفہ ملا علی قاری ص۶۱ میں حضور سیدی غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان مبارک نقل کیا ہے کہ

جو کوئی رنج وغم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج وغم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ سختی دور ہوگی جو کسی حاجت کے وقت مجھے اپنے رب کا وسیلہ بنائے اس کی حاجت پوری ہوگی۔

پھر نماز غوثیہ کی ترتیب بیان کی جس میں دو رکعت نفل پڑھے جاتے ہیں ہر رکعت میں گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے پھر سلام پھیر کر ۱۱ بار صلوۃ وسلام پڑھے پھر بغداد کی طرف شمالی جانب ۱۱ قدم اور میرا نام لے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں قَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ مِرَارًا فَصَحَّ۔ بارہا اس نماز غوثیہ کا تجربہ کیا۔ مفید پایا۔

دیوبند کے شیخ مولانا محمود الحسن نے اپنے چار پاروں کا حاشیہ لکھا۔ بقایا مولانا شبیر احمد عثمانی نے۔ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے حاصل کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت رب تبارک وتعالیٰ سے استعانت ہے۔

(نوٹ:۔ استعانت پر مفصل ومدلل بحث جلد سوم پارہ ۱۲ میں ملاحظہ کریں)

اِهْدِ:۔ ہدایت دے۔

ہدایت عربی زبان کا ایک بڑا لفظ ہے اس کے معنی میں کئی باتیں شامل ہیں۔ راستہ دکھانا ۲۔ راستہ پر چلانا۔ ۳۔ منزل مقصود پر پہنچا دینا۔

یعنی دعا یہ ہے کہ ہمیں اگر راستہ معلوم نہ ہو تو وہ دکھا دے اور جو راستہ کا علم رکھتے ہیں انہیں اس پر چلنے کی توفیق بخش جو نیک راستہ پر چل رہے ہیں انہیں اس پر قائم رکھ تاکہ اپنی کامیابی کی منزل حاصل کر سکیں کیونکہ یہ راہ ہم اپنے علم اور عقل سے دریافت نہیں کر سکتے کیونکہ علم محدود اور عقل مسدود ہے۔

اس لیے ہم اسی ذات اقدس سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں ایسی راہ بتا دے جس میں کجی نہ ہو بلکہ مکمل اور استوار بھی ہو۔

یہ دعا ہم جمع کے صیغے نا میں اس لیے کرتے ہیں تاکہ ہر شخص کا ذاتی تعلق پوری امت سے قائم رہے۔ اور

آپس میں اتحاد و اتفاق رہے یہ تعلیم سوائے اسلام کے آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔

اللہ تعالے نے یہ ہر نماز میں مقرر کر دی تا کہ صبح و شام رات دن ہر وقت انسان اپنی زندگی کے معاملات میں اللہ سے راہنمائی حاصل کر سکے۔

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ - یعنی چلا ہم کو سیدھے راستہ پر"

صِراط۔ صَرط سے بنا جس کے معنی ہیں نگل لینا۔ کیونکہ راستہ مسافر کو اپنے اندر اس طرح لے لیتا ہے جیسے کھانے والا لقمہ کو۔ اس لیے راستہ کو صراط کہتے ہیں۔

اصطلاح میں صراط شارع عام اس راستہ کو کہتے ہیں جس میں چند آدمی مل کر چل سکیں۔

کیونکہ دعا سب کے لیے مانگی گئی ہے اس لیے صراط ہی فرمانا بہتر تھا۔ اس جگہ صراط اس لیے بولا گیا کہ پل صراط یاد آجائے کہ اے اللہ ہمیں اس راستہ پر چلا جس سے پل صراط کو آسانی سے طے کرلیں۔

اَلْمُسْتَقِيْمَ :۔ استقامت سے بنا اس کے معنی ہیں سیدھا ہونا۔ سیدھا راستہ وہ ہے جو بہت جلد آدمی کو منزل مقصود تک پہنچا دے۔ ٹیڑھا راستہ مسافر کو منزل تک پہنچا ہی نہیں سکتا۔ جو راستہ ذات الٰہی تک پہنچا دے وہ صراط مستقیم ہے۔

"صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ - اے اللہ ہم ان کا راستہ مانگتے ہیں جن پر تو نے احسان فرمایا"

معلوم ہوا کہ سیدھے راستے کی پہچان یہ ہے کہ اس کو اللہ کے نیک بندے اختیار کریں۔

اَنْعَمْتَ :۔ انعام سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں نعمت دینا۔ نعمت لغت میں نرمی کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں سرور و لذت کو نعمت کہتے ہیں جس میں راحت حاصل ہو۔

ایک نعمت یہ ہے کہ ایمان اور عمل سے جنت حاصل ہو جیسے مطیع و عابد بندہ کو

دوسرے بغیر عمل کے جنت حاصل ہو جیسے مسلمانوں کے نابالغ فوت شدہ بچے حدیث پاک میں آیا ہے کہ وہ ضد کر کے اپنے والدین کو جنت میں لے جائیں گے

تیسرے بغیر کسی سبب کے جنت حاصل ہو جیسے حور و غلمان اور وہ مخلوق جو جنت کو پر کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ آیت کا مقصد یہ ہوا کہ

اے اللہ! ہم کو ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن کو تو نے دینی نعمتوں سے نوازا وہ لوگ وہ ہیں جن کا خود قرآن پاک میں ذکر فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ﴿﴾ وہ چار گروہ ہیں پیغمبر۔ صدیقین۔ شہداء اور اللہ کے نیک بندے۔

اسلام صدیقین کے سردار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو نبی علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق فرمانے والے

ہیں صداقت قول، عمل و ایمان ہیں کامل موجود تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحابی فرمایا اور متقی کا خطاب عطا کیا۔ ارشاد ہے اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ جب فرما رہے تھے اپنے صاحب سے رنج نہ کر۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا وَسَیُجَنَّبُہَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی۔ اور عنقریب اس سے الگ کریں گے اس کو جو سب سے زیادہ متقی ہے اور اپنا مال دیتا ہے تاکہ ستھرا ہو۔

پہلے خدا کے انعام کا ذکر تھا اب غضب کا ذکر ہوا جس سے بندہ کو خوف پیدا ہو کیونکہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ۔

غَیْرِ:۔ کے تین معنی ہیں۔ نہ۔ سوا۔ مگر۔

غضب کے لفظی معنی ہیں جوش۔ بدلنا۔

اصطلاح میں غضب اس حالت کا نام ہے جو دل میں بدلہ لینے کے خیال پر جوش پیدا ہوتا ہے جس سے اس کا حال پلٹ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ چونکہ دل سے اور حالت پلٹنے سے پاک ہے اس لیے یہاں اس کے معنی ارادہ عذاب کے ہونگے۔

ضَالّ:۔ ضَلَالٌ سے بنا جس کے معنی ہیں حیرت جو شخص حیران ہوا سے کہتے ہیں ضال۔

عام عرف میں ضال کے معنی گمراہی یعنی بدعقیدہ ہیں۔ قرآن پاک میں جہاں انبیاء کرام کے لیے ضلال فرمایا جیسے وَوَجَدَکَ ضَالًّا فَہَدٰی۔ وہاں لغوی معنی خود رفتگی یا حیرت کے ہوں گے جو شخص کسی نبی کو گمراہ تصور بھی کرے وہ خارج از اسلام ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ مَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ سے مراد قوم یہود اور ضَالِّیْنَ سے نصاریٰ مراد ہیں۔

مَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ سے مراد بدعمل، فاسق فاجر بھی ہیں اور ضَالِّیْنَ سے مراد کفار ہیں جو خدا کے منکر ہیں۔

اٰمِیْن:۔ قبول فرما۔

آمین۔ اسم فعل ہے اس کے معنی ہیں قبول کر۔ یہ قرآن پاک کی آیت نہیں۔ البتہ سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہے جو ہر دعا کے بعد کی جائے۔

حضرت جبریل امین نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ فاتحہ کے لیے آمین ایسی ہے جیسے کہ کتاب کے لیے مہر جس طرح مہر کے بغیر کتاب مکمل نہیں ہوتی اسی طرح بغیر آمین سورۃ فاتحہ مکمل نہیں ہوتی۔

حضرت وہب فرماتے ہیں کہ آمین میں چار حرف ہیں آمین کہنے والے کے لیے چار فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ جب امام وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو تم آمین کہو۔ کیونکہ فرشتے بھی اس وقت آمین کہتے ہیں جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی اس کے تمام گناہ بخش دیے گئے۔

امام کے پیچھے آمین آہستہ کہنی چاہیئے اور نماز کے علاوہ بھی آہستہ ہی کہنا بہتر ہے۔ ارشادِ باری ہے۔ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً۔ یعنی اپنے رب سے عاجزی اور زاری کے ساتھ اور چپکے سے دعا کرو۔

آمین بھی ایک دعا ہے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پڑھا تو فرمایا اٰمِیْن وَاَخْفٰی بِہَا صَوْتَہٗ یعنی اپنی آواز پست کی۔ آمین آہستہ پڑھی۔

اس حدیث کو امام احمد۔ ابو داؤد طیالسی۔ طبرانی۔ دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا اور فرمایا کہ یہ صحیح الاسناد ہے حضرت امام ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نخعی فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے۔ ثنا (سبحانک اللہم) تعوذ۔ بسملہ۔ آمین۔

اس سورۂ مبارکہ کے کئی ایک نام ہیں اور اس کے فضائل بھی بے شمار ہیں قرآن مجید میں ارشادِ باری ہے۔
" وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ اور بیشک دیں ہم نے آپ کو سات آیتیں جو دہرائی جائیں اور قرآن عظمت والا۔"

یعنی سبع مثانی الحمد شریف کا نام ہے اور یہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اور بخاری مسلم میں ہے کہ اس سے مراد الحمد شریف ہی ہے۔

اور اس کے تقریباً سترہ نام احادیث میں ملتے ہیں اور وہ یہ ہیں

۱ سورۃ الحمد: اس لیے کہ اس کی ابتدا ہی حمد سے ہے۔

۲ سورۃ الشکر: اس لیے کہ حمد کی بنیاد شکر ہے جس نے حمد کا طریقہ بیان کیا اس سے قواعد شکر بھی آگئے۔ روایت میں ہے اَلْحَمْدُ رَاْسُ الشُّکْرِ حمد شکر کا سر ہے۔

۳ سورۃ الکنز: حضرت شیرِ خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا نَزَلَتْ سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ یہ سورۃ مبارکہ اس خزانہ سے نازل ہوئی جو کنز عرش سے ہے اسی بنا پر اس کا نام سورۃ الکنز ہوا۔

۴ سورۃ المناجات: اس لیے کہ بندہ اس کے ذریعہ بارگاہ متعال میں مناجات کرتا ہے۔

۵ سورۃ التفویض: بندہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہہ کر اپنے تمام امور حضرت حق کے سپرد کر دیتا ہے جیسا کہ حضور نے فرمایا اَللّٰہُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی اِخْتِیَارِیْ [illegible]

سورۃ الفاتحہ:۔ پنجگانہ صلوۃ مفروضہ اور نافلہ میں ابتدا اسی سورۂ مبارکہ سے ہوتی ہے۔

سورۃ الوافیہ:۔ اس کا پڑھنے والا کافی ووافی اجر پاتا ہے۔

سورۃ الشافیہ:۔ حضور نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ شِفَاءٌ لِکُلِّ دَاءٍ۔ الحمد تمام امراض کے لیے شفاء ہے اور فرمایا فَاتِحَۃُ الْکِتَابِ شِفَاءٌ مِنْ کُلِّ دَاءٍ۔ اس بنا پر اس کا نام شافیہ ہوا۔

سورۃ الرقیہ:۔ رقیہ کہتے ہیں منتر پڑھ کر دم کرنے کو جس سے مریض کا مرض دفع ہوتا ہے ایک صحابی نے مرگی والے پر یہ سورۃ مبارکہ پڑھ کر دم کیا وہ شفایاب ہو گیا۔

ایک صحابی نے حالت سفر میں مار گزیدہ کے لیے پانی پڑھ کر دم کیا اور پلایا وہ شفا پا گیا۔

سورۃ الاساس:۔ نماز کی بنیاد اسی سورۃ پر ہے لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ بنا برایں اسے سورۃ الاساس فرمایا گیا۔

سورۃ الصلوۃ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جان منر کی سید الطیبہ علیہ التحیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے مابین تقسیم کیا ہے۔

جب بندہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو اللہ تعالے ملائکہ سے فرماتا ہے میرے بندے نے مجھے یاد کیا۔

جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالے فرماتا ہے میرا بندہ میری خوبیاں بیان کر رہا ہے۔

جب اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہتا ہے ارشاد ہوتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی و عظمت بیان کی۔

جب مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہتا ہے ارشاد ہوتا ہے اب یہ میری ملکیت تامہ ظاہر کر رہا ہے۔

جب کہتا ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کہتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے یہ قول میرے اور بندے کے مابین مشترک ہے عبادت میرا حق ہے اور استعانت بندہ کا حق ہے۔ اس نے ایاک نعبد کہہ کر میرا حق ادا کیا اور ایاک نستعین کہہ کر اپنا حق مجھ سے طلب کیا۔

جب بندہ کہتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ۔ حضرت جلت مجدہ فرماتا ہے یہ مضمون تمام بندے کے حق میں ہے۔ میں اس کا مطالبہ پورا کروں گا سیدھا رستہ دکھاؤں گا۔ مغضوب علیہم سے بچاؤں گا گمراہی سے اسے محفوظ رکھونگا۔ بنا برایں اس سورہ مبارکہ کا نام سورۃ الصلوۃ ہوا۔

سورۃ سبع مثانی:۔ چونکہ اس سورہ مبارکہ میں سات آیت ہیں بنا بریں سبع ہوئی اور مثانی اس لیے کہ فرائض ونوافل میں اس کا پڑھنا واجب ہے۔ فرضوں میں ابتدائی دو رکعتوں میں پڑھنا واجب ہے۔ مقتدی ہو

تو اس کا حکم آگے آ رہا ہے اور منفرد پر واجب ہے کیونکہ یہ سبع مثانی کہی گئی۔

بعض نے فرمایا رب جل و علا کی راہ کے سات راستے ہیں اور ہر راستے کے دروازے کی کنجی الحمد ہے ہر آیت ہر اک دروازہ کی کنجی ہے۔

جب مصلی اس سورت مبارکہ کو پڑھ لیتا ہے تو ساتوں راستے کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ سات دروازے یہ ہیں۔

باب ذکر۔ باب شکر۔ باب رجا۔ باب خوف۔ باب اخلاص۔ باب دعا۔ باب اُنس۔

سورۃ قرآن عظیم:۔ اس لیے اس کا نام ہے کہ سب سے اول یہ سورت قرآن کریم میں آتی ہے اور اس سورۃ مبارکہ کا اجر عظیم ہے۔

سورۃ تعلیم مسئلہ:۔ اس لیے اس کا نام ہے کہ اس میں اللہ تعالےٰ نے بندے کو سوال کرنے کے آداب بتائے ہیں

سورۃ کافیہ:۔ اس لیے نام ہے کہ اس سورۃ مبارکہ قراءت اجر میں تمام قرآن کے برابر ہے۔

سورۃ ام الکتاب:۔ اس لیے فرمایا کہ تمام قرآن کریم اس سورۃ مبارکہ میں ہے جیسے تمام انسان بطن ام میں مخفی ہوتا ہے۔

سورۃ ام القرآن: بھی اس کا نام مذکورہ وجہ سے ہوا۔

سورۃ الرحمۃ:۔ یہ سورۃ مجسمۂ رحمت اس وجہ میں ہے کہ اس میں وہ سات حروف نہیں جو سات عذابوں کے لیے بیان ہوئے یعنی

ث۔ جیم۔ خا۔ زا۔ شین۔ ظا۔ فا۔

۱:۔ ث سے عذاب ثبور ہے یعنی ہلاکت۔

۲:۔ ج سے جحیم ہے۔

۳:۔ خ سے خزی یعنی ہر طرح کا خسران

۴:۔ ز سے زفیر جو آواز اعلیٰ جہنم ہے یا زقوم جو اہل جہنم کی غذا ہے۔

۵:۔ ش سے مراد شہیق اہل نار ہے جیسا کہ ارشاد ہے لھم فیھا زفیر و شہیق۔

۶:۔ ظ سے مراد لظیٰ ہے کہ طبقۂ جہنم کا نام ہے۔

۷:۔ ف سے مراد فراق کہ ہر جہنمی علیحدہ علیحدہ قید تنہائی میں ہو۔

مختصر فضائل سورۂ مبارکہ

جو شخص اس سورت کو بخشوع و خضوع تلاوت کرتا ہے وہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے ساتوں قسم کے عذاب

سے محفوظ ہو جاتا ہے

انسان میں تین چیزیں ایسی ہیں کہ شیطان ان کی مدد سے انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔

اول شہوت کہ اس کی وجہ سے ہر ظلم اس کے لیے جرم محسوس نہیں ہوتا۔

دوم حرص۔ کہ اس کی وجہ سے انسان اپنے رب کی نافرمانی کر گذرتا ہے۔

سوم غضب کہ اس کی وجہ سے وہ غیر پر ظلم روا سمجھتا ہے۔

جو شخص اس سورۃ مبارکہ کو بہ نیت دعا پڑھتا ہے وہ ان تینوں بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں

وَاِطْلَاقُ ذَالِكَ عَلَى الْفَاتِحَةِ لِاَنَّهَا تُكَرَّرُ قِرَاءَتُهَا فِي الصَّلٰوةِ۔ اسے سبع مثانی اس وجہ میں کہا گیا کہ اس کا نماز میں دوبارہ پڑھنا لازم وواجب ہے۔

اور ایک قول حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے اور مجاہد بلخی کہتے ہیں کہ اِنَّ اِطْلَاقَ الْمَثَانِيْ عَلَى الْفَاتِحَةِ لِاَنَّ اللّٰهَ سُبْحٰنَهٗ اِسْتَثْنَاهَا وَاَدَّخَرَهَا لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ۔ اس سورۃ مبارکہ پر مثانی کا اطلاق اس وجہ میں ہوا کہ اللہ تعالے نے اسے مستثنیٰ کر کے اس امت کے لیے محفوظ رکھا فَلَمْ يُعْطِهَا لِغَيْرِهِمْ تو یہ سورۃ سوائے امت مرحومہ کسی کو نہ عطا کی گئی۔

اور قرآن عظیم جو اس کے بعد فرمایا اس کے متعلق بخاری ابی سعید بن معلی سے راوی ہیں۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا۔

حضرت ابی سعد بن معلی سے روایت ہے کہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو میں تمہیں مسجد سے باہر جانے سے پیشتر قرآن حکیم کی ایک اہم سورۃ بتاؤں گا آپ میرا ہاتھ پکڑ کر چلے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ سورت الحمد ہے جس کی سات آیتیں ہیں اور وہ بہت بڑا منصب ہے جو مجھ کو عطا ہوا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جبرائیل امین حاضر تھے کہ ایک فرشتہ آسمان سے حاضر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ مژدہ ہو کہ آپ کو خداوند تعالے نے دو نور عطا فرمائے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے۔

ایک سورۃ فاتحہ اور دوسرا سورۃ بقرہ

سورۃ فاتحہ کے مسائل

۱:- ہر نماز میں اس سورت کا پڑھنا واجب ہے۔

۲۔ امام کے پیچھے مقتدی کو سورۃ فاتحہ پڑھنا سخت منع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا۔ جب قرآن پڑھا جائے تو تم خاموش رہو یعنی کان لگا کر سنو۔

لہٰذا جو شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتا ہے وہ اس آیت کے خلاف عمل کرتا ہے۔

مسلم شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا۔ جب امام تلاوت قرآن کرے تو تم خاموش رہو۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ امام کی قرات یعنی قرآن پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

مذہب حنفی میں یہی مسلک مذہب ہے کہ امام کی اقتدا میں الحمد نہ پڑھی جائے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ عبداللہ بن مسعود اور تقریباً اسی جلیل القدر صحابہ نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع کیا ہے پوری تحقیق کے لیے طحاوی۔ مؤطا امام محمد۔ شامی جلد اول باب القراءۃ کا پوری طرح مطالعہ کیا جائے۔

اس سورۃ مبارکہ کی سات آیتیں ہیں اور دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں جو شخص ان سات آیتوں کے پڑھنے کا پابند ہوگا انشاء اللہ اس پر دوزخ کے دروازے بند ہو جائیں گے۔

مفصل تفسیر اردو سورۃ الفاتحہ۔ پ۱ باقوال حسنات

اَلْفَاتِحَۃ

شان نزول:۔ سورۃ فاتحہ یہ ہے جو حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمہ اللہ حضرت امیر المومنین اسد اللہ کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ

یہ سورۃ مبارکہ مکہ میں نازل ہوئی

اور کیفیت واقعہ یوں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں بسوئے صحرا جاتا ہوں ایک آواز سنتا ہوں کہ کوئی پکارتا ہے یا محمد اور ایک شخص نورانی دیکھتا ہوں کہ ایک تخت طلائی پر آسمان و زمین کے مابین معلق کھڑا ہوا ہے میں اس سے خوفزدہ ہو کر واپس آجاتا ہوں

جب یہ حادثہ مکرر سہ کرر ہوا تو ورقہ بن نوفل سے جو ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی

تھے۔ توریت وانجیل کے عالم تھے اور احبار ونصاریٰ میں ممتاز تھے میں نے ان سے ذکر کیا۔

ورقہ نے سن کر عرض کیا۔ آئندہ جب آپ یہ آواز سنیں بجائے خوف زدہ ہونے کے ٹھہریں اور سنیں۔ کہ وہ کیا کہتا ہے۔

چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ آواز آئی اور کوئی پکارا یا محمدؐ۔

میں نے کہا لبیک میں حاضر ہوں تو وہ بولا اَنَا جِبْرِیْلُ وَاَنْتَ نَبِیُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔ میں جبریل ہوں اور آپ اس امت کے نبی ہیں۔ پھر کہا فرمائیں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پھر کہا۔ فرمائیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اِلٰی اٰخِرِهٖ۔ یعنی تمام تعریف وثنا صرف اللہ تعالے کے لیے ہے جو تمام عالموں کا پرورش فرمانے والا ہے۔

یہ سورۃ پاک بندگان الٰہی کی زبان پر نازل ہوئی۔

یعنی بندہ کو چاہیئے کہ بحالت مناجات اور بوقت دعا اس طرح اپنے رب کی حمد کرے۔

اور صفت رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اس لیے لائی گئی تاکہ تعریف وثنا ایک ہی ذات کے لیے مختص سمجھی جائے اس لیے کہ

صفت ربوبیت سوائے ذات تعالیٰ شانہ کسی میں نہیں۔

اس لیے کہ ربوبیت پرورش کرنے کو کہتے ہیں اور پرورش کرنا یہ ہے کہ کسی شے کو بتدریج حد کمال تک پہنچانا۔ بلاشبہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ جیسے باغبان کہ بیج زمین میں بو کر اسے پانی دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ پودہ بن کر بڑھنے لگتا ہے اور باغبان اسکی نگرانی کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ برگ وبار نکال کر حد کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

ایسے ہی باپ اور ماں اپنی اولاد کے حق میں ربوبیت کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔

لیکن یہ ربوبیت کبھی خاص ہوتی ہے کہ صرف ایک دو بچوں تک محدود ہو۔

ایسے ہی باغبان کہ اس کی ربوبیت ایک دو باغ تک محدود ہوتی ہے۔

یا بادشاہ اور امیر کہ اس کی ربوبیت بھی متوسلین ولشکر تک محدود ہوتی ہے اس قسم کی ربوبیت پر کوئی رب قابل عبادت نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور ایسے رب کو موحد ومشرک کوئی بھی معبود نہیں مانتا۔

اور ایک ربوبیت عام ہوتی ہے جو ایک دو نوع یا چند انواع تک رہتی ہے۔

جیسے ربوبیت آفتاب وماہتاب یا ربوبیت عناصر یعنی روحانیات جو عنصر کے ساتھ متعلق ہوتی ہے جیسے جلالا کہ آگ سے متعلق ہے یا بھیروں کہ پانی سے تعلق رکھتا ہے۔

اس قسم کی ربوبیت کو عامہ مشرکین قابل عبادت جانتے ہیں اور اسے پوجتے ہیں۔ اور اشراقین کے مذہب

ہیں اور فلاسفہ کے عقائد میں انھیں ارواح و نفوس کہتے ہیں۔ اور اصطلاح اہل دعوت میں انہیں کو مؤکلات کہتے ہیں۔

لیکن یہ ربوبیت بھی اگرچہ عام ہو مگر عالموں میں سے ایک عالم تک محدود ہے۔

مثلاً ربوبیت آفتاب عالم میں حرارت و یبوست ہے۔

اور ربوبیت ماہتاب عالم میں برودت و رطوبت ہے۔

تو جب یہ ربوبیت بھی خاص ہی ہوئی تو اسے قابل عبادت و لائق ثنا نہیں مانا جا سکتا تو جو لائق ثنا و ستائش ہے۔

وہ صرف ایک ذات واجب تعالیٰ شانہ ہے جس کا نام رب العالمین ہے۔

اس کی ربوبیت تمام عالم میں سائر و دائر ہے۔

چنانچہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (رب العالمین کون ہے) تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا (جو پرورش کرنے والا ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو ان کے درمیان ہے سب کی) یہ سن کر فرعون متعجب ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اور وضاحت سے پھر فرمایا رَبُّکُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ (وہ تمہارے باپ دادا جو پہلے گزر چکے ان کا بھی اور تمہارا بھی پرورش کرنے والا ہے)

پہلے جواب میں ربوبیت مکانی کا بیان فرمایا پھر دوبارہ ربوبیت عامہ ازمنہ کی ظاہر کی اس لیے کہ فرعون اس قسم کی ربوبیت کو مستبعد سمجھتا تھا کہ ایک ذات ازمنہ متطاول پر امکنہ متعددہ پر کس طرح اظہار ربوبیت کر سکتا ہے۔ اور اسی وجہ میں فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جنون کا وہم کرنے لگا۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیسری بار اور ربوبیت خفیہ کو عام ظاہر فرمایا۔ اور فرعون سے کہا رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا (وہ مشرق اور مغرب اور جو ان کے درمیان ہے سب کا پرورش کرنے والا ہے) یعنی تو اسی صفت کو عقلاً محال جان رہا ہے حالانکہ اس ذات پاک کی ربوبیت امکنہ و ازمنہ میں اتنی عام ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہیں۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ وہی قابل عبادت و لائق ثنا ہے کہ ہر چیز اس کی ربوبیت جنس و نوع و شخص کے ساتھ مقید نہیں اور ہر چیز اس کی محتاج ہے۔

اس تقریر سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اگرچہ ربوبیت غیر ذات واجب تعالےٰ شانہ کے لیے بھی بظاہر ثابت ہے لیکن حقیقت ربوبیت خاص و عام مختص بذات واجب تعالےٰ شانہ کے لیے ہے اس لیے کہ بَدَأَ الشَّیْءَ مِنَ

اَلْعَدَمِ (اس نے عدم سے اشیاء کو ایجاد کیا) اور اسباب کا ظہور اور انتفاع و پرورش اور دفع موانع انتفاع سوائے اس ایک ذات کے کسی سے متصور نہیں۔

اس لیے کہ ارباب دیگر اول تو مخلوق ہیں دوسرے ان کی ربوبیت اور قدرت رفع موانع بلا اعطاء آلہی کسی کو نہیں اسی وجہ میں حضرت خلیل علیہ السلام نے ان ارباب کو اپنی نظر سے ساقط فرمادیا۔

اور ملت حنیفی اختیار فرما کر کہا۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (میں نے اپنا چہرہ اس اللہ کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ایک رخ ہو کر اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں)

اور اس اعتراف و اقرار کو اللہ تعالے نے پسند فرما کر آپ کو امام ملل اور خطیب الانبیاء اور خلیل اللہ کا خطاب بخشا۔ اس کے بعد ارشاد ہے۔

"اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"۔ وہ رب العٰلمین بھی ہے اور رحمن و رحیم بھی۔

یہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ لوازم ربوبیت اور شرائط پرورش دو قسم کی رحمت پر ہیں

اول رحمت وہ ہے جو عین پرورش میں ہوتی ہے یہ رحمت اگر نہ ہو تو پرورش متصور ہی نہ ہو۔

اور اس رحمت کی حقیقت یہ ہے کہ

جسکی پرورش کی جاتی ہے اس کی طرف کامل توجہ۔ اس کی حاجتیں پوری کرنے اور اس کی ضروریات پر نظر رکھتے ہوئے ہر آن اسے پرورش کیا جائے اور یہ رحمت اسم رحمن سے تعبیر فرمائی گئی۔

دوسری قسم رحمت کی یہ ہے کہ بعد پرورش اس کے کمال کو مترتب کیا جائے مثلاً ایک شخص پودا لگا کر اسے درخت تک پہنچائے۔ اس کے بعد اس کے پھل پھول سے مربا۔ اچار۔ گلقند۔ سرکہ وغیرہ حاصل کرے اور یہ فوائد اس سے عَلٰی مَمَرِّ الدُّھُوْرِ حاصل کرے۔

اس رحمت کو رحیم سے تعبیر کیا گیا۔

تو یہاں رحمان و رحیم دو نام لا کر اس طرف اشارہ فرمایا گیا کہ ربوبیت آلہی تمام عالموں کے حق میں جبتک اس کا وجود ہے دوامی ہے اور جب وہ فنا ہو جائے اس حال میں بھی وابستہ ہے اور

اسی کا نام معاش و معاد ہے۔

اور اگر ادنیٰ غور و تامل سے دیکھا جائے تو ذرات عالم کے ہر ذرہ میں معاش و معاد ہے۔

مثلاً کھانا ہے اسے انسان کھاتا ہے اس کی ابتدا مدانہ کی کاشت سے شروع ہو کر اس کی غایت کیلوس

تک ہے۔

اس کے بعد معاد یہ ہے کہ وہ پارۂ نان خون ہو کر جزو بدن ہوتا ہے اور اسی کا ایک جزو اخلاط ثلثہ کی صورت اختیار کرتا ہے اور اسی کا ایک حصہ فضلہ بن کر براز کی شکل میں بدلتا ہے۔

غرضیکہ اسی کے اجزا آب بینی۔ لعاب دہن اور چرک چشم بنتے ہیں۔ اسی کے ایک جزو سے بال بن جاتے ہیں۔

وَقِسْ عَلٰی ہٰذَا۔ غرضیکہ اسی طرح تمام اشیاء میں معاش و معاد متحقق ہے اور انتظام معاش تمام اشیاء عالم پر صفت رحمانیت سے وابستہ ہے۔

اور حسن معاد ہر شے کا عالم میں باقتضاء صفت رحیمی ہے۔

"مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ مالک روز جزاء کا۔" ایک قراءت میں مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بھی آیا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں "بادشاہ روز جزا کا۔"

یہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ

مالک جمیع اشیاء ہر آن و ہر ساعت حق تعالٰی کی ذات پاک کے سوا حقیقتاً کوئی نہیں۔

اس لیے کہ خالق کل اشیاء وہی ہے تو مالک بھی وہی ہے ایسے ہی مَلِک یعنی بادشاہ بھی حقیقتاً ہونا اسی کا خاصہ ہے وہی ہر آن و ساعت ہر شے پر حکمران اور ہر شے کا حاکم ہے۔

لیکن روز جزا کا مالک ہونا اور ملک اس کا نظر خاص و عام میں حقیقت و مجاز ظہور فرما رہا ہے۔

اور حکمت الٰہی متقاضی ہے کہ مخلوق کو بھی مُلک و مِلک کا کچھ حصہ عطا ہو۔ تاکہ کارخانۂ عمل صحیح ہو۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انسان مستعد تکلیف و قبول احکام الٰہی بموجب اپنی جبلت کے ہے اس لیے اسے اس کام کے لیے پکڑا گیا ہے۔

لہٰذا بعض اشیاء اگر اس کی ملک میں نہ ہوتے اور بعض کا بعض پر بنی نوع سے اس کا حکم جاری نہ ہو تو اس کے اعمال طالح و صالح پر اس سے کس طرح باز پرس صحیح ہوتی۔

علی الخصوص وہ عمل جن کا تعلق مال اور ذبح حیوانات اور عطائے صدقات اور ادائے نفقات سے ہے اور اس قسم کے بہت سے اعمال ہیں جن کا تعلق رعیت و داعی سے ہے یہ بغیر حکمرانی ناممکن ہے۔

بنا برایں بتقتضاء حکمت اس دنیا میں بندے کو بھی حکومت و ملوکیت عطا کی گئی تاکہ روز جزا میں بندہ اپنی معذوری اور بے عملی کا عذر نہ لاسکے اور اس کی ایسی حجتیں کلیتہً زائل ہو جائیں

اور روز جزا جسے یوم الدین فرمایا گیا اس دن پاداش عمل درست ہو۔

اور اس دن کسی کی ملکیت اور کسی کا تصرف نہ رہے۔ اس لیے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ فرما کر مطلع کر دیا کہ اس دن

جزا و سزا صرف اور صرف ہم ہی دینے والے ہیں۔
ویسے اس دن کو یوم القیامہ۔ یوم البعث والنشور وغیرہ بھی فرما کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ اس دن صرف اور صرف ہماری ہی ذات ہوگی اور لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ آج کس کی بادشاہی ہے اللہ اکیلے زبردست کی بھی فرما دیا۔

یہاں یہ سمجھ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

اللہ تعالےٰ نے حمد کو اول اسم ذات کے ساتھ متعلق فرمایا اس کے بعد تین صفتیں بیان فرمائیں۔

اول رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں صفت ربوبیت۔

دوسرے الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں صفت رحمت۔

تیسرے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں صفت جزا۔

اس طریق بیان میں عجیب و دقیق نکتہ ہے وہ یہ کہ

جو بھی عالم میں کسی کی ثنا و ستائش کرتا ہے وہ تین حال سے خالی نہیں ہوتا۔

اول یہ کہ جس کی ثنا کر رہا ہے اس کا پرانا نمک خوار تھا اگرچہ اب نہ ہو اور آئندہ بھی اس سے امید نفع نہ ہو لیکن پرانے احسان کی وجہ میں یہ اس کی ثنا و ستائش کرتا ہے۔

یا یہ کہ پہلے منتفع نہیں تھا لیکن اب منتفع ہو رہا ہے اگرچہ مستقبل میں بھی امید نفع نہ ہو تاہم احسان مند ہوگا۔

تیسرے یہ کہ امید نفع ہو اگرچہ زمانہ سابق و حال میں اس سے منتفع نہ ہوا ہو۔

یہ تینوں صورتیں دنیا میں ہر ایک کو کسی نہ کسی کے ساتھ رہتی ہیں۔

تو رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا گیا کہ اگر بندہ غور کرے تو ہماری نعمتیں اس پر پہلے سے رہیں کہ اسے قطرہ سے علقہ اور علقہ سے مضغہ اور مضغہ سے جنین اور جنین سے طفل اور طفل سے بڑھا کر کیا کیا بنا دیا۔ اس حال میں اس پر حمد و ثنا واجب ہے کہ اس نے ہماری ربوبیت کی نعمتوں سے تمتع حاصل کیا۔

اور اگر وہ اپنے اوپر عاجل نعمتیں دیکھے تو ہم نے رحمٰن و رحیم کی صفات کا مظاہرہ فرما رکھا ہے۔

اور اگر انجام و آخر پر نظر کرے جسے کار خانہ جزا کہتے ہیں جیسے یوم الدین کہا جاتا ہے تو بھی ہم ہی ثنا و ستائش کے حقدار ہیں اس لیے کہ اس دن نقیر سے قطمیر تک سب ہمارے حضور حاضر ہوں گے۔

پھر اِيَّاكَ نَعْبُدُ بندہ عرض کرتا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ "الٰہی ہم تجھ ہی کو پوجیں"

یہ بندہ کا عرض کرنا اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ اس کی ثنا و صفت غائبانہ کرتا ہوا اس کی نعمتوں اور ان عالموں

کا مشاہدہ کرتا ہے جو مورد نعمت ہیں تو اس طرف متوجہ ہوتا ہے گویا غیبت سے حضور میں آکر صاحب نعمت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس یقین و مشاہدہ کے بعد وہ رتبۂ خطاب پا کر بارگاہ الوہیت کو مخاطب کرتا ہوا لفظ اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہہ کر کلام کرتا ہے اور عرض پیرا ہوتا ہے کہ میں خاص تیری پوجا کرتا ہوں۔

اور حقیقت عبادت یہ ہے کہ

انتہاء مراتب تعظیم بجالائے اور اسی وجہ میں یہ عبادت متعدد اقسام پر منقسم ہے۔

بعض کا تعلق اس عبادت میں ظاہری ہوتا ہے۔

بعض اس عبادت میں باطنی تعلق رکھتے ہیں۔

وہ عابد جن کا تعلق ظاہری ہوتا ہے وہ محض زبان سے ذکر و تلاوت اور تسبیح و تہلیل اور ادعیۂ ماثورہ پڑھنے اور دعا کرنے تک محدود ہے۔

اور آنکھ سے مشاہدہ مقامات مقدسہ جیسے کعبہ شریف اور قرآن مجید اور زیارت بزرگان دین و اولیاء کاملین اور زیارت مزارات صالحین جنہوں نے راہ حق میں اپنی جانیں فدا کیں اور دوسری مخلوق کا مشاہدہ جیسے آسمان۔ ستارے دریا کشتی اور سبزہ ہر قسم کے نظاروں تک محدود رہتا ہے۔

ایسے ہی کان سے قرات سننے۔ ذکر کی سماعت کرنے کے بعد شوق و ذوق اطاعت بڑھانے تک رہتا ہے حتیٰ کہ کبھی رکوع میں کبھی سجدہ میں کبھی قیام میں کبھی قعدہ میں از خود رفتہ ہوتا رہتا ہے اور بس۔

لیکن جو عبادت کہ متعلق بباطن ہوتی ہے اس میں عابد کا فکر آیات و فرامین الٰہی کی طرف جاتا اور معانی قرآن اور حقیقت احکام شرعیہ تک عبور کرتا ہے اور یہ سب عبادت عقلی ہے۔

پھر عبادت نفس یہ ہے کہ صبر کرے اور ترک مالوفات پر جد و جہد کرے روزہ و اعتکاف میں رہے اور ہر مصیبت و تکلیف میں جزع و فزع سے اجتناب کرے اور لذائذ حرام و معاصی سے پرہیز کرے

پھر عبادت قلب یہ ہے کہ محبوبان حق سے محبت رکھے اور مبغوض الٰہی کو قریب نہ آنے دے اور ثواب کا امیدوار رہتا ہوا عذاب الٰہی سے خائف رہے۔

اور عبادت روح یہ ہے کہ مشاہدۂ ذات کی آتش شوق کو تیز سے تیز تر کرے اور اسکی محبت و تصور میں مراقبہ کرکے لذت حاصل کرے۔

اور عبادت سر یہ ہے کہ معرفت الٰہی میں مستغرق ہو کر جتنا تعلق مال سے ہو وہ زکوٰۃ و صدقات و خیرات میں شروع کرے اور جتنا تعلق اعضاء سے ہے وہ تو ائے ظاہر و باطن کے ذریعہ جمیل حقیقی کی محبت میں مرضیات محبوب کی طرف مشغول کرے۔

اور اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کہہ کر اپنے مالک حقیقی محبوب تحقیقی کے حضور عرض کرے کہ میں خاص تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ یہ لفظ اس لیے سکھایا اور زبان سے کہلوایا کہ عبادت و ریاضت وتخیل وتصور میں پڑھ کر بندہ کہیں عجب و نخوت کا شکار نہ ہو جائے۔

تو گویا وہ یہ عرض کرے کہ الٰہی یہ جو کچھ عبادت وریاضت مجھ سے ہو رہی ہے یہ سب تیری ہی معرفت و مدد سے ہے مجھ میں ان کے ادا کرنے کی ہمت اور طاقت کہاں تھی۔ لہٰذا تجھی سے اب بھی مدد طلب کر رہا ہوں تاکہ تیری مدد مجھے اس پر قائم رکھے اور چونکہ دنیا میں

تین قسم کی جماعتیں ہیں اور ہر جماعت نستعین سے علیحدہ علیحدہ عقیدہ رکھتی ہے لہٰذا ان سے بھی بچانا محفوظ رکھنا تیرا ہی کام ہے اور تیری جماعت میں رہنے کی توفیق تو ہی دینے والا ہے۔

ایک جماعت ہے جسے جبریہ کہتے ہیں۔

دوسری جماعت قدریہ کے نام سے موسوم ہے۔

تیسری جماعت سنیہ ہے

جبری کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ اختیار نہیں ہم تو مثل لکڑی اور پتھر کے ہیں جو کچھ کراتا ہے وہ اللہ ہی کراتا ہے۔ لہٰذا ہم پر عذاب ہے نہ ہمیں کوئی ثواب۔

قدری کہتے ہیں کہ ہم ہر قسم کا اختیار رکھتے ہیں اور ہر فعل وحرکت ہماری ایجاد و افعال سے ہے اور ہم ہی سب کچھ کرتے ہیں۔

یہ دونوں جماعتیں اسلام میں مردود و نامحمود ہیں۔

چنانچہ پہلی جماعت کا رد تو احکام شرعیہ و تکلیفات قانونیہ سے کر دیا گیا تاکہ سب سمجھ سکیں کہ اگر ہم لکڑی پتھر کی مثل ہیں تو اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم کرو) کا امر کیسے ہے۔ اگر مجبور محض ہیں تو اٰتُوا الزَّکٰوۃَ (زکوٰۃ دو) کیوں فرمایا گیا۔

اور دوسرا فرقہ جو کارخانہ خالقیت میں دعوی شرکت کرتا ہے ان کے رد کے لیے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ (ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں) فرمایا جس سے درحقیقت جبریہ اور قدریہ دونوں کا رد کامل ہو گیا۔

اب رہا تیسرا فرقہ جسے سنی کہا جاتا ہے۔

وہ کہتا ہے بندگی و عبادت ہم کریں گے اور اس کی توفیق اللہ تعالٰی سے طلب کریں گے۔

اور بعض عرفا تو یہ کہتے ہیں کہ اس جگہ نستعین سے مراد

طلب عون نہیں ہے بلکہ طلب عین معائنہ ہے یعنی اس کے یہ معنی ہیں کہ ہماری طرف سے عبادت ہے اور مرتبہ معائنہ عطا فرمانا اور عین الیقین تک پہنچانا اللہ تعالےٰ کا کام ہے۔

گویا تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ (تو ایسے اللہ کی عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے) میں عبادت من جانب العبد ہے اور ارائۃ جمال جمیل یہ جمیل حقیقی کا فضل ہے۔

حضرت شیخ المشائخ سفیان الثوری رحمہ اللہ ایک روز نماز شام میں تھے اور امام تھے قراءت فرماتے ہوئے جب اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر آئے تو بیہوش ہو کر گر گئے۔

جب ہوش آیا مقتدیوں نے عرض کیا حضور کیا ہوا جو آپ بے ہوش ہو گئے فرمایا جب میں نے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہا تو مجھے خوف طاری ہوا کہ اگر مجھ سے جواب طلب ہو گیا کہ جب ہم سے استعانت کرتا تھا تو طبیب سے دوا کیوں مانگی۔ حاکم سے اپنا وظیفہ کیوں طلب کیا بادشاہ سے مدد گار و محافظ کیوں چاہے۔

چنانچہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مرد حق آگاہ کو چاہیے کہ اس سے شرم کرے کہ پانچ وقت مواجہہ الٰہی میں کھڑا ہو کر اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہتا ہے اور غیر سے استعانت کرتا رہتا ہے۔

یہ مسئلہ استعانت اس جگہ سمجھنا ضروری ہے

بات یہ ہے کہ استعانت بالغیر اگر اس عقیدہ سے ہو کہ اس پر مطلقاً اعتماد کرلے اور اسے مظہر عون الٰہی نہ جانے تو فی الواقع ایسی استعانت حرام ہے جیسے کسی جاہل کا شعر ہے۔

اگر باب اجابت بند ہو جائے تو کیا غم ہے کھلا رہتا ہے دروازہ معین الدین چشتی کا (استغفر اللہ)

اس شعر میں جاہل شاعر نے باب اجابت سے بے پرواہ ہو کر باب غریب نواز کو عین معین ظاہر کیا اور یہ حرام ہے اور اگر التفات بجانب حق ہو اور جس سے استمداد و استعانت کر رہا ہے اسے مظاہر عون کا ایک مظہر جانتا ہے تو نظر بکارخانہ اسباب و حکمت باری تعالیٰ رکھ کر کسی خدا کے بندے سے مدد طلب کرتا ہے تو یہ بعید از عرفان نہیں بلکہ ایسی استعانت بالغیر شریعت مطہرہ میں جائز ہے اور ایسی استعانت انبیاء و اولیاء کرتے رہے ہیں اور یہ استعانت بالغیر نہیں بلکہ استعانت بحضرت حق ہی ہے

اور اگر اس قسم کی استعانت بھی اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے خلاف مان لی جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰهِ بھی صحیح نہیں رہتا اور وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ بھی غلط قرار پائے گا اس لیے کہ صبر اور صلوٰۃ خدا نہیں۔ بلکہ ذریعہ قرب خدا ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ یعنی چلا ہمیں سیدھا راستہ"

یہاں یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ ہر شخص بعض امور میں راہ راست پر ہو چلتا ہے۔

لیکن باوجود اس کے اسے طلب راہ راست کے بغیر چارہ نہیں اسلیے کہ ہر مرتبۂ کمال کے بعد اس سے بالا تر مرتبہ ضرور ہوتا ہے تو جو نیچے درجہ کے مرتبہ پر ہے وہ لازمی طور پر اس سے اونچے درجہ کی راہ کا متلاشی رہے گا۔ بقول جامی علیہ الرحمۃ ؎

مصلحت نیست مرا سیری ازاں آبحیات　　　ضاعف اللّٰہ بہ کل زمان عطشی

(اس آب حیات سے سیر ہو جانا مصلحت کے خلاف ہے۔ اللہ ہر وقت اس کے ساتھ میری پیاس کو بڑھاتا رہے)

تو یہ ترقی الی غیر النہایت ہے۔

اور استقامت راہ بھی چند وجوہ پر ہوتی ہے۔

اول قرب راہ اس لیے کہ نزدیک راستہ لازماً راہ راست ہوگا بہ نسبت دور کے راستہ کے

دوسرے صفائی راہ اس راہ سے بہتر و مستقیم ہوگی جس میں پتھر روڑے اور کانٹے ہوں اور اسی معنی میں سعدی نے کہا۔ "راہ راست بروا گرچہ دور است"

تیسرے اس راستہ سے جو پر خطر ہو جس میں راہزن اور درندے ہوں یا جس راستہ میں آب و دانہ میسر آئے وہ راستہ صراط مستقیم نہ مانا جائے گا اور جس میں امن ہو۔ آب و دانہ میسر آئے راہزنوں سے بے خوفی و امن ہو وہ صراط مستقیم ہے۔

بہر حال ہر سہ پہلو کے ماتحت راہ راست میں وصول بہ مطلوب شرط اول ہے۔

اگرچہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہر ایک کسی نہ کسی پہلو سے راہ راست پر ہوتا ہے لیکن باوا راست پر ہوتے ہوئے بھی کسی نہ کسی قسم کے راہ راست اس کے لیے لازم ہوگی۔ یعنی اگر وہ طے مراحل میں راہ راست پر ہے تو اخلاق نفسانیہ سے علیحدہ ہو کر ذکر و استغراق کی راہ حاصل کرنا ضروری ہوگی تاکہ مشاہدہ میں اقرب ہو اور اسی طرح بہ عادت فکر اور درایت فی النفس عن اتباع شریعت کی راہ پر چل کر ہر قسم کے توسوسات سے محفوظ و مامون رہے جو ملاء رہبانیت کی راہ پر خسارے سے بھی بچا رہے۔

اسی وجہ میں استقامت کو تین قسم پر منقسم کیا ہے۔

استقامت اقوال۔

استقامت افعال

استقامت احوال

اس سے یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ ہر سہ استقامت سے اگر ایک استقامت حاصل ہو جائے تو

دو استقامتوں کا بہر حال محتاج رہے گا۔

تو راہ راست کی طلب سے کوئی مبتدی ہو یا منتہی یا متوسط مستغنی نہیں لہذا بندہ کا فرض ہے کہ بوقت مناجات اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہہ کر ہر قسم کے افراط و تفریط سے اجتناب رکھے۔

افراط و تفریط عقاید میں بھی ہو سکتی ہے اور اعمال میں بھی۔

عقاید میں تو یہ کہ رب جل مجدہ وعز اسمہ سے کسی کی تشبیہ جائز رکھے اور اپنے معبود کو مخلوق کے رنگ میں پیش کرے اس کے لیے مکان اور جہت ثابت کرنے لگے اس کی ذات کو محتاج اسباب مانے۔ یہ مذہب اسلام میں بالکل باطل ہے۔

ایسے ہی اعمال کی شکل میں افراط و تفریط کہ نوافل میں اتنی کثرت کرے کہ دوامی اس پر عمل پیرا نہ رہ سکے۔ اسی بنا پر حضور کا ارشاد ہے خَيْرُ الْأَعْمَالِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهَا (بہترین عمل وہ ہے جس پر عامل ہمیشگی کرے) وقس علی ہذا۔ یہی وجہ ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے ساتھ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی بھی تصریح فرما دی۔ یعنی صراط مستقیم میرے گمان و خیال والی نہیں بلکہ وہ راہ جس راہ پر چلنے والوں پر تو نے انعام فرمایا۔

اس کی وضاحت دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے۔ کہ

منعم علیہم چار فرقے ہیں

انبیاء۔ صدیق۔ شہید۔ صالح

اس سے واضح ہو گیا کہ راہ راست ان چار فرقوں کی راہ ہے۔

بندہ کو چاہیے کہ دعا و مناجات کے وقت اپنے رب سے ان چار فرقوں کی راہ کو طلب کرے۔

چنانچہ سورہ نساء میں ان چار کی یوں تصریح فرمائی گئی۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ یعنی جو اطاعت اللہ و رسول کرے اور ان کے فرمان و احکام پر عمل پیرا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ محشور ہوگا جن پر اللہ تعالے نے انعام فرمایا۔ نبیوں۔ صدیقوں۔ شہیدوں اور صالحوں سے اور یہ گروہ اچھا رفیق ہے۔

تو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں راہ حق کی جستجو ہے اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں طلب رفیق راہ ہے جیسا کہ مقولہ ہے اَلرَّفِيْقُ ثُمَّ الطَّرِيْقُ پہلے رفیق تلاش کر پھر راستہ پر چل۔

یہاں یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ

عامۂ مومنین کو رفاقت صلحاء لازم ہے۔

اور صالحین کو رفاقت شہداء لازم ہے
اور شہداء کو رفاقت صدیقین لازم ہے
اور صدیقین کو رفاقت انبیاء کرام لازم ہے۔
اور اگر کسی کو عامۂ مومنین سے یہ خواہش ہو جائے کہ رفاقت انبیاء کرام طلب کرے اسے درجہ بدرجہ ان تین کی رفاقت ناگزیر ہے۔
جیسے اگر کوئی بادشاہ تک رسائی چاہے تو وزراء حکومت کے بغیر اسے یہ رسائی ناممکن ہے۔
تو اس تقریر سے واضح ولائح ہو گیا کہ ہر درجہ، درجہ بدرجہ حاصل ہوتا ہے۔
اسی طرح طریق اہل اللہ میں داخلہ بلا توسل اولیاء ممکن نہیں اور یہ اسلام واہل اسلام میں محمود و پسندیدہ ہے
چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ اصل راہ عالم غیب سے انبیاء کرام کو تعلیم کی گئی۔
اور انبیاء کرام سے صدیقان خاص کو یہ تعلیم ملی۔
اور صدیقین سے شہداء کو
اور شہداء سے صالحین تک پہنچی۔
تو لازم آیا کہ اول معرفت انبیاء حاصل ہو۔
اس کے بعد ان تین گروہ کی معرفت حاصل کی جائے تاکہ طالب کو انکی رفاقت حاصل ہو جائے
اب یہ بھی سمجھ لیں کہ نبی کی حقیقت کیا ہے۔
ارباب کلام بتاتے ہیں کہ نبی ایک ایسا انسان ہے جو قوت نظری سے اشیاء کو جان لیتا ہے۔
اور قوت عملی کے ذریعہ نیک کردار اس سے صادر ہوں۔
اور یہ ایسا انسان ہے کہ بلا واسطہ تربیت بشری کو کامل کر کے تاثیر روح القدس سے اسے ایسے ظاہر ہو کہ وہم غلطی اور شائبہ اشتباہ اس کی معلومات میں قطعاً نہ رہے وہ عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے جس میں شائبہ غفلت اور توسوس ہوتا ہے نبی اس سے منزہ ہوتا ہے۔
اس کی قوت عملیہ میں وہ ملکہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ اعمال صالحہ کی طرف بکمال رغبت مائل رہتا ہے۔
اور اعمال بد سے اسے کمال تنفر ہوتا ہے بلکہ خود اس سے محفوظ و معصوم ہوتا ہے۔
جب اس کے قوائے بدنی کمال کو پہنچ جاتے ہیں اور عقل تجربی اس کی منتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اسے تکمیل خلق کے لیے مبعوث کیا جاتا ہے۔
پھر اس کی تصدیق معجزات کرتے ہیں۔

اور یہ معجزہ کبھی از جنس اقوال ہوتا ہے جیسے قرآن کریم۔
اور کبھی از جنس فعل ہوتا ہے جیسے انگشتہائے مبارک سے پانی جاری کردینا ڈوبے سورج کو واپس لانا۔
چاند کے دو ٹکڑے کردینا نکلی ہوئی آنکھ تندرست کردینا۔ ٹوٹی پنڈلی جوڑ دینا وغیرہ وغیرہ
پھر ان معجزات کے ساتھ آیات عقلیہ بھی دی جاتی ہیں تاکہ عوام و خواص کے ایمان کا موجب ہو۔
چنانچہ معجزہ محض تحیر میں ڈالنے والا نہیں ہوتا بلکہ موجب ایمان عوام بھی ہوتا ہے۔
پھر یہ آیات عقلیہ چند قسم پر ہوتی ہیں۔
منجملہ ان کے اخلاق کریمہ

اور علوم صادقہ

بیان شافی

حجت واضح

انوار صحبت

جیسے نیچے درجے والے معجزات سے استدلال کرتے ہیں ارباب کمال کمالات نبوت سے استدلال کرتے ہیں علی الخصوص معالجہ امراض روحانیہ اور تکمیل نفوس ناقصہ اور فیضان اشعۂ انوار حضور کے صحابہ مشاہدہ کر کے یقین جازم ان کی نبوت کا حاصل کرتے ہیں۔ یہ مختصر تعریف نبی کی ہے۔
ایسے ہی صدیق کی شناخت یہ ہے کہ اس کی قوت نظریہ مثل قوت نظریہ انبیاء کامل ہوتی ہے۔
اور ابتداء عمر سے جھوٹ بولنا۔ دوغلی باتیں کرنا اس کی شایان شان نہیں ہوتا اور مقدمات دین میں اس کے اخلاق تام ہوتے ہیں۔
حتیٰ کہ حظ نفس ان میں کبھی نہیں ہوتا اور اس کا نفس اصلاح پذیر ہوتا ہے۔
اور صدیق کی علامتوں میں سے یہ بھی ایک علامت ہے کہ اپنا عزم و ارادہ بلا تردد رکھے۔
اور نماز میں جو بھی حادثہ پیش آئے تو چپ و راست التفات نہ کرے۔
اور خفیہ و علانیہ یکساں رہے۔
اور کسی پر لعن طعن کرنے سے مجتنب رہے۔
اور علم تعبیر رؤیا کا خوب عالم ہو۔
اور شہید وہ ہے کہ اس کا قلب مشاہدہ میں متحقق ہو
اور انبیاء کرام جو کچھ اسے پہنچائیں اس کے قبول میں کسی نہج سے انکار نہ کرے۔

حتی کہ جان دینے میں امرِ دین کے لیے اسے اصلاً عذر نہ ہو۔

اور صالح وہ ہے جس کی قوتِ نظری و عملی مرتبۂ کمالِ انبیاء سے پست تر ہو لیکن بسبب کمالِ متابعت اپنا ظاہر معاصی سے پاک رکھے اور اس کا باطن اعتقاداتِ فاسدہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے پاک ہو۔

اور یادِ الٰہی سے اس کا دل اتنا مملو ہو کہ اس میں کسی دوسری چیز کی گنجائش ہی نہ رہے۔

اور ولی ہر چند کہ ان تین گروہ میں شامل ہے لیکن ولی صالحین سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ولی وہ ہے جس میں مذکورہ چاروں افراد کی صفتیں ہوں۔

اور سب سے بڑی علامت اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے محبوب رکھے اور اس کی روزی کا کفیل ہو اور لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت عام ہو اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لیے محبت رکھ دیں گے۔

"غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ نہ راستہ ان کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔"

ان جملوں میں گویا یہ تعلیم دی گئی کہ طلبِ راہِ مستقیم میں احتیاط کرنی چاہئے اور گمراہوں اور مغضوبوں کو جو بزعم خود اپنے کو بار یابِ راہِ مستقیم سمجھتے اور انبیاء و اولیاء کے طریقِ مستقیم کو نہیں سمجھتے بلکہ ان کے راہِ مستقیم سے احتراز کرتے ہوئے طریقِ باطل کو منظور کیے ہوئے ہوں۔

ان سے اپنے کو بچانے کے لیے بارگاہِ حق میں دعا کرتے رہیں۔

یہاں یہ امر بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ غضب آدمی میں کس کیفیت کا ہوتا ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ کا غضب کس کیفیت کا ہوتا ہے خالق و مخلوق کے غضب کی نوعیت علیحدہ علیحدہ ہے۔

آدمی میں جو غضب ہوتا ہے وہ ایک کیفیت ہے جو دل میں خون کے جوش سے شروع ہوتی ہے جس سے جوش کو روحِ حیوانی قہریت و مکروہاتِ خارج کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے یہ کیفیت غضب ربّ الارباب جل و علا شانہٗ کی نہیں۔

بلکہ غضبِ الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ مغضوب کے حق میں اسبابِ حکمت کا انعدام کر دے تاکہ وہ منزلِ مقصود تک نہ پہنچ سکے اور اس غضب کا مبدأ کفرانِ نعمت ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (اور اگر تم ناشکری تو میرا عذاب بڑا سخت ہے)

اور اس کا اثر لعنت و مذمت ہے جس کا مقابلہ رضا سے ہے جس کی حقیقت اسبابِ حکمت کا پہنچانا ہے تاکہ بندہ منزلِ مقصود تک پہنچ سکے اس کا مبدأ شکر ہے کما قال تعالیٰ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ (اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا) اس کا اثر ثنا و عطا ہے۔

اور ضلال کی تعریف یہ ہے کہ ایسا راستہ اختیار کرے جس کے ذریعے مطلوب تک نہ پہنچ سکے۔

اور گمراہی کبھی بسبب غفلت ہوتی ہے کہ دنیاوی لذتیں غالب آجاتی ہیں اور لذات روحانیہ نظر انداز ہوجاتی ہیں اور کبھی نفس امارہ خواہشات کی طرف مائل کر دیتا ہے اور یہ غلط فہمی پیدا ہوجاتی ہے کہ دنیا دل کو بھاتی ہے۔ یہاں کے منافع نقد ہیں اور آخرت مؤخر ہے تو ادھار کے مقابل نقد سودا اچھا ہے حالانکہ یہ غلط ہے اس لیے کہ دس روپے ادھار ایک نقد سے بہتر ہیں بشرطیکہ اس ادھار کی وصولی کا یقین ہو تو مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (جو ایک نیکی لائے گا تو اسے دس گنا ملے گا) میں اخروی ادھار دس گنا وصولی پر ہے اور اس کے وصول کا یقین ہونا انبیاء کرام اور اولیاء عظام اور علماء ذوی الاحترام کی زبان سے ہے۔

اس پر منکرین مجرمین بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس پر ہمیں یقین نہیں۔ ہمارا تو ان وعدوں پر یہی کہنا ہے کہ مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا۔ (ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے صرف دھوکے کا وعدہ کیا) تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ دنیا میں اہل دنیا پر تقلید انبیاء و اولیاء لازم ہے اگرچہ ان کے ہاں براہین میں شک ہو۔ یہ بھی چند روز میں ختم ہو سکتا ہے اس لیے کہ مریض دوائی پینے میں اگر اس کے ذائقہ کی بناپر شفا ہونے میں شک کرتا ہے لیکن اگر وہ طبیب کی تقلید نہیں کرتا تو بیمار رہے گا۔

اور اگر شک کرتا ہوا بھی تقلید طبیب میں دوائی لے گا تو بعد صحت وہ شک خود بخود رفع ہوجائے گا یہی وجہ ہے کہ مریض دوائے تلخ پینے میں متنفر و منکر ہوتا ہے آخر اسے باتباع طبیب دوا پینی پڑتی ہے۔ پھر شفایاب ہونے پر اس کی مدحت کرتا ہے۔

ایسے طبیب روحانی انبیاء و اولیاء اور علماء کے تجویز کردہ نسخے قبول نہ کرنے والے مریض روحانی ہوتے ہیں اس پر واجب ہے کہ طبیب کا اتباع کرے اگرچہ صحت یاب ہونے میں شک ہی رکھے لیکن بعد صحت یابی انہیں یقین ہوتا ہے کہ میرا شک غلط تھا اور ان کی ہدایت صحیح تھی۔

اور کبھی غلبہ خواہش نفسانی اس پر اتنا مستولی ہوجاتا ہے کہ عمل خیر سے دل تنگ ہوجاتا ہے اور اعمال بد کی طرف میلان تام بڑھ جاتا ہے۔ یہ مرض سخت مخوف ہیں۔

اس لیے کہ جب یہ حالت بڑھ جاتی ہے تو اس پر رین طاری ہوجاتا ہے جس کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (ہرگز نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ ہے ان کے اعمال کی وجہ سے) عربی میں رین کہتے ہیں اَلرَّيْنُ صَدَاٌ يَعْلُوا الشَّيْءَ الْجَلِيْلَ۔ قَالَ بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَيْ صَارَ ذٰلِكَ الصَّدَاءُ عَلٰى جَلَاءِ قُلُوْبِهِمْ فَعَمِيَ عَلَيْهِمْ مَعْرِفَةُ الْخَيْرِ مِنَ الشَّرِّ قَالَ الشَّاعِرُ۔

اِذَا رَاَيْنَ النُّعَاسَ بِهِمْ وَقَدْ رِيْنَ عَلٰى قَلْبِهٖ

رین وہ میل کچیل ہے جو کسی اچھی چیز پر چڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا بلکہ ان کے دلوں پر میل ہے یعنی یہ میل چڑھ گئی ان کے صاف دلوں پر تو ان کو بھلائی برائی کی تمیز نہ رہی۔ شاعر نے کہا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ اونگھ رہے ہیں حالانکہ ان کے دلوں پر زنگ آچکا ہے۔

تو گویا رین بمعنی زنگ اور حجاب مستعمل ہے تو آیہ کریمہ کا ترجمہ یہ ہوا کہ یہ بات نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال بد سے زنگ آگیا ہے۔

تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جب نفس کی خواہشات اس درجہ غالب آجائیں کہ برے اعمال کا احساس بھی نہ رہے تو زنگ قلب کی وجہ سے انہیں برا فعل برا نظر نہیں آتا۔

پھر بڑھتے بڑھتے نوبت غشا تک آتی ہے پھر دل پر مہر جہالت لگ جاتی ہے پھر عقل بھی تیرہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ پھر موت قلب واقع ہو جاتی ہے حتیٰ کہ لَا یَنْفَعُ الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ

ایسے ہی اس کے برخلاف صورت حال یہ ہوتی ہے کہ نفس کشادہ ہو کر حسنات کی طرف مائل ہوتا ہے۔ پھر انشراح صدر ہوتا ہے تو اول نزول سکون ہوتا ہے اور جب درجۂ کمال حاصل کر لیتا ہے تو درجۂ عصمت پر پہنچ جاتا ہے۔ اب یہ سمجھ لو کہ

عدول طریق مستقیم دو طرح ہوتا ہے۔

پہلی قسم موجب غضب الٰہی ہو جاتی ہے خواہ حد کفر تک نوبت پہنچ جائے۔

اور دوسری قسم کو ضلال کہتے ہیں یہ بھی حد کفر تک پہنچے یا نہ پہنچے۔

تو مغضوب علیہم وہ جماعت ہوئی جو کفر کے ساتھ معاند بھی ہو اور ایسا عناد کرے کہ دیدہ و دانستہ کلام الٰہی سے انکار کرے اور عمداً مرتکب معاصی ہو۔

چنانچہ یہودیوں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ عز اسمہ ہے اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ (وہ جن کو دی ہم نے کتاب پہچانتے ہیں اس کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور ان میں سے ایک فرقہ حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں)

اور ارشاد ہے وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۔ (اور وہ یقیناً جانتے ہیں کہ جو اسے خریدے آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے)

اور ارشاد ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور تم حق کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو)

گویا یہود کا طبقہ دیدہ و دانستہ حق سے منکر ہے۔

اور ضالّین وہ ہیں جو کفر میں اپنے آباؤ اجداد اور اپنے بڑوں کے پیرو ہیں۔

اسی وجہ میں نصاریٰ کے حق میں ارشاد ہے اَضَلُّوْا کَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ (انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا اور خود بھی سیدھی راہ سے گمراہ ہوئے)

بحمد اللہ تفسیر الحمد یہاں ختم ہوگئی۔

اب چند لطائف و نکات جن کا تعلق اسی سورۃ مبارکہ سے ہے عرض کرتا ہوں۔

اول یہ سمجھنا ضروری ہے کہ لطائف و نکات اس سورۃ مبارکہ کے دو قسم پر ہیں۔

ایک یہ کہ آیات کے ساتھ فرداً فرداً متعلق ہیں۔

دوسرے یہ کہ تمام سورۃ کے ساتھ مجموعی طور پر تعلق رکھتے ہیں۔

تو اول قسم میں الحمد کا تعلق بسم اللہ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام علوم جو توریت انجیل۔ زبور اور قرآن کریم میں ہیں وہ تمام کے تمام الحمد میں ہیں اور الحمد شریف میں جتنے علوم ہیں وہ تمام بسم اللہ میں ہیں اور بسم اللہ کے تمام علوم حرف بسم اللہ کی ب میں ہیں۔

اس اجمال کی توضیح یہ ہے کہ

تمام علوم کا تعلق ذات واجب تعالیٰ شانہ سے ہے اور بسم اللہ اول اسم ذات ہے تو اس میں تمام علوم مضمر ہیں۔

اور یہ ظاہر ہے کہ بچے کی تعلیم کی ابتدا الف سے ہوتی ہے اور کتاب اللہ کی ابتدا حرف ب سے ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ الف بسبب تطاول و ترفع محل نظر رحمت نہ رہا۔

اور ب بسبب انکسار و افتادگی جناب کبریائی میں مقبول ہوگئی اور حدیث میں بھی آیا ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ جو اللہ کے حضور تواضع سے پیش ہو اللہ تعالےٰ اسے بلند فرماتا ہے۔

اس کے علاوہ عام عادت ہے کہ بادشاہ جب کوئی شے خریدتے ہیں تو اس پر شاہی مہر لگا دیتے ہیں تاکہ کوئی چور اس پر جرأت نہ کرے ایسے ہی جب جانور خریدتے ہیں اور اصطبل شاہی میں داخل کرتے ہیں تو اس کی پشت پر مہر کا داغ لگا دیتے ہیں تاکہ رہزن و ڈاکو اس پر قبضہ کرنے سے خائف رہیں۔

ایسے ہی جب بندہ عمل و طاعت کرتا ہے تو اس کی پیشانی پر مہر الٰہی لگ جاتی ہے سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (ان کے چہروں پر سجدے کے نشان ہیں)

اور یہی بسم اللہ کا مضمون ہے چنانچہ روایت ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے تو طوفان میں خوف غرق سے نجات کے لیے آپ نے اس پر بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا لکھ دیا اور زبان مبارک سے بھی پڑھا آپ کی

کشتی غرق سے مامون رہی۔

تو جب بندہ اس کلمہ کو تمام عمر اپنی مواظبت میں رکھتا ہے تو کس طرح وہ نجات سے محروم ہو سکتا ہے۔

کہتے ہیں ایک عارف نے بسم اللہ لکھا کر وصیت کی تھی کہ یہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میرے کفن میں رکھ دی جائے لوگوں نے وجہ پوچھی کہ حضرت یہ وصیت کس غرض سے فرمائی ہے۔

فرمایا میں نے سنا ہے کہ ایک فقیر بلند دروازہ پر کھڑا ہو کر سوال کرنے لگا اسے تھوڑا سا مال دیا گیا وہ چلا اور تیشہ لا کر دروازہ توڑنے لگا صاحب خانہ آیا اور بولا یہ کیا کر رہا ہے؟ فقیر نے کہا یا دروازے کو اپنے قابل بنا کر بھیک دے یا بھیک دروازے کی بلندی کے مطابق دے۔

یعنی بلند و بالا دروازہ رکھا ہے تو بھیک بھی بلند دے اور اگر اس قابل نہیں تو اتنا بلند دروازہ نہ رکھ۔

روایت ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ۱۹ حروف ہیں اور جہنم کے محافظ و موکل بھی ۱۹ ہیں۔ ہر حرف بسم اللہ کا ایک مؤکل سے بچاتا ہے اور بلا جہنم سے محفوظ رکھتا ہے۔

ایک قول ہے کہ رات دن کی چوبیس ساعت ہیں پانچ ساعتوں کے لیے پنجوقتہ نمازیں مقرر ہیں۔ باقی انیس ساعتوں کے لیے یہ انیس حروف بسم اللہ ہیں تاکہ ہر نشست و برخاست اور حرکت و سکون میں ذکر الٰہی کے ساتھ بندہ مستغرق رہے۔

ایک قول ہے کہ سورۂ براءت مشتمل بر قتل کفار ہے اسی وجہ میں اسے بسم اللہ بغیر رکھا گیا اور ذبح ذبیحہ کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہا جاتا ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں کہا جاتا۔ اس لیے کہ صورت ذبح صورت قہر ہے۔ اور مقتضائے رحمت یہ نہیں کہ قہر ہو اور بسم اللہ میں تمام و کمال رحمت ہے اس لیے ذبح پر بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھتے۔

چنانچہ سب میں بڑی فضیلت بسم اللہ کی یہ ہے کہ جو ہر وقت و ہر آن بسم اللہ زبان پر جاری رکھے یا کم از کم ستر بار فرائض پنجگانہ کے بعد پڑھے یقین ہے کہ وہ ہر وقت غضب و عذاب سے محفوظ رہے گا۔

علاوہ بریں یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان جب بیت الخلاء کو جائے اسے چاہئے بسم اللہ پڑھے تاکہ اس کی شرمگاہ اور نظر جنیاں کے مابین حجاب ہو جائے۔

اور جب یہ بسم اللہ دشمنان دنیوی سے حجاب بن جاتی ہے تو ایسے ہی عقبیٰ میں عذاب سے یقیناً حجاب ہوگی

اب الحمد شریف کے متعلق خاص نکات و لطائف عرض ہیں۔

اس سورہ مبارکہ میں تین چیزیں ہیں۔

اول حمد۔

دوسرے مدح۔

تیسرے شکر۔

چنانچہ حمد محض زندہ کے لیے ہوتی ہے اور لبعد احسان کی جاتی ہے اور یہ ہمیشہ جائز و مستحب ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا مَنْ لَمْ یَحْمَدِ النَّاسَ لَمْ یَحْمَدِ اللّٰہَ جو لوگوں کی حمد نہیں کرتا اللہ کی تعریف بھی نہیں کرتا اور حمد بہر حال کیجاتی ہے خواہ نعمت ملے یا نہ ملے بلکہ ہر کمال ذاتی پر بس حمد کی جاتی ہے اسی وجہ میں حمد کو مدح اور شکر پر مقدم رکھا۔ گویا بندہ کو تعلیم دی گئی کر وہ اَحْمَدُ اللّٰہَ کہے یعنی میں اللہ تعالے کی حمد کرتا ہوں مگر چونکہ بندہ ازبس عاجز ہے اس لیے وہ حمد تک نہیں پہنچ سکتا تو ما فوق الطاقت مکلف کرنا رب تعالے شانہ کو منظور نہ ہوا اس بنا پر الحمد فرمایا یعنی کمال حق حمد اور ملک اسی کے لیے ہے خواہ بندہ اس کی حمد کرنے پر قادر ہو یا نہ ہو۔

چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا یَارَبِّ کَیْفَ اَشْکُرُکَ الٰہی میں کیسے تیرا شکر ادا کروں اس لیے کہ شکر بھی تیری توفیق و تعلیم سے میں ادا کر سکتا ہوں اور یہ توفیق حمد و شکر تیرا دوسرا انعام ہے اس پر مجھے پھر شکر کرنا لازم ہے اور اس میں تسلسل لازم آتا ہے۔

اللہ تعالی کی طرف سے ارشاد ہوا اے داؤد جب تم ہمارے شکر سے اپنے کو عاجز سمجھتے ہو تو تم نے ہمارا شکر ادا کر لیا۔

ایسے ہی جب اَحْمَدُ اللّٰہَ کہا تو یہ کہنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ کہنے والا حمد کر رہا ہے حالانکہ وہ محمود قبل از حمد حامد محمود ہے اس لیے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یعنی تمام اقسام حمد و ثنا اسی کو لائق و زیبا ہیں جو ازل سے ابد تک جتنے حامد ہیں سب سے اول وہ محمود تھا۔

اور جیسے عموم کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ فلاں صاحب نعمت مستحق حمد ہے۔

یعنی درحقیقت محمود اول کی حمد ہے مثلاً پیر کی حمد مرید کی طرف سے استاد کی حمد شاگرد کی طرف سے بادشاہ عادل کی حمد رعایا کی طرف سے اولاد کی طرف سے والدین کی حمد یہ تمام انواع حمد کا حقدار حقیقی اور مالک تحقیقی وہی ایک محمود اول ہے۔ کیونکہ ہر نعمت جب کسی کو ملی اس کا منعم حقیقی وہی ایک ہی ہے۔

تو گویا در پردہ صورت انسان میں وہی ایک تعالے شانہ جلوہ ریزی فرماتا ہے ہر دل صاحب نعمت میں ارادہ انعام پیدا کرنے والا وہی ہے اور وہ نعمت جس پر فرمائی گئی اس سے کسی کو متمتع کرنے کی توفیق بھی وہی دینے والا ہے تو معلوم ہوا کہ انتفاع نعمت و انقطاع نعمت یہ سب اسی واجب تعالے شانہ کا فضل ہے چنانچہ ارشاد ہے وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ تو واجب تعالی شانہ جتنے منعم مجازی ہیں سب مثل خدمتگار ہیں جو بحکم مالک حقیقی خوانہائے طعام دوسروں کو پہنچاتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس سے جو کچھ ملتا ہے وہ تو اس کی طرف دست سوال بڑھائے گا لیکن اگرچہ مجازاً وہ مجازی منعم و معطی مستحق حمد

مجازی ہو مگر درحقیقت ہر نعمت پر وہی منعم حقیقی مستحق حمد ہے۔ ؎

نہ کس میدہا ند نہ کس میدہد   خدا مے دہا ند خدا میدہد

یہاں ایک شبہ وارد ہوتا ہے کہ عام طور پر ہر جگہ تسبیح تحمید پر مقدم رکھی گئی ہے جیسے سبحان اللہ والحمد للہ وغیرہ میں سورہ فاتحہ میں تحمید کس لیے مقدم فرمائی گئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تقدیم تسبیح تحمید پر جب کی جاتی ہے جبکہ کلام میں دونوں کا ذکر ہو۔ یہاں فقط حمد کا ذکر ہے اس لیے تسبیح نہیں۔ دوسرے اکتفاء تحمید کے ساتھ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ

مضمون تسبیح تحمید میں موجود ہے اور مضمون تسبیح یہ ہے کہ ذات واجب تعالےٰ شانہ اپنی صفات میں تمام نقصانات سے منزہ ہے۔

اور مضمون تحمید یہ ہے کہ کمال و نعمت جو ذہن و خیال بشر میں ہے وہ تمام اس جناب سے ہیں اور جب تمام کمالات و نعم اس ذات کی طرف سے اعتقاد بشر میں ہیں تو لازم آیا کہ اس کی ذات میں کوئی نقص نہیں۔

ایک لطیفہ عجیب اور ہے کہ لفظ الحمد للہ میں آٹھ حرف ہیں یعنی الف لام۔ ح۔ م۔ دال۔ ل۔ ہمزہ۔ ہ اور آٹھ ہی دروازے بہشت بریں کے ہیں۔

اور حمد کو دو چیز سے تعلق ہے اول ماضی سے کہ شکر نعمتہائے سابقہ کرے دوسرے مستقبل سے کہ وہ شکر ہے اور شکر مزید نعمت ہے جیسا کہ ارشاد ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔

تو بموجب تعلق اول دروازہ ہائے جہنم حمد کرنے والے پر مسدود ہو جاتے ہیں اس لیے کہ مواخذہ اور عتاب و عذاب بندۂ شاکر سے نہیں ہوتا۔

اور بموجب تعلق دوم شاکر عقلاً مستحق ہوتا ہے کہ اس پر بہشت درہائے بہشت کشادہ ہوں۔

ایک قول ہے کہ الحمد للہ ایک عظیم البرکت کلمہ ہے لیکن لازم یہ ہے کہ اسے اس کے موقعہ پر استعمال کیا جائے تاکہ اس کا ثمرہ بوجہ احسن حاصل ہو۔

حضرت سری سقطی قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار الحمد للہ کہا تو تیس سال استغفار کی۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک بار بغداد میں آگ لگی جس سے بازار اور دوکانیں جل گئیں مگر میری دوکان محفوظ رہی۔ ایک شخص میرے پاس آیا اور بولا تمام دوکانیں جل گئیں مگر آپ کی دوکان محفوظ رہی تو میں نے کہا الحمد للہ۔

پھر میں نے سوچا تو خیال آیا کہ یہاں الحمد للہ مجھے نہ کہنا چاہیئے تھا کہ یہ دین و مروت کے خلاف تھا۔ اس لیے کہ تمام مسلمان اور احباء دین مصیبت میں پڑے اور میں محض اپنے قلیل و ذلیل منافع پر خوش ہوا۔ اور میں

نے الحمد للہ کہہ دیا۔

چنانچہ میں جب سے مشغول استغفار ہوں۔

قرآن کریم میں ہے دَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اہل جنت کا آخر کلمہ الحمد للہ رب العالمین ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ ابتداء انسان بھی حمد سے ہے اور اس کا خاتمہ بھی حمد پر ہے۔ تو بندہ پر لازم ہے کہ اپنا اول اعمال اور آخر اعمال کلمہ حمد کے ساتھ ہی رکھے۔

اور مدح کبھی قبل از احسان ہوتی ہے اور کبھی بعد از احسان کی جاتی ہے اور یہ کبھی ممنوع بھی ہوتی ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُحْثُوا التُّرَابَ فِیْ وُجُوْہِ الْمَدَّاحِیْنَ خاک ڈالو مداحوں کے منہ میں۔ چنانچہ مداح قصیدہ گوؤں میں خاک ڈالنے کا حکم ہے۔

اب رہا شکر یہ ہمیشہ اس کا کیا جاتا ہے جس سے اسے کوئی نعمت حاصل ہو۔

اب یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ

اس سورۃ مبارکہ کا نزول بندوں کی تعلیم کے لیے ہوا تاکہ وہ مناجات الٰہی کرتے وقت الحمد للہ اول کہیں۔ لیکن اس میں قُوْلُوْا مضمر رکھیں اور صراحتاً قولوا نہ کہیں اس لیے کہ اگر صراحتاً قولوا کہا جائے تو امتثال امر میں نہ کہنے والے قصور وار قرار پائیں گے اور قصور وار سزاوار عتاب ہو جاتا ہے مثلاً اگر باپ بیٹے کو کہے کہ فلاں کام کر اور وہ نہ کرے تو وہ بیٹا داغدار عقوق والدین ہو جاتا ہے۔

برخلاف اس کے کوئی کہنے والا اگر کہے کہ فلاں اچھی چیز ہے اس پر اگر عدم امتثال ہو تو یہ عقوق و نافرمانی نہیں کہلاتا۔

تو الحمد للہ فرمانے میں رحمت الٰہی نے تقاضا کیا کہ بطریق تلقین حضور الٰہی میں بیان کرے تاکہ حکم اطاعت اس عمل میں پورا ہو جائے۔

اب رب العالمین کے متعلق عرض ہے۔

رب العالمین میں عالم کا رب ہونا فرمایا گیا ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ عالم میں دیکھی سنی تمام اشیاء دو حال سے خالی نہیں۔

یا وہ واجب لذاتہ ہوں گی یعنی خود بخود موجود ہوں گی اور ان کا نابود ہونا محال ہوگا۔ یہ صرف اور صرف ذات واجب تعالیٰ شانہ کی ذات ہے۔

یا وہ ممکن لذاتہ ہوں گی کہ اس کی ہر دو طرف وجود و عدم میں برابر ہوں۔

یادہ بہ ایجاد الٰہی موجود ہو تو جو اس قسم کی اشیاء ہیں وہ عالم ہیں اور عالم علامت سے مشتق ہے اسی بنا پر اس کا نام عالم رکھا گیا۔ کہ یہ اسماء وصفات الٰہی ہے اس لیے کہ ہر فرد مظہر ہے ایک اسم الٰہی کا اور صفات سے ایک صفت ہے۔

اور یہ اجناس وانواع یہ مظاہر اسماء کلیہ اور صفات اطلاقیہ ہیں۔

پھر جبکہ ہر فرد افراد عالم سے اسم کا مظہر ہے اسماء الٰہی سے تو عوالم غیر منتہی ہیں۔

لیکن جو کچھ شرائع میں مقرر ہے اس کا بیان یہ ہے۔ کہ

جو کچھ عالم میں موجود ہے وہ یا ذات ہے یا صفات۔

ذات اسے کہتے ہیں جو اپنے وجود میں کسی چیز کا محتاج نہ ہو جیسے آسمان وزمین۔

اور صفات اسے کہتے ہیں جو اپنے وجود میں کسی دوسری چیز کا محتاج ہو جیسے رنگ۔ بو۔ مزہ وغیرہ

اور ذات عرف معقولیاں میں جوہر کو کہتے ہیں۔

اور صفت کو عرض کہتے ہیں

پھر ذات بھی دو قسم پر ہے

ایک جسم۔

دوسرے روح۔

جسم وہ ہے جو ایک مقدار اور ایک شکل معین رکھے اور وہ اپنی مقدار و شکل کو کبھی نہ چھوڑے۔

اور روح چونکہ مقدار و شکل معین نہیں رکھتی

اسی وجہ میں اشکال مختلفہ اور مقدار متفاوتہ میں ظاہر ہوتی ہے۔

اور جسم کی بھی دو قسم ہیں

علوی اور سفلی

پھر علوی بھی بہت سی قسم رکھتا ہے

جیسے عرش۔ کرسی۔ سدرۃ المنتہیٰ۔ لوح قلم۔ معدنِ بہشت معدنِ دوزخ اور ستارے ثوابت وسیارے اور ہفت آسمان۔

ایسے ہی سفلی بھی دو قسم ہے

بسیط جیسے عناصر اربعہ۔ زمین۔ پانی۔ ہوا۔ آگ ہے۔

دوسرے مرکب یہ بھی دو قسم پر ہے۔ اس لیے کہ یہ تمام عناصر سے مرکب ہے۔ لیکن بعض تو مرکب بعض عناصر

سے ہے اور بعض عناصر سے۔
پہلی قسم کو ناقص کہتے ہیں اور دوسری قسم کو تام۔
مرکب تام منحصر تین عالم پر ہے۔
عالم معادن۔ عالم نباتات۔ عالم حیوان۔ پھر یہ ہر ایک بہت سے عالموں پر مشتمل ہیں۔ ان کی تفصیل موجب تطویل ہے۔
اور مرکب ناقص بھی تین قسم پر ہے۔
بخار یعنی آب و ہوا۔
غبار یعنی خاک و ہوا۔
دخان۔ یعنی آگ و ہوا۔
ان تینوں سے بھی بہت سے عالم پیدا ہوتے ہیں۔
چنانچہ خالص غبار سے بہت سے بگولے بنتے ہیں اور ان کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔
اور بخار سے بارشیں ہوتی ہیں اور جب بخار بہت بلندی پر چلا جاتا ہے تو سردی سے منجمد ہو کر ژالہ اور برف بن جاتا ہے۔
اور دھواں جب بلندی پر پہنچ جاتا ہے تو برق اور صاعقہ اور شہاب اور ستارہ دمدار اور بہت سی صورتوں میں متشکل ہوتا ہے۔
ایسے ہی بخار اور دخان جب منعکس ہو کر زمین میں محبوس ہو جاتا ہے تو زمین کو ہلا دیتا ہے۔ جسے زلزلہ کہتے ہیں۔
اور جب بخار زمین میں محتبس ہو جاتا ہے اور ہوا کی قوت سے باہر آتا ہے تو چشمے جاری کر دیتا ہے۔
اور اگر بخار لطیف مابین سما اور ارض سردی کی وجہ سے منجمد ہو کر زمین پر گرتا ہے وہ شبنم کہلاتا ہے۔
اور اگر وہی بخار لطیف منجمد شدہ فضا میں پراگندہ ہو جائے اسے صقیع کہتے ہیں جس کا نام کہر ہے۔
اور بعض ملکوں میں بخارات لطیفہ منجمد ہو کر بر رنگ شکر سفید و سُرخ زمین پر برس پڑیں تو اسے ترنجبین اور انگبین خشک اور من اور شیر خشت کہہ دیا جاتا ہے۔
یہ ہیں مختصر اقسام مرکب ناقص کے۔
اور یہی بطریق خرق عادت عجیب و غریب چیزیں پیدا کر دیتا ہے۔ اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ کتب عجائب الکائنات میں اس کا مطالعہ کریں۔

اور روح یا محض نیک ہے اسے فرشتہ کہتے ہیں۔
یا خالص بد اور خبیث ہے اسے شیطان کہتے ہیں۔
یا مختلط نیک و بد ہیں ہیں یہ دو قسم پر ہیں جنہیں جن یا ارواح بنی آدم کہتے ہیں
اور فرشتے بھی تین قسم پر ہیں۔
اول وہ فرشتے جو اجسام سے متعلق ہیں خواہ وہ اجسام علوی سے متعلق ہوں جیسے حاملان عرش اور خازنان کرسی اور داروغہائے بہشت و دوزخ اور ساکنان سدرۃ المنتہی اور مجاوران بیت المعمور اور کشیدن ستارہا اور محرکان سماوات اور دربانان سما۔
دوسرے وہ فرشتے جو اجسام سفلی سے تعلق رکھتے ہیں۔
وہ جو ابر و باد سے مربوط ہیں اور ہر قطرہ باراں کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور دریا اور پہاڑ اور اشجار و بنی آدم پر مؤکل ہیں اور ان کے اعمال و اوراد اور عزیمتوں کے ساتھ مؤکل ہیں۔ اسماء الٰہی اور عزیمت خوانان اور زکوٰۃ دہندگان سے ارتباط رکھتے ہیں۔
ایک قسم ان ملائکہ کی ہے
جو عبادت الٰہی میں مستغرق ہیں ان کی اتنی کثیر تعداد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمانوں میں ان کی وجہ سے ایک بالشت بھی جگہ خالی نہیں ہے۔ اور یہ تمام فرشتے آسمانوں میں قیام اور رکوع اور سجود میں ہیں۔
تیسری قسم ان ملائکہ کی ہے
جو مقربین خاص ہیں۔ ان کے سپرد تدبیر عالم ہے مثلاً وحی لے کر انبیاء کرام پر آنا۔ احکام شرعیہ پہنچانا۔ ایصال رزق و دولت اور امداد و تصرف کرنا کسی کو اٹھانا۔ کسی کو ملک دینا۔ دولت بڑھانا گھٹانا۔ قبض روح کرنا۔
اور چار فرشتے ان پر حاکم ہیں جنہیں رسول ملائکہ کہتے ہیں۔
وہ جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام ہیں۔
ان کے لشکر و اعوان اسی قسم میں داخل ہیں۔
اور ان کے حالات و مقدار سوائے رب العزت تبارک و تعالے اور یا بعطائے الٰہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نہیں جانتا وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ۔
اور اس کے علاوہ بھی بہت سے عالم ہیں مثلاً مکان۔ زمان۔ کم۔ کیف۔ وضع اور نسبت جہت وغیرہ ان کی تعریف کتب متداولہ حکمت میں موجود ہیں۔

مختصر یہ کہ جوان پر احاطہ اور ان کے احوال پر عبور چاہیے اسے تفسیر رب العالمین پر غور کرنا چاہیئے ہم نے یہاں مختصر عرض کر دیا ہے۔

اب الرحمن الرحیم سے جو متعلق ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

حقیقت رحمت حق باری تعالٰے میں ایصال خیر و دفع شر ہے۔

اور رحمت حق تعالٰے شانہ کی دو قسم ہیں

ایک رحمت ذاتی دوسرے رحمت صفاتی۔

پھر ذاتی کی دو قسم ہیں عام اور دوسرے خاص

عام تو وہ رحمت ہے جس کا افاضہ ہر موجود کے لیے ہے۔

اور خاص یہ کہ جسے استعداد تقرب الی اللہ بخش دی جائے اسے اس کے لیے مخصوص کر لیا جاتا ہے۔

ایسے ہی صفاتی بھی دو قسم پر ہے یعنی عام اور خاص۔

عام تو یہ ہے کہ ہر موجود کو اس کی صفات سے جتنا اس کے لائق ہو اسے دیا جائے۔

اور خاص یہ کہ ہر وجود کو کچھ دے کر اس کے ذریعہ دوسروں پر فضیلت بخشی جائے

اس تفصیل کے بعد معلوم ہوا کہ بسم اللہ میں رحمٰن و رحیم فرما کر

الحمد میں دوبارہ رحمن و رحیم فرمانا محض تکرار نہیں ہے بلکہ بسم اللہ میں رحمٰن و رحیم ذاتی ہے اور الحمد میں رحمن و رحیم صفاتیہ ہے۔

اور ذاتی کی دو قسم ہیں عام اور خاص یہ دلالت کرتی ہیں بسم اللہ کے دو اسم رحمن و رحیم پر

اور صفاتی کی بھی دو قسم ہیں عام اور خاص یہ دلالت کرتی ہیں الحمد کے مذکورہ دو اسموں رحمٰن و رحیم پر

بعض نے کہا کہ ذکر رحمٰن و رحیم بسم اللہ میں

برائے تسکین مصیبت ہے کہ اسم اللہ کے ساتھ ہمت مضبوط کرے اور دل کو یہ نام مدہوش کر دے۔

اور الحمد میں بندوں کو امیدوار بنانے کے لیے اسم رحمن و رحیم لایا گیا تاکہ مالک یوم الدین کے خوف سے بیتاب و بہولو آئندہ کلام میں عبادت مذکور ہے جو بندہ پر لازماً شاق ہے تو قائد رجا اور سائق خوف ساتھ دیدیا۔ کہ ہر مقام خوف و رجا پر یہ دو اسم رحمن و رحیم ساتھ رہیں کہ ایک تسکین مصیبت عوام کرے اور عوام کو امیدوار بنائے اور دوسرا اسم رحیم بلائے خواص ہے۔

اور ایک روایت ہے کہ ظہور عالم کی ابتداء رحمت عام و خاص کے ساتھ ہوئی اور اس کی انتہا بھی رحمت کے ساتھ ہے۔

چنانچہ بسم اللہ میں بشارت ابتدا رحمت کی ہے اور الحمد میں انتہا رحمت پہ ہے۔

اور ایک قول ہے کہ رحمٰن لفظ میں خاص ہے اور معنی میں عام اس لیے کہ یہ وصف سوائے ذات واجب تعالیٰ شانہ کسی غیر کے لیے نہیں ہوتا اگرچہ خالقیت ورزاقیت اور منفعت رسانی کے جو ہر قسم کے موجودات کو شامل ہے تو باعتبار معنی یہ عام ہے مگر باعتبار تلفظ خاص۔ برخلاف رحیم کے کہ وہ تلفظ میں عام ہے لیکن معنی میں خاص ہے اس لیے کہ مخلوقات کو اس وصف سے متصف کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں فلاں رحیم ہے کہ لطف و توفیق کہ مدلول اسی اسم کا ہے مومنین کے لیے مخصوص ہے۔

ضحاک کہتے ہیں کہ رحمٰن میں اشارہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے کہ وہ مکان سماوی پر رحمٰن ہے اور رحیم میں اشارہ اللہ تعالیٰ کی اس نزول رحمت کی طرف ہے جو اہل زمین پر وہ فرماتا ہے۔

ابن مبارک کہتے ہیں کہ رحمٰن وہ ہے کہ جب اس سے سوال کیا جائے دے اور رحیم اسے کہتے ہیں کہ جب اس سے سوال نہ کیا جائے تو غضب فرمائے۔

بعض نے کہا ہے کہ دنیا و آخرت میں جتنے آثار رحمت ہیں وہ اسم رحمٰن کے مقتضیات سے ہیں اور دفع بلا و آفات دارین بمقتضائے رحمت رحیم ہے۔

بہر حال رحمٰن سے کمال رحمت کا اظہار ہے کہ جس سے تمام بڑی نعمتیں اور کلیات واصول منافع حاصل ہوتے ہیں اور رحیم سے ہلکی اور حقیر نعمتیں اور جزئیات و فروع حاصل ہیں اور یہ دو اسم اس لیے لائے گئے تا کہ بندہ بلند نعمتیں مانگتے ہوئے حقیر نعمتوں کے سوال پر نہ شرمائے۔

گویا دو اسم ظاہر فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ ہم سے جو مانگنا چاہو بے حجابا مانگو اور بڑی نعمتیں طلب کرتے ہوئے حقیر نعمتیں مانگتے یہ وہم نہ کرو کہ اس رحمٰن سے ہلکی چیز مانگنا بے ادبی ہے۔

یہ بندہ کی جبلت ہے کہ بڑی چیزیں دے۔

اور ہلکی چیزوں کے سوال پر خشمگیں ہو جائے۔

ایک روایت ہے کہ کسی شخص نے دربار شاہی میں معمولی سوال کیا بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے سزا دی جائے کہ اس نے ہمارے حضور معمولی چیز کا سوال کیا۔ ایسا سوال تو اسے کسی معمولی آدمی سے کرنا تھا۔ اس نے ہماری توہین کی ہے۔

اس وجہ میں اللہ تعالیٰ اپنی شان ارفع و اعلیٰ ظاہر فرماتا ہے کہ

بندہ ہم سے جو مانگے ہم اسے ضرور دیں گے۔ اگر زندگی۔ قوت۔ شنوائی۔ بینائی۔ فرزند و زن مانگے گا ہم اسے دیں گے اور اگر نمک چارہ یا پوش کپڑا طلب کرے گا تو وہ بھی ہم اسے عطا فرمائیں گے تو گویا اگر ایسی چیز طلب کرے گا جو

ہمارے سوا دوسرا نہ دے سکے تو بھی ہم بخشیں گے۔

اور اگر ایسی چیز مانگے گا جو بندہ بندہ سے طلب کرے تو ملجائے ہم وہ بھی اسے عطا فرمائیں گے۔ مثلاً تشخیص مرض اور معالجہ و دوا کے ساتھ متعین کرنا، یا روزینہ مانگنا۔ اور امور معاش میں یا معاد میں مدد طلب کرنا یہ سب ہم سے مانگ سکتا ہے حالانکہ یہ کام بندہ بندہ سے بھی کرا سکتا ہے۔

گویا یہ فرمایا کہ ہم رحمٰن ہیں تو نے گندہ نطفہ ہمارے سپرد کیا۔

تو ہم نے تجھے مرد خوش قامت نیک منظر بنا کر تجھے عطا فرمایا اور سوکھا دانہ ہمارے سپرد کیا ہم نے اسے اپنی رحمت سے شاخ با برگ و بار کر کے تجھے دیا۔ تو نے ناقص طاعت ہمارے پیش کی ہم نے اس کے بدلے بلند کوشک حور و قصور اشجار و انہار کے ساتھ عطا فرمائے۔

اور ہم رحیم بھی ہیں کہ جو کچھ تو ماں باپ خاوند اور مالک استاد اور پیر طبیب و عطار سے آقا و مربی سے حاصل کر سکتا تھا ان کا ہم سے امیدوار ہو تو وہ بھی ہم تجھے بخش دیں گے۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ

جب اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے اور اس کے مقتضیات وہ ہیں جو بیان ہوئے تو پھر اس نے کس لیے اشیائے قبیحہ پیدا فرمائیں اور افعال مذموم کیوں خلق کیے اور اخلاق ردیہ اور ہموم و غموم اور افکار و حاجات جو تخلیق فرمائے یہ کہاں رحمٰن و رحیم کے مقتضیات سے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ نہیں بلکہ کوتاہ نظری ہے۔

کہ مذکورہ اشیاء کو خلاف شان رحمٰن و رحیم سمجھا گیا اور صفت رحمٰن و رحیم کے مخالف جانا ایسے معترض کو سمجھنا چاہیئے کہ اگر پدر مشفق اپنی اولاد کو تادیباً مارے تو یہ مارنا یہ اقتضائے رحمت ہے اگرچہ بظاہر یہ تادیب عذاب کی صورت میں ہے مگر بچہ پر عین رحمت ہے۔

اگر بچہ کو باپ صبح ہی پکڑ کر اسے استاد کے سپرد کرے جو بظاہر نہایت خشمگیں اور بیرحم ہے تو یہ سپرد کرنا عین رحمت ہے اس لیے فرمایا کہ والدین کے حق میں رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا۔ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی، دعا کیا کرو۔

اگر بچے کو ایام تعلیم میں کھیل کود سے روک کر تعلیم دی جائے اور چھٹی کے روز جمعہ کو اسے نائی کے سپرد کر کے بال ترشوائے جائیں مگر گرم پانی سے غسل کرا کر میلے کپڑے اتار کر صاف پہنائے جائیں تو اگرچہ بظاہر بچہ پر یہ ظلم ہے کہ اسے کھیلنے سے روکا۔ آزادی سے گلگشت نہ کرنے دی۔ ہم چشموں میں آوارہ گردی سے باز رکھا لیکن اس نگہداشت اور تربیت کا نتیجہ جب اس پر روشن ہوتا ہے تو وہ صمیم دل سے رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا کہہ کہہ کر والدین کے حق میں

دست بدعا ہوتا ہے۔

ایسے ہی اگر اچھا بچہ کو تخمہ ہو جائے اور بدہضمی سے اس کے معدہ میں زہر طعام پھیل جائے تو والدین اسے آب و دانہ سے روکتے اور ادویہ بدذائقہ کھانے کو مجبور کرتے ہیں تاکہ اس مرض سے وہ بچہ نجات پا کر جسیم و توانا ہو جائے۔ یہ سب صورتیں بظاہر عذاب ہیں مگر حقیقتاً عین رحمت ہیں۔

مَنْ لَمْ یُؤَدِّبْہُ الْاَبَوَانِ اَدَّبَہُ الْمَلَوَانِ (جسے ماں باپ ادب نہ سکھائیں اسے زمانہ ادب سکھاتا ہے)

البتہ ناقص العقل بچہ ایام طفولیت میں اس تادیب کو عذاب سمجھتا ہے مگر سمجھ بوجھ سیانی ہونے پر وہ والدین کا شکر گذار ہوتا ہے۔

اسی بنا پر اس رحمن ورحیم نے فرمایا عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)

یہاں یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ دنیا و آخرت میں مخلوق پر جو کچھ ہوتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں۔

اول یہ کہ اسے جو چیز ملی وہ نافع بھی ہے اور ضروری بھی۔ جیسے سانس کہ اگر ایک لمحہ کے لیے بند ہو جائے تو زندگی ہی ختم ہو جائے۔

یا معرفت الٰہی کہ آخرت میں اگر ایک لحظہ کے لیے دل سے زائل ہو جائے۔ تو مستوجب عذاب ابدالآباد بنا کر رکھ دے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ نفع دیتی ہے مگر ضروری نہیں جیسے مال دنیاوی اور کثرت علوم و معارف یا کثرت نوافل و طاعات کہ اس کا فائدہ آخرت میں ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ وہ ضروری ہے مگر نافع نہیں جیسے امراض سختی و آفات دنیا کہ یہ دنیا میں آتے ضرور ہیں لیکن ان کا نفع آخرت میں ہے دنیا میں نہیں۔

چوتھی قسم وہ ہے کہ وہ نافع بھی نہیں اور ضروری بھی نہیں جیسے تفاخر، غنا، تکبر کہ یہ اگر انسان میں ہو تو اس سے فائدہ بھی نہیں اور یہ ضروری بھی نہیں۔

اب مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کے متعلق ملاحظہ فرمائیں

یہ فلسفہ ناقابل انکار ہے کہ مطیع و نافرمان موافق و مخالف محسن و بدخلق کے مابین بہ مقتضائے عدالت بین فرق ہے اور یہ فرق روز جزا کے بغیر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ اگر دنیا میں نیکوں کو نعمت و دولت اور عافیت دی جاتی اور

بروں کو فقر و مصیبت اور محنت و مرض میں مبتلا کر دیا جاتا تو لوگ لازمی طور پر نیکی کی راہ قبول کرتے اور افعال مذمومہ سے بخوف مرض و محنت مجتنب رہتے اور حصول دولت و صحت و عافیت کے طمع میں سب نیک ہی نیک ہوتے۔ لیکن ایمان وایقان واطمینان سے ان کا کوئی واسطہ نہ ہوتا اس کو غلبہ و محنت صعوبت وکربت کا خوف کارہائے نیک کی طرف مضطربانہ صورت میں مجبور کرتا اور اعمال نیک اضطراری حالت میں بے اختیار ان سے ظہور میں آتے۔ نہ کہ تعمیل حکم الٰہی سے وہ مائل بہ اعمال صالحہ ہوتے۔

اس لیے روز جزا کو روز عمل سے ممتاز فرمایا۔ تاکہ حقیقت تکلیف و معاد ہمارے فہم پر متحقق ہو۔

آیۂ کریمہ میں قرأت متواترہ صحیحہ دو ہیں۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اور مَلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اور ان دونوں قراتوں سے پڑھنا اگرچہ درست ہے لیکن علمائے محققین نے ان میں سے ایک کو ترجیح دی ہے یعنی مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ارجح بتائی ہے اور اس کی چند وجہ بیان فرمائیں۔

اول یہ کہ مالکیت مرد اور غیر مرد پر عام ہے اور ملک و شہنشاہی خاص مردوں تک محدود ہے۔

دوسرے یہ کہ مالک کو مملوک پر کمال قدرت حاصل ہے اگر وہ چاہے تو اپنے مملوک کو بیچ ڈالے اور جسے چاہے بخش دے برخلاف ملک و بادشاہ کے کہ اس کی قدرت صرف اور صرف رعایا پر ایا تک محدود ہوتی ہے اس لیے مالک یوم الدین ارجح ہے۔

تیسرے یہ کہ مالکیت کی نسبت ملکیت و بادشاہی سے قوی تر ہے اس لیے کہ مملوک کو ملکیت مالک سے نکلنا ممکن نہیں برخلاف رعیت کے کہ وہ بادشاہ کا محکوم ہونے سے نکل سکتا ہے سلطنت بادشاہ سے نکل کر دوسری سلطنت میں چلا جائے تو اب وہ پہلے بادشاہ کی رعیت نہیں کہلائے گا گویا رعیت رہنا نہ رہنا باختیار رعیت ہوتا ہے۔

چوتھے یہ کہ مالک کا رتبہ مملوک سے افزوں تر ہوتا ہے اور بادشاہ کا رتبہ رعیت پر اس درجہ بلند نہیں ہوتا اس لیے کہ مملوک مالک کے حضور پست تر ہے رعیت سے۔

اور استیلاء قہر مالکیت میں جتنا عام ہے رعیت پر شاہی استیلاء اتنا نہیں اس لیے کہ غلام پر خدمت مالک واجب ہے اور رعایا پر واجب نہیں۔

دوسرے غلام بلا اذن مالک باختیار خود کسی کام کا مجاز نہیں برخلاف رعیت کے کہ اسے اپنے گھریلو معاملات میں اختیار ہے۔

تیسرے یہ کہ رعیت کا واسطہ ملک اور بادشاہ سے عدل و انصاف اور ہیبت اور سیاست تک ہے مگر غلام

ومملوک کہ وہ اپنے مالک و مولا سے خوراک و پوشاک اور تربیت و رافت اور رحمت و حفاظت میں ہر حالت کے ساتھ مربوط ہے۔

تو قراءت مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اقرب یہ امید ہے کہ بندہ اپنے مالک سے عفو و تربیت رافت و رحمت کا ہر حال میں امیدوار و محتاج مالک ہے چنانچہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔

يَا عِبَادِىْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِىْ اُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِىْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ اَكْسُوْتُهٗ فَاسْتَكْسُوْنِىْ اَكْسُكُمْ اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو مگر جسے میں روزی دیتا ہوں وہ شکم سیر ہے لہٰذا مجھ سے رزق طلب کرو تاکہ میں تمہیں روزی عطا کردوں۔ اے میرے بندو تم سب برہنہ ہو مگر جسے میں کپڑا پہنا دوں تو تم مجھ سے ہی کپڑا مانگو تاکہ میں تمہیں کپڑا پہناؤں۔

بادشاہ وہ ہے جو اپنے موجودہ لشکر پر نگرانی رکھتا ہے اور ضعیف و شکستہ حال اور مریض و عاجز کو دیکھتا ہے تو خبر گیری کرتا ہے۔

اور مالک حاضر و غائب اپنے بندوں، غلاموں، ضعیفوں، مریضوں، بڈھوں پر انتہائی رحمت فرماتا ہے اور ان کے علاج میں مدد کرتا ہے۔

تو مالک کا رتبہ بادشاہ کے مرتبہ سے افزوں ہے ویسے بھی اگر دیکھا جائے تو مالک میں ملک سے ایک حرف زائد ہے تو مالک کی بخشش بھی ملک سے افزوں تر ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ بروز قیامت بہت سے بادشاہ ہوں گے جو اپنی اپنی حالت میں گرفتار ہوں اور اس دن کوئی مالک نہ ہو سوا ایک مالک الملک ذو الجلال و الاکرام کے۔

تو مالک یوم الدین کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ مالک علی الاطلاق ہے قیامت کے دن کا کہ بادشاہ اور غلام آزاد اور احرار سب اس کے زیر حکم ہوں گے اور مالک الملک اسماء حسنیٰ میں بھی اسم الٰہی ہے اور ملک الناس بھی حقیقتاً اسی ذات واحد کا اسم ہے جیسا کہ سورۃ ناس میں مذکور ہے۔

اب یوم الدین کے متعلق بھی سمجھنا ضروری ہے۔

عرف عربی میں یوم کہتے ہیں ابتداء طلوع سے غروب تک کو اور شرعاً یوم کا اطلاق طلوع صبح صادق سے غروب تک پر ہے۔

اور کبھی روز کا اطلاق مطلق وقت پر بھی ہوتا ہے خواہ وہ دن ہو یا رات مہینہ ہو یا سال جیسے کہتے ہیں روز صفین ایسا ایسا ہوا یوم خندق یہ یہ ہوا۔ حالانکہ یہ ایک دن کا واقعہ نہیں بلکہ مہینے اور شب و روز کا واقعہ ہے تو ثابت ہوا کہ یوم الدین سے مراد ایک دن نہیں بلکہ اس کی مدت نفخہ ثانیہ سے لے کر جنت دوزخ میں داخل ہونے تک

کی ہے اس میں بہت سے وقائع اور کافی حالات واقع ہوں گے۔

اب یہ ذہن نشین کرنا بھی ضروری ہے کہ اس سورۂ مبارکہ میں دو مضمون ہیں۔

اول مضمون حمد و ثنا جو بندہ کی زبان سے جناب الٰہی میں عرض کیا گیا۔

دوسرا خواہش مطلب کہ بعد از القاب حمد و ثنا بندہ کرتا ہے۔

اور اس سورۂ مبارکہ میں پانچ نام اسماء حسنیٰ مذکور ہیں۔

اللہ۔ رب۔ رحمٰن۔ رحیم۔ مالک یوم الدین۔ یہ پانچوں نام اپنے مفہوم میں ارتباط کامل رکھتے ہیں اور سب مرادف اسم ذیان ہیں۔

اس لیے کہ حمد باعتبار کمال ذاتی واجب تعالےٰ شانہ کی اس لیے کی گئی کہ لفظ اللہ کا مقتضی ہے دوسرے باعتبار افاضۂ وجود و توابع وجود یہ مفاد ہے اسم رب کا۔

تیسرے باعتبار نعمت تیسر اسباب معاش اور دنیا میں زندہ رہنا رحمٰن سے مفہوم ہوتا ہے۔

چوتھے باعتبار توفیق اصلاح معاد مضمون رحیم ہے۔

پانچویں نعمت جزا پر ترتب اکمال حمد و شکر پر مالک یوم الدین ہے۔

دوسرے پہلو سے یہ بھی واضح ہے کہ عبادت بمقتضائے الوہیت ہے اور استعانت بمقتضائے ربوبیت ہے اور طلب ہدایت بمقتضائے رحمانیت ہے اور استقامت بمقتضائے اسم رحیم ہے اور یہ پانچ انعام بمقتضائے مالکیت ہیں۔

اب ایاک نعبد کے متعلق عرض ہے۔

عربی زبان میں تقدیم مفعول مفید اختصاص ہے جیسا کہ آیہ کریمہ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ میں ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم سوا تیرے کسی کی عبادت نہیں کرتے اور یہاں لفظ نعبد سے یہ اختصاص مفہوم نہیں ہوتا۔ بلکہ وجہ اختصاص عبادت اس ذات پاک سے یہ ہے کہ حقیقت عبادت غایت تذلل ہے جو نہایت تعظیم کے لیے کی جاتی ہے۔ تو یہ عبادت اور تعظیم اگر تسخیراً ہے یا مسخر تو یہ عبادت اظہار تذلل کے لیے نہیں ایسے ہی اگر تذلل اضطراراً ہو تو وہ بھی عبادت نہیں اور اسے محسوب بعبادت نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ تسخیر تسخراً یا اضطراراً جو عبادت ہوگی وہ بداہتہً کسی کے لیے مسلم نہیں ہوگی جبتک کہ وہ عبادت ایسے ہو کہ اپنے منعم کی طرف سے نعمت حاصل کرکے اظہار شکر کے لیے ادا کرے اور ایسا منعم حقیقی سوا اس ذات واجب تعالےٰ شانہ کے اور کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ بندہ کے لیے تین حال ہیں۔

ماضی۔ حال مستقبل،

ماضی بندہ کی یہ ہے کہ وہ معدوم محض تھا اسے اس کے منعم حقیقی نے کتم عدم سے منصۂ شہود پر لا کر شرف وجود سے مشرف فرمایا جیسا کہ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا۔ ہم نے تجھے پیدا کیا۔ حال آنکہ پہلے تو کچھ بھی نہ تھا۔

نطفہ کی صورت جب تو مردہ تھا تو تجھے زندہ کیا وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ۔ پھر زندہ ہو کر بھی جاہل تھا تو تجھے علم دیا اور اسباب علم حواس وعقل تجھے بخشے کما قال اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَجَعَلَ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ۔

اور زمانہ حال بندہ کا یہ ہے کہ اس کی حاجتیں حد سے زیادہ ہیں جو ابتدائے عمر سے آخر عمر تک اگر خیال کیا جائے تو اس کی گنتی نہیں اور پھر باوجود تقصیرات و معاصی جو دمبدم اس سے سرزد ہوتی ہیں اس کا فضل واحسان منقطع نہیں ہوتا۔

اور مستقبل بندہ کا یہ ہے کہ موت کے وقت سے حشر ونشر تک محافظت عذاب وعقاب کی امید صرف اور صرف جناب رحمن ورحیم سے توقع رکھتا ہے۔

بہرحال بندہ کو سوائے ذات رحمن ورحیم کوئی بچاؤ وپناہ کسی حال میں احوال ثلاثہ سے نہیں۔

تو بندہ کی عبادت کا وہی مستحق ہے نہ کہ کوئی اور

جو کچھ عالم میں ہے دیدہ وشنیدہ ہے یا ہر وہ چیز جس سے انتفاع حاصل ہو وہ تمام قبل از وجود تھا نہ بعد از موت ہوگا۔ مثل آفتاب و ماہتاب اور دریا اور زمین اور پہاڑ کے یہ زمان ماضی میں نفع دیتی ہے اگرچہ ہمیں نہیں تو ہمارے آباؤ اجداد کو زمان ماضی میں دیتی رہی اور زمان حال میں دے رہی ہے اور زمانہ آئندہ میں دے گی اور ارواح لیے بہ سے جو نفع ہوتا ہے یہ سب کچھ اس وقت واجب تعالیٰ شانہ سے ہے۔

لہٰذا اس صورت میں بھی وہی مستحق عبادت ہے۔

اسی وجہ میں ارشاد ہے وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ اور تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ کو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے ساتھ کیا مناسبت ہے کہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے بعد اِيَّاكَ نَعْبُدُ لایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عبادت کے تین درجے ہیں۔

اول یہ کہ عبادت رغبت ثواب کے لیے ہو کہ اس کے بدلے میں حور وقصور جنات وانہار ملیں گے تو یہ عبادت

درحقیقت ایک مزدوری ہے کہ محنت کے بدلے میں مال حاصل ہو۔ اس لیے کہ عاقل خوب سمجھتا ہے کہ دنیا کی انعمہ والطعمہ اور امتعہ فانی اور محض فانی ہیں لیکن عطائے اخروی ابدی ہے اور فانی کے مقابل ابدی نعمت افضل و اشرف ہے لہٰذا عبادت کا بدلہ اخروی بہتر ہے۔

دوسرے یہ کہ عبادت خوف عذاب و عقاب سے ہو اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جن کی تعداد بعض روایات سے ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے سب نے اعلان فرمایا اور قاطبۃً بتایا کہ اگر بندے عبادت الٰہی نہ کریں گے تو مستوجب عقاب و عذاب ہوں گے اور جبکہ محض ایک صادق و امین کی خبر مفید یقین ہوتی ہے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کی خبر پر کیونکر احتمال شک ہو سکتا ہے۔

لیکن یہ عبادت بھی مثل اطاعت غلام و کنیز کے ہے کہ خوف سزا سے ناچار خدمت مولا و مالک کرتے ہیں اور امید انعام و اکرام رکھتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ بندہ کی عبادت محض مشاہدۂ جمال جمیل کے لیے ہو یہ عبادت پہلے دو درجوں سے نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔

چنانچہ اسی عبادت پر ہمیں حضور نے فرمایا تَعْبُدُ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔ (اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے) اور اس قسم کی نماز کی نیت بھی یہ ہے اُصَلِّیْ لِلّٰہِ وَالثَّوَابُ لِلّٰہِ وَالْخَلَاصُ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ (میں اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہوں اور اس کا ثواب بھی اللہ کے لیے ہے اور اللہ کے عذاب سے نجات بھی)

چنانچہ یہ عبادت کرنے والا عابد حالت شکر میں والہانہ کہہ گیا۔

امروز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است　　در حیرتم کہ وعدۂ فردا برائے چیست

تو ثابت ہوا کہ چونکہ ہر سہ مرتبہ والی عبادت کا تعلق روز جزا سے ہے لہٰذا مالک یوم الدین کو ایاک نعبد کے ساتھ مترتب ہونا ضروری تھا۔ ایک واقعہ ہے جس سے ہمارے دعویٰ کی مکمل تائید ہوتی ہے۔

ایک شخص نامی گرامی پہلوان تھا۔ اس کی کشتی کسی کمزور آدمی سے مقرر ہوگئی جب دونوں اکھاڑے میں اتر کر کشتی کرنے لگے تو کسی نے اس پہلوان سے کہا تجھے معلوم بھی ہے تو کس سے کشتی کر رہا ہے۔ اس نے حیرت سے دریافت کیا لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ فلاں استاد ہے۔

یہ سنتے ہی وہ قوی الجثہ پہلوان گر گیا اور اس سے کشتی ہار گیا۔

تو جب ایک قوی الجثہ پہلوان پر ایک استاذ پہلوان کا نام پر رعب طاری کر سکتا ہے تو اس قوی و متین کا نام کس درجہ موجب خشیت و اجلال ہوگا۔

دوسرے یہ کہ بندے نے جب رحمن و رحیم کا نام سن لیا تو اس کی برکت سے ایک قوت اسے حاصل ہو گئی۔ جس نے ثقل عبودیت اس سے ہلکا کر دیا جیسے کسی سے جب زور کا کام لیا جاتا ہے تو اول اسے یا قوتی یا غذائے مقوی دیتے ہیں تا کہ اس کی غذائے لطیف اسے اس کار ثقیل کو ہلکا کر دے۔

ایسے ہی جب نام الٰہی قبل از عبادت زبان پر لیا گیا تو بندہ کو حضور معنوی حاصل ہو گیا اور جیسے عاشق کو حضوری محبوب کے بعد کوئی کلفت نہیں رہتی ایسے ہی جمال جہاں آرا محبوب کے تصور سے عابد پر بھی کوئی بار نہیں رہتا چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (پرہیزگاروں کو جب کوئی شیطانی وسوسہ پہنچتا ہے تو وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں)

بنا بریں بندہ کو چاہئے کہ قبل از عبادت بھی اپنے معبود کا نام یاد کرے اسی بنا پر اللہ اکبر تکبیر تحریمہ میں پکارا جاتا ہے تا کہ شیطان اس کی عبادت میں کسی غفلت کا نقصان نہ ڈالے اور وہ عبادت بحضور قلب ادا کرے۔

اب یہ امر بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ عبادت کنندہ ایک ہوتا ہے اور الحمد ایاک نعبد صیغہ جمع کے ساتھ کس لیے استعمال ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بندہ اپنی ناقص عبادت کو کاملوں کی عبادت میں مخلوط کر کے حضور اقدس میں پیش کرتا ہے تا کہ رحمن و رحیم اپنے کرم سے کاملوں کی کامل عبادت کے ساتھ اس کی ناقص بھی قبول فرما لے اور عبادات اولیاء و انبیاء و ملائکہ کے ساتھ اس بندہ کی ناقص عبادت بھی قبول ہو جائے۔

چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ

اگر کوئی شخص دس چیزیں فروخت کرے ان میں بعض ناقص بھی ہوں تو خریدار کو لازم ہے کہ تمام کی تمام ہی لے اگر ناقص واپس کر کے اچھی چھانٹ لے تو یہ بیع کے خلاف ہے۔

تو بارگاہ اکرم الاکرمین سے تو یہ کسی طرح متصور ہی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ اپنے کرم سے سب ہی قبول کر لیتا ہے ؎

می پذیرند بداں را بہ طفیل نیکاں ‏ ‏ ‏ ‏ رشتہ واپس نہ دہد ہر کہ گہرے گیرد

موتیوں کی لڑی لینے والا دھاگہ بھی موتیوں کے ساتھ قبول کر لیتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ موتی قبول کر کے دھاگہ واپس کر دے۔

دوسرے صیغہ جمع کے ساتھ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی صفت بھی فرمائی گئی حالانکہ قانت و حنیف صرف وہی تھے جیسا کہ ارشاد ہے اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا (بے شک ابراہیم ایک جماعت تھے اللہ کے فرمانبردار اور ایک رخ)

اور اگر اِیاکَ اَعبد فرمایا جاتا تو بھی مضمون صحیح ہو جاتا کہ میں تیرا بندہ ہوں اور اِیاکَ نعبد میں یہ عبارت ہوتی ہے کہ میں بھی ایک بندہ ہوں تیرے بندوں میں سے اور یہ مضمون زیادہ مناسب اور قریب ادب ہے۔ اس میں تواضع زیادہ ہے۔

اب اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے متعلق عرض ہے۔

نستعین صیغہ جمع متکلم استعانت سے ہے اور حقیقت استعانت طلب معونت ہے۔

اور طلب معونت ہر کام میں چار طرح کی جاتی ہے

اول اس امر کی مدد چاہنا کہ اس کام پر اسے قدرت حاصل ہو جائے۔

دوسرے جو کام کرنا چاہتا ہے اس میں آسانی ہو جائے۔

تیسرے جو کام کرنا ہے اس میں اتنی مدد حاصل ہو جائے کہ وہ کام نزدیک ہو جائے۔

چوتھے جو کام کرنا چاہتا ہے اس کی طرف اتنی رغبت ہو جائے کہ عقل و ہوش اور شعور دست و پا سب اس میں مصروف ہو سکیں۔

تو اس کی تقسیم اس طرح ہے کہ

عقل و شعور اور دست و پا بخشنا ہے عبادت کے لیے یہ قسم اول سے ہے۔

اور رفع موانع اور اشتغال و فراغ خاطر دینا دوسری قسم سے ہے۔

اور اس کے دواعی کو دل میں ڈالنا اور اس کا پسندیدہ ہونا نظر عقل میں اور لذت عبادت اور انشراح خاطر بڑھانا قسم سوم سے ہے۔

اور کسی مرشد کو انبیاء و اولیاء کی طرف سے پیدا کر دینا تاکہ پند و نصیحت سے عبادت کی طرف میلان بڑھے یہ قسم چہارم سے ہے۔

اور یہاں اِیَّاکَ کو نَسْتَعِیْنُ پر مقدم کرنا بھی مفید حصر و اختصاص ہے جس کے صاف معنی ہوئے کہ الٰہی تیرے سوا میں کسی سے مدد نہیں لینا چاہتا۔

پھر یہ استعانت عبادت کے لیے خاص ہوگی یا عام ہوگی تو تمام امور دنیا و دین کے لیے ہوگی۔

اگر خاص ہے تو اس استعانت میں یہ سر ہے کہ عبادت اگرچہ ہر چند بندہ کے کسب و عمل سے ہے۔

مگر بندہ بہ سبب خواطر نفسانی یہ عمل کرتا ہے اور اس میں بندہ کو خالص عبادت کا شعور بغیر اللہ تعالے کی توفیق کے کارگر نہیں۔

اور عقل کا کام یہ ہے کہ انجام پہ نظر رکھے اور جو کچھ انجام کار بہتر نظر آئے اسے اختیار کرے اگرچہ اول اول

اس میں مشقت لازم ہو اور نفس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ فی الحال جو نفع دے اسے اختیار کیا جائے۔ اور عواقب کار اس پر پوشیدہ رہتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ عقل اور نفس کی خواہش میں کشاکش اور تنازع رہتا ہے۔

اور لشکر ہوا و ہوس غلبہ کر کے اسے ہلاکت قلب تک پہنچا دیتا ہے اس کا سدباب سوائے عون الٰہی ممکن نہیں۔

اور عبادت بندہ پر آسان نہیں ہوتی

جب تک عوائق رفع نہ ہوں اور وہ چار ہیں

دنیا، خلائق، شیطان اور نفس امارہ۔

اور یہ چاروں دفع ہوتے ہیں جب ان کے عوارض دفع ہوں اور عوارض کے دفع کرنے میں مصائب وخطرات اور ہموم وغموم لازم ہیں۔ ان سے بندہ بے پرواہ جب ہوتا ہے جبکہ عبادت میں ریا و سمعہ اور عجب نہ آئے اور یہ تمام اس وقت تک دفع نہیں ہوتے جب تک بندہ میں خوف ورجا اور اشتیاق مشاہدہ حق پیدا نہ ہو اور یہ چاروں کیفیت بغیر عون الٰہی متصور نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ارباب تحقیق نے عبادت کو وسیلہ فرمایا اور استعانت کو حاجب کہا۔ کما فی تفسیر عزیزی

اور ظاہر ہے کہ وسیلہ حاجت پر مقدم ہے۔

توجب استعانت اتمام عبادت کے لیے ہے تو چونکہ ہر چیز کا اتمام بعد شروع کرنے کے ہوتا ہے بنابریں استعانت بعد شروع عبادت ہی ضروری ہوئی تو اِیَّاکَ نَعْبُدُ مقدم اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کو مؤخر لانا بالکل صحیح اور درست ہے۔

گویا بندہ کا بارگاہ حق میں یہ عرض کرنا ہے۔ کہ

الٰہی میں تیرے حکم کی تعمیل میں عبادت کرتا ہوں لیکن اس کا اتمام میرے ہاتھ میں نہیں مبادا کوئی مانع یا عارض پیش آجائے تو تجھ سے استعانت کرتا ہوں کہ اتمام کو تو ہی پہنچانے والا ہے اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ (کوشش میرا کام اور پورا کرنا اللہ تعالےٰ کا کام) میرا عقیدہ ہے فَاِنَّ قَلْبَ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ (مومن کا دل اللہ تعالےٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے)

اور اگر یہ استعانت عام ہے امور دنیا و دین میں تو اس کی وجہ اختصاص یہ ہے کہ جو اپنے غیر کی اعانت کرتا ہے تو اس کا منشا کار یہ ہے کہ اس کے دل میں داعیہ اعانت اس کے غیر کی ڈالتا ہے اور یہ فعل سوائے ذات واجب تعالیٰ شانہ کوئی نہیں کر سکتا۔

تو گویا بندہ بارگاہ الٰہی میں عرض پرداز ہے کہ الٰہی میری مدد سوائے تیرے کوئی نہیں کر سکتا مگر جس کو تو میری مدد کرنے کی مدد فرما دے تو اسے جب اسباب اعانت بہم ہوں گے اور تو اس کے دل میں میری اعانت کا جذبہ ڈال دے تو غیر بھی میری مدد کرے گا۔

تو میں تیرے ہی حضور وسائط قطع نظر کرتا ہوں اور غیر کی اعانت بھی میں بہ نظر حقیقت تیری ہی اعانت دیکھتا ہوں۔

اس اجمالی تقریر کی وضاحت یہ ہے کہ بندہ کو بظاہر کچھ قدرت ہوتی ہے جو اللہ تعالے سے اسے ملی ہے تو اس قدرت کو دیکھ کر بندہ گمان کرتا ہے کہ کسی فعل کا کرنا نہ کرنا میرے اختیار میں ہے۔ لیکن ترجیح فعل اس کے ترک پر ہرگز اس کی قدرت میں نہیں ہے۔

اس لیے کہ اگر کوئی مرجح بندہ کی جانب سے ہوگا تو اس کا مرجح بھی لازمی ہوگا۔

اور اس میں تسلسل لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے۔

لہٰذا ماننا پڑے گا کہ مرجح سوائے ذات واجب تعالے کوئی نہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ مخلوق اپنی مطلوبات طلب کرتی ہے۔ حالانکہ اس کی قدرت میں عقل و شعور اور کوشش اور جدوجہد میں کوئی کسر نہیں رکھتا۔ مگر اکثر و بیشتر وہ تمام مساعی بیکار جاتی ہیں اور مطلوب حاصل نہیں ہوتا۔ اور بعض کو حاصل ہو جاتا ہے۔

اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ انسان انسان سے اپنی مطلب براری کے لیے مدتوں سعی کرتا رہتا ہے مگر جس سے اسے کام ہے وہ اسے قبول نہیں کرتا کہ اچانک اس سے اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

اسی جگہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے دل کو بدلنے والا وہی مقلب القلوب ہے۔

جو غیب سے اس کے دل کی کنجی کھول دیتا ہے اور اسی سے کام کرا دیتا ہے جس سے یہ مایوس تھا۔

تو مومن کو چاہیئے کہ اپنے ابنائے جنس کی اعانت کو بھی اللہ کی اعانت سمجھے۔

اور شائبہ شرک سے مجتنب رہے اور سعدی کے اس قول کو اپنا عقیدہ بنائے کہ

نہ کس میدہا ند نہ کس میدہد　　خدا میدہا ند خدا مے دہد

تو اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کا مفہوم واضح ولائح روشن اور ظاہر و باہر ہو گیا۔

چنانچہ حضرت خلیل علیہ السلام کو جب نمرود لعین نے ہاتھ پاؤں باندھ کر آگ میں ڈالا تھا تو جبریل علیہ السلام پہنچے اور عرض کیا کہ آپ کو مجھ سے کوئی حاجت ہے تو فرمائیے۔ خلیل نے فرمایا اَمَّا اِلَیۡکَ فَلَا۔ جبریل تجھ سے کوئی حاجت نہیں۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا۔ پھر اپنے رب سے عرض کیجئے خلیل اللہ نے فرمایا عِلۡمُہٗ بِحَالِیۡ حَسۡبِیۡ مِنۡ سُؤَالِیۡ۔ وہ دانائے نہاں و آشکارا ہے میرے عرض کرنے کی وہاں ضرورت نہیں۔

یہی نقشہ خلیل مومن کے لیے ظاہر میں ہے کہ جب نیت کر لیتا ہے تو دونوں پیر چلنے سے حرکت کرنے سے بند ہو جاتے ہیں دونوں ہاتھ بند ہو جاتے ہیں کسی چیز کے پکڑنے سے معطل ہوتے ہیں حتی کہ زبان بھی سوا قرات اور ثنا کے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ گویا کہ اسباب طلب و ہرب بے کار ہوتے ہیں تو اس وقت تمام اسباب کو بیکار دیکھ کر بارگاہ الوہیت میں عرض پیرا ہوتا ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اور یہاں سے سر تقدیم نعبد نستعین پر واضح ہو جاتا ہے۔

اس سورۂ مبارکہ میں دو مقام ہیں۔

ایک مقام معرفت ربوبیت دوسرا مقام معرفت عبودیت جب یہ دو مقام جمع ہو جاتے ہیں بندے کا معاملہ خدا تعالےٰ سے تمام ہو جاتا ہے۔

پھر اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ جلوہ گر ہوتا ہے۔

ابتداء سورت سے مالک یوم الدین تک مقام ربوبیت ہے۔

اور ایاک نعبد بیان ابتداء مقام عبودیت ہے۔

اور ایاک نستعین میں بیان کمال عبودیت ہے اور جب ہر دو جانب سے عہد پورا ہو گیا تو اس پر ثمرہ مترتب ہو گیا اور حسب موقعہ یہ بھی بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عبادت و استعانت میں مشرکین اور اہل اسلام کے مابین کیا اختلاف ہے۔ وہ اختلاف یہ ہے کہ وہ اجسام معدنیہ کو پوجتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں جیسے پہاڑ۔ سیم وزر اور نباتات میں پیپل تلسی اور روحانیات میں دیو بھوت۔ جن۔ ملائکہ کو پوجتے ہیں اور انہیں اپنا مربی جانتے ہیں۔

حتی کہ حرارت و برودت۔ رطوبت و یبوست کو بھی ایک روح سمجھتے اور اس سے استعانت کرتے ہیں اور چونکہ ارواح نظر سے مخفی ہوتے ہیں تو ان کی صورت اور تمثال بنا کر اسے پوجتے ہیں اس کے آگے تضرع کرتے ہیں بعض وہ ہیں کہ افراد انسانی سے کامل ہستیوں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔

بعض وہ ہیں کہ اجسام بسیطہ کو خواہ وہ سفلی ہوں جیسے آگ کہ مجوس آتش پرست اسے معبود اعتقاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بہت زیادہ لطیف اور نورانی ہے لہذا معبود ہے۔

بعض آفتاب و ماہتاب کے پرستار ہیں بعض ستاروں کے پجاری ہیں بعض نور و ظلمت کے پجاری ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے مقابل اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کا عقیدہ پیش فرمایا اور بتایا کہ عبادت و استعانت از غیر جس میں غایت تذلل اور نہایت تعظیم ہو وہ دین حنیف میں جائز نہیں بلکہ مخصوص بحضرت حق تعالیٰ شانہ ہے۔

لیکن وہ تعظیم وتکریم جو مادر و پدر استاذ و مرشد اور
آقا و حاکم کے ساتھ ہوتی ہے وہ یہ سمجھ کر کی جاتی ہے کہ یہ مظاہر انعام حق ہیں۔ ان کی تعظیم وتکریم میں غایت تذلل و تعظیم متحقق نہیں۔ ایسی تعظیم وتکریم سے اتلاف حق مالک الملک علی الاطلاق لازم نہیں آتا۔ اور اس میں تشابہ بالمشرکین نہیں۔

یہ استعانت ویسی ہی ہے جیسے انسان بھوک کے دفع کرنے کو گندم چاول سے مدد لیتا ہے۔

پیاس بجھانے کو پانی۔ شربت۔ برف کی مدد حاصل کرتا ہے۔

دھوپ کی شدت گرمی کی حرارت سے راحت حاصل کرنے کو سایہ دار درخت وغیرہ کا سہارا لیتا ہے۔

دفع مرض کے لیے ادویہ عقاقیر سے مدد لیتا ہے۔

طبیب کی مدد سے ان ادویہ کا تعین کرتا ہے یہ استعانت بلا کراہت جائز ہے اس لیے کہ درحقیقت یہ استعانت نہیں اور اگر استعانت مان بھی لیا جائے تو اس میں مستعان حقیقی وہی ذات واجب تعالے شانہ ہے اور باعتبار وسیلہ یہ استعانت بالغیر ہے۔

حکام وارباب حکومت سے مالی مدد۔ اولیا و بزرگان دین سے دعائیں کرانا وغیرہ یہ سب استعانت مطلقاً جائز ہیں۔ اس لیے کہ ان سے استعانت انہیں مظاہر عون سمجھ کر کی جاتی ہے نہ کہ مالک الملک سمجھ کر برخلاف مشرکین کے کہ وہ بتوں سے جو استعانت کرتے ہیں وہ انہیں معین مطلق سمجھ کر کرتے ہیں اور روحانیات فلکیہ کو اور روحانیات عنصریہ کو مستقل بالذات معین جانتے ہیں جیسے بھوانی۔ پوناجاری۔ شیخ سدو وغیرہ ان سے استعانت عین شرک ہے اور اس قسم کی استعانتیں منافی ملت اسلامی ہیں۔

اب اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے متعلق تصریح ملاحظہ ہو۔

یہاں اہدنا میں طلب ہدایت ہے اور ہدایت کا معنی یہ ہیں کہ مطلوب کا نشان دینا یا الہام جیسے بچہ اپنی والدہ کے پستان بلا کسی تعلیم کے چوسنے لگتا ہے۔ حالانکہ اسے پیدائش کے بعد کوئی تعلیم نہیں ہوتی۔

پھر دودھ طلب کرنے کا طریقہ اس کے رونے سے القا ہوا یہ ہدایت القائی ہے ایسے ہی جب حواس انسانی بطور ظاہر و باطن قوت پکڑ لیتے ہیں تو اچھی بری چیز کا امتیاز کر لیتے ہیں۔

اور جن امور کو عقل مدرکہ نہیں سمجھ سکتی یا ادراک انسانی اس تک نہیں پہنچتا اس کے بتلانے کے لیے پیغمبران اولوالعزم کو مبعوث فرمایا گیا اور یہی وہ ہدایت ہے جو ارسال رسل کرام و انزال کتب الہیہ سے متحقق ہوتی ہے۔

اس کی دو قسم ہیں عام اور خاص۔

عام ہدایت تو یہ ہے کہ خیر و شر کی راہ واضح کر دی جائے جیسا کسی شاعر نے کہا ہے

خیر و شر سے تجھ کو واقف کر دیا — اب تو اپنے فعل کا مختار ہے

اس کی بھی دو قسم ہیں تبیانی اور توفیقی۔

تبیانی یہ ہے کہ ماجاء الرسول کی شرح اس حد تک ہو کہ پھر شک و شبہ کا احتمال فہم سامع میں راہ نہ پائے۔

اور توفیقی یہ ہے کہ تمسک بہ ہدایت انبیاء علیہم السلام کسی کے حق میں فراہم ہوں اور اس پر تمسک آسان ہو جائے حتیٰ کہ وہ سعادت ابدیہ کے ساتھ واصل ہو کر مقام اصطفاء پر مشرف ہو جائے اور اس توفیق کا منتہی آخرت میں بہشت ہو اور دنیا میں عرفان حق حاصل ہوتا ہے۔

اور خاص یہ ہے کہ ایک نور انوار نبوت سے اس کے عالم ولایت میں مدرکہ قلب پر مشرق ہو اور پھر انکشاف حقائق علیٰ ما ہی علیہ حاصل ہو جائے۔

اور یہ بھی تین درجہ رکھتا ہے

پہلا درجہ من اللہ ہے جس کے متعلق ارشاد الٰہی ہے۔ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى

دوسرا درجہ الی اللہ ہے جس کے متعلق تذکرہ ہے۔ اِنِّىْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ

تیسرا درجہ باللہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا

یہ اخص الخواص کے تین درجات ہدایت ہیں۔

اس میں سے جو درجہ بھی بندہ کی امداد میں منجانب اللہ حاصل ہو وہ اثناء سیر سلوک میں حالاً فحالاً یکے بعد دیگرے حاصل ہوتا ہے۔

تو یہ آیۂ کریمہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں ان درجات کو دیکھ کر کمال عجز و ناتوانی کے ساتھ عرض پیرا ہوتا ہے کہ الٰہی یہ راہ اتنی دشوار گذار ہے کہ محض اِرَادَةُ الطَّرِيْقِ میرے لیے کافی نہیں۔ بلکہ تیرا ہی فضل مجھے واصل الی المطلوب کر سکتا ہے لہذا اپنے فضل کو میرا رفیق مسافت بنا دے وہ میرا ہاتھ پکڑ کر بہ مقتضاء نعبد اور نستعین اور اہدنا مجھے ان میں ہی شامل کر دے جو ساجدین و حامدین ہیں تو اہدنا الصراط المستقیم میں بھی مجھے تنہا نہ چھوڑ اور ایاک نعبد میں بھی مجھے اپنے خواص میں داخل رکھ اور نستعین میں بھی بصیغہ جمع مجھے سب میں شریک فرما۔

ورنہ تنہا میرا جانا مجھے ورطۂ ضلالت میں گرفتار کر دے گا اور کہیں نہ کہیں تو سوس شیطانی مجھے کسی ہلکہ میں ہلاک کر دے گا۔

مجھ پر بلائے قیل وقال اگر مستولی ہو گئی تو میرا دل جنگ وجدل سے مکدر ہو جائے گا اور تیرا قرب اور مقام صداقت مجھ سے دور ہو جائے گا اس لیے اہدنا الصراط المستقیم کی دعا کے ساتھ صراط الذین انعمت علیہم بھی عرض کرتا ہوں۔

اس لیے کہ انسان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے تین قوتیں ودیعت ہیں

قوت نطقیہ کہ اسے قوت عقلیہ بھی کہتے ہیں۔

اس کی تعریف یہ ہے کہ اس کی مدد سے انسان اشیاء کو جانتا اور اس کے حقائق پر عبور کرتا ہے اور حقائق یا تو ذات وصفات باری تعالےٰ ہیں۔

یا اس کے افعال وآثار دنیا وآخرت میں اور اس علم کے جاننے کو علم الٰہی کہتے ہیں۔

اور اس میں افراط وتفریط یہ ہوتی ہے۔

کہ ذات واجب تعالےٰ شانہ کی تحقیق میں پڑکر سرّ ذات کے جاننے کے درپے ہو جائے۔

یا صفات الٰہی کی مطلقاً نفی کر دے اور ذات واجب تعالےٰ کی تنزیہ کرتے کرتے اثبات صفات میں نہج تشبیہ کی طرف مائل ہو کر خالق کو مخلوق کے ہمرنگ بنا دے۔ یہ توحید زنادقہ ہے

یا وہ صفات جنہیں شارع علیہ السلام نے ثابت کیا انہیں تاویل باطل باطل ٹھہرا کر انکار کر دے۔ مثل شاہد یا سمع وبصر اور رویت الٰہی اور رضا وغضب کے یا الٰہی افعال کو اپنے افعال سے تشبیہ دے جیسے نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کے ترجمہ میں منہ سے پھونک مار کر بتا دے کہ ایسے اللہ تعالےٰ نے پھونک ماری اور یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ کے ترجمہ میں اپنا ہاتھ کسی پر رکھ کر کہہ دے کہ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ہاتھ رکھا۔

اس لیے کہ ید اللہ وہ ید اللہ ہے جس کی لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (اس کی کوئی مثال نہیں) شان ہے۔

تو ایسی تشبیہات دینا خالص زندقہ ہے اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ مِنَ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَۃِ الْمَائِلَۃِ اِلٰی جَانِبِ الْاِفْرَاطِ۔ (ایسے ہی اور عقائد باطلہ جو افراط کی طرف مائل ہوں)

اور علم نبوات جس کا تعلق ارواح وملائکہ وانبیاء واولیاء وائمہ دین اور خلفاء راشدین سے ہے۔ اس میں افراط تفریط یہ ہے کہ ان مراتب کی اصلاح کرتے کرتے ان سے انکار کر دے اور کہنے لگے کہ وہ ہمارے جیسے ہی تھے ان میں کوئی امتیاز تقرب الی اللہ کا نہیں۔

یا ان کی عقیدت اتنی بڑھائے کہ ان کی عصمت انبیاء کی عصمت کے برابر قرار دے اور نبیوں کی طرح انہیں بھی خطا ونسیان سے محفوظ جان لے۔

اور رتبۂ ائمہ واولیاء کو رتبۂ انبیاء کے مساوی سمجھ لے۔

اس کی خواہش ہوتی ہے مثلاً مٹی کا انسان کو علم ہے تو اب اس کے اجزا کی تحقیق کی طرف وہ جاتا ہے اور معلوم کرتا ہے کہ فلاں مٹی میں لوہا ہے فلاں مٹی میں شیشہ۔ اس مٹی میں تانبہ ہے اور اس مٹی میں سونا۔ اس میں چاندی ہے تو اس میں سکہ۔ اس میں جست ہے اور اس میں پلاٹینم حتی کہ ایک علم کے ساتھ زاید علم کی طرف رجحان لازمی ہے۔

پھر سوال بعد حصول یوں بھی ضروری ہے کہ جو علم حاصل ہوا ہے وہ دوامی رہے دوسرے جیسے ایک دلیل سے حاصل ہوا ہے اس پر اور دلائل بھی حاصل ہوں۔ اس لیے کہ جو علم ایک دلیل سے حاصل ہوا ہے وہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا جو متعدد دلائل سے ثابت ہو اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ممکنات جتنے بھی عالم موجودات میں ہیں ان میں ہر ایک میں ایک دلیل ہے جو ذات پر اور علم و قدرت رحمت و حکمت من جانب اللہ ہر ایک میں ودیعت کی گئی ہے چنانچہ لبید نے کہا ہے

وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَہٗ اٰیَۃٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

اور کسی نے کہا ہے

ہر گیاہے کہ از زمیں روئید وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ گوید

کوئی کہتا ہے ۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورق دفتریست از معرفت کردگار

تو ثابت ہوا کہ علم آدمی کو ہر وقت زیادتی و ترقی کی طرف مائل رکھتا ہے۔ بقول شاعر

در بند آں مباش کہ مضموں نماندہ است صد سال میتواں سخن از زلف یار گفت

چنانچہ حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اِہْدِنَا کی تفسیر یہ ہے ثَبِّتْنَا عَلَی الْہُدٰی اَیْ ہمیں ہدایت پر ثابت رکھ۔

اور قرآن کریم میں بھی گویا اس اِهْدِنَا کی تفسیر دوسری جگہ فرمائی رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا۔ اور اِھْدِنَا اور رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا میں اس حکمت کا مظاہرہ ہے کہ واجب تعالیٰ شانہ بندہ کو اپنے حضور تضرع و زاری کے ساتھ عرض پیرا رہنا پسند فرماتا ہے تاکہ اس کا نفس متکبر نہ ہو جائے اور اس کے ہر وقت سوال کرنے سے ہماری رحمت اس کی طرف مبذول رہے اس لیے کہ ہمارا قانون قدرت ہی یہ ہے کہ

تا نہ گرید طفلکے جوشد لبن تا نہ گرید ابر کے خندد چمن

اور دعا و سوال اسی وجہ میں منافی رضا بقضا نہیں ہے اس لیے کہ جو چیز جائز ہے اس میں رضاء الٰہی ہے اور تذلل و زاری اللہ کو محبوب ہے اور عطا بعد طلب اس کا قانون ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔

اب یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ سوال ہدایت استعانت پر متفرع ہے۔
اس لیے کہ ہدایت استعانت کی ایک قسم ہے چنانچہ ارشاد ہے۔
وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا تو مجاہدہ محتاج استعانت ہے اور مالک یوم الدین کا مفہوم بھی اس سے ظاہر ہو گیا اس لیے کہ نفع ہدایت یوم دین ہی میں ظاہر ہوگا اور وہ بواسطہ ہدایت وعبادت کاملہ ہی ہوگا اور یہ سب کچھ خواہ رحمت عام ہو خواہ رحمت خاص رب العالمین کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ ان کے ہی لیے ہے جو ثابت عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْم ہیں تو اب صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کی بھی تفسیر ضروری ہے وہ یہ ہے کہ
حقیقت نعمت یہ ہے کہ وہ ایک ایسا نفع ہے جو بطور احسان کسی کو دیا جاتا ہے۔
اور دینے والا اس سے اپنے لیے نفع کا غرضمند نہ ہو تو منعم حقیقی اور ایسا منعم کہ بلا غرض منفعت کسی پر انعام کرے کوئی نہیں ہو سکتا سوا اس ذات منعم کے جل جلالہ وعم نوالہ ولا الہ غیرہ
اس لیے کہ مخلوقات کسی پر انعام کر ہی نہیں سکتی جب تک اس انعام واحسان میں اس کا اپنا ذاتی فائدہ نہ ہو۔
پھر مخلوق میں سے جو بھی کسی پر احسان وانعام کیا جائے گا وہ وہی ہوگا جو وفادار اور خدمتگذار مطیع ہوگا یہ شان صرف اور صرف اسی منعم حقیقی کی ہے کہ مطیع ومنکر کافر وفاسق ملحد وجاحد مومن اور بے ایمان سب پر عام انعام اور روزی رساں ہے۔
اگرچہ کافر وفاسق کے حق میں وہ فراخی نعمت ورزق درحقیقت نعمت نہیں ہے۔
اس لیے کہ اس پر احسان منظور نہیں بلکہ وہ بصورت نعمت اور بمعنی اس کے لیے اہمال ہے۔ اسی لیے سعدی کہتے ہیں۔

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب — گبر وترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم — تو کہ با دشمناں نظر داری

تو کافر ومشرک اگرچہ دشمن ہے لیکن رب الارباب کا مربوب ضرور ہے۔
بنا بریں اسے ڈھیل دینے اور صم بکم عمی بنانے اور یَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ کا مظاہرہ کرنے کو بھی مرزوق بنایا گیا چنانچہ دوسری جگہ صاف ارشاد ہوا۔
وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ (نہیں کوئی چلنے والا مگر اس کا رزق اللہ تعالے کے ذمہ ہے)

اور منکروں کو دنیا میں وسعت و فراخی دینے کا اس طرح اظہار ہوا۔

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْعَاقِبَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ (زخرف)

(اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے تو (سازو سامان دنیا ہمارے ہاں اتنا حقیر ہے کہ) جو لوگ اللہ سے کفر کرتے ہیں جو رحمٰن ہے ان کے لیے ان کے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی کرا دیتے اور (چھتوں کے علاوہ چاندی کے) زینے کہ ان پر چڑھتے اور ان کے دروازے چاندی کے اور تخت کہ ان پر تکیہ لگا کر بیٹھا کرتے اور سونے کے بھی اور یہ سب کچھ دنیا کی چند روزہ زندگی تک ہے اور لے محبوب اخروی نعمتیں تمہارے رب کے پاس ہیں جو پرہیزگاروں کے لیے ہیں)

اور ارشاد ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (شوری پ۲۵)

(جو آخرت کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اسے اس کی کھیتی میں برکت دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی چاہے تو ہم اسے دنیا دیں گے مگر اب آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں)

تو خلاصہ یہ نکلا کہ کافر و فاسق کو جو بطور فراخی رزق انعام فرمایا جاتا ہے وہ حقیقت میں انعام نہیں بلکہ اس کے لیے بلا و آفت ہے۔

گویا وہ دنیا ایسا ہے جیسے زہر ہلاہل حلوے میں لپیٹ کر دیا جائے۔

یا لذیذ حلوا ایک بیوقوف دہقانی کو دیا جائے کہ وہ معدہ سے مستحیل ہو کر اخلاط میں زہر ہو جائے اور زہر ہلاہل کا اثر دکھائے۔

یا وہ لذیذ حلوا ایک بیوقوف دہقانی کو دیا جائے اور وہ ہضم کی مقدار سے اتنا زیادہ کھا لے کہ بدہضمی کی وجہ سے تخمہ یا ہیضہ کر دے

اس لیے قرآن کریم میں ارشاد ہے وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (پ۴ آل عمران)

اور وہ لوگ جو کافر ہوئے اس گمان میں نہ رہیں کہ ہم انہیں ڈھیل دے رہے ہیں وہ ان کے لیے بہتر ہے ہم تو صرف انہیں ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ اور گناہ سمیٹ لیں اور ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

اور نعمت الٰہی جن کے لیے خاص ہے وہ چار گروہ ہیں۔ انبیاء۔ صدیق۔ شہداء۔ صالحین۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔ سورۃ نساء

اور جو پیروی کرے اللہ اور رسول کی وہی ہیں جو جنت میں ان (منعم علیہم کے ساتھ) ہوں گے (جن پر اللہ نے بڑے بڑے احسانات کیے) یعنی نبی اور صدیق اور شہید اور صالحین اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز جبل احد پر تشریف فرما تھے آپ کے ساتھ صدیق اکبر، عمر فاروق اور ذوالنورین رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے اتنے میں احد لرزنے لگا۔ یعنی بھونچال آگیا۔ تو حضور نے فرمایا اُثْبُتْ یَا اُحُدُ اے احد ٹھہر تجھ پر نبی اور صدیق اور شہید ہیں۔

غرض کہ اس حدیث میں نبی اور صدیق اور شہید کی تفسیر فرما دی۔ چنانچہ صدیق اکبر شروع سے بلا طلب دلیل اور بلا انتظار معجزہ حضور پر ایمان لے آئے اور خدا نے انہیں ایسا پاک دل عطا فرمایا تھا کہ حضور کا نبی ہونا ان کی باتوں سے ان کے ذہن نشین ہو گیا تھا آپ کو صدیق کا خطاب اسی وجہ میں ملا۔ اور فاروق و عثمان کا شہید ہونا تواریخ و احادیث سے ثابت ہے۔

اگرچہ انعمت علیہم بظاہر عام ہے لیکن درحقیقت انہی چار کے لیے مخصوص ہے۔

یہاں بعض نے یہ نکتہ بیان کیا کہ حق تعالٰے شانہ نے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ فرمایا اور صراط مَنْ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ نہیں فرمایا اس لیے کہ مَنْ لغت عرب میں نکرہ موصوفہ ہوتا ہے تو اگر یہ فرمایا جاتا تو منعم علیہم جو معروف ہیں ان کا اختصاص نہ رہتا۔

اور اَنْعَمْتَ بصیغہ ماضی لانے میں بھی یہ مقصد ہے کہ کسی کو اس انعام میں شک نہ ہو جائے اس لیے کہ مستقبل محل شک ہے۔

اب ایک اور شبہ پیدا ہوتا ہے کہ صراط مستقیم ایک راستہ ہے۔

اور یہاں چار گروہ مختلف الطرق ہیں تو ایک راہ پر مختلف الطرق کیسے رہ سکتے ہیں۔ پھر ہر نبی اپنی شریعت اور وضع علیحدہ رکھتا ہے اور ہر ولی کا طریقہ ذکر و شغل علیحدہ ہے پھر باوجود طرق متعددہ چاروں گروہ طریق الی اللہ پر کیونکر پہنچ سکتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ طب یونان کو یوں سمجھا جائے کہ علاج میں راہ مستقیم ہے۔

لیکن بقراط کے دور سے جالینوس تک اور جالینوس سے لے کر عہد علوی خاں تک وہ راہ مستقیم علاج میں محفوظ و مسلوک رہی مگر طریق علاج بقراط اور جالینوس اپنے اپنے زمانہ میں علیحدہ رہا اور معالجات علوی خاں اور حکیم گیلانی اپنے اپنے دور میں علیحدہ رہا ہے۔ علوی خاں مفردات سے علاج کرتے اور فصد سے تنقیہ کرنا یا اسہال وغیرہ

کرنا بحد غایت معیوب جانتے تھے۔

حکیم گیلانی مرکبات اور معاجین و اشربہ کام میں لاتے تھے اور ہر مرض میں فصد و اسہال کو مقدم رکھتے تھے لیکن اس طریق علاج کو منافی وحدت طریق کسی نے نہیں بتایا اور بعض اطباء یونانی واضع قواعد یونانی جدید ہوئے اور بعض سلف کے مقلد بنے رہے لیکن یہ اختلاف بھی موجب اختلاف نہیں کہلاتا۔

دوسری مثال سے سمجھئے کہ ایک قافلہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں روانہ ہوا مگر ان میں بعض تاجر ہیں۔ اور بعض حمال اور کرایہ کش ہیں اور بعض اس قافلہ کے پاسبان ہیں اگرچہ سب ایک راہ جا رہے ہیں لیکن کام سب کے مختلف ہیں سب اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

ایسے ہی انبیاء علیہم السلام جس راہ سے گذر رہے ہیں اسی راہ سے صدیق و شہید اور صالح بھی گذر رہے ہیں لیکن مرتبہ بمرتبہ رفیق سفر ہیں کوئی کسی کا ہاتھ تھامے گذر رہا ہے کوئی بار برداری کر رہا ہے کوئی قافلہ کی پاسبانی میں پیش پیش ہے۔

تو سب جانے والے منافی وحدت طریق نہیں۔

ایسے ہی انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کے افعال مختلفہ مخالف وحدت نہیں بلکہ اپنے اپنے منصب و مرتبہ کے مطابق خدمات کرتے ہیں۔ انبیاء کی معیت میں قطع منازل اور طے مراحل کر رہے ہیں۔

ایسے ہی اگر ایک طبیب حار المزاج کو موسم تابستان میں آبزن کرا رہا ہے اور ادویہ باردہ اور اغذیہ مرطبہ تجویز کر رہا ہے تو دوسرا طبیب مریض بارد المزاج کو موسم زمستان میں حمام کرائے اور ادویہ گرم کھلائے تو یہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہو سکتے۔

اس لیے کہ یہی دونوں طبیب بدل کر پہلے مریض کا یہ دوسرا معالج ہو اور دوسرے کا پہلا معالج ہو جائے تو ان کی تجویز بعینہٖ ایک دوسرے کے مطابق ہوں گی۔ چنانچہ یہی مفہوم حدیث سے نکلتا ہے کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْکَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَّا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔ یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام جو اپنے وقت کے اولو العزم نبی ہیں آج میرے زمانہ میں ہوتے تو انہیں میری پیروی بغیر چارہ نہ تھا۔

اب غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے متعلق ملاحظہ فرمائیں۔

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جب انعام الٰہی دنیا و آخرت میں بندہ کا حصہ ہو جاتے ہیں تو احتمال غضب و گمراہی تمام مراحل میں بندہ سے دور ہو جاتے ہیں۔ اس پر قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر حاجت احتراز از غضب و گمراہی کس لیے اور غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ اپنی دعا میں کیوں؟

اس کا جواب اول بھی ہو چکا ہے کہ وہ جماعت جو اپنے کو اصحاب نعمت یعنی انبیاء و اولیاء علیہم السلام کی معیت

سے نسبت کرتی ہے لیکن یہ شان بے نیازی بے نیاز ہے کہ ان میں بھی بعض ورطۂ غضب و گمراہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں مگر وہ اپنے کو اتباعِ انبیاء و اولیاء کا گمان کرتے ہوئے غضب و ضلال میں پڑ جاتے ہیں۔

اس لیے بغرض دفع اشتباہ غیر المغضوب لایا گیا کہ استقامت علی النصوص الا جلاء بلا توفیق الٰہی کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی اور اکثر مفسرین نے غیر المغضوب علیہم اور ضالین میں تعیین فرمایا ہے

چنانچہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مغضوب علیہم سے مراد عاصیان امت ہیں اور ضالین سے مراد جاہلان امت ہیں۔ اس لیے کہ نعمت الٰہی اس بندہ کے لیے ہے جو معرفت الٰہی اور عمل صالح دونوں کا اہل ہو۔

اور جسے یہ دونوں نصیب نہیں اس پر نعمت الٰہی بھی نہیں۔

اور جو معرفت حق تو رکھتا ہے مگر اعمال صالح سے محروم ہے وہ فاسق ہے اور مستحق الغضب اور جو رحمت حق سے محروم ہے مگر عمل صالح کرتا ہے وہ جاہل و گمراہ ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مغضوب علیہم سے مراد دو فرقے ہیں۔

ایک کافر معاند کہ دیدہ دانستہ انکار امر حق کرے۔

دوسرا عاصی متمرد کہ دیدہ دانستہ ارتکاب گناہ کرتا ہے۔

ایسے ہی ضالین کے دو فرقے ہیں۔

ایک وہ جو کورانہ تقلید سے کفر میں پڑا ہے اس لیے کہ بوجہ قصور نظر حقیقت دین اس پر واضح نہ ہو۔

دوسرے ایسا گنہگار کہ اسے اعتماد کرم عفو پر آتا ہو کہ ارتکاب معاصی کرے اور دجیرہ بن جائے۔

بعض نے کہا کہ مغضوب علیہم کافر ہیں اور ضال عام مبتدع ہیں۔

بعض نے کہا کہ مغضوب علیہم وہ ہیں جن سے یقیناً انتقام بروز قیامت لیا جائے گا۔

اور ضالین عام ہیں ان کے حق میں احتمال عفو بھی ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عدی جو حضور کے فیض صحبت سے مشرف رہے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مغضوب علیہم اور ضالین کے معنی دریافت کیے تو حضور نے فرمایا کہ مغضوب علیہم فرقۂ یہودیاں ہے اور ضالین نصاریٰ اس پر تصدیق قرآن کریم سے بیان فرمائی کہ یہود کے لیے ارشاد ہے وَبَآؤُ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ۔

اور نصاریٰ کے حق میں ارشاد ہوا وَضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ۔

اب یہ بھی معلوم رہنا ضروری ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ نماز میں دو بار پڑھنی واجب ہے اور اس میں سات آیت ہیں۔

اور اعمال محسوسہ نماز میں بھی سات رکن ہیں۔
وہ ارکان سبعہ نماز میں یہ ہیں۔
قیام۔ رکوع۔ قومہ۔ سجدۂ اولی۔ جلسہ بین السجدتین۔ سجدۂ ثانیہ۔ قعدہ
یہ سات عمل مثل ہفت اندام انسان کے ہیں
اندام جسم انسانی بھی سات ہیں۔
جسد بے روح۔ تو یہ سورۂ مبارکہ بمنزلہ روح ہے۔ تو جب روح جسم سے متصل ہو جاتی ہے تو حیات اور زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔
تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کو مقابل قیام تصور کرنا چاہیئے اس لیے کہ قیام وجود ہر شے کا ظہور اسم الٰہی سے ہے۔
اور اس لیے بسم اللہ کے ساتھ ہی ہر کام کی ابتدا رکھی گئی اور فرمایا کُلُّ اَمۡرٍ ذِیۡ بَالٍ لَمۡ یُبۡدَأۡ بِبِسۡمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبۡتَرُ (جو کام بھی بسم اللہ کے بغیر شروع کیا جائے وہ بے برکت ہے)
اور قیام نماز کے بعد آیۃ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ہے۔
جو رکوع کے مقابل ہے اس لیے کہ حمد میں بندہ کی نظر حق سبحانہ کی طرف بھی ہے اور مخلوق پر بھی اور منعم حقیقی کی طرف بھی اور نعمت منعم پر بھی۔
تو یہ حالت متوسط بین النظر والاستغراق ہوئی۔
چنانچہ رکوع کی ہی وہ کیفیت ہے جو متوسط ہے قیام و قعود و سجود کے مابین۔
یا یوں سمجھئے کہ جب بندہ حمد میں اپنے رب کی نعمتیں بے شمار دیکھتا ہے تو بار احسان سے اس کی پشت دوتا ہو جاتی ہے اور منحنی ہو کر رکوع کی صورت میں آ کر
اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کہتا ہے جو قومہ ہے کہ ہر بندہ جب بلندی پاتا ہے تو اپنے رب کے حضور اپنے کو پست دیکھ کر علو کو پستی سے بدلتا ہے تو رحمت حق تعالیٰ اسے پہلی حالت علو کی طرف واپس لاتا ہے جیسا کہ حضور نے فرمایا مَنۡ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ اور جو اللہ کے لیے جھکے گا اللہ اسے بلند کرے گا۔
مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ مناسب سجدۂ اولی ہے۔
جو دلالت کرتا ہے تجلی قہری و جلالی کی طرف جو موجب خوف شدید اور مثمر نہایت تذلل و خضوع ہے اور خاک کی طرح اپنے کو پامال کرنا اور اپنا چہرہ خاک پر ملنا عین فروتنی ہے چنانچہ کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

فروتنی است نشانِ رسیدگانِ کمال — کہ چوں سوار بہ منزل رسید پیادہ شد

ایک اور شعر بھی اسی مضمون کا موید ہے۔

ہر کہ شد خاک نشیں برگ و برے پیدا کرد ۔ دانہ با خاک چو پیوست سرے پیدا کرد

اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں یوم الدین درحقیقت موت کے بعد سے ہی شروع ہوتا ہے اس لیے کہ بعد موت بندہ اپنے اصل کی طرف رجوع کرتا ہے اور اصل مٹی ہے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ (اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں نکالیں گے) میں یہی فلسفہ بیان فرمایا گیا ہے۔

پھر اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ مناسب قعدہ بین السجدتین ہے اس لیے کہ ایاک نعبد میں سجدہ اولی سے فراغت کا بیان ہے جس میں غایت تذلل مراد ہے اور دوسرے سجدہ کے لیے ایاک نستعین کہہ کر استعانت طلب کرتا ہے۔

اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں ایک اہم مطلب کا سوال ہے جو مناسب سجدہ دوم ہے۔ اور یہی محل اجابت ہے۔

اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں حصول مطلب اور وصول انعام الٰہی کے ساتھ تفاول ہے تو یہ مناسب قعدہ ہے اس لیے کہ دربار شاہی میں یہ طریقہ مستمرہ ہے کہ جب بندہ اور رعایا کا فرد غایت تواضع سے مجرا کر لیتا ہے تو اسے بیٹھنے کا حکم ہوتا ہے جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے اور شہنشاہ کے حضور بیٹھنا ہی خود ایک مرتبہ انعام و اکرام ہوتا ہے۔

لہٰذا بعد از حصول مرتبہ تقرب شکر و ثنا منعم حقیقی اور درود و سلام اپنے وکیل مقدمہ کے حضور پیش کرتا ہے جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

ایک خاص اور لطیف بحث اور ہے وہ بھی سمجھ لیجیے۔

سورۃ فاتحہ میں دس چیزیں ہیں پانچ صفات ربوبیت ہیں یعنی اللہ۔ رب۔ رحمٰن۔ رحیم۔ مالک۔

اور پانچ صفات عبودیت ہیں۔ عبادت۔ استعانت۔ طلب ہدایت و استقامت۔ طلب نعمت۔ پناہ از غضب الٰہی۔

عبادت اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے اور استعانت رب تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور طلب ہدایت اسم رحمٰن سے متعلق ہے اور طلب استقامت اسم رحیم سے متعلق ہے اور طلب نعمت و پناہ از غضب اسم مالک سے متعلق ہے۔

اور انسان بھی پانچ چیزوں سے مرکب ہے۔ بدن۔ نفس شیطانی۔ نفس سبعی۔ نفس بہیمی اور جوہر ملکی جسے عقل کہتے ہیں۔

تو جوہر ملکی کا متجلی اسم اللہ ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (خبردار! اللہ کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں)

اور نسبت انقیاد نفس شیطانی منجلی اسم رب ہے جیسا کہ ارشاد ہے رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ (اے میرے رب میں شیطانی وسوسوں سے تیری پناہ لیتا ہوں)

اور اصلاح نفس سبعی منجلی اسم رحمٰن سے ہے جیسا کہ ارشاد ہے اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ (اصلی بادشاہی اس دن رحمٰن کی ہوگی)

اور اصلاح نفس بہیمی بہ تجلی اسم رحیم ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (اور اپنی رحمت سے بنائے اس نے تمہارے لیے دن اور رات تاکہ تم اس میں سکون پاؤ اور اس کا فضل تلاش کرو تاکہ تم شکر کرو)

اور ازالہ غفلت و کثافت بدن بہ تجلی حضرت مالکیت ہے جیسا کہ ارشاد ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ اکیلے زبردست کی)

اور جب انسان ان اسماء کی تجلیات سے بجمیع اجزاء صالح و مہذب ہو جاتا ہے تو اس کا رجوع اس کے مطلب کی طرف ہوتا ہے اور اطاعت بدنی کے ساتھ اِيَّاكَ نَعْبُدُ کہتا ہے۔

اور اطاعت نفس بہیمی ترک کر کے لذات و ارتکاب منکرات میں آسانی حاصل کر کے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہتا ہے۔

اور خلاصی استیلاء نفس سبعی کی غرض سے اهدنا الصراط المستقیم عرض کرتا ہے۔

اور دفع مکائد نفس شیطانی کے لیے استعانت بذات حق کر کے اصلاح جو ہر ملکی کے لیے موافقت ارواح مقدسہ حاصل کرنے کو صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کہتا ہے اور غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہہ کر منکرات سے دوری چاہتا ہے۔

اس سورۃ مبارکہ کے بہت سے نام ہیں جن کی وجہ تسمیہ ہم اول لکھ چکے ہیں۔

یہاں اسماء سورہ مبارکہ کا اعادہ کیے دیتے ہیں اور وہ یہ ہیں اور وجہ تسمیہ پیش نہیں کریں گے۔

فاتحۃ الکتاب۔ فاتحہ۔ سورۃ الحمد۔ سورۃ الشکر۔ سورۃ الاساس۔ سورۃ الکنز۔ سورۃ المناجات۔ سورۃ واقیہ۔ سورۃ التفویض۔ سورۃ الشفاء۔ سورۃ الرقیہ۔ سبع مثانی۔ سورۃ قرآن عظیم۔ سورۃ تعلیم المسئلۃ۔ سورۃ کافیہ۔ ام القرآن۔

اب کچھ فضائل الحمد شریف بھی حسب موقع بیان کر دینے مناسب ہیں۔

مسند دارمی۔ مسند امام احمد اور ترمذی و نسائی اور سنن بیہقی اور صحیح ابن خزیمہ میں سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا اَتُحِبُّ اَنْ اُعَلِّمَكَ سُوْرَةً لَمْ تُنْزَلْ فِي التَّوْرٰىةِ وَلَا فِي الْاِنْجِيْلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْقُرْاٰنِ مِثْلُهَا قَالَ اَيْ نَعَمْ بَعْدَهٗ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُوَ اُمُّ الْقُرْاٰنِ۔ (کیا تو پسند کرتا ہے کہ میں تجھے ایک ایسی سورت سکھاؤں کہ اس کی مثل کوئی سورت توریت۔ انجیل۔ زبور اور قرآن میں نہیں اتاری گئی تو ابی نے کہا ہاں تو

حضور نے فرمایا وہ سورۃ ام القرآن ہے کہ ہر نماز میں اسے پڑھنا ہے۔

اور صحیح مسلم اور نسائی اور ابن حبان اور طبرانی اور حاکم میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ ایک دفعہ جبریل امین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر تھے کہ آسمان سے دروازہ کھلنے کی آواز آئی جبریل نے بغور دیکھا اور فرمایا کہ یہ وہ فرشتہ ہے کہ آج ہی نازل ہوا ہے اس سے پہلے تخلیق آدم سے لے کر آج تک زمین پر نہیں آیا۔ پھر جب وہ فرشتہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کہنے لگا حضور کو مبارک ہو اللہ تعالے نے آپ کو ایک نور عطا فرمایا اور آپ سے قبل کسی کو نہیں دیا گیا۔ وہ سورۃ فاتحۃ الکتاب اور آمن الرسول سے آخر سورۃ بقرہ تک ہے اس کا ایک حرف اگر پڑھا جائے تو ثواب عظیم ہے۔

اور بخاری مسلم میں ہے اس کے علاوہ صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں بھی ہے کہ حضور کے اصحاب اس سورۃ کو مار گزیدہ اور عقرب گزیدہ اور مصروعین ومجانین پر پڑھ کر دم کرتے تھے۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ مبارکہ کو پڑھ کر دم کرنا تجویز فرمایا اور ارشاد ہوا اٰیتٌ فَاتِحَۃُ الْکِتَابِ شِفَاۤءٌ مِّنْ کُلِّ دَاۤءٍ۔ (الحمد ہر بیماری کی شفاء ہے)

اور بزار نے اپنی مسند میں انس بن مالک سے روایت کیا کہ جو شخص اپنا پہلو زمین پر رکھ کر الحمد اور اخلاص پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے ہر بلا سے امن میں رہے۔ سوا موت کے جو اس کے لیے مقدر ہو چکی ہو۔

عبد بن حمید اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعًا روایت کرتے ہیں کہ فاتحۃ الکتاب دو ثلث قرآن کریم کے ثواب کے برابر ہے۔

ابن مردویہ اور دیلمی اور ضیاء مقدسی اپنی احادیث مختارہ میں راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں خزائن عرش سے مجھے ملی ہیں اور کسی کو یہ نہیں ملیں۔ ام الکتاب۔ آیۃ الکرسی اور آخر سورۃ بقرہ اور سورۃ الکوثر۔

اور ابو نعیم اور دیلمی ابو درداء سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا الحمد ان سب چیزوں پر کفایت کرتی ہے جن پر تمام قرآن کفایت نہیں کرتا اور اگر ایک پلہ میں الحمد اور دوسرے پلہ میں سات قرآن ہوں تو الحمد بڑھ جائے۔

اور ابو عبیدہ فضائل قرآن کریم میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا الحمد شریف جس نے تلاوت کی اس نے گویا توریت۔ انجیل۔ زبور اور قرآن کریم کی تلاوت کی۔

اور تفسیر مرلیبیع اور کتاب المصاف میں ابن انباری سے اور کتاب العظمۃ میں ابو الشیخ اور ابو نعیم سے روایت ہے کہ شیطان کو تمام عمر میں چار بار نوحہ کرتے ہوئے پایا اور خاک سر پر ڈالتے ہوئے دیکھا اول جبکہ اس پر اِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (بیشک تجھ پر قیامت تک میری لعنت ہے) کا حکم ہوا۔ دوسرے جب اسے آسمان سے زمین پر ڈالا تیسرے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی چوتھے جب سورۃ فاتحہ کا نزول ہوا۔

اعمال واوراد سورۃ الفاتحہ

ابوالشیخ کتاب الثواب میں فرماتے ہیں کہ جس کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو اسے چاہئے کہ الحمد شریف پڑھے اور حاجت کے لیے دعا کرے۔ ان شاء اللہ اس کی حاجت پوری ہو گی۔

ثعلبی فرماتے ہیں کہ ایک شخص علامہ شعبی کے دروازے پر آیا اور درد گردہ کی شکایت لایا۔ آپ نے فرمایا کہ اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ دم کر۔ اس نے عرض کی اساس القرآن کیا ہے۔ فرمایا الحمد شریف۔

اور مشائخ کرام کے اعمال مجربہ میں مذکور ہے کہ سورۂ فاتحہ اسم اعظم ہے۔ اسے جس مطلب کے لیے پڑھا جائے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

اس کے پڑھنے کے دو طریق ہیں

اول یہ کہ سنت و نماز فجر کے مابین باتصال میم بسم اللہ بہ لام الحمد اکتالیس بار چالیس دن پڑھے۔ جو حاجت بھی ہو وہ ضرور پوری ہو گی

اور اگر مریض کے لیے یا مسحور کے واسطے پانی پر دم کر کے پلائیں اسے شفا ہو۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مہینہ کے پہلے ایک شنبہ کو اکتالیس بار پڑھے جو حاجت ہو وہ پوری ہو جائے تو فبہا ورنہ دوسرے مہینہ ایسا ہی کرے اگر پھر بھی نہ ہو تو تیسرے مہینہ پھر کرے حاجت روا ہو۔

اگر چینی کے پیالہ میں گلاب، مشک اور زعفران سے لکھ کر مریض کو چالیس روز پلائیں۔ امراض مزمنہ سے شفایاب ہو۔

اور درد دندان، درد سر، درد شکم وغیرہ میں سات بار پڑھ کر دم کرے تو مجرب ہے۔

اس سورۃ میں سات آیتیں، ستائیس کلمے اور ایک سو چالیس حرف ہیں۔

شان نزول

کے متعلق عمرو بن سرحبیل کی ایک روایت بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میں ایک ندا سنتا ہوں جس میں (اِقْرَأْ) کہا جاتا ہے۔ ام المؤمنین نے یہ حال ورقہ بن نوفل کو سنایا۔ انہوں نے فرمایا جب یہ ندا آئے آپ باطمینان سنا کریں۔

اس کے بعد حضرت جبریل نے حاضر ہو کر عرض کیا فرمائیے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول میں یہ سورۃ مبارکہ پہلی سورۃ ہے مگر دوسری روائتیں اس امر کو ظاہر کرتی ہیں کہ باعتبار نزول پہلی سورت سورہ اقرأ ہے۔ مفسرین نے اس سورت کو مکہ مظلمہ میں نازل ہونا بتایا اور بعض

نے مدنیہ ہیں اور بعض نے مکہ مدینہ دونوں ہیں۔

مضامین

اس سورۃ مبارکہ ہیں حمد الٰہی ثنا الٰہی۔ ربوبیت ذات۔ رحمت خاص، مالکیت مستقلہ، استحقاق عبادت بذات حق۔ توفیق خیر۔ ہدایت عبد۔ توجہ الی اللہ۔ اختصاص عبادت۔ استعانت۔ طلب رشد۔ آداب دعا۔ احوال صالحین سے موافقت۔ گمراہوں سے اجتناب و نفرت۔ جزاء اور روز جزا کا مقرح بیان ہے۔

مختصر تفسیر الحمد

ہر کام کی ابتداء میں بسم اللہ کی طرح حمد الٰہی بھی ضروری ہے۔ حمد بھی واجب ہوتی ہے جیسے خطبہ جمعہ ہیں اور کبھی مستحب جیسے خطبہ نکاح و دعا میں اور ہر کھانے کے بعد پانی پی کر کبھی سنت مؤکدہ ہوتی ہے جیسے چھینک آنے کے بعد (طحطاوی)

رب العالمین اس لیے فرمایا کہ اس میں تمام کائنات کے حادث و ممکن اور محتاج و مربوب ہونے کی طرف اشارہ ہے اور ذات واجب تعالے شانہ کے واجب قدیم۔ ازلی۔ ابدی۔ سرمدی حی وقیوم قادر و علیم ہونے کا اعلان ہے جس ذات کے لیے صفت رب العلمین مستلزم ہے اس کے متعلق علم الٰہیات کے تمام اہم مباحث انہیں دو لفظوں میں طے ہو گئے۔

مالک یوم الدین میں ظہور ملکیت تام کا بیان ہے اور یہ دلیل ہے کہ جو مالک ہے وہی مستحق عبادت ہے کیونکہ سب اس کے مملوک ہیں اور مملوک مستحق عبادت نہیں ہو سکتا اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ دنیا دار العمل ہے اور اس کے لیے ایک آخر ہے اس سلسلۂ حیات کو ازلی اور قدیم کہنا باطل ہے اس لیے کہ اختتام دنیا کے بعد ایک یوم جزا بھی ہے اس سے واہمہ تناسخ بھی باطل ہو گیا۔

ایاک نعبد۔ ذکر ذات و بیان صفات کے بعد یہ فرمانا اس امر کی طرف مشیر ہے کہ اعتقاد عمل پر مقدم ہے۔ اور قبولیت اعمال صحت اعتقاد پر موقوف ہے۔

نعبد میں صیغہ جمع لانا اس امر کی طرف بھی مشیر ہے کہ عبادات مفروضہ بجماعت ادا ہوں اور یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ عوام کی عبادتیں محبوبوں، مقبولوں کی عبادتوں کے ساتھ درجہ قبول حاصل کر لیں۔ ایاک کے ساتھ نعبد کہنے سے رد شرک بھی ہو جاتا ہے کہ سوائے ایک ذات کے کسی کی پوجا نہ کرنے کا اعتراف و اقرار ہے۔

وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ استعانت خواہ بواسطہ ہو یا بلا واسطہ بہرصورت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس لیے کہ مستعان حقیقی وہ ہے باقی اسباب وذرائع آلات وخدام اور احباب وغیرہ اولیاء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ یہ سب مظہر عون الٰہی ہیں تو پھر لازم ہے کہ۔
ہر اعانت میں اس ذات پر نظر رکھے اور ہر چیز میں دست قدرت کو کارکن دیکھے۔ اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء و انبیاء سے مدد چاہنا شرک ہے محض جہالت اور عقیدہ باطل ہے۔ اس لیے کہ مقربان حق کی امداد درحقیقت امداد حق ہے نہ کہ استعانت بالغیر۔
اگر ایاک نستعین کے یہ معنی ہوتے جو جہالت مآب سمجھے تو قرآن پاک میں اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اور اَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ ہرگز وارد نہ ہوتا۔ اس لیے کہ صبر اور صلوٰۃ خدا نہیں اور ان دونوں سے مدد و استعانت کا حکم دیا جا رہا ہے اور قوت محضہ بھی خدا نہیں باوجود اس کے قوت سے بھی مدد حاصل کرنے کی تعلیم ہو رہی ہے علاوہ ازیں احادیث میں بہت سے مقامات پر اہل اللہ وخاصان بارگاہ سے استعانت کی تعلیم دی گئی ہے اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا بِاَصْحَابِ الْقُبُوْرِ وغیرہ وغیرہ مذکور ہے۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں معرفت ذات وصفات کے بعد عبادت وغیرہ کی تعلیم دے کر طریقہ دعا تعلیم فرمایا اور یہ بتایا کہ عبادت کے بعد بندے کو مشغول دعا ہونا چاہیئے اور احادیث میں بھی بعد نماز دعا کی تعلیم دی گئی ہے۔ (طبرانی فی الکبیر، بیہقی فی السنن)
صراط مستقیم سے مراد اسلام یا قرآن کریم یا خلق نبی رحیم یا خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم یا آپ کے اہل و اصحاب ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صراط مستقیم طریق اہل سنت ہے جس میں اہل بیت واصحاب اور سنت اور کتاب کے ماتحت چلنا ہے اور سواد اعظم ہی اس صراط مستقیم پر ہے۔
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ۔ یہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے یعنی تفسیر القرآن بالقرآن یعنی صراط مستقیم سے مراد وہ صراط اور راستہ ہے جو طریق مسلمین ومومنین ہے وہ راستہ مطلوب ہے جس پر چلنے والے منعم علیہم ہیں جن پر تیرا انعام ہوا۔
اس سے مسائل تو بہت نکلتے ہیں لیکن بر سبیل اختصار یوں سمجھئے کہ وہ راستہ جس کے متعلق حضور نے مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ فرمایا۔ وہ طریق مستقیم اور وہ امور جن پر خاصان خاص اور برگزیدہ افراد کا عمل رہا ہو وہی درحقیقت صراط مستقیم ہے
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ اس میں ہدایت ہے کہ طالب حق وہدایت دشمنان الٰہی سے ضرور اجتناب کرے اور ان کی رسم وراہ وضع وطور سے پرہیز رکھے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ مغضوب علیہم جن پر غضب ہوا ان سے مراد یہود ہیں اور ضالین جو راہ سے بہکے ہوئے ہیں، وہ نصاریٰ ہیں۔

تحقیق لفظ ضالین

ضاد اور ظاء میں مباینت ذاتی ہے۔ اس میں مخارج اور اداء تلفظ میں کسی صفت کا اشتراک دونوں کو متحد نہیں کر سکتا بنابریں غیر المغضوب کو غیر المغظوب پڑھنا اگر بقصد ہو تو تحریف کلام اللہ کا جرم بن کر پڑھنے والوں کو کافر بنا دیتا ہے اور اگر بلا قصد ہو تو نا جائز ہے۔

جو ضاد کی جگہ ظاء پڑھے۔ اس کی امامت جائز نہیں (محیط برہانی)

اس کے بعد آمین کہنا سنت ہے خواہ نماز میں ہو یا خارج نماز۔ ہمارے امام ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ کی تحقیق میں نماز کے اندر آمین بالخفا کہنی چاہئے۔ احادیث پر نظر اور تنقید کے بعد یہی نتیجہ حاصل ہوا ہے۔ جہر کی روایتوں میں جو حدیثیں لائی جاتی ہیں۔ اس میں مَدَّ بِہَا کا لفظ ہے جس سے جہر ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور جن روایتوں میں جہر کا بیان ہے ان کی سند میں کلام وجرح ہے۔

بنابریں آمین بالخفا ہی پڑھنا مذہب حنفی میں صحیح ہے۔ جس کی تحقیق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

بفضلہ تعالیٰ تفسیر الفاتحہ تمام ہوئی۔

مورخہ ۵ ار دسمبر ۱۹۵۶ء سنٹرل جیل لاہور

فقیر قادری ابو الحسنات سید محمد احمد قادری (نور اللہ مرقدہ) خطیب جامع مسجد وزیر خاں لاہور وصدر مرکزی جمعیت العلماء پاکستان۔ وامیر دار العلوم حزب الاحناف پاکستان

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ

تعارف سورۃ بقرہ

اس سورۃ میں گائے کے واقعات بیان کیے گئے ہیں اس وجہ سے اس کا نام سورۃ بقرہ رکھا گیا۔

قرآن کریم کی دوسری سورۃ ہے۔ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی یہ سورۃ قرآن پاک کی تمام سورتوں سے بڑی ہے اس ۲۸۶ آیات اور ۴۰ رکوع ہیں۔

اس میں عقائد و اعمال کے متعلق اہم ترین تعلیمات ہیں۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے سیکھنے میں کئی سال لگ گئے اس سے مراد الفاظ کا حفظ نہیں بلکہ اس کے احکام اور مسئلوں کا سمجھنا تھا۔

مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ

سب سے اول ان لوگوں کے لیے ہدایت کا ذکر ہے جن کے دلوں میں اللہ کا خوف اور پرہیزگاری ہے۔ پھر فرمایا گیا کہ قرآن حکیم سننے والے تین قسم کے لوگ ہوں گے۔

اول مومن کامل جو دل کی گہرائیوں سے تصدیق کریں گے۔

دوم نافرمان کافر جو اس کے مخالف ہوں گے۔

سوم منافق جس کا ظاہر باطن یکساں نہ ہوگا۔

اس کے بعد عبادت کا حکم دیا گیا قرآن حکیم کی صداقت ثابت کی گئی ہے۔

چوتھے رکوع میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش انسان کی خلافت ارضی کے مستحق ہونے کا ذکر ہے۔

پانچویں رکوع میں ایک خاندان بنی اسرائیل کا ذکر ہے اس خاندان میں کثرت سے نبی اور رسول بھیجے گئے۔

ان کے حالات سبق آموز انداز میں بیان ہوئے آخر کار ان کا انجام بیان کیا گیا۔

پندرہویں رکوع تک بنی اسرائیل کی تاریخ کے کئی واقعات بیان ہوئے ہیں مثلاً ان کے عہد و پیمان کوہ طور پر جلوہ ربی۔ ہفتہ کے دن کا واقعہ۔ گائے کا واقعہ۔ قتل انبیاء کے واقعات۔ سحر و جادو کی ناپاک سعی لاحاصل۔ انبیاء کی توہین کے منصوبے۔ نجات و بخشش کے غلط تصورات وغیرہ وغیرہ۔

سولہویں رکوع۔ سے بنی اسرائیل۔ کے مزید حالات کے علاوہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں نبی آخر الزمان

امام الانبیاء سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر خیر بیت اللہ شریف کا ذکر۔ شہداء کا ذکر اور ان کے درجات مراتب بیان ہوئے ہیں۔

بیسویں رکوع میں ذات باری تعالےٰ کی قدرت اور نشانات کا ذکر۔ حلال حرام کا ذکر ہے نیکیوں کا ذکر ہے

چھبیسویں رکوع تک قصاص۔ میراث۔ روزہ۔ دعا حج جہاد اور اللہ کی راہ میں مالی قربانی کے احکام مذکور ہیں۔

ستائیسویں رکوع سے معاشرہ۔ خاندانی زندگی کے مسائل مثلاً نکاح۔ حیض ونفاس۔ طلاق وایلاء۔ عدت نکاح ثانی۔ بچوں کی تربیت حق مہر وغیرہ وغیرہ۔

بتیسویں رکوع میں طالوت کا جالوت سے مقابلہ۔ جہاد۔ فتح وشکست سامان جنگ۔ لشکروں کی کمی زیادتی پر منحصر نہیں۔ قلت کثرت پر غالب آجاتی ہے۔

چونتیسویں رکوع میں انفاق فی سبیل اللہ۔ آیۃ الکرسی جس میں حی وقیوم ہونا اور دیگر صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسلام میں جبر نہیں ہے۔

انتالیسویں رکوع میں حضرت ابراہیم کی زندگی کے چند سبق آموز واقعات مذکور ہیں۔

صدقہ وخیرات اور پرہیزگاری کے احکام۔ سود کی ممانعت۔ گواہی کے بارے میں ہدایات۔ قوانین کا بیان اور تجارت کے چند اصول بیان کیے گئے ہیں۔

آخر میں چالیسویں رکوع میں ایمان اسلام کا خلاصہ جامع دعا۔ فرمانبردار اور نافرمان کا انجام بتایا گیا ہے مومن کی کامیابی کی بشارت اور کافر کی ناکامی کا وعدہ۔

یہ صرف افہام تفہیم کے لیے تحریر کیا گیا ہے ورنہ قرآن پاک کی جامعیت کمال کا الفاظ میں اظہار ناممکن ہے۔

اس سے قبل کل آسمانی کتابیں ایک سو تین نازل ہوئیں۔

پچاس صحیفے شیث علیہ السلام پر تیس ادریس علیہ السلام پر بیس ابراہیم علیہ السلام پر توریت موسیٰ علیہ السلام پر زبور داؤد علیہ السلام پر انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر لیکن یہ ام الکتاب قرآن کریم جامع ہے (روح البیان)

سورہ بقرہ مدنی ہے یہ دو سو چھیاسی آیتیں، چالیس رکوع ہیں۔

خلاصہ تفسیر سورۃ البقرہ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَسِتٌّ وَثَمَانُونَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُوْنَ رُكُوْعًا

سورۃ بقرہ اس سورۃ کا نام ہے یہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس میں دو سو چھیاسی آیتیں اور چالیس رکوع ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں یہی سورت نازل ہوئی سوائے آیۃ کریمہ

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ کے یہ آیت حجۃ الوداع میں بمقام مکہ مکرمہ نازل ہوئی (خازن)
اس سورۂ مبارکہ میں چھ ہزار اور ایک سو اکیس کلمے اور پچیس ہزار پانچ حرف ہیں (خازن)

تحقیق اسماءِ سور

صاحب جمل کی تحقیق ہے کہ قرآن پاک میں سورتوں کے نام نہ لکھے جاتے تھے۔ یہ طریقہ حجاج نے نکالا۔
شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ اس سورۃ مبارکہ میں ہزار حکم اور ہزار نہی اور ہزار خبریں ہیں۔ لیکن اہل باطل جادوگر اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔

خواص سورۂ مبارکہ

جس گھر میں یہ سورۂ مبارکہ پڑھی جائے تین دن تک۔ سرکش شیطان اس میں داخل نہیں ہوتا
مسلم شریف میں ہے کہ جس گھر میں یہ سورۃ پڑھی جائے۔ اس گھر سے شیطان بھاگتا ہے۔
جمل و بیہقی میں ہے سعید بن منصور حضرت مغیرہ بن شعبہ سے راوی ہیں کہ جو شخص سوتے وقت سورۂ بقر کی دس آیتیں پڑھے وہ قرآن کریم نہ بھولے گا۔ وہ دس آیتیں یہ ہیں چار اول کی آیتیں۔ آیۃ الکرسی اور دو اس کے بعد کی اور تین آخر سورۃ کی۔
طبرانی و بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میت کو دفن کر کے اس کے سرہانے سورۂ بقر کی اول آیتیں اور پاؤں کی طرف آخر رکوع کی آیتیں پڑھا کرو۔

شانِ نزول

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک سے وعدہ فرمایا تھا کہ آپ پر ایسی کتاب نازل کی جائے گی جو نہ پانی سے دھو کر مٹائی جائے نہ پرانی ہو (یعنی مسلمان کے سینہ میں محفوظ ہو جائے گی) تو قرآنِ پاک نازل ہوا۔ اس میں فرمایا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ وہ کتاب موعودیہ ہے۔
ایک قول ہے کہ بنی اسرائیل سے ایک کتاب نازل فرماتے اور بنی اسمٰعیل میں سے ایک رسول مبعوث کرنے

کا وعدہ فرمایا تھا جب حضور نے مدینہ طیبہ میں ہجرت فرمائی تو یہاں یہود بکثرت تھے۔ تو الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ نازل فرما کر اس وعدہ کے ایفا کی خبر دی۔ (خازن)

حُرُوفِ مُقَطَّعَات

سورۃ بقر کی ابتدا الٓمّٓ سے ہوتی ہے اس قسم کے حروف کو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ یہ حروف اکٹھے لکھے جاتے ہیں لیکن جدا جدا پڑھے جاتے ہیں یہ اس سورت کے علاوہ پانچ سورتوں کے ابتداء میں آتے ہیں۔ حروف مقطعات سے شروع ہونے والی سورتوں کی کل تعداد ۲۹ ہے

مفسرین نے ان کے متعلق کہا ہے کہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ۔ اس کے مفہوم حقیقی کو اللہ ہی جانتا ہے۔ یہ اسرار الٰہی اور متشابہات ہیں۔ ان کی مراد اللہ اور اس کے رسول کے مابین ہے۔ وہی اسے جانیں۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست　　　کراماً کاتبیں را ز و خبر نیست

ہمیں ان کے حق ہونے پر ایمان لانا چاہیئے۔ لیکن معنی تاویلی اگر ممکن ہوں اور وہ کتاب وسنت کے موافق بھی ہوں تو مقبول ہوں گے اور ایسے تاویلی معنی مردود ہیں جو کتاب وسنت سے منطبق نہ ہوں۔ بنا بریں الٓمّٓ کے معنی پر غور کرنے سے اس کی شان ارفع و اعلیٰ معلوم ہوتی ہے اور سمجھ میں آتا ہے کہ یہ تین حرف درحقیقت دیباچہ کلام پاک ہے اور جو مضمون دیباچہ میں ہوا کرتا ہے وہ بطریقہ زُبر و بینات ان تین حرفوں سے حاصل ہو جاتا ہے لیکن اس کے سمجھنے کے لیے پہلے حروف ابجد کے عدد سمجھ لینے ضروری ہیں۔ لہٰذا اول ہم ابجد کے حروف لکھ کر ان کے عدد پیش کرتے ہیں۔ پھر ہر سہ حروف کے معنی تاویلی پیش کریں گے۔ وھو ہذا۔

ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن۔ سعفص۔ قرشت۔ ثخذ۔ ضظغ

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت
١	٢	٣	٤	٥	٦	٧	٨	٩	١٠	٢٠	٣٠	٤٠	٥٠	٦٠	٧٠	٨٠	٩٠	١٠٠	٢٠٠	٣٠٠	٤٠٠

ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
٥٠٠	٦٠٠	٧٠٠	٨٠٠	٩٠٠	١٠٠٠

حلّ مقطعہ

الٓمّٓ۔ اس میں تین حرف ہیں (ا ل م) ابجد کے قاعدہ سے الف کا عدد ایک اور لام کے تیس۔ میم کے چالیس ہوتے ہیں۔ تو یہ عبارت حاصل ہوتی ہے۔ ایک وحدہ لاشریک نے یکتا قرآن کریم بے مثل مصطفٰے پر تیس پاروں کے اندر چالیس سال کی عمر میں حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ یہ معنی تاویلی اس لیے مقبول ہے کہ احادیث صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہے۔

پھر الف توصیفی علیحدہ کرکے لٓ اور میٓم کے تیس اور چالیس عدد جمع کیے جائیں تو ستر (۷۰) کا عدد حاصل ہوتا ہے جو اشارۃً یہ بھی بتا رہا ہے کہ اس کلام پاک کے جمع کرنے والے خلفائے راشدین ہیں جن کے نام کے اول وہ حرف ہو جس کا عدد ۷۰ ہے اور عدد ستر (۷۰) ع کا ہے چنانچہ خلفاء اربعہ یہ ہیں۔ ابوبکر صدیق جن کا اسم گرامی عبداللہ بن ابی قحافہ ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔ اور عموماً دیباچے کتب میں ایسا ہی مضمون ہوا کرتا ہے۔

نوٹ: تمام قرآن کریم میں ۱۱۴ بسم اللہ ہیں جو ہر سورۃ کے اول ہیں۔ چونکہ سورۃ توبہ میں بسم اللہ نہیں اس حساب سے ۱۱۳ ہوتی ہیں لیکن ایک بسم اللہ سورۃ نمل میں آیت کے ساتھ آگئی۔ اس بنا پر ۱۱۴ بسم اللہ ہی رہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ بقرہ۔ پ۱

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ	وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک نہیں اس میں۔ ہدایت ہے ڈرنے والوں کو۔
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ	وہ جو ایمان لائیں غیب پر اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں خرچ کریں
وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۙ	اور وہ جو ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا۔ اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں۔
اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝	وہی لوگ ہیں اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ ءَاَنْذَرْتَہُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝	بے شک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے ڈراؤ یا نہ ڈراؤ۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔
خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ وَّ لَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝	اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے۔ یعنی پردہ اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے

حلِّ لغات پہلا رکوع۔ سورہ بقرہ۔ پ۱

ذٰلِکَ۔ وہ	اَلْکِتَابُ۔ بلند مرتبہ کتاب (یعنی قرآن کریم)		لَا رَیْبَ۔ نہیں ہے شک
فِیْہِ۔ اس میں	ھُدًی۔ ہدایت ہے	لِلْمُتَّقِیْنَ۔ ڈر والوں کو	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو
یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لائیں	بِالْغَیْبِ۔ بے دیکھے	وَ۔ اور	یُقِیْمُوْنَ۔ قائم رکھیں
الصَّلٰوۃَ۔ نماز	وَ۔ اور	مِمَّا رَزَقْنٰہُمْ۔ ہماری دی ہوئی روزی میں سے	
یُنْفِقُوْنَ۔ خرچ کریں	وَ۔ اور	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لائیں
بِمَا۔ اس پر	اُنْزِلَ۔ جو اترا	اِلَیْکَ۔ تیری طرف (اے محبوب)	وَ۔ اور
مَا۔ جو	اُنْزِلَ۔ اترا	مِنْ قَبْلِکَ۔ تجھ سے پہلے	وَ۔ اور
بِالْاٰخِرَۃِ۔ آخرت پر	ھُمْ۔ وہ	یُوْقِنُوْنَ۔ یقین رکھیں	اُولٰٓئِکَ۔ وہی لوگ
عَلٰی ھُدًی۔ ہدایت پر ہیں	مِّنْ رَّبِّہِمْ۔ اپنے رب کی طرف سے	وَ۔ اور	اُولٰٓئِکَ۔ وہی لوگ
ھُمُ۔ وہ ہیں	اَلْمُفْلِحُوْنَ۔ مراد کو پہنچنے والے	اِنَّ۔ بے شک	اَلَّذِیْنَ۔ وہ (جنکی قسمت میں)
کَفَرُوْا۔ کفر ہے	سَوَآءٌ۔ برابر ہے	عَلَیْہِمْ۔ ان پر	ءَاَنْذَرْتَہُمْ۔ چاہے تم انہیں
ڈراؤ	اَمْ۔ یا	لَمْ۔ نہ	تُنْذِرْہُمْ۔ ڈراؤ انہیں
لَا۔ نہیں	یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لانے کے	خَتَمَ۔ مہر کردی	اللّٰہُ۔ اللہ نے
عَلٰی قُلُوْبِہِمْ۔ ان کے دلوں پر		وَعَلٰی۔ اور اوپر	سَمْعِہِمْ۔ انکے کانوں کے
وَ۔ اور	عَلٰی اَبْصَارِہِمْ۔ ان کی آنکھوں پر		غِشَاوَۃٌ۔ گھٹا ٹوپ ہے
وَّ۔ اور	لَہُمْ۔ ان کے لیے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے	عَظِیْمٌ۔ بڑا۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع۔ سورہ بقرہ۔ پ

"الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ۔ یہ قرآن کتاب کامل ہے"۔

ذٰلِكَ۔ مبتداء۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ اس کی خبر۔ معنی یہ ہوئے کہ یہ کتاب وہ ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

کِتَاب۔ کَتِیْبَۃٌ سے بنا اس کے معنی ہیں جمع ہونا۔ چونکہ قرآن کریم میں تمام علوم جمع ہیں اس لیے یہ کامل کتاب ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

رَیْب۔ رِیْبَۃٌ سے بنا جس کے معنی ہیں قلق۔ پریشانی جیسے عربی محاورہ ہے رَیْبُ الزَّمَانِ یعنی زمانے کی مصیبتیں۔ اصطلاح میں اس شک کو ریب کہتے ہیں جس میں بدگمانی شامل ہو۔ تو معلوم ہوا کہ شک تردد کو کہتے ہیں ریب اس شک کو کہتے ہیں جس میں بدگمانی اور کھٹکا پایا جائے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ قرآن کریم کلام الٰہی ہونے میں اس قدر یقین کا حامل ہے کہ اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

هُدًى۔ ہدایت۔ راستہ کا علم۔ منزل پر پہنچنے کی قدرت

مُتَّقِيْنَ۔ متقی کی جمع ہے۔ لفظ تقویٰ احتیاط، نگہداشت کو کہتے ہیں۔

مُتَّقِی۔ وَقْیٌ۔ وِقَایَۃٌ۔ سے بنا، معنی ہیں حفاظت۔

شریعت میں تقویٰ اسے کہتے ہیں کہ انسان ان کاموں سے بچے جو اس کے لیے آخرت میں نقصان دہ ہوں

آیت کے معنی ہوئے قرآن پاک ان لوگوں کو ہدایت دینے والا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

ارشاد باری ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ جو شخص اللہ سے ڈرے گا خدا تعالیٰ اسے ہر مصیبت سے چھٹکارا عطا فرمائے گا۔ اور اس کو اس طرح رزق دے گا جو اس کے خیال میں بھی نہ آئے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ لوگوں میں عزت حاصل کرے وہ اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری اختیار کرے۔

تعریف تقویٰ

تقویٰ کے معنی ہیں نفس کو خوف کی چیز سے بچانا اور عرف شرع میں ترکِ ممنوع کر کے نفس کو ہر گناہ سے بچانا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا متقی وہ ہے جو شرک و کبائر اور فواحش سے بچے۔

بعض کا قول ہے متقی اسے کہتے ہیں جو اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر نہ سمجھے۔

بعض کا قول ہے تقویٰ حرام چیزوں کا ترک اور فرائض کا ادا کرنا ہے۔

بعض کے نزدیک تقویٰ نام ہے معصیت پر اصرار اور طاعت پر غرور کا ترک کرنا۔

بعض کے نزدیک تقویٰ یہ ہے کہ بندہ کو اس کا مولیٰ وہاں نہ پائے جہاں اس نے منع فرمایا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ تقویٰ حرام سے اجتناب کو کہتے ہیں۔

یہ قول بھی ہے کہ تقویٰ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کی پیروی ہے۔ (خازن)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو کسی خاردار وادی سے کبھی گذرا ہے۔ عرض کیا ہاں۔ فرمایا وہاں سے تو کس طرح گذرا۔ عرض کیا اپنے دامن کو کانٹوں سے بچاتا ہوا گذرا۔ فرمایا ذَالِکَ تَقْوٰی یہی تقویٰ ہے۔

بیانات بالا میں لفظی فرق ضرور ہے لیکن معنی کے اعتبار سے باہم مناسبت رکھتے ہیں اور باعتبار قول مفسر کوئی اختلاف نہیں۔

مراتب تقویٰ

تقویٰ کے مراتب متعدد ہیں۔ عوام کا تقویٰ تو یہ ہے کہ ایمان لا کر کفر سے بچا رہے

متوسطین کا تقویٰ یہ ہے کہ امر و نواہی کی اطاعت کی جائے۔

خواص کا تقویٰ یہ ہے کہ ہر ایسی چیز کو چھوڑ دیں جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرے (جمل)

شاہ صاحب قدس سرہ نے تقویٰ کی سات قسم لکھی ہیں۔

(۱) کفر سے بچنا۔ یہ ہر مسلمان کو حاصل ہے (۲) بد مذہبی سے بچنا یہ ہر سنی خوش عقیدہ کو حاصل ہے۔

(۳) ہر کبیرہ سے احتراز کرنا (۴) ہر صغیرہ سے بچنا

(۵) مشتبہات سے محترز رہنا (۶) شہوات سے اجتناب کرنا
(۷) غیر اللہ کی طرف التفات نہ کرنا۔ یہ اخص الخواص کا منصب ہے۔

اور قرآنِ کریم ساتوں مراتب کا ہادی ہے۔

آگے ارشاد ہوتا ہے اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ یعنی وہ جو بے دیکھے ایمان لائے۔ یہاں سے مُفْلِحُوْنَ تک سب آئتیں مومنین باخلاص کے حق میں ہیں جو ظاہر و باطن ایماندار ہیں۔ اس کے بعد کی دو آئتیں کھلے کافروں کے حق میں ہیں جو ظاہری اور باطنی کافر ہیں۔ اس کے بعد من النّاس سے تیرہ آیتیں منافقین کے حق میں ہیں۔ جو باطن میں کافر ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں (جمل)

اَلَّذِیْنَ وہ لوگ جو کہ

یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے ہیں۔ ایمان کے لغوی معنی ہیں امن میں رہنا

مومن ہمیشہ کے لیے عذاب سے امن پالیتا ہے اس لیے مسلمانوں کو مومن کہا گیا ہے۔ ایمان اور عقیدہ مثل جڑ کے ہیں اور اعمال مثل پھل کے ہیں۔ پھل جبھی حاصل ہو سکتا ہے جب جڑ مضبوط و محفوظ ہو۔

اَلْغَیْبِ :۔ غیب کے معنی ہیں غائب یعنی چھپی ہوئی چیز۔

اصطلاح میں غیب وہ چیز کہلاتی ہے جو کہ ظاہری اور باطنی حواس اور عقل سے چھپی ہو۔ آنکھ، ناک، کان اور حواس سے معلوم نہ ہو سکے نہ عقل میں آسکے۔ زندگی۔ موت۔ قیامت کا وقت معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس کا نام مفاتیح الغیب ہے۔ ارشاد باری ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ۔ یعنی غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں۔ اور ان کو کوئی نہیں جانتا ماسوائے اللہ کے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسی کے لیے آسمان اور زمین کی کنجیاں ہیں اللہ کا علم ذاتی ہے اور لامتناہی ہے اور مخلوق کا علم عطائی ہے اور محدود۔ اللہ تعالے اپنے غیوب پر اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے مطلع فرماتا ہے۔

حضور علیہ السلام کو اللہ تعالے نے جمیع ماکان و مایکون کا علم عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا سے ظاہر ہے۔

بعض علماء نے یہاں ایک لطیف نکتہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ پہلی آیت میں مفاتیح اور دوسری میں مقالید کا لفظ آیا۔ دونوں الفاظ کے اول و آخر حروف کو جمع کریں تو اس کا مجموعہ محمد ہوتا ہے تو یہ بات روشن ہو گئی کہ حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہی غیوب اللہ کی کنجی ہے۔

تعریف ایمان بالغیب

غیب مصدر یا اسم فاعل کے معنی میں آتا ہے اس تقدیر پر غیب وہ ہے جو حواس وعقل سے بدیہی طور پر معلوم نہ ہوسکے اس کی دو قسم ہیں۔

ایک وہ جس پر کوئی دلیل نہ ہو یہ علم غیب ذاتی ہے اور اس علم غیب کے لیے آیۂ کریمہ وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ وارد ہے اور جس قدر ایسی آیتیں قرآن کریم میں وارد ہیں جن سے علم غیب کی غیر خدا سے نفی کی گئی ہے وہ اس قسم کا علم غیب یعنی ذاتی ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اللہ تعالے کے ساتھ خاص ہے۔

اور غیب کی دوسری قسم وہ ہے جس پر دلیل ہو جیسے صانع عالم اور اس کے صفات اور نبوات اور انکے متعلقات احکام شرائع اور روز آخر اور اس کے احوال و بعث و نشر حساب و جزا وغیرہ کا علم جن پر دلیلیں قائم ہیں اور جو تعلیم الٰہی سے حاصل ہوتا ہے یہاں یہی مراد ہے

اس دوسری قسم کے غیوب جو ایمان سے علاقہ رکھتے ہیں ان کا علم و یقین ہر مومن کو حاصل ہے اگر نہ ہو تو آدمی مومن نہیں اور اللہ تعالے جو اپنے مقرب بندوں پر اولیا و انبیاء پر جو غیوب کے دروازے کھولتا ہے وہ اسی قسم کا غیب ہے۔

یا غیب معنی مصدر ہی میں لیا جائے اور غیب کا صلہ مومن پر قرار دیا جائے تو پہلی صورت میں آیت کے یہ معنی ہوں گے (جو بے دیکھے ایمان لائیں) دوسری صورت میں یہ ہوں گے (جو مومنین اللہ پر ایمان لائیں) اپنے ان کا ایمان منافقوں کی طرح محض مومنین کے دکھانے کے لیے نہ ہو۔ بلکہ وہ مخلص ہوں۔ غائب حاضر ہر حال میں مومن رہیں۔

غیب کی تفسیر میں ایک قول

یہ بھی ہے کہ غیب سے قلب مراد ہے اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وہ جو دل سے ایمان لائیں (جمل)

اور عام فہم معنی کے لیے یہ حکایت بہت ہی منطبق ہے۔

ایک بزرگ گذرے ہیں جن کا نام بہلول دانا تھا یہ مجذوب سالک تھے۔ آبادی سے دور رہا کرتے تھے۔ زمین سے مٹی جمع کر کے چھوٹے چھوٹے گھروندے بناتے بگاڑا کرتے تھے۔

ایک روز ادھر سے بادشاہ کی سواری گذری۔ بہلول سے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ بہلول نے فرمایا جنت میں مکانات تعمیر کر رہا ہوں۔ بہلول سے بادشاہ نے عرض کیا حضور ایک مکان مجھے بھی دیجئے۔ بہلول نے فرمایا دس ہزار درہم قیمت ہے دو اور لو۔ بادشاہ ہنستے ہوئے آگے گذر گئے اور خیال کیا یہ مجذوب کی بڑ ہے انہیں دس ہزار میں ہزار سے کیا واسطہ۔

اس کے بعد بیگم بھی گذریں اور بہلول کو مشغول تعمیر دیکھ کر وہی سوال کیا۔ بہلول نے وہی جواب دیا جو بادشاہ کو دیا تھا۔ بیگم نے ایک محل مانگا۔ بہلول نے دس ہزار درہم قیمت فرمائی بیگم نے حکم دے دیا کہ دس ہزار بہلول کو پیش کر دیے جائیں۔ چنانچہ درہم پیش کر دیے گئے۔ بہلول نے انہیں مٹی کے ساتھ ملا کر اپنا مشغلہ شروع کر دیا۔

رات کو بادشاہ خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک عجیب و غریب باغ ہے۔ اس میں جواہرات سے مرصع ایک محل ہے۔ بادشاہ مشتاقانہ اس میں داخل ہونے کو گئے دروازے پر دربانوں نے روک دیا۔ پوچھا یہ کس کا محل ہے جواب ملا یہ محل بیگم کا ہے جو بہلول دانا سے دس ہزار میں کل خریدا تھا۔

بادشاہ چونک پڑا صبح ہوتے ہی بہلول کی طرف بادشاہ گئے۔ عرض کیا حضور کیا ہو رہا ہے فرمایا وہی ہو رہا ہے جو تو خواب میں دیکھ کر آیا ہے۔ بادشاہ نے عقیدت مندانہ لہجہ میں عرض کیا۔ حضور ایک باغ مجھے بھی مل جائے۔ بہلول نے فرمایا تو نہیں لے سکتا۔ بادشاہ نے عرض کی حضور دس ہزار درہم میں بھی پیش کرتا ہوں۔ بہلول نے فرمایا یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ والوں کے لیے دس ہزار درہم تھے تو تو دیکھ کر لے رہا ہے۔ اب جیسا مال ہے ویسی ہی قیمت ادا کر۔

اس سے ثابت ہوا کہ ایمان بالغیب جو مومنوں کے لیے مختص کیا گیا ہے اس کا بدلہ کتنا عظیم ہے وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ۔ یقیمون۔ قائم کرتے ہیں اقامت سے بنا اس کے معنی ہیں قائم کرنا۔

اِقَامَتُ الصَّلٰوۃ سے مراد یہ ہے کہ پوری شرائط اور پابندی کے ساتھ نماز باقاعدگی سے ادا کرنا۔

صلوٰۃ کے لفظی معنی دعا کے ہیں۔

شریعت کی اصطلاح میں صلوٰۃ عبادت خاص کو کہتے ہیں اس کا نام صلوٰۃ اس لیے رکھا گیا کہ اس عبادت میں سب سے زیادہ دعا کا حصہ ہے اس میں زبان سے دل سے اور جسم سے اور ظاہری باطنی اعضاء سے بھی دعا کی جاتی ہے۔

نماز خداوند قدوس کے آگے جھکنے اپنی بندگی کا اظہار کرنے اللہ سے گہرا تعلق پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

نماز بدنی عبادتوں میں سب سے اعلیٰ ہے اس میں اخلاقی اور طبی فائدے بھی ہیں۔

پانچ مرتبہ امام کے پیچھے قبلہ رخ کھڑے ہو کر آپس میں بھائی بھائی ہونے کا اقرار اور دلوں کو حسد بغض خود غرضی تکبر کینہ سے پاک ہونے کا عہد کرنے کا نام نماز ہے اور نماز ہی سے محبت مساوات اخوت عبادت روحانی بالیدگی پابندی وقت اور اطاعت امیر کا درس ملتا ہے۔

اسی لیے نماز کو دین کا ستون قرار دیا گیا کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ نماز دین کا ستون ہے۔

قرآن کریم میں مختلف مقام پر نماز کا حکم دیا گیا مگر کسی جگہ نہیں بتایا گیا کہ نماز اس طرح پڑھو اور کس کس وقت کتنی کتنی رکعتیں پڑھو جس کا منشا یہ ہے کہ ہم نے احکام بتا دیے اب تفصیل طریقہ اگر دیکھنا چاہتے ہو تو ہمارے محبوب رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک فعل اور قول کو دیکھو ان کی زندگی ہمارے تمام احکام کی مکمل تفسیر ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ محبوب کی اداؤں کا نام نماز و عبادت ہے جو ان کی اداؤں کو اپنائے گا مقبول ہوگا۔

اگر کوئی شخص رکوع و سجدہ میں قرآن پاک کی تلاوت کرے قیام میں التحیات پڑھے۔ ترتیب بدل دے تو نماز باطل ہوگی۔

جب حکم نازل ہوا اقیموا الصلوۃ (نماز قائم کرو) تو صحابہ کرام دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کَیْفَ نُصَلِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (اے اللہ کے رسول ہم نماز کس طرح ادا کریں)

رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ نماز ادا کرو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ معلوم ہوا کہ محبوب کی اداؤں کا نام نماز ہے۔

حضرت محدث اعظم امام اہل سنت ابو محمد دیدار علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو اس شعر میں بیان کیا

از نمازم نیست مطلب جز تماشائے نگار
می روم در اشتیاق افتاں و خیزاں سوئے دوست

(میری نماز کا بس یہی مطلب ہے کہ محبوب کا جلوہ نظر آجائے اور میں اسی شوق میں یعنی تلاش دوست میں دوست ہی کی طرف گرتا پڑتا چلا جاتا ہوں)

جو اسرار محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر معراج میں ظاہر کیے وہ صیغہ راز ہی میں رکھے گئے۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی۔ اس نے اپنے بندے پر جو وحی کی وہ کسی کو کیوں بتلانے۔ ہاں اتنا معلوم ہے کہ وہاں سے امت کے لیے پچاس وقت کی نمازوں کا دن رات میں تحفہ عطا ہوا۔

واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ یہ نمازیں تو بہت ہیں کم کرائیں حضرت موسیٰ

علیہ السلام کی سفارش پر بار بار سرکار نے جناب باری میں حاضری دی اور پانچ پانچ نمازیں کم ہوتی گئیں یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔

اور امتوں کو نماز پنجگانہ ہی نہیں ملی بلکہ یہ خصوصیت اس امت کے لیے ہے۔ یہ نمازیں علیحدہ علیحدہ انبیاء کرام نے ادا کیں۔

نماز فجر حضرت آدم علیہ السلام نے صبح ہونے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کیونکہ انہوں نے جنت میں رات نہ دیکھی تھی (شامی جلد اول)

نماز ظہر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی اپنے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کی جان محفوظ رہنے اور دنبہ قربانی کے آنے کے شکریہ میں ادا کی۔

نماز عصر حضرت عزیر علیہ السلام نے پڑھی جبکہ سو برس کے بعد زندہ فرمائے گئے۔

نماز مغرب حضرت داؤد علیہ السلام نے ادا کی توبہ قبول ہونے کے شکریہ میں کیوں کہ ان کی توبہ بوقت مغرب قبول ہوئی تھی۔

نماز عشا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ادا فرمائی یہ نماز حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔

نماز پنجگانہ بھی خصوصیات سے ہیں نماز مومن کافر میں فرق کرنے والی ہے نماز ایمان وکفر میں وجہ امتیاز ہے۔ نمازی ناجی مومن کامل ہے (طحاوی شریف باب صلوٰۃ الوسطیٰ)

وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ اور نماز قائم رکھیں اس سے مراد یہ ہے کہ نماز پر مداومت رکھیں اور بہ پابندی اوقات اس کے ارکان پورے ادا کریں۔ فرائض و مستحبات کی بھی حفاظت کریں۔ کسی رکن کی ادائیگی میں خلل نہ آنے دیں۔ تمام مفسدات ومکروہات سے بچتے ہوئے حقوق عبادت اچھی طرح ادا کرتے رہیں۔

نماز کے حقوق

دو طرح کے ہیں ایک ظاہری۔ وہ تو یہی ہیں جو ذکر ہو چکے۔ باطنی وہ خشوع وخضوع اور حضور قلب یعنی دل کو فارغ کرکے ہمہ تن بارگاہ حق میں متوجہ ہونا۔

رَزَقْنٰهُمْ۔ ہم نے انہیں دیا یہ دو لفظ ہیں رَزَقْنَا۔ هُمْ۔

رَزَقْنَا۔ رزق سے نکلا عربی میں یہ لفظ وسیع معنی رکھتا ہے۔ رزق کی لغت میں عطا یعنی دی ہوئی چیز کے معنی ہیں رزق۔ اصطلاح میں وہ ہے جس سے کوئی جاندار چیز نفع حاصل کرے۔ ہوا۔ پانی۔ لباس۔ غذائیں۔ زمین۔ اولاد

دنیا کی ہر چیز رزق ہے آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ ہر چیز میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو مثلاً ہولسے سانس اور سانس کو اللہ کے ذکر میں خرچ کرو وغیرہ وغیرہ۔

یُنْفِقُوْنَ۔ انفاق اس کے لغوی معنی ہیں بکھیرنا۔ خرچ کرنا اس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ سارا مال راہ خدا میں خرچ کرنا اور خود فقیر بن جانا اس میں حقوق العباد (اولاد وغیرہ کا حق مارنا ہے اس سے منع فرمایا مِنْ بعضیّت کے لیے آتا ہے یعنی کچھ حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

دوسرے توکل جیسے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح متوکل ہونا گھر والے بھی متوکل اپنا سارا گھر بارگاہ مصطفیٰ میں لٹا دیا ؎

پروانہ کو ہے شمع اور بلبل کو پھول بس　　صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

یہ تعلیم بھی صرف اسلام میں ہی ملیگی۔

"وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ یعنی اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کریں"

راہ خدا میں خرچ کرنے سے یا زکوٰۃ مراد ہے جیسا کہ دوسری جگہ بھی فرمایا یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ یا مطلق انفاق و خرچ مراد ہو۔ عام اس سے کہ فرض مثل زکوٰۃ وغیرہ ہو یا واجب جیسے نذر و منت جو انسان خود اپنے ذمہ لیتا ہے۔ یا نفقہ اہل و عیال خواہ مستحب ہو جیسے صدقات نافلہ و ایصال ثواب موتیٰ۔

چنانچہ فقہاء نے نفقات نافلہ میں گیارہویں اور تیجہ۔ چالیسواں وغیرہ کو بھی اس میں داخل کیا اور قرآن پاک کلمہ شریف کا پڑھنا بھی اجر و ثواب کے لیے وارد ہے۔

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اصل میں مِنْ مَّا رَزَقْنٰهُمْ ہے اور اس میں مِنْ تبعیضیہ ہے جو اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انفاق مستحب ہے اور اسراف ممنوع۔ انفاق خواہ اپنے لیے ہو یا اپنے اہل کے لیے۔ خواہ بغرض ایصال ثواب موتیٰ کے لیے ہو یا غریب یتیم پیر و اسیر کی مدد کو وہ اعتدال کی حد تک انفاق ہے اور حد اعتدال سے متجاوز ہو کر وہی اسراف بن جاتا ہے۔

چنانچہ رَزَقْنٰهُمْ کی تقدیم اور رزق اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف نسبت فرما کر ظاہر فرمایا کہ تمہارا کمایا ہوا مال بھی تمہارا مکسوبہ نہیں۔ اس میں بھی ہماری عطا کو دخل ہے۔ دوسرے خرچ کرنا ہماری راہ میں دینا حسن ہے اور نہ دینا بخل ہے جو نہایت قبیح عادت ہے۔

"وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اور وہ جو ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب) تمہاری طرف نازل ہوا (یعنی قرآن کریم) اور جو تم سے پہلے اترا (یعنی توریت۔ انجیل۔ زبور وغیرہ صحف سماویہ) اس آیت کریمہ میں اہل کتاب سے وہ مومنین مراد ہیں جو اپنی کتاب اور تمام سابقہ آسمانی کتابوں اور انبیاء علیہم السلام کی

وجہوں پر بھی ایمان لائے اور قرآن کریم پر بھی۔ اور ما انزل کے ما موصولہ سے یہ فائدہ بھی نکلتا ہے کہ بعض قرآن یا بعض کتب سابقہ پر ایمان لانا معتبر نہیں۔ بلکہ تمام قرآن پاک اور تمام کتب سابقہ پر اور پوری شریعت پر ایمان مراد ہے (جمل)

اس سے مندرجہ ذیل مسائل نکلتے ہیں

(۱) جس طرح قرآن پاک پر ایمان لانا فرض ہے۔ اسی طرح ہر مکلف عاقل بالغ پر تمام کتب سماویہ پر ایمان لانا فرض ہے۔ البتہ نزول قرآن کے بعد سابقہ کتب سماویہ جو حضور سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئیں۔ ان کے وہ احکام جو شریعت محمدیہ میں منسوخ ہو گئے ان پر عمل درست نہیں مگر ان کے حق ماننے میں کوئی تامل جائز نہیں ہے مثلاً شرائع سابقہ میں بیت المقدس قبلہ تھا۔ اس پر ایمان لانا تو ہمارے لیے ضروری ہے مگر اس پر عمل یعنے نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ قرآن پاک میں وہ منسوخ ہو چکا۔

(۲) قرآن کریم سے قبل جو کچھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کے انبیاء پر نازل ہوا ان سب پر اجمالاً ایمان لانا فرض عین ہے اور قرآن کریم پر تفصیلاً ایمان لانا فرض کفایہ ہے۔ بنا بریں عوام پر اس کی تفصیلات کے علم کی تفصیل فرض نہیں۔

تفصیلی علم حاصل کرنے کو علماء موجود ہیں جو تحصیل علم شرعی میں پوری جدو جہد کرتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۔

آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ یہ قرآن پاک ان پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے جن میں وہ پہلی صفتیں بھی ہوں۔

یہ آیت متقین کی تفسیر ہے اَلَّذِیْنَ متقین پر معطوف ہے یعنی یہ لوگ تمام آسمانی کتابوں اور الہامی نوشتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ جو کتابیں آپ سے پہلے نبیوں پر نازل ہوئیں۔

آپ سے قبل جو انبیاء تشریف لائے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے قرآن کریم نے ان میں بعض کے نام لیکر بیان کئے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخرالزمان جناب محمد رسول اللہ تک جتنے نبی تشریف لائے ان سب پر ایمان ویقین رکھنا کہ وہ اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلسلہ نبوت کو ایک محل سے تشبیہ دی فرمایا ہر نبی اس عمارت کے بنانے

کے لیے اپنے اپنے زمانہ میں ایک ایک اینٹ رکھتا رہا۔ آخر میں حضرت عیسٰی علیہ السلام تشریف لائے انہوں نے ایک اینٹ لگا دی لیکن ایک اینٹ کی کسر باقی رہ گئی تھی آپ نے فرمایا وہ آخری اینٹ میں ہوں اور قصر نبوت میں اب کسی اور اینٹ کی ضرورت نہیں رہی۔

اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ بے شک نبوت اور رسالت میرے بعد منقطع ہوگئی۔

اور فرمایا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں۔

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ ایک ہی سچائی پیش کرتے رہے کہ تمام جہانوں کا رب ایک اللہ ہے قرآن کریم ایمان والوں کو حکم دیتا ہے کہ ان سب انبیاء کی تعلیم اور نازل شدہ احکام کی تصدیق کریں اس معاملہ میں یہ جاننا چاہئے کہ کتب سابقہ پر فقط ایمان و تصدیق کافی ہے کیونکہ ان کتابوں میں تحریف کر دی گئی ہے جیسا کہ قرآن حکیم نے وضاحت کی ہے اب وہ کتابیں اپنی صورت میں باقی نہیں ہیں اور قرآن کریم ہی ان کتابوں کا جامع و ناسخ ہے لہذا کتب سابقہ کے بارے میں اب واقعی عقیدہ یہ ہوگا جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ سرکار نے ارشاد فرمایا کہ اگر پچھلی کتابوں میں کوئی بات ایسی ہے جس کی قرآن تصدیق کرتا ہے تو ہم بھی تصدیق کریں گے اور اگر کوئی بات ایسی ہے کہ قرآن اسکی تردید کرتا ہے تو ہم بھی برملا اس کی تردید کریں گے۔ اور اگر ایسی باتیں ہیں جنکی قرآن کریم نہ تصدیق کرتا ہے نہ تردید تو اس پر سکوت کیا جائے گا۔

کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس بات میں ناواقفی کی بنا پر ہم تردید یا تصدیق کر بیٹھیں اور وہ اس کے برخلاف ہو تو ہم اس صورت میں کتاب کے جھٹلانے والے ٹھہریں گے لہذا ایسے امور پر سکوت بہتر ہے۔

وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں یعنی دار آخرت اور جو کچھ اس میں ہے حساب اور جزا و سزا سب پر ایسا یقین و اطمینان رکھتے ہیں کہ ذرا شک و شبہ نہیں اس میں اہل کتاب وغیرہ کفار پر تعریض ہے جن کے عقیدہ میں آخرت کا انکار ہے اور جو توہمات فاسدہ کے شکار رہیں۔

اَلْاٰخِرَۃِ سے مراد اَلدَّارُ الْاٰخِرَۃِ یعنی مرنے کے بعد آنے والی دوسری زندگی ہے۔

یُوْقِنُوْنَ۔ وہ یقین رکھتے ہیں یہ لفظ ایقان سے بنا جو یقین سے نکلا۔ یقین اس علم کو کہتے ہیں جسے دلیل نے اس قدر واضح کر دیا ہو کہ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

"اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور مراد کو پہنچنے والے ہیں"

اُولٰٓئِکَ۔ اسم اشارہ ہے اشارہ کے لیے ضروری ہے کہ سننے والے کو محسوس ہو کہ گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہو۔

عَلٰی ھُدًی۔ میں علیٰ غلبہ کے لیے آتا ہے جیسے کہتے ہیں زید سواری پر ہے تو سواری پر غالب ہوتا ہے اسی

طرح ہدایت پر وہ لوگ غالب ہوتے ہیں ہدایت ان کے قبضہ میں آچکی ہوتی ہے۔
مِنْ رَّبِّهِمْ۔ میں نہایت لطیف اشارہ ہے کہ جو کچھ ان کو ملا ہے یہ ان کے رب کے کرم سے ملا ہے۔
اُولٰٓئِكَ۔ دوبارہ اس لیے بیان کیا گیا کہ متقیوں کی دو صفتیں بیان ہوئیں۔ ایمان بالغیب۔ نماز کا قائم کرنا راہ الٰہی میں خرچ کرنا وغیرہ وغیرہ۔
اَلْمُفْلِحُوْنَ۔ یہ فلاح سے بنا فلاح کا لغوی معنی ہے کھلنا۔ قطع کرنا۔ اصطلاح میں فلاح کے معنی کامیابی کے ہیں۔ تو معنی یہ ہوئے کہ اس قسم کے لوگ دنیا و آخرت ہر جگہ کامیاب ہیں
"اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ بے شک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہ لائیں گے"۔
اِنَّ۔ بے شک جہاں کوئی شخص کلام کا انکار کر رہا ہو۔ اس کلام کی اہمیت سمجھانے کے لیے فرمایا گیا۔
الَّذِیْنَ۔ خاص لوگ مراد ہیں۔ كَفَرُوْا۔ كُفْرٌ سے ہے۔ مراد چھپنا ڈھکنا اسی لیے کفور چھلکے کو کہتے ہیں کیونکہ مغز کو ڈھانپے ہوتا ہے۔
سَوَآءٌ۔ یعنی برابر ہے۔
ءَاَنْذَرْتَهُمْ۔ انذار سے بنا لغوی معنی ہیں ڈرانا۔ شریعت میں عذاب سے ڈرانے کو انذار کہتے ہیں۔
لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ آخرکار وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔
یہ اپنے اپنے اولیاء کے تذکرہ کے بعد اعداء کا ذکر فرمایا اور تمام قرآن کریم کا اسلوب بیان یہی ہے کہ اولیاء مقربین کا ذکر اگر پہلے ہو تو اس کے بعد مخالفوں کافروں کا تذکرہ ضرور فرمایا ہے۔ عام اس سے کہ اول کفار کا ذکر ہو یا بعد میں۔ اس کے اندر ترتیب کی پابندی نہیں کی گئی کہ پہلے اولیاء کا ہی ذکر ہو اسے لف و نشر غیر مرتب کہتے ہیں اور دونوں کا ذکر فرمانے میں حکمت ہدایت ہے کہ اس مقابلہ سے ہر ایک کو اپنے کردار کی حقیقت اور اس کے نتائج پیش نظر ہو جائے۔

آیۃ متلوہ کا شانِ نزول

یہ آیت ابوجہل۔ ابولہب وغیرہ کفار کے حق میں نازل ہوئی۔ جو علم الٰہی میں محروم ایمان ہیں اس لیے ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرانا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں۔ انہیں نصیحت سے نفع نہ ہوگا۔ لیکن تبلیغ مبلغ اور نصیحت انبیاء اور حضور کی سعی بے کار نہیں۔ اس لیے کہ منصب رسالت کا اقتضا اور فریضہ

تبلیغ عامہ کا نتیجہ حجت علی وجہ الکمال تبلیغ قائم ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ اگر تبلیغ مبلغ سے قوم پند پذیر نہ ہو تو مبلغ کو ترک تبلیغ زیبا نہیں۔ بلکہ اس جدو جہد سے ہادی کو ہدایت کا ثواب ملے گا۔

دوسرے اس آیت میں من جانب اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین خاطر کے لیے تسلی بھی ہے کہ کفار کے ایمان نہ لانے سے غمگین نہ ہوں۔ اس لیے کہ آپ کی سعی تبلیغ کامل ہے۔ آپ کو اس کا اجر ملے گا۔ محروم تو یہ بدنصیب ہیں جنھوں نے آپ کی اطاعت نہ کی۔ کفر کے معنیٰ اللہ تعالیٰ کے وجود یا اس کی وحدانیت یا کسی نبی کی نبوت یا ضروریات سے دین سے کسی امر کا انکار یا کوئی ایسا فعل جو عند الشرع انکار کی دلیل ہو کفر ہے۔

"خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ
اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی ہے اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لیے بہت ہی بڑا عذاب ہے۔"

خَتَمَ۔ مہر لگا دی اس سے مراد وہ نتیجہ ہے جو مسلسل انکار اور مخالفت حق سے پیدا ہوتا ہے۔ مہر لگانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ باہر سے کوئی چیز اس کے اندر نہ جا سکے اور اندر سے باہر نہ آ سکے مثلاً دل پر مہر لگ جائے تو نہ حق کی بات دل میں داخل ہو سکتی ہے اور نہ حق بات کے اظہار کی جرأت رہتی ہے۔

قُلُوْبِهِمْ۔ ان کے دل۔ یہ قلب کی جمع ہے۔ یہاں قلب سے مراد وہ قوت ہے جو شعور اور ارادہ کا مرکز ہے

سَمْعِهِمْ۔ ان کے کان۔ سمع کے معنیٰ سننے کی قوت ہے اس سے مراد کان ہے۔

اَبْصَارِهِمْ۔ ان کی آنکھیں۔ ابصار کا واحد بصر ہے اس سے مراد دیکھنے کی قوت ہے۔

غِشَاوَةٌ۔ پردہ اس کا مادہ غشیٌ ہے جس کے معنیٰ ڈھانپنا ہے۔ یہاں مراد پردۂ غفلت ہے جو حواس پر چھا جاتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے مہر لگ جانے کا عمل جان بوجھ کر کفر اختیار کرنے اور اس پر اصرار کرنے کے بعد ہوتا ہے۔

اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے یعنی کفار کے لیے دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے اور ان پر عذاب میں کمی نہ ہو گی بلکہ عذاب پر عذاب بڑھتا چلا جائے گا بسبب ان کے کفر کے جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔

اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ کفار ضلالت اور گمراہی میں ایسے ڈوبے ہوئے ہیں کہ حق کے دیکھنے۔ سننے۔ اور سمجھنے سے اس طرح محروم ہو گئے جیسے کسی کے دل اور کانوں پر مہر لگی ہو اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہو۔ اور اس بیان سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ بندوں کے افعال بھی تحت قدرت الٰہی ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع۔ سورۂ بقرہ۔ پ۱

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝

فریب دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انہیں سمجھ بوجھ نہیں۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝

ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھا دی اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے بدلہ ان کے جھوٹ کا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝

اور جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝

سنو وہی فسادی ہیں مگر انہیں سمجھ بوجھ نہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں۔ تو کہتے ہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں۔ سنو وہی احمق ہیں لیکن جانتے نہیں۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ہنسی کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

اللہ ان سے ہنسی کرتا ہے (جیسا کہ اس کی شایانِ شان ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اسی اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝

تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ۝

ان کی مثال اس طرح کی ہے جیسے آگ روشن کی تو جب اس سے اردگرد سب جگمگا گیا۔ اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سوجھتا۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

بہرے گونگے اندھے ہیں تو وہ پھر کر آنے والے نہیں۔

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۝

یا جیسے موسلادھار مینہ آسمان سے برستے کہ اس میں اندھیریاں اور گرج اور چمک ہیں اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں کڑک کے سبب موت کے ڈر سے اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

قریب ہے کہ بجلی ان کی نگاہیں اچک لے جائے گی جب کچھ چمک ہوئی اس میں چلنے لگے اور جب اندھیرا ہوا کھڑے رہ گئے اور اللہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں لے جاتا۔ بے شک اللہ سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔

حل لغات دوسرا رکوع۔ سورۂ بقرہ۔ پ ۱

وَمِنَ۔ اور کچھ	النَّاسِ۔ لوگ ہیں	مَنْ جو	يَقُولُ کہتے ہیں
آمَنَّا۔ ہم ایمان لائے	بِاللَّهِ۔ اللہ پر	وَ۔ اور	بِالْيَوْمِ۔ دن
الْآخِرِ۔ پچھلے پر	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	هُم۔ وہ
بِمُؤْمِنِينَ۔ ایمان والے	يُخَادِعُونَ۔ فریب دینا چاہتے ہیں		اللَّهَ۔ اللہ کو
وَ۔ اور ان کو	الَّذِينَ۔ جو	آمَنُوا۔ ایمان لائے	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	يَخْدَعُونَ۔ فریب دیتے	إِلَّا۔ مگر	أَنفُسَهُم۔ اپنی جانوں کو
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	يَشْعُرُونَ۔ سمجھ بوجھ رکھتے	فِي قُلُوبِهِم۔ ان کے دلوں میں
مَّرَضٌ۔ بیماری ہے	فَزَادَ۔ تو بڑھادی	هُمُ۔ ان میں	اللَّهُ۔ اللہ نے

مَرَضًا۔ بیماری   وَ۔ اور   لَهُمْ۔ ان کے لیے   عَذَابٌ۔ عذاب ہے

اَلِيْمٌ۔ دردناک   بِمَا۔ بدلہ اس کا   كَانُوْا۔ کہ تھے   يَكْذِبُوْنَ جھوٹ بولتے

وَ۔ اور   اِذَا۔ جب   قِيْلَ۔ کہا جائے   لَهُمْ۔ ان سے

لَا۔ نہ   تُفْسِدُوْا۔ فساد کرو   فِي الْاَرْضِ۔ زمین میں   قَالُوْا کہتے ہیں

اِنَّمَا نَحْنُ۔ ہم تو   مُصْلِحُوْنَ۔ سنوارنے والے ہیں   اَلَآ۔ سن لو   اِنَّهُمْ۔ وہی

هُمُ وہ   الْمُفْسِدُوْنَ۔ فسادی ہیں   وَلٰكِنْ۔ مگر   لَّا۔ نہیں

يَشْعُرُوْنَ۔ سمجھ رکھتے   وَ۔ اور   اِذَا۔ جب   قِيْلَ۔ کہا جائے

لَهُمْ۔ انہیں   اٰمِنُوْا۔ ایمان لاؤ   كَمَا۔ جیسے   اٰمَنَ۔ ایمان لائے

النَّاسُ۔ لوگ   قَالُوْا۔ کہتے ہیں   اَ۔ کیا   نُؤْمِنُ۔ ہم ایمان لائیں

كَمَا۔ جیسے   اٰمَنَ۔ ایمان لائے   السُّفَهَآءُ۔ احمق   اَلَآ۔ سن لو

اِنَّهُمْ هُمُ۔ وہی ہیں   السُّفَهَآءُ۔ احمق   وَلٰكِنْ۔ مگر   لَّا۔ نہیں

يَعْلَمُوْنَ۔ جانتے   وَ۔ اور   اِذَا۔ جب   لَقُوْا۔ ملیں

الَّذِيْنَ۔ ان سے   اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے   قَالُوْٓا۔ تو کہیں   اٰمَنَّا۔ ہم ایمان لائے

وَ۔ اور   اِذَا۔ جب   خَلَوْا۔ اکیلے ہوں   اِلٰى۔ طرف

شَيٰطِيْنِهِمْ۔ اپنے شیطانوں کے   قَالُوْٓا۔ تو کہیں   اِنَّا۔ ہم

مَعَكُمْ۔ تمہارے ساتھ ہیں   اِنَّمَا۔ سوا اس کے نہیں   نَحْنُ۔ ہم تو   مُسْتَهْزِءُوْنَ۔ یونہی ہنسی

کرتے ہیں   اَللّٰهُ۔ اللہ   يَسْتَهْزِئُ۔ ہنسی کرے گا   بِهِمْ۔ ان سے

وَ۔ اور   يَمُدُّ۔ ڈھیل دیتا ہے   هُمْ۔ انکو   فِيْ طُغْيَانِهِمْ۔ کہ اپنی سرکشی میں

يَعْمَهُوْنَ۔ بھٹکتے رہیں   اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ   الَّذِيْنَ۔ وہ ہیں جنہوں نے   اشْتَرَوُا۔ خریدا

الضَّلٰلَةَ۔ گمراہی کو   بِالْهُدٰى۔ ہدایت کے بدلے   فَمَا۔ تو نہ   رَبِحَتْ۔ نفع دیا کچھ

تِّجَارَتُهُمْ۔ ان کے سودے نے   وَ۔ اور   مَا۔ نہ   كَانُوْا۔ تھے

مُهْتَدِيْنَ۔ راہ جانتے   مَثَلُهُمْ۔ مثال ان کی   كَمَثَلِ۔ اس طرح کی ہے   الَّذِي۔ جس نے

اسْتَوْقَدَ۔ روشن کی   نَارًا۔ آگ   فَلَمَّا۔ تو جب   اَضَآءَتْ۔ روشن ہو گیا

مَا حَوْلَهٗ۔ گرداگرد   ذَهَبَ۔ لے گیا   اللّٰهُ۔ اللہ   بِنُوْرِهِمْ۔ ان کا نور

وَ۔ اور   تَرَكَهُمْ۔ چھوڑ دیا انہیں   فِيْ۔ بیچ   ظُلُمٰتٍ۔ اندھیروں کے

لَا۔ نہیں | يُبْصِرُوْنَ۔ دیکھتے | صُمٌّ۔ بہرے ہیں | بُكْمٌ۔ گونگے ہیں
عُمْيٌ۔ اندھے ہیں | فَهُمْ۔ پھر وہ | لَا۔ نہیں | يَرْجِعُوْنَ۔ آنے والے
اَوْ۔ یا | كَصَيِّبٍ۔ موسلا دھار پانی کے مثل | مِّنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے
فِيْهِ۔ اس میں | ظُلُمٰتٌ۔ اندھیریاں ہیں | وَّ۔ اور | رَعْدٌ۔ گرج
وَّ۔ اور | بَرْقٌ۔ چمک | يَجْعَلُوْنَ۔ ٹھونس رہے ہیں | اَصَابِعَهُمْ۔ انگلیاں اپنی
فِيْٓ اٰذَانِهِمْ۔ اپنے کانوں میں | مِّنَ الصَّوَاعِقِ۔ کڑک کے سبب | حَذَرَ۔ ڈر سے
الْمَوْتِ۔ موت کے | وَ۔ اور | اللّٰهُ۔ اللہ | مُحِيْطٌ۔ گھیرے ہوئے ہے
بِالْكٰفِرِيْنَ۔ کافروں کو | يَكَادُ۔ قریب ہے | الْبَرْقُ۔ بجلی | يَخْطَفُ۔ اچک لے جائیگی
اَبْصَارَهُمْ۔ انکی نگاہیں | كُلَّمَآ۔ جب کچھ | اَضَآءَ۔ چمک ہوئی | لَهُمْ۔ ان کے لیے
مَّشَوْا۔ چلنے لگے | فِيْهِ۔ اس میں | وَ۔ اور | اِذَآ۔ جب
اَظْلَمَ۔ اندھیرا ہوا | عَلَيْهِمْ۔ ان پر | قَامُوْا۔ کھڑے رہ گئے | وَ۔ اور
لَوْ۔ اگر | شَآءَ۔ چاہتا | اللّٰهُ۔ اللہ | لَذَهَبَ۔ تو لے جاتا
بِسَمْعِهِمْ۔ ان کی سماعت | وَ۔ اور | اَبْصَارِهِمْ۔ بینائی | اِنَّ۔ بے شک
اللّٰهَ۔ اللہ | عَلٰى۔ اوپر | كُلِّ۔ ہر ایک | شَيْءٍ۔ چیز کے
قَدِيْرٌ۔ قادر ہے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ بقرہ۔ پ ۱

وَمِنَ النَّاسِ۔ اَلنَّاس۔ انسان کی جمع ہے اس کو ناس اس واسطے کہتے ہیں کہ نَسِیَ سے بنا ہے جس کے معنی بھولنا ہے کیونکہ یہ اپنے عہد میثاق کو بھول جاتا ہے اس لیے انسان کہا گیا یا یہ اِنْس سے بنا جس کے معنی ہیں دیکھنا ظاہر ہونا یہ چونکہ زمین پر ظاہر رہتا ہے اس لیے اسے انسان کہتے ہیں۔

يَقُوْلُ۔ بصیغہ واحد اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۔

ان آیات میں منافقین کا کلام نقل فرمایا گیا۔ وہ بظاہر کہتے تھے کہ ہم ایمان لے آئے تاکہ اسلام کی آڑ میں ہر قسم کی سختی سے بچے رہیں۔

مگر چونکہ یہ ایمان حقیقی نہ لائے تھے اس لیے مسلمانوں کو متنبہ فرما دیا گیا کہ یہ لوگ فریبی ہیں منافق اور دھوکہ باز

ہیں جیسا کہ آگے وضاحت سے اس کا ذکر ہے۔

اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت کی راہیں ان کے لیے اول ہی سے بند نہ تھیں۔ اگر بند ہوتیں تو انہیں عذر کی جگہ ملتی کہ ہمیں تبلیغ مبلغ نہیں ہوئی بلکہ ہدایت کہنے والے پہنچے۔ انہوں نے تبلیغ کی۔ منکروں نے سن کر بعض نے آمنا کہا اور بعض نے کفرنا اور اس اقرار و انکار سے ان کے کفر و عناد، سرکشی اور بے دینی اور مخالفت حق اور عداوت انبیاء علیہم السلام کا یہ انجام ہے جیسے کوئی شخص طبیب کی مخالفت کرے اور زہر قاتل کھالے اور اس کا یہ اثر ہو کہ اس کے لیے دوا سے انتفاع کی صورت نہ رہے تو ایسی حالت میں وہ خود ہی مستحق ملامت ہے۔

مومنین اور کافرین کا تذکرہ پہلے رکوع میں بیان ہو چکا ہے۔ تیسرے گروہ منافقین کا تذکرہ ان آیات میں شروع ہوتا ہے۔ منافق لفظ نفق سے نکلا اس کے لفظی معنی ہیں سرنگ لگانا۔ جنگل کے جانور زمین میں سرنگ بناتے ہیں۔ تاکہ ذلت آنے پر چھپ سکیں۔ منافق اس بدبخت انسان کو کہتے ہیں جو بظاہر اسلام قبول کرے لیکن خفیہ دشمنی کا منتظر رہے۔

شان نزول

مدینہ منورہ میں ایک شخص عبداللہ بن ابی تھا جس کو وہاں اچھی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا قریب تھا کہ اس کو وہاں کا سردار بنا دیا جائے لیکن جب نور ہدایت ماہتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جلوہ گری فرمائی اور اہل مدینہ کے دل نور ایمانی سے منور ہوئے تو اس کی چودھراہٹ میں فرق آگیا اور لوگوں کا وہ رجحان نہ رہا جو پہلے تھا اس لیے اس کے دل میں بغض و عناد کی آگ بھڑک اٹھی مگر یہ بہت چالاک تھا وہ ظاہری طور پر تو مسلمان ہو گیا مگر دل سے مسلمانوں کا دشمن تھا بظاہر تو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتا لیکن کفار میں مخالفت کرتا اس کا اور اس کے ساتھیوں کا نام منافقین تھا ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ان لوگوں کے متعلق قرآن پاک میں تیرہ آیات میں ذکر فرمایا گیا۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۔ (اللہ اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ دھوکہ نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور وہ نہیں سمجھتے۔)

يُخٰدِعُوْنَ وہ دھوکہ بازی کرتے ہیں یہ لفظ خدع سے بنا اس کے معنی ہیں دل میں بری بات چھپانا اور بظاہر اچھا بن کر دکھانا تاکہ دوسرے کو دھوکہ دیا جا سکے۔

اَنْفُسَهُمْ۔ ان کی جانیں۔ یہ نفس کی جمع ہے اس سے مراد اپنی ذات ہے۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ وہ نہیں سمجھتے۔ یہ لفظ شعور سے بنا۔ شعور عربی زبان میں بوجھنے کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے

مراد اندرونی احساس ہے یعنی وہ خود فریب میں مبتلا ہیں مگر اپنی حماقت کی انہیں خبر نہیں۔
جو کچھ وہ زبان سے کہتے ہیں اسے دل سے نہیں مانتے اور جو کچھ دل میں رکھتے ہیں اسے زبان پر نہیں لاتے۔
وہ صرف فائدہ حاصل کرنے کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ان کی جرأت کا یہ عالم ہے کہ اللہ کو بھی دھوکہ دیتے ہیں بھلا اس سے بڑی نادانی اور کیا ہو سکتی ہے اس لیے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ نادان ہیں حقیقت کا شعور نہیں رکھتے۔
آگے فرمایا یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ فریب دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو۔
اس کا شان نزول یہ ہے کہ یہ تیرہ آیتیں منافقین کی شان میں نازل ہوئیں جو باطنی طور پر کافر تھے۔ اور ظاہری طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ وہ ایمان والے نہیں۔ اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ محض کلمہ پڑھ لینا اسلام کے لیے کافی نہیں اور نماز روزہ ادا کر لینا بھی مومن ہونے کی دلیل نہیں جب تک دل میں تصدیق نہ ہو۔
اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ جتنے فرقے مدعی ایمان ہیں اور اعتقادات کفریہ رکھتے ہیں سب کا یہی حکم ہے کہ وہ کافر خارج از اسلام ہیں۔ شریعت مطہرہ میں ایسے ہی لوگوں کو منافق کہتے ہیں اور منافق مومنوں کے لیے کافروں سے زیادہ مضرت رساں ہے۔
اور وَمِنَ النَّاسِ فرمانے میں یہی لطیف امر ہے کہ منافق گروہ صفات انسانی کے کمالات سے ایسا عاری ہے کہ اس کا ذکر کسی وصف و خوبی کے ساتھ نہیں کیا گیا بلکہ مِنَ النَّاسِ کہہ کر ابنا ءِ جنس انسان فرمایا۔
دوسری یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم نے کسی کو مطلق بشر اس جگہ فرمایا جہاں اس کے فضائل و کمالات کا انکار مقصود ہو ورنہ جا بجا اصحاب فضائل و ارباب کمال علیہم السلام کو بشر کہنے والے کافر ہی بتلائے جیسے اِنْ ھُوَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ قَالُوْا مَا ھٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وغیرہ۔
اور جہاں اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فرمایا۔ وہاں یُوْحٰی اِلَیَّ فرما کر ان کی فضیلت کو واضح کر دیا۔ بنا بریں انبیاء کرام کو اپنے جیسے بشر کہنا ادب سے دور اور کفار کے دستور کے مطابق ہے۔
اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وَمِنَ النَّاسِ فرما کر سامعین کو تعجب میں ڈالنے کے لیے فرمایا گیا ہو تاکہ سننے والا سمجھ سکے کہ انسان ہو کر ایسی حیوانیت میں ہیں۔
یُخٰدِعُوْنَ فرما کر بتایا کہ اللہ تعالےٰ اس سے پاک ہے کہ اسے کوئی فریب یا دھوکہ دے سکے اور وہ ذات ارفع و اعلیٰ ہے جو اسرار و مخفیات کا جاننے والا ہے تو یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ سے یہ مراد ہے کہ منافق اپنی غلط گمانی میں اسے فریب دینے کے خواہشمند ہیں جسے کوئی فریب نہیں دے سکتا۔ یا یہ کہ اللہ تعالےٰ کو فریب دے بھی کون سکتا

ہے۔ مگر مومنین کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یا سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کو فریب دینا چاہیں اور چونکہ ذات اقدس اللہ تعالیٰ کی خلیفہ مطلق ہے اس لیے عطاء خلافت کا مقتضاء یہ تھا کہ اللہ تعالےٰ اپنے خلیفہ کو اسرار کا علم عطا فرمائے چنانچہ آپ کی ذات علم سے فیض یاب ہوئی اور آپ کے پرتو صحبت سے مومنین بھی واقف اسرار مکنونہ بنے جیسا کہ فرمایا اِتَّقُوْا مِنْ فِرَاسَۃِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ مومن کی فراست ایمانی سے ڈرو کہ وہ تمہاری فطرت کو نور لم یزل کی روشنی سے دیکھتا ہے۔

نور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین مقربین ان منافقین کے مخفی کفر پر مطلع ہیں اور عامۃ المسلمین ان کی اطلاع سے باخبر تو یہ بے دین انہیں فریب تو دینا چاہتے ہیں مگر ان کا فریب کارگر نہیں ہوتا بلکہ ان کی جانوں پر ہی اس کا وبال پڑتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ تقیہ شعاری اسلام میں اسی لیے حرام رکھی گئی کہ صاحب تقیہ قابل اعتماد نہیں رہتا اس کی توبہ ناقابل اطمینان ہوتی ہے اور اسلام میں اسے زندیق مانا گیا ہے اور علماء نے فیصلہ کیا لَا تُقْبَلُ تَوْبَۃُ الزِّنْدِیْقِ کاش ایسے باطل پرستوں کو سمجھ آئے

فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ۔ یعنی ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی۔ یہ مرض بدعقیدتی کا مرض قلبی ہے جو روحانی زندگی کے لیے تباہ کن ہے اور یہی فساد فی الارض کا موجب ہے۔ کفار سے میل جول۔ ان کی خاطر دین میں مداہنت۔ ان کے ساتھ تملق و چاپلوسی اور ان کی رضا جوئی کے لیے صلح کل بن جانا اظہار حق سے زبان روکنا حرام ہے اور علامت نفاق ہے۔ اسی کو قرآن پاک میں لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ فرما کر ہدایت فرمائی۔

مَرَضٌ۔ بیماری۔ بیماریاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ جسمانی اور روحانی

جسمانی بیماری سے بدن میں نقص و خرابی پیدا ہوتی ہے۔

روحانی بیماری سے اخلاق بگڑتے ہیں اور روح کو روگ لگ جاتا ہے یہاں کفر و نفاق کی روحانی بیماری کا ذکر ہے کیونکہ انسان کے نیک کاموں اور دوسری زندگی کے سنوارنے میں رکاوٹ ڈالتی ہے۔ مثلاً جہالت۔ حسد کینہ دنیا کی محبت جھوٹ وغیرہ۔

فَ۔ سو یہ حرف اشارہ ہے جو آگے ذکر ہوگا جو نتیجہ بیان کرے گا۔

زَادَ۔ بڑھا دی یعنی ان کے دل میں اسلام کی دشمنی اور مسلمانوں سے حسد بڑھ گیا۔

اَلِیْمٌ:۔ دردناک یہ لفظ اَلَمٌ سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں درد۔ کافروں کے لیے عذاب عظیم ہوگا لیکن منافق کے لیے عذاب الیم دردناک عذاب ہوگا۔

یَکْذِبُوْنَ:۔ جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ لفظ کذب سے بنا اس کے معنی جھوٹ کے ہیں۔ جھوٹ اس خبر کو کہتے ہیں جو

حقیقت کے خلاف ہو۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے از خود ان کے کفر و نفاق کو بڑھا دیا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے کفر و نفاق کے بدلہ میں ان کا روگ بڑھا دیا جس کا نتیجہ دردناک عذاب ہے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ - اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لے آؤ جیسے لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں جیسے کہ بے وقوف ایمان لائے ہیں سن لو کہ خود وہی لوگ بیوقوف ہیں لیکن وہ علم نہیں رکھتے۔

اَلنَّاسُ ۔ لوگ۔ الف لام سے یہ لفظ خاص انسانوں کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی وہ لوگ جو دل سے ایمان لائے اور دورخی چال پر نہ چلے۔

اَلسُّفَھَآءُ ۔ بے وقوف لوگ۔ یہ سفیہ کی جمع ہے اس کے معنی ہیں ہلکا پن۔ بیوقوفی میں عقل میں ہلکے پن اور کمی ہونے کے سبب سے ہوتی ہے۔ لہٰذا اس لفظ کا استعمال بے وقوفی اور حماقت میں ہونے لگا۔

مدینہ کے منافق اپنی قوت کے بل بوتے پر بہت مغرور تھے انہیں یقین تھا کہ ان کے مقابلہ میں مسلمان نہیں ٹھہر سکیں گے ان کا خیال تھا کہ اسلام چند روز کا مہمان ہے جو خود بخود ختم ہو جائے گا اس لیے جو لوگ اس میں داخل ہو رہے ہیں وہ انجام سے غافل ہیں۔

ان کے اس قول کا جواب دیا گیا۔ فرمایا کہ یہی لوگ احمق اور بے وقوف ہیں کیونکہ صداقت آخر غالب آ کر رہے گی۔

منافق عاقبت کا خیال نہیں کرتے وہ ابدی نفع و نقصان سے غافل رہتے ہیں اس لیے وہی بے وقوف اور احمق ہیں۔

پھر وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ میں واضح کیا کہ جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ۔ جیسے اور لوگ ایمان لائے اس سے مرضی الٰہی میں صالحین کا اتباع محمود و مطلوب ہے۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اہلسنت کے علاوہ تمام فرقے صالحین سے منحرف ہیں۔

اور بعض علماء نے اس آیت کو زندیقوں کی توبہ قبول ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ (بیضاوی) زندیق وہ ہے جو نبوت کا مقر ہو شعائر اسلام کا اظہار کرے اور باطن میں ایسے عقیدے رکھے جو بالاتفاق کفر ہوں۔ یہ بھی منافقوں کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔

اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ میں فرمایا کہ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ ۔ مشرکین نے جب ایمان والوں کو ایمان لانے کی وجہ سے احمق کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ناعاقبت اندیشی اور مآل سے بے خوفی کی وجہ میں جواب دیا۔ وہی

احمق ہیں۔

اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ مومنین وصالحین کو برا کہنا یہ پرانا طریقہ اہل باطل کا ہے۔ یہی وجہ ہے آجکل کے باطل فرقے بھی پچھلے لوگوں کو برا کہہ رہے ہیں۔ مرزائی تمام مسلمانوں کو کافر کہہ رہے ہیں۔ خوارج حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور ان کے رفقاء کو برا سمجھتے ہیں۔ متعصب روافض خلفاء ثلثہ اور ان کی شان میں گستاخ ہیں۔ غیر مقلدین ائمہ مجتہدین بالخصوص امام ہمام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخ ہیں۔ چکڑالوی جو اپنے کو اہل قرآن کہتے ہیں محدثین وصحابہ کرام کی برائی کرتے ہیں اور عام آزاد لوگ تمام اکابر دین کے خلاف ہیں اور ان کی شان میں زبان طعن دراز کرتے ہیں اس آیت کریمہ میں اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ فرما کر مومنین اور دیندار علماء کو تسلی فرما دی اور سمجھا دیا۔ کہ گمراہوں کی بدزبانی سے رنجیدہ نہ ہوں بلکہ سمجھ لیں کہ یہ اہل باطل کا قدیم دستور ہے (مدارک)

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔

اور جب ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو محض مذاق کر رہے تھے اللہ ان سے مذاق کرتا ہے اور انہیں ڈھیل دیتا ہے وہ اپنی سرکشی میں اندھے ہو رہے ہیں

شَيٰطِيْنِهِمْ۔ ان کے شیطان۔ شیطان کا لفظ عربی میں سرکش اور بگڑ جانے کے معنی میں ہے انسانوں جنوں سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہاں شیاطین سے مراد منافقین کے سردار لیے گئے ہیں اور سرکشی کی وجہ سے شیطان بنے ہیں

مُسْتَهْزِءُوْنَ۔ مذاق کرتے ہیں۔ یہ لفظ استہزا سے بنا ہے جس کے معنی تمسخر کرنے اور مذاق اڑانے کے ہیں۔

طُغْيَانِهِمْ۔ یہ لفظ طغیٰ سے بنا۔ طغیانی کا ماخذ بھی یہی ہے اس کے معنی ایک مقدار و حد سے تجاوز کرنا اس سے مراد سرکشی حد سے بڑھ جانا ہے۔

يَعْمَهُوْنَ۔ اندھے ہو رہے ہیں عمہ اس کے معنی اندھا پن ہے۔ یہاں ایسی کیفیت مراد ہے کہ انسان کو راستہ سجھائی نہ دے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ اور جب وہ ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اس میں ان کے پرانے منافقین کے راز کو منکشف کیا کہ یہ منافقین مومنین کے ساتھ ان کے سامنے بدزبانی کرتے تھے بلکہ ان کے سامنے تو آکر آمنا ہی کہتے تھے اور اپنے کو با اخلاص مومن ظاہر کرتے تھے اور تبرا بازیاں اور سب و شتم اپنی خاص مجلسوں میں کرتے تھے اللہ تعالے نے ان کا خفیہ راز بھی فاش کر دیا۔ (خازن)

رہے آج کل کے باطل گروہ یہ بھی بجز مقدور عامہ مومنین سے اپنے عقاید فاسدہ کاسدہ مخفی رکھتے ہیں اور اپنی کتابوں

کے ذریعہ وہ فاسد خیالات شائع کرتے ہیں تو اللہ تعالٰے نے تنبیہ فرمائی کہ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہیں ان کے فریب میں نہ آئیں وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِہِمْ فرما کر۔ شیاطین سے کفار کے وہ سردار مراد ہیں جو افساد و اغواء میں سرگرم عمل ہیں (خازن و بیضاوی)

یہ منافق جب ان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں اِنَّا مَعَکُمْ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور مسلمانوں سے ملنا محض براہ فریب و استہزاء ہے اور اس سے یہ بھی فائدہ ہے کہ ان سے ملنے میں ان کے راز معلوم ہوں اور ان کے اندر فتنہ و فساد ڈالنے کا موقع ملے (خازن)

اس کا جواب اللہ تعالٰے دیتا ہے اَللّٰہُ یَسْتَہْزِئُ بِہِمْ وَیَمُدُّہُمْ جس طرح وہ تمسخر مسلمانوں سے کرتے ہیں اللہ تعالٰے بھی ان سے تمسخر کرے گا یعنی ان کی فریب کاریوں کا بدلہ عذاب سے دیگا۔ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَہْزِءُوْنَ جو منافقین نے کہا تھا۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا اور یہ تمام فریب کی باتیں کرنا بطور تمسخر اظہار ایمان کرنا۔ یہی ان کا نفاق اور کفر تھا۔ اور ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور دین کے ساتھ تمسخر و استہزاء کفر ہے۔

آیات متلوّہ کا شان نزول

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے یَعْمَہُوْنَ تک آیات عبد اللہ بن ابیّ وغیرہ منافقین کے حق میں نازل ہوئیں۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک روز صحابہ کرام کی ایک جماعت گذر رہی تھی۔ راستہ میں ابن ابیّ مع اپنے جتھا حمتاء کے بیٹھا تھا۔ اس نے صحابہ کو آتے دیکھ کر اپنے شطونگڑوں سے کہا دیکھو میں انہیں کیسا بناتا ہوں ذرا آ جانے دو۔ جب وہ حضرات قریب پہنچے تو ابن ابیّ نے سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی جماعت سے آپ کی تعریف شروع کی۔ پھر اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑ کر مناقب بیان کرنے لگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس سے ہاتھ چھڑا کر فرمایا اے ابن ابیّ خدا سے ڈر اور نفاق سے باز آ۔ کیونکہ اللہ کی بدترین مخلوق سے منافق ہوتے ہیں۔ اس پر وہ بولا۔ جو باتیں میں نے آپ سے کی ہیں۔ بخدا نفاق سے نہیں کہیں قسم بخدا میں آپ کی طرح مومن صادق ہوں۔ حضرت علی خاموش آگے تشریف لے گئے۔ ابن ابیّ نے اپنے یاروں میں اپنی چال بازی پر فخر کرتے ہوئے کہا۔ دیکھا ان لوگوں کو میں کس طرح شیشہ میں اتارا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِہِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَہْزِءُوْنَ منافقین مومنین سے ملتے وقت اظہار ایمان و اخلاص کرتے ہیں اور ان سے علیحدہ ہو کر اپنے شطونگڑوں میں ان کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ اور استہزاء کرتے ہیں اَخْرَجَہُ الثَّعْلَبِیُّ وَالْوَاحِدِیُّ وَجَعْفَرُ بْنُ حَجَرٍ وَالسُّیُوْطِیُّ فِیْ لُبَابِ النُّقُوْلِ

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء تو انبیاء ہیں صحابہ کرام اور پیشوایانِ دین کا تمسخر کرنا بھی کفر ہے اور ایسا مسخرہ آخرت میں مستحق عذاب ہے۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ یعنی جواباً فرمایا گیا کہ اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے اللہ کا استہزاء ظاہر ہے جو اس کی شایانِ شان ہے اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ یہ ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ استہزاء و تمسخر سے ایسا ہی پاک ہے جیسا تمام عیوب و نقائص سے وہ منزہ ہے یہاں عرفاً جزاءِ استہزاء کو استہزاء کے لفظ میں استعارۃً فرمایا گیا جیسے اردو میں بھی بولتے ہیں۔ تیرا المتسخر و استہزاء تو ہو گیا اب میر المتسخر بھی دیکھ اس کا مفہوم سب جانتے ہیں کہ پہلا متسخر تو تمسخر کے حقیقی معنی میں تھا اور دوسرا المتسخر استعارتاً بمعنی جزاء و سزا کے ہے۔

عربی میں بھی جزا کو اس فعل سے تعبیر کرنا آئین فصاحت سے تسلیم کیا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ کمال فصاحت اور حسین بیان کیا ہے کہ اس جملہ کو جملہ سابقہ کا معطوف نہ فرمایا بلکہ علیحدہ علیحدہ بیان کیا تاکہ ایک جگہ سیئہ بمعنی حقیقی لیا جائے اور دوسری جگہ سیئہ بمعنی مجاز سمجھا جائے۔

علامہ بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ تعالےٰ کا ٹھٹھا کرنا یہ ہے کہ ان کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جائے گا۔ جب وہ دروازہ تک پہنچیں گے تو فوراً بند کر دیا جائے گا اور آگ کی طرف دھکیل دیے جائیں گے۔

حضرت حسن نے فرمایا کہ ٹھٹھے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے نفاق کو مومنین پر ظاہر فرما دیتا ہے (مظہری)

وَيَمُدُّهُمْ اور اللہ انہیں مہلت دیتا ہے۔ مدّ کے معنی زیادتی کے ہیں۔ مدّ اور امداد کا ایک ہی معنی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مدّ کا استعمال شر کے لیے ہے اور امداد کا خیر کے لیے جیسے ارشاد باری ہے۔ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ اور ہم نے مال اور اولاد سے تمہاری مدد کی ہے۔

فِيْ طُغْيَانِهِمْ۔ اپنی سرکشی میں طغیان سے مراد گناہ اور کفر میں حد سے متجاوز ہونے کے ہیں۔

يَعْمَهُوْنَ۔ بہکے پھرتے ہیں۔ لفظ عمہ لغت میں دانائی اور بصیرت کے ضائع ہونے کو کہتے ہیں۔ جیسے عمی کا معنی ہے بینائی کا ضائع ہونا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ

یہی لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی مول لی ہدایت کے بدلے سو نہ ان کی تجارت ہی سود مند ہوئی اور وہ ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔

اشْتَرَوْا۔ انہوں نے خرید لی ایک چیز کے بدلے دوسری چیز پا لینا یہ لفظ خریدنے کے معنی میں آتا ہے۔

منافقین نے منافقت کی روش اختیار کرلی۔

مَا رَبِحَتْ۔ سود مند نہ ہوئی یہ لفظ ربح سے بنا جس کے معنی نفع کے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی۔

یعنی بجائے ایمان کے کفر اختیار کرنا۔ نہایت برا مبادلہ ہے۔

شان نزول

یہ آیت یا ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے یا یہود کے حق میں جو پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر جب آپ کی تشریف آوری ہوئی تو منکر ہوگئے یا تمام کفار کے حق میں نازل ہوئی جنہیں فطرت سلیمہ عطا فرمائی گئی ان پر حق کے دلائل واضح کیے۔ ہدایت کی راہیں کھولیں لیکن انہوں نے عقل و انصاف سے کام نہ لیا اور گمراہی اختیار کی۔

اس سے فقہی نظریات میں بیع تعاطی کا جواز بھی ثابت ہوا یعنی وہ بیع جس میں خرید و فروخت کے الفاظ نہ کہے جائیں بلکہ محض رضامندی سے ایک جنس کے بدلے دوسری چیز لی جائے۔ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ فرما کر واضح کیا کہ ان کا سودا بے نفع ہے اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔ آگے فرمایا۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ۔ ان کی مثال تو ان کی سی ہے جنہوں نے آگ جلائی پس جب آگ نے اس کے اردگرد کو روشن کر دیا تو اللہ نے سلب کرلی ان کی روشنی اور انہیں تاریکی میں چھوڑ دیا وہ نہیں دیکھ پاتے۔

مَثَلُهُمْ۔ ان کی مثال۔ مثل کسی ایسے پرانے واقعہ کو کہتے ہیں جو موجودہ کسی واقعہ سے ملتا جلتا ہو اور مشہوری کی وجہ سے لوگوں کو سمجھ میں بہت جلد آسکتا ہو۔

ظُلُمٰتٌ۔ اندھیرے یہ لفظ ظلمت کی جمع ہے جس کا ترجمہ اندھیرا ہے۔

حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافق دو قسم کے تھے ایک تو اسلام کے سخت دشمن مگر بظاہر ہمدرد ہونے کا دعوی کرتے تھے۔ دوسرے جو طبیعت کے کمزور تھے نہ حامی تھے نہ مخالف جدھر فائدہ نظر آتا ادھر ہو جاتے اس آیت میں اسی قسم کو بیان کیا۔

ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے اندھیری رات میں آگ جلائی اس کی روشنی سے اردگرد کی چیزیں روشن ہو گئیں مگر اچانک آنکھوں کی روشنی اللہ تعالٰی نے چھین لی اب اسے کچھ نہیں دکھائی دے رہا۔

یہ مثال منافقوں پر ٹھیک ٹھیک درست آتی ہے پہلے وہ کفر کی تاریکی میں پڑے تھے نیک و بد میں فرق نہ کرتے تھے پھر اسلام کی روشنی ہوئی اس سے فائدہ اٹھانے لگے کہ اچانک ان سے اسلام سے فائدہ اٹھانے کے تمام

مواقع چھین گئے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ روشن کی تو جب اس سے اس کا گرد اگرد چمکا اٹھا تو اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیرے میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سوجھتا۔

یہ ان کی مثال ہے جنہیں اللہ نے کچھ ہدایت کی روشنی دی۔ یا حقانیت ان پر منکشف ہوئی۔ پھر انہوں نے اپنی برادری کی جنبہ داری اور قبائل کی طرف داری میں اس روشنی سے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا اور مادی دولت حاصل کرنے کی بجائے اس گمراہی کی ظلمت میں پڑے رہے ان کا انجام حسرت و افسوس اور حیرت اور خوف کے سوا کچھ نہیں اس میں وہ منافق بھی داخل ہیں جنہوں نے بظاہر اسلام قبول کیا اور دل میں تذبذب رکھ کر کافر ہی رہے اور اقرار کی روشنی کو ضائع کر کے کفر کی ظلمت میں پھنسے رہ گئے تو وہ بھی اس آیت کریمہ کے مورد ہیں۔ جو مسلمان ہو کر مثل مرزائیوں کے مرتد ہو گئے۔

اور وہ بھی جو حق کو سمجھ کر اقرار کرنے سے رک گئے۔ انہیں فرمایا۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ۔ بہرے۔ گونگے۔ اندھے ہیں وہ دین کی طرف واپس آنے والے نہیں۔

صُمٌّ۔ بہرے۔ اس کی واحد اصمّ ہے جس کے معنی بہرے کے ہیں منافق اگرچہ بظاہر بہرے نہیں لیکن انہیں بہرہ اس لیے کہا گیا کہ وہ اسلام کی حق باتیں سنتے اور مثال دیتے۔

بُكْمٌ۔ گونگے یہ ابکم کی جمع ہے اس کے معنی ہیں گونگا یعنی بات سے گریز کرتے گویا گونگے ہیں

عُمْيٌ۔ اندھے یہ اعمیٰ کی جمع ہے جس سے مراد اندھا آدمی ہے جو آنکھوں کے باوجود اللہ کی نشانیاں دیکھ کر قبول نہیں کرتے۔

علم حاصل کرنے کے تین ذرائع ہیں کان۔ زبان۔ آنکھ لیکن منافق اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث تینوں کو کھو بیٹھا اب نہ کسی ہدایت دینے والے کی بات سنتا ہے نہ وہ حق تعلیم کے بارے میں پوچھتا ہے نہ حق کی نشانیوں کو آنکھوں سے دیکھتا ہے اب امید نہیں کہ وہ کفر سے اسلام کی طرف واپس آئے۔

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ یا ان کی مثال ایسی جیسے آسمان سے زور کا مینہ برس رہا ہو اس میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی اپنے کانوں میں کڑک کی وجہ سے موت کے ڈر سے انگلیاں دیتے ہیں۔

كَصَيِّبٍ۔ جیسے مینہ۔ یہ لفظ صوب سے نکلا جس کے معنی ہیں بادل یا بارش کا نازل ہونا۔

السَّمَاءِ۔ آسمان۔ یہ لفظ سمو سے بنا اس کے معنی بلندی کے ہیں۔

اس آیت میں دوسری قسم کے منافقوں کا ذکر ہے جو طبیعت میں کمزور ہیں اور پوری طرح اسلام میں داخل نہیں شک و تذبذب میں غرق رہتے ہیں۔

اسلام بھی بارش کی طرح رحمت بن کر آیا۔ نماز۔ روزہ حج۔ زکوۃ۔ جہاد۔ منافق ان پابندیوں سے بدکتے ہیں منافق اسلام کی خوبیاں دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑکر آتے ہیں اور جب قربانی کا وقت آتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ اور اللہ کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

محیط۔ احاطہ کیے ہوئے یہ لفظ احاطہ سے بنا جس کے معنی ہیں چاروں طرف سے کسی چیز کو گھیر لینا۔

یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کافروں پر اپنی ذات۔ علم۔ قدرت ہر لحاظ سے محیط ہے۔

اَوْ كَصَيِّبٍ۔ یا مثل موسلادھار مینہ کے جو آسمان سے برس رہا ہے کہ اس میں اندھیریاں ہیں اور گرج اور چمک یہ ہدایت کے بدلے گمراہی خریدنے والوں کی دوسری مثال ہے۔ اس لیے کہ بارش زمین کی حیات کا سبب ہوتی ہے اور زمین کی حیات یہ ہے کہ اس پر سبزہ لگے پھلواری کھلے پھل دار درختوں میں میوے آئیں۔ اس بارش کے ساتھ خوفناک تاریکی۔ ہیبت ناک گرج آنکھیں خیرہ کر دینے والی چمک ہوتی ہے اسی طرح قرآن کریم اور اور تعلیم اسلام مردہ دلوں کی حیات کا سبب ہے اور کفار و مشرکین کی مذمت ان سے کہا سزا آخرت کے مشابہ ہے تو جیسے تاریکی راہ رو کو منزل تک پہنچنے سے مانع ہوتی ہے۔ ایسی ہی مشرکین و منافقین کا نفاق راہ یابی سے مانع ہے اور وعیدات عذاب گرج کے مشابہ ہیں اور حجج بینہ چمک کے مشابہ ہیں۔

شانِ نزول

منافقوں میں سے دو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے مشرکین کی طرف بھاگے۔ راہ میں بارش آگئی جس کا آیت کریمہ میں ذکر ہے اور اس کے ساتھ شدت کی گرج کڑک چمک تھی۔ تو یہ خوف زدہ ہو کر گرج سے کانوں میں انگلیاں ٹھونستے تھے کہ کہیں کان کے پردے نہ پھٹ جائیں چمک ہوتی تو چلنے لگتے۔ اندھیری ہوتی تو کھڑے ہو جاتے۔ آپس میں کہنے لگے۔ خدا خیر کرے صبح ہو جائے تو چل کر حضور کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اسلام قبول کر لیں گے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور پھر وہ اسلام پر ثابت قدم رہے۔

ان کے حال کو اللہ تعالے نے منافقین کے لیے مثال فرما کر بتایا کہ تم لوگ مجلس وعظ میں آکر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہو کہ کہیں حضور کا کلام ان پر اثر نہ کر جائے اور اپنے سنگت سے ہمیشہ کے لیے علیحدہ ہو کر مر نہ جائیں اور جب ان کے مال و اولاد میں زیادت ہوتی۔ فتوحات و غنیمت ملتی۔ تو بجلی کی چمک والوں کی طرح چلتے اور کہتے کہ یہ اب تو دین محمدی سچا ہے اور جب مال اولاد ہلاک ہوتے اور کوئی بلا آتی تو بارش کی اندھیری کی طرح بھٹک کر رہ جاتے

اور کتنے بہ مصیبتیں اسی دین کی وجہ سے ہیں آخر دین سے منحرف ہو جانے (لباب النقول للسیوطی)

یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللّٰهُ مُحِیْطٌ بِالْكٰفِرِیْنَ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں کڑک کے سبب موت کے ڈر سے اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔

جیسے اندھیرے ہیں رات کے وقت کالی گھٹا چھائی ہو اور بجلی کی گرج چمک جنگل میں مسافر کو حیران و پریشان کرتی ہو تو وہ کڑک کی وحشت ناک آواز سے ہلاکت کا اندیشہ لیے ہوئے کانوں میں انگلیاں ٹھونستا ہو ایسے ہی کفار کا حال ہے کہ وادی ضلالت میں شرک و کفر تھارات کے اندر جب قرآن پاک کی گرج اس کی ہدایت آموزی کی چمک اور عذاب آخرت کی کڑک سنتے ہیں تو کان بند کرتے ہیں اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ تعلیم ہمارے دلنشین نہ ہو جائے جس سے اسلام و ایمان قبول کر کے باپ دادا کے کفر کو ترک ذکر نا پڑے جو ان کے نزدیک موت کے برابر ہے۔

یَكَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ بجلی قریب ہے کہ ان کی نگاہیں اچک لے جائے۔

تو ان کا یہ گریز انہیں کچھ فائدہ نہیں دے سکتا جنہیں ہدایت ہونی ہے ہو کر رہے گی اور جو بچنا چاہتے ہیں وہ انگلیاں کانوں میں ٹھونس لینے سے عذر عدم سماعت کر کے قہر الٰہی سے خلاصی نہیں پا سکتے جیسے بجلی کی چمک سے معلوم ہوتا ہے کہ بینائی کو زائل کر دے گی۔ ایسے ہی دلائل باہرہ کے انوار اور ان کی بصیرت اور بصر کو خیرہ کرتے ہیں۔

یَخْطَفُ۔ اچک لے جائے۔ اس سے مراد ہے آنکھوں کا چندھیا جانا یعنی اسلام کا غلبہ منافقوں کی آنکھوں کو خیرہ کرنے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لیے کافی ہے۔

كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ جب کچھ چمک ہوئی اس میں چلنے لگے۔

جس طرح اندھیری رات اور ابر و بارش کی تاریکیوں میں مسافر متحیر ہوتا ہے جب بجلی چمکتی ہے کچھ چل لیتا ہے جب اندھیرا ہوتا ہے کھڑا رہ جاتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے غلبہ اور معجزات کی روشنی میں منافق اسلام کی طرف راغب ہوتے ہیں اور جب کچھ مثلاً مشقت مصیبت پیش آتی ہے تو کفر کی تاریکیاں چلنے سے روک دیتی ہیں اور کھڑے رہ جاتے ہیں اسلام سے انحراف کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اسی مضمون کو دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا۔ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ وَاِنْ یَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْۤا اِلَیْهِ مُذْعِنِیْنَ۔ (خازن۔ صاوی)

پہلی آیت میں بارش کی مثال دے کر ان کی فطرت بتائی گئی کہ وہ فائدوں کی طرف لپکتے ہیں لیکن فائدے حاصل کرنے کے لیے کچھ مشقت یا نقصانات اٹھانے پڑیں تو پیچھا دکھا دیتے ہیں۔

منافقین اسلام کی کامیابیاں دیکھتے ہیں تو ان کے قدم اسلام کی طرف بڑھنے لگتے ہیں در حقیقت ان کے دل میں حق کی تلاش نہیں ہوتی صرف اسلام کے رعب و شوکت کی وجہ سے اسلام کی جانب راغب ہوتے ہیں اور جب اہل ایمان کو آزمائش اور مصیبتیں پیش آتی ہیں تو پھر یہ انکار اور بے یقینی کی وجہ سے اس کی طرف ٹھٹک کر رہ جاتے ہیں اور اسلام کی طرف

ان کے بڑھتے ہوئے قدم رک جاتے ہیں۔ یعنی بجلی کے چمکنے کی طرح جب اسلام کی روشنی ان پر واضح ہوتی ہے تو مسلمان ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں لیکن جوں ہی اندھیرا آجاتا ہے یعنی تکلیفیں اور مصیبتیں پیش آنے لگتی ہیں تو پھر ان کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور واپس کفر کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ اور جب اندھیرا ہوا کھڑے رہ گئے اور اللہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں لے جاتا۔ اس لیے کہ ان کا طرز عمل اسی کا مقتضی تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ان کے سمع وبصر کو باطل نہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسباب کی تاثیر مشیت الٰہی کے ساتھ مشروط ہے۔ بلا مشیت تنہا اسباب کچھ نہیں کر سکتے اور یہ بھی واضح ہوا کہ مشیت اسباب کی محتاج نہیں وہ بے سبب جو چاہے کر سکتا ہے۔ اسی لیے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے وہ ہر شے پر قادر ہے۔

تعریف لفظ شئ

شے اس کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالےٰ چاہے اور جو تحت مشیت آسکے۔ یہی وجہ ہے کہ جملہ ممکنات تحت شے ہیں اور جو شے میں داخل نہیں وہ تحت قدرت نہیں اور جو ممکن نہیں وہ واجب یا ممتنع ہے اس سے قدرت، ارادہ اور مشیت متعلق نہیں ہوتا جیسے ذات واجب تعالےٰ شانہ اور اس کی صفات یہ سب واجب ہیں اور جو واجب ہے وہ مقدور نہیں اس اصول کے سمجھ لینے کے بعد یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ کذب باری تعالےٰ اور تمام عیوب محال ہیں اس لیے کہ قدرت کو ان سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔

خلاصہ مضمون

شروع سورت سے یہاں تک کے بیان میں وضاحت فرما دی گئی کہ یہ کتاب متقین کی ہدایت کے لیے نازل ہوئی پھر متقین کے اوصاف کا ذکر فرمایا اس کے بعد اس سے منحرف ہونے والے فرقوں کا اور ان کے احوال کا ذکر ہوا کہ سعادت مند انسان ہدایت و تقویٰ کی طرف راغب ہوتا ہے اور نافرمانی و بغاوت سے بچتا ہے۔

اس رکوع میں منافقوں کا بیان شروع ہو کر یہاں ختم ہوا اللہ تعالےٰ نے انسان کو سننے اور دیکھنے کی قوت بخشی لیکن منافقین نے یہ قوتیں صرف دنیا کے عارضی فائدہ تک محدود رکھیں۔ حق سے، اللہ تعالےٰ کی نشانیوں سے آنکھ کان بند کر لیے۔

اللہ تعالےٰ نے خبردار کیا کہ وہ اس غلط روش سے باز آئیں ورنہ یہ قوتیں چھین لی جائیں گی۔

خالق کائنات نے عالم کے انتظام کے لیے قاعدے، وقت اور سبب مقرر کر رکھے ہیں اور دنیا کے تمام کافروں منکروں اور منافقوں کو فوراً گرفتار کر سکتا ہے لیکن تقدیر کے قاعدوں کے مطابق ڈھیل دی گئی ہے تاکہ وہ باز آجائیں اور اگر وہ باز نہیں آتے تو اس کا غضب آجاتا ہے جس کا ان کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع۔ سورۃ بقرہ۔ پ۱

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

اور جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اُتارا تو اس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو تو اللہ کے لیے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اُتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝

پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار رکھی ہے کافروں کے لیئے

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا ۙ قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۖ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

اور خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے کہ ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں جب انہیں نیا کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا اور وہ صورت میں ملتا جلتا انہیں دیا جائے گا اور ان کے لیے ان باغوں میں ستھری بیبیاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ

بے شک اللہ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال میں کیسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس سے بڑھ کر تو وہ جو ایمان لائے وہ تو جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور کافر تو وہ کہتے ہیں۔ ایسی مثال دینے میں اللہ کا کیا

بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ

مقصود ہے اللہ بہتوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے۔ اور بہتوں کو ہدایت فرماتا ہے اور گمراہ انہیں کو کرتا ہے جو بے حکم ہیں۔

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۞

اور جو اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں پکا ہونے کے بعد اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یہی ہیں نقصان میں۔
بھلا تم کیونکر خدا کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف پلٹ کر جاؤ گے۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۞

وہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ ہر شے کو جانتا ہے۔

لفظی ترجمہ تیسرا رکوع۔ سورہ بقرہ۔ پ ۱

يَآاَيُّهَا۔ اے	النَّاسُ۔ لوگو	اعْبُدُوْا۔ پوجو	رَبَّكُمُ۔ اپنے رب کو
الَّذِىْ۔ جس نے	خَلَقَكُمْ۔ تمہیں پیدا کیا	وَ۔ اور	الَّذِيْنَ۔ انکو پیدا کیا جو
مِنْ قَبْلِكُمْ۔ تم سے پہلے ہیں	لَعَلَّكُمْ۔ یہ امید کرتے ہوئے کہ تم		تَتَّقُوْنَ۔ پرہیزگار بنو
الَّذِىْ۔ جس نے	جَعَلَ۔ بنایا	لَكُمُ۔ تمہارے لیے	الْاَرْضَ۔ زمین کو
فِرَاشًا۔ بچھونا	وَّ۔ اور	السَّمَآءَ۔ آسمان کو	بِنَآءً۔ عمارت
وَ۔ اور	اَنْزَلَ۔ اتارا	مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	مَآءً۔ پانی
فَاَخْرَجَ۔ تو نکالے	بِهٖ۔ اس سے	مِنَ الثَّمَرٰتِ۔ کچھ پھل	رِزْقًا۔ کھانے کو
لَّكُمْ۔ تمہارے لیے	فَلَا۔ تو نہ	تَجْعَلُوْا۔ ٹھہراؤ	لِلّٰهِ۔ اللہ کے لیے
اَنْدَادًا۔ برابر والے	وَّ۔ اور	اَنْتُمْ۔ تم	تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے ہو
وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	كُنْتُمْ۔ ہو تم	فِىْ رَيْبٍ۔ شک میں

مِمَّا۔ اس سے	نَزَّلْنَا۔ جو ہم نے اتارا	عَلٰی۔ اوپر	عَبْدِنَا۔ اپنے بندے کے
فَاْتُوْا۔ تو لاؤ	بِسُوْرَةٍ۔ ایک سورت	مِّنْ مِّثْلِہٖ۔ اس جیسی	وَ۔ اور
اُدْعُوْا۔ بلاؤ	شُہَدَآءَکُمْ۔ اپنے حمایتیوں کو	مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ اللہ کے سوا	
اِنْ۔ اگر	کُنْتُمْ۔ ہو تم	صٰدِقِیْنَ۔ سچے	فَاِنْ۔ پھر اگر
لَّمْ۔ نہ	تَفْعَلُوْا۔ کیا تم نے	وَ۔ اور	لَنْ۔ ہرگز نہ
تَفْعَلُوْا۔ کرسکو گے تم	فَاتَّقُوْا۔ تو ڈرو	النَّارَ۔ آگ سے	الَّتِیْ۔ وہ جس کا
وَقُوْدُھَا۔ ایندھن	النَّاسُ۔ آدمی ہیں	وَ۔ اور	الْحِجَارَةُ۔ پتھر
اُعِدَّتْ۔ تیار کی گئی ہے	لِلْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں کے لیے	وَ۔ اور	بَشِّرِ۔ خوشخبری دے
الَّذِیْنَ۔ ان کو جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَ۔ اور	عَمِلُوْا۔ کام کیے
الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے	اَنَّ۔ کہ بے شک	لَھُمْ۔ ان کے لیے	جَنّٰتٍ۔ باغ ہیں
تَجْرِیْ۔ چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِھَا۔ ان کے نیچے	الْاَنْھٰرُ۔ نہریں	کُلَّمَا۔ جب
رُزِقُوْا۔ کھانے کو دیا جائیگا	مِنْھَا۔ ان باغوں سے	مِنْ ثَمَرَةٍ۔ کوئی پھل	رِّزْقًا۔ کھانے کو
قَالُوْا۔ تو کہیں گے	ھٰذَا۔ یہ تو	الَّذِیْ۔ وہی ہے	رُزِقْنَا۔ جو پہلے ملا تھا
مِنْ قَبْلُ۔ پہلے	وَ۔ اور	اُتُوْا بِہٖ۔ وہ دیا گیا انہیں	مُتَشَابِھًا۔ ملتا جلتا
وَ۔ اور	لَھُمْ۔ ان کے لیے	فِیْھَا۔ اس میں	اَزْوَاجٌ۔ بیبیاں ہیں
مُّطَھَّرَةٌ۔ پاک	وَ۔ اور	ھُمْ۔ وہ	فِیْھَا۔ ان باغوں میں
خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہیں گے	اِنَّ۔ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ	لَا۔ نہیں
یَسْتَحْیٖٓ۔ حیا کرتا	اَنْ۔ اس سے کہ	یَّضْرِبَ۔ سمجھانے کو	مَثَلًا۔ مثال کے طور پر
مَّا بَعُوْضَةً۔ ذکر کرے مچھر	فَمَا۔ یا اس سے	فَوْقَھَا۔ بڑھ کر	فَاَمَّا۔ تو وہ
الَّذِیْنَ۔ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	فَیَعْلَمُوْنَ۔ وہ جانتے ہیں کہ	اَنَّہُ۔ بے شک وہ
الْحَقُّ۔ حق ہے	مِنْ رَّبِّھِمْ۔ ان کے رب کی طرف سے	وَ۔ اور	اَمَّا الَّذِیْنَ۔ وہ جو
کَفَرُوْا۔ کفر کر چکے	فَیَقُوْلُوْنَ۔ تو وہ کہتے ہیں	مَاذَآ۔ کیا ہے	اَرَادَ۔ ارادہ و مقصد
اللّٰہُ۔ اللہ کا	بِھٰذَا۔ اس سے	مَثَلًا۔ مثال دینے کا	یُضِلُّ۔ گمراہ کرتا ہے
بِہٖ۔ اس سے	کَثِیْرًا۔ بہتیروں کو	وَیَھْدِیْ۔ اور ہدایت فرماتا ہے	بِہٖ۔ اس سے
کَثِیْرًا۔ بہتوں کو	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	یُضِلُّ۔ گمراہ کرتا

بِہٖ ۔ اس سے	اِلَّا ۔ مگر	اَلْفَاسِقِیْنَ ۔ بے حکموں کو	اَلَّذِیْنَ ۔ ایسے جو
یَنْقُضُوْنَ ۔ توڑ دیتے ہیں	عَھْدَ ۔ عہد	اللّٰہِ ۔ اللہ کا	مِنْ بَعْدِ ۔ بعد اس کے کہ
مِیْثَاقِہٖ ۔ پکا ہو	وَ ۔ اور	یَقْطَعُوْنَ ۔ کاٹتے ہیں	مَا ۔ اس چیز کو
اَمَرَ ۔ کہ حکم دیا	اللّٰہُ ۔ اللہ نے	بِہٖ ۔ اسکے متعلق	اَنْ ۔ یہ کہ
یُّوْصَلَ ۔ جوڑیں	وَ ۔ اور	یُفْسِدُوْنَ ۔ فساد پھیلاتے ہیں	فِی الْاَرْضِ ۔ زمین میں
اُولٰٓئِكَ ۔ یہی ہیں	ھُمُ ۔ وہ جو	اَلْخَاسِرُوْنَ ۔ نقصان میں ہیں	كَیْفَ ۔ بھلا کیونکر
تَكْفُرُوْنَ ۔ تم منکر ہو گئے	بِاللّٰہِ ۔ خدا کے	وَ ۔ اور حالانکہ	كُنْتُمْ ۔ تم تھے
اَمْوَاتًا ۔ مردہ بے جان	فَاَحْیَاكُمْ ۔ اس نے تمہیں زندہ کیا	ثُمَّ ۔ پھر	یُمِیْتُكُمْ ۔ تمہیں مارے گا
ثُمَّ ۔ پھر	یُحْیِیْكُمْ ۔ تمہیں زندہ کرے گا	ثُمَّ ۔ پھر	اِلَیْہِ ۔ اس کی طرف
تُرْجَعُوْنَ ۔ پلٹ کر جاؤ گے	ھُوَ ۔ وہ	الَّذِیْ ۔ وہ ہے	خَلَقَ ۔ جس نے بنایا
لَكُمْ ۔ تمہارے لیے	مَا ۔ جو کچھ	فِی الْاَرْضِ ۔ زمین میں ہے	جَمِیْعًا ۔ سب
ثُمَّ ۔ پھر	اسْتَوٰی ۔ قصد فرمایا	اِلَی ۔ طرف	السَّمَآءِ ۔ آسمان کی
فَسَوّٰھُنَّ ۔ تو ٹھیک بنائے	سَبْعَ ۔ سات	سَمٰوٰتٍ ۔ آسمان	وَ ۔ اور
ھُوَ ۔ وہ	بِكُلِّ ۔ ہر ایک	شَیْءٍ ۔ شے کو	عَلِیْمٌ ۔ جاننے والا ہے۔

مختصر تفسیر از دو تیسرا رکوع۔ سورۃ بقرہ۔ پ۱

یَآاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

یَآاَیُّھَا النَّاسُ کا خطاب اکثر اہل مکہ کے لیے اور یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے اہل مدینہ مخاطب کیے گئے ہیں۔

پہلے میں خطاب مومن کافر سب کے لیے عام ہے اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انسانی شرافت اسی میں ہے کہ وہ تقویٰ حاصل کرے اور مصروف عبادت رہے۔

اُعْبُدُوْا۔ عبادت کرو۔ یہ لفظ عبادت سے بنا جس کی اصل عبد ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کو عاجزی اور ادب کے ساتھ ماننا جسے اطاعت اور فرمانبرداری

بھی کہتے ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ عبادت کے ضروری اجزا ہیں لیکن عبادت پوری زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔ اُعْبُدُوْا رَبَّکُمْ۔ اپنے رب کو پوجو الَّذِیْ خَلَقَکُمْ جس نے تمہیں پیدا کیا وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا۔ اس امید پر کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔ اس سے واضح ہوا کہ عبادت کا فائدہ عابد ہی کو ملتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ اسے عبادت یا کسی چیز سے نفع حاصل ہو۔

عبادت وہ غایت تعظیم ہے جو بندہ کو اپنی عبودیت اور الوہیت معبود میں امتیاز کراتی ہے اور یہی اعتراف اور اعتقاد وہ ہے جو عبادت کو مقبول کراتا ہے یہاں اُعْبُدُوْا رَبَّکُمْ جو آیا وہ عبارت عام ہے یعنی انسان جب عبادت کرے تو اس ذات کی کرے جو اس کی تمام انواع واقسام اصول وفروع سے بالا اور رب کائنات ہے۔

اس سورہ مبارکہ میں اہل تقویٰ۔ کافر۔ منافق کی مفصل تعریف بیان کر دی تقویٰ ایک ایسی نعمت ہے کہ انسان اس کے حصول کا خواہشمند ہوگا اس کا طریقہ بتایا گیا کہ انسان سب سے پہلے اپنے رب کو تلاش کرے اور اسکی کھلی نشانیوں اور عبارت سے اس کو پہچانے۔ پھر اسی معرفت سے تقویٰ حاصل کرے۔

جو شخص اپنے رب کی عبادت نہ کرے وہ انسان نہیں کیونکہ کافروں پر بھی عبادت کرنا لازم ہے جیسے بے وضو پر فرض ہے کہ وضو کرے ایسے کافر پر فرض ہے کہ ایمان لائے۔

جب دوزخیوں سے مسلمان دریافت کریں گے کہ تم دوزخ میں کیوں آئے تو وہ جواب دیں گے لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ۔ کہ ہم نمازی نہ تھے اور صدقات نہ دیتے تھے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن حساب وکتاب کا وعظ فرمایا جس سے لوگ جنھیں مار کر رونے لگے اسی حال میں حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے گذرے آپ نے فرمایا

"اے شبلی اللہ کے بندوں کو کیوں آنا پریشان کرتے ہو قیامت کا حساب بہت دراز ہوگا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ارشاد فرمائے گا" من ترا بودم تو کرا بودی"۔

یعنی اے بندو ہم تو تمہارے تھے تم کس کے تھے؟ خداوندا تو اپنے فضل وکرم سے ہم کو اپنا بنالے آگے ارشاد خداوندی ہے۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو چھت بنا دیا اور آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے تمہاری روزی کے لیے مختلف پھل نکالے سو نہ ٹھہراؤ اللہ کے لیے کوئی مقابل اور تم جانتے ہو۔"

فِرَاشًا۔ فرش وہ چیز جو بچھا دی گئی ایسی ٹھوس چیز جس پر ہم قدم رکھ سکتے ہوں۔

اَنۡدَادًا ۔ مقابل یہ لفظ نِدّ کی جمع ہے جو عربی میں مثل و مشابہ کے معنوں میں آتا ہے لہذا مخالف موافق دونوں معنی میں ہی ہو سکتا ہے ۔

پہلی آیت میں نعمت ایجاد کا بیان فرمایا ہے جو طلب صادق کے اطمینان کے لیے کافی و وافی ہے ۔
زمین پر ہم رہتے ہیں چلتے پھرتے ہیں آسمان جس کو اللہ تعالی نے خیمہ کی چھت کی طرح بنا کر ادھر کھڑا کر رکھا ہے کھانے پینے کا بندوبست کرنے کے لیے اور بارش برساتا ہے جس سے رنگا رنگ پھل پھول غذا پیدا فرماتا ہے انسان ہر حال میں اپنے رب کا محتاج ہے ۔

پہلی آیت میں نعمت ایجاد کا بیان فرمایا کہ تمہیں اور تمہارے آباد اجداد کو کتم عدم سے موجود کیا ۔ اس دوسری آیت میں اسباب معیشت و آسائش ۔ آب و غذا کا بیان ہوا جس میں ظاہر کیا کہ وہی ولی نعمت ہے تو غیر کی پرستاری محض باطل ہے ۔ چنانچہ فرمایا فَاَخۡرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّکُمۡ فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰہِ اَنۡدَادًا وَّ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ تو اس نے پانی سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو تو اللہ کے لیے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ ۔

توحید الہی کے لیے یہ دلائل واضح بیان فرما کر آگے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کے کتاب الہی ہونے کے وہ معجز نما دلیل قاہر بیان فرمائی جاتی ہیں جو طلب صادق کے اطمینان کے لیے کافی و وافی ہے ۔ اور منکر کو عاجز کرنے والی ہے چنانچہ ارشاد ہے ۔

وَاِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ ۔ یعنی اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے اس خاص بندے یعنی جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ۔ تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ ۔

نَزَّلۡنَا ۔ ہم نے اتارا یہ تنزیل سے بنا جس کے معنی ہیں کسی چیز کا اوپر سے نیچے اتارنا یہاں قرآن پاک مراد ہے ۔

مِّثۡلِہٖ ۔ اس جیسا ۔ اس میں قرآن مجید کے لفظی اور معنوی دونوں خوبیوں کی طرف اشارا ہے ۔

شُہَدَآءَکُمۡ ۔ اپنے مددگار ۔ اس کے معنی ہیں باخبر ۔ یہاں اس سے مراد قرآن کریم جیسی سورت بنانے کا چیلنج ہے اس لیے کہ بندے کے کلام کا مقابلہ بآسانی کر سکتا ہے فَوۡقَ کُلِّ ذِیۡ عِلۡمٍ عَلِیۡمٌ ۔ اس لیے فرمایا کہ دنیا میں دنیا کا ہر فرد ایک دوسرے سے زیادہ علم میں پڑھا لکھا ہے ۔ تو ظاہر ہے کہ ایک اپنی علمی استعداد کے موافق اگر کچھ جواہر پارے پیش کرے تو اس کے مقابلہ میں دوسرا اس سے زیادہ علم پیش کر سکتا ہے ۔

فصحاء عرب ۔ بلغاء مکہ اپنی نظمیں ۔ نثریں ۔ خطبے لکھ کر ھَلۡ مِنۡ فَصِیۡحٍ ھَلۡ مِنۡ شَاعِرٍ کی آوازیں لگاتے اور میدان فصاحت میں آکر کوس لِمَنِ الۡمُلۡکُ بجاتے تھے ۔ لیکن ہر ایک کے کلام کے مقابلے میں کوئی نہ کوئی آجاتا تھا مگر جب قرآن پاک نے فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ کا ڈنکا بجایا تو سب کے سب دبے پچے رہ گئے اور تمام اہل زبان گونگے بن گئے ۔

چنانچہ فقط فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ اور اعلان کیا وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اللہ کے سوا اپنی سب جماعتوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

پھر آگے فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرماتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار رکھی ہے کافروں کے لیے۔ پتھر سے وہ بت مراد ہیں جنہیں کافر پوجتے تھے۔ اور ان کی محبت میں قرآن کریم اور رسول رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کا عناد و انکار کرتے تھے۔ اعدت للکافرین نے اس امر کو بھی واضح کر دیا کہ جہنم بنائی نہیں جائے گی بلکہ دوزخ پیدا ہو چکی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نَارُكُمْ هٰذِهٖ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ میں سے ستر حصہ میں سے ایک حصہ ہے (بخاری مسلم)

مخبر صادق طبیب حاذق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جہنم میں سب سے کم عذاب والا وہ شخص ہوگا جسے دو جوتیاں آگ کی پہنائی جائیں گی اس سے اس کا دماغ ایسا جوش مارتا ہوگا جیسے دیگ کا کھولتا ہوا پانی (مسلم)

اس مضمون میں یہ بھی اشارۃً واضح ہو گیا کہ جہنم بت پرستوں کے لیے دوامی ہے اور مومنین کے لیے بفضلہ تعالیٰ خلود نار یعنی ہمیشگی جہنم کی نہیں ہے۔ آگے اسلوب بیان قرآن کے مطابق ترہیب کے بعد ترغیب فرمائی گئی چنانچہ ارشاد ہوا۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔

اور خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے صالحات کے تحت وہ تمام نیکیاں ہیں جو از روئے شرع اچھی ہیں ان میں فرائض و نوافل بھی داخل ہیں (جلالین)

عمل صالح کا ایمان پر عطف اس امر کی دلیل ہے کہ عمل جزو ایمان نہیں۔

وہ جو ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کی معبودیت اور رحمت مجسم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن حکیم کی صداقت میں کسی قسم کا شک شبہ نہ ہوا۔

نیک عمل اس سے مراد ایسے کام ہیں جو قرآن کریم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے مطابق ہوں ان آیات میں ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو بشارت دی گئی ہے کہ وہ ایسے باغات میں داخل کیے جائیں گے جن میں آرام اور راحت کے لیے سب کچھ موجود ہوگا ان میں خوش ذائقہ اور ٹھنڈے پانی کے چشمے بہتے ہوں گے

خلاصہ یہ ہوا کہ محض اچھے کام کافی نہیں جب تک ایمان کامل نہ ہو۔

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک عمل کیئے۔

اعمالِ صالحہ ان عملوں کو کہتے ہیں جن کی شریعت تحسین کرے۔ علامہ بغوی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ عمل صالح وہ ہے جس میں چار چیزیں ہوں۔ علم۔ نیت۔ صبر۔ اخلاص۔

حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے عملوا الصلحت پڑھ کر فرمایا کہ عمل صالح وہ ہے جو ریاکاری سے پاک ہے۔ آگے فرمایا اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ ان کے لیے باغ ہیں۔ جن کے نیچے بہترین نہریں رواں ہیں۔ جب انہیں ان باغوں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو صورت دیکھ کر کہیں گے یہ وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا۔ جنت کے پھل باہم مشابہ ہوں گے اور ذائقہ ان کا جدا جدا۔ اس لیے جنتی کہیں گے کہ یہی پھل تو ہمیں پہلے مل چکا ہے۔ مگر کھانے سے نئی لذت پائیں گے تو اس کا لطف بہت زیادہ ہو جائے گا۔

وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ۔ ان کے لیے ان باغوں میں بیبیاں ہیں۔ اس میں اطلاق ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ جنتی بیبیاں خواہ حوریں ہوں یا اور سب زنانے عوارض اور تمام ناپاکیوں سے اور ہر قسم کی گندگی سے مبرا ہوں گی نہ جسم پر میل ہوگا نہ بول و براز نہ حیض نفاس۔ اس کے ساتھ ہی وہ بد مزاجی و بدخلقی سے پاک ہوں گی (مدارک۔ خازن)

وَهُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ اور ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یعنی جنتی جنت میں داخل ہونے کے بعد کبھی فنا نہ ہونگے۔ اور کبھی جنت سے نکالے نہ جائیں گے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جنت اور اہل جنت کو بعد دخول جنت خلود ہے اور فنا نہیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی جنت کے حاصل کرنے کے لیے تیار و مستعد ہے بے شک جنت ایسی چیز ہے کہ اس کا کسی دل میں خطرہ تک نہیں گذرا قسم ہے رب کعبہ کی کہ جنت ایک چمکتا ہوا نور چمکتی ہوئی پھلواری، اونچے مضبوط محل اور نہریں جاری ہیں پکے میوے اور طرح طرح کی نعمتیں ہیں۔ سب نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم سب مستعد ہیں۔ فرمایا ان شاء اللہ کہو (بغوی)

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِىٓ أَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا۔ بے شک اللہ اس سے نہیں شرماتا۔ کہ مثال سمجھانے کو کیسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس سے بھی بڑھ کر۔

شان نزول

جب اللہ تعالے نے آیت کریمہ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا اور أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ میں منافقوں کی دو مثالیں بیان فرمائیں تو منافقوں نے یہ اعتراض کیا کہ اللہ تعالے کی ذات تو اس سے بالاتر ہے کہ

ایسی مثالیں بیان فرمائے۔ اس کے ردّ میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور کافر و مومن کا اس طرح تجزیہ فرمایا۔
مثال کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بات جس کے لیے مثال دی گئی ہے خوب واضح کر کے ذہن نشین کر دی جائے تاکہ مطلب اس مثال سے پورا ہو سکے وہ مثال سب سے اچھی کہلائے گی۔ خواہ وہ چیز جو مثال میں پیش کی گئی ہے کیسی ہی معمولی ہو مثلاً مچھر ایک ادنیٰ سی مخلوق ہے۔

جہاں بتوں یا کسی مخلوق کی بے حقیقتی بیان کرنا مقصود ہو وہاں سب سے زیادہ مناسب مثال مچھر ہی کی ہو سکتی ہے اس پر اعتراض کرنا بے وقوفی و نادانی ہے۔

اللہ تعالےٰ مچھر یا اس سے بھی چھوٹی چیز کی مثال دینے سے نہیں جھجکتا۔ کیونکہ مثال سے سمجھنا مقصود ہے جیسی بات ہو گی ویسی ہی مثال دی جائے گی۔

فَوْقَهَا۔ فوق کے لفظی معنی اوپر کے ہیں۔ اس سے مراد اس سے بھی زیادہ ادنیٰ حقیر چیز ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا۔ تو جو ایمان لائے وہ تو جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں ایسی مثال میں اللہ کا کیا مقصود ہے۔

حالانکہ ہر ذی عقل اسے تسلیم کرے گا کہ افہام عوام میں لانے کے لیے مثالوں سے سمجھانا ہی مقتضائے حکمت ہے جو مضمون ایسے ہوں جن کا تحمّل ہر ذہن نہ کر سکے انہیں مثال میں سمجھایا جائے تو بہت جلد ہی دل نشین ہوتا ہے اور فصحاء اور بلغاء عرب کا بھی یہی دستور رہا ہے۔ لیکن جب اعتراض ہی بغرض اظہار عناد و حسد ہو تو یہ ہدایت و ضلالت من جانب اللہ ہے۔ اسی لیے فرمایا۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ۔ بہت سوں کو اللہ اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت فرماتا ہے اور اس سے گمراہ نہیں کرتا مگر انہیں جو بے حکم ہیں۔

یضل بہ فرما کر کفار کے اس مقولہ کا جواب دیا جو انہوں نے کہا تھا مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا یعنی اس مثال سے اللہ تعالےٰ کا کیا مقصود ہے تو جواب ہیں۔ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کہہ کر دونوں فریق الگ الگ کر دیے گئے اور بتا دیا کہ جن کی عقل پر جہالت نے غلبہ کیا اور جن کی عادت مکابرہ و معاندہ کی ہے اور جو امر حق اور کھلی حکمت کے انکار کے عادی ہیں انہیں اپنی مثالوں سے گمراہ فرماتا ہے اور جو قبول حق اور حکمت کو جانتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ کسی عظیم المرتبت چیز کی تمثیل کسی بڑی چیز سے اور حقیر چیز کی مثال اس چیز سے دینا ہی حکمت اور قرین عقل ہے۔ جیسا کہ آیات بالا کی وضاحت میں حق کی مثال نور سے اور باطل کی ظلمت سے دی گئی ہے۔ یہ طریقہ فصحاء

اور آئین فصاحت ہے۔

اللہ تعالے نے انبیاء مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کے ذریعہ ہدایت کا پیغام بھیجا۔ انسان کو اختیار دیا گیا کہ جو راہ چاہے اختیار کرے انسان جو نفس کی بری خواہشوں کے پیچھے لگ جاتا ہے تو اللہ تعالے اس کو گمراہ کر دیتا ہے جیسے فاسق بدکار لوگ۔

تعریف فاسق

شریعت مطہرہ میں فاسق اس نافرمان کو کہتے ہیں جو کبیرہ کا مرتکب ہو۔ اس کے تین درجے ہیں۔ ایک فاسق تغابی وہ یہ کہ اتفاقیہ کسی کبیرہ کا مرتکب ہوا۔ مگر اسے برا جانتا رہا۔

دوسرا فاسق منہمک کہ کبائر پر اپنا انہماک بڑھا کر عادی ہو گیا اور اسے اجتناب کی پرواہ بھی نہ رہی۔ یہ دونوں قسم کے لوگ ایسے فاسق ہیں جن پر مومن کا اطلاق ہوتا ہے جب تک اکبر کبائر یعنی شرک و کفر نہ کریں۔ اسے مومن کہیں گے۔

تیسرا فاسق مجود ہے کہ حرام کو حلال جان کر ارتکاب کرے۔ احکام شرع کی مخالفت کو جائز جانے۔ اس درجہ والا ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور اِلَّا الْفَاسِقِيْنَ اور اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ اور وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ وغیرہ میں فاسقین سے وہی نافرمان مراد ہیں جو ایمان سے خارج ہو گئے۔

اور لفظ فاسق کا اطلاق کفار پر بھی اسی وجہ میں قرآن کریم میں کیا گیا مفسرین کرام نے بھی فاسق سے مراد کافرین اور بعض نے منافق اور بعض نے یہودلی۔ بہرحال یہود ہوں یا منافق۔ کفر میں سب مساوی ہیں۔

آگے بے حکم لوگوں کے طور طریقے بیان فرمائے کہ اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ وہ جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا ہونے کے بعد اور اس چیز کو کاٹتے ہیں جس کے جوڑنے کا حکم خدا نے دیا اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ وہی نقصان میں ہیں۔ یہاں عہد توڑنے کا ذکر فرمایا۔ اس سے وہ عہد مراد ہے جو اللہ تعالی نے کتب سابقہ میں حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی نسبت فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ عہد تین قسم کے ہیں پہلا تو وہ جو اللہ تعالے نے تمام اولاد آدم سے لیا کہ اس کی ربوبیت کا اقرار کریں جس کا تذکرہ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ میں ہوا۔

دوسرا عہد وہ جو انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے کہ رسالت کی تبلیغ فرمائیں اور اقامت دین کریں اس کا بیان وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ میں ہوا۔ اور وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ میں ہوا۔

تیسرا عہد علماء کے ساتھ خاص ہے کہ حق کو نہ چھپائیں۔ مداہنت نہ کریں۔ اس کا بیان وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ میں ہوا اور نقض عہد کا جن پر جرم عائد کیا گیا۔ وہ تینوں ہی معاہدوں سے منحرف ہیں۔

آگے فرمایا وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا حکم خدا نے دیا۔ یعنی صلہ رحمی جس کا تعلق رشتہ و قرابت کے ساتھ ہے آپس میں محبت اور دوستی سے ہے اسے صلہ رحمی کہتے ہیں تو گویا شریعت مطہرہ کا قانون تمام انبیاء کے ماننے پر ہر فرد انسان کو مجبور کرتا ہے۔ کتب الٰہی کی تصدیق حق پر جمع ہونے کا حکم دیتا ہے یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ماننے کا حکم فرمایا ان میں سے کسی ایک حکم کو قطع کرنا بعض کو بعض سے غلط طریقہ پر جدا کرنا۔ تفرقوں کی بنا ڈالنا یہی زمین میں فساد کرنا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ایسے لوگ ہی نقصان میں ہیں

عہد اس قول و اقرار کو کہتے ہیں جس کے کرنے کے بعد اس کی پابندی لازمی اور ضروری ہو جاتی ہے عَہْدُ اللّٰہِ سے مراد اللہ کو رب ماننے اور اس کی اطاعت کرنے کا اقرار ہے۔

پہلی آیت سے یہ مضمون وابستہ ہے کہ فاسق نافرمان لوگ اللہ کے ساتھ جو اقرار کر چکے ہیں اسے توڑ دیتے ہیں فاسق ہر اس عہد اور تعلق کو کاٹ دیتا ہے جس کا اللہ نے حکم دیا۔ فاسق ملک میں فساد پھیلاتا ہے یہی لوگ دین و دنیا میں گھاٹے میں ہیں۔

اس کے بعد جبکہ دلائل توحید و نبوت اور جزائے کفر و ایمان کا تذکرہ فرمایا اور انہیں عام و خاص نعمتوں کا اور آثار قدرت و عجائبات حکمت کا ذکر فرمایا اور اس دلنشین کفر کی قباحت دکھا کر کفار کو خطاب میں بطور تعجب خطاب کیا اور فرمایا۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

بھلا تم کیونکر خدا کے منکر ہو حالانکہ تم مردہ بے جان تھے۔ اس خدا نے تمہیں زندہ کیا پھر تم سے علاحدہ کیا اس امر کو بھی واضح فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ زندہ کرتے ہی مارا جائے بلکہ با تقاضائے تراخی کے ساتھ موت دے گا اور اس موت کے بعد کسی تراخی مدت کے ساتھ تمہیں پھر زندہ کرے گا جیسے نشر کیا جاتا ہے پھر اس کے بعد اس ذات باری کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے اس افہام کو کس خوبصورتی سے سلنے والا کہ آگے رکھا کہ وہ اپنے حال اور اپنی تبدیلے جنس کے احوال سے ایمان کی طرف آنے کے لیے عقلاً مجبور ہو جائے۔

اس لیے کہ اسے معلوم ہو جائے کہ ایک دن وہ بے جان قطرہ۔ مضغہ۔ علقہ تھا پھر اس مردہ جسم میں جان ڈالنا محض انسان تک نہیں بلکہ زمین بھی مردہ ہوتی ہے اور اسے زندہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے عرف میں بھی زمین پر جب سبزہ نہ رہے تو اسے مردہ زمین کہتے ہیں اس کا زندہ کرنا یہی ہے کہ اس پر سبزہ لگے یہی عرف قرآن کریم ظاہر کرتا ہے يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔

تو مطلب یہ ہے کہ زمین بے جان کو سبزہ اگا کر ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور تم جب بے جان عنصر کی صورت میں

تھے تو مضغہ کی شکل میں پھر اخلاط کی شکل میں پھر نطفہ کی حالت میں جس نے تمہیں زندہ کیا اور عمر کی میعاد پوری کر کے جو تمہیں موت دے گا اور اس کے بعد حشر میں یا نشر میں یا قبر کی زندگی میں جو سوال کے لیے ہوگی یا حساب وغیرہ کے لیے۔ اس کی طرف لوٹائے ہوئے جاؤ گے اپنے اس حال کو جانتے ہوئے تمہارا کفر کرنا نہایت تعجب ناک ہے۔

بعض مفسرین کا یہ قول ہے کہ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ کا خطاب مومنین سے ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ تم کس طرح کافر ہو سکتے ہو حالانکہ تم جہل کی موت سے مردہ تھے اللہ تعالے نے تمہیں علم و ایمان کی زندگی عطا فرمائی۔ اس کے بعد تمہارے لیے وہی موت ہے جو عمر گذارنے کے بعد سب کو آیا کرتی ہے اس کے وہ تمہیں حقیقی۔ دائمی۔ ابدی حیات عطا فرمائے گا۔ پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں ایمان و اعمال صالح کا ایسا ثواب دے گا مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ۔ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی دل پر اس کا خطرہ گذرا۔

تُرْجَعُوْنَ۔ لوٹائے جاؤ گے۔ اس کا مادہ رجع ہے۔

یہ لفظ اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اسے دوبارہ زندگی ملے گی اور اسے اللہ کے سامنے پیش ہونا پڑے گا وہی معبود حقیقی ہے جس نے زمین کو بچھونا بنایا اس میں دریا بہائے زمین کو سرسبز و شاداب بنایا اس پر پہاڑ کھڑے کیے نباتات جمادات پیدا کیا۔ آسمان بغیر ستونوں کے بلند کیا جس نے تمہیں زندگی بخشی۔ معلوم ہوا کہ تمام وسیلے اللہ ہی کے ید قدرت میں ہیں۔ وہی سب کا اصلی معبود ہے اور حقیقی رب زندگی اور موت اسی کے ہاتھ ہے۔

پھر اپنی شان تخلیق بیان فرما کر اپنا تعارف کرایا اور فرمایا هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ وہ وہی ذات ارفع و اعلیٰ ہے جس نے تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے بنایا۔ یعنی کانیں۔ سبزے۔ جانور۔ پرند۔ مچھلیاں۔ موتی۔ ہیرے۔ لعل۔ جواہر۔ دریا۔ پہاڑ پھول۔ پھل۔ سایہ دار درخت۔ سبزیاں۔ ترکاریاں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور جو کچھ زمین پر ہیں۔ سب اللہ تعالے نے تمہارے دینی اور دنیوی منافع کے لیے بنائے۔ دینی نفع اس طرح کہ دنیا کے عجائبات دیکھ کر تمہیں اللہ تعالے کی قدرت و حکمت کی معرفت ہو اور دنیوی منافع یہ کہ کھاؤ پیو آرام کرو۔ اپنی ضروریات پوری کرو۔ کاموں میں بوقت ضرورت اشیاء کو لاؤ۔ ان سے ریل گاڑی۔ ہوائی جہاز۔ ریڈیو۔ وائرلیس۔ بجلی۔ موٹر کار۔ ٹانگے۔ ٹھیلے۔ سائیکل سب بنا کر اس کی نعمتوں سے متمتع ہو۔ علامہ کرخی اور ابو بکر رازی وغیرہ بعض مفسرین نے خَلَقَ لَکُمْ کو قابل انتفاع اشیاء کی اباحت کے لیے انہیں مباح الاصل قرار دیا۔ آگے ارشاد ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ پھر آسمان کی طرف استوا یعنی قصد فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

فَسَوّٰھُنَّ۔ ٹھیک کر دیئے گئے یہ تَسْوِیَہ سے بنا جس کے معنی ہیں کسی چیز کے مختلف حصوں اور جوڑوں کو ان کی جگہ بٹھا دینا۔ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ۔ سات آسمان۔ سَمٰوٰت۔ اس کا مادہ سَمُوّ ہے جس کے معنی بلندی کے ہیں اسی مناسبت سے آسمان کو آسمان کہتے ہیں۔ سَبْعَ کے معنی ہیں سات۔

انسان جسم اور روح کے مجموعہ کا نام ہے ان دونوں کی ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ ہی پورا فرماتا ہے جس نے عناصر اربع سے پیدا کیا پھر اس کی حاجتوں کو پورا کیا۔

جَمِیْعًا کا لفظ کہہ کر بتایا کہ سب کچھ حضرت آدم اور ان کی اولاد کے لیے انسان کے جسم کے ساتھ روح کی پرورش ہونی چاہیئے جس کے لیے ہادی ہر زمانے میں بھیجے گئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام میں رونق افروز تھے کہ ایک بادل آیا۔ آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے صحابہ نے عرض کی اللہ اور اللہ کے رسول جانتے ہیں فرمایا کہ ابر ہے اللہ تعالےٰ اسے ایسی قوم کی طرف بھیجتا ہے جو اس کا شکر نہیں کرتی نہ اس سے دعا مانگتی ہے۔ پھر فرمایا جانتے ہو کہ تمہارے اوپر کیا ہے صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا آسمان ہے۔

پھر فرمایا آسمان اور تمہارے درمیان کس قدر مسافت ہے صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا پانچ سو برس کی مسافت ہے۔ آپ نے سات آسمان گنوا دیئے پھر فرمایا اس کے اوپر عرش عظیم ہے جس کی مسافت پانچ سو برس ہے۔

یہ خلقت و ایجاد اللہ تعالےٰ کے عالم جمیع اشیاء ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ایسی پر حکمت مخلوق کا پیدا کرنا بغیر علم محیط کے ممکن و متصور نہیں ہو سکتا۔ مرنے کے بعد زندہ ہونا کفار کے عقیدہ میں محال تھا۔ اس آیت کریمہ میں ان کے بطلان پر قوی برہان قائم فرمادی کہ جب اللہ تعالےٰ قادر مطلق اور علیم علی الاطلاق ہے اور ابدان کے مادے جمع و حیات کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں تو موت کے بعد حیات کیسے محال ہو سکتی ہے۔

تخلیق سما و ارض کے بعد اللہ تعالےٰ نے آسمان میں فرشتوں کو اور زمین میں جنات کو سکونت دی جنات نے فساد انگیزی کی تو ملائکہ کی ایک جماعت بھیجی جس نے انہیں پہاڑوں اور جزیروں میں نکال دیا۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع۔ سورۃ بقرہ۔ پ ۱

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرمایا فرشتوں سے کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ بولے کیا

فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

ایسے کو نائب کرے گا جو اس زمین میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور ہم تو تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

اور اللہ تعالے نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کرکے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝

بولے پاکی ہے تجھے ہمیں علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

فرمایا اے آدم بتا دے انہیں سب اشیاء کے نام جب آدم نے انہیں سب کے نام بتا دیے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی ہوئی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٘ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہوا۔

وَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

اور ہم نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بی بی اس جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں سے تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ۝

تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا گیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

پھر سیکھ لیئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کرلی۔ بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو پیرو ہوا میری ہدایت کا اسے نہ کوئی اندیشہ ہے نہ کوئی غم۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰۤئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

لفظی ترجمہ چوتھا رکوع۔ سورہ بقرہ۔ پ ۱

وَ۔ اور	اِذْ۔ یاد کرو جب	قَالَ۔ فرمایا	رَبُّكَ۔ تمہارے رب نے
لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔ فرشتوں سے	اِنِّىْ۔ میں	جَاعِلٌ۔ بنانے والا ہوں	فِى الْاَرْضِ۔ زمین میں
خَلِيْفَةً۔ خلیفہ	قَالُوْٓا۔ بولے	اَتَجْعَلُ۔ کیا بنائے گا	فِيْهَا۔ زمین میں
مَنْ۔ اسے نائب جو	يُّفْسِدُ۔ فساد پھیلائے گا	فِيْهَا۔ زمین میں	وَ۔ اور
يَسْفِكُ۔ بہائے گا	الدِّمَآءَ۔ خون	وَ۔ اور	نَحْنُ۔ ہم تو
نُسَبِّحُ۔ تجھے ہی سراہتے ہیں	بِحَمْدِكَ۔ تیری تسبیح کرتے ہیں	وَ۔ اور	نُقَدِّسُ۔ پاکی بولتے ہیں
لَكَ۔ تیرے لیے	قَالَ۔ فرمایا	اِنِّىْٓ۔ میں	اَعْلَمُ۔ جانتا ہوں
مَا۔ وہ سب جو	لَا۔ نہیں	تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے تم	وَ۔ اور
عَلَّمَ۔ سکھائے اللہ نے	اٰدَمَ۔ آدم کو	الْاَسْمَآءَ۔ نام	كُلَّهَا۔ تمام اشیاء کے
ثُمَّ۔ پھر	عَرَضَهُمْ۔ سب اشیاء پیش کرکے	عَلَى۔ اوپر	الْمَلٰٓئِكَةِ۔ فرشتوں کے
فَقَالَ۔ فرمایا	اَنْۢبِـُٔوْنِىْ۔ بتاؤ مجھے	بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ۔ نام ان چیزوں کے	
اِنْ۔ اگر	كُنْتُمْ۔ ہو تم	صٰدِقِيْنَ۔ سچے	قَالُوْا۔ بولے
سُبْحٰنَكَ۔ پاکی ہے تجھے	لَا۔ نہیں ہے	عِلْمَ۔ کچھ علم	لَنَآ۔ ہمیں
اِلَّا۔ مگر	مَا۔ جتنا	عَلَّمْتَنَا۔ تو نے ہمیں سکھایا	اِنَّكَ۔ بے شک

اَنْتَ۔ تو ہی	اَلْعَلِیْمُ۔ علم والا	اَلْحَکِیْمُ۔ حکمت والا ہے	قَالَ۔ فرمایا
یٰا۔ اے	اٰدَمُ۔ آدم	اَنْبِئْھُمْ۔ بتا دے انہیں	بِاَسْمَآئِہِمْ۔ سب اشیاء کے نام
فَلَمَّا۔ جب آدم نے	اَنْبَاَھُمْ۔ بتا دیے	بِاَسْمَآئِہِمْ۔ سب کے نام	قَالَ۔ فرمایا
اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	اَقُلْ۔ کہتا تھا میں	لَّکُمْ۔ تمہیں
اِنِّیْ۔ کہ میں	اَعْلَمُ۔ جانتا ہوں	غَیْبَ۔ چھپے ہوئے	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے
وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور	اَعْلَمُ۔ میں جانتا ہوں
مَا۔ وہ سب	تُبْدُوْنَ۔ جو تم ظاہر کرتے ہو	وَ۔ اور	مَا۔ وہ سب
کُنْتُمْ۔ جو کچھ	تَکْتُمُوْنَ۔ تم چھپاتے ہو	وَ۔ اور	اِذْ۔ یاد کرو جب
قُلْنَا۔ ہم نے کہا	لِلْمَلٰٓئِکَۃِ۔ فرشتوں کو	اسْجُدُوْا۔ سجدہ کرو	لِاٰدَمَ۔ آدم کو
فَسَجَدُوْا۔ تو سب نے سجدہ کیا	اِلَّآ۔ مگر	اِبْلِیْسَ۔ ابلیس نے	اَبٰی۔ منکر ہوا
وَ۔ اور	اسْتَکْبَرَ۔ غرور کیا	وَ۔ اور	کَانَ۔ ہو گیا
مِنَ الْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں سے		وَ۔ اور	قُلْنَا۔ ہم نے فرمایا
یٰا۔ اے	اٰدَمُ۔ آدم	اسْکُنْ۔ رہ	اَنْتَ۔ تو
وَ۔ اور	زَوْجُکَ۔ تیری بی بی	الْجَنَّۃَ۔ اس جنت میں	وَ۔ اور
کُلَا۔ کھاؤ	مِنْھَا۔ اس میں سے	رَغَدًا۔ بے روک ٹوک	حَیْثُ۔ جہاں سے
شِئْتُمَا۔ تمہارا جی چاہے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَقْرَبَا۔ پاس جانا
ھٰذِہِ۔ اس	الشَّجَرَۃَ۔ پیڑ کے	فَتَکُوْنَا۔ تو ہو جاؤ گے	مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ حد سے بڑھنے
والوں سے	فَاَزَلَّھُمَا۔ تو لغزش دی دونوں کو	الشَّیْطٰنُ۔ شیطان نے	عَنْھَا۔ اس جنت سے
فَاَخْرَجَھُمَا۔ تو نکلوا دیا انکو	مِمَّا۔ وہاں سے	کَانَا۔ جہاں تھے	فِیْہِ۔ اس میں
وَ۔ اور	قُلْنَا۔ ہم نے فرمایا	اھْبِطُوْا۔ نیچے اترو	بَعْضُکُمْ۔ بعض تمہارا
لِبَعْضٍ۔ بعض کے لیے	عَدُوٌّ۔ دشمن ہے	وَ۔ اور	لَکُمْ۔ تمہارے لیے
فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں	مُسْتَقَرٌّ۔ ٹھہرنا ہے	وَّمَتَاعٌ۔ اور برتنا ہے	اِلٰی حِیْنٍ۔ ایک وقت تک
فَتَلَقّٰٓی۔ پھر سیکھ لیے	اٰدَمُ۔ آدم نے	مِنْ رَّبِّہٖ۔ اپنے رب سے	کَلِمٰتٍ۔ کچھ کلمے
فَتَابَ۔ تو توبہ قبول کی اللہ نے	عَلَیْہِ۔ اس کی	اِنَّہٗ۔ بیشک	ھُوَ۔ وہی ہے
التَّوَّابُ۔ توبہ قبول کرنے والا	الرَّحِیْمُ۔ مہربان	قُلْنَا۔ ہم نے فرمایا	اھْبِطُوْا۔ اتر جاؤ

مِنْهَا۔ جنت سے	جَمِیْعًا۔ سب	فَاِمَّا۔ پھر اگر	یَاْتِیَنَّکُمْ۔ تمہارے پاس آئے
مِنِّیْ۔ میری طرف سے	هُدًى۔ کوئی ہدایت	فَمَنْ۔ تو جو	تَبِعَ۔ پیرو ہوا
هُدَایَ۔ میری ہدایت کا	فَلَا۔ تو نہیں ہے	خَوْفٌ۔ کوئی اندیشہ	عَلَیْهِمْ۔ اس پہ
وَ۔ اور	لَا۔ نہیں ہے	هُمْ۔ وہ	یَحْزَنُوْنَ۔ غم میں آنے والا
وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ جو	کَفَرُوْا۔ کفر کریں	وَ۔ اور
كَذَّبُوْا۔ جھٹلائیں	بِاٰیٰتِنَا۔ ہماری آئتیں	اُولٰٓئِكَ۔ وہ ہیں	اَصْحٰبُ النَّارِ۔ دوزخ والے
هُمْ۔ وہ ہوں گے	فِیْهَا۔ اس دوزخ میں	خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ	

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع۔ سورہ بقرہ پ ۱

وَاِذْ قَالَ۔ اس میں حرف (اِذْ) کا یہ مقتضی ہے کہ اِذْ کو صیغہ امر محذوف مانا جائے۔ اسی وجہ سے وَاِذْ قَالَ کا ترجمہ اس طرح ہوا اور یاد کرو جب تمہارے رب نے لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں سے کہا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

مَلٰٓئِكَة فرشتے مَلَكٌ کی جمع ہے۔ یہ لفظ اُلوک سے نکلا جس کے معنی پیغام پہنچانا ہے وہ اللہ تعالے کے پیغام نبیوں تک لاتے ہیں۔ ملائکہ نوری مخلوق ہیں۔ وہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اور اللہ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے ارشاد باری ہے۔ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ وہ اللہ کے حکموں کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کچھ کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا اور تمام فرشتوں پر فضیلت کا دینا ایسی نعمت عظمٰی ہے جو تمام اولاد آدم کو شامل ہے۔

خَلِیْفَة۔ نائب۔ خلیفہ اس کو کہتے ہیں جو کسی کا نائب ہو۔ خلیفۃ اللہ وہ ہے جو زمین پر اللہ کی شریعت کا حکومت قائم کرے۔ یعنی انسان کو جو طاقتیں ملی ہیں وہ زمین پر اللہ کی خلافت قائم کرنے کے لیے ہیں۔

تحقیق لفظ خلیفۃ

خلیفہ وہ ہوتا ہے جو احکام و اوامر کے اجرا اور تمام تصرفات میں اپنے منیب یعنی اصل کا نائب ہو۔ یہاں خلیفہ سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں۔ اگرچہ آپ کے علاوہ دیگر تمام انبیاء کرام بھی اللہ تعالے کے خلیفہ ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں بھی فرمایا گیا یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ۔ اے داؤد ہم نے

تمہیں خلیفہ بنایا زمین میں یہاں فرشتوں کو خلافت آدم کی خبر اس لیے دی گئی کہ ان کے خلیفہ اور نائب بنائے جانے کی حکمت دریافت کر کے معلوم کر سکیں اور ان پر نائب اور خلیفہ الٰہی کی عظمت وشان ظاہر ہو جائے کہ ان کو پیدائش سے پہلے ہی خلیفہ و نائب کا منصب عطا ہوا اور آسمان والوں کو ان کی ولادت کی بشارت دی گئی اس پر ملائکہ سابقہ مخلوق جنات وغیرہ کے فسادات چونکہ دیکھ چکے تھے عرض کرنے لگے۔

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ملائکہ بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس زمین میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے۔

یہاں ملائکہ کا یہ عرض کرنا بغرض اعتراض یا بہ خیال طعن نہیں تھا بلکہ حکمت تخلیق خلیفہ معلوم کرنے کے لیے تھا اور انسانوں کی طرف فساد انگیزی کی نسبت کرنا اس کا علم یا تو انہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا ہوا یا لوح محفوظ سے حاصل کیا ہو یا خود انہوں نے قوم سابقہ جنات کی فساد انگیزی و خونریزی پر قیاس کیا ہو۔

اب رہا یہ سوال کہ تخلیق خلیفہ کا تذکرہ اللہ نے کیوں فرمایا۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ من جانب اللہ بندوں کو تعلیم ہے کہ اگرچہ اللہ تعالےٰ اس سے منزہ اور پاک ہے اور محتاج مشورہ نہیں لیکن اپنے بندوں کو تعلیم ہے کہ وہ کام سے پہلے مشورہ کر لیا کریں۔

آگے فرمایا جاتا ہے وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ فرشتوں نے عرض کی اور ہم تجھے سراہتے ہیں تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بولتے ہیں قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ فرمایا مجھے علم ہے جو تم نہیں جانتے یعنی میری حکمتیں تم پر ظاہر نہیں بات یہ ہے کہ انسان میں انبیاء بھی ہوں گے۔ اولیاء بھی۔ علماء بھی اور وہ علم و عمل دونوں کے جامع ہوں گے۔

يَسْفِكُ ۔ وہ بہائے۔ یہ لفظ سفک سے نکلا ہے جس کے معنی خون بہانے کے ہیں۔

الدِّمَآءَ ۔ خون۔ یہ دم کی جمع ہے اس کے معنی خون ہیں۔

نُسَبِّحُ ہم تسبیح پڑھتے ہیں۔ یہ لفظ تسبیح سے بنا اس سے مراد ہے دل سے اللہ کو تمام مخلوق سے بالا سمجھنا اور زبان سے اقرار کرنا۔

نُقَدِّسُ ۔ پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ یہ تقدیس سے بنا جس کے معنی پاکیزگی بیان کرنا۔

اللہ تعالےٰ نے اپنی نورانی مخلوق فرشتوں کے سامنے اظہار فرمایا کہ میں اس زمین پر اپنا ایک نائب مقرر کرنا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ وہ مخلوق لازمی طور پر فساد پھیلائے گی۔

ارشاد فرمایا میں جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے۔ یعنی تم کو معلوم نہیں کہ اس خلیفہ کے بنانے میں کیا کیا مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

اٰدَمَ - یہ تمام انسانوں کے باپ کا نام ہے انہیں ابوالبشر کہتے ہیں یہ لفظ عجمی ہے۔

اَلْاَسْمَآءَ - نام یہ اسم کی جمع ہے اس کے معنی نام ہیں اسم کے ذریعہ چیز کو جانا پہچانا جاتا ہے یہاں اسم سے مراد وہ خاصیتیں ہیں جن کی ضرورت حضرت آدم اور ان کی اولاد کو پیش آنی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے بنایا اس میں خواہشات پیدا کر دیں اور علم بھی عطا فرمایا ذرائع بھی عطا کیے۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر تمام اشیاء و جملہ مسمیات پیش فرما کر آپ کو ان کے اسماء و صفات و افعال و خواص و اصول علوم و صناعات سب کا علم بطریق الہام عطا فرمایا۔ پھر ملائکہ سے فرمایا اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو کہ میں کوئی مخلوق تم سے زیادہ عالم پیدا نہ کروں گا اور خلافت کے مستحق تم ہی ہو جیسا کہ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ تم نے کہا تو آؤ ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ اس لیے کہ نائب اور خلیفہ کا کام تصرف و تدبر اور عدل و انصاف ہے اور یہ بغیر اس کے ممکن نہیں جب تک خلیفہ کو ان تمام چیزوں کا علم نہ ہو بنابراین اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب کو تمام علوم سے اسی لیے نوازا کہ وہ تصرف ہر اس چیز پر ہو جس کا اسے فیصلہ کرنا ہے۔

اس سے یہ امر بھی منکشف ہو گیا کہ آدم علیہ السلام کی فضیلت ملائکہ پر علم ہی کے سبب ہے اور علم وہ نعمت عظمیٰ ہے کہ خلوتوں تنہائیوں کی عبادت سے انسان کو افضل کرتی ہے۔ ورنہ عبادت میں ملائکہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ دوسرے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ انبیاء کرام اسی علم ہی کی وجہ میں ملائکہ سے افضل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملائکہ نے اظہار عجز کرتے ہوئے عرض کیا۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۔ ملائکہ نے عرض کی پاکی ہے تجھے۔ ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

اس میں ملائکہ کی طرف سے عجز و قصور کا اعتراف اور اس امر کا اظہار ہے کہ ان کا سوال اعتراضاً نہیں تھا بلکہ استفساراً تھا۔ اور اب انہیں انسان کی فضیلت اور اس کے پیدا کرنے کی حکمت معلوم ہو گئی جس سے وہ بے خبر تھے پھر جناب باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا۔

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۔ فرمایا اے آدم بتا دے انہیں سب اشیاء کے نام۔ جب آدم نے انہیں سب موجودات کے نام بتا دیے تو فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب

چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

جب آدم علیہ السلام نے بہ حیثیت نائب ہر چیز کا نام اور اس کی پیدائش کی حکمت بتادی تو فرمایا۔ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ۔ اس میں ملائکہ کی وہ بات جو انہوں نے ظاہر کی تھی وہ ظاہر ہے کہ انسان کی فساد انگیزی و خونریزی کا خطرہ پیش کیا تھا اور جو بات چھپائی تھی کہ ملائکہ نے اشارتًا مستحق خلافت اپنے کو ظاہر کرنا چاہا اور واؤ حالیہ سے عطف کر کے وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ کہا اور کنایۃً یہ بھی کہہ دیا کہ اللہ تعالے ملائکہ سے افضل و اعلم کوئی مخلوق پیدا نہ فرمائے گا۔

اس کا جواب مناسب جامعیت سے آیت کریمہ میں دے دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی اشارتاً اس آیت سے انسان کی شرافت اور علم کی فضیلت بھی ثابت ہوگئی اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ تعلیم کی فضیلت اللہ تعالے کی طرف سے کرنا بھی صحیح ہے اگرچہ بعض نے کہا کہ اللہ تعالے کو معلم کہنا صحیح نہیں، اس لیے کہ معلم پیشہ ور تعلیم دالا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالے اس سے بالا ہے۔ نیز یہ امر روشن ہوگیا کہ جملہ لغات اور تمام زبانیں اللہ تعالے کی طرف سے ہیں۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ متکبر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہوگیا۔

لِاٰدَمَ کے معنی آدم کی طرف

اِبْلِيْسَ۔ اس کے لفظی معنی ناامید کے ہیں یہ فرشتہ نہ تھا بلکہ آگ کا بنا ہوا جن تھا۔ اللہ تعالے کی اطاعت و عبادت کی وجہ سے فرشتوں کی صف میں داخل کر لیا گیا تھا۔

اَبٰى۔ جان بوجھ کر انکار کرنا۔

اِسْتَكْبَرَ۔ تکبر کیا۔ یہ کبر سے بنا۔ غرور کرنا۔ اللہ کے حکم کا انکار کرنے سے ابلیس کافر ہوگیا اللہ کی رحمت سے محروم کر دیا گیا تھا۔ عذاب کا مستحق ہوگیا تھا۔

اس آیت کریمہ میں اس امر کو واضح فرمایا کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم صفی اللہ کو تمام موجودات کا نمونہ اور عالم روحانی و جسمانی کا مجموعہ بنایا اور ملائکہ کے لیے حصول کمالات کا وسیلہ کیا تو انہیں حکم دیا گیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کریں کیونکہ شکر گذاری اور حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کا اعتراف اور اپنے مقولہ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا سے معذرت کی شان پائی جاتی ہے۔

بعض مفسرین اس طرف گئے کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ملائکہ کو سجدہ کا حکم دے دیا تھا اس کی سند اس آیت کریمہ سے ہے فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۔ یعنی جب میں

اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔ (سورۃ الحجر۔ پارہ ۱۴) رکوع ۲) بیضاوی اور سجدہ میں گرنے کا حکم تمام ملائکہ کو دیا گیا تھا (خازن)

لغت میں سجدہ سر جھکا کر عاجزی اور فرمانبرداری ظاہر کرنا۔ شریعت میں سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں۔ بشرطیکہ نیت بھی ہو۔

سجدے میں سات عضو زمین پر لگنے چاہئیں پاؤں کے دونوں انگوٹھے دونوں گھٹنے۔ دونوں ہتھیلیاں اور ناک و پیشانی۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب ابن آدم سجدہ کی آیت تلاوت کرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک گوشہ میں جاکر روتا ہے اور کہتا ہے کہ افسوس افسوس ابن آدم کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کر کے جنت حاصل کر لی اور مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا تو میں نے نافرمانی کی اور جہنم لے لی۔

تحقیق سجدہ

سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک سجدۂ عبودیت جو بقصد پرستش کیا جائے۔ دوسرا سجدۂ تحیت جو محض تعظیم کے لیے کیا جائے۔ شریعت مطہرہ میں سجدۂ عبودیت صرف اور صرف اللہ تعالے کیلئے خاص ہے یہ سجدہ کسی غیر خدا کے لیے جائز نہیں اور کسی شریعت میں یہ کبھی جائز نہ ہوا۔ اور فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اور فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اور فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ میں مفسرین نے سجدۂ عبودیت مانا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سجدہ خاص اللہ تعالےٰ کے لیے ہے اور حضرت آدم محض اس سجدہ کے لیے بطور قبلہ تھے تو آدم مسجود الیہ تھے اور مسجود لہ اللہ تعالےٰ ہی تھا لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

کیونکہ اس سجدہ سے حضرت آدم علیہ السلام کا فضل و شرف ظاہر فرمانا مقصود تھا اور مسجود الیہ کا ساجد سے افضل ہونا کچھ ضروری نہیں۔ جیسے کعبہ معظم حضور سید الانبیاء علیہ التحیہ والثنا کا قبلہ و مسجود الیہ ہے۔ باوجود یکہ حضور اس سے بدرجہا افضل ہیں اور ملائکہ سے آدم علیہ السلام بھی بدرجہا افضل ہیں تو مسجود الیہ ماننے میں عظمت آدم علیہ السلام میں تنقیص کا پہلو نکلتا ہے اسی وجہ میں اس قول کی تضعیف کی گئی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں سجدۂ ملائکہ جو تھا وہ سجدۂ عبودیت نہ تھا بلکہ سجدۂ تعظیم یا سجدۂ تحیت تھا اور خاص آدم علیہ السلام کے لیے تھا اور سجدہ کی تعریف وضع الجبہۃ علی الارض جو ہے وہی تھا یعنی پیشانی زمین پر رکھ کر نہ انحناء محض جھک کر یہی قول صحیح ہے اور اسی پر جمہور ہیں (مدارک)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سجدۂ تحیت بھی تو جائز نہیں پھر یہ سجدہ اگر سجدہ ہی تھا تو کیسے جائز ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سجدۂ تحیت کو شریعت محمدیہ میں ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ شرائع سابقہ میں سجدۂ تحیت جائز تھا حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شریعت میں سے منسوخ فرمایا۔ اسی وجہ میں آج کسی کے لیے جائز نہیں۔ احادیث شاہد ہیں کہ حضرت سلمان فارسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا چاہا تو حضور نے فرمایا کہ مخلوق کو سجدہ نہیں چاہئے اللہ تعالے کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں (مدارک)

دوسری ایک حدیث ہے جس میں صحابہ نے حضور کو سجدہ کرنا چاہا تو حضور نے فرمایا اَرَأَیْتَ لَوْمَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَتَسْجُدُ لَہٗ اگر تو میری قبر سے گذرے تو کیا اسے سجدہ کرے گا صحابی نے عرض کی نہیں۔ فرمایا جس مقبور کو سجدہ نہیں اس کے زندہ کو بھی سجدہ نہیں۔

ملائکہ میں سب سے پہلا سجدہ کرنے والے حضرت جبریل ہیں۔ پھر میکائیل۔ پھر اسرافیل پھر عزرائیل پھر تمام ملائکہ مقربین۔ یہ سجدہ جمعہ کے روز زوال سے عصر تک ہوا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ملائکہ مقربین سو برس تک سجدہ میں رہے۔

اور ایک قول ہے کہ پانچ سو برس سجدہ میں رہے۔

شیطان نے سجدہ نہ کیا اور براہ تکبر یہ اعتقاد کرتا رہا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہے اس کے لیے سجدہ کا حکم معاذ اللہ خلاف حکمت ہے اسی اعتقاد باطل سے وہ کافر ہوگیا۔

آیت کریمہ سے دلالۃً ثابت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں سے افضل ہیں اسی وجہ میں ان سے انہیں سجدہ کرایا گیا۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ تکبر نہایت قبیح ہے۔ اس سے مثل شیطان کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے (بیضاوی۔ جمل)

اس کے بعد دخول جنت وہبوط جنت اور قربت شجرہ کا مضمون شروع ہے۔

وَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ اور ہم نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بی بی اس جنت میں رہو (الجنۃ میں الف لام عہد ذہنی ہے اس کی وجہ سے ترجمہ میں اس جنت میں رہو ترجمہ کیا گیا) اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

شجرہ سے مراد گندم یا انگور وغیرہ ہے (جلالین)

جَنَّۃ۔ لغوی معنی وہ باغ جس کے گھنے درخت زمین کو چھپالیں شریعت میں وہ عظیم باغ ہے جس میں بے شمار نعمتیں ہیں۔

زَوْجُكَ۔ سے مراد حضرت حوا ہیں۔

حَیْثُ شِئْتُمَا۔ جنت کی وسعت مراد ہے۔

حضرت آدم کو خلافت کے بعد موقع دیا کہ وہ اور ان کی بیوی جنت میں جہاں چاہیں رہائش اختیار کریں اور جو چاہیں کھائیں مگر صرف ایک درخت کا پھل۔

مفسرین کا قول ہے کہ حضرت آدم جنت میں تنہا تھے ان کی طبیعت گھبرانی تھی اللہ تعالے نے حضرت حوّا کو پیدا فرمایا اور حکم دیا کہ دونوں جنت میں جہاں چاہو پھرو چلو جو چاہو کھاؤ مگر

لَا تَقْرَبَا۔ قریب نہ جاؤ اس حکم سے مراد یہ تھی کہ حضرت آدم اس درخت کا پھل نہ کھائیں۔

هٰذِهِ الشَّجَرَةَ۔ یہ درخت جنت کے درختوں میں سے کوئی درخت تھا۔ حضرت آدم کو اس کی پہچان کرادی گئی تھی قرآن پاک نے اس کی وضاحت نہیں کی۔

بعض کے نزدیک یہ انگور کا درخت تھا بعض نے اسے گیہوں کا کہا اور بعض نے انجیر اور بعض نے کھجور کا کہا احادیث میں اس کی وضاحت نہیں فرمائی گئی۔

ظلم کی توجیہ

لغت میں ظلم کے معنی ہیں کسی شے کو بے محل رکھنا۔ یہ عکس عدل ہے۔ اس لیے کہ عدل کے معنی ہیں وضع شے علیٰ محلہٖ۔ کسی شے کو اس کی جگہ رکھنا۔ شے کو بے محل وضع کرنا ممنوع ہے اور عقیدہ اہل سنت میں انبیاء کرام معصوم ہیں ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ یہاں ظلم کو خلاف اولیٰ کے معنی میں لیا گیا۔

ہمارے عقیدہ میں انبیاء علیہم السلام کو ظالم کہنا اہانت و کفر ہے جو ان میں سے کسی ایک نبی کو ظالم کہے وہ کافر ہے اللہ تعالےٰ کی ذات پاک کائنات کی مالک ہے وہ سب کا مولیٰ ہے جو چاہے فرمائے یہ اس کی عزت و جبروت کی شان ہے۔ دوسرے کو کیا مجال کہ خلاف ادب کوئی جملہ زبان پر لائے یا حضرت حق کے فرمان کو اپنے لیے وجہ جواز بنائے اور اس جرأت کے لیے سند لائے۔ ہمیں تعظیم و توقیر اور ادب و اطاعت کا حکم فرمایا۔ ہم پر یہی لازم ہے۔ فاہم و تدبر۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ۔ تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا گیا۔

اس کے متعلق سیر میں رطب و یابس بہت کچھ ہے اور مفسرین نے بھی کم و بیش بہت کچھ لکھا ہے لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ اس واقعہ کو صرف اتنا مانا جائے کہ کسی طرح شیطان نے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے پاس پہنچ کر کہا۔ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى۔ کیا میں تمہیں شجر خلد بتا دوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار فرمایا اس نے قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر اندیش ہوں۔ آپ کو خیال ہوا کہ اللہ پاک کی جھوٹی قسم کون کھا سکتا ہے بایں خیال حضرت حوا نے اس میں سے کچھ کھایا پھر حضرت آدم علیہ السلام کو دیا۔ آپ نے بھی تناول فرمایا۔ بعد میں حضرت آدم کو خیال آیا کہ لا تقربا میں جو نہی ہے وہ غالباً تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اگر اس نہی کو تحریمی خیال فرماتے تو ہرگز ایسا

نہ کرتے۔ اس لیے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اجتہاد میں خطا ہو جائے۔ چنانچہ آپ کو بھی اجتہاد میں خطا ہوئی اور خطا اجتہادی معصیت نہیں ہوتی۔ اور اس تاویل کی تائید آیت کریمہ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا سے بھی ہوتی ہے۔

گناہ میں عزم ہوتا ہے لیکن خطا میں عزم نہیں ہوتا خطا سے بھول چوک مراد ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم سے فرمایا جو نعمتیں ہم نے تم کو جنت میں جائز کی تھیں کیا وہ تمہارے لیے کافی نہ تھیں۔ حضرت آدم نے عرض کی کہ اے رب العالمین بے شک جنت کی نعمتیں میرے لیے کافی تھیں۔ لیکن مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تیرے نام کی جھوٹی قسم بھی کوئی کھا سکتا ہے۔ ارشاد ہوا

وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ۔ اور ہم نے فرمایا نیچے اترو۔ آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن ہے اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

صاحب خازن فرماتے ہیں کہ حضرت حوا اور آدم اور ان کی ذریت کو جو ان کے صلب میں تھی جنت سے زمین پر جانے کا حکم ہوا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام زمین ہند میں بمقام سراندیپ وہاں کے پہاڑوں میں اترے اور حضرت حوا جدہ میں۔

صاحب روح البیان نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی برکت سے زمین کے اشجار میں پاکیزہ خوشبو پیدا ہوئی اس کی وجہ سے ارباب سیر نے آپ کا گریہ بھی لکھا اور کیا کیا بیان کیا واللہ اعلم بالصواب۔

فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔

فَتَلَقَّىٰ۔ پھر سیکھ لیے۔ تلقی سے بنا جس کے معنی ملنا۔ حاصل کرنا۔

كَلِمَاتٍ۔ کلمہ کی جمع ہے اس کا معنی بات ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضرت آدم کو توبہ کے کلمات سکھا دیے۔

فَتَابَ۔ توجہ فرمائی۔ توبہ سے بنا۔ اس کے معنی توبہ کرنا۔ رجوع کرنا۔ لوٹ آنا۔ گناہوں سے معافی مانگنا۔

حضرت آدم کو جنت سے نکلنے کا حکم ہوا تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

بعض روایتوں سے کچھ صحیح واقعہ یہ ملتا ہے کہ آدم علیہ السلام نے زمین پر تشریف لانے کے بعد تین سو برس تک حیا سے آسمان کی طرف سر نہ اٹھایا اور اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو حضرت داؤد علیہ السلام جو کثیر البکا تھے اور تمام سکان زمین کے آنسوؤں کے مجموعہ سے بڑھ گئے (خازن)

طبرانی اور حاکم اور ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتاب ہوا تو آپ فکر توبہ میں حیران تھے اسی حال میں یاد آیا کہ میں نے وقت پیدائش سر اٹھا کر دیکھا تو

عرش پر لکھا تھا لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں نے سمجھ لیا تھا کہ بارگاہ الٰہی میں یہ رتبہ کسی کو میسر نہیں جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کا نام اپنے نام اقدس کے ساتھ عرش پر مکتوب فرمایا۔ تو آپ نے اپنی دعا میں رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ کے ساتھ عرض کیا۔ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ۔

اور ابن منذر کی روایت میں یہ کلمے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِجَاہِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَكَرَامَتِہٖ عَلَیْكَ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ خَطِیْئَتِیْ یعنی یارب میں تجھ سے تیرے بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و مرتبت کے طفیل اور اس کی کرامت کے صدقے میں جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں۔ بس یہ دعا کرنی تھی کہ حق تعالےٰ نے مغفرت فرمادی۔

اس سے یہ امر بھی منکشف ہوا کہ مقبولانِ بارگاہ کے وسیلہ سے دعا بحق فلاں یا بجاہ فلاں کہہ کر مانگنا جائز اور سنتِ آدم علیہ السلام ہے۔

اور یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالےٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہوتا لیکن وہ مقبولوں کو اپنے فضل سے حق دیتا ہے تو دعا میں وہی فضیلت حق کا وسیلہ لے کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی جاتی ہے۔

صحیح حدیث سے یہ حق ثابت ہے جیسے وارد ہوا مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ يُّدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ دسویں محرم کو قبول ہوئی جب آپ جنت سے تشریف لائے تو اور نعمتوں کے ساتھ عربی زبان بھی آپ سے سلب کرلی گئی تھی اور بجائے اس کے سریانی زبان جاری تھی۔ قبول توبہ کے بعد پھر عربی زبان عطا ہوئی (فتح العزیز)

تعریف توبہ

توبہ نام ہے رجوع الی اللہ کا۔ اس کے تین رکن ہیں ایک اعتراف جرم۔ دوسرے ندامت تیسرے عزم ترک معصیت۔

چوتھی یہ بات بھی ملحوظ رہنی ضروری ہے کہ ترک معصیت کا عزم اس گناہ میں ہوگا جو حقوق اللہ کا ہو اور وہ گناہ جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے اس کی تلافی جتنی ممکن ہو کرے مثلاً تارک الصلوٰۃ کی توبہ کے لیے پچھلی نمازوں کی قضا ضروری ہے جتنی ممکن ہو اور اگر خالص حق العباد ہی ہوں تو ان کی تلافی ضروری ہے مثلاً قرض اس کے ادا کرنے میں بقدر مقدور سعی لازم ہے کسی کا مال ڈکیتی یا چوری سے اگر لیا تو بعد توبہ اس کا ادا کرنا یا جس کا مال ہے اس سے معافی مانگنا ضروری ہے اور اگر ممکن نہیں تو معاف۔

تذکرۃ الاولیاء میں ایک بزرگ کا واقعہ حسب موقع یاد رکھیں۔ خاندان چشتیہ کے ایک بزرگ ہیں جو توبہ سے قبل

بڑے نامی ڈاکو تھے۔ ایک قاری کہ قافلہ میں تھے ان کا گزر اس ڈاکو کی کمین گاہ سے ہوا۔ یہ ڈاکو معہ اپنی جماعت کے ڈاکہ زنی کے لیے منتظر وقت تھا کہ قافلہ سے اس قاری کی تلاوت میں یہ آیت کریمہ سنی اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ انہوں نے آیت سنی اور اپنے ہمراہیوں سے بجائے ڈاکہ ڈالنے کے کہا خَشَعَ قَلْبِیْ میرا دل توڑ گیا۔ قافلہ کو روکا اور قاری صاحب کے ہاتھ پر توبہ کی۔ انہوں نے ہدایت فرمائی کہ تیرا عمل یہ ہے کہ جن جن کا مال تو نے لیا ہے انہیں ادا کر یا معافی مانگ۔

چونکہ توبۃ النصوح کی تھی انہوں نے اسی گھڑی سے شہر بہ شہر گشت شروع کر دیا اور جہاں جو ملا اس سے اپنے قصور کی معافی لی یا اس کا معاوضہ دیا حتی کہ ایک شخص وہ ملا جس کا بارہ من سونا اس نے لوٹا تھا اس سے یہ ملے اور کہا میں نے اپنے فعل مذموم سے توبہ کر لی ہے لہذا آپ مجھے معاف کر دیں وہ بولا میں تو آخرت میں لوں گا۔ انہوں نے کہا پھر آپ مجھے ملازم رکھ لیں اور جو تنخواہ مقرر کریں اس سے اپنا سونا وصول کریں۔

اس نے کہا اس کے معنی یہ ہیں کہ جنگل میں تو تم نے مجھے لوٹا تھا اب گھر میں گھس کر اور لوٹنا چاہتے ہو میں اتنا بیوقوف نہیں کہ اب پھر تمہاری باتوں میں آ کر گھر بیٹھے اپنے کو خراب کر لوں جاؤ اپنا راستہ لو۔ اور تمہارا میرا فیصلہ قیامت کو ہو گا یہ مجبور ہو گئے تو انہوں نے اپنے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اس آدمی سے کہا کہ میاں جس کے حضور میں نے توبہ کی ہے اس کی رحمت کاملہ سے امید کرتا ہوں کہ وہ مٹی کو سونا بنا سکتا ہے لہذا تو ترازو لگا اور اپنا سونا وزن کر۔ اس نے تعجب کرتے ہوئے ترازو لگا دی۔ اللہ کا نام لے کر مٹی ترازو کے پلڑے میں ڈالنی شروع کی۔ اس کی نیت اور صدق توبہ اور رحمت الٰہی سے وہ مٹی سونا بن گئی اور بارہ من وزن سونے کا پورا ہو گیا۔ یہ شخص یہودی تھا جب اس نے یہ کرشمہ قدرت دیکھا تو علی الفور ایمان لے آیا اور کلمہ پڑھ لیا۔

اس روایت سے کرشمہ قدرت اور صدق دل سے توبہ کی عظمت واضح ہوتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آدم صفی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ ان کے مرتبہ کے موافق کس تقرب کی موجب بنی ہو گی۔ ان کے مرتبہ کے لحاظ سے ان کی وہ خطا خطا تھی اور رتبہ کے موافق توبہ بھی خاص توبہ ہو گی پھر اس کی قبولیت کی شان بھی انہی کے مرتبہ کے موافق ہوئی۔ کہ وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ کہہ کر سب کی زبان بند کر دی کہ خبردار اسے معصیت اگر کہا تو ایمان کا شیشہ خطرہ میں پڑ کر چور چور ہو جائے گا۔ اس خطا میں بھی ہماری حکمت بالغہ تھی اور اس توبہ میں بھی تمہارے لیے تعلیم توبہ۔ ان کے ذریعہ اظہار حکمت فرمانا تھی۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

اِهْبِطُوْا نیچے جاؤ۔

حضرت آدم کی خطا معاف کر دی گئی لیکن زمین پر رہنے کا حکم بدستور باقی رہا کیونکہ آدم علیہ السلام زمین پر خلیفہ بنائے گئے تھے تاکہ دنیا میں رہ کر اللہ کی اطاعت کریں۔ انبیاء مرسلین کے ذریعہ میری ہدایات تم تک پہنچتی رہیں گی۔ جو میری اطاعت قبول کرے گا وہ کبھی دوزخ کا خوف نہ رکھے گا۔

خَوْفٌ۔ کسی آنے والے نقصان یا تکلیف کے احساس کو کہتے ہیں۔

وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اس کا مادہ حزن ہے جس کے معنی ہیں کسی دل پسند چیز سے محروم ہونے کا رنج۔

ہم نے فرمایا تم جنت سے اتر جاؤ۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کوئی اندیشہ نہ کچھ غم۔ یہ مومنین صالحین کے لیے بشارت ہے کہ میری ہدایتوں پر عمل کرنے کے بعد نہ انہیں نزع اکبر کے دن خوف ہو نہ آخرت میں غم۔ وہ بے غم جنت میں داخل ہوں گے اور جو کفر کریں ان کے لیے وعید فرمایا کہ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ بقرہ پ۱

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝

اے یعقوب کی اولاد یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝

اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے اتارا اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے ساتھ ہے اور سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو اور مجھی سے ڈرو۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق نہ چھپاؤ۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ہ

کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں ہے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ہ

اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور وہ نماز بے شک بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ہ

جنہیں یقین ہے کہ انہیں رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

لفظی ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ بقرہ۔ پ۱

یٰا۔ اے	بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ یعقوب کی اولاد	اُذْکُرُوْا۔ یاد کرو	نِعْمَتِیَ۔ میرا احسان
الَّتِیْٓ۔ جو	اَنْعَمْتُ۔ میں نے انعام کیا	عَلَیْکُمْ۔ تم پر	وَ۔ اور
اَوْفُوْا۔ پورا کرو	بِعَهْدِیْٓ۔ میرا عہد	اُوْفِ۔ میں پورا کروں گا	بِعَهْدِکُمْ۔ تمہارا عہد
وَ۔ اور	اِیَّایَ۔ خاص میرا ہی	فَارْهَبُوْنِ۔ ڈر رکھو	وَ۔ اور
اٰمِنُوْا۔ ایمان لاؤ	بِمَآ۔ اس پر جو	اَنْزَلْتُ۔ میں نے اتارا	مُصَدِّقًا۔ اس کی تصدیق کرتا ہوا
لِّمَا۔ جو	مَعَکُمْ۔ تمہارے ساتھ ہے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
تَکُوْنُوْٓا۔ ہو	اَوَّلَ۔ سب سے پہلے	کَافِرٍ۔ کافر	بِهٖ۔ اس کے
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَشْتَرُوْا۔ خریدو	بِاٰیٰتِیْ۔ میری آیتوں کے بدلے
ثَمَنًا۔ دام	قَلِیْلًا۔ تھوڑے	وَ۔ اور	اِیَّایَ۔ خاص مجھ سے ڈرو
فَاتَّقُوْنِ۔ ڈرو	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَلْبِسُوا۔ ملاؤ
الْحَقَّ۔ حق سے	بِالْبَاطِلِ۔ باطل کو	وَتَکْتُمُوا۔ اور چھپاتے ہو	الْحَقَّ۔ حق کو
وَ۔ اور حالانکہ	اَنْتُمْ۔ تم	تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے ہو	وَ۔ اور
اَقِیْمُوا۔ قائم رکھو	الصَّلٰوةَ۔ نماز	وَ۔ اور	اٰتُوا۔ دو
الزَّکٰوةَ۔ زکوٰۃ	وَ۔ اور	ارْکَعُوْا۔ رکوع کرو	مَعَ۔ ساتھ
الرّٰکِعِیْنَ۔ رکوع کرنیوالوں کے	اَ۔ کیا	تَاْمُرُوْنَ۔ حکم دیتے ہو	النَّاسَ۔ لوگوں کو۔

بِالْبِرِّ۔ بھلائی کا	وَ۔ اور	تَنْسَوْنَ۔ بھولتے ہو	اَنْفُسَكُمْ۔ اپنی جانوں کو
وَ۔ اور	اَنْتُمْ۔ تم	تَتْلُوْنَ۔ پڑھتے ہو	الْكِتٰبَ۔ کتاب
اَفَلَا۔ کیا نہیں ہے	تَعْقِلُوْنَ۔ تمہیں عقل	وَ۔ اور	اسْتَعِيْنُوْا۔ مدد چاہو
بِالصَّبْرِ۔ صبر سے	وَ۔ اور	الصَّلٰوةِ۔ نماز سے	وَ۔ اور
اِنَّهَا۔ بیشک وہ	لَكَبِيْرَةٌ۔ ضرور بھاری ہے	اِلَّا۔ مگر	عَلَى۔ ان پر جو
الْخٰشِعِيْنَ۔ دل سے جھکتے ہیں	الَّذِيْنَ۔ جنہیں	يَظُنُّوْنَ۔ یقین ہے	اَنَّهُمْ۔ کہ انہیں
مُلٰقُوْا۔ ملنا ہے	رَبِّهِمْ۔ اپنے رب سے	وَ۔ اور	اَنَّهُمْ۔ انہیں
اِلَيْهِ۔ اسکی طرف	رٰجِعُوْنَ۔ لوٹ کر جانا ہے۔		

مختصر تفسیر اُردو پانچواں رکوع۔ سورہ بقرہ۔ پ ا

پانچویں رکوع میں بنی اسرائیل کی تاریخ۔ ان کے مراتب۔ لغزشیں۔ گناہ اور ملے ہوئے انعام چھن جانے کا بیان ہے۔ ان واقعات میں ایمان والوں کے لیے عبرت اور نصیحت ہے۔

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ اے اولاد یعقوب

بنی اسرائیل۔ بنی۔ اولاد۔ اسرا۔ بندہ۔ ئیل۔ خدا۔ یعنی خدا کے بندہ کی اولاد۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ ان کی اولاد اور خاندان کو بنی اسرائیل کا لقب ملا ان کو یہودی بھی کہتے ہیں۔

اصل میں یہ سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے ان کے دو صاحبزادے تھے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام۔ یہ حجاز مقدس میں آباد ہوئے ان کی آخری اولاد سے نبی آخر الزمان۔ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔

دوسرے صاحبزادے حضرت اسحٰق ہوئے ان کے صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے۔ ان کا لقب اسرائیل تھا ان کی اولاد فلسطین میں آباد ہوئی۔

یہ لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے کچھ عرصہ کے بعد مصر کے لوگوں نے غلبہ حاصل کر لیا اور ان کو غلام بنا لیا اور ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غلامی سے اس قوم کو نجات دلائی اور یہ لوگ وادی سینا میں آباد ہوگئے۔

اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی عبداللہ بنتے ہیں۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے (مدارک)

علامہ کلبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تمام انسانوں کو یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا فرما کر عام دعوت دی پھر اِذْ قَالَ رَبُّکَ فرما کر ان کے باپ یعنی آدم علیہ السلام کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ پھر بنی اسرائیل کو دعوت دی جو یہودی ہیں اور یہاں سے سَیَقُوْلُ تک ان سے کلام جاری ہے کہیں بملاطفت انعام یاد دلا کر دعوت دی گئی کبھی خوف دلا کر کبھی حجت قائم کر کے کسی جگہ ان کی بدعملی پر توبیخ ہوتی ہے کہیں گذشتہ عقوبات کا ذکر کر کے عبرت دلائی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اُذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ۔ یاد کرو وہ میرا احسان جو میں نے تم پر کیا۔ وہ احسان کہ تمہارے آباؤ اجداد کو فرعون سے نجات دلائی۔ دریا کو پھاڑ کے راستہ دیا۔ ابر کو تمہارے سایہ کے لیے مقرر فرمایا وغیرہ وغیرہ اس کے علاوہ اور احسانات جو آگے آتے ہیں ان سب کو یاد کرو اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کر کے شکر بجا لاؤ کیونکہ کسی نعمت کا شکر نہ کرنا اس احسان کو بھلانا ہے آگے فرمایا

اَوْفُوْا بِعَھْدِیْٓ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ۔ اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا یعنی تم ایمان و اطاعت بجا لا کر میرا عہد پورا کرو میں جزا و سزا دے کر تمہارا عہد پورا کروں گا اس عہد کا مفصل بیان آیت کریمہ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَبَعَثْنَا مِنْھُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا میں ہے اس آیت کریمہ میں شکر نعمت اور وفائے عہد کے وجوب کا بیان ہے اور یہ بھی کہ مومن کو چاہئے کہ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے وَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ یعنی مجھ سے ہی ڈرو۔

نِعْمَتِیْ۔ میرے احسان۔ مراد اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں اور احسانات ہیں جو اس نے یہودیوں پہ کئے۔ مثلاً غلامی سے نجات دی ان کے دشمن فرعون کو غرق کیا بحیرہ قلزم میں راستہ بنایا اور جنگل بیابان میں من و سلویٰ جیسی خوراک عطا کی۔

عَھْدِیْ۔ مراد اقرار عہد دو فریقوں کے آپس کے قول قرار کو کہتے ہیں۔ یہاں وہ اقرار مراد ہے جو عالم ارواح میں کیا تھا۔

فَارْھَبُوْنِ۔ تم ڈرتے رہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا ڈر اور دل میں خوف نہ رکھو۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ وَلَا تَکُوْنُوْٓا اَوَّلَ کَافِرٍ بِہٖ۔ اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے اتارا اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے ساتھ ہے اور سب سے پہلے اس کے منکر نہ ہو۔

مَآ اَنْزَلْتُ۔ جو میں نے نازل کیا اس سے قرآن حکیم مراد ہے جو نبی آخر الزمان امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوا۔

لِمَا مَعَکُمْ۔ وہ جو تمہارے پاس ہے اس سے توریت مراد ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

جس کی تصدیق قرآن کریم نے کی۔

بنی اسرائیل کو قرآن پاک پر ایمان لانے کی دعوت سب سے پہلے دی گئی۔ اہل کتاب میں ہی سب سے زیادہ مشہور تھے۔ مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس بستے تھے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنے انعام و احسانات یاد دلائے۔ پھر عہد کے ایفاء کا حکم دیا۔

ان آیات سے توریت و انجیل پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا اور اس میں توریت انجیل کی وہ آیات مراد ہیں جن میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حضور کی نعت دولت دنیا کے لیے مت چھپاؤ کہ متاع دنیا ثمن قلیل اور نعمت آخرت کے مقابل بے حقیقت ہے جو حیات اخروی میں ایمان والوں کو ملے گی۔

شان نزول

یہ آیت کعب بن اشرف اور دوسرے رؤسا و علماء یہود کے حق میں نازل ہوئی۔ جو اپنی قوم کے جاہلوں اور کمینوں سے ٹکے وصول کرتے بلکہ ان سے سالانہ وظیفہ مقرر کر کے حاصل کرتے۔ ان جاہلوں نے اپنے باغات کے پھلوں اور نقد مالوں میں اپنے حق معین کر رکھے تھے۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ توریت میں جو حضور کی نعت ہے اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو قوم حضور پر ایمان لائے گی اور اس کے بعد ہمارا حال کس مپرسی میں ہوگا۔ یہ تمام سالانہ وظیفے اور سارے منافع ختم ہو جائیں گے۔ محض اس غرض کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہوں نے اپنی کتابوں میں تغیر و تبدل کر دیا۔ لہذا جب لوگ دریافت کرتے کہ توریت میں حضور کے کیا اوصاف ہیں تو وہ چھپا لیتے اور ان جاہلوں کو نہ بتاتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (خازن)

چنانچہ ارشاد ہوا وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا وَّاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ یعنی میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو اور مجھ ہی سے ڈرو اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق نہ چھپاؤ اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

نماز اور زکوۃ دونوں ہر مذہب میں لازمی حصہ رہے ہیں صرف مسائل میں جزوی اختلاف رہا ہے۔

اِرْكَعُوْا۔ جھکو یہ لفظ رکوع سے بنا جس کے معنی ہیں جھکنا۔

اللہ تعالےٰ نے یہود کو اسلام کی دعوت دی۔ اعتقاد۔ ایمان اور عمل کی تعلیم دی۔ سب سے اعلیٰ عبادت نماز ہے جو اللہ کو پہچاننے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کے بعد زکوۃ کا حکم دیا تاکہ غریبوں اور مسکینوں۔ محتاجوں کی حاجت پوری ہو سکے۔

اس آیت میں نماز اور زکوۃ کی فرضیت کا بیان ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ نمازوں کو ان کے حقوق کی رعایت اور ارکان کی حفاظت کے ساتھ ادا کرو۔ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ میں جماعت کی ترغیب بھی ہے۔ چنانچہ حدیث میں بھی وارد ہوا صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَذِّ بِسَبْعَةٍ وَّ عِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔ جماعت سے نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے ستائیس درجہ افضل ہے۔ آگے فرمایا۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

اَلْبِرّ۔ بِرّ کے معنی نیکی اور احسان کے ہیں۔ اس میں خوش خلقی۔ ہر عبادت میں خلوص اور اچھے معاملات سب شامل ہیں۔

اَلْكِتٰبَ۔ یہاں کتاب سے مراد توریت ہے جس میں یہود کے لیے سب احکام موجود ہیں۔

بنی اسرائیل کے علماء دنیاوی مال و شہرت کے طالب تھے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہتے تھے اس آیت میں ان علماء کو غیرت دلائی گئی کہ تم یہ کیا کرتے ہو کہ لوگوں کو وعظ و نصیحت اور خود اس کے برعکس۔ علماء کا عیش پرست سیاہ کار ہو جانا قوم کی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔

شانِ نزول

علماء یہود سے ان کے رشتہ دار مسلمان اسلام کے متعلق دریافت کرتے تو وہ کہتے تم اس دین پر قائم ہو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین حق ہے۔ ان کا کلام سچا ہے اور خود بدستور یہودی ہی تھے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ان یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مشرکین عرب کو حضور کے مبعوث ہونے کی خبر دی تھی اور حضور کے اتباع کرنے کی ہدایت کی تھی پھر جب حضور مبعوث ہوئے تو یہ ہدایت کرنے والے آتش پرست بن کر حسد میں جل کر کافر ہو گئے اس پر انہیں توبیخا فرمایا گیا (خازن مدارک)

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو میری طرف جھکتے ہیں جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اِسْتَعِيْنُوْا۔ مدد حاصل کرو۔ یہ لفظ عَوْن سے بنا جس کے معنی مدد کے ہیں۔ اس کا مصدر استعانت ہے۔ یعنے مدد چاہنا۔

اَلصَّبْر۔ برداشت کی قوت۔ صبر ہر حالت میں درکار ہوتا ہے

اَلْخٰشِعِيْنَ۔ یہ لفظ خشوع سے بنا اس کے معنی عاجزی ظاہر کرنا ہے۔

سبحان اللہ! کس شان سے صبر و صلوٰۃ سے مدد طلب کرنے کی تعلیم دی ہے۔ انسان کے حوائج میں صبر اور نماز سے مدد چاہنا ہی انسان کی کامیابی کا ذریعہ ہے جو مصائب و آلام میں اخلاقی حیثیت سے مقابلہ کرنے کے لیے انسان کو تیار کر دیتی ہے۔ انسان عدل و عزم، حق پرستی پر بغیر صبر کے قائم نہیں رہ سکتا۔

صبر کی تین قسم ہیں۔

اول شدت و مصیبت پر نفس کو روکنا۔ دوسرے طاعت و عبادت کی مشقتوں میں مستقل رہنا۔ تیسرے معصیت کی طرف مائل ہونے سے طبیعت کو باز رکھنا۔

بعض مفسرین نے یہاں صبر سے روزہ مراد لیا ہے۔ اور وہ بھی صبر کا ایک جزو ہے۔ اس آیت میں مصیبت کے وقت نماز سے مدد چاہنا جو بتایا ہے وہ اس لیے کہ نماز عبادت بدنیہ و نفسانیہ کی جامع ہے اور اس میں قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہم امور کے پیش آنے کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشغول نماز ہو جاتے تھے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ آگے اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا فرما کر بشارت دی گئی کہ آخرت میں مومنین کو دیدار الٰہی کی نعمت ملے گی۔ قرآن کریم میں یظنون گمان کے معنی نہیں دیتا بلکہ یقین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

حضرت ربیعہ بن کعب فرماتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت میں ہر وقت رہتا تھا۔ ایک رات تہجد کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں وضو کا پانی لایا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ربیعہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ جنت میں حضور کے ساتھ رہنا مانگتا ہوں یعنی حضور کی معیت۔ فرمایا اس کے سوا اور کچھ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ بس میری یہی خواہش ہے۔ فرمایا کثرت سے سجدے کیا کر یعنی نوافل کثرت سے پڑھا کر (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ سجدہ کی حالت میں بندہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (مسلم)

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع۔ سورۃ بقرہ۔ پ۱

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝	اے اولاد یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانے پر تمہیں بڑائی دی
وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا	اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ

وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

نہ ہو سکے گی اور نہ کافر کے لیے کوئی سفارش مانی جائے اور نہ کچھ لے کر اس کی جان چھوڑی جائے اور نہ ان کی مدد ہو۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر برا عذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی یا بڑا انعام۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اور جب ہم نے تمہارے لیے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچا لیا اور فرعون والوں کو تمہارے دیکھتے ہوئے ڈبو دیا۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

اور جب ہم نے موسٰی سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور تم ظالم تھے۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی دی کہ کہیں تم احسان مانو۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

اور جب ہم نے موسٰی کو کتاب عطا کی اور حق و باطل میں تمیز کرنا کہ کہیں تم راہ پاؤ۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

اور جب موسٰی نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اور جب تم نے کہا اے موسٰی ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے جب تک علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے آ لیا اور تم دیکھ رہے تھے۔

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

پھر مرنے کے بعد ہم نے تمہیں زندہ کیا کہ کہیں تم احسان مانو۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

اور ہم نے ابر کو تمہارا سائبان کیا اور تم پر من و سلویٰ کو اتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی چیزیں اور انہوں نے کچھ ہمارا نہ بگاڑا ہاں اپنی ہی جانوں کا بگاڑ کرتے تھے۔

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اور جب ہم نے فرمایا اس بستی میں جاؤ۔ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں۔ ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور قریب ہے کہ نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ

تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا۔

فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔

لفظی ترجمہ چھٹا رکوع۔ سورۃ بقرہ۔ پ ۱

يَا۔ اے	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ اولاد یعقوب	اذْكُرُوْا۔ یاد کرو	نِعْمَتِيَ۔ میرا احسان
الَّتِيْٓ۔ وہ جو	اَنْعَمْتُ۔ میں نے کیا	عَلَيْكُمْ۔ تم پہ	وَ۔ اور
اَنِّيْ۔ یہ کہ	فَضَّلْتُكُمْ۔ بڑائی دی تمہیں	عَلَى۔ اوپر	الْعٰلَمِيْنَ۔ عالموں کے
وَ۔ اور	اتَّقُوْا۔ ڈرو	يَوْمًا۔ اس دن سے جس دن	لَا۔ نہ
تَجْزِيْ۔ بدلہ ہوگی	نَفْسٌ۔ جان	عَنْ۔ کسی	نَفْسٍ۔ جان کا
شَيْـًٔا۔ کچھ	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ	يُقْبَلُ مِنْهَا۔ قبول ہوگی اس سے
شَفَاعَةٌ۔ کوئی سفارش	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ	يُؤْخَذُ۔ لیا جائے گا
مِنْهَا۔ اس سے کچھ	عَدْلٌ۔ بدلہ	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ

هُم۔ وہ	يُنصَرُونَ۔ مدد کیے جائیں	وَ۔ اور	اِذْ۔ یاد کرو جب
نَجَّيْنٰكُمْ۔ ہم نے نجات دی تم کو	مِنْ۔ سے	اٰلِ۔ اولاد یا جماعت	فِرْعَوْنَ۔ فرعون سے
يَسُوْمُوْنَكُمْ۔ کہ تمہیں سخت	سُوْءَ۔ برا	الْعَذَابِ۔ عذاب سے رہتے تھے	يُذَبِّحُوْنَ۔ ذبح کرتے تھے
اَبْنَآءَكُمْ۔ تمہارے بیٹوں کو	وَ۔ اور	يَسْتَحْيُوْنَ۔ زندہ رکھتے	نِسَآءَكُمْ۔ تمہاری بیٹیوں کو
وَ۔ اور	فِيْ۔ بیچ	ذٰلِكُمْ۔ اس کے تمہارے لیے	بَلَآءٌ۔ امتحان یا انعام تھا
مِنْ رَّبِّكُمْ۔ تمہارے رب کی طرف سے	عَظِيْمٌ۔ بہت بڑا	وَ۔ اور	اِذْ۔ یاد کرو جب
فَرَقْنَا۔ ہم نے پھاڑا	بِكُمُ۔ تمہارے لیے	الْبَحْرَ۔ دریا	فَاَنْجَيْنٰكُمْ۔ تو تمہیں بچالیا
وَ۔ اور	اَغْرَقْنَا۔ ڈبو دیا	اٰلَ۔ اولاد یا جماعت	فِرْعَوْنَ۔ فرعون کو
وَ۔ اور	اَنْتُمْ۔ تم	تَنْظُرُوْنَ۔ دیکھ رہے تھے	وَ۔ اور
اِذْ۔ یاد کرو جب	وٰعَدْنَا۔ ہم نے وعدہ کیا	مُوْسٰى۔ موسیٰ سے	اَرْبَعِيْنَ۔ چالیس
لَيْلَةً۔ رات کا	ثُمَّ۔ پھر	اتَّخَذْتُمُ۔ تم نے پکڑ لیا	الْعِجْلَ۔ بچھڑا
مِنْ۔ ان کے	بَعْدِهٖ۔ بعد	وَ۔ اور	اَنْتُمْ۔ تم
ظٰلِمُوْنَ۔ ظالم تھے	ثُمَّ۔ پھر	عَفَوْنَا۔ معافی دی ہم نے	عَنْكُمْ۔ اس سے
مِنْ بَعْدِ۔ بعد میں	ذٰلِكَ۔ اس کے	لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ۔ شکر گزار رہو
وَ۔ اور	اِذْ۔ یاد کرو جب	اٰتَيْنَا۔ دی ہم نے	مُوْسَى۔ موسیٰ کو
الْكِتٰبَ۔ کتاب	وَ۔ اور	الْفُرْقَانَ۔ فرق کرنے والی	لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم
تَهْتَدُوْنَ۔ ہدایت پاؤ	وَ۔ اور	اِذْ۔ یاد کرو جب	قَالَ۔ کہا
مُوْسٰى۔ موسیٰ نے	لِقَوْمِهٖ۔ اپنی قوم سے	يٰقَوْمِ۔ اے قوم	اِنَّكُمْ۔ تم نے
ظَلَمْتُمْ۔ ظلم کیا	اَنْفُسَكُمْ۔ اپنی جانوں پر	بِاتِّخَاذِكُمُ۔ پکڑ کر	الْعِجْلَ۔ بچھڑا
فَتُوْبُوْٓا۔ تو رجوع لاؤ	اِلٰى۔ طرف	بَارِئِكُمْ۔ اپنے پیدا کرنے والے کے	فَاقْتُلُوْٓا۔ تو قتل کرو
اَنْفُسَكُمْ۔ آپس میں یا اپنی جانوں کو	ذٰلِكُمْ۔ یہ	خَيْرٌ۔ بہتر ہے	لَّكُمْ۔ تمہارے لیے
عِنْدَ۔ نزدیک	بَارِئِكُمْ۔ تمہارے پیدا کرنے والے کے	فَتَابَ۔ تو قبول کی	عَلَيْكُمْ۔ تم سے توبہ
اِنَّهٗ۔ بیشک	هُوَ۔ وہ	التَّوَّابُ۔ توبہ قبول کرنے والا	الرَّحِيْمُ۔ مہربان ہے
وَ۔ اور	اِذْ۔ یاد کرو جب	قُلْتُمْ۔ تم نے کہا	يَا۔ اے
مُوْسٰى۔ موسیٰ	لَنْ۔ ہرگز نہیں کہ	نُّؤْمِنَ۔ ایمان لائیں	لَكَ۔ تم پر

حَتّٰی۔ جب تک نَرَی۔ دیکھ نہ لیں اللّٰہَ۔ اللہ کو جَہْرَۃً۔ علانیہ
فَاَخَذَتْکُمُ۔ تو پکڑ لیا تم کو الصّٰعِقَۃُ۔ کڑک نے وَ۔ اور
اَنْتُمْ۔ تم تَنْظُرُوْنَ۔ دیکھ رہے تھے ثُمَّ۔ پھر بَعَثْنٰکُمْ۔ زندہ کیا تم کو
مِنْ بَعْدِ۔ بعد مَوْتِکُمْ۔ مرنے تمہارے کے لَعَلَّکُمْ۔ تاکہ تم
تَشْکُرُوْنَ۔ احسان مانو وَ۔ اور ظَلَّلْنَا۔ ہم نے سائبان کیا
عَلَیْکُمُ۔ اوپر تمہارے الْغَمَامَ۔ ابر کو وَ۔ اور اَنْزَلْنَا۔ نازل کیا ہم نے
عَلَیْکُمُ۔ تم پر الْمَنَّ۔ من وَ۔ اور السَّلْوٰی۔ سلوا
کُلُوْا۔ کھاؤ مِنْ۔ اس سے طَیِّبٰتِ۔ پاک ستھری مَا۔ جو
رَزَقْنٰکُمْ۔ ہم نے تم کو دی وَ۔ اور مَا۔ نہیں
ظَلَمُوْنَا۔ ظلم کیا انہوں نے ہم پر وَ۔ اور لٰکِنْ۔ لیکن
کَانُوْا۔ تھے وہ اَنْفُسَہُمْ۔ اپنی جانوں پر یَظْلِمُوْنَ۔ ظلم کرنے والے وَ۔ اور
اِذْ۔ یاد کرو جب قُلْنَا۔ ہم نے کہا اُدْخُلُوْا۔ داخل ہو ہٰذِہِ۔ اس
الْقَرْیَۃَ۔ بستی میں فَکُلُوْا۔ تو کھاؤ مِنْہَا۔ اس سے حَیْثُ۔ جہاں
شِئْتُمْ۔ چاہو تم رَغَدًا۔ بے روک ٹوک وَّ۔ اور ادْخُلُوا۔ داخل ہو تم
الْبَابَ۔ دروازوں میں سُجَّدًا۔ سجدہ کرتے ہوئے وَّ۔ اور قُوْلُوْا۔ کہو
حِطَّۃٌ۔ معاف ہوں ہماری خطائیں نَغْفِرْ۔ ہم بخش دیں گے لَکُمْ۔ تمہاری
خَطٰیٰکُمْ۔ خطائیں وَ۔ اور سَنَزِیْدُ۔ قریب ہے کہ زیادہ کریں ہم
الْمُحْسِنِیْنَ۔ نیکی کرنے والوں کو فَبَدَّلَ۔ تو بات بدل دی الَّذِیْنَ۔ ان
ظَلَمُوْا۔ ظالموں نے قَوْلًا۔ وہ بات جو کہی تھی غَیْرَ۔ سوا الَّذِیْ۔ اس کے
قِیْلَ۔ جو کہی گئی تھی لَہُمْ۔ ان کے لیے فَاَنْزَلْنَا۔ تو اتارا ہم نے عَلَی۔ اوپر
الَّذِیْنَ۔ ان کے ظَلَمُوْا۔ جنہوں نے ظلم کیا تھا رِجْزًا۔ عذاب
مِّنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے بِمَا۔ بدلہ اس کا کَانُوْا۔ کہ تھے یَفْسُقُوْنَ۔ وہ بے حکمی
کرتے۔

مختصر تفسیر اُردو چھٹا رکوع سورۃ بقرہ پ۱

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ اے اولاد یعقوب۔ اس کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے اور بنی اسرائیل کے معنی اور وجہ تسمیہ بھی بیان ہو چکی۔

اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ۔ یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا۔ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔ اس میں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ العالمین پر ال جو لایا گیا۔ یہ استغراقی ہے یا فضیلت جزدی کے لیے ہے اور پھر یہ استغراقی ہے تو استغراق حقیقی ہے یا استغراق جزدی ہے تو اب اس کے معنی یہ ہوں گے وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ میں نے تمہارے آباء کو ان کے زمانہ والوں پہ فضیلت دی۔ یعنی یہ استغراق جزدی ہے صاحب تفسیر روح البیان اور جمل وغیرہ کا یہی خیال ہے۔

اسی لیے مفسرین نے اَیْ عَالَمُ زَمَانِھِمْ کہا۔ یا پھر فضل جزئی مراد ہو جس کے مان لینے سے کسی دوسری امت کی فضیلت کے منافی نہیں۔ اسی لیے امت محمدیہ کے حق میں ارشاد ہوا كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اے امت محمدیہ تم سب امتوں سے بہترین امت ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ دوسری امت کا امت محمدیہ سے بہتر ہو منافی فضیلت امت محمدیہ ہے۔

بنی اسرائیل کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی گئی لیکن یہ لوگ راہ راست سے بھٹک گئے تو اس مقام سے گر کر غضب الٰہی کے گڑھے میں گر گئے۔ اللہ تعالےٰ اس آیت میں ان احسانات کا تذکرہ فرماتا ہے اور ان انعامات کو یاد دلاتا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْــٴًـا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ۔ اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی۔ اس دن سے مراد روز قیامت ہے۔ آیت کریمہ میں نفسٌ دو مرتبہ آیا ہے اس میں پہلی جان سے مراد مومن کی جان ہے اور دوسرے سے مراد کافر کی جان ہے (مدارک)

اور نہ قبول کی جائے گی کسی کافر کے لیے کوئی سفارش اور نہ کچھ لے کر اس (کافر) کی جان چھوڑ دی جاوے اور نہ ان کی مدد ہو۔

یوم سے دن مراد ہے یعنی قیامت کا دن۔ دین میں جزا سزا آخرت کا عقیدہ ضروری ہے۔ یہود دیوتاؤں کے زور سے قیامت کا یقین اٹھ چکا تھا۔ اس لیے انہیں یوم آخرت کی تنبیہ کی باقی ہے۔

یہاں سے رکوع ختم ہونے تک دس نعمتیں بیان کی ہیں جو بنی اسرائیل کے آباء کو دی گئیں۔ پہلی نعمت وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ۔ اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات دلائی۔ یہ قوم قبط و عمالقہ مصر سے تھی۔ اس زمانہ کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔

اور فرعون تو ہر اس شخص کو کہا جائے گا جو مصر کا بادشاہ ہو۔ جیسے زار روس کا بادشاہ ہے۔ برطانیہ انگریز حکومت کا نام ہے۔ قیصر جرمن کے بادشاہ کو کہتے ہیں۔ روم کے بادشاہ کو سلطان۔ کابل کے بادشاہ کو امیر۔ اسی طرح مصر کا بادشاہ فرعون کہلاتا تھا۔

قرآن کریم میں جس فرعون کا ذکر ہے وہ فراعنہ مصر سے یہی فرعون مراد ہے یہ عہد موسیٰ علیہ السلام میں حکمران تھا۔ اس کی عمر چار سو برس سے زائد ہوئی اس کی اولاد کوئی نہیں تھی اسی وجہ سے اس نے اور اس کی بیوی حضرت آسیہ نے باہمی مشورے کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متبنیٰ بنانا چاہا اور اپنے گھر میں آپ کی پرورش شروع کی جس کا مفصل واقعہ پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ میں ہے۔ جو وَاِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ سے شروع ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے گھر میں پرورش پا کر اس کی خدائی کے رد میں اس کے مقابل کھڑے ہو گئے۔ یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ میں آل سے مراد کیا ہے۔ مفسرین نے آل سے مراد متبعین لی ہے (جمل) اس کی مزید تحقیق یہ بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ متبع کا ترجمہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا ہے حَيْثُ قَالَ مَنْ سَلَكَ عَلٰى طَرِيْقِىْ فَهُوَ اٰلِىْ۔ جو میرے طریقہ سے منسلک ہو وہ ہی میری آل ہے جو اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ فرعون نا مراد لاولد تھا اور اسی وجہ سے حضرت آسیہ نے فرعون کو آکر مشورہ دیا تھا لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا۔ فرعون اسے قتل نہ کر کہ شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اسے متبنیٰ بنا لیں۔ سورہ قصص کا پہلا رکوع۔

آخر حضرت آسیہ کا مشورہ ولید بن مصعب نے مان لیا اور آپ کی پرورش آپ کی والدہ کے [illegible] ہی ہوئی جن کا نام یوحانز ہے۔ تو یہاں فرعون کی آل سے مراد قطعاً متبعین فرعون ہیں نہ کہ اس کی اولاد [illegible] اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ سے واضح ہوتا ہے اس لیے کہ دریائے نیل میں جو غرق کیے گئے وہ فرعون اور اس کے لشکری تھے نہ کہ فرعون اور اس کی اولاد۔ یہی وجہ ہے کہ اہلسنت میں متعاہدہ آخر کا درود ہے اس میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ ہی پر اکتفا کیا گیا۔ اس لیے کہ آل میں اہل بیت اطہار نبوت اور متبعین دربار نبوی سب شامل ہیں تو درود میں جامع لفظ آل لے لیا جو بعض درود ایسے ہیں جن میں تفصیل کے ساتھ صل علی محمد و علی آل محمد و اصحابہ و ازواجہ و بارک وسلم بھی بالتفصیل آیا ہے۔ آگے ہے۔

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ تم پر برا عذاب کرتے تھے۔ یہ تو حقیقت ہے کہ عذاب برا ہی عذاب ہے اور کوئی عذاب اچھا نہیں ہوتا برا ہی ہوتا ہے۔ تو سوء العذاب جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا وہ اس اعتبار سے کہ عذابوں میں سخت ترین عذاب سمجھ لیا جائے۔ یہی توجیہ صاحب جلالین نے کی اور وہ عذاب شدید ترین یہ تھا کہ فرعون نے بنی اسرائیل پر محنت ومشقت کے دشوار کام لازم کر دیے۔ پتھروں کی چٹانیں کاٹ کر انہیں ڈھونا اس کی وجہ سے ان کی کمر اور گردن زخمی ہو جاتیں۔

غرباء بنی اسرائیل پر اتنے ٹیکس مقرر کر دیے تھے کہ ان کی برداشت وہ نہ کر سکتے تھے اس پر ایک جبر اور تھا کہ غروب آفتاب سے قبل وہ ٹیکس روزانہ وصول کیا جاتا تھا جو غریب بوجہ ناداری کسی دن ٹیکس ادا نہ کر سکتا تھا اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ ملا کر باندھ دیے جاتے تھے اور مہینہ بھر تک اسے اسی عذاب میں رکھا جاتا علاوہ ازیں بہت سی سختیاں ہوتی تھیں (خازن) جن کی تفصیل آگے ہے۔

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ۔ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اس کا واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی اور اس نے تمام مصر کو گھیر لیا اس سے تمام قبطی جل گئے اور بنی اسرائیل کا کوئی آدمی اس کی لپیٹ میں نہ آیا وہ تمام بچ گئے اس خواب سے اسے وحشت ہوئی تعبیر کے لیے معبروں کو جمع کر کے اس نے پوچھا۔ انہوں نے تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا اس سال میں پیدا ہوگا اور وہ تیری سلطنت وحکومت کے زوال کا باعث بنے گا۔

تعبیر سن کر فرعون نے حکم عام دے دیا کہ بنی اسرائیل میں آج سے جو لڑکا پیدا ہو قتل کر دیا جائے۔ دائیاں بلائی گئیں اور سب کو ہدایت کر دی گئی۔ آخر شہر کی دائیوں کے ہاتھ سے نوّے ہزار حمل گرا دیے گئے اور بروایت دیگر ستر ہزار لڑکے قتل کر دیے گئے۔ اور مشیت الٰہی سے اس قوم کے بوڑھے جلد جلد مرنے لگے۔ قوم قبط کے رؤساء نے گھبرا کر فرعون سے شکوہ کیا کہ بنی اسرائیل میں موت کی گرم بازاری ہے اس پر ان کے بچے بھی قتل کیے جاتے ہیں تو ہمیں خدمت گار کہاں سے میسر آئیں گے۔؟

فرعون نے حکم دے دیا کہ ایک سال بچے چھوڑ دیے جائیں اور ایک سال قتل کیے جائیں۔ خدا کی شان جس سال بچوں کو قتل نہ کرنا تھا اس سال حضرت ہارون پیدا ہوئے اور جس سال قتل کا حکم تھا اس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی۔ بلا عربی میں امتحان اور آزمائش کو کہتے ہیں اور چونکہ آزمائش نعمت سے بھی ہوتی ہے اور زحمت ومصیبت اور شدت ومحنت سے بھی۔

نعمت دے کر یہ امتحان ہو جاتا ہے کہ عطاء نعمت کے بعد شکر گذار عبد شکور بنا یا اعراض کر کے وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ

کا مظہر ہو کر کفرانِ نعمت کی طرف جا کر معطیِ حقیقی کو بھول گیا۔ یہ امتحان بھی بلاءِ عظیم ہے اور محنت و شدت میں صبر پر قائم رہنا اور زبان شکوہ بند رکھنا اور مجیب الدعوات کی اجابت دعوت کا انکار کرنا یہ بھی بلاد امتحان عظیم ہے۔ بایں اعتبار اگر فی ذالکم کا اشارہ مظالم فرعون کی طرف ہو تو بلا سے شدت و محنت اور زحمت و مصیبت مراد ہے اور اگر ذالکم کا اشارہ نجات دینے کی طرف ہو تو مصیبت سے نجات دینے کی طرف ہونے کی بنا پر بڑا انعام ہوگا۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ اور جب ہم نے تمہارے لیے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچا لیا اور فرعونیوں کو تمہارے دیکھتے ہوئے ڈبو دیا۔

یہ دوسری نعمت کا اظہار ہے جو بنی اسرائیل کو عطا ہوئی اور وہ یہ کہ بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے ظلم و ستم سے نجات دی اور فرعون کو مع اس کی قوم کے ان کی آنکھوں دیکھتے غرق کر دیا۔ یہاں آل فرعون سے فرعون مع اپنی قوم کے مراد ہے جیسے کہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ میں حضرت آدم اور اولاد آدم دونوں مراد ہیں (جمل) اس کا مختصر واقعہ یوں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بحکم الٰہی شبا شب بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے روانہ ہو گئے۔ صبح جب فرعون کو معلوم ہوا تو وہ ان کی جستجو میں لشکر لے کر چلا اور دریائے نیل کے کنارے بنی اسرائیل کو جا لیا۔ یہ واقعہ سورۂ شعراء میں تیسرے رکوع سے شروع ہوتا ہے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ۔ تو بنی اسرائیل نے جب لشکر جرار فرعون کو دیکھا۔ تو انہوں نے آپ سے فریاد کی آپ نے بحکم الٰہی دریا میں اپنا عصا مارا اور اس کی برکت سے اس دریا میں بارہ خشک راستے پیدا ہو گئے۔ پانی دیواروں کی طرح کھڑا ہو گیا اور ان آبی دیواروں میں مثل جالی کے روشندان بن گئے۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے والے ان راستوں میں سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے باہم باتیں کرتے گذر گئے۔

فرعون نے بھی ہمت کی اور انہیں راستوں سے بنی اسرائیل کے تعاقب میں چل پڑا جس وقت وہ وسط دریا میں پہنچا تو دونوں طرف سے دریا مل گیا۔ یہ دریا چار فرسخ چوڑا تھا اس دریا کو بحر قلزم کہتے ہیں جو بحر فارس کے کنارے پر ہے یا وہ دریا ہے جو ماورائے مصر ہے جس کا نام اساف ہے۔ بنی اسرائیل دریا پار سے فرعون اور فرعونیوں کے غرق ہونے کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ یہ غرق محرم الحرام کی دس تاریخ کو ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن صوم شکر رکھا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ باکرامت تک یہودی اس دن روزہ رکھا کرتے حضور نے بھی اس دن کا روزہ رکھا اور فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح کی خوشی منانے اور اس کی شکر گذاری کرنے کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔

اس سے ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ صوم عاشورہ سنت فعلی ہے۔ دوسرے یہ بھی واضح ہوا کہ انبیاء کرام پر جو انعام

الٰہی ہوئے اس کی یادگار قائم کرنا اور شکر بجا لانا مسنون ہے۔ تیسرے یہ بھی منکشف ہوا کہ ایسے امور کے لیے تعین یوم و تاریخ سنت انبیاء ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ یادگار انبیاء اگر کفار بھی قائم کرتے ہوں تو اسے نہ چھوڑا جائے۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا۔ پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑا پوجنا شروع کر دیا اور تم ظالم تھے۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ فرعون اور اس کے لشکری جب غرق دریا ہو کر ہلاک ہو گئے تو اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر کی طرف واپس لوٹے تو بنی اسرائیل نے خواہش کی کہ ہمارے کوئی خدائی قانون ہونا چاہیئے تاکہ ہم اس کے مطابق و موافق عمل درآمد کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست پر عطائے توریت کا وعدہ فرمایا اور اس کے لیے میقات مقرر کیا جس کی مدت مع اضافہ ایک ماہ دس یوم تھی یہ مدت ذیقعد اور دس دن ذوالحجہ کے تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چالیس دن پورے کرنے تشریف لے گئے تو اپنے بھائی حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ بنا کر قوم میں چھوڑ گئے اور آپ کوہ طور پر تشریف لے جا کر چالیس شب وہاں ٹھہرے اس چلہ میں آپ نے کسی سے بات نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے زبرجدی الواح میں توریت آپ پر نازل فرمائی۔ آپ کے لیس غیبت میں یہاں بنی اسرائیل میں سامری نے ایک سونے کا بچھڑا جو اہرات سے مرصع بنا کر قوم سے کہا کہ یہ تمہارا معبود ہے۔

سامری ایک سنار یا جوہی کا رہنے والا تھا بعض نے کہا کہ کرمان کا رہنے والا تھا لیکن منافق تھا اس نے جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کی ایک مٹھی خاک اٹھا کر رکھ لی اور بنی اسرائیل کا زیور بھی اسی کے پاس تھا۔ اس کا بچھڑا بنا کر حضرت جبریل کے گھوڑے کے قدم کی خاک اس میں ڈال دی اس سے وہ بولنے لگا اور ادھر ادھر دوڑنے لگا سامری نے بنی اسرائیل سے کہا۔ هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِیَ۔ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے تو یہ ہے وہ بھول گئے اور کوہ طور پر چلے گئے۔ بنی اسرائیل نے رات دن ملا کر ان کی گنتی کی اور ایک ماہ انتظار کر کے سامری کے بہکانے پر بچھڑا پوجنے لگے۔

صرف حضرت ہارون اور آپ کے ہمراہی بارہ ہزار بنی اسرائیل ایسے تھے جو اس شرک کے مرتکب نہ ہوئے باقی تمام بنی اسرائیل نے اس بچھڑے کی پوجا کی (خازن) اور غیر اللہ کے سوا غیر کی پوجا کرنے والا مشرک ہو جاتا ہے چنانچہ یہ سب ظالم ہو گئے۔ قرآن کریم میں ظالم اور ظلم مشرک اور شرک کے معنی میں اکثر جگہ آیا ہے چنانچہ وانتم ظلمون کے یہاں معنی مشرکون ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر نبی تھے۔ اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ عبرانی لفظ ہے بعض نے مصری لفظ بیان کیا جس کا معنی بچہ یا بیٹا ہے۔ آپ کے والد کا نام عمران تھا۔ بہن کا مریم بھائی کا نام ہارون آپ کا زمانہ پندرہ سو یا تیرہ

سو سال قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے۔ آپ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی۔ آگے ارشاد ہے۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی دی کہ کہیں تم احسان مانو۔ ان کے شرک کی سزا پر جو معافی دی گئی اس کے عفو کی کیفیت یہ ہے (عفو گناہ محو کرنے کو کہتے ہیں) کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں ان کے شرک پر ملامت کی تو انہوں نے عرض کیا کہ ہماری توبہ قبول کرا دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ توبہ کی صورت یہ ہے کہ جنہوں نے بچھڑا نہیں پوجا وہ پوجنے والوں کو قتل کریں اور مجرم برضا و رغبت اس حکم کو تسلیم کریں اور سکون کے ساتھ قتل ہو جائیں پوجا کرنے والے بنی اسرائیل اس پر رضا مند ہو گئے اور قتل و قتال کا بازار صبح سے شام تک گرم رہا۔

حتیٰ کہ جب ستر ہزار بچھڑا پوجنے والے قتل ہو گئے۔ خون کی ندی بہ گئی۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون بتضرع و زاری حق کی طرف ملتجی ہوئے کہ اب ان کی خطا معاف ہو۔ وحی آئی کہ جو قتل ہوئے انہیں ہم شہداء میں داخل کرتے ہیں باقی جو رہ گئے وہ مغفور فرمائے گئے۔ قاتل و مقتول سب جنتی ہیں۔

اس سے یہ مسئلہ بھی حاصل ہوا کہ شرک کرنے سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے اور اس کی سزا قتل مرتد ہے۔ اس لیے کہ شرک اللہ تعالےٰ سے بغاوت ہے اور ایسی بغاوت کہ جو قتل و خونریزی سے سخت تر جرم ہے اس کی سزا قتل ہے۔ یہاں اس امر کا سمجھنا بھی ضروری ہے کہ گئو سالہ بنا کر پوجنے میں بنی اسرائیل کے ذمہ کتنے جرم عائد ہوئے اول تصویر سازی جو حرام ہے دوسرے اس کی پوجا ہے خلیفۂ موسیٰ حضرت ہارون نے انہیں منع فرمایا اور انہوں نے آپ کی ایک نہ سنی اور نافرمانی کی۔ تیسرے بچھڑا پوج کر مشرک ہو گئے۔

یہ ظلم آل فرعون کے مظالم سے بھی زیادہ شدید تھا جیسے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ فرمایا گیا اور ایمان لانے کے بعد یہ افعال ان سے سرزد ہوئے جو موجب ردّت تھے اس لیے ان کی جزا یہی وہ مستحق تو اس کے تھے کہ عذاب الٰہی انہیں مہلت نہ دے اور فی الفور ہلاکت سے ان کا کفر پر خاتمہ ہو جاتا لیکن حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی بدولت انہیں توبہ کا موقع دیا گیا اور یہ اللہ تعالےٰ کا ان پر بڑا فضل ہوا جس کا شکر کرنا ان پر لازمی تھا اسی لیے فرمایا لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

شکر سے مراد اطاعت ہے یعنی انسان اللہ کی نعمت کی قدر پہچانے ناقدری نہ کرے۔ شکر قلب، زبان، اعضاء سب سے ہوتا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نعمت کا شکر اس کا ذکر کرنا ہے۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی فرماتے ہیں۔ نعمت کا شکر یہ ہے کہ اس نعمت کو منعم حقیقی کی رضا میں صرف کیا جائے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔

اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے والی تاکہ کہیں تم راہ پر آؤ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اس میں اس امر کا اشارہ ہے کہ بنی اسرائیل میں استعداد توبہ باقی تھی فرعون اور اس کے لشکریوں کی طرح وہ باطل نہیں ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نسل سے صالحین و نبی پیدا ہوئے جو علم اللہ میں ان کی نسل سے پیدا ہونے والے تھے اور ان کو مقتول ہونے کا حکم جو ہلا وہ ان کے لیے کفارہ تھا۔

اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ اگرچہ ان میں استعداد توبہ تو تھی مگر ان میں سختی بھی بے حد تھی۔ چنانچہ اس سختی کی وجہ سے ان کی توبہ کا کفارہ اتنا سخت تجویز ہوا

اَلْفُرْقَانَ ۔ جدا کرنے والے احکام۔ یہ لفظ فرق سے نکلا۔ فرقان کے بارہ میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔

۱:۔ وہ معجزات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئے۔

۲:۔ وہ غلبہ اور فتح جو فرعونی لشکر کے مقابلہ میں بنی اسرائیل کو حاصل ہوئی۔

۳:۔ یہودی اس سے وہ مسائل بھی مراد لیتے ہیں جن کی تعلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت کے علاوہ زبانی بھی حاصل ہوئی۔

۴:۔ الفرقان قرآن پاک کا نام ہے۔ دیگر آسمانی کتابوں کا نام بھی ہے۔

فرقان کے معنی ہیں حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی۔

ہدایت صرف اسی کو مل سکتی ہے جو اللہ تعالےٰ کی کتاب پر عمل کرے۔

لِقَوْمِهٖ ۔ اپنی قوم سے وہ خاص لوگ مراد ہیں جنہوں نے بچھڑے کو معبود سمجھ کر سجدہ کیا۔

ظَلَمْتُمْ ۔ تم نے نقصان کیا یعنی حق چھوڑ کر باطل کو قبول کیا۔

خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ تمہارے لیے بہتر ہے یعنی جب تم ایک دوسرے کو قتل کرو گے تو گناہ کی گندگی سے پاک ہو جاؤ گے اور نجات پاؤ گے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ

اور یاد کرو جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تم پر یقین نہ لائیں گے جب تک علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ جب بنی اسرائیل نے توبہ کی اور کفارۂ گناہ میں اپنی جانیں دے دیں تو اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں گائے پوجنے کی عذر خواہی کے لیے تجلیات ربانیہ میں لائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے اندر سے ستر آدمی منتخب کیے تاکہ انہیں کوہ طور پر لے جائیں۔ انہوں نے جا کر حضرت موسیٰ سے عرض کی موسیٰ ہم آپ کا یقین یوں ہی نہیں کریں گے جب تک ہم علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ تمہاری آنکھیں اس جلوہ کی متحمل نہ ہوں گی مگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے آخر جب یہ کوہ طور پر پہنچے تو آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی جس کی ہیبت سے یہ سب کے سب ستر آدمی مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ حق میں تضرع و زاری کر کے عرض کی کہ اب الٰہی میں بنی اسرائیل کو کیا جواب دونگا۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے انہیں یکے بعد دیگرے زندہ کیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک صاعقہ محرقہ ان پر پڑا اور ستر کے ستر کو جلا کر راکھ کر گیا۔ پھر دعائے موسیٰ علیہ السلام سے یکے بعد دیگرے سب زندہ ہوئے اس سے شان انبیاء ظاہر ہوئی کہ ان کی شان میں گستاخانہ جرأت سے لن نومن کہنے کی شامت میں بنی اسرائیل ہلاک کیے گئے پھر انہیں کی دعا سے زندہ ہوئے

دوسرے اس واقعہ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد والوں کو عبرت دلائی جا رہی ہے کہ انبیاء کی جناب میں ترک ادب غضب الٰہی کا موجب ہو جاتا ہے اس سے ڈرتے رہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ اپنے مقبولان خاص کی دعا سے سب کچھ کر سکتا ہے حتیٰ کہ مردے زندہ کر دیتا ہے پھر ارشاد ہوتا ہے جس میں تیسرے انعام کا تذکرہ ہے ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ پھر ہم نے تمہیں زندہ کر دیا۔ بَعْث کے معنی لغت میں کسی شئے کو اس کی جگہ سے اٹھانے کے ہیں۔ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ تمہارے مرنے کے بعد۔ حق تعالےٰ نے ان کو اس لیے زندہ کر دیا کہ وہ اپنی قضا عمریں اور رزق پورا کر لیں۔ تاکہ تم زندہ کرنے کی نعمت کا شکر ادا کرو۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ اور ہم نے تم پر سائبان کیا ابر کا

ابر کو غمام اس لیے کہتے ہیں کہ وہ آفتاب کو چھپا لیتا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى۔ ہم نے اتارا تم پر من اور سلویٰ۔

من سے مراد ترنجبین ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ من گوند کی مثل ایک شے ہے جو درختوں پر گرتی ہے اور اس کا مزہ شہد کی طرح ہوتا ہے۔ من کھاتے کھاتے کافی دن گذر گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بارگاہ الٰہی میں دعا کرائی تو ان پر سلویٰ نازل ہوا۔

سلویٰ۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ ایک پرندہ ہے جو بٹیر کے مشابہ ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ ایک ابر بھیجتا اس میں طلوع آفتاب تک ہر شخص ایک دن رات کی مقدار اپنا رزق لے لیتا تھا۔
جمعہ کے روز دو دن کی مقدار لیتا کیونکہ ہفتہ کو نہیں برستا تھا۔
كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ۔ کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزوں سے۔

طیبات۔ حلال لذیذ چیزیں۔
اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا تھا کہ ہر روز جو کھا سکو وہ لو اور ذخیرہ جمع نہ کرو۔ انہوں نے دوسرے دن کا بھی ذخیرہ کرنا شروع کر دیا اور وہ خراب ہو جاتا تھا اس لیے یہ نعمت بند ہو گئی۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو کھانا اور گوشت نہ سڑتا۔ (مسلم) اب مفصل تفسیر ملاحظہ فرمائیں
وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ۔ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔ اور ہم نے ابر کو تمہارا سائبان کیا اور تم پر منّ اور سلویٰ نازل کیا کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزوں سے اور انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا لیکن اپنی جانوں کا بگاڑ کرتے تھے۔
اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام لشکر بنی اسرائیل میں پہنچے تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ ملک شام حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد کا مدفن ہے اور وہیں بیت المقدس ہے اس کو قوم عمالقہ سے آزاد کرانے کے لیے اب جہاد کرو اور مصر چھوڑ کر وہیں وطن بناؤ۔
یہ حکم بنی اسرائیل پر نہایت شاق گذرا اور تعمیل حکم میں حیلے بہانے کرنے لگے اس لیے کہ مصر چھوڑنا انہیں گوارا نہ تھا۔ آخر جب انہیں بجبر و اکراہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے اپنی رکاب سعادت میں لے کر یہاں سے روانہ کیا تو راستے میں انہیں سخت دشواری جو پیش آئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کی شکایت کی حتیٰ کہ چلتے چلتے اس صحرائے لق و دق میں پہنچے جہاں نہ سبزہ تھا نہ سایہ اور غلہ بھی ساتھ نہ رہا۔ یہاں دھوپ کی شدت۔ گرمی کی مصیبت۔ بھوک کی سخت شکایت پیدا ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سب نے مل کر عرض کی۔ آپ بارگاہ رب العزت میں دعا کی اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور بنی اسرائیل کے لیے ایک سپید ابر ان پر ظاہر فرمایا۔ جو شب و روز ان کے ساتھ چلتا یہ ان پر چوتھا احسان تھا۔
پھر اندھیری راتوں میں قطع مراحل کرنے کے وقت ان کے لیے ایک نوری ستون اترا جس کی روشنی میں چلتے اور کام کرتے یہ پانچواں احسان تھا۔ پھر ان کے کپڑے میلے نہ ہوتے یہ چھٹا احسان تھا۔ ناخن اور بال نہ بڑھتے یہ ساتواں احسان تھا۔ سفر میں جو بچہ پیدا ہوتا اس کے ساتھ اس کا لباس بھی آتا اور اس لباس میں یہ خوبی تھی کہ بچہ جتنا بڑھتا اتنا

لباس بھی بڑھتا۔ یہ آٹھواں احسان تھا۔ پھر اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی کا نواں احسان فرمایا۔

منّ ترنجبین کی طرح ایک شیریں چیز تھی جو روزانہ صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ہر شخص کے لیے ایک صاع فی کس کے حساب سے آسمان سے نازل ہوتی۔ لوگ اسے چادروں میں لے کر دن بھر کھاتے (صاع آدھ پاؤ کم دو سیر یا تین چھٹانک دو سیر کا وزن ہے) اور سلویٰ ایک چھوٹا پرندہ ہوتا تھا۔ اس کو ہوا لاتی یہ شکار کر کے کھاتے۔ یہ دونوں چیزیں ہفتہ کے روز تو مطلق نہ آتیں باقی ہر روز نازل ہوتیں اور جمعہ کے روز اور دنوں سے دو چند آتیں اور حکم یہ تھا کہ جمعہ کے روز شنبہ کے لیے بھی حسب ضرورت جمع کر لیں۔ مگر ایک دن کی مقدار سے زیادہ نہ لیں اور اس سے زائد جمع نہ کریں۔

بنی اسرائیل نے ان نعمتوں کی ناشکری کی اور وہ اس طرح کہ جمع کرنا جمع کرنے لگے کہ وہ سڑ جاتے۔ آخر اس نعمت سے انہیں محروم کر کے اس بددیانتی کی وجہ سے سزا اور عذاب ہوئے۔ آگے ارشاد ہے جس میں دسویں نعمت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْ وَسَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ۔ اور یاد کرو جب ہم نے فرمایا اس بستی میں جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ پیو اور دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور قریب ہے کہ نیکی والوں کو اور زیادہ دیں۔

اَلْقَرْیَة۔ شہر۔ مورخین نے کہا ہے کہ یہ بستی فلسطین کا مشہور شہر اریحا تھی جسے اسرائیلیوں نے حضرت موسیٰ کے وصال کے بعد حضرت یوشع کے زمانہ میں فتح کیا تھا۔

حِطَّة۔ بخشش دے۔ یہ ایک جملہ کا اختصار ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اے ہمارے رب ہماری خطاؤں کو معاف فرما۔ بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ وہ اس جملہ کو اپنی زبانوں سے ادا کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوں۔

مُحْسِنِیْن۔ نیکی کرنے والے۔ یہ لفظ احسان سے بنا ہے جس کے معنی حسن سلوک و نیکی کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو میدان تیہ سے نکلنے کے بعد پہنچا کر کنعان کی سرزمین دکھائی اور بشارت دی عنقریب اس شہر اریحا کو فتح کرو گے۔ جب تم اس شہر میں داخل ہو گے تو اللہ کی نعمتیں اور قسم قسم کے میوے تمہیں کھانے کو ملیں گے اس لیے اس کا شکر اس طرح ادا کرنا کہ شہر کے دروازوں سے داخل ہوتے وقت غرور و تکبر نہ کرنا بلکہ سجدہ کرتے ہوئے نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ کے حضور گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے داخل ہونا تو اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا مگر بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل نہ کی بلکہ نافرمانی شروع کر دی۔

اس بستی سے جس میں جانے کا حکم ہوا وہ بیت المقدس کے قریب ہے جس میں عمالقہ آباد تھے اسے اریحا کہتے تھے۔ بنی اسرائیل کے پہنچنے سے پہلے عمالقہ اس بستی کو خالی کر گئے اور میوے اور غلے پکے ہوئے تیار تھے۔ انہیں حکم ہوا کہ اس بستی کے دروازے سے جب داخل ہو تو اسے بمنزلہ کعبہ سمجھو اور اس میں داخل ہونا اور سجدہ کرتے جانا کفارۂ ذنوب قرار دیا گیا۔

اس داخلہ میں جو حکم تھا وہ بخاری ومسلم کی حدیث میں اس طرح مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ وہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور زبان سے حِطّۃ کلمہ توبہ واستغفار کہتے جائیں۔ انہوں نے دونوں حکموں کی مخالفت کی داخل تو ہوئے مگر سرینوں کے بل گھسٹتے اور بجائے کلمہ توبہ کے تمسخر سے حِنْطَۃٌ فِیْ شَعْرَۃٍ کہا اس کے معنی ہوتے ہیں بال میں دانہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ زبان سے استغفار کرنا اور بدنی عبادت سجدہ کرنا متمم توبہ ہے۔ دوسرے یہ امر بھی معلوم ہوا کہ تَوْبَۃُ السِّرِّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ بِالْعَلَانِیَۃِ جو کلیہ ہے اس کے اعتبار سے مشہور گناہ کی توبہ علانیہ ہونی چاہیئے۔ اور خفیہ گناہ کی توبہ خفیہ مقبول ہے۔ یہ مسئلہ بھی واضح ہوا کہ مقامات متبرکہ جو رحمت الٰہی کے مورد ہوں وہاں توبہ کرنا اور طاعت بجا لانا ثمرات نیک اور سرعت قبول کا سبب ہوتا ہے (فتح العزیز) اسی لیے صالحین کا دستور رہا ہے کہ انبیاء واولیاء کے مولد ومزارات پر حاضر ہو کر استغفار وطاعات بجا لاتے ہیں۔ یہی فائدہ عرس وزیارت میں بھی متصور ہے۔ آگے فرمایا۔

فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ۔

بَدَّلَ مصدر تبدیل سے یعنی جن الفاظ کو ادا کرنے کی انہیں ہدایت کی تھی۔ ان الفاظ کو بدل کر دوسرے الفاظ اختیار کر لیے جن میں معانی کی جگہ ہنسی تمسخر کے معنی پوشیدہ تھے۔

رِجْزٌ۔ عذاب۔ سرکشی اور باغی انسانوں پر اللہ کا عذاب مختلف صورتوں میں آتا ہے یہ لفظ بھی ہر قسم کے عذاب کے لیے آتا ہے۔ مفسرین نے کہا کہ جس عذاب کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وہ طاعون کی شکل میں آیا تھا۔

بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ۔ چونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ یہ لفظ فسق سے بنا جس کے معنی ہیں حکم نہ ماننا۔ اسی لیے نافرمان کو فاسق کہتے ہیں۔

حضرت یوشع کے زمانہ میں بنی اسرائیل نے اریحا شہر کو فتح کیا تو ان لوگوں نے شکریہ ادا کرنے کی بجائے بدکاری اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کے احکام بدل کر تمسخر ہنسی مذاق کرنے لگے۔ ارشاد ہوا

تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا۔ تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے

حکمی کا۔ یہ عذاب طاعون تھا۔ جس سے ایک ساعت میں چوبیس ہزار ہلاک ہو گئے۔ صحاح کی حدیث میں ہے کہ طاعون پچھلی امتوں کے عذاب کا بقیہ ہے جب تمہارے شہر میں واقع ہو تو وہاں سے نہ بھاگو اور جس شہر میں ہو وہاں نہ جاؤ۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ بقرہ۔ پ ۱

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا۔ تو ہم نے فرمایا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مار تو اس میں سے فوراً بارہ چشمے بہ نکلے۔ ہر گروہ نے اپنا گھاٹ جان لیا کھاؤ اور پیو خدا کے دیے ہوئے رزق میں سے اور فساد اٹھاتے ہوئے زمین میں نہ پھرو

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

اور یاد کرو جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز صبر کریں گے ایک کھانے پر تو آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ نکالے ہمارے لیے زمین کی اگائی ہوئی چیزیں کچھ ساگ اور گندم اور مسور اور پیاز فرمایا کیا گھٹیا چیز کو بہتر کے بدلے طلب کرتے ہو اچھا مصر کے کسی شہر میں اترو وہاں تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا ہے اور ان پر مسلط کر دی گئی ذلت اور ناداری اور پھنس گئے خدا کے غضب میں یہ بدلہ تھا اس ناشکری کا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور ناحق شہید کرتے انبیاء کو یہ بدلہ تھا ان کی معصیت شعاری کا اور حد سے بڑھنے کا۔

لفظی ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ بقرہ پ ۱

وَ۔ اور
اِذْ۔ یاد کرو جب
اسْتَسْقٰى۔ پانی مانگا
مُوْسٰى۔ موسیٰ نے
لِقَوْمِهٖ۔ اپنی قوم کیلئے
فَقُلْنَا۔ تو ہم نے فرمایا
اضْرِبْ۔ مارو
بِعَصَاكَ۔ اپنا عصا

الْحَجَرَ۔ اس پتھر پر	فَانْفَجَرَتْ۔ تو فوراً بہہ نکلے	مِنْهُ۔ اس سے	اثْنَتَا عَشْرَةَ۔ بارہ
عَيْنًا۔ چشمے	قَدْ۔ بتحقیق	عَلِمَ۔ جان لیا	كُلُّ۔ ہر
اُنَاسٍ۔ گروہ نے	مَشْرَبَهُمْ۔ اپنا گھاٹ	كُلُوْا۔ کھاؤ	وَ۔ اور
اشْرَبُوْا۔ پیو	مِنْ رِّزْقِ۔ رزق	اللّٰهِ۔ اللہ کا	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	تَعْثَوْا۔ پھرو	فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے
مُفْسِدِيْنَ۔ فساد اٹھاتے	وَ۔ اور	اِذْ۔ یاد کرو جب	قُلْتُمْ۔ تم نے کہا
يَا۔ اے	مُوْسٰى۔ موسیٰ	لَنْ۔ ہرگز نہیں	نَّصْبِرَ۔ صبر کریں گے ہم
عَلٰى۔ اوپر	طَعَامٍ۔ کھانے	وَّاحِدٍ۔ ایک کے	فَادْعُ۔ تو دعا کرو
لَنَا۔ ہمارے لیے	مِمَّا۔ اس سے جو	تُنْۢبِتُ۔ اگاتی ہو	الْاَرْضُ۔ زمین سے
مِنْۢ بَقْلِهَا۔ از قسم ساگ	وَقِثَّآئِهَا۔ اور ککڑی	وَ۔ اور	فُوْمِهَا۔ لہسن یا گندم
وَ۔ اور	عَدَسِهَا۔ مسور	وَ۔ اور	بَصَلِهَا۔ پیاز
قَالَ۔ فرمایا	اَ۔ کیا	تَسْتَبْدِلُوْنَ۔ بدلے میں مانگتے ہو	الَّذِیْ۔ وہ
هُوَ۔ جو	اَدْنٰى۔ کمتر ہے	بِالَّذِیْ۔ اس سے	هُوَ۔ جو
خَيْرٌ۔ بہتر ہے	اِهْبِطُوْا۔ اترو	مِصْرًا۔ شہر میں	فَاِنَّ۔ تو بیشک
لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مَّا۔ وہ ہے جو	سَاَلْتُمْ۔ تم مانگتے ہو	وَ۔ اور
ضُرِبَتْ۔ مسلط کردیا	عَلَيْهِمُ۔ ان پر	الذِّلَّةُ۔ ذلت کو	وَ۔ اور
الْمَسْكَنَةُ۔ ناداری کو	وَ۔ اور	بَآءُوْ۔ گھر گئے	بِغَضَبٍ۔ غضب میں
مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ کی طرف سے	ذٰلِكَ۔ یہ	بِاَنَّهُمْ۔ اس لیے کہ	كَانُوْا۔ وہ
يَكْفُرُوْنَ۔ انکار کرتے	بِاٰيٰتِ۔ آیات	اللّٰهِ۔ الٰہی کا	وَ۔ اور
يَقْتُلُوْنَ۔ شہید کرتے	النَّبِيّٖنَ۔ نبیوں کو	بِغَيْرِ۔ بغیر	الْحَقِّ۔ حق کے
ذٰلِكَ۔ یہ	بِمَا۔ بدلہ تھا	عَصَوْا۔ نافرمانی کا	وَّ۔ اور
كَانُوْا۔ تھے وہ	يَعْتَدُوْنَ۔ حد سے بڑھنے والے۔		

اردو مختصر تفسیر ساتواں رکوع سورہ بقرہ پ

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا

بمقتضاء اِذ ترجمہ میں لفظ یاد کرو محذوف بڑھایا گیا اور تشبیہ میں اس طرح کہا اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔ فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہ نکلے۔

عَصَا۔ کے معنی ہیں لاٹھی۔ یہ عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ کے طور پر عطا ہوا تھا اس سے سمندر میں راستے بن گئے۔ پتھر سے چشمے نکلے۔ جادوگروں کے سامنے اژدہا بن گیا اور جادو کے اثرات ہڑپ کر گیا۔

یہ عصا جنتی آس کا تھا ان کے قد کے برابر دس ہاتھ لمبا تھا اس میں دو شاخیں تھیں جو تاریکی میں روشن ہو جاتی تھیں حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے۔

اَلْحَجَر۔ پتھر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ پتھر آدمی کے سر کے برابر مربع تھا اس کے چار گوشے تھے ہر چار سے تین بارہ چشمے نکلے۔

جب راستے میں پانی کی کمی کی وجہ سے پیاس نے پریشان کیا تو سب نے موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی۔ آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تو حکم ہوا کہ موسیٰ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔ یہ پتھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بشکل مربع تھا۔ آپ جب پانی کی ضرورت محسوس کرتے اس پر عصا مارتے تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو جاتے اور قوم کے بارہ قبیلے والے اس سے سیراب ہوتے اس موقع پر بھی وہی حکم ہوا کہ اس پتھر پر عصا مار کر چشمے جاری کر دو یہ پتھر چھ لاکھ آدمیوں کو روزانہ سیراب کرتا تھا اور جب آپ دوبارہ عصا مارتے تو پانی کا نکلنا بند ہو جاتا تھا۔ اور یہ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تھا۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کا ظہور یوں ہوا کہ انگشت ہائے مبارک سے چشمے جاری ہوئے اور جماعت کثیرہ سیراب ہوئی اور یہ بہ نسبت پتھر کے بہت زبردست ہے کیونکہ عضو انسانی سے چشمے جاری ہوں (خازن و مدارک)

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ جان لیا كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ۔ کھاؤ اور پیو اللہ کے رزق سے یعنی آسمانی طعام من وسلویٰ کھاؤ اور پتھر کے چشموں کا پانی پیو جو تمہیں فضل الٰہی سے بے محنت میسر ہے وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ اور زمین میں فساد نہ اٹھاتے پھرو۔ یہاں سے بنی اسرائیل کی دوسری ناشکری و نافرمانی کے چند واقعات بیان کیے گئے۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ

جب تم نے کہا اے موسیٰ۔ بنی اسرائیل کی یہ اور بھی نہایت بے ادبی تھی کہ ایک پیغمبر اولوالعزم کا نام لے کر پکارا حالانکہ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا میں حکم ہے کہ رسول کو ایسے نہ پکارو جیسے ایک

دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ یا اور کوئی تعظیم کا جملہ استعمال کیا جائے (فتح العزیز)

اس سے یہ امر واضح ہوا کہ جب انبیاء کا خالی نام لینا بھی بے ادبی ہے تو ان کی شان میں بشر یا انہیں ایلچی کہنا کیونکر گستاخی نہ ہوگا۔ غرضیکہ انبیاء کے ذکر میں بے عظمتی کا شائبہ بھی ناجائز ہے۔

لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ ہم ہرگز ایک کھانے پر صبر نہیں کریں گے تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہمارے لیے نکالے مِنْۢ بَقْلِهَا کچھ ساگ وَقِثَّآئِهَا اور ککڑی وَفُوْمِهَا اور فوم (لہسن) لیکن عام مترجمین نے فوم کا ترجمہ گندم کیا۔ بہرحال لہسن ہو یا گندم آگے فرمایا وَعَدَسِهَا اور مسور وَبَصَلِهَا اور پیاز تو فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے کہ بدبختو من و سلویٰ کے بدلے یہ چیزیں طلب کر رہے ہو عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ سے ایک ہی طرح کا کھانا مراد ہے تو جب وہ اپنی ضد پر اڑ رہے، اور اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ کی پرواہ نہ کی یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ادنیٰ چیز مثل گندم ککڑی، مسور پیاز کو من و سلویٰ سے بدل رہے ہو۔ سوچ لو۔ مگر وہ نہ مانے تو آپ نے فرمایا اچھا تمہاری بے عقلی کی سزا اب یہ ہے کہ

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ۔ اترو مصر میں یا کسی شہر میں وہاں تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا ہے۔

مِصْرًا عربی میں شہر کو بھی کہتے ہیں۔ کوئی شہر ہو اور مصر چونکہ ایک خاص شہر کا نام بھی ہے۔ جہاں موسیٰ علیہ السلام تھے یہاں دونوں میں سے کوئی مراد ہو سکتا ہے۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہاں مصر سے مراد خاص شہر مصر نہیں ہو سکتا کیونکہ مصر کا لفظ غیر منصرف ہے اور اس مصر پر تنوین ہے۔ مصر جیسا کہ مراد لیا گیا وہ غیر منصرف ہی استعمال ہوا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ اَلَيْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ اور اُدْخُلُوْا مِصْرَ۔ اور جو مصر سے شہر مصر مراد لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ سکون اوسط کی وجہ سے لفظ ہند کی طرح اس کو منصرف پڑھنا درست ہے۔ قوانین نحو میں اس کی تصریح موجود ہے۔

علاوہ ازیں قراءت حسن وغیرہ میں مصر بلا تنوین بھی پڑھا گیا۔

اور بعض مصاحف میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور مصحف ابی رضی اللہ عنہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ بنا بریں ترجمہ میں دونوں احتمال ملحوظ رکھ کر شہر یا مصر ہی رکھا گیا۔

ساگ، ککڑی، مسور، گندم، پیاز وغیرہ کا مطالبہ اگرچہ گناہ نہ تھا۔ لیکن من و سلویٰ جیسی نعمت بے محنت کا رد اور اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف میلان دون ہمتی و پست خیالی تھا اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام جلیل القدر کے بعد بنی اسرائیل کی کم ہمتی اور کم حوصلگی کا بھی پورا ظہور ہوا۔ حتیٰ کہ تسلط جالوت اور حادثہ بخت نصر کے بعد تو وہ بہت ہی ذلیل اور خوار ہو گئے۔ چنانچہ آگے آیت کریمہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا گیا۔

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ اور ان پر مسلط کر دی گئی ذلت اور

ناداری اور پھنس گئے (گھر گئے) اللہ کے غضب میں۔

یہود کی ذلت تو یہ کہ دنیا میں کہیں نام کو ان کی سلطنت نہیں فلسطین میں انکو آباد کریں گے۔ انگریز نے ہزار پہلو بنائے اور بنا رہا ہے۔ لیکن وہاں بھی امن سے انہیں رہنا میسر نہیں۔ اور ناداری یہ کہ مالدار ہوتے ہوئے بھی حرص کی وجہ سے پریشان ہیں اور غضب الٰہی میں گھرنا یہ کہ انبیاء و صلحاء کی بدولت جو فضیلتیں انہیں ملیں اور جو رتبے انہیں حاصل ہوئے ان سے محروم ہوگئے۔ اس غضب کا سبب ردّ نعمت ہی نہ تھا کہ انہوں نے آسمانی غذاؤں کے بدلے ارضی پیداوار کی خواہش کی یا دوسری طرح اور غلطیاں کیں جو زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں صادر ہوئیں۔ بلکہ عہد نبوت سے دور ہونے اور زمانہ دراز گزرنے سے ان کی استعداد بھی باطل ہوگئی۔ اور نہایت قبیح افعال اور عظیم جرائم ان سے سرزد ہوئے یہ سب امور ان کی ذلت و خواری کا باعث ہوئے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے۔

جیسا کہ انہوں نے حضرت زکریا و یحییٰ و شعیب علیہم السلام کو شہید کیا اور یہ قتل ایسے ناحق تھے جن کی وجہ یہ خود قاتل ہو کر بھی نہیں بتا سکتے۔

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۔ یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں کا اور حد سے بڑھنے کا۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ بقرہ پ ۱

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں ان میں سے جو بھی ایمان لائے اللہ اور قیامت کے دن پر اور نیک کام کرے ان کے ثواب ہے ان کا ان کے رب کے پاس اور انہیں کچھ اندیشہ نہیں اور نہ انہیں کچھ غم۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر طور کو اونچا کیا۔ لو جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں زور سے اور اس کے یاد کرو جو اس میں ہے تاکہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

پھر اس کے بعد تم پھر گئے تو اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ضرور نقصان میں ہوتے

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۝

اور بے شک ضرور تمہیں معلوم ہے جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن سرکشی کی۔ تو ہم نے ان سے فرمایا کہ ہو جاؤ بندر نقصان میں پڑے ہوئے۔

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

تو ہم نے اس بستی کا یہ واقعہ عبرت کر دیا آگے اور پیچھے والوں کے لیے اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۚ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۚ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔ بنی اسرائیل بولے آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں۔ موسیٰ نے کہا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں میں شامل ہو جاؤں۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۚ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝

بنی اسرائیل بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں واضح کرے کہ گائے کیسی ہے آپ نے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ اوسر بلکہ دونوں کے بیچ میں تو کرو جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝

بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمیں بتا دے اس کا رنگ کیا ہے آپ نے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک پیلی گائے ہے جس کی رنگت دمکتی ہوئی دیکھنے والوں کے لیے دیدہ زیب جس سے خوش ہوں۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ۭ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۭ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمیں بتا دے اور صاف بیان کر دے کہ وہ گائے کیسی ہے۔ بے شک گایوں میں شبہ پڑ گیا اور اللہ چاہے گا تو ہم راہ پر آ کر راستہ پا لیں گے فرمایا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین بوئے اور کھیتی کو پانی دے بے عیب ایسی کہ اس میں کوئی داغ نہیں بولے اب آپ ٹھیک بات لائے تو اسے ذبح کیا اور ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

لفظی ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ بقرہ پ۱

اِنَّ۔ بے شک	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَ۔ اور
اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	هَادُوْا۔ یہودی	وَ۔ اور	النَّصٰرٰی۔ نصرانی
وَ۔ اور	الصَّابِئِیْنَ۔ ستارہ پرست	مَنْ۔ جو بھی	اٰمَنَ۔ ایمان لائے
بِاللّٰهِ۔ اللہ پر	وَ۔ اور	الْیَوْمِ۔ دن	الْاٰخِرِ۔ قیامت پر
وَ۔ اور	عَمِلَ۔ عمل کرے	صَالِحًا۔ نیک	فَلَهُمْ۔ تو ان کے لیے
اَجْرُهُمْ۔ ثواب ہے ان کا	عِنْدَ۔ نزدیک	رَبِّهِمْ۔ ان کے رب کے	وَ۔ اور
لَا۔ نہیں ہے	خَوْفٌ۔ کچھ خوف	عَلَیْهِمْ۔ ان پر	وَ۔ اور
لَا۔ نہیں ہے	هُمْ۔ انہیں	یَحْزَنُوْنَ۔ غم	وَ۔ اور
اِذْ۔ یاد کرو جب	اَخَذْنَا۔ ہم نے لیا	مِیْثَاقَكُمْ۔ تم سے عہد	وَ۔ اور
رَفَعْنَا۔ اونچا کیا	فَوْقَكُمْ۔ تم پر	الطُّوْرَ۔ طور کو	خُذُوْا۔ لو
مَا۔ جو کچھ	اٰتَیْنٰكُمْ۔ ہم تم کو دیتے ہیں	بِقُوَّةٍ۔ زور سے	وَّ۔ اور
اذْكُرُوْا۔ یاد کرو	مَا۔ جو	فِیْهِ۔ اس میں ہے	لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تمہیں
تَتَّقُوْنَ۔ پرہیزگاری ملے	ثُمَّ۔ پھر	تَوَلَّیْتُمْ۔ پھر گئے تم	مِّنْ بَعْدِ۔ بعد
ذٰلِكَ۔ اس کے	فَلَوْلَا۔ تو اگر نہ ہوتا	فَضْلُ۔ فضل	اللّٰهِ۔ اللہ کا
عَلَیْكُمْ۔ تم پر	وَ۔ اور	رَحْمَتُهٗ۔ اس کی رحمت	لَكُنْتُمْ۔ تو ہو جاتے تم
مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ نقصان والے		وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک
عَلِمْتُمْ۔ تمہیں معلوم ہے	الَّذِیْنَ۔ وہ لوگ	اعْتَدَوْا۔ سرکشی کرنے والے	مِنْكُمْ۔ تم سے
فِی السَّبْتِ۔ ہفتہ میں	فَقُلْنَا۔ تو ہم نے کہا	لَهُمْ۔ ان سے	كُوْنُوْا۔ ہو جاؤ تم
قِرَدَةً۔ بندر	خٰسِئِیْنَ۔ دھتکاری، نقصان والے		فَجَعَلْنٰهَا۔ تو کر دیا ہم نے
نَكَالًا۔ وبال اور عبرت	لِّمَا۔ اس واقعہ کو	بَیْنَ یَدَیْهَا۔ جو ان کے آگے تھا	
وَ۔ اور	مَا۔ جو	خَلْفَهَا۔ ان کے پیچھے	وَ۔ اور
مَوْعِظَةً۔ نصیحت	لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ پرہیزگاروں کے لیے		وَ۔ اور

اِذْ۔ یاد کرو جب	قَالَ۔ کہا	مُوْسٰی۔ موسیٰ نے	لِقَوْمِہٖ۔ اپنی قوم سے
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	یَاْمُرُکُمْ۔ تمہیں حکم دیتا ہے	اَنْ۔ یہ کہ
تَذْبَحُوْا۔ ذبح کرو	بَقَرَۃً۔ ایک گائے	قَالُوْا۔ بولے	اَتَتَّخِذُنَا۔ کیا آپ ہمیں
بنانے ہیں	ھُزُوًا۔ مسخرہ	قَالَ۔ فرمایا	اَعُوْذُ۔ میں پناہ مانگتا ہوں
بِاللّٰہِ۔ اللہ سے	اَنْ۔ اس امر کی	اَکُوْنَ۔ ہو جاؤں میں	مِنَ الْجٰھِلِیْنَ۔ جاہلوں سے
قَالُوْا۔ بولے	ادْعُ۔ دعا کریں	لَنَا۔ ہمارے لیے	رَبَّکَ۔ اپنے رب سے
یُبَیِّنْ۔ کہ بتا دے	لَنَا۔ ہمیں	مَا۔ کہ	ھِیَ۔ وہ گائے کیسی ہے
قَالَ۔ فرمایا	اِنَّہٗ۔ بے شک اللہ	یَقُوْلُ۔ فرماتا ہے	اِنَّھَا۔ کہ وہ گائے
بَقَرَۃٌ۔ ایسی ہے کہ	لَا۔ نہ	فَارِضٌ۔ بوڑھی	وَّ۔ اور
لَا۔ نہ	بِکْرٌ۔ اوسر بن بچے والی بچیا	عَوَانٌ۔ درمیانی عمر کی	بَیْنَ۔ درمیان
ذٰلِکَ۔ ان کے	فَافْعَلُوْا۔ تو کرو	مَا۔ جو	تُؤْمَرُوْنَ۔ تمہیں حکم دیا گیا
قَالُوْا۔ بولے	ادْعُ۔ دعا کیجیے	لَنَا۔ ہمارے لیے	رَبَّکَ۔ اپنے رب سے
یُبَیِّنْ۔ کہ بتا دے	لَنَا۔ ہمیں	مَا۔ کیسا ہے	لَوْنُھَا۔ رنگ اس کا
قَالَ۔ فرمایا	اِنَّہٗ۔ بے شک وہ	یَقُوْلُ۔ فرماتا ہے	اِنَّھَا۔ کہ وہ
بَقَرَۃٌ۔ گائے	صَفْرَآءُ۔ پیلی	فَاقِعٌ۔ زرد ہے	لَوْنُھَا۔ رنگ اس کا
تَسُرُّ۔ جس سے خوش ہوں	النّٰظِرِیْنَ۔ دیکھنے والے	قَالُوْا۔ بولے	ادْعُ۔ دعا کیجیے
لَنَا۔ ہمارے واسطے	رَبَّکَ۔ اپنے رب سے	یُبَیِّنْ۔ صاف بیان کرے	لَنَا۔ ہمارے لیے
مَا۔ کیسی ہے	ھِیَ۔ وہ	اِنَّ۔ بیشک	الْبَقَرَ۔ گائے
تَشٰبَہَ۔ مشتبہ ہو گئیں	عَلَیْنَا۔ ہم پہ	وَ۔ اور	اِنَّآ۔ ہم
اِنْ۔ اگر	شَآءَ۔ چاہا	اللّٰہُ۔ اللہ نے	لَمُھْتَدُوْنَ۔ یقیناً راہ پائینگے
قَالَ۔ فرمایا	اِنَّہٗ۔ بتحقیق وہ	یَقُوْلُ۔ فرماتا ہے	اِنَّھَا۔ کہ وہ
بَقَرَۃٌ۔ گائے ایسی ہے کہ	لَا۔ نہ تو	ذَلُوْلٌ۔ اس سے خدمت لی جاتی ہے۔	
تُثِیْرُ۔ کہ جوتے	الْاَرْضَ۔ زمین	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
تَسْقِی۔ پانی دیتی ہے	الْحَرْثَ۔ کھیتی کو	مُسَلَّمَۃٌ۔ بے عیب	لَا۔ نہیں
شِیَۃَ۔ کوئی داغ	فِیْھَا۔ اس میں	قَالُوْا۔ بولے	الْئٰنَ۔ اب

جِئْتَ۔ لائے آپ ۔ بِالْحَقِّ۔ صحیح حکم ۔ فَذَبَحُوْهَا۔ تو ذبح کیا ۔ وَ۔ اور
مَا۔ نہیں ۔ كَادُوْا۔ تھے وہ ۔ يَفْعَلُوْنَ۔ کرنے والے۔

مختصر تفسیر آٹھواں رکوع پ۱

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے یہودی تھے یا نصرانی یا ستارہ پرست جو بھی ایمان لایا اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور نیک کام کیے تو ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے یہاں ایمان سے مراد زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کا نام ہے۔ اللہ پر ایمان یہ ہے کہ اس کے حبیب نور مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان مانے اور اعمال صالحہ کرے۔

هَادُوْا۔ یہودی ہوئے۔

نَصٰرٰى۔ نصرانی کی جمع ہے۔ فلسطین میں ایک قصبہ ناصرہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔ اس قصبہ کی مناسبت سے حضرت عیسیٰ مسیح ناصری کہلاتے ہیں آپ کے متبعین کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔

اَلصّٰبِئِیْنَ۔ صابئین۔ صابی کی جمع ہے جس کے لفظی معنی ہیں اپنے دین سے منہ موڑ کر کسی اور دین کی طرف مائل ہو جانا۔ صابی عرب کا ایک فرقہ تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ زبور پڑھتے ہیں عبادت میں کعبہ کی طرف منہ کرتے تھے۔

عرب ان کو بے دین صابی کے معنی میں کہتے تھے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ نام۔ خاندان۔ نسل۔ لقب کی کوئی حقیقت نہیں اللہ کے یہاں معیار یہی ہے حق تعالیٰ یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ تقویٰ پر عمل کرنا۔ نجات کے لیے احکام کی اطاعت اور نبی آخر الزمان جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا شرط ہے۔

شان نزول

اس آیت کی ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت سلمان فارسی اور ان کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی (لباب النقول)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہودی یا نصرانی یا کسی مذہب میں ہونا اسلام میں آنے سے مانع نہیں۔ مشرک سے لے کر گمراہ

کوئی بھی ہو جب وہ قرآن کریم اور صاحب قرآن عظیم جناب مصطفی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مان کر قیامت کے دن پر ایمان لے آئے پھر اسلام کی ہدایت کے مطابق عمل صالح کرنے لگے تو وہ مومن ہے اور جو مومن ہو جائے اسے آخرت میں کوئی اندیشہ نہیں اور غم نہیں جیسا کہ فرمایا لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور پیشوائی کو آئیں گے فرشتے اور کہیں گے یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امتیوں کو کہتے ہیں اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے ہیں اور صابئین وہ فرقہ ہے جو حضرت ابراہیم کے عہد میں ستارہ پرستی کرتا تھا۔ ان سے ہی آپ کا مقابلہ ہوا انہوں نے آپ کے لیے آگ دھکائی ان کو ہی آپ نے جواب میں فرمایا تھا فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ اس کے بعد آگے بنی اسرائیل کی عہد شکنی کا ذکر شروع ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ تم توریت مانو گے اور اس پر عمل کرو گے مگر تم نے اس کے احکام کو شاق جان کر اس کے قبول سے انکار کر دیا باآنکہ توریت کے لیے تم نے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی تھی۔ اور تم نے خود عرض کیا تھا کہ ہمارے لیے ایک ایسی آسمانی کتاب ہونی چاہیئے جس میں قوانین شریعت اور آئین عبادت مفصل مذکور ہوں۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بحکم الٰہی چالیس دن رات کوہ طور پر جا کر رہے جس کا مفصل واقعہ آگے آتا ہے آخر شب جب وہ کتاب عطا ہوئی تو تم نے اس کے قبول سے انحراف کیا اور اپنا سابقہ عہد پورا نہ کیا۔ تو وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اور تم پر طور کو اونچا کیا۔ یعنی بنی اسرائیل کی عہد شکنی کے بعد حضرت جبریل بحکم الٰہی تشریف لائے اور کوہ طور کو اٹھا کر ان کے سروں پر بقدر قامت معلق کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اب یہ برہان الٰہی تم پر ہے اگر عہد پورا کرتے ہو تو فبہا ورنہ یہ پہاڑ جو تم پر معلق ہے تمہارے اوپر گرے گا اور تم سب کچل دیے جاؤ گے۔ یہ درحقیقت وفاء عہد کے لیے اکراہ تھا اور پہاڑ کا سر پر معلق ہو جانا قدرت الٰہیہ کا برہان قوی تھا اس سے قبولیت کا مادہ رکھنے والوں کے دل مطمئن ہوئے اور وہ سمجھے کہ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بے شک اللہ کے رسول اور مظہر قدرت الٰہی ہیں پھر حکم ہوا

خُذُوْا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ لو جو کچھ تم کو ہم دیتے ہیں زور سے اور اس کے مضامین یاد کرو تاکہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔ جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ اب کوئی مفر نہیں تو سجدے میں گر پڑے اور اسی حالت میں پہاڑ کو دیکھنے لگے۔ یہ طریقہ یہود میں جاری ہو گیا یہود اپنے آدھے چہرہ سے سجدہ کرتے اور کہتے اس سجدہ کی وجہ سے عذاب اٹھا لیا گیا۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ پھر اس کے بعد تم منحرف ہو گئے تو اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم نقصان اور خرابی میں ہو جاتے۔ یہاں فضل اور رحمت سے یا توفیق توبہ مراد ہے یا تاخیر و تعویق عذاب۔

ایک قول یہ ہے کہ فضل اور رحمت سے مراد رحمۃ للعالمین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ گویا فرمایا گیا کہ اگر تمہیں محبوب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کی دولت و نعمت نہ ملتی اور اس ذات ستودہ صفات کی تبلیغ سے ہدایت نصیب نہ ہوتی تو تمہارا انجام ہلاک و خسران ہوتا۔ خسران تباہ ہونے والے خسر اس کا مادہ ہے اس کے معنی گھاٹا نقصان کے ہیں خاسرین گھاٹا اٹھانے والے نقصان اٹھانے والے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ۔ اور تمہیں یقیناً علم ہے کہ تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے ہفتہ کے دن میں سرکشی کی تو ہم نے انہیں فرمایا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل اور دھتکارے ہوئے۔

شہر ایلہ میں بنی اسرائیل آباد تھے۔ یہاں ان پر یہ پابندی لگائی گئی تھی کہ ہفتہ کا دن عبادت کے لیے خاص کر دیں اس روز سیر و شکار سب ترک کر دیں دنیاوی مشاغل سے مجتنب رہیں اس حکم کی تعمیل کرنے والے جہاں تھے وہاں ایسے بھی تھے جنہوں نے یہ حیلہ تراشا کہ شنبہ کو شکار تو نہ کیا مگر جمعہ کے روز دریا کے کنارے بہت سے گڑھے کھود کر ہفتہ کے روز علیحدہ رہتے اور اتوار کے دن جا کر دیکھتے تو ان گڑھوں میں جو دریا کے کنارے کھودے ہوئے تھے ان میں پانی کے بہاؤ کے ذریعہ ہفتہ کی تمام مچھلیاں مقید ہو جاتیں اور یہ لوگ یک شنبہ یعنی اتوار کو جا کر نکال لاتے اور کہتے ہم تعمیل حکم میں شنبہ کو شکار قطعاً نہیں کرتے اور اس چال بازی سے چالیس یا ستر سال مسلسل شکار کرتے رہے۔

جب حضرت داؤد علیہ السلام کا عہد آیا تو آپ نے انہیں اس چالبازی سے روکا اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں مداخلت ہے وہ نہ مانے۔ آپ نے فرمایا اگر تم باز نہیں آتے تو تم پر عذاب الٰہی آئے گا اس سے بھی جب نہ رکے تو آپ نے بددعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا اور عقل و حواس تو ان کے باقی رہے مگر قوت گویائی زائل کر دی گئی اور ان کے بدنوں سے بدبو نکلنے لگی وہ اپنی اس حالت پر روتے رہتے تین دن میں سب کے سب مر گئے اور ان کی نسل ہی منقطع ہو گئی۔ ان کی تعداد تقریباً ستر ہزار تھی۔

دوسرا گروہ جو بارہ ہزار کے قریب تھا انہیں اس حیلہ جوئی سے روکتا تھا جب اس گروہ نے دیکھا کہ یہ نہیں مانتے تو انہوں نے اپنے محلہ میں ان کی آبادی کے علاقہ سے علیحدہ ہونے کو ایک دیوار بنالی۔ یہ اس عذاب سے محفوظ رہے۔

انہی میں ایک تیسرا گروہ اور تھا جو اس گروہ سے مایوس تھا اس وجہ سے ان سے بات ہی نہ کرتا تھا اور نصیحت بھی کرنے سے علیحدہ تھا گویا ساکت تھا نہ برا کہتا نہ بھلا۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے جب یہ سوال ہوا تو حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ وہ مغفور ہیں اس لیے کہ امر بالمعروف فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ جب بعض ادا کر دیں تو یہ کل کے حکم میں ہو گیا۔

اور ان کا شکوہ اس وجہ میں تھا کہ یہ لوگ اول عیش پسند افراد کے پذیریہ ہونے سے مایوس تھے۔ حضرت عکرمہ کی یہ تقریر سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اتنے خوش ہوئے کہ فرط محبت میں اٹھ کر عکرمہ سے معانقہ فرمایا اور پیشانی چومی (فتح العزیز)

اس سے واضح ہوا کہ سرور میں معانقہ کرنا سنت صحابہ ہے۔ دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں نصیحت پذیر لوگ نہ ہوں وہاں نصیحت سے سکوت جائز ہے یہ مداہنت میں داخل نہیں۔ تیسرے یہ کہ بے دین طبقہ سے اجتناب کرنا غضب الٰہی سے محفوظ کر دیتا ہے۔

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهَا وَ مَا خَلْفَهَا وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ تو ہم نے اس بستی کا یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لیے عبرت کر دیا اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت۔ تاکہ قیامت تک جو ان واقعات کو پڑھیں اس سے عبرت پکڑیں اور غضب الٰہی سے خائف رہیں۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً۔ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔ خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں عامیل نامی ایک مالدار تھا اس کے چچازاد بھائی نے بطمع وراثت اس کو قتل کر کے دوسری بستی کے دروازے پر ڈال دیا اور صبح اس کے خون کا دعویٰ دوسری بستی والوں پر کر دیا۔ ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حقیقت حال منکشف فرما دے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ عامیل کو کس نے قتل کیا۔

اس پر موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ حکم ملا کہ یہ لوگ ایک گائے ذبح کر کے اس کا کوئی حصہ مقتول کی لاش پر ماریں تو وہ زندہ ہو کر اپنے قاتل کو بتا دے گی۔ بنی اسرائیل میں چونکہ کج بحثی کی عادت تھی۔ اس وجہ میں ان پر قانون میں سختی ہوتی گئی اور امت مرحومہ مصطفیٰ کو ایسی کج بحثی اور کثرت سوال سے منع فرما کر قیامت تک کے لیے عام قانون نافذ کر دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَ اِنْ تَسْــٴَـلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا۔ اس کی تفصیل آیت کے مضمون میں اس آیت کے ماتحت مع شان نزول آئے گی جو ساتویں پارہ کے پہلے ربع اور تیسرے رکوع میں آئے گی۔ یہاں صرف ترجمہ بیان کر کے مختصراً وضاحت کی جاتی ہے۔

اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر اس وقت پوچھو گے جبکہ قرآن

اتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی۔ اللہ انہیں معاف کر چکا ہے۔

اس آیت کریمہ سے ارباب اصول و فقہاء نے اشیاء کے متعلق لکھا کہ احکام مذکور عنہ اور مسکوت عنہ دو قسم کے ہیں۔ مذکور عنہ کا حکم وہی ہے جو علم میں ہو حلال حلال اور حرام حرام اور مسکوت عنہ وہ ہے جس کا تذکرہ حرمت و حلت کے ساتھ نہیں۔ اسے عفی اللہ عنہا کے تحت مباح قرار دیا گیا اور اسی اصول پر اصل اشیاء میں اباحت مانی گئی ہے۔

بنی اسرائیل نے بجائے اس کے کہ حکم سنتے ہی ایک گائے ذبح کر ڈالتے۔ انہیں اپنی حسب عادت جرح کی سوجھی چنانچہ جوں جوں وہ جرح کرتے گئے پابندی بڑھتی گئی۔ چنانچہ اس کا ذکر آگے اس طرح ہے۔

قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا۔ بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں۔

اس لیے کہ مقتول کے قاتل کا پتہ لگانے کے لیے ذبح گائے کو کیا نسبت ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ فرمایا پناہ بخدا کہ میں جاہلوں سے ہوں۔

اس لیے کہ ایسا جواب جو سوال سے ربط نہ رکھے جاہلوں کا کام ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ معاملہ کے موقع پر استہزاء جاہلوں کا کام ہے۔ اور انبیاء کرام کی شان اس سے برتر ہے۔ مختصر یہ کہ جب بنی اسرائیل نے سمجھ لیا کہ گائے کا ذبح کرنا ضروری ہے تو انہوں نے بجائے اس کے کہ فوراً کوئی گائے ذبح کر ڈالتے گائے کے اوصاف دریافت کرنے شروع کر دیے۔ حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اگر بنی اسرائیل بحث نہ کرتے اور مَا هِيَ۔ مَا لَوْنُهَا۔ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ وغیرہ نہ پوچھتے تو کسی بھی گائے کا ذبح کر دینا کافی ہوتا مگر انہوں نے اپنی پرانی عادت کے مطابق جرح کر دی۔ اور کہا۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتا دے کہ گائے کیسی ہے مَا هِيَ۔ وہ کیسی ہو۔ اس میں کچھ بحثی کہنے لگے۔ عمر کا سوال کیا۔ رنگ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو جناب موسیٰ علیہ

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ۔ موسیٰ علیہ

السلام نے جواب دیا کہ اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے

فَارِضٌ۔ نہ بوڑھی یعنی بچے جننے کا سلسلہ ختم ہو چکا ہو۔

بِكْرٌ۔ بن بیاہی جس نے ابھی بچہ نہ جنا ہو

عَوَانٌ۔ درمیان۔ نہ بوڑھی ہو نہ بچیا ہو۔

یعنی وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی ہو نہ بن بیاہی ہو بلکہ ان دونوں میں درمیانی درجہ رکھتی ہو وہ کرو زیادہ سوال نہ کرو بلکہ اتنی شرط پہ گائے ذبح کر دو مگر وہ اپنی عادت کو کہاں چھوڑ سکتے تھے۔ پھر انہوں نے سوال کرنے شروع کر دیے۔

وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی (جس کا بچہ نہ ہو) ان دونوں میں درمیانی درجہ کی کرو جس کا تمہیں حکم ہوتا ہے"۔

اس جواب میں اشارتاً فرما دیا گیا کہ سوال زیادہ نہ کرو بلکہ اتنی ہی شرط پر گائے ذبح کر ڈالو۔ مگر وہ اپنی عادت کو کہاں چھوڑتے پھر انہوں نے اور جرح نکالی اور کہا

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے ہمیں بتا دے اس کا رنگ تو جواب میں اور قید بڑھائی گئی اور فرمایا۔

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ کہ وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک پیلی گائے ہے جس کی رنگت ڈبڈباتی اور اتنی پیلی کہ چند کہ دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہے۔ اس جواب پر بھی ان کی سیری نہ ہوئی اور سوال پر سوال بڑھا کر اور قید سر لی۔ چنانچہ کہا۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لیے صاف بیان کرے وہ گائے کیسی ہے۔ بے شک گایوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم راہ پا جائیں گے تو اس کے جواب میں اور قید بڑھا دی گئی۔ چنانچہ فرمایا

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا۔ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی دے۔ بے عیب ہے جس میں کوئی بھی داغ نہیں ہے

قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ۔ بولے آپ نے اب ہمیں صاف حکم لا کر دیا تو اسے ذبح کر دیا اور ویسے وہ ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

یعنی انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جواب سن کر کہا کہ اب اس گائے کی پوری تعریف معلوم ہو گئی۔ چنانچہ اس گائے کی تلاش میں نکلے ان کی بستی میں ایسی صفت کی ایک ہی گائے تھی جس کا قصہ یہ ہے۔

کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک شخص تھا جس کا ایک صغیر السن بچہ تھا اور ان کے ہاں سوائے ایک گائے کے بچہ کے اور کچھ نہ تھا۔ بچہ کے باپ نے اس کی گردن پر مہر لگا کر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا اور دعا کی الٰہی یہ بچہ اس بچے کے لیے تیرے حضور ودیعت کرتا ہوں کہ جب یہ بچہ جوان ہو اس کے کام آئے۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا اور بچھیا کی جنگل میں حفاظت الٰہی کے ساتھ پرورش ہوتی رہی۔

اور وہ بچہ جوان ہو گیا اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے صالح اور متقی ماں کا فرمانبردار پروان چڑھا۔ ایک روز ماں نے کہا بیٹا۔

"تیرے باپ نے ایک بچھیا جنگل میں چھوڑی تھی اور وہ جوان ہو گئی ہو گی۔ اسے جنگل سے لاتا کہ اس سے کچھ حاصل کیا جائے۔ بچہ جنگل میں گیا اور جو علامتیں ماں نے اسے بتائی تھیں ان علامتوں کی گائے تلاش کرتا رہا آخر ش وہ مل گئی۔ لڑکے نے اسے اللہ کی قسم دے کر بلایا وہ گائے آگئی بچے کی ماں نے اسے تین دینار میں فروخت کرنے کا حکم دیا۔ اور کہا جب سودا ہو جائے تو میری اجازت حاصل کر کے دینا۔

جوان اس گائے کو بازار میں لایا تو من جانب اللہ ایک فرشتہ شبیہ انسانی میں آیا اور چھ دینار پر مانگا۔ اس نے کہا میں اپنی والدہ کی اجازت حاصل کر لوں۔ بلا اجازت میں نہیں دے سکتا۔ اس زمانہ میں عام طور پر گائیں چھ دینار پر ہی بکتی تھیں۔

فرشتہ نے کہا اگر ابھی دیتے ہو تو چھ دینار لے لو۔ جوان نے کہا میں اجازت کے بغیر نہیں دے سکتا۔ جوان نے آکر قصہ سنایا ماں نے کہا بیٹا چھ دینار کافی قیمت ہے جا اسے جا کر دے آ۔

وہ جوان صالح پھر بازار میں آیا تو فرشتہ نے بارہ دینار قیمت لگا دی یہ پھر اجازت لینے گیا۔ ماں نے اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ یہ خریدار نہیں کوئی غیبی اعانت ہے چنانچہ ماں نے کہا جس نے بارہ دینار قیمت لگائی ہے اس سے دریافت کرو کہ یہ گائے ہمیں بیچنی چاہیے یا نہیں چنانچہ جوان نے اس سے یہی سوال کیا۔ جوان نے بتایا تھا تو فرشتے نے کہا ابھی اس گائے کو روکو حتیٰ کہ بنی اسرائیل کے لوگ خریدنے آئیں اور جب وہ آئیں تو انہیں کہنا کہ اس کی قیمت یہ ہے کہ اس کی کھال میں سونا پر کر دیا جائے۔

مختصر یہ کہ بنی اسرائیل جستجو کرتے ہوئے اس کے گھر آئے اور فیصلہ ہوا کہ وہ سونا کھال میں بھر کر قیمت ادا کریں گے غرضیکہ وہ گائے بضمانت موسیٰ علیہ السلام انہیں دے دی گئی انہوں نے ذبح کر کے اس کی کھال میں سونا بھر کر دے دیا۔

اس قصہ سے متعدد مسئلے نکلتے ہیں۔

اول یہ کہ صالح سعادت مند وہی اولاد ہے جو والدین کی مطیع ہو۔

دوسرے یہ کہ جو اپنے اہل و عیال کو اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں دے دے اللہ تعالیٰ اس کی پرورش اچھی فرماتا ہے

تیسرے یہ کہ جو اپنا مال اللہ کے بھروسہ پر اس کی حفاظت میں دے اس میں اللہ تعالیٰ برکت دیتا ہے۔

چوتھے اللہ کی راہ میں نفیس مال دینا موجب حل مشکلات ہوتا ہے۔

پانچویں یہ کہ گائے کی قربانی افضل ہے اور منصوص ہے۔ اور

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ اس لیے فرمایا کہ ان کے مسلسل سوالات سے ظاہر تھا کہ وہ گائے ذبح کرنے کا قصد ہرگز نہیں رکھتے تھے مگر ان کے ہر ایک سوال کا شافی و کافی جواب مل جانے پر انہیں وہ گائے بلا خیال گراں

ذبح کرنی پڑی۔

اس کے بعد بنی اسرائیل نے اس گائے کے کسی عضو کو مردہ پر مارا وہ بحکم الٰہی زندہ ہوا۔ اس کے حلق سے خون بہ رہا تھا اور اس نے اپنا قاتل اپنا چچازاد بتایا۔ آخر ش چچازاد بھائی کو بھی اقرار کرنا پڑا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر حکم قصاص جاری کیا۔

اس کے بعد شرعی احکام قاتل و مقتول کے لیے نافذ ہوئے۔ چنانچہ قاتل اپنے مقتول کے مال میراث سے محروم کر دیا گیا۔

اور یہ بھی تصریح کی گئی کہ اگر عادل باغی کو قتل کرے یا کسی حملہ آور سے جان بچانے کے لیے مدافعانہ طور پر مقابلہ کرے اور اس میں وہ قتل ہو جائے تو مقتول کی میراث سے قاتل محروم نہ ہو گا۔

اس کے بعد رکوع شروع ہے۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع۔ سورۃ بقرہ۔ پ ۱

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۖ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

اور جب تم نے قتل کیا ایک جان کو تو تہمت ڈالنے لگے اس کی ایک دوسرے پر اور اللہ ظاہر کرنے والا تھا جسے تم چھپاتے تھے۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

تو ہم نے حکم دیا کہ مارو اس مقتول کو اس کا ایک ٹکڑا ایسے ہی اللہ زندہ کرتا ہے مردے اور دکھاتا ہے تمہیں اپنی نشانی تاکہ تم عقل پکڑو۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ۚ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

پھر سخت ہو گئے تمہارے دل بعد اس کے تو وہ مثل پتھروں کے ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت اور بیشک پتھروں سے تو بعض ایسے ہیں جن سے ندیاں بہ نکلتی ہیں اور بعض ان سے وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو اس سے پانی نکلتا ہے اور بعض ان سے وہ ہیں جو گر جاتے ہیں اللہ کے خوف سے اور اللہ غافل نہیں تمہاری کرنیوں سے۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ

تو کیا اے مسلمانو! تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا یہودی یقین کریں

فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

اور ان میں تو ایک گروہ وہ تھا کہ سنتا تھا اللہ کا کلام پھر سمجھنے کے بعد اسے بدل دیتا جان بوجھ کر۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

اور جب ملتے ہیں وہ مسلمانوں سے تو کہتے ہیں کہ ایمان لائے اور جب آپس میں اکیلے ہوں تو کہتے ہیں وہ علم جو اللہ نے تم پر کھولا مسلمانوں سے بیان کر دیتے ہو کہ حجت پکڑیں اس سے تمہارے رب کے یہاں کیا تمہیں عقل نہیں۔

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝

کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝

اور ان میں سے ان پڑھ ہیں جو کتاب نہیں جانتے مگر کچھ اپنی من گھڑت اور وہ نرے گمان میں ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝

تو خرابی ہے ان کے لیے جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے کہ اس کے بدلے خریدیں ذلیل و قلیل رقم تو خرابی ہے انہیں جو لکھتے ہیں ہاتھ سے اور خرابی ہے ان کے لیے جو حاصل کرتے ہیں۔

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور یہودی بولے ہمیں ہرگز آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن فرما دیجئے کیا خدا سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے جب تو اللہ ہرگز عہد کے خلاف نہ کرے گا یا تم کہتے ہو اللہ پر وہ بات جسے تم نہیں جانتے۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

ہاں جو کمائے گناہ اور گھیر لے اسے اس کا گناہ تو وہ جہنمی ہے اس میں ہمیشہ رہے گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور وہ جو ایمان لائے اور نیکی کرے وہ جنتی ہے اس میں ہمیشہ رہے گا۔

لفظی ترجمہ نواں رکوع۔ سورۃ بقرہ۔ پ۱

وَ۔ اور	اِذْ۔ جب	قَتَلْتُمْ۔ قتل کیا تم نے	نَفْسًا۔ ایک جان کو
فَادّٰرَءْتُمْ۔ تو تہمت لگائی تم نے ایک دوسرے پر		فِیْہَا۔ اس میں	وَ۔ اور
اللّٰہُ۔ اللہ	مُخْرِجٌ۔ ظاہر کرنے والا ہے	مَا۔ جو	كُنْتُمْ۔ تھے تم
تَكْتُمُوْنَ۔ چھپاتے	فَقُلْنَا۔ تو ہم نے فرمایا	اضْرِبُوْهُ۔ مارو اس کو	بِبَعْضِهَا۔ اس گائے کا کوئی حصہ
كَذٰلِكَ۔ ایسے ہی	يُحْيِ۔ زندہ فرماتا ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	الْمَوْتٰى۔ مردے کو
وَ۔ اور	يُرِيْكُمْ۔ تمہیں دکھاتا ہے	اٰيٰتِهٖ۔ اپنی نشانیاں	لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم
تَعْقِلُوْنَ۔ عقل پکڑو	ثُمَّ۔ پھر	قَسَتْ۔ سخت ہو گئے	قُلُوْبُكُمْ۔ تمہارے دل
مِنْ بَعْدِ۔ بعد	ذٰلِكَ۔ اس کے	فَهِيَ۔ تو وہ	كَالْحِجَارَةِ۔ مثل پتھروں کے ہیں
اَوْ۔ یا	اَشَدُّ۔ اس سے بھی	قَسْوَةً۔ سخت	وَ۔ اور
اِنَّ۔ بیشک	مِنَ الْحِجَارَةِ۔ ایک پتھروں سے	لَمَا۔ وہ ہیں جو	يَتَفَجَّرُ۔ جاری ہوتی ہیں
مِنْهُ۔ اس سے	الْاَنْهٰرُ۔ نہریں	وَ۔ اور	اِنَّ۔ بیشک
مِنْهَا۔ ان سے وہ ہیں	لَمَا۔ جو	يَشَّقَّقُ۔ پھٹ جاتے ہیں	فَيَخْرُجُ۔ تو نکلتا ہے
مِنْهُ۔ اس سے	الْمَآءُ۔ پانی	وَ۔ اور	اِنَّ۔ بیشک
مِنْهَا۔ ان سے	لَمَا۔ وہ بھی ہیں جو	يَهْبِطُ۔ گر جاتے ہیں	مِنْ خَشْيَةِ۔ خوف
اللّٰهِ۔ خدا سے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں ہے	اللّٰهُ۔ اللہ
بِغَافِلٍ۔ غافل	عَمَّا۔ اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ۔ تم عمل کرتے ہو	اَ۔ کیا
فَتَطْمَعُوْنَ۔ تم چاہتے ہو	اَنْ۔ یہ کہ	يُّؤْمِنُوْا۔ یقین کریں	لَكُمْ۔ تم پر
وَ۔ اور	قَدْ۔ بیشک	كَانَ۔ تھا	فَرِيْقٌ۔ ایک فرقہ
مِنْهُمْ۔ ان میں سے	يَسْمَعُوْنَ۔ سنتا ہے	كَلٰمَ۔ کلام	اللّٰهِ۔ اللہ کا
ثُمَّ۔ پھر	يُحَرِّفُوْنَهٗ۔ بدل ڈالتا ہے اسے	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	مَا۔ اس کے جو
عَقَلُوْهُ۔ سمجھ لیا اسے	وَ۔ اور	هُمْ۔ وہ	يَعْلَمُوْنَ۔ جانتے ہیں
وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	لَقُوا۔ ملتے ہیں	الَّذِيْنَ۔ ان کو

اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے	قَالُوْا۔ تو کہتے ہیں	اٰمَنَّا۔ ہم ایمان لائے	وَ۔ اور
اِذَا۔ جب	خَلَا۔ علیحدہ ہوتا ہے	بَعْضُهُمْ۔ بعض ان کا	اِلٰی۔ طرف
بَعْضٍ۔ بعض کی	قَالُوْا۔ تو کہتے ہیں	اَ۔ کیا	تُحَدِّثُوْنَهُمْ۔ بتاتے ہو تم ان کو
بِمَا۔ جو	فَتَحَ۔ کھولا	اللّٰهُ۔ اللہ نے	عَلَيْكُمْ۔ تم پر
لِيُحَاجُّوْكُمْ۔ تاکہ جھگڑیں تم سے	بِهٖ۔ اسکے ساتھ	عِنْدَ۔ نزدیک	رَبِّكُمْ۔ رب تمہارے کے
اَفَلَا۔ کیا نہیں	تَعْقِلُوْنَ۔ عقل کرتے تم	اَوَلَا۔ کیا نہیں	يَعْلَمُوْنَ۔ جانتے
اَنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	يَعْلَمُ۔ جانتا ہے	مَا۔ جو
يُسِرُّوْنَ۔ چھپاتے ہیں	وَ۔ اور	مَا۔ جو	يُعْلِنُوْنَ۔ ظاہر کرتے ہیں
وَ۔ اور	مِنْهُمْ۔ بعض ان سے	اُمِّيُّوْنَ۔ ان پڑھ ہیں	لَا۔ نہیں
يَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	الْكِتٰبَ۔ کتاب	اِلَّا۔ مگر	اَمَانِيَّ۔ خواہشات
وَ۔ اور	اِنْ۔ نہیں	هُمْ۔ وہ	اِلَّا۔ مگر
يَظُنُّوْنَ۔ گمان کرتے ہیں	فَوَيْلٌ۔ تو خرابی ہے	لِّلَّذِيْنَ۔ ان کو جو	يَكْتُبُوْنَ۔ لکھتے ہیں
الْكِتٰبَ۔ کتاب	بِاَيْدِيْهِمْ۔ اپنے ہاتھوں سے	ثُمَّ۔ پھر	يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں
هٰذَا۔ یہ	مِنْ عِنْدِ۔ نزدیک سے	اللّٰهِ۔ اللہ کے ہے	لِيَشْتَرُوْا۔ کہ خریدیں
بِهٖ۔ اس کے ساتھ	ثَمَنًا۔ قیمت	قَلِيْلًا۔ حقیر	فَوَيْلٌ۔ تو خرابی ہے
لَهُمْ۔ ان کے لیے	مِّمَّا۔ اس سے جو	كَتَبَتْ۔ لکھا	اَيْدِيْهِمْ۔ ان کے ہاتھوں نے
وَ۔ اور	وَيْلٌ۔ خرابی ہے	لَهُمْ۔ ان کے لیے	مِّمَّا۔ اس سے جو
يَكْسِبُوْنَ۔ کماتے ہیں	وَ۔ اور	قَالُوْا۔ بولے	لَنْ۔ ہرگز نہیں
تَمَسَّنَا۔ لگے گی ہمیں	النَّارُ۔ آگ	اِلَّا۔ مگر	اَيَّامًا۔ دن
مَّعْدُوْدَةً۔ گنتی کے	قُلْ۔ کہہ	اَتَّخَذْتُمْ۔ کیا پکڑا تم نے	عِنْدَ۔ نزدیک
اللّٰهِ۔ اللہ کے	عَهْدًا۔ عہد	فَلَنْ۔ تو ہرگز نہیں	يُّخْلِفَ۔ خلاف کریگا
اللّٰهُ۔ اللہ	عَهْدَهٗ۔ اپنے عہد کا	اَمْ۔ یا	تَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہو تم
عَلَى۔ اوپر	اللّٰهِ۔ اللہ کے	مَا۔ جو	لَا۔ نہیں
تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے تم	بَلٰى۔ ہاں	مَنْ۔ جو	كَسَبَ۔ کمائے
سَيِّئَةً۔ برائی	وَ۔ اور	اَحَاطَتْ۔ گھیرلے	بِهٖ۔ اس کو

خَطِیْٓـَٔتُہٗ۔ گناہ اس کا		فَاُولٰٓئِكَ۔ تو یہی ہیں		اَصْحٰبُ۔ رہنے والے		النَّارِ۔ آگ کے	
ھُمْ۔ وہ		فِیْھَا۔ اس میں		خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے ہیں		وَ۔ اور	
الَّذِیْنَ۔ وہ جو		اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے		وَ۔ اور		عَمِلُوْا۔ عمل کیے	
الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے		اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ ہیں		اَصْحٰبُ۔ رہنے والے		الْجَنَّةِ۔ جنت کے	
ھُمْ۔ وہ		فِیْھَا۔ اس میں		خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔			

مختصر تفسیر اُردو نواں رکوع۔ سورۃ بقرہ پ۱

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْھَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ۔ اور جب تم نے ایک خون کیا تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے۔

فَادّٰرَءْتُمْ پھر تم ایک دوسرے پر دھرنے لگے۔ یہ لفظ دَرَءٌ سے بنا جس کے معنی جھگڑے کے بھی ہیں اور ٹال مٹول کرنے کے بھی ہیں اس سے مراد آپس میں جھگڑنا اور ایک دوسرے پر الزام لگانا ہے۔

فَادّٰرَءْتُمْ فِیْھَا۔ صیغہ جمع مذکر حاضر ماضی باب تفاعل سے ہے اور مہموز اللام ہے اس کا اصل تَدَارَءْتُمْ ہے تَ کو دال سے بدل کر دال کو دال میں ادغام کر دیا۔ اور ابتدا لسکون کے رفع کرنے کو اول ہمزہ لے آئے۔

درء کے معنی دفع کرنے کے ہیں چونکہ متخاصمین میں ایک دوسرے پر الزام دفع کرتا ہے اور مزاحمت پہ تلا ہوتا ہے تو اس کے معنی اِخْتَلَفْتُمْ کے نکلے اور مداادات بھی چونکہ اس سے ہے مگر حسن معاشرت کے لیے بولا جاتا ہے مگر مادہ اس کا بھی یہی ہے اس لیے کہ ایک دوسرے دوست سے دفع ضرر کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اصل قاتل کا نام بتانے کے لیے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ ایک گائے ذبح کریں تو انہوں نے ٹال مٹول کی۔

اصل واقعہ تو پہلے رکوع میں بیان ہو چکا بہرحال وہ تو ایک دوسرے کے ذمہ اس خون کو لگانے کا ارادہ رکھتے تھے تاکہ چہ میگوئیاں ہو کر بات دب جائے اور قاتل کا پتہ نہ چلے مگر اللہ تعالے کی مشیت یہ تھی کہ قاتل کو ظاہر کیا جائے۔ تو ان میں سے ایک کو مدعی بنا کر موسیٰ علیہ السلام تک بات پہنچی۔ اس کے اور موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم مل گیا۔ اس کے بعد جو ہوا وہ یہ ہے کہ

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ تو ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس ذبح شدہ گائے کا ایک ٹکڑا مارو۔ اللہ یونہی مردے اٹھائے گا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔

کہ تمہیں کہیں عقل آئے۔

بنی اسرائیل نے گائے ذبح کرکے اس کے کسی عضو سے مردہ کو مارا وہ بحکم الٰہی زندہ ہوا۔ اس کے حلق سے خون کے فوارے جاری ہوگئے۔ اس نے اپنے چچازاد بھائی کو بتایا کہ اس نے مجھے قتل کیا ہے۔ آخر اسے بھی اقرار کرنا پڑا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر قصاص کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد شریعت کا حکم ہوا کہ قاتل مقتول کی میراث سے محروم رہے گا لیکن اگر عادل نے باغی کو قتل کیا یا کہ حملہ آور سے جان بچانے کے لیے مدافعت کی۔ اس میں وہ قتل ہوگیا تو مقتول کی میراث سے محروم نہ ہوگا۔

اور تم سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اور روز جزا مردوں کو زندہ کرنا اور حساب لینا قطعی یقینی ہے اور حق ہے۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے اور ایسے عبرت ناک نشان ظاہر ہونے سے بھی سبق نہ لیا تو وہ پھر پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے دریا بہ نکلتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر جاتے ہیں اور اللہ تمہارے کرتوت سے غافل نہیں۔

اَشَدُّ قَسْوَةً۔ قسوت بمعنی قساوت سختی، شدت کو کہتے ہیں۔

بنی اسرائیل بداعمالیوں، سرتابیوں میں مبتلا رہے۔ اللہ تعالےٰ معاف فرماتا رہا۔ لیکن انہوں نے سبق حاصل نہ کیا گویا ان کے دل پتھر بلکہ اس سے زیادہ سخت ہوگئے۔ کیونکہ پتھروں میں بھی بعض ایسے ہوتے ہیں جن سے مخلوق خدا فائدہ حاصل کرتی ہے بعض پتھروں سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں۔ مخلوق کو پانی ملتا ہے۔

بنی اسرائیل نے نہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم سے فائدہ اٹھایا نہ نیک بندوں کی بات سنی گویا ان کے دل ان پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہوگئے تھے جس پر کوئی بات کارگر نہ ہوتی تھی۔

یَھْبِطُ۔ ہبوط سے ہے جس کے معنی گرنے کے ہیں۔

بعض پتھر پہاڑ کی چوٹیوں سے گرتے ہیں گویا ہیبت الٰہی سے لرز کر سجدہ میں گرتے ہیں۔ یعنی بایں ہمہ تمہارے دل اثر پذیر نہیں۔ پتھروں میں اللہ نے ادراک وشعور دیا ہے۔ الٰہی خوف الٰہی ہوتا ہے وہ تسبیح اور حمد الٰہی کرتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (پ ۱۵ رکوع ۴) کوئی ایسی چیز نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔ لیکن تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۔ کیا تونے نہیں دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور سورج ۔ چاند ۔ ستارے ۔ پہاڑ ۔ درخت ۔ چوپائے اور بہت سے آدمی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ سرکار عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کا نام لے کر پکارتا ہے اور دریافت کرتا ہے کہ تجھ پر کوئی اللہ کا یاد کرنے والا بھی آیا ہے اگر وہ اثبات میں جواب دیتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے ۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وہ ثبیر پر رونق افروز تھے ۔ کفار حضور کے تعاقب میں تھے ، پہاڑ بول اٹھا یا نبی اللہ آپ مجھ پر سے اتر جائیے مجھے خوف ہے کہ کہیں کفار گھیر نہ لیں اور اللہ تعالے مجھ پر عذاب کرے ۔ جبل حرا نے عرض کی یا رسول اللہ آپ یہاں تشریف لائیں۔

مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو قبل از بعثت مجھے سلام کیا کرتا تھا ۔

ترمذی شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اطراف مکہ میں جاتا جو درخت یا پہاڑ سامنے آتا وہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عرض کرتا ۔

اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو خوف الٰہی سے گر پڑتے ہیں ۔ اور اللہ تعالے تمہارے عملوں سے بے خبر نہیں اسے ہر ایک کے ظاہری اور باطنی اعمال کا علم ہے ۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۔

تَطْمَعُوْنَ تم توقع رکھتے ہو ۔ یہ لفظ طمع سے نکلا اس کے عام معنی لالچ کرنے اور حرص رکھنے کے ہیں اور امید و توقع کے بھی ہیں یہاں آخری معنی ہیں ۔

یُحَرِّفُوْنَهٗ ۔ وہ اسے بدل ڈالتے ہیں اس لفظ کا مادہ حرف ہے اور مصدر تحریف ہے جس کے معنی بدل ڈالنا ہے یہ دو طریق پر ہے ۔

۱ ۔ تحریف لفظی ۔ لفظوں کو بدل ڈالنا ۔ لفظ بدل دینا جس سے اس کی حقیقت بدل جائے مثلاً یہود نے حِطَّۃٌ کی جگہ حِنْطَۃٌ اور رَاعِنَا کی جگہ رَاعِیْنَا کہا ۔

۲ ۔ تحریف معنوی الفاظ کے معنی بدل دینا ۔

آیہ کریمہ میں اللہ تعالے مسلمانوں کو فرماتا ہے کہ کیا تم اس بات کی آرزو کرتے ہو کہ یہ تمہاری بات مان لیں گے ۔ حالانکہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اور ان کے بعد بھی ایک ایسا فریق تھا جو اللہ کا کلام سننے کے بعد جان بوجھ کر اس میں تحریف کرتا تھا ان سے ایمان لانے کی کس طرح امید ہو سکتی ہے یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ آیت کے معنی یہ ہیں۔

"تو کیا اے مسلمانو! تم یہ چاہتے ہو کہ یہودی تم پر یقین لے آئیں حالانکہ ان میں کا ایک گروہ وہ تھا کہ اللہ کا کلام سنتا اور سمجھنے کے بعد اسے دیدہ و دانستہ بدل دیتا"۔ اور یہی نہیں بلکہ منافقت بھی ان میں کافی تھی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ اور جب وہ مسلمانوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب آپس میں تخلیہ کریں تو کہیں وہ علم جو اللہ نے تم پر کھولا مسلمانوں سے بیان کر دیتے ہو تاکہ اس سے تمہارے رب کے حضور تم پر حجت لائیں کیا تمہیں شعور (عقل) نہیں۔

لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ۔ اس کے ذریعہ تمہیں جھٹلائیں گے۔ حج اس کا مادہ ہے۔ لفظ حجت بھی اسی سے بنا جس کے معنی دلیل ہیں پورے جملے کے معنی ہیں اس کے ذریعہ حجت پکڑنا۔ توریت میں تحریف کرنے والے یہودی اپنے منافق دوستوں کو کہا کرتے تھے کہ تم اپنی کتاب کی تعلیم مسلمانوں کو بتلا کر اپنے خلاف مسلمانوں کے ہاتھ دلائل دیتے ہو۔

اس آیت میں ان منافق یہودیوں کا ذکر فرمایا گیا جو مسلمانوں سے جب ملتے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا ایمان ظاہر کر کے تمام پیشگوئیاں اور واقعات بیان کرتے جو ان کی کتابوں میں موجود تھیں لیکن جب یہ یہود آپس میں ملتے تو ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتے اور کہتے کہ تم اپنی تعلیمات مسلمانوں کو بتا کر خود اپنے خلاف محاذ بناتے ہو وہ تمہاری باتوں کو سند بنا کر اللہ کے یہاں گواہی دیں گے کہ یہود سب کچھ جاننے کے بعد اصل دین کی طرف نہیں لوٹے [illegible] سمجھ رہے تھے کہ ان باتوں کا علم صرف یہودیوں کے خلیفہ ہی [illegible] مسلمانوں کو ہوا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام [illegible] باتوں کو اپنے پیارے نبی پر ظاہر فرمایا ہے۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ عہد رسالت کے یہود [illegible] یکساں نہ تھے حضرت [illegible] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان میں منافق بھی تھے ان کا یہ حال تھا کہ جب صحابہ کرام سے ملتے تو کہتے کہ [illegible] جس پر آپ لوگ ایمان لاتے ہیں تم لوگ حق پر ہو اور تمہارے آقا مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا [illegible] فرماتے ہیں وہ سب حق ہے۔ ہم ان کی نعت توریت میں پاتے ہیں تو رؤسا یہود انہیں ملامت کرتے اور کہتے تم نے کیوں کہہ دیا کہ توریت میں حضور کی نعت موجود ہے۔

اس سے یہ امر واضح ہوا کہ حق پوشی کرنے والا اور حضور کے اوصاف چھپانے والا منافق یہودی ہوتا ہے اور یہ طریقہ یہود کا ہے آج بھی جو حق پوشی کرنے والے اور مناقب مصطفیٰ کے چھپانے والے ہیں وہ یہود منش ہیں۔

اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِیَّ وَاِنْ

ھُمۡ اِلَّا یَظُنُّوۡنَ۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں اور ان میں کچھ اَن پڑھ ہیں جو کتاب نہیں جانتے مگر زبانی الٹ لینا اور کچھ وہ بھی ہیں جو نرے گمان وظن میں ہیں۔

اَمَانِیَّ۔ اُمنیہ کی جمع ہے اور اس کے حاصل معنی زبانی الٹ لینے کے ہیں۔ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کتاب کو نہیں جانتے مگر بغیر معنی سمجھنے کے زبانی رٹ لینے کے ہیں (خازن)

اَمَانِیَّ۔ آرزوئیں جھوٹی آرزوئیں اس کا واحد امنیہ ہے۔ یہ لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۱:۔ ایسی آرزو جس کی حقیقت کوئی نہ ہو اور کوئی محض خیال خام میں مگن رہے۔

۲:۔ کوئی شخص جھوٹی روایات خرافات میں مبتلا رہے۔

یہود کی تاریخ میں اس قسم کی روایات کی بے شمار مثالیں موجود ہیں مثلاً ان کے خیال میں جنت میں ان کے سوا کوئی نہ جائے گا وغیرہ وغیرہ

بعض مفسرین نے اس کے یہ معنی کیے ہیں کہ امانی سے مراد وہ جھوٹی من گھڑت باتیں مراد ہیں جو یہود نے اپنے علماء سے سن کر بلا تحقیق مان لی تھیں۔ آگے ارشاد ہے۔

فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ یَکۡتُبُوۡنَ الۡکِتٰبَ بِاَیۡدِیۡهِمۡ ثُمَّ یَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِیَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا۔

تو ہلاکت ہے ان کے لیے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہیں یہ خدا کے پاس سے ہے تاکہ اس کے بدلے ذلیل و قلیل رقم حاصل کریں۔

وَیۡلٌ کے معنی حسرت اور ہلاکت کے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ویل کے معنی شدت عذاب کے ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ ویل جہنم کی ایک وادی ہے اگر اس میں پہاڑ بھی جلائے جائیں توریت کی طرح ہو جائیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ویل جہنم کی ایک وادی ہے کہ کافر اس میں چالیس برس تک اترتا جائے گا تب بھی اس کی تہ کو نہ پہنچ سکے گا۔ (بغوی)

وَیۡلٌ۔ فعل محذوف کا مصدر ہے زجر و توبیخ کے معنی میں آتا ہے۔

ثَمَنًا۔ قیمت۔ اس لفظ کے معنی صرف نقد یا زر قیمت کے نہیں بلکہ جو چیز بھی کسی چیز کے معاوضہ میں حاصل ہو وہ اس کا ثمن ہے اس آیت میں ثمن سے مراد دنیوی معاوضہ ہے۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو علماء توریت در ؤسا یہود کو اندیشہ ہوا کہ اب ان کی روزی جاتی رہے گی اور سرداری ختم ہو جائے گی اس لیے کہ توریت میں حضور کا حلیہ مبارک اور اوصاف مذکور ہیں جب لوگ حضور کو اس کے مطابق پائیں گے تو ایمان لے آئیں گے اور ہماری اطاعت ترک کر دیں گے

اس اندیشہ سے انہوں نے توریت میں تحریف کرنی شروع کر دی حتی کہ حلیہ مبارک بھی بدل ڈالا۔ چنانچہ توریت میں آپ کے اوصاف یہ لکھے تھے۔ کہ

آپ خوبرو ہیں۔ آپ کے موئے مبارک نہایت حسین ہیں۔ چشم مبارک سرگیں قد مبارک درمیانہ ہے۔ یہود نے اسے مٹا کر اس کے بجائے لکھ دیا وہ بہت دراز قامت اور آنکھیں کنجی اور نیلی بال الجھے ہوئے۔ یہ مضمون عوام کو سناتے اور کہتے یہ توریت میں حضور کے اوصاف ہیں جو منجانب اللہ ہیں اس سے وہ یہ امید رکھتے کہ حضور کے اوصاف توریت میں اس کے خلاف پائیں گے تو آپ پر ایمان نہ لائیں گے اور ہمارے ہی مطیع بنے رہیں گے پھر ہماری عزت وحرمت و اطاعت میں فرق نہ آئے گا۔ آگے ارشاد ہے۔

فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ تو ہلاکت ہے ان کے لیے ان کے ہاتھوں لکھنے کی اور ہلاکت ہے ان کے لیے ان کی کمائی سے۔

مِّمَّا يَكْسِبُونَ۔ ان کی کمائی سے۔ اس کے یہاں دو معنی ہیں۔ ایک ان کے گناہوں کا ڈھیر جو وہ اپنے کسب اور حرکتوں سے جمع کرتے چلے جاتے ہیں۔

دوسرے وہ مالی نفع جو احکام الٰہی میں تبدیلی یا تحریف کر کے حاصل کرتے تھے۔

ارشاد باری تعالےٰ ہے کہ ان لوگوں کے لیے سخت خرابی ہے جو اللہ کے احکام میں تبدیلی کر کے کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہود کہتے تھے کہ وہ دوزخ میں ہرگز نہ رہیں گے مگر اتنی مدت جس مدت تک ان کے آباؤ اجداد نے گوسالہ پرستی کی تھی اور یہ چالیس روز ہیں اس کے بعد وہ عذاب جہنم سے آزاد ہو جائیں گے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا۔

وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً۔ اور یہود بولے کہ ہمیں ہرگز آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن۔ یعنی صرف چالیس دن۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہود کہا کرتے تھے کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے اور ہر برس کے عوض ایک دن ہم پہ عذاب ہوگا۔ اس کا جواب فرمایا گیا۔

قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ فرما دیجئے کیا خدا سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے جب تو اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا۔ یا خدا پر وہ بات بناتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو گناہ کمائے اور اس کی یہ بدکاریاں اسے گھیر لیں تو وہ جہنمی ہے وہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ اس لیے کہ جھوٹ بڑا سخت گناہ ہے اور یہ ایسا عیب ہے کہ اللہ تعالے

اس سے منزہ ہے اس سے کذب ممکن نہیں بنا بریں اگر تم نے اللہ تعالے سے وعدہ لیا ہے کہ وہ تمہیں چالیس روز میں آزاد کر دے گا تو وہ وعدہ کے خلاف ہرگز نہ کرے گا اور اگر اس نے وعدہ نہیں فرمایا تو تمہارا یہ دعوی باطل اور لغو ہے اور جس کے اعمال اسے گھیر چکے ہیں اور وہ شرک وکفر کی دلدل میں پھنس چکا ہے تو یقینی جہنمی ہے اور مشرک کے لیے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ ارشاد ہو چکا ہے اس لیے ایسے مشرک کی بخشش ہرگز نہ ہو گی جو بحالت کفر وشرک مرگیا ہو۔ رہا مومن عاصی اس کی بخشش یقینی ہے اس لیے کہ مومن کا ایمان اعظم اطاعت ہے اور بدکار میں بھی ایمان ہوتا ہے جو اس کے ساتھ رہتا ہے اسی لیے آگے فرمایا

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت والے ہیں انہیں ہمیشہ اس جنت میں رہنا ہے اس لیے کہ ان کا ایمان اسے سیہ کاری سے تائب ہونے کی توفیق دیتا ہے۔

اَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ اس کو گناہ نے گھیر لیا یعنی انہوں نے جان بوجھ کر بدی کی راہ اختیار کی اور پھر گناہوں کے اندر اس طرح گھر گئے کہ ایمان کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ رہی یہ حالت اہل کفر کی ہے۔

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ انہوں نے اچھے عمل کیے آخرت میں حصول جنت اور دنیا میں کامیابی کے لیے ایمان کے ساتھ اچھے اعمال کو لازمی شرط قرار دیا گیا ہے۔ اچھے اعمال سے مراد وہ کام ہیں جو انسان اللہ تعالے کے احکام کے مطابق بجالائے۔

بنی اسرائیل کا یہ گمان تھا کہ وہ اللہ تعالے کے لاڈلے ہیں انہیں ان کے گناہوں کی سزا نہیں ملے گی اور اگر ملی بھی تو چند روز یا ان کے بزرگ بخشوا لیں گے لہذا وہ حرام حلال میں نہ چوکتے تھے ان کے اس غلط گمان کی تردید فرمائی اور بتایا کہ نجات کا دارومدار صرف دو باتوں پر ہے۔ پہلی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ اور دوسری نیک عمل کرنا۔

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورہ بقرہ پ ۱

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ	اور جب ہم نے عہد لیا بنی اسرائیل سے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو۔ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو پھر

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

تم پھر گئے مگر تھوڑے سے تم میں سے اور تم منحرف تھے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ
وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ
وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝

اور جب ہم نے لیا عہد کہ تم اپنوں کا خون نہ بہاؤ گے اور نہ نکالو گے اپنوں کو اپنی بستیوں سے پھر تم نے اقرار کیا اور تم گواہ ہو۔

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ
فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ
بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى
تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ
اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ
فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ
فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى
اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ۝

پھر تم ہو کہ اپنے آپس میں قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو نکالتے ہو ان کے گھروں سے اور مدد دیتے ہو انکے نکالنے پر گناہ اور زیادتی سے۔ اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو بدلہ دے کر چھڑاتے ہو اور ان کا نکالنا تم پر حرام ہے تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حکموں سے کفر کرتے ہو تو کیا بدلہ ہے اس کا جو ایسا کرے تم میں سے مگر رسوائی دنیا میں دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن سخت تر عذاب کی طرف لوٹائے جائیں اور اللہ تمہاری کرنیوں سے غافل نہیں ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا
هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

یہ وہ ہیں کہ آخرت کے بدلے میں خریدتے ہیں دنیا کی زندگی تو نہ ہلکا ہونا ان سے عذاب اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

لفظی ترجمہ دسواں رکوع۔ سورۃ بقرہ۔ پ۱

وَ۔ اور	اِذْ۔ جب	اَخَذْنَا۔ ہم نے لیا	مِيْثَاقَ۔ عہد
بَنِىْ۔ اولاد	اِسْرَآءِيْلَ۔ یعقوب سے	لَا۔ نہ	تَعْبُدُوْنَ۔ پوجو گے تم
اِلَّا۔ مگر	اللّٰهَ۔ اللہ کو	وَ۔ اور	بِالْوَالِدَيْنِ۔ ماں باپ
کے ساتھ	اِحْسَانًا۔ احسان	وَ۔ اور	ذِى الْقُرْبٰى۔ رشتہ داروں
وَ۔ اور	الْيَتٰمٰى یتیموں	وَ۔ اور	الْمَسٰكِيْنِ۔ مسکینوں سے

وَ۔ اور	قُوْلُوْا۔ کہو	لِلنَّاسِ۔ لوگوں سے	حُسْنًا۔ اچھی بات
وَ۔ اور	اَقِیْمُوا۔ قائم کرو	الصَّلٰوۃَ۔ نماز	وَ۔ اور
اٰتُوا۔ دو	الزَّکٰوۃَ۔ زکوۃ	ثُمَّ۔ پھر	تَوَلَّیْتُمْ۔ تم منحرف ہوگئے
اِلَّا۔ مگر	قَلِیْلًا۔ تھوڑے	مِّنْکُمْ۔ تم میں سے	وَ۔ اور
اَنْتُمْ۔ تم	مُّعْرِضُوْنَ۔ منحرف ہوئے	وَ۔ اور	اِذْ۔ جب
اَخَذْنَا۔ لیا ہم نے	مِیْثَاقَکُمْ۔ عہد تم سے	لَا۔ نہ	تَسْفِکُوْنَ۔ بہاؤگے
دِمَآءَکُمْ۔ اپنا خون	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تُخْرِجُوْنَ۔ نکالوگے
اَنْفُسَکُمْ۔ اپنوں کو	مِّنْ دِیَارِکُمْ۔ اپنی بستی سے	ثُمَّ۔ پھر	اَقْرَرْتُمْ۔ تم نے اقرار کیا
وَ۔ اور	اَنْتُمْ۔ تم	تَشْهَدُوْنَ۔ گواہ ہو	ثُمَّ۔ پھر
اَنْتُمْ۔ تم	هٰٓؤُلَآءِ۔ وہ ہو کہ	تَقْتُلُوْنَ۔ قتل کرتے ہو	اَنْفُسَکُمْ۔ اپنوں کو
وَ۔ اور	تُخْرِجُوْنَ۔ نکالتے ہو	فَرِیْقًا۔ ایک گروہ کو	مِّنْکُمْ۔ اپنے سے
مِّنْ دِیَارِهِمْ۔ ان کے گھروں سے		تَظٰهَرُوْنَ۔ مدد دیتے ہو	عَلَیْهِمْ۔ ان پر
بِالْاِثْمِ۔ گناہ	وَ۔ اور	الْعُدْوَانِ۔ زیادتی کی	وَ۔ اور
اِنْ۔ اگر	یَّاْتُوْ۔ آئیں	کُمْ۔ تم میں	اُسٰرٰی۔ قیدی
تُفٰدُوْهُمْ۔ فدیہ دیتے ہو ان کا		وَ۔ اور	هُوَ۔ وہ
مُحَرَّمٌ۔ حرام ہے	عَلَیْکُمْ۔ تم پہ	اِخْرَاجُهُمْ۔ انکا نکالنا	اَ۔ کیا
تُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے ہو	بِبَعْضِ۔ بعض	الْکِتٰبِ۔ کتاب پہ	وَ۔ اور
تَکْفُرُوْنَ۔ کفر کرتے ہو	بِبَعْضٍ۔ بعض سے	فَمَا۔ تو کیا	جَزَآءُ۔ بدلہ ہے
مَنْ۔ جو	یَّفْعَلُ۔ کرے	ذٰلِکَ۔ ایسا	مِنْکُمْ۔ تم میں سے
اِلَّا۔ مگر	خِزْیٌ۔ رسوائی	فِی الْحَیٰوۃِ۔ زندگی	الدُّنْیَا۔ دنیا میں
وَ۔ اور	یَوْمَ۔ دن	الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے	یُرَدُّوْنَ۔ لوٹائے جائیں گے
اِلٰی۔ طرف	اَشَدِّ۔ سخت	الْعَذَابِ۔ عذاب کی	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	اللّٰهُ۔ اللہ	بِغَافِلٍ۔ بے خبر	عَمَّا۔ تمہاری
تَعْمَلُوْنَ۔ کرنیوں سے	اُولٰٓئِکَ۔ یہ	الَّذِیْنَ۔ وہ ہیں	اشْتَرَوُا۔ کہ خریدتے ہیں
الْحَیٰوۃَ۔ زندگی	الدُّنْیَا۔ دنیا کی	بِالْاٰخِرَۃِ۔ آخرت کے بدلے	فَلَا۔ تو نہ

يُخَفَّفُ۔ ہلکا ہو عَنْهُمْ۔ ان سے الْعَذَابُ۔ عذاب وَ۔ اور
لَا۔ نہ هُمْ۔ وہ يُنْصَرُوْنَ۔ مدد کیے جائیں

مختصر تفسیر اُردو دسواں رکوع۔ سورہ بقرہ پ۱

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔ اور جب ہم نے عہد لیا بنی اسرائیل سے کہ نہ پوجنا کسی کو سوا اللہ کے اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔

مِيْثَاق۔ اقرار وعہد۔ وثوق اور وثاق کے لفظ بھی اس کے مادے سے نکلے ہیں۔ بنی اسرائیل کے اس میثاق کا ذکر قرآن پاک کے دوسرے حصوں میں کئی جگہ آیا ہے۔ توریت وانجیل میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔

میثاق کے معنی مستحکم عہد کے ہیں۔ آیہ کریمہ میں وہ عہد جو بنی اسرائیل سے لیا تھا وہ مندرجہ ذیل امور پر تھا۔

ایک تو اشراک باللہ سے مجتنب رہنے کا اس لیے کہ یہ اعظم گناہ ہے۔

دوسرے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا اس لیے کہ وہ عبادت ہے کہ اس کی فضیلت میں حضور نے فرمایا۔

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمِّ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَقْدَامِ الْاَبَوَيْنِ۔

اور والدین سے حسن سلوک کے یہ معنی ہیں کہ ان سے کوئی ایسی بات نہ کی جائے کہ جس سے انہیں ایذا پہنچے یا صدمہ ہو اور اپنے بدن اور مال سے ان کی خدمت میں کوتاہی نہ ہو۔ البتہ اگر وہ شرک کی طرف لانے کی کوشش کریں تو اس میں ان کے حکم کی تعمیل نہ کرے۔ حَيْثُ قَالَ

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا۔ اور اگر تجھ سے اس بات پر جھگڑا کریں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو نہ کہا مان ان کا اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کر۔

چنانچہ فقہاء کرام نے فرمایا کہ اگر والدین اپنی خدمت کے لیے ترک نوافل کا حکم دیں تو وہ نفل ترک کر دے۔ اس لیے کہ ان کی خدمت نفل سے مقدم ہے۔ فرض وواجبات والدین کے حکم سے ترک نہیں کیے جائیں گے۔

والدین کے ساتھ احسان کے طریقے احادیث میں ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ تہ دل سے ان سے محبت رکھے رفتار و گفتار میں نشست و برخاست میں ان کا ادب کرنا لازمی ہے۔ ان کی شان میں تعظیم کے الفاظ کہے۔ انہیں راضی رکھنے میں

بحد شریعت سعی کرے۔ اپنے نفیس سے نفیس مال کو ان کی خدمت میں صرف کرنے سے اعراض نہ کرے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کی وصیت پر عمل پیرا ہو۔ ان کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ صدقہ دے اگر مال نہ ہو تو تلاوت کلام پاک سے ایصال ثواب کرے۔ اللہ تعالے کے حضور ان کی مغفرت کے لیے دعا کرے۔ ہفتہ میں کم سے کم ان کی قبر پر حاضری دے۔

اور والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ بھی ہے کہ اگر وہ گناہوں کے عادی ہوں یا بدمذہبی کی طرف ان کا میلان ہو تو ان کی نرمی سے اصلاح کرے اور انہیں صلاح و تقوی اور عقیدہ حقہ کی طرف لایا جائے۔

تیسرے یہ کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے ان کے حقوق ادا کرے اور ان کی خدمت کرنے میں کسی قسم کی بھی کوتاہی نہ کرے۔

چوتھے یتامی کے ساتھ ہمدردی و محبت سے پیش آئے۔ یتیم اس بچہ کو کہتے ہیں جس کے ماں باپ نہ ہوں۔ حضور نے فرمایا اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ کَھَاتَیْنِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ میں اور یتیم کا کفیل بروز قیامت ساتھ رہیں گے۔ یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرنے والے کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنے اس کے سر کے بال ہیں۔

پانچویں مسکین کی مدد کرنا۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس شام کے لیے بھی کھانے کو نہ ہو یعنے فقر و تنگ دستی نے اس کو ساکن کر دیا ہو۔

چھٹے لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آنا۔ بخندہ پیشانی ملنا۔ نیک بات نرمی و حسن سے کرنا ایسی بات جو سرتاپا نیکی ہو۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نیک بات لوگوں کو بتلاتے رہو اور بری بات سے روکتے رہو۔

ساتویں نماز قائم رکھنا کہ یہ فرائض خدا سے ہے۔

آٹھویں زکوۃ دینا۔ اور

زکوۃ ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کی ملکیت پہ سال گذر جانے کے بعد اس میں سے چالیسواں حصہ کسی مسلمان غریب، مسکین، یتیم، اسیر کو دینی فرض ہو جاتی ہے۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ چالیس سال میں سابقہ مالداری غرباء میں تقسیم ہوتی رہے اور اس کی جدید کمائی اس کی ملکیت بنے۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ مسلمانوں کی کمائی مسلمانوں میں مشترک رہے۔ آگے ارشاد ہے۔

ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ پھر تم اپنے عہد سے بدل گئے مگر تم میں سے تھوڑے۔ اور تم منحرف تھے۔

یعنی یہودیں عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی تو اپنے عہد پر قائم رہے اور باقی سب بدل گئے اور یہ عہد شکنی

کے پرانے عادی تھے۔

شان نزول آیت کریمہ کا یہ ہے کہ۔

بنی اسرائیل سے توریت میں عہد لیا گیا تھا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کریں گے۔

وطن سے نہ نکالیں گے۔

اور جو بنی اسرائیلی کسی کی قید میں ہو اسے فدیہ دے کر چھڑالیں گے۔

اس پر انہوں نے اقرار بھی کیا اور آپس میں اس عہد پہ گواہ بھی ہوئے۔

لیکن بعد میں قائم نہ رہے اور بدل گئے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ نواح مدینہ میں دو فرقے سکونت پذیر تھے ایک بنی قریظہ۔ دوسرے بنی نضیر اور مدینہ میں دو فرقے اوس اور خزرج رہتے تھے ان میں باہمی حلف تھا یعنی یہ ایک دوسرے کے حلیف تھے۔

بنی قریظہ اوس کے حلیف تھے اور بنی نضیر خزرج کے۔ یہ بوقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد پر آتے اور اپنے حلیف کے ساتھ ہو کر آپس میں شمشیر زنی کرتے۔ چنانچہ بنو قریظہ بنو نضیر پر چڑھائی کرتے اور بنی نضیر بنی قریظہ کے قتل پہ تیار رہتے حتی کہ ان کے گھر ویران کر دیتے انہیں ان کے مساکن سے نکال دیتے۔

لیکن جب ان کی قوم کے لوگوں کو ان کے حلیف قید کر لیتے تو وہ انہیں مالی فدیہ دے کر چھڑا لیتے یعنی اگر بنی نضیر کا کوئی شخص اوس کے ہاتھ قید ہو جاتا تو بنی قریظہ اس کو مالی معاوضہ دے کر رہا کرا لیتے۔ حالانکہ اگر وہی شخص لڑائی کے وقت ان کی زد میں آجاتا تو اس کے قتل کرنے میں کبھی دریغ نہ کرتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ملامت کی گئی۔ اس لیے کہ بوقت قتل تو قتل سے باز نہیں آتے اور قید ہو جانے کی صورت میں اپنا عہد سامنے رکھو۔ یہ بعض عہد پہ ایمان اور بعض سے کفر کے مرادف ہے۔

آیت کریمہ سے مندرجہ ذیل مسائل نکلے۔

اول یہ کہ ظلم و عدوان پر کسی ظالم کی مدد کرنا بھی حرام ہے۔

دوسرے یہ کہ معاہدہ کے خلاف کرنا حرام ہے۔

تیسرے یہ کہ حرام قطعی کو حلال جاننا کفر ہے۔

چوتھے یہ کہ کتاب اللہ کے بعض کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا کفر ہے۔

پانچویں یہ کہ انبیاء کرام میں سے ایک نبی کو ماننا اور دوسرے نبی کو نہ ماننا اسے کفر سے نہیں بچا سکتا جیسے یہود کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مان کر حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہو کر کافر ہوئے۔ اس کی تشریح میں اس کے آگے ارشاد ہے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّن دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ۔ اور جب ہم نے اے بنی اسرائیل تم سے عہد لیا کہ خون نہ کرو گے اپنوں کا اور اپنے لوگوں کو ان کی بستیوں سے نہ نکالو گے پھر تم نے اقرار کیا اور تم گواہ ہو۔

تَسْفِكُونَ کا مادہ سفک ہے جس کے معنی بہانا ہے محاورہ کے مطابق اس جملہ کے معنی قتل کرنا ہے۔

اللہ تعالے نے یہودیوں سے دو مزید وعدے لیے تھے ایک تو یہ کہ وہ آپس میں خونریزی نہ کریں گے۔

دوسرے یہ کہ وہ جلاوطن نہ کریں گے کیونکہ قوم کا اجتماعی رعب ختم ہو جائے گا۔ مخالفوں کو موقع ملے گا اور وہ اپنا تسلط جما لیں گے۔

ثُمَّ أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِم بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِن يَأْتُوكُمْ أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

پھر تم ہو کہ اپنوں کو قتل کرنے لگے اور اپنوں میں سے ایک گروہ کو ان کی بستیوں سے نکالتے ہو ان کے مخالف کی مدد کرتے ہو اور گناہ اور ظلم میں ان کی اعانت کرتے ہو اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو بدلہ دے کر چھڑا لیتے ہو اور انکا نکالنا تم پر حرام ہے تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو تو کیا ہے اس کا بدلہ جو تم میں سے ایسا کرے مگر یہ کہ رسوا ہو دنیا میں اور بروز قیامت پھیر اجائے گا سخت عذاب کی طرف اور اللہ تعالے تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ گناہ اور ظلم سے۔ اثم کے معنی گناہ ہیں۔ آثم گنہ گار کو کہتے ہیں۔

عدوان کے لفظی معنی سرکشی اور بغاوت کے ہیں۔ اعتداء حد سے بڑھنے کو کہتے ہیں یہاں ظلم کے معنی میں استعمال ہوا ہے بنی اسرائیل باہم جو قتل و غارت کرتے تھے یہ سب کچھ محض گناہ ظلم و ستم کے طور پر ہوتا تھا۔

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بنی اسرائیل کے دو قبیلے بنو نضیر اور بنو قریظہ جو مدینہ منورہ کے قریب رہتے تھے ان کی بھی عادت یہی تھی کہ ہمیشہ باہم جنگوں میں مصروف رہتے تھے۔ ساکنین مدینہ کے بھی دو قبیلے تھے اوس اور خزرج یہودیوں کا ایک قبیلہ مشرکوں کے ساتھ مل جاتا تھا اور دوسرا مشرکوں کے دوسرے جتھوں سے مل جاتا تھا پھر قتل و غارت باہمی ہوتی تھی۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں میں سخت اختلاف پیدا ہوا ان کی بھی باہم خونریزیاں ہوئیں جس کے نتیجہ میں وہ برباد ہو گئے۔

ان اعمال کے بدلے دنیا کی تو یہ رسوائی ہوئی کہ بنی قریظہ ۵ہجری میں ایک دن میں سات سو آدمی قتل کیے گئے اور بنی نضیر اس سے پہلے ہی جلا وطن کیے جا چکے تھے جو حلیفوں کی خاطر عہد الٰہی کی مخالفت کرتے رہے یہ اس کا وبال تھا۔ آگے ارشاد ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ ۰

یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی تو نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ ان کی کوئی مدد ہی کی جائے گی۔

بے راہ روی اور غلط کاریوں سے باز رکھنے والی صرف اللہ اور آخرت کا تصور ہے۔ یہود کی مذہبی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو آخرت پر ایمان ہی نہ رہا تھا۔

وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ۔ انہیں مدد نہ پہنچے گی۔ نصر کا مادہ انصار مدد کرنے والے ہیں لیعنی اس عذاب سے رہائی کے لیے کسی طرف سے انہیں قطعاً مدد نہ پہنچے گی۔

وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کی اس سے عہد اقرار کر کے پھر گئے اور دین کو دنیاوی مفاد پر قربان کر دیا۔ دنیا کی عارضی لذتوں کی خاطر دین کو چھوڑ دیا ان کے لیے آخرت میں سخت ترین عذاب ہے مرنے کے بعد انسان کو نیک عمل ہی ساتھ دے سکتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع سورۃ بقرہ پ۱

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَھْوٰٓی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ ۰

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے ابن مریم کو کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس سے اس کی مدد کی تو کیا جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم لائے جو تمہاری دلی خواہش نہیں تھی تو تم نے تکبر کیا تو ان نبیوں میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو قتل کرتے ہو۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَّعَنَھُمُ اللّٰہُ بِکُفْرِھِمْ فَقَلِیْلًا مَّا یُؤْمِنُوْنَ ۰

اور یہودی بولے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں۔ بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کی وجہ سے تو ان میں تھوڑے ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ○

اور جب ان کے پاس آئی کتاب اللہ کے پاس سے اس کی تصدیق کرنے والی جو ان کے پاس ہے توریت اور اس سے پہلے وہ ان کے وسیلہ سے (یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب وہ آئے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جانے پہچانے ہوئے تو ان سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ○

کتنے برے مولوں انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا کہ اللہ کے اتارے سے منکر ہوں اس سے کہ اللہ اتارے اپنے فضل سے جس پر چاہے وحی اتارے تو غضب پر غضب کے سزاوار ہوئے اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنبِيَاءَ اللَّهِ مِن قَبْلُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○

اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے اتارے پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں جو ہم پر اترا اس پر ایمان لاتے ہیں اور باقی سے منکر ہوتے ہیں حالانکہ وہ حق ہے ان کے پاس والی کتاب کی تصدیق کرتا ہوا تم فرماؤ کہ پھر نبیوں کو کیوں شہید کیا جو پہلے آئے اگر تمہیں اپنی کتاب پر ایمان تھا۔

وَلَقَدْ جَاءَكُم مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِن بَعْدِهِ وَأَنتُمْ ظَالِمُونَ ○

اور بے شک آیا موسیٰ تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر پھر تم نے اس کے بعد بچھڑا معبود بنا لیا اور تم ظالم اور مشرک تھے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُم بِهِ إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○

اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور کوہ طور تمہارے اوپر بلند کیا لو جو ہم تمہیں دیتے ہیں زور سے اور سنو۔ بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور رچ گیا ان کے دلوں میں بچھڑا ان کے کفر کے سبب تم فرماؤ کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔

قُلْ إِن كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِندَ اللَّهِ

فرما دو اگر پچھلا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے لیے ہو

خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥

نہ اوروں کے لیے تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ٥

اور ہرگز کبھی موت کی آرزو نہ کریں گے اپنی بداعمالیوں کے سبب جو کر چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ٥

اور یقیناً آپ انہیں پائیں گے لوگوں سے زیادہ حریص جینے پر اور مشرکوں سے ایک ایک محبوب رکھتا ہے کہ کسی طرح عمر پائے ہزار برس اور وہ جینا اسے عذاب سے دور نہ کرے گا اور اللہ ان کی کرتوت دیکھ رہا ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	اٰتَيْنَا۔ دی ہم نے	مُوْسَى۔ موسیٰ کو
اَلْكِتٰبَ۔ کتاب	وَ۔ اور	قَفَّيْنَا۔ پے در پے بھیجے ہم نے	مِنْ بَعْدِهٖ۔ اس کے بعد
بِالرُّسُلِ۔ رسول	وَ۔ اور	اٰتَيْنَا۔ دیں ہم نے	عِيْسَى۔ عیسیٰ
ابْنَ۔ بیٹے	مَرْيَمَ۔ مریم کو	الْبَيِّنٰتِ۔ کھلی نشانیاں	وَ۔ اور
اَيَّدْنٰهُ۔ تائید کی اسکی	بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ جبریل سے۔		اَفَكُلَّمَا۔ تو کیا جب
جَآءَكُمْ۔ آئے تمہارے پاس	رَسُوْلٌ۔ رسول	بِمَا۔ اس کے ساتھ جو	لَا۔ نہ
تَهْوٰى۔ چاہتے تھے	اَنْفُسُكُمُ۔ تمہارے نفس	اسْتَكْبَرْتُمْ۔ تو تکبر کیا تم نے	فَفَرِيْقًا۔ تو ایک گروہ کو
كَذَّبْتُمْ۔ تم نے جھٹلایا	وَ۔ اور	فَرِيْقًا۔ ایک گروہ کو	تَقْتُلُوْنَ۔ شہید کرتے ہو
وَ۔ اور	قَالُوْا۔ بولے	قُلُوْبُنَا۔ ہمارے دلوں پر	غُلْفٌ۔ پردے ہیں
بَلْ۔ بلکہ	لَّعَنَهُمُ۔ لعنت کی انپر	اللّٰهُ۔ اللہ نے	بِكُفْرِهِمْ۔ انکے کفر کے سبب
فَقَلِيْلًا۔ تو تھوڑے ہیں	مَّا۔ جو	يُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے ہیں	وَ۔ اور
لَمَّا۔ جب	جَآءَهُمْ۔ آئی انکے پاس	كِتٰبٌ۔ کتاب	مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ اللہ کے
پاس سے	مُصَدِّقٌ۔ تصدیق کرتی	لِّمَا۔ اس کی	مَعَهُمْ۔ جو انکے ساتھ ہے
وَ۔ اور	كَانُوْا۔ تھے وہ	مِنْ قَبْلُ۔ اس سے قبل	يَسْتَفْتِحُوْنَ۔ فتحیابی مانگتے

عَلٰی۔ اوپر	اَلَّذِیْنَ۔ ان کے جو	کَفَرُوْا۔ کفر کرنے والے تھے	فَلَمَّا۔ تو جب
جَآءَھُمْ۔ آیا ان کے پاس	مَّا۔ وہ	عَرَفُوْا۔ جانا پہچانا	کَفَرُوْا۔ منکر ہوئے
بِہٖ۔ ان کے	فَلَعْنَۃُ۔ تو لعنت ہے	اللّٰہِ۔ اللہ کی	عَلَی۔ اوپر
الْکٰفِرِیْنَ۔ منکروں کے	بِئْسَمَا۔ کس برے داموں	اشْتَرَوْا۔ خریدا	بِہٖ۔ انہوں نے
اَنْفُسَھُمْ۔ اپنی جان کو	اَنْ۔ اس سے	یَّکْفُرُوْا۔ کہ کفر کریں	بِمَا۔ اسکے ساتھ
اَنْزَلَ۔ جو نازل کیا	اللّٰہُ۔ اللہ نے	بَغْیًا۔ حسد کرتے جلن میں	اَنْ۔ اس سے کہ
یُّنَزِّلَ۔ نازل کیا	اللّٰہُ۔ اللہ نے	مِنْ فَضْلِہٖ۔ اپنے فضل سے	عَلٰی۔ اوپر
مَنْ۔ جس کے	یَّشَآءُ۔ چاہے	مِنْ عِبَادِہٖ۔ اپنے بندوں سے	فَبَآءُوْ۔ تو سزاوار ہو گئے۔
بِغَضَبٍ۔ غضب کے	عَلٰی۔ اوپر	غَضَبٍ۔ غضب کے	وَ۔ اور
لِلْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں کیلئے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے	مُّھِیْنٌ۔ ذلت کا	وَ۔ اور
اِذَا۔ جب	قِیْلَ۔ کہا جائے	لَھُمْ۔ ان سے	اٰمِنُوْا۔ ایمان لاؤ
بِمَا۔ اس پر جو	اَنْزَلَ۔ نازل کیا	اللّٰہُ۔ اللہ نے	قَالُوْا۔ کہتے ہیں
نُؤْمِنُ۔ ایمان لائے ہم	بِمَا۔ اس پر جو	اُنْزِلَ۔ نازل ہوا	عَلَیْنَا۔ ہم پر
وَ۔ اور	یَکْفُرُوْنَ۔ منکر ہیں	بِمَا۔ اس کے جو	وَرَآءَہٗ۔ علاوہ ہے اسکے
وَ۔ اور	ھُوَ۔ وہ	الْحَقُّ۔ حق ہے	مُصَدِّقًا۔ تصدیق کرنے والا
لِمَا۔ اس کا جو	مَعَھُمْ۔ ان کے ساتھ ہے	قُلْ۔ فرمادو تو	فَلِمَ۔ کس لیے
تَقْتُلُوْنَ۔ قتل کیا تم نے	اَنْبِیَآءَ اللّٰہِ۔ اللہ کے نبیوں کو		مِنْ قَبْلُ۔ اس سے پہلے
اِنْ۔ اگر	کُنْتُمْ۔ تھے تم	مُّؤْمِنِیْنَ۔ ایمان لانے والے	وَ۔ اور
لَقَدْ۔ بیشک	جَآءَکُمْ۔ آئے تمہارے پاس	مُّوْسٰی۔ موسیٰ	بِالْبَیِّنٰتِ۔ کھلی نشانیاں لیکر
ثُمَّ۔ پھر	اتَّخَذْتُمُ۔ پکڑا تم نے	الْعِجْلَ۔ بچھڑا	مِنْ بَعْدِہٖ۔ اس کے بعد
وَ۔ اور	اَنْتُمْ۔ تم	ظٰلِمُوْنَ۔ ظالم مشرک تھے	وَ۔ اور
اِذْ۔ جب	اَخَذْنَا۔ لیا ہم نے	مِیْثَاقَکُمْ۔ عہد تم سے	وَ۔ اور
رَفَعْنَا۔ اونچا کیا ہم نے	فَوْقَکُمُ۔ تم پر	الطُّوْرَ۔ طور کو	خُذُوْا۔ لو
مَآ۔ جو	اٰتَیْنٰکُمْ۔ ہم نے تمہیں دیا	بِقُوَّۃٍ۔ زور سے	وَّ۔ اور
اسْمَعُوْا۔ سنو	قَالُوْا۔ بولے	سَمِعْنَا۔ ہمنے سنا	وَ۔ اور

عَصَیْنَا۔ نہ مانا	وَ۔ اور	اُشْرِبُوْا۔ رچ بس گیا	فِیْ قُلُوْبِہِمْ۔ ان کے دلوں میں
اَلْعِجْلَ۔ بچھڑا	بِکُفْرِہِمْ۔ بوجہ ان کے کفر کے	قُلْ۔ کہہ	بِئْسَمَا۔ برا ہے وہ جو
یَاْمُرُکُمْ۔ حکم دیتا ہے تمہیں	بِہٖ۔ اس کا	اِیْمَانُکُمْ۔ تمہارا ایمان	اِنْ۔ اگر
کُنْتُمْ۔ ہوتے تم	مُؤْمِنِیْنَ۔ ایمان والے	قُلْ۔ کہو	اِنْ۔ اگر
کَانَتْ۔ ہے	لَکُمُ۔ تمہارے لیے	الدَّارُ۔ گھر	الْاٰخِرَۃُ۔ آخرت کا
عِنْدَ۔ نزدیک	اللّٰہِ۔ اللہ کے	خَالِصَۃً۔ مخصوص	مِنْ دُوْنِ۔ سوائے
النَّاسِ۔ لوگوں کے	فَتَمَنَّوُا۔ تو تمنا کرو	الْمَوْتَ۔ موت کی	اِنْ۔ اگر
کُنْتُمْ۔ ہو تم	صٰدِقِیْنَ۔ سچوں میں	وَ۔ اور	لَنْ۔ ہرگز نہ
یَّتَمَنَّوْہُ۔ تمنا کروگے	اَبَدًا۔ کبھی	بِمَا۔ بسبب اس کے	قَدَّمَتْ۔ جو آگے کرچکے ہیں
اَیْدِیْہِمْ۔ تمہارے ہاتھ	وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ	عَلِیْمٌ۔ جانتا ہے
بِالظّٰلِمِیْنَ۔ ظالموں کو	وَ۔ اور	لَتَجِدَنَّہُمْ۔ یقیناً پائیں گے آپ انہیں	
اَحْرَصَ۔ زیادہ حریص	النَّاسِ۔ لوگوں میں	عَلٰی۔ اوپر	حَیٰوۃٍ۔ زندہ رہنے کے
وَ۔ اور	مِنَ الَّذِیْنَ۔ ان میں سے وہ	اَشْرَکُوْا۔ جو مشرک ہیں	یَوَدُّ۔ محبوب رکھتے ہیں
اَحَدُہُمْ۔ ایک ان کے	لَوْ۔ اگر	یُعَمَّرُ۔ زندہ رہیں	اَلْفَ۔ ہزار
سَنَۃٍ۔ سال	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	ہُوَ۔ وہ
بِمُزَحْزِحِہٖ۔ علیحدہ ہو سکتے	مِنَ الْعَذَابِ۔ عذاب سے	اَنْ۔ اگر	یُّعَمَّرَ۔ زندہ رہیں
وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ	بَصِیْرٌ۔ دیکھنے والا	بِمَا۔ ان کے
یَعْمَلُوْنَ۔ کرتوت۔			

مختصر تفسیر اردو گیارہواں رکوع سورہ بقرہ پ ۱

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی۔

اس کتاب سے توریت شریف مراد ہے جس میں اللہ تعالےٰ کے تمام عہد مذکور تھے جس میں سب سے اہم یہ تھے کہ ہر زمانہ کے پیغمبروں کی اطاعت کرنا ان پر ایمان لانا۔ ان کی تعظیم و توقیر کے معاملہ میں کوئی مرحلہ فروگذاشت نہ کرنا۔

وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ۔ اس کے بعد پے درپے رسول بھیجے۔

بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تک انبیاء کا سلسلہ جاری رہا جن میں مشہور نبی یہ ہیں۔ حضرت یوشع حضرت داؤد۔ حضرت زکریا حضرت عنوئیل۔ شمعون۔ سلیمان حضرت ایوب حضرت شعیا وحضرت اریا وحضرت عزیر حضرت عیسیٰ حضرت الیاس۔ حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل میں سب سے آخری نبی ہیں ان کے بعد نبوت بنی اسمٰعیل میں منتقل ہوگئی۔

قَفَّيْنَا۔ یہ لفظ قفا سے ہے اسم کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اس وقت یہ پشت کے معنی دیتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو انبیاء آتے رہے ان کی تعداد چار ہزار بیان کی گئی ہے یہ سب کے سب شریعت موسوی کے محافظ اور اس کے احکام جاری کرنے والے تھے اور چونکہ خاتم الانبیاء سید الاصفیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کسی کو نہیں مل سکتی، اس لیے حضور کے بعد شریعت محمدیہ کی حفاظت واشاعت ربانی علماء ملت کو عطا ہوئی۔

یہاں اس مسئلہ کو حسب موقعہ مختصراً سمجھ لینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جماعت مرتدہ مرزائیہ عام طور پر عوام میں یہ مغالطہ پھیلاتی ہے کہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ قرآن کریم میں وارد ہے اور خاتم مہر کے معنی میں آتا ہے۔

اس کا اول تو جواب حدیث نبوی سے مسکت ہمارے سامنے ہے کہ حضور نے فرمایا اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِيَآءِ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ لَا نَبِیَّ میں لا نفی جنس ہے اور یہ وہی لا ہے جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں ہے۔

سرور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے گنجائش تاویل ہی نہ چھوڑی خاتم کے معنی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کر دیئے تو اب کسی قسم کے قیل وقال محض موشگافی اور بے ایمانی ہی ہو سکتی ہے۔

اس کے علاوہ عربی لغت کا فیصلہ عربی لغات کے ذریعہ پر موقوف ہے۔ منتہی الارب۔ قاموس۔ صراح تاج العروس سب نے لکھا اَلْخَاتِمُ وَالْخَاتَمُ مَا يُخْتَمُ بِهٖ۔ خاتِم خاتَم دونوں طرح اس ہی معنی میں آتا ہے جس پر کوئی شے ختم ہو جائے۔

بلکہ بعض نے تو مَا يُخْتَمُ بِهٖ النُّبُوَّةُ بھی لکھ دیا ہے۔ پھر قرآن کریم کا قاعدہ بیان آتا واضح ہے کہ جہاں ختم کو بمعنی مہر لایا گیا ہے وہاں علیٰ ضرور آیا ہے اور جہاں آخر کے معنی لیے گئے وہاں علیٰ قطعاً نہیں۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ یہاں ختم کے ساتھ عَلٰى موجود ہے اس لیے کہ یہاں مہر کے معنی میں مادہ ختم لایا گیا اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ یہاں بھی عَلٰى اس لیے لایا گیا کہ ختم بمعنے مہر لیا گیا۔ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں عَلٰى اس ہی لیے نہیں آیا کہ یہاں مہر کے معنی نہیں بلکہ آخر کے معنی مقصود ہیں۔ اس کے علاوہ بکثرت احادیث صحیحہ

ہمارے دعویٰ کی موید ہیں آگے ارشاد ہے۔

وَاٰتَیْنَا عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح سے اس کی مدد کی۔

اَلْقُدُس بمعنی طہارت۔ پاکی۔ قدس۔ پاک سے مراد اللہ تعالےٰ ہے۔ تعظیم کے لیے اپنی ذات کی طرف نسبت فرمایا جیسے بیت اللہ۔ اللہ کا گھر۔ ناقۃ اللہ۔ اللہ کی اونٹنی۔

دوسری وَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا۔ پھونکا اس میں ہم نے اس میں روح اپنی سے۔ یا روح کی اضافت القدس کی طرف ایسی ہے جیسے حاتم الجود۔ حاتم سخاوت کا۔ حاتم کی اضافت جود کی طرف ہے۔ اسی طرح القدس۔ پاکی صفت روح کی ہوگی حضرت جبریل اور عیسیٰ علیہما السلام کو ان کے معصوم اور پاک ہونے کی وجہ سے پاک فرمایا گیا حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ولادت کے وقت شیطان سے پاک رکھا۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بچہ اولاد آدم میں پیدا ہوتا ہے اسے ولادت کے وقت شیطان چھوتا ہے سوائے مریم اور اس کے بیٹے کے کہ وہ دونوں محفوظ رہے (بخاری مسلم)

اور نشانیوں سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے ہیں جیسے اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اندھے کو سوانکھا کر دیتا ہوں اور کوڑھی کو تندرست اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

یا بَیِّنات سے مراد انجیل ہے۔

اور روح القدس سے مراد حضرت روح الامین ہیں کہ وہ اجسام خاک نہیں۔ بلکہ اجسام نور ہیں۔ روحانی ہیں وحی لاتے ہیں جس سے قلوب کی حیات ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے عہد میں رہنے پر مامور تھے۔ آپ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ اس وقت تک حضرت جبریل سفر حضر میں کبھی آپ سے جدا نہ ہوئے تھے۔ تائید روح القدس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل میں ایک فضیلت جلیلہ ہے۔

سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں حضور کے بعض امتیوں کو بھی تائید روح القدس میسر ہوئی صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے جب مسجد نبوی میں منبر بچھایا جاتا اور آپ اس پر حضور کی نعت کرتے تو ان کے لیے حضور فرماتے اَللّٰهُمَّ اَیِّدِ الْحَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اے اللہ حسان کی روح القدس سے مدد فرما۔

اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ۔ تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آیا جو تمہارے نفس کی خواہش کے خلاف تھا تو تم نے تکبر کیا اور ان انبیاء کے ایک گروہ کو تم نے جھٹلایا اور ایک گروہ انبیاء کو شہید کیا۔

انبیاء کرام کے احکام اپنی خواہشوں کے خلاف پائے تو سرے سے نبیوں ہی کی مخالفتیں شروع کر دیں اور موقع پا کر بہت انبیاء کرام شہید کر ڈالے حضرت شعیب حضرت زکریا اور بہت سے انبیاء کرام کو شہید کر دیا۔ سید انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے درپے رہے کبھی آپ پر جادو کیا:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر کسی نے جادو کیا حتیٰ کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ فلاں کام کیا ہے یا نہیں ایک روز بارگاہ ایزدی میں دعا فرمائی پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے عائشہ معلوم ہے کہ میں نے بارگاہ ایزدی میں جو دعا کی تھی اس سے مجھے معلوم ہو گیا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا بات ہے؟

فرمایا میرے پاس دو شخص آئے ایک میرے سرہانے بیٹھا اور دوسرا پائنتی پھر ایک نے دوسرے سے دریافت کیا تو دوسرے نے جواب دیا کہ لبید بن عاصم یہودی نے ایک کنگھی اور کچھ بالوں اور کھجور کے پھل کے غلاف میں جادو کیا ہے اور وہ چاہ ذروان میں ہے۔

رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اس کنوئیں پر تشریف لائے اور ان چیزوں کو نکلوایا اللہ تعالے نے صحت عطا فرمائی۔

اور کبھی زہر دیا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیبر کے یہودیوں نے ایک بکری زہر آلود کر کے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک ٹکڑا اٹھایا جو دست کا تھا اور کھانا شروع کیا چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ہمراہ تھے جب کچھ کھا لیا تو حضور نے فرمایا کہ کھانے سے سب ہاتھ اٹھا لو اور ان یہودیوں کو بلوا بھیجا جب وہ آئے تو دریافت فرمانے پر انہوں نے اعتراف کر لیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ زہر ہم نے اس لیے ملایا تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ کو کچھ نقصان نہ ہوگا ورنہ ہم آرام سے ہو جاویں گے۔

شافع محشر نے ان کا قصور معاف فرما دیا اور سزا نہیں دی اور صحابہ میں جس جس نے کھایا تھا وہ وفات پا گئے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وصال کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے اے عائشہ خیبر میں جو زہر آلود کھانا کھایا تھا اس کا اثر اب تک محسوس ہو رہا ہے (بخاری)

اور اس کے علاوہ بھی انواع واقسام کے فریب قتل کے لیے کیے لیکن اللہ تعالے کا وعدہ تھا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ اے محبوب تیرا عاصم و محافظ لوگوں سے اللہ ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ۔ اور یہودی بولے ہمارے دلوں

پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔

یہ جملہ یہود نے استہزاءً کہا تھا۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ حضور کی ہدایت کو ان کے دلوں تک راہ نہیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس استہزاء یعنی لفظ غلف کا جواب دیا۔ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ۔ پردے نہیں پڑے ہیں بلکہ وہ ہماری رحمت سے دور ہو گئے ہیں۔ اپنی سرکشی اور کفر کی وجہ سے ورنہ دل تو اللہ تعالےٰ نے فطرت پر پیدا فرمایا ہے ان میں قبول حق کی استعداد ہے یہ سرکشی اور ہٹ دھرمی ان کے کفر کی شامت ہے کہ انہوں نے سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کرنے کے بعد انکار کیا۔ اللہ تعالےٰ نے ان پر لعنت فرمائی اور جس پر لعنت ہو وہ رحمت سے محروم ہو جاتا ہے اور جو رحمت حق سے محروم ہو وہ یقیناً قبول کی نعمت سے محروم ہے اور تھوڑے ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔
یہاں فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ بیان فرمایا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ اللہ نے مہر کر دی ہے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے تو وہ ایمان نہ لائیں گے مگر تھوڑے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔

سید انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اوصاف کا بیان مفصل قرآن پاک میں آ گیا اور توریت میں بھی موجود ہے کما فی تفسیر کبیر و خازن

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اس کا شان نزول یہ ہے کہ سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن کریم کے نزول سے قبل یہود کہا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْاُمِّيِّ یعنی الٰہی ہمیں نبی امی کے صدقے میں فتح و نصرت عطا فرما۔
يَسْتَفْتِحُوْنَ۔ فتح مانگتے تھے۔ یہ لفظ فتح سے نکلا۔

نبی آخر الزمان رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت سے قبل یہودی جب مدینہ والوں سے شکست کھاتے تو اس وقت آنے والے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر اللہ تعالےٰ سے فتح و نصرت مانگا کرتے تھے۔ اس سے چند فائدے ظاہر ہوئے۔

۱:- یہ کہ مقبولان حق کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے۔

۲:- یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سے قبل دنیا میں دنیا پر حضور کی تشریف آوری کا شہرہ تھا اور اس وقت بھی حضور کے وسیلہ

سے خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهٖ جب حضور کی بعثت ہوئی تو یہود جانتے تھے کہ یہ وہی ہستی مقدس ہے جس کے وسیلہ سے ہم ان کی تشریف آوری سے قبل ان کا وسیلہ دے کر استفتاح کرتے تھے۔ مَا عَرَفُوا میں ما موصولہ ہے یہ اس لیے مانا گیا کہ توریت کے ذریعہ تمام یہود جان چکے تھے کہ نبی آخر الزمان خاتم النبیین حضور ہی ہیں۔ لیکن ان کا انکار محض حسد و عناد اور جاہ و ریاست کی وجہ سے تھا تو اس حسد کی بنا پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ۔ تو اللہ کی لعنت یعنی رحمت سے محرومی منکروں کے لیے ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَاءُوْا بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ کس برے داموں انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا کہ اللہ کے نازل کیے ہوئے سے منکر ہوئے اس جلن اور حسد سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر چاہے وحی اتارے تو چھا گیا ان پر غضب پر غضب یعنی غضب الٰہی کے سزاوار ہوگئے اور کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

تفسیر: یہ ایک فطری چیز ہے کہ انسان اپنی جان کی خلاصی کے لیے وہی کچھ کرنا چاہتا ہے جس سے اسے امید رسائی ہو۔ یہود نے وہی کچھ سوچ کر انکار کیا تاکہ ان کی قوم میں ان کا وقار بنا رہے اور یہ خیال نہ کیا کہ دنیا کی عزت چند روزہ ہے۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وعدہ الٰہی ہے کہ انجام کار کی بھلائی تقویٰ والوں کو ہے مگر انہوں نے دنیا کو مقدم کر کے اس برے سودے میں پڑ گئے اور اللہ کے نبی اور اس کی کتاب کے منکر ہو گئے جو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ کے مصداق بن کر غضب دنیا اور غضب آخرت میں پھنس گئے اور ذلت کے عذاب کا وعید ان کے لیے اللہ تعالےٰ کی طرف سے آیا وہ یہ چاہتے ہی رہے کہ ختم نبوت کا منصب بنی اسرائیل میں سے کسی ملتا۔ جب دیکھا کہ وہ محروم رہے اور یہ شرف بنی اسمٰعیل کو ملا اور منصب خاتمیت سے نوازے گئے تو حسب عادت حسد کرنے لگے حتیٰ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا انکار کر دیا تو انواع و اقسام کی ذلت والے عذاب کے مستحق ہوئے آگے ارشاد ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَاءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے نازل کیے پر ایمان لاؤ یعنی قرآن کریم اور تمام وہ کتابیں اور صحائف جو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائے سب پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر اترا یعنے صرف اور صرف توریت۔ اور باقی سے انکار کرتے ہیں۔ یہ محض توریت پر ایمان لانے کا دعویٰ غلط ہے اس لیے کہ قرآن

پاک جو توریت کا مصدق ہے اس کا انکار یقیناً توریت کا انکار ہے باآنکہ ہُوَ الْحَقُّ وہ قرآن حق ہے اور انکے پاس والی کتاب یعنی توریت کی تصدیق فرماتا ہے۔ چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ہ اے محبوب آپ فرمائیں اگر تم توریت پر ایمان رکھتے ہو تو توریت کی حمایت تو کئی ہزار انبیاء کرتے تھے تو پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا اگر تم اپنی کتاب توریت پر ایمان رکھتے تھے۔

معلوم ہوا یہ دعویٰ بھی تمہارا غلط ہے محض تمہاری بکواس اور ہرزہ سرائی ہے۔ درحقیقت تمہارا ایمان صرف اور صرف اپنی خواہشات نفسانیہ پر ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ہ اور بے شک تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام کھلی نشانیاں لے کر تشریف لائے پھر تم نے اس کے بعد یعنی ان کے کوہ طور پر چلے جانے کے بعد بچھڑا پوجنا شروع کر دیا اور تم ظالم تھے یعنی مشرک۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْاؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَاۗ وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْؕ قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِیْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔

اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا توریت پر عمل کرنے کا تو تم نے وہ عہد بھی پورا نہ کیا آخر کوہ طور بذریعہ جبریل تمہارے سروں پر بلند کیا اور حکم دیا کہ لو جو ہم تمہیں دیتے ہیں زور سے اور سنو تو بجائے اس کے کہ حکم مانتے بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اس میں بھی ان کی تکذیب ہے کہ شریعت موسوی کے ماننے کا دعویٰ بھی جھوٹا ہے اگر تم مانتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا اور ید بیضا وغیرہ کھلی نشانیوں کے دیکھنے کے بعد بچھڑا ہرگز نہ پوجتے وجہ یہ تھی کہ وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا ان کے کفر کے سبب اے محبوب فرما دو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان جو خالص کفر ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو یہ سچا ایمان کیسے ہو سکتا ہے۔ آگے پھر انہیں کا رد ہے ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ تم فرماؤ اگر پچھلا گھر یعنی جنت اللہ کے نزدیک خالص تمہارے لیے ہے اوروں کے لیے نہیں تو بھلا ہمت کر کے موت کی آرزو تو کرو اگر سچے ہو۔

تفسیر:۔ یہود کے باطل تخیل و توہم میں سے یہ بھی تھا کہ جنت خاص انہی کے لیے ہے چنانچہ اس کا رد فرمایا گیا اور ارشاد ہوا اگر تمہارے زعم باطل میں جنت تمہارے لیے خاص ہے اور آخرت کی طرف سے تم مطمئن ہو تمہیں کسی عمل کی ضرورت نہیں ہے تو یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ جنتی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیوی نعمتیں بھی مصیبت ہیں

لہذا یہاں کی مصیبتیں کیوں برداشت کرتے ہو۔ جلدی موت کی تمنا کرو تاکہ تمہیں تمہارے زعم کے مطابق راحت حاصل ہو جائے اور اگر تم نے موت کی دعا نہ کی تو اس میں تمہارے جھوٹا ہونے کا ثبوت ہے چنانچہ حدیث میں حضور نے فرمایا اگر یہودی اس مطالبہ پر موت کی دعا کرتے تو یقیناً روئے زمین پر ایک یہودی نہ رہتا سب ہلاک ہو جاتے مگر خود ہی فرمایا جاتا ہے کہ ان کی یہ ہمت ہرگز نہیں کہ تمنائے موت کریں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن کا تحفہ موت ہے۔

حضرت حبان بن اسود فرماتے ہیں کہ موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے نہ اس کی دعا کرے کیونکہ موت آنے کے بعد آدمی کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور مومن کی عمر خیر و نیکی ہی بڑھاتی ہے۔ (مسلم)

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۔ اور ہرگز موت کی آرزو نہ کریں گے ان کی بداعمالیوں کے سبب جو آگے کر چکے ہیں یہ غیبی خبر ہے جو قرآن نے دی کہ باوجود ضد اور شدید حسد و عناد کے غدائی مطالبہ پر وہ ہرگز یہ جرأت نہ کریں گے کہ تمنائے موت کا لفظ بھی زبان پر لائیں چنانچہ موت کی تمنا کی جرأت کسی بھی یہودی کو نہ ہوئی آگے فرمایا وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۔ اللہ مشرکوں ظالموں کو خوب جانتا ہے پھر ان کے ضمیروں کا نقشہ کھینچا گیا۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۔

بے شک تم ضرور انہیں پاؤ گے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ جینے کی حرص رکھتے ہیں اور مشرکوں سے ہر ایک تمنا کرتا ہے کہ کہیں ہزار برس جیے۔ حالانکہ لمبی عمر کا پانا عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اور اللہ انکے کرتوت دیکھ رہا ہے۔

چنانچہ حضور سید اکرم صلے اللہ علیہ وسلم موت کی محبت اور لقاء الٰہی کا شوق اس قدر دل میں رکھتے تھے کہ اس سنت کے اتباع میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہر نماز کے بعد یہ دعا فرمایا کرتے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَوَفَاةً فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ ۔ یا رب مجھے اپنی راہ میں شہادت اور اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے شہر میں وفات نصیب کر۔

پھر عموماً تمام صحابہ اور بالخصوص شہداء بدر و احد اور اصحاب بیعت رضوان کو موت فی سبیل اللہ سے محبت تھی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے لشکر کفار کے سردار رستم بن فرخ زاد کے پاس جو نامہ بھیجا اس میں تحریر فرمایا تھا اِنَّ مَعِیَ قَوْمًا يُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ كَمَا يُحِبُّ الْاَعَاجِمُ الْخَمْرَ ۔ میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو موت کو اتنا محبوب رکھتی ہے جتنا عجمی شراب کو۔

نشان مرد مومن با تو گویم !
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ میں مجوسیوں کے اخلاق کی طرف اشارہ ہے وہ آپس میں تحیت و سلام کے موقعہ پہ "زہ ہزار" (ہزار برس جیو) کی دعا دیا کرتے تھے۔ تو یہودی، مجوسی، گبر، ترسا یہ سب اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پارہ ۱ بارہواں رکوع۔ سورۃ بقرہ پ ۱

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

تم فرما دو جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اس نے تمہارے دل پر قرآن اتارا اللہ کے حکم سے تمہارے آگے کی کتابوں کی تصدیق کرتا اور ہدایت اور بشارت مومنوں کو۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

جو کوئی دشمن ہو اللہ کا اور فرشتوں کا اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝

اور بے شک ہم نے تمہاری طرف نازل فرمائیں روشن آیتیں اور ان کے منکر نہ ہوں گے مگر بے حکمے فاسق لوگ۔

اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

اور کیا جب کوئی عہد کرتے ہیں تو ان میں کا ایک فریق اسے پھینک دیتا ہے۔ بلکہ ان میں اکثر وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور جب ان کے پاس آیا کوئی رسول اللہ کے پاس سے ان کے ساتھ والی کتابوں کی تصدیق کرتا تو پھینکا ان کتاب والوں سے ایک فریق نے اللہ کی کتاب کو پس پشت گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۤ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا

اور پیرو ہوئے اس کے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنت سلیمان میں اور سلیمان نے کفر نہ کیا لیکن شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ جادو جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اترا اور وہ دونوں فرشتے

يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ
فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ
بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ
بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ
مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا
لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ
وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا
يَعْلَمُوْنَ ۝

کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو آزمائش ہیں اپنا ایمان ضائع کرکے کافر نہ ہو۔ تو ان سے وہ سیکھتے ہیں جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اس کی عورت میں اور وہ ضرر نہیں پہنچا سکتے اس سے کسی کو مگر خدا کے اذن سے اور وہ سیکھتے ہیں وہ جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دیگا اور بیشک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا کیا نہیں ہے ان کے لیے آخرت میں حصہ اور بے شک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں۔ کہیں انہیں علم ہوتا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ
اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو اللہ کے پاس وہ ثواب لیتے بہت اچھا۔ کاش۔ انہیں کسی طرح علم ہوتا۔

لفظی ترجمہ

قُلْ۔ تم فرمادو	مَنْ۔ جو کوئی	كَانَ۔ ہو	عَدُوًّا۔ دشمن
لِجِبْرِيْلَ۔ جبریل کا	فَاِنَّهٗ۔ تو اس نے تو	نَزَّلَهٗ۔ نازل کیا	عَلٰى۔ اوپر
قَلْبِكَ۔ دل تمہارے کے	بِاِذْنِ۔ ساتھ حکم	اللّٰهِ۔ اللہ کے	مُصَدِّقًا۔ تصدیق کرتا
لِّمَا۔ اس کی	بَيْنَ يَدَيْهِ۔ جو اس کے آگے ہے		وَ۔ اور
هُدًى۔ ہدایت	وَّ۔ اور	بُشْرٰى۔ بشارت	لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ مومنوں کے لیے
مَنْ۔ جو کوئی	كَانَ۔ ہو	عَدُوًّا۔ دشمن	لِّلّٰهِ۔ اللہ کا
وَ۔ اور	مَلٰٓئِكَتِهٖ۔ اسکے فرشتوں کا	وَ۔ اور	رُسُلِهٖ۔ اسکے رسولوں کا
وَ۔ اور	جِبْرِيْلَ۔ جبریل کا	وَ۔ اور	مِيْكٰىلَ۔ میکائیل کا
فَاِنَّ۔ تو بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	عَدُوٌّ۔ دشمن ہے	لِّلْكٰفِرِيْنَ۔ کافروں کا
وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بے شک	اَنْزَلْنَآ۔ اتارا	اِلَيْكَ۔ تمہاری طرف

آیٰتٍ۔ آیتوں	بَیِّنٰتٍ۔ روشن کو	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
یَکْفُرُ۔ منکر	بِھَا۔ اس کے	اِلَّا۔ مگر	اَلْفٰسِقُوْنَ۔ بے حکم فاسق
اَوَ۔ کیا	کُلَّمَا۔ جب کبھی وہ	عٰھَدُوْا۔ عہد کرتے ہیں	عَھْدًا۔ کوئی عہد
نَبَذَہٗ۔ پھینک دیتا ہے	فَرِیْقٌ۔ ایک فریق	مِّنْھُمْ۔ ان سے	بَلْ۔ بلکہ
اَکْثَرُھُمْ۔ اکثر انکے	لَا۔ نہیں	یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان والے	وَ۔ اور
لَمَّا۔ جب	جَآءَھُمْ۔ آتا ہے انکے پاس	رَسُوْلٌ۔ کوئی رسول	مِّنْ عِنْدِ۔ پاس سے
اللّٰہِ۔ اللہ کے	مُصَدِّقٌ۔ تصدیق کرتا	لِّمَا۔ اس کی	مَعَھُمْ جو انکے پاس ہے۔
نَبَذَ۔ پھینک دیتا ہے	فَرِیْقٌ۔ ایک فریق	مِّنَ الَّذِیْنَ انکا جنہیں	اُوْتُوا۔ دی گئی
اَلْکِتٰبَ۔ کتاب	کِتٰبَ اللّٰہِ۔ اللہ کی کتاب	وَرَآءَ۔ پیچھے	ظُھُوْرِھِمْ۔ اپنی پشت کے
کَاَنَّھُمْ۔ گویا کہ	لَا۔ نہیں	یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	وَ۔ اور
اتَّبَعُوْا۔ پیرو ہوئے	مَا۔ اس کے جو	تَتْلُوا۔ پڑھتے ہیں	الشَّیٰطِیْنُ۔ شیطان
عَلٰی۔ اوپر	مُلْکِ۔ سلطنت	سُلَیْمٰنَ۔ سلیمان کے	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	کَفَرَ۔ کفر کیا	سُلَیْمٰنُ۔ سلیمان نے	وَ۔ اور
لٰکِنَّ۔ لیکن	الشَّیٰطِیْنَ۔ شیطانوں نے	کَفَرُوْا۔ کفر کیا	یُعَلِّمُوْنَ۔ سکھاتے ہیں
النَّاسَ۔ لوگوں کو	السِّحْرَ۔ جادو	وَ۔ اور	مَا۔ جو
اُنْزِلَ۔ اترا	عَلَی۔ اوپر	الْمَلَکَیْنِ۔ دو فرشتوں کے	بِبَابِلَ۔ بابل میں
ھَارُوْتَ۔ ہاروت	وَ۔ اور	مَارُوْتَ۔ ماروت پر	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	یُعَلِّمٰنِ۔ سکھاتے وہ	مِنْ اَحَدٍ۔ کسی کو ایک سے	حَتّٰی۔ جب تک
یَقُوْلَا۔ نہ کہہ لیتے	اِنَّمَا۔ کہ ہم	نَحْنُ۔ وہ ہم ہیں	فِتْنَۃٌ۔ آزمائش
فَلَا۔ تو نہ	تَکْفُرْ۔ کفر کرو تم	فَیَتَعَلَّمُوْنَ۔ تو ان سے سیکھتے ہیں	
مِنْھُمَا۔ ان دونوں سے	مَا۔ وہ جو	یُفَرِّقُوْنَ۔ جدائی ڈالے	بِہٖ۔ اس سے
بَیْنَ۔ درمیان	الْمَرْءِ۔ مرد کے	وَ۔ اور	زَوْجِہٖ۔ اسکی عورت کے
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	ھُمْ۔ وہ	بِضَآرِّیْنَ۔ ضرر پہنچانیوالا
بِہٖ۔ اس سے	مِنْ اَحَدٍ۔ کسی کو	اِلَّا۔ مگر	بِاِذْنِ۔ اذن سے
اللّٰہِ۔ اللہ کے	وَ۔ اور	یَتَعَلَّمُوْنَ۔ سیکھتے ہیں	مَا۔ وہ جو

یَضُرُّھُمْ۔ انہیں نقصان دے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	یَنْفَعُھُمْ۔ نفع دے انکو
وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	عَلِمُوْا۔ وہ جانتے ہیں	لَمَنِ۔ جس نے
اشْتَرٰہُ۔ خریدا وہ سودا	مَا۔ نہیں	لَہٗ۔ اس کا	فِی۔ بیچ
الْاٰخِرَۃِ۔ آخرت کے	مِنْ خَلَاقٍ۔ کوئی حصہ	وَ۔ اور	لَبِئْسَ۔ بیشک بری ہے
مَا۔ وہ چیز	شَرَوْا۔ جو خریدی	بِہٖ۔ اس سے	اَنْفُسَھُمْ۔ اپنی جان دے کر
لَوْ۔ اگر	کَانُوْا۔ ہوتے وہ	یَعْلَمُوْنَ۔ جاننے والے	وَ۔ اور
لَوْ۔ اگر	اَنَّھُمْ۔ وہ	اٰمَنُوْا۔ ایمان لاتے	وَ۔ اور
اتَّقَوْا۔ پرہیزگاری کرتے	لَمَثُوْبَۃٌ۔ تو ثواب پاتے	مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ اللہ تعالے کے پاس	
خَیْرٌ۔ بہتر	لَوْ۔ اگر	کَانُوْا۔ ہوتے وہ	یَعْلَمُوْنَ۔ جاننے والے

مختصر تفسیر اردو بارہواں رکوع۔ سورہ بقرہ پ ۱

قُلْ مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰہِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ وَھُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ آپ فرمائیں جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اس جبریل نے تو تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا ہوا اور ہدایت اور بشارت مسلمانوں کے لیے۔

شان نزول

اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ یہود کا عالم عبد اللہ بن صوریا نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ کے پاس آسمان سے جو فرشتہ آتا ہے وہ کون ہے۔ حضور نے فرمایا جبریل۔

ابن صوریا نے کہا وہ تو ہمارا دشمن ہے وہ عذاب اور شدت اور خسف لاتا ہے کئی دفعہ ہم سے عداوت کر چکا ہے اگر آپ کے پاس میکائیل آتا تو ہم آپ پر ایمان لے آتے۔

اس کا جواب اللہ تعالے نے دیا کہ یہود کی جبریل سے عداوت بے معنی ہے بلکہ اگر انہیں انصاف پسند ہوتا تو وہ جبریل امین سے محبت کرتے اور ان کے شکرگذار ہوتے کہ وہ ایسی کتاب لائے جس سے ان کی کتابوں کی تصدیق ہوتی ہے اور بشری للمومنین فرمانے میں یہود کا رد ہے کہ اب تو جبریل ہدایت اور بشارت لائے ہیں تو اب ان سے عداوت کیوں اب تو اس عداوت سے باز آؤ۔ کیونکہ ہر قسم کا حکم اللہ تعلے کی طرف سے آتا ہے جبریل اور دوسرے فرشتوں رسولوں کی دشمنی بے معنی ہے۔ آگے فرمایا۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ۔

جو کوئی دشمن ہے۔ اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے ایسے کافروں کا۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا کہ یہ جبریل جس کو تمہارے پیغمبر ذکر کرتے ہیں ہمارے دشمن ہیں حضرت عمر نے فی البداہت فرمایا مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ جو اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور پیغمبروں اور جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہے تو بیشک اللہ اس کا دشمن ہے۔ راوی حدیث حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر نازل ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام اپنے اسلام لانے سے پہلے اپنی زمین پر کام کر رہے تھے اس حال میں ان کو معلوم ہوا کہ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں آپ کی خدمت عالی میں حاضر آئے اور عرض کی یا رسول اللہ میں آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں ان کو نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

ایک تو یہ کہ قیامت کی علامتوں میں سے سب سے پہلی علامت کیا ہے۔؟

دوسرے یہ کہ سب سے پہلے جنت والوں کا کھانا کیا ہوگا۔؟

تیسرے یہ کہ بچہ کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کے اس کی کیا وجہ ہے؟

سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ابھی جبریل امین نے ان تین سوالوں کے جواب بتائے ہیں۔

عبداللہ بن سلام نے حضرت جبریل کا نام سن کر کہا کہ یہ تو فرشتوں میں سے یہود کے دشمن ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

تفسیر:۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کا دشمن اور ملائکہ کے ساتھ عداوت کرنے والا کافر اور غضب الٰہی کا مستحق ہو جاتا ہے اور محبوبان حق سے دشمنی اللہ تعالے سے دشمنی کرنا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

اور بے شک ہم نے تمہاری طرف روشن آئتیں اتاریں۔ آیات بینات تک کی آیت مالک بن صیف یہودی کے جواب میں نازل ہوئی۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اللہ کے وہ عہد یاد دلائے جو انہوں نے حضور پر ایمان لانے کے متعلق کیے تھے تو ابن صیف نے عہد ہی کا انکار کر دیا۔

یہودیوں کی تاریخ غداری اور عہد شکنی کے واقعات سے بھری پڑی ہے جب کبھی ان کے پاس اللہ کا کوئی رسول

نشانیاں ۔۔ کر آتے تو وہ اس کو جھٹلانے اور عہد کے باوجود اس پر قائم نہ رہتے تھے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ اور جب ان کے پاس تشریف لایا اللہ کے پاس سے ایک رسول ان کی کتابوں کی تصدیق کرتا تو کتاب والوں کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب پس پشت پھینک دی گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

تفسیر ۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم توریت زبور وغیرہ کی تصدیق فرماتے تھے اور خود ان کتابوں میں بھی حضور کی تشریف آوری کی خبر اور آپ کے اوصاف و احوال کا بیان تھا۔ گویا حضور کی تشریف آوری اور آپ کا وجود باوجود ان کتابوں کی تصدیق تھا تو چاہیئے یہ تھا کہ اہل کتاب حضور کی رونق افروزی پر اپنی کتابوں پر ایمان لانے کے ساتھ حضور پر بھی ایمان لے آتے تاکہ ان کا اقرار و ایمان اور پختہ ہوتا۔ مگر اس کے برعکس انہوں نے یہ کیا کہ اپنی کتابوں میں تحریف کر کے توریت سے بھی کفر کیا۔

علامہ سدی کا قول ہے کہ جب حضور تشریف لائے تو یہود نے توریت سے حضور کے اوصاف کا مقابلہ کیا۔ اور جب توریت اور قرآن کو بالکل مطابق پایا تو توریت کو بھی چھوڑ دیا یعنی قرآن سے تو بے التفاتی کر ہی رکھی تھی توریت کو بھی پس پشت پھینک دیا۔

حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ یہود نے توریت حریر اور دیبا کے ریشمی غلافوں میں معرق زری سے مطلاد مزین کر کے رکھ دیا اور اس کے احکام سے ایسے غیر ملتفت ہوئے گویا پس پشت ڈال دیا اور بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ جو فرمایا گیا اس کی تصریح یہ ہے کہ یہود کے چار فرقے تھے۔

ایک توریت پر ایمان لایا اور اس کے حقوق ادا کرتے رہے یہ مومنین اہل کتاب ہیں ان کی تعداد کم تھی۔ اور اکثرہم سے بھی پتہ چلتا ہے۔

اور دوسرا فرقہ وہ تھا جس نے علی الاعلان توریت کے عہد توڑے اس کی حدود سے باہر ہوئے سرکشی کرتے رہے جیسا کہ نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ میں انکا بیان ہے۔

تیسرا فریق وہ تھا جس نے عہد شکنی کا اعلان تو نہ کیا لیکن اپنی جہالت سے عہد شکنی کا مظاہرہ کرتے رہے یہ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ کے مورد ہیں۔

چوتھے فرقے نے ظاہری طور پر تو عہد کیے اور بغاوت و عناد اور حسد و خفد باطنی کی وجہ سے مخالفت کرتے رہے یہ تصنع سے جاہل بنتے تھے چنانچہ فرمایا كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ گویا انہیں معلوم ہی نہیں آگے ارشاد ہے۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ق اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنت سلیمان میں اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان

کافر ہوئے جو جادو لوگوں کو سکھاتے ہیں۔

شان نزول

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کو اس سے روکا اور ان کی کتابیں لے کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیں۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات ہو گئی اور وہ علماء بھی رحلت کر گئے جو اس راز سے واقف تھے تو شیطان آدمی کی صورت میں بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میں تمہیں ایسا خزانہ نہ بتاؤں جسے تم تمام عمر نہ پا سکو گے وہ خزانہ اس کرسی کے نیچے کھود کر دیکھو۔ لوگوں نے کھودنا شروع کر دیا۔ شیطان علیحدہ کھڑا ہو گیا۔ اس لیے کہ اس کرسی کا یہ خاصا تھا کہ جب شیطان اس کرسی کے پاس آتا تو فوراً جل جاتا تھا۔ لوگوں نے اس کرسی کے نیچے سے کتب مدفونہ جادو والی کتابیں نکال کر لوگوں سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام انہی کے ذریعہ سلطنت کرتے تھے اور جن وانس اور پرند و چرند کو مسخر کرتے تھے۔

شیطان تو یہ بات بتا کر اڑ گیا بنی اسرائیل کے علماء و صلحاء نے اس کا رد کیا لیکن ان کے جاہل لوگ جادو کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم ماننے لگے اور اس کے سیکھنے میں مشغول ہو گئے انبیاء کرام کی تعلیم اور کتابوں کو چھوڑ کر حضرت سلیمان علیہ السلام پر ملامت شروع کی اور کہتے رہے کہ انہوں نے ہم پر حکومت انہی منتروں کے ذریعہ کی ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک وہ اسی جہالت پر رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی براءت وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ فرما کر کر دی کہ نہیں کفر کیا یعنی سحر کیا سلیمان علیہ السلام نے وہ نبی ہیں اور انبیاء کفر کے کاموں سے قطعاً معصوم ہیں ان کی طرف جادو کی نسبت کرنا محض اوہام باطل کا نتیجہ ہے۔

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا۔ لیکن شیطانوں نے کفر کیا۔ يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ کہ سکھاتے تھے لوگوں کو جادو۔

سحر ایسے الفاظ اور اعمال کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ سے انسان کو شیاطین سے قرب ہو جاتا ہے اور شیاطین اس سے مسخر ہو جاتے ہیں وہ الفاظ آدمی کے بدن میں مرض اور موت اور جنون کا اثر پیدا کر دیتے ہیں یا آنکھ میں خلاف امر خیال جما دیتے ہیں جیسا کہ فرعون کے ساحروں نے رسیاں وغیرہ ڈال کر تخیل کرا دیا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈال کر ابتلاء و آزمائش پیدا کر دی تھی۔

علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک سحر کا وجود حق ہے اور اس پر عمل کرنا کفر ہے۔

وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ اور وہ جادو جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اترا۔

اَلْمَلَکَیْنِ ۔ یہ دو فرشتہ ہیں جن کا نام ہاروت و ماروت ہے ۔

بَابِلَ ۔ عراق کے دار الخلافہ کا نام تھا ۔ یہ شہر بغداد سے ۴۰ میل جنوب کی طرف دریائے فرات کے کنارے پر واقع تھا ۔ یہ شہر بہت بڑا تھا ۔ خوشحال تھا ۔ فرات اور دجلہ اس علاقے کو سیراب کرتے تھے اس شہر میں جادو منتر سفلی عملیات کا بہت چرچا تھا ۔

وہ جادو جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اترا جس کی تہمت انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر جادوگری کی جھوٹی لگائی ۔ حالانکہ ہاروت و ماروت کے پاس بھی جو آتا اسے وہ کہہ دیتے کہ

وَمَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰی یَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَۃٌ فَلَا تَکْفُرْ ؕ فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھلاتے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم محض آزمائش میں ہیں تو تم اپنا ایمان نہ کھو تو ان سے سیکھتے ہیں وہ جس سے جدائی ڈالی جائے مرد اور اس کی عورت میں اور اس سے نقصان نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر اذن الٰہی سے ۔

حضرت ابن عباس اور قتادہ رضوان اللہ علیہم سے ہاروت و ماروت کا قصہ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ

جب فرشتوں نے دیکھا کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کے گناہوں کے دفتر کے دفتر آسمان پر جاتے ہیں تو انہیں فرشتوں نے طعنہ دیا کہ یہ کیسے بندے ہیں جو خالق حقیقی کی نافرمانی کر رہے ہیں ۔ حق تعالے نے فرمایا اگر میں تم کو زمین پر بھیج دوں اور وہ قوت شہوانیہ جو ان میں ہے تم میں بھی پیدا کر دوں تو تم بھی ایسا ہی کرو ۔

فرشتوں نے عرض کی کہ اے مالک و خالق تو پاک ہے ہم ہرگز تیری نافرمانی نہ کریں گے ۔ حکم ہوا کہ جو تم میں جانا چاہتے ہیں وہ اپنے آپ کو پیش کریں ۔ فرشتوں نے ہاروت ماروت اور عزرائیل کو منتخب کر لیا ۔ اللہ تعالے نے ان میں قوت شہوانی پیدا کر دی ۔ حکم ہوا زمین پر جاؤ اور لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرو ۔ شرک ۔ ناحق خون اور زنا اور شراب سے منع فرمایا حسب ارشاد فرشتے زمین پر آئے اور اپنی اپنی خدمات میں مصروف ہو گئے ۔

ہاروت ماروت دونوں دن بھر تو لوگوں میں عدل و انصاف کرتے رہتے شام کو اسم اعظم کے ذریعہ آسمان پر چلے جاتے ابھی کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ امتحان کا وقت آ گیا وہ یہ کہ ایک عورت جس کا نام زہرہ تھا ۔ اس کے شوہر کا معاملہ عدالت میں پیش ہوا ۔ یہ عورت فارس کی ملکہ تھی اور نہایت حسینہ تھی یہ اسے دیکھتے ہی فریفتہ ہو گئے اس کو اپنی خواہش ظاہر کی تو

اس نے کہا کہ جب تک تم بت پرستی اختیار نہ کرو گے اور میرے خاوند کو قتل نہ کر دو گے اور شراب نہ پیو گے اس وقت تک میں تمہارے قریب نہیں آ سکتی۔ اس نے شراب پیش کی انہوں نے پی لی پھر اس کے خاوند کو قتل کر دیا پھر اس سے زنا کے مرتکب ہوئے اللہ تعالے نے زہرہ کو مسخ کر کے شہاب بنایا۔ انہوں نے آسمان پر چڑھنا چاہا تو بازوؤں نے ساتھ نہ دیا یہ دونوں حضرت ادریس علیہ السلام کی خدمت میں آئے جو اس وقت کے نبی تھے اور ان سے شفاعت کے طلبگار ہوئے تو بارگاہ ایزدی سے حکم ہوا کہ ان کو سزا ضرور ملے گی۔ اب تمہیں اختیار ہے دنیاوی سزا بھگت لو یا اخروی جو جیا ہو مل جائے گی۔ فرشتوں نے دنیاوی عذاب کو آسان سمجھ کر قبول کر لیا۔ وہ بابل میں پاؤں کے بل ایک آگ کے کنوئیں میں لٹکے ہوئے ہیں۔

شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اللہ زہرہ پر لعنت کرے کہ اس نے ہاروت ماروت کو فتنہ میں ڈالا"۔

محمد بن یوسف صالحی سبیل الرشاد میں بحوالہ کمال الدین فرماتے ہیں اس کے متعلق روایات موضوع ہیں۔

جادو کا علم تو ضرور ہے لیکن اسے سیکھ کر اس پر عمل کرنا اسے مباح اور جائز جاننا کفر ہے۔ یہی ہاروت ماروت ہر سیکھنے والے کو اول واضح کرتے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ سیکھنے پر اصرار کرتا تو سکھا دیتے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ علم ہی ایسا برا ہے تو اسے تعلیم کے لیے کیوں ظاہر کیا گیا۔

اس کا جواب واضح الفاظ میں صرف اتنا سمجھیے کہ یہ جادو فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے مابین امتیاز و آزمائش کے لیے نازل ہوا۔ اس سے عوام میں واضح ہو گیا کہ کس نے سیکھ کر اس پر عمل کیا اور کافر ہوا اور کس نے اس سے اجتناب کر کے اپنا ایمان ایمان محفوظ کیا۔

جادو کے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ جادو کا وہ منتر جو منافی ایمان نہ ہو وہ جائز ہے اس کے کلمات و افعال میں اگر ناجائز باتیں ہوں تو اس سے اجتناب لازمی ہے جو اس سے بچے نہ سیکھے یا سیکھے تو اس پر عمل نہ کرے اس کے کفریات کا معتقد نہ ہو وہ مسلمان رہے گا۔ اس لیے علم شئے بہ از جہل شئے ہے۔

امام ابو منصور ماتریدی کا فیصلہ ہے کہ جو سحر کفر ہے اس کا عامل اگر مرد ہو واجب القتل ہے اور جو سحر کفر نہیں مگر اس کے ذریعہ جانیں ہلاک کی جاتی ہیں تو اسکا عامل قطاع الطریق کے حکم میں ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ جادوگر کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

اور اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ جو فرمایا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مؤثر حقیقی اللہ تعالے ہے اور اسباب میں تاثیر من کل الوجوہ تحت المشیت ہے۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۔ اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا۔

علوم غیر نافعہ کا سیکھنا مکروہ ہے۔ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ

لَا يَنْفَعُ ۔ اے اللہ میں علم غیر نافع سے تیری پناہ مانگتا ہوں"

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ اور بے شک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا کیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور بے شک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں ۔ کاش وہ جانتے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ اگر وہ ایمان لاتے اور حضور سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر یقین کرتے اور پرہیزگاری کرتے تو اللہ کے پاس ان کا بہت اچھا ثواب ہے۔ کاش وہ کسی طرح جانیں۔

آیت متلوہ میں اللہ تعالے نے جادو اور سفلی عملیات کی حقیقت کھول کر بیان فرما دی اور اس کا نتیجہ بھی بیان فرما دیا کہ وہ ہمارے حکم کے بغیر کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ خود انہی کا نقصان ہوتا ہے۔ آخرت میں ان کے لیے کوئی نعمت نہیں۔ اگر وہ اس کے بجائے نیکی اختیار کرتے۔ اس کے عذاب سے ڈرتے تو یقیناً اللہ انہیں بہت بہتر اجر دیتا۔

بامحاورہ ترجمہ تیرھواں ۱۳ رکوع سورہ بقرہ پ ۱

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں کہو انظرنا یعنی حضور ہم پر نظر فرمائیں اور سن لو کافروں کے لیے درد ناک عذاب ہے۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

وہ جو کافر ہیں (کتابی یا مشرک) نہیں چاہتے یہ کہ تم پر کوئی بھلائی اترے تمہارے رب کی طرف سے اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

جب کوئی آیت ہم منسوخ کریں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہی کے لیے ہے ملکیت آسمانوں

وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○

اور زمین کی اور تمہارا نہیں اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہ مددگار۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○

کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے وہ سوال کرو جو موسیٰ سے پہلے ہوا تھا اور جو ایمان کے بدلے کفر لے وہ یقیناً بہک گیا سیدھے راستہ سے۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

پسند کرتے ہیں بہت سے اہل کتاب کاش تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف لوٹا لائیں اپنے دلوں کی جلن اور حسد سے بعد اس کے کہ حق ان پر ظاہر ہو چکا ہے۔ تو تم چھوڑ دو اور درگزر کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور جو آگے بھیجو گے بھلائی اپنی جانوں کے لیے اسے اللہ کے پاس پاؤ گے بے شک اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

اور اہل کتاب بولے ہرگز جنت میں نہ جائے گا مگر وہ جو یہودی یا نصرانی ہو یہ ان کی خیالی باتیں ہیں تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا منہ جھکایا اللہ کے لیے اور وہ نیکوکار ہے تو اس کی نیکی کا بدلہ اس کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

لفظی ترجمہ

يٰۤاَيُّهَا۔ اے وہ	الَّذِيْنَ۔ لوگو جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	لَا۔ نہ
تَقُوْلُوْا۔ کہو	رَاعِنَا۔ راعنا	وَ۔ اور	قُوْلُوْا۔ کہو
انْظُرْنَا۔ ہم پر نظر کیجیے	وَ۔ اور	اسْمَعُوْا۔ سن لو	وَ۔ اور

لِلْکَافِرِیْنَ۔ کافروں کیلئے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے	اَلِیْمٌ۔ دردناک	مَا۔ نہیں
یَوَدُّ۔ پسند کرتے	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے	مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ۔ اہل
کتاب میں سے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	الْمُشْرِکِیْنَ۔ مشرکین
اَنْ۔ یہ کہ	یُّنَزَّلَ۔ اترے	عَلَیْکُمْ۔ تم پر	مِّنْ خَیْرٍ۔ کوئی بھلائی
مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ تمہارے رب کیطرف سے	وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ	یَخْتَصُّ۔ خاص کرتا ہے
بِرَحْمَتِہٖ۔ اپنی رحمت سے	مَنْ۔ جسے	یَّشَآءُ۔ چاہے	وَ۔ اور
اللّٰہُ۔ اللہ	ذُو۔ صاحب	الْفَضْلِ۔ فضل	الْعَظِیْمِ۔ عظیم ہے
مَا۔ جو	نَنْسَخْ۔ منسوخ کریں ہم	مِنْ اٰیَۃٍ۔ کوئی آیت	اَوْ۔ یا
نُنْسِھَا۔ بھلادیں	نَاْتِ۔ تو لے آئینگے	بِخَیْرٍ۔ بہتر	مِّنْھَا۔ اس سے
اَوْ۔ یا	مِثْلِھَا۔ اسکے مثل	اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہیں
تَعْلَمْ۔ جانتے	اَنَّ۔ کہ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	عَلٰی۔ اوپر
کُلِّ۔ ہر	شَیْءٍ۔ چیز کے	قَدِیْرٌ۔ قادر ہے	اَ۔ کیا
لَمْ۔ نہیں	تَعْلَمْ۔ جانتے	اَنَّ۔ کہ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ
لَہٗ۔ کے لیے	مُلْکُ۔ بادشاہی ہے	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور
الْاَرْضِ۔ زمین کی	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	لَکُمْ۔ تمہارے لیے
مِّنْ دُوْنِ۔ سوا	اللّٰہِ۔ اللہ کے	مِنْ وَّلِیٍّ۔ کوئی حمایتی	وَّ۔ اور
لَا۔ نہ	نَصِیْرٍ۔ مددگار	اَمْ۔ کیا	تُرِیْدُوْنَ۔ یہ ارادہ کرتے ہو
اَنْ۔ کہ	تَسْئَلُوْا۔ سوال کرو	رَسُوْلَکُمْ۔ اپنے رسول سے	کَمَا۔ جیسا
سُئِلَ۔ سوال کیے گئے	مُوْسٰی۔ موسیٰ	مِنْ قَبْلُ۔ پہلے سے	وَ۔ اور
مَنْ۔ جو	یَّتَبَدَّلِ۔ بدلے	الْکُفْرَ۔ کفر کو	بِالْاِیْمَانِ۔ ایمان سے
فَقَدْ۔ تو تحقیق	ضَلَّ۔ بہک گیا	سَوَآءَ۔ سیدھے	السَّبِیْلِ۔ راستہ سے
وَدَّ۔ چاہا	کَثِیْرٌ۔ بہت سے	مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ۔ کتابیوں نے	
لَوْ۔ کاش	یَرُدُّوْنَکُمْ۔ پھیردیں تم کو	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	اِیْمَانِکُمْ۔ ایمان تمہارے کے
کُفَّارًا۔ کفر کی طرف	حَسَدًا۔ اسی جلن سے	مِّنْ عِنْدِ۔ نزدیک	اَنْفُسِھِمْ۔ اپنی جانوں کے
مِنْ بَعْدِ۔ بعد	مَا۔ اس کے کہ	تَبَیَّنَ۔ ظاہر ہوا	لَھُمُ۔ ان پر

اَلْحَقُّ۔ حق	فَاعْفُوْا۔ تو چھوڑ دو	وَ۔ اور	اصْفَحُوْا۔ درگذر کرو
حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	یَاْتِیَ۔ آئے	اللہُ۔ اللہ کا	بِاَمْرِہٖ۔ کوئی حکم
اِنَّ۔ بے شک	اللہَ۔ اللہ	عَلٰی۔ اوپر	کُلِّ۔ ہر
شَیْءٍ۔ چیز کے	قَدِیْرٌ۔ قادر ہے	وَ۔ اور	اَقِیْمُوا۔ قائم رکھو
الصَّلٰوۃَ۔ نماز	وَ۔ اور	اٰتُوا۔ دو	الزَّکٰوۃَ۔ زکوٰۃ
وَ۔ اور	مَا۔ جو کچھ	تُقَدِّمُوْا۔ آگے بھیجو گے	لِاَنْفُسِکُمْ۔ اپنی جانوں
کے لیے	مِنْ۔ کوئی	خَیْرٍ۔ بھلائی	تَجِدُوْہُ۔ پاؤ گے اسے
عِنْدَ۔ پاس	اللہِ۔ اللہ کے	اِنَّ۔ بے شک	اللہَ۔ اللہ
بِمَا۔ اسے جو	تَعْمَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو	بَصِیْرٌ۔ دیکھ رہا ہے	وَ۔ اور
قَالُوْا۔ بولے کتابی	لَنْ۔ ہرگز نہیں	یَدْخُلَ۔ داخل ہوں گے	الْجَنَّۃَ۔ جنت میں
اِلَّا۔ مگر	مَنْ۔ جو	کَانَ۔ ہو	ھُوْدًا۔ یہودی
اَوْ۔ یا	نَصٰرٰی۔ نصرانی	قُلْ۔ تم فرما دو	ھَاتُوْا۔ لاؤ
بُرْھَانَکُمْ۔ اپنی دلیل	اِنْ۔ اگر	کُنْتُمْ۔ ہو تم	صٰدِقِیْنَ۔ سچے
بَلٰی۔ ہاں کیوں نہیں	مَنْ۔ جس نے	اَسْلَمَ۔ جھکایا	وَجْھَہٗ۔ اپنا منہ
لِلّٰہِ۔ اللہ کے لیے	وَ۔ اور	ھُوَ۔ وہ	مُحْسِنٌ۔ نیکوکار ہو
فَلَہٗ۔ تو اس کا	اَجْرُہٗ۔ بدلہ	عِنْدَ۔ نزدیک	رَبِّہٖ۔ اسکے رب کے ہے
وَ۔ اور	لَا۔ نہیں	خَوْفٌ۔ خوف	عَلَیْھِمْ۔ اس پر
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	ھُمْ۔ وہ	یَحْزَنُوْنَ۔ غمگین ہو

مختصر تفسیر اردو تیرھواں (۱۳) رکوع سورہ بقرہ پ۱

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور اچھی طرح سن لو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

شان نزول

یہ ہے کہ جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی اثنائے تعلیم میں عرض

کرتے رَاعِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اس کے یہ معنی تھے کہ یارسول اللہ ہماری بھی رعایت فرمائیے یعنی ہمیں کلام اقدس کو سمجھ لینے کا موقعہ دیجئے۔ لیکن یہ لفظ رَاعِنَا یہود کے عرف میں سوء ادبی کے معنی رکھتا تھا۔ انہوں نے تو بغرض اہانت رَاعِنَا کہا اور صحابہ کرام نے ان کی دیکھا دیکھی راعنا کہنا اختیار کیا۔ حضرت سعد بن معاذ یہود کی اس اصطلاح سے واقف تھے آپ نے ایک روز یہود کو یہ لفظ کہتے دیکھ کر فرمایا۔

اے دشمنان خدا۔ تم پر اللہ کی لعنت اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اس کی گردن ماردوں گا۔

یہود بولے ہم پر تو آپ برہم ہوتے ہیں لیکن مسلمان بھی تو یہی لفظ راعنا کہتے ہیں۔

یہ جواب سن کر حضرت سعد رنجیدہ ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں لفظ راعنا کا استعمال ممنوع فرمایا گیا اور اس کی بجائے اس کا ہم معنی لفظ اُنْظُرْنَا کہنے کا حکم ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ

۱۔ انبیاء کرام کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں کلمات ادب عرض کرنا فرض ہے۔

۲۔ جس کلمہ میں ان کی شان میں ترک ادب کا وہم بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے۔

آگے فرمایا وَاسْمَعُوْا یعنی ہمہ تن گوش رہ کر سن لو کہ بارگاہ رسالت میں یہ جرأت ہی کرنا بے ادبی ہے کہ اپنی طرف حضور کی توجہ مبذول کرنے کی عرض ہو۔ بلکہ خود اتنی ہوش وگوش سے متوجہ رہو کہ حضور کا ہر لفظ تمہاری سماعت سے خارج نہ ہو جائے دربار نبوت کا یہی ادب ہے۔ گویا دربار نبوت میں آدمی کو ادب کے اعلیٰ مراتب کا لحاظ لازم و ضروری ہے وَلِلْکٰفِرِیْنَ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جناب میں بے ادبی خالص کفر ہے۔ اس سے ہمیشہ پرہیز رہے ورنہ ادنےٰ واہمہ و شائبہ کفر سے ایمان چلا جانا ممکن ہے ؂ با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ نہیں چاہتے وہ جو کافر ہیں کتابی نہ مشرک کہ تم پر کوئی بھلائی اترے تمہارے رب کے پاس سے اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ جن لوگوں نے کفر کیا۔ لفظ کفر کے معنی ہیں چھپانا۔ اسلام کی اصطلاح میں اللہ و رسول کے منکر کو کافر کہا جاتا ہے۔

اَھْلُ الْکِتٰبِ۔ یہ قرآن پاک میں مختلف مقام پر آیا ہے یعنی کتاب والے توریت۔ انجیل زبور وغیرہ

اَلْمُشْرِکِیْنَ۔ مشرک یہ لفظ شرک سے بنا۔ مشرک اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات میں شریک ٹھہرائے۔ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو معبود بنائے۔

وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل کے لیے چن لیتا ہے اس لیے کسی کو کسی سے بھی حسد نہیں کرنا چاہئے۔

شان نزول:۔ یہود کی ایک جماعت مسلمانوں سے دوستی اور ہمدردی کا اظہار کرتی تھی۔ ان کی تکذیب میں یہ

آیت کریمہ نازل ہوئی اور مسلمانوں کو مطلع کیا کہ کفار خیر خواہی کے دعوی میں جھوٹے ہیں بلکہ وہ اندرونی طور پر سخت بدخواہ ہیں وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ تم پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی بھلائی نازل ہو (جمل)

اور کفار اہل کتاب اور مشرکین دونوں مسلمانوں سے اتنا بغض و عناد رکھتے ہیں کہ اس کا رنج ہے کہ ان کے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو نبوت و وحی عطا ہوئی اور مسلمانوں کو یہ نعمت عظمی کیوں ملی (خازن وغیرہ)

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ۔ جب کوئی آیت ہم منسوخ کریں یا بھلا دیں تو اس کی جگہ اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ ہی کے لیے ہے آسمان اور زمین کی ملکیت اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی ہے نہ مددگار۔

نَنْسَخْ کے معنی ہیں ہم منسوخ کرتے ہیں یعنی ایک حکم کی جگہ دوسرا حکم دیتے ہیں سابقہ آسمانی کتابوں کا قرآن پاک کے آجانے کے بعد منسوخ ہو جانا بالکل کھلی بات ہے۔

شان نزول۔ آیت کریمہ کا یہ ہے کہ قرآن کریم نے شرائع سابقہ و کتب قدیمہ کو منسوخ فرمایا تو کفار کو بہت وحشت ہوا اور انہوں نے اس پر طعن کرنی شروع کی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا کہ منسوخ بھی اللہ کی طرف سے ہے اور ناسخ بھی اسی کی طرف سے ہے اور اس میں جو حکمت الٰہی ہے وہ اسی کے علم میں ہے بظاہر یہ حقیقت ہے کہ فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَةِ۔

بنابریں ناسخ و منسوخ دونوں میں حکمت ہے اور ناسخ کبھی منسوخ سے زیادہ سہل اور نافع ہوتا ہے۔ قدرت الٰہی پر یقین رکھنے والے اس میں تردد نہیں کرتے بکائنات میں مشاہدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ دن سے رات کو بدلتا ہے، موسم گرما سرما لاتا ہے، بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپا آتا ہے، بیماری سے تندرستی اور بہار سے خزاں کو منسوخ فرماتا ہے یہ تمام نسخ اور تبدیلیاں اس کی قدرت کے دلائل ہیں تو ایک آیت اور ایک حکم کے منسوخ ہونے میں کیا تعجب۔ نسخ در حقیقت حکم سابق کی مدت کا بیان ہوتا ہے کہ وہ حکم اس مدت کے لیے تھا۔

کفار کی محض نافہمی تھی کہ وہ نسخ پر اعتراض کرتے تھے اور اہل کتاب کا اعتراض ان کے معتقدات کے لحاظ سے بھی غلط ہے۔ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت کے احکام کی منسوخیت تسلیم کرنا پڑے گی اور یہ ماننا پڑے گا کہ شنبہ کے دن دنیوی کام ان سے پہلے حرام نہ تھے۔ ان پر حرام ہوئے۔ یہ بھی اقرار کرنا ناگزیر ہوگا کہ توریت میں حضرت نوح کی امت کے لیے تمام چوپائے حلال ہونا بیان کیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بہت سے حرام کر دیے گئے۔ ان امور کے ہوتے ہوئے نسخ کا انکار کس طرح ممکن ہے۔

اس سے یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ جس طرح ایک آیت دوسری آیت سے منسوخ ہوتی ہے۔ اسی طرح حدیث متواتر

سے بھی ہوتی ہے۔

مسئلہ نسخ کبھی صرف تلاوت کا ہوتا ہے کبھی صرف حکم کا کبھی تلاوت و حکم دونوں کا۔

بیہقی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک انصاری صحابی شب کو تہجد کے لیے اٹھے اور سورۂ فاتحہ کے بعد جو سورت ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اسے پڑھنا چاہا لیکن وہ سورت یاد ہی نہ آئی اور سوائے بسم اللہ کے کچھ نہ پڑھ سکے صبح دوسرے صحابہ سے اس کا ذکر کیا ان حضرات نے فرمایا ہمارا بھی یہی حال ہے وہ سورت ہمیں بھی یاد تھی اور اب ہمارے حافظہ میں نہ رہی۔ سب نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ عرض کیا حضور نے فرمایا نُسِخَتِ الْبَارِحَۃَ آج شب وہ سورت اٹھالی گئی۔ اس کے حکم و تلاوت دونوں منسوخ ہوئے جن کاغذوں پر لکھی گئی تھی ان پر نقش تک باقی نہ رہے (رسالہ ناسخ و منسوخ للعلامہ ہبۃ اللہ ابن ابی القاسم)

اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَکُمْ کَمَا سُئِلَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ط وَمَنْ یَّتَبَدَّلِ الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝ کیا یہ چاہتے ہو اپنے رسول سے ویسا سوال کرو جو موسیٰ سے پہلے کیا گیا تھا اور جو ایمان کے بدلے کفر لے وہ ٹھیک راستہ سے بہک گیا۔

شان نزول

یہود نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے پاس ایسی کتاب لائیں جو آسمان سے یکبارگی نازل ہو۔ یہ نجما نجما تھوڑی تھوڑی جو اترتی ہے اسے ہم ماننے کو تیار نہیں۔ ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ تم لوگ وہی ہو جو موسیٰ علیہ السلام سے بھی مطالبہ کرکے بچھڑا پوجنے لگ گئے تھے یہ لاطائل بحث اور دوسرے طریقہ پر ہی اپنی مرضی کے موافق نزول مانگنا یہ تمہارا پرانا طریقہ ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس سوال میں فساد ہو وہ بزرگوں کے آگے پیش کرنا نافرمانی کے مترادف ہے اور یہ یہودیت آتی ہے۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ مشرکین نے یہ جو کہا تھا کہ ہم تو ہرگز آپ پر یقین نہ کریں گے یہاں تک کہ آپ چڑھ جائیں آسمان پر جب تک آپ ایمان نہ لائیں گے اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَدَّ کَثِیْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَکُمْ مِّنْ بَعْدِ اِیْمَانِکُمْ کُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِھِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ بہت سے کتابی یہ چاہتے تھے کہ کاش تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں اپنے دلوں کے حسد سے بعد اس کے کہ حق ان پر خوب ظاہر ہو چکا ہے تو تم چھوڑو اور درگذر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

شان نزول

آیات کا یہ ہے کہ جنگ احد کے بعد یہود کی جماعت نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

سے کہا کہ اگر آپ لوگ حق پر ہوتے تو شکست نہ ہوتی۔ لہٰذا ہمارا مشورہ ہے کہ تم لوگ اب بھی ہمارے دین میں آجاؤ۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یہ تو بتاؤ تمہارے نزدیک عہد شکنی کیسی ہے۔ انہوں نے کہا نہایت مذموم اور بری بات ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے حضور سے عہد کیا ہے کہ زندگی کے آخری لمحہ تک حضور کا دامن نہ چھوڑوں گا اور کفر کی طرف ہرگز نہ جاؤں گا اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا۔ میں راضی ہوا اللہ کے رب ہونے اور دین کے اسلام ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر اور آخر میں فرمایا۔ میں راضی ہوا قرآن کے ایمان ہونے اور کعبہ کے قبلہ ہونے اور مومنین کے بھائی ہونے سے۔

• پھر یہ دونوں صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور یہودیوں نے جو مظاہرہ بد باطنی کیا تھا۔ وہ گوش گذار کیا۔ حضور نے ان کے جواب پسند فرمائے اور فرمایا تم نے نجات پائی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور آگے جو ارشاد ہے كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ وہ صاف ہے کہ اسلام کی حقانیت جاننے کے بعد یہود کا مسلمانوں کی طرف سے کفر و ارتداد کی تمنا کرنا اور یہ چاہنا کہ وہ اسلام کے بعد ایمان کی نعمت سے محروم ہو جائیں محض از روئے حسد تھا اور حسد بڑا سخت عیب ہے۔ حسد کے معنی ہیں کسی کی خوبی و ترقی کو دیکھ کر کڑھنا اور یہ خواہش کرنا کہ اس سے چھن کر مجھے مل جائے۔ حدیث میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسد سے بچو۔ وہ نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو۔

اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ حسد حرام ہے۔

یہ بھی مستنبط ہوا کہ اگر کوئی مال و دولت یا جاہ و ثروت کی خاطر گمراہی و بے دینی پھیلانا چاہے وہ بے دین ہے اس کے فتنہ کو فرو کرنے کی سعی کرنا ان کا اثر زائل کرنے میں جد و جہد جائز بلکہ مستحسن ہے۔

آخر میں حضور کی تشفی کے لیے فرمایا کہ ابھی ان سے عفو اور درگذر کیجئے۔ انہیں اصلاح نفس کی دعوت دیتے رہئے پھر جو حکم الٰہی آئے اس پر عمل فرما دیں یعنے جہاد۔ مگر ابھی درگذر ہی لازم ہے۔ جب حکم جہاد آجائے اس وقت ان کی سرکوبی کی جائے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اپنی جانوں کے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم ان کی طرف توجہ نہ دو بلکہ اللہ کے حکم جہاد کے اعلان کا انتظار رکھو اس اثنا میں دو بنیادی اصول اول یہ کہ نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو تا کہ فرد جماعت کی طاقت بڑھتی رہے اور ان سے برگشتہ نہ ہوں۔ نماز سے قوم میں تنظیم اور آپس میں گہرا تعلق ہوتا ہے۔ زکوٰۃ سے دولت تقسیم ہوتی ہے غریب اپنی مالی کمزوری کی وجہ سے دین سے برگشتہ نہ ہوں گے۔

اگر تم نیک عمل کرو گے تو ان کا اجر تمہارے رب کے پاس موجود ہوگا۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اور اہل کتاب نے کہا ہرگز جنت میں نہ جائے گا مگر وہ جو یہودی یا نصرانی ہو۔ یہ ان کی خیالی باتیں ہیں تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔

یعنی یہودیوں کا ایک دعوی یہ بھی تھا کہ جنت کا حقدار یہودی اور نصرانی کے سوا اور کوئی نہیں یہ باتیں محض اس لیے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کریں یہ ایسی ہی باد رہوا باتیں ہیں جیسے نسخ آیات پر اعتراض تھے۔ دوسری جگہ اسی پارہ کے آخر میں بھی فرما دیا وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا۔ اس قسم کے خیالات باطلہ کا اللہ تعالےٰ نے رد فرمایا۔ آگے ارشاد ہے۔

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا منہ جھکایا اللہ کے لیے اور وہ نیکو کار ہے تو اس کی نیکی کا بدلہ اس کے رب کے پاس ہے۔ اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو اور نہ کوئی غم۔

یہ حکم اور بشارتِ قیامت تک کے لیے ہے خواہ وہ کسی زمانہ کسی نسل یا کسی قوم کا ہو اس میں اس امر کا رد فرمایا گیا کہ یہود و نصاری کا دعوی کہ جنت کے فقط وہی مالک اور حقدار ہیں بالکل باطل اور غلط ہے کیونکہ دخول جنت موقوف ہے عقیدہ صالحہ اور اعمال صالح پر اور یہ انہیں میسر ہی نہ ہو سکا۔

بامحاورہ ترجمہ چودھواں رکوع سورہ بقرہ پ ۱

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

اور یہود کہتے ہیں نصرانی کچھ نہیں اور نصرانی بولتے ہیں یہودی کچھ نہیں حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں اسی طرح جاہلوں نے ان کی بات کہی تو اللہ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ جھگڑتے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۝

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے اور ان کے ویران کرنے میں کوشش کرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حق نہیں رکھتے

کہ مسجدوں میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں ہے بڑا عذاب

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور پورب پچھم سب اللہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر ہی وجہ اللہ ہے بیشک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝

اور بولے خدا نے اپنے لیے اولاد رکھی۔ پاکی ہے اسے بلکہ اس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کے حضور گردن جھکائے ہیں۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

نیا پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا اور جب کسی بات کا حکم فرمائے تو اسے یہی کہتا ہے ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

اور بے علم بولے اللہ ہم سے کیوں کلام نہیں کرتا یا ہمیں کوئی نشانی لائے۔ ایسا ہی سوال ان سے پہلوں نے کیا ان کے دل ایک جیسے ہیں بے شک کھول دیں ہم نے نشانیاں یقین والوں کے لیے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔـلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا خوشخبری سناتا اور ڈر سناتا اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

اور ہرگز تم سے یہودی راضی نہ ہوں گے اور نہ نصاریٰ جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو تم فرما دو اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور اگر تو نے (اے سننے والے) ان کی خواہشوں کی پیروی کی بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے تیرا بچانے والا کوئی نہیں اور نہ مددگار۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

وہ جنہیں ہم نے کتاب دی وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی ہیں جو اس پر ایمان لائے اور جو اس کے منکر ہوئے وہی نقصان میں ہیں۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	قَالَتِ۔ بولے	الْيَهُودُ۔ یہود	لَيْسَتِ۔ نہیں ہیں
النَّصٰرٰى۔ نصاری	عَلٰى۔ اوپر	شَيْءٍ۔ کسی چیز کے	وَ۔ اور
قَالَتِ۔ بولے	النَّصٰرٰى۔ نصاری	لَيْسَتِ۔ نہیں ہیں	الْيَهُودُ۔ یہود
عَلٰى۔ اوپر	شَيْءٍ۔ کسی چیز کے	وَ۔ اور	هُمْ۔ وہ
يَتْلُوْنَ۔ پڑھتے ہیں	الْكِتٰبَ۔ کتاب	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	قَالَ۔ بولے
الَّذِيْنَ۔ وہ جو	لَا۔ نہ	يَعْلَمُوْنَ۔ جانتے ہیں	مِثْلَ۔ مثل
قَوْلِهِمْ۔ انکے قول کے	فَاللّٰهُ۔ تو اللہ	يَحْكُمُ۔ فیصلہ کریگا	بَيْنَهُمْ۔ ان میں
يَوْمَ۔ دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے	فِيْمَا۔ اس بات میں	كَانُوْا۔ کہ ہیں
فِيْهِ۔ اس میں	يَخْتَلِفُوْنَ۔ اختلاف کرتے	وَ۔ اور	مَنْ۔ کون ہے
اَظْلَمُ۔ ظالم ترین	مِمَّنْ۔ اس سے جو	مَنَعَ۔ منع کرے	مَسٰجِدَ۔ مسجدوں
اللّٰهِ۔ اللہ سے	اَنْ۔ یہ کہ	يُذْكَرَ۔ ذکر کیا جائے	فِيْهَا۔ اس میں
اسْمُهٗ۔ نام اس کا	وَ۔ اور	سَعٰى۔ کوشش کرے	فِيْ۔ بیچ
خَرَابِهَا۔ خراب کرنے کے	اُولٰٓئِكَ۔ یہ وہ ہیں	مَا۔ نہیں	كَانَ۔ ہے
لَهُمْ۔ انکو حق	اَنْ۔ یہ کہ	يَدْخُلُوْهَا۔ داخل ہوں اس میں	اِلَّا۔ مگر
خَآئِفِيْنَ۔ خوفزدہ	لَهُمْ۔ ان کے لیے	فِي۔ بیچ	الدُّنْيَا۔ دنیا کے
خِزْيٌ۔ رسوائی ہے	وَّ۔ اور	لَهُمْ۔ انکے لیے	فِي۔ بیچ
الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے	عَظِيْمٌ۔ بڑا	وَ۔ اور
لِلّٰهِ۔ اللہ کیلئے ہے	الْمَشْرِقُ۔ پورب	وَ۔ اور	الْمَغْرِبُ۔ پچھم
فَاَيْنَمَا۔ تو جدھر	تُوَلُّوْا۔ پھیرو منہ اپنا	فَثَمَّ۔ ادھر ہی	وَجْهُ۔ وجہ
اللّٰهِ۔ اللہ ہے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	وَاسِعٌ۔ وسعت والا
عَلِيْمٌ۔ علم والا ہے	وَ۔ اور	قَالُوا۔ بولے	اتَّخَذَ۔ پکڑا
اللّٰهُ۔ اللہ نے	وَلَدًا۔ بیٹا	سُبْحٰنَهٗ۔ پاکی ہے اسے	بَلْ۔ بلکہ

لَہٗ۔ اس کے لیے
وَ۔ اور
قَانِتُوْنَ۔ فرمانبردار ہیں
اَلْاَرْضِ۔ زمین کا
اَمْرًا۔ کسی بات کا
کُنْ۔ ہوجا
اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو
اللّٰہُ۔ اللہ
کَذٰلِکَ۔ ایسے ہی
پہلے تھے
بَیَّنَّا۔ کھولا ہم نے
اِنَّا۔ بیشک
وَ۔ اور
تُسْئَلُ۔ پوچھے جاؤ گے تم
وَ۔ اور
اَلْیَھُوْدُ۔ یہود
حَتّٰی۔ یہاں تک کہ
اِنَّ۔ بیشک
اَلْھُدٰی۔ ہدایت ہے
اَھْوَآءَھُمْ۔ انکی خواہش کی
مِنَ الْعِلْمِ۔ علم
مِنْ وَّلِیٍّ۔ کوئی حمایتی
اَلَّذِیْنَ۔ وہ لوگ جنہیں
حَقَّ۔ جیسی چاہیے
بِہٖ۔ اس پہ

مَا۔ جو کچھ
اَلْاَرْضِ۔ زمین کے
بَدِیْعُ۔ نیا پیدا کرنے والا
وَ۔ اور
فَاِنَّمَا۔ جز ایں نیست
فَیَکُوْنُ۔ تو وہ ہوجاتی ہے
لَا یَعْلَمُوْنَ۔ نہیں جانتے
اَوْ۔ یا
قَالَ۔ کہا
مِثْلَ۔ مثل
اَلْاٰیٰتِ۔ نشانیوں کو
اَرْسَلْنٰکَ۔ ہم نے تمہیں بھیجا
نَذِیْرًا۔ ڈر سناتا
عَنْ۔ سے
لَنْ۔ ہرگز نہ
وَ۔ اور
تَتَّبِعَ۔ پیروی کرو
ھُدَی۔ ہدایت
وَ۔ اور
بَعْدَ۔ بعد
مَا۔ نہیں ہے
وَ۔ اور
اٰتَیْنٰھُمُ۔ دی ہم نے
تِلَاوَتِہٖ۔ پڑھنا
وَ۔ اور

فِی۔ بیچ
کُلٌّ۔ ہر ایک
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
اِذَا۔ جب
یَقُوْلُ۔ فرماتا ہے
وَ۔ اور
لَوْلَا۔ کیوں نہیں
تَاْتِیْنَا۔ لائے
الَّذِیْنَ۔ انہوں نے
قَوْلِھِمْ۔ ان کی بات کے
لِقَوْمٍ۔ اس قوم کے لیے
بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ
وَ۔ اور
اَصْحٰبِ۔ اصحاب
تَرْضٰی۔ راضی ہونگے
لَا۔ نہ
مِلَّتَھُمْ۔ انکے مذہب کی
اللّٰہِ۔ اللہ کی
لَئِنِ۔ اگر
الَّذِیْ۔ اس کے کہ
لَکَ۔ تمہارے لیے
لَا۔ نہ
الْکِتٰبَ۔ کتاب
اُولٰٓئِکَ۔ یہ وہ ہیں
مَنْ۔ جو

السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے
لَہٗ۔ اسکے آگے
وَ۔ اور
قَضٰی۔ حکم فرمائے
لَہٗ۔ اس سے
قَالَ۔ بولے
یُکَلِّمُنَا۔ کلام کرتا ہم سے
اٰیَۃٌ۔ کوئی نشانی
مِنْ قَبْلِھِمْ۔ جو ان سے
قَدْ۔ بیشک
یُّوْقِنُوْنَ۔ جو یقین والے ہیں
بَشِیْرًا۔ خوشخبری دیتا
لَا۔ نہیں
الْجَحِیْمِ۔ جہنم کے متعلق
عَنْکَ۔ تم سے
النَّصٰرٰی۔ نصاریٰ کا
قُلْ۔ فرمادو
ھُوَ۔ وہی
اتَّبَعْتَ۔ پیروی کی تونے
جَآءَکَ۔ آیا تیرے پاس
مِنَ اللّٰہِ۔ اللہ سے
نَصِیْرٍ۔ مددگار
یَتْلُوْنَہٗ۔ پڑھتے وہ
یُؤْمِنُوْنَ۔ جو ایمان لائے
یَّکْفُرْ۔ منکر ہو

بِہٖ ۔ اس سے　　فَاُولٰٓئِکَ ۔ تو وہی ہیں　　ھُمْ ۔ وہ　　الْخٰسِرُوْنَ ۔ نقصان والے

مختصر تفسیر چودہواں رکوع ۔ سورہ بقرہ ۔ پ۱

وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ وَّھُمْ یَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ ۔ اور یہود بولے نصرانی کچھ نہیں اور نصرانی بولے یہود کچھ نہیں حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں۔

شانِ نزول

نجران کے نصاری کا ایک وفد حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا۔ تو علماء یہود نے بھی اپنا وفد بھیجا۔ دونوں میں بحث تحمیص شروع ہو گئی اور بات اتنی بڑھی کہ دونوں وفدوں کی آوازیں اونچی ہو گئیں۔ ایک شور مچ گیا۔ یہود کے علماء نے کہا نصاری کا دین کچھ نہیں حتی کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور انجیل کا انکار کر بیٹھے۔ اسی طرح باہمی ردوقدح میں نصاری نے یہود سے کہا کہ تمہارا دین کچھ نہیں اور ضد میں توریت اور حضرت موسٰی علیہ السلام کے منکر ہو گئے اس معاملہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ باوجود اس بات کے کہ دونوں جانتے ہیں کہ عیسٰی و موسٰی علیہما السلام اللہ کے رسول ہیں اور انجیل و توریت خدا کی کتابیں ہیں مگر جہالت کا برا ہو کہ جہالت آپس میں کسی کو بھی نبی اور کتاب کی پرواہ نہ رہی۔

باوجودیکہ انجیل جسے نصاری مانتے ہیں اس کی تصدیق توریت کرتی ہے اور توریت جسے یہودی مانتے ہیں۔ جو موسٰی علیہ السلام پر اتری اس کی تصدیق انجیل میں موجود ہے لیکن اپنے جاہل حسد اور پرانی عداوت کے ماتحت ایک دوسرے کے خلاف ہیں کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِھِمْ فَاللّٰہُ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝ اسی طرح جاہلوں نے ان کی سی بات کہی تو اللہ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کرے گا جس بات میں جھگڑتے ہیں۔

علماء اہل کتاب کی طرح ان جاہلوں نے جو دو علم رکھتے تھے نہ کتاب جیسے بت پرست۔ آتش پرست وغیرہ انہوں نے ہر ایک دین والے کی تکذیب شروع کر دی اور کہا کہ وہ کچھ نہیں ان جاہلوں میں سے مشرکین عرب بھی ہیں جنہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کی شان میں بھی ایسے کلمات کہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَھُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْھَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں خدا کا نام لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ ان کی ہمت نہیں کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب۔

شانِ نزول: یہ آیت کریمہ بیت المقدس کی بے حرمتی کے بارے میں نازل ہوئی۔ جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ روم

کے نصرانیوں نے اپنے بادشاہ طیطلس کی قیادت میں بنی اسرائیل پر فوج کشی کی اور یہودیوں کے بڑے بڑے مردان کارزار کو قتل کیا۔ ان کی اولاد۔ اعزہ۔ اقربا قید کیے گئے۔ توریت شریف کو جلایا۔ مسجد بیت المقدس کو اتنا ویران کیا کہ اس میں نجاست ڈالی۔ خنزیر لے جا کر مسجد میں ذبح کیے۔ اور یہ ویرانی خلافت فاروقی تک بدستور موجود رہی۔ عہد فاروقی میں مسلمانوں نے اسے پھر آباد کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین مکہ کے معاملہ میں نازل ہوئی جنہوں نے ابتدائے اسلام میں حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکا تھا اور جنگ حدیبیہ کے وقت اس میں نماز و حج سے ان کو منع کیا تھا۔ اور مَنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ میں ذکر سے مراد خطبہ۔ تسبیح۔ وعظ۔ نعت سب کچھ ہے۔ اور ذکر اللہ کو منع کرنا ہر جگہ برا ہے خاص کر مسجدوں میں جو ذکر اللہ کے لیے ہی بنائی جاتی ہیں۔

اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ جو شخص مسجد کو ذکر و نماز سے معطل کر دے وہ مسجد کا ویران کرنے والا اور سخت ظالم ہے۔

مسجد کی ویرانی جیسے ذکر و نماز کے روکنے سے ہوتی ہے ویسے ہی اس کی عمارت کو نقصان پہنچانے اور بے حرمتی کرنے سے بھی ہوتی ہے۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ۔ دنیا میں انہیں یہ رسوائی پہنچی کہ قتل کیے گئے۔ گرفتار ہوئے جلا وطن کیے گئے اور عہد فاروقی و عثمانی میں ملک شام ان کے قبضہ سے نکلا پھر بیت المقدس سے نہایت ذلت کے ساتھ نکالے گئے۔

آج بھی اگرچہ انگریز فلسطین وغیرہ میں انہیں آباد کر کے با حرمت بنانا چاہ رہا ہے لیکن انہیں وہاں بھی چین کی زندگی نصیب نہیں۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ اور مشرق و مغرب بھی۔ پورب و پچھم بھی سب اللہ ہی کا ہے۔ تو تم جدھر منہ کرو ادھر ہی وجہ اللہ ہے (یعنی خدا کی رحمت تمہاری طرف ہر سمت سے متوجہ ہے) بیشک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

وجہ کے لفظی معنی چہرہ کے ہیں دوسرے ذات کے معنی ہیں یعنی جس طرف بھی رخ کرو اللہ کی ذات موجود ہے تم جہاں چاہو اللہ کو پاؤ گے خواہ مشرق و مغرب شمال جنوب ہو سب اسی کے ہیں۔

شان نزول: صحابہ کرام حضور سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک اندھیری رات سفر میں تھے۔ تاریکی کی وجہ سے جہت قبلہ معلوم نہ ہو سکی ہر ایک ہمراہی نے جس طرف اس کا دل جما نماز پڑھی۔ صبح کو حضور کی خدمت میں گذشتہ حال عرض کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جہت قبلہ اگر معلوم نہ ہو سکے تو جس طرف دل جمے کہ یہ قبلہ ہے اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے یہ حکم اس مسافر کے حق میں ہے جو سواری پر نفل ادا کرے اس کی سواری جس طرف متوجہ ہو جائے اسی طرف اس کی نماز

درست ہے۔ بخاری و مسلم کی احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ جب تحویل قبلہ کا حکم دیا گیا تو یہود نے مسلمانوں پر طنز کی۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بتایا گیا کہ مشرق و مغرب سب اللہ کا ہے جس طرف چاہے سمت قبلہ معین فرمائے کسی کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ (خازن وغیرہ)

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت دعا کرنے والوں کے حق میں وارد ہوئی۔ حضور سے سوال ہوا تھا کہ دعا کس طرف منہ کر کے مانگی جائے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ آیت کریمہ حق سے گریز و فرار کرنے والوں کے لیے نازل ہوئی۔

اَیْنَمَا تُوَلُّوْا کا خطاب ان لوگوں کو ہے جو ذکر الٰہی سے روکتے اور مسجدوں کی ویرانی میں سعی کرتے ہیں۔ تو فرمایا تم رسوائی دنیا اور عذاب آخرت سے کہیں بھاگ کر بچ نہیں سکتے کیونکہ مشرق و مغرب سب اللہ کا ہے جہاں بھاگیں گے وہ ہر جگہ گرفت فرمائے گا اس تقدیر پر وجہ اللہ کے معنی خدا کا قرب و حضور ہے۔ (فتح العزیز)

ایک قول یہ بھی ہے کہ جب کفار مسجد بیت المقدس سے یا خانہ کعبہ میں نماز سے روکیں تو مسجد کی خصوصیت ادائے عبادت کے لیے نہیں ہم نے روئے زمین مسجد بنا دی ہے چنانچہ حضور نے فرمایا جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَهُوْرًا جہاں چاہو جب چاہو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ۔ اور یہود بولے خدا نے اپنے لیے اولاد رکھی۔ پاکی ہے اسے۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ یہود نے حضرت عزیر کو اور نصاریٰ نے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہا۔ مشرکین عرب نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اور فرمایا سبحٰنہ وہ پاک ہے اس سے کہ اس کے اولاد ہو۔ اس کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اس کو عیب لگانا اور سورہ اخلاص کی آیتوں کو جھٹلانا ہے وہاں تو صاف ارشاد ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ تم فرماؤ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ابن آدم نے مجھے گالی دی میرے لیے اولاد بتائی میں اولاد اور بیوی سے پاک ہوں۔

كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ۔ سب اس کے حضور گردن ڈالے ہوئے ہیں۔ یہ اس لیے فرمایا کہ اولاد ہونا مملوک ہونے کے منافی ہے جب سارا جہان اس کا مملوک ہے تو کوئی اس کی اولاد کیسے ہو سکتا ہے

قٰنِتُوْنَ۔ تابع۔ فرمانبردار۔ قانت۔ حکم ماننے والا۔ قنوت اسی لفظ سے ہے۔ نماز وتر کی دعا کو دعائے قنوت اسی لیے کہتے ہیں۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ نیا پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا اور جب کسی بات کا حکم فرمائے تو یہی فرماتا ہے کہ ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ یعنی کائنات اس کے ارادہ فرماتے ہی وجود میں آجاتی ہے اس لیے کہ وہ بغیر کسی مثال کے ہر شے کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔

بَدِیْعُ ۔ بغیر مادے اور نمونے کے پیدا کرنے والا۔ یہ لفظ بدع سے بنا جس کے معنی ہیں مادہ کے بغیر نیست سے ہست کرنا۔ بدیع سے مراد ایسا موجد ہے اور صانع مطلق ہے جو کسی چیز کا محتاج نہیں ہر چیز اس کی محتاج ہے۔

اس آیت میں مشرکین کے اس عقیدہ کا رد فرمایا گیا کہ مادہ کسی نہ کسی شکل میں موجود تھا اس سے اللہ تعالے نے کائنات کی تخلیق کی۔ بدیع فرما کر فرمایا کہ اس کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے اس نے تمام موجودات کو پیدا فرمایا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۔ اور وہ بولے جو جاہل تھے کہ اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمیں کوئی نشانی ملے ان سے پہلے بھی ایسی باتیں کر چکے ہیں ایک سے ان کے دل ہیں بیشک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کے لیے۔

اہل کتاب کے لوگوں نے ایک یہ پہلو بھی لوگوں کو متردد کرنے کا نکالا کہ اللہ خود بے واسطہ کیوں نہیں کلام فرماتا جس طرح ملائکہ اور انبیاء سے باتیں کرتا ہے۔ یہ ان کا سوال انتہائی تکبر اور غایت سرکشی کے زیر اثر تھا۔ انہوں نے انبیاء اور ملائکہ کو اور اپنے آپ کو برابر سمجھا۔

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ رافع بن خزیمہ نے حضور کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ سے عرض کیجئے کہ وہ ہم سے کلام کرے تاکہ ہم خود سنیں۔ آیت کریمہ میں اسی لیے فرمایا كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ ان سے پہلے یہودی بھی موسیٰ علیہ السلام سے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً کہہ چکے تھے تو فرمایا۔ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۔ ان کے دل ایک سے ہیں۔ یعنی یہ مطالبہ ان کا عناد تھا اور وہ انکار بھی صرف حسد کے ماتحت کر رہے تھے۔

قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ فرما کر بتایا کہ اندھاپن اور جہالت اور کفر و فساد میں یہ سب بکواس ہے۔ ہم نے اپنی نشانیاں انصاف پسندوں کے لیے کھول دی ہیں۔ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسکین خاطر بھی فرمائی گئی۔ کہ محبوب آپ ان کے سرکش اور معاندانہ انکار سے رنجیدہ نہ ہوں پہلے کفار بھی انبیاء کرام کے ساتھ ایسے ہی لایعنی اور بے معنی اعتراض کیا کرتے تھے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۔ بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا بھیجا اور ان جہنم والوں کی گمراہی کے متعلق آپ سے سوال نہ ہوگا۔

بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ۔ مراد یہ ہے کہ راہ حق کی طرف ہدایت بنا کر بھیجا ہے یعنی آپ سچی باتیں بتلانے، روشن دلائل پیش کرنے والے ہیں۔

بَشِيْرًا۔ خوشخبری دینے والا۔ جو لوگ ایمان لائیں اور اللہ تعالٰی اور نبی برحق کے احکام کی پیروی کریں انہیں نیک اعمال کے بدلے دنیا و آخرت میں کامیابی کی خوشخبری دینے والے ہیں۔

نَذِيْرًا۔ ڈرانے والا۔ اعمال بد کے برے انجام سے ڈرانے والے

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے آیات قرآن اور معجزات باہرات کے ساتھ اس لیے مبعوث کیا کہ انصاف والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر یقین کر سکیں۔ لیکن جو طالب یقین نہ ہو وہ دلائل سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ اور ہرگز تم سے راضی نہ ہوں گے یہود اور نصاریٰ جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو یعنی ان کا ایمان لانا اس وجہ سے ہے کہ وہ آپ کے دین سے حسد کرتے ہیں۔ آپ سے وہ راضی نہ ہوں گے جب تک آپ کے متبعین ان کے دین کی پیروی نہ کریں اور یہ ناممکن ہے کیونکہ وہ باطل پر ہیں۔

مِلَّتَهُمْ:۔ ان کا دین۔ عربی میں مسلک، دین، طریقہ کے معنی ہیں۔

اَهْوَاۗءَ:۔ خواہشات نفسانی۔

قُلْ فرما دیجئے کہ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے۔ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اور اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے تجھے معلوم ہو چکا۔ یعنی اے سننے والے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جب تو نے جان لیا کہ سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس حق و ہدایت کی بارشیں فرماتے تشریف لائے تو تم ہرگز یہود و نصاری مشرکین کسی غیر مذہب کا اتباع نہ کرنا اگر کیا تو تمہیں عذاب الٰہی سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا۔ (خازن) جیسا کہ ارشاد ہے۔ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ تیرے لیے کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہو گا۔ آگے فرمایا۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰھُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ حق ہے تلاوت کا۔ یہی وہ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے منکر ہوں تو وہی زیاں و خسران میں ہیں۔

شان نزول:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت اہل سفینہ کے معاملہ میں نازل ہوئی۔

اہل سفینہ وہ چالیس آدمی تھے۔ جن میں بتیس اہل حبشہ اور آٹھ شامی راہب تھے۔ ان میں بحیرا راہب بھی تھے۔ یہ اہل سفینہ حضرت جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ حاضر بارگاہ ہوئے تھے۔

تو اللہ تعالے نے آیات متلوہ میں ان کی تعریف فرمائی ہو دیکھا۔ درحقیقت توریت پر ایمان لانے والے وہی ہیں۔ جو اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں اور بغیر تحریف اور تبدیل کے پڑھتے اس کے معنی سمجھتے اور مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ توریت میں جب انہوں نے حضور کی نعت اور صفت پڑھی تو حضور پر ایمان لائے اور جو اپنی خواہشات نفسانیہ کے پیرو تھے وہ ایمان نہ لائے بلکہ توریت کے خلاف حضور کے منکر ہو گئے اور ہمیشہ کے لیے رسوا اور آخرت کے عذاب کے مستحق ہوئے۔

بامحاورہ ترجمہ پندرہواں رکوع سورۃ بقرہ پ۱

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

اے اولاد یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور وہ جو میں نے اس زمانہ کے لوگوں پر تمہیں فضیلت دی۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

اور ڈرو اس دن سے کہ کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو گی اور نہ اس کو کچھ لے کر چھوڑیں اور کافر کو کوئی سفارش نفع نہ دے نہ اس کی مدد ہو۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے پوری کر دکھائیں فرمایا میں تجھے لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی اور میری اولاد سے فرمایا میرا عہد نہیں پہنچتا ظالموں کو

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝

اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو مرجع اور امن بنایا لوگوں کے لیے اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام اور ہم نے عہد لیا ابراہیم اور اسمٰعیل سے کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں کے لیے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا

اور یاد کرو جب عرض کی ابراہیم نے کہ اے میرے رب

اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

بنا دے اس گھر کو امان والا اور اس کے رہنے والوں کو روزی دے پھلوں سے جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں فرمایا اور جو کفر کریں تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا پھر مجبور کروں گا اسے عذاب جہنم کی طرف اور وہ بہت بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

اور یاد کرو جب اٹھاتا تھا اس گھر کی نیویں اور اسمٰعیل یہ کہتے ہوئے اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

اے رب ہمارے بنا ہمیں اپنے حضور جھکنے والا۔ اور بنا ہماری ذریت میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور سکھا ہمیں مناسک حج کے طریقے اور ہم پر اپنی رحمت سے توبہ فرما۔ بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنیوالا والا مہربان۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب سکھائے اور حکمت تبلائے اور انہیں خوب ستھرا کرے بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

لفظی ترجمہ

یٰا۔ اے	بَنِیْ۔ اولاد	اِسْرَآءِیْلَ۔ یعقوب	اُذْكُرُوْا۔ یاد کرو
نِعْمَتِیَ۔ میرا احسان	الَّتِیْ۔ وہ جو	اَنْعَمْتُ۔ میں نے کیا	عَلَیْكُمْ۔ تم پر
وَ۔ اور	اَنِّیْ۔ جو میں نے	فَضَّلْتُكُمْ۔ بڑائی دی تمہیں	عَلَی۔ اوپر
الْعٰلَمِیْنَ۔ اس زمانہ کے	وَ۔ اور	اتَّقُوْا۔ ڈرو	یَوْمًا۔ اس دن سے
لَا۔ نہ ہو	تَجْزِیْ۔ بدلہ	نَفْسٌ۔ کوئی جان	عَنْ نَّفْسٍ۔ کسی جان

شَيْئًا۔ کچھ	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ	يُقْبَلُ۔ قبول ہوگی
مِنْهَا۔ اس سے	عَدْلٌ۔ کوئی بدلہ	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ
تَنْفَعُهَا۔ نفع دیگی اسے	شَفَاعَةٌ۔ شفاعت	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ
هُمْ۔ وہ	يُنْصَرُوْنَ۔ مدد کیے جائیں	وَ۔ اور	اِذِ۔ یاد کرو جب
ابْتَلٰى۔ آزمایا	اِبْرٰهٖمَ۔ ابراہیم کو	رَبُّهٗ۔ اس کے رب نے	بِكَلِمٰتٍ۔ کچھ باتوں سے
فَاَتَمَّهُنَّ۔ تو اس نے وہ پوری کیں		قَالَ۔ فرمایا	اِنِّيْ۔ میں
جَاعِلُكَ۔ بنانے والا ہوں تجھے	لِلنَّاسِ۔ لوگوں کا	اِمَامًا۔ پیشوا	قَالَ۔ عرض کی
وَ۔ اور	مِنْ۔ سے	ذُرِّيَّتِيْ۔ میری اولاد سے	قَالَ۔ فرمایا
لَا۔ نہیں	يَنَالُ۔ پہنچتا	عَهْدِي۔ میرا عہد	الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں کو
وَ۔ اور	اِذْ۔ یاد کرو جب	جَعَلْنَا۔ بنایا	الْبَيْتَ۔ اس گھر کو
مَثَابَةً۔ مرجع	لِلنَّاسِ۔ لوگوں کیلئے	وَ۔ اور	اَمْنًا۔ امن
وَ۔ اور	اتَّخِذُوْا۔ بناؤ	مِنْ مَّقَامِ۔ مقام	اِبْرٰهٖمَ۔ ابراہیم کو
مُصَلًّى۔ نماز کی جگہ	وَ۔ اور	عَهِدْنَا۔ عہد لیا ہم نے	اِلٰى۔ طرف
اِبْرٰهٖمَ۔ ابراہیم کی	وَ۔ اور	اِسْمٰعِيْلَ۔ اسمٰعیل کی	اَنْ۔ یہ کہ
طَهِّرَا۔ ستھرا کرو	بَيْتِيَ۔ میرا گھر	لِلطَّآئِفِيْنَ۔ طواف کرنیوالوں	وَ۔ اور
الْعٰكِفِيْنَ۔ اعتکاف والوں	وَ۔ اور	الرُّكَّعِ۔ رکوع کرنے والوں	السُّجُوْدِ۔ سجدہ کرنیوالوں کیلئے
وَ۔ اور	اِذْ۔ یاد کرو جب	قَالَ۔ کہا	اِبْرٰهٖمُ۔ ابراہیم نے
رَبِّ۔ اے رب	اجْعَلْ۔ کردے	هٰذَا۔ اس	بَلَدًا۔ شہر کو
اٰمِنًا۔ امن والا	وَّ۔ اور	ارْزُقْ۔ روزی دے	اَهْلَهٗ۔ اسکے رہنے والوں کو
مِنَ الثَّمَرٰتِ۔ پھلوں سے		مَنْ۔ جو	اٰمَنَ۔ ایمان لائے
مِنْهُمْ۔ ان سے	بِاللّٰهِ۔ اللہ پر	وَ۔ اور	الْيَوْمِ۔ دن
الْاٰخِرِ۔ قیامت پر	قَالَ۔ فرمایا	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو
كَفَرَ۔ کفر کرے	فَاُمَتِّعُهٗ۔ تو اسے برتنے کو	قَلِيْلًا۔ تھوڑا دوں گا	ثُمَّ۔ پھر
اَضْطَرُّهٗٓ۔ مجبور کروں گا	اِلٰى۔ طرف	عَذَابِ۔ عذاب	النَّارِ۔ جہنم کے
وَ۔ اور	بِئْسَ۔ بری ہے	الْمَصِيْرُ۔ لوٹنے کی جگہ	وَ۔ اور

اِذْ۔ جب	یَرْفَعُ۔ اٹھاتا تھا	اِبْرَاھِیْمُ۔ ابراہیم	الْقَوَاعِدَ۔ نیویں
مِنَ الْبَیْتِ۔ بیت کی	وَ۔ اور	اِسْمٰعِیْلُ۔ اسمٰعیل	رَبَّنَا۔ اے رب ہمارے
تَقَبَّلْ۔ قبول کر	مِنَّا۔ ہم سے	اِنَّكَ۔ بیشک	اَنْتَ۔ توہی
السَّمِیْعُ۔ سننے والا	الْعَلِیْمُ۔ جاننے والا ہے	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	وَ۔ اور
اجْعَلْنَا۔ بنا ہمیں	مُسْلِمَیْنِ۔ جھکنے والا	لَكَ۔ اپنے لیے	وَ۔ اور
مِنْ ذُرِّیَّتِنَا۔ ہماری اولاد سے		اُمَّةً۔ امت	مُسْلِمَةً۔ جھکنے والی
لَكَ۔ تیرے لیے	وَ۔ اور	اَرِنَا۔ دکھا ہم کو	مَنَاسِكَنَا۔ قاعدے
وَ۔ اور	تُبْ۔ رجوع کر	عَلَیْنَا۔ ہم پر	اِنَّكَ۔ بیشک تو
اَنْتَ۔ توہی	التَّوَّابُ۔ رجوع فرمانے والا	الرَّحِیْمُ۔ بہت رحم کرنیوالا ہے	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب
وَ۔ اور	ابْعَثْ۔ بھیج	فِیْهِمْ۔ ان میں	رَسُوْلًا۔ ایک رسول
مِّنْهُمْ۔ ان میں سے	یَتْلُوْا۔ پڑھے	عَلَیْهِمْ۔ ان پر	اٰیٰتِكَ۔ تیری آیتیں
وَ۔ اور	یُعَلِّمُهُمُ۔ سکھائے انہیں	الْكِتٰبَ۔ کتاب	وَ۔ اور
الْحِكْمَةَ۔ حکمت	وَ۔ اور	یُزَكِّیْهِمْ۔ ستھرا کرے انہیں	اِنَّكَ۔ بیشک تو
اَنْتَ۔ توہی	الْعَزِیْزُ۔ غالب	الْحَكِیْمُ۔ حکمت والا ہے۔	

مختصر تفسیر پندرہواں رکوع سورۃ بقرہ پ۱

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۔ اے اولاد یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور وہ جو میں نے اس زمانہ کے سب لوگوں پر تمہیں بڑائی دی اور ڈرو اس دن سے کہ کوئی جان کسی دوسری جان کا بدلہ نہ ہوگی اور نہ اس کو کچھ دے کر چھوڑیں اور نہ کافر کے لیے کوئی سفارش نفع دے۔ اور نہ ان کی مدد ہو۔

اس میں وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ پر خازن وغیرہ تفسیر میں لکھا ہے اَیْ عَالَمِیْ زَمَانِهَا یعنی یہ بڑائی اور فضیلت ان کے زمانہ کے لوگوں کو لوگوں پر دی گئی۔

اور چونکہ مومن کے لیے سفارش اور اس کی بخشش کے ذرائع احادیث سے ثابت ہیں اور کافروں کے لیے کوئی سفارش

نفع نہ دینا ثابت ۔ اس لیے وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ سے مراد یہی ہے کہ کافر کو کوئی شفاعت و سفارش نفع نہ دے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ اس میں یہود کے دعوی کا رد ہے وہ کہتے تھے ہمارے باپ دادا بزرگ گذرے ہیں وہ ہمیں شفاعت کر کے چھڑا لیں گے تو انہیں لَا تَنْفَعُهَا فرما کر مایوس کیا گیا کہ جب تم توریت۔ انجیل۔ قرآن کریم سب کے منکر ہو تو منکر کے لیے شفاعت قبول نہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۔ اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں۔ فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ عرض کی اور میری اولاد سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

اِذِ ابْتَلٰى جب آزمایا۔ یہ لفظ بلیہ سے نکلا ہے اس کے معنی مصیبت اور آزمائش کے ہیں۔

اِبْرٰهٖمَ۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام توریت میں ابرام اور ابراہیم دونوں طرح آیا ہے۔ ابراہیم پورے قرآن میں انہتر مقام پر آیا ہے۔

حضرت ابراہیم کی ولادت سرزمین ہواز میں مقام سوس پر ہوئی پھر آپ کے والد آپ کو بابل میں لے آئے۔ یہ نمرود کا ملک تھا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں آثار قدیمہ کے ماہرین نے کھدائی کر کے دریافت کیا اس شہر کی آبادی ڈھائی لاکھ سے پانچ لاکھ تک تھی یہ بڑا صنعتی اور تجارتی مرکز تھا۔

۲۱۶۰ئہ قبل مسیح کے لگ بھگ زمانہ میں حضرت ابراہیم کے ظہور کا زمانہ مانا گیا ہے۔ اس عہد کی تحریرات جو کھنڈروں سے دستیاب ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی میں ان لوگوں کا نقطہ نظر خالص مادہ پرستانہ تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جدّ انبیاء کہا جاتا ہے آپ کے فضل و شرف کے اعتراف میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کسی کو کلام نہیں۔ بلکہ آپ کی نسل سے ہونے میں سب کو فخر ہے اللہ تعالےٰ نے آپ کے وہ حالات اس آیت مبارکہ میں بیان فرمائے جن سے سب پر اسلام قبول کرنا لازم ہو جاتا ہے کیونکہ جو چیزیں اللہ تعالےٰ نے آپ پر واجب کیں وہ سب اسلام کے خصائص سے ہیں۔ اور اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ میں جس آزمائش کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ بندے پر کوئی پابندی لازم فرما کر دوسروں پر اس کے کھرے کھوٹے ہونے کا اظہار کیا جائے نہ یہ کہ اللہ تعالےٰ اپنی معلومات میں معاذ اللہ اضافہ کرنے کو آزمائش کرے۔

کلمات سے مضمون مراد ہے۔ چنانچہ جو باتیں اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آزمائش کے لیے واجب کیں ان میں مفسرین کے چند قول ہیں۔

قتادہ کہتے ہیں کہ وہ مناسک حج ہیں۔

مجاہد نے کہا اس سے وہ دس باتیں مراد ہیں جو اگلی آیتوں میں بیان ہوں گی۔

سید المفسرین ابن عباس فرماتے ہیں وہ دس باتیں یہ ہیں۔ مونچھیں کتروانا۔ کلی کرنا۔ ناک میں صفائی رکھنا۔ اور اس کے صاف کرنے کو پانی استعمال کرنا۔ مسواک۔ سر میں مانگ نکالنا۔ ناخن ترشوانا۔ بغل کے بال لینا۔ موئے زہار جو زیر ناف ہوتے ہیں ان کو صاف کرنا۔ ختنہ۔ پانی سے استنجاء یہ دس باتیں آپ پر واجب تھیں اور ہم پر ان میں سے بعض واجب اور بعض سنت ہیں۔

پھر لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ سے مراد آپ کی وہ اولاد ہے جو ظالم کافر ہیں وہ امام کا منصب نہ پائیں گے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ کافر مسلمانوں کا پیشوا امام نہیں۔ اس کا اتباع مسلمانوں پر حرام ہے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑا ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے عہد لیا ابراہیم اور اسمعیل سے کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لیے۔

عَهِدْنَا۔ یہ لفظ عہد سے بنا جس کے معنی ہیں اقرار لیکن یہاں یہ لفظ اَمَرْنَا کے معنی میں ہے۔

اِسْمٰعِیْلَ۔ حضرت ابراہیم کے بڑے صاحبزادے تھے۔ قبیلہ قریش آپ کی نسل سے ہے۔ بیت اللہ کی تعمیر کا حکم آپ کو اور آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہما السلام کو دیا گیا۔

طَهِّرَا۔ پاک کر رکھو۔ جس کے معنی پاکیزگی ہیں یعنی کفر و شرک سے پاک رکھو۔

بَیْتِیَ۔ خانہ کعبہ کو میرا گھر کہہ کر پکارا۔ اس سے عظمت و بزرگی ظاہر کرنا مراد ہے۔

اَلطَّآىٕفِیْنَ۔ طواف کرنے والوں کے لیے۔

عٰكِفِیْنَ۔ اعتکاف کرنے والے یہ لفظ عکوف سے نکلا جس کے معنی تعظیما ٹھہرنے کے ہیں۔ شریعت میں اعتکاف سے مراد مسجد میں عبادت کی نیت سے ایک مدت تک قیام کرنا ہے جیسا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا سنت ہے۔

بیت سے کعبہ معظمہ مراد ہے اور اس میں تمام حرم شریف داخل ہے اور وَاَمْنًا فرما کر بیت اللہ کو امن بنانے کے یہ معنی ہیں کہ حرم کعبہ میں قتل و غارت حرام ہے اور وہاں شکار بھی ممنوع۔ چنانچہ حرم میں شیر۔ بھیڑیا بھی شکار نہیں کیا جا سکتا اسے چھوڑ کر لوٹ جانے کا حکم ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ مومن اس میں داخل ہو کر عذاب سے مامون ہو جاتا ہے۔ حرم کو حرم ہی اس لیے کہا جاتا ہے۔ کہ اس میں قتل۔ ظلم۔ شکار حرام و ممنوع ہے (تفسیرات احمدی)

اگر کوئی مجرم بھی حرم میں آ جائے تو وہاں اس سے تعرض ممنوع ہے (مدارک)۔

مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ پتھر دکھایا جس کا نام مقام ابراہیم ہے۔ حضرت عمر نے عرض کی کہ یہ پتھر معظم ہے تو ہم اس کو مصلی کیوں نہ بنالیں اس کے سامنے کھڑے ہو کر کعبہ کے رخ نماز کیوں نہ ادا کریں۔ اسی دن عصر کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (مدارک)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری تین باتیں میرے رب نے قبول فرمالیں۔

۱۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ مقام ابراہیم کو مصلی کیوں نہ بنالیں تو آیت کریمہ نازل ہوئی وَاتَّخِذُوا الخ

۲۔ دوسری بات یہ کہ میں نے عرض کی کہ ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم فرمائیں تو اللہ تعالے نے آیات پردہ نازل فرمائیں۔

۳۔ تیسرے ازواج مطہرات سے میں نے عرض کی کہ رسول اللہ کی اطاعت کرو ورنہ اللہ تعالے تمہارے بدلے دوسری اور بیبیاں ان کو عطا فرمائے گا تو آیت کریمہ نازل ہوئی عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ محبوب تم کو طلاق دیدیں تو کچھ بعید نہیں کہ ان کا پروردگار بدلے میں ایسی بیبیاں عطا فرمائے جو تم سے بہتر ہوں (بخاری)

حضرت امام حنیفہ نعمان اور امام مالک رضوان اللہ علیہما نے اس آیت سے استنباط کیا کہ طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعت پڑھنا واجب ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالے کے حکم سے حضرت سیدہ ہاجرہ اور حضرت اسمعیل علیہما السلام کو مکہ میں چھوڑ دیا اور ایک طویل عرصہ گزر گیا تو چاہ زمزم پر قبیلہ جرہم کے لوگ آپ کی اجازت سے قیام پذیر ہوئے۔

حضرت اسمعیل علیہ السلام نے اس قبیلہ میں نکاح کر لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے اجازت طلب کی تو حضرت سارہ نے اس شرط پر اجازت دی کہ وہاں اتریں نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو چکا تھا۔

حضرت اسمعیل گھر پر موجود نہ تھے آپ نے ان کی بیوی سے دریافت کیا کہ تمہارے خاوند کہاں ہیں انہوں نے جواباً کہا شکار کو گئے ہیں۔ حضرت اسمعیل علیہ السلام حرم سے باہر شکار فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کچھ کھانے کے لیے ہے؟ زوجۂ اسمعیل نے جواب دیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گذر اوقات کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے تنگدستی کی حکایت کی۔

حضرت ابراہیم نے فرمایا جب تمہارے خاوند آئیں تو ہمارا سلام کہہ دینا اور ان کو ہمارا یہ پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی دہلیز بدل دینا یہ بات فرما کر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس تشریف لے آئے۔

جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شکار سے واپس تشریف لائے تو باپ کی خوشبو محسوس کی آپ نے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی آئے تھے۔ آپ کی بیوی نے جواب دیا ہاں ایک بڈھا آیا تھا ایسی ایسی شکل و صورت تھی وہ یہ کہہ گئے تھے اس سے کہنا کہ چوکھٹ تبدیل کرنے کو کہہ گئے تھے۔

حضرت اسمٰعیل نے فرمایا کہ وہ میرے والد بزرگوار تھے اور تجھے علیحدہ کرنے کا حکم دے گئے ہیں لہذا اب تو اپنے گھر جا آپ نے طلاق دے کر قطع تعلق فرما لیا آپ نے دوسری شادی اسی قبیلہ میں فرمائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام طویل عرصہ کے بعد پھر دوبارہ تشریف لائے حضرت اسمٰعیل پھر گھر پر موجود نہ تھے آپ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی دوسری بیوی سے حضرت اسمٰعیل کے بارے میں دریافت فرمایا انہوں نے عرض کی کہ شکار کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ ان شاء اللہ آ رہے ہوں گے آپ تشریف رکھیئے۔ حضرت ابراہیم نے کھانے کو دریافت فرمایا کہ کچھ کھانے کے لیے ہے؟ انہوں نے گوشت اور دودھ پیش کیا۔ آپ نے گذر اوقات کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواباً عرض کیا اچھا وقت گذر رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں میاں بیوی کے لیے برکت کی دعا فرمائی پھر زوجۂ اسمٰعیل نے درخواست کی کہ آپ سواری سے نیچے تشریف لائیں میں آپ کا سر مبارک دھو ڈالوں۔ آپ نیچے تشریف نہ لائے وہ مقام ابراہیم پتھر لائیں اس کو دائیں طرف رکھا ابراہیم علیہ السلام نے اس پر اپنا قدم مبارک رکھا انہوں نے دائیں جانب کا سر مبارک دھویا پھر بائیں جانب کا حصہ دھویا اس پتھر پر آپ کے دونوں قدم مبارک کے نشان آج تک موجود ہیں آپ نے واپسی پر فرمایا کہ تمہارے خاوند آ جائیں تو ہمارا سلام پہنچا دینا اور یہ پیغام دینا کہ اب تمہارے دروازے کی چوکھٹ بہت خوب ہیں اسے نہ اکھاڑنا۔

جب حضرت اسمٰعیل تشریف لائے تو باپ کی خوشبو پھر محسوس کی دریافت کیا آپ کی بیوی نے عرض کی کہ ایک ضعیف العمر نہایت حسین صورت شخص آئے تھے میں نے ان کی یہ خدمت کی اور وہ یہ پیغام دے گئے ہیں ان کے قدموں کے نشان بھی اس پتھر پر موجود ہیں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا وہ میرے باپ حضرت ابراہیم تھے اور چوکھٹ سے مراد تم ہو۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت علیہ السلام تشریف لائے اس وقت حضرت اسمٰعیل ایک درخت کے نیچے زمزم شریف کے قریب تیر تراش رہے تھے باپ کو دیکھتے ہی آداب بجا لائے باپ نے دعاء خیر دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک و تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ میں ایک گھر بناؤں تم میری مدد کرو گے؟ حضرت اسمٰعیل نے عرض کی کہ میں ہر طرح سے حاضر ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی بنیادیں تعمیر کرنی شروع کر دیں۔ حضرت اسمٰعیل پتھر پکڑانے جاتے

تھے اس طرح خانہ کعبہ تعمیر ہوا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رکن اور مقام یہ دونوں جنت کے یاقوت ہیں اللہ تعالے نے ان کے نور سلب کر دیے اگر نور باقی رہتا تو یہ مشرق سے مغرب تک کو روشن کر دیتے۔

علماء اس حدیث سے یہ مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ جس جگہ اولیاء اللہ ایک مدت تک رہیں وہاں آسمان سے تبرکات اور نعمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں وہاں نیکی کا اجر بھی زیادہ ملتا ہے۔

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ کی تعمیر فرمائی۔ اس پر آپ کے قدم مبارک کا نشان ہے۔ اس کو نماز کا مقام بنانے کا امر استحبابی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس نماز سے مراد وہ دو رکعت ہیں جو طواف کے بعد مقام ابراہیم کے قریب پڑھی جاتی ہیں۔ (تفسیرات احمدی) مصلّی۔ نماز پڑھنے کی جگہ۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ اور یاد کرو جب عرض کی ابراہیم نے کہ اے میرے رب اس شہر کو امان والا کر دے۔ اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور آخرت پر ایمان لائیں۔

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حسب ارشاد الٰہی لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ۔ دعا میں مومنین کو ہی خاص کیا۔ جو با قتضاء ادب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شایان شان تھا۔ اللہ تعالے نے آپ کی دعا قبول کی اور ارشاد کیا کہ رزق سب کو دیا جائے گا خواہ مومن ہو خواہ کافر۔ لیکن کافر کا رزق حین حیات ہی ہے۔ بعد میں ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ آخرت میں وہ عذاب ہی میں رہے گا۔ چنانچہ فرمایا۔ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ اور جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا۔ پھر اسے عذاب دوزخ کی طرف مجبور کر دوں گا اور وہ بہت بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

اور جب اٹھا رہے تھے ابراہیم اس گھر کی بنیادیں اور اسمٰعیل یہ کہتے ہوئے اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی سنتا جانتا ہے۔

علامہ بغوی نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ و تعالے نے زمین کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے بیت اللہ کی جگہ پیدا فرمائی۔ اس جگہ صرف ایک سفید جھاگ پانی پر قائم تھا پھر اس کے نیچے زمین بچھا دی گئی۔

جب اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو انہوں نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی اللہ تعالی نے

جنت کے یاقوت کا بنا ہوا بیت المعمور اتارا۔ اس کے دروازے زمرد کے تھے ایک دروازہ مشرقی تھا ایک مغربی اس کو بیت اللہ کے مقام پر رکھ دیا اور حکم ہوا اے آدم ہم نے تمہارے لیے یہ گھر اتارا ہے اس کا تم ایسے ہی طواف کرو جیسے عرش کے گرد کرتے تھے۔

حجر اسود بھی اتارا اس وقت یہ پتھر روشن تھا رنگ اس کا سفید تھا بعد میں کالا ہو گیا۔

طوفان نوح تک بیت المعمور قائم رہا جب طوفان نوح آیا تو اللہ تعالے نے چوتھے آسمان پر اٹھا لیا ہر روز ستر ہزار فرشتے زیارت کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ حضرت جبریل کو حکم ہوا کہ حجر اسود کو جبل ابو قبیس میں چھپا دیا جائے تاکہ طوفان میں غرق نہ ہو۔

اس وقت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک یہ جگہ خالی رہی حضرت ابراہیم نے دعا کی ایک تند ہوا نے اس کی بنیادیں ظاہر کر دیں اور حضرت ابراہیم نے انہی بنیادوں پر تعمیر کیا۔

پہلی مرتبہ کعبہ معظمہ کی بنیادیں حضرت آدم علیہ السلام نے رکھیں اس کے بعد طوفان نوح آیا اور پہلی تعمیر مٹ گئی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی بنیاد پر تعمیر فرمائی۔ یہ تعمیر خاص آپ کے دست مبارک سے ہوئی اس تعمیر میں پتھر اٹھا کر لانے کی سعادت حضرت اسمعیل علیہ السلام کو ہوئی۔ دونوں حضرات نے اس وقت دعا کی کہ یا رب ہماری یہ خدمت وطاعت قبول فرما اور دعا کی۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ اے ہمارے رب اور کر ہمیں اپنے حضور جھکنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے لیے قاعدے بتا دے اور ہم پر اپنی رحمت سے رجوع فرما۔ بیشک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

مَنَاسِک سے مراد دین کے احکام اور حج کے اعلام ہیں یعنی خوب عبادت کرنا ہے اس سے حج کے احکام مراد ہیں۔ حضرت ابراہیم و اسمعیل کی یہ دعا قبول ہوئی۔ حضرت جبریل امین نے اللہ کے حکم سے عرفہ کے دن تمام مناسک بتائے۔ حضرت ابراہیم و اسمعیل سے جب عرفات میں پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اے ابراہیم آپ نے تمام مناسک پہچان لیے تو فرمایا ہاں۔ اس دن سے اس کا نام عرفہ ہو گیا۔

حضرت ابراہیم و اسمعیل اگرچہ مطیع و مخلص و خاص بندے تھے لیکن بایں ہمہ بارگاہ حق سے طاعت اور اخلاص میں اور زیادہ کمال کی طلب فرماتے ہیں۔ دونوں طاعت سے سیری نہیں علاوہ ازیں یہ دونوں ہستیاں معصوم ہیں مگر تواضعاً دعا ہو رہی ہے۔ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۔ اور ہماری توبہ قبول فرما بے شک تو ہی معاف فرمانے والا مہربان ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ اے رب ہمارے بھیج ان میں ایک ایسا رسول جو انہی میں سے ہو کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت کرنے اور انہیں تیری کتاب اور حکمت سکھائے اور انہیں پاکیزہ فرمائے بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

حضرت ابراہیم و اسمعیل کی ذریت میں یہ دعا حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھی۔ آپ نے کعبہ معظمہ کی تعمیر سے فارغ ہونے کے بعد دعا فرمائی کہ الٰہی اپنے نبی آخر الزمان سید الانس والجان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری نسل میں ظاہر فرما اور یہ شرف بنی اسمعیل کو عطا کر۔

آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور حضور کا ظہور انہیں کی نسل سے ہوا۔ ان کی نسل میں حضور کے سوا اور کوئی نبی نہیں ہوا۔ حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے حضور باقی تمام انبیاء حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ چنانچہ حضور نے اپنا میلاد امر خود بیان فرمایا جیسے امام بغوی ایک حدیث سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا میں اللہ تعالٰے کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور وہ وقت تھا کہ حضرت آدم کے پتلے کا خمیر ہو رہا تھا۔ اَنَا عِنْدَ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَ اٰدَمُ لَمُنْجَدِلٌ بَیْنَ طِیْنَتِہٖ۔ میں تمہیں اپنی ابتداء کی خبر دوں میں ایک نور ساطع ظاہر ہوا جس سے ملک شام کے محل اور قصور روشن ہو گئے۔

اس حدیث میں دعاء ابراہیم سے بھی آیت کریمہ کا مضمون مراد ہے (جمل۔ خازن)

تعلیم الکتاب اور حکمت سے مراد قرآن کریم اور اس کے حقائق و معارف ہیں۔

اور حکمت سے مراد حکمت اسرار الٰہی ہے۔

بعض نے کہا حکمت سے مراد فقہ ہے۔

قتادہ کہتے ہیں حکمت سنت کا دوسرا نام ہے۔

بعض کے نزدیک حکمت سے مراد علم احکام ہے۔

اور یُزَکِّیْهِمْ جو فرمایا اس کا ترجمہ ستھرا کرنا۔ پاکیزہ بنانا ہیں۔ درحقیقت اس سے مراد نفوس و ارواح کو کدورتوں سے پاک کر کے حجاب اٹھا دینا مقصود ہے تاکہ اس قابل ہو سکیں کہ ان میں حقائق کی جلوہ گری ہو سکے۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا عزیز اسے کہتے ہیں جس کا کوئی مثل نہ ہو۔

بامحاورہ ترجمہ سولھواں رکوع سورہ بقرہ پ۱

وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ اور کون منہ پھیرے ملت ابراہیم سے سوا اس کے جو دل کا

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

بیوقوف ہو اور بے شک ہم نے چن لیا اسے دنیا میں اور بے شک وہ آخرت میں صالحوں سے ہے۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

جب فرمایا ان سے ان کے رب نے گردن اطاعت جھکا۔ عرض کی میں نے گردن جھکائی اس کے لیے جو جہان کا پالنے والا ہے۔

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

اور وصیت کی اس دین کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہ اے میرے بیٹو بے شک اللہ نے چن لیا تمہارے لیے یہ دین تو نہ مرنا مگر مسلمان رہتے ہوئے۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ۝ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

کیا تم میں کے موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جب کہ اس نے اپنے بیٹوں کو فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے بولے ہم پوجیں گے اسے جو آپ کا خدا ہے اور آپ کے آباء ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق کا ایک خدا اور ہم اس کے لیے گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

یہ ایک امت ہے کہ گزر چکی ان کے لیے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لیے ہے جو تم کماؤ اور پرسش نہ ہوگی تم سے ان کے کاموں کی۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

اور کتابی بولے یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤ گے۔ فرمادو بلکہ ہم تو دین ابراہیم لیتے ہیں اور نہ تھے وہ مشرکوں سے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

کہو تم ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا ابراہیم کی طرف اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اور جو دیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو دیے گئے باقی انبیاء کو اپنے رب کے

اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ہ

پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے لیے گردن جھکائے ہوئے ہیں

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ہ

تو اگر ایمان لائیں جیسے ایمان لائے تم تو بے شک وہ ہدایت پاگئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ نری ضد میں ہیں تو تمہارے لیے اللہ کافی ہوگا اور وہی سنتا جانتا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ہ

اللہ کا رنگ ہے اور کون ہے جو اللہ سے بہتر رنگ رنگے اور ہم اس کی پوجا کرتے ہیں۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ہ

فرماؤ کیا اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور ہمارے عمل ہمیں اور تمہارے عمل تمہیں اور ہم اس کے ساتھ مخلص ہیں۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ۚ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۚ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۚ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ہ

کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے فرماؤ کیا تمہیں علم زیادہ ہے یا اللہ کو اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو چھپائے گواہی اللہ کی طرف سے آئی ہوئی اور اللہ نہیں تمہاری کرتوت سے بے خبر۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ہ

یہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا ان کے لیے ان کی کمائی اور تمہارے لیے تمہاری کمائی اور نہ پوچھے جاؤ گے اس سے جو وہ عمل کرتے تھے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	يَرْغَبُ۔ منہ پھیرے	عَنْ مِّلَّةِ۔ دین سے
اِبْرٰهٖمَ۔ ابراہیم کے	اِلَّا۔ مگر	مَنْ۔ وہ	سَفِهَ۔ احمق
نَفْسَهٗ۔ اپنے دل کا	وَ۔ اور	لَقَدِ۔ بیشک	اصْطَفَيْنٰهُ۔ ہم نے چن لیا اسے
فِی۔ بیچ	الدُّنْيَا۔ دنیا کے	وَ۔ اور	اِنَّهٗ۔ بیشک وہ

فِی ۔ بیچ	الْاٰخِرَةِ ۔ آخرت کے ہے	لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۔ نیکوں میں سے	
اِذْ ۔ جبکہ	قَالَ ۔ فرمایا	لَہٗ ۔ اس سے	رَبُّہٗ ۔ اس کے رب نے
اَسْلِمْ ۔ گردن جھکا	قَالَ ۔ کہا	اَسْلَمْتُ ۔ گردن جھکائی میں نے	
لِرَبِّ ۔ واسطے رب	الْعٰلَمِیْنَ ۔ جہانوں کے	وَ ۔ اور	وَصّٰی ۔ وصیت کی
بِہَا ۔ اس دین کی	اِبْرٰھِیْمُ ۔ ابراہیم نے	بَنِیْہِ ۔ اپنے بیٹوں کو	وَ ۔ اور
یَعْقُوْبُ ۔ یعقوب نے	یٰبَنِیَّ ۔ اے میرے بیٹو	اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰہَ ۔ اللہ نے
اصْطَفٰی ۔ چنا	لَکُمُ ۔ تمہارے لیے	الدِّیْنَ ۔ دین	فَلَا ۔ تو نہ
تَمُوْتُنَّ ۔ مرنا	اِلَّا ۔ مگر	وَ ۔ یہ کہ	اَنْتُمْ ۔ تم
مُّسْلِمُوْنَ ۔ گردن جھکائے ہو	اَمْ ۔ کیا	کُنْتُمْ ۔ تم تھے	شُھَدَآءَ ۔ گواہ
اِذْ ۔ جب	حَضَرَ ۔ آئی	یَعْقُوْبَ ۔ یعقوب کو	الْمَوْتُ ۔ موت
اِذْ ۔ جب	قَالَ ۔ کہا	لِبَنِیْہِ ۔ اپنے بیٹوں کو	مَا ۔ کیا
تَعْبُدُوْنَ ۔ پوجوگے	مِنْ بَعْدِیْ ۔ میرے بعد	قَالُوْا ۔ بولے	نَعْبُدُ ۔ پوجیں گے ہم
اِلٰھَکَ ۔ تیرے رب کو	وَ ۔ اور	اِلٰہَ ۔ اس رب کو	اٰبَآئِکَ ۔ جو تمہارے آباء
کا ہے	اِبْرٰھِیْمَ ۔ ابراہیم	وَ ۔ اور	اِسْمٰعِیْلَ ۔ اسمعیل
وَ ۔ اور	اِسْحٰقَ ۔ اسحٰق کا	اِلٰھًا ۔ خدا	وَّاحِدًا ۔ ایک
وَ ۔ اور	نَحْنُ ۔ ہم	لَہٗ ۔ اس کے لیے	مُسْلِمُوْنَ ۔ گردن جھکانے
والے ہیں	تِلْکَ ۔ یہ	اُمَّۃٌ ۔ امت ہے	قَدْ ۔ بیشک
خَلَتْ ۔ گزر گئی	لَھَا ۔ اس کے لیے	مَا ۔ وہ ہے جو	کَسَبَتْ ۔ اس نے کمایا
وَ ۔ اور	لَکُمْ ۔ تمہارے لیے	مَّا ۔ وہ ہے جو	کَسَبْتُمْ ۔ تم کماؤ
وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	تُسْئَلُوْنَ ۔ پوچھے جاؤ گے	عَمَّا ۔ ان کاموں سے
کَانُوْا ۔ کہ وہ تھے	یَعْمَلُوْنَ ۔ عمل کرتے	وَ ۔ اور	قَالُوْا ۔ بولے یہودی
کُوْنُوْا ۔ ہو جاؤ	ھُوْدًا ۔ یہودی	اَوْ ۔ یا	نَصٰرٰی ۔ نصرانی
تَھْتَدُوْا ۔ راہ پا جاؤ گے	قُلْ ۔ فرما دو	بَلْ ۔ بلکہ	مِلَّۃَ ۔ دین
اِبْرٰھِیْمَ ۔ ابراہیم کا	حَنِیْفًا ۔ سیدھا ہے	وَ ۔ اور	مَا ۔ نہیں
کَانَ ۔ تھے وہ	مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ شرکوں	قُوْلُوْا ۔ یوں کہو	اٰمَنَّا ۔ ایمان لائے ہم

بِاللّٰهِ ۔ اللہ پر	وَ ۔ اور	مَآ اُنْزِلَ ۔ اس پر جو اتارا گیا	اِلَيْنَا ۔ ہم پر
وَمَآ ۔ اور وہ جو	اُنْزِلَ ۔ اترا	اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ ۔ ابراہیم پر	وَاِسْمٰعِيْلَ ۔ اور اسمٰعیل
وَاِسْحٰقَ ۔ اور اسحق پر	وَيَعْقُوْبَ ۔ اور یعقوب پر	وَالْاَسْبَاطِ ۔ اور اولاد پر	وَمَآ اُوْتِيَ ۔ اور جو دیا گیا
مُوْسٰى ۔ موسیٰ کو	وَعِيْسٰى ۔ اور عیسیٰ کو	وَمَآ اُوْتِيَ ۔ اور جو دیا گیا	النَّبِيُّوْنَ ۔ نبیوں کو
مِنْ رَّبِّهِمْ ۔ انکے رب کیطرف سے	لَا نُفَرِّقُ ۔ نہیں فرق کرتے ایمان میں	بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۔ کسی ایک کے	وَنَحْنُ ۔ اور ہم ہیں
لَهٗ ۔ اسی کے لیے	مُسْلِمُوْنَ ۔ جھکنے والے	فَاِنْ اٰمَنُوْا ۔ تو اگر ایمان لے آئیں	بِهٖ ۔ اس کے ساتھ
فَقَدِ ۔ تو بیشک	اهْتَدَوْا ۔ ہدایت پا گئے	وَاِنْ ۔ اور اگر	تَوَلَّوْا ۔ منحرف ہوں
فَاِنَّمَا ۔ تو اسکے سوا نہیں	هُمْ فِيْ ۔ وہ بیچ	شِقَاقٍ ۔ ضد کے ہیں	فَسَيَكْفِيْكَهُمُ ۔ تو کافی ہوگا تمہیں
اللّٰهُ ۔ وہی اللہ	وَهُوَ ۔ اور وہ	السَّمِيْعُ ۔ سننے والا	الْعَلِيْمُ ۔ جاننے والا ہے
صِبْغَةَ اللّٰهِ ۔ رنگ اللہ کا	وَمَنْ ۔ اور کون ہے	اَحْسَنُ ۔ اچھا	مِنَ اللّٰهِ ۔ اللہ سے
صِبْغَةً ۔ رنگ دینے میں	وَنَحْنُ لَهٗ ۔ اور ہم اسکے	عٰبِدُوْنَ ۔ پوجا کرتے ہیں	قُلْ ۔ کہہ دو
اَتُحَآجُّوْنَنَا ۔ کیا جھگڑتے ہو	فِي اللّٰهِ ۔ اللہ کی ذات میں	وَهُوَ ۔ اور وہ	رَبُّنَا ۔ ہمارا رب ہے۔
وَرَبُّكُمْ ۔ اور تمہارا رب ہے	وَلَنَآ ۔ اور ہمارے لیے	اَعْمَالُنَا ۔ ہمارے عمل ہیں	وَلَكُمْ ۔ اور تمہارے لیے
اَعْمَالُكُمْ ۔ تمہارے اعمال	وَنَحْنُ لَهٗ ۔ اور ہم اسکے لیے	مُخْلِصُوْنَ ۔ مخلص بندے ہیں	اَمْ تَقُوْلُوْنَ ۔ کیا کہتے ہو
اِنَّ اِبْرٰهٖمَ ۔ یہ کہ ابراہیم	وَاِسْمٰعِيْلَ ۔ اور اسمعیل	وَاِسْحٰقَ ۔ اور اسحق	وَيَعْقُوْبَ ۔ اور یعقوب
وَالْاَسْبَاطَ ۔ اور اولاد	كَانُوْا هُوْدًا ۔ تھے یہودی	اَوْ نَصٰرٰى ۔ یا نصرانی	قُلْ ۔ فرما دو
ءَاَنْتُمْ ۔ کیا تم	اَعْلَمُ ۔ زیادہ جانتے ہو	اَمِ اللّٰهُ ۔ یا اللہ	وَمَنْ ۔ اور کون ہے
اَظْلَمُ ۔ ظالم ترین	مِمَّنْ ۔ اس سے جو	كَتَمَ ۔ چھپائے	شَهَادَةً ۔ گواہی
عِنْدَهٗ ۔ جو اسکے پاس ہے	مِنَ اللّٰهِ ۔ اللہ سے	وَمَا اللّٰهُ ۔ اور نہیں اللہ	بِغَافِلٍ ۔ بے خبر
عَمَّا ۔ اس سے	تَعْمَلُوْنَ ۔ جو تم کرتے ہو	تِلْكَ اُمَّةٌ ۔ یہ امت ہیں کہ	قَدْ خَلَتْ ۔ بیشک گذر گئی
لَهَا مَا ۔ انکے لیے وہ ہے جو	كَسَبَتْ ۔ وہ کریں	وَلَكُمْ مَّا ۔ اور تمہارے لیے وہ جو	كَسَبْتُمْ ۔ تم کماؤ
وَلَا ۔ اور نہ	تُسْئَلُوْنَ ۔ سوال ہوگا تم سے	عَمَّا كَانُوْا ۔ اس کا کہ تھے	يَعْمَلُوْنَ ۔ عمل کرتے۔

مختصر تفسیر سولھواں رکوع ۔ سورۃ بقرہ ۔ پ ۱

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۔ اور کون ہے جو منہ پھیرے دین ابراہیم سے سوائے اسکے

جو دل کا احمق ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ علماء یہود میں سے حضرت عبداللہ بن سلام نے اسلام لانے کے بعد اپنے دو بھتیجوں مہاجر اور سلمہ کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ توریت میں اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے کہ میں اولاد اسمٰعیل سے ایک نبی پیدا کروں گا جن کا نام احمد ہوگا جو ان پر ایمان لائے گا وہ راہ پا جائے گا اور جو ان پر ایمان نہ لائے گا ملعون ہے۔ یہ سن کر سلمہ ایمان لے آئے اور مہاجر نے اسلام لانے سے انکار کیا اس پر اللہ تعالٰے نے یہ آیت نازل فرمائی اور بتایا کہ جب حضرت سید عالم کے لیے خود حضرت ابراہیم نے اس رسول معظم کی بعثت کی دعا کی تو جو ان کے دین سے پھرے وہ دین ابراہیم سے پھرا۔ اس میں یہود نصاریٰ مشرکین عرب سے تعریضاً خطاب بھی ہے کہ جو اپنے کو افتخاراً نسب میں تو حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کرے اور دین کے لحاظ سے انحراف کرے تو یہ سفاہت نفس ہی کی وجہ ہو سکتی ہے اور شرافت نفس کے سفیہ کا حق نہیں ہوتا۔

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا اور بیشک ضرور ہم نے اسے چن لیا دنیا میں رسالت و خلّت کے ساتھ انہیں خلیل اللہ بنایا۔ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور بیشک وہ آخرت میں ہمارے نیک صالح بندوں سے ہیں اور صالحین کے لیے درجات بلند ہیں اور حضرت ابراہیم جب ہمارے خلیل ہیں تو کرامت دارین کے ضرور جامع ہیں تو ان کے طریق اور ان کی ملت سے منحرف ہونے والا لازمی طور پر سفیہ احمق اور نادان ہے۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ جبکہ اسے اس کے رب نے فرمایا گردن جھکا۔ اسلام لا تو عرض کی گردن جھکا لی اور اسلام قبول کیا اس کے لیے جو رب سارے جہان کا ہے۔ ع سپردم بتو مایۂ خویش را

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود مردود نے مشکیں باندھ کر منجنیق کے ذریعہ آگ میں پھینکا جبریل امین نے آ کے پوچھا کچھ حاجت ہے حضرت ابراہیم نے فرمایا تجھ سے حاجت نہیں میرا رب میرا حال خوب جانتا ہے حق تعالٰے نے ان کی اس تسلیم و رضا کی برکت سے نار کو گلزار بنا دیا۔

وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ اور وصیت فرمائی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہ اے میرے بیٹو بیشک اللہ نے چن لیا تمہارے لیے یہ دین کو تو نہ مرنا مگر مسلمان۔

گویا آپ کی وصیت میں اسلام پر ثابت قدم رہنے کی تاکید تھی۔ جو قیامت تک ہر مسلمان کے لیے بار ہے کہ وہ دین اسلام پر اتنا مضبوط رہے کہ مرتے دم تک مسلمان ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آٹھ بیٹے تھے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ تو ہاجرہ قبطیہ تھیں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی والدہ حضرت سارہ تھیں باقی چھ فرزندوں کی والدہ قنطورا کنعانیہ تھیں حضرت سارہ کے وصال کے بعد ان سے عقد کیا تھا۔ ان سے ایک لڑکی یقطن تھیں۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ

اِلٰـہَ اٰبَآئِکَ اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰـھًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ۔ تم کیا گواہ ہو جب آئی یعقوب کو موت جب کہا انہوں نے اپنی اولاد کو میرے بعد تم کس کی پوجا کرو گے بولے ہم پوجیں گے اسے جو آپ کا اور آپ کے آباء کا خدا ہے ابراہیم اور اسمعیل اور اسحٰق کا ایک خدا اور ہم اس کے لیے جھکے ہوئے ہیں۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہود نے کہا تھا کہ حضرت یعقوب نے اپنی وفات کے روز اپنی اولاد کو یہودی رہنے کی وصیت کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی اس غلط بیانی کی تردید کی اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (خازن)

اس میں فرمایا کہ اے بنی اسرائیل تمہارے پہلے لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کے انتقال کے وقت موجود تھے۔ جب انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر ان سے اسلام و توحید کا اقرار لیا تھا اور انہوں نے جواب دیا تھا وہ آیت متلوہ میں بیان ہوا۔ اور حضرت اسمعیل کو حضرت یعقوب کے آباء میں داخل کرنا اس لیے ہے کہ آپ ان کے چچا ہیں اور چچا ہم مرتبہ باپ کے ہوتا ہے۔ حدیث میں بھی آیا کہ اسمٰعیل کا نام اسحاق علیہ السلام سے پہلے دو وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ آپ حضرت اسحاق سے چودہ سال بڑے ہیں دوسرے اس لیے کہ آپ حضور کے جد ہیں۔

تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَھَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۔ یہ امت ہے کہ گذر چکی ان کے لیے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے لیے ہے جو تم کرو اور ان کے کرنے کے متعلق تم نہ پوچھے جاؤ گے۔

اس امت سے مراد حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام اور ان کی مسلمان اولاد ہے۔

وَقَالُوْا کُوْنُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تَھْتَدُوْا ۭ قُلْ بَلْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا ۭ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ اور یہودی بولے تم یہودی یا نصرانی ہو جاؤ ہدایت پا جاؤ گے تم فرماؤ بلکہ ہم تو دین ابراہیم لیے ہوئے ہیں جو ہر قسم کی باطل پرستی سے جدا تھا اور وہ مشرکوں سے نہ تھا۔

حنیف کے معنی تمام دینوں سے اسلام کی طرف جھکنے والا

شان نزول

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت رؤسائے یہود اور نجرانی نصاریٰ کے جواب میں نازل ہوئی۔ یہودیوں نے مسلمانوں سے یہ کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام پر افضل ہیں اور توریت تمام آسمانی کتابوں پر افضل ہے اور یہودی دین تمام ادیان و ملل سے اعلیٰ ہے اس کے ساتھ ہی انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور انجیل و قرآن کے ساتھ کفر کر کے مسلمانوں سے کہا کہ اگر راہ راست چاہتے ہو تو یہودی بن جاؤ۔ نجران کے نصاریٰ نے بھی مسلمانوں کو اپنے مذہب میں آنے کی دعوت دی اس پر یہ جواب آیا جو پہلی آیت میں فرمایا۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ ۡ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ۔ کہو ہم ایمان

لائے اللہ پر اور اس پہ جو نازل ہوا ہماری طرف اور جو نازل کیا گیا ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحاق اور یعقوب پر اور ان کی اولاد پر اور جو دیا گیا موسیٰ و عیسیٰ کو اور جو دیا گیا نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے ایمان میں کسی پر اور ہم اللہ کے لیے جھکے ہوئے ہیں۔

اس میں یہود و نصاریٰ وغیرہ اہل باطل پر تعرض ہے کہ تم مشرک ہو اس لیے ملت ابراہیم پر ہونے کا تمہارا دعوے باطل ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو حکم ہے قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ۔ پھر اگر وہ بھی ایمان لائیں جیسے تم ایمان لائے تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر انحراف کریں تو وہ ضد و کد میں ہیں ان میں طلب حق کا شائبہ بھی نہیں۔

فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ تو اے محبوب قریب ہے کہ کافی ہے تمہارے لیے اللہ اور وہ سنتا جانتا۔

اس میں منجانب اللہ تسلی ہے کہ وہ اپنے حبیب کو غلبہ عطا فرمائے گا اور اسے اخبار بالغیب بھی ہے کہ آئندہ ہونے والی فتح و ظفر کا پہلے سے اظہار فرمایا۔ چنانچہ بنی قریظہ قتل ہوئے۔ بنی نضیر جلا وطن کیے گئے اور مسلمانوں کو غلبہ کیا۔ یہود و نصاریٰ کو جزیہ دینا پڑا۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ۔ ہم نے اللہ کا رنگ قبول کیا اور اللہ سے بہتر کون رنگ رنگنے والا ہے اور ہم اسی کو پوجتے ہیں۔

یعنی جس طرح رنگ کپڑے کے ظاہر و باطن کو رنگ نفوذ کر کے ایک کر دیتا ہے اسی طرح دین الٰہی کے عقائد حق ہمارے رگ و پے میں سما گئے۔ ہمارا ظاہر و باطن قلب و قالب اسکے رنگ میں رنگا گیا ہے۔ ہمارا رنگ ظاہری نہیں کچا نہیں جو معمولی سے چھینٹے سے داغدار ہو جائے بلکہ پختہ رنگ اور ایسا رنگ ہے کہ نفوس و روح کو پاک کرتا ہے ظاہر میں اوصاف اس کے آثار اوضاع و افعال سے نمودار ہوتے ہیں۔

ایک اس تشبیہ سے یہ واقعہ بھی ہے کہ نصاریٰ جب اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے یا انکے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو پانی میں زرد رنگ گھول کے اس میں اس کو یا بچے کو غوطہ دیتے جب وہ زرد رنگ میں رنگ جاتا تو سمجھتے کہ اب یہ پکا نصرانی ہوا۔ اس میں اس واہمہ کا رد بھی ہے کہ تمہارا رنگ یہ عارضی رنگ تم ہی کو مبارک ہو رنگ خدائی الگ ہے اور اس رنگ کا مقابلہ یہ گھلے ہوئے کچے رنگ نہیں کر سکتے۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ۔ فرما دو کیا اللہ کے بارے میں تم جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا رب ہے اور ہمارے عمل ہمارے لیے اور تمہارے عمل تمہارے لیے اور ہم تو خالص و مخلص اسی کے لیے ہیں۔

شان نزول اس کا یہ ہے کہ یہود نے مسلمانوں سے کہا ہم پہلی کتاب والے ہیں۔ ہمارا قبلہ پرانا ہے ہمارا دین قدیم

ہے۔ انبیاء ہم میں سے ہوئے اگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہونے تو ہم میں سے ہی ہوتے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور لَنَا اَعْمَالُنَا فرما کر بتایا اسے اختیار ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے نبی بنائے عرب میں سے ہو یا کسی اور سے۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى۔ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ۔ کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق و یعقوب اور انکی اولاد یہودی یا نصرانی تھے فرما دو کیا تمہیں زیادہ علم ہے یا اللہ کو۔ اس کا جواب قطعی یہی ہے کہ اللہ ہی اعلم ہے جس نے قرآن کریم میں خبر دی۔ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا۔ ابراہیم یہودی نصرانی نہ تھے لیکن وہ تھے حنیف اور مسلمان وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور وہ تم جیسے مشرکوں کے باطل خیال پر نہ تھے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کے پاس اللہ کی طرف سے گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے اور اللہ اسکے کاموں سے غافل نہیں۔

یہ یہود کا خیال ہے کہ توریت میں حضور کی نعت اللہ کی طرف سے آچکی ہے اور یہ اسے چھپا رہے ہیں تو ان سے ظالم ترین کون ہو سکتا ہے۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ یہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا ان کے لیے ان کی کمائی اور تمہارے لیے تمہاری کمائی اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی۔

اس لیے کہ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا۔ اس طرح بدمذہب اپنی بدمذہبی میں رہ کر آخرت میں ماخوذ ہوگا۔ اور راہ راست والا اپنے سیدھے راستہ پر رہ کر ہدایت کا صلہ پائے گا۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا الْاِسْتِقَامَةَ عَلَى الْهِدَايَةِ وَالْاِسْلَامِ وَاَمِتْنَا عَلٰى دِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمِيْن يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ الْاَمِيْنِ عَلَيْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَاَكْمَلُ التَّسْلِيْمِ۔ اٰمِيْن يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ اٰمِيْن اٰمِيْن

۳۰۔ اپریل ۵۳ء۔ دوشنبہ۔ سکھر جیل

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری چشتی اشرفی خطیب مسجد وزیر خاں۔ لاہور (نور اللہ مرقدہ)

۲۴ دسمبر ۱۹۷۴ء مطابق ۲۰۔ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ کو اضافات اور ترتیب کا کام مکمل ہوا۔ الحمد للہ علی احسانہ

ابن الحسنات سید خلیل احمد قادری

خطیب مسجد وزیر خاں۔ لاہور

پارہ ۲

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع پ۲۔ سورۃ بقرہ

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○

اب کہیں گے بیوقوف لوگوں میں سے کس نے پھیر دیا ان کو اس قبلہ سے جس پر تھے۔ آپ فرمائیں پورب پچھم سب اللہ ہی کا ہے۔ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے سیدھی راہ کی۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ○

اور بات یہ ہے کہ ہم نے کیا تمہیں امت افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے اوپر گواہ ہوں اور وہ جو کیا تھا ہم نے قبلہ جس پر تم تھے اس لیے تھا کہ ہم دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پیروں پلٹتا ہے اور اگرچہ یہ بات بھاری تھی مگر ان پر جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کرے بے شک اللہ لوگوں پر بہت مہربان رحم والا ہے۔

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ○

بے شک ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا منہ پھرنا آسمان کی طرف تو ہم ضرور پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف سے جس سے آپ راضی ہیں تو پھیر لو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف اور جہاں تم ہو اپنا منہ اسی طرف کر لیا کرو اور بے شک جنہیں کتاب ملی وہ ضرور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے کرتوتوں سے غافل نہیں۔

وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ آيَةٍ

اور اگر آؤ تم ان کی طرف جنہیں کتاب ملی کسی نشانی پر بھی

مَا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو گے اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلے کے تابع نہیں اور (اے سننے والے) اگر تو ان کی خواہشات پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ظالم ہوگا۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۗ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

وہ جنہیں ہم نے کتاب عطا کی وہ اس نبی کو ایسا جانتے ہیں جیسے لوگ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بیشک ان کا ایک گروہ دیدہ و دانستہ حق چھپاتا ہے۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝

(اے سننے والے) یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے تو خبردار تو شک کرنے والوں سے نہ ہو۔

لفظی ترجمہ

سَيَقُوْلُ۔ اب کہیں گے	السُّفَهَآءُ۔ بیوقوف لوگ	مِنَ النَّاسِ۔ لوگوں میں سے	مَا۔ کیوں
وَلّٰهُمْ۔ پھیر دیا انہوں نے	عَنْ قِبْلَتِهِمُ۔ اس قبلہ سے	الَّتِيْ۔ جو	كَانُوْا۔ تھے
عَلَيْهَا۔ اوپر اس کے	قُلْ۔ فرما دو	لِلّٰهِ۔ اللہ کے لیے ہے	الْمَشْرِقُ۔ پورب
وَ۔ اور	الْمَغْرِبُ۔ پچھم	يَهْدِيْ۔ چلائے	مَنْ۔ جسے
يَّشَآءُ۔ چاہے	اِلٰى۔ طرف	صِرَاطٍ۔ راہ	مُّسْتَقِيْمٍ۔ سیدھی مضبوط کے
وَ۔ اور	كَذٰلِكَ۔ ایسے ہی	جَعَلْنٰكُمْ۔ کیا ہم نے تم کو	اُمَّةً۔ امت
وَّسَطًا۔ افضل	لِّتَكُوْنُوْا۔ تاکہ ہو تم	شُهَدَآءَ۔ گواہ	عَلَى۔ اوپر
النَّاسِ۔ لوگوں کے	وَ۔ اور	يَكُوْنَ۔ ہو	الرَّسُوْلُ۔ رسول
عَلَيْكُمْ۔ تمہارے اوپر	شَهِيْدًا۔ گواہ	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
جَعَلْنَا۔ کیا ہم نے	الْقِبْلَةَ۔ قبلہ	الَّتِيْ۔ وہ کہ	كُنْتَ۔ تھے تم
عَلَيْهَا۔ اس پر	اِلَّا۔ مگر	لِنَعْلَمَ۔ اسلیے کہ جانیں ہم	مَنْ۔ کون
يَّتَّبِعُ۔ پیروی کرتا ہے	الرَّسُوْلَ۔ اس رسول کی	مِمَّنْ۔ اور کون	يَّنْقَلِبُ۔ پھرتا ہے۔

عَلٰی۔ اوپر	عَقِبَیْہِ۔ اپنی ایڑیوں کے	وَ۔ اور	اِنْ۔ بیشک
کَانَتْ۔ ہے	لَکَبِیْرَۃً۔ یقیناً بھاری	اِلَّا۔ مگر	عَلَی۔ اوپر
الَّذِیْنَ۔ انکے کہ	ھَدَی۔ ہدایت کی	اللّٰہُ۔ اللہ نے	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	کَانَ۔ ہے	اللّٰہُ۔ اللہ	لِیُضِیْعَ۔ کہ ضائع کرے
اِیْمَانَکُمْ۔ تمہارے ایمان	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	بِالنَّاسِ۔ لوگوں پر
لَرَءُوْفٌ۔ مہربان	رَّحِیْمٌ۔ رحم والا ہے	قَدْ۔ بیشک	نَرٰی۔ ہم دیکھ رہے ہیں
تَقَلُّبَ۔ تمہارا پھیرنا	وَجْھِکَ۔ اپنے منہ کو	فِی۔ بیچ	السَّمَآءِ۔ آسمان کے
فَلَنُوَلِّیَنَّکَ۔ تو ضرور ہم پھیر دیں گے	قِبْلَۃً۔ اس قبلہ کی طرف	تَرْضٰھَا۔ جس سے تم راضی ہو	فَوَلِّ۔ تو پھیر لو
وَجْھَکَ۔ اپنا منہ	شَطْرَ۔ طرف	الْمَسْجِدِ۔ مسجد	الْحَرَامِ۔ حرام کے
وَ۔ اور	حَیْثُ۔ جہاں کہیں	مَا۔ بھی	کُنْتُمْ۔ ہو تم
فَوَلُّوْا۔ تو پھیر لو	وُجُوْھَکُمْ۔ منہ اپنا	شَطْرَہٗ۔ اس طرف	وَ۔ اور
اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جنہیں	اُوْتُوا۔ دی گئی ہے	الْکِتَابَ۔ کتاب
لَیَعْلَمُوْنَ۔ یقیناً جانتے ہیں	اَنَّہُ۔ کہ بیشک وہ	الْحَقُّ۔ حق ہے	مِنْ رَّبِّھِمْ۔ ان کے رب کی
طرف سے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	اللّٰہُ۔ اللہ
بِغَافِلٍ۔ غافل	عَمَّا۔ اس سے کہ	یَعْمَلُوْنَ۔ وہ کرتے ہیں	وَ۔ اور
لَئِنْ۔ اگر	اَتَیْتَ۔ تم آؤ	الَّذِیْنَ۔ ان کے پاس جنہیں	اُوْتُوا۔ دی گئی ہے
الْکِتَابَ۔ کتاب	بِکُلِّ۔ ہر ایک	اٰیَۃٍ۔ آیت سے	مَّا۔ تو نہ
تَبِعُوْا۔ پیروی کریں	قِبْلَتَکَ۔ تمہارے قبلہ کی	وَ۔ اور	مَا۔ نہ
اَنْتَ۔ تم	بِتَابِعٍ۔ پیرو ہوگے	قِبْلَتَھُمْ۔ انکے قبلہ کے	وَ۔ اور
مَا۔ نہ	بَعْضُھُمْ۔ بعض ان کا	بِتَابِعٍ۔ پیرو ہوگا	قِبْلَۃَ۔ قبلہ
بَعْضٍ۔ بعض کا	وَ۔ اور	لَئِنْ۔ اگر	اتَّبَعْتَ۔ پیروی کی تو نے
اَھْوَآءَھُمْ۔ انکی خواہش کی	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	مَا۔ اس کے کہ	جَآءَکَ۔ آیا تم پر
مِنَ الْعِلْمِ۔ علم سے	اِنَّکَ۔ بیشک تو	اِذًا۔ اس وقت ہوگا	لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالموں
میں سے	الَّذِیْنَ۔ وہ لوگ کہ	اٰتَیْنٰھُمُ۔ دی گئی انہیں	الْکِتَابَ۔ کتاب
یَعْرِفُوْنَہٗ۔ جانتے ہیں اسکو	کَمَا۔ جیسے	یَعْرِفُوْنَ۔ جانتے ہیں	اَبْنَآءَھُمْ۔ اپنے بیٹوں کو

وَ ۔ اور	اِنَّ ۔ بیشک	فَرِیْقًا ۔ ایک فریق	مِّنْهُمْ ۔ ان سے ہے
لَيَكْتُمُوْنَ ۔ کہ چھپاتے ہیں	الْحَقَّ ۔ حق	وَ ۔ اور	هُمْ ۔ وہ
يَعْلَمُوْنَ ۔ جانتے ہیں کہ	اَلْحَقُّ ۔ حق ہے	مِنْ رَّبِّكَ ۔ تمہارے رب کی طرف سے	
فَلَا ۔ تو نہ	تَكُوْنَنَّ ۔ ہو	مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۔ شک کرنے والا	

تفسیر اُردو پہلا رکوع پ۲ ۔ سورۃ بقرہ

سَيَقُوْلُ السُّفَهَاۗءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۔ اب کہیں گے بیوقوف لوگ کس نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے جس پر تھے ۔

اَلسُّفَهَاۗءُ مِنَ النَّاسِ ۔ بے وقوف لوگ

سفہاء کا واحد سفیہ ہے ۔ سفیہ کے معنی چھچھورے اور کم عقل کے ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر اعتراض اور تنقید کرتے ہیں ۔

قدیم نبیوں اور ہجرت سے قبل مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا ۔ ہادی سبل ختم الرسل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھتے رہے مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد بھی سترہ ماہ تک بیت المقدس کو ہی قبلہ برقرار رکھا ۔ لیکن خواہش یہ تھی کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ شریف کو قبلہ بنائیں آخرکار مدینہ منورہ میں تیرہ یا سترہ ماہ کے بعد آپ کو قبلہ تبدیل کرنے کا حکم ملا ۔

یہودیوں کو جب خبر ملی تو انہیں مخالفت کا ایک بہانہ مل گیا وہ طرح طرح کے اعتراض کرنے لگے اور کہنے لگے کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی عداوت وحسد کی وجہ سے ایسا کیا ہے ۔ قرآن عظیم میں ان باتوں کی تردید فرمائی گئی اور ارشاد ہوا کہ اے محبوب فرما دیجئے کہ ہم نے کسی حسد یا تعصب کی وجہ سے قبلہ تبدیل نہیں کیا بلکہ اللہ کے حکم سے بدلا ہے ۔

شان نزول

یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جب بجائے بیت المقدس کے کعبہ معظمہ کو قبلہ بنایا گیا اس پر انہوں نے طعن کی کیونکہ یہ یہود کو ناگوار تھا اور وہ نسخ کے قائل نہ تھے ۔ نسخ کے خلاف عام طور پر یہودی تھے اس لیے کہ ان کے عقیدہ میں ناسخ ومنسوخ کا عقیدہ غلط ہے ۔

بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ یہ آیت مشرکین مکہ کے حق میں آئی ۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی اور یہ بھی پہلو نکلتا ہے کہ اس سے کفار کے وہ سب گروہ

مراد ہوں کیونکہ طعن و تشنیع میں مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ سب ہی شریک تھے۔ قرآن کریم نے یہ غیبی خبر دی کہ یہ لوگ ایسی بکواس کریں گے۔ اس لیے انہیں سفہاء فرمایا گیا کہ وہ ایسی روشن اور واضح بات پر معترض ہوئے جو ظاہر ہے کہ انبیاء سابقین نے نبی آخر الزمان کے خصائص میں آپ کا لقب ذو القبلتین بتایا اور تحویل قبلہ اس کی تصدیق ہے کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی پہلے انبیاء خبر دیتے آئے۔ ایسے روشن نشان سے فائدہ نہ اٹھانا اور بے وقوفی و جہالت سے معترض ہونا کمال حماقت و سفاہت ہے۔

قبلہ کی تعریف: قبلہ اس جہت کو کہتے ہیں جس کی طرف مسلمان منہ کر کے عبادت کرے یہاں قبلہ سے مراد بیت المقدس ہے۔

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ۔ فرما دیجئے پورب پچھم مشرق ہو یا مغرب ہر سمت اللہ کی ہے تو اسے اختیار ہے جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے اور ایسے ہی ہم نے کیا تم کو سب امتوں سے افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے گواہ ہیں۔

یعنی مشرق و مغرب اسی کا ہے تو اسے اختیار ہے جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے اور جس کو چاہے قبلہ بنائے کسی کو کیا حق جو اس کے اختیارات میں اعتراض کرے بندے کا کام صرف اور صرف اپنے رب کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا ہے۔

استقبال قبلہ عبادت میں سے ہے اور عبادت اللہ تعالیٰ کے حکم پر اعتماد کرنا ہے خصوصیت مکانی اس میں معتبر نہیں ہم کو تو اللہ تعالیٰ نے سمت کعبہ منہ کرنے کا حکم دیا اس لیے ہم حکم کی اتباع کرتے ہیں۔

صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سے مراد وہ راہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے۔

وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح اے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ہم نے تم کو سیدھی راہ کی ہدایت کی اسی طرح ہم نے تم کو بہتر بنایا جس طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا اسی طرح تم کو بہتر امت بنایا۔

جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا۔ ہم نے تم کو اوروں سے بہتر عادل علم و عمل و معرفت سے آراستہ بنایا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ وَسَطًا کے معنی عَدْلًا معتدل کے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا قَالَ اَوْسَطُهُمْ کہا اس شخص نے جو ان کا بہتر تھا یہاں اوسط کا اطلاق واحد پر آیا۔

تقدیر آیت کی یہ ہے جَعَلْنٰكُمْ اَهْلَ دِیْنٍ وَّسَطٍ یعنی ہم نے دین وسط والا بنایا اسلام کو دین وسط فرمایا کیونکہ احکام شرعیہ سب افراط و تفریط کے درمیان ہیں۔ علماء نے اس آیت کو اجماع امت محمدیہ کے احکام میں حجت ہونے کی دلیل ٹھہرایا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن سرور کائنات رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم

عصر کے بعد منبر اقدس پر تشریف لائے اور جو کچھ قیامت تک کے واقعات ہونے والے تھے آپ نے بیان فرمائے۔ یہاں تک کہ جب دھوپ درختوں اور دیواروں کی منڈیروں پر چلی گئی تو آپ نے فرمایا کہ دنیا کی عمر اب اتنی ہی باقی ہے جس قدر کہ یہ دن باقی ہے۔

یاد رکھو کہ یہ امت محمدیہ ستر امتوں کا کام دیتی ہے اور ان سب سے اللہ کے نزدیک یہ امت بہتر و بزرگ ہے (ترمذی۔ ابن ماجہ)

اور لِتَکُوْنُوْا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ۔ تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر یعنی قیامت کے دن امت محمدیہ اللہ تعالے کے حضور گواہی دے گی کہ انبیاء کرام نے اپنی امت کو احکام پہنچا دیئے۔ یہی معنی گواہ ہونے کے ہیں۔

امت مرحومہ کو یہ فضیلت ملی کہ وہ دنیا و آخرت میں لوگوں پر گواہ ہو اس سے چند مسائل مستنبط ہوئے۔

اول یہ کہ دنیا میں مسلمان کی شہادت مومن کافر سب کے حق میں شرعاً معتبر اور مقبول ہے۔ کافر کی شہادت مسلمان پر معتبر نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ اس امت کا اجماع حجت اور لازم القبول ہے۔

تیسرے یہ کہ اموات کے حق میں بھی اس امت کی شہادت معتبر اور مقبول ہے۔ چنانچہ رحمت و عذاب کے فرشتے اس کی شہادت کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اس لیے حضور نے فرمایا۔ اَنْتُمْ شُہَدَآءُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ اور لَا تَذْکُرُوْا مَوْتَاکُمْ اِلَّا بِالْخَیْرِ۔ یعنی اپنی میت کا تذکرہ بھلائی سے کیا کرو کہ تم گواہ ہو زمین پر۔

صحاح کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا صحابہ نے اس کی تعریف کی حضور نے وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ تین بار فرمایا کہ واجب ہوئی واجب ہوئی واجب ہوئی پھر دوسرا جنازہ گزرا صحابہ نے اس کی برائی کی۔ حضور نے اسی طرح تین بار وَجَبَتْ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا حضور کیا واجب ہوئی۔ فرمایا پہلے جنازہ کی تم نے تعریف کی۔ اس کے لیے جنت واجب ہوئی۔ دوسرے کی تم نے برائی کی اس کے لیے جہنم واجب ہوئی۔ تم زمین پر اللہ کے شہداء یعنی گواہ ہو۔ پھر حضور نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی لِتَکُوْنُوْا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ۔

چوتھے یہ مسئلہ بھی نکلا کہ یہ تمام شہادتیں صلحاء امت اور اہل صدق کے ساتھ خاص ہیں اور ان کے معتبر ہونے کے لیے زبان کی نگہداشت شرط ہے جو لوگ زبان کی احتیاط نہیں کرتے اور بے جا خلاف شرع کلمات ان کی زبان سے نکلتے ہیں اور ناحق لعنت کرتے ہیں صحاح کی حدیث میں ہے کہ روز قیامت نہ وہ شافع ہوں گے نہ شاہد۔

اس امت کی ایک شہادت یہ بھی ہے کہ آخرت میں جب تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے اور کفار سے کہا جائے گا کیا تمہارے پاس میری طرف سے ڈرانے والا احکام لے کر نہیں پہنچا تو وہ انکار کریں گے اور کہہ دیں گے کوئی نہیں آیا۔ حضرات انبیاء سے دریافت ہوگا وہ عرض کریں گے یہ جھوٹے ہیں ہم نے انہیں تبلیغ کی اس پر ان سے

اقامۃً للحجۃ دلیل طلب ہو گی وہ عرض کریں گے کہ امت محمدیہ ہماری گواہ ہے پھر یہ امت انبیاء کے دعوی کی تصدیق اور کفار کے انکار کی تکذیب کرے گی. اس پر گذشتہ امت کے کفار کہیں گے کہ انہیں کیا معلوم یہ ہم سے بعد ہوئے تھے دریافت فرمایا جائے گا تم کیسے جانتے ہو. یہ عرض کریں گے یارب تو نے ہماری طرف اپنا رسول بھیجا. محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیج کر قرآن نازل فرمایا. ان کے ذریعے ہم قطعی یقینی طور پر جانتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے فرض تبلیغ علی وجہ الکمال ادا کیا. پھر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس امت کے متعلق دریافت ہو گا حضور ان کی تصدیق فرمائیں گے۔

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں تمہارا رسول تم پر گواہی دے گا کیونکہ وہ جانتے ہیں اپنی نبوت کے نور سے اپنے دین کے ہر اتباع کرنے والے کو کہ اس کا دین میں کیا مرتبہ ہے اور ان کی ایمان کی کیا کچھ حقیقت اور وہ کونسا پردہ ہے جس سے ان کی ترقی رکی ہوئی ہے پس وہ تمہارے گناہوں کو بھی جانتے ہیں تمہارے ایمان کے درجات اور نیک و بد اعمال و اخلاص کو بھی جانتے ہیں (فتح العزیز)

پانچویں اس سے یہ مسئلہ بھی نکلا کہ اشیاء معروفہ میں شہادت سماعی بھی معتبر ہے یعنی جن چیزوں کا علم یقین سننے سے حاصل ہو، اس پر شہادت دی جا سکتی ہے. آگے ہے

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۔ اور یہ رسول تمہارے گواہ ہوں گے۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ امت کو تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اطلاع احوال امم و تبلیغ انبیاء قطعی و یقینی حاصل ہوئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکرم الٰہی نور نبوت سے ہر شخص کا حال اور اس کی حقیقت ایمان اور اعمال نیک و بد اور اخلاص و نفاق پر مطلع ہیں۔

چھٹے یہ مسئلہ بھی نکلا کہ حضور کی شہادت دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں مقبول ہے یہی وجہ ہے کہ حضور نے اپنی زمانہ کے حاضرین کے متعلق جو کچھ فرمایا مثلاً صحابہ اور ازواج و اہل بیت کے فضائل و مناقب یا غائبین اور بعد میں پیدا ہونے والوں کے لیے مثل اویس قرنی امام مہدی وغیرہ اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔

ساتویں یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر نبی کو امت کے اعمال پر مطلع کیا جاتا ہے تاکہ وہ روز قیامت شہادت دے سکیں. چونکہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شہادت عام ہو گی. اس لیے حضور تمام امتوں کے احوال پر مطلع ہیں۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالے اولین و آخرین کو ایک جگہ جمع کرے گا. پھر سابقہ امتوں کے کفار سے خطاب کر کے فرمائے گا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا وہ صاف انکار کریں گے کہ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا. پھر اللہ تعالے انبیاء سے دریافت کرے گا انبیاء متفقہ طور پر عرض کریں گے

کہ اے اللہ ہم تیرے احکام ان کو پہنچا چکے ہیں۔ یہ صریح جھوٹ بولتے ہیں اللہ تعالے عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ مگر اتمام حجت کے لیے انبیاء سے گواہی طلب کرے گا۔

نسائی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن نوح علیہ السلام طلب فرمائے جائیں گے ان سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم نے اس امت کو تبلیغ فرمائی یا نہیں حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے رب العزت تیری عزت وجلال کی قسم بیشک میں نے ان کو تیرے احکام پہنچا دیے ہیں پھر اس امت سے فرمایا جائے گا کیا نوح نے ان کو احکام پہنچائے وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی نہیں آیا نہ ہی تبلیغ کی جناب باری عز اسمہ حضرت نوح علیہ السلام سے گواہ طلب فرمائے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ میرے گواہ اور شاہد نبی آخر الزمان جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت ہے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر تم وہاں آکر گواہی دو گے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ الخ فرمایا تم نوح علیہ السلام کی گواہی دو گے اور میں تمہاری گواہی دوں گا۔

امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہو گی اور گواہی دے گی کہ انبیاء نے سب احکام انہیں پہنچا دیے ہیں کفار کہیں گے کہ ان کو کیسے معلوم ہوا یہ تو ہم سے برسوں برس بعد پیدا ہوئے ہیں۔

امت محمدیہ جواب دے گی کہ ہمارے اندر اللہ تعالے نے آخری رسول مکرم مبعوث فرمائے ان پر کتاب نازل کی اس کتاب میں اس بات کی تصدیق تھی کہ تمام انبیاء نے اپنی اپنی امت کو احکام پہنچا دیے تھے اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سچا ہے ان کے بعد مخبر صادق طبیب حاذق شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم طلب فرمائے جائیں اور ان امتوں کا حال دریافت کیا جائے گا سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم ان کی صداقت اور عدالت کی گواہی دیں گے (ترمذی و بخاری شریف)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن ایک نبی بارگاہ رب العزت میں پیش ہوں گے جن کے ساتھ صرف ایک امتی ہو گا ایک اور نبی آئیں گے جن کے ساتھ صرف دو امتی ہوں گے ان کی امت سے دریافت فرمایا جائے گا انہوں نے احکام پہنچائے۔ اکثریت انکار کر دے گی پھر امت مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کی گواہی پیش ہو گی۔

شہید کے معنی۔ شہید حاضر کے معنی بھی دیتا ہے۔ شہید بمعنی مطلع بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ شہادت کا لفظ علم و اطلاع کے معنی میں بھی آیا ہے جیسے فرمایا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۔

آگے ارشاد ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ○ اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم پہلے کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے بعد ہجرت بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ سترہ ماہ تک ادھر نماز پڑھی تھی کہ پھر کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا۔ اس تحویل قبلہ کی پہلی حکمت یہ ارشاد ہوئی اس سے مومن و کافر میں امتیاز ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مومنین کعبہ کی طرف پڑھتے پڑھتے بیت المقدس کی طرف امتثالاً بالامر سترہ مہینے جھکتے رہے پھر کعبہ کا حکم ہوا تو بلا کسی قسم کی قیل وقال کے ادھر جھک گئے اور جن کے دلوں میں ایمان نہ تھا، وہ معترض ہوئے کہ یہ کیا تماشا ہے کبھی ادھر کبھی ادھر رخ کرایا جا رہا ہے۔

وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً اور بے شک یہ تحویل بھاری تھی مگر ان پر جنہیں اللہ نے ہدایت کی۔ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کرے۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے زمانہ میں تحویل قبلہ سے پہلے بنی نجار میں سے اسعد بن زرارہ اور بنی سلمہ میں سے براء بن معرور نے وفات پائی۔ ان کے رشتہ داروں نے تحویل قبلہ کے بعد ان کی نمازوں کا حکم دریافت کیا اس پر آیت کریمہ کے ذریعہ اطمینان دلایا گیا اور فرمایا گیا کہ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ کہ ان کی نمازیں ضائع نہیں ہوئیں بلکہ انہیں ثواب ملے گا کیونکہ بیت المقدس بھی ہمارے ہی حکم سے قبلہ مقرر ہوا تھا اللہ تعالے تو انسانوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے وہ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔

إِيمَانَكُمْ میں ایمان سے یا تو ایمان پر قائم رہنا مراد ہے اور یا پھر منسوخ شدہ قبلہ پر ایمان رکھنا مقصود ہے۔
بعض مفسرین نے ایمان سے مراد نماز ہی لی ہے۔

روایت ہے کہ حیی بن اخطب یہودی نے مسلمانوں سے کہا کہ تم نے ایک طویل زمانہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی یہ ہدایت تھی یا گمراہی؟

مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہدایت وہ ہے جس کا اللہ تعالے حکم فرمائے اور گمراہی وہ ہے جس سے منع فرمائے۔ لہذا جب تک ہم کو بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم رہا اس وقت تک وہ ہدایت تھا اور جب منع کر دیا تو گمراہی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۔ بے شک اللہ لوگوں پر شفقت رکھنے والا بڑا مہربان ہے۔ رؤف کے معنی شدت رحمت ہیں۔

آیت متلوہ میں نمازوں کو ایمان سے تعبیر فرمانا اس امر کی طرف مشیر ہے کہ نماز بجماعت ادا کرنا دلیل ایمان ہے۔
قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے تو ابھی اپنا منہ پھیر لو مسجد حرام کی طرف۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کا قبلہ بنانا پسند خاطر تھا اور اس امید میں آسمان کی طرف بار بار نظر فرماتے تھے کہ حضور کی مرضی پوری کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی اور ایسی صورت میں نازل ہوئی کہ آپ نماز میں تھے اور حکم فَوَلِّ جب آیا تو نماز ہی میں کعبہ کی طرف پھرے اور جو مقتدی تھے انہوں نے بھی حضور کی اقتداء میں اپنا رخ بیت المقدس سے مسجد حرام کی طرف پھیرا۔

اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کو آپ کی رضامندی اتنی منظور ہے کہ سمت قبلہ بھی آپ کی مرضی کے موافق مقرر فرمائی۔ چنانچہ محض حضور کی رضا کی خاطر تحویل قبلہ ہوئے اور کعبہ کو سمت سجدہ بنایا گیا اور ہمیشہ کے لیے قانون نافذ فرمایا گیا۔

ہجرت سے قبل بیت اللہ قبلہ تھا یا بیت المقدس ؟

لبعض کہتے ہیں کہ مکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس کی طرف توجہ فرماتے تھے اور کعبہ بھی سامنے ہوتا تھا اس حدیث کو امام احمد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند جید ہے۔

لبعض نے مطلقاً کہا ہے کہ بیت المقدس کی طرف استقبال فرماتے تھے۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں حضور رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا استقبال فرماتے تھے۔ اور جب ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوئے۔

ابن جریر نے لبسند قوی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی جب حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو اللہ تعالےٰ نے آپ کو حکم فرمایا کہ بیت المقدس کی طرف استقبال فرمایا کریں۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف نماز پڑھی پھر مکہ میں ہی قیام کے دوران بیت المقدس کی طرف پڑھنے کا حکم ہوگیا چنانچہ تین برس مسلسل بیت المقدس کی جانب نماز پڑھی پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

پہلا قول علامہ بغوی کا صحیح اور قوی ہے۔ اکثر احادیث بھی اسی قول کی تائید کرتی ہیں۔

ہجرت کے بعد حضور علیہ السلام نے کتنے زمانہ تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی اس میں چند اقوال پیش خدمت ناظرین ہیں

ابوداؤد کے نزدیک بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سترہ ماہ نماز پڑھی۔
امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک سولہ ماہ
اور امام بخاری رضی اللہ کے نزدیک بروایت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سولہ سترہ ماہ پڑھی۔
حق بات یہ ہے کہ سولہ ماہ اور کچھ دن بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی اس لیے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے پانچ ربیع الاول بروز پیر ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں بارہ ربیع الاول پیر کے دن تشریف لائے۔ اور تحویل قبلہ کا حکم ۲ سنہ ہجری ۱۵ رجب المرجب واقعہ بدر سے دو ماہ قبل ہوا۔ جمہور علماء نے اسی قول کو معتبر قرار دیا۔
سترہ ماہ اور بعض نے تیرہ یا انیس یا اٹھارہ ماہ یا دو برس دو ماہ کہتے ہیں یہ سب اقوال ضعیف ہیں۔
حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف فرما تھے تو یہودیوں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دین میں تو ہماری مخالفت کرتے ہیں مگر ہمارے قبلہ کا اتباع کرتے ہیں۔
حضور علیہ السلام نے یہ تمنا فرمائی کہ بیت اللہ جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ ہے اس کو قبلہ بنایا جائے جبریل آسمان کی طرف گئے اور حضور علیہ السلام اللہ کے حکم کے انتظار میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے رہے۔ نماز کی حالت میں آسمان یا اطراف میں نگاہ کا اٹھانا امت کے لیے سخت منع ہے لیکن محبوب کی نگاہ آسمان کی طرف ہے تو ارشاد ہوا۔
قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ہم دیکھ رہے ہیں آپ کا آسمان کی طرف منہ کرنا فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا بے شک پھیر دیں گے ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ چاہتے ہیں۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی سلمہ میں براء بن معرور کے انتقال کے بعد ام بشر بن براء بن معرور سے ملنے کے لیے تشریف لائے۔ ام بشر نے حضور کے لیے کھانا تیار کیا وہاں ظہر کا وقت آ گیا آپ نے معہ صحابہ کے بنی سلمہ کی مسجد میں نماز شروع کی جب آپ دو رکعتیں پڑھ چکے تو جبریل امین علیہ السلام نے آ کر اشارہ کیا آپ نماز میں کعبۃ اللہ کی طرف میزاب کی جانب پھر گئے۔ جس جگہ مرد تھے وہاں عورتیں آ گئیں اور جہاں عورتیں تھیں وہاں مرد آ گئے غرضکہ سب نمازیں گھوم گئے اس مسجد کا نام مسجد قبلتین ہے۔ اس مسجد میں بحمدہ تعالٰی نوافل اور ظہر کی نماز پڑھنے کی سعادت فقیر کو بھی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالٰی اپنے حبیب کے صدقہ میں بار بار حاضری نصیب کرے۔ آمین
حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ کر جا رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ بنی حارثہ عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں اور رکوع میں ہیں انہوں نے باآواز بلند کہا کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ کی طرف نماز پڑھی ہے وہ بھی سن کر فوراً بیت اللہ کی طرف گھوم گئے۔
صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز کا ذکر کیا ہے لیکن تحقیق یہی ہے کہ زوال کے بعد

ظہر کی نماز کا ہی وقت تھا۔

ممکن ہے کہ براء بن عازب کو بنی سلمہ میں ظہر پڑھنے کی اطلاع نہ ملی ہو یا ان کی مراد یہ ہو کہ پوری نماز سب سے پہلے کعبہ کی طرف عصر کی نماز پڑھی ہو کیونکہ ظہر کی دو رکعت بیت المقدس اور دو رکعت بیت اللہ شریف کی طرف پڑھی تھیں۔

یا یہ مقصد ہو کہ اپنی مسجد یعنی مسجد نبوی میں جو نماز سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہو وہ عصر کی نماز تھی کیونکہ تحویل قبلہ کی خبر قبا والوں کو اگلے روز فجر کی نماز میں ہوئی۔

چنانچہ صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبا میں لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم ہو گیا اور سب اسی وقت کعبہ کی طرف پھر گئے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ پھیر لو اپنا منہ بیت المقدس سے نماز کے وقت مسجد حرام کی طرف یعنی جس جہت میں مسجد حرام ہے۔

لفظ شطرہ اس شئے کو کہتے ہیں جو کسی شئے سے علیحدہ ہو عرب دَارٌ شَطُوْرٌ اس گھر کو کہتے ہیں جو اور گھروں سے جدا ہو پھر اس کا استعمال بمعنی جانب آنے لگا اگرچہ وہ علیحدہ نہ ہو۔

مسجد حرام کو مسجد حرام اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں قتال یا شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہے اس لیے اس کو حرم کہتے ہیں۔

سوال یہ ہوتا ہے کہ مسجد حرام کو کعبۃ فرمایا جاتا کیونکہ قبلہ ہی کعبہ ہے لیکن مسجد حرام اس لیے فرمایا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ جو کعبہ سے دور رہے اس پر جہت و سمت کعبہ استقبال کیا جائے جو واجب ہے عین کعبہ نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قبلہ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے معلوم ہوا کہ دور والوں کے لیے قبلہ کی جہت سمت کعبہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف میں تشریف لائے۔ اور تمام گوشوں میں آپ نے دعا فرمائی پھر اندر کے حصہ میں نماز نہیں پڑھی جب باہر تشریف لائے تو کعبہ کی طرف رخ کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہ قبلہ ہے۔

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهٗ ۔ اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا منہ اسی طرف پھیرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں رو بقبلہ ہونا شرط ہے۔

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۔

اور جنہیں کتاب دی گئی ضرور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے کرتوت سے بے خبر نہیں۔

یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں حضور کے اوصاف کے سلسلہ میں یہ بھی مذکور تھا کہ آپ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھریں گے اور انہیں ان کے نبیوں نے بشارتوں کے ساتھ حضور کا یہ نشان بھی بتلایا تھا کہ آپ بیت المقدس اور کعبہ دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھیں گے۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ اور اگرچہ ان کتابیوں کے پاس ہر نشانی لے کر آؤ وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے۔

اس لیے کہ نشان اور دلیل اس کو نفع دیتی ہے جو کسی شبہ کی وجہ میں کسی حقیقت کا منکر ہو اور یہ یہودی نصرانی تو محض حسد و عناد سے حضور کے منکر ہیں۔ ویسے یہ جانتے ہیں کہ حضور کی ذات وہی ہے جس کی صفت توریت و انجیل میں آئی ہے۔ انہیں نفع نہیں ہو سکتا اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں۔ اس لیے کہ ان کے اعتراض سے یہ قبلہ تو منسوخ نہ ہوگا۔ بلکہ ہمیشہ رہے گا۔

یہ اس لیے فرمایا کہ اہل کتاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے قبلہ کی طرف رجوع فرمانے سے مایوس ہو چکے تھے۔ یہود و نصاریٰ کا تو یہ حال ہے کہ ہر فریق کا علیحدہ علیحدہ قبلہ ہے۔ یہود کا قبلہ بیت المقدس کا غربی حصہ ہے اور نصاریٰ کا قبلہ شرقی حصہ ہے اس لیے یہ دونوں آپس میں موافقت نہ کریں گے۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الی ظٰلِمِيْنَ تک

اگر آپ نے ان کی خواہشوں کا اتباع کیا اس علم کے حاصل ہو جانے کے بعد تو بیشک ایسی حالت میں آپ بھی نافرمانوں میں سے ہوں گے۔

اس آیت سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ معاذ اللہ حضور ان کا اتباع کریں کیونکہ یہ قضیہ شرطیہ ہے اور قضیہ شرطیہ کے صدق کے لیے یہ لازم نہیں کہ اس کے طرفین صادق ہوں مثلاً اگر کوئی ضعیف بوڑھا آدمی کہے کہ میں جوان ہو جاؤں تو فلاں کام کروں گا ظاہر ہے کہ اس کا جوان ہونا اور اس کام کا وجود میں آنا ناممکن ہے۔

اس آیت میں امت کو تہدید و تادیب مقصود ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے خلاف اہل کتاب کی خواہشوں کا ہرگز اتباع نہ کریں۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۔ جنہیں ہم نے کتاب دی یعنی علماء یہود و نصاریٰ پہچانتے

كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔
اہل کتاب کے علماء حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب جانتے ہیں جن کا توریت میں ذکر ہے اور جن پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔

یہ تشبیہ اس لیے دی گئی کہ باپ اپنے بیٹوں کو جو گھر میں پیدا ہوا ہو وہ کسی طرح مخفی نہیں رہ سکتا اب جو شخص حضور کی نبوت کا انکار کرتا تھا اس کو ذات مصطفی کے ساتھ عناد و حسد تھا ورنہ وہ آپ کو نبی برحق جانتے تھے۔

اہل کتاب کے علماء حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب جانتے ہیں جن کا توریت میں ذکر ہے اور جن پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔

کتب سابقہ میں نبی آخر الزمان حضور سید عالم کے اوصاف ایسے واضح اوصاف بیان کیے گئے ہیں جن سے احبار و رہبان یہود و نصاری تمام اہل کتاب کو حضور کے خاتم الانبیاء ہونے میں کچھ شک و شبہ باقی نہیں رہ سکتا اور وہ حضور کے اس منصب عالی کو کامل یقین کے ساتھ جانتے ہیں۔

احبار یہود میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام مشرف باسلام ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا کہ آیت کریمہ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ میں جو معرفت بیان کی گئی ہے اس کی کیا شان ہے۔ فرمایا اے عمر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان اوصاف کی روشنی میں جب دیکھا جو توریت میں مذکور ہیں تو میں نے حضور کو بلا تعارف کرائے بے اشتباہ پہچان لیا اور میرا پہچاننا اپنے بیٹوں کے پہچاننے سے بدرجہا زیادہ اتم و اکمل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیسے تو ابن سلام نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اللہ کی طرف سے اس کے بھیجے ہوئے رسول ہیں ان کے اوصاف اللہ تعالے نے ہماری کتاب توریت میں بیان فرمائے ہیں بیٹے کی طرف سے ایسا یقین کیسے ہو، عورتوں کا خیال ایسا قطعی کس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر آپ کی پیشانی چوم لی۔

اس سے معلوم ہوا کہ غیر محل شہوت میں محبت دین سے پیشانی چوم لینا سنت صحابہ ہے۔

وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ اور بے شک ان میں سے ایک گروہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے۔ یعنی توریت اور انجیل میں جو حضور کی نعت ہے اسے یہود کا ایک گروہ حسد و عناد سے دیدہ و دانستہ چھپاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جان بوجھ کر حق چھپانا سخت گناہ ہے۔

توریت میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت توریت میں کیسی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے توریت میں لکھا پایا ہے۔

"وہ محمد بن عبد اللہ ہیں۔ مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ کی طرف ہجرت فرمائیں گے ملک شام ان کے قبضہ میں ہوگا۔ نہ وہ بدزبان ہوں گے اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے۔ برائی کے بدلہ میں برائی نہ کریں گے بلکہ وہ درگذر فرمائیں گے۔

ان کی امت بہت حمد کرنے والی ہوگی ہر سختی اور نرمی اور خوشی و غم میں اللہ کی حمد کرے گی تکبیر کہنے والے اپنے اطراف کو وضو سے منور کرنے والی ہوگی وسط کمر پر تہبند باندھے گی۔ نمازوں میں صف بندی کریں گے جیسے میدان جنگ و جہاد میں۔ سجدوں میں ان کی آوازیں شہد کی مکھی کی سی نرم اور پست آواز ہوگی۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔ یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے تو خبردار شک کرنیوالوں سے نہ ہو۔ یہاں حضور سے مخاطبہ نہیں۔ بلکہ عام اعلان ہے۔ بنا برایں اس کے ترجمہ میں لے سننے والے سمجھ لے کہ حق تیرے رب کی طرف سے ہی کہنا چاہیئے۔

ان لوگوں میں سے نہ ہو جو حق کو باوجود اس کے عالم ہونے کے چھپاتے ہیں باوجود علم یقینی ہونے کے شک کرتے ہیں حق وہی ہے جو خدا کی طرف سے ہے یعنی آپ کا بنی قبلتین جو توریت میں مذکور ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع۔ پ۲۔ سورہ بقرہ

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اور ہر ایک کے لیے متوجہ ہونے کی ایک سمت ہے کہ وہ اس کی طرف منہ کرتا ہے تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جائیں۔ تم کہیں بھی ہو اللہ تم سب کو اٹھالے آئے گا بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

اور جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور وہ ضرور تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ

اور جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو کہ اور تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو کہ لوگوں کو تم پر کوئی حجت نہ رہے۔ جو ان میں سے ناانصافی اور ظلم کریں تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور یہ اس لیے ہے کہ میں پوری

اخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝
کروں اپنی نعمت تم پر اور کس طرح تم ہدایت پاؤ۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝
جیسا کہ ہم نے بھیجا تم میں سے ایک رسول تم میں کہ تم پہ ہماری آیتیں تلاوت کرتا ہے اور تمہیں ستھرا کرتا ہے۔ اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم دیتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝
تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا شکر کرو اور ناشکر نہ ہو۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	لِكُلٍّ۔ ہر ایک کے لیے	وِجْهَةٌ۔ ایک سمت ہے	هُوَ۔ کہ وہ
مُوَلِّيهَا۔ اسی طرف منہ کرتا ہے		فَاسْتَبِقُوا۔ تو سبقت کرو	الْخَيْرَاتِ۔ نیکیوں کی
أَيْنَ۔ جہاں	مَا۔ کہیں	تَكُونُوا۔ ہو تم	يَأْتِ۔ لے آئیگا
بِكُمُ۔ تمہیں	اللّٰهُ۔ اللہ	جَمِيعًا۔ سب کو	إِنَّ۔ بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ	عَلٰى۔ اوپر	كُلِّ۔ ہر	شَيْءٍ۔ شے کے
قَدِيرٌ۔ قادر ہے	وَ۔ اور	مِنْ حَيْثُ۔ جہاں سے	خَرَجْتَ۔ آؤ تم
فَوَلِّ۔ تو پھیرو	وَجْهَكَ۔ منہ اپنا	شَطْرَ۔ طرف	الْمَسْجِدِ۔ مسجد
الْحَرَامِ۔ حرام کے	وَ۔ اور	إِنَّهُ۔ بیشک وہ	لَلْحَقُّ۔ ضرور حق ہے
مِنْ رَّبِّكَ۔ تمہارے رب سے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	اللّٰهُ۔ اللہ
بِغَافِلٍ۔ بے خبر	عَمَّا۔ اس سے	تَعْمَلُونَ۔ کہ تم کرتے ہو	وَ۔ اور
مِنْ حَيْثُ۔ جہاں سے	خَرَجْتَ۔ آؤ تم	فَوَلِّ۔ تو پھیرو	وَجْهَكَ۔ منہ اپنا
شَطْرَ۔ طرف	الْمَسْجِدِ۔ مسجد	الْحَرَامِ۔ حرام کے	وَ۔ اور
حَيْثُ۔ جہاں کہیں	مَا۔ بھی	كُنْتُمْ۔ ہو تم	فَوَلُّوا۔ تو پھیرو
وُجُوهَكُمْ۔ منہ اپنا	شَطْرَهُ۔ طرف اسکے	لِئَلَّا۔ تاکہ نہ	يَكُونَ۔ ہو جائے

لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	حُجَّةٌ۔ کوئی حجت	اِلَّا۔ مگر
الَّذِيْنَ۔ وہ لوگ	ظَلَمُوْا۔ جو ظالم ہیں	مِنْهُمْ۔ ان میں سے	فَلَا۔ تو نہ
تَخْشَوْهُمْ۔ ڈرو ان سے	وَ۔ اور	اخْشَوْنِيْ۔ ڈرو مجھ سے	وَ۔ اور
لِاُتِمَّ۔ اسلئے کہ پوری کروں	نِعْمَتِيْ۔ اپنی نعمت	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	وَ۔ اور
لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم	تَهْتَدُوْنَ۔ ہدایت پاؤ	كَمَا۔ جیسا کہ	اَرْسَلْنَا۔ ہم نے بھیجا
فِيْكُمْ۔ تم میں	رَسُوْلًا۔ ایک رسول	مِّنْكُمْ۔ تم میں سے	يَتْلُوْا۔ تلاوت کرتا ہے
عَلَيْكُمْ۔ تم پر	اٰيٰتِنَا۔ ہماری آیتیں	وَ۔ اور	يُزَكِّيْكُمْ۔ تمہیں ستھرا کرتا ہے
وَ۔ اور	يُعَلِّمُكُمُ۔ سکھاتا ہے	الْكِتٰبَ۔ کتاب	وَ۔ اور
الْحِكْمَةَ۔ حکمت	وَ۔ اور	يُعَلِّمُكُمْ۔ سکھاتا ہے	مَّا۔ وہ جو
لَمْ۔ ہرگز نہ	تَكُوْنُوْا۔ تھے تم	تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	فَاذْكُرُوْنِيْ۔ تو ذکر کرو میرا
اَذْكُرْكُمْ۔ چرچا کروں گا میں تمہارا		وَ۔ اور	اشْكُرُوْا۔ شکر کرو
لِيْ۔ میرا	وَ۔ اور	لَا۔ نہ بنو	تَكْفُرُوْنِ۔ کفر کرنے والے

مختصر تفسیر اردو رکوع دوسرا پ۲ سورۃ بقرہ

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے وہ اسی طرف رخ کرتا ہے تو تم متابعت کرو بھلائیوں میں۔ تم کہیں ہو اللہ تمہیں اکٹھا لے آئے گا۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا۔ اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس طرف وہ رخ کرتا ہے۔ وجہۃ اس جانب کو کو کہتے ہیں جس طرف رخ کرتے ہیں یعنی ہر امت اور گروہ کا ایک قبلہ ہے۔

قبلہ کا مسئلہ عبادات سے ہے کہ جس میں رائے کو دخل نہیں اور نہ کسی خصوصیت مکانی پر اس کا مدار ہے اس لیے اس میں اختلاف جائز نہیں۔ ہر مسلمان کا قبلہ ایک ہے اگر جہت کعبہ جانتا ہے تو وہی قبلہ ہے اگر سفر میں بالفرض قبلہ کی سمت کا پتہ نہ چلے تو جس طرف دل گواہی دے اسی طرف پڑھ لیا کرو خواہ تم مشرق میں ہو یا مغرب میں اللہ تعالیٰ تمہاری نماز قبول فرمائے گا اور اسے ایسا کرے گا کہ گویا کعبہ ہی کی طرف پڑھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ۔ تو تم متابعت کرو بھلائیوں میں خیر میں جب اللہ تعالیٰ بیت المقدس کے استقبال کا حکم فرمائے تو اس کی طرف رخ کرو اور جب کعبۃ اللہ کی طرف توجہ کا حکم دے تو فوراً کعبۃ اللہ کی طرف رخ کرو

اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالےٰ تم کو جمع کرے گا۔ یہ قیامت کے دن کی طرف اشارہ ہے کہ اس دن سب ایک جگہ جمع کیے جائیں گے اور اعمال صالح و طالح کی جزا و سزا دی جائے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ بیشک اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ اور جہاں سے آؤ تم اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو۔ یہ قانونِ عبادت قیامت تک کے لیے نافذ فرمایا گیا کہ تم خواہ کسی شہر سے سفر کے لیے نکلو، نماز میں اپنا منہ مسجد حرام یعنی کعبۃ اللہ کی طرف ہی کرو۔ اس حکم کو مکرر بیان کرنے کی یہ وجہ ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ سفر و حضر میں حکم یکساں ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم کو اور امتوں پر تین باتوں سے فضیلت دی گئی اول تمہاری نمازیں جماعتیں ملائکہ کے مثل جماعتیں بنائی گئیں۔ دوسرے ہمارے لیے زمین کو مسجد بنا دیا جہاں چاہیں نماز پڑھیں۔ تیسرے زمین کی مٹی ہمارے لیے پاک کرنے والی بنائی گئی پانی نہ ہونے یا مضر ہونے کی وجہ سے تیمم جائز فرمایا۔

وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ اور وہ ضرور تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔

یعنی یہ سمت قبلہ ہماری مقرر کردہ ہے اس کے حق ہونے میں کوئی شک نہیں۔ تمہیں اسی سمت عبادت کرنی چاہئے اور اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال کی کیفیت سے بے خبر نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے حرکات و سکنات اور خطرات تک اس کے سامنے ہیں۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ اور اے محبوب تم جہاں بھی آؤ اپنا منہ اسی کعبہ کی طرف کرو کہ لوگوں کو تم پر کوئی حجت نہ رہے۔ یعنے کفار کو یہ طعن کرنے کا موقع نہ ملے کہ انہوں نے قریش کی مخالفت میں حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کا قبلہ چھوڑ دیا۔ باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اولاد میں سے ہیں۔ اور ان کی عظمت و بزرگی مانتے ہیں۔ یا یہ کہ انہوں نے اپنا قبلہ اور بنا رکھا ہے اور اپنی امت کے لیے قبلہ اور مقرر کیا ہے۔ نہیں بلکہ نبی اور امتی دونوں کی سمت قبلہ ایک ہو۔

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ۔ تاکہ لوگوں کا تم پر کوئی الزام نہ رہے۔

یعنی اے مومنو! تحویل قبلہ کی وجہ یہ ہے کہ یہود کا تم پر الزام نہ رہے کیونکہ توریت میں صاف لکھا ہے کہ کعبہ قبلہ ابراہیمی ہے اور نبی آخر الزمان کا وہی قبلہ مقرر کر دیا جائے گا تو اب اگر تحویل قبلہ نہ ہوتی تو یہود کہتے کہ دیکھو توریت میں

جو علامت بتائی گئی تھی وہ نبی آخر الزمان میں موجود نہیں اور مشرکین بھی طعن نہ کریں کیونکہ وہ بھی جانتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ بیت اللہ ہے۔ اگر تحویل نہ ہوتی تو دونوں اعتراض کرتے اس لیے دونوں کی زبان طعن بند کردی گئی۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ ۔ مگر جو ان میں سے ظالم و بے انصاف ہیں۔

یعنی وہ تو پھر بھی بے جا اعتراض کرتے ہی رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قریش میں جو لوگ معاند و ظالم تھے انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اب خبر ہوئی ہے کہ ہم ہدایت پر تھے پہلے وہ ہم کو گمراہ سمجھتے تھے اسی لیے انہوں نے ہمارے قبلہ کو اختیار کیا۔

یہودیوں جو سرکش تھے انہوں نے بھی بکواس کی کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جانتے تھے کہ بیت المقدس قبلہ ہے۔ اس علم کے باوجود اس طرف پھر گئے۔ اسکی وجہ حسد تھی کفار کے ان کلمات واہیات کو حجت اس لیے فرمایا گیا کہ وہ اپنے نزدیک اس خرافات کو حجت ہی تصور کرتے تھے۔ حالانکہ حجت وہ دلیل ہے جس سے مقابل پر غلبہ حاصل ہو۔ ان سب توجیہات پر اَلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا فرمایا یعنی خواہ مخواہ کا مجادلہ و مکابرہ کریں گے۔

فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِیۡ ۔ ان سے خوف نہ کرو بلکہ مجھ سے ہی ڈرو

یعنی ان ظالموں سے مت ڈرو کیونکہ ہم تمہارے مددگار رہیں تم کو ان پر دلیل میں غلبہ حاصل رہے گا۔

وَلِاُتِمَّ نِعۡمَتِیۡ عَلَیۡکُمۡ وَلَعَلَّکُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۔ تو جب آپ کے متبع میرے سچے بندے ہو کہ میرا ہی خوف دل میں رکھیں گے تو میں اپنی نعمت پوری کروں گا۔ کہیں تم ہدایت پاؤ۔

حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نعمت کا پورا ہونا جنت میں داخل ہونا ہے اور جہنم سے خلاصی پانا ہے۔ (ترمذی۔ بخاری)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نعمت کا اتمام اسلام پر مرنا ہے۔

کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِیۡکُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡکُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیۡکُمۡ وَیُعَلِّمُکُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَیُعَلِّمُکُمۡ مَّا لَمۡ تَکُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ۔ فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ وَاشۡکُرُوۡا لِیۡ وَلَا تَکۡفُرُوۡنِ ۔ جیسا کہ ہم نے تم میں رسول بھیجا تم میں سے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں ستھرا کرتا ہے ہر قسم کی نجاست اور شرک و معصیت سے اور سکھاتا ہے کتاب وحکمت۔ کتاب سے مراد قرآن کریم ہے اور حکمت سے مراد مفسرین نے فقہ لیا ہے اور تمہیں وہ تعلیم دیتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ جو ظاہر ہے کہ ہزاروں لاکھوں ایجادات ایسے ایسے سکھائے کہ ہمیں اس کا علم ہی نہ تھا۔ جنت و دوزخ۔ حور و غلمان اس کا ہمیں علم کہاں تھا وغیرہ وغیرہ۔

محمد بن جریر کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے دو دعائیں کی تھیں ایک تو یہ تھی اے اللہ ہم کو مسلمان بنا ہماری اولاد سے ایک امت مسلمان پیدا کر۔ دوسری دعا یہ تھی اے اللہ ان میں سے ایک رسول بھیج تو آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ہم حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول کریں گے اور تم کو ہدایت دیں گے اپنی نعمت کامل کریں گے۔

تعلیم کو دو مرتبہ فرمایا گیا۔ دوبارہ تعلیم سے مراد علم لدنی ہے جو قرآن سے ماخوذ نہیں بلکہ باطن قرآن ہے جو سینہ بے کینہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا جاتا ہے اس کے حاصل کرنے کے لیے سوائے اس نور کے عکس کے اور کوئی طریقہ نہیں اس کی حقیقت کا ادراک بعید از قیاس ہے۔

حضرت حنظلہ بن ربیع اسدی فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ اول جانشین مصطفیٰ ملے مجھ سے پوچھا کیا حال ہے میں نے عرض کی اے ابوبکر حنظلہ منافق ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ یہ کیا بات ہے۔ وجہ تو بتاؤ۔

حنظلہ نے کہا کہ جس وقت ہم بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر رہتے ہیں تو حضور ہم کو جنت دوزخ کے حالات بیان فرماتے ہیں تو اس وقت یہ حال ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جب وہاں سے آتے ہیں تو دنیاوی کاموں بیوی بچوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو کچھ یاد نہیں رہتا حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ یہی حال اپنا ہے چلو حضور کی خدمت میں عرض کریں۔

یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر آئے اور عرض کی یا رسول اللہ حنظلہ تو منافق ہو گیا فرمایا یہ کیا کہا۔ عرض کی۔

یا رسول اللہ ہم آپ کی خدمت میں جب تک حاضر رہتے ہیں اور جنت دوزخ کے حالات سنتے ہیں تو ہر چیز ہمارے سامنے ہوتی ہے اور جب ہم اپنے گھروں میں جاتے ہیں اور دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو کچھ یاد نہیں رہتا سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہاری ہمیشہ وہی حالت رہے جو میرے پاس رہتی ہے تو تم سے فرشتے تمہارے بچھونوں اور راستوں میں آکر مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ یہ حالت کبھی کبھی ہوا کرتی ہے۔

اس حدیث پاک سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر یہی حالت غالب رہے تو یہ عالم عالم ملکوت ہو جائے اور کارخانۂ عالم بالکل درہم برہم ہو جائے۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ۔ تو میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

ذکر تین صورتوں میں ہوتی ہے۔ لسانی۔ قلبی۔ بالجوارح۔ ذکر لسانی اللہ تعالے کی تقدیس و تسبیح و ثناء وغیرہ بیان کرنا خطبہ، توبہ استغفار۔ دعا بھی اسی میں داخل ہیں۔

ذکر قلبی۔ اللہ تعالے کی نعمتوں کا یاد کرنا۔ اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائل قدرت میں غور کرنا۔ اسی

میں علماء کا استنباط اور مسائل شرعیہ میں غور و غوض بھی داخل ہے۔

ذکر بالجوارح۔ کہ اعضاء اطاعت الٰہی میں مشغول ہوں۔ نماز وغیرہ نوافل پڑھے جائیں۔ حج کے لیے سفر کرنا بلکہ نماز ان تینوں اقسام ذکر پر مشتمل ہے۔ تکبیر و تسبیح و ثنا و قراءت تو ذکر لسانی ہے۔ اور خشوع و خضوع، اخلاص، حضور قلب یہ ذکر قلبی ہوا اور قیام رکوع و سجود وغیرہ یہ ذکر بالجوارح۔

سید المفسرین ابن عباس نے فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم طاعت کر کے مجھے یاد کرو میں تمہاری اعانت و امداد سے تمہیں یاد کروں گا۔

صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے ایسے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر آدمی کے دل میں دو کوٹھڑیاں ہیں ایک میں فرشتہ رہتا ہے اور ایک میں شیطان جب آدمی ذکر اللہ کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے اور جب ذکر ربی اللہ سے غافل ہوتا ہے تو شیطان اپنی منقار چونچ رکھتا ہے اور اس کو بہکاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مفردین سبقت لے گئے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مفردین کون ہیں؟ فرمایا جو مرد اللہ کا بہت ذکر کرے اور وہ عورتیں جو بہت ذکر کرنے والیاں ہیں (مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ذکر حقیقت میں غفلت کو دور کرتا ہے کیونکہ غفلت کا سبب قساوت ہے۔

ارشاد فرمایا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ یعنی مراد کو پہنچے وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ افضل کلام چار کلمات ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے جو شخص قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہے اور اس کی تلاوت میں میرے ذکر اور اپنی حاجت مانگنے کی بھی فرصت نہ رہے تو میں اسے سائلوں سے زیادہ دوں گا۔

وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔ اور میرا احسان مانو یعنی میری نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

وَلَا تَكْفُرُوْنِ اور میری ناشکری نہ کرو نعمتوں کا انکار اور انبیاء مرسلین کی تکذیب اور امر بالمعروف کی مخالفت وغیرہ۔

بامحاورہ ترجمہ تیسّرا رکوع پ۲۔ سورۃ بقرہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ○

اے ایمان والو نماز اور صبر سے مدد چاہو بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ○

اور نہ کہو انہیں جو قتل ہوئے اللہ کی راہ میں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ ہاں تمہیں شعور نہیں۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ○

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں کے نقصان سے اور کچھ جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور بشارت سنا صبر والوں کو۔

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○

ایسے صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہمیں اسی طرف لوٹنا ہے۔

أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ○

یہ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ○

بے شک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے اور جو نفل کے طور پر نیکی کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ○

بے شک وہ جو ہمارے اتارے ہوئے کو چھپاتے ہیں جو روشنی اور ہدایت ہے بعد اس کے کہ لوگوں کے لیے ہم اسے کتاب میں واضح فرما چکے ان پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○

مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کریں تو یہ وہ ہیں جن کی توبہ قبول کروں گا اور میں تو بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝	بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے ان پر لعنت ہے اللہ اور ملائکہ اور سب آدمیوں کی۔
خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝	ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ہلکا ہو ان سے عذاب اور نہ ان کی طرف نظر رحمت ہو۔
وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝	اور تمہارا خدا ایک خدا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان۔

لفظی ترجمہ

یَا۔ اے	اَیُّھَا۔ وہ	الَّذِیْنَ۔ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے
اسْتَعِیْنُوْا۔ مدد چاہو	بِالصَّبْرِ۔ صبر	وَ۔ اور	الصَّلٰوۃِ۔ نماز سے
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	مَعَ۔ ساتھ ہے	الصّٰبِرِیْنَ۔ صبر کرنیوالوں کے
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَقُوْلُوْا۔ کہو	لِمَنْ۔ انہیں جو
یُقْتَلُ۔ قتل ہوئے			فِیْ۔ بیچ
سَبِیْلِ۔ راستہ	اللّٰہِ۔ اللہ کے	اَمْوَاتٌ۔ مرا ہوا	بَلْ۔ بلکہ
اَحْیَآءٌ۔ وہ زندہ ہیں	وَّ۔ اور	لٰکِنْ۔ لیکن	لَّا۔ نہیں
تَشْعُرُوْنَ۔ تمہیں شعور	وَ۔ اور	لَنَبْلُوَنَّکُمْ۔ ضرور آزمائیں گے ہم تمہیں	
بِشَیْءٍ۔ کچھ	مِّنَ الْخَوْفِ۔ خوف سے	وَ۔ اور	الْجُوْعِ۔ بھوک سے
وَ۔ اور	نَقْصٍ۔ تھوڑے	مِّنَ الْاَمْوَالِ۔ مال سے	وَ۔ اور
الْاَنْفُسِ۔ جان سے	وَ۔ اور	الثَّمَرٰتِ۔ پھلوں سے	وَ۔ اور
بَشِّرِ۔ خوشخبری دو	الصّٰبِرِیْنَ۔ صبر والوں کو	الَّذِیْنَ۔ ان کو کہ	اِذَا۔ جب
اَصَابَتْھُمْ۔ پہنچے انہیں	مُّصِیْبَۃٌ۔ مصیبت	قَالُوْا۔ تو کہیں	اِنَّا۔ ہم
لِلّٰہِ۔ اللہ کے لیے ہیں	وَ۔ اور	اِنَّا۔ ہم	اِلَیْہِ۔ اسی کی طرف
رٰجِعُوْنَ۔ لوٹنے والے ہیں	اُولٰٓئِکَ۔ یہ ہیں کہ	عَلَیْھِمْ۔ ان پر	صَلَوٰتٌ۔ درود ہیں
مِّنْ رَّبِّھِمْ۔ ان کے رب سے	وَ۔ اور	رَحْمَۃٌ۔ رحمت	وَ۔ اور

اُولٰٓئِکَ۔ یہی	ھُمُ۔ وہ ہیں	اَلْمُھْتَدُوْنَ۔ ہدایت والے	اِنَّ۔ بے شک
اَلصَّفَا۔ صفا	وَ۔ اور	اَلْمَرْوَۃَ۔ مروہ	مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ۔ اللہ کی
نشانیوں سے ہیں	فَمَنْ۔ تو جو	حَجَّ۔ حج کرے۔	اَلْبَیْتَ۔ بیت اللہ کا
اَوِ۔ یا	اعْتَمَرَ۔ عمرہ کرے	فَلَا۔ تو نہیں	جُنَاحَ۔ گناہ
عَلَیْہِ۔ اس پر	اَنْ۔ یہ کہ	یَّطَّوَّفَ۔ طواف کرے	بِھِمَا۔ ان دونوں کا
وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	تَطَوَّعَ۔ نفل کرے	خَیْرًا۔ بھلائی کی
فَاِنَّ۔ تو بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	شَاکِرٌ۔ صلہ دینے والا	عَلِیْمٌ۔ جاننے والا ہے
اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَکْتُمُوْنَ۔ چھپاتے ہیں	مَا۔ اسے جو
اَنْزَلْنَا۔ اتارا ہم نے	مِنَ الْبَیِّنٰتِ۔ روشن باتوں سے		وَ۔ اور
الْھُدٰی۔ ہدایت	مِنْ بَعْدِ۔ بعد اس کے کہ۔	مَا۔ وہ	بَیَّنّٰہُ۔ روشن کیا
لِلنَّاسِ۔ لوگوں پر	فِی الْکِتٰبِ۔ کتاب میں	اُولٰٓئِکَ۔ یہ وہ ہیں	یَلْعَنُھُمُ۔ لعنت ان پر
اللّٰہُ۔ اللہ کی	وَ۔ اور	یَلْعَنُھُمُ۔ لعنت کرتے ہیں ان پر	اللّٰعِنُوْنَ۔ لعنت کرنے والے
اِلَّا۔ مگر	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	تَابُوْا۔ توبہ کریں	وَ۔ اور
اَصْلَحُوْا۔ سنواریں	وَ۔ اور	بَیَّنُوْا۔ ظاہر کریں	فَاُولٰٓئِکَ۔ یہ ہیں جنکی
اَتُوْبُ۔ توبہ قبول کروں گا	عَلَیْھِمْ۔ ان پر	وَ۔ اور	اَنَا۔ میں
التَّوَّابُ۔ توبہ قبول کرنے والا	الرَّحِیْمُ۔ مہربان ہوں	اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
کَفَرُوْا۔ کفر کریں	وَ۔ اور	مَاتُوْا۔ مریں	وَ۔ اور
ھُمْ۔ وہ	کُفَّارٌ۔ کافر ہوں	اُولٰٓئِکَ۔ یہ وہ ہیں	عَلَیْھِمْ۔ جن پر
لَعْنَۃُ۔ لعنت ہے	اللّٰہِ۔ اللہ کی	وَ۔ اور	الْمَلٰٓئِکَۃِ۔ فرشتوں
وَ۔ اور	النَّاسِ۔ لوگوں کی	اَجْمَعِیْنَ۔ سب کی	خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہیں گے
فِیْھَا۔ اس میں	لَا۔ نہ ہوگی	یُخَفَّفُ۔ تخفیف	عَنْھُمُ۔ ان سے
الْعَذَابُ۔ عذاب کی	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	ھُوَ۔ وہ
یُنْظَرُوْنَ۔ رحمت سے دیکھیں، پائیں		وَ۔ اور	اِلٰھُکُمْ۔ تمہارا خدا
اِلٰہٌ۔ خدا	وَّاحِدٌ۔ ایک ہے	لَا۔ نہیں	اِلٰہَ۔ کوئی معبود
اِلَّا۔ مگر	ھُوَ۔ وہ	الرَّحْمٰنُ۔ رحمت والا	الرَّحِیْمُ۔ مہربان

مختصر تفسیر تیسرا رکوع۔ پ۲۔ سورۃ البقرہ

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۔ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

صبر لغت میں روکنے کو کہتے ہیں یعنی اپنی خواہشات نفسانیہ کو روکو کیونکہ یہ جہنم کی ڈھال ہے۔ حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت مہم پیش آتی تو نماز میں مشغول ہو جاتے اور نماز سے مدد چاہنے میں نماز استسقاء اور صلوۃ الحاجت بھی ہے۔ نماز مومن کا نور ہے نماز دین کا ستون ہے ارشاد باری ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ بے شک مراد کو پہنچے وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں وَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلٰوتِھِمْ سَاھُوْنَ خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں (ترمذی)

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ بے شک اللہ تعالے جل جلالہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے یعنی اللہ کی مدد اور قبولیت دعا صبر والوں کے ساتھ ہے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اور نہ کہو ان کے حق میں جو قتل ہوئے اللہ کی راہ میں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی حیات کا شعور نہیں۔

شان نزول یہ ہے کہ یہ آیت شہداء بدر کے حق میں نازل ہوئی۔ لوگ شہداء کے حق میں کہتے تھے کہ فلاں کا انتقال ہوگیا وہ دنیوی آسائش سے محروم ہوگیا تو ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ تو بہرحال زندہ ہیں۔ لیکن ان کا زندہ ہونا تمہارے فہم و شعور سے بالا ہے۔ ویسے اگر دیکھا جائے تو عالم کی دو قسمیں ہیں ایک عالم کون اور دوسرا عالم امر عالم کون میں اجسام عام اور درخت حجر مدر سب ہیں ان کا وجود بتدریج ظہور پاتا ہے

اور عالم امر اس میں روح ملائکہ حور و غلمان وغیرہ ہیں۔ یہ محض حکم کن سے وجود میں آئے اور نشو و نما تدریجی سے بالا رہ کر علی الفور ظہور ہوا اور ان کا وجود ابدی ہے۔

بنا بریں جب روح جسم انسان سے خارج ہوتی ہے تو جسم پر کیفیات کا اثر ہوتا ہے وہ مضمحل بھی ہوتا ہے۔ اس میں تفسخ بھی ہوتا ہے اس لئے کہ تو اجسام بدنی میں تبدل و تغیر بھی ہوتا ہے لیکن روح میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا وہ جسم سے نکلنے کے بعد بھی اپنی کیفیت وجود میں بدستور مجاز رہتی ہے۔ اگر عذاب میں ہو تو عذاب کی تکالیف محسوس کرتی ہے اور اگر جنت میں ہو تو جنت میں آرام محسوس کرتی ہے۔

شہید کی تعریف: شہید وہ ہے جو مسلمان ہو مکلف بالاحکام یعنی بالغ ہو۔ نیز ہتھیار سے ظلماً مار دیا گیا ہو۔ یا میدان جنگ میں مردہ یا زخمی پایا گیا ہو۔ اس پر شرعاً یہ احکام ہیں۔ اس کو غسل نہ دیا جائے۔ کفن اس کے اپنے کپڑوں میں ہی دیا جائے اسی حال میں اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اسی حال میں اسے دفن کیا جائے۔

شہید کا اخروی درجہ: آخرت میں شہید کا بڑا رتبہ ہے اس کے ادنی درجہ کے شہداء وہ ہیں کہ ان پر احکام مذکور تو جاری نہیں ہوتے لیکن آخرت میں ان کے لیے درجہ شہادت ہے۔ جیسے ڈوب کر مرنے والا۔ یا دیوار کے نیچے دب کر یا طلب علم کی خاطر میں۔ سفر حج میں مرنے والا۔ نفاس میں مرنے والی عورت۔ پیٹ کے امراض میں مرنے والا۔ طاعون میں۔ ذات الجنب اور سل میں مرنے والا۔ جمعہ کے روز مرنے والا۔

مخبر صادق۔ طبیب حاذق سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہداء جب شہید ہوتے ہیں تو اللہ تعالے ان کو ایک نہایت اعلی جسم عطا فرماتا ہے۔ روح جب اس جسم میں داخل ہو جاتی ہے تو وہ اپنے پہلے جسم کو دیکھتی ہے بولتی ہے پھر حوریں آکر اس کو لے جاتی ہیں

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کی شکل میں رہتی ہیں اور جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں اور عرش الٰہی کے نیچے قنادیل میں آرام کرتی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب حامل قرآن مرتا ہے۔ تو اللہ تعالے زمین کو حکم دیتا ہے کہ اس کے گوشت کو نہ کھانا زمین عرض کرتی ہے کہ اے رب کریم میں اس کے گوشت کو کیونکر کھا سکتی ہوں کہ اس کے سینہ میں تیرا کلام ہے

جب حافظ قرآن اور شہدا کا یہ مقام ہے تو انبیاء کرام کا مقام تو ان سے بلند و بالا ہے ارشاد باری تعالے ہے
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ۔ اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے۔ یہاں آزمائش سے فرمانبردار اور نافرمان کا حال ظاہر کرنا مراد ہے۔

موت کے بعد ہی اللہ تعالے شہداء کو حیات فرماتا ہے۔ ان کی ارواح پر رزق پیش کیے جاتے ہیں۔ انہیں نعمتیں دی جاتی ہیں ان کے عمل جاری رہتے ہیں اجر و ثواب بڑھتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں جنت کی سیر کرتی اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں۔

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالے کے فرمانبردار بندے قبر میں بھی جنت کے میوے اور نعمتیں پاتے ہیں۔
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ۔ بے شک ہم آزمائش کریں گے کسی قدر امت محمدیہ کی کچھ مصائب پہنچا کر اجر و نعمت سماویہ سے

مستفید کریں گے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں خوف۔ جوع۔ نقص اموال نقص الانفس۔ نقص ثمرات یا پانچ چیزیں ہیں جن کے ساتھ آزمائش کی خبر دی ہے تو خوف سے مراد خشیۃ الٰہی ہے اور جوع یعنی بھوک سے مراد صیام رمضان ہیں۔ نقص اموال سے مراد زکوٰۃ ہے اور صدقات بھی اس میں داخل ہیں اور نقص انفس سے مراد امراض کے ذریعہ اموات۔ پھلوں کی کمی سے مراد اولاد کا ضائع ہونا ہے۔ اس لیے کہ اولاد ایک قسم کا پھل ہے۔ ان تمام آزمائشوں میں جو صابر و شاکر رہے اور راضی برضائے حق ہو کر پورا اترے اس کے لیے بشارت ہے۔ اور وہی صابر ہے۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ. خوشخبری سنا دیجئے ان صبر کرنے والوں کو جب انہیں مصیبت پہنچتی ہے، تو کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اللہ تعالےٰ اسے اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے اور اس قدر دیتا ہے کہ وہ راضی ہو جائے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مصیبت کے وقت جو کلمات اس امت کو تعلیم دیئے گئے کسی امت کو نہیں سکھائے گئے حتیٰ کہ یعقوب علیہ السلام کو بھی نہیں بتائے گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں انہوں نے یَآ اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ فرمایا (اے افسوس یوسف پر)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ بندہ کو جو مصیبت پہنچتی ہے اور وہ اس پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا پڑھتا ہے تو اس تعالےٰ اس مصیبت کا اسے ثواب دیتا ہے اور اچھا عوض عطا فرماتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی بندے کا بچہ مرتا ہے تو اللہ تعالےٰ ملائکہ سے فرماتا ہے تو نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کی۔ وہ عرض کرتے ہیں ہاں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا۔ عرض کرتے ہیں ہاں تو سوال ہوتا ہے اس نے اس مصیبت میں کیا کیا۔ عرض کرتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا تو جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے اس کے لیے جنت میں مکان بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

مصائب کے پیش آنے سے قبل اگر خبر ہو جائے تو اس میں چند حکمتیں ہیں

اول یہ کہ مصیبت پیش آنے سے قبل اگر خبر ہو جائے تو صبر آسان ہو جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جب کافر دیکھیں کہ مسلمان بلا اور مصیبت کے وقت صابر و شاکر رہ کر استقلال سے اپنے دین پر قائم رہتا ہے تو انہیں دین اسلام کی خوبی معلوم ہو جاتی ہے اور اس کی طرف رغبت ہوتی ہے۔
تیسرے یہ کہ آنے والی مصیبت کی خبر قبل وقوع اطلاع غیبی ہے اور یہ حضور کے معجزہ ہی سے ایک ہے۔
چوتھے یہ کہ منافقین کے قدم آیت کی خبر سے اکھڑ جائیں اور مومن استقلال سے راضی بہ رضا رہے اس سے دونوں میں امتیاز ہو جائے۔
حدیث میں ہے کہ مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا رحمت الٰہی کے نزول کا سبب ہوتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے مومن کی تکلیف کو اللہ تعالے کفارہ گناہ بناتا ہے اور بشارت ہوتی ہے۔
اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا تو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تعزیت نامہ اس طرح ارسال فرمایا۔
"اے معاذ تمہارے بیٹے کو احکم الحاکمین نے بہت سے ثواب کے بدلے لے لیا ہے"۔
اور اجر صلوٰۃ و رحمت اور ہدایت ہے مصائب کے پیش آنے سے قبل صبر میں۔
اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ بے شک صفا و مروہ اللہ کے نشانوں سے ہیں۔
صفا و مروہ مکہ مکرمہ میں دو پہاڑ ہیں جو کعبۂ معظمہ کے مقابل جانب مشرق واقع ہیں مروہ شمال کی طرف مائل ہے اور صفا جنوب کی طرف جبل ابی قبیس کے دامن میں۔
حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے انہی پہاڑوں کے قریب اس مقام پر جہاں زمزم ہے بحکم الٰہی سکونت اختیار فرمائی۔ اس وقت یہ جگہ نہایت سنگلاخ اور بیابان تھی یہاں نہ سبزہ تھا نہ پانی۔ خورد و نوش کا سامان معدوم لیکن برضائے الٰہی ان مقبولان حق نے سر و استقلال سے یہاں قیام کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام خورد سال تھے اس جنگل میں جب آپ کو پیاس لگی اور تشنگی سے جاں بلب ہونے لگے تو حضرت ہاجرہ بے تابانہ کوہ صفا پر تشریف لے گئیں جب وہاں سے پانی کا پتہ نہ چلا تو اتر کر نشیب کے میدان میں دوڑتی ہوئی مروہ تک پہنچیں۔ اس طرح سات بار آپ ادھر سے ادھر تلاش آب میں دوڑیں تو اللہ تعالے نے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ کا جلوہ اس طرح ظاہر کیا کہ
غیب سے ایک چشمہ نمودار ہوا جو زمین سے ابل رہا تھا آپ نے اس کے گرد مٹی جمع فرمانی شروع کی اور زمزم فرماتی رہیں اس کے معنی ہیں ٹھہر ٹھہر۔ چنانچہ وہ پانی اس مٹی سے گھیر لیا اور آج وہ زمزم کے نام سے ایک متبرک چشمہ

مشہور ہے اور سنت ہاجرہ کا ایسا اجرا ہوا کہ صفا و مروہ کے مابین سعی کرنے والوں کو مقبول بارگاہ بنایا اور ان دونوں مقامات کو محل اجابت دعا فرمایا حتیٰ کہ شعائر اللہ میں داخل کیا یعنی خدائی نشان۔

شعائر اللہ سے دین کی نشانیاں مراد ہیں خواہ وہ مکان ہو جیسے کعبہ۔ عرفات۔ مزدلفہ۔ منیٰ۔ رمی جمار ثلثہ۔ صفا و مروہ۔ مساجد یا احرام وحلق شعار جیسے رمضان۔ شہر حرام جس کی بابت فرمایا۔ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ۔ عید الفطر۔ عید الاضحیٰ۔ جمعہ۔ ایام تشریق یا دوسری علامات جیسے اذان۔ اقامت۔ نماز بجماعت۔ نماز جمعہ۔ نماز عیدین۔ ختنہ یہ سب شعائر دین ہیں۔

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔ تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے۔ اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے طواف کرے۔

شان نزول

زمانہ جاہلیت میں صفا مروہ پر دو بت رکھے تھے صفا پر جو بت تھا اس کا نام اساف تھا اور جو مروہ پر تھا اسے نائلہ کہتے تھے۔ کفار مکہ جب صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے تو ان بتوں پر تبرکاً ہاتھ پھیرتے۔

عہد اسلام میں بت توڑ دیے گئے لیکن چونکہ کفار یہاں مشرکانہ فعل کرتے تھے اس لیے مسلمانوں کو صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا گوارا نہ ہوا کہ اس میں کفار کے مشرکانہ فعل کے ساتھ کچھ مشابہت ہے۔ اس آیت میں ان کا اطمینان فرما دیا گیا کہ تمہاری نیت جب خالص ہے اور تم محض عبادت الٰہی کے لیے یہ سعی کر رہے ہو تو مشابہت کا اثر تم پر کچھ نہیں۔ زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے کعبہ میں بھی بت رکھ چھوڑے تھے۔ اب عہد اسلام میں وہ بت اٹھا دیے گئے اور کعبہ شریف کا طواف بدستور جاری رہا اور اسے شعار دین قرار دیا گیا۔ اسی طرح کفار و مشرکین کی بت پرستی سے صفا مروہ کے شعائر دین ہونے میں کچھ فرق نہیں۔ اس سے چند مسئلے مستنبط ہوئے۔

اول سعی صفا مروہ شریعت میں واجب ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی ہے۔ اس کے ترک سے دم دینا یعنی قربانی دینا واجب ہوتی ہے۔

دوسرے صفا مروہ کے درمیان سعی حج و عمرہ دونوں میں لازم ہے فرق ہے تو صرف یہ کہ حج کے لئے عرفات جانا اور وہاں سے طواف کعبہ کے لیے آنا شرط ہے اور عمرہ کے لیے عرفات میں جانا شرط نہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں مکہ میں آئی تو حیض شروع ہو گیا میں نے خانہ کعبہ کا طواف نہ کیا اور نہ ہی صفا مروہ کی سعی کی میں نے دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنا حال عرض کیا آپ نے فرمایا سوائے طواف کعبہ کے سب کام ایسے ہی کرو جیسے حاجی کرتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف سے منع فرمایا ہے لیکن اور تمام امور کی اجازت دی حضرت ام المومنین نے نہ طواف کیا نہ سعی

اور حضور کے علم میں یہ بات تھی حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عائشہ طہارت و پاکی کے بعد طواف و سعی کر لینا حج وعمرہ کے تمہارے فریضے اتر جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ سعی طواف کے تابع ہے۔

تیسرے یہ کہ عمرہ کرنے والا اگر بیرون مکہ سے آئے تو اس کو براہ راست مکہ مکرمہ میں آکر طواف کرنا چاہئے اور اگر مکہ کا ساکن ہو تو اسے چاہئے کہ حرم سے باہر جائے وہاں سے طواف کعبہ کے لیے احرام باندھ کر آئے تو حج و عمرہ میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ حج سال میں ایک ہی مرتبہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عرفات میں عرفہ کے دن یعنی نویں ذوالحجہ کو جانا حج میں شرط ہے سال میں ایک ہی مرتبہ ممکن ہے اور عمرہ ہر دن ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے کوئی تاریخ اور کوئی بھی دن متعین نہیں ہے۔

وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ۔ اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

تطوع کے معنی اطاعت کے ہیں خواہ وہ فرض ہو یا نفل۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تمام اعمال ہیں۔ اس میں حج کی تخصیص نہیں اس کے معنی یہ ہوں گے جس نے کوئی کام نفلی بھی کیا ہو یا فرضی جیسے نماز۔ زکوٰۃ یا طواف وغیرہ۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ۔ بے شک وہ جو ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ لوگوں کے لیے ہم اسے کتاب میں واضح فرما چکے۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

یہ آیت ان علماء یہود کی شان میں نازل ہوئی جو سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و مناقب اور آیت رجم اور توریت کے دوسرے احکام چھپاتے تھے۔

اس سے یہ حکم مستنبط ہوا کہ علم دین کا چھپانا حرام اور بیان کرنا بلا خوف لومۃ لائم فرض ہے۔

لعنت کرنے والوں سے ملائکہ و مومنین ایک قول یہ ہے کہ اللہ کے تمام بندے مراد ہیں۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ خٰلِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ۔ مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کریں تو میں ان کی توبہ قبول کروں گا اور میں ہی ہوں بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار

کرکے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو اپنے بندے کی توبہ کرنے سے اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جس کی سواری ایک سنسان جنگل میں ہو اور پھر وہ گم ہو جائے اس پر اس کا کھانا پانی ہو وہ مایوس ہو کر ایک درخت کے نیچے لیٹ جائے رنج و فکر میں ہو کہ اچانک اس کی سواری مل جائے اور اس کے قریب آ جائے تو اس شخص سے زیادہ اپنے بندہ کی توبہ کرنے سے خوش ہوتا ہے۔

بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے ان پہ لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے یعنی آیت کریمہ اس امر کو بیان کر رہی ہے کہ مومن تو کافروں پر لعنت کریں گے ہی قیامت کے دن کافر بھی باہم ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو

کفر پہ مرے جس کی موت کفر پہ ہو اس پہ لعنت کرنی جائز ہے نہ کہ گنہگار مسلمان پر کہ اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۔ اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی رحمت والا مہربان۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ کفار نے حضور سے کہا آپ اپنے رب کی شان و صفت بیان کریں اس پہ یہ آیت نازل ہوئی اس میں انہیں بتایا کہ معبود صرف ایک ہی ہے نہ وہ متجزی ہوتا ہے نہ منقسم نہ اس کے لیے مثل ہے نہ نظیر الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک نہیں وہ یکتا ہے اپنے افعال میں مصنوعات کو تنہا اس نے بنایا۔ وہ اپنی ذات میں ایک ہے کوئی اس کا قسیم نہیں اپنی صفات میں یگانہ ہے کوئی اس کا شبیہ نہیں۔

لَا ضِدَّ وَلَا نِدَّ وَلَا حَدَّ لِرَبِّیْ ۔ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ وَلَمْ یَلْقَ زَوَالًا

میرے رب کا نہ کوئی ضد ہے نہ شریک اور نہ ہی کوئی حد ہے وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا اور اس کو کوئی زوال نہیں ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ دونوں آیات اسم اعظم ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع پ ۲ سورۃ بقرہ

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ ۔ بے شک پیدائش میں آسمانوں اور زمین کے اور رات دن

اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

کے اختلاف میں اور کشتی کہ دریا میں چلتی ہے لوگوں کے فائدے کے لیے اور وہ جو اتارتا ہے اللہ آسمان سے پانی تو زندہ کرتا ہے مرنے کے بعد زمین کو اور پھیلائے اس زمین میں ہر قسم کے جانور اور گردش ہواؤں کی اور وہ بادل جو مسخر ہیں آسمان اور زمین میں البتہ ان میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لیے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۗ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ۝

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو معبود پکڑتے ہیں اللہ کے سوا اور اس کا ہمسر محبوب رکھتے ہیں انہیں اللہ کی محبت کی طرح اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں اور اگر دیکھیں ظالم وہ وقت جب کہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا اس لیے کہ سب زور خدا کا ہے اور یہ کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۝

جب بیزار ہوں گے پیشوا ان سے جو ان کے پیرو ہیں اور دیکھیں گے عذاب اور کٹ جائیں گے ان کے سب اسباب اور کہیں گے پیرو کاش ہمیں لوٹ کر جانا ہوتا (دنیا میں) تو ہم ان سے بیزار ہوتے جیسے وہ ہم سے بیزار ہوئے یونہی اللہ انہیں دکھائے گا ان کے عمل حسرتیں ہیں ان پر اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں ہیں

لفظی ترجمہ

اِنَّ ۔ بے شک	فِيْ ۔ بیچ	خَلْقِ ۔ پیدا کرنے	السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں
وَ ۔ اور	الْاَرْضِ ۔ زمین کے	وَ ۔ اور	اخْتِلَافِ ۔ اختلاف
اللَّيْلِ ۔ رات	وَ ۔ اور	النَّهَارِ ۔ دن کے	وَ ۔ اور
الْفُلْكِ ۔ کشتی	الَّتِيْ ۔ ایسی جو	تَجْرِيْ ۔ چلتی ہے	فِي الْبَحْرِ ۔ دریا میں

بِمَا۔ جس سے	يَنْفَعُ۔ نفع لیتے ہیں	النَّاسَ۔ لوگ	وَ۔ اور
مَا۔ وہ جو	اَنْزَلَ۔ نازل کیا	اللّٰهُ۔ اللہ نے	مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے
مِنْ مَّآءٍ۔ پانی سے	فَاَحْيَا۔ تو زندہ کیا	بِهِ۔ اس سے	الْاَرْضَ۔ زمین کو
بَعْدَ۔ بعد	مَوْتِهَا۔ اس کے مرنے کے	وَ۔ اور	بَثَّ۔ پھیلائے
فِيْهَا۔ اس میں	مِنْ كُلِّ۔ ہر طرح کے	دَآبَّةٍ۔ چارپائے	وَ۔ اور
تَصْرِيْفِ۔ پھیرنا	الرِّيٰحِ۔ ہواؤں کو	وَ۔ اور	السَّحَابِ۔ بادل
الْمُسَخَّرِ۔ حکم کا بندھا ہوا	بَيْنَ۔ درمیان	السَّمَآءِ۔ آسمان	وَ۔ اور
الْاَرْضِ۔ زمین کے	لَاٰيٰتٍ۔ نشانیاں ہیں	لِّقَوْمٍ۔ واسطے اس قوم کے جو	يَّعْقِلُوْنَ۔ عقلمند ہیں
وَ۔ اور	مِنَ النَّاسِ۔ کچھ لوگ	مَنْ۔ وہ ہیں جو	يَّتَّخِذُ۔ پکڑتے ہیں
مِنْ دُوْنِ۔ سوائے	اللّٰهِ۔ اللہ کے	اَنْدَادًا۔ برابر والا	يُّحِبُّوْنَهُمْ۔ محبت کرتے ہیں انسے
كَحُبِّ۔ مثل محبت	اللّٰهِ۔ اللہ کے	وَ۔ اور	الَّذِيْنَ۔ وہ لوگ جو
اٰمَنُوْٓا۔ ایمان لائے	اَشَدُّ۔ سخت	حُبًّا۔ محبت والے ہیں	لِّلّٰهِ۔ اللہ کے ساتھ
وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر	يَرَى۔ دیکھیں	الَّذِيْنَ۔ وہ لوگ جو
ظَلَمُوْٓا۔ ظالم ہیں	اِذْ۔ جب	يَرَوْنَ۔ دیکھیں	الْعَذَابَ۔ عذاب
اَنَّ۔ بیشک	الْقُوَّةَ۔ زور	لِلّٰهِ۔ اللہ کے لیے ہے	جَمِيْعًا۔ سب کچھ
وَ۔ اور	اَنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	شَدِيْدُ۔ سخت
الْعَذَابِ۔ عذاب والا ہے	اِذْ۔ جب	تَبَرَّاَ۔ بیزار ہوں	الَّذِيْنَ۔ وہ جنکی
اتُّبِعُوْا۔ پیروی کی گئی	مِنَ الَّذِيْنَ۔ ان سے جو	اتَّبَعُوْا۔ پیروی کرتے تھے	وَ۔ اور
رَاَوُا۔ دیکھیں	الْعَذَابَ۔ عذاب	وَ۔ اور	تَقَطَّعَتْ۔ کٹ جائیں
بِهِمُ۔ ان سے	الْاَسْبَابُ۔ سب اسباب	وَ۔ اور	قَالَ۔ کہیں
الَّذِيْنَ۔ وہ جو	اتَّبَعُوْا۔ پیرو ہیں	لَوْ۔ اگر	اَنَّ۔ بیشک
لَنَا۔ ہمارے لیے	كَرَّةً۔ دوبارہ جانا ہو	فَنَتَبَرَّاَ۔ تو بیزار ہوں	مِنْهُمْ۔ ان سے
كَمَا۔ جیسے	تَبَرَّءُوْا۔ بیزار ہوئے وہ	مِنَّا۔ ہم سے	كَذٰلِكَ۔ ایسے ہی
يُرِيْهِمُ۔ دکھاتا ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	اَعْمَالَهُمْ۔ ان کے عمل	حَسَرٰتٍ۔ حسرتیں
عَلَيْهِمْ۔ ان پر	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	هُمْ۔ وہ

بِخٰرِجِیْنَ نکلنے والے   مِنَ النَّارِ جہنم سے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع۔ پ۲ سورۃ بقرہ

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَّتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کا بدلنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے کے لیے ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلایا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کے بندھے ہوئے ہیں ان سب میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

کعبہ معظمہ کے گرد مشرکین کے تین سو ساٹھ بت تھے جنہیں وہ معبود سمجھتے تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ اللہ تعالیٰ إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ کہہ کر اپنی توحید کا اعلان کر رہا ہے تو انہیں بڑی حیرت ہوئی کہ ہمارے تین سو ساٹھ معبود تو مکہ کا بھی نظام نہیں کر سکتے۔ یہ ایک خدا کائنات کا معبود بن کر دنیا کا نظام کیونکر صحیح کر سکے گا۔

تو یہ لوگ بارگاہ رسالت میں آئے اور کہنے لگے کہ جب معبود ایک ہی ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں تو آپ ہمیں ایسی آیت سنائیں جس سے وحدانیت پر استدلال صحیح ہو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس میں انہیں بتایا کہ آسمان اور اس کی بلندی اس کا بغیر ستون اور علاقہ کے قائم رہنا اور جو کچھ اس میں نظر آتا ہے آفتاب۔ ماہتاب اور ستارے وغیرہ یہ تمام اور زمین پھر اس کی درازی اور پانی پر مفروش ہونا۔ پہاڑ۔ دریا۔ چشمے معادن جواہر۔ درخت سبزہ۔ پھل اور شب و روز کا آنا جانا۔ گھٹنا۔ بڑھنا۔ کشتیاں اور ان کا مسخر ہونا باوجود سب وزنی اور بوجھ کے روئے آب پر رہنا اور آدمیوں کا ان میں سوار ہونا۔ بر سر آب جاتے ہوئے دریا کے عجائبات دیکھنا اور تجارتوں میں ان سے بار برداری کا کام لینا اور بارش اور اس سے خشک مردہ ہو جانے کے بعد زمین کا سر سبز و شاداب ہونا اور تازہ زندگی لینا۔ زمین کو انواع و اقسام کے جانوروں سے بھر دینا جن میں بے شمار عجائب و حکمت ودیعت ہیں۔ اسی طرح ہواؤں کی گردش اور ان کے خواص۔ پھر ابر کہ اس کا اتنے کثیر پانی کے ساتھ آسمان و زمین کے درمیان معلق رہنا۔ یہ آٹھ شیون قدرت ہیں یہ حضرت قادر و قیوم کے علم و حکمت اور اس کی وحدانیت پر برہان قوی ہیں اور ان کی دلالت وحدانیت پر بے شمار وجوہ ہیں۔ اس کا اجمالی بیان یہ ہے کہ۔

یہ سب امور ممکنہ ہیں اور ان کا وجود بہت سے مختلف طریقوں سے ممکن تھا مگر ان کا مخصوص شان سے وجود

یں آنا یہ دلالت کرتا ہے کہ ضرور کوئی ان کا موجد ہے اور ایسا موجد ہے جو قادر و حکیم ہے اور اپنی حکمت و مشیّت سے جیسا چاہتا ہے بناتا ہے کسی کو اس کی صناعی میں دخل دینے۔ اعتراض کرنے کا حق نہیں۔

وہ معبود بالیقین ہے وہ واحد و یکتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی فرض کیا جائے تو لازمی طور پر اسے بھی مقدورات پر قادر ماننا پڑے گا۔ پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو ایجاد و تاثیر میں دونوں متفق الارادہ ہوں یا نہ ہوں اگر ہوں تو شئے واحد میں اس کے وجود کے لیے دو موثروں کا تاثیر کرنا لازم آئے گا اور یہ محال ہے کیونکہ یہ مستلزم ہے معلول کو دونوں سے متفق ہونے کو اور دونوں کی طرف محتاج ہونے کو۔ دوسرے کی طرف محتاج نہیں ہوتا اور اگر دونوں کو علت مستقلہ فرض کیا جاوے تو لازم آتا ہے کہ معلول دونوں میں سے ہر ایک کی طرف محتاج ہو اور ہر ایک سے غنی ہو۔ تو اجتماع نقیضین ہوگا اور یہ بھی محال ہے۔

اور اگر فرض کرو کہ تاثیر ان میں سے ایک کی ہے تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی اور ایک کے مقابل دوسرے کا عجز لازم آئیگا جو اِلٰہ ہونے کے منافی ہے۔

اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ دونوں کے ارادے مختلف ہوتے ہیں تو تمانع و تطارد لازم آئے گا کہ ایک کسی شئے کے وجود کا ارادہ کرے تو دوسرا اس کے عدم کا تو وہ شئے ایک ہی موجود و معدوم دونوں ماننا پڑے گا اور یہ دونوں مفروضہ باطل ہیں۔ اس لیے قرآن کریم میں برہان تمانع پیش کیا اور فرمایا لَوْكَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا بنا برایں ماننا پڑے گا کہ وہ شئے یا موجود ہے یا معدوم۔ اگر موجود ہے تو عدم چاہنے والا عاجز ہوگا اور جو عاجز ہو وہ اللہ نہیں اور اگر معدوم ہو تو وجود کا ارادہ کرنے والا مجبور رہا اور مجبور اللہ نہیں ہو سکتا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ ایک ہی ہو سکتا ہے اور آیت کریمہ کے تمام انواع بے نہایت وجوہ سے اس کی توحید پر دال ہیں۔

اختلاف رات دن کی آمد و رفت میں موسم کا اختلاف رات دن کا گھٹنا بڑھنا وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ اور جہازوں کو جو سمندر میں چلتے ہیں کس طرح مسخر کیا بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وہ چیزیں جو نفع دیتی ہیں۔

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ۔ آسمان سے پانی اتارا

فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ۔ پھر زندگی بخشی زمین کو یعنی سبزیاں اگائی ہیں بعد اس کی خشکی کے اور پھیلا دیے اس میں ہر قسم کے جانور۔

اور ہواؤں کے پھیرنے کبھی مشرق کی جانب کبھی مغرب کی جانب کبھی شمال کبھی جنوب۔

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ اور ابر میں جو آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہے نہ گرتا ہے نہ پھٹتا ہے۔

ابن وہب فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ہیں جن کی کسی کو خبر نہیں کہ کہاں سے آتی ہیں ایک ابر دوسری کڑک اور تیسری بجلی یہ اللہ ہی لاتا ہے۔

لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ ان سب میں عقل والوں کے لیے دلیلیں ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ یَرَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ ○ اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود پکڑتے ہیں اور انہیں اللہ کا برابر بنا کر انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں اور سخت محبت کرتے ہیں۔

اَنْدَادًا سے مراد بت ہیں یا رؤساء ہیں جنکی اطاعت میں کفار کو دین کی پرواہ نہ تھی۔

یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ۔ یعنی ایسی محبت، تعظیم و اطاعت کرتے ہیں جیسے اللہ کی تعظیم کرتے ہیں۔ محبت لغت میں میلان قلب کو کہتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ اور جو ایمان والے ہیں ان کو اللہ کی محبت ہے جیسے کافر اپنے بتوں سے محبت کرتے ہیں۔ ایمان والوں کی محبت کبھی منقطع نہ ہوگی لیکن کافروں کا یہ حال ہے آج ایک بت کی طرف متوجہ ہوئے تو کل دوسرے کے ساتھ۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جو بتوں کی محبت میں تباہ ہوگئے ہیں فرمائے گا کہ اگر تم کو بتوں سے سچی محبت ہے تو ان کے ساتھ جہنم میں جاؤ وہ صاف انکار کر دیں گے اور ہرگز نہ جائیں گے۔

اور کیسی ہوگی) اگر دیکھیں ظالم وہ وقت جبکہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا اور بے شک سارا اندر و قوت خدا کو ہے اور یہ کہ اللہ کا عذاب شدید ترین عذاب ہے۔

اس میں غیر خدا کو پوجنے والوں کو تو بیخاً ڈرایا گیا اور انہیں شرک و کفر کے انجام بتائے گئے تاکہ وہ خوف و خشیت الٰہی دل میں پیدا کریں۔ آگے ارشاد ہے۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ۔ جب بیزار ہوں گے وہ جن کی پیروی کی گئی ان سے جو ان کی پیروی کرتے تھے اور عذاب دیکھیں گے اور منقطع ہو جائینگے ان کے سب ذرائع اور اسباب۔

یہ قیامت کے دن کا حال ہے جب مشرکین اور ان کے پیشوا جنہوں نے انہیں ترغیب دی تھی ایک جگہ جمع ہوں گے اور عذاب نازل ہوتا ہوا دیکھ کر ایک دوسرے سے بیزار ہو جائیں گے اور دنیاوی تعلقات جو دنیا میں ان

ان کے مابین تھے خواہ وہ دوستیاں ہوں یا رشتہ داریاں یا باہمی معاہدے سب منقطع ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان کا وہ عقیدہ کفر یہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اسی لیے کفر کو دو قسموں میں بتایا گیا۔ ایک وہ جو کفر کفار ہے دوسرا وہ جو کفر مومنین ہے۔ کفر کفار کفر زائل ہے اور کفر مومنین کفر ثابت ہے۔ چنانچہ کفر مومنین کی تعریف میں قرآن کریم میں فرمایا۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ تو جو کفر کرے بتوں اور شیطان سے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں ہے (پ۳ رکوع ۲)

اور کفر زائل کفر کفار ہے جیسے فرعون کہ مدعی الوہیت بھی ہو گیا مگر حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ یہاں تک کہ اسے غرق نے آلیا بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں (پ۱۱ رکوع ۱۴)

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ۔ اور کہیں گے وہ جو پیروی کرتے تھے کاش ہمیں لوٹ کر دنیا میں) جانا ہوتا تو ہم ان سے بیزاری کرتے جیسے انہوں نے ہم سے بیزاری کی۔ یونہی اللہ انہیں دکھائے گا ان کے کام کے انجام اور حسرتیں ہوں گی ان پر اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں۔

یعنی بروز قیامت اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی صورت اور ان کے برے اعمال ان کے سامنے کرے گا تو انہیں حسرت ہی حسرت ہوگی اور پچھتائیں گے کہ ہم نے ایسا کیوں کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ جنت کے مقامات دکھا کر ان سے کہا جائے گا کہ اگر تم اللہ کی فرمانبرداری کرتے تو یہ تمہارے لیے تھے پھر وہ مساکن و منازل مومنین کو دیے جائیں۔ اس پر انہیں حسرت و ندامت ہوگی۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع پ۲ سورہ بقرہ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝	اے لوگو! کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔
اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝	وہ تو تمہیں حکم دیگا بدی اور بے حیائی کا اور یہ کہ اللہ پر وہ باتیں جوڑو جن کی تمہیں خبر نہیں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝

اور جب ان سے کہا جائے اللہ کے اتارے ہوئے کی پیروی کرو تو کہیں بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ عقل رکھتے ہوں نہ ہدایت۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝

اور کافروں کی مثال اس کی سی ہے جو پکارے ایسے کو جو نہ سنے مگر چیخ پکار، بہرے گونگے اندھے تو انہیں کچھ سمجھ نہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝

اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو جو مجبور ہو جائے نہ کہ خواہش سے کھائے اور نہ ضرورت سے زائد تو اس پر گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

بے شک وہ جو چھپاتے ہیں اللہ نے جو اتارا کتاب سے اور اس کے بدلے ذلیل قیمت لیتے ہیں یہ وہ ہیں جو اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور اللہ قیامت کے دن ان سے بات نہیں کرے گا اور نہ انہیں ستھرا کرے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

أُولٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی اور عذاب لیا بخشش کے بدلے تو کیا برداشت ہوگی انہیں آگ کی۔

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝

یہ اس لیے کہ اللہ نے نازل کی کتاب حق کے ساتھ۔ اور بے شک جو لوگ کتاب میں اختلاف ڈالنے لگے وہ شقاق و نفاق میں پڑے ہیں۔

لفظی ترجمہ

یَا ۔ اے	اَیُّھَا ۔ اے	النَّاسُ ۔ لوگو	کُلُوْا ۔ کھاؤ
مِمَّا ۔ اس سے جو	فِی ۔ بیچ	الْاَرْضِ ۔ زمین کے ہے	حَلٰلًا ۔ پاک
طَیِّبًا ۔ ستھرا	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	تَتَّبِعُوْا ۔ پیروی کرو
خُطُوٰتِ ۔ قدموں	الشَّیْطٰنِ ۔ شیطان کی	اِنَّہٗ ۔ بیشک وہ	لَکُمْ ۔ تمہارا
عَدُوٌّ ۔ دشمن ہے	مُّبِیْنٌ ۔ کھلا ہوا	اِنَّمَا ۔ وہ تو	یَاْمُرُ ۔ حکم کرے گا
کُمْ ۔ تمہیں	بِالسُّوْٓءِ ۔ بدی	وَ ۔ اور	الْفَحْشَآءِ ۔ بیحیائی کا
وَ ۔ اور	اَنْ ۔ یہ کہ	تَقُوْلُوْا ۔ کہو تم	عَلَی ۔ اوپر
اللّٰہِ ۔ اللہ کے	مَا ۔ وہ جو	لَا ۔ نہ	تَعْلَمُوْنَ ۔ جانتے ہو
وَ ۔ اور	اِذَا ۔ جب	قِیْلَ ۔ کہا جائے	لَھُمُ ۔ انہیں
اتَّبِعُوْا ۔ پیروی کرو	مَا ۔ اس کی جو	اَنْزَلَ ۔ نازل کیا	اللّٰہُ ۔ اللہ نے
قَالُوْا ۔ تو کہیں	بَلْ ۔ بلکہ	نَتَّبِعُ ۔ پیروی کرتے ہیں	مَا ۔ اس کی جس پر
اَلْفَیْنَا ۔ پایا ہم نے	عَلَیْہِ ۔ اوپر اس کے	اٰبَآءَنَا ۔ اپنے باپ دادا کو	اَوَ ۔ کیا
لَوْ ۔ اگر	کَانَ ۔ ہوں	اٰبَآؤُھُمْ ۔ انکے باپ دادا	لَا ۔ کہ نہ
یَعْقِلُوْنَ ۔ عقل رکھتے ہوں	شَیْئًا ۔ کچھ	وَّ ۔ اور	لَا ۔ نہ
یَھْتَدُوْنَ ۔ ہدایت پہ	وَ ۔ اور	مَثَلُ ۔ مثال	الَّذِیْنَ ۔ انکی
کَفَرُوْا ۔ جو کافر ہوئے	کَمَثَلِ ۔ مثل	الَّذِیْ ۔ اسکی سی ہے	یَنْعِقُ ۔ جو پکارے
ایسے کو کہ	لَا ۔ نہ	یَسْمَعُ ۔ سنے	اِلَّا ۔ مگر
دُعَآءً ۔ پکار	وَّ ۔ اور	نِدَآءً ۔ چیخ	صُمٌّ ۔ بہرے
بُکْمٌ ۔ گونگے	عُمْیٌ ۔ اندھے	فَھُمْ ۔ تو وہ نہیں	لَا ۔ نہیں ہے
یَعْقِلُوْنَ ۔ عقل	یَا ۔ اے	اَیُّھَا ۔ وہ لوگو	الَّذِیْنَ ۔ جو
اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے ہو	کُلُوْا ۔ کھاؤ	مِنْ طَیِّبٰتِ ۔ پاک چیزوں سے	مَا ۔ جو
رَزَقْنٰکُمْ ۔ روزی دی ہم نے تمہیں	وَ ۔ اور	اشْکُرُوْا ۔ شکر کرو	لِلّٰہِ ۔ اللہ کا

اِنْ۔ اگر	كُنْتُمْ۔ ہو تم	اِيَّاهُ۔ اسی کو	تَعْبُدُوْنَ۔ پوجتے
اِنَّمَا۔ سوائے اسکے نہیں کہ	حَرَّمَ۔ حرام کیا	عَلَيْكُمُ۔ تم پر	الْمَيْتَةَ۔ مردار
وَ۔ اور	الدَّمَ۔ خون	وَ۔ اور	لَحْمَ۔ گوشت
الْخِنْزِيْرِ۔ سور کا	وَ۔ اور	مَا۔ وہ جانور	اُهِلَّ۔ جو غیر خدا کا نام لے کر
ذبح کیا گیا	بِهٖ۔ ہو اسے	لِغَيْرِ۔ واسطے غیر	اللّٰهِ۔ اللہ کے
فَمَنِ۔ تو جو	اضْطُرَّ۔ مضطر ہوا	غَيْرَ۔ غیر	بَاغٍ۔ باغی
وَّ۔ اور	لَا۔ نہ	عَادٍ۔ حد سے متجاوز	فَلَآ۔ تو نہیں
اِثْمَ۔ گناہ	عَلَيْهِ۔ اس پر	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ
غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ۔ مہربان ہے	اِنَّ۔ بیشک	الَّذِيْنَ۔ وہ جو
يَكْتُمُوْنَ۔ چھپاتے ہیں	مَا۔ اسے جو	اَنْزَلَ۔ نازل کیا	اللّٰهُ۔ اللہ نے
مِنَ الْكِتٰبِ۔ کتاب سے	وَ۔ اور	يَشْتَرُوْنَ۔ لیتے ہیں	بِهٖ۔ اس کے بدلے
ثَمَنًا۔ ذلیل رقم	قَلِيْلًا۔ تھوڑی	اُولٰٓئِكَ۔ یہ وہ ہیں کہ	مَا۔ نہیں
يَاْكُلُوْنَ۔ کھاتے	فِيْ۔ بیچ	بُطُوْنِهِمْ۔ اپنے پیٹوں کے	اِلَّا۔ مگر
النَّارَ۔ آگ	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	يُكَلِّمُهُمُ۔ کلام کریگا ان سے
اللّٰهُ۔ اللہ	يَوْمَ۔ دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	يُزَكِّيْهِمْ۔ ستھرا کرے انہیں	وَ۔ اور	لَهُمْ۔ ان کے لیے
عَذَابٌ۔ عذاب ہے	اَلِيْمٌ۔ دردناک	اُولٰٓئِكَ۔ یہی	الَّذِيْنَ۔ وہ ہیں
اشْتَرَوُا۔ جو لیتے ہیں	الضَّلٰلَةَ۔ گمراہی	بِالْهُدٰى۔ ہدایت کے بدلے	وَ۔ اور
الْعَذَابَ۔ عذاب	بِالْمَغْفِرَةِ۔ بخشش کے بدلے	فَمَآ۔ تو کیا	اَصْبَرَ۔ صبر و برداشت ہوگی
هُمْ۔ ان کو	عَلَى۔ اوپر	النَّارِ۔ آگ کے	ذٰلِكَ۔ یہ
بِاَنَّ۔ اس لیے کہ	اللّٰهَ۔ اللہ نے	نَزَّلَ۔ نازل کی	الْكِتٰبَ۔ کتاب
بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ	وَ۔ اور	اِنَّ۔ بے شک	الَّذِيْنَ۔ وہ جو
اخْتَلَفُوْا۔ اختلاف میں ہیں	فِيْ۔ بیچ	الْكِتٰبِ۔ کتاب کے	لَفِيْ۔ یقینا
شِقَاقٍ۔ نفاق	بَعِيْدٍ۔ بعید میں ہیں		

مختصر تفسیر اُردو پانچواں رکوع پ۲ سورۃ البقرہ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ اے لوگو! کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدموں پر قدم نہ رکھو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے بحیرہ وغیرہ کو حرام قرار دیا تھا اس میں اس امر کی ممانعت کی گئی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی حلال فرمائی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دینا اس کی رزاقیت سے بغاوت اور مداخلت فی الدین ہے بیل بچارو غیرہ یہ سب حلال جانور ہیں۔ لیکن اپنے خیال کے ماتحت شیطان کے پیچھے لگ کر حلال کو حرام بنا بنا لیتے ہیں۔

مسلم شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مال میں اپنے بندوں کو دیتا ہوں وہ ان کے لیے حلال ہے۔ اور اسی میں فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کو باطل سے بے تعلق پیدا کیا پھر ان کے پاس شیطان آئے اور انہوں نے دین سے بہکایا اور جو میں نے ان کے لیے حلال کیا اسے وہ حرام ٹھہراتے رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے یہ آیت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلاوت کی تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالےٰ مجھے مستجاب الدعوات کر دے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اے سعد خوراک پاک کرو مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے۔ اس ذات کی قسم جس کی قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جب آدمی اپنے پیٹ میں حرام لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس روز تک وہ قبولیت سے محروم رہتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ ۝

اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ۔ بس تم کو وہ برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔

سُوء۔ اس شے کو کہتے ہیں جو غمگین کرنے والی ہو۔

فحشاء۔ سے گناہ مراد ہے۔

سُوء سے مراد گناہ صغیرہ ہے کیونکہ اس سے بھی انسان نادم اور غمگین ہوتا ہے اور فحشاء سے مراد گناہ کبیرہ ہے جس میں حد واقع ہو۔

شیطان دل میں برائی کا وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان علیہ اللعنۃ پانی پر اپنا تخت لگاتا ہے پھر اطراف عالم میں اپنے شیاطین کو بھیجتا ہے یا دنے سے ادنے بھی ہیں اور زیادہ سے زیادہ فتنہ پھیلانے والے ہیں۔ چنانچہ دنیا میں فساد کر کے اپنی اپنی کارگذاری پیش کرتے ہیں شیطان سن کر کہتا ہے کہ ابھی کچھ کام نہیں ہوا۔

پھر ایک کہتا ہے کہ فلاں میاں بیوی کے درمیان قطع تعلق کرا دیا شیطان سن کر خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے خوب کام کیا پھر اسے اپنا مقرب بناتا ہے (مسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ آدمی میں دو اثر ہیں ایک شیطان کا دوسرا فرشتے کا۔ شیطان شر کی طرف رغبت دلاتا ہے اور فرشتہ خیر کی طرف جو شخص نیکی اور بھلائی کا خیال پائے وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور شیطان سے پناہ مانگے پھر یہ آیت آپ نے تلاوت فرمائی اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ شیطان تم سے فقر کا وعدہ کرتا ہے اور برائی کا حکم دیتا ہے۔

اور جب ان سے کہا جائے اللہ کے نازل کیے پر اطاعت کرو یعنی توحید اور قرآن پر ایمان لاؤ اور ان پاک چیزوں کو حلال جانو جنہیں اللہ نے حلال کیا تو کہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہیں نہ ہدایت۔ تو ظاہر ہے کہ جب باپ دادا امور دین کو ہی نہ سمجھتے ہوں۔ تو راہ راست پر کیسے ہو سکتے ہیں پھر ایسوں کی پیروی کرنا حماقت اور گمراہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام کی دعوت دی اور جنت کی ترغیب دی۔ عذاب سے ڈرایا تو رافع بن حرملہ اور مالک بن عوف نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کا اتباع نہ کریں گے ہم تو اپنے باپ دادا کا اتباع کریں گے کیونکہ وہ ہم سے زیادہ عالم تھے۔

وَمَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۔ اور کافروں کی مثال ایسی ہے جو پکارے ایسے کو کہ خالی چیخ پکار کے سوا کچھ نہ سنے بہرے۔ گونگے اندھے تو انہیں سمجھ نہیں ہے۔

یعنی جس طرح چوپائے جانور چرانے والوں کی آواز ہی سنتے ہیں مگر ان کی بات نہیں سمجھتے یہی حال ان کفار کا ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صدائے مبارک ہی سنتے ہیں۔ لیکن اس کے معنی دل نشین کر کے ارشاد عالی سے فائدہ نہیں اٹھاتے اس لیے کہ وہ ایمان اور عقل اور عدل کی طرف سے بہرے گونگے اندھے ہیں انہیں نصیحت سے فائدہ نہیں پہنچا۔ انہوں نے کلام حق سے فائدہ نہ اٹھایا۔ آگے ارشاد ہے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ٥ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥

اے ایمان والو! کھاؤ پاک چیزیں ہم نے جو تمہیں دیں اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسی کی پوجا کرتے ہو۔ اس نے تو یہی تم پر حرام کیے ہیں۔ مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو جو مضطر ہو نہ یہ کہ خواہش سے کھائے اور نہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں ہے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ کی نعمتوں کا شکر کرتے ہوئے پاک ستھری چیزوں کی کھانے کی اجازت دے کر آگے ہدایت فرمائی کہ جو جانور بغیر ذبح کیے مر جائے یا اسے شرعی طریق کے خلاف مارا ہو۔ مثلاً گلا گھونٹ کر یا لاٹھی پتھر ڈھیلے سے یا غلے اور گولی سے ہلاک کیا ہو یا وہ گر کر مر گیا ہو یا کسی جانور نے سینگ مار کر مارا ہو یا کسی درندے نے ہلاک کیا ہو۔ ایسے مردار کہتے ہیں اور اس کا کھانا طیبات کا کھانا نہیں۔ زندہ جانور کا عضو کاٹ کر کھانا بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ یہاں یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ مردار کھانا جس کی تعریف بیان ہو چکی حرام ہے۔ مگر اس کی کھال رنگ لینے کے بعد۔ اس کے بال سینگ ہڈی۔ پٹھے وغیرہ صاف کر کے کام میں لانا جائز ہے۔ کُلُّ اِھَابٍ اِذَا دُبِغَ فَقَدْ طَھُرَ ہر ایک چمڑا جب اسے رنگ دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے) مگر سور اور انسان کا کوئی حصہ رنگنے۔ پکانے کے بعد بھی استعمال میں لانا ممنوع ہے۔ (تفسیرات احمدی)

غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ۔ نہ خلاف کرنے والا نہ حد سے بڑھنے والا۔

باغ کے معنی حلال سمجھنے والا عادٍ کے معنی طلب حلال میں کوتاہی کرنے والا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے مثلاً مچھلی اور ٹڈی دو خون کلیجی اور تلی۔ مگر زندہ جانور کا گوشت حرام ہے۔

حضرت ابو واقد لیثی سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو گوشت زندہ جانور سے علیحدہ کر لیا جائے وہ مردار ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فتح مکہ کے سال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اور میں نے سنا کہ آپ نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی بیع کو حرام فرما دیا۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ مردار کی چربی کا کیا حکم ہے لوگ کشتیوں اور کھالوں پر روغن لگاتے ہیں۔ اس کی روشنی سے نفع اٹھاتے ہیں۔ فرمایا سب حرام ہے پھر فرمایا کہ یہود پر اللہ تعالےٰ لعنت کرے اللہ تعالےٰ نے ان پر مردار کی چربی حرام کی تھی انہوں نے اس کو پگھلا کر فروخت کرنا

شروع کردیا اور اس سے نفع حاصل کیا۔

ایک مسئلہ یہ بھی ذہن نشین کرلینا ضروری ہے کہ خون ہر جانور کا حرام ہے اگر وہ بہنے والا ہو۔ دوسری جگہ قرآن کریم میں تصریح ہے اَوْدَمًا مَّسْفُوْحًا (یا بہنے والا خون) خنزیر (سور) نجس العین ہے۔ اس کا گوشت۔ پوست، بال ناخن وغیرہ تمام اجزاء نجس و حرام ہیں ان میں سے کسی کو کسی طرح کام میں لانا جائز نہیں۔

چونکہ پہلے سے کھانے کا بیان ہو رہا ہے۔ اس لیے یہاں صرف لحم الخنزیر کی حرمت بیان ہوئی ورنہ وہ سرتا پا نجس ہے۔ آگے فرمایا۔

مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ۔ اور جس پر پکارا گیا اللہ کے غیر کا نام۔

حضرت ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ اس سے وہ جانور مراد ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اہلال۔ اصل میں آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں۔ ہلال پہلی رات کے چاند دیکھنے کو کہتے ہیں۔ عرب کہا کرتے تھے اُہِلَّ الْہِلَالُ۔ یعنی دیکھا چاند۔ چونکہ چاند دیکھنے کے وقت بلند آواز سے تکبیر کہا کرتے تھے اس لیے آواز بلند کرنے کو اہلال کہنے لگے۔ کفار اپنے معبودوں کے لیے ذبح کے وقت ان کا نام بآواز بلند لیا کرتے تھے مثلاً بسم اللات۔ بسم منات اس کا رد فرمایا گیا۔

شاہ صاحب نے فتح العزیز میں اس بحث کو پوری تفصیل سے بیان کرکے آخر میں لکھا ہے۔

"وکنہہ دریں مسئلہ آنست کہ جان دادن بجز جان آفرین روا نیست"۔

اور اہلال کہتے ہیں اس فعل کو جو عند الذبح ہو۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ جس پر عند الذبح بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ نہ کہا جائے وہ اگرچہ ذبح ہی کیا ہوا ہو نہ کھاؤ۔ اس کا خلاصہ مسئلہ یوں ہے کہ جس جانور پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے خواہ تنہا یا خدا کے نام کے ساتھ عطف کرکے وہ حرام ہے اور اگر ذبح اللہ کے نام پر کیا اور اس سے قبل یا بعد غیر کا نام لیا۔ مثلاً کہا عقیقہ کا بکرا، ولیمہ کا دنبہ۔ گیارہویں کا جانور۔ فلاں بزرگ کا جانور۔ گویا اس ذبیحہ کا ثواب جسے پہنچانا مقصود ہو خواہ وہ ولی ہو یا آباؤ اجداد تو ایسے نام لینے سے اس پر حرمت نہیں آتی (تفسیر احمدی)

اب آگے مضطر کا حکم ہے۔ مضطر وہ ہے جو حرام چیز کھانے پر مجبور ہو اگر نہ کھائے تو جان جانے کا خوف ہو مثلاً بھوک کی شدت یا ناداری کی وجہ سے جان پر بن جائے یا کوئی حرام کھانے پر جبر کرتا ہو اور اس کے خلاف کرنے سے جان کا اندیشہ ہو۔ تو ایسی حالت میں جان بچانے کے لیے حرام چیز کا بقدر ضرورت یعنی اتنا کھالینا جائز ہے کہ خوف ہلاکت نہ رہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا

يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے بدلے ذلیل و قلیل رقم لیتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں نہیں کھاتے مگر آگ اور اللہ بات نہ کرے گا ان سے قیامت کے دن اور نہ انہیں ستھرا کریگا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ علماء یہود اور ان کے رؤسا جو یہ امید رکھتے تھے کہ نبی آخر الزمان ان میں سے آئیں گے جب انہوں نے دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دوسری قوم میں مبعوث ہوئے تو انہیں اندیشہ ہوا کہ حضور کی صفت توریت و انجیل میں آئی ہے وہ یہی ہیں تو انہوں نے توریت و انجیل سے حضور کی نعت اور صفت چھپانے کی تجویز کی۔ تاکہ لوگ توریت سے حضور کے اوصاف دیکھ کر ادھر کو نہ جھکیں اور جو ہدیہ اور نذرانہ ان کو اب تک مل رہے تھے اس طرف نہ دیں۔ ان کی حکومت جو ان کی قوم میں تھی وہ جاتی نہ رہے اس حسد سے انہوں نے توریت و انجیل سے حضور کی نعت اور حضور کے وقت نبوت کا بیان چھپایا بلکہ تحریف کرنے پر اتر آئے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

چھپانے سے یہ مراد ہے کہ کتاب کے مضمون سے کسی کو مطلع نہ ہونے دیا جائے اور کسی کو پڑھ کر نہ سنایا جائے۔ اور چھپانا یہ بھی ہے کہ مفہوم صحیح کو بدل کر غلط تاویلیں کرکے اینچ تان کر ڈالنا اور اصل معنی پر پردہ ڈالنا تو یہ دونوں کام احبار یہود، رؤسا یہود کی خاطر کرتے تھے اور دنیا کے حقیر نفع کی خاطر اخروی ثواب سے محروم ہوتے تھے۔ حتی کہ رشوتیں لے کر ذلیل و قلیل رقم کی خاطر حق پوشی کرتے تھے اور اپنے پیٹ جہنم کی آگ سے بھرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما نے روایت کی کہ یہ آیات اور سورہ آل عمران کی آیات یہود کے لیے نازل ہوئیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی اور بخشش کے بدلے عذاب تو کس درجہ انہیں آگ کی برداشت ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ نے کتاب سچائی سے اتاری اور بے شک وہ لوگ جو کتاب میں اختلاف ڈالنے لگے ہیں وہ یقینا پورے نفاق و شقاق میں ہیں۔

یہ آیت بھی یہود کے حق میں نازل ہوئی۔ ان میں سے بعض وہ تھے جو توریت کو حق مانتے۔ بعض وہ تھے جو باطل کہتے اور بعض تاویلات کرتے۔ بعض ایسے تھے جو تحریف کرتے تھے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین مکہ کے خیالات پہ اتری جو قرآن کریم کو شعر کہتے تھے۔ کوئی سحر کوئی کہانت بتاتے تھے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع پ ۲۔ سورۃ بقرہ

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

کوئی بھلائی نہیں یہ کہ منہ کرو تم مشرق یا مغرب کی طرف لیکن بھلائی یہ ہے کہ جو ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر اور دے اپنا مال اللہ کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سائلوں اور گردن چھڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر کرنے والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

اے ایمان والو! تم پر فرض کیا گیا قصاص (یعنی ناحق مارے گئے کے خون کا بدلہ) آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت جس کے لیے اپنے بھائی کی طرف سے معافی ہوئی تو بھلائی سے تقاضا ہو اور اچھی طرح ادا، یہ تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے اور رحمت تو اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے

وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

اور تمہارے خون کا بدلہ لینے میں زندگی ہے اے عقلمندو کہ تم تقویٰ حاصل کرو۔

كُتِبَ عَلَیْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَیْرَا ۚ ۖ الْوَصِیَّةُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ ۝

تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑ جائے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کے لیے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى

تو جو بدلائے بعد اس کے کہ سن لے تو اس کا گناہ انہیں پر

الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ؕ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؕ

ہے جو بدلیں بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ پھر جسے اندیشہ ہوا کہ وصیت کرنے والے نے بے انصافی یا گناہ کیا تو صلح کرا دے ان میں تو اس پر گناہ نہیں، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لفظی ترجمہ

لَيْسَ۔ نہیں	اَلْبِرَّ۔ کوئی بھلائی	اَنْ۔ یہ کہ	تُوَلُّوْا۔ پھیرو تم
وُجُوْهَكُمْ۔ منہ اپنا	قِبَلَ۔ جانب	الْمَشْرِقِ۔ مشرق	وَ۔ اور
الْمَغْرِبِ۔ مغرب	وَ۔ اور	لٰكِنَّ۔ لیکن	الْبِرَّ۔ بھلائی
مَنْ۔ اسے ہے جو	اٰمَنَ۔ ایمان لائے	بِاللّٰهِ۔ اللہ پر	وَ۔ اور
الْيَوْمِ۔ دن	الْاٰخِرِ۔ قیامت پر	وَ۔ اور	الْمَلٰٓئِكَةِ۔ فرشتوں
وَ۔ اور	الْكِتٰبِ۔ کتاب	وَ۔ اور	النَّبِيّٖنَ۔ نبیوں پر
وَ۔ اور	اٰتَى۔ دے	الْمَالَ۔ مال	عَلٰى۔ اوپر
حُبِّهٖ۔ محبت اسکی کے	ذَوِی الْقُرْبٰى۔ رشتہ داروں کو		وَ۔ اور
الْيَتٰمٰى۔ یتیموں کو	وَ۔ اور	الْمَسٰكِيْنَ۔ مسکینوں کو	وَ۔ اور
ابْنَ السَّبِيْلِ۔ مسافروں کو		وَ۔ اور	السَّآئِلِيْنَ۔ سوال کرنے
والوں کو	وَ۔ اور	فِی الرِّقَابِ۔ گردن چھڑانے میں وَ۔ اور	
اَقَامَ۔ قائم رکھے	الصَّلٰوةَ۔ نماز	وَ۔ اور	اٰتَى۔ دے
الزَّكٰوةَ۔ زکوٰۃ	وَ۔ اور	الْمُوْفُوْنَ۔ اپنا قول پورا کرنیوالے	بِعَهْدِهِمْ۔ اپنے عہد میں
اِذَا۔ جب	عٰهَدُوْا۔ عہد کریں	وَ۔ اور	الصّٰبِرِيْنَ۔ صبر کرنے والے
فِی۔ بیچ	الْبَاْسَآءِ۔ مصیبت کے	وَ۔ اور	الضَّرَّآءِ۔ سختی کے
وَ۔ اور	حِيْنَ۔ وقت	الْبَاْسِ۔ جہاد کے	اُولٰٓئِكَ۔ یہ ہیں
الَّذِيْنَ۔ وہ جو	صَدَقُوْا۔ سچ بولے	وَ۔ اور	اُولٰٓئِكَ۔ یہی ہیں
هُمُ۔ وہ	الْمُتَّقُوْنَ۔ پرہیزگار	يَا۔ اے	اَيُّهَا۔ وہ لوگو

الَّذِیْنَ ۔جو اٰمَنُوْا ۔ایمان لائے ہو کُتِبَ ۔فرض کیا گیا عَلَیْکُمْ ۔تمہارے اوپر
الْقِصَاصُ ۔قصاص فِی ۔بیچ الْقَتْلٰی ۔مقتولوں کے اَلْحُرُّ ۔آزاد
بِالْحُرِّ ۔آزاد کے بدلے وَ ۔اور اَلْعَبْدُ ۔غلام بِالْعَبْدِ ۔غلام کے بدلے
وَ ۔اور اَلْاُنْثٰی ۔عورت بِالْاُنْثٰی ۔عورت کے بدلے فَمَنْ ۔توجو
عُفِیَ ۔معاف دیا گیا لَہٗ ۔اسکے لیے مِنْ اَخِیْہِ ۔اپنے بھائی سے شَیْءٌ ۔کچھ
فَاتِّبَاعٌ ۔توپیروی ہو بِالْمَعْرُوْفِ ۔اچھی طرح وَ ۔اور اَدَآءٌ ۔ادا کرنا
اِلَیْہِ ۔اسکی طرف بِاِحْسَانٍ ۔نیکی کے ساتھ ذٰلِكَ ۔یہ تَخْفِیْفٌ ۔بوجھ ہلکا کرنا ہے
مِّنْ رَّبِّکُمْ ۔تمہارے رب کی طرف سے وَ ۔اور رَحْمَۃٌ ۔رحمت
فَمَنِ ۔توجو اعْتَدٰی ۔زیادتی کرے بَعْدَ ۔بعد ذٰلِكَ ۔اس کے
فَلَہٗ ۔تو اسکے لیے عَذَابٌ ۔عذاب ہے اَلِیْمٌ ۔دردناک وَ ۔اور
لَکُمْ ۔تمہارے لیے فِی ۔بیچ الْقِصَاصِ ۔قصاص کے حَیٰوۃٌ ۔زندگی ہے
یٰٓا ۔اے اُولِی الْاَلْبَابِ ۔عقل والو لَعَلَّکُمْ ۔تاکہ تم
تَتَّقُوْنَ ۔پرہیزگار بنو کُتِبَ ۔لکھا گیا عَلَیْکُمْ ۔تم پر اِذَا ۔جب
حَضَرَ ۔آجائے اَحَدَکُمُ ۔تمہارے کسی کو الْمَوْتُ ۔موت اِنْ ۔اگر
تَرَكَ ۔چھوڑے خَیْرَا ۔کچھ مال اَلْوَصِیَّۃُ ۔وصیت لِلْوَالِدَیْنِ ۔والدین کو
وَ ۔اور الْاَقْرَبِیْنَ ۔رشتہ داروں کو بِالْمَعْرُوْفِ ۔موافق دستور
حَقًّا ۔یہ واجب ہے عَلَی ۔اوپر الْمُتَّقِیْنَ ۔پرہیزگاروں کے فَمَنْ ۔توجو
بَدَّلَہٗ ۔بدل دے بَعْدَ ۔بعد مَا ۔اس کے کہ سَمِعَہٗ ۔سن لے
فَاِنَّمَا ۔توسوا اسکے نہیں اِثْمُہٗ ۔گناہ اس کا عَلَی ۔اوپر الَّذِیْنَ ۔ان کے ہے
یُبَدِّلُوْنَہٗ ۔جو اسے بدلیں اِنَّ ۔بیشک اللہَ ۔اللہ سَمِیْعٌ ۔سننے والا
عَلِیْمٌ ۔جاننے والا ہے فَمَنْ ۔توجو خَافَ ۔خوف کرے مِنْ مُّوْصٍ ۔وصیت کرنے
والے سے جَنَفًا ۔بے انصافی کا اَوْ ۔یا اِثْمًا ۔گناہ کا
فَاَصْلَحَ ۔تو اس میں اصلاح کردے بَیْنَہُمْ ۔ان میں فَلَا ۔تو نہیں
اِثْمَ ۔گناہ عَلَیْہِ ۔اس پر اِنَّ ۔بے شک اللہَ ۔اللہ
غَفُوْرٌ ۔بخشنے والا رَّحِیْمٌ ۔مہربان ہے۔

مختصر تفسیر چھٹا رکوع پ۲۔ سورۂ بقرہ

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج اس میں کوئی خاص نیکی نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں نیکی تو یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب پر اور نبیوں پر۔

اللہ کے نزدیک جو فعل پسندیدہ ہو اس کو بِرّ کہتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہود مغرب بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور نصاری مشرق کی طرف منہ کرتے تھے۔ ہر فریق کا گمان تھا کہ جو قبلہ ان کا مقرر ہوا ہے وہی قبلہ ہے اور باقی قبلے غلط ہیں۔ اس آیت میں اس کا رد کیا گیا ہے اور بتایا گیا کہ جسے تم قبلہ سمجھ رہے ہو یہ منسوخ ہو گیا (مدارک)

علامہ بغوی اور قتادہ اور بعض مفسرین کا یہ قول بھی ہے کہ یہ خطاب اہل کتاب اور مومنین کو عام ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ صرف رو بقبلہ ہونا نیکی نہیں۔ بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ اللہ جو رب قبلہ ہے اس پر ایمان لائے اور قیامت کے دن کو مانے۔ ملائکہ کو تسلیم کرے۔ کتاب کو حق جانے اور تمام انبیاء کرام کی تصدیق کرے اور پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو۔ اور

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ج وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ اور اللہ کی محبت میں اپنا مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور سائلوں اور مسافروں کو۔

ذَوِي الْقُرْبٰى میں سب رشتہ دار شامل ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر تو ایک دینار اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور ایک دینار مسکین کو اور ایک دینار اپنے اہل کو ان میں سے زیادہ ثواب اس دینار کا ہے جو اپنے اہل کو دیا (مسلم)

وَالْيَتٰمٰى۔ یتیم اس بچہ کو کہتے ہیں جس کا باپ بالغ ہونے سے پہلے مر چکا ہو۔

ابْنَ السَّبِيْلِ سے مراد مسافر ہے جو اپنے اہل وعیال سے علیحدہ ہو۔

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا۔ جب اللہ تعالے سے وعدہ کرتے ہیں تو اسکو پورا کرتے ہیں جب قسم

کھاتے ہیں اس کو سچا کر دکھلاتے ہیں جب منت مانتے ہیں اس کو وفا کرتے ہیں۔

وَالصّٰبِرِیْنَ اور صبر کرتے ہیں۔ صبر اعمال میں سے زیادہ افضل ہے کیونکہ صبر میں مداومت ہے۔

فِی الْبَاْسَآءِ۔ باساء شدت اور فقر کو کہتے ہیں۔

ضَرَّآءِ۔ مرض اور اپاہج پن کو کہتے ہیں

بَاْس۔ کے معنی قتال اور جنگ کے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص دربار نبوی میں حاضر آیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ کونسے صدقہ کا زیادہ ثواب ہے فرمایا اس صدقہ کا کہ انسان صحت مند ہو فقر سے ڈرتا ہو خوشحالی کی امید رکھتا ہو دینے سے گریز نہ کرے ارشاد باری ہے ہرگز نہ پہنچو گے تم نیکی کو جب تک اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔

اور گردنیں چھڑاتے ہیں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی کے موقعہ پر اور جہاد میں یہی وہ ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

اس آیت میں نیکی کرنے کے چند طریقے تعلیم فرمائے۔

(۱) ایمان لانا
(۲) مال دُنیا اللہ کی محبت میں دینا
(۳) نماز قائم کرنا
(۴) زکوٰۃ دینا
(۵) عہد پورا کرنا
(۶) مصائب و آلام و جہاد میں صبر کرنا

تفصیل ایمان

(۱) اول اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے کہ وہ قادر و قیوم ہے۔ حی۔ ازلی۔ ابدی۔ سرمدی ہے علیم حکیم سمیع و بصیر غنی وقدیر وحدہ لاشریک لہ ہے۔

(۲) قیامت پر ایمان لائے کہ وہ حق ہے۔ اس میں بندوں کا حساب ہوگا۔ اعمال کی جزا و سزا ہوگی۔ مقبولانِ حق شفاعت کریں گے۔ سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سعادت مندوں کو حوض کوثر پر سیراب فرمائیں گے پل صراط پر گذر ہوگا اور اس روز کے تمام احوال جو قرآن میں آئے یا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بتائے سب حق ہیں۔

(۳) فرشتوں پر ایمان لائے کہ وہ اللہ کی مخلوق اور ایسے فرمانبردار بندے ہیں کہ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ ان کی تعریف قرآن پاک میں ہے وہ نہ مرد ہیں نہ عورت۔ نورانی اجسام رکھتے ہیں۔

ان میں چار بہت مقرّب ہیں۔ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام۔
فرشتوں میں سے کسی کے دو بازو ہیں کسی کے تین کسی کے چار، سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل کے چھ سو بازو تھے وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ نکاح کرتے ہیں ان کی خوراک تسبیح و تہلیل ہے۔ ان کے اعمال کا بدلہ اللہ کی رضا اور مقام قرب ہے ارشاد و فرمان باری تعالے ہے عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ وہ اللہ عرش والے کے نزدیک معزز ہے۔

(۴) کتب الٰہیہ پر ایمان لانا کہ جو کتب اللہ تعالے نے نازل فرمائیں حق ہیں۔ ان میں چار بڑی کتابیں ہیں توریت جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتری۔ زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر آئی۔ قرآن کریم جو حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیا۔ اس کے علاوہ پچاس صحیفے حضرت شیث پر تیس حضرت ادریس پر۔ دس حضرت آدم پر دس حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

(۵) تمام انبیاء پر ایمان لانا کہ وہ سب اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور گناہوں سے معصوم ہیں ان کی صحیح تعداد اللہ تعالے ہی کے علم میں ہے جیسا کہ فرمایا وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ان میں تین سو تیرہ رسول ہیں۔ نبیّین بصیغہ جمع مذکر سالم ذکر فرمانا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انبیاء مرد ہی ہو سکتے ہیں۔ عورت کبھی نبی نہیں ہو سکتی اور صراحۃً بھی آیت کریمہ میں ارشاد ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَيْهِمْ (تفسیر احمدی)

ایمان کے بعد اعمال کا اور مال دینے کا بیان فرمایا۔ اس کے چھ مصرف بتلائے گئے۔ گردنیں چھڑانے سے غلاموں کو آزاد کرنا مراد ہے۔ یہ سب مستحب طور پر مال دینے کا بیان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اے ایمان والو۔ تم پر خون کا بدلہ فرض کیا گیا آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت تو جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی تو بھلائی کی پیروی اور اچھی طرح ادائگی یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے اور تم پر رحمت تو اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا مسلمان وہ ہے جو اللہ کے ایک ہونے اور میرے (حضور علیہ السلام) آخری نبی و رسول ہونے کا اقرار کرے اور گواہی دے اس کا خون بہانا جائز نہیں مگر تین وجہ سے۔ قصاص۔ زنا۔ مرتد ہو جائے معاذ اللہ (مسلم)

شان نزول۔ یہ حکم قبیلہ اوس و خزرج کے بارے میں آیا ہے۔ ان میں سے ایک قبیلہ دوسرے سے قوت

اور تعداد و مال و شرافت میں زیادہ تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ اپنے غلام کے بدلے دوسرے قبیلہ کے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو اور ایک کے بدلے دو کو قتل کرے گا۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ اس قسم کی تعدی اور بے انصافی کے عادی تھے عہدِ اسلام میں یہ معاملہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی اور عدل و مساوات کا قانون نافذ ہوا۔ اس پر وہ لوگ راضی ہوئے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ پہ غلبہ میں زیادہ تھا وہ دوسرے قبیلہ کی عورتوں سے بغیر مہر نکاح کر لیتے تھے اور زیادتیاں کرتے تھے اس قبیلہ نے قسم کھالی کہ وہ اپنے غلام کے عوض آزاد کو عورت کے بدلے مرد کو ایک کے بدلے دو کو قتل کریں گے یہ معاملہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش ہوا تو آیت کریمہ نازل ہوئی۔

قرآن کریم میں قصاص کا مسئلہ کئی جگہ بیان ہوا ہے۔ اس آیت کریمہ میں قصاص اور عفو دونوں کے حکم ہیں۔ حتیٰ کہ یہ تفصیل بھی یہاں بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو قصاص اور عفو میں مختار کیا ہے چاہیں قصاص لیں یا معافی دیں۔ آیت کے اول میں قصاص کا وجوب بیان کیا اور ہر قاتل بالعمد پہ قصاص واجب فرمایا خواہ اس نے آزاد کو قتل کیا یا غلام کو مسلمان مارا یا کافر مرد ہلاک کیا یا عورت کیونکہ قتلیٰ قتیل کی جمع ہے جو سب کو شامل ہے البتہ جسے دلیل شرعی خاص کرے وہ مخصوص ہو جائے گا (احکام القرآن)

اس آیت سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ قصاص میں قاتل ہی قتل ہو گا۔ خواہ آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت اہل جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ آزادوں میں مقابلہ ہو تو ایک کے بدلے دو کو قتل کر ڈالتے۔ غلام اگر ایک قبیلے کا مارا گیا تو دوسرے قبیلہ کے آزاد کو مار ڈالتے۔ عورتوں میں اگر جنگ ہوتی تو عورت کے بدلے مرد کو قتل کرتے۔ محض قاتل کے قتل پر صبر نہ کرتے اسے منع کیا گیا۔

اور آگے فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ میں ایک اور آسانی بھی فرما دی گئی کہ جس قاتل کو ولی مقتول کچھ معاف کریں اور اس کے ذمہ مال کا بدلہ لازم کریں۔ اس پر اولیاء مقتول تقاضہ کرنے میں نیک روش اختیار کریں اور قاتل خونبہا خوش معاملہ کے ساتھ ادا کرے یہ صلح علی المال کہلاتی ہے (تفسیر احمدی)

حتیٰ کہ ولی مقتول کو یہ بھی اختیار ہے کہ قاتل کو بلا معاوضہ معاف کر دے یا مال پر صلح کرے اگر وہ اس پر راضی نہ ہو اور قصاص ہی چاہے تو لازماً قصاص فرض ہے۔ اس سے چند مسائل نکلتے ہیں۔

مسئلہ:۔ اگر مقتول کے تمام ورثاء قصاص معاف کر دیں تو قاتل پر کچھ لازم نہ رہے گا۔

مسئلہ:۔ اگر مقتول کے تمام ورثاء مال پہ صلح کریں تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور مال کی ادا واجب (تفسیر احمدی)

مسئلہ:۔ ولی مقتول کو مِنْ اَخِیْہِ شَیْءٌ قاتل کا جو بھائی کہا گیا اس میں اس امر کی طرف دلالت ہے کہ اگرچہ قتل بڑا گناہ ہے مگر اس سے اخوت ایمانی قطع نہیں ہوتی اس میں صرف فرقہ خارجیہ کا اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک مرتکب کبیرہ کافر ہے۔

آگے فَمَنِ اعْتَدٰی فرما کر اس امر پر تنبیہ فرمائی گئی کہ اس کے بعد بھی بدستور جاہلیت کی رسم پر غیر قاتل کو اگر قتل کیا یا دیت ادا کرنے یا معاف کر دینے کے بعد بھی قتل کیا تو اس پر عذاب ہے اور آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے۔ آگے فرمایا

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ اور تمہارے لیے خون کا بدلہ لینے میں زندگی ہے اے عقلمندو تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

اس کی تفسیر ظاہر ہے کہ قصاص مقرر ہونے سے لوگ قتل سے باز رہیں گے اور جانیں بچیں گی۔ اگر قصاص کا خطرہ ہی نہ ہو تو قتل عام ہو جانے میں کونسی رکاوٹ ہے جس سے قتل و قتال رکے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ۔ تم پر فرض ہوا کہ تم میں سے کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کے لیے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔

اگر موت کے آثار و علامات ظاہر ہو جائیں اور ظن غالب ہو جائے کہ اب موت آنے والی ہے۔ خیر سے مراد مال ہے وصیت کو معنی اَنْ يُّوْصِيَ یا اِيْصَاءً وصیت کرنا مانا گیا ہے ماں باپ رشتہ داروں کے لیئے۔

ابتداء اسلام میں اس آیت سے وصیت فرض تھی پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی اس آیت کو آیت میراث نے منسوخ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے نے ہر حق دار کو اس کا حق پہنچا دیا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سخت بیمار تھا میری عیادت کے لیے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ میری حالت تو ملاحظہ فرما رہے ہیں میں چاہتا ہوں کہ اپنے تمام مال کی وصیت کر مروں۔

فرمایا نہیں میں نے عرض کی نصف کی کردوں فرمایا نہیں میں نے عرض کیا تہائی فرمایا ہاں تہائی بھی بہت ہے اپنے بچوں اور اہل خانہ کو خوش حال چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کے دروازوں پر بھیک مانگیں۔

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ۔ امر بالمعروف کی وصیت کرنا۔ فرض کیا گیا۔ یہ بات متقیوں پر واجب ہے۔

حق ہونا۔

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝
فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ تو جو وصیت کو سن کر بدل دے تو اس کا گناہ انہی بدلنے والوں پر ہے بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ پھر جسے اندیشہ ہوا کہ وصیت کرنے والے نے کچھ بے انصافی یا گناہ کیا تو اس نے ان میں صلح کرا دی تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تو جو وصیت سن سنا کر بدلے خواہ وصی ہو یا ولی یا شاہد اور وہ تبدیلی کتابت میں کرے یا تقسیم میں یا ادائے شہادت میں آ کر۔ اگر وہ وصیت موافق شرع ہے تو بدلنے والا گنہگار ہے اور دوسرے خواہ موصی ہوں یا موصیٰ لہ بری ہیں۔ یعنی وارث یا وصی یا امام یا قاضی جس کو بھی موصی کی طرف سے ناانصافی یا ناحق کارروائی کا اندیشہ ہو وہ اگر موصیٰ لہ یا وارثوں میں شرع کے موافق صلح کرا دے تو گناہ گار نہیں۔ کیونکہ اس نے حمایت حق کے لیے باطل کو بدلا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو وصیت کے وقت دیکھے کہ موصی حق سے تجاوز کرتا اور خلاف شرع طریقہ اختیار کرتا ہے تو اس کو رد کرے اور حق و انصاف کا حکم کرے۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع پ۲ سورۃ بقرہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے فرض کیے گئے ان پر جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

گنتی کے دنوں میں تو تم میں جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزوں کو گنو اور دنوں میں اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو اس کے لیے بہتر ہے اور اگر روزہ رکھو تو زیادہ اچھا ہے اگر تم جانو۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا

مہینہ رمضان کا جس میں قرآن اترا ہدایت لوگوں کے لیے اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں تو تم میں جو یہ مہینہ پائے تو ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے

اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور دنوں میں اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر سختی نہیں چاہتا اور چاہیئے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی۔ تاکہ تم شکر گزار ہو۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝

اور جب اے محبوب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہیئے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ بھلائی پائیں

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

روزے میں رات کو تمہیں حلال ہے پاس جانا اپنی عورتوں کے وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کیا تو ان سے صحبت کرو۔ اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائے سپیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے صبح پو پھٹ کر پھر رات آنے تک روزے پورے کرو اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جاؤ ایسے ہی بیان کرتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کو تاکہ پرہیزگار بنو۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس جاؤ مقدمہ لے کر تاکہ کھالے ایک فریق لوگوں کا مال ناجائز طریقہ سے جان بوجھ کر۔

لفظی ترجمہ

یَا ۔ اے	اَیُّهَا ۔ وہ	اَلَّذِیْنَ ۔ لوگو جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے ہو
کُتِبَ ۔ فرض کیے گئے	عَلَیْکُمُ ۔ تم پر	الصِّیَامُ ۔ روزے	کَمَا ۔ جیسے
کُتِبَ ۔ فرض کیے گئے	عَلَی ۔ اوپر	الَّذِیْنَ ۔ ان کے	مِنْ قَبْلِکُمْ ۔ جو تم سے
پہلے تھے	لَعَلَّکُمْ ۔ تاکہ تم	تَتَّقُوْنَ ۔ پرہیزگار بنو	اَیَّامًا ۔ چند دن
مَّعْدُوْدٰتٍ ۔ گنے ہوئے ہیں	فَمَنْ ۔ تو جو	کَانَ ۔ ہو	مِنْکُمْ ۔ تم میں سے
مَّرِیْضًا ۔ بیمار	اَوْ ۔ یا	عَلٰی ۔ اوپر	سَفَرٍ ۔ سفر کے
فَعِدَّةٌ ۔ تو گنتی	مِّنْ اَیَّامٍ ۔ دنوں کی	اُخَرَ ۔ بعد میں	وَ ۔ اور
عَلَی ۔ اوپر	الَّذِیْنَ ۔ ان کے جن کی	یُطِیْقُوْنَهٗ ۔ طاقت زائل ہوگئی	
فِدْیَةٌ ۔ بدلہ ہے	طَعَامُ ۔ کھانے کا	مِسْکِیْنٍ ۔ ایک مسکین کو	فَمَنْ ۔ تو جو
تَطَوَّعَ ۔ زیادہ کرے	خَیْرًا ۔ نیکی	فَهُوَ ۔ تو وہ	خَیْرٌ ۔ بہتر ہے
لَّهٗ ۔ اس کے لیے	وَ ۔ اور	اَنْ ۔ یہ کہ	تَصُوْمُوْا ۔ اگر روزہ رکھے
خَیْرٌ ۔ بہتر ہے	لَّکُمْ ۔ تمہارے لیے	اِنْ ۔ اگر	کُنْتُمْ ۔ ہو تم
تَعْلَمُوْنَ ۔ جانتے	شَهْرُ ۔ مہینہ	رَمَضَانَ ۔ رمضان کا	الَّذِیْ ۔ وہ مہینہ ہے
اُنْزِلَ ۔ کہ نازل ہوا	فِیْهِ ۔ اس میں	الْقُرْاٰنُ ۔ قرآن	هُدًی ۔ ہدایت
لِّلنَّاسِ ۔ لوگوں کے لیے	وَ ۔ اور	بَیِّنٰتٍ ۔ راہنمائی	مِّنَ الْهُدٰی ۔ ہدایت ہے
وَ ۔ اور	الْفُرْقَانِ ۔ حق و باطل کا فرق	فَمَنْ ۔ تو جو	شَهِدَ ۔ پائے
مِنْکُمُ ۔ تم سے	الشَّهْرَ ۔ مہینہ	فَلْیَصُمْهُ ۔ تو چاہیے روزے رکھے	وَ ۔ اور
مَنْ ۔ جو	کَانَ ۔ ہو	مَرِیْضًا ۔ بیمار	اَوْ ۔ یا
عَلٰی ۔ اوپر	سَفَرٍ ۔ سفر کے	فَعِدَّةٌ ۔ تو گنتی	مِّنْ اَیَّامٍ ۔ دنوں میں
اُخَرَ ۔ بعد کو	یُرِیْدُ ۔ ارادہ کرتا ہے	اللّٰهُ ۔ اللہ	بِکُمُ ۔ تمہارے ساتھ
الْیُسْرَ ۔ آسانی کا	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہیں	یُرِیْدُ ۔ ارادہ کرتا
بِکُمُ ۔ تمہارے ساتھ	الْعُسْرَ ۔ سختی کا	وَ ۔ اور	لِتُکَبِّرُوا ۔ چاہیے کہ بڑائی بیان کرو

اللّٰہَ ۔ اللہ کی	عَلیٰ ۔ اوپر	مَا ۔ اس کے کہ	ھَدٰاکُمْ ۔ ہدایت کی تمہیں
وَ ۔ اور	لَعَلَّکُمْ ۔ تاکہ تم	تَشْکُرُوْنَ ۔ شکرگذار ہو	وَ ۔ اور
اِذَا ۔ جب	سَاَلَکَ ۔ پوچھیں تجھ سے	عِبَادِیْ ۔ میرے بندے	عَنِّیْ ۔ مجھے
فَاِنِّیْ ۔ تو میں	قَرِیْبٌ ۔ قریب ہوں	اُجِیْبُ ۔ قبول کرتا ہوں	دَعْوَۃَ ۔ دعا
الدَّاعِ ۔ دعا کرنیوالے کی	اِذَا ۔ جب	دَعَانِ ۔ دعا کرے مجھ سے	فَلْیَسْتَجِیْبُوْا ۔ تو چاہیئے کہ
حکم مانیں	لِیْ ۔ میرا	وَ ۔ اور	لْیُؤْمِنُوْا ۔ ایمان لائیں
بِیْ ۔ میرے ساتھ	لَعَلَّهُمْ ۔ تاکہ وہ	یَرْشُدُوْنَ ۔ راہ پائیں	اُحِلَّ ۔ حلال ہے
لَکُمْ ۔ تمہارے لیے	لَیْلَۃَ ۔ رات	الصِّیَامِ ۔ روزے کی ہیں	الرَّفَثُ ۔ بے تکلفی
اِلیٰ ۔ طرف	نِسَائِکُمْ ۔ اپنی عورتوں کے	ھُنَّ ۔ وہ	لِبَاسٌ ۔ لباس ہیں
لَکُمْ ۔ تمہارے لیے	وَ ۔ اور	اَنْتُمْ ۔ تم	لِبَاسٌ ۔ لباس ہو
لَهُنَّ ۔ ان کے لیے	عَلِمَ ۔ جانا	اللّٰہُ ۔ اللہ نے کہ	اَنَّکُمْ ۔ تم
کُنْتُمْ ۔ تھے	تَخْتَانُوْنَ ۔ خیانت کرتے	اَنْفُسَکُمْ ۔ اپنی جانوں سے	فَتَابَ ۔ تو اس نے رجوع کیا
عَلَیْکُمْ ۔ تم پر	وَ ۔ اور	عَفَا ۔ معاف کیا	عَنْکُمْ ۔ تم پر سے
فَالْئٰنَ ۔ تو اب	بَاشِرُوْ ۔ صحبت کرو	ھُنَّ ۔ ان سے	وَ ۔ اور
اَبْتَغُوْا ۔ ڈھونڈو	مَا ۔ وہ جو	کَتَبَ ۔ لکھا	اللّٰہُ ۔ اللہ نے
لَکُمْ ۔ تمہارے لیے	وَ ۔ اور	کُلُوْا ۔ کھاؤ	وَ ۔ اور
اشْرَبُوْا ۔ پیو	حَتّٰی ۔ یہاں تک کہ	یَتَبَیَّنَ ۔ ظاہر ہو	لَکُمْ ۔ تمہیں
الْخَیْطُ ۔ ڈورا	الْاَبْیَضُ ۔ سپید صبح کا	مِنَ الْخَیْطِ ۔ ڈورے سے	الْاَسْوَدِ ۔ سیاہ سے
مِنَ الْفَجْرِ ۔ صبح میں	ثُمَّ ۔ پھر	اَتِمُّوا ۔ پورا کرو	الصِّیَامَ ۔ روزہ
اِلَی اللَّیْلِ ۔ رات تک	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	تُبَاشِرُوْھُنَّ ۔ صحبت کرو انسے
وَ ۔ اور	اَنْتُمْ ۔ تم	عٰکِفُوْنَ ۔ اعتکاف سے ہو	فِی ۔ بیچ
الْمَسَاجِدِ ۔ مسجدوں کے	تِلْکَ ۔ یہ ہیں	حُدُوْدُ ۔ حدیں	اللّٰہِ ۔ اللہ کی
فَلَا ۔ تو نہ	تَقْرَبُوْا ۔ قریب ہو	ھَا ۔ اس کے	کَذٰلِکَ ۔ ایسے ہی
یُبَیِّنُ ۔ بیان کرتا ہے	اللّٰہُ ۔ اللہ	اٰیٰتِہٖ ۔ اپنی آیتیں	لِلنَّاسِ ۔ لوگوں کے لیے
لَعَلَّهُمْ ۔ تاکہ وہ	یَتَّقُوْنَ ۔ پرہیزگار ہوں	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ

تَاْكُلُوْا ۔ کھاؤ	اَمْوَالَكُمْ ۔ اپنے مال	بَيْنَكُمْ ۔ آپس میں	بِالْبَاطِلِ ۔ باطل طریقہ سے
وَ ۔ اور	تُدْلُوْا ۔ نہ لے جاؤ	بِهَا ۔ اس کو	اِلَى ۔ طرف
الْحُكَّامِ ۔ حاکموں کے	لِتَاْكُلُوْا ۔ تاکہ کھاؤ	فَرِيْقًا ۔ ایک حصہ	مِّنْ اَمْوَالِ ۔ مال
النَّاسِ ۔ لوگوں سے	بِالْاِثْمِ ۔ گناہ کے ساتھ	وَ ۔ اور	اَنْتُمْ ۔ تم
تَعْلَمُوْنَ ۔ جانتے ہو۔			

مختصر تفسیر ساتواں رکوع ۔ پ۲ ۔ سورۃ بقرہ

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے گنتی کے دنوں ہیں۔

اس رکوع میں روزوں کی فرضیت کا بیان ہے۔

روزہ عرف شرع میں اس کا نام ہے کہ مسلمان خواہ مرد ہو یا حیض نفاس سے خالی عورت صبح صادق سے غروب آفتاب تک بہ نیت عبادت خورد و نوش اور مجامعت ترک کرے (عالمگیری)

صوم لغت میں امساک (رکنا) کو کہتے ہیں ۔ سورج دوپہر کے وقت بالکل وسط میں آتا ہے اس کو عرب صَامَ النَّهَارُ کہتے ہیں یعنی دن رُک گیا۔

رمضان المبارک کے روزوں کا حکم

رمضان المبارک کے روزوں کا حکم غزوہ بدر، ار رمضان المبارک ۲ھ ہجری بروز جمعہ ہوا۔

بعض نے کہا کہ ۱۰ ر شوال ۲ھ ہجری کو فرض کیے گئے یعنی واقعات بدر سے ایک ماہ چند دن قبل حکم ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہجرت کے بعد اول قبلہ کی تبدیلی کا حکم ہوا اور دوسرا حکم روزہ کا ہوا

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے روزوں کے احکام سے قبل عاشورہ کے روزہ کا حکم فرماتے تھے۔ جب رمضان المبارک کی فرضیت کا حکم آگیا۔ تو عشرہ محرم کے روزہ کا اختیار دے دیا گیا کہ جو چاہے رکھے جو نہ چاہے نہ رکھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم اس دن

روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے جواباً عرض کیا کہ یہ بہت مبارک دن ہے اس دن بنی اسرائیل کو دشمن سے نجات حاصل ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ کے طور پر روزہ رکھا اس لیے ہم بھی رکھتے ہیں۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اقتداء میں تم سے زیادہ ہم حقدار ہیں۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی حکم فرمایا (بخاری مسلم)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روزے عبادت قدیمہ ہیں۔ زمانۂ آدم علیہ السلام سے تمام شریعتوں میں فرض ہوتے چلے آئے۔ اگرچہ ایام کی تعداد اور احکام صوم مختلف تھے مگر اصل روزے سب امتوں پر لازم رہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے رات کی تاریکی سے دوسری رات کی تاریکی تک روزہ فرض تھا۔ اسلام کے شروع میں بھی اسی طرح فرض تھا۔ نصاریٰ پر بھی اسی مہینے کے روزے فرض تھے لیکن وہ اکثر ایسا کیا کرتے تھے کہ جب روزے سخت گرمی میں آتے تو پیاس کی شدت اور گرمی کی وجہ سے بار محسوس کرتے اور جب سردی میں آتے تو بھوک کی وجہ سے بار گذرتے انہوں نے ربیع کا مہینہ منتخب کر لیا اور دس روزے اور بڑھا لیے اور یہ دس روزے کے طور پر بڑھا لیے اس طرح چالیس روزے خود ہی مقرر کر لیے۔

پھر ان کا ایک بادشاہ بیمار ہوا تو اس نے یہ منت مانی کہ صحت ہونے پر ایک ہفتہ کے روزے اور رکھوں گا۔ اسے صحت ہوئی تو انہوں نے پچاس روزے اپنے اوپر لازم کر لیے۔

روزہ کسر نفس کا بہترین ذریعہ ہے اور پرہیزگاروں کا خاص شعار ہے۔ امت مرحومہ پر یہ روزہ صرف ایک ماہ کے لیے فرض ہوا اور وہ مہینہ رمضان المبارک ہے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اے جوانو! جو تم میں سے استطاعت رکھتا ہو وہ نکاح کرے۔ نکاح نگاہ کو پست کر دیتا ہے اور حرام سے روکتا ہے اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیونکہ روزے شہوانی قوت کو توڑتے ہیں۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ چند روز گنتی کے ہیں۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ۔ تو جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں تو اتنے روزے اور دنوں میں گنے اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ فدیہ دیں ایک مسکین کا کھانا۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا۔ پھر جو شخص تم میں بیمار ہو

اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ یا سفر میں تو اتنے روزے اور دنوں میں گنے۔

حضرت ابو حنیفۃ النعمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی اس حدیث سے استدلال کیا کہ موزوں پر مسح کرنے کی مدت تین دن تین رات مسافر کے لیے ہے اور مقیم کے لیے ایک دن ایک رات ہے۔

حضرت امام ہمام ابو حنیفۃ النعمان تین دن رات کی مسافت جو اونٹ یا پیدل کی چال پر ہو فرمایا افطار و قصر کرے اور پھر دوسرے دنوں میں پورا کرے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قضا چاہے تو جدا جدا کرے چاہے تو مسلسل کرے۔

حضرت ابو حنیفۃ النعمان فرماتے ہیں کہ برسوں کے بعد بھی قضا کرے تب بھی قضا کے سوا اور کچھ اس پر واجب نہیں ہے۔

مرض اور سفر میں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ مرض کب متحقق ہوگا اور سفر کسے کہتے ہیں۔

مریض وہ ہے جسے طبیب غیر ظاہر الفسق کہے کہ روزہ سے طوالت مرض یا ہلاکت تک پہنچنے کا خطرہ ہے اور سفر وہ جس کی مسافت تین دن سے کم نہ ہو۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سفر و مرض میں رخصت دی کہ وہ ایسی حالت میں افطار کرے اور بعد میں ان کی قضا۔ ایام منہیۃ الصوم پانچ ہیں جن میں قضا کے روزے بھی رکھنا ممنوع ہیں۔

عید الفطر، عید الاضحی، ذوالحجہ کے ایام ثلثہ ۱۱۔۱۲۔۱۳۔

اگر کوئی شخص بیمار تو نہیں۔ مگر طبیب مسلمان کی رائے ہے کہ روزہ رکھنے سے یہ بیمار ہو جائے گا تو وہ بھی مریض کے حکم میں ہے۔

عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ کے معنی یہ ہیں کہ جس بوڑھے مرد یا عورت کو پیرانہ سالی کے ضعف سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہے اسے شیخ فانی کہتے ہیں ایسے شخص کو جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزے کے عوض آدھا صاع یعنی ایک بہتر روپے آٹھ آنے بھر گیہوں یا آٹا یا اس سے دو چند جَو یا اس کی قیمت بطور فدیہ روزانہ ادا کرے اور اگر اس سے زیادہ دے تو بہتر ہے اور اگر فدیہ کی طاقت نہ ہو تو استغفار کرے۔ اللہ عفو فرمائے گا۔ اخیر میں زیادہ دینے کی فضیلت بیان کی۔

فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے (یعنی فدیہ کی مقدار بڑھا دے) تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر روزہ رکھو تو یہ بہت اچھا ہے بشرطیکہ تم جانو۔

اَنْ تَصُوْمُوْا۔ روزہ کی طاقت رکھنے والے مخاطب ہیں۔ یعنی فدیہ سے روزہ بہتر ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۔ مہینہ رمضان کا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔ لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنما اور فیصلہ کن

روشن باتیں تو تم میں جو یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے۔

شہر کہتے ہیں مہینہ کو اور اس کے تین عشرے ہوتے ہیں یا ایک کم تین عشرے سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلشَّھْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا۔ دس انگلیوں کو ظاہر فرما کر ارشاد فرمایا پھر فرمایا اَلشَّھْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا اور تیسری دفعہ ایک انگلی کو دبا کر فرمایا یعنی مہینہ تیس دن کا ہوگا یا ۲۹ دن کا ہوگا۔

دوسری جگہ فرمایا صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِہٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِہٖ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ روزہ افطار کرو اگر انتیس کا چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کرو۔

رمضان میں پانچ حروف ہیں جو اس ماہ مبارک کی برکات ظاہر فرماتے ہیں ر سے رحمت م سے مغفرت، ض سے ضمان الٰہی الف سے باہمی الفت ن سے نور ایمان۔

سرکار عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَاَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَاٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النِّیْرَانِ اس ماہ مبارک کے اول عشرہ میں رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے وسط میں بخششوں سے صائم کو نوازا جاتا ہے اور آخر عشرہ میں جہنم سے آزادی کے پروانے مل جاتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کو رمضان اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ گناہوں کو جلا دیتا ہے رمض بھٹی کو کہتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو شیطان سرکش جن جکڑ دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں منادی ندا دیتا ہے کہ اے بھلائی کے طالب آجا اور اے برائی کے طالب بس کر آج جہنم سے اللہ کے واسطے بہت سے نجات حاصل کرنے والے ہیں یہ ندا ہر رات ہوتی رہتی ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم کو نیکی کا ثواب دس نیکیوں سے لے کر سات سو نیکیوں تک ملتا ہے یہ سب روزہ اور اعمال خیر میں ہے۔

اور روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا ثواب دوں گا کیونکہ اپنا کھانا پینا اور شہوانی خیالات میری خاطر ہی چھوڑا جاتا ہے۔

روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری پروردگار سے ملتے وقت روزے دار کے منہ سے جو بو آتی ہے وہ اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔

اس کے متعلق مفسرین کے چند اقوال ہیں

ا:۔ یہ کہ رمضان وہ ہے جس کی شان و شرافت میں قرآن کریم نازل ہوا۔

۲:۔ یہ کہ قرآن کریم کے نزول کی ابتدا ر رمضان المبارک میں ہوئی۔
اور قرآن کریم میں دو جگہ اور فرمایا کہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰـهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ تیسری جگہ ارشاد فرمایا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔

اس کی توجیہ و تطبیق یوں ہے کہ لیلۃ مبارکہ سے مراد شعبان کی پندرہویں شب ہے۔ اس شب میں قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا۔ پھر وہاں سے تئیس سال میں تھوڑا تھوڑا حضور پر جبریل لائے اسی وجہ سے اس رات کو لیلۃ مبارکہ کہا گیا۔

اور انا انزلناہ فی لیلۃ القدر میں بتایا کہ رمضان المبارک کی شب قدر باتفاق عامہ ستائیسویں شب رمضان ہے پہلی بار حضور پر نازل ہوا اور اس رکوع میں اس امر کو ظاہر کیا کہ رمضان المبارک میں نزول قرآن بوساطت روح الامین شروع ہوا۔

قرآن کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ قَرْءٌ کے معنی لغت میں جمع کرنے کے ہیں کیونکہ قرآن پاک میں اولین و آخرین کے علوم۔ سورتیں۔ آیتیں۔ حروف مقطعات موجود ہیں اس لیے اس کو قرآن کریم کہا گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تم علم حاصل کرنے کا ارادہ کرو تو قرآن کریم کو سیکھو۔

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔ جو لوگوں کا رہنما ہے اور جس میں ہدایت اور حق و باطل کا صاف صاف حکم موجود ہے۔

قرآن کریم اپنے اعجاز سے گمراہی سے نکالتا ہے حلال حرام اور احکام کی راہ دکھاتا ہے۔ ہدایت اور فرقان دونوں قرآن عظیم سے بدل ہیں

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ اس کے احترام میں حکم ہے کہ جو اس ماہ رمضان کو پائے وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔

یعنی جو شخص تم میں سے یہ ماہ مبارک پائے اور وہ تندرست اور مقیم ہو۔ اور عورت حیض و نفاس سے بھی پاک ہو وہ روزہ رکھے۔

ایک عورت نے دربار عالی جناب مصطفی علیہ التحیۃ والثنا سے دریافت کیا یا رسول اللہ عورتوں کے دین کا کیا نقصان ہے آپ نے فرمایا کہ دیکھتے نہیں کہ جب حیض آتا ہے تو روزہ نماز کچھ نہیں ادا کر سکتیں (بخاری)

فَلْيَصُمْهُ۔ تو ضرور اس کے روزے رکھے یعنی جس قدر مہینہ پاوے روزے رکھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال میں مکہ تشریف لائے۔ رمضان المبارک کے دن تھے۔ آپ نے روزہ رکھا لیکن جب مقام کدید پہ پہنچے تو روزہ افطار کیا اور رفقاء

نے بھی افطار کیا۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص اول دن میں مقیم ہوا اور پھر سفر کرے تو اس دن حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک افطار جائز نہیں کیونکہ اس نے اول دن پا لیا۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضرت معاذہ عدویہ نے سوال کیا کہ حیض والی عورت روزہ کی قضا کرتی ہے نماز کی قضا نہیں کرتی حضرت ام المومنین نے جواب دیا کہ زمانۂ نبوی میں ہم کو حیض آتا تھا تو ہم کو روزہ ہی کی قضا کا حکم تھا نماز کی قضا کا حکم نہ تھا۔

مسئلہ:۔ مسافر جب مقیم ہوا اور مریض جب تندرست ہو تو رمضان المبارک کے بعد ان دنوں کی قضا ضروری ہے اگر کسی کے روزے مرض یا سفر کی وجہ سے فوت ہوگئے اور وہ شخص قضا کیے بغیر مر گیا تو حضرت امام ہمام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے نزدیک ورثاء پر کچھ لازم نہیں۔ اگر میت نے وصیت کی تو تہائی مال سے ادا ہوگی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئی۔ عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں میرے روزے رکھنے اس کو کفایت کر جائیں گے؟ فرمایا ہاں کفایت کر جائیں گے۔

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ز

اور جو بیمار ہو یا سفر میں تو اتنے روزے دوسرے دنوں میں گنتی کرے۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا اگر سفر میں روزہ سے تکلیف نہ ہو تو اس کے لیے روزہ ہی بہتر ہے جیسے کہ آجکل مشینری کا دور ہے سفر آسان ہے لیکن وقت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ایک دفعہ لاہور سے کراچی ہوائی جہاز سے رمضان شریف میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مجھ سے اگلی سیٹ پر ایک صاحب نے گھڑی دیکھی اور روزہ افطار کر لیا میں نے ان کو ٹوکا تو وہ کہنے لگے لاہور میں سوا پانچ بجے افطار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا میں نے افطار کر لیا میں نے ان کو کہا کہ افطار کے لیے غروب آفتاب شرط ہے یہاں سورج سامنے نظر آ رہا ہے اب قضا کریں۔ اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ سارے دن کی محنت ضائع ہو جاتی ہے۔

افطار کرنا معذوری کی حالت میں شرعی سہولت ہے اس لیے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔ اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی استطاعت کے موافق۔ مریض اور مسافر کے لیے افطار کرنا بوجہ سہولت کے رخصت ہے۔

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ اور لازم ہے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور تاکہ تم شکر گزاری کرو۔

اکمال عدت سے مراد پورے مہینہ کے دن گننا اور تکبرو اللہ سے مراد عید کے دن اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ پڑھنا اور دوگانہ عید ادا کرنا ہے۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کی یہ عادت تھی کہ عید الفطر کی رات میں تکبیرات پکار پکار کر پڑھتے تھے۔ بعض نے کہا کہ عید الفطر کی تکبیرات مراد ہیں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۔ اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں۔ دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہیئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ تاکہ وہ رشد و ہدایت کی راہ پائیں۔

اس آیت میں طالبانِ حق کی طلب مولا کا بیان ہے جنہوں نے عشق الٰہی میں اپنے حوائج اور ہر خواہش کو قربان کر دیا اور وہ اسی کے طلب گار رہے۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنے قرب و وصال کا مژدہ دیا۔

شان نزول

اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ ایک جماعت صحابہ کی ایسی تھی جس نے جذبۂ عشق الٰہی میں سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور ہمارا رب کہاں ہیں اس پر انہیں نوید قرب سے نوازا گیا اور فرمایا کہ ہم ہر ساعت ہر لمحہ ہر مرحلہ قریب ہیں۔ کہاں اور کہیں یہاں اور وہاں وہ ہوتا ہے جو مکان کا محتاج ہو اللہ تعالےٰ کی ذات مکان سے پاک ہے جو کسی سے مکانی قرب رکھے وہ اس کے دور والے سے ضرور مکانی بُعد بھی رکھے گا اور ذات واجب تعالےٰ شانہ مکان سے پاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے تمام بندوں سے قریب ہے۔ جو ذات مکانی ہو وہ منازل مکانی کے اعتبار سے قریب و بعید ہوگا۔ اللہ تعالےٰ کی یہ شان نہیں ہے۔ اسے منازل قرب میں رسائی حاصل کرنے کے لیے بندہ کو اپنی غفلت اور ماسوائے اللہ سے تعلق دور کرنا لازمی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

دوست نزدیک تر از من بمن است   ویں عجب تر کہ من از وے دورم

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اِنِّیْ قَرِیْبٌ کے معنی یہ ہیں کہ علم کے اعتبار سے تمہارے قریب ہوں کوئی چیز مجھ پر پوشیدہ نہیں۔

صاحب بیضاوی نے کہا کہ اِنِّیْ قَرِیْبٌ بطور ترشیہ و تمثیل فرمایا گیا ہے۔

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ دعا کی جامع مانع تعریف عرض حاجت ہے۔ اور اجابت یہ ہے کہ مانگنے والے نے جو مانگا وہ عطا ہو۔ بندہ جب اپنے رب سے عرض مدعا کرتا ہے اور اسے پکارتا ہے تو لبیک یا

جلدی جواب ملتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مانگنے والا جب مانگے تو ضروری نہیں کہ اسی وقت اجابت دعا ہو جائے بلکہ کبھی وہ اپنے کرم سے فی الفور اجابت فرماتا ہے کبھی بہ مقتضائے حکمت تاخیر سے۔ پھر کبھی مانگنے والوں کی حاجت دنیا میں پوری ہوتی ہے کبھی آخرت میں کبھی اس مانگنے والے کا نفع دوسری چیز میں ہوتا ہے تو جو مانگا وہ نہیں ملتا بلکہ دوسری چیز عطا فرمائی جاتی ہے۔

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ بہت باتیں ایسی ہیں کہ تم اس سے کراہت کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہوتی ہیں اور بہت سی باتیں ہیں کہ تم پسند کرتے ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں شر ہوتی ہیں۔ اللہ ہی اس کی حکمت جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دعا میں کمی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مجھ پر آیت ادعونی استجب لکم (تم مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا) نازل فرمائی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اگر تم کسی گناہ کے واسطے یا قطع رحمی کے لیے دعا نہ کرو اور جلدی نہ کرو تو اللہ تعالےٰ تمہاری دعا قبول کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جلدی سے کیا مراد ہے فرمایا کہ بندہ یہ کہہ دے کہ میں نے دعا کی اللہ تعالےٰ نے قبول نہ کی اور اکتا کر دعا کرنا چھوڑ دو۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآىٕكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَیْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۔ حلال کیا گیا رات میں روزوں کی رفث یعنی اپنی عورتوں کے پاس جانا۔ وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔ اللہ نے جانا کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے ہو تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کیا۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں جب عشا کی نماز پڑھ لی جاتی یا اس سے قبل غروب آفتاب کے بعد اگر کوئی سو جاتا تو اس پر کھانا پینا جماع کرنا (بیویوں کی قربت) اگلی رات تک حرام ہو جاتی تھی۔ بعض صحابہ کرام نے اس حکم کی خلاف ورزی کی اور دربار رسالت میں معذرت پیش کی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس حکم کا شان نزول یہ ہے کہ شرائع سابقہ میں روزہ افطار کر لینے کے بعد کھانا پینا مجامعت کرنا نماز عشاء تک حلال تھا۔ بعد عشاء یہ سب چیزیں شب میں بھی حرام تھیں۔ یہ قانون عہد رسالت تک باقی تھا۔

بعض صحابہ سے رمضان کی راتوں میں بعد عشاء مباشرت وقوع میں آئی۔ ان میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو بعد وقوع اظہار ندامت کیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر طالب معافی

ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کر معاف کیا اور انہی کی وجہ میں مغرب کے بعد سے صبح صادق تک مجامعت حلال کی گئی اور اکل و شرب کی اجازت عام فرمائی گئی۔

آیت متلوہ میں جو خیانت کا اظہار ہوا وہ وہی مجامعت ہے جو قبل اباحت شبہائے رمضان میں سرزد ہوئی تھی تو سابقہ خیانت معاف فرما کر آئندہ کے لیے حکم اباحت (حلال) ملا۔

فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ من ثواب اسنے صحبت کرو اور جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہوا ہے اسے طلب کرو اور کھاؤ پیو حتیٰ کہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائے سپیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر۔

باشروهن امر کا صیغہ ہے لیکن یہ امر اباحت ہے۔ جس سے یہ حکم واضح ہوا کہ جس امر کی ممانعت تھی اب وہ جائز کی صورت میں بدل دیا گیا۔ گویا اب لیالی رمضان میں مباشرت مباح ہے اور وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ میں اس امر کی ہدایت ہے کہ مباشرت محض حظ نفس کے لیے نہ ہو بلکہ یہ مباشرت نسل اور اولاد حاصل کرنے کی نیت سے ہونی چاہیے جس سے مسلمانوں میں ترقی اور دین میں قوت بڑھے۔

میاں بیوی کے تعلقات زوجیت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لباس کا لفظ فرمایا گیا اور لباس سے تشبیہ دی گئی۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے نکاح کر لیا اس نے دو تہائی دین جمع کر لیا۔

بعض مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد اس امر کا لحاظ رکھنا ہے کہ مباشرت موافق حکم شرع ہو۔ جس محل سے مجامعت شرعاً جائز ہے اس محل سے ہو اور اس سے تجاوز نہ ہو (تفسیر احمدی)

ایک قول یہ ہے کہ طلب کرنے سے مراد رمضان کی راتوں میں کثرت عبادت اور بیداری کر کے شب قدر کی جستجو کرنا ہے۔ اور كُلُوْا وَاشْرَبُوْا میں رات کے اندر کھانے پینے کی اجازت کا۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا الخ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائے سپیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر۔

یعنی یہاں تک کہ صاف نظر آنے لگے صبح صادق کی سپیدی دھاری۔ کالی دھاری سے خیط ابیض سے دن کی روشنی اور خیط اسود سے رات کی سیاہی مراد ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے لوگو بلال کی اذان اور صبح کاذب کی وجہ سے تم سحری کھانے سے مت رکا کرو بلکہ اس فجر سے رکا کرو جو افق میں پھیل جاتی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت بلال تاریکی ہی میں اذان دیتے تھے۔ فرمایا تم ابن ام مکتوم کی اذان دینے تک کھانے پیتے رہا کرو۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابن مکتوم آنکھوں سے نابینا تھے

وہ اذان اس وقت دیتے تھے جب ان کو کوئی کئی بار کہتا تھا۔ صبح ہوگئی صبح ہوگئی۔

شانِ نزول

حرمہ بن قیس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ مزدور پیشہ تھے۔ دن بھر مزدوری کرتے تو شام کے لیے قوت لایموت پیدا کر پاتے۔ ایک دن رمضان میں بحالت روزہ دن بھر محنت کی۔ اپنی زمین میں کام کرکے شام کو گھر آئے اپنی بیوی سے کھانا مانگا وہ کھانا بنانے میں مصروف ہوئیں یہ تھکے ہوئے تھے۔ ذرا سہارا لے کر بیٹھے تو آنکھ لگ گئی۔ بیوی نے کھانا بنا کر بیدار کیا۔ انہوں نے کہا میں سو گیا تھا لہٰذا اب کیسے کھاؤں۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ رمضان میں سو جانے کے بعد کھانا پینا ممنوع تھا۔

غرضیکہ آپ نے دوسرا روزہ رکھ لیا ضعف انتہا کو پہنچ گیا حتیٰ کہ دوپہر کو غشی ہوگئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام تک اطلاع پہنچی۔ قلب اقدس پر ان کا غش ہونا بار گزرا۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جس سے رمضان شریف کی راتوں میں کھانا پینا مباح کیا گیا۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انابت و رجوع کی برکت سے مقارنت و مقاربت رات میں جائز ہوئی۔

اور خیط ابیض و خیط اسود سے مراد رات کو سیاہ ڈورے سے استعارہ کیا اور صبح صادق کو سفید ڈورے سے تشبیہ دی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ امت مرحومہ کو حکم مل گیا کہ تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں مغرب سے صبح صادق تک کھانا پینا مباح قرار دیا گیا (تفسیر احمدی)

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۔ پھر رات آنے تک روزے پورے کرو۔

اس میں روزہ کی مدت بتائی گئی کہ روزہ رات تک پورا کرو۔ حدیث میں تفصیل سے بتا دیا کہ اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ۔ جب مشرق کی طرف سے رات کی سیاہی منہ دکھائے اور مغرب میں دن چھپ جائے تو روزہ دار اپنا روزہ افطار کرلے۔

اس میں حرف اِلٰی پر کچھ موشگافیاں ہیں۔ اسی بنا پر حضرات شیعہ اپنا روزہ رات ہونے کے بعد جبکہ تارے اچھی طرح کھل جائیں افطار کرتے ہیں اور وہ الزام میں یہ کہتے ہیں کہ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ میں بھی اِلٰی غایت کے لیے آیا اور اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ میں بھی اِلٰی غایت کے لیے ہے۔ لہٰذا اگر وضو میں غسل ید کے اندر کہنی داخل ہے تو روزہ میں رات کیوں نہ داخل ہو۔ اگر وضو کے وقت کہنیاں وضو میں نہ دھوئی جائیں تو رات کا حصہ روزہ میں بھی نہ داخل ہو۔

اس کا جواب ارباب اصول نے یہ دیا ہے کہ ہر غایت اپنے مغیا کی جنس سے اگر ہو تو داخل مغیا رہے گا اور اگر غایت اپنے مغیا سے غیر ہو تو خارج ہوگا۔ بنا بریں مرفق یعنی کہنی اپنے مغیا کی جنس سے ہے یعنی ہاتھ کی جنس میں کہنی

ہے۔ لہٰذا وضو میں غسل ید کے ساتھ کہنی داخل رہنی چاہئے اور دن جو مغیا ہے اس کی غایت رات غیر جنس ہے بنا بریں وہ خارج رہے گی۔ اسی وجہ میں اِلَی الْمَرَافِقِ کے حکم میں کہنی غسل میں داخل ہے اور اِلَی الَّیْلِ میں رات خارج ہے۔ آگے حکم ہے۔

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۔ اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جاؤ۔ اللہ ایسے ہی بیان کرتا ہے اپنی آیتیں تاکہ وہ پرہیزگاری حاصل کریں۔

لغت میں عکوف کے معنی اقامت کرنے اور ٹھہرنے کے ہیں اور شریعت میں مسجد میں اللہ کی عبادت کے لیے ٹھہرنے کا نام ہے۔

اس سے دو باتیں واضح ہوئیں اول یہ کہ اعتکاف مسجد میں ہی ہونا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ اعتکاف میں بیوی سے کسی قسم کی قربت جائز نہیں، بوس و کنار سے لے کر آگے تک سب حرام ہے۔

علامہ بغوی فرماتے ہیں یہ آیت چند صحابہ کے لیے نازل ہوئی وہ مسجد میں اعتکاف کرتے اور جب ضرورت محسوس کرتے اپنی بیویوں کے پاس چلے جاتے پھر غسل کر کے آ جاتے پھر یہ حکم نازل ہوا کہ رات ہو یا دن کسی حال میں بھی اعتکاف کے اندر بیویوں کے پاس جانا حرام ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں معتکف کو چاہئے کہ کسی مریض کی عیادت نہ کرے اور نہ کسی جنازہ میں جائے نہ عورت کو ہاتھ لگائے، اشد ضروری کام کے لیے جائے۔ اعتکاف میں روزہ ضروری ہوتا ہے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔

اگرچہ عورتوں کا اعتکاف گھروں میں جائز ہے لیکن مرد کا اعتکاف مسجد میں اور اس مسجد میں لازم ہے جہاں با جماعت نماز ہوتی ہو اور اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَی الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھا لو۔

اس آیت میں باطل طور پر مال کھانا حرام فرمایا گیا خواہ وہ لوٹ کر یا چھین کر یا چوری کر کے یا جوئے سے یا حرام تماشوں یا حرام تجارتوں یا حرام کاری سے یا رشوت خوری سے یا جھوٹی شہادت سے کسی طرح حاصل کیا جائے یہ سب حرام ہے۔

دوسرا حکم یہ بھی نکلتا ہے کہ ناجائز فائدہ حاصل کرنے کے لیے کسی پر مقدمہ بنانا اسے حکام تک لے جانا حرام ہے

رشوت دے کر اپنا غلط حق قائم کرنا بھی حرام ہے اور حدیث میں تو مطلقاً اسے ملعون فرمایا جو مسلمان کو اپنے فائدے کے لیے ضرر پہنچائے۔

شانِ نزول اس آیت کا یہ ہے کہ امرؤ القیس پر ربیعہ بن عبدان حضرمی نے ایک زمین کے لیے دربار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں دعوی کیا سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی کو فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی گواہ ہے حضرمی نے نفی میں جواب دیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس گواہ نہیں ہے تو امرؤ القیس مدعی علیہ کی قسم پر فیصلہ ہوگا امرؤ القیس یہ سن کر قسم کھانے کے لیے مستعد ہوا آپ نے فرمایا اگر جھوٹی قسم اس غرض سے کھائے گا کہ اس کا مال ظلماً کھا لے تو قیامت کے دن اللہ سے ناراضگی کی حالت میں ملے گا اس کے راوی سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع پ ۲ سورۃ بقرہ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

آپ سے چاند کو پوچھتے ہیں تم فرما دو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لیے اور یہ بھلائی نہیں کہ گھروں میں مکان کی پشت سے آؤ ہاں بھلائی تو پرہیزگاری میں ہے اور گھروں میں دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ فلاح پاؤ۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ محبوب نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور کافروں کو مارو جہاں پاؤ اور انہیں نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا اور ان کا فساد تو قتل سے بھی سخت ہے اور انہیں قتل نہ کرو مسجد حرام کے پاس جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں اور اگر تم سے لڑیں تو انہیں قتل کرو۔ کافروں کی ایسی ہی سزا ہے۔

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

تو اگر وہ رک جائیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى

اور ان سے مقاتلہ کرو حتی کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کے نام کا دین رہے تو اگر وہ رک جائیں تو زیادتی نہیں

الظّٰلِمِيْنَ ۝

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۥ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

مگر ظالموں پر

ماہ حرام کے بدلے ماہ حرام اور عزتوں کے بدلے تادیب ہے تو جو تم پر زیادتی کرے اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے کی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور سمجھ لو کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے۔

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بھلائی کرو بے شک اللہ بھلائی والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

اور پورے کرو حج و عمرہ اللہ کے لیے اور اگر روکے جاؤ تو جو میسر ہو وہ قربانی بھیجو اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے اور جو تم سے مریض ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو فدیہ دے روزوں سے یا خیرات سے تو جب تم امن میں ہو جاؤ تو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر جو میسر آئے قربانی کرے تو جو مقدور نہ رکھے تو تین دن روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات روزے جب اپنے گھر لوٹ کر آئے یہ دس پورے ہوئے یہ حکم اس کے لیے ہے جو مکہ کا باشندہ نہ ہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور سمجھ لو کہ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

لفظی ترجمہ

يَسْـَٔلُوْنَكَ۔ پوچھتے ہیں تم سے — عَنِ الْاَهِلَّةِ۔ چاندوں سے — قُلْ۔ فرما دیجئے

هِيَ۔ وہ — مَوَاقِيْتُ۔ وقتوں کی علامتیں ہیں — لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے

وَ۔ اور — الْحَجِّ۔ حج کے لیے — وَ۔ اور — لَيْسَ۔ نہیں

الْبِرُّ۔ نیکی	بِاَنْ۔ یہ کہ	تَاْتُوا۔ آؤ تم	الْبُیُوْتَ۔ گھروں کو
مِنْ ظُهُوْرِهَا۔ ان کی پشت سے		وَ۔ اور	لٰكِنَّ۔ لیکن
الْبِرَّ۔ نیکی	مَنِ۔ اسکی ہے جو	اتَّقٰی۔ پرہیزگار ہو	وَ۔ اور
اْتُوا۔ آؤ	الْبُیُوْتَ۔ گھروں کو	مِنْ اَبْوَابِهَا۔ ان کے دروازوں سے	
وَ۔ اور	اتَّقُوا۔ ڈرو	لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم	تُفْلِحُوْنَ۔ فلاح پاؤ
وَ۔ اور	قَاتِلُوْا۔ لڑائی کرو	فِیْ۔ بیچ	سَبِیْلِ۔ راہ
اللّٰهِ۔ اللہ کے	الَّذِیْنَ۔ ان سے جو	یُقَاتِلُوْنَكُمْ۔ تم سے لڑتے ہیں	
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَعْتَدُوْا۔ زیادتی کرو	اِنَّ۔ بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ	لَا۔ نہیں	یُحِبُّ۔ پسند کرتا	الْمُعْتَدِیْنَ۔ حد سے بڑھنے
والوں کو	وَ۔ اور	اقْتُلُوْهُمْ۔ قتل کرو	هُمْ۔ ان کو
حَیْثُ۔ جہاں	ثَقِفْتُمُوْهُمْ۔ پاؤ تم ان کو	وَ۔ اور	اَخْرِجُوْا۔ نکالو
هُمْ۔ ان کو	مِنْ حَیْثُ۔ جہاں سے	اَخْرَجُوْا۔ نکالا انہوں نے	كُمْ۔ تم کو
وَ۔ اور	الْفِتْنَةُ۔ فتنہ	اَشَدُّ۔ بہت سخت ہے	مِنَ الْقَتْلِ۔ قتل سے
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تُقٰتِلُوْا۔ لڑائی کرو	هُمْ۔ ان سے
عِنْدَ۔ نزدیک	الْمَسْجِدِ۔ مسجد	الْحَرَامِ۔ حرام کے	حَتّٰی۔ یہاں تک کہ
یُقٰتِلُوْا۔ لڑائی کریں وہ	كُمْ۔ تم سے	فِیْهِ۔ اس میں	فَاِنْ۔ پھر اگر
قٰتَلُوْ۔ لڑائی کریں	كُمْ۔ تم سے	فَاقْتُلُوْ۔ تو قتل کرو	هُمْ۔ ان کو
كَذٰلِكَ۔ یہی	جَزَآءُ۔ بدلہ ہے	الْكٰفِرِیْنَ۔ کافروں کا	فَاِنِ۔ پھر اگر
انْتَهَوْا۔ باز آجائیں	فَاِنَّ۔ تو بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا
رَّحِیْمٌ۔ مہربان ہے	وَ۔ اور	قٰتِلُوْ۔ لڑائی کرو	هُمْ۔ ان سے
حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	لَا۔ نہ	تَكُوْنَ۔ رہے	فِتْنَةٌ۔ فتنہ
وَ۔ اور	یَكُوْنَ۔ ہو جائے	الدِّیْنُ۔ دین	لِلّٰهِ۔ اللہ کا
فَاِنِ۔ پھر اگر	انْتَهَوْا۔ باز آجائیں	فَلَا۔ تو نہیں ہے	عُدْوَانَ۔ زیادتی
اِلَّا۔ مگر	عَلَی۔ اوپر	الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالموں کے	اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ۔ حرمت والا
مہینہ	بِالشَّهْرِ۔ بدلے مہینے	الْحَرَامِ۔ حرمت والے کے	وَ۔ اور

اَلْحُرُمٰتُ۔ عزتوں کا	قِصَاصٌ بدلہ ہے	فَمَنِ۔ تو جو	اعْتَدٰى۔ زیادتی کرے
عَلَيْكُمْ۔ تم پہ	فَاعْتَدُوْا۔ تو زیادتی کرو	عَلَيْهِ۔ اس پہ	بِمِثْلِ۔ اتنی
مَا۔ کہ اس نے	اعْتَدٰى۔ زیادتی کی	عَلَيْكُمْ۔ تم پہ	وَ۔ اور
اتَّقُوْا۔ ڈرو	اللّٰهَ۔ اللہ سے	وَ۔ اور	اعْلَمُوْا۔ جان لو
اَنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	مَعَ۔ ساتھ ہے	الْمُتَّقِيْنَ۔ پرہیزگاروں کے
وَ۔ اور	اَنْفِقُوْا۔ خرچ کرو	فِيْ۔ بیچ	سَبِيْلِ۔ راہ
اللّٰهِ۔ خدا کے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تُلْقُوْا۔ ڈالو
بِاَيْدِيْكُمْ۔ اپنے ہاتھوں	اِلَى۔ طرف	التَّهْلُكَةِ۔ ہلاکت کی	وَ۔ اور
اَحْسِنُوْا۔ نیکی کرو	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	يُحِبُّ۔ پسند کرتا ہے
الْمُحْسِنِيْنَ۔ نیکی کرنے والوں کو	وَ۔ اور	اَتِمُّوا۔ پورا کرو	الْحَجَّ۔ حج
وَ۔ اور	الْعُمْرَةَ۔ عمرہ	لِلّٰهِ۔ اللہ کے لیے	فَاِنْ۔ پھر اگر
اُحْصِرْتُمْ۔ روکے جاؤ تم	فَمَا۔ تو جو	اسْتَيْسَرَ۔ میسر ہو	مِنَ الْهَدْيِ۔ قربانی
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَحْلِقُوْا۔ منڈاؤ	رُءُوْسَكُمْ۔ اپنے سر
حَتّٰى۔ یہاں تک کہ	يَبْلُغَ۔ پہنچ جائے	الْهَدْيُ۔ قربانی	مَحِلَّهٗ۔ اپنے حلال ہونے کی جگہ
فَمَنْ۔ تو جو	كَانَ۔ ہو	مِنْكُمْ۔ تم میں سے	مَرِيْضًا۔ بیمار
اَوْ۔ یا ہو	بِهٖ۔ اس کو	اَذًى۔ کوئی تکلیف	مِّنْ رَّاْسِهٖ۔ سر میں
فَفِدْيَةٌ۔ تو فدیہ ہے	مِّنْ صِيَامٍ۔ روزوں سے	اَوْ۔ یا	صَدَقَةٍ۔ صدقے سے
اَوْ۔ یا	نُسُكٍ۔ قربانی سے	فَاِذَا۔ تو جب	اَمِنْتُمْ۔ امن میں ہو تم
فَمَنْ۔ تو جو	تَمَتَّعَ۔ فائدہ اٹھائے	بِالْعُمْرَةِ۔ ساتھ عمرہ کے	اِلَى۔ طرف
الْحَجِّ۔ حج کی	فَمَا۔ تو جو	اسْتَيْسَرَ۔ میسر ہو	مِنَ الْهَدْيِ۔ قربانی
فَمَنْ۔ پھر جو	لَمْ۔ نہ	يَجِدْ۔ پائے	فَصِيَامُ۔ تو روزے رکھے
ثَلٰثَةِ۔ تین	اَيَّامٍ۔ دن	فِي۔ بیچ	الْحَجِّ۔ حج کے
وَ۔ اور	سَبْعَةٍ۔ سات روزے	اِذَا۔ جب	رَجَعْتُمْ۔ تم لوٹو
تِلْكَ۔ یہ	عَشَرَةٌ۔ دس ہیں	كَامِلَةٌ۔ پورے	ذٰلِكَ۔ یہ
لِمَنْ۔ اس کے لیے ہے جو	لَمْ۔ نہ	يَكُنْ۔ ہوں	اَهْلُهٗ۔ اس کے گھر والے

حَاضِرِی۔ رہنے والے	اَلْمَسْجِدِ۔ مسجد	الْحَرَامِ۔ حرام کے	وَ۔ اور
اتَّقُوْا۔ ڈرو	اللّٰہَ۔ اللہ سے	وَ۔ اور	اعْلَمُوْا۔ جانو کہ
اَنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	شَدِیْدُ۔ سخت	الْعِقَابِ۔ عذاب والا ہے

مختصر تفسیر آٹھواں رکوع پ۲۔ سورۃ بقرہ

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ط قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ط آپ سے چاند کے متعلق پوچھتے ہیں فرما دو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں کے لیے اور حج کے واسطے۔

شانِ نزول

یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ثعلبہ بن غنم انصاری کے سوال کا جواب ہے۔ ان دونوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ حضور چاند کا یہ کیا حال ہے۔ اول تو نہایت باریک نکلتا ہے پھر روز بروز بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ بدر کامل ہو جاتا ہے پھر گھٹنے لگتا ہے یہاں تک کہ پھر باریک ہو جاتا ہے ایک حال پر نہیں رہتا۔ اس سوال سے چاند کے گھٹنے کی حکمتیں معلوم کرنا تھا۔

اس کے جواب میں فرمایا کہ انہیں بتا دیجئے کہ وہ وقت کی علامتیں ہیں اور آدمیوں کے ہزارہا دینی اور دنیاوی کام اس کے متعلق ہیں زراعت۔ تجارت۔ لین دین اور روزے اور عیدین کے اوقات۔ عورتوں کی عدتیں حیض کے ایام حمل اور رضاعت کی مدتیں۔ دودھ چھڑانے کے اوقات۔ حج کے ایام اس سے معلوم ہوتے ہیں۔ اول جب چاند باریک ہوتا ہے تو دیکھنے والا سمجھ لیتا ہے کہ یہ ابتداء ماہ کی تاریخیں ہیں اور جب چاند پورا روشن ہوتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے یہ مہینہ کی درمیانی تاریخ ہے اور جب چاند چھپ جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے مہینہ ختم پر ہے اسی طرح اس کے درمیانی ایام میں چاند کی حالتیں دلالت کیا کرتی ہیں، پھر مہینوں سے سال کا حساب ہوتا ہے یہ وہ قدرتی تقویم یا جنتری ہے کہ جو صفحۂ سما پر ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور ہر ایک ملک اور ہر زبان کے لوگ پڑھے لکھے اور جاہل سب اس سے اپنا حساب معلوم کر لیتے ہیں۔

وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ج وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اور یہ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھیت سے آؤ لیکن بھلائی پرہیز گاری میں ہے اور گھروں میں آؤ دروازوں سے اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ فلاح پاؤ۔

شانِ نزول:۔ زمانہ جہالت میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب وہ حج کے لیے احرام باندھتے تو مکانوں

میں اس کے دروازے سے داخل ہونے کی بجائے پس پشت دیوار توڑ کر آتے اور اسے نیکی سمجھتے۔
ان کا یہ خیال تھا کہ جس راستہ اور دروازے سے گناہ کر کے آتے ہیں احرام کی حالت میں ادھر سے آنا مناسب نہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی انصاری کے گھر تشریف لے گئے اور آپ کے پیچھے رفاعہ بھی گئے دروازے میں داخل ہوئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش حُمس کہلاتے تھے اور انصار دروازہ سے نہ جاتے تھے قریش آمد و رفت رکھتے تھے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور تعلیم دی گئی کہ اچھے خاصے مکان کی دیوار توڑ کر مکان خراب کر کے داخل ہونا عقلمندی نہیں ہے اور جو کام بے عقلی کا مظہر ہو وہ جہالت خالص ہے اور ایسے افعال مذموم ہیں۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ہ اور لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے مقابلہ کریں اور حد سے نہ بڑھو اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۶ھ ہجری میں واقعہ حدیبیہ پیش آیا۔ اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ سے عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہونے کا عزم کیا۔ مشرکین مکہ نے مکہ میں داخل ہونے سے روکا آخر اس امر پر صلح ہوئی کہ آئندہ سال تشریف لائیں تو تین دن کے لیے مکہ خالی کر دیا جائے گا۔ چنانچہ حضور واپس تشریف لے آئے اور اگلے سال ۷ھ ہجری میں عمرۃ القضا فرمانے تشریف لائے۔ اس وقت حضور کے ساتھ چودہ سو صحابہ تھے۔ ہمراہیوں کو یہ شبہ تھا کہ کفار مکہ ایفائے وعدہ نہ کریں گے اور حرم مکہ میں ماہ حرام و ذی قعدہ میں جنگ کریں گے ایسی صورت میں مسلمان بحالت احرام جنگ کیونکر کریں گے اور زمانہ جہالت میں بھی یہ رسم عام تھی کہ اشہر حرام میں اور بحالت احرام جنگ نہ ہو اور ابتدائے اسلام میں بھی حرم کے اندر جنگ ناجائز تھی اور ماہ حرام اور احرام کے اندر بھی ممنوع سمجھتے تھے تو صحابہ کو تردد ہوا کہ اگر مشرکین مکہ سے مقابلہ ہو گیا تو کیسی ہو گی۔؟

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اجازت دی گئی کہ اگر وہ پہل کریں تو تمہیں بھی جواب دینے کی اجازت ہے۔ الجہاد کے معنی میں یا تو یہ پہلو ہے کہ ہمیں ان سے لڑنے کی اجازت ہے جو ہم سے لڑیں اور ابتدا ان کی طرف سے ہو یہ حکم ابتدا اسلام میں تھا۔ پھر یہ حکم منسوخ ہوا اور کفار سے قتال واجب ہو گیا۔

بعض مفسرین نے کہا کہ ابتداء اسلام میں مشرکین کے قتل سے روک دیا پھر ہجرت کے بعد حکم آیا کہ جو تم سے قتال کرے اس سے تم بھی کرو۔ حضرت ربیعہ فرماتے ہیں کہ جہاد کے بارہ میں یہ آیت پہلی نازل ہوئی اس کے بعد یہ حکم ملا کہ تمام مشرکین کو قتل کرو خواہ وہ کریں یا نہ کریں پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ
اور کافروں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا اور ان کا فتنہ تو قتل سے بھی سخت ہے۔

خواہ وہ پہل کریں یا نہ کریں۔ دوسرا پہلو یہ نکلتا ہے کہ اس میں ہمیں ہدایت ہے کہ جو ہم سے لڑنے کا ارادہ رکھیں یہ حال تمام کفار کا ہے اس لیے کہ وہ سب دین اسلام کے مخالف ہیں اور مسلمانوں کے دشمن۔ خواہ انہوں نے کسی وجہ سے جنگ نہ کی ہو۔ لیکن موقع پاتے یہ وہ چوکنے والے نہیں۔

تیسرے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جو کافر میدان میں تمہارے مقابل آئیں اور تم سے لڑنے والے ہوں ان سے لڑو اس صورت میں بوڑھے بچے، ضعیف، بیمار، اپاہج، مجنوں، اندھے، عورتیں وغیرہ جو جنگ کی قوت نہیں رکھتے وہ سب مستثنیٰ ہیں۔ ان کو بلا وجہ قتل کرنا جائز نہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ لشکر بھیجتے تو یہ وصیت کے طور پہ حکم فرماتے۔ اللہ کے لیے دشمن سے مقابلہ کرنا جو اللہ سے کفر کرتے ہیں ان کا قتال کرنا۔ قتال میں حد سے زیادہ تجاوز نہ کرنا۔ بدعہدی نہ کرنا۔ عورت۔ بوڑھے بچوں کو قتل نہ کرنا مُثلہ نہ کرنا۔

اور وَلَا تَعْتَدُوْا جو فرمایا اس سے حکم کی نوعیت واضح کی گئی کہ جو جنگ کے لائق یا قابل نہیں ان سے مقابلہ کرنا حد سے تجاوز کرنا ہے۔ ایسا نہ ہو یا جن سے معاہدہ ہے ان سے جنگ نہ ہو۔ پھر اسلام میں یہ حکم ہے کہ بغیر دعوت جنگ نہ کی جائے۔ بلکہ اول کفار کو دعوت اسلام دیں اگر اس کے قبول سے وہ انحراف کریں تو جزیہ طلب کیا جائے اور اگر اس سے بھی منکر ہوں تب جنگ کی جائے اس پہلو کے ماتحت آیت کا حکم باقی ہے، منسوخ نہیں (تفسیر احمدی)

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ۔ انہیں حکم مقاتلہ مطلق ہے، اس آیت کا فائدہ یہ ہے کہ بوقت مقاتلہ و مقابلہ عام اجازت ہے خواہ حرم ہو یا غیر حرم۔

فَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ میں حکم اخراج کفار ہے۔ چنانچہ مشرکین کے ساتھ روز فتح مکہ ایسا ہی ہوا اس لیے کہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ یہیں فتنہ سے شرک مراد ہے یا مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے مانع ہونا
وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۗ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اور نہ مقاتلہ کرو مسجد حرام کے پاس جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں اور اگر لڑیں تو انہیں قتل کرو کافروں کی یہی سزا ہے پھر اگر وہ باز رہیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حرم کے پاس ممانعت و اجازت و مقاتلہ مشروط طور پر اس لیے ہے کہ بلاوجہ اقدام مقاتلہ حرمت حرم کے خلاف ہے اور جب وہی اقدام کریں تو چونکہ حرم شریف کی بے حرمتی کے وہی مرتکب ہوں گے لہٰذا اب مقاتلہ ممنوع نہیں اور اگر وہ یعنی مشرکین خود ہی رک جائیں اور مقاتلہ نہ کریں اور کفر و باطل پرستی چھوڑ دیں تو پھر ان سے مزاحمت نہ کی جائے۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۖ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ

اور مشرکین سے مقاتلہ کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پرستش ہو اگر وہ باز آجائیں تو زیادتی نہ ہو مگر ظالم مشرکین پر۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرک سے اسلام ہی قبول کرایا جائے اگر اسلام سے انکار کرے تو وہ قتل کر دیا جائے گا۔

اس آیت کا مفہوم خود تفسیر ہے۔ مزید وضاحت تحصیل حاصل ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۖ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

ماہ حرام کے بدلے ماہ حرام اور ادب کے بدلے ادب ہے۔ جو تم پر زیادتی کرے اس پر تم بھی جوابًا زیادتی کرو اتنی ہی جتنی انہوں نے کی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور سمجھ لو اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جب گذشتہ سال ذیقعد ۶ھ ہجری میں مشرکین عرب نے ماہ حرام میں اس کی حرمت ملحوظ نہ رکھی اور تمہیں ادائے عمرہ سے روکا تو یہ بے حرمتی ان کی طرف سے ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں ۷ھ کے ماہ ذیقعدہ میں تمہیں موقع دیا کہ تم قضا شدہ عمرہ ادا کر لو۔ اگر کوئی احرام اور شہر حرام میں تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اسی قدر زیادتی کر لو آگے ارشاد ہے۔

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بھلائی کرو بے شک اللہ بھلائی والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

اس آیت میں تمام دینی امور میں رضا جوئی حق کے لیے خرچ کرنے کی تحریک ہے خواہ وہ جہاد میں ہو یا اور نیکیوں میں اور بخل سے روکا حتی کہ راہ حق میں ترک انفاق کو موجب ہلاک فرمایا اور اسراف بے جا کو بھی اسی درجہ میں رکھا اور ایسے الفاظ سے ہدایت کی جو عام خطرات و ہلاک پر بھی حاوی ہو یعنی لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اپنے ہاتھوں دیدہ و دانستہ ہلاکت میں نہ پڑو یعنی اتنے خسیس و بخیل نہ ہو کہ ہلاک ہو جاؤ اور نہ ایسے سخی و مسرف کہ تباہ ہو،

کر اپنے معاش سے بھی تنگ آجاؤ۔

لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ بلا ہتھیار میدان جنگ میں جانا بھی اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا ہے اس سے بھی باز رہو۔ زہر کھا لینا۔ آگ میں کود پڑنا یہ بھی اپنے ہاتھوں ہلاکت کا شکار ہونا ہے اور شرعاً یہ بھی ممنوع ہے۔ علماء کرام نے اس سے یہ حکم بھی مستنبط کیا کہ جس شہر میں طاعون ہو وہاں نہ جاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو شخص مرگیا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ اس نے زندگی میں خواہش کی وہ نفاق کی ایک شاخ لے کر مرا۔

اور نیکی کرو بے شک اللہ محبت کرتا ہے نیک لوگوں سے یعنی اعمال و اخلاق کو نیک کرو۔ حاجتمندوں پر احسان کرو۔

احسان عبادات میں ہوتا ہے اور معاملات میں بھی عبادات کا احسان یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل امین حضور کی خدمت میں حاضر آئے قریب سے قریب تر بیٹھ کر دریافت کیا یا رسول اللہ احسان کیا ہے؟ فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ طاقت نہیں رکھتا تو پھر یہ گمان کر کر وہ تجھے دیکھ رہا ہے یعنی خضوع و خشوع قلب سے عبادت کر۔

اور معاملات کا احسان یہ ہے کہ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے دوسرے کے لیے وہی پسند کر اور جو اپنے لیے ناپسند کرے وہ دوسرے کے لیے بھی ناپسند کر۔

فرمایا میرے نزدیک تم سب سے زیادہ دوست وہ ہے جس کے اخلاق اچھے اور نیک ہوں۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ اور حج و عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو۔ پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے۔

اس میں حج و عمرہ کا حکم سنایا گیا کہ ان دونوں کو ان کے فرائض و شرائط کی پابندی سے خالص اللہ کے لیے بے سستی اور نقصان کے مکمل کرو۔

تعریف حج

حج احرام باندھ کر نویں ذوالحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور بیت اللہ شریف کے طواف کو کہتے ہیں اس کے لیے خاص وقت مقرر ہے جس میں یہ افعال کیے جائیں وہ حج ہے۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حج اسلام کا چوتھا رکن و بنیاد ہے۔

بقول راجح ۹ھ ہجری میں یہ حج فرض ہوا۔ اس کی فرضیت قطعی ہے۔ حج کے فرائض احرام، عرفہ میں وقوف اور طواف زیارت ہیں۔

حج کے واجبات مزدلفہ میں وقوف۔ صفا و مروہ کے مابین سعی۔ رمی جمار اور آفاقی کے لیے طواف رجوع اور حلق یا قصر۔ عمرہ کے رکن طواف و سعی ہیں اور اس کی شرط احرام اور حلق ہے۔

حج و عمرہ کے چار طریقے ہیں

(۱) افراد بالحج، وہ کہ حج کے مہینوں میں یا ان سے قبل میقات سے یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھے اور دل میں اس کی نیت کرے خواہ تلبیہ زبان سے پڑھتے وقت اس کا نام لے یا نہ لے۔

(۲) افراد بالعمرۃ وہ یہ کہ میقات سے یا اس سے پہلے اشہر حج میں یا ان سے قبل عمرہ کا احرام باندھے اور دل سے اس کا قصد کرے۔ خواہ وقت تلبیہ زبان سے اس کا ذکر کرے یا نہ کرے اور اس کیلئے اشہر حج میں یا اس سے قبل طواف کرے خواہ اس سال میں حج کرے یا نہ کرے مگر حج وغیرہ کے درمیان الحام صحیح کرے۔ الحام یہ ہے کہ اپنے اہل کی طرف سے حلال ہو کر واپس جائے۔

(۳) قِران یہ ہے کہ حج و عمرہ دونوں کو احرام میں جمع کرے خواہ احرام میقات سے باندھا ہو یا اس سے پہلے اشہر حج میں یا اس سے قبل۔ دل سے حج و عمرہ دونوں کی نیت کی ہو خواہ وقت تلبیہ زبان سے دونوں کا ذکر کرے یا نہ کرے اس میں اول عمرہ کے افعال ادا کرے پھر حج کے افعال پورے کیے جائیں۔

(۴) تمتّع۔ یہ ہے کہ میقات سے یا اس سے پہلے اشہر حج میں عمرہ کرے یا اکثر طواف عام اس سے کہ اشہر حج میں ہو اور حلال ہو کر حج کا احرام باندھے اور اس سال حج کرے اور حج وغیرہ کے درمیان اپنے اہل کے ساتھ المام صحیح نہ کرے۔

اس آیت میں فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ میں جو ہدایت ہے وہ اس امر کی ہے کہ اگر حج یا عمرہ سے بعد شروع کرنے اور گھر سے نکلنے اور محرم ہو جانے سے تمہیں کوئی مانع ادائے حج یا عمرہ میں پیش آئے خواہ وہ دشمن کا خوف ہو یا مرض ایسی حالت میں تم احرام سے باہر آجاؤ۔

علماء کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حدیبیہ کے واقعہ میں نازل ہوئی۔ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ احرام میں تھے۔ عمرہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ مقام حدیبیہ پر آپ کو مشرکین کے گروہ نے روک دیا حضرت امام ابو حنیفۃ النعمان رضی اللہ عنہ نے احصار کی تفسیر میں فرمایا۔ احصار حصر کے معنی میں ہے لغت میں منع کرنے کو کہتے ہیں اس کا سبب کچھ بھی ہو۔ مگر اس صورت میں ماتیسر یعنی اونٹ۔ گائے یا بکری جو بھی میسر ہو اس کا بھیجنا واجب ہے۔

حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ۔ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں اس کے ذبح کا حکم ہے اور وہ حرم میں مخصوص ہے۔ بیرون حرم قربانی نہیں ہو سکتی۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ۔ اور نہ منڈاؤ اپنے سر یہاں تک کہ پہنچ جائے قربانی اپنے ٹھکانے کو۔ محل ہدی حرم ہے خون بہانا فی نفسہ عبادت نہیں کسی زمانہ خاص یا مکان میں ہو تو عبادت ہوگا اس لیے حرم میں ذبح شرط ہے اس لیے محصر پر واجب ہے کہ ہدی حرم میں بھیجے اور ذبح کا دن مقرر کر دے۔ آگے ارشاد ہے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًی مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ۔ پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو فدیہ دے روزوں سے۔ یا خیرات کرے یا قربانی۔

سر میں تکلیف ایسی ہو جس سے سر منڈانے پر مجبور ہو تو منڈا لے اس کے بعد اس کے ذمہ فدیہ ہوگا تین روزے یا چھ مسکینوں کا کھانا۔ ہر مسکین کے لیے پونے دو سیر گندم ہے یا قربانی بکرے یا دنبہ کی جو سال سے کم کا نہ ہو۔

فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ پھر جب تم امن میں ہو جاؤ تو جو حج سے عمرہ ملانے کا تمتع کرے اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات جب اپنے گھر لوٹ کر آئے۔ یہ پورے دس ہوئے۔

یہ حکم حج تمتع کا ہے اور قربانی بھی تمتع کی ہے جو حج کے شکر میں واجب ہے خواہ یہ حج تمتع کرنے والا فقیر ہو حاجیوں پر عید اضحی کی قربانی نہیں۔ اس لیے کہ یہ قربانی فقیر اور مسافر پر واجب نہیں ہوتی۔

فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ سے مراد یکم شوال سے نویں ذوالحجہ تک احرام باندھنے کے بعد اس درمیان میں جب چاہے یہ روزے رکھ لے۔ تینوں ایک ساتھ یا ایک ایک کر کے بہتر یہ ہے کہ ۷۔ ۸۔ ۹ ذوالحجہ کو رکھے۔ باقی سات واپس آکر رکھے جائیں۔

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ یَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ یہ حکم اس کے لیے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب والا ہے۔ چونکہ تمتع اور قران اہل مکہ کے لیے نہیں۔ اس لیے یہ حکم واضح کیا۔ حدود مواقیت کا تذکرہ اس لیے نہیں کیا کہ اس سے سمجھا جا سکے گا کہ ان کے اندر اندر جو رہنے والے ہیں وہ اہل مکہ میں داخل ہیں۔

مواقیت پانچ ہیں۔

ذوالحلیفہ۔ ذات عرق۔ جحفہ۔ قرن۔ یلملم۔

۱:۔ ذوالحلیفہ اہل مدینہ کا میقات ہے۔

۲:۔ ذاتِ عِرق۔ یا جحفہ اہل عراق کا میقات ہے۔

۳:۔ اہل شام کے لیے جحفہ۔

۴:۔ اہل نجد کے لیے قرن۔

۵ اہل یمن کے لیے یلملم۔

نوٹ:۔ شوال۔ ذوالقعدہ اور دس تاریخیں ذوالحجہ کی ان میں حج کے تمام افعال درست ہیں۔ اگر کسی نے ان ایام سے پہلے احرام حج باندھ لیا جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔

تلبیہ یہ ہے

لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ۔ میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں تمام تعریفیں اور نعمتیں تیری ہیں بادشاہی تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع پ۲ سورۃ بقرہ

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ط وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ ہ

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ص وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰٮكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۤلِّيْنَ ہ

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا

حج کے چند مہینے ہیں معلوم تو جو ان میں حج اپنے ذمہ لے نہ عورتوں سے صحبت ہو نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت تک اور جو تم بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے اور توشہ ساتھ لو اور تحقیق بہتر توشہ تقویٰ ہے اور مجھ سے ڈرو اے عقل والو۔

نہیں تم پر کوئی گناہ کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو تو جب واپس لوٹو عرفات سے تو اللہ کی یاد کرو مشعر حرام کے پاس۔ اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت کی اور اس سے پہلے تم بہکے ہوئے تھے۔

پھر پلٹو تم بھی وہاں سے جہاں سے لوگ پلٹتے ہیں اور

اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

اللہ سے استغفار کرو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝

تو جب اپنے حج کے ارکان پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے۔ یا اس سے زیادہ ذکر اور بعض آدمیوں میں سے یوں کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب جہنم سے بچا۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝

یہ وہ ہیں کہ ان کے لیے حصہ ہے ان کی کمائی سے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰی ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

اور اللہ کی یاد کرو گنے ہوئے دنوں میں تو جو جلدی کر کے دو دن میں چلا جائے تو نہیں اس پر کوئی گناہ اور جو پیچھے رہ جائے تو اس پر گناہ نہیں جو پرہیزگاری کرے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝

اور بعض آدمی وہ ہیں کہ دنیا کی زندگی پسند کرتے ہیں۔ اور اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ لاتے ہیں وہ سب سے بڑے جھگڑالو ہیں۔

وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ۝

اور جب پیٹھ پھیرے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے اور کھیتی اور نسلیں تباہ کرے اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ

اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے گناہ کی ضد اور چڑھے ایسے کو دوزخ کافی ہے اور

الْمِهَادُ ۝

وہ بہت برا بچھونا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہتے ہوئے اور اللہ بندوں پہ مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو وہ یقیناً تمہارا کھلا دشمن ہے۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اور اگر بعد اس روشن ہدایت کے بھی تم مزلت کی طرف گئے۔ تو جان لو بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

کیا یہ لوگ اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان پر خدا کا عذاب بادل کے سائبانوں میں آ نازل ہو۔ اور فرشتے بھی اتر آئیں۔ اور کام تمام کر دیا جائے۔ اور سب کاموں رجوع اللہ کی طرف ہے

لفظی ترجمہ

اَلْحَجُّ۔ حج کے	اَشْهُرٌ۔ چند مہینے	مَّعْلُوْمٰتٌ۔ مقرر ہیں	فَمَنْ۔ تو جو
فَرَضَ۔ نیت کرے	فِيْهِنَّ۔ ان میں	الْحَجَّ۔ حج کی	فَلَا۔ تو نہ
رَفَثَ۔ فحش کلامی ہو	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	فُسُوْقَ۔ گناہ
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	جِدَالَ۔ جھگڑا	فِي۔ بیچ
اَلْحَجِّ۔ حج کے	وَ۔ اور	مَا۔ جو	تَفْعَلُوْا۔ کرو تم
مِنْ خَيْرٍ۔ بھلائی	يَّعْلَمْهُ۔ جانتا ہے اسے	اللّٰهُ۔ اللہ	وَ۔ اور
تَزَوَّدُوْا۔ توشہ ساتھ لو	فَاِنَّ۔ تو بیشک	خَيْرَ۔ بہترین	الزَّادِ۔ توشہ
التَّقْوٰی۔ تقوی ہے	وَ۔ اور	اتَّقُوْنِ۔ ڈرو مجھ سے	يٰٓ۔ اے
اُولِی الْاَلْبَابِ۔ عقل والو		لَيْسَ۔ نہیں ہے	عَلَيْكُمْ۔ تم پہ
جُنَاحٌ۔ کوئی گناہ	اَنْ۔ یہ کہ	تَبْتَغُوْا۔ تلاش کرو	فَضْلًا۔ فضل

مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ اپنے رب سے		فَاِذَآ۔ پھر جب	اَفَضْتُمْ۔ پلٹو
مِّنْ عَرَفٰتٍ۔ عرفات سے	فَاذْكُرُوا۔ تو ذکر کرو	اللّٰهَ۔ اللہ کا	عِنْدَ۔ نزدیک
الْمَشْعَرِ۔ جبل	الْحَرَامِ۔ قزح کے	وَ۔ اور	اذْكُرُوْهُ۔ اسکی یاد کرو
كَمَا۔ جیسے	هَدٰىكُمْ۔ اس نے تمہیں ہدایت کی		وَ۔ اور
اِنْ۔ بیشک	كُنْتُمْ۔ تھے تم	مِنْ قَبْلِهٖ۔ اس سے پہلے	لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ۔ بہکے ہوئے
ثُمَّ۔ پھر	اَفِيْضُوْا۔ پلٹو	مِنْ حَيْثُ۔ جہاں سے	اَفَاضَ۔ پلٹتے ہیں
النَّاسُ۔ لوگ	وَ۔ اور	اسْتَغْفِرُوا۔ بخشش مانگو	اللّٰهَ۔ اللہ سے
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ۔ مہربان ہے
فَاِذَا۔ پھر جب	قَضَيْتُمْ۔ پورا کرلو	مَّنَاسِكَكُمْ۔ تمام مناسک حج کے	
فَاذْكُرُوا۔ تو یاد کرو	اللّٰهَ۔ اللہ کو	كَذِكْرِكُمْ۔ جیسے یاد کرتے ہو	اٰبَآءَكُمْ۔ اپنے باپ داداکو
اَوْ۔ یا	اَشَدَّ۔ اس سے بھی زیادہ	ذِكْرًا۔ یاد کرنا	فَمِنَ النَّاسِ۔ تو بعض
لوگ ہیں	مَنْ۔ جو	يَّقُوْلُ۔ کہتے ہیں	رَبَّنَآ۔ اے ہمارے رب
اٰتِنَا۔ دے ہمیں	فِي الدُّنْيَا۔ دنیا میں	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
لَهٗ۔ اس کا	فِي الْاٰخِرَةِ۔ آخرت میں	مِنْ خَلَاقٍ۔ کوئی حصہ	وَ۔ اور
مِنْهُمْ۔ ان میں سے	مَّنْ۔ وہ ہیں جو	يَّقُوْلُ۔ کہتے ہیں	رَبَّنَآ۔ اے ہمارے رب
اٰتِنَا۔ دے ہمیں	فِي۔ بیچ	الدُّنْيَا۔ دنیا کے	حَسَنَةً۔ بھلائی
وَ۔ اور	فِي۔ بیچ	الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کے	حَسَنَةً۔ بھلائی
وَ۔ اور	قِنَا۔ بچا ہم کو	عَذَابَ۔ عذاب	النَّارِ۔ جہنم سے
اُولٰٓئِكَ۔ یہ ہیں کہ	لَهُمْ۔ ان کے لیے	نَصِيْبٌ۔ حصہ ہے	مِّمَّا۔ اس سے
كَسَبُوْا۔ جو وہ کمائیں	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	سَرِيْعُ۔ جلد
الْحِسَابِ۔ حساب کرنیوالا ہے	وَ۔ اور	اذْكُرُوا۔ یاد کرو	اللّٰهَ۔ اللہ کو
فِيْ۔ بیچ	اَيَّامٍ۔ دنوں	مَّعْدُوْدٰتٍ۔ گنے ہوئے کے	فَمَنْ۔ تو جو
تَعَجَّلَ۔ جلدی کرے	فِيْ۔ بیچ	يَوْمَيْنِ۔ دو دن کے	فَلَآ۔ تو نہیں
اِثْمَ۔ گناہ	عَلَيْهِ۔ اس پہ	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو
تَاَخَّرَ۔ ٹھہرے	فَلَآ۔ تو نہیں	اِثْمَ۔ گناہ	عَلَيْهِ۔ اس پر

لِمَنِ۔ واسطے اس کے جو	اتَّقٰی۔ پرہیزگار رہو	وَ۔ اور	اتَّقُوا۔ ڈرو
اللّٰهَ۔ اللہ سے	وَ۔ اور	اعْلَمُوْا۔ جان لو	اَنَّكُمْ۔ بیشک تم
اِلَيْهِ۔ اس کی طرف	تُحْشَرُوْنَ۔ اٹھائے جاؤ گے	وَ۔ اور	مِنَ النَّاسِ۔ بعض لوگ
مَنْ۔ وہ ہیں	يُّعْجِبُكَ۔ پسند آتی ہے آپ کو	قَوْلُهٗ۔ انکی بات	فِي۔ بیچ
الْحَيٰوةِ۔ زندگی	الدُّنْيَا۔ دنیا کے	وَ۔ اور	يُشْهِدُ۔ گواہ بناتا ہے
اللّٰهَ۔ اللہ کو	عَلٰى۔ اوپر	مَا فِيْ۔ اسکے کہ جو بیچ	قَلْبِهٖ۔ اسکے دل کے ہے
وَ۔ اور	هُوَ۔ وہ ہے	اَلَدُّ۔ سخت	الْخِصَامِ۔ جھگڑالو
وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	تَوَلّٰى۔ پھرتا ہے	سَعٰى۔ کوشش کرتا ہے
فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	لِيُفْسِدَ۔ تاکہ فساد کرے	فِيْهَا۔ اس میں
وَ۔ اور	يُهْلِكَ۔ ہلاک کرتا ہے	الْحَرْثَ۔ کھیتی	وَ۔ اور
النَّسْلَ۔ نسل کو	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	لَا۔ نہیں
يُحِبُّ۔ پسند کرتا	الْفَسَادَ۔ فساد کو	وَ۔ اور	اِذَا۔ جب
قِيْلَ۔ کہا جائے	لَهٗ۔ اسے	اتَّقِ۔ ڈر	اللّٰهَ۔ اللہ سے
اَخَذَتْهُ۔ تو پکڑتی ہے اسے	الْعِزَّةُ۔ ضد	بِالْاِثْمِ۔ گناہ میں	فَحَسْبُهٗ۔ تو کافی ہے اسے
جَهَنَّمُ۔ جہنم	وَ۔ اور	لَبِئْسَ۔ برا ہے	الْمِهَادُ۔ بچھونا
وَ۔ اور	مِنَ النَّاسِ۔ بعض لوگ	مَنْ۔ وہ ہیں	يَّشْرِيْ۔ جو بیچتے ہیں
نَفْسَهُ۔ اپنی جان	ابْتِغَآءَ۔ چاہتے ہیں	مَرْضَاتِ۔ رضا	اللّٰهِ۔ اللہ کی
وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	رَءُوْفٌ۔ مہربان ہے	بِالْعِبَادِ۔ بندوں پر
يَا۔ اے	اَيُّهَا۔ وہ	الَّذِيْنَ۔ لوگو	اٰمَنُوا۔ جو ایمان لائے ہو
ادْخُلُوْا۔ داخل ہو جاؤ	فِي۔ بیچ	السِّلْمِ۔ اسلام کے	كَآفَّةً۔ پورے پورے
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَتَّبِعُوْا۔ پیروی کرو	خُطُوٰتِ۔ قدموں
الشَّيْطٰنِ۔ شیطان کی	اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	لَكُمْ۔ تمہارا	عَدُوٌّ۔ دشمن ہے
مُّبِيْنٌ۔ کھلا	فَاِنْ۔ پھر اگر	زَلَلْتُمْ۔ پھسل گئے تم	مِنْ۔ اسکے
بَعْدِ۔ بعد	مَا۔ جو	جَآءَتْكُمُ۔ آئیں تمہارے پاس	الْبَيِّنٰتُ۔ کھلی دلیلیں
فَاعْلَمُوْا۔ تو جان لو	اَنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	عَزِيْزٌ۔ غالب ہے۔

حَکِیْمٌ ۔ حکمت والا ہے	هَلْ ۔ کیا	يَنْظُرُوْنَ ۔ انتظار کرتے ہیں	اِلَّا ۔ مگر
اَنْ ۔ اس کا کہ	يَّاْتِيَهُمُ ۔ آئے انکی طرف	اللّٰهُ ۔ اللہ	فِيْ ۔ بیچ
ظُلَلٍ ۔ چھائے ہوئے	مِّنَ الْغَمَامِ ۔ بادلوں کے	وَ ۔ اور	الْمَلٰٓئِكَةُ ۔ فرشتے بھی
وَ ۔ اور	قُضِيَ ۔ نافذ ہو	اَلْاَمْرُ ۔ حکم	وَ ۔ اور
اِلَى ۔ طرف	اللّٰهِ ۔ اللہ کے	تُرْجَعُ ۔ لوٹتے ہیں	الْاُمُوْرُ ۔ تمام حکم

مختصر تفسیر اُردو نواں رکوع پ ۲ سورۃ بقرہ

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۔ حج کے چند مہینے جانے ہوئے ہیں۔

شوال ۔ ذیقعد اور دس تاریخیں ذوالحج کی ۔ حج کے افعال انہی میں درست ہیں اگر کوئی ان ایام سے پہلے احرام کرے تو جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ ۔ تو جو ان ایام میں حج کی نیت کرے۔

یعنی جو حج اپنے اوپر لازم و واجب کرے احرام باندھ کر یا تلبیہ کہہ کر یا ہدی چلا کر اس پر لازم ہے کہ

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۔ تو نہ عورتوں سے تقرب و ملامست کرے نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا حج کے ایام میں۔

عربی زبان میں رفث کنایہ ہے جماع سے اور ہر وہ حرکت جس سے جماع یا لوازم جماع کا مفہوم حاصل ہو آیت کریمہ میں اس قسم کی ہر حرکت سے باز رہنے کو فرمایا گیا اور فسوق فسق کی جمع ہے فسق کے معنی علامہ راغب نے بتائے کہ حد شرع سے نکلنے والے کو فاسق کہتے ہیں اور فسق الرطب اس وقت بولتے ہیں جب کھجور اپنے چھلکے سے علیحدہ ہو جائے اور شریعت مطہرہ میں فسق ذنب قلیل اور کثیر دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے وَلَا جِدَالَ ۔ لڑائی جھگڑے کے معنی میں جدل و جدال کا اطلاق ہوتا ہے۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۔

اور جو تم بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیز گاری ہے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو۔

معصیت شعاری ۔ فسق و فجور ۔ جدل و جدال کی ممانعت کے بعد نیکیوں کی ترغیب دی گئی اور فرمایا کہ بجائے فسق کے تقویٰ اور بجائے جدال کے اخلاق حمیدہ اختیار کرو۔

پھر وَتَزَوَّدُوْا کا حکم ملا۔ اس کا شان نزول یہ ہے کہ بعض یمنی لوگ حج کے لیے بے سروسامانی کی حالت میں آجاتے اور اپنے آپ کو متوکل بتاتے تھے۔ پھر مکہ معظمہ میں آکر سوال شروع کرتے اور کبھی غصب اور خیانت کے بھی مرتکب ہوتے۔ ان کے لیے یہ حکم ہوا کہ بے سروسامانی کی حالت میں سفر حج نہ کرو بلکہ توشہ لے کر چلو اور دوسروں پر بار نہ ڈالو۔ لوگوں سے سوال نہ کرو کہ یہ سوال کرنا بھی پرہیزگاری کے خلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں حکم ہے کہ بہترین توشہ تقوی ہے جس طرح دنیوی سفر کے لیے زاد راہ ضروری ہے ایسے ہی آخرت کے سفر کے لیے توشۂ تقوی لازمی ہے اور

وَاتَّقُوْنِ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ میں جو اولی الالباب کو منادی بنایا وہ اس لیے کہ خوف الٰہی بلا عقل نہیں۔ اور مقتضائے عقل خوف الٰہی ہے جو اللہ سے نہ ڈرے وہ بے عقل ہے۔

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْکُرُوْہُ کَمَا ھَدٰىکُمْ ۚ وَاِنْ کُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِہٖ لَمِنَ الضَّآلِّیْنَ ۝ تم پر گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو تو جب عرفات سے واپس ہو تو اللہ کی یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت کی اور بیشک اس سے پہلے تم بہکے ہوئے تھے۔

شان نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں تین بازار لگتے تھے عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز جب اسلام کا مبارک دور آیا تو گناہ سمجھ کر حج کے دنوں میں ان بازاروں کو بند کر دیا تھا اس آیت کریمہ میں اس کا ردّ فرمایا گیا۔

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ حج میں بھی جو تجارت کرے یا اونٹ کرائے پر چلائے تو پھر اس کا حج ہی کیا۔ جیساکہ آج کل بھی بعض ناواقف لوگ یا جہالت مآب افراد ایسا ہی خیال کرتے ہیں اس کے ردّ میں یہ آیت آئی۔

فقہاء کرام نے اس کے متعلق یہ قانون رکھا ہے کہ جب تجارت سے مناسک حج کی ادائیگی میں فرق نہ آئے تو اس وقت تجارت مباح ہے۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ میں عرفات کے متعلق حکم ہے۔ عرفات ایک مقام ہے جو موقف حجاج ہے۔ علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اترے تو ہند میں آئے اور حضرت حوا جدہ میں ایک عرصہ دراز کے بعد عرفات میں دونوں کی ملاقات ہوئی اس لیے اس کو میدان عرفات کہتے ہیں۔

ضحاک کہتے ہیں کہ عرفات اس میدان کا نام ہے جہاں حضرت آدم و حوا جدائی کے بعد ۹ ذی الحجہ کو ایک جگہ جمع ہوئے جس پہاڑ پر عرفات میں دونوں ملے وہ جبل نور ہے اور نویں ذی الحجہ کو اسی وجہ میں عرفہ کا دن کہتے ہیں۔ یہاں کے

متعلق یہ حکم ہے کہ اس میدان عرفات میں وقوف فرض ہے۔ اس لیے کہ افاضہ بلا وقوف متصور نہیں اور فَاذْكُرُوا اللہ سے مراد تلبیہ و تہلیل ہے یا تکبیر و ثنا دعا کے ساتھ یا نماز مغرب و عشا کے ساتھ اور مشعر حرام جبل قزح ہے جس پر امام وقوف کرتا ہے۔

مشعر حرام کے پاس وقوف افضل ہے ورنہ وادیٔ محسر کے علاوہ تمام مزدلفہ موقف ہے۔ اس میں وقوف واجب ہے بے عذر ترک وقوف سے دم لازم آتا ہے۔

مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ میں پہلی حالت بتائی گئی کہ تم طریق ذکر و عبادت کچھ نہ جانتے تھے۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ پھر اے قریشیو! تم بھی وہیں سے لوٹو جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں اور اللہ سے استغفار کرو بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ابتدا میں رسم تھی کہ قریش مزدلفہ میں ٹھہرے رہتے اور سب لوگوں کے ساتھ عرفات میں وقوف نہ کرتے۔ جب لوگ عرفات سے پلٹتے تو یہ مزدلفہ سے پلٹتے اور اس میں اپنے خاندان کا امتیاز اور بڑائی سمجھتے اس آیت میں انہیں حکم دیا گیا کہ سب کے ساتھ عرفات میں وقوف کرو۔ اور سب کے ساتھ ہی پلٹا کرو۔ یہی حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کی سنت ہے۔

طریق حج کا مختصر حال

حاجی ۸ ذی الحجہ کی صبح مکہ مکرمہ سے منیٰ کو روانہ ہو وہاں یوم عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ کی فجر تک ٹھہرے اور پھر عرفات روانہ ہو بعد زوال امام دو خطبے پڑھے اگر امام دو خطبے پڑھے تو یہاں حاجی ظہر و عصر کی نماز امام کے ساتھ جمع کر کے پڑھے ان دونوں نمازوں کی اذان ایک ہوگی اور تکبیر بھی ایک دونوں نمازوں کے مابین کوئی نفل نہ پڑھے جائیں سوائے سنت ظہر کے اگر امام صحیح نہ ہو یا ایسا نہ کیا جاتا ہو تو پھر اپنی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھے اور وقت پر پڑھے میدان عرفات میں غروب تک ٹھہرنا چاہیئے پھر وہاں سے مزدلفہ آ کر مغرب عشا جمع کر کے عشا کے وقت میں پڑھے۔ مزدلفہ میں شب بھر ٹھہرے اور فجر اندھیرے میں پڑھ کر وہاں سے منیٰ روانہ ہو۔

وادیٔ محسر کے سوا تمام مزدلفہ اور بطن عرنہ کے سوا تمام عرفات موقف ہے۔

جب صبح خوب روشن ہو تو یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ کو منیٰ میں بطن وادی سے جمرۂ عقبہ کی سات مرتبہ رمی کرے پھر اگر چاہے قربانی کرے پھر بال منڈائے یا کتروائے۔ ایام نحر کے تین دنوں میں سے کسی دن طواف زیارت کرے۔ منیٰ میں تین روز اقامت کرے اور گیارہویں کے زوال کے بعد تینوں جمروں کی رمی کرے۔

پہلی رمی اس جمرہ سے شروع کرے جو مسجد کے قریب ہے پھر جو اس کے بعد ہے پھر جمرہ عقبہ ہر ایک پر سات سات کنکر مارے پھر دوسرے روز بھی ایسا ہی کرے پھر اس کے بعد ایسا ہی کرے پھر مکہ مکرمہ کی طرف چلا آئے۔

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا۔ پھر جب اپنے حج کے مناسک پورے کر لو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

مختصر مناسک جو اوپر بیان ہو چکے ہیں ان سے فارغ ہو کر حرم پاک میں آکر ذکر الٰہی کرو۔ کذکرکم آباءکم میں جو تشبیہ دی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب حج کے بعد کعبہ شریف کے قریب آکر اپنے آباؤ اجداد کے فضائل بیان کرتے تھے، اسلام میں بتایا گیا کہ یہ شہرۂ خود نمائی کی لغو تیں کرنے کے بجائے اللہ کی یاد ذوق و شوق و محبت میں کرو۔

اس آیت سے صوفیاء کرام کے اذکار جہریہ اور ذکر بجماعت اور ذکر بالقلب ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ حکم کا مورد ہمیشہ خاص ہوتا ہے لیکن اس کا حکم اس وقت تک عام رہے گا جب تک اس میں کوئی مخصص نہ آجائے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا کَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ تو بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دے دنیا میں بھلائی اور نہیں آخرت میں ان کا کچھ حصہ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دے دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہمیں عذاب جہنم سے یہ وہ ہیں جن کے لیے حصہ ہے ان کے عملوں سے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

اس آیت میں دعا کرنے والوں کی دو قسم فرمائیں ایک وہ کافر بے دین جس کی دعا میں صرف دنیا طلبی ہوتی ہے اور آخرت سے نہ ان کا تعلق نہ اس پر ان کا کچھ عقیدہ ان کے لیے فرمایا کہ ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔

دوسرے وہ ایماندار جو دنیا و آخرت دونوں کی بہتریاں اپنی دعا میں طلب کرتے ہیں انہیں بشارت دی کہ انہیں دونوں جگہ ان کے عملوں کے موافق ملے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مومن محض دنیا کا طالب نہیں ہوتا بلکہ دنیا و آخرت دونوں کی بہبودی طلب کرتا ہے۔

دوسرے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دعا بھی کسب اور اعمال میں داخل ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہوتی تھی۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (مدارک و خازن)

علامہ بغوی نے اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایسا کمزور و دبلا ہو رہا ہے جیسے انڈے سے بچہ نکلتا ہے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو اللہ تعالے سے کیا مانگتا تھا؟ یا کیا دعا کرتا تھا اس نے جواباً عرض کیا یا رسول اللہ میں اللہ کے حضور عرض کرتا تھا اے اللہ آخرت کا جس قدر عذاب ہے مجھے دنیا میں ہی عطا کر دے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سبحان اللہ تجھ میں عذاب کی برداشت نہیں تو نے اس طرح کیوں نہیں مانگا رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰی ؕ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ۔ اور اللہ کی یاد کرو گنے ہوئے دنوں میں یعنی ایام تشریق میں اور ذکر اللہ سے نمازوں کے بعد اور رمی جمار کے وقت تکبیر کہنا مراد ہے اور فَمَنْ تَعَجَّلَ سے یہ ترجمہ ہوا تو جو جلدی کرے یعنی دو دنوں میں چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں تو جو رہ جائے تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں پرہیزگار کے لیے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو تمہیں سب کو اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں دو قسم کے حاجی ہوتے تھے بعض وہ جو غیر عرفات کے موقف سے فارغ ہوتے ہی جلدی چلے جاتے تھے تو دوسرا طبقہ انہیں گنہگار کہتا تو چلے جانے والے رہ جانے والوں کو گنہگار بتاتے اس کی تصریح فرمائی گئی کہ ان میں کوئی بھی مرتکب معصیت نہیں ہوا وہ محض جلدی چلے جانے اور ٹھہرے رہنے سے گنہگار نہیں اس پر گناہ کا الزام محض اختراع ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج اور عمرہ دونوں گناہوں کو ایسا دور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کی میل کو۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُکَ قَوْلُہٗ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیُشْہِدُ اللّٰہَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِہٖ ۙ وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۔ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْھَا وَیُھْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ۔ اور بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جو دنیا کی زندگی میں حیات دنیا کو بھلا جانتے ہوئے اور اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ لاتے ہیں اور درحقیقت سب سے بڑے جھگڑالو ہیں اور جب پیٹھ پھیریں تو زمین میں فساد ڈالتے پھریں اور کھیتی اور جانیں تباہ کریں اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔

شان نزول

یہ ہر دو آیات اخیر میں مشرکوں اور منافقوں کے حق میں نازل ہوئیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت لجاجت سے میٹھی میٹھی باتیں کرتے تھے اور اپنے اسلام اور حضور سے محبت کے دعویدار تھے۔ اور اس دعوی پر قسمیں کھاتے اور در پردہ فساد انگیزی کرتے۔ کہیں مسلمانوں کے مویشی ہلاک کرتے اور کہیں

کھیتیاں آگ لگا کر تباہ کرتے ان کی بدباطنی کو واضح کیا (خازن)

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی۔ ایسے کو دوزخ کافی ہے اور یہ بہت برا بچھونا ہے۔

علامہ راغب نے عزت بمعنی حمیت بھی لیے یعنی اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ پکڑتی ہے اسے حمیت وغیرہ اور اس ضد میں وہ گناہ پر مصر ہوتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ○ اور بعض آدمی وہ ہیں جو اپنی جان بیچتے ہیں امر بالمعروف یا جہاد میں اور اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

حضرت صہیب بن سنان رومی مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے حضور کی خدمت میں مدینہ طیبہ آئے تو مشرکین کی ایک جماعت نے تعاقب کیا تو آپ اپنی ناقہ سے اترے اور ترکش سے تیر نکال کر فرمایا اے قریشیو! تم میں سے کوئی میرے پاس نہ پہنچ سکے گا حتیٰ کہ میں تیر مارتے مارتے ترکش خالی نہ کر دوں اور پھر جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے۔ انجام یہ ہوگا کہ تم سب ختم ہو جاؤ گے اور مجھے نہ پا سکو گے۔

البتہ اگر تم میرا مال چاہتے ہو تو جو مکہ میں دفن کر آیا ہوں میں تمہیں اس کا پتہ بتا دوں بشرطیکہ تم مجھ سے تعرض نہ کرو وہ جماعت اس پر راضی ہو گئی۔ آپ نے اپنا تمام مال جو مکہ میں دفن شدہ تھا انہیں بتا دیا اور مدینہ طیبہ آ پہنچے حضور سے تمام سرگذشت بیان کی اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ حضور نے فرمایا صہیب تمہاری یہ تجارت اور جان فروشی بڑی نفع بخش تجارت ہے۔

اسی طرح حضرت عاصم۔ حضرت خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ اور عبداللہ بن طارق رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شہادت کا واقعہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ○ اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم پر قدم نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

شان نزول۔ اہل کتاب میں حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد شریعت موسوی کے بعض احکام رہے۔ چنانچہ شنبہ کی تعظیم کرتے اس روز شکار سے مجتنب رہتے اور شتر اور اس کے گوشت سے پرہیز کرتے اور یہ خیال کرتے کہ اگرچہ یہ چیزیں اسلام میں مباح ہیں مگر ان کا کرنا ضروری نہیں۔ اور توریت میں ان سے اجتناب لازم ہے اور اسلام میں ان کا ترک ممنوع نہیں۔ لہٰذا اس سے اسلام کی مخالفت لازم نہیں آتی اور اس پر شریعت موسوی پر بھی عمل ہو جاتا ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا کہ جب

توریت کے احکام اسلام میں منسوخ ہو چکے تو ان پر اتباع کرنا خطوات شیطانی کا اتباع ہے۔ لہذا قرآنِ کریم کے علاوہ کسی کتاب سے تمسک جائز نہیں۔ آئندہ اس قسم کے شبہات اور وساوس میں نہ پڑو (خازن)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر آئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم یہود سے ایسی باتیں سنتے ہیں جو اچھی معلوم ہوتی ہیں اگر حضور اجازت دیں تو ہم لکھ لیا کریں۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی اسی طرح حد سے بڑھ جاؤ گے جس طرح یہود و نصاریٰ بڑھ گئے میں تمہارے لیے جو احکام لایا ہوں وہ صاف و روشن ہیں اگر موسیٰ علیہ السلام بھی اس وقت موجود ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے سوا کچھ نہ بن پڑتا۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۠ ۝ اور اگر اس کے بعد بھی تم نے اپنے قدم میں تزلزل پیدا کیا۔ بعد اس کے کہ تمہارے پاس روشن حکم آچکے تو جان لو اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ کاہے کا انتظار کر رہے ہو یہی نا کہ اللہ کا عذاب آئے چھائے ہوئے بادلوں میں اور فرشتے اتریں اور حکم نافذ ہو جائے اور سب کاموں کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے۔

زللتم کے معنی ڈھسلنا ہے اور پھسلنا بھی ہو سکتا ہے۔ حاصل معنی یہ ہیں کہ تزلزلِ قدم۔ تذبذب عقیدہ لبعدہ کے واضح دلیلوں اور روشن احکام آچکے پھر بھی خلاف روش اختیار کرنا صحیح نہیں۔

ایسی مخالفت کے نتیجہ میں ارشاد ہوا کہ دلائل نبوت کی مخالفت پر عذاب ہی آسکتا ہے اور عذاب لانے کے لیے فرشتے نازل ہوں گے اور چھائے ہوئے بادلوں میں عذاب رونما ہو گا۔

بامحاورہ ترجمہ پچیسواں رکوع پ۲ سورۃ بقرۃ

سَلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍؕ وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝	اولاد یعقوب سے پوچھئے ہم نے کتنی روشن نشانیاں انہیں دیں اور جو بدل دے اللہ کی آئی ہوئی نعمت تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔
زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ یَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ	آراستہ کی گئی ان کے لیے جو کافر ہیں دنیا کی زندگی اور مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہیں اور پرہیزگار ان سے بلند

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

ہوں گے بروز قیامت اور اللہ دیتا ہے جسے چاہے بے حساب۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

لوگ ایک دین پر تھے۔ پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے اور نازل کی ان کے ساتھ سچی کتاب کہ لوگوں میں فیصلہ کر دے ان کے اختلافوں کا اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر انہیں نے جن کو کتاب دی گئی روشن دلائل سے آپس کی سرکشی میں تو ہدایت کی اللہ نے ایمان والوں کو اس سے جس میں وہ جھگڑتے ہیں حق بات پر اپنے حکم سے اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝

کیا تم اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر نہ آئی اگلوں کی سی روداد پہنچی انہیں سختی اور شدت اور ہلا ڈالے گئے یہاں تک کہ کہا رسول نے اور اس کے ساتھ والے بولے کب آئے گی اللہ کی مدد سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں فرما دیجئے جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ والدین اور قریبی رشتہ دار اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کو اور جو بھلائی کرو بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

تم پر فرض کیا گیا خدا کی راہ میں جہاد اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند ہو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

لفظی ترجمہ

سَلْ۔ پوچھ	بَنِیْ۔ اولاد	اِسْرَآئِیْلَ۔ یعقوب سے	کَمْ۔ کتنی
اٰتَیْنٰھُمْ۔ دیں ہم نے ان کو	مِّنْ اٰیَۃٍ۔ نشانیاں	بَیِّنَۃٍ۔ کھلی	وَ۔ اور
مَنْ۔ جو	یُّبَدِّلْ۔ بدلے	نِعْمَۃَ۔ نعمت	اللّٰہِ۔ اللہ کی
مِنْ بَعْدِ۔ بعد اس کے	مَا۔ جو	جَآءَتْہُ۔ آئی اس کے پاس	فَاِنَّ۔ تو بیشک
اللّٰہَ۔ اللہ	شَدِیْدُ۔ سخت	الْعِقَابِ۔ عذاب والا ہے	زُیِّنَ۔ زینت دی گئی
لِلَّذِیْنَ۔ ان کو جو	کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے	الْحَیٰوۃُ۔ زندگی	الدُّنْیَا۔ دنیا کی
وَ۔ اور	یَسْخَرُوْنَ۔ تمسخر کرتے ہیں	مِنَ الَّذِیْنَ۔ ان سے جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے
وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	اتَّقَوْا۔ پرہیزگار ہیں	فَوْقَھُمْ۔ ان کے اوپر ہیں
یَوْمَ۔ دن	الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے	وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ
یَرْزُقُ۔ دیتا ہے	مَنْ۔ جسے	یَّشَآءُ۔ چاہے	بِغَیْرِ۔ بلا
حِسَابٍ۔ حساب	کَانَ۔ تھے	النَّاسُ۔ لوگ	اُمَّۃً۔ جماعت
وَّاحِدَۃً۔ ایک	فَبَعَثَ۔ تو بھیجے	اللّٰہُ۔ اللہ نے	النَّبِیّٖنَ۔ نبی
مُبَشِّرِیْنَ۔ خوشخبری دیتے	وَ۔ اور	مُنْذِرِیْنَ۔ ڈر سناتے	وَ۔ اور
اَنْزَلَ۔ اتاری	مَعَھُمُ۔ ان کے ساتھ	الْکِتٰبَ۔ کتاب	بِالْحَقِّ۔ ساتھ حق کے
لِیَحْکُمَ۔ تاکہ فیصلہ کرے	بَیْنَ۔ درمیان	النَّاسِ۔ لوگوں کے	فِیْمَا۔ اس میں
اخْتَلَفُوْا۔ جو اختلاف کیا انہوں نے		فِیْہِ۔ اس میں	وَ۔ اور
مَا۔ نہ	اخْتَلَفَ۔ اختلاف کیا	فِیْہِ۔ اس میں	اِلَّا۔ مگر
الَّذِیْنَ۔ ان لوگوں نے	اُوْتُوْہُ۔ جنہیں دی گئی	مِنْ بَعْدِ۔ بعد اس کے	مَا۔ جو
جَآءَتْھُمُ۔ آئیں ان کے پاس		الْبَیِّنٰتُ۔ روشن دلیلیں	بَغْیًا۔ سرکشی سے
بَیْنَھُمْ۔ اپنے اندر	فَھَدَی۔ تو ہدایت کی	اللّٰہُ۔ اللہ نے	الَّذِیْنَ۔ انہیں
اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے	لِمَا۔ اس سے کہ	اخْتَلَفُوْا۔ اختلاف کیا	فِیْہِ۔ اس میں
مِنَ الْحَقِّ۔ سچائی کا	بِاِذْنِہٖ۔ اپنے حکم سے	وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ

یَھْدِیْ ۔ ہدایت کرتا ہے		مَنْ ۔ جسے	یَّشَآءُ ۔ چاہے
اِلٰی ۔ طرف	صِرَاطٍ ۔ رستے	مُّسْتَقِیْمٍ ۔ سیدھے کی	اَمْ ۔ کیا
حَسِبْتُمْ ۔ گمان کرتے ہو	اَنْ ۔ یہ کہ	تَدْخُلُوا ۔ داخل ہو جاؤ گے	الْجَنَّةَ ۔ جنت میں
وَ ۔ اور	لَمَّا ۔ ابھی نہیں	یَاْتِکُمْ ۔ آئی تمہارے پاس	مَثَلُ ۔ مثال
الَّذِیْنَ ۔ ان کی جو	خَلَوْا ۔ ہو گذرے	مِنْ قَبْلِكُمْ ۔ تم سے پہلے	مَسَّتْهُمُ ۔ پہنچی انکو
الْبَاْسَآءُ ۔ سختی	وَ ۔ اور	الضَّرَّآءُ ۔ شدت	وَ ۔ اور
زُلْزِلُوْا ۔ ہلا ڈالے گئے	حَتّٰی ۔ یہاں تک کہ	یَقُوْلَ ۔ کہا	الرَّسُوْلُ ۔ رسول نے
وَ ۔ اور	الَّذِیْنَ ۔ ان لوگوں نے جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے	مَعَهٗ ۔ اسکے ساتھ
مَتٰی ۔ کب ہوگی	نَصْرُ ۔ مدد	اللّٰهِ ۔ اللہ کی	اَلَآ ۔ خبردار
اِنَّ ۔ بیشک	نَصْرَ ۔ مدد	اللّٰهِ ۔ اللہ کی	قَرِیْبٌ ۔ قریب ہے
یَسْـَٔلُوْنَكَ ۔ پوچھتے ہیں تم سے		مَاذَا ۔ کیا	یُنْفِقُوْنَ ۔ خرچ کریں۔
قُلْ ۔ کہہ	مَآ ۔ جو	اَنْفَقْتُمْ ۔ خرچ کرو تم	مِّنْ خَیْرٍ ۔ بھلائی سے
فَلِلْوَالِدَیْنِ ۔ تو ماں باپ پر		وَ ۔ اور	الْاَقْرَبِیْنَ ۔ رشتہ داروں
وَ ۔ اور	الْیَتٰمٰی ۔ یتیموں	وَ ۔ اور	الْمَسٰكِیْنِ ۔ مسکینوں
وَ ۔ اور	ابْنِ السَّبِیْلِ ۔ مسافروں پر۔		وَ ۔ اور
مَا ۔ جو	تَفْعَلُوْا ۔ کرو تم	مِنْ خَیْرٍ ۔ بھلائی	فَاِنَّ ۔ تو بیشک
اللّٰهَ ۔ اللہ	بِهٖ ۔ اسکو	عَلِیْمٌ ۔ جاننے والا ہے	كُتِبَ ۔ فرض کیا گیا
عَلَیْكُمُ ۔ تم پر	الْقِتَالُ ۔ جہاد	وَ ۔ اور	هُوَ ۔ وہ
كُرْهٌ ۔ گراں ہے	لَّكُمْ ۔ تم پر	وَ ۔ اور	عَسٰی ۔ قریب ہے
اَنْ ۔ یہ کہ	تَكْرَهُوْا ۔ ناپسند کرو تم	شَیْـًٔا ۔ کسی چیز کو	وَ ۔ اور
هُوَ ۔ وہ	خَیْرٌ ۔ بہتر ہو	لَّكُمْ ۔ تمہارے لیے	وَ ۔ اور
عَسٰی ۔ قریب ہے	اَنْ ۔ یہ کہ	تُحِبُّوْا ۔ پسند کرو تم	شَیْـًٔا ۔ کسی چیز کو۔
وَ ۔ اور	هُوَ ۔ وہ	شَرٌّ ۔ بری ہو	لَّكُمْ ۔ تمہارے لیے
وَ ۔ اور	اللّٰهُ ۔ اللہ	یَعْلَمُ ۔ جانتا ہے	وَ ۔ اور
اَنْتُمْ ۔ تم	لَا ۔ نہیں	تَعْلَمُوْنَ ۔ جانتے۔	

مختصر تفسیر دسواں رکوع پ۲ سورۃ بقرہ

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍؕ وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۔ آل یعقوب سے پوچھئے۔ (آل یعقوب سے مراد وہ بنی اسرائیل ہیں۔ جو خاص مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں اور سَل سے مقصود توبیخ اور زجر ہے) کہ ہم نے کتنی ہی روشن نشانیاں انہیں دیں۔ اور جو اللہ کی نعمتوں کو بدل دے بعد اس کے کہ آئیں ان پر تو بے شک اللہ تعالےٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

آیات بینات سے ان کے انبیاء کے معجزات ہیں جو ان کے صدق نبوت کی واضح دلیل تھے۔ اور ان کی کتابوں کو دین اسلام کی حقانیت کا شاہد کیا اور اللہ کی نعمت سے آیات الٰہیہ مراد ہیں جو رشد و ہدایت کا سبب ہیں اور ان کی بدولت گمراہی سے نجات ملتی ہے اور انہیں میں وہ آیات بھی ہیں جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت میں اور بیان نبوت و رسالت میں توریت و انجیل میں وارد و صادر ہوئیں جن میں یہود نے اپنی کتاب میں اور نصاریٰ نے انجیل میں تحریف کی۔ یہ ہے نعمت الٰہی کا بدلنا اور کفران نعمت کرنا لہٰذا ان کو عذاب بھی سب سے زیادہ سخت ہوگا۔ آگے ارشاد ہے۔

زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ یَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاۘ وَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۔ کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی۔ اور مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہیں حالانکہ پرہیزگار لوگ ان سے بلند ہوں گے قیامت کے دن اور اللہ جسے چاہے بے حساب دے۔

کفار کے ذہن میں دنیا ہی سب کچھ ہے۔ اسی وجہ میں ان کے یہاں تناسخ یعنی آواگون کا عقیدہ رائج ہے جس کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ انسان مرنے کے بعد بھی اپنے کرم یعنی عملوں کے مطابق اسی دنیا میں دوسری جُون یعنی نئی صورت میں آجاتا ہے۔ کبھی بیل بن کر اور کبھی گدھا۔ کبھی کتا بن کر اور کبھی کوا۔ غرضیکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار جونوں میں بھی انسان تبدیل باشکال جدیدہ ہو کر دنیا میں آتا ہے۔

اسلام نے اس عقیدہ کا رد کیا اور وہ اس لیے اس دنیا کی پہلی زندگی کی قدر کرتے اور مرتے ہیں اور وہ پکے ایمان دار اخلاص مخلص مسلمانوں کا تمسخر کرتے ہیں جو سامان دنیا سے بے رغبت تھے جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود عمار بن یاسر صہیب رومی۔ بلال حبشی انہیں دیکھ کر بہ نظر تحقیر دیکھتے اور اپنی دنیا کے غرور میں اپنے آپ کو اونچا سمجھتے

تھے۔ اور فَوۡقَھُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اس لیے فرمایا کہ یہ اہل ایمان اور ان کے خصائل حمیدہ کے پیرو مسلمان قیامت کے دن جنات عالیہ میں بلند مقامات پر ہوں گے اور یہ دنیا پرست کفار جہنم میں ذلیل و خوار ہوں گے اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بہت سا رزق جو حساب میں آجاتا ہے وہ کم ہوتا ہے اللہ اپنے خزانے خالی کرنے سے نہیں گریز کرتا نہ وہ حساب کر کے دیتا ہے۔

کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیۡنَ وَمُنۡذِرِیۡنَ وَاَنۡزَلَ مَعَھُمُ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِیَحۡکُمَ بَیۡنَ النَّاسِ فِیۡمَا اخۡتَلَفُوۡا فِیۡہِ ؕ وَمَا اخۡتَلَفَ فِیۡہِ اِلَّا الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡہُ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡھُمُ الۡبَیِّنٰتُ بَغۡیًۢا بَیۡنَھُمۡ ۚ فَھَدَی اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَا اخۡتَلَفُوۡا فِیۡہِ مِنَ الۡحَقِّ بِاِذۡنِہٖ ؕ وَاللّٰہُ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۝

پہلے سب لوگ ایک دین پر تھے (یعنی آدم علیہ السلام کے زمانہ سے عہد نوح علیہ السلام تک سب لوگ ایک دین اور ایک شریعت کے پیرو تھے۔ پھر ان میں اختلاف ہوا اور رسم و رواج کے تخیلات توہمات نے ایک علیحدہ صورت اختیار کی تو اللہ تعالےٰ نے حضرت نوح نجی اللہ کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے ان رسم پرست رواج پرست آوارہ معاش لوگوں کو ساڑھے نو سو برس تبلیغ فرمائی یہ بعثت میں پہلے رسول ہیں (خازن) حضرت آدم اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرن کا فاصلہ تھا۔

پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے ایمان والوں کو نجات اخروی اور جنت کی بشارت دیتے، انبیاء کو بھیجنے کا مقصد کافروں ناہنجاروں بد معاشوں بدکرداروں کو ڈر سنانا اور عذاب آخرت اور ذلت عقبیٰ سے باخبر کرنا ہے۔ (تفسیر خازن)

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ نبیین کی بابت میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کل نبی کتنی تعداد میں ہوئے حضور نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار ان میں ایک بڑی تعداد تو تین سو پندرہ رسولوں کی ہے (بروایت امام احمد)

علامہ بغوی کہتے ہیں قرآن کریم میں جن کا واضح ذکر آیا ان کی تعداد اٹھائیس ہے

وَاَنۡزَلَ مَعَھُمُ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ۔ اور ان کے ساتھ سچی کتاب نازل کی تاکہ حکم کرے۔

کتاب سے مراد جنس کتاب ہے۔ بِالۡحَقِّ کتاب سے حال واقع ہے یعنی شَاھِدًا بِالۡحَقِّ یعنی اللہ یا کتاب یا جو اس کتاب کے لانے والے انبیاء جیسے حضرت آدم اور شیث اور ادریس علیہم السلام پر صحائف اور حضرت موسیٰ یا داؤد و حضرت عیسیٰ اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر توریت، انجیل، زبور اور قرآن کریم نازل فرمائے۔

تاکہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کر دے اور کتاب میں اختلاف نہیں ڈالا مگر انہیں بے دین سرکشوں نے جن کے لیے وہ کتاب دی گئی تھی۔ یہ اختلاف تبدیل و تحریف اور ایمان و کفر کا اختلاط تھا جیسا کہ یہود و نصاری نے کیا (خازن)

بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آچکے یعنی یہ اختلاف نادانی کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ حقیقت سمجھ کر دلائل کے سامنے لاجواب ہو کر ہٹ دھرمی کرتے تھے (خازن)

ابن زید کہتے ہیں ان لوگوں کا اختلاف قبلہ میں، روزوں میں، عبادت کے ایام میں اور حضرت ابراہیم کے دین و مذہب تھا۔ مثلاً کوئی مشرق کی سمت نماز پڑھتا کوئی مغرب کی سمت کوئی بیت اللہ کی سمت اس بارے میں واضح حکم بیت اللہ شریف کی سمت فرمایا گیا۔ اسی طرح ان کا اختلاف روزوں میں تھا کوئی عشرہ محرم کو رکھتا تھا اللہ تعالے نے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ اسی طرح عبادت کے لیے نصاری نے اتوار کا دن متعین کیا اور یہود نے ہفتہ کا دن متعین کیا اللہ تعالے نے مسلمانوں کو جمعہ کے دن کے لیے حکم فرمایا۔ حضرت ابراہیم کے مذہب کے سلسلہ میں یہودی ان کو یہودی کہتے تھے۔ نصاری ان کو نصرانی کہتے تھے اللہ تعالے نے واضح حق بات فرما دی کہ وہ حنیف تھے۔

یہ لوگ آپس کی سرکشی میں مسرور تھے تو اللہ نے ایمان والوں وہ حق بات دکھا دی جس میں یہ بے دین جھگڑ رہے تھے اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے اللہ تعالے نے اپنے فضل و کرم سے ان لوگوں کو جو ایمان کے طالب تھے سیدھے راستہ کی ہدایت فرمائی۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَ
الضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ

کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم پر پہلوں کی حالت نہیں آئی یعنی ان کی سی سختیاں تم پر نہیں آئیں جیسی تم سے پہلوں پر آچکی ہیں۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب غزوۂ احزاب میں مسلمانوں پہ سردی اور بھوک کی شدت نے سخت کیفیت طاری کر دی تو انہیں اس آیت کے ذریعہ تلقین صبر فرمائی اور بتایا کہ راہ خدا میں تکالیف برداشت کرنا قدیم سے خاصان حق کا معمول رہا ہے ابھی تو تمہیں تمہارے پہلوں کی سی تکالیف نہیں پہنچیں۔

بخاری شریف میں ہے حضرت خباب ابن الارت راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سایہ کعبہ میں اپنی ردا مبارک سے تکیہ فرمائے تشریف رکھتے تھے ہم نے حضور سے عرض کی کہ ہمارے لیے حضور دعا کیوں نہیں فرماتے ہم اب تو امداد کے حقدار ہیں۔ حضور نے فرمایا تم سے پہلے لوگ اس سے کہیں زیادہ سختیوں میں گرفتار ہو چکے ہیں انہیں زمین کھود کر

دبایا جاتا تھا۔ آری سے چیرا جاتا تھا۔ لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت نوچے جاتے تھے اور باوجود ان تمام تمام مصائب کے انہیں یہ مصیبتیں ان کے دین سے منحرف نہ کر سکیں تم ابھی سے گھبرا گئے انہیں تو سخت سختیاں اور شدت اور ہلا ڈالنے والی بلائیں پہنچیں حتیٰ کہ ان کا رسول اور ان کے ساتھ والے مومن پکار اٹھے کہ کب آتے گی اللہ کی مدد یعنی شدت اس نہایت کو پہنچ گئی کہ ان امتوں کے رسول اور ان کے فرمانبردار مومن بھی طلب مدد کے لیے پکار اٹھے باآنکہ رسول بڑے صابر ہوتے ہیں اور ان کے پیرو بھی باوجود مصائب و آلام کے ثابت قدم تھے سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے وعدہ کیا کہ جو صبر اور ثابت قدمی سے جمے رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو مزید کامیابی عطا فرمائے گا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۔ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۔ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۔ تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ فرما دیجئے جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ والدین اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور مساکین اور مسافروں کے لیے اور جو بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔

شان نزول:۔ یہ آیت عمرو بن جموح کے جواب میں نازل ہوئی جو معمر عمر رسیدہ آدمی تھے اور بڑے متمول دولت مند تھے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا خرچ کریں اور کس پر خرچ کریں۔ اس آیت میں انہیں بتایا کہ جس قسم کا مال جس قدر خرچ کرو کم یا زیادہ اس میں ثواب ملے گا اور آگے مصارف بتائے کہ صدقہ نافلہ میں تو ماں باپ۔ قریبی رشتہ دار اور یتیم مسکین اور مسافر سب کو دو اور صدقہ مفروضہ یعنی زکوٰۃ واجب سے والدین کو نہ دیا جائے (جمل)

باقی ہر نیکی میں انصاف ان پر کرو اللہ اس کی جزا دے گا اور ان کے ساتھ بھلائی کرنا تمہارے لیے اخروی منافع حاصل کرنے کے لیے بہترین ذریعہ ہے۔

خیر میں ہر قسم کی نیکی خواہ بدنی یا مالی ہو چھوٹی ہو یا بڑی سب شامل ہے اس کے معنی نیک کمائی اور صاف مال کے بھی ہیں۔ اور مستحقین یہ ہیں (۱) والدین (۲) قرابت دار (۳) یتیم (۴) مساکین (۵) مسافر۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۔ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ تم پر جہاد فرض کیا گیا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور بہت سے امور وہ ہیں کہ تمہیں برے لگیں اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہوں اور بہت سی باتیں وہ ہیں جو تمہیں پسند ہوں اور وہ تمہارے حق میں بری ہوں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

جہاد اسلام میں جب فرض ہے جب کافر مسلمانوں پر چڑھائی کریں اس صورت میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے یعنی نفیر عام کے بعد ہر مسلمان کو اس میں شریک ہونا لازم ہے سوا مستثنیات کے مثلاً اندھا لنگڑا اپاہج بچہ بہت بوڑھا اور اگر محض سرحد کی حفاظت کے لیے ہو تو فرض کفایہ ہے یعنی جتنی جماعت دفاع کے لیے کافی ہو اگر وہ چلی جائے تو ماباقی پر وہ فرض عائد نہیں ہوتا۔

عسیٰ کا لفظ طمع اور ترجی میں مستعمل ہوتا ہے اور اکثر مفسرین نے اسے تسلی کے معنی میں استعمال کیا ہے لیکن قرآن کریم میں طمع ورجا کے معنی میں صحیح نہیں مانا اس لیے کہ اس میں قصور و نقص ہے۔ بنا بریں قرآن کریم میں قطعیت کے معنی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (مفردات)

تو آیت کریمہ میں اس امر کی وضاحت کی گئی کہ بظاہر جہاد و مقاتلہ تمہیں ناگوار ہے لیکن یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ تمہارے حق میں کیا بہتر ہے تو تم پر لازم ہے کہ حکم الٰہی کی اطاعت کرو اور اس کو بہتر جانو چاہے وہ تم پر گراں گذرے یا آسان نظر آئے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دریافت کیا یا رسول اللہ سب سے افضل عمل کونسا ہے فرمایا نماز جو وقت پر ادا کی جائے میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل ہے فرمایا ماں باپ کو آرام دینا میں نے عرض کی اس کے بعد فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ ابن مسعود فرماتے ہیں میں نے بس اس قدر ہی سوال کیا (بخاری)

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجاہد کا صف جہاد میں ایک دن کھڑا ہونا اللہ کے نزدیک ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع پ۲ سورۃ بقرہ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ
قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ
مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ
الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ
حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ

تم سے پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنے کا حکم فرما دو اس میں لڑنا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور وہاں کے بسنے والوں کو نکالنا اللہ کے نزدیک سخت گناہ ہے اور اس سے بڑھ کر ان کا فتنہ ہے اور قتل سے اشد اور یہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے حتی کہ تمہیں تمہارے

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

دین سے پھیر دیں اگر ان میں طاقت ہو اور جو پھر جائے تم میں سے اپنے دین سے اور مرتد مرے اور کافر ہو تو یہ وہ ہیں کہ ان کے عمل اکارت گئے دنیا اور آخرت میں اور یہی لوگ ہیں جہنم والے۔ یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

بے شک وہ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد فی سبیل اللہ یہ ہیں جو اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۚ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۚ وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ○

تم سے پوچھتے ہیں شراب اور جوئے کا حکم فرما دو ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو کچھ نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے اور تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں۔

قُلِ الْعَفْوَ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ○

تم فرماؤ جو فاضل بچے اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان کرتا ہے کہ کہیں تم سوچو۔

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۚ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۚ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

دنیا میں اور آخرت میں اور تم سے یتیموں کا پوچھتے ہیں فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر اپنا ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ سب جانتا ہے فسادی اور بھلائی والے کو اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈالتا بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۚ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۚ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَاللّٰهُ

اور مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بے شک مسلمان لونڈی مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند آتی ہو اور نہ نکاح کرو مشرکین سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بے شک غلام مومن بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو یہ

يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

وہ ہیں جو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ بلاتا ہے جنت کی طرف اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے اور ظاہر کرتا ہے اپنی آیتیں لوگوں کے لیے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

لفظی ترجمہ

يَسْــَٔلُوْنَكَ ۔ پوچھتے ہیں آپ سے		عَنِ الشَّهْرِ ۔ مہینے	الْحَرَامِ ۔ حرمت والے کے متعلق
قِتَالٍ ۔ کہ لڑائی کرنا	فِيْهِ ۔ اس میں کیسا ہے	قُلْ ۔ کہہ دیں	قِتَالٌ ۔ لڑائی کرنا
فِيْهِ ۔ اس میں	كَبِيْرٌ ۔ بڑا گناہ ہے	وَ ۔ اور	صَدٌّ ۔ روکنا
عَنْ سَبِيْلِ ۔ رستے	اللّٰهِ ۔ اللہ سے	وَ ۔ اور	كُفْرٌ ۔ کفر کرنا
بِهٖ ۔ اس کے ساتھ	وَ ۔ اور	الْمَسْجِدِ ۔ مسجد	الْحَرَامِ ۔ حرام سے روکنا
وَ ۔ اور	اِخْرَاجُ ۔ نکالنا	اَهْلِهٖ ۔ اسکے رہنے والوں کو	مِنْهُ ۔ اس سے
اَكْبَرُ ۔ بہت بڑا گناہ ہے	عِنْدَ ۔ نزدیک	اللّٰهِ ۔ اللہ کے	وَ ۔ اور
الْفِتْنَةُ ۔ فتنہ	اَكْبَرُ ۔ بہت بڑا ہے	مِنَ الْقَتْلِ ۔ قتل سے	وَ ۔ اور
لَا ۔ نہ	يَزَالُوْنَ ۔ ٹلیں گے	يُقَاتِلُوْنَكُمْ ۔ لڑائی کرتے رہیں گے تم سے	
حَتّٰى ۔ یہاں تک کہ	يَرُدُّوْكُمْ ۔ پھیر دیں وہ تم کو		عَنْ دِيْنِكُمْ ۔ تمہارے دین سے
اِنِ ۔ اگر	اسْتَطَاعُوْا ۔ وہ طاقت رکھیں		وَ ۔ اور
مَنْ ۔ جو	يَّرْتَدِدْ ۔ پھر جائے	مِنْكُمْ ۔ تم میں سے	عَنْ دِيْنِهٖ ۔ اپنے دین سے
فَيَمُتْ ۔ پھر مرے	وَ ۔ اور	هُوَ ۔ وہ	كَافِرٌ ۔ کافر ہی ہو
فَاُولٰٓئِكَ ۔ تو یہ لوگ	حَبِطَتْ ۔ ضائع ہو گئے	اَعْمَالُهُمْ ۔ ان کے عمل	فِي ۔ بیچ
الدُّنْيَا ۔ دنیا کے	وَ ۔ اور	الْاٰخِرَةِ ۔ آخرت کے	وَ ۔ اور
اُولٰٓئِكَ ۔ یہی لوگ ہیں	اَصْحٰبُ ۔ ساتھی	النَّارِ ۔ آگ کے	هُمْ ۔ وہ
فِيْهَا ۔ اس میں	خٰلِدُوْنَ ۔ ہمیشہ رہیں گے	اِنَّ ۔ بیشک	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو
اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے	وَ ۔ اور	الَّذِيْنَ ۔ وہ جنہوں نے	هَاجَرُوْا ۔ ہجرت کی

وَ۔اور جَاهَدُوْا۔جہاد کیا فِیْ۔بیچ سَبِیْلِ۔رستے
اللّٰہِ۔اللہ کے اُولٰٓئِکَ۔یہ لوگ یَرْجُوْنَ۔امید رکھتے ہیں رَحْمَتَ۔رحمت
اللّٰہِ۔خدا کی وَ۔اور اللّٰہُ۔اللہ غَفُوْرٌ۔بخشنے والا
رَّحِیْمٌ۔مہربان ہے یَسْئَلُوْنَکَ۔پوچھتے ہیں آپ سے عَنِ الْخَمْرِ۔شراب
وَ۔اور الْمَیْسِرِ۔جوئے سے قُلْ۔کہدیں فِیْهِمَا۔ان میں
اِثْمٌ۔گناہ کَبِیْرٌ۔بڑا ہے وَ۔اور مَنَافِعُ۔فائدہ بھی ہے
لِلنَّاسِ۔لوگوں کے لیے وَ۔اور اِثْمُهُمَا۔ان کا گناہ اَکْبَرُ۔بہت زیادہ ہے
مِنْ نَّفْعِهِمَا۔انکے نفع سے وَ۔اور یَسْئَلُوْنَکَ۔پوچھتے ہیں آپ سے
مَاذَا۔کیا یُنْفِقُوْنَ۔خرچ کریں قُلِ۔کہہ دو الْعَفْوَ۔بچ جائے
کَذٰلِکَ۔اسی طرح یُبَیِّنُ۔بیان کرتا ہے اللّٰہُ۔اللہ لَکُمُ۔تمہارے لیے
الْاٰیٰتِ۔آیتیں لَعَلَّکُمْ۔تاکہ تم تَتَفَکَّرُوْنَ۔سوچو فِیْ۔بیچ
الدُّنْیَا۔دنیا کے وَ۔اور الْاٰخِرَةِ۔آخرت کے وَ۔اور
یَسْئَلُوْنَکَ۔پوچھتے ہیں تم سے عَنِ۔متعلق الْیَتٰمٰی۔یتیموں کے قُلْ۔کہدیں
اِصْلَاحٌ۔بھلائی لَّهُمْ۔ان کے لیے خَیْرٌ۔بہتر ہے وَ۔اور
اِنْ۔اگر تُخَالِطُوْهُمْ۔ملالو تم انکو فَاِخْوَانُکُمْ۔تو وہ تمہارے بھائی ہیں
وَ۔اور اللّٰہُ۔اللہ یَعْلَمُ۔جانتا ہے الْمُفْسِدَ۔بگاڑنے والے کو
مِنَ الْمُصْلِحِ۔سنوارنے والے سے وَ۔اور لَوْ۔اگر شَآءَ۔چاہتا
اللّٰہُ۔اللہ لَاَعْنَتَکُمْ۔تو تمہیں مشقت میں ڈالتا وَ۔اور اِنَّ۔بیشک
اللّٰہَ۔اللہ عَزِیْزٌ۔غالب ہے حَکِیْمٌ۔حکمت والا وَ۔اور
لَا۔نہ تَنْکِحُوا۔نکاح کرو الْمُشْرِکٰتِ۔مشرک عورتوں سے حَتّٰی۔یہانتک کہ
یُؤْمِنَّ۔ایمان لائیں وَ۔اور لَاَمَةٌ۔یقیناً لونڈی مُّؤْمِنَةٌ۔مومن
خَیْرٌ۔بہتر ہے مِّنْ مُّشْرِکَةٍ۔مشرک عورت سے وَ۔اور لَوْ۔اگرچہ
اَعْجَبَتْکُمْ۔تمہیں اچھی لگے وَ۔اور لَا۔نہ تُنْکِحُوا۔نکاح کرکے دو
الْمُشْرِکِیْنَ۔مشرکوں کو حَتّٰی۔یہانتک کہ یُؤْمِنُوْا۔ایمان لائیں وَ۔اور
لَعَبْدٌ۔یقیناً غلام مُّؤْمِنٌ۔مومن خَیْرٌ۔بہتر ہے مِّنْ مُّشْرِکٍ۔مشرک آدمی سے

وَ ۔ اور	لَوْ ۔ اگرچہ	اَعْجَبَكُمْ ۔ تمہیں اچھا لگے	اُولٰٓئِكَ ۔ یہ لوگ
یَدْعُوْنَ ۔ بلاتے ہیں	اِلَى ۔ طرف	النَّارِ ۔ آگ کی	وَ ۔ اور
اللّٰهُ ۔ اللہ	یَدْعُوْٓا ۔ بلاتا ہے	اِلَى ۔ طرف	الْجَنَّةِ ۔ جنت کی
وَ ۔ اور	الْمَغْفِرَةِ ۔ بخشش کی	بِاِذْنِهٖ ۔ اپنے حکم سے	وَ ۔ اور
یُبَیِّنُ ۔ بیان کرتا ہے	اٰیٰتِهٖ ۔ اپنی آیتیں	لِلنَّاسِ ۔ لوگوں کے لیے	لَعَلَّهُمْ ۔ تاکہ وہ
یَتَذَكَّرُوْنَ ۔ نصیحت حاصل کریں			

مختصر تفسیر گیارہواں رکوع پ ۲ ۔ سورۃ بقرہ

سات قانون کا مجموعہ

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ كَبِیْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ

تم سے پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنے کا حکم فرمادیجئے اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے اور کفر کرنا اس سے اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے بسنے والوں کو نکالنا اللہ کے نزدیک بہت ہی بڑا گناہ ہے اور ان کا فتنہ تو قتل سے بھی سخت ہے۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ ۔ حرمت کا مہینہ۔ اس سے رجب کا مہینہ مراد ہے۔ قمری سال کے چار مہینے ہیں۔ محرم۔ رجب ذلیقعد۔ ذی الحجہ۔

شان نزول

اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ

ابن سعد نے اپنی سنن میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں جندب بن عبداللہ سے روایت کیا کہ جنگ بدر سے دو ماہ قبل ۲ھ ہجری میں حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آٹھ مہاجرین کی جماعت نجران کی طرف روانہ فرمائی اور ایک حکمنامہ تحریر کرکے دیا۔ فرمایا کہ دو دن کا سفر کرنے کے بعد اس کو پڑھنا اور اپنے رفقاء کو بھی سنا دینا اور ہمارے حکم کا اجرا کرنا۔

حضرت عبداللہ بن جحش نے دو روز کا سفر کرکے حکمنامہ کھولا اور پڑھنا شروع کیا تو اس میں یہ حکم تحریر تھا بسم اللہ

الرحمن الرحیم بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ تم اللہ کی برکت و رحمت پر بھروسہ کرتا جب بطن نخلہ پر پہنچو تو قریش کے قافلہ کے منتظر رہو۔

حضرت عبد اللہ نے نامہ عالی پڑھ کر رضامندی کا اظہار فرمایا اور اپنے رفقاء کو سنایا سب نے رضامندی کا اظہار کیا۔

جب مقام نخلہ پر پہنچے تو قریش کا قافلہ نظر آیا جو طائف سے تجارت کا مال لے کر آ رہا تھا۔ اس قافلہ میں عمرو حضرمی حکم بن کیسان تھے۔ مسلمانوں کی اس مختصر جماعت کا ان مشرکین سے مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کا خیال تھا کہ وہ دن جمادی الاخری کا آخری دن ہے مگر حقیقتاً چاند ۲۹ کو ہو گیا تھا اور وہ دن رجب کی پہلی تاریخ کا تھا اس پر کفار نے مسلمانوں پر طنز کیا کہ مسلمانوں نے ماہ حرام میں جنگ کی ہے۔

حالانکہ قرآن پاک میں صاف ارشاد ہے کہ

(ترجمہ) "بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جب سے آسمان اور زمین اس نے بنائے ان میں سے چار حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو۔"

جہاد کے لیے چار مہینے حرمت والے ہیں ان میں رجب بھی ہے۔ اس کے علاوہ تین ماہ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔ اور محرم ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب بھی ان کی تعظیم کرتے تھے اسلام میں بھی یہ چار ماہ ایسے ہی رکھے گئے کہ ان کی حرمت و عظمت اور زیادہ کی گئی۔

قریش نے مکہ کے مسلمانوں کو طعنہ دیا جس سے مجاہدین اسلام کو صدمہ ہوا انہوں نے سرکار ابد قرار ہادی اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے حضرمی کو قتل کرنے کے بعد شام کو رجب کا چاند دیکھا ہمیں یہ نہیں معلوم کہ ہم نے یہ قتل رجب میں کیا یا جمادی الثانی کے آخری دن تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس رکوع میں سات حکم علیحدہ علیحدہ ہیں۔

پہلا حکم ماہ حرام یعنی محرم۔ رجب۔ ذوالحجہ۔ ذیقعدہ کے متعلق کہ ان میں لڑیں یا نہیں تو جواب ملا اس میں لڑنا اچھا نہیں سخت گناہ ہے لیکن یہ حکم آیت کریمہ اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ سے منسوخ ہو گیا اور جب تک منسوخ نہ ہوا تھا اس وقت جو جنگ ہوئی وہ صحابہ کے علم میں جمادی الاخری کا آخری دن تھا اس لیے وہ گناہ بھی لازم نہ آیا۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب کبھی کفار حرمت والے مہینوں میں جنگ کریں تو مسلمان اپنی حفاظت کے لیے دفاعی جنگ کر سکتے ہیں اور ان کے حملہ کا جواب دے سکتے ہیں۔ ان مقدس مہینوں میں جنگ اگرچہ بری ہے لیکن جو باتیں کفار کرتے ہیں وہ اس سے بھی بری ہیں مثلاً اللہ پر ایمان نہ لانا۔ بتوں کی پرستش کرنا۔ قیامت اور حشر پر ایمان

ڈلانا۔ فتنہ فساد پھیلانا لوگوں کو گھروں سے بلاوجہ نکالنا وغیرہ وغیرہ

وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اور اللہ کی راہ سے روکنا۔

یعنی لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنا اور جو اسلام قبول کرلیں انہیں سخت اذیتیں پہنچانا۔ جو ایمان لانے کا ارادہ کرتے ہیں انہیں دھمکیاں دینا جو لوگ ایمان لے آتے انہیں سخت اذیتیں پہنچاتے۔ گرم پتھروں پہ لٹاتے طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے۔

انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو حدیبیہ کے موقعہ پر بیت اللہ شریف جانے سے روکا قیام مکہ کے موقعہ پر ایسی ایذائیں دیں کہ وہاں سے ہجرت کرنی پڑی۔

وَكُفْرٌ بِهٖ۔ اللہ سے کفر کرنا۔ اس کی صفات اور وجود سے انکار کرنا۔

وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ خانہ کعبہ عبادت کے لیے تھا۔ کافر مسلمانوں کو اس میں داخلے سے روکتے تھے اور عبادت میں رکاوٹ ڈالتے تھے۔

اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ۔ مکہ والوں کا وہاں سے نکال دینا مسلمانوں پر اس قدر سختیاں کرتے کہ وہ ہجرت پر مجبور ہو گئے

اَلْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ فساد۔ غارت گری۔ دین سے ہٹانا یہ ان کا بڑا فتنہ تھا اس لیے کہ قتل تو بعض مواقع پر جائز بھی ہے لیکن کفر تو کسی حالت میں جائز نہیں۔

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اور ہمیشہ رہیں گے تم سے مقاتلہ کرتے حتیٰ کہ تمہیں تمہارے دین سے مرتد کر دیں گے اگر ان میں طاقت ہو اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے اور کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا سب عمل اکارت ہو گا دنیا و آخرت میں اور یہ لوگ دوزخ والے ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اس آیت میں خبر دی گئی کہ کفار مسلمانوں سے ہمیشہ عداوت رکھیں گے اور جہاں تک ان سے ہو سکے گا وہ مسلمانوں کو مرتد بنانے میں کوشش کرتے رہیں گے۔ لفظ ان استطاعوا سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے خلاف سعی کرتے رہیں گے اگرچہ وہ اس مراد میں ناکام رہیں گے۔

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ۔ اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے۔

اس آیت میں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان کافر مشرکین کے زیر اثر خواہ کسی لالچ سے یا ڈر خوف سے اسلام کو چھوڑ کر کفر یا شرک اختیار کرے اور مرتے دم تک کفر ہی پر اڑا رہے تو اس کے تمام عمل باطل ہو جاتے ہیں آخرت میں اس کا کوئی اجر و ثواب نہ ملے گا۔ جہنم کی آگ اس کا ٹھکانا ہو گا دنیا میں بھی اس کی سزا بھگتنی پڑے

گی اور قیامت کے دن بھی۔ شریعت مطہرہ مرتد کو قتل کا حکم دیتی ہے اس کی عورت جو مسلمان ہے اس پر حلال نہ رہے گی اور نہ ہی وہ وراثت کا مستحق رہے گا اس کی کسی قسم کی مدد و اعانت کفر کی اعانت ہوگی۔

فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ: کفر کی حالت میں موت آجائے۔

تو گویا کہ اسلام سے بغاوت کی اس میں اس کے لیے معافی نہیں بلکہ دوزخ ہی ٹھکانا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔ وہ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے یہ وہ ہیں کہ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ہجرت سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے دین حق کی خاطر اپنے وطن عزیز کو چھوڑا اور دارالکفر کو چھوڑ کر دارالاسلام کی طرف چلے جائیں۔

جہاد۔ جدوجہد، کوشش اور ہر طرح کی اذیت و تکالیف شامل ہیں۔ اللہ کی راہ میں اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مصائب و تکالیف برداشت کرنا۔

امیدوار۔ ایمان والوں کو خوشخبری دینا ہے۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ عبداللہ بن جحش کی سرکردگی میں جو مجاہدین بھیجے گئے تھے ان کی نسبت بعض لوگوں نے کہا کہ چونکہ انہیں خبر نہ تھی کہ یہ دن رجب کا ہے اس لیے اس روز قتال کرنا گناہ تو نہ ہوا لیکن اس کا کچھ ثواب بھی نہ ملے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا کہ ان کا یہ عمل جہاد مقبول ہے اور انہیں امیدوار رحمت رہنا چاہیئے اور ان کی یہ امید ضرور پوری ہوگی (خازن)

وہی لوگ مستحق ہیں جو ایمان لائے اور اس کی رضا کی خاطر ہجرت کے مصائب برداشت کیے۔ اور رحمت الٰہی کے امیدوار رہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، فرما دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔

الْخَمْرِ: شراب۔ خمر کے لفظی معنی کسی چیز کو ڈھانپ لینا ہے۔ اوڑھنی کو خمار اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ سر کو ڈھانپ لیتی ہے شراب انسانی عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے جس سے حواس باقی نہیں رہتے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خمر انگور کے کچے شیرہ کو کہتے ہیں جس وقت کہ اس میں نشہ پیدا ہو جائے اور جھاگوں سے ابل جائے۔

اَلْمَیْسِرُ۔ جُوا۔ یہ لفظ اپنے وسیع معنی میں آیا ہے۔ جوئے کی تمام اقسام پر حاوی ہے۔

اسلام سے پہلے شراب جوئے کا عرب میں عام رواج تھا جوئے کی قسموں کا اعتبار نہ تھا ان دونوں کے نتیجہ میں جنسی تعلقات کی ابتری۔ مالی مشکلات۔ ظلم تعدی کی وبا عام پھیل چکی تھی لوگ اپنی عقل ان چیزوں کے عوض بیچ چکے تھے۔

شانِ نزول:۔ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ شراب جوئے کا پورا عروج ہے۔ تو حضرت عمر بن خطاب خلیفہ ثانی جانشین مصطفی اور حضرت معاذ بن جبل نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہ شراب اور جوئے کا فیصلہ فرمایئے کیونکہ شراب عقل کو برباد کر دیتی ہے اور جوا مال کو برباد کر دیتا ہے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں ان دونوں کی برائیاں بیان فرمائی گئیں مگر انہیں صراحۃً حرام نہ کیا گیا (روح المعانی)

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام سے بڑھ کر کوئی جماعت جلیلہ دیکھی گئی جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تیرہ سوال کیے قرآن کریم نے ان سب کو معہ سوال نقل فرمایا۔

اسرائیلی پیغمبروں نے بھی شراب اور جوئے کو حرام ہونے کے بارے میں اپنی امتوں کو حکم پہنچائے لیکن انہوں نے ممانعت کے باوجود مخالفت کی اسلام نے ان کی برائی کو کھول کر بیان کیا۔ شراب ۳ھ ہجری غزوۂ احزاب سے چند روز بعد حرام کی گئی۔ اس سے قبل بتایا گیا تھا کہ شراب اور جوئے کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ ہے نفع تو یہی ہے کہ شراب سے کچھ سرور پیدا ہوتا ہے۔ قوت شہوانیہ میں خاص حرکت آجاتی ہے یا اس کی خرید و فروخت میں تجارتی منفعت حاصل ہوتی ہے۔

جوئے میں کبھی مفت مال ہاتھ آجاتا ہے اور برائیوں کا اس میں شمار ہی نہیں ہوتا۔ عقل کا زوال غیرت و حمیت کا زوال عبادت سے محرومی۔ لوگوں سے عداوتیں نظر عوام میں ذلت اور وقت کی اضاعت۔

عرب میں اونٹوں کو لاٹری سے تقسیم کرتے تھے۔ اس لیے اسے مَیسِر کہا گیا۔ ہار جیت کو جوا کہتے ہیں۔ لہذا تاش۔ شطرنج۔ لاٹری۔ نرد شیر۔ بچوں کا اور سانپوں سے کھیلنا جبکہ دو طرفہ مال کی شرط ہو۔ یہ سب فقہاء نے حرام قرار دیا ہے (روح المعانی)

ایک روایت ہے کہ جبریل امین نے حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ کو حضرت جعفر طیار کی چار خصلتیں پسند ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ

(۱) میں نے شراب کبھی نہیں پی حرمت کے حکم سے پہلے ہی مجھے نفرت تھی کیونکہ میں یہ جانتا تھا کہ اس سے عقل زائل ہو جاتی ہے۔

(٢) دوسری خصلت یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی میں نے کبھی بت پرستی نہ کی کیونکہ میں جانتا تھا کہ یہ پتھر ہے اس میں نفع ونقصان کی طاقت نہیں ہو سکتی۔

(٣) تیسری خصلت یہ ہے کہ میں نے کبھی زنا نہیں کیا اس لیے کہ میں اس کو بے غیرتی سمجھتا تھا

(٤) چوتھی خصلت یہ ہے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کیونکہ میں اسے کمینہ پن سمجھتا ہوں۔

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق احکام دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان میں بہت بڑے گناہ ہیں ان میں صدہا گناہوں کے ذریعہ موجود ہیں۔ ان میں کچھ دنیوی فوائد مندرج ہیں۔ لیکن برائیاں بہت زیادہ ہیں لہذا ان سے بچنا عقلاً ونقلاً بہتر ہے۔

شراب اور جوئے کو مٹانا ہادی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے کیونکہ یہ عرب میں پانی کی طرح پی جاتی تھی۔ بچوں کو گھٹی میں دی جاتی تھی اس کی حرمت کے احکام بتدریج ہوئے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف کے یہاں بعض صحابہ کی دعوت تھی کھانے کے بعد شراب کا دور چلا تنے میں نماز مغرب کا وقت آگیا حضرت مولائے کائنات علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کو امام بنایا گیا۔ آپ نے سورہ کافرون پڑھی نشے کی وجہ سے ہر جگہ سے لا اڑ گئے یعنی اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ پڑھ گئے تو آیت کریمہ نازل ہوئی لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى یعنی نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔ اس کے بعد شراب کا استعمال بہت کم ہو گیا (روح المعانی) بعد میں حرمت قطعی کا حکم فرمایا گیا۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۥ قُلِ الْعَفْوَ ۥ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۥ اور تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں فرماؤ جو فاضل بچے اسی طرح اللہ تعالے آیتیں بیان فرماتا ہے کہ تم سوچو دنیا و آخرت میں۔

یہ چوتھا مسئلہ ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو صدقہ دینے کی رغبت دلائی تو انہوں نے عرض کی مَاذَا يُنْفِقُوْنَ حضور کتنا مال صدقہ کریں اس پر یہ حکم نازل ہوا کہ جو تمہاری حاجت ضروریہ سے زیادہ ہو وہ خرچ کرو۔ ابتدائے اسلام میں محتاج سے زائد صدقہ کرنا فرض تھا چنانچہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسا ہی کرتے رہے (خازن) اس کے بعد زکوۃ مفروضہ اور صدقات نافلہ کے احکام آئے اور ان کے حدود بھی واضح کیے گئے۔

الْعَفْوَ۔ جو مال اپنے خرچ کرنے سے بچے۔

یعنی فرماؤ کہ اپنی حاجت سے بچا ہوا مال راہ خدا میں خرچ کرو جس کا خرچ کرنا آسان ہو۔ حضرت عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ عفو کے معنی اوسط درجہ کے ہیں یعنی نہ اسراف کرتے ہیں نہ بخل کرتے ہیں ارشاد باری تعالے ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا ۔ اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں نہ بخل کرتے ہیں۔

طاؤس کہتے ہیں کہ عفو سے مراد یہ ہے کہ جو جیسے آسان ہو ارشاد باری ہے خُذِ الْعَفْوَ یعنے جو لوگوں کو عادةً دینا آسان ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بہتر صدقہ وہی ہے جو تو نگری کے ساتھ ہو اور اپنے اعزہ سے دینا شروع کرے (بخاری)

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۔ ذٰلِكَ سے مذکورہ احکام کی طرف اشارہ کرنا يُبَيِّنُ کے معنی آہستہ آہستہ یا خوب بیان کرنا ۔ جان لینا چاہیئے کہ یہ آیتیں خدا کے سوا کسی کی جانب سے نہیں ہیں اللہ تعالے نے صاف صاف بیان کر دیا۔

فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

حضرت مولائے کائنات علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا دنیا پیٹھ پھیرے جاتی ہے اور آخرت ادھر منہ کرکے آتی ہے ۔ ان دونوں کی اولاد ہے پس تم آخرت کی اولاد ہو جاؤ دنیا کی اولاد نہ ہو کیونکہ دنیا میں عمل ہے حساب نہیں اور کل قیامت میں حساب ہوگا عمل نہ ہوگا ۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ اور تم سے یتیموں کے متعلق سوال کرتے ہیں فرما دیجئے کہ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر اپنا خرچ اور ان کا ملا کر کرو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے بگاڑنے سنوارنے والے کو اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۔ یتامیٰ ۔ یتیم کی جمع ہے یتیم وہ نابالغ بچہ ہے جس کا باپ مر جائے ۔ دُرِّ یتیم وہ موتی ہے جو سیپ میں یکتا ہو۔

قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۔ اصلاح صلح سے بنا اس کے معنی ہیں درستی ۔ اصلاح سے جانی ، مالی ، نفسانی اور روحانی درستگی مراد ہے۔

یتیموں کو علم و ادب سکھانا ۔ دینی دنیاوی تعلیم دینا ۔ نمازی پرہیزگار بنانا ان کا مال احتیاط سے خرچ کرنا ان کے مال کو تجارت میں لگا کر نفع اور ان کی مدد کرنا سب اس میں داخل ہے (روح المعانی) اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یتیموں کی اصلاح کرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔

اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ۔ یہ خلط سے بنا۔ اس کے معنی ہیں چند چیزوں کے اجزاء آپس میں ملا دینا۔ دوست اور پڑوسی کو خلیط کہتے ہیں یعنی مل جل کر رہنا یعنی مال کا ملا دینا مراد ہے بعض نے کہا نکاح مراد ہے (تفسیر کبیر و روح المعانی)

اِخْوَانُكُمْ۔ یہ اَخٌ کی جمع ہے بمعنی بھائی ہے۔ مجازاً ہم قبیلہ۔ ہم پیشہ۔ ہم مذہب کو بھی اَخ کہا جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے كُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔ یہاں علم بمعنی معرفت ہے۔ اگرچہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے تجارت اور کھانے پینے میں ان کا مال ملا لینے کی اجازت دیدی۔ مگر وہ ذات عالم الغیب والشہادۃ ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کون فسادی ہے اور کون مصلح ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ۔ اَعْنَتَ۔ اعنات سے بنا اس کے معنی ہیں نا قابل برداشت محنت و مشقت یعنی اگر رب چاہتا تو تمہیں یتیموں کے متعلق سخت مشقت میں ڈال دیتا کہ ان کا ہر مال علیحدہ رکھنے کا حکم دیتا جس میں تم کو سخت دشواری ہوتی۔ مگر اپنے فضل و کرم سے خلط کی اجازت فرمادی۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ عزیز۔ عزت بمعنی غلبہ حکیم۔ حکمت۔ یعنی اللہ تعالےٰ سب پر غالب ہے حکمت والا ہے۔

یہ پانچواں حکم ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔ وبے شک وہ جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور جلد ہی بھڑکتی دوزخ میں جا داخل ہوں گے۔ اس کے نزول کے بعد لوگوں نے یتیموں کے مال جدا کر دیئے اور ان کا کھانا پینا علیحدہ کر دیا اور اس میں اتنی احتیاط کی گئی کہ جو کھانا یتیم کے لیے پکتا اور اس میں سے کچھ بچ جاتا تو وہ سڑ ہی جاتا لیکن اسے استعمال کوئی نہ کرتا۔

یہ صورتیں دیکھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر یتیم کے مال کی حفاظت کے خیال سے اس کا کھانا اس کے اولیا اور نگران اپنے مال میں ملا کر پکا لیا کریں تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس دن سے کافل یتیم کو مجاز ہوا کہ وہ ان کا کھانا اپنے کھانے کے ساتھ ملا کر پکا سکیں اور آیت کریمہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ میں پہلے بھی تصریح تھی کہ از روئے ظلم و بے انصافی جو مال یتیم میں تصرف کرے وہ پیٹ میں آگ بھر رہا ہے۔

مسئلہ:۔ کفار یتیموں کا بھی یہی حکم ہے ان کے مال وغیرہ کی اصلاح کی جائے دوسری جگہ مطلق یتیم کا لفظ فرمایا۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا جنت میں ہم اور یتیم کا پرورش کرنے والا اس طرح ہوں گے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ جو کوئی محبت سے یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرے گا اسے ہر بال کے عوض نیکی ملتی ہے۔ (روح المعانی)

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بے شک مسلمان لونڈی مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند آتی ہو اور مشرکوں کے نکاح میں (اپنی لڑکیاں) نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند آتا ہو وہ دوزخ کی طرف تمہیں بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں بیان کرتا ہے لوگوں کے لیے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

اس آیت میں دو حکم ہیں ایک مشرکوں سے نکاح کا اور دوسرے مشرکوں کو نکاح نہ دینے کا۔

تَنْكِحُوْا۔ نَكَحَ سے بنا اس کے لغوی معنی ہیں جمع ہونا۔ اہل عرب کا مقولہ ہے نَكَحَ الْمَطَرُ الْاَرْضَ۔ بارش زمین سے مل گئی نَكَحَ النُّعَاسُ عَيْنَهَا۔ نیند کا آنکھ میں داخل ہو جانا۔ نکاح سے دو قبیلے باہم مل جاتے ہیں اس لیے اسے نکاح کہتے ہیں۔

مشرک لغت میں توحید کے منکر کو کہتے ہیں کبھی مطلقاً کفر کو بھی شرک کہہ دیا جاتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ۔

اس حکم میں ہر کافر عورت داخل ہے۔ احناف کے نزدیک ہر غیر مسلمہ کے ساتھ نکاح ناجائز ہے لیکن اہل کتاب یہودی نصرانی عورتوں سے نکاح جائز ہے لیکن بہتر نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔

اسلام نے نکاح کے لیے ذات۔ نسل۔ رنگت وغیرہ کی قید نہیں لگائی بلکہ ایمان اور عقیدے کے صحیح ہونے کی شرط لگائی ہے کیونکہ میاں بیوی کا رشتہ محبت و رفاقت کی بنیادوں پہ ہوتا ہے اگر عقیدہ کا اختلاف ہو تو اولاد پر اس کا بہت اثر ہوگا۔

شان نزول:۔ حضرت مرثد غنوی ایک بہادر آدمی تھے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مکہ معظمہ روانہ فرمایا تاکہ وہاں سے حکمت عملی کے ساتھ مسلمانوں کو نکال لائیں۔ وہاں عناق نامی ایک مشرکہ عورت تھی جو زمانہ جاہلیت میں ان کے ساتھ محبت رکھتی تھی حسین اور مالدار تھی جب اس کو حضرت مرثد کے آنے کی خبر ملی تو وہ آپ

کے پاس آئی اور مخالطت حرام کی طالب ہوئی۔ آپ نے بخوف الٰہی اس سے اعراض کیا اور فرمایا اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا تو اس نے نکاح کی خواہش کی۔ آپ نے فرمایا یہ بھی بلا اجازت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ناممکن ہے جب آپ فرض سے فارغ ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حال عرض کیا اور نکاح کرنے کا حکم چاہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر احمدی)

حَتّٰی یُؤْمِنَّ۔ ایمان سے مسلمان ہونا مراد ہے یا اہل کتاب۔

وَلَاَمَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ خَیْرٌ۔ اَمَۃ۔ مملوکہ عورت یعنی لونڈی مراد ہے۔

خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکَۃٍ۔ زیادہ اچھی ہے مسلمہ اگرچہ لونڈی ہو کافر آزاد عورت سے۔

وَلَوْ اَعْجَبَتْکُمْ۔ جہاں لَو کے بعد فعل ماضی ہو تو واو وصلیہ ہوتا ہے اور لو بمعنی اِنْ۔

اعجاب بمعنی تعجب میں ڈالنا یا پسند آنا اگرچہ مشرکہ عورت اپنے مال جمال حسب و نسب کی وجہ سے پسند آ جائے مسلمان عورت مشرکہ سے بہتر ہے۔

علامہ بغوی کہتے ہیں یہ آیت خنساء کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت حذیفہ بن یمان کی ایک حسین لونڈی تھی جسے حضرت حذیفہ نے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تھا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی ایک بدصورت لونڈی تھی ایک دن عبداللہ نے اس پر خفا ہو کر طمانچہ مار دیا پھر دربار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر آ کر عرض کیا حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا وہ اسلام قبول کرتی ہے عرض کی کہ حضور وہ کلمہ پڑھتی ہے رمضان المبارک کے روزے رکھتی ہے۔ نماز پڑھتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ مومنہ ہے حضرت عبداللہ نے اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت سے نکاح چار وجہ سے کیا جاتا ہے۔ مال، جمال، حسن۔ دین لیکن تم دینداری کو بہتر سمجھنا (بخاری)

وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا۔ اور مسلمان عورتوں کا نکاح مشرک مردوں کے ساتھ نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔

اس حکم میں تمام مسلمانوں کو خطاب ہے۔ مشرکین میں عام کفار مراد ہیں خواہ بت پرست ہوں یا عیسائی ہوں (روح البیان) یا لونڈی ہو یا آزاد جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ وَّلَوْ اَعْجَبَکُمْ اُولٰٓئِکَ یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ۔ اسی طرح مسلمان غلام مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ مال یا جاہ کی وجہ سے تمہیں اچھا معلوم ہو یہ مشرک عورتیں اور مرد مسلمانوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے۔ کہ

مسلمان غلام اگرچہ بظاہر حقیر ہے لیکن آزاد اور مالدار کافر سے افضل ہے کیونکہ وہ زیور ایمان سے آراستہ ہے اگرچہ وہ کافر اپنے مال و عزت کی وجہ سے تمہیں اچھا معلوم ہو۔ نکاح حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کفار تم سے مل کر کفر کی طرف رغبت دیں گے لہذا ان سے دور ہی رہنا ضروری ہے۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ۔ اللہ کے پیارے مسلمان ایمان اور نیک اعمال کی طرف رغبت دیتے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا۔ اور اللہ بلاتا ہے جنت و مغفرت کی طرف اپنے احکام لوگوں کو صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ نصیحت حاصل کریں۔

بعض فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرے خواہ توحید الٰہی کا قائل ہو وہ مرتد ہے باقی حکم کا جو منطوق و مفہوم ہے وہ آیت کے ترجمہ سے واضح ہے۔ مزید تفسیر تفصیل حاصل ہے۔

بامحاورہ ترجمہ بارہواں رکوع پ۲ سورۃ بقرہ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝

اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم فرما دیجئے وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے علیحدہ رہو ایام حیض میں اور نہ جاؤ ان کے قریب جبتک پاک نہ ہوں تو جب پاک ہولیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں حکم دیا اللہ نے بیشک اللہ محبوب رکھتا ہے سب توبہ کرنے والوں کو اور محبوب رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتی ہیں تو آؤ اپنی کھیتی کو جیسے چاہو اور اپنے لیے مقدم کرو اور ڈرو اللہ سے اور جان لو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور بشارت دیجئے ایمان والوں کو۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور نہ کرو اللہ کو نشانہ اپنی قسموں کا کہ احسان اور تقوی اور باہمی مصالحت لوگوں میں کرنے کی قسم لو اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِىْٓ اَيْمَانِكُمْ

نہیں گرفت کرتا اللہ ان قسموں کی جو بے ارادہ زبان

وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝
وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

سے نکل جائیں۔ لیکن گرفت کرتا ہے تمہاری ان کاموں پر جو تمہارے دلوں نے کیے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔
ان لوگوں کو جنہوں نے قسم کھائی اور ایلا کیا اپنی عورتوں سے انہیں چار مہینے تک مہلت ہے تو اگر اس مدت میں لوٹ آئیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
اور اگر چھوڑنے کا ہی ارادہ کر لیا تو اللہ سنتا جانتا ہے۔
اور مطلقہ اپنے نفسوں کو روکیں تین حیض اور نہیں حلال ان کے لیے یہ کہ چھپائیں جو پیدا کیا اللہ نے ان کے رحموں میں اگر ایمان لائیں اللہ اور قیامت کے دن پر اور ان کے شوہروں کو اس مدت میں ان کے پھیر لینے کا حق ہے۔ اگر وہ ارادہ کریں مصالحت کا اور عورتوں کو حق ہے اتنا ہی جیسے مردوں کو ہے شرع کے موافق اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت کا درجہ ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	يَسْئَلُوْنَكَ۔ آپ سے پوچھتے ہیں		عَنِ الْمَحِيْضِ۔ حیض سے
قُلْ۔ فرما دیجئے	هُوَ۔ وہ	اَذًى۔ اذیت ہے	فَاعْتَزِلُوْا۔ تو الگ رہو
النِّسَآءَ۔ عورتوں سے	فِي الْمَحِيْضِ۔ حیض میں	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
تَقْرَبُوْا۔ قریب جاؤ	هُنَّ۔ ان کے	حَتّٰى۔ یہاں تک کہ	يَطْهُرْنَ۔ پاک ہو جائیں
فَاِذَا۔ پھر جب	تَطَهَّرْنَ۔ پاک ہو جائیں	فَاْتُوْ۔ تو آؤ	هُنَّ۔ ان کے پاس
مِنْ حَيْثُ۔ جہاں سے	اَمَرَ۔ حکم دیا	كُمْ۔ تم کو	اللّٰهُ۔ اللہ نے
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	يُحِبُّ۔ پسند کرتا ہے	التَّوَّابِيْنَ۔ بہت توبہ کرنے والوں کو

وَ۔اور یُحِبُّ۔پسند کرتا ہے الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔پاک رہنے والوں کو
نِسَاؤُکُمْ۔تمہاری عورتیں حَرْثٌ۔کھیتی ہیں لَّکُمْ۔تمہاری فَأْتُوْا۔تو آؤ
حَرْثَکُمْ۔اپنی کھیتی کو اَنّٰی۔جیسے شِئْتُمْ۔تم چاہو وَ۔اور
قَدِّمُوْا۔آگے بھیجو لِاَنْفُسِکُمْ۔اپنی جانوں کیلئے وَ۔اور اتَّقُوْا۔ڈرو
اللّٰهَ۔اللہ سے وَ۔اور اعْلَمُوْا۔جان لو اَنَّکُمْ۔کہ تم
مُلٰقُوْهُ۔اس کو ملنے والے ہو وَ۔اور بَشِّرِ۔خوشخبری سناؤ
الْمُؤْمِنِیْنَ۔ایمان والوں کو وَ۔اور لَا۔نہ تَجْعَلُوْا۔بناؤ
اللّٰهَ۔اللہ کو عُرْضَةً۔نشانہ لِّاَیْمَانِکُمْ۔اپنی قسموں کا اَنْ۔یہ کہ
تَبَرُّوْا۔نیک بن جاؤ وَ۔اور تَتَّقُوْا۔پرہیزگار ہو جاؤ وَ۔اور
تُصْلِحُوْا۔اصلاح کرو بَیْنَ۔درمیان النَّاسِ۔لوگوں کے وَ۔اور
اللّٰهُ۔اللہ سَمِیْعٌ۔سننے والا عَلِیْمٌ۔جاننے والا ہے لَا۔نہیں
یُؤَاخِذُ۔مواخذہ کرتا کُمُ۔تم پہ اللّٰهُ۔اللہ بِاللَّغْوِ۔بیہودہ گوئی پہ
فِیْ۔بیچ اَیْمَانِکُمْ۔تمہاری قسموں کے وَ۔اور لٰکِنْ۔لیکن
یُؤَاخِذُ۔مواخذہ کرتا ہے کُمْ۔تم پہ بِمَا۔ساتھ اسکے جو کَسَبَتْ۔کمائیں
قُلُوْبُکُمْ۔تمہارے دل وَ۔اور اللّٰهُ۔اللہ غَفُوْرٌ۔بخشنے والا
حَلِیْمٌ۔علم والا ہے لِلَّذِیْنَ۔ان لوگوں کیلئے جو یُؤْلُوْنَ۔قسمیں کھائیں مِنْ نِّسَائِهِمْ۔اپنی عورتوں
سے تَرَبُّصُ۔انتظار کرنا ہے اَرْبَعَةِ۔چار اَشْهُرٍ۔مہینے
فَاِنْ۔پھر اگر فَآءُوْ۔لوٹ آئیں فَاِنَّ۔تو بیشک اللّٰهَ۔اللہ
غَفُوْرٌ۔بخشنے والا رَّحِیْمٌ۔مہربان ہے وَ۔اور اِنْ۔اگر
عَزَمُوا۔ارادہ کریں الطَّلَاقَ۔طلاق کا فَاِنَّ۔تو بیشک اللّٰهَ۔اللہ
سَمِیْعٌ۔سننے والا عَلِیْمٌ۔جاننے والا ہے وَ۔اور الْمُطَلَّقٰتُ۔مطلقہ عورتیں
یَتَرَبَّصْنَ۔انتظار کریں بِاَنْفُسِهِنَّ۔اپنی جانوں سے ثَلٰثَةَ۔تین قُرُوْءٍ۔حیض
وَ۔اور لَا۔نہیں یَحِلُّ۔حلال لَهُنَّ۔واسطے ان کے
اَنْ۔یہ کہ یَّکْتُمْنَ۔چھپائیں مَا۔جو خَلَقَ۔پیدا کیا
اللّٰهُ۔اللہ نے فِیْ۔بیچ اَرْحَامِهِنَّ۔انکے رحموں کے اِنْ۔اگر

كُنَّ۔ ہیں وہ	يُؤْمِنَّ۔ ایمان رکھتیں	بِاللّٰهِ۔ اللہ	وَ۔ اور
الْيَوْمِ۔ دن	الْاٰخِرِ۔ پچھلے پہ	وَ۔ اور	بُعُوْلَتُهُنَّ۔ ان کے خاوند
اَحَقُّ۔ زیادہ حقدار ہیں	بِرَدِّهِنَّ۔ انکے لوٹانے میں	فِيْ۔ بیچ	ذٰلِكَ۔ اس کے
اِنْ۔ اگر	اَرَادُوْا۔ ارادہ کریں	اِصْلَاحًا۔ صلح کا	وَ۔ اور
لَهُنَّ۔ ان کے لیے حق ہے	مِثْلُ۔ مثل	الَّذِيْ۔ اس کے جو مردوں کو	عَلَيْهِنَّ۔ ان پر ہے
بِالْمَعْرُوْفِ۔ شریعت کے موافق	وَ۔ اور	لِلرِّجَالِ۔ مردوں کو	عَلَيْهِنَّ۔ ان پر
دَرَجَةٌ۔ درجہ ہے	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	عَزِيْزٌ۔ غالب
حَكِيْمٌ۔ حکمت والا ہے۔			

مختصر تفسیر بارہواں رکوع۔ سورۃ بقرہ پ ۲

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ لا اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم فرما دیجئے وہ اذیت دینے والا ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں میں۔

حیض اس خون کو کہتے ہیں جو عورتوں کو ہر ماہ آتا ہے جسے اذیٰ گندگی۔ ماہواری بھی کہتے ہیں۔

فَاعْتَزِلُوْا۔ پس تم الگ رہو۔ اِعْتِزَال۔ ہم بستری سے الگ رہو۔

حیض کی مدت کم از کم تین دن رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات ہے اس حال میں عورت سے جماع کرنا حرام ہے۔

شانِ نزول۔ عرب کے لوگ یہود اور مجوس کی طرح حائضہ عورتوں سے انتہائی تنفر کرتے تھے۔ حتی کہ ان کے ساتھ کھانا پینا۔ ایک مکان میں رہنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس رسم میں یہاں تک شدت ہو گئی تھی کہ حائضہ کی طرف دیکھنا اور اس سے کلام کرنا بھی حرام سمجھتے تھے۔ اس دور میں بھی ہنود حائضہ عورتوں کے ہاتھ کا پکا ہوا نہیں کھاتے۔

اور نصاریٰ اس کے برعکس عورتوں کے ساتھ ان ایام میں انتہائی مخالطت و محبت سے مشغول ہوتے تھے مسلمانوں نے حضور سے حیض کا حکم دریافت کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس میں اذیٰ کا ترجمہ باعتبار حکم شرع ناپاکی ہو سکتا ہے اور بہ اعتبار لغت اذیت اور تکلیف ہے۔

علامہ راغب مفردات میں بتلاتے ہیں فَسُمِّيَ ذٰلِكَ اَذًى بِاعْتِبَارِ الشَّرْعِ وَبِاعْتِبَارِ الطِّبِّ عَلٰى حَسْبِ مَا يَذْكُرُهٗ اَصْحَابُ هٰذِهِ الصِّنَاعَةِ يُقَالُ اٰذَيْتُهٗ۔ اُذِيْتُهٗ اِيْذَاءً وَاَذِيَّةً وَاَذًى۔ حیض کا نام باعتبار شریعت

اذی رکھا گیا ہے اور طب میں بھی الطباء کے اقوال کے مطابق یہ تکلیف دہ چیز ہے۔

چونکہ اطباء نے لکھا ہے کہ ایام حیض میں مقاربت موجب امراض مہلکہ ہے۔ یہی امر تشفیقی قرآن کریم میں ہے کہ وہ چونکہ ایام موذی ہیں لہذا ان ایام میں عورتوں سے اعتزال کرو یعنی مخالطت و مقاربت سے محترز رہو۔ باقی ان کے ہاتھ کا کھانا۔ ان سے ملنا جلنا۔ ملامست کرنا۔ ایک جگہ بیٹھنا یہ سب جائز ہے۔ نہ یہود کی طرح اجتناب نہ نصاری کی طرح اختلاط، دونوں کے مابین رہنے کی تمہیں اجازت ہے۔ آننا وہم بھی نہیں جتنا یہود کو ہے اور آننا شوق بھی نہیں جتنا نصاری کو ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○ تو عورتوں سے قربت نہ کرو۔ جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں۔ پھر جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا۔ بے شک محبوب رکھتا ہے توبہ کثرت سے کرنے والوں کو اور محبوب رکھتا ہے ستھروں کو۔

اس میں حتی یطہرن سے مراد یہ نہیں کہ جب تک وہ غسل نہ کر لیں بلکہ ان سے مقارنت حالت حیض میں ممنوع ہے جب حیض ختم ہو جائے تو ایام طہر شروع ہو گئے اب مقاربت جائز ہے اگرچہ افضل یہی ہے کہ غسل کرنے کے بعد مقاربت کی جائے۔ جب عورت کی طرف طہر منسوب ہو تو اس سے غسل مراد نہیں ہوتا بلکہ فقط خون بند ہونا ہے۔ (روح المعانی)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم حائضہ کو غسل سے پہلے مشک استعمال کرنے کا حکم دیتے تا کہ خون کی بدبو جاتی رہے (روح المعانی)

بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے اور پاک ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے جو شرک اور حیض دونوں گندگیوں سے بچیں۔

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتی ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو اور اپنی بھلائی کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تمہیں اسے ملنا ہے اور آپ ایمان والوں کو خوشخبری دیں۔

قرآن حکیم نے تقوی کی تاکید بار بار فرمائی تا کہ انسان ہر حال میں اللہ تعالے کو یاد رکھے اہل ایمان کو حکم دیتا ہے اور اچھی جزاء کی خوشخبری سناتا ہے جن کے اوصاف یہ ہیں۔

قَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ۔ مومن کو آئندہ کی فکر ہوتی ہے اس کو لذت شہوت مطلوب نہیں۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ۔ خدا کا خوف اور پرہیزگاری کی انسان مثال بن جائے۔

مُلٰقُوْهُ:۔ آخر تمہیں اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے خبردار کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جس سے شرمساری ہو۔
بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ ایمان والوں کو خوشخبری سنا دو۔
حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کا عجیب حال ہے اگر خوشی ہوتی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر کوئی تکلیف ہو جائے تو اس پر صبر کرتا ہے تب بھی اس کے لیے بہتری ہوتی ہے (مسلم)
نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ سے اس امر کا بیان مقصود ہے کہ جیسے کھیتی کو بے کار استعمال نہیں کرتے ایسے ہی عورتوں کو کھیتی سمجھ کر قضاء شہوت کے لیے استعمال نہ کرو بلکہ ان کی قربت سے نسل کا قصد رکھو۔
اور قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ سے مراد یہ ہے کہ بوقت مقاربت ومجامعت بھی خدا کو یاد رکھو اور قبل از جماع وہ دعا پڑھ کر ثواب حاصل کرو جو حدیث میں آئی ہے اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا بِسْمِ اللّٰهِ اے میرے اللہ ہمیں شیطان سے دور رکھ اور شیطان کو اس بچے سے دور رکھ جو تو ہمیں عنایت فرمائے۔ میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔
حَرْثٌ۔ کھیتی۔ کھیت زمین کے اس ٹکڑے کو کہا جاتا ہے جس میں بیج بویا جائے اور اس میں سبزی غلہ اور نباتات پیدا ہوتے ہیں۔ بیوی نسل کے بڑھانے اور اولاد حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اسلام میں ہم بستری کا مقصد حصول اولاد ہے۔ اَنّٰى کے معنی جہاں کے ہیں شِئْتُمْ۔ تم چاہو یعنی طریق کار اور وقت پر پابندی نہیں بلکہ غیر فطری طریق پر پابندی ہے تاکہ اپنی قوت نسل کو ضائع نہ کریں۔
وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔ کہ احسان اور تقوی اور لوگوں کو صلح کرنے کی بھی قسم کھالو اور اللہ تعالی سنتا جانتا ہے۔
عُرْضَةً عربی میں کہتے ہیں۔ وَالْعُرْضَةُ مَا يُجْعَلُ مُعْرَضًا لِلشَّيْءِ۔ یعنی عرضہ وہ ہے جسے کسی شے سے بچنے کے لیے درمیان میں عارض کیا جائے۔
تَبَرُّوْا۔ تم نیک سلوک کرو یہ لفظ برّ سے ہے جس کے معنی نیکی کے ہیں۔
شان نزول۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اپنے بہنوئی نعمان بن بشیر کے گھر نہ جانے اور ان سے کلام نہ کرنے اور ان کی مخالفین کے ساتھ صلح نہ کرنے کی قسم کھالی تھی۔ جب اس کے متعلق ان سے کہا گیا تو انہوں نے کہا میں قسم کھا چکا ہوں اس لیے ان کے گھر جا بھی نہیں سکتا اور ان سے کلام بھی نہیں کر سکتا اور مصالحت بین الخصوم بھی کرانے سے حنث یمین لازم آئے گا۔ تو اس آیت میں اللہ تعالے نے نیک کام کرنے سے قسم کھانے کی ممانعت فرمائی۔

اسی بنا پر فقہاء نے تصریح کی کہ نیکی سے باز رہنے کی جو شخص قسم کھلے اسے چاہئے کہ وہ اس قسم کو پورا نہ کرے بلکہ وہ کام ضرور کرے اور حنثِ یمین کا کفارہ دے۔

مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی امر پر قسم کھالے پھر معلوم ہو کہ خیر اور بہتری اس کے خلاف میں ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کام کو پورا کرلے اور قسم کا کفارہ دے اور کفارہ یہ ہے کہ دس مسکین کو کھانا کھلا دے اس کھانا سے جو درمیانی درجہ سے خود مع عیال کے کھلتے یا ان کو کپڑے پہنا دے یا ایک غلام آزاد کردے فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ۔ اور اگر یہ نہ کرسکے تو تین روزے رکھے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے درمیانہ جو کہ تم گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کے کپڑے یا ایک غلام آزاد کرنا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قسم کھالے اور پھر اس کے خلاف بہتر صورت خیر کی نظر آئے تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دے کر نیکی کا کام انجام دے (مسلم)

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔

اللہ تمہیں گرفت نہیں کرتا ان قسموں میں جو لغو طور پر زبان سے نکل جائیں لیکن گرفت کرتا ہے ان کی جو تمہارے دلوں نے کی اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ۔ مواخذہ سے بنا جس کا مادہ اخذ ہے اس کے معنی ہیں پکڑنا اور گرفت کرنا۔ یعنی اللہ تبارک وتعالے نہ تو تم پر دنیا میں کفارہ واجب کرتا ہے نہ ہی آخرت میں گناہ ہے۔

بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ۔ لغو کے معنی باطل۔ بیہودہ باتیں۔

شرعی قسم لغو وہ ہے جو کوئی گذرے ہوئے واقعہ پر اپنے خیال میں درست جانتے ہوئے قسم کھا جائے اور حقیقتاً وہ غلط ہو۔

اَيْمَان۔ یمین کی جگہ آیا ہے اور ایمان یمین کی جمع ہے اس کے معنی ہیں قوت یا داہنا ہاتھ۔

اللہ تعالے تمہاری لغو قسموں پر جو تم گذشتہ بات پر اپنے کو سچا سمجھ کر کھا لو کوئی پکڑ نہیں فرماتا نہ دنیا میں نہ آخرت میں کہ نہ اس پر گناہ ہے نہ کفارہ۔

قسم تین طرح کی ہوتی ہے لغو۔ غموس۔ منعقد۔ یمین لغو یہ ہے کہ کسی گذرے ہوئے امر پر اپنے خیال میں صحیح جان کر قسم کھائے اور درحقیقت وہ اس کے خلاف ہو۔ یہ معاف ہے اور اس پر کفارہ نہیں۔

یمین غموس یہ ہے کہ کسی گذرے ہوئے امر پر دانستہ جھوٹی قسم کھائے اس میں گنہگار ہوگا۔

یمین منعقدہ یہ ہے کہ کسی آئندہ امر پر قصد کرکے قسم کھائے۔ اس قسم کو اگر توڑے تو گنہگار بھی ہے اور کفارہ بھی لازم آتا ہے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ. غفور، غفر سے بنا چھپانا اور حلیم حلم سے، بردباری۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا بہت حلم فرمانے والا ہے۔
لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o وہ جو قسم کے ساتھ ایلاء کر لیتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کا انہیں چار مہینہ کی مہلت ہے پھر اگر اس مدت میں رجوع کرے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر چھوڑ دینے کا ارادہ ہی کر لیا تو اللہ سنتا جانتا ہے۔

عربی میں ایلاء کہتے ہیں اس قسم کو جو اپنی بیوی سے ایک مدت تک مجامعت و مقاربت کے لیے کی جائے۔
شان نزول اس کا یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عوام کا یہ معمول تھا کہ اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے اگر وہ نہ دے سکتیں یا انکار کرتیں تو ان سے ایک سال دو سال تین سال یا اس سے بھی زائد عرصہ ان کے پاس جانے اور صحبت نہ کرنے کی قسم کھا لیتے اور انہیں پریشانی میں چھوڑ دیتے۔ ایسی حالت میں وہ غریب بے کس نہ بیوہ ہوتی تھی کہ اپنا ٹھکانہ دوسری جگہ کر لیتی اور نہ شوہر دار کہ شوہر کے پاس آرام پاتی۔ اسلام نے اس ظلم کو مٹا دیا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لیے چار ماہ کی مدت مقرر فرما دی تاکہ عورت اس مدت تک جس کو ایلاء کہتے ہیں انتظار کرے اس عرصہ میں خاوند سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے کہ عورت کو رکھنا ہے یا نہیں اس مدت میں اگر رجوع کرے تو نکاح باقی رہے گا اور قسم کا کفارہ لازم و ضروری ہو گا اور اگر اس مدت میں رجوع نہ کیا اور قسم بھی نہ توڑی تو عورت نکاح سے باہر ہو جائے گی اس پر طلاق بائن وہ طلاق واقع ہو گی جس میں دوبارہ نکاح ہو گا۔

فقہاء نے اس کے چند پہلو بیان کیے ہیں وہ یہ کہ اگر مرد صحبت قرابت پر قادر ہو تو صحبت ہی سے رجوع مسلم ہو گا اور اگر صحبت قرابت پر قادر نہ ہو تو بعد قدرت صحبت قرابت کا وعدہ بھی رجوع ہو گا۔ (تفسیر احمدی)

اور اگر ایلاء کے بعد رکھنا منظور نہ ہو تو عزم طلاق کے بعد مدت گزر جانے سے خود بخود طلاق واقع ہو گی۔
تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ۔ تربص کے معنی انتظار کرنا۔ ٹھہرنا۔ جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس جانے کی قسم کھا لیتے ہیں انہیں اس معاملہ میں سوچنے اور غور کرنے کے لیے چار ماہ کے انتظار کا حق حاصل ہے۔
فَاِنْ فَآءُوْا۔ یہ لفظ فئی سے بنا۔ اصل کی طرف لوٹنا اسی لیے شام کے سایہ کو فئے کہتے ہیں۔ صبح کے سایہ کو ظل کہتے ہیں۔ مال غنیمت کو بھی فئے کہتے ہیں۔ اگر ایلاء کرنے والے شوہر اپنی قسم سے رجوع کر لیں تو اس صورت میں صرف کفارہ کا ہی حکم ہے۔
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ۔ عزم کسی سخت کام کر گزرنے پر دل مضبوط کر لینا۔ طلاق۔ طلق سے بنا جس کے معنی کھلنا یا چھوٹنا اسی لیے چلنے کو انطلاق کہتے ہیں۔ شریعت مطہرہ میں نکاح کی بندش سے آزاد کرنے کو طلاق کہتے ہیں۔

فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۔ بے شک اللہ تعالے سنتا ہے اور نیت کو جانتا ہے۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْۤ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْۤا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۠

اور طلاق والیاں اپنے نفسوں کو روکے رکھیں تین حیض تک اور انہیں حلال نہیں کہ وہ چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا اگر وہ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے اگر صلح چاہیں اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے۔ جیسا ان پر ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ ۔ یہ لفظ طلاق سے بنا اس سے خاص طلاق والی عورتیں مراد ہیں۔ کیونکہ یہ عدت صرف اس عورت کی ہے جس سے شوہر کی خلوت صحیحہ ہو گئی ہو۔ غیر حاملہ۔ قابل حیض اور آزاد عورت کے لیے ہے۔ اس سے ہر وہ عورت مراد ہے جو نکاح میں آکر نکل جائے اسی لیے مطلقات جمع فرمایا گیا (تفسیر احمدی)

یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ۔ یہ لفظ تربص سے بنا اس کے معنی ہیں انتظار کرنا۔ لیکن یہاں روکنا مراد ہیں۔ ہر قسم کی طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو نکاح ثانی سے روکے رکھیں۔

اس آیت میں عدت مطلقہ کا ایک حکم واضح کیا گیا اس کی مدت عدت کے لیے تین قرء فرمائے جو ترجمہ میں تین حیض ظاہر کیے ہیں محاورہ عرب میں اس کی تحقیق یہ ہے۔

ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۔ قُرُوْءٌ ۔ قَرَأَتِ الْمَرْأَةُ رَأَتِ الدَّمَ وَاَقْرَأَتْ صَارَتْ ذَاتَ قُرْءٍ وَقَرَأَتِ الْجَارِیَةُ اِسْتَبْرَأَتْهَا بِالْقُرْءِ وَالْقُرْءُ فِی الْحَقِیْقَةِ اِسْمٌ لِلدُّخُوْلِ فِی الْحَیْضِ عَنْ طُهْرٍ (راغب)

خلاصہ یہ ہے کہ قرأ کی جمع قروء ہے اور یہ وہ اسم ہے جو حیض میں طہر کے ایام سے داخل ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے اس آیت میں مطلقہ عورتوں کے عقد کا بیان ہے۔

جن عورتوں کو ان کے شوہروں نے طلاق دی تو اگر وہ شوہر کے پاس نہ گئی تھیں اور ان سے خلوت صحیحہ نہ ہوئی تھی جب تو ان پر طلاق کی عدت ہی نہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۔ اور اگر تم ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو ان پر کوئی عدت نہیں ہے جو تم عدت گذارو۔

اور جن عورتوں کو خورد سالی یا کبر سنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو۔ ان کی عدت کا بیان سورۂ طلاق میں آئے گا یہاں اجمالا اتنا سمجھ لیں کہ جسے حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے۔

اور جو حاملہ ہو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ۔ طلاق والی عورتوں کو یہ جائز نہیں کہ چھپالیں

مَاخَلَقَ اللّٰهُ فِىْٓ اَرْحَامِهِنَّ۔ اس سے حمل یا حیض دونوں مراد ہیں (روح المعانی)

ارحام۔ رحم کی جمع ہے۔ بچہ دانی کو رحم کہتے ہیں اس سے رشتے قائم ہوتے ہیں۔

اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ اگر ایمان دار ہوں تو نہ چھپائیں کیونکہ یہ حلال نہیں۔ اس سے خوف دلانا مقصود ہے (روح المعانی)

بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ۔ شوہر عورت کا سردار بھی ہے۔ طلاق رجعی میں بھی عورت پر شوہر کو اختیار ہے کہ وہ رجوع کرلے (روح المعانی) اگر عورت غلط بیانی سے کام لے کر عدت میں دوسرا نکاح کرلے تو حق پہلے ہی شوہر کا ہوگا کیونکہ عدت باقی ہے۔ یہ رجوع طلاق رجعی یا بائنہ میں ہوگا۔

اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا۔ اصلاح سے احسان اور بہتری مراد ہے۔ شوہر رجوع کا ارادہ جب ہوگا جب اس کی نیت بہتر ہوگی۔ زمانہ جاہلیت میں بار بار طلاق دیتے اور بار بار رجوع کرتے اس طرح عورت کو مسلسل پریشان کرتے رہتے۔ یہ گناہ ہے۔

لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ اس سے عورتوں کے وہ حقوق مراد ہیں جو شوہروں کے ذمہ ہیں یعنی جتنے حق مردوں کے عورتوں پر ہیں اتنے ہی عورتوں کے مردوں پر ہیں۔

لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔ درجہ سے مراد زیادتی و تفوق ہے یعنی شوہر گھر کا حاکم اعلیٰ ہے۔

اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

شان نزول۔ حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ فرماتی ہیں کہ زمانہ نبوی میں مجھے میرے شوہر نے طلاق دیدی تھی اور اس وقت تک عدت کے احکام اسلام میں نہ آئے تھے اور زمانہ جاہلیت میں طلاق کی عدت مقرر نہ تھی اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور سب سے پہلے عدت طلاق انھوں نے ہی گذاری (در منثور)

مسائل:۔ طلاق شدہ عورتوں کی چند قسمیں ہیں اور ان کی عدتیں بھی علیحدہ ہیں۔

۱:۔ جن کو شوہر کی قربت سے پہلے طلاق ہو جائے اس پر عدت نہیں۔

۲:۔ حاملہ عورت جس کے پیٹ میں بچہ ہو اس کی عدت طلاق کی صورت میں بچہ کی پیدائش ہے۔

۳:۔ چھوٹی بچی یا بوڑھی عورت جسے حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے۔

۴:۔ لونڈی منکوحہ کی عدت دو حیض ہے۔

ارشاد باری تعالے ہے۔ وَالّٰٓـئِىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ اور دوسرا حکم وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔

یہاں ان کی عدت و طلاق کا حکم ہے جو آزاد عورتیں ہیں۔ وہ بتایا کہ وہ تین حیض عدت پوری کریں اور بعد اتمام عدت بھی اگر انہیں حمل معلوم ہو تو اسے نہ چھپائیں۔ کیونکہ اس کے چھپانے سے رجعت میں جو شوہر کا حق ہے۔ ضائع ہوگا اور دیانت وامانت کا یہی مقتضا ہے کہ حمل ہو تو ظاہر کر دے۔

اور طلاقِ رجعی میں عدت کے اندر شوہر عورت سے رجوع کر سکتا ہے۔ خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ کا بھی یہی مقتضیٰ ہے۔

لیکن اگر شوہر کو ملاپ منظور ہو تو ایسا کرے اور اگر ضرر رسانی کا قصد ہو تو ہرگز نہ کرے جیسا کہ اہل جاہلیت عورتوں کو پریشان کرنے کے لیے کرتے تھے۔

آخر میں اس امر کی بھی وضاحت کر دی کہ جس طرح عورتوں پر شوہروں کے حقوق کی ادا واجب ہے اسی طرح شوہروں پر عورتوں کے حقوق کی رعایت لازم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی اپنی بیوی کے خوش کرنے کے لیے ویسی ہی زینت کروں جیسے وہ میرے خوش کرنے کیلئے کرتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی کا حکم ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے اور وہ حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ میں ارشاد فرمایا تم عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ ان کو تم نے اپنے قبضہ میں اللہ کی امان سے لیا ہے۔ اور اللہ نے ان کو تمہارے لیے حلال کیا ہے۔ آگے طلاق کا مفصل حکم بیان ہو رہا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیرھواں ۱۳ رکوع پ۲ سورۃ بقرہ

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ط وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ط فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ لا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ط تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ج وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روکنا یا احسان کر کے چھوڑ دینا ہے اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے واپس لو مگر جب دلوں کو خوف ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کر سکیں گے تو اگر خائف ہوں کہ دونوں نہ قائم کر سکیں گے حدود اللہ تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو حدود اللہ سے آگے بڑھے تو وہی ظالم

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ
زَوْجًا غَيْرَهُ ۚ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا
أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ ۚ
وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ
يَعْلَمُونَ ۝

میں سے ہے۔
پھر اگر تیسری طلاق اسے دے دے تو اس کے بعد وہ عورت حلال نہیں۔ جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔ تو اگر دوسرا اسے طلاق دیدے تو اس پہلے پر گناہ نہیں کہ آپس میں رجوع ہو جائیں اگر انہیں گمان ہو کہ اللہ کی حدیں نبھا ہیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں بیان کرتا ہے اس قوم کو جو جانتی ہو۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ
فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ
بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا ۚ
وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَ
لَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ
وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ
اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

اور جب تم طلاق دو عورتوں کو تو ان کی میعاد پہنچ جائے تو انہیں روکو بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دو معروف طریقے سے اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکو حد سے بڑھ کر اور جو ایسا کرے وہ اپنی ہی جان پر ظالم ہے اور اللہ کی آیتوں کو تمسخر میں نہ ڈالو اور اس کی نعمتیں یاد کرو جو تم پر ہیں اور وہ جو تم پر کتاب و حکمت اتاری۔ تمہیں نصیحت دینے کو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک وہ سب کچھ جانتا ہے۔

لفظی ترجمہ

اَلطَّلَاقُ۔ طلاق	مَرَّتٰنِ۔ دو مرتبہ ہے	فَاِمْسَاکٌ۔ پھر روکنا ہے	بِمَعْرُوْفٍ۔ بھلائی سے
اَوْ۔ یا	تَسْرِیْحٌ۔ چھوڑنا ہے	بِاِحْسَانٍ۔ بھلائی سے	وَ۔ اور
لَا۔ نہیں	یَحِلُّ۔ حلال	لَکُمْ۔ تمہارے لیے	اَنْ۔ یہ کہ
تَاْخُذُوْا۔ پکڑ لو	مِمَّا۔ اس سے جو	اٰتَیْتُمُوْ۔ دیا تم نے	ھُنَّ۔ ان کو
شَیْئًا۔ کچھ بھی	اِلَّا۔ مگر	اَنْ۔ یہ کہ	یَخَافَا۔ ڈریں
اَلَّا۔ یہ کہ نہ	یُقِیْمَا۔ قائم کر سکیں گے	حُدُوْدَ۔ حدیں	اللّٰہِ۔ اللہ کی
فَاِنْ۔ پھر اگر	خِفْتُمْ۔ تم ڈرو	اَلَّا۔ یہ کہ نہ	یُقِیْمَا۔ قائم کرینگے

حُدُوْدَ - حدیں
عَلَیْھِمَا - ان پر
تِلْكَ - یہ
تَعْتَدُوْا - گذرو
یَّتَعَدَّ - گذرے
ھُمُ - وہی ہیں
فَلَا - تو نہیں
حَتّٰی - یہانتک کہ
فَاِنْ - پھر اگر
عَلَیْھِمَا - ان پر
ظَنَّا - وہ خیال کریں
اللہِ - اللہ کی
اللہِ - اللہ کی
وَ - اور
فَبَلَغْنَ - تو وہ پہنچ جائیں
اَوْ - یا
لَا - نہ
لِتَعْتَدُوْا - تاکہ تم زیادتی کرو
ذٰلِكَ - ایسا
وَ - اور
ھُزُوًا - ٹھٹھا
اللہِ - اللہ کا
اَنْزَلَ - اتارا اس نے
الْحِكْمَةِ - حکمت سے
اتَّقُوا - ڈرو

اللہِ - اللہ کی
فِیْمَا - اس میں جو
حُدُوْدُ - حدیں ہیں
ھَا - ان سے
حُدُوْدَ - حدیں
الظّٰلِمُوْنَ - ظالم
تَحِلُّ - حلال ہے
تَنْکِحَ - نکاح کرے
طَلَّقَھَا - طلاق دے اسکو
اَنْ - یہ کہ
اَنْ - یہ کہ
وَ - اور
یُبَیِّنُھَا - بیان کرتا ہے ان کو
اِذَا - جب
اَجَلَھُنَّ - اپنی مدت کو
سَرِّحُوْھُنَّ - چھوڑو ان کو
تُمْسِکُوْ - روکو
وَ - اور
فَقَدْ - تو بیشک
لَا - نہ
وَ - اور
عَلَیْکُمْ - اپنے اوپر
عَلَیْکُمْ - تم پر
یَعِظُکُمْ - نصیحت کرتا ہے تمکو
اللہَ - اللہ سے

فَلَا - تو نہیں
افْتَدَتْ - فدیہ دے عورت
اللہِ - اللہ کی
وَ - اور
اللہِ - اللہ کی
فَاِنْ - پھر اگر
لَہٗ - اس کے لیے
زَوْجًا - شوہر
فَلَا - تو نہیں
یَّتَرَاجَعَا - رجوع کریں
یُّقِیْمَا - قائم کر سکیں گے
تِلْكَ - یہ ہیں
لِقَوْمٍ - واسطے قوم
طَلَّقْتُمُ - طلاق دو تم
فَاَمْسِکُوْھُنَّ - تو روکو ان کو
بِمَعْرُوْفٍ - بھلائی سے
ھُنَّ - ان کو
مَنْ - جو
ظَلَمَ - اس نے ظلم کیا
تَتَّخِذُوْا - بناؤ
اذْکُرُوْا - یاد کرو
وَ - اور
مِنَ الْکِتٰبِ - کتاب
بِہٖ - ساتھ اس کے
وَ - اور

جُنَاحَ - گناہ
بِہٖ - اس کا
فَلَا - تو نہ
مَنْ - جو
فَاُولٰٓئِكَ - تو یہ لوگ
طَلَّقَھَا - طلاق دے اسکو
مِنْۢ بَعْدُ - اسکے بعد
غَیْرَہٗ - دوسرے سے
جُنَاحَ - گناہ
اِنْ - اگر
حُدُوْدَ - حدیں
حُدُوْدُ - حدیں
یَّعْلَمُوْنَ - جاننے والی کے
النِّسَآءَ - عورتوں کو
بِمَعْرُوْفٍ - بھلائی سے
وَ - اور
ضِرَارًا - تکلیف دینے کیلئے
یَّفْعَلْ - کرے
نَفْسَہٗ - اپنی جان پر
اٰیٰتِ اللہِ - اللہ کی آیتوں کو
نِعْمَتَ - احسان
مَا - جو
وَ - اور
وَ - اور
اعْلَمُوْا - جان لو

اِنَّ۔ بیشک اللّٰہَ۔ اللہ بِکُلِّ۔ ہر ایک شَیْءٍ۔ چیز کو
عَلِیْمٌ۔ جاننے والا ہے

مختصر تفسیر تیرھواں [13] رکوع پ۲ سورۃ بقرہ

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا۔ اس سے طلاق رجعی کی حد بتانا مقصود ہے یعنی دو طلاق رجعی ہیں جس میں شوہر کو رجوع کرنے کا حق ہے وہ دو ہیں تیسری طلاق مغلظہ کے بعد شوہر کو رجوع کرنے کا حق حاصل نہیں رہتا جب کسی نے تیسری طلاق بھی دیدی تو اب کسی اور سے نکاح کیے بغیر یہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہوتی۔

اِمْسَاک۔ مَسک سے بنا یعنی روکنا۔ بخیل کو بھی ممسک کہتے ہیں وہ مال کو روکتا ہے۔ معروف سے اچھے تعلقات نیک سلوک مراد ہیں۔ دو طلاق کے بعد بغرض اصلاح نہ کہ بہ نیت نقصان ان کو روکنا جائز ہے

اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ تسریح۔ سَرح سے بنا یعنی آزاد چھوڑنا۔ علیحدہ کرنا۔ اسی لیے بالوں میں کنگھی کرنے کو تسریح الشَّعْر (بال سلجھانا) کہتے ہیں

احسان سے عورت کا مہر اور حقوق عدت ادا کرنا ہے یعنی دو طلاق تک مردوں کو دو حق حاصل ہیں بہ قصد اصلاح انہیں روک لینا یا طلاق سے رجوع کر لینا یا بھلائی سے ان کو چھوڑ دینا یعنی تیسری طلاق دے دینا اور تعلقات ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا۔

شان نزول۔ ایک عورت نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کے شوہر نے کہا ہے کہ وہ اس کو طلاق دیتا رہے گا اور رجوع کرتا رہے گا۔ ہر مرتبہ جب طلاق کی عدت گذرنے کے قریب ہوگی رجعت کر لیگا پھر طلاق دے دیگا اور اسے اسی طرح عمر بھر قید رکھے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں بتا[illegible] نافذ کر دیا گیا کہ طلاق رجعی دو بار تک ہے اس کے بعد تیسری بار طلاق دینے پر رجعت کا حق نہیں اور یہ بھی بتا دیا کہ دو طلاق کے بعد اگر رجعت نہ کرے تو پھر عورت بائنہ ہو جائے گی۔ اس کے بعد تجدید نکاح کے بغیر وہ عورت حلال نہیں [illegible] سکتی۔

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ

اور تمہیں جائز نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا (یعنی مہر وغیرہ، لباس۔ زیور) اس میں سے کچھ واپس لو یعنی طلاق

دیتے وقت دیا ہو واپس لینا نہ چاہیئے۔ پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ دونوں حدود شرعی پر قائم نہ رہیں گے۔ تو تم پر گناہ نہیں اس میں کہ بدلہ دے کر عورت رخصت لے (حدود سے مراد حقوق زوجین ہیں) خاوند اپنی بیوی کے حقوق کا لحاظ رکھے۔ بیوی خاوند کے حقوق محفوظ رکھے اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو علیحدہ علیحدہ ہو جانے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے تو وہی ظالم لوگ ہیں۔

یہ قانون بیان فرما کر دو طلاقوں کے بعد اب تیسری طلاق کا اثر اور حکم واضح کیا جا رہا ہے۔ یہ آیت جمیلہ بنت عبداللہ کے حق میں نازل ہوئی۔ یہ جمیلہ ثابت بن قیس بن شماس کے نکاح میں تھی اور شوہر سے کمال نفرت کرتی تھیں حضور سے آ کر انہوں نے شکایت کی اور عرض کیا کہ میں کسی صورت بھی ان کے پاس رہنے پر راضی نہیں۔ ثابت نے کہا میں نے انہیں ایک باغ دیا ہے اگر یہ میرے پاس رہنا گوارا نہیں کرتیں تو وہ مجھے واپس کریں میں ان کو طلاق دیدوں گا جمیلہ نے اسے منظور کیا۔ ثابت نے باغ لے لیا اور طلاق دے دی۔ اس طرح کی طلاق کو خلع کہتے ہیں اس سے چند مسائل واضح ہوتے ہیں (۱) خلع میں طلاق بائن ہوتی ہے (۲) خلع میں لفظ خلع کا ذکر ضروری ہے مگر جدائی کی طلبگار عورت سے خلع میں مقدار مہر سے زائد لینا مکروہ ہے۔ اور اگر عورت کی طرف سے مطالبہ تفریق نہ ہو بلکہ مرد ہی اس کو علیحدہ کرنا چاہے۔ تو مرد کو طلاق کے عوض مال لینا مطلقاً مکروہ ہے۔ یعنی مکروہ تحریمی۔

خلع یہ ہے کہ عورت کچھ مال دے کر یا حقوق زوجیت کے عوض شوہر سے طلاق حاصل کرے مگر خلع کا لفظ بولنا ضروری ہے مثلاً عورت کہے کہ تو مجھ سے ہزار روپے کے عوض خلع کر لے۔ اگر مال کا ذکر تو کیا خلع کا ذکر نہ کیا تو وہ طلاق بالمال کہلائے گی نہ کہ خلع (تفسیر احمدی)

جو چیز نکاح میں مہر بن سکتی ہے وہ خلع کا عوض بھی بن سکتی ہے مہر کم از کم دس درم تقریباً ڈھائی روپے ہو سکتا ہے۔ زیادہ کی حد نہیں (تفسیر احمدی)

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔

پھر اگر (تیسری بار بھی) طلاق دیدے تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے نکاح میں نہ آ دے (اور اس کے پاس نہ رہے) پھر جب وہ دوسرا (خاوند) طلاق دے دے تو ان میں نکاح کر لینے سے گناہ نہیں اگر یقین رکھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں پوری کریں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں فرماتا ہے جاننے والوں کے لیے

فَاِنْ طَلَّقَهَا ۔ اس آیت سے رجعی اور خلع کی دو طلاقیں مراد ہیں خواہ وہ بعوض مال خلع ہو یا رجعی۔

فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ ۔ تیسری طلاق کے بعد وہ عورت شوہر پر بحرمت مغلظہ حرام ہو جاتی ہے۔ اب وہ عورت اس شوہر کے لیے کسی طرح حلال نہیں نہ وہ شوہر رجوع کر سکتا ہے نہ اب دوبارہ نکاح کر سکتا ہے جب تک حلالہ نہ کیا جائے

حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۔ تنکح کا مادہ نکح ہے جس کے معنی صحبت یا عقد ہیں یہاں چونکہ زوجا کا ذکر ہے اس لیے صحبت کے معنی ہیں ہے (تفسیر کبیر)

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت عدت گذار کر دوسرے بالغ تندرست مرد سے نکاح کرے پھر وہ صحبت کر کے طلاق دے پھر بعد طلاق عدت گذار کر پہلے شوہر کے پاس عقد میں آ سکتی ہے۔

یعنی بعد عدت دوسرے سے وہ عورت نکاح کرے اور وہ بعد صحبت و ہمبستری اسے طلاق دے اور عدت گذار لے۔ اس کے بعد دوبارہ بتراضی طرفین پہلا خاوند نکاح کر سکتا ہے۔

شان نزول:۔ عائشہ بنت عبدالرحمن رفاعہ ابن وہب کے نکاح میں تھی انہوں نے انکو طلاق ثلاثہ تین طلاقیں دیدی تھیں۔ انہوں نے عدت گذار کر عبدالرحمن بن زبیر قرظی سے نکاح کر لیا کچھ دن بعد عائشہ بنت عبدالرحمن نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر دوسرے شوہر کی شکایت کی اور ان کے نامرد ہونے کا اظہار فرمایا۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کیا پہلے خاوند رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو انہوں نے رضامندی کا اظہار فرمایا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تک دوسرا شوہر صحبت و قرابت نہ کرے اس وقت تک تم پہلے شوہر کے پاس نہیں جا سکتی اور اگر وہ نامرد ہیں تو تم رفاعہ کے لیے حلال نہیں (روح المعانی)

مسئلہ:۔ حلالہ کے بعد جب عورت پہلے شوہر کے پاس آئے گی تو نکاح اول کے مثل شوہر کو تین طلاقوں کا حق حاصل ہوگا جیسا کہ یتراجعا سے معلوم ہوا۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَّتَرَاجَعَا ۔ اگر دوسرا شوہر بھی بعد صحبت اسے طلاق دے دے تو اب شوہر اول اس عورت سے دوبارہ نکاح کرے تو اس میں گناہ نہیں بشرطیکہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہو

اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۔ ظن کے حقیقی معنی ہیں۔ اور حدود اللہ سے زوجیت کے شرعی حقوق مراد ہیں وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۔ تلک سے ان تمام احکام کی طرف اشارہ ہے

يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔ خوب بیان کرنا اللہ تعالٰی ان قوانین کو اور احکام کو صاف صاف بیان فرماتا ہے

تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد آلگے (یعنی عدت تمام ہونے کے قریب ہو اور طلاق رجعی ہو) تو اس وقت تک بھلائی کے ساتھ روک لو یا ان کو شرافت کے ساتھ چھوڑ دو اور ان کو تکلیف دینے کے لیے نہ روکو اور جو ایسا کرے تو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اللہ کی آیتوں کو مذاق نہ بنالو اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو اور جو اس نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اللہ تمہیں اس کی نصیحت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ ہر ایک شئے کو جانتا ہے۔

یہاں طلاق رجعی مراد ہے جو تم اپنی بیویوں کو دو اجل کے معنی انتہا کو پہنچ جانا یعنی وقت اور مدت کو۔ یعنی وہ طلاق والی عورتیں اپنی اخیری عدت کو پہنچ جائیں۔ ان کی عدت ختم ہونے لگے۔ اور امساک سے رجوع کرنا مراد ہے۔

شان نزول:۔ یہ آیت ثابت بن یسار انصاری کے حق میں نازل ہوئی۔ انہوں نے اپنی عورت کو طلاق دی تھی اور جب عدت قریب الاختتام ہوتی تھی رجوع کرلیا کرتے تھے تاکہ عورت قبضہ میں پڑی رہے۔ اس پر حکم ہوا فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ نباہنے کی نیت سے اچھا معاملہ رکھنے کے خیال سے صحبت کرو ورنہ نہیں یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو اور عدت گذرجانے دو تاکہ بعد عدت وہ آزاد ہو جائیں) اور انہیں ضرر پہنچانے کی نیت سے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا کرے وہ اپنی ہی جان پر ظلم کرتا ہے (یعنی ایسا کرنے والا حکم الٰہی کی مخالفت کرکے گنہگار ہوتا ہے) اور اللہ کی آیتوں کو مسخر نہ بناؤ کہ ان کی پرواہ نہ کرو اور حکم کے خلاف ان پر ظلم روا رکھو) اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے یعنی تمہیں اسلام دیا۔ حضور خاتم نبوت کا امتی بنایا) اور وہ جو تم پر کتاب و حکمت سے نازل کیا ہے کتاب سے قرآن کریم اور حکمت سے احکام قرآن مراد ہیں۔ تمہیں نصیحت دینے کو اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چودھواں رکوع پ۲ سورۃ بقرہ

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا اور جب عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد پوری

تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا
تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ
بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ
ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ
كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى
الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ
لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ
بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى
الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا
عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا
اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ
مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ۝

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ
اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ
بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ
خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ

ہو جائے تو انہیں نہ روکو اس سے کہ وہ اپنی رائے
سے نکاح کر لیں جبکہ آپس میں شرعی طور پر راضی ہوں
یہ نصیحت اسے ہے جو تم میں سے ہو ایمان لانے والا
اللہ اور آخرت کے دن پر یہ تمہارے لیے زیادہ ستھرا
اور پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔
اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال اس
کے لیے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنے کا ارادہ
رکھے اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا اور کپڑا
حسب دستور ہے کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے مگر اس
کی وسعت و مقدرت کے موافق ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس
کے بچے سے اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے اور
جو باپ کی جگہ قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی لازم
ہے تو اگر ماں باپ دودھ چھڑانا چاہیں دونوں کی
رضامندی اور مشورے سے تو ان پر گناہ نہیں اور
اگر تم چاہو کہ دائیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ
تو تم پر گناہ نہیں جبکہ معاوضہ ادا کرو اس [illegible]
ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ [illegible]
تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے۔
اور وہ جو تم میں سے مریں اور بیویاں چھوڑیں [illegible]
نفس کو روکے رکھیں چار مہینے دس دن تو جب پہنچ [illegible]
کی مدت تو گناہ نہیں تم پر جو عورتیں اپنے نفس [illegible]
موافق شرع کریں اور اللہ جو تم کرتے ہو اس سے
خبر ہے۔
اور نہیں گناہ تم پر اس بات میں جو پیام دو عورتوں
کو نکاح کا در پردہ یا چھپا رکھو اپنے نفسوں میں اللہ

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۥ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

جانتا ہے کہ اب تم ان کی یاد کرو گے وہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ کر رکھو لیکن یہ کہ اتنی بات کہو جو شرع میں ہے اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو حتی کہ پہنچ جائے اپنی میعاد کو لکھا ہوا اور جان لو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تو اس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	طَلَّقْتُمُ۔ طلاق دو تم	النِّسَآءَ۔ عورتوں کو
فَبَلَغْنَ۔ پھر وہ پہنچیں	اَجَلَهُنَّ۔ اپنی مدت کو	فَلَا۔ تو نہ	تَعْضُلُوْهُنَّ۔ روکو
هُنَّ۔ ان کو	اَنْ۔ یہ کہ	يَّنْكِحْنَ۔ نکاح کریں	اَزْوَاجَهُنَّ۔ اپنے شوہروں سے
اِذَا۔ جب	تَرَاضَوْا۔ وہ راضی ہوں	بَيْنَهُمْ۔ آپس میں	بِالْمَعْرُوْفِ۔ شرع کے مطابق
ذٰلِكَ۔ یہ	يُوْعَظُ۔ نصیحت کیا جاتا ہے	بِهٖ۔ اس کی	مَنْ۔ وہ جو
كَانَ۔ ہے	مِنْكُمْ۔ تم میں سے	يُؤْمِنُ۔ ایمان رکھتا	بِاللّٰهِ۔ اللہ
وَ۔ اور	الْيَوْمِ۔ دن	الْاٰخِرِ۔ آخرت پر	ذٰلِكُمْ۔ یہ
اَزْكٰى۔ بہت پاکیزہ ہے	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	وَ۔ اور	اَطْهَرُ۔ بہت ستھرا
وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	يَعْلَمُ۔ جانتا ہے	وَ۔ اور
اَنْتُمْ۔ تم	لَا۔ نہیں	تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	وَ۔ اور
الْوَالِدٰتُ۔ مائیں	يُرْضِعْنَ۔ دودھ پلائیں	اَوْلَادَهُنَّ۔ اپنی اولاد کو	حَوْلَيْنِ۔ دو سال
كَامِلَيْنِ۔ پورے	لِمَنْ۔ اسکے لیے جو	اَرَادَ۔ چاہے	اَنْ۔ یہ کہ
يُّتِمَّ۔ پورا کرے	الرَّضَاعَةَ۔ دودھ کی مدت	وَ۔ اور	عَلَى۔ اوپر
الْمَوْلُوْدِ لَهٗ۔ بچے کے باپ کے ہے		رِزْقُهُنَّ۔ انکی روٹی	وَ۔ اور
كِسْوَتُهُنَّ۔ ان کا کپڑا	بِالْمَعْرُوْفِ۔ دستور کے مطابق		لَا۔ نہیں
تُكَلَّفُ۔ تکلیف دیا جاتا	نَفْسٌ۔ کوئی آدمی	اِلَّا۔ مگر	وُسْعَهَا۔ اسکی وسعت ہے

لَا ۔ نہ　تُضَآرَّ ۔ تکلیف دی جائے　وَالِدَۃٌ ۔ ماں　بِوَلَدِھَا ۔ اپنے بچے سے
وَ ۔ اور　لَا ۔ نہ　مَوْلُوْدٌ ۔ بچہ کے　لَّہٗ ۔ باپ کو
بِوَلَدِہٖ ۔ اپنے بچے سے　وَ ۔ اور　عَلَی ۔ اوپر　الْوَارِثِ ۔ وارث کے بھی
مِثْلُ ۔ مثل　ذٰلِکَ ۔ اس کے ہے　فَاِنْ ۔ پھر اگر　اَرَادَا ۔ ارادہ کریں
فِصَالًا ۔ دودھ چھڑانے کا　عَنْ تَرَاضٍ ۔ رضامندی سے　مِّنْھُمَا ۔ دونوں کی
وَ ۔ اور　تَشَاوُرٍ ۔ مشورے سے　فَلَا ۔ تو نہیں　جُنَاحَ ۔ گناہ
عَلَیْھِمَا ۔ ان دونوں پر　وَ ۔ اور　اِنْ ۔ اگر　اَرَدْتُّمْ ۔ ارادہ کرو تم
اَنْ ۔ یہ کہ　تَسْتَرْضِعُوْٓا ۔ دودھ پلاؤ　اَوْلَادَکُمْ ۔ اپنے بچے کو
فَلَا ۔ تو نہیں　جُنَاحَ ۔ گناہ　عَلَیْکُمْ ۔ تم پر　اِذَا ۔ جب
سَلَّمْتُمْ ۔ دیدو　مَّآ ۔ جو　اٰتَیْتُمْ ۔ دینا ہے تم کو　بِالْمَعْرُوْفِ ۔ دستور کے مطابق
وَ ۔ اور　اتَّقُوا ۔ ڈرو　اللّٰہَ ۔ اللہ سے　وَ ۔ اور
اعْلَمُوْٓا ۔ جان لو　اَنَّ ۔ بیشک　اللّٰہَ ۔ اللہ　بِمَا ۔ اسکو
تَعْمَلُوْنَ ۔ جو تم کرتے ہو　بَصِیْرٌ ۔ دیکھنے والا ہے　وَ ۔ اور　الَّذِیْنَ ۔ وہ جو
یُتَوَفَّوْنَ ۔ مرجائیں　مِنْکُمْ ۔ تم میں سے　وَ ۔ اور　یَذَرُوْنَ ۔ چھوڑ جائیں
اَزْوَاجًا ۔ بیویاں تو　یَّتَرَبَّصْنَ ۔ انتظار کریں　بِاَنْفُسِھِنَّ ۔ اپنی جانوں سے　اَرْبَعَۃَ ۔ چار
اَشْھُرٍ ۔ مہینے　وَّ ۔ اور　عَشْرًا ۔ دس دن　فَاِذَا ۔ پھر جب
بَلَغْنَ ۔ پہنچ جائیں　اَجَلَھُنَّ ۔ اپنی عدت کو　فَلَا ۔ تو نہیں　جُنَاحَ ۔ گناہ
عَلَیْکُمْ ۔ تم پر　فِیْمَا ۔ اس میں جو　فَعَلْنَ ۔ کریں　فِیْٓ ۔ بیچ
اَنْفُسِھِنَّ ۔ اپنی جانوں کے　بِالْمَعْرُوْفِ ۔ شریعت کے موافق　وَ ۔ اور
اللّٰہُ ۔ اللہ　بِمَا ۔ اس سے جو　تَعْمَلُوْنَ ۔ تم کرتے ہو　خَبِیْرٌ ۔ خبردار ہے
وَ ۔ اور　لَا ۔ نہیں　جُنَاحَ ۔ گناہ　عَلَیْکُمْ ۔ تم پر
فِیْمَا ۔ اس میں جو　عَرَّضْتُمْ ۔ پوشیدہ دو　بِہٖ ۔ اسے　مِنْ خِطْبَۃِ ۔ پیام سے
النِّسَآءِ ۔ عورتوں کو　اَوْ ۔ یا　اَکْنَنْتُمْ ۔ چھپاؤ　فِیْٓ ۔ بیچ
اَنْفُسِکُمْ ۔ اپنی جانوں کے　عَلِمَ ۔ جانتا ہے　اللّٰہُ ۔ اللہ　اَنَّکُمْ ۔ بے شک تم
سَتَذْکُرُوْنَ ۔ تم جلد دھیان کرو گے۔　ھُنَّ ۔ ان عورتوں کو　وَ ۔ اور

لٰکِنْ۔لیکن	لَا۔نہ	تُوَاعِدُوْا۔وعدہ کرو	هُنَّ۔ان سے
سِرًّا۔خفیہ	اِلَّا۔مگر	اَنْ۔یہ کہ	تَقُوْلُوْا۔کہو تم
قَوْلًا۔کہنا	مَعْرُوْفًا۔کھلم کھلا	وَ۔اور	لَا۔نہ
تَعْزِمُوْا۔پکی کرو	عُقْدَةَ۔گرہ	النِّكَاحِ۔نکاح کی	حَتّٰى۔یہاں تک کہ
يَبْلُغَ۔پہنچ جائے	اَلْكِتٰبُ۔لکھت	اَجَلَهٗ۔مدت کی	وَ۔اور
اِعْلَمُوْا۔جان لو	اَنَّ۔بیشک	اللّٰهَ۔اللہ	يَعْلَمُ۔جانتا ہے
مَا۔جو	فِيْ۔بیچ	اَنْفُسِكُمْ۔تمہاری جانوں کے ہے	فَاحْذَرُوْهُ۔تو ڈرو
وَ۔اور	اِعْلَمُوْا۔جان لو	اَنَّ۔بیشک	اللّٰهَ۔اللہ
غَفُوْرٌ۔بخشنے والا	حَلِيْمٌ۔حوصلے والا ہے۔		

مختصر تفسیر چودہواں رکوع۔ پ ۲ سورۃ بقرہ

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد پوری ہو جائے تو اے ورثاء ازواج) انہیں نہ روکو اس سے کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کریں جبکہ آپس میں موافق شرع رضامند ہو جائیں یہ نصیحت اسے دی جاتی ہے جو تم سے اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔

فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ۔ یعنی ان کی مدت عدت گزر جائے اور

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ سے مراد وہ ہے جن کو انہوں نے اپنے نکاح کے لیے تجویز کیا ہو خواہ وہ نئے ہوں یا یہی طلاق دینے والے یا ان سے پہلے جو طلاق دے چکے تھے شرعی جواز کے بعد جس کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر ہو چکی اور

اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ کا یہ مفہوم ہے کہ مہر مثل پر اپنی کفو میں رشتہ ہو کیونکہ اس کے خلاف کی صورت میں اولیاء نساء کو اعتراض و تعرض کا حق ہے۔ اس کا

شان نزول:۔ یہ ہے کہ معقل بن یسار مزنی نے اپنی بہن کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عاصم سے کر دیا۔ عبداللہ بہت نیک آدمی تھے اتفاقاً شوہر بیوی میں کسی بات پر ناچاقی ہو گئی۔ عبداللہ نے جمیلہ کو

طلاق بائنہ دیدی۔ معقل کو بہت رنج ہوا۔ عدت گذرنے کے بعد عبد اللہ نے پھر جمیلہ سے نکاح کرنا چاہا جس پر معقل نے قسم کھالی کہ اب میں تم سے ہرگز نکاح نہ کروں گا۔ جمیلہ کی مرضی ان سے دوبارہ عقد کی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معقل کو بلا کر یہ آیت سنائی انہوں نے گردن جھکا دی اور جمیلہ کا نکاح عبداللہ بن عاصم سے کر دیا اور قسم کا کفارہ دیدیا۔ یہ طلاق بائنہ تھی۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی (بخاری)

دوسری روایت میں ہے۔ خاوند نے ایک یا دو طلاق دیدی اور عدت میں رجعت بھی نہ کی جب مدت ختم ہوگئی تو پہلے خاوند نے بھی پیام دیا عورت راضی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ یہ تمہارے لیے زیادہ ستھرا ہے اور پاکیزہ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ذٰلِكُمْ۔ سے نصیحت اور عمل کی طرف اشارہ ہے۔

اَزْكٰى۔ زکوٰۃ سے بنا یعنی بڑھنا یا طہارت پاکیزگی۔

اَطْهَرُ۔ سے ظاہری پاکی مراد ہے۔

اس کے بعد احکام رضاعت کا بیان ہے کیونکہ طلاق کے بعد یہ سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ طلاق والی کی گود میں بچہ ہو تو اس جدائی کے بعد اس کی پرورش کا کیا ذریعہ ہوگا اسی لیے یہ قرین حکمت ہے کہ بچہ کی پرورش کے متعلق جو والدین پر احکام ہیں وہ بیان ہوں۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۔ اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس۔ اس کے لیے جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہے۔

وَالْوَالِدٰتُ سے طلاق والی عورتیں مراد ہیں۔

يُرْضِعْنَ۔ رضع سے بنا اس کے معنی چوسنا ہے۔ دودھ پلانا۔

اَوْلَادَهُنَّ۔ ولد کی جمع ہے۔ لڑکی یا لڑکا۔ مائیں اولاد کو دودھ پلائیں۔

حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ۔ حول کے معنی بدلنا پلٹنا۔ سال پلٹ کر آتے ہیں۔ کاملین پورے دو سال مراد ہیں۔ یعنی دو سال کی مدت پوری کرنا لازم نہیں۔ مگر ماں عورت خواہ مطلقہ ہو یا نہ ہو اس پر اپنے بچے کو دودھ پلانا واجب ہے۔ بشرطیکہ باپ اجرت پر دودھ پلانے کی طاقت نہ رکھتا ہو یا کوئی دودھ پلانے والی میسر نہ آئے یا بچہ ماں کے سوا اور کسی کا دودھ نہ پئے اور اگر یہ باتیں نہ ہوں تو ماں پر دودھ پلانا واجب نہیں مستحب ہے (تفسیر احمدی۔ جمل)

پھر دو سال سے کم مدت میں دودھ چھڑانے سے بچہ کے لیے خطرہ نہ ہو تو اس سے کم مدت میں بھی دودھ

چھڑانا جائز ہے (تفسیر احمدی۔ خازن)

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ

اور اس پر جس کا بچہ ہے عورتوں کا کھانا کپڑا حسب دستور ہے کسی جان پر تکلیف نہ دی جائے مگر اس کی حد وسعت میں نہ ضرر دیا جائے اس کے بچہ سے اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے اور وارث پر مثل اسی کے ہے۔

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا۔ تُكَلَّفُ۔ کُلْف سے بنا اس کے معنی چہرہ کی سیاہی ہے اور اصطلاح میں مشقت میں ڈالنا کیونکہ اس کا اثر چہرہ پر ظاہر ہوتا ہے اس لیے اسے تکلف کہا جاتا ہے۔

وُسْعَ کے معنی گنجائش۔ اصطلاح میں طاقت کے ہیں اس میں بھی اعمال کی گنجائش ہوتی ہے یعنی کسی نفس کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔

اس آیت سے واضح ہے کہ بچہ کی ماں کو اس کی خلاف مرضی دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے اور مرضعہ زیادہ اجرت مانگ کر ایذا نہ پہنچائے۔ ماں کا بچہ کو ضرر پہنچانا یہ ہے کہ اس کو وقت پر دودھ نہ دے یا اس کی نگرانی نہ کرے یا اپنے ساتھ مانوس کرنے کے بعد چھوڑ دے اور باپ کا بچہ کو ضرر دینا یہ ہے کہ مانوس بچہ کو ماں سے چھین لے یا ماں کے حق میں کوئی کوتاہی کرے جس سے بچہ کو نقصان پہنچے۔

لیکن اگر باپ زندہ نہ ہو تو

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ۔ اس سے بچہ کا وارث مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ باپ کے وارث ذی رحم مراد ہیں یعنی وہ قرابت والے جن سے نکاح ہمیشہ حرام ہو۔ ذٰلِکَ میں گذشتہ احکام کی طرف اشارہ ہے یعنی اگر باپ زندہ نہ ہو بچہ یتیم ہو تو اس کے ذی رحم قرابتدار پر اس کا خرچہ واجب ہوگا۔

فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَن تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَإِنْ أَرَدتُّمْ أَن تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

تو اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں۔ تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم چاہو کہ دائیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی مضائقہ اور گناہ نہیں جب کہ جو دینا ٹھہرا تھا وہ حسب دستور ادا کردو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے

إِذَا سَلَّمْتُم مَّا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ۔ سَلَّمْتُمْ۔ تسلیم سے بنا اس کے معنی آفات سے محفوظ رہنا ہے۔

مَآ اٰتَيۡتُمۡ۔ دینے کا ارادہ کرنا یا اجرت طے کرنا مراد ہے۔

بِالۡمَعۡرُوۡفِ۔ اس سے خوش معاملگی اور بھلائی مراد ہے یعنے تم ان کی مقررہ اجرت بھلائی سے بغیر تاخیر کے دے دو۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ ان تمام احکام میں اللہ سے ڈرتے رہو اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے اس سے خوف خدا دلانا مقصود ہے۔

اَرَادَا۔ کا فاعل ماں باپ دونوں ہیں ان کی رائے پر موقوف کیا گیا باپ اجرت سے بچنے کے لیے دودھ جلد چھڑانا چاہتا ہے اور ماں دوسرا نکاح کرنے کے لیے جلدی کر سکتی ہے تاکہ بچہ کو نقصان نہ ہو۔

فِصَالًا۔ فصل سے بنا اس کے معنی جدائی کے ہیں اسی لیے شہر پناہ کو فصیل کہتے ہیں۔ اونٹ کے بچہ کو بھی فصال کہتے ہیں کہ وہ بھی ماں سے جدا کر دیا جاتا ہے۔ یہاں دودھ چھڑانا مراد ہے۔

عَنۡ تَرَاضٍ۔ تراض رضا سے بنا آپس کی رضامندی۔

تَشَاوُرٍ۔ شوری سے بنا گھر کے سامان کو شوار کہتے ہیں وہ نکالا جاتا ہے۔ اصطلاح میں چند آراء کو جمع کرنے مشورہ کرنے کو تشاور کہتے ہیں ماں باپ مشورہ کریں اور چھڑا دیں تو چھڑا سکتے ہیں۔

اِنۡ اَرَدۡتُّمۡ اَنۡ تَسۡتَرۡضِعُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ۔ اس میں صرف باپ سے خطاب ہے یعنی اے والدو باپو اگر تم دائیوں سے اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو یا کوئی دائی تلاش کر دو تو

فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ۔ تم پر کوئی گناہ نہیں۔

آگے عدت کے احکام ہیں۔

وَالَّذِيۡنَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنۡكُمۡ وَيَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا يَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ وَّعَشۡرًا ۚ فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا فَعَلۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ

اور وہ جو مریں تم میں سے اور بیویاں چھوڑیں وہ اپنے نفسوں کو روکیں چار مہینے دس دن۔

وَالَّذِيۡنَ يُتَوَفَّوۡنَ۔ توفی سے بنا اس کے معنی ہیں پورا لے لینا انسان اپنی عمر پوری کرکے پورا حق لے کر ہی مرتا ہے اس لیے اسے وفات کہا جاتا ہے۔ مِنۡكُمۡ میں مسلمانوں کو خطاب ہے۔

يَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا۔ یذرون وذر سے بنا اس کے معنی ہیں چھوڑنا۔

اَزۡوَاجًا۔ زوج کی جمع ہے بمعنی جوڑا۔ یہاں بیویاں مراد ہیں۔

يَتَرَبَّصۡنَ۔ انتظار میں رکھیں خاوند کی وفات کے بعد ان کی بیویاں نکاح سے رکی رہیں اس مدت انتظار کو عدت کہتے ہیں۔

جس عورت کو طلاق مل جائے اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر مطلقہ کم سن یا عمر رسیدہ ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اس کا تذکرہ سورۂ طلاق میں مذکور ہے اور اگر خاوند کے مرنے کے بعد بیوی کو حمل نہ ہو تو اس کا یہ حکم ہے اور آئسہ جسے حیض آنا بند ہو چکا ہو اس کی عدت کا علیحدہ بیان ہے اور وہ صرف تین مہینہ ہے اور یہ بھی سورۂ طلاق میں مذکور ہے حیث قال

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ

اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہے اگر تمہیں شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔ غیر حاملہ کی عدت چار ماہ دس دن بتائی۔

اس کے متعلق مزید پابندیاں یہ ہیں کہ وہ اس مدت میں نہ نکاح کرے نہ اپنا مسکن بلا عذر چھوڑے نہ بلا ضرورت شاقہ تیل لگائے نہ خوشبو لگائے نہ سنگار کرے نہ رنگین کپڑے پہنے نہ ریشمی لباس استعمال کرے نہ مہندی رچائے نہ کسی سے جدید نکاح کے لیے گفت و شنید کرے اور طلاق بائن کی جو مدت عدت ہے اس میں بھی یہ پابندیاں لازم ہیں البتہ رجعی والی کے لیے مستحب ہے کہ وہ ایام عدت میں زینت اور سنگار کرے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ۔ اجل سے انتہاء عدت مراد ہے یعنی جب عورتیں اپنی انتہائی عدت کو پہنچ جائیں اور عدت پوری کر لیں تو

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِنَّ۔ وہ تمام چیزیں مراد ہیں جو عدت کی وجہ سے ان پر حرام ہو گئی تھیں۔ مثلاً دوسرا نکاح بناؤ سنگار وغیرہ عدت کے بعد وہ کر سکتی ہے نیز یاد رکھو اللہ تعالے تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

مسئلہ:۔ عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ مرد بیوی کی میت کو نہ کندھا دے اور نہ ہی قبر میں اتارے یہ بات غلط ہے جب دوسرے اجنبی لوگ یہ کام کر سکتے ہیں تو شوہر کو بھی جائز ہے۔ عورت اپنے خاوند کی میت کو بوقت ضرورت غسل دے سکتی ہے لیکن شوہر بیوی کی میت کو غسل نہ دے اگر غسال نہ ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمم کرا سکتا ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِہٖ مِنْ خِطْبَۃِ النِّسَآءِ اَوْ اَکْنَنْتُمْ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ سَتَذْکُرُوْنَھُنَّ وَلٰکِنْ لَّا تُوَاعِدُوْھُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا

اور نہیں گناہ تم پر اس بات میں جو پردہ رکھ کر تم عورتوں کے نکاح کا پیام دو یا اپنے دل میں پوشیدہ رکھو مگر یہ کہ اتنی بات کہو جو شرع میں معروف ہے۔ یعنی ایام عدت میں نکاح کرنا اور نکاح کا کھلا پیام دینا ممنوع ہے۔ البتہ پردہ پردہ میں اشارات و کنایات کے ساتھ خواہش نکاح کا اظہار گناہ نہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ تم بہت نیک اور خوش

سلیقہ ہو یا اپنا ارادہ دل میں پوشیدہ رکھے اور زبان سے کچھ نہ کہے۔ اسے عربی میں تعریض کہتے ہیں۔ تعریض کو تلویح بھی کہتے ہیں۔ کنایہ اور تعریض میں یہ فرق ہے کہ کنایہ میں لوازم بول کر ملزوم مراد لیتے ہیں اور تعریض مقصود کے قرینہ قائم کر دینے کا نام ہے۔ یہ مباح ہے آگے نکاح کے متعلق ہدایات ہیں (تفسیر کبیر)

وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے (یعنی ایام عدت نہ گزر جائیں) اور جان لو کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات جانتا ہے تو اس سے ڈرو۔ جان لو کہ اللہ بخشنے والا علم والا ہے۔

اس آیت میں ایام عدت میں نکاح کرنے کی ممانعت ہے۔ یہاں انسان کی ایک کمزوری ظاہر فرمائی کہ اگر بیوہ عورت کسی کو پسند آئے تو وہ ضرور اس کا ذکر زبان پر لاتا ہے۔ چونکہ غم کا زمانہ ہے اس لیے اس کو تنبیہ کر دی گئی کہ اس زمانہ میں عورت سے نکاح کا اظہار ظاہری یا باطنی طور پر جائز نہیں۔ عدت ختم ہونے کے بعد نکاح کا پیغام دیا جا سکتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پندرہواں رکوع پ ۲ سورۃ بقرہ

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

نہیں گناہ تم پر اگر طلاق دو عورتوں کو اس سے قبل کہ انہیں ہاتھ لگاؤ یا مہر مقرر کرو اور انہیں کچھ برتنے کو دو وسعت والے پر اس کی وسعت کے موافق اور تنگدست پر اس کی حیثیت سے برتنے کی چیز حسب دستور یہ لازم ہے بھلائی والوں پر۔

اور اگر طلاق دو انہیں قبل اس کے کہ انہیں چھوؤ اور ان کے مہر مقرر کر چکے تھے تو آدھا مقرر سے مگر یہ کہ وہ عورتیں کچھ معاف کر دیں یا وہ مرد اسے زائد دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور تمہیں زیادہ بخشش کرنا تقوی کے قرب سے ہے اور آپس میں احسان فراموشی نہ کرو بے شک اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝

نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے لیے ادب سے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝

تو اگر خوف میں ہو تو پیادہ یا سوار پھر جب اطمینان سے ہو تو اللہ کی یاد کرو جیسا اس نے سکھایا جو تم نہ تھے جانتے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اور وہ جو تم میں مریں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ وصیت کریں اپنی بیویوں کے لیے سال بھر تک نان ونفقہ کی بغیر نکالے تو اگر وہ خود نکلیں تو تم پر اس کا گناہ نہیں جو انہوں نے کیا اپنی جانوں کے لیے مناسب سمجھ کر اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝

اور مطلقہ کے لیے بھی مناسب گذارہ کے لائق ہے واجب پرہیزگاروں پر۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

ایسے ہی اللہ بیان کرتا ہے تمہارے لیے اپنی آیتیں تاکہ تمہیں عقل ہو۔

لفظی ترجمہ

لَا۔ نہیں	جُنَاحَ۔ گناہ	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	اِنْ۔ اگر
طَلَّقْتُمُ۔ طلاق دو تم	النِّسَاءَ۔ عورتوں کو	مَا۔ جب تک کہ	لَمْ۔ نہ
تَمَسُّوْ۔ ہاتھ لگاؤ	هُنَّ۔ ان کو	اَوْ۔ یا	تَفْرِضُوْا۔ مقرر کرو
لَهُنَّ۔ ان کے لیے	فَرِيْضَةً۔ حق مہر	وَ۔ اور	مَتِّعُوْهُنَّ۔ سامان دو
هُنَّ۔ ان کو	عَلَى۔ اوپر	الْمُوْسِعِ۔ امیر کے	قَدَرُهٗ۔ اسکی حیثیت سے
وَ۔ اور	عَلَى۔ اوپر	الْمُقْتِرِ۔ غریب کے	قَدَرُهٗ۔ اسکی حیثیت سے
مَتَاعًا۔ سامان ہے	بِالْمَعْرُوْفِ۔ حسب دستور	حَقًّا۔ حق ہے	عَلَى۔ اوپر
الْمُحْسِنِيْنَ۔ احسان کرنے والوں کے		وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر

دوم یہ بھی معلوم ہوا کہ بے ذکر مہر بھی نکاح درست ہے۔ مگر اس صورت میں بعد نکاح مہر معین کرنا ہوگا۔ اگر نہ کیا تو بعد مجامعت مہر مثل لازم ہو جائے گا۔ مہر مثل سے وہ مہر مراد ہے جو اس کے کنبہ کے ہم عمر لڑکیوں کا مہر مقرر ہوا ہو۔ وَمَتِّعُوْهُنَّ سے مراد تین کپڑوں کا ایک جوڑا ہے جو واجب ہے (مدارک)

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِیْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

اور اگر تم نے عورتوں کو بغیر چھوئے طلاق دے دی اور ان کے لیے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری کے قریب ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو نہ بھلاؤ۔ بے شک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

قبل مساس بلا تعیین مہر طلاق دینے پر جو حکم تھا وہ تو اوپر کی آیت میں بیان ہوا۔ یہاں اس مطلقہ کا حکم ہے جسے قبل خلوت صحیحہ طلاق دی جائے اور اس کا مہر مقرر کر لیا ہو اس پر فرمایا کہ جتنا مہر بندھا ہے اس کا نصف دینا لازم ہے مگر عورت اس میں سے کم کر دے اور معافی دیدے یا نصف سے زائد خاوند دے کر احسان کرے۔ یہ حسن سلوک اور مکارم اخلاق کے ماتحت دونوں طرف سے مستحسن ہے۔ بیوی مطلقہ نصف سے کم لے یا طلاق دینے والا نصف سے زائد دے۔ دونوں کی طرف حسن اخلاق کا مظاہرہ ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ۔ عفو سے مراد واپس نہ لینا ہے۔ اگر عورتیں اپنا آدھا معاف کر دیں تو بھی جائز ہے اور اگر شوہر زائد دیدے یا کل دیتے ہوئے اس سے واپس نہ لے تب بھی جائز ہے۔

وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ اے مردو بمقابلہ عورتوں کے تمہارا معاف کر دینا اور پورا مہر دے دینا پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ۔ یہ نسیان سے بنا اس کے معنی بھولنا ہے۔ فضل سے مراد احسان خوش معاملگی ہے یعنی اے شوہر و اور بیویو تم ایک دوسرے کے احسانات نہ بھولو یعنی پیش نظر رکھ کر ایک دوسرے کے احسان مند رہو اور تمہارے تمام اچھے برے کام اللہ دیکھ رہا ہے اس کے بدلہ جزا سزا دے گا۔

نوٹ: حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کا مہر پانچ صد درم تھا۔ اور حضرت سیدہ فاطمہ زہرا خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھا یعنی ڈیڑھ سو تولہ تھا۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور

بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے لیے ادب سے۔

اس میں نماز پنجگانہ کو ان کے اوقات میں ارکان و شرائط کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہے اور صلوۃ الوسطی سے مراد جمہور صحابہ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز عصر ہے۔ اس مسئلہ میں حدیث سے بھی تائید ملتی ہے۔ اور قُومُوا میں امر جمع کے صیغہ سے اس غرض کے لیے ہے کہ نماز میں قیام فرض ہے۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ۔ اور تمام نمازوں کی حفاظت کرو۔ یعنی ان کے وقتوں میں ادا کرنے اور انکی پابندی کرنے اور ان کے ارکان کو پورا کرنے کی۔

اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ نماز قطعی فرض ہے اس کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے لیکن جان بوجھ کر ترک کرنے والے کے لیے حضرت امام شافعی کا قول ہے کہ اس سے توبہ کرائی جائے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے اسے ہمیشہ قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے یا مر جائے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر فرمایا کہ جو شخص اس کی حفاظت کرے گا اس کے لیے حشر کے دن نور اور برہان اور نجات ہو گی اور جو اس کی محافظت نہ کرے گا وہ قیامت کے دن قارون۔ فرعون۔ ہامان۔ ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اگر تمہارے دروازے کے آگے نہر بہتی ہو اور اس میں پانچ وقت غسل کر لو تو کیا جسم پر کچھ میل رہے گا۔ عرض کی یا رسول اللہ نہیں فرمایا یہی مثال ان پانچ نمازوں کی ہے۔ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

علماء نے نماز کی پابندی کے تین درجے بیان کیے ہیں۔

پہلا درجہ یہ ہے کہ نماز وقت پر پڑھی جائے اور فرائض و واجبات ترک نہ کیے جائیں۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ نمازی کا جسم ہر طرح سے پاک صاف ہو۔ حضور قلب ہو۔ سنن و نوافل کا بھی پوری طرح خیال ہو۔

تیسرا درجہ یہ ہے جو سب سے اعلیٰ ہے کہ یہ سمجھ کر نماز ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ طاقت نہ ہو تو پھر وہ یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے۔

اَلصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ بیچ والی نماز۔ اس سے مراد عصر کی نماز ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نماز عصر قضا ہو گئی تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ان کفار کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھرے جیسا کہ انہوں نے ہمیں صلوۃ وسطی کے پڑھنے سے روک دیا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس کی نماز عصر رہ گئی تو گویا اس کا مال اور گھر بار برباد ہو گیا۔ یہ تاکیداً فرمایا گیا ہے۔

نماز عصر میں دن رات کے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں دن کے جانے نہیں پاتے کہ رات کے فرشتے آ جاتے ہیں

قَانِتِیْنَ۔ ادب سے۔ یہ لفظ قنوت سے نکلا اس کے معنی خشوع و خضوع اطاعت و فرمانبرداری ہیں

شان نزول: ۔حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں باتیں کیا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ تو اگر تمہیں دشمن وغیرہ کا خوف ہو تو پیادہ یا سوار جیسے بن پڑے فرض ادا کرو، تو جب اطمینان ہو جائے تو اللہ کی یاد کرو۔ جس طرح اس نے تمہیں سکھایا جو تم نہ جانتے تھے۔

خوف و خطر میں بھی بقدر مقدور فریضہ کی ادائیگی کا حکم ہے لیکن بقدر استطاعت سوار یا پیادہ جیسے بھی بن پڑے۔ خوف و خطر کی حالت میں جماعت و قیام وغیرہ بلا قوت استطاعت ضروری نہیں۔

مسئلہ: ۔تمام ائمہ کا اجماع ہے کہ اگر بہت ہی زیادہ خوف ہو تو اگر لوگ قبلہ رخ منہ نہ کر سکیں تو پھر جس طرف ہو سکے پڑھ لیں۔ رکوع سجدے اشارہ سے کریں۔ حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا قول ہے کہ اکیلے اکیلے پڑھیں جماعت سے نہ پڑھیں۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک خوف کی وجہ سے رکعتیں کم نہیں ہوتیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضر میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں اور خوف کی حالت میں ایک رکعت فرض کی۔ ان شاء اللہ نساء میں صلوٰۃ خوف کے مسائل بیان کریں گے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

اور وہ جو تم میں سے مریں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لیے وصیت کر جائیں سال بھر تک نان و نفقہ کی بغیر نکالے تو اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس کا گناہ نہیں جو انہوں نے اپنے نفسوں کے اندر مناسب طور پر کیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور طلاق والیوں کے لیے بھی مناسب نان و نفقہ دینا ہے یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے اپنی آیتیں تمہارے لیے تاکہ تم سمجھ پکڑو۔

اسلام سے پہلے اہل عرب اپنے وارث کی بیوہ کا نکلنا یا کسی غیر خاندان سے نکاح کرنا بالکل گوارا ہی نہ کرتے تھے اور عار سمجھتے تھے یا تو اپنے ساتھ نکاح کر لیتے یا معلق چھوڑ دیتے تھے۔ ان میں یہ بھی رواج تھا کہ بیوہ ایک سال

تک اپنے شوہر کے گھر بیٹھتی پھر ایک سال بعد اونٹ یا بکری کی میگنیاں پھینکتی۔ یہ عدت ختم ہونے کی علامت تھی۔ اور تمام سال اسے شوہر کے گھر رہ کر نان و نفقہ لینے کا حق تھا۔

پھر یہ عدت يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا سے منسوخ ہوئی اور چار ماہ دس دن مقرر ہوگئے اور ایک سال کا نان و نفقہ آیت میراث سے منسوخ ہوگیا۔ اب عورت کا حصہ شوہر کے ترکہ سے مقرر ہے اور وصیت وارث کے لیے ممنوع قرار پائی۔ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ۔

پھر تدریجاً اول ایک سال کی عدت قرار دی گئی۔ پھر جب وہ گوارا ہوگیا تو چار ماہ دس یوم کی عدت کا حکم نافذ کیا گیا۔

بامحاورہ ترجمہ سولھواں رکوع پ۲۔ سورۃ بقرہ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ص فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ط إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝

کیا نہ دیکھا آپ نے اے محبوبؐ انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزارہا تھے موت کے ڈر سے تو اللہ نے انہیں فرمایا مرجاؤ پھر انہیں زندہ کیا بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ سنتا اور جانتا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ط وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ ص وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

کون ہے وہ جو اللہ کو قرض حسن دے تو اسے اللہ دو چند بڑھائے اور مضاعف کرے اور اللہ تنگی اور فراخی کرتا ہے اور تمہیں اسکی طرف لوٹنا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ط قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ

کیا نہ دیکھا تم نے اے محبوب اس جماعت بنی اسرائیل کو جو بعد موسیٰ کے ہوئی۔ جب کہا انہوں نے اپنے نبی سے ہمارے لیے قائم کر دو ایک بادشاہ کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں۔ نبی نے فرمایا۔ کیا ایسا تو نہ ہوگا کہ جب تم پر جہاد فرض ہوا تو قتل و جہاد نہ کرو۔ بولے کیا ہوا

أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ
الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۗ وَ
اللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝

ہمیں کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے اپنے گھروں سے اور اپنی اولادوں سے تو جب ان پر جہاد فرض ہوا۔ منحرف ہو گئے مگر تھوڑے ان میں سے اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ
لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ
لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ
مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ
إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً
فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن
يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝

اور فرمایا انہیں ان کے نبی نے بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بھیجا ہے۔ بولے اسے ہم پر کیسے ہوگی بادشاہی۔ حالانکہ ہم اس سے زیادہ حقدار ہیں سلطنت کے اور نہیں دیا گیا وہ وسیع مال سے فرمایا بے شک اللہ نے چن لیا ہے اسے تم پر اور زیادہ کیا ہے کشادہ اس کے لیے علم اور جسم اور اللہ دیتا ہے اپنا ملک جسے چاہے اور اللہ وسعت و علم والا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَن
يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن
رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَ
آلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي
ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝

اور کہا ان سے ان کے نبی نے اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت اس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں آل موسیٰ اور آل ہارون کے ترکہ کی اٹھائے ہوئے ہیں اسے فرشتے بے شک اس میں نشانی ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان والے ہو۔

لفظی ترجمہ

اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	تَرَ۔ دیکھا تم نے	اِلَی۔ طرف
اَلَّذِیْنَ۔ ان کے جو	خَرَجُوْا۔ نکلے	مِنْ دِیَارِھِمْ۔ اپنے گھروں سے	
وَ۔ اور	ھُمْ۔ وہ	اُلُوْفٌ۔ ہزاروں تھے	حَذَرَ۔ ڈر
اَلْمَوْتِ۔ موت سے	فَقَالَ۔ تو کہا	لَھُمُ۔ انکو	اللہُ۔ اللہ نے
مُوْتُوْا۔ مرجاؤ	ثُمَّ۔ پھر	اَحْیَا۔ زندہ کیا	ھُمْ۔ ان کو

اِنَّ - بے شک	اللہَ - اللہ	لَذُوْ - صاحب	فَضْلٍ - فضل ہے
عَلَی - اوپر	النَّاسِ - لوگوں کے	وَ - اور	لٰکِنَّ - لیکن
اَکْثَرَ - اکثر	النَّاسِ - لوگ	لَا - نہیں	یَشْکُرُوْنَ - شکر کرتے
وَ - اور	قَاتِلُوْا - لڑو	فِیْ - بیچ	سَبِیْلِ - راہ
اللہِ - خدا کے	وَ - اور	اعْلَمُوْا - جان لو	اَنَّ - بیشک
اللہَ - اللہ	سَمِیْعٌ - سننے والا	عَلِیْمٌ - جاننے والا ہے	مَنْ - کون
ذَا - ہے	الَّذِیْ - وہ جو	یُقْرِضُ - قرض دے	اللہَ - اللہ کو
قَرْضًا - قرض	حَسَنًا - اچھا	فَیُضٰعِفَہٗ - تو دگنا کرے اسے	لَہٗ - اس کے لیے
اَضْعَافًا - کئی	کَثِیْرَۃً - گنا تک	وَ - اور	اللہُ - اللہ
یَقْبِضُ - تنگ کرتا ہے	وَ - اور	یَبْصُطُ - فراخ کرتا ہے	وَ - اور
اِلَیْہِ - اسی کی طرف	تُرْجَعُوْنَ - تم پھیرے جاؤ گے	اَ - کیا	لَمْ - نہ
تَرَ - دیکھا تم نے	اِلَی - طرف	الْمَلَاِ - سرداروں کی	مِنْ بَنِیْ - اولاد
اِسْرَاءِیْلَ - یعقوب سے	مِنْ بَعْدِ - بعد	مُوْسٰی - موسیٰ کے	اِذْ - جب
قَالُوْا - بولے	لِنَبِیٍّ - نبی	لَّہُمُ - اپنے سے	ابْعَثْ - مقرر کر
لَنَا - ہمارے لیے	مَلِکًا - بادشاہ	نُّقَاتِلْ - لڑیں ہم	فِیْ - بیچ
سَبِیْلِ - راہ	اللہِ - خدا کے	قَالَ - فرمایا	ہَلْ - کیا
عَسَیْتُمْ - قریب ہے کہ	اِنْ - اگر	کُتِبَ - لکھا جائے	عَلَیْکُمُ - تم پر
الْقِتَالُ - لڑائی کرنا	اَلَّا - یہ کہ نہ	تُقَاتِلُوْا - لڑو تم	قَالُوْا - بولے
وَ - اور	مَا - کیا ہے	لَنَا - ہم کو	اَلَّا - یہ کہ نہ
نُقَاتِلَ - لڑیں ہم	فِیْ - بیچ	سَبِیْلِ - راہ	اللہِ - خدا کے
وَ - اور	قَدْ - بیشک	اُخْرِجْنَا - نکالے گئے ہم	مِنْ دِیَارِنَا - اپنے گھروں
سے	وَ - اور	اَبْنَائِنَا - اپنی اولاد سے	فَلَمَّا - پھر جب
کُتِبَ - لکھا گیا	عَلَیْہِمُ - ان پر	الْقِتَالُ - لڑنا	تَوَلَّوْا - تو پھر گئے
اِلَّا - مگر	قَلِیْلًا - تھوڑے	مِّنْہُمْ - ان سے	وَ - اور
اللہُ - اللہ	عَلِیْمٌ - جاننے والا ہے	بِالظّٰلِمِیْنَ - ظالموں کو	وَ - اور

قَالَ۔ کہا	لَهُمْ۔ ان سے	نَبِيُّهُمْ۔ انکے نبی نے	اِنَّ۔ بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ نے	قَدْ۔ یقیناً	بَعَثَ۔ مقرر کیا ہے	لَكُمْ۔ تمہارے لیے
طَالُوْتَ۔ طالوت کو	مَلِكًا۔ بادشاہ	قَالُوْا۔ بولے	اَنّٰى۔ کیسے
يَكُوْنُ۔ ہوگی	لَهُ۔ اس کی	الْمُلْكُ۔ سلطنت	عَلَيْنَا۔ ہم پر
وَ۔ اور	نَحْنُ۔ ہم	اَحَقُّ۔ زیادہ حقدار ہیں	بِالْمُلْكِ۔ حکومت کے
مِنْهُ۔ اس سے	وَ۔ اور	لَمْ۔ نہیں	يُؤْتَ۔ دیا گیا وہ
سَعَةً۔ فراخی	مِنَ الْمَالِ۔ مال کی	قَالَ۔ فرمایا	اِنَّ۔ بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ نے	اصْطَفٰىهُ۔ چن لیا اسے	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	وَ۔ اور
زَادَهٗ۔ زیادہ کیا اسے	بَسْطَةً۔ فراخی	فِيْ۔ بیچ	الْعِلْمِ۔ علم
وَ۔ اور	الْجِسْمِ۔ جسم کے	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ
يُؤْتِيْ۔ دیتا ہے	مُلْكَهٗ۔ اپنا ملک	مَنْ۔ جسے	يَّشَآءُ۔ چاہے
وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	وَاسِعٌ۔ فراخی والا	عَلِيْمٌ۔ جاننے والا ہے
وَ۔ اور	قَالَ۔ کہا	لَهُمْ۔ ان کو	نَبِيُّهُمْ۔ انکے نبی نے
اِنَّ۔ بیشک	اٰيَةَ۔ نشانی	مُلْكِهٖ۔ اسکی حکومت کی	اَنْ۔ یہ ہے کہ
يَّاْتِيَكُمُ۔ آئیگا تمہارے پاس	التَّابُوْتُ۔ تابوت	فِيْهِ۔ اس میں	سَكِيْنَةٌ۔ دلجمعی ہے
مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ تمہارے رب سے	وَ۔ اور	بَقِيَّةٌ۔ بقیہ ہے	مِّمَّا۔ اس سے جو
تَرَكَ۔ چھوڑ گئے	اٰلُ۔ آل	مُوْسٰى۔ موسیٰ	وَ۔ اور
اٰلُ۔ آل	هٰرُوْنَ۔ ہارون	تَحْمِلُهُ۔ اٹھائے ہونگے اسے	الْمَلٰٓئِكَةُ۔ فرشتے
اِنَّ۔ بیشک	فِيْ۔ بیچ	ذٰلِكَ۔ اس کے	لَاٰيَةً۔ نشانی ہے
لَّكُمْ۔ تمہارے لیے	اِنْ۔ اگر	كُنْتُمْ۔ ہو تم	مُّؤْمِنِيْنَ۔ ایمان والے

مختصر تفسیر سولھواں ۱۶ رکوع پ۲۔ سورۂ بقرہ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا
ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

اے محبوب کیا آپ نے نہ دیکھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا مر جاؤ۔ پھر انہیں زندہ فرمایا بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

یہ واقعہ بنی اسرائیل کا ہے۔ ان میں ایک بار طاعون پڑی تھی تو پیغمبر وقت نے انہیں بھاگنے سے روکا ان میں دو جماعت ہوگئیں۔ ایک وہ جو بہ تعمیل حکم پیغمبر نہ گئی ایک وہ جو بھاگ کر بستیاں چھوڑ کر جنگل میں جا پڑی جو جماعت جنگل میں جا کر پناہ گزین ہوگئی تھی۔ ان میں موت کم ہوئی۔ اور جو جماعت تعمیل حکم پیغمبر دفعتہً نہیں بھاگی ان میں اموات بکثرت ہوئیں۔ جب طاعون دفع ہوا اور آپس میں ملے تو انہوں نے ان پر طعن کیا اور کہا اگر ہمارے ساتھ جنگل میں چلے آتے تو اتنا جانی نقصان نہ ہوتا۔

انہوں نے اپنے نبی تک بات پہنچائی۔ انہوں نے دربار الٰہی میں عرض کیا وہاں سے حکم ہوا کہ انہیں کہہ دیجئے کہ اب پھر طاعون آنا ہے بھاگنا ہے بھاگ جاؤ چنانچہ جو جنگل میں حسب سابق بھاگ گئے ان پر حکم الٰہی ایک ہی رات میں موت مسلط ہوئی۔ صبح وہ سب کے سب مرے ہوئے تھے۔ اس کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ مدتوں زندہ رہے۔

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ لوگ حزقیل نبی کی قوم کے تھے جب ان پر یہ حادثہ پیش آچکا تو حزقیل ان کی تلاش میں نکلے اور انہیں مردہ پایا حتیٰ کہ ان کی ہڈیاں دھوپ میں چمک رہی تھیں اور تمام جوڑ علیحدہ علیحدہ ہوگئے تھے تو آپ کو تعجب ہوا کہ اب یہ کیسے زندہ ہوں گے۔ آپ بہت روئے اور بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کی کہ اے میرے رب میں تو ایسے لوگوں میں تھا جو تیری حمد کرتے تھے۔ اور تیری تسبیح پڑھتے تھے اب میں اکیلا رہ گیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تم ان کے پاس کھڑے ہو کر پکارو کہ قُوْمُوْا بِاِذْنِ اللّٰہِ ۔ تم اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ۔ وہ سب کھڑے ہوگئے اور انہوں نے کہا سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ پھر وہ اپنی قوم میں چلے گئے۔

شان نزول:۔ اشعث بن اسلم بصری سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں مشغول تھے۔ آپ کے پیچھے دو یہودی آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا انہوں نے جواباً عرض کیا کہ ہم حزقیل علیہ السلام اور ان کے معجزے مردوں کو زندہ کرنے کا تذکرہ کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن کریم میں نہ تو حزقیل علیہ السلام کا ذکر پایا نہ اس معجزہ کا صرف حضرت عیسیٰ کا واقعہ قرآن کریم میں ہے۔

انہوں نے کہا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ ہم نے بہت سے پیغمبروں کے قصے بیان نہ فرمائے وَرُسُلًا

لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ یہ پیغمبر بھی انہیں میں سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت حزقیل ابن بوزی علیہ السلام ان کو ذوالکفل بھی کہتے ہیں۔ ان کا مزار مبارک اردن میں ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شاندار مسجد بھی تعمیر کرائی ہے جس کا اب صرف ایک مینار باقی ہے فقیر نے حاضری کا شرف حاصل کیا ہے والحمد للہ علی احسانہ۔

حسن اور مقاتل کہتے ہیں کہ یہی ذوالکفل ہیں یہ نام ان کا اس لیے ہو گیا کہ یہ ستر نبیوں کے کفیل ہوتے تھے اور انہیں قتل ہونے سے بچایا تھا۔

اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ انسان خوف موت سے بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا۔ لہذا بھاگنا عبث اور بیکار ہے۔ اگر مقدر میں موت ہے تو ضرور پہنچے گی۔ لہذا انسان کو چاہئے کہ رضائے الٰہی پر راضی رہے۔ اس میں مجاہدین کو بھی سبق عبرت ہے کہ جہاد سے بیٹھ رہے کر بھاگنا یا جہاد میں شرکت سے بیٹھ رہنا موت کو دفع نہیں کر سکتا۔ البتہ بہادری کی موت کے مقابل ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجانا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں جہاد فی سبیل اللہ اور خیرات وصدقات کا تذکرہ شروع کیا گیا۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔ کوئی ہے جو اللہ کو قرض دے قرض حسن تو اللہ اس کے لیے دو چند ضعفوں میں بڑھادے اور اللہ تنگی اور کشائش کرتا ہے اور تمہیں اس کی طرف لوٹنا ہے۔ اس میں اول تو جہاد کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا کہ دشمن سے جم کر لڑو اور موت سے نہ بھاگو جیسے بنی اسرائیل بھاگے تھے۔ اس لیے کہ بھاگنا جان کی محافظت میں سود مند نہیں ہوتا۔

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ سے اعلاء کلمۃ الحق اور اسلام کی سربلندی کے لیے کفار سے مقابلہ کا حکم ہے یہی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ کیونکہ موت کا اگر وقت آگیا تو وہ ابدی زندگی ہوگی ورنہ فتح و نصرت ہوگی۔

اس کے بعد راہ خدا میں اخلاص کے ساتھ خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر فرمایا یہ اللہ کا لطف و کرم ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ یُقْرِضُ۔ قَرْضٌ سے بنا اس کے معنی کاٹنا ہے اسی لیے قینچی کو مقراض کہتے ہیں۔ یہاں قرض سے مراد ہر وہ نیکی ہے جو ثواب کی نیت سے کیا جائے جیسے نماز روزہ حج زکوٰۃ اور صدقات نفلیہ یا واجبہ ہے۔

حَسَنًا سے اخلاص مراد ہے۔ اگر قرضہ مراد ہے تو حسن سے حلال مال مراد ہے جو اللہ کو قرض حسن دے۔

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۔ ضِعف کسی چیز کا وہ حصہ جو مل کر دوگنا کرائے کہلاتا ہے۔
كَثِيْرَةً ۔ فرماکر یہ بتایا کہ اس قدر زیادہ بدلہ ملے گا کہ اس کا حساب رب تبارک وتعالیٰ ہی جانے۔

حضرت سیدنا عثمان ہندی فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بندہ مومن کو ایک نیکی کے بدلہ دس لاکھ نیکیاں ملیں گی میں نے حج کے موقعہ پر ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ بندہ کو ایک نیکی کا بدلہ بیس لاکھ عطا ہوگا۔

در حقیقت بات یہ ہے کہ بندہ اس کا بنایا ہوا ہے اور اس کا مال اللہ تعالیٰ کی ہی عطا ہے۔ مالک حقیقی وہی ہے بندہ کو اس کی عطا سے ملک مجازی کا حق ملا تو یہاں مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ فرمانے میں یہ دلنشیں کرنا منظور ہے کہ تمہارے صدقات وخیرات میں تمہارے حقوق وہی ہیں جو ایک مقروض پر قارض کے ہوتے ہیں۔ تمہاری خیرات پر ہم نے اپنے ذمہ حق کرم لیا ہے اور وعدہ کیا ہے۔ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا (سورہ مزمل پ ٢٩) لہذا صدقات وخیرات میں اطمینان رکھو تم اس کی واپسی کے مستحق ہو اور جتنا خرچ کیا ہے اس سے دس گنا پاؤ گے اور اگر خدا چاہے تو مضاعفات یعنی اتنا گنا پاؤ گے جس کا حساب ہی نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ روزی کی تنگی اور فراخی ہمارے قبضہ میں ہے۔ ہم ہی تنگ کرتے ہیں اور ہم ہی وسعت دیتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَاۗىِٕنَا ۭ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

کیا آپ نے نہ دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ کے بعد ہوا جب کہا انہوں نے اپنے ایک پیغمبر سے ہمارے لیے کھڑا کر دیجئے ایک بادشاہ کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں۔ فرمایا نبی نے کیا ایسا تو نہیں کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم جہاد نہ کرو گے۔ بولے اور کیا ہے ہمارے لیے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے اپنے گھروں سے اور اپنی اولادوں سے تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو منحرف ہو گئے مگر ان میں سے تھوڑے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

مَلَاۗءٌ کے معنی ہیں بھرنا۔ اصطلاح میں اس متفق جماعت کو مَلَاۗءٌ کہتے ہیں جس کی ہیبت سے آنکھیں بھر جائیں۔ مَلَاۗ۔ سربرآوردہ اور اشراف کی جماعت کو کہتے ہیں جو مشورہ کے لیے جمع ہوں اس کا مفرد کوئی نہیں جیسے قوم اس کی جمع اَمْلَاۗءٌ ہے۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وہ نبی یوشع بن نون تھے ان کے وصال کے بعد بنی اسرائیل میں کالب رہے۔ اور ان کے وصال کے بعد حزقیل آئے۔

حضرت موسٰی علیہ السلام کے بعد جب بنی اسرائیل کی حالت بگڑی اور انہوں نے عہد الٰہی کو فراموش کر کے بت پرستی اختیار کی۔ سرکشی اور بدافعالی میں انتہاء کو پہنچے تو ان پر جالوت مسلط ہوگئے یہ وہی قوم ہے جسے قوم عمالقہ کہتے ہیں۔ جالوت عملیق ابن عاد کی اولاد سے ایک جابر بادشاہ تھا اس کی قوم کے لوگ مصر و فلسطین کے درمیان ساحل بحر روم پر آباد تھے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کے شہر چھین لیے۔ ان کے آدمی گرفتار کیے ان پر طرح طرح کی سختیاں کیں۔ اس زمانہ میں کوئی نبی قوم بنی اسرائیل میں نہ تھا۔ خاندان نبوت سے صرف ایک خاتون باقی تھیں اور حاملہ تھیں۔ ان کے فرزند ہوا۔ اس کا نام شمویل ہوا۔ جب وہ بڑے ہوئے تو انہیں علم توریت حاصل کرنے کے لیے بیت المقدس میں ایک معمر کبیر السن عالم کے سپرد کیا۔ وہ ان پر نہایت شفقت فرماتے اور آپ کو فرزند کہتے۔ جب حضرت شمویل سن بلوغ کو پہنچے تو ایک شب آپ اس عالم کے قریب آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبریل نے اس عالم کی آواز میں یا شمویل کہہ کر پکارا۔ آپ فوراً اس عالم کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نے مجھے پکارا ہے۔ عالم نے بایں خیال کہ انکار کرنے سے کہیں آپ ڈر نہ جائیں یہ کہہ دیا کہ بیٹے سو جاؤ۔ آپ واپس آئے کہ حضرت جبریل نے پھر اس طرح پکارا۔ حضرت شمویل پھر اس عالم کے پاس گئے اور واقعہ سنایا اور اس نے کہا بیٹا اب اگر میں تمہیں پھر پکاروں تو تم جواب نہ دینا۔

چنانچہ تیسری بار حضرت جبریل علیہ السلام ظاہر ہوگئے اور انہوں نے بشارت دی کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو نبوت کا منصب عطا فرمایا۔ آپ اپنی قوم کی طرف جائیے اور اپنے رب کے احکام پہنچائیں غرضکہ آپ قوم میں تشریف لائے تو قوم نے آپ کی تکذیب کی اور کہا اتنی جلدی آپ نبی کیسے بن گئے۔ اچھا اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے لیے ایک بادشاہ قائم کیجیئے (خازن)

تاکہ ہم قوم جالوت سے مقابلہ کریں کہ اس نے ہماری قوم کے لوگوں کو ان کے وطنوں سے نکالا اور ان کی اولاد کو قتل کیا۔ چار سو چالیس شاہی خاندان کے فرزند گرفتار کیے جب حالت یہاں تک پہنچ چکی تو اب ہمیں جہاد سے کیا چیز روک سکتی ہے۔

چنانچہ حضرت شمویل کی دعا سے اللہ تعالٰی نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے لیے بادشاہ مقرر کر کے ان پر جہاد فرض کیا (خازن)

تو جب جہاد کا حکم ہوا سب ہمت ہار بیٹھے تھوڑے ایسے رہے جو ثابت قدم تھے ان کی تعداد اہل بدر کے برابر تین سو تیرہ تھی۔ آگے ارشاد ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا کہ اللہ نے طالوت کو تم پر بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ بولے اس کی ہم پر بادشاہی کیونکر ہوگی حالانکہ ہم اس سے سلطنت کے زیادہ مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

حضرت طالوت بنیامین بن حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا نام طول قامت کی وجہ سے طالوت ہے حضرت شمویل علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک عصا ملا تھا اور بتایا گیا تھا کہ جو شخص تمہاری قوم کا بادشاہ ہوگا اس کا قد اس عصا کے برابر ہوگا آپ نے اس عصا سے طالوت کا قد ناپ کر فرمایا کہ میں تم کو بحکم الٰہی بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کرتا ہوں۔

اور بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے (خازن جمل)

بنی اسرائیل کے سرداروں نے اپنے نبی حضرت شمویل علیہ السلام سے کہا کہ نبوت تو لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں چلی آتی ہے اور سلطنت یہودا بن یعقوب کی اولاد میں اور طالوت ان دونوں خاندانوں میں سے نہیں ہیں تو بادشاہ کیسے ہوسکتے ہیں۔ علاوہ اس کے وہ ایک غریب آدمی ہیں بادشاہ تو اسے ہونا چاہئے جو مالدار ہو۔

حضرت شمویل نے فرمایا کہ طالوت کو اللہ نے چنا ہے۔ سلطنت ورثہ نہیں کہ کسی نسل و خاندان کے ساتھ خاص ہو یہ محض فضل الٰہی ہے۔ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ۔ اس میں عقیدہ شیعہ کا رد بھی نکلتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امامت وراثت ہے خاص اہلبیت کے لیے۔ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ سے یہ ثابت ہوا کہ نسل و دولت پر سلطنت کا استحقاق نہیں۔ علم و قوت سلطنت کے لیے بڑی معین ہیں اور طالوت اس زمانہ میں تمام بنی اسرائیل سے زیادہ علم رکھتے تھے اور سب سے جسیم اور توانا بھی تھے۔ آگے فیصلہ کیا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اللہ جسے چاہے غنی کر دے اور مال میں وسعت بخش دے۔

اس کے بعد بنی اسرائیل نے ایک اور بات نکالی اور کہا اچھا صاحب اگر اللہ نے انہیں سلطنت کے لیے چن لیا ہے تو اس کی نشانی کیا ہے (خازن۔ مدارک) تو آپ نے اس کا جواب دیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا

تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئے جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور بچی ہوئی چیزیں ہیں آل موسیٰ اور آل ہارون کے ترکہ کی۔ اٹھالائیں گے اسے فرشتے بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لیے اگر ایمان رکھتے ہو"۔

یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک صندوق تھا جو طول میں چار ہاتھ برابر اور عرض میں دو ہاتھ کا تھا اسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔

اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں اور تمام تصاویر ید قدرت سے بنی ہوئی تھیں نہ کہ کسی مصور کی تصویر کشی سے۔ پھر ہر نبی کے مسکن و مکان کا بھی نقشہ تھا۔ آخر میں حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور آپ کے دولت سرائے اقدس کا نقشہ بھی تھا جو یاقوت سرخ میں تھا اور ایسی کیفیت میں تھا کہ حضور بحالت نماز دقیام تھے اور آپ کے گرد آپ کے صحابہ حاضر تھے حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصاویر کو دیکھا۔ یہ صندوق وراثتہً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا آپ اسی صندوق میں الواح توریت بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی اسی میں محفوظ فرماتے۔

الواح توریت۔ عصائے موسیٰ اور آپ کے کپڑے اور نعلین شریفین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کا عصا اور تھوڑا سا من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعہ پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے۔ اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کی تسکین رہتی تھی۔ آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں متوارث ہوتا چلا آیا جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعا کرتے اور کامیاب ہوتے دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور بدعملی بہت بڑھ گئی حتیٰ کہ بدنظمی سے عمالقہ نے فائدہ اٹھایا اور وہ ان پر مسلط ہو گئے تو انہوں نے اس تابوت کو چھینا اور اس کی توہین یہاں تک کی کہ اسے نجس اور گندے مقام میں رکھا۔ اور انتہائی بے حرمتی کی۔ ان گستاخیوں کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہوئے۔ ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں۔ آخر انہیں یقین ہو گیا کہ اس تابوت کی بے ادبی ہماری بربادی کا سبب ہے تو انہوں نے اس تابوت کو ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو ہانک دیا۔ فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے اس تابوت کا آنا بنی اسرائیل کے لیے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار پایا۔ اور بنی اسرائیل سلطنت طالوت کے آگے جھک گئے۔ اور بے درنگ جہاد کے لیے تیار ہو گئے۔

اس لیے کہ تابوت دیکھ کر ان کے دلوں میں جمعیت خاطر اور طمانیت پیدا ہوئی اور اپنی فتحیابی کا یقین حاصل

ہوا۔ طالوت نے بنی اسرائیل سے ستر ہزار جوان چنے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے (جلالین، خازن، مدارک)
اس تمام واقعہ سے یہ اصل نکلتی ہے کہ بزرگوں کے تبرکات کا اعزاز و احترام بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ کے لحاظ سے مسلمانوں پر لازم ہے۔ ان کی برکت اور توسّل سے دعائیں یقیناً قبول ہوتی ہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبّہ مبارک تھا۔ جسے دھوکر بیماروں کو پلاتیں تو شفا ہوتی۔

آج بھی اگر بزرگان دین حضرت داتا گنج بخش غریب نواز۔ سلطان سرہند کے مزارات کا غسالہ پلایا جائے۔ تو یقیناً صحت ہوتی ہے۔ راقم الحروف فقیر حقیر کو ایک بار شدید بخار تھا کافی علاج کرایا فائدہ نہ ہوا۔ اتفاقاً حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے غسل کا دن آیا وہاں حاضر ہوا۔ پانی پیا۔ اسی دن سے صحت ہوگئی۔

اور تبرکات کی بے حرمتی عمالقہ جیسی گمراہ قوم کا کام ہے۔

بامحاورہ ترجمہ سترھواں رکوع پ۲ سورۃ بقرہ

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ	پھر جب جدا ہوا طالوت لشکروں کو لے کر تو بولا بیشک اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے۔
فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي	تو جو اس کا پانی پئے۔ وہ میرا نہیں اور جو نہ پئے۔ وہ میرا ہے۔
إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ	مگر وہ جو ایک چلّو اپنے ہاتھ سے لے لے تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے
فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ	پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ کے مسلمان نہر کے پار ہوگئے بولے آج ہم میں طاقت نہیں۔
بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ	جالوت اور اس کے لشکروں سے بولے وہ جنہیں اللہ سے ملنے کا یقین تھا۔
كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ	کہ بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے۔
وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ	اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے اور جب سامنے آئے

وَجُنُوْدِهٖ ؕ	طالوت اور اس کے لشکروں کے
قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝	عرض کی اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل اور ہمارے پاؤں جمے رکھ اور ہماری مدد کر کافر قوم پر۔
فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ	تو انہوں نے جالوطیوں کو بھگا دیا اللہ کے حکم سے اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو
وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ	اور اللہ نے دی انہیں سلطنت اور حکمت اور اسے سکھایا جو چاہا
وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ	اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے۔
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ	لیکن اللہ صاحب فضل ہے سارے جہان پر۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں
نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝	کہ ہم اے محبوب تم پر ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں۔ اور تم بے شک اللہ کے رسولوں میں سے ہو۔

لفظی ترجمہ

فَلَمَّا۔ تو جب	فَصَلَ۔ جدا ہوا	طَالُوْتُ۔ طالوت	بِالْجُنُوْدِ۔ اپنے لشکروں کے
ساتھ	قَالَ۔ بولا	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ
مُبْتَلِيْكُمْ۔ عنقریب آزمائے گا تمہیں		بِنَهَرٍ۔ ایک نہر سے	فَمَنْ۔ تو جو
شَرِبَ۔ پئے	مِنْهُ۔ اس سے	فَلَيْسَ۔ تو نہیں	مِنِّيْ۔ مجھ سے
وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	لَمْ۔ نہ	يَطْعَمْهُ۔ پئے اس سے
فَاِنَّهٗ۔ تو بیشک وہ	مِنِّيْ۔ مجھ سے ہے	اِلَّا۔ مگر	مَنِ۔ جو
اغْتَرَفَ۔ چلو	غُرْفَةً۔ چلو بھر لے	بِيَدِهٖ۔ اپنے ہاتھ سے	فَشَرِبُوْا۔ تو پیا سب نے
مِنْهُ۔ اس سے	اِلَّا۔ مگر	قَلِيْلًا۔ کم لوگوں نے	مِّنْهُمْ۔ ان سے
فَلَمَّا۔ تو جب	جَاوَزَهٗ۔ گزرے	هُوَ۔ وہ	وَ۔ اور

الَّذِيْنَ ۔ وہ	اٰمَنُوْا ۔ جو ایماندار تھے	مَعَهٗ ۔ اس کے ساتھ	قَالُوْا ۔ بولے
لَا ۔ نہیں	طَاقَةَ ۔ طاقت	لَنَا ۔ ہم میں	اَلْيَوْمَ ۔ آج کے دن
بِجَالُوْتَ ۔ جالوت سے	وَ ۔ اور	جُنُوْدِهٖ ۔ اسکے لشکروں سے	قَالَ ۔ بولے
الَّذِيْنَ ۔ وہ جنہیں	يَظُنُّوْنَ ۔ یقین تھا	اَنَّهُمْ ۔ کہ بیشک وہ	مُّلٰقُوا ۔ ملنے والے ہیں
اللّٰهِ ۔ اللہ سے	كَمْ ۔ بہت سی	مِّنْ فِئَةٍ ۔ جماعتیں	قَلِيْلَةٍ ۔ تھوڑی
غَلَبَتْ ۔ غالب آجاتی ہیں	فِئَةً ۔ جماعتوں	كَثِيْرَةً ۔ بہت پہ	بِاِذْنِ ۔ اذن
اللّٰهِ ۔ خداوندی سے	وَ ۔ اور	اللّٰهُ ۔ اللہ	مَعَ ۔ ساتھ ہے
الصّٰبِرِيْنَ ۔ صبر والوں کے	وَ ۔ اور	لَمَّا ۔ جب	بَرَزُوْا ۔ ظاہر ہوئے
لِجَالُوْتَ ۔ جالوت	وَ ۔ اور	جُنُوْدِهٖ ۔ اسکے لشکروں کے	قَالُوْا ۔ تو کہا
رَبَّنَا ۔ اے ہمارے رب	اَفْرِغْ ۔ انڈیل	عَلَيْنَا ۔ ہم پر	صَبْرًا ۔ صبر
وَ ۔ اور	ثَبِّتْ ۔ جمادے	اَقْدَامَنَا ۔ ہمارے قدم	وَ ۔ اور
انْصُرْنَا ۔ مدد کر ہماری	عَلَى ۔ اوپر	الْقَوْمِ ۔ قوم	الْكٰفِرِيْنَ ۔ کفار کے
فَهَزَمُوْا ۔ تو بھگایا	هُمْ ۔ ان کو	بِاِذْنِ ۔ حکم	اللّٰهِ ۔ خدا سے
وَ ۔ اور	قَتَلَ ۔ قتل کیا	دَاوٗدُ ۔ داؤد نے	جَالُوْتَ ۔ جالوت کو
وَ ۔ اور	اٰتٰىهُ ۔ دیا انہیں	اللّٰهُ ۔ اللہ نے	الْمُلْكَ ۔ ملک
وَ ۔ اور	الْحِكْمَةَ ۔ حکمت	وَ ۔ اور	عَلَّمَهٗ ۔ سکھایا
مِمَّا ۔ جو کچھ	يَشَآءُ ۔ چاہا	وَ ۔ اور	لَوْلَا ۔ اگر نہ
دَفْعُ ۔ دفع کرنا	اللّٰهِ ۔ اللہ	النَّاسَ ۔ لوگوں کو	بَعْضَهُمْ ۔ بعض انکے
بِبَعْضٍ ۔ بعض سے	لَفَسَدَتِ ۔ تو ضرور تباہ ہو جاتی		الْاَرْضُ ۔ زمین
وَ ۔ اور	لٰكِنَّ ۔ لیکن	اللّٰهَ ۔ اللہ	ذُوْ ۔ صاحب
فَضْلٍ ۔ فضل ہے	عَلَى ۔ اوپر	الْعٰلَمِيْنَ ۔ دنیا کے	تِلْكَ ۔ یہ
اٰيٰتُ ۔ آیتیں ہیں	اللّٰهِ ۔ اللہ کی	نَتْلُوْ ۔ پڑھتے ہیں	هَا ۔ انکو
عَلَيْكَ ۔ آپ پر	بِالْحَقِّ ۔ ٹھیک ٹھیک	وَ ۔ اور	اِنَّكَ ۔ بیشک آپ
لَمِنَ ۔ یقینا	الْمُرْسَلِيْنَ ۔ رسولوں میں سے ہیں ۔		

مختصر تفسیر سترھواں رکوع پ۲ سورۃ بقرہ

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ط

تو جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا۔ بولا بے شک اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے تو جو اس کا پانی پیئے وہ میرا نہیں اور جو نہ پیئے وہ میرا ہے مگر وہ جو ایک چلو اپنے ہاتھ سے لے لے تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے۔

بیت المقدس سے جب یہ لشکر دشمن کی طرف روانہ ہوا۔ وہ وقت سخت شدت کی گرمی کا تھا۔ لشکریوں نے طالوت سے پیاس کی شکایت کی اور پانی مانگا۔ طالوت نے کہا پانی تو تمہیں نہر کی صورت میں ملنے والا ہے مگر تمہارا امتحان بھی قدرت لے گی لہذا پیاس کی شدت میں حکم کی اطاعت پر مستقل رہو گے تو تمہیں تم سے امید ہو سکتی ہے کہ سختیوں کا مقابلہ کر سکو گے اور جو اس وقت اپنی خواہش کے آگے جھک گیا۔ اور تشنگی سے گھبرا گیا نافرمانی کر بیٹھا وہ آئندہ بھی ثابت قدم نہ رہے گی۔ چنانچہ جب یہ چلے تو ان میں سے تین سو تیرہ تو وہ رہے جنہوں نے صبر سے کام لیا اور ایک چلو لے کر اپنے جانوروں کو پلا دیا اس سے جانور تازہ دم ہو گئے۔ اور نہر سے صحیح سلامت گزر گئے اور جو تشنگی سے تنگ آ کر نہر میں ٹوٹ پڑے اور خوب پیٹ بھر کر پانی پیا۔ ان کی تشنگی دوچند ہو گئی۔ ہونٹ سیاہ پڑ گئے چلنے کی ہمت ہی نہ رہی جس کا آگے ذکر ہے۔

فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

تو جب پار ہو گیا وہ اور وہ جو ایمان والے تھے تو بولے ہم کو آج طاقت نہیں جالوت سے اور اس کے لشکروں سے مقابلہ کی اور بولے وہ جنہیں یقین تھا کہ وہ اللہ سے ملیں گے یہ کہ بارہا تھوڑی جماعت غالب آتی ہے جماعت کثیر پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے والد کا نام ایشا تھا۔ یہ بھی طالوت کے لشکر میں تھے اور ان کے تمام دیگر فرزند بھی شریک تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت ایشا کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے اور ایشا زرد رنگ کے تھے

بکریاں چرانے تھے۔ چونکہ گھر بھر اس جنگ میں شریک تھا آپ بھی لازمی طور پر شریک ہوئے اور اللہ کی مدد کے بھروسے میدان میں آگئے کیونکہ ایمان والوں کا عقیدہ یہی تھا کہ اللہ کی مدد ہی کام آتی ہے۔ اور آئندہ آپ کے مقابلہ کا نقشہ کھینچا ہے۔

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ قف وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ط

اور جب سامنے آیا جالوت اور اس کے لشکر والے تو (مومنوں نے دعا کی) اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمارے پاؤں ثبات مضبوط جما دے اور ہماری مدد فرما کافروں پر تو انہوں نے (جالوتی لشکر کو) بھگا دیا اللہ کے حکم سے اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا کی اور اسے سکھایا جو چاہا۔

جب جالوت اپنے لشکر کے ساتھ نہایت متکبرانہ شان سے سامنے آیا اور بنی اسرائیل سے مبارزطلبی کی تو وہ اس کی قوت جسامت دیکھ کر گھبرائے اس لیے کہ جالوت بڑا قوی الجثہ شہ زور اور قد آور تھا طالوت نے اپنے لشکر میں اعلان کیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے میں اسے اپنی دامادی میں لوں گا اور نصف ملک کا اسے مالک بناؤں گا مگر اس اعلان پر بھی کسی کی ہمت نہ پڑی۔ طالوت نے حضرت شمویل علیہ السلام سے بارگاہ الٰہی میں دعا کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے دعا کی۔ منجانب اللہ بشارت ہوئی کہ حضرت داؤد کے ہاتھ میں جالوت کی موت ہے۔ طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام سے بھی وہی وعدہ کیا اور کہا کہ اگر آپ جالوت کو قتل کریں گے تو میں اپنی لڑکی آپ کے عقد میں دوں گا اور نصف ملک کا آپ کو مالک کروں گا آپ نے مشیت الٰہی کے تحت وعدہ فرما کر جالوت کی طرف رخ کیا صف قتال قائم ہوئی حضرت داؤد علیہ السلام دست مبارک میں فلاخن لے کر مقابل ہوئے۔ جالوت کے دل میں قدرتی طور پر آپ کو دیکھ کر دہشت پیدا ہوئی مگر اس نے متکبرانہ انداز میں آگے بڑھ کر اپنی قوت سے آپ کو مرعوب کرنا چاہا۔ آپ نے فلاخن میں غلیلہ رکھ کر ایسا تاک کر مارا کہ اس کی پیشانی کو توڑ کر پیچھے نکل گیا اور جالوت مرگیا حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی لاش لاکر طالوت کے سامنے ڈال دی تمام بنی اسرائیل خوش ہوئے اور طالوت نے حسب وعدہ حضرت داؤد کو نصف ملک دیا اور اپنی بیٹی سے آپ کا عقد کر دیا۔ ایک مدت کے بعد طالوت انتقال کر گئے اور تمام ملک حضرت داؤد کے زیرنگین ہوگیا (جمل)

اور حکمت دینے کا جو ذکر ہے اس سے مراد نبوت ہے وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ سے مراد دیگر فنون جیسے زرہ بنانا۔ جانوروں کا کلام سمجھنا وغیرہ۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝
تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے یہ اللہ کی آئتیں ہیں کہ ہم اے محبوب تم پر ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں اور تم بیشک رسولوں میں سے ہو۔
یعنی اللہ تعالے نیکوں کے صدقہ میں دوسروں کی بلائیں بھی دفع فرماتا ہے۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے ایک صالح مسلمان کی برکت سے اس کے ہمسایوں کے سو گھر والوں کی بلا دفع فرماتا ہے۔ نیکوں کا تقرب بھی ہم سبہ کاروں کے لیے دافع بلا ہے۔ (خازن)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا میں ہمیشہ تین سو ولی رہیں گے جن کے دل آدم علیہ السلام کے قلب مبارک کی طرح ہوں گے اور چالیس قلب موسیٰ پر ہوں گے اور سات قلب ابراہیم اور پانچ قلب جبریل پر اور تین قلب میکائیل اور ایک قلب اسرافیل پر ہوں گے جب ان میں سے ایک وفات پا جائے گا تو ان میں ان کی جگہ مقرر ہوگا جو عام مسلمانوں میں ہوں گے۔

ان کے طفیل بلائیں دفع ہوں گی۔ یہ حضرات اوتاد الارض ہیں زمین کی میخیں ہیں انہی کی برکت سے زمین قائم ہے (روح المعانی۔ درمنثور) وللہ الحمد

دوسرا پارہ ختم ہوا۔ تیسرا پارہ شروع ہے۔

۸ رمضان المبارک ۷۲ھ درسجن سکھر سندھ پارہ دوم مکمل ہوا (۲۲ مئی ۵۳ء یوم جمعہ)

ابو الحسنات سید محمد احمد قادری چشتی (نور اللہ مرقدہ)

ترتیب اضافات ۷ مارچ ۷۶ء مطابق ۵ ربیع الاول ۹۶ھ بروز اتوار مکمل ہوا

ابن الحسنات سید خلیل احمد قادری چشتی

تاریخ وصال مفسر قرآن مشہور زمان غازی کشمیر مجاہد ملت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری نور اللہ مرقدہ

عابد و زاہد و متقی معتبر عالم دین متین ۔ بے نظیر و بے مثال و لاجواب و لاکلام
فکر تھی تاریخ کی آئی ندا احمد لکھو ۔ واصل حق ہو گئے وہ ہادی ذی احترام
۱۳۸۰

پارہ ۳

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع ۔ پ ۳ ۔ سورہ بقرہ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ
مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ
وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ
وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَلَوْ
شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ
بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ
وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ
مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ○

یہ رسول ہیں کہ فضیلت دی ہم نے ان کے بعض کو بعض
پر ان میں سے وہ ہیں کہ اللہ نے کلام فرمایا اور بعض انکے
وہ ہیں جن کے درجات بلند کیئے اور ہم نے مریم کے بیٹے
عیسٰی کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد
کی اور اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے آپس میں نہ لڑتے
بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکیں لیکن وہ
مختلف ہوگئے اور ان میں کوئی ایمان پر رہا اور کوئی کافر
ہوگیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہے
کرے۔

لفظی ترجمہ

تِلْكَ ۔ یہ	الرُّسُلُ ۔ رسول ہیں کہ	فَضَّلْنَا ۔ فضل کیا ہم نے	
بَعْضَهُمْ ۔ بعض کو	عَلٰی ۔ اوپر	بَعْضٍ ۔ بعض کے	مِنْهُمْ ۔ ان میں سے
مَنْ ۔ وہ ہیں کہ	كَلَّمَ ۔ کلام کیا	اللّٰهُ ۔ اللہ نے	وَ ۔ اور
رَفَعَ ۔ بلند کیے	بَعْضَهُمْ ۔ بعض کے	دَرَجٰتٍ ۔ بہت درجے	وَ ۔ اور
اٰتَيْنَا ۔ دیں ہم نے	عِيْسَى ۔ عیسٰی	ابْنَ ۔ بیٹے	مَرْيَمَ ۔ مریم کو
الْبَيِّنٰتِ ۔ نشانیاں	وَ ۔ اور	اَيَّدْنَا ۔ مدد کی ہم نے	هٗ ۔ اس کی

بِرُوْحِ۔ روح	الْقُدُسِ۔ پاک سے	وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر
شَآءَ۔ چاہتا	اللّٰہُ۔ اللہ تو	مَا۔ نہ	اقْتَتَلَ۔ لڑتے
الَّذِیْنَ۔ وہ جو	مِنْ بَعْدِهِمْ۔ انکے بعد ہوئے	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	مَا۔ اس کے کہ
جَآءَتْهُمْ۔ آئیں انکے پاس	الْبَیِّنٰتُ۔ نشانیاں	وَ۔ اور	لٰکِنِ۔ لیکن
اخْتَلَفُوْا۔ مختلف ہوئے	فَمِنْهُمْ۔ ان میں سے	مَّنْ۔ وہ ہیں جو	اٰمَنَ۔ ایمان لائے
وَ۔ اور	مِنْهُمْ۔ ان سے	مَّنْ۔ وہ ہیں	کَفَرَ۔ جو کافر ہوئے
وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر	شَآءَ۔ چاہتا	اللّٰہُ۔ اللہ
مَا۔ تو نہ	اقْتَتَلُوْا۔ لڑتے	وَ۔ اور	لٰکِنَّ۔ لیکن
اللّٰہَ۔ اللہ	یَفْعَلُ۔ کرتا ہے	مَا۔ جو	یُرِیْدُ۔ چاہے

مختصر تفسیر پہلا رکوع۔ پ۳۔ سورۃ بقرہ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے ان میں سے بعض وہ ہیں کہ اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے کہ جسے سب پر بلند درجہ کیا اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی۔

تِلْكَ۔ یہ اشارہ بعید کے لیے ہے۔

الرُّسُلُ۔ یہ لفظ انبیاء مرسلین کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ رسول کی جمع ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں قاصد اور اصطلاح میں رسول وہ مقدس گروہ ہے جس نے اللہ تبارک وتعالے کے پیغامات اس کے بندوں تک کما حقہ پہنچا دیے ہیں اور ان پر آسمانی کتاب بھی نازل فرمائی ہو۔ نبی کے لیے کتاب کی قید نہیں لہذا ہر نبی رسول نہیں اور ہر رسول نبی ہے۔ انبیاء کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش ہیں اور رسول تین سو تیرہ ہیں۔

فَضَّلْنَا۔ اس کا مادہ فضل ہے اس کے معنی بزرگی یا کسی وصف خصوصی میں ممتاز کرنے کو کہتے ہیں لغت میں فضیلت کے معنی یہ ہیں کہ دو چیزیں ایک وصف میں مشترک ہوں تو اسی وصف میں ایک کو دوسری

چیز سے ترقی دیدی جائے۔ اصطلاح میں فضیلت کے معنی وصف کمال میں ترقی دینے کے خاص ہیں۔ یہ معنی اس امر کے مقتضی ہیں کہ جسے فضیلت دی جائے اس کو دنیا میں مدح اور آخرت میں زیادہ ثواب ہو فضیلت کلی اس شخص کو ہوگی جسے زیادتی ثواب اور اللہ تعالے سے زیادہ قرب ہو۔ چنانچہ تمام رسول اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام رسالت و نبوت کے مرتبہ میں اجر و ثواب کے موجبات میں شریک ہیں۔

یہ مقدس ہستیاں جنہیں ہم نے رسول کا منصب دیا جن کا ذکر پہلے اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ کہہ کر فرمایا گیا۔ یہ سب ایک مرتبہ کے نہیں بلکہ انبیاء کرام کے مراتب جداگانہ ہیں جو کسی سے کسی بات میں افضل ہیں اگرچہ نبوت میں کوئی تفرقہ نہیں لیکن وصف نبوت میں سب مساوی نہیں مگر خصائص و کمالات میں درجے متفاوت ہیں یہی آیۂ کریمہ کا مفہوم منطوق ہے اور اسی پر اجماع امت ہے (خازن۔ مدارک)

مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ۔ کچھ نبیوں میں سے وہ ہیں جن سے اللہ تعالے نے کلام فرمایا۔

مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں کہ حق تعالے نے ان سے بے واسطہ کلام فرمایا۔

حالانکہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام کے ساتھ تخصیص نہیں ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضور سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین سے شب معراج بے واسطہ کلام فرمایا جس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فوق عرش گئے اور اس مقام پر پہنچے جہاں مخلوق کے علوم کی انتہا ہے اور جہاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رسائی ہوئی وہاں تک کسی کو رسائی میسر نہ ہوئی وہاں کلام اللہ اور درجات و کمالات سے نوازے گئے۔

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ اور بعض کے درجات بلند ہوئے۔

رَفَعَ کے معنی اٹھانا۔ بلند کرنا۔

بَعْضَهُمْ سے صرف اور صرف حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کو یہ درجات کثیرہ تمام انبیاء علیہم السلام پر بلند کیے۔

مفسرین کا اتفاق ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس انعام میں آپ کی تعظیم۔ فضل اور اعلاء قدر و منزلت ہے جیساکہ احادیث کثیرہ وارد ہیں

اب یہاں سوال یہ مزید پیدا ہوتا ہے کہ اس ترتیب میں وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ سے حضور ہی جب مراد تھے تو نام مبارک لے کر تصریح کیوں نہ کر دی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نام مبارک نہ لینے میں جو علو مرتبت کا اظہار ہوتا ہے وہ نام لینے سے نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا کی یہ شان ہے کہ جب تمام انبیاء پر فضیلت کا بیان کیا جائے

تو سوائے ذات اقدس کے وہ وصف کسی پر صادق نہ آئے اور کوئی اشتباہ مشارکت راہ نہ پائے۔ چنانچہ خاتم النبیین ہی ایک وہ صفت ہے کہ سوائے حضور کی ذات کے کسی پر صادق نہیں آتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص و کمالات ایسے ہیں جو تمام انبیاء پر آپ کو فائق دکھا رہے ہیں مثلاً قرآن کریم کو لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ اس مرتبہ کی کتاب کسی نبی پر نہ آئی وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا اور لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا وغیرہ وغیرہ۔ پھر اس پر احادیث میں فرمایا مسلم شریف اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلَائِقِ كَافَّةً (میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں) کہیں فرمایا وَخُتِمَ بِیَ النَّبِيُّوْنَ (مجھ پر اللہ نے نبیوں کو ختم کر دیا)

آیات بینات و معجزات باہرات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیاء پر افضل کیا آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی۔ شفاعت کبریٰ حضور کے لیے مخصوص ہوئی۔ معراج کا قرب خاص آپ کو ملا علمی عملی کمالات میں آپ کو سب سے اعلیٰ کیا اور اس کے بے انتہا خصائص حضور کو عطا ہوئے (مدارک۔ خازن)

مثلاً شفاعت والی حدیث لے لیجئے۔ روز محشر ساری مخلوق جمع ہو کر شفیع کی جستجو میں حضرت آدم، نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پاس آئیں گے اور شفاعت کی التجا کریں گے سب ہی اس ذمہ داری کو قبول کرنے میں اپنے عجز کا اعتراف کریں گے آخر میں یہ مخلوق شافع محشر سید المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے حضور حاضر ہوں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے یہ میرا کام ہے پھر بارگاہ قدس میں حاضری دیں گے (مدارج)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بلا فخر کہتا ہوں کہ قیامت کے دن میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور لواء حمد بھی میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور تمام انبیاء وغیرہ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا جو مقبول ہوگی۔ (ترمذی)

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ۔ اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلے معجزے دیئے۔

عیسیٰ علیہ السلام کو جو ان میں بہت سی نشانیاں عطا ہوئیں وہ ظاہر ہیں آپ بغیر والد پیدا ہوئے۔ ابن مریم فرمانے سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ صرف والدہ سے پیدا ہوئے۔

بَيِّنٰتٍ۔ یعنی کھلی دلیل۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزے عطا فرمائے گئے۔ مُردوں کا زندہ کرنا بیمار کو تندرست کرنا۔ مٹی سے پرند بنانا غیب کی خبریں دینا وغیرہ وغیرہ۔

وَاَیَّدْنٰہُ۔ یہ لفظ اَیْدٌ سے بنا۔ اس کے معنی قوت ہیں۔

بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ روح حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نام ہے کیونکہ ان سے زندگی ملتی ہے یعنی ہم نے حضرت جبریل کے ذریعہ عیسیٰ علیہ السلام کو قوت دی۔ انہیں کے سانس سے انہیں پیدا کیا انہیں کے ذریعہ سے ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ یہود کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حد سے زیادہ تحقیر کرتے تھے اور نصاریٰ حد سے زیادہ تعظیم کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر خاص طور پر کیا۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ

اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے آپس میں نہ لڑتے بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکیں لیکن وہ مختلف ہو گئے کوئی ایمان پر رہا اور کوئی کافر ہو گیا۔

یعنی انبیاء سابقین کی امتیں بھی ایمان و کفر میں مختلف ہیں یہ نہ ہوا کہ تمام امت مطیع ہو جاتی۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ جنہوں نے ان انبیاء کی اور ان کے بعد حضور پر نور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھ لیے آپس میں نہ لڑتے۔ یہ لوگ یہودی۔ نصاریٰ اور مشرکین ہیں۔ ان میں بعض تو ایمان لاتے اور جزا کے مستحق ہوتے اور بعض کفر کی وجہ سے سزا کے مستحق ہوتے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ۠ ۠ اور اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہے کرے۔

یعنی اس کے ملک میں اس کی مشیت کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا اور یہی اس کی قدرت کاملہ کی شان ہے۔ اس کے بعد رکوع شروع ہوا اس میں آخرت کے لیے ذخیرہ جمع کرنے کی تلقین ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔ پ ۳۔ سورۃ بقرہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اے ایمان والو! خرچ کرو ہمارے دیے ہوئے میں سے اس سے پہلے کہ آئے وہ دن جس میں نہ خرید و فروخت ہو اور نہ کسی دوستی کا فائدہ اور نہ شفاعت کا قبول کے لیے، اور کافر خود ظالم ہیں۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ

اللہ ہے نہیں کوئی معبود مگر وہی وہ زندہ ہے اور

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا
الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ
مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا
يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَ
لَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ
الْعَظِيْمُ ۝
لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ڐ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ
مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ
بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ
لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝
اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اَوْلِيٰۗــــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ
النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

قائم رکھنے والا اسے نہ اونگھ پکڑے نہ نیند آئے اسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں کون ہے وہ جو سفارش کرے اس کے پاس مگر اس کی اجازت سے۔ جانتا ہے وہ جو آگے ہے اور جو پیچھے ہے انکے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے سمائے ہوئے ہیں اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو اور اسے گراں نہیں ان کی محافظت اور وہ بلند بڑائی والا ہے۔

کوئی جبر نہیں دین میں بے شک روشن ہو گئی نیک راہ گمراہی سے جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے تو بے شک مضبوط تھامی اس نے گرہ جسے کبھی کھلنا ہی نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

اللہ والی ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف اور وہ جو کفر کرتے ہیں ان کے حمایتی شیطان ہیں وہ انہیں نکالتے ہیں نور سے اندھیریوں کی طرف یہی وہ لوگ ہیں دوزخ والے انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

لفظی ترجمہ

يٰٓاَيُّهَا ۔ اے	الَّذِيْنَ ۔ لوگو جو	اٰمَنُوْٓا ۔ ایمان لائے ہو	اَنْفِقُوْا ۔ خرچ کرو
مِمَّا ۔ اس سے	رَزَقْنٰكُمْ ۔ جو ہم نے تمہیں دیا		مِنْ قَبْلِ ۔ اس سے پہلے
اَنْ ۔ کہ	يَّاْتِيَ ۔ آئے	يَوْمٌ ۔ وہ دن	لَّا ۔ کہ نہ
بَيْعٌ ۔ خرید و فروخت	فِيْهِ ۔ اس میں	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ
خُلَّةٌ ۔ دوستی	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	شَفَاعَةٌ ۔ سفارش

وَ ۔ اور	اَلْکٰفِرُوْنَ ۔ کافر	ھُمُ ۔ تو وہی	الظّٰلِمُوْنَ ۔ ظالم ہیں
اَللّٰہُ ۔ اللہ ہے	لَا ۔ نہیں	اِلٰہَ ۔ کوئی معبود	اِلَّا ۔ مگر
ھُوَ ۔ وہی	اَلْحَیُّ ۔ زندہ	اَلْقَیُّوْمُ ۔ قائم رکھنے والا	لَا ۔ نہیں
تَاْخُذُ ۔ پکڑتی	ہٗ ۔ اسے	سِنَۃٌ ۔ اونگھ	وَّ ۔ اور
لَا ۔ نہ	نَوْمٌ ۔ نیند	لَہٗ ۔ اسی کا ہے	مَا ۔ جو کچھ
فِی ۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں کے	وَ ۔ اور	مَا ۔ جو کچھ
فِی ۔ بیچ	الْاَرْضِ ۔ زمین کے ہے	مَنْ ۔ کون	ذَا ۔ ہے
الَّذِیْ ۔ وہ جو	یَشْفَعُ ۔ سفارش کرے	عِنْدَہٗ ۔ اس کے حضور	اِلَّا ۔ مگر
بِاِذْنِہٖ ۔ اس کے اذن سے	یَعْلَمُ ۔ جانتا ہے	مَا ۔ جو	بَیْنَ ۔ درمیان
اَیْدِیْھِمْ ۔ ہاتھوں کے	وَ ۔ اور	مَا ۔ جو	خَلْفَھُمْ ۔ پیچھے ہے
وَ ۔ اور	لَا ۔ نہیں	یُحِیْطُوْنَ ۔ احاطہ کرسکتی	بِشَیْءٍ ۔ کچھ
مِنْ عِلْمِہٖ ۔ اس کے علم سے	اِلَّا ۔ مگر	بِمَا ۔ جتنا	شَآءَ ۔ وہ چاہے
وَسِعَ ۔ سمائے ہے	کُرْسِیُّہُ ۔ اسکی کرسی	السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں	وَ ۔ اور
الْاَرْضَ ۔ زمین کو	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہیں	یَؤُدُہٗ ۔ گراں اسے
حِفْظُھُمَا ۔ محافظت انکی	وَ ۔ اور وہ	ھُوَ ۔ وہی ہے	الْعَلِیُّ ۔ بلند
الْعَظِیْمُ ۔ بڑائی والا	لَا ۔ نہیں	اِکْرَاہَ ۔ زبردستی	فِی ۔ بیچ
الدِّیْنِ ۔ دین کے	قَدْ ۔ بیشک	تَّبَیَّنَ ۔ ظاہر ہوگیا	الرُّشْدُ ۔ نیک
مِنَ الْغَیِّ ۔ گمراہی سے	فَمَنْ ۔ تو جو	یَّکْفُرْ ۔ کفر کرے	بِالطَّاغُوْتِ ۔ شیطان سے
وَ ۔ اور	یُؤْمِنْ ۔ ایمان لائے	بِاللّٰہِ ۔ اللہ پر	فَقَدِ ۔ تو بیشک
اسْتَمْسَکَ ۔ تھام لیا اسنے	بِالْعُرْوَۃِ ۔ گرہ	الْوُثْقٰی ۔ محکم	لَا ۔ نہیں
انْفِصَامَ ۔ کھلنا	لَھَا ۔ اس کو	وَ ۔ اور	اللّٰہُ ۔ اللہ
سَمِیْعٌ ۔ سننے والا	عَلِیْمٌ ۔ جاننے والا ہے	اَللّٰہُ ۔ اللہ	وَلِیُّ ۔ والی ہے
الَّذِیْنَ ۔ ان کا جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے	یُخْرِجُھُمْ ۔ نکالتا ہے انہیں	مِّنَ الظُّلُمٰتِ ۔ اندھیروں
میں سے	اِلَی ۔ طرف	النُّوْرِ ۔ نور کے	وَ ۔ اور
الَّذِیْنَ ۔ جو لوگ	کَفَرُوْا ۔ کفر کریں	اَوْلِیٰٓـُٔھُمُ ۔ انکے والی	الطَّاغُوْتُ ۔ شیطان ہیں

يُخْرِجُوْنَهُمْ ۔ نکالتے ہیں انہیں	مِنَ النُّوْرِ ۔ نور سے	اِلَى ۔ طرف
الظُّلُمٰتِ ۔ اندھیریوں کے	اُولٰٓئِكَ ۔ یہ ہیں	اَصْحٰبُ ۔ لوگ
النَّارِ ۔ آگ والے	هُمْ ۔ وہ	فِيْهَا ۔ اس میں
خٰلِدُوْنَ ۔ ہمیشہ رہیں گے ۔		

مختصر تفسیر پہلا رکوع ۔ پ۳ ۔ سورۃ بقرہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں ہمارے دیے ہوئے سے خرچ کرو اس دن سے پہلے جس دن نہ خرید وفروخت ہے (نہ کافروں کے لیے) دوستی اور نہ شفاعت اور کافر تو ظالم ہی ہیں۔

کافروں کو ظالم اس لیے کہا ہے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی میں آخرت کے لیے کچھ نہ کیا اور دنیا طلبی میں محو رہ کر اپنے اوپر اتنا ظلم کیا کہ بروز قیامت پچھتائیں گے

اٰمَنُوْا ۔ کوئی نیکی بغیر ایمان قبول نہیں ہوتی اس لیے بصفت ایمان خطاب ہوا۔ اے لوگو! جو ایمان لا چکے ہو

اَنْفِقُوْا ۔ یہ انفاق سے بنا۔ اس کا مادہ نفق ہے یعنی بکھرنا۔ اگر اس سے زکوۃ مراد ہے تو یہ امر وجوبی ہے اور اگر صدقات مراد ہیں تو استحبابی اور اگر جہاد میں خرچ کرنا مراد ہے تو یہ امر مطلق ہے کیونکہ جہاد میں خرچ کرنا فرض ہے۔ تو یہ بھی وجوب کے لیے ہے۔

مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ ۔ رَزَقْنَا ۔ رزق سے بنا اس کے معنی ہیں عطیہ۔ ہمارے دیے ہوئے رزق سے خرچ کرو کچھ

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ ۔ سے مراد قیامت ہے۔

لَا بَيْعٌ فِيْهِ ۔ بیع کے معنی ہیں مبادلہ مال بالمال یعنی تجارتی لین دین

وَلَا خُلَّةٌ ۔ یہ خلل سے بنا۔ اس کا معنی کشادگی ہے۔ محبت کو بھی اسی لیے خلت کہتے ہیں۔

وَلَا شَفَاعَةٌ ۔ یہ شفع سے بنا اس کے معنی ہیں جوڑا۔ اسی لیے جفت کو شفع کہتے ہیں۔ مسلمانوں کی شفاعت ہے

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ کافر ظالم ہیں۔ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو بے محل خرچ کرنا۔

كَافِرٌ ۔ انکار کرنے والا۔ یہاں منکر زکوۃ مراد ہے (بیضاوی)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اہل عرب مرتد ہو

گئے اور انہوں نے زکوٰۃ سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو لوگ ایک رسی جو پہلے زکوٰۃ میں دیتے تھے اب اگر نہیں دیں گے تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝

اللہ ہے نہیں کوئی معبود مگر وہی زندہ اور قائم رکھنے والا نہیں پکڑتی اسے اونگھ اور نہ نیند اسی کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں کون ہے جو سفارش کر سکے اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر۔ وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کوئی چیز معلوم نہیں کر سکتے مگر جو وہ چاہے۔ سما لیا ہے اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو اور نہیں گراں اسے ان کی محافظت اور وہ بلند بڑائی والا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالٰی کی الوہیت اور اس کی توحید کا بیان ہے۔ اس آیت کو آیۃ الکرسی کہتے ہیں اور احادیث میں اس کی بہت فضیلتیں وارد ہیں۔

اللہ وہ ذات ہے کہ نہیں کوئی معبود اس کے سوا کہ عبادت کی مستحق وہی ذات ہے۔

اِلٰہ کے معنی معبود جس کی عبادت ہوتی ہے کیونکہ وہ ذات ابدی سرمدی ہے۔

اَلْحَیُّ۔ وہ ہمیشہ زندہ ہے۔ حیّ اسے کہتے ہیں جو ہر شے سے واقف ہو۔ سنتا ہو۔ دیکھتا ہو۔ قادر ہو جس میں یہ صفات ہوں گی وہ ازل سے ہمیشہ ابد تک قائم رہے کیونکہ اس میں امکان وغیرہ نہیں ہوتا۔

اَلْقَیُّوْمُ۔ سب کا تھامنے والا۔ ابن مجاہد کہتے ہیں قیوم وہ ہے جو ہر شے پر قادر ہو صاحب بیضاوی فرماتے ہیں کہ وہ دائم القیام ہے یعنی خلق کی تدبیر اور حفاظت کرتا ہے۔

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ اس کو نہیں آتی اونگھ اور نہ نیند۔

سِنَةٌ۔ ایک فتور و نقص کا نام ہے جو نیند سے پہلے ہوتا ہے اس لیے اس کو پہلے ہی ذکر کیا گیا۔

نَوْمٌ۔ ایک حالت ہے جو اعضاء دماغیہ کے ڈھیلے پڑ جانے کی وجہ سے جو ان کو پیش آتی ہے۔ اور یہ ڈھیلا پن ان بخاروں کی رطوبت سے ہوتا ہے جو دماغ کو اس طرح چڑھتے ہیں کہ حواس ظاہرہ کو احساس سے بالکل معطل کر دیتے ہیں۔

کیونکہ یہ جملہ صفت سلبیہ ہے۔ تشبیہ کی نفی کرتا ہے اس لیے اس سے اللہ کے حیّ و قیوم ہونے کی تاکید

ہوتی ہے کیونکہ جسے اونگھ یا نیند آئے گی تو اس کی حیوۃ میں نقصان ہوگا کیونکہ نیند موت کی بہن ہے۔
حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم منبر اقدس پر کھڑے ہوئے اور پانچ باتیں بتائیں۔ ارشاد فرمایا۔
(۱) اللہ تعالےٰ سوتا نہیں نہ اس کو زیبا ہے۔
(۲) میزان عمل اسی کے قبضہ میں ہے وہی اونچی نیچی کرتا ہے۔
(۳) رات کے عمل دن سے پہلے اور دن کے عمل رات سے پہلے اس کے پاس پہنچا دیے جاتے ہیں۔
(۴) اس کا حجاب نور ہے۔
(۵) اگر وہ حجاب کھل جائے تو اس کی شعاعیں آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو پھونک دے۔
اس لیے کہ وہ واجب الوجود ہے اور موجد عالم مدبر کائنات ہے ایسی ہستی میں کوئی ایسی صفت نہیں ہونی چاہیئے جس سے ذات میں نقص لازم آئے اور اونگھ اور نیند یہ دونوں ایک قسم کے نقص ہیں اس لیے ان دونوں کا رد کر دیا اس لیے کہ وہ نقص وعیب سے پاک ہے پھر
لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ فرما کر اپنی مالکیت اور نفاذ امر و تصرف کا بیان فرمایا اور نہایت لطیف پیرایہ میں رد شرک بھی کر دیا کہ جب سارا جہان اس کی ملک ہے تو مملوک میں سے کون ہوگا جو مالک کا شریک ہو۔ مملوک بہر حال مملوک ہے اور مالک بہر صورت مالک۔
مشرکین یا تو ستارے پوجتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں یا دریاؤں۔ پہاڑوں۔ پتھروں۔ درختوں جانوروں آگ وغیرہ کی پوجا کرتے ہیں جو زمین میں ہیں تو جب آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اس ایک ذات ہی کی ملکیت ہے تو مالک کے ہوتے مملوک کی پوجا کس طرح صحیح اور معقول ہوگی۔
مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ ایسا کون ہے جو سفارش کرے اس کے حضور میں بغیر اس کی اجازت کے۔
اس میں اللہ تعالےٰ کی شان کبریائی کا بیان ہے۔ اس جملہ کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ کون ہے جو رب کے سوا بلا اجازت کسی کی سفارش کرے۔ دوسرے یہ کہ جو بندے رب کے قریب ہیں ان میں سے بھی بغیر اجازت کون کسی کی سفارش کر سکتا ہے۔ تو بت جن کو رب سے دور کا بھی تعلق واسطہ نہیں ہے وہ کیا کسی کی شفاعت کر سکتے ہیں (روح البیان)
مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ھٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللہِ یہ سب خدا کے حضور ہمارے سفارشی ہوں گے اس عقیدہ کو بھی رد کر دیا کہ مشرکین کا یہ گمان کہ "سب شفاعت کریں گے" غلط ہے اس لیے کہ کفار کے لیے

تو شفاعت ہی نہیں اور جو ماذونین اللہ کے حضور شفاعت کرنے والے ہیں وہ صرف اور صرف انبیاء کرام ہیں یا ملائکہ یا مومنین ان کے سوا اور کوئی شفیع نہیں۔

پھر اس ذاتِ پاک کی ہی یہ صفت ہے کہ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وہ جانتا ہے جو خلق کے روبرو ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ یعنی جو ان سے پہلے ہو چکا ہے اور جو ان کے بعد ہوگا۔

یَعْلَمُ۔ حال استمراری ہے یعنی ہمیشہ جانتا ہے۔

مَا۔ سے مراد مخلوق کے تمام حالات ہیں

بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ۔ سامنے کی چیز کو

خَلْفَ۔ پیچھے کی چیز کو۔

یعنی امور دنیا و آخرت۔ ماقبل و مابعد سب کا وہی جاننے والا ہے۔

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ۔ اور وہ احاطہ نہیں کر سکتے اس کی معلومات سے کسی چیز کا۔

بلاجودیکہ اللہ تعالے کو ہر شے کا علم ہے لیکن مِنْ عِلْمِهٖ کی قید اس لیے لگائی تاکہ تنبیہ ہو جائے کہ وہ علم تام جو تمام اشیاء کی حقیقت کو محیط ہے اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے سوا کسی کا علم کسی شے کی حقیقت کو محیط ہونا نہیں پایا جاتا۔

اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ مگر جتنا وہ چاہے۔

اس میں وہ لوگ ہیں جنہیں وہ مطلع فرماتا ہے اور وہ انبیاء و رسل ہیں جو بعطاء الٰہی غیب پر مطلع ہوتے ہیں اور ان کا غیب پر مطلع ہونا ان کی نبوت کی دلیل ہے۔ اسی لیے فرمایا عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ علم غیب پر مطلع ہونا رسول کرام ہی کا خاصہ ہے۔ (خازن)

وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ گھیرے ہوئے ہے اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمین کو۔

وَسِعَ۔ وُسْعَة سے ہے۔ اس کے معنی سما لینا۔ گھیر لینا ہے۔

كُرْسِیّ۔ كُرْس سے ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک شے کے اجزاء کا اوپر نیچے ہونا۔ کرسی اس چھوٹے تخت کو بھی کہتے ہیں جو بیٹھنے والے سے نیچے، وہ بھی تختوں سے مرکب ہوتا ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کی عظمت کی تصویر اور محض ایک مثال ہے ورنہ حقیقتاً نہ کرسی ہے نہ کوئی بیٹھنے والا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ یہاں کرسی سے مراد اللہ کا علم ہے اسی وجہ سے علم کے صحیفہ کو کراسہ کہتے ہیں۔

بعض کا قول ہے کہ کرسی سے مراد اس کا ملک اور سلطنت ہے۔
اہل عرب قدیمی بادشاہت کا نام کرسی رکھ لیتے تھے۔
محققین نے کرسی سے علم وقدرت مراد لیا ہے۔
بعض نے عرش بتایا اور بعض نے اس سے وہ مراد لیا جو عرش کے نیچے اور ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے بعض نے اس سے وہی مراد لیا ہے جو فلک البروج کے نام سے موسوم ہے۔
ابن مردویہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو کرسی کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسے کسی بڑے بیابان میں کوئی حوض ہوتا ہے اور عرش کو کرسی پر اسی قدر فضیلت ہے جیسی اس بیابان کو اس حوض پر فضیلت ہے۔
وَلَا یَئُوْدُهٗ۔ اور نہیں گراں گذرتی اس کو۔ یہ اوّد سے بنا ہے اس کے معنی بوجھ مشقت اس کا مرجع رب تبارک و تعالےٰ ہے۔
حِفْظُهُمَا حفظ کے معنی نگہبانی ہے۔ ان کی حفاظت جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔
وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وہ علم سلطنت غلبہ اور صفات میں سب سے اعلیٰ اور عظیم ہے۔
ان آیات میں الٰہیات کے باریک مسائل و نکات کا حل کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ موجود ہے۔ الٰہیت میں واحد ہے۔ حیات کے ساتھ متصف ہے واجب الوجود ہے اپنے ماسوا کا موجد ہے۔ تجدد و حلول سے منزہ اور تغیر و فتور سے مبرا ہے نہ کسی کو اس سے مشابہت نہ مولد نہ مخلوق کو اس تک رسائی۔ ملک و ملکوت کا مالک۔ اصول و فروع کا مبدأ و مبدع۔ قوی گرفت والا جس کے حضور اس کے ماذونین کے کوئی شفاعت کے لیے بھی لب نہ ہلا سکے۔ قدیم ازلی ایسا ہے کہ

لَا ضِدٌّ وَلَا نِدٌّ وَلَا حَدٌّ لِرَبِّیْ ۔ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ وَلَمْ یَبْقَ فَدَا لَا

میرے رب کی نہ کوئی حد ہے نہ کوئی شریک اور نہ ہی اس کی کوئی ضد و مخالف ہے تو وہ اب بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا اسے کوئی زوال نہ آیا۔
موجودات کی ہر شے کا علم جلی اور خفی کلی اور جزئی کا وَاسِعُ الْمُلْكِ وَالْقُدْرَةِ ادراک و وہم و فہم سے برتر و بالا عَلِیُّ الْعَظِیْمُ تک جامع مانع صفات فرمائیں۔

فضائل آیۃ الکرسی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان

مبارک کی زکوٰۃ کی حفاظت کرنے پر مقرر فرمایا۔ میں وہیں تھا کہ ایک شخص نے غلہ چرانا شروع کر دیا میں نے اس کو پکڑ کر کہا کہ میں تجھ کو رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلوں گا اس نے کہا کہ میں محتاج غریب ہوں میں نے اسے چھوڑ دیا۔

صبح حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اے ابو ہریرہ تمہارا رات کا قیدی کہاں گیا؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ اپنی عیالداری اور حاجتمندی ظاہر کرتا تھا میں نے اسے چھوڑ دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یاد رکھو وہ جھوٹا تھا اور وہ پھر بھی آئے گا۔

مجھے یقین تھا کہ وہ ضرور آئے گا کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا میں انتظار کر رہا تھا کہ وہی شخص پھر آگیا اور غلہ چرانے لگا۔ میں نے پکڑ لیا اور قید کر دیا تا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور پیش کروں گا اس نے پھر اپنی عیالداری اور معذوری کا اظہار کیا میں نے پھر اسے چھوڑ دیا۔

تیسری دفعہ پھر آیا میں نے پکڑ لیا اور یہ فیصلہ کیا کہ اب اس کو ہرگز نہ چھوڑوں گا کیونکہ ہر دفعہ یہ ہی بات کہہ کر چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے۔ اس نے کہا تم مجھے چھوڑ دو میں چند کلمے تم کو ایسے بتاؤں گا جن سے خداوند تعالے تم کو محفوظ رکھے گا اور وہ یہ ہیں۔ آیۃ الکرسی پڑھی۔ اس نے کہا کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالے کی طرف سے تم پر محافظ مقرر کر دیے جائیں گے اور شیطان پاس نہیں آئے گا۔

بس یہ سن کر میں نے اسے چھوڑ دیا صبح میں دربار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ رات والا قیدی کہاں گیا؟

حضرت ابو ہریرہ نے عرض کی کہ وہ چند کلمات بتا کر چلا گیا میں نے اسے چھوڑ دیا

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تو جھوٹا تھا مگر یہ بات سچ کہہ گیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ وہ کون تھا جو تین روز سے آ رہا تھا؟ میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا وہ شیطان تھا (بخاری)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرے تو بہشت میں جانے سے سوائے موت کے اسے کوئی چیز مانع نہ ہوگی۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ ایک خبیث جن آپ کو تکلیف پہنچانے کی فکر میں ہے جب آپ بستر پر لیٹا کریں تو آیت الکرسی پڑھ لیا کریں۔

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

جبر و اکراہ نہیں دین میں بے شک روشن ہوگئی راہ رشد گمراہی سے تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان

لائے تو بیشک اس نے تھامی محکم گرہ جسے کبھی کھلنا نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ ۔ کوئی جبر نہیں۔ یہ کرہ سے بنا ایسا کام جو اپنی مرضی سے نہ کیا جائے بلکہ اس میں زبردستی اور جبر کو دخل ہو اسے بجبر و اکراہ کہا جاتا ہے۔

الدِّیْنِ ۔ مذہب ۔ لفظ دین ۔ جزا و سزا یعنی بدلہ

الرُّشْدُ ۔ ہدایت ۔ راشد اس کا اسم فاعل ہے اس کے ہدایت یافتہ ۔ رشد سے اسلام مراد ہے۔

الْغَیِّ ۔ گمراہی ۔ اس کا مادہ غوی ہے ۔ اس کے معنی بہکانے ۔ گمراہ کرنے کے ہیں ۔ یہاں غی شرک و کفر مراد ہے۔

صفات الٰہیہ کے بیان کے بعد لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ایسی جامع صفات سننے سمجھنے کے بعد عاقل کے لیے اب قبول حق میں تامل کی وجہ کوئی باقی نہیں رہتی لہذا دین میں رب تبارک و تعالے جبر و اکراہ کا حکم نہیں دیتا بلکہ دلائل لائحہ واضحہ اسے خود دین کی طرف مائل کریں گے اور جب سیدھی راہ کجی راہ سے واضح اور روشن ہو گئی تو ہر کافر کے لیے اول اپنے کفر سے توبہ و بیزاری ضروری ہے اس کے بعد ایمان لانا صحیح ہو گا جبکہ کفر و ضلالت ایمان و ہدایت میں روشنی میں واضح ہو گیا تو اسے اسلام و ایمان قبول کر کے محکم گرہ تھامنا لازم ہے۔

فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ ۔ تو جو نہ مانے بتوں کو۔

طاغوت ۔ طغیان سے ہے ۔ اس کے معنی حد سے گذرنا ۔ سرکش ۔ گمراہ کو طاغوت کہا جاتا ہے ۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تبارک و تعالے کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کریں ۔ جن انسان کے شیاطین ہیں جو عبادت سے روکیں۔

وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ ۔ اور ایمان لائے اللہ تعالے پر۔

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ ۔ بے شک اس نے پکڑ لیا مضبوطی کے ساتھ۔

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۔ حلقہ مضبوط رسی سے ۔ عروہ وہ چیز جس کو پکڑ کر لٹکا جائے یعنی رسی

وُثْقٰى ۔ مضبوط ۔ یہاں قوی دلائل کو مضبوط گرہ والی رسی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

لَا انْفِصَامَ لَهَا ۔ انفصام فصم سے بنا اس کے معنی کھل کر ٹوٹنا۔

وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۔ اللہ تعالے سنتا اور نیت کو جاننے والا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو اختیار ہے کہ اگر وہ تمہارے پاس رہنا چاہیں تو وہ تمہارے ہی ہیں اور اگر وہ ان کا ساتھ دیں تو ان کے ساتھ انہیں بھی نکال دو

شان نزول

انصار میں رواج تھا کہ جن عورتوں کے بچے نہیں جیتے تھے ۔ وہ نذر مانتی تھیں کہ اگر یہ بچے زندہ رہیں تو ہم

انہیں یہودیں شامل کردیں گے جب ان کی حاجت پوری ہوجاتی تو وہ نذر پوری کرتیں اور یہ یہودی ہی رہتے۔

مدینہ منورہ میں جب اسلام کا آفتاب ہدایت چمکا اور وہاں سے قبیلہ بنی نضیر کو ملک بدر کیا گیا تو ان میں انصار کی اولاد بھی تھی۔ انصار نے چاہا کہ ان کو نہ جانے دیں کیونکہ یہ اولاد اور بھائی بھتیجے ہیں تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور اختیار دیا گیا کہ اگر وہ چاہیں تو ایمان لے آئیں اور مدینہ میں رہیں اور چاہیں تو اپنے کفر پر قائم رہیں اور نکل جائیں (خازن)

قبیلہ بنی سالم میں ایک صاحب تھے جن کا نام حصین تھا ان کے دو بیٹے عیسائی تھے وہ مدینہ منورہ میں تجارت کے لیے آئے حضرت حصین نے انکو پکڑ لیا اور فرمایا کہ میں تمہیں ہرگز نہ چھوڑوں گا جب تک تم ایمان نہ لاؤ۔ تو انہوں نے انکار کیا۔ یہ مقدمہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش ہوا حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا نبی اللہ میں یہ کبھی برداشت نہیں کرسکتا کہ میرے جگر کے ٹکڑے دوزخ میں جائیں اور میں دیکھوں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (درمنثور)

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ۬ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـٴُـهُمُ الطَّاغُوْتُۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِؕ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۠

اللہ والی ہے ایمان والوں کا انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے والی وحمایتی شیطان ہیں وہ انہیں نکالتے ہیں نور سے اندھیریوں کی طرف یہی لوگ دوزخ والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

وَلِیُّ ۔ مددگار۔ دوست۔ اس کی جمع اولیاء ہے۔ یہ لفظ رفیق۔ کارساز۔ دوست کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مومنین سے نومسلم یا جو علم الٰہی میں مومن تھے۔

اَلظُّلُمٰتِ۔ اندھیرے۔ اس کا واحد ظُلْمَةٌ ہے۔ یہاں کفروشرک کی تاریکیاں مراد ہیں۔ نور یعنی روشنی جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرے۔ ظلمات سے کفر اور نور سے ایمان مراد ہے۔ اللہ تعالے نومسلموں کو ظلمت کفر سے نور ایمان کی طرف نکالتا ہے یا انہیں شبہات اور شکوک کی تاریکیوں سے نکال کر ان کو نور یقین عطا فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـٴُـهُمُ الطَّاغُوْتُ۔ یہاں کَفَرُوْا سے مراد مرتدین یا وہ جو علم الٰہی میں کافر ہیں۔ طَاغُوْت۔ سے شیاطین مراد ہیں۔ کاہن یا بت وغیرہ (روح البیان) جو کفار کے مددگار شیاطین ہیں جو انہیں کفر میں مدد دیتے ہیں۔

یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ۔ ان کو اجالے سے اندھیرے کی طرف نکالتے ہیں۔

اگر کفار سے مرتدین مراد ہیں تو ان کا ایمان سے نکلنا ظاہر ہے اور اگر قدیمی کفار مراد ہیں تو نور ایمان مراد ہے جو یثاق کے دن حاصل ہوا تھا۔ جو اصل فطرت پر ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر لیتے ہیں۔

شان نزول: ابن جریر نے مجاہد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے کچھ لوگ منکر تھے جب حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو جو لوگ حضرت عیسٰی کے منکر تھے وہ آپ پر ایمان لے آئے اور جو لوگ حضرت عیسٰی پر ایمان رکھتے تھے وہ آپ کے منکر ہو گئے اس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ یہی لوگ دوزخی ہیں یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یعنی کفار، مومن کیسا ہی گنہگار ہو نجات پائے گا۔

اس آیت کریمہ میں ظلمت و نور کا جو استعارہ فرمایا گیا وہ کفر سے ظلمت اور نور سے ایمان کی روشنی مراد ہے اور غرور و تکبر پر انکسار حاصل کرتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ حضرت ۳۵ رکوع عطا سورہ بقرہ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ
اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ
رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا
اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ
اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ
بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ
وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ

بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس غرور کے (سبب) سے کہ خدا نے اس کو سلطنت بخشی تھی ابراہیم سے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا جب ابراہیم نے کہا میرا پروردگار تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے وہ بولا کہ جلا اور مار تو میں بھی سکتا ہوں ابراہیم نے کہا کہ خدا تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے آپ اسے مغرب سے نکال دیجئے (یہ سن کر) کافر حیران رہ گیا اور خدا بے انصافوں کو ہدایت دیا نہیں کرتا۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ
عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ

یا اسی طرح اس شخص کو (نہیں) دیکھا جسے ایک گاؤں میں جو اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا اتفاق سے گذر ہوا تو

اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

اس نے کہا کہ خدا اس (کے باشندوں) کو مرنے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا تو خدا نے اس کی روح قبض کر لی (اور) سو برس تک (اس کو مردہ رکھا) پھر اس کو جلا اٹھایا اور پوچھا تم کتنا عرصہ (ٹھیرے) رہے ہو اس نے جواب دیا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم خدا نے فرمایا (نہیں) بلکہ سو برس (ٹھیرے) رہے ہو اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ (اتنی مدت میں مطلق سڑی) بسی نہیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو (جو مرا پڑا ہے) غرض (ان باتوں سے) یہ ہے کہ ہم تم کو لوگوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانی بنائیں اور (ہاں گدھے کی) ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم ان کو کیونکر جوڑے دیتے ہیں اور ان پر (کس طرح) گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں۔ جب یہ واقعات اس کے اپنے مشاہدے میں آئے تو بول اٹھا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝

اور جب ابراہیم نے (خدا سے) کہا کہ اے پروردگار مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا۔ خدا نے فرمایا کیا تم نے (اس بات کو) باور نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں لیکن (میں دیکھنا) اس لیے (چاہتا ہوں) کہ میرا دل اطمینان حاصل کر لے۔ خدا نے فرمایا کہ چار جانور پکڑ کر اپنے پاس منگا لو (اور ٹکڑے ٹکڑے کرا دو) پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھ دو پھر ان کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے اور جان لو کہ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

لفظی ترجمہ

اَ - کیا	لَمْ - نہ	تَرَ - دیکھا تونے	اِلَی - طرف
الَّذِیْ - اس کی جو	حَاجَّ - جھگڑا	اِبْرٰھٖمَ - ابراہیم سے	فِیْ - بیچ
رَبِّہٖ - اس کے رب کے	اَنْ - یہ کر	اٰتٰہُ - دی اسے	اللّٰہُ - اللہ نے
الْمُلْکَ - بادشاہی	اِذْ - جب	قَالَ - کہا	اِبْرٰھٖمُ - ابراہیم نے
رَبِّیَ - میرا رب	الَّذِیْ - وہ ہے جو	یُحْیٖ - زندہ کرتا	وَ - اور
یُمِیْتُ - مارتا ہے	قَالَ - کہا		اَنَا - میں بھی
اُحْیٖ - زندہ کرتا	وَ - اور	اُمِیْتُ - مارتا ہوں	قَالَ - کہا
اِبْرٰھٖمُ - ابراہیم نے	فَاِنَّ - بیشک	اللّٰہَ - اللہ	یَاْتِیْ - لاتا ہے
بِالشَّمْسِ - سورج کو	مِنَ الْمَشْرِقِ - پورب سے		فَاْتِ - تو لا تو
بِھَا - اسے	مِنَ الْمَغْرِبِ - پچھم سے		فَبُھِتَ - تو حیران رہ گیا
الَّذِیْ - وہ جو	کَفَرَ - کافر تھا	وَ - اور	اللّٰہُ - اللہ
لَا - نہیں	یَھْدِی - ہدایت دیتا	الْقَوْمَ - قوم	الظّٰلِمِیْنَ - ظالم کو
اَوْ - یا	کَالَّذِیْ - اسکی طرح جو	مَرَّ - گزرا	عَلٰی - اوپر
قَرْیَۃٍ - ایک بستی کے	وَ - اور	ھِیَ - وہ	خَاوِیَۃٌ - گری ہوئی تھی
عَلٰی - اوپر	عُرُوْشِھَا - اپنی چھتوں کے	قَالَ - بولا	اَنّٰی - کیونکر
یُحْیٖ - زندہ کرے گا	ھٰذِہٖ - اس کو	اللّٰہُ - اللہ	بَعْدَ - بعد
مَوْتِھَا - اسکی موت کے	فَاَمَاتَہُ - تو مار دیا اسے	اللّٰہُ - اللہ نے	مِائَۃَ - سو
عَامٍ - سال	ثُمَّ - پھر	بَعَثَہٗ - اٹھایا اس کو	قَالَ - کہا
کَمْ - کتنا	لَبِثْتَ - ٹھہرا تو	قَالَ - کہا	لَبِثْتُ - میں ٹھہرا
یَوْمًا - ایک دن	اَوْ - یا	بَعْضَ - بعض حصہ	یَوْمٍ - دن کا
قَالَ - کہا	بَلْ - بلکہ	لَبِثْتَ - ٹھہرا تو	مِائَۃَ - سو
عَامٍ - سال	فَانْظُرْ - سو دیکھ	اِلٰی - طرف	طَعَامِکَ - اپنے کھانے کی

وَ۔ اور	شَرَابِكَ۔ اپنے پینے کی	لَمْ۔ نہیں	یَتَسَنَّہْ۔ بُسا
وَ۔ اور	اُنْظُرْ۔ دیکھ	اِلٰی۔ طرف	حِمَارِكَ۔ اپنے گدھے کی
وَ۔ اور	لِنَجْعَلَكَ۔ تاکہ بنائیں ہم تجھ کو		اٰیَۃً۔ نشان
لِلنَّاسِ۔ لوگوں کیلئے	وَ۔ اور	اُنْظُرْ۔ دیکھ	اِلَی۔ طرف
الْعِظَامِ۔ ہڈیوں کے	کَیْفَ۔ کس طرح	نُنْشِزُھَا۔ کھڑا کرتے ہیں ان کو	
ثُمَّ۔ پھر	نَکْسُوْ۔ پہناتے ہیں	ھَا۔ ان کو	لَحْمًا۔ گوشت
فَلَمَّا۔ پھر جب	تَبَیَّنَ۔ ظاہر ہو گیا	لَہٗ۔ اس کو	قَالَ۔ کہا
اَعْلَمُ۔ میں خوب جانتا ہوں	اَنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	عَلٰی۔ اوپر
کُلِّ۔ ہر ایک	شَیْءٍ۔ چیز کے	قَدِیْرٌ۔ قادر ہے	وَ۔ اور
اِذْ۔ جب	قَالَ۔ کہا	اِبْرٰھٖمُ۔ ابراہیم نے	رَبِّ۔ اے میرے رب
اَرِ۔ دکھا	نِیْ۔ مجھ کو	کَیْفَ۔ کس طرح	تُحْیِ۔ زندہ کرے گا تو
الْمَوْتٰی۔ مُردوں کو	قَالَ۔ فرمایا	اَوَ۔ کیا	لَمْ۔ نہیں
تُؤْمِنْ۔ ایمان لایا تو	قَالَ۔ عرض کیا	بَلٰی۔ کیوں نہیں	وَ۔ اور
لٰکِنْ۔ لیکن	لِیَطْمَئِنَّ۔ تاکہ اطمینان پائے	قَلْبِیْ۔ میرا دل	قَالَ۔ فرمایا
فَخُذْ۔ تو پکڑ	اَرْبَعَۃً۔ چار	مِّنَ الطَّیْرِ۔ پرند	فَصُرْ۔ تو ہلا
ھُنَّ۔ ان کو	اِلَیْكَ۔ اپنی طرف	ثُمَّ۔ پھر	اجْعَلْ۔ کر
عَلٰی۔ اوپر	کُلِّ۔ ہر	جَبَلٍ۔ پہاڑ کے	مِّنْھُنَّ۔ ان سے
جُزْءًا۔ ایک ٹکڑا	ثُمَّ۔ پھر	ادْعُھُنَّ۔ بلا انہیں	یَاْتِیْنَكَ۔ آئینگے تیرے پاس
سَعْیًا۔ دوڑتے	وَ۔ اور	اعْلَمْ۔ جان لے	اَنَّ۔ بیشک
اللّٰہَ۔ اللہ	عَزِیْزٌ۔ غالب	حَکِیْمٌ۔ حکمت والا ہے۔	

مختصر تفسیر تیسرا رکوع۔ پ ۳۔ سورہ بقرہ

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ فِیْ رَبِّہٖۤ اَنْ اٰتٰىہُ اللّٰہُ الْمُلْكَ م اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ لا قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ ط

کیا نہ دیکھا تم نے (اے محبوب) اسے جو جھگڑا ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں (غرور، نکبر، خود بینی خودسری کی بنا پر) اس لیے کہ اللہ نے سلطنت اسے بخشی۔

اَلَمْ تَرَ۔ یہ استفہام انکاری ہے اس میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ اے محبوب کیا آپ نے نہ دیکھا۔

اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖ۔ جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں۔ اس وقت کا بادشاہ مراد ہے جس کا نام نمرود بن کنعان بن سنجاریب تھا۔ یا نمرود بن کنعان بن حام بن نوح تھا (روح البیان و روح المعانی)

علامہ بغوی کہتے ہیں کہ روئے زمین کے چار بادشاہ گذرے ہیں دو مسلمان حضرت سلیمان و ذوالقرنین اور دو کافر نمرود و بخت نصر۔

یہی پہلا بادشاہ تھا جسے اللہ تعالے نے روئے زمین کی سلطنت عطا فرمائی تھی اسی نے سب سے پہلے سر پر تاج رکھا اس کی عمر آٹھ سو اسی برس ہوئی چار سو برس اس کے عزت کے ساتھ گذرے اور بقایا چار سو برس مچھر کے عذاب کی وجہ سے ذلت و پریشانی سے گذرے۔ عطاء نعمت پر شکر و اطاعت کی بجائے تکبر و غرور کے ساتھ ربوبیت کا مدعی ہو گیا۔ اس نے رب و تعالے سے مقابلہ کرنے کے لیے نہایت اونچا قلعہ بنایا تھا۔ اس کا پایۂ تخت بابل تھا (خازن)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے اللہ تعالے کی اطاعت و عبودیت کی دعوت دی یہ دعوت آگ میں پھینکے جانے سے قبل دی یا بعد۔ اس کی اصل نہیں ملتی۔

بعض علماء نے کہا کہ یہ مناظرہ آگ میں ڈالے جانے کے بعد ہوا جبکہ آپ نے بت شکنی فرمائی تھی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ مناظرہ آگ میں ڈالے جانے کے بعد ہوا جب کہ آگ ٹھنڈی ہو گئی اور اس ملک پر مچھر اور قحط کا عذاب آیا تو لوگ بارش کے لیے نمرود کے پاس آئے۔ نمرود ان سے سوال کرتا کہ تیرا رب کون ہے؟ اگر اس نے کہہ دیا کہ تُو۔ تو وہ غلہ دیدیتا ورنہ نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آئے اس نے پوچھا تمہارا رب کون ہے؟ آپ نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ یعنی اجسام میں موت و حیات پیدا کرتا ہے۔

رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ۔ یہ دلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نہایت جامع تھی ایک ناخداشناس کے لیے بہترین ہدایت بھی تھی۔ آپ نے بتایا تھا کہ تو خود اور تیرا وجود اور تیری حیات اس ذات حی و قیوم کے وجود کی شاہد ہے کہ تو اول بے جان نطفہ تھا اس نے تجھے انسانی صورت بخشی۔ حیات عطا کی اسی کو رب کہتے ہیں

اور زندگی کے بعد پھر زندہ جسم کو جو موت دے بتلاہے وہ پروردگار عالم ہے اس کی قدرت کی شہادت خود تیری موت وحیات میں موجود ہے۔ اس کے وجود سے بے خبر رہنا انتہائی جہالت اور غایت سفاہت ہے۔

یہ دلیل بھی ایسی تھی کہ اس کا جواب نمرود سے نہ بن پڑا مگر اس خیال سے کہ بھرے مجمع میں ذلت و رسوائی نہ ہو کہنے لگا۔

قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ: میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔

دلیل کے لیے دو شخص بلائے ان میں سے ایک قتل کر ڈالا ایک چھوڑ دیا گویا اس سے یہ بتایا کہ جسے چھوڑا اسے زندہ کیا اور جسے قتل کرایا وہ مار دیا۔ حالانکہ یہ اس کی نہایت احمقانہ بات تھی کہاں قتل کرنا اور چھوڑنا کہاں موت وحیات کا پیدا کرنا۔ قتل کیے ہوئے کو اگر زندہ کر دیتا اور چھوڑے ہوئے کو بلا قتل حکم سے مار دیتا تب بھی کوئی بات تھی۔ اس مناظرے سے عقل پر تو اسی وقت ظاہر ہو گیا کہ یہ ہٹ دھرم ہے اس کے پاس جواب نہیں ہے حجت ابراہیم قاطع ہے۔ لیکن چونکہ نمرود نے اپنے جواب میں شان دعوی دکھائی تھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر مناظرانہ گرفت کی اور فرمایا کہ موت وحیات کا پیدا کرنا تو تیرے مقدور میں نہیں۔ پھر تیرا دعوی ربوبیت جھوٹا نہیں تو اور کیا ہے۔ اچھا چل اس سے آسان دوسرا کام کر کے دکھا دے اور وہ ایک متحرک جسم کا حرکت میں پہلی حرکت سے متبدل ہوتا ہے چنانچہ فرمایا۔

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ سورج مشرق سے لاتا ہے تو اتنا ہی کر دے کہ اسے مغرب سے لا دے (اور اگر حرکت اجسام میں بھی تبدل و تغیر کی تجھ میں قوت نہیں تو دعوی ربوبیت والوہیت کس منہ سے کرتا ہے۔ نتیجہ فرمایا گیا۔

فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ تو مبہوت ہو گیا وہ جس نے کفر کیا اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

بُهِتَ۔ بُھْتٌ سے بنا اس کے معنی حیرانی وتہمت کے ہیں۔ بہتان اسی لیے کہتے ہیں کہ سننے والا حیران رہ جاتا ہے۔ اس طرف اشارہ ہے کہ وہ کافر کفر کی وجہ سے حیران پریشان رہ گیا۔ ورنہ کج بحثی کر سکتا تھا اللہ تعالے کافروں کو آخرت میں جنت کے راستے کی ہدایت نہ دیگا۔ ظالم کو ہدایت نہیں دیتا۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا سو برس کے بعد زندہ ہونا

اب دوسرا واقعہ بیان ہوتا ہے بقول اکثر یہ واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام کا ہے۔ بیت المقدس میں بنی اسرائیل آباد تھے جب ان کا فسق و فجور۔ نافرمانی و طغیانی حد سے بڑھ گئی تو عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً چھ سو برس پہلے بادشاہ

بخت نصر بابلی نے بیت المقدس پر شدید حملہ کر دیا اس کے ساتھ چھ لاکھ جھنڈے تھے ہر جھنڈے کے ساتھ افواج تھیں جنہوں نے بیت المقدس کو ویران کر دیا۔ توریت کے نسخے جلا دیے بنی اسرائیل کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک کو قتل کر ڈالا۔ دوسرے کو ذلیل و خوار کر کے شام میں رکھا تیسرے کو قید کر دیا جن کی تعداد دس لاکھ تھی ان میں حضرت عزیر و دانیال علیہما السلام بھی تھے جو اس وقت بچے تھے۔

بہت عرصہ کے بعد ان میں سے بعض لوگوں نے قید سے رہائی پائی ان میں حضرت عزیر علیہ السلام بھی شامل تھے۔ یہ بستی اس وقت تک اجڑی پڑی تھی۔ حضرت عزیر علیہ السلام جب وہاں سے گذرے آپ کے ساتھ کھجوریں اور ایک برتن میں انگور کا شیرہ تھا۔ آپ دراز گوش پر سوار تھے۔ آپ تمام بستی میں گھومے وہاں کسی کو نہ پایا۔ بستی کی عمارتیں منہدم دیکھیں تو آپ نے تعجب سے فرمایا۔

اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ اسے اللہ کیونکر جلائے گا اسے اس کی موت کے بعد۔

اس واقعہ سے پرہیزگاروں کو ہدایت کاملہ اور یقین کے بعد عین الیقین اور حق الیقین عطا فرمایا گیا ہے۔ اب ارشاد ہے کہ

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا یا اس کی طرح جو گذرا ایک بستی پر (یعنی عزیر علیہ السلام) اور وہ ڈھئی پڑی تھی اپنی چھتوں پر (یعنی اس بستی کی ویرانی اس طرح ہوئی کہ پہلے چھتیں گریں پھر ان پر دیواریں آپڑیں) پھر آپ نے ایک جگہ اپنے گدھے کو باندھا اور آرام فرمانے کے لیے ایک جگہ قیام فرمایا۔ یہ صبح کا وقت تھا جب آپ لیٹے تو اللہ تعالے نے آپ کی روح قبض کر لی اور گدھا بھی مر گیا اس کے ستر برس بعد اللہ تعالے نے شاہان فارس سے ایک بادشاہ کو اس زمین پر مسلط کیا یہ اپنی فوجیں لے کر بیت المقدس پہنچا اور اس کو پہلے سے بھی بہتر طریقہ پر آباد کیا اور بنی اسرائیل میں سے جو لوگ باقی رہے تھے اللہ تعالیٰ انہیں پھر یہاں لایا یہ بیت المقدس اور اس کے نواح میں آباد ہوئے اور ان کی تعداد بڑھتی رہی اس زمانہ میں اللہ تعالے نے حضرت عزیر علیہ السلام کو دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھا اور کوئی آپ کو نہ دیکھ سکا جب آپ کی وفات کو سو برس گذر گئے تو اللہ تعالے نے آپ کو زندہ کیا پہلے آنکھوں میں جان آئی اور تمام جسم مردہ تھا وہ آپ کے دیکھتے دیکھتے زندہ کیا گیا یہ واقعہ شام کے وقت غروب کے قریب ہوا اس وقت اللہ تعالے نے فرمایا

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ

تو اللہ تعالے اسے مردہ رکھا سو برس پھر زندہ کر دیا تو اللہ تعالے نے فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا (عزیر)

نے عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم۔ (یعنی اللہ تعالےٰ نے فرمایا تم یہاں کتنے ٹھہرے آپ نے اندازہ سے عرض کیا کہ ایک دن یا کچھ کم گویا آپ صبح لیٹے تھے اور اب دیکھا تو شام قریب تھی تو آپ نے سمجھا کہ یہ شام اسی دن کی ہے جس میں سوئے تھے تو اس پر ربُّ العزّت کی طرف سے جواب ملا

قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

فرمایا نہیں بلکہ تجھے یہاں سو برس گذر گئے ہیں تو اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک تو باس نہ لایا اور بُسا نہیں اور اپنے گدھے کو دیکھ (کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور یہ اس لیے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیوں کر ہم انھیں اٹھان دیتے ہیں پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں جب یہ حال اس پر ظاہر ہوگیا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے۔

چنانچہ مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ کریم کی طرف سے جواب ملا کہ صبح سے شام کا حساب تم لگا رہے ہو حالانکہ تم سو برس یہاں ٹھہرے اب اپنے کھانے اور پانی یعنی کھجور اور انگور کے شیرے کو دیکھو ویسے کا ویسا ہی ہے اس میں بُساؤ کا اثر تو کجا معمولی بو بھی باسی ہونے کی نہیں ہے اور اپنے گدھے کو دیکھو آپ نے دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔ اور اتنا گل چکا تھا کہ تمام اعضاء بکھر گئے تھے ہڈیاں سفید چمک رہی تھیں پھر آپ کی نظر کے سامنے اس کے اجزاء جمع ہوئے اور تمام اعضاء اپنے اپنے موقع پر آئے ہڈیوں پر گوشت چڑھا گوشت پر کھال چڑھی بال نکلے پھر اس میں روح پھونکی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور رینگنے لگا آپ نے یہ مشاہدۂ قدرت کر کے عرض کیا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

اس کے بعد کا قصہ مفسرین نے یوں لکھا ہے کہ آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور اپنے محلہ میں تشریف لائے۔ سر اقدس اور ریش مبارک کے بال سفید تھے اور عمر وہی چالیس سال کی تھی۔ کوئی آپ کو اس وقت کی آبادی والوں میں سے پہچانتا نہ تھا آپ اندازے سے اپنے مکان پر پہنچے ایک بڑھیا ملی جو ضعیف تھی پاؤں رہ گئے تھے نابینا ہوگئی تھی یہ آپ کے وقت کی باندی تھی اور اس نے آپ کو دیکھا تھا آپ نے اس سے دریافت کیا کہ یہ مکان عزیر کا ہے بڑھیا نے کہا ہاں مگر اب عزیر کہاں انہیں تو مفقود الخبر ہوئے سو برس گذر گئے یہ کہہ کر خوب روئی۔ آپ نے فرمایا میں عزیر ہوں۔

بڑھیا یہ سن کر بولی سبحان اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے مجھے سو برس مردہ رکھا۔ پھر زندہ کیا اس نے کہا حضرت عزیر مستجاب الدعوات تھے اگر آپ عزیر ہیں تو میرے لیے دعا کریں کہ میں بینا ہو جاؤں

اور اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھوں آپ نے دعا فرمائی علی الفور وہ بینا ہو گئی آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا قُوْمِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ - اٹھ خدا کے حکم سے یہ فرمانا تھا کہ اس کے بیجان پیر درست ہو گئے۔ اس نے آپ کو دیکھ کر پہچانا اور بولی میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ بے شک حضرت عزیر ہیں۔

وہ بڑھیا آپ کو بنی اسرائیل کے محلے میں لے گئی یہاں ایک مجلس میں آپ کے فرزند تھے جن کی عمر ایک سو اٹھارہ سال کی ہو چکی تھی اور آپ کے پوتے بھی تھے جو بوڑھے ہو چکے تھے۔ بڑھیا نے مجلس میں پکارا لوگو یہ حضرت عزیر تشریف لے آئے مبارک ہو۔ اہل مجلس نے جھٹلایا اس نے کہا دیکھو۔ آپ کی دعا سے میری ٹانگیں صحیح ہو گئی ہیں اور گئی ہوئی بینائی مل گئی۔

یہ سن کر لوگ اٹھے آپ کے قریب آئے آپ کے فرزند نے کہا حضرت میرے والد صاحب کے شانوں کے مابین کالے بالوں کا ایک ہلال تھا آپ نے پشت مبارک کھول کر دکھائی تو وہ موجود تھا اس زمانہ میں توریت کا کوئی نسخہ نہ رہا تھا اور کوئی اس کا جاننے والا موجود نہ تھا۔ آپ نے تمام توریت حفظ پڑھ کر سنا دی۔ ایک شخص نے کہا مجھے اپنے والد سے معلوم ہوا کہ بخت نصر کی ستم انگیزیوں کے بعد گرفتاریوں کے زمانہ میں میرے دادا نے توریت ایک جگہ دفن کر دی تھی اس کا پتہ مجھے معلوم ہے۔

چنانچہ اس پتہ پر جستجو کر کے توریت کا مدفون نسخہ نکالا گیا اور حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنی یاد سے جو توریت لکھائی تھی اس سے مقابلہ کیا تو ایک ایک حرف مطابق نکلا (کمل) آگے ارشاد ہے

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰـكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝

اور جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے رب مجھے دکھا دے تو کیونکر مردوں کو جلائے گا۔ فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کی یقین کیوں نہیں مگر دل کا اطمینان حاصل کرنا چاہتا ہوں فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر انہیں ساتھ ملا پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى - اور یاد کرو جب کہا ابراہیم نے کہا کہ اے پروردگار مجھ کو دکھا دے تو کیونکر زندہ کرے گا مردے۔

حسن۔ قتادہ اور ابن جریج کا قول ہے کہ اس سوال کے کرنے کا سبب یہ تھا کہ سمندر کے کنارے ایک آدمی مرا پڑا تھا۔ مدّ و جزر جیسے جوار بھاٹا کہتے ہیں اس سے سمندر کا پانی اترتا چڑھتا رہتا ہے چنانچہ پانی بڑھتا تو

مچھلیاں اس لاش تک آجاتیں اور اس سے کھاتیں جب اتر جاتا تو جنگل کے درندے اس پر آتے اور کھاتے جب درندے ہٹ جاتے تو پرندآ کر اسے نوچتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ ملاحظہ فرمایا تو آپ کو دیکھنے کا شوق ہوا کہ مردے کس طرح زندہ کیے جائیں گے آپ نے بارگاہ حق میں عرض کیا کہ یارب مجھے یقین ہے کہ تو مردوں کو ضرور زندہ کرے گا اور ان کے اجزاء دریائی جانوروں اور پرندوں کے پیٹ اور پرندوں کی پوٹوں سے جمع فرمائے گا مگر میں یہ منظر عجیب دیکھنے کی آرزو رکھتا ہوں۔

ایک قول بعض مفسرین کا یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل کیا۔ ملک الموت حضرت رب العزت سے اذن لے کر آپ کو یہ بشارت سنانے آئے آپ نے بشارت سن کر اللہ کی حمد کی اور ملک الموت سے فرمایا کہ اس خلت کی علامت کیا ہے انہوں نے عرض کیا یہ کہ اللہ تعالے آپ کی دعا قبول فرمائے اور آپ کے سوال پر مردے زندہ کرے تب آپ نے یہ دعا کی (خازن)

قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ۔ فرمایا کیا تجھ کو یقین نہیں۔ کہ مارنے کے بعد پھر اسی ترکیب سے میں مردوں کو زندہ کر سکوں گا۔

اَوَلَمْ میں ہمزہ استفہامیہ ہے۔ ایمان بمعنی یقین ہے۔ یقین کے تین درجے ہیں۔ علم الیقین۔ عین الیقین اور حق الیقین۔

علم الیقین جو سن کر حاصل ہو ایمان کے لیے علم یقین کافی ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے سے حاصل تھا۔

عین الیقین جو دیکھ کر ہو۔ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ۔ پھر تم ضرور اسے آنکھوں سے دیکھو گے۔

حق الیقین اس چیز میں فنا ہو کر ارشاد باری ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ۔ بے شک یہ ہے حق یقینی طور پر۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالے عالم الغیب والشہادۃ ہے اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کمال ایمان و یقین کا علم تھا لیکن باوجود اس کے یہ فرمانا اور بطور استفہام کہنا اَوَلَمْ تُؤْمِنْ کیا تجھے یقین نہیں محض اس لیے تھا کہ سامعین واقعہ جان لیں کہ یہ سوال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کسی شک و شبہ کی بنا پر نہ تھا بلکہ یقین و ایمان سے آگے طمانیت قلب کا ایک درجہ اور ہے وہ حاصل کرنا مقصود تھا (بیضاوی، جمل)

قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ۔ عرض کیا کیوں نہیں لیکن اس واسطے کہ تسکین ہو جائے میرے دل کو

یعنی اے رب کریم میں ایمان تو لایا مگر علم الیقین سے ترقی کر کے عین الیقین چاہتا ہوں تاکہ مجھے حق الیقین کا اطمینان حاصل ہو جائے۔

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ۔ فرمایا اللہ تعالٰے نے چار پرندے پکڑ لو۔

فَخُذْ میں ف جزائیہ ہے طَیْر۔ طائرؔ کی جمع ہے۔ آپ کو اختیار دیا گیا کہ جو چاہو چار لے لو۔ آپ نے مور مرغ۔ کبوتر۔ گدھ یا کوّا پکڑ لیا۔

فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ۔ اس کا مادہ صَور یا صَیر ہے اس کے معنی کاٹنا اَیْ صُرْهُنَّ یعنی مائل کر لو اور ہلا لو تاکہ تم پہچان سکو۔ اس کا ترجمہ ہلا لینا ہی کا عام طور پر کیا ہے۔ ہلا لینے کا فائدہ یہ ہے کہ ان پرندوں کو جنہیں قطع و برید کر کے چار پہاڑوں پر رکھنا ہے تاکہ ان کی روحیں پہچان سکیں۔

مفردات میں اس کی تصریح یہ ہے وَالصَّوْرُ الْجَمَاعَةُ الْمُنْضَمُّ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ كَاَنَّهُمْ صُرِفُوْا اَیْ جُمِعُوْا فِی الْمَعَادِ۔ تو اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کا قیمہ کر کے ان کا گوشت ملایا جائے۔

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا۔ پھر رکھ دے ہر ایک پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا۔

ثُمَّ۔ تراخی کے لیے ہے۔

اِجْعَلْ۔ رکھ دو۔

جَبَل۔ ہر مضبوط چیز کو کہتے ہیں۔ پہاڑ کو بھی اسی لیے جبل کہتے ہیں۔ دنیا میں کل چھ ہزار چھ سو تہتر پہاڑ ہیں۔ یہاں چار پہاڑ مراد ہیں۔ مشرق۔ مغرب۔ شمال۔ جنوب (روح البیان)

مِنْهُنَّ کا مرجع طیر ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے مور۔ مرغ۔ کبوتر۔ کوا لے کر انہیں ذبح کیا ان کے پر اکھاڑے اور قیمہ کر کے ان کے اجزاء کو باہم خلط ملط کیا اور پھر اس مجموعہ کے کئی حصے کر کے ایک ایک حصہ ایک ایک پہاڑ پر رکھا اور سر سب کے اپنے پاس محفوظ رکھے۔

ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا۔ پھر ان کو بلا تیرے پاس دوڑتے آئیں گے۔

پھر فرمایا چلے آؤ حکم الٰہی سے آپ کے اس فرمانے سے وہ اجزاء اڑے اور ہر ہر جانور کے اجزاء علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنی ترتیب سے جمع ہوئے اور پرندوں کی شکل بن کر اپنے پاؤں سے دوڑتے حاضر آئے اور اپنے سروں سے مل کر بعینہٖ پہلے کی طرح مکمل ہو کر اڑ گئے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ جان رکھو کہ اللہ تعالٰے غالب ہے اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا حکمت والا ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع پ۳ سورۃ بقرہ

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان (کے مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک بال میں سو سو دانے ہوں اور خدا جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے وہ بڑی کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

جو لوگ اپنا مال خدا کے رستے میں صرف کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ اس خرچ کا (کسی پر) احسان رکھتے ہیں اور نہ (کسی کو) تکلیف دیتے ہیں۔ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس (تیار) ہے اور (قیامت کے روز) نہ ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝

جس خیرات دینے کے بعد (لینے والے کو) ایذا دی جائے اس سے تو نرم بات کہہ دینی اور (اس کی بے ادبی سے) درگزر کرنا بہتر ہے اور خدا بے پروا اور بردبار ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) احسان رکھنے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا جو لوگوں کو دکھاوے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور خدا اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا تو اس (کے مال) کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے (اسی طرح) یہ (ریاکار) لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے اور خدا ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ

اور جو لوگ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ
اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا
ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝
اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ
مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ
اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ
فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو (جب) اس پر مینہ پڑے تو دگنا پھل لائے اور اگر مینہ نہ بھی پڑے تو خیر پھوار ہی سہی اور خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

بھلا تم میں کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جس میں نہریں بہ رہی ہوں اور اس میں اس کے لیے ہر قسم کے میوے موجود ہوں اور اسے بڑھاپا آ پکڑے اور اس کے ننھے ننھے بچے بھی ہوں تو (ناگہاں) اس باغ پر آگ کا بھرا ہوا بگولا چلے اور وہ جل (کر راکھ کا ڈھیر ہو) جائے۔ اس طرح خدا تم سے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سوچو اور سمجھو۔

لفظی ترجمہ

مَثَلُ۔ مثال	اَلَّذِيْنَ۔ ان کی جو	يُنْفِقُوْنَ۔ خرچ کرتے ہیں	اَمْوَالَهُمْ۔ اپنے مال
فِيْ۔ بیچ	سَبِيْلِ۔ راستے	اللّٰهِ۔ اللہ کے	كَمَثَلِ۔ اسکی سی ہے کہ
حَبَّةٍ۔ ایک دانہ	اَنْبَتَتْ۔ کہ اگائے	سَبْعَ۔ سات	سَنَابِلَ۔ بالیاں
فِيْ۔ بیچ	كُلِّ۔ ہر	سُنْبُلَةٍ۔ بالی کے	مِائَةُ۔ سو
حَبَّةٍ۔ دانہ ہے	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	يُضٰعِفُ۔ بڑھاتا ہے
لِمَنْ۔ جس کے لیے	يَّشَآءُ۔ چاہے	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ
وَاسِعٌ۔ فراخی والا	عَلِيْمٌ۔ جاننے والا ہے	اَلَّذِيْنَ۔ وہ جو	يُنْفِقُوْنَ۔ خرچ کرتے ہیں
اَمْوَالَهُمْ۔ اپنے مال	فِيْ۔ بیچ	سَبِيْلِ۔ رستے	اللّٰهِ۔ اللہ کے
ثُمَّ۔ پھر	لَا۔ نہیں	يُتْبِعُوْنَ۔ پیچھے لگاتے	مَا۔ اسکے جو
اَنْفَقُوْا۔ خرچ کیا	مَنًّا۔ احسان	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ

اَذًى۔ تکلیف	لَهُمْ۔ ان کے لیے ہے	اَجْرُهُمْ۔ ان کا اجر	عِنْدَ۔ نزدیک
رَبِّهِمْ۔ ان کے رب کے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	خَوْفٌ۔ خوف ہوگا
عَلَيْهِمْ۔ ان پر	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	هُمْ۔ وہ
يَحْزَنُوْنَ۔ غم کھائیں گے	قَوْلٌ۔ بات	مَعْرُوْفٌ۔ اچھی	وَ۔ اور
مَغْفِرَةٌ۔ بخشش	خَيْرٌ۔ بہتر ہے	مِّنْ صَدَقَةٍ۔ اس صدقے سے کہ	
يَّتْبَعُهَا۔ پیچھے لگے اسکے	اَذًى۔ تکلیف	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ
غَنِيٌّ۔ بے نیاز ہے	حَلِيْمٌ۔ بردبار	يٰۤاَيُّهَا۔ اے	الَّذِيْنَ۔ لوگو جو
اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	لَا۔ نہ	تُبْطِلُوْا۔ ضائع کرو	صَدَقٰتِكُمْ۔ اپنے صدقے
بِالْمَنِّ۔ احسان جتاکر	وَ۔ اور	الْاَذٰى۔ تکلیف دے کر	كَالَّذِيْ۔ اس آدمی کی طرح
يُنْفِقُ۔ جو خرچ کرتا ہے	مَالَهٗ۔ مال اپنا	رِئَآءَ۔ دکھاوے	النَّاسِ۔ لوگوں کیلئے
وَ۔ اور	لَا۔ نہیں	يُؤْمِنُ۔ ایمان لاتا	بِاللّٰهِ۔ اللہ پر
وَ۔ اور	الْيَوْمِ۔ دن	الْاٰخِرِ۔ پچھلے پر	فَمَثَلُهٗ۔ تو اسکی مثال ہے
كَمَثَلِ۔ جیسے	صَفْوَانٍ۔ صاف چٹان	عَلَيْهِ۔ اس پر	تُرَابٌ۔ مٹی ہو
فَاَصَابَهٗ۔ پھر پہنچی اسے	وَابِلٌ۔ زور کی بارش	فَتَرَكَهٗ۔ تو چھوڑا اسے	صَلْدًا۔ صاف پتھر
لَا۔ نہیں	يَقْدِرُوْنَ۔ قادر ہیں	عَلٰى۔ اوپر	شَيْءٍ۔ کسی چیز کے
مِّمَّا۔ اس سے جو	كَسَبُوْا۔ کمایا انہوں نے	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ
لَا۔ نہیں	يَهْدِي۔ ہدایت دیتا	الْقَوْمَ۔ قوم	الْكٰفِرِيْنَ۔ کفار کو
وَ۔ اور	مَثَلُ۔ مثال	الَّذِيْنَ۔ ان کی جو	يُنْفِقُوْنَ۔ خرچ کرتے ہیں
اَمْوَالَهُمُ۔ اپنے مال	ابْتِغَآءَ۔ چاہتے ہوئے	مَرْضَاتِ۔ خوشنودی	اللّٰهِ۔ اللہ کی
وَ۔ اور	تَثْبِيْتًا۔ ثابت کرنے کو	مِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔ اپنا دل	كَمَثَلِ۔ مثل اسکے ہے کہ
جَنَّةٍ۔ باغ ہو	بِرَبْوَةٍ۔ ٹیلے پر	اَصَابَهَا۔ پہنچے اسے	وَابِلٌ۔ زور کی بارش
فَاٰتَتْ۔ تو دے وہ	اُكُلَهَا۔ اپنا پھل	ضِعْفَيْنِ۔ دگنا	فَاِنْ۔ پھر اگر
لَّمْ۔ نہ	يُصِبْهَا۔ پہنچے اسے	وَابِلٌ۔ زور کی بارش	فَطَلٌّ۔ تو شبنم
وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	بِمَا۔ اس کو جو	تَعْمَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو
بَصِيْرٌ۔ دیکھ رہا ہے	اَ۔ کیا	يَوَدُّ۔ پسند کرتا ہے	اَحَدُكُمْ۔ کوئی تم میں سے

اَنْ۔ یہ کہ	تَکُوْنَ۔ ہو	لَہٗ۔ اس کا	جَنَّۃٌ۔ باغ
مِّنْ نَّخِیْلٍ۔ کھجوروں	وَّ۔ اور	اَعْنَابٍ۔ انگوروں کا	تَجْرِیْ۔ چلتی ہوں
مِنْ تَحْتِھَا۔ اس کے نیچے	الْاَنْھٰرُ۔ نہریں	لَہٗ۔ اسکے لیے ہوں	فِیْھَا۔ اس میں
مِنْ کُلِّ۔ ہر طرح کے	الثَّمَرٰتِ۔ پھل	فَاَصَابَھَا۔ پھر پہنچے اسکو	اِعْصَارٌ۔ بگولا
فِیْہِ۔ اس میں ہو	نَارٌ۔ آگ	فَاحْتَرَقَتْ۔ تو وہ باغ جل گیا	
کَذٰلِکَ۔ اسی طرح	یُبَیِّنُ۔ بیان کرتا ہے	اللّٰہُ۔ اللہ	لَکُمُ۔ تمہارے لیے
الْاٰیٰتِ۔ آیتیں	لَعَلَّکُمْ۔ تاکہ تم	تَتَفَکَّرُوْنَ۔ غور کرو	

مختصر تفسیر چوتھا رکوع۔ پ ۳۔ سورۃ بقرہ

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝

انکی مثال جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں مثل ایک دانہ کے ہے کہ اگائیں اس نے سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی دو چند کرے جس کے لیے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

مَثَلُ۔ اس کے معنی مثال اور کہاوت ہیں۔

یُنْفِقُوْنَ۔ سے ہر خرچ جو کار خیر میں کیا جائے۔

اَنْبَتَتْ۔ انبات جمع و مصدر ہے اس کے معنی اخراج ہے۔ اصطلاح میں زمین سے نکالنے اگانے کو انبات کہتے ہیں اسی لیے گھاس کو نبات کہتے ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ خواہ واجب ہو یا نفلی تمام ابواب خیر کو عام ہے خواہ کسی طالب علم کو کتاب خرید کر دی یا کسی شفاخانہ میں دوائیں پہنچا دیں یا شفاخانہ بنوایا یا اموات کے ایصال ثواب میں تیجہ یا دسواں بیسواں چالیسواں کر دیا یا کسی طریقہ سے مساکین کو کھانا کھلایا یہ سب انفاق فی سبیل اللہ میں داخل ہیں اور اس کا ثواب کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ کے مطابق ہے۔ یہاں دانہ کو اگانے والا بطور نسبت مجازی کے فرمایا ورنہ حقیقی اگانے والا خدا کے سوا کوئی نہیں اس نسبت کے ظاہر فرمانے سے یہ مسئلہ ضرور واضح ہو گیا کہ اسناد مجازی جائز ہے بشرطیکہ اسناد کنندہ غیر خدا کو مستقل فی التصرف اعتقاد نہ کرتا ہو۔

اسی لئے تو یوں کہنا جائز ہے کہ یہ دوا نافع ہے یا مضر ہے یہ چیز درد کی دافع ہے۔ ماں باپ نے اولاد کو پالا۔

فلاں عالم نے فلاں کو گمراہی سے بچا لیا۔ فلاں بزرگ نے فلاں کی حاجت برآری فرمائی۔ فلاں فلاں بلا دفع کی فلاں مشکل حل کی یہ سب اسناد مجازی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمان کے عقیدہ میں فاعل حقیقی اور متصرف تحقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جس جس طرح تصرفات کا اسناد غیر اللہ کی طرف ہے وہ محض مجازاً ہے کہ یہ سب وسائل ہیں چنانچہ فرمایا۔

اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ (یعنی ایک دانہ نے سات بال اگائیں ہر بال میں سو دانے آئے تو گویا ایک دانہ سے سات سو دانے ہو گئے اسی طرح راہ خدا میں خرچ کرنے سے سات سو گنا اجر ہو جاتا ہے اور جس کے لیے اللہ چاہے تو اس کا بھی دو چند، سہ چند بڑھا دے۔ یہ صدقہ و خیرات کی فضیلت میں ارشاد ہوا آگے فرمایا۔

اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتۡبِعُوۡنَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ‌ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ۔

وہ جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور دینے کے بعد نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہے نہ کوئی غم۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی نے غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر اسلام کے لیے ایک ہزار اونٹ بمعہ سامان پیش کیے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما نے چار ہزار درہم بارگاہ رسالت میں صدقہ کیے اور عرض کی میرے پاس کل آٹھ ہزار درہم تھے نصف میں نے اپنے لیے اور اہل و عیال کے واسطے رکھ لیے اور نصف راہ خدا میں حاضر ہیں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو تم نے دیے اور جو رکھے دونوں میں اللہ برکت دے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جنگ تبوک کے موقع پر ایک ہزار اونٹ معہ ساز و سامان کے پیش کیے اس کے علاوہ اعلان فرمایا کہ جس غازی کے پاس سامان نہ ہو وہ آ کر مجھ سے لے جائے۔ مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کی کمی تھی تو آپ نے بیر رومہ خرید کر وقف کر دیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لیے بھی برکت کی دعا فرمائی حضور علیہ السلام عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے اگر آج کے دن کے بعد عثمان غنی کچھ بھی عمل نہ کریں تب بھی ان کے اعمال میں کمی نہ آئے گی۔ تو ایسے مخلصانہ صدقات کی فضیلت میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی۔ اور

ثُمَّ لَا يُتۡبِعُوۡنَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى جو فرمایا وہ یہ ہے کہ دے کر احسان رکھنا پھر اسے دوسروں کے سامنے اظہار کرنا کہ میں نے تیرے ساتھ ایسے ایسے سلوک کیے اور یہ کہ کر اس کا دل ملول کرے جس پر احسان کیا اور

اَذًی یہ کہہ کر اس کو عار دلائیں کہ تو نادار تھا۔ مفلس و مجبور تھا میں نے تیری خبر گیری کی اور ایسے ہی باتیں کرنا جن سے دبا ؤ پڑے اسے اسلام نے منع فرمایا۔ کیونکہ احسان نہ جتانے کا درجہ خیرات سے بہت اعلیٰ ہے اسی لیے ثُمَّ سے لایا گیا۔ یعنی خیرات کرنے کے بعد عمر میں کبھی بھی احسان نہ جتائیں۔

يُتْبِعُوْنَ: تَبِعَ سے بنا اس کے معنی پیچھے ہونا۔

مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۔ مَنّ کے معنی انعام کا احسان جتانا۔ طعنہ دینا۔

اَذًى۔ ہر تکلیف دہ چیز کو کہتے ہیں نہ احسان جتائیں نہ حقارت کا برتاؤ کریں۔

لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ سے معلوم ہوا کہ صدقات و زکوٰۃ کا حقیقی ثواب قیامت کے دن ملے گا اس کا ثواب و اجر ان کے رب کے پاس ہے۔

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ نہ انہیں دنیا اور آخرت میں کوئی اندیشہ ہے نہ محشر میں غم ہوگا۔ آگے اصلاح اخلاق مومن کے لیے ارشاد فرمایا۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ط وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيْمٌ ٥ اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا اور ایذاء پہنچانا ہو اور اللہ بے پرواہ حلم والا ہے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ ۔ قول نرم بات کہنا

مَعْرُوْفٌ یعنی دستور کے مطابق نرم و شیریں بات کہنا

مَغْفِرَةٌ۔ غفر سے بنا بمعنی درگزر کرنا یعنی سائل کو نرمی سے منع کر دینا اور جو سائل سختی کرے اس سے درگزر کرنا

خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى۔ آزار۔ ہر قسم کی ایذا رسانی۔ اس صدقہ سے اچھا ہے جس کے بعد عیب کو ایذا اور تکلیف ہو۔ سائل ایذاء اور دینے والا عذاب الٰہی سے بچ جاتا ہے

وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيْمٌ۔ اور اللہ بے پروا اور حلم والا ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ تمام صدقات سے بے پرواہ ہے اور حلیم ہے۔

یعنی اگر تمہارے در پہ سائل آئے اور اسے کچھ نہ دے سکو تو اس سے کم از کم اچھی بات کہنا خوش خلقی کے ساتھ جواب دے دینا اسے رنجیدہ نہ کرنا اور اگر وہ سوال میں اصرار کرتے ہوئے تشدد اختیار کرے تو اس سے درگزر کرنا یہ ایسے صدقہ و خیرات سے افضل ہے جس کے بعد لعن و طعن ہو۔

حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ میرے والد فرماتے تھے کہ جس وقت کسی کو تم کوئی چیز دے دو اور تم یہ محسوس کرو کہ اس پر تمہارا سلام بھی گراں گذرے گا تو اس کو سلام بھی نہ کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى لا كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اے ایمان والو! اپنے صدقے ضائع نہ کرو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے تو اس پر زور کا پانی آیا جس نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

یہاں منّ واذٰی سے مراد وہی عار دلانا اور طعن وتشنیع کرنا ہے۔ اور منافق کا فر کا صدقہ اللہ اور آخرت پر ایمان لائے بغیر ہے۔

رِیَاء۔ کا مادہ رَاٰیٰ ہے اس کے معنی ہیں ایک دوسرے کو دکھانا۔ ریاکار کی نیت یہ ہوتی ہے کہ میں اپنی خیرات لوگوں کو دکھاؤں تاکہ لوگ تعریف کریں۔

صَفْوَان۔ صاف پتھر کو کہتے ہیں

تُرَاب۔ خشک مٹی کو کہتے ہیں

وَابِلٌ۔ وہ بارش ہے جس کے قطرے بھاری ہوں

صَلْدًا۔ وہ سخت اور چکنا پتھر جس پر غبار نہ ہو اسی لیے گنجے سر کو رَاْسٌ صَلْدٌ کہتے ہیں

کافر چٹان ہے۔ اس کی خیرات مٹی ہے۔ کفر تیز بارش اور عمل کی بربادی اس پتھر کا دھل جانا ہے۔

کَسَبُوْا سے اعمال مراد ہیں۔ یعنی وہ اپنے کسی عمل کا ثواب نہیں پاتے۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔ اللہ کفار کو قیامت کے دن جنت کی راہ وہدایت نہ دے گا۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

اور ان کی کہاوت جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اور اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور اپنے دل جمانے کو ان کی مثال اس باغ کی سی ہے جو ٹیلے پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو دو چند میوے لایا تو اگر نہ پہنچے زور کا پانی تو شبنم کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

اسی لیے راہ خدا میں خرچ کرنے والے اور رضا الٰہی چاہنے والے مومن مخلص کے اعمال کی ایک مثال ہے کہ جس طرح بلند خطہ کی بہترین زمین کا باغ ہر حال میں خوب پھولتا پھلتا ہے خواہ بارش کم ہو یا زیادہ ایسے ہی با

اخلاص مومن کا صدقہ و انفاق خواہ کم ہو یا زیادہ اللہ تعالے اسے بڑھاتا ہے اور مومن کی نیت بااخلاص کو جانتا ہے۔

اِبْتِغَاءَ۔ اس کے معنی ہیں طلب و تلاش

مَرْضَاتِ۔ اس کا معنی رضا ہے یعنی اللہ کی رضا تلاش کرنے کے لیے۔

وَتَثْبِيتًا۔ ثبات سے بنا۔ اس کے معنی تصدیق و یقین۔

جَنَّةٍ۔ جو باغ چار دیواری سے محفوظ کیا جائے۔ فراء نے کہا جس باغ میں کھجوریں ہوں وہ جنت اور جس میں انگور ہوں وہ فردوس کہلاتا ہے (خازن)

بِرَبْوَةٍ۔ ربو سے بنا اس کے معنی زیادتی ہے یا بلندی ہے۔ اصطلاح میں اونچی اور اعلی درجہ کی ہموار زمین کو ربوہ کہتے ہیں جو دریا کے سیلابوں اور شہر کے گندے پانیوں سے محفوظ رہے جس کے درخت خوشنما اور پھل بے شمار ہوں خیرات اس باغ کی طرح ہے جو بلند اور اعلی درجہ کی زمین میں لگا ہو۔

اَصَابَهَا وَابِلٌ۔ پہنچی تیز بوندوں والی بارش

اُكُلَهَا۔ اس کے معنی لقمہ۔ اور سلذت کے معنی میں بھی آتا ہے۔

ضِعْفَيْنِ۔ ضعف کا تثنیہ ہے اس کے معنی دگنا۔ بعض نے کہا کثرت کے لیے آتا ہے جیسے

اس نے بے شمار پھل دیے (کبیر)

فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ۔ طل چھوٹی بوندوں والی ہلکی بارش یعنی شبنم کو کہتے ہیں۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ یہ خطاب سب کے لیے ہے۔ اللہ تمہارے تمام اعمال خوب دیکھنے والا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو احسان جتا کر جتا کر اپنے صدقات کو باطل کر دیتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ اس آیت میں تحذیر اور ترغیب دونوں ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۔

کیا تم میں کوئی اسے پسند رکھے گا کہ اس کے پاس باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا جس کے نیچے نہریں رواں ہیں اور اس کے لیے ہر قسم کے پھلوں سے ہے اور اسے بڑھاپا آیا اور اس کے ناتواں بچے ہیں تو آیا اس پر ایک بگولا جس میں آگ تھی تو جل گیا ایسا ہی بیان کرتا ہے اللہ تعالے اپنی آیتیں کہ کہیں تم دھیان لگاؤ۔

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ۔ یہ ایک قسم کا استفہام انکاری ہے یعنی کوئی تم میں سے پسند نہ کرے گا کیونکہ یہ بات

کسی عقلمند کے گوارا کرنے کے قابل نہیں۔ باغ کا بیان کر کے کھجور اور انگور کا خصوصیت سے اس لیے ذکر فرمایا کہ یہ نفیس اور ستھرا میوہ ہے تو جب وہ باغ نفیس دلکشا اور نافع ہو تو اس عمر میں جب انسان دوسروں کا محتاج ہوتا ہے بڑھاپا اور اس کی اولاد ناتواں نو عمر یا بالغ ہو جو کمانے کے قابل نہیں۔ بلکہ پرورش کی محتاج ہوں اور ان کی گذر کا واحد دار و مدار صرف اس باغ پر ہو تو جب اس پر آتشیں بگولا آپڑے اور درختوں کو جلاڈالے۔ تو اس وقت مالک باغ کے رنج اور غم و حسرت اور ناامیدی کا کیا حال ہوگا۔

ایسے ہی خیرات و صدقات کا باغ تو لگا یا مگر ریاکاری کا بگولا اس کے پیچھے آگیا تو اس وقت وہ خیرات کرنے والا کس طرح پچھتائے گا کہ خیرات و صدقات کو میری طرف سے آج ریاکاری کے بگولے نے جلا ڈالا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ آپ کے علم میں ہے کہ یہ آیت کس کے باب میں نازل ہوئی حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ مثال ایک ایسے دولتمند کی ہے جو نیک عمل کرتا ہو۔ پھر شیطان کے اغوا سے گمراہ ہو کر اپنی تمام نیکیاں ضائع کر دے (مدارک و خازن)

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع۔ پ۳ سورۃ بقرہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝

مومنو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لیے زمین سے نکالتے ہیں ان میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرو۔ اور بری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرنا کہ (اگر وہ چیزیں تمہیں دی جائیں تو) بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کر لو ان کو کبھی نہ لو۔ اور جان رکھو کہ خدا بے پروا (اور) قابل ستائش ہے۔

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ ۖ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝

(اور دیکھنا) شیطان (کا کہا نہ ماننا وہ) تمہیں تنگدستی کا خوف دلاتا اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور خدا تم سے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ کرتا ہے اور خدا بڑی کشائش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ

وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے اور جس کو دانائی ملی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی اور نصیحت تو وہی لوگ

وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝

اور تم (خدا کی راہ میں) جس طرح کا خرچ کرو یا کوئی نذر مانو۔ خدا اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں۔

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۝ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۝ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۝ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اگر تم خیرات ظاہر دو تو وہ بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دو اور دو بھی اہل حاجت کو تو وہ خوب تر ہے اور (اس طرح کا دینا) تمہارے گناہوں کو بھی دور کر دے گا اور خدا کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ ۝ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ ۝ وَمَا تُنْفِقُوْنَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۝ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

(اے محمد) تم ان لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہو بلکہ خدا ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے اور (مومنو!) تم جو مال خرچ کرو گے خدا کی خوشنودی کے لیے کرو گے اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں کیا جائے گا۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ ز يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۝ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۝ لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۝ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

(اور ہاں تم جو خرچ کرو گے تو) ان حاجتمندوں کے لیے جو خدا کی راہ میں رکے بیٹھے ہیں اور ملک میں کسی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتے (اور مانگنے سے عار رکھتے ہیں) یہاں تک کہ نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے اور تم قیافے سے ان کو صاف پہچان لو (کہ حاجتمند ہیں اور شرم کے سبب) لوگوں سے منہ پھوڑ کر (اور لپٹ کر) نہیں مانگ سکتے اور تم جو مال خرچ کرو گے کچھ شک نہیں کہ خدا اس کو جانتا ہے۔

لفظی ترجمہ

يٰٓاَيُّهَا ۔ اے	الَّذِيْنَ ۔ لوگو جو	اٰمَنُوْٓا ۔ ایمان لائے ہو	اَنْفِقُوْا ۔ خرچ کرو
مِنْ طَيِّبٰتِ ۔ پاک چیزوں سے		مَا ۔ جو	كَسَبْتُمْ ۔ تم کماؤ
وَ ۔ اور	مِمَّآ ۔ اس سے جو	اَخْرَجْنَا ۔ ہم نے نکالا	لَكُمْ ۔ تمہارے لیے
مِّنَ الْاَرْضِ ۔ زمین سے	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	تَيَمَّمُوا ۔ قصد کرو
الْخَبِيْثَ ۔ نکمی چیز کا	مِنْهُ ۔ اس سے	تُنْفِقُوْنَ ۔ خرچ کرتے ہو تم	وَ ۔ اور
لَسْتُمْ ۔ نہیں ہو تم	بِاٰخِذِيْهِ ۔ لینے والے اس کو		اِلَّآ ۔ مگر
اَنْ ۔ یہ کہ	تُغْمِضُوْا ۔ چشم پوشی کرو	فِيْهِ ۔ اس میں	وَ ۔ اور
اعْلَمُوْٓا ۔ جان لو	اَنَّ ۔ بیشک	اللّٰهَ ۔ اللہ	غَنِيٌّ ۔ بے پروا
حَمِيْدٌ ۔ تعریف کیا گیا ہے	اَلشَّيْطٰنُ ۔ شیطان	يَعِدُ ۔ وعدہ دیتا ہے	كُمُ ۔ تم کو
الْفَقْرَ ۔ غربت کا	وَ ۔ اور	يَاْمُرُ ۔ حکم دیتا ہے	كُمْ ۔ تم کو
بِالْفَحْشَآءِ ۔ بیحیائی کا	وَ ۔ اور	اللّٰهُ ۔ اللہ	يَعِدُ ۔ وعدہ دیتا ہے
كُمْ ۔ تم کو	مَّغْفِرَةً ۔ مغفرت کا	مِّنْهُ ۔ اپنی طرف سے	وَ ۔ اور
فَضْلًا ۔ فضل کا	وَ ۔ اور	اللّٰهُ ۔ اللہ	وَاسِعٌ ۔ فراخی والا
عَلِيْمٌ ۔ جاننے والا ہے	يُّؤْتِي ۔ دیتا ہے	الْحِكْمَةَ ۔ حکمت	مَنْ ۔ جسے
يَّشَآءُ ۔ چاہتا ہے	وَ ۔ اور	مَنْ ۔ جو	يُّؤْتَ ۔ دیا گیا
الْحِكْمَةَ ۔ حکمت	فَقَدْ ۔ تو بیشک	اُوْتِيَ ۔ دیا گیا	خَيْرًا ۔ بھلائی
كَثِيْرًا ۔ بہت	وَ ۔ اور	مَا ۔ نہیں	يَذَّكَّرُ ۔ نصیحت لیتے
اِلَّآ ۔ مگر	اُولُوا ۔ صاحب	الْاَلْبَابِ ۔ عقل لوگ	وَ ۔ اور
مَآ ۔ جو	اَنْفَقْتُمْ ۔ خرچ کرو تم	مِّنْ نَّفَقَةٍ ۔ کوئی خرچ	اَوْ ۔ یا
نَذَرْتُمْ ۔ نذر مانو تم	مِّنْ نَّذْرٍ ۔ کوئی نذر	فَاِنَّ ۔ تو بیشک	اللّٰهَ ۔ اللہ
يَعْلَمُهٗ ۔ اسے جانتا ہے	وَ ۔ اور	مَا ۔ نہیں	لِلظّٰلِمِيْنَ ۔ ظالموں کیلئے
مِنْ اَنْصَارٍ ۔ کوئی مددگار	اِنْ ۔ اگر	تُبْدُوا ۔ تم ظاہر کرو	الصَّدَقٰتِ ۔ صدقے

فَنِعِمَّا ۔ تو اچھا ہے	هِیَ ۔ یہ بھی	وَ ۔ اور	اِنْ ۔ اگر
تُخْفُوْ ۔ تم چھپاؤ	هَا ۔ اس کو	وَ ۔ اور	تُؤْتُوْ ۔ دیدو
هَا ۔ وہ	الْفُقَرَاءَ ۔ محتاجوں کو	فَهُوَ ۔ تو وہ	خَیْرٌ ۔ بہتر ہے
لَّكُمْ ۔ تمہارے لیے	وَ ۔ اور	یُكَفِّرُ ۔ دور کرے گا	عَنْكُمْ ۔ تم سے
مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ۔ تمہاری برائیاں		وَ ۔ اور	اللّٰهُ ۔ اللہ
بِمَا ۔ اس سے	تَعْمَلُوْنَ ۔ جو تم کرتے ہو	خَبِیْرٌ ۔ خبردار ہے	لَیْسَ ۔ نہیں
عَلَیْكَ ۔ تجھ پر	هُدٰىهُمْ ۔ انکی ہدایت	وَ ۔ اور	لٰكِنَّ ۔ لیکن
اللّٰهَ ۔ اللہ	یَهْدِیْ ۔ ہدایت دیتا ہے	مَنْ ۔ جسے	یَّشَآءُ ۔ چاہے
وَ ۔ اور	مَا ۔ جو	تُنْفِقُوْا ۔ خرچ کرو	مِنْ خَیْرٍ ۔ مال
فَلِاَنْفُسِكُمْ ۔ تو وہ تمہارے اپنے لیے ہے		وَ ۔ اور	مَا ۔ نہیں
تُنْفِقُوْنَ ۔ خرچ کرتے تم	اِلَّا ۔ مگر	ابْتِغَآءَ ۔ واسطے چاہنے	وَجْهِ ۔ رضامندی
اللّٰهِ ۔ اللہ کے	وَ ۔ اور	مَا ۔ جو	تُنْفِقُوْا ۔ تم خرچ کرو گے
مِنْ خَیْرٍ ۔ مال سے	یُّوَفَّ ۔ پورا دیا جائیگا	اِلَیْكُمْ ۔ تم کو	وَ ۔ اور
اَنْتُمْ ۔ تم	لَا ۔ نہ	تُظْلَمُوْنَ ۔ ظلم کیے جاؤ گے	لِلْفُقَرَآءِ ۔ واسطے فقیروں کے
الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	اُحْصِرُوْا ۔ روکے گئے	فِیْ ۔ بیچ	سَبِیْلِ ۔ راہ
اللّٰهِ ۔ اللہ کے	لَا ۔ نہیں	یَسْتَطِیْعُوْنَ ۔ طاقت رکھتے	ضَرْبًا ۔ چلنے کی
فِی ۔ بیچ	الْاَرْضِ ۔ زمین کے	یَحْسَبُهُمُ ۔ خیال کرتا ہے انکو	الْجَاهِلُ ۔ ناواقف
اَغْنِیَآءَ ۔ دولتمند	مِنَ التَّعَفُّفِ ۔ سوال نہ کرنے کی وجہ سے		تَعْرِفُهُمْ ۔ پہچانتا ہے تو
ان کو	بِسِیْمٰهُمْ ۔ انکی صورت سے	لَا ۔ نہیں	یَسْـَٔلُوْنَ ۔ مانگتے وہ
النَّاسَ ۔ لوگوں سے	اِلْحَافًا ۔ چمٹ کر	وَ ۔ اور	مَا ۔ جو
تُنْفِقُوْا ۔ خرچ کرو گے تم	مِنْ خَیْرٍ ۔ مال	فَاِنَّ ۔ تو بیشک	اللّٰهَ ۔ اللہ
بِهٖ ۔ اس کو	عَلِیْمٌ ۔ جانتا ہے۔		

مختصر تفسیر پانچواں رکوع پ ۳ سورۃ بقرہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ لَا تَیَمَّمُوا

الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

اے ایمان والو! خرچ کرو پاک ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے کہ جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیا اور اس میں سے گندی چیز کا قصد نہ کرو کہ اسے خرچ کرو۔ حالانکہ تم اسے کبھی نہ لوگے مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے۔

اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا (خواہ وہ غلہ ہو یا پھل یا معادن وغیرہ) اس میں سے دو۔ یعنی خیرات کرو

اَنْفِقُوْا۔ خرچ سے صدقات واجبہ مراد ہیں جیسے زکوٰۃ وغیرہ یا امر استحبابی بھی ہو سکتا ہے نفلی صدقات وغیرہ لیکن صدقات واجبہ زیادہ قوی ہے۔

طَيِّبٰتِ۔ طیبۃ کی جمع ہے اس کے معنی حلال۔ کھرے ہیں۔

كَسَبْتُمْ۔ اس کے معنی ہیں ہر وہ کام جو نفع کی غرض سے کیا جائے اس میں سونا چاندی وغیرہ سب ہی داخل ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اے ایمان والو! اپنی کمائی سے پاک کھرا حلال مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

جہاں اموال تجارت جائز ہیں وہاں اس پر زکوٰۃ بھی لازم ہے (خازن۔ مدارک۔)

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ اور نہ پورا کرو ناقص وخبیث مال سے خیرات کو تو اس سے خرچ کرو

تَيَمَّمُوْا۔ اَمٌّ سے بنا اس کے معنی قصد ہیں

خَبِيْث۔ کے معنی ناپسندیدہ۔ گندی چیز مراد ہے۔ یعنی حرام اور ردّی مال سے خیرات کا ارادہ بھی نہ کرو

مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ۔ صرف ردّی مال سے خرچ کرو۔

وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ۔ اور نہیں ہو تم اس کو لینے والے مگر یہ کہ اس میں چشم پوشی کرو۔

وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ۔ مگر خود لینا گوارا نہیں کرتے۔

اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ۔ تغمضوا۔ اِغماض سے بنا۔ اس کے معنی ہیں آنکھ بند کرنا۔ یہاں درگذر کرنا اور چشم ... مراد ہے۔

... اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ۔ جان رکھو کہ اللہ تمہاری خیرات سے بے پروا اور مستحق حمد ہے۔

شان نزول:۔ بعض لوگ خراب مال صدقہ میں دیتے تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اس سے فقہاء نے یہ حکم نکالا کہ مصدق یعنی صدقہ لینے والا جو وصول کرے اسے چاہیے کہ وہ متوسط مال لے نہ بالکل خراب ... ب سے اعلیٰ)

کچھ لوگ اپنے خرموں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے تھے اچھا کھرا مال علیحدہ کر دیتے تھے اور ردّی مال علیحدہ

صدقہ دیتے وقت ردّی مال دیتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (روح المعانی)

تفسیر درمنثور نے ابو داؤد سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا حکم دیا تو بعض لوگ ردّی خرموں کے خوشے لے کر حاضر ہوئے اور مسجد نبوی میں لٹکا دیتے۔ حضور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کچھ خوشے جھاڑ کر فرمایا کہ کیا ان کا خیرات کرنے والا ناقص ثواب چاہتا ہے (تفسیر کبیر۔ درمنثور)

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ج وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا ط وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ہ یُّؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ ج وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ط وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ہ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَۃٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُہٗ ط وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ہ

شیطان تمہیں ڈراتا ہے محتاجی سے اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا (یعنی ایمان والے کسی مصیبت زدہ کی مدد کرنا چاہے یا کسی غریب کو خیرات دینا چاہے تو شیطان اسے خوف دلاتا ہے کہ تیرا اس وقت یہ خرچ کرنا تیرے مفلس ہو جانے کا پیش خیمہ ہے اگر ایسے ہی خرچ کرتا رہا تو نادار ہو جائے گا۔)

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔ شیطان تمہیں ڈراتا ہے تنگدستی سے۔

یَعِدُ۔ وَعد سے بنا۔ وعدہ ہر اس آئندہ کی خبر کو کہتے ہیں جس سے کسی کو خیر کا امیدوار بنایا جائے۔ وَعید وہ خبر ہے جس سے شر کا اندیشہ ہو اکثر وعدہ خیر و شر پر بولا جاتا ہے۔

فَقْر۔ کے معنی جوڑ کے ہیں۔ ذوالفقار۔ جوڑوں والی تلوار۔ غریبی۔ تنگدستی کو فقر اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے ہمت و حوصلہ ٹوٹ جاتا ہے (کبیر۔ روح المعانی)

وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ۔ فحشاء۔ فحش سے بنا۔ اس کے معنی حد سے گزرنا۔ بدکار عورت کو فاحشہ کہتے ہیں کہ وہ بدکاری میں حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

اس سے یہاں وسوسہ شیطانی یا بخل مراد ہے۔ یعنی خیرات سے روکنا۔ بخل کی طرف مائل کرتا ہے یہ وسوسہ شیطانی ہے۔ اس آیت کریمہ میں نہایت لطیف انداز سے اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ شیطان اگرچہ بخل کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر بخل کی خوبی ذہن نشین کرنے کی اس میں قوت نہیں ہوا اس کے کہ وہ خائف کرتا ہے۔ چنانچہ ہمیشہ ایسی شیطانی جماعت موجود رہی جو مسلمانوں کو صدقہ قربانی۔ زکوۃ وغیرہ میں خرچ کرنے سے روکنے کے لیے ایسے لایعنی حربے استعمال کرتے جن سے منفعل ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخاوت بہشت میں ایک درخت ہے جو سخی ہوتا ہے اس کی شاخ کو پکڑ لیتا ہے پھر شاخ جب تک بہشت میں

نہیں پہنچا دیتی اسے نہیں چھوڑتی اور بخل دوزخ میں ایک درخت ہے بخیل اس کی ٹہنی پکڑ لیتا ہے حتی کہ وہ دوزخ میں پہنچ جاتا ہے وہ ٹہنی ہاتھ سے نہیں چھٹتی۔

دوسری روایت میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سخی اللہ سے اور بہشت سے ملا ہوا ہے دوزخ سے دور ہے۔ اور بخیل اللہ سے بہشت سے دور رہتا ہے۔ بے شک جاہل سخی اللہ کو عابد بخیل سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ کرنے میں جلدی کیا کرو اس سے بلا نہیں آتی۔

وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا۔ اور اللہ تم سے وعدہ کرتا ہے بخشش۔ عیب پوشی یا ثواب آخرت اور فضل کا۔ فضل سے دنیا میں وسعت رزق کی برکت۔ آخرت میں مغفرت و رحمت عطا فرمائے گا۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔ اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ۔ وہ جسے چاہے حکمت دیتا ہے۔

اَلْحِكْمَةَ۔ سمجھ و دانائی کو کہتے ہیں۔ حکمت کے متعلق انتیس قول ہیں۔ اس سے مراد نبوت ہے یا قرآن کریم وحدیث کا یا فقہ کا علم۔ تفقہ سے سمجھ مراد ہے یا تقویٰ (مدارک وخازن) جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔

حضرت مقاتل فرماتے ہیں قرآن کریم میں حکمت چار معنی میں استعمال ہوا جیسے

(۱) فَمَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ۔ (کتاب کی سمجھ)

(۲) وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ (فہم وعلم)

(۳) اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ (نبوت)

(۴) اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ۔ (عقلمندی)

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ یذکر۔ تذکر سے بنا۔ اس کے معنی یاد کرنا۔ نصیحت لینا۔ الباب۔ لب کی جمع ہے۔ اس کے معنی مغز۔ خالص عقل مراد ہے۔ خالص عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ۔ انفاق سے مطلق خرچ کرنا مراد ہے

نَفَقَةٍ۔ اس سے حلال حرام۔ قلیل کثیر۔ ظاہر پوشیدہ تمام خرچ مراد ہیں (روح البیان)

اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ۔ نذر کے لغوی معنی خوف و ڈر ہیں۔ اور تم جو خرچ کرو (بھلے کام میں یا برے کام میں) یا منت مانو (اطاعت الٰہی کی یا معصیت کی) تو اللہ اسے جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

نذر کی مفصل تعریف

نذر عرف میں ہدیہ پیشکش یا کسی چیز کو اپنے پر لازم کرنے کو کہتے ہیں۔

اصطلاح شرع میں نذر سے عبادت قربت کو لازم کرنے کو کہتے ہیں۔ اس لیے اگر کسی نے گناہ کرنے کی نذر مانی تو وہ صحیح نہیں۔ جو نذر اطاعت الٰہی میں خاص اللہ تعالےٰ کے لیے ہو وہ جائز ہے۔

اگر نذر اللہ کے لیے ماننے کسی ولی کے مزار کے فقراء یا محتاجوں کو اس نذر کا محل صرف مقرر کرے تو جائز ہے مثلاً یوں نذر و منت ماننے کہ الٰہی میرا یہ کام پورا ہو جائے یا فلاں بیمار صحت یاب ہو جائے تو فلاں درگاہ و مزار پر فقراء کو کھلاؤں گا۔ یا نفل پڑھوں گا یا مسجد تعمیر کروں گا یا صفیں مسجد میں دوں گا یہ بالکل جائز ہے (در المختار)

فَاِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُہٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ بے شک اللہ کو سب معلوم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

ظٰلِمِیْنَ۔ ظلم کے معنی کسی چیز کو غیر محل میں استعمال کرنا۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَیُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔

اگر تم خیرات علانیہ دو تو کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو تو وہ تمہارے لیے سب سے بہتر ہے اور اسی میں تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھتا ہے۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ۔ تُبْدُوْا۔ بدو سے بنا اس کے معنی ظہور ہے۔ یہاں اظہار سے مراد وہ ہے جس میں ریا کاری نہ ہو۔

صَدَقٰتِ۔ صَدَقَۃ کی جمع ہے صدقہ نفلی ہو یا فرضی۔ ہر خیرات مراد ہے۔

فَنِعِمَّا هِیَ۔ بہت ہی اچھا ہے۔

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ اور اگر چھپا کر حاجت مندوں کو دو تو

فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ۔ تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہوگا۔ بہ علانیہ خیرات کرنے سے بہتر ہے۔

فقیر غنی کی پہچان مشکل ہے۔ اس لیے فقیر کی قید لگا دی کہ فقیر کو دو۔ زکوٰۃ کے دیگر مصارف ہیں اس لیے اس میں فقیر کو مختص نہیں کیا (روح المعانی)

صدقہ خواہ فرض ہو یا نفل جب اخلاص سے اللہ تعالےٰ کے لیے دیا جائے اور اس میں ریا اور دکھاوے

کا تصور نہ ہو تو خواہ وہ علانیہ ہو یا خفیہ دونوں طرح بہتر ہے۔

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ صدقہ فرض ظاہر کر کے دینا افضل ہے اور نفلی پوشیدہ طور پر اور اگر نفلی صدقہ دوسروں کو ترغیب دینے کے لیے ظاہر کر کے دیا جائے تو یہ افضل ہے (مدارک)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھپا کر خیرات کرنا اللہ تعالے کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور صلہ رحمی کرنے سے عمر میں برکت ہوتی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالے محبت فرماتا ہے اور تین ایسے ہیں جن سے بغض رکھتا ہے۔

جن سے محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) وہ شخص کہ جس کے پاس آکر کسی نے سوال کیا اور کوئی رشتہ داری بھی نہ تھی کسی نے کچھ نہ دیا کہ ایک شخص اٹھا اور اس نے اس طرح چھپا کر دیا کہ کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔

(۲) دوسرا وہ شخص کہ سفر میں تھے۔ نیند کا غلبہ ہوا تمام ساتھی سو گئے اور یہ شخص خضوع و خشوع سے عبادت میں مشغول ہو گیا۔

(۳) تیسرا وہ شخص کہ لشکر میں شامل تھا۔ دشمن سے مقابلہ ہوا سب بھاگ نکلے اس نے تن تنہا مقابلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا یا فتح حاصل کی۔

اور بغض والے یہ ہیں

(۱) بوڑھا جو زانی ہو (۲) متکبر فقیر (۳) ظالم امیر (ترمذی)

وَيُكَفِّرُ۔ اور دور کر دے گا۔ یہ کفر سے بنا اس کے معنی ڈھانپنا۔

مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ۔ جمع سیئۃ بمعنی ناگوار چیز یہاں گناہ مراد ہیں یعنی اللہ تعالے تمہارے سارے گناہ ڈھانپ دے گا یا مٹا دے گا (کبیر)

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ اور اللہ تعالے تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ تمہارے ذمہ نہیں انہیں راہ دینا ہاں اللہ راہ دیتا ہے جسے چاہے اور تم جو خرچ کرو اچھی چیز تو تمہارا ہی بھلا ہے اور تمہیں خرچ کرنا بہتر نہیں مگر اللہ کی رضا چاہنے کے لیے اور جو کچھ خرچ کرو گے بھلائی کے اندر تمہیں پورا پورا ملے گا اور تم ظلم دیکیے جاؤ گے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام بشیر ونذیر وداعی الی اللہ ہو کر مبعوث ہوئے حضور کا فرض منصب دعوت الی اللہ کے بعد تمام ہو جاتا ہے۔ اس سے زائد جد وجہد حضور پر لازم نہیں۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ قبل اسلام مسلمانوں کی یہود سے رشتہ داریاں تھیں اس وجہ سے وہ ان کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد انہیں یہود کے ساتھ سلوک کرنا ناگوار ہونے لگا اور انہوں نے اس لیے ہاتھ روکنا چاہا کہ ان کے اس طرز عمل سے یہود اسلام کی طرف مائل ہوں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ جو کچھ تم اللہ کے واسطے خرچ کر رہے ہو وہ تمہارے لیے بھلا ہے (اس کا احسان تم دوسروں پر نہ جتاؤ۔ آگے ارشاد ہے

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ٥

ان فقیروں کے لیے جو راہ خدا میں روکے گئے (یعنی صدقات وخیرات جس کی تعریف ہم نے مذکورہ آیت وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ میں کی تھی اس کا بہترین مصرف وہ فقراء ہیں جنہوں نے اپنی جانیں جہاد وطاعت الٰہی کے لیے وقف کر دیں۔

شان نزول: یہ آیت اہل صفہ کے حق میں نازل ہوئی ان کی تعداد چار سو کے قریب تھی یہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے یہاں نہ ان کا کوئی مکان تھا نہ قبیلہ وکنبہ اور نہ ان حضرات نے شادی کی ان کے تمام اوقات عبادت میں صرف ہوتے رات میں قرآن کریم پڑھنا اور دن میں جہاد کے اندر رہنا۔ اس آیت میں ان کے بعض اوصاف بیان کیے گئے۔

اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ روکے گئے راہ خدا میں لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ زمین میں چل پھر نہیں سکتے اس لیے کہ انہیں دین کے کاموں میں اتنی فرصت نہیں کہ وہ چل پھر کر کسب معاش کر سکیں يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ نادان ہے بچے لوگ انہیں تونگر سمجھتے ہیں کہ یہ مالدار ہیں تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا انہیں ان کی صورتوں سے پہچانا جا سکتا ہے (مزاج میں انکسار اور تواضع چہروں پر ضعف کے آثار بھوک سے رنگ زرد پڑے ہوتے ہیں۔

عطاء بن یسار بن اسد نے نقل کیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کے پاس بقدر کھانا ہو اور پھر سوال کرے تو یہ الحاف ہے (ابو داؤد ونسائی)

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔ اور جو کچھ تم خرچ کرو گے کام کی چیز تو اللہ تعالیٰ

اس کو جانتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع پ۳ سورۃ بقرہ

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

جو لوگ اپنا مال رات اور دن اور پوشیدہ اور ظاہر (راہ خدا میں) خرچ کرتے رہتے ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس ہے اور ان کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ غم۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۚ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۚ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا) حالانکہ سودے کو خدا نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام تو جس شخص کے پاس خدا کی نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے سے) باز آگیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اس کا اور (قیامت میں) اس کا معاملہ خدا کے سپرد۔ اور جو پھر لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں (جلتے) رہیں گے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝

خدا سود کو نابود کرتا (یعنی بے برکت) اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے اور خدا کسی ناشکرے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کو ان کے کاموں کا صلہ خدا کے ہاں ملے گا اور (قیامت کے دن) ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ

مومنو! خدا سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا

مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○

اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہو جاؤ (کہ تم) خدا اور رسول سے جنگ کرنے کے لیے (تیار ہوتے رہو) اور اگر توبہ کر لو گے (اور سود چھوڑ دو گے) تو تم کو اپنی اصلی رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ اوروں کا نقصان اور نہ تمہارا نقصان۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

اور اگر قرض لینے والا تنگ دست ہو تو اسے کشائش (کے حاصل ہونے) تک مہلت (دو) اور اگر (زر قرض) بخش دو تو وہ تمہارے لیے زیادہ اچھا ہے بشرطیکہ سمجھو۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

اور اس دن سے ڈرو جبکہ تم خدا کے حضور میں لوٹ کر جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔

لفظی ترجمہ

اَلَّذِيْنَ۔ وہ جو	يُنْفِقُوْنَ۔ خرچ کرتے ہیں	اَمْوَالَهُمْ۔ اپنے مال	بِالَّيْلِ۔ رات
وَ۔ اور	النَّهَارِ۔ دن	سِرًّا۔ پوشیدہ	وَ۔ اور
عَلَانِيَةً۔ ظاہر	فَلَهُمْ۔ تو ان کے لیے ہے	اَجْرُ۔ اجر	هُمْ۔ ان کا
عِنْدَ۔ نزدیک	رَبِّهِمْ۔ ان کے رب کے	وَ۔ اور	لَا۔ نہیں
خَوْفٌ۔ خوف ہوگا	عَلَيْهِمْ۔ ان پر	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
هُمْ۔ وہ	يَحْزَنُوْنَ۔ غمگین ہوں گے	اَلَّذِيْنَ۔ وہ جو	يَاْكُلُوْنَ۔ کھاتے ہیں
الرِّبٰوا۔ سود	لَا۔ نہیں	يَقُوْمُوْنَ۔ کھڑے ہونگے	اِلَّا۔ مگر
كَمَا۔ جیسے	يَقُوْمُ۔ کھڑا ہوتا ہے	الَّذِيْ۔ وہ	يَتَخَبَّطُهُ۔ جس کو بدحواس
کروے	الشَّيْطٰنُ۔ شیطان	مِنَ الْمَسِّ۔ چھو کر	ذٰلِكَ۔ یہ
بِاَنَّهُمْ۔ اس لیے کہ	قَالُوْا۔ وہ بولے	اِنَّمَا۔ سوا اس کے نہیں کہ	الْبَيْعُ۔ تجارت

مِثْلُ۔ مثل	الرِّبٰوا۔ سود کے ہے	وَ۔ اور	اَحَلَّ۔ حلال کیا
اللّٰہُ۔ اللہ نے	الْبَیْعَ۔ تجارت کو	وَ۔ اور	حَرَّمَ۔ حرام کیا
الرِّبٰوا۔ سود کو	فَمَنْ۔ تو جسے	جَآءَهٗ۔ آئی	مَوْعِظَةٌ۔ نصیحت
مِّنْ رَّبِّهٖ۔ اس کے رب کی طرف سے		فَانْتَهٰى۔ تو باز آگیا	فَلَهٗ۔ تو اس کے لیے ہے
مَا۔ جو	سَلَفَ۔ گذر چکا	وَ۔ اور	اَمْرُهٗٓ۔ اس کا فیصلہ
اِلَى۔ طرف	اللّٰهِ۔ اللہ کے ہے	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو
عَادَ۔ پھر سود لے	فَاُولٰٓئِكَ۔ تو وہی ہے	اَصْحٰبُ۔ لائق	النَّارِ۔ آگ کے
هُمْ۔ وہ	فِيْهَا۔ اس میں	خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے ہیں	يَمْحَقُ۔ مٹاتا ہے
اللّٰهُ۔ اللہ	الرِّبٰوا۔ سود کو	وَ۔ اور	يُرْبِي۔ بڑھاتا ہے
الصَّدَقٰتِ۔ خیرات کو	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	لَا۔ نہیں
يُحِبُّ۔ پسند کرتا	كُلَّ۔ ہر	كَفَّارٍ۔ ناشکرے	اَثِيْمٍ۔ گنہگار کو
اِنَّ۔ بیشک	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَ۔ اور
عَمِلُوا۔ عمل کیے	الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے	وَ۔ اور	اَقَامُوا۔ قائم کی
الصَّلٰوةَ۔ نماز	وَ۔ اور	اٰتَوُا۔ دی	الزَّكٰوةَ۔ زکوۃ
لَهُمْ۔ ان کے لیے	اَجْرُ۔ اجر ہے	هُمْ۔ ان کا	عِنْدَ۔ نزدیک
رَبِّهِمْ۔ ان کے رب کے	وَ۔ اور	لَا۔ نہیں	خَوْفٌ۔ خوف ہوگا
عَلَيْهِمْ۔ ان پر	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	هُمْ۔ وہ
يَحْزَنُوْنَ۔ غمگین ہوں گے	يٰٓاَيُّهَا۔ اے	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو
اتَّقُوا۔ ڈرو	اللّٰهَ۔ اللہ سے	وَ۔ اور	ذَرُوْا۔ چھوڑ دو
مَا۔ جو	بَقِيَ۔ باقی ہے	مِنَ الرِّبٰوا۔ سود	اِنْ۔ اگر
كُنْتُمْ۔ ہو تم	مُّؤْمِنِيْنَ۔ مومن	فَاِنْ۔ پھر اگر	لَّمْ۔ نہ
تَفْعَلُوْا۔ کرو تم	فَاْذَنُوْا۔ تو تیار ہو جاؤ	بِحَرْبٍ۔ لڑائی کے لیے	مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ
وَ۔ اور	رَسُوْلِهٖ۔ اسکے رسول سے	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر
تُبْتُمْ۔ تم توبہ کرو	فَلَكُمْ۔ تو تمہارے لیے ہیں	رُءُوْسُ۔ اصل	اَمْوَالِكُمْ۔ مال تمہارے
لَا۔ نہ	تَظْلِمُوْنَ۔ تم ظلم کرو	وَ۔ اور	لَا۔ نہ

تُظْلَمُوْنَ۔ ظلم کیے جاؤ	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	كَانَ۔ ہو مقروض
ذُوْ۔ صاحب	عُسْرَةٍ۔ تنگدستی	فَنَظِرَةٌ۔ تو مہلت دینا ہے	اِلٰى۔ طرف
مَيْسَرَةٍ۔ آسانی کے	وَ۔ اور	اَنْ۔ یہ کہ	تَصَدَّقُوْا۔ بخشش کرو تم
خَيْرٌ۔ بہتر ہے	لَّكُمْ۔ تمہارے لیے	اِنْ۔ اگر	كُنْتُمْ۔ ہو تم
تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	وَ۔ اور	اتَّقُوْا۔ ڈرو	يَوْمًا۔ اس دن سے
تُرْجَعُوْنَ۔ کہ لوٹو گے	فِيْهِ۔ اس میں	اِلَى۔ طرف	اللّٰهِ۔ اللہ کے
ثُمَّ۔ پھر	تُوَفّٰى۔ پورا دیا جائیگا	كُلُّ۔ ہر	نَفْسٍ۔ آدمی
مَّا۔ جو	كَسَبَتْ۔ اس نے کمایا	وَ۔ اور	هُمْ۔ وہ
لَا۔ نہ	يُظْلَمُوْنَ۔ ظلم کیے جائیں گے۔		

مختصر تفسیر چھٹا رکوع۔ پ ۳۔ سورۃ بقرہ

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ وہ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال رات اور دن پوشیدہ اور علانیہ تو ان کے لیے ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس اور نہیں کوئی خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ کسی قسم کا غم کھائیں گے۔

شان نزول

اس کا یہ ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ نے راہ خدا میں چالیس ہزار دینار خرچ کر ڈالے اور اس طرح کہ دس ہزار رات میں اور دس ہزار دن میں دس ہزار پوشیدہ اور دس ہزار علانیہ۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ کے پاس صرف چار درہم تھے اور کچھ نہ تھا۔ آپ نے وہ چاروں خیرات کر دیے اور اس طرح سے کہ ایک درہم رات میں ایک دن میں ایک پوشیدہ ایک علانیہ۔ اس سے یا تو پوشیدہ حالات مراد ہیں یا عام احوال۔ یا یہ کہ وہ خیرات کرتے ہیں ہر حال میں۔

بیان آیت سے ایک فائدہ یہ بھی نکلتا ہے کہ آیۂ کریمہ میں نفقۂ لیل کو نفقۂ نہار پر اور نفقۂ سر کو نفقۂ

علانیہ پر مقدم کیا ہے اس میں اشارۃً یہ بتایا کہ پوشیدہ خیرات کرنا ظاہر کرکے خیرات کرنے سے افضل ہے اس کے بعد فرمایا۔

فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ ان کے لیے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

نیکی ہمیشہ جلدی کرنی چاہیئے اگرچہ تھوڑی ہو ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے خَيْرُ الْأُمُورِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهَا وَإِنْ قَلَّ ۔ دائمی عمل اچھا ہے اگرچہ تھوڑا ہو۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ پر ایمان رکھنے اور اس کا وعدہ حق سمجھنے کے بعد راہ خدا میں لڑنے کے لیے گھوڑا دیدیا اس کا پیٹ بھر کر کھانا پانی دیا اس کا لید پیشاب بھی قیامت کے دن میزان عمل میں رکھے جائیں گے (بخاری)

پھر موضوع بدل کر حرمت سود پر بیان فرمایا

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا ۗ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ۚ فَمَن جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ۝

وہ جو کھاتے ہیں سود (بروز قیامت) نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے مخبوط الحواس بنا دیا ہو شیطان نے اپنے مس سے یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود کی مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود تو جسے آئی اس کے رب کے پاس سے نصیحت اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کی طرف ہے اور جو پھر لوٹ کر ایسی حرکت کرے گا تو وہ جہنمی ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ نہیں پسند فرماتا ناشکرے گنہگار کو۔

اس آیت میں سود کی حرمت اور سود خواروں کی خواری اور شامت کا بیان ہے۔

اَلَّذِيْنَ ۔ سے امراء عرب مراد ہیں جو سودی کاروبار کرتے تھے مگر عموم سے تمام سود خوار مراد ہیں۔

يَأْكُلُوْنَ ۔ سے يُعَامِلُوْنَ مراد ہے یعنی جو سود کا معاملہ کرتے ہیں۔

رِبٰو ۔ رَبْوٌ سے ہے اس کے معنی زیادتی اور اضافہ کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں اصل قرضہ پر زیادتی یا بلا معاوضہ اضافہ حاصل کرنا ہے۔

لَا يَقُوْمُوْنَ - اس سے میدان قیامت میں کھڑا ہونا مراد ہے (روح البیان)
يَتَخَبَّطُهُ - خبط سے بنا اس کے معنی خلط ہیں جس کی رفتار اور گفتار میں ہمواری نہ ہو۔ اسے خبطی کہتے ہیں۔
شَيْطٰنُ - سے ابلیس مراد ہے۔
مِنَ الْمَسِّ - چھو کر، مجنون کو ممسوس کہا جاتا ہے۔ یعنی سود خوار اپنی قبروں سے گرتے پڑتے چلیں گے جیسے دیوانہ۔
ذٰلِكَ سے ان کے کھانے یا ان کے عذاب کی طرف اشارہ ہے (روح المعانی) البیع سے مراد حلال تجارتیں ہیں اس میں ان لوگوں نے سود کو جائز کہہ دیا
وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو - یہاں بیع مطلق ہے اور ربٰو مجمل۔ تجارت کو حلال اور سود کو حرام جو تجارت اور سود کو یکساں کرے وہ مجنون ہے۔
فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ - اس کے رب کی نصیحت جس کو اللہ تعالٰی کی نصیحت پہنچی
فَانْتَهٰى - وہ فوراً ہی سود خواری سے باز آ گیا اور اس نے توبہ کر لی
فَلَهٗ مَا سَلَفَ - سلف گذر گیا۔ ممانعت سے پہلے لے چکا وہ جائز ہے۔ اب اسے واپس کرنے کی ضرورت نہیں
وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ - امر سے مراد نیت ہے یا معاملہ۔ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے
شریعت مطہرہ میں سود کے حرام فرمانے میں بہت حکمتیں ہیں بعض ان میں سے یہ ہیں۔

۱۔ اول سود میں جو زیادتی لی جاتی ہے وہ معاوضہ مالیہ میں ایک مقدار مال کا بغیر بدل و عوض کے لینا ہے جو صریح بے انصافی اور ظلم ہے۔

۲۔ سود کا رواج تجارتوں کو خراب کرتا ہے اس لیے کہ جب سود خوار کو بے محنت مال حاصل ہوتا ہے تو اسے کیا ضرورت ہے کہ تجارت کی مشقتوں میں اور تجارتی خطروں میں پڑے اور جب وہ تجارت کی بجائے سودی روپیہ کھانے کا خوگر ہو جائے گا تجارت کی طرف اس کا میلان ہی نہ ہوگا اس طرح تجارت کی کمی انسانی معاشرہ کو ضرر پہنچاتی ہے۔

۳۔ سود خواری کا رواج باہم رواداری اور مودت و محبت سلوک و ہمدردی کو مفقود کر دیتا ہے سود خوار کسی ضرورت مند کو قرض حسن دینے کی طرف مائل ہی نہیں ہو سکتا۔

۴۔ سود خوار کی طبیعت میں درندگی اور حیوانیت پیدا ہو جاتی ہے اسی وجہ میں سود خوار میں جب لازمی پیدا ہو جاتی ہے وہ مدیون کی تباہی کے درپے رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے سلسلہ میں سات آدمی ملعون قرار دیے۔

مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خوار اور اس کے کارپرداز۔ دستاویز نویس اس کے گواہ سب پر لعنت فرمائی اور سب کو گناہ میں برابر شمار کیا۔

پھر لَا یَقُوْمُوْنَ میں جو نقشہ کھینچا اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح آسیب زدہ سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا گرتا پڑتا چلتا ہے قیامت کے روز سود خوار بھی ایسے ہی حال میں میدان حشر میں آئے گا۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ علامت اس سود خوار کی ہے جو سود کو حلال جانے۔

پھر فَلَہٗ مَا سَلَفَ ط جو فرمایا یہ اس کے لیے ہے جو نزول حرمت سے قبل سود لے چکا تھا اس پر اس کا مواخذہ نہیں۔

وَاَمْرُہٗٓ اِلَى اللّٰهِ ط اور یہ کام ہی جب خدا کے سپرد ہے تو یہ حکم بھی اسی کے سپرد ہے جو چاہے حکم فرمائے جس کے لیے چاہے ممانعت کرے بندے کا کام اطاعت امر ہے۔ اور

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ تابد فی النار اس کے لیے ہے جو عود کرے اپنے حرم میں اور سود خواری حلال سمجھے تو وہ کافر ہوگا اور کافر کے لیے ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا۔ اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور اسے محروم فرماتا ہے برکت سے

یَمْحَقُ۔ محق یا محاق سے بنا اس کے معنی ہیں گھسٹ کر فنا ہو جانا۔ نقصان اور محاق میں فرق یہ ہے کہ نقصان ہر کمی کو کہتے ہیں اور محاق تناقص کمی کو کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالے دنیا میں سود کو گھٹاتا ہے اور بے برکت فرماتا ہے۔

سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے اس سے نہ صدقہ نہ حج نہ جہاد نہ صلہ رحمی قبول کرے۔

وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ۔ اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔ یربی۔ ربا سے بنا جس کا مادہ ربو ہے اس کے معنے بڑھانا ہے یعنی دنیاوی مال میں برکت دیتا ہے اور آخرت میں اس کا اجر و ثواب دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ اور اللہ جس کا چاہے اجر بڑھا دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ۔ اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکرا بڑا گنہگار۔ کیونکہ محبت توبہ کرنے والوں سے خاص ہے (روح المعانی)

ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دو صاع خراب و ردّی خرمے دے کر ایک صاع اچھے کھرے خرمے حاصل کیے حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سود ہو گیا۔ یوں نہ کرو بلکہ پہلے ردی خراب خرمے فروخت کرو۔ اس کی قیمت روپے سے اچھے خرمے خرید و۔ اسی طرح گیہوں کے بدلے

گیہوں۔ چاندی کے بدلے چاندی مت تبدیل کرو۔

رواج کے مطابق رہن حرام ہے۔ یہاں زمین رہن لے کر اس کا نفع قرض دینے والا کھاتا رہتا ہے پھر قرض ادا ہونے پر زمین واپس کرتا ہے یہ خالص سود ہے۔

اس کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کی بیع بالوفا کر دی جائے تو اس کا نفع حلال ہوگا یعنی بجائے رہن نامہ کے بیع نامہ لکھا جائے اور اس کے ساتھ ہی اقرار نامہ رجسٹری کر دیا جائے جس وقت فروخت کرنے والا اپنی زمین اسی قیمت سے واپس کرنا چاہے اس طرح یہ نفع حلال ہوگا۔

اسی طرح کفار کے بینک جو غیر مسلم ہوں سے نفع حاصل کرنا یا بیمہ کرا کر نفع مال حاصل کرنا جائز و حلال ہے۔ وہ سود نہیں مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ دار الحرب ہو جیسے انڈیا لندن وغیرہ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے نماز قائم کی۔ زکوٰۃ دی ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ نہ کوئی غم۔

اس کے بعد ان لوگوں کے لیے احکام نافذ ہو رہے ہیں جو سود کی حرمت سے قبل سودی لین دین کرتے تھے اور ان کی کافی رقمیں تھیں جو دوسروں پہ باقی تھیں اس میں انہیں خیال تھا کہ اب ہم اپنی رقم اور سود لیں یا نہ لیں اس پر حکم ہوا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود سے اگر تم مسلمان ہو۔

اس آیت میں سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سابق کے مطالبہ بھی واجب الترک ہیں اور پہلا مقرر کیا ہوا سود بھی اب لینا جائز نہیں اس کے بعد وعید شدید کے ساتھ مبالغہ تہدید ہے چنانچہ ارشاد ہے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ تو اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرنے کا۔

اور ظاہر ہے کہ کس کی مجال ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا تصور بھی کرے چنانچہ ان لوگوں نے اپنے سودی مطالبے چھوڑ دیئے اور عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی ہم میں تاب نہیں ہے چنانچہ وہ تائب ہو گئے۔

اس حکم میں فرمایا گیا کہ ممانعت کے بعد مقروض سے اپنا اصل مال بھی نہ لے۔ اس آیت سے یہ خبر دور کیا جا رہا ہے کہ اصل مال لے سکتا ہے پچھلے سود میں مال نہیں کٹے گا۔

شانِ نزول: یہ ہے کہ کفارِ مکہ سود کے بہت عادی تھے فتح مکہ کے دن اسلام لا کر جب سود کے احکام سنے تو ان کی یہ خواہش ہوئی کہ آئندہ تو ہم باز رہیں گے لیکن پچھلا تو وصول کر لیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
آگے حسن سلوک اور مراعات انسانی کی طرف مائل کیا اور ارشاد ہوا۔

وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ٥ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اور اگر تم توبہ کرو تو اصل مال لے لو نہ تم کسی پہ ظلم کرو نہ تم پہ ظلم ہو اور اگر قرضدار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور اگر قرض بالکل چھوڑ دو تو تمہارے لیے بھلا ہے اگر سمجھو۔

رأس المال سے اصل رقم مراد ہے وہ لے لی جائے اور اگر مقروض تنگدست ہے نادار ہے تو اسے مہلت دو تاکہ وہ آسانی سے ادا کر سکے یا قرض کا جزو کل سب معاف کر دیا جائے یہ اجرِ عظیم کا موجب ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تنگدست کو مہلت دی یا اس کا قرضہ معاف کر دیا اللہ اسے اپنے سایۂ رحمت میں رکھتا ہے اور اس دن اس پر سایۂ رحمت ہوگا جس دن اس کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا۔ اخیر میں ارشاد ہے اور یہ آخری آیت ہے جو حضور پر نازل ہوئی

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ٥

اور ڈرو اس دن سے جس میں اللہ کی طرف لوٹ کر جاؤ گے اور ہر جان کو اس کے اعمال کا بدلہ پورے پورے طور پہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

یعنی انکی نیکیاں نہ گھٹائی جائیں نہ برائیاں بڑھائی جائیں۔ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ سب سے اخیر آیت ہے جو حضور پر نازل ہوئی۔ اس کے بعد حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم اکیس روز دنیا میں تشریف فرما رہے اور ایک روایت کے مطابق صرف نو شب اور ایک کے مطابق سات شب لیکن علامہ شبلی نے حضرت ابن عباس کی روایت سے یہ بھی کہا کہ سب سے آخر آیت آیتِ ربوا ہے جو نازل ہوئی۔

قرض دینے کے فضائل

حاجتمند کو قرض دینا باعث ثواب ہے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین شخصوں کو اجازت ہوگی کہ جنت میں جس دروازہ سے چاہیں داخل ہوں اور جو نعمت چاہیں حاصل کریں۔ (۱) قاتل کا خون مقتول کے ورثاء معاف کریں (۲) جو ہر فرض کے بعد گیارہ بار قل ہو اللہ پڑھا کرے (۳) جو حاجت مند کو قرض دے (روح البیان)

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع پ ۳ سورۂ بقرہ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ
اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ
بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ
كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ
وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ
رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـئًا ؕ فَاِنْ كَانَ
الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا
اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ
وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا
شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ
يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ
مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ
تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا
الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا
دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـئَمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ
صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ
اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ
وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ
تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ
فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ
وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا
يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ

مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لیے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والا تم میں کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ انصاف سے لکھے نیز لکھنے والا جیسا خدا نے اسے سکھایا ہے لکھنے سے انکار بھی نہ کرے اور دستاویز لکھ دے اور جو شخص قرض لے وہی (دستاویز کا) مضمون بول کر لکھوائے اور خدا سے کہ اس کا مالک ہے خوف کرے اور زر قرض میں سے کچھ کم نہ لکھوائے اور اگر قرض لینے والا بے عقل یا ضعیف ہو یا مضمون لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو جو اس کا ولی ہو وہ انصاف کے ساتھ مضمون لکھوائے اور اپنے میں سے دو مردوں کو (ایسے معاملے کے) گواہ کر لیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو (کافی ہیں) کہ اگر ان میں ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلا دے گی اور جب گواہ (گواہی کے لیے) طلب کیے جائیں تو انکار نہ کریں اور قرض تھوڑا ہو یا بہت اس (کی دستاویز) کے لکھنے لکھانے میں کاہلی نہ کرنا یہ بات خدا کے نزدیک قرین انصاف ہے۔ اور شہادت کے لیے بھی یہ بہت درست طریقہ ہے۔ اس سے تم کو کوئی شک و شبہ بھی نہیں پڑے گا ہاں اگر سودا دست بدست ہو جو تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو اگر (ایسے معاملے کی) دستاویز نہ لکھو تو تم

تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

پر کچھ گناہ نہیں اور جب خرید و فروخت کیا کرو تو بھی گواہ کر لیا کرو اور کاتب دستاویز اور گواہ (معاملہ کرنے والوں کا) کسی طرح کا نقصان نہ کریں اگر تم (لوگ) ایسا کرو تو یہ تمہارے لیے گناہ کی بات ہے اور خدا سے ڈرو اور دیکھو کہ وہ تم کو (کیسی مفید باتیں) سکھاتا ہے اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ○

اور اگر تم سفر پر ہو اور (دستاویز) لکھنے والا نہ مل سکے تو (کوئی چیز) رہن با قبضہ رکھ کر (قرض لے لو) اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (یعنی رہن کے بغیر قرض دیدے) تو امانتدار کو چاہیئے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کر دے اور خدا سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرے اور (دیکھنا) شہادت کو مت چھپانا جو اس کو چھپائے گا وہ دل کا گنہگار ہوگا اور خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

لفظی ترجمہ

يَاَيُّهَا - اے	الَّذِيْنَ - لوگو جو	اٰمَنُوْٓا - ایمان لائے ہو	اِذَا - جب
تَدَايَنْتُمْ - قرضے کا لین دین کرو		بِدَيْنٍ - کوئی قرضہ	اِلٰى - طرف
اَجَلٍ - مدت	مُّسَمًّى - مقرر کے	فَاكْتُبُوْهُ - تو اسے لکھ لو	وَ - اور
لْيَكْتُبْ - چاہیئے کہ لکھے	بَّيْنَكُمْ - تمہارے درمیان	كَاتِبٌ - لکھنے والا	بِالْعَدْلِ - انصاف سے
وَ - اور	لَا - نہ	يَاْبَ - انکار کرے	كَاتِبٌ - لکھنے والا
اَنْ - یہ کہ	يَّكْتُبَ - لکھے	كَمَا - جیسے	عَلَّمَهُ - سکھایا اسے
اللّٰهُ - اللہ نے	فَلْيَكْتُبْ - تو چاہیئے کہ وہ لکھے		وَ - اور
لْيُمْلِلِ - چاہیئے کہ لکھاتا جائے	الَّذِيْ - وہ کہ	عَلَيْهِ - جس پر ذمہ	الْحَقُّ - حق ہے

وَ۔اور یَتَّقِ۔چاہیئے کہ ڈرے اللّٰہَ۔اللہ سے رَبَّہٗ۔جو اس کا رب ہے
وَ۔اور لَا۔نہ یَبْخَسْ۔کم کرے مِنْہُ۔اس سے
شَیْئًا۔کوئی چیز فَاِنْ۔پھر اگر کَانَ۔ہو الَّذِیْ۔وہ
عَلَیْہِ۔جس پر الْحَقُّ۔حق ہے سَفِیْھًا۔بیوقوف اَوْ۔یا وہ
ضَعِیْفًا۔کمزور ہو اَوْ۔یا لَا۔نہ یَسْتَطِیْعُ۔طاقت رکھتا ہو
اَنْ۔یہ کہ یُّمِلَّ۔لکھائے ھُوَ۔وہ فَلْیُمْلِلْ۔تو لکھائے
وَلِیُّہٗ۔اس کا ولی بِالْعَدْلِ۔انصاف سے وَ۔اور اسْتَشْہِدُوْا۔گواہ رکھو
شَہِیْدَیْنِ۔دو گواہ مِنْ رِّجَالِکُمْ۔اپنے مردوں میں سے فَاِنْ۔پھر اگر
لَّمْ۔نہ یَکُوْنَا۔ہوں رَجُلَیْنِ۔دو مرد فَرَجُلٌ۔تو ایک مرد
وَّ۔اور امْرَاَتٰنِ۔دو عورتیں مِمَّنْ۔ان سے کہ تَرْضَوْنَ۔تم پسند کرو
مِنَ۔ان کو الشُّہَدَآءِ۔گواہوں سے اَنْ۔یہ کہ اگر تَضِلَّ۔بھول جائے گی
اِحْدٰھُمَا۔ایک ان دونوں میں سے فَتُذَکِّرَ۔تو یاد کرا دے گی اِحْدٰھُمَا۔ایک ان دونوں
میں سے الْاُخْرٰی۔دوسری کو وَ۔اور لَا۔نہ
یَاْبَ۔انکار کریں الشُّہَدَآءُ۔گواہ اِذَا۔جب مَا۔بھی
دُعُوْا۔بلائے جائیں وَ۔اور لَا۔نہ تَسْئَمُوْا۔سستی کرو
اَنْ۔یہ کہ تَکْتُبُوْہُ۔کہ اسے لکھو صَغِیْرًا۔چھوٹا ہو اَوْ۔یا
کَبِیْرًا۔بڑا اِلٰی۔طرف اَجَلِہٖ۔اس کی مدت کے ذٰلِکُمْ۔یہ
اَقْسَطُ۔بہت انصاف والا ہے عِنْدَ۔نزدیک اللّٰہِ۔اللہ کے وَ۔اور
اَقْوَمُ۔بہت قائم رکھنے والا لِلشَّہَادَۃِ۔گواہی کو وَ۔اور اَدْنٰٓی۔قریب ہے کہ
اَلَّا۔نہ تَرْتَابُوْٓا۔شک کرو اِلَّآ۔مگر اَنْ۔یہ کہ
تَکُوْنَ۔ہو تِجَارَۃً۔بیع حَاضِرَۃً۔نقد بہ نقد تُدِیْرُوْنَھَا۔کہ لے دے
لو اس کو بَیْنَکُمْ۔آپس میں فَلَیْسَ۔تو نہیں عَلَیْکُمْ۔تم پر
جُنَاحٌ۔کوئی گناہ اَلَّا۔یہ کہ نہ تَکْتُبُوْ۔لکھو ھَا۔اس کو
وَ۔اور اَشْہِدُوْٓا۔گواہ رکھ لو اِذَا۔جب تَبَایَعْتُمْ۔آپس میں سودا کرو
وَ۔اور لَا۔نہ یُضَآرَّ۔نقصان کرے کَاتِبٌ۔لکھنے والا

وَ۔ اور	لَا۔ نہ	شَھِیْدٌ۔ گواہ	وَ۔ اور
اِنْ۔ اگر	تَفْعَلُوْا۔ تم کرو	فَاِنَّہٗ۔ تو وہ	فُسُوْقٌ۔ بے حکم ہیں
بِکُمْ۔ تم سے	وَ۔ اور	اتَّقُوا۔ ڈرو	اللّٰہَ۔ اللہ سے
وَ۔ اور	یُعَلِّمُکُمُ۔ سکھاتا ہے تمہیں	اللّٰہُ۔ اللہ	وَ۔ اور
اللّٰہُ۔ اللہ	بِکُلِّ۔ ہر	شَیْءٍ۔ چیز کو	عَلِیْمٌ۔ جاننے والا ہے
وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	کُنْتُمْ۔ ہو تم	عَلٰی۔ اوپر
سَفَرٍ۔ سفر کے	وَ۔ اور	لَمْ۔ نہ	تَجِدُوْا۔ پاؤ تم
کَاتِبًا۔ لکھنے والا	فَرِھٰنٌ۔ تو گروی ہو	مَّقْبُوْضَۃٌ۔ با قبضہ	فَاِنْ۔ پھر اگر
اَمِنَ۔ امین جانے	بَعْضُکُمْ۔ بعض تمہارا	بَعْضًا۔ بعض کو	فَلْیُؤَدِّ۔ تو ادا کرے
الَّذِی۔ وہ جسے	اؤْتُمِنَ۔ امین سمجھا گیا	اَمَانَتَہٗ۔ اپنی امانت	وَ۔ اور
لْیَتَّقِ۔ چاہئے کہ ڈرے	اللّٰہَ۔ اللہ سے جو	رَبَّہٗ۔ اس کا رب ہے	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	تَکْتُمُوا۔ چھپاؤ	الشَّھَادَۃَ۔ گواہی	وَ۔ اور
مَنْ۔ جو	یَکْتُمْھَا۔ چھپائے اسے	فَاِنَّہٗ۔ تو بیشک وہ	اٰثِمٌ۔ گنہگار ہے
قَلْبُہٗ۔ اس کا دل	وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ	بِمَا۔ اسے جو
تَعْمَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو	عَلِیْمٌ۔ جاننے والا ہے		

مختصر تفسیر ساتواں رکوع پ۳ سورۃ بقرہ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ ؕ وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا یَاْبَ کَاتِبٌ اَنْ یَّکْتُبَ کَمَا عَلَّمَہُ اللّٰہُ فَلْیَکْتُبْ ۚ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ وَلَا یَبْخَسْ مِنْہُ شَیْـًٔا ؕ اے ایمان والو جب تم قرض دو کسی قرض سے ایک مقرر مدت تک تو اسے لکھ لو یعنے قرض نقد روپیہ کا ہو یا بیع کا یعنے کسی چیز کے دینے لینے کا۔

دَین۔ ادھار۔ عربی زبان میں دَین ایسے معاملہ کو کہتے ہیں جس میں بدلہ کی ادائیگی اسی وقت نہ ہو دَین جنسی ادھار کے خلاف کو کہتے ہیں مثلاً غلہ آج خریدا قیمت اس کی پھر دی جائے (تفسیر کبیر)

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے بیع سلم مراد ہے۔ بیع سلم یہ ہے کہ کسی چیز کو پیشگی قیمت لے کر فروخت کیا جائے اور مبیع مشتری کے سپرد کرنے کے لیے ایک مدت معین کر دی جائے۔

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ ایک مقررہ مدت تک۔ علماء نے اس سے یہ اشارہ نکالا کہ قرض کے معاملہ میں مدت بالکل صاف مقرر ہونی چاہیئے گول مول نہ رہے۔ اس بیع کے جواز کے لیے جنس سے نوع۔ صفت۔ مقدار۔ مدت۔ مکان اور مقدار راس المال ان چیزوں کا معلوم ہونا شرط ہے۔

فَاكْتُبُوْهُ۔ یہ حکم سب کو ہے خواہ قرض دینے والا یا لینے ہو یا۔ اس لکھائی کا فائدہ یہ ہے کہ کسی قسم کی بھول چوک کا احتمال نہیں رہتا اور مدیون و مقروض کے انکار کا اندیشہ اٹھ جاتا ہے۔

اور چاہیئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا منصفانہ لکھے (یعنی اپنی طرف سے کسی قسم کی کمی بیشی نہ کرے نہ فریقین میں سے کسی کی رعایت کرے) اور چاہیئے کہ لکھنے والا اس کی رقم کے لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے (حاصل معنی یہ ہیں کہ کوئی لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے وثیقہ نویسی کا اسے علم دیا ہے بلا تغیر و تبدل دیانت و امانت کے ساتھ لکھے۔

یہ کتابت ایک قول کے مطابق فرض کفایہ ہے اور ایک قول کے مطابق فرض عین بشرطیکہ فراغ کاتب ہو۔ جس صورت میں اس کے سوا اور نہ پایا جائے اور ایک قول پر مستحب ہے کیونکہ اس میں مسلمان کی حاجت براری اور نعمت علم کا شکریہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے یہ کتابت فرض تھی پھر لا یضار کاتب سے منسوخ ہوئی اور جس پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے۔

وَلْيُمْلِلِ۔ اس کا مصدر اِملال ہے اور اس کا مادہ ملل ہے اس کے معنی نقل ہے۔ اِملاء کا مادہ مَلاء ہے اس کے معنی بھرنا ہے اسی لیے دیں کو مِلّت کہتے ہیں اور جماعت کو ملاء کہتے ہیں۔

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ۔ یتقی وقی سے بنا اس کے معنی ڈرنا ہے۔ مقروض لکھاتے وقت اپنے رب سے ڈرے۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ط

تو جس پر حق آتا ہے اگر بے عقل ہو یا ناتواں ہو یا نہ لکھا سکے تو اس کا ولی انصاف سے لکھائے۔

سَفِيْهًا۔ سَفَہ یا سَفَاهَة سے مشتق ہے اس کے معنی بے وقوف۔ احمق۔ بے عقل مراد ہے (روح المعانی وغیرہ)

ضَعِيْفًا ۔ ضَعفٌ سے بنا اس کے معنی کمزوری ہے ۔

لَا يَسْتَطِيْعُ ۔ استطاعت سے بنا اس کے معنی طاقت رکھنا ہے یعنی کوئی وجہ ایسی ہو کہ وہ مضمون نہ لکھا سکے ۔

فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۔ ولی بمعنی قریب بھی ہوتا ہے اور بمعنی متولی بھی ۔ ان تمام صورتوں میں مقروض کا ولی اس کی طرف سے لکھوائے ۔ عدل کے معنی انصاف ہیں (روح المعانی)

اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے تو اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے ۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ ۔ الاستشہاد طلب شہادت یا طلب شاہد وہ گواہ جن کی گواہی قاضی اسلام قبول کرتا ہو یعنی عادل متقی (روح المعانی)

یعنی اگر مدیون مجنون یا ناقص العقل یا بچہ یا شیخ فانی ہو یا گونگا ہونے یا زبان نہ جاننے کی وجہ سے اپنے مدعا کا بیان نہ کر سکتا ہو ۔ اور شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ اس لیے فرمایا کہ گواہ کے لیے حریت اور بلوغ اور اسلام شرط ہے کافر کی گواہی صرف کافر کے لیے ہی مقبول ہے ۔ پھر

وَامْرَاَتٰنِ ۔ اس لیے فرمایا کہ گواہ ایک عورت شہادت میں مقبول نہیں نہ ایک کی شہادت جائز ۔ بلکہ مرد کی مشارکت بغیر بعض عورتوں کی شہادت جائز نہیں خواہ چار ہی کیوں نہ ہوں ۔ البتہ جن امور پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے مثلاً بچہ جننا ۔ باکرہ ہونا ۔ نسوانی عیوب وغیرہ اس میں ایک عورت کی شہادت بھی مقبول ہے اور حدود و قصاص میں عورتوں کی شہادت اصلاً معتبر نہیں ۔ ان امور میں صرف مردوں کی شہادت ضروری ہے اس کے سوا اور معاملات میں دو عورت ایک مرد کی شہادت مقبول ہوگی (مدارک ۔ تفسیر احمدی)

اور مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ سے یہ مراد ہے کہ ایسے گواہ لو جن کا عادل ہونا تمہیں معلوم ہو ۔ جن کے صالح ہونے پر تم اعتماد رکھتے ہو ۔ لہٰذا شہادت میں یہ شرط بطریق اولے ہے ۔ عدالت سے مراد یہ ہے کہ واجبات ادا کرے ۔ کبیرہ گناہوں سے بچے ۔ صغیرہ گناہ پہ اصرار ترک کر دے ۔

حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا شریک کرنا ۔ جادو کرنا ۔ قتل کرنا ۔ سود کھانا ۔ یتیم کا مال کھانا جنگ سے پشت دے کر بھاگنا ۔ مسلمان عورت پر تہمت لگانا یہ کبیرہ گناہ ہیں ۔

وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۚ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۚ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ

وَلَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَہِیْدٌ ۵ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّہٗ فُسُوْقٌۢ بِکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط وَ یُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ ط وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۵

اور گواہ انکار نہ کریں جب بلائے جائیں اور اسے بھاری نہ جانو لکھنے میں قرض چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد تک یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف ہے اور گواہی کے لیے قوت اور قریب ہے اس سے کہ تمہیں شبہ نہ پڑے مگر یہ کہ کوئی بیع کا سودا دست بدست ہو تو اس کے نہ لکھنے کا تجھ پر گناہ نہیں اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ کر لو اور تکلیف نہ دی جائے لکھنے والے کو نہ گواہ کو اور اگر تم ایسا کرو تو یہ تمہارا فسق ہوگا اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

وَلَا یَاْبَ الشُّہَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۔ لَا یَاْبَ ۔ اَبَآءٌ سے بنا اس کے معنی باز رہنا یا انکار کرنا شُہَدَآءُ سے وہ لوگ مراد ہیں جو گواہ بن چکے ہوں۔ اس آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ادائے شہادت قرض ہے جب مدعی گواہوں کو طلب کرے تو انہیں گواہی چھپانا جائز نہیں۔ یہ حکم حدود کے سوا اور امور میں ہے لیکن حدود میں گواہ کو اظہار و اخفاء کا اختیار ہے۔ بلکہ اخفاء افضل ہے۔

حدیث میں ہے حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالےٰ دنیا و آخرت میں اس کی ستاری کرے گا۔ لیکن چوری میں مال لینے کی شہادت دینا واجب ہے تاکہ جس کا مال چوری گیا ہے اس کا حق تلف نہ ہو۔ گواہ اتنی احتیاط کر سکتا ہے کہ چوری کا لفظ نہ کہے گواہی میں یہ کہنے پر اکتفاء کرے کہ یہ مال فلاں شخص نے لیا۔

وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَکْتُبُوْہُ ۔ تَسْاَمُوْا سَاٰمَۃٌ۔ اس کے معنی ملال اور اکتانا ہے۔

اَنْ تَکْتُبُوْہُ صَغِیْرًا اَوْ کَبِیْرًا۔ صغیر سے مراد تھوڑا اور کبیر سے مراد زیادہ قرض ہے۔

اِلٰٓی اَجَلِہٖ۔ یعنی قرض تھوڑا ہو یا زیادہ اس کے لکھنے میں سستی نہ کرو منہ مدت لکھا کرو (مدارک)

ذٰلِکُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ ۔ اَقْسَطُ قسط سے بنا اس کے معنی عدل کے بھی ہیں اور ظلم کے بھی اور حصہ کے بھی ہیں۔

ارشاد باری تعالےٰ ہے وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَہَنَّمَ حَطَبًا۔ اور ظالم لوگ تو ہی جہنم کا ایندھن ہیں۔ اور باب افعال میں انصاف کے معنی میں آتا ہے جیسے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ بے شک اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے۔ مجرد میں ظلم کے معنی میں آتا ہے (روح المعانی)

یعنی یہ تحریر اللہ کے نزدیک بہت ہی انصاف والی ہے اور انصاف یہ ہے کہ ایک کا حق کسی دوسرے کے پاس نہ جائے۔

وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ. میں لام صلہ کا ہے یعنی یہ تحریر گواہی کو درست رکھنے والی ہے جس سے گواہ غلطی سے بچیں گے۔

وَاَدْنٰی اَلَّا تَرْتَابُوْا. یعنی یہ تحریر اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم قرض اور اس کی مقدار اور اس کی مدت میں کسی قسم کا شک یا وہم نہ کرو۔

اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً. حاضر سے مراد قیمت اور مال کی موجودگی ہے۔

تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ. تُدِیْرُوْنَ اِدَارَۃ سے بنا جس کے معنی گھومنا ہے اس میں خطاب تاجر اور خریدار دونوں کو ہے۔

دوسرا حکم یہ تعلیم دیا کہ مال حاضر دست بدست لینے پر لکھنا ضروری نہیں لیکن اگر اس پر بھی گواہ کر لے تو مستحب ہے کیونکہ اس میں احتیاط ہے۔

وَلَا یُضَارَّ كَاتِبٌ اور قراءت عمر میں معروف یعنی وَلَا یُضَارِرْ. پہلی تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ اہل معاملہ کاتبوں اور گواہوں کو تنگ نہ کریں اپنے حق میں تائید کرنے پر جبر نہ کریں اور انہیں مجبور کر کے کام چھڑا کر لائیں پھر حق کتابت نہ دیں گواہ کو سفر خرچ نہ دیں۔

دوسری تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ کاتب و شاہد اہل معاملہ کو ضرر نہ پہنچائیں اس طرح کہ باوجود فرصت و فراغت کے نہ آئیں یا کتابت میں تحریف و تبدیل یا زیادتی کمی نہ کریں۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ یَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ۝

اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو گرو ہو قبضہ میں دیا ہوا اور اگر تم میں ایک کو دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ جسے اس نے امین سمجھا تھا اپنی امانت ادا کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ۔ یعنی سفر میں قرض کی ضرورت پیش آئے اور وثیقہ و دستاویز کی تحریر کا موقع نہ ملے تو فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ یعنی کوئی چیز راہن کے قبضہ میں گروی کے طور پر دے دو یہ مستحب ہے اور حالت سفر میں رہن آیت کے صریح حکم سے ثابت ہے اور غیر سفر میں رہن حدیث سے ثابت ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں اپنی زرہ یہودی کے پاس گروی رکھ کر بیس صاع جَو لیے اس لیے بذریعہ آیۂ کریمہ رہن کا جواز اور قبضہ کا شرط ہونا ثابت ہوا اور اگر قرض دینے والا جسے دے اسے امین سمجھتا ہے تو بلا رہن بھی جائز ہے۔

اس شرط کو محض اس لیے ظاہر فرمایا تاکہ صاحب حق کا ابطال حق نہ ہو جائے آخر میں گواہوں کو تاکید کی

گئی کہ شہادت کے قائم ہونے کے لیے اگر وہ طلب کیے جائیں تو حق نہ چھپائیں اور اگر وہ چھپائیں تو گنہگار دل والے ہیں چنانچہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا اور جھوٹی گواہی دینا اور شہادت چھپانا ہے۔

حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اولاد آدم کے جسم میں ایک ٹکڑا گوشت کا ہے جس وقت تک وہ درست رہے تمام بدن درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے یاد رکھو وہ ٹکڑا دل ہے (متفق علیہ)

اٰثِمٌ قَلْبُہٗ سے مراد دل کا مسخ ہونا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اور اللہ تعالے سب کچھ جانتا ہے۔ یہ تہدید اور سرزنش ہے۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع۔ پ ۳۔ سورۂ بقرہ

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۞

جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے۔ تم اپنے دلوں کی بات کو ظاہر کرو گے تو اور چھپاؤ گے تو خدا تم سے اس کا حساب لے گا پھر جسے چاہے مغفرت کرے اور جسے چاہے عذاب دے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۞

رسول اس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی سب خدا پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم اس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور وہ (خدا سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا اے پروردگار ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ

خدا کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ
رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ
أَخْطَأْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا
إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا
مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ
عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ
أَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكٰفِرِيْنَ ۝

لیے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا بُرے کرے گا تو لے ان کا نقصان پہنچے گا۔ اے پروردگار اگر ہم سے بھول یا چوک ہو گئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کیجئے۔ اے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا اے پروردگار جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ رکھیو اور (اے پروردگار) ہمارے گناہوں سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر غالب کر۔

لفظی ترجمہ

لِلّٰهِ۔ اللہ ہی کا ہے	مَا۔ جو کچھ	فِی۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے
وَ۔ اور	مَا۔ جو کچھ	فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے
وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	تُبْدُوْا۔ ظاہر کرو تم	مَا۔ جو
فِیْ۔ بیچ	اَنْفُسِكُمْ۔ تمہاری جانوں کے ہے		اَوْ۔ یا
تُخْفُوْهُ۔ اسے چھپاؤ	یُحَاسِبْكُمْ۔ حساب لے گا تم سے		بِهٖ۔ اس کا
اللّٰهُ۔ اللہ	فَیَغْفِرُ۔ پھر بخشے گا	لِمَنْ۔ جسے	یَّشَآءُ۔ چاہے
وَ۔ اور	یُعَذِّبُ۔ سزا دے گا	مَنْ۔ جسے	یَّشَآءُ۔ چاہے
وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	عَلٰی۔ اوپر	كُلِّ۔ ہر
شَیْءٍ۔ چیز کے	قَدِیْرٌ۔ قادر ہے	اٰمَنَ۔ ایمان لائے	الرَّسُوْلُ۔ رسول
بِمَا۔ ساتھ اسکے جو	اُنْزِلَ۔ اتارا گیا	اِلَیْهِ۔ اسکی طرف	مِنْ رَّبِّهٖ۔ اس کے رب
وَ۔ اور	الْمُؤْمِنُوْنَ۔ مومن بھی	كُلٌّ۔ ہر ایک	اٰمَنَ۔ ایمان لایا
بِاللّٰهِ۔ ساتھ اللہ کے	وَ۔ اور	مَلٰٓئِكَتِهٖ۔ اس کے فرشتوں کے	وَ۔ اور
كُتُبِهٖ۔ اسکی کتابوں کے	وَ۔ اور	رُسُلِهٖ۔ اسکے رسولوں کے	لَا۔ نہیں

نُفَرِّقُ۔ فرق کرتے ہم	بَیْنَ۔ درمیان	اَحَدٍ۔ کسی کے	مِّنْ رُّسُلِہٖ۔ اس کے
رسولوں میں	وَ۔ اور	قَالُوْا۔ بولے	سَمِعْنَا۔ ہم نے سنا
وَ۔ اور	اَطَعْنَا۔ ہم نے پیروی کی	غُفْرَانَكَ۔ معافی ہو تیری	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب
وَ۔ اور	اِلَیْكَ۔ تیری ہی طرف	الْمَصِیْرُ۔ لوٹنا ہے	لَا۔ نہیں
یُكَلِّفُ۔ تکلیف دیتا	اللّٰہُ۔ اللہ	نَفْسًا۔ کسی جان کو	اِلَّا۔ مگر
وُسْعَهَا۔ بقدر اس کی برداشت کے		لَهَا۔ اس کے لیے ہے	مَا۔ جو
كَسَبَتْ۔ اچھا کام کرے	وَ۔ اور	عَلَیْهَا۔ اس پر ہے	مَا۔ جو
اكْتَسَبَتْ۔ برا کام کرے		رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	لَا۔ نہ
تُؤَاخِذْنَا۔ مواخذہ کر ہمارا		اِنْ۔ اگر	نَّسِیْنَا۔ ہم بھول کر کریں
اَوْ۔ یا	اَخْطَاْنَا۔ چوک جائیں	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَحْمِلْ۔ ڈال	عَلَیْنَا۔ ہم پر
اِصْرًا۔ بوجھ	كَمَا۔ جیسا کہ	حَمَلْتَهٗ۔ بوجھ ڈالا تو نے	عَلَی۔ اوپر
الَّذِیْنَ۔ ان کے	مِنْ قَبْلِنَا۔ جو ہم سے پہلے تھے		رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تُحَمِّلْنَا۔ بوجھ ڈال ہم پر	مَا۔ ایسا کہ
لَا۔ نہ	طَاقَةَ۔ طاقت ہو	لَنَا۔ ہم میں	بِهٖ۔ اسکی
وَ۔ اور	اعْفُ۔ معاف کر	عَنَّا۔ ہم سے	وَ۔ اور
اغْفِرْ۔ بخش دے ہم کو	لَنَا۔ ہم کو	وَ۔ اور	ارْحَمْنَا۔ رحم کر ہم پر
اَنْتَ۔ تو ہی	مَوْلٰنَا۔ ہمارا مولیٰ ہے	فَانْصُرْنَا۔ تو فتح دے ہمیں	عَلَی۔ اوپر
الْقَوْمِ۔ قوم	الْكٰفِرِیْنَ۔ کافروں کے		

مختصر تفسیر آٹھواں رکوع۔ پ ۳ سورۃ بقرہ

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ
يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ط فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اللہ کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا اس کو چھپاؤ اللہ تم سے حساب لے گا تو جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ اس آیت میں اس امر پر دلیل ہے کہ اللہ تعالے کے سوا ہر شے متغیر ہے۔ اور ممکنات میں کوئی شے مجرد نہیں ہے ورنہ اللہ تعالے کی خالقیت اور مالکیت کے بیان میں نقص ہوگا۔ کیونکہ زیادہ اہتمام کے قابل مجردات ہی کی مالکیت ثابت کرنا ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں کیونکہ بعض ممکن مجرد ہیں جیسے ارواح۔ فرشتہ۔ قلب۔ روح۔ امر خفی وغیرہ۔ باقی اپنی مخلوق کی اللہ کو خبر ہے یعنی آسمان زمین کی ساری چیزیں اللہ ہی کی ہیں کہ وہ ان کا مالک وخالق ہے۔

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ۔ تُبْدُوْ۔ بدو سے بنا اس کے معنی ظہور ہیں اس سے شے کا ظہور ہوتا ہے ما۔ سے یہاں مراد دل کی بری چیزیں ہیں۔

اَنْفُسْ۔ نفس کی جمع ہے یہاں نفس سے مراد دل یا جیسے نفس امارہ ہے جیسے حسد، غرور، تکبر افعال قبیحہ وغیرہ (روح المعانی)۔

انسان کے دل میں دو طرح کے خیال آتے ہیں ایک بطور وسوسہ یہ وہ خیال ہیں کہ ان سے دل خالی کرنا اس کی قدرت میں نہیں لیکن وہ ان کو برا جانتا ہے اور عمل میں لانے کی بجائے ان سے نفرت کرتا ہے اسی کو حدیث نفس اور وسوسہ کہتے ہیں اس پر مواخذہ نہیں۔

بخاری ومسلم میں ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے دل میں جو وسوسے گزرتے ہیں اللہ تعالے ان سے تجاوز فرماتا ہے جب تک وہ ان پر عمل نہ کرلے یا ان وسوسوں کے ساتھ متفق نہ ہو۔ یہ وسوسے اس آیت میں داخل نہیں۔

دوسرے وہ خیالات ہیں جن کو انسان اپنے دل میں جگہ دیتا ہے اور ان کو عمل میں لانے کا قصد وارادہ کرتا ہے ان پر مواخذہ ہوگا اور انہی کا بیان اس آیت کریمہ میں ہے مثلاً کفر کا عزم کرنا جو قطعًا کفر ہے یا کسی گناہ کا ارادہ کرنا تو اگر اس پر قائم رہے اور اس کا قصد وارادہ رکھے لیکن اس گناہ کو عمل میں لانے کے اسباب اس کو بہم نہ پہنچیں اور مجبورًا وہ اس کو نہ کر سکے تو جمہور کے نزدیک اس سے پورا مواخذہ کیا جائے گا۔

شیخ ابو منصور ماتریدی اور شمس الائمہ حلوائی اسی طرف گئے ہیں اور ان کی دلیل آیہ کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ۔ اور حدیث صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ بندہ جس

گناہ کا قصد کرتا ہے اگر وہ عمل میں نہ آئے جب بھی اس پر عذاب ہے لیکن اگر بندے نے کسی گناہ کا ارادہ کیا پھر اس پر نادم ہوا اور استغفار کر لیا تو اللہ اسے معاف فرمائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالے مومن کو بلا کر اس کا اعمال نامہ اس کے سامنے رکھ کر فرمائے گا کیا تو نے فلاں فلاں گناہ کیا وہ اقرار کرے گا اور دل میں یہ خیال کرے گا کہ بس اب میں ضرور ہلاک ہوں گا تو اللہ تعالے فرمائے گا کہ ہم نے دنیا میں تیری پردہ پوشی کی تھی تو آج ہم تیری مغفرت کرتے ہیں پھر اس کی نیکیوں کا نامہ اعمال اسے عطا فرمائے گا۔ لیکن کافر منافقین کو سب کے سامنے پکار کر فرمایا جائے گا کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے احکام کو جھٹلایا۔ سن لو ظالمین پر اللہ کی لعنت ہے۔ متفق علیہ

فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ ۔ اسکا یہی منشا ہے کہ اپنے فضل سے ایمان والوں کو معاف فرمائیگا۔

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ ۔ اور اپنے عدل سے عذاب دے جسے چاہے اور اللہ ہر چیز پر یعنی عذاب اور مغفرت پر قادر ہے۔

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ ۚ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۔ رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اترا اور ایمان والے سب نے مانا۔

آمَنَ الرَّسُولُ ۔ رسول مکرم نے مان لیا۔ اپنی رسالت پر سب سے پہلے ایمان لانے والے پیغمبر ہی ہوتے ہیں۔

آمَنَ بِاللّٰهِ ۔ اللہ کو مانا۔ اللہ پر ایمان لانا مراد ہے کہ اس کی ذات وصفات دونوں کی تصدیق کی جائے۔

شان نزول:۔ عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جب وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام کی ایک جماعت نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ہم تمام احکام کی اطاعت کی اور ہم وفادار رہیں گے لیکن دل کے وساوس وخطرات پر قابو نہیں اور اگر ان پر حساب ہوا تو نجات کی کیا راہ ہے۔؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا تم بنی اسرائیل کی طرح کہنا چاہتے ہو سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ہم نے سن لیا مگر مانیں گے۔ صحابہ نے معذرت کی اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

زجاج کا قول ہے کہ حبیب اللہ تعالےٰ نے اس سورۃ میں نماز و زکوٰۃ اور روزے اور حج کی فرضیت اور طلاق، ایلاء، حیض، جہاد کے احکام اور انبیاء کرام کے واقعات بیان فرمائے تو سورت کے آخر میں یہ ذکر فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور مومنین نے اس تمام مجموعۂ احکام کی تصدیق اور قرآن اور اس کے تمام شرائع واحکام کے منزل من اللہ ہونے کی تصدیق کی اور انہوں نے کہا لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ نفذ اس میں اصول اور ضروریات ایمان کے چاروں مراتب واضح فرمائے۔

وہ چار مرتبے جو ایمان کے لیے ضروری ہیں یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان لائے اس طرح کہ اعتقاد و تصدیق کرے کہ اللہ واحد و احد ہے اس کا کوئی شریک و نظیر نہیں اس کے تمام اسماء حسنیٰ و صفات علیا پر ایمان لائے اور یقین کرے اور مانے کہ وہ علیم اور ہر شے پر قادر ہے اس کے علم و قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں دوسرے ملائکہ پر ایمان لائے یہ اس طرح کہ یقین کرے اور مانے کہ وہ موجود ہیں معصوم ہیں پاک نہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے مابین احکام و پیام کے وسائط ہیں۔ تیسرے اللہ کی کتابوں پر ایمان لائے اس طرح کہ جو کتابیں اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائیں اور اپنے رسولوں کے پاس بطریق وحی بھیجیں بے شک و شبہ سب حق و صدق اور اللہ کی طرف سے ہیں اور قرآن کریم تغیر و تحریف سے محفوظ ہے اور محکم و متشابہ پر مشتمل ہے چوتھے رسولوں پر ایمان لائے اس طرح کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جنہیں اس نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا اس کی وحی کے امین ہیں گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں۔ ساری مخلوق سے افضل ہیں ان میں بعض بعض سے افضل ہیں اور یہود و نصاریٰ کی طرح نہیں کہ بعض پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کیا اور اللہ کے احکام سن کر اطاعت کی۔

صاحب روح البیان نے فرمایا کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت جبریل نے شافع محشر نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے آپ کی اور آپ کی امت کی تعریف کی ہے لہٰذا آپ اپنے رب سے مانگئے تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی جس کو اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ میں فرمایا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ اے ہمارے رب تیری بخشش چاہیئے اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔

غُفْرَانَ۔ سبحان کی طرح مصدر ہے۔ اے اللہ ہم تیری اطاعت کا عہد کرتے ہیں تو بھی اپنے کرم سے ہماری خطاؤں کو بخش دے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا لَہَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْہَا مَا اکْتَسَبَتْ ط۔ اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی۔ یعنی ہر جان کو عمل نیک کا اجر اور ثواب اور عمل بد کا عذاب ہوگا۔

یُکَلِّفُ۔ تکلیف سے بنا اس کا مادہ کلف ہے اس کے معنی مشقت ہے یعنی وہ احکام مراد ہیں جو

طاقت انسانی سے بالا ہوں۔

نَفْسًا۔ سے سارے مکلفین مراد ہیں خواہ مسلمان ہوں یا دوسرے ہوں یعنی اللہ کسی مسلمان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

لَہَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْہَا مَا اکْتَسَبَتْ۔ اس کا مادہ کسب ہے اس کے معنی ظاہری عمل کرنا اسی لیے کمائی کو کسب کہتے ہیں۔

بعض نے کہا کہ کسب عام ہے اکتساب خاص ہے۔

اکتساب وہ فعل ہے جو انسان اپنے لیے کرے اور کسب عام ہے۔ نیکی کے لیے کسب ہے اور گناہ کے لیے اکتساب فرمایا۔

اس کے بعد اللہ تعالے نے اپنے مومن بندوں کو طریقۂ دعا تعلیم دیا تاکہ وہ اپنے پروردگار سے اس کے موافق عرض معروض کریں چنانچہ ارشاد ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝

اے ہمارے رب ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں (یعنی تیرے حکم کی تعمیل میں بھولنے سے قاصر ہو جائیں) یا چوک جائیں اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلوں پر رکھا تھا اے رب ہمارے اور ہم پر بوجھ وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار نہ ہو اور ہمیں معاف فرما دے اور بخشدے اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مولا ہے تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

لَا تُؤَاخِذْ۔ مواخذہ سے بنا اس کے معنی ہیں پکڑنا یا عذاب دینا۔

نَسِیْنَا۔ بھولنا یا چھوڑنا یہاں ناسی بمعنی تارک ہے (روح المعانی)

فقہاء کی اصطلاح میں نسیان یہ ہے کہ ایسا کام کیا جائے جس میں ارادہ ہو اور مانع کا خیال نہ رہے جیسے روزہ میں بھول کر کھا لینا۔ اور

خطا یہ ہے کہ مانع تو یاد ہے مگر فعل بلا ارادہ ہو گیا جیسے روزے میں کلی کر رہا تھا کہ پانی حلق سے نیچے اتر گیا۔ یہ دعا تعلیم کی گئی۔ اے اللہ اگر ہم کوئی نیکی بھول جائیں تو ہماری پکڑ نہ فرما

کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ قبل سے مراد پچھلی امتیں یہود و نصاریٰ ہیں۔ ان پر تین قسم کے بوجھ تھے۔ انہیں توبہ کے لیے خودکشی کرنا پڑتی تھی۔ ناپاک کپڑے اور گندی کھال کاٹنا پڑتی تھی۔ دن عات

میں پچاس نمازیں فرض تھیں مسجد کے سوا اور کسی جگہ عبادت جائز نہ تھی۔ چوتھائی مال پر زکوٰۃ واجب تھی رات کے گناہ صبح دروازے پر لکھ دیے جاتے تھے (روح البیان)

اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں یہ تمام مصائب دور فرما دیں

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ۔ تحمل کے معنی لادنا۔ تحمیل اٹھوانا اگر سر پر بوجھ ہو تو اس کو حمل کہتے ہیں۔ اے اللہ ہم پر ان احکام یا سزاؤں کا بوجھ نہ ڈال جن کے اٹھانے کی طاقت نہیں

وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا۔ اعف۔ عفو سے بنا اس کے معنی مٹانا۔ معافی کو اسی لیے عفو کہتے ہیں اس سے جرم مٹ جاتا ہے۔

اغفر۔ غفر سے بنا اس کے معنی چھپانا۔ اسی لیے چھلکا کو غفر کہتے ہیں وہ مغز کو چھپا لیتا ہے۔ اصطلاح میں بخشنے کو کہتے ہیں۔

اِرْحَمْنَا۔ رحم سے بنا اس کے معنی رقت قلب اس کے معنی رحمت کے ہیں۔

اَنْتَ مَوْلٰنَا۔ مولیٰ۔ ولی۔ اس کے معنی ہیں مددگار

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ تو ہی ہمارا مولیٰ ہے۔ کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر۔ آمین ان دعاؤں پر قرآن عظیم کی سب سے طویل سورہ بقرہ ختم ہوتی ہے۔

سورۂ بقرہ کے فضائل

سورۃ بقرہ جس گھر میں پڑھی جائے وہاں تین روز تک شیطان نہیں آتا (روح البیان)

اگر دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کا پہلا رکوع مفلحون تک اور قبر کی پائنتی آخری رکوع پڑھا جائے تو میت کو راحت ملتی ہے۔

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ

وَهِيَ مِائَتَا اٰيَةً وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔ پ۳ سورہ آل عمران

الٓمّٓ ۚ

الٓمّٓ

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ؕ

خدا (جو معبود برحق ہے) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ ہمیشہ رہنے والا۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ
اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۙ

اس نے (اے محمد) تم پر سچی کتاب نازل کی جو پہلی (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسی نے توریت اور انجیل نازل کی۔

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ
الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ
وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ

(یعنی) لوگوں کی ہدایت کے لیے (توریت اور انجیل اتاری) اور (پھر قرآن جو حق اور باطل کو) الگ الگ کر دینے والا ہے نازل کیا۔ جو لوگ خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا اور خدا زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي
الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ؕ

خدا (ایسا خبیر و بصیر ہے کہ) کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ

وہی تو ہے جو (ماں کے) پیٹ میں جیسی چاہتا ہے۔

كَيْفَ يَشَاءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

تمہاری صورتیں بناتا ہے۔ اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آئتیں محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ مراد اصلی خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے۔ یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقلمند ہی قبول کرتے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَيْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ۝

اے پروردگار جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا کر دیجیو اور ہمیں اپنے ہاں سے نعمت عطا فرما تو تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

اے پروردگار تو اس روز جس (کے آنے) میں کچھ بھی شک نہیں سب لوگوں کو (اپنے حضور میں) جمع کر لے گا بے شک خدا خلاف وعدہ نہیں کرتا۔

لفظی ترجمہ

الٓمٓ	اَللّٰهُ۔ اللہ ہے	لَآ۔ نہیں	اِلٰهَ۔ کوئی معبود
اِلَّا۔ مگر	هُوَ۔ وہی	اَلْحَيُّ۔ جو آپ زندہ ہے	اَلْقَيُّوْمُ۔ عالم کا قائم
رکھنے والا	نَزَّلَ۔ اس نے نازل کی	عَلَيْكَ۔ تجھ پر	اَلْكِتٰبَ۔ کتاب
بِالْحَقِّ۔ سچی	مُصَدِّقًا۔ تصدیق کرنے والا		لِّمَا۔ اس کی
بَيْنَ۔ جو درمیان	يَدَيْهِ۔ ہاتھوں کے ہے	وَ۔ اور	اَنْزَلَ۔ نازل کی
التَّوْرٰىةَ۔ توریت	وَ۔ اور	الْاِنْجِيْلَ۔ انجیل	مِنْ قَبْلُ۔ اس سے پہلے

هُدًى۔ ہدایت
فُرْقَانَ۔ فیصلہ کرنے والا
بِاٰیٰتِ۔ آیات
شَدِیْدٌ۔ سخت
ذُو۔ صاحب
لَا۔ نہیں
فِی۔ بیچ
فِی۔ بیچ
یُصَوِّرُ۔ شکل بناتا ہے
کَیْفَ۔ جس طرح
اِلَّا۔ مگر
ھُوَ۔ وہ اللہ
اَلْکِتٰبَ۔ کتاب
والی ہیں
وَ۔ اور
فَاَمَّا۔ تو جو
زَیْغٌ۔ کجی ہے
تَشَابَہَ۔ مشتبہ ہیں
وَ۔ اور
مَا۔ نہیں
اللہُ۔ اللہ
الْعِلْمِ۔ علم کے
کُلٌّ۔ سب ہے
مَا۔ نہیں
الْاَلْبَابِ۔ عقل

لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے
اِنَّ۔ بیشک
اللہِ۔ اللہ سے
وَ۔ اور
انْتِقَامٍ۔ انتقام ہے
یَخْفٰی۔ مخفی رہتی
الْاَرْضِ۔ زمین کے
السَّمَآءِ۔ آسمان کے
کُمْ۔ تمہاری
یَشَآءُ۔ چاہے
ھُوَ۔ وہی
الَّذِیْ۔ وہ ہے جس نے
مِنْہُ۔ اسکی کچھ
ھُنَّ۔ وہی
اُخَرُ۔ دوسری
الَّذِیْنَ۔ ایسے ہیں کہ
فَیَتَّبِعُوْنَ۔ سو وہ پیچھے لگتے ہیں
مِنْہُ۔ ان سے
ابْتِغَآءَ۔ چاہتے ہیں
یَعْلَمُ۔ جانتا
وَ۔ اور
یَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں
مِّنْ عِنْدِ۔ طرف سے
یَذَّکَّرُ۔ نصیحت پکڑتے
رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب

وَ۔ اور
الَّذِیْنَ۔ وہ جو
لَھُمْ۔ انکے لیے
اللہُ۔ اللہ
اِنَّ۔ بیشک
عَلَیْہِ۔ اس پر
وَ۔ اور
ھُوَ۔ وہ اللہ
فِی۔ بیچ
لَا۔ نہیں
الْعَزِیْزُ۔ غالب
اَنْزَلَ۔ اتاری
اٰیٰتٌ۔ آیتیں
اُمُّ۔ اصل
مُتَشٰبِھٰتٌ۔ مشتبہ معنی والی ہیں
فِیْ۔ بیچ
ابْتِغَآءَ۔ چاہتے ہیں
تَاْوِیْلِہٖ۔ اس کا مطلب
تَاْوِیْلَہٗ۔ اس کا مطلب
الرّٰسِخُوْنَ۔ جو پختہ ہیں
اٰمَنَّا۔ ہم ایمان لائے
رَبِّنَا۔ ہمارے رب کی
اِلَّا۔ مگر
لَا۔ نہ

اَنْزَلَ۔ اتارا
کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے
عَذَابٌ۔ عذاب ہے
عَزِیْزٌ۔ غالب ہے
اللہَ۔ اللہ
شَیْءٌ۔ کوئی چیز
لَا۔ نہ
الَّذِیْ۔ وہ ہے جو
الْاَرْحَامِ۔ رحموں کے
اِلٰہَ۔ کوئی معبود
الْحَکِیْمُ۔ حکمت والا
عَلَیْکَ۔ تجھ پر
مُّحْکَمٰتٌ۔ صاف معنے
الْکِتٰبِ۔ کتاب ہیں
قُلُوْبِھِمْ۔ انکے دلوں کے
مَا۔ اس کے جو
الْفِتْنَۃِ۔ فتنہ
وَ۔ اور
اِلَّا۔ مگر
فِی۔ بیچ
بِہٖ۔ اس کے ساتھ
وَ۔ اور
اُولُوا۔ صاحب
تُزِغْ۔ ٹیڑھا کر

قُلُوْبَنَا۔ ہمارے دلوں کو	بَعْدَ۔ بعد	اِذْ۔ اس کے کہ	ھَدَیْتَنَا۔ تونے ہم کو
ہدایت دی	وَ۔ اور	ھَبْ دے	لَنَا۔ ہم کو
مِنْ لَّدُنْکَ۔ اپنی جناب سے		رَحْمَۃً۔ رحمت	اِنَّکَ۔ بیشک تو
اَنْتَ۔ تو ہی ہے	اَلْوَھَّابُ۔ دینے والا	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	اِنَّکَ۔ بیشک تو
جَامِعُ۔ جمع کرنیوالا ہے	النَّاسِ۔ لوگوں کو	لِیَوْمٍ۔ اسدن کے لیے کہ	لَا۔ نہیں
رَیْبَ۔ شک	فِیْہِ۔ اس میں	اِنَّ۔ بیشک	اللہَ۔ اللہ
لَا۔ نہیں	یُخْلِفُ۔ بدلتا	الْمِیْعَادَ۔ وعدہ۔	

مختصر تفسیر پہلا رکوع ۔ پ ۳ سورہ آل عمران

اس سورۂ مبارکہ کا نام سورۂ آل عمران ہے اس کو مدنی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں دو سو آیتیں تین ہزار چار سو اسی کلمے چودہ ہزار پانچ سو بیس حرف ہیں (خازن)

توریت میں اس سورۂ مبارکہ کا نام طیبہ ہے اس کے علاوہ اس کا نام سورۂ کنز سورۂ مجادلہ اور سورۂ استغفار بھی ہے یہ تمام مضامین کی مناسبت سے ہیں۔

اس سورت میں حضرت عمران کی بیوی انکے بچوں کے حالات بیان کیے گئے ہیں اس لیے اس کا نام سورۂ آل عمران رکھا گیا۔

حضرت مریم کے والد اور عیسیٰ علیہ السلام کے نانا حضرت عمران تھے۔ اس سورۂ کی سورۂ بقرہ سے چندطرح کی مناسبت ہے۔

سورۂ بقرہ میں بنی اسرائیل کو خطاب تھا اس سورۂ میں عیسائیوں کو خطاب ہے سورۂ بقرہ میں حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ ہے اور اس سورۂ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ۔

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف اس لیے خدا کا بیٹا مانا کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ پہلے اس لیے بیان کیا کہ وہ بغیر ماں باپ کے تھے ان کی پیدائش عجیب تر ہے۔

حضور اکرم نبی محترم مدینہ منورہ میں جب تشریف لائے اور دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شعاعیں اطراف عالم میں پھیلنے لگیں تو مدینہ کے آس پاس کے لوگ اس حق دین سے منکر ہو گئے۔

٭اس سورۃ مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ یہ آیت وفد نجران کے حق میں نازل ہوئی جو ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا۔ اس وفد میں چودہ سردار تھے اور تین اس قوم کے بڑے مقتدا تھے ایک کا نام عاقب تھا جسے عبد المسیح کہتے تھے۔ یہ شخص امیر قوم تھا اور نجرانی عیسائی بغیر اس کی رائے کے کوئی کام نہیں کرتے تھے اور دوسرا سردار ایہم تھا یہ اپنی قوم کا معتمد اعظم تھا اور مالیات کا افسر اعلیٰ۔ خورد ونوش اور رسدوں کے تمام انتظامات اسی کے حکم کے ماتحت تھے۔ تیسرا ابو حارثہ ابن علقمہ تھا۔ یہ نجران کے نصاریٰ کے تمام علماء اور پادریوں کا پیشوائے اعظم تھا۔ سلاطین روم اس کی دینی عظمت تسلیم کرتے تھے اور اس کا اکرام وادب ملحوظ رکھتے تھے۔ یہ تمام لوگ نہایت تزک واحتشام سے قیمتی پوشاکوں میں زرق برق حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور بغرض مناظرہ آئے۔

جب یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ادا کر رہے تھے ان لوگوں کی نماز کا وقت بھی آچکا تھا بنا بریں انہوں نے بھی مسجد نبوی میں جانب مشرق متوجہ ہو کر اپنی نماز شروع کر دی جب یہ فارغ ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسلام لاؤ تو کہنے لگے ہم لوگ آپ سے پہلے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ غلط ہے اور تمہارا دعوے جھوٹا ہے تمہیں اسلام سے تمہارا عقیدہ روکتا ہے۔

تمہارے اعتقاد میں اللہ کی اولاد ہے۔ تم صلیب کی پوجا ضروری سمجھتے ہو۔ تم خنزیر کو حلال جانتے اور کھاتے ہو۔

انہوں نے جواب دیا اگر عیسیٰ خدا کے بیٹے نہ ہوں تو بتائیے کہ عیسیٰ کا باپ کون ہے۔ اس پر وفد کے تمام افراد نے بولنا شروع کر دیا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ سے ضرور مشابہ ہوتا ہے سب کا انہوں نے اقرار کیا۔

پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب حیّ لایموت ہے اس کے لیے موت محال ہے اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آنے والی ہے یعنی انی متوفیک میں اس کی خبر ہے اس کا بھی انہوں نے اقرار کیا

پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب بندوں کا کارساز ہے اور سب کا محافظ حقیقی اور رازق مطلق ہے انہوں نے کہا ہاں یہ بھی صحیح ہے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایسے ہی ہیں۔ سب بولے نہیں۔

فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالے پر زمین و آسمان کی کوئی شے پوشیدہ نہیں انہوں نے اقرار کیا۔
تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر تعلیم الٰہی اس میں سے کچھ جانتے ہیں انہوں نے کہا نہیں۔

پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حمل میں رہے پیدا ہونے والوں کی طرح پیدا ہوئے بچوں کی طرح غذا دیے گئے کھاتے پیتے تھے۔ عوارض بشری رکھتے تھے۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ کیسے اللہ ہو سکتے ہیں جیسا کہ تمہارا گمان ہے اس پر وہ سب کے سب رہ گئے اور ان سے کوئی جواب بن نہ آیا۔

اس پر سورۂ آل عمران اول سے کچھ اوپر اسی آیتیں نازل ہوئیں (خازن)

اس مناظرے سے عاجز ہو کر وہ مباہلہ پر آمادہ ہوئے جس کا ذکر اسی سورت میں آئے گا۔ پھر مباہلہ کی بھی ہمت نہ رہی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام سچے نبی ہیں۔

فائدہ

صفات الٰہیہ میں حیّ بمعنی دائم و باقی کے ہیں یعنی اس کی ہمیشگی ایسی ہے کہ جس پر موت نہیں۔
قیّوم وہ ہیں جو قائم بالذات ہو اور خلق اپنی دنیوی و اخروی زندگی میں جو حاجتیں رکھتی ہے اس کی تدبیر فرمائے۔ سورۂ کے شروع میں الٓمّٓ آیا ہے اس میں مقطعات کے اشارات ہیں۔ الف۔ لام میم کے ذریعہ فرمایا اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُهٗ۔ ہم وہ اللہ ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوائے ہمارے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ یا یہ اشارہ ہے اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰـهَ غَيْرِيْ وَمُحَمَّدٌ حَبِيْبِيْ وَرَسُوْلِيْ۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ؕ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ۙ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ؕ

اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں آپ خود زندہ اور عالم کا رکھنے والا اس نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی سچائی کے ساتھ پہلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور دوسرے توریت اور انجیل اس نے پہلے نازل کی لوگوں کو ہدایت کرتی اور نازل کیا فیصلہ کرنے والا فرقان۔ بیشک وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے ان کے لیے سخت

عذاب ہے اور اللہ بدلہ لینے والا ہے۔

یعنی اے لوگو! اللہ وہ ذات ہے کہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ہی ہمیشہ زندہ ہے اور عالم کو قائم رکھنے والا ہے۔ اولاد سے پاک ہے اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے آپ پر ایسی کتاب اتاری جو بالکل سچی ہے حق ہے پچھلی ساری کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے۔ اللہ تعالے نے ایسے احکام نازل فرمائے جو حق و باطل میں فرق کریں۔

اس میں آیات الٰہیہ کے انکار کرنے والوں میں وفد نجران کے نصاری بھی داخل ہیں۔ باقی تمام مضمون واضح ہے۔ محتاج تفسیر نہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

بے شک نہیں پوشیدہ اللہ پر کچھ زمین میں اور نہ آسمان میں وہی ہے وہ جو صورتیں بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے۔ (یعنی نقش و نگار و الوان انسانی مذکور واناث کی صورت میں کالی گوری وجیہ کریہہ وغیرہ) چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ

سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا مادہ منویہ جس سے تم پیدا ہوتے ہو شکم مادر میں چالیس روز جمع رہتا ہے۔ اس کے بعد بصورت علقہ چالیس دن میں خون بستہ کی شکل اختیار کرتا ہے پھر چالیس دن مضغہ بن کر گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں رہتا ہے پھر اللہ تعالے ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کا رزق۔ اس کی عمر اس کے عمل اس کا انجام کار اس کی سعادت و شقاوت سب لکھتا ہے پھر اس میں نفخ روح ہوتا ہے تو اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آدمی جنتیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں ہاتھ بھر کا فرق رہ جاتا ہے یعنی تقرب الی اللہ میں بہت ہی بڑھ جاتا ہے تو کتاب تقدیر سبقت کرتی ہے اور اس کی زندگی کا نقشہ بدلتا ہے تو وہ دوزخیوں کے سے عمل کرتا ہے اور اس پر اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بدی کرنے والے کا حال ہے کہ اخیر میں قضاؤ قدر کی مسابقت اس سے جنتیوں کے سے عمل کراتی ہے اور اس کا خاتمہ اس پر ہوتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا ہے۔ اس میں بھی نصاریٰ کا رد ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں)

وہ ہے وہ ذات جس نے تم پہ کتاب اتاری۔ اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں (یعنی ان کے لفظی معنی ہی ایسے واضح ہوتے ہیں جس میں کوئی احتمال و اشتباہ نہیں) احکام میں ان پر عمل ہوتا ہے اور حلال و حرام پر انہیں کے ماتحت عمل ہے۔

اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے (وہ چند وجوہ کا احتمال رکھتی ہیں ان میں کسی وجہ کو ترجیح دینا ترجیح بلا وجہ ہے)

اس سے جو مراد الٰہی ہے اسے اللہ ہی جانتا ہے (یا جسے اللہ تعالےٰ اس کا علم دے) تو وہ جن کے دلوں میں کجی ہے (یعنی گمراہ۔ آزاد منش۔ اقتدار پسند۔ بدمذہب آزاد اسلام سے۔ بے تعلق ہوا پنے نفسانی کے مارے) وہ کجی کی وجہ میں اشتباہ والی آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں (اور ان کے ظاہر حکم پر فتوے دے کر ظاہر پر نثر میں مل جاتے ہیں یا تاویل باطل کرتے ہیں اور یہ نیک نیتی سے نہیں بلکہ شک و شبہ میں لوگوں کو ڈالنے کے لیے (جمل)

اس کا پہلو تاویلی نکالتے ہیں اس کی تاویلیں ڈھونڈتے ہیں (اور اپنی خواہشوں کے مطابق نا اہل ہوتے ہوئے تاویلیں گھڑتے ہیں (خازن وجمل)

اور حقیقت حال یہ ہے کہ ان کی تاویل اللہ ہی جانتا ہے (یا جسے وہ اپنے کرم و عطا سے نواز دے (جمل) اور پختہ علم (جیسے حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ فرماتے ہیں میں رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ سے ہوں۔

اور مجاہد سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں ان سے ہوں جو متشابہ کی تاویل جانتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ راسخ فی العلم وہ عالم باعمل ہے جو علم دین کا متبع ہو۔

ایک قول مفسرین کا یہ بھی ہے کہ راسخ فی العلم وہ ہیں جن میں چار صفتیں ہوں۔ تقویٰ اللہ کا۔ تواضع لوگوں سے۔ زہد دین سے اور مجاہدہ نفس کے ساتھ (خازن)

کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے (کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو معنی اس کے مراد ہیں حق ہیں۔ اور اس کا نازل فرمانا حق ہے۔ حکمت ہے) كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا۔ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے (محکم ہو یا متشابہ) اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے (ظاہر ہے کہ تاویل رکیک ڈھونڈھ کر گمراہی پھیلانے

والے اقتدار پسند بے دین طبقہ کے لوگ ہی ہیں اور ایسے نفس پرست کج دل جو ہیں وہ ہلاک ہوں گے)
اس لیے آگے تعلیم دعا کی گئی کہ ہمارے حضور اس طرح توفیق خیر طلب کیا کرو۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو بڑا دینے والا ہے۔ اے رب ہمارے بے شک تو سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے اس دن جس میں کوئی شک وشبہ نہیں (یعنی یوم قیامت یوم حساب) بیشک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کذب باری منافی الوہیت ہے۔ لہذا رب القدوس کا کذب محال اور اس کی طرف نسبت کذب کرنا سخت بے ادبی ہے۔ مدارک۔ تفسیر ابو السعود)

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع پ ۳ سورۃ آل عمران

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝

جو لوگ کافر ہوئے (اس دن) نہ تو ان کا مال ہی خدا (کے عذاب) سے ان کو بچا سکے گا اور نہ ان کی اولاد ہی (کچھ کام آئے گی) اور یہ لوگ آتش (جہنم) کا ایندھن ہوں گے۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

ان کا حال بھی فرعونیوں اور ان سے پہلے لوگوں کا سا ہوگا جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی تو خدا نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب (عذاب میں) پکڑ لیا تھا اور خدا سخت عذاب کرنے والا ہے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

(اے محبوب!) کافروں سے کہہ دو کہ تم (دنیا میں بھی) عن قریب مغلوب ہو جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بری جگہ ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تمہارے لیے دو گروہوں میں جو (جنگ بدر کے دن) آپس میں بھڑ گئے (قدرت خدا کی عظیم الشان) نشانی

وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

تھی ایک گروہ (مسلمانوں کا تھا وہ) خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ (کافروں کا تھا وہ) ان کو اپنی آنکھوں سے اپنے سے دوگنا مشاہدہ کر رہا تھا۔ اور خدا اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے۔ جو اہل بصیرت ہیں ان کے لیے اس (واقعے) میں بڑی عبرت ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝

لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں (مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور خدا کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

(اے پیغمبر ان سے) کہو کہ بھلا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جو ان چیزوں سے کہیں اچھی ہو (سنو) جو لوگ پرہیزگار ہیں ان کے لیے خدا کے ہاں باغات (بہشت) ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ عورتیں ہیں اور (سب سے بڑھ کر) خدا کی خوشنودی اور خدا (اپنے نیک) بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

جو خدا سے التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو ہمارے گناہ معاف فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝

یہ وہ لوگ ہیں جو (مشکلات میں) صبر کرتے اور سچ بولتے اور عبادت میں لگے رہتے اور (راہ خدا میں) خرچ کرتے اور اوقات سحر میں گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا

خدا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف

بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ؕ
اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ وَ
وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا
بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ
اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝
فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ
لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ
فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ
وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَ
اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

قائم ہیں وہ بھی (گواہی دیتے ہیں کہ) کہ اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔

دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہے اور اہل کتاب نے جو (اس دین سے) اختلاف کیا تو علم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا۔ اور جو شخص خدا کی آیتوں کو نہ مانے تو خدا جلد حساب لینے والا اور سزا دینے والا ہے

اے پیغمبر اگر یہ لوگ تم سے جھگڑنے لگیں تو کہنا کہ میں اور میرے پیرو تو خدا کے فرمانبردار ہو چکے۔ اور اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہو کہ کیا تم بھی (خدا کے فرمانبردار بنتے اور) اسلام لاتے ہو؟ اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو بے شک ہدایت پا لیں اور اگر (تمہارا کہا) نہ مانیں تو تمہارا کام صرف خدا کا پیغام پہنچا دینا ہے اور خدا (اپنے) بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

لفظی ترجمہ

اِنَّ ۔ بیشک	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	كَفَرُوْا ۔ کافر ہوئے	لَنْ ۔ ہرگز نہ
تُغْنِيَ ۔ بچا سکے گا	عَنْهُمْ ۔ ان کو	اَمْوَالُهُمْ ۔ ان کا مال	وَلَا ۔ اور نہ
لَا ۔ نہ	اَوْلَادُهُمْ ۔ انکی اولاد	مِّنَ اللّٰهِ ۔ اللہ سے	شَيْئًا ۔ کچھ
وَ ۔ اور	اُولٰٓئِكَ ۔ یہی ہیں	هُمْ ۔ وہ جو	وَقُوْدُ ۔ ایندھن ہیں
النَّارِ ۔ جہنم کا	كَدَاْبِ ۔ مثل	اٰلِ ۔ آل	فِرْعَوْنَ ۔ فرعون کے
وَ ۔ اور	الَّذِيْنَ ۔ انکے جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ ان سے پہلے تھے	
كَذَّبُوْا ۔ جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا ۔ ہماری آیتوں کو	فَاَخَذَ ۔ تو پکڑا	هُمُ ۔ ان کو
اللّٰهُ ۔ اللہ نے	بِذُنُوْبِهِمْ ۔ انکے گناہوں پر	وَ ۔ اور	اللّٰهُ ۔ اللہ

شَدِیْدُ۔سخت   الْعِقَابِ۔عذاب والا ہے   قُلْ۔کہہ   لِلَّذِیْنَ۔ان کو جو

کَفَرُوْا۔کافر ہوئے   سَتُغْلَبُوْنَ۔تم جلدی مغلوب ہو جاؤ گے   وَ۔اور

تُحْشَرُوْنَ۔تم اکٹھے کیے جاؤ گے   اِلٰی۔طرف   جَهَنَّمَ۔جہنم کی

وَ۔اور   بِئْسَ۔برا ہے   الْمِهَادُ۔بچھونا   قَدْ۔بیشک

کَانَ۔تھی   لَكُمْ۔تمہارے لیے   اٰیَةٌ۔نشانی   فِیْ۔بیچ

فِئَتَیْنِ۔دو جماعتوں کے جو   الْتَقَتَا۔ٹکرائیں   فِئَةٌ۔ایک جماعت

تُقَاتِلُ۔لڑتی تھی   فِیْ۔بیچ   سَبِیْلِ۔راہ   اللّٰهِ۔اللہ کے

وَ۔اور   اُخْرٰی۔دوسری   كَافِرَةٌ۔کافر تھی   یَّرَوْنَهُمْ۔وہ دیکھتے تھے

ان کو   مِّثْلَیْهِمْ۔اپنے سے دگنا   رَاْیَ۔دیکھنا   الْعَیْنِ۔ظاہر آنکھ کا

وَ۔اور   اللّٰهُ۔اللہ   یُؤَیِّدُ۔تائید کرتا ہے   بِنَصْرِهٖ۔اپنی مدد سے

مَنْ۔جس کی   یَّشَآءُ۔چاہے   اِنَّ۔بیشک   فِیْ۔بیچ

ذٰلِكَ۔اس کے   لَعِبْرَةً۔عبرت ہے   لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔آنکھ والوں کے لیے

زُیِّنَ۔زینت دی گئی   لِلنَّاسِ۔لوگوں کے لیے   حُبُّ۔محبت   الشَّهَوٰتِ۔خواہشات کی

مِنَ النِّسَآءِ۔عورتوں سے   وَ۔اور   الْبَنِیْنَ۔اولادیں   وَ۔اور

الْقَنَاطِیْرِ۔ڈھیر   الْمُقَنْطَرَةِ۔جمع شدہ   مِنَ الذَّهَبِ۔سونے   وَ۔اور

الْفِضَّةِ۔چاندی سے   وَ۔اور   الْخَیْلِ۔گھوڑے   الْمُسَوَّمَةِ۔نشاندار

وَ۔اور   الْاَنْعَامِ۔چارپائے   وَ۔اور   الْحَرْثِ۔کھیتی

ذٰلِكَ۔یہ   مَتَاعُ۔سامان ہے   الْحَیٰوةِ۔زندگی   الدُّنْیَا۔دنیا کا

وَ۔اور   اللّٰهُ۔اللہ   عِنْدَهٗ۔اسکے پاس ہے   حُسْنُ۔اچھا

الْمَاٰبِ۔ٹھکانہ   قُلْ۔فرمائیے   اَؤُنَبِّئُكُمْ۔کیا میں تمہیں بتلاؤں

بِخَیْرٍ۔بہتر   مِّنْ ذٰلِكُمْ۔اس سے   لِلَّذِیْنَ۔انکے لیے   اتَّقَوْا۔جو ڈرے

عِنْدَ۔نزدیک   رَبِّهِمْ۔انکے رب کے   جَنّٰتٌ۔باغ ہیں   تَجْرِیْ۔رواں ہیں

مِنْ تَحْتِهَا۔انکے نیچے   الْاَنْهٰرُ۔نہریں   خٰلِدِیْنَ۔ہمیشہ رہیں گے   فِیْهَا۔ان میں

وَ۔اور   اَزْوَاجٌ۔بیویاں   مُّطَهَّرَةٌ۔پاک   وَّ۔اور

رِضْوَانٌ۔خوشنودی   مِّنَ اللّٰهِ۔اللہ سے   وَ۔اور   اللّٰهُ۔اللہ

بَصِيْرٌ۔ دیکھنے والا ہے
رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب
لَنَا۔ ہم کو
عَذَابَ۔ عذاب
الصّٰدِقِيْنَ۔ سچے
الْمُنْفِقِيْنَ۔ خرچ کرنے والے
مانگنے والے
اَنَّهٗ۔ اسکی کہ
وَ۔ اور
قَآئِمًا۔ جو قائم ہیں
اِلَّا۔ مگر
اِنَّ۔ بیشک
الْاِسْلَامُ۔ اسلام ہے
الَّذِيْنَ۔ ان لوگوں نے
مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد
الْعِلْمُ۔ علم
مَنْ۔ جو
فَاِنَّ۔ تو بیشک
فَاِنْ۔ پھر اگر
وَجْهِيَ۔ اپنا چہرہ
اتَّبَعَنِ۔ میرے پیرو ہیں
اُوْتُوا۔ دیے گئے
ءَ۔ کیا
فَقَدِ۔ تو بیشک
تَوَلَّوْا۔ منہ پھیریں

بِالْعِبَادِ۔ بندوں کو
اِنَّنَا۔ بیشک ہم
ذُنُوْبَنَا۔ ہمارے گناہ
النَّارِ۔ آگ سے
وَ۔ اور
بِالْاَسْحَارِ۔ سحری کے وقت
لَا۔ نہیں
الْمَلٰٓئِكَةُ۔ فرشتے
بِالْقِسْطِ۔ انصاف پر
هُوَ۔ وہی
الدِّيْنَ۔ دین
وَ۔ اور
اُوْتُوا۔ جو دیے گئے
مَا۔ اسکے جو
بَغْيًا۔ سرکشی سے
يَّكْفُرْ۔ کفر کرے
اللّٰهَ۔ اللہ
حَآجُّوْكَ۔ جھگڑیں تجھ سے
لِلّٰهِ۔ اللہ کے لیے
وَ۔ اور
الْكِتٰبَ۔ کتاب
اَسْلَمْتُمْ۔ تم مسلمان ہوئے
اهْتَدَوْا۔ ہدایت پا گئے
فَاِنَّمَا۔ تو صرف

الَّذِيْنَ۔ وہ جو
اٰمَنَّا۔ ایمان لائے
وَ۔ اور
الصّٰبِرِيْنَ۔ صبر کرنیوالے
الْقٰنِتِيْنَ۔ فرمانبردار
وَ۔ اور
شَهِدَ۔ گواہی دیتا ہے
اِلٰهَ۔ کوئی معبود
وَ۔ اور
لَا۔ نہیں
الْعَزِيْزُ۔ غالب
عِنْدَ۔ نزدیک
مَا۔ نہ
الْكِتٰبَ۔ کتاب
جَآءَ۔ آیا
بَيْنَهُمْ۔ آپس میں
بِاٰيٰتِ۔ آیات
سَرِيْعُ۔ جلدی
فَقُلْ۔ تو کہہ
وَ۔ اور
قُلْ۔ کہہ
وَ۔ اور
فَاِنْ۔ پھر اگر
وَ۔ اور
عَلَيْكَ۔ آپ کے ذمہ

يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں
فَاغْفِرْ۔ سو بخش دے
قِنَا۔ بچا ہم کو
وَ۔ اور
وَ۔ اور
الْمُسْتَغْفِرِيْنَ۔ بخشش
اللّٰهُ۔ اللہ
اِلَّا هُوَ۔ مگر وہی
اُولُوا الْعِلْمِ۔ علم والے
اِلٰهَ۔ کوئی معبود
الْحَكِيْمُ۔ حکمت والا
اللّٰهِ۔ اللہ کے
اخْتَلَفَ۔ اختلاف کیا
اِلَّا۔ مگر
هُمُ۔ انکے پاس
وَ۔ اور
اللّٰهِ۔ اللہ سے
الْحِسَابِ۔ حساب لینے والا ہے
اَسْلَمْتُ۔ میں نے جھکایا
مَنِ۔ جو
لِّلَّذِيْنَ۔ ان کو جو
الْاُمِّيّٖنَ۔ ان پڑھوں کو
اَسْلَمُوْا۔ مسلمان ہو جائیں
اِنْ۔ اگر
الْبَلٰغُ۔ پہنچانا ہے

وَ - اور اللّٰہُ - اللہ بَصِیْرٌ - دیکھنے والا ہے بِالْعِبَادِ - بندوں کو

مختصر تفسیر دوسرا رکوع - پ ۳ - سورۃ آل عمران

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ وَقُوْدُ النَّارِ o کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ لا وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ج فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ ط وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ o

بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ سے انہیں کچھ نہ بچا سکیں گے اور وہی دوزخ کے ایندھن ہیں جیسے فرعون والوں اور ان سے پہلے لوگوں کا طریقہ کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو اللہ نے ان کے گناہوں پر ان کو پکڑا اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اس سے سارے کفار مراد ہیں خواہ اہل کتاب ہوں یا مشرکین بعض نے کہا کہ اس سے فقط نجرانی عیسائی مراد ہیں جو اپنی آمدنی بند ہو جانے کے خوف سے اسلام قبول نہ کرتے تھے (روح المعانی)

لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ - تُغْنِیَ غِنًا سے بنا اس کے معنی کفایت اور بے پرواہی ہیں۔ جب اس کے بعد عَنْ آتا ہے تو اکثر دفع کرنے کے معنی دیتا ہے بغیر عَنْ کے اس کے معنی کفایت ہوتا ہے اس سے سارے جمع شدہ مال مراد ہیں۔

اَوْلَاد - ولد کی جمع ہے یہاں بیٹے مراد ہیں۔ مصیبت میں آدمی پہلے مال خرچ کرتا ہے پھر اولاد اسی لیے پہلے مال کا ذکر ہوا پھر اولاد کا۔ یہاں مِن، عِنْدَ کے معنی میں ہے۔ اس کے معنی ہوئے جنہوں نے رسول محترم صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کا انکار کیا ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالے کی طرف سے آئے ہوئے عذاب کو ان سے ہرگز دفع نہ کر سکیں گے اور وہ جہنم کے ایندھن بنیں گے جیسے کہ آگ لکڑی کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے۔

کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ - داب کے معنی کوشش کرنا۔ زور لگانا۔

اٰل - اصل میں اَہل تھا۔ اصطلاح میں بال بچوں کو کہتے ہیں اور متّبعین کو بھی آل کہتے ہیں اس سے فرعون کے پیروکار مراد ہیں۔

کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا - ان سب نے ہماری آیتوں کو یا ہمارے معجزات کو جھٹلایا تو اس کا انجام یہ ہوا

فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ - اخذ کے معنی پکڑنا یعنی ان سب کو اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔

وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ - اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔ عِقاب۔ عقب سے بنا اس کے معنے پیچھے کے ہیں

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ۝

فرما دیجئے ان کو جو کافر ہیں عنقریب تم مغلوب ہو گے اور تمہارا حشر دوزخ جہنم کی طرف ہے اور وہ بہت ہی برا بچھونا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب بدر میں کفار کو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم شکست دے کر مدینہ طیبہ واپس آئے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود کو جمع کر کے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس سے پہلے اسلام لے آؤ کہ تم پر ایسی مصیبت نازل ہو جیسی بدر میں قریش پر آئی تم جان چکے ہو کہ میں نبی مرسل ہوں تم اپنی کتابوں میں یہ لکھا پاتے ہو۔ اس پر یہود نے جواب دیا کہ قریش فن حرب سے ناآشنا تھے اس وجہ سے پٹ گئے اگر ہم سے مقابلہ ہو تو ہم بتائیں گے کہ مقابلہ اس کو کہتے ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں فرمایا گیا۔

سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ تم عنقریب مغلوب ہو گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے

چنانچہ جب مقابلہ ہوا تو ایسا ہی ہوا کہ مغلوب ہوئے قید ہوئے ان پر جزیہ مقرر ہوا ایک روز میں چھ سو یہودی قتل ہوئے اور کافی گرفتار ہوئے۔ اہل خیبر کو جزیہ منظور کرنا پڑا ان سب دم خم ختم ہو گئے اور قرآن کی پیشگوئی پوری ہوئی۔

بے شک تمہارے لیے یہ نشانی تھی (یعنی یہود کو مخاطب فرمایا کہ اب بھی ایمان لے آؤ بعض مفسرین کے نزدیک تمام کفار اس کے مخاطب ہیں اور بعض نے کہا اس میں مومنین کو عبرت دلائی گئی ہے جن دو گروہوں میں جو آپس میں بھڑ پڑے (یعنی جب وہ میدان میں ہوں) ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑتا (یعنی حضور کا لشکر) اور خود رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قائد تھے ان کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ ستتر مہاجر تھے اور دو سو چھتیس آدمی انصار تھے۔ مہاجرین میں سے علمبردار حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تھے اور انصار کے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اس لشکر میں کل دو گھوڑے ستر اونٹ چند زرہ آٹھ تلواریں تھیں۔

بدر میں چودہ صحابہ شہید ہوئے۔ چھ مہاجر اور آٹھ انصار) اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا ان کی تعداد نو سو پچاس تھی ان کا سردار عتبہ بن ربیعہ تھا ان کے پاس سو سواروں کا رسالہ تھا اور سات سو اونٹ اور کافی

زرہ اور ہتھیار تھے۔ جمل)

انہیں ان کی آنکھوں نے اپنے سے دونا دکھایا اور اللہ اپنی مدد سے زور دیتا ہے جسے چاہتا ہے (عام اس سے کہ اس کی تعداد قلیل ہو اور ساز و سامان میں وہ کتنے ہی کمزور ہوں) بے شک اس میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے لوگوں کے لیے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝

زُيِّنَ لِلنَّاسِ۔ زُیِّنَ۔ تزیین سے بنا۔ اس کے معنی ظاہری ٹیپ ٹاپ۔ اصطلاح میں ہر ظاہری زیبائش کو بھی زینت کہتے ہیں۔ یعنی لوگوں کے دلوں میں ان چیزوں کی محبت پیدا کی گئی

مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ اس سے بیٹے بیٹیاں مراد ہیں

مزین کی گئی ان کی خواہش نفسانی کی محبت عورتوں سے اور بیٹوں سے اور تلے اوپر ڈھیر سونے چاندی کے اور چھاپہ لگائے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے (تاکہ شہوت پرستوں اور خدا پرستوں کے مابین فرق و امتیاز ظاہر ہو جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ دنیا کے ان ساز و سامان سے کچھ عرصہ نفع پہنچتا ہے آخر یہ فنا ہو جاتے ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ متاع دنیا سے وہ نفع حاصل کرے اور اسے ایسی جگہ خرچ کرے جس میں اس کی عاقبت کی درستی اور سعادت آخرت حاصل ہو) اور اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے (یعنی جنت تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس کی طرف ہی رغبت کی جائے اور دنیائے ناپائیدار کے فانی مرغوبات و لذائذ سے دل نہ لگایا جائے)

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ۔ آپ فرما دیجئے کہ کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتا دوں پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس باغیچے ہیں۔ جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور ستھری بیبیاں اور اللہ کی خوشنودی اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

اَؤُنَبِّئُكُمْ۔ کیا میں تمہیں بتلاؤں یہ لفظ نبأ سے ہے جس کے معنی ہیں عظیم الشان خبر یا غیب کی خبر۔ لفظی معنی ہیں خبر دینے والا۔

مِنْ ذَالِکُمْ میں عورتوں۔ اولاد۔ سونے چاندی کے ڈھیر اور اچھے گھوڑے سب کی طرف اشارہ ہے
اس آیت میں فرمایا کہ دنیا کے متاع فانی سے بہتر جو چیز ہے وہ جنت ہے جس میں زنانہ عوارض سے
پاک بیبیاں اور ہر ناقابل پسند باتوں سے پاک ہیں اور اللہ اپنے بندوں کے اعمال و افعال کا دیکھنے والا ہے۔
آگے ارشاد ہے
اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ہ اَلصّٰبِرِیْنَ وَ
الصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ہ
وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہ معاف کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب
سے بچالے۔ صبر والے اور سچے اور ادب والے اور (راہ خدا میں) خرچ کرنے والے اور پچھلی رات میں معافیاں
مانگنے والے۔ یہ کہنے والے قول اور ارادے اور نیت میں سچے ہیں اور یہ پچھلے پہر آخر شب میں دعا و استغفار
کرتے ہیں۔

اٰمَنَّا۔ ایمان سے بنا یعنی تصدیق کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب تجھ پہ۔ تیرے نبی پہ تیری کتابوں پر ایمان لائے
فَاغْفِرْ لَنَا۔ اِغْفِرْ۔ غفر بمعنی چھپانا۔ درگزر کرنا۔ ذُنُوب گناہ یعنی اے ہمارے رب ہمارے گناہ کو چھپا لے یا معاف کر دے
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔
اَلصّٰبِرِیْنَ۔ صبر سے بنا۔ اس کے معنی روکنا۔ عبادت پہ صبر۔ گناہوں سے صبر۔ تکلیف پر صبر۔ جہاد میں
صبر سب داخل ہیں۔
اَلصّٰدِقِیْنَ۔ صدق سے بنا۔ سچائی کلام میں جھوٹ سے بچنا۔ ہر کام پورا کرنا۔
قٰنِتِیْنَ۔ قنوت سے بنا اس کے معنی اطاعت اس میں جانی۔ مالی۔ بدنی ہر طرح کی اطاعت داخل ہے۔
امام زجاج فرماتے ہیں کہ اس سے اطاعت عبادت ہر پابندی کرنا مراد ہے (روح المعانی)
مُنْفِقِیْنَ۔ انفاق سے بنا اس کے معنی خرچ کرنا ہے
مُسْتَغْفِرِیْنَ۔ استغفار۔ مٹانا۔ چھپانا۔
اَسْحَارِ۔ سحر کی جمع ہے۔ سحر اس وقت کو کہتے ہیں جب رات کا اندھیرا صبح کے اجالے میں ملا ہوا ہو۔
(فائدہ) اس سے آخر شب میں نماز پڑھنے اور دعا و استغفار کا ثبوت اور فضیلت نکلتی ہے
اور بات بھی وہی ہے ؎
دلا بسوز کہ سوز تو کارہا بکند　　　دعائے نیم شبی دفع صد بلا بکند
حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ بیٹا مرغ سے کم نہ رہنا کہ وہ سحر سے ہی اپنے رب

کی یاد کرتا ہے اور تو بچھونے پر سوتا رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالے ہر رات جبکہ تہائی حصہ باقی رہتا ہے تو آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں قبول کروں کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اس کو دوں کوئی ہے جو گناہ بخشوائے اور میں بخش دوں (بخاری)

حضرت امام حسن فرماتے ہیں کہ تہجد کی نماز سحر تک پڑھتے اور پھر استغفار کرتے ہیں حضرت نافع فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر ساری رات عبادت سے زندہ رکھتے پھر مجھ سے دریافت فرماتے اے نافع کیا سحر ہو گئی میں عرض کرتا نہیں پھر نماز میں مشغول ہو جاتے حتی کہ سحر ہو جاتی پھر تو با استغفار کرتے رہتے۔

مسئلہ:۔ جو شخص سنت فجر کے بعد ستر بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اور اول آخر درود شریف پڑھے وہ متقین کے درجہ میں ہو جائے گا۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ گواہی دی اللہ نے کہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عزت وحکمت والا ہے۔

شَهِدَ - شھود۔ اس کے معنی گواہی کے ہیں۔ شہد فعل ماضی ہے اس کا فاعل تین ذات ہیں۔ اللہ تعالی فرشتے۔ علماء۔

اللہ تعالی کی یہ گواہی آسمانی کتابوں میں برابر آتی رہی کائنات کا ایک ایک ذرہ شہادت دے رہا ہے کہ عبادت کے لائق رب العالمین کے سوا کوئی نہیں۔ کتب الٰہی کی شہادت نقلی دلیل کی حیثیت رکھتی ہے اور زمین آسمان کی تمام چیزیں عقلی دلیل کا کام دیتی ہیں۔

اَلْمَلٰٓئِكَةُ - فرشتے بھی یہ گواہی دیتے ہیں۔

اُولُوا الْعِلْمِ - علم والے عالم علم حقائق اشیاء اور معرفت حق کا نام ہے۔ انبیاء اولیاء کرام مراد ہیں۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ شام کے احبار یعنی علماء یہود سے دو شخص حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب انہوں نے مدینہ طیبہ دیکھا تو آپس میں بولے کہ نبی آخر الزمان کے شہر کی یہی صفت ہے جو مشہر طیبہ میں پائی جاتی ہے جب آستانہ اقدس پر حاضر آئے تو انہوں نے حضور کے روئے زیبا کو دیکھ کر حلیۂ توریت کے مطابق دیکھ کر پہچان لیا اور عرض کیا آپ محمد ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں عرض کیا حضور ہم ایک سوال کرتے ہیں اگر آپ نے اس کا ٹھیک جواب دیدیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے

حضور نے فرمایا سوال کرو۔ انہوں نے عرض کیا کتاب اللہ میں سب سے بڑی شہادت کونسی ہے؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس کو سن کر دونوں حبر یعنی عالم مسلمان ہو گئے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کعبہ معظمہ میں تین سو ساٹھ بت تھے جب مدینہ طیبہ میں یہ آیت نازل ہوئی تو کعبہ کے اندر وہ سب بتکدہ میں گر گئے۔

قَآئِمًا بِالْقِسْطِ۔ قائماً قیام سے بنا اس کے معنی کھڑا ہونا ہے۔ سیدھا کرنا۔

بِالْقِسْطِ۔ قائم کرنے والا لغوی معنی ہیں حصہ۔ اصطلاح میں انصاف کو قسط کہتے ہیں۔ اس سے مراد انبیاء کرام اور اولیاء کرام ہیں۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ تف وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے اور نہیں اختلاف میں پڑے وہ جنہیں کتاب دی گئی مگر بعد اس کے کہ انہیں علم آچکا اپنے دلوں کی جلن سے اور جو اللہ کی آیتوں کا منکر ہو تو اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے

دِيْن ۔ کے معنی بدلہ یا مذہب کے ہیں یعنی وہ طریقہ فکر و عمل جو ایک شخص یا قوم کے افکار و اعمال کی بنیاد ہو۔

اَلْاِسْلَامُ ۔ حکم برداری۔ اسلام کے لفظی معنی سونپ دینے کے ہیں۔ مسلمان اپنے آپ کو ہمہ تن اللہ تبارک و تعالے کے سپرد کر دیتے ہیں اس کے احکام کے سامنے اپنی گردن جھکا کر اقرار کرتے ہیں اللہ اپنے بندوں کے لیے جو طریقہ پسند فرمایا ہے وہ اسلام یعنی اطاعت گذاری اور فرمانبرداری ہے جس کی مکمل اور آخری صورت حضور پرنور صلی اللہ نے عطا فرمائی۔

ہر اصولی مذہب کو دین کہا جا سکتا ہے خواہ سچا ہو یا جھوٹا مگر اسلام حق اور سچے دین ہی کو کہا جائے گا۔ اصول عقائد کو دین کہتے ہیں اور فروعی مسائل کو مذہب۔ عیسائی یہودیوں میں دینی اختلاف ہے اسی لیے یہاں دین ارشاد ہوا۔

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۔ اوتوا الکتاب سے یا یہودی مراد ہیں یا عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وصال کے وقت ستر آدمیوں کو چن کر انہیں توریت سپرد کی تھی۔ ان سے تبلیغ دین کا عہد لیا۔ یوشع علیہ السلام کو ان کا امیر مقرر کیا۔ تین پشت تک یہ سب لوگ ہدایت پر رہے پھر ان کی اولاد نے دنیاوی طمع سے دین کو بگاڑ دیا۔

اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ - مگر اس کے بعد کہ آچکا انکے پاس علم اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی پسندیدہ دین ہے۔

اس آیت میں واضح کیا کہ دین اسلام کے سوا کوئی اور دین اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔ یہود و نصاریٰ وغیرہ کفار جو اپنے دین کو افضل اور مقبول کہتے ہیں وہ باطل ہے۔ یہ آیت خصوصیت سے یہود و نصاریٰ کے ردمیں وارد ہوئی جنہوں نے اسلام کو قبول نہ کیا۔ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے اختلاف کیا اور یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے پہچان لیا تھا کہ جس نبی کی صفت توریت اور انجیل میں ہے وہ نبی ہیں جس کی سابقہ کتب الٰہیہ میں خبریں دی گئی ہیں وہ یہی ذات اقدس ہے مگر انہوں نے اختلاف کیا اور اختلاف کا سبب محض حسد اور اقتدار پسندی اور منافع دنیویہ کی طمع ہے۔

فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ط وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ ط فَإِنْ أَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ج وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

پھر اے محبوب! اگر وہ تم سے حجت کریں تو فرما دیں میں نے اپنا منہ اللہ کے حضور جھکایا اور جو میرے پیرو ہیں اور کتابیوں اور ان پڑھوں سے فرمادیں کیا تم نے گردن جھکائی تو اگر وہ گردن جھکائیں جب تو راہ پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو تم پر بجز اس کے نہیں کہ آپ پر حکم پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

حَآجُّوْا۔ محاجہ سے بنا جس کا مادہ حجت ہے یعنی دلیل۔ اصطلاح میں کج بحثی کو کہتے ہیں۔ یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اگر کفار آپ سے اسلام میں کج بحثی کریں۔

فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ۔ أَسْلَمْتُ۔ اسلام سے بنا اس کے معنی اخلاص اطاعت۔

وَجْهِ۔ چہرے کو کہتے ہیں۔ یعنی آپ اے محبوب فرمادیں کہ میں نے اپنی ذات کو یا اپنے عمل کو یا اپنے چہرے کو اللہ کے لیے خالص کر لیا۔ اس کا مطیع بنالیا اس عبارت سے کفار کو دعوت اسلام دینا مراد ہے۔

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ۔ اس سے سارے اہل کتاب مراد ہیں اور امیین سے سارے مشرکین مراد ہیں۔

أُمِّيّٖنَ۔ امّی کی جمع ہے بے پڑھے کو امّی اسی لیے کہتے ہیں کہ جیسے وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا ویسا ہی رہا۔

ءَأَسْلَمْتُمْ۔ یہاں بھی اسلام بمعنی اطاعت ہے۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہر خاص و عام

پڑھے بے پڑھے چھوٹے بڑے سے فرمادیں کہ تم اسلام کی اتباع قبول کرتے ہو یا نہیں۔
فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا۔ اسلام میں ہدایت ہے۔ اہتداء سے مراد گمراہی سے نکلنا ہے یا اپنے نفع کو بچانا ہے۔ (کبیر)
اس میں اس امر کی وضاحت کی گئی کہ حضور یہ اعلان فرمائیں کہ میں اور میرے متبعین اللہ کے فرمانبردار اور مطیع ہیں۔ ہمارا دین ہی خالص توحید ہے جس کی صحت تمہیں خود اپنی کتابوں سے بھی ثابت ہو چکی ہے تو اس میں تمہارا ہم سے جھگڑا کرنا بالکل باطل ہے اور جتنے کافر غیر کتابی ہیں انہیں اس حکم میں داخل فرما کر انہیں میں مشرکین عرب کو بھی شمار کیا۔ اخیر میں حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی اور فرمایا۔
وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ۔ اور اگر وہ منہ پھیریں تو تم پر تو یہی ہے کہ حکم پہنچا دو۔ وہ تم نے پورا کر ہی دیا ہے اس سے انہوں نے نفع نہ اٹھایا وہ نقصان میں رہے آپ ان کے ایمان نہ لانے سے رنج نہ فرمائیں۔
وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔ عباد سے سارے مومن کافر مراد ہیں یعنی اللہ تعالے سب کو دیکھنے والا ہے مومنوں کو ثواب اور کافروں کو عذاب دے گا۔

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع، سورۃ آل عمران، پ ۳

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝	جو لوگ خدا کی آیتوں کو نہیں مانتے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں اور جو انصاف کا حکم دیتے ہیں انہیں بھی مار ڈالتے ہیں ان کو دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دو۔
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۙ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝	یہ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہیں اور ان کا کوئی مددگار نہیں (ہوگا)
اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝	بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب خدا (یعنی تورات) سے بہرہ دیا گیا اور وہ (اس) کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں تا کہ وہ (ان کے تنازعات کا) ان میں فیصلہ کر دے تو ایک فریق ان میں سے کج ادائی

کے ساتھ منہ پھیر لیتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

یہ اس لیے کہ یہ اس بات کے قائل ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی اور جو کچھ یہ دین کے بارے میں بہتان باندھتے رہے ہیں اس نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

تو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ان کو جمع کریں گے (یعنی) اس روز جس (کے آنے) میں کچھ بھی شک نہیں اور ہر نفس اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

کہو کہ اے خدا (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے اور تو ہی جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝

مومنوں کو چاہیئے کہ مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس سے خدا کا کچھ (عہد) نہیں ہے ہاں اگر اس طریق سے تم ان (کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ نہیں) اور خدا تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ

(اے محبوب لوگوں سے) کہہ دو کہ کوئی بات تم اپنے دلوں

تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝
يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

میں مخفی رکھو یا اسے ظاہر کرو خدا اس کو جانتا ہے اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اس کو سب کی خبر ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
جس دن ہر شخص اپنے اعمال کی نیکی کو موجود پالے گا اور ان کی برائی کو بھی دیکھ لے گا تو آرزو کرے گا اے کاش اس میں اور اس برائی میں دور کی مسافت ہو جاتی اور خدا تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے اور خدا اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے۔

لفظی ترجمہ

اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَکْفُرُوْنَ۔ کفر کرتے ہیں	بِاٰیٰتِ۔ آیتوں
اللّٰہِ۔ اللہ کی کا	وَ۔ اور	یَقْتُلُوْنَ۔ قتل کرتے ہیں	النَّبِیّٖنَ۔ نبیوں کو
بِغَیْرِ۔ بغیر	حَقٍّ۔ حق کے	وَّ۔ اور	یَقْتُلُوْنَ۔ قتل کرتے ہیں
الَّذِیْنَ۔ ان کو	یَاْمُرُوْنَ۔ جو حکم کرتے ہیں		بِالْقِسْطِ۔ انصاف کا
مِنَ النَّاسِ۔ لوگوں سے	فَبَشِّرْ۔ تو بشارت دو	ھُمْ۔ ان کو	بِعَذَابٍ۔ عذاب
اَلِیْمٍ۔ دردناک کی	اُولٰٓئِکَ۔ یہ ہیں	الَّذِیْنَ۔ وہ	حَبِطَتْ۔ [illegible]
ہوئے	اَعْمَالُھُمْ۔ عمل	فِی۔ بیچ	الدُّنْیَا۔ دنیا
وَ۔ اور	الْاٰخِرَۃِ۔ آخرت کے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
لَھُمْ۔ انکے لیے	مِنْ۔ کوئی	نّٰصِرِیْنَ۔ مددگار	اَ۔ کیا
لَمْ۔ نہیں	تَرَ۔ دیکھا تو نے	اِلَی۔ طرف	الَّذِیْنَ۔ ان کی
اُوْتُوْا۔ جو دیے گئے	نَصِیْبًا۔ کچھ حصہ	مِّنَ الْکِتٰبِ۔ کتاب سے	
یُدْعَوْنَ۔ وہ بلائے جاتے ہیں		اِلٰی۔ طرف	کِتٰبِ۔ کتاب
اللّٰہِ۔ اللہ کے	لِیَحْکُمَ۔ تاکہ فیصلہ کرے	بَیْنَھُمْ۔ انکے درمیان	ثُمَّ۔ پھر
یَتَوَلّٰی۔ پھر جاتا ہے	فَرِیْقٌ۔ ایک فرقہ	مِّنْھُمْ۔ ان میں سے	وَ۔ اور

هُمْ ۔ وہ	مُّعْرِضُوْنَ ۔ منحرف تھے	ذٰلِكَ ۔ یہ	بِاَنَّهُمْ ۔ اس لیے کہ
قَالُوْا ۔ وہ کہتے تھے	لَنْ ۔ ہرگز نہ	تَمَسَّنَا ۔ چھوئے گی ہمیں	النَّارُ ۔ آگ
اِلَّا ۔ مگر	اَيَّامًا ۔ دن	مَّعْدُوْدٰتٍ ۔ گنتی کے	وَ ۔ اور
غَرَّ ۔ فریب دیا	هُمْ ۔ انکو	فِيْ ۔ بیچ	دِيْنِهِمْ ۔ انکے دین کے
مَا ۔ جو	كَانُوْا ۔ تھے	يَفْتَرُوْنَ ۔ افترا کرتے	فَكَيْفَ ۔ تو کیسا ہوگا
اِذَا ۔ جب	جَمَعْنٰهُمْ ۔ اکٹھا کریں گے ہم ان کو		لِيَوْمٍ ۔ اس دن کہ
لَا ۔ نہیں	رَيْبَ ۔ شک	فِيْهِ ۔ اس میں	وَ ۔ اور
وُفِّيَتْ ۔ پورا پورا دیا جائے گا		كُلُّ ۔ ہر	نَفْسٍ ۔ آدمی
مَا ۔ جو	كَسَبَتْ ۔ اس نے کمایا ہوگا		وَ ۔ اور
هُمْ ۔ وہ	لَا ۔ نہ	يُظْلَمُوْنَ ۔ ظلم کیے جائیں گے	
قُلِ ۔ کہہ	اللّٰهُمَّ ۔ اے اللہ	مٰلِكَ ۔ مالک	الْمُلْكِ ۔ ملکوں کے
تُؤْتِي ۔ دیتا ہے تو	الْمُلْكَ ۔ ملک	مَنْ ۔ جسے	تَشَآءُ ۔ چاہے
وَ ۔ اور	تَنْزِعُ ۔ چھین لیتا ہے	الْمُلْكَ ۔ ملک	مِمَّنْ ۔ جس سے
تَشَآءُ ۔ چاہے	وَ ۔ اور	تُعِزُّ ۔ عزت دیتا ہے	مَنْ ۔ جسے
تَشَآءُ ۔ چاہے	وَ ۔ اور	تُذِلُّ ۔ ذلیل کرتا ہے	مَنْ ۔ جسے
تَشَآءُ ۔ چاہے	بِيَدِكَ ۔ تیرے ہی ہاتھ میں ہے		الْخَيْرُ ۔ بھلائی
اِنَّكَ ۔ بیشک تو	عَلٰى ۔ اوپر	كُلِّ ۔ ہر	شَيْءٍ ۔ چیز کے
قَدِيْرٌ ۔ قادر ہے	تُوْلِجُ ۔ ڈالتا ہے	الَّيْلَ ۔ رات کو	فِي ۔ بیچ
النَّهَارِ ۔ دن کے	وَ ۔ اور	تُوْلِجُ ۔ ڈالتا ہے	النَّهَارَ ۔ دن کو
فِي ۔ بیچ	الَّيْلِ ۔ رات کے	وَ ۔ اور	تُخْرِجُ ۔ نکالتا ہے
الْحَيَّ ۔ زندہ کو	مِنَ الْمَيِّتِ ۔ مردہ سے	وَ ۔ اور	تُخْرِجُ ۔ نکالتا ہے
الْمَيِّتَ ۔ مردہ کو	مِنَ الْحَيِّ ۔ زندہ سے	وَ ۔ اور	تَرْزُقُ ۔ تو رزق دیتا ہے
مَنْ ۔ جسے	تَشَآءُ ۔ چاہے	بِغَيْرِ ۔ بغیر	حِسَابٍ ۔ حساب کے
لَا ۔ نہ	يَتَّخِذِ ۔ پکڑیں	الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ مومن	الْكٰفِرِيْنَ ۔ کافروں کو
اَوْلِيَآءَ ۔ دوست	مِنْ دُوْنِ ۔ سوائے	الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ مومنوں کے	وَ ۔ اور

مَنْ ۔ جو	يَّفْعَلْ ۔ کرے	ذٰلِكَ ۔ ایسا	فَلَيْسَ ۔ تو نہیں ہے
مِنَ اللّٰهِ ۔ اللہ کی طرف سے		فِیْ ۔ بیچ	شَيْءٍ ۔ کسی چیز کے
اِلَّآ ۔ مگر	اَنْ ۔ یہ کہ	تَتَّقُوْا ۔ ڈرو تم	مِنْهُمْ ۔ ان سے
تُقٰىةً ۔ ڈرنا	وَ ۔ اور	يُحَذِّرُ ۔ ڈراتا ہے	كُمُ ۔ تمکو
اللّٰهُ ۔ اللہ	نَفْسَهٗ ۔ اپنی ذات سے	وَ ۔ اور	اِلَى ۔ طرف
اللّٰهِ ۔ اللہ کی ہے	الْمَصِيْرُ ۔ پھرنا	قُلْ ۔ کہہ	اِنْ ۔ اگر
تُخْفُوْا ۔ چھپاؤ تم	مَا ۔ جو	فِیْ ۔ بیچ	صُدُوْرِكُمْ ۔ تمہارے
سینوں کے ہے	اَوْ ۔ یا	تُبْدُوْهُ ۔ ظاہر کرو اسے	يَعْلَمْهُ ۔ جانتا ہے اسکو
اللّٰهُ ۔ اللہ	وَ ۔ اور	يَعْلَمُ ۔ جانتا ہے	مَا ۔ جو
فِیْ ۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں کے ہے وَ ۔ اور		مَا ۔ جو
فِیْ ۔ بیچ	الْاَرْضِ ۔ زمین کے ہے	وَ ۔ اور	اللّٰهُ ۔ اللہ
عَلٰی ۔ اوپر	كُلِّ ۔ ہر	شَيْءٍ ۔ چیز کے	قَدِيْرٌ ۔ قادر ہے
يَوْمَ ۔ جس دن	تَجِدُ ۔ پائے گا	كُلُّ ۔ ہر	نَفْسٍ ۔ شخص
مَا ۔ جو	عَمِلَتْ ۔ عمل کیا ہوگا	مِنْ خَيْرٍ ۔ نیک	مُحْضَرًا ۔ سامنے
وَ ۔ اور	مَا ۔ جو	عَمِلَتْ ۔ عمل کیے ہوں گے	مِنْ سُوْٓءٍ ۔ برے
تَوَدُّ ۔ چاہے گا	لَوْ ۔ کاش	اَنَّ ۔ یہ کہ	بَيْنَهَا ۔ اسکے کام کے
وَ ۔ اور	بَيْنَهٗ ۔ اس آدمی کے درمیان ہو		اَمَدًا ۔ فاصلہ
بَعِيْدًا ۔ لمبا	وَ ۔ اور	يُحَذِّرُ ۔ ڈراتا ہے	كُمُ ۔ تم کو
اللّٰهُ ۔ اللہ	نَفْسَهٗ ۔ اپنی ذات سے	وَ ۔ اور	اللّٰهُ ۔ اللہ
رَءُوْفٌ ۔ مہربان ہے	بِالْعِبَادِ ۔ بندوں پر		

مختصر تفسیر تیسرا رکوع، سورۃ آل عمران ۔ پ ۳

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۔ وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔

اَلَّذِیْنَ سے سارے کفار مراد ہیں
اٰیٰتِ اللّٰہِ سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں یا چھپاتے ہیں
یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ۔ یہ وہ پچھلے پیغمبر ہیں جو یہود کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

وَیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۔

اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کیا انہیں بشارت دو دردناک عذاب کی اور وہ ہیں جن کے عمل اکارت ہو گئے دنیا و آخرت میں اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

بنی اسرائیل نے ایک دن صبح کو ایک ساعت میں سنتالیس نبی شہید کر ڈالے اور جب ان میں سے ایک سو بارہ عابدوں نے اٹھ کر انہیں نیکیوں کا حکم دیا اور بدیوں سے روکا تو اسی روز شام کو انہیں بھی قتل کر ڈالا۔

اس آیت کریمہ میں سید اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو تو بیخاً بتایا گیا اس لیے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ اس بدترین فعل سے راضی تھے۔

اس آیت سے یہ امر واضح ہوا کہ انبیاء کرام کی جناب میں بے ادبی کرنا کفر ہے اور کفر کرنے سے تمام اعمال صالحہ اکارت ہو جاتے ہیں اور مددگار و ناصر بروز قیامت اگر کسی کا نہیں ہو گا تو وہ صرف کافر اور بے دین و گمراہ لوگ ہی ہیں۔ معصیت شعار گناہگار مسلمان صحیح الایمان جماعت کی طرف سے قیامت کے دن مددگار ہوں گے۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے فرمایا کہ میں نے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ قیامت کے دن سخت تر عذاب کسے ہو گا۔ فرمایا اسے جو پیغمبر کو قتل کرے اور اسے جو نصیحت کہنے والے کو قتل کرے۔ آگے ارشاد ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُدْعَوْنَ اِلٰی كِتٰبِ اللّٰهِ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّغَرَّهُمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ○

کیا تو نے نہ دیکھا انہیں جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا وہ بلائے جاتے ہیں کتاب اللہ کی طرف کہ وہ ان کا فیصلہ کرے پھر انہیں کا ایک گروہ اس سے منحرف ہو کر پھر جاتا ہے یہ جرأت انہیں اس لیے ہوئی کہ وہ کہتے ہیں ہمیں ہرگز آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دنوں ان میں انہیں فریب دیا اس جھوٹ اور افترا سے جو وہ

باندھتے تھے۔

ہمزہ استفہامیہ ہے۔ سوال تعجب میں تمام مسلمانوں کو متعجب کرنا مقصود ہے۔

تَرَ۔ کا فاعل حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

اَلَّذِیْنَ۔ میں بعض اہلِ کتاب مراد ہیں جنکا اللہ نے قرآن پاک میں ذکر کیا ہے۔

نَصِیْبًا۔ نصب سے بنا اس کے معنی ہیں رکھنا۔ اسی لیے گھڑے ہوئے بت کو نصب کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں مقرر حصہ کو نصیب کہتے ہیں۔

کِتَاب سے مراد توریت یا لوح محفوظ ہے (روح المعانی)

یُدْعَوْنَ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ۔ یعنی ان کو بلایا جاتا ہے۔ قرآن کریم یا توریت کے فیصلہ کی طرف

لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ یَحْکُمَ۔ حکم سے بنا اس کے معنی ہیں فیصلہ اسی لیے قاضی کو حاکم اور پنچ کو حکم کہتے ہیں۔ یہاں فیصلہ سے مراد یا دین ابراہیمی کا فیصلہ ہے یا زنا کے حکم کا

ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ وَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ ثم ترتیب یا مہلت کے لیے آتا ہے یعنی وہ خود ہی توریت سے منہ موڑ گئے تھے۔

یَتَوَلّٰی۔ کے معنی ہیں منہ موڑنا۔ پیٹھ پھیرنا

فَرِیْقٌ۔ بمعنی گروہ۔ اس سے مراد اہل کتاب تھے تو سارے یا علماء ہیں جنہوں نے منہ موڑنے میں پیش قدمی کی تھی۔

مُّعْرِضُوْنَ۔ ان کا دائمی منہ پھیرنا مراد ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا۔ قول سے مراد دلی اعتقاد یا زبانی بات کہنے یہ بات کہ انہوں نے کتاب اللہ سے انکو حق جاننے کے بعد منہ موڑا انہوں نے اپنے اوپر عذاب الٰہی کے ہونے کا اپنے برے اعتقاد کے سبب سہل سمجھ رکھا ہے۔

قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ

تَمَسَّ۔ مَسٌّ سے بنا اس کے معنی چھونا۔

اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ سے تھوڑی مدت مراد ہے یعنی گنتی کے دن۔ یہود کا عقیدہ یہ تھا کہ ہم آگ میں ایک ہفتہ یا چالیس دن سے زیادہ نہیں رہیں گے کیونکہ ہمارے بزرگوں نے چالیس دن بچھڑا پوجا تھا اتنی ہی مدت میں جہنم میں ہم رہیں گے خواہ کچھ بھی کریں۔ اس کا رد فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ جھوٹا افترا ہے۔

وَغَرَّھُمْ فِیْ دِیْنِھِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ۔

غَرَّ۔ غرور سے بنا۔ اس کے معنی دھوکہ دینا ہے۔
یَفْتَرُوْنَ۔ فری سے بنا۔ اس کے معنی کاٹنا ہے۔ اصلاح کے لیے کاٹنے کو فری کہتے ہیں۔ ان کے گھڑے ہوئے عقیدوں نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا جس کو وہ دین سمجھے بیٹھے ہیں۔ عیسائی کفارہ مسیح کے معتقد ہوئے اور یہودی شفاعت بزرگاں کے اعتماد میں کفر کر بیٹھے۔ (روح المعانی)

آیت کریمہ میں من الکتاب سے توریت اور کتاب اللہ سے قرآن کریم مراد ہے۔ یہود کو توریت کے علوم اور احکام نیک سکھائے گئے تھے جس میں سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور دین اسلام کی حقانیت کے احکام کی تعمیل بیان ہے لیکن ان میں سے بہت سے یہود منحرف ہو گئے اور ایسا نہیں کیا۔

اس آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم بیت المقدس میں تشریف لے گئے اور وہاں یہود کو اسلام کی دعوت دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یونہی منقول ہے اس پر نعیم بن عمر اور حارث بن زید نے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ کس دین پر ہیں حضور نے فرمایا ملت ابراہیم پر وہ کہنے لگے حضرت ابراہیم تو یہودی تھے۔ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توریت لاؤ ابھی ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ ہو جائے گا۔ اس پر نہ جمے اور منکر ہو گئے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس تقدیر پر آیت میں توریت ہی مراد ہے۔

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک یہ بھی روایت ہے کہ یہود خیبر میں سے ایک مرد نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا تھا اور توریت میں اس جرم کی سزا پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا تھی لیکن چونکہ یہ لوگ اونچے خاندان کے تھے اس لیے انہوں نے ان کا سنگسار کرنا گوارا نہ کیا اور اس امید پر یہ معاملہ حضور کے پاس لائے کہ شاید آپ سنگساری کا حکم نہ دیں مگر حضور نے ان دونوں کے سنگسار کرنے کا حکم دیا اس پر یہود طیش میں آئے اور کہنے لگے اس گناہ کی یہ سزا نہیں آپ نے ظلم کیا۔ حضور نے فرمایا اچھا یہ فیصلہ توریت پر رکھو۔ کہنے لگے یہ انصاف کی بات ہے ہمیں منظور ہے۔

چنانچہ توریت لائی گئی اور عبد اللہ بن صوریا جو یہود کے بڑے عالم تھے انہیں پڑھنے کو کہا گیا انہوں نے پڑھا جب آیت رجم آئی جس میں سنگسار کرنے کا حکم تھا عبد اللہ نے اس پر ہاتھ رکھ لیا اور اس آیت کو چھوڑ دیا۔ حضرت عبد اللہ بن سلام نے اس کا ہاتھ ہٹا کر آیت پڑھ دی یہودی ذلیل ہوئے اور وہ یہودی مرد عورت جنہوں نے زنا کیا تھا حضور کے حکم سے سنگسار کیے گئے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حضرت عبد اللہ بن سلام کا نام پہلے حصین تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا نام عبد اللہ رکھا۔ ۴۳ھ میں وصال ہوا۔ آگے ارشاد ہے۔

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ہ

تو کیسی ہوگی جب ہم انہیں اکٹھا کریں گے اس دن کے لیے جس میں شک نہیں اور ہر جان کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

یہاں تو بیخا انہیں یوم قیامت سے ڈرایا گیا۔ ظلم سے مراد نقصان ہے (روح المعانی)

اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ۔ عرض کی اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے ملک چھین لے۔

مالک یعنی قادر مَالِكَ الْمُلْكِ کے معنی ہوئے قدرت دینے والا۔ اصطلاح میں کسی پر مضبوط قبضہ رکھنے کو ملک کہا جاتا ہے۔ مَالِكَ الْمُلْكِ بادشاہوں کا مالک (خازن)

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ۔ یہ جملہ مالک الملک کی وسعت کو بیان کر رہا ہے بعض کے ملک سے سلطنت مراد ہے۔ یعنی زمین پر حکومت مال، عزت، کھیتی، سامان کی زیادتی۔ بعض کے نزدیک ملک سے ساری ملکیتیں مراد ہیں

تَنْزِعُ۔ نَزْعٌ سے بنا اس کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کی جگہ سے کھینچ لینا اس عبارت سے یا سلطنت سے محروم کر دینا مراد ہے۔ یا دے کر چھین لینا ہے۔

شان نزول :۔ غزوۂ خندق یعنی احزاب کے موقعہ پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام مجاہدین اسلام کو حکم دیا کہ خندق کو کھودا جائے ہر دس صحابہ پر چالیس گز زمین تقسیم فرمادی) کہ وہ کھودیں۔ عمرو بن عوف فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت سلمان فارسی اور حذیفہ بن یمان اور نعمان بن مقرن انصاری ایک جگہ کھدائی کر رہے تھے کہ اچانک زمین میں ایک سخت پتھر نمودار ہوا وہ نہیں ٹوٹتا تھا۔ اس سے ہماری کدالیں بیکار ہوگئیں ہم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے اور تمام واقعہ عرض کیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کدال خود لی اور حضرت سلمان کے ساتھ خندق میں اتر گئے۔ اس پتھر پر جب چوٹ پڑی تو اس سے سفید روشنی نمودار ہوئی سب نے تکبیر کہی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس وقت حیرہ کے محل دکھائے گئے ہیں۔

پھر دوسری چوٹ پر پھر چمک پیدا ہوئی فرمایا مجھے شام کی زمین دکھائی گئی ہے۔ تیسری چوٹ پر پھر وہ روشنی نمودار ہوئی اور پتھر ٹوٹ گیا۔ فرمایا مجھے صنعاء کے محل ظاہر کیے گئے ہیں اور جبریل امین نے خبر دی ہے کہ میری امت کی سلطنت ان سب پر ہوگی۔

صحابہ نے خوش ہو کر الحمد للہ کہا جس پر منافقین ہنسنے لگے اور انہوں نے کہا کہ مسلمان مدینہ میں بیٹھے ہوئے

حیرہ وصنعاء جیسے مضبوط ملکوں کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ ان میں باہر نکل کر کفار سے لڑنے کی طاقت نہیں چھپنے کے لیے خندق کھود رہے ہیں اور حیرہ وصنعاء وکسریٰ جیسے مضبوط ملکوں کی امید باندھ رہے ہیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (کبیر، روح المعانی)

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہاتھ ہے بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔

تُعِزُّ۔ عزت سے بنا اس کے معنی غلبہ ہیں۔

تُذِلُّ۔ ذل سے بنا۔ اس کے معنی مغلوبیت وحقارت ہے

عزت سے دینی عزت مراد ہے جیسے ایمان۔ تقوی۔ مخلوق کے دل میں ہیبت یا حکومت وسلطنت ساری چیزیں مراد ہو سکتی ہیں۔

تُذِلُّ۔ میں دنیوی ذلت ونکبت وغیرہ

بِیَدِكَ الْخَیْرُ سے مراد۔ قدرت ہے یعنی دین دنیا کی تمام بھلائیاں تیرے ہی قبضہ میں ہیں۔ ہدایت ایمان، عرفان کا صرف تو ہی مالک حقیقی ہے۔

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ خیر وشر کا وہی مالک ہے۔

فتح مکہ کے وقت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو ملک فارس وروم کی سلطنت کا وعدہ دیا تو یہود ومنافقین نے اسے بہت مشکل سمجھا اور کہنے لگے کہاں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور کہاں فارس وروم کے ملک وہ بڑی قوت اور حفاظت والے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آخر کار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان بشارت پورا ہوا

تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ۔ تو دن کا حصہ رات میں ڈالے اور رات کا حصہ دن میں ڈالے۔ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ اور تو نکالتا ہے زندہ مردے سے اور نکالتا ہے مردہ زندے سے اور رزق دیتا ہے جسے چاہے بے حساب۔

تُوْلِجُ۔ ایلاج سے بنا اس کے معنی ہیں تنگ جگہ میں داخل ہونا۔

لَیْل۔ سے مراد رات ہے۔

نَهَار۔ سے مراد دن ہے۔

ان کے داخل کرنے سے مراد رات دن کا گھٹنا بڑھنا ہے۔ موسم گرما میں دن بندہ گھنٹے کا ہو جاتا ہے

اور رات نو گھنٹے کی ہو جاتی ہے۔

اور سردی میں اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے جناب باری تبارک وتعالیٰ نے اس میں رات کے بڑھانے اور دن کے گھٹانے کی تشبیہ جو دی اس سے یہ امر واضح کیا کہ جب رات دن میں گھٹاؤ بڑھاؤ اس کی قدرت کاملہ سے ہوتا ہے تو فارس وروم سے ملک لے کر غلامان مصطفیٰ کو عطا کر دینا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے۔

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ اور تو نکالتا ہے زندہ مردے سے اور رزق دیتا ہے جسے چاہے بے حساب۔

حَيٌّ۔ حیات سے مشتق ہے اور

مَيِّتٌ۔ موت سے بنا

حیّ سے جانور اور میت سے بے جان مراد ہے یعنی تو زندہ کو مردے سے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے۔

جب مردہ بچہ زندہ پیٹ سے اور زندہ بچہ مردہ کے شکم سے نکالنا اس کی قدرت میں ہے تو ایک ملک ایک سے لے کر کسی کو دے دینا کیا مستبعد ہے اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ زندہ انسان کو نطفہ بیجان سے اور پرند کے زندہ بچے کو بے روح انڈے سے اور زندہ دل مومن کو مردہ دل کافر سے اور زندہ سے مردہ نکالتا اس طرح جیسے زندہ انسان سے نطفہ بے جان نکالتا ہے۔

یونہی سبز گھاس کو خشک دانہ سے اور خشک دانہ کو سبز گھاس سے۔ ہرے بھرے درخت کو خشک بیج سے ایسے ہی مومن کو کافر اور کافر کو مومن سے نکالتا ہے۔

وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ جسے چاہتا ہے لے بہت یا بلا حساب کتاب دیتا ہے۔ ایسی جگہ سے دیتا ہے جہاں سے وہم وگمان بھی نہ ہو۔

اس کے بعد انسانی تہذیب کے ساتھ مسلمان کی معاشرتی زندگی کا مذاکرہ اور تعلیم ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۗ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ۝

مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے

لَا يَتَّخِذِ۔ اس کا مادہ اَخذ ہے اس کے معنی اختیار کرنا۔ بنانا اگر معنی اختیار ہو تو اولیاء کافرین کا حال ہوگا

اَوْلِیَآءَ۔ ولی کی جمع ہے۔ اس کے معنی قرب یا مدد۔ یعنی مسلمان کافروں کو دوست و مددگار نہ بنائیں مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ دُوْن کے معنی کوتاہ یا پیچھے رہنے والا ہیں یعنی مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ۔ جو کفار سے محبت کرے گا یا انہیں اپنا مددگار بنائے گا وہ اللہ کی دوستی کے کسی درجہ میں بھی نہیں کیونکہ دشمن کی بھی دشمنی ہے۔

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰىۃً۔ اتقاء مصدر ہے۔ اس کا معنی بچانا۔ ڈرنا۔

مِنْھُمْ کا مرجع کفار ہیں۔ کفار کو کبھی کسی حال میں کسی غرض کے لیے دوست نہ بناؤ۔

وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ۔ اللہ تم کو اپنے عذاب سے یا اپنے سے ڈراتا ہے۔ یعنی ان کافروں کو اپنا دوست بنانے سے۔

شان نزول:۔ حضرت عبادہ بن صامت نے جنگ احزاب کے دن حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ساتھ پانچسو یہودی میرے حلیف ہیں میرا خیال ہے کہ میں دشمن کے مقابلہ میں ان سے مدد حاصل کروں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس میں اس امر سے استغناء تعلیم دیا گیا کہ اپنی کمی کا احساس کر کے کافروں سے موالات و استمداد تم کو جائز نہیں جو کرنا ہے اپنے ہی سپاہیوں کے ساتھ کرنا ہے اور کفار سے دوستی و محبت ممنوع اور حرام قرار دی۔ انہیں اپنا رازدار بنانا۔ ان سے موالات کرنا منع کیا۔ البتہ جان یا مال کا خوف ہو تو ایسے وقت ان سے صرف ظاہری رواداری اور برتاؤ جائز رکھا گیا۔ آگے ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْہُ یَعْلَمْہُ اللّٰہُ ط وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ فرمادیجئے کہ اگر تم اپنے جی میں بات چھپاؤ یا ظاہر کرو۔ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ج وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ج تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَھَا وَبَیْنَہٗٓ اَمَدًا م بَعِیْدًا ط وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ط وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ م بِالْعِبَادِ ہ جس دن ہر جان نے جو بھلائی کر کے سامنے پالی اور جو برائی کی وہ امید کرے گا۔ کاش مجھ میں اور اس میں دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

اس میں قیامت کی جزا سزا کا تذکرہ ہے۔ رَءُوْفٌ۔ کے معنی انتہائی محبت و کرم ہے۔

اَلْعِبَادِ۔ سے تمام بندے مراد ہیں۔ قرآن کریم میں عباد نیک بندوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع سورۂ آل عمران پ۳

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(اے محبوب لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝

کہہ دو کہ خدا اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اگر نہ مانیں تو خدا بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

خدا نے آدم اور نوح اور خاندان ابراہیم اور خاندان عمران کو تمام جہان کے لوگوں میں منتخب فرمایا تھا۔

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے اور خدا سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

(وہ وقت یاد کرنے کے لائق ہے) جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے پروردگار جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے میں اس کو تیری نذر کرتی ہوں اسے دنیا کے کاموں سے آزاد رکھوں گی تو (اسے) میری طرف سے قبول فرما تو تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْۤ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور جو کچھ ان کے ہاں پیدا ہوا تھا خدا کو خوب معلوم تھا۔ تو کہنے لگیں کہ اے پروردگار میرے تو لڑکی ہوئی ہے اور (نذر کے لیے) لڑکا (موزوں تھا کہ وہ) لڑکی کی طرح (ناتواں) نہیں ہوتا اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

تو پروردگار نے اس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا اور اسے اچھی طرح پرورش کیا اور زکریا کو اس کا نگران بنایا زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے تو اس کے پاس کھانا پاتے (یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن مریم سے) پوچھنے لگے کہ مریم یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے (آتا ہے) وہ بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝

اس وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی (اور) کہا کہ پروردگار مجھے اپنی جناب سے اولاد صالح عطا فرما۔ تو بے شک دعا سننے (اور قبول کرنے) والا ہے

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

وہ ابھی عبادت گاہ میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے آواز دی کہ (زکریا) خدا انہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض (یعنی عیسیٰ) کی تصدیق کریں گے اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے اور (خدا کے) پیغمبر (یعنی) نیکوکاروں میں ہوں گے۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۚ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝

زکریا نے کہا اے پروردگار میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا کہ میں تو بڈھا ہوگیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ خدا نے فرمایا اسی طرح خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ۚ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۚ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝

زکریا نے کہا کہ پروردگار میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما۔ خدا نے فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کر سکو گے تو ان دنوں میں اپنے پروردگار کی کثرت سے یاد اور صبح و شام اس کی تسبیح کرنا۔

لفظی ترجمہ

قُلْ۔ کہہ ۔ اِنْ۔ اگر ۔ کُنْتُمْ۔ ہو تم ۔ تُحِبُّوْنَ۔ محبت رکھتے
اللّٰہَ۔ اللہ سے ۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ۔ تو تم میری پیروی کرو ۔ یُحْبِبْکُمُ۔ اللہ محبت رکھے
گا تم سے ۔ اللّٰہُ۔ اللہ ۔ وَ۔ اور ۔ یَغْفِرْ۔ بخشے گا
لَکُمْ۔ تم کو ۔ ذُنُوْبَکُمْ۔ تمہارے گناہ ۔ وَ۔ اور ۔ اللّٰہُ۔ اللہ
غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا ۔ رَّحِیْمٌ۔ مہربان ہے ۔ قُلْ۔ کہہ ۔ اَطِیْعُوا۔ کہا مانو
اللّٰہَ۔ اللہ کا ۔ وَ۔ اور ۔ الرَّسُوْلَ۔ رسول کا ۔ فَاِنْ۔ پھر اگر
تَوَلَّوْا۔ منہ پھیریں ۔ فَاِنَّ۔ تو بیشک ۔ اللّٰہَ۔ اللہ ۔ لَا۔ نہیں
یُحِبُّ۔ محبت رکھتا ۔ الْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں سے ۔ اِنَّ۔ بیشک ۔ اللّٰہَ۔ اللہ نے
اصْطَفٰی۔ چن لیا ۔ اٰدَمَ۔ آدم کو ۔ وَ۔ اور ۔ نُوْحًا۔ نوح کو
وَ۔ اور ۔ اٰلَ۔ آل ۔ اِبْرٰهِیْمَ۔ ابراہیم کو ۔ وَ۔ اور
اٰلَ۔ آل ۔ عِمْرٰنَ۔ عمران کو ۔ عَلَی۔ اوپر ۔ الْعٰلَمِیْنَ۔ جہان والوں کے
ذُرِّیَّةً۔ یہ ایک نسل ہے ۔ بَعْضُهَا۔ بعض انکی ۔ مِنْۢ بَعْضٍ۔ بعض سے ۔ وَ۔ اور
اللّٰہُ۔ اللہ ۔ سَمِیْعٌ۔ سنتا ۔ عَلِیْمٌ۔ جانتا ہے ۔ اِذْ۔ جب
قَالَتِ۔ کہا ۔ امْرَاَتُ۔ بیوی ۔ عِمْرٰنَ۔ عمران کی نے ۔ رَبِّ۔ اے رب
اِنِّیْ۔ میں نے ۔ نَذَرْتُ۔ منت مانی ہے ۔ لَکَ۔ تیرے لیے ۔ مَا۔ جو
فِیْ۔ بیچ ۔ بَطْنِیْ۔ میرے پیٹ کے ہے ۔ مُحَرَّرًا۔ آزاد ۔ فَتَقَبَّلْ۔ تو قبول کر
مِنِّیْ۔ مجھ سے ۔ اِنَّکَ۔ بیشک تو ۔ اَنْتَ۔ تو ہی ہے ۔ السَّمِیْعُ۔ سنتا
الْعَلِیْمُ۔ جانتا ۔ فَلَمَّا۔ پھر جب ۔ وَضَعَتْهَا۔ اس کو جنا ۔ قَالَتْ۔ تو کہا
رَبِّ۔ اے میرے رب ۔ اِنِّیْ۔ بیشک میں نے ۔ وَضَعْتُهَا۔ جنا اس کو ۔ اُنْثٰی۔ لڑکی
وَ۔ اور ۔ اللّٰہُ۔ اللہ ۔ اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے ۔ بِمَا۔ جو
وَضَعَتْ۔ اس نے جنا ۔ وَ۔ اور ۔ لَیْسَ۔ نہیں ۔ الذَّکَرُ۔ مرد
کَالْاُنْثٰی۔ مثل عورت کے ۔ وَ۔ اور ۔ اِنِّیْ۔ بیشک میں نے ۔ سَمَّیْتُهَا۔ نام رکھا اس کا

مَرْيَمَ ۔ مریم　وَ ۔ اور　اِنِّیْ ۔ میں　اُعِیْذُھَا ۔ پناہ میں دیتی ہوں اسکو
بِكَ ۔ تیری　وَ ۔ اور　ذُرِّيَّتَهَا ۔ اسکی اولاد کو　مِنَ الشَّيْطٰنِ ۔ شیطان
الرَّجِيْمِ ۔ مردود سے　فَتَقَبَّلَهَا ۔ توقبول کیا اس کو　رَبُّهَا ۔ اس کے رب نے
بِقَبُوْلٍ ۔ قبول کرنا　حَسَنٍ ۔ اچھا　وَّ ۔ اور　اَنْۢبَتَهَا ۔ پروان چڑھایا اسے
نَبَاتًا ۔ چڑھانا　حَسَنًا ۔ اچھا　وَّ ۔ اور　كَفَّلَهَا ۔ نگرانی میں دیا اسے
زَكَرِيَّا ۔ زکریا کی　كُلَّمَا ۔ جب بھی　دَخَلَ ۔ داخل ہوتے　عَلَيْهَا ۔ اس پر
زَكَرِيَّا ۔ زکریا　الْمِحْرَابَ ۔ عبادتخانہ میں　وَجَدَ ۔ پایا　عِنْدَهَا ۔ اس کے پاس
رِزْقًا ۔ رزق　قَالَ ۔ کہا　يٰمَرْيَمُ ۔ اے مریم　اَنّٰى ۔ کہاں سے ہے
لَكِ ۔ تیرے لیے　هٰذَا ۔ یہ　قَالَتْ ۔ بولی　هُوَ ۔ وہ
مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ اللہ کی طرف سے ہے　اِنَّ ۔ بیشک　اللّٰهَ ۔ اللہ
يَرْزُقُ ۔ رزق دیتا ہے　مَنْ ۔ جسے　يَّشَآءُ ۔ چاہے　بِغَيْرِ ۔ بغیر
حِسَابٍ ۔ حساب کے　هُنَالِكَ ۔ یہاں　دَعَا ۔ دعا کی　زَكَرِيَّا ۔ زکریا نے
رَبَّهٗ ۔ اپنے رب سے　قَالَ ۔ کہا　رَبِّ ۔ اے رب　هَبْ ۔ عطا کر
لِيْ ۔ مجھے　مِنْ لَّدُنْكَ ۔ اپنی جناب سے　ذُرِّيَّةً ۔ اولاد
طَيِّبَةً ۔ پاک　اِنَّكَ ۔ بیشک تو　سَمِيْعُ ۔ سننے والا ہے　الدُّعَآءِ ۔ دعا
فَنَادَتْهُ ۔ تو پکارا اسے　الْمَلٰٓئِكَةُ ۔ فرشتوں نے　وَ ۔ اور　هُوَ ۔ وہ
قَآئِمٌ ۔ کھڑا تھا　يُّصَلِّيْ ۔ نماز پڑھتا　فِي ۔ بیچ　الْمِحْرَابِ ۔ محراب کے
اَنَّ ۔ بیشک　اللّٰهَ ۔ اللہ　يُبَشِّرُكَ ۔ بشارت دیتا ہے تجھے
بِيَحْيٰى ۔ یحییٰ کی　مُصَدِّقًا ۔ تصدیق کرنیوالا　بِكَلِمَةٍ ۔ ایک کلمہ کی　مِّنَ اللّٰهِ ۔ اللہ سے
وَ ۔ اور　سَيِّدًا ۔ سردار　وَّ ۔ اور　حَصُوْرًا ۔ عورتوں سے پرہیز گار
وَّ ۔ اور　نَبِيًّا ۔ نبی　مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ نیک لوگوں سے
قَالَ ۔ کہا　رَبِّ ۔ اے رب　اَنّٰى ۔ کہاں سے　يَكُوْنُ ۔ ہوگا
لِيْ ۔ میرے لیے　غُلٰمٌ ۔ لڑکا　وَّ ۔ اور　قَدْ ۔ تحقیق
بَلَغَنِيَ ۔ پہنچا مجھے　الْكِبَرُ ۔ بڑھاپا　وَ ۔ اور　امْرَاَتِيْ ۔ میری بیوی
عَاقِرٌ ۔ بانجھ ہے　قَالَ ۔ فرمایا　كَذٰلِكَ ۔ اسی طرح　اللّٰهُ ۔ اللہ

یَفْعَلُ۔ کرتا ہے	مَا۔ جو	یَشَآءُ۔ چاہے	
قَالَ۔ کہا	رَبِّ۔ اے میرے رب	اجْعَلْ۔ بنا	لِّیْٓ۔ میرے لیے
اٰیَۃً۔ نشانی	قَالَ۔ فرمایا	اٰیَتُکَ۔ تیری نشانی	اَلَّا۔ یہ ہے کہ نہ
تُکَلِّمَ۔ کلام کرسکے گا تو	النَّاسَ۔ لوگوں سے	ثَلٰثَۃَ۔ تین	اَیَّامٍ۔ دن تک
اِلَّا۔ مگر	رَمْزًا۔ اشارے سے	وَ۔ اور	اذْکُرْ۔ یاد کر
رَبَّکَ۔ اپنے رب کو	کَثِیْرًا۔ بہت	وَّ۔ اور	سَبِّحْ۔ تسبیح بیان کر
بِالْعَشِیِّ۔ پچھلے پہر	وَ۔ اور	الْاِبْکَارِ۔ صبح کے تڑکے	

مختصر تفسیر گیارہواں رکوع۔ سورۃ آل عمران۔ پ۳

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قُلْ: میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔

قُل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے کسنی ۔۔۔ اتنی ہے تیری گفتگو اللہ کو پسند اعیبخوت

تُحِبُّوْنَ۔ حب سے بنا اس کے معنی پسند کرنا۔ طالب بننا۔ محبت کرنا۔

فَاتَّبِعُوْنِیْ۔ یہ اتباع سے بنا اس کے معنی ہیں پیچھے چلنا۔ اصطلاح میں مکمل اطاعت اور خالص پیروی کرنے کو اتباع کہتے ہیں۔

یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ اللہ تعالےٰ تم کو اپنا محبوب بنائے گا۔

وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ اللہ تعالےٰ تمہارے تمام اگلے پچھلے۔ چھوٹے بڑے اور ظاہری باطنی گناہ معاف کر دے گا۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس امر کا اظہار ہے کہ محبت الٰہی کا دعوی جب ہی سچا ہو سکتا ہے جب آدمی سید الکل فی الکل صلی اللہ علیہ وسلم کا دل سے متبع ہو اور حضور کی اطاعت قبول کرے۔

شان نزول:۔ حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ

وسلم قریش کے پاس تشریف لائے انہوں نے کعبۃ اللہ میں بت نصب کر رکھے تھے اور انہیں سجا سجا کر انہیں سجدے کر رہے تھے۔ حضور نے فرمایا اے گروہ قریش خدا کی قسم تم اپنے آباء حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کے دین کے خلاف ہو۔

قریش بولے ہم ان بتوں کو اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کریں لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور بتایا کہ محبت الٰہی کا دعوی صرف اور صرف محبت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور اتباع اور فرمانبرداری میں صحیح ہے اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں جو اس بات کا مدعی ہے کسے چاہیئے کہ حضور کی غلامی کرے۔ اور چونکہ حضور نے بت پرستی کو حرام اور شرک فرمایا ہے تو جو ایسا کرے گا وہ حضور کا نافرمان اور محبت الٰہی کے دعوی میں جھوٹا ہے حضور کی پیروی ہی محبت الٰہی کی نشانی ہے۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ۝ فرما دیجئے کہ پیروی کرو اللہ اور رسول کے احکام کی تو اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو محبوب نہیں کافر۔

اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بلا اطاعت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی اللہ کی پیروی نہیں کر سکتا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے مَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ حضور نے فرمایا یعنی جس نے میری نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ کی نافرمانی کی اور جو حضور کا نافرمان ہوا اس کے کفر میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔

شان نزول:۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جب اتباع کی آیت نازل ہوئی تو عبد اللہ بن ابی سلول منافقوں کے سردار نے کہا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فرمانبرداری کو رب کی فرمانبرداری کی طرح بنا دیا ہے اور ہمیں ایسی محبت کا حکم دیا ہے جیسے عیسائی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ کرتے تھے اور یہود نے بھی اعتراض کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (مدارک)

اللہ کی اطاعت احکام میں ہوگی نہ کہ افعال میں۔

نبی محترم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت افعال میں ہوگی اور اس کا درجہ۔ درجہ اتباع کے بعد ہوگا (روح البیان)

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ۔ اگر وہ لوگ اطاعت سے بھی منہ موڑیں تو وہ کافر ہو جائیں گے اور اللہ تعالے کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰہِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ ذُرِّیَّۃًۢ بَعْضُہَا مِنْۢ بَعْضٍ ۝ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۔ بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو

سارے جہان سے یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

اِصْطَفٰی۔ صَفْوٌ سے بنا اس کے معنی ہیں چھانٹنا۔ دیگر انسانوں سے افضل ظاہر کرنا۔

اٰدَمَ۔ آدم علیہ السلام اس طرح برگزیدہ ہیں کہ اللہ نے انکو فرشتوں کا مسجود بنایا۔ وسیع علم عطا فرمایا۔

نُوْحٌ۔ نوح علیہ السلام آدم علیہ السلام کے بعد پہلے نبی ہیں جنہوں نے کفار کو تبلیغ فرمائی۔ نافرمانی پر ان کی قوم پر عذاب آیا۔ نُوْحٌ۔ نوحہ سے بنا اس کے معنی ہیں گریہ زاری۔ آپ خوف الٰہی میں بہت روتے تھے اس لیے آپ کا نام نوح رکھا گیا۔

شانِ نزول: یہود نے کہا تھا کہ ہم حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کی اولاد سے ہیں اور انہی کے دین پر ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس میں بتایا کہ اللہ تعالےٰ نے ان حضرات کو اسلام کے ساتھ برگزیدہ کیا تھا اور اے یہودیو تم اسلام پر نہیں تمہارا دعویٰ اسلام غلط ہے اور ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ سے اس امر کا انکشاف کیا کہ ان میں نسلی تعلقات ہیں اور اسی وجہ میں وہ ایک دوسرے کے معاون ہیں۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰى ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

جب عمران کی بی بی نے عرض کی اے رب میرے میں تیرے لیے منت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے خالص تیرے ہی لیے آزاد ہو تو تو مجھ سے قبول کرے بیشک تو ہی سنتا جانتا ہے تو جب اس نے جنا بولی اے رب میرے یہ تو میں نے لڑکی جنی اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی جیسا نہیں اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اسکی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے تو اسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا اور اسے اچھا پروان چڑھایا اور اسے زکریا کی نگہبانی میں دیا۔ جب زکریا اس کے پاس اس کے عبادت خانہ پر جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بیشک اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دے۔

تحقیق عمران

عمران دو ہیں۔ ایک عمران بن یصہر بن فاہث بن لاوی بن یعقوب۔ یہ تو حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے والد ہیں۔

دوسرے عمران بن ماثان ہیں یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم کے والد ہیں۔

ان دونوں میں ایک ہزار آٹھ سو برس کا فرق ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں جو عمران ہیں وہ دوسرے عمران بن ماثان ہیں ان کی بیوی صاحبہ کا نام حنّہ بنت فاقوذا ہے یہ حضرت مریم کی والدہ ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی نانی ہیں ان کا نام حضرت حنّہ بنت فاقوذا تھا۔ ان کی دوسری بہن حضرت ایشاع بنت فاقوذا حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی تھیں۔

عمران بن ماثان کی بیوی حنّہ بنت فاقوذا نے اللہ کے حضور منت مانی کہ جو حمل مجھے ہے وہ خالص تیرے نام پر آزاد کرتی ہوں تو اسے قبول فرمالے تاکہ تیری عبادت کے سوا دنیا کا کوئی کام اس کے متعلق نہ ہو۔ بیت المقدس کی خدمت ہی اس کے ذمہ رہے۔

محققین علماء نے اس واقعہ کو یوں لکھا ہے کہ حضرت زکریا اور عمران ہم زلف تھے فاقوذا کی بیٹی ایشاع جو حضرت یحییٰ کی والدہ ہیں اور ان کی بہن حنّہ جو فاقوذا کی دوسری دختر اور حضرت مریم کی والدہ ہیں وہ عمران کی بیوی تھیں۔ ایک زمانہ تک حنّہ کی اولاد نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ بڑھاپا آگیا۔ مایوس ہوگئی یہ خاندان صالحین کا تھا یہ سب لوگ اللہ کے مقبول بندے تھے۔

ایک روز حنّہ نے ایک درخت کے سایہ میں ایک چڑیا دیکھی جو اپنے بچے کو چگا رہی تھی۔ یہ دیکھ کر آپ کے دل میں بھی اولاد کا شوق پیدا ہوا بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ اگر تو مجھے بچہ دے تو میں اسے بیت المقدس کا خادم بناؤں اور اس خدمت کے لیے اسے حاضر کروں۔

جب وہ حاملہ ہوئیں تو انہوں نے نذر مان لی ان کے شوہر نے کہا یہ تم نے کیا کیا اگر لڑکی ہوگئی تو وہ اس قابل کب ہوگی کہ بیت المقدس کے لیے وقف ہو۔ اس زمانہ میں عام طور پر لڑکوں کو خدمت بیت المقدس کے لیے دیا جاتا تھا اور لڑکیاں عوارض نسوانی اور زنانہ کمزوریوں اور مردوں کے ساتھ نہ رہ سکنے کی وجہ میں اس قابل نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ اس لیے انہیں فکر لاحق ہوئی پھر حنّہ کے وضع حمل سے قبل ہی عمران کا انتقال ہوگیا۔

جب حنّہ کا وضع حمل ہوا تو بجائے لڑکا ہونے کے لڑکی ہوئی تو حنّہ نے اعتذار کے طور پر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا رَبِّ اِنِّی وَضَعْتُهَا اُنْثٰی اور آپ کو حسرت و غم بھی ہوا کہ لڑکی سے نذر کس طرح پوری ہو سکے گی۔ مگر ساتھ

ہی خیال ہوا کہ جس کی نذر میں نے مانی ہے اس نے ہی جب لڑکی عطا کی ہے کہ یہ لڑکی اسی کے فضل سے فرزند سے زیادہ فضیلت رکھنے والی ہوگی۔ یہ صاحبزادی حضرت مریم تھیں انہیں اللہ تعالے نے ان کے زمانہ کی عورتوں میں سب سے اجل و افضل بنایا۔ پھر نام بھی مریم ہوا۔ مریم کے معنی عابدہ کے ہوتے ہیں۔

اور اپنی منت پوری کرنے کی غرض سے انہیں کو نذر میں پیش کر دیا تو اللہ تعالے نے انہیں لڑکے کی جگہ لڑکی کی نذر قبول فرما کر شرف بخشا۔

حضرت حنہ نے اس نذر کو اس طرح چڑھایا کہ ولادت کے بعد حضرت مریم کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں احبار کے سامنے رکھ دیا۔ یہ احبار حضرت ہارون کی اولاد میں تھے اور بیت المقدس میں ان کا منصب ایسا تھا جیسا کعبہ مکرمہ میں حجبہ کا۔ چونکہ حضرت مریم ان لوگوں کی امام اور ان کے صاحب قربان کی صاحبزادی تھیں اور ان کا خاندان بنی اسرائیل میں بہت اعلیٰ اور اہل علم میں ممتاز مانا جاتا تھا اس لیے ان سب نے حضرت مریم کو لینے اور ان کا تکفل کرنے کی رغبت۔ یہ احبار ستائیس تھے۔

وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا۔ پرورش کرنے والے مربی کو کافل کہتے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے خالو تھے حضرت مریم کی نگہبانی کا ذمہ دار انہیں کو بنایا۔

حضرت زکریا نے فرمایا میں ان سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ اس لیے کہ میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں آخر فیصلہ قرعہ اندازی پر ٹھہرا اور جب قرعہ ڈالا گیا تو حضرت زکریا کے نام پر ہی قرعہ نکلا۔

آپ کے متعلق یہ بھی ایک روایت ہے کہ آپ کے نشو و نما کی شان یہ تھی کہ آپ ایک دن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا اور بچے ایک سال میں بڑھتے ہیں اسی کی طرف اشارہ قرآن کریم میں بھی ہے وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا۔

لغت میں نبات پھیلنے والی گھاس کو کہتے ہیں جس کا تنہ نہ ہو سر بڑھنے والی شے کو کہا جاتا ہے۔

حَسَن سے دینی و دنیوی خوبی مراد ہے۔

پھر من جانب اللہ آپ کی خورد و نوش جنت کے میوے سے ہوتی۔ آپ نے کسی عورت کا دودھ نہ پیا۔ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا۔ رزق اگرچہ رب کے عطیہ کو کہا جاتا ہے لیکن جب مطلق بولا جائے تو اس سے کھانا مراد ہے۔

حضرت ربیع سے روایت ہے یہاں رزق سے مراد بے موسم پھل ہیں یعنی گرمی کے پھل سردی میں اور سردی کے پھل گرمیوں میں اور یہ جنت کے پھل تھے (روح المعانی)

حضرت مریم نے بچپن میں ہی کلام فرمایا۔ جس طرح آپ کے فرزند حضرت عیسٰی نے کلام کیا تھا۔

قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا ۔ کہا اے مریم تمہارے پاس یہ کہاں سے آئے آج کل اس کا موسم نہیں تم تک کیسے پہنچے تم تو سات قفلوں میں بند تھیں

قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ ۔ اس سے مراد بغیر وسیلہ انسان آنا ہے میرے رب کے پاس سے آیا۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ کلام بچپن کا ہے ۔ اللہ تعالےٰ جسے چاہے بغیر حساب کے دے۔

فوائد

یہ کرامات اولیاء کے ثبوت کی دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کے ہاتھوں پر اظہار خوارق فرماتا ہے۔

حضرت زکریا نے جب یہ دیکھا تو فرمایا جو ذات پاک مریم کو بے وقت بے فصل اور بلا سبب میوہ عطا فرمانے پر قادر ہے وہ بلا شک اس پر بھی قادر ہے کہ میری بانجھ بی بی کو نئی تندرستی دے اور مجھے اس بڑھاپے کی عمر میں انقطاع امید کے بعد فرزند عطا فرمائے۔ چنانچہ آپ نے باری تعالےٰ سے دعا کی جس کا تذکرہ آگے کی آیتوں میں آرہا ہے۔

ھُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّہٗ ۚ قَالَ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۚ اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۔ یہاں زکریا نے دعا کی اپنے رب سے۔ بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے عطا فرما پاک اولاد بیشک تو ہی ہے دعا سننے والا۔

یعنی محراب بیت المقدس میں دروازے بند کرکے حضرت زکریا نے دعا کی۔ حضرت زکریا علیہ السلام بڑے زبردست عالم تھے۔ بارگاہ الٰہی میں قربانیاں پیش کرنے کی خدمت آپ ہی کے سپرد تھی۔ اور مسجد شریف میں آپ کی اجازت کے بغیر کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ جب آپ محراب میں مشغول عبادت تھے اور باہر آدمی دخول کی اجازت کے منتظر تھے۔ دروازہ بند تھا۔ اچانک آپ نے ایک سفید پوش جوان دیکھا یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے آپ کو فرزند کی بشارت دی جو آگے اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی میں بیان ہوگا۔

اس دعا کے وقت حضرت مریم نو عمر تھیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش سے صرف چھ ماہ قبل ہے۔

فَنَادَتْہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۔ تو فرشتوں نے اسے ندا دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ نماز پڑھ رہا تھا۔ بے شک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا جو اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار ہوگا اور عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے صالحین میں سے

يُصَلِّيْ سے معلوم ہوا کہ ان کے دین میں بھی نماز تھی۔ ان کی نماز بھی اسلامی نماز کی طرح اعمال و اقوال کا مجموعہ تھی۔ حالت قیام میں تھے۔

مِحْرَابِ۔ امام کے کھڑے ہونے کی جگہ فرشتوں نے اس حال میں آواز دی جب وہ محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى۔ بشارت بمعنی خوشخبری کیونکہ بانجھ پن میں شفا کی بشارت دی۔ حضرت یحییٰ پیدائشی نبی تھے۔ حیوٰۃ بمعنی زندگی ہے۔

آپ کا نام حیا تھا۔ انجیل میں یوحنا اور قرآن پاک میں یحییٰ تھا (روح المعانی)

مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ۔ کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰ ابن مریم ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے کلمہ کُن سے پیدا فرمایا۔ اسی لیے آپ کا لقب کلمۃ اللہ ہوا۔

اور ان پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت یحییٰ ہیں۔ مصدقا سے یہی مراد ہے۔ حضرت یحییٰ نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عمر میں چھ ماہ بڑے تھے۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت یحییٰ کی والدہ اپنی بہن حضرت مریم سے ملیں تو انہیں اپنے حاملہ ہونے پر مطلع کیا۔ حضرت مریم نے فرمایا میں بھی حاملہ ہوں حضرت یحییٰ کی والدہ نے کہا اے مریم مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیٹ کا بچہ تمہارے پیٹ کے بچے کو سجدہ کرتا ہے۔

سَيِّدًا وَّحَصُوْرًا۔ سید، سود یا سواد سے بنا۔ سود یعنی جماعت۔ سید جو بڑی جماعت کا سردار ہو۔ حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں سید وہ ہے جو کسی پر حسد نہ کرے۔

حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں سید وہ عالم ہے جو علم و تقویٰ میں اپنی قوم سے افضل ہو (روح المعانی)

سَيِّدًا وَّحَصُوْرًا میں سیدًا اس رئیس کو کہتے ہیں جو مخدوم و مطاع ہو حضرت یحییٰ مومنین کے سردار اور علم و حلم۔ دین و دیانت میں ان کے رئیس تھے۔ کیونکہ یحییٰ علیہ السلام میں یہ تمام صفتیں موجود تھیں اس لیے ان کو سید فرمایا گیا۔ اللہ کے فرشتہ نے اس مبارک بچہ کی کچھ صفات بھی بیان کیں۔

(۱) وہ احکام الٰہی کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔

(۲) وہ پاک دامن و پاکباز ہوگا۔ عورت کے قریب نہ جائے گا۔

(۳) وہ اللہ کا نبی۔ نہایت صالح اور پاکیزہ انسان ہوگا۔

حصور وہ جو اپنے آپ کو ساری نفسانی خواہشات سے روکے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت یحییٰ علیہ السلام بچپن میں بچوں کے

پاس سے گذرے وہ کھیل رہے تھے۔ بچوں نے کہا یحییٰ آؤ کھیلیں۔ آپ نے فرمایا میں اس لیے پیدا نہیں کیا گیا (روح المعانی)

وَنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ وہ اللہ کا نبی۔ صالح۔ پاکباز ہوگا۔

اگلی آیت میں حضرت زکریا علیہ السلام کا تعجب بیان کیا جا رہا ہے جو بشارت یحییٰ پر آپ نے کیا۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝ کہا الٰہی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو بڑھاپا پہنچ گیا اور میری عورت بانجھ ہے فرمایا اللہ یونہی کرتا ہے جو چاہے۔ عرض کی الٰہی میرے لیے کوئی نشانی کر دے۔ فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تین دن تو لوگوں سے بات نہ کرے گا مگر اشارے سے اور اپنے رب کو بہت یاد کر اور تسبیح کر کچھ دن رہے اور تڑکے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے جب بشارت فرزند سنی تو براہ تعجب عرض کی کہ دعا تو میری ضرور ہے مگر میرے اولاد کیسے ہوگی میں تو ایک سو بیس سال کا بوڑھا ہوگیا اور میری بیوی اٹھانوے سال کی ہے بمقصود سوال سے صرف یہ تھا کہ میری جوانی لوٹائی جائے گی اور میری بیوی کا بانجھ پن دور ہوگا یا ہم دونوں بحالت موجودہ ہی رہیں گے اور اولاد ہوگی۔ اگرچہ اس میں شک نہیں وہ اس پر قادر ہے کہ بڑھاپے میں فرزند عطا کر دے مگر اسباب ظاہری کے اعتبار سے تعجب کی بات ہے تو جواب ملا كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ۔ اللہ یونہی کرتا ہے جو چاہے۔ تو حضرت زکریا نے عرض کی الٰہی میرے لیے کوئی نشانی ایسی کر دے جس سے میں سمجھ سکوں ارشاد ہوا تین دن تم لوگوں سے بات نہ کرو گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آدمیوں سے گفتگو کرنے سے زبان مبارک تین روز تک بند رکھی اور تسبیح و ذکر پر آپ قادر رہے اور یہ ایک عظیم معجزہ تھا کہ جوارح صحیح و سالم ہوں زبان سے تسبیح و تقدیس کے کلمات ادا ہوتے رہیں۔ مگر لوگوں سے گفتگو نہ ہو سکے۔ یہ علامت اس لیے مقرر کی گئی کہ اس نعمت عظیم کے ادائے حق میں زبان ذکر و شکر کے سوا اور کسی بات میں مشغول نہ ہو۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۔ سَبِّحْ کا مصدر تسبیح ہے جیسے فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ۔

عَشِيّ۔ سورج ڈھلنے سے صبح کے وقت تک کو کہتے ہیں۔

اِبْكَار۔ بکرہ سے بنا۔ اس کے معنی شروع ہیں۔ شروع پھل کو باکورہ کہتے ہیں۔ اصطلاح میں فجر سے چاشت

تک کے وقت کو بکرہ کہتے ہیں یعنی صبح وشام اس کی پاکی بولو۔ تسبیح کرو۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۂ آل عمران پ۳

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا کہ مریم! خدا نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور پاک بنایا ہے اور جہان کی عورتوں میں منتخب کیا ہے۔

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝

مریم اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کرنا اور سجدہ کرنا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝

(اے محمد) یہ باتیں اخبار غیب میں سے ہیں جو ہم تمہارے پاس بھیجتے ہیں اور جب وہ لوگ اپنے قلم (بطور قرعہ) ڈال رہے تھے کہ مریم کا متکفل کون بنے تو تم ان کے پاس نہیں تھے اور نہ اس وقت ہی ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝

(وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا کہ مریم خدا تم کو اپنی طرف سے ایک فیض کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح (اور مشہور) عیسیٰ ابن مریم ہوگا (اور جو) دنیا اور آخرت میں با آبرو (اور خدا کے) خاصوں میں سے ہوگا۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا اور نیکوکاروں میں ہوگا۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا

مریم نے کہا پروردگار میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا کہ کسی انسان نے تو مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا فرمایا کہ خدا اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جب وہ کوئی

فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْإِنْجِيلَ ۝

اور وہ انہیں لکھنا (پڑھنا) اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔

وَرَسُولًا إِلٰى بَنِي إِسْرَائِيلَ ۙ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ ۙ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتٰى بِإِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ ۙ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

اور (عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر (ہو کر جائیں گے اور کہیں گے) کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں اور وہ یہ کہ تمہارے سامنے مٹی کی مورت بشکل پرندہ بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے (سچ مچ) جانور ہو جاتا ہے اور اندھے اور ابرص کو تندرست کر دیتا ہوں اور خدا کے حکم سے مردے میں جان ڈال دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں اگر تم صاحب ایمان ہو تو ان باتوں میں تمہارے لیے (قدرت خدا کی) نشانی ہے۔

وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ ۫ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ۝

اور مجھ سے پہلے جو تورات (نازل ہوئی) تھی اس کی تصدیق بھی کرتا ہوں اور (میں) اس لیے بھی (آیا ہوں) کہ بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں ان کو تمہارے لیے حلال کر دوں اور میں تو تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو

إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝

کچھ شک نہیں کہ خدا ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا رستہ ہے۔

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللّٰهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ آمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَ

جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے نافرمانی (اور نیت قتل) دیکھی تو کہنے لگے کہ کوئی ہے جو خدا کا طرفدار اور میرا مددگار ہو حواری بولے کہ ہم خدا کے (طرفدار اور آپ کے) مددگار

اشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝	ہیں ہم خدا پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں
رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝	اے پروردگار جو (کتاب) تو نے نازل فرمائی ہے ہم اس پر ایمان لے آئے اور (تیرے) پیغمبر کے متبع ہو چکے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ رکھ۔
وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝	اور وہ (یعنی یہود قتل عیسیٰ کے بارے میں) ایک چال چلے اور خدا بھی (عیسیٰ کو بچانے کے لیے) اپنی تدبیر کی اور اللہ خوب تدبیر کرنے والا ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	اِذْ۔ جب	قَالَتِ۔ کہا	الْمَلٰٓئِكَةُ۔ فرشتوں نے
يٰا۔ اے	مَرْيَمُ۔ مریم	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ نے
اصْطَفٰكِ۔ چن لیا تجھے	وَ۔ اور	طَهَّرَ۔ پاک کیا	كِ۔ تجھ کو
وَ۔ اور	اصْطَفٰكِ۔ چن لیا تجھ کو	عَلٰى۔ اوپر	نِسَآءِ۔ عورتوں
الْعٰلَمِيْنَ۔ جہان کے	يٰا۔ اے	مَرْيَمُ۔ مریم	اقْنُتِيْ۔ ادب سے کھڑی ہو
لِرَبِّكِ۔ اپنے رب کے حضور	وَ۔ اور	اسْجُدِيْ۔ سجدہ کر	وَ۔ اور
ارْكَعِيْ۔ رکوع کر	مَعَ۔ ساتھ	الرّٰكِعِيْنَ۔ رکوع کرنے والوں کے	
ذٰلِكَ۔ یہ ہیں	مِنْ اَنْۢبَآءِ۔ خبریں	الْغَيْبِ۔ غیب کی	نُوْحِيْهِ۔ کہ جو کہ ہم نے
اِلَيْكَ۔ تیری طرف	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	كُنْتَ۔ تھا تو
لَدَيْهِمْ۔ ان کے پاس	اِذْ۔ جب	يُلْقُوْنَ۔ ڈالتے تھے	اَقْلَامَهُمْ۔ اپنی قلمیں
اَيُّهُمْ۔ کہ کون ان میں سے	يَكْفُلُ۔ کفالت کرے	مَرْيَمَ۔ مریم کی	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	كُنْتَ۔ تھا تو	لَدَيْهِمْ۔ ان کے پاس	اِذْ۔ جب
يَخْتَصِمُوْنَ۔ وہ جھگڑ رہے تھے		اِذْ۔ جب	قَالَتِ۔ کہا
الْمَلٰٓئِكَةُ۔ فرشتوں نے	يٰا۔ اے	مَرْيَمُ۔ مریم	اِنَّ۔ بیشک

اللّٰہَ۔ اللہ   یُبَشِّرُكِ۔ خوشخبری دیتا ہے تجھ کو   بِكَلِمَةٍ۔ ایک کلمے

مِّنْهُ۔ اپنے کی   اسْمُهُ۔ کہ نام اس کا ہے   الْمَسِيحُ۔ مسیح   عِيسَى۔ عیسیٰ

ابْنُ۔ بیٹا   مَرْيَمَ۔ مریم کا   وَجِيهًا۔ عزت والا   فِي۔ بیچ

الدُّنْيَا۔ دنیا   وَ۔ اور   الْآخِرَةِ۔ آخرت کے   وَ۔ اور

مِنَ الْمُقَرَّبِينَ۔ ہوگا قرب والا   وَ۔ اور   يُكَلِّمُ۔ بولے گا

النَّاسَ۔ لوگوں سے   فِي۔ بیچ   الْمَهْدِ۔ پالنے کے   وَ۔ اور

كَهْلًا۔ بڑی عمر میں   وَ۔ اور   مِنَ الصّٰلِحِينَ۔ ہوگا نیک لوگوں سے

قَالَتْ۔ بولی   رَبِّ۔ اے میرے رب   أَنّٰى۔ کیونکر   يَكُونُ۔ ہوگا

لِي۔ میرے   وَلَدٌ۔ لڑکا   وَّ۔ اور   لَمْ۔ نہیں

يَمْسَسْنِي۔ چھوا مجھے   بَشَرٌ۔ کسی آدمی نے   قَالَ۔ فرمایا   كَذٰلِكِ۔ اسی طرح

اللّٰهُ۔ اللہ   يَخْلُقُ۔ پیدا کرتا ہے   مَا۔ جو   يَشَاءُ۔ چاہے

إِذَا۔ جب   قَضٰى۔ فیصلہ کرتا ہے   أَمْرًا۔ کسی کام کا   فَإِنَّمَا۔ تو اسکے سوا نہیں

يَقُولُ۔ کہتا ہے   لَهُ۔ اس کو   كُنْ۔ ہو جا   فَيَكُونُ۔ تو وہ ہو جاتا ہے

وَ۔ اور   يُعَلِّمُهُ۔ سکھائیگا اس کو   الْكِتٰبَ۔ کتاب   وَ۔ اور

الْحِكْمَةَ۔ حکمت   وَ۔ اور   التَّوْرٰىةَ۔ توریت   وَ۔ اور

الْإِنْجِيلَ۔ انجیل   وَ۔ اور   رَسُولًا۔ رسول ہوگا   إِلٰى۔ طرف

بَنِي۔ اولاد   إِسْرَائِيلَ۔ یعقوب کے   أَنِّي۔ بیشک میں   قَدْ۔ یقیناً

جِئْتُكُمْ۔ لایا تمہارے پاس   بِآيَةٍ۔ نشانی   مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ تمہارے رب کی طرف سے

أَنِّي۔ بیشک میں   أَخْلُقُ۔ بناتا ہوں   لَكُمْ۔ تمہارے لیے   مِّنَ الطِّينِ۔ مٹی سے

كَهَيْئَةِ۔ شکل   الطَّيْرِ۔ پرندے کی   فَأَنْفُخُ۔ پھر پھونکتا ہوں   فِيهِ۔ اس میں

فَيَكُونُ۔ تو ہو جاتا ہے   طَيْرًا۔ پرندہ   بِإِذْنِ۔ اذن   اللّٰهِ۔ الٰہی سے

وَ۔ اور   أُبْرِئُ۔ میں شفا دیتا ہوں   الْأَكْمَهَ۔ مادر زاد اندھے کو

وَ۔ اور   الْأَبْرَصَ۔ پھلبہری والے کو   وَ۔ اور   أُحْيِ۔ زندہ کرتا ہوں

الْمَوْتٰى۔ مردوں کو   بِإِذْنِ۔ حکم سے   اللّٰهِ۔ اللہ کے   وَ۔ اور

أُنَبِّئُكُمْ۔ میں خبر دیتا ہوں تم کو   بِمَا۔ جو   تَأْكُلُونَ۔ تم کھاتے ہو

وَ۔ اور	مَا۔ جو	تَدَّخِرُوْنَ۔ جمع کرتے ہو	فِیْ۔ بیچ
بُیُوْتِکُمْ اپنے گھروں کے	اِنَّ۔ بیشک	فِیْ۔ بیچ	ذٰلِکَ۔ اس کے
لَاٰیَۃً۔ نشانی ہے	لَّکُمْ۔ تمہارے لیے	اِنْ۔ اگر	کُنْتُمْ۔ ہو تم
مُّؤْمِنِیْنَ۔ ایمان والے	وَ۔ اور	مُصَدِّقًا۔ تصدیق کرنا	لِّمَا۔ اس کی
بَیْنَ۔ جو میرے	یَدَیَّ۔ آگے ہے	مِنَ التَّوْرٰىۃِ۔ توریت سے	وَ۔ اور
لِاُحِلَّ۔ حلال کروں میں	لَکُمْ۔ تمہارے لیے	بَعْضَ۔ بعض	الَّذِیْ۔ وہ جو
حُرِّمَ۔ حرام کی گئیں	عَلَیْکُمْ۔ تم پہ	وَ۔ اور	جِئْتُکُمْ۔ لایا ہوں میں
بِاٰیَۃٍ۔ نشانی	مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ تمہارے رب کے	فَاتَّقُوا۔ تو ڈرو	اللّٰہَ۔ اللہ سے
وَ۔ اور	اَطِیْعُوْنِ۔ کہا مانو میرا	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ
رَبِّیْ۔ میرا رب ہے	وَ۔ اور	رَبُّکُمْ۔ تمہارا رب ہے	فَاعْبُدُوْہُ۔ سو تم اسی
کی عبادت کرو	ھٰذَا۔ یہ ہے	صِرَاطٌ۔ رستہ	مُّسْتَقِیْمٌ۔ سیدھا
فَلَمَّا۔ پھر جب	اَحَسَّ۔ محسوس کیا	عِیْسٰی۔ عیسیٰ نے	مِنْھُمُ۔ ان سے
الْکُفْرَ۔ کفر	قَالَ۔ فرمایا	مَنْ۔ کون ہے	اَنْصَارِیْ۔ میرا مددگار
اِلَی۔ طرف	اللّٰہِ۔ اللہ کی	قَالَ۔ تو کہا	الْحَوَارِیُّوْنَ حواریوں نے
نَحْنُ۔ ہم ہیں	اَنْصَارُ۔ مددگار	اللّٰہِ۔ اللہ کے	اٰمَنَّا۔ ہم ایمان لائے
بِاللّٰہِ۔ اللہ پہ	وَ۔ اور	اشْھَدْ۔ گواہ رہ	بِاَنَّا۔ کہ ہم
مُسْلِمُوْنَ۔ مسلمان ہیں	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	اٰمَنَّا۔ ایمان لائے ہم	بِمَا۔ اس پہ
اَنْزَلْتَ۔ جو نازل کیا تو نے	وَ۔ اور	اتَّبَعْنَا۔ پیروی کی ہم نے	الرَّسُوْلَ۔ رسول کی
فَاکْتُبْنَا۔ سو لکھ ہم کو	مَعَ۔ ساتھ	الشّٰھِدِیْنَ۔ گواہی دینے والوں کے	
وَ۔ اور	مَکَرُوْا۔ تدبیر انہوں نے	وَ۔ اور	مَکَرَ۔ تدبیر کی
اللّٰہُ۔ اللہ نے		وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ
خَیْرُ۔ بہتر ہے	الْمَاکِرِیْنَ۔ تدبیر کرنے والا۔		

مختصر تفسیر چوتھا رکوع سورۃ آل عمران پ ۳

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَطَھَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ

الْعٰلَمِیْنَ ہ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ہ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ۪ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ہ

جب کہا فرشتوں نے اے مریم بیشک اللہ نے تجھے چن لیا اور پاک کیا اور آج سارے جہان کی عورتوں سے تجھے پسند کیا۔ اے مریم اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کے لیے سجدہ کر اور رکوع والوں کے ساتھ رکوع کر۔ یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم وحی کے ذریعے تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

اِصْطَفٰكِ تجھے پسند کیا۔ پسند کے علاوہ اس کے معنی چننا بھی ہیں لفظ مصطفیٰ اسی سے ہے اس کے معنی بھی چنا ہوا برگزیدہ اور منتخب کے ہیں اس سے وہ چناؤ مراد ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہوا مثلاً حضرت مریم باوجود عورت ہونے کے بیت المقدس کی خدمت کے لیے انہیں نذر میں قبول کیا اللہ تعالے نے ان کی پرورش فرمائی انہیں جنت کا رزق دیا اور یہ شرف ان کے سوا کسی عورت کو نہ ملا اسی طرح ان کے لیے جنتی رزق کا آنا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو ان کا کفیل بنانا یہ تمام باتیں ان کی اصطفا اور برگزیدگی کی وجہ سے ہیں۔

وَطَهَّرَكِ۔ تطہیر سے بنا اس کے معنی خوب پاک صاف کرنا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ گناہوں اور عوارضات نسوانی سے پاک تھیں یہی وجہ ہے کہ آپ کی اولاد بھی ہوئی تو بغیر خاوند کے اور صاحبزادے بغیر باپ کے متولد ہوئے جن کا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے اور آپ کو ملائکہ کا کلام بھی پہنچا

عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ عالمین سے ساری عورتیں مراد ہیں۔

تمام جہان کی عورتوں پر انہیں فوقیت فضیلت دی لہذا حضرت مریم کو

یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ۔ کا حکم ملا اقْنُتِیْ قنوت سے بنا اس کے معنی اطاعت ہیں اس سے عام عبادت مراد ہے

وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ۔ فرشتوں نے آپ کو قیام و رکوع و سجود کے لیے کہا تو آپ نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ پائے مبارک متورم ہو کر پھٹ گئے اور ان سے خون جاری ہو گیا۔

مَعَ الرّٰكِعِیْنَ۔ یعنی اے مریم اپنے رب کی اطاعت کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ سجدہ کرو یعنی نماز پڑھو۔

اس کے بعد حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بیان کیا جاتا ہے۔

ذَالِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ - ذَالِكَ سے حضرت مریم اور ان کی والدہ کے سارے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔

اَنْبَآء - نبائٌ سے بنا۔ اس کے معنی ہیں خبر یعنی یہ تمام واقعات غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غیب کا انکشاف بذریعہ وحی خفیہ پیغام فرمایا اس سے یہ امر واضح ہوا کہ اللہ تعالے نے اپنے پیارے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم غیبیہ عطا فرمائے۔ باآنکہ ان واقعات کا حضور علیہ السلام کو پہلے علم نہ تھا مگر یہ عطاء الٰہی سب منکشف ہوا۔

نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ - یہ انباء الغیب کی صفت ہے نُوْحِيْ وحی سے بنا۔ اس کے معنی خفیہ کے ہیں۔ اس کے چند معنی بیان ہوئے

(۱) رسالت کی وحی جیسے نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ۔

(۲) الہام جیسے وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى۔

(۳) بات دل میں ڈالنا۔ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا

(۴) قدرتی ہدایت جیسے وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ۔ (روح البیان)

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ - وہ علماء جنہوں نے حضرت مریم کو حاصل کرنے کی خواہش کی قلم کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں آہستہ کاٹنا۔ اس سے فال نکالنے کے تیر مراد ہیں جن سے اس زمانہ میں قرعہ ڈالا جاتا ہے۔

سے دریا میں ڈالتا ہے انہوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ جس کا قلم پانی کے رخ کے خلاف بہے یا تیر جائے وہ حضرت مریم کا کفیل ہوگا۔

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان احبار کے پاس نہ تھے جب وہ مریم کے لیے دریا میں قلم ڈالتے تھے تاکہ کفیل معلوم کریں۔

جب وہ حضرت مریم کے متعلق آپس میں جھگڑ رہے تھے آپ ان کے پاس موجود نہ تھے آگے ارشاد ہے۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۙ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ - اِذْ قَالَتْ - اُذْكُرْ فعل پوشیدہ کا ظرف یہ کلام ان کے زمانہ حمل میں تھا (روح المعانی وغیرہ)

یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ۔ اے مریم بیشک اللہ بشارت دیتا ہے تجھ کو اپنے ایک کلمے کی
یُبَشِّرُكِ۔ بشارت سے بنا۔

كَلِمَةٍ قرآن و حدیث میں کئی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ فرمایا گیا کیونکہ آپ بغیر باپ کے لفظ کُن سے پیدا ہوئے۔

اِسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ۔ لغت میں ہر نشانی کو اسم کہتے ہیں۔ اصطلاح میں صرف نام کو کہتے ہیں مسیح عبرانی لفظ ہے اس کو مشیخ یا مشیحا کہتے ہیں اس کے معنی مبارک کے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی سے یاد کیا جاتا ہے۔

عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ۔ عیسیٰ علم۔ ابن مریم کنیت ہے اس کے معنی سید کے ہیں جس کا نام مسیح ابن مریم ہے وجیہ ہوگا دنیا و آخرت میں یعنی صاحب جاہ و منزلت اور قریب والا ہوگا بارگاہ الٰہی میں اور لوگوں سے بات کرے گا اپنے پالنے یا جھولنے میں اور یہ بات اس عمر میں ہوگی جو رضاعت کی عمر ہوگی۔ جوانی کی عمر کے بعد آسمان سے نزول کے بعد۔

یہ آیت اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتریں گے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ دجال کو قتل کریں گے۔ صلیب توڑیں گے جزیہ اٹھا دیویں گے اور وہ صالحین سے ہونگے۔
وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ آپ نہایت ہی خوب صورت تھے۔ بہت سے لوگ آپ کا چہرہ دیکھ کر ایمان لے آتے تھے۔

وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ اور قرب والے ہوں گے۔ مقرب۔ تقریب سے بنا اس کے معنی قرب کے ہیں یعنی وہ اللہ کا قرب رکھنے والوں انبیاء کرام میں سے ہوں گے (دیکھو روح المعانی)

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ اور وہ کلام کریں گے لوگوں سے پالنے میں اور کہولت میں اور نیک لوگوں سے ہوں گے۔

یُکَلِّمُ۔ کلام سے بنا اس کے معنی بات کے ہیں۔

النَّاسَ۔ آپ نے لوگوں سے پیدا ہوتے ہی گفتگو فرمائی۔ آپ والدہ محترمہ کے پیٹ میں توریت پڑھتے تھے جسے حضرت مریم سنتی تھیں (خازن)۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدائش کے بعد صرف ایک بار لوگوں سے کلام فرمایا تھا (روح المعانی)

مَهْدِ۔ کے معنی ابتداء کے ہیں۔ اصطلاح میں بچے کے جھولے اور گہوارے کو مہد کہتے ہیں۔ بعض نے

مہد ماں کی گود کو کہا ہے (تفسیر کبیر)

کہل سے کے لغوی معنی پختگی اور مضبوطی کے ہیں۔ اصطلاح میں کہل جوانی اور بڑھاپے کی درمیانی حالت کو کہتے ہیں۔ آپ جوانی میں یعنی تینتیس سال میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ اب واپس آسمان سے آکر چالیس سال زندہ رہیں گے آپ کی کل عمر مبارک تہتر سال ہوگی (تفسیر کبیر)

علامہ آلوسی صاحب روح المعانی انسان کی عمر کے درجات حسب ذیل بیان کرتے ہیں۔

رحم میں جب بچہ ہوتا ہے اس کا نام جنین۔ پیدائش کے بعد ولید۔ دودھ پینے کا زمانہ رضیع۔ دودھ چھڑانے کے بعد فطیم۔ جب چلنے لگے دارج۔ دودھ کے دانت نکلے خماسی۔ دانت نکل آئیں ثغور۔ جب دودھ کے دانت جھڑ کر دوسرے نکل آئیں مثغر۔ دس سال کی عمر مترعرع۔ بلوغ کے قریب ہیں یافع یا مراہق جب بالغ ہو جائے تو حزور یا غلام۔ مونچھ نکلنے پر فتا یا شارخ جب ڈاڑھی نکل آئے تو مجتمع۔

تیس سے چالیس سال تک شباب۔ چالیس سے ساٹھ تک کہل پھر کبر۔ ہرم۔ ولف۔ خرف پھر میت یہ مرد کے نام تھے۔ (روح المعانی)

وَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ صالح۔ صلح سے بنا اس کے معنی نیکی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اس جماعت سے ہوں گے جو رب کی اطاعت کریں گے۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ۔ بولی الٰہی میرے بچہ کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ نہ لگایا۔

حضرت مریم نے عرض کی اے رب میرے فرزند کیسے ہوگا نکاح کے ذریعہ یا کسی اور طرح (روح المعانی)

یَمْسَسْنِیْ۔ مس سے بنا۔ اس کے معنی چھونا ہے۔

بشرہ سے بنا اس کے معنی ظہور ہے۔ انسان کو بشر اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی کھال ظاہر ہے یہاں بشر سے مراد مرد ہے کہ میرے فرزند کیسے ہوگا مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔

قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۔ فرمایا اللہ یونہی پیدا کرتا ہے جو چاہے جب کسی کام کا حکم فرمائے تو اسے یہی کہتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ ظاہری اسباب کا محتاج نہیں وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ حکم دیتا ہے کہ ہو جا وہ کام ہو جاتا ہے۔

وَیُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ۔ اور اللہ سکھائے گا اسے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل۔

یُعَلِّمُ۔ تعلیم سے بنا اس کے معنی سکھانا۔ کتاب سے مراد کتابت یعنی تحریر اور حکمت سے مراد علوم فقہیہ سارے علوم دینیہ اس صورت میں توریت و انجیل کا ذکر درست ہوا (روح المعانی)
کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے۔ حکمت سے حدیث پاک کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر واپس آکر قرآن و حدیث کی تعلیم کے ماہر ہوں گے۔

وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۵ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۵ اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ پرند ہو جاتا ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور مبروص کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو بیشک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم لوگ ایمان والے ہو۔

اس میں بنی اسرائیل سے خطاب ہے جو اس وقت حاضر تھے۔ آیت بمعنی نشانی ہے اگرچہ چار معجزات کا ذکر ہے کیونکہ سب کا منشا ایک ہے یعنی نبوت کا ثبوت اس لیے ان سب کو آیت فرمایا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں الخ
عادت اللہ اس حال میں مستمر ہے کہ تولید و تناسل کے لیے عورت مرد کا اختلاط ہوتا ہے پھر استقرار حمل ہو کر نو دس ماہ کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے آپ نے بطور استعجاب اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ عرض کیا میرا نہ نکاح ہوا نہ کسی مرد سے میرا کوئی تعلق تو یہ بشارت کیوں کر پوری ہو گی تو جواب ملا ہم اس کے پابند نہیں ہم جیسے چاہیں پیدا کر سکتے ہیں۔
چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بغیر باپ ولادت ہوئی انہوں نے طفولیت میں کلام کیا بنی اسرائیل میں اعلان فرمایا کہ میں تم میں ایک نشانی لایا ہوں جو میرے دعوائے نبوت کے صدق کی دلیل ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعویٰ نبوت کیا اور معجزات دکھائے تو لوگوں نے درخواست کی کہ آپ ایک چمگادڑ پیدا کریں آپ نے مٹی سے چمگادڑ کی صورت بنائی پھر اس میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگی۔
چمگادڑ بنانے کی خصوصیت سے قوم نے اس لیے درخواست کی کہ وہ اڑنے والے جانوروں میں بہت اکمل اور عجیب تر ہے اور کمال قدرت پر دلالت کرنے میں اور مخلوق سے ابلغ ہے۔ کیونکہ یہ بغیر پر ول کے اڑتی ہے

دانت رکھتی ہے بنتی ہے اور اس کی مادہ کی چھاتیاں ہوتی ہیں از طول کی بجلئے بچہ جنتی ہے یا آنڈا دینے والے جانوروں میں یہ باتیں نہیں ہوتیں۔

اور عہد عیسوی میں چونکہ فن طب انتہاء عروج پر تھا اور اس کے ماہرین اس فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور ان کا دعویٰ تھا کہ مادر زاد اندھا تندرست نہیں ہو سکتا جس کا برص عام ہو گیا ہو سر سے پیر تک پھیل چکا ہو وہ نہیں جا سکتا جس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہو وہ زندہ نہیں ہو سکتا۔

آپ نے ان کے مقابلہ میں اعلان فرمایا اور معجزہ کے ذریعہ مادر زاد اندھے کی آنکھیں درست کیں مبروص تندرست فرمائے مردے جلائے تاکہ وہ سمجھ سکیں کہ جو علاج کے ذریعہ صحیح ہونا ممکن ہے وہ اگر صحیح اور تندرست ہو جائے تو یہ صدق نبوت کی قطعی دلیل ہے۔

وہب کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک ایک دن میں پچاس پچاس ہزار مریضوں کا اجتماع ہو جاتا اور آپ کی دعا سے سب تندرست ہو جاتے ان میں جو چل سکتا وہ چل کر آتا اور جو نہ آسکتا آپ اس کے پاس خود تشریف لے جاتے اور دعا فرما کر اسے تندرست فرماتے اور اس سے صرف ایمان لانے کی شرط کرتے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار مردے زندہ کیے۔

ایک عازر جس کو آپ کے ساتھ عقیدت تھی جب اس کی حالت نازک ہوئی تو اس کی بہن نے آپ کی خدمت میں عرض کی مگر وہ اتنی بُعد مسافت پر تھا کہ آپ تین روز سے قبل وہاں نہ پہنچ سکے جب پہنچے تو دفن کر دیا گیا تھا آپ نے اس کی بہن سے فرمایا ہمیں اس کی قبر پہ لے چل وہ لے گئی آپ نے دعا کی عازر زندہ ہو کر قبر سے باہر آیا اور مدت تک زندہ رہا اس کی اولاد ہوئی۔

دوسرا ایک بڑھیا کا لڑکا تھا جس کا جنازہ آپ کے سامنے سے گزرا آپ نے اس کے لیے دعا کی وہ زندہ ہو کر جنازہ کی چارپائی سے اتر پڑا گھر آیا کپڑے پہنے اور اتنا زندہ رہا کہ اولاد ہوئی۔

تیسرا ایک عاشر تھا اس کی لڑکی شام کو مری اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اسے زندہ کیا۔

چوتھا سام بن نوح اسے مرے ہزاروں سال گذر چکے تھے لوگوں نے خواہش کی آپ نے فرمایا اس کی قبر بتاؤ لوگوں نے قبر کی نشان دہی کی آپ قبر پر پہنچے دعا فرمائی۔ سام نے زندہ ہوتے ہوئے سنا کہ کوئی کہتا ہے اَجِبْ رُوْحَ اللّٰهِ یہ سنتے ہی وہ خوف زدہ ہوا اور اسے یہ گمان ہوا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اس ہول سے اس کا آدھا سر سفید ہو گیا۔ پھر اس نے حضرت روح اللہ سے عرض کی حضور دعا فرمائیں کہ اب مجھے

جو موت آئے تو سکرات موت سے میں محفوظ رہوں۔ اور آپ پر ایمان لایا اور اسی وقت ان کا پھر انتقال ہو گیا۔

آیۂ کریمہ میں اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ، فرماتے ہیں رد نصاریٰ مقصود ہے کہ وہ حضرت مسیح کو خدا مانتے ہیں اور الوہیت کے قائل ہیں۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیماروں کو تندرست کیا اور مردوں کو زندہ کیا تو بعض لوگوں نے کہا یہ جادو ہے اسے ہم نہیں مانتے اس کے علاوہ کوئی اور معجزہ دکھلایئے۔

تو آپ نے فرمایا جو تم کھاتے ہو اور جو جمع رکھتے ہو اس سے تمہیں مطلع کروں تا کہ تمہیں معلوم ہو کہ نبی کے سوا غیب کی خبر اور کسی کو نہیں ہوتی۔ چنانچہ آپ کا یہ معجزہ تھا کہ آدمی جو کل کھا چکا ہے اس کی بھی خبر دیتے جو شام کو کھائے گا اس سے بھی مطلع فرماتے جو دوسرے دن کھائے گا وہ بھی بتلاتے اور بلا وساطت انبیاء کوئی بشر امور غیب پر مطلع نہیں ہو سکتا آگے فرمایا۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ قف فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ اور تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلے کتاب توریت کی اور اس لیے کہ حلال کروں تمہارے لیے کچھ وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو بے شک میرا تمہارا سب کا رب اللہ ہے تو اس کو پوجو یہ ہے سیدھا راستہ۔

مُصَدِّقًا تصدیق سے بنا اس کے معنی ہیں سچا کرنا۔

مَا بَیْنَ یَدَیَّ کے معنی ہیں ہاتھوں کے درمیان یعنی سامنے آپ نے فرمایا کہ میں اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتری یعنی توریت اس میں بعض احکام میں پہلے سختی تھی وہ اب اٹھا دی جائے گی جو چیزیں تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے حرام کر دی تھیں وہ میں حلال کر دوں گا اللہ کی طرف سے اپنی نبوت اور رسالت کی نشانی لے کر آیا ہوں جو احکام تم کو دیتا ہوں ان کی تعمیل کرو اور جو ہدایات دیتا ہوں ان پر چلو۔

شریعت موسوی میں اونٹ مچھلی اور کچھ پرند حرام تھے ان کے حلال فرمانے کی بنی اسرائیل کو بشارت دی اور ان کے سابقہ اعتقاد کا رد کیا اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ۔ میرا تمہارا رب ایک ہے میرے متعلق ربوبیت کا عقیدہ باطل ہے میں تو اللہ کا ... اور رسول ہوں۔ اس کے بعد یہود کو آپ نے دیکھا کہ آیات باہرات اور معجزات سے بھی یہ اثر پذیر نہ ہوئے اور اپنے کفر پر قائم ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے جان لیا تھا کہ آپ

وہی مسیح ہیں جن کی توریت میں بشارت دی گئی ہے اور آپ ان کے دین کو منسوخ فرمانے والے ہیں تو یہ بات یہود کو شاق گذری اور وہ آپ کے ایذاء و قتل کے درپے ہوئے اور آپ کے ساتھ انہوں نے کفر کیا۔ اس کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ۔ تو جب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کفر محسوس کیا۔

اَحَسَّ۔ احساس سے بنا۔ اس کا مادہ حس ہے۔ اس کی جمع حواس ہے۔ احساس کے معنی ہیں حواس سے معلوم کرنا۔

قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ۔ کہا میرے مددگار کون ہوتے ہیں اللہ کی طرف۔

مَنْ۔ استفہامیہ ہے۔

اَنْصَار۔ نصیر کی جمع ہے۔ اس طرح فرمایا مَنْ اَنْصَارِیْ مُلْتَجِیًا وَّذَاهِبًا اِلَى اللّٰهِ۔ جب رب کی طرف جانے لگوں تو اس وقت میرا مددگار کون ہوگا یعنی اللہ کی راہ میں میرا کون مددگار ہے جس کی نیت صرف رضائے الٰہی ہو (روح المعانی)

قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

حواریوں کے متعلق محققین کے مختلف اقوال ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ سب سے پہلے دو اسرائیلی جو حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے وہ دھوبی تھے حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ تم کپڑے کیا صاف کرتے ہو آؤ میں تمہیں دل صاف کرنا سکھا دوں انہوں نے لبیک کہا اس طرح ان کا لقب حواری پڑ گیا۔

بعض کا خیال ہے کہ حوار ایک شہر تھا جو لوگ وہاں کے رہنے والے تھے انکا لقب حواری ہو گیا۔

بعض کے نزدیک یہ لفظ حور سے بنا اس کے معنی لوٹنا ہے۔

بعض کے نزدیک حواری وہ جماعت مخلص ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی مددگار رہی اور آپ پر ایمان لائے یہ بارہ اشخاص تھے جن میں یعقوب، شمعون اور یوحنا بھی شامل ہیں۔

بعض نے کہا کہ انتیس تھے پہلی تعداد تحقیقی ہے۔

انصار اللہ میں یا تو دین یا نبی پوشیدہ ہے انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے دین کے یا اللہ کے نبی کے یا اللہ کے مددگار ہیں۔

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ۔ ہم اللہ پر ایمان

وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ اے عیسیٰ علیہ السلام آپ اس پر گواہ رہیں کہ ہم آپ کے مطیع مسلمان ہیں۔ (خازن)

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ الٰہی ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے اتارا اور رسول کے تابع ہوئے تو ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر والا ہے۔

اتَّبَعْنَا۔ اتباع سے بنا اس سے عقائد و اعمال میں پیروی کرنا مراد ہے۔

الرَّسُوْلَ۔ میں الف لام عہدی ہے۔ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔

فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ اکتب۔ کتابت سے بنا۔ اس کے معنی لکھنا ہے۔

شٰهِدِيْنَ۔ شاہد کی جمع ہے۔ اس کے معنی گواہ و حاضر ہیں۔ اس سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں قیامت کے دن مسلمان نبیوں کے گواہ ہوں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے گواہ ہوں گے وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح فرمایا۔

مَكْر کے لغوی معنی پوشیدگی ہیں اسی لیے اندھیرے کو مکر کہتے ہیں۔ مَكْرُ اللَّيْلِ رات کا اندھیرا۔ اصطلاح میں خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں۔

مکروا و مکر اللہ میں اس امر کا اظہار ہے کہ مشرکین و کفار بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکر کیا یعنی دھوکے سے خفیہ آپ کے قتل کا انتظام کیا اور اپنے ایک آدمی کو اس کام پر مقرر کیا اللہ تعالےٰ نے اس مکر کے بدلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی مشابہت اس شخص پر ڈال دی جو قتل کرنے کے لیے مقرر ہوا تھا۔ چنانچہ یہود نے اس کو ہی قتل کر دیا اور سمجھے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالا۔

لغت عرب میں مکر پوشیدہ تدبیر کے معنی میں آتا ہے عام اس سے کہ وہ تدبیر اچھے مقصد کے لیے ہو۔ یا برے مقصد کے لیے اگر اچھے مقصد میں ہو تو محمود ہے ورنہ قبیح اور اردو محاورہ میں فریب کے معنی میں مکر کا استعمال ہوتا ہے اس بنا پر مکر کا مفہوم عربی زبان کا لینا ضروری ہے نہ کہ اردو کا۔ اور

وَمَكَرَ اللّٰهُ میں تو چونکہ شان الٰہی کا تذکرہ ہے اس لیے یہاں تو فریب کے معنی لینے کسی طرح روا نہ ہونگے چونکہ عربی میں بھی مکر بمعنی خدع معروف ہو گیا ہے اس لیے یہ معنی شان الٰہی میں لینا کسی طرح جائز نہیں بلکہ دوسرے

معنی خفیہ تدبیر ہی لینے چاہئیں۔ (مفردات راغب)

یعنی جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی مضبوط خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے انہیں بچانے کی اہم تدبیر کی۔ انہیں آسمان پر بلا لیا اور انہیں کا ہم شکل آدمی قتل کرا دیا

وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔ یہاں خیر سے بہتر تدبیر مراد ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا واقعہ کیونکر ہوا

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو تبلیغ حق فرمائی تو انہوں نے آپ کی مخالفت کی۔ مقابلہ کیا۔ والدہ ماجدہ پر تہمت لگانے کی کوشش کی۔ آپ نے ان کے لیے بارگاہ رب العزت میں بددعا کی وہ سب کے سب سور بنا دیے گئے۔ قوم پر ہیبت طاری ہوئی۔ یہ خبر بادشاہ یہود کو پہنچی وہ گھبرایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس قدر مستجاب الدعوات ہیں مبادا کہ خطرہ ہوا کہیں وہ بادشاہ کے حق میں بددعا دیدیں اس لیے ان کو قتل کرایا جائے۔

ایک شخص ططیانوس کو اس کام کے لیے منتخب کیا گیا یہ شخص منافق تھا بظاہر عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کرتا تھا بادشاہ نے انعام مقرر کر دیا یہ شخص اپنے ساتھیوں کے ساتھ رات کے وقت آپ کی قیام گاہ پر گیا سب نے مکان کو گھیر لیا۔ یہ شخص اندر داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اچانک آسمان پر تشریف لیجا چکے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے ططیانوس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا تھا اب یہ باہر آیا تھا کہ دیکھتے ہی اس کے ہمراہیوں نے حضرت عیسیٰ سمجھ کر پکڑ لیا اور صلیب پر چڑھا دیا۔ [illegible] اپنی حالت میں آیا تو سب کو افسوس ہوا کہ اپنے ہاتھوں اپنے آدمی کو قتل کر دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان دوم پر ہیں اور زمین پر تشریف لاویں گے۔ امت محمدیہ میں شامل ہوں گے چالیس سال قیام فرما کر وصال ہوگا۔ روضہ انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بہلوئے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں دفن ہوں گے۔ (خازن)

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورہ آل عمران پ ۳

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ — اور یاد کیجیے جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے

وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تجھے پاک کردوں گا کافروں سے اور کردوں گا انہیں جو تیرے متبع ہیں غالب ان پر جو کافر ہیں قیامت تک پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو میں فیصلہ تم میں کروں گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

تو وہ جو کافر ہوئے میں انہیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب کروں گا اور ان کا کوئی مددگار نہیں

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور وہ جو مومن ہیں اور نیکوکار انہیں پورا پورا بدلہ دونگا اور اللہ ظالم لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝

یہ ہم تم پر پڑھتے ہیں کچھ آیتیں اور نصیحت حکمت والی

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

بے شک مثال عیسٰی کی اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے اسے مٹی سے بنایا پھر کہا ہو جا وہ ہو گیا۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝

یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو اے سننے والے! تو شک والوں میں نہ ہونا۔

فَمَنْ حَاۗجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاۗءَنَا وَاَبْنَاۗءَكُمْ وَنِسَاۗءَنَا وَنِسَاۗءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَي الْكٰذِبِيْنَ ۝

تو جو تم سے اے محبوب (عیسٰی کے بارے میں) حجت کرے بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرما دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝

یہی بے شک سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے تو اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ فسادیوں کو خوب جانتا ہے۔

لفظی ترجمہ

اِذْ ۔ یاد کرو جب قَالَ ۔ فرمایا اللّٰهُ ۔ اللہ نے یٰعِیْسٰی ۔ اے عیسٰی

اِنِّیْ ۔ بیشک میں مُتَوَفِّیْكَ ۔ تجھے پوری عمر دوں گا وَ ۔ اور

رَافِعُكَ ۔ تجھے اٹھالوں گا اِلَیَّ ۔ اپنی طرف وَ ۔ اور

مُطَهِّرُكَ ۔ تجھے پاک کروں گا مِنَ الَّذِیْنَ ۔ ان سے كَفَرُوْا ۔ جو کافر ہیں

وَ ۔ اور جَاعِلُ ۔ کروں گا الَّذِیْنَ ۔ انکو اتَّبَعُوْكَ ۔ جو تیرے پیرو ہیں

فَوْقَ ۔ غالب الَّذِیْنَ ۔ ان پر كَفَرُوْا ۔ جو کافر ہیں اِلٰی ۔ یہاں تک کہ

یَوْمِ ۔ دن الْقِیٰمَةِ ۔ قیامت ہو ثُمَّ ۔ پھر اِلَیَّ ۔ میری طرف ہے

مَرْجِعُكُمْ ۔ تمہارا لوٹ کر آنا فَاَحْكُمُ ۔ تو میں فیصلہ کروں گا

بَیْنَكُمْ ۔ تم میں فِیْمَا ۔ اس سے كُنْتُمْ ۔ جو تھے تم فِیْهِ ۔ اس میں

تَخْتَلِفُوْنَ ۔ اختلاف کرتے فَاَمَّا ۔ پھر وہ الَّذِیْنَ ۔ جو كَفَرُوْا ۔ کافر ہیں

فَاُعَذِّبُهُمْ ۔ تو میں عذاب دوں گا انہیں عَذَابًا ۔ عذاب شَدِیْدًا ۔ سخت

فِی ۔ بیچ الدُّنْیَا ۔ دنیا وَ ۔ اور الْاٰخِرَةِ ۔ آخرت کے

وَ ۔ اور مَا ۔ نہیں لَهُمْ ۔ ان کا مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۔ کوئی مددگار

وَ ۔ اور اَمَّا ۔ لیکن الَّذِیْنَ ۔ وہ جو اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے

وَ ۔ اور عَمِلُوا ۔ عمل کیے الصّٰلِحٰتِ ۔ اچھے فَیُوَفِّیْهِمْ ۔ تو پورا دیگا انکو

اُجُوْرَهُمْ ۔ انکے اجر وَ ۔ اور اللّٰهُ ۔ اللہ لَا ۔ نہیں

یُحِبُّ ۔ پسند کرتا الظّٰلِمِیْنَ ۔ ظالموں کو ذٰلِكَ ۔ یہ نَتْلُوْهُ ۔ پڑھتے ہیں ہم اسے

عَلَیْكَ ۔ تم پر مِنَ الْاٰیٰتِ ۔ آیتوں سے وَ ۔ اور الذِّكْرِ ۔ نصیحت

الْحَكِیْمِ ۔ حکمت والی اِنَّ ۔ بے شک مَثَلَ ۔ مثال عِیْسٰی ۔ عیسٰی کی

عِنْدَ ۔ نزدیک اللّٰهِ ۔ اللہ کے كَمَثَلِ ۔ مثل اٰدَمَ ۔ آدم کی ہے

خَلَقَهٗ ۔ پیدا کیا اسے مِنْ تُرَابٍ ۔ مٹی سے ثُمَّ ۔ پھر قَالَ ۔ کہا

لَهٗ ۔ اسکو كُنْ ۔ ہوجا فَیَكُوْنُ ۔ تو ہوگیا الْحَقُّ ۔ حق

مِنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب سے ہے		فَلَا۔ تو نہ	تَكُنْ۔ ہو تو
مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔ شک کرنے والا		فَمَنْ۔ تو جو	حَآجَّكَ۔ جھگڑا کرے
تجھ سے	فِيْهِ۔ اس میں	مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد	مَا۔ اسکے کہ
جَآءَ۔ آیا	كَ۔ تیرے پاس	مِنَ الْعِلْمِ۔ علم	فَقُلْ۔ تو کہہ
تَعَالَوْا۔ آؤ	نَدْعُ۔ بلائیں ہم	اَبْنَآءَنَا۔ اپنے بیٹوں کو	وَ۔ اور
اَبْنَآءَكُمْ۔ تمہارے بیٹوں کو		وَ۔ اور	نِسَآءَنَا۔ اپنی عورتوں کو
وَ۔ اور	نِسَآءَكُمْ۔ تمہاری عورتوں کو	وَ۔ اور	اَنْفُسَنَا۔ اپنی جانوں کو
وَ۔ اور	اَنْفُسَكُمْ۔ تمہاری جانوں کو	ثُمَّ۔ پھر	نَبْتَهِلْ۔ ہم مباہلہ کریں
فَنَجْعَلْ۔ تو کریں	لَّعْنَتَ۔ لعنت	اللّٰهِ۔ اللہ	عَلَى۔ اوپر
الْكٰذِبِيْنَ۔ جھوٹوں کے	اِنَّ۔ بیشک	هٰذَا۔ یہ	لَهُوَ۔ وہ
الْقَصَصُ۔ بیان ہے	الْحَقُّ۔ سچا	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
مِنْ اِلٰهٍ۔ کوئی معبود	اِلَّا۔ مگر	اللّٰهُ۔ اللہ	وَ۔ اور
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	لَهُوَ۔ وہی ہے	الْعَزِيْزُ۔ غالب
الْحَكِيْمُ۔ حکمت والا	فَاِنْ۔ تو اگر	تَوَلَّوْا۔ وہ منہ پھیریں	فَاِنَّ۔ تو بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ	عَلِيْمٌ۔ جاننے والا ہے۔	بِالْمُفْسِدِيْنَ۔ فسادی لوگوں کو	

مختصر تفسیر پانچواں رکوع آل عمران۔ پ ۳

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ اور یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کر دوں گا اور تیرے متبعین کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو میں تم میں فیصلہ کردوں گا جس بات میں جھگڑتے ہو۔

لفظ اِذْ مگر اللّٰهُ فعل مضمر کا ظرف ہے جب اللہ نے تدبیر فرمائی اور ارشاد فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد فرمائیے۔

مُتَوَفِّی ۔ کا مادہ وَفَاءٌ ہے اس کے معنی پورا کرنا۔ موت کو وفات اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے عمر پوری ہو جاتی ہے۔ اصطلاح میں موت اور نیند پر بولا جاتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ بِالَّیْلِ وہی سلاتا ہے تم کو رات میں۔ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متوفیک کے معنی ہیں میں تجھ کو بغیر موت کے اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تمہارے دشمن تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

ابن جریر نے کہا ربیع بن انس سے مروی ہے کہ توفی سے مراد نوم (نیند) ہے
اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ ۔ اس کا مبدأ اشتقاق وفی ہے۔ راغب نے کہا۔ اَلْوَافِی الَّذِیْ بَلَغَ التَّمَامَ یُقَالُ دِرْهَمٌ وَافٍ وَكَیْلٌ وَّافٍ وَاَوْفَیْتُ اَلْكَیْلَ وَالْوَزْنَ قَالَ تَعَالٰی وَاَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ ۔ وَفٰی بِعَهْدِهٖ یَفِیْ وَفَاءً وَاَوْفٰی اِذَا تَمَّمَ الْعَهْدَ وَلَمْ یَنْقُضْ حِفْظَهٗ۔

وافی وہ ہے جو پورا ہو جائے کہا جاتا ہے درہم پورے ہو گئے اور ماپ پورا ہو گیا اور میں نے تول اور ماپ پورا کیا۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا اور جب تم ماپو تو ماپ پورا کرو۔ اور اس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور اوفی اس وقت کہا جاتا ہے جب عہد کو پورا کرے اور اس کی حفاظت میں کمی نہ کرے۔

اخیر میں کہتے ہیں وَقَدْ قِیْلَ تُوُفِّیَ رِفْعَتَہٗ وَاخْتِصَاصَہٗ۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس کا رفع اور خصوصیت پوری ہو گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ وفی عام طور پر پورا کرنے کے معنی دیتا ہے آیۂ کریمہ میں اس امر کی تسلی دی گئی کہ اے عیسٰی تمہیں کفار یہود قتل کرنا چاہیں گے مگر میں قتل نہ ہونے دوں گا اور تمہاری پوری عمر تک تمہیں پہنچاؤں گا (کذا فی المدارک)

اور تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا یعنی آسمان پر جو محل کرامت اور مقر ملائکہ ہے وہاں بغیر موت کے تمہیں اٹھاؤں گا

وَرَافِعُكَ اِلَیَّ ۔ رَافِعٌ ۔ رَفْعٌ سے بنا اس کے معنی اٹھانا، بلند کرنا۔ یہاں اِلَیَّ سے آسمان کی طرف اٹھا لینا مراد ہے۔

مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یہ تطہیر سے بنا اس کا مادہ طہر ہے اس کے معنی پاکی ہے یعنی میں تمہیں ان کافروں سے نکال کر آسمان پر بلا لوں گا اور دشمنوں سے نجات دوں گا (خازن)

وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ اے عیسٰی علیہ السلام آپ کی اتباع کرنے والوں کو آپ کے منکرین پر قیامت تک غلبہ دوں گا۔

ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ ۔ ثم تاخیر کے لیے ہے مَرْجِعٌ بمعنی لوٹنا۔ اِلَیَّ کے مقدم کرنے سے حصر کا فائدہ ہوا

یعنی قیامت کے بعد اے ایمان والو اور منکرو تم سب کا ہماری طرف ہی لوٹنا ہے۔

فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ۔ اس رجوع کے بعد فوراً ہی تمہارے درمیان فیصلہ کر دوں گا

فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ ان تمام باتوں کا فیصلہ کر دوں گا جس میں تم دنیا میں اختلاف کرتے تھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ زمانہ قریب ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام میری امت میں خلیفہ ہو کر نازل ہوں گے۔ صلیب توڑیں گے خنازیر کو قتل کریں گے۔ چالیس سال رہیں گے نکاح فرمائیں گے۔ اولاد ہو گی پھر انتقال فرمائیں گے وہ امت کیسے ہلاک ہو جس کے اول میں ہوں اور آخر عیسٰی اور وسط میں میرے اہل بیت سے مہدی علیہم السلام۔

مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام منارۂ مشرقی دمشق پر نازل ہوں گے۔ یہ بھی وارد ہے کہ حجرۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہوں گے اور کافروں پر ان مسلمانوں کو غلبہ دیا جائے گا جو آپ کی تصدیق نبوت کرنے والے ہیں اور کافروں سے مراد یہودی ہیں۔

شانِ نزول: آیۂ کریمہ کا یہ ہے کہ نجران کے عیسائی اپنا وفد لے کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آئے اور کہنے لگے آپ کا خیال ہے کہ عیسٰی اللہ کے بندے ہیں۔ حضور نے فرمایا ہاں وہ اس کے بندے ہیں اور رسول اور اس کے کلمے جو کنواری بتول عذرا کی طرف القا کیے گئے۔

نجرانی وفد یہ سن کر بہت غضبناک ہوا اور بولا محمد کیا تم نے کبھی بے باپ کا انسان دیکھا ہے۔ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ عیسٰی خدا کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ) اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام صرف بغیر باپ کے ہوئے ہیں اور حضرت آدم تو ماں باپ دونوں کے بغیر مٹی سے پیدا کیے گئے تو جب انہیں اللہ کا مخلوق اور بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مخلوق اور خدا کا بندہ ماننے میں کیا تعجب ہے اس کی تفصیل آگے کی آیتوں میں مذکور ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝

تو وہ جو کافر ہوئے تو میں انہیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے انہیں پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ کو ظالم محبوب نہیں یہ ہم تم پر پڑھتے

ہیں کچھ آیتیں اور حکمت والی نصیحت۔ بیشک عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی سی ہے اسے مٹی سے (بنایا) پھر کہا ہو جا وہ ہو گیا۔ یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو (اے سننے والے) نہ ہو شک والوں میں۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نجران کے نصاریٰ کو یہ آیت پڑھ کر سنائی تو وہ لاجواب ہو گئے۔

مُمْتَرِیْنَ امتراء سے بنا اس کے معنی جذب کرنا یا کھینچنا۔ عربی محاورہ ہے مَرَیْتُ النَّاقَةَ اونٹنی کا دودھ دوھ لیا۔ شک انسان کے قلب کو کھینچے پھرتا ہے اس لیے اس کو ممتر کہا جاتا ہے یعنی اے مسلمان تو شک کرنے والوں کی جماعت سے نہ ہو۔

اس کے بعد اتمام حجت کے لیے آیات مباہلہ پیش کی گئیں جو آگے آتی ہیں۔

فَمَنْ حَاۤجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۤءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِالْمُفْسِدِیْنَ۝

تو جو (اے محبوب) تجھ سے (عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں) حجت کرے بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرما دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں یہی بے شک سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک اللہ ہی غالب حکمت والا ہے تو اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ جانتا ہے فسادیوں کو۔

یہ دعوت مباہلہ جب حضور نے نجرانیوں کو دی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم مشورہ کر کے کل اس کا جواب دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بڑے عالم اور صاحب الرائے شخص عاقب سے کہا جسے عبد المسیح کہتے تھے کہ اس معاملہ میں اپنی رائے دے۔ اس نے کہا اے نصرانیو! تم خوب جانتے ہو اور پہچانتے ہو کہ محمد نبی مرسل تو ضرور ہیں بنابریں اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو تم سب یقیناً ہلاک ہو جاؤ گے۔ اب اگر نصرانیت پر قائم رہنا چاہتے ہو تو انہیں چھوڑ دو اور اپنے گھروں کو واپس لوٹ چلو۔

یہ مشورہ ہونے کے بعد وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضور کی گود میں امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور دست اقدس میں حسن کا ہاتھ ہے اور سیدہ فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور کے پیچھے ہیں اور حضور ان سب سے فرما رہے ہیں کہ جب ہم دعا کریں

تو تم سب آمین کہنا۔

نجران کے سب سے بڑے پادری نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا اے لوگو! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے پہاڑ ہٹانے کو کہیں گے تو اللہ ہٹا دے گا۔ ان سے مباہلہ نہ کرنا ہلاک ہو جاؤ گے حتی کہ روئے زمین پر ایک عیسائی باقی نہ رہے گا۔

یہ سن کر نصاریٰ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور مباہلہ کے لیے ہم تیار نہیں البتہ جزیہ ہمیں منظور ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے ید قدرت میں میری جان ہے نجران والوں پر عذاب قریب آ ہی چکا تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دیے جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران اور وہاں کے رہنے والے پرند نیست و نابود ہو جاتے۔ آخر میں فرمایا کہ سچا بیان ہم بیان کر چکے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہی شان ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع، سورۃ آل عمران۔ پ ۳

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

فرما دیجئے اے اہل کتاب ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ نہ پوجیں مگر اللہ تعالے کو اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور نہ پکڑے ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو رب پھر اگر وہ نہ مانیں تو تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو اس بات کے کہ ہم مسلمان ہیں۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

اے کتاب والو کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم کے معاملہ میں اور توریت اور انجیل نہ اتاری گئی مگر ان کے بعد تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

سنتے ہو یہ جو تم ہو اس میں جھگڑتے جس کا تمہیں علم تھا تو کس لیے جھگڑتے ہو اس میں جس کا تمہیں علم ہی نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا

ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ تھے وہ باطل سے

وَلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝	جدا مسلمان اور نہیں تھے مشرکوں سے۔
اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝	بیشک سب لوگوں سے زیادہ حقدار ابراہیم کے وہ ہیں جو ان کے پیرو ہوئے۔ اور یہ نبی اور ایمان لانے والے اور اللہ ایمان والوں کا والی ہے۔
وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝	دل سے چاہتا ہے ایک گروہ اہل کتاب کا کہ تمہیں گمراہ کر دے اور وہ گمراہ نہیں کر سکتے مگر اپنے آپ کو اور انہیں شعور نہیں۔
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝	اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی آیتوں سے حالانکہ تم خود اس کے گواہ ہو۔
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝	اے اہل کتاب کس لیے ملاتے ہو حق میں باطل اور چھپاتے ہو حق حالانکہ تم جانتے ہو۔

لفظی ترجمہ

قُلْ۔ فرمایئے	يٰٓ۔ اے	اَهْلَ۔ اہل	الْكِتٰبِ۔ کتاب
تَعَالَوْا۔ آؤ	اِلٰى۔ طرف	كَلِمَةٍ۔ ایک کلمہ کی	سَوَآءٍ۔ جو یکساں ہے
بَيْنَنَا۔ ہمارے مابین	وَ۔ اور	بَيْنَكُمْ۔ تمہارے مابین	اَلَّا۔ یہ کہ نہ
نَعْبُدَ۔ پوجیں ہم	اِلَّا۔ مگر	اللّٰهَ۔ اللہ کو	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	نُشْرِكَ۔ شریک کریں ہم	بِهٖ۔ اس کے ساتھ	شَيْئًا۔ کسی کو
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	يَتَّخِذَ۔ پکڑے	بَعْضُنَا۔ بعض ہمارا
بَعْضًا۔ بعض	اَرْبَابًا۔ رب	مِّنْ دُوْنِ۔ سوائے	اللّٰهِ۔ اللہ کے
فَاِنْ۔ تو اگر	تَوَلَّوْا۔ منحرف ہوں	فَقُوْلُوْا۔ تو کہہ دو	اشْهَدُوْا۔ گواہ رہو
بِاَنَّا۔ اس پر کہ ہم	مُسْلِمُوْنَ۔ مسلمان ہیں	يٰٓ۔ اے	اَهْلَ۔ اہل
اَلْكِتٰبِ۔ کتاب	لِمَ۔ کیوں	تُحَآجُّوْنَ۔ جھگڑتے ہو	فِيْٓ۔ بیچ
اِبْرٰهِيْمَ۔ ابراہیم کے	وَ۔ اور	مَا۔ نہ	اُنْزِلَتِ۔ نازل ہوئی

اَلتَّوْرٰىةُ۔ توریت ‌ وَ۔ اور ‌ اَلْاِنْجِیْلُ۔ انجیل ‌ اِلَّا۔ مگر
مِنْ۔ بعد ‌ بَعْدِہٖ۔ اسکے ‌ اَفَلَا۔ کیا نہیں ‌ تَعْقِلُوْنَ۔ تمہیں عقل
ھٰاَنْتُمْ۔ سنتے ہو ‌ ھٰۤؤُلَآءِ۔ یہ جو تم ہو ‌ حَاجَجْتُمْ۔ جھگڑتے ‌ فِیْمَا۔ اس میں
لَکُمْ۔ کہ تمہیں ‌ بِہٖ۔ اس کا ‌ عِلْمٌ۔ علم ہے ‌ فَلِمَ۔ تو کیوں
تُحَآجُّوْنَ۔ جھگڑتے ہو ‌ فِیْمَا۔ اس میں کہ ‌ لَیْسَ۔ نہیں ہے ‌ لَکُمْ۔ تمہیں
بِہٖ۔ اس کا ‌ عِلْمٌ۔ علم ‌ وَ۔ اور ‌ اللّٰہُ۔ اللہ
یَعْلَمُ۔ جانتا ہے ‌ وَ۔ اور ‌ اَنْتُمْ۔ تم ‌ لَا۔ نہیں
تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے ‌ مَا۔ نہیں ‌ کَانَ۔ تھا ‌ اِبْرٰھِیْمُ۔ ابراہیم
یَھُوْدِیًّا۔ یہودی ‌ وَ۔ اور ‌ لَا۔ نہ ‌ نَصْرَانِیًّا۔ نصرانی
وَ۔ اور ‌ لٰکِنْ۔ لیکن ‌ کَانَ۔ تھا ‌ حَنِیْفًا۔ سیدھا
مُسْلِمًا۔ مسلمان ‌ وَ۔ اور ‌ مَا۔ نہ ‌ کَانَ۔ تھا
مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ مشرکوں سے ‌ اِنَّ۔ بیشک ‌ اَوْلَی۔ زیادہ قریب
النَّاسِ۔ لوگوں سے ‌ بِاِبْرٰھِیْمَ۔ ابراہیم کے ‌ لَلَّذِیْنَ۔ وہی ہیں جو ‌ اتَّبَعُوْہُ۔ اسکے پیرو تھے
وَ۔ اور ‌ ھٰذَا۔ یہ ‌ النَّبِیُّ۔ نبی ‌ وَ۔ اور
الَّذِیْنَ۔ وہ جو ‌ اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ‌ وَ۔ اور ‌ اللّٰہُ۔ اللہ
وَلِیُّ۔ والی ہے ‌ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کا ‌ وَدَّتْ۔ چاہتا ہے ‌ طَّآئِفَۃٌ۔ ایک گروہ
مِّنْ۔ سے ‌ اَھْلِ۔ اہل ‌ الْکِتٰبِ۔ کتاب سے ‌ لَوْ۔ اگر
یُضِلُّوْنَکُمْ۔ گمراہ کردیں تم کو ‌ وَ۔ اور ‌ مَا۔ نہیں
یُضِلُّوْنَ۔ گمراہ کرتے ‌ اِلَّا۔ مگر ‌ اَنْفُسَھُمْ۔ اپنی جانوں کو ‌ وَ۔ اور
مَا۔ نہیں ‌ یَشْعُرُوْنَ۔ سمجھتے ‌ یٰۤا۔ اے ‌ اَھْلَ۔ اہل
الْکِتٰبِ۔ کتاب ‌ لِمَ۔ کیوں ‌ تَلْبِسُوْنَ۔ ملاتے ہو ‌ الْحَقَّ۔ حق کو
بِالْبَاطِلِ۔ باطل سے ‌ وَ۔ اور ‌ تَکْتُمُوْنَ۔ چھپاتے ہو ‌ الْحَقَّ۔ حق کو
وَ۔ اور ‌ اَنْتُمْ۔ تم ‌ تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے ہو۔

مختصر تفسیر چھٹا رکوع۔ سورۃ آل عمران۔ پ۳

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ آپ فرمائیے کہ اے کتابیو! آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ نہ پوجیں مگر ایک اللہ کو اور نہ شریک کریں اس کے ساتھ کسی کو اور نہ پکڑیں ایک دوسرے کو رب اللہ کے سوا تو اگر وہ انحراف کریں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

تَعَالَوْا۔ اسماء افعال سے ہے بمعنی ہو

كَلِمَةٍ۔ عرب میں پورے کلام کو کلمہ کہہ دیا جاتا ہے۔

سَوَآءٍ۔ کلمہ کی صفت ہے اس کے معنی عدل اور برابری کے ہیں۔ سوا اس کے معنی انصاف کیے ہیں۔

كَلِمَةٍ سَوَآءٍ سے عقائد حقہ اور اعمال اسلامی مراد ہیں

یہ وہ تعلیم ہے جو قرآن کریم، توریت اور انجیل میں مختلف نہیں اور خدا کے سوا کسی کو خدا کا شریک نہ ماننے میں حضرت عیسٰی اور عزیر سب کے لیے یہ عہد لازم ہو گیا۔ چونکہ یہود و نصاریٰ نے اپنے احبار اور رہبان کو اپنا معبود بنا لیا اور انہیں سجدے کیے ان کی عبادت کی۔ اسی لیے اس معاہدہ پر یہود اور نصاریٰ کو بلایا۔ جمل

لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا۔ عملی شرک کی نفی کے بعد اعتقادی شرک کی نفی کی۔

نُشْرِكَ۔ اشراک سے بنا اس کے معنی شریک کرنا ہے

شَیْــٴًـا سے غیر خدا مراد ہے۔

لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ یَتَّخِذَ۔ اتخاذ سے بنا اس کے معنی اختیار کرنا یہود و نصاریٰ کے وہ علماء جنہوں نے عوام میں حلال حرام کا اختیار دے رکھا تھا۔ عوام ان سے گناہ معاف کرایا کرتے تھے ان کو بعض فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا کہ جب وہ ہمارے ہی ہم جنس ہیں تو پھر ان میں یہ شان الوہیت کہاں سے آگئی۔

اَرْبَابًا۔ رب کی جمع ہے اس کے معنی ہیں پالنے والا۔ اپنے پیشواؤں کو اللہ کے سوا معبود یا مالک نہ سمجھیں

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ اگر اہل کتاب تمہاری موافقت سے منہ موڑیں اے

مسلمانو! ان سے کہہ دو کہ گواہ بن جاؤ کہ ہم رب تعالےٰ کے مطیع و فرمانبردار بندے ہیں۔

یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم کے معاملہ میں۔ توریت انجیل تو نہ اتری مگر ان کے بعد کیا تمہیں عقل نہیں۔

شان نزول:۔ نجران کے عیسائی اور احبار یہود میں مباحثہ ہوا۔ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے۔ عیسائی کہتے تھے کہ آپ نصرانی تھے یہ نزاع بڑا بڑھ گیا تو فریقین نے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حکم مان کر آپ سے فیصلہ چاہا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور علماء توریت و انجیل پر ان کا انتہائی جہل ظاہر ہو گیا۔ کہ ان کے باہمی جھگڑے انکی کمال جہل کی دلیل ہیں اس لیے کہ یہودیت و نصرانیت نزول توریت و انجیل کے بعد ظاہر ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ جن پر توریت اتری حضرت ابراہیم علیہ السلام سے صدہا برس بعد ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن پر انجیل نازل ہوئی ان کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار برس بعد ہے اس بنا پر واضح ہے کہ توریت اور انجیل کسی میں ہر دو نبیوں کے یہودی یا نصرانی ہونے کا ذکر نہیں۔ پھر ان کا دعویٰ جہل و حماقت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آگے ارشاد ہے

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِیْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ سنو یہ جو تم اس میں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم ہے تو اس میں کیوں الجھتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

یعنی اس کا تو تمہیں علم ہے کہ نبی آخر الزمان کے ظہور کا ذکر اور آپ کی صفت و نعت توریت و انجیل میں موجود ہے تو جان بوجھ کر تم نے انحراف کیا اور ایمان نہ لائے اور تم نے اس میں جھگڑا کیا کہ ابراہیم یہودی یا نصرانی تھے یہ تمہاری خالص جہالت ہے۔ آخر فیصلہ کیا کہ

مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝

ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ ہر باطل سے جدا مسلمان تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ بنابراین نہ کسی یہودی کو آپ کی طرف یہودیت کا الزام دینا صحیح ہے نہ کسی نصرانی کو نہ کسی مشرک کو۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ بیشک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حقدار وہ تھے جو انکے پیرو ہوئے اور یہ نبی آخر الزمان اور ایمان والے اور ایمان والوں کا اللہ والی ہے۔

آیت کا مفہوم واضح ہے کہ اپنے متبوع کا تابع ہی حقدار ہے تو وہ ابراہیم کے پیرو اور ابراہیم کے حقدار ہیں جنہوں نے آپ کے عہد نبوت میں آپ پر ایمان لاکر آپ کی شریعت کا اتباع کیا نہ کہ یہودی و نصرانی جو دو ہزار برس بعد کی ذریت ہے۔

اور نبی آخر الزمان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتی اس لیے حقدار ہیں کہ آپ نے اور آپ کے متبعین نے سب نے نبی مانا۔ اور حنیف کو ہی مسلم کہا۔

شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار سرداران یہود نے بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کی کہ آپ جانتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم علیہ السلام سے نہایت قرب ہے کیونکہ وہ بھی یہودی تھے اور ہم بھی یہودی ہیں اور آپ محض حسد کی وجہ سے انکار فرما رہے ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ چاہتا ہے ایک گروہ کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کریں اور وہ گمراہ نہیں کر سکتے مگر اپنے آپ کو اور انہیں شعور نہیں۔ اے کتابیو اللہ کی آیتوں سے کیوں کفر کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو۔ اے کتابیو! حق میں باطل ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔

شان نزول: یہ آیت حضرت معاذ بن جبل۔ حذیفہ بن یمان۔ عمار بن یاسر کے حق میں نازل ہوئی انہیں یہود اپنے دین میں داخل کرنے کی کوشش کرتے اور انہیں یہودیت کی دعوت دیتے اس آیت کریمہ میں بتایا کہ ان کی یہ ہوس خام پوری نہ ہوگی اس لیے کہ وہ توریت و انجیل کے عالم ہیں تم حق کو باطل میں جان بوجھ کر ملا رہے ہو یہ سب تمہاری تلبیس باطل ہے جسے تم خوب جانتے ہو۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع۔ آل عمران پ ۳

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

اور کہا ایک گروہ اہل کتاب نے وہ جو ایمان والوں پر اترا اس پر ایمان لاؤ صبح کو اور کافر ہو جاؤ دوسرے وقت شاید وہ (اس حیلے سے مسلمان) پھر آئیں۔

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۙ

اور نہ ایمان لاؤ مگر اس پر جو تمہارے دین کا پیرو ہو فرما دیجئے بے شک ہدایت اللہ ہی کی ہدایت ہے جس کو عطا ہو۔ مثل اس کے جو تمہیں ملا یا حجت لاسکے تمہارے رب کے پاس فرما دیجئے بے شک فضل اللہ کے ہی ہاتھ ہے جسے چاہے دے اور وسعت والا علم والا ہے۔

يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

خاص کرتا ہے اپنی رحمت سے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

وَمِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْھُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَاۗىِٕمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

اور بعض کتابی وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس ڈھیر امانت رکھے تو وہ تجھے ادا کر دے گا اور بعض ان سے وہ ہیں کہ اگر ایک دینار اس کے پاس رکھے تو وہ تجھے واپس نہ دے مگر جب تک تو اس کے سر پر کھڑا رہے یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ نہیں ہم پر ان پڑھوں کا مواخذہ اور بولتے ہیں اللہ پر جھوٹ جان بوجھ کر۔

بَلٰي مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

ہاں کیوں نہیں جس نے پورا کیا اپنا عہد اور پرہیزگار رہا تو بے شک اللہ پسند کرتا ہے پرہیزگاروں کو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰۗىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُھُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

بیشک وہ جو لیتے ہیں اللہ کا عہد اور قسم کے بدلے ذلیل وقلیل رقم ان کا نہیں آخرت میں کچھ حصہ اور اللہ ان سے نہ بات کرے گا نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا قیامت کے دن اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَاِنَّ مِنْھُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَھُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا ھُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ

اور بے شک ان میں کچھ وہ ہیں جو زبان پھیر کر کتاب میں میل کرتے ہیں تاکہ تم سمجھو یہ بھی کتاب سے ہے اور وہ کتاب میں نہیں اور کہتے ہیں وہ اللہ کے پاس سے ہے اور وہ اللہ کے پاس سے نہیں اور

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝
مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ
وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ
تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝

وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ
اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ ۝

کہتے ہیں اللہ پر جھوٹ دیدہ و دانستہ۔
کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم
اور نبوت دے پھر کہے لوگوں سے کہ اللہ کو چھوڑ
کر میرے بندے ہو جاؤ ہاں لیکن یہ کہے گا کہ اللہ
والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم سکھاتے ہو کتاب
اور اس سبب سے کہ تم درس کرتے ہو۔

اور تمہیں نہیں حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں
کو رب پکڑ لو کیا حکم دے گا تمہیں کفر کا بعد اس
کے کہ تم مسلمان ہو چکے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	قَالَتْ۔ کہا	طَّآئِفَةٌ۔ ایک گروہ نے	مِّنْ اَهْلِ۔ اہل سے
اَلْكِتٰبِ۔ کتاب سے	اٰمِنُوْا۔ ایمان لاؤ	بِالَّذِيْٓ۔ اس پر جو	اُنْزِلَ۔ اتارا گیا
عَلَى۔ اوپر	الَّذِيْنَ۔ ان کے جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَجْهَ۔ شروع
النَّهَارِ۔ دن میں	وَ۔ اور	اكْفُرُوْٓا۔ انکار کرو	اٰخِرَهٗ۔ پچھلے وقت
لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ	يَرْجِعُوْنَ۔ لوٹ آئیں	وَ۔ اور	وَلَا [illegible]
تُؤْمِنُوْا۔ ایمان لاؤ	اِلَّا۔ مگر	لِمَنْ۔ ساتھ ان کے جو	تَبِعَ۔ پیرو ہو
دِيْنَكُمْ۔ تمہارے دین کا	قُلْ۔ کہہ	اِنَّ۔ بیشک	الْهُدٰى۔ ہدایت
هُدَى۔ ہدایت	اللّٰهِ۔ اللہ کی ہے	اَنْ۔ یہ کہ	يُّؤْتٰٓى۔ دیا جائے
اَحَدٌ۔ کوئی	مِّثْلَ۔ مثل	مَآ۔ اس کے	اُوْتِيْتُمْ۔ جو تم دیے گئے
اَوْ۔ یا	يُحَآجُّوْكُمْ۔ جھگڑا کریں تم سے		عِنْدَ۔ پاس
رَبِّكُمْ۔ تمہارے رب کے	قُلْ۔ کہہ	اِنَّ۔ بیشک	الْفَضْلَ۔ فضل
بِيَدِ۔ ہاتھ میں	اللّٰهِ۔ اللہ کے ہے	يُؤْتِيْهِ۔ دیتا ہے وہ	مَنْ۔ جسے
يَشَآءُ۔ چاہے	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	وَاسِعٌ۔ فراخی والا

عَلِیْمٌ۔ جاننے والا ہے	یَخْتَصُّ۔ خاص کرتا ہے	بِرَحْمَتِہٖ۔ اپنی رحمت کے ساتھ	
مَنْ۔ جسے	یَّشَآءُ۔ چاہے	وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ
ذُوالْفَضْلِ۔ صاحب فضل		الْعَظِیْمِ۔ عظیم ہے	وَ۔ اور
مِنْ اَھْلِ بعض اہل	الْکِتٰبِ۔ کتاب	مَنْ۔ وہ ہیں کہ	اِنْ اگر
تَاْمَنْہُ۔ امانت دو اسکو	بِقِنْطَارٍ۔ ایک خزانہ	یُّؤَدِّہٖ۔ ادا کریگا اسکو	اِلَیْكَ۔ تیری طرف
وَ۔ اور	مِنْھُمْ۔ بعض ان سے	مَّنْ۔ وہ ہیں کہ	اِنْ۔ اگر
تَاْمَنْہُ۔ امانت دے اسے	بِدِیْنَارٍ۔ ایک دینار تو	لَّا۔ نہ	یُؤَدِّہٖ۔ ادا کرے اسے
اِلَیْكَ۔ تیری طرف	اِلَّا۔ مگر	مَا۔ جب تک	دُمْتَ۔ رہے تو
عَلَیْہِ۔ اس پر	قَآئِمًا۔ کھڑا	ذٰلِكَ۔ یہ	بِاَنَّھُمْ۔ اس لیے ہے کہ
قَالُوْا۔ کہا انہوں نے	لَیْسَ۔ نہیں ہے	عَلَیْنَا۔ ہم پر	فِی۔ بیچ
الْاُمِّیّٖنَ۔ ان پڑھوں کے	سَبِیْلٌ۔ کوئی راہ	وَ۔ اور	یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں
عَلَی۔ اوپر	اللّٰہِ۔ اللہ کے	الْکَذِبَ۔ جھوٹ	وَ۔ اور
ھُمْ۔ وہ	یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے ہیں	بَلٰی۔ ہاں کیوں نہیں	مَنْ۔ جو
اَوْفٰی۔ پورا کرے	بِعَھْدِہٖ۔ اس کا عہد	وَ۔ اور	اتَّقٰی۔ ڈرے
فَاِنَّ۔ تو بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	یُحِبُّ۔ پسند کرتا ہے	الْمُتَّقِیْنَ۔ پرہیزگاروں کو
اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَشْتَرُوْنَ لیتے ہیں	بِعَھْدِ۔ ساتھ عہد
اللّٰہِ۔ اللہ کے	وَ۔ اور	اَیْمَانِھِمْ۔ اپنی قسموں کے	ثَمَنًا۔ رقم
قَلِیْلًا۔ تھوڑی	اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ	لَا۔ نہیں ہے	خَلَاقَ۔ حصہ
لَھُمْ۔ ان کا	فِی۔ بیچ	الْاٰخِرَۃِ۔ آخرت کے	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	یُکَلِّمُھُمُ۔ کلام کرے گا ان سے		اللّٰہُ۔ اللہ
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	یَنْظُرُ۔ دیکھے گا	اِلَیْھِمْ۔ ان کی طرف
یَوْمَ۔ دن	الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
یُزَکِّیْھِمْ۔ پاک کریگا انکو	وَ۔ اور	لَھُمْ۔ انکے لیے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے
اَلِیْمٌ۔ دردناک	وَ۔ اور	اِنَّ۔ بیشک	مِنْھُمْ۔ ان میں سے
لَفَرِیْقًا۔ ایک فرقہ	یَّلْوٗنَ۔ پھیرتے ہیں	اَلْسِنَتَھُمْ۔ اپنی زبانیں	بِالْکِتٰبِ۔ ساتھ کتاب کے

لِتَحْسَبُوْهُ ۔ تاکہ سمجھو تم اس کو
مَا ۔ نہیں
يَقُوْلُوْنَ ۔ کہتے ہیں
مَا ۔ نہیں
وَ ۔ اور
اَلْكَذِبَ ۔ جھوٹ
مَا ۔ نہیں ہے
يُّؤْتِيَهُ ۔ دے اسکو
اَلْحُكْمَ ۔ حکمت
يَقُوْلَ ۔ کہے
لِيْ ۔ میرے
لٰكِنْ ۔ لیکن
كُنْتُمْ ۔ ہو تم
بِمَا ۔ بسبب اسکے کہ
لَا ۔ نہ
تَتَّخِذُوْا ۔ پکڑو تم
اَرْبَابًا ۔ رب
بِالْكُفْرِ ۔ کفر کا
مُسْلِمُوْنَ ۔ مسلمان ہو۔

هُوَ ۔ وہ
هُوَ ۔ وہ ہے
هُوَ ۔ وہ
يَقُوْلُوْنَ ۔ کہتے ہیں
وَ ۔ اور
كَانَ ۔ حق
اللّٰهُ ۔ اللہ
وَ ۔ اور
لِلنَّاسِ ۔ لوگوں سے
مِنْ دُوْنِ ۔ سوائے
كُوْنُوْا ۔ ہو جاؤ
تُعَلِّمُوْنَ ۔ سکھاتے
كُنْتُمْ ۔ ہو تم
يَاْمُرَ ۔ حکم دیگا
اَلْمَلٰٓئِكَةَ ۔ فرشتوں کو
اَ ۔ کیا
بَعْدَ ۔ بعد اسکے

مِنَ الْكِتٰبِ ۔ کتاب سے
مِنَ الْكِتٰبِ ۔ کتاب سے
مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ اللہ سے
مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ اللہ کی طرف سے
عَلَى ۔ اوپر
هُمْ ۔ وہ
لِبَشَرٍ ۔ کسی آدمی کا
اَلْكِتٰبَ ۔ کتاب
اَلنُّبُوَّةَ ۔ نبوت
كُوْنُوْا ۔ ہو جاؤ
لِلّٰهِ ۔ اللہ کے
رَبّٰنِيّٖنَ ۔ رب کے بندے
اَلْكِتٰبَ ۔ کتاب
تَدْرُسُوْنَ ۔ پڑھتے
كُمْ ۔ تم کو
وَ ۔ اور
يَاْمُرُ ۔ حکم دیگا
اِذْ ۔ جبکہ

وَ ۔ حالانکہ
وَ ۔ اور
وَ ۔ حالانکہ
اللّٰهِ ۔ اللہ کے
يَعْلَمُوْنَ ۔ جانتے ہیں
اَنْ ۔ یہ کہ
وَ ۔ اور
ثُمَّ ۔ پھر
عِبَادًا ۔ بندے
وَ ۔ اور
بِمَا ۔ بسبب اسکے کہ
وَ ۔ اور
وَ ۔ اور
اَنْ ۔ یہ کہ
اَلنَّبِيّٖنَ ۔ نبیوں کو
كُمْ ۔ تم کو
اَنْتُمْ ۔ تم

مختصر تفسیر ساتواں رکوع سورۃ آل عمران ۔ پ ۳

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ اہل کتاب کا ایک گروہ بولا کہ وہ جو ایمان والوں پر اترا صبح کو اس پر ایمان لاؤ اور دوسرے وقت منکر ہو جاؤ شاید وہ پھر جائیں۔

اس کے معنی جماعت ہے اہل کتاب سے عام کتابی مراد ہیں۔ علمائے اہل کتاب نے اپنے بعض لوگوں سے کہا مسلمانوں کو اس طرح بہکاؤ کہ تم صبح کے وقت اسلام لاکر مصنوعی مسلمان بن جاؤ شام کو اپنا کفر ظاہر کرو تاکہ مسلمان اسلام سے پھر جائیں۔

شانِ نزول: یہود اسلام کی مخالفت میں رات دن نئے نئے منصوبے تیار کیا کرتے تھے چنانچہ خیبر کے یہودیوں سے بارہ علماء شخص یہ مکر لے کر اٹھے کہ ہماری ایک جماعت صبح کو اسلام لائے اور شام کو پھر مرتد ہو جائے اور لوگوں سے کہے کہ ہم نے اپنی کتابوں میں جو دیکھا تو ثابت ہوا کہ نبی موعود محمد مصطفیٰ نہیں جن کی خبر ہماری کتابوں میں ہے اس چالبازی سے مسلمانوں کو بھی دینِ اسلام میں شبہ ہوگا اور اس چال سے شاید مسلمان اسلام سے پھر جائیں اللہ تعالےٰ نے ان کا راز فاش کر دیا اور مسلمانوں کو پہلے سے ان کی بے ایمانی کا علم ہو گیا۔

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ یُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۚۙ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝

اور یقین نہ لاؤ مگر اس کا جو تمہارے دین کا پیرو ہو فرما دیجئے کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے جسے ملے (یقین کس چیز کا نہ لاؤ) اس کا کہ کسی کو ملا جیسے تمہیں ملا یا کوئی تم پر حجت لاسکے تمہارے رب کے پاس فرما دیجئے کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

لَا تُؤْمِنُوْٓا - میں مسلمانوں سے خطاب ہے اے مسلمانو! تم علماء اسلام کے سوا کسی اور کی بات نہ مانو تم نبی محترم کی امت ہو حق پر تم ہو باقی باطل پر ہیں (خازن)

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ - میں یہ مسئلہ واضح کیا گیا کہ نبوت جسے بھی ملی اللہ کے فضل سے ملی اس میں استحقاق کو دخل نہیں (خازن)

اگلی آیت میں اہل کتاب کے امانت داروں اور خائنوں کی کیفیت ظاہر فرمائی ہے۔

وَ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِیْنَارٍ لَّا یُؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ ۚ وَ یَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ اور بعض اہل کتاب سے وہ ہیں کہ اگر تو اس کے پاس ایک ڈھیر امانت رکھے تو وہ تجھے ادا کر دے گا اور بعض ان کے وہ ہیں کہ اگر ایک دینار بھی

اس کے پاس امانت رکھے تو وہ تجھے ہرگز نہ دے گا مگر جب تک تو اس کے سر پر کھڑا رہے۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان پڑھوں کے معاملہ میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں جان بوجھ کر۔

اہل کتاب سے تمام کتابی مراد ہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے عیسائی مراد ہیں
تَاْمَنْہُ۔ امانت۔ کسی کے پاس امانت رکھنے کے لیے ایتمان آتا ہے۔ امین جو امانت لے مؤتمن وہ جو کسی کی امانت رکھے (روح المعانی)

قِنْطَار۔ سے بہت سا مال مراد ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیل کی کھال بھر کر مال قنطار کہلاتا ہے (تفسیر کبیر)

شانِ نزول:۔ یہ آیت اہل کتاب کی حقیقت کے اظہار میں نازل ہوئی اس میں بتایا گیا کہ ان میں دو قسم کے لوگ ہیں امین اور خائن۔

بعض تو وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس مال کثیر بھی امانت رکھ جائے تو وہ بے کم و کاست بوقت مطالبہ ادا کر دیں جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام جن کے پاس ایک قریشی نے بارہ سو اوقیہ سونا امانت رکھا آپ نے اسے ویسا ہی ادا کیا۔

اور بعض وہ ہیں کہ کم مقدار مال پر بھی ان کی نیت صحیح نہیں رہتی جیسے فنحاص بن عازوراء [illegible] کسی نے ایک دینار امانت رکھا مانگتے وقت مکر گیا۔ گویا [illegible] اس کے پاس سے ہضم [illegible] کر جاتا ہے۔

اُمِّیّٖن۔ سے مراد غیر کتابی ہیں اور اللہ پر جھوٹ [illegible] دین والوں کا مال ہضم کرنا جائز ہے۔ حالانکہ یہ [illegible]

بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا عہد پورا کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو بیشک اللہ پرہیزگار متقی کو محبوب رکھتا ہے وہ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل و قلیل رقم لیتے ہیں آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں اور اللہ نہ ان سے بات کرے نہ ان کی طرف نظر فرمائے قیامت کے دن اور نہ انہیں پاک کرے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

بَلٰی اور نَعَمْ دونوں ہاں کے معنی میں آتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ بَلٰی منفی کے اثبات کے لیے آتا ہے اور نَعَمْ نفی کے اثبات کے لیے آتا ہے یہود نے کہا کہ ہم پر مسلمانوں کا مال کھا لینا گناہ نہیں۔ اللہ تعالے نے اس کا رد فرما کر فرمایا کہ ہاں ضرور گناہ ہے۔

مَنْ اَوْفٰی۔ ایفاء سے بنا اس کے معنی ہیں خوب پورا کرنا۔ اس عہد سے سارے وعدے مراد ہیں خواہ بندے سے کیے جائیں یا اللہ تعالے سے۔

اتَّقٰی۔ کے معنی ڈرنا ہے۔ جو رب تعالے سے ڈرے یا گناہوں سے بچے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ وہ خدا کا پیارا ہے کیونکہ اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔

يَشْتَرُوْنَ۔ اِشْتِرَاءٌ سے بنا اس کے معنی خریدنا یہاں بدلنا مراد ہے

بِعَهْدِ اللّٰهِ اس سے یا تو وہ عہد مراد ہے جو یہود سے توریت میں لیا گیا یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور اطاعت کرنا

اَيْمَان۔ يَمِيْن کی جمع ہے اس سے وہ جھوٹی قسمیں مراد ہیں جو تجارت میں کھائی جاتی تھیں یا حضور علیہ السلام کے ایمان لانے کی قسم مراد ہے۔

ثَمَن سے رشوت یا تجارت کا نفع مراد ہیں (روح المعانی)

شان نزول: یہ آیت یہود کے احبار اور ان کے رؤساء ابو رافع۔ کنانہ بن ابی الحقیق اور کعب بن اشرف اور حیی بن اخطب کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے اللہ تعالے کا وہ عہد چھپایا تھا جو سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے متعلق ان کی توریت میں لیا گیا انہوں نے اس کو بدل دیا اور بجائے اس کے اپنے ہاتھوں سے کچھ کا کچھ لکھ ڈالا اور جھوٹی قسم کھائی کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنی جماعت کے جاہلوں سے رشوتیں اور پیسے حاصل کرنے کے لیے کیا۔

حدیث میں ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین لوگ ایسے ہیں کہ روز قیامت اللہ تعالے ان سے کلام نہ فرمائے گا اور ان کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھے گا نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہے۔ اس کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کو تین مرتبہ پڑھا (مسلم)

حضرت ابوذر مذکورہ حدیث کے راوی فرماتے ہیں کہ وہ لوگ نقصان و خسران میں ہیں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں۔ حضور نے فرمایا ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اور احسان جتانے والا اور اپنے تجارتی مال کو جھوٹی قسم سے رواج دینے والا۔

حضرت ابو امامہ کی حدیث میں ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی مسلمان کا حق مارنے کے لیے قسم کھائے اللہ اس پر جنت حرام کرتا ہے اور دوزخ لازم کر دیتا ہے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ تھوڑی ہی چیز ہو فرمایا اگرچہ پیلو کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔ آگے تعریف کرنے والوں کی مذمت اور ان کی خصلت کا بیان ہے۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اور ان (یہود یوں نصرانیوں میں) کچھ ایسا گروہ ہے جو زبان پھیر کر کتاب میں (اپنی طرف سے ملاتے بڑھاتے ہیں) تاکہ تم گمان کرو یہ بھی کتاب میں ہے اور حال یہ ہے کہ وہ کتاب میں نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ تعالے کے پاس سے ہے اور درحقیقت وہ اللہ کے پاس سے نہیں اور وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں دیدہ و دانستہ۔

اس آیت میں اہل کتاب کی دینی خیانت اور بد دیانتی کا اظہار کیا گیا یہ لوگ دنیا وی معاملات میں دھوکہ دہی کے علاوہ لوگوں کو دینی امور میں بھی فریب دیتے ہیں وہ آسمانی کتابوں میں بھی تحریف کر دیتے ہیں معنی مفہوم کو بدل کر بیان کرتے انہوں نے اپنی طرف سے کچھ جھوٹی باتیں توریت میں شامل کر دی تھیں اور اکثر وہ مسائل جو ان کے حق میں نہ ہوتے تھے آسمانی کتابوں سے خارج کر دیتے تھے۔ تلاوت کرتے وقت ایسے انداز میں زبان کو مروڑ مروڑ کر پڑھتے کہ سننے والا دھوکہ میں آجاتا اور اس کو بھی کتاب کا ہی حصہ سمجھتا۔

شان نزول: سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے ان فرقوں کے متعلق نازل ہوئی جو توریت اور انجیل میں تحریف کر کے اپنی طرف سے بڑھا گھٹا کر لوگوں کو سناتے اور کہتے یہ خدا کی طرف سے حکم ہے۔ آگے انبیاء علیہم السلام کی شان اور ان کا عمل مخلوق کا طریقہ بیان ہوا ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ کسی آدمی کو یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم اور پیغمبری دے (یعنی علم و عمل کا کمال عطا فرمائے اور انہیں معصوم کرے) پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے سوا میرے بندے ہو جاؤ۔ ہاں لیکن یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے اور اس سے درس کرتے ہو اور یہ حکم نہیں

نہ دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا سمجھ لو کیا تمہیں وہ کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

بَشَر۔ سے اس جانب اشارہ ہے کہ ایسی بکواس انسانیت کے خلاف ہے چہ جائیکہ نبوت و رسالت نبی اور رسول کا تو بہت بڑا مقام ہے۔ کسی عام انسان کو بھی خدائی کا دعوی زیبا نہیں۔

اَنْ یُّؤْتِیَہُ اللّٰہُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ۔

کِتاب سے آسمانی کتاب اور حکم سے فیصلہ یا علم مراد ہے۔ نبوت سے پیغمبری مراد ہے پہلے کتاب کا ذکر ہوا پھر حکم یعنی فہم پھر نبوت کا حکم فرمایا۔ کتاب سے علم کتاب مراد ہے۔ حکم سے حکومت مراد ہے نبوت سے نبوت کی روشنی و فیضان مراد ہے۔

ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔

عِباد۔ عبد سے بنا اس کے معنی خدمت۔ اطاعت (روح المعانی)

یہاں عباد بمعنی پجاری ہے یعنی اللہ سے تجاوز کرتے ہوئے خالص میرے پجاری بندے بن جاؤ۔

وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ ربانی بمعنی پرورش کرنے والا۔ سیبویہ نے کہا کہ ربانی وہ عالم ہے جو رب تبارک و تعالے کی ذات و صفات کا جاننے والا ہو اور اس کی اطاعت و عبادت کا پابند ہو۔

انبیاء فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے بندو اللہ والے علم و عمل کے جامع بن جاؤ۔ یہ انبیاء کی شان سے ناممکن ہے ان کی طرف اسکی نسبت کرنا بہتان عظیم ہے۔

شان نزول: نجران کے نصاری نے کہا کہ ہمیں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے حکم دیا کہ انہیں رب مانیں اس آیت میں اللہ تعالے نے ان کے اس دعوی کی تکذیب فرمادی۔

اس آیت کے شان نزول میں ایک قول یہ ہے کہ ابورافع یہودی اور سید نصرانی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی عبادت کریں اور آپ کو رب مانیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پناہ بخدا میں غیر اللہ کی عبادت کا حکم کیسے دے سکتا ہوں مجھے اللہ تعالے نے نہ اس کا حکم دیا نہ مجھے اس لیے مبعوث فرمایا۔

کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ کے معنی عالم فقیہ باعمل دیندار کے بھی آتے ہیں اس معنی کی بنا پر کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ کا ترجمہ یہ ہوگا کہ تم عالم باعمل ہو جاؤ۔ دیندار بن جاؤ جیسے علم سے بے فائدہ نہ ہوا اس کا علم ضائع اور رائیگاں ہے۔

بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۔

تُعَلِّمُوْنَ۔ تعلیم سے بنا اس کے معنی سکھانا۔ کتاب سے مراد کتاب الٰہی۔

تَدْرُسُوْنَ۔ درس سے بنا اس کے معنی ہیں تکرار سبق بھی بار بار پڑھا جاتا ہے اس لیے اسے درس کہتے ہیں
وَلَا يَأْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا۔
مشرکین ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اور اہل کتاب بعض پیغمبروں کو خدا کا بیٹا کہتے تھے ان سب کی تردید کی گئی۔
اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔
کفر سے غیر خدا کی عبادت مراد ہے۔ مسلم کے معنی مطیع و فرمانبردار اور دین کا مستحق ہے (روح المعانی) یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک نبی جو ابتداء میں لوگوں کو ربانی اللہ والا اور مسلم و موحد بنانے کی کوشش کرے اور جب لوگ قبول کر لیں تو انہیں شرک و کفر کی طرف لے جا کر اپنی ساری محنت برباد کر دیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی معصومیت کو واضح کیا اور ان تمام الزامات کی تردید کی جو انہوں نے لگائے تھے۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع۔ آل عمران۔ پ ۳

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا اس پر کہ جو میں تم کو کتاب و حکمت دوں پھر تشریف لائے تم میں وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے کے گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

تو جو کوئی اس کے بعد منحرف ہو تو وہی فاسق لوگوں سے ہے۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝

تو کیا اللہ کے دین کے سوا اور دین چاہتے ہو حالانکہ اسی کے لیے گردن جھکائے ہوئے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ خوشی سے اور مجبوری سے اور اسی

کی طرف پھریں گے۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہمارے اترا اور جو اترا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور ان کے بیٹوں پر اور جو کچھ لائے موسٰی اور عیسٰی اور انبیاء اپنے رب سے ہم ان میں کسی پر (ایمان میں) فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے لیے گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں نقصان والوں سے ہے۔

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

کیسے اللہ ایسی قوم کو ہدایت کرے جو کافر ہو لعد ایمان لانے کے اور گواہی دے چکے کہ بیشک رسول سچا ہے اور آچکی ہوں کھلی نشانیاں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝

ان کا بدلہ یہ ہے کہ انہیں اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝

ہمیشہ اس میں رہیں نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ ان کو مہلت ملے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

مگر وہ جنہوں نے توبہ کرلی بعد اس کے اور درست ہو گئے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ۝

بے شک وہ جو ایمان لا کر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے توانکی توبہ ہرگز قبول نہیں اور وہی گمراہ ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

بیشک وہ جو کافر ہوئے اور کفر پر مرے ان میں سے کسی کی ہرگز خیرات قبول نہ ہوگی (خواہ) سونا زمین بھر کر دے اور اپنی خلاصی چاہے ان کے

اَلِیْمٌ وَّمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝ لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	اِذْ۔ یاد کرو جب	اَخَذَ۔ لیا	اللّٰہُ۔ اللہ نے
مِیْثَاقَ۔ عہد	النَّبِیّٖنَ۔ نبیوں سے	لَمَا۔ اس پر	اٰتَیْتُکُمْ۔ جو میں تمہیں دوں
مِنْ کِتٰبٍ۔ کتاب	وَّ۔ اور	حِکْمَۃٍ۔ حکمت	ثُمَّ۔ پھر
جَآءَکُمْ۔ آئے تمہارے پاس	رَسُوْلٌ۔ ایک رسول	مُّصَدِّقٌ۔ جو تصدیق کرے	لِّمَا۔ انکی جو
مَعَکُمْ۔ تمہارے ساتھ ہے	لَتُؤْمِنُنَّ۔ تو ضرور ایمان لانا	بِہٖ۔ اس پر	وَلَتَنْصُرُنَّہٗ۔ اور ضرور مدد کرنا اسکی
قَالَ۔ فرمایا	ءَاَقْرَرْتُمْ۔ کیا اقرار کیا تم نے	وَ۔ اور	اَخَذْتُمْ۔ پکڑا تم نے
عَلٰی۔ اوپر	ذٰلِکُمْ۔ اس کے	اِصْرِیْ۔ میرا ذمہ	قَالُوْا۔ بولے
اَقْرَرْنَا۔ ہم نے اقرار کیا	قَالَ۔ فرمایا	فَاشْھَدُوْا۔ تو گواہ رہو	وَ۔ اور
اَنَا۔ میں	مَعَکُمْ۔ تمہارے ساتھ	مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ۔ گواہوں سے ہوں	فَمَنْ۔ تو جو
تَوَلّٰی۔ منحرف ہو	بَعْدَ۔ بعد	ذٰلِکَ۔ اس کے	فَاُولٰٓئِکَ۔ تو وہی
ھُمُ۔ وہ ہیں	الْفٰسِقُوْنَ۔ فاسق	اَفَغَیْرَ۔ کیا سوائے	دِیْنِ۔ دین
اللّٰہِ۔ اللہ کے	یَبْغُوْنَ۔ چاہتے ہیں	وَ۔ اور	لَہٗٓ۔ اسی کے لیے
اَسْلَمَ۔ جھکے ہوئے ہیں	مَنْ۔ جو	فِی۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَالْاَرْضِ۔ اور زمین کے ہے	طَوْعًا۔ خوشی سے	وَّ۔ اور	کَرْھًا۔ مجبوری سے
وَّ۔ اور	اِلَیْہِ۔ اسی کی طرف	یُرْجَعُوْنَ۔ واپس لوٹیں گے	قُلْ۔ کہو
اٰمَنَّا۔ ایمان لائے	بِاللّٰہِ۔ اللہ پر	وَ۔ اور	مَا۔ اس پر جو
اُنْزِلَ۔ اتارا گیا	عَلَیْنَا۔ ہم پر	وَ۔ اور	مَا۔ جو
اُنْزِلَ۔ اتارا گیا	عَلٰٓی۔ اوپر	اِبْرٰھِیْمَ۔ ابراہیم	وَ۔ اور
اِسْمٰعِیْلَ۔ اسمٰعیل	وَ۔ اور	اِسْحٰقَ۔ اسحٰق	وَ۔ اور
یَعْقُوْبَ۔ یعقوب	وَ۔ اور	الْاَسْبَاطِ۔ انکے بیٹوں پر	وَ۔ اور
مَا۔ جو	اُوْتِیَ۔ دیے گئے	مُوْسٰی۔ موسیٰ	وَ۔ اور

النَّبِيُّوْنَ ۔ نبی	مِنْ رَّبِّهِمْ ۔ اپنے رب سے	لَا ۔ نہیں	نُفَرِّقُ ۔ فرق کرتے ہم
بَيْنَ ۔ درمیان	اَحَدٍ ۔ کسی کے	مِّنْهُمْ ۔ ان سے	وَ ۔ اور
نَحْنُ ۔ ہم	لَهٗ ۔ اس کے	مُسْلِمُوْنَ ۔ فرمانبردار ہیں	وَ ۔ اور
مَنْ ۔ جو	يَّبْتَغِ ۔ ڈھونڈے	غَيْرَ ۔ سوائے	الْاِسْلَامِ ۔ اسلام کے
دِيْنًا ۔ کوئی اور دین	فَلَنْ ۔ تو ہرگز نہ	يُّقْبَلَ ۔ قبول کیا جائیگا	مِنْهُ ۔ اس سے
وَ ۔ اور	هُوَ ۔ وہ	فِي ۔ بیچ	الْاٰخِرَةِ ۔ آخرت کے
مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ نقصان میں ہے		كَيْفَ ۔ کس طرح	يَهْدِي ۔ ہدایت دے
اللّٰهُ ۔ اللہ	قَوْمًا ۔ اس قوم کو	كَفَرُوْا ۔ جو کافر ہوئے	بَعْدَ ۔ بعد
اِيْمَانِهِمْ ۔ ایمان لانے کے وَ ۔ اور		شَهِدُوْا ۔ گواہی دی کہ	اَنَّ ۔ یقیناً
الرَّسُوْلَ ۔ رسول	حَقٌّ ۔ سچا ہے	وَ ۔ اور	جَآءَهُمُ ۔ آچکی انکے پاس
الْبَيِّنٰتُ ۔ دلیلیں	وَ ۔ اور	اللّٰهُ ۔ اللہ	لَا ۔ نہیں
يَهْدِي ۔ ہدایت دیتا	الْقَوْمَ ۔ قوم	الظّٰلِمِيْنَ ۔ ظالموں کو	اُولٰٓئِكَ ۔ یہ لوگ
جَزَآؤُهُمْ ۔ ان کا بدلہ	اَنَّ ۔ یہ ہے کہ	عَلَيْهِمْ ۔ ان پر	لَعْنَةَ ۔ لعنت ہے
اللّٰهِ ۔ اللہ کی	وَ ۔ اور	الْمَلٰٓئِكَةِ ۔ فرشتوں کی	وَ ۔ اور
النَّاسِ ۔ لوگوں	اَجْمَعِيْنَ ۔ سب کی	خٰلِدِيْنَ ۔ ہمیشہ رہنے والے	فِيْهَا ۔ اس میں
لَا ۔ نہ	يُخَفَّفُ ۔ ہلکا کیا جائے گا	عَنْهُمُ ۔ ان سے	الْعَذَابُ ۔ عذاب
وَ ۔ اور	لَا هُمْ ۔ نہ وہ	يُنْظَرُوْنَ ۔ مہلت دیے جائیں	اِلَّا ۔ مگر
الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	تَابُوْا ۔ توبہ کریں	مِنْ بَعْدِ ۔ بعد	ذٰلِكَ ۔ اس کے
وَ ۔ اور	اَصْلَحُوْا ۔ درست ہو جائیں	فَاِنَّ ۔ تو بیشک	اللّٰهَ ۔ اللہ
غَفُوْرٌ ۔ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ ۔ مہربان ہے	اِنَّ ۔ بیشک	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو
كَفَرُوْا ۔ کافر ہوئے	بَعْدَ ۔ بعد	اِيْمَانِهِمْ ۔ اپنے ایمان کے	ثُمَّ ۔ پھر
ازْدَادُوْا ۔ زیادہ ہو گئے	كُفْرًا ۔ کفر میں	لَّنْ ۔ ہرگز نہ	تُقْبَلَ ۔ قبول کی جائیگی
تَوْبَتُهُمْ ۔ انکی توبہ	وَ ۔ اور	اُولٰٓئِكَ ۔ یہ لوگ	هُمُ ۔ وہی ہیں
الضَّآلُّوْنَ ۔ گمراہ	اِنَّ ۔ بیشک	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	كَفَرُوْا ۔ کافر ہوئے
وَ ۔ اور	مَاتُوْا ۔ مر گئے	وَ ۔ اور	هُمْ ۔ وہ

كُفَّارٌ۔ کافر ہوں	فَلَنْ۔ تو ہرگز نہ	يُّقْبَلَ۔ قبول کیا جائیگا	مِنْ اَحَدِهِمْ۔ ان سے
مِلْءُ۔ بھری	الْاَرْضِ۔ زمین	ذَهَبًا۔ سونا	وَّ۔ اور
لَوِ۔ اگرچہ	افْتَدٰى۔ وہ فدیہ دیں	بِهٖ۔ اس کا	اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ
لَهُمْ۔ واسطے انکے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے	اَلِيْمٌ۔ دردناک	وَّ۔ اور
مَا۔ نہیں	لَهُمْ۔ ان کا	مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔ کوئی مددگار	

مختصر تفسیر آٹھواں رکوع۔ آل عمران۔ پ ۳

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اور یاد کرو اے محبوب جب خدا نے عہد لیا پیغمبروں سے کہ جو میں تم کو کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس آئے رسول تصدیق فرماتا اس کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا پھر فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب انبیاء نے عرض کی ہم ایمان لائے فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔ اب جو اس کے بعد پھر گیا تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

اِذْ۔ اُذْكُرْ پوشیدہ کا ظرف ہے اس میں نبی محترم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرو۔ یا اُذْكُرُوْا پوشیدہ کا ظرف ہے کہ اے محبوب انہیں یاد دلاؤ کیونکہ انجیل۔ توریت اور سابقہ کتابوں میں اس عہد کا ذکر ہو چکا ہے اس لیے ان کو وہ عہد یاد دلایا گیا۔

مِيْثَاقَ وثوق سے بنا بہت مضبوط عہد۔

آیہ جلیلہ میں اللہ تعالے اجتماع انبیاء کرام فرما کر گویا آل انبیاء کانفرنس منعقد کر رہا ہے۔ اس کانفرنس میں از آدم تا ایں دم تمام انبیاء و مرسلین کا اجتماع ہے۔ لیکن اسود عنسی مسیلمہ کذاب۔ اسحاق اخرس۔ طلیحہ۔ محمد بن تومرہ اور مرزا غلام احمد برطانوی وغیرہ بنے ہوئے نبیوں میں سے کوئی اس کانفرنس میں شریک نہ ہو سکا نہ ہو سکتا تھا اس لیے کہ وہ سچے نبیوں کا اجتماع تھا۔

چنانچہ امام اجل ابو جعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں حضرت مولی المسلمین امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی ہیں کہ لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِيًّا مِّنْ اٰدَمَ فَمَنْ دُوْنَهٗ اِلَّا اَخَذَ عَلَيْهِ الْعَهْدَ فِيْ مُحَمَّدٍ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَئِنْ بُعِثَ وَھُوَ حَیٌّ لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ وَلَیَنْصُرَنَّہٗ وَیَاْخُذُ الْعَھْدَ بِذٰلِکَ عَلٰی قَوْمِہٖ۔

اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں تو ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔ یہی تفسیر سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔

چنانچہ اس ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم السلام نشر مناقب اور ذکر مناصب حضور سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین فرماتے رہے اور اپنی پاک مجالس و محافل کو حضور کی مدحت سے زینت دیتے رہے اور اپنے امتیوں سے حضور پر نور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے رہے حتی کہ وہ پچھلے مژدہ رساں ابن مریم علیہ السلام یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ کہتے تشریف لائے۔

یہانتک کہ تمام ستارے روشن مہ پارے پردۂ غیب میں تشریف لے گئے تو آفتاب عالمتاب ختمیت لے بہ ہزار جاہ و جلال طلوع اجلال فرمایا۔

چونکہ انبیاء کرام اپنی امتوں کو بھی حضور کی تشریف آوری کی بشارتیں دیتے رہے حضور کے مناصب علیا بیان کرتے رہے تو انکے دلوں میں عظمت ذات مصطفی علیہ التحیۃ والثناء ایسی مرکوز ہوئی کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے وَکَانُوْا یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ اس نبی ابطحی کے ظہور سے قبل کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے فَلَمَّا جَآءَھُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ۔ پھر جب وہ جانا پہچانا انکے پاس تشریف لایا منکر ہو بیٹھے فَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ تو خدا کی لعنت منکروں پر۔ اس کی تفسیر میں علماء فرماتے ہیں جب یہود مشرکوں سے لڑتے تو دعا کرتے اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا عَلَیْھِمْ بِالنَّبِیِّ الْمَبْعُوْثِ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِیْ نَجِدُ صِفَتَہٗ فِی التَّوْرَاۃِ۔ "الٰہی ہمیں مدد دے ان پر صدقہ اس نبی آخر الزمان کا جس کی نعت ہم توریت میں پاتے ہیں" اور اس دعا کی برکت سے انہیں فتح دی جاتی۔

یہی سبب ہے کہ جب آخر زمانہ میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائینگے باآنکہ بدستور سابقہ منصب نبوت و رسالت پر ہوں گے مگر اس وقت حضور انور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بن کر رہیں گے حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے۔ انگریزی نبی کی طرح احکام جہاد کی مخالفت نہیں کریں گے حضور کے غلاموں کو کافر نہیں کہیں گے۔ حتی کہ حضور کے ایک امتی و نائب یعنی امام مہدی علیہ الرحمۃ والرضوان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔
جیسا کہ خود سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے حَیْثُ قَالَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کیسا حال ہو گا تمہارا جب ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہو گا۔ اَخْرَجَہُ الشَّیْخَانِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ

اور اس عہد واثق کی پوری تائید اللہ تعالےٰ نے توراۃ مقدس میں فرمائی جیسے علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ مطالع المسرات میں نقل فرماتے ہیں۔ یَا مُوْسٰی مَنْ اٰمَنَ بِاَحْمَدَ وَصَدَّقَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ وَمَنْ کَفَرَ بِاَحْمَدَ

وَكَذَّبَ بِهِ فِي جَمِيعِ خَلْقِي أُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔ أُولٰئِكَ هُمُ النَّادِمُونَ۔ أُولٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ۔ اے موسیٰ جو احمد پر ایمان لائے اور اسکی تصدیق کرے وہی ہے مراد کو پہنچا ہوا اور میری تمام مخلوق میں جس نے احمد سے انکار کیا اس کی تکذیب کی وہی زیاں کار ہے وہی پشیمان اور وہی بے خبر ہے۔

یہ آیت تورات شریف لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ کے مفہوم کو اچھی طرح واضح کر رہی ہے۔

اور علامہ سبکی عبدالکافی تقی الدین ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے آیۂ متلوہ پر ایک نفیس رسالہ تالیف فرمایا جس کا نام اَلتَّعْظِيمُ وَالْمِنَّةُ فِي لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ۔ رکھا۔ اس میں آیۂ مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور کے امتی تمام انبیاء ہیں اور حضور سب کے نبی۔ حضور کی نبوت ورسالت عہد سیدنا آدم ابوالبشر سے روز قیامت تک جمیع خلق کو عام اور شامل ہے اور حضور کا ارشاد كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ اپنے معنی حقیقی پر ہے۔

مختصر یہ کہ مسلمان اگر بہ نظر ایمان اس آیۂ کریمہ کے مفاد عظیمہ پر غور کرے تو اسے صاف اور صریح واضح ہو جائے کہ درحقیقت مصطفی کی ذات ستودہ صفات ہی اصل الاصول ہے اور حضور ہی وہ رسول ہیں جنہیں رسول الرسل کہا جاسکے۔ بلکہ جو نسبت امتیوں کو انبیاء و رسل سے ہے وہ نسبت انبیاء و رسل کو اس سید الکل امام الکل فی الکل سے ہے سبحان اللہ کیا شان ہے یہ تو دیکھا تھا کہ امتیوں پر فرض ہوتا ہے کہ رسولوں پر ایمان لائیں یہاں رسولوں پر فرض کیا گیا کہ اس نبی امی قرشی ابطحی پر ایمان لائیں۔ ان سے عہد و پیمان لیا گیا کہ میرے محبوب سے گرویدگی کے گویا صاف وصریح جتایا ہے کہ مقصود اصلی صرف ایک یہی ہیں۔ باقی سب تابع وطفیلی ع

مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل

پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآن عظیم نے کس قدر مہتم بالشان ٹھہرایا اور کس طرح سے مؤکد فرمایا۔

(۱) انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں ان سے زنہار حکم الٰہی کا خلاف ممکن ہی نہیں تھا۔ اندریں حال کافی وافی شافی تھا کہ اللہ تعالیٰ بطریق امر انہیں فرما دیتا کہ وہ نبی آخر الزمان جب تمہارے پاس آئے تو ان پر ایمان لانا اس کی مدد کرنا مگر اس پر اکتفا نہ کیا گیا بلکہ ان سے عہد و پیمان لیا اور یہ پیمان پیمان ثانی ہے۔ پہلا پیمان اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ تھا۔ اسکے بعد دوسرا پیمان جیسے کلمۂ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ ہے ظاہر کیا اس سے ظاہر ہے کہ تمام ماسوی اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الٰہیہ کا اذعان ہے پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ پر ایمان (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲) اس عہد کو لام قسم سے مؤکد فرمایا لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ یہ ایسا ہی عہد ہے جو نوابوں سے بیعت سلاطین لیتے وقت حلف کے ذریعہ لیتے ہیں۔ علامہ امام سبکی فرماتے ہیں کہ حلف وفاداری اور سوگند بیعت کا طریقہ شاید اسی آیۂ کریمہ سے ماخوذ ہے۔

(۳) نون تاکید اور وہ بھی ثقیلہ لا کر ثقل تاکید کو دوبالا فرمادیا۔

(۴) کمال اہتمام قابل غور ہے کہ حضرات انبیاء ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرماکر پوچھتے ہیں ءَ اَقْرَرْتُمْ کیا تم اس امر پر اقرار لاتے ہو۔ گویا کمال تعجیل مقصود ہے۔

(۵) پھر اسی پر بس نہ فرمائی بلکہ ارشاد ہوا وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ خالی اقرار نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

(۶) عَلَیْہِ یا عَلٰی ہٰذَا کی جگہ عَلٰی ذٰلِکُمْ فرمایا تاکہ بُعد اشارہ دلیل عظمت ہو۔

(۷) پھر اہتمام میں اور ترقی کی اور فرمایا فَاشْهَدُوْا۔ اس معاہدہ میں ایک دوسرے کے گواہ ہوجاؤ حالانکہ بعد اقرار انبیاء کرام کا مکر جانا (معاذ اللہ) ان کی قدوسیت کے مغائر اور انکی معصومیت کے خلاف تھا اور ایسا ممکن ہی نہ تھا۔

(۸) پھر کمال یہ کہ فقط انکی گواہیاں مکتفی نہ ہوئیں بلکہ ارشاد فرمایا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔ ہم خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہیں۔

(۹) پھر سب سے زیادہ اہمیت اور نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم وجلیل تاکیدوں کے بعد انکے ساتھ جنہیں عصمت عطا فرمائی۔ جنہیں معصوم قرار دیا یہ سخت تہدید بھی فرمادی گئی کہ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ اب جو اس عہد واقرار سے پھرے گا فاسق ٹھیرے گا۔

اللہ اللہ! یہ اہتمام تمام اور اس قدر اعتناء تام تو صرف اور صرف توحید کے بارے میں منظور ہوا تھا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد تھا وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ جو ان میں سے کہیگا کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں اسے ہم جہنم کی سزا دینگے۔ گویا اہمیت رسالت مصطفی پر اشارہ فرمایا گیا کہ جس طرح ایمان کے جزو اول لا الٰہ الا اللہ کا اہتمام ہے۔ یونہی جزو دوم محمد رسول اللہ سے اعتناء تام ہے۔

میں تمام جہان کا خدا اور ایسا خدا کہ ملائکہ بھی میری بندگی سے سرتابی نہیں کرسکتے۔ میرا محبوب بھی سارے عالم کا ایسا رسول ومقتدی ہے کہ انبیاء مرسلین بھی اس کی بیعت وخدمت سے منہ نہیں موڑ سکتے۔

پھر متنبی کذاب افتراء پرداز افراد کی کیا حیثیت جو اس میدان میں گامزن ہوسکیں بعدہ یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ انبیاء کرام کو ادائے امانت وابلاغ رسالت میں کن کن باتوں کی حاجت ہوتی ہے اس کی تھوڑی تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) حلم تاکہ کفار کے گستاخانہ کلمات اور بے جا اتہامات سے تنگدل نہ ہوں کما قال تعالٰی وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ

(۲) صبر کہ مخالفین ومشرکین کی اذیتوں سے گھبرا نہ جائیں کما قال تعالٰی فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

(۳) تواضع کہ انکی صحبت سے نفور نہ ہوں۔ ان سے نفرت نہ کریں حیث قال وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(۴) لینت کہ قلوب اغیار ان کی طرف راغب ہوں۔ حیث قال فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔

(۵) رحمت تاکہ افاضۂ خیر و برکت کے لیے واسطہ ہوں۔ کما قال رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ۔

(۶) شجاعت تاکہ دشمن کی کثرت کو بھی خطرہ میں نہ لائیں اِنِّیْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ۔

(۷) سخاوت تاکہ تالیف قلوب کا موجب ہو۔ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ

(۸) عفو و بخشش تاکہ نادان جاہل مانوس ہوں اور فیض یاب ہو سکیں۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

(۹) قناعت و استغنا تاکہ جہاں تبلیغ دین و تنظیم مسلمین کو طلب دنیا پر محمول نہ کرسکیں لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ۔

(۱۰) جمال و عدل تاکہ تادیب و تربیت امت میں جس کی رعایت کرسکیں۔ وَاِنْ حَكَمْتَ بَيْنَهُمْ فَاحْكُمْ بِالْقِسْطِ

(۱۱) کمال عقل جو اصل فضائل اور منبع فواضل ہے یہی وجہ ہے کہ عورت کبھی نبی نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ اور دیہہ کے بدوی کو بھی نبی نہیں بنایا گیا۔ بلکہ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى یعنی آبادی کے شہری کو ہی نبی بنایا گیا۔

اسی طرح لطافت نسب و حسن سیرت و صورت تمام صفات جمیلہ کا ہونا بھی لازمی ہے تاکہ ان کی کسی بات پر نکتہ چینی نہ ہو سکے۔

غرضکہ یہ سب خصائل انہیں خزانوں کا ایک حصہ ہے جو ان سلاطین نبوت و حقیقت کو عطا ہوتے ہیں پھر جس کی سلطنت عظیم ہو اس کے خزائن بھی عظیم ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُنَزِّلُ الْمَعُوْنَةَ عَلٰى قَدْرِ الْمُؤْنَةِ۔

تو ضرور ہوا کہ ہمارے حضور ان تمام اخلاق فاضلہ اور اوصاف کاملہ میں تمام انبیاء سے اتم و اکمل اعلیٰ و اجل ہوں۔ اسی لیئے خود ارشاد فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا (اخرجہ البخاری فی الآداب) آگے فیصلہ قطعی ہے فرمایا

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ

تو کیا اللہ کے دین کے سوا اور دین چاہتے ہیں اور اس کے لیے گردن جھکائے ہوئے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور اسی کی طرف پھریں گے۔

یعنی جب عہد لے لیا گیا اور دلائل نبوت واضح کردیے گئے ملائکہ اور جنات انسان سب نے دلائل میں نظر کرکے انصاف کی راہ سے یہ اطاعت پہلو اختیار کیا پھر اس دین کے سوا کسی جدید دین کو ماننا سوائے نقصان و خسران میں پڑنے کے اور کوئی فائدہ نہ دے گا۔ خوشی سے ماننے والے تو عامۂ مومنین ہوئے اور مجبوری سے ماننے والے وہ ہیں جو کسی خوف سے یا عذاب کے دیکھ لینے سے جھکے جیسے کافر کہ ضغطۂ موت

کے وقت ایمان کی طرف فرعون کی طرح رجوع ہوا اور ڈبتے ہوئے بولا اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (میں ایمان لایا کہ یقینا کوئی معبود نہیں ہے مگر وہ معبود جس پر ایمان لائے بنی اسرائیل اور میں فرمانبرداروں سے ہوں) جس کا جواب من جانب اللہ مل گیا آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ (کیا اب ایمان لاتا ہے اور تو پہلے نافرمان تھا اور فساد کرنے والوں سے تھا) اس کے بعد مومنین کو عام ہدایت کی گئی اور ارشاد ہوا

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ ص لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ ز وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ہ یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو ہم پر اترا اور جو اترا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں پر اور جو کچھ لائے موسیٰ اور عیسیٰ اور تمام انبیا اپنے رب سے ہم ان میں کسی پر (ایمان میں) فرق نہیں کرتے (جیسے یہود ونصاریٰ نے کیا کہ بعض پر ایمان لائے اور بعض کے منکر ہوگئے) اور ہم اسی کے لیے گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد حضور کی تعلیم کے خلاف چلنے والوں پر تو بیخاً حکم فرمایا

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں نقصان و خسران والوں سے ہے

شان نزول:۔ حضرت سید المفسرین ابن عباس نے فرمایا کہ یہ آیت یہود ونصاریٰ کے لیے نازل ہوئی یہود حضور کی بعثت سے پہلے حضور کے وسیلے سے دعا فتح کیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَکَانُوْا یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ اور آپ کی نبوت کے مقر تھے پھر جب حضور تشریف لے آئے تو حسد میں آکر آپ کا انکار کرنے لگے فَلَمَّا جَآءَھُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ (پھر جب آیا ان کے پاس جانا پہچانا تو منکر ہوگئے۔)

نَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ کے فقرہ میں مسلمانوں کا موقف بتایا گیا کہ ایک مسلمان ان تمام نبیوں کو حق اور سچا مانتا ہے۔ چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

کَیْفَ یَھْدِی اللّٰہُ قَوْمًا کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ وَشَھِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَھُمُ الْبَیِّنٰتُ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ہ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ اَنَّ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃَ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ج لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ کیسے اللہ ایسی قوم کی ہدایت فرمائے جو ایمان لاکر کافر ہوگئے (یعنی ایسی قوم کو کیسے توفیق ایمان دے جو جان پہچان کر دل سے مان کر منکر ہوگئی) اور گواہی دے چکے تھے کہ بے شک رسول سچا ہے (یعنی جناب محمد مصطفیٰ کی تصدیق کر چکے تھے) اور انہیں کھلی نشانیاں آچکی تھیں (یعنی روشن

معجزات دیکھ چکے تھے) اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا انکی سزا یہی ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں کی سب کی ہمیشہ اس میں انہیں رہنا ہے نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہوگا اور نہ اللہ نظر رحمت سے انہیں دیکھے گا۔

شان نزول :۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بارہ شخص جن میں ابو عامر راہب۔ حارث بن سوید انصاری۔ طعمہ بن مبارک۔ جحوج بن اسلت مرتد ہو کر کفار سے جاملے پھر انہوں نے اہل مدینہ کے پاس خطوط لکھے کہ ہماری توبہ قبول ہو سکتی ہے تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ان آیات میں تائبین کا استثناء فرمایا گیا چنانچہ ارشاد ہوا۔

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ مگر وہ جنہوں نے توبہ کرلی اسکے بعد اور اپنی اصلاح کرلی تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

شان نزول :۔ حارث بن سوید انصاری کو کفار کے ساتھ جاملنے سے ندامت ہوئی تو انہوں نے اپنی قوم کو پیام دیا کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرو کہ حارث شرمندہ ہے کیا اسکی توبہ قبول ہو سکتی ہے چنانچہ انکے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور وہ مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر تائب ہوئے اور حضور نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

تَابُوْا۔ توب سے بنا اس کے معنی رجوع کرنا ہے گناہوں سے رجوع توبہ ہے اَصْلَحُوْا اصلاح سے بنا اسکے معنی درستی یعنی توبہ کے ساتھ اپنے اعمال ٹھیک کرلیں۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ مغفرت سے گناہوں کا معاف کرنا اور رحمت سے ان کی نیکیوں کا ثواب دینا مقصود ہے۔ آگے یہود کی بے ایمانیوں کو واضح کرکے اسکا انجام بیان فرمایا جا رہا ہے ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۔ بیشک وہ جو ایمان لاکر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے انکی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور وہی ہیں بہکے ہوئے بیشک وہ جو کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ان میں کسی سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا زمین بھر کر سونا اگرچہ اپنی خلاصی کیلئے فدیہ کریں انکے لیے دردناک عذاب ہے اور انکا کوئی یار و مددگار نہیں۔

شان نزول :۔ یہ آیت یہود کیلئے نازل ہوئی جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل سے کفر کیا پھر کفر میں اور آگے بڑھے کہ انجیل کے دشمن ہوگئے حتی کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کیساتھ کفر کر بیٹھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت یہود و نصاری دونوں کے لیے نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تو اپنی کتابوں میں حضور کی نعت و توصیف دیکھ کر ایمان لائے تھے اور حضور کے ظہور کے بعد کافر و منکر ہوگئے حتی کہ کفر میں اور شدید ترین کافر ہوگئے یہ اگر اسی حال میں مرے اور اپنے کفر سے باز نہ آئے تو انکا زمین بھر کے سونا بھی خیرات کرنا مقبول نہ ہوگا یہ سخت عذاب کے مستحق ہیں اور میدان حشر میں ان کا کوئی یار و مددگار نہیں۔

الحمد للہ کہ تیسرا پارہ ختم ہوگیا اور چوتھا پارہ شروع کیا گیا۔ اللہ تعالی قبول فرمائے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

خادم المفسرین فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد قادری چشتی اشرفی۔ ترتیب اضافات فقیر قادری ابن الحسنات سید خلیل احمد قادری
خطیب مسجد وزیر خان لاہور۔

پارۂ چہارم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع۔ آل عمران پ ۴

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ○

تم ہرگز بھلائی نہیں حاصل کر سکتے جبتک راہ خدا میں خرچ نہ کرو اپنی محبوب چیز۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○

اور جو کچھ تم خرچ کرو تو بے شک اللہ سے جانتا ہے۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

سب کھانے بنی اسرائیل کو حلال تھے مگر وہ جو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کیے تھے توریت کے نزول سے قبل فرما دیجئے توریت لاؤ اور پڑھو اگر تم سچے ہو۔

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

تو جو جھوٹ باندھے اللہ پر اس کے بعد تو وہی ظالم ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۣ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

فرما دیجئے اللہ سچا ہے تو پیروی کرو دین ابراہیم کی جو ہر باطل سے جدا ہے اور نہیں تھے وہ مشرکوں سے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّھُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر ہوا وہ ہے مکہ میں برکت والا اور راہنما سارے جہان کا۔

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ڬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَي النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَ

اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور اس میں آئے امان پائے اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس راہ میں چلنے

مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

کی طاقت رکھے۔ اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۝

فرمادیجئے اے کتاب والو کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی آیتوں سے اور اللہ دیکھ رہا ہے تمہارے کام۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

فرمادیجئے اے کتاب والو! کیوں اللہ کی راہ سے روکتے ہو اسے جو ایمان لائے چاہتے ہو ٹیڑھا پن اور تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ غافل نہیں تمہاری کرنیوں سے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا
مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ
اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝

اے ایمان والو! اگر تم پیروی کرو گے کسی فریق کی جسے کتاب دی گئی ہے تو وہ تمہیں لوٹا دیں گے ایمان کے بعد کفر پر۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ
اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ
بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

اور تم کیسے کفر کرو گے۔ حالانکہ تم پر پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور تم میں اس کا رسول ہے اور جو سہارا لے اللہ کا وہ ہدایت یافتہ ہے سیدھی راہ کی طرف

لفظی ترجمہ

لَنْ۔ ہرگز نہیں	تَنَالُوا۔ حاصل کرسکتے تم	اَلْبِرَّ۔ بھلائی	حَتّٰی۔ جب تک
تُنْفِقُوْا۔ خرچ کرو	مِمَّا۔ اسے جو	تُحِبُّوْنَ۔ تمہیں محبوب ہے	وَ۔ اور
مَا۔ جو	تُنْفِقُوْا۔ خرچ کرو تم	مِنْ شَیْءٍ۔ کچھ	فَاِنَّ۔ تو بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ	بِهٖ۔ اسے	عَلِيْمٌ۔ جانتا ہے	كُلُّ۔ سب
الطَّعَامِ۔ کھانے	كَانَ۔ تھے	حِلًّا۔ حلال	لِّبَنِيْٓ۔ اولاد
اِسْرَآءِيْلَ۔ یعقوب کو	اِلَّا۔ مگر	مَا۔ وہ جو	حَرَّمَ۔ حرام کرلیے
اِسْرَآءِيْلُ۔ یعقوب نے	عَلٰی۔ اوپر	نَفْسِهٖ۔ اپنے نفس کے	مِنْ قَبْلِ۔ قبل اسکے کہ
اَنْ۔ وہ	تُنَزَّلَ۔ نازل ہو	التَّوْرٰىةُ۔ توریت	قُلْ۔ فرمادیجئے
فَاْتُوْا۔ لاؤ	بِالتَّوْرٰىةِ۔ توریت	فَاتْلُوْهَا۔ تو پڑھو اسے	اِنْ۔ اگر

کُنْتُمْ۔ ہوتم | صٰدِقِیْنَ۔ سچے | فَمَنْ۔ پھر جو | افْتَرٰی۔ باندھے
عَلَی۔ اوپر | اللّٰہِ۔ اللہ کے | الْکَذِبَ۔ جھوٹ | مِنْ بَعْدِ۔ بعد
ذٰلِکَ۔ اس کے | فَاُولٰٓئِکَ۔ تو یہی | ھُمُ۔ وہ ہیں | الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالم
قُلْ۔ کہو | صَدَقَ۔ سچ کہا | اللّٰہُ۔ اللہ نے | فَاتَّبِعُوْا۔ تو پیروی کرو
مِلَّۃَ۔ مذہب | اِبْرٰھِیْمَ۔ ابراہیم | حَنِیْفًا۔ حنیف کی | وَ۔ اور
مَا۔ نہ | کَانَ۔ تھا وہ | مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ مشرکوں سے
اِنَّ۔ بیشک | اَوَّلَ۔ پہلا | بَیْتٍ۔ گھر | وُّضِعَ۔ جو بنایا گیا
لِلنَّاسِ۔ لوگوں کیلئے | لَلَّذِیْ۔ وہ ہے | بِبَکَّۃَ۔ جو مکہ میں ہے | مُبٰرَکًا۔ برکت والا
وَّ۔ اور | ھُدًی۔ ہدایت | لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ جہانوں کیلئے | فِیْہِ۔ اس میں
اٰیٰتٌ۔ نشان ہیں | بَیِّنٰتٌ۔ کھلے | مَّقَامُ۔ مقام | اِبْرٰھِیْمَ۔ ابراہیم ہے
وَ۔ اور | مَنْ۔ جو | دَخَلَہٗ۔ داخل ہوا اس میں | کَانَ۔ ہے وہ
اٰمِنًا۔ امن والا | وَّ۔ اور | لِلّٰہِ۔ اللہ کا حق ہے | عَلَی۔ اوپر
النَّاسِ۔ لوگوں کے | حِجُّ۔ حج کرنا | الْبَیْتِ۔ بیت اللہ کا | مَنِ۔ جو
اسْتَطَاعَ۔ طاقت رکھے | اِلَیْہِ۔ اس کی طرف | سَبِیْلًا۔ رستے کی | وَ۔ اور
مَنْ۔ جو | کَفَرَ۔ کفر کرے | فَاِنَّ۔ تو بیشک | اللّٰہَ۔ اللہ
غَنِیٌّ۔ بے پرواہ ہے | عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔ سارے جہان والوں سے | قُلْ۔ کہو
یٰٓ۔ اے | اَھْلَ۔ اہل | الْکِتٰبِ۔ کتاب | لِمَ۔ کیوں
تَکْفُرُوْنَ۔ کفر کرتے ہو | بِاٰیٰتِ۔ آیات | اللّٰہِ۔ الٰہی کا | وَ۔ اور
اللّٰہُ۔ اللہ | شَھِیْدٌ۔ گواہ ہے | عَلٰی۔ اوپر | مَا۔ اسکے جو
تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے ہو | قُلْ۔ کہو | یٰٓ۔ اے | اَھْلَ۔ اہل
الْکِتٰبِ۔ کتاب | لِمَ۔ کیوں | تَصُدُّوْنَ۔ روکتے ہو | عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ خدا کی
راہ سے | مَنْ۔ جو | اٰمَنَ۔ ایمان لائے | تَبْغُوْنَھَا۔ چاہتے ہو اس میں
عِوَجًا۔ ٹیڑھ | وَّ۔ اور | اَنْتُمْ۔ تم | شُھَدَآءُ۔ گواہ ہو
وَ۔ اور | مَا۔ نہیں | اللّٰہُ۔ اللہ | بِغَافِلٍ۔ بے خبر
عَمَّا۔ اس سے جو | تَعْمَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو | یٰٓاَیُّھَا۔ اے | الَّذِیْنَ۔ وہ جو

اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	اِنْ۔ اگر	تُطِیْعُوْا۔ تابعداری کروگے	فَرِیْقًا۔ ایک فرقے کی
مِّنَ الَّذِیْنَ۔ ان میں سے جو		اُوْتُوا۔ دیے گئے	اَلْکِتَابَ۔ کتاب
یَرُدُّوْ۔ پھیر دینگے	کُمْ۔ تم کو	بَعْدَ۔ بعد	اِیْمَانِکُمْ۔ ایمان تمہارے کے
کٰفِرِیْنَ۔ کافر	وَ۔ اور	کَیْفَ۔ کیسے	تَکْفُرُوْنَ۔ کفر کرتے ہو تم
وَ۔ اور	اَنْتُمْ۔ تم پر	تُتْلٰی۔ پڑھی جاتی ہیں	عَلَیْکُمْ۔ تم پر
اٰیٰتُ۔ آیتیں	اللّٰہِ۔ اللہ کی	وَ۔ اور	فِیْکُمْ۔ تم میں
رَسُوْلُہٗ۔ اس کا رسول ہے	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	یَّعْتَصِمْ۔ تھام لے
بِاللّٰہِ۔ اللہ کو	فَقَدْ۔ تو بیشک	ھُدِیَ	اِلٰی
صِرَاطٍ	مُّسْتَقِیْمٍ		

مختصر تفسیر آٹھواں رکوع سورۃ آل عمران پ۴

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ۔ تم ہرگز بھلائی کو حاصل نہیں کر سکتے۔
قاموس میں ہے اَلْبِرُّ الصِّلَۃُ وَالْجَنَّۃُ وَالِاتِّسَاعُ فِی الْاِحْسَانِ۔ احسان عام ہے۔ جس بِرّ کی نسبت بندہ کی طرف ہو وہ طاعت صدق اور اتساع فی الخیر ہے اور جس بِرّ کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف ہو وہ رضا رحمت اور جنت ہے۔ حضرت ابن مسعود اور ابن عباس بِرّ سے جنت مراد لیتے ہیں۔
حضرت حسن اس کے معنی لَنْ تَکُوْنُوْا اَبْرَارًا فرماتے ہیں یعنی کثیر الخیر
علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ بِرّ کی حقیقت وہ کمال خیر ہے
حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سچ بولنے کو لازم پکڑو کیونکہ وہ بِرّ کی راہ دکھاتا ہے آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ بولنے سے کذاب لکھا جاتا ہے (مسلم)
حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ جب تک خرچ نہ کرو اپنی پیاری چیز (راہ خدا میں)
مَا تُحِبُّوْنَ سے مال کی تمام اقسام مراد ہیں۔ کیونکہ مال سے محبت ہوتی ہے جس شخص نے مال کا کچھ حصہ خرچ کیا حتی کہ زکوۃ بھی ادا نہ کی وہ بِرّ کے درجہ کو کیسے پہنچ سکتا ہے وہ فاسق و فاجر ہے۔
حسن کہتے ہیں کہ جو مال مسلمان کو محبوب ہوا سے رضائے الٰہی میں خرچ کرنے کی طرف اس آیت میں توجہ دلائی

ہے خواہ ایک کھجور ہی ہو (خازن)

حضرت عمر بن عبدالعزیز شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کیا کرتے تھے۔ ان سے دریافت ہوا کہ ایسا کیوں کرتے ہو اس کی بجائے پیسے ہی کیوں نہیں خرچ کر دیتے فرمایا شکر مجھے محبوب ہے اور تنفقوا مما تحبون کا مقتضا یہی ہے۔ تو میں وہ چیز صدقہ کرتا ہوں جو مجھے محبوب ہے (مدارک)۔

بخاری و مسلم میں ایک حدیث ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابو طلحہ انصاری مدینہ میں بڑے مقبول تھے۔ انہیں اپنے اموال میں بیرحا باغ بہت محبوب تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا حضور مجھے بیرحا میرے اموال میں سب سے زیادہ محبوب ہے میں اسے راہ خدا میں صدقہ کرتا ہوں حضور نے اس پر اظہار مسرت فرمایا۔ پھر سے بایماء سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ابو طلحہ نے اپنے اقارب اور بنی عم میں تقسیم کر دیا۔

علامہ بغوی حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا میرے لیے ایک باندی خرید کر بھیج دو۔ جب وہ آئی آپ کو بہت پسند ہوئی آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھ کر اسے اللہ کے لیے آزاد کر دیا۔

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ۔ تو اللہ اس کو جانتا ہے یعنی اس کا بدلہ عمل کے مطابق عطا فرمائے گا

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝

سب کھانے حلال تھے بنی اسرائیل کو مگر وہ جو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کر لیے تھے توریت اترنے سے پہلے فرما دیجئے توریت لا کر پڑھو اگر تم سچے ہو تو جو افترا باندھے اللہ پر جھوٹا اس کے بعد تو وہی ظالموں میں ہے فرما دیجئے اللہ سچا ہے تو تم ابراہیم کے دین کی پیروی کرو جو ہر باطل سے پاک ہے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

طعام کے معنی ہیں مزا۔ لام عہدی ہے یعنی ہر حلال کھانا۔

شان نزول:۔ یہود نے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ ملت ابراہیمی پر اپنے کو بتاتے ہیں باوجودیکہ حضرت ابراہیم اونٹ کا گوشت اور دودھ نہیں کھاتے تھے اور آپ کھاتے ہیں پھر آپ ملت ابراہیمی پر اپنے کو کیسے کہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حلال تھیں۔ یہود بولے کہ یہ حضرت نوح پر بھی حرام تھیں حضرت ابراہیم پر بھی حرام تھیں اور ہم تک حرام چلی آرہی ہیں۔

اس پر اللہ تعالے نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کر جواب دیا کہ یہود کا یہ دعوی باطل ہے بلکہ یہ چیزیں حضرت

ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحاق۔ یعقوب سب پر حلال تھیں۔ البتہ حضرت یعقوب نے کسی سبب سے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ اور یہ حرمت ان کی اولاد تک ہے جسے بنی اسرائیل کہتے ہیں۔

علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کا گوشت اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے خیال سے حرام کر لیا تھا۔ پھر انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد پر بھی حرام کر دیا تھا۔

مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ۔ توریت نازل ہونے سے قبل

قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ اے محبوب فرمادیجئے ان سے کہ لاؤ توریت اور پڑھ کر سناؤ اگر تم سچے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم دیا۔ یہود نے اس کا انکار کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا توریت لاؤ وہ بھی اسی حکم کی ناطق ہے۔ تو یہود کو اپنی ذلت کا خوف ہوا اور توریت نہ لاسکے۔ ان کا جھوٹ اور افتراء ظاہر ہو گیا اور انہیں شرمندہ ہونا پڑا۔

فائدہ:۔ اس تصریح سے ثابت ہوا کہ پچھلی شریعتوں میں احکام منسوخ ہوتے تھے اور یہود نسخ کے قائل نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار تعلیم ظاہر امّی تھے لیکن باوجود امی ہونے کے یہود کو توریت سے الزام دینا اور مضامین توریت سے استدلال فرمانا آپ کا معجزہ اور دلیل نبوت صادق ہے اس سے حضور کا علم وہبی اور آپ کا علوم غیبی پر عبور ثابت ہوا۔

فَمَنِ افْتَرٰى۔ مَن سے مراد تمام کفار ہیں۔

اَفْتَرٰى فری اور فریہ سے بنا۔ اس کے اصطلاحی معنیٰ جھوٹ۔ تہمت اور فساد کے ہیں یعنی جھوٹ گھڑنا بنا لینا ہے (کبیرا) پھر اللہ پر جھوٹ باندھنا کہ اللہ نے حضرت نوح حضرت ابراہیم پر حرام کی تھی۔

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد کہ توریت کی حجت لازم ہو گئی۔

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ تو وہی ہیں ظالم بے انصاف۔

اس آیت میں یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اس جواب کے بعد بھی اگر کوئی یہودی اپنے باطل خیال پر اڑا رہے تو اس کے ظالم ہونے میں کیا شک ہے آگے محاکمہ فرما دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ فرمادیجئے اللہ سچا ہے تو تم پیروی کرو دین ابراہیم کی۔ جو ہر باطل سے پاک ہے اور وہ مشرکوں سے نہ تھے۔

بلکہ ان کا دین وہی ہے جو دین محمدی ہے اس کے بعد مکہ معظمہ اور بیت اللہ شریف کی فضیلت اور حج کے لیے اعلان ہوا چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۔

بیشک پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے لیے وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑا ہونے کی جگہ اور جو اس میں داخل ہوا امان میں ہوا۔ اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو طاقت رکھے اس تک چلنے کی اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

شان نزول: یہود نے مسلمانوں سے کہا کہ کعبہ افضل نہیں بلکہ بیت المقدس جو ہمارا قبلہ ہے وہ افضل ہے اور اس سے پہلا ہے۔ انبیاء کا مقام ہجرت ہے اور پرانا قبلۂ عبادت ہے۔ مسلمانوں نے کہا کہ کعبہ افضل ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس میں بنایا کہ سب سے پہلا گھر جس کو اللہ تعالٰے نے طاعت و عبادت کے لیے مقرر کیا۔ نماز کا قبلہ حج اور طواف کا موضع بنایا جس میں نیکیوں کے ثواب زیادہ ہوتے ہیں وہ کعبہ معظمہ ہے جو شہر مکہ میں واقع ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ بیت المقدس سے چالیس سال پہلے بنایا گیا۔
پھر اس کی حرمت و فضیلت پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں کہ اس میں کتے ہوں یا ہرن یا پرندے وہاں شکار نہیں کرتے۔ عام دلوں کی کشش کعبہ کی طرف ہوتی ہے اس کی طرف دیکھنے سے دل میں رقت و بینت پیدا ہوتی ہے۔ ہر شب جمعہ یہاں ارواح اولیاء حاضر ہو کر اس کے گرد طواف کرتی ہیں جس نے اس کی بے حرمتی کا قصد کیا وہ مثل ابرہۃ الاشرم تباہ و برباد ہوا۔ انہیں نشانیوں میں مقام ابراہیم وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن کا بیان فرمایا گیا (مدارک۔ خازن۔ تفسیر احمدی)

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ۔ بیشک پہلا گھر جو مقرر کیا گیا لوگوں کے واسطے۔
یعنی گھر جو اللہ تعالٰے نے انسانوں کے قبلہ مقرر فرمایا۔

امام حسن فرماتے ہیں کہ وہ مسجد جو اللہ تعالٰے نے عبادت کے لیے اول اول مقرر فرمائی جیسا کہ ارشاد ہے فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ یعنی وہ مسجد جن میں اللہ تعالٰے کا نام بلند کیا جاتے۔

بیت سے مراد مسجد ہے لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ بیشک وہی بیت ہے جو مکہ میں ہے عرب با کو میم اور میم کو با سے بدل لیتے ہیں جیسے نبیط کا نمیط۔ لازم کا لازب۔

بکہ بَکٌّ سے، وہ جگہ ہے جہاں بیت اللہ ہے جو طواف کی جگہ ہے۔ مکہ کو بکہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں انسانوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔ بکت کے معنی ازدحام کے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ وہاں بڑے بڑے سرکش متکبروں کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔ جو بُری نیت سے آیا اس کو اللہ تعالے نے ذلیل و خوار کیا حتیٰ کہ نیست و نابود کیا جیسے تبع اول حمیری اور ابرہتہ الاشرم وغیرہ وغیرہ۔

تاریخ مکہ و بیت اللہ شریف

حضرت عبداللہ بن عمر سے مجاہد فرماتے ہیں زمین و آسمان پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے اس بیت کو پیدا کیا یہ پانی پر چمکتا ہوا جھاگ تھا پھر زمین نیچے بچھا دی گئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے کے عرش کے نیچے ایک بیت تھا جس کا نام بیت المعمور تھا فرشتوں کو اس بیت کے طواف کا حکم تھا پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ اسی نقشہ کا اتنا ہی بڑا ایک بیت زمین پر بنائیں فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار برس قبل بنایا اور فرشتے اس کا حج کرتے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام نے حج کیا تو فرشتوں نے بشارت دی کہ آپ کا حج مبرور و مقبول ہے۔ ہم آپ سے دو ہزار سال پہلے حج کر چکے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اول ہونے سے مراد یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو انبیاء میں پہلے پہل بنایا (تاریخ مکہ)

بعض نے شرافت کے اعتبار سے اول ہونا قرار دیا ہے کہ زمانہ کے لحاظ سے

بعض کا قول ہے یہی پہلا بیت ہے جو حضرت آدم نے بنایا اور طوفان نوح کے زمانہ میں اٹھا لیا گیا۔

بعض کہتے ہیں کہ بے نشان ہو گیا تھا پھر حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والتسلیم نے تعمیر کیا پھر قبیلہ جرہم اور عمالقہ نے پھر قریش نے تعمیر کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب تعمیر کا ارادہ کر چکے تو اس کی بنیادوں کا پتہ نہیں چلتا تھا تو اللہ تعالے نے ایک ہوا چلائی جس کو ریح الخجوج کہتے تھے اس کے دو پر تھے ایک سر تھا۔ اس ہوا نے چاروں طرف سے بنیادوں کو صاف کر دیا۔ اور بنیادیں معلوم ہو گئیں اسی پر حضرت ابراہیم نے تعمیر شروع کر دی۔

مُبارَکًا۔ برکت والا۔ ثواب کا زیادہ باعث ہے کیونکہ بعض عبادتیں بیت اللہ کے ساتھ خاص ہیں جیسے طواف۔ عمرہ۔ حج وغیرہ

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ منت ملنے کہ دو رکعت مسجد حرام

میں ادا کرے گا تو اس کی منت دوسری جگہ پوری نہ ہو گی جب تک کہ وہ مسجد حرام میں ہی ادا نہ کرے۔

هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ سیدھا راستہ ہے تمام جہان والوں کے لیے۔

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ اس میں دو بڑی نشانیاں موجود ہیں۔

مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ۔ ایک پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر بیت اللہ کی تعمیر کی۔ اس پتھر میں آپ کے قدم مبارک کے نشان ہیں۔ فقیر نے الحمدللہ زیارت کا شرف حاصل کیا۔

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ جو شخص اس بیت اللہ مبارک میں داخل ہو جائے اس کو امن ملا۔

جو قاتل قتل کرنے کے بعد حرم میں داخل ہو گا اس کو قتل نہ کیا جائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں اپنے والد خطاب کے قاتل کو بھی حرم میں پاؤں تو اسے ہاتھ نہ لگاؤں گا یہاں تک کہ وہ باہر آئے۔

حضرت امام ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو حرم میں آگیا وہ امن میں آگیا اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی مفصل بحث لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ میں بیان ہو چکی ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں بھی عرب ایک دوسرے کو قتل کر کے حرم میں آجاتے تو اس کو بالکل نہ چھیڑتے اکثر مفسرین نے اس کا ذکر فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مکہ یا مدینہ میں انتقال کیا قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن ابوبکر و عمر کے درمیان اٹھوں گا پھر بقیع غرقد کی طرف جاؤں گا پھر وہاں کے دفن ہونے والے میرے ساتھ ہوں گے پھر مکہ والوں کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ وہ مجھ سے آملیں گے۔ سبحان اللہ۔ اللہ مدینہ منورہ کی موت عطا کرے آمین۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ۔ اور اللہ کے لیے لوگوں پر فرض ہے۔ ناس سے مراد، آزاد، عاقل بالغ۔ دولتمند ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نابالغ نے حج کیا اور حج کے بعد بالغ ہوا تو اس پر دوبارہ حج فرض ہے۔

حِجُّ الْبَيْتِ۔ اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا۔

حج نام ہے احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک ٹھہرنے

کا اور کعبۃ اللہ کے طواف کا اس کے لیے ایک خاص وقت مقرر ہے۔

حج ۹ ہجری میں فرض ہوا۔ اس کی فرضیت قطعی ہے۔ عمر میں ایک بار حج فرض ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اللہ کی توحید اور معبود ہونے پر گواہی دینا اور اللہ کے آخری نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا۔ نماز کا ادا کرنا۔ زکوٰۃ کا ادا کرنا۔ حج کرنا۔ رمضان کے روزے رکھنا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص استطاعت کے باوجود حج ترک کر دے تو ہم اس سے جہاد کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا۔ لہذا حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کی کیا ہر سال یا رسول اللہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔ انہوں نے تین بار یہ کلمہ دہرایا تو ارشاد فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر واجب ہو جاتا اور تم سے نہ ہو سکتا فرمایا جب تک میں کسی بات کو بیان نہ کروں تم مجھ سے سوال نہ کرو اگلی امتیں انبیاء کی مخالفت سے ہلاک ہوئیں لہذا جب میں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے اسے کرو اور جب میں کسی بات سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے حج کیا اور رفث (فحش کلام) نہ کیا اور فسق نہ کیا تو گناہوں سے پاک ہو کر ایسا لوٹا جیسا اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کمزوروں کے لیے جہاد ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ عورتوں پر جہاد ہے؟ فرمایا ہاں ان کے ذمہ وہ جہاد ہے جس میں لڑنا نہیں حج اور عمرہ فرمایا تمہارا جہاد حج ہے۔

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا۔ جو شخص باعتبار راستہ کے اس کی طاقت رکھے۔

جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو کیونکہ مستطیع پر ہی حکم لگایا گیا۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حج کے واجب ہونے کی شرط یہ بھی ہے کہ راستہ میں امن ہو۔ صحت کا ہونا بھی شرط ہے اگر کوئی شخص ضعیف یا اپاہج ہے تو وہ دوسرے کو اپنی طرف سے حج کے لیے بھیج سکتا ہے۔

علامہ بغوی فرماتے ہیں عرب کی بول چال میں فُلَانٌ یَسْتَطِیْعُ بِنَاءَ دَارِہٖ۔ فلاں شخص کو اپنا گھر بنانے کی استطاعت ہے مستعمل ہے اگرچہ وہ خود نہیں بنا سکتا بلکہ مال اور مزدوروں سے بنائے گا تو اس دلیل

سے ثابت ہوا کہ اگر اپاہج صاحب مال ہو تو اس پر حج واجب ہے دوسرے سے کرالے۔
وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۔ اور جو کفر کرے تو اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔
وَمَنْ كَفَرَ جو منکر ہوا وجوب حج کا۔

حضرت سعید بن منصور نے عکرمہ سے نقل کیا کہ جب یہ آیت وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا نازل ہوئی تو یہود نے کہا ہم تو مسلمان ہیں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں پر تو حج بیت اللہ فرض ہے تو انہوں نے کہا ہم پر حج فرض نہیں تو یہ حکم ہوا۔

اور سعید بن منصور اور ابن جریر نے ضحاک سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مذاہب کو جمع فرما کر خطبہ دیا اور فرمایا تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے تمہیں حج کرنا چاہیے تو سوائے مسلمانوں کے۔ مشرکین۔ یہود۔ عیسائی۔ صابئین۔ مجوس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی محترم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے حج کرنے سے نہ حاجت ظاہرہ مانع ہوئی نہ بادشاہ ظالم نہ مرض پھر بغیر حج کیے مر گیا تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (ترمذی)
فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ تو بے شک اللہ بے نیاز ہے جہان سے۔
قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔ فرمادیجیے اے کتابیو۔ اللہ کی آیتوں سے کیوں کفر کرتے ہو اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے فرمادیجیے اے اہل کتاب کیوں اللہ کی راہ سے روکتے ہو اسے جو ایمان لائے چاہتے ہو اسے ٹیڑھا کرنا اور تم اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے کرتوت سے بے خبر نہیں۔

بعض آیات لفظ قُلْ سے شروع فرمائی جاتی ہیں تاکہ ان کے مضامین کی اہمیت کا اظہار ہو جائے کہ اے محبوب یہ بات صرف آپ کو فرمانے کا حق ہے۔

لفظ یا پکارنے اور ندا کے لیے ہے۔ پکارنا کبھی اظہار کرم کے لیے ہوتا ہے اور کبھی غافلوں کو بیدار کرنے کے لیے اور کبھی اظہار غضب کے لیے۔

یہاں اہل کتاب سے مراد یہودی اور عیسائی یا ان گروہوں کے سمجھ بوجھ والے ہیں (خازن)
لِمَ تَكْفُرُوْنَ ۔ لِمَ حرف استفہام ہے۔ کفر کے معنی انکار کے ہیں۔

بِاٰیٰتِ اللّٰہِ۔ آیات۔ آیۃ کی جمع ہے۔ آیتوں سے مراد اللہ کی قائم کردہ نشانیاں ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف ہے۔

یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ۔ یہاں علمائے اہل کتاب سے خطاب ہے

لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ صدٌ معنے روکنا۔ اسلام سے پھیرنا۔ سبیل وہ رستہ ہے جو مسافروں کو اپنے میں لے لے قرآن حکیم میں سبیل اللہ ان عقائد و اعمال کو کہا جاتا ہے جو نجات کا ذریعہ ہوں۔

مَنْ اٰمَنَ۔ اس سے مراد وہ نومسلم ہیں جن کے دلوں میں اسلام پختہ نہ تھا۔ یہودی ان کے دلوں میں شبہات ڈالتے تھے وہ لوگ یہ کہتے تھے کہ ہماری کتاب میں حضور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نعت نہیں اے کتابیو! تم ان لوگوں کو اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو جو مائل باسلام ہیں۔

تَبْغُوْنَھَا عِوَجًا۔ تبغون۔ بغی سے بنا اس کے معنی تلاش کرنا ہے۔ عوجًا اس کے معنی ٹیڑھا پن ہے (خازن) وہ ٹیڑھا پن جو آنکھوں سے دیکھا جائے جیسے دیوار وغیرہ۔ یعنی اے یہودیو تم ٹیڑھے رد کر راہ حق ڈھونڈتے ہو۔ وَاَنْتُمْ شُھَدَآءُ۔ اور تم مشاہدہ کرنے والے ہو۔

وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ۔ اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔ اللہ تعالے تمہارے ظاہری باطنی اعمال سے باخبر ہے۔

ایمان والوں کو اسلام سے روکنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر کے حضور کی نعت و صفت جو توریت و انجیل میں ہے اسے چھپا کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ توریت و انجیل میں صاف موجود ہے کہ اس کو جو دین پسند ہے وہ صرف دین اسلام ہے۔ اب آگے انہیں یہودیوں کی سازباز اور سازشوں کا تذکرہ فرما کر مسلمانوں کو ان سے ہوشیار کیا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کٰفِرِیْنَ ٥ وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللّٰہِ وَفِیْکُمْ رَسُوْلُہٗ ؕ وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ٥ اے ایمان والو! اگر تم نے پیروی کر لی اس فریق کی جنہیں کتاب دی گئی تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کفر کی طرف لوٹا لیں گے۔ اور تم کیسے کفر کرو گے باآنکہ تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم ہی میں اللہ کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو وہ ضرور سیدھی راہ دکھایا گیا

شانِ نزول:۔ قبیلہ اوس اور خزرج کے اندر اسلام سے قبل سخت دشمنی اور عداوت تھی حتیٰ کہ ان کی لڑائی جو نصف صدی تک رہی مشہور ہے لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی پاک تعلیم سے انہیں سرفراز کیا تو اس کی برکت سے یہ دونوں قبیلے آپس میں بعد از اسلام باہم شیر و شکر ہوئے کہ لوگ ان کے اتحاد

سے سبق حاصل کرتے تھے۔

ایک روز ایک مجلس میں دونوں قبیلوں کے لوگ بیٹھے ہوئے باہمی الفت و محبت کی باتیں کر رہے تھے کہ شماس بن قیس یہودی جو زبردست دشمن اسلام تھا اس طرف سے گذرا اور ان کے باہمی ربط وضبط کو دیکھ کر جل گیا اور دل میں کہنے لگا جب یہ لوگ آپس میں خلا ملا رہیں گے تو ہماری گذر مشکل ہوگی۔ سوچ کر ایک فتنہ پرور جوان یہودی کو مقرر کیا۔ کہ وہ ان کی مجلس میں نشست و برخاست کر کے ان کی پچھلی جنگوں اور دشمنیوں کے تذکرے دہرائے اور گذشتہ شاعری کے اشعار سنائے جس میں ہر قبیلہ اپنی مدحت میں اور دوسروں کی مذمت میں سب کچھ کہہ گیا ہے۔

چنانچہ اس جوان یہودی نے ایسا ہی کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس فتنہ انگیزی نے اثر کیا۔ دونوں قبیلے طیش میں آگئے حتیٰ کہ ہتھیار اٹھ گئے۔ قریب تھا کہ باہمی خونریز جنگ شروع ہو جائے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔ حضور مہاجرین کو ساتھ لے کر تشریف لائے اور فرمایا۔

اے مسلمانو! یہ کیا زمانۂ جہالت کی حرکات ہیں با آنکہ میں تمہارے اندر موجود ہوں اللہ تعالیٰ نے تم کو اسلام کی عزت دی اور جہالت کی بلا سے نجات بخشی۔ تم میں الفت و محبت اور نرمی پیدا فرمائی تم پھر زمانہ کفر کی جہالت کی طرف لوٹ رہے ہو۔ حضور کے اس ارشاد نے ان کے دلوں پر اثر کیا اور وہ سمجھ گئے کہ یہ کسی شیطان کی فریب کاری کا اثر تھا کسی خبیث نے اپنی خباثت سے یہ مکر گانٹھا تھا۔ انہوں نے علی الفور ہاتھوں سے ہتھیار ڈال دیئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے مل گئے۔ تو ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ مقاتل بن حبان کا قول ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں اوس اور خزرج باہمی جھگڑتے رہتے تھے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان میں صلح کرا دی۔ ان میں دو شخص ایسے تھے جنہوں نے فخریہ باتیں کرنی شروع کر دیں۔

قبیلہ اوس میں سے ثعلبہ بن غنم اور خزرج میں سے اسعد بن زرارہ۔ اوسی نے باہمی تکرار میں کہا ہم میں جلیل القدر ہوئے ہیں جیسے حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ۔ عاصم بن ثابت وغیرہ۔ خزرجی نے کہا ہم میں چار ایسے ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو حفظ کیا۔ ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت اور ابو زید۔ ان میں سعد بن عبادہ ہیں جو انصار کے خطیب ہیں۔

ان دونوں میں بات بڑھ گئی۔ اشعار میں جذبات بھڑک گئے اور ہتھیار نکل آئے۔ خونریزی ہونے والی تھی کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ان کے حق میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

اگلی آیات میں استقامت اور اعتصام بحبل اللہ کی ہدایت ہے جو رکوع نہم میں آتی ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع سورۃ آل عمران پ ۴

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے ڈرنے کا حق اور نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور فرقہ فرقہ نہ ہو اور یاد کرو اس نعمت الٰہی کو جو تم پر ہوئی۔ جب تھے تم آپس کی دشمنی میں تو ملاپ کر دیا تمہارے دلوں میں تو صبح تم نے کی اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو کر اور تھے تم اوپر ایک غار کے کنارے دوزخ کے تو بچا لیا تمہیں اس سے ایسے ہی ظاہر فرماتا ہے اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور ہونا چاہیے تم میں ایک گروہ کہ بلائے بھلائی کی طرف حکم کرے اچھی بات کا اور منع کرے بری سے اور یہی لوگ ہیں مراد کو پہنچے ہوئے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

اور نہ ہو ان جیسے جو بھٹک گئے اور آپس میں مختلف ہو گئے بعد اس کے کہ آ چکی تھیں ان کے پاس نشانیاں یہی وہ ہیں کہ ان کے لیے زبردست عذاب ہے۔

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝

جس دن کچھ منہ اجلے ہوں اور کچھ کالے تو جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم کافر ہوئے ایمان کے بعد تو چکھو عذاب اس کا جس میں تھے تم کافر۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْھُھُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور وہ جن کے اجلے ہوئے منہ وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

یہ آیتیں اللہ کی ہیں کہ ہم پڑھتے ہیں تم پر صحیح اور اللہ ارادہ نہیں فرماتا تم پر ظلم کا

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کا رجوع ہے۔

لفظی ترجمہ

یٰاَیُّهَا۔ اے	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	اتَّقُوا۔ ڈرو
اللّٰهَ۔ اللہ سے	حَقَّ۔ حق	تُقٰتِهٖ۔ اسکے ڈرنے کا	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	تَمُوْتُنَّ۔ مرو تم	اِلَّا۔ مگر	وَ۔ اس حال میں کہ
اَنْتُمْ۔ تم	مُسْلِمُوْنَ۔ فرمانبردار ہو	وَ۔ اور	اعْتَصِمُوْا۔ تھام لو
بِحَبْلِ۔ رسّی	اللّٰهِ۔ اللہ کی	جَمِيْعًا۔ سب مل کر	وَّ۔ اور
لَا۔ نہ	تَفَرَّقُوْا۔ فرقے فرقے ہو	وَ۔ اور	اذْكُرُوْا۔ یاد کرو
نِعْمَتَ۔ نعمت	اللّٰهِ۔ اللہ کی	عَلَيْكُمْ۔ اوپر اپنے	اِذْ۔ جبکہ
كُنْتُمْ۔ تھے تم	اَعْدَآءً۔ دشمن	فَاَلَّفَ۔ تو ملا دیا اس نے	بَيْنَ۔ درمیان
قُلُوْبِكُمْ۔ تمہارے دلوں کے	فَاَصْبَحْتُمْ۔ تو صبح کی تم نے		بِنِعْمَتِهٖ۔ اسکے احسان سے
اِخْوَانًا۔ بھائی بھائی بنکر	وَ۔ اور	كُنْتُمْ۔ تھے تم	عَلٰى۔ اوپر
شَفَا۔ کنارے	حُفْرَةٍ۔ گڑھے	مِّنَ النَّارِ۔ آگ کے	فَاَنْقَذَكُمْ۔ تو بچا لیا اس
نے تم کو	مِّنْهَا۔ اس سے	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	يُبَيِّنُ۔ بیان کرتا ہے
اللّٰهُ۔ اللہ	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	اٰيٰتِهٖ۔ اپنی آیتیں	لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم
تَهْتَدُوْنَ۔ راہ پاؤ	وَ۔ اور	لْتَكُنْ۔ چاہیئے کہ ہو	مِّنْكُمْ۔ تم میں سے
اُمَّةٌ۔ ایک جماعت	يَّدْعُوْنَ۔ جو بلائیں	اِلَى۔ طرف	الْخَيْرِ۔ بھلائی کی
وَ۔ اور	يَاْمُرُوْنَ۔ حکم دیں	بِالْمَعْرُوْفِ۔ بھلائی کا	وَ۔ اور
يَنْهَوْنَ۔ روکیں	عَنِ الْمُنْكَرِ۔ برائی سے	وَ۔ اور	اُولٰٓئِكَ۔ یہی ہیں

هُمُ۔ وہ جو	لِلْمُفْلِحُوْنَ۔ مراد کو پہنچے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
تَکُوْنُوْا۔ ہوجاؤ	کَالَّذِیْنَ۔ ان کی طرح جو	تَفَرَّقُوْا۔ فرقے فرقے ہوئے	وَ۔ اور
اخْتَلَفُوْا۔ اختلاف کیا	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	مَا۔ اس کے کہ	جَآءَھُمُ۔ آئیں انکے پاس
الْبَیِّنٰتُ۔ نشانیاں	وَ۔ اور	اُولٰٓئِکَ۔ یہ لوگ	لَھُمْ۔ ان کے لیے
عَذَابٌ۔ عذاب ہے	عَظِیْمٌ۔ بڑا	یَوْمَ۔ جس دن	تَبْیَضُّ۔ روشن ہونگے
وُجُوْہٌ۔ کئی چہرے	وَّ۔ اور	تَسْوَدُّ۔ سیاہ ہوں گے	وُجُوْہٌ۔ کئی چہرے
فَاَمَّا۔ پھر وہ	الَّذِیْنَ۔ جنکے	اسْوَدَّتْ۔ سیاہ ہوں گے	وُجُوْھُھُمْ۔ چہرے
اَ۔ کیا	کَفَرْتُمْ۔ تم نے کفر کیا	بَعْدَ۔ بعد	اِیْمَانِکُمْ۔ اپنے ایمان کے
فَذُوْقُوا۔ تو چکھو	الْعَذَابَ۔ عذاب	بِمَا۔ بدلہ اس کا جو	کُنْتُمْ۔ تھے تم
تَکْفُرُوْنَ۔ کفر کرتے	وَ۔ اور	اَمَّا۔ پھر	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
ابْیَضَّتْ۔ سفید ہوں گے	وُجُوْھُھُمْ۔ انکے چہرے	فَفِیْ۔ تو وہ	رَحْمَۃِ۔ رحمت
اللّٰہِ۔ خدا میں ہونگے	ھُمْ۔ وہ	فِیْھَا۔ اس میں	خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہیں گے
تِلْکَ۔ یہ	اٰیٰتُ۔ آئتیں ہیں	اللّٰہِ۔ اللہ کی	نَتْلُوْھَا۔ پڑھتے ہیں ہم انکو
عَلَیْکَ۔ تجھ پر	بِالْحَقِّ۔ صحیح صحیح	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
اللّٰہُ۔ اللہ	یُرِیْدُ۔ چاہتا	ظُلْمًا۔ ظلم کرنا	لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ جہانوں پر
وَ۔ اور	لِلّٰہِ۔ اللہ ہی کا ہے	مَا۔ جو کچھ	فِی۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے	وَ۔ اور	مَا۔ جو کچھ	فِی۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	وَ۔ اور	اِلَی۔ طرف	اللّٰہِ۔ اللہ کی
تُرْجَعُ۔ پھیرے جاتے ہیں	الْاُمُوْرُ۔ سب کام		

مختصر تفسیر نواں رکوع سورۃ آل عمران۔ پ۴

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ
جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ

آیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ۝

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو۔ آپس میں تفرقہ نہ کرو اور اللہ کا احسان یاد کرو جو اس نے تم پر کیا جب تم میں آپس میں دشمنی تھی اور تم میں الفت و محبت ڈالی تو اس کے فضل سے صبح کی تم نے آپس میں بھائی ہو کر اور تم ایک کنارے پر جہنم کے گڑھے کے تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا یونہی اللہ تمہیں اپنی آیتیں فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

اِتَّقُوْا۔ وَقْیٌ سے بنا اس کے معنی ہیں بچنا۔ اِتَّقُوْا کے معنی ہیں خوب بچو ایمان کے بغیر تقویٰ حاصل ہونا مشکل ہے جس طرح جڑ کے بغیر شاخیں پھل پھول مشکل ہے۔

حَقَّ تُقٰتِہٖ۔ جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہیئے اللہ تعالےٰ سے اتنا ہی ڈرو۔

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ اور نہ مرنا مگر مسلمان یعنی موت اس حال میں آئے کہ تم مسلمان ہو۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ۔ عربی میں حبل رسی کو کہتے ہیں لیکن خاص رسی ہے جو موٹی اور مضبوط ہوتی ہے اِعْتِصَامِ بِحَبْلِ اللّٰہِ کی تفسیر میں مفسرین کے چند قول ہیں

بعض نے کہا اس سے مراد قرآن کریم ہے چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ قرآن کریم حبل اللہ ہے جس نے اس کا اتباع کیا وہ ہدایت پہ ہے جس نے اسے چھوڑا وہ گمراہی پر۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حبل اللہ سے جماعت مراد ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا۔ تم جماعت کو لازم پکڑو وہ حبل اللہ یعنی خدا کی رسی ہے۔

اور فرقہ فرقہ ہونا ایسا کہ جس طرح کہ جس طرح یہود و نصاری پھٹ گئے۔

ان آیات میں ان افعال و معتقدات کی ممانعت کی گئی جو مسلمانوں کے درمیان تفرق کا سبب ہوں طریقۂ مسلمین مذہب اہل سنت ہے اس کے سوا کوئی راہ اختیار کرنا تفرقہ ہے اور دین میں تفریق کرنا حرام ہے اور دین میں داخل ہونے سے وہ اختلاف و تفرقہ جو موجب بغض و عناد اور دشمنی کا سبب ہو وہ دور ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اوس اور خزرج کی دشمنیاں ختم ہوئیں اور آپس میں دینی محبت پیدا ہو گئی۔

وَلَا تَفَرَّقُوْا۔ یہ فَرْقٌ سے بنا اس کے معنی جدا جدا ہونا ہے۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں یہاں تفرقہ سے مراد دینی علیحدگی ہے جن سے الفت و محبت جاتی رہتی فرمایا آپس میں بکھر نہ جاؤ۔

وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ۔ اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پہ ہے۔ یہاں نعمت سے مراد اتفاق اور اتحاد ہے جو تم کو اسلام کے صدقہ میں محبت و الفت ملی یہ بھی احسان عظیم ہے۔

اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا۔ جبکہ تم اسلام سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی تو تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔

اسلام سے قبل عرب اور پوری قوم جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ شرک۔ بت پرستی۔ کینہ عناد میں مبتلا تھے اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے ان میں ہدایت فرمائی اور رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں تشریف فرما ہوئے ان کے صدقہ میں ان کو نیکی و سعادت کی راہ دکھائی۔

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ۔ اور تم دوزخ کے کنارے پر تھے یعنی آگ میں گرنے کے قریب تھے کہ کفر پر تمہاری موت ہو۔ عربی میں شفا کنارے کو کہتے ہیں جیسے دریا کا کنارہ۔ شفاء بیماری سے صحت کا ہونا یہ بھی مرض کا کنارہ ہے۔

حُفْرَةٍ۔ دوزخ۔ کنوئیں کی طرح گہری ہوتی ہے۔

مِّنَ النَّارِ۔ دوزخ میں داخل ہو جاتے۔

فَاَنْقَذَكُمْ۔ پس اللہ نے تم کو بچا لیا۔ یعنی ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ ہلاکت سے بچانے کو انقاذ کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے پیارے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو تم میں بھیجا اور ان کی برکت سے تم کو دوزخ سے بچا لیا۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے اپنی نشانیاں صاف صاف بیان کر دیں تاکہ تم سیدھے راستہ پر آجاؤ۔ ہدایت سے مراد ہدایت پر قائم رہنا۔ ترقی کرنا ہے

وہ لڑائی جو ایک سو بیس سال سے جاری تھی اور عداوت جن قتل و غارت کا بازار گرم تھا اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب پاک کے ذریعہ سب شادی اور انہیں آپس میں بھائی بھائی بنا دیا اور وہ آگ جو بعداوت کی بھڑک رہی تھی سرد کرا دی جنگجو قبیلوں میں الفت و محبت پیدا کر دی اور اگر وہ باہمی اسلامی محبت پر نہ آتے تو جہنم میں ہی جاتے اور کفر کی وجہ سے عذاب شدید کے مستحق ہوتے۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں دولت ایمانی عطا فرما کر ان پر احسان کیا۔ اور حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ان میں محبت پیدا کر دی۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور اچھی بات کا حکم کرے اور بری باتوں سے منع کرے وہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور اختلاف میں پڑ کر علیحدہ ہو گئے بعد اس کے کہ انہیں روشن نشانیاں آچکیں۔ ان کے لیئے بڑا

عذاب ہے۔

وَلْتَكُنْ۔ كَانَ کا امر غائب ہے. كَانَ كَوْن سے بنا اس کے معنی ہونا ہے۔

مِّنْكُمْ میں مِنْ تبعیض کا ہے کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے اس لیے بھی من تبعیضیہ ہے کیونکہ ہر شخص اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے علم کا ہونا شرط ہے نہی عن المنکر ہر شخص کے ذمہ ہے اس کا کم ازکم درجہ یہ ہے کہ اگر زبان سے نہ منع کر سکے تو دل سے ہی برا سمجھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے جو کوئی فعل شریعت کے خلاف پائے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر یہ نہ ہو سکے تو زبان سے مٹا دے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا جانے اور یہ اضعف ایمان ہے یعنی کمزوری ایمان ہے (مسلم)

اُمَّةٌ اصطلاح میں اس جماعت کو امت کہتے ہیں جو کسی نیک کام کا قصد کرے انبیاء علیہم السلام کی اتباع کرنے والوں کو امت کہتے ہیں۔

يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ۔ يَدْعُوْنَ۔ دعو سے بنا۔ اس کے معنی بلانا۔ دعوت دینا ہے۔ ایسی جماعت کا وجود ہر زمانے میں رہا ہے جو حتی الامکان کوشش کر کے لوگوں کو برائیوں سے روکتی رہی ہے اور نیکی کی دعوت دیتی رہی ہے۔

وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور اچھے کام کا حکم کریں اور برے کام سے روکیں۔ جن سے شریعت نے منع کیا ہے خواہ وہ حرام ہوں یا مکروہ۔ اس آیت کریمہ میں امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر کی فرضیت اور اجماع امت کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔ اہل سنت نے اسی سے اجماع کا استدلال کیا ہے۔ دعوت الی الخیر بھلائی اور نیکی کی دعوت تبلیغ کے ذریعہ لوگوں کو کرنا۔

امر بالمعروف نیکی کا حکم پھیلانا عوام و خواص کو ہدایت کے رستہ پر ڈالنا۔

نہی عن المنکر برائی سے روکنا اور معاشرہ کی غلط رسومات کو عملاً بند کرنا۔ محض زبانی تبلیغ ہی جماعت کا کام نہیں بلکہ مسلمان حکام کا بھی فرض ہے کہ وہ پوری قوت سے نیکی کی حمایت اور برائیوں کا قمع قلع کریں۔

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نیکیوں کا حکم کرنا۔ برائیوں سے لوگوں کو روکنا بہترین جہاد ہے۔

حضرت جانشین اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ وعظ فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالے فرماتا ہے لے ایمان والو اپنے آپ کو سنبھالو جب تم سیدھے راستہ پر آجاؤ گے تو گمراہی تم کو نقصان نہ دے گی تم یہ آیت پڑھتے ہو مگر سمجھتے نہیں میں نے حضور اکرم نور مجسم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حضور ارشاد فرماتے

تھے کہ جب مسلمانوں کی یہ حالت ہو جائے گی کہ بری باتیں دیکھ کر ان کو مٹانے کی فکر نہ کریں گے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر عام عذاب نازل فرمائے گا (ترمذی)

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ مراد کو پانے والے یہی لوگ ہیں۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا۔ اور تم نہ ہو ان جیسے جو ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہود کے اکہتر فرقے ہو گئے تھے عیسائی بہتر فرقوں میں بٹ چکے تھے ان میں ایک جنتی تھا۔

وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ اور وہ باہم اختلاف کرنے لگے اس کے بعد کہ آ چکے ان کے پاس صاف روشن احکام۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ یہی لوگ ہیں جو پختہ دلائل کے بعد ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے جن کو بہت بڑا عذاب ہوگا۔ یہود و نصاریٰ کی طرح ایک دوسرے سے عناد و دشمنی کرنے کی ممانعت فرما کر اس کی سزا سنا دی اور زمانہ جاہلیت کے دور تفریق سے روکا گیا اور فرمایا گیا کہ تمہیں ایسے لوگوں کی طرح نہیں ہونا چاہئے جنہوں نے آپس میں افتراق پیدا کیا۔

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

جس دن کچھ منہ اجلے ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔ تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ اور وہ جن کے منہ اجلے ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں سچائی سے اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کا لوٹنا ہے۔

جن کے منہ کالے ہوں گے ان سے مراد یا تو تمام کفار ہیں یا بقول حسن منافقین مراد ہیں۔ منافقین وہ ہیں جو زبان سے اظہار ایمان کریں اور دل سے منکر ہوں۔

عکرمہ کے نزدیک اہل کتاب مراد ہیں جو سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تو حضور پر ایمان لائے اور حضور کے ظہور کے بعد منکر ہو گئے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وہ مرتدین اسلام ہیں جو منحرف ہو گئے مسلمان ہو کر اور پھر گئے اور اجلے منہ والے اہل ایمان ہیں جو بعونہ تعالےٰ فرحاں و شاداں ہوں گے اور کفار جو عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۙ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ الْفٰجِرَةُ ہیں۔ اور بلا ثبوت جرم عذاب دینا ظلم ہے۔ اس کا آگے اظہار ہو گیا وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ اللہ تعالے مخلوق پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔

یہاں ظلم کے معنی وہ نہیں ہیں جو ہمارے ہاں مستعمل ہیں۔ اس کا ہر معاملہ عین حکمت کے موافق ہوتا ہے۔ ظلم کے لغوی معنی تاریکی نور ہے اصطلاح میں ستانے یا کسی چیز کو بے محل استعمال کرنے کو کہتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ مَا غیر عقل والی چیزوں کے لیے آتا ہے اور مَنْ عقل والی چیزوں کے لیے آتا ہے۔

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ اِلَى اللّٰهِ کا تُرْجَعُ پر مقدم کرنا بیان حصر کے لیے ہے۔ امور سے مراد معاملات ہیں۔ تمام عالم کا سارا انتظام ہماری ہی طرف ہے۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع سورہ آل عمران پ ۴

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکلیں بھلائی کا حکم دیتے ہوئے اور برائی سے منع کرتے ہوئے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کے لیے بہتر تھا۔ ان میں کچھ مومن ہیں اور زیادہ بے حکمے کافر ہیں۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ○

وہ کچھ تمہیں تکلیف نہ دے سکیں گے مگر یہی ستانا۔ اور اگر تم سے لڑیں تو پیٹھ پھیر جائیں گے۔ پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○

مقرر کردی گئی ان پر ذلت جہاں ہوں مگر اللہ کی رسی اور لوگوں کی رسی سے اور چھا گیا ان پر غضب اللہ سے اور مقرر ہو گئی ان پر محتاجی۔ یہ اس لیے کہ وہ تھے کفر کرتے اللہ کی آیتوں سے اور شہید کرتے نبیوں کو ناحق یہ اس لیے کہ نافرمان اور سرکش تھے۔

لَيْسُوْا سَوَاۗءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ

سب ایک سے نہیں کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ خو بیہ

قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝

قائم ہیں پڑھتے ہیں آیات الٰہی رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں۔

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

ایمان لاتے ہیں اللہ اور آخر دن پر اور حکم کرتے ہیں بھلائی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے اور دوڑتے ہیں نیک کاموں میں اور یہ لوگ نیک ہیں۔

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝

اور جو بھلائی کریں تو ان کا حق نہ مارا جائے گا اور اللہ ڈرنے والوں کو جانتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

بے شک وہ جو کافر ہوئے ہرگز نہ بچا سکے گا انہیں ان کا مال اور نہ اولاد اللہ سے کچھ اور یہی لوگ جہنمی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

ان کی مثال جو خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی میں اس ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہو جو پہنچی کھیتی پر اس قوم کی جو اپنے اوپر ہی ظلم کرتی ہے تو مار گئی اور اللہ نے انہیں ظلم کیا لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

اے ایمان والو! نہ پکڑو اپنا راز دار اپنے علاوہ وہ تمہاری برائی میں کمی نہ کریں گے وہ چاہتے ہیں جتنی ایذا تمہیں دیں۔ ظاہر ہے بغض ان کی باتوں سے اور جو سینے میں مخفی ہے بہت بڑا ہے ہم ظاہر کر چکے نشانیاں اگر تمہیں عقل ہے۔

هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

سنو۔ یہ جو تم ہو تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے اور تم ایمان لاتے ہو سب کتابوں پر اور جب وہ تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوں تو تم پر چباتے ہیں انگلیاں غصہ سے فرما دیجئے مر جاؤ اپنے غصہ کی جلن میں بے شک اللہ جانتا ہے تمہارے سینے کی بات۔

اِنْ تَمْسَسْکُمْ حَسَنَۃٌ تَسُؤْھُمْ وَاِنْ تُصِبْکُمْ سَیِّئَۃٌ یَّفْرَحُوْا بِھَا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا ط اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ع

اگر تمہیں بھلائی پہنچے بری لگے انہیں اور اگر پہنچے تم کو تکلیف تو اس پر خوش ہوں اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کیے رہو تو تمہیں نقصان نہ ہوگا اس کا مگر کچھ بے شک اللہ جو کچھ وہ گھیرے ہوئے ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

لفظی ترجمہ

کُنْتُمْ - ہو تم	خَیْرَ - بہتر	اُمَّۃٍ - امت	اُخْرِجَتْ - جو نکلے
لِلنَّاسِ - لوگوں کیلئے	تَاْمُرُوْنَ - حکم کریں	بِالْمَعْرُوْفِ - بھلائی کا	وَ - اور
تَنْھَوْنَ - منع کریں	عَنِ الْمُنْکَرِ - برائی سے	وَ - اور	تُؤْمِنُوْنَ - ایمان رکھتے ہیں
بِاللّٰہِ - اللہ پر	وَ - اور	لَوْ - اگر	اٰمَنَ - ایمان لاتے
اَھْلُ - اہل	الْکِتٰبِ - کتاب	لَکَانَ - تو ہوتا	خَیْرًا - بہتر
لَّھُمْ - انکے لیے	مِنْھُمُ - ان میں سے	الْمُؤْمِنُوْنَ - کچھ ایماندار ہیں	وَ - اور
اَکْثَرُ - اکثر	ھُمُ - ان کے	الْفٰسِقُوْنَ - فاسق ہیں	لَنْ - ہرگز نہ
یَّضُرُّوْ - نقصان دیں	کُمْ - تمہیں	اِلَّا - مگر	اَذًی - ستانا
وَ - اور	اِنْ - اگر	یُّقَاتِلُوْ - لڑائی کریں	کُمْ - تم سے
یُوَلُّوْ - تو پلٹ جائیں	کُمُ - تم سے	الْاَدْبَارَ - پیٹھوں پر	ثُمَّ - پھر
لَا - نہ	یُنْصَرُوْنَ - مدد دیے جائیں	ضُرِبَتْ - مقرر ہوگئی	عَلَیْھِمُ - ان پر
الذِّلَّۃُ - ذلت	اَیْنَ - جہاں ہوں	مَا - نہ	ثُقِفُوْا - پائیں امان
اِلَّا - مگر	بِحَبْلٍ - رسی	مِّنَ اللّٰہِ - اللہ کی سے	وَ - اور
حَبْلٍ - رسی	مِّنَ النَّاسِ - لوگوں کی سے	وَ - اور	بَآءُوْ - چھا گیا ان پر
بِغَضَبٍ - غضب	مِّنَ اللّٰہِ - اللہ کا	وَ - اور	ضُرِبَتْ - مقرر ہوگیا
عَلَیْھِمُ - ان پر	الْمَسْکَنَۃُ - فقر و فاقہ	ذٰلِکَ - یہ	بِاَنَّھُمْ - اس وجہ میں
کَانُوْا - کہ تھے وہ	یَکْفُرُوْنَ - کفر کرتے	بِاٰیٰتِ - آیات	اللّٰہِ - الٰہی کا

وَ۔ اور	یَقْتُلُوْنَ۔ شہید کرتے	الْاَنْبِیَآءَ۔ انبیاء کو	بِغَیْرِ۔ بغیر
حَقٍّ۔ حق کے	ذٰلِكَ۔ یہ	بِمَا۔ اس لیے کہ	عَصَوْا۔ وہ نافرمان ہیں
وَّ۔ اور	كَانُوْا۔ تھے	یَعْتَدُوْنَ۔ سرکش	لَیْسُوْا۔ نہیں سب
سَوَآءً۔ برابر	مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ۔ کتاب والے		اُمَّةٌ۔ ایک جماعت
قَآئِمَةٌ۔ قائم ہے	یَّتْلُوْنَ۔ پڑھتے ہیں	اٰیٰتِ۔ آیات	اللّٰهِ۔ الٰہی
اٰنَآءَ۔ گہرائیوں	الَّیْلِ۔ رات میں	وَ۔ اور	هُمْ۔ وہ
یَسْجُدُوْنَ۔ سجدہ کرتے ہیں	یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے ہیں	بِاللّٰهِ۔ اللہ پر	وَ۔ اور
الْیَوْمِ۔ دن	الْاٰخِرِ۔ پچھلے پر	وَ۔ اور	یَاْمُرُوْنَ۔ حکم دیتے ہیں
بِالْمَعْرُوْفِ۔ بھلائی کا	وَ۔ اور	یَنْهَوْنَ۔ روکتے ہیں	عَنِ الْمُنْكَرِ۔ برائی سے
وَ۔ اور	یُسَارِعُوْنَ۔ دوڑتے ہیں	فِی۔ بیچ	الْخَیْرٰتِ۔ بھلائی کے
وَ۔ اور	اُولٰٓئِكَ۔ یہ ہیں	مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ نیکوں میں سے	
وَ۔ اور	مَا۔ جو کچھ	یَفْعَلُوْا۔ کریں	مِنْ خَیْرٍ۔ بھلائی
فَلَنْ۔ تو ہرگز	یُّكْفَرُوْهُ۔ ضائع نہ ہو	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ
عَلِیْمٌ۔ جانتا ہے	بِالْمُتَّقِیْنَ۔ متقیوں کو	اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ لوگ جو
كَفَرُوْا۔ کفر کریں	لَنْ۔ ہرگز نہ	تُغْنِیَ۔ کام آئے	عَنْهُمْ۔ انکے
اَمْوَالُهُمْ۔ انکے مال	وَ۔ اور	لَآ۔ نہ	اَوْلَادُهُمْ۔ انکی اولاد
مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے	شَیْئًا۔ کچھ	وَ۔ اور	اُولٰٓئِكَ۔ یہی ہیں
اَصْحٰبُ النَّارِ۔ آگ والے		هُمْ۔ وہ	فِیْهَا۔ اس میں
خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہیں	مَثَلُ۔ مثال	مَا۔ اسکی جو	یُنْفِقُوْنَ۔ خرچ کریں
فِیْ۔ بیچ	هٰذِهِ۔ اس	الْحَیٰوةِ۔ زندگی	الدُّنْیَا۔ دنیا کے
كَمَثَلِ۔ اسکی سی ہے کہ	رِیْحٍ۔ ہوا ہو	فِیْهَا۔ اس میں	صِرٌّ۔ پالا ہو
اَصَابَتْ۔ پہنچے	حَرْثَ۔ کھیتی	قَوْمٍ۔ اس قوم کو جنہوں نے	ظَلَمُوْٓا۔ ظلم کیا
اَنْفُسَهُمْ۔ اپنی جان پر	فَاَهْلَكَتْهُ۔ تو اس کو ہلاک کردیا		وَ۔ اور
مَا۔ نہ	ظَلَمَهُمُ۔ ظلم کیا ان پر	اللّٰهُ۔ اللہ نے	وَ۔ اور
لٰكِنْ۔ لیکن	اَنْفُسَهُمْ۔ اپنی جان پر	یَظْلِمُوْنَ۔ ظلم کرتے ہیں	یٰٓاَیُّهَا۔ اے

اَلَّذِيْنَ - وہ جو	اٰمَنُوْا - ایمان لائے ہو	لَا - نہ	تَتَّخِذُوْا - پکڑو
بِطَانَةً - رازدار	مِّنْ دُوْنِكُمْ - اپنے سوا	لَا - نہیں	يَاْلُوْنَكُمْ - کمی کرتے تمہاری
خَبَالًا - تباہی میں	وَ - اور	وَدُّوْا - پسند کرتے ہیں	مَا - جو
عَنِتُّمْ - تم تکلیف پاؤ	قَدْ - بیشک	بَدَتِ - ظاہر ہوگئی	الْبَغْضَآءُ - دشمنی
مِنْ اَفْوَاهِهِمْ - انکے موہنوں سے		وَ - اور	مَا - جو
تُخْفِيْ - چھپاتے ہیں	صُدُوْرُهُمْ - انکے سینے	اَكْبَرُ - وہ بہت بڑا ہے	قَدْ - بیشک
بَيَّنَّا - ہم نے بیان کیں	لَكُمُ - تمہارے لیے	الْاٰيٰتِ - آیتیں	اِنْ - اگر
كُنْتُمْ - تم	تَعْقِلُوْنَ - سمجھو	هٰاَنْتُمْ - یہ تم	اُولَآءِ - جو ہو
تُحِبُّوْنَهُمْ - انکو چاہتے ہو	وَ - اور	لَا - نہیں	يُحِبُّوْنَكُمْ - چاہتے وہ تم کو
وَ - اور	تُؤْمِنُوْنَ - ایمان لاتے ہو تم	بِالْكِتٰبِ - کتابوں	كُلِّهٖ - سب پر
وَ - اور	اِذَا - جب	خَلَوْا - اکیلے ہوں	عَضُّوْا - تو چبائیں
عَلَيْكُمُ - تم پر	الْاَنَامِلَ - انگلیاں	مِنَ الْغَيْظِ - غصہ سے	قُلْ - کہو
مُوْتُوْا - مرجاؤ	بِغَيْظِكُمْ - اپنے غصے میں	اِنَّ - بیشک	اللّٰهَ - اللہ
عَلِيْمٌ - جانتا ہے	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ - سینے کی باتیں		اِنْ - اگر
تَمْسَسْكُمْ - پہنچے تمہیں	حَسَنَةٌ - بھلائی تو	تَسُؤْ - بری لگتی ہے	هُمْ - ان کو
وَ - اور	اِنْ - اگر	تُصِبْكُمْ - پہنچے تم کو	سَيِّئَةٌ - برائی
يَّفْرَحُوْا - تو خوش ہوتے ہیں	بِهَا - اس سے	وَ - اور	اِنْ - اگر
تَصْبِرُوْا - تم صبر کرو	وَ - اور	تَتَّقُوْا - پرہیزگاری کرو تو	لَا - نہ
يَضُرُّ - نقصان دیگا	كُمْ - تم کو	كَيْدُ - مکر	هُمْ - ان کا
شَيْئًا - کچھ بھی	اِنَّ - بیشک	اللّٰهَ - اللہ	بِمَا - جو کچھ
يَعْمَلُوْنَ - وہ کرتے ہیں اسکو	مُحِيْطٌ - گھیرنے والا ہے		

مختصر تفسیر نواں رکوع سورۃ آل عمران پ۴

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ

بِاللّٰہِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْکِتٰبِ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ؕ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَکْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ تم ہو بہترین امت جو لوگوں میں نکلے حکم کرے بھلائی کا اور منع کرے برائی سے اور ایمان رکھے اللہ پر اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا۔ ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ بے حکمے کافر۔

مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے تمام امتوں میں بہترین امت قرار دیا۔ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں افضل ہیں اسی طرح آپ کی امت تمام امتوں میں افضل اور برتر ہے۔ ان کو جامع شریعت عطا فرمائی گئی۔

خَیْرَ اُمَّۃٍ۔ تم سب امتوں سے بہتر ہو۔ خَیْرَ اُمَّۃٍ میں اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہے

اُخْرِجَتْ ۔جو پیدا کی گئی۔

لِلنَّاسِ ۔لوگوں کے لیے ایسے لوگ بہترین امت ہیں جو لوگوں کی ہدایت کے لیے وجود میں آئے۔

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ اچھے کام کرنے کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص تم میں سے چاہتا ہے کہ اس امت خیرالامم میں شامل ہو اسے چاہئے کہ اس شرط کو پورا کرے یعنی امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ایمان باللہ۔

شان نزول:۔ یہودیوں میں مالک بن صیف اور وہب بن یہودا نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ سے کہا کہ ہم تم سے افضل ہیں اور ہم تمہارے دین سے باعتبار دین تم سے بہتر ہیں اس لیے کہ ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے تم ہمیں اپنے دین میں آنے کی دعوت کیوں دیتے ہو۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ترمذی شریف میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ اور اللہ کا ید قدرت جماعت پر ہے فَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ جو جماعت سے جدا ہوا دوزخ میں گیا۔

وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْکِتٰبِ اور اگر ایمان لے آتے اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ

لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ۔ ان کے لیے بہتر تھا۔

مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔بعض ان میں سے ایمان والے ہیں جیسے عبداللہ بن سلام یا نجاشی وغیرہ۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اگر تم ایمان لے آتے تو تمہارے حق میں بہتر تھا اس طرح تم بھی خیرالامم میں شامل ہو سکتے تھے۔

وَاَکْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔ حق واضح ہو جانے کے باوجود نافرمانی پر اڑے رہے۔

آگے مسلمانوں کو تسلی دی گئی کہ ان کی جماعت سے نہ گھبراؤ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے چنانچہ ارشاد ہے
لَنْ یَّضُرُّوْکُمْ اِلَّآ اَذًی ؕ وَاِنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ یُوَلُّوْکُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ۔ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے مگر یہی کہ ستائیں اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے۔ پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔

یعنی زبانی طعن وتشنیع سے انواع واقسام کی دھمکیوں سے ستالیں ورنہ اس سے زاید ان کو کچھ ہمت نہیں۔ اللہ کا یہ وعدہ ہے بشرطیکہ تم اپنے کو صحیح معنوں میں خیر الامم ثابت کرو۔

شانِ نزول:۔ یہود میں سے جو لوگ اسلام لے آئے تھے جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ہمراہی تو رؤساء یہود ان کے اسلام لانے کی وجہ سے دشمن ہو گئے انہیں ایذا دینے کی فکر رہنے لگی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور انہیں مطمئن کیا کہ زبانی بکواس کے سوا وہ کسی کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ آخر غلبہ مسلمانوں کو ہی رہے گا اور یہود کے لیے انجام کار ذلت ورسوائی ہے۔

قرآن کریم کی یہ پیشگوئی حرف بحرف ثابت ہوئی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں اہل کتاب کا براحشر ہوا جہاں کہیں مقابلہ ہوا شکست کھا کے بھاگے۔ چنانچہ ارشاد ہے

ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۝

مقرر کردی گئی ان پر ذلت ورسوائی جہاں ہوں امان نہ پائیں مگر اللہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے اور سزاوار ہو گئے غضب الٰہی کے اور مقرر ہو گئی ان پر محتاجی یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے تھے یہ اس لیے کہ نافرمان اور سرکش ہیں۔

ضُرِبَتْ۔ ماری گئی۔ عربی میں یہ لفظ مارنے چلنے۔ مسلط کرنے۔ بیان کرنے کے معانی میں آتا ہے یہاں مسلط کردینے کے معنی میں آیا ہے۔

ذِلَّۃٌ۔ ذلت، خواری ورسوائی کے معنی ہیں

اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ کی رسی یا عہد یعنی جبتک یہ لوگ اللہ کے فرامین پر عمل پیرا نہ ہوں گے ذلت ان سے دور نہ ہوگی۔

حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ لوگوں کا عہد۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جب تک دوسری اقوام کی حمایت انہیں حاصل نہ ہوگی ذلت وخواری سے نجات نہ پائیں گے۔ حبل اللہ اور حبل الناس دونوں سے مراد ایک شے ہے۔

بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ انہوں نے غضب کمایا یعنی اپنی غلط کاریوں بداعمالیوں کے سبب اللہ کے غضب

کی لپیٹ میں آگئے قہر الٰہی ان پر مسلط ہوگیا۔

بخل حرص میں مبتلا ہونا۔ کیونکہ بخیل مال خرچ کرنا نہیں چاہتا اور حریص مال کی کلفت میں پھنسا رہتا ہے۔ یہود کا یہی حال تھا وہ اکثر ذلت و مسکنت کے گڑھے میں ہیں۔ گویا یہود ہمیشہ ذلیل ہی رہیں گے۔ اسی کا یہ اثر ہے کہ آجتک یہود کو کہیں سلطنت میسر نہ آئی۔ فلسطین وغیرہ میں بھی اگر انگریز نے بسایا تو بہ حیثیت رعایا اور وہ بھی رات دن خوفزدہ۔

ان کی ذلت اٹھ سکتی ہے تو بحبل اللہ یعنی دین الٰہی کی رسی تھامنے سے یا مسلمانوں کی پناہ لینے سے اور جزیہ دے کر امن میں آجانے سے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ یہودی دولت مند ہونے کے باوجود غنی بالقلب آج تک نہ ہوسکے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کرام کو قتل کرتے اپنے کفر کی وجہ سے ناحق وہ ظالم ہیں جان بوجھ کر۔

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا۔ یہ کفر اور قتل اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے نافرمانیاں کیں۔ جان بوجھ کر۔
وَكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ اور وہ حد سے بڑھ گئے۔ عدوان انہوں نے اختیار کیا یعنی انہوں نے حدود الٰہی کو توڑ کر تجاوز کیا۔

آگے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب کو یہودیوں میں سے چھانٹا گیا اور انکی عبادت و تقویٰ کی تعریف فرمائی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِی الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝

سب یکساں نہیں۔ کتابیوں میں سے کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں۔ اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہیں ایمان لاتے ہیں اللہ اور یوم آخرت پر اور بھلائی کا حکم کرتے ہیں۔ برائی سے منع کرتے ہیں اور سرعت سے دوڑتے ہیں نیک کاموں پر اور یہ لوگ نیک ہیں اور جو بھلائی کرے ان کا حق نہ مارا جائے گا اور اللہ جانتا ہے متقیوں کو۔

لَيْسُوْا سَوَآءً۔ ان سب کا حال یکساں نہیں۔ یہود ان برائیوں میں برابر نہیں جن کا ذکر ہوچکا ہے۔

شان نزول : جب حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب ایمان لائے تو احبار یہود نے جل کر کہا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر ہم میں سے جو ایمان لائیں وہ برے لوگ ہیں اگر برے نہ ہوتے تو اپنے باپ دادا کا دین نہ چھوڑتے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ۔ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کھڑے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ہدایت والا گروہ ہے جو اللہ کے احکام کی پیروی میں مستعد ہیں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ قائمۃ کے معنی عادلۃ کے لیتے ہیں۔ یعنی راہ راست پر ہیں جیسے عبداللہ بن سلام اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔

عطا کا قول ہے کہ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ سے چالیس مرد اہل نجران کے اور بتیس حبشہ کے آٹھ روم کے مراد ہیں جو دین عیسوی پر تھے۔ پھر حضور پر ایمان لائے۔

حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے قبل اسعد بن زرارہ محمد بن سعد۔ عمرو بن سعد۔ ابو قیس بن حربہ بن انس انصار میں سے تھے۔ یہ سب لوگ غسل جنابت کرتے تھے۔

يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ۔ آیات الٰہی پڑھتے ہیں۔ آیات سے قرآن حکیم مراد ہے۔

اٰنَآءَ الَّيْلِ۔ رات کی تاریکی میں آیات تلاوت کرتے ہیں۔ اس سے مراد عشاء کی نماز ہے جو اہل کتاب نہیں پڑھتے تھے یا نماز تہجد ہے وہ سجدے کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک رات عشاء کی نماز کے وقت حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار ہو رہا تھا جب تہائی رات گذر گئی تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ارشاد فرمایا کہ تم اس وقت تک انتظار کر رہے ہو۔ اس وقت تک سوائے تمہارے اور کوئی اس کا منتظر نہیں اگر میری امت پر اس وقت نماز پڑھنا دشوار نہ ہوتا تو میں اسی وقت پڑھا کرتا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موذن کو حکم دیا تکبیر ہوئی پھر نماز پڑھائی (مسلم)

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں۔

وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ اور اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔

وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ۔ اور نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔ مرض اور مایوسی والی تاخیر سے قبل جو نیک کام ہو سکے وہ کر لیں۔ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سر ہلا دینے والے بڑھاپے اور

اچک لینے والی موت سے قبل جو نیک کام کر سکو وہ کر لو۔

وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ یہ لوگ۔ اس مبارک جماعت کی طرف اشارہ ہے جو ان صفات مذکورہ سے پورے متصف ہوں یعنی جن کے دل و جسم صالح ہو گئے۔

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ۔ اور جس قسم کی وہ نیکی کریں گے ہم اس کو ضائع نہ کریں گے اور نہ ہی اس کا ثواب کم کریں گے ان لوگوں کو تسلی دی کہ تمہارے عملوں کے بدلے ضرور ملیں گے جو نیکیاں کرو گے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ۔ اور اللہ پرہیزگاروں کے حال سے خوب واقف ہے۔

آگے یہود کے مالدار لوگوں کے انجام کی خبر دی کہ ان کا مال اولاد انہیں عذاب آخرت سے نہیں بچا سکتا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ جو لوگ منکر ہیں ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے یہاں ہرگز ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے اور یہی لوگ دوزخی ہیں ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

كَفَرُوْا۔ چونکہ کفار اپنے کاموں کو ذریعہ نجات اور بدکاریوں کو نیکی سمجھتے تھے اس لیے ان سے شروع کیا گیا۔ کفر کے معنی انکار ہے۔

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

ان کی مثال اس ہوا کی سی ہے جو اس حیات دنیا میں خرچ کرے جس میں پالا ہو وہ ایک ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنا ہی برا کرتے تھے تو اسے بالکل مار گئی اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ۔ اس کی مثال جو خرچ کرتے ہیں۔ کفار کا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت میں فخریہ خرچ کرنا جیسا کہ لڑائیوں میں خرچ کرتے تھے یا بتوں پر چڑھاتے تھے۔

فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ۔ اس دنیا کی زندگی میں اس ہوا کی سی ہے جس میں تیز سردی تھی۔ صِرٌّ کے معنی سخت سردی کے ہیں۔ (قاموس)

عربی میں صر کے معنی ہیں مضبوط باندھنا یا شدت سے پکڑنا۔ قرآن حکیم میں عذاب کی ہوا کو ریح کہتے ہیں اور رحمت کی ہوا کو ریاح کہتے ہیں۔ یہاں عذاب کی ہوا مراد ہے اس لیے ریح ارشاد ہوا۔

اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَاَهْلَكَتْهُ۔ وہ ان لوگوں کے کھیت میں جا لگی جنہوں نے اپنے

اوپر ظلم کیا ہے آخر کار اس ہوا نے اس کھیت کو تباہ و برباد کر دیا ہو۔
وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ لوگ اپنے اوپر آپ ہی ظلم کر رہے ہیں۔

شان نزول:۔ یہ آیت بنی قریظہ اور بنی نضیر کے حق میں نازل ہوئی۔ یہود کے رؤسا نے تحصیل ریاست و مال کی غرض سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی کی۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا ان کے مال اور اولاد ان کے کچھ کام نہ آئیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین قریش کے معاملہ میں آئی۔ کیونکہ ابوجہل کو اپنی دولت اور مال پہ بڑا فخر تھا۔ اور ابوسفیان نے بدر و احد میں مشرکین پر کثیر مال خرچ کیا تھا۔ اس کا جواب دیا گیا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت تمام کفار کے لیے نازل ہوئی۔ ان سب کو بتایا گیا کہ تمہارے مال اولاد میں کچھ بھی تمہارے کام آنے والا نہیں اور عذاب الٰہی سے تمہیں نہیں بچا سکتا۔

اور مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ میں جو تمثیل ہے وہ یہود کا وہ خرچ ہے جو اپنے علماء کے اوپر خرچ کرتے تھے۔

ایک قول میں ہے کہ اس سے کفار و مشرکین کے تمام صدقات و نفقات مراد ہیں۔

ایک قول ہے کہ ریاکاری اور دکھاوے سے خرچ کرنے والوں کی مذمت ہے۔

گویا ان کے اخراجات کو اس مثال سے رائیگاں دکھایا جس طرح برفانی ہوا جسے ڈاہا بھی کہتے ہیں جب کھیتی پر پڑتی ہے تو تمام کھیتی برباد ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کفر و نفاق اور ریا کے لیے صدقات کرنا اپنی نیکیوں کی کھیتی کو برباد کر دینے کے مترادف ہے۔

اب مسلمانوں کو کفار سے علیحدہ رہنے کی تعلیم ہے تاکہ مسلمانوں کی تنظیم مستحکم رہے چنانچہ ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ اے ایمان والو۔ غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے ان کی دلی خواہش ہے جتنی تمہیں ایذا دیں۔ بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو گیا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہوئے ہیں وہ بڑا ہے تحقیق ہم نے ظاہر کیں تمہیں روشن نشانیاں اگر تمہیں عقل ہو۔

آیت کریمہ کا مفہوم واضح ہے کہ کفار سے دوستی نہ کرو۔ محبت کے تعلقات نہ رکھو وہ تمہارا راز لے کر تمہیں نقصان ہی دیں گے۔

تَتَّخِذُوْا۔ اِتِّخَاذ سے بنا۔ اس کا مادہ اخذ ہے۔ اس کے معنی بنانا۔ پکڑ لینا۔

بِطَانَۃً۔ بَطْنٌ سے بنا۔ اس کے معنی پیٹ ہے۔ اصطلاح میں اندرون کو بطانہ کہا جاتا ہے۔

مِنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا۔ یَاْلُوْنَ۔ اَلْوٌ سے بنا۔ اس کے معنی کوتاہی۔ خبال وہ فساد ہے جو کسی جاندار میں اضطراب اور بے چینی پیدا کر دے یعنی وہ تمہاری برائی اور فساد میں کوئی کمی ہرگز نہیں کرتے۔

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ۔ وَدُّوْا۔ وَدٌّ سے بنا۔ بہت تمنا آرزو۔ عَنِتُّمْ۔ اس کے معنی سخت مشقت و تکلیف میں پڑنا بہت پسند ہے۔

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔ بَدَتْ۔ بَدْوٌ سے بنا اس کے معنی ظاہر ہونا۔

بَغْضَآءُ۔ بُغْضٌ۔ دشمنی کے معنی میں ہیں۔ جیسے ضُرٌّ سے ضَرَّآء

اَفْوَاہ۔ فَمٌ کی جمع۔ اس کی اصل فُوْہٌ ہے اس کے معنی منہ دہان ہے۔

یہود و منافقین کی دلی عداوت چھپانے کی کوشش کرتے ہیں مگر قدرتی طور پر ان کے منہ سے ایسی باتیں نکل جاتی ہیں جس سے ان کے دل کی جلن کا پتہ لگ جاتا ہے۔

وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ۔ تُخْفِیْ۔ اخفاء سے بنا اس کے معنی چھپانا۔ صُدُوْرٌ صدر کی جمع ہے۔ ان بدنصیبوں کے سینوں میں تمہاری عداوت کی آگ جل رہی ہے اس سے کہیں بہت زیادہ جو ان کے منہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ۔ بَيَّنَّا۔ تَبْيِيْنٌ سے بنا۔ اس کا معنی خوب ظاہر کرنا ہے یعنی اے مسلمانو! ہم نے تمہارے دشمنوں کی علامتیں واضح طور پر صاف صاف بیان فرمادیں۔

اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ عقل بمعنی جاننا ہے اگر تمہیں عقل ہو ان کی باتوں میں نہ آؤ۔

شانِ نزول:۔ بعض مسلمان یہود سے قرابت اور دوستی اور ہمسائیگی کے تعلقات کی بنا پر میل جول رکھتے تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ:۔ کفار سے دوستی اور محبت کرنا انہیں اپنا رازدار بنانا شرعاً ممنوع ہے [illegible] ان کے بیانِ زبان سے جو ظاہر ہوا وہ تو ہوا لیکن جو ان کے سینوں میں ہے وہ [illegible] و مخاصمت کی بنا دین سے مخالفت ہے وہ تمہاری کتاب کے اللہ تمہارے نبی کے سخت دشمن ہیں لہٰذا اگر عقل رکھتے ہو تو دشمن کو رازدار نہ بناؤ پھر انہی میں کے منافقین کا حال ظاہر کیا چنانچہ ارشاد ہے اور کس فصاحت کے ساتھ بیان ہوا۔

ھٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚ

وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ سنو یہ جو تم ہو تو تم انہیں محبت سے چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے اور تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب تنہا ہوں تو تم پر انگلیاں چباتے ہیں غصہ سے فرما دیجئے کہ مرجاؤ اپنے غضب کی آگ میں اللہ ہمارے سینوں کی جلن خوب جانتا ہے۔

ھا۔ حرف تنبیہ ہے جو غافل کو غفلت سے بیدار کرنے کے وقت استعمال ہوتا ہے۔ مسلمان کفار و منافقین کی چالوں سے بے خبر تھے اس لیے ھا فرمایا گیا۔ اَنْتُم سے صحابہ مخاطب ہیں۔

لَا یُحِبُّوْنَکُمْ۔ تم ان کی رشتہ داریوں کی وجہ سے محبت کرتے ہو مگر ان کو تم سے قطعاً محبت نہیں وہ تم کو دشمن سمجھتے ہیں۔

وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْکِتٰبِ کُلِّہٖ۔ اس سے تمام آسمانی کتب مراد ہیں تم تو تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو مگر وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتے وہ قرآن پاک کا حکم نہیں مانتے جب یہود تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں۔

قَالُوْا اٰمَنَّا۔ ہم ایمان لائے یہ اقرار صرف زبان سے ہے دل سے نہیں۔

وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا۔ خَلَوْا۔ خُلُو سے بنا اس کے معنی اکیلا ہونا

عَضُّوْا۔ عَض سے بنا اس کے معنی دانت سے کاٹنا ہے۔

اَنَامِلَ۔ اَنْمُلَہ کی جمع ہے اس کے معنی ہیں پورے

غَیْظ۔ سخت غصہ کو کہتے ہیں جس سے خون کھول جائے اسلام کی ترقی و عروج کو دیکھ کر خون کے آنسو روتے ہیں اور غصہ میں اپنے ہاتھ کاٹتے ہیں۔

اس آیت کا خلاصہ اس ایک شعر سے واضح ہو جاتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست — کہ از مشقت آں جز بمرگ نتواں رست

منافقین مسلمانوں سے ملتے تو آمنا آمنا کہتے۔ مگر جب ان سے علیحدہ ہو کر سوچتے تو پیچ و تاب کھاتے انگلیاں چباتے اور مسلمانوں کے مٹانے کی تدبیریں سوچتے اور مسلمان اندر باہر یکساں ہونے کی وجہ سے ان سے محبت کے مظاہرے کرتے۔ ان کو جھک کر ملتے تو نرم نرم باتیں کرنے سے سمجھتے کہ یہ بھی ہمارے ساتھ وہی محبت رکھتے ہیں۔ اور حقیقت وہی تھی جو قرآن پاک نے ظاہر فرمائی کہ ان کا جھک کر ملنا بخنداں پیشانی پیش آنا اس امر کی دلیل نہیں ہے اس لیے کہ

سنگیں دل است ہر کہ بظاہر ملائم است — پنہاں درون پنبہ نگر پنبہ دانہ را !

آگے ان کی دشمنی اور ظاہر داری کی دوستی کا اور بھانڈا پھوڑا اور صاف صاف فرمایا۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَۃٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَیِّئَۃٌ یَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ۠ اگر تمہیں مس کرے کوئی بھلائی تو انہیں برا لگے۔ اور اگر پہنچے برائی تو اس سے خوش ہوں اور اگر تم صبر کرو اور پرہیز گار رہو تو ان کی مکاری عیاری تمہارا کچھ نہ بگاڑے گی بے شک ان کے تمام کاموں پر اللہ محیط ہے۔

تَمْسَسْ۔ مَسٌّ سے بنا۔ اس کے معنی چھونا ہے۔ اصطلاح میں ہر قسم کے چھونے کو کہتے ہیں خواہ وہ بھلائی کا چھونا ہو یا برائی کا۔

حَسَنَۃٌ۔ حُسْنٌ کی صفت مشبہ ہے۔ ہر دل خوش کرنے والی اور رغبت والی چیز کو حسنہ کہتے ہیں اس سے مراد اسلام کا پھیلانا۔ دشمنوں پر غلبہ اور مال غنیمت کا حصول ہے۔

تَسُؤْهُمْ۔ سُوْءٌ سے بنا۔ اس کے معنی قباحت۔ دلی صدمہ۔ کفار و منافقین کو بہت غم و صدمہ پہنچتا ہے ان کو برا لگتا ہے حسد کی وجہ سے۔

تُصِبْ۔ اَصَابَۃٌ۔ اس کے معنی ہیں پورا پورا پہنچنا۔ سَیِّئَۃٌ اگر تم کو چھوٹی سے بڑی مصیبت بھی پہنچے تو یہ منافقین کفار غم نہ کریں گے۔ یَفْرَحُوْا بِهَا۔ یہ فرح سے ہے اسکے معنی دلی خوشی ہے۔ یہ خوشیاں مناتے ہیں اس سے جو مسلمانوں کو پیش آئے۔

تَصْبِرُوْا اے مسلمانو! اگر تم صبر کرو ان کی ایذا اور مصیبت سے۔ صبر کے معنی روکنا۔ اپنے کو مصیبت میں گھبراہٹ سے روکنا۔ انتقام سے روکنا۔

وَتَتَّقُوْا۔ اِتِّقَاءٌ سے بنا۔ اس کے معنی بچنا۔ ڈرنا۔ اے مسلمانو! اطاعت الٰہی پر صبر کیے رہو اور گناہوں سے بچتے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

لَا یَضُرُّكُمْ۔ ضَرَرٌ۔ اس کے معنی تکلیف۔ نقصان۔ تو تم کو نقصان نہیں دیگا۔

كَیْدُهُمْ۔ ان کا فریب۔ کید کے معنی خفیہ تدبیر۔ سازش ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہاں کید کے معنی عداوت ہے (کبیر) یعنی کفار کی عداوت ان کی چالیں نقصان نہ دیں گی۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ بے شک تمہارے تقویٰ صبر اور تمام نیک اعمال کو اللہ تعالٰے کا علم اللہ قدرت گھیرے ہوئے ہے۔ مسلمانوں کو ان کی ایذا سے محفوظ رکھے گا۔

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع۔ آل عمران پ۴

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ — اور یاد کرو (اے محبوب) جب تم صبح کو اپنے دولت سرا سے نکل

تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۚ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

سے نکلے قائم کرتے ہوئے مسلمانوں کو مورچوں پر لڑائی کے لیے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

جب تم میں کے دو گروہ کا ارادہ ہوا کہ ثابت قدم نہ رہے اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور تحقیق اللہ نے مدد کی بدر میں اور تم بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر گزار رہو۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝

جب تم فرما رہے تھے مومنین سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتوں سے اتار کر۔

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝

کیوں نہیں اگر تم صبر کرو اور آپڑیں تم پر (کافر) تو مدد کرے گا تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے نشان والے بھیج کر۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۗ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

اور نہیں کی اللہ نے (یہ فتح) مگر تمہاری خوشی کے لیے اور اس لیے کہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہوں اور مدد نہیں مگر اللہ کے پاس سے جو غالب حکمت والا ہے۔

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝

اس لیے کہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل کرے کہ پلٹ جائیں نامراد۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

یہ کام تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توفیق توبہ ہو یا ان پہ عذاب کرے اس لیے کہ وہ ظالم ہیں۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جسے چاہے بخشے۔ اور عذاب دے جسے چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	اِذْ۔ یاد کرو جب	غَدَوْتَ۔ صبح کو نکلے تم	مِنْ اَھْلِکَ۔ اپنے گھر
سے	تُبَوِّئُ۔ قائم کرتے ہوئے	الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کو	مَقَاعِدَ۔ مورچوں پر
لِلْقِتَالِ۔ لڑائی کیلئے	وَ۔ اور	اللہُ۔ اللہ	سَمِیْعٌ۔ سنتا
عَلِیْمٌ۔ جانتا ہے	اِذْ۔ جب	ھَمَّتْ۔ تیار ہوئے	طَّآئِفَتٰنِ۔ دو گروہ
مِنْکُمْ۔ تم میں سے	اَنْ۔ اس پر کہ	تَفْشَلَا۔ نامردی دکھائیں	وَ۔ اور
اللہُ۔ اللہ	وَلِیُّھُمَا۔ ان دونوں کا والی ہے	وَ۔ اور	عَلَی۔ اوپر
اللہِ۔ اللہ کے	فَلْیَتَوَکَّلِ۔ بھروسہ کریں	الْمُؤْمِنُوْنَ۔ مومن	وَ۔ اور
لَقَدْ۔ بیشک	نَصَرَ۔ مدد دی	کُمُ۔ تم کو	اللہُ۔ اللہ نے
بِبَدْرٍ۔ بدر میں	وَ۔ اور	اَنْتُمْ۔ تم	اَذِلَّۃٌ۔ بے سروسامان تھے
فَاتَّقُوا۔ تو ڈرو	اللہَ۔ اللہ سے	لَعَلَّکُمْ۔ تاکہ تم	تَشْکُرُوْنَ۔ شکر کرو
اِذْ۔ جب	تَقُوْلُ۔ تو کہہ رہا تھا	لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کو	اَ۔ کیا
لَنْ۔ نہیں	یَّکْفِیَکُمْ۔ کافی تم کو	اَنْ۔ یہ کہ	یُّمِدَّ۔ مدد کرے
کُمْ۔ تمہاری	رَبُّکُمْ۔ تمہارا رب	بِثَلٰثَۃِ۔ تین	اٰلٰفٍ۔ ہزار
مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ۔ فرشتوں سے		مُنْزَلِیْنَ۔ اتار کر	بَلٰٓی۔ کیوں نہیں
اِنْ۔ اگر	تَصْبِرُوْا۔ صبر کرو	وَ۔ اور	تَتَّقُوْا۔ ڈرو
وَ۔ اور	یَاْتُوْ۔ آجائیں	کُمْ۔ تم پر	مِّنْ فَوْرِھِمْ۔ فوراً
ھٰذَا۔ یہ	یُمْدِدْ۔ مدد کرے	کُمْ۔ تمہاری	رَبُّکُمْ۔ تمہارا رب
بِخَمْسَۃِ۔ پانچ	اٰلٰفٍ۔ ہزار	مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ۔ فرشتوں	مُسَوِّمِیْنَ۔ نشان
والوں سے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	جَعَلَہُ۔ کیا اسے
اللہُ۔ اللہ نے	اِلَّا۔ مگر	بُشْرٰی۔ خوشخبری	لَکُمْ۔ تمہارے لیے
وَ۔ اور	لِتَطْمَئِنَّ۔ اطمینان دینے کیلئے	قُلُوْبُکُمْ۔ تمہارے دلوں کو	بِہٖ۔ اس سے
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	النَّصْرُ۔ مدد	اِلَّا۔ مگر

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ اللہ کے پاس سے جو — اَلْعَزِیْزِ۔ غالب — اَلْحَکِیْمِ۔ حکمت والا ہے
لِیَقْطَعَ۔ تاکہ کاٹے — طَرَفًا۔ ایک حصہ — مِّنَ الَّذِیْنَ۔ ان لوگوں سے جو
کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے — اَوْ۔ یا — یَکْبِتَہُمْ۔ ذلیل کرے انکو — فَیَنْقَلِبُوْا۔ تو پلٹ جائیں
خَآئِبِیْنَ۔ نامراد — لَیْسَ۔ نہیں — لَکَ۔ تمہارے ہاتھ — مِنَ الْاَمْرِ۔ اس کام سے
شَیْءٌ۔ کچھ — اَوْ۔ یا — یَتُوْبَ۔ توبہ کی توفیق ہو — عَلَیْہِمْ۔ ان پر
اَوْ۔ یا — یُعَذِّبَہُمْ۔ عذاب ہوان پر — فَاِنَّہُمْ۔ تو وہ — ظٰلِمُوْنَ۔ ظالم ہیں
وَ۔ اور — لِلّٰهِ۔ اللہ ہی کا ہے — مَا۔ جو — فِی۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے — وَ۔ اور — مَا۔ جو — فِی۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے — یَغْفِرُ۔ بخشے — لِمَنْ۔ جسے — یَّشَآءُ۔ چاہے
وَ۔ اور — یُعَذِّبُ۔ عذاب کرے — مَنْ۔ جسے — یَّشَآءُ۔ چاہے
وَ۔ اور — اللّٰهُ۔ اللہ — غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا — رَّحِیْمٌ۔ مہربان ہے۔

مختصر تفسیر دسواں رکوع سورۃ آل عمران پ۴

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِکَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْکُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِیُّھُمَا ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ اور یاد کیجئے اس واقعہ کو جب آپ صبح اپنے دولت خانہ سے باہر تشریف لائے مومنین کو مورچوں پر قائم کرتے ہوئے لڑائی کے لیے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ جب تم میں کے دو گروہ کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں اور اللہ ان کا نگہبان ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

اِذْ ظرفیہ ہے اس کا فعل اُذْکُرْ پوشیدہ ہے۔

غَدَوْتَ غُدُوٌّ سے بنا اس کے معنی صبح سویرے روانہ ہونا ہے۔ صبح صادق سے زوال کے وقت تک کو غدا کہتے ہیں اس کے بعد کے وقت کو عِشا کہتے ہیں۔

اَھْل سے مراد گھر والے۔ یہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد کے لیے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے روانہ ہوئے۔

تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ تُبَوِّئُ۔ بَوَاٌ سے بنا۔ اس کے معنی ہموار جگہ۔ یعنی آپ مسلمانوں کو مناسب جگہ بٹھلاتے

تھے۔ مومنین سے مراد مجاہدین اسلام ہیں۔

مَقَاعِدَ۔ مَقْعَدٌ کی جمع ہے۔ اس کے معنی بیٹھنے کی جگہ

لِلْقِتَالِ۔ یعنی جنگی مورچے۔ مجاہدین کو جنگی مورچوں میں قرینے سے بٹھا رہے تھے تاکہ وہ مورچے سنبھال لیں

وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔

حضرت ابن عباس۔ سدی بن اسحاق۔ ربیع وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں غزوۂ احد کی طرف اشارہ ہے

جمہور مفسرین بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ غزوہ احد کا ہے جس کا اجمالی واقعہ یہ ہے کہ یوم چہارشنبہ بارہ شوال ۳ھ

میں قریش مکہ تین ہزار نامی گرامی سورماؤں کا لشکر لے کر مدینہ منورہ پر چڑھائی کی غرض سے آگئے کیونکہ اس سے ایک

سال قبل وہ بدر میں بری طرح شکست کھا چکے تھے اس کا ان کے دلوں میں سخت رنج و ملال تھا اس لیے انہوں نے

بغرض انتقام لشکر گراں مرتب کر کے فوج کشی کی۔

مشرکین احد میں بدھ یا جمعرات کو پہنچے تھے۔ ان میں عرب کے چرب زبان خطیب شاعر عمرو بن عاص

شامل تھے جو مقتولین بدر کے نوحہ کے قصیدے گانے والی عورتوں کو حفظ کرا کر جوش دلاتے تھے۔ ان کی

قیادت ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ نے کی۔

تین ہزار سورما مردوں کا لشکر تھا جن میں سات سو زرہ پوش تھے تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے

تھے اس لشکر میں پندرہ سو عورتیں تھیں۔

حضرت عباس بن عبد المطلب نے خفیہ طور پر کفار کی تیاریوں کی اطلاع دی حضرت خباب بن منذر

کو حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ وہ اس خبر کی تحقیق کریں۔ حضرت خباب نے خبر دی کہ کفار کا لشکر ذوالحلیفہ

جو مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے پہنچ چکا ہے۔

حبیب سرکار ابد قرار رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے بموجب حکم الٰہی وَشَاوِرْهُمْ

فِی الْاَمْرِ اپنے صحابہ کو جمع کیا اور مشورہ فرمایا۔ اس مشورہ میں عبد اللہ بن ابی بن سلول کو بھی بلایا گیا جو اس سے

پہلے کبھی مشورہ میں نہیں بلایا گیا تھا۔

عبد اللہ بن سلول اور اکثر انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مدینہ میں قیام فرمائیں

قسم بخدا ہمارا تجربہ ہے کہ جو ہمارا دشمن مدینہ میں چڑھائی کر کے آیا ہم اس پر غالب آگئے اور اگر ہم مدینہ سے باہر

گئے تو وہ ہم پر غالب آیا۔ اس وقت حضور ہم میں موجود ہیں کوئی کیسے غالب آسکتا ہے۔ لہٰذا حضور ان کی پرواہ

نہ کریں۔ اگر وہ مدینہ میں داخل ہوں گے تو مردان کا مقابلہ کریں گے عورتیں بچے اوپر سے پتھر برسائیں گے اس طرح

مدینہ منورہ میں رہ کر دشمن کا مدافعانہ جواب دیں گے۔

یہ رائے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پسند آئی۔ لیکن حضرت حمزہ بن عبد المطلب۔ سعد بن عبادہ مالک بن سنان۔ ابو سعید خدری کے والد اور بہت سے جوشیلے نوجوانوں کی رائے باہر نکل کر جنگ کرنے کی ہوئی چونکہ کثرت رائے یہی تھی اس لیے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی قبول کیا اور فرمایا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ بِکَ اَحُوْلُ وَبِکَ اَصُوْلُ۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا نام ذوالفقار تھا جو بدر میں مال غنیمت میں آئی تھی خواب میں دیکھا کہ تلوار ٹوٹ گئی ہے مگر بعد میں پہلے سے بہتر ہوگئی ہے۔ دوسرا خواب دیکھا کہ زرہ مضبوط ہے۔ یہی تلوار حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو عنایت فرمائی تھی۔ اس کا نام ذوالفقار رکھا گیا تھا اس کے معنی جوڑ۔

مدینہ منورہ میں تین میل کے فاصلہ پر جانب شمال ایک پہاڑ ہے جس کا نام اُحد ہے یعنی اکیلا۔ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ بشارت دی کہ تم اگر ثابت قدم رہے تو فتح ان شاء اللہ تمہاری ہوگی۔ بعد نماز عصر دولت سرا میں تشریف لے گئے۔ حضرت صدیق اکبر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہمراہ تھے۔ سر اقدس پر عمامہ باندھا۔ زرہ پہنائی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام تلوار حمائل کیے برچھا ہاتھ میں لیے۔ دو زرہیں زیب تن کئے چمڑے کی پیٹی کمر سے کسے ہوئے مجاہدانہ شان سے باہر تشریف لائے۔ صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت انتظار میں تھی صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کو اس لباس میں دیکھا تو حیران رہ گئے۔

حضرت سعد بن معاذ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گستاخی ہوگئی ہم نے اپنی رائے حضور علیہ السلام کی پسندیدہ رائے کے خلاف دی ہماری رائے اب وہی ہے جو حضور کی رائے ہوگی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تبسم ارشاد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا اللہ کے نبی کی یہ شان نہیں کہ ہتھیار جنگ پہننے کے بعد بغیر جنگ کیے کھول دے چلو اللہ پر بھروسہ کریں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل (کبیر)

جمعہ کے بعد حضرت مالک بن عمرو انصاری کے انتقال کی خبر ملی نماز جنازہ حضور علیہ السلام نے پڑھائی پھر حضور علیہ السلام اپنی سواری سکب نامی گھوڑے پر سوار ہوئے۔ شانہ مبارک پر کمان لٹکی ہوئی تھی۔ سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ زرہ پہنے ہوئے کھڑے تھے۔ یہاں تک کہ پندرہ شوال ۳ھ یک شنبہ ثنیہ گھاٹی پر پہنچے اور مورچے قائم فرمائے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین پرچم بنائے۔
مہاجرین کا پرچم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ یا مصعب بن عمیر کو عطا فرمایا۔
انصار میں اوس کا پرچم سعد بن معاذ کو عطا کیا۔
اور خزرج کا پرچم حباب بن منذر کو عطا کیا۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ منورہ کا خلیفہ مقرر کیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ کوعینین پہاڑ کا ایک درہ تھا جو لشکر کے پیچھے پڑتا تھا اور اس طرف سے دشمن کے حملہ کا خطرہ تھا مامور فرمایا اور ہدایت کی کہ اگر دشمن اس طرف سے حملہ آور ہو تو تیر اندازی سے ان کو زیر کریں اور کسی حال میں بھی یہاں سے نہ ہٹیں خواہ فتح ہو یا شکست جب تک ہم تمہیں نہ بلائیں۔

عکاشہ بن محصن اسدی کو میمنہ پہ دائیں طرف اور ابوسعد بن عبدالاسد کو میسرہ پہ بائیں جانب ابو عبیدہ بن جراح سعد بن ابی وقاص کو مقدمہ پہ اور مقداد بن عمرو کو ساقہ پہ مقرر کیا۔

اس دن سرکار مدینہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں جو تلوار تھی اس پر یہ شعر کندہ تھا

فِی الْجُبْنِ عَارٌ وَّ فِی الْاِقْبَالِ مَکْرُمَۃٌ   وَالْمَرْءُ بِالْجُبْنِ لَا یَنْجُوْ مِنَ الْقَدَرِ

بزدلی میں شرم ہے۔ بہادری میں عزت ہے۔ انسان بزدلی کر کے تقدیر سے نہیں بچ سکتا

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو اس تلوار کا حق ادا کرے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا کیا حق ہے؟ فرمایا لڑتے لڑتے اس کو ٹیڑھا کر دینا۔ آپ نے تلوار لی اور حق ادا کیا اور آپ ابو سفیان کی بیوی ہندہ تک پہنچ گئے۔ وہ پکار اٹھی میں عورت ہوں۔ اسلام عورتوں پر تلوار کا حکم نہیں دیتا آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

منافقین کی غداری

عبداللہ بن سلول منافق جس نے مدینہ میں رہ کر جنگ کرنے کی رائے دی تھی اپنی رائے کے خلاف میدان میں آجانے سے برہم ہوا اور کہنے لگا کہ حضور علیہ السلام نے میری بات نہیں مانی اور نو عمر لڑکوں کا کہنا مانا جب دشمنان اسلام مقابلہ میں آئے تو اس نے اپنے تین سو منافقین کو وہاں سے بھاگ جانے کا حکم دیا تاکہ مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو جائے اور ان کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر مسلمانوں کے بھی پاؤں اکھڑ جائیں منافقین کے علیحدہ ہونے سے اب مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو باقی تھی۔ اللہ تعالے نے انکے ثبات کو متزلزل نہ ہونے دیا۔

جنگ احد کا اجمالی خاکہ۔

ابو عامر راہب جسے فاسق کہا جاتا ہے پچاس سورماؤں کے ساتھ آگے بڑھا اور بکواس کے ساتھ پتھر برسانے لگا۔ مجاہدین اسلام کی طرف سے پتھروں کا جواب دیا گیا اس کے مقابلے کے لیے حضرت حنظلہ جو اس کے بیٹے تھے نے اجازت طلب کی لیکن دربار رسالت پناہ سے اجازت نہیں ملی۔

ابن طلحہ جو قریش کا علمبردار تھا۔ میدان میں حضرت مولائے کائنات شیر خدا نے ایک ہی وار میں اس کا

سر پھیر کے واپس تشریف لائے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے طلحہ کو قتل کیوں نہیں کیا صرف زخمی کر کے آپ آ گئے۔ حضرت مولائے کائنات نے فرمایا کہ وہ بچتا نہیں مر جائے گا۔ زخمی حالت میں وہ عریاں ہو گیا تھا مجھے اس کا ستر دیکھ کر شرم محسوس ہوئی اس لیے اسے چھوڑ دیا آخر وہ مر گیا۔

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے عثمان بن طلحہ کو قتل کیا۔

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے ابوشیبہ جو کفار کا چوٹی کا بہادر تھا ٹکڑے کر دیا۔ غضب کا رن پڑا بڑے بڑے کفار کے سردار مارے گئے۔ مشرکین کو ہزیمت ہوئی اور صحابہ کرام نے بھاگتے ہوئے مشرکین کا تعاقب کیا۔

جنگ کا رخ بدل گیا

عبداللہ بن جبیر کے پچاس ساتھیوں نے جو درّہ پر متعین تھے اور جن کو حضور علیہ السلام نے ہر حال میں قائم رہنے کا حکم فرمایا تھا وہ وہاں قائم نہ رہے جب کفار کو بھاگتے دیکھا تو یہ بھی درے سے نکل کھڑے ہوئے حضرت عبداللہ بن جبیر نے سمجھایا لیکن صرف سات صحابہ اس درہ پر رہ گئے تھے۔

خالد بن ولید جو کفار کے لشکر کے امیر تھے نے درہ خالی دیکھا تو دھاوا بول دیا جو صحابہ باقی تھے وہ اس درہ پر شہید ہو گئے۔ مسلمانوں میں سراسیمگی اور بھگدڑ کا یہ عالم تھا کہ آپس میں ہی ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے حضرت حذیفہ کے والد یمان کو اس گھمسان میں مسلمانوں نے ہی شہید کر دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آٹھ مہاجر اور سات انصار باقی رہے جو اپنے مقام پر جمے رہے مہاجرین میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ زبیر بن عوام۔ طلحہ بن عبداللہ اور ابوعبیدہ بن جراح رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔

انصار میں خباب بن منذر۔ ابودجانہ۔ عاصم بن ثابت۔ سہل بن حنیف۔ اسید بن حضیر۔ سعد بن معاذ اور حارث بن صمہ تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

کچھ مسلمان تو ثابت قدم رہے کچھ شہید ہو گئے۔ کچھ پہاڑوں میں چھپ گئے کچھ واپس مدینہ منورہ آ گئے ایک بدبخت کے پتھر سے دندان مبارک کا شہید ہونا۔ سر اقدس پر خود کا بیٹھ جانا۔ چھ کڑیوں کا دوش اقدس میں بیٹھنا۔ کفار نے شور مچا دیا اَلَا اِنَّ قُتِلَ مُحَمَّدٌ (آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے گئے) اس خبر وحشت اثر سے مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا ایک آواز پر مسلمان جمع ہوئے اور شکست فتح سے تبدیل ہوئی۔

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے طعیمہ بن عدی بن خیار اور عتبہ کو جو ہندہ کا باپ تھا قتل کر دیا تھا مطعم جو طعیمہ کا بھتیجا تھا نے اپنے غلام وحشی سے کہا اگر تو میرے چچا کا بدلہ لے لے تو میں منہ مانگا انعام دوں گا اور تجھے آزاد کر دوں گا۔ ادھر عتبہ کی بیٹی ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لیے انعام و اکرام کا لالچ دیا وحشی دامن کوہ میں ایک پتھر کی اوٹ میں بیٹھا تھا حضرت حمزہ کا گذر ہوا تو وحشی نے نیزہ کا وار کیا جو زیر ناف آکر لگا اور پار ہو گیا۔ آپ نے وحشی کا تعاقب کیا لیکن آپ نے ایک خندق گر کر جام شہادت نوش کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وحشی نے آپ کا کلیجہ نکال کر ہندہ کو دیا اس نے چبایا۔ گردے۔ کان۔ ناک اعضاء کا ہار بنا کر ہندہ کے گلے میں ڈالا فتح مکہ کے موقعہ پر یہ مسلمان ہوئی۔ اور عہد فاروقی میں لشکر اسلام کے ساتھ بڑا کام کیا۔

حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور (مثلہ) اعضاء کٹ جانے کا بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے ہر شہید کے جنازے کے ساتھ ان کی نماز پڑھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو احد کے میدان میں ہی دامن کوہ میں دفن کیا گیا۔ خوش نصیب زائر مدینہ حبیب حاضر ہوتے ہیں تو بارگاہ حمزہ میں سلام پیش کرتے ہیں۔

تو اللہ تعالے نے انہیں دکھا دیا کہ بدر میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی برکت سے فتح ہوئی۔ یہاں حضور کے حکم کے خلاف جانے کا یہ نتیجہ ہوا اور مشرکین کے دلوں سے رعب و ہیبت دور ہو گیا حتی کہ وہ پلٹ پڑے اور مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جماعت رہی جس میں حضرت صدیق اکبر حضرت علی اور حضرت مصعب و طلحہ و سعد تھے۔ اسی جنگ میں دندانِ مبارک شہید ہوئے اور چہرہ زیبا پر زخم آیا۔ اور اسی کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْکُمْ اَنْ تَفْشَلَا۔ میں جو دو گروہوں کا ذکر ہے یہ دونوں گروہ انصار میں سے تھے ایک بنی سلمہ خزرج میں سے اور ایک بنی حارثہ اوس میں سے یہ دونوں لشکر کے بازو تھے۔ جب عبداللہ بن سلول منافق بھاگا تو انہوں نے بھی واپس جانے کا قصد کیا۔ اللہ تعالے نے کرم کیا اور انہیں اس ہزیمت سے محفوظ رکھا۔ آخر ش وہ ثابت قدم رہے۔

وَاللّٰہُ وَلِیُّہُمَا۔ اور اللہ ان کا مددگار ہے۔

وَلِیّ کے معنی دوست کے ہیں یعنی اللہ ان دونوں گروہوں کو دوست رکھتا ہے۔ ولی کے معنی عاصم

کے ہیں یعنی اللہ تعالےٰ نے ان کو اس بری حرکت سے محفوظ رکھا یا ولی کے معنی ناصر کے ہیں یعنے اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے۔

آگے چل کر اللہ تعالےٰ اس نعمت اور احسان کا ذکر فرماتا ہے۔ جو اس موقعہ پر مسلمانوں پر ہوا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ اور بیشک مدد کی تمہاری اللہ نے بدر میں اور تم اس وقت بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو تا کہ تم شکرگذار رہو۔

لَقَدْ نَصَرَ۔ نصرت سے اس کے معنی امداد۔ بدر مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک میدان کا نام ہے اس میدان میں ایک کنواں ہے جسے بدر بن عامر نے کھدوایا تھا۔ اس نسبت سے اس کا نام بدر مشہور ہوا اور جنگ بدر اسلام و کفر کے درمیان سب سے پہلا معرکہ ہے جو ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ میں ہوا۔ بدر کے میدان میں مٹھی بھر ۳۱۳ مسلمانوں نے ایسی شاندار کامیابی حاصل کی کہ کفر کی کمر ٹوٹ گئی۔

اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ تم کمزور تھے۔ اَذِلَّةٌ ذلیل کی جمع ہے جس کا مادہ ذِلّ ہے۔ اس کے معنی کمزوری۔ بے سروسامانی پوری فوج میں ستر اونٹ دو گھوڑے چند تلواریں تھیں۔ بعض کے ہاتھوں میں تو صرف کھجور کے ڈنڈے تھے۔

کفار میں ایک ہزار قریشی۔ ابوجہل۔ عتبہ بن ربیعہ جیسے تجربہ کار سپہ سالار تھے اکثریت سواروں۔ زرہ پوش اور ہر قسم کے جنگی سازوسامان سے لیس تھے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس اللہ سے ڈرو۔ ف جزائیہ ہے۔ تقوی کے معنی ہیں ڈرنا جب اللہ تعالےٰ نے تم پر کرم فرمایا تو تم اللہ سے ڈرتے رہو۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ لعل امید کے لیے ہے تاکہ تم اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ۔ جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتوں کو اتار کر۔

تَقُوْلُ میں خطاب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ مومنین سے مراد مجاہدین بدر ہیں جبکہ اے محبوب آپ ایمان والوں سے کہہ رہے تھے

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار آسمان سے تین ہزار فرشتہ بھیج کر تمہاری مدد کرے۔

یہ استفہام انکاری ہے۔ لفظ لَنْ کے تاکید کی۔

یَکْفِیَ۔ کفایت سے بنا اس کے معنی حاجت پوری کرنا۔
یُمِدَّ۔ امداد۔ اس کے معنی مسلسل مدد دینا۔ مفسرین فرماتے ہیں۔ امداد بھلائی میں مدد دینے کو کہتے ہیں (روح البیان)
ثَلٰثَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ۔ تین ہزار فرشتوں سے۔ ملائکہ۔ ملک کی جمع ہے۔
مُنْزَلِیْنَ۔ آسمان سے اتارے ہوئے جو مسلمانوں کے دلوں میں طمانیت اور کفار پر رعب طاری کرتے ہیں

بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُسَوِّمِیْنَ ۝ وَمَا جَعَلَہُ اللّٰہُ اِلَّا بُشْرٰی لَکُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُکُمْ بِہٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۝

ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر اور تقوی کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑیں۔ تو تمہارا رب تمہاری مدد کرے گا پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیج کر۔ اور یہ فتح اللہ نے نہ کی مگر تمہارے لیے بشارت اور اطمینان قلب کیلئے اور مدد نہیں مگر اللہ کے پاس ہے جو غالب حکمت والا ہے۔

بَلٰٓی۔ ہاں۔ بلیٰ بالعد کُن کے ایجاب کے لیے ہے یعنی یہ مقدار ضرور کافی ہوگی پھر زیادہ کرنے کا وعدہ فرمایا
اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا۔ اگر تم مصیبتوں میں صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔
وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ اور دشمن بھی اسی دم تم پر چڑھائی کردے۔
فَوْرِھِمْ اَیْ مِنْ سَاعَتِہِمْ۔ فوراً اسی وقت کافر آ پہنچیں تو اللہ تعالے مدد میں اضافہ فرمائے گا
چنانچہ مومنین نے صبر و تقوی سے کام لیا۔ اللہ تعالے نے پانچ ہزار فرشتوں سے حسب وعدہ مدد فرمائی جس سے مسلمانوں کو فتح اور مشرکین کو شکست ہوئی۔
بِخَمْسَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُسَوِّمِیْنَ۔ مسومین کے مختلف معنی ہیں۔ چھوڑنا۔ طلب کرنا۔ عذاب چکھانا۔ جینا نشانی والے یعنی وہ فرشتے جو اپنے اور گھوڑے پر نشان لگائے ہوئے تھے۔ بدر میں سیاہ پگڑیوں والے اور احد میں سرخ پگڑیوں والے دیکھے گئے۔
ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں ایک مشرک کے مقابلہ میں تھا میرے وار سے پہلے وہ گھوڑے سے نیچے گرا اور آواز آئی اَقْدِمْ حَیْزُوْمُ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ حیزوم حضرت جبریل کے گھوڑے کا نام ہے اور تمہاری مدد روح الامین نے کی۔

جنگ بدر کے اسباب اور کفار و مشرکین کا جذبۂ انتقام

مشرکین مکہ نے صحابۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت سے سخت اذیت پہنچائی اور مسلمانوں کے نیست و نابود کرنے اور اسلام کو مٹانے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ تو مسلمان ہجرت پر مجبور ہو گئے اور مدینہ منورہ میں ایک سال ہی سکون سے گذرا تو مشرکین نے طرح طرح کے منصوبے بنانے شروع کر دیے انہوں نے ابوسفیان کو تجارتی مال دے کر شام کی طرف روانہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ مال کے نفع سے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار خریدے جائیں گے۔

اس تجارت میں ان کو بہت فائدہ ہوا۔ ابوسفیان کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ مدینہ کے راستہ میں مسلمان اس قافلہ کو لوٹ نہ لیں۔ اس نے قبل از مرگ مفاجات ضمضم بن عمرو غفاری کو ابوجہل کے پاس مکہ روانہ کر دیا اس نے اپنی قمیص پھاڑ دی اونٹ کی ناک کاٹ دی۔ یہ علامت اس زمانہ کی انتہائی خوفناک ہوتی تھی اور چیختا ہوا مکہ میں گھومنے لگا۔

ابوجہل نے مکہ میں اعلان کرایا کہ کوئی شخص مکہ میں نہ رہے سب جنگ کے لیے چلیں۔ ابولہب نے عاص بن ہشام کو بھیج دیا۔ امیہ بن خلف چھپتا پھرتا تھا۔ کفار جن کی تعداد ایک ہزار تھی سو گھوڑے تھے سات سو اونٹ لاتعداد زرہ اور ہتھیار تھے۔ اس کے علاوہ شراب کے مٹکے حسین عورتیں تھیں ان کا خیال تھا کہ کچھ عیش طرب کا جشن کر کے واپس لوٹ آئیں گے۔

ابوسفیان راستہ تبدیل کر کے صحیح سلامت مکہ پہنچ گیا اور ابوجہل کو رلٹے دی کہ ابھی جنگ نہ کرے۔ لیکن ابوجہل نہ مانا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو صحابہ کرام میں حضرت مقداد حضرت صدیق اکبر بعدہ صحابہ کرام تھے سب نے یک زبان ہو کر کہا یا رسول اللہ اگر دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور سامان حرب بھی ہے مگر ہم سب اپنی جانیں حضور پر نثار کر دیں گے ہمیں آپ جو حکم دیں گے ہم دل و جان سے بجالائیں گے ہم حضرت موسیٰ کی قوم نہیں جنہوں نے کہہ دیا تھا کہ موسیٰ تم اور تمہارا خدا دشمنوں سے لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ یا رسول اللہ ہم تو اللہ کی راہ میں شہادت کے مشتاق ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے حق میں دعا دی اور خوشی کا اظہار فرمایا۔

غزوۂ جنگ بدر

بارہ رمضان المبارک ۲ھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کی مختصر جمعیت کے ساتھ مدینہ منورہ

سے بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ حق و باطل کا مقابلہ سترہ رمضان المبارک جمعہ کے دن ہوا انیس رمضان المبارک کو اس جنگ کا فیصلہ ہوگیا۔

مجاہدین بدر میں کل تین سو تیرہ صحابہ کرام تھے۔ ان میں ستتر مہاجرین اور دو سو چھتیس انصار تھے۔ مہاجرین کے علمبردار حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ تھے اور انصار کے حضرت سعد بن عبادہ سامان حرب میں دو گھوڑے ستر اونٹ چھ زرہیں آٹھ شمشیریں ہیں۔

پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

اس جنگ میں آٹھ حضرات عذر کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے۔ تین مہاجرین حضرت عثمان بن عفان جو حضور علیہ السلام کے حکم سے اپنی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ کی علالت کی وجہ سے رک گئے۔ دوسرے حضرت طلحہ تیسرے سعید بن زید ان دونوں کو حضور علیہ السلام نے مشرکین کی تلاش میں بھیجا تھا۔ پانچ انصاری تھے ان کا حضور نے مال غنیمت میں حصہ مقرر فرمایا۔

حضرت علی المرتضیٰ اور زید بن حارث حضور علیہ السلام کی سواری کے ساتھ باری باری سے سواری کرتے۔ جب سرکار مدینہ کے پیدل چلنے کی باری آتی تو حضور فوراً سواری چھوڑ دیتے۔ ان حضرات نے عرض کیا حضور سوار رہیں ہماری طرف سے رضامندی ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا میں تم سے زیادہ کمزور نہیں اور نہ ثواب سے مستغنی ہوں۔

صحابہ کا جذبہ جہاد و شوق شہادت

مدینہ منورہ کے تمام نوجوان جو مشرف بہ اسلام ہوچکے تھے اس جہاد میں شریک ہونے کی خواہش رکھتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض کو مدینہ منورہ کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا۔ بعض کو جہاد میں شامل ہونے کی اجازت دی۔

حضرت سعد اور ان کے والد حضرت خیثمہ میں بحث چھڑ گئی۔ حضرت خیثمہ اپنے جواں سال بیٹے کو فرماتے تم مدینہ میں رہ کر عورتوں بچوں کی حفاظت کرو مجھے اس جہاد میں شریک ہونے دو۔

حضرت سعد نے عرض کی کہ ابا جان شہادت کے لیے اور حضور علیہ السلام کے دشمنوں سے انتقام کے لیے بے چین ہوں مجھے اجازت دیجئے آخرش باپ بیٹے میں قرعہ اندازی ہوئی اور اس میں حضرت سعد کا نام نکل آیا۔

مقام بدر میں مجاہدین کی صف آرائی

بدر کا وہ مقام جو مدینہ منورہ سے تین منزل پر ہے جب مجاہدین اسلام کا یہ قافلہ پہنچا تو مسلمانوں کے

حصہ میں ریگستان آیا جس میں چلنا بھی مشکل تھا۔ پانی بھی نہ تھا۔ کفار کے حصہ میں پختہ پتھر یلا مقام آیا۔ پانی بھی موجود تھا۔ مسلمان رات میں سربسجود تھے محبوب خدا بارگاہ ربی میں نورانی ہاتھوں سے دعا فرما رہے تھے صبح آسمان سے پانی برسا سب نے غسل کیا۔ وضو کیا۔ پیٹ بھر کر پانی پیا۔ دوسری طرف کفار نشہ میں چور اور عیش و طرب میں مخمور تھے۔

جمعہ کی صبح صف آرائی فرمائی گئی۔ کفار میں زیادہ تر مسلمانوں کے قرابت دار آئے مثلاً عبدالرحمن اپنے باپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آئے۔ حضرت علی اور حمزہ نے ربیعہ کے بیٹوں کو قتل کیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے اپنے باپ جراح کو قتل کیا۔

اس جنگ میں چودہ صحابی شہید ہوئے اور ستر کفار کے نامی گرامی سردار مارے گئے ان کی لاشیں چاہ بدر یعنی اس کنویں میں ڈال دی گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فتح بدر کے بعد اس کنویں پر تشریف لائے اور تین دن قیام فرمایا۔

واپسی پر اس کنویں کے کنارے پر کھڑے ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایک کا نام لے کر آواز دی اور فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے وعدے کو سچا پا لیا۔ حضرت عمر بن خطاب نے عرض کی یا رسول اللہ آپ مردہ بے جان جسموں سے کلام فرماتے ہیں؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے (بخاری)

مسئلہ: جب مشرک مرنے کے بعد سنتا ہے۔ تو مومن نبی ولی کا مقام بہت بلند و بالا ہے وہ بدرجۂ اعلیٰ سن سکتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے میدان بدر میں نشان لگا دیے تھے کہ فلاں مشرک فلاں جگہ مارا جائے گا بالکل اسی مقام پر مارے گئے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ۔ اور اللہ نے اس امداد کو نہیں کیا مگر تمہاری ہی خوشی کے لیے تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں یعنی ہم ان واقعات کو اس لیے سنا رہے ہیں تاکہ تم دشمن کی کثرت اور اپنی قلت سے پریشان نہ ہو۔ بندہ اپنے مسبب حقیقی پر نظر رکھے اور اپنے عمل و اسباب پر نظر رکھ کر ان پر بھروسا نہ کرے۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ۔ اور در حقیقت مدد تو اللہ کی ہے جو زبردست حکمت والا ہے۔

آگے کفار کی ہمت ٹوٹنے اور ان کی ہزیمت کے اسباب ظاہر فرماتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔
لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَائِبِينَ ۝ تاکہ کاٹ دے کافروں کا ایک حصہ یا انہیں ذلیل کرے تاکہ پھر جائیں نامراد
جیسے کہ ہوا کہ بدر کے کفار کے بڑے بڑے سردار ابوجہل جیسے مارے گئے اور گرفتار ہوئے۔ آخر میں بتایا کہ بالذات کسی کے ہاتھ میں کوئی طاقت نہیں خواہ نبی ہو یا ولی۔ اگر کسی میں کوئی طاقت ہے تو وہ صرف لعطائے الٰہی ہے۔ چنانچہ فرمایا
لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ۝ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ یہ بات تمہارے ہاتھ میں نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے وہ ظالم ہیں اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے بخشے جسے چاہے اور عذاب دے جسے چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
کفار کو توبہ کی توفیق ملنا یا ان پر عذاب آنا یہ اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت نازلہ کی صورت میں فرمائی۔
بعض کا خیال ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تھا کہ کفار کے حق میں بددعا فرمائیں تاکہ وہ نیست ونابود ہو جائیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع۔ آل عمران پ۴

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اے ایمان والو سود نہ کھاؤ دگنا چوگنا اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمہیں کامیابی ہو۔

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝

اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی ہے

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

اور پیروی کرو اللہ کی اور پیروی کرو رسول کی تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ

اور جلدی کرو بخشش کی طرف اپنے رب سے اور اس جنت کی طرف جس کا چوڑان آسمانوں اور زمین

لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

ہے پرہیزگاروں کے لیے تیار رکھی ہے

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

وہ جو خرچ کریں خوشی اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور درگذر کرنے والے لوگوں سے اور اللہ محبوب رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا ظلم کریں اپنی جانوں پر یاد کرتے ہیں اللہ کو تو معافی چاہیں گناہوں کی اور کون بخشے گناہ مگر اللہ تعالےٰ اور ہرگز اصرار نہ کریں اپنے کیے پر جان بوجھ کر

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝

یہ ہیں جن کا بدلہ بخشش ہے ان کے رب سے اور جنت جس کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور اچھا ہے بدلہ عمل کرنے والوں کا۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

بے شک گذر چکے ہیں تم سے پہلے کچھ طریقے۔ تو زمین میں چل کر دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

یہ بیان ہے لوگوں کے لیے اور ہدایت و نصیحت پرہیزگاروں کو۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اور نہ سستی کرو اور نہ غم میں پڑو تمہیں غالب آؤ گے اگر مومن ہو۔

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور اگر تمہیں کوئی تکلیف ہو تو وہ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کی باریاں رکھی ہیں اور جان لیں وہ جو ایمان لائیں اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کا نکھار کر دے اور کافروں کو مٹا دے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوْهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اور یقیناً تم موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کے ملنے سے پہلے تو اب وہ تمہیں نظر آئی آنکھوں کے سامنے۔

لفظی ترجمہ

یٰاَیُّہَا۔ اے	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	لَا۔ نہ
تَاْکُلُوا۔ کھاؤ	الرِّبٰوا۔ سود	اَضْعَافًا۔ دگنا	مُضٰعَفَۃً۔ چوگنا
وَ۔ اور	اتَّقُوا۔ ڈرو	اللّٰہَ۔ اللہ سے	لَعَلَّکُمْ۔ تاکہ تم
تُفْلِحُوْنَ۔ مراد پاؤ	وَ۔ اور	اتَّقُوا۔ ڈرو	النَّارَ۔ آگ سے
الَّتِیْ۔ وہ جو	اُعِدَّتْ۔ تیار کی گئی ہے	لِلْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں کیلئے	وَ۔ اور
اَطِیْعُوا۔ پیروی کرو	اللّٰہَ۔ اللہ کی	وَ۔ اور	الرَّسُوْلَ۔ رسول کی
لَعَلَّکُمْ۔ تاکہ تم	تُرْحَمُوْنَ۔ رحمت کیے جاؤ		وَسَارِعُوْا۔ اور جلدی کرو
اِلٰی۔ طرف	مَغْفِرَۃٍ۔ بخشش کی	مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ اپنے رب سے	وَ۔ اور
جَنَّۃٍ۔ جنت کی	عَرْضُہَا۔ جس کی چوڑائی	السَّمٰوٰتُ۔ آسمان ہیں	وَ۔ اور
الْاَرْضُ۔ زمین	اُعِدَّتْ۔ تیار کی گئی ہے	لِلْمُتَّقِیْنَ۔ پرہیزگاروں کیلئے	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
یُنْفِقُوْنَ۔ خرچ کرتے ہیں	فِیْ۔ بیچ	السَّرَّاءِ۔ خوشی کے	وَ۔ اور
الضَّرَّاءِ۔ تکلیف کے	وَ۔ اور	الْکٰظِمِیْنَ۔ پینے والے	الْغَیْظَ۔ غصہ کو
وَ۔ اور	الْعَافِیْنَ۔ معاف کر دینے والے		عَنِ النَّاسِ۔ لوگوں کو
وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ	یُحِبُّ۔ پسند کرتا ہے	الْمُحْسِنِیْنَ۔ نیک لوگوں کو
وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ کہ	اِذَا۔ جب	فَعَلُوْا۔ کر لیے ہیں
فَاحِشَۃً۔ کوئی بے حیائی	اَوْ۔ یا	ظَلَمُوْا۔ ظلم کرتے ہیں	اَنْفُسَہُمْ۔ اپنی جان پہ

ذَكَرُوا - یاد کریں | اللّٰهَ - اللہ کو | فَاسْتَغْفَرُوْا - تو معافی مانگیں
لِذُنُوْبِهِمْ - اپنے گناہوں کی | وَ - اور | مَنْ - کون
يَّغْفِرُ - بخشے | الذُّنُوْبَ - گناہوں کو | اِلَّا - مگر | اللّٰهُ - اللہ
وَ - اور | لَمْ - نہ | يُصِرُّوْا - اصرار کریں | عَلٰی - اوپر
مَا - اسکے کہ | فَعَلُوْا - کیا انہوں نے | وَ - اور | هُمْ - وہ
يَعْلَمُوْنَ - جانتے ہیں | اُولٰٓئِكَ - یہ لوگ | جَزَآؤُهُمْ - ان کا بدلہ | مَّغْفِرَةٌ - بخشش ہے
مِّنْ رَّبِّهِمْ - انکے رب سے | وَ - اور | جَنّٰتٌ - جنت | تَجْرِيْ - چلتی ہیں
مِنْ تَحْتِهَا - ان کے نیچے | الْاَنْهٰرُ - نہریں | خٰلِدِيْنَ - ہمیشہ رہنے والے ہیں | فِيْهَا - اس میں
وَ - اور | نِعْمَ - اچھا ہے | اَجْرُ - اجر | الْعٰمِلِيْنَ - عمل کرنے والوں کا
قَدْ - بیشک | خَلَتْ - گذر چکے | مِنْ قَبْلِكُمْ - تم سے پہلے | سُنَنٌ - طریقے
فَسِيْرُوْا - تو چلو | فِي - بیچ | الْاَرْضِ - زمین کے | فَانْظُرُوْا - تو دیکھو
كَيْفَ - کیسا ہوا | كَانَ - ہوا | عَاقِبَةُ - انجام | الْمُكَذِّبِيْنَ - جھٹلانے والوں کا
هٰذَا - یہ | بَيَانٌ - بیان ہے | لِّلنَّاسِ - لوگوں کے لیے | وَ - اور
هُدًى - ہدایت | وَّ - اور | مَوْعِظَةٌ - نصیحت | لِّلْمُتَّقِيْنَ - پرہیزگاروں کیلئے
وَ - اور | لَا - نہ | تَهِنُوْا - سستی کرو | وَ - اور
لَا - نہ | تَحْزَنُوْا - غم کھاؤ | وَ - اور | اَنْتُمُ - تم ہی
الْاَعْلَوْنَ - غالب رہوگے | اِنْ - اگر | كُنْتُمْ - ہو تم | مُّؤْمِنِيْنَ - مومن
اِنْ - اگر | يَّمْسَسْكُمْ - پہنچے تم کو | قَرْحٌ - زخم | فَقَدْ - تو بیشک
مَسَّ - پہنچا | الْقَوْمَ - اس قوم کو بھی | قَرْحٌ - زخم | مِّثْلُهٗ - اسی جیسا
وَ - اور | تِلْكَ - یہ | الْاَيَّامُ - دن ہیں | نُدَاوِلُهَا - جن کو ہم بدلتے ہیں
بَيْنَ - درمیان | النَّاسِ - لوگوں کے | وَ - اور | لِيَعْلَمَ - تاکہ ظاہر کرے
اللّٰهُ - اللہ | الَّذِيْنَ - ان کو جو | اٰمَنُوْا - ایمان لائے | وَ - اور
يَتَّخِذَ - بنائے | مِنْكُمْ - تم میں سے | شُهَدَآءَ - شہید | وَ - اور
اللّٰهُ - اللہ | لَا - نہیں | يُحِبُّ - پسند کرتا | الظّٰلِمِيْنَ - ظالموں کو
وَ - اور | لِيُمَحِّصَ - تاکہ خالص کرے | اللّٰهُ - اللہ | الَّذِيْنَ - ان کو

اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے	وَ۔ اور	یَمْحَقَ۔ مٹا دے	الْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں کو
اَمْ۔ کیا	حَسِبْتُمْ۔ گمان کرتے ہو تم	اَنْ۔ یہ کہ	تَدْخُلُوا۔ داخل ہو گے
الْجَنَّۃَ۔ جنت میں	وَ۔ اور	لَمَّا۔ ابھی تک نہ	یَعْلَمِ۔ جانا
اللّٰہُ۔ اللہ نے	الَّذِیْنَ۔ ان کو	جَاھَدُوْا۔ جو مجاہد ہیں	مِنْکُمْ۔ تم میں سے
وَ۔ اور	یَعْلَمَ۔ آزمائش کرے	الصّٰبِرِیْنَ۔ صبر والوں کی	وَ۔ اور
لَقَدْ۔ یقیناً	کُنْتُمْ۔ تھے تم	تَمَنَّوْنَ۔ تمنا کرتے	الْمَوْتَ۔ موت کی
مِنْ قَبْلِ۔ پہلے	اَنْ۔ اس سے کہ	تَلْقَوْہُ۔ ملو اس کو	فَقَدْ۔ تو بیشک
رَاَیْتُمُوْہُ۔ دیکھ لیا تم نے اسکو	وَ۔ اور	اَنْتُمْ۔ تم	تَنْظُرُوْنَ۔ دیکھ رہے ہو

مختصر تفسیر گیارہواں رکوع۔ آل عمران پ۴

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً وَّاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ۝ اے ایمان والو سود دوچند سرچند نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار رکھی ہے۔

اس آیت کریمہ میں سود کھانے کی ممانعت ہے اور جو کھائے اسے توبیخ ہے اور اس زیادتی پر جو اس زمانہ میں عام طور پر مروج تھی کہ جب میعاد ختم ہوتی اور قرضدار کے پاس ادا کرنے کی کوئی سبیل نہ ہوتی تو اصل پر جو سود چڑھا تھا اسے اصل میں شمار کر کے اس وقت سے اس رقم پر مع رقم سود کے اور سود شروع کر دیا جاتا اس ملک میں بھی سود خور ایسا ہی کرتے ہیں اسے سود در سود کہتے ہیں۔

کفار کا یہ دستور تھا کہ جب ان کے قرض کی مدت پوری ہوتی اور وہ مقروض سے تقاضا کرتے تو جو قرض مجبور ہوتا تو قرض بڑھا دیتے تھے۔ مقروض اپنے اوپر مہنگا قرض قبول کر لیتا اور وہ اسے مہلت دے دیتے تھے اسی طرح وصول یابی تک دگنا بلکہ کئی گنا قرض ہو جاتا تھا اس ظلم کو روکنے کے لیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن و مدارک)

سود کھانے سے بے مروتی، قلبی کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ حرام مال کھانے سے اطاعت اور تابعداری کی طاقت نہیں رہتی۔ سود سے انسان میں بخل پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت یہودیوں سے مسلمانوں کے اکثر سودی کاروبار و معاملات رہتے تھے اور اس میں بعض منافقین کو بہت دخل تھا اس لیے مسلمانوں کو سختی سے منع

کیا گیا کہ یہ کاروبار بالکل ختم کردیں۔

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آیت میں ایمان والوں کو تہدید ہے کہ سود وغیرہ جو چیزیں اللہ نے حرام فرمائیں ان کو حلال نہ جانیں کیونکہ حرام قطعی کو حلال جاننا کفر ہے اور اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ۔ اور دوزخ کی آگ سے ڈرتے رہو جو کافروں کے لیے تیار کی ہے ان امور میں جنکی اس نے ممانعت کی ہے (بیضاوی) اور دوزخ کی آگ بالذات کافروں کے لیے ہے۔

آگے ارشاد ہے

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ہ وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ہ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ہ

اور اللہ و رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم رحم کیے جاؤ اور سرعت کرو طرف بخشش کے اپنے رب کی طرف سے اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی میں سب آسمان اور زمین آجائیں وہ پرہیزگاروں کے لیے تیار رکھی ہے۔ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور کظم غیظ کرنے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے اور اللہ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

مفہوم آیت واضح ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی خالص اللہ کی پیروی ہے اور حضور کی نافرمانی کرنے والا اللہ کا فرمانبردار نہیں ہو سکتا۔ اور مسارعت الی المغفرت توبہ و ادائے طاعات و فرائض و اخلاص سے عمل اختیار کرنا مسارعت الی المغفرت ہے اور جنت کی وسعت کا بیان آسمان و زمین سے تشبیہ دے کر ظاہر کرنا اس لیے ہے کہ لوگ سمجھ سکیں۔ کیونکہ سب سے وسیع چیز جو دیکھی ہوئی ہے وہ آسمان و زمین ہے اس سے بہ آسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر آسمان اور زمین کے طبقے بنا کر جوڑ دیے جائیں اور سب کا ایک پرت کر دیا جائے اس سے جنت کے عرض کا اندازہ ہوتا ہے کہ جنت کتنی وسیع ہے۔

ہرقل نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا کہ جب جنت کی یہ وسعت ہے کہ آسمان و زمین اس میں آجائیں تو پھر دوزخ کہاں ہے؟

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا تجھے سمجھنا چاہیئے کہ جب دن آتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے اس کلام بلاغت نظام کے معنی نہایت دقیق ہیں۔ ظاہر پہلو یہ ہے کہ دورۂ فلکی سے ایک جانب میں دن حاصل ہوتا ہے تو اس کی جانب مقابل میں شب ہوتی ہے اسی طرح جنت جانب بالا میں ہے اور دوزخ

جہت پستی ہیں۔

یہود نے یہی سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا تو آپ نے بھی یہی جواب دیا تھا اس پر انہوں نے کہا کہ توریت میں بھی اسی طرح سمجھایا گیا ہے۔

خلاصہ معنی یہ ہیں کہ اللہ کی قدرت و اختیار سے کچھ بعید نہیں جس چیز کو جہاں چاہے رکھے یہ انسان کی تنگی نظر ہے کہ کسی چیز کی وسعت سے حیران ہو کر پوچھنے لگتا ہے کہ ایسی بڑی چیز کہاں سمائے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جنت آسمان میں ہے یا زمین میں آپ نے فرمایا کونسی زمین اور کونسا آسمان جس میں جنت سما سکے۔ عرض کیا گیا پھر کہاں ہے فرمایا آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے۔

اس سے پہلی آیت وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ سے ثابت ہوا کہ جنت دوزخ پیدا ہو چکیں اور وہ موجود ہیں

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ جو لوگ خوشحالی اور تنگدستی میں خرچ کرتے ہیں خدا کے نام پر۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سخی اللہ سے قریب۔ جنت سے قریب اور دوزخ سے دور ہوتا ہے اور بخیل اللہ سے دور۔ جنت سے دور اور دوزخ کے قریب ہوتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی شاخیں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں جو شخص اس درخت کی شاخ کو پکڑ لے گا یعنی سخاوت اختیار کرے گا وہ شاخ اس کو جنت میں کھینچ لے گی ایسے ہی دوزخ کے مقابل میں بخل ایک درخت ہے اس کی شاخیں بھی دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں جو اس کو پکڑ لے گا یعنی بخل کی عادت اختیار کریگا وہ شاخ جہنم میں لے جائیگی۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا خرچ کرو تم پر خرچ کیا جائے گا یعنی راہ خدا میں دو تمہیں اللہ کی رحمت سے ملے گا۔

وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ اور دبا لیتے ہیں غصہ کو۔

کظم لغت میں سانس کی نالی کو کہتے ہیں۔ کظوم سانس روکنا۔ کظم کے معنی ہیں غصہ میں آدمی کا بھر جانا کَظَمْتُ الْقِرْبَۃَ جبکہ مشکیزہ بھرا ہو اور اس کا منہ بند کر دیا جائے۔ ناگوار واقعہ پر دل میں رنج ہوتا ہے اور غصہ کا آنا فطری بات ہے لیکن نیک لوگ غصہ پی جاتے ہیں۔ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے غصہ پی لیا حالانکہ وہ قادر تھا اللہ تعالےٰ اس کے دل میں امن و امان بھر دیگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنا غصہ روکا حالانکہ وہ اپنا غصہ پورا کر سکتا تھا قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اس کو تمام مخلوق کے سامنے لاکر اختیار دیگا کہ جو حور چاہے پسند کر کے لے لے۔

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں۔ عفو اس کا مادہ ہے اس کے معنی درگذر کرنا کسی کی غلطی کو نظر انداز کر دینا یہ نیک انسانوں کی خوبی ہے۔

حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسے آدمی میری امت میں بہت کم ہوں گے مگر جسے اللہ توفیق دے۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ حضرت جبرائیل نے دریافت کیا کہ احسان کیا ہے؟ تو حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اپنے پروردگار کی ایسی عبادت کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ تم سے نہیں ہو سکتا تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

امام ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احسان یہ ہے کہ جو شخص تم سے برائی کرے اس کے ساتھ تم سلوک اور بھلائی کرو کیونکہ اگر تم نے اس کے ساتھ وہی سلوک کیا تو یہ عوض اور معاوضہ ہو جائے گا۔

امام زین العابدین کی لونڈی وضو کے لیے پانی لائی پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے گر گیا آپ پر پڑا۔ آپ نے اس کی طرف غصہ میں دیکھا اس نے کہا وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ آپ نے غصہ ضبط فرمالیا پھر اس نے کہا وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ آپ نے اس کو معاف فرمادیا۔ اس نے کہا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ آپ نے اس کو آزاد کر دیا۔ (روح المعانی۔ مدارک)

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ اور وہ جب کرلیں کوئی بیحیائی یا ظلم کرلیں اپنی جانوں پر تو یاد کریں اللہ کو تو اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور کون ہے بخشنے والا گناہوں کا سوا اللہ کے اور اپنے کیے پر اصرار نہ کریں جان بوجھ کر یہ وہ ہیں کہ ان کا بدلہ ان کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور اچھا بدلہ ہے عمل (صالح) کرنے والوں کا۔

فَاحِشَةً کھلا گناہ فحش سے نکلا یعنی ایسی خرابی یا گناہ جو ڈھکا چھپا نہ ہو۔

فاحشہ سے مراد کبیرہ وصغیرہ گناہ ہیں دونوں قسم کے۔ اگر یہ سرزد ہوں اور توبہ کر لی جائے آئندہ اس سے باز آجائیں تو ان کی توبہ قبول ہے اور اس کا اجر جنت ہے۔

ان آیات کے شان نزول کی تین روایات ہیں۔

اول تو یہ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی یا رسول اللہ بنی اسرائیل کا اللہ کے یہاں ہم سے زیادہ مرتبہ تھا کیونکہ ان میں سے جب کوئی گناہ کرتا تو صبح اس کے دروازے کی چوکھٹ پر اس گناہ کا کفارہ لکھا ہوا ملتا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ خوش قسمت تم ہو کہ سچی توبہ سے معافی مل جاتی ہے۔

دوسرا شان نزول یہ ہے کہ سفیان خرما فروش کے ساتھ ایک حسین عورت خرمے خریدنے آئی تو اس نے کہا کہ اس سے اعلیٰ خرمے مکان میں ہیں اس حیلے سے اس کو مکان میں لے گیا اور اسے لپٹا لیا اس کا منہ چوم لیا عورت نے کہا خدا سے ڈر۔ یہ سنتے ہی وہ لرز گیا اور اسے چھوڑ دیا اپنے کیے پر نادم ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر آیا اور تمام ماجرا عرض کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ ایک انصاری اور قبیلہ بنی ثقیف کے ایک آدمی میں محبت تھی ہر ایک نے دوسرے کو بھائی بنا رکھا تھا۔ اتفاق سے جہاد میں ثقفی کو جانا پڑا اس نے اپنے منہ بولے بھائی انصاری کو نگرانی مکان پر مقرر کر دیا ایک روز انصاری گوشت لایا جب ثقفی کی بیوی نے گوشت لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو انصاری نے اس کا ہاتھ چوم لیا۔ یہ فعل تو سرزد ہو گیا لیکن معاً اسے سخت شرمندگی ہوئی وہ جنگل میں نکل گیا اپنے سر پر خاک ڈالی اور منہ پر طمانچے مارے۔

جب ثقفی جہاد سے واپس آیا تو اپنی بیوی کو تنہا پایا۔ پوچھا وہ میرا بھائی انصاری کہاں ہے جو اس نے کہا خدا ایسے بھائی نہ بنائے اور واقعہ بیان کیا۔ انصاری پہاڑوں میں رہتا۔ استغفار و توبہ کرتا پھرتا تھا ثقفی اسکو تلاش کر کے حضور کی خدمت میں لایا۔ گذشتہ ماجرا سنایا اس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور اگرچہ مورد خاص ہے لیکن یہ بشارت عام ہے۔

تیسرے یہ کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص تمار تھا اس کی کھجوروں کی دوکان تھی اس کی دوکان پر ایک حسین عورت آئی انہوں نے اس سے کہا کہ اچھی کھجوریں اندر ہیں وہ گھر میں داخل ہوئی تو انہوں نے اسے لپٹا لیا اس عورت نے کہا اللہ تعالے سے ڈر کل قیامت میں کیا منہ دکھائے گا۔ اللہ کا نام سنتے ہی اسے پسینہ آگیا شرمندہ ہو کر دربار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ

الْعٰمِلِیْنَ۔ یہی لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے اور باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے خوب بدلہ ہے نیک کام والوں کے لیئے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حضرت ابن سے روایت کرتے ہیں کہ جنت کا متقین تائبین کے لیے بطور جزا کے بنائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انھوں نے گناہ پر اصرار کیا ہو وہ داخل نہ ہوں جیسا کہ دوزخ کا کافروں کے لیے بنانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے سوا اس میں کوئی اور داخل نہ ہو وہ گنہگار جو کبائر گناہ پر اصرار کرتے ہیں اللہ تعالے ان کو جنت میں گناہوں سے پاک صاف کر کے داخل کرے گا ہو سکتا ہے کہ گناہوں سے پاک صاف دوزخ کے عذاب سے ہو۔

کیونکہ دوزخ گنہگار کے لیے بھٹی کے مثل ہوگی۔ بھٹی لوہے کا میل کچیل صاف کر دیتی ہے ایسے مومن کے گناہ کو دوزخ صاف کر دے گی یا رحمت و مغفرت سے بغیر عذاب بخشش ہو جائے۔ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ کہ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص جیسا ہے جس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

اس کے بعد ان ظالموں کی حالت کا اجمالا ذکر ہے جنھوں نے انبیاء و مرسلین کی مخالفت کی اور اللہ تعالے نے انہیں مہلتیں دیں اور وہ راہ راست پر نہ آئے آخر انہیں ہلاک کر دیا تاکہ پچھلوں کو عبرت ہو چنانچہ ارشاد ہے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۝ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ۝

تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آچکے ہیں تو زمین میں چل کر دیکھو ان کا کیسا انجام ہوا جو جھٹلانے والے تھے یہ لوگوں کو سنانا ہے اور راہ دکھانا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔

قَدْ خَلَتْ قَدْ قرب کے لیے یا تحقیق کے لیے ہے۔

خَلَتْ خُلُوٌّ سے بنا۔ اس کے معنی اکیلا یا علیحدہ ہونا جب یہ لفظ زمانہ کے لیے بولا جائے تو گزرنے کے معنی ہوں گے دیکھو بے شک تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔

حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بہت سی قومیں امتیں گزر چکی ہیں۔ گذشتہ امتوں میں سے جن لوگوں نے انبیاء مرسلین کی دشمنی میں ان کی تکذیب پر کمر باندھی اور بدکاری سرکشی کرتے رہے ان کا کیسا برا انجام ہوا۔

سُنَنٌ وہ طریقہ ہے جس کا اتباع کیا جائے چاہے وہ اچھا طریقہ ہو یا برا طریقہ۔ سرکار عالم صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً جس نے نیک طریقہ جاری کیا تو اس کا ثواب اس پہ ہے جو عمل کرے اور جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا تو اس کا گناہ اس پر ہے جو اس پر عمل کرے۔

مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ سُنَّۃ کی جمع ہے اس کا مادہ سنن ہے اس کے معنی ایک زد پہ پانی بہانا۔ تیر تلوار تیز کرنا۔ اصطلاح میں سنت یہ ہے کہ سیدھے راستے کو کہتے ہیں۔ شرعی احکام کو بھی کہتے ہیں۔ تم سے پہلے امتیں یا شریعتیں گذر چکیں۔ روح المعانی

فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ۔ سِيْرُوْا سیر سے بنا اس کے معنی چلنا ہے۔

اَلْاَرْض سے مراد وہ زمین ہے جہاں گذشتہ قومیں آباد تھیں۔

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۔ فَا تعقیبیہ ہے

اُنْظُرُوْا۔ نَظَرٌ سے بنا اس کے معنی دیکھنا۔ غور کرنا ہے۔ عبرت پکڑنا

كَيْفَ عَاقِبَةٌ عقب سے اس کے معنی پیچھے ہیں۔ یہاں بمعنی انجام ہے۔

مُكَذِّبِيْنَ سے مراد نبیوں اور علماء کو جھوٹے کہنے والے کفار ہیں

زمین میں چلو پھرو سیر کرو تاکہ تم دیکھو ان کفار کا انجام جنہوں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا۔

هٰذَا۔ یہ قرآن کریم۔

بَيَانٌ۔ بیان۔ نطق سے عام ہے۔ نطق انسان کے بولنے کو کہتے ہیں۔ بیان ہر اظہار کو کہتے ہیں

لِلنَّاسِ یہ آیتیں سارے ہی لوگوں کے لیے ہیں مومن ہو یا کافر

وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ قرآن مجید کی حیثیت عالمگیر ہدایت کی ہے یہ ہر زمانے میں ہر قوم کو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے۔

مَوْعِظَةٌ۔ وعظ سے بنا اس کے معنی نصیحت خیر خواہی۔

مُتَّقِيْن سے مراد تمام مسلمان ہیں۔ ہدایت نصیحت صرف پرہیزگاروں کے لیے ہے

اگلی آیات میں مسلمانوں کو غلبہ کی بشارت دی گئی ہے بشرطیکہ وہ ایمان میں سچے رہیں۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور سستی کرو اور نہ غمگین ہو تم ہی غالب ہو گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

وَلَا تَهِنُوْا سست نہ ہو۔ وہن اس کا مادہ ہے اس کے معنی سستی و اضمحلال ہیں یعنی شکستہ خاطر افسردہ طبیعت نہ ہو پورے یقین کے ساتھ راہ حق میں گامزن رہو۔

وَلَا تَحْزَنُوْا۔ غم نہ کھاؤ۔ حزن اس کا مادہ ہے۔ حزن خاص طور پر ماضی کی ناکامیوں کے بارہ میں ہوا کرتا ہے۔

اَلْاَعْلَوْنَ۔ غالب۔ علوٌ۔ عالی ہر قسم کا غلبہ مادی ہو یا روحانی ہو۔

یہ آیت جنگ احد کے حالات کے ضمن میں نازل ہوئی۔ جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چور چور ہو رہے تھے کئی بہادروں اور نوجوانوں کی لاشیں سامنے پڑی تھیں۔ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم تک زخمی ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہو چکا تھا۔ اللہ تعالے نے پیغام امید نازل فرمایا۔ اور مسلمانوں کو بشارت دی کہ اے ایمان والو سختیوں سے گھبرا کر ناامید نہ ہونا۔ آخری فتح تمہاری ہے غلبہ تم کو ہی حاصل ہوگا بشرطیکہ ایمان یقین پر قائم رہو۔

اس بشارت سے مسلمانوں کی مایوسی دور ہوئی۔ ارادوں میں استقلال آیا آخر کفار کو شکست ہوئی۔ اور مسلمان غالب آئے۔ اور فتحیابی حاصل کی۔

اگلی آیات میں اس امر کا اظہار فرمایا گیا کہ اگر کوئی کسی موقعہ پر تمہیں بھی نقصان پہنچے تو تمہیں شکوہ نہیں کرنا چاہیئے کبھی کسی کی باری ہے کبھی کسی کی۔ ہمت ہار جانا مومن کا کام نہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَ لِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ یَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۪ فَقَدْ رَاَیْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے (جیسی غزوۂ احد میں) تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں (جنگ بدر میں مگر ان کی طرف سے پست ہمتی نہ ہوئی بلکہ نہایت ہمت سے مقابلہ میں ڈٹے رہے) اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں (کبھی کسی کو غلبہ کبھی کسی کو) اور یہ اس لیے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی (کہ جو اخلاص سے اعلائے کلمۃ الحق میں پیش پیش ہوں گے۔ ناکامی و مشقت انہیں اپنے جزم اور استقلال سے نہیں ہٹا سکتی) اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

اور اس لیے کہ اللہ نکھار دے مسلمانوں کو (یعنی کافروں و مرتدوں سے جو مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچی ہیں وہ مسلمانوں کے لیے تطہیر و شہادت کے مرتبہ تک پہنچا دینے والی ہیں اور مسلمان جو کفار کو قتل کریں تو یہ کفار کی بربادی اور ان کا استیصال ہے) اور کافروں کو مٹا دے۔

کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارا مجاہدوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں

کی آزمائش کی۔

اور تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کے ملنے سے پہلے تو اب وہ تمہیں آنکھوں کے سامنے نظر آئی۔

جنگ احد میں مسلمانوں کو جو شدید نقصان اٹھانا پڑا اس سے وہ سخت پریشان تھے پھر انہیں منافقوں اور دشمنوں کے طعنوں سے اذیت پہنچی تھی۔

زخم سے مراد وہ عظیم جانی و مالی نقصان ہے جو غزوۂ احد میں ذراسی غلطی سے مسلمانوں کو اٹھانا پڑا۔کئی بہادر شہید ہوئے اور اکثر زخمی ہوئے۔اس آیت میں اللہ تعالے نے مسلمانوں کو تسلی دی کہ اگر اس مقابلہ میں تمہیں زخم پہنچا ہے یا تمہیں تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔

حضور پرنور نے حضرت عبداللہ بن جبیر کو احد کے ایک درے پر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ اپنی جگہ پر ہر حال میں جمے رہنا یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آدمی بھیجوں اگر تم یہ دیکھو کہ ہم کو جانوروں نے اچک لیا۔ہم پر غالب آگئے ہیں جب بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔

راوی فرماتے ہیں کہ کفار کو شکست ہوئی اس درہ کے صحابہ نے سمجھا کہ اب فتح حاصل ہو گئی لہذا مال غنیمت حاصل کیا جائے۔حضرت عبداللہ بن جبیر نے فرمایا کہ اے غدار کے بندو کیا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم بھول گئے ہو لیکن ان کی بات نہ سنی اور صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کل بارہ صحابہ رہ گئے۔

اس معرکہ میں مسلمانوں کے ستر مجاہد شہید ہوئے۔ابوسفیان نے تین بار آواز دی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں؟ حضور نے منع فرمادیا کہ جواب نہ دیں۔پھر ابوسفیان نے سیدنا حضرت صدیق اکبر سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم کو آواز دی۔پھر کہنے لگا کہ شاید یہ سب مقتول ہو گئے۔پھر ابوسفیان نے خوشی میں اُعْلُ ھُبَل کی آواز بلند کی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بآواز بلند کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلّ۔اللہ تعالے ہی کا بول بالا ہے۔

پھر ابوسفیان نے کہا اِنَّ لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ ہمارے لیے عزّٰی ہے تمہارے لیے عزیٰ نہیں (یہ ایک بت کا نام ہے)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ۔اللہ ہمارا والی ہے تمہارا والی کوئی بھی نہیں۔

اَیَّام۔دن۔یوم اس کا واحد ہے۔یہاں ایام سے مراد گردش لیل ونہار۔

نُدَاوِلُ۔دَوْل سے بنا۔اس کے معنی گھومنا۔کبھی فتح کبھی شکست مراد ہے اللہ تعالے لوگوں کے

دلن اقوام میں بدلتا رہتا ہے۔
اس آخری آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب شہداء بدر کے درجے اور مرتبے اور ان پر اللہ تعالٰے کے انعام و احسان بیان فرمائے گئے تو جو مسلمان وہاں حاضر نہ تھے انہیں حسرت ہوئی۔ انہوں نے آرزو کی کہ کاش کسی جہاد میں انہیں حاضری میسر آئے اور شہادت کے درجات ملیں یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے احد پر جانے کے لیے اصرار کیا تھا ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔
گویا بتا دیا کہ تمہاری تمنا کے مطابق تم احد میں پہنچے پھر اگر کچھ شہید ہوئے تو رنج کیوں۔ اس کے بعد نبی کی بعثت کا مقصود بیان ہوتا ہے جو آئندہ رکوع میں ہے۔

بامحاورہ ترجمہ بارہواں رکوع۔ آل عمران پ۴

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○

اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے قبل اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں لوٹ جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا تو ہرگز نقصان نہ کرے گا اللہ کا کچھ اور عنقریب بدلہ دیگا اللہ شکر والوں کو۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ○

اور نہیں کوئی جان مر نہیں سکتی حکم خدا بغیر سب کا وقت لکھا ہوا ہے اور جو چاہے دنیا کا ثواب ہم اس میں سے اسے دیں گے اور جو چاہے ثواب آخرت ہم اس میں سے اسے دیں گے اور قریب ہے کہ ہم بدلہ دیں شکر والوں کو۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ○

اور کتنے انبیاء نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت اللہ والے تھے تو نہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو انہیں پہنچیں اللہ کی راہ میں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے اور اللہ دوست رکھتا ہے صبر والوں کو۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا

اور کچھ نہ تھا ان کا کہنا سوا اس دعا کے کہ اے ہمارے

اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَآتَاهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

رب بخش دے ہمارے گناہ اور ہماری زیادتیاں جو ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہمیں کافروں پر مدد دے۔ تو دیا ان کو اللہ نے ثواب دنیا اور بہتریاں ثواب آخرت کی اور اللہ کو نیکو کار محبوب ہیں۔

لفظی ترجمہ

وَ۔اور	مَا۔نہیں	مُحَمَّدٌ۔محمد	اِلَّا۔مگر
رَسُوْلٌ۔ایک رسول	قَدْ۔بیشک	خَلَتْ۔گذر چکے	مِنْ قَبْلِہٖ۔ان سے پہلے
الرُّسُلُ۔کئی رسول	اَفَائِنْ۔کیا اگر	مَّاتَ۔وفات پائیں	اَوْ۔یا
قُتِلَ۔شہید ہوں تو	انْقَلَبْتُمْ۔پھر جاؤ گے تم	عَلٰی۔اوپر	اَعْقَابِکُمْ۔اپنی ایڑیوں کے
وَ۔اور	مَنْ۔جو	یَّنْقَلِبْ۔پھر جائے	عَلٰی۔اوپر
عَقِبَیْہِ۔اپنی ایڑیوں کے	فَلَنْ۔تو ہرگز نہ	یَّضُرَّ۔نقصان دیگا	اللّٰہَ۔اللہ کو
شَیْئًا۔کچھ	وَ۔اور	سَیَجْزِی۔جلدی بدلہ دے گا	
اللّٰہُ۔اللہ	الشّٰکِرِیْنَ۔شکر کرنے والوں کو		وَ۔اور
مَا۔نہیں	کَانَ۔ہے	لِنَفْسٍ۔کسی جان کا اختیار	اَنْ۔یہ کہ
تَمُوْتَ۔مر جائے	اِلَّا۔مگر	بِاِذْنِ۔ساتھ حکم	اللّٰہِ۔خدا کے
کِتٰبًا۔لکھا ہوا ہے	مُّؤَجَّلًا۔مقررہ وقت	وَ۔اور	مَنْ۔جو
یُّرِدْ۔چاہے گا	ثَوَابَ۔ثواب	الدُّنْیَا۔دنیا کا	نُؤْتِہٖ۔دینگے ہم اس کو
مِنْھَا۔اس سے	وَ۔اور	مَنْ۔جو	یُّرِدْ۔چاہے
ثَوَابَ۔ثواب	الْاٰخِرَۃِ۔آخرت کا	نُؤْتِہٖ۔دینگے ہم اسے	مِنْھَا۔اس سے
وَ۔اور	سَنَجْزِی۔جلدی بدلہ دیں گے ہم		الشّٰکِرِیْنَ۔شکر کرنے والوں کو
وَ۔اور	کَاَیِّنْ۔کتنے ہی	مِّنْ نَّبِیٍّ۔نبی تھے	قٰتَلَ۔کہ لڑائی کی
مَعَہٗ۔اس کے ساتھ ہو کر	رِبِّیُّوْنَ۔اللہ والوں	کَثِیْرٌ۔بہت نے	فَمَا۔تو نہ

وَهَنُوْا۔ سست پڑے	لِمَا۔ جو	اَصَابَهُمْ۔ پہنچا انہیں	فِیْ۔ بیچ
سَبِیْلِ۔ راہ	اللّٰہِ۔ اللہ کے	وَ۔ اور	مَا۔ نہ
ضَعُفُوْا۔ کمزور ہوئے	وَ۔ اور	مَا۔ نہ	اسْتَكَانُوْا۔ دبے
وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ	یُحِبُّ۔ پسند کرتا ہے	الصّٰبِرِیْنَ۔ صبر والوں کو
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	كَانَ۔ تھی	قَوْلَهُمْ۔ ان کی بات
اِلَّا۔ مگر	اَنْ۔ یہ کہ	قَالُوْا۔ بولے	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب
اغْفِرْ۔ بخش دے	لَنَا۔ ہم کو	ذُنُوْبَنَا۔ ہمارے گناہ	وَ۔ اور
اِسْرَافَنَا۔ ہماری زیادتیاں	فِیْ۔ بیچ	اَمْرِنَا۔ ہمارے کام	وَ۔ اور
ثَبِّتْ۔ مضبوط رکھ	اَقْدَامَنَا۔ ہمارے قدم	وَ۔ اور	انْصُرْنَا۔ مدد دے ہمیں
عَلَی۔ اوپر	الْقَوْمِ۔ قوم	الْكٰفِرِیْنَ۔ کافروں کے	فَاٰتٰهُمُ۔ تو دیا انکو
اللّٰہُ۔ اللہ نے	ثَوَابَ۔ ثواب	الدُّنْیَا۔ دنیا کا	وَ۔ اور
حُسْنَ۔ اچھا	ثَوَابِ۔ ثواب	الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کا	وَ۔ اور
اللّٰہُ۔ اللہ	یُحِبُّ۔ پسند کرتا ہے	الْمُحْسِنِیْنَ۔ نیکوں کو۔	

مختصر تفسیر بارہواں رکوع۔ آل عمران۔ پ ۴

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰكِرِیْنَ ٥

اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول ہو چکے ہیں تو کیا اگر وہ انتقال کر جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھر گیا وہ اللہ کا ہرگز کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہیں۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام محمد اور احمد ہیں۔ باقی صفاتی نام ہیں
قاموس میں حمد، شکر، رضا، جزا اور حق ادا کر دینا ہے۔ تحمید اللہ تعالے کی بار بار حمد کرنا۔ اسی سے لفظ مشتق ہے یعنی بار بار تعریف کیے ہوئے۔

علامہ بغوی لفظ محمد کی تحقیق میں فرماتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمام تعریفوں کے احاطہ کرنے والے کا نام ہے۔ کیونکہ حمد کا مستحق وہی ہوتا ہے جو کمال کی انتہا کو حاوی ہو۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَ عَبْدَهٗ ‏ بِبُرْهَانِهٖ وَاللّٰهُ اَعْلٰى وَاَمْجَدُ
وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ ‏ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدُ

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندہ کو برہان ودلیل دے کر بھیجا اور اللہ تو برتر و بزرگ ہے اور ان کے نام کو ان کی بزرگی ظاہر کرنے کے لیے اپنے نام سے نکالا پس عرش والا اللہ تعالےٰ تو محمود ہے اور یہ محمد ہیں

اِلَّا رَسُوْلٌ۔ پہلی امتوں نے اپنے مصلح یا رسول کو خدا یا خدا کا بیٹا سمجھ لیا۔ اسلام نے کلمہ شہادت میں رسول فرمایا۔ رسول خالق و مخلوق کے درمیان برزخ کبریٰ ہیں۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ رسل سے مراد سارے نبی ہیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سارے رسول گزر چکے ہیں۔

اَعْقَابِ۔ عقب کی جمع ہے۔ اس کے معنی ایڑی۔ انسان جہاں سے آیا ہو ایڑیوں پر لوٹ جانا کہا جاتا ہے۔

اِنْقَلَبَ سے مراد دین اسلام سے پھر کر مرتد ہو جانا ہے۔

اگرچہ یہ حضرات احد میں صرف گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے سختی سے روکنے کے لیے فرمایا کہ اگر تم لوگ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی غلط خبر سن کر اس قدر گھبرا گئے تو کیا شہادت کی خبر سن کر اسلام چھوڑ دو گے یا جہاد بند کر دو گے۔

انبیاء و رسل کی بعثت کا مقصد تبلیغ رسالت ہے اور قیام حجت ہے نہ کہ قوم میں انکا ہمیشہ موجود رہنا۔ آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ جنگ احد میں جب کافروں نے مشہور کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اور شیطان نے اس جھوٹی افواہ کو عام کر دیا تو صحابہ کرام میں سخت اضطراب پیدا ہوا حتی کہ بعض تو نکل کھڑے ہوئے اس خیال سے کہ جب حضور ہی نہ رہے تو اب جنگ بیکار ہے۔

پھر جب ندا کی گئی کہ یہ خبر غلط ہے بلکہ حضور تشریف فرما ہیں تو گئے ہوئے صحابہ کی جماعت واپس آگئی۔ حضور نے انہیں ملامت فرمائی تو سب نے عرض کی کہ حضور ہمارے ماں باپ حضور پر فدا ہوں۔ آپ کی شہادت کی خبر نے ہمارے دل توڑ دیے اور ہم سے نہ ٹھہرا گیا۔ مایوسی نے زمانہ تاریک کر دیا اس پر آیہ متلوہ نازل ہوئی۔

اس میں فرمایا کہ انبیاء کے بعد بھی امتوں پر ان کے دین کا اتباع لازم رہتا ہے تو اگر ایسا ہوتا بھی کہ حضور شہید ہو جاتے یا وفات پا جاتے تو پھر بھی حمایت و حفاظت دین لازم تھی۔

چنانچہ جن کے پائے ثبات قائم رہے ان کیلئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ وہ امیر الشاکرین ہیں۔
انہی ثابت قدم رہنے والوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور انہی کو حضرت علی نے امیر الشاکرین فرمایا اور انہی کی تعریف میں

وَسَيَجْزِي الشَّاكِرِينَ ۔ شاکرین سے مراد دین پر قائم رہنے والے جہاد کرنے والے مسلمان ہیں۔ ہر نیک کام اللہ تعالے کی نعمتوں کا شکریہ ہے۔

آگے اس امر کو ظاہر کیا گیا ہے کہ موت کسی پر بغیر حکم الٰہی نہیں آسکتی لہٰذا جہاد میں خوف موت سے بھاگنا اطاعت حکم کے منافی اور گناہ ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ۔

اور کوئی جان بغیر حکم الٰہی مر نہیں سکتی موت کا وقت لکھا ہوا ہے اور جو دنیا کا ثواب چاہے ہم اس میں سے اسے دیں گے اور جو آخرت کا انعام ہم چاہے اس میں سے اسے دیں گے اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو بدلہ عطا کریں

اس آیت کریمہ میں جہاد کی ترغیب ہے اور مسلمانوں کو دشمن کے مقابلہ پر جری بنایا ہے۔ چنانچہ اطمینان دلایا گیا کہ کوئی بغیر حکم الٰہی مر نہیں سکتا چاہے وہ کیسے ہی مہالک و معارک میں پھنسا ہوا ہو یا خود ان میں گھس جائے اور جب موت کا وقت آتا ہے تو کوئی تدبیر نہیں بچا سکتی۔ وقت سے آگے پیچھے کچھ نہیں ہوتا۔

رائی گھٹے نہ تل بڑھے بن سائیں کی چاہ   لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

پھر بتایا کہ جو اپنے عمل و طاعت سے دنیا حاصل کرنا چاہے اسے وہ ملے گی اور جسے آخرت مطلوب ہو تو اسے وہ ملے گی۔ اس آیت کریمہ میں یہ امر واضح کر دیا کہ عمل کا بدلہ نیت پر ہے جیسا کہ احادیث بخاری و مسلم میں مذکور ہے إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى۔

تیر اندازوں کا دستہ جنگ احد میں مال غنیمت کیلئے مشغول ہوا اس خیال سے کہ مشرکین کو مار مار کر کمزور بنا دیا گیا ہے۔
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مشرکین علمبردار طلحہ بن طلحہ کو جہنم رسید کیا۔ حضرت زبیر بن عوام کہتے ہیں میں نے ہندہ اور اس کی ساتھیوں کو بے تحاشا بھاگتے دیکھا۔

مسلمان جو اس درے پر متعین تھے فتح دیکھ کر مال غنیمت کیطرف متوجہ ہوئے۔ ان میں سے حضرت عبد اللہ بن جبیر اور ان کے گیارہ ساتھی جمے رہے۔ خالد بن ولید۔ عکرمہ جو اس وقت تک لشکر کفار کے ساتھ تھے نے

حملہ کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن جبیر اور ان کے گیارہ ساتھیوں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی اور فرمانبرداری میں ثابت قدم رہے۔ ان لوگوں کے لیے آخرت کا بدلہ ہے جو لوگ دین پر قائم رہیں گے ان کو دین بھی ملے گا اور دنیا بھی۔ اللہ تعالٰے احسان ماننے والوں کو بدلہ دیگا۔

آگے آیت کریمہ میں اس امر کو ظاہر کیا گیا کہ جہاد فی سبیل اللہ میں امتی ہی نہیں ہوتے بلکہ بنفس نفیس انبیاء کرام بھی جہاد میں ہوتے تھے تو وہ اور ان کے امتی تنگی۔ فراغی۔ عسرت۔ عشرت کرب وبلا اور فتح وظفر سب ہی میں مضبوط رہتے تھے۔ مصائب میں کمزور نہ ہوتے تھے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ؕ اور کتنے ہی نبیوں نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے تو نہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے اور اللہ کو صبر والے محبوب ہیں۔

كَاَيِّنْ۔ میں اہل لغت کے دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ لفظ مفرد ہے جس کا نون اصلی ہے خاص اپنے معنے کے لیے وضع ہوا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ لفظ کَاَنْ تشبیہ اور اَیّ۔ ابہامیہ سے مرکب ہے۔ اَیّ کی تنوین نے نون کی شکل اختیار کر لی اس کے معنی کم یا کتنے یا بہت سے۔

مِنْ نَّبِيٍّ۔ نبی سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے بعد والے وہ پیغمبر ہیں جن کی شریعت میں جہاد تھا۔ آپ ہی پہلے مجاہد ہیں آپ کے بعد بعض کی شریعت میں جہاد تھا اور بعض کے یہاں نہ تھا۔

قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ۔ بہت سے نبی وہ ہیں جن کے بہت سے ساتھیوں نے جہاد کیا اور بہت سے اللہ والے شہید کر دیے گئے۔

امام راغب فرماتے ہیں رِبِّیُّون۔ ربانیون کے معنی میں ہے لہذا ربی کے معنی اللہ والا۔

فَمَا وَهَنُوْا۔ ما سے مراد تکالیف۔ مصیبتیں جو جہاد میں آتی ہیں یعنی ان مصیبتوں کی وجہ سے جو انہیں جہاد میں پہنچیں کمزور نہ ہوئے۔

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اللہ کی راہ میں

وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا۔ سکون۔ اس کے معنی عاجزی بعض نے کہا دلی کمزوری استکانت ہے بعض کے نزدیک دشمن کے دین کی طرف منتقل ہو جانا استکانت ہے۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ۔ آفات میں گھبراہٹ سے رکنا یعنی اللہ تعالٰی مصیبتوں میں نہ گھبرانے والوں اور استقامت والوں کو دوست رکھتا ہے۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

انبیاء کے ساتھ راہ حق میں ان کا ساتھ دینے والوں کا ذکر ہو رہا ہے وہ تن من دھن لگانے سے گریز نہیں کرتے۔ اللہ کے سامنے عجز و نیاز سے سر جھکائے رکھتے ہیں اور بڑی عاجزی و خلوص سے عرض کرتے ہیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا۔ اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی کر اپنی رحمت کے پردے ہماری لغزشوں اور خطاؤں پر ڈال دے۔ ہماری کمزوریوں سے درگزر فرما اور ہمیں معاف فرما دے۔

اِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا۔ ہمارے کام میں ہم سے جو زیادتی ہو اس پر بھی پردہ ڈال دے اور اسے معاف فرما دے اور

ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔ کسی مشکل اور آڑے وقت میں ہمارے قدم نہ ڈگمگا جائیں

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ ہمیں کافروں کی قوم پر کامیابی عطا فرما جو تیرے ماننے والے نہیں۔ تیرے نبی کے مخالف اور تیرے دین کے دشمن ہیں۔ ان پر ہمیں غلبہ عطا فرما۔

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ اس دعا کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے ایسے بندوں کو دنیا اور آخرت میں بدلہ دیا اور آخرت کے بدلہ کے کیا کہنے ہیں اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

عموماً حرب و ضرب و مجاہدت میں جب تکالیف پہنچتی ہیں تو فطرتاً کلمات شکایت زبان پر آجاتے ہیں مگر صابر یقیناً شاکر بہ رضا رہنے والے اپنی زبان پر کوئی ایسا کلمہ اتنا بھی گوارا نہیں کرتے جس میں گھبراہٹ اور پریشانی کا یا تزلزل و اضطراب کا شائبہ بھی ہو بلکہ وہ ہر حال میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ کہتے ہیں اور استقلال کے ساتھ ثابت قدم رہتے ہیں۔

آگے مشرکین و منافقین سے علیحدہ رہنے کا حکم ہے۔

بامحاورہ ترجمہ بارہواں رکوع۔ آل عمران پ ۴

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓي اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ○	اے ایمان والو! اگر تم نے پیروی کی کافروں کی تو وہ تمہیں لوٹا دیں گے تمہارے الٹے پاؤں تو تم پلٹ جاؤ گے نقصان کھا کے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۝

بلکہ اللہ تمہارا مولا ہے اور سب سے بہتر مددگار ہے۔

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ۝

عنقریب ہم ڈالیں گے دلوں میں کافروں کے رعب اس سبب سے کہ وہ مشرک ہیں ایسی طرح کہ اللہ نے ان پر کوئی دلیل نہ آتاری اور انکا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت برا ٹھکانہ ہے ظالموں کا۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور بے شک سچ کر دیا اللہ نے تمہیں اپنا وعدہ جب کہ تم اس کے حکم سے مقاتلہ کر رہے تھے حتیٰ کہ جب تم نے بزدلی کی اور جھگڑا ڈالا حکم میں اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ دکھا چکا تھا وہ جو تم پسند کرتے تھے تم میں کوئی چاہتا تھا دنیا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا پھر تمہارا منہ اس نے پھیر دیا تاکہ تمہیں آزماوے اور بے شک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ ہے بڑا فضل والا مومنین پر۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓي اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

جب تم منہ اٹھائے جا رہے تھے اور پلٹ کر کسی کو نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہیں پکار رہے تھے تمہاری دوسری جماعت میں تو تمہیں غم کا بدلہ غم پہنچایا تاکہ نہ غمگین ہو اس پر جو ہاتھ سے گیا اور نہ اس پر جو افتاد پڑی رنج کرو اور اللہ خبردار ہے تمہارے کاموں سے

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَاۗىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ

پھر نازل کی تم پر بعد غم کے چین کی نیند کہ گھیرے ہوئے تھی ایک جماعت کو اور ایک جماعت کو اپنی جان کی پڑی تھی گمان تھا انہیں اللہ پر بے جا ناحق جہالت کے گمان کہتے تھے کیا اس معاملہ میں ہمارا بھی اختیار ہے فرما دیجئے بے شک اختیار تو سارا اللہ کا ہے چھپاتے ہیں اپنے دلوں میں وہ جو نہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہتے ہوئے اگر ہوتا ہمارا اختیار کچھ تو ہم یہاں

مَا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

نہ مارے جاتے۔ فرما دیجیے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو ضرور باہر آتے وہ جن کا قتل مقدر تھا اپنی خوابگاہوں کی سمت اور اس لیے کہ آزما دے اللہ اسے جو بیچ سینوں کے ہے تمہارے اور کھول دے اسے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

بے شک وہ جو پلٹ گئے تم میں سے جس دن دونوں فوجیں ملیں تھیں اس کے سوا نہیں کہ لغزش دی انہیں شیطان نے ان کے بعض عملوں کی وجہ سے اور یقینا اللہ نے انہیں معاف فرما دیا بے شک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

لفظی ترجمہ

يَا أَيُّهَا۔ اے	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	اِنْ۔ اگر
تُطِيْعُوا۔ پیروی کرو گے	الَّذِيْنَ۔ ان کی جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہیں	يَرُدُّوْ۔ تو پھیر دینگے
كُمْ۔ تم کو	عَلٰى۔ اوپر	اَعْقَابِكُمْ۔ تمہاری ایڑیوں کے	فَتَنْقَلِبُوْا۔ تو پھرو گے
خٰسِرِيْنَ۔ نقصان میں	بَلِ۔ بلکہ	اللّٰهُ۔ اللہ	مَوْلٰىكُمْ۔ تمہارا مولا ہے
وَ۔ اور	هُوَ۔ وہ	خَيْرُ۔ بہترین	النّٰصِرِيْنَ۔ مدد دینے والا ہے
سَنُلْقِيْ۔ جلدی ڈالیں گے ہم		فِيْ۔ بیچ	قُلُوْبِ۔ دلوں
الَّذِيْنَ۔ ان کے جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہیں	الرُّعْبَ۔ رعب	بِمَا۔ بوجہ اسکے جو
اَشْرَكُوْا۔ شرک کیا	بِاللّٰهِ۔ اللہ کے ساتھ	مَا۔ ان کو جو	لَمْ۔ نہیں
يُنَزِّلْ۔ اتاری	بِهٖ۔ اس کی	سُلْطٰنًا۔ کوئی دلیل	وَ۔ اور
مَاْوٰى۔ جگہ	هُمُ۔ ان کی	النَّارُ۔ آگ ہے	وَ۔ اور
بِئْسَ۔ بری	مَثْوَى۔ جگہ ہے	الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں کی	وَ۔ اور

لَقَدْ۔ بیشک	صَدَقَكُمُ۔ سچا کر دیا تم سے	اللّٰهُ۔ اللہ نے	وَعْدَهٗ۔ اپنا وعدہ
اِذْ۔ جب	تَحُسُّوْنَهُمْ۔ قتل کرتے تھے تم ان کو		بِاِذْنِهٖ۔ اس کے حکم سے
حَتّٰى۔ یہاں تک کہ	اِذَا۔ جب	فَشِلْتُمْ۔ تم بزدل ہوئے	وَ۔ اور
تَنَازَعْتُمْ۔ جھگڑا کیا تم نے	فِی۔ بیچ	الْاَمْرِ۔ کام کے	وَ۔ اور
عَصَيْتُمْ۔ نافرمانی کی تم نے	مِّنْ بَعْدِ۔ بعد اسکے	مَا۔ جو	اَرٰىكُمْ۔ دکھایا تم کو
مَّا۔ جو	تُحِبُّوْنَ۔ تم پسند کرتے تھے	مِنْكُمْ۔ تم میں سے	مَّنْ۔ وہ بھی ہیں جو
يُّرِيْدُ۔ چاہتے ہیں	الدُّنْيَا۔ دنیا	وَ۔ اور	مِنْكُمْ۔ تم میں سے
مَّنْ۔ وہ بھی ہیں جو	يُّرِيْدُ۔ چاہتے ہیں	الْاٰخِرَةَ۔ آخرت	ثُمَّ۔ پھر
صَرَفَكُمْ۔ پھیر دیا تم کو	عَنْهُمْ۔ ان سے	لِيَبْتَلِيَكُمْ۔ تاکہ آزمائش کرے تمہاری	
وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	عَفَا۔ معاف کیا	عَنْكُمْ۔ تم کو
وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	ذُوْ۔ صاحب	فَضْلٍ۔ فضل ہے
عَلَى۔ اوپر	الْمُؤْمِنِيْنَ۔ مومنوں کے	اِذْ۔ جب	تُصْعِدُوْنَ۔ تم اوپر چڑھے
جارہے تھے	وَ۔ اور	لَا۔ نہیں	تَلْوٗنَ۔ متوجہ ہوتے تھے
عَلٰى۔ اوپر	اَحَدٍ۔ کسی کے	وَّ۔ اور	الرَّسُوْلُ۔ رسول
يَدْعُوْ۔ بلا رہے تھے	كُمْ۔ تم کو	فِیْ۔ بیچ	اُخْرٰى۔ دوسری جماعت
كُمْ۔ تمہاری کے	فَاَثَابَكُمْ۔ تو پہنچایا تم کو	غَمًّا۔ غم	بِغَمٍّ۔ غم کے بدلے
لِّكَيْلَا۔ تاکہ نہ	تَحْزَنُوْا۔ غم کھاؤ	عَلٰى۔ اوپر	مَا۔ اس کے جو
فَاتَكُمْ۔ گزر چکی	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	مَا۔ اس پر جو
اَصَابَكُمْ۔ تمہیں پہنچی	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	خَبِيْرٌ۔ خبردار ہے
بِمَا۔ اس سے	تَعْمَلُوْنَ۔ جو تم کرتے ہو	ثُمَّ۔ پھر	اَنْزَلَ۔ اتاری
عَلَيْكُمْ۔ تم پر	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	الْغَمِّ۔ غم کے	اَمَنَةً۔ امن کی
نُّعَاسًا۔ اونگھ	يَّغْشٰى۔ ڈھانپتی تھی	طَآئِفَةً۔ ایک جماعت کو	مِّنْكُمْ۔ تم میں سے
وَ۔ اور	طَآئِفَةٌ۔ ایک جماعت کو	قَدْ۔ بیشک	اَهَمَّتْهُمْ۔ ان کو اپنی جان
کی پڑی تھی	اَنْفُسُهُمْ۔ انکی جانوں نے	يَظُنُّوْنَ۔ گمان کرتے تھے	بِاللّٰهِ۔ اللہ کے ساتھ
غَيْرَ۔ بغیر	الْحَقِّ۔ حق کے	ظَنَّ۔ گمان	الْجَاهِلِيَّةِ۔ جاہلیت کا

يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے تھے	هَلْ۔ کیا	لَنَا ہے ہمارے لیے	مِنَ الْاَمْرِ۔ کام سے
مِنْ شَيْءٍ۔ کچھ	قُلْ۔ کہو	اِنَّ۔ بیشک	الْاَمْرَ۔ کام
كُلَّهٗ۔ سارا	لِلّٰهِ۔ اللہ کے لیے ہے	يُخْفُوْنَ۔ چھپاتے ہیں	فِيْ۔ بیچ
اَنْفُسِهِمْ۔ اپنی جانوں کے	مَا۔ جو	لَا۔ نہیں	يُبْدُوْنَ۔ ظاہر کرتے
لَكَ۔ تیرے لیے	يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	لَوْ۔ اگر	كَانَ۔ ہوتا
لَنَا۔ ہمارے لیے	مِنَ الْاَمْرِ۔ کام سے	شَيْءٌ۔ کچھ چیز تو	مَا۔ نہ
قُتِلْنَا۔ مارے جاتے	هٰهُنَا۔ اس جگہ	قُلْ۔ کہہ	لَوْ۔ اگر
كُنْتُمْ۔ ہوتے تم	فِيْ۔ بیچ	بُيُوْتِكُمْ۔ اپنے گھروں کے	لَبَرَزَ۔ تو نکلتے
الَّذِيْنَ۔ وہ جو	كُتِبَ۔ لکھا گیا	عَلَيْهِمُ۔ ان پر	الْقَتْلُ۔ قتل ہونا
اِلٰى۔ طرف	مَضَاجِعِهِمْ۔ اپنی خوابگاہ کے	وَ۔ اور	لِيَبْتَلِيَ۔ تاکہ آزمائے
اللّٰهُ۔ اللہ	مَا۔ جو	فِيْ۔ بیچ	صُدُوْرِكُمْ۔ تمہارے
سینوں کے ہے	وَ۔ اور	لِيُمَحِّصَ۔ تاکہ خالص کرے	مَا۔ جو
فِيْ۔ بیچ	قُلُوْبِكُمْ۔ تمہارے دلوں کے ہے	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ
عَلِيْمٌ۔ جانتا ہے	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ سینے کی باتیں		اِنَّ۔ بیشک
الَّذِيْنَ۔ وہ جو	تَوَلَّوْا۔ پھر گئے	مِنْكُمْ۔ تم میں سے	يَوْمَ۔ جس دن
الْتَقَى۔ ملیں	الْجَمْعٰنِ۔ دو جماعتیں	اِنَّمَا۔ اس کے سوا نہیں کہ	اسْتَزَلَّهُمُ۔ لغزش دی انکو
الشَّيْطٰنُ۔ شیطان نے	بِبَعْضِ۔ بعض	مَا۔ ان کے	كَسَبُوْا۔ اعمال کے
وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	عَفَا۔ معاف کیا	اللّٰهُ۔ اللہ نے
عَنْهُمْ۔ ان کو	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا
حَلِيْمٌ۔ حلم والا ہے۔			

مختصر تفسیر بارہواں ۱۲ رکوع آل عمران پ ۴

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ۔ اے ایمان والو اگر تم نے کافروں کے کہنے پر عمل کر لیا۔ تو وہ

تمہیں الٹے پاؤں لوٹا دیں گے تو تم نقصان میں لوٹ جاؤ گے۔ بلکہ اللہ تمہارا مولا ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار ہے۔

اس آیہ کریمہ میں اس امر کا اظہار فرمایا گیا کہ یہودی ہوں یا نصرانی۔ مشرک ہوں یا منافق۔ مرزائی ہوں یا کوئی بے دین مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان سے علیحدہ رہیں اور ان کے مشورہ اور ان کی رائے پر ہرگز عمل نہ کریں۔ ان کے کہنے پر نہ چلیں۔ مسلمان کا مشیر بھی مسلمان ہی ہو سکتا ہے۔

احد کے میدان میں عارضی شکست کی وجہ سے کچھ مسلمان بد دل ہو گئے تھے۔ منافقین و کفار نے اس موقعہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر الزامات اور طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کر دی تھی کہ اگر مسلمان سچے ہوتے تو اتنے نہ ہار جاتے۔ مال غنیمت کے پیچھے اپنے نبی کی اطاعت کو چھوڑ دیا۔ بعض نے کہا کہ کفار سے لڑنا دانشمندی نہیں ہے تم آئندہ اس قسم کی دلیری نہ کرنا۔

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو خبردار کر دیا کہ ان کے فریب میں نہ آنا ورنہ یہ تم کو دوبارہ کفر کی طرف لوٹا دیں گے جس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں خسارہ ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی مدد کے طلبگار رہیں کیونکہ وہی

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ۔ بل۔ پھیرنے یا منتقل کرنے کے لیے آتا ہے۔ ماقبل کی نفی کرتا ہے۔

وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ۔ اور وہ سب سے بہتر مددگار ہے۔

آگے احد کے بعد کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کر کے مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ۔ قریب ہے کہ ہم کافروں کے دل میں رعب ڈالیں گے اس لیے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا بلا دلیل اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا برا ٹھکانہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ احد سے پلٹ کر جب مشرکین مکہ واپس ہوئے تو ابو سفیان وغیرہ کو اس پر افسوس ہوا کہ ہم نے اس موقعہ پر بھی مسلمانوں کو ختم کر دینے میں کامیابی حاصل نہ کی۔ آپس میں مشورہ کر کے پھر تیار ہوئے کہ ایک دفعہ اور حملہ ہو۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور وہ حملے کی جرأت نہ کر سکے اور یہ رعب بفضلہ تعالےٰ دنیا کے تمام کفار پر قیامت تک رہے گا اور مسلمان بشرطیکہ صحیح مسلمان ہوں کبھی کسی کافر و مشرک سے مغلوب نہ ہوں گے۔

شان نزول:۔ ابو سفیان اور مشرکین مکہ میدان احد سے واپس مکہ روانہ ہوئے تو راستہ میں ابو سفیان نے اپنے کفار ساتھیوں سے کہا کہ ہم نے بڑی غلطی کی کہ ناکام واپس لوٹے۔ لہٰذا ایک اعرابی کو حضور کی خدمت میں بھیجا کہ ہم پھر آ رہے ہیں۔

حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میدان میں دوبارہ چلو۔ مجاہدین اسلام اسی حالت میں زخموں پر پٹیاں باندھے مقابلہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے حتیٰ کہ حمراء الاسد تک پہنچ گئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ سو اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں تمہاری ہیبت و رعب ڈال دیں گے وہ تمہارے زخمی اور کمزور ہونے کے باوجود تم پر حملہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابوسفیان اپنے لشکر کو لے کر بھاگ نکلا اس کے دل میں اس قدر ہیبت اور اسلام کا رعب تھا کہ ہمت نہ ہوئی۔

اس کے بعد احد کا واقعہ بیان فرمایا جا رہا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں پر کچھ مصیبت آئی حتیٰ کہ حضور کا دندان مبارک بھی شہید ہوا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ○

اور بے شک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جبکہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تھا تمہاری خوشی کی بات تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا پھر تمہارا منہ ان سے پھیر دیا کہ تمہیں آزمائے بیشک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔

لَقَدْ ۔ میں دو تاکیدیں ہیں لام اور قد شبہ دفع کرنے کے لیے ہوتی ہے۔

صَدَقَ ۔ سچا ہونا سچا کر دکھانا۔

وَعْدَهٗ سے مراد ہے جو اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ میں ہے

بعض مفسرین نے کہا کہ وعدہ الٰہی۔ وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد سے پہلے ایک خواب دیکھا کہ ایک بکرا ذبح کر رہے ہیں اور تعبیر دی کہ ہم جنگ احد میں کافروں کو ذبح کریں گے اللہ تعالے نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب سچی کر دکھائی۔

کفار مکہ کا علمبردار طلحہ بن عثمان معہ اپنے نو ساتھیوں کے پہلے ہی حملہ میں مارا گیا

ابی بن خلف احد کی گھاٹی پر یہ کہتا ہوا اترا کہ اگر آپ بچ گئے ہیں تو میں نہیں بچ سکتا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس مردود کا فیصلہ کر دیں حضور نے فرمایا اس کو آگے آنے دو جب وہ بکتا ہوا قریب آیا تو حضور نے حارث بن صمہ کے ہاتھ سے نیزہ لے کر اس پر مارا۔ نیزہ اس کی گردن میں لگا وہ گھوڑے سے نیچے گر گیا اور بیل کی طرح ڈکرانے لگا اور موضع سرف میں جا کر واصل

جہنم ہو گیا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا سخت غصہ اس شخص پر ہوتا ہے جو نبی کے دست حق پرست سے قتل ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ جنگ کے شروع میں سچا کر دکھایا تھا۔ مسلمانوں نے اللہ کے حکم سے کفار کے کشتوں کے پشتے لگا دیے تھے۔ مشرکین بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں کو اپنی فتح و کامرانی نظر آئی تو وہ مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے اس اثناء میں تیر اندازوں میں اختلاف ہوا اور بعض نے اللہ کے رسول کی نافرمانی کی جس سے خالد بن ولید نے فائدہ اٹھا کر اس درہ پر حملہ کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔

تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ آپس میں جھگڑ پڑے اور مال غنیمت حاصل کرنے لگے حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھ صرف سات صحابہ رہ گئے تھے جو بعد میں شہید ہو گئے تھے باقی مال غنیمت لوٹنے میں مشغول تھے۔ خالد بن ولید نے فائدہ اٹھایا اور دیکھتے دیکھتے لڑائی کا نقشہ بدل دیا مسلمان تین حصوں میں ہو گئے ایک تہائی زخمی ایک تہائی مقتول اور باقی بھاگ نکلے۔

حضرت مقداد سے روایت ہے کہ قسم اس ذات کی جس نے پیدا کیا حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نے حق دے کر بھیجا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ سے ایک بالشت نہیں ہٹے اور دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل پندرہ صحابہ رہ گئے تھے ان میں آٹھ مہاجر اور سات انصار تھے۔ مہاجرین میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت طلحہ حضرت زبیر۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم تھے۔

اور انصار میں سے حضرت حباب بن منذر حضرت ابودجانہ حضرت عاصم بن ثابت۔ حضرت حارث بن صمہ حضرت سہل بن حنیف۔ حضرت سعد بن معاذ یا سعد بن عبادہ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اس دوران میں ستر حملے تلوار کے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ عتبہ بن ابی وقاص نے چار بار پتھر برسائے جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دندان مبارک شہید ہوئے عبداللہ بن شہاب زہری کے ہاتھ سے سر اقدس زخمی ہوا۔ اس زخم سے اس قدر خون بہا کہ داڑھی مبارک خون آلود

ہو گئی تھی عبداللہ بن قمیہ لیثی کے تیر سے رخسار مبارک زخمی ہوا۔ خود کے دو حلقے گھس گئے وہ قتل کی غرض سے آگے بڑھا تو حضرت مصعب بن عمیر جو علمبردار لشکر تھے نے مقابلہ کیا۔ اور حضرت مصعب بن عمیر شہید ہو گئے۔ وہ یہ سمجھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اس نے اپنے لشکر میں جا کر کہا کہ میں نے معاذ اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کی افواہ نے مسلمانوں کو سخت بددل اور پریشان کر دیا اور مسلمان ہمت ہار کر بیٹھ گئے۔

منافقین میں سے بعض نے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے بعد اپنا پہلا دین اختیار کریں حضرت انس بن نضر نے جو حضرت انس بن مالک کے چچا تھے فرمایا اگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے تو ان کا رب تو حی و قیوم ہے جس بات پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا تم بھی جہاد کرو اور اسی طرح تم بھی شہید ہو جاؤ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تلوار لے کر میدان میں نکلے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند پتھر پر چڑھ کر مسلمانوں کو بلا رہے تھے۔ سب سے پہلے کعب بن مالک تھے وہ فرماتے ہیں کہ خود کے نیچے مجھے حضور کے چشم مبارک چمکتے ہوئے نظر آئے تو میں بلند آواز سے پکارا اور مسلمانوں کو بشارت دی کہ اے مسلمانو! مبارک ہو یہ اللہ کے رسول موجود ہیں۔ مسلمان حضور علیہ السلام کے اردگرد جمع ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے ان کو جہاد سے بھاگنے پر ملامت کی اور پھر جم کر مقابلہ کیا اور فتح و نصرت حاصل ہوئی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابن قمیہ کے حق میں بد دعا کی فرمایا اللہ تعالےٰ تجھے غارت کرے اسی سال ایک پہاڑی بکرے نے اسے ہلاک کر کے واصل جہنم کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو زرہ زیب تن فرما رکھی تھیں۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے اپنا ہاتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ڈھال بنا رکھا تھا جو تیر حضور کی طرف آتا وہ اسے ہاتھوں پر روک لیتے ان کا ہاتھ خشک شل ہو گیا۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن معرکہ احد تمام طلحہ کے حصہ میں آیا انہوں نے نہایت جانبازی کا ثبوت دیا۔

محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ کے سر میں ایسا زخم آیا کہ اس سے خون اس قدر بہا کہ بے ہوش ہو گئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے منہ میں پانی ڈالا زہ ہوش میں آئے تو پہلا سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی خیریت کے بارے میں کیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم تو خیریت سے ہیں مجھے تمہاری خبر گیری کے لیے بھیجا ہے تو حضرت طلحہ نے بارگاہ ایزدی میں شکر ادا کرتے ہوئے کہا کہ حضور سلامت رہیں تو کیسی ہی بڑی مصیبت کیوں نہ ہو وہ سب آسان ہے۔

حضرت طلحہ نے حضور علیہ السلام کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا اس وقت حضور علیہ السلام نے فرمایا اَوْجَبَ طَلْحَۃُ۔ طلحہ نے بہشت واجب کر لی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس دن تیر اندازی کے خوب جوہر دکھائے یہاں تک کہ چھ کمانیں ٹوٹ گئیں۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترکش الٹ دیا اور فرمایا تیر چلاتے جاؤ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن جبیر کے تیر انداز ساتھیوں میں اختلاف رائے ہوا ایک کہنے لگا کہ اب کفار کو ہزیمت ہو چکی ہے لہٰذا اب یہاں ٹھہرے رہنا فضول ہے۔ اب ہمیں بھی چلنا چاہیے تاکہ ہم بھی مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مدد دیں۔

دوسرا کہنے لگا ہمیں مرکز چھوڑنا نہیں چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتاکید ہمیں فرمایا تھا کہ تم اس جگہ قائم رہنا کسی حال میں یہ جگہ نہ چھوڑنا جب تک میرا حکم نہ آئے۔

مگر تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ تم آپس میں جھگڑ پڑے اور غنیمت حاصل کرنے کے لیے چل دیے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر نے فرمایا میں تو یہاں سے بلا حصول حکم ثانی نہ ہٹوں گا چنانچہ عبداللہ کے ساتھ دس سے بھی کم صحابہ رہ گئے۔ باقی نے مرکز چھوڑ دیا اور غنیمت لوٹنے میں مشغول ہو گئے اسی طرف و عصیتم میں اشارہ فرمایا۔ اور مِنْ بَعْدِ مَا اَرٰکُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ میں اس فتح عظیم کو ظاہر کیا جیسے مسلمان چاہ رہے تھے۔ آگے ارشاد ہے۔

مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا۔ تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا۔ آخرت چاہنے والے وہ تھے جو حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھ رہے اور وہیں شہید ہو گئے) پھر تمہارا منہ ان سے پھیر دیا تاکہ تمہیں بتلائے بلا کیا جائے (اور عین مصیبت میں صابر و ثابت رکھ کر امتحان کیا جائے) وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ اور بے شک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مومنین کے لیے صاحب فضل ہے۔ آگے ارشاد ہے

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۝

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ۔ وہ وقت یاد کرو جب تم منہ اٹھائے چلے جاتے تھے اور

مڑکر کسی کو نہ دیکھتے تھے اور دوسری جماعت (جو ہمارے حبیب کے ساتھ تھی اس میں) وہ رسول تمہیں پکار رہے تھے (کہ خدا کے بندو میری طرف آؤ) تو تمہیں غم کا بدلہ غم دیا یعنی تم نے جو ہمارے رسول کے حکم کی مخالفت کر کے انہیں غمگین کیا۔ تو اس کے بدلے ہم نے تم کو ہزیمت کے غم میں مبتلا کیا) تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے گیا اور جو افتاد پڑی اس پر تم غم نہ کرو اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ۔ جب تم چڑھے جاتے تھے۔ یہ صعود سے بنا۔ اس کے معنی اوپر کو چڑھنا۔ یہاں غزوۂ احد کے ایک خاص منظر کی طرف اشارہ ہے جبکہ تیراندازوں کی غلطی سے فائدہ اٹھا کر مشرکین مکہ نے حملہ کیا اور مسلمان بھاگ کر پہاڑوں پر چڑھے جا رہے تھے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اس وقت رحمت مجسم تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدستور اپنی جگہ رونق افروز تھے اور مسلمانوں کو بزدلی سے روک رہے تھے اور اپنی طرف بلا رہے تھے آخر ش حضرت کعب بن مالک نے چلا کر بلایا تو وہ واپس لوٹ کر نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہو گئے۔

غَمًّا بِغَمٍّ۔ غم کے عوض غم۔ یا یہ معنی ہوں گے غم پر غم۔ اس جملہ میں اس حالت کی طرف اشارہ ہے کہ جب فتح کے بعد شکست کے آثار دکھائی دے رہے تھے مسلمانوں کو فتح و کامیابی کے بعد ناکامی کا غم اور دوسرے مجاہدین اسلام کے شہید ہونے کا غم۔ تیسرے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شہادت کا غم۔ اور پھر مال غنیمت کا ہاتھ سے چلے جانے کا غم۔

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اس میں سارے مسلمانوں کو خطاب ہے اور عمل سے نیت مراد ہے بدنی اعمال بعض کا ڈر کر بھاگنا اور بعض کا ڈٹ کر رہنا مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالٰی تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے وہ جانتا ہے کہ بھاگنے والوں کی نیت خراب نہ تھی۔ آگے ارشاد ہے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ۔ پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری جو تمہاری جماعت کو گھیرے تھی (یعنی جو رعب و خوف دلوں میں تھا سے اللہ تعالٰی نے دور کر دیا اور امن و راحت کے ساتھ ان پر نیند اتاری یہاں تک کہ مسلمانوں کو غنودگی آگئی اور نیند نے ان پر غلبہ کیا۔

اس آیت میں مسلمانوں پر اللہ تعالٰی کے ایک احسان کا ذکر ہے۔ جن لوگوں کے حصہ میں شہادت کی سعادت تھی وہ شہید ہو گئے جو میدان میں باقی تھے ان پر اللہ تعالٰی نے غنودگی کی کیفیت طاری کر دی۔

چنانچہ حضرت ابوطلحہ فرماتے ہیں کہ روز احد ہم پر نیند چھا گئی۔ ہم میدان میں تھے تلوار ہمارے ہاتھ سے چھوٹ جاتی تھی پھر اٹھاتے تھے یہ نیند اس جماعت پر آئی تھی جو صادق الایمان تھی۔

اس کیفیت کے بعد ان کے دل سے دشمنوں کا تمام خوف ختم ہو گیا۔ غنودگی عین اس وقت آئی جب

غازیان اسلام زخموں سے چور تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرقت کی افواہ نے ان کے ہوش وحواس گم کر دیئے تھے۔

یَغْشٰی۔ ڈھانپ لیا غشی سے یہ لفظ بنا غشاوہ اسی سے ہے اس کے معنی پردہ ہیں یہاں اونگھ مراد ہے اللہ تعالٰے نے یہ کیفیت طاری کر کے ان کی تمام تکان دور کر دی۔ یہ فتح ونصرت کی علامت تھی۔ میدان جہاد میں اصل طاقت ایمان۔ دل کے اطمینان۔ عزم اور حوصلہ کی ہے جو مومن کو ایمان و ایقان سے حاصل ہوتا ہے۔

اور دوسرے طبقہ کے متعلق جو منافق تھا اس کے لیے ارشاد ہے۔

وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ۔ اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی۔ اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے۔ جاہلیت کے گمان کہتے ہیں کیا اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے (یعنی جو منافق تھے۔ ان پر اپنی ہی جانوں کی پڑی تھی اور خوف سے سخت پریشان تھی۔ یہاں اللہ تعالٰے نے مومنین کو منافقین سے اس طرح ممتاز کیا کہ مومنین پر اطمینان کا اور نیند کا غلبہ تھا اور منافقین خوف وہراس میں پریشان تھے۔

ان کو اپنی جان عزیز تھی وہ اس فکر میں ڈوبے ہوئے تھے کہ جان کیوں کر بچائی جائے اس فکر میں ان کو نیند کیونکر آسکتی تھی۔ ان کے دلوں میں چور تھا۔ ان کے دلوں میں باطل خیالات آرہے تھے کہتے تھے کہ اللہ کا وعدہ کہاں گیا۔ غیبی نصرت کہاں ہے؟ منافقین کو خوف وہراس میں یہ گمان بھی ہو رہا تھا کہ اللہ تعالٰی دین الٰہی والوں کی کچھ مدد نہ فرمائے گا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اب یہ دین بھی باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ۔ فرما دیجئے اختیار تو سارا اللہ کا ہے (یعنی فتح وظفر قضا وقدر سب اسی کے ہاتھ میں ہے مگر تم جو اپنے دلوں میں چھپاتے ہو اور ظاہر نہیں کرتے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ۔ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں وہ تم پر ظاہر نہیں کرتے وہ کیا ہے۔ ارشاد ہوا۔

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا۔ کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے یہاں (منافقین اپنا کفر اور وعدہ الٰہی میں اپنا تردد اور مسلمانوں کے ساتھ چلے آنے پر تاسف کر رہے تھے اور کہتے تھے اگر ہمیں معلوم ہوتا تو ہم گھر سے نہ نکلتے اور مسلمانوں کے ساتھ اہل مکہ سے لڑائی نہ لیتے اور نہ ہمارے سردار مارے جاتے۔

منافقین نے یہ باتیں مدینہ میں کی کیونکہ عبداللہ بن ابی بن سلول جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی اپنے

ساتھیوں کو لے کر مدینہ کو واپس چلا گیا تھا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منافق لوگوں نے میدان جنگ میں ہی الفاظ کہے تھے۔ یہ فقرہ پردر مقولہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کا تھا۔ اور یہی معتب بن قشیر نے کہا) اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

فرما دیجئے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جس کا مارا جانا لکھا جا چکا ہے اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے (اور گھروں میں بیٹھ رہنا کچھ کام نہ آتا۔ اس لیے کہ قضا وقدر کے سامنے فیصلہ اور تدبیر کی کچھ نہیں چلتی) اور اس لیے کہ اللہ تعالےٰ سینوں کی بات آزما دے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے (خواہ وہ منافقانہ ہو یا مخلصانہ اور اس سے کچھ مخفی نہیں اور یہ آزمائش درحقیقت دوسروں کو خبردار کرنے کے لیے تھی۔

اس کے بعد ان لوگوں کا حال بیان ہو رہا ہے جو غزوۂ احد میں بھاگ گئے اور حضور کے ساتھ صرف تیرہ یا چودہ اصحاب باقی رہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ وہ شیطان کے بہکانے سے ایسا کر گذرے ہم نے انہیں معاف کر دیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

بیشک وہ جو تم میں سے پیٹھ پھیر گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں۔ انہیں شیطان نے لغزش دی ان کے بعض عملوں کے سبب (یعنی جنگ احد میں جو بھاگ گئے اور انہوں نے حضور کے حکم کے خلاف مرکز چھوڑا) یہ شیطانی توسوس کی بنا پر ہوا لہٰذا ہم نے انہیں معاف کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بعض لوگوں سے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق سنا کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ احد سے بھاگ گئے۔ جنگ بدر میں غائب رہے بیعت رضوان میں حاضر نہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کو اس کے جواب میں فرمایا کہ جنگ احد کے متعلق اللہ تعالےٰ نے ان سب کو معاف فرما دیا پھر تم اعتراض کرنے والے کون؟ رہا بدر میں شریک نہ ہونا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ جو حضرت عثمان کے عقد میں تھیں سخت بیمار تھیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان کو حکم دیا تھا کہ تم ان کے پاس رہو تمہیں بدر میں شریک ہونے کا ثواب مل جائے گا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہی مقام ہے۔

رہا بیعت رضوان میں موجود نہ ہونا تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ میں سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ ان کے جانے کے بعد ان کی شہادت کی خبر پر یہ بیعت لی گئی تھی۔ حضور علیہ السلام نے اپنا ہاتھ عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور فرمایا یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا ان باتوں کو مضبوطی سے پکڑ لے۔

بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے

بامحاورہ ترجمہ تیرھواں رکوع آل عمران پ ۴

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

اے ایمان والو ان کی طرح نہ ہونا جنہوں نے کفر کیا اور کہا اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کو نکلے یا جہاد میں گئے اگر ہوتے ہمارے پاس تم تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے اس لیے کہ اللہ ان کے دلوں میں یہ حسرت رکھے اور اللہ ہی زندہ رکھتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے۔

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

اور اگر تم قتل کیے جاؤ اللہ کی راہ میں یا مر جاؤ تو اللہ کی بخشش یقینی ہے اور رحمت بہتر ہے اس سے جو وہ مال و دولت جمع کریں۔

وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

اور اگر مرو یا قتل ہو تو یقیناً اللہ ہی کی طرف اٹھو گے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

تو کتنی اللہ کی رحمت ہے کہ اے محبوب تم نرم دل ہوئے ان کے لیے اور اگر ہوتے تم تند مزاج سخت دل تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف کرو اور ان کے لیے استغفار کرو اور مشورہ لو ان سے کام میں اور جب پختہ ارادہ کر لو تو اللہ پر توکل

الْمُتَوَكِّلِيْنَ ○

کرو۔ بیشک اللہ کو توکل والے پیارے ہیں۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○

اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو نہیں غالب آسکتا تم پر کوئی اور اگر وہ تمہیں ذلیل کرے تو کون ہے جو تمہاری مدد کرے اس کے بعد اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ کچھ چھپا رکھے اور جو چھپا رکھے وہ آئے گا قیامت کے دن چھپائی ہوئی چیز کے ساتھ پھر پوری دی جائے گی ہر جان کو ان کی کمائی اور وہ ظلم نہ کیے جائیں گے۔

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○

تو کیا جو پیرو ہوا اللہ کی مرضی کا وہ اس جیسا ہوگا جس نے اللہ کا غضب لے لیا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ یقیناً بری جگہ ہے لوٹنے کی۔

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○

وہ درجہ درجہ ہیں اللہ کے پاس اور اللہ ان کے کام دیکھتا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر کہ ان میں انہی میں سے بھیجا ایک رسول جو پڑھتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور انہیں پاک کرتا ہے اور سکھاتا ہے انہیں کتاب وحکمت اور وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

کیا تمہیں پہنچی کوئی مصیبت تو اس سے دو چند تم پہنچا چکے ہو تو کہنے لگو یہ کہاں سے آئی فرما دیجئے کہ وہ تمہاری طرف سے ہی آئی بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

اور جو مصیبت تم پر آئی جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لیے کہ پہچان کرائے ایمان والوں کی۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۝

الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اور اس لیے کہ پہچان کرادے ان کی جو منافق ہیں اور ان سے کہا گیا کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا دشمن کو دفع کرو بولے اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے وہ کفر کے لیے اس دن زیادہ قریب تھے بہ نسبت ایمان کی کہتے ہیں اپنے منہ سے جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ جانتا ہے جو چھپائے ہوئے ہیں۔

وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا اور بیٹھ گئے کہ وہ ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے فرما دیجئے کہ تم اپنی موت ہی ٹال دو اگر تم سچے ہو۔

اور نہ گمان کرو انہیں جو قتل ہوئے راہ خدا میں مرا ہوا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں۔

شاد ہیں اس پر جو دیا انہیں اللہ نے اپنے فضل سے اور خوشیاں منا رہے ہیں ان کی جو ابھی ان سے نہ ملے پچھلے لوگ کہ نہیں خوف ان پر اور نہ کچھ غم۔

خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت کی اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مومنین کا۔

لفظی ترجمہ

یَا۔ اے	اَیُّهَا۔ وہ	اَلَّذِیْنَ۔ لوگو جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو
لَا۔ نہ	تَکُوْنُوْا۔ ہو جاؤ	کَالَّذِیْنَ۔ انکی طرح	کَفَرُوْا۔ جو کافر ہوئے
وَ۔ اور	قَالُوْا۔ بولے	لِاِخْوَانِهِمْ۔ اپنے بھائیوں سے	اِذَا۔ جب
خَرَجُوْا۔ وہ نکلے	فِیْ۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	اَوْ۔ یا
کَانُوْا۔ تھے	غُزًّی۔ لڑتے	لَوْ۔ اگر	کَانُوْا۔ ہوتے تم
عِنْدَ۔ پاس	نَا۔ ہمارے تو	مَا۔ نہ	مَاتُوْا۔ مرتے

وَ۔اور	مَا۔نہ	قُتِلُوا۔قتل ہوتے	لِيَجْعَلَ۔تاکہ کرے
اللّٰهُ۔اللہ	ذٰلِكَ۔یہ	حَسْرَةً۔حسرت	فِي۔بیچ
قُلُوبِهِمْ۔انکے دلوں کے	وَ۔اور	اللّٰهُ۔اللہ	يُحْيِي۔زندہ کرتا
وَ۔اور	يُمِيتُ۔مارتا ہے	وَ۔اور	اللّٰهُ۔اللہ
بِمَا۔اس کو جو	تَعْمَلُونَ۔تم کرتے ہو	بَصِيرٌ۔دیکھنے والا ہے	وَ۔اور
لَئِنْ۔اگر	قُتِلْتُمْ۔تم مارے جاؤ	فِي۔بیچ	سَبِيلِ۔راہ
اللّٰهِ۔اللہ کے	اَوْ۔یا	مُتُّمْ۔مرو تم	لَمَغْفِرَةٌ۔تو بخشش ہے
مِنَ اللّٰهِ۔اللہ کی	وَ۔اور	رَحْمَةٌ۔اسکی رحمت	خَيْرٌ۔بہتر ہے
مِمَّا۔اس سے جو وہ	يَجْمَعُونَ۔جمع کرتے ہیں	وَ۔اور	لَئِنْ۔اگر
مُتُّمْ۔مر جاؤ تم	اَوْ۔یا	قُتِلْتُمْ۔قتل ہو جاؤ	لَاْ۔تو یقیناً
اِلَى۔طرف	اللّٰهِ۔اللہ کی	تُحْشَرُونَ۔اکٹھے کیے جاؤ گے	فَبِمَا۔تو کتنی
رَحْمَةٍ۔رحمت ہے	مِنَ اللّٰهِ۔اللہ کی کہ	لِنْتَ۔آپ نرم ہیں	لَهُمْ۔انکے لیے
وَ۔اور	لَوْ۔اگر	كُنْتَ۔آپ ہوتے	فَظًّا۔تند مزاج
غَلِيظَ۔سخت	الْقَلْبِ۔دل	لَانْفَضُّوا۔تو وہ دوڑ جاتے سب	
مِنْ حَوْلِكَ۔آپ کے اردگرد سے		فَاعْفُ۔تو معاف کرو	عَنْهُمْ۔ان کو
وَ۔اور	اسْتَغْفِرْ۔بخشش مانگو	لَهُمْ۔ان کے لیے	وَ۔اور
شَاوِرْ۔مشورہ کرو	هُمْ۔ان سے	فِي۔بیچ	الْاَمْرِ۔کام کے
فَاِذَا۔پھر جب	عَزَمْتَ۔پختہ ارادہ کرلو	فَتَوَكَّلْ۔تو بھروسہ کرو	عَلَى۔اوپر
اللّٰهِ۔اللہ کے	اِنَّ۔بیشک	اللّٰهَ۔اللہ	يُحِبُّ۔پسند کرتا ہے
الْمُتَوَكِّلِينَ۔بھروسہ کرنے والوں کو		اِنْ۔اگر	يَنْصُرْكُمُ۔مدد کرے تمہاری
اللّٰهُ۔اللہ	فَلَا۔تو نہیں کوئی	غَالِبَ۔غالب آنے والا	لَكُمْ۔تم پر
وَ۔اور	اِنْ۔اگر	يَخْذُلْكُمْ۔ذلیل کرے تم کو	فَمَنْ۔تو کون ہے
ذَا الَّذِي۔وہ جو	يَنْصُرُ۔مدد دے	كُمْ۔تم کو	مِنْ بَعْدِهٖ۔اس کے بعد
وَ۔اور	عَلَى۔اوپر	اللّٰهِ۔اللہ کے	فَلْيَتَوَكَّلِ۔بھروسہ کرنا چاہیے
الْمُؤْمِنُونَ۔مومنوں کو	وَ۔اور	مَا۔نہیں	كَانَ۔ہے

لِنَبِيٍّ۔ کسی نبی کو زیبا | اَنْ۔ یہ کہ | يَّغُلَّ۔ چھپائے۔ | وَ۔ اور
مَنْ۔ جو | يَّغْلُلْ۔ چھپائے گا | يَاْتِ۔ لائے گا | بِمَا۔ جو کچھ
غَلَّ۔ اس نے چھپایا | يَوْمَ۔ دن | الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے | ثُمَّ۔ پھر
تُوَفّٰى۔ پورا دیا جائیگا | كُلُّ۔ ہر | نَفْسٍ۔ آدمی کو | مَّا۔ جو
كَسَبَتْ۔ اس نے کمایا | وَ۔ اور | هُمْ۔ وہ | لَا۔ نہ
يُظْلَمُوْنَ۔ ظلم کیے جائینگے | اَفَمَنِ۔ تو کیا جو | اتَّبَعَ۔ پیروی کرے | رِضْوَانَ۔ رضامندی
اللّٰهِ۔ اللہ کی | كَمَنْ۔ وہ اس کی طرح ہے جو | بَآءَ۔ پھرا | بِسَخَطٍ۔ ناراضگی
مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ کی لے کر | وَ۔ اور | مَاْوٰىهُ۔ اس کا ٹھکانا | جَهَنَّمُ۔ جہنم ہے
وَ۔ اور | بِئْسَ۔ برا ہے | الْمَصِيْرُ۔ ٹھکانہ | هُمْ۔ نکے
دَرَجٰتٌ۔ درجے ہیں | عِنْدَ۔ پاس | اللّٰهِ۔ اللہ کے | وَ۔ اور
اللّٰهُ۔ اللہ | بَصِيْرٌ۔ دیکھتا ہے | بِمَا۔ جو وہ | يَعْمَلُوْنَ۔ کرتے ہیں
لَقَدْ۔ بیشک | مَنَّ۔ احسان کیا | اللّٰهُ۔ اللہ نے | عَلَى۔ اوپر
الْمُؤْمِنِيْنَ۔ مومنوں کے | اِذْ۔ جبکہ | بَعَثَ۔ بھیجا | فِيْهِمْ۔ ان میں
رَسُوْلًا۔ رسول | مِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔ انہیں میں سے جو | يَتْلُوْا۔ پڑھتا ہے
عَلَيْهِمْ۔ ان پر | اٰيٰتِهٖ۔ اسکی آئتیں | وَ۔ اور | يُزَكِّيْهِمْ۔ پاک کرتا ہے انکو
وَ۔ اور | يُعَلِّمُهُمُ۔ سکھاتا ہے ان کو | الْكِتٰبَ۔ کتاب | وَ۔ اور
الْحِكْمَةَ۔ حکمت | وَ۔ اور | اِنْ۔ بیشک | كَانُوْا۔ تھے وہ
مِنْ قَبْلُ۔ اس سے پہلے | لَفِيْ۔ بیچ | ضَلٰلٍ۔ گمراہی | مُّبِيْنٍ۔ ظاہر کے
اَوَ۔ کیا | لَمَّا۔ جب | اَصَابَتْكُمْ۔ پہنچی تم کو | مُّصِيْبَةٌ۔ مصیبت
قَدْ۔ کہ بیشک | اَصَبْتُمْ۔ پہنچا چکے تھے تم | مِّثْلَيْهَا۔ اس سے دگنی | قُلْتُمْ۔ تم نے کہا
اَنّٰى۔ کہاں سے ہے | هٰذَا۔ یہ | قُلْ۔ کہو | هُوَ۔ وہ
مِنْ عِنْدِ۔ پاس سے | اَنْفُسِكُمْ۔ تمہاری جانوں کے ہے | اِنَّ۔ بیشک | اللّٰهَ۔ اللہ
عَلٰى۔ اوپر | كُلِّ۔ ہر | شَيْءٍ۔ چیز کے | قَدِيْرٌ۔ قادر ہے
وَ۔ اور | مَا۔ جو | اَصَابَكُمْ۔ پہنچے تم کو | يَوْمَ۔ دن
الْتَقَى۔ ملاقات | الْجَمْعٰنِ۔ دو جماعتوں کے تو | فَبِاِذْنِ۔ حکم | اللّٰهِ۔ اللہ کی سے ہے

وَ۔ اور لِیَعْلَمَ۔ تاکہ ظاہر کرے اَلْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کو وَ۔ اور
لِیَعْلَمَ۔ تاکہ ظاہر کرے اَلَّذِیْنَ۔ ان کو جو نَافَقُوْا۔ منافق ہیں وَ۔ اور
قِیْلَ۔ کہا گیا لَہُمْ۔ ان کو تَعَالَوْا۔ آؤ قَاتِلُوْا۔ لڑائی کرو
فِیْ۔ بیچ سَبِیْلِ۔ راہ اللّٰہِ۔ اللہ کے اَوِ۔ یا
اِدْفَعُوْا۔ مدافعت کرو قَالُوْا۔ کہتے ہیں لَوْ۔ اگر نَعْلَمُ۔ ہم جانتے
قِتَالًا۔ لڑائی کرنا لَاتَّبَعْنٰکُمْ۔ تو ہم تمہاری پیروی کرتے ھُمْ۔ وہ
لِلْکُفْرِ۔ کفر کے یَوْمَئِذٍ۔ اس دن اَقْرَبُ۔ زیادہ قریب تھے مِنْہُمْ۔ ان کے
لِلْاِیْمَانِ۔ ایمان سے یَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں بِاَفْوَاھِھِمْ۔ اپنے مونہوں سے مَّا۔ جو
لَیْسَ۔ نہیں فِیْ۔ بیچ قُلُوْبِہِمْ۔ انکے دلوں کے وَ۔ اور
اللّٰہُ۔ اللہ اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے بِمَا۔ جو کچھ یَکْتُمُوْنَ۔ وہ چھپاتے ہیں
اَلَّذِیْنَ۔ وہ جنہوں نے قَالُوْا۔ کہا لِاِخْوَانِھِمْ۔ اپنے بھائیوں کو
وَ۔ اور قَعَدُوْا۔ بیٹھ رہے لَوْ۔ اگر اَطَاعُوْنَا۔ کہا مانتے ہمارا
مَا۔ تو نہ قُتِلُوْا۔ مارے جاتے قُلْ۔ کہہ فَادْرَءُوْا۔ ہٹالو
عَنْ اَنْفُسِکُمُ۔ اپنی جانوں سے الْمَوْتَ۔ موت اِنْ۔ اگر
کُنْتُمْ۔ ہو تم صٰدِقِیْنَ۔ سچے وَ۔ اور لَا۔ نہ
تَحْسَبَنَّ۔ خیال کر الَّذِیْنَ۔ ان لوگوں کو جو قُتِلُوْا۔ مارے گئے فِیْ۔ بیچ
سَبِیْلِ۔ راہ اللّٰہِ۔ خدا کے اَمْوَاتًا۔ مردے بَلْ۔ بلکہ
اَحْیَآءٌ۔ زندہ ہیں عِنْدَ۔ پاس رَبِّہِمْ۔ اپنے رب کے یُرْزَقُوْنَ۔ کھاتے ہیں
فَرِحِیْنَ۔ خوش ہیں بِمَا۔ اس پر جو اٰتٰہُمُ۔ دیا ان کو اللّٰہُ۔ اللہ نے
مِنْ فَضْلِہٖ۔ اپنے فضل سے وَ۔ اور یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ خوشیاں
مناتے ہیں بِالَّذِیْنَ۔ ان پر لَمْ۔ جو نہیں یَلْحَقُوْا۔ ملے
بِہِمْ۔ انہیں مِنْ خَلْفِھِمْ۔ پیچھے سے کہ اَلَّا۔ یہ کہ نہیں
خَوْفٌ۔ خوف عَلَیْہِمْ۔ ان پر وَ۔ اور لَا۔ نہ
ھُمْ۔ وہ یَحْزَنُوْنَ۔ غم کھاتے ہیں یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ خوشیاں مناتے ہیں
بِنِعْمَۃٍ۔ نعمتوں کے مِّنَ اللّٰہِ۔ اللہ سے وَ۔ اور فَضْلٍ۔ فضل کے

وَ۔ اور اِنَّ۔ بیشک اللّٰہَ۔ اللہ لَا۔ نہیں
یُضِیْعُ۔ ضائع کرتا اَجْرَ۔ اجر الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کا۔

مختصر تفسیر بارہواں رکوع۔ آل عمران۔ پ۴

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ کَانُوْا غُزًّی لَّوْ کَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا لِیَجْعَلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ حَسْرَۃً فِیْ قُلُوْبِھِمْ وَ اللّٰہُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۝ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ ۝

اے ایمان والو نہ ہونا ان جیسے جنہوں نے کفر کیا اور کہا اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر میں گئے یا جہاد کو گئے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے اس لیے کہ اللہ ان کے دلوں میں اس کا افسوس رکھے اور اللہ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اور بیشک اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت ان کے جمع کیے ہوئے مال سے بہتر ہے اور اگر تم مرو یا مارے جاؤ تو اللہ کی طرف اٹھنا ہے۔

ابوداؤد نے مرفوعًا حضرت ابن عمر اور طبرانی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرتا ہے وہ ان ہی میں شمار ہو جاتا ہے جبکہ وہ مشابہت باعث کفر ہو کیونکہ جو واقعہ آگے آ رہا ہے اس میں تقدیر کا انکار ہے جو صریح کفر ہے۔

ان آیات کریمہ میں ان لوگوں کا حال بیان فرمایا گیا جو سفر میں یا جہاد میں مر گئے اور شہید ہوئے مشرکین نے ملامت کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم ہمارے کہنے پر چلتے تو ایسا نہ ہوتا۔ اس کا جواب دیا گیا کہ موت و حیات اللہ کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو مسافر و غازی کو سلامت رکھے اور اس کے گھر بخیریت واپس لائے اور گھر میں محفوظ بیٹھے ہوؤں کو ان کے بستروں پر ایڑیاں رگڑوا کر موت دے ان منافقین کے پاس بیٹھ رہنا کیا کسی کو موت سے بچا سکتا ہے اور جہاد میں جانے سے موت لازم نہیں البتہ اگر آدمی جہاد میں مارا جائے تو وہ مرنا گھر کی موت سے بدرجہا بہتر و افضل ہے۔ لہذا منافقین کا یہ قول باطل ہے بلکہ فریب دہی کے مترادف ہے کہ یہاں ہوتے تو نہ مرتے۔ ان کا مقصد مسلمانوں کو جہاد سے نفرت دلانا ہے۔
جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مسلمانوں کو جہاد سے نفرت دلائی۔

لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ تاکہ اس گمان سے اللہ تعالےٰ ان کے دلوں میں افسوس ڈالے۔ اس کے معنی بعض مفسرین نے اس طرح کیے کہ منافقین کی زبان اور دل میں ایسی باتیں اللہ تعالےٰ نے اس لیے جاری کیں کہ ان میں ہمیشہ حسرت و افسوس ہی رہے وہ آخرت میں بھی حسرت و افسوس ہی کرتے رہیں کہ مسلمان ہماری مانند نہ ہوئے بعض شہید بعض فاتح۔

وَاللّٰهُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مارنا اور زندہ کرنا ہمارے اختیار میں ہے۔ اس میں کسی کا دخل نہیں اللہ تعالےٰ سب کی نیت کو جانتا ہے وہ جو کام کرتے ہیں اللہ انہیں دیکھتا ہے ہر ایک کے مناسب حال بدلہ دے گا۔ آگے فرماتا ہے اگر تم میری راہ میں مر جاؤ یا مارے جاؤ تو۔

لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ۔ تو تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے تم پر رحمتیں ہوں گی۔

اللہ کی راہ میں مر جانا اس کے عوض اللہ کا دیا ہوا صلہ ملنا اس چیز سے کہیں زیادہ بہتر ہے جسے حاصل کرنے کے لیے منافقین اور کفار موت سے بچنے کے لیے زور لگا رہے ہیں۔ اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلو اور کچھ دیر کے لیے بچ بھی جاؤ تو کیا تم کبھی نہ مرو گے یا نہ مارے جاؤ گے مرنا تو ہر حالت میں ہے پھر تم سب اللہ کے حضور جمع ہو گے اس وقت پتہ چل جائے گا کہ جو خوش قسمت اللہ کی راہ میں مرے یا مارے گئے ان پر اللہ تعالےٰ کی کیسی کیسی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

راہ خدا میں مرنے سے جو درجات ملتے ہیں وہ گھر کے مرنے سے بدرجہا افضل و بہتر ہیں اور بہر صورت ...ں کو اللہ تعالےٰ کی طرف اٹھنا ہے جیسا کہ فرمایا لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ۔ اس میں مقام عبدیت کے ...یون مقام بیان فرمائے گئے۔

پہلا مقام تو یہ ہے کہ بندہ اللہ کی عبادت بخوف دوزخ کرے تو اسے عذاب نار سے امن دیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ۔

دوسرا مقام یہ ہے کہ بندہ شوق جنت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اسکی طرف وَرَحْمَةٌ میں اشارہ فرمایا کیونکہ رحمت بھی جنت کا نام ہے۔

تیسرا مقام یہ ہے کہ بندہ مخلصانہ طور پر عشق آلٰہی میں ذات واحد کی محبت میں عبادت کرے اسکا مقصد اس عبادت میں اس کی ذات کے سوا اور کچھ نہ ہو تو اسے اللہ تعالےٰ اپنے دائرہ کرامت میں اپنی تجلی سے نوازے گا۔ ...س کی طرف اشارہ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ میں فرمایا گیا۔

پھر تم سب حضور خدا میں جمع ہو گے اس وقت پتہ چل جائے گا کہ جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے یا قتل کیے

گئے ان پر اللہ تعالےٰ کی کیسی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور جو کفر کی موت مرے ان پر کیا عذاب ہوتا ہے۔
آگے کی آیت کریمہ میں حضور کے خلق عظیم اور رحمت و شفقت کا تذکرہ فرمایا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ
توکیسی اللہ کی رحمت ہے کہ اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہو (اور آپ کے مزاج اقدس میں اس درجہ لطف وکرم ہے کہ روز احد میں بھی ان لوگوں پر غضب نہ فرمایا جو خلاف حکم اپنی مرضی سے درہ احد چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے تھے) اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے (اور ہر بات میں ان پر شدت وغلظت فرماتے) تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو کر بکھر جاتے تو آپ انہیں معاف فرمائیں اور ان کے استغفار کریں (تاکہ اللہ آپ کی طلب بخشش کی بدولت انہیں معاف فرما دے) اور کاموں میں ان سے مشورہ لیں (اس لیے کہ اس استشارہ کرنے میں ان کی دلداری بھی ہے اور دلجوئی بھی ہے اور ان کی عزت افزائی بھی اور آپ کی طرف سے یہ سنت فعلی بھی عام ہو جائے گی کہ مشورہ کرنا مسنون ہے اس سے آئندہ امت نفع اٹھاتی رہے گی۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ جو بات ہم کتاب وسنت میں نہ پائیں اس میں کیا طریق اختیار کریں؟ آپ نے فرمایا سمجھدار اور اہل ذکر سے مشورہ کرو۔ اس حدیث سے باہمی مشوروں کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

تعریف مشورہ

مشورے کے معنی ہیں کسی امر میں رائے لینا۔ اس سے اجتہاد کا جواز اور قیاس کا حجت ہونا بھی ثابت ہوتا ہے (مدارک۔خازن)
اور پھر جب کسی کام کا ارادہ پختہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو (توکل کہتے ہیں اللہ پر اعتماد کرنا اور اپنے تمام کام اس کے سپرد کر دینا۔ مقصود یہ ہے کہ بندہ اللہ پر اتنا اعتماد کر لے کہ تمام کام اسی کی رضا پر موقوف کر دے اور اس سے مشورہ کا خلاف نہیں۔ اس لیے کہ مشورہ کر کے توکل بر خدا ممنوع نہیں) بیشک اللہ محبوب رکھتا ہے توکل والوں کو۔
شان نزول: غزوہ احد کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ دربار اقدس میں حاضر آئیں اور اپنے شوہر پر ناراضگی کا اظہار کیا کہ عفان کے فرزند نے یہ کیا کیا وہ آئندہ کسی کلیدی ذمہ داری کے

قابل نہیں رہے۔ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مولائے کائنات علی مرتضی رضی اللہ عنہ اپنے ہتھیار دہور ہے تھے۔ حضرت علی مرتضی نے ان کی بیوی کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آج عثمان نے ہم کو رسوا کر دیا حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو منع فرمایا اور فرمایا بس بس آگئے کچھ نہ کہنا۔ حضرت عثمان غنی اور ان کے ساتھی مدینہ منورہ پہنچے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان اور ان کے رفقاء کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور فرمایا لَقَدْ ذَهَبْتُمْ فِيهَا عَرِيضَةً۔ بھائی تم اس دن ہم سے بہت دور چلے گئے تھے۔ اللہ تعالی نے اس خلق کریمانہ کی تعریف فرمائی اس اخلاق کو رحمت قرار دیا۔ (تفسیر کبیر)

اس کے بعد واضح کیا گیا کہ اللہ کی اعانت و نصرت کے مقابل دنیا کی طاقت ہیچ ہے اور اگر وہ غضب فرمائے تو دنیا کی اعانت اسے نہیں روک سکتی کما قال تعالے۔

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۔ اگر اللہ مدد فرمائے تمہاری تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا (اور یہ حقیقت ہے کہ اعانت الٰہی وہی حاصل کر سکتا ہے جو اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ نہیں کرتا اور رحمت الٰہی کا امیدوار رہتا ہے) اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو ایسا کون ہے جو تمہاری مدد کرے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیئے یعنی اپنے تمام کام اللہ کے حوالے کرکے اس پر اعتماد کرو۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی شان تھی۔ غزوۂ احد میں مسلح ہو کر تشریف لائے بعض صحابہ نے عرض کی حضور ہمارا منشایہ ہرگز نہ تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نبی کی یہ شان نہیں کہ ہتھیار باندھ کر بغیر مقابلہ کے ہتھیار کھول دے بلکہ اللہ پر بھروسا کرو۔ مشورہ تو محض چند آراء کا علم ہے اور بھروسا اللہ تعالی پر ہی ہوتا ہے۔

تعریف توکل

اللہ تعالے سے التجا کرنا۔ بعض نے کہا کہ توکل یہ ہے کہ روزی کی خواہش نفسانی کی وجہ سے اللہ تعالے کی نافرمانی نہ کی جائے۔

بعض نے کہا کہ سوائے اللہ تعالے کے کسی کو معین حقیقی نہ جانو اسی پر بھروسہ کرو۔

حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کے ستر ہزار آدمی بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول وہ کون لوگ ہوں گے ارشاد فرمایا وہ لوگ جو نہ داغ لگوتے ہیں نہ منتر کراتے ہیں نہ فال بد لیتے ہیں بلکہ اللہ تعالے پر بھروسہ کرتے ہیں۔

منتر سے مراد وہ علوم ہیں جو غیر مسلموں نے ایجاد کیے۔

حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر تم اللہ تعالےٰ پر پورا توکل کرو تو اللہ تعالےٰ تم کو بلا محنت اسی طرح روزی دے گا جیسے پرندوں کو کہ وہ صبح بھوکے جاتے ہیں شام کو پیٹ بھر کر آتے ہیں۔

اس کے بعد نبی کا دامن پاک ظاہر فرماتے ہوئے بتایا کہ انبیاء الٰہی معصوم ہیں کہ ان کے متعلق کسی چیز کے چھپانے کا الزام بھی توہین انبیاء ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ کچھ چھپا رکھے۔ اس لیے کہ یہ شان نبوت کے خلاف ہے اور انبیاء کرام سب معصوم ہیں ایسا ممکن نہیں وہ وحی اور غیر وحی میں غلول نہیں کر سکتے اور جو ایسا کرے اور من گھڑت چیزیں اللہ تعالےٰ کی طرف مثل غلام احمد قادیانی منسوب کر کے پیش کرے اس کا حکم یہ ہے کہ جو چھپائے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا پھر ہر جان کو اس کی کمائی پوری پوری دی جائے گی اور ان پر ظلم ہرگز نہ ہوگا۔

يَغُلَّ۔ مضارع ہے اس کے معنی چھپانا ہے اس لفظ کے تین معنی ہوں گے۔

الف۔ کسی نبی کے متعلق یہ جائز نہیں کہ انہیں خیانت کا اتہام لگایا جائے۔

ب۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی نبی خائن ہو۔

ج۔ قیامت تک جہاد کی غنیمتیں نبی کے تصرف میں ہیں ان میں خیانت کرنے والا نبی کا مجرم ہوگا۔

تفسیر کبیر

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ مَا غَلَّ سے مراد خیانت کیا ہوا سارا مال ہے جو بہت ہی زیادہ وزنی ہو کر خائن کی گردن پر رکھا جائے گا جس سے وہ رسوا ہوگا۔

یوم قیامت سے مراد مخلوق کا قبروں سے اٹھ کر جنت دوزخ میں پہنچنے تک کا وقت ہے یہ پچاس ہزار سال کا زمانہ ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ہم خیبر والے سال حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے اس وقت سوائے مال غنیمت۔ اسباب چاندی سونے کے کچھ نہ تھا۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رفاعہ بن زید نے ایک حبشی غلام پیش کیا اس کا مدعم تھا وہ غلام حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا کجاوہ اونٹ سے اتار رہا تھا کہ دفعتہً ایک تیر اس کے لگا اور وہ جاں بحق ہو گیا۔ حاضرین نے کہا ھَنِیْئًا لَّہُ الْجَنَّۃُ جنت اسے مبارک ہو۔ شافع محشر نیر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں میں نے اس کو کمبل کے بدلے دوزخ میں دیکھا ہے۔ اس واقعہ کی خبر جب لوگوں کو ہوئی تو کوئی ایک تسمہ کوئی دو تسمہ لیے ہوئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ آگ ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی بھاری خیانت ایک گز زمین ہے۔ دو آدمی پڑوسی ہوں اور ایک دوسرے کی زمین سے گز بھر کاٹ کر اپنی زمین میں ملالے۔ قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان پر کرکرہ نامی ایک شخص نگران تھا اس کا انتقال ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یہ دوزخ میں ہے صحابہ کرام نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو اس میں ایک عبا جو اس نے خیانت کر کے دبالی تھی نکلی (بخاری)

شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جنگ بدر میں ایک سرخ چادر جو غنیمت میں آتی تھی گم ہو گئی۔ تلاش کرنے پر نہ ملی۔ بعض منافقین نے کہا کہ وہ چادر علیہ الصلوۃ والسلام نے لے لی ہوگی اس کی تردید فرمائی گئی کہ غنیمت میں سے چھپا کر لینا نبی کے لیے حلال نہیں اس آیت میں نہایت اعلیٰ شان سے صفائی پیش کی گئی۔

جنگ احد میں وہ پچاس تیر انداز حفاظت کے لیے مامور تھے انہوں نے مسلمانوں کی کامیابی و فتحیابی دیکھی تو یہ حضرات صرف غنیمت کے لالچ میں ہٹ گئے اس خیال سے درہ کو خالی چھوڑ دیا کہ شاید حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم یہ اعلان فرما دیں کہ جو جس نے مال غنیمت حاصل کر لیا ہے وہ اسی کا ہے شاید ہم وہ مال حاصل نہ کر سکیں اس کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہو گئی۔ (روح المعانی)

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰہِ کَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰىہُ جَہَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۔ تو کیا جو اللہ کی مرضی پر چلا اور اس کی نافرمانی سے مجتنب رہا جیسے کہ مہاجرین و انصار اور صالحین امت) وہ اس جیسا ہوگا جس نے اللہ کا غضب سر لیا اور خالص نافرمان ہوا جیسے منافقین و کفار اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

مَنْ سے مراد سارے انسان ہیں فرشتے جن داخل نہیں اتباع کے معنی ہیں کسی کے پیچھے پیچھے

چلنا۔ یہاں اس کا مفعول رضوان ہے اس لیے یہاں اتباع سے مراد حصول کے لیے سعی کرنا ہے۔ یہ کامیابی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔

رِضْوَان۔ بمعنی رضا و خوشنودی کے ہیں۔ اچھا وہ شخص ہے جو اللہ کی رضا تلاش کرے۔ رضائے الٰہی سے مراد یا تو ایمان لے آنا ہے یا نیک عمل کرنا ہے۔ یہ دونوں چیزیں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں موجود ہیں

كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ میں کفار و منافقین ہیں جنہوں نے اللہ کا غضب سر لیا اور خالص نافرمان ہوا۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ وہ اللہ تعالے کے یہاں بڑے درجوں پر ہیں (ان کے لیے ہر ایک کی منزلت اور مقام جدا جدا ہے) اور اللہ ان کے کام دیکھتا ہے۔

اس کے بعد مومنین پر احسان اور انہیں تعلیم کتاب و حکمت دین کا مذاکرہ فرمایا گیا چنانچہ ارشاد ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

بے شک اللہ نے بڑا احسان فرمایا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ یقیناً تھے اس سے پہلے کھلی گمراہی میں۔

مَنَّ صیغہ ماضی ہے مَنّت سے ماخوذ ہے۔ مَنّت نعمت عظیمہ کو کہتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ سید عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت ہمارے لیے نعمت عظیمہ ہے اس لیے کہ مخلوق کی پیدائش جہل و عدم درایت اور قلت فہم اور نقصان عقل کے ساتھ ہوئی تو اللہ تعالے نے حضور پرنور رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ واکمل التسلیم کو ان میں مبعوث فرما کر انہیں گمراہی سے رہائی دی اور اس ذات ستودہ صفات کی بدولت انہیں بصارت و بصیرت عطا کی۔ انہیں جہل سے نکالا اور انہیں راہ راست کی ہدایت کی اور حضور کے طفیل میں بیشمار نعمتوں سے نوازا اور ایسے کریم رؤف و رحیم کو بھیجا جو ان کے حال پر شفقت و کرم فرمانے والا ان کے لیے موجب فخر و شرف ہے جس کے احوال زہد و ورع۔ راستبازی و دیانتداری خصائل جمیلہ اخلاق حمیدہ سے وہ خود واقف ہیں۔ اس لیے کہ انہی میں سے آپ کا ظہور ہوا۔

اور کتاب و حکمت سکھانے سے مراد قرآن کریم سنانا پڑھانا ہے جس سے ان کے کان اس سے پہلے کبھی آشنا نہ تھے۔ قرآن پاک کی تعلیم کے لیے انبیاء آئے۔ اور قرآن کو سمجھنے کے لیے فرامین رسول کی ضرورت ہے۔

اور یُزَکِّیْہِمْ فرما کر اس امر کو واضح کیا کہ انہیں کفر و ضلالت اور ارتکاب محرمات و معاصی اور خصائل ناپسندیدہ اور ملکات رذیلہ و ظلمات نفس سے وہ پاک کیے گئے اور ایسے پاک کیے گئے کہ جن دماغوں میں نخوت و غرور سری تھی وہ سودائے محبت کا خزانہ بن گئے جن دلوں میں بغض و حسد و عناد اور انتقام کے جذبات ابھرے ہوئے تھے ان میں اخلاص و محبت و وداد و رقت بھر گئی۔ سب بھائی بھائی ہو گئے اور نفس کی قوت علمیہ و عملیہ دونوں کی تکمیل ہو گئی۔ اگرچہ اس سے پہلے کھلی گمراہی کے شکار تھے حق و باطل نیک و بد میں قطعی امتیاز نہ کر سکتے تھے جہالت کی نابینائی میں مبتلا تھے۔ پھر نور مجسم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیم محبت نے اس قوم کو ہادی و معلم بنا دیا۔

ہے جہاں میں جن کی چمک دمک ہے چمن میں جن کی چہل پہل
وہی اک مدینہ کے چاند ہیں سب انہی کے دم کی بہار ہے

اس کے بعد تسلی دی گئی کہ مصائب و آلام سے گھبرانا مومن کا کام نہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَیْھَا قُلْتُمْ اَنّٰی ھٰذَا قُلْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ

کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچی (جیسی کہ جنگ احد میں پہنچی کہ تم میں سے ستر قتل ہو گئے) تو اس سے دو چند گزند تم انہیں پہنچا چکے ہو (چنانچہ بدر میں تم نے ان کے ستر کو قتل کیا اور ستر گرفتار کیے) پھر تمہارا یہ پوچھنا کہ اَنّٰی ھٰذَا کہتے ہو یہ کہاں سے آئی (اور یہ مصیبت کیوں آئی جبکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم میں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں) تو فرما دیجئے کہ وہ تمہاری ہی طرف سے آئی (اس لیے کہ تم نے ہمارے حبیب کی مرضی کے خلاف اول تو مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر اصرار کیا پھر وہاں پہنچ کر حضور کی شدید مخالفت کی۔ تم غنیمت حاصل کرنے کے لیے مرکز کو چھوڑ کر نکل پڑے یہ سبب نقائص کی وجہ سے تمہارے اوپر قتل و ہزیمت کی مصیبت آئی۔) بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے وہ چاہتا تو تمہیں امتحان میں نہ ڈالتا آگے اسی کی اور وضاحت فرمائی جا رہی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَآ اَصَابَکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰہِ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ ہ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا وَقِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوِ ادْفَعُوْا قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰکُمْ ھُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ لِلْاِیْمَانِ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاھِھِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یَکْتُمُوْنَ ہ اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِکُمُ الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ہ

اور وہ مصیبت جو تم پر آئی (یعنی احد میں) جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں (یعنی مومنین و مشرکین کی)
وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لیے کہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی۔
اور اس لیے کہ پہچان کرا دے ان کی جو منافق ہوئے اور ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو دفع کرو (یعنی عبد اللہ بن ابی بن سلول وغیرہ منافقین کو شریک کیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمن کا مقابلہ کریں یا اسے دفع کریں۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھا کر حفاظت دین کریں مگر ان سے حفاظت تو کیا ہو سکتی تھی وہ ظاہر کر دیے گئے کہ یہ مسلمان نہیں بلکہ درحقیقت منافق ہیں اگرچہ) بولے اگر ہم لڑائی جانتے کہ ہوگی تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب تھے اپنے منہ سے کہتے ہیں (یعنی ظاہرداری کرتے ہیں مگر) ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں (یعنی ان کی بے ایمانی نفاق پروری کا خدا کو علم ہے)
وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے (یعنی ہم قبیلہ برادری کے) بارے میں کہا اور آپ بیٹھے رہے کہ وہ ہمارا کہا مانتے (یعنی جہاد میں حضور کے ساتھ نہ جاتے) تو نہ مارے جاتے۔ فرما دیجئے تو اپنی ہی موت ٹال دو اگر سچے ہو (اسی دن ستر منافق گھر میں رہتے ہوئے مر گئے اور وہ اپنی جان نہ بچا سکے)

یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ جس دن دو فوجیں ملیں اور آپس میں مڈبھیڑ ہوئی۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے منافقوں کا سردار عبد اللہ بن ابی بن سلول تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر آیا اور واپس جانے لگا تو اسے کہا گیا کہ کہاں جاتے ہو۔ اگر مسلمان ہو تو اللہ کی راہ میں جہاد کرو یا کم از کم دشمن کے دفع کرنے میں شریک رہو تاکہ دشمن کے دلوں میں رعب رہے لیکن ان کے دل کا نفاق ظاہر ہو گیا۔

اس کے بعد شہداء احد کے حق میں مندرجہ ذیل آیت کریمہ کا نزول ہوا۔ اس اعتبار سے اس کا مورد خاص ہے لیکن حکم اس کا عام ہے اس لیے کہ یہ اصول ہے کہ مورد اگر خاص ہو تو جب تک کوئی مخصص نہ ہو اس کا حکم عام ہوتا ہے بنا بریں یہ فضیلت عام شہداء کے حق میں ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ
فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ
اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا
يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور نہ گمان کرو انہیں جو اللہ کی راہ میں مارے گئے مرا ہوا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو

ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا بدلہ مسلمانوں کا۔

شان نزول:۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت فضائل شہداء احد میں نازل ہوئی۔

امام ترمذی نے روایت کی کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دل شکستہ دیکھ کر فرمایا کیوں پریشان ہو؟ حضرت جابر نے عرض کی یا رسول اللہ میرے والد احد میں شہید ہو گئے وہ بہت مقروض اور بال بچے والے تھے جس کا بوجھ مجھ پر ہے۔

فرمایا کیا میں تم کو خوشخبری نہ دوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالٰی نے آج تک کسی کو بے حجاب کلام نہ فرمایا سوائے تمہارے والد کے ان کو اپنا دیدار بھی کرایا اور کلام بھی فرمایا۔ کہ اے میرے بندے مانگ۔ انہوں نے عرض کی کہ اے میرے رب مجھے دوبارہ زندہ کر اور دنیا میں بھیج تاکہ میں پھر تیری راہ میں جہاد کروں اور شہادت حاصل کروں۔

ارشاد ہوا کہ بعد موت ہم واپس دنیا میں نہیں بھیجتے۔ انہوں نے عرض کی کہ پھر ہماری راحت و سکون کی خبر دنیا والوں کو بھیج۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے بھائی غزوہ احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالٰی نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے قالب عطا فرمائے اور وہ جنت کی نہروں پر پرواز کرتے ہیں اور جنتی میوے کھاتے ہیں۔ طلائی قنادیل جو زیر عرش معلق ہیں ان میں رہتے ہیں۔

جب انہوں نے کھانے پینے اور رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جنت سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ و جہاد سے بیٹھ نہ رہیں۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (ابو داؤد)

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ارواح باقی ہیں جسم کے فنا کے ساتھ فنا نہیں ہوتیں اور زندوں کی طرح ان کی خورد و نوش سے وہ عیش کرتے ہیں۔

سیاق آیت کریمہ اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ آیت حیات روح و جسم دونوں کے لیے ہے۔ علماء نے فرمایا شہداء کے جسم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں مٹی انہیں خراب نہیں کرتی اور زمانہ صحابہ میں اور اس کے بعد سے اب تک بکثرت معائنہ ہوا ہے کہ اگر کبھی شہداء کی قبریں کھل گئیں تو ان کے جسم تر و تازہ پائے گئے (خازن وغیرہ)

اور فضل وکرامت ورحمت واحسان یہ ہے کہ موت کے بعد حیات دی۔ اپنا مقرب کیا جنت کا رزق دیا۔ نعمتیں عطا فرمائیں اور پچھلے لوگ جن کا وہ انتظار کر رہے ہیں وہ وہ ہیں جو ایمان وتقوے پر ہیں۔ جب شہید ہوں گے ان سے ملیں گے اور قیامت کے دن امن وچین واطمینان سے محشور ہوں گے۔

ترمذی، نسائی میں ہے کہ شہید کو قتل سے تکلیف نہیں ہوتی مگر اتنی جتنی کسی کو خراش لگے۔

بخاری ومسلم میں ہے کہ حضور نے فرمایا جس کسی کو راہ خدا میں زخم لگا وہ قیامت کے دن ایسا ہی آئے گا جیسے زخم لگنے کے وقت تھا اور اس کے خون میں مشک کی خوشبو ہوگی اور رنگ خون کا۔

مسلم شریف میں ہے کہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں سوائے حقوق العباد قرض وغیرہ کے۔

حضرت طلحہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غابہ (ایک جگہ کا نام ہے) کے لیے روانہ ہوا راستہ میں رات ہوگئی۔ میں نے عبداللہ بن عمرو کے مزار اقدس پر قیام کیا۔ رات کے حصہ میں میں نے قرآن کریم کی تلاوت کی آواز سنی اس آواز سے دلکش اور مؤثر میں نے آواز کبھی نہیں سنی۔ میں نے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا تو حضور نے فرمایا وہ عبداللہ ہی تھے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو قبض کر کے زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھ کر جنت میں رکھ دیا ہے جب رات ہوتی ہے تو ان کی ارواح ان کے جسموں میں آ کر اسی طرح تلاوت وذکر کرتی ہیں اور جب صبح ہوتی ہے تو اپنے مکانوں میں چلی جاتی ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے جب نہر نکالی تو وہاں شہداء احد کی قبریں تھیں جب ان کی قبروں کو کھولا گیا تو بالکل اسی طرح تر وتازہ تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت جابر کے والد کو انہوں نے اسی حال میں پایا کہ ان کا ہاتھ زخم پر تھا جب ہاتھ ہٹایا تو خون کا فوارہ جاری ہو گیا پھر ہاتھ رکھا گیا تو خون بند ہو گیا۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو قبر میں دیکھا کہ گویا وہ سو رہے ہیں اور کفن کی چادر بھی اپنی اصلی حالت میں تھی پاؤں پر جو گھاس رکھی تھی وہ بھی ویسی ہی تھی۔ حالانکہ ان کو چھیالیس سال ہو چکے تھے ان شہداء میں سے ایک صاحب کے پیر میں بعد شہادت پھاوڑا لگا اور وہ حضرت حمزہ تھے۔ پھاوڑا لگتے ہی خون جاری ہو گیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کی قبر سے جو مٹی نکلتی تھی اس میں سے خوشبو مہکتی تھی

حضرت عبید بن عمیر فرماتے ہیں کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم جنگ احد سے واپس ہوئے تو مصعب

بن عمیر جو شہید ہو چکے تھے ان کی قبر سے گذرے وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے اور ان کے واسطے دعا فرمائی پھر یہ آیت پڑھی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ اس کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ تعالے کے ہاں شہیدوں میں ہوں گے۔ دیکھو ان کی قبروں پر آکر ان کی زیارت کیا کرو اور سلام کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قیامت تک جو شخص بھی ان کو آکر سلام کہے گا یہ اس کا جواب دیا کریں گے۔

بامحاورہ ترجمہ تیرھواں (۱۳) رکوع آل عمران پ ۴

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۔

وہ جو اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کی نکو کاریوں اور پرہیز گاریوں کا بڑا ثواب ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔

وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ بیشک لوگوں نے اجتماع کیا ہے تمہارے لیے تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوا اور کہا ہم کو اللہ کافی ہے اور بہتر کارساز ہے۔

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۔

تو پلٹے اللہ کے احسان اور فضل سے نہ پہنچی انہیں کوئی تکلیف اور اللہ کی رضا میں چلے اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔

وہ تو شیطان ہی ہے کہ اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ہو ایمان والے۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔

اور (اے محبوب) نہ غمگین کریں تمہیں ان کا کفر میں دوڑنا بے شک وہ اللہ کا نہ بگاڑ سکیں گے کچھ اللہ چاہتا ہے کہ نہ رکھے ان کا آخرت میں کوئی حصہ اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ

وہ جنہوں نے خریدا ایمان کے بدلے کفر ہرگز نہ بگاڑ

لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ؕ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

سکیں گے اللہ کا کچھ۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِھِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ۝

اور نہ گمان میں رہیں کافر جو ہم نے انہیں ڈھیل دی بہتر ہے ان کے لیے ہم نے تو اسی لیے انہیں ڈھیل دی کہ گناہوں میں اور برائیوں میں بڑھیں اور ان کیلئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔

مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ؕ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝

نہیں ہے اللہ کہ چھوڑے مومنین کو اس حال پر جس پر تم ہو حتی کہ جدا کر دے گندے کو پاک سے اور نہیں ہے اللہ کہ تمہیں سب کو مطلع کر دے غیب پر ہاں لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ ؕ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ؕ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝

اور نہ گمان کریں جو بخل کرتے ہیں اس سے جو اللہ نے دی انہیں اپنے فضل سے بہتر ہے ان کے لیے بلکہ وہ برا ہے ان کے لیے بہت جلد ہی ان کے گلے میں طوق ہوگا جس میں وہ بخل کیا قیامت کے دن اور اللہ وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔

لفظی ترجمہ

اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	اِسْتَجَابُوْا۔ بلانے پر آئے	لِلّٰہِ۔ اللہ	وَ۔ اور
اَلرَّسُوْلِ۔ رسول کے	مِنْ بَعْدِ۔ بعد اسکے	مَا۔ جو	اَصَابَھُمُ۔ پہنچا انہیں
اَلْقَرْحُ۔ زخم	لِلَّذِیْنَ۔ انکے لیے جو	اَحْسَنُوْا۔ اچھے ہوئے	مِنْھُمْ۔ ان سے
وَ۔ اور	اتَّقَوْا۔ پرہیزگار ہوئے	اَجْرٌ۔ اجر	عَظِیْمٌ۔ بڑا

اَلَّذِیْنَ ۔ وہ جن کو	قَالَ ۔ کہا	لَھُمُ ۔ ان کو	النَّاسُ ۔ لوگوں نے
اِنَّ ۔ بیشک	النَّاسَ ۔ لوگ	قَدْ ۔ یقیناً	جَمَعُوْا ۔ اکٹھے ہوچکے
لَکُمْ ۔ تمہارے لیے	فَاخْشَوْ ۔ تو ڈرو	ھُمْ ۔ ان سے	فَزَادَ ۔ تو زیادہ ہوا
ھُمْ ۔ ان کا	اِیْمَانًا ۔ ایمان	وَ ۔ اور	قَالُوْا ۔ بولے
حَسْبُنَا ۔ کافی ہے ہم کو	اللّٰہُ ۔ اللہ	وَ ۔ اور	نِعْمَ ۔ اچھا ہے
الْوَکِیْلُ ۔ کارساز	فَانْقَلَبُوْا ۔ تو پلٹے وہ	بِنِعْمَۃٍ ۔ نعمت	مِّنَ اللّٰہِ ۔ اللہ سے
وَ ۔ اور	فَضْلٍ ۔ فضل کے ساتھ	لَمْ ۔ نہ	یَمْسَسْھُمْ پہنچی ان کو
سُوْٓءٌ ۔ کوئی تکلیف	وَ ۔ اور	اتَّبَعُوْا ۔ پیروی کی	رِضْوَانَ ۔ رضامندی
اللّٰہِ ۔ اللہ کی	وَ ۔ اور	اللّٰہُ ۔ اللہ	ذُوْ ۔ صاحب
فَضْلٍ ۔ فضل	عَظِیْمٍ ۔ بڑے کا ہے	اِنَّمَا ۔ اسکے سوا نہیں	ذٰلِکُمُ ۔ یہ
الشَّیْطٰنُ ۔ شیطان ہے	یُخَوِّفُ ۔ ڈراتا ہے	اَوْلِیَآءَہٗ ۔ اپنے دوستوں کو	فَلَا ۔ تو نہ
تَخَافُوْھُمْ خوف کرو تم ان سے		وَ ۔ اور	خَافُوْنِ ۔ مجھ سے ڈرو
اِنْ ۔ اگر	کُنْتُمْ ۔ ہو تم	مُّؤْمِنِیْنَ ۔ ایمان والے	وَ ۔ اور
لَا ۔ نہ	یَحْزُنْکَ غمگین کریں تم کو		الَّذِیْنَ ۔ وہ جو
یُسَارِعُوْنَ ۔ دوڑے	فِیْ ۔ بیچ	الْکُفْرِ ۔ کفر کے	اِنَّھُمْ ۔ بیشک وہ
لَنْ ۔ ہرگز نہ	یَّضُرُّوا نقصان پہنچا سکیں گے		اللّٰہَ ۔ اللہ کو
شَیْئًا ۔ کچھ	یُرِیْدُ ۔ چاہتا ہے	اللّٰہُ ۔ اللہ	اَلَّا ۔ یہ کہ نہ
یَجْعَلَ ۔ بنائے	لَھُمْ ۔ ان کا	حَظًّا ۔ حصہ	فِی ۔ بیچ
الْاٰخِرَۃِ ۔ آخرت کے	وَ ۔ اور	لَھُمْ ۔ ان کے لیے	عَذَابٌ ۔ عذاب ہے
عَظِیْمٌ ۔ بڑا	اِنَّ ۔ بیشک	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	اشْتَرَوُا ۔ خریدیں
الْکُفْرَ ۔ کفر کو	بِالْاِیْمَانِ ۔ ایمان کے بدلے	لَنْ ۔ ہرگز نہ	یَّضُرُّوا ۔ تکلیف دیں گے
اللّٰہَ ۔ اللہ کو	شَیْئًا ۔ کچھ بھی	وَ ۔ اور	لَھُمْ ۔ ان کے لیے
عَذَابٌ ۔ عذاب ہے	اَلِیْمٌ ۔ دردناک	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ
یَحْسَبَنَّ ۔ خیال کریں	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	کَفَرُوْا ۔ کافر ہیں	اَنَّمَا ۔ کہ جو
نُمْلِیْ مہلت دی ہے جنہیں	لَھُمْ ۔ ان کو	خَیْرٌ ۔ بہتر ہے	لِّاَنْفُسِھِمْ ۔ ان کے لیے

اِنَّمَا۔ اس کے سوا نہیں — نُمْلِیْ۔ ہم مہلت دیتے ہیں — لَھُمْ۔ ان کو — لِیَزْدَادُوْا۔ تاکہ بڑھالیں
اِثْمًا۔ گناہ — وَ۔ اور — لَھُمْ۔ ان کے لیے — عَذَابٌ۔ عذاب ہے
مُّھِیْنٌ۔ رسوا کرنے والا — مَا۔ نہیں — کَانَ۔ ہے — اللّٰہُ۔ اللہ
لِیَذَرَ۔ کہ چھوڑ دے — الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کو — عَلٰی۔ اوپر — مَا۔ اسکے جو
اَنْتُمْ۔ تم ہو — عَلَیْہِ۔ اس پر — حَتّٰی۔ یہاں تک کہ — یَمِیْزَ۔ الگ کر دے
الْخَبِیْثَ۔ پلید کو — مِنَ الطَّیِّبِ۔ پاک سے — وَ۔ اور — مَا۔ نہیں
کَانَ۔ ہے — اللّٰہُ۔ اللہ — لِیُطْلِعَکُمْ۔ کہ خبردار کرے تم کو
عَلَی۔ اوپر — الْغَیْبِ۔ غیب کے — وَ۔ اور — لٰکِنَّ۔ لیکن
اللّٰہَ۔ اللہ — یَجْتَبِیْ۔ چن لیتا ہے — مِنْ رُّسُلِہٖ۔ اپنے رسولوں میں سے
مَنْ۔ جسے — یَّشَآءُ۔ چاہے — فَاٰمِنُوْا۔ تو ایمان لاؤ — بِاللّٰہِ۔ اللہ پر
وَ۔ اور — رُسُلِہٖ۔ اسکے رسولوں پر — وَ۔ اور — اِنْ۔ اگر
تُؤْمِنُوْا۔ تم ایمان لاؤ — وَ۔ اور — تَتَّقُوْا۔ پرہیزگاری کرو — فَلَکُمْ۔ تو تمہارے لیے
اَجْرٌ۔ اجر ہے — عَظِیْمٌ۔ بڑا — وَ۔ اور — لَا۔ نہ
یَحْسَبَنَّ۔ خیال کریں — الَّذِیْنَ۔ وہ جو — یَبْخَلُوْنَ۔ بخل کرتے ہیں — بِمَا۔ اس سے جو
اٰتٰھُمُ۔ دیا ان کو — اللّٰہُ۔ اللہ نے — مِنْ فَضْلِہٖ۔ اپنے فضل سے
ھُوَ۔ وہ — خَیْرًا۔ بہتر ہے — لَّھُمْ۔ ان کے لیے — بَلْ۔ بلکہ
ھُوَ۔ وہ — شَرٌّ۔ برا ہے — لَّھُمْ۔ ان کے لیے — سَیُطَوَّقُوْنَ۔ جلد ہی طوق
ڈالے جائیں گے — مَا۔ جو — بَخِلُوْا۔ بخل کیا — بِہٖ۔ اسکے ساتھ
یَوْمَ۔ دن — الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے — وَ۔ اور — لِلّٰہِ۔ اللہ ہی کی
مِیْرَاثُ۔ ملکیت ہے — السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں — وَ۔ اور — الْاَرْضِ۔ زمین میں
وَ۔ اور — اللّٰہُ۔ اللہ — بِمَا۔ ساتھ اس کے جو — تَعْمَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو
خَبِیْرٌ۔ خبردار ہے۔

مختصر تفسیر تیرھواں رکوع سورۃ آل عمران پ۴

الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ وَاتَّقَوْا

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

وہ جو اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر آئے بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکا تھا۔ ان کے نیک لوگوں اور پرہیزگاروں کے لیے بڑا ثواب ہے وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے اجتماع کیا ہے تمہارے لیے تو ڈرو ان سے تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوا اور کہنے لگے ہم کو کافی ہے اللہ اور وہ بہترین وکیل ہے تو لوٹے وہ اللہ کی نعمت اور فضل سے انہیں کوئی برائی نہ پہنچی اور اللہ کی رضا پر چلے اور اللہ بڑے فضل والا ہے وہ تو شیطان ہی ہے کہ اپنے دوستوں کو خوف دلاتا ہے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

شانِ نزول

اس آیت کریمہ میں مختلف روایات ہیں۔ صحیح اور قوی روایت یہ ہے کہ پندرہ شوال کو احد کی جنگ ختم ہوئی۔ ابو سفیان اپنے رفقاء کے ساتھ جب مقام روحاء پر پہنچا تو حسرت سے کہنے لگا کہ ہم نے جیتا ہوا میدان چھوڑ دیا اور ان قیدیوں کو بھی ہمراہ نہ لائے جو ہمارے قبضہ میں تھے یہ بڑی غلطی کی۔

یہ سوچ کر انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف رخ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اس کا علم ہوا تو حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ صرف وہی مجاہد جو غزوۂ احد میں تھے ابو سفیان اور اس کے لشکر کے مقابلہ کے لیے نکلیں۔

یہ حکم ملتے ہی غازیان اسلام بپھرے شیروں کی طرح میدان کے لیے نکل آئے۔ ان میں اکثر صحابہ کرام زخمی حالت میں تھے بعض اپنے زخموں پر مرہم پٹی بھی نہ کر سکے تھے ایک زخمی دوسرے زخمی کا سہارا لے کر چلتے بعض اس قدر کمزور اور زخمی تھے کہ پیدل نہ چل سکتے تھے ان کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر میدان میں لائے ان کی تعداد ستر کے قریب تھی جن میں حضرت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ سعید۔ عبدالرحمن بن عوف۔ حذیفہ بن یمان۔ ابو عبیدہ بن جراح اور عبداللہ بن مسعود بھی تھے۔

جو حضرات رہ گئے تھے وہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رہے تھے جیسے حضرت جابر کو حکم فرمایا تھا کہ تمہارے والد کل شہید ہو چکے ہیں اور تمہاری سات یتیم بہنیں ہیں انہیں سنبھالو۔

جانثاران اسلام کا یہ قافلہ مدینہ سے روانہ ہوا اور شام تک منزل حمراء الاسد تک پہنچ گیا یہ منزل مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ بعض نے کہا کہ تین میل ہے۔ اصل میں یہ دونوں مختلف راستے ہیں ایک طرف سے

آٹھ میل دوسرے سے تین میل۔ ان جان نثاروں کو معبد بن ابی معبد خزاعی نے دیکھا تو ابوسفیان کو کہا کہ میں نے اس شان کے مجاہد اور جان نثار آج تک نہیں دیکھے اگر تیرا مقابلہ ہوگیا تو تجھ کو نیست و نابود کر دیں گے۔ صفوان بن امیہ نے ابوسفیان سے کہا کہ مکہ واپس چلو تمام کفار صفوان کے ہمزبان ہوگئے اور مکہ کو واپس چلے گئے۔

سرکار دوعالم نور مجسم صلے اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک منزل حمراء الاسد میں قیام کیا جب کوئی مقابل نہ آیا تو بخیریت فاتحانہ شان سے مدینہ واپس تشریف لے آئے اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس غزدہ کا نام غزوۂ حمراء الاسد رکھا گیا۔ روح المعانی

دوسری روایت یہ ہے۔ عکرمہ مجاہد کا قول ہے کہ آیت کریمہ غزوہ بدر صغری کے موقع پر نازل ہوئی۔

غزوہ احد سے واپسی پر ابوسفیان نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ آئندہ سال بدر میں تم سے ملیں گے۔ حضرت فاروق اعظم نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ابوسفیان کو جواب دیا تھا کہ ان شاء اللہ ضرور دو دو ہاتھ ہونگے چنانچہ دوسرے سال ابوسفیان سامان جنگ فراہم کرنے میں مصروف ہوگیا۔ قریش مکہ کو مکہ سے نکلنے کی ترغیب دینے لگا۔

نعیم بن مسعود اشجعی نے جو مدینہ سے مکہ پہنچا تھا ابوسفیان اور قریش کو شوکت اسلام اور سامان حرب کے متعلق بتایا کہ لشکر اسلام سے مدینہ اس طرح کھچا کھچ بھرا ہوا ہے جیسے انار دانوں سے بھرا ہوتا ہے۔

ابوسفیان نے نعیم بن مسعود اشجعی سے ملاقات کی اور کہا کہ ہم نے غزوہ احد کے بعد وعدہ کیا تھا لیکن اس سال قحط اور خشک سالی نے ہمارے جانوروں کو چارہ سے محروم کر دیا لہٰذا تم مدینہ منورہ جا کر جان نثاران محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خوفزدہ کر دو تاکہ وہ جنگ کا ارادہ ملتوی کر دیں اگر تو نے یہ کام کر دیا تو ہم تجھے سہ سالہ بیس اونٹ دے دیں گے۔

نعیم مدینہ پہنچا اور اپنے سر کو منڈا کر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ عمرہ کر کے آیا ہے اس نے جان نثاران اسلام کو قریش کی تیاریوں اور ان کی شان و شوکت کے بارے میں بتایا اور مشورہ دیا کہ وہ مدینہ سے نہ نکلیں کچھ حضرات نے نعیم کی اس بات سے گرانی محسوس کی اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ شاید اب مسلمان مدینہ سے باہر قدم نہ رکھیں گے حضور نے مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ کو خلیفہ مقرر فرمایا علم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو عنایت فرمایا پندرہ سو مجاہدین کو ساتھ لے کر تشریف لے چلے۔ اس لشکر میں دس گھوڑے اور بہت سامان غنیمت تھا وہاں آٹھ روز تک قیام فرمایا

ابوسفیان دو ہزار اشقیا لے کر مکہ سے چلا تھا جس میں پچاس گھوڑے تھے جب منزل مر الظہران جو کہ مکہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے پہنچ کر یہ بہانہ کرتا ہوا واپس ہوا کہ جنگل خشک ہیں جانوروں کے لیے چارہ اور لوگوں

کے لیے دو دھ میسر نہیں ہے۔ حقیقتاً اس پر اسلام کا رعب طاری ہو گیا تھا کہ بھاگتے ہوئے ستو راستے میں پھینک گئے تھے۔ اس کا تذکرہ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ میں کیا گیا۔

یہ حال دربار رسالت تک پہنچا۔ حضور نے فرمایا قسم بخدا میں ضرور جاؤں گا چاہے میرے ساتھ ایک بھی نہ ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ستر سوار لے کر حسبنا اللہ و نعم الوکیل پڑھتے روانہ ہوئے۔ بدر میں پہنچ کر آٹھ شب قیام فرمایا۔ مال تجارت ساتھ تھا اسے فروخت کیا خوب نفع ہوا اور سالم و غانم مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے جنگ نہیں ہوئی۔

چونکہ ابو سفیان اور اہل مکہ خوف زدہ ہو کر مکہ کو واپس ہو چکے تھے اس وجہ سے کوئی مقابلہ میں آیا ہی نہیں اس واقعہ کو اس آیۂ کریمہ میں ظاہر فرمایا گیا کہ اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہونے والے تجارت کا نفع حاصل کرنیوالے وہی ہیں جو خدا اور رسول کی آواز پر لبیک کہیں۔ دشمن کے مقابلہ کے لیے جرأت سے نکلیں اور فضل الٰہی سے بلا جنگ جہاد کا اجر لے کر واپس ہوں۔

اور یہ سب کچھ اسی صاحب فضل عظیم رب کریم کا کرم تھا۔ جس نے انہیں اطاعت کی توفیق دی اور مشرکوں کے دلوں میں خوف و ہراس ڈال دیا۔ رہا منافق نعیم بن مسعود بن اشجعی یہ مسلمانوں کو خوف دلاتا ہی رہا۔ مگر منافق و مشرکین جو اولیاء الشیطان تھے وہی پسپا ہوئے اس لیے کہ انہیں خوف علل و اسباب کا ہوتا ہے اور مسلمان کو خدا کا ہی خوف ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو لوگوں نے کہا تھا۔ اَلَّذِيْنَ سے مراد صحابہ کرام مجاہدین اسلام ہیں اَلنَّاسُ سے نعیم بن مسعود اشجعی ہیں۔ اگرچہ کہنے والا ایک شخص تھا لیکن راضی تمام کفار و مشرکین تھے اس لیے الناس ارشاد فرمایا اس سے ابو سفیان وغیرہ مراد ہیں۔

جَمَعُوْا۔ اکٹھا کرنا۔

فَاخْشَوْهُمْ۔ خشیت۔ خوف۔ خشیت اس ڈر کو کہتے ہیں جس میں خشوع خضوع ہو۔

لَا تَخَافُوْهُمْ۔ ان سے بالکل نہ ڈرو۔

فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا۔ نعیم کی یہ خبر صحابہ کرام کے لیے زیادتی ایمان کا باعث بنی۔ یہ کمال ایمان ہے۔

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ حسب کے معنی کافی ہونا۔ وکیل کے معنی سپرد کرنا۔ صحابہ نے کہا کہ کفار کی ہم کو پرواہ نہیں۔ ہمارا رب ہمیں کافی ہے۔ وہ بہترین کارساز ہے۔

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ۔ وہ حضرات روانہ ہوگئے۔ میدان میں پہنچ گئے۔ قیام کیا پھر لوٹے اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ۔ نعمت سے مراد عافیت اور فضل سے مراد تجارتی نفع۔

لَمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۔ کوئی تکلیف ان کے قریب نہ آئی۔
وَاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۔ اتباع ۔ پیچھے چلنا۔ رضوان ۔ رضاء کا مصدر ہے۔ یہ حضرات مدینہ منورہ سے مدینہ منورہ تک جانے آنے۔ کھانے پینے۔ تجارت کرنے نفع کمانے ہر حال میں اللہ تعالے کی رضاء کے تابع رہے اور اللہ تعالے ان سے راضی ہوا۔
وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَظِیْمٍ ۔ اللہ تعالے سب پر بڑے ہی فضل وکرم والا ہے۔
اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ ۔ ذٰلکم اسم اشارہ ہے یعنی کفار مکہ ہیں۔ شیطان سے مراد ابلیس ہے یہ لوگ ڈرانے والے یا کہلا کر بھیجنے والے سرداران قریش۔
یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۔ یخوف بمعنی ڈرانا۔ تم کو اپنے کفار سے ڈراتا ہے۔
فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔ اے صحابہ کرام۔ ایمان والو تم مجھ سے ہی ڈرنا۔ ان کے ڈرانے سے مطلقاً خوف نہ کرنا میں تمہارے لیے کافی ہوں یہ تمام خطاب اپنے صحابہ کرام سے ہے جو بدر صغری میں شریک ہوئے۔
اس کے بعد سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ مشرکین وکفار کتنی ہی تیاریاں کریں آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے چنانچہ ارشاد ہے۔
وَلَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْئًا ۔ یُرِیْدُ اللّٰهُ اَلَّا یَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝
اور اے محبوب تمہیں غمگین نہ کرے (ان کا رویہ) جو دوڑ رہے ہیں کفر کی طرف وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے (خواہ وہ کفار قریش ہوں یا منافقین یا رؤساء یہود یا مرتدین یا مرزائی وہ آپ کے مقابلہ کے لیے کتنے ہی لشکر جمع کریں کامیاب نہ ہوں گے) اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہ ہو سکے (اس میں قدریہ معتزلہ فرقہ کا رد ہے اور یہ آیت اس امر پر دلیل ہے کہ خیر وشر بارادہ الٰہی ہے مشیت بغیر کچھ نہیں ہوتا) اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔
حُزْن ۔ کے معنی غمگین ہونا یا کرنا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی حرکات سے سخت رنج اور غم ہوتا تھا
اَلَّذِیْنَ سے مراد منافقین مرتدین کفار ہیں
یُسَارِعُوْنَ ۔ دوڑتے ہیں۔ سرعت۔ تیزی کے معنی میں آتا ہے یعنی جلدی کرتے ہیں یعنی اے محبوب وہ لوگ آپ کو غمگین نہ کریں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں اور اسلام کو چھوڑ دیتے ہیں۔

إِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا - یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر فرمایا اور اپنے محبوب مومنین مراد لیے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام۔ شَيْئًا - نکرہ فرما کر تمام نقصانات کی نفی فرمادی کہ یہ کبھی بھی کچھ نقصان نہ دے سکیں گے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ لَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ - يَجْعَلَ اس کے معنی پیدا کرنا۔ حَظّ کے معنی ہیں حصہ آخرۃ سے مراد دنیاوی زندگی کے بعد کا عالم برزخ یعنی اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ انہیں قبر حشر میں اللہ کی رحمت سے کوئی حصہ نہ ملے گا۔ کیونکہ ایمان سے یہ حصہ ملتا ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ - انہیں اس قدر بڑا عذاب ملے گا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکے۔ امام قفال فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول۔

منافقین مرتدین ہیں جو وقتاً فوقتاً مسلمانوں کو پریشان کرتے تھے اور کفر میں جلدی کرتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر طعن و تشنیع کرتے ہیں جیسے کعب بن اشرف وغیرہ کے بارے میں ہوا۔ (روح المعانی)

آگے مرتدین کے متعلق ارشاد ہے۔ یعنی جو مسلمان ہو کر کلمہ پڑھ کر بے ایمان ہوئے۔ وہ دردناک عذاب کے مستحق ہیں اور انہیں جو ڈھیل دی گئی ہے اسے وہ اپنی کامیابی نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے ذخیرہ معاصی کو بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے تاکہ عذاب الٰہی سے کسی طرح نہ بچ سکیں چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۔

وہ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر خرید لیا یعنی منافقین جو کلمہ ایمان پڑھنے کے بعد کافر ہو گئے یا وہ جو باوجود قادر ہونے کے کافر ہی رہے اور ایمان نہ لائے) وہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور نہ گمان کریں کافر کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لیے بھلا ہے ہم تو اس لیے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ اور گناہ میں بڑھیں (خوف عناد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کر کے اپنا نامہ عمل اور سیاہ کر رہے ہیں۔

اِشْتَرَوْا - انہوں نے مول لیا اس کے معنی خرید نا انہوں نے ایمان و یقین کو چھوڑ کر کفر اختیار کیا۔ علماء یہود حضور نبی آخر الزمان سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی لوگوں کو بشارتیں دیتے تھے مصیبتوں میں آپ کے وسیلے سے دعائیں مانگتے تھے۔ جب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو انھوں نے حسد و عناد سے مخالفت کی۔ (تفسیر کبیر)

حدیث میں ہے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضور کون شخص اچھا ہے فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور اعمال صالح۔ عرض کیا گیا اور بدتر کون ہے؟ فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور اعمال ظالم اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ یہاں چند باتیں واضح فرمائی گئیں۔

اول یہ کہ مومن کافر کے مابین اللہ تعالے امتیاز کرے گا۔ اور ملا جلا نہ رہنے دیگا۔

دوسرے یہ کہ علم تمیز کے لیے رسولوں میں ذات مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء بالخصوص مختص ہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۔

نہیں اللہ کہ چھوڑ دے مومنین کو اس حال میں جس پر تم ہو جب تک تمیز نہ کر دے خبیث لوگوں کی پاک لوگوں سے اور نہیں ہے اللہ کہ تم کو مطلع کر دے غیب پر لیکن چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ تعالے اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگار بنو تو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں اہل ایمان اور منافقین اسلام کے مابین امتیاز کا اعلان فرمایا اور بتایا کہ ہم نے مومن مخلص کے احوال پر حضور کو مطلع فرما کر منافق کی اندرونی حالت ظاہر فرما دی اور دونوں میں امتیاز فرمانے کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا۔

شان نزول:۔ آیۂ کریمہ کا یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے خلقت کی آفرینش سے قبل جبکہ میری امت مٹی کی صورتوں میں تھی میرے آگے پیش کی گئی جس طرح آدم صفی اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا ہر اس شخص کا جو مجھ پر ایمان لائے گا اور جو کفر کرے گا۔

یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انہوں نے استہزاء کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان ہے کہ وہ سب کچھ جانتے ہیں حتیٰ کہ جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے اس کو بھی پہچانتے ہیں کہ کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا حالانکہ ہم ان کے سامنے ہیں وہ ہمیں نہیں جانتے کہ ہم میں کون ان پر صحیح ایمان لایا ہے۔

اس پر سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر قیام فرمایا اور حمد و ثنا کے بعد خطبہ دیا اور فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس سے کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دوں۔

اس پر عبد اللہ بن حذافہ سہمی اٹھا اور بولا حضور میرا باپ کون ہے؟ حضور نے فرمایا حذافہ۔
پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور انہوں نے عرض کیا حضور ہم اللہ کی ربوبیت اور آپ کی رسالت اور دین اسلام پر راضی ہوئے ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں حضور نے فرمایا فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ ۔ کیا تم باز آؤ گے کیا تم باز آؤ گے پھر حضور منبر سے اتر آئے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کی تمام اشیاء کا علم عطا فرمایا گیا اور حضور کے علم میں طعن کرنا وسعت علم پر نقص نکالنا یہ شیوۂ منافقین ہے اور وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ سے یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ اگرچہ علم بقدر مرتبہ تمام انبیاء کو ملا مگر جو رسولوں میں مجتبیٰ ہے جو انبیاء میں برگزیدہ رسول ہے اسے اللہ تعالیٰ علم غیب عطا فرماتا ہے۔ پھر سید انبیاء حبیب خدا تو تمام رسولوں میں سب سے اعلیٰ و اولیٰ و افضل و اعلم ہیں انہیں جتنا بھی علم عطا ہو وہ کم ہے۔

اور پھر علم غیب بذاتہ خود ایک معجزہ ہے اور معجزات انبیاء مسلم ہیں۔ اس کے بعد آیتوں میں بخل کی مذمت اور بخیل کے لیے وعید شدید کا بیان ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○

اور نہ گمان کریں وہ جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی۔ کہ وہ ان کے لیے بہتر ہے بلکہ وہ ان کے لیے بری ہے۔ عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن انکے گلے کا طوق ہوگا۔ اور اللہ وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ کا فاعل یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں یا قرآن پاک کا قاری ہے یعنی اے محبوب یا اے قاری قرآن ان لوگوں کے بخل کو ان کے حق میں بہتر نہ سمجھو۔

بخل کے معنی

بخل کے معنی میں اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ واجب کا ادا نہ کرنا بخل ہے اس لیے بخل پر شدید وعیدیں آئی ہیں چنانچہ اس آیت کریمہ میں بھی ایک وعید ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ بخل اور بدخلقی یہ دو خصلتیں ایماندار میں جمع نہیں ہوتیں (ترمذی)

اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہاں بخل سے زکوٰۃ کا نہ دینا مراد ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ جس کو اللہ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی روز قیامت وہ مال سانپ بن کر

اس کو طوق کی طرح پہنے گا اور ڈسے گا اور کہیگا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں اور جبکہ سب کچھ اللہ کا ہے اور باقی کی ملک باطل ہے تو سخت نادانی ہے کہ اس مال فنا پا ئیدار پر بخل کیا جائے اور راہ خدا میں نہ دیا جائے۔

سَیُطَوَّقُوْنَ۔ طوق سے بنا۔ طوق ہر وہ چیز جو گلے میں ڈالی جائے خواہ قدرتی ہو یا مصنوعی۔

مَا بَخِلُوْا سے وہ مال مراد ہے جس میں بخل کیا گیا

یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے دن بخیل کی پردہ پوشی نہ ہوگی بلکہ اس طوق کے ذریعہ اسے رسوا کیا جائے گا۔

وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میراث۔ وارث کی چیز کا دوسرے کی طرف بغیر کسی عقد کے منتقل ہو جانا وراثت کہلاتا ہے۔ آسمان اور زمین کی تمام چیزیں اللہ کی ملک ہیں۔

وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ جو کچھ تم سخاوت کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چودھواں رکوع سورۃ آل عمران پ ۴

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ سَنَکْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَہُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۝

بیشک اللہ نے سنا انہیں جنہوں نے کہا اللہ محتاج ہے اور ہم غنی اب ہم لکھ رکھیں گے جو انہوں نے کہا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا اور کہیں گے ہم چکھو عذاب جلانے والا۔

ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ وَاَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝

یہ بدلہ ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور بیشک اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

اَلَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ اِلَیْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْکُلُہُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَکُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْہُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

وہ جو کہتے ہیں کہ بے شک اللہ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی نہ لائے جسے آگ کھائے فرما دیجئے بیشک آچکے ہیں مجھ سے پہلے بہت رسول کھلی نشانیاں لے کر اور اس کے ساتھ جو تم کہتے ہو تو کیوں قتل کیا تم نے انہیں اگر تم سچے ہو۔

فَاِنْ کَذَّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَ

تو اگر وہ جھٹلائیں تو تم سے پہلے رسول بھی جھٹلائے گئے تم سے پہلے جو آئے تھے صاف نشانیاں اور

اَلْکِتٰبِ الْمُنِیْرِ ۝

صحیفے اور روشن کتاب لے کر۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝

ہر جان کو ذائقہ موت چکھنا ہے اور تم کو تو پورا بدلہ قیامت کے دن ملے گا تو جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا اور دنیا کی زندگی نہیں مگر یہی دھوکہ کا مال ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ۫ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَذًی کَثِیْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

بے شک ضرور تمہاری آزمائش ہوگی تمہارے مال اور جان سے اور بیشک تم ان کی سنو گے جنہیں کتاب دی گئی تم سے پہلے اور مشرکوں سے برائیاں بہت کچھ اور اگر صبر کرو اور تقویٰ تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَهٗ ؗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ۝

اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور بیان کر دینا لوگوں سے اور نہ اسے چھپانا تو انہوں نے ڈال دیا اسے پس پشت اور خرید لیا اس کے بدلے ذلیل مال تو برا ہے جو انہوں نے خریدا۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

نہ گمان کریں وہ جو خوش ہو رہے ہیں اس پر جو حاصل کیا اور پسند کرتے ہیں یہ کہ تعریف کیے جائیں جو نہیں کیا تو نہ سمجھو انہیں دور عذاب سے اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

اور اللہ کے لیے ہے ملکیت آسمانوں اور زمین کی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

لفظی ترجمہ

لَقَدْ۔ بیشک	سَمِعَ۔ سنی	اللّٰهُ۔ اللہ نے	قَوْلَ۔ بات
الَّذِیْنَ۔ ان کی جو	قَالُوْا۔ بولے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ

فَقِیْرٌ۔ محتاج ہے	وَّ۔ اور	نَحْنُ۔ ہم	اَغْنِیَاءُ۔ غنی ہیں
سَنَكْتُبُ۔ جلدی لکھیں گے ہم		مَا۔ جو	قَالُوْا۔ انہوں نے کہا
وَ۔ اور	قَتْلَهُمُ۔ قتل کرنا ان کا	الْاَنْبِیَاءَ۔ نبیوں کو	بِغَیْرِ۔ بغیر
حَقٍّ۔ حق کے	وَّ۔ اور	نَقُوْلُ۔ ہم کہیں گے	ذُوْقُوْا۔ چکھو
عَذَابَ۔ عذاب	الْحَرِیْقِ۔ جلنے کا	ذٰلِكَ۔ یہ	بِمَا۔ بدلہ ہے اس کا جو
قَدَّمَتْ۔ آگے بھیجا	اَیْدِیْكُمْ۔ تمہارے ہاتھوں نے		وَ۔ اور
اَنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	لَیْسَ۔ نہیں ہے	بِظَلَّامٍ۔ ظلم کرنے والا
لِّلْعَبِیْدِ۔ بندوں پہ	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	قَالُوْا۔ بولے	اِنَّ۔ بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ نے	عَهِدَ۔ عہد لیا	اِلَیْنَا۔ ہم سے	اَلَّا۔ یہ کہ نہ
نُؤْمِنَ۔ ایمان لائیں ہم	لِرَسُوْلٍ۔ کسی رسول پہ	حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	یَاْتِیَنَا۔ لائے ہمارے پاس
بِقُرْبَانٍ۔ قربانی	تَاْكُلُهُ۔ کہ کھائے اس کو	النَّارُ۔ آگ	قُلْ۔ کہہ دیجئے
قَدْ۔ بیشک	جَآءَ۔ آئے	كُمْ۔ تمہارے پاس	رُسُلٌ۔ رسول
مِّنْ قَبْلِیْ۔ اس سے پہلے	بِالْبَیِّنٰتِ۔ دلائل کے ساتھ	وَ۔ اور	بِالَّذِیْ۔ وہ لے کر جو
قُلْتُمْ۔ تم نے کہا	فَلِمَ۔ پھر کیوں	قَتَلْتُمُوْ۔ قتل کیا تم نے	هُمْ۔ ان کو
اِنْ۔ اگر	كُنْتُمْ۔ ہو تم	صٰدِقِیْنَ۔ سچے	فَاِنْ۔ پھر اگر
كَذَّبُوْ۔ جھٹلائیں	كَ۔ تجھ کو	فَقَدْ۔ تو بیشک	كُذِّبَ۔ جھٹلائے گئے
رُسُلٌ۔ رسول	مِّنْ قَبْلِكَ۔ آپ سے پہلے	جَآءُوْ۔ لائے وہ	بِالْبَیِّنٰتِ۔ دلائل
وَ۔ اور	الزُّبُرِ۔ صحیفے	وَ۔ اور	الْكِتٰبِ۔ کتاب
الْمُنِیْرِ۔ روشن	كُلُّ۔ ہر	نَفْسٍ۔ جی	ذَآئِقَةُ۔ چکھنے والا ہے
الْمَوْتِ۔ موت کو	وَ۔ اور	اِنَّمَا۔ اس کے سوا نہیں کہ	تُوَفَّوْنَ۔ پورا دیے جاؤ گے تم
اُجُوْرَكُمْ۔ اپنا بدلہ	یَوْمَ۔ دن	الْقِیٰمَةِ۔ قیامت کے	فَمَنْ۔ پھر جو
زُحْزِحَ۔ بچایا گیا	عَنِ النَّارِ۔ آگ سے	وَ۔ اور	اُدْخِلَ۔ داخل کیا گیا
الْجَنَّةَ۔ جنت میں	فَقَدْ۔ تو بیشک	فَازَ۔ وہ کامیاب ہوا	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	الْحَیٰوةُ۔ زندگی	الدُّنْیَا۔ دنیا کی	اِلَّا۔ مگر
مَتَاعُ۔ سامان	الْغُرُوْرِ۔ دھوکے کا	لَتُبْلَوُنَّ۔ ضرور آزمائے جاؤ گے تم	فِیْ۔ بیچ

اَمْوَالِکُمْ۔ اپنے مالوں کے　وَ۔ اور　اَنْفُسِکُمْ۔ اپنی جانوں کے　وَ۔ اور
لَتَسْمَعُنَّ۔ ضرور سنو گے تم　مِنَ الَّذِیْنَ۔ ان سے جو　اُوْتُوا۔ دیے گئے　الْکِتٰبَ۔ کتاب
مِنْ قَبْلِکُمْ۔ تم سے پہلے　وَ۔ اور　مِنَ الَّذِیْنَ۔ ان سے جو　اَشْرَکُوْا۔ مشرک ہیں
اَذًی۔ تکلیف　کَثِیْرًا۔ بہت　وَ۔ اور　اِنْ۔ اگر
تَصْبِرُوْا۔ تم صبر کرو　وَ۔ اور　تَتَّقُوْا۔ پرہیزگاری کرو　فَاِنَّ۔ تو بیشک
ذٰلِکَ۔ یہ　مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ ہمت کے کاموں سے ہے　وَ۔ اور
اِذْ۔ جب　اَخَذَ۔ پکڑا　اللّٰهُ۔ اللہ نے　مِیْثَاقَ۔ وعدہ
الَّذِیْنَ۔ ان سے جو　اُوْتُوا۔ دیے گئے　الْکِتٰبَ۔ کتاب　لَتُبَیِّنُنَّهٗ۔ ضرور بیان کرنا
تم اس کو　لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے　وَ۔ اور　لَا۔ نہ
تَکْتُمُوْنَهٗ۔ چھپانا اس کو　فَنَبَذُوْهُ۔ تو ڈال دیا اسکو　وَرَآءَ۔ پیچھے　ظُهُوْرِ۔ پیٹھوں
هِمْ۔ اپنی کے　وَ۔ اور　اشْتَرَوْا۔ خریدی انہوں نے　بِهٖ۔ اس کے ساتھ
ثَمَنًا۔ قیمت　قَلِیْلًا۔ تھوڑی　فَبِئْسَ۔ تو برا ہے　مَا۔ جو
یَشْتَرُوْنَ۔ وہ خریدتے ہیں　لَا۔ نہ　تَحْسَبَنَّ۔ خیال کر تو　الَّذِیْنَ۔ ان کو جو
یَفْرَحُوْنَ۔ خوش ہوتے ہیں　بِمَا۔ اس سے جو　اَتَوْا۔ وہ لائے　وَّ۔ اور
یُحِبُّوْنَ۔ پسند کرتے ہیں　اَنْ۔ یہ کہ　یُّحْمَدُوْا۔ تعریف کیے جائیں　بِمَا۔ اس سے جو
لَمْ۔ نہ　یَفْعَلُوْا۔ کیا انہوں نے　فَلَا۔ تو نہ　تَحْسَبَنَّهُمْ۔ خیال کر تو ان کو
بِمَفَازَةٍ۔ بچنے والے　مِّنَ الْعَذَابِ۔ عذاب سے　وَ۔ اور　لَهُمْ۔ ان کے لیے
عَذَابٌ۔ عذاب ہے　اَلِیْمٌ۔ دردناک　وَ۔ اور　لِلّٰهِ۔ اللہ کے لیے ہے
مُلْکُ۔ بادشاہی　السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں　وَ۔ اور　الْاَرْضِ۔ زمین کی
وَ۔ اور　اللّٰهُ۔ اللہ　عَلٰی۔ اوپر　کُلِّ۔ ہر
شَیْءٍ۔ چیز کے　قَدِیْرٌ۔ قادر ہے۔

مختصر تفسیر چودھواں رکوع۔ آل عمران۔ پ۴

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ سَنَکْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ

الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ بے شک اللہ نے سنا ان کا کہنا جنہوں نے کہا بیشک اللہ محتاج ہے اور ہم غنی عنقریب ہم لکھ لیں گے جو انہوں نے کہا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا اور کہیں گے ہم انہیں چکھو عذاب جلانے والا یہ بدلہ ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

ابن اسحاق۔ ابن جریر۔ ابن ابی حاتم۔ عکرمہ عن ابن عباس سے روایت کیا۔

شان نزول:۔ کہ ایک روز حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہود کے بیت المدراس میں گئے وہاں قبیلہ بنی قینقاع کے لوگ جمع تھے ان کے علماء حیی بن اخطب۔ کعب بن اشرف۔ اشلع بھی موجود تھے اور فنحاص بن عازوراء بھی تھا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فنحاص کو خطاب کر کے فرمایا

"اے فنحاص اللہ سے ڈر۔ اسلام لے آ۔ قسم خدا کی تو جانتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں جن کا ذکر توریت میں بھی ہے لہذا ایمان اختیار کر۔ نماز قائم کر۔ زکوۃ ادا کر۔ اللہ تعالے کو قرض دے اجر پائے گا"۔ آپ نے مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا تلاوت کی۔

فنحاص نے کہا کہ جب اللہ ہی ہم سے قرض طلب کرتا ہے اور معبود ہو کر ہمارا مقروض بنتا ہے تو ہم غنی ہوئے اور جو قرض طلب کرے وہ محتاج۔

حضرت صدیق اکبر نے جوش میں آکر اس کے طمانچہ مار دیا اور فرمایا کہ اگر تو ہمارا ذمی نہ ہوتا تو ہم تجھے قتل کر دیتے فنحاص نے بارگاہ رسالت پناہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کو طلب کیا اور واقعہ دریافت فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر نے تمام واقعہ عرض کیا فنحاص نے ان واقعات کی تصدیق سے انکار کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ روح المعانی

ارشاد ہوا ہم بے خبر نہیں جو کچھ یہود نے کہا اور ان کے اعمال ناموں میں یہ بات بھی لکھی جائے گی اور یہ بات ایسا عظیم ہے جیسا قتل انبیاء۔ گویا یہ بتایا کہ نبی کی گستاخی اور اللہ تعالے کی شان میں گستاخی کرنا دونوں ہی یکساں جرم ہیں۔

وَنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ اور کہیں گے ہم کہ اب جلتی آگ کا عذاب چکھو۔ حریق بمعنی حرق۔ بھلس دینے والی آگ کا مزہ یہ فرشتے کہیں گے۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا ہے اور اللہ یقینا بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اس کے بعد یہود کی دوسری بکواس کا رد ہے جس کا تذکرہ مندرجہ ذیل ہے۔

اَلَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ۝

وہ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے اقرار لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے۔ فرمادیجئے مجھ سے پہلے بہت رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے جو تم کہتے ہو پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا اگر سچے ہو۔ تو (اے محبوب) اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلا چکے ہیں جو صاف نشانیاں اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔

شان نزول:- یہود کی ایک جماعت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم سے توریت میں عہد لیا گیا ہے کہ مدعی رسالت کی یہی خاص علامت ہے کہ وہ ہر قربانی کے لیے آسمان سے سفید آگ اتارے جو اس قربانی کو کھا جاوے اور جو ایسا نہ کرے ہم اس پر ہرگز ایمان نہ لائیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان کے اس کذب محض اور افترا خالص کا ابطال کیا۔

کیونکہ توریت میں اس شرط کا نام و نشان بھی نہیں اور ظاہر ہے کہ نبی کی تصدیق کے لیے معجزات ہوتے ہیں کوئی معجزہ ہو جب نبی نے معجزہ دکھایا اس کے صدق پر دلیل قائم ہو گئی۔ پھر اس کی تصدیق کرنا اس کی نبوت کو ماننا ہر فرد پر لازم ہو گیا۔ اب کسی خاص معجزہ کا مطالبہ اور اس مطالبہ پر اصرار یہ حجت قائم ہونے کے بعد نبی کا انکار ہے پھر الزامی جواب دیا گیا کہ تم نے ان انبیاء کو بھی قتل کیا جو قربانی پر آسمان سے سفید آگ لائے اور ان پر تم ایمان نہ لائے بنابریں یہ ثابت ہو گیا کہ تمہارا دعوی محض باطل اور حیلہ ہے۔

اور اگر اس پر بھی وہ تکذیب کریں تو یہ تکذیب نئی بات نہیں آپ سے پہلے جو نبی بینات یعنی معجزات اور زبر یعنی صحیفے لائے اور روشن کتاب یعنی توریت انجیل ان کی تکذیب کرنے سے بھی یہ نہ چوکے اس کے بعد حقیقت دنیا اور متاع دنیا پر روشنی ڈال کر ہدایت فرمائی جاتی ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝

ہر جان کو ذائقہ موت چکھنا ہے اور تمہارے عملوں کے بدلے تو پورے ملیں گے قیامت کے دن تو جو آگ سے بچا اور جنت میں داخل ہوا وہ مراد کو پہنچا اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ مبتدا ہے۔ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ خبر ہے۔ کل میں نفس کا ہر فرد شامل ہے۔ ذات۔ دل۔ روح جان

والابدان۔ جیسے فرشتہ۔ جن حیوانات۔ یہاں نفس کے معنی روح کے ہیں۔
ذَائِقَۃ۔ ذوق کے معنی چکھنا۔ مَوْت۔ روح کا بدن سے نکل جانا۔
یہ جہانِ رفیق فنا یہ دنیا گنج بخش رنج وعنا ہے۔ یہاں جو آیا ہے اس کو جانا ہے جس نے دروازۂ عدم سے فضاءِ وجود میں قدم رکھا اس کو رخنۂ فنا نے نکالا جس نے رخت آمال و امانی عرصہ زندگانی میں لاکر رکھا اس کو لازمی فریب دے کر رہزن اجل نے لوٹا عربی کا مقولہ ہے۔
اَلْمَوْتُ قَدَحٌ کُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْھَا۔ وَالْقَبْرُ بَابٌ کُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْھَا۔ موت ایک پیالہ ہے ہر جان کو اسے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے کہ ہر نفس نے اس میں داخل ہونا ہے۔
کُلُّ مَخْلُوْقٍ سَیَمُوْتُ وَکُلُّ مَرْزُوْقٍ سَیَفُوْتُ۔ ہر مخلوق مرنے کے لیے ہے اور ہر رزق دیا گیا فوت ہونے والے کے لیے ہے۔ اگر بقا ہے تو اس ہی وجہ کریم کو جو ذی الجلال والاکرام ہے ورنہ خاقان امیر بندگی۔ مدبر دبیر غنی و فقیر۔ صغیر و کبیر۔ جوان و پیر۔ قوی و ضعیف سب کو پنجۂ موت میں آنا ہے۔
اگر کسی کو اس جہان میں حیات ابدی اور بقائے سرمدی زیبا ہوتی تو وہ محض انبیاء مرسلین کے شایان شان ہوتی اس لیے کہ وہ عظیم ہستیاں ہادی اور سالک راہِ استقامت تھیں اگر کسی کو موت مہلت دیتی اور اس کے لیے دروازۂ بقا ہوتا تو وہ سید الانبیاء و امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے زیبا تھی کیونکہ آپ نے فرمایا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ۔ ہم اولادِ آدم کے سردار ہیں۔
مگر انتقال جسمانی بہ سرائے جاودانی ان کے لیے بھی لازمی ہوا۔ ارشاد باری ہے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ اے حبیب آپ بھی دنیا سے جانے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں کسی نے خوب کہا ہے

وَلَوْ کَانَ اِنْسَانٌ یَدُوْمُ بَقَاءُہٗ   کَمَا مَاتَ خَیْرُ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٌ

اگر انسان ہمیشہ باقی رہنے والا ہوتا تو خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال جسمانی بھی نہ ہوتا
وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

اِنَّمَا۔ حصر کے لیے ہے
تُوَفَّوْنَ۔ وَفَاءٌ سے بنا۔ تَوَفِّی کے معنی پورا پورا دینا
اُجُوْرَکُمْ۔ اجر کی جمع ہے۔ اس کے معنی جزاء عمل۔ یہاں اجر جزاء و سزا دونوں کو شامل ہے کُم۔ تمام روئے زمین کے انسانوں سے خطاب ہے
یَوْم کے معنی وقت۔ قیامت۔ حساب کا وقت کیونکہ قیامت میں دن رات نہ ہوں گے سب اپنی قبروں سے نکل کر کھڑے ہوں گے۔ اسی لیے اس کو قیامت کہتے ہیں یعنی اٹھنے کا دن۔ بدلہ کا دن۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّۃَ فَقَدْ فَازَ۔

مَنْ سے صرف انسان مراد ہیں۔ کیونکہ جنت میں ثواب واجر صرف انسان کو ہی ملے گا۔

زُحْزِحَ۔ اس کے معنی دور رکھنا۔ نار دوزخ کے تمام طبقات گرم ہوں یا سرد ہوں

اُدْخِلَ۔ جنت میں داخل ہونا۔ جنت کے معنی گھنا باغ

فَازَ۔ کامیابی ہر قسم کی یعنی جو انسان اللہ تعالٰے کے فضل وکرم سے اس دن آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا

وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔

حَیٰوۃ۔ روح کا جسم میں رہنا ہے۔

مَتَاع۔ وہ سامان جو برت کر چھوڑ دیا جائے جیسے برتن مکان کہ دنیا والے برت کر چھوڑ جاتے ہیں اور وہ ویسے ہی رہتے ہیں

غُرُوْر۔ غر سے بنا۔ اس کے معنی غفلت۔ دھوکہ دینے والے غفلت پیدا کرنے والے۔ دنیا کی زندگی جو غفلت میں گذرے وہ دہوکہ کا سامان ہے۔ حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ فرماتے ہیں۔ دنیا اس خوشنما سانپ کی طرح ہے جو دیکھنے میں حسین اور چھونے میں نرم ہے۔ مگر اس کا زہر قاتل ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دنیا کا طالب دنیا کے لیے جو کچھ حاصل کرتا ہے یقینا وہ متاع غرور اور دھوکہ کا سرمایہ ہے اور طلب آخرت کے لیے دولت باقی کے حصول کا ذکر سرمایۂ آخرت نفع دینے والا اور باقی رہنے والا ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَذًی کَثِیْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

ضرور تمہاری آزمائش ہوگی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور ضرور تم ان کتاب والوں سے جو تم سے پہلے گذرے اور مشرکوں سے بہت کچھ تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور تقوی اختیار کرو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

اس مبارک طرز بیان نے دنیا کی حقیقت بے حجاب کر دی اور اس انسان کو سبق عبرت دیا جو دنیا کی زندگی پر مفتون وشیدا ہے اور اسی کو سرمایۂ زندگی سمجھتا ہے اور زندگی کی اس مہلت کو اسی کے حاصل کرنے میں ضائع کر دیتا ہے۔ آخر دم بوقت رحلت اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دھوکہ ہی دھوکہ تھا اس میں بقا نہ تھی اس کے ساتھ دل لگانا حیات اخروی اور ابدی زندگی کے لیے سخت نقصان دہ تھا۔

لَتُبْلَوُنَّ۔ بلا سے بنا اس کا معنی آزمائش وامتحان ہے۔

اَمْوَال - اس میں ہر قسم کا مال داخل ہے۔
اَنْفُسُ - کے معنی جان ہے۔

شانِ نزول:۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ قبیلہ بنی قینقاع کے سردار فنحاص کے پاس ایک نامۂ عالی بھیجا جس میں مشرکین کے مقابلہ کے لیے تعاون کے لیے فرمایا اور حضرت صدیق کو یہ بھی حکم دیا کہ اگر کوئی سخت جواب ملے تو برداشت کرنا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ نامہ لے کر فنحاص کے پاس گئے۔ فنحاص نے کہا کہ کیا تمہارا رب تھک گیا جو تم ہم سے مدد مانگ رہے ہو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس جواب پر قتل کرنا چاہا لیکن حضور کا ارشاد یاد آگیا اور وہ واپس آگئے پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ خازن

اور یہ مضمون اس آیت کریمہ کے اوپر کے جملوں سے باشارۃ النص مستفاد بھی ہوتا ہے لہٰذا مسلمان کا یہ طریقہ بھی ہونا چاہیئے کہ دشمنان اسلام سے اذیت رساں باتیں سن کر صبر کرے حقوق و فرائض اور نقصان فی مصائب امراض و خطرات قتل و سرقہ۔ الم و غم وغیرہ کے مواقع جب پیش آئیں تو صبر اور تقویٰ سے برداشت کرے مسلمان اور غیر مسلم میں یہی عمل امتیاز کرنے والا ہے۔

مسلمانوں کو بالخصوص یہ خطاب اس لیے فرمایا گیا کہ آنے والے مصائب و شدائد پر انہیں صبر آسان ہو جائے اور یہود و نصاریٰ و مشرکین کے طعن و تشنیع انہیں بددل نہ کر دے اور ہر تکلیف و اکراہ میں معصیت پر برداشت اور نیکی کی طرف رجحان عام رہے۔ اس کے بعد احبار یہود اور علمائے نصاریٰ کا حال بیان ہو رہا ہے اس کی تصریح فرمائی جاتی ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ؕ اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور اسے لوگوں پر بیان کر دینا اور نہ چھپانا تو انہوں نے وہ عہد پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے ذلیل و قلیل رقم خریدی تو بری ہے وہ چیز جو انہوں نے خریدی۔

اِذْ - ظرفیہ ہے جس کا مظروف فعل اُذْكُرْ ہے۔ یعنی اے محبوب یاد کرو۔
مِیْثَاق - وُثُوْق کے معنی مضبوطی۔ اصطلاح میں مضبوط وعدہ۔
حضرت عکرمہ ابن عباس سے فرماتے ہیں اَلَّذِیْنَ سے مراد صرف یہودیوں کے پوپ ہیں۔
حضرت علقمہ فرماتے ہیں یہودیوں کے علاوہ عیسائیوں کے پادری مراد ہیں۔
یعنی اے محبوب یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے مضبوط عہد لیا تھا جنہیں توریت یا انجیل میں

علم دیا گیا۔ کتاب سے مراد توریت یا انجیل ہے۔

لَتُبَيِّنُنَّهٗ۔ لَتُبَيِّنُنَّ۔ تَبْيِيْنٌ سے بنا اس کے معنی اظہار ہے یعنی آہستہ آہستہ سمجھا کر بیان کرنا تاکہ سننے والے کے دل میں اتر جائے۔

لِلنَّاسِ سے مراد عوام یہود و نصاریٰ ہیں

لَا تَكْتُمُوْنَ۔ کتم سے بنا اس کے معنی ہیں چھپانا۔ کسی قسم کی تاویل نہ کریں صاف بتادیں کہ یہی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ۔

نَبَذُوْا۔ نَبْذٌ سے بنا اس کے معنی پھینکنا دور کرنا۔

وَرَآءَ۔ پیچھے کو کہتے ہیں

ظُهُوْر۔ ظہر کی جمع ہے۔ اس کے معنی پشت۔ یعنی ان لوگوں نے کتاب اللہ یا اس عہد کو پس پشت ڈال دیا۔ اللہ تعالے نے علماء توریت وانجیل پر واجب فرمایا تھا کہ ان دونوں کتابوں میں جو حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر مدح و نعت کا مذاکرہ ہے اور جو بیان کہ حضور کی نبوت پر دلالت کرنے والے ہیں وہ لوگوں کو اچھی طرح مشرح طور پر سمجھا دیں اور ہرگز نہ چھپائیں۔ انہوں نے اس معاہدہ کو پس پشت ڈال دیا اور رشوتیں لے کر حضور کے اوصاف کو چھپایا جو توریت وانجیل میں مذکور تھے تو انہوں نے یہ سودا غلط اور بہت برا کیا۔

فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ۔ ان کی یہ خریداری بری ہے جو دین کے عوض خریدا۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ نہ گمان کریں وہ جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو تو نہ سمجھنا چاہئے انہیں کہ عذاب سے دور ہو گئے ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی ملکیت اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ۔ میں خطاب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

اَلَّذِيْنَ۔ سے مراد سرداران یہود و منافقین ہیں۔

يَفْرَحُوْنَ۔ فرح سے بنا اس کے معنی شیخی کے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ۔ ترجمہ: شیخی نہ مار اللہ شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔ دوسری جگہ فرمایا وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ اللہ کے فضل ورحمت پر خوشیاں مناؤ۔

يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا۔

يُحِبُّوْنَ۔ حُبّ سے بنا اس کے معنی چاہنا۔ پسند کرنا۔ منافقین اور یہود کے سردار برے کام کرکے خوش ہوتے ہیں اور اپنی تعریفیں چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ۔

بِمَفَازَةٍ۔ مَفَازَة۔ اس کے معنی فوز و کامیابی۔ نجات۔ فوز کے لغوی معنی آفتوں سے دوری ہے۔ کامیاب انسان ناکامی سے دور رہتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اور اللہ تعالے آسمان و زمین کا مالک ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے اور باوجود نادان ہونے کے یہ پسند کرتے کہ انہیں عالم کہا جاوے۔ اس سے یہ حکم بھی نکل آیا کہ خود پسندی کرنے والے کے لیے اور اس کے لیے جو لوگوں سے اپنی جھوٹی تعریف چاہے ان کے لیے یہ وعید سبق عبرت ہے اور آخر میں انہیں تنبیہ ہے جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی۔ جواب میں فرمایا آسمانوں اور زمین کا سب کچھ اللہ کا ہے۔

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں منافقین غزوات میں شریک نہ ہوتے اور وہ خوش ہوتے کہ ہم شریک نہیں ہوتے۔ عذر خواہی کرکے اپنی تعریف کے خواہشمند ہوتے تھے۔

شانِ نزول: حضور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود سے توریت کے بارے میں کوئی بات دریافت فرمائی۔ انہوں نے دانستہ طور پر غلط بیانی کی اور یہ ظاہر کیا کہ گویا وہ سچ بول رہے ہیں اور اس بات کے آرزومند تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی تعریف فرمائیں۔ ان کی مذمت میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

بامحاورہ ترجمہ بیسواں رکوع۔ آل عمران پ ۴

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔	بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور اختلاف لیل اور نہار کی تبدیلیوں میں نشانیاں ہیں اہل عقل کے لیے۔
اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ	جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر اور غور کرتے ہیں بیچ تخلیق آسمانوں اور زمین کے

وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

اے ہمارے رب نہیں پیدا کیا تو نے یہ بے کار پاکی ہے تجھے تو ہمیں بچا لے عذاب دوزخ سے۔

رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○

اے ہمارے رب بے شک تو جسے داخل کرے جہنم میں اسے یقیناً تو نے رسوائی دی اور نہیں ظالموں کے لیے کوئی مددگار۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○

اے رب ہمارے ہم نے سنا ایک ندا دینے والا جو پکارتا تھا ایمان کے لیے کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر تو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے اور ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور مٹا دے ہماری برائیاں اور موت دے ہمیں اچھوں کے ساتھ۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ○

اے رب ہمارے اور ہمیں دے وہ جس کا وعدہ کیا تو نے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں نہ رسوا کر قیامت کے دن بیشک تو نہیں خلاف کرتا وعدہ۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ○

تو سن لی ان کی ان کے رب نے کہ میں ضائع نہیں کرتا عمل کسی عمل والے کا مرد ہو یا عورت آپس میں تم ایک ہو تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے میں ضرور ان کے سب گناہ مٹا دوں گا اور ضرور داخل کروں گا ان باغیچوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اللہ کے پاس ثواب ہے اور اللہ ہی وہ ہے کہ اس کے پاس اچھا ثواب ہے

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۚ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○

اے سننے والے) نہ دھوکہ دے تجھے کافروں کا کھلم کھلا پھرنا شہروں میں بہت کم رہنا ہے پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور برا بچھونا ہے۔

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ

لیکن وہ جو پرہیزگار ہوئے اپنے رب سے ان کے

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۝

یہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ ان میں رہنا ہے اللہ کی طرف سے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ سب سے بہتر ہے نیکوں کے لیے۔

وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝

اور بے شک کچھ کتاب والے ایسے ہیں کہ جو ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا جھکے ہوئے ہیں اللہ کے لیے نہیں خریدتے اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل رقم یہ وہ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہے اور بے شک اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد اسلامی میں باہم مل کر نگرانی کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو۔

لفظی ترجمہ

اِنَّ۔ بیشک	فِیْ۔ بیچ	خَلْقِ۔ پیدائش	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور	اخْتِلَافِ۔ اختلاف
الَّیْلِ۔ رات	وَ۔ اور	النَّهَارِ۔ دن میں	لَاٰیٰتٍ۔ یقیناً نشانیاں ہیں
لِّاُولِی۔ صاحب	الْاَلْبَابِ۔ عقل کے لیے	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَذْكُرُوْنَ۔ یاد کرتے ہیں
اللّٰهَ۔ اللہ کو	قِیٰمًا۔ کھڑے	وَّ۔ اور	قُعُوْدًا۔ بیٹھے
وَّ۔ اور	عَلٰی۔ اوپر	جُنُوْبِهِمْ۔ اپنی کروٹوں کے	وَ۔ اور
یَتَفَكَّرُوْنَ۔ غور کرتے ہیں	فِیْ۔ بیچ	خَلْقِ۔ پیدائش	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کے	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	مَا۔ نہیں
خَلَقْتَ۔ پیدا کیا تونے	هٰذَا۔ یہ	بَاطِلًا۔ بیکار	سُبْحٰنَكَ۔ تو پاک ہے
فَقِنَا۔ تو بچا ہم کو	عَذَابَ۔ عذاب	النَّارِ۔ آگ سے	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب

اِنَّکَ۔ بیشک تونے | مَنْ۔ جسے | تُدْخِلِ۔ داخل کیا | النَّارَ۔ آگ میں
فَقَدْ۔ تو بیشک | اَخْزَیْتَہٗ۔ تونے اسے رسوا کیا | وَ۔ اور
مَا۔ نہیں | لِلظّٰلِمِیْنَ۔ ظالموں کیلئے | مِنْ اَنْصَارٍ۔ کوئی مدد کرنے والا
رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب | اِنَّنَا۔ بیشک ہم نے | سَمِعْنَا۔ سنا | مُنَادِیًا۔ ایک آواز دینے والا
یُّنَادِیْ۔ جو آواز دیتا ہے | لِلْاِیْمَانِ۔ ایمان کی | اَنْ۔ یہ کہ | اٰمِنُوْا۔ ایمان لاؤ
بِرَبِّکُمْ۔ اپنے رب پر | فَاٰمَنَّا۔ تو ہم ایمان لائے | رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب | فَاغْفِرْ۔ بخش دے
لَنَا۔ ہم کو | ذُنُوْبَنَا۔ ہمارے گناہ | وَ۔ اور | کَفِّرْ۔ دور کر
عَنَّا۔ ہم سے | سَیِّاٰتِنَا۔ ہماری برائیاں | وَ۔ اور | تَوَفَّنَا۔ فوت کر ہم کو
مَعَ۔ ساتھ | الْاَبْرَارِ۔ نیکوں کے | رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب | وَ۔ اور
اٰتِنَا۔ دے ہم کو | مَا۔ جو | وَعَدْتَّنَا۔ وعدہ کیا تونے ہم سے
عَلٰی۔ بواسطہ | رُسُلِکَ۔ اپنے رسولوں کے | وَ۔ اور | لَا۔ نہ
تُخْزِنَا۔ رسوا کر ہم کو | یَوْمَ۔ دن | الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے | اِنَّکَ۔ بیشک تو
لَا۔ نہیں | تُخْلِفُ۔ خلاف کرتا | الْمِیْعَادَ۔ وعدہ | فَاسْتَجَابَ۔ تو سن لی
لَہُمْ۔ ان کی | رَبُّہُمْ۔ ان کے رب نے | اَنِّیْ۔ کہ بیشک میں | لَا۔ نہیں
اُضِیْعُ۔ ضائع کرتا | عَمَلَ۔ عمل | عَامِلٍ۔ کسی عمل کرنیوالے کا | مِّنْکُمْ۔ تم میں سے
مِّنْ ذَکَرٍ۔ مرد ہو | اَوْ۔ یا | اُنْثٰی۔ عورت | بَعْضُکُمْ۔ بعض تمہارا
مِّنْ بَعْضٍ۔ بعض سے ہے | فَالَّذِیْنَ۔ تو وہ جنہوں نے | ہَاجَرُوْا۔ ہجرت کی | وَ۔ اور
اُخْرِجُوْا۔ نکالے گئے | مِنْ دِیَارِہِمْ۔ اپنے گھروں سے | وَ۔ اور
اُوْذُوْا۔ تکلیف دیئے گئے | فِیْ۔ بیچ | سَبِیْلِیْ۔ میری راہ کے | وَ۔ اور
قٰتَلُوْا۔ لڑے | وَ۔ اور | قُتِلُوْا۔ مارے گئے | لَاُکَفِّرَنَّ۔ تو دور کرونگا میں
عَنْہُمْ۔ ان سے | سَیِّاٰتِہِمْ۔ انکی برائیاں | وَ۔ اور | لَاُدْخِلَنَّہُمْ۔ ضرور داخل کروں
گا میں ان کو | جَنّٰتٍ۔ باغوں میں کہ | تَجْرِیْ۔ چلتی ہیں | مِنْ تَحْتِہَا۔ ان کے نیچے
الْاَنْہٰرُ۔ نہریں | ثَوَابًا۔ بدلہ ہے | مِّنْ عِنْدِ۔ نزدیک | اللّٰہِ۔ اللہ کے
وَ۔ اور | اللّٰہُ۔ اللہ | عِنْدَہٗ۔ اس کے پاس | حُسْنُ۔ اچھا
الثَّوَابِ۔ بدلہ ہے | لَا۔ نہ | یَغُرَّنَّکَ۔ دھوکہ دے تجھے | تَقَلُّبُ۔ پھرنا

اَلَّذِیْنَ۔ ان کا جو
مَتَاعٌ۔ برتنا ہے
جَہَنَّمُ۔ جہنم ہے
لٰکِنِ۔ لیکن
لَہُمْ۔ ان کے لیے
الْاَنْھٰرُ۔ نہریں
مِّنْ عِنْدِ۔ پاس
عِنْدَ۔ پاس
وَ۔ اور
لَمَنْ۔ ایسے ہیں جو
مَا۔ جو
مَا۔ جو
لِلّٰہِ۔ اللہ کے لیے
اللّٰہِ۔ الٰہی پر
لَہُمْ۔ ان کے لیے
اِنَّ۔ بیشک
والا ہے
اصْبِرُوْا۔ صبر کرو
رَابِطُوْا۔ نگرانی کرو
لَعَلَّکُمْ۔ تاکہ تم

کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے
قَلِیْلٌ۔ تھوڑا سا
وَ۔ اور
الَّذِیْنَ۔ وہ جو
جَنّٰتٌ۔ باغ ہیں
خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہیں
اللّٰہِ۔ اللہ کے
اللّٰہِ۔ اللہ کے ہے
اِنَّ۔ بیشک
یُّؤْمِنُ۔ ایمان لاتا ہے
اُنْزِلَ۔ اتارا گیا
اُنْزِلَ۔ اتارا گیا
لَا۔ نہیں
ثَمَنًا۔ قیمت
اَجْرُھُمْ۔ ان کا اجر ہے
اللّٰہَ۔ اللہ
یٰاَیُّھَا۔ اے
وَ۔ اور
وَ۔ اور
تُفْلِحُوْنَ۔ کامیاب ہو

فِیْ۔ بیچ
ثُمَّ۔ پھر
بِئْسَ۔ برا ہے
اتَّقَوْا۔ ڈرے
تَجْرِیْ۔ چلتی ہیں
فِیْھَا۔ اس میں
وَ۔ اور
خَیْرٌ۔ بہتر ہے
مِنْ اَھْلِ۔ بعض اہل
بِاللّٰہِ۔ اللہ پر
اِلَیْکُمْ۔ تمہاری طرف
اِلَیْھِمْ۔ ان کی طرف
یَشْتَرُوْنَ۔ خریدتے
قَلِیْلًا۔ تھوڑی
عِنْدَ۔ نزدیک
سَرِیْعُ۔ جلدی
الَّذِیْنَ۔ وہ جو
صَابِرُوْا۔ صبر میں سبقت کرو
اتَّقُوْا۔ ڈرو

الْبِلَادِ۔ شہروں کے
مَاْوٰھُمْ۔ انکا ٹھکانا
الْمِھَادُ۔ بچھونا
رَبَّھُمْ۔ اپنے رب سے
مِنْ تَحْتِھَا۔ انکے نیچے
نُزُلًا۔ مہمانی ہے
مَا۔ جو
لِلْاَبْرَارِ۔ نیکوں کے لیے
الْکِتٰبِ۔ کتاب
وَ۔ اور
وَ۔ اور
خٰشِعِیْنَ۔ جھکنے والے
بِاٰیٰتِ۔ آیات
اُولٰٓئِکَ۔ یہ لوگ
رَبِّھِمْ۔ ان کے رب کے
الْحِسَابِ۔ حساب لینے
[illegible]
وَ۔ اور
[illegible]

مختصر تفسیر پندرھواں رکوع۔ آل عمران۔ پ ۴

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ
یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا

خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں نشانیاں عقلمندوں کے لیے وہ جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اور فکر و غور کرتے ہیں پیدائش آسمان اور زمین میں اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا

ایک ذی فہم انسان جب آسمان اور زمین کی پیدائش اور دن رات کے نظام قدرت پر غور کرتا ہے تو اسے یقین آجاتا ہے کہ اس کائنات کا خالق ایک ذات ہے جو قادر مطلق ہے ایسے یقین رکھنے والے صبح و شام ہر حال میں اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور اس کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے۔

وہ ذات رب العالمین صانع کائنات قدیم و علیم حکیم و حلیم ہے۔ قادر علی الاطلاق ہے اس کے وجود پر دلالت کرنے والی چیزوں میں سے آسمان و زمین ہے جن لوگوں کی عقل کدورت سے پاک ہے اور جو عجائب و غرائب خلق کو بنظر اعتبار و استدلال دیکھتے ہیں ان کے لیے عالم کے موجودات میں بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں وہ وجود ازلی، ابدی سرمدی کو مان کر رات دن اس کی تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو اولو الالباب فرمایا گیا۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ۔

وہ سمجھ والے جو اولو الالباب موصوف۔ اور الذین صفت ہے کیونکہ عقل کا مقتضی یہی ہے کہ بندہ ذکر و فکر استغفار اور دعا اور عاجزی کے اوصاف سے متصف ہو۔

اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بیٹھے لیٹے حضرت مولائے کائنات اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ نماز کا حکم ہے کہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پہلو پر لیٹ کر۔

حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ مجھے سخت بواسیر تھی میں نے رسول مکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلوٰۃ مریض کے بارے میں دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پہلو پر لیٹ کر۔ اگر سجدہ کی طاقت نہ ہو تو اشارے سے نماز پڑھو (ابوداؤد ترمذی بخاری نسائی)

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مریض بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو چت لیٹ کر قبلہ کی طرف پاؤں کر کے نماز ادا کرے اگر چت نہ لیٹ سکتا ہو تو داہنی کروٹ نماز ادا کرے۔

ان آیتوں سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر پر دوام و استمرار ہو کوئی وقت اس کے ذکر سے خالی نہ ہو چنانچہ حدیث میں ہے۔

يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اور آسمان وزمین کی بناوٹ میں غور وفکر کرتے ہیں۔
تاکہ ان اشیاء سے اللہ تعالےٰ کے وجود پر دلیل قائم کر سکیں۔
فِکر کے معنی ہیں معلوم باتوں کو مجہول شے کے حاصل کرنے کے لیے ترتیب دینا۔
حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے ستاروں اور آسمان کو دیکھا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اے آسمان تیرا خالق رب ہے پھر اس کا دل خدا کی محبت میں بھر آیا اور کہا اے اللہ میرے گناہ بخش دے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے گناہ بخش دیئے۔
فکر وہ علمی قوت ہے جو معلوم تک پہنچانے والی ہو۔ یہ قوت انسان کے لیے مخصوص ہے حیوانات میں یہ قوت نہیں ہوتی۔
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۔ اور بول اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے اس کارخانۂ عالم کو بیکار نہیں بنایا ہے۔
رَبَّنَا دعائیہ الفاظ ہیں هٰذَا سے مذکورہ بالا چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ آسمان، زمین، مخلوقات۔
بَاطِلًا حق کی ضد ہے۔ باطل کے معنی عبث لغو حکمتوں سے خالی۔
ہم اقرار کرتے ہیں کہ ان چیزوں کو بے فائدہ نہ بنایا ان میں لاکھوں حکمتیں ہیں۔
سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔
سُبْحٰنَكَ ۔ پاک ہے تو۔ حال مؤکدہ بنانے کی صورت میں یہ معنی ہوں گے اللہ تعالےٰ بری اور عبث باتوں سے منزہ و پاک ہے۔
فَقِنَا میں فَ جزائیہ ہے۔ اس کی شرط پوشیدہ ہے۔
نَارِ ۔ سے مراد دوزخ ہے یعنی بچا ہم کو اے پروردگار دوزخ کے عذاب سے
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قیام کیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اول حصہ میں آرام فرمایا۔ پچھلی نصف شب میں بیدار ہوئے۔ مسواک کی پھر وضو فرمایا اور اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تلاوت فرمائی پھر دو رکعت پڑھی جن میں قیام، رکوع، سجدہ بہت ہی طویل فرمایا پھر سلام پھیر کر آرام فرمایا۔

شانِ نزول

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا

قیام کی باری میرے یہاں تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے بستر پر آرام فرما ہو گئے کچھ عرصہ بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے عائشہ آج میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنے رب کی خوب عبادت کروں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کا قرب بھی چاہتی ہوں اور رضا بھی۔ آپ عبادت میرے گھر میں کریں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضو فرمایا۔ قیام کیا پھر سجدے میں اس قدر روئے کہ مصلیٰ آنسوؤں سے بھیگ گیا حتیٰ کہ فجر کا وقت ہو گیا اور حضرت بلال نے دستک دی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد میں تشریف لے گئے تو میں نے دریافت کیا تو فرمایا آج شب مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

پھر فرمایا خرابی ہے ان کی جو یہ آیات پڑھیں اور صناعت قدرت پر غور نہ کریں (روح المعانی)

اِخْتِلَافِ خلف سے بنا اس کے معنی پیچھے کے ہیں۔ یہاں اختلاف سے مراد رات دن کا بڑھنا گھٹنا ہے موسم سرما میں راتیں بڑی دن چھوٹا موسم گرما میں دن بڑا رات چھوٹی بعض مقامات میں دن دس گھنٹہ کا کہیں چودہ گھنٹہ کہیں چھ ماہ دن چھ ماہ رات۔ رات کیونکہ پہلے آئی ہے اس لیے لیل فرمایا۔ رات دن کے آنے جانے بڑھنے گھٹنے ٹھنڈے گرم ہونے کا ذکر فرمایا۔ کفار خالص عقل نہیں رکھتے اس لیے وہ محروم ہیں۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

اے ہمارے رب تو جسے دوزخ میں داخل کرے اسے ضرور تو نے رسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اے ہمارے رب ہم نے ایک منادی دینے والے کو سنا کہ ایمان کے لیے ندا دیتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں مٹا دے اور ہمیں ہار نیکوں کے ساتھ اٹھا اے رب ہمارے اور ہمیں وہ دے جس کا تو نے ہم سے اپنے رسول کے ذریعہ وعدہ کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر بیشک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ۔ اے پروردگار ہمارے جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا اس کو بہت ہی رسوا کیا۔

رَبَّنَا۔ کو مکرر ذکر کرنا عاجزی میں مبالغہ کے لیے ہے اس امر پر یقین ہے کہ وہ ذات اپنی ربوبیت کی صفت کو پورا کرے گی وہی ذات اپنے بندوں کی پرورش فرمانے والا ہے۔

اَخْزَيْتَهٗ۔ خزی سے بنا اس کے معنی رسوا کرنا۔ ذلیل کرنا۔ ہلاک کرنا۔ تحقیر کرنا۔ حضرت جابر رضی اللہ سے روایت ہے کہ مومن کا جہنم میں جانا محض تنبیہ کے لیے ہو گا ... رسوائی کے لیے۔

وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ۔ انہیں دوزخ میں داخل کرنے کا سبب ان کا ظلم ہوگا۔ اور ظالمین سے مراد کفار اور مشرکین ہیں۔

مِنْ اَنْصَارٍ۔ کوئی مددگار۔ اَنْصَار ناصر کی جمع ہے اس کے معنی مددگار ہیں ہم یقین رکھتے ہیں کہ کفار کے لیے کوئی مددگار نہیں جو عذاب سے بچا سکے۔

رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا۔ اے ہمارے رب ہم نے ایک منادی کرنے والے کو سنا۔ حضرت ابن مسعود۔ ابن عباس اور اکثر علماء نے منادی سے سید الانبیاء رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیے ہیں جن کی شان میں شاہد اور مبشر ونذیر وداعیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ بھی قرآن عظیم میں وارد ہے۔ اور بعض نے قرآن مجید مراد لیا ہے۔

یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ۔ جو ایمان کی منادی کر رہا تھا۔ ندا کیونکہ انتہا اور اختصاص کے معنی کو متضمن ہوتی ہے جس کو پکارا جائے وہی گویا منتہی اور مخصوص ہوتا ہے۔

یُّنَادِیْ بمعنی حال۔ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم ابھی ندا دے رہے ہیں اور تا قیامت دیتے رہیں گے۔ اے اللہ ہم نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نداء ایمان سن لی

فَاٰمَنَّا۔ تو ہم ایمان لے آئے۔

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔ ف سببیہ ہے۔ کیونکہ ایمان مغفرت کا سبب ہے بغیر ایمان کے مغفرت بعید از قیاس ہے۔

وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا۔ اور ہماری برائیاں ہم سے دور فرما دے سیّاٰت سے مراد گناہ صغیرہ ہیں جو ہم سے گناہ کثرت سے ہوتے رہتے ہیں۔ پر دہ پوشی فرما۔

وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ اور نیک بندوں کے ساتھ ہمارا خاتمہ کر۔ بر کے معنی سچا۔ کثرت سے نیک کام کرنے والا۔ ابرار سے مراد انبیا وصالحین ہیں۔

دعا کرتے ہیں اے اللہ ہمارے بڑے گناہ بخش دے چھوٹی موٹی برائیوں پر پردہ ڈال دے جب ہمیں موت آئے تو نیک بندوں کے ساتھ آئے ہمیں انہیں کے ساتھ اٹھا انہی میں شامل رکھ۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا۔ اے ہمارے رب جو وعدے تو نے فرمائے ہم کو نصیب کر۔

اٰتِنَا۔ اٰتِ اِیْتَاءٌ۔ اس کے معنی دینا۔ نَا سے مراد تمام ایمان والے۔

مَا۔ دینی۔ دنیاوی تمام نعمتیں ہیں۔

وَعَدْتَّ۔ وَعْدٌ ہے بنا اس کے معنی امیدوار اچھی بات کا وعدہ کرنا۔ جنت میں انعام۔ اپنا دیدار۔ قرب

کے مراتب۔ دشمنوں پر فتح و نصرت عطا فرما۔

عَلٰی رُسُلِكَ ۔رسولوں کی معیت جس کا وعدہ فرمایا۔

رُسُل سے مراد حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مرسلین ہیں کیونکہ آپ کی اطاعت تمام رسولوں کی اطاعت ہے۔ آپ کا وعدہ تمام رسولوں کا وعدہ ہے۔

وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ہمیں دوزخ میں داخل کر کے رسوا نہ فرما قیامت کے دن۔ ہمیں محفوظ رکھ اور ہمارے گناہ معاف کر ہماری پردہ پوشی کر۔

لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔بے شک تو خلاف وعدہ نہیں کرتا۔ دعا قبول کرنے کا وعدہ ہے اس کے خلاف تو نہیں کرتا۔

اس کے بعد اجابت دعا کی شان کا اظہار ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں نہیں ضائع کرتا محنت کسی عمل والے کا مرد ہو یا عورت۔ تم آپس میں ایک ہو تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے میں ضرور ان کے گناہ مٹا دوں گا اور ضرور انہیں ان باغوں میں داخل کر دوں گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں بدلہ اللہ کے پاس سے ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ثواب ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں اس امر کو واضح کیا گیا کہ اعمال اور جزائے اعمال میں عورت مرد کے مابین کوئی فرق نہیں۔ شان نزول بھی یہی بتا رہا ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ میں ہجرت میں عورتوں کا کچھ ذکر نہیں پاتی۔ مردوں کے فضائل تو معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ عورتوں کو بھی ہجرت کا کچھ اجر ملے گا یا نہیں؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور عورتوں کو مطمئن کیا گیا کہ ثواب میں عورت مرد کا کوئی امتیاز نہیں بلکہ سب مساوی ہیں۔

استجابت اور اجابت کے ایک معنی ہیں اس کے معنی ہیں قبول کرنا۔ نحوی کہتے ہیں اجابت مطلقاً جواب دینے کو کہتے ہیں خواہ قبولیت ہو یا نہ ہو مگر استجابت صرف قبولیت کے جواب کو کہتے ہیں۔

لَهُمْ کا مرجع مومنین ہیں۔

رَبُّهُمْ۔ یہ قبولیت حق تعالیٰ کی ربوبیت کی بنا پر ہے۔ ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی۔

اِنِّیْ۔ الف کسرہ سے ہے زیر سے۔

اُضِیْعُ۔ ضِیَاعٌ اس کے معنی برباد و ہلاک کرنے کے ہیں۔

عَمِلَ سے مراد نیک عمل۔

مِنْکُمْ سے مراد مسلمان ہیں۔ ہم کسی نیک مسلمان کے عمل ضائع و برباد نہیں کرتے اسے بدلہ ضرور دیتے ہیں

مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی۔ ذکر سے مسلمان مرد اور اُنثٰی سے مسلمان عورت مراد ہے۔ ہم کسی مرد یا عورت کے نیک اعمال برباد نہیں کرتے۔

بَعْضُکُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ۔ تم سب ایک دوسرے سے ہو دینی محبت میں۔

بعض کا قول ہے کہ نسب اور انسانیت میں کیونکہ تمام انسانوں کی ابتدا حضرت آدم و حوّا سے ہے عورت کے پیٹ سے مرد اور مرد کے نطفہ سے عورت لہٰذا جیسے مردوں کو ان کے نیک عمل کا ثواب ملے گا عورتوں کو بھی ان کے نیک عمل کا ثواب ملے گا۔ اس کے بعد عاملین کے عمل کا ذکر کیا گیا۔

فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا وطن چھوڑا اور عزیز و اقربا چھوڑے۔ مال و متاع لٹایا۔

هَاجَرُوْا ہجر سے بنا۔ اس کے اس کے معنی چھوڑنا ہے اصطلاح میں وطن چھوڑنے کو کہتے ہیں جو رضاء الٰہی کے لیے کیا۔

اُخْرِجُوْا۔ اِخراج سے بنا اس کے معنی نکلنے کے ہیں۔

دِیَار۔ دار کی جمع ہے اس کے معنی گھر یا وطن ہے

هَاجَرُوْا سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر اور گناہ چھوڑا

اُخْرِجُوْا سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے وطن چھوڑا۔ روح المعانی

وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ۔ ایذاء کے معنی ہیں ستانا۔ ظلم کرنا۔ ہجرت سے پہلے کفار نے بہت ظلم و ستم کیے انہیں طرح طرح کی اذیتیں دیں۔

وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا۔ لڑے اور شہید کیے گئے۔ بعض صرف شہید اور بعض غازی ہوتے انہیں تین جزائیں ملیں گی۔ پہلی جزا۔

لَاُکَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے تمام گناہ معاف کیے گئے اُکَفِّرَنَّ تکفیر سے بنا اس کا مادہ کفر ہے اس کے معنی چھپانا۔ مٹانا ہے یعنی بالکل معاف فرمادے گا۔ دوسری جزا

وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ اول ہی جنت بھی داخل فرمانا جسکے نیچے نہریں رواں ہیں۔ تیسری جزا۔
ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ ثواب سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو بطور ثواب دی جائیں گی۔
وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ اللہ کے پاس اچھا ثواب ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کے ایک واہمہ رد کیا گیا جو عام طور پر دلوں میں پیدا ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین اللہ کے دشمن ہیں اور عیش و آرام میں بھی اور اللہ کے دوست ہونے کے باوجود تنگی و مشقت میں ہیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی چنانچہ شان نزول بھی اسی کا موید ہے۔ ارشاد ہے۔

لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ۔ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ

(اے سننے والے) نہ دھوکہ دے تجھے کافروں کا کھلم کھلا پھرنا شہروں میں تھوڑا برتنا ہے پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور برا بچھونا۔ لیکن وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے جنتیں ہیں جنکے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں۔ یہ مہمانی ہے اللہ کی طرف سے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے لیے بہت بہتر ہے۔

لَا یَغُرَّنَّكَ۔ غرور سے بنا اس کے معنی دھوکہ ہے۔ دھوکہ کو غرور کہتے ہیں۔ انسان دھوکہ سے کفر کرتا ہے اس میں خطاب ہر مسلمان کو ہے۔
تَقَلُّبُ۔ قلب سے بنا اس کے معنی پھرنا۔ دل کو اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ ایک حال میں نہیں ہوتا۔
كَفَرُوْا سے تمام کفار مراد ہیں
بِلَادِ۔ بَلَدٌ کی جمع ہے شہر کو کہتے ہیں۔ کفار کا تجارت کے لیے منڈیوں شہروں میں پھرنا دھوکہ میں ڈال دینے کے لیے ہے
قَلِیْلٌ۔ تھوڑا۔ فرمایا آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مدت بہت تھوڑی ہے اسی لیے قلیل فرمایا۔ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا آخرت کے مقابلہ میں صرف ایسی ہے جیسے سمندر میں تم اپنی انگلی ڈالو اور اس میں تری محسوس ہو۔ بلکہ سمندر کے مقابلہ میں وہ انگلی کی تری کس قدر قلیل ہے۔
ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ۔ ماوی کے معنی پناہ اور جہنم کے معنی گہرا کنواں ہے۔
وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ مہاد۔ مہد سے بنا اس کے معنی گہوارہ ہے۔ آخر کار ٹھکانہ دوزخ ہے۔
لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا۔ یعنی جو لوگ

اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

نحویوں کے نزدیک لکنْ استدراک کے لیے ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ پہلے کلام سے جو وہم پیدا ہوا اس کو لکن سے دفع کر دیا جائے یہاں یہ وہم تھا کہ کافر لوگ جو دنیا میں طرح طرح کے عیش و آرام میں ہیں وہ قلیل متاع ہیں تو متقی جو دنیا کی لذات کو چھوڑنے والے ہیں بہت ہی قلیل متاع ہوں گے اس وہم کو دفع کرنے کے لیے اس آیت میں فرمایا کہ متقیوں کے لیے دنیا میں وہ چیز حاصل کر دی جو آخرت میں نعمتوں کا ذریعہ و وسیلہ ہے (اللہ تعالیٰ کی خوشنودی)

نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ نُزُل ۔ وہ کھانا جو نووارد مہمان کے لیے تیار کیا جائے جنت میں جنتیوں کے لیے بہت پرتکلف نعمتیں ہوں گی ۔ اصل رضائے الٰہی ہوگی (روح المعانی)

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۔ اور جو اللہ کے یہاں ہے وہ نیکوں کے لیے بہت بہتر ہے۔

اَبْرَار ۔ بَارّ کی جمع ہے بمعنی نیکوکار ۔ مسلمان تاجر جو تقویٰ والے ہیں وہ ابرار ہیں ۔ متقیوں کی مدح اور عظمت بیان کی جاتی ہے۔

شان نزول ۔ مسلمان لوگوں کی ایک جماعت کو اس وسوسہ نے گھیرا کہ کفار و مشرکین اللہ کے دشمن تو عیش و آرام میں ہیں اور ہم مسلمان جو اللہ کے دوست ہیں تنگی و مشقت میں ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی چنانچہ بخاری و مسلم میں ایک حدیث ہے کہ ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک چٹائی پر رونق افروز ہیں اور سر اقدس کے نیچے چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے اور پیروں کی طرف کیکر کے پتوں کا ڈھیر تھا ۔ میں نے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر بوریے کے نشان دیکھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا عمر کیوں روتے ہو ؟

میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیصر و کسریٰ حالانکہ کافر ہیں مگر عیش و آرام میں ہیں اور حضور تو اللہ کے رسول ہیں ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اے عمر کیا یہ تمہیں پسند نہیں کہ ان کے حصہ میں دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو ۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ان لوگوں کو (کفار کو) دنیا کی نعمتیں دنیا میں دے دی گئیں ۔

اب اہل کتاب میں جو ایمان والے ہیں ان کے اجر و ثواب کا مذاکرہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ٥

اور بے شک جو اہل کتاب ایسے ہیں کہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا۔ ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اللہ کی آیتوں کے بدلے نہیں خریدتے ذلیل و قلیل رقم یہ وہ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

ان آیات میں اہل کتاب کا جو متقی اور پرہیزگار ہیں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو اللہ پر ایمان لائے جنہوں نے کتاب اللہ کو مانا۔ اللہ کے آگے خشیت اور عاجزی سے سجدہ کرتے ہیں جنہوں نے اللہ کے احکام کو نہ چھپایا نہ ان کے احکام کو بدلا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا اجر ہے۔ حساب کا دن جلد آنے والا ہے۔

شان نزول: حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت نجاشی شاہ حبشہ کے باب میں نازل ہوئی۔ ان کی وفات کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا آؤ اپنے بھائی نجاشی کی نماز جنازہ پڑھو۔ اس نے دوسرے ملک میں وفات پائی ہے۔ حضور بقیع میں تشریف لائے اور زمین حبشہ حضور کے سامنے کی گئی اور حضور نے نجاشی تاجدار حبشہ کا جنازہ ملاحظہ فرمایا۔ اس پر آپ نے چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی اور اس کے حق میں استغفار فرمائی۔

اس پر منافقین نے طعن کی اور کہا حبشہ کے نصرانی پر نماز پڑھائی جاتی ہے جسے کبھی آپ نے دیکھا بھی نہیں اور وہ آپ کے دین پر بھی نہ تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

یہ ہے وسعت نظر مصطفیٰ کہ سرزمین حبشہ حجاز میں پیش نظر ہے۔ اسی بنا پر فقہائے احناف نے کہا نماز جنازہ غائب کی جائز نہیں البتہ اگر اس طرح کسی پر اللہ منکشف فرما دے جیسے حضور پر منکشف ہوا تو اسے جائز ہے اور یہ وہ حق نوش و حق نیوش تھا کہ اپنے عجز و انکسار کے ساتھ اسلام قبول کیا اور کبھی ذلیل و قلیل رقم سے دین نہ بیچا جیسا کہ روسائے یہود کرتے رہے ہیں۔

اس کے بعد اب عام خطاب ہے اور مسلمانوں کو مربوط و متحد ہونے کی تعلیم ہے اور سورت ختم ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد اسلامی پر ملک کی نگہبانی، باہمی ربط و ضبط سے کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو یعنی کسی شدت و تکلیف کی وجہ سے اپنے دین کو نہ چھوڑو اور صبر سے کام لو۔

سورت کے خاتمہ پر چار نصیحتیں فرمائی ہیں جن میں کامیابی ہے۔

۱:۔ صبر کرو ثابت قدم رہو گے

۲:۔ صَابِرُوا۔ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو۔ مقابلہ میں مضبوط رہو۔

۳:۔ رَابِطُوا۔ باہم متحد ہو جاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور پر نور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالےٰ تمہاری خطائیں مٹا دے۔ اور درجے بڑھا دے۔ صحابہ نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ۔ فرمایا وضو اچھا کرنا۔ سردیوں میں مسجد کی طرف جانا نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا۔ فرمایا یہ بھی رباط ہے (خازن)

۴:۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ۔ اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ دین و دنیا میں کامیابی حاصل کرو

صبر کے معنے

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صبر نام ہے ناگوار امور پر اپنے نفس کو بغیر جزع و فزع کے روک کر رکھنا۔

بعض حکماء نے صبر کی تین قسمیں کی ہیں۔

(۱) ترک شکایت (۲) قبول قضا و قدر (۳) صدق رضا

فضائل آل عمران

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ سورت آل عمران پڑھنے والے کو ہر آیت کے عوض پل صراط پر امان ملے گی۔ جو جمعہ کے روز اس کی تلاوت کرے اس کے غروب آفتاب تک ملائکہ اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں (تفسیر بیضاوی)

اور فرمایا دو چمکدار سورتیں پڑھا کرو سورۃ البقرہ اور آل عمران قیامت کے دن یہ دونوں سورتیں بدلی بن کر سایہ کریں گی اور تلاوت کرنے والے کے لیے اللہ تعالےٰ سے جھگڑ جھگڑ کر شفاعت کریں گی۔

۲۲ رجولائی ۱۹۵۳ء سکھر جیل یوم چہار شنبہ بوقت صبح سورۃ آل عمران کی تفسیر مکمل ہوئی وللہ الحمد رب

العلمین ۔

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں ۔
صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان

اضافات
یکم دسمبر ۱۹۷۶ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

ابن الحسنات سید خلیل احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں

سُوْرَۃُ النِّسَاۗءِ

۱۷۶ آیات ۔ ۲۴ رکوع ۔ ۳۰۴۵ کلمات ۔ ۱۶۰۳۰ حروف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع ۔ سورۃ نساء پ۴

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاۗءً ۚ

اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے تمہیں پیدا کیا ایک جان سے اور بنایا اس سے جوڑا اور پھیلائے انہیں سے مرد و عورت بہت سے ۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا

اور ڈرو اللہ سے جس کے نام پر مانگتے ہو اور صلہ رحمی رکھو بے شک اللہ تمہارا نگہبان ہے ۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ

اور دو یتیموں کو ان کے مال اور نہ بدلو خبیث مال

بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ○

پاک مال سے اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مالوں میں ملاکر بیشک یہ گناہ بڑا ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ○

اور اگر خوف ہو تمہیں یہ کہ انصاف نہ کرسکو گے یتیم لڑکیوں میں تو نکاح کرو جو تمہیں پسند آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار اور اگر خوف ہو تمہیں یہ کہ ان میں عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَىْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا ○

اور عورتوں کو ان کے حق مہر خوشی سے تو اگر وہ اپنی خوشی سے تمہیں مہر سے کچھ دیدیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○

اور بے سمجھ سفیہوں کو ان کے وہ مال جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہارے لیے بسر اوقات
٦ کیا ہے اور انہیں کھلاؤ اس میں سے اور پہناؤ اور ان سے اچھا کلام کرو۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۚ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ○

اور یتیموں کو آزماتے رہو حتی کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انہیں سونپ دو اور انہیں نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس جلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں اور جو غنی ہو وہ بے ضرورت کھانے سے بھی بچے اور جو حاجتمند ہو وہ بقدر مناسب کھائے تو جب دو انہیں ان کے مال تو گواہ کرلو ان پر اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا

مردوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کا بھی حصہ

تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ه

ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے والدین اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت حصہ ہے اندازہ مقرر کیا ہوا۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ه

اور جب بانٹا جانے حصہ رشتہ دار یا یتیموں میں یا مساکین کو تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دو اور ان سے اچھی طرح بولو۔

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ه

اور ڈریں وہ لوگ اگر اپنے بعد ناتواں اولاد چھوڑتے تو ان کا انہیں خطرہ ہوتا تو ڈریں اللہ سے اور نرم بات کریں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ه وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ه

بیشک وہ جو کھاتے ہیں مال یتیموں کا ظلم سے جز ایں نیست کہ کھاتے ہیں اپنے پیٹوں میں آگ اور قریب ہے کہ پہنچیں دھکتی آگ کو۔

لفظی ترجمہ

يٰاَيُّهَا۔ اے	النَّاسُ۔ لوگو	اتَّقُوْا۔ ڈرو	رَبَّكُمُ۔ اپنے رب سے
الَّذِيْ۔ جس نے	خَلَقَكُمْ۔ پیدا کیا تم کو	مِّنْ نَّفْسٍ۔ جان	وَّاحِدَةٍ۔ ایک سے
وَّ۔ اور	خَلَقَ۔ پیدا کیا	مِنْهَا۔ اس سے	زَوْجَهَا۔ اس کی بیوی
وَ۔ اور	بَثَّ۔ پھیلائے	مِنْهُمَا۔ ان سے	رِجَالًا۔ مرد
كَثِيْرًا۔ بہت	وَّ۔ اور	نِسَآءً۔ عورتیں	وَّ۔ اور
اتَّقُوا۔ ڈرو	اللّٰهَ۔ اللہ سے	الَّذِيْ۔ وہ کہ	تَسَآءَلُوْنَ۔ سوال کرتے ہو
بِهٖ۔ اس کے نام سے	وَ۔ اور	الْاَرْحَامَ۔ رحموں سے	اِنَّ۔ بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ ہے	كَانَ ہے	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	رَقِيْبًا۔ نگران
وَ۔ اور	اٰتُوا۔ دو	الْيَتٰمٰى۔ یتیموں کو	اَمْوَالَهُمْ۔ ان کے مال
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَتَبَدَّلُوا۔ بدلو	الْخَبِيْثَ۔ ردی کو
بِالطَّيِّبِ۔ اچھی سے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَاْكُلُوْا۔ کھاؤ

اَمْوَالَهُمْ۔ ان کے مال	اِلٰٓی۔ طرف	اَمْوَالِكُمْ۔ اپنے مالوں کے ملاکر	
اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	كَانَ ہے	حُوْبًا۔ گناہ	كَبِيْرًا۔ بڑا
وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	خِفْتُمْ۔ تم ڈرو	اَلَّا۔ یہ کہ نہ
تُقْسِطُوْا۔ انصاف کرسکو	فِی۔ بیچ	الْيَتٰمٰى۔ یتیموں کے	فَانْكِحُوْا۔ تو نکاح کرو
مَا۔ جو	طَابَ۔ پسند ہو	لَكُمْ۔ تم کو	مِنَ النِّسَآءِ۔ عورتوں سے
مَثْنٰى۔ دو دو	وَ۔ اور	ثُلٰثَ۔ تین تین	وَ۔ اور
رُبٰعَ۔ چار چار	فَاِنْ۔ تو اگر	خِفْتُمْ۔ تم ڈرو	اَلَّا۔ یہ کہ نہ
تَعْدِلُوْا۔ انصاف کرسکو	فَوَاحِدَةً۔ تو ایک ہی	اَوْ۔ یا	مَا۔ جو
مَلَكَتْ۔ مالک ہوئے	اَيْمَانُكُمْ۔ تمہارے دائیں ہاتھ	ذٰلِكَ۔ یہ	اَدْنٰٓى۔ بہت قریب ہے
اَلَّا۔ یہ کہ نہ	تَعُوْلُوْا۔ ظلم کرو	وَ۔ اور	اٰتُوا۔ دو
النِّسَآءَ۔ عورتوں کو	صَدُقٰتِهِنَّ۔ ان کے حق مہر	نِحْلَةً۔ خوشی سے	فَاِنْ۔ پھر اگر
طِبْنَ۔ خوشی سے دیں	لَكُمْ۔ تم کو	عَنْ شَیْءٍ۔ کوئی چیز	مِّنْهُ۔ اس سے
نَفْسًا۔ اپنے آپ	فَكُلُوْهُ۔ تو کھاؤ اسے	هَنِيْٓئًا۔ رچتا	مَّرِيْٓئًا۔ پچتا
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تُؤْتُوا۔ دو تم	السُّفَهَآءَ۔ بیوقوفوں کو
اَمْوَالَكُمُ۔ اپنے مال	الَّتِیْ۔ وہ کہ	جَعَلَ۔ بنایا	اللّٰهُ۔ اللہ نے
لَكُمْ۔ تم کو	قِيٰمًا۔ نگران	وَّ۔ اور	ارْزُقُوْا۔ کھلاؤ
هُمْ۔ ان کو	فِيْهَا۔ اس میں	وَ۔ اور	اكْسُوْا۔ پہناؤ
هُمْ۔ ان کو	وَ۔ اور	قُوْلُوْا۔ کہو	لَهُمْ۔ ان کے لیے
قَوْلًا۔ بات	مَّعْرُوْفًا۔ اچھی	وَ۔ اور	ابْتَلُوا۔ آزماؤ
الْيَتٰمٰى۔ یتیموں کو	حَتّٰٓى۔ یہانتک کہ	اِذَا۔ جب	بَلَغُوا۔ پہنچ جائیں
النِّكَاحَ۔ بلوغت کو	فَاِنْ۔ تو اگر	اٰنَسْتُمْ۔ معلوم کرو تم	مِّنْهُمْ۔ ان سے
رُشْدًا۔ بھلائی	فَادْفَعُوْٓا۔ تو دیدو	اِلَيْهِمْ۔ ان کو	اَمْوَالَهُمْ۔ ان کے مال
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَاْكُلُوْ۔ کھاؤ	هَا۔ اس کو
اِسْرَافًا۔ حد سے زیادہ	وَّ۔ اور	بِدَارًا۔ جلدی سے	اَنْ۔ یہ کہ
يَّكْبَرُوْا۔ بڑے ہوں	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	كَانَ۔ ہو

غَنِیًّا۔ غنی	فَلْیَسْتَعْفِفْ۔ تو وہ بچے	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو
کَانَ۔ ہو	فَقِیْرًا۔ فقیر	فَلْیَاْکُلْ۔ تو وہ کھائے	بِالْمَعْرُوْفِ۔ مناسب
فَاِذَا۔ تو جب	دَفَعْتُمْ۔ دو تم	اِلَیْہِمْ۔ ان کو	اَمْوَالَہُمْ۔ ان کے مال
فَاَشْہِدُوْا۔ تو گواہ کر لو	عَلَیْہِمْ۔ ان پر	وَ۔ اور	کَفٰی۔ کافی ہے
بِاللّٰہِ۔ اللہ	حَسِیْبًا۔ حساب لینے والا	لِلرِّجَالِ۔ مردوں کیلئے	نَصِیْبٌ۔ حصہ ہے
مِمَّا۔ اس سے جو	تَرَکَ۔ چھوڑ جائیں	الْوَالِدٰنِ۔ ماں باپ	وَ۔ اور
الْاَقْرَبُوْنَ۔ قریبی	مِمَّا۔ اس سے جو	قَلَّ۔ کم ہو	مِنْہُ۔ اس سے
اَوْ۔ یا	کَثُرَ۔ زیادہ	نَصِیْبًا۔ حصہ ہے	مَّفْرُوْضًا۔ مقرر
وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	حَضَرَ۔ حاضر ہوں	الْقِسْمَۃَ۔ تقسیم کو
اُولُوا۔ صاحب	الْقُرْبٰی۔ قرابت	وَ۔ اور	الْیَتٰمٰی۔ یتیم
وَ۔ اور	الْمَسٰکِیْنُ۔ مسکین	فَارْزُقُوْ۔ تو دو	ھُمْ۔ ان کو
مِّنْہُ۔ اس سے	وَ۔ اور	قُوْلُوْا۔ کہو	لَہُمْ۔ ان سے
قَوْلًا۔ بات	مَّعْرُوْفًا۔ اچھی	وَ۔ اور	لْیَخْشَ۔ ڈریں
الَّذِیْنَ۔ وہ لوگ کہ	لَوْ۔ اگر	تَرَکُوْا۔ چھوڑ جائیں	مِنْ خَلْفِہِمْ۔ اپنے پیچھے
ذُرِّیَّۃً۔ اولاد	ضِعٰفًا۔ کمزور تو	خَافُوْا۔ ڈریں	عَلَیْہِمْ۔ ان پر
فَلْیَتَّقُوا۔ تو ڈرو	اللّٰہَ۔ اللہ سے	وَ۔ اور	لْیَقُوْلُوْا۔ کہو
قَوْلًا۔ بات	سَدِیْدًا۔ نرم	اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
یَاْکُلُوْنَ۔ کھاتے ہیں	اَمْوَالَ۔ مال	الْیَتٰمٰی۔ یتیموں کا	ظُلْمًا۔ ظلم سے
اِنَّمَا۔ سوا اسکے نہیں	یَاْکُلُوْنَ۔ وہ کھاتے ہیں	فِیْ۔ بیچ	بُطُوْنِہِمْ۔ اپنے پیٹوں کے
نَارًا۔ آگ	وَ۔ اور	سَیَصْلَوْنَ۔ جلدی داخل ہوں گے	
سَعِیْرًا۔ دھکتی آگ میں۔			

مختصر تفسیر پہلا رکوع سورۃ نساء پ۴

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْہَا زَوْجَہَا وَبَثَّ

مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے پھیلا دیے بہت مرد عورت اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

یہ خطاب تمام بنی آدم کو عام ہے۔ نفس واحدہ سے پیدا کرنے کا یہ مفہوم ہے کہ ابوالبشر حضرت آدم صفی علیہ السلام جن کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا تھا۔ انسان کی ابتداء پیدائش کا بیان کر کے قدرت الٰہیہ کی عظمت کا بیان فرمایا گیا۔ اگرچہ دنیا کے بے دین بے عقلی و نافہمی سے اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔ چنانچہ اصحاب فہم و خرد جانتے ہیں کہ یہ مضمون ایسی زبردست برہان سے ثابت ہے جس کا انکار محال ہے مردم شماری کا حساب پتہ دیتا ہے کہ آج سے سو برس قبل دنیا میں انسانوں کی تعداد آج سے بہت کم ہے اور اس سے سو برس پہلے اور بھی کم۔ تو اس طرح جانب ماضی میں چلتے چلتے اس کمی کی حد ایک ذات قرار پائے گی یا یوں کہئے کہ قبائل کی کثیر تعداد صرف ایک شخص کی طرف منتہی ہوتی ہے۔

مثلاً سید دنیا میں کروڑوں پائے جائیں گے۔ مگر جانب ماضی میں ان کی نہایت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ذات پر ہوگی، اور بنی اسرائیل کتنے ہی کثیر ہوں مگر اس تمام کثرت کا مرجع حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک ذات ہوگی۔

اسی طرح اور اوپر چلنا شروع کریں تو انسان کے تمام شعوب و قبائل کی انتہا ایک ذات آدم علیہ السلام پر ہوگی اور ممکن نہیں کہ وہ ایک شخص توالد و تناسل کے عام طریقہ سے پیدا ہو سکے اس لیے کہ اگر اس کے لیے باپ فرض بھی کیا جائے تو ماں نہ ہوگی تو لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ اس کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہو اور جب بغیر ماں باپ کے اس کی پیدائش مانی جائے گی تو یقیناً تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ انہیں عناصر سے پیدا ہو جو اس کے وجود میں پائے جاتے ہیں۔

پھر عناصر میں سے جو عنصر اس کا مسکن ہو اور جس کے سوا دوسرے میں وہ نہ رہ سکے۔ لازمی ہے کہ وہی اس میں غالب ہو اس لیے نسبت پیدائش اس عنصر کی طرف کی جائے گی یہ بھی ظاہر ہے کہ توالد و تناسل کا عام طریقہ ایک شخص سے جاری نہیں ہو سکتا اس لیے اس کے ساتھ ایک اور بھی ہو تا کہ جوڑا ہو جائے اور وہ دوسرا شخص جو اس کے بعد پیدا ہو مقتضائے حکمت یہی ہے کہ اس کے جسم سے پیدا ہو۔ کیونکہ ایک شخص کے پیدا ہونے سے نوع موجود ہو چکی۔ مگر یہ بھی لازم ہے کہ اس کی خلقت پہلے انسان سے معمولی توالد کے سوا کسی اور طریقہ سے ہو کیونکہ عام توالد بغیر دو کے ممکن نہیں اور یہاں صرف اور صرف ایک ہے اور حکمت الٰہیہ نے حضرت آدم

علیہ السلام کی ایک بائیں پسلی ان کی خواب کے وقت نکالی اور اس سے ان کی بیوی حضرت حوا کو پیدا کیا۔ چونکہ حوا الطریق توالدعام پیدا نہیں ہوئیں اس لیے انہیں اولاد نہیں کہہ سکتے جیسے اس طریقہ تولید کے خلاف جسم انسانی سے بہت سے کیڑے پیدا ہوتے ہیں اور وہ اس کی اولاد نہیں ہوتے۔ اسی طرح حوا کو بھی اولاد نہیں کہا جا سکتا۔

خواب سے بیدار ہو کر حضرت آدم نے دیکھا کہ ان کے پاس ایک اور انسانی شبیہ موجود ہے اور ان کے ساتھ موالنست جنس دل میں موج زن ہے۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو انہوں نے عرض کیا اور تم کون ہو؟ حضرت حوا نے جواب دیا عورت فرمایا کس لیے پیدا کی گئی ہو؟ عرض کیا آپ کی تسکین خاطر کے لیے تو آپ ان سے مانوس ہوئے یہ ہے خلاصہ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا کا۔

زَوْج۔ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی بیوی حضرت حوا علیہ السلام ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام تنہائی سے گھبراتے تھے آپ اپنی جنس دیکھ کر بہت خوش ہوئے آپ نے ہاتھ لگانا چاہا حکم ہوا پہلے مہر ادا کرو عرض کیا مہر کیا ہے؟ فرمایا ہمارے نبی آخر الزمان خاتم الانبیاء جناب محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو آپ نے درود بھیجا۔ حضرت حوا سے دو بچے پیدا ہوتے تھے وصال تک چالیس بچے پیدا ہوئے (تفسیر صاوی) ان سے کثیر مرد عورتیں پیدا ہوئیں۔

بَثَّ۔ بَثّ سے بنا اس کے معنی پھیلانا یعنی آدم و حوا سے۔

رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً۔ بہت سے مرد عورتیں۔

نساء کو کثیرۃ کے ساتھ وصف کرنے سے۔ رِجَالًا کا کثرت کے ساتھ وصف کر دینا کافی ہے رِجَالًا كَثِيْرًا کے قرینہ سے نِسَآءً كَثِيْرًا سمجھا جاتا ہے کیونکہ عورتیں مردوں سے زیادہ ہوتی رہی ہیں اس لیے ایک مرد کو چار عورتیں نکاح میں جائز رکھیں۔

اور تقویٰ کا حکم اس واقعہ پر اس لیے مرتب فرمایا کہ کمال قدرت پر دلالت کرے۔ صلہ رحمی اور حقوق العباد میں تقویٰ لازمی ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرتے رہو اس ذات سے جو اللہ ہے وہ جمیع صفات کمال کا جامع ہے۔

الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ۔ وہ اللہ جس کے واسطے سے تم آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اَرْحَام۔ رحم کی جمع ہے۔ رحم بچہ دانی کو کہتے ہیں یہاں رحم سے مراد آپس کے رشتہ ہیں یعنی اللہ سے ڈرو اور قرابت داریاں قائم رکھو۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ بے شک اللہ تعالے تمہارے اوپر نگہبان ہے یعنی تمہارا محافظ و خبردار ہے

آگے جو ارشاد ہے وَالْاَرْحَامَ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صلہ رحمی لازمی ہے لہذا اسے قطع نہ کرو۔ چنانچہ حدیث میں بھی ارشاد ہے جو رزق کی کشائش چاہے اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے اور رشتہ داروں کے حقوق کی رعایت رکھے۔

آگے یتیم کے حقوق پر احکام ہیں۔ نکاح کی تعداد، مہر وغیرہ کے حقوق کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا۔ اور یتیموں کو ان کے مال دو اور ستھرے مال کے بدلے گندا نہ لو اور ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بے شک یہ بڑا گناہ ہے۔

یَتٰمٰى۔ یتیم کی جمع ہے۔ یتیم، یُتم سے بنا اس کے معنی علیحدہ ہونا۔ اصطلاح میں وہ بچہ جس کا باپ مر گیا ہو یتیم کہلاتا ہے

اَمْوَال۔ جمع مال۔ یتیموں کا ہر قسم کا مال۔ بدلہ نہ کرو کہ اپنا ردّی مال تو یتیموں کے مال میں رکھ دو اور ان کا مال خود کھا جاؤ ان کا مال تمہارے لیے حرام ہے۔

حُوْبًا۔ وبال۔ ایسے گناہ جس کا انجام تکلیف ہو۔

حُوْبًا كَبِیْرًا فرما کر جرم کی حقیقت واضح فرما دی کہ یہ حق العباد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔

شانِ نزول:۔ ایک شخص کی نگرانی میں اس کے یتیم بھتیجے کا بہت سا مال تھا جب وہ یتیم بالغ ہوا اس نے اپنا مال طلب کیا چچا نے اسے دینے سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حکم الٰہی سن کر اس شخص نے وہ مال یتیم کے حوالہ کر دیا اور کہا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہوں۔ اس کے بعد حکم فرمایا کہ اپنے حلال مال کو گندہ نہ کرو یعنی یتیم کا مال جو تمہیں کھانا بلا ضرورت کے حرام ہے اسے اچھا سمجھ کر اپنے مال سے نہ بدلو کیونکہ وہ مال جو تمہارا ہے تمہارے لیے حلال و طیب ہے اور یہ مال جو یتیم کا ہے تم پر حرام ہے، یہ اختلاط کرنا تم پر سخت گناہ ہے۔

حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنے آپ کو حرص اور حرام مال سے بچا لیا اور اس نے اپنے رب کی اطاعت کی تو بیشک وہ اپنا ٹھکانہ جنت میں پائے گا۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْاؕ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةًؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـٴًـا مَّرِیْٓـٴًـا۔

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو جو تمہیں پسند آئیں نکاح میں لاؤ دو دو

دو۔ تین تین۔ چار چار۔ تو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ متعدد بیویوں میں عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو تو اگر وہ اپنی خوشی سے مہر میں سے کچھ تمہیں دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔

یتیم عورتوں لڑکیوں میں اگر تم ان کے حقوق کی رعایت نہ کر سکو تو انہیں اپنے نکاح میں لا کر پریشان نہ کرو۔
اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی۔ اس میں خطاب ورثاء یتیم کو ہے۔
لَا تُقْسِطُوْا۔ اس کا مادہ قِسط بمعنی حصہ ہے۔ اصطلاح میں ظلم کو قسط کہتے ہیں
اور اس کے بعد فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ کے معنی میں چند قول ہیں۔

حسن فرماتے ہیں پہلے زمانہ میں اہل مدینہ اپنی زیر ولایت یتیم لڑکی سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کر لیتے باوجودیکہ اس کی طرف رغبت نہ ہوتی پھر اس کے بعد اس سے معاشرت میں اچھا سلوک نہ کرتے اور اس کے مال کے وارث بننے کے لیے اس کی موت کے منتظر رہتے اس آیت میں انہیں اس سے روکا گیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی ولایت سے اس وجہ میں گھبراتے تھے کہ کہیں بے انصافی نہ ہو جائے اور ویسے زنا کی پرواہ کرتے تھے اس آیت کریمہ میں انہیں بتایا گیا کہ اگر تم نا انصافی کے اندیشہ سے یتیموں کی دولت سے گھبراتے ہو تو زنا سے بھی خوف کرو اور اس سے بچنے کے لیے جو عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں ان سے نکاح کرو اور حرام کے قریب مت جاؤ۔

ایک قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی ولایت و سرپرستی میں تو نا انصافی کا اندیشہ کرتے تھے اور بہت سے نکاح کرنے میں کچھ پرواہ نہ کرتے تھے انہیں بتایا گیا کہ جب زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو ان کے حقوق میں نا انصافی کرنے سے بھی ڈرو اتنی ہی عورتیں نکاح میں لاؤ جن کے حقوق عدل و انصاف سے پورے کر سکو۔

ایک قول عکرمہ کا ہے وہ حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قریشی دس دس بلکہ اس سے زیادہ نکاح کر لیا کرتے تھے اور جب ان کا بار نہ اٹھ سکتا تو جو یتیم لڑکیاں انکی زیر سرپرستی ہوتیں ان کے مال خرچ کر ڈالتے۔

اس آیت میں تنبیہ کی گئی کہ استطاعت و قوت دیکھ کر نکاح کرو اور چار سے زائد نہ کرو تاکہ تمہیں یتیموں کے مال خرچ کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔ اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ آزاد مرد کے لیے ایک وقت میں چار عورتیں نکاح میں رکھنا جائز ہیں خواہ وہ حرہ ہوں یا امۃ یعنی لونڈیاں۔

یہ بھی مستفاد ہوا کہ امت کا اجماع اسی پر ہے کہ ایک وقت میں چار سے زیادہ عورتیں رکھنا کسی کو جائز نہیں سوائے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔

ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص اسلام لائے ان کی آٹھ بیویاں تھیں حضور نے انہیں فرمایا ان میں سے چار رکھ لو۔

ترمذی میں ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے ان کی دس بیویاں تھیں وہ بھی ساتھ ہی مسلمان ہوئیں حضور نے حکم دیا ان میں سے چار رکھو۔

مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔ تمام امت کا اجماع ہے کہ جن لوگوں نے اس آیت سے چار سے زائد کو جائز قرار دیا وہ اہل بدعت ہیں (تفسیر روح المعانی)

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔ پس اگر ڈرو تم اس سے کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک عورت ہی سے نکاح کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیویوں کے مابین عدل فرض ہے۔ نئی پرانی۔ باکرہ۔ ثیبہ سب استحقاق میں مساوی ہیں یہ عدل لباس۔ خورد ونوش۔ سکنیٰ یعنے رہنے کی جگہ میں لازم ہے اور اسی طرح شب باشی میں بھی عدل ومساوا فرض ہے۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً۔ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کر دو

مہر کی ادائیگی بہ خندہ پیشانی لازم فرمائی گئی یہ اس لیے کہ ہر ایک سمجھ جائے کہ مہر کی مستحق عورتیں ہیں نہ کہ ان کے اولیاء یہی وجہ ہے کہ مہر اگر کسی عورت کے ولی نے وصول کر لیا اور عورت نے ایسے وصول نہ کیا تو وہ مہر اس سے لے کر عورت کو دینا ضروری ہے۔

یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مہر کا کوئی حصہ یا تمام مہر اگر معاف کر سکتی ہے تو بیوی کر سکتی ہے اگر ولی تو بیوی اپنے اختیار سے مہر کی مقدار میں سے کچھ معاف کر دیں یا سب چھوڑ دیں اور بیوی کا کوئی حصہ یا پورا معاف نہ تو یہ معافی کالعدم ہے۔ عورتوں کو ہی اختیار ہے کہ وہ اپنے شوہروں کو مہر کا کوئی حصہ ہبہ کر دیں یا کل مہر مگر کوئی ان کا بجبر جائز نہیں۔ اس لیے کہ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ فرمایا گیا ہے جس کے معنے دل کی خوشی سے معاف کرنے کے ہیں یا وصول کر کے خاوند کو واپس کر دے تو اس میں کچھ حرج نہیں خاوند اسے خوشی سے لے سکتا ہے۔

هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا۔ ایسے ذوق وشوق سے کھاؤ۔

اس کے بعد ان یتیموں کی تولیت کے مسائل ہیں۔ جو بے سمجھ بے عقل ہیں اور ان کے مال میں تصرف کرنے کے احکام کا تذکرہ ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات

کے لیے کیا ہے اور انہیں اس مال میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی طرح بات کہو۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا٥

اور یتیموں کو آزماتے رہو حتی کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انہیں واپس کر دو اور اس مال کو تم نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور خرچ جلدی سے نہ کرو کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں اور جو مستغنی ہو اسے چاہیئے کہ اس مال سے بچتا رہے اور جو ضرورت مند ہو وہ بقدر مناسب کھائے تو جب انہیں انکے مال سپرد کرو تو ان پر گواہ کر لو اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو۔

سفیہ کہتے ہیں عربی زبان میں ایسے بے سمجھ کو جو مال کا مصرف نہ پہچان سکے اور اسے بے محل خرچ کر دے۔ اور اس حال میں مال اس کے سپرد کرنے کی ممانعت کی گئی تا کہ وہ متروکہ آباء کو ضائع نہ کر دے اور ان سے اچھی بات کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انہیں تسلی دی جائے اور ان کی پریشانی دفع کریں انہیں بتائیں کہ اتنا مال تمہارا میرے پاس ہے جب تم ہوشیار ہو جاؤ گے تمہیں سپرد کر دیا جائے گا۔

اور وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى سے ان کا وہ امتحان مراد ہے جس سے متولی اطمینان کر سکے کہ اب یہ معاملہ فہم ہوا یا نہیں۔ اس میں اپنے بھلے برے کی سمجھ آئی یا نہیں اور امین مال اگر غریب اور تنگدست ہے تو بقدر حاجت اس مال سے اپنے خرچ میں لا سکتا ہے اور اگر مالدار کھاتا پیتا ہے تو اسے چاہیئے کہ مال یتیم سے پرہیز کرے پھر جب مال واپس کیا جائے تو اس پر گواہ کر لیے جائیں تا کہ بعد میں کسی قسم کے اتہام و الزام کا موقع ہی نہ پیدا ہو سکے۔

شان نزول:۔ حضرت رفاعہ کا انتقال ہو گیا ان کے ایک بچہ ثابت بن رفاعہ تھا مرحوم اپنا متروکہ مال اپنے بھائی کے سپرد کر گئے تھے۔ مرحوم کے بھائی حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں حاضر آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ثابت کے مال کا متولی بنایا گیا ہے کیا میں بحق خدمت اس مال سے کچھ اپنے تصرف میں لا سکتا ہوں؟ اور یہ مال ثابت کو کب واپس کروں اور کس طرح کروں اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور مفصل جواب دیا گیا (خازن)

اس کے بعد عورت مرد کا حصہ متروکہ میں ظاہر کیا گیا اور اس رسم جہالت کی مخالفت کی گئی جو زمانہ جہالت میں تھی کہ عورتوں اور بچوں کو ورثہ نہ دیتے تھے اس کا ابطال اس آیہ کریمہ میں فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ

فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝

مردوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے والدین اور قرابت والے تھوڑا ہو یا زیادہ حصہ ہے مقرر کیا ہوا اور جب آجائیں تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مساکین تو دو انہیں بھی اس میں سے کچھ اور ان سے گفتگو کرو خوشگوار اور ڈریں وہ لوگ اگر چھوڑیں اپنے بعد اولاد کمزور تو ان کا خطرہ ان پر ہوتا تو ڈریں اللہ سے اور چاہیئے کہ گفتگو نرم کریں بیشک وہ جو کھاتے ہیں مال یتیموں کا بطور ظلم کے تو وہ سوا اس کے نہیں کہ کھاتے ہیں اپنے شکموں میں آگ اور عنقریب پہنچیں گے بھڑکتے ہوئے آوہ میں۔

شان نزول: حضرت اوس بن ثابت کا انتقال ہو گیا وہ بہت سا مال چھوڑ گئے تھے ان کی بیوی ام کحہ اور تین لڑکیاں تھیں۔ چچا کے دو لڑکے سوید اور عرفجہ نے ان کے تمام مال پر قبضہ کر لیا حضرت اوس کی بیوی اور بچیوں کو کچھ نہ دیا اس زمانہ میں عورتوں کو میراث نہیں دی جاتی تھی ان کا کہنا تھا کہ جو میراث پائے وہ جنگ میں جائے۔ حضرت اوس کی بیوی نے سوید اور عرفجہ سے کہا کہ اگر تم ان یتیم بچیوں کا مال لیتے ہو تو ان کو اپنے عقد میں لے لو انہوں نے انکار کر دیا کیونکہ یہ بچیاں خوبصورت نہ تھیں۔

حضرت ام سلمہ اوس کی بیوی دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر آئیں اور تمام واقعہ عرض کیا اور فریاد کی کہ ان بچیوں کی پرورش کیوں کر کروں۔ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے سوید اور عرفجہ کو طلب فرمایا اور اس ظلم کی وجہ دریافت کی انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے یہاں عورتوں اور نابالغوں کو میراث نہیں دیا جاتا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور وہ مال محفوظ کر دیا گیا کچھ عرصہ پر یُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ کا حکم ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اوس کے مال کی اس طرح تقسیم فرمائی۔

حضرت اوس کی بیوی کو آٹھواں حصہ اور بیٹیوں کو دو تہائی جو باقی بچا وہ سوید اور عرفجہ کو تقسیم کیا ایام زمانہ جاہلیت میں کفار عورتوں اور بچوں کو ورثہ نہ دیتے تھے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس حکم کو غلط قرار دیا۔ پھر مزید مراعات بطور امر استحبابی یہ ادا دی کہ اگر تقسیم ترکہ کے موقع پر برادری کا غریب یتیم ایسا آجائے جس کا حصہ متروکہ میں نہ ہو تو اسے بھی کچھ دے دیا جائے تو یہ مستحب ہے۔

اور قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا فرما کر طرز تکلم مہذب بنایا اور اخلاق مسلمین کو حسین کیا۔ آیات بالا میں عذر جمیل، وعدہ حسنہ، دعائے خیر کی بھی تعلیم دی گئی اور میت کے ترکہ سے غیر وارث رشتہ والے اور یتیم مسکین کو بطور صدقہ دینے اور قول معروف سے تکلم کرنے کا حکم امر نادیبی کی شکل میں دیا گیا۔

چنانچہ صحابہ کرام میں اس پر عمل تھا۔ محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ ان کے والد نے تقسیم میراث کے وقت ایک بکری ذبح کرا کے کھانا پکایا اور قریبی بعیدی رشتہ والوں کو کھلایا اور مساکین اور یتیموں کو بھی دیا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

ابن سیرین نے یہی مضمون علیدہ سلمانی سے بھی روایت کیا اس میں یہ اور ہے کہ آپ نے فرمایا اگر یہ آیت نہ آئی ہوتی تو یہ صدقہ میں اپنے مال سے کرتا۔ چنانچہ تیجا جسے سوم کہتے ہیں اور عام مسلمین میں مروج ہے وہ بھی اس آیت کریمہ کے اتباع میں ہے کہ اس تیجا میں بھی رشتہ دار یتامیٰ۔ مساکین ہی شرکت کرتے ہیں۔ کلمہ کا ختم دیتے ہیں تلاوت قرآن مجید کر کے دعا قول معروف کی تعمیل میں کی جاتی ہے۔

اس کے بعد وصی اور یتیم کے ولی اور وہ لوگ جو قریب موت مرنے والے کے پاس موجود ہوں انہیں ہدایت کی کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ تم پر بھی ایسا وقت آنا ہے۔ پھر یتیموں کا مال کھا جانے کے خوگر لوگوں کو توبیخاً فرمایا کہ وہ مال نہیں کھاتے بلکہ خالص آگ سے اپنے شکم پر کرتے ہیں۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ یتیموں کا مال کھانے والے بروز قیامت اسی طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کی قبروں سے ان کے منہ اور کانوں سے دھواں نکلتا ہوگا۔ لوگ انہیں جان لیں گے کہ یہ یتیم کا مال کھانے والے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ نساء پ۴

یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ
الْاُنْثَیَیْنِ ۚ فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ
فَلَھُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ ۚ وَاِنْ کَانَتْ وَاحِدَۃً
فَلَھَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَیْہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ
مِّنْھُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَہٗ وَلَدٌ ۚ
فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَہٗٓ اَبَوٰہُ فَلِاُمِّہِ
الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ کَانَ لَہٗٓ اِخْوَۃٌ فَلِاُمِّہِ
السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصِیْ
بِھَآ اَوْ دَیْنٍ ؕ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ
لَا تَدْرُوْنَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا ؕ

حکم دیتا ہے تمہیں اللہ تمہاری اولاد میں بیٹے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے تو اگر نری لڑکیاں ہوں دو سے اوپر تو انہیں متروکہ سے دو تہائی ہے اور اگر ہو ایک لڑکی تو اسے آدھا اور (میت کے) والدین کو ہر ایک کو ان میں سے چھٹا اس سے جو (میت نے چھوڑا) اگر ہو (میت کی) اولاد تو اگر نہ ہو میت کی اولاد اور وارث صرف ماں باپ ہوں تو ماں کا تہائی تو اگر ہوں میت کے بھائی بہن تو ماں کا چھٹا بعد ادا کرنے وصیت کے جو میت نے کی یا قرضہ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے نہیں جانتے تم

فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○

کہ کون ان میں سے قریب تر ہو نفع دینے میں مقرر کردہ حصہ ہے اللہ کی طرف سے بے شک علم والا اور حکمت والا ہے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاۗءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَاۗرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ○

اور تمہیں آدھا متروکہ کا ہے بیویوں کے ترکہ سے اگر نہ ہو ان کی اولاد تو اگر ہو ان کی اولاد تو تمہارے لیے چوتھائی ہے متروکہ سے بعد اس کے جو وصیت کریں وصیت والے کو یا قرضہ اور ان عورتوں کے لیے تمہارے متروکہ سے چوتھائی ہے اگر نہ ہو تمہاری اولاد تو اگر ہو تمہاری اولاد تو انہیں آٹھواں اس سے جو تم چھوڑ گئے بعد وصیت پوری کرنے کے جو تم کر جاؤ یا قرضہ اور اگر ہو کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ جس کے ماں باپ اور اولاد کوئی بھی نہ ہو اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی ہو یا بہن تو ہر ایک کے لیے ان میں سے چھٹا تو اگر ہوں زیادہ بہن بھائی تو وہ سب تہائی میں شریک ہیں بعد ادائے وصیت کے جو کر گیا یا ایسے قرضہ کی جس میں سے نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو یہ اللہ کا حکم ہے اور علم والا حلم والا ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو پیروی کرے اللہ اور اس کے رسول کی داخل کرے گا اللہ اسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○

اور جو نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی اور بڑھ جائے اللہ کی حدوں سے داخل کرے گا اسے آگ میں اسے ہمیشہ رہنا ہوگا اس میں اور اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

لفظی ترجمہ

یُوْصِیْکُمُ۔ حکم دیتا ہے تم کو		اللّٰہُ۔ اللہ	فِیْ۔ بیچ
اَوْلَادِ۔ اولاد	کُمْ۔ تمہاری کے	لِلذَّکَرِ۔ واسطے مرد کے	مِثْلُ۔ مثل
حَظِّ۔ حصے	الْاُنْثَیَیْنِ۔ دو عورتوں کے	فَاِنْ۔ تو اگر	کُنَّ۔ ہوں
نِسَآءً۔ عورتیں	فَوْقَ۔ زیادہ	اثْنَتَیْنِ۔ دو سے	فَلَھُنَّ۔ تو ان کے لیے
ثُلُثَا۔ دو تہائی ہے	مَا۔ اس کی جو	تَرَکَ۔ چھوڑ گیا	وَ۔ اور
اِنْ۔ اگر	کَانَتْ۔ ہو	وَاحِدَۃً۔ ایک	فَلَھَا۔ تو اس کے لیے
النِّصْفُ آدھا ہے	وَ۔ اور	لِاَبَوَیْہِ۔ اسکے ماں باپ کیلئے	لِکُلِّ۔ واسطے ہر
وَاحِدٍ۔ ایک کے	مِنْھُمَا۔ ان سے	السُّدُسُ چھٹا حصہ ہے	مِمَّا۔ اس سے جو
تَرَکَ۔ چھوڑ گیا	اِنْ۔ اگر	کَانَ۔ ہو	لَہٗ۔ اس کی
وَلَدٌ۔ اولاد	فَاِنْ۔ پھر اگر	لَمْ۔ نہ	یَکُنْ۔ ہو
لَہٗ۔ اسکی	وَلَدٌ۔ اولاد	وَ۔ اور	وَرِثَہٗ۔ وارث ہوں اسکے
اَبَوٰہُ۔ اسکے ماں باپ	فَلِاُمِّہِ۔ تو اس کی ماں کا	الثُّلُثُ۔ تیسرا حصہ ہے	فَاِنْ۔ پھر اگر
کَانَ ہوں	لَہٗ۔ اسکے	اِخْوَۃٌ۔ بھائی بہن	فَلِاُمِّہِ۔ تو اسکی ماں کا
السُّدُسُ۔ چھٹا حصہ ہے	مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد	وَصِیَّۃٍ۔ پوری کرنے وصیت کے	
یُّوْصِیْ۔ جو کر گیا ہو	بِھَا۔ اسکی	اَوْ۔ یا	دَیْنٍ۔ قرضہ
اٰبَآؤُ۔ باپ	کُمْ۔ تمہارے	وَ۔ اور	اَبْنَآؤُ۔ بیٹے
کُمْ۔ تمہارے	لَا۔ نہیں	تَدْرُوْنَ۔ جانتے تم	اَیُّھُمْ۔ کون ان میں سے
اَقْرَبُ۔ زیادہ قریب ہے	لَکُمْ۔ تمہارے لیے	نَفْعًا۔ نفع میں	فَرِیْضَۃً۔ مقرر ہے
مِّنَ اللّٰہِ۔ اللہ سے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	کَانَ۔ ہے
عَلِیْمًا۔ جاننے والا	حَکِیْمًا۔ حکمت والا	وَ۔ اور	لَکُمْ۔ تمہارے لیے
نِصْفُ۔ آدھا ہے	مَا۔ جو	تَرَکَ۔ چھوڑ جائیں	اَزْوَاجُکُمْ۔ تمہاری بیویاں
اِنْ۔ اگر	لَمْ۔ نہ	یَکُنْ۔ ہو	لَّھُنَّ۔ انکی

وَلَدٌ۔ اولاد	فَلَكُمْ۔ تو تمہارے لیے	الرُّبُعُ۔ چوتھائی ہے	مِمَّا۔ اس سے جو
تَرَكْنَ۔ چھوڑیں	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	وَصِيَّةٍ۔ وصیت کے	يُّوصِيْنَ۔ جو وصیت کریں
بِهَا۔ اس کی	اَوْ۔ یا	دَيْنٍ۔ قرضہ	وَ۔ اور
لَهُنَّ۔ انکے لیے	الرُّبُعُ۔ چوتھائی ہے	مِمَّا۔ اس سے جو	تَرَكْتُمْ۔ تم چھوڑو
اِنْ۔ اگر	لَمْ۔ نہ	يَكُنْ۔ ہو	لَّكُمْ۔ تمہاری
وَلَدٌ۔ اولاد	فَاِنْ۔ پھر اگر	كَانَ۔ ہو	لَكُمْ۔ تمہاری
وَلَدٌ۔ اولاد	فَلَهُنَّ۔ تو انکے لیے	الثُّمُنُ۔ آٹھواں حصہ ہے	مِمَّا۔ اس سے جو
تَرَكْتُمْ۔ تم چھوڑو	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	وَصِيَّةٍ۔ وصیت کے	تُوصُوْنَ۔ جو تم وصیت کرو
بِهَا۔ اس کی	اَوْ۔ یا	دَيْنٍ۔ قرضہ	وَ۔ اور
اِنْ۔ اگر	كَانَ۔ ہو	رَجُلٌ۔ ایسا آدمی یا عورت جو	
يُّوْرَثُ۔ ترکہ بٹتا ہو	كَلٰلَةً۔ وہ جس کا ماں باپ نہ ہو		اَوِ۔ یا
امْرَاَةٌ۔ عورت	وَّ۔ اور	لَهٗ۔ اس کے	اَخٌ۔ بھائی
اَوْ۔ یا	اُخْتٌ۔ بہن ہے	فَلِكُلِّ۔ تو واسطے ہر	وَاحِدٍ۔ ایک کے
مِنْهُمَا۔ ان میں سے	السُّدُسُ۔ چھٹا حصہ ہے	فَاِنْ۔ پھر اگر	كَانُوْا۔ ہوں
اَكْثَرَ۔ زیادہ	مِنْ ذٰلِكَ۔ اس سے	فَهُمْ۔ تو وہ	شُرَكَآءُ۔ شریک ہیں
فِی۔ بیچ	الثُّلُثِ۔ تیسرے حصہ کے	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	وَصِيَّةٍ۔ وصیت کے
يُّوْصٰى۔ کہ وصیت کی جائے		بِهَا۔ اس کی	اَوْ۔ یا
دَيْنٍ۔ قرضہ	غَيْرَ۔ غیر	مُضَآرٍّ۔ نقصان کے	وَصِيَّةً۔ حکم ہے
مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ کی طرف سے		وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ
عَلِيْمٌ۔ جاننے والا	حَلِيْمٌ۔ حلم والا ہے	تِلْكَ۔ یہ	حُدُوْدُ۔ حدیں ہیں
اللّٰهِ۔ اللہ کی	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	يُّطِعِ۔ اطاعت کرے
اللّٰهَ۔ اللہ کی	وَ۔ اور	رَسُوْلَهٗ۔ اسکے رسول کی	يُدْخِلْهُ۔ داخل کریگا اسے
جَنّٰتٍ۔ باغوں میں جو	تَجْرِیْ۔ چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا۔ اس کے نیچے	الْاَنْهٰرُ۔ نہریں
خٰلِدِيْنَ۔ ہمیشہ رہیں	فِيْهَا۔ اس میں	وَ۔ اور	ذٰلِكَ۔ یہ ہے
الْفَوْزُ۔ کامیابی	الْعَظِيْمُ۔ بڑی	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو

يَّعْصِ ۔ نافرمانی کرے — اللّٰهَ ۔ اللہ کی — وَ ۔ اور — رَسُوْلَهٗ ۔ اسکے رسول کی

وَ ۔ اور — يَتَعَدَّ ۔ گزر جائے — حُدُوْدَهٗ ۔ اس کی حدوں سے

يُدْخِلْهُ ۔ داخل کریگا اسے — نَارًا ۔ آگ میں — خَالِدًا ۔ ہمیشہ رہے — فِيْهَا ۔ اس میں

وَ ۔ اور — لَهٗ ۔ اس کے لیے — عَذَابٌ ۔ عذاب ہے — مُّهِيْنٌ ۔ ذلیل کرنے والا

مختصر تفسیر دوسرا رکوع ۔ سورۃ نساء پ ۴

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے ۔ تو اگر ہوں لڑکیاں دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی ہے ۔

اصطلاح میں وصیت وہ حکم ہے جو وفات کے بعد کے متعلق کیا جائے ۔ ایصاء پہنچانا اہل عرب وصیت کا احترام کرتے تھے اور وصیت ضرور پوری کرتے تھے ۔

فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ ۔ بیٹے بیٹیاں مراد ہیں ۔ اللہ تعالے لڑکے اور لڑکیوں کے متعلق حکم دیتا ہے ارشاد ہے لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۔ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے ۔

ذکر سے مراد لڑکا ہے ۔ لڑکے کا دوگنا ۔ لڑکی کا ایک گنا کل مال کے تین حصہ کرو دو حصہ لڑکے کے لیے ایک حصہ لڑکی کے لیے ۔

فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۔

شان نزول: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں سخت بیمار ہوا ۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عیادت کے لیے تشریف لائے مجھے بے ہوش پایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضو فرمایا غسالہ شریف مجھ پر چھڑکا مجھے ہوش آگیا تو میں نے دربار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنے مال کے متعلق کیا فیصلہ کروں میرے انتقال کے بعد یہ مال کیسے تقسیم ہوگا ؟ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی (روح المعانی)

حضرت سعد بن ربیعہ شہید ہوئے تو ان کی بیوی نے دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ سعد کے بھائی نے سارا مال لے لیا اور انکی یتیم بچیاں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کے بھائی کو حکم بھیجا کہ سعد کے مال کا آٹھواں حصہ ان کی بیوی کو دو ۔ دو تہائی ان کی لڑکیوں کو اور جو باقی بچے وہ تم رکھو (خازن)

اس رکوع میں وراثت کے احکام ہیں

پہلا حکم:۔ اگر میت نے بیٹے بیٹیاں دونوں چھوڑے ہوں تو لڑکے کا لڑکی کے حصے سے دوچند دیکر سب متروکہ تقسیم ہوگا۔ اور اگر فقط لڑکیاں ہوں اور دو سے اوپر ہوں تو وہ ترکہ کی دو تہائی لیں گی۔

اور اگر ایک لڑکی ہو تو وہ متروکہ سے آدھا لے گی جیسا کہ آگے ارشاد ہے۔

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ۔ اور میت کے والدین میں ہر ایک کو متروکہ میت سے چھٹا ملے گا۔ بشرطیکہ میت کے اولاد بھی ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر اکیلا لڑکا وارث رہا ہو تو کل مال اس کا ہوگا کیونکہ پہلے بیٹے کا حصہ بیٹیوں سے دگنا بتایا گیا ہے تو جب اکیلی لڑکی ہوگی تو نصف اور تنہا لڑکا ہوگا تو اس سے دوچند اور وہ کل ہے۔

آگے میت کے والدین کو متروکہ میت سے چھٹا حصہ دیا۔ ایسی صورت میں جبکہ میت نے ولد چھوڑا ہو اور ولد کا اطلاق لڑکا لڑکی دونوں پر ہوتا ہے جیسے اولاد کا اطلاق لڑکا لڑکی دونوں پر ہوتا ہے۔

آگے اور صورت ترکہ بیان فرمائی اور کہا

فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ۔ تو اگر میت کے اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی ہوں تو ایسی صورت میں ماں کا حصہ تہائی ہوگا۔

یعنی اگر میت صرف ماں باپ چھوڑے اور ماں باپ کے ساتھ زوج یا زوجہ چھوڑ دے تو ماں کا حصہ زوج کا حصہ نکال لینے کے بعد جو باقی رہے اس کا تہائی ہے نہ کہ کل متروکہ کا تہائی اور آگے فرمایا

فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ تو اگر میت کے بھائی ہوں تو ماں کو چھٹا دیا جائے گا۔ عام اس سے کہ وہ بھائی سوتیلا ہو۔ خواہ ایک ہی ہو ماں کا حصہ بہرحال چھٹا رہے گا مگر وصیت اور دین یعنی قرضہ تقسیم وراثت سے مقدم ہے اور دین تو وصیت پر بھی مقدم ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اَلدَّيْنُ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ آگے تعیین حصص کی حکمت ظاہر فرمائی اور کہا۔

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے کہ کون تمہارے نفع پہنچانے میں قریب تر ہے (اس لیے حصوں کی تعیین تمہاری رائے پر نہیں چھوڑی) یہ حصہ مقرر کردہ ہے اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

پھر آگے بقیہ حصص پر نفاذ حکم ہوا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ۔ اور تمہاری بیویاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو۔

فَاِنْ کَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ۔ تو اگر ہو ان کی اولاد تو ان کے متروکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے بعد اس کے جو وصیت کر گئیں یا قرضہ کہ اس کے بعد بیویوں کے حصہ کا تقاسمہ فرمایا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۔ اور عورتوں کو تمہارے ترکہ سے چوتھائی ہے (خواہ ایک بیوی ہو یا کئی۔ ایک ہو گی تو وہ تنہا چوتھائی پائے گی۔ کئی ہوں گی تو سب اس چوتھائی میں برابر کی شریک ہوں گی) بشرطیکہ تمہارے اولاد نہ ہو۔ تو اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں ہے خواہ بیوی ایک ہو یا ایک سے زائد) بعد اس کے جو وصیت تم کر جاؤ یا قرضہ۔ اس کے بعد کلالہ کے لیے حکم فرمایا۔

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ۔ اور اگر ہو مرد کلالہ یا عورت اور اس کے بھائی یا بہن ہوں تو ہر ایک کو دونوں میں سے چھٹا حصہ ہے۔

فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ۔ تو اگر (وہ بہن بھائی) ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب شریک ہیں تہائی میں میت کی وصیت اور ایسا دین نکال کر جس میں مرنے والے نے وارث کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔

تعریف کلالہ

کلالہ وہ مرد اور عورت ہے جس کا ترکہ ایسے حال میں تقسیم ہو کہ اس نے مرتے وقت ماں باپ اولاد نہ چھوڑی ہوں۔ تو آیہ مذکورہ میں وَلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فرمایا گیا۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ اب جو وارث ہیں وہ ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو اس میں اس کے متروکہ سے میراث کا تقاسمہ یوں ہو گا کہ ہر ایک کو چھٹا حصہ دیا جائے گا۔

اور اگر ویسے بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو تہائی حصہ متروکہ میت سے نکال کر سب میں بحصّہ مساوی تقاسمہ ہو گا۔

کیونکہ وہ ماں کے رشتہ کی وجہ سے مستحق ہوئے اور ماں تہائی سے زیادہ نہیں لے سکتی۔ اس لیے ان میں مرد کا حصہ عورت کے حصہ سے زیادہ نہیں ہے۔

اور آخر آیت میں وصیت اور دَین کی تشریح میں غیر مضار جو فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وصیت

پر عمل کیا جائے اور دَین بھی ادا ہو لیکن وہ مرنے والے کے وارث یا وارثوں کو تہائی سے زیادہ وصیت نہ ہو اگر وہ ایسا کر گیا ہے تو یہ مضار ہے اور مضار پر عمل نہ ہوگا۔

مختصر خلاصہ مسائل فرائض

وارث تین قسم کے ہیں۔

اصحاب فرائض، عصبات، ذوی الارحام۔

اصحاب فرائض وہ لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالے کی طرف سے حصے مقرر ہیں مثلاً بیٹی ایک ہو تو آدھے مال کی حقدار ہے ایک سے زائد ہوں تو سب کے لیے دو تہائی۔ پوتی پر پوتی اور اس کے نیچے کی ہو۔ پوتی اگر میت کی اولاد نہ ہو تو بیٹی کے حکم میں ہے۔ اگر میت نے ایک بیٹی چھوڑی تو پوتی پر پوتیاں چھٹا لیں گی اور اگر میت نے بیٹا چھوڑا تو ساقط ہو جائیں گی اور کچھ نہ لے سکیں گی۔

اگر میت نے دو بیٹیاں چھوڑیں تو بھی پوتی پوتیاں ساقط ہیں اور اگر نیچے کے درجہ میں کوئی لڑکا ہوگا تو وہ اس کو عصبہ بنا دے گا۔

سگی بہن میت کے بیٹا یا پوتا نہ چھوڑنے کی صورت میں بیٹیوں کے حکم میں ہے۔

علاتی بہنیں جو باپ میں شریک ہوں اور ان کی مائیں علیحدہ علیحدہ ہوں وہ حقیقی بہنوں کے نہ ہونے کی صورت میں ان کی مثل ہیں اور دونوں قسم کی بہنیں یعنی علاتی اور حقیقی میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں اور بیٹے۔ پوتے اور اس کے نیچے کے پوتے اور باپ کے ساتھ ساقط ہو جاتے ہیں۔

اور امام صاحب کے نزدیک دادا کے ساتھ بھی محروم ہیں۔

سوتیلے بھائی بہنیں جو صرف ماں میں شریک ہوں۔ ان میں سے ایک ہو تو چھٹا اور زیادہ ہوں تو تہائی اور ان میں مرد عورت برابر حصہ پائیں گے اور بیٹے پوتے اور اس کے ماتحت کے پوتے اور باپ دادا ہوتے ساقط ہیں اور باپ کا چھٹا حصہ اس حال میں ہے جب کہ میت نے بیٹا یا پوتا یا اس سے نیچے کے پوتے چھوڑ ہوں ورنہ نہیں۔

اگر میت نے بیٹی یا پوتی یا اور نیچے کی کوئی پوتی چھوڑی ہو تو باپ چھٹا حصہ لے کر وہ باقی بھی لے گا جو اصحاب فروض کو دے کر بچے۔

دادا یعنی میت کے باپ کا باپ۔ باپ کے نہ ہونے کی صورت میں مثل باپ کے ہے۔ سوا اس کے

کہ ماں کو ثلث ما بقی کی طرف رد نہ کر سکے گا۔

ماں کا چھٹا حصہ ہے اگر میت نے اپنی اولاد یا اپنے بیٹے یا پوتے کی اولاد یا بہن بھائی ہیں سے دو چھوڑے ہوں خواہ وہ بھائی سگے ہوں یا سوتیلے اور اگر ان ہیں سے کوئی نہ چھوڑا ہو تو ماں کل مال کا تہائی پائے گی۔

اگر میت نے زوج یا زوجہ اور ماں باپ چھوڑے ہوں تو ماں کو زوج یا زوجہ کا حصہ دینے کے بعد جو باقی رہے اس کا تہائی ملے گا اور جس کا چھٹا حصہ ہے خواہ وہ ماں کی طرف سے ہو یعنی نانی ہو یا باپ کی طرف سے یعنی دادی ایک ہو یا زیادہ۔ البتہ قریب والی دور والی کی حاجب ہوتی ہے اور ماں ہر ایک جدہ کو مجوب کرتی ہے اور باپ کی طرف سے جو دادیاں ہیں وہ باپ کی موجودگی ہیں مجوب ہوتی ہے اس صورت ہیں کچھ نہ ملے گا۔

زوج چہارم پائے گا اگر میت نے اپنی یا اپنے بیٹے پوتے پرپوتے وغیرہ کی اولاد چھوڑی ہو۔ اور اس قسم کی اولاد نہ چھوڑی ہو تو زوج یعنی شوہر نصف پائے گا۔

میت کی زوجہ بیٹے پوتے وغیرہ کی اولاد ہونے کی صورت ہیں آٹھواں لے گی اور نہ ہونے کی صورت ہیں چوتھائی۔

عصبات

عصبات وہ وارث ہیں جن کے لیے کوئی حصہ معین نہیں بلکہ ذوی الفروض سے جو بچا ہو وہ پاتے ہیں ان میں سب سے اولی بیٹا ہے پھر پوتا نیچے تک پھر باپ پھر دادا۔ پھر آبائی سلسلہ ہیں جہاں تک کوئی پایا جائے پھر حقیقی بھائی۔ پھر سوتیلا یعنی باپ شریک بھائی۔ پھر سگے بھائی کا بیٹا۔ پھر باپ شریک بھائی کا بیٹا پھر چچا پھر باپ کا چچا پھر دادا کے چچا پھر آزاد کرنے والا یعنی اس کے عصبات ترتیب وار اور جن عورتوں کا حصہ نصف یا دو تہائی ہے وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں اور جو ایسی نہ ہوں وہ نہیں

ذوالارحام

اصحاب فرض اور عصبات کے سوا جو اقارب ہیں وہ ذوالارحام میں داخل ہیں ان کی ترتیب عصبات کے مثل ہے۔

اس کے بعد آخر میں تنبیہاً فرما دیا گیا کہ یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کا حکم مانے اسے ان باغوں میں داخل کیا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا۔ اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جس کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

اس لیے کہ حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا کافر ہے اور مومن کتنا بھی گنہگار ہو حد ایمان سے پھر بھی متجاوز نہیں ہو سکتا۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ نساء پ ۴

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

اور وہ جو بدکاری کریں تمہاری عورتوں میں سے اس پر گواہی کر لو اپنوں میں سے چار گواہ تو اگر وہ گواہی دے دیں تو بند کرو انہیں گھروں میں حتیٰ کہ انہیں موت آ جائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راہ بنائے۔ اور جو مرد و عورت ایسا کام کریں تم میں سے ان کو ایذا دو تو اگر وہ توبہ کر لیں اور درست ہو جائیں تو ان دونوں کا پیچھا چھوڑ دو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ

توبہ تو وہ ہے جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے اور انہی کی توبہ ہے جو نادانی سے برائی کریں پھر جلدی توبہ کر لیں تو انہیں پر اللہ اپنی رحمت

اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝
وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ
حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ
الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ
اُولٰٓىٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا
النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا
بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ
مُّبَیِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ
كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّ
یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا ۝

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ
وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ
شَیْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ۝
وَكَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰی بَعْضُكُمْ اِلٰی
بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۝
وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا
قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ
وَسَآءَ سَبِیْلًا ۝

سے رجوع فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔
اور وہ توبہ نہیں جو کرتے رہیں گناہ حتیٰ کہ جب ان
میں سے کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے
توبہ کی اور نہ ان کی توبہ جو کافر مریں ان کے لیے ہم
نے تیار کر رکھا ہے دردناک عذاب
اے ایمان والو نہیں حلال تمہیں کہ عورتوں کے وارث
بن جاؤ زبردستی اور نہ روکو عورتوں کو تاکہ لو بعض
اس کا جو مہر سے انہیں دے چکے ہو مگر یہ کہ کریں وہ
علانیہ بے حیائی اور ان سے اچھا برتاؤ کرو تو اگر تم
کو کراہت ہو ان سے تو قریب ہے کوئی چیز ایسی
ہو کہ کراہت کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ
دے۔
اور اگر بدلنا چاہو بیوی بیوی کی جگہ اور اسے کافی
مال دے چکے ہو تو نہ لو اس سے کچھ کیا وہ واپس لیتے
ہو جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے۔
اور کیسے لوگے اس سے حالانکہ تم میں ایک دوسرے سے
تعلق ہو گیا اور لے چکیں تم سے پختہ عہد۔
اور نہ نکاح کرو ان سے جن سے نکاح کیا تمہارے
باپ دادا نے عورتوں سے مگر جو ہو گزرا بے شک
وہ بے حیائی ہے اور غضب والا کام اور بری راہ۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور — اَلّٰتِیْ۔ وہ جو — یَاْتِیْنَ۔ آئیں — اَلْفَاحِشَةَ۔ بے حیائی کو
مِنْ نِّسَآئِكُمْ۔ تمہاری عورتوں سے — فَاسْتَشْهِدُوْا۔ تو گواہ کرلو تم

عَلَیْھِنَّ۔ ان پر	اَرْبَعَۃً۔ چار آدمی	مِّنْکُمْ۔ اپنے میں سے	فَاِنْ۔ تو اگر
شَھِدُوْا۔ وہ گواہی دیں	فَاَمْسِکُوْ۔ تو روکو	ھُنَّ۔ ان کو	فِی۔ بیچ
الْبُیُوْتِ۔ گھروں کے	حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	یَتَوَفّٰھُنَّ۔ اٹھالے انکو	الْمَوْتُ۔ موت
اَوْ۔ یا	یَجْعَلَ۔ بنائے	اللّٰہُ۔ اللہ	لَھُنَّ۔ ان کے لیے
سَبِیْلًا۔ کوئی راہ	وَ۔ اور	الَّذٰنِ۔ وہ دو	یَاْتِیٰنِھَا۔ جو آئیں اسکو
مِنْکُمْ۔ تم میں سے	فَاٰذُوْ۔ تو سزا دو	ھُمَا۔ ان کو	فَاِنْ۔ تو اگر
تَابَا۔ وہ توبہ کریں	وَ۔ اور	اَصْلَحَا۔ درست ہوجائیں	فَاَعْرِضُوْا۔ تو درگزر کرو
عَنْھُمَا۔ ان سے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	کَانَ۔ ہے
تَوَّابًا۔ توبہ قبول کرنے والا	رَّحِیْمًا۔ مہربان	اِنَّمَا۔ اس کے سوا نہیں کہ	التَّوْبَۃُ۔ توبہ
عَلَی۔ ذمہ	اللّٰہِ۔ اللہ کے	لِلَّذِیْنَ۔ انکے لیے ہے جو	یَعْمَلُوْنَ۔ کام کرتے ہیں
السُّوْٓءَ۔ برے	بِجَھَالَۃٍ۔ نادانی سے	ثُمَّ۔ پھر	یَتُوْبُوْنَ۔ توبہ کرتے ہیں
مِنْ قَرِیْبٍ۔ جلدی سے	فَاُولٰٓئِکَ۔ تو یہی ہیں کہ	یَتُوْبُ۔ توبہ قبول کرتا ہے	اللّٰہُ۔ اللہ
عَلَیْھِمْ۔ ان کی	وَ۔ اور	کَانَ۔ ہے	اللّٰہُ۔ اللہ
عَلِیْمًا۔ جاننے والا	حَکِیْمًا۔ حکمت والا	وَ۔ اور	لَیْسَتِ۔ نہیں
التَّوْبَۃُ۔ توبہ	لِلَّذِیْنَ۔ انکی جو	یَعْمَلُوْنَ۔ کام کریں	السَّیِّاٰتِ۔ برے
حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	اِذَا۔ جب	حَضَرَ۔ حاضر ہو	اَحَدَ۔ ایک
ھُمُ۔ ان کے کو	الْمَوْتُ۔ موت تو	قَالَ۔ کہے	اِنِّیْ۔ بیشک میں
تُبْتُ۔ توبہ کرتا ہوں	الْاٰنَ۔ اب	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
الَّذِیْنَ۔ انکی جو	یَمُوْتُوْنَ۔ مریں	وَ۔ اور	ھُمْ۔ وہ
کُفَّارٌ۔ کافر ہوں	اُولٰٓئِکَ۔ یہ لوگ ہیں کہ	اَعْتَدْنَا۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے	
لَھُمْ۔ ان کے لیے	عَذَابًا۔ عذاب	اَلِیْمًا۔ دردناک	یٰٓاَیُّھَا۔ اے
الَّذِیْنَ۔ وہ لوگو جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	لَا۔ نہیں	یَحِلُّ۔ حلال
لَکُمْ۔ تم کو	اَنْ۔ یہ کہ	تَرِثُوا۔ وارث بنو	النِّسَآءَ۔ عورتوں کے
کَرْھًا۔ زبردستی	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَعْضُلُوْ۔ روکو
ھُنَّ۔ ان کو	لِتَذْھَبُوْا۔ تاکہ لے لو تم	بِبَعْضِ۔ بعض حصہ	مَا۔ اس کا جو

اٰتَیْتُمُوْهُنَّ ۔ دیا ہے ان کو		اِلَّا ۔ مگر	اَنْ ۔ یہ کہ
یَّاْتِیْنَ ۔ وہ آئیں	بِفَاحِشَةٍ ۔ بے حیائی کی طرف		مُّبَیِّنَةٍ ۔ کھلم کھلا
وَ ۔ اور	عَاشِرُوْهُنَّ ۔ برتاؤ کرو ان سے		بِالْمَعْرُوْفِ ۔ اچھا
فَاِنْ ۔ پھر اگر	كَرِهْتُمُوْ ۔ ناپسند کرو تم	هُنَّ ۔ ان کو	فَعَسٰی ۔ تو قریب ہے
اَنْ ۔ یہ کہ	تَكْرَهُوْا ۔ ناپسند کرو تم	شَیْئًا ۔ کسی چیز کو	وَ ۔ اور
یَجْعَلَ ۔ کرے	اللّٰهُ ۔ اللہ	فِیْهِ ۔ اس میں	خَیْرًا ۔ بھلائی
كَثِیْرًا ۔ بہت	وَ ۔ اور	اِنْ ۔ اگر	اَرَدْتُّمُ ۔ ارادہ کرو تم
اسْتِبْدَالَ ۔ بدلنے کا	زَوْجٍ ۔ بیوی	مَّكَانَ ۔ جگہ	زَوْجٍ ۔ بیوی کے
وَّ ۔ اور	اٰتَیْتُمْ ۔ دیا تم نے	اِحْدٰا ۔ ایک	هُنَّ ۔ انکی کو
قِنْطَارًا ۔ ڈھیر مال کا	فَلَا ۔ تو نہ	تَاْخُذُوْا ۔ لو	مِنْهُ ۔ اس سے
شَیْئًا ۔ کچھ	اَ ۔ کیا	تَاْخُذُوْنَهٗ ۔ لیتے ہو	بُهْتَانًا ۔ جھوٹ باندھ کر
وَّ ۔ اور	اِثْمًا ۔ گناہ	مُّبِیْنًا ۔ کھلے ہوئے سے	وَ ۔ اور
كَیْفَ ۔ کیونکر	تَاْخُذُوْنَهٗ ۔ لیتے ہو اس سے		وَ ۔ اور
قَدْ ۔ بیشک	اَفْضٰى ۔ مل چکے ہیں بے پردہ	بَعْضُكُمْ ۔ بعض تمہارا	اِلٰى ۔ طرف
بَعْضٍ ۔ بعض کے	وَّ ۔ اور	اَخَذْنَ ۔ لے چکیں	مِنْكُمْ ۔ تم سے
مِّیْثَاقًا ۔ عہد	غَلِیْظًا ۔ مضبوط	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ
تَنْكِحُوْا ۔ نکاح کرو	مَا ۔ اس سے	نَكَحَ ۔ جس سے نکاح کر چکے	اٰبَآؤُ ۔ باپ
كُمْ ۔ تمہارے	مِّنَ النِّسَآءِ ۔ عورتوں سے		اِلَّا ۔ مگر
مَا ۔ وہ جو	قَدْ ۔ ہو	سَلَفَ ۔ گزرا	اِنَّهٗ ۔ بیشک وہ
كَانَ ۔ ہے	فَاحِشَةً ۔ بے حیائی	وَ ۔ اور	مَقْتًا ۔ غضب کی بات
وَ ۔ اور	سَآءَ ۔ بری	سَبِیْلًا ۔ راہ	

مختصر تفسیر تیسرا رکوع ۔ سورۃ نساء ۔ پ ۴

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا

فَامۡسِكُوۡهُنَّ فِى الۡبُيُوۡتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الۡمَوۡتُ اَوۡ يَجۡعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيۡلًا۔ اور وہ عورتیں جو فحش کاری کریں تمہاری عورتوں میں سے ان پر چار مردوں کی گواہی لو جو تم میں سے ہوں تو اگر وہ گواہی دیدیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو حتی کہ انہیں اٹھا لے موت یا اللہ ان کے لیے بنائے کوئی راہ۔

اَلۡفَاحِشَةَ۔ بدکاری۔ فحش اس کا مادہ ہے بے حیائی اور بدکاری دونوں معنی ہیں۔ لغت میں ایسے قول و فعل کو فحش کہتے ہیں جو برا ہو جس کا ذکر کرنا یا سننا ناگوار ہو۔

اِسۡتَشۡهِدُوۡا عَلَيۡهِنَّ اَرۡبَعَةً مِّنۡكُمۡ۔ ان پر چار گواہ لاؤ عام معاملات میں صرف دو گواہ ہوتے ہیں لیکن اس کی سزا میں سخت احتیاط لازم قرار دی گئی اور چار گواہ رکھے گئے۔

آیت کا مفہوم واضح ہے کہ بدکاری اگر مسلمان کی ظاہر ہو تو چار گواہ لیے جائیں گے اور وہ گواہ بھی تم میں سے یعنی مسلمان ہوں گے گھروں میں بند رکھنا اس لیے فرمایا تاکہ وہ آئندہ بدکاری نہ کر سکیں۔

اَوۡ يَجۡعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيۡلًا کے یہ معنی ہیں کہ مستقبل قریب میں یا تو اللہ تعالے ان کی سزا کے لیے کوئی حد مقرر فرما دے یا وہ نکاح کر لیں۔ الفاحشۃ میں مفسرین نے زنا مراد لیا ہے اور ان کا بیان ہے کہ حبس فی البیت کا حکم حدود زنا نازل ہونے سے پہلے تھا جب حدود نازل ہو گئیں اس آیت کریمہ کا حکم منسوخ ہو گیا اور اس قسم کی آیتیں منسوخ الحکم باموراالتلاوت کہلاتی ہیں (خازن، جلالین، تفسیر احمدی) آگے مزید توضیح فرمائی گئی اور کہا۔

وَالَّذٰنِ يَاۡتِيٰنِهَا مِنۡكُمۡ فَاٰذُوۡهُمَا فَاِنۡ تَابَا وَاَصۡلَحَا فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا۔ اور تم میں جو مرد و عورت ایسا کام کریں انہیں ایذا دو۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نیک ہو جائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو بیشک اللہ بڑا توبہ کرنے والا مہربان ہے۔

مِنۡكُمۡ فَاٰذُوۡهُمَا۔ تم میں سے تو ان کو تکلیف دو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ زبان سے عار دلانے اور ہاتھ سے جوتے مار کر ایذا دو۔ یعنی انہیں جھڑک کر برا کہہ کر شرمندہ کیجئے جوتیاں مار کر ایذا دو (جلالین، مدارک، خازن)

حسن کہتے ہیں زنا کی سزا پہلے ایذا مقرر کی گئی۔ پھر گھروں میں روک رکھنا پھر زنا خواہ کوڑے سے خواہ سنگساری۔ ابن بحر کہتے ہیں کہ پہلی آیت وَالّٰتِىۡ يَاۡتِيۡنَ الۡفَاحِشَةَ میں ان عورتوں کے لیے حکم ہے جو عورتوں کے ساتھ مساحقت یعنی چپٹی کرتی ہیں اور دوسری آیت وَالَّذٰنِ سے لواطت کرنے والے مردوں کا حکم ہے اور زانی اور زانیہ کا مفصل حکم سورۂ نور میں بیان فرمایا گیا۔

اس تقدیر پر یہ آیتیں منسوخ الحکم ہیں۔ اور ان میں امام ہمام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے دلیل ظاہر ہے کہ لواطت میں تعزیر ہے حد نہیں۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ بیشک توبہ۔ اِنَّمَا حصر کے لیے توبہ کے قبول کی خبر دی گئی۔ توبہ کے لفظی معنے ہیں لوٹنا۔ پلٹ کر آجانا۔ جب کوئی گناہ کرے تو اللہ کے حضور اپنی غلطی کا اقرار کرے اور سچے دل سے عہد کرے کہ وہ باز رہے گا۔

لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ۔ اللہ توبہ انہیں لوگوں کی قبول کرتا ہے جو کام جہالت سے کرتے ہیں جو لوگ نادانی و حماقت سے گناہ کرتے ہیں پھر موت سے پہلے توبہ کر لیں تو ان کی توبہ ضرور ہی قبول ہو جاتی ہے

ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا پھر جلدی سے توبہ کرتے ہیں تو انہیں اللہ معاف کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا اور حکمت والا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ شیطان نے بارگاہ رب العزت میں کہا تیری عزت و جلال کی قسم میں ابن آدم کو جب تک ان میں جان رہے گی بہکاتا رہوں گا اللہ تعالےٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم جب تک وہ مجھ سے بخشش طلب کرتے رہیں گے میں ان کو بخشتا رہوں گا۔ اس حدیث کو امام احمد اور ابو یعلی نے بھی روایت کیا۔

اس کے بعد اس امر کی وضاحت کی گئی کہ توبہ کس کی مقبول ہے اور کس کی مردود تاکہ توبہ ایک رسمی فعل نہ ہو جائے۔

وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۔ اور توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہیں حتیٰ کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہہ دے اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ان کی توبہ مقبول ہے جو کافر مریں اس کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ضحاک کہتے ہیں کہ جو توبہ قبل از موت ہو وہ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ کے اعتبار سے مقبول ہے اور جو موت کا وقت آنے کا انتظار کر کے توبہ میں تاخیر کرتے جائیں وہ توبہ مِنْ قَرِیْبٍ کے موافق نہیں۔

اور قبول توبہ کا وعدہ جو اوپر کی آیت میں فرمایا وہ اس قسم کے لوگوں کے لیے نہیں جو توبہ کو ایک رسم بنا لیتے ہیں اس میں مرضی مولیٰ ہے قبول فرمائے یا نہ فرمائے بخشے یا عذاب کرے (تفسیر احمدی)

اور موت کے قریب تو کافر بھی توبہ کر لیتا ہے جب عذاب کے فرشتے نظر آتے ہیں تو اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ (میں اب توبہ کرتا ہوں) کہنے لگتا ہے اس کی توبہ اس کا ایمان مقبول نہیں۔ جیسے فرعون بھی غرق کے گرداب میں آ کر پکارنے لگا تھا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

دیں اس پر ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس اللہ کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں فرمانبرداروں سے ہوں) تو یہ ایمان الٹا اس کے منہ پر مار دیا گیا اور فرمایا آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (اب ایمان لاتا ہے؟ اور پہلے تو نافرمانی کرتا رہا اور تو فسادی تھا)

توبہ کی قبولیت پر دو شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ گناہ نادانی کی بنا پر کیا گیا ہو دوم یہ کہ توبہ کی طرف جلد رجوع کیا گیا ہو دانستہ یا نادانستہ گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً اللہ کی طرف رجوع کیا جائے بندہ ایک قدم اس کی طرف بڑھتا ہے تو اس کی رحمت دس قدم بڑھتی ہے۔

اس کے بعد زمانۂ جاہلیت کی رسم کا رد کیا گیا جو ان میں مروج تھی چنانچہ ارشاد ہوا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ
مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى
اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ
اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ
وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝

اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی اور انہیں روکو نہیں اس سبب سے کہ جو مہر ان کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں اور ان سے اچھا برتاؤ کرو تو اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو بہت قریب ہے کہ کوئی چیز تم ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے اور اگر تم ارادہ کرو بیوی کے بدلے دوسری بیوی کا اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا اسے واپس لو گے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے اور کیسے لے سکتے ہو حالانکہ تم میں ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو لیا اور وہ تم سے گاڑھا عہد لے چکیں۔

شانِ نزول: زمانۂ جاہلیت میں لوگ مال کی طرح اپنے اقارب کی بیویوں کے بھی وارث بن جاتے تھے۔ گویا انہیں بھی ایک قسم کا جاندار مال خیال کرتے گھوڑے اونٹ کے جیسے تھے پھر چاہتے تو بغیر مہر انہیں اپنی زوجیت میں رکھتے یا کسی اور کی بیوی بنا دیتے اور خود مہر پر قبضہ کر لیتے یا انہیں اپنے پاس روکے رکھتے حتیٰ کہ جو ورثہ انہوں نے پایا تھا وہ انہیں دے کر رہائی حاصل کریں یا مر جائیں اور یہ ان کے ظلم سے ان کے وارث بن جائیں۔

مختصر یہ کہ وہ مظلوم عورتیں ان کے ہاتھوں مظلوم و مجبور ہوتی تھیں۔ اس رسم کے مٹانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اصلاح فرماتے ہوئے ان کے لیے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت میں اس کے متعلق حکم ہے جو اپنی بیوی سے نفرت رکھتا ہو اور اس وجہ سے اس سے بدسلوکی کرتا ہو تاکہ عورت مجبور ہو کر مہر واپس دیدے۔ اس فعل ظالمانہ سے روکنے کے لیے لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ فرمایا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ جاہل زمانہ جاہلیت میں عورت کو طلاق دیتے پھر رجوع کر لیتے پھر طلاق دے دیتے اس طرح اسے معلق رکھتے تاکہ وہ ان کے پاس آرام نہ پاسکیں اور دوسری جگہ بھی ٹھکانہ نہ بنا سکے۔

ایک قول یہ ہے کہ میت کے اولیاء کو خطاب ہے کہ وہ اپنے مورث کی بیوی کو نہ روکیں۔

اور اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ میں شوہر کی نافرمانی اور بدزبانی یا حرامکاری ایسی چیزوں کے ہوتے خلع چاہنے میں مضائقہ نہیں۔ اور وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ میں کھلانے پہنانے بات چیت کرنے اور حقوق زوجیت پورے کرنے کا حکم ہے۔

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ میں عورت کی بدخلقی یا صورت ناپسند ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ اس حالت میں صبر کرو اور اسے اپنے سے جدا نہ کرو۔

وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا میں ولد صالح اس سے پیدا ہونے کی امید ظاہر فرمائی۔

اور وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ میں اس امر کو ظاہر فرمایا کہ ایک کو طلاق دینا۔ دوسری سے نکاح کرنا جائز فرمایا گیا۔

وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا۔ مہر گراں ہونے کا جواز دکھایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بر سر منبر حکم فرمایا کہ عورتوں کے مہر گراں نہ باندھو ایک عورت نے کھڑے ہو کر یہی آیت سنائی اور عرض کیا ابن خطاب اللہ ہمیں دیتا ہے اور آپ منع کرتے ہیں یہ سنتے ہی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عمر تجھ سے ہر شخص زیادہ سمجھدار ہے اور اعلان فرمایا میں اپنا اعلان واپس لیتا ہوں جتنا چاہو مہر مقرر کرو۔

لیکن یہاں مہر کی گرانی کی آزادی ہے۔ وہاں دیے ہوئے مہر سے واپس لینے کی ممانعت بھی ہے۔

آیت کے آخر میں اس عادت قبیحہ کا رد ہے جو جاہلیت میں تھا کہ جب کوئی اور عورت پسند آئے۔ تو پہلی عورت پر الزام لگاتے۔ انواع و اقسام تہمتیں لگاتے تاکہ وہ پریشان ہو کر جو کچھ لے چکی ہے واپس دے کر اپنا استخلاص کرلے اس کی ممانعت فرمائی اور اسے اثم عظیم کہا۔ اس کے بعد منکوحۃ الاب کی حرمت کا قانون نافذ ہوا۔ اور فرمایا

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۭ وَسَآءَ سَبِيْلًا

اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو ہو گزرا وہ بے شک بے حیائی ہے اور غضب کا کام اور بہت ہی برا چلن۔

اٰبَآؤُکُمْ۔ تمہارے باپ۔ دادا نانا سب شامل۔

مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ۔ جنہیں تمہارے باپ نکاح میں لائے ہوں۔

زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا کرتے تھے یہاں اس بات کی ممانعت کی گئی ہے اس لیے کہ باپ کی بیوی بمنزلہ ماں کے ہے۔ زمانہ جاہلیت میں حقیقی ماں کے سوا باپ کی منکوحہ کو مفروشہ بنانا جائز سمجھتے تھے اور باپ کے بعد بیٹا بیاہ لیتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ موطوءۃ الاب بمنزلہ ماں ہے اس سے بیٹے کو نکاح کرنا حرام ہے۔

پھر یہ امر بھی آخر کو واضح ہو جاتا ہے کہ باپ نے جس سے وطی کر لی خواہ بعد نکاح یا بلا نکاح بطریق زنا وہ بہر صورت بیٹے پر حرام ہے اس لیے کہ نکاح کے معنی ہی وطی ہیں اور وہ نکاح جو عرف میں نکاح کہلاتا ہے وہ عقد کہلاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس قسم کے واقعات جو ہو چکے ہیں فَاحِشَۃً بے حیائی ہے۔

وَمَقْتًا۔ غضب۔ یہ لفظ ایسی جگہ بولا جاتا ہے جہاں طبیعت میں گھن پیدا ہو۔

سَآءَ سَبِیْلًا۔ برا چلن۔ برا راستہ مراد ہے۔

اب اس کے بعد جس قدر عورتیں حرام ہیں ان کا بیان ہوتا ہے۔ ان میں سات نسب سے حرام ہیں اور باقی دوسرے تعلق سے حرام ہیں کل چودہ محرمات ہوتی ہیں چنانچہ اس سے رکوع شروع ہوتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ النساء پ۴

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ

حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں تمہاری اور بہنیں تمہاری اور پھوپھیاں تمہاری اور خالائیں تمہاری اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور رضاعی مائیں جنہوں نے تمہیں اور رضاعی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور ربیبہ جو تمہاری گود میں ہیں ان عورتوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو تو اگر تم نے صحبت نہ کی ہو تو کوئی

بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا

حرج نہیں تم پر اور تمہارے نسلی بیٹوں کی بیویاں اور حرام ہے یہ کہ جمع کرو دو بہنیں بیک وقت مگر وہ جو ہو گذرا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لفظی ترجمہ

حُرِّمَتْ۔ حرام ہوئیں	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	اُمَّهٰتُكُمْ۔ تمہاری مائیں	وَ۔ اور
بَنٰتُكُمْ۔ تمہاری بیٹیاں	وَ۔ اور	اَخَوٰتُكُمْ۔ تمہاری بہنیں	وَ۔ اور
عَمّٰتُكُمْ۔ تمہاری پھوپھیاں	وَ۔ اور	خٰلٰتُكُمْ۔ تمہاری خالائیں	وَ۔ اور
بَنٰتُ۔ بیٹیاں	الْاَخِ۔ بھائی کی	وَ۔ اور	بَنٰتُ بیٹیاں
الْاُخْتِ۔ بہن کی	وَ۔ اور	اُمَّهٰتُكُمْ۔ تمہاری مائیں	الّٰتِیْ۔ وہ جو
اَرْضَعْنَكُمْ۔ دودھ پلائیں تم کو		وَ۔ اور	اَخَوٰتُكُمْ تمہاری بہنیں
مِّنَ الرَّضَاعَةِ۔ دودھ پلانے کے ذریعہ		وَ۔ اور	اُمَّهٰتُ۔ مائیں
نِسَآئِكُمْ۔ تمہاری بیویوں کی		وَ۔ اور	رَبَآئِبُكُمْ۔ ربیبہ تمہاری
الّٰتِیْ۔ وہ جو	فِیْ۔ بیچ	حُجُوْرِ گودوں	كُمْ۔ تمہاری کے ہیں
مِّنْ نِّسَآئِكُمْ۔ تمہاری عورتوں سے		الّٰتِیْ۔ وہ جو	دَخَلْتُمْ۔ صحبت کی ہو تم
نے	بِهِنَّ۔ ان سے	فَاِنْ۔ پھر اگر	لَّمْ۔ نہ
تَكُوْنُوْا۔ ہو تم کر	دَخَلْتُمْ۔ صحبت کی تم نے	بِهِنَّ۔ ان سے	فَلَا۔ تو نہیں
جُنَاحَ۔ گناہ	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	وَ۔ اور	حَلَآئِلُ۔ بیویاں
اَبْنَآئِكُمُ۔ تمہارے بیٹوں کی		الَّذِيْنَ۔ وہ جو	مِنْ اَصْلَابِكُمْ۔ تمہاری
نسل سے ہوں	وَ۔ اور	اَنْ۔ یہ کہ	تَجْمَعُوْا۔ اکٹھا کرو تم
بَيْنَ۔ درمیان	الْاُخْتَيْنِ۔ دو بہنوں کے	اِلَّا۔ مگر	مَا۔ جو
قَدْ۔ پہلے	سَلَفَ۔ گذر چکا	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ
كَانَ۔ ہے	غَفُوْرًا۔ بخشنے والا	رَّحِيْمًا۔ مہربان	

مختصر تفسیر چوتھا رکوع ۔ سورۃ النساء پ۴

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ
الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ
الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ
سَلَفَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا.

حرام ہوئیں تم پر مائیں تمہاری اور بیٹیاں تمہاری اور بہنیں تمہاری اور پھوپھیاں تمہاری اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے دودھ پلایا اور دودھ شریکی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کے ساتھ آئی ہوئی وہ بیٹیاں جو تمہاری گودمیں ہیں ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو اور اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی (پہلے خاوندوں سے بیٹیاں) تمہیں حلال ہیں ان میں حرج نہیں اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہو گذرا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قابل حرمت ان عورتوں کو کہا جاتا ہے جن سے نکاح جائز نہ ہو اسی لیے حُرِّمَتْ ارشاد فرمایا گیا وہ نسبی رشتے جو حرام ہیں سات ہیں۔ ماں۔ بیٹی۔ بہن۔ پھوپھی۔ خالہ۔ بھتیجی۔ بھانجی۔ ان سب سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

اول قاعدہ کلیہ

ہر وہ عورت جس کی طرف باپ یا ماں کے ذریعہ سے نسب رجوع کرتا ہو یعنی نانیاں خواہ قریب کی ہوں یا دور کی، سب مائیں ہیں اور اپنی حقیقی والدہ کے حکم میں داخل ہیں۔

دوسرا قاعدہ کلیہ

پوتیاں نواسیاں کسی درجہ کی ہوں بیٹیوں میں داخل ہیں۔

تیسرا قاعدہ کلیہ

بھانجہ بھانجی۔ بھتیجا بھتیجی سگے ہوں یا سوتیلے یہ سب حرام ہیں۔

یہ تمام رشتے نسبی ہیں۔ اس کے بعد ان رشتوں کا ذکر ہے جو سبب سے حرام ہو جاتے ہیں۔

اس میں سب سے پہلے دودھ پلانے والی کا ذکر ہے اس لیے کہ یہ اگر غیر تھی تو دودھ پلانے سے پہلے

حلال تھی اس میں سبب حرمت دودھ پلانا ہے دودھ کے رشتے کے لیے شیرخواری کی مدت میں قلیل دودھ پینا یا کثیر دودھ پینا دونوں برابر ہیں۔

مدت شیرخواری حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیس مہینہ تھے مگر صاحبین کے نزدیک دو سال ہوتے۔ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ شیرخواری دو سال کے بعد اگر ہو گی تو حرمت رضاعت کو مستلزم نہیں۔

شیرخواری سے جو حرمت ہے اسے اللہ تعالے نے نسب کے قائم مقام رکھا مَحْرَمٌ بِالرَّضَاعَةِ مَاحُرِّمَ بِالنَّسَبِ قاعدہ کلیہ ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ دودھ پلانے والی کی ماں اور اسکی لڑکی کو شیرخوار کی بہن کہا گیا اسی طرح رضاعی ماں کا شوہر شیرخوار کا باپ ہے اور اس کا باپ اس کا دادا ہوگا۔ رضاعی ماں کی بہن شیرخوار کی خالہ ہو گی۔

اور رضاعی ماں کا ہر بچہ جو دودھ پلانے والی کے سوا اور کسی سے ہو خواہ قبل شیرخواری کے پیدا ہوا ہو یا اس کے بعد وہ سب اس کے سوتیلے بھائی بہن ہیں اور دودھ پلانے والے کی ماں شیرخوار کی نانی اور اس کی بہن اس کی خالہ اور اس شوہر سے اس کے جو بچے پیدا ہوں وہ شیرخوار کی رضاعی بھائی بہن ہیں اور اس شوہر کے علاوہ دوسرے شوہر سے جو ہوں وہ اس کے سوتیلے بھائی بہن۔

کیونکہ حدیث میں صاف حکم آچکا کہ رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہیں اس لیے شیرخوار پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان کے نسبی و رضاعی اصول و فروع سب حرام ہیں۔

اب محرمات بالصہر کا بیان ہے۔ وہ تین ہیں

بیویوں کی مائیں بیویوں کی بیٹیاں یعنی ربیبہ ربیبہ وہ ہے جو پہلے خاوند سے یہ عورت لڑکی لائے اور بیٹوں کی بیویاں۔ بیویوں کی مائیں یعنی ساس محض عقد نکاح سے حرام ہو جاتی ہیں خواہ وہ بیویاں مدخولہ ہوں یا غیر مدخولہ یعنی ان سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔

اور لڑکی کا گود میں ہونا غالب حال کے لیے بیان ہوا نہ کہ حرمت کے لیے شرط۔ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ ان ربیبہ لڑکیوں کی ماؤں سے طلاق یا موت کے ذریعہ سے قبل از صحبت اگر جدائی ہو گئی ہو تو ایسی صورت میں ان لڑکیوں سے نکاح جائز ہے اور حلائل ابنائکم میں اس امر کی تصریح ہے کہ حقیقی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں نہ کہ منہ بولے بیٹوں کی بیویاں جیسے متبنیٰ کہتے ہیں اور جبکہ نسلی طور پر یہ حرمت ہے تو رضاعی بیٹے کی بیوی بھی حرام ہو گی کیونکہ نسبی کے حکم میں داخل ہے اور پوتے پرپوتے بیٹوں میں داخل ہیں۔

جمع بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ تو حرام ہی ہے کہ نص صریح موجود ہے اور اگر بہادیں دو بہنیں یا ایسی صورت میں آئیں کہ دونوں ایک ہی کے ملک ہوں تو ان سے وطی جائز نہ ہوگی اور حدیث شریف میں پھوپھی بھتیجی۔ خالہ بھانجی کا بھی نکاح میں جمع کرنا حرام فرمایا گیا اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ

نکاح میں ہر ایسی دو عورتوں کا جمع کرنا حرام ہے جن سے ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو دوسری اس کے لیے حلال نہ ہو جیسے پھوپھی بھتیجی کہ اگر پھوپھی کو مرد فرض کیا جائے تو وہ چچا بنا اور چچا پر بھتیجی حرام ہے اور اگر بھتیجی کو مرد فرض کیا جائے تو دوسری پھوپھی ہوگی۔ تو پھوپھی اس پر حرام ہوگی گویا کہ حرمت دونوں طرف سے ہے۔

اگر یہ حرمت صرف ایک طرف ہو تو جمع حرام نہیں جیسے کہ عورت اور اس کے شوہر کی لڑکی کہ ان دونوں کو جمع کرنا حلال ہے کیونکہ شوہر کی لڑکی کو مرد فرض کیا جائے تو اس کے لیے باپ کی بیوی تو حرام ہے مگر دوسری طرف سے یہ بات نہیں ہے یعنی شوہر کی بیوی کو اگر مرد فرض کیا جائے تو یہ اجنبی ہوگی اور کوئی رشتہ ہی نہ رہے گا۔

الحمد للہ چوتھا پارہ ختم ہو گیا۔ اور پانچواں پارہ شروع ہوا۔

اظہار تشکر

حضرت مولانا عبد الغنی عثمانی اور پروفیسر علامہ قاری مشتاق احمد صاحب ایم اے کا فقیر بے حد ممنون ہے کہ انہوں نے تفسیر کی تصحیح میں تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے اور ان کی خدمات کو قبول کرے۔ آمین

فقیر قادری امین الحسنات حنفی قادری

پارہ ۵

رکوع سورۃ نساء پ۵ — با محاورہ ترجمہ

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○

اور حرام ہیں شوہر والیاں مگر کافروں کی عورتیں (جن پر تم جنگ میں قبضہ کرو) یہ اللہ کا قانون ہے تم پر اور حلال تمہیں اس کے ماسوا کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو پاک دامن نہ بطور زناکاری تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہا ہو انہیں ان کے مہر مقررہ ادا کرو اور نہیں گناہ (مہر سے) برضامندی لینے میں بعد مقدار مقرر ہونے کے بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِىَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

اور جو نہ طاقت رکھے آزاد عورت کو نکاح میں لانے کی وہ نکاح کرے لونڈیوں سے جو مومنہ ہوگئی ہیں کنیزیں ایمان والیاں اور اللہ جانتا ہے تمہارے ایمان کو بعض تمہارے بعض سے ہیں تو نکاح کرو ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے اور دو مہر ان کا حسب دستور جو نیک ہیں نہ کہ آوارہ اور نہ یار بنانے والیاں جب وہ قید میں آجائیں تو اگر برا کام کریں تو ان پر آدھی سزا ہے اس سے جو آزاد کی ہے سزا اسے یہ اس کے لیے جسے تم میں سے زنا کا اندیشہ ہو اور صبر کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	اَلْمُحْصَنٰتُ۔ خاوند والیاں		مِنَ النِّسَآءِ۔ عورتوں
میں سے	اِلَّا۔ مگر	مَا۔ جو	مَلَکَتْ۔ مالک ہوئے
اَیْمَانُکُمْ۔ تمہارے ہاتھ	کِتٰبَ۔ نوشتہ ہے	اللّٰہِ۔ اللہ کا	عَلَیْکُمْ۔ تم پر
وَ۔ اور	اُحِلَّ۔ حلال ہیں	لَکُمْ۔ تمہارے لیے	مَّا۔ جو
وَرَآءَ۔ سوا	ذٰلِکُمْ۔ اس کے ہیں	اَنْ۔ یہ کہ	تَبْتَغُوْا۔ ڈھونڈو
بِاَمْوَالِکُمْ۔ اپنے مال سے	مُّحْصِنِیْنَ۔ نیک چلن	غَیْرَ۔ نہ کہ	مُسٰفِحِیْنَ۔ شہوت رانی کو
فَمَا۔ تو جو	اسْتَمْتَعْتُمْ۔ نکاح کرو	بِہٖ۔ ان سے	مِنْھُنَّ۔ ان میں سے
فَاٰتُوْ۔ تو دو	ھُنَّ۔ ان کو	اُجُوْرَ۔ حق مہر	ھُنَّ۔ ان کے
فَرِیْضَۃً۔ مقرر شدہ	وَ۔ اور	لَا۔ نہیں	جُنَاحَ۔ گناہ
عَلَیْکُمْ۔ تم پر	فِیْمَا۔ اس میں جو	تَرٰضَیْتُمْ۔ رضامند ہو	بِہٖ۔ اس پر
مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد	الْفَرِیْضَۃِ۔ مقرر کرنیکے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ
کَانَ۔ ہے	عَلِیْمًا۔ جاننے والا	حَکِیْمًا۔ حکمت والا	وَ۔ اور
مَنْ۔ جو	لَّمْ۔ نہ	یَسْتَطِعْ۔ طاقت رکھے	مِنْکُمْ۔ تم میں سے
طَوْلًا۔ فراخی کی	اَنْ۔ یہ کہ	یَّنْکِحَ۔ نکاح کرے	الْمُحْصَنٰتِ۔ آزاد
الْمُؤْمِنٰتِ۔ مومنہ سے	فَمِنْ۔ تو ان سے	مَّا۔ جو	مَلَکَتْ۔ مالک ہوئے
اَیْمَانُکُمْ۔ تمہارے ہاتھ	مِّنْ فَتَیٰتِکُمُ۔ کنیزیں	الْمُؤْمِنٰتِ۔ مومنہ	وَ۔ اور
اللّٰہُ۔ اللہ	اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے	بِاِیْمَانِکُمْ۔ تمہارے ایمان	بَعْضُکُمْ۔ بعض تمہارا
مِّنْۢ بَعْضٍ۔ بعض سے ہے	فَانْکِحُوْ۔ تو نکاح کرو	ھُنَّ۔ ان سے	بِاِذْنِ۔ اجازت
اَھْلِھِنَّ۔ انکے مالکوں سے	وَ۔ اور	اٰتُوْ۔ دو	ھُنَّ۔ ان کو
اُجُوْرَ۔ حق مہر	ھُنَّ۔ ان کے	بِالْمَعْرُوْفِ۔ دستور کے مطابق	مُحْصَنٰتٍ۔ پاک دامنوں کو
غَیْرَ۔ نہ کہ	مُسٰفِحٰتٍ۔ بدچلن	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ
مُتَّخِذٰتِ۔ پکڑنے والیاں	اَخْدَانٍ۔ یاروں کو	فَاِذَا۔ تو جب	اُحْصِنَّ۔ قبضہ میں آجائیں

فَاِنْ ۔ تو اگر	اَتَيْنَ ۔ آئیں	بِفَاحِشَةٍ ۔ بےحیائی کی طرف	فَعَلَيْهِنَّ ۔ تو ان پر
نِصْفُ ۔ آدھا ہے	مَا ۔ جو	عَلَى ۔ اوپر	الْمُحْصَنٰتِ ۔ آزاد عورتوں
کے ہے	مِنَ الْعَذَابِ ۔ عذاب سے	ذٰلِكَ ۔ یہ	لِمَنْ ۔ اس کے لیے ہے
خَشِيَ ۔ جو ڈرے	الْعَنَتَ ۔ زنا سے	مِنْكُمْ ۔ تم میں سے	وَ ۔ اور
اِنْ ۔ اگر	تَصْبِرُوْا ۔ صبر کرو تو	خَيْرٌ ۔ بہتر ہے	لَّكُمْ ۔ تمہارے لیے
وَ ۔ اور	اللّٰهُ ۔ اللہ	غَفُوْرٌ ۔ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ ۔ مہربان ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع ۴ سورۃ نساء پ ۵

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۔ اور خاوندوں والی عورتیں۔

مُحْصَنٰت ۔ احصان سے ہے جس کا مادہ حصن ہے۔ جس کے معنی حفاظت یا قلعہ ہے۔ اہل عرب کا مقولہ ہے حِصْنٌ حَصِيْنَةٌ بہت مضبوط قلعہ یا [illegible] پھر یہ لفظ ہر قسم کی حفاظت پر استعمال ہونے لگا چنانچہ زرہ کو حصنہ کہتے ہیں۔ بدن کی حفاظت کرنے والا لباس۔

مُحْصَنٰت ۔ مُحْصَنَة کی جمع ہے یعنی وہ عورت جو باقاعدہ کسی کی بیوی ہو اور اس کا خاوند موجود ہو ان کے بعد [illegible] کیا گیا۔

اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۔ سوائے ان کے جو تمہارے دائیں ہاتھ کی ملکیت ہے۔

دائیں ہاتھ کی ملکیت سے مراد وہ غلام عورتیں ہیں جو جہاد میں گرفتار ہو کر بغیر اپنے شوہروں کے تمہارے ہاتھ آئیں وہ تمہارے لیے بعد استبراء رحم حلال ہیں اگر حاملہ ہوں تو وضع حمل کے بعد غیر حاملہ ہوں تو ایک حیض گزر جانے کے بعد اگرچہ دارالحرب میں ان کے شوہر موجود ہوں۔ کیونکہ دین اور دیار کا اختلاف ان کے شوہروں سے جدائی کا موجب ہو گیا۔

شان نزول: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ اوطاس میں جو فتح مکہ کے بعد طائف کے متصل ہوئی اسلامی لشکر بھیجا وہاں کے کفار شکست کی بیماری میں مبتلا ہو گئے اور پہاڑوں گھاٹیوں میں چھپ گئے۔ ان کی بہت سی عورتیں گرفتار ہو کر مسلمانوں کے پاس آئیں۔

مجاہدین اسلام نے خیال کیا کہ ان کے خاوند زندہ ہیں یا وہ انہوں نے ان کو طلاق بھی نہیں دی اس

لیے ان سے صحبت حرام ہوگی۔ ان مجاہدین نے بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر آکر دریافت کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور لونڈیوں کے ساتھ جماع کی اجازت دی گئی۔ کیونکہ لونڈی بعض احکام میں مثل جانور کے مانی گئی ہے اسی لیے مَا فرمایا جو غیر عاقلوں کے لیے آتا ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ جب ہوگا کہ صرف عورتیں ہی قید ہو کر آئیں خاوند نہ آئیں۔ اس کے بعد حلال عورتوں کے لیے کلیۃً حکم ہوا اور ارشاد ہوا۔

وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ۔ اور حلال ہیں تم پر ان کے ماسوا جن کا ذکر ہو گیا۔ اور یہ حلت نکاح اور ملک یمین دونوں پر حاوی ہے۔

اُحِلَّ۔ کا مادہ حل ہے اس کے معنی کھلنا۔ کیونکہ جائز چیز سے پابندی دور کر دی جاتی اسی لیے اسے حلال کہتے ہیں۔ اس سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) نکاح میں مہر ضروری ہے۔ اس لیے کہ اَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم فرمایا گیا جس کے معنی ہی یہ ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو اور اگر مہر معین نہ کیا ہو جب بھی مہر واجب ہے

(۲) مہر مال سے ہی ہوتا ہے نہ کہ خدمت سے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تھا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰ أَن تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ۔ میرا ارادہ ہے کہ میں ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہارے نکاح میں دے دوں اس مہر پر کہ آٹھ سال تک تم میری خدمت کرو اور اگر دس سال پورے کر دو تو یہ تمہارا احسان ہے۔ شریعت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں شریعت موسوی منسوخ ہو گئی اور خدمت سے مہر پورا تسلیم نہ ہوا بلکہ مہر کے لیے مال ہونا شرط ہے۔

(۳) اتنا قلیل مہر جسے مال نہ کہا جائے مہر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ حضرت علی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مہر کی ادنیٰ مقدار دس درہم ہیں ایک درہم ساڑھے تین ماشہ چاندی کا ہوتا ہے اس حساب سے ۲ ۳ ماشہ چاندی کی قیمت لگائی جائے اس سے زیادہ جتنا بھی مقرر ہو جائے خواہ کتنا ہی ہو وہ جائز ہے۔

اور ساڑھے بتیس روپیہ مہر شرعی جو بعض نے رکھا ہوا ہے یہ بادشاہان مغلیہ کے عہد کا ایک تعین ہے شرعی کہنا صحیح نہیں آگے ارشاد ہے۔

مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ۔ نیک چلن نہ کہ شہوت رانی کے لیے۔

مُحْصِنِينَ۔ احصان سے بنا اس کے معنی پرہیزگاری و عفت ہیں یعنی نفس کو ان چیزوں سے محفوظ رکھنا

جو ملامت کا موجب بنے۔

مُسَافِحِیْنَ۔ سَفح سے بنا اس کے معنی بہانا۔ اصطلاح میں سفاح کے معنی زنا کے ہیں کیونکہ زانی صرف مادہ بہاتا ہے۔ نسل یا اولاد کا مقصد نہیں ہوتا اس لیے زنا کو سفاح کہتے ہیں۔

اس سے حرام کاری مراد ہے اور اس تعبیر میں تنبیہ ہے کہ زانی محض شہوت رانی کرتا ہے اور اس کا یہ فعل قبیح غرض صحیح اور مقصد حسن سے خالی ہے اسے نہ اولاد حاصل کرنا نہ نسل و نسب محفوظ رکھنا نہ اپنے نفس کو حرام سے بچانا منظور ہے وہ اپنے نطفہ و مال کو ضائع کر کے دین و دنیا میں خسارہ کے سوا اور کچھ حاصل نہیں کرتا آگے مہر معین میں سے تراضی طرفین واپس لینے کی اجازت دی گئی چنانچہ فرمایا۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا۔ تو جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو ان کے مقررہ مہر سے انہیں دو اور مقرر ہو جانے کے بعد اگر تمہارے آپس میں رضا مندی ہو جائے تو اس میں گناہ نہیں بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اِسْتَمْتَعْتُمْ۔ اِسْتِمْتَاع مصدر ہے اس کے معنی حاصل کرنا ہے۔

اُجُوْرَهُنَّ ان کے حقوق۔ اجور کا واحد اجر ہے اس کے معنی بدلہ اس سے مہر مراد ہے۔ نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ ہو جائے تو شوہر پورا مہر ادا کرے گا اور اگر صرف نکاح ہوا اور رخصتی نہ ہوئی نہ تخلیہ ہوا تو اس صورت میں مہر نصف ہو گا۔

اس میں اجازت ہے کہ عورت اگر مہر مقررہ میں سے کچھ کم کر دے یا بالکل بخش دے اسی طرح مرد مقررہ مہر کی مقدار زیادہ کر دے دونوں جائز ہیں۔

اس کے بعد کنیزیں جو جہاد میں آئیں ان کا حکم ہے اور کم استطاعت لوگوں کے لیے ایک آسانی کا پہلو بتایا گیا۔

وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَیٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

اور جو تم میں استطاعت نہ رکھے نکاح کی مالدار عورتوں ایمان والیوں سے تو ان سے نکاح کرے جو تمہاری

ملک ہیں ایمان والیاں کنیزیں اور اللہ تمہارے ایمان خوب جانتا ہے تم میں ایک دوسرے کو تو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور حسب دستور ان کے مہر انہیں دو پاک دامنی سے نہ کرزانیہ آوارہ اور نہ یار بنانے والیاں جب وہ قید میں آجائیں پھر برا کام کریں تو ان پر اس سزا کی آدھی ہے جو آزاد عورتوں پر ہے اس کے لیے جسے تم میں سے زنا کا اندیشہ ہے اور صبر کرنا تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یَسْتَطِعْ۔ اِسْتِطَاعَت سے بنا۔ اس کے معنی طاقت رکھنا۔

مِنْکُمْ۔ میں خطاب تمام مسلمانوں سے ہے

طَوْلًا۔ طُول سے بنا اسکے معنی لمبائی درازی۔ دراز آدمی کو طویل کہتے ہیں اور پستہ قد کو حقیر۔ یہاں قدرت کے معنی ہیں

اَنْ یَّنْکِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ نکاح کے لغوی معنی ملنا ہے۔ یہاں صحبت کے معنی ہیں۔

چونکہ مسلمان کا اپنی کنیز سے نکاح نہیں ہوتا وہ بغیر نکاح مولی کے لیے حلال ہے۔ آیۂ کریمہ میں اس امر کو واضح فرمایا کہ جو شخص حرہ مومنہ سے نکاح کی مقدرت و وسعت نہیں رکھتا اسے چاہیے کہ ایماندار کنیز کسی سے نکاح کرلے اور یہ عار کی بات نہیں لیکن چونکہ وہ کسی کی کنیز ہے اس لیے اس کے مولی سے اس نکاح کی اجازت حاصل کرنی چاہیے

اس سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) اس آیت میں اگرچہ نہیں مگر اوپر کی آیت میں وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ ہے کہ جو محرمات بیان کر دیے گئے اس کے ماسوا سب حلال ہیں۔

(۲) کتابیہ باندی سے بھی نکاح جائز ہے اور مومنہ سے افضل۔

(۳) وہ باندی جو جہاد میں ملک میں آئے وہ اگر اپنی لونڈی ہے تو بلا نکاح اور اگر دوسرے کی ہے تو باذنِ اہلہا جائز ہے۔

(۴) اور بلا اذن اہلہا باندی کو باختیار خود نکاح کا حق نہیں یہی حکم غلام کے لیے ہے اگر وہ نکاح کرے گا تو با اجازت اپنے مولے کے کر سکتا ہے۔

(۵) مہر کے مالک اگرچہ کنیز کے مولے ہوتے ہیں لیکن وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ سے واضح ہوتا ہے کہ مہر دینا کنیز کو ہی چاہیے اور کنیز کو دینا مولی ہی کو دینا ہے اس لیے کہ وہ خود اور جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے سب اس کے مولی کی ملک ہے۔

مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ۔ یہ نیک چلنی کی صفت بیان کی گئی ہے کہ علانیہ خفیہ کسی طرح بدکاری نہ کرنے والی اور اگر وہ بدکاری کر بیٹھیں تو ان کی سزا آزاد حرہ سے آدھی ہے تو چونکہ حرہ کے لیے سو درے ہیں تو اس کے لیے پچاس درے ہوں گے اور باندیوں کے لیے چونکہ رجم نہیں ہے اس لیے یہاں

سزا کی تخفیف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور باندی سے نکاح کی اجازت اس لیے ہے کہ کہیں زنا کی طرف ہی میلان نہ ہو جائے۔

کنیز اور لونڈیوں سے نکاح کی اجازت دے کر اسلام نے ایک طرف تو بدکاری کا سد باب کیا۔ لونڈیوں سے نکاح کے لیے مندرجہ شرائط قرار دیے۔

(۱) ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کی جائے۔ (۲) مہر ادا کیا جائے (۳) لونڈیاں نیکوکاری پاکدامنی کو پسند کرنے والی ہوں (۴) شہوت و مستی میں مبتلا نہ ہوں (۵) آوارہ نہ ہوں۔

اور اگر صبر کریں تو ان کے لیے بہتر ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ باندی سے جو اولاد ہوگی وہ حر نہیں کہلائے گی بلکہ مملوک کہلائے گی اس بنا پر مملوک حاصل کرنے کے بجائے صبر بہتر ہے۔

اِنْ تَصْبِرُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اے لوگو اگر تم صبر کرو چاہے شہوت کا غلبہ کتنا ہو مگر لونڈیوں سے نکاح نہ کرو کیونکہ لونڈی سے نکاح میں جو اولاد ہوگی وہ غلام ہوگی اور اپنی اولاد کو غلام بنانا کوئی پسند نہ کرے گا۔ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ اور اللہ بخشنے والا رحم والا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ نساء پ ۵

یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ وَیَھْدِیَکُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَیَتُوْبَ عَلَیْکُمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۝

اللہ چاہتا ہے تمہارے لیے ظاہر فرمانا اپنے احکام اور تمہیں ہدایت کرنا پہلوں کی روش بتا کر اور رجوع کرنا تم پر اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

وَاللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْکُمْ وَیُرِیْدُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّھَوٰتِ اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلًا عَظِیْمًا ۝

اور اللہ چاہتا ہے یہ کہ رجوع فرمائے تم پر توبہ قبول کر کے اور چاہتے ہیں وہ جو اپنی خواہشات کے متبع ہیں یہ کہ تم پلٹ جاؤ زبردست پلٹنا۔

یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ۝

اللہ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف کرے اور آدمی پیدا کیا گیا ہے ضعیف۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْۤا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ

اے ایمان والو نہ کھاؤ اپنے مال دوسرے کے مال میں [illegible] مگر یہ کہ ہو تجارت دونوں کی رضا سے تم میں

تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝

اور نہ ہلاک کرو اپنی جانیں بے شک اللہ ہی تم پر مہربان ہے۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

اور جو کرے ایسا زیادتی اور ظلم سے تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝

اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں داخل کریں گے عزت کی جگہ۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۚ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

اور نہ آرزو کرو اس کی جس سے اللہ نے تم میں ایک دوسرے کو افضل کیا مردوں کے لیے حصہ ہے ان کے عمل کا اور عورتوں کے لیے حصہ ہے ان کے عمل کا اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝

اور سب کے لیے ہم نے مستحق بنا دیے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے اور وہ جن سے تمہارا عہد بندھ چکا قسم سے انہیں دو ان کا حصہ بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

لفظی ترجمہ

يُرِيْدُ۔ چاہتا ہے — اللّٰهُ۔ اللہ — لِيُبَيِّنَ۔ کہ ظاہر کرے — لَكُمْ۔ تمہارے لیے

وَ۔ اور — يَهْدِيَكُمْ۔ دکھائے تم کو — سُنَنَ۔ طریقے — الَّذِيْنَ۔ ان کا

مِنْ قَبْلِكُمْ۔ جو تم سے پہلے تھے — وَ۔ اور — يَتُوْبَ۔ رجوع کرے

عَلَيْكُمْ۔ تم پر — وَ۔ اور — اللّٰهُ۔ اللہ — عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ علم والا حکمت والا ہے

وَ۔ اور — اللّٰهُ۔ اللہ — يُرِيْدُ۔ چاہتا ہے۔

اَنْ ۔ یہ کہ　یَتُوْبَ ۔ رجوع کرے　عَلَیْکُمْ ۔ تم پہ　وَ ۔ اور
یُرِیْدُ ۔ چاہتے ہیں　الَّذِیْنَ ۔ وہ جو　یَتَّبِعُوْنَ ۔ پیروی کرتے ہیں　الشَّہَوٰتِ ۔ خواہشوں کی
اَنْ ۔ یہ کہ　تَمِیْلُوْا ۔ جھکو تم　مَیْلًا ۔ جھکنا　عَظِیْمًا ۔ بہت
یُرِیْدُ ۔ چاہتا ہے　اللّٰہُ ۔ اللہ　اَنْ ۔ یہ کہ　یُّخَفِّفَ ۔ ہلکا کرے
عَنْکُمْ ۔ تم سے　وَ ۔ اور　خُلِقَ ۔ پیدا کیا گیا　الْاِنْسَانُ ۔ انسان
ضَعِیْفًا ۔ کمزور　یٰۤاَیُّہَا ۔ اے　الَّذِیْنَ ۔ لوگو جو　اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے ہو
لَا ۔ نہ　تَاْکُلُوْۤا ۔ کھاؤ　اَمْوَالَکُمْ ۔ اپنے مال　بَیْنَکُمْ ۔ آپس میں
بِالْبَاطِلِ ۔ ناحق　اِلَّاۤ ۔ مگر　اَنْ ۔ یہ کہ　تَکُوْنَ ۔ ہو
تِجَارَۃً ۔ تجارت　عَنْ تَرَاضٍ ۔ رضامندی سے　مِّنْکُمْ ۔ تم میں
وَ ۔ اور　لَا ۔ نہ　تَقْتُلُوْۤا ۔ ہلاک کرو　اَنْفُسَکُمْ ۔ اپنی جانوں کو
اِنَّ ۔ بیشک　اللّٰہَ ۔ اللہ　کَانَ ۔ ہے　بِکُمْ ۔ تم پہ
رَحِیْمًا ۔ مہربان　وَ ۔ اور　مَنْ ۔ جو　یَّفْعَلْ ۔ کرے
ذٰلِکَ ۔ ایسا　عُدْوَانًا ۔ زیادتی　وَّ ۔ اور　ظُلْمًا ۔ ظلم سے
فَسَوْفَ ۔ تو جلدی　نُصْلِیْہِ ۔ داخل کریں گے ہم اسے　نَارًا ۔ آگ میں
وَ ۔ اور　کَانَ ۔ ہے　ذٰلِکَ ۔ یہ　عَلَی ۔ اوپر
اللّٰہِ ۔ اللہ کے　یَسِیْرًا ۔ آسان　اِنْ ۔ اگر　تَجْتَنِبُوْا ۔ پرہیز کرو تم
کَبَآئِرَ ۔ بڑے گناہوں سے　مَا ۔ جو　تُنْہَوْنَ ۔ روکے گئے ہو تم　عَنْہُ ۔ اس سے
نُکَفِّرْ ۔ دور کردیں گے ہم　عَنْکُمْ ۔ تم سے　سَیِّاٰتِکُمْ ۔ تمہاری برائیاں　وَ ۔ اور
نُدْخِلْکُمْ ۔ داخل کریں گے ہم تم کو　مُّدْخَلًا ۔ جگہ　کَرِیْمًا ۔ اچھی میں
وَ ۔ اور　لَا ۔ نہ　تَتَمَنَّوْا ۔ آرزو کرو　مَا ۔ اسکی جو
فَضَّلَ ۔ بزرگی دی　اللّٰہُ ۔ اللہ نے　بِہٖ ۔ اس سے　بَعْضَکُمْ ۔ بعض کو
عَلٰی ۔ اوپر　بَعْضٍ ۔ بعض کے　لِلرِّجَالِ ۔ مردوں کیلئے　نَصِیْبٌ ۔ حصہ ہے
مِّمَّا ۔ اس سے جو　اکْتَسَبُوْا ۔ کمائیں وہ　وَ ۔ اور　لِلنِّسَآءِ ۔ عورتوں کے لیے
نَصِیْبٌ ۔ حصہ ہے　مِّمَّا ۔ اس سے جو　اکْتَسَبْنَ ۔ وہ کمائیں　وَ ۔ اور
اسْئَلُوا ۔ مانگو　اللّٰہَ ۔ اللہ سے　مِنْ فَضْلِہٖ ۔ اس کے فضل سے

اِنَّ۔ بے شک	اللہُ کَانَ۔ اللہ ہے	بِکُلِّ۔ ہر	شَیْءٍ۔ چیز کو
عَلِیْمًا۔ جاننے والا	وَ۔ اور	لِکُلٍّ۔ ہر ایک کیلئے	جَعَلْنَا۔ بنائے ہم نے
مَوَالِیَ۔ حقدار	مِمَّا۔ اس سے جو	تَرَکَ۔ چھوڑ جائیں	اَلْوَالِدَانِ۔ ماں باپ
وَ۔ اور	اَلْاَقْرَبُوْنَ۔ رشتہ دار قریبی		وَ۔ اور
الَّذِیْنَ۔ وہ جن سے	عَقَدَتْ۔ عہد ہوا	اَیْمَانُکُمْ۔ قسموں سے	فَاٰتُوْا۔ تو دو
ھُمْ۔ ان کو	نَصِیْبَھُمْ۔ ان کا حصہ	اِنَّ۔ بیشک	اللہَ۔ اللہ
کَانَ۔ ہے	عَلٰی۔ اوپر	کُلِّ۔ ہر	شَیْءٍ۔ چیز کے
شَھِیْدًا۔ نگران۔			

مختصر تفسیر پانچواں رکوع سورۃ نساء پ ۵

یُرِیْدُ اللہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ وَیَھْدِیَکُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَیَتُوْبَ عَلَیْکُمْ وَاللہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۝ وَاللہُ یُرِیْدُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْکُمْ قف وَیُرِیْدُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّھَوَاتِ اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلًا عَظِیْمًا ۝ یُرِیْدُ اللہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ ۝ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ۝

اللہ چاہتا ہے کہ ظاہر کرے تمہارے لیے (احکام اپنے) اور بتا دے تمہیں ان کی روشیں جو تم سے پہلے تھے اور رجوع فرمائے تم پر اپنی رحمت سے اور اللہ علم و حکمت والا ہے اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور چاہتے ہیں وہ جو اپنی خواہشات کے پیرو ہیں کہ تم کو پلٹ دیں (سیدھے راستہ سے) پلٹنا زبردست اللہ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف فرمائے اور آدمی کمزور بنایا گیا ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا کہ اللہ کی مرضی یہ ہے کہ احکام واضح کرے اور انبیاء و صالحین جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کی روشوں سے مطلع کرے اور جو خواہشات کے پیرو ہیں وہ تمہیں حرام میں مبتلا کر کے گمراہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ تم ان کی طرح خراب ہو جاؤ لیکن اللہ تعالے اپنے احکام تم پر بعض امتوں سے ہلکے نافذ فرمانا چاہتا ہے۔ اس لیے کہ انسان ضعیف البنیان ہے اس کو عورتوں سے صبر مشکل ہے۔

حدیث میں ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں میں بھلائی نہیں اور ان کی طرف سے صبر بھی نہیں نیکوں پر وہ غالب آتی ہیں اور بد ان پر غالب آتا ہے۔

انسانی زندگی کے اہم مسئلے مثلاً رشتہ ازدواج وغیرہ کے احکام ارشاد فرمائے مثلاً زنا کی مذمت اسی سے

توبہ۔ عورتوں کے احکام۔ محرمات کا ذکر۔ نکاح کا مہر۔
انسان کو اپنی کمزوریوں کے باعث ان احکام کی اطاعت ناگوار ہوتی ہے اس لیے ان احکام پر زور دیا گیا۔

شان نزول

یہود اپنی علاتی بہنوں اور بھتیجیوں، بھانجیوں سے نکاح جائز سمجھتے تھے۔ اسلام نے ان عورتوں کو حرام کیا تو یہود نے کہا کہ اسلام نے خالہ، پھوپھی کو حرام کیا ہے لیکن ان کی بیٹیاں حلال ہیں۔ ایسے ہی وہ بھائی بہن حرام ہیں ان کی بیٹیاں حلال ہونی چاہیئے تھیں۔ اس کا رد فرمایا گیا کیونکہ یہ حکم توریت میں نہ تھا بلکہ یہ محض ان کی نفسانی خواہشات تھیں اس لیے فرمایا کہ یہ خواہشات کی اتباع کرتے ہیں۔
اس کے بعد غیر کے مال کو اپنے مال میں ملا کر کھانے کی ممانعت اور بہ تراضی طرفین تجارت میں شراکت کی اجازت کا قانون ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ○

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تجارت رضامندی سے ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا میں ایمان والوں کو مکرر خطاب فرمایا گیا کیونکہ ایمان سے ایمان مقدم ہے
لَا تَأْكُلُوا۔ حرام مال کا استعمال مطلقاً حرام ہے ہر قسم کے حرام مال سے بچو کیونکہ حرام مال میں برکت نہیں ہوتی وہ جلد فنا ہو جاتا ہے اس لیے کہ وہ باطل ہے۔
آپس میں مال بطریقہ حرام کھانا یہی ہے کہ جوا کھیل کر ہارنا جیتنا چوری خیانت غصب سود یہ سب ناحق اور باطل ہیں اس آیت میں سب کی ممانعت کی گئی اور تجارت کا استثناء کر دیا اس لیے کہ وہ حلال ہے۔
حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیع وہی ہے جو آپس میں رضامندی سے ہو۔
حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ تجارت کا قصد کرو کیونکہ تجارت زبان اور ہاتھ سے لین دین کا نام ہے۔ اور
لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ میں دنیا اور آخرت کی ہلاکت اور مسلمان کا مسلمان کو قتل کرنا۔ خودکشی اتباع نفس میں حرام کا ارتکاب پھر کبائر گناہ سے اجتناب کا حکم دے کر صغائر کی معافی کی بشارت دی گئی۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو پہاڑ سے خود گر کر اپنے آپ کو ہلاک کر دے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں گرتا رہے گا اور اگر کسی ہتھیار

سے ہلاک کرے تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا جس کو وہ دوزخ میں ہمیشہ مارتا رہے گا۔ (مسلم)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ پہلی امت میں ایک شخص کا عضو زخمی ہوگیا اس نے گھبرا کر چھری نکال کر اپنا ہاتھ کاٹ لیا اس سے خون نہ رکا یہاں تک کہ مرگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بندے نے اپنے آپ کو ہلاک کرنے میں جلدی کی میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔

بعض نے کہا کہ اس آیت کے معنی ناجائز طریق سے مال کھا کر اپنی جانوں کو ہلاک کرنا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا۔ اس نے اپنی غایت رحمت سے تم کو اچھی باتوں کا حکم کیا اور بری باتوں سے منع فرمایا۔ ندامت و استغفار کو تمہارے لیے توبہ قرار دیا۔

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْہِ نَارًا ؕ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا۔ اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْہَوْنَ عَنْہُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَنُدْخِلْکُمْ مُّدْخَلًا کَرِیْمًا۔

اور جو ظلم اور زیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں پہنچائیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ۔ جو کرے گا ناحق غیر کے مال کو کھائے گا یا اپنے قصور وار سے گا

عُدْوَانًا۔ بوجہ زیادتی کے۔

وَّظُلْمًا۔ اور ظلم سے۔

فَسَوْفَ نُصْلِیْہِ۔ اس کو ہم داخل کریں گے دوزخ کی آگ میں۔ چونکہ اس قسم کے لوگ مرتے ہی آگ کا عذاب پاتے ہیں اس لیے سَوْفَ ارشاد فرمایا۔

وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا۔ آگ میں داخل کرنا اللہ کو آسان ہے اس کا کوئی مانع نہیں یہ وعید کبیرہ کو حلال جاننے والوں کے حق میں یہ وعید ہے۔

اس کے بعد حسد و بغض و کینہ سے مجتنب رہنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْہَوْنَ عَنْہُ۔ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچو گے

تَجْتَنِبُوْا۔ کا مادہ جنب ہے۔ اس کے معنی پرہیز کرنا۔ گریز کرنا جنب پہلو کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں بچنے پرہیز کرنے کو کہتے ہیں۔ کبائر کبیرہ سے ہے جس گناہ پر دنیا میں سزا یا آخرت میں عذاب ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اس کے برعکس معمولی لغزشوں کو صغیرہ کہتے ہیں۔

حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جس گناہ کے عذاب کو اللہ تعالیٰ نے آگ یا

غضب یا لعنت یا عذاب کے ساتھ تمام کیا وہ کبیرہ گناہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سات چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں ان سے بچو۔ صحابہ نے عرض کی وہ کیا ہیں یا رسول اللہ۔ فرمایا اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرنا جادو کرنا۔ قتل کرنا۔ سود کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ جہاد میں پیٹھ موڑ کر آنا۔ ایماندار پاک دامن عورت پر تہمت لگانا (بخاری)

نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ۔ نُكَفِّرْ۔ تَكْفِيْرٌ سے بنا اس کے معنی چھپانا۔ مٹانا۔

سَيِّئَات۔ سَيِّئَة کی جمع ہے۔ ناپسند چیز۔ یہاں گناہ صغیرہ مراد ہے۔

مُدْخَلًا كَرِيْمًا۔ کریم سے مراد اعلیٰ، عزت والی۔ ہم تمہارے گناہ صغیرہ مٹا دیں گے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی مردوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ سب کا نگہبان ہے۔

لَا تَتَمَنَّوْا اصطلاح میں آرزو کرنے کو تمنا کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اگر کسی کو کسی بات میں برتری و فضیلت عطا فرمائے اور اسے اس میں ممتاز کر دے تو اس کی ہوس نہ کرو حرص و حسد اللہ کو پسند نہیں۔

کسی کی عزت و ترقی پر پچھتانا خواہ دنیا کی جہت سے ہو یا دین کی جس سے آپس میں حسد و بغض پیدا ہو یہ ممنوع ہے اور کسی کی ترقی دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ جو اللہ نے اسے دیا اسے سلامت رہے اور مجھے بھی ایسا ہی دے خواہ وہ دنیا کی جہت سے ہو یا دین کے وہ غبطہ کہلاتا ہے یہ منع نہیں جو بری صفت ہے اس میں حاسد اپنے لیے وہ نعمت چاہتا ہے جو دوسرے میں دیکھے اور اس سے اس کے زوال کا متمنی ہوتا ہے۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب آیۂ کریمہ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ نازل ہوئی۔ تو مردوں نے کہا ہمیں امید ہے کہ آخرت میں ثواب بھی عورتوں سے دگنا ملے گا تو عورتوں نے کہا ہمیں امید ہے کہ گناہ کا عذاب ہمیں مردوں سے آدھا ہوگا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا۔ اِلٰى اٰخِرِهٖ۔

شان نزول: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر ہم بھی مرد ہوتے تو جہاد کرتے اور مردوں کی طرح ثواب پاتے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور عورتوں کو تسلی دی گئی اور فرمایا عورتیں اپنے شوہروں کی اطاعت اور پاک دامنی سے اتنا ثواب حاصل کرتی ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا بے شک ہر چیز کو جانتا ہے۔

اس کے بعد والدین کے ترکہ کا حکم نافذ ہوا چنانچہ ارشاد ہوا۔

وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ط وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ہ اور ہر ایک کے لیے ہم نے کیے ہیں حقدار جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا انہیں ان کا حصہ دو بے شک اللہ تعالٰے ہر چیز پر حاضر ہے۔

جَعَلْنَا۔ جَعْل سے مشتق ہے اس کے معنی بنانا۔ پیدا کرنا۔

مَوَالِیَ۔ مولٰی کی جمع ہے اس کے معنی قریب ہیں یعنے ہم نے ہر مسلمان یا ہر مال یا ہر قوم یا ترکہ کے لیے وارث مقرر فرمائے جو اس کے وارث ہوتے ہیں۔

مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ۔ مبتدا محذوف کی صفت ہے تو اس کی تقدیر یوں ہوئی۔

لِکُلِّ جَمَاعَةٍ مِّنْ وَرَثَةٍ جَعَلْنَا هُمْ مَوَالِیَ نَصِیْبٌ مِّنْهُمْ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ۔ ہر ایک وارثوں کی جماعت کے لیے جن کو ہم نے اس کا وارث ٹھہرایا جو اپنے ماں باپ اور قرابت والوں کے ترکہ سے حصہ لیتی ہے۔

وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ اس سے عقد موالات مراد ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی مجہول النسب شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولٰی ہے میں مر جاؤں تو تو میرے مال کا وارث ہوگا اور میں اگر کوئی جنایت کروں تو تجھے دیت دینی ہوگی اور دونوں میں یہ معاہدہ ہو جائے تو [illegible] کہا جاتا ہے اور قبول کرنے والا وارث بن جاتا ہے اور اس پر بصورت جنایت دیت بھی آ جاتی ہے [illegible] دے کر اس کا حکم فرمایا۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ النساء ۵

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ط فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ ط وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ	مرد افسر ہیں عورتوں پر بایں وجہ کہ اللہ نے فضیلت دی ہے بعض کو بعض پر اور اس وجہ سے کہ خرچ کرتے ہیں وہ اپنے مال تو نیک عورتیں ادب والیاں ہیں حفاظت کرنے والیاں خاوندوں کی پس غیب جیسا

نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ○

کہ اللہ نے انہیں حفاظت کا حکم دیا اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ شب گذارو اور انہیں مارو تو اگر وہ پیرو ہو جائیں تو ان پر زیادتی کی راہ نہ تلاش کرو بے شک اللہ بلند بڑا ہے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ○

اور اگر تمہیں دونوں میں جھگڑے کا خوف ہو تو ایک حکم مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک حکم عورت کی طرف سے اگر ارادہ کریں دونوں صلح کا تو اللہ ان میں میل کر دے گا بے شک اللہ جاننے والا اور خبردار ہے۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ○

اور پوجو اللہ کو اور اس کا شریک نہ بناؤ قطعاً۔ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریب کے ہمسایوں اور دور کے ہمسایوں اور ان کے ہمسایوں اور مسافروں اور باندی غلاموں کے ساتھ بے شک اللہ نہیں پسند کرتا اسے جو ہو بڑائی مارنے والا اترانے والا۔

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ○

جو آپ بخل کریں اور لوگوں کو بخل کرنے کا حکم کریں اور چھپائیں اسے جو دیا ہے اللہ نے اپنے فضل سے اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ○

اور وہ لوگ جو خرچ کریں اپنا مال دکھاوے کو اور نہ ایمان لائیں اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر اور جس کا مصاحب شیطان ہوا تو وہ بہت ہی برا مصاحب ہے۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

اور کیا تھا ان پر بوجھ اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور

الْآخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝

قیامت پر اور خرچ کرتے اللہ کے دیے ہوئے سے اور اللہ انہیں جانتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

بے شک اللہ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا اور اگر ہو نیکی تو دو چند کرتا ہے اور دیتا ہے اپنی طرف سے بڑا ثواب۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝

تو کیسی ہوگی جب ہم لائیں ہر امت سے ایک گواہ اور (اے محبوب) تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝

اس دن تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کاش انہیں مٹی میں ملا کر برابر کر دیا جاتا اور نہ چھپا سکیں گے اللہ سے کوئی بات۔

لفظی ترجمہ

اَلرِّجَالُ۔ مرد	قَوّٰمُوْنَ۔ افسر ہیں	عَلَی۔ اوپر	النِّسَآءِ۔ عورتوں کے
بِمَا۔ اس وجہ سے کہ	فَضَّلَ۔ بزرگی دی	اللّٰهُ۔ اللہ نے	بَعْضَهُمْ۔ ان کے بعض کو
عَلٰی۔ اوپر	بَعْضٍ۔ بعض کے	وَّ۔ اور	بِمَا۔ اس لیے کہ
اَنْفَقُوْا۔ خرچ کرتے ہیں	مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ اپنے مالوں سے		فَالصّٰلِحٰتُ۔ تو نیک عورتیں
قٰنِتٰتٌ۔ ادب والیاں	حٰفِظٰتٌ۔ حفاظت کرنے والیاں		لِّلْغَيْبِ۔ غائبانہ
بِمَا۔ جیسی کہ	حَفِظَ۔ حفاظت کرائی	اللّٰهُ۔ اللہ نے	وَ۔ اور
الّٰتِیْ۔ وہ عورتیں	تَخَافُوْنَ۔ کہ تم ڈرو	نُشُوْزَ۔ نافرمانی	هُنَّ۔ ان کی سے
فَعِظُوْ۔ تو نصیحت کرو	هُنَّ۔ ان کو	وَ۔ اور	اهْجُرُوْ۔ علیحدہ رکھو
هُنَّ۔ ان کو	فِی۔ بیچ	الْمَضَاجِعِ۔ بستروں کے	وَ۔ اور
اضْرِبُوْ۔ مارو	هُنَّ۔ ان کو	فَاِنْ۔ تو اگر	اَطَعْنَكُمْ۔ کہا مانیں تمہارا
فَلَا۔ تو نہ	تَبْغُوْا۔ ڈھونڈو	عَلَيْهِنَّ۔ ان پر	سَبِيْلًا۔ کوئی راستہ

اِنَّ۔ بے شک	اللہَ۔ اللہ	کَانَ۔ ہے	عَلِیًّا۔ بلند
کَبِیْرًا۔ بڑا	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	خِفْتُمْ۔ تم ڈرو
شِقَاقَ۔ بے اتفاقی	بَیْنِہِمَا۔ ان کی سے	فَابْعَثُوْا۔ تو مقرر کرو	حَکَمًا۔ ایک پنچ
مِّنْ اَھْلِہٖ۔ مرد کے لواحقین سے		وَ۔ اور	حَکَمًا۔ ایک پنچ
مِّنْ اَھْلِہَا۔ عورت کے لواحقین سے		اِنْ۔ اگر	یُّرِیْدَآ۔ ارادہ کریں وہ
اِصْلَاحًا۔ درستی کا	یُّوَفِّقِ۔ تو اتفاق ڈالے گا	اللہُ۔ اللہ	بَیْنَہُمَا۔ انکے درمیان
اِنَّ۔ بیشک	اللہَ۔ اللہ	کَانَ۔ ہے	عَلِیْمًا۔ جاننے والا
خَبِیْرًا۔ خبردار	وَ۔ اور	اُعْبُدُوا۔ عبادت کرو	اللہَ۔ اللہ کی
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تُشْرِکُوْا۔ شریک ٹھہراؤ	بِہٖ۔ اس کا
شَیْئًا۔ کسی کو	وَّ۔ اور	بِالْوَالِدَیْنِ۔ ماں باپ کے ساتھ	
اِحْسَانًا۔ احسان کرنا	وَّ۔ اور	بِذِی الْقُرْبٰی۔ قرابت والوں سے	
وَ۔ اور	الْیَتٰمٰی۔ یتیموں	وَ۔ اور	الْمَسٰکِیْنِ۔ مسکینوں
وَ۔ اور	الْجَارِ۔ ہمسائے	ذِی الْقُرْبٰی قریب والے سے	
وَ۔ اور	الْجَارِ۔ ہمسائے	الْجُنُبِ۔ دور کے سے	وَ۔ اور
الصَّاحِبِ۔ ساتھی	بِالْجَنْبِ۔ لگے پاس کے	وَ۔ اور	ابْنِ السَّبِیْلِ۔ مسافروں سے
وَ۔ اور	مَا۔ جن کے	مَلَکَتْ۔ مالک ہوئے	اَیْمَانُکُمْ۔ تمہارے ہاتھ
اِنَّ۔ بیشک	اللہَ۔ اللہ	لَا۔ نہیں	یُحِبُّ۔ پسند کرتا
مَنْ۔ اسکو جو	کَانَ۔ ہو	مُخْتَالًا۔ اترانے والا	فَخُوْرًا۔ فخر کرنے والا
نِ الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَبْخَلُوْنَ۔ بخل کرتے ہیں	وَ۔ اور	یَاْمُرُوْنَ۔ حکم دیتے ہیں
النَّاسَ۔ لوگوں کو	بِالْبُخْلِ۔ بخل کا	وَ۔ اور	یَکْتُمُوْنَ۔ چھپاتے ہیں
مَا۔ جو	اٰتٰہُمُ۔ دیا ان کو	اللہُ۔ اللہ نے	مِنْ فَضْلِہٖ۔ اپنے فضل سے
وَ۔ اور	اَعْتَدْنَا۔ تیار کیا ہم نے	لِلْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں کے لیے	عَذَابًا عذاب
مُّہِیْنًا۔ ذلت کا	وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یُنْفِقُوْنَ۔ خرچ کرتے ہیں
اَمْوَالَہُمْ۔ اپنے مال	رِئَآءَ۔ دکھاوے کو	النَّاسِ۔ لوگوں کے	وَ۔ اور
لَا۔ نہیں	یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے	بِاللہِ۔ اللہ پر	وَ۔ اور

لَا ۔ نہ	بِالْیَوْمِ ۔ساتھ دن	الْاٰخِرِ پچھلے کے	وَ ۔اور
مَنْ جو	یَّکُنِ ۔ہو	الشَّیْطٰنُ شیطان	لَہٗ ۔اس کا
قَرِیْنًا ۔ساتھی	فَسَآءَ ۔تو برا ہے	قَرِیْنًا ۔ساتھی	وَ ۔اور
مَا ۔کیا ہے	ذَا ۔انہیں	عَلَیْہِمْ ۔ان پر	لَوْ ۔اگر
اٰمَنُوْا ۔ایمان لاتے	بِاللّٰہِ ۔اللہ پر	وَ ۔اور	الْیَوْمِ ۔دن
الْاٰخِرِ قیامت پر	وَ ۔اور	اَنْفَقُوْا خرچ کرتے	مِمَّا ۔اس سے جو
رَزَقَہُمُ ۔دیا ان کو	اللّٰہُ ۔اللہ نے	وَ ۔اور	کَانَ ۔ہے
اللّٰہُ ۔اللہ	بِہِمْ ۔ان کو	عَلِیْمًا ۔جاننے والا	اِنَّ ۔بیشک
اللّٰہَ ۔اللہ	لَا ۔نہیں	یَظْلِمُ ظلم کرتا	مِثْقَالَ ۔مقدار
ذَرَّۃٍ ۔ذرہ کے	وَّ ۔اور	اِنْ ۔اگر	تَکُ ۔ہو
حَسَنَۃً ۔نیکی	یُّضٰعِفْہَا تو دو چند کرتا ہے اسے		وَ ۔اور
یُؤْتِ ۔دیتا ہے	مِنْ لَّدُنْہُ ۔اسے اپنے پاس سے		اَجْرًا ۔اجر
عَظِیْمًا ۔بڑا	فَکَیْفَ ۔تو کیسی ہوگی	اِذَا جب	جِئْنَا ۔لائیں ہم
مِنْ ۔ہر	کُلِّ ۔ایک	اُمَّۃٍ ۔امت سے	بِشَہِیْدٍ ۔گواہ
وَ ۔اور	جِئْنَا ۔لائیں ہم	بِکَ ۔تجھ کو	عَلٰی ۔اوپر
ہٰٓؤُلَآءِ ۔ان کے	شَہِیْدًا ۔گواہ	یَوْمَئِذٍ ۔اس دن	یَوَدُّ ۔چاہیں گے
الَّذِیْنَ ۔وہ جو	کَفَرُوْا ۔کافر ہوئے	وَ ۔اور	عَصَوُا ۔نافرمانی کی
الرَّسُوْلَ ۔رسول کی	لَوْ ۔کاش کہ	تُسَوّٰی ۔برابر کردی جائے	بِہِمُ ۔ان سے
الْاَرْضُ ۔زمین	وَ ۔اور	لَا ۔نہ	یَکْتُمُوْنَ چھپا سکیں گے
اللّٰہَ ۔اللہ سے	حَدِیْثًا ۔کوئی بات		

مختصر تفسیر چھٹا رکوع سورۃ نساء پ۵

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِہِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ ؕ مرد افسر ہیں عورتوں پر اس وجہ سے کہ اللہ نے ان

ہیں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر مال خرچ کیے تو نیک عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کی پس غیبت محافظت کرتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا۔

اَلرِّجَالُ اور اَلنِّسَاءُ میں الف لام جنسی ہے رِجَال۔ رَجُل کی جمع ہے۔ اس کے معنی مرد ہیں۔

قَوّٰمُوْنَ۔ اس کا واحد قوّام ہے اس کے معنی حاکم اور نگران ہیں۔ مرد عورتوں کی کفالت کرنے والے اور حفاظت کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں مرد اور عورت کے درجات بتائے گئے ہیں۔ مرد کا درجہ عورت پر زیادہ ہے۔ اس میں مرد کی حکومت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم اور ان کا کفیل بنایا ہے۔ مرد کو عورت پر فضیلت عطا کی گئی یہ فضیلت جسمانی اور روحانی لحاظ سے ہے اس کی تشریح احادیث مبارکہ میں تفصیل سے موجود ہے۔

جب مرد عورتوں پر حاکم ہیں تو انہیں لازم ہوا کہ ان کی اطاعت کریں اور مردوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ عورتوں پر رعایا کی طرح حکمرانی کریں۔ ان کے مصالح اور تدابیر اور تادیب و حفاظت میں ساعی ہوں۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول۔

حضرت سعد بن ربیع نے کسی موقع پر اپنی بیوی حبیبہ کو طمانچہ مار دیا ان کے والد انہیں دربار رسالت میں لائے اور ان کے شوہر کی شکایت کی اس پر یہ حکم نافذ ہوا۔

اور دوسری فضیلت بھی ظاہر فرمائی گئی کہ مردوں کو عورتوں پر عقل و دانائی اور جہاد۔ نبوت و خلافت امامت۔ اذان خطبہ جماعت۔ جمعہ تکبیر و تشریق۔ حدود و قصاص کی شہادت میں ممتاز فرمایا۔ پھر ورثہ میں دو چند حصہ کا حقدار بنایا۔ تعصیب و نکاح و طلاق کا مالک کیا۔ نسبوں میں انہیں یہ امتیاز بخشا کہ اَلْاُمَّهَاتُ وِعَاءٌ وَّلِلْاَنْسَابِ اٰبَاءٌ تمام نسب کی نسبت باپ کی طرف قائم کی۔ نماز روزہ میں کامل طور پر مرد کو ہی حق ملا عورت کی نماز روزہ ایام حیض میں نہیں پھر داڑھی عمامہ کے ساتھ بھی مرد ہی کو فضیلت ہے۔

اور بِمَآ اَنْفَقُوْا فرما کر یہ بتا دیا کہ عورتوں کے نفقات جو مردوں پر واجب ہیں وہ ادا کرتے ہیں تو نیک مذہب عورتوں کی علامت یہ بھی چاہیے کہ وہ محافظت عصمت کے ساتھ حفاظت عفت بھی کریں اور اپنے شوہر کے مال اور ان کے راز بھی محفوظ رکھیں۔ یہ نیک خصلت عورتوں کی ذمہ داریاں بیان کی۔

اس کے بعد ناچاقی کے پہلوؤں پر درجہ بدرجہ تادیب۔ توبیخ۔ مفاہمت بابین کا حکم نافذ کیا اور ارشاد ہوا

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

عَلِیْمًا حَکِیْمًا۔ اور وہ عورتیں جن سے تمہیں نافرمانی کا اندیشہ ہو تو انہیں اول سمجھاؤ اور ان سے الگ سونا اختیار کرو اور انہیں ہلکی ضرب مارو تو اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو بیشک اللہ بلند اور بڑا ہے اور اگر تمہیں میاں بیوی کے مابین جھگڑے کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل ملاپ کردے گا بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

تَخَافُوْنَ کے معنی تَعْلَمُوْنَ کے ہیں یعنی ان کی سرکشی کو تم جانتے ہو۔

نُشُوْز کے معنی اونچے ہونے کے ہیں۔ اونچی جگہ کو نشز کہتے ہیں۔ تکبر، ضد، ہٹ دھرمی مراد ہے۔
عورت کو سمجھانا یہی ہے کہ شوہر کی نافرمانی اور اطاعت نہ کرنے کے نتائج۔ خاوند کے حقوق کا لحاظ نہ رکھنے کے عواقب سمجھائے جائیں۔ اللہ کے عذاب کا خوف دلایا جائے اگر اس پر بھی وہ نہ مانے تو اپنے پاس سونے بلانے کا رشتہ ترک کیا جائے پھر بھی نہ ملنے تو ضرب غیر شدید سے تنبیہ کی جائے۔

قرآن حکیم نے ضرب مار کی حد بتادی ہے کہ سخت تکلیف دہ مار نہ مارے بلکہ صرف اصلاح کے لیے تنبیہ کرے۔ سخت مار ہرگز نہ مارے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ عورتوں کی مار پیٹ صرف بدخو اور نافرمان کے لیے ہے۔

اور جب دیکھو کہ سمجھانا، علیحدہ سونا، مارنا کچھ بھی کارآمد نہ ہوا تو دو حاکم مقرر کرو جو اقارب میں سے ہوں اس لیے کہ اقارب اپنے رشتہ داروں کے خانگی حالات و عادات سے واقف ہوتے ہیں اور زوجین کے مابین موافقت بھی چاہتے ہیں پھر فریقین کو اپنے دل کی بات ان سے کہنے میں حجاب بھی نہیں ہوتا تو اللہ تعالےٰ ان کے ارادۂ موافقت میں مدد فرمائے گا اور میل ملاپ کردے گا کیونکہ وہ دل کی حالتوں سے باخبر ہے ان حکموں کو زوجین میں تفریق کا مجاز نہیں۔ جب وہ نافرمانی چھوڑ دیں تو ظلم نہ کرو اللہ سب سے بلند و غالب اور حاکم ہے۔

اب عبادت الٰہی کا حکم اور اشراک باللہ کی ممانعت فرماتے ہوئے حقوق والدین اور حقوق ذی القربیٰ و ہمسایہ کا حکم فرمایا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُــوْرَۨا ۙ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا

اور اللہ کی پرستش کرو اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ۔ اور ماں باپ سے بھلائی کرو۔ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسایوں اور دور کے ہمسایوں اور کروٹ کے ساتھیوں اور راہ گیر مسافر اور لونڈی غلام سے بے شک اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی اترانے والا شیخی مارنے والا جو آپ بخل کریں اور لوگوں کو بخل کرنے کا حکم دے اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا اسے چھپائیں اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب۔

عبودیت کا معنی نہایت درجہ کا عجز و انکساری ظاہر کرنا ہے اور اس کا وہی شخص مستحق ہے جو نہایت درجہ کا اعلیٰ فضیلت رکھنے والا ہے

وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا. شرک کرنے والے جاندار اور بے جان دونوں کو ہی خدا کا شریک بناتے تھے اللہ تعالیٰ نے وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا فرما کر دونوں کا رد کیا اور بتایا کہ الوہیت میں جاندار اور بے جان دونوں شریک نہیں اور اسی طرح اس کی عبادت میں۔

وَلَا تُشْرِكُوا. اشراک سے بنا۔ اس کا مادہ شرک ہے۔ جاہے کسی مخلوق کو خدا کی طرح مستقل خالق مانے جیسے مجوسی یزدان کو خالق خیر مانتے ہیں اور خالق شر اہرمن کو کہتے ہیں یا جیسے یہودی حضرت عزیر کو یا مشرک فرشتوں کو خدا کا بیٹا یا بیٹیاں مانتے تھے۔ ان کی تردید فرمائی گئی۔

شَيْئًا سے مراد بے جان چیزیں ہیں چاند سورج وغیرہ۔

پھر والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا یعنی ادب اور تعظیم کے ساتھ ان کی خدمت میں مستعد رہنا ان پر خرچ کرنے میں کسی قسم کا دریغ نہ کرنا۔

حدیث میں آیا حضور سید یوم النشور نے فرمایا اور تین بار فرمایا رَغِمَ اَنْفُهٗ یعنی اس کی ناک خاک آلود ہو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کس کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا جس نے بوڑھے ماں باپ پائے یا ان میں سے ایک کو پایا اور جنتی نہ ہو گیا۔ (مسلم)

احسان سے مراد بھلائی ہے۔ علماء فرماتے ہیں ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک یہ ہے کہ اپنے ہاتھ پاؤں سے ان کی خدمت کرے اور ان کے سامنے جھڑک کر نہ بولے ان کا ہر حکم مانے ماں باپ کی وفات کے بعد ان کا قرض ادا کرے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت حنظلہ بن عامر مسلمان ہو چکے تھے۔ ان کے والد مشرک تھے حضرت حنظلہ نے انہیں قتل کرنا چاہا تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرما دیا (تفسیر کبیر)

وَبِذِی الْقُرْبٰی. اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا گیا۔ قربیٰ مصدر ہے قرابت والوں

کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہاں قرابت سے ماں باپ کے سوا تمام دوسرے رشتہ دار ہیں۔

حضرت سلمان بن عامر سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین کو صدقہ دینا ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار کو دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔

رشتہ داروں کے لیے ارشاد فرمایا۔ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنے والا کی عمر دراز ہوتی ہے اور رزق وسیع ہوتا ہے (بخاری)

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ۔ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ۔ یَتَامٰی۔ یتیم کی جمع ہے وہ نابالغ بچہ جس کا باپ فوت ہو چکا ہو۔

مَسَاکِیْن سے غریب فقیر مراد ہے۔

حضرت ابو امامہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خاص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو اس کو ہر بال کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ملے گا اور جو یتیم لڑکی یا لڑکے کی پرورش کرے تو وہ اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے۔ اس حدیث کو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ کَاصْبَعَیْنِ کہ میں اور یتیم کا پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔ آپ نے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ اور مسکین کی خبر گیری کرنے والوں کو مجاہد فی سبیل اللہ سے تشبیہ دی۔

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی۔ اور نزدیک والے ہمسایہ کے ساتھ۔

وہ پڑوسی جس کا پڑوسی دور ہو یا وہ پڑوسی جو قرابت دینی میں شریک نہ ہو۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑوسی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ پڑوسی جس کے تین حق ہوتے ہیں۔ پڑوس کا حق۔ قرابت کا حق اور اسلام کا حق۔

اور ایک وہ پڑوسی جس کے دو حق ہوتے ہیں پڑوس کا حق۔ قرابت کا حق۔

اور ایک وہ پڑوسی جس کا ایک ہی حق ہوتا ہے۔ پڑوس کا حق اور وہ وہ ہوتا ہے جو اہل کتاب میں سے ہو مسلمان نہ ہو۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دربار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں کس کو تحفہ دوں آپ نے فرمایا جس کا دروازہ تیرے قریب ہو۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تو سالن پکائے تو اس میں پانی زیادہ کر لیا کر اور اپنے ہمسائے کا خیال رکھا کر۔ (مسلم)

ایک حدیث میں فرمایا مجھے جبریل نے ہمیشہ ہمسایوں کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید فرمائی حتیٰ کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ یہ وارث قرار پا جائیں گے (بخاری)

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ ۔ اور پہلو کے ساتھی کے ساتھ

حضرت ابن عباس مجاہد اور عکرمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ اس سے رفیق سفر مراد ہے۔
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، عبد اللہ - ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ صاحب بالجنب سے بیوی یا جو زیادہ صحبت میں رہے یار فیق سفر ہو یا ساتھ پڑھنے والا یا مجلس و مسجد میں ساتھ رہنے والا مراد ہو سکتا ہے۔

وَابْنِ السَّبِیْلِ ۔ مسافر اور مہمان ہے چنانچہ حدیث میں ہے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھے اسے چاہئے کہ مہمان کا اکرام کرے (بخاری و مسلم)

اور شرعی غلام یا عام باندیاں؟ انہیں ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے سخت کلامی سے پرہیز رکھا جائے کھانا کپڑا بقدر حاجت ضرور دیا جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی خاطر داری کرے اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۔ اور اپنے مملوکوں کے ساتھ۔ اس سے مراد لونڈی غلام، مملوکہ جانور ہیں ان میں ہر ایک کے ساتھ وہ سلوک کرے جو اس کے لائق ہے (تفسیر کبیر)

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ ۔ بیشک اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔

مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۔ جو اپنے اقارب اور بھائیوں سے تکبر کرتا ہو اور ان پر فخر کرتا ہو۔ بد خلق شیخی بگھارنے والا مراد ہے۔ حدیث میں ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں بدخلق داخل نہ ہو گا۔ (ترمذی)
فخور خود بین یا ایسا شخص جو رشتہ داروں اور ہمسایوں کو ذلت کی نظر سے دیکھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص دو چادریں پہن کر اترا رہا تھا تکبر و غرور کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ فرمایا وہ شخص زمین میں دھنسایا گیا اور قیامت تک اسی میں اترتا جائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ جنت کی خوشبو ہزار سال کی مسافت سے آتی ہے۔ ماں باپ کا نافرمان قطع رحمی کرنے والا بڑھاپے میں زنا کرنے والا۔ تہبند کو تکبر سے لٹکانے والا اس کی خوشبو سے بھی محروم ہوں گے۔ بے شک، بڑائی اللہ کے لیے ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ۔ جو کنجوسی کرتے ہیں۔ یہ آیت ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کام سے روکنا چاہتے ہیں۔

وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ۔ اور لوگوں کو بخل کا حکم کرتے ہیں۔

بخل کی تعریف یہ ہے کہ خود کھائے پہنے اور دوسرے حاجتمند کو نہ دے اور اس سے بھی سخت درجہ ہے شُح کا وہ یہ کہ نہ کھائے نہ کھلائے۔

اس کا عکس سخاوت ہے اس کا مقتضی یہ ہے کہ خود بھی کھائے اور دوسرے کو بھی کھلائے۔

شانِ نزول:۔ یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان کرنے میں بخل کرتے اور نعت چھپاتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت کردم بن زید اور حیی بن اخطب رفاعہ بن زید بن تابوت اور اسامہ بن حبیب اور نافع بن ابی نافع وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی جو یہودیوں سے تھے اور انصار کے پاس آکر مال خرچ کرنے سے روکتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے حضور نبی آخر الزمان سید عالم کے متعلق بشارتوں کو چھپانے کی کوشش کی۔ اس سے بلاشبہ کیا کوئی بخل ہو سکتا ہے۔

وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دیا اس کو چھپاتے ہیں یعنے مال۔ یا علم۔

وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ۔ اور تیار کیا ہم نے منکروں کے لیے

عَذَابًا مُّهِیْنًا۔ رسوا کرنے والا عذاب۔ جیسا کہ انہوں نے اپنے بخل اور علم کے چھپانے سے نعمت الٰہی کو رسوا کیا۔ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہشت میں دغا باز اور احسان جتانے والا ہرگز نہ داخل ہوگا (ترمذی)

وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ کے بیان سے یہ مقصود ہے کہ ہوتے ہوئے نفس ونعمت کو تنگدستی دکھانا اللہ کو ناپسند ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ پسند فرماتا ہے کہ بندہ پر اس کی نعمت ظاہر ہو اللہ کی نعمت کا اظہار اخلاص کے ساتھ ہو تو یہ بھی شکر نعمت ہے۔ اس کے بعد صرف بے جا کی مذمت بیان فرمائی اور ارشاد ہوا۔

وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا ٭ وَمَاذَا عَلَیْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا

مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝ اور وہ جو لپنے مال دکھاوے کو خرچ کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ اور قیامت پر اور جس کا مصاحب شیطان ہوا تو وہ کتنا برا مصاحب ہے اور ان کا کیا نقصان تھا اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر اور اللہ کے دیے ہوئے سے اس کی راہ میں خرچ کرتے۔ اور اللہ ان کو جانتا ہے۔

یعنی جو لوگ نام و نمود کو خرچ کرتے ہیں اور رضائے الٰہی مقصود نہیں ہوتی جیسے مشرکین و منافقین یہ بھی وہی ہیں جن کا مشیر و مصاحب شیطان ہے۔ اگر وہ ایمان لاتے اور آخرت کا خوف دل میں رکھتے تو ان کا نفع ہی تھا۔ آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ اللہ ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہو تو اسے دو چند کرتا ہے اور اپنے خزانۂ غیب سے بڑا ثواب دیتا ہے۔

ذَرَّةٍ۔ چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں۔ اللہ ذرہ بھر ظلم نہ کرے گا۔ یعنی رسوا کرنے والا عذاب کفار کے لیے مقرر کیا ہے اور وہ عین انصاف ہے ظلم بالکل نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا قسم بخدا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ بے شک اللہ تعالےٰ ایک نیکی کو بڑھا کر بیس لاکھ نیکیاں کر دے گا۔

اس کے بعد حضور سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقف و شاہد ہونے پر خاص اہتمام سے مہر تصدیق کی اور فرمایا۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝ تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور (اے محبوب) آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں اس دن تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کاش انہیں مٹی میں برابر کر دیا جاتا اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔

اس آیت میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی تمام اقوام امتوں پر گواہی دینے والا بیان فرمایا۔ ھٰؤلاء کے مفہوم میں دنیا کے تمام نبی۔ رسول۔ امتیں شامل ہیں خواہ انہوں نے ان کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔

حضرت سعید بن مسیب سے ابن مبارک نے نقل کیا ہے کہ ہر روز صبح و شام حضور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم پر آپ کی امت پیش ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام ان کے عملوں سے ان کو پہچانتے ہیں۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ارشاد فرمایا مجھے پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں پڑھ کر سناؤں حالانکہ قرآن عظیم آپ پر اترا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر فرمایا میں نے سورہ نساء پڑھنی شروع کی۔ جب میں اس آیت پر آیا تو آپ نے فرمایا اب مجھ کو اتنا ہی کافی ہے۔ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔

یہ گواہی ہر امت کے نبی کے ذمہ ہوگی کہ اس کا امتی ان کے بعد کیسا رہا کیا عمل کیے اور جناب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ان سب پر گواہ لائے جائیں گے۔ مولٰنا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں زیراکہ وے صلی اللہ علیہ وسلم بنور نبوت بر جمیع خلائق مطلع است۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب کی امتوں کے کفر و نفاق اور تمام افعال پر شاہد ہوں گے۔ اس لیے کہ وہ مطلقاً اپنی امتوں کے افعال سے باخبر ہوتے ہیں اور نبی الانبیاء حضور ہیں تو تمام امتی حضور کی امت ہیں۔
تو جب مشرک اپنی خطاؤں سے انکار کریں گے اور قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے اور ہم نے کوئی غلط کاری نہیں کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے کہ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۔ ان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے اعضاء خود ان کے خلاف بول پڑیں گے اور اس سے وہ خجل و منفعل ہو کر یہ آرزو کریں گے کہ کاش ہم مٹی ہی میں ملا دیے جاتے وَیَقُوْلُ الْكٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورہ النساء پانچواں پارہ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ	اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس
وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ	نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو
وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا	اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری
وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ	میں اور اگر ہو تم بیمار یا سفر میں یا تم میں سے کوئی
اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ	قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے
النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا	ملامست کی اور پانی نہ پایا تو تیمم کرو پاک مٹی سے

صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ۝

تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُونَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا السَّبِيلَ ۝

کیا نہ دیکھا تم نے انہیں جن کو کتاب سے ایک حصہ ملا گمراہی مول لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی گمراہ ہو جاؤ۔

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيرًا ۝

اور اللہ جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور کافی ہے اللہ مددگار۔

مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلٰكِن لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

کچھ یہودی ایسے ہیں کہ کلام کو اس کی جگہ سے بدلتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنئے آپ سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبان میں بل ڈال کر اور دین میں طعنہ کے لیے اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لیے بہتر ہوتا اور دین میں پختہ ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ایمان نہیں لاسکتے مگر تھوڑے۔

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم مِّن قَبْلِ أَن نَّطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰى أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحٰبَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا ۝

اے کتاب والو! ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا تصدیق کرنے والا اس کا جو تمہارے ساتھ ہے قبل اس کے کہ ہم بگاڑیں منہ تو انہیں پھیر دیں ان کی پشتوں کی طرف یا انہیں لعنت کریں جیسے لعنت کی ہم نے ہفتہ والوں پر اور امر الٰہی پورا ہونے والا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيمًا ۝

بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور بخشتا ہے اس کے سوا جسے چاہے اور شرک جو کرے وہ گناہ کا بڑا طوفان باندھنے والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝

کیا نہ دیکھا تم نے انہیں جو خود ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ جسے اللہ چاہے ستھرا کرے اور ان پر ظلم نہ ہو گا خرما کے ڈورے برابر
دیکھئے کیسا افتراء کرتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور ان کے لیے یہی کافی ہے گناہ۔

لفظی ترجمہ

يَا اَيُّهَا۔ اے	الَّذِيْنَ۔ وہ لوگو جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	لَا۔ نہ
تَقْرَبُوا۔ قریب جاؤ	الصَّلٰوةَ۔ نماز کے	وَ۔ اس حال میں کہ	اَنْتُمْ۔ تم
سُكٰرٰى۔ نشہ میں ہو	حَتّٰى۔ یہاں تک کہ	تَعْلَمُوْا۔ جانو تم	مَا۔ جو
تَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہو	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	جُنُبًا۔ ناپاک
اِلَّا۔ مگر	عَابِرِيْ۔ مسافر	سَبِيْلٍ۔ راستہ کا	حَتّٰى۔ یہاں تک کہ
تَغْتَسِلُوْا۔ غسل کرے	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	كُنْتُمْ۔ ہو تم
مَّرْضٰى۔ بیمار	اَوْ۔ یا	عَلٰى۔ اوپر	سَفَرٍ۔ سفر کے
اَوْ۔ یا	جَآءَ۔ آئے	اَحَدٌ۔ کوئی	مِّنْكُمْ۔ تم میں سے
مِّنَ الْغَآئِطِ۔ قضائے حاجت سے		اَوْ۔ یا	لٰمَسْتُمُ۔ ہاتھ لگاؤ تم
النِّسَآءَ۔ عورتوں کو	فَلَمْ۔ پھر نہ	تَجِدُوْا۔ پاؤ	مَآءً۔ پانی
فَتَيَمَّمُوْا۔ تو تیمم کرو	صَعِيْدًا۔ مٹی	طَيِّبًا۔ پاک سے	فَامْسَحُوْا۔ تو مسح کرو
بِوُجُوْهِكُمْ۔ اپنے منہ کا	وَ۔ اور	اَيْدِيْكُمْ۔ اپنے ہاتھوں کا	اِنَّ۔ بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ	كَانَ۔ ہے	عَفُوًّا۔ معاف کرنے والا	غَفُوْرًا۔ بخشنے والا
اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	تَرَ۔ دیکھا تم نے	اِلَى۔ طرف
الَّذِيْنَ۔ ان کی جو	اُوْتُوْا۔ دیے گئے	نَصِيْبًا۔ ایک حصہ	مِّنَ الْكِتٰبِ۔ کتاب کا
يَشْتَرُوْنَ۔ خریدتے ہیں	الضَّلٰلَةَ۔ گمراہی	وَ۔ اور	يُرِيْدُوْنَ۔ چاہتے ہیں
اَنْ۔ یہ کہ	تَضِلُّوا۔ گمراہ ہو جاؤ تم	السَّبِيْلَ۔ راہ سے	وَ۔ اور

اَللّٰہُ۔اللہ   اَعۡلَمُ۔خوب جانتا ہے   بِاَعۡدَآئِکُمۡ۔تمہارے دشمنوں کو
وَ۔اور   کَفٰی۔کافی ہے   بِاللّٰہِ۔اللہ   وَلِیًّا۔والی
وَ۔اور   کَفٰی۔کافی ہے   بِاللّٰہِ۔اللہ   نَصِیۡرًا۔مددگار
مِنَ الَّذِیۡنَ۔کچھ وہ ہیں   هَادُوۡا۔یہودی ہے جو   یُحَرِّفُوۡنَ۔بدل ڈالتے
ہیں   اَلۡکَلِمَ۔کلمات کو   عَنۡ مَّوَاضِعِہٖ۔اس کی جگہ سے
وَ۔اور   یَقُوۡلُوۡنَ۔کہتے ہیں   سَمِعۡنَا۔ہم نے سنا   وَ۔اور
عَصَیۡنَا۔نہ مانا   وَ۔اور   اسۡمَعۡ۔سن   غَیۡرَ۔نہ
مُسۡمَعٍ۔سنایا جائے تو   وَ۔اور   رَاعِنَا۔راعنا کہتے ہیں   لَیًّا۔پیچ دے کر
بِاَلۡسِنَتِہِمۡ۔اپنی زبانوں کو   وَ۔اور   طَعۡنًا۔طعن کرتے ہیں   فِیۡ۔بیچ
الدِّیۡنِ۔دین کے   وَ۔اور   لَوۡ۔اگر   اَنَّہُمۡ۔وہ
قَالُوۡا۔کہتے   سَمِعۡنَا۔ہم نے سنا   وَ۔اور   اَطَعۡنَا۔ہم نے مانا
وَ۔اور   اسۡمَعۡ۔سن   وَ۔اور   انۡظُرۡنَا۔دیکھ ہماری طرف
لَکَانَ۔تو ہوتا   خَیۡرًا۔بہتر   لَّہُمۡ۔ان کے لیے   وَ۔اور
اَقۡوَمَ۔قوی تر   وَ۔اور   لٰکِنۡ۔لیکن   لَّعَنَہُمُ۔ان کو لعنت کی
اللّٰہُ۔اللہ نے   بِکُفۡرِ۔بوجہ کفر   ہِمۡ۔ان کے   فَلَا۔تو نہیں
یُؤۡمِنُوۡنَ۔ایمان لاتے   اِلَّا۔مگر   قَلِیۡلًا۔تھوڑے   یٰۤاَیُّہَا۔اے
الَّذِیۡنَ۔وہ جو   اُوۡتُوا۔دیے گئے ہو   الۡکِتٰبَ۔کتاب   اٰمِنُوۡا۔ایمان لاؤ
بِمَا۔اس پر جو   نَزَّلۡنَا۔ہم نے اتارا   مُصَدِّقًا۔تصدیق کرتا   لِّمَا۔اسکی جو
مَعَکُمۡ۔تمہارے ساتھ ہے   مِنۡ قَبۡلِ۔پہلے   اَنۡ۔اس سے کہ   نَّطۡمِسَ۔مٹائیں ہم
وُجُوۡہًا۔چہرے   فَنَرُدَّ۔تو پھیر دیں   ھَا۔ان کو   عَلٰۤی۔اوپر
اَدۡبَارِ۔پیٹھوں   ھَا۔انکی کے   اَوۡ۔یا   نَلۡعَنَہُمۡ۔لعنت کریں ہم
ان پر   کَمَا۔جیسے   لَعَنَّا۔لعنت کی ہم نے   اَصۡحٰبَ۔اصحاب
السَّبۡتِ۔ہفتہ کو   وَ۔اور   کَانَ۔ہے   اَمۡرُ۔حکم
اللّٰہِ۔اللہ کا   مَفۡعُوۡلًا۔پورا ہونے والا   اِنَّ۔بیشک   اللّٰہَ۔اللہ
لَا۔نہیں   یَغۡفِرُ۔بخشتا   اَنۡ۔یہ کہ   یُّشۡرَکَ۔شرک کیا جائے

بِہٖ۔اس کے ساتھ	وَ۔اور	یَغْفِرُ۔بخشیگا	مَا۔جو
دُوْنَ۔کم ہے	ذٰلِکَ۔اس سے	لِمَنْ۔جسے	یَّشَآءُ۔چاہے
وَ۔اور	مَنْ۔جو	یُّشْرِکْ۔شرک کرے	بِاللّٰہِ۔اللہ کے ساتھ
فَقَدِ۔تو بیشک	افْتَرٰی۔باندھا اس نے	اِثْمًا۔گناہ	عَظِیْمًا۔بڑا
اَ۔کیا	لَمْ۔نہ	تَرَ۔دیکھا تو نے	اِلَی۔طرف
الَّذِیْنَ۔ان کی جو	یُزَکُّوْنَ۔پاک بناتے ہیں	اَنْفُسَھُمْ۔اپنے آپ کو	بَلِ۔بلکہ
اللّٰہُ۔اللہ	یُزَکِّیْ۔پاک کرتا ہے	مَنْ۔جسے	یَّشَآءُ۔چاہے
وَ۔اور	لَا۔نہ	یُظْلَمُوْنَ۔ظلم کیے جائینگے	فَتِیْلًا۔دانہ خرما کے ڈورے
کے برابر	اُنْظُرْ۔دیکھ	کَیْفَ۔کیسے	یَفْتَرُوْنَ۔افترا کرتے ہیں
عَلَی۔اوپر	اللّٰہِ۔اللہ کے	الْکَذِبَ۔جھوٹا	وَ۔اور
کَفٰی۔کافی ہے	بِہٖ۔ان کے لیے	اِثْمًا۔گناہ	مُّبِیْنًا۔صریح

مختصر تفسیر پانچواں رکوع سورۃ نساء پ۵

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا۔

اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جبتک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور نہ ناپاکی کی حالت میں بغیر نہائے مگر مسافری میں جبتک غسل نہ کرلو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے ملامست کی اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بیشک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک صلوۃ سے مراد نماز ہے تاکیداً فرمایا گیا کہ نماز کی حالت میں قریب بھی مت جاؤ۔

سُکَارٰی۔سُکر نشہ کو کہتے ہیں یعنی وہ دماغی کیفیت کہ انسان کے حواس میں خلل آجائے اور عقل توازن

صحیح نہ رہے یہ کیفیت نشہ کے علاوہ غضب شدید کے غلبہ سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نماز کی حالت میں نیند کا غلبہ ہو جائے تو وہ سو جائے حتیٰ کہ نیند جاتی رہے تاکہ بدحواسی میں غلط بات منہ سے نہ نکل جائے

شان نزول:۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت صحابہ کی دعوت کی اس میں کھانے کے بعد شراب بھی لائی گئی اس لیے کہ ابھی حرمت شراب کا حکم نہیں آیا تھا۔ بعض نے پی لی۔ اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔ امام نشہ میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۔ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَاَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ پڑھ گئے اور دونوں جگہ لا ترک کر دیا اور نشہ میں خبر نہ ہوئی کہ معنی الٹ گئے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ چنانچہ مسلمانوں نے اوقات نمازیں شراب نوشی ترک کر دی اس کے بعد شراب بالکل حرام کر دی گئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ بحالت نشہ اگر مسلمان کی زبان سے کلمہ کفر نکل جائے تو اس پر کفر لازم نہ آئے گا اگرچہ نشہ کرنے کے جرم کا مجرم ضرور ہوگا۔

وَلَا جُنُبًا۔ غسل کی ضرورت ایسی حالت جبکہ غسل فرض ہو جائے چاہے مرد ہو یا عورت اس کو جنبی کہتے ہیں ان کو غسل کا حکم ہے۔

تیسرا یہ حکم آیا کہ جب پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو عام اس سے کہ پانی نہ ملے یا پانی کے استعمال سے خوف ضرر ہو اور غائط فرما کر بتا یہ بے وضو ہونے سے کیا لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ سے جماع مراد لیا گیا۔

عدم وجدان ماء کی صورتوں میں فقہاء نے تصریح کی۔

کہ پانی نہ پانے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اس کا وجود ہی اس جگہ نہ ہو جہاں لسے ضرورت ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پانی ہے مگر استعمال ضرر کرتا ہے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ کنواں ہے لیکن ڈول یا رسی یا کوئی ایسا آلہ نہیں جس سے پانی لیا جا سکے۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ پانی ہے مگر سانپ یا درندہ یا دشمن وہاں ہے اور قدرت نہیں رکھتا۔

چھٹی صورت یہ کہ جس کے پاس پانی ہے وہ دینا نہیں چاہتا۔

ان تمام صورتوں میں مریض، جنابت وحدث کی حالت میں تیمم کرے (مدارک)

حیض ونفاس سے طہارت کے لیے بھی بصورت عدم استطاعت علی الماء ہی تیمم ہے۔

طریقہ تیمم

دل سے پاکی حاصل کرنے کی نیت کرے اس لیے کہ تیمم میں نیت بالاجماع شرط ہے۔

پھر مٹی یا مٹی کی جنس گرد۔ ریتا۔ پتھر پر دو ضربیں ماری جائیں۔

پہلی ضرب مار کر چہرہ پر پھیر لیں۔ دوسری ضرب مار کر ہاتھوں پر کہنیوں تک ہاتھ پھیریں۔

چند مسائل متعلق تیمم

پانی کے ساتھ طہارت اصل ہے اور تیمم پانی سے عاجز ہونے کی صورت میں اس کا پورا پورا قائم مقام ہے جس طرح حدث پانی سے زائل ہوتا ہے اسی طرح تیمم سے حتی کہ ایک تیمم سے جتنے فرائض و نوافل چاہیں پڑھ سکتے ہیں یعنی جیسے وضو سے ویسے ہی تیمم سے اداء الصلوۃ ہوگی۔

تیمم کرنے والے کی اقتداء میں غسل و وضو کرنے والے کی نماز ہو جائے گی۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول۔

غزوہ بنی مصطلق میں لشکر اسلام ایسے بیابان میں اترا جہاں پانی نہ تھا صبح وہاں سے کوچ تھا۔ اُمّ المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا۔ اس کی تلاش میں حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے کوچ میں تاخیر فرمائی۔ صبح ہو گئی پانی نہ تھا وضو کی فکر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ اس کے بعد یہود کے اخلاق اور کتمان حق کی مذمت فرمائی گئی۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا السَّبِيلَ ۝ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا ۝

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کو کتاب سے کچھ حصہ ملا کہ گمراہی مول لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی بہک جاؤ راہ سے اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔

مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

کچھ یہودی تحریف کرتے ہیں کلمات الٰہی میں، اور بدلتے ہیں اس کی جگہ اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور سنئے آپ سنائی نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبان پھیر کر اور دین میں طعنہ کے لیے اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لیے بھلائی تھی اور راستی میں زیادہ ہوتا لیکن ان پر اللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو یقین نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

کتاب سے کچھ حصہ یہ کہ انہوں نے توریت سے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو جانا اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی جو اس میں نعت اور صفت تھی اس کے جاننے اور سمجھنے سے محروم رہے اور کھلم کھلا حضور کے منکر ہو گئے۔

آیۂ کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ رفاعہ بن زید اور مالک بن دخشم یہ دونوں جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے جب گفتگو کرتے تو زبان لپیٹ کر باتیں کرتے تو اللہ تعالےٰ نے ان پر لعنت فرمائی۔ یہ یہودی تھے۔

اور وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ سے یہ مطلب ہے کہ یہودی سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا کہتے ہیں یہ کلمہ ذو جہتین ہے مدح وذم دونوں پہلو رکھتا ہے۔ مدح کا پہلو تو یہ ہے کہ کوئی ناگوار بات آپ کے سننے میں نہ آئے اور ذم کا پہلو یہ ہے کہ آپ کو سننا نصیب نہ ہو۔ یا آنکہ رَاعِنَا کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرنے کی ممانعت کی جا چکی ہے پہلے پارہ میں لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا گذر چکا ہے اس لیے کہ یہ لفظ ان کی زبان میں خراب معنی رکھتا ہے مفصل تشریح پہلے گذر چکی ہے۔

پھر طعنہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں اپنے رفیقوں میں بیٹھ کر کہ ہم رَاعِنَا کہہ کر حضور کی بدگوئی کرتے ہیں اگر آپ نبی ہوتے تو آپ اس کو جان لیتے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے خبث باطن کو ظاہر فرما دیا پھر لفظ راعنا کی بجائے اُنْظُرْنَا تعلیم فرما دیا کہ یہ اہل ادب کی زبان پر ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَى أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا

اے کتاب والو ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا تمہارے ساتھ کتاب (یعنی توریت) کی تصدیق کرتا ہوا قبل اس کے کہ ہم بگاڑ دیں کچھ منہ تو انہیں پھیر دیں ان کی پیٹھ کی طرف یا انہیں لعنت کریں جیسی لعنت ہفتہ والوں پر کی اور خدا کا حکم ہو کر رہے گا۔

اللہ تعالےٰ نے یہودیوں سے فرمایا کہ قرآن پاک پر ایمان لاؤ اس سے پہلے کہ ہم تمہارے چہرے بگاڑ دیں شکلیں مسخ کر دیں جس طرح سبت والوں کو بندر بنا دیا تھا اس کا مفصل واقعہ سورۂ اعراف میں ہے۔

منہ بگاڑنے سے یہ مراد ہے کہ آنکھ کان ناک کا نقشہ بگاڑ دیا جائے اور لعنت اصحاب سبت کی طرح کرنے سے یہ مراد ہے کہ مسخ صورت یا لعنت دو میں سے ایک ہو پھر یہ لعنت دنیا میں تو یوں کہ زمانہ انہیں ملعون کہے یہاں مفسرین کے چند اقوال ہیں۔

بعض اس طرف گئے ہیں کہ اس وعید کا وقوع دنیا میں ہوا بعض نے کہا آخرت میں ہوگا۔ بعض کہتے ہیں اگر یہود میں سے ایمان نہ لاتے تو اس کا وقوع ہوتا چونکہ ایمان بھی لائے اس وجہ میں اب نہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام جو اعلم و اعظم علماء یہود سے تھے انہوں نے ملک شام سے واپس آتے ہوئے راہ میں یہ آیت سنی اور اپنے گھر پہنچنے سے پہلے اسلام لا کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا حضور مجھے امید نہ تھی کہ مسخ صورت اور لعنت سے پہلے میں حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو سکوں گا اسی خوف

سنے ہیں نے قبول ایمان میں عجلت کی۔ توریت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے کی میں تصدیق کر چکا ہوں۔

حضرت کعب احبار بھی علماء یہود کے سردار تھے یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ آیت سنتے ہی ایمان لے آئے۔ مذکورہ بالا آیت میں اللہ کی لعنت سے ڈرایا گیا اور آگاہ کیا گیا کہ اللہ کا ہر حکم پورا ہو کر رہے گا لہٰذا نافرمانی نہ کرو۔

اس کے بعد مشرک کے لیے وعید ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيْمًا ۝ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ أَنْفُسَهُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۚ وَكَفٰى بِهٖۤ إِثْمًا مُّبِيْنًا ۝

بے شک اللہ بخشے گا نہیں اسے جو شرک کرے اس کے ساتھ اور بخش دے گا اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے اور جس نے خدا کا شریک کیا اس نے سخت افترا عظیم اور گناہ کیا۔ کیا تم نے نہ دیکھا انہیں جو اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ جسے اللہ چاہے ستھرا کرے اور ان پر ظلم نہ ہوگا دانہ خرما کے ڈورے برابر۔ دیکھو کیسا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور یہ کافی ہے کھلا گناہ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شرک و کفر پر مر گیا اس کی بخشش نہیں اس کے لیے ابدی عذاب ہے اور جس نے کفر نہ کیا ہو اگرچہ سیہ کار ہو مرتکب کبائر بھی ہو اور بغیر توبہ بھی مر جائے تو اس کے لیے خلود عذاب نہیں اس کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے چاہے معاف فرما دے یا اس کی عصیان کاری کی سزا دے پھر اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرما دے۔

دوسری آیت جس میں يُزَكُّوْنَ أَنْفُسَهُمْ فرمایا یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی جو اپنے آپ کو نَحْنُ أَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَأَحِبَّآؤُهٗ کہہ کر بہت سے ستھرا ظاہر کرتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا أَوْ نَصٰرٰى۔ ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا مگر وہ جو یہودی یا نصرانی ہو۔ یہ خود ستائی ہے اور مومن کی یہ شان نہیں ہوتی۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ نساء پ۵

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ — کیا نہ دیکھا تم نے انہیں جنہیں دیا گیا ایک حصہ

الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ○

کتاب سے ایمان لاتے ہیں بت پر اور شیطان پر اور کہتے ہیں انہیں جو کافر ہوئے کہ یہ لوگ زیادہ ہدایت پر ہیں ایمان والوں سے۔

اُولٰۤىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ○

یہ ہیں وہ کہ لعنت کی اللہ نے جن پر اور جن پر اللہ لعنت کرے تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کا کوئی بھی مددگار۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ○

کیا ان کے لیے حصہ ہے ملک میں تو ایسا ہو تو نہ ملے لوگوں کو تل برابر۔

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ○

کیا حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس پر جو دیا اللہ نے انہیں اپنے فضل سے تو بیشک دیا ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت سے اور دیا انہیں بڑا ملک۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ○

تو ان میں کوئی اس پر ایمان لایا اور ان میں سے کسی نے منہ پھیرا اس سے اور کافی ہے اسے جہنم کی دھکتی آگ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○

جو ہماری آیتوں سے کفر کرے عنقریب ہم انہیں آگ میں داخل کریں گے جب سڑ جائیں ان کی کھالیں بدلائیں گے ہم اور کھالیں ان کے علاوہ تاکہ عذاب چکھیں بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ○

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کیے عنقریب داخل کریں گے ان کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے ان کے لیے ان باغوں میں بیویاں ہوں پاک ستھری اور ہم داخل کریں گے انہیں جہاں سایہ ہی سایہ ہو

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى
اَهْلِهَاۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ
تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا
یَعِظُكُمْ بِهٖؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا۝
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا
الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ
فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ ذٰلِكَ
خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۝

بے شک اللہ حکم کرتا ہے تمہیں کہ ادا کرو امانتیں
ان کے اہل کی طرف اور جب تم لوگوں میں فیصلہ
دو تو انصاف سے فیصلہ دو بے شک اللہ اچھی
نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔
اے ایمان والو پیروی کرو اللہ کی اور پیروی کرو
رسول کی اور جو تم میں حکومت والے ہیں۔ تو اگر
جھگڑا ہو تم میں تو لوٹاؤ اسے اللہ اور رسول کی
طرف اگر ہو تم ایمان لائے ہوئے اللہ پر اور دن
آخرت پر یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔

لفظی ترجمہ

اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	تَرَ۔ دیکھا تو نے	اِلٰی۔ طرف
الَّذِیْنَ۔ ان کی جو	اُوْتُوْا۔ دیے گئے	نَصِیْبًا۔ ایک حصہ	مِّنَ الْكِتٰبِ۔ کتاب کا
یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے ہیں	بِالْجِبْتِ۔ بت پر	وَ۔ اور	الطَّاغُوْتِ۔ شیطان پر
وَ۔ اور	یَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	لِلَّذِیْنَ۔ ان کے متعلق	كَفَرُوْا۔ جو کافر ہیں
هٰۤؤُلَآءِ۔ یہ	اَهْدٰى۔ زیادہ ہدایت والے ہیں		مِنَ الَّذِیْنَ۔ ان سے جو
اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	سَبِیْلًا۔ راہ سے	اُولٰٓئِكَ۔ یہ	الَّذِیْنَ۔ وہ ہیں کہ
لَعَنَهُمُ۔ لعنت کی ان پر	اللّٰهُ۔ اللہ نے	وَ۔ اور	مَنْ۔ جس پر
یَّلْعَنِ۔ لعنت کرے	اللّٰهُ۔ اللہ	فَلَنْ۔ تو ہرگز نہ	تَجِدَ۔ پائے گا تو
لَهٗ۔ اس کے لیے	نَصِیْرًا۔ کوئی مددگار	اَمْ۔ کیا	لَهُمْ۔ ہے ان کا
نَصِیْبٌ۔ کوئی حصہ	مِّنَ الْمُلْكِ۔ ملک میں سے		فَاِذًا۔ تو اس وقت
لَّا۔ نہ	یُؤْتُوْنَ۔ دیں	النَّاسَ۔ لوگوں کو	نَقِیْرًا۔ تل بھر
اَمْ۔ کیا	یَحْسُدُوْنَ۔ حسد کرتے ہیں	النَّاسَ۔ لوگوں کا	عَلٰى۔ اوپر
مَا۔ اس کے جو	اٰتٰىهُمُ۔ دیا ان کو	اللّٰهُ۔ اللہ نے	مِنْ۔ اپنے

فَضْلِہٖ ۔ فضل سے	فَقَدْ ۔ تو بیشک	اٰتَیْنَآ ۔ دی ہم نے	اٰلَ ۔ آل
اِبْرٰھِیْمَ ۔ ابراہیم کو	الْکِتٰبَ ۔ کتاب	وَ ۔ اور	الْحِکْمَۃَ ۔ حکمت
وَ ۔ اور	اٰتَیْنٰھُمْ ۔ دیا ہم نے ان کو	مُّلْکًا ۔ ملک	عَظِیْمًا ۔ بڑا
فَمِنْھُمْ ۔ تو بعض ان سے	مَّنْ ۔ وہ ہیں جو	اٰمَنَ ۔ ایمان لائے	بِہٖ ۔ اس پر
وَ ۔ اور	مِنْھُمْ ۔ بعض	مَّنْ ۔ وہ ہیں جو	صَدَّ ۔ رک گئے
عَنْہُ ۔ اس سے	وَ ۔ اور	کَفٰی ۔ کافی ہے	بِجَھَنَّمَ ۔ دوزخ
سَعِیْرًا ۔ بھڑکتا ہوا	اِنَّ ۔ بے شک	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	کَفَرُوْا ۔ کافر ہوئے
بِاٰیٰتِنَا ۔ ہماری آیتوں سے	سَوْفَ ۔ جلدی	نُصْلِیْھِمْ ۔ داخل کریں گے ہم ان کو	
نَارًا ۔ آگ میں	کُلَّمَا ۔ جب بھی	نَضِجَتْ ۔ پک جائیں گے	جُلُوْدُ ۔ چمڑے
ھُمْ ۔ ان کے	بَدَّلْنٰھُمْ ۔ بدل دینگے ہم انکو	جُلُوْدًا ۔ چمڑے	غَیْرَھَا ۔ ان کے سوا
لِیَذُوْقُوا ۔ تاکہ چکھیں	الْعَذَابَ ۔ عذاب	اِنَّ ۔ بے شک	اللّٰہَ ۔ اللہ
کَانَ ۔ ہے	عَزِیْزًا ۔ غالب	حَکِیْمًا ۔ حکمت والا	وَ ۔ اور
الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے	وَ ۔ اور	عَمِلُوا ۔ عمل کیے
الصّٰلِحٰتِ ۔ نیک	سَنُدْخِلُھُمْ ۔ داخل کرینگے ہم ان کو		جَنّٰتٍ ۔ باغوں میں کہ
تَجْرِیْ ۔ چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِھَا ۔ ان کے نیچے	الْاَنْھٰرُ ۔ نہریں	خٰلِدِیْنَ ۔ ہمیشہ رہیں گے
فِیْھَآ ۔ اس میں	اَبَدًا ۔ دوام	لَھُمْ ۔ ان کے لیے	فِیْھَآ ۔ ان میں
اَزْوَاجٌ ۔ بیویاں ہیں	مُّطَھَّرَۃٌ ۔ پاک	وَ ۔ اور	نُدْخِلُھُمْ ۔ داخل کرینگے انکو
ظِلًّا ۔ سایہ ہی	ظَلِیْلًا ۔ سایہ میں	اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰہَ ۔ اللہ
یَاْمُرُ ۔ حکم دیتا ہے	کُمْ ۔ تم کو	اَنْ ۔ یہ کہ	تُؤَدُّوا ۔ ادا کرو تم
الْاَمٰنٰتِ ۔ امانتیں	اِلٰٓی ۔ طرف	اَھْلِھَا ۔ انکے اہل کی	وَ ۔ اور
اِذَا ۔ جب	حَکَمْتُمْ ۔ فیصلہ کرو تم	بَیْنَ ۔ درمیان	النَّاسِ ۔ لوگوں کے
اَنْ ۔ یہ کہ	تَحْکُمُوْا ۔ فیصلہ کرو تم	بِالْعَدْلِ ۔ انصاف سے	اِنَّ ۔ بیشک
اللّٰہَ ۔ اللہ	نِعِمَّا ۔ اچھی	یَعِظُکُمْ ۔ نصیحت کرتا ہے	بِہٖ ۔ اس میں
اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰہَ ۔ اللہ ہے	کَانَ ۔ ہے	سَمِیْعًا ۔ سننے والا
بَصِیْرًا ۔ دیکھنے والا	یٰٓاَیُّھَا ۔ اے	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے ہو

اَطِيْعُوا۔ پیروی کرو	اللّٰهَ۔ اللہ کی	وَ۔ اور	اَطِيْعُوا۔ پیروی کرو
الرَّسُوْلَ۔ رسول کی	وَ۔ اور	اُولِي۔ صاحب	الْاَمْرِ۔ حکومت کی
مِنْكُمْ۔ جو تم میں سے ہو	فَاِنْ۔ تو اگر	تَنَازَعْتُمْ۔ جھگڑا ہو تمہارا	فِيْ۔ بیچ
شَيْءٍ۔ کسی چیز کے	فَرُدُّوْهُ۔ تو لوٹا دو اسے	اِلَى۔ طرف	اللّٰهِ۔ اللہ
وَ۔ اور	الرَّسُوْلِ۔ رسول کی	اِنْ۔ اگر	كُنْتُمْ۔ ہو تم
تُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان رکھتے	بِاللّٰهِ۔ اللہ پر	وَ۔ اور	الْيَوْمِ۔ دن
الْاٰخِرِ۔ قیامت پر	ذٰلِكَ۔ یہ	خَيْرٌ۔ بہتر ہے	وَ۔ اور
اَحْسَنُ۔ اچھا	تَاْوِيْلًا۔ طریقہ۔		

مختصر تفسیر آٹھواں رکوع سورۃ نساء۔ پ ۵

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝ اُولٰۤىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝

کیا تو نے انہیں نہ دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا وہ بتوں اور طاغوت کو مانتے ہیں اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ لوگ زیادہ راہ راست پر ہیں ایمان والوں سے۔ یہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ تعالےٰ لعنت کرے تو تو ہرگز اس کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

طاغوت۔ سرکش۔ حد سے بڑھنے والا۔ مفسرین نے بعض جگہ طاغوت سے شیطان اس لیے مراد لیا کہ اس نے حدود سے تجاوز کیا۔

جن لوگوں نے صرف اغراض کی وجہ سے بتوں کی تعظیم کی اور کفر کو اسلام سے افضل جانا ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۝ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝

کیا ملک میں ان کا کچھ حصہ ہے اگر ایسا ہو تو یہ لوگوں کو ایک تل برابر بھی نہ دیں گے یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے تو ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب و حکمت عطا

فرمائی اور ان کو بڑا ملک دیا۔

یہود کا یہ گمان تھا کہ پیغمبری ہماری میراث ہے جو ہر زمانہ میں ہمیں ہی ملنی چاہیئے اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کو عار سمجھتے تھے وہ کہتے تھے کہ آخرکار حکومت ہم کو ہی مل کر رہیگی ان کے اس دعویٰ کا رد فرمایا گیا کہ یہ ایسے بخیل ہیں کہ اگر یہ حاکم ہو جائیں تو یہ لوگوں کو تل برابر بھی خیرات نہ کریں گے۔

حضرت ابراہیم کے گھرانے میں کتاب، علم اور عظیم ملک عطا فرمایا وہ حسد و بغض کرتے ہیں جو جائز نہیں۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا۔ پھر ان میں سے کوئی ایمان لایا اور کسی نے اس سے منہ پھیرا اور دوزخ بھڑکتی آگ کافی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ بے شک جو ہماری آیتوں سے منکر ہوئے انہیں ہم آگ میں ڈالیں گے جب وقت ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم انہیں اور کھال بدل دیں گے تاکہ عذاب چکھتے رہیں بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

یہ آئتیں یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئیں جو اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا اور اس کا پیارا بتلاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہمارے سوا کوئی جنت میں نہ جائے گا۔ آیت کریمہ کا

شانِ نزول: کعب بن اشرف وغیرہ علماء یہود ستر سواروں کی جمعیت لے کر قریش سے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے پر حلف لینے پہنچے۔ قریش نے ان سے کہا چونکہ تم کتابی ہو اس لیے تم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ قرب رکھتے ہو ہم کیسے اطمینان کریں کہ تم ہم سے فریب کرتے ہوئے نہیں مل رہے ہو البتہ اگر تم ہمارے بتوں کو سجدہ کرلو تو ہم مطمئن ہو سکتے ہیں انہوں نے شیطان کی پیروی کرتے ہوئے بتوں کو سجدہ کرلیا۔

پھر ابوسفیان نے پوچھا کہ یہ بھی واضح کردو کہ تمہارے نزدیک ہم راہ پر ہیں یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم؟ تو کعب بن اشرف نے کہا تم ہی راہ راست پر ہو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیت میں اللہ تعالے نے ان پر لعنت فرمائی اس وجہ میں کہ انہوں نے محض حضور کی عداوت میں مشرکین کے بتوں کو پوجا۔ دوسری آیت میں ان کے اس دعویٰ کا رد کیا کہ جب تمہارا یہ دعویٰ تھا کہ ملک و نبوت میں تم ہی سب سے زیادہ ہو اور اسی وجہ میں تم عربوں کی پیروی نہیں کرتے تھے اور اب عربوں کی خوشامد میں بت پرستی تک کر گذرے۔ درحقیقت اگر تمہارا کچھ ہوتا تو تمہارے بخل کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ اپنے سوا لوگوں کو ایک تل بھی نہ دیتے۔

تم نے لوگوں سے حسد کرتے ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی حسد کیا اور ان مومنین سے بھی حسد کیا جنہیں اللہ نے اپنے فضل سے نبوت و نصرت و عزت عطا فرمائی۔

اور آل ابراہیم میں حضرت یوسف حضرت داؤد حضرت سلیمان علیہم السلام کو بھی سب کچھ دیا۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر فضل ہونے سے کیوں جلتے ہو۔ آخر تم میں بھی منصف مزاج تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی کہ دلائل حقہ سنتے ہی ایمان لے آئے اور وہ بھی تم ہی میں ہیں جنہوں نے حق سے منہ پھیرا اور ایمان سے محروم رہے اور جو محروم ایمان ہیں ان کے لیے بھڑکتا ہوا جہنم ہے۔ پھر کافروں کی سزا کی کیفیت ظاہر کی کہ۔

ان کی کھالیں جلنے پکنے کے بعد بدل دی جائیں گی اور ہمیشہ وہ عذاب میں ہی رہیں گے اس کے بعد بموجب اسلوب بیان قرآن کہ اگر اول جہنمی لوگوں کا ذکر کیا جائے تو بعد میں جنتیوں کا تذکرہ ضروری کیا جاتا ہے اور اگر اول جنتیوں کا ذکر ہو جائے تو بعد میں جہنمیوں کا ذکر لازمی کیا جاتا ہے اس میں لف و نشر مرتب رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اب جہنمیوں کے بعد جنتیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے عنقریب ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے ان کے لیے ستھری بیویاں ہیں اور وہاں رہیں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہے۔ جس کا ایمان درست ہوگا اس کے اعمال بھی درست ہوں گے۔

جَنّٰتٍ ایسے باغ جن میں گھنے درخت ہوں یہ ابدی نعمت ہے کبھی اس کو زوال نہ ہوگا۔
اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ یعنی ایسی پاک بیویاں جو ہر نجاست گندگی اور نفرت والی چیز سے مطہر و پاک ہیں۔ اور سایہ ہی سایہ ایسا کہ جس کی راحت و آسائش فہم و ادراک کے احاطہ سے بالاتر ہے۔
ظِلًّا ظَلِيْلًا۔ وہاں سورج کی تپش نہ ہوگی۔ ایمان والے چین و آرام کی زندگی پائیں گے۔
اب اس کے بعد امانتوں کے متعلق حکم نافذ ہوا۔ اور حکم الٰہی کی صورت میں عدل کی تاکید چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ۔ بے شک اللہ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں ادا کرو اور یہ کہ جب تم فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک

اللہ تمہیں اچھی نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

اس آیت میں اصحاب امانات اور حکام کو امانتیں دیانت داری کے ساتھ حقدار کو ادا کرنے کا حکم ہے۔ بعض مفسرین کی یہ رائے ہے کہ اس آیت میں فرائض بھی اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں ان کی ادا بھی اس حکم میں داخل ہے اور عدل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ فریقین میں سے قطعاً کسی کی رعایت نہ ہو۔ علماء نے فرمایا کہ حاکم کو چاہیئے کہ پانچ باتوں میں فریقین کے ساتھ برابر کا سلوک کرے۔

۱:- اپنے پاس آنے میں یا تو دونوں کو موقعہ دے یا کسی کو نہ دے۔

۲:- نشست دونوں کی مساوی ہو۔

۳:- دونوں کی طرف یکساں متوجہ ہو۔

۴:- بات سننے میں دونوں کی طرف یکساں توجہ رکھے۔

۵:- فیصلہ دینے میں حق کی رعایت رکھے۔

حدیث میں ہے انصاف کرنے والے کو قرب الٰہی میں نوری ممبر عطا ہوگا۔

شان نزول:- آیۂ کریمہ کا یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم فاتحانہ شان سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو عثمان بن طلحہ حجبی جو قبیلہ بنی عبد الدار سے تھے اور کعبہ کے چابی بردار تھے۔ انہوں نے کعبہ کے دروازہ میں قفل لگا دیا اور خود چھت پر چڑھ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چابی طلب فرمائی۔ عثمان نے انکار کر دیا اور کہا اگر میں آپ کو اللہ کا رسول سمجھتا تو ضرور چابی دے دیتا۔ حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ان کی گردن پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے چابی چھین لی اور فرمایا عثمان ہوش کر تمہاری کیا طاقت ہے کہ ہمارے حضور علیہ السلام کو چابی نہ دو۔ اور چابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کر دی۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے دروازے کو کھولا۔ داخل کعبہ ہوئے اور وہاں سے بت نکلوا کر پاک کیا اور دو نفل ادا کئے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کعبہ شریف سے باہر تشریف لائے تو حضرت عباس نے عرض کی کہ حضور حاجیوں کو پانی میں پلاتا ہوں بیت اللہ شریف کی چابی بھی مجھ کو عطا فرمائی جائے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

حضور علیہ السلام نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ چابی عثمان کو واپس دے آؤ۔ حضرت علی المرتضیٰ عثمان بن طلحہ کے گھر پہنچے اور معذرت سے انہیں چابی واپس کر دی۔

عثمان بن طلحہ نے کہا پہلے تو آپ بہت گرم تھے اب نرم ہیں کیا وجہ ہے؟ حضرت مولائے کائنات

نے یہ آیت پڑھ کر سنائی اور حضرت عثمان کو بشارت دی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اب کنجی ہمیشہ تمہاری نسل میں رہے گی۔ اس پر عثمان بن طلحہ جمحی شرف اسلام سے مشرف ہوگئے۔

اس واقعہ کو محدثین نے تھوڑے تھوڑے تغیر سے بیان کیا ہے۔ مگر ارباب نقد و نظر نے اس واقعہ کو موثوق نہیں مانا کیونکہ ابن عبداللہ اور ابن مندہ اور ابن اثیر کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان بن طلحہ ۸ھ میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور یہاں مشرف بہ اسلام ہوچکے تھے۔ اور انہوں نے کنجی فتح مکہ کے روز اپنی خوشی سے پیش کی تھی اور بخاری و مسلم کی احادیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ اس کے بعد اطاعت الٰہی و اطاعت رسالت پناہی کی تعلیم ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۔ اے ایمان والو پیروی کرو اللہ کی اور پیروی کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا ہو تو اسے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں رجوع کرو اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور بہترین طریقہ۔

اَطِیْعُوْا۔ اِطَاعَتٌ سے بنا۔ طَوْع بمعنی خوشی۔ اصطلاح میں بخوشی کسی حکم کا ماننا اور قبول کرنا اطاعت کہلاتا ہے۔

آیہ کریمہ کا مفہوم واضح ہے۔ اللہ و رسول کی اطاعت ہی اطاعت ہے۔

بخاری مسلم کی حدیث ہے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

اسی حدیث میں ارشاد ہے جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلم امراء و حکام کی اطاعت واجب ہے جبتک کہ وہ حق کے خلاف حکم نہ کریں اور اگر حق کے خلاف حکم کریں تو ان کی اطاعت نہیں۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ احکام تین قسم کے ہیں۔

ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن کریم سے ثابت ہوں۔

دوسرے وہ جو ظاہر حدیث سے۔

تیسرے وہ جو قرآن و حدیث کی طرف بطریق قیاس رجوع کرنے سے۔

اُولِی الْاَمْرِ میں امام، امیر، بادشاہ، حاکم، قاضی سب داخل ہیں خلافت کاملہ علی منہاج النبوۃ تو زمانہ رسالت کے تیس سال بعد تک رہی۔ اب خلافت ناقصہ رہی وہ خلفاء عباسیہ میں تھی اور اب تو امامت بھی مفقود ہے اس لیے کہ امام کے لیے قریشی ہونا شرط ہے اور یہ اکثر مقامات میں معدوم ہے۔ البتہ سلطنت و امارت باقی ہے اور چونکہ سلطان و امیر بھی اولوالامر میں داخل ہیں اس لیے ان کی اطاعت بھی بحد شریعت ہم پر لازم ہے۔

شان نزول:۔ حضرت خالد بن ولید ایک لشکر کے امیر بنائے گئے۔ اسی لشکر کے ایک سپاہی حضرت عمار بن یاسر تھے جس مقام پر حملہ ہونا تھا وہاں حملہ کی خبر مل گئی اور وہ لوگ اپنا مال لے کر راتوں رات بھاگ گئے اور وہ علاقہ خالی کر گئے۔ صرف ایک شخص باقی رہ گیا تھا جو رات کے اندھیرے میں حضرت یاسر سے ملا۔ اس نے حضرت یاسر کو بتایا کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے اور اس کی قوم بھاگ گئی ہے اور وہ صرف تنہا رہ گیا ہے کیا اس کا اسلام لانا مفید ہوگا یا نہیں؟

حضرت یاسر نے فرمایا کہ تیرا اسلام تجھ کو نفع دے گا۔ لہٰذا تو اطمینان سے رہ میں ضمانت دیتا ہوں۔ وہ شخص مطمئن ہو گیا صبح جب لشکر اسلام نے اس بستی پر حملہ کیا تو سوائے اس شخص کے کسی کو نہ پایا۔ حضرت خالد نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس کا مال اپنے قبضہ میں کر لیا۔

جب حضرت عمار کو خبر ملی تو انھوں نے حضرت خالد کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ امیر لشکر میں ہوں امان کا حق مجھے ہے اس پر حضرت خالد اور عمار میں اختلاف ہو گیا۔ جب یہ دونوں حضرات مدینہ پہنچے تو معاملہ دربار رسالت پناہ میں پیش ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمار کے حق میں فیصلہ دیا اور اس شخص کو چھوڑ دیا اور حضرت خالد کو ہدایت فرمائی کہ آئندہ بغیر اجازت امیر کسی کو امان نہ دیا کریں۔

حضرت خالد نے عرض کی یا رسول اللہ عمار جیسے غلام کو میرے مقابلہ کی اجازت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو عمار کو برا کہے اللہ تعالیٰ اس کو برا کرے جو عمار سے بغض رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو حضرت عمار بارگاہ نبوت سے فیصلہ لے کر چلے تو حضرت خالد ان کے پیچھے پیچھے چلے اور دامن پکڑ کر لپٹ گئے اور ان کو راضی کر لیا (روح المعانی، خازن)

با محاورہ ترجمہ نواں رکوع سورہ نساء پ ۵

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا — کیا تم نے نہ دیکھا انہیں جو گمان کرتے تھے کہ وہ ایمان

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ○

لائے اس پر جو نازل ہوا تمہاری طرف اور وہ جو نازل ہوا تم سے پہلے ارادہ رکھتے ہیں کہ پنچ بنائیں شیطان کو اور انہیں تو یہ حکم تھا کہ اس کو ہرگز نہ مانیں اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں گمراہ کر دے دور کی گمراہی۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ○

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس طرف جو اللہ کی طرف سے اترا اور رسول کی طرف نازل ہوا دیکھو گے منافقین کو کہ منہ پھیر کر تم سے منحرف ہو جاتے ہیں۔

فَكَیْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ یَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِیْقًا ○

کیسی ہو گی جب پہنچے گی انہیں مصیبت بدلا ان کی پہلی کرتوت کا پھر (اے محبوب) تمہارے پاس آئیں گے قسم کھاتے یہ کہتے کہ ہمارا ارادہ تو یہ تھا کہ بھلائی اور میل کریں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِیْغًا ○

ان کے دلوں کی بات اللہ جانتا ہے تو آپ ان سے اعراض فرمائیں اور انہیں نصیحت کریں اور انہیں رسائی کی بات پہنچائیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ○

اور ہم نے تو کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اس کی پیروی کی جائے خدا کے حکم سے اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو (اے محبوب) تیرے حضور حاضر ہوں تو اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کے لیے معافی چاہے تو ضرور اللہ کو پائیں گے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا

تو تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تمہیں پنچ نہ بنائیں اپنے آپس کے جھگڑوں میں پھر نہ پائیں اپنے دلوں میں ذرہ بھر رکاوٹ اس سے

تَسْلِيْمًا ○

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ○

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ○

وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ○

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ○

جو تم حکم سناؤ اور جی سے مان لیں۔

اور اگر ہم فرض کرتے ان پر یہ کہ اپنے آپ کو قتل کرو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو نہ کرتے وہ سب مگر تھوڑے ان سے اور اگر وہ کرتے وہی جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو ان کے لیے بھلا تھا اور ایمان کا مضبوط ہونا۔

اور جب وہ ایسے ہوتے تو ہم انہیں اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتے۔

اور ضرور انہیں راہ دکھاتے سیدھی راہ۔

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا مطیع ہو تو یہ وہ ہیں جو معیت میں ہوں گے ان کی جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ مبارک ہیں ساتھی۔

یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

لفظی ترجمہ

اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	تَرَ۔ دیکھا تو نے	اِلٰی۔ طرف
اَلَّذِيْنَ۔ ان کی جو	يَزْعُمُوْنَ۔ گمان کرتے تھے کہ		اَنَّهُمْ۔ وہ
اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	بِمَا۔ اس پر جو	اُنْزِلَ۔ اترا	اِلَيْكَ۔ تمہاری طرف
وَ۔ اور	مَا۔ جو	اُنْزِلَ۔ اترا	مِنْ قَبْلِكَ۔ تم سے پہلے
يُرِيْدُوْنَ۔ چاہتے ہیں	اَنْ۔ یہ کہ	يَّتَحَاكَمُوْٓا۔ پنچ بنائیں	اِلَى۔ طرف
الطَّاغُوْتِ۔ شیطان کی	وَ۔ اور	قَدْ۔ بیشک	اُمِرُوْٓا۔ حکم ملا تھا انہیں
اَنْ۔ یہ کہ	يَّكْفُرُوْا۔ انکار کریں	بِهٖ۔ اس کا	وَ۔ اور
يُرِيْدُ۔ چاہتا ہے	الشَّيْطٰنُ۔ شیطان	اَنْ۔ یہ کہ	يُّضِلَّهُمْ۔ گمراہ کرے ان کو

ضَلٰلاً۔ گمراہ	بَعِیْدًا۔ بعید	وَ۔ اور	اِذَا۔ جب
قِیْلَ۔ کہا جاتا ہے	لَهُمْ۔ ان کو	تَعَالَوْا۔ آؤ	اِلٰی۔ طرف
مَا۔ اس کے جو	اَنْزَلَ۔ اتارا	اللّٰهُ۔ اللہ نے	وَ۔ اور
اِلَی۔ طرف	الرَّسُوْلِ۔ رسول کی تو	رَاَیْتَ۔ دیکھتا ہے تو	الْمُنٰفِقِیْنَ۔ منافقوں کو
یَصُدُّوْنَ۔ منہ موڑے ہوئے	عَنْكَ۔ تم سے	صُدُوْدًا۔ پھرنا	فَكَیْفَ۔ تو کیسا ہوگا
اِذَا۔ جب	اَصَابَتْهُمْ۔ پہنچے گی انکو	مُّصِیْبَةٌ۔ مصیبت	بِمَا۔ بہ سبب اسکے جو
قَدَّمَتْ۔ پہلے کر چکے	اَیْدِیْهِمْ۔ ان کے ہاتھ	ثُمَّ۔ پھر	جَآءُوْكَ۔ پھر آئیں وہ
تمہارے پاس	یَحْلِفُوْنَ۔ قسم کھاتے ہوئے	بِاللّٰهِ۔ اللہ کی	اِنْ۔ کہ نہیں
اَرَدْنَا۔ ارادہ کیا ہم نے	اِلَّا۔ مگر	اِحْسَانًا۔ بھلائی	وَّ۔ اور
تَوْفِیْقًا۔ ملاپ کا	اُولٰٓئِكَ۔ یہ	الَّذِیْنَ۔ وہ ہیں کہ	یَعْلَمُ اللّٰهُ۔ جانتا ہے اللہ
مَا۔ جو	فِیْ۔ بیچ	قُلُوْبِهِمْ۔ انکے دلوں کے ہے	فَاَعْرِضْ۔ تو منہ پھیرو
عَنْهُمْ۔ ان سے	وَ۔ اور	عِظْهُمْ۔ نصیحت کرو ان کو	
وَ۔ اور	قُلْ۔ کہو	لَّهُمْ۔ انکے لیے	فِیْ۔ بیچ
اَنْفُسِهِمْ۔ انکے	قَوْلًا۔ بات	بَلِیْغًا۔ رسائی کی	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے	مِنْ رَّسُوْلٍ۔ کوئی رسول	اِلَّا۔ مگر
لِیُطَاعَ۔ اس لیے کہ پیروی ہو اس کی		بِاِذْنِ۔ حکم سے	اللّٰهِ۔ اللہ کے
وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر	اَنَّهُمْ۔ وہ	اِذْ۔ جب
ظَّلَمُوْٓا۔ ظلم کر بیٹھیں	اَنْفُسَهُمْ۔ اپنی جانوں پر	جَآءُوْكَ۔ آئیں	لَكَ۔ آپکے پاس
فَاسْتَغْفَرُوا۔ تو بخشش چاہیں		اللّٰهَ۔ اللہ سے	وَ۔ اور
اسْتَغْفَرَ۔ بخشش چاہے	لَهُمُ۔ ان کے لیے	الرَّسُوْلُ۔ رسول	لَوَجَدُوا۔ تو پائیں
اللّٰهَ۔ اللہ کو	تَوَّابًا۔ توبہ قبول کرنے والا		رَّحِیْمًا۔ مہربان
فَلَا۔ تو نہیں	وَ۔ اور قسم ہے	رَبِّكَ۔ تیرے رب کی	لَا۔ نہیں
یُؤْمِنُوْنَ۔ مومن ہوں گے	حَتّٰی۔ جب تک	یُحَكِّمُوْكَ۔ حکم نہ مانیں	لَكَ۔ آپ کا
فِیْ۔ بیچ	مَا۔ اس کے جو	شَجَرَ۔ جھگڑا ہو	بَیْنَهُمْ۔ ان کے درمیان
ثُمَّ۔ پھر	لَا۔ نہ	یَجِدُوْا۔ پائیں	فِیْ۔ بیچ

اَنْفُسِہِمْ۔ اپنی جانوں کے	حَرَجًا۔ کوئی تنگی	مِّمَّا۔ اس سے جو	قَضَیْتَ۔ تو فیصلہ کرے ان
ہیں	وَ۔ اور	یُسَلِّمُوْا۔ مان لیں	تَسْلِیْمًا۔ پورا ماننا
وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر	اَنَّا۔ ہم	کَتَبْنَا۔ فرض کریں
عَلَیْہِمْ۔ ان پر	اَنِ۔ یہ کہ	اقْتُلُوْا۔ قتل کرو	اَنْفُسَکُمْ۔ اپنی جانوں کو
اَوِ۔ یا	اخْرُجُوْا۔ نکل جاؤ	مِنْ دِیَارِکُمْ۔ اپنے گھروں سے تو	
مَّا۔ نہ	فَعَلُوْہُ۔ کرتے ایسا	اِلَّا۔ مگر	قَلِیْلٌ۔ تھوڑے
مِّنْہُمْ۔ ان میں سے	وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر	اَنَّہُمْ۔ وہ
فَعَلُوْا۔ کرتے	مَا۔ جو	یُوْعَظُوْنَ۔ نصیحت دیے جاتے	
بِہٖ۔ اس کی	لَکَانَ۔ تو ہوتا	خَیْرًا۔ بہتر	لَّہُمْ۔ ان کے لیے
وَ۔ اور	اَشَدَّ۔ مضبوطی سے	تَثْبِیْتًا۔ جمنا	وَ۔ اور
اِذًا۔ ایسا کریں گے تو	لَّاٰتَیْنٰہُمْ۔ دیں گے ہم انہیں		مِّنْ لَّدُنَّا۔ اپنے پاس سے
اَجْرًا۔ اجر	عَظِیْمًا۔ بڑا	وَ۔ اور	لَہَدَیْنٰہُمْ۔ ہدایت کریں
گے ہم انکو	صِرَاطًا۔ راہ	مُّسْتَقِیْمًا۔ سیدھی کی	وَ۔ اور
مَنْ۔ جو	یُّطِعِ۔ پیروی کرے	اللّٰہَ۔ اللہ کی	وَ۔ اور
الرَّسُوْلَ۔ رسول کی	فَاُولٰٓئِکَ۔ تو یہ وہ ہیں	مَعَ۔ جو ساتھ ہوں	الَّذِیْنَ۔ ان کے
اَنْعَمَ۔ جن پر انعام کیا	اللّٰہُ۔ اللہ نے	عَلَیْہِمْ۔ ان پر	مِّنَ النَّبِیّٖنَ۔ نبیوں
سے	وَ۔ اور	الصِّدِّیْقِیْنَ۔ صدیقوں سے	وَ۔ اور
الشُّہَدَآءِ۔ شہیدوں سے	وَ۔ اور	الصّٰلِحِیْنَ۔ نیکوں سے	وَ۔ اور
حَسُنَ۔ اچھی ہے	اُولٰٓئِکَ۔ یہ	رَفِیْقًا۔ رفاقت	ذٰلِکَ۔ یہ
الْفَضْلُ۔ فضل	مِنَ اللّٰہِ۔ اللہ کا ہے	وَ۔ اور	کَفٰی۔ کافی ہے
بِاللّٰہِ۔ اللہ	عَلِیْمًا۔ جاننے والا۔		

مختصر تفسیر نواں رکوع سورۃ نساء پ ۵

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّہُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ کیا تم نے نہ دیکھا جن کا دعویٰ تھا کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف نازل ہوا اور اس پر جو تم سے پہلے نازل ہوا پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور ان کو تو یقیناً حکم تھا کہ اسے ہرگز نہ مانیں اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں گمراہ کر دے گمراہی دور کی۔

شانِ نزول:۔ ایک منافق تھا جس کا نام بشیر تھا اس کا ایک یہودی سے جھگڑا ہوا یہودی نے کہا چلو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرائیں۔ منافق سمجھتا تھا کہ حضور بلا رعایت حق کا فیصلہ کریں گے اور اس طرح یہودی کا منشا پورا ہوگا، اس منافق نے کہا چلو کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ کرائیں۔ قرآن کریم نے طاغوت فرما کر کعب بن اشرف مراد لیا ہے۔

یہودی جانتا تھا کہ کعب بن اشرف رشوت خور ہے اور حضور کی ذاتِ مقدسہ ان عیوب سے مبرّا و منزہ ہے اس نے باوجود ہم مذہب ہونے کے کعب کو پنچ تسلیم نہ کیا۔ مجبوراً منافق کو بھی حضور کے فیصلہ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ حضور نے فیصلہ دیا اور وہ یہودی کے موافق تھا۔

بشر منافق نے فیصلہ سن کر یہودی کو مجبور کیا کہ حضرت صدیق اکبر کے پاس چلو یہ فیصلہ ان سے کرائیں یہ دونوں بارگاہ صدیق میں آئے صدیق اکبر نے بھی یہودی کے حق میں فیصلہ دیدیا۔

بشر منافق بولا کہ میری تسلی اب بھی نہیں ہوئی چلو حضرت عمر کے پاس چل کر فیصلہ کرائیں۔ یہودی نے کہا اچھا چل۔ چنانچہ یہودی آیا اور اس نے حضرت عمر سے عرض کر دیا کہ میرا فیصلہ حضور اور صدیق طے فرما چکے ہیں لیکن یہ حضور کے فیصلہ پر راضی نہیں اسی وجہ میں آپ کے پاس مجھے لایا۔

آپ نے ان کو فرمایا اچھا میں ابھی آکر فیصلہ کرتا ہوں آپ مکان میں تشریف لے گئے اور تلوار لاکر اس منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اس کے لیے میرا یہ فیصلہ ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس کے ان نفاق کے مریضوں کا نقشہ دکھایا جاتا ہے کہ وہ جس طرح حق سے بھاگتے ہیں چنانچہ ارشاد باری ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝ اور جب ان سے کہا جائے اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اتری ہوئی کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔ جس طرح بشر منافق پھرا۔

فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ

اَرَدْنَا اِلَّا اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ہ تو کیسی ہوگی جب ان پر کوئی مصیبت پڑے بدلہ اس کا جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو پھر آئیں آپ کے حضور اللہ کی قسم کھاتے کہ ہمارا مقصد تو بھلائی اور میل جول ہی تھا۔

جیسے بشر منافق کہ آخر اسے اپنے نفاق سے جا بر ہونے کا موقع ہی نہ ملا اور وہ غیرت فاروقی سے مارا گیا اس کے رشتہ دار عذر و ندامت کا اظہار کرتے ہوئے آئے اور اس کے خون کا بدلہ طلب کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی معذرتیں منظور نہ کیں اور ان کے خون کا بدلہ نہیں دیا اس لیے کہ وہ حضور کے فیصلہ سے خوش نہ ہونے کی وجہ ہی کشتنی ہی تھا۔ اس کے بعد طریقہ ہدایت تعلیم دیا جاتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ہ ان کے دلوں کی باتیں تو اللہ جانتا ہے تو تم ان سے چشم پوشی کرو اور انہیں سمجھاؤ اور ان کے معاملہ میں ان سے رسائی کی بات کہو۔

تاکہ وہ نصیحت ان کے دلوں میں گھر کر جائے ورنہ حشر تو وہی ہے جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا یعنی انہیں دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت کر دیا۔ آگے اطاعت رسول پر حکم کا نفاذ ہے اور رسالت رسول کی اہمیت کا اظہار ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے۔

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ جب رسول کا بھیجنا ہی اس لیے ہے کہ وہ مطاع بنا۔ ہجائیں اور ان ان کے بھیجنے کی علت کو حصر انفراد کے ساتھ مہتم بالشان کیا تو واضح ہوا کہ رسل کرام کی اطاعت فرض ہے اور جو ان کے حکم سے راضی نہ ہو اس نے حقیقتاً تسلیم رسالت رسول نہیں کیا اور ایسا شخص واجب القتل اور کافر ہے۔

حضرت ابو بکر عاصم فرماتے ہیں کہ کچھ منافقوں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کی نیت کی جب یہ لوگ بری نیت سے حاضر ہوئے تو دیار رسالت پناہ میں مہاجرین و انصار کا مجمع تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ اس مجلس میں بری نیت سے آئے ہیں جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکیں گے وہ کھڑے ہو کر اخلاص سے اپنے رب کے حضور توبہ کریں ہم بھی دعاء مغفرت کریں گے۔ پھر دوبارہ ارشاد فرمایا یہ لوگ نہ اٹھے حضور علیہ السلام نے نام لے کر محفل سے نکل جانے کا حکم دیا۔ یہ بارہ تھے انہوں نے معذرت چاہی لیکن ان کی توبہ قبول نہ ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

پھر علی الخصوص ذات مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کے منصب کو ظاہر کیا گیا اور فرمایا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ٥ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ٥

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو (اے محبوب) وہ تمہارے حضور حاضر ہوں پھر بخشش مانگیں اللہ سے اور رسول ان کی سفارش کریں تو ضرور اللہ کو پائیں توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ تو (اے محبوب) تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جبتک اپنے آپس کے جھگڑے میں تجھے حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تو حکم دے اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

اِذْ ظَّلَمُوْٓا ۔ یعنی نافرمانی و معصیت کرکے اپنے کو مجرم بنالیں تو آپ ہی کا ذریعہ وہ ذریعہ ہے جس سے وہ نجات پا سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہ احدیت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت ہی کاربرآری کا ذریعہ ہے۔

سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک اعرابی روضۂ اطہر پر حاضر ہوا اور قبر مبارک کی خاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے بخشش مانگنے حاضر ہوا ہوں تو اب آپ میرے رب سے میرے گناہوں کی بخشش کرا دیجئے۔ اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ اے اعرابی جا تیری بخشش کی گئی۔

اس سے چند مسائل مستنبط ہوئے۔

۱:۔ بارگاہ الٰہی میں عرض حاجت کے لیے مقبولانِ بارگاہ کا وسیلہ لینا ذریعہ کامیابی ہے۔

۲:۔ قبر پر حاجت روائی کے لیے جانا بھی جَآءُوْكَ میں داخل ہے اور خیر القرون کا معمول رہا ہے۔

۳:۔ بعد وفات مقبولانِ حق کو یا کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔

۴:۔ مقبولانِ الٰہی مدد فرماتے ہیں ان کی دعا سے حاجتمندوں کی حاجتیں بر آتی ہیں۔

پھر ذاتِ مصطفیٰ کی قسم کے بعد آپ کا دوسرا منصب ظاہر فرمایا کہ آپ کا حکم ہی حکم ہے اور آپ کا فیصلہ جب تک بصدق دل نہ مانا جائے کوئی مسلمان مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔

شانِ نزول:۔ آیہ کریمہ کا یہ ہے کہ پہاڑوں سے آنے والا پانی جس سے باغوں میں آب رسانی کرتے ہیں اس میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ایک انصاری کا تنازعہ ہو گیا۔ مقدمہ بارگاہ رسالت پناہ میں آیا حضور نے فیصلہ دیا کہ زبیر اپنے باغ کو پانی دے کر اپنے ہمسایہ کی طرف وہ پانی چھوڑ دے۔

یہ فیصلہ انصاری کو گراں گذرا اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا کہ زبیر حضور کے پھوپھی زاد بھائی ہیں باآنکہ حضور نے حضرت زبیر کو انصاری کے ساتھ احسان کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ لیکن انصاری نے اس کی قدر نہ کی حضور نے دوبارہ حکم دے دیا کہ زبیر اپنا باغ سیراب کر کے پانی روک لو انصاف تم ہی بوجہ قرب کے مستحق ہو اس پر آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ خازن۔ روح المعانی۔

اس کے بعد نظیر میں گذشتہ واقعہ پیش فرما کر جو بنی اسرائیل میں پیش آیا ایک صحابی کے دعویٰ کا رد کیا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝

اور اگر ہم فرض کرتے ان پر یہ کہ اپنے آپ کو قتل کریں یا اپنے گھروں سے نکل جائیں تو نہ کرتے وہ مگر ان میں سے تھوڑے لوگ اگر وہ کرتے جس بات کی انہیں نصیحت دی جاتی ہے تو اس میں ان کا بھلا تھا اور ایمان کی مضبوطی اور اگر ایسا ہوتا تو ضرور ہم انہیں اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتے اور ضرور انہیں سیدھی راہ کی ہدایت کرتے۔

شان نزول:۔ ثابت بن قیس بن شماس۔ ابن مسعود عمار بن یاسر وغیرہ کا کچھ یہود سے مناظرہ ہوا۔ یہودی بولے کہ ہم اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے ایسے مطیع ہیں کہ انہوں نے ہم کو ایک خطا کی معافی کے لیے جان دینے کو کہا تو ہم نے بلا عذر اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش کر دیا اور ستر ہزار قتل ہو گئے تمہارا یہ حال ہے کہ تمہارا رب جب تم کو جہاد کا حکم دیتے ہیں جس میں تمہارا ہی بھلا ہے تو تم میں سے بعض لوگ لیت و لعل پیش کرتے ہیں۔

صحابہ کرام نے جواباً فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ہماری جانیں ہیں اگر ہم کو ہمارے آقا جان دینے اور گھر بار چھوڑنے کا حکم دیں تو بلا تامل تعمیل کریں گے۔ یہ آیت ان کی تائید اور منافقین کے رد میں نازل ہوئی۔ روح المعانی۔

اس کے بعد اطاعت الٰہی و اطاعت رسالت پناہی کا حکم ظاہر فرمایا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا ہے نبیوں سے اور صدیقوں سے اور شہیدوں سے اور صالحوں سے اور یہ اچھے ساتھی ہیں یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

اس آیت میں اللہ تعالے نے اطاعت الٰہی اور اطاعت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ظاہر فرمایا اور بتایا کہ ہمارے رسول کے مخلص فرمانبردار جنت میں ان لوگوں کی معیت وصحبت اور دیدار سے متمتع ہوں گے۔

اَلنَّبِیّٖنَ۔ نبیؐ کی جمع ہے غیب کی خبر دینے والے۔ یہ اللہ کے پیغام بندوں تک کما حقہ پہنچانے والے ہیں۔ ان کے بعد منعم علیہم کا پہلا درجہ صدیق کا ہے۔

صدیق انبیاء کے سچے متبع کو کہتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ ان کی راہ پر قائم رہے لیکن یہاں صرف افاضل اصحاب نبی کریم مراد ہیں جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

شہید وہ ہیں جنہوں نے راہ خدا میں جانیں دیں اور شہادت حق اپنے خون سے پیش کر دی۔

صالح وہ دیندار جو حق العباد اور حق اللہ دونوں ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے اور انکے احوال و اعمال اور ظاہر و باطن اچھے اور پاک ہوں۔ پیدائشی نیک ہو۔

شان نزول: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدرجہ اتم محبت تھی حتی کہ ایک ساعت حضور کی جدائی گوارہ نہ تھی۔ ایک روز غمگین حاضر آئے اور حضور نے دیکھا کہ چہرہ کا رنگ متغیر ہے حضور نے وجہ دریافت کی۔ عرض کیا حضور مجھے نہ کوئی بیماری ہے نہ درد بجز اس کے کہ جب حضور سامنے نہیں ہوتے تو درجہ آخر تک وحشت و پریشانی ہوتی ہے اسی نقشہ کو جب آخرت کے ساتھ دیکھتا ہوں تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں میں کس طرح دیدار پا سکوں گا اس لیے کہ وہاں حضور کا مقام اعلی ترین ہوگا۔ میری وہاں کس طرح رسائی ہوگی۔

اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں حضرت ثوبان کو تسلی دی گئی کہ باوجود فرق مراتب کے منازل فرمانبرداروں کو معیت کا شرف حاصل ہوگا۔ اور حضور نے بھی انہیں بشارت دی اور فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (نسائی) آخرت میں اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھے۔

امام مقاتل فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ جب آپ گھر میں تشریف لے جاتے ہیں تو مجبوراً ہم کو بھی گھر جانا پڑتا ہے نہ بچے ہمیں اچھے لگتے ہیں نہ گھر بار جب تک حضور کی زیارت نہ کرلیں ہم کو قرار و سکون حاصل نہیں ہوتا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورۃ نساء پ ۵

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝

اے ایمان والو اپنی حفاظت کرو اور دشمن کی گھات سے بچو تو نکلو جمع ہو کر یا تھوڑے سے یا نکلو تم سب جمع ہو کر۔

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝

اور تم میں سے وہ بھی ہیں جو دیر لگائیں تو اگر کوئی پہنچے تمہیں مصیبت تو کہے کہ خدا نے مجھ پر انعام کیا کہ میں نہ تھا ان میں موجود۔

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

اور اگر تمہیں پہنچا اللہ کا فضل تو ضرور کہیں گویا کہ نہ تھی تم میں اور اس میں دوستی کاش کہ میں ہوتا ان کے ساتھ تو پہنچتا زبردست مراد کو۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

تو انہیں چاہیئے کہ اللہ کی راہ میں لڑیں جو بیچ چکے ہیں زندگی دنیا کو آخرت کے بدلے اور جو لڑے اللہ کی راہ میں تو قتل ہو جائے یا غالب آئے تو عنقریب دیں گے ہم اسے بڑا ثواب۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝

اور کیا ہوا تمہیں کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں سے اور عورتوں سے اور ان بچوں سے جو یہ دعا کر رہے ہیں اے ہمارے رب نکال ہمیں اس بستی سے جس کے لوگ ظالم ہیں اور کر ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار اور کر ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَاۗءَ الشَّيْطٰنِ ۚ

وہ جو ایمان لائے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور وہ جو کفر کریں لڑتے ہیں شیطان کی راہ میں تو لڑو دوستو شیطان سے بیشک شیطان کا مکر کمزور ہے۔

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝

لفظی ترجمہ

يَاَيُّهَا ۔ اے	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے ہو	خُذُوْا ۔ پکڑو
حِذْرَ ۔ بچاؤ	كُمْ ۔ اپنا	فَانْفِرُوْا ۔ تو نکلو	ثُبَاتٍ ۔ تھوڑے
اَوِ ۔ یا	انْفِرُوْا ۔ نکلو	جَمِيْعًا ۔ جمع ہوکر	وَ ۔ اور
اِنَّ ۔ بیشک	مِنْكُمْ ۔ تم میں سے	لَمَنْ ۔ وہ بھی ہے جو	لَيُبَطِّئَنَّ ۔ دیر کرتا ہے
فَاِنْ ۔ تو اگر	اَصَابَتْكُمْ ۔ پہنچے تم کو	مُّصِيْبَةٌ ۔ کوئی مصیبت	قَالَ ۔ کہتا ہے
قَدْ ۔ بیشک	اَنْعَمَ ۔ انعام کیا	اللّٰهُ ۔ اللہ نے	عَلَيَّ ۔ مجھ پر
اِذْ ۔ جبھی تو	لَمْ ۔ نہیں	اَكُنْ ۔ ہوا میں	مَّعَهُمْ ۔ ان کے ساتھ
شَهِيْدًا ۔ حاضر	وَ ۔ اور	لَئِنْ ۔ اگر	اَصَابَكُمْ ۔ پہنچے تم کو
فَضْلٌ ۔ فضل	مِّنَ اللّٰهِ ۔ اللہ سے	لَيَقُوْلَنَّ ۔ تو کہے	كَاَنْ ۔ گویا کہ
لَّمْ ۔ نہیں	تَكُنْ ۔ ہے	بَيْنَكُمْ ۔ تم میں	وَ ۔ اور
بَيْنَهٗ ۔ اس میں	مَوَدَّةٌ ۔ محبت	يٰلَيْتَنِيْ ۔ کاش کہ	كُنْتُ ۔ ہوتا میں
مَعَهُمْ ۔ ان کے ساتھ	فَاَفُوْزَ ۔ تو پہنچتا میں	فَوْزًا ۔ مراد	عَظِيْمًا ۔ بڑی کو
فَلْيُقَاتِلْ ۔ تو لڑیں	فِيْ ۔ بیچ	سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ راہ خدا کے	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو
يَشْرُوْنَ ۔ بیچتے ہیں	الْحَيٰوةَ ۔ زندگی	الدُّنْيَا ۔ دنیا کو	بِالْاٰخِرَةِ ۔ آخرت کے بدلے
وَ ۔ اور	مَنْ ۔ جو	يُّقَاتِلْ ۔ لڑے	فِيْ ۔ بیچ
سَبِيْلِ ۔ راہ	اللّٰهِ ۔ خدا کے	فَيُقْتَلْ ۔ تو مارا جائے	اَوْ ۔ یا
يَغْلِبْ ۔ غالب آئے	فَسَوْفَ ۔ تو جلدی	نُؤْتِيْهِ ۔ دیں گے ہم اسے	اَجْرًا ۔ اجر
عَظِيْمًا ۔ بڑا	وَ ۔ اور	مَا ۔ کیا ہے	لَكُمْ ۔ تم کو
لَا ۔ نہیں	تُقَاتِلُوْنَ ۔ لڑتے تم	فِيْ ۔ بیچ	سَبِيْلِ ۔ راہ
اللّٰهِ ۔ خدا کے	وَ ۔ اور	الْمُسْتَضْعَفِيْنَ ۔ کمزور	مِنَ الرِّجَالِ ۔ مردوں سے
وَ ۔ اور	النِّسَآءِ ۔ عورتوں سے	وَ ۔ اور	الْوِلْدَانِ ۔ بچوں سے

الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	اَخْرِجْنَا۔ نکال ہم کو
مِنْ هٰذِهِ۔ اس	الْقَرْیَةِ۔ بستی سے کہ	الظَّالِمِ۔ ظالم ہیں	اَهْلُهَا۔ اس کے لوگ
وَ۔ اور	اجْعَلْ۔ بنا	لَّنَا۔ ہمارے لیے	مِنْ لَّدُنْكَ۔ اپنی طرف سے
وَلِیًّا۔ حمایتی	وَ۔ اور	اجْعَلْ۔ بنا	لَّنَا۔ ہمارے لیے
مِنْ لَّدُنْكَ۔ اپنی طرف سے	نَصِیْرًا۔ مددگار	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے
یُقَاتِلُوْنَ۔ لڑتے ہیں	فِیْ۔ بیچ	سَبِیْلِ۔ راہ	اللّٰهِ۔ اللہ کے
وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہیں	یُقَاتِلُوْنَ۔ لڑتے ہیں
فِیْ۔ بیچ	سَبِیْلِ۔ راہ	الطَّاغُوْتِ۔ شیطان کے	فَقَاتِلُوْا۔ تو لڑو
اَوْلِیَآءَ۔ دوستوں سے	الشَّیْطٰنِ۔ شیطان کے	اِنَّ۔ بیشک	كَیْدَ۔ مکر
الشَّیْطٰنِ۔ شیطان کا	كَانَ۔ ہے	ضَعِیْفًا۔ کمزور	

مختصر تفسیر دسواں رکوع سورۃ نساء پ ۵

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا۔ اے ایمان والو! دشمن کی گھات سے ہوشیار رہو تو دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا سب اکٹھے ہو کر نکلو۔

حِذْر کے معنی سلاح کے ہیں۔

ایک قول ہے کہ حذر مصدر ہے اور وہ خوف سے بچنے کے معنی دیتا ہے۔ تو اس آیت میں کنایۃً حکم ہے کہ اسلحہ اور وہ آلات جن سے محفوظ رہ سکے مسلمان کو رکھنا چاہیے۔

محققین نے اسی بنا پر اس کا کنایہ مفہوم یہ بتایا کہ اِسْتَعِدُّوْا لِاَعْدَائِكُمْ وَتَیَقَّظُوْا وَاحْتَرِزُوْا هُمْ وَلَا تُمَكِّنُوْهُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ۔ یعنی تیار رہو دشمن کے لیے یا ہوشیار رہو اور دشمن کی گھات سے بچے رہو اور ہتھیار اپنے پاس رکھو کہ حفاظت جان کے لیے ہتھیار رکھنا اور تدابیر حفاظت کرنا شرعاً جائز ہے۔

ثُبَاتٍ۔ ثُبَةٌ کی جمع ہے چھوٹی سی ٹولی۔ جماعت جو دس افراد سے زائد ہو اس سے مراد سریہ ہے جس میں حضور علیہ السلام نے شرکت نہ کی ہو۔

جَمِیْعًا سے مراد بڑی جماعت ہے جو پانچ سو تک ہو۔

جَیْش۔ جو آٹھ ہزار تک ہو۔ آیت کا معنی یہ ہوا کہ احتیاط سے سامان حرب جمع کر و پھر جماعت کی صورت

میں کفار کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا۔ اور تم میں بعض وہ ہیں کہ ضرور دیر لگائیں گے (جہاد میں جانے سے) تو اگر تم پر کوئی مصیبت پہنچے تو کہے خدا نے مجھ پر احسان کیا کہ میں ان کے ساتھ حاضر نہ تھا۔

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ اور اگر تمہیں اللہ کا فضل پہنچے تو ضرور کہے گویا تم میں اس میں کوئی دوستی نہ تھی اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی مراد پاتا۔

منافقین کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ جہاد میں ٹال مٹول اور بہانہ سازی کرتے ہیں گویا وہ محروم فضل حسرتوں میں کف افسوس ملتا اور کہتا ہوا کہ اگر میں بھی تمہارے ہمرکاب ہوتا تو مجھے بھی مال غنیمت ملتا۔ اور فتح کرنے والوں کے ساتھ ہوتا۔

اس کے بعد جہاد کی فرضیت کا حکم آیا اور اس کی فضیلت بیان ہوئی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ تو انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت خریدتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر شہید ہو یا غالب آئے تو عنقریب ہم اسے بڑا ثواب دیں گے۔

اس آیت میں جانفروشوں کی شان ظاہر فرما کر جہاد میں شہید ہونے والے یا فتح کرنے والوں کا اجر عظیم واضح کیا اس کے بعد حکم جہاد سنایا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ اور تمہیں کیا ہے کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں حالانکہ کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی یہ آوازیں ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔

جہاد فرض فرما کر بتا دیا کہ اس سے علیحدہ رہنے یا اس کے ترک کرنے کے لیے تمہارے پاس کوئی عذر نہیں تمہارا فرض ہے کہ ان کمزور مسلمانوں کو کفار کے پنجۂ ظلم سے چھڑاؤ جنہیں مکہ مکرمہ میں مشرکین نے

قید کر لیا تھا اور طرح طرح کی ایذائیں دے رہے تھے اور ان کی عورتوں اور بچوں تک بے رحمانہ مظالم کرتے تھے اور لوگ ان کے ہاتھوں میں مجبور تھے اس حالت میں وہ اپنے رب سے اپنی خلاصی اور مدد الٰہی کی دعائیں کرتے پھر یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا ولی و مددگار بنا کر انہیں مشرکین کے ظلم و استبداد سے چھڑایا۔ مکہ فتح ہوا۔ آیۂ کریمہ کا

شان نزول: مشرکین مکہ میں مسلمانوں کو ایذائیں دے رہے تھے قبل از ہجرت ایک جماعت صحابہ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمیں کافروں سے مقابلہ کی اجازت دی جائے انہوں نے ہمیں بہت ستایا ہے۔ بڑی ایذائیں پہنچائی ہیں حضور نے فرمایا ابھی جنگ سے ہاتھ روکے رہو اور نماز زکوٰۃ جو تم پر فرض ہے وہ ادا کرتے رہو اس کے بعد یہ جہاد اور قتل کا فرق ظاہر ہوا جس سے واضح کیا کہ جہاد اسلامی کیا ہے اور شیطانی کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ۝ ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں (اور یہ جہاد ہے) اور وہ جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں (یہ محض فساد فی الارض ہے) تو شیطان کے دوستوں سے لڑو بے شک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔

آیات سابقہ سے یہ امر واضح ہوا کہ نماز زکوٰۃ جہاد سے پہلے فرض ہوئیں اس کے بعد جہاد کی فرضیت نازل ہوئی۔

اب اگلے رکوع میں اس امر کو واضح فرمایا گیا کہ نماز زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد جہاد فرض ہوا۔

بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع سورۃ نساء پ ۵

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَیْدِیَكُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ؕ قُلْ

کیا نہ دیکھا تم نے انہیں جن کے لیے کہا گیا اپنے ہاتھ روکو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو تو جب فرض کیا گیا ان پر جہاد تو ان میں سے ایک فریق لوگوں سے ڈرنے لگا جیسے اللہ سے ڈرے یا اس سے بھی زیادہ خوف زدہ اور بولے اے رب ہمارے کیوں فرض کیا ہم پر جہاد کیوں نہ جینے دیا ہمیں

مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۛ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝

کچھ اور مدت فرما دیجئے دنیا کی متاع تھوڑی ہے اور آخرت تقوی والوں کے لیے بہتر ہے اور تم پر خرما کے دھاگے برابر ظلم نہ ہوگا۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝

تم جہاں کہیں ہو گے پالے گی تمہیں موت اگرچہ تم ہو مضبوط قلعوں میں اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر پہنچے کوئی تکلیف تو کہیں یہ آپ کی طرف سے آئی فرما دیجئے سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے تو کیا ہوا اس قوم کو کہ نہیں معلوم ہوتے سمجھنے والے کسی بات کے۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۚ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

تجھے جو پہنچے بھلائی تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو پہنچے تجھے برائی سو وہ تیری شامت نفس سے ہے اور اے محبوب ہم نے تمہیں بھیجا ہے لوگوں کے لیے رسول اور اللہ کافی ہے گواہ۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝

جو پیروی کرے گا رسول کی وہ یقیناً اللہ کا پیرو ہے اور جو منہ پھیرے ہوا تو ہم نے تمہیں ان کا محافظ نہیں بھیجا۔

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۚ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝

اور کہتے ہیں ہم نے حکم مانا پھر جب نکل کر جاتے ہیں تمہارے پاس سے تو رات میں ان میں سے ایک گروہ جو کہہ گیا تھا اس کے خلاف منصوبے گانٹھتا ہے اور اللہ علم رکھتا ہے ان کی منصوبہ بندی کا تو اے محبوب تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللہ پر بھروسہ کرو اور کافی ہے اللہ تمہارا وکیل۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝

تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر ہوتا غیر خدا کے پاس سے تو اس میں ضرور اختلاف پاتے بہت۔

وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهٖ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلٰٓى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهٗ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ إِلَّا قَلِيْلًا ۝

اور جب آتی ہے ان کے پاس کوئی بات امن یا خوف کی چرچا کر ڈالتے ہیں اور اگر لوٹاتے اسے رسول کی طرف یا ذی اختیار لوگوں کی طرف جو ان میں سے ہیں تو ضرور جان لیتے اسکی حقیقت اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا اور رحمت تم پر تو ضرور متبع شیطان کے ہو جاتے مگر تھوڑے۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّكُفَّ بَأْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۗ وَاللّٰهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَّأَشَدُّ تَنْكِيْلًا ۝

تو اے محبوب اللہ کی راہ میں جہاد کرو تم تکلیف نہ دیے جاؤ گے مگر اپنے دم کی اور مومنین کو آمادہ کرو قریب ہے کہ اللہ کافروں کی سختی روک دے اور اللہ کی سختی سخت ترین ہے اور اس کا عذاب شدید ترین۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝

جو اچھی سفارش کرے اس کے لیے اس میں حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لیے اس سے حصہ ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝

اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو بے شک اللہ ہر شے کا محاسب ہے۔

اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۗ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝

اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں اور کون ہے زیادہ سچا بات میں اللہ کے مقابل۔

لفظی ترجمہ

اَ۔ کیا　　لَوْ۔ نہ　　تَرَ۔ دیکھا تو نے　　اِلَی۔ طرف

الَّذِيْنَ۔ان کی کہ	قِيْلَ۔کہا گیا	لَهُمْ۔ان کو	كُفُّوْا۔روکو
اَيْدِيَكُمْ۔اپنے ہاتھ	وَ۔اور	اَقِيْمُوا۔قائم کرو	الصَّلٰوةَ۔نماز
وَ۔اور	اٰتُوا۔دو	الزَّكٰوةَ۔زکوٰۃ	فَلَمَّا۔تو جب
كُتِبَ۔لکھا گیا	عَلَيْهِمُ۔ان پر	الْقِتَالُ۔لڑنا	اِذَا۔تو اس وقت
فَرِيْقٌ۔ایک فرقہ	مِّنْهُمْ۔ان میں سے	يَخْشَوْنَ۔ڈرتے تھے	النَّاسَ۔لوگوں سے
كَخَشْيَةِ۔جیسے ڈر	اللّٰهِ۔اللہ کا	اَوْ۔یا	اَشَدَّ۔زیادہ
خَشْيَةً۔ڈر	وَ۔اور	قَالُوْا۔بولے	رَبَّنَا۔اے ہمارے رب
لِمَ۔کیوں	كَتَبْتَ۔لکھا تو نے	عَلَيْنَا۔ہم پر	الْقِتَالَ۔لڑنا
لَوْ۔کیوں	لَا۔نہ	اَخَّرْتَنَا۔مہلت دی تو نے ہم کو	اِلٰى۔طرف
اَجَلٍ۔مدت	قَرِيْبٍ۔قریب کے	قُلْ۔کہہ دیجیے	مَتَاعُ۔سامان
الدُّنْيَا۔دنیا کا	قَلِيْلٌ۔تھوڑا ہے	وَ۔اور	الْاٰخِرَةُ۔آخرت
خَيْرٌ۔بہتر ہے	لِّمَنِ۔اس کے لیے جو	اتَّقٰى۔پرہیزگار ہو	وَ۔اور
لَا۔نہ	تُظْلَمُوْنَ۔ظلم کیے جاؤ گے	فَتِيْلًا۔خرما کی گٹھلی کے دھاگے برابر	
اَيْنَ۔کہیں	مَا۔بھی	تَكُوْنُوْا۔ہو تم	يُدْرِكْكُّمُ۔پالے گی تم
کو	الْمَوْتُ۔موت	وَ۔اور	لَوْ۔اگرچہ
كُنْتُمْ۔ہو تم	فِيْ۔بیچ	بُرُوْجٍ۔قلعوں	مُّشَيَّدَةٍ۔مضبوط کے
وَ۔اور	اِنْ۔اگر	تُصِبْهُمْ۔پہنچے ان کو	حَسَنَةٌ۔کوئی بھلائی
يَّقُوْلُوْا۔تو کہتے ہیں	هٰذِهٖ۔یہ	مِنْ عِنْدِكَ۔تیرے پاس سے ہے۔	
قُلْ۔کہو	كُلٌّ۔سب کچھ	مِّنْ۔سے	عِنْدِ۔طرف سے
اللّٰهِ۔اللہ کے ہے	فَمَالِ۔تو کیا ہے	هٰٓؤُلَآءِ۔اس	الْقَوْمِ۔قوم کو
لَا۔نہیں	يَكَادُوْنَ۔قریب کہ	يَفْقَهُوْنَ۔سمجھیں	حَدِيْثًا۔بات کو
مَا۔جو	اَصَابَكَ۔پہنچے تجھ کو	مِنْ حَسَنَةٍ۔کوئی بھی بھلائی	
فَمِنَ اللّٰهِ۔تو اللہ کی طرف سے ہے		وَ۔اور	مَا۔جو
اَصَابَكَ۔پہنچے تجھ کو	مِنْ سَيِّئَةٍ۔کوئی بھی تکلیف		فَمِنْ نَّفْسِكَ۔تو وہ تیری
نفس سے ہے	وَ۔اور	اَرْسَلْنٰكَ۔بھیجا ہم نے تجھ کو	

لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے | رَسُوْلًا۔ رسول | وَ۔ اور | كَفٰى۔ کافی ہے
بِاللّٰهِ۔ اللہ | شَهِيْدًا۔ گواہ | مَنْ۔ جو | يُّطِعِ۔ پیروی کرے
الرَّسُوْلَ۔ رسول کی | فَقَدْ۔ تو بیشک اس نے | اَطَاعَ۔ پیروی کی | اللّٰهَ۔ اللہ کی
وَ۔ اور | مَنْ۔ جو | تَوَلّٰى۔ منہ پھیرے | فَمَا۔ تو نہیں
اَرْسَلْنٰكَ۔ بھیجا ہم نے آپ کو | عَلَيْهِمْ۔ ان پر | حَفِيْظًا۔ حفاظت کرنے والا
وَ۔ اور | يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں | طَاعَةٌ۔ فرمانبرداری ہے | فَاِذَا۔ پھر جب
بَرَزُوْا۔ چلے جاتے ہیں | مِنْ عِنْدِكَ۔ تیرے پاس سے تو | بَيَّتَ۔ باتیں کرتی ہے
طَائِفَةٌ۔ ایک جماعت | مِّنْهُمْ۔ ان میں سے | غَيْرَ۔ سوائے اسکے | الَّذِيْ۔ جو
تَقُوْلُ۔ آپ کہتے ہیں | وَ۔ اور | اللّٰهُ۔ اللہ | يَكْتُبُ۔ لکھتا ہے
مَا۔ جو | يُبَيِّتُوْنَ۔ وہ منصوبے بناتے ہیں | فَاَعْرِضْ۔ تو منہ پھیر
عَنْهُمْ۔ ان سے | وَ۔ اور | تَوَكَّلْ۔ بھروسہ کر | عَلَى۔ اوپر
اللّٰهِ۔ اللہ کے | وَ۔ اور | كَفٰى۔ کافی ہے | بِاللّٰهِ۔ اللہ
وَكِيْلًا۔ کارساز | اَ۔ کیا | فَلَا۔ پھر نہیں | يَتَدَبَّرُوْنَ۔ غور کرتے
الْقُرْاٰنَ۔ قرآن میں | وَ۔ اور | لَوْ۔ اگر | كَانَ۔ ہوتا
مِنْ عِنْدِ۔ پاس سے | غَيْرِ۔ غیر | اللّٰهِ۔ اللہ کے | لَوَجَدُوْا۔ تو پاتے
فِيْهِ۔ اس میں | اخْتِلَافًا۔ اختلاف | كَثِيْرًا۔ بہت | وَ۔ اور
اِذَا۔ جب | جَاءَ۔ آتا ہے | هُمْ۔ انکے پاس | اَمْرٌ۔ کوئی حکم
مِّنَ الْاَمْنِ۔ امن کا | اَوِ۔ یا | الْخَوْفِ۔ خوف کا | اَذَاعُوْا۔ تو چرچا کرتے ہیں
بِهٖ۔ اس کا | وَ۔ اور | لَوْ۔ اگر | رَدُّوْهُ۔ لوٹاتے اسکو
اِلَى۔ طرف | الرَّسُوْلِ۔ رسول کی | وَ۔ اور | اِلٰى۔ طرف
اُولِي۔ صاحب | الْاَمْرِ۔ حکم کی | مِنْهُمْ۔ ان میں سے | لَعَلِمَهُ۔ تو جانتے اسکو
الَّذِيْنَ۔ وہ لوگ | يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ۔ چن کر | مِنْهُمْ۔ ان سے | وَ۔ اور
لَوْ۔ اگر | لَا۔ نہ ہوتا | فَضْلُ۔ فضل | اللّٰهِ۔ اللہ کا
عَلَيْكُمْ۔ تم پر | وَ۔ اور | رَحْمَتُهٗ۔ اسکی رحمت | لَاتَّبَعْتُمُ۔ تو یقینا متبع ہو جاتے تم
الشَّيْطٰنَ۔ شیطان کے | اِلَّا۔ مگر | قَلِيْلًا۔ تھوڑے۔

فَقَاتِلْ۔ تو جہاد کر	فِیْ۔ بیچ	سَبِیْلِ۔ راہ	اللّٰہِ۔ اللہ کے
لَا۔ نہیں	تُکَلَّفُ۔ تکلیف دیے جاؤ گے تم		اِلَّا۔ مگر
نَفْسَکَ۔ اپنی جان کی	وَ۔ اور	حَرِّضِ۔ ترغیب دے	الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کو
عَسَی۔ قریب ہے	اللّٰہُ۔ اللہ	اَنْ۔ یہ کہ	یَّکُفَّ۔ روک دے
بَاْسَ۔ سختی	الَّذِیْنَ۔ ان کی	کَفَرُوْا۔ جو کافر ہیں	وَ۔ اور
اللّٰہُ۔ اللہ	اَشَدُّ۔ بہت سخت	بَاْسًا۔ تکلیف دینے والا ہے	وَّ۔ اور
اَشَدُّ۔ بہت سخت	تَنْکِیْلًا۔ عذاب والا	مَنْ۔ جو	یَّشْفَعْ۔ سفارش کرے
شَفَاعَۃً۔ سفارش	حَسَنَۃً۔ اچھی	یَّکُنْ۔ ہوگا	لَّہٗ۔ اس کا
نَصِیْبٌ۔ حصہ	مِّنْھَا۔ اس سے	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو
یَّشْفَعْ۔ سفارش کرے	شَفَاعَۃً۔ سفارش	سَیِّئَۃً۔ بری	یَّکُنْ۔ ہوگا
لَّہٗ۔ اس کا	کِفْلٌ۔ حصہ	مِّنْھَا۔ اس سے	وَ۔ اور
کَانَ۔ ہے	اللّٰہُ۔ اللہ	عَلٰی۔ اوپر	کُلِّ۔ ہر
شَیْءٍ۔ شے کے	مُّقِیْتًا۔ قادر	وَ۔ اور	اِذَا۔ جب
حُیِّیْتُمْ۔ تمہیں کوئی سلام کرے		بِتَحِیَّۃٍ۔ کسی لفظ تعظیم سے	فَحَیُّوْا۔ تو تعظیم کرو
بِاَحْسَنَ۔ بہتر اس سے	مِنْھَا۔ انہیں	اَوْ۔ یا	رُدُّوْھَا۔ اسی کو لوٹاؤ
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	کَانَ۔ ہے	عَلٰی۔ اوپر
کُلِّ۔ ہر	شَیْءٍ۔ چیز کے	حَسِیْبًا۔ حساب لینے والا	
اَللّٰہُ۔ اللہ ہے	لَا۔ نہیں	اِلٰہَ۔ کوئی معبود	اِلَّا۔ مگر
ھُوَ۔ وہی	لَیَجْمَعَنَّکُمْ۔ ضرور جمع کرے گا تم کو		اِلٰی۔ طرف
یَوْمِ۔ دن	الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے	لَا۔ نہیں	رَیْبَ۔ شک
فِیْہِ۔ اس میں	وَ۔ اور	مَنْ۔ کون ہے	اَصْدَقُ۔ زیادہ سچا
مِنَ اللّٰہِ۔ اللہ سے	حَدِیْثًا۔ بات میں		

مختصر تفسیر گیارہواں رکوع سورۃ نساء پ۵

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْھِمُ

الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ۝ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ ؕ

کیا نہ دیکھا تم نے انہیں جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روکو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو تو جب ان پر فرض کیا گیا جہاد تو ان میں سے ایک فریق بعض لوگوں سے ایسا ڈرنے لگا جیسے اللہ سے ڈرے یا اس سے بھی سخت خوفزدہ اور کہنے لگے اے ہمارے رب تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت ہمیں اور جینے دیا ہوتا۔ فرما دیجئے دنیا کی زندگی اور برتنا تھوڑا ہے اور آخرت تقویٰ والوں کے لیے بہتر ہے اور تم پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر ظلم نہ ہوگا۔ تم جہاں بھی ہوگے موت تمہیں آلے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں ہی میں کیوں نہ ہو۔

مکہ معظمہ میں جب تک مسلمانوں کا قیام رہا مشرکین سے جہاد کی اجازت نہ ہوئی حتیٰ کہ صحابہ سعد بن ابی وقاص عبدالرحمن بن عوف اور مقداد بن اسود کندی نے ان کے جبر و تشدد سے تنگ آکر مدافعت کی اجازت چاہی لیکن حضور نے فرما دیا مجھے جب تک حکم الٰہی نہ ہو تمہیں اجازت نہیں دیتا تم نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو پھر

بعد ہجرت مدینہ طیبہ میں آنے کے بعد میدان بدر میں حاضر آنے کا حکم ہوا تو بعض مسلمان خوف زدہ ہونے لگے اور یہ خوف طبعی تھا۔ انسان کی جبلت ہے کہ موت و ہلاکت سے گھبراتا ہے اور ڈرتا ہے۔ اس کا تذکرہ فرما کر تو بیخاً فرمانا اسی وجہ میں ہے کہ اس حال میں ان کا خوف زدہ ہونا ضعف ایمانی کی بنا پر نہ تھا بلکہ طبعاً تھا اور ان کا یہ کہنا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ۔ اے ہمارے رب کیوں فرض کیا ہم پر جہاد و قتال کیوں نہ ہم کو چھوڑے رکھا کچھ مدت۔

یہ بطریق سوال تھا نہ کہ بطریق اعتراض گویا فرضیت جہاد کی حکمت معلوم کرنا مقصود تھا چنانچہ اس کا جواب بھی من جانب اللہ تسکین کے لیے نرم ہی ملا اور ارشاد ہوا فرما دیجئے کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے پرہیزگاروں کے لیے۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی۔ اس میں واضح فرمایا کہ حیات دنیا اور اس کا عیش سب فانی ہے اور موت تو ایسی قطعی چیز ہے کہ بہرحال اپنے وقت پر آنی ہے جہاں کہیں بھی تم ہو وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ۔ خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔ لہٰذا خائف نہ ہو اور تعمیل حکم کے لیے سر بکف تیار ہو جاؤ۔ بستروں پر جان دینے سے راہ خدا میں شہید ہونا بدرجہا بہتر

ہے اور موجب سعادت۔

اس کے بعد انسانی طبائع کا حال بیان فرمایا کہ وہ تکلیف و راحت میں کیا کیا گمان کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ نفاق کے مرض کے مریض تو ایسے تذبذب میں ہیں کہ

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۔ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۚ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۔

انہیں جب کوئی بھلائی پہنچے تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہیں یہ حضور کی طرف سے ہے فرما دیجیے سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے تو کیا ہو گیا ان لوگوں کو کہ کوئی بات ہی سمجھنے کو تیار نہیں تو جو پہنچے تجھے بھلائی وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور (اے محبوب) ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ۔

حَسَنَةٌ بھلائی۔ اس لفظ میں خوشی، نیکی، فتح و نصرت کامیابی کا حصول ہے۔

سَيِّئَةٌ۔ برائی۔ نقصان، جانی، مالی نقصان مراد ہیں۔

بھلائی پہنچنا یہ کہ کثرت پیداوار اور ارزانی وغیرہ ہو۔ اور برائی یہ کہ گرانی قحط سالی ہو تو یہ حال منافقین کا ہے کہ جب انہیں سہولتیں اور عشرتیں ملتی ہیں تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہیں اور جب انہیں کوئی سختی پیش آتی ہے تو اسے ہمارے حبیب پاک محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتے اور کہتے ہیں کہ معاذ اللہ جب سے یہ آئے ہیں ہم پر ایسی ہی سختیاں آرہی ہیں لہٰذا انہیں مطلع فرما دیجیے کہ گرانی ہو یا ارزانی۔ قحط ہو یا فراوانی۔ رنج ہو یا راحت۔ آرام ہو یا تکلیف۔ فتح ہو یا شکست حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالے کی طرف سے ہے بات بھلی اگر تم میں استعداد ہو اور سمجھنا چاہو تو معاملہ صاف ہے برائی کی نسبت بندے کی طرف بر سبیل مجاز ہے در حقیقت فاعل حقیقی قادر تحقیقی اللہ تعالے ہے۔

اسی وجہ میں مفسرین نے تصریح کی ہے کہ بدی کی نسبت بندے کی طرف بر سبیل ادب ہے خلاصہ یہ کہ بندہ جب فاعل حقیقی کی طرف نظر کرے تو ہر چیز کو اس کی طرف سے جانے اور جب وہ اسباب پر نظر کرے تو برائیوں کو اپنے شامت نفس کے سبب سے سمجھے۔ ورنہ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر ان لوگوں کا کیا حال ہے جو بات سمجھنے کے قریب نہیں پھٹکتے۔

پھر ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت عظیم کا اعلان کیا اور فرمایا وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا۔ عرب وعجم کے لیے آپ کی ذات اقدس کو رسول بنایا گیا بلکہ کل جہان آپ کی سلطنت میں داخل کیا گیا یہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان اور عظمت و رفعت مکان ہے۔ اس سے یہ امر بھی ثابت ہو گیا کہ سب پر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور آپ کا اتباع مطلقاً فرض ہے۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ اللہ کافی گواہ ہے

اس کے بعد حکم اطاعت کو واضح کر کے فرمایا کہ ان کی اطاعت ہی تو اللہ کی اطاعت ہے وہ کوئی اطاعت کوئی عبادت کسی قسم کی ریاضت مقبول نہیں چنانچہ ارشاد ہوا۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ جس نے ان کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے ان سے منہ پھیرا تو ہم نے اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ان کا چوکیدار نہیں بنایا ہے۔

شان نزول: حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔ اس پر منافقین بول پڑے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں۔ جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو رب مانا تو اس پر اللہ تعالے نے ان کے رد میں آیہ کریمہ نازل فرمائی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تصدیق فرمائی اور اس سے انحراف کرنے والوں کا حشر آگے واضح کیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۚ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَاۤئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۚ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔ اور کہتے ہیں ہم نے پیروی کی پھر جب آپ کے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ جو کچھ مان گیا تھا اس کے خلاف رات میں منصوبہ باندھتا ہے اور اللہ لکھ رکھتا ہے ان کے رات کے خفیہ مشورے تو (اے محبوب) تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور کافی ہے اللہ تمہارا وکیل۔

یہ آیت بھی منافقین کے حق میں نازل ہوئی۔ ان کی یہ عادت تھی کہ حضور کی بارگاہ میں ایمان و اطاعت کا اقرار و اعتراف کر لیتے اور کہہ دیتے کہ حضور ہمیں جو حکم فرمائیں اس کی اطاعت ہم اپنے لیے لازم سمجھتے ہیں اور جب علیحدہ ہو کر رات میں اپنی پنچایت کرتے ہیں تو اس میں اطاعت کی بجائے بغاوت کے منصوبے گانٹھتے ہیں۔ تو اللہ تعالے فرماتا ہے۔

وَاللّٰہُ یَکْتُبُ مَا یُبَیِّتُوْنَ ۔ اور اللہ لکھ رکھتا ہے ان کے رات کے منصوبے۔

اور اس آیۂ کریمہ کا نزول قبل از جہاد ہے اس لیے ارشاد ہوا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان سے چشم پوشی فرمائیں۔ اس کے بعد نزول قرآن میں جو خبریں یا احکام اترتے تھے اسے شائع ذائع کر دینے والوں کے لیے حکم ہوا چنانچہ ارشاد ہوا۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ہ وَاِذَا جَآءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِہٖ ط وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ ط وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ہ تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے اور جب ان کے پاس کوئی بات امن یا ڈر کی آتی ہے تو اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس کو رسول یا صاحب اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیرو ہو جاتے مگر تھوڑے۔

تدبر فی القرآن سے یہ مطلب ہے کہ اس کے علوم و حکم نہیں دیکھتے کہ اس نے اپنی فصاحت سے تمام خلق کو عاجز کر دیا اور غیبی خبروں سے منافقین کے احوال اور کید و مکر کا راز افشا کر دیا اور اولین و آخرین کی خبریں دی ہیں انہیں یہ لوگ اس کا مقصود سمجھے بغیر شائع کر دیتے ہیں حالانکہ اسے اہل فہم سمجھ سکتے تھے کہ اس خبر سے کیا مقصد ہے۔

لہٰذا مسلمان ایسا نہ کریں اسی طرح فتح اسلام کی خبر یا دشمن کے خفیہ منصوبوں کی اطلاع یا مسلمانوں کی ہزیمت وغیرہ یہ بغیر رسول یا اولی الامر کے بتائے اپنی دانش سے سمجھ کر شائع کر دینا غلط ہے۔

اولی الامر سے مراد اکابر صحابہ اور اصحاب رائے اور صاحب بصیرت ہیں جو خود دیکھ کر دخل نہیں دیتے بلکہ مفہوم منطوق کے مقتضیات سے احکام کا استنباط کرتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں جواز قیاس کی دلیل ہے اور یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ حکم ایک قسم کا نہیں ہوتا ایک تو وہ ہے جو قرآن و حدیث سے استنباط و قیاس کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

ایک وہ ہے جو بہ نص قرآن و حدیث حاصل ہو اسی وجہ میں ارباب اصول نے چار طریقہ اخذ حکم کیلئے رکھے یہ عبارت النص۔ یہ اقتضاء النص۔ یہ دلالۃ النص۔ یہ اشارت النص۔

اس سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ امور دینیہ میں ہر شخص کو دخل دینا جائز نہیں بلکہ حکم حدیث و قرآن کو اس کے اہل کی طرف لوٹانا ضروری ہے۔

اور اِلَّا قَلِيْلًا میں وہ لوگ ہیں جو سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن کے نزول سے قبل آپ پر ایمان لائے جیسے زید بن عمرو بن نفیل۔ ورقہ بن نوفل، قیس بن ساعدہ اس کے بعد جہاد کا مطلق حکم ہوا اور ارشاد فرمایا

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ۝ تو اے محبوب) اللہ کی راہ میں جہاد کرو تم تکلیف نہ دیے جاؤ گے مگر اپنی جان کی اور مسلمانوں کو آمادہ کرو قریب ہے کہ اللہ کافروں کی سختی روک دے اور اللہ بہت سخت ہے لڑائی میں اور اس کا عذاب بہت سخت ہے۔

شانِ نزول: آیۂ کریمہ کا یہ ہے کہ بدر صغری کی جنگ جو ابوسفیان سے ٹھہر چکی تھی جب اس کا وقت آپہنچا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وہاں جانے کے لیے لوگوں کو دعوت دی ان میں وہ بھی تھے جن پر یہ حکم گراں گذرا تو اللہ تعالے نے یہ حکم نازل فرمایا جس میں ارشاد ہوا۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو تم تکلیف نہ دیے جاؤ گے مگر اپنے دم کی اور مسلمانوں کو آمادہ کرو قریب ہے کہ اللہ کافروں کی سختی روک دے اور اللہ سخت تر ہے عذاب دینے میں اور سخت تر ہے انتقام میں۔

اس میں فرمایا اور مطلق حکم دیا کہ ضرور جہاد کرو خواہ کوئی آپ کا ساتھ دے یا نہ دے اللہ آپ کا ناصر ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بدر صغری کی جنگ کے لیے روانہ ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف ستر سوار تھے اور بہ تعمیل حکم الٰہی حضور نے تحریض للجہاد فرمادی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں کا یہ مختصر سا لشکر کامیاب آیا اور کفار اتنے مرعوب ہوئے کہ مسلمانوں کے مقابلہ کی جرأت نہ کرسکے آگے باہمی حمایت و اعانت کی تعلیم دی گئی چنانچہ ارشاد ہوا۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝

جو اچھی سفارش کرے اس کے لیے اس کا بدلہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لیے اس میں حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو بے شک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔ اللہ ہی ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت

نہیں اور وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔

اس آیت میں چند باتیں تعلیم دی گئیں۔

(۱) کسی سے کسی کو نفع پہنچائے یا کسی مصیبت سے کسی کو خلاصی دلائے تو موجب ثواب ہے اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

(۲) اگر کسی آدمی کو کوئی تکلیف دے یا نقصان پہنچائے تو اس کا عذاب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔

(۳) سلام کرنا سنت ہے اور جواب سلام واجب اور افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والے کے سلام کا جواب کچھ بڑھا کر دے مثلاً السلام علیکم کہا گیا تو جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا جائے۔

(۴) کافر بے دین کو اور استنجا کرتے ہوئے کو سلام یا جواب ممنوع ہے۔

(۵) خطبہ اور تلاوت قرآن کریم درس حدیث یا مذاکرہ علمیہ یا اذان وتکبیر میں سلام وجواب سلام نہیں ہے۔

(۶) گھر میں داخل ہو تو بیوی کو سلام کہنا مستحب ہے آج کل مسلمانوں میں یہ بری رسم جاری ہے کہ بیوی اور خاوند کے مابین سلام مکروہ سمجھا جاتا ہے۔

(۷) بہتر سواری والا کمتر سواری والے کو، کمتر سواری والا پیدل چلنے والے کو پیدل بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

آگے فرمایا وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا۔ اس ذات واجب سے سچا کون ہے اس لئے کہ اس سے کذب محال ہے۔ کیونکہ کذب ایک عیب ہے اور ہر قسم کے عیب سے وہ ذات منزہ ہے۔ تو کذب سے بھی اس کا منزہ ہونا لازم ہے۔

(۸) اقتضاء النص سے آیہ کریمہ کے یہ بھی مستفاد ہوا کہ تحیہ کا لفظ مقام سلام میں داخل ہے لہٰذا اس کا جواب اَحْسَنَ مِنْهَا دینے کا حکم ہے۔ لہٰذا آداب وتسلیمات وکورنشات وغیرہ بھی ایک قسم کے تحیہ کے الفاظ ہیں یہ بھی جائز ہونے چاہئیں۔

بامحاورہ ترجمہ بارہواں رکوع سورۃ نساء پ ۵

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝

تو تمہیں کیا ہوا کہ دو فرقے ہو گئے (منافقوں کے بارے میں) اور اللہ نے انہیں اندھا کر دیا ہے ان کی کرنی کے سبب کیا چاہتے ہو کہ اسے راہ دکھانا جسے اللہ نے گمراہ کیا اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کے لیے ہرگز نہ پائے گا راہ۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝

وہ تو چاہتے ہیں کہ اگر تم بھی کفر کرو جیسا کہ وہ کفر کرتے ہیں تو تم سب یکساں ہو جاؤ تو ان میں سے نہ بناؤ اپنا دوست حتیٰ کہ اللہ کی راہ میں گھر بار نہ چھوڑیں تو اگر وہ انحراف کریں تو انہیں پکڑو اور مارو جہاں انہیں پاؤ اور نہ پکڑو ان میں سے دوست اور نہ مددگار۔

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝

مگر وہ جو علاقہ رکھتے ہیں قومی تمہارے اندر اور تم میں ان میں معاہدہ ہے یا آئیں تمہارے پاس ایسے کہ سکت نہ ہو ان کی ان کے دلوں میں تم سے مقابلہ کی یا مقاتلہ کریں اپنی قوم سے اور اگر چاہتا ہے اللہ تو ضرور انہیں مسلط کر دے تم پر تو یقیناً وہ لڑتے تم سے پھر اگر وہ تم سے کنارہ کش ہوں اور نہ لڑائیں اور صلح کی طرح ڈالیں تو اللہ نے نہیں کیا تمہیں ان پر کسی راہ سے لڑنے والا۔

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ

اب کچھ اور تم ایسے پاؤ گے جو چاہتے ہیں یہ کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور ان کی قوم بھی انہیں امن میں رکھے جب کبھی ان کی قوم انہیں فساد کی طرف اکسائے

فَإِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَأُولٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝

تو اس پر اوندھے گرتے ہیں تو اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح کی طرف نہ جھکیں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو انہیں پکڑو اور مارو جہاں پاؤ اور یہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں صریح اختیار دیا۔

لفظی ترجمہ

فَمَا۔ تو کیا ہے	لَكُمْ۔ تم کو	فِي۔ بیچ	الْمُنٰفِقِيْنَ۔ منافقوں کے
فِئَتَيْنِ۔ دو جماعتیں ہو گئے	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ نے	أَرْكَسَهُمْ۔ انہیں اوندھا کر
دیا	بِمَا۔ بدلے	كَسَبُوْا۔ انکی کمائی کے	أَ۔ کیا
تُرِيْدُوْنَ۔ چاہتے ہو تم	أَنْ۔ یہ کہ	تَهْدُوْا۔ ہدایت دو	مَنْ۔ جسے
أَضَلَّ۔ گمراہ کیا	اللّٰهُ۔ اللہ نے	وَ۔ اور	مَنْ۔ جسے
يُّضْلِلِ۔ گمراہ کرے	اللّٰهُ۔ اللہ	فَلَنْ۔ تو ہرگز نہ	تَجِدَ۔ پائے گا تو
لَهٗ۔ اسکے لیے	سَبِيْلًا۔ کوئی راہ	وَدُّوْا۔ چاہتے ہیں	لَوْ۔ اگر
تَكْفُرُوْنَ۔ کفر کرو تم	كَمَا۔ جیسے	كَفَرُوْا۔ کفر کیا انہوں نے	فَتَكُوْنُوْنَ۔ تو ہو جاؤ تم
سَوَآءً۔ برابر	فَلَا۔ تو نہ	تَتَّخِذُوْا۔ پکڑو	مِنْهُمْ۔ ان میں سے
أَوْلِيَآءَ۔ دوست	حَتّٰى۔ یہانتک کہ	يُهَاجِرُوْا۔ ہجرت کریں	فِيْ۔ بیچ
سَبِيْلِ۔ راہ	اللّٰهِ۔ اللہ کے	فَإِنْ۔ تو اگر	تَوَلَّوْا۔ منہ پھیریں
فَخُذُوْ۔ تو پکڑو	هُمْ۔ ان کو	وَ۔ اور	اقْتُلُوْ۔ قتل کرو
هُمْ۔ ان کو	حَيْثُ۔ جہاں	وَجَدْتُّمُوْ۔ پاؤ تم	هُمْ۔ ان کو
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَتَّخِذُوْا۔ پکڑو	مِنْهُمْ۔ ان سے
وَلِيًّا۔ دوست	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ	نَصِيْرًا۔ مددگار
إِلَّا۔ مگر	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	يَصِلُوْنَ۔ قرابت والے ہیں	
إِلٰى۔ طرف	قَوْمٍ۔ قوم کے	بَيْنَكُمْ۔ تم میں	وَ۔ اور

بَیْنَہُمْ۔ ان کے درمیان	مِّیْثَاقٌ۔ عہد ہو	اَوْ۔ یا	جَآءُوْ۔ آئیں
کُمْ۔ تمہارے پاس	حَصِرَتْ۔ تنگ ہوں	صُدُوْرُ۔ سینے	ھُمْ۔ ان کے
اَنْ۔ یہ کہ	یُّقَاتِلُوْ۔ لڑیں	کُمْ۔ تم سے	اَوْ۔ یا
یُقَاتِلُوْا۔ لڑیں	قَوْمَہُمْ۔ اپنی قوم سے	وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر
شَآءَ۔ چاہتا	اللّٰہُ۔ اللہ	لَسَلَّطَھُمْ۔ تو مسلط کر دیتا ان کو	
عَلَیْکُمْ۔ تم پر	فَلَقٰتَلُوْ۔ تو وہ لڑتے	کُمْ۔ تم سے	فَاِنِ۔ تو اگر
اعْتَزَلُوْ۔ کنارہ کریں	کُمْ۔ تم سے	فَلَمْ۔ تو نہ	یُقَاتِلُوْ۔ لڑیں
کُمْ۔ تم سے	وَ۔ اور	اَلْقَوْا۔ ڈالیں	اِلَیْکُمُ۔ تمہاری طرف
السَّلَمَ۔ صلح	فَمَا۔ تو نہیں	جَعَلَ۔ بنایا	اللّٰہُ۔ اللہ نے
لَکُمْ۔ تمہارے لیے	عَلَیْہِمْ۔ ان پر	سَبِیْلًا۔ کوئی راستہ	سَتَجِدُوْنَ۔ جلدی پاؤ
گے تم	اٰخَرِیْنَ۔ کچھ اور لوگوں کو		یُرِیْدُوْنَ۔ چاہتے ہیں
اَنْ۔ یہ کہ	یَّاْمَنُوْ۔ امن میں رہیں	کُمْ۔ تم سے	وَ۔ اور
یَاْمَنُوْا۔ امن میں رہیں	قَوْمَہُمْ۔ اپنی قوم سے	کُلَّمَا۔ جب بھی	رُدُّوْٓا۔ ابھارے گئے وہ
اِلَی۔ طرف	الْفِتْنَۃِ۔ فتنہ کی	اُرْکِسُوْا۔ اوندھے گرے	فِیْہَا۔ اس میں
فَاِنْ۔ پھر اگر	لَّمْ۔ نہ	یَعْتَزِلُوْ۔ کنارہ کریں	کُمْ۔ تم سے
وَ۔ اور	یُلْقُوْا۔ ڈالیں	اِلَیْکُمُ۔ تمہاری طرف	السَّلَمَ۔ صلح
وَ۔ اور	یَکُفُّوْا۔ روکیں	اَیْدِیَہُمْ۔ اپنے ہاتھ	فَخُذُوْ۔ تو پکڑو
ھُمْ۔ ان کو	وَ۔ اور	اقْتُلُوْ۔ قتل کرو	ھُمْ۔ ان کو
حَیْثُ۔ جہاں	ثَقِفْتُمُوْ۔ پاؤ تم	ھُمْ۔ ان کو	وَ۔ اور
اُولٰٓئِکُمْ۔ یہی لوگ ہیں	جَعَلْنَا۔ کر دیا ہم نے	لَکُمْ۔ تم کو	عَلَیْہِمْ۔ ان پر
سُلْطٰنًا۔ اختیار	مُّبِیْنًا۔ روشن		

مختصر تفسیر بارہواں رکوع سورۃ نساء پ ۵

فَمَا لَکُمْ فِی الْمُنٰفِقِیْنَ فِئَتَیْنِ وَاللّٰہُ اَرْکَسَہُمْ بِمَا کَسَبُوْا اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَہْدُوْا مَنْ

أَضَلَّ اللّٰهُ ۚ وَمَن يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝ وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ
سَوَاءً ۖ فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ وَ
اقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝

تو تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقوں کے معاملہ میں دو گروہ ہو گئے اور اللہ نے انہیں اوندھا کر دیا انکی کرتوت کے باعث کیا یہ چاہتے ہو کہ اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کیا اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو ہرگز تو اس کے لیے راہ نہ پائے گا وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہیں تو تم سب ایک سے ہو جاؤ۔ تو ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جبتک اللہ کی راہ میں گھر بار نہ چھوڑیں تو اگر وہ منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار نہ بناؤ۔

شان نزول ۱ : بعض لوگ مدینہ منورہ آئے اور بظاہر مسلمان ہو کر وہاں رہنے لگے کچھ روز بعد بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کرنے لگے کہ مدینہ منورہ کی آب و ہوا موافق نہیں ہم کو اجازت دی جائے کہ ہم میدان بدر میں چلے جائیں تاکہ وہاں کی آب و ہوا موافق رہے اجازت دیدی گئی۔

وہ لوگ کچھ دن بدر میں ٹھہر کر مکہ معظمہ پہنچ گئے اور کفار مکہ سے مل گئے جب یہ خبر مدینہ منورہ میں پہنچی تو صحابہ کرام میں ان کے متعلق بحث ہوئی۔ بعض نے کہا وہ آب و ہوا کی وجہ سے گئے ہیں وہ کلمہ گو تھے ہمیں شک نہ کرنا چاہیئے اور ان کو قتل نہ کرنا چاہیئے۔

بعض نے کہا کہ یہ لوگ منافق تھے اب کافروں سے مل کر مرتد ہو گئے ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (روح البیان)

۲ دوسری روایت یہ ہے کہ ایک جنگ میں منافقین کی ایک جماعت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے سے رک گئی ان کے معاملہ میں صحابہ کرام کے دو فرقے ہو گئے ایک فرقہ قتل پر مصر تھا اور دوسرا قتل کے خلاف اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا کہ ان کا صحیح راستہ سے اندھا ہو جانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جانے سے محروم رہنا ان کے کفر و ارتداد کی دلیل ہے اور مشرکین کے ساتھ مل جانے کے باعث تو کھلم کھلا اسلام سے نکل چکے اب مسلمانوں کو بھی ان کے کفر میں اختلاف نہ کرنا چاہیئے اور ان سے ترک موالات کرنا لازمی ہے خواہ وہ ایمان کا مظاہرہ ہی کر رہے ہوں تا آنکہ وہ ہجرت کریں اور گھر بار چھوڑ کر اللہ کی راہ میں نکل کر اپنا ایمانی ثبوت دیں اور ہجرت کے بعد اس ایمان پر قائم رہیں۔ اس سے دوسرے اگر تم سے دوستی کا دعوی کریں اور مسلمانوں کی نصرت کا بھی دعوی کریں تم ان کی مدد قبول نہ کرو البتہ جو استثناء کیا گیا وہ یہ ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۔ مگر وہ جو ایسی قوم سے علاقہ رکھتے ہیں کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے یا تمہارے پاس وہ یوں آئے کہ ان کے دلوں میں سکت نہ رہی کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں۔

یہ استثناء قتل کی طرف راجع ہے کیونکہ کفار و منافقین کے ساتھ موالات کسی حال میں جائز نہیں اور عہد سے یہ عہد مراد ہے کہ اس قوم کو اور جو اس قوم سے جا ملے اس کو امن ہے جیسا کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے وقت ہلال بن عویمر اسلمی سے معاہدہ کیا تھا مگر اللہ تعالےٰ نے انکے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ ان میں سکت و ہمت ہی مسلمانوں سے مقابلہ کی نہ رہی اور اللہ نے انکے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھا پھر شان بے نیازی کا مظاہرہ ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَیْکُمْ فَلَقٰتَلُوْکُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْکُمْ فَلَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَکُمْ عَلَیْهِمْ سَبِیْلًا ۝ اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ بیشک تم سے لڑتے تو اگر وہ تم سے کنارہ کشی کریں اور نہ لڑیں اور صلح کی طرح ڈالیں تو اللہ نے تمہیں ان پر کوئی راہ نہ رکھی۔ یعنی پھر ان سے جنگ کی اجازت نہیں۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ حکم آیۂ کریمہ اُقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ سے منسوخ ہو گیا آگے قبیلہ اسد اور قبیلہ بنی غطفان کی ریاکاری اور ظاہر داری کا پول کھولا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْکُمْ وَیَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ کُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَی الْفِتْنَةِ اُرْکِسُوْا فِیْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ یَعْتَزِلُوْکُمْ وَیُلْقُوْۤا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ وَیَکُفُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِکُمْ جَعَلْنَا لَکُمْ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ۝

اب کچھ تم لوگ ایسے پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امان میں رہیں جب کبھی ان کی قوم انہیں فساد کی طرف پھیرے تو اس پر اوندھے گرتے ہیں پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح کی طرف نہ جھکیں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ انہیں قتل کرو اور یہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں صریح اختیار دیا۔

شانِ نزول:۔ مدینہ طیبہ میں قبیلہ اسد اور غطفان کے لوگ ریاکاری سے کلمہ اسلام پڑھتے اور اپنے آپ کو مسلمان بتاتے اور جب ان میں سے کوئی اپنی قوم سے ملتا اور وہ ان سے کہتا کہ تم کس چیز پر ایمان لائے تو وہ لوگ کہتے کہ بندر دں بچھوؤں وغیرہ پر اس انداز بیان سے ان کا مطلب یہ تھا کہ دونوں طرف سے راہ و رسم رہے اور کسی جانب سے انہیں نقصان نہ پہنچے یہ لوگ منافق تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی

اور انہیں منافقین واجب القتل ٹھہرایا گیا۔

بامحاورہ ترجمہ تیرہواں ۱۳ رکوع سورۃ نساء پ ۵

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ
وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ
وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ
يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ
عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ
مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ
وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ
اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ
فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ
مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اور نہیں مسلمانوں کو یہ حق کہ قتل کریں مسلمان کو مگر
غلطی سے اور جو قتل کرے کسی مسلمان کو غلطی سے
تو آزاد کرنا ہے ایک مسلمان مملوک اور خون بہا جو
مقتول کے گھر والوں کو دے مگر یہ کہ وہ معاف کر
دیں تو اگر ہوں اس قوم سے جو تمہارے دشمن ہیں اور
خود مسلمان تو صرف ایک مسلمان مملوک آزاد کرنا ہے
اور اگر ہو اس قوم سے کہ تمہارے ان کے معاہدہ ہے
تو دیت دینا ہے اس کے لوگوں کو اور آزاد کرنا ایک
مملوک مسلمان تو جو اس قابل نہ ہو تو وہ لگاتار دو مہینے
کے روزے رکھے یہ اللہ کے یہاں اس کی توبہ ہے اور
ہے اللہ جاننے والا حکمت والا۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ
جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝

اور جو قتل کرے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر تو اس کا
بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس
پر غضب کیا اور لعنت اور اس کے لیے بڑا عذاب
تیار ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ
اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ
عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ
كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ
عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اے ایمان والو جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کر لو اور نہ
کہو اسے جو تمہیں سلام کرے کہ تو مسلمان نہیں تم
کیا چاہتے ہو دنیا میں مال ملے تو اللہ کے پاس غنیمتیں
بہت ہیں۔ ایسے ہی تم بھی تھے پہلے تو اللہ نے تم
پر احسان کیا تو تحقیق کر لینا ضروری ہے بے شک
اللہ ہے تمہارے عملوں سے خبردار۔

خَبِيْرًا ۝

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

نہیں برابر بیٹھنے والے مومنین سے بلا عذر اور جہاد کرنے والے اپنے جان اور مال سے فضیلت دی اللہ نے مجاہدوں کو جو مال جان سے اٹھنے بیٹھنے والوں پر درجہ کے اعتبار سے اور سب سے بھلائی کا وعدہ ہے اور فضیلت دی مجاہدین کو قاعدین پر بڑے ثواب سے درجے ہیں اس کی طرف سے اور بخشش اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	كَانَ۔ چاہیئے	لِمُؤْمِنٍ۔ مومن کیلئے
اَنْ۔ یہ کہ	يَقْتُلَ۔ قتل	مُؤْمِنًا۔ کرے مومن کو	اِلَّا۔ مگر
خَطَـًٔا۔ غلطی سے	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	قَتَلَ۔ قتل کرے
مُؤْمِنًا۔ مومن	خَطَـًٔا۔ غلطی سے	فَتَحْرِيْرُ۔ تو آزاد کرنا ہے	رَقَبَةٍ۔ غلام
مُّؤْمِنَةٍ۔ مومن کا	وَ۔ اور	دِيَةٌ۔ خونبہا	مُّسَلَّمَةٌ۔ سپرد کرنا
اِلٰى۔ طرف	اَهْلِهٖ۔ مقتول کے گھر والوں کے		اِلَّا۔ مگر
اَنْ۔ یہ کہ	يَّصَّدَّقُوْا۔ وہ معاف کردیں		فَاِنْ۔ پھر اگر
كَانَ۔ ہو وہ	مِنْ قَوْمٍ۔ اس قوم سے	عَدُوٍّ۔ جو دشمن ہے	لَّكُمْ۔ تمہاری
وَ۔ اور	هُوَ۔ وہ	مُؤْمِنٌ۔ مومن ہو	فَتَحْرِيْرُ۔ تو آزاد کرنا ہے
رَقَبَةٍ۔ غلام	مُّؤْمِنَةٍ۔ مومن کا	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر
كَانَ۔ ہو	مِنْ قَوْمٍ۔ ایسی قوم سے	بَيْنَكُمْ۔ کہ تمہارے درمیان	
وَ۔ اور	بَيْنَهُمْ۔ ان کے درمیان	مِّيْثَاقٌ۔ معاہدہ ہے	فَدِيَةٌ۔ تو خونبہا
مُّسَلَّمَةٌ۔ سپرد کیا جائے		اِلٰى۔ طرف	اَهْلِهٖ۔ اس کے وارثوں کے

وَ۔ اور	تَحْرِیْرُ۔ آزاد کرنا	رَقَبَۃٍ۔ ایک غلام	مُّؤْمِنَۃٍ۔ مومن کا
فَمَنْ۔ تو جو	لَّمْ۔ نہ	یَجِدْ۔ طاقت رکھے	فَصِیَامُ۔ تو روزے ہیں
شَھْرَیْنِ۔ دو مہینے کے	مُتَتَابِعَیْنِ۔ متواتر	تَوْبَۃً۔ یہ توبہ ہے	مِّنَ اللّٰہِ۔ اللہ کی طرف سے
وَ۔ اور	کَانَ۔ ہے	اللّٰہُ۔ اللہ	عَلِیْمًا۔ جاننے والا
حَکِیْمًا۔ حکمت والا	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	یَّقْتُلْ۔ قتل کرے
مُؤْمِنًا۔ مومن کو	مُّتَعَمِّدًا۔ جانتے بوجھتے	فَجَزَآؤُہٗ۔ تو اس کا بدلہ	جَھَنَّمُ۔ جہنم ہے
خَالِدًا۔ ہمیشہ رہے	فِیْھَا۔ اس میں	وَ۔ اور	غَضِبَ۔ غضب ہوا
اللّٰہُ۔ اللہ کا	عَلَیْہِ۔ اس پر	وَ۔ اور	لَعَنَہٗ۔ لعنت اسکی
وَ۔ اور	اَعَدَّ۔ تیار کیا	لَہٗ۔ اس کے لیے	عَذَابًا۔ عذاب
عَظِیْمًا۔ بڑا	یٰۤاَیُّھَا۔ اے	الَّذِیْنَ۔ وہ لوگو جو	اٰمَنُوْٓا۔ ایمان لائے ہو
اِذَا۔ جب	ضَرَبْتُمْ۔ تم چلو	فِیْ۔ بیچ	سَبِیْلِ۔ راہ
اللّٰہِ۔ اللہ کے	فَتَبَیَّنُوْا۔ تو تحقیق کرلو	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
تَقُوْلُوْا۔ کہو	لِمَنْ۔ اسکو جو	اَلْقٰٓی۔ ڈالے	اِلَیْکُمُ۔ تمہاری طرف
السَّلٰمَ۔ سلام	لَسْتَ۔ نہیں تو	مُؤْمِنًا۔ مومن	تَبْتَغُوْنَ۔ چاہتے ہو تم
عَرَضَ۔ سامان	الْحَیٰوۃِ۔ زندگی	الدُّنْیَا۔ دنیا کا	فَعِنْدَ۔ تو نزدیک
اللّٰہِ۔ اللہ کے	مَغَانِمُ۔ غنیمتیں ہیں	کَثِیْرَۃٌ۔ بہت	کَذٰلِکَ۔ اسی طرح
کُنْتُمْ۔ تھے تم	مِّنْ قَبْلُ۔ پہلے	فَمَنَّ۔ تو احسان کیا	اللّٰہُ۔ اللہ نے
عَلَیْکُمْ۔ تم پر	فَتَبَیَّنُوْا۔ تو تحقیق کر لیا کرو		اِنَّ۔ بیشک
اللّٰہَ۔ اللہ ہے	کَانَ۔ ہے	بِمَا۔ اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو
خَبِیْرًا۔ خبردار	لَا۔ نہیں	یَسْتَوِی۔ برابر ہیں	الْقٰعِدُوْنَ۔ بیٹھ رہنے
والے	مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں میں سے		غَیْرُ۔ بغیر
اُولِی۔ صاحب	الضَّرَرِ۔ عذر کے	وَ۔ اور	الْمُجٰھِدُوْنَ۔ جہاد کرنے
والے	فِیْ۔ بیچ	سَبِیْلِ۔ راہ	اللّٰہِ۔ اللہ کے
بِاَمْوَالِھِمْ۔ اپنے مالوں سے		وَ۔ اور	اَنْفُسِھِمْ۔ اپنی جانوں سے
فَضَّلَ۔ فضیلت دی	اللّٰہُ۔ اللہ نے	الْمُجٰھِدِیْنَ۔ جہاد کرنے والوں کو	

بِاَمْوَالِهِمْ ۔ اپنے مالوں سے | وَ ۔ اور | اَنْفُسِهِمْ ۔ اپنی جانوں سے | عَلَى ۔ اوپر
الْقٰعِدِيْنَ ۔ بیٹھ رہنے والوں کے | دَرَجَةً ۔ درجہ میں | وَ ۔ اور
كُلًّا ۔ سب سے | وَّعَدَ ۔ وعدہ کیا | اللّٰهُ ۔ اللہ نے | الْحُسْنٰى ۔ بھلائی کا
وَ ۔ اور | فَضَّلَ ۔ فضیلت دی | اللّٰهُ ۔ اللہ نے | الْمُجٰهِدِيْنَ ۔ جہاد کرنے
والوں کو | عَلَى ۔ اوپر | الْقٰعِدِيْنَ ۔ بیٹھ رہنے والوں کے
اَجْرًا ۔ اجر | عَظِيْمًا ۔ زبردست | دَرَجٰتٍ ۔ درجے ہیں | مِّنْهُ ۔ اس سے
وَ ۔ اور | مَغْفِرَةً ۔ بخشش | وَّ ۔ اور | رَحْمَةً ۔ رحمت
وَ ۔ اور | كَانَ ۔ ہے | اللّٰهُ ۔ اللہ | غَفُوْرًا ۔ بخشنے والا
رَّحِيْمًا ۔ مہربان

مختصر تفسیر تیرہواں ۱۳ رکوع سورۃ نساء پ۵

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ اور کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ مسلمان کو قتل کرے مگر قتل خطا اور جو کسی مسلمان کو خطا سے قتل کر دے تو اس پر ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا کہ مقتول کے اہل کے سپرد کرے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔

تَحْرِيْرُ ۔ آزاد کرنا۔ اس کا مادہ حُرٌّ ہے۔

رَقَبَةٍ ۔ گردن۔ یہاں اس سے مراد غلام ہے کیونکہ غلام کی گردن مالک کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

دِيَةٌ ۔ خون بہا۔ وہ مال جو خون کے بدلے مقتول کے وارثوں کو دیا جائے۔

يَصَّدَّقُوْا ۔ معاف کر دیں۔ مقتول کے وارث قاتل کو معاف کر دیں تو یہ ان کی طرف سے صدقہ ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں اس امر کی وضاحت کی گئی کہ مومن کا قتل کافر کی طرح مباح نہیں ہے جیسا کہ اوپر کی آیت میں فَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ فرما کر مشرکین کے لیے مطلق آزادی دے دی گئی۔ تو مسلمان کا قتل بغیر حق کے روا نہیں اور مسلمان کی شان نہیں کہ اس سے کسی مسلمان کا قتل سرزد ہو بجز اس کے کہ وہ قتل خطاء کا مرتکب ہو جائے اور قتل خطا یہی ہے کہ مارنا تھا شکار یا کافر حربی کو اور ہاتھ بہک گیا یا گولی کی زد میں اتفاقاً مسلمان آگیا یا کسی کو حربی سمجھ کر مار دیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مسلمان تھا اس پر ایک مملوک مسلمان آزاد

کرنا اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا ضروری ہے۔

البتہ اگر ورثاء مقتول متفق ہو کر خون بہا معاف کردیں تو معاف ہے۔

تعریف دیت :۔ مقتول کے ورثاء کو قاتل کی طرف سے اتنا مال دینے کو کہتے ہیں جس پر ورثاء مقتول راضی ہوسکیں اور وہ خون بہا مقتول کے متروکہ میں داخل ہوگا۔ اس سے مقتول کا قرضہ بھی ادا کیا جائے گا وصیت بھی پوری کی جائے گی۔

دوسرا حکم آیہ کریمہ میں ہے فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ تو اگر وہ اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ خود مسلمان ہے تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور بس۔

یعنی مقتول اس قوم سے ہو جو مسلمانوں کی دشمن ہے مگر مقتول خود مسلمان ہے تو ایسی صورت میں ایک مملوک مسلمان آزاد کیا جائے گا اور خون بہا نہیں۔ اب تیسری شکل یہ ہے کہ

وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ اور اگر ہو وہ اس قوم سے کہ ان کے تمہارے مابین معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خون بہا سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان مملوک بھی آزاد کرنا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ معاہد ذمی ہوتا ہے اور ذمی کا مال جان مسلمانوں کی حفاظت میں اتنا ہی درجہ رکھتا ہے جیسے ان کا اپنا جان مال۔ تو مقتول ذمی کا وہی حکم ہوگا جو مسلمان کا۔

اب چوتھی شکل فرمائی گئی۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا تو جس میں سکت نہ ہو غلام آزاد کرنے کی تو وہ لگاتار پے درپے دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اللہ کی طرف سے اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ یعنی قاتل ایسا ہے کہ وہ کسی غلام کا مالک نہیں تو وہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے اور ایسے حساب سے رکھے کہ ان میں رمضان کے روزے اور ایام تشریق نہ آجائیں اور مسلسل بعذر یا بلا عذر کسی طرح نہ توڑے اگر کسی مرض یا کسی اور عذر سے روزوں کا سلسلہ منقطع ہوگیا تو یہ کفارہ کے روزے از سر نو رکھنے ضروری ہیں اس میں کوئی عذر مسموع نہیں اس لیے کہ یہ سزا ہے نہ کہ محض عبادت۔

آیہ کریمہ کا شان نزول :۔ عیاش بن ربیعہ مخزومی قبل از ہجرت مکہ معظمہ میں اسلام لاچکے تھے اور گھر والوں کے خوف سے مدینہ طیبہ میں پناہ گزین تھے۔ ان کی والدہ کو ان سے بحد غایت محبت تھی وہ ان کی

جدائی میں بیقرار تھیں۔ انہوں نے اپنے سوتیلے بیٹوں حارث اور ابو جہل سے کہا کہ خدا کی قسم نہ میں سایہ میں بیٹھوں گی نہ کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی جب تک تم عیاش کو میرے پاس نہ لے آؤ۔

وہ دونوں حارث بن زید بن ابی ابیہ کو ساتھ لے کر تلاش میں نکلے جب مدینہ طیبہ پہنچے تو عیاش کو پالیا انہوں نے ان کی والدہ کی بیقراری اور جزع فزع کی کیفیت سنائی اور اللہ تعالے کو درمیان دے کر یہ عہد کیا کہ ہم مذہب کے معاملہ میں تجھ سے کچھ نہ کہیں گے اور عیاش کو مدینہ سے نکال لائے۔ مدینہ سے باہر آکر انہوں نے عیاش کی مشکیں کسیں اور دونوں نے سو سو کوڑے مارے۔

پھر ان کی والدہ کے پاس لائے ماں نے مشکیں کسی دیکھ کر صاف کہا کہ میں تیری مشکیں نہ کھولوں گی جب تک تو اپنا یہ دینِ اسلام ترک نہ کردے اور عیاش کو دھوپ میں ڈلوا دیا۔ عیاش ان مصیبتوں میں مبتلا رہتے رہتے تنگ آ گئے۔ آخر ش ماں کا کہنا مان لیا اور دین اسلام ترک کردیا تو حارث نے عیاش کو ملامت کی اور کہا تو جس دین پر آیا تھا اگر وہ حق تھا تو تو نے حق کیوں چھوڑ دیا اور اگر وہ باطل تھا تو تو نے حماقت سے باطل کی حمایت کی تھی۔

عیاش کو اس طعن سے سخت غصہ آیا اور کہا میں تجھ کو اکیلا پاؤں گا تو خدا کی قسم ضرور قتل کروں گا اس کے بعد عیاش اسلام لائے اور انہوں نے مدینہ طیبہ کی راہ لی۔ اس کے بعد حارث پر بھی آفتاب ہدایت روشن ہوا اور وہ بھی اسلام لا کر ہجرت کرکے حضور کی خدمت میں پہنچ گئے۔ عیاش ان کے پہنچنے کے دن موجود نہ تھے انہیں حارث کے اسلام لانے کی خبر نہ تھی۔

اتفاق سے قباء کے قریب عیاش نے حارث کو دیکھ لیا اور قتل کر دیا۔

لوگوں نے عیاش کو ملامت کی اور کہا تم نے برا کیا وہ تو اسلام لاچکا تھا یہ سن کر عیاش کو بھی بہت افسوس ہوا آخر ش یہ مقدمہ بارگاہ رسالت پناہ میں پیش ہوا عیاش نے صحیح بات عرض کر دی کہ میں حارث کے اسلام سے اصلا بے خبر تھا اس پر قتل عمد اور خطا کے احکام نازل ہوئے۔ اب چھٹا حکم بیان ہوتا ہے۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور لعنت اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار ہے۔

مسلمان کو عمداً قتل کرنا سخت گناہ ہے بلکہ اشد کبیرہ۔ حدیث میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہونا اللہ کے نزدیک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے۔ پھر یہ قتل اگر ایمان کی عداوت سے ہو یا قاتل اس قتل کو حلال جانتا ہو تو یہ کفر ہے۔

خلود کے مشترک المعنی ہونے کی تصریح

اس کا مبدأ اشتقاق خلد ہے راغب اصفہانی کہتے ہیں۔

اَلْخُلُوْدُ هُوَ تَبَرِّی الشَّیْءِ مِنْ اِعْتِرَاضِ الْفَسَادِ وَاِبْقَائِهٖ عَلَی الْحَالَةِ الَّتِیْ هُوَ عَلَیْهَا وَ كُلُّ مَا یَتَبَاطَأُ عَنْهُ التَّغَیُّرُ وَالْفَسَادُ تَصِفُهُ الْعَرَبُ بِالْخُلُوْدِ اِلٰی اَنْ قَالَ وَذٰلِكَ بِطُوْلِ مُكْثِهَا لَا لِدَوَامِ بَقَائِهَا كَمَا قَالَ تَعَالٰی لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا ۔ وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ۔

خُلُود یہ ہے کہ کوئی بگاڑ اور تغیر سے محفوظ رہے اور اپنی اسی حالت پر قائم رہے جس پر وہ تھی اور ہر وہ چیز جو تغیرات اور بگاڑ سے محفوظ ہو اسے عربی لوگ خلود کہتے ہیں یہاں تک کہ راغب نے کہا ہو یہ دیر تک رہنا ہے نہ کہ ہمیشہ رہنا جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا "تاکہ تم ہمیشہ رہو" "یہ لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں بڑی مدت تک رہیں گے۔ اور فرمایا "یہ لوگ آگ میں رہنے والے ہیں وہ اس میں بہت مدت رہیں گے" اور فرمایا اور جو مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے وہ اس میں بڑی مدت رہے" اور فرمایا "اور لیکن وہ تو زمین سے چمٹ کر رہ گیا"

مفردات اور روح المعانی میں سید محمد آلوسی بغدادی فرماتے ہیں۔

جَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا اَیْ مَاكِثًا اِلَی الْاَبَدِ اَوْ مُكْثًا طَوِیْلًا اِلٰی مَشِیْئَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی

اس کا بدلہ جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے یا بہت مدت تک رہنے والا ہے جتنی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ چاہے اور صاحب روح المعانی نے وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ کے ماتحت یہ بھی کہا ہے وَقَدْ رُوِیَ عِكْرِمَةُ وَابْنُ جُرَیْجٍ وَجَمَاعَةٌ اِنَّهُمْ فَسَّرُوْا مُتَعَمِّدًا بِمُسْتَحِلًّا عکرمہ ابن جریج اور ایک جماعت نے متعمدا کی تفسیر مستحلاً سے کی ہے یعنی مومن کے خون کو حلال جانتے ہوئے اسے قتل کرے

تو خلاصہ یہ نکلا کہ خلود مدت دراز کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور قاتل اگر صرف دنیوی عداوت سے مسلمان کو قتل کرے اور اس کے قتل کو مباح نہ جانے جب بھی اس کی جزا مدت دراز کے لیے جہنم ہے تو خلود کا لفظ مدت طویلہ کے معنی میں آتا ہے تو قرآن کریم میں اس کے ساتھ لفظ ابد مذکور نہیں ہوتا اور کفار کے حق میں جہاں خلود بمعنی دوام آیا ہے تو اس کے ساتھ ابد بھی ذکر فرمایا گیا۔

آیہ کریمہ کا **شان نزول**:۔ یہ آیت مقیس بن ضبابہ کے حق میں نازل ہوئی اس کے بھائی قبیلہ بنی نجار نے بحکم حضور صلے اللہ علیہ وسلم دیت ادا کر دی۔ اس کے بعد باغواء شیطان ایک مسلمان کو بے خبری میں قتل کر

دیا۔ یہ فہری تھا اور دیت کے اونٹ لیکر مکہ بھاگ گیا اور مرتد ہو گیا۔ یہ اسلام میں پہلا شخص ہے جو مرتد ہوا ارتداد کے بعد اس نے یہ رباعی کہی ؎

قَتَلْتُ بِهٖ فِهْرًا وَحَمَّلْتُ عَقْلَهٗ ۔ سَرَاةَ بَنِي النَّجَّارِ اَرْبَابَ فَارِعٍ

وَاَدْرَكْتُ ثَارِيْ وَرَجَعْتُ مُوَسَّدًا ۔ وَكُنْتُ اِلَى الْاَوْثَانِ اَوَّلَ رَاجِعٍ

میں نے فہری کو قتل کر دیا اور اسکی دیت بنو نجار کے سرداروں پر ڈال دی جو گھوڑوں والے ہیں اور میں نے اپنے خون کا بدلہ لے لیا اور بڑے آرام سے واپس آ گیا اور میں بتوں کی طرف سب سے پہلا رجوع کرنے والا ہوں۔ (روح المعانی)

چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ عَنْ مُعَاوِيَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ ذَنْبٍ مَرْجُوٌّ عَنِ اللّٰهِ اَنْ يَغْفِرَهٗ اِلَّا لِرَجُلٍ يَمُوْتُ كَافِرًا اَوِ الرَّجُلُ يَقْتُلُ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے سے امید ہے کہ وہ ہر ایک گناہ معاف فرما دے گا سوائے اس آدمی کے جس کی موت کفر پر ہو یا جو کسی مومن آدمی کو جان بوجھ کر قتل کر دے۔

اور خُلُوْد فِی النَّار بمعنی دوام کے قائل معتزلہ ہیں (روح المعانی) آگے ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۚ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

اے ایمان والو جب تم چلو اللہ کی راہ میں (جہاد کو) تو تحقیق کر لو اور جو تمہیں سلام کہے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں تم دنیا کی فراخی کا سامان چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے تو اللہ تعالے نے تم پر احسان کیا تو تم پر تحقیق کرنا لازم ہے بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبردار ہے۔

ضَرَبْتُمْ۔ سفر کرو۔ ضرب کے معانی مارنا اور دوسرے معنی سفر کرنا۔ چلنا کے معنی ہیں

اَلْقٰى۔ کے معانی ڈالنا ہے۔ کوئی بات کہنا۔

عَرَض۔ مال۔ سامان زندگی کی عام ضروریات مراد ہیں۔

مَغَانِمُ۔ غنیمت۔ مفت کا مال ملنا۔

فَتَبَيَّنُوْا۔ تحقیق کر لو۔ چھان بین مراد ہے یعنی جب جہاد کے لیے گھر سے نکلو تو بغیر سوچے سمجھے کوئی

کام ذکر دو جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اس کو نہ سمجھو کہ بہانہ کرتا ہے۔

جو السلام علیکم کہہ کر سامنے آئے اور اسے تم نہیں جانتے کہ یہ مرزائی یا کسی مرتد جماعت کا فرد ہے تو بلا وجہ اسے کافر نہ سمجھو جس میں اسلام کی نشانی پاؤ اس سے ہاتھ روکو اور جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے اس کے قتل میں عجلت نہ کرو۔

ترمذی شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی لشکر روانہ فرماتے تو اسے حکم دیتے کہ اگر تم مسجد دیکھو یا اذان سنو تو وہاں مقاتلہ نہ کرو۔

فقہا نے فرمایا کہ اگر یہودی یا نصرانی یہ کہے کہ میں مومن ہوں اور وہ معلوم ہے کہ یہ یہودی یا نصرانی یا مرزائی ہے تو اسے مومن نہ مانا جائے گا اگرچہ وہ السلام علیکم کہتا رہے حتیٰ کہ اگر وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے جب بھی اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہ کیا جائے گا کیونکہ اس کے عقیدہ میں ایمان ہی وہ ہے جس پر وہ ہے۔

مرزائی اسی وجہ میں تو بے دھڑک کہہ دیتا ہے کہ میں عقیدہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرتا ہوں اس لیے کہ اس کے نزدیک خاتم النبیین مرزا غلام احمد ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو جانے کو بھی اسی وجہ میں تسلیم کرتا ہے کہ اس کے نزدیک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ وہی مرزا غلام احمد ہے۔

اس بنا پر ارباب عقائد نے تصریح کی کہ محض کلمہ پڑھ لینے سے کسی کے مسلمان ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا جب تک وہ اپنے سابقہ دین سے بیزاری کا اظہار اور اس کے باطل ہونے کا اعتراف نہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کفر میں مبتلا ہو خواہ وہ مرزائی ہو یا یہودی یا عیسائی یا رافضی اس کے لیے اس کفر سے بیزاری اور اس کو کفر جاننا ضروری ہے۔ اور

كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ کا مفہوم یہ ہے کہ تم بھی تو پہلے اسی کفر میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا وَعَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اور تمہارا خون اور مال محفوظ ہوا۔

شان نزول:۔ مرداس بن نہیک جو اہل فدک میں سے تھے اور صرف یہی مسلمان ہوئے تھے باقی تمام اہل فدک مسلمان نہ تھے جب ان کی قوم کو خبر ملی کہ لشکر اسلام ان کی طرف آرہا ہے تو تمام اہل فدک تو بھاگ گئے مگر مرداس ٹھہرے رہے جب انہوں نے دور سے لشکر کو دیکھا تو یہ خیال کہ مبادا کوئی غیر مسلم جماعت ہو پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں لے کر چڑھ گئے جب لشکر آیا اور انہوں نے اللہ اکبر کے نعروں کی آوازیں سنیں تو خود بھی تکبیر پڑھتے ہوئے اتر آئے اور کہنے لگے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

السلام علیکم مسلمانوں نے خیال کیا کہ یہ اہل فدک کا آدمی ہے اور فدک والے تو سب کافر ہیں۔ یہ شخص مغالطہ دینے کے لیے اوپری زبان سے ایسا کر رہا ہے چنانچہ اسامہ بن زید نے انہیں قتل کر دیا اور بکریاں لے آئے۔

جب سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے اور تمام ماجرا عرض کیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا اور فرمایا تم نے اس کے سامان کے سبب اسے قتل کر دیا۔ اور صاحب روح المعانی نے اسے یوں بیان کیا ابن جریر سدی سے راوی ہیں۔

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لشکر اسامہ بن زید کی سرکردگی میں بنو ضمرہ کی طرف روانہ فرمایا انہیں ایک آدمی ملا جس کا نام مرداس بن نہیک تھا اس کے پاس کچھ بکریاں اور ایک سرخ اونٹ تھا وہ ایک پہاڑ کی غار میں جا چھپا۔ اسامہ نے اس کا پیچھا کیا۔ مرداس نے غار میں اپنی بکریاں چھوڑیں اور خود چلا آیا اور کہا السلام علیکم۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یقیناً محمد اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔

تو اسامہ نے اس کی بکریوں اور اونٹ کی وجہ سے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اور جب اسامہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تو آپ کی خواہش تھی کہ اس کے متعلق کوئی اچھی خبر سنیں اور ان کے ساتھی ان سے خوش رہیں۔ جب واپس آئے تو آپ نے ان کے متعلق کسی سے نہ پوچھا خود ہی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنے لگے۔ کہ اے اللہ کے رسول بھلا دیکھو تو اسامہ نے کیا کیا کہ ایک آدمی اسے ملا اور اس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی پڑھا اور پھر بھی اسامہ نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو ان کی بات پر دھیان نہ دیا پھر جب زیادہ ہی باتیں ہونے لگیں تو آپ نے اسامہ کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا اے اسامہ تو لا الہ الا اللہ سے کیسے عہدہ برآ ہوگا؟ تو اسامہ نے کہا اے اللہ کے رسول اس نے تو یہ کلمہ اپنے بچاؤ کے لیے پڑھا تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو نے اس کا دل کیوں نہ پھاڑ کر دیکھ لیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی پھر حضرت اسامہ کو حکم ہوا کہ یہ سب بکریاں مقتول کے اہل کو پہنچا دو۔

مفہوم روایت اولیٰ کا بادنیٰ تغیر الفاظ ایک ہے بہر حال سلام علیک کہنے والے کو بلا تحقیق حقیق کافر کہنا صحیح نہیں اس کے علاوہ اور بھی احادیث باختلاف سند صاحب روح المعانی نے نقل فرمائی ہیں مَنْ شَاءَ فَلْیَنْظُرْ۔

اب اس کے بعد ان لوگوں کا فرق جو جہاد فی سبیل اللہ میں گئے اور وہ جو گھروں میں بیٹھے رہے ظاہر کیا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝

برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں فضیلت دی ہے اللہ نے ان مجاہدوں کو جو اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کریں بیٹھنے والوں پر از روئے درجہ اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ کیا اور فضیلت دی اللہ نے جہاد والو کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے اس کی طرف سے درجے اور بخشش اور رحمت ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ۔ جنہیں کوئی عذر نہ ہو۔ غیر کے معنی ہیں سوا۔ ضرر کے معنی ہیں نقصان یعنی وہ لوگ جو ہٹے کٹے لڑنے کے قابل ہوں کوئی عذر نہ ہو۔

اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے کہ بیٹھ رہنے والے اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے برابر نہیں مجاہدین کے لیے بڑے درجے ہیں اور غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ فرما کر یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ جو لوگ بیماری یا پیری و ضعف و کمزوری یا نابینائی یا ہاتھ پاؤں کے ناکارہ ہونے کے عذر کی وجہ میں جہاد پر نہ جائیں وہ فضیلت سے محروم نہ ہوں گے اس لیے کہ انہیں عذر نے روکا ہے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالے نے مجاہدین کے لیے جنت میں سو درجے مہیا فرمائے ہیں ہر درجہ سے دوسرے کا فاصلہ اتنا ہے جتنا زمین و آسمان کا۔

با محاورہ ترجمہ چودہواں رکوع سورۃ نساء پ ۵

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ

وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں۔ اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔ ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کس میں تھے۔ کہتے ہیں ہم زمین پر کمزور تھے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے

فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًاۙ
اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ
وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ
سَبِیْلًاۙ

ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور بری جگہ پلٹنے کی مگر وہ جو
دبا لیے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی
تدبیر بن پڑے نہ کوئی راستہ پائیں

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْؕ وَكَانَ
اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا

تو یہ وہ ہیں کہ قریب ہے اللہ کہ معاف فرمائے اور
اللہ معاف کرنے والا بخشش والا ہے۔

وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی
الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّسَعَةًؕ وَمَنْ
یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ
عَلَى اللّٰهِؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا

اور جو ہجرت کرے اللہ کی راہ میں وہ پائے گا زمین
میں گنجائش بہت اور وسعت اور جو نکلے اپنے گھر
سے ہجرت کرکے اللہ و رسول کے لیے پھر پا
لے اسے موت تو یقیناً واقع ہو گیا اس کا ثواب اللہ
پر اور ہے اللہ بخشش والا مہربان۔

لفظی ترجمہ

اِنَّ۔ بیشک	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جنکو	تَوَفّٰهُمُ۔ فوت کرتے ہیں	الْمَلٰٓئِكَةُ۔ فرشتے
ظَالِمِیْ۔ ظلم کرنے والے	اَنْفُسِهِمْ۔ اپنی جانوں پہ	قَالُوْا۔ کہتے ہیں	فِیْمَ۔ تم کس حال میں
كُنْتُمْ۔ جو تھے	قَالُوْا۔ کہتے ہیں	كُنَّا۔ ہم تھے	مُسْتَضْعَفِیْنَ۔ کمزور
فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	قَالُوْا۔ کہتے ہیں	[illegible] کیا
لَمْ۔ نہیں	تَكُنْ۔ تھی	اَرْضُ۔ زمین	اللّٰهِ۔ اللہ کی
وَاسِعَةً۔ فراخ کشادہ	فَتُهَاجِرُوْا۔ کہ تم ہجرت کر جاتے		فِیْهَا۔ اس میں
فَاُولٰٓئِكَ۔ تو یہ ہیں کہ	مَاْوٰىهُمْ۔ انکا ٹھکانا	جَهَنَّمُ۔ آگ ہے	وَ۔ اور
سَآءَتْ۔ بری ہے	مَصِیْرًا۔ جگہ پھرنے کی	اِلَّا۔ مگر	الْمُسْتَضْعَفِیْنَ۔ وہ جو
کمزور تھے	مِنَ الرِّجَالِ۔ آدمیوں سے	وَ۔ اور	النِّسَآءِ۔ عورتوں سے
وَ۔ اور	الْوِلْدَانِ۔ بچے	لَا۔ جو نہیں	یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ طاقت رکھتے
ہیں کسی	حِیْلَةً۔ حیلہ کی	وَّ۔ اور	لَا۔ نہیں

يَهْتَدُوْنَ۔ پاتے	سَبِيْلًا۔ کوئی راہ	فَاُولٰٓئِكَ۔ تو یہ لوگ ہیں	عَسَى۔ قریب ہے
اللّٰهُ۔ اللہ	اَنْ۔ یہ کہ	يَّعْفُوَ۔ معاف کرے	عَنْهُمْ۔ ان کو
وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	عَفُوًّا۔ معاف کرنے والا
غَفُوْرًا۔ بخشنے والا	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	يُّهَاجِرْ۔ ہجرت کرے
فِيْ۔ بیچ	سَبِيْلِ۔ راہ	اللّٰهِ۔ اللہ کے	يَجِدْ۔ پائے گا
فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	مُرٰغَمًا۔ جگہ	كَثِيْرًا۔ بہت
وَّ۔ اور	سَعَةً۔ فراخی	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو
يَّخْرُجْ۔ نکلے	مِنْ بَيْتِهٖ۔ اپنے گھر سے		مُهَاجِرًا۔ ہجرت کرتا
اِلَى۔ طرف	اللّٰهِ۔ اللہ کی	وَ۔ اور	رَسُوْلِهٖ۔ اسکے رسول کی
ثُمَّ۔ پھر	يُدْرِكْهُ۔ پالے اسکو	الْمَوْتُ۔ موت	فَقَدْ۔ تو بیشک
وَقَعَ۔ واقع ہوا	اَجْرُهٗ۔ اس کا اجر	عَلَى۔ اوپر	اللّٰهِ۔ اللہ کے
وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	غَفُوْرًا۔ بخشنے والا
رَّحِيْمًا۔ مہربان			

مختصر تفسیر چودہواں رکوع سورۃ النساء پ ۵

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ط قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ط فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○ وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں ایسے حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے ان سے کہیں گے (فرشتے) تم کن میں سے تھے۔ کہیں گے ہم زمین میں کمزور تھے کہیں گے فرشتے کیا اللہ تعالے کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو ایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔

شان نزول: یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے کلمۂ اسلام تو زبان سے ادا کیا مگر جس زمانہ میں ہجرت فرض تھی اس وقت ہجرت نہ کی اور جب مشرکین جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے گئے تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہوئے اور کفار کے ساتھ بھی گئے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ

کفار کے ساتھ ہونا اور فرض ہجرت ترک کرنا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے۔ اس آیت سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) جو شخص کسی شہر میں اپنے دین پر قائم نہ رہ سکتا ہو اور اسے یہ اطمینان ہو کہ دوسری جگہ منتقل ہونے سے اپنے فرائض مذہب ادا کر سکے گا اس پر ہجرت واجب ہے۔

حدیث میں ہے جو شخص اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو اگرچہ ایک بالشت بھی کیوں نہ ہو اس کے لیے جنت واجب ہوئی اور بروز قیامت اسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میسر ہوگی۔

(۲) محض کمزوری کا بہانہ شرعاً قابل اعتبار نہیں ہے۔

(۳) بحد مقدور اپنے دین کی صیانت وحمایت ہر مسلمان پر لازم ہے۔

ورنہ ملائکہ اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا کہہ کر اسے جہنم میں پہنچائیں گے۔

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۙ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

مگر وہ جو کمزور ضعیف ہیں مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے نہ راستہ جانیں تو یہ لوگ وہ ہیں جنہیں قریب ہے کہ اللہ معاف کرے اور اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا۔ پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہوگیا اور اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

شان نزول: اس سے پہلی آیت جب نازل ہوئی تو جندع بن ضمیرہ لیثی نے سنا یہ بہت بوڑھے تھے کہنے لگے کہ میں اس حکم سے مستثنیٰ نہوں یا مجھ پر بھی یہ حکم عاید ہوتا ہے میں اگرچہ ضعیف العمر اور کمزور ہوں مگر میرے پاس اتنا مال ہے جس سے میں مدینہ پاک ہجرت کر سکتا ہوں۔ میں قسم بخدا اب مکہ ایک رات نہ ٹھہروں گا۔ مجھے لے چلو چنانچہ انہیں چارپائی پر ڈال کر لے چلے۔ مقام تنعیم میں جب وہ آئے تو ان کا انتقال ہوگیا۔ بوقت انتقال انہوں نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور کہا الٰہی یہ تیرا اور یہ تیرے رسول کا ہاتھ ہے میں اس پر بیعت کرتا ہوں جس پر تیرے رسول نے بیعت کی۔ یہ خبر پاکر صحابہ کرام نے کہا کاش

وہ مدینہ پہنچ جاتے تو ان کا اجر کتنا بڑا ہوتا اور مشرکین ہنسے اور کہنے لگے جس مطلب کے لیے جندع بن ضمیرہ نکلے تھے وہ نہ ملا اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ۙ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝

اس امر کا سمجھ لینا ضروری ہے کہ اللہ تعالے کے وعدے اور اس کے فضل و کرم سے سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن بہ طریق استحقاق کوئی چیز اللہ تعالے پر واجب نہیں اس کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے اس سے بھی چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

۱:۔ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو پورا کرنے سے عاجز ہو جائے اسے اس کا اجر ملے گا۔

۲:۔ طلب علم۔ حج۔ جہاد۔ زیارت۔ طاعت۔ زہد و قناعت۔ رزق حلال کی طلب کے لیے ترک وطن کرنا خدا اور رسول کی طرف ہجرت ہے اس میں اگر وہ پورا کرنے سے قبل موت کے قبضہ میں آجائے تو اسے اجر ضرور ملے گا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے لکھوائی۔ آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی آپ فرما رہے تھے میں لکھ رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نے جو نابینا تھے دربار رسالت پناہ میں عرض کی یا رسول اللہ اگر مجھ میں جہاد کی قوت ہوتی تو حضور میں جہاد میں شریک ہوتا۔ اسی حالت میں وحی نازل ہوئی آپ کی ران مبارک اس قدر وزنی ہو گئی کہ مجھے معلوم ہوا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (خازن)

بامحاورہ ترجمہ پندرھواں رکوع سورۃ نساء پ۵

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں یہ کہ قصر کرو بعض نماز میں اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تمہیں ایذا دیں گے کافر بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن

تَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا ۝

ہیں۔

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضٰى أَن تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْكٰفِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝

اور (اے محبوب!) جب تم ان میں موجود ہو تو نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہیے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں تو جب سجدہ کرلیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری وہ جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی وہ تمہارے ساتھ اقتدا کرے اور چاہیے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لیے رہیں خواہش کرتے ہیں کافر کہ اگر تم غافل ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں سے تو یک لخت وہ تم پر جھک پڑیں یکبارگی اور نہیں گناہ اگر تم مینہ کی تکلیف کے سبب یا کسی بیماری کے باعث اپنے ہتھیار کھول دو اور اپنی حفاظت میں ہشیار رہو بے شک اللہ نے کافروں کے لیے تیار کر رکھا ہے خواری کا عذاب۔

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ ۚ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا ۝

تو جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے تو جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو بے شک نماز مومنین پر فرض ہے وقت کی بندش سے۔

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۖ إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

اور نہ ہمت ہارو کافر قوم کی تلاش میں اگر ہو تم دکھ میں تو وہ بھی دکھ پا رہے ہیں جیسے تم دکھ پا رہے ہو اور تم امیدیں رکھتے ہو اللہ تعالٰی سے وہ جو کافر نہیں رکھتے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	ضَرَبْتُمْ۔ چلو تم	فِی۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے	فَلَیْسَ۔ تو نہیں	عَلَیْکُمْ۔ تم پر	جُنَاحٌ۔ کوئی گناہ
اَنْ۔ اس میں کہ	تَقْصُرُوْا۔ قصر کرو	مِنَ۔ لبعض	الصَّلٰوۃِ۔ نماز میں
اِنْ۔ اگر	خِفْتُمْ۔ تمہیں خوف ہو	اَنْ۔ یہ کہ	یَّفْتِنَکُمُ۔ ایذا دیں گے
الَّذِیْنَ۔ وہ جو	کَفَرُوْا۔ کافر ہیں	اِنَّ۔ بیشک	الْکٰفِرِیْنَ۔ کافر
کَانُوْا۔ ہیں	لَکُمْ۔ تمہارے	عَدُوًّا۔ دشمن	مُّبِیْنًا۔ کھلے
وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	کُنْتَ۔ ہو تم	فِیْھِمْ۔ ان میں
فَاَقَمْتَ۔ تو قائم کرو	لَھُمُ۔ ان میں	الصَّلٰوۃَ۔ نماز	فَلْتَقُمْ۔ تو کھڑی ہو
طَآئِفَۃٌ۔ ایک جماعت	مِّنْھُمْ۔ ان سے	مَّعَکَ۔ تمہارے ساتھ	وَ۔ اور
لِیَاْخُذُوْا۔ ساتھ رکھے	اَسْلِحَتَھُمْ۔ اپنے ہتھیار	فَاِذَا۔ تو جب	سَجَدُوْا۔ سجدہ کرلیں
فَلْیَکُوْنُوْا۔ تو ہو جائیں	مِنْ وَّرَآئِکُمْ۔ تمہارے پیچھے		وَ۔ اور
لْتَاْتِ۔ آ جائے	طَآئِفَۃٌ۔ جماعت	اُخْرٰی۔ دوسری جس نے	لَمْ۔ نہیں
یُصَلُّوْا۔ نماز پڑھی	فَلْیُصَلُّوْا۔ تو نماز پڑھے	مَعَکَ۔ تمہارے ساتھ	وَ۔ اور
لْیَاْخُذُوْا۔ پکڑے رہے	حِذْرَ۔ حفاظت	ھُمْ۔ اپنی	وَ۔ اور
اَسْلِحَتَھُمْ۔ اپنے ہتھیار	وَدَّ۔ چاہتے ہیں	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	کَفَرُوْا۔ کافر ہیں
لَوْ۔ اگر	تَغْفُلُوْنَ۔ غافل ہو تم	عَنْ اَسْلِحَتِکُمْ۔ اپنے ہتھیاروں سے	
وَ۔ اور	اَمْتِعَتِکُمْ۔ اسباب سے	فَیَمِیْلُوْنَ۔ تو لوٹ پڑیں	عَلَیْکُمْ۔ تم پر
مَّیْلَۃً۔ لوٹنا	وَّاحِدَۃً۔ ایکبارگی	وَ۔ اور	لَا۔ نہیں
جُنَاحَ۔ گناہ	عَلَیْکُمْ۔ تم پر	اِنْ۔ اگر	کَانَ۔ ہو
بِکُمْ۔ تم کو	اَذًی۔ تکلیف	مِّنْ مَّطَرٍ۔ بارش کی	اَوْ۔ یا
کُنْتُمْ۔ ہو تم	مَّرْضٰی۔ بیمار	اَنْ۔ یہ کہ	تَضَعُوْا۔ اتار دو
اَسْلِحَتَکُمْ۔ اپنے ہتھیار	وَ۔ اور	خُذُوْا۔ پکڑو	حِذْرَکُمْ۔ اپنی حفاظت

اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰہَ ۔ اللہ نے	اَعَدَّ ۔ تیار کیا	لِلْکٰفِرِیْنَ ۔ کافروں کیلئے
عَذَابًا ۔ عذاب	مُّھِیْنًا ۔ ذلت کا	فَاِذَا ۔ تو جب	قَضَیْتُمُ ۔ پوری کر لو تم
الصَّلٰوۃَ ۔ نماز	فَاذْکُرُوا ۔ تو یاد کرو	اللّٰہَ ۔ اللہ کو	قِیَامًا ۔ کھڑے
وَّ ۔ اور	قُعُوْدًا ۔ بیٹھے	وَّ ۔ اور	عَلٰی ۔ اوپر
جُنُوْبِکُمْ ۔ اپنے پہلوؤں کے	فَاِذَا ۔ تو جب	اطْمَاْنَنْتُمْ ۔ مطمئن ہو جاؤ	فَاَقِیْمُوا ۔ تو قائم کرو
الصَّلٰوۃَ ۔ نماز	اِنَّ ۔ بیشک	الصَّلٰوۃَ ۔ نماز	کَانَتْ ۔ ہے
عَلَی ۔ اوپر	لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۔ مومنوں کے	کِتٰبًا ۔ فرض	مَّوْقُوْتًا ۔ وقت پر
وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	تَھِنُوْا ۔ سستی کرو	فِی ۔ بیچ
ابْتِغَآءِ ۔ ڈھونڈنے	الْقَوْمِ ۔ قوم کفار کے	اِنْ ۔ اگر	تَکُوْنُوْا ۔ ہو تم
تَاْلَمُوْنَ ۔ تکلیف پاتے		فَاِنَّھُمْ ۔ تو وہ بھی	یَاْلَمُوْنَ تکلیف پاتے ہیں
کَمَا ۔ جیسے	تَاْلَمُوْنَ ۔ تم تکلیف پاتے ہو	وَ ۔ اور	تَرْجُوْنَ ۔ امید رکھتے ہو تم
مِنَ اللّٰہِ ۔ اللہ سے	مَا ۔ وہ جو	لَا ۔ نہیں	یَرْجُوْنَ ۔ امید رکھتے وہ
وَ ۔ اور	کَانَ ۔ ہے	اللّٰہُ ۔ اللہ	عَلِیْمًا ۔ جاننے والا
حَکِیْمًا ۔ حکمت والا			

مختصر تفسیر پندرھواں رکوع سورۃ نساء پ ۵

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ ۔ اور جب تم سفر کرو زمین میں تو تم پر گناہ نہیں یہ کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو۔ یعنی چار رکعت والی نمازیں دو رکعت پڑھو۔ تَقْصُرُوْا انتم کم کرو یہ قصر سے ہے اس کے معنی گھٹا دینا۔ چار رکعت کی دو رکعت ادا کرنا ہے۔

اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔ اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۔ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ فتنہ میں ڈال دیں گے کافر بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

اس آیت سے شبہ پیدا ہوتا تھا کہ شاید قصر کی اجازت خوف کفار کے موقع پر ہے۔ چنانچہ یہ شبہ صحابہ کرام کو بھی ہوا۔ یعلی بن امیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم تو امن میں ہیں پھر ہم کیوں قصر کریں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کا مجھے بھی خیال آیا تھا۔ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض

کیا تو حضور نے فرمایا قصر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے تم اس کا صدقہ قبول کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں چار رکعت والی پوری پڑھنا جائز نہیں اس لیے کہ جو قابل تملیک نہیں اس کا صدقہ اسقاط محض ہے۔ اس میں رد کا احتمال نہیں۔

اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔ آیت کے نزول کے وقت سفر عموماً خالی از اندیشہ نہ ہوتے تھے اس لیے اِنْ خِفْتُمْ فرمادیا جو محض بیان حال ہے نہ کہ اِنْ شرطیہ سے قصر ہو۔

یہی وجہ ہے کہ قراءت عبداللہ بن عمر میں اِنْ خِفْتُمْ نہیں۔ علاوہ بریں صحابہ کرام کا تعامل ہمارے لیے صحیح تفسیر آیت ہے۔ تو احادیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ بحالت امن بھی سفروں میں قصر فرماتے تھے اور اگر سفر میں دو کی بجائے چار پڑھی گئیں تو اللہ تعالیٰ کا صدقہ اس میں رد ہوگا اور رد صدقہ معصیت ہے بنا بریں قصر ضروری ہے البتہ سفر کتنی دور جانے میں محقق ہوتا ہے اس کا سمجھ لینا ضروری ہے۔

مدت سفر

جس سفر میں قصر لازم ہے اس کی ادنیٰ مدت تین رات دن کی مسافت ہے جو اونٹ یا پیدل کے متوسط رفتار سے طے کی جاتی ہو اس کی مقدار میں خشکی اور دریا اور پہاڑوں میں مختلف ہوجاتی ہیں تو جو مسافت متوسط رفتار سے چلنے والے تین روز میں طے کرتے ہوں اس کے سفر میں قصر ہوگا۔

مسافر کے جلدی پہنچنے یا دیر سے پہنچنے کا اعتبار نہیں خواہ وہ تین روز کی مسافت تین گھنٹہ میں طے کرے خواہ وہ لاہور سے کراچی ڈھائی گھنٹے میں پہنچے جیسے ہوائی جہاز سے جانے والے جاتے ہیں خواہ کار میں سفر ہو خواہ ریل میں سیکنڈ کلاس میں ہو خواہ فسٹ کلاس بلکہ ایرکنڈیشن میں بہر حال قصر ہوگا البتہ اس کے برعکس اگر ایک روز کا بعد مسافت تین روز یا اس سے زیادہ میں طے کیا جائے تو قصر نہ ہوگا گویا اعتبار مسافت کا ہے نہ کہ مدت کا۔

اس کے بعد اب دوسرا حکم جہاد میں نماز بجماعت اور اس کے طریقہ کا ہے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىٕكُمْ وَلْتَاْتِ طَآىٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْكُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً ؕ

اور جب ہو تم ان میں (اے محبوب) تو نماز میں ان کے لیے امامت کرو تو چاہیئے کہ ان میں سے ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں تو جب وہ سجدہ کرلیں (یعنی ایک رکعت

پڑھ لیں) تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور چاہیئے کہ دوسری جماعت آئے جو اب تک نماز میں شریک نہ تھی اور تمہاری مقتدی بنے اور چاہیئے کہ اپنی پناہ اور ہتھیار لیے رہیں کافر چاہتے ہیں کہ اگر تم ابھی غافل ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے تو وہ ٹوٹ پڑیں تم پر یکبارگی ٹوٹنا۔

جہاد کے اندر جب حضور اپنے اصحاب کے ساتھ ہوں تو جماعت سے نماز پڑھنے کا قاعدہ بتایا گیا جسے صلوٰۃ الخوف کہتے ہیں۔

طَائِفَۃٌ۔ گروہ۔ فوج کا حصہ۔

وَرَاء۔ آگے۔ پیچھے

وَدَّ۔ دوست رکھنا۔ وَدٌّ۔ دوست رکھا وَدٌّ سے محبت کرنا۔ پسند کرنا

اَمْتِعَتِکُمْ۔ اپنے سامان سے مَتَاعٌ کی جمع ہے۔

یَمِیْلُوْنَ۔ ٹوٹ پڑیں۔ میل سے بنا۔ ایک طرف جھکنا

مُھِیْنًا۔ ذلت دینے والا۔ اہانت سے بنا۔ اس کے معنی ذلیل۔ رسوا۔

شانِ نزول:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی جماعت کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں تشریف لائے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مشرکین نے دیکھا کہ آپ نے مع تمام صحابہ کے نماز ظہر بہ جماعت ادا فرمائی تو انہیں افسوس ہوا کہ ایسے موقعہ کو ہاتھ سے کھو بیٹھے ورنہ یکبارگی حملہ کر کے سب کو مار دیتے اور ہتھیار اور سامان پر قبضہ کر لیتے۔ یہ گفتگو آپس میں کر رہے تھے کہ ان کے ساتھیوں سے ایک نے کہا فکر کی بات کیا ہے اب ایک نماز اور آرہی ہے اور وہ نماز ایسی نماز ہے جو مسلمانوں کو اپنے ماں باپ سے زیادہ پیاری ہے یعنی نماز عصر۔ لہٰذا جب مسلمان اس نماز کے لیے کھڑے ہوں تو پوری ہمت اور قوت سے حملہ کر کے انہیں قتل کر دو۔ یہ سن کر سب عصر کی انتظار میں بیٹھ گئے۔

حضرت روح الامین حاضر بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئے اور انہوں نے تمام تجویز سے مطلع کر دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز صلوٰۃ الخوف ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَاِذَا کُنْتَ فِیْھِمْ۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ ایسے حال میں نماز بہ جماعت پڑھائیں تو اپنے مقتدیوں کو دو حصوں میں منقسم کریں ایک حصہ دشمن کے مقابلہ میں ڈٹا رہے اور دوسرا حصہ آپ کی اقتداء میں کھڑا ہو جائے اور پہلی رکعت دو سجدوں تک ادا کر کے پیچھے ہٹ آئیں اب وہ جو دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے تھے آگے آکر دو سجدوں سے ایک رکعت پوری کر لیں۔

پھر فقط امام سلام پھیرے اور پہلی جماعت آگے آکر بغیر قراءت ادا کر کے سلام پھیر دے اور دشمن

کے مقابل چلی جائے تو دوسری جماعت جو دشمن کے مقابل ڈٹی ہوئی ہے وہ آئے اور اسی طرح اپنی رکعت جو باقی رہی تھی قراءت کے ساتھ پوری کر کے سلام پھیر دیں۔

اس لیے کہ پہلی جماعت لاحق کے حکم میں تھی اور لاحق کو بلا قراءت رکعت ثانیہ ادا کرنی تھی۔ اور دوسری جماعت مسبوق ہے اسے پہلی رکعت ادا کرنے میں قراءت کرنی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی طرح صلوۃ الخوف ادا کرنا مروی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام صلوۃ الخوف اسی طرح پڑھتے رہے۔

اب چند مسائل سمجھ لینے ضروری ہیں۔

حِذر سے مراد پناہ ہے اور پناہ میں زرہ خود بکتر وغیرہ ہیں جن سے دشمن کے حملے سے بچا جا سکے ان کا ساتھ رکھنا نماز اور غیر نماز میں بہر حال واجب ہے۔ پھر اسی پر عطف کر کے وَاَسْلِحَتَہُمْ فرمایا گیا یہ مستحب ہے کہ ہتھیار ساتھ رکھے۔ یہ حکم بحالت سفر اگر خوف حائل ہو تو اس کا ہے۔

اور اگر مقیم کو ایسا معاملہ پیش آئے تو اس کے لیے حکم ہے کہ وہ چار رکعت ہی پڑھائے ہر جماعت دو دو رکعت پڑھ کر اسی طرح دشمن کے مقابل رہے جیسے پہلے طریقہ میں ایک ایک رکعت پڑھ کر گئے تھے ہوئے۔ تین رکعت والی نماز میں پہلی جماعت میں دو رکعت ادا کرے اور دوسری میں ایک پھر اسی طرح پوری کرے۔ اس کے بعد اپنے اسلحات سے چاق و چوبند رہنے کا حکم ہے۔

اسلحہ کا قانون اور اس میں بقدر ضرورت کچھ تعلیم دی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ۔

بخاری وغیرہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ یہ آیت عبدالرحمن بن عوف کے حق میں نازل ہوئی جیسا کہ ذکر کیا گیا اور ابو حمزہ اور کلبی ابو صالح سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں محاربہ فرمانے تشریف لے گئے مقابلہ بنی انمار سے تھا۔ اللہ تعالے نے فتح عطا فرمائی اور غنیمت حاصل ہوئی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم مع لشکر کے ایک مقام پر آ ترے وہاں کوئی دشمن نظر نہ آیا اطمینان ہو گیا سب نے اپنے ہتھیار رکھ دیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ہتھیار رکھ لے اور قضاء حاجت کے لیے جنگل میں نکلے کہ آسمان سے بوندا باندی شروع ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگل میں ذرا صحابہ سے علیحدہ ہو کر سایہ میں تشریف فرما تھے کہ غورث بن الحرث المحاربی نے دیکھا اور کہنے لگا قَتَلَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنْ لَّمْ اَقْتُلْهُ۔ اللہ

مجھے ہلاک کرے اگر میں حضور کو قتل نہ کروں۔ اور پہاڑ سے اترا ہاتھ میں تلوار تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا خیال بھی نہ تھا کہ اچانک وہ سر پر تلوار لیے کھڑا نظر آیا اور بولا یَا مُحَمَّدُ مَنْ یَعْصِمُکَ مِنِّی اَلْاٰنَ۔ اے محمد اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت دلیرانہ طور سے فرمایا مجھے میرا رب عزوجل بچائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ غَوْرَثَ بْنَ الْحَارِثِ بِمَا شِئْتَ۔ الٰہی غورث بن حرث سے جس طرح چاہے میرے لیے کفایت فرما۔

تو راوی فرماتے ہیں فَانْکَبَّ عَدُوُّ اللّٰہِ تَعَالٰی لِوَجْھِہٖ تو وہ دشمن خدا اوندھا گرا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اس کی تلوار پکڑ لی اور فرمایا یَا غَوْرَثُ مَنْ یَمْنَعُکَ مِنِّی اَلْاٰنَ اے غورث اب تجھے مجھ سے کون بچانے والا ہے؟

غورث مایوسی میں عرض کرنے لگا لَا اَحَدَ۔ حضور کوئی نہیں بچا سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَتَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

یہ سن کر غورث نے عرض کی یہ تو نہیں مگر میں یہ عہد کرتا ہوں کہ آپ سے کبھی مقابلہ نہ کروں گا اور نہ ہی آپ کے دشمن کی مدد کروں گا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق کریمانہ سے اسے تلوار واپس دے دی۔ غورث یہ خلق کریم دیکھ کر بولا لَاَنْتَ خَیْرٌ مِّنِّیْ بے شک آپ مجھ سے بہتر و افضل ہیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا بے شک ہم البتہ تم لوگوں سے زیادہ ذمہ دار ہیں۔

پھر غورث واپس اپنی قوم میں گیا تو اس کے ساتھیوں نے کہا غورث ہم نے تجھے ان کے سر پر تلوار ہاتھ میں لیے کھڑا دیکھا فَمَا مَنَعَکَ مِنْہُ تو کس چیز نے تجھے ان سے روک دیا۔

غورث بولا اللہ تعالے نے مجھے مع میری تلوار نگونسار کر دیا میں نہیں جانتا کہ کس نے میرے دونوں شانوں کے جھنجھوڑے اور میں منہ کے بل گر گیا اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑھ کر میری تلوار اٹھالی اور تمام حال جو گزرا سنایا تو اس کی جماعت سے بہت سے ایمان لے آئے۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس جنگل سے روانہ ہو کر اپنے اصحاب میں تشریف لائے اور واقعہ سنایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اِنْ کَانَ بِکُمْ اَذًی مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ کُنْتُمْ مَّرْضٰی اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَکُمْ وَخُذُوْا حِذْرَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔ اور تم پر گناہ نہیں اگر مینہ کے سبب تکلیف ہو

یا بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی حفاظت میں دشمن کی گھات سے ہوشیار رہو بے شک اللہ نے کافروں کے لیے عذاب خواری کا تیار کر رکھا ہے۔

یعنی اگرچہ ہتھیار کا پاس رکھنا ضروری ہے لیکن اگر تکلیف کے موقعہ پر کھول کر رکھ لو تو گناہ نہیں۔ مگر دشمن کی گھات سے چوکنا رہنا ضروری ہے۔

شان نزول: سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف زخمی تھے اور انہیں اس حالت میں ہتھیار رکھنا بار تھا ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی تو مورد آیت اگرچہ خاص ہے مگر اس کا حکم عام ہے کہ بحالت عذر ہتھیار کھول کر رکھنے کی اجازت ہے آگے ارشاد ہے جس میں نماز مفروضہ اور ذکر الٰہی کا مطلقاً حکم ہے۔

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ تو جب تم نماز پڑھ چکو یعنی فریضہ مقررہ ادا کر لو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے تو جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت مقررہ پر۔

قَضَیْتُمْ۔ پڑھ چکو۔ قضا کے معنی پورا کرنا ہے
فَاذْکُرُوا اللّٰہَ۔ اللہ کو یاد کرو۔ ذکر کے معنی یاد کے ہیں۔
جُنُوْب۔ جنب کی جمع ہے یعنی پہلو کروٹ پر لیٹے ہوئے۔
مَوْقُوْتًا۔ مقررہ وقت وہ عمل جو وقت کی پابندی سے وابستہ ہو۔

یعنی ذکر الٰہی کی مداومت کا حکم مطلق نافذ ہوا تاکہ مسلمان اللہ کے ذکر سے کسی وقت اور کسی حال میں بھی غافل نہ ہو۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ہر فرض کی ایک حد معین کی مگر ذکر الٰہی کے لیے کوئی حد نہیں بلکہ مطلقاً فرمایا گیا کہ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ۔ اللہ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے کروٹوں پہ لیٹے رات اور دن خشکی اور تری کے اندر، سفر و حضر میں، غنا و فقر کی صورت میں تندرستی و بیماری کی کیفیت میں، پوشیدہ اور ظاہر اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ نماز مفروضہ کے بعد بلا فصل کلمہ پڑھنا جائز ہے، مشائخ کرام میں اسی وجہ سے اس کا معمول ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ ذکر میں تسبیح، تہلیل، تکبیر، ثنا، دعا سب داخل ہیں البتہ نماز مفروضہ موقت ہے لہذا اس کے اوقات کی رعایت لازم ہے۔ (تفسیر احمدی) آگے ارشاد ہے۔

وَلَا تَھِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ اِنْ تَکُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّھُمْ یَاْلَمُوْنَ کَمَا تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ

مِنَ اللّٰہِ مَا لَا یَرْجُوْنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ہ اور کافروں کی تلاش میں سستی نہ کرو اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے جیسا کہ تمہیں دکھ پہنچتا ہے اور تم اللہ سے امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

شان نزول: یہ آیۂ کریمہ بدر صغریٰ کی طرف جانے میں سستی کرنے والوں کے حق میں نازل ہوئی۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یوم احد میں ابی سفیان کے تعاقب پر جانے والوں کے حق میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ابو سفیان اور اس کے لشکر کے تعاقب میں حمراء الاسد کی طرف جانے والوں کے حق میں نازل ہوئی اس کے راوی حضرت عکرمہ ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ احد کی جنگ سے جب ابو سفیان اور ان کے ساتھی واپس ہوئے تو حضور نے ان صحابہ کو جو احد میں حاضر ہوئے تھے مشرکین کے تعاقب میں جانے کا حکم دیا۔ اصحاب زخمی تھے انہوں نے اپنے زخموں کی شکایت کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور کَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا میں اس امر کی وضاحت ہے کہ اللہ تعالٰی ہی تمہارے مصالح اور اعمال جانتا ہے جو کچھ تم علانیہ کرتے ہو یا پوشیدہ لہٰذا تمہیں چاہیئے کہ امتثال امر کرتے رہو اس میں تمہارے حق میں عواقب حمیدہ ہیں اور اسی سے تم فائز الی المطلوب ہوگے (روح المعانی)

با محاورہ ترجمہ سولھواں رکوع سُوْرَۃُ النِّسَاء پ ۵

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىکَ اللّٰہُ ط وَلَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا ہ	بے شک ہم نے نازل کی تمہاری طرف (اے محبوب) کتاب سچائی والی کہ تم فیصلہ کرو لوگوں میں وہ جو تم کو اللہ دکھائے اور نہ ہو خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑنے والے۔
وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ہ	اور اللہ سے بخشش چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا ہ	اور نہ جھگڑو ان کی طرف سے جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈال چکے بے شک اللہ پسند نہیں کرتا اسے جو خائن سیہ کار ہے۔

يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝

چھپاتے ہیں لوگوں سے اور نہیں چھپا سکتے اللہ سے اور وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ ان میں سوچتے ہیں وہ بات جس میں اللہ راضی نہیں اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہیں۔

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝

خبردار یہ جو تم جھگڑتے ہو ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں تو کون جھگڑے اللہ سے ان کی طرف سے قیامت کے دن یا کون ہوگا ان کا وکیل۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اور جو عمل کرے برا یا ظلم کرے اپنی جان پر پھر بخشش چاہے اللہ سے، تو پالے گا اللہ کو بخشنے والا اور مہربان۔

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اور جو کرے گناہ تو اس کی کرنی اس کی جان پر ہے اور اللہ ہے جاننے والا حکمت والا۔

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝

اور جو کرے خطا یا گناہ پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے تو اس نے یقیناً اٹھایا بہتان اور کھلا گناہ۔

لفظی ترجمہ

اِنَّا ۔ بیشک ہم نے	اَنْزَلْنَا ۔ اتارا	اِلَيْكَ ۔ تیری طرف	اَلْكِتٰبَ ۔ کتاب کو
بِالْحَقِّ ۔ حق کے ساتھ	لِتَحْكُمَ ۔ تاکہ تو فیصلہ کرے	بَيْنَ ۔ درمیان	النَّاسِ ۔ لوگوں کے
بِمَا ۔ جو	اَرٰىكَ ۔ تمہیں دکھایا	اللّٰهُ ۔ اللہ نے	وَ ۔ اور
لَا ۔ نہ	تَكُنْ ۔ ہو تو	لِلْخَآئِنِيْنَ ۔ خائنوں کیلئے	خَصِيْمًا ۔ جھگڑنے والا
وَ ۔ اور	اسْتَغْفِرِ ۔ بخشش مانگو	اللّٰهَ ۔ اللہ سے	اِنَّ ۔ بیشک
اللّٰهَ ۔ اللہ	كَانَ ۔ ہے	غَفُوْرًا ۔ بخشنے والا	رَّحِيْمًا ۔ مہربان
وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	تُجَادِلْ ۔ جھگڑو	عَنِ الَّذِيْنَ ۔ ان سے جو

يَخْتَانُوْنَ۔ خیانت کرتے ہیں		اَنْفُسَهُمْ۔ اپنی جانوں سے	
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	لَا۔ نہیں	يُحِبُّ۔ پسند کرتا
مَنْ۔ اسے جو	كَانَ۔ ہو	خَوَّانًا۔ خائن	اَثِيْمًا۔ سیہ کار
يَسْتَخْفُوْنَ۔ چھپاتے ہیں	مِنَ النَّاسِ۔ لوگوں سے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
يَسْتَخْفُوْنَ۔ چھپاسکتے	مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے	وَ۔ اور	هُوَ۔ وہ
مَعَهُمْ۔ انکے ساتھ ہے	اِذْ۔ جب	يُبَيِّتُوْنَ۔ دل میں بات سوچتے ہیں	
مَا۔ جو	لَا۔ نہیں	يَرْضٰى۔ پسند کرتا	مِنَ الْقَوْلِ۔ ان کی اس
بات کو	وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ
بِمَا۔ اس سے جو	يَعْمَلُوْنَ۔ کرتے ہیں	مُحِيْطًا۔ گھیرنے والا	هٰاَنْتُمْ۔ خبردار تم
هٰؤُلَآءِ۔ وہ لوگ ہو	جٰدَلْتُمْ۔ کہ جھگڑتے ہو	عَنْهُمْ۔ ان سے	فِي۔ بیچ
الْحَيٰوةِ۔ زندگی	الدُّنْيَا۔ دنیا کے	فَمَنْ۔ تو کون	يُّجَادِلُ۔ جھگڑے گا
اللّٰهَ۔ اللہ سے	عَنْهُمْ۔ انکے متعلق	يَوْمَ۔ دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے
اَمْ۔ یا	مَّنْ۔ کون	يَّكُوْنُ۔ ہوگا	عَلَيْهِمْ۔ ان پر
وَكِيْلًا۔ وکیل	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	يَّعْمَلْ۔ عمل کرے
سُوْٓءًا۔ برے	اَوْ۔ یا	يَظْلِمْ۔ ظلم کرے	نَفْسَهٗ۔ اپنی جان پر
ثُمَّ۔ پھر	يَسْتَغْفِرِ۔ بخشش مانگے	اللّٰهَ۔ اللہ سے تو	يَجِدِ۔ پائے گا
اللّٰهَ۔ اللہ کو	غَفُوْرًا۔ بخشنے والا	رَّحِيْمًا۔ مہربان	وَ۔ اور
مَنْ۔ جو	يَّكْسِبْ۔ کمائے	اِثْمًا۔ گناہ	فَاِنَّمَا۔ تو اسکے سوا نہیں کہ
يَكْسِبُهٗ۔ کرتا ہے	عَلٰى۔ اوپر	نَفْسِهٖ۔ اپنی جان کے	وَ۔ اور
كَانَ۔ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	عَلِيْمًا۔ جاننے والا	حَكِيْمًا۔ حکمت والا
وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	يَّكْسِبْ۔ کرے	خَطِيْٓئَةً۔ گناہ
اَوْ۔ یا	اِثْمًا۔ غلطی	ثُمَّ۔ پھر	يَرْمِ۔ تھوپ دے
بِهٖ۔ اسے کسی پر	بَرِيْٓئًا۔ اپنی برات کیلئے	فَقَدِ۔ تو بے شک	احْتَمَلَ۔ اٹھایا اس نے
بُهْتَانًا۔ بہتان	وَّ۔ اور	اِثْمًا۔ گناہ	مُّبِيْنًا۔ کھلا ہوا۔

مختصر تفسیر پندرھواں رکوع سورۃ نساء پ ۵

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآىٕنِیْنَ خَصِیْمًا ۙ وَّ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۚ بے شک ہم نے نازل فرمائی اے محبوب سچی کتاب تمہاری طرف کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح اللہ تمہیں دکھائے اور دغا والوں کی طرف سے نہ جھگڑو اور اللہ سے معافی چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لِتَحْكُمَ ۔ تو فیصلہ کرے۔

اَرٰىكَ ۔ تجھے سمجھائے۔ اِرَاءَة سے بنا اس کے معنی دکھانے کے ہیں۔

خَصِیْمًا ۔ جھگڑا کرنے والا۔

شان نزول ۔ قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص طعمہ بن ابیرق نے اپنے ہمسایہ قتادہ بن نعمان کی زرہ چرا لی اور اسے آٹے کی بوری میں رکھ کر زید بن سمین یہودی کے یہاں چھپا دی جب زرہ کی تلاش کی گئی تو طعمہ پر شبہ کیا گیا وہ انکاری ہو گیا حتی کہ اس نے قسم کھالی۔ بوری ایک طرف سے پھٹی ہوئی تھی جب طعمہ ابن سمین یہودی کے یہاں لے جا رہا تھا تو اس پھٹے ہوئے حصہ سے آٹا گرتا گیا جو ابن سمین یہودی کے گھر تک پہنچا تھا اس سے کھوج لے کر ابن سمین یہودی کے گھر پہنچ ڈالا گیا وہاں بوری میں زرہ بھی مل گئی یہودی نے کہا کہ یہ بوری طعمہ لایا اور میرے یہاں رکھ گیا۔

یہودی کی جماعت نے اس امر کی شہادت دی ادھر طعمہ کی قوم بنی ظفر نے یہ عزم کر لیا کہ یہودی کو چور ثابت کرنے کے لیے قسم بھی کھالی جائے تو مضائقہ نہیں تاکہ ہماری قوم [illegible] سمجھ بیٹھے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اللہ طعمہ کو بری کر دیں گے اور یہودی [illegible] نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے طعمہ کے مطابق اور یہودی کے خلاف [illegible] دیکھنے والوں کو بھی یہی [illegible] بھی حرکت کی گئی۔

کیونکہ یہودی بظاہر ملزم بن چکا تھا اس کے گھر سے مال برآمد ہو چکا تھا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں طعمہ اور اس کے ساتھیوں کی تکذیب کی گئی اور یہودی اور اس کے گواہوں کی تصدیق فرمائی گئی چنانچہ بارگاہ رسالت پناہ سے طعمہ کے ہاتھ کٹنے کا حکم ہوا گیا طعمہ یہ فیصلہ سن کر مرتد ہو گیا منافق تو پہلے ہی تھا مکہ معظمہ جا کر کفار سے مل گیا۔ کفار نے بڑی عزت سے اس کو رکھا۔

ایک روز وہاں بھی چوری کی غرض سے نقب لگا رہا تھا کہ ایک پتھر دیوار سے سر میں لگا چیخا گھر والوں نے اس کو وہاں سے بھی نکال دیا۔ وہاں سے یہ ایک قافلہ میں شامل ہو گیا۔ رات کے وقت اسی قافلہ کے مسافروں کی چوری کرنے لگا۔ قافلے والوں نے اس کو مار مار کر ہلاک کر دیا (خازن)

بِمَا اَرٰىكَ اللّٰهُ میں اس امر کو ظاہر فرمایا کہ واقعہ کی حقیقت اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر حقیقت کو ظاہر فرما دیتا ہے اور اس واقعہ کا علم عطا فرما کر مطلع کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ علم یقینی کو قوت ظہور کی وجہ سے رویت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی ہرگز یہ نہ کہے کہ جو اللہ نے مجھے دکھایا اس پر میں نے فیصلہ کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ منصب خاص صرف اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا آپ کی رائے مبارک ہمیشہ صواب ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حقائق و حوادث آپ کے پیش نظر کر دیے ہیں اور دوسرے لوگوں کی رائے یا ممکنات ظنیات کا مرتبہ رکھتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کسی ولی کے کشف پر شرعی فیصلہ موقوف نہیں مگر نبی کا خواب بھی وحی یا در رویت ہے تو رویت ہی ہے اس پر شرعی احکام کا نفاذ کرنا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔ صاحب روح المعانی نے اس پر دوسری روایت نقل کی ہے جو بخوف طوالت نقل نہیں کی گئی:

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝ يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝ اور ان کی طرف سے نہ جھگڑو جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں بیشک اللہ نہیں چاہتا کسی ایسے کو جو بڑا دغاباز گنہگار ہو۔ آدمیوں سے چھپاتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپا سکتے اور اللہ ان کے پاس ہے جب وہ دل میں بات سوچتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے:

اس آیت کریمہ میں گناہوں کے مرتکب ہو کر پردہ پوشی کرنے والوں اور لوگوں سے دغا بازی کرنے والوں کو زجر و توبیخ ہے اور لوگوں سے چھپانا یعنی حیا کرنا اگر یہ باعث چھپانا تو ممکن ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے وہ کیونکر چھپ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سب حال جانتا ہے اس سے ان کا کوئی راز چھپ نہیں سکتا جیسا کہ طعمہ کے بارے میں جھوٹی قسم کھا کر طرفداری کرنے والوں نے کیا اور پھر فرمایا:

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ سنو یہ جو تم ہو دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے جھگڑو تو کون جھگڑے گا

اللہ سے قیامت کے دن کیا کوئی ہے جو ان کا وکیل ہو۔

اس آیت میں بھی ایسے لوگوں کو زجر کیا گیا۔ آگے فرمایا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ اور جو عمل کرے برا اپنی جان پہ ظلم کرے پھر اللہ سے معافی مانگے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا اور جو گناہ کرے تو اس کی کرنی اسی کی جان پر وبال ہوگی اور اللہ علم و حکمت والا ہے اور جو خطا یا گناہ کرے پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے یقیناً بہتان اور کھلا گناہ کیا۔

اس میں اول یہ واضح کیا کہ گنہگار اگر توبہ کرے تو اللہ معاف فرما دے گا۔

دوسرے یہ فرمایا کہ کسی کو کسی کے گناہ پہ عذاب نہیں کیا جاتا صغیرہ ہو یا کبیرہ۔

تیسرے یہ بتایا کہ اپنی سیہ کاری کسی پر تھوپ دینا کمینہ حرکت ہے یہ گناہ پہ دوسرا گناہ ہے اللہ تعالٰے کے یہاں سے دوہری سزا ملے گی۔

با محاورہ ترجمہ سولہواں رکوع سورۃ نساء پ۵

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

اور اگر اے محبوب! نہ ہوتا فضل الٰہی تم پر اور رحمت تو ان میں سے کچھ لوگ یہ چاہتے کہ تمہیں دھوکا دے دیں اور وہ خود ہو کر دیں گے [illegible] تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اتارا ہے اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اور تمہیں سکھایا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور ہے فضل الٰہی تم پر بہت بڑا۔

ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں مصالحت کرنے کا اور جو ایسا کرے اللہ کی رضا جوئی کے لیے اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝

اور جو خلاف کرے رسول کا بعد اس کے کہ حق کھل گیا اور پیروی کرے مومنین کی راہ سے جدا تو ہم اسے ایسی گمراہی پر چھوڑ دیں گے اور پہنچائیں گے اسے جہنم میں اور بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر	لَا۔ نہ ہوتا	فَضْلُ۔ فضل
اللّٰہِ۔ اللہ کا	عَلَیْکَ۔ تجھ پر	وَ۔ اور	رَحْمَتُہٗ۔ اسکی رحمت
لَھَمَّتْ۔ تو آمادہ ہوتا	طَّآئِفَۃٌ۔ ایک گروہ	مِّنْھُمْ۔ ان سے	اَنْ۔ اس پر کہ
یُّضِلُّوْ۔ دھوکہ دے	کَ۔ تمہیں	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
یُضِلُّوْنَ۔ دھوکہ دیتا	اِلَّا۔ مگر	اَنْفُسَھُمْ۔ اپنی جان کو	وَ۔ اور
مَا۔ نہ	یَضُرُّوْنَکَ۔ نقصان پہنچا سکتا تمہیں		مِنْ شَیْءٍ۔ کچھ
وَ۔ اور	اَنْزَلَ۔ نازل کیا	اللّٰہُ۔ اللہ نے	عَلَیْکَ۔ تجھ پر
الْکِتٰبَ۔ کتاب	وَ۔ اور	الْحِکْمَۃَ۔ حکمت	وَ۔ اور
عَلَّمَکَ۔ سکھایا تمہیں	مَا۔ جو	لَمْ۔ نہ	تَکُنْ۔ تھا تو
تَعْلَمُ۔ جانتا	وَ۔ اور	کَانَ۔ ہے	فَضْلُ۔ فضل
اللّٰہِ۔ اللہ کا	عَلَیْکَ۔ تم پر	عَظِیْمًا۔ زبردست	لَا۔ نہیں
خَیْرَ۔ بھلائی	فِیْ۔ بیچ	کَثِیْرٍ۔ بہت سے	مِّنْ نَّجْوٰىھُمْ۔ انکے مشوروں
کے	اِلَّا۔ مگر	مَنْ۔ جو	اَمَرَ۔ حکم کرے
بِصَدَقَۃٍ۔ صدقے کا	اَوْ۔ یا	مَعْرُوْفٍ۔ اچھی بات کا	اَوْ۔ یا
اِصْلَاحٍ۔ مصالحت کا	بَیْنَ۔ درمیان	النَّاسِ۔ لوگوں کے	وَ۔ اور
مَنْ۔ جو	یَّفْعَلْ۔ کرے	ذٰلِکَ۔ ایسا	ابْتِغَآءَ۔ چاہتا ہوا
مَرْضَاتِ۔ رضامندی	اللّٰہِ۔ اللہ کی	فَسَوْفَ۔ تو جلدی	نُؤْتِیْہِ۔ دینگے ہم اسکو
اَجْرًا۔ اجر	عَظِیْمًا۔ زبردست	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو

يُشَاقِقِ۔ خلاف کرے	الرَّسُوْلَ۔ رسول کا	مِنْ۔ اس کے	بَعْدِ۔ بعد
مَا۔ جو	تَبَيَّنَ۔ ظاہر ہوا	لَهُ۔ اس کے لیے	الْهُدٰى۔ ہدایت
وَ۔ اور	يَتَّبِعْ۔ پیچھے لگے	غَيْرَ۔ غیر	سَبِيْلِ۔ راستے
الْمُؤْمِنِيْنَ۔ مومنوں کے	نُوَلِّهٖ۔ تو چھوڑ دینگے ہم	مَا۔ اس پر	تَوَلّٰى۔ جس پر وہ گیا
وَ۔ اور	نُصْلِهٖ۔ پہنچائیں گے	جَهَنَّمَ۔ جہنم میں	وَ۔ اور
سَآءَتْ۔ بری ہے	مَصِيْرًا۔ لوٹنے کی جگہ		

مختصر تفسیر سولہواں رکوع سورۃ نساء پ۵

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ط اور اگر نہ ہوتا اے محبوب! اللہ کا فضل تم پر اور رحمت تو ان میں سے کچھ لوگ یہ چاہتے کہ تمہیں دھوکہ دیدیں اور نہیں دھوکہ دے سکتے مگر اپنی جانوں کو اور نہیں نقصان پہنچا سکتے تمہیں کچھ بھی۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ خطاب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

فَضْل۔ اصطلاح میں وہ عطیہ ہے جو استحقاق سے زیادہ دیا جائے۔

رَحْمَة۔ وہ ہے جو بغیر استحقاق کے دیا جائے۔

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ کی تفسیر میں ایک قول تو یہ ہے کہ بِاِعْلَامِكَ بِمَا هُمْ عَلَيْهِ بِالْوَحْيِ وَيُنَبِّئُكَ بِالْحَقِّ۔ اللہ کا فضل یہ ہے کہ وحی کے ذریعہ تمام حالات کا علم ملا اور اعانت حق کے ساتھ ہر بات سے تنبیہ کر دیا گیا۔

دوسرا قول یہ ہے لَوْلَا فَضْلُهٗ بِالنُّبُوَّةِ وَرَحْمَتُهٗ بِالْعِصْمَةِ فضل سے مراد نبوت ہے اور رحمت عصمت الٰہی ہیں حضور کو لینا ہے۔

ایک قول یہ ہے لَوْلَا فَضْلُهٗ بِالنُّبُوَّةِ وَرَحْمَتُهٗ بِالْوَحْيِ۔ فضل الٰہی عطاء نبوت اور رحمت نزول وحی ہے

ایک قول یہ ہے اَلْمُرَادُ لَوْلَا حِفْظُهٗ لَكَ وَحِرَاسَتُهٗ اِيَّاكَ اگر اللہ اپنی حفاظت نہ فرماتا۔ اللہ آپ کی نگرانی خود نہ کرتا تو

لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ۔ ہَمَّتْ کا لفظ ہَمّ سے بنا یعنی بہکا دینا۔ دھوکہ دینا۔ اگر آپ پر اللہ کا فضل و

رحمت نہ ہوتی تو یہ لوگ آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے

شان نزول: میں هَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ سے مراد اسیر بن عروہ اور اس کی جماعت ہے۔ ایک واقعہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ثقیف کے چند شرپسند دربار رسالت میں حاضر آئے اور کہنے لگے يَا مُحَمَّدُ قَدْ جِئْنٰكَ نُبَايِعُكَ عَلٰى اَنْ لَّا نَكْسِرَ اَصْنَامَنَا بِاَيْدِيْنَا وَعَلٰى اَنْ نَّتَمَتَّعَ بِالْعُزّٰى سَنَةً فَلَمْ يُجِبْهُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَصَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ ذٰلِكَ فَنَزَلَتْ۔ ثقیف کے لوگ آئے اور عرض کی کہ اے محمد ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں اس شرط پر کہ اپنے بتوں کو اپنے ہاتھ سے ہم نہ توڑیں گے اور ایک سال عزیٰ سے متمتع رہیں گے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ جواب نہ دیا اللہ نے انکی اس چال سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی عصمت میں لے لیا اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ابو مسلم کہتے ہیں کہ اس سے مراد منافقین کی جماعت ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے تیاری کر رہی تھی تو اللہ تعالے نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔

اور اَنْ يُّضِلُّوْكَ سے مراد قضاء حق سے روکنا یا اتباع مَا جَاءَ فِي الْاَمْرِ میں قاصر ہونا ہے تو فضل اور رحمت الٰہی کی وجہ سے حضور اس سے محفوظ و مصئون رہے (روح المعانی)

یہی وجہ ہے کہ عقیدہ اہل سنت میں تمام انبیاء و ملائکہ معصوم ہیں پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تو بہ طریق اولے معصوم و مصئون ہوئی اس لیے کہ حضور تو سید الکل فی الکل ہادی سبل ہیں امام الانبیاءؑ ہیں۔ سید الاصفیاء ہیں۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ اور نازل کی اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اور سکھا دیا آپ کو وہ سب کچھ جو آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

کتاب و حکمت سے مراد قرآن کریم جو جامع ہے دونوں عنوان کی یعنی تعلیم شرعیہ اور سنت سنیہ اور عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کی تفسیر یہ ہے کہ اَيِ الَّذِيْ لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُهٗ مِنْ خَفِيَّاتِ الْاُمُوْرِ وَضَمَائِرِ الصُّدُوْرِ۔ یعنی وہ سب چیز حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو سکھا دی گئیں جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نہ جانتے تھے۔ مخفی امور اور دلوں میں محفوظ چیزیں اور اس کی وجہ سے اللہ تعالے نے کید کائدین کا حضور کے ذریعہ ابطال کرایا۔

اور امور دین احکام شرع اور خیر و شر تا قیامت بھی حضور پر روشن ہیں۔ ضحاک فرماتے ہیں اَيْ اَخْبَارَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ۔ اخبار اولین و آخرین بھی حضور پر منکشف ہیں (روح المعانی)

اس آیت کریمہ میں واضح کیا گیا کہ اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے اور کتاب وحکمت کے اسرار وحقائق پہ مطلع کیا اور یہ فرمایا وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ اللہ کا زبردست فضل ہے جو حضور کے ساتھ مختص ہے آگے ارشاد ہے۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ ان کے اکثر مشوروں کے اندر بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں مصالحت کا اور جو کرے ایسا اللہ کی رضا جوئی میں اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

لَا۔ نفی جنس ہے جس نے خیر کی مطلقاً نفی کر دی۔

خَیْرٌ۔ سے مراد دین و دنیا کا ثواب ہے۔

نَجْوٰی۔ مشورہ کرنے والی جماعت کو بھی کہا جاتا ہے۔

عربی محاورہ میں نجوٰی مصدر ہے اور یہ واحد اور جمع پہ یکساں بولا جاتا ہے فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً۔ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ۔ سوا اس کے نہیں کہ وہ کثیر شیطان کی طرف سے ہے۔ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ۔ مفردات راغب۔ روح المعانی فرماتے ہیں مَا يَتَفَرَّدُ بِهِ الْجَمَاعَةُ اَوِ الْاِثْنَانِ سِرًّا كَانَ اَوْ ظَاهِرًا۔ نجوٰی وہ بات ہے جس میں بڑی یا چھوٹی علیحدہ ہو کر مشورہ کرے۔

تو خلاصہ نجوٰی یہ نکلا کہ ایک دوسرے میں مشورہ کرنے والا یا دو چار میں مشورہ کرنا اس میں ان لوگوں میں بھلائی نہیں جو حضور کے خلاف مشورہ کریں مگر جو صدقہ دینے والے یا اچھی بات کہنے یا لوگوں میں مصالحت کرانے اور دفع ضرر کے لیے کریں وہ مبارک ہے (روح المعانی) اور جو ایسا کرے اور اس میں رضا جوئی حق مقصود ہو تو اسے اس کا بڑا ثواب ملے گا۔

اس کے آگے حضور کی مخالفت کرنے والوں کا انجام بیان ہو رہا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔ اور جو اللہ کے رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا ہو اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پہ چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم میں پہنچائیں گے اور بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

يُشَاقِقْ۔ مخالفت کرے اس کا مصدر مُشَاقَّة ہے جو شق سے بنا ہے شق کے معنی جانب اور پہلو ہیں جس جانب رسول اکرم ہیں اس کے خلاف جانب چلے۔

نُوَلِّہٖ۔ ہم اس کو چلنے دیں گے اس کا مصدر تولیت ہے جس کے معنی والی بنانا۔ یہاں اختیار دینے کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس شخص کی سزا کا اعلان ہے جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل نہ کرے مخالفت کرے حالانکہ صداقت واضح ہو گئی۔ لیکن انہوں نے حکم کے خلاف کیا اور اپنا راستہ علیحدہ بنا لیا ایسے شخص کے لیے فیصلہ یہ ہے کہ وہ دنیا میں جو چاہے راستہ اختیار کرے ایک دن ضرور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جو بہت بری جگہ ہے۔ مشرکوں کا راستہ اختیار کرنے والوں کی سزا بیان کی گئی ہے۔

اس آیۃ میں امت کا حجت ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اجماع کو حجت قرار دیتے ہیں۔

مزنی راوی ہیں کہ میں امام شافعی کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آئے۔ صوف کا لباس ملبوس کیے ہوئے اور ہاتھ میں ان کے عصا تھا۔ وہ امام صاحب کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے اور سوال کیا کہ دین الٰہی کے لیے کیا کیا حجت ہیں امام صاحب نے فرمایا کِتَابُ اللّٰہِ۔ اللہ کی کتاب وہ بولے وَمَاذَا؟ اور کیا ہے تو فرمایا سُنَّۃُ نَبِیِّہٖ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور کی حدیث۔

تو وہ بولے اور کیا ہے تو امام صاحب نے فرمایا اِتِّفَاقُ الْاُمَّۃِ تو انہوں نے پوچھا مِنْ اَیْنَ ھُوَ الْاَخِیْرُ اَھُوَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ۔ یہ کہاں سے آپ نے لیا کیا یہ قرآن پاک میں ہے تو امام صاحب نے کچھ سکوت فرمایا تو وہ صاحب الصوف بولے میں دن رات کی مہلت دیتا ہوں۔ اس میں آپ آیت پیش کر سکیں تو فبہا۔

تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک دن اپنے گھر میں گوشۂ تنہائی میں بیٹھ گئے تیسرے روز ظہر اور عصر کے مابین باہر تشریف لائے دیکھا آپ کے چہرہ اقدس کا رنگ بدل گیا تھا۔

کہ حسب وعدہ وہ شیخ بھی آ گئے اور بیٹھتے ہی بولے حَاجَتِیْ۔ میرا مقصد حل کیجیے امام صاحب نے فرمایا نَعَمْ۔ ہاں اور اَعُوْذُ وَ بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ہ

آیۂ کریمہ سن کر وہ شیخ بولے صَدَقْتَ وَقَامَ وَذَھَبَ۔ آپ نے سچ کہا اور کھڑے ہوئے اور چلے گئے۔ اس کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قَرَأْتُ الْقُرْاٰنَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حَتّٰی ظَفِرْتُ بِھَا۔ میں نے ہر دن میں تین بار اور رات میں تین بار تین دن قرآن پاک

کی تلاوت کی تو اللہ نے فتحیاب کیا۔

بامحاورہ ترجمہ سترہواں رکوع سورۃ النساء پ۵

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ○

بے شک اللہ نہ بخشے گا اسے جس نے اس کا شریک ٹھہرایا اور اس کے بغیر جسے چاہے معاف فرما دے اور جو شرک کرے اللہ کے ساتھ وہ یقیناً دور کی گمراہی میں پڑا۔

إِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ إِلَّآ إِنٰثًا ۚ وَإِنْ يَّدْعُوْنَ إِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ○

یہ لوگ نہیں پوجتے اللہ کے سوا مگر عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر شیطان سرکش کو

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ○

جس پر اللہ نے لعنت کی اور کہنے لگا ضرور میں تیرے بندوں میں سے کچھ مفروضہ حصہ لوں گا۔

وَّلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ○

اور مجھے قسم ہے میں ضرور گمراہ کروں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں اور ضرور کہوں گا تو وہ بدل دیں گے تخلیق الٰہی کو اور جو پکڑے شیطان کو دوست اللہ کے سوا تو یقیناً وہ کھلے نقصان میں پڑا۔

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُوْرًا ○

(شیطان) انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے اور وعدہ شیطان کا نہیں مگر فریب۔

أُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ○

یہ وہ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور نہ پائیں گے اس سے بچنے کی جگہ۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ أَبَدًا ۖ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۚ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ○

اور وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے قریب ہے کہ انہیں ہم جنت میں داخل کریں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور کون ہے اللہ سے زیادہ سچی

بات والا۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝

کچھ نہیں تمہارے خیال سے اور نہ کتاب والوں کی ہوس سے جو برا عمل کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور نہیں پائے گا اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝

اور جو عمل کرے گا نیک مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ داخل کیے جائیں گے جنت میں اور ان پر تل برابر ظلم نہ ہوگا۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝

اور کون ہے جس کا دین اس سے بہتر ہو جس نے جھکایا اپنا منہ اللہ کے لیے اور وہ نیک ہے اور متبع ہے دین ابراہیم کا جو ہر باطل سے جدا تھا اور پکڑا اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست۔

وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيْطًا ۝

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ہے اللہ ہر شے پر محیط۔

لفظی ترجمہ

اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰهَ ۔ اللہ	لَا ۔ نہیں	يَغْفِرُ ۔ بخشے گا
اَنْ ۔ یہ کہ	يُّشْرَكَ ۔ شرک کیا جائے	بِهٖ ۔ اسکے ساتھ	وَ ۔ اور
يَغْفِرُ ۔ بخشے گا	مَا ۔ جو	دُوْنَ ۔ نیچے	ذٰلِكَ ۔ اس کے ہیں
لِمَنْ ۔ جسے	يَّشَآءُ ۔ چاہے	وَ ۔ اور	مَنْ ۔ من جو
يُّشْرِكْ ۔ شریک بنائے	بِاللّٰهِ ۔ اللہ کا	فَقَدْ ۔ تو بیشک	ضَلَّ ۔ وہ گمراہ ہوا
ضَلٰلًا ۔ گمراہی	بَعِيْدًا ۔ دور کی	اِنْ ۔ نہیں	يَّدْعُوْنَ ۔ پوجتے
مِنْ ۔ اس کے	دُوْنِهٖ ۔ سوا	اِلَّا ۔ مگر	اِنٰثًا ۔ عورتوں کو
وَ ۔ اور	اِنْ ۔ نہیں	يَّدْعُوْنَ ۔ پوجتے وہ	اِلَّا ۔ مگر

شَیْطٰنًا۔ شیطان   مَّرِیْدًا۔ سرکش کو   لَّعَنَهُ۔ لعنت کی اس پر   اللّٰهُ۔ اللہ نے
وَ۔ اور   قَالَ۔ بولا   لَاَتَّخِذَنَّ۔ ضرور لونگا میں   مِنْ عِبَادِكَ۔ تیرے
بندوں سے   نَصِیْبًا۔ حصہ   مَّفْرُوْضًا۔ مقرر   وَ۔ اور
لَاُضِلَّنَّهُمْ۔ میں ضرور گمراہ کروں گا ان کو   وَ۔ اور   لَاُمَنِّيَنَّهُمْ۔ آرزوئیں دلاؤں
گا ان کو   وَ۔ اور   لَاٰمُرَنَّهُمْ۔ ضرور حکم دوں گا ان کو
فَلَيُغَيِّرُنَّ۔ تو وہ ضرور بدلیں گے   خَلْقَ۔ پیدائش   اللّٰهِ۔ اللہ کی
وَ۔ اور   مَنْ۔ جو   يَّتَّخِذِ۔ پکڑے   الشَّيْطٰنَ۔ شیطان کو
وَلِيًّا۔ دوست   مِنْ دُوْنِ۔ سوا   اللّٰهِ۔ اللہ کے   فَقَدْ۔ تو بیشک
خَسِرَ۔ خسارہ اٹھایا   خُسْرَانًا۔ خسارہ   مُّبِيْنًا۔ کھلا کھلا   يَعِدُ۔ وعدہ دیتا ہے
هُمْ۔ ان کو   وَ۔ اور   يُمَنِّيْهِمْ۔ آرزوئیں لاتا ہے   وَ۔ اور
مَا۔ نہیں   يَعِدُ۔ وعدہ دیتا   هُمُ۔ ان کو   الشَّيْطٰنُ۔ شیطان
اِلَّا۔ مگر   غُرُوْرًا۔ دھوکے کا   اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ   مَاْوٰىهُمْ۔ ان کا ٹھکانا
جَهَنَّمُ۔ دوزخ ہے   وَ۔ اور   لَا۔ نہیں   يَجِدُوْنَ۔ پائیں گے
عَنْهَا۔ اس سے   مَحِيْصًا۔ کوئی پناہ   وَ۔ اور   الَّذِيْنَ۔ وہ جو
اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے   وَ۔ اور   عَمِلُوا۔ عمل کیے   الصّٰلِحٰتِ۔ نیک
سَنُدْخِلُهُمْ۔ عنقریب داخل کرینگے ہم انکو   جَنّٰتٍ۔ باغوں میں   تَجْرِيْ۔ کہ چلتی ہیں
مِنْ تَحْتِهَا۔ انکے نیچے   الْاَنْهٰرُ۔ نہریں   خٰلِدِيْنَ۔ ہمیشہ رہیں   فِيْهَا۔ اس میں
اَبَدًا۔ دوام   وَعْدَ۔ وعدہ   اللّٰهِ۔ اللہ کا   حَقًّا۔ سچا ہے
وَ۔ اور   مَنْ۔ کون   اَصْدَقُ۔ زیادہ سچا ہے   مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے
قِيْلًا۔ بات میں   لَيْسَ۔ نہیں   بِاَمَانِيِّكُمْ۔ تمہاری خواہشوں   وَ۔ اور
لَا۔ نہ   اَمَانِيِّ۔ خواہشات   اَهْلِ۔ اہل   الْكِتٰبِ۔ کتاب پر
مَنْ۔ جو   يَّعْمَلْ۔ عمل کرے گا   سُوْٓءًا۔ برے   يُّجْزَ۔ بدلہ پائے گا
بِهٖ۔ اس کا   وَ۔ اور   لَا۔ نہ   يَجِدْ۔ پائے گا
لَهٗ۔ اپنے لیے   مِنْ دُوْنِ۔ سوا   اللّٰهِ۔ اللہ کے   وَلِيًّا۔ کوئی دوست
وَّ۔ اور   لَا۔ نہ   نَصِيْرًا۔ مددگار   وَ۔ اور

مَنْ۔ جو	یَّعْمَلْ۔ عمل کرے	مِنَ الصّٰلِحٰتِ۔ نیک	مِنْ ذَکَرٍ۔ مرد ہو
اَوْ۔ یا	اُنْثٰی۔ عورت	وَ۔ اور	ھُوَ۔ وہ
مُؤْمِنٌ۔ مومن ہو	فَاُولٰٓئِکَ۔ تو یہ	یَدْخُلُوْنَ۔ داخل ہوں گے	
الْجَنَّۃَ۔ جنت میں	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	یُظْلَمُوْنَ۔ ظلم کیے جائینگے
نَقِیْرًا۔ تل برابر	وَ۔ اور	مَنْ۔ کون	اَحْسَنُ۔ بہتر ہے
دِیْنًا۔ دین میں	مِمَّنْ۔ اس سے	اَسْلَمَ۔ جو جھکائے	وَجْھَہٗ۔ اپنا چہرہ
لِلّٰہِ۔ اللہ کے لیے	وَ۔ اور	ھُوَ۔ وہ	مُحْسِنٌ۔ نیک ہو
وَ۔ اور	اتَّبَعَ۔ پیروی کرے	مِلَّۃَ۔ مذہب	اِبْرٰھِیْمَ۔ ابراہیم کی
حَنِیْفًا۔ جو ہر باطل سے جدا ہے		وَ۔ اور	اتَّخَذَ۔ بنایا
اللّٰہُ۔ اللہ نے	اِبْرٰھِیْمَ۔ ابراہیم کو	خَلِیْلًا۔ دوست	وَ۔ اور
لِلّٰہِ۔ اللہ ہی کا ہے	مَا۔ جو کچھ	فِی۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے
وَ۔ اور	مَا۔ جو	فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے
وَ۔ اور	کَانَ۔ ہے	اللّٰہُ۔ اللہ	بِکُلِّ۔ ہر ایک
شَیْءٍ۔ چیز کو	مُحِیْطًا۔ گھیرنے والا		

مختصر تفسیر سترھواں رکوع سورۃ نساء پ۵

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ہ بے شک اللہ نہیں بخشے گا اسے جو شریک مانے اس کا اور بخشے گا اس سے ماسوا جسے چاہے اور شریک کرے اللہ کا تو تحقیق وہ گمراہ ہوا دور کی گمراہی میں۔

شرک ایسا جرم ہے جسے اللہ کبھی معاف نہ کرے گا اگر کوئی اسلام میں داخل رہے اللہ ورسول کی اطاعت کرتا رہے تو اللہ تعالےٰ اس کے گناہ صغیرہ وکبیرہ معاف کر دیتا ہے مگر شرک کو۔ مشرک کا راستہ مغفرت اور اسکی رحمت سے دور ہے۔

شان نزول:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت ایک معمر اعرابی کے حق میں نازل ہوئی اس نے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر آکر عرض کی حضور میں بوڑھا ہوں اور بے حد بیباہ کا

مگر میں نے جب سے اللہ تعالےٰ پر یقین کیا اس پر ایمان لایا اس وقت سے کبھی میں نے اس کا شریک نہیں مانا اور اس کے سوا کسی کو اپنا حمایتی اور مددگار حقیقی نہ جانا اور جرأت کر کے کبھی گناہ میں مبتلا نہیں ہوا اور ایک پل بھی میں نے یہ گمان نہ کیا کہ میں اللہ تعالےٰ سے بھاگ سکتا ہوں۔ شرمندہ ہوں اور توبہ کرتا ہوں اس کی مغفرت چاہتا ہوں فکرمند ہوں کہ یوم حشر میرا کیا حال ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی یہ نص صریح ہے کہ شرک کرنے والا اگر شرک کرتا مرجائے تو بخشا نہ جائے گا۔ البتہ اگر مشرک اپنے شرک سے توبہ کرے اور اس کے بعد مرے تو اس کی توبہ اور ایمان مقبول ہے۔ روح المعانی۔ مدارک

اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًاۚ وَ اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًاۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًاۙ وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِؕ وَ مَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًاؕ

نہیں پوجتے وہ اللہ کے سوا مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو جس پر اللہ نے لعنت کی اور جس نے کہا قسم ہے میں ضرور تیرے بندوں سے کچھ مقررہ حصہ لوں گا اور ضرور بہکا دوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں اور ضرور انہیں کہوں گا کہ اللہ کی تخلیق میں تغیر کریں اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو پکڑے گا وہ صریح نقصان و خسران میں پڑے گا۔

ان مشرکوں کی عقل تو دیکھو کہ اللہ تعالےٰ قوی و قادر سے منہ موڑ کر پتھروں کا سہارا ڈھونڈتے ہیں اور ان کا نام بھی عورتوں کا سا ہے وہ شیطان کے بہکانے میں آگئے وہ شیطان کو پکارتے ہیں۔

یہاں اِنْ نافیہ ہے اس بنا پر یہاں معنی نفی میں لیے گئے اور اناثا سے مراد عورت اس بنا پر ہے کہ مشرکین کے بتوں کے نام عموماً مونث ہیں جیسے لات۔ منات۔ ہبل۔ سواع۔ فذوالخلصہ وغیرہ یہ سب مونث ہیں اور عرب کے ہر قبیلے کا جو بت تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے اس قبیلہ کو قبیلہ انثی فلاں کہتے تھے علاوہ ازیں اِلَّا اِنٰثًا کو قرأت صدیقیہ میں اِلَّا اُوْثَانًا بھی پڑھا گیا ہے۔

اور سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں الا اثنا بھی ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اناث سے مراد بت ہی ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مشرکین عرب اپنے باطل معبودوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اور ملائکہ کو بھی بنات اللہ کہا کرتے تھے اور اسی وجہ میں وہ بتوں کو زیور وغیرہ پہنا کر عورتوں کی طرح سجایا کرتے تھے۔ (روح المعانی)

وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا ۔ اور نہیں پوجتے مگر شیطان سرکش کو اس لیے کہ اس کے بہکانے سے بت پرستی کرتے ہیں

تحقیق لفظ یَدْعُوْا

اس کا مبدأ اشتقاق دُعَا ہے۔ علامہ راغب اصفہانی مفردات میں فرماتے ہیں

بمعنی ندا ۔ اَلدُّعَاءُ کَالنِّدَاءِ قَالَ تَعَالٰی کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَاءً وَّنِدَآءً ۔

بمعنی تسمیہ ۔ مَثَلًا دَعَوْتُ اِبْنِیْ زَیْدًا ۔ قَالَ تَعَالٰی لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا ۔ کبھی یہ لفظ نداء کے معنی دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جیسے وہ جو چیختا ہے ان کے سامنے جو نہیں سنتے مگر آواز اور پکار اور تسمیہ (نام لینا) کے معنی میں آتا ہے جیسے میں نے اپنے بیٹے زید کو بلایا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا رسول کو نام لے کر نہ پکارا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہو۔

بمعنی سوال :۔ دَعَوْتُہٗ اِذَا سَاَلْتَہٗ وَاِذَا اسْتَغَثْتَہٗ قَالَ تَعَالٰی قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّکَ اَیْ سَلْہُ سوال کرنے کے معنی میں جیسے "میں نے اسے پکارا" جب تو اس سے سوال کرے اور مدد چاہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہنے لگے ہمارے لیے اپنے رب کو پکار یعنی سوال کر۔

بمعنی فزع و حسرت و تاسف ۔ قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُ اللّٰہِ اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَۃُ اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ ۔ مَعْنَاہُ بَیْنَہَا قَالَ تَعَالٰی اِنَّکُمْ اِذَا اَصَابَتْکُمْ شِدَّۃٌ لَمْ تَفْزَعُوْا اِلَّا اِلَیْہِ ۔ وَادْعُوْہُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۔ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّہٗ مُنِیْبًا اِلَیْہِ ۔ لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا کَثِیْرًا ۔ اور کبھی گھبراہٹ اور حسرت و افسوس کے معنی دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بھلا بتاؤ تو اگر آ جائے تم پر اللہ کا عذاب یا آ جائے تمہارے پاس قیامت کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے یہاں اس کا یہ معنی ہے کہ جب تمہیں کوئی سختی پہنچتی ہے تو تم اسی کے حضور اپنی گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہو اور فرمایا خوف اور امید کے لیے اسی کو پکارو۔ اور فرمایا جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو حسرت سے اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور فرمایا۔ تم ایک موت نہ مانگو تم بہت دفعہ موت مانگو گے۔

بمعنی حث یعنی برانگیختہ کرنا، آمادہ کرنا۔ کَمَا قَالَ تَعَالٰی رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ ۔ وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ ۔ یٰقَوْمِ مَا لِیْ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوۃِ وَتَدْعُوْنَنِیْ اِلَی النَّارِ ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (یوسف علیہ السلام کا قول) اے میرے رب مجھے قید خانہ بہت ہی محبوب ہے اس فعل بد سے جس کی طرف یہ مجھے دعوت دیتی ہیں۔ اور فرمایا اور اللہ تمہیں سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور فرمایا اے میری قوم کیا بات ہے کہ میں تمہیں جنت کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو آگ کی طرف بلاتے ہو۔

روح المعانی میں ہے وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اَیْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ بِعِبَادَةِ تِلْكَ الْاَوْثَانِ اِلَّا شَیْطَانًا مَّرِیْدًا۔ اِذْ هُوَ الَّذِیْ اَمَرَهُمْ بِعِبَادَتِهَا وَاَغْرَاهُمْ فَكَانَتْ طَاعَتُهُمْ لَهٗ عِبَادَةً۔ اور نہیں پکارتے یعنی نہیں عبادت کرتے ان بتوں کی پوجا کرکے مگر شیطان مردود کی۔ کیونکہ اسی نے ان کو ان بتوں کی عبادت کا حکم دیا اور ان کو آمادہ کیا تو ان کی اطاعت شیطان کی عبادت ہوئی۔

وَقِیْلَ الْمُرَادُ مِنْ یَّدْعُوْنَ یُطِیْعُوْنَ فَلَا مُنَافَاةَ اَیْضًا۔ ایک قول یہ ہے کہ پکارتے ہیں کا معنی ہے اطاعت کرتے ہیں تو یہ بھی اس کے منافی نہیں ہے۔

وَالظَّاهِرُ اَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الشَّیْطَانِ هُنَا اِبْلِیْسُ۔ اور ظاہر یہ ہے کہ شیطان سے مراد یہاں ابلیس ہے۔

تو خلاصہ معنی یَدْعُوْنَ کے یَعْبُدُوْنَ نکلے اور یہی ترجمہ مفسرین نے اختیار فرمایا۔

وَلَاُضِلَّنَّهُمْ۔ یَعْنِیْ عَنِ الْحَقِّ۔

وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ۔ اَلْاَمَانِیَّ الْبَاطِلَ وَاَقُوْلُ لَهُمْ لَیْسَ وَرَاءَكُمْ بَعْثٌ وَّلَا نَشْرٌ وَّلَا جَنَّةٌ وَّلَا نَارٌ وَّلَا ثَوَابٌ وَّلَا عِقَابٌ فَاعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ۔ یعنی باطل وسوسے اور آرزوئیں ان میں ڈالوں گا اور کہوں گا اس زندگی کے بعد بعث اور نشر من القبور کچھ نہیں ہے اور جنت دوزخ اور ثواب وعذاب کچھ نہیں لہٰذا جو چاہو کرو۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ۔ اور انہیں حکم کروں گا تو وہ چوپایوں کے کان چیریں گے۔

یہ مشرکین کی ایک خاص رسم اعتقادی تھی کہ جب اونٹنی پانچ مرتبہ بیاہ لیتی تو اس کو چھوڑ دیتے اور اس سے نفع اٹھانا اپنے اوپر حرام کر لیتے اور اس کا دودھ بتوں کے لیے وقف کرتے اس کو بحیرہ کہتے تھے شیطان نے اس فعل کو ان کے دل میں عبادت قرار دیا تھا اس کے کان چیر دیتے تاکہ دیکھنے والے سمجھ لیں کہ یہ اونٹنی پانچ بچے دے کر ہم پر حرام ہو چکی ہے اور۔

فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔ مردوں کا عورت کی شکل میں آنا۔ زنانہ لباس پہننا۔ عورتوں کی طرح [illegible] کے گفتگو کرنا۔ جسم گودوانا۔ سرمہ سیندور جسم میں پیوست کرانا۔ نقش ونگار چاند تارا۔ فرضی خال بنوانا بالوں میں بال جوڑ کر بڑی بڑی کاکلیں کرنا۔ چوٹی مانگ کرکے اس میں زر افشانی کرنا یہ سب کچھ اس میں داخل ہے (روح المعانی)

غرضیکہ وَمَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا۔ جو بھی اللہ کے سوا شیطان سے دوستی کرے گا وہ کھلے خسران ونقصان میں پڑے گا۔ آگے ارشاد ہے۔

یَعِدُهُمْ وَیُمَنِّیْهِمْ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۔ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ

وَلَا یَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا۔ انہیں وعدے دیتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے اور وہ وعدے نہیں دیتا مگر فریب کے یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔

شیطان کے وعدے دینا لغو آرزوئیں ڈالنا یہ سب اس کے فریب ہیں مثلاً نصرت و سلامت کا وعدہ۔ فقر و فاقہ سے محفوظ رہنے کا وعدہ۔ دنیا میں زیادہ دن زندہ رہنے کی آرزو۔ عیش و عشرت میں ہمیشہ رہنے کی تمنا۔

تو ایسے لوگ جب جہنم میں بھیجے جائیں گے تو ان کے لیے کوئی محیص نہ ہوگا۔ یعنی مفر نہ ملے گا۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اَیْ مَعْدَلًا وَمَهْرَبًا یعنی بھاگنے کی جگہ اور نجات کا مقام نہ ملے گا۔ یہ اسم مکان ہے یا مصدر میمی حاص یحیص فی امر یعسر التخلص منہ یعنی ایسی مصیبت میں پڑنا کہ اس سے خلاصی مشکل ہو۔ آگے ارشاد ہے جس میں مومنین کو بشارت جنت ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے قریب ہے کہ ہم انہیں داخل کریں گے باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اور اللہ سے زیادہ کون ہے سچا۔

اس آیۂ کریمہ کا مفہوم الفاظ سے واضح ہے اور خالدین فیہا کے ساتھ ابدا فرمانے کا یہ فائدہ واضح ہے کہ صرف خالدین فیہا اگر کہا جاتا تو تادیر جنت میں رہنا سمجھ میں آتا مگر جب ابدا بھی ساتھ کہہ دیا تو دوام اور ہمیشگی۔ لا یخرج منہا۔ اس سے کبھی نہ نکالے جائیں گے کے معنی مستفاد ہوئے۔ اب یہود و نصاریٰ کے عقیدہ باطلہ فاسدہ کا رد ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۔

کچھ نہیں تمہارے خیالوں کی حقیقت اور نہ اہل کتاب کی ہوس جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا نہ مددگار اور جو اچھے کام کرے گا مرد سے ہو یا عورت سے اور ہو مومن تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور انہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔

یُجْزَ۔ سزا دیا جائے گا۔ جزا سے بنا۔ عربی میں جزا بھلائی اور برائی دونوں کے بدلے کو کہتے ہیں۔ یہاں برائی کے بدلے کا ذکر ہے اس لیے سزا ترجمہ کیا گیا۔

نَقِیْرًا۔ ذرا سا۔ عربی میں نقیر اس گہری لکیر کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے بیچ میں ہوتی ہے۔ اردو میں کہتے ہیں تل بھر یا ذرا سا۔

اس آیت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اعمال صالح جب ہی مفید ہیں جب پہلے ایمان صحیح ہو۔ ورنہ ہزارہا ہندو مشرک لاکھوں نصرانی یہودی، ہزارہا مرزائی قادیانی نیک عمل کرنے والے ہیں لیکن جب ایمان نہ ہوا ان کی نیکیاں رائیگاں ہیں اس لیے کہ اعمال علیحدہ شے ہیں اور عقیدہ علیحدہ چیز ہے۔ عمل داخل ایمان نہیں ہیں۔

شان نزول: حضرت ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت امام سدی سے روایت کی کہ ایک دفعہ مسلمانوں اور اہل کتاب میں مناظرہ ہوا۔ یہود بولے ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام تمہارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور افضل ہیں ہماری کتاب توریت تمہاری کتاب قرآن کریم سے پہلے ہے ہمارا قبلہ بیت المقدس تمہارے قبلہ سے پہلے ہے لہٰذا ہم جنتی ہیں خواہ کچھ بھی کریں۔ اور یہی بات عیسائیوں نے بھی کہی

مسلمانوں نے جواب دیا ہمارے نبی خاتم النبیین ہیں۔ ہمارا قرآن غیر منسوخ ہے ہمارا قبلہ بیت المقدس سے افضل ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (روح المعانی)

اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہود و نصاریٰ کا جو گمان ہے کہ وہ اللہ کے بیٹے اور دوست ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں تذکرہ ہے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ اس کا رد فرمایا کہ یہ تمہارے خیال باطل ہیں تم ابناء اللہ نہیں اور کوئی اس کا رشتہ دار یا ابناء اللہ ہو بھی نہیں سکتا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اس کی صفات قدیمہ سے ہے اور بارگاہ الٰہی میں جو جیسا عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اسے اس کا بدلہ ملے گا اور بقدر نقیر بھی اس پر ظلم نہ ہوگا۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا ۝ اور اس سے بہتر کس کا دین ہے جس نے اپنا منہ اللہ کے لیے جھکا دیا اور وہ نیک عقیدہ ہے اور ابراہیم کے دین کا پیرو ہے جو حنیف یعنی ہر باطل سے جدا ہے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست پکڑا اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔

اَسْلَمَ۔ جھکا لیا۔ یہ لفظ اسلام سے ہے۔ اسلام کے معنی جھکانا۔ تابعداری کرنا۔

وَجْهَهٗ۔ اپنا چہرہ نیچا کیا عاجزی سے سر جھکایا۔

مُحْسِنٌ۔ احسان۔ نیکی کرنے والا۔

حَنِیْفًا۔ حنف سے بنا اس کے معنی مائل ہونا۔ حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے تمام دینوں کو چھوڑ کر سچا دین اختیار کرنے والا۔

خَلِیْلًا۔ خلت سے ماخوذ ہے۔ خلت صفائے مودت اور انقطاع عن الغیر کو کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ اوصاف رکھتے تھے اس لیے آپ کو خلیل کہا گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ خلیل اس محب کو کہتے ہیں جس کی محبت کاملہ ہو اس میں کسی قسم کا خلل اور نقصان نہ ہو یہ صفت بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام میں پائی جاتی ہے۔

اور تمام انبیاء علیہم السلام کے جو کمالات ہیں سب سید انبیاء علیہ التحیۃ والثنا کو حاصل ہیں بنا برایں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اللہ کے خلیل بھی ہیں یہ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے اور حضور حبیب بھی ہیں جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ میں اللہ کا حبیب ہوں اور یہ فخر یہ نہیں کہتا۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے احاطۂ علم وقدرت میں ہے۔ احاطہ بالعلم یہ ہے کہ کسی شے کے لیے جتنے وجوہ ہو سکتے ہیں ان میں سے کوئی وجہ علم الٰہی سے خارج نہ ہو۔

شان نزول:۔ یہود ونصاریٰ نے کہا اے مسلمانو! تم کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہم تم دونوں بارگاہ الٰہی میں یکساں ہیں نیکی کریں تو ثواب لیں گناہ کریں تو سزا اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (خازن)

بامحاورہ ترجمہ اٹھارہواں رکوع سورۃ نساء پ۵

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۝

اور آپ سے سوال کرتے ہیں عورتوں کے بارے میں فرما دیجئے اللہ فتویٰ دیتا ہے تمہیں ان کے اندر اور وہ جو تم پر پڑھا جاتا ہے کتاب میں یتیم کے حق میں جو عورتیں ہیں ایسی کہ تم نہیں دیتے انہیں جو مقرر ہے ان کے لیے اور منہ پھیرتے ہو اس سے یہ کہ ان سے نکاح کرو اور کمزور بچوں کے بارے میں کہ تم یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور جو بھلائی کرو تم تو بے شک اللہ اس کا جاننے والا ہے۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

اور اگر کوئی عورت خوف کرے اپنے شوہر سے بے رغبتی کا یا زیادتی کا تو نہیں گناہ دونوں پر اس کا کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے اور دل آیا ہوا ہو لالچ کے پھندے میں اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری تو بے شک اللہ ہی تمہارے عمل جانتا ہے۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اور تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے یہ کہ عدل کرو عورتوں میں اگرچہ تم حرص کرو تو یہ نہیں کہ ایک طرف جھک جاؤ پورا جھکنا اور چھوڑ دو دوسری کو لٹکا ہوا اور اگر تم صلح رکھو اور پرہیزگاری کرو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۝

اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ سب کو غنی کر دے گا اپنی کشائش سے اور اللہ کشائش والا حکمت والا ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ۝

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں اور بے شک حکم کیا ہم نے انہیں جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور تمہیں بھی حکم کیا کہ اللہ سے ڈرو اور اگر نافرمانی کرو تو بے شک اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ہے اللہ غنی سراہا گیا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝

اور اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کارساز۔

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۝

اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اے لوگو اور لے آئے اوروں کو اور اللہ کو اس کی قدرت ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ

جو یہ چاہے کہ ثواب دنیا تو اللہ کے پاس ہے

اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ ثواب دنیا و آخرت کا اور اللہ ہے سنتا اور دیکھتا۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	يَسْتَفْتُوْنَكَ۔ سوال کرتے ہیں آپ سے		فِيْ۔ بیچ
النِّسَآءِ۔ عورتوں کے	قُلِ۔ کہدو	اللّٰهُ۔ اللہ	يُفْتِيْكُمْ۔ فتوے دیتا ہے
تم کو	فِيْهِنَّ۔ انکے متعلق	وَ۔ اور	مَا۔ جو
يُتْلٰى۔ پڑھا جاتا ہے	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	فِيْ۔ بیچ	الْكِتٰبِ۔ کتاب کے
فِيْ۔ بیچ	يَتٰمَى۔ یتیم	النِّسَآءِ۔ عورتوں کے	الّٰتِيْ۔ وہ کہ
لَا۔ نہیں	تُؤْتُوْنَهُنَّ۔ دیتے ہو انکو	مَا۔ جو	كُتِبَ۔ لکھا گیا
لَهُنَّ۔ ان کے لیے	وَ۔ اور	تَرْغَبُوْنَ۔ پسند نہیں کرتے ہو تم	
اَنْ۔ یہ کہ	تَنْكِحُوْ۔ نکاح کرو	هُنَّ۔ ان سے	وَ۔ اور
الْمُسْتَضْعَفِيْنَ۔ کمزور	مِنَ الْوِلْدَانِ۔ ان بچوں کے متعلق		وَ۔ اور
اَنْ۔ یہ کہ	تَقُوْمُوْا۔ قائم ہو تم	لِلْيَتٰمٰى۔ یتیموں کے لیے	بِالْقِسْطِ۔ انصاف سے
وَ۔ اور	مَا۔ جو کچھ	تَفْعَلُوْا۔ کرتے ہو	مِنْ خَيْرٍ۔ بھلائی سے
فَاِنَّ۔ تو بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	كَانَ۔ ہے	بِهٖ۔ اسکو
عَلِيْمًا۔ جاننے والا	وَ۔ اور	اِنِ۔ اگر	امْرَاَةٌ۔ کوئی عورت
خَافَتْ۔ ڈرے	مِنْۢ بَعْلِهَا۔ اپنے شوہر سے		نُشُوْزًا۔ بے رغبتی سے
اَوْ۔ اوریا	اِعْرَاضًا۔ نفرت سے	فَلَا۔ تو نہیں	جُنَاحَ۔ گناہ
عَلَيْهِمَآ۔ ان پر	اَنْ۔ یہ کہ	يُّصْلِحَا۔ صلح کرلیں	بَيْنَهُمَا۔ آپس میں
صُلْحًا۔ کوئی صلح	وَ۔ اور	الصُّلْحُ۔ صلح ہی	خَيْرٌ۔ بہتر ہے
وَ۔ اور	اُحْضِرَتِ۔ جھکتے ہیں	الْاَنْفُسُ۔ دل	الشُّحَّ۔ بخل کے ساتھ
وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	تُحْسِنُوْا۔ نیکی کرو	وَ۔ اور
تَتَّقُوْا۔ پرہیزگاری	فَاِنَّ۔ تو بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	كَانَ۔ ہے۔

بِمَا۔ اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ۔ کرتے ہو تم	خَبِیْرًا۔ خبردار	وَ۔ اور
لَنْ۔ ہرگز نہیں	تَسْتَطِیْعُوْا۔ طاقت رکھتے تم	اَنْ۔ یہ کہ	تَعْدِلُوْا۔ انصاف کرو
بَیْنَ۔ درمیان	النِّسَآءِ۔ عورتوں کے	وَ۔ اور	لَوْ۔ اگرچہ
حَرَصْتُمْ۔ خواہش کرو تم	فَلَا۔ تو نہ	تَمِیْلُوْا۔ جھکو تم	كُلَّ۔ پورا
الْمَیْلِ۔ جھک جانا	فَتَذَرُوْ۔ کہ چھوڑ دو	هَا۔ اس دوسری کو	كَالْمُعَلَّقَةِ۔ لٹکی ہوئی
وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	تُصْلِحُوْا۔ مصالحت کرو	وَ۔ اور
تَتَّقُوْا۔ پرہیزگاری	فَاِنَّ۔ تو بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	كَانَ۔ ہے
غَفُوْرًا۔ بخشنے والا	رَّحِیْمًا۔ مہربان	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر
یَّتَفَرَّقَا۔ دونوں جدا ہوں	یُغْنِ۔ تو بے نیاز کریگا	اللّٰهُ۔ اللہ	كُلًّا۔ ہر ایک کو
مِّنْ سَعَتِهٖ۔ اپنی کشادگی سے		وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے
اللّٰهُ۔ اللہ	وَاسِعًا۔ فراخی والا	حَكِیْمًا۔ حکمت والا	وَ۔ اور
لِلّٰهِ۔ اللہ ہی کا ہے	مَا۔ جو کچھ	فِی۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے
وَ۔ اور	مَا۔ جو کچھ	فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے
وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	وَصَّیْنَا۔ تاکید کی ہم نے	الَّذِیْنَ۔ ان کو جو
اُوْتُوا۔ دیے گئے	الْكِتٰبَ۔ کتاب	مِنْ قَبْلِكُمْ۔ تم سے پہلے	وَ۔ اور
اِیَّا۔ خاص	كُمْ۔ تم کو بھی	اَنِ۔ یہ کہ	اتَّقُوا۔ ڈرو
اللّٰهَ۔ اللہ سے	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	تَكْفُرُوْا۔ تم کفر کرو
فَاِنَّ۔ تو بیشک	لِلّٰهِ۔ اللہ ہی کا ہے	مَا۔ جو	فِی۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے	وَ۔ اور	مَا۔ جو	فِی۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ
غَنِیًّا۔ بے نیاز	حَمِیْدًا۔ سراہا گیا	وَ۔ اور	لِلّٰهِ۔ اللہ ہی کا ہے
مَا۔ جو	فِی۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے	وَ۔ اور
مَا۔ جو	فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	وَ۔ اور
كَفٰی۔ کافی ہے	بِاللّٰهِ۔ اللہ	وَكِیْلًا۔ کارساز	اِنْ۔ اگر
یَّشَاْ۔ وہ چاہے	یُذْهِبْكُمْ۔ تو لے جائے تم کو		اَیُّهَا۔ اے

اَلنَّاسُ۔ لوگو	وَ۔ اور	يَأْتِ۔ لے آئے	بِاٰخَرِيْنَ۔ دوسروں کو
وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	عَلٰى۔ اوپر
ذٰلِكَ۔ اس کے	قَدِيْرًا۔ قادر	مَنْ۔ جو	كَانَ۔ ہے
يُرِيْدُ۔ چاہتا	ثَوَابَ۔ ثواب	الدُّنْيَا۔ دنیا کا	فَعِنْدَ۔ تو پاس
اللّٰهِ۔ اللہ کے ہے	ثَوَابُ۔ ثواب	الدُّنْيَا۔ دنیا کا	وَ۔ اور
الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کا	وَ۔ اور	كَانَ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ
سَمِيْعًا۔ سنتا	بَصِيْرًا۔ دیکھتا		

مختصر تفسیر اٹھارھواں رکوع سورۃ نساء پ ۵

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۝

اور آپ سے سوال کرتے ہیں عورتوں کے معاملہ میں فرمادیجئے اللہ حکم دیتا ہے ان کے معاملہ میں اور وہ جو تم پر قرآن میں پڑھا جاتا ہے ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں کہ تم انہیں نہیں دیتے جو ان کا مقرر ہے اور انہیں نکاح میں بھی لانے سے منہ پھیرتے ہو اور کمزور بچوں کے بارے میں اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور جو تم بھلائی کرو تو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

يَسْتَفْتُوْنَ۔ اِسْتِفْتَا سے بنا اس کے معنی اجازت ہیں۔

اَلْمُسْتَضْعَفِيْنَ۔ کمزور ناتوان۔ ضعف سے بنا۔ اس کے معنی کمزوری ہے۔

یہ آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ یہ لوگ یتیم لڑکیوں کا ان کے قریبی رشتہ داروں سے ان کا نکاح کرنے کی اجازت چاہتے ہیں اے محبوب ان سے فرمادیجئے کہ تم کو اس کی اجازت ہے پہلے صرف اس لیے روکا گیا تھا کہ تم ان کا حق ادا نہ کرتے تھے ان کے مال پر قبضہ کرنا چاہتے تھے اللہ تعالٰی نے کمزور عورتوں اور لاوارث بچوں کے ساتھ عدل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

شان نزول:۔ زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ عورت اور چھوٹے بچوں کو میت کے مال کا وارث قرار نہیں دیتے تھے جب یہ حکم نازل ہوا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عورت

اور بے وارث ہو گئے آپ نے انہیں اس آیت کریمہ سے جواب دیا۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یتیموں کے اولیاء کا دستور یہ تھا کہ اگر یتیم لڑکی صاحب مال و جمال ہوتی تو اس سے تھوڑے مہر پر نکاح کر لیتے اور اگر مال و جمال والی نہ ہوتی تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر حسن صورت نہ رکھتی مگر مالدار ہوتی تو اس سے نکاح نہ کرتے اور اس اندیشہ سے دوسرے کے ساتھ بھی نکاح نہ ہونے دیتے کہ وہ مال میں حصہ دار ہو جائے گا۔ اللہ تعالے نے یہ آیتیں نازل فرما کر ان کی یہ رسم بند فرمائی اور ان کی عادت کی اصلاح کی۔

وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِہَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَاۤ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَہُمَا صُلْحًا ؕ وَ الصُّلْحُ خَیْرٌ ؕ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۲۸﴾ اور اگر کوئی عورت خوف کرے اپنے خاوند کی سختی یا بے رغبتی کا تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح خوب ہے اور دل لالچ کے پھندے میں ہیں اور اگر تم نیکی یا پرہیزگاری کرو اور تقوی اختیار کرو تو بیشک اللہ جو تم کرتے ہو اس سے خبردار ہے۔

اُحْضِرَتْ۔ حاضر کی گئی ہے۔ احضار مصدر ہے۔ اس کے معنی حاضر کر دینا۔

نُشُوْز۔ بے زاری۔ بدسلوکی

شُحّ۔ حرص۔ اس کے معنی حرص اور شدید لالچ کے ہوتے ہیں۔

اس آیت میں عورتوں کے ساتھ برتاؤ کے بارے میں ہدایات ہیں تاکہ خاوند بیوی کے تعلقات آپس میں اچھے ہو جائیں۔ ارشاد ہے کہ اگر بیوی خاوند کی زیادتی دیکھے مثلاً زیادتی تو یہ ہے کہ اس سے بے رخی اختیار کرے علیحدہ رہے کھانے پینے میں تنگی کرے کچھ نہ دے مارے۔ بدزبانی کرے۔ اور نشوز بھی اسی قسم کی بدزبانی زیادتی کے معنی میں ہے تو اس حالت میں باہمی صلح کسی شرط پر بھی بہت بہتر ہے اگر ہو جائے تو بہتر ہے۔

شان نزول:۔ عمرہ بنت محمد بن مسلمہ جن کو خولہ بھی کہا جاتا تھا سعد بن ربیع کے نکاح میں تھیں جن کو رافع بن خدیج کہتے ہیں۔ سعد نے ایک اور نکاح کر لیا اور اسی کی طرف بہت مائل ہو گئے حضرت عمرہ نے دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کی بے رخی کی شکایت کی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (روح المعانی) حضرت عمرہ راضی ہو گئی کہ مجھے طلاق نہ دی جائے میں اپنے حقوق کم کرتی ہوں اس پر صلح ہو گئی (روح المعانی)

آگے ارشاد ہے۔

وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْہَا کَالْمُعَلَّقَۃِ ؕ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۲۹﴾ اور تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ

عورتوں میں عدل رکھو چاہے کتنی ہی حرص رکھو تو یہ تو نہ کرو کہ ایک طرف جھک جاؤ اور دوسری کو ادھر میں لٹکا ہوا چھوڑ دو اور اگر نیکی کرو اور اللہ سے ڈرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تَسْتَطِيعُوا۔ تم کر سکو گے۔ استطاعت کے معنی طاقت رکھنا۔

تَمِيلُوا۔ جھکو تم۔ میل کے معنی جھکنا۔ مائل ہونا

مُعَلَّقَةِ۔ لٹکی ہوئی۔ تعلیق مصدر ہے اس کے معنی لٹکانا۔

تَتَّقُوا۔ بچو برائی سے۔ پرہیزگاری۔

اسلام سے پہلے کثرت ازدواج کا رواج تھا اور اسکی حد نہ تھی۔ شادی کے بعد پھر لاپرواہی برتی جاتی تھی اسلام نے اس رواج کو ختم کر کے عدل و انصاف قائم کیا۔ اور حکم دیا کہ اگر عدل و انصاف تمہارے بس میں نہیں کہ ہر امر میں تم انہیں برابر رکھو اور کسی امر میں کسی کو ترجیح نہ دو۔ میل و محبت میں خواہش و رغبت میں اختلاط و عشرت میں نظر توجہ اور اظہار مودت میں۔

اس لیے کہ محبت قلبی میل طبعی تمہارے اختیار میں نہیں اور اسی وجہ میں ہماری طرف سے اس کی پابندی کا تمہیں حکم بھی نہیں دیا گیا۔ مگر یہ ضرور ہے کہ جہاں تک تمہاری قدرت و اختیار میں ہے وہاں تک یکساں برتاؤ کرو محبت اختیاری شے نہیں مگر بات چیت کرنا حسن اخلاق سے پیش آنا کھانے پینے پہننے میں مساوات رکھنا رہنے سہنے میں برابر کے حقوق ملحوظ رکھنا یہ تمام امور اختیاری ہیں لہذا ان کی پابندی لازمی ہے۔

شان نزول:۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں بے مثل عدل و انصاف تھا لیکن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قدرتی طور پر حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت انس و محبت تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (روح المعانی) ورنہ حکم ہے کہ

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۝ اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ کشائش والا حکمت والا ہے۔

خاوند بیوی۔ زن و شوہر باہمی نہ صلح کریں اور وہ علیحدگی کو ہی بہتر جانیں خواہ صلح کے ذریعہ یا مرد کی طرف سے عورت کو طلاق دے کر مہر اور عدت کا خرچہ ادا کر دے تو ایسی صورت میں ہر ایک کو اللہ بہتر بدلہ عطا کرے گا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَاِیَّاکُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ط وَاِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَکَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ہ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَکَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا ہ

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور بے شک تاکید فرما دی ہے ہم نے انہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمہیں بھی اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ بے نیاز ہے اور سراہا گیا اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ تقویٰ و پرہیزگاری کا حکم قدیمی ہے تمام امتوں کو اسکی تاکید ہوتی رہی ہے اور یہ حقیقت ہے تمام جہان اس کے فرمانبرداروں سے بھرا ہوا ہے تمہارے کفر کرنے سے اس کی توحید و قدرت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْکُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ط وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِکَ قَدِیْرًا ہ

اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اے لوگو اور اوروں کو لے آئے اور اللہ کو اس پر قدرت ہے۔

یعنی مشیت الٰہی اس امر پر قادر ہے کہ تمہیں معدوم کر کے دوسری قوم تمہاری جگہ آباد کرے۔

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ ثَوَابَ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَکَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ہ جو دنیا کا ثواب چاہے تو اللہ کے پاس ہے ثواب دنیا اور آخرت کا اور اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

یعنی جو اپنے عمل سے دنیا کا ثواب چاہے تو اس کی مراد اتنی ہی ہوگی جو اسے اللہ دے گا اور ثواب آخرت سے اسے محروم کر دے گا اور جو عمل رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کے لیے کرے تو اللہ دنیا و آخرت دونوں میں اس کا اجر دے گا۔

بامحاورہ ترجمہ انیسواں (۱۹) رکوع سورۃ نساء پ ۵

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ج اِنْ یَّکُنْ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو قائم ہو جاؤ تم انصاف پر گواہی دیتے اللہ کے لیے اور اگرچہ تمہاری جانوں کو نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ دارو

غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

کا (جس پر گواہی) دو وہ غنی ہو یا فقیر تو اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے تو نہ پیروی کرو ان کی خواہش کی کہ وہ تمہیں حق سے پھیر دیں اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ۝

اے ایمان والو ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی گئی رسول پر اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ یقیناً دور کی گمراہی میں پڑا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا ۝

بے شک جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا۔ اور نہ انہیں راہ دکھائے گا۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝

خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لیے عذاب ہے دردناک۔

الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۝

وہ جو پکڑیں کافروں کو دوست مومنین کے سوا کیا ان کے پاس عزت چاہتے ہیں تو بے شک عزت تو ساری اللہ کے لیے ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَیُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَا ۝

اور بے شک اتار چکا تم پر کتاب میں کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ تمسخر ہوتا ہے تو نہ بیٹھو ان کے ساتھ جب تک اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ ایسی صورت میں تم بھی ان جیسے ہو بے شک اللہ جمع کرے گا منافقین کو اور کافروں کو جہنم

نِ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ
كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ
نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ
قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ
مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ
عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝

ہیں سب کو

وہ جو غور کرتے ہیں تمہاری حالت پر تو اگر ہو تم کو فتح اللہ کی طرف سے تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر ہو کافروں کے لیے حصہ تو اسے کہتے ہیں کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا اور روک لیا ہم نے تمہیں مسلمانوں سے تو اللہ فیصلہ کرے گا تم میں قیامت کے دن اور ہرگز نہیں دی اللہ نے کافروں کے لیے مومنین پر کوئی راہ۔

لفظی ترجمہ

يٰۤاَيُّهَا ۔ اے	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے ہو	كُوْنُوْا ۔ ہو جاؤ
قَوّٰمِيْنَ ۔ قائم	بِالْقِسْطِ ۔ انصاف پر	شُهَدَآءَ ۔ گواہی دیتے	لِلّٰهِ ۔ اللہ کے لیے
وَ ۔ اور	لَوْ ۔ اگرچہ	عَلٰٓى ۔ اوپر	اَنْفُسِكُمْ ۔ جانوں تمہاری کے
اَوِ ۔ یا	الْوَالِدَيْنِ ۔ ماں باپ	وَ ۔ اور	الْاَقْرَبِيْنَ ۔ رشتہ داروں کا
انصاف ہو	اِنْ ۔ اگر	يَّكُنْ ۔ وہ ہو	غَنِيًّا ۔ غنی
اَوْ ۔ یا	فَقِيْرًا ۔ فقیر	فَاللّٰهُ ۔ تو اللہ	اَوْلٰى ۔ زیادہ والی ہے
بِهِمَا ۔ دونوں کا	فَلَا ۔ تو نہ	تَتَّبِعُوا ۔ پیروی کرو	الْهَوٰٓى ۔ خواہش کی
اَنْ ۔ اس میں کہ	تَعْدِلُوْا ۔ نافرمانی کرو	وَ ۔ اور	اِنْ ۔ اگر
تَلْوٗٓا ۔ تم پرہیز کرو	اَوْ ۔ یا	تُعْرِضُوْا ۔ منہ موڑو	فَاِنَّ ۔ تو بیشک
اللّٰهَ ۔ اللہ	كَانَ ۔ ہے	بِمَا ۔ اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ ۔ تم کرتے ہو
خَبِيْرًا ۔ خبردار	يٰۤاَيُّهَا ۔ اے	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے ہو
اٰمِنُوْا ۔ ایمان رکھو	بِاللّٰهِ ۔ اللہ پر	وَ ۔ اور	رَسُوْلِهٖ ۔ اسکے رسول پر
وَ ۔ اور	الْكِتٰبِ ۔ کتاب پر	الَّذِيْ ۔ جو	نَزَّلَ ۔ اس نے اتاری
عَلٰى ۔ اوپر	رَسُوْلِهٖ ۔ اپنے رسول کے	وَ ۔ اور	الْكِتٰبِ ۔ اس کتاب پر

الَّذِیْٓ ۔ جو	اَنْزَلَ ۔ اتاری	مِنْ قَبْلُ ۔ اس سے پہلے	وَ ۔ اور
مَنْ ۔ جو	یَّکْفُرْ ۔ کفر کرے	بِاللّٰہِ ۔ اللہ سے	وَ ۔ اور
مَلٰٓئِکَتِہٖ ۔ فرشتوں	وَ ۔ اور	کُتُبِہٖ ۔ کتابوں	وَ ۔ اور
رُسُلِہٖ ۔ رسولوں	وَ ۔ اور	الْیَوْمِ ۔ دن	الْاٰخِرِ ۔ قیامت سے
فَقَدْ ۔ تو بیشک	ضَلَّ ۔ گمراہ ہوا	ضَلٰلًا ۔ گمراہی	بَعِیْدًا ۔ دور کی
اِنَّ ۔ بیشک	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے	ثُمَّ ۔ پھر
کَفَرُوْا ۔ کفر کیا	ثُمَّ ۔ پھر	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے	ثُمَّ ۔ پھر
کَفَرُوْا ۔ کفر کیا	ثُمَّ ۔ پھر	ازْدَادُوْا ۔ وہ بڑھتے گئے	
کُفْرًا ۔ کفر میں	لَمْ ۔ نہیں	یَکُنِ ۔ ہے	اللّٰہُ ۔ اللہ
لِیَغْفِرَ ۔ کہ بخشے	لَہُمْ ۔ ان کو	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ
لِیَہْدِیَہُمْ ۔ انہیں ہدایت کرے		سَبِیْلًا ۔ راہ کی	بَشِّرِ ۔ خوشخبری دو
الْمُنٰفِقِیْنَ ۔ منافقوں کو	بِاَنَّ ۔ کہ بیشک	لَہُمْ ۔ ان کے لیے	عَذَابًا ۔ عذاب ہے
اَلِیْمًا ۔ دردناک	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	یَتَّخِذُوْنَ ۔ بناتے ہیں	الْکٰفِرِیْنَ ۔ کافروں کو
اَوْلِیَآءَ ۔ دوست	مِنْ دُوْنِ ۔ سوائے	الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ مومنوں کے	اَ ۔ کیا
یَبْتَغُوْنَ ۔ چاہتے ہیں	عِنْدَ ۔ نزدیک	ھُمُ ۔ ان کے	الْعِزَّۃَ ۔ عزت
فَاِنَّ ۔ تو بیشک	الْعِزَّۃَ ۔ عزت	لِلّٰہِ ۔ اللہ کی ہے	جَمِیْعًا ۔ ساری
وَ ۔ اور	قَدْ ۔ بیشک	نَزَّلَ ۔ اتارا اس نے	عَلَیْکُمْ ۔ تم پر
فِی ۔ بیچ	الْکِتٰبِ ۔ کتاب کے	اَنْ ۔ یہ کہ	اِذَا ۔ جب
سَمِعْتُمْ ۔ سنو تم	اٰیٰتِ ۔ آیات	اللّٰہِ ۔ الٰہی کو کہ	یُکْفَرُ ۔ کفر کیا جاتا ہے
بِہَا ۔ ان سے	وَ ۔ اور	یُسْتَھْزَاُ ۔ مذاق کیا جاتا ہے	بِہَا ۔ ان سے
فَلَا ۔ تو نہ	تَقْعُدُوْا ۔ بیٹھو	مَعَہُمْ ۔ انکے ساتھ	حَتّٰی ۔ یہانتک کہ
یَخُوْضُوْا ۔ مشغول ہوں	فِیْ ۔ بیچ	حَدِیْثٍ ۔ بات	غَیْرِہٖ ۔ دوسری کے
اِنَّکُمْ ۔ ورنہ تم بھی	اِذًا ۔ اس وقت	مِّثْلُہُمْ ۔ ان جیسے ہوگے	اِنَّ ۔ بیشک
اللّٰہَ ۔ اللہ	جَامِعُ ۔ جمع کرنیوالا ہے	الْمُنٰفِقِیْنَ ۔ منافقوں	وَ ۔ اور
الْکٰفِرِیْنَ ۔ کافروں کو	فِیْ ۔ بیچ	جَہَنَّمَ ۔ دوزخ کے	جَمِیْعًا ۔ سب کو

اَلَّذِيْنَ ۔ وہ جو	يَتَرَبَّصُوْنَ ۔ انتظار کرتے ہیں		بِكُمْ ۔ تمہارا
فَاِنْ ۔ تو اگر	كَانَ ۔ ہو	لَكُمْ ۔ تم کو	فَتْحٌ ۔ فتح
مِّنَ اللّٰهِ ۔ اللہ کی طرف سے	قَالُوْٓا ۔ تو کہیں	اَ ۔ کیا	لَمْ ۔ نہیں
نَكُنْ ۔ تھے ہم	مَّعَكُمْ ۔ تمہارے ساتھ	وَ ۔ اور	اِنْ ۔ اگر
كَانَ ۔ ہو	لِلْكٰفِرِيْنَ ۔ کافروں کا	نَصِيْبٌ ۔ حصہ	قَالُوْٓا ۔ تو کہتے
اَ ۔ کیا	لَمْ ۔ نہیں	نَسْتَحْوِذْ ۔ قابو تھا ہمارا	عَلَيْكُمْ ۔ تم پر
وَ ۔ اور	نَمْنَعْكُمْ ۔ بچالیا تم کو	مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ مومنوں سے	فَاللّٰهُ ۔ تو اللہ
يَحْكُمُ ۔ فیصلہ کریگا	بَيْنَكُمْ ۔ درمیان تمہارے	يَوْمَ ۔ دن	الْقِيٰمَةِ ۔ قیامت کے
وَ ۔ اور	لَنْ ۔ ہرگز نہ	يَّجْعَلَ ۔ دے گا	اللّٰهُ ۔ اللہ
لِلْكٰفِرِيْنَ ۔ کافروں کو	عَلَى ۔ اوپر	الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ مومنوں کے	سَبِيْلًا ۔ کوئی راہ

مختصر تفسیر انیسواں ۱۹ رکوع سورۃ نساء پ ۵

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

اے ایمان والو انصاف پر قائم ہو جاؤ اللہ کے لیے گواہی دیتے ہوئے اگرچہ اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر بہرحال اللہ ان سب سے زیادہ حقدار ہے تو خواہش کے پیچھے نہ لگو کہ حق سے الگ ہو جاؤ اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

قَوّٰمِيْنَ ۔ کھڑے ہونے والے قیام قوام کی جمع ہے۔

بِالْقِسْطِ ۔ انصاف کے ساتھ عدل و انصاف قائم رکھنے والے۔

عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۔ تمہارے اوپر نقصان ضرر پہنچانے والے۔

اَقْرَبِيْنَ ۔ نزدیکی ۔ رشتہ دار

تُعْرِضُوْا ۔ منہ پھیرو

آیۂ کریمہ میں اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ شہادت میں کسی کی رو رعایت اور طرفداری نہ ہو اور عدل و انصاف سے نہ ہٹو اور کسی کے قرابت و رشتہ حق گوئی میں مخل نہ ہونے دے اور خواہشات نفسانی کی پیری نہ ہو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالے تمہارے دلی ارادوں تک سے بے خبر نہیں ہے آگے ارشاد ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ○ اے ایمان والو ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اتاری ہے رسول پر اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو کفر کرے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت سے تو وہ یقیناً گمراہ ہوا دور کی گمراہی میں۔

اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو

اٰمِنُوْا۔ ایمان لاؤ۔ پہلا فعل ماضی دوسرا امر دونوں کا مصدر ایمان ہے۔ اہل ایمان کو حکم دیا گیا آمنوا تم ایمان لاؤ۔ زبان سے اقرار دل سے تصدیق یقینی ایمان ہے۔

نَزَّلَ۔ اتارا آہستہ آہستہ اترنا جیسے ۲۳ سال میں قرآن پاک نازل ہوا۔

شان نزول: حضرت سید المفسرین ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت عبد اللہ بن سلام اور اسد اور اسید بن کعب اور ثعلبہ بن قیس اور عبد اللہ بن سلام کے بھانجوں اور یامین بن یامین کے معاملہ میں نازل ہوئی یہ حضور کی خدمت میں آئے اور عرض کیا حضور ہم آپ پر اور قرآن پر اور موسیٰ علیہ السلام اور توریت پر اور حضرت عزیر پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے سوا سب سے انکار کرتے ہیں اس کے جواب میں حضور نے فرمایا بَلْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ تَعَالٰی وَمُحَمَّدٍ وَبِكِتَابِهِ الْقُرْاٰنِ وَبِكُلِّ كِتَابٍ كَانَ قَبْلَهٗ فَقَالُوْا لَا نَفْعَلُ۔ نہیں بلکہ اللہ پر ایمان لاؤ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی کتاب قرآن پر اور تمام کتابوں پر جو پہلے تھیں تو وہ بولے ایسا تو نہیں کریں گے اس پر یہ حکم نافذ ہوا (روح المعانی)

آیۂ کریمہ کا مفہوم منطوق واضح کر رہا ہے کہ قرآن پاک پر ایمان لانے کے ساتھ ان تمام کتب پر ایمان لانا بھی ضروری ہے جو سابقہ انبیاء کرام پر نازل ہوئیں ان میں سے ایک نبی یا ایک کتاب کا انکار سب کا انکار ہے جیسے متنبی قادیاں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کہتا ہے کہ انہیں جو وحی ہوئی وہ سب شیطانی تھیں معاذ اللہ آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا ؕ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمَا ○ الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کفر کر بیٹھے۔ پھر کفر میں بڑھے اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ راہ دکھائے گا۔ خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ڈھونڈتے ہیں ان کے پاس عزت تو عزت ساری کی ساری اللہ تعالے کے لیے ہے۔

یہ اس قوم کے لیے وعید شدید ہے جس کی ردۃ مکرر سہ کرر واقع ہوئی ہو اور مصر علی الکفر ہو کر اپنے کفر میں بڑھ گیا ہو۔

مجاہد اور ابن زید فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو منافق تھے ایمان ظاہر کرتے پھر مرتد ہو جاتے پھر ایمان کا اظہار کرتے پھر مرتد ہو جاتے حتیٰ کہ ان کی موت کفر پر واقع ہوئی۔

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وعید کو ہر منافق کے لیے رکھا خواہ وہ بحری ہو یا بری۔ حسن فرماتے ہیں یہ ایک جماعت اہل کتاب کی تھی جو آئے دن حضور پر ایمان لاتی اور بعد میں کہہ دیتی کہ ہمیں یہ شبہ پیدا ہو گیا اس لیے ہم پھر کفر کرتے ہیں پھر آتی اور ایمان لاتی پھر کہہ دیتی کہ ہمیں پھر شبہ ہو گیا اس لیے مرتد ہو گئی اس حال میں رہ کر آخر مری۔

اس ہی طائفہ کے لیے دوسری جگہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ اہل کتاب کی ایک جماعت نے کہا دن کے ابتدا میں مومنوں کی کتاب پر ایمان لاؤ اور اس کے پچھلے پہر اس کا انکار کر دو تاکہ وہ بھی واپس آ جائیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وعید یہود کے لیے ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا کر پھر بچھڑا پوج کر مرتد ہوئے پھر ایمان لائے پھر عہد عیسیٰ علیہ السلام میں کفر کیا پھر ان کا کفر حضور علیہ السلام کی مخالفت کرنے سے اور بڑھ گیا۔

اور قتادہ۔ زجاج اور فراء کہتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے حضرت عزیر علیہ السلام پر پھر کافر ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کے انکار سے پھر یہ کفر اور بڑھا ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے (روح المعانی)

اس سے واضح ہو گیا کہ کافر زندہ رہتے ہوئے اگر کفر سے تائب ہو جائے تو توبہ قبول ہو گی اور کفر پر مر جائے تو پھر کفر بخشا نہیں جاتا جیسا کہ ارشاد ہے قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ

سلف (کافروں سے کہو اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ وہ پہلے کر چکے ہیں وہ ان کو معاف کر دیا جائے گا)

آگے نفاق پرستوں کا حال بیان فرمایا جن کے خیالات فاسدہ کاسدہ میں یہ تھا کہ اسلام غالب نہ ہوگا اس لیے کہ وہ کفار کو صاحب شوکت سمجھتے تھے اور اس وجہ ان سے دوستی رکھتے تھے اور ان سے ملے رہنے میں عزت سمجھتے تھے تو اس آیۂ کریمہ میں اس خیال فاسد کا ابطال فرمادیا کہ ان سے دوستی ممنوع ہے اور ان سے مل کر عزت ڈھونڈنا جہالت ہے عزت تو صرف اللہ اور صرف اللہ کے لیے ہے۔ یا مومنین کے لیے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (اور عزت صرف اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کی ہے۔)

اور یہ معنی محض ذات باری عز اسمہ کے لیے ہے جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ (تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے) آگے ارشاد ہے

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۙ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝

اور بے شک اتار چکا اللہ تم پر کتاب میں کہ جب تم اللہ کی آیتیں سنو کہ ان کا انکار کیا جائے اور ان کی ہنسی بنائی جائے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بے شک اللہ منافقوں اور کافروں کو سب کو جہنم میں جمع کرے گا اور وہ جو تمہاری حالت تکا کرتے ہیں تو اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے تو کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کا حصہ ہو تو ان سے کہیں کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچایا تو اللہ تم سب میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

يُسْتَهْزَاُ ۔ ہنسی اڑائے اِسْتِهْزَاءٌ اس کے معنی مذاق کرنا ایسا مذاق جس میں بے عزتی مقصود ہو۔

يَخُوْضُوْا ۔ خوض سے ہے اس کے معنی مشغول ہونا۔ یہ سورۃ مدنی ہے منافقین کے طرز عمل کے بارہ میں نازل ہوئی۔ وہ کلام اللہ کی آیات سن کر ٹھٹھا کرتے تھے۔ لہٰذا جب آپ دیکھیں کہ کفار ہماری

آیات کے بارے میں بکواس کریں تو ان کو چھوڑ دیں جب تک وہ دوسری بات نہ کریں۔

ان آیات میں واضح کیا گیا کہ منافقین و کفار کے ساتھ ہم نشینی ان کی مجالس کی شرکت ممنوع ہے الا بضرورۃ شاقہ اپنے کسی کام کے لیے جانا کام کرا لینا یہی حکم ہر بے دین اور گمراہ مثل جماعت مرزائیہ وغیرہ کا ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے سے چھوت چھات لگ جائے گی بلکہ ان کے ساتھ یارانہ گانٹھنا ان کی مصاحبت کو اپنے لیے موجب عزت سمجھنا ان کو اپنا راز دار بنانا یہ ممنوع ہے اور ان کے کفر کے ساتھ راضی ہونا بھی بطریق اولے ممنوع بلکہ کفر ہے۔

اور ان کا تمہارے ساتھ یہ حال ہے کہ وہ تمہارے معاملات کی تاک میں رہتے ہیں تاکہ اگر مسلمانوں کو فتح ہو تو مبارک سلامت کہتے آئیں اور اپنے نفاق سے یہ فائدہ اٹھائیں کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ تھے اور غنیمت میں سے انہیں بھی دو۔

اور اگر کافروں کو فتح کا کچھ حصہ مل جائے تو ان سے جا ملیں اور کہیں کہ مسلمان پوری طاقت سے تمہارے مٹانے کو بڑھے تھے مگر ہم نے انہیں یہ کہہ کر مرعوب کر دیا اور اس طرح انہیں ڈرا کر روک دیا اور اگر ہم ان کے ساتھ ہوتے تو ہم بھی تمہیں قتل یا گرفتار کرتے مگر بجائے اس کے ہم نے انہیں انواع و اقسام کے حیلوں سے روکا اور تمہیں ان کے رازوں سے مطلع کیا لہذا ہمارے اس سلوک کا بدلہ ہمیں دو۔

بہرحال ان کے نفاق کا یہ حال ہے جس کا فیصلہ قیامت کے دن انہیں دیا جائے گا۔ اور کافر مسلمانوں کو مٹا نہیں سکتے اور اپنے صداقت کے دلائل میں ان پر غالب نہیں آسکتے۔

علماء نے وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا سے چند مسائل مستنبط کیے

(۱) کافر مسلمان کا وارث نہیں خواہ بیٹا ہو یا بیوی۔

(۲) کافر مسلمان کے مال پر استیلا پا کر مالک نہیں ہو سکتا۔

(۳) کافر کو مسلمان غلام کے خریدنے کا حکومت اسلامیہ میں مجاز نہیں۔

(۴) کافر ذمی کے قتل پر مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا۔ (جمل)

بامحاورہ ترجمہ بیسواں رکوع سورۃ نساء پ ۵

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ — بے شک منافق اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا

خَادِعُهُمْ ۚ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

چاہتے ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ انہیں ہلاک کرے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے لوگوں کو دکھانے کے لیے اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝

مذبذب ہیں بیچ میں نہ ادھر کے نہ ادھر کے اور جسے گمراہ کرے اللہ تو ہرگز نہیں پائے گا تو اس کے لیے راہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَن تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ۝

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نہ پکڑو کافروں کو دوست سوائے مومنین کے کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لیے صریح حجت کرلو۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ۝

بے شک منافق نیچے طبقہ جہنم سے ہیں اور تو ہرگز ان کے لیے کوئی مددگار نہ پائے گا۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی اور مضبوطی سے تھامی رسی اللہ کی اور اپنا دین خالص اللہ کے لیے کرلیا تو یہ مومنین کے ساتھ ہیں اور عنقریب دے گا اللہ مومنین کو بڑا ثواب۔

مَّا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ۝

اور کیا کرے گا اللہ تمہیں عذاب دے کر اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ اور اللہ صلہ دینے والا جاننے والا ہے۔

لفظی ترجمہ

اِنَّ ۔ بیشک	اَلْمُنٰفِقِیْنَ ۔ منافق	یُخٰدِعُوْنَ ۔ فریب دیا چاہتے ہیں	اللّٰہَ ۔ اللہ کو
وَ ۔ اور حال یہ ہے کہ	ھُوَ وہ	خَادِعُھُمْ انکے فریب کا بدلہ دیگا	وَ ۔ اور

اِذَا۔ جب	قَامُوْٓا۔ کھڑے ہوتے ہیں	اِلَى۔ طرف	الصَّلٰوۃِ۔ نماز کی تو
قَامُوْا۔ کھڑے ہوتے ہیں	کُسَالٰی۔ سستی سے	یُرَآءُوْنَ۔ دکھلاوا کرتے ہیں	النَّاسَ۔ لوگوں کو
وَ۔ اور	لَا۔ نہیں	یَذْکُرُوْنَ۔ یاد کرتے	اللّٰهَ۔ اللہ کو
اِلَّا۔ مگر	قَلِیْلًا۔ تھوڑا	مُذَبْذَبِیْنَ۔ ڈگمگا رہے ہیں	بَیْنَ۔ درمیان
ذٰلِكَ۔ اس کے	لَا۔ نہ	اِلٰى۔ طرف	هٰٓؤُلَآءِ۔ ان کی
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	اِلٰى۔ طرف	هٰٓؤُلَآءِ۔ ان کی
وَ۔ اور	مَنْ۔ جسے	یُّضْلِلِ۔ گمراہ کرے	اللّٰهُ۔ اللہ
فَلَنْ۔ تو ہرگز نہ	تَجِدَ۔ پائے گا تو	لَهٗ۔ اس کے لیے	سَبِیْلًا۔ کوئی راہ
یٰٓاَیُّهَا۔ اے	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	لَا۔ نہ
تَتَّخِذُوا۔ پکڑو	الْكٰفِرِیْنَ۔ کافروں کو	اَوْلِیَآءَ۔ دوست	مِنْ دُوْنِ۔ سوا
الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کے	اَ۔ کیا	تُرِیْدُوْنَ۔ چاہتے ہو	اَنْ۔ یہ کہ
تَجْعَلُوْا۔ بناؤ	لِلّٰهِ۔ اللہ کے لیے	عَلَیْكُمْ۔ اپنے اوپر	سُلْطٰنًا۔ حجت
مُّبِیْنًا۔ صریح	اِنَّ۔ بیشک	الْمُنٰفِقِیْنَ۔ منافق	فِی۔ بیچ
الدَّرْكِ۔ طبقے	الْاَسْفَلِ۔ نچلے کے ہونگے	مِنَ النَّارِ۔ آگ سے	وَ۔ اور
لَنْ۔ ہرگز نہ	تَجِدَ۔ پائے گا	لَهُمْ۔ ان کے لیے	نَصِیْرًا۔ کوئی مددگار
اِلَّا۔ مگر	الَّذِیْنَ۔ وہ جنہوں نے	تَابُوْا۔ توبہ کی	وَ۔ اور
اَصْلَحُوْا۔ درست ہوگئے	وَ۔ اور	اعْتَصَمُوْا۔ تھام لیا	بِاللّٰهِ۔ اللہ کی رسی کو
وَ۔ اور	اَخْلَصُوْا۔ خالص کیا	دِیْنَهُمْ۔ اپنا دین	لِلّٰهِ۔ اللہ کے لیے
فَاُولٰٓئِكَ۔ تو یہ	مَعَ۔ ساتھ	الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کے ہیں	وَ۔ اور
سَوْفَ۔ عنقریب	یُؤْتِ۔ دے گا	اللّٰهُ۔ اللہ	الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کو
اَجْرًا۔ اجر	عَظِیْمًا۔ بڑا	مَا۔ کیا	یَفْعَلُ۔ کریگا
اللّٰهُ۔ اللہ	بِعَذَابِكُمْ۔ تمہیں عذاب دیکر	اِنْ۔ اگر	شَكَرْتُمْ۔ تم حق مانو
وَ۔ اور	اٰمَنْتُمْ۔ ایمان لاؤ	وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے
اللّٰهُ۔ اللہ	شَاكِرًا۔ بدلہ دینے والا	عَلِیْمًا۔ جاننے والا	

مختصر تفسیر بیسواں ۲۰ رکوع سورۃ نساء پ۵

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور حقیقت حال یہ ہے کہ (اللہ ہی) انہیں (غافل کر کے) ہلاک کرے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے لوگوں کو دکھانے کے لیے اور اللہ کی یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔

یُخٰدِعُوْنَ۔ فریب دیتے ہیں۔ خداع کے معنی دھوکہ فریب دینا ہیں۔ منافق بزعم خود اللہ کو اللہ کے بندوں کو دہوکہ دیتے ہیں حالانکہ خود دھوکہ کھا رہے ہیں مگر محسوس نہیں کرتے۔

یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ سے مراد علامہ حسن اور زجاج کے نزدیک ذات اقدس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ بیعت کے واقعہ میں فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ اور وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ارشاد ہوا۔ ان کی بیعت حضور کے دست حق پرست پر ہوئی تھی لیکن آیہ کریمہ میں حضور کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا اور جب مٹی پر پڑھ کر سنگریزے اپنے دست اقدس سے کفار پر پھینکے تو اس پھینکنے کو اپنی طرف منسوب کیا (روح المعانی)

اور اگر یہاں لفظی معنی ہی لیے جائیں تو بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالے کو فریب دینا ممکن نہیں بنا بریں یہی معنی مراد ہوں گے جو بیان ہو چکے اور

وَهُوَ خَادِعُهُمْ اس پر صاحب روح المعانی کہتے ہیں اَیْ فَاعِلٌ بِهِمْ مَا یَفْعَلُ الْغَالِبُ فِی الْخِدَاعِ حَیْثُ تَرَكَهُمْ فِی الدُّنْیَا مَعْصُوْمُ مِّنَ الدِّمَاءِ وَالْاَمْوَالِ وَاَعَدَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ دَرْكَ الْاَسْفَلَ مِنَ النَّارِ یعنی اللہ منافقین کے ساتھ وہ کرے گا جو دہوکہ باز فریبی کے ساتھ ایک غالب ذات کر سکتی ہے اور وہ یہ کہ انہیں دنیا میں ڈہیل دی جائے گی مسلمانوں میں معصوم الدماء والاموال ہوں گے اور آخرت میں انہیں نیچے درجہ میں جہنم کے ڈالا جائے گا۔

اور ایک قول دوسرا نقل فرماتے ہیں وَقِیْلَ خِدَاعُ تَعَالٰی لَهُمْ اَنْ یُّعْطِیَهُمْ سُبْحَانَهٗ نُوْرًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ یَمْشُوْنَ بِهٖ مَعَ الْمُسْلِمِیْنَ ثُمَّ یَسْلُبُهُمْ ذٰلِكَ النُّوْرَ وَیُضْرِبُ بَیْنَهُمْ سُوْرٌ ذُوْ ذٰلِكَ عَنِ الْحَسَنِ اَیْضًا كَا خْتَارَهٗ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُفَسِّرِیْنَ ۔ اللہ کا خداع ان کے ساتھ یہ ہوگا کہ اللہ تعالے انہیں قیامت کے دن ایک نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں وہ مسلمانوں کے ساتھ چل رہے ہوں گے کہ یک لخت وہ نور سلب

کرلیا جائے گا اور غضب الٰہی ان پر پڑے گا۔ سُوء کا ترجمہ صاحب مفردات نے غضب کے بھی کیے ہیں اس کے علاوہ یہ لفظاً اور معنیً میں بھی مستعمل ہے۔

قَامُوْا کُسَالٰی۔ کُسَالٰی کسلان کی جمع ہے۔ کسل کاہلی سستی کو کہتے ہیں جو سستی کے ساتھ تھکے ہارے مرے دل سے کام کرے۔

قَامُوْا کُسَالٰی۔ ہارے جی سے نمازوں میں لوگوں کے دکھاوے کو شرکت کرنا یہ بھی علامت منافق ہے اس لیے کہ ایمان تو ان میں ہوتا نہیں جس سے ذوق طاعت وحلاوت ایمان کا لطف اٹھا سکیں محض ریاکاری کے لیے آ کر ے کلید درِ دوزخ است آں نماز + کہ بہ پیش مردم گذاری دراز + نماز پڑھتے تھے اور منافق پر نماز یا بھی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے ہی پڑھتا ہے ورنہ اسے نماز سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ پھر کفر و اسلام میں مذبذب نہ خالص مومن نہ علانیہ کافر چنانچہ ارشاد ہے۔

مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا

بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں نہ ادھر کے نہ ادھر کے اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کے لیے کوئی راہ نہ پائے گا۔

مُذَبْذَبِیْنَ۔ ذَبْذَبَہ سے بنا اس کے معنی ہیں کبھی ادھر کبھی ادھر جھکنا۔ ان آیات میں منافقوں کی علامات بیان کی ہیں وہ ایمان اور کفر کے درمیان لٹکتے رہتے ہیں نہ تو ایمان دل سے قبول کرتے ہیں نہ کھل کر کفر کا ساتھ دیتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ۝ اے ایمان والو کافروں کو دوست نہ بناؤ مسلمانوں کے سوا کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لیے صریح حجت کرلو۔

سُلْطَان۔ قوت وغلبہ ایسی دلیل جس سے دوسرے کو دبا لیا جائے ا

اس آیت میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ کفار کو دوست بنانا منافقین کی خصلت ہے تم اس سے بچو اور اگر ایسا کرو گے تو اپنے نفاق کی حجت قائم کرکے مستحق جہنم ہو جاؤ گے صاحب روح المعانی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں عَلَیْکُمْ سُلْطَانًا مُّبِیْنًا اَیْ حُجَّةً ظَاهِرَةً فِی الْعَذَابِ وَفِیْهِ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَا یُعَذِّبُ اَحَدًا بِمُقْتَضٰی حِکْمَتِهٖ اِلَّا بَعْدَ قِیَامِ الْحُجَّةِ عَلَیْهِ۔ یعنی اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا کے یہ معنی ہیں کہ دلیل ظاہر قائم رکھنا اپنے لیے عذاب کی۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالٰی کسی کو عذاب نہیں دیتا یہ اس کی حکمت بالغہ کا مقتضا ہے مگر بعد اس کے کہ اس پر حجت و برہان قائم ہو جائے چنانچہ آگے فرماتے ہیں۔

فَاِنَّ مُوَالَاۃَ الْکَافِرِ یْنَ دَاضِحُ اَدِلَّۃِ النِّفَاقِ. کافروں سے دوستی ومحبت روشن دلیل نفاق ہے لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔ اس کے بعد منافقوں کا مقام ظاہر فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِیْرًا ۙ بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ منافق کا عذاب کافر سے بھی زیادہ ہے اس لیے کہ وہ دنیا میں اظہار اسلام کرکے مجاہدین کے ہاتھوں سے بچا رہا اور باوجود کافر ہونے کے مسلمانوں کو مغالطہ دے کر اسلام کا درپردہ استہزاء کرتا رہا صاحب روح المعانی اس کے ماتحت فرماتے ہیں اَیْ فِی الطَّبَقَۃِ السُّفْلٰی مِنْھَا وَھُوَ قَعْرُھَا وَلَھَا طَبَقَاتٌ سَبْعٌ تُسَمَّی الْاُوْلٰی کَمَا قِیْلَ جَھَنَّمُ وَالثَّانِیَۃُ اللَّظٰی وَالثَّالِثَۃُ الْحُطَمَۃُ وَالرَّابِعَۃُ السَّعِیْرُ وَالْخَامِسَۃُ السَّقَرُ وَالسَّادِسَۃُ الْجَحِیْمُ وَتُسَمَّی تِلْکَ السَّابِعَۃُ الْھَاوِیَۃُ اَلطَّبَقَاتُ الدَّرَکَاتُ مُتَدَارِکَۃٌ مُتَتَابِعَۃٌ بَعْضُھَا تَحْتَ بَعْضٍ۔

یعنی نیچے کے طبقہ میں منافق ہوں گے اور وہ جہنم کا آخری گڑھا ہے اور جہنم کے سات طبقہ میں پہلا جہنم دوسرا لظی تیسرا حطمہ چوتھا سعیر پانچواں سقر چھٹا جحیم ساتواں ہاویہ اور ہر درجہ کا نام درکہ ہے اس لیے کہ ایک دوسرے سے متدارک اور پے درپے ہیں۔

اس کے بعد جو گڑھا ہے اسے درک اسفل کہا گیا۔ حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ منافق کو ایک صندوق میں بند کرکے جو نیچے کا درکہ ہوگا وہ اس درک اسفل جہنم میں ڈالا جائے گا اور یہ اشد عذاب ہے اور کفار کے مقابلہ میں اس وجہ میں کہ وہ کفر میں خفیہ طور پر استہزاء باسلام کرتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ خداع اور فریب کرتا تھا صحیحین میں ایک حدیث ہے جس سے علامات نفاق واضح ہوتی ہیں۔

اَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنْھُنَّ کَانَ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ اِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں ہیں جس میں یہ ہوں وہ منافق ہے اور جس میں ان چار سے ایک خصلت ہو وہ ایک علامت نفاق کا منافق ہے جب تک کہ وہ خصلت ترک نہ کردے جب امانت رکھا جائے خیانت کرے جب بات کرے جھوٹ بولے جب وعدہ کرے خلاف کرے جبکہ مخاصمہ میں جائے تو فجور کرے یعنی بے انصافی خلاف شریعت۔ اس کے بعد استثناء فرمایا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰہِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَھُمْ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ

شَاكِرًا عَلِيْمًاo مگر وہ جو توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں اور اللہ کی رسی مضبوط تھام کر اپنا دین خالص اللہ کے لیے کرلیں تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا اجر دے گا۔ اور اللہ کیا کرے گا تمہیں عذاب دے کر اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ اور اللہ (ہر ایک عمل کا) بدلہ دینے والا جاننے والا ہے۔

مفہوم آیت واضح ہے کہ مگر جو توبہ کرلے نفاق سے اور منافق نہ رہے اور جو خرابیاں اس میں تھیں اس سے تائب ہو کر نیت درست کرلے اور احوال نفاق سے مجتنب ہو کر اپنی توبہ پر قائم ہو جائے اور اعتصام باللہ اس طرح کرلے کہ کتاب اللہ کو تھام کر اس پر مضبوطی سے عمل پیرا ہو اور اپنا دین خالص اللہ کے لیے ایسا کرلے کہ طاعت الٰہی سے سوائے رضاء الٰہی قطعاً غیر کا خیال بھی نہ ہو اور لوگوں کو نقصان پہنچانے استہزاء بالدین وغیرہ نہ ہو جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں ابی ثمامہ سے مروی ہے۔

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ لِعِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رُوْحَ اللهِ مَنِ الْمُخْلِصُ لِلّٰهِ قَالَ الَّذِىْ يَعْمَلُ لِلّٰهِ تَعَالٰى لَا يُحِبُّ اَنْ يَّحْمَدَهُ النَّاسُ عَلَيْهِ۔ حواریوں نے عیسٰی علیہ السلام سے پوچھا کہ اے روح اللہ کون مخلص ہو سکتا ہے خالص اللہ کا عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا وہ جو عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کرے اور کبھی یہ پسند نہ کرے کہ اس کی اس نیکی سے لوگ اس کی تعریف کریں۔

تو ایسا توبہ کرنیوالا یقیناً مؤمنین کے ساتھ جنت کے درجات عالیہ میں جانے کا مستحق ہے اور دنیا و آخرت میں اسکے لیے رحمت ہی رحمت ہے اور عنقریب ایسے تائب کو مومنین کے ساتھ اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے گا۔

مَا يَفْعَلُ اللهُ میں مَا استفہامیہ ہے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ اَىُّ شَىْءٍ يَفْعَلُ اللهُ سُبْحَانَهٗ بِسَبَبِ تَعْذِيْبِكُمْ اَيَتَشَفّٰى بِهٖ مِنَ الْغَيْظِ اَمْ يُدْرِكُ بِهِ الثَّارَ اَمْ يَسْتَجْلِبُ بِهٖ نَفْعًا اَوْ يَسْتَدْفِعُ بِهٖ ضَرَرًا كَمَا هُوَ شَاْنُ الْمُلُوْكِ وَهُوَ الْغَنِىُّ الْمُطْلَقُ الْمُتَعَالِىْ عَنْ اَمْثَالِ ذٰلِكَ۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ملوک دنیا کی صفات سے بالا ہے وہ جس طرح ادنیٰ غیظ و غضب سے سب کیا دھرا ضائع کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں اگر تم حق مانو۔ ایمان لاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ عطا فرمائے گا (روح المعانی)

نجات کے لیے توبہ۔ اصلاح احوال دین کو خاص رکھ کر اختیار کرنا اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنا ضروری ہے۔
الحمد للہ پانچواں پارہ ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری عفی عنہ

اضافات :۔ ابن الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری ۔ ۲۵ جنوری ۱۹۷۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ

تفسیر الحسنات

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ القدیم الذی ارسل الیٰ خلقہ من عظیم الاقدار سہاماً وحکم علیہم بالموت والفناء فلم یترک الموت لاحد منہم دواماً ○ وشتت بہا ذم الذات شملاً وفرق نظاماً ○ فترکوا الحلائل اراملاً والاولاد ایتاماً ○ احمدہ سبحانہ وتعالیٰ واشکرہ انال بہ فضلاً وانعاماً ○ واشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ شہادۃ من شہد ہا نال بہا عزاً وکراماً ○ واشہد ان سیدنا ونبینا ومولٰنا محمداً عبدہ ورسولہ الذی کان یشفی بریقہ الشریف اسقاماً وزلاماً ○ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واحبابہ وعلماء امتہ اجمعین ○

اما بعد فقیر حقیر درماندہ نفس شریر ابوالحسنات سید محمد احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان وامیر مرکزی حزب الاحناف پاکستان خلف الرشید امام اہل سنت ماحی بدعت حامی سنت محدث اعظم فقیہ اتم حضرت استاذ العلماء علامہ ابومحمد سید دیدار علی شاہ صاحب حنفی قادری نقشبندی رضوی مشہدی نور اللہ مرقدہ بانی وامیر حزب الاحناف لاہور

زمانہ تحریک ختم نبوت میں جب کہ فقیر کو اپنے رفقاء کے ساتھ ۲۶، ۲۷ فروری ۵۳ء کی درمیانی شب کراچی میں رات کے تین بجے ناظم الدین حکومت نے سیکورٹی ایکٹ کے ماتحت گرفتار کرکے ایک سال کے لیے کراچی جیل میں نظر بند کردیا تو خیال آیا کہ اس اسیری کے لیل ونہار خدمت دین میں ہی گذارے جائیں چنانچہ کافی غور وخوض کے بعد فیصلہ کیا کہ دور حاضر میں احناف اہل سنت کے لیے کوئی مفصل بدلل جامع تفسیر قرآن کریم اردو زبان میں عوام کے سامنے پیش نہ ہوسکی لہذا مجھے اس دور فرصت میں اس کام کو انجام دینا چاہیئے۔ لیکن چونکہ ہمیں سی کلاس میں رکھا گیا تھا اور یہ کام بھی معمولی نہ تھا اس وجہ سے قید وبند کے دو تین ماہ اسی کشمکش و پنج بیت ولعل میں گزر گئے ادھر لخت جگر نور بصر اعز الاخص حکیم ابی الحسنات سید خلیل احمد قادری صانہ اللہ عن شر حاسد اذا حسد بھی لاہور میں جامع مسجد وزیر خاں سے تحریک کی قیادت کرتے ہوئے شاہی قلعہ لاہور میں لے جائے گئے جس کی وجہ سے ان کی موت وحیات سے بھی لاعلمی رہی حتی کہ مختلف افواہوں اور پریشان کن خبروں سے پریشانی میں اضافہ ہوتا رہا اور تفسیر کا کام شروع نہ ہوسکا بالآخر کراچی جیل سے ہم بمعہ رفقاء سکھر جیل میں منتقل کردیا گیا۔ جہاں ۱۲۵ ایک سو پچیس ڈگری گرمی پڑ رہی تھی آخرش فقیر نے عزم صمیم کے ماتحت اس کام کو شروع کردیا اور اس کا نام تفسیر الحسنات بآیات بینات خلاصہ تفسیر الآیات باقوال حسنات رکھا گیا ایک سال کے بعد بفضلہ تعالیٰ آٹھ پارے مکمل کر لیے گئے تھے لاہور میں ہائی کورٹ نے ہیبس کارپس کے ذریعہ ہماری نظر بندی کو حبس بیجا قرار دے کر ہم کو بمعہ رفقاء رہا کردیا۔ رہائی کے بعد بھی اس فریضہ کو جاری رکھا اور باوجود پریشانیوں کے بحمدہ تعالیٰ قرآن کی تفسیر مکمل کرچکا ہوں بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ مولا کریم اپنے محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس کام کو قبول فرمائے اور مقبول عام کرے۔

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

امام اہلسنت غزالِ دوراں
استاذ العلماء حضرت
شیخ الحدیث علامہ

سید احمد سعید کاظمی

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر الحسنات بآیات بینات " مؤلفہ مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا سُبْحَانَ اللّٰہِ، تفسیری محاسن کا حسین و جمیل مرقع ہے۔ کیوں نہ ہو جس کے مؤلف فاضلِ اجل عالم بے بدل حافظ قاری علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قدس اللہ سرہٗ العزیز جو آباً عن جدٍ وارث علوم قرآن و حدیث ہیں۔ فنون متداولہ عقلیہ و نقلیہ کے ماہر قرآن کریم حافظ اور قاری تفسیر و حدیث فقہ اور تصوف کے علوم کے جامع بلکہ طب یونانی کے بھی عظیم فاضل طبیب حاذق صالح متقی شریعت و طریقت کے حامل تصنیف و تالیف میں بے مثال ان کی لکھی ہوئی تفسیر کیسی نفیس اور عمدہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح معنی جسے تفسیر کہا جا سکتا ہے۔ وہ تفسیر الحسنات ہے لفظی ترجمہ میں لغات قرآن کو حل کر دیا اور با محاورہ ترجمہ فرما کر قرآن پاک کو آسان کر دیا شان نزول تحریر فرما کر مطالب قرآن کو مزید واضح فرما دیا افسوس ہے کہ تا حال فقیر کو بالاستیعاب مطالعہ کا موقع نہیں ملا جو کچھ دیکھا جہاں تک دیکھا صفحات اوراق پر جواہر پارے اور دریائے نایاب بکھرے ہوئے پائے سورۃ ق تک حضرت مولف قدس سرہٗ تفسیر الحسنات لکھنے پائے تھے کہ رب العٰلمین کی بارگاہ عزت میں حاضری کا وقت آگیا۔ اے کاش بقیہ تفسیر بھی مکمل ہو جاتی تو ہمارے اس دینی علمی سرمایہ میں مزید نعمتیں نصیب ہوتیں۔ بہر نوع اور جتنا بفضلہ اللہ جو کچھ ہمیں ملا ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور حضرت مولف علیہ الرحمۃ کے لخت جگر صاحبزادہ سید خلیل احمد قادری دامت برکاتہم العالیہ کے اس احسان عظیم پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے اس علمی خزانہ کو محفوظ رکھا اور تفسیر الحسنات کو بحسن و خوبی کے ساتھ زیور تصحیح و ترتیب سے آراستہ کر کے تشنگان علوم تک پہنچا دیا۔ اللہ حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے اسلاف کرام کے ساتھ جنات الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور صاحبزادہ امیر الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی دامت برکاتہم العالیہ کو صحت و عافیت کے ساتھ زندہ و سلامت رکھے کہ وہ اپنے اسلاف کرام کی چمکتی ہوئی نشانی ہیں۔

فقیر سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

فہرست مضامین پارہ چھ سے پارہ دس تک

	صفحہ
تفسیر الحسنات بآیات بینات	
تفسیر قرآن سنٹرل جیل لاہور میں	
تصانیف	
پارہ ششم	
بامحاورہ ترجمہ انیسواں رکوع سورۃ نساء	۱
حل لغات انیسواں رکوع سورۃ نساء	″
مختصر تفسیر انیسواں رکوع سورۃ نساء	۲
شان نزول	۳
بامحاورہ ترجمہ بیسواں رکوع سورۃ نساء	۴
حل لغات بیسواں رکوع سورۃ نساء	۶
مختصر تفسیر بیسواں رکوع پ۶ سورۃ نساء	۹
شان نزول	″
نحن اقرب الیہ من حبل الورید پر بحث	۱۰
حضرت مریم پر بہتان عظیم لگایا گیا اور اس کا رد	۱۱
رفعہ الی السماء کی روح المعانی سے مفصل بحث	۱۲
مبحث الرفع	۱۴
تفسیر فتح البیان سے تشریح	۱۷
لغت سے رفع کی تشریح	۱۸
تفسیر کبیر، معالم، جلالین، سواطع الالہام روح المعانی، جامع البیان۔ ابن کثیر رد	
تفسیر مدارک	۱۹
مفردات راغب	۲۱
معالم سے تصریح	۲۲

	صفحہ
حضرت ابن عباس کا قول	
امام فخر الدین رازی	۲۳
سورۃ آل عمران جلد دوم	۲۴
مزید وضاحت	″
تحقیق توفی	۲۵
وفا کے معنی مصدری	۲۶
توفی کی مفصل بحث	۲۷
توفی کی بحث آیات سے	۲۸
متعدد اقوال	۳۰
اہل کتاب سے راسخ فی العلم	۳۱
بامحاورہ ترجمہ رکوع بست و یکم	۳۲
حل لغات	۳۳
مختصر تفسیر رکوع اکیسواں سورۃ نساء	۳۵
تعریف وحی	۳۶
اقسام وحی	۳۷
خصوصیات حضرت نوح علیہ السلام	۳۹
صفا مروہ آپ کی یادگاریں ہیں جب سے وہ سے مکہ آباد ہوا	۴۰
زبور میں ایک سو پچاس آیتیں تھیں	″
علامہ بغوی نے لکھا ہے کہ زبور صد و ہشتاد مجد کا بیان تھا	۴۱
انبیاء کی تعداد کے بارے میں حضور علیہ السلام سے سوال	″
حضور علیہ السلام کو بے مثل فضیلت عطا کی گئی	″

مضامین	صفحہ
کعب احبار سے انبیاء کی تعداد کی روایت	۴۲
کلام موسیٰ اور کلام مصطفیٰ کا فرق	"
رسولوں کا شریعت لانا	۴۳
معرفت الٰہی اور بیان شرع زبان انبیاء سے ہی حاصل ہوتی ہے۔	"
شان نزول	۴۴
قرآن کریم اس علم خاص سے آثار جسے سوا واجب تعالےٰ کے کوئی نہ جانتا تھا	"
توجیہات	۴۵
توجیہات اقوال حسنات	۴۶
شان نزول	۴۷
روح منہ کی تشریح آیات قرآنی سے	۴۸
نصرانی کا لاجواب ہوتا	"
واقدی کو انعام ملنا	۴۹
روح کے معانی میں چند اقوال	"
تثلیث سے باز رہو تمہارے لیے بہتر ہے	"
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۲۲ سورۃ نساء	۵۰
حضرت ابوہریرہ کی روایت	"
حل لغات بائیسواں رکوع	۵۱
مختصر تفسیر رکوع بائیسواں	۵۳
شان نزول	"
وفد نجران	"
ملائکہ کی فضیلت انسانوں پر لازم نہیں آتی	۵۴
ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت	"

مضامین	صفحہ
استنکاف کی تشریح	۵۴
برہان سے مراد حجۃ قاطعہ ہے معجزات نہیں	۵۵
اقوال حسنات	"
برہان حجت الٰہیہ سے مراد ذات مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں	۵۶
جناب کے ہاتھ انگلیاں پشت معجزات ہیں	"
کلالہ کے متعلق قانون	۵۷
شان نزول	"
تعریف کلالہ	"
کلالہ کی تین صورتیں	۵۸
قرآن میں دو جگہ ذکر ہے	"
ابوداؤد کی روایت	"
آب وضو میں شفا ہے اس کا استعمال سنت نبوی ہے۔	"
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ مائدہ	۵۹
حل لغات	۶۱
مختصر تفسیر رکوع اول سورہ مائدہ	۶۳
عقد کی تشریح اور مختلف اقوال	۶۴
حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد۔	۶۵
بہیمہ کی تعریف	"
حالت احرام میں شکار جائز نہیں مگر دریائی	"
اللہ کے شعائر جو خاص طور پر فرمائے گئے	۶۶
ہدی کی تعریف	"

مضامین	صفحہ
احرام سے نکلنے کے بعد کے احکام	۶۷
شان نزول	"
شریح بن ہند کا مدینے آنے کا مفصل واقعہ	"
برّ اور اثم کی تعریف	۶۸
حرام چیزوں کا حکم	"
مسئلہ :- ذبح کی رگیں چار ہیں	۷۰
جن جانوروں کو بتوں کے تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔	۷۱
ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول	"
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا عمل	۷۲
حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی تشریح	"
سورہ مائدہ حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن جمعہ کے روز بعد عصر نازل ہوئی	"
اس کے بعد ۸۱ دن حضور اس جہان میں تشریف فرما رہے۔	۷۳
یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت عمر رو پڑے۔	"
مختلف اقوال	"
شان نزول	"
عید میلاد النبی - یوم ولادت منانا مستحب ہے۔	"
محرمات کا اجمالاً بیان	۷۴
تصویر اور کتے کا بیان	۷۴

مضامین	صفحہ
ابو رافع فرماتے ہیں	۷۵
مفسرین کی حلال حرام کی تصریح	"
شان نزول	"
کتے اور باز کے شکار کا حکم	۷۶
اشیاء طیبہ کا ذکر	"
امام اعظم کے نزدیک صابی کی دو قسم ہیں	۷۷
مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو	۷۸
با محاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ مائدہ	۷۹
حل لغات	۸۰
مختصر تفسیر رکوع دوم سورۃ مائدہ	۸۲
وضو کے احکام	"
روح المعانی کی روایت	۸۳
ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے لیے جدا وضو کرنا فرض تھا۔	"
تحقیق انیق	"
تعریف و حدود چہرہ	"
ہاتھ کہنیوں تک	"
مسح سر	"
غسل رجلین الی الکعبین	۸۴
مفصل بحث	"
روح المعانی کی بحث	۸۵
ائمہ کرام کے ارشادات	۸۶
حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث تقریباً ساٹھ سندوں سے مروی ہے۔	

مضامین	صفحہ
غسل کے احکام	۸۶
تیمم کے احکام	۸۷
اصطلاحات فقہی	″
میثاق کے متعلق علامہ آلوسی کے ارشاد	۸۹
عدل ہر چیز سے زیادہ تقویٰ کے قریب ہے	″
شان نزول	۹۰
بنی سلیم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے خونبہا طلب کیا	۹۱
یہودیوں کے منصوبے	″
غورث بن حارث کا حضور علیہ السلام کے خلاف منصوبہ	″
عسفان میں مشرکین کا حضور علیہ السلام کے خلاف منصوبہ	۹۲
صلوٰۃ خوف کا طریقہ تعلیم فرمایا	″
بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ مائدہ	″
حل لغات	۹۴
مختصر تفسیر رکوع سوم سورۃ مائدہ	۹۷
انبیاء کی تعظیم کا حکم	″
بنی اسرائیل کا مصر میں قیام، اریحا کی طرف جانے کا حکم ہے۔	″
بارہ سرداروں کا انتخاب کر کے حضرت موسیٰ قبائل بنی اسرائیل کی طرف روانہ ہوئے	۹۸

مضامین	صفحہ
ہیبت و شوکت ہیں	۹۹
دو نقیب اپنے عہد پر رہے۔	″
علامہ آلوسی اس مقام پر صوفیاء کرام کے نظریات کے تحت تحریر فرماتے ہیں	″
فتوحات میں ہے کہ اولیاء کرام میں سے نقباء ہیں وہ بارہ ہوتے ہیں	″
ہر نقیب ایک برج کے خواص کا عالم ہوتا ہے	″
ان نقباء کے ہاتھ شرائع منزلہ اور خرابیاں نفوس اور تکلیفات ومکروہات وغیرہ ان پر منکشف ہوتے ہیں	″
شیخ اکبر نے ان کی بہت سی قسمیں گنی ہیں	۱۰۰
سلف نے ان میں سے اکثر ناموں کا انکار کیا ہے۔	″
فتاوی ابن تیمیہ میں ہے کہ وہ نام جو زبان زد عوام ہیں غوث ہیں مکہ میں ہوتے ہیں	″
اقول وباللہ التوفیق	۱۰۱
ابن تیمیہ کے نظریات کا جواب	″
قرآن کریم سے دلائل	″
احادیث سے دلائل	″
درجات پر مفصل بحث	″
علامہ آلوسی تاویلی تفسیر فرماتے ہیں	۱۰۲
تفسیر معالم وخازن سے تفسیر	۱۰۳
عہد شکنی	″

کنعانی بہت قد آور شہ زور، مالدار [illegible] عیسیٰ علیہ السلام سے اسکندر رومی کے

تین سو سال بعد بیت اللحم میں پیدا ہوئے	۱۰۴
اے اہل کتاب بیشک تمہارے پاس آ گئے رسول ۔	″
اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب ہدایت دیتا ہے ۔	۱۰۵
شان نزول	″
ابن صوریا کا واقعہ	″
نور کی تعریف	۱۰۶
یعقوبیہ ملکانیہ کا مذہب	″
ایک نکتہ	۱۰۷
دلائل نبوت میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت	۱۰۸
رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا	۱۰۹
شان نزول	″
تحقیق لفظ فترۃ	۱۱۰
مقدار زمانہ فترت مابین عیسیٰ و سید الانام علیہم السلام	۱۱۱
حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے مابین مدت فترت	″
بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم سورہ مائدہ	″
حل لغات رکوع چہارم	۱۱۲
مختصر تفسیر رکوع چہارم سورہ مائدہ	۱۱۴
پہلی نعمت نبوت ہے	″
محافل میلاد رحمت و برکات ہیں	″
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت	۱۱۵
جس زمین پر انبیاء کی سکونت ہو وہ زمین شرف حاصل کر لیتی ہے	۱۱۵
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظر سے تمام زمین جو نظر میں آئی مقدس ہو گئی ۔ وہی زمین آپ کی ذریت کی میراث بن جائے گی	۱۱۶
کالب بن یوحنا اور یوشع بن نون کو حضرت موسیٰ نے قوم جبارین کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا ۔	″
دس بد عہد نقیب مقام تیہ میں بڑی آفتوں میں مبتلا ہو کر مرے ۔	۱۱۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ رب العزت میں دعا	″
ارض مقدس شام و مصر کے درمیان ایک وسیع علاقہ ہے جسے تیہ کہتے ہیں ۔	۱۱۸
بنی اسرائیل نے جہاد سے انکار کیا چالیس برس تک بھٹکتے پھرے ۔ تمام دن خاک چھانتے اور شام کو وہاں ہی پاتے ۔	″
حضرت یوشع علیہ السلام کی عمر ایک سو چھبیس سال ہوئی اور افرائیم میں پہاڑ میں دفن ہوئے	″
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ستائیس سال زندہ رہے	″
بامحاورہ ترجمہ رکوع پنجم سورۃ مائدہ	۱۱۹
حل لغات	۱۲۰
مختصر تفسیر رکوع پنجم سورۃ مائدہ	۱۲۲
ہابیل و قابیل کا واقعہ	″

مضمون	صفحہ
شریعت آدم میں جو قربانی قبول ہوتی تھی	۱۲۳
حضرت آدم کا مکہ معظمہ کا سفر	//
قابیل کو قتل کرنے کی ترکیب نہیں آتی تھی شیطان نے جانور کی شکل اختیار کی اور قتل کی ترکیب بتائی۔	۱۲۴
ہابیل کی عمر پچیس سال تھی	//
قتل کا واقعہ بعض کہتے ہیں کہ بصرہ میں ہوا۔ اور بعض کا قول ہے کہ غار حرا کے پشت پر ہوا۔	//
ہابیل سے پہلے کوئی انسان قتل نہ ہوا۔	۱۲۵
کوّے سے دفن کا طریقہ حاصل کیا	//
حضرت آدم قتل ہابیل کے بعد سو سال تک ہنسے نہیں۔	//
قتل ہابیل کے پچاس سال بعد حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے۔	//
آپ پر پچاس صحیفے نازل ہوئے	//
خون ناحق کرنا فساد فی الارض ہے۔	۱۲۶
جو ناحق مارے یا قتل کرے وہ ان ظالموں میں سے ہے جو دنیا کو ہلاک کرنے کی ٹھان چکا ہو	//
بنی اسرائیل کو قتل ناحق سے منع کیا گیا	//
رسلنا سے مراد انبیاء بنی اسرائیل ہیں	//
بنی اسرائیل میں جو انبیاء کرام تشریف لائے وہ معجزات باہرہ لائے	۱۲۷

مضمون	صفحہ
شان نزول	۱۲۷
مال کی واپسی اور قتل کا قصاص حق العباد سے ہے۔	۱۲۸
با محاورہ ترجمہ رکوع ششم سورہ مائدہ	۱۲۹
حل لغات رکوع ششم	۱۳۰
مختصر تفسیر رکوع ششم سورۃ مائدہ	۱۳۳
تحقیق وسیلہ	//
وسیلہ کی تعریف	۱۳۴
وسیلہ احادیث کی روشنی میں	۱۳۵
مفصل بحث	۱۳۶
علامہ آلوسی کا بیان قابل غور ہے	۱۳۷
بیان حکم سرقہ	۱۳۹
شان نزول	//
مزید توضیح	//
سرقہ کی تعریف	۱۴۰
اس حکم کے مجاز کون ہوسکتے ہیں	//
مذہب حنفی میں ہے	۱۴۱
توضیح	۱۴۲
شان نزول	۱۴۳
ابن سوریا	//
رجم کے احکام	۱۴۴
روح المعانی نے مذکور کیا	۱۴۵
رشوت کی مذمت	//
سحت کی بحث	۱۴۶

مضمون	صفحہ
ذمی لوگوں پر اسلام کے احکام نافذ کئے گئے۔	۱۴۷
بامحاورہ ترجمہ رکوع ہفتم سورۃ مائدہ	۱۴۸
حل لغات	۱۵۰
مختصر تفسیر رکوع ہفتم سورۃ مائدہ	″
توریت کی صفت	۱۵۳
شان نزول	″
ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث	۱۵۴
عہد معاویہ رضی اللہ عنہ میں ایک مقدمہ میں یہ حدیث سنائی گئی۔	۱۵۵
جسم کی جتنی دیت معاف کی اسی قدر اس کے گناہ معاف ہونگے۔	″
احکام توریت کے بعد انجیل کے احکام کا ذکر شروع ہوا۔	۱۵۶
نور سے مراد اعمال صالحہ ہیں	″
قرآن کریم نے انجیل کی تصدیق فرمادی	۱۵۷
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نعت میں فرماتے ہیں	۱۵۸
شریعت کی تعریف	″
ان آیات کے خطابات حضور علیہ الصلوۃ و السلام سے ہیں	۱۶۰
شان نزول	″
قبیلہ بنی نضیر اور بنی قریظہ دونوں یہودیوں کے قبیلے تھے۔	″

مضمون	صفحہ
بارگاہ رسالت میں بنی قریظہ اور بنی نضیر کے قتل کا مقدمہ پیش ہوا۔	۱۶۱
خلاصہ ترجمہ رکوع ہشتم سورۃ مائدہ	″
حل لغات	۱۶۳
مختصر تفسیر رکوع ہشتم سورہ مائدہ	۱۶۴
شان نزول	″
بحث لفظ ولی	۱۶۵
ایک سبق آموز حکایت	۱۶۷
ناظم الدین حکومت اور مسلمانوں کا مطالبہ	″
شان نزول	۱۶۸
منافقین کی حالت	۱۶۹
اسود عنسی کی ہلاکت	″
گیارہ فرقے آج تک گمراہ ہوئے	″
مسیلمہ کذاب بن حبیب نے دعوی نبوت کیا اور بارگاہ رسالت میں اپنا نامہ بھیجا۔	″
حضور علیہ السلام نے مسیلمہ کذاب کے نامہ کا جواب ارسال کیا۔	۱۷۰
نامۂ عالی	″
حضرت صدیق اکبر نے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں سریہ بھیجا۔ مقابلہ ہوا۔	۱۷۱
سات مرتدین عہد ابوبکر صدیق میں ہوئے	″
عہد صدیقی میں یہ سب مرتدین ختم ہو گئے	″
ایک فرقہ عہد عمر میں مرتد ہوا۔	″
طمانچہ مارنے کا واقعہ	″

مضمون	صفحہ
نادم ہوا اور چند اشعار کہے	۱۷۲
مولائے کائنات کی فضیلت کی بعض روایات	//
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین	//
مفسرین کے چار قول	۱۷۳
شان نزول	//
ارشاد نبوی یمن کی طرف سے خدا پرستی کی خوشبو آرہی ہے	//
حضرت علی کی فضیلت قرآن سے	۱۷۴
سائل کو انگوٹھی عطا کردی	//
حضرت حسان کے برجستہ اشعار	//
ولی کی تعریف میں آلوسی لکھتے ہیں	۱۷۵
بامحاورہ ترجمہ رکوع نہم سورہ مائدہ	//
حل لغات	۱۷۷
مختصر تفسیر رکوع نہم سورہ مائدہ	۱۷۹
شان نزول	۱۸۱
ایک نصرانی کا عبرتناک انجام	//
اذان نص قرآنی سے ثابت ہے	//
شان نزول	۱۸۲
ابویاسر بن	//
رافع بن ابی رافع وغیرہ کا بارگاہ رسالت میں سوال۔	//
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی میں حضور علیہ السلام کی مخالفت۔	//
اثم سے مراد حرام جھوٹ ہے۔	//

مضمون	صفحہ
عدوان سے مراد ظلم ہے	
یہود کا گناہ یہ تھا کہ وہ توریت کے مضامین کو چھپاتے تھے۔	۱۸۴
دونوں حدیثوں کا خلاصہ	//
یہود خوشحال تھے حضور علیہ السلام کی مخالفت سے تنگدست ہوگئے۔	۱۸۵
غُلَّت ایدیہم کی تفسیر	//
عبداللہ بن سلام اور انکے اصحاب	۱۸۶
بامحاورہ ترجمہ رکوع دہم سورہ مائدہ	۱۸۷
حل لغات	۱۸۸
خلاصہ رکوع دہم	۱۹۱
مختصر تفسیر رکوع دہم سورۃ مائدہ	۱۹۲
اللہ کا خاص احسان اور عطائے غیبی	۱۹۳
وحی کی تین قسم ہیں	//
حجۃ الوداع سے قبل اس آیت کا نزول ہوا	۱۹۴
حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آسمان سے وہ کونسی آیت آپ پر سخت تھی حضور نے فرمایا ایام حج منیٰ میں تھا۔	//
واللہ یعصمک من الناس کا شان نزول	۱۹۵
مفسرین کی تصریح کے بعد صوفیائے کرام کی رائے	۱۹۶
فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی کے متعلق فرمایا	//
حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں میں نے دو برتن حضور علیہ السلام سے حفظ کیے	۱۹۷

مضمون	صفحہ
بلعوم سے گردن مراد ہے	۱۹۷
ترجمہ	،،
حضور علیہ السلام نے فرمایا عنقریب فتنے ہونگے	،،
صحابہ نے عرض کیا ان سے نکلنے کا ذریعہ کیا ہے فرمایا قرآن کریم۔	،،
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت علی نے فرمایا اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں قرآن سے پتہ لگا سکتا ہوں	۱۹۸
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر	،،
تمام علوم قرآن میں موجود ہیں	،،
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا واقعہ	،،
یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کی تفسیر	،،
وہ حدیثیں جن میں امرائے جور کے احوال بیان کیے گئے	۱۹۹
حضرت ابوہریرہ نے ساٹھویں سال لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگی۔	،،
سیدی علی خواص کو بارہا کہتے سنا کہ جو گمان کرے کہ حقیقت مخالف شریعت ہے یا شریعت مخالف حقیقت ہے وہ بالکل جاہل ہے۔	،،
حضرات شیعہ کی طرف سے بلغ ما انزل الیک کی تفسیر اور اس کا جواب	۲۰۰
خم غدیر والی حدیث اور خلافت امیر علی کرم اللہ وجہہ	۲۰۱
علامہ آلوسی روح المعانی میں اہل سنت کا مسلک واضح کرتے ہیں۔	،،
حضرت اسمعیل بن حجر کی ایک نظم	،،
حضرات شیعہ کے استدلال کی تردید	۲۰۲
زینب بنت کعب اپنے شوہر ابوسعید خدری سے روایت کرتی ہیں	۲۰۲
زید بن ارقم بیان کرتے ہیں	،،
حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم میں قیام کیا اور خطبہ دیا	۲۰۳
خطبہ	،،
ابو جعفر بن جریر طبری نے حدیث غدیر پر اپنی توجہ دی۔	،،
حافظ ابن کثیر ابوالقاسم ابن عساکر نے اس خطبہ کے متعلق بہت سی احادیث جمع کی ہیں	۲۰۴
اس حدیث پر مفصل بحث	،،
ابونعیم حضرت حسن مثنی سبط النبی رحمۃ اللہ علیہ سے راوی ہیں۔	۲۰۵
حضرات شیعہ اور اہل سنت والجماعت کے دلائل	۲۰۶
علامہ آلوسی کا آخری فیصلہ	۲۰۷
قرآن کریم میں لفظ مولی تقریباً چھ مقامات پر استعمال ہوا ہے	۲۰۷
مولاہ قرآن کریم میں ۲ جگہ آیا ہے	۲۰۸

مضمون	صفحہ
مولانا ۲ جگہ آیا ہے	۲۰۸
مولاہم ۲ جگہ آیا	//
مولیہا ایک جگہ آیا	//
مولاکم پانچ جگہ آیا	//
موالیکم صرف ایک جگہ آیا	//
موالی ۲ جگہ آیا	//
ولیکم تمام قرآن کریم میں ایک جگہ آیا	۲۰۹
ولینا دو جگہ ہے	//
ولیّ دو جگہ آیا	//
ولیہم دو جگہ ہے	//
ولیہا ایک جگہ	//
ولیہ ایک جگہ	//
ولیاً بارہ جگہ آیا ہے	۲۱۰
اولیاء ۴۳ جگہ	۲۱۱
اولیاءکم ایک جگہ آیا	۲۱۴
اولیاءہم ایک جگہ آیا ہے	//
کل ۹۶ مقام پر ہے اس کے معانی پر مفصل بحث	//
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت چوتھے درجہ میں اس لیے ہوئی کہ آپ تمام ولایت علی منہاج النبوت کے خاتم تھے۔	۲۱۵
شان نزول	۲۱۶
حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کو وصیت کی	۲۱۷

مضمون	صفحہ
حضرت شیث علیہ السلام پر ۲۹ صحیفے نازل ہوئے۔	۲۱۷
ارض مصر میں تشریف لائے	۲۱۷
اخنوخ کو ادریس علیہ السلام کہا جاتا ہے	//
آپ پر تین صحیفے نازل ہوئے اس پر مختلف اقوال ہیں	۲۱۸
اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام ہے	//
رسل سے مراد انبیاء کرام ہیں	۲۱۹
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان ۲ ہزار سال کا فاصلہ ہے	//
بخت نصر بابلی کے قہر سے نجات	//
نصاریٰ کے بہت سے فرقے ہیں	//
ان میں سے یعقوبیہ اور ملکانیہ وہ فرقے ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ مریم نے اللہ کو جنا۔ معاذ اللہ	۲۲۰
نصاریٰ کے اقوال کی تفصیل اور انکا ابطال	۲۲۰
حضرت مسیح نے فرمایا	//
جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں کا تیسرا ہے یہ عقیدہ اور نسطوریہ کا ہے	۲۲۱
نصاریٰ کے عقیدہ میں باپ بیٹا اور روح القدس	//
اس عقیدہ کا رد	//
بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع سورۃ مائدہ	۲۲۲

مضمون	صفحہ
حل لغات	۲۲۴
مختصر تفسیر گیارہواں رکوع سورۂ مائدہ	۲۲۵
حضرت داؤد علیہ السلام کی بد دعا کے یہ الفاظ تھے۔	۲۲۶
کعب بن اشرف اور ابوسفیان کی مکہ میں سازش	۲۲۷
کفار کے ساتھ موالات و محبت کی حرمت بیان کی گئی۔	،،
فاسق کی تعریف	،،
ہجرت حبشہ کا بیان	۲۲۸
شان نزول	،،
ان گیارہ مردوں اور چار عورتوں کے اسماء یہ ہیں۔	،،
یہ حضرات نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب المرجب میں بحری سفر سے حبشہ پہنچے۔	۲۲۹
کفار کا وفد تحفہ تحائف لے کر حبشہ نجاشی کے پاس روانہ ہوا۔	،،
مفصل واقعہ	۲۳۰
قس اور قسیس عیسائی امرا میں عالم عبادت گذار کو کہتے ہیں۔	،،
راہب اور رہب کی مفصل بحث	۲۳۱
بحمدہ تعالے چھٹا پارہ کی فہرست ختم ہوئی	

مضمون	صفحہ
شروع فہرست ساتواں پارہ	
ترجمہ گیارہواں رکوع	۲۳۳
حل لغات گیارہواں رکوع شروع	،،
مختصر تفسیر ابتدائی رکوع پارہ سات سورہ مائدہ	۲۳۴
ان آیات میں اللہ تعالے ان کی تعریف فرماتا ہے جو رقت قلب رکھتے ہیں اور قرآن پاک سن کر رو دیتے ہیں۔	،،
سورۂ طٰہٰ کا رکوع تلاوت کیا تو نجاشی اور مجمع سب رو پڑے یہ اجتماع ستر آدمیوں پر تھا۔	۲۳۵
ان آیات میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین سب کے لیے وعید جہنم ہے	،،
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع ساتواں پارہ سورۂ مائدہ	۲۳۶
حل لغات رکوع اول	۲۳۷
مختصر تفسیر رکوع اول پارہ سات سورۂ مائدہ	۲۳۹
حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرنے کی مخالفت	۲۴۰
علامہ آلوسی نے ایک طویل روایت نقل کی	،،
دس صحابہ کا اجتماع	،،
علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں ایک طویل روایت نقل فرماتے ہیں	،،
اس کا ترجمہ	،،
دس صحابہ کا اجتماع حضرت عثمان بن مظعون کے مکان پر ہوا۔	،،
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات	

مضمون	صفحہ
عبادات ہیں	۲۴۱
توازکل حلال صدق مقال ہے	۲۴۲
احکام قسم	"
علماء احناف کا قول	"
شان نزول	"
قسم دو قسم کی ہیں یمین لغو اور یمین منعقدہ	۲۴۳
کفارہ کا بیان	"
شان نزول	۲۴۴
حضرت طلحہ کے گھر صحابہ کا اجتماع دعوت طعام کے بعد شراب کا دور	"
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی دعا سے شراب کی حرمت	"
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا شراب سے بچو یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔	"
شرابیوں کو جوتوں اور لاٹھیوں سے مارا جاتا تھا۔	
حضرت ابوبکر رضی اللہ نے چالیس کوڑے کی سزا مقرر کی	"
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے سزا مقرر کی۔	"
خمر کی تعریف	۲۴۵
علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ بعض نے انصاب وازلام میں فرق کیا۔	"
رجس کے معنی	"

مضمون	صفحہ
جنب کی تعریف	۲۴۶
ایسے جرائم یاد الٰہی سے قطعاً غافل کرتے ہیں	"
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔	۲۴۷
ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم جس نے شراب پی اللہ اس کی چالیس صبح تک نماز قبول نہ فرمائے گا۔	"
جناح کی تعریف	"
تقوی سے مراد شراب جوئے سے بچنا	۲۴۸
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ مائدہ پ۷	"
حل لغات رکوع دوم پ۷ سورہ مائدہ	۲۴۹
مختصر تفسیر رکوع دوم پ۷ سورہ مائدہ	۲۵۰
شان نزول	۲۵۱
۶ھ میں پندرہ سو مسلمان عمرہ کے ارادہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے اور چند امتحانات میں مبتلا ہو گئے۔	"
مقام حدیبیہ میں کفار نے روک لیا۔ انکے خیموں میں پرند چرند گھس آئے۔	۲۵۲
احرام میں شکار کا حکم	"
صید کے معنی	"
محرم جو احرام میں ہو اسے خشکی کے کسی جانور کا شکار کرنا حرام ہے	"
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں چھ چیزوں کا ذکر آیا ہے۔	"

مضمون	صفحہ
احرام میں شکار کرنے کی سزا جزیہ	۲۵۲
شان نزول	″
حضرت ابو الیسیر نے بحالت احرام نیل گائے کا شکار کر لیا	″
مسئلہ: شکار کی قیمت کا غلہ خرید کر مساکین کو دے۔	″
حلال ہوا تمہارے لیے دریا کا شکار	۲۵۴
اللہ نے بنایا کعبہ کو ادب کا گھر	″
کعبہ کی وجہ تسمیہ	″
ایک قول یہ ہے کہ کعبہ کو کعبہ اس کی بلندی کی وجہ سے کہا گیا۔	۲۵۵
کعبہ کو بیت الحرام اس لیے کہا گیا کہ دنیا میں اس کی عظمت ہے۔	″
حج و عمرہ والے وہاں مناسک ادا کرتے ہیں۔	″
اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کا ذکر فرمانے کے بعد اپنی صفت شدید العقاب ذکر فرمائی	″
حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں حرام مال سے حج و جہاد میں خرچ کیا جائے تو مچھر کے پر کے برابر بھی ثواب نہ ملے گا۔	۲۵۶
بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم پ سورہ مائدہ	″
حل لغات رکوع سوم	۲۵۸
مختصر تفسیر رکوع سوم	۲۶۰
شان نزول	″
بعض منافقین دل لگی اور مذاق کے طور پر غیر ضروری باتیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے آکر پوچھتے تھے۔	۲۶۰
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوتے عرض کی ہم اللہ کی ربوبیت پر راضی ہیں	۲۶۱
حج کی فرضیت کا حکم	″
ارباب اصول نے اصل اشیاء میں اباحت مانی اور سکوت عنہ کو مباح قرار دیا۔	″
ایک صحابی کا سرخ قمیص دیکھ کر فرمایا زِیُّ اَہْلِ النَّارِ۔	۲۶۲
مشرکین کا یہ دستور تھا کہ اپنے فرضی فریضہ گھڑ کر مویشیوں کو مست قرار دیتے تھے۔	″
جو اونٹنی پانچ بار بچے جن دیتی اس کا پانچواں بچہ نر ہوتا تو کان چیر کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔	۲۶۳
ساتواں بچہ نر ہوتا تو اسے ذبح کر کے صرف مرد ہی کھاتے تھے۔ عورتوں پر اس کا کھانا حرام ہوتا تھا۔	″
حام۔ دس بچے ہو جاتے تو اسکو بتوں کے نام چھوڑ دیتے سواری ممنوع قرار دیتے	″
یہ رسمیں زمانہ جاہلیت سے ابتداء اسلام تک چلی آ رہی تھیں ان کا رد فرمایا گیا۔	۲۶۴
شان نزول	″
مسلمان کفار کی دولت کو اسلام سے محرومی پر افسوس کرتے تھے۔	۲۶۵

مضمون	صفحہ
شان نزول	۲۶۵
تمیم بن اوس داری اور عدی بن زید جو عیسائی تھے شام کو تجارت کے لیے گئے بدیل بن مریم سخت بیمار ہو گئے سامان کی فہرست تیار کی	
چاندی کے پیالہ کا واقعہ۔	۲۶۶
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فیصلہ بدیل کے وارثوں کے حق میں کر دیا	״
شہادت کے احکام	۲۶۷
مسئلہ: قسم کے احکام	۲۶۸
بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم پ سورۃ مائدہ	۲۶۹
حل لغات رکوع چہارم	۲۷۰
مختصر تفسیر رکوع چہارم پ سورۃ مائدہ	۲۷۲
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات	۲۷۳
قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا	״
حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انعامات کا ذکر	۲۷۴
پالنے میں کلام کرنا	״
عہد کے معانی	״
حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے قبل نزول فرمائیں گے	״
کہولت پختہ عمر کو کہتے ہیں	״
آپ تینتیس سال کی عمر مبارک میں آسمان پر اٹھا لیے گئے۔	״
آسمان سے زمین پر تشریف لا کر چالیس سال قیام فرمائیں گے	۲۷۴
کہولت پر مفصل بحث	۲۷۵
طین خشک مٹی	״
مٹی کے پرندہ کا حقیقۃً پرندہ بن جانا	״
معجزہ کی تعریف	״
سولی دینے کی مفصل بحث	۲۷۶
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح سلامت آسمان پر اٹھانے کی بحث	۲۷۷
دسترخوان کو مائدہ بھی کہتے ہیں اور سفرہ بھی کہتے ہیں۔	۲۷۸
مائدہ کی بحث	״
حضرت عیسیٰ نے دعا کی کہ اے رب ہم پر آسمان سے خوان اتار کہ ہمارے پہلوں اور پچھلوں کی عید ہو جائے	״
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انعامات کا ذکر	۲۷۸
آسمان سے خوان اتارا	״
عید کی تعریف	۲۷۹
نعمت سے کفر پر عذاب کیا گیا	״
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے اس نعمت سے کفر کیا انہیں بندر سور کی صورت میں مسخ کر دیا	״
نزول دسترخوان کا مفصل واقعہ	۲۸۰
پہلے دن سات ہزار نفوس نے کھایا پھر خوان غائب ہو گیا۔	״

مضمون	صفحہ
تمام بیمار تندرست ہوگئے فقراء غنی ہوگئے۔	۲۸۱
بامحاورہ ترجمہ رکوع پنجم سورہ مائدہ پ۷	″
حل لغات رکوع پنجم سورہ مائدہ پ۷	۲۸۲
مختصر تفسیر رکوع پنجم پ۷ سورہ مائدہ	″
حضرت عیسیٰ سے سوال کیا جائے گا حضرت عیسیٰ کی طرف سے جواب	۲۸۴
حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیبت الٰہی سے کانپ جائیں گے اور پانچ سو سال تک خاموش رہیں گے پھر یہ جواب عرض کریں گے	″
سُبحانکَ مَایکونُ لِیْ	″
علامہ نسفی فرماتے ہیں جمہور اس طرف گئے ہیں کہ یہ سوال بروز قیامت ہوگا۔	۲۸۵
روح المعانی میں ہے یہ سوال بروز قیامت کافروں کی توبیخ کے لیے ہوگا	″
ایک قول یہ ہے کہ یہ سوال دنیا میں ہی ہوا	″
اقول وباللہ التوفیق	۲۸۶
توفیتنی پر بحث	″
تصریح مزید	″
یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ کذب بھی اگرچہ شے ہے اور عیوب بھی شے ہیں لیکن چونکہ ذات سبحانہ ہر قسم کے قبائح سے منزہ ہے اس لیے ہر قبیح اس کے لیے محال ہے	۲۸۷
سورہ مائدہ مکمل ہوئی سورہ انعام شروع ہے	

مضمون	صفحہ
سورۃ الانعام مکیہ ۱۶۵ آیات بیس رکوع تین ہزار ایک سو کلمات ہیں	۲۸۸
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ انعام پ۷	۲۸۹
حل لغات چھٹا رکوع ″ ″	۲۹۰
مختصر تفسیر ″ ″ ″ ″	۲۹۱
شان نزول	″
پانچ سورتوں کے اول الحمد للہ ہے	″
کامل حمد وہ ہے جو حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے کی۔	۲۹۲
سماوات سے مراد آسمانوں کی تمام چیزیں نہیں۔	″
مختلف اشیاء کی ظلمت مختلف ہوتی ہے	″
نور کی ایک ہی قسم ہے	″
وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا	۲۹۳
منکرین قیامت کی تردید کی ہے	″
خلق کے معنی ابتدائی پیدائش	″
تراب خشک مٹی کو کہتے ہیں	″
خلاصہ تفسیر نسفی ترجمہ	″
یعلم ماتکسبون سے مراد دلی بدنی اعمال کی سزا وجزا ہے۔	″
بعض عمل بظاہر تھوڑے معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کی جزا بہت زیادہ ہوتی ہے	۲۹۴
حضرت طلحہ نے جنگ میں حضور کی حفاظت کرکے جنت حاصل کی	″

فقیر قادری ابوالحسنات قادری سنٹرل جیل لاہور
۱۲ نومبر ۱۹۵۳ء

مضمون	صفحہ
حضرت ربیعہ نے وضو کرا کر جنت میں معیت حاصل کر لی۔	۲۹۴
کفار کی ہٹ دھرمی معجزات سے انکار	؍؍
قرآن کریم معجزہ ہے اس کے مقابلہ سے عاجز ہو گئے	؍؍
قرن بعض کے نزدیک ساٹھ سال بعض کے نزدیک اسی سال اور قوی یہ ہے کہ سو سال کا ہوتا ہے	۲۹۵
حضور علیہ السلام نے حضرت عبد اللہ بن بشر مازنی کو بشارت دی۔	؍؍
آسمان سے ہم نے ان پر پانی موسلا دھار اتارا	؍؍
یہاں سے مراد بارش ہے	؍؍
قرطاس غیر عربی لفظ ہے	۲۹۶
شان نزول تفسیر نسفی میں ہے۔	؍؍
کافروں کے اعتراض اور ہٹ دھرمی	۲۹۷
شان نزول	۲۹۸
حرم کعبہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہؓ کرام تشریف فرما تھے۔	؍؍
اس آیت کریمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی و تسکین خاطر کی گئی کہ آپ ملول نہ ہوں۔	؍؍
بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع پ۷ سورۃ انعام	؍؍
حل لغات ؍؍ ؍؍ ؍؍	۳۰۰
مختصر تفسیر ؍؍ ؍؍ ؍؍	۳۰۲
سیر کرو زمین پھر دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا۔	۳۰۲
علامہ آلوسی فرماتے ہیں یہ خطاب سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے،	؍؍
امم سابقہ کے حالات پیش کر کے قوم کو ڈرانے اور نصیحت کرنے کے متعلق۔	؍؍
سیروا۔ فانظروا میں فرق	۳۰۳
بے شک ضرور جمع فرمائے گا تمہیں قیامت کے دن اور تمہارے جمع کرنے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔	۳۰۴
لہٗ میں لام ملکیت ہے ہٗ کا مرجع اللہ تعالےٰ ہے۔	؍؍
خالق کل مالک کل وہی ایک ذات ہے	۳۰۵
لغت میں ولی کے بیشمار معنی ہیں یہاں ولی سے مراد معبود ہے جس کی عبادت کی جائے	؍؍
علامہ آلوسی فرماتے ہیں	؍؍
شان نزول	؍؍
وہی زمین و آسمان بنانے والا ہے جو کہ تم عدم سے اختراع فرما کر منصۂ شہود پر لایا	۳۰۶
فاطر۔ فطر سے ہے۔	
سید المفسرین ابن عباس کی فاطر کے معنی میں روایت،	؍؍
ولی کے معانی پر ایک قول	؍؍
یُمْسَسْ۔ مس سے بنا اس کے معنی	۳۰۷

مضمون	صفحہ
خیر اللہ تعالیٰ کی رحمت	۳۰۷
شان نزول	"
کفار مکہ کے اعتراضات رسالت پر	۳۰۸
تفسیر نسفی فرماتے ہیں اطلاق اسم شئے اللہ تعالیٰ پر جائز ہے	"
استشہاد ہے اہل مکہ سے اور حضور کی صحت نبوت پر دلیل ہے۔	"
ہجرت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے حضرت عبد اللہ بن سلام سے پوچھا۔	۳۰۹
حضرت عبد اللہ بن سلام نے فرمایا کہ جب حضور علیہ السلام کو تو یوں پہچان لیا جیسے ہم اپنے بچوں کو پہچان لیتے ہیں، بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ۔	"
بامحاورہ ترجمہ رکوع ہشتم پ۷ سورۃ انعام	۳۱۲
ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو گھڑے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔	"
جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے	۳۱۳
شرکا سے مراد بت یا پوپ پادری ہیں	"
تحقیق لفظ ضل	۳۱۴
اولاد یعقوب نے یعقوب علیہ السلام سے کہا۔	۳۱۵
موسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا	"
علامہ آلوسی اور راغب اصفہانی کی فعل کے	

مضمون	صفحہ
متعلقہ تحقیق	۳۱۶
شان نزول	"
ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیے ہیں	۳۱۷
فقر کے معنی	"
کفار کو جب جہنم کے کنارے کھڑا کیا جائیگا	۳۱۸
کفار کا عقیدہ باطلہ فاسدہ	۳۱۹
وہ منظر کس قدر ہولناک ہوگا	"
تحقیق لفظ عذاب از مفردات راغب	۳۲۰
بامحاورہ ترجمہ رکوع نہم پ۷ سورۃ انعام	۳۲۱
حل لغات " " "	۳۲۲
مختصر تفسیر " " "	۳۲۵
تعریف لفظ خسر از مفردات راغب	"
قرآن کریم میں جتنے خسران مذکور ہیں وہ حقیقتاً دنیویہ اور تجارات بشریہ کے متعلق نہیں ہیں	۳۲۶
بغتۃ مصدر ہے۔ بغتت۔ بغتۃ کے لغوی معنے۔	"
ایک حدیث میں ہے کہ کافر جب اپنی قبر سے اٹھے گا تو اس کے سامنے قبیح صورت ہوگی	۳۲۷
دوسری حدیث عمرو بن قیس نے نقل کی	"
اخنس بن شریق اور ابوجہل کی ملاقات	"
حضور علیہ السلام کی تصدیق	"
حیات دنیا لہو ولعب ہے	۳۲۸
اس کے عقب میں منفعت نہیں	"
ایک روایت ابوجہل کی نبوت کی تصدیق	"

مضمون	صفحہ
قریش کا محضر نامہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں	۳۲۹
کفار و مشرکین کو اسلام کے لیے پیدا ہی نہیں کیا۔	"
نفق زمین میں تہ خانہ کو کہتے ہیں	"
تحقیق موتیٰ و موت از مفردات راغب	۳۳۰
موت کے اقسام وانواع حیات پر ہی موقوف ہیں۔	۳۳۱
کفار بولے کہ ان پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی۔	۳۳۲
درختوں کی عبادت بحکم الٰہی	"
ہم نے کوئی بات نہ چھوڑی جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔	۳۳۳
بامحاورہ ترجمہ رکوع دہم پ۷ سورۃ انعام	۳۳۵
حل لغات " " "	۳۳۶
مختصر تفسیر رکوع دہم " "	۳۳۸
پکڑا ہم نے سختی تکلیف سے قحط اور فاقہ کشی سے۔	۳۳۹
رحمت پر حمد الٰہی کرنا لازم و واجب ہے	۳۴۰
ہم نے نہیں بھیجا رسولوں کو مگر خوش خبری سنانے والے۔	۳۴۱
شان نزول	۳۴۲
کفار حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے۔	"

مضمون	صفحہ
انتباہ۔ علم غیب پر بحث	۳۴۲
بامحاورہ ترجمہ رکوع یازدہم پ۷ سورۃ انعام	۳۴۳
حل لغات " " "	۳۴۴
مختصر تفسیر " " "	۳۴۵
شان نزول	۳۴۶
علامہ آلوسی خباب بن الارت سے روایت کرتے ہیں واقعہ یوں ہے	"
مشرکین نے بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کی۔	۳۴۷
تفریح لعنت ظالمین	۳۴۸
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوازدہم پ۷ سورۃ انعام	۳۴۹
حل لغات " " "	۳۵۰
مختصر تفسیر " " "	۳۵۲
تعریف لفظ تدعو دعا کے حسرت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ مفردات راغب	۳۵۳
مقصود کی ترغیب کے لیے	"
شان نزول	۳۵۴
کفار کو دعوت اسلام دی تو ان کے بعض سرداروں نے مذاق میں کہا۔	"
خلاصہ مفہوم آیت	"
بعث بعد الممات مرنے کے بعد زندہ ہونے کی دلیل ہے	۳۵۵
بعد موت تمام تصرفات اسی طرح عطا فرمانے پر قادر ہے۔	۳۵۶

مضمون	صفحہ
ارباب کلام کی تصریح	۳۵۶
بامحاورہ ترجمہ رکوع سیزدہم پ سورہ انعام	،،
حل لغات ،، ،، ،،	۳۵۸
مختصر تفسیر ،، ،، ،،	۳۶۰
خلاصہ تفسیر	۳۶۱
کراماً کاتبین	،،
تفسیر نسفی میں ہے	،،
فرمائیے کون ہے جو تمہیں نجات دیتا ہے ظلمات بروبحر سے۔	۳۶۲
حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی اوپر نیچے کے عذاب سے بچاؤ کی۔	۳۶۳
حضرت حسن بصری فرماتے ہیں	،،
مسجد بنی معاویہ میں دوگانہ ادا فرمایا پھر طویل دعا کی۔	۳۶۴
فرمایا میں نے اپنے رب سے تین سوال کیے دو منظور ہوئے ایک سوال سے روک دیا۔	،،
جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جائے وہاں مسلمان کو بیٹھنا جائز نہیں۔	،،
احقاق حق کے لیے کسی مخالف مجلس میں جانا ممنوع نہیں۔	،،
شان نزول	۳۶۵
صرف اسلام ہی وہ دین حق ہے جس کی عید بھی نماز اور قربانی اور خیرات و صدقات سے منائی جاتی ہے	،،

مضمون	صفحہ
عسر کے معنی دھوکہ فریب ہیں	۳۶۶
قرآن کریم سنا کر وعظ و پند کرو	،،
بامحاورہ ترجمہ رکوع چاردہم پ سورۂ انعام	۳۶۷
حل لغات ،، ،، ،،	۳۶۹
مختصر تفسیر ،، ،، ،،	۳۷۲
شان نزول	،،
شیطان انسان کو اس کے صداقت کے محور سے گرا دیتا ہے۔	۳۷۳
خلاصہ مفہوم یہ ہے۔ یہی حال اس شخص کا ہے	،،
تحقیق اسم آزر تفسیر کبیر سے	۳۷۴
آزر پر اختلاف کی پانچ اقوال	۳۷۵
محققین کی تحقیق	،،
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہرگز نہ تھے	۳۷۶
آپ کا چچا کافر تھا	،،
ایک روایت	،،
آگ کا واقعہ ملک شام میں ہوا پھر آپ مصر میں آ گئے۔	،،
میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔	۳۷۷
زمین آسمان کی ملکیتیں۔	،،
عین الیقین حاصل ہو جائے	،،
واقعۂ ولادت ابراہیم علیہ السلام	،،
تقدیرات کا ثانی انسانی مقدرت میں نہیں	۳۷۸
آپ کی نشو و نما	،،

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱۰۰۲ سو سال قبل مسیح آپ کا ظہور ہوا۔	۳۷۸	ہر نبی کے کمالات و فضائل آپ کی ذات اقدس میں جمع کر دیے ہیں۔	۳۸۷
اُور کے کتبات میں تقریباً پانچ ہزار خداؤں کے نام ملتے ہیں۔	۱۱	جن کو اللہ نے ہدایت کی یعنی انبیاء مذکورین انہی کی راہ پر چلیو	۳۸۸
حضرت ابراہیم سے آپ کی والدہ کی گفتگو	۳۷۹	علامہ نسفی فرماتے ہیں اس میں یہ دلیل ہے کہ تعلیم قرآن و حدیث پر اجرت جائز نہیں	۱۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہوش سنبھالتے ہی توحید کی حمایت کی۔	۱۱	اس آیت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت عامہ قیامت تک کے لیے ثابت ہوتی ہے	۱۱
چاند، سورج، ستاروں کا غائب ہو جانا ہی بتا رہا ہے کہ یہ خدا نہیں۔	۳۸۰	با محاورہ ترجمہ رکوع شانزدہم پ سورہ انعام	۳۸۹
اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔	۱۱	حل لغات ۱۱ ۱۱ ۱۱	۳۹۰
قوم ان سے جھگڑنے لگی توحید الٰہی اور نفی شرک میں۔	۳۸۱	مختصر تفسیر ۱۱ ۱۱ ۱۱	۳۹۲
ترجمہ تفسیر نسفی	۳۸۱	شان نزول	۱۱
با محاورہ ترجمہ پندرہواں رکوع پ سورۃ انعام	۳۸۲	جب مالک بن صیف مناظرہ کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حاضر ہوا	۳۹۳
حل لغات ۱۱ ۱۱ ۱۱	۳۸۳	حضور علیہ السلام نے فرمایا توریت سے اپنا ایمان ثابت کرو تو وہ گھبرا گیا۔	۱۱
مختصر تفسیر ۱۱ ۱۱ ۱۱	۳۸۵	انکار کیا بعثت رسل سے اور وحی سے حالانکہ	
ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو توحید کا علم پر جا رہا تھا	۱۱	یہ اللہ کی سب سے بڑی رحمت ہے	۳۹۴
خلاصہ مفہوم آیات	۳۸۶	مکہ معظمہ کو ام القریٰ کہنے کی وجہ یہ ہے	۱۱
حضرت نوح علیہ السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام جن سے اکثر انبیاء کرام پیدا ہوئے	۱۱	وہ آیہ کریمہ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظالم ترین مرتدین مشرکین کی علامتیں واضح کی گئیں ہیں۔	۳۹۵
ان آیات سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔	۳۸۷	ابی سرح کے دل میں وسوسہ	۱۱
	۱۱	یہ آیت مسیلمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی	۳۹۶

مضمون	صفحہ
زمانہ خلافت حضرت صدیق اکبر میں حضرت وحشی کے ہاتھ سے مارا گیا۔	۳۹۶
عبداللہ بن ابی سرح کے حق میں نازل ہوئی جو کہ کاتب وحی تھا۔	،،
وحی کا آخری کلمہ منہ سے نکل گیا اس سے یہ گمان کر لینا کہ مجھ پر بھی وحی آتی ہے خالص جہالت ہے۔	۳۹۷
جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے	،،
مختصر سے حالات عہد رسالت سے آج تک کے مدعیان نبوت کے بیان کر دیے جائیں	۳۹۸
ملت حنیف کی سب سے بڑی مصیبت وجود مدعیان نبوت ہے	،،
میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے	،،
حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت کے بعد نبوت کا دعوی کرنا بالاجماع کفر ہے۔	،،
عہد رسالت کے بعد پہلا فتنہ ابن صیاد مدنی سے شروع ہوا۔	،،
دجال اکبر کے ظہور کا انتظار ہے۔	۳۹۹
اسود عنسی	،،
طلیحہ اسدی	،،
مسیلمہ کذاب	۴۰۰
اس کا کلام وحی بھی عجیب بندشوں کا حامل ہے	۴۰۱
سجاح بنت حارث تمیمیہ	،،
مختار ثقفی	،،

مضمون	صفحہ
حارث کذاب دمشقی	۴۰۲
مغیرہ عجلی	،،
اسحاق اخرس مغربی	۴۰۳
استاد سیس خراسانی کا فتنہ	،،
حسن بن صباح	۴۰۴
سات جانشین	۴۰۷
جلال الدین اکبر کے مختصر حالات	،،
محمد علی باب	۴۰۸
قرۃ العین نے سیدہ زہرا کا مظہر بننے کا دعوی کیا تھا	۴۰۹
اس کے دو قصیدے	،،
قرۃ العین کی عبرتناک موت	۴۱۰
مرزا غلام احمد پیدا ہوا	۴۱۲
تعلیمی مبلغ	،،
لالہ بھیم سین اور مرزا قادیانی	،،
مرزا قادیانی کی الہام بازی	۴۱۳
مرزا قادیانی کا دعوی مجددیت	،،
مرزا قادیانی نے مسیح بننے کی	۴۱۴
محمدی بیگم سے نکاح کا اعلان	،،
جعلی قلم کے چھپے ہوئے پوسٹر دیواروں پر چسپاں تھے کہ پیر مہر علی کا فرار	۴۱۵
بامحاورہ ترجمہ رکوع ہفتدہم پ سورۃ انعام	،،
حل لغات ،، ،، ،،	۴۱۷
مختصر تفسیر ،، ،، ،،	۴۱۸

مضمون	صفحہ
اللہ تعالیٰ اپنی کمال قدرت وعلم وحکمت کے دلائل بیان فرماتا ہے۔	۴۱۸
ہر شے کا خالق وہی اللہ ہے اور وہی مستحق عبادت ہے۔	۴۱۹
تفسیر نسفی میں ہے۔	//
اللہ تعالیٰ بے جان خشک دانہ سے اور گٹھلی سے ترجاندار درخت پودے نکالتا ہے	//
وہی اس کا حقدار ہے کہ اسے رب مانا جائے	//
وہ صبح پھاڑنے والا ہے اندھیری رات میں سے رات کو سکون کے لیے پیدا کیا۔	۴۲۰
اللہ تعالیٰ نے سورج چاند کو دنیا کے حساب کے لیے پیدا فرمایا۔	//
نجم وہ ہے جو فلکی اور روشن ہو	۴۲۱
یعنی خشکی اور دریا کے ستاروں کی وضاحت اس لیے کی کہ دونوں میں ستاروں سے مدد لی جاتی ہے	//
حرکت کرنے والے ستارے کل سات ہیں۔	//
ثوابت تارے بیشمار ہیں	//
مسافر جنگلوں اور سمندروں میں سفر کرے	//
وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے	//
پھر تمہارے لیے ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے امانت کی جگہ ہے	//
حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام سے سب کی نسل چلی ہے	//
رحم مادر میں امانت کی صورت میں رہتا ہے	۴۲۲

مضمون	صفحہ
مستقر کا معنی قرار پکڑنے کی جگہ، مستودع سے باپ کی پیٹھ مراد ہے	۴۲۲
بعض نے کہا مستقر سے مراد زمین ہے مستودع سے مراد قبر ہے	//
وہی ذات ہے جس نے زمین سے پانی نکالا اور پانی سے ہر قسم کی سبزیاں۔	//
نبات مصدر ہے اس کے معنی اگنا ہے	
نکالا ہم نے ان سے سخت سبز رنگ اور ہلکے سبز رنگ۔	۴۲۳
جو شاخیں نکلتی ہیں ان سے دانہ بنتا ہے	
کھجور کے درخت کو نخل کہتے ہیں کیونکہ تمام پھلوں سے کھجور افضل ہے اس میں لذت و غذائیت ہے۔	//
خزاں کا اثر کھجور پر نہیں ہوتا یہ درخت جفاکش ہوتا ہے	//
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھجور کے درخت باغ سلمان میں اپنے دست مبارک سے لگائے تھے۔	//
حکومت نے کٹوا دیے لیکن ہر سال شاخیں نکلتی ہیں۔	//
زیتون کا درخت بالکل انار کی طرح ہوتا ہے	۴۲۴
بامحاورہ ترجمہ رکوع ہشتدہم پ سورہ انعام	۴۲۵
حل لغات " " "	۴۲۷
مختصر تفسیر " " "	۴۲۹

مضمون	صفحہ
امام راغب فرماتے ہیں اصطلاح میں بغیر مادہ بغیر	
زمان بغیر مکان کسی چیز کو پیدا کرنا بدع ہے	۴۲۹
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ الصلوٰۃ	
والسلام نے فرمایا	۴۳۰
تصریح ادراک	″
ادراک کے معنی	۴۳۱
جمہور مفسرین ادراک کی تفسیر میں "احاطہ" کرتا	
فرماتے ہیں۔	″
خلاصہ کلام۔ معالم میں ہے	″
اہل سنت کا مذہب	۴۳۲
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں کہا	″
بصیرت دل کا نور ہے اور بصارت آنکھوں کا	
نور ہے۔	۴۳۳
ترجمہ از جلالین	۴۳۴
ترجمہ از تفسیر نسفی	″
مصنوع کو صانع کی قدرت صنعت پر اعتراض	
کا حق نہیں۔	۴۳۵
یونہی آراستہ کیا ہم نے ہر امت کے لیے ان کے	
اعمال	۴۳۶
بحمد اللہ ساتواں پارہ ختم ہوا	۴۳۷
آٹھواں پارہ شروع	۴۳۸
بامحاورہ ترجمہ رکوع نوزدہم سورۃ انعام	″
حل لغات ″ ″ ″	۴۴۰
مختصر تفسیر ″ ″ ″	۴۴۲

مضمون	صفحہ
مُردوں سے کلام کرنے سے مراد	۴۴۲
شان نزول	۴۴۳
بارگاہ رسالت میں مردہ کو زندہ کرنے کا	
مطالبہ کیا گیا۔	″
علامہ صاوی فرماتے ہیں ہر نبی کے دشمن کفار	
رہے ہیں۔ اور تشدد کیا۔	″
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت	″
شیاطین جن و انس کے شر سے پناہ مانگنا	″
حضرت حسن نے فرمایا انسانوں میں سے بھی	″
کچھ شیطان ہوتے ہیں۔	″
مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ شیاطین انس	
شیاطین جن سے زیادہ سخت ہوتے ہیں	۴۴۴
ارشاد فرمایا بدترین طلاپ شیاطین جن سے	
شیاطین انس کا ہے	″
وحی سے مراد الہام ہے	″
شان نزولی	″
مشرکین قریش نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے	
مطالبہ کیا۔ اللہ کا جواب	″
اکثر اہل زمین سے مراد کفار ہیں کیونکہ کافروں	
کی تعداد زیادہ ہے	۴۴۶
راہ خدا سے مراد اللہ تعالےٰ تک پہنچانے والا	
راستہ دین اسلام ہے	″
کافر حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے	
رہتے تھے	″

مضمون	صفحہ
مردار خون۔ سور کا گوشت ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو وغیرہ وغیرہ حرام ہیں۔	۴۴۷
اضطرار و مجبوری کے احکام	״
جو جانور اللہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو اور بزرگوں کے لیے ایصال ثواب کیا گیا ہو جائز ہے۔	״
ترک کر دو ظاہر گناہ باطن گناہ	״
عرب کے زمانہ جاہلیت کی ایک رسم	۴۴۸
لڑکی بالغ ہو جاتی تو دروازہ پر جھنڈا لگا دیتے	״
حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں ظاہر الاسم سے مراد محارم سے نکاح کرنا ہے۔	״
نکھاؤ اس سے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ذبح کے وقت۔	״
جو اپنے دین کی پیروی نہ کرے وہ مشرک ہے	״
یہ حکم مقلد ہے کہ جس پر اللہ کا نام بوقت ذبح نہ لیا گیا اسے نہ کھایا جائے۔	۴۴۹
اہلال لغیر اللہ کہتے ہیں عند الذبح بت پرستوں کی طرح بسم لات منات کہنا حرام ہے	״
مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔	״
شریعت مطہرہ میں حرام چیزوں کا مفصل ذکر ہوتا ہے۔	״
بغیر تسمیہ کے یا غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو وہ حرام ہے	״
اللہ کے سوا کسی غیر کو حاکم حقیقی جاننا بھی کفر و	.

مضمون	صفحہ
شرک ہے۔	۴۵۰
بامحاورہ ترجمہ رکوع بستم سورۃ انعام پ۸	״
حل لغات رکوع بستم ״ ״	۴۵۱
مختصر تفسیر ״ ״ ״	۴۵۳
اس آیت میں میتت سے مراد کافر ہیں۔	۴۵۴
مومن اور کافر کا حال واضح کیا گیا ہے	״
شان نزول	״
ابوجہل اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو	״
حضرت حمزہ کا اسلام قبول کرنا	״
اور یونہی بھلے کر دیے گئے کافروں کی نظر میں ان کے عمل۔	۴۵۵
ہر بستی میں ان کے صنادید کو مجرم بنا دیا تاکہ وہ اپنا مکر کرتے رہیں۔	״
ترجمہ جلالین شریف یعنی نسب مال یا عمر کی وجہ سے نبوت کا استحقاق نہیں ہوتا بلکہ یہ اللہ کا فضل ہے۔	۴۵۶
تفسیر کبیر کا ترجمہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہا سرداروں نے نبی علیہ السلام سے کہا	۴۵۷
جسے اللہ راہ دکھانا چاہے تو کھول دیتا ہے سینہ اس کا اسلام کے لیے	״
اللہ ان پر ناپاکی ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔	״
اسلام آپ کے رب تک پہنچانے والا راستہ ہے۔	۴۵۸

مضمون	صفحہ
جس میں نصیحت قبول کرنے کی قابلیت ہے وہ اس سے نفع حاصل کرتا ہے۔ دوسرا نہیں	۴۵۸
ولی سے مراد محبت کرنے والا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔	۔۔
ایک شخص کے تمام قرابت والوں کو عشیرہ کہتے ہیں۔	۔۔
جنات میں مومن متقی۔ عالم۔ ولی سب کچھ ہوتے ہیں۔	۔۔
کافر جنات۔	۔۔
جن و انس اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم خوب لطف اندوز ہوئے	۔۔
جمل میں اس کی وضاحت تین طور پر کی ہے۔	۔۔
کلبی فرماتے ہیں مسافرت میں جنگل کے کسی میدان میں ٹھہرتے تو وہ جن سے کہتا۔	۔۔
چند اقوال۔	۔۔
بامحاورہ ترجمہ رکوع بست ویکم سورۃ انعام پ ۸	۴۶۰
حل لغات ۔۔ ۔۔ ۔۔	۴۶۲
مختصر تفسیر ۔۔ ۔۔ ۔۔	۴۶۵
اے گروہ جن و انس کے کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول تم میں سے۔	۔۔
ضحاک سے روایت	۔۔
انما حصر کے لیے فرما کر رسل منکم جو فرمایا	۔۔
علامہ آلوسی فرماتے ہیں	۴۶۶
قوم جن میں نبی رسول نہیں ہوئے	۔۔
فراء کا قول۔	۴۶۶
روح المعانی کا فیصلہ	۔۔
بعثت رسل کی طرف ذلک سے بعثت انبیاء کی طرف اشارہ ہے	۴۶۷
قانون الٰہی یہ ہے اول رسول بھیجے جاتے ہیں وہ ہدایت فرماتے ہیں جب سرکشی کرتے ہیں تو ہلاک کیے جاتے ہیں	۔۔
ہر ایک مکلف احکام کے لیے درجے ہیں	۴۶۸
یہ رد ہے ان کے اس قول کا کہ مَنْ مَاتَ فَقَدْ فَاتَ۔	۔۔
توبیخ و تہدید وعید فرمایا گیا۔	۴۶۹
بے شک ظالم کامیاب نہیں ہوتے کافر و مشرک۔	۔۔
رسم جاہلیت کا تذکرہ جس کی مذمت کرکے تنبیہ فرمائی گئی۔	۔۔
روایت ہے کہ مشرکین کھیتی وغیرہ سے اللہ کا حصہ رکھتے تھے۔	۔۔
قتل سے مراد لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا اور دیوتاؤں کے نام بھینٹ چڑھانا	۴۷۰
شرکا سے مراد بتوں کے مجاور جو قتل اولاد کی ترغیب دیتے تھے۔	۔۔
لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کی رسم اس طرح پڑی کہ	۔۔
اس آیت میں یہ استدلال ہے کہ تمام کائنات	

مضمون	صفحہ
مشیت الٰہی پر موقوف ہے	۴۷۱
حجر کے معنی حرام کے ہیں	؍؍
عورتیں نہ کھائیں صرف مرد اور بتوں کے مجاور کھائیں۔	؍؍
وانعام حرمت ظہورہا	؍؍
جانوروں کی قسمیں مقرر کر لینے	؍؍
اللہ عنقریب ان کی فرضی باتوں کا بدلہ لیگا	۴۷۲
مشرکین مکہ کی یہ جہالت تھی کہ وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے۔	؍؍
شان نزول	؍؍
بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم پ۸ سورۃ انعام	۴۷۳
حل لغات ؍؍ ؍؍ ؍؍	۴۷۴
مختصر تفسیر ؍؍ ؍؍ ؍؍	۴۷۵
باغ جب پھل لائے تو اس کا حق دو	۴۷۶
فضول خرچ اللہ کو پسند نہیں	؍؍
شیطان کی پیروی نہ کرو	؍؍
اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔	؍؍
اسراف کی تعریف	۴۷۷
ایک عجیب خواب	؍؍
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نصرانیوں سے مباہلہ اور نصرانی بغیر مباہلہ کرنے کے واپس لوٹ گئے۔	۴۷۸
پھل کا کچا ہونے تک استعمال مباح ہے	؍؍

مضمون	صفحہ
چوپایوں کی قسمیں	۴۸۱
خلاصہ مفہوم	۴۸۳
بامحاورہ ترجمہ رکوع پنجم پ۸ سورۃ انعام	۴۸۴
حل لغات ؍؍ ؍؍ ؍؍	۴۸۵
مختصر تفسیر ؍؍ ؍؍ ؍؍	۴۸۷
مردار خون رگوں کا بہتا ہوا، گوشت سور کا اور جانور جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو حرام ہیں	؍؍
شاہ عبدالعزیز رح نے اپنی سورہ بقرہ کی تفسیر میں جن بدعات کا تذکرہ کیا ہے ان کا ذکر	؍؍
انتہائی مجبوری میں حرام چیزوں کے کھانے کا بیان	؍؍
بامحاورہ ترجمہ رکوع ششم پ۸ سورۃ انعام	۴۹۴
والدین کے ساتھ حسن سلوک	؍؍
اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو	؍؍
یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ	؍؍
حل لغات رکوع ششم پ۸ سورۃ انعام	۴۹۵
مختصر تفسیر ؍؍ ؍؍ ؍؍	۴۹۷
پورا کرو ماپ اور تول انصاف کے ساتھ	۴۹۹
ہم تکلیف نہیں دیتے کسی جان کو مگر مقدور کے موافق	؍؍
بامحاورہ ترجمہ رکوع ہفتم پ۸ سورۃ انعام	۵۰۱
حل لغات ؍؍ ؍؍ ؍؍	۵۰۴

مضمون	صفحہ
مختصر تفسیر رکوع ہفتم پ۸ سورۃ انعام	۵۰۶
پیروی کرو قرآن کی اور پرہیز کرو اس کی مخالفت سے تاکہ تم پر رحم کیا جائے	״
یقیناً آگئی تمہارے پاس روشن دلیل تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت	۵۰۷
قیامت کی نشانیاں	۵۰۸
توبہ کا دروازہ کھلا ہے جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ کرے	۵۱۳
فرعون کی توبہ کی حقیقت	״
امت کے تہتر فرقے ہوں گے جن میں ایک جنتی ہوگا باقی بہتر جہنمی ہوں گے	۵۱۴
ایک نیکی کا بدلہ دس سے سات سو تک کا ذکر آیا ہے۔	״
حضور صلے اللہ علیہ وسلم اول مخلوق ہیں	۵۱۵
سورۃ انعام کی پہلی تین آیات پڑھنے والے کی حفاظت کے لیے ستر ہزار فرشتے مقرر کیے جاتے ہیں۔	״
سورۂ اعراف مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں۔	۵۱۷
المص کی تشریح	״
سورہ اعراف رکوع اول پ۸	۵۱۸
با محاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ اعراف پ۸	۵۱۹
حل لغات ״ ״ ״	۵۲۰
مختصر تفسیر ״ ״	۵۲۱

مضمون	صفحہ
لوطؑ کی قوم پر سحری کے وقت اور شعیبؑ کی قوم پر دوپہر کے وقت عذاب آیا۔	۵۲۲
میزان کے پلڑوں کی وسعت کا بیان	۵۲۳
تشریح و تعریف میزان	۵۲۴
کلمۂ شہادت کا وزن	۵۲۵
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور میزان میں درود شریف کا وزن	۵۲۶
تعریف وزن اعمال اور حقیقت میزان	۵۲۷
با محاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ اعراف پ۸	۵۲۸
حل لغات ״ ״ ״	۵۳۰
مختصر تفسیر	۵۳۳
ملائکہ کو حکم دیا کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا	״
مٹی کی فضیلت آگ پر	۵۳۴
شیطان کو قیامت تک مہلت دی گئی ہے	۵۳۵
ابلیس کو حسد اور تکبر نے مردود کر دیا	״
"پڑھنے کی جگہ کرنے" لکھیں	
ابلیس آیات قرآنی کے ذریعے بہکاتا ہے	۵۳۷
حضرت آدم و حوا کا نکاح جنت میں	۵۳۹
حضرت حوا کا مہر حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر تین بار درود پڑھنا ہے	״
آدم و حوا کا جنت سے خروج	״
شیطان کے آدم و حوا کے دل میں وسوسہ ڈالنے کی تفصیل	۵۴۰

مضمون	صفحہ
پہلی جھوٹی قسم کھانے والا شیطان ہی ہے	۵۴۱
آدم و حوا کو زمین پر اتار دیا گیا۔	۵۴۳
آدم و ابلیس ایک دوسرے کے دشمن ہیں	۵۴۴
بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ اعراف پ۸	〃
حل لغات 〃 〃 〃	۵۴۵
مختصر تفسیر 〃 〃 〃	۵۴۷
شان نزول	〃
لباس تقویٰ کے بارے میں مختلف اقوال	۵۴۸
لباس کی قسمیں	〃
شیاطین کی قسمیں	۵۴۹
اللہ تعالیٰ ہی خالق افعال ہے	۵۵۰
زینت کی تعریف اور اس کی قسمیں	۵۵۱
ہدایت اور ضلالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔	۵۵۲
شان نزول آیت کریمہ وکلوا واشربوا و لاتسرفوا۔	۵۵۳
بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم سورۃ اعراف پ۸	۵۵۴
حل لغات 〃 〃 〃	۵۵۶
مختصر تفسیر 〃 〃 〃	۵۵۸
خلاصۂ تفسیر	〃
اصل اشیاء میں اباحت ہے مگر جس پر شارع علیہ السلام نے حرمت عاید کی ہے	〃
توشۂ اصحاب کہف، گیارہویں شریف میلاد شریف بزرگان اسلام کی فاتحہ جائز ہے	۵۵۹

مضمون	صفحہ
بامحاورہ ترجمہ رکوع پنجم سورۃ اعراف پ۸	۵۶۳
کافر اور متکبر جنت میں داخل نہیں ہونگے جب تک سوئی کے ناکے سے اونٹ داخل نہ ہو	〃
حل لغات رکوع پنجم سورۃ اعراف پ۸	۵۶۵
خلاصۂ تفسیر 〃 〃 〃	۵۶۶
خلاصۂ تفسیر	۵۶۷
کفار اور متکبرین کی ارواح کو سجین میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اور ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے	〃
صالحین کی ارواح کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور فرشتے ان کو مرحبا کہتے ہیں۔	۵۶۸
تحقیق لفظ جرم	۵۷۰
جنت میں ندا ہوگی کہ اب تم کبھی نہ مروگے اور کبھی بیمار نہ ہوگے اور اب کبھی تنگ حال نہ ہوگے۔	۵۷۲
اعراف کے متعلق مفصل تحقیق از روح المعانی	۵۷۳
بامحاورہ ترجمہ رکوع ششم سورۃ اعراف پ۸	۵۷۵
حل لغات 〃 〃 〃	۵۷۷
مختصر تفسیر 〃 〃 〃	۵۷۸
خلاصۂ تفسیر آیات	۵۷۹
اعراف والے پہچانیں گے جہنمیوں کو اور گفتگو کریں گے۔	۵۸۰
[illegible] تفسیر آیات	۵۸۱

مضمون	صفحہ
با محاورہ ترجمہ رکوع ہفتم سورۃ اعراف پ۸	۵۸۳
حل لغات 〃 〃 〃	۵۸۴
مختصر تفسیر 〃 〃 〃	۵۸۵
خلاصۂ تفسیر	۵۸۶
استواء کے بارے میں اقوال	۵۸۶
دعا میں اظہار اور اخفاء کی تفصیل	۵۸۷
اللہ تعالے نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے	۵۸۸
تذلل اور عجز کے ساتھ اپنے رب کو پکارو	۵۸۹
خلاصہ تفسیر	۵۹۰
تحقیق لفظ موت	۵۹۲
با محاورہ ترجمہ رکوع ہشتم سورۃ اعراف پ۸	۵۹۴
حل لغات 〃 〃 〃	۵۹۵
مختصر تفسیر 〃 〃 〃	۵۹۶
حضرت نوح علیہ السلام کا نسب نامہ	〃
تفسیر نسفی (ترجمہ)	۵۹۸
با محاورہ ترجمہ رکوع نہم سورۃ اعراف پ۸	۶۰۰
حل لغات 〃 〃 〃	۶۰۱
مختصر تفسیر 〃 〃 〃	۶۰۳
تفسیر از نسفی (ترجمہ)	۶۰۴
خلاصۂ تفسیر	۶۰۶
با محاورہ ترجمہ رکوع دہم سورۃ اعراف پ۸	۶۰۹
حل لغات 〃 〃 〃	۶۱۱
مختصر تفسیر 〃 〃 〃	۶۱۳
خلاصۂ تفسیر	۶۱۴
تحقیق لفظ لوط (از روح المعانی)	۶۲۶
با محاورہ ترجمہ رکوع یازدہم سورۃ اعراف پ۸	〃
حل لغات 〃 〃 〃	۶۲۸
مختصر تفسیر 〃 〃 〃	۶۳۰
خلاصۂ تفسیر	۶۳۱
فہرست نواں پارہ	
با محاورہ ترجمہ سورۃ اعراف ساتواں رکوع پ۹	۶۳۷
حل لغات 〃 〃 〃	۶۳۸
مختصر تفسیر 〃 〃 〃	۶۳۹
متکبر سرداروں کو حضرت شعیب علیہ السلام کا جواب	〃
حضرت عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے ان سرکش قوم پر جہنم کے دروازے کھول دیے	۶۴۰
ان کی ہلاکت کا ذکر	۶۴۱
تفسیر سورۃ اعراف ساتواں رکوع پ۹	〃
حضرت شعیب کا جواب	〃
عصمت انبیاء	〃
اس کا علم محیط ہے	۶۴۲
خسارہ سے مراد اخروی نقصان ہے	〃
فتاح عرف میں حکومت اور قضا بالحق کو کہتے ہیں	〃
حضرت شعیب کو جھٹلانے والے ہلاک ہوئے	۶۴۳
اس قوم کی ہلاکت کے بعد کعبہ معظمہ حضرت شعیب آ گئے اور آخر دم تک وہاں ہی رہے وصال بھی وہاں ہی کیا۔	〃

مضمون	صفحہ
کعبہ میں دو مزارات ہیں حطیم میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور رکن شامی میں حضرت شعیب علیہ السلام کا۔	۶۴۳
مطاف میں ستر انبیاء کے مزارات ہیں۔	"
بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع دوم پ۹	۶۴۴
حل لغات " " "	۶۴۵
خلاصۂ تفسیر " " "	۶۴۶
عفو کے معنی نشان مٹانے کے ہیں۔	"
اور بڑھنے کے بھی ہیں	"
بستی کو محاورہ میں قریہ کہتے ہیں	"
حضرت ربیع بن خثیم سے ان کی صاحبزادی کا شب بیداری کے بارے میں سوال	۶۴۷
ارشاد نبی صلے اللہ علیہ وسلم ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ	۶۴۸
انبیاء کی تکذیب پر عذاب کا پکڑنا۔	"
حضرت شبلی نے فرمایا اللہ کا مکر یہ ہے کہ وہ قوم کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔	۶۴۹
بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع سوم پ۹	"
حل لغات " " "	۶۵۰
خلاصہ تفسیر " " "	۶۵۲
ولایت کے معنی	"
عہد شکنی	"
حضرت موسیٰ کو معجزات دے کر بھیجا	۶۵۳
جب عصا ڈالا	"

مضمون	صفحہ
مفصل واقعہ تفسیر نسفی سے تفسیر	۶۵۳
علامہ آلوسی کی توضیح	۶۵۵
ملوک مصر کو فراعنہ کہا جاتا ہے	"
مختلف اقوال	"
عصا کا اژدہا بن جانا	۶۵۶
حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر میں آنے کا چار سو سال کا فاصلہ ہے۔	"
اژدہا کا منہ نیچے کے ہونٹ اور اوپر کے ہونٹ کا فاصلہ اسی ذراع تھا۔	"
فرعون بھاگ پڑا۔	"
بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع چہارم پ۹	۶۵۸
حل لغات " " "	۶۵۹
خلاصہ مختصر تفسیر	۶۶۰
ملأ کے لفظی معنے	"
خلاصہ تفسیر	"
مصر کے تمام شہروں سے جادوگر جمع کریں۔	۶۶۱
جادوگروں کے لیے انعام رکھا گیا	"
منتر جنتر معجزہ کے مقابلہ میں ہیچ ہے	"
ابن زید کہتے ہیں یہ اجتماع اسکندریہ شہر میں ہوا تھا۔	"
تمام جادوگر کرشمۂ قدرت معجزہ دیکھ کر سجدہ میں گر گئے۔	"
فرعون پھر بھی ایمان نہ لایا۔	۶۶۲

مضمون	صفحہ
دنیا میں پہلا سولی دینے والا اور ہاتھ پاؤں کاٹنے والا فرعون تھا۔	۶۶۲
جادوگروں کا فرعون کو جواب	״
مصر کے تمام قصبات مدائن میں سے جادوگر جمع کیے جائیں۔	۶۶۳
کس قدر تھے تین قول ہیں	״
علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔	״
جادوگروں کی تعداد میں اختلاف ہے	۶۶۴
جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا ڈالنے کی دعوت دی۔	۶۶۵
تفسیر نسفی میں ہے۔	۶۶۶
فرعون، جادوگر اور لشکر سب مرعوب و مغلوب و مبہوت ہو گئے۔	״
فرعون کا غضبناک ہونا۔	״
مُثلہ کرنے کی دھمکی۔	״
بامحاورہ ترجمہ سورۂ اعراف رکوع پنجم پ۹	۶۶۷
حل لغات	۶۶۸
خلاصۂ تفسیر سورہ اعراف ״ ״	״
فرعون نے اپنی قوم کے لیے بت بنوا کر ان کی پرستاری کا حکم جاری کیا۔	۶۶۹
کواکب کی صورت میں ان کو بت بنوا دیے تھے۔	״
بہت جلد تمہارا رب تم کو ہلاک کریگا	״
فرعون نے چار سو برس، اور بقول بعض تین سو برس حکومت کی	۶۷۰
تفسیر نسفی سے رکوع مذکور کی تصریح	״
بامحاورہ ترجمہ سورۂ اعراف رکوع ششم پ۹	۶۷۱
حل لغات ״ ״ ״	۶۷۳
خلاصۂ تفسیر ״ ״ ״	״
فرعونیوں کو برسوں کے قحط اور پھلوں کی کمی میں اور فقر و فاقہ میں مبتلا کیا۔	۶۷۶
ان کی سرکشی حد کو پہنچ گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعائے عذاب فرمائی	״
یہ عذاب ہفتہ سے ہفتہ پورے سات روز تک رہا۔	״
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے عذاب ٹلا	״
زمین سرسبز و شاداب ہو گئی۔	״
دوسرا عذاب آیا۔	״
سات روز اس عذاب میں مبتلا رہے	۶۷۷
پھر قمل کا عذاب آیا۔	״
قمل سے مراد وہ کیڑا ہے جو کھیتوں کو چاٹ جاتا ہے۔	״
موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ عذاب ٹلا	״
ایک ماہ بعد پھر زیادہ خباثت پر اتر آیا تو مینڈکوں کا عذاب آیا	״
توبۃ النصوح سے عذاب ٹلا	״
خون کا عذاب	״
دریا میں غرق کر دیا	۶۷۸

مضمون	صفحہ
دس محرم کو یہ واقعہ ہوا۔	۶۷۸
بامحاورہ ترجمہ سورہ اعراف رکوع ساتواں پ ۹	۶۷۹
حل لغات " " "	۶۸۱
خلاصہ تفسیر " " "	۶۸۳
فرعون ہلاک ہوگیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کتاب نازل فرمانے کی درخواست کی	"
تیس روزے رکھے تو دہن مبارک سے خوشبو آنے لگی۔	"
چالیس روزے پورے کیے۔	"
اس کے رب نے اس سے کلام کیا۔	۶۸۴
احادیث میں ہے	"
آپ کو کلام کریم عطا فرمایا جسے توریت کہتے ہیں۔	"
جب تجلی جمال اپنے نور کی جھلک اس کے رب نے پہاڑ پر کی تو پہاڑ پاش پاش ہوگیا	۶۸۵
موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوگئے	"
الواح سات یا دس تھیں زمرد یا زبرجد کی تھیں	"
حسن اور عطا کہتے ہیں کہ بے دینوں فاسقوں کے گھر سے مراد جہنم ہے	"
بامحاورہ ترجمہ سورۂ اعراف رکوع ششم پ ۹	۶۸۶
حل لغات " "	۶۸۷
خلاصہ تفسیر " "	۶۸۸
حُلی عربی میں اس چیز کو کہتے ہیں جو زینت کے لیے بنائی جائے۔	"

مضمون	صفحہ
سبطیوں نے قبطیوں سے زیور بایں خیال حاصل کرلیا تھا۔	۶۸۸
غرق کے بعد مسلمانوں کا ملک ہوگا	"
بنی اسرائیل کو حکم ہوا۔	۶۸۹
غنائم صرف امت محمدیہ کے لیے ہی حلال ہوئے ہیں۔	"
انہوں نے اس زیور کو آگ میں ڈال کر ایک عجل بنالیا عجل گائے کے بچھڑے کو کہتے ہیں	۶۸۹
ہر جانور کے بچے کے لیے علیحدہ علیحدہ نام ہوتے ہیں۔	۶۹۰
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جسدًا لہٗ جُؤار پڑھا ہے جو صوت شدید کے معنی میں ہے	۶۹۱
سامری نے جب بچھڑا ڈھال لیا	"
روح الامین کے گھوڑے کے قدم کی خاک ڈال دی۔	"
بنی اسرائیل نے سجدہ کیا	"
سارے بنی اسرائیل بچھڑا پوجنے میں مصروف ہوگئے مگر ہارون علیہ السلام	"
حرمت تصویر ہماری شریعت میں اسی بنا پر ہوتی کہ وہ مظنہ شرک ہوتی ہے	۶۹۲
حرمت تصویر کی علت از روح المعانی	۶۹۱
حرمت تصویر ہماری شریعت میں اسی بنا پر واقع ہوئی۔	۶۹۲
جب وہ شرمندہ ہوئے اور پچھتائے	"

مضمون	صفحہ
جب موسیٰ علیہ السلام واپس لوٹے تو قوم کا حال دیکھ کر غضبناک ہوئے۔	۶۹۲
بچھڑا پوجنے کی خبر موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے طور پر ہی دیدی تھی	۶۹۳
حضرت ہارون علیہ السلام سے جواب طلب کر لیا گیا۔	//
زید بن اسلم سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب غصہ میں آتے تو سر اقدس پہ آگ سی دھکتی معلوم ہوتی تھی۔	//
آپ نے حمیت دین میں شدت و غضب کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ الواح ڈال دیں	۶۹۴
بعض لوحیں ٹوٹ گئیں	//
اس کی توجیہ صبغۃ اللہ حیدری فرماتے ہیں	//
حضرت ہارون کے سر کے بال پکڑ کر جواب طلب کریں۔	//
آپ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے	۶۹۵
مختلف اقوال بعض لوگوں کا وہم	//
بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع نہم پ۹	۶۹۶
حل لغات // //	۶۹۷
خلاصۂ تفسیر اردو // //	۷۰۰
جب غصہ تھم گیا تختیاں اٹھالیں۔	//
موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوں اور عذر گناہ قوم کی طرف سے کریں	//
رجفہ یعنی زلزلہ نے آلیا۔	//
لفظ نبی پر مفصل بحث	۷۰۱
حضرت کعب احبار سے توریت میں حضور کی صفات پر یہ مضمون بھی منقول ہے	//
علامہ آلوسی نے روح المعانی میں حضور کی صفات انجیل و زبور سے نقل کیں	//
ایک اور حدیث میں توریت سے حضور علیہ السلام کے یہ اوصاف منقول ہیں	۷۰۲
لفظ نبی قرآن کریم میں تین جگہ آیا	//
مزید وضاحت کے لیے پارہ اور رکوع کا حوالہ پیش ہے	۷۰۳
تفسیر خازن میں ہے	۷۰۴
نبی کے ساتھ امی فرمانا اسی بنا پر ہے	//
رسول صرف چار ہیں نبیوں کی تعداد بعض روایات سے ایک لاکھ چوبیس ہزار معلوم ہوتی ہے۔	//
بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع دہم پ۹	۷۰۵
حل لغات // //	۷۰۶
خلاصۂ تفسیر // //	۷۰۷
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمومیت رسالت کی دلیل۔	۷۰۸
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں وہ ملی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں	//
مسلم شریف میں یہ بھی ہے کہ میں تمام کی طرف	

مضمون	صفحہ
رسول بنایا گیا۔	۴۰۸
بارہ چشمے ہر گروہ کے لیے ایک چشمہ تو ہر قبیلہ نے اپنا گھاٹ جان لیا۔	۴۰۸
بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع یازدہم پ ۹	۴۱۰
حل لغات " " "	۴۱۱
خلاصۂ تفسیر " " "	۴۱۳
اسلاف کا حال ظاہر فرمایا	"
ان کے مسخ ہونے سے کوئی انکاری نہیں ہے	۴۱۴
اس بستی میں تین قسم کے لوگ تین خیالوں پر منقسم ہو گئے۔	"
بندروں کی شکلوں میں مسخ ہو گئے اور ہلاک ہو گئے۔	"
تنبیعین سلامت رہے۔	"
سبت کے دن مچھلیاں تیرتی ہوئی آتیں۔	۴۱۵
پکڑ لیا ہم نے ظالموں کو برے عذاب میں۔	"
وہ لوگ بندروں کی شکل میں مسخ ہو گئے تین دن اسی حال میں رہ کر ہلاک ہو گئے۔	"
صاحب مدارک فرماتے ہیں جو عہد رسالت میں تھے یہودیت کی وجہ میں اسلام کے خلاف چلتے تھے۔	۴۱۶
بنی اسرائیل میں رشوت خور قاضی۔	"
جو کتاب کو مضبوط تھامتے ہیں یعنی عمل کرتے ہیں	"
جب ہم نے اٹھایا پہاڑ۔	"
بنی اسرائیل پر احکام توریت شاق گذرے	

مضمون	صفحہ
بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع دوازدہم پ ۹	۴۱۷
حل لغات " " "	۴۱۹
مختصر تفسیر " " "	۴۲۱
ربوبیت و وحدانیت کے دلائل قائم کر کے شہادت طلب کی۔	"
ربوبیت کا عہد	"
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم جبارین سے جنگ کا قصد	"
بلعم باعور کا جواب	۴۲۲
بلعم باعور کو دعا کی ممانعت	"
بلعم باعور کی قوم سے علیحدگی	"
قوم کا بد دعا کے لیے اصرار	"
قوم بنی اسرائیل کے لیے بددعا نکل گئی	"
انسان کی روح شہوات پر غالب آجاتی ہے تو یہ ملائکہ پر غالب ہوجاتا ہے	۴۲۳
اللہ کے لیے اچھے نام ہیں پکارو اس کو ان ناموں سے۔	"
ننانوے نام حدیث پاک سے	۴۲۴
شان نزول	"
مشرکین نے اللہ کے نام بگاڑ کر ان میں الحاد کیا۔	"
ایک گروہ قیامت تک دین حق پر قائم رہے گا۔	"
بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع سیزدہم پ ۹	۴۲۵

مضمون	صفحہ
حل لغات رکوع سیزدہم پ ۹	۴۲۶
خلاصہ تفسیر " "	۴۲۸
شان نزول	"
یہودیوں کا بارگاہ رسالت پناہ میں سوال	۴۲۹
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رفاعہ کی وفات کی خبر دی۔	"
ناقہ اقدس کی تلاش کا حکم	"
با محاورہ ترجمہ سورہ اعراف رکوع سیزدہم پ ۹	۴۳۰
حل لغات " " "	۴۳۴
خلاصہ تفسیر " " "	۴۳۶
اولاد کے لیے دعا	"
اپنے چار بیٹوں کو غیر خدا کے نام سے منسوب کر کے عبد مناف، عبد العزیٰ، عبد قصی وغیرہ نام رکھ لیے۔	۴۳۷
بتوں کی حقیقت اور شرک کا بطلان واضح کیا گیا۔ بتوں کی عاجزی بیان فرمائی۔	"
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشرکین کو جواب	۴۳۸
جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔	"
چند مسائل صلوٰۃ۔	"
نماز اور خطبہ میں خاموش رہنا اور اس کو سننا واجب ہے۔	۴۳۹
ایک حدیث	

مضمون	صفحہ
قراءت خلف الامام کی ممانعت ثابت ہے	۴۳۹
قراءت خلف الامام پر بحث	"
بغیر الحمد کے تنہا آدمی کی نماز نہ ہوگی	"
امام کی قراءت مقتدی کی قراءت حکمیہ ہوگی	"
امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے سے قرآن و حدیث دونوں پر عمل ہو گیا۔	"
احناف کے نزدیک قرآن و حدیث کی اتباع میں ممنوع ہے۔	"
غدو سے مراد صبح کا وقت ہے	۴۴۰
تمام قرآن میں چودہ آیات سجدہ احناف کے نزدیک ہیں۔	"
سورۃ اعراف ختم ہوئی الحمد للہ	
سورۃ انفال یہ سورت مدنی ہے۔	۴۴۱
با محاورہ ترجمہ سورۃ انفال رکوع اول پ ۹	"
حل لغات " " "	۴۴۲
خلاصہ تفسیر " " "	۴۴۴
شان نزول	"
اموال غنیمت متفاوت ہیں اسی وجہ سے ان کے مراتب بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔	۴۴۵
ابو سفیان ملک شام سے ایک قافلہ کے ساتھ آیا۔	"
ابوجہل جنگ کے قصد سے بدر کی طرف چل دیا	"
بعض کا اصرار تھا کہ قافلہ کا تعاقب کیا جائے	۴۴۶
یہ رائے حضور علیہ السلام کو ناگوار ہوا	"

مضمون	صفحہ
حضرت صدیق حضرت فاروق رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ حضور ہم جانثاری کے لیے ہر وقت حاضر ہیں۔	۴۶
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔	//
حضور علیہ السلام نے کفار کے مرنے کی جگہ پر نشان لگا دیے تھے۔	//
شان نزول	۴۷
مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی	//
جان نثاران اسلام تین سو دس یا اس سے کچھ زیادہ تھے۔	//
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا فرما رہے تھے حتی کہ دوش اقدس سے ردائے مبارکہ اتر گئی۔	//
مسلمان کافروں کا تعاقب کرتے تھے۔	//
چابک کی آواز آئی۔	//
حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ آسمان سوم کی مدد ہے۔	//
حسب وعدہ غیبی مدد	۴۸
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ انفال پ۹	//
حل لغات // // //	۵۰
مختصر تفسیر اردو // // //	۵۲
جب تم پر نیند مسلط کی۔	//
غنودگی یکبارگی تمام مومنین پر آئی	//
اس اونگھ کو بعض نے معجزہ کہا	

مضمون	صفحہ
وادی احمر جو ریگستان تھی۔	۵۲
بعض صحابہ پر غسل بھی لازم تھا۔ اور پیاس کی شدت بھی تھی۔	//
اور آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے پاک کردے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرمائے۔	//
شیطان نے ایمان والوں کے دل میں ایک وسوسہ ڈالا۔	۵۳
اللہ تعالیٰ نے ایسی بارش کی کہ جنگل سیراب ہوگئے۔	//
ریت پانی سے ایسی جمی کہ سیمنٹ کا فرش بن گیا۔	//
مشرکین جو پہاڑوں پر تھے وہاں پھسلن ہوگئی	//
دشمن پر ضرب کاری کی ترکیب بیان فرمائی ہے۔	//
حضرت سہل بن حنیف فرماتے ہیں کہ بدر والے دن ہم میں سے جو تلوار کا اشارہ کرتا تو اس کی تلوار پہنچنے سے پہلے ہی مشرک کا سر جسم سے علیحدہ ہوکر گر جاتا۔	//
اس قسم کی مختلف مثالیں۔	//
ایک مٹھی سنگریزے حضور علیہ السلام نے کفار پر پھینکے کوئی کافر نہ بچ سکا۔	//
دشمن کے مقابلہ میں چند ضروری ہدایات	۵۴
شان نزول	//

مضمون	صفحہ
بدر سے واپسی پر ہر ایک نے اپنے کارنامے بیان کرنے شروع کیے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا۔	۷۵۴
مشرکین کو خطاب	״
شان نزول	״
ایک روایت ہے کہ مشرکین نے کعبۃ اللہ کے غلاف سے لپٹ کر دعا کی تھی۔	۷۵۵
بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ انفال پ۹	״
حل لغات ״ ״ ״	۷۵۶
مختصر تفسیر ״ ״ ״	۷۵۸
منافقین کے طریقہ سے علیحدہ رہنے کا حکم	״
شان نزول	۷۵۹
اپنے عناد اور عداوت عن الحق میں اپنے گم ہیں کہ ہدایت قبول نہیں کرتے۔	״
ایمان والوں کو اطاعت رسول کا حکم	۷۵۹
بخاری شریف میں حضرت سعید بن معلی سے روایت ہے کہ میں نماز میں تھا حضور علیہ السلام نے یاد فرمایا نماز سے فارغ ہو کر حاضر ہوا۔	״
حضور نے فرمایا کہ کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو اور حکم مطلق ہے جو نماز یا غیر نماز میں حاوی ہے۔	۷۵۹
ایمان سے زندگی حاصل ہوگی۔	״
شہدا اپنے رب کے حضور حاضر ہیں زندہ ہیں	״
حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے مومنین کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے درمیان ممنوعات سے پرہیز کریں۔	۷۶۰
ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ مخصوص لوگوں کے عمل پر عذاب عام نہیں کرتا جب تک عام طور پر لوگ اپنے اندر ممنوعات کو ہوتا دیکھیں۔	״
دوسری حدیث	״
مومنین مہاجرین کو خطاب	״
شان نزول آیت کریمہ کا ابولبابہ ہارون بن عبداللہ انصاری کے معاملہ میں	״
بیعت رسول کا حکم۔	״
کعب بن اسد نے چند تجاویز بنی قریظہ کے سرکردہ یہود کو پیش کیں۔	۷۶۰
کعب نے آخری تجویز پیش کی کہ حضور علیہ السلام سے صلح کی درخواست کی جائے	۷۶۱
تمام بنو قریظہ کے سرداروں نے اس تجویز کو قبول کر لیا۔	״
صلح کی درخواست جب بارگاہ رسالت پناہ میں پیش ہوئی تو حضور نے نامنظور فرمائی اور سعد کے فیصلے کو قبول کرنے کو کہا۔	״
یہود نے حضرت ابولبابہ کو بھیج دینے کی درخواست کی۔	״
حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔	״

مضمون	صفحہ
یہود نے ابولبابہ سے رائے طلب کی تو ابولبابہ نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا۔	۶۶۱
ابولبابہ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔	״
ابولبابہ نے مسجد نبوی کے ستون سے اپنے آپ کو باندھ دیا۔	״
سات روز تک مسلسل بندھے رہے حتیٰ کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔	״
اللہ تعالےٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔	۶۶۲
صحابہ نے بشارت دی۔	״
حضرت رسول کریم علیہ السلام نے اپنے دست حق پرست سے کھول دیا۔	״
ابولبابہ نے اپنی قوم کی بستی چھوڑ دی۔	۶۶۲
امانتوں میں خیانت نہ کرنے کا حکم	״
صاحب مصنف کی ناسازی طبع	״
بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم سورۃ انفال پ۹	۶۶۳
حل لغات ״ ״ ״	۶۶۴
مختصر بامحاورہ ترجمہ	۶۶۵
تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ انفال پ۹	۶۶۶
کفار مکہ دارالندوہ میں جمع ہوئے اسلام اور ہادی اسلام کے خلاف منصوبے۔	״
شیطان ایک بوڑھے شخص کی شکل میں آیا اور تعاون کا یقین دلایا	۶۶۷
ابوالبختری کی رائے۔	״
ہشام بن عمرو کی رائے	״

مضمون	صفحہ
ابوجہل کی رائے	۶۶۷
حضور علیہ السلام کو مشرکین مکہ کے منصوبہ سے مطلع کیا گیا۔	۶۶۸
ہجرت کا قصد۔	״
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر لٹایا	״
ایک مشت غبار مشرکین کی طرف پھینکی تو سب اندھے ہو گئے۔	״
حضور علیہ السلام بمعہ رفیق یار غار حضرت صدیق اکبر کے غار ثور میں تشریف لے آئے۔	״
غار کے منہ پر مکڑی کا جالا	״
شارح قصیدہ بردہ سے وضاحت	״
سانپ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے میں ڈسنا۔	״
لُم بُرہا اس ورم انف کو کہتے ہیں جبکہ انسان غصہ میں نتھنے پھلاتا ہے۔	۶۶۹
صدیق اکبر قضاء و قدر الٰہی پر راضی برضا ہے	״
غار میں سانپ کے ڈسنے کا مفصل واقعہ	״
کفار مکہ کھوج لیتے دروازے سے غار تک آ گئے	״
اللہ تعالےٰ نے حفاظت میں لے لیا	۶۷۰
نصرت الٰہی کی شان علامہ بوصیری آئندہ بیت میں فرماتے ہیں۔	״
حرم کے کبوتروں اور مکڑی کو مارنے سے آپ نے منع فرمایا۔	״
مکڑی نے دو بار جالا تنا ایک بار داؤد علیہ السلام	״

مضمون	صفحہ
پھر جبکہ جا لوت کی تلاش میں تھے۔	۷۷۱
دوسری بار غار ثور میں۔	"
حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ مسخ شدہ جانور کتنے ہیں فرمایا ہاتھی۔ ریچھ۔ سور گدھ چھپکلی۔ بچھو۔ مکڑی۔ خرگوش۔ ستارہ	"
امیہ بن خلف نے غار میں جانا چاہا لیکن مکڑی کے جالے سے رک گیا۔	"
آیات کریمہ کا شان نزول نضر بن حارث کے بارے میں۔	"
قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت پر چیلنج اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔	"
اس کا جواب۔	"
مفسرین کی رائے	۷۷۲
فتح مکہ کی بشارت	"
حدیث پاک	"
حدیبیہ کا واقعہ	"
ناچنا گانا مشرک کی عبادت ہوتی ہے۔	۷۷۳
مشرکین کعبہ میں ننگے طواف کرتے تھے۔	"
شان نزول۔	"
جو اپنا مال خرچ کرکے بھی عذاب آخرت مول لے رہے ہیں۔	"
بامحاورہ ترجمہ رکوع پنجم سورۃ انفال پ ۹	"
حل لغات " " "	۷۷۴
مختصر تفسیر " " "	۷۷۵

مضمون	صفحہ
کفار کو ایمان کی ترغیب اور بشارت عفو	۷۷۵
علامہ آلوسی فرماتے ہیں	"
حدیث نبوی	"
مقابلہ کرو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ شرک۔	"
غلبہ اسلام کا مطلب	۷۷۶
امام مہدی کے ظہور کے بعد روئے زمین پر کوئی مشرک باقی نہ رہے گا۔	"
الحمدللہ نواں پارہ ختم ہوا۔	
فہرست پارہ دہم۔	
دسواں پارہ	۷۷۷
بامحاورہ ترجمہ رکوع پنجم سورۃ انفال پ ۱۰	"
حل لغات " " "	۷۷۸
مختصر تفسیر " " "	۷۷۹
مال غنیمت کی تعریف	"
امام اعظم کے نزدیک اقارب کی تفصیل میں مختلف اقوال۔	۷۸۰
تمام راوی اس پر متفق ہیں کہ حضور علیہ السلام مال غنیمت کے پانچ حصے کرتے تھے۔	"
غزوہ بدر میں حق و باطل کا فیصلہ کر دیا گیا	"
جس دن دو گروہوں کا مقابلہ ہوا	۷۸۱
قریش کا قافلہ سمندر کی طرف تین میل پر تھا۔	"
دشمن طاقتور تھا۔	"
ہلاک سے مراد کفر ہے حیات سے مراد ایمان ہے	"

مضمون	صفحہ
جب اے محبوب اللہ نے آپ کو خواب میں ان کی تعداد کم کر کے دکھائی	۷۸۲
حضور علیہ السلام عریش میں رونق افروز ہوئے	//
کفار کا مسلمانوں کے قریب آنا اور کچھ چھیڑ چھاڑ کرنا وغیرہ	//
حضرت صدیق اکبر نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا	//
حضور علیہ السلام کو خواب میں دشمن کی تعداد کم کر کے دکھائی۔	//
صحابہ کی ہمتیں بلند کیں۔	//
حضرت ابن مسعود نے فرمایا اس دن کافر اس قدر کم نظر آئے کہ میں نے اپنے ساتھ والے سے کہا یہ ستر کفار ہیں۔	//
با محاورہ ترجمہ رکوع ششم سورۃ انفال پ۱۰	۷۸۳
حل لغات // // //	۷۸۴
مختصر تفسیر // // //	۷۸۵
اے ایمان والو اگر تمہارا مقابلہ کسی کافر گروہ سے ہو جائے تو جمے رہو	//
اللہ کی یاد کثرت سے کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔	//
فتنہ سے مراد کافر گروہ ہے	//
ذکر اور اس کی کثرت بہر صورت موجب فتح و نصرت ہے۔	۷۸۶
نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت بھی اس آیت سے ثابت ہے۔	//

مضمون	صفحہ
علی المرتضیٰ اور نعرۂ غوثیہ بھی جائز ہے	۷۸۶
تاکہ تم مراد کو پہنچو۔	//
اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو	//
آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے	//
ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم	//
باہمی تنازعہ آپس میں جھگڑے کمزوری اور جماعت کی تباہی کا موجب ہے۔	//
اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے	//
اخلاص نیت کی تعلیم	۷۸۷
بطر کا معنی فخر اور اکڑ ہے۔	//
ریا کا معنی دکھاوا ہے	//
یہ واقعہ کفار قریش کا ہے جو غزوہ بدر کا باعث و موجب ہے	//
ابوجہل بولا بدر میں جا کر تین روز تک قیام کریں گے۔	//
حضور علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی اور عرض کیا۔	//
اس آیت میں لشکر ابوجہل کی مثال دے کر ایمان والوں کو عبرت دلائی ہے	//
اطاعت خدا اور رسول کرو اسی میں تمہاری کامیابی فتح و ظفر ہے۔	//
دوسرا واقعہ غزوہ بدر کے متعلق یاد دلایا۔	۷۸۸
شیطان نے ان کے باغوں میں یہ بات بھی جما دی تھی کہ تم جو کچھ کر رہے ہو وہ نیک عمل ہیں	//

مضمون	صفحہ
جب دونوں لشکر مقابلہ میں آگئے تو شیطان اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ گیا۔	۷۸۸
ایک مٹھی خاک کی مشرکین کی طرف پھینکی تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے	۷۸۹
سراقہ کی شکل میں حارث بن ہشام کا ہاتھ پکڑے لشکر میں شیطان موجود تھا۔	//
جب یہ منظر دیکھا تو فوراً حارث کا ہاتھ چھوڑ کر بھاگ گیا۔	۷۸۹
بامحاورہ ترجمہ رکوع ہفتم سورۃ انفال پ۱۰	//
حل لغات // // //	۷۹۱
مختصر تفسیر اردو // // //	۷۹۲
جب کہتے تھے منافق۔	//
مکہ میں کلمہ پڑھ چکے تھے کفار قریش نبی محترم اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ بدر میں آگئے تھے۔	۷۹۳
مسلمانوں کی تعداد کم دیکھ کر شک میں پڑ گئے تھے اور مرتد ہوگئے تھے۔	//
جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے وہ ذلیل نہیں ہوتا	//
اس آیت کریمہ میں ان کے مرنے کے بعد ان کے انجام کا ذکر ہے	//
حضرت عباس فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد فرشتے ان سے یہ کہیں گے۔	//
علامہ سدی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے کی سب سے بڑی نعمت ذات اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ہے	۷۹۴
کفار مکہ کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت پر یقین تھا لیکن ضد وعناد میں آکر ان کی تکذیب کرتے تھے۔	۷۹۴
بدترین جانور اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو کفر پر جمے رہے۔	۷۹۵
دواب چلنے والے جانور کو کہتے ہیں۔	//
قریظہ کے یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی	//
معاہدہ شکن کافروں سے مراد بنی قریظہ کے خاندان کے یہودی ہیں جنہوں نے عہد توڑ دیا۔	//
ان لوگوں کو سخت سزا دیں تاکہ عبرت حاصل ہو	//
بامحاورہ ترجمہ رکوع ہشتم سورۃ انفال پ۱۰	۷۹۶
حل لغات // // //	۷۹۷
مختصر تفسیر // // //	۷۹۸
غزوہ بدر سے جو مشرک شکست کھا کر بھاگے تھے اور قتل وقید سے بچ نکلے تھے۔	//
کافروں کے لیے طاقت جمع کرو۔	۷۹۹
اُعِدُّوا کے معنی ضرورت کے لئے تیاری کرنا	//
قوت سے مراد سامان ہے	//
حدیث پاک پلے ہوئے گھوڑے پرورش کرنا	//
حضور علیہ السلام نے فرمایا گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں قیامت تک خیر ہے۔	//
عدو اللہ سے مراد کفار مکہ ہیں۔	//
حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جس نے کسی مجاہد کو سامان جہاد دیا اس نے خود جہاد کیا	۸۰۰

مضمون	صفحہ
اگر کفار صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی صلح کی طرف جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔	۸۰۰
جناح سے جنحوا بنا یعنی جنوح میلان کو کہتے ہیں۔	"
اس سے پرندوں کے بازو مراد ہیں۔ قبیلہ اوس اور خزرج میں الفت پیدا کر دی باوجودیکہ ان میں سو برس سے عداوت تھی۔	۸۰۱
شان نزول	"
چالیس ایمان لانے والے مومنین	"
حضرت فاروق اعظم نے ایمان لا کر تعداد چالیس پوری کر دی۔	"
چلہ کشی	"
اسلام نے ترقی حاصل کی	"
بامحاورہ ترجمہ رکوع نہم سورۃ انفال پ ۱۰	۸۰۲
حل لغات " " "	۸۰۳
مختصر تفسیر " " "	۸۰۴
تحریض کسی شے پر کسی کو آمادہ کرنا۔	"
تحریض قتال کا حکم۔	"
ایک مسلمان دس مشرکین کے مقابل ہو تو بھاگے پھر تخفیف نازل ہوئی	۸۰۵
اگر تم میں سے بیس صبر والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں گے۔	"
ہزار ہوں تو دو ہزار پر غالب آئیں گے	"
جنگ بدر میں ستر کافر قید کر کے بارگاہ رسالت میں پیش کیے گئے تو حضور علیہ السلام نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔	۸۰۵
حضرت صدیق اکبر نے مشورہ دیا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔	"
حضرت فاروق اعظم نے عرض کی ان کی گردنیں قلم کی جائیں۔ میں اپنے قرابت والوں کو ماروں گا۔	"
اکثریت نے یہی مشورہ دیا کہ فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔	"
آیت کریمہ نازل ہوئی اور فاروقی رائے کی موافقت میں حکم آیا۔	"
کسی نبی کو یہ زیبا نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان کا خون نہ بہائے	۸۰۶
قیدیوں کے لیے دوسرا حکم	"
مومنین کو اختیار دے دیا گیا چاہیں تو فدیہ لیں یا قتل کریں۔	"
مسئلہ۔	"
کھاؤ مال غنیمت جو ملا حلال و طیب	۸۰۷
بامحاورہ ترجمہ رکوع دہم سورۃ انفال پ ۱۰	"
حل لغات " " "	۸۰۹
مختصر تفسیر " " "	۸۱۰
شان نزول	"
جنہوں نے بدر کے کافروں کے کھانے کا ذمہ لیا تھا	"
حضور ... اپنی باری والے دن قید ہو	

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ
گئے تھے۔	۸۱۰
جامہ تلاشی میں سونا ان کے پاس سے نکلا	۸۱۱
یہ سونا ضبط ہو گیا۔	″
فدیہ کا سونا۔	″
حضرت عباس نے انکار کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا چلتے وقت اپنی بیوی کی موجودگی میں اس کو دفن کر دیا تھا۔	″
حضرت عباس حیران ہو گئے اور اسلام قبول کر لیا	″
حضرت عباس کے بھتیجے بھی مسلمان ہو گئے۔	″
بحرین کا مال آیا جو اسی ہزار تھا حضور نے اس کو تقسیم فرما دیا۔	۸۱۲
حضرت عباس کو فرمایا جسقدر اٹھا سکتے ہو اس سے اٹھا لو۔	″
خیانت و دغا کا ذکر۔	″
جنہوں نے ہجرت نہ کی ان کو ترکہ نہ ملیگا۔	″
کافر و مومن کے درمیان احکام وراثت نہیں	۸۱۳
مومنین مسلمین میں اتحاد نہ ہوا تو کفار غالب آجائیں گے۔	″
ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہے کہ اسلام اپنے سے پہلے جرائم کو مٹا دیتا ہے۔ اور ہجرت بھی پہلی بداعمالیوں کو ختم کر دیتی ہے۔	″
مہاجرین و انصار کے طبقے	″
سورۃ توبہ	۸۱۴
سورۃ مبارکہ کے دس نام ہیں۔	
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا بسم اللہ امان ہے اور یہ سورۃ تلوار کے ساتھ امن اٹھانے کے لیے نازل ہوئی۔	۸۱۵
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ توبہ ف۱	″
حل لغات ″ ″ ″	۸۱۶
مختصر تفسیر اردو	۸۱۸
مشرکین عرب اور مسلمانوں کے مابین عہد تھا ان کے چند کے سوا سب نے عہد شکنی کی۔	″
حکم دیا گیا چار ماہ جہاں چاہو گزارہ کرو تم سے تعرض نہ ہوگا۔	″
یہ سورہ مبارکہ ۹ سنہ میں فتح مکہ کے ایک سال بعد نازل ہوئی۔	″
اسی ۹ سنہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج مقرر فرمایا تھا۔	″
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام دیکر بھیجا۔	″
چار حکم کا اعلان کیا گیا	۸۱۹
مشرکین نے جواب نفی میں دیا عہد شکنی کو	″
اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں کا اعلان کیا جاتا ہے	″
اذان کے معنی اعلان کے ہیں	″
حج اکبر اور عمرہ کی وضاحت	″
وہ حج جس میں حضور علیہ السلام والصلوۃ خود تشریف لائے تھے وہ جمعہ کے دن تھا۔	″
اعلان یہ تھا کہ اگر تم کفر و خیانت سے توبہ کرلو	

مضمون	صفحہ
تو تمہارے حق میں بہتر ہے	
جب حرمت والے مہینوں کا سلخ ہو جائے یا گذر جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو جہاں پاؤ۔	۸۲۰
انسلاخ کا مادہ سلخ ہے۔	״
عہد شکن کفار کے احکام۔	״
با محاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ توبہ پ۱۰	۸۲۱
حل لغات ״ ״ ״	۸۲۳
مختصر تفسیر ״ ״ ״	۸۲۵
کیسے ہو سکتا ہے مشرکین کے ساتھ کوئی عہد اللہ و رسول کے ہاں قابل رعایت	״
کیف استفہام انکاری ہے تعجب کے لیے	״
اہل مکہ جن سے حدیبیہ میں رسول معظم صلے اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کیا تھا۔	״
بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی مدد کی۔	״
عہد شکنی کی کیفیت کو بیان فرمایا گیا۔	۸۲۶
ابوسفیان کے ذرا سے لالچ دینے سے عہد کو توڑ دیا گیا۔	״
اہل طائف نے بھی قریش کی مالی مدد کی تھی۔	״
اگر شرک سے توبہ کریں نماز ادا کریں۔ زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔	״
آیت کریمہ کے متعلق علامہ آلوسی فرماتے ہیں یہ	
نکتہ شرارت و بدی میں حد سے بڑھ جانے والے نہیں	۸۲۶
لیے صلوٰۃ و زکوٰۃ کو جائز جاننے والا بالاتفاق کافر ہے۔	۸۲۷
احناف نے بھی یہی معنی کیے ہیں۔	۸۲۷
اگر معاہدہ شکنی کریں دین پر طنز کریں تو ایسے کفر کے سرغنوں سے مقاتلہ کرو	״
نکتہ ارتداد کے معنی میں ہے	״
حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کافر کی قسم قسم ہی نہیں۔	۸۲۸
اس آیت میں تحریض علی القتال ہے	״
مسلمانوں کے حلیف بنی خزاعہ کے مقابل بنی بکر کی مدد کرنے والوں سے مقاتلہ کرنے کا حکم	״
قتل و قید کرا کے تمہیں ان پر مدد دیگا ان پر غلبہ عطا فرمائے گا۔	״
یہ تمام بشارتیں پوری ہوئیں۔	״
بعض اہل مکہ کفر سے توبہ کریں گے۔ ابوسفیان عکرمہ بن ابوجہل سہیل بن عمرو مشرف بہ اسلام ہوئے۔	״
با محاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ توبہ پ۱۰	۸۲۹
حل لغات ״ ״ ״	۸۳۱
مختصر تفسیر ״ ״ ״	۸۳۲
مشرکوں کا کوئی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں۔	۸۳۳
یہاں مسجدوں سے مراد مسجد حرام ہے	״
شان نزول۔	״
مسجد کی تعمیر و مرمت وغیرہ میں شرعاً کافر کو نہ لگایا جائے۔	۸۳۴

مضمون	صفحہ
مسجد حرام میں کافر کا داخل ہونا ممنوع ہے۔	۸۳۴
یعنی یہ کافر جو حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں قیدیوں کو رہا کرتے ہیں انکے اعمال اکارت ہیں۔	〃
اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔	〃
مساجد کو آباد کرنے کے حقدار صرف اور صرف مومن ہیں۔	
علامہ آلوسی فرماتے ہیں مسجدمیں روشنی کرنا ایمان سے ہے	۸۳۵
مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا منع فرمایا گیا۔	〃
حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم۔	〃
ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہے جو وضو کرکے اپنے گھر سے مسجد میں آئے وہ اللہ تعالی کی زیارت کرنے کا مرتبہ حاصل کریگا۔	〃
جو مسجد میں چراغ جلائے اس کے لیے ملائکہ بخشش کی دعا کرتے ہیں۔	〃
مسجد میں جھاڑو دینا حوران بہشتی کا حق مہر ہے۔	〃
جو مسجد تعمیر کرے اللہ تعالے اس کو جنت میں گھر عطا کرتا ہے۔	〃
صبح شام مسجد میں جانا جہاد ہے۔	۸۳۶
قرآن کریم پر ایمان لانا شرط ایمان ہے۔	〃
حاجیوں کی خدمت جہاد ہے	〃
حضرت عباس کا صحابہ سے اجر و ثواب کے بارے میں استفسار۔	〃
ایمان والوں ہجرت کرنے والوں جہاد کرنے والوں کا اجر و ثواب	۸۳۷
نعیم مقیم ودوامی راحت ورحمت	〃
ترک موالات کا حکم	〃
جہاد فی سبیل اللہ ہر باپ بیٹا اور اقربا کی محبت پہ غالب نہ ہو۔	۸۳۸
با محاورہ ترجمہ رکوع چہارم سورۃ توبہ پ۱۰	۸۳۹
حل لغات 〃 〃 〃	〃
مختصر تفسیر 〃 〃 〃	۸۴۱
مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر قبیلہ ہوازن و ثقیف سے جنگ ہوئی۔	〃
مسلمانوں کو اکثریت پر گھمنڈ۔	〃
یہ بات حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ناپسند ہوئی	〃
تیروں کی بارش مسلمانوں پر۔ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔	۸۴۲
حضور علیہ السلام کے مرکب کا نام شہبا تھا	〃
حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے منظم کرنے کا حکم۔	〃
دست اقدس میں ایک مٹھی سنگریزے لیکر کفار کی طرف پھینکے کفار بھاگ پڑے۔	〃
مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔	〃
حضور علیہ السلام کی شجاعت	〃
ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ کی مسافت سے کافروں پر میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی۔	۸۴۳

مضمون	صفحہ
اللہ نے سکینہ نازل کیا۔	۸۴۳
پیٹھ دے کر بھاگنا۔ اور غیر اختیاری پاؤں اکھڑ جانا اور ہے۔	״
وہ لشکر غیبی اتارا جسے دیکھ نہیں سکتے تھے	״
توفیق توبہ۔	״
حنین میں اللہ نے اپنے رسول کی مدد پانچ ہزار نشاندار فرشتوں سے فرمائی۔	״
مشرکین کے بارے میں خاص حکم	۸۴۴
مشرکین نرے نجس ہیں	״
مسجد حرام کے پاس نہ آئیں۔	״
اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غنی کر دیا۔	״
جہاد کا حکم۔	۸۴۵
شان نزول۔ روم سے جہاد کا حکم	״
جزیہ کے لغوی معنی اور اس کے احکام	״
با محاورہ ترجمہ رکوع پنجم سورۃ توبہ پ۱۰	۸۴۶
حل لغات ״ ״ ״	۸۴۸
مختصر تفسیر ״ ״	۸۵۰
یہود میں حضرت عزیر کو ابن اللہ ماننے کی بنیاد	״
توریت کا گم ہو جانا۔	״
تابوت بھی اٹھا لیا۔	״
حضرت عزیر کی دعا سے دوبارہ مل گئی۔	״
ایک روایت ہے بخت نصر نے توریت کے حافظوں کو قتل کر دیا تھا۔	״
حضرت عزیر بچے تھے ایک فرشتہ نے ایک برتن میں پانی لا کر پلایا حضرت عزیر کو توریت یاد ہو گئی	۸۵۱
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے بعد عیسائی اکیاسی برس تک اسلام پر رہے۔	״
یہود و نصاریٰ کی جنگ۔	״
پولوس نے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں	״
پولوس نے اپنی جگہ نسطورا کو جانشین بنایا خود روم چلا گیا۔	״
اور ان میں یہ تعلیم چھوڑ گیا کہ عیسیٰ، مریم اور اللہ تینوں الوہیت کے عناصر ہیں	״
رومیوں میں خلیفہ بنایا۔	״
ایک شخص ملکا کو تعلیم دی کہ اللہ ازلی ہے تین عقیدے وجود میں آ گئے۔	۸۵۲
ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بلا کر اپنا مقرب بنا لیا۔	״
پھر اس نے خودکشی کر لی۔	״
اس طرح عیسائیوں میں تین گروہ بن گئے۔	״
قتل و غارت شروع ہوا۔	״
شان نزول	״
ایک جماعت آئی کہنے لگی آپ کا اتباع کیسے کریں آپ نے ہمارا قبلہ چھوڑ دیا۔	״
اللہ کے سوا انہوں نے علماء فقراء حتیٰ کہ مسیح ابن مریم کو بھی رب بنا لیا۔	״
وہ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنے منہ سے	۸۵۳

مضمون	صفحہ
نور الٰہی سے مراد دلائل اسلام ہیں۔	۸۵۳
وہ ذات پاک ہے جس نے اپنا رسول آخر زمان ہدایت اور سچے دین کے ساتھ سب دینوں پر غالب کیا۔	״
ادیان و ملل اس سے منسوخ ہوئے۔	״
حضرت ابوہریرہ اور ضحاک نے فرمایا	״
جبکہ کوئی دین ایسا دین والا نہ ہوگا۔	״
حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ روئے زمین پر کوئی ایسا گھر نہ ہوگا جس میں دین اسلام داخل نہ ہو۔	״
احبار یہود کے اولیاؤں کی بےدینی اور رشوت خوری کے متعلق۔	۸۵۴
سونا چاندی جمع کرتے ہیں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے۔	״
شان نزول۔	״
زکوٰۃ نہ دی تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی شکل میں کر دیا جائے گا۔	۸۵۵
ذکر کرنے والی زبان۔ شکر کرنے والا دل۔ نیک بیوی جو ایماندار خاوند کی اس کے ایمان پر مدد کرے۔ (بروایت ترمذی)	״
جس دن تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں وہ سونا اور چاندی شدت حرارت سے سفید ہو جائیں گے۔	״
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جس مال کی زکوٰۃ دی گئی ہو وہ کنز نہیں۔	״
قمری مہینوں کا بیان	۸۵۵
چار ماہ حرمت والے	۸۵۶
حرمت والے مہینوں اور حرم میں جنگ کرنے کی ممانعت	״
دین قیم سے مراد دین ابراہیمی ہے	״
ظلم سے مراد ان کی حرمت کی پرواہ نہ کرنا	״
مشرکین سے ہر وقت جہاد کرو	۸۵۷
کافہ کے معنی یعنی اس کو کام سے روک دیا گیا	״
نسی لغت عرب میں وقت کے موخر کرنے کو کہتے ہیں۔	״
حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا نسی کے مہینے گئے گزرے ہو گئے ہیں۔	״
بامحاورہ ترجمہ رکوع ششم سورۃ توبہ پ۱۰	۸۵۸
حل لغات ״ ״ ״	۸۵۹
مختصر تفسیر ״ ״ ״	۸۶۱
شان نزول	״
غزوہ تبوک کے لیے مسلمانوں کو حکم ملا گرمی کی شدت تھی۔	״
جب حضور علیہ السلام طائف سے واپس تشریف لائے تو اچانک اطلاع ملی کہ ہرقل شاہ روم نے فوج جمع کی ہے اور مسلمانوں پر حملہ کا ارادہ رکھتا ہے	״
حضور علیہ السلام کا حکم سن کر اکثر قبیلے بیٹھ رہے	״

مضمون	صفحہ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دس ہزار مجاہدین کو سامان جنگ دیا۔	۸۶۱
حضرت صدیق اکبر کی قربانی مال	۸۶۲
حضرت فاروق اعظم نے نصف مال پیش کیا۔	//
حضرت علی المرتضیٰ کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا گیا۔	//
تبوک میں پانی کے چشمہ کا معجزہ	۸۶۲
ہرقل شاہ روم نے مقابلہ نہ کیا	//
حضرت خالد سیف اللہ کو چار سو سے زائد سوار دے کر قلعہ دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا۔	//
حاکم ایلہ پر اسلام پیش کیا جزیہ پر صلح ہوئی	//
جو لوگ اس جہاد میں جانے سے رک گئے حضور نے ان سے کلام کرنے سے روک دیا	//
تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا۔	۸۶۳
تم اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے	//
دار الندوہ میں مجلس شوری حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے خلاف صرف دو جان سے۔	//
جب دونوں یعنی حضور علیہ السلام نے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار میں تھے۔	۸۶۴
اذ یقول لصاحبہ میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔	//
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ساتھ غار کی طرف روانہ ہوئے	//
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں بھی پہلے داخل ہوئے اپنی چادر کو پھاڑ کر تمام سوراخ بند کر دیئے۔	۸۶۴
اور ان فوجوں سے ان کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں۔	//
کافروں کی بات نیچے کر ڈالی اور دعوی کفر و شرک کو پست کر دیا۔	۸۶۵
اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے جان اور مال سے	//
اگر ہوتا مال قریب یا متوسط سفر تو وہ ضرور وہ تمہاری پیروی کرتے۔	//
شقۃ لمبی مسافت کو کہتے ہیں	//
استطاعت سے مراد ساز و سامان یا پھر بدنی طاقت ہے۔	۸۶۶
ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ میرا غار کا ساتھی ہے تو یہی میرے ساتھ حوض کوثر پر ہوگا۔	//
حضرت حسان کے فرمائشی اشعار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	//
ہجرت	۸۶۷
بامحاورہ ترجمہ رکوع ہفتم سورۃ توبہ پ ۱۰	۸۶۸
حل لغات // // //	۸۷۰
مختصر تفسیر // // //	۸۷۳
اللہ معاف کرے	//
حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شفا میں فرماتے ہیں۔	//

مضمون	صفحہ
غزوۂ تبوک میں نہ جانے والے گھر رہ جانے والوں کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اختیار دیدیا گیا۔	۸۷۴
نبی محترم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مقصود ہے	″
اللہ تعالےٰ نے عتاب کی جگہ عفو کو بدل دیا۔	۸۷۵
ایمان والے جہاد میں شریک ہونے کی کبھی اجازت نہیں مانگیں گے بلکہ حکم ملتے ہی جہاد کی طرف دوڑ پڑیں گے۔	″
ان لوگوں کے بہشتی ہونے کی شہادت اور ثواب کا وعدہ ہے۔	″
اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔	″
اللہ تعالےٰ ہی کو ان کا جہاد میں جانا پسند نہیں تھا	۸۷۶
اللہ نے ان کو روک دیا ان کی سستی کے سبب۔	″
عبداللہ بن ابی نے ساتھ چھوڑ دیا۔	″
اِلّا خَبَالاً سوا شر و فساد کے اور کچھ نہیں۔	″
خبال سے مراد شر و فساد ہے	۸۷۷
علامہ آلوسی نے کہا سمّاعون کا معنی نمّامون یعنی چغلخور ہے۔	″
ان ظالموں کو اللہ خوب جانتا ہے	″
الحق سے مراد اللہ کی مدد اور دین اسلام کی تائید ہے۔	″
شان نزول۔	″
حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ	

مضمون	صفحہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی عجیب حالت ہے اس کے لیے ہر بات میں خیر ہے۔	۸۷۹
مسلمان کو صرف اللہ تعالےٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے۔	″
اعجاب کا معنی ہے کسی پسندیدہ چیز پر خوش ہو جانا۔	۸۸۰
زہوق کے لغوی معنی دشواری سے نکلنا ہے	″
ملجأ۔ کوئی کا مقام جس میں پناہ لی جاسکتی	۸۸۱
پشت پھیر کر اسی طرف بھاگتے۔	″
شان نزول۔	″
حرقوص بن زہیر نے خوارج کے فرقے کی بنیاد رکھی	″
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوازن اور حنین کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویصرہ نے کھڑے ہو کر کہا حضور عدل فرمائیے۔	″
مفصل واقعہ۔	″
نہروان کی جنگ۔	۸۸۲
اولیاء اللہ سے دعا کرانا ان کی دعاؤں سے مراد پوری ہونے کی امید رکھنا جائز ہے۔	″
بامحاورہ ترجمہ رکوع ہشتم سورۃ توبہ پ۱۰	۸۸۳
حل لغات ″ ″ ″	۸۸۴
مختصر تفسیر ″ ″ ″	۸۸۵
زکوٰۃ کے مستحقین	″
جب منافقین نے تقسیم صدقات میں حضور علیہ	

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
الصلوٰۃ والسلام پر طعن کیا۔	۸۸۶	شان نزول	۸۹۰
علامہ آلوسی کی غیر مبہم الفاظ میں تصریح	//	حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو آدمی شیطان کو دیکھنا چاہے وہ نبتل بن حرث کو دیکھے۔	//
زکوٰۃ کے مستحق لوگ آٹھ قسم کے قرار دیئے ہیں	//	منافقین کا حال	//
صاحب ہدایہ فرماتے ہیں مؤلفۃ القلوب کی صنف اب ساقط ہے۔	//	منافقین کا خوف	//
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نامہ حضرت فاروق اعظم کے نام۔	//	شان نزول	۸۹۱
تالیف قلوب کا سلسلہ ختم کر دیا گیا	۸۸۷	منافقین کی تین جماعتوں میں سے دو تمسخر کر رہے تھے۔	//
تعریف فقیر۔	//	اللہ اور اس کے رسول اور قرآن کریم کے ساتھ مذاق کفر ہے	//
تعریف مسکین۔	//	منافقین کے تمسخر اور مذاق کی تفصیل	//
دعا۔	//	مخشن بن حمیر الاشجعی کی توبہ قبول ہوئی اور جنگ یمامہ میں شہید ہوا۔	//
عاملین	//	با محاورہ ترجمہ رکوع نہم سورۃ توبہ پ۱۰	۸۹۲
رقاب	۸۸۸	حل لغات " " "	۸۹۳
مصرف فی سبیل اللہ	//	مختصر تفسیر " " "	۸۹۵
مسافر	//	منافق عورتیں منافق مرد ایک ہی ہیں۔	//
منصب مصطفیٰ علیہ السلام کے بیان میں	۸۸۹	فسق کے معنی خروج عن الطاعۃ کے ہیں	۸۹۶
ان میں کچھ وہ بھی ہیں جو ستاتے ہیں نبی محتشم کو	//	منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ	//
منافقوں نے آپ کو کان کہا	//	منافقین پر اللہ کی لعنت	//
شان نزول	//	چند مثالیں دے کر منافقین کو خطاب	۸۹۷
جلاس کا منصوبہ	//	والمؤتفکات۔ مؤتفکہ کی جمع ہے الٹ کر	//
انکار اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب	//		
ان لوگوں کے لیے رحمت ہیں جو تم میں سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔	//		
منافقین کی قسم کھانے کا ذکر	//		

مضمون	صفحہ
نیچے کرنے کے معنے	۸۹۷
رسول اللہ صلے اللہ علیہ کی تکذیب پر عذاب آنے	؍؍
اللہ تعالے بلاوجہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ نہایت عادل ہے۔	؍؍
مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار و رفیق ہیں۔	؍؍
بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔	۸۹۸
صفات مومن۔	؍؍
صحابہ کرام نے مساکن طیبہ کی تفسیر دریافت کی	
حضور علیہ السلام نے جنت کا حال مفصل طور پر بیان فرمایا۔	؍؍
اللہ کی رضا کے متعلق ابوسعید خدری فرماتے ہیں	۸۹۹
بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورۃ توبہ پ۱۰	؍؍
حل لغات ؍؍ ؍؍ ؍؍	۹۰۰
مختصر تفسیر ؍؍ ؍؍ ؍؍	۹۰۲
غیب کی خبر دینے والے نبی محترم صلے اللہ علیہ وسلم کو کافروں سے جہاد اور منافقین سے سختی کرنے کا حکم دیا گیا۔	۹۰۳
شان نزول	؍؍
عروہ سے مروی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد جلاس نے توبہ کرلی تھی۔	۹۰۴
جلاس بن سوید کا … واقعہ	؍؍
ثعلبہ بن حاطب نے مال کی ترقی کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی۔	۹۰۵
دعا کے بعد مال میں برکت ہوئی ثعلبہ کو مدینہ سے باہر جانا پڑا حتی کہ جمعہ سے محروم ہوگئے۔	؍؍
ثعلبہ کا زکوۃ دینے سے انکار اور عتاب	۹۰۶
ثعلبہ کا دعا سے قبل کا حال	؍؍
ثعلبہ منافق ہوگیا	۹۰۷
یہ منافق نفلی صدقہ دینے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔	؍؍
شان نزول	؍؍
منافقین کا صحابہ پر طعن کرنا	۹۰۸
حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار درہم لائے۔	؍؍
حضور علیہ السلام کی دعا سے برکت ہوئی	؍؍
منافقین کی بارگاہ رسالت میں معذرت اللہ تعالے نے ان کی معذرت کو رد فرمایا اور حکم دیا کہ اگر ستر بار بھی معافی طلب کریں۔ تو معاف نہ ہوگا۔	۹۰۹
بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع سورۃ توبہ پ۱۰	۹۱۰
حل لغات ؍؍ ؍؍ ؍؍	۹۱۱
مختصر تفسیر ؍؍ ؍؍ ؍؍	۹۱۳
جہاد میں نہ جانے والوں کا حال اور اسکا انجام	؍؍
شان نزول	۹۱۴
بشارت کو روکنے والوں کو توبیخ	؍؍
حدیث شیخین	؍؍

مضمون	صفحہ
غزوہ تبوک سے رہ جانے والوں کے لیے حکم	۹۱۵
الخالفین سے وہ لوگ مراد ہیں جو بغیر عذر اپنے گھروں میں بیٹھے رہے	″
منافق و بے دین کے ساتھ اتحاد و اتفاق کی ممانعت۔	۹۱۵
منافق کی قبر پر کھڑے ہونے اور نماز جنازہ اور کفن دفن میں شرکت کی ممانعت کر دی گئی۔	″
شان نزول	۹۱۶
عبداللہ بن سلول سردار منافقین مر گیا حضور نے قمیص مبارک عطا کی۔	″
منافقین پر عذاب دنیا میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی۔	″

مضمون	صفحہ
منافقین کی حالت	۹۱۷
بامحاورہ ترجمہ بارہواں رکوع سورہ توبہ ۔	″
حل لغات ″ ″ ″	۹۱۸
مختصر تفسیر ″ ″ ″	۹۲۰
احوال منافقین	″
سورۃ براءۃ کا نزول	″
معذور اپاہجوں کے لیے حکم	۹۲۱
عذر والوں کے حق میں فرمادیا گیا کہ ان سے جہاد کی فرضیت ساقط ہے۔	″
شان نزول۔	۹۲۱
عتاب مواخذہ	۹۲۲
بحمدہ تعالیٰ دسواں پارہ مکمل ہوا۔	

فقیر قادری امین الحسنات سید خلیل احمد قادری

امیر جامعہ حسنات العلوم و خطیب مسجد وزیر خاں لاہور

۲۵ اکتوبر ۱۹۸۵ء ۲۹ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ بروز منگل

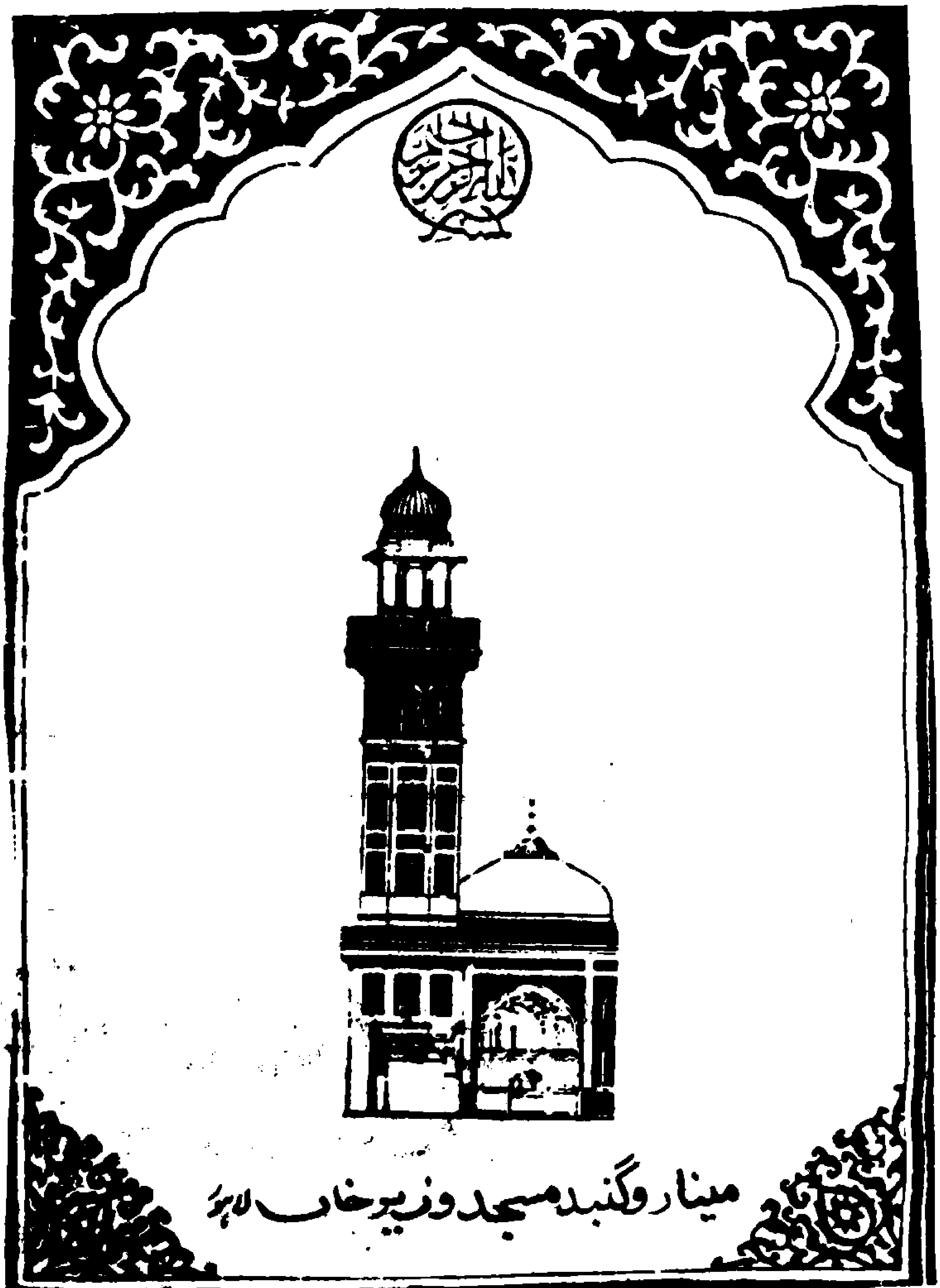

مینار و گنبد مسجد وزیر خان لاہور

پارہ ششم (۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ انیسواں رکوع پ۶ سورۂ نساء

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ
اللہ پسند نہیں کرتا برائی کا اعلان کرنے کو مگر مظلوم سے

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ۝
اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ۝
اگر تم کوئی بھلائی علانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بیشک اللہ معافی دینے والا قدرت والا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝
وہ جو کفر کریں اللہ اور اسکے رسولوں سے اور ارادہ کریں کہ اللہ اور اسکے رسولوں کو جدا کردیں اور کہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور ارادہ کریں کہ ایمان اور کفر کے مابین کوئی راہ نکال لیں۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝
یہ لوگ وہی ہیں جو پورے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝
اور وہ جو ایمان لائے اللہ اور اسکے رسولوں پر اور ان میں کسی ایک سے (ایمان کے اندر) فرق نہیں کرتے یہ وہ ہیں کہ عنقریب اللہ انہیں دیگا ان کا اجر اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

حل لغات انیسواں رکوع پ۶ سورہ نساء

لا۔ نہیں	یحب۔ پسند کرتا	اللہ۔ اللہ	الجھر۔ اعلان
بالسوء۔ برائی کا	من القول۔ بات سے	الا۔ مگر	من۔ جو
ظلم۔ مظلوم ہو	و۔ اور	کان۔ ہے	اللہ۔ اللہ

سمیعا۔ سننے والا	علیما۔ جاننے والا	ان۔ اگر	تبدوا۔ ظاہر کرو
خیرا۔ بھلائی	او۔ یا	تخفوہ۔ چھپاؤ اس کو	او۔ یا
تعفوا۔ معاف کرو	عن۔ کوئی	سوء۔ برائی	فان۔ تو بے شک
اللہ۔ اللہ	کان۔ ہے	عفوا۔ معاف کرنے والا	قدیرا۔ قدرت والا
ان۔ بیشک	الذین۔ وہ جو	یکفرون۔ کفر کرتے ہیں	باللہ۔ اللہ
و۔ اور	رسلہ۔ اسکے رسولوں کا	و۔ اور	یریدون۔ چاہتے ہیں
ان۔ یہ کہ	یفرقوا۔ فرق کریں	بین۔ درمیان	اللہ۔ اللہ
و۔ اور	رسلہ۔ اسکے رسولوں کے	یقولون۔ کہتے ہیں	نؤمن۔ ہم ایمان لاتے ہیں
ببعض۔ ساتھ بعض کے	و۔ اور	نکفر۔ کفر کرتے ہیں	ببعض۔ ساتھ بعض کے
و۔ اور	یریدون۔ چاہتے ہیں	ان۔ یہ کہ	یتخذوا۔ پکڑیں
بین۔ درمیان	ذلک۔ اس کے	سبیلا۔ راستہ	اولئک۔ یہی
ھم وہ ہیں	الکفرون۔ کافر	حقا۔ سچے	و۔ اور
اعتدنا۔ تیار کیا ہم نے	للکفرین۔ کافروں کیلئے	عذابا۔ عذاب	مہینا۔ ذلیل کرنے والا
و۔ اور	الذین۔ وہ جو	امنوا۔ ایمان لائے	باللہ۔ ساتھ اللہ کے
و۔ اور	رسلہ۔ اس کے رسولوں کے	و۔ اور	لم۔ نہ
یفرقوا۔ فرق کیا	بین۔ درمیان	احد۔ کسی کے	منہم۔ ان میں سے
اولئک۔ یہ لوگ ہیں کہ	سوف جلدی	یوتیہم۔ دیگا ان کو	اجورہم۔ ان کے اجر
و۔ اور	کان۔ ہے	اللہ۔ اللہ	غفورا۔ بخشنے والا
رحیما۔ مہربان۔			

مختصر تفسیر انیسواں [۱۹] رکوع پ ۶ سورۃ نساء

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا اِنْ تُبْدُوْا
خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ
وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ

أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝

اللہ پسند نہیں کرتا اعلان برائی کا کرنے کو مگر مظلوم سے اور اللہ سنتا جانتا ہے اگر تم بھلائی اعلانیہ کرو۔ یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگذر کرو تو بے شک اللہ معافی دینے والا قدرت والا ہے وہ جو کفر کریں اللہ اور اس کے رسولوں سے اور ارادہ کریں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور ارادہ کریں کہ ایمان و کفر کے مابین کوئی راہ نکال لیں یہ لوگ وہی ہیں جو پورے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر اور ان میں سے کسی ایک میں (ایمان کے اندر) فرق نہیں کرتے یہ وہ ہیں کہ عنقریب اللہ انہیں دے گا ان کا اجر اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جَہْرِ بِالسُّوْءِ: چلا کر بری بات زبان سے کہنا بعض علماء کے نزدیک بدزبانی کرنے سے مراد گالی دینا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گالیاں دینے والوں میں سے جو پہل کرے الزام اس پر ہے۔

شان نزول: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت میں حاضر تھے کہ ایک شخص حضرت صدیق اکبر کی شان میں زبان درازی کرتا رہا۔ آخر جب باز ہی نہ آیا تو آپ نے بھی ایک بار اسے جواب دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق کے جواب کو مسموع فرما کر اٹھ کھڑے ہوئے گویا حضرت صدیقؓ کے جواب کو پسند نہ فرمایا۔ صدیق نے عرض کی حضور جب تک یہ بکواس کرتا رہا حضور نے پرواہ نہ فرمائی اور جب میں نے اسے جواب دیا تو حضور نے اسے پسند نہ فرمایا۔ سرکار نے فرمایا صدیق تمہاری طرف سے ایک فرشتہ اسے جواب دے رہا تھا جب تم نے خود اسے جواب دیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا۔ اس کے متعلق یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

علامہ بغوی نے مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ ایک شخص ایک قوم کا مہمان ہوا۔ انہوں نے اس مہمان کی خاطر خواہ میزبانی نہ کی جب وہ وہاں سے نکلا تو اس نے اپنے میزبانوں کی شکایت کی اور ان کے اخلاقیات پر چہ میگوئیاں کرتا رہا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

غرضیکہ آیہ کریمہ کا مفہوم و منطوق یہ ہے کہ کسی کے پوشیدہ کام کا اظہار کرنا خواہ وہ بطور غیبت ہو یا بہ خیال نمائش یعنی چغلخوری اسے اللہ پسند نہیں فرماتا۔ انسان عاقل وہ ہے جو اپنے عیب دیکھ کر ان کی اصلاح کرے ایک قول یہ بھی ہے کہ جہر بالسوء سے مراد گالی ہے پہلی آیتوں سے اس کا ربط یہ ہے کہ اول آیات رحمت بیان فرما کر اب اصلاح

اخلاق فرمانے کو ظاہر فرمایا کہ اللہ سبّ و شتم غیبت اور بدنامی کو پسند نہیں فرماتا البتہ یہ جائز ہے کہ ظالم کا ظلم بیان کردے اور چور غاصب کی نسبت کہہ دے کہ اس نے میرا مال چرایا یا فلاں نے میرا مال غصب کیا۔

اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا۔ اگر تم کوئی نیک کام علانیہ کرو۔ خیر سے مراد طاعت و فرمانبرداری ہے۔ ظالم کے ساتھ بھلائی کرو تاکہ برائی بھلائی سے مٹادی جائے اَوْ تُخْفُوْهُ یا پوشیدہ طور پر کرو۔

اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا۔ برائی سے درگذر کرو یعنی ظالم کے ساتھ بھلائی اگرچہ نہ کرو مگر ایسے ظلم کو اپنے دل سے مٹا دو یعنی درگذر کردو تو بلاشبہ اللہ بڑا معاف کرنے والا کامل قدرت والا ہے۔

آگے بتایا کہ بھلائی علانیہ کرو یا پوشیدہ یا کسی کی برائی سے چشم پوشی کرو یا اسے معاف کردو تو اللہ معاف کرتا ہے تو تم بھی معاف کرو۔ حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ وہ جو تفریق بین اللہ و بین الرسول کرکے اللہ پر ایمان لائیں اور اس کے رسولوں سے کفر کریں جیسے یہود و نصاریٰ یہ صریح کافر لوگ ہیں خواہ یہودی ہوں یا نصرانی یا مرزائی یا کوئی فرقہ ان کے لیے ذلت کا عذاب اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور حضرت مسیح علیہ السلام اور سید اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا اور اسلام یہ بتاتا ہے کہ بعض رسولوں پر ایمان لانا انہیں کفر سے نہیں بچا سکتا اس لیے کہ ایک نبی کا انکار کرنا بھی تمام انبیاء کے انکار کے برابر ہے اور جو تمام انبیاء و رسل کو مانتا ہے ایمان رکھتا ہے گو مرتکب کبیرہ ہے وہ یقیناً مستحق مغفرت ہے۔ معتزلہ کا چونکہ یہ عقیدہ تھا کہ مرتکب کبائر بھی خلود عذاب کا مستحق ہے اس آیت کریمہ میں ان کا رد کیا گیا اور آخر میں اپنی صفات فعلیہ کا اظہار وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا فرما کر کیا۔ صفات فعلیہ مغفرت و رحمت ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ بیسواں رکوع پ ۶ سورۃ نساء

یَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ
كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا
مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا

تم سے سوال کرتے ہیں اہل کتاب (اے محبوب) یہ
کہ ان پر اتار دو ایک کتاب آسمان سے تو یقیناً وہ
سوال کر چکے ہیں موسیٰ سے اس سے بڑا سوال کہ کہنے

اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝

گے ہمیں دکھلا دو اللہ کو علانیہ تو پکڑ لیا ان کو کڑک نے ان کی زیادتی سے پھر پکڑ بیٹھے بچھڑا بعد اس کے کہ آگئیں ان کے پاس روشن آیتیں تو معاف کر دیا ہم نے ان سے یہ اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ دیا۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝

اور اونچا کیا ہم نے ان پر طور کو ان سے عہد لینے کو اور کہا ہم نے انہیں کہ داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے اور ان سے کہا ہم نے کہ ہفتہ کے دن حد سے نہ بڑھو اور لیا ہم نے ان سے عہد غلیظ۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

تو بسبب عہد شکنی کے اور ان کے کفر کے باعث جو اللہ کی آیتوں سے کیا اور قتل ناحق نبیوں کا کرنے سے (لعنت کی) اور ان کے کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ان کے کفر کی تو ایمان نہیں لاتے۔

اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝

مگر تھوڑے اور بہ سبب ان کے کفر کے اور مریم پر بول کر بہتان عظیم لگانے میں۔

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝

اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا نہ اسے سولی دی۔ بلکہ ان کے لیے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارہ میں اختلاف کر رہے ہیں اس سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اور انہیں کچھ علم ہی نہیں سوا اس کے کہ وہ گمان میں پڑے ہیں اور انہوں نے یقیناً اس کو قتل نہیں کیا۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب

عَزِيْزًا حَكِيْمًا
حکمت والا ہے

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝
کوئی اہل کتاب ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ اس پر گواہ ہوگا۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝
تو بسبب ظلم یہود کے ہم نے حرام کیا ان پر پاک چیزوں کو جو ان کے لیے حلال تھیں اور بسبب ظلم یہود کے ہم نے حرام کیا ان پر پاک چیزوں کو جو ان کے لیے حلال تھیں اور بسبب اس کے کہ انہوں نے بہت لوگوں کو اللہ کی راہ سے۔

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝
اور اس لیے کہ وہ سود لیتے حالانکہ انہیں اس سے بہت منع کیا تھا اور کھاتا مال لوگوں کا ناحق اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے لیے دردناک عذاب۔

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝
لیکن جو ان میں پکے ہیں علم کے اندر اور وہ ایمان والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو اترا تم سے پہلے اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور ایمان لانے والے اللہ اور قیامت پر یہ وہ ہیں کہ عنقریب دیں گے ہم انہیں بڑا ثواب۔

حل لغات بیسواں رکوع، پ ۶، سورہ نساء

يَسْئَلُكَ - آپ سے سوال کرتے ہیں
اَهْلُ الْكِتٰبِ - اہل کتاب
اَنْ - یہ کہ
تُنَزِّلَ - اتارے تو
عَلَيْهِمْ - ان پر
كِتٰبًا - کتاب
مِّنَ السَّمَآءِ - آسمان سے۔
فَقَدْ تو تحقیق
سَاَلُوْا - سوال کر چکے ہیں

مُوْسٰی ۔ موسیٰ سے   اَکْبَرَ ۔ بڑا   مِنْ ذٰلِكَ ۔ اس سے   فَقَالُوْا ۔ تو کہا

اَرِ ۔ دکھا   نَا ۔ ہم کو   اللّٰہَ ۔ اللہ   جَھْرَۃً ۔ علانیہ

فَاَخَذَتْ ۔ تو پکڑ لیا   ھُمُ ۔ ان کو   الصّٰعِقَۃُ ۔ بجلی نے   بِظُلْمِھِمْ ۔ انکے ظلم کے سبب

ثُمَّ ۔ پھر   اتَّخَذُوا ۔ پکڑا انہوں نے   الْعِجْلَ ۔ بچھڑا   مِنْ بَعْدِ ۔ بعد

مَا ۔ اس کے کہ   جَآءَتْ ۔ آئیں   ھُمُ ۔ انکے پاس   الْبَیِّنٰتُ ۔ روشن آیتیں

فَعَفَوْ ۔ تو معاف کیا   نَا ۔ ہم نے   عَنْ ذٰلِكَ ۔ اس سے   وَ ۔ اور

اٰتَیْنَا ۔ دیا ہم نے   مُوْسٰی ۔ موسیٰ کو   سُلْطٰنًا ۔ غلبہ   مُّبِیْنًا ۔ روشن

وَ ۔ اور   رَفَعْنَا ۔ اٹھایا ہم نے   فَوْقَھُمُ ۔ ان پر   الطُّوْرَ ۔ طور کو

بِمِیْثَاقِھِمْ ۔ ان سے عہد لینے کو   وَ ۔ اور   قُلْنَا ۔ کہا ہم نے

لَھُمُ ۔ انہیں   ادْخُلُوا ۔ داخل ہو   الْبَابَ ۔ دروازے سے   سُجَّدًا ۔ سجدہ کرتے

وَ ۔ اور   قُلْنَا ۔ کہا ہم نے   لَھُمْ ۔ انہیں   لَا ۔ نہ

تَعْدُوْا ۔ حد سے بڑھو   فِی السَّبْتِ ۔ ہفتہ کے دن میں   وَ ۔ اور

اَخَذْنَا ۔ لیا ہم نے   مِنْھُمْ ۔ ان سے   مِّیْثَاقًا ۔ عہد   غَلِیْظًا ۔ پکا

فَبِمَا ۔ تو بسبب   نَقْضِھِمْ ۔ توڑنے انکے کے   مِّیْثَاقَھُمْ ۔ اپنے وعدے کو

وَ ۔ اور   كُفْرِ ۔ انکار کرنا   ھِمْ ۔ ان کا   بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ۔ اللہ کی

آیتوں سے   وَ ۔ اور   قَتْلِھِمُ ۔ قتل کرنا ان کا   الْاَنْۢبِیَآءَ ۔ نبیوں کو

بِغَیْرِ ۔ بغیر   حَقٍّ ۔ حق کے   وَ ۔ اور   قَوْلِھِمْ ۔ ان کا کہنا

قُلُوْبُنَا ۔ ہمارے دل   غُلْفٌ ۔ غلافوں میں ہیں   بَلْ ۔ بلکہ   طَبَعَ ۔ مہر لگائی

اللّٰہُ ۔ اللہ نے   عَلَیْھَا ۔ اس پر   بِكُفْرِ ۔ بسبب کفر   ھِمْ ۔ انکے کے

فَلَا ۔ تو نہ   یُؤْمِنُوْنَ ۔ ایمان لائیں گے   اِلَّا ۔ مگر   قَلِیْلًا ۔ تھوڑے

وَ ۔ اور   بِكُفْرِ ۔ بسبب کفر   ھِمْ ۔ ان کے کے   وَ ۔ اور

قَوْلِھِمْ ۔ انکے کہنے کے کہ   اِنَّا ۔ ہم نے   قَتَلْنَا ۔ قتل کردیا   الْمَسِیْحَ ۔ مسیح

عِیْسَی ۔ عیسیٰ   ابْنَ ۔ بن   مَرْیَمَ ۔ مریم کو   رَسُوْلَ ۔ جو رسول ہے

اللّٰہِ ۔ اللہ کا   وَ ۔ اور   مَا ۔ نہ   قَتَلُوْهُ ۔ قتل کیا اسکو

وَ ۔ اور   مَا ۔ نہ   صَلَبُوْهُ ۔ سولی چڑھایا اسکو   وَ ۔ اور

لکن۔ لیکن	شبہ۔ شبیہ بنایا گیا	لہم۔ ان کے لیے	و۔ اور
ان۔ بیشک	الذین۔ وہ جنہوں نے	اختلفوا۔ اختلاف کیا	فیہ۔ اس میں
لفی۔ یقیناً	شک۔ شک میں ہیں	منہ۔ اس سے	ما۔ نہیں
لہم۔ ان کو	بہ۔ اس کا	من۔ کوئی	علم۔ علم
الا۔ مگر	اتباع۔ پیروی کرتے ہیں	الظن۔ ظن کی	و۔ اور
ما۔ نہیں	قتلوہ۔ قتل کیا انہوں نے اسکو	یقینا۔ یقیناً	بل۔ بلکہ
رفعہ۔ اٹھالیا اسکو	اللہ۔ اللہ نے	الیہ۔ اپنی طرف	و۔ اور
کان۔ ہے	اللہ۔ اللہ	عزیزا۔ غالب	حکیما۔ حکمت والا
و۔ اور	ان۔ نہیں	من۔ کوئی	اھل الکتاب۔ کتابی الا
الا۔ مگر	لیؤمنن۔ ایمان لائیگا	بہ۔ اس پر	قبل۔ پہلے
موتہ۔ ان کی موت کے	و۔ اور	یوم۔ دن	القیمۃ۔ قیامت کے
یکون۔ ہوگا	علیہم۔ ان پر	شہیدا۔ گواہ	فبظلم۔ تو بسبب ظلم کے
من الذین۔ ان سے	ھادوا۔ جو یہود ہیں	حرمنا۔ حرام کیں ہم نے	علیہم۔ ان پر
طیبت۔ پاکیزہ چیزیں	احلت۔ جو حلال تھیں	لہم۔ ان کے لیے	و۔ اور
بصدھم۔ بسبب ان کے روکنے کے		عن سبیل اللہ۔ اللہ کی راہ سے	
کثیرا۔ بہت لوگوں کو	و۔ اور	اخذ۔ لینے	ھم۔ ان کے
الربوا۔ سود	و۔ اور	قد۔ بیشک	نہوا۔ روکے گئے
عنہ۔ اس سے	و۔ اور	اکلہم۔ کھانا انکا	اموال۔ مال
الناس۔ لوگوں کے	بالباطل۔ ناحق	و۔ اور	اعتدنا۔ تیار کیا ہم نے
للکفرین۔ کافروں کے لیے	منہم۔ ان سے	عذابا۔ عذاب	الیما۔ دردناک
لکن۔ لیکن	الراسخون۔ مضبوط	فی العلم۔ علم والے	منہم۔ ان سے
و۔ اور	المؤمنون۔ مومن	یومنون۔ ایمان لاتے ہیں	بما۔ اس پر جو
انزل۔ اتارا گیا	الیک۔ تیری طرف	و۔ اور	ما۔ جو
انزل۔ اتارا گیا	من قبلک۔ تجھ سے پہلے	و۔ اور	المقیمین۔ قائم کرنے والے
الصلوۃ۔ نماز	و۔ اور	المؤتون۔ دینے والے	الزکوۃ۔ زکوۃ

و - اور | المؤمنون - ایمان لانے والے | باللہ - اللہ پر | و - اور
الیوم - دن | الآخر - پچھلے پر | اولئک - یہ لوگ | سنوتیہم - جلدی دینگے ہم انکو
اجرا - اجر | عظیما - بڑا۔

مختصر تفسیر بیسواں رکوع۔ پ ۶۔ سورہ نساء

یَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ وَ اٰتَیْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا۔ آپ سے سوال کرتے ہیں اہل کتاب (اے محبوب) یہ کہ ان پر آسمان سے ایک کتاب آتار دو۔ تو یقیناً وہ سوال کر چکے ہیں موسیٰ سے اس سے بھی بڑا۔ تو بولے ہمیں اللہ کو علانیہ دکھا دو۔ تو ان کو کڑک نے پکڑ لیا ان کے ظلموں پر۔ پھر بچھڑا پکڑ بیٹھے بعد اس کے کہ آچکیں ان کے پاس روشن آیتیں تو ہم نے معاف کر دیا یہ قصور اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ عطا فرمایا۔

شان نزول: یہود کا بڑا سردار کعب بن اشرف اور فنحاص بن عازورا بارگاہ رسالت پناہ میں آکر بولے کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے پاس آسمان سے کتاب نازل کر دو جیسے حضرت موسیٰ توراۃ لائے تھے۔ یہ سوال ان کا ہدایت قبول کرنے اور اتباع شریعت کے واسطے نہ تھا۔ بلکہ سرکشی اور بغاوت سے ایسی باتیں کر رہے تھے تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے جواب ملا کہ یہ سوال یہ ہی نہیں کر رہے بلکہ ان کے باپ دادا بھی ایسے ہی سوال کیا کرتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی بڑے سوال ہو چکے ہیں۔

یہ حقیقت حال ہے کہ اگر سوال طلب رشد کے لیے ہوتا تو پورا کر دیا جاتا مگر وہ تو کسی صورت میں ایمان لانے والے ہی نہ تھے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سے علانیہ اللہ تعالےٰ کو دیکھنے کا بھی مطالبہ کیا گیا جس پر صاعقہ محرقہ سے جلا دیے گئے اور پھر زندہ کیے گئے مگر وہ کافر کے کافر ہی رہے پھر بچھڑا پوجنے پر اتر آئے پھر توبہ کے بعد انہیں معافی دی گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات جو اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت پر واضح الدلالت تھے اور باوجودیکہ ہم نے توریت یکبارگی ہی نازل کی تھی خوشے بدلے بہانے بسیار۔ بجائے اطاعت کرنے کے انہوں نے خدا کے

دیکھنے کا سوال کر دیا۔ آخرش اللہ تعالےٰ نے ان کا یہ قصور معاف کر دیا (روح المعانی)

قطع نظر اس کے یہ سوال بھی معقول نہ تھا اس لیے کہ جسے دیکھنا چاہتے تھے وہ یدرک الابصار ہے نہ کہ ابصار اس کا احاطہ کر سکتی ہیں قرآن کریم میں فرمایا گیا لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار دوسرے وہ ذات والاصفات وہ ہے جس نے اپنے تقرب کو نحن اقرب الیہ من حبل الورید کہہ کر ظاہر فرمایا تو جو اقرب من حبل الورید ہے اس کا نظر آنا اقرب من حبل الورید کے دعویٰ کو رد کرنا ہے پھر مشاہدہ ہے کہ ہماری نظر تو قریب کے دیکھنے سے بھی قاصر ہے تو اقرب کا مشاہدہ کیونکر کر سکتی ہے۔ روح انسان، انسان کے اندر ہے مگر باصرۂ انسان اس کے مشاہدہ پر قادر نہیں۔ آنکھ ناک۔ کان۔ سر یہ انسان کے جسم میں قریب ہیں۔ لیکن باصرہ اس کے دیکھنے سے قاصر ہے۔ سرمہ جب تک بعید من الانسان رہتا ہے باصرہ اسے دیکھتا ہے۔ مگر جب وہ سرمہ چشم انسان میں جا لگتا ہے اور اقرب ہو جاتا ہے تو نظر سے نظر نہیں آتا البتہ جب آنکھ کا سرمہ کوئی دیکھنا چاہے تو شیشہ لاتا ہے اس میں اس کا پرتو دیکھ لیتا ہے اسی طرح جو ذات باری کو دیکھنا چاہے وہ آئینہ جمال حق ذات مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کو دیکھے تو من رانی فقد رای الحق کے نشان پا کر جلوۂ حق دیکھ لے گا۔

فَاَخَذَتۡهُمُ الصّٰعِقَةُ۔ تو کڑک نے ان کو پکڑ لیا یعنی آسمان سے آگ آئی اور ان کو ہلاک کر گئی۔ غرضیکہ ضدی ہٹیلے۔ ہٹ دھرم۔ گمراہ۔ بے دین۔ جاہل۔ باغی ایسے سوالات غیر معقول کرتے اور کفر وطغیان میں پڑتے ہیں۔ ان کا مقصد قبول حق ہرگز نہیں ہوتا آگے ارشاد ہے۔

وَاٰتَيۡنَا مُوۡسٰى سُلۡطٰنًا مُّبِيۡنًا۔ اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ دیا۔ وہ غلبہ یہی تھا کہ جب بنی اسرائیل کی توبہ کے لیے انہیں خود ان کے قتل کا حکم دیا تو وہ انکار نہ کر سکے اور پیروی کرنی پڑی۔ (روح المعانی)

وَرَفَعۡنَا فَوۡقَهُمُ الطُّوۡرَ بِمِيۡثَاقِهِمۡ وَقُلۡنَا لَهُمُ ادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا وَّقُلۡنَا لَهُمۡ لَا تَعۡدُوۡا فِى السَّبۡتِ وَاَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا۔ اور ہم نے ان کے اوپر طور کو لٹکا کیا ان سے عہد لینے کو اور ان سے کہا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور ان سے کہا کہ ہفتہ میں حد سے نہ بڑھو۔ اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

طور وہ ہی پہاڑ ہے جو وادی مقدس طویٰ میں واقع ہے جس پر موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی تھی۔

اس واقعہ کی تفصیل سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار ان کے لیے حرام کیا گیا تھا اس پر ان سے عہد لیا گیا تھا انہوں نے یہ عہد توڑ دیا۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ تو ان کی بدعہدی کے سبب اور ہماری آیتوں سے کفر کے باعث اور انبیاء کو ناحق شہید کرنے کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگا دی تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے۔

آیت کا مفہوم واضح ہے محتاج تفسیر مزید نہیں۔ لفظ ہی بتا رہے ہیں کہ انہوں نے جو معاہدہ کیا اسے توڑا احکام الٰہی کی مخالفت کی نصیحت قبول کرنے کی بجائے گستاخانہ بکواس کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہے۔ آپ کی نصیحتیں ہمارے دل تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا غلاف نہیں۔ بلکہ ہم نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر مہر لگا دی ہے یہ کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ مگر تھوڑے ایمان لائیں گے۔

فَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۙ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔

اور بسبب کفر کرنے ان کے اور کہنا ان کا مریم پر بہتان عظیم اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور حال یہ ہے کہ انہوں نے نہ قتل کیا نہ انہیں سولی دی بلکہ ان کے لیے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارہ میں اختلاف کر رہے ہیں خود اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اس کا کوئی علم نہیں مگر یہی کہ ظن و وہم کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور بے شک انہوں نے اس کو قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کا کفر متعدد صورتوں میں تھا ایک تو یہ کہ انہوں نے آپ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام پر ناگفتنی الزام و بہتان لگائے۔ اس کا رد اللہ تعالےٰ نے اس طرح فرمایا وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا اور ان کا قول اور حضرت مریم پر بہتان عظیم لگایا ان کے کفر کی وجہ سے تھا۔ دوسرے یہود نے دعوی کیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا اور نصاریٰ نے اس کی تصدیق کی تھی اللہ تعالےٰ نے دونوں کی تکذیب فرما دی اور بتا دیا کہ جیسا انہوں نے قتل کیا۔ اور خیال کرتے رہے کہ یہ حضرت عیسیٰ ہیں۔ باوجودیکہ یہ ان کا خیال خام تھا۔ چنانچہ وہ خود یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ مقتول عیسیٰ ہیں یا کوئی اور ہے۔ ان کے بعض تو یہی رٹ لگاتے رہے کہ مقتول عیسیٰ ہی

ہیں۔ بعض کہتے تھے کہ چہرہ تو حضرت کا ہے مگر جسم عیسیٰ کا نہیں لہذا یہ عیسیٰ نہیں اور تردد میں پڑے ہوتے چنانچہ اٹکلیں دوڑاتے رہے اور اپنا دعویٰ صحیح نہ کرسکے اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ پر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ صحیح و سالم حضرت عیسیٰ علیہ السلام بسوئے آسمان اٹھا لیے گئے۔ سورہ آل عمران میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

اور یہاں وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ فرما کر قطعی فیصلہ فرما دیا کہ یہود و نصاریٰ کا یہ گمان محض گمان ہی ہے۔ اس بحث کو تفصیل کے ساتھ مع دلائل واضح کرنا ضروری ہے

موجودہ ماحول اور فتنۂ مرزائیت کے زور کی بنا پر اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صلب و قتل و رفع الی السماء وفاۃ۔ توفی اور متوفی اور توفیتنی اور الا لیؤمنن بہ قبل موتہ پر سیر حاصل روشنی ڈال دی جائے تاکہ مجھ جیسے بے بضاعت قلیل العلم افراد کے لیے وہ دلائل مشعل راہ ہو سکیں اور کسی باطن دشمن اسلام کے دام تزویر میں نہ آسکیں۔

وَهَا اَنَا اَشْرَعُ فِى التَّحْقِيْقِ وَمِنَ اللّٰهِ التَّوْفِيْقُ

اول واقعہ رفع الی السماء عیسیٰ علیہ السلام کی بابت جو مبادیات صاحب روح المعانی فرماتے ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اِنَّ رَهْطًا مِّنَ الْيَهُوْدِ سَبُّوْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاُمَّهٗ فَدَعَا عَلَيْهِمْ فَمُسِخُوْا قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ يَهُوْذَا رَاْسَ الْيَهُوْدِ فَخَافَ فَجَمَعَ الْيَهُوْدَ فَاتَّفَقُوْا عَلٰى قَتْلِهٖ فَسَارُوْا اِلَيْهِ لِيَقْتُلُوْهُ فَاَدْخَلَهٗ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيْتًا وَّرَفَعَهٗ مِنْهُ اِلَى السَّمَآءِ وَلَمْ يَشْعُرُوْا بِذٰلِكَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ طِيْطَانُوْسُ لِيَقْتُلَهٗ فَلَمْ يَجِدْهُ وَاَبْطَاَ عَلَيْهِمْ وَاَلْقَى اللّٰهُ عَلَيْهِ شَبَهَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا خَرَجَ قَتَلُوْهُ وَصَلَبُوْهُ۔

ایک جماعت یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ کو گالیاں دے رہے تھے آپ نے ان پر بددعا کی وہ سور اور بندروں کی صورت میں مسخ ہو گئے یہ خبر یہودا کو پہنچی جو سردار یہود تھا اس نے خوف زدہ ہو کر یہود کو جمع کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر سب کو متفق کر لیا اور اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے روانہ ہوئے تاکہ آپ کو شہید کر دیں تو جس مکان میں آپ تھے وہاں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کو آسمان کی طرف اٹھا لے گئے اور جو لوگ مکان پر جمع تھے انہیں اس کا کچھ شعور ہی نہ ہوا۔ پھر طیطانوس نامی ایک یہودی اس مکان میں داخل ہوا تاکہ آپ کو شہید کرے تو اس نے وہاں آپ کو نہ پایا وہ تھوڑی دیر وہاں ٹھہرا اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے اس پر

شبیہ عیسٰی ڈال دی جب وہ باہر آیا لوگوں نے اسے قتل کر ڈالا اور صلیب پر چڑھادیا اور سمجھتے رہے کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کر دیا اور حقیقت یہ ہے کہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ نہ وہ قتل ہوئے نہ وہ صلیب دیئے گئے لیکن ان کے لیے شبیہ عیسٰی بنادیا۔ (روح المعانی)

وہب بن منبہ ایک طویل حدیث ابن منذر سے روایت کرتے ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام ستائیس حواریوں کے ساتھ ایک مکان میں تشریف لائے۔ یہودیوں نے اس مکان کو گھیر لیا۔ جب وہ اس مکان میں داخل ہوئے جتنے حواری تھے سب کو اللہ تعالٰے نے شبیہ عیسٰی میں بدل دیا تو وہ ایک دوسرے کو عیسٰی سمجھ کر کہنے لگے۔ تم نے ہم پر جادو کر دیا۔ تاکہ اصل عیسٰی نکل جائیں اور ہم سب کو قتل کر ڈالیں تو حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا مَنْ يَّشْتَرِىْ نَفْسَهٗ مِنْكُمُ الْيَوْمَ بِالْجَنَّةِ تم میں کون جنت کے بدلے اپنی جان بیچتا ہے ایک حواری بولا حضور میں حاضر ہوں اور وہ یہودیوں میں نکلا اور کہنے لگا اَنَا عِيْسٰى میں عیسٰی ہوں فَقَتَلُوْهُ وَصَلَبُوْهُ وَرَفَعَ عِيْسٰى وَرَفَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اور ابو علی جبائی کہتے ہیں اِنَّ رُؤَسَاءَ الْيَهُوْدِ اَخَذُوْا اِنْسَانًا فَقَتَلُوْهُ وَصَلَبُوْهُ یہود نے ایک آدمی پکڑا اور اس کو قتل کر کے اونچی جگہ صلیب پر چڑھادیا تاکہ کوئی اس کے قریب نہ جاسکے چند روز میں اسکی لاش کا حلیہ تبدیل ہو گیا تو اعلان کر دیا۔ ہم نے عیسٰی علیہ السلام کو قتل کر کے صلیب دیدیا۔ روایات مذکورہ میں ابن عباس جو حضور کے چچازاد بھائی ہیں۔ وہب بن منبہ۔ ابن منذر راوی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے متعلق اکمال فی اسماء الرجال" میں لکھا ہے۔ وہ عبداللہ بن عباس حضور کے چچازاد بھائی ہیں۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ لبابہ بنت حارث حضرت میمونہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں یعنی حضور کی سالی ہجرت سے قبل ۳ھ میں ولادت ہوئی، اور جب حضور کی وفات ہوئی تو آپ تیرہ سال یا پندرہ سال کے تھے۔ آپ امت میں بہترین فرد ہیں اور اعلٰی صحابہ کرام سے ہیں۔ حضور نے ان کے لیے حکمت، فقہ اور تاویل کی قابلیت کے لیے دعا فرمائی۔ آپ نے حضرت روح الامین کو دو بار دیکھا ہے۔

وہب بن منبہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ وہب بن منبہ ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ صنعانی ہے ابناء فارس سے ہیں آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی اور حضرت ابن عباس سے بھی روایت کی آپ کا وصال ۱۱۴ھ میں ہوا۔

ابن المنذر کے والد منذر بن ابی اسید ساعدی ہیں انہیں جب کہ ان کی ولادت ہوئی تو بارگاہ رسالت

میں حاضر کیا گیا۔ حضور نے حضرت منذر کو اپنی گود میں بٹھا کر منذر اسید نام رکھا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ہر سہ روایات اسرائیلیات سے نہیں ہیں بلکہ ان کے راوی صحابی یا تابعین ہیں۔
ایک روایت بلاسند یہ بھی علامہ آلوسی نے نقل کی کہ کَانَ رَجُلٌ مِنَ الْحَوَارِیِّیْنَ یُنَافِقُ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَلَمَّا اَرَادُوْا بِقَتْلِہٖ قَالَ اَنَا اَدُلُّکُمْ عَلَیْہِ وَاَخَذَ عَلٰی ذٰلِکَ ثَلٰثِیْنَ دِرْھَمًا فَدَخَلَ بَیْتَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَرُفِعَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاُلْقِیَ شِبْھُہٗ عَلَی الْمُنَافِقِ فَدَخَلُوْا عَلَیْہِ فَقَتَلُوْہُ وَھُمْ یَظُنُّوْنَ اَنَّہٗ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ ایک آدمی حواریین میں منافق تھا تو جب یہودیوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ بولا میں پتہ دیتا ہوں اور اس کے معاوضہ میں تیس درہم لیے وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا تو آپ کو اللہ نے اٹھالیا اور اس منافق پر شبہ عیسٰی ڈال دی جب وہ بھی گھر میں گھسے تو گھر میں اسی کو پایا اور قتل کر دیا اور ان کا گمان یہی رہا کہ مقتول عیسٰی علیہ السلام ہی ہیں۔

اس کے بعد کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ اور وہ اس اختلاف میں پڑ گئے کہ ہم نے عیسٰی علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ یا ان کے شبہ میں کسی اور کو بعض کہنے لگے اگر وہ جھوٹے نبی تھے تو ہم نے بطریق حق انہیں قتل کیا اور اس معاملہ میں یہودی متردد ہو گئے اور کہنے لگے اِنْ کَانَ ھٰذَا عِیْسٰی فَاَیْنَ صَاحِبُنَا وَاِنْ کَانَ صَاحِبُنَا فَاَیْنَ عِیْسٰی۔ بعض نے کہا عجیب بات ہے کہ اَلْوَجْہُ وَجْہُ عِیْسٰی وَالْبَدَنُ بَدَنُ صَاحِبِنَا چہرہ تو عیسٰی علیہ السلام اور بدن ہمارے مخبر کا ہے۔ بہر حال یہ تمام تفصیل تو لاگا وسیر کی ہے اب قرآن کریم کا فیصلہ ناطق یہی ہے کہ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا۔ اور وہ عیسٰی علیہ السلام کو قتل نہ کر سکے یہ یقینی بات ہے تو پھر کیا ہوا اور وہ کہاں چلے گئے قرآن کریم فرماتا ہے بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ان کا رفع فرمالیا۔

مبحث الرفع

مفردات راغب اصفہانی۔ رفع۔ اَلرَّفْعُ یُقَالُ تَارَۃً فِی الْاَجْسَامِ الْمَوْضُوْعَۃِ اِذَا اَعْلَیْتَھَا عَنْ مَقَرِّھَا۔ رفع عموماً اجسام موضوعہ پر بولا جاتا ہے جبکہ اسے اس کے مقر سے اونچا کیا جائے جیسے قرآن کریم میں ہے وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ۔ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا۔
اور کبھی بنا کے لیے بولتے ہیں جبکہ اسے بڑھایا جائے۔
وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ
اور کبھی ذکر میں بولا جاتا ہے جبکہ کسی کے مرتبہ کی بلندی مقصود ہو جیسے

ورفعنا لک ذکرک۔

اور کبھی عزت و منزلت میں بولا جاتا ہے

ورفعنا بعضہم فوق بعض درجات جبکہ شرف و وقار و مرتبہ بیان کرنا مقصود ہو جیسے

نرفع درجات من نشاء

رفیع الدرجات ذوالعرش

بل رفعہ اللہ الیہ لیکن اس مثال پر صاحب مفردات فرماتے ہیں ویحتمل رفعہ الی السماء

یہ آیہ کریمہ محتمل ہے رفع الی السماء پر۔

اور رفع من حیث التشریف کے معنی بھی دیتا ہے۔ وقال تعالی

خافضۃ رافعۃ۔

والی السماء کیف رفعت اس پر فرماتے ہیں فاشارۃ الی معنیین الی اعلاء مکانیۃ والی ماخص بہ من الفضیلۃ وشرف المنزلۃ۔ اس میں اشارہ ہے دو معنی کی طرف بلند مکانی کے لیے اور اس طرف جو مخصوص کیا جائے فضیلت و شرف منزلت کے لیے۔

وفرش مرفوعۃ۔

صراح میں رفع کے معنی لکھے ہیں۔ رفع برداشتن و ہو خلاف الوضع یعنی رفع کے معنی اوپر کی طرف اٹھانے کے ہیں برخلاف وضع کے کہ اس کے معنی "نیچے رکھنا" ہیں

مصباح المنیر میں ہے رفعتہ رفعا خلاف خفضتہ۔

اگر کہا جائے کہ جب رفع کا صلہ الیٰ آتا ہے تو یہ اعزاز و اکرام کی طرف کنایہ مانا جاتا ہے جیسے رفعتہ الی السلطان تو غور طلب یہ امر ہے کہ اس محاورہ سے تمسک کرنے والا عزت کی موت مراد نہیں لے سکتا۔ اس لیے بل رفعہ اللہ الیہ میں عزت کی موت کا واہمہ بھی نہیں دوسرے رفعتہ الی السلطان میں خود رفع ضمیر موجود ہے۔ صراح کی پوری عبارت اس تحقیق پر شاہد ہے۔ او نزدیک گردانیدن کسے را بحضرت بالی دمن ذلک قولہم رفعتہ الی السلطان۔ عبارت کا مفہوم واضح کر رہا ہے کہ یہاں رفعت منزلت قطعاً مراد نہیں بلکہ رفع جسم من مکان الی مکان مراد ہے اس لیے کہ سلطان کے حضور جانا مع الجسم ہی جائے گا اور یہ جانا مع الجسم ہی ہوگا اور یہ جانا محض اس وقت عزت ہی کے لیے نہیں ہوگا بلکہ اگر وہ وجیہا فی الدنیا والاخرۃ ہے منظور نظر شاہ ہے تو رفع لے السلطان میں اس کی عزت ہے اور اگر وہ بصورت مجرم دربار شاہی میں اٹھا کر لے جایا گیا تو لازمی طور پر مورد سخط و عذاب ہوگا۔

فتح الباری شرح بخاری میں جزء ۹ کے اندر ص۱۳۱ پر محاورہ رَفَعَہٗ اِلَی الْحَاکِمِ کی بحث میں لکھا ہے اِحْضَارُہٗ لِلشَّکْوٰی یعنی شکایت کے لیے حاکم کے حضور لے گئے۔

مصباح المنیر میں رفع کے ماتحت لکھا ہے رَفَعْتُ الزَّرْعَ اِلَی الْبَیْدَرِ اس کے معنی صاحب صراح یوں کرتے ہیں "برداشتم غلہ درودہ و بخرمن گاہ آوردم" یعنی کھیت میں سے غلہ کٹا ہوا لایا اور خرمن گاہ میں پہنچا دیا۔

قاموس میں ہے رَفَعُوا الزَّرْعَ حَمَلُوْہُ بَعْدَ الْحَصَادِ اِلَی الْبَیْدَرِ۔ رَفَعُوا الزَّرْعَ کے یہ معنی ہیں کہ کسان کھیت کاٹ کر اٹھا لایا اور خرمن گاہ میں ڈالا۔

اساس البلاغہ میں بھی یہی مضمون درج ہے۔

صحیح بخاری میں ایک واقعہ ہے کہ ایک شخص کو وکیل بنایا وکیل نے کچھ چھوڑ دیا۔ وکالت ابی ہریرۃ بحفظ زکوٰۃ رمضان میں یہ لفظ آتے ہیں لَاَرْفَعَنَّکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

اور فتح الباری شرح بخاری باب الوکالۃ جزو ۹ ص۳۲۱ میں ہے لَاَرْفَعَنَّکَ اس کی شرح میں لکھتے ہیں لَاَرْفَعَنَّ بِکَ اِلَی الرَّسُوْلِ یُقَالُ رَفَعَہٗ اِلَی الْحَاکِمِ اِذَا اَحْضَرَہٗ لِلشَّکْوٰی یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے شیطان لعین کو جو سارق غلہ صدقات تھا فرمایا۔ آج تو میں تجھے ضرور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تیری شکایت کے لیے بھیجوں گا۔

اسی طرح محاورہ بھی ہے رَفَعَہٗ اِلَی الْحَاکِمِ جس کے معنی عام طور پر یہی لیے گئے ہیں کہ وہ اسے حاکم کے روبرو اس کی بدعملی کی شکایت کے لیے لے گیا۔

صحیح بخاری باب فضل الکہف و نزول السکینہ میں اور مشکوٰۃ المصابیح کے ص۱۸۴ پر حدیث قراءۃ اسید بن حضیر سورۃ الکہف میں ہے رَفَعَ رَاْسَہٗ اِلَی السَّمَآءِ یعنی اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا ایک جگہ ہے فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ اِلَی السَّمَآءِ تو میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا" وارد ہے اس حدیث میں دو دفعہ رفع کے ساتھ صلہ الیٰ آیا ہے اور یہاں رفع ضمیر ہی مراد ہے نہ کہ رفع منزلت۔

بخاری مسلم مشکوٰۃ کے کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت میں ہے جو ہمارے دعوی کی کافی وضاحت کرتا ہے۔ حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے جب وفات پا گئے تو انہیں بارگاہ رسالت میں لایا گیا۔ اس کے متعلق حدیث میں یہ لفظ استعمال ہوتے ہیں فَرُفِعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّبِیُّ۔

وہ بچہ جس میں روح نہیں تھی خدمت والا میں لایا گیا۔ یہاں رفع رفع جسم کے لیے ہی استعمال ہوا ہے

نہ کہ عزت کی موت یا کوئی اور معنی سورۃ فاطر میں ارشاد الٰہی ہے الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ (فاطر پ۲۲) کلمہ طیب خدا کی طرف ہی چڑھتا ہے اور نیک عمل کو خدا بلند فرماتا ہے۔

تفسیر فتح البیان میں اس آیت کے ماتحت یہ تفسیر ہے۔

الیہ تعالیٰ لا الی غیرہ یصعد الکلم الطیب الصعود وھو الحرکۃ الی فوق وھو العروج ایضا وموضع الثواب فوق وموضع العذاب اسفل ومعنی صعودہ الیہ قبولہ لہ اوھو والکتبۃ من الملئکۃ بما یکتبونہ من الصحف کلمہ طیبہ صرف خدا ہی کی طرف چڑھتا ہے اور صعود اس حرکت کو کہتے ہیں جو اوپر کی جانب ہو اسی کو عروج بھی کہتے ہیں اور مقام ثواب اوپر کو ہے اور عذاب کی جگہ نیچے کو اور خداتعالےٰ کی طرف کلمہ کے صعود کے دو معنی ہیں پہلا یہ کہ اللہ تعالےٰ اسے قبول کرلے یا اس کے معنی یہ ہوں گے کہ کراماً کاتبین جو فرشتہ ہیں وہ اس کے عمل کو صحیفوں کی شکل میں لے کر آسمان کو چڑھتے ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے چنانچہ یصعد بھن الی السماء وغیرہ حدیثوں میں آیا ہے۔

اس جگہ عروج جو صعود کے مترادف ہے اس کا صلہ الیٰ ہی آیا ہے اور یہاں عروج سے مراد عروج حقیقی ہے نہ کہ کنائی نہ مجازی۔

صحیح مسلم میں ہے یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النہار رات کا عمل خدا کی طرف مرفوع ہو جاتا ہے پیشتر اس کے کہ دن کا عمل صادر ہو اس میں بھی رفع کا صلہ الیٰ آیا ہے یہ حدیث من وجہ تفسیر ہے آیہ کریمہ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ کی۔

شیخ محقق علامہ مدقق عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی شرح یوں فرماتے ہیں یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النہار برداشتہ میشود وبالا بردہ میشود بسوئے درگاہ وے عملہائے بندگان کہ در شب میکنند پیش از عملہائے کہ در روز میکنند وعمل النہار قبل عمل اللیل وبرداشتہ می شود عمل روز پیش از عمل شب یعنی ہنوز روز نہ شدہ وعملے دراں واقع نہ شدہ کہ عمل شب بالا می برند وشب نہ رسیدہ کہ عمل روز بر برند دریں مبالغہ است در مسارعت ملائکہ موکل باعمال عباد وامتثال امر وسرعت عروج ایشاں بمعالی عرض ومصاعد سماوات ایشاں بر رفع اعمال در ادنیٰ ساعت چہ فرق میان روز وشب۔

مجمع البحار میں زیر لفظ رفع لکھا ہے

ص۲۳
فرفعہ الی یدہ ای رفعہ الی غایۃ طول یدہ لیراہ الناس فینظرون جلد ثانی

یعنی حضور علیہ السلام نے پیالہ اپنے دست مبارک کے طول برابر اوپر اٹھایا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیں اور روزے افطار کریں اس حدیث میں بھی رَفع کا صلہ الی آیا ہے اس سے بھی رفع (یعنی برتن) کا مدخول الی کی طرف اٹھانا ہے جو رفع جسمانی کی دلیل ہے۔

خلاصہ مقصود یہ ہے کہ لغت میں

رَفع کے حقیقی معنی اور وضعی معنی اوپر کو اٹھانا ہیں۔ برخلاف وضع اور خفض کے کہ انکے معنی نیچے رکھنا ہیں تو جہاں رفع کا مفعول کوئی جسم ہوگا وہاں اس سے مراد نیچے سے اوپر کو حرکت دینا ہوگا اور اگر اس کا متعلق و معمول کوئی معنی ہوگا تو با اقتضائے مقام اس کا محمل ہوگا۔

جیسے محاورہ رفعتہ الی الحاکم میں اگر ضمیر منصوب سے مراد کوئی جسم ہو تو اس سے مقصود رفع جسم ہوگا۔ اور اگر امر و معاملہ ہو تو صرف اس امر کا پیش کرنا مراد ہوگا چنانچہ مصباح المنیر میں ہے۔

فالرفع فی الاجسام حقیقۃ فی الحرکۃ والانتقال وفی المعانی ما یقتضیہ المقام۔ لفظ رفع جسموں کے متعلق حقیقی معنی کی رو سے حرکت اور انتقال کے لیے ہوتا ہے اور معانی کے متعلق جیسا موقع و مقام ہو ویسی مراد ہوتی ہے۔

مصباح کی اس تصریح سے واضح ہے کہ رفع کے حقیقی و وضعی معنی نیچے سے اوپر کو حرکت اور انتقال کے ہوتے ہیں۔

بنا بریں و رافعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ کا مفہوم منطوق واضح ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ مرفوع الی السماء ہوئے کیونکہ رافعک الی میں ضمیر مخاطب راجع بطرف منادی ہے اور وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہاں بل رفعہ اللہ الیہ میں ضمیر راجع بہ عیسیٰ ہے پھر یہ امر بھی مستحضر رہے کہ معنی حقیقی اور معنی کنائی دونوں باہم جمع ہونے جائز ہیں برخلاف مجاز کے کہ وہ حقیقت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور مجاز و کنایہ میں یہی فرق مابہ الامتیاز ہے۔ مطول میں بصراحت موجود ہے۔ حیث قال الکنایۃ لفظ ارید بہ لازم معناہ مع جواز ارادتہ معہ ای ارادۃ ذلک المعنی مع لازمہ کلفظ طویل النجاد والمراد بہ لازم معناہ اعنی طول القامۃ مع جواز ان یراد حقیقۃ طول النجاد ایضا فظھر انھا تخالف المجاز من جھۃ ارادۃ المعنی الحقیقی بلفظ مع ارادۃ لازمہ کالارادۃ طول النجاد مع ارادۃ طول القامۃ بخلاف المجاز فانہ لا یجوز فیہ ان یراد المعنی الحقیقی۔

کنایہ ایک ایسا لفظ ہے جس سے اس کے لازمی معنی کا ارادہ کیا جاوے اور اس لازمی معنی کے ساتھ

اس لفظ کے اصلی معنی کا ارادہ بھی جائز ہو مثلاً لفظ طویل النجاد کہ اس کے لازمی معنی قد کی درازی مراد ہیں اور ساتھ ہی اس کے حقیقی معنی شریف النسب مراد لیے جائیں تو جائز ہیں تو ظاہر ہو گیا کہ کنایہ اور مجاز میں یہی فرق ہے کہ کنایہ میں حقیقی و لازمی معنی جمع ہو سکتے ہیں برخلاف مجاز کے کہ اس کے ساتھ حقیقی معنی جمع نہیں ہو سکتے۔

اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بل رفعہ اللہ الیہ و رافعک الیّ کے معنی حقیقی رفع جسم کے ہیں اور یہی معنی حق ہیں اور معنی کنائی رفع منزلت یہاں مراد نہیں ہیں لیکن اگر حقیقی معنی رفع جسم الی السماء کے ساتھ کنائی معنی رفع منزلت بھی مان لیے جائیں تو دونوں معنی میں تباین کلی لازم نہیں آتا۔ یہ دونوں معنی معاً مجتمع و متحقق ہو سکتے ہیں۔

اس لیے کہ رفع جسم الی السماء بہ نسبت عبد صالح مستلزم اعزاز و اکرام بھی ہے جیسا کہ سورہ یوسف میں ورفع ابویہ علی العرش سے واضح ہے۔ یعنی یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پر چڑھایا۔ ظاہر ہے کہ بمعنی حقیقی والدین یوسف نیچے سے تخت کے اوپر آئے اور بہ معنی کنائی یہ تخت پر بیٹھنا اعزاز ہے۔

اسی طرح رفع مسیح الی السماء میں رفعت منزلت بھی بطریق اولیٰ ہے جو معنی کنائی سے نکلتا ہے اور وہ ہمیں مضر نہیں اور حقیقی معنی رفعت جسم الی السماء بھی ہے۔ البتہ اگر معنی حقیقی کے ساتھ معنی کنائی لینا ممنوع ہوتا تو ہمیں مجبوراً ایک معنی پر زور دلائل سے پیش کرنا ضروری تھا۔

اور مجازی کے متعلق ارباب اصول کی تصریحات موجود ہیں کہ اگر معنی حقیقی متعذر ہوں تو معنی مجازی لیے جائیں گے اور معنی حقیقی لیے جا سکتے ہوں تو مجازی معنی ممنوع ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ رفع بعضہم درجت (سورہ بقرہ پ۳) نرفع درجت من نشاء (انعام و یوسف) اور رفع بعضکم فوق بعض درجت (انعام پ۸ سورہ زخرف پ۲۵) میں درجات بالتصریح موجود ہے۔

اور آیہ کریمہ و رافعک الیّ اور رفعہ اللہ الیہ میں اور وہ رفع جسم الی السماء کے لیے نہ تو تعذر حقیقت لازم آتا ہے اور نہ کوئی قرینہ موجود ہے اس لیے اس جگہ صرف رفع منزلت مراد نہیں لے سکتے۔

یہی تصریح جملہ تفاسیر معتبرہ مثل تفسیر کبیر۔ معالم۔ جلالین۔ سواطع الالہام۔ فتح البیان۔ روح المعانی جامع البیان۔ ابن کثیر۔ مدارک۔ درمنثور۔ بیضاوی۔ خازن۔ کشاف۔ ابی السعود۔ عباسی میں بلا خلاف

بل رفعہ اللہ الیہ اور رافعک الی سے الی السماء مراد رکھا ہے

چنانچہ بعض تفاسیر کا اقتباس منقول ہے۔

تفسیر رحمانی:۔ رافعک الی ای الی السماء میں تجھے اپنے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں۔

کشاف ومدارک :۔ ورافعک الی ای الی سمائی ومقر ملائکتی تجھے اپنے آسمان اور فرشتوں کی قرارگاہ میں اٹھانے والا ہوں۔

صاحب کشاف محمود جار اللہ زمخشری باوجود معتزلی ہونے کے رافعک الی میں معنی حقیقی رفع الی السماء ہی کی طرف گئے۔ اسی طرح قاضی بیضاوی۔ سراج منیر۔ ابی سعود نے ترجمہ کیا۔

محدث ابن جریر اپنی تفسیر میں ابن جریج رومی سے نقل کرتے ہیں۔ قولہ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا قال فرفعہ ایاہ الیہ توفیہ ایاہ وتطہیرہ من الذین کفروا جلد ۲ صفحہ ۱۴۷-۱۴۸ قول الٰہی انی متوفیک ورافعک الی میں اللہ تعالےٰ کا حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالینا ہی آپ کی توفی ہے اور یہی کفار سے تطہیر ہے۔

ایسا ہی تفسیر کبیر۔ معالم۔ جلالین۔ رحمانی۔ فتح البیان وغیرہ میں ہے۔

اور تفسیر کبیر اور خازن نے تو رفع الی السماء کو توفی سے تعبیر کرنے میں ایک خاص نکتہ لکھا ہے ملاحظہ ہو۔

ان التوفی اخذ الشیء وافیا ولما علم اللہ ان من الناس من یخطر بالہ ان الذی رفعہ اللہ ہو روحہ لاجسدہ ذکر ہذا الکلام لیدل علی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع بتمامہ الی السماء بروحہ وبجسدہ۔ تفسیر کبیر جلد دوم۔

توفی کے معنی ہیں کسی چیز کو تمامہ لے لینا اور چونکہ اللہ تعالےٰ کو علم تھا کہ بعض انسان ایسے بھی ہوں گے جن کے دل میں یہ خطرہ گذرے گا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسٰی کی صرف روح کو اٹھایا تھا اس لیے اللہ تعالےٰ نے کلام ہی انی متوفیک کے ساتھ فرمایا تاکہ اس امر پر دلالت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمامہ مع الجسم والروح کے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔

اب حسب موقع متوفیک پر بھی روشنی ڈالنی مناسب معلوم ہوتی ہے تاکہ کشف مغالطہ ہوجائے اور بحث تشنہ تشریح وتصریح نہ رہے وہو ہذا۔

مفردات راغب:۔ وفی۔ الوافی الذی بلغ التمام یقال درہم واف وکیل واف واوفیت الکیل والوزن قال تعالیٰ واوفوا الکیل اذا کلتم۔ متوفی کا مبدأ اشتقاق وفی ہے اور وافی وہ ہے جو تمام کو پہنچ جائے۔ محاورہ میں بولتے ہیں درہم وافی ہے۔ کیل وافی ہے۔ پورا کیا میں نے کیل یعنے

پیمانہ قرآن کریم میں ہے پورا کرو پیمانہ جب پیمانہ سے ناپو۔

وفی بعہدہ لا یفی وفاء واوفی اذا تمم العہد ولم ینقض حفظتہ واشتقاق ضدہ وھو الغدر یدل علی ذلک وھو الترک والقرآن جاء باوفی قال تعالٰی اوفوا بعہدی اوف بعہدکم واوفوا بعہد اللہ اذا عاھدتم۔ بلٰی من اوفی بعہدہ واتقی۔ والموفون بعہدھم اذا عاھدوا۔ یوفون بالنذر۔ ومن اوفی بعہدہ من اللہ۔ وابراھیم الذی وفی وتوفیتہ انہ بذل المجھود فی جمیع ما طولب بہ مما اشار الیہ فی قولہ ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسہم واموالہم من بذل مالہ بالانفاق فی طاعتہ وبذل ولدہ الذی ھو اعز من نفسہ للقربان والی بابنہ علیہ بقولہ وفی اشار بقولہ تعالٰی واذا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن وتوفیتہ الشئ بذلہ وافیا واستیفاؤہ مفاعلہ وافیا قال تعالٰی ووفیت کل نفس ما کسبت وقال انما یوفون الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتہا نوف الیہم اعمالہم فیہا۔ وما تنفقوا من شئ فی سبیل اللہ یوف الیکم فوفاہ حسابہ وقد عبر عن الموت والنوم بالتوفی قال تعالٰی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا۔ وھو الذی یتوفاکم باللیل۔ قل یتوفاکم ملک الموت الذی۔ اللہ الذی خلقکم ثم یتوفاکم۔ الذین تتوفاھم الملٰئکۃ۔ توفتہ رسلنا۔ او نتوفینک۔ وتوفنا مع الابرار۔ وتوفنا مسلمین۔ توفنی مسلما۔ یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الی۔ وقد قیل توفی رفعتہ واختصاص لا توفی موت۔ قال ابن عباس توفی موت لانہ اماتہ ثم احیاہ۔

اس تصریح میں قول ابن عباس سے قبل جو قول ہے اس میں واضح کر دیا ہے کہ یہ وفات اٹھانے کے معنی میں ہے نہ کہ موت کے معنی میں۔ قول ابن عباس کے متعلق جس میں اماتہ ثم احیاہ آیا ہے کی تفسیر میں یہ تصریح موجود ہے انی متوفیک اسم فاعل من التوفی بمعنی تمام گرفتن حق کذا فی الصراح وفی القاموس وغیرھا التوفی اخذ الشئ وافیا۔

وفی ابی البقاء متوفیک ورافعک الی کلاھما المستقبل والتقدیر رافعک ومتوفیک لانہ رفع الی السماء ثم یتوفی وفی العباسی ثم متوفیک قابضک بعد النزول وفی معالم التنزیل قال الحسن والکلبی وابن جریج انی قابضک ورافعک من الدنیا الی من غیر موت وفی تفسیر الکبیر معنی قولہ انی متوفیک انی متمم عمرک فحینئذ اتوفاک فلا اترکہم حتی

یقتلوك بل انا رافعك الی سمائی ومقربك بملائکتی واصونك ان یتمکنوا من قتلك هذا تاویل حسن اھ۔

وایضا فیہ وقد ثبت الدلیل انہ حی وورد فی الخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ سینزل ویقتل الدجال ثم انہ تعالی یتوفاہ بعد ذلک اھ وفی ابن ماجۃ حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ثنا سفیان بن عیینۃ عن الزھری عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتی ینزل عیسی بن مریم حکما مقسطا واماما عادلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد۔

وفی ابی داؤد ثم ینزل عیسی بن مریم علیہما السلام عند المنارۃ البیضاء الشرقی دمشق۔ ملخص الحدیث

وفی المشکوۃ عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر رواہ ابن الجوزی۔

اور فقہ اکبر میں ہے فالحاصل ان نزول عیسی وحیاتہ ثابتۃ باحادیث الصحاح وغیرھا فمنکرھما من اھل البدعۃ ولا اعتبار فیہ قول البعض فعلینا اتباع جمہور المفسرین والعقائد الاسلامیۃ والاحادیث۔

خلاصہ یہ ہے کہ عیسٰی علیہ السلام کا نزول اور ان کی زندگی صحاح وغیرہ کی احادیث سے ثابت ہیں اور ان دونوں کا منکر بدعتی ہے اور اس میں بعض کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہمیں لازم ہے کہ جمہور مفسرین اور عقائد اسلامیہ اور احادیث کا اتباع کریں۔

منقولات بالا سے واضح ہے کہ علامہ راغب اصفہانی نے ستائیس آیات قرآنیہ پیش کر کے توفی کا استعمال واضح کیا اور اس میں توفّی بمعنی بلندی بغیر موت بتایا۔ قول ابن عباس کی توجیہ کمالین میں آگئی کہ وہ موت زمانہ استقبال کی ہے اس سے اول رفع الی السماء لازمی۔ خود حضرت عباس کی تفسیر نے روشن کر دیا کہ وہ قبض بعد نزول ہے۔ معالم نے صراحت کر دی کہ فابضك ورافعك من الدنیا الی من غیر موت ہی صحیح ہے۔ تفسیر کبیر نے بھی اسی کی تائید کی۔ پھر ابن ماجہ وابوداؤد کی منقولہ احادیث

ہماری ہی تائید میں ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں تفصیل کے ساتھ حدیث آگئی جس سے ہمارے عقیدہ کی تائید بالوضاحت ہوگئی۔ فقہ اکبر میں عقیدہ اہل سنت کو واضح کر دیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا منکر مبتدع فاسق ہے اس کے بعد اگرچہ مزید دلائل لانا بظاہر تحصیل حاصل معلوم ہوتا ہے لیکن مبحث لفظی اصول نحوی سے استعانت کے لیے ہم کچھ بحث اور کرنا چاہتے ہیں جو ما نحن فیہ کی تائید کے لیے حکم عدل ہوگی۔

حضرت ابن عباس کا قول منکرین حیات عیسیٰ متوفیک پر ممیتک دکھا کر عموماً بتاتے ہیں حالانکہ اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہو چکی ہے بلکہ اس کے معنی میں خود استقبال ہے جس کا مقتضی یہ ہے کہ انہیں کسی زمانہ میں کسی وقت آپ پر موت طاری ہوگی۔ کیونکہ متوفی اسم فاعل ہے اور وہ اپنی وضع میں زمان مستقبل سے متعلق ہوتا ہے اور اس کا اشتقاق بھی فعل مضارع سے ہے چنانچہ صراح میں ہے۔ اسم الفاعل وھو اسم مشتق من المضارع اور اس امر کا لحاظ قرآن کریم میں بھی کیا گیا ہے ولا تقولن لشیٔ انی فاعل ذلک غدا (کہف پ ۱۵) اس آیت میں فاعل سے جو اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ لفظ غداً منضم کیا جس کے معنی کل آئندہ کے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ممیتک کے واضح معنی آئندہ زمانہ میں مارنے کے ہیں اور قول ابن عباس میں جو پہلو ہے وہ آیت کے اجزاء میں تقدیم و تاخیر ظاہر کرتا ہے جیسے مفسرین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ توفی سے مراد اگر موت بھی لیا جائے تو توفی یا موت کا تحقق وقوع آسمان سے نازل ہونے کے بعد ہوگا اور انی متوفیک ورافعک الیّ جو واو عطف ہے وہ جمع کے لیے ہے ترتیب کے لیے نہیں ہے جیسے یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی۔ تو اگر واو عاطفہ کو ترتیبی تسلیم کیا جائے تو سجدہ اول اور رکوع بعد میں کرنا لازم مانا جائے گا۔ پھر اس کی تائید پر صاحب کافیہ فرماتے ہیں الواو للجمع لا للترتیب فیہا۔ واو جمع کے لیے ہوتا ہے اس میں ترتیب لازم نہیں

اس کی تائید امام فخر الدین رازی فرما رہے ہیں۔ تفسیر کبیر جلد دوم

قالوا ان قولہ ورافعک الی یقتضی انہ رفعہ حیا والواو لا یقتضی الترتیب فلم یبق الا ان یقول فیہا تقدیم وتاخیر والمعنی انی رافعک الی ومطہرک من الذین کفروا ومتوفیک بعد انزالی ایاک فی الدنیا ومثلہ من التقدیم والتاخیر

فی القرآن۔

قول الٰہی "ورافعک الی" کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو زندہ اٹھالیا اور واؤ عاطفہ ترتیب نہیں چاہتا تو سوا اس کے کچھ نہ رہا کہ کہا جاوے اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور معنی یہ ہیں کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھالینے والا ہوں اور کفار کے الزامات سے پاک و صاف رکھنے والا ہوں اور تجھے دنیا میں نازل کرنے کے بعد موت دینے والا ہوں اور اس تقدیم و تاخیر کی مثالیں قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں۔

اس میں سورہ آل عمران کے اندر جلد دوم میں مزید وضاحت کرتے ہیں۔

الرابع فی تاویل الاٰیۃ ان الواو فی قولہ متوفیک ورافعک الی لا یفید الترتیب فالاٰیۃ تدل علی انہ تعالیٰ یفعل بہ ھذہ الافعال۔ فاما کیف یفعل ومتی یفعل فالامر فیہ موقوف علی الدلیل وقد ثبت الدلیل انہ حی وورد الخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ سینزل ویقتل الدجال ثم انہ یتوفاہ بعد ذالک۔

عبارت بالا کا خلاصہ بھی یہی بتا رہا ہے کہ واؤ مفید ترتیب نہیں اور اس پر دلیل موجود ہے کہ عیسٰی علیہ السلام عنقریب نازل ہوں گے اور دجال کو قتل فرمائیں گے پھر انتقال فرمائیں گے۔

علامہ جلال الدین سیوطی درمنثور میں بروایت ضحاک فرماتے ہیں۔

عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ انی متوفیک ورافعک الی یعنی رافعک ثم متوفیک فی اٰخر الزمان۔

حضرت ضحاک تابعی سے قول ابن عباس میں ہے کہ انی متوفیک ورافعک الی کے معنی یہی ہیں کہ رافعک ثم متوفیک پہلے اٹھاؤں گا آسمان کی طرف پھر آخر زمانہ میں موت کے ذریعے بلاؤنگا۔

تفسیر ابی السعود میں ہے۔

والصحیح ان اللہ تعالیٰ رفعہ من غیر وفاۃ ولا نوم کما قال الحسن وابن زید وھو اختیار الطبری وھو الصحیح عن ابن عباس۔ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو بغیر موت اور نیند کے اٹھالیا جیسے کہ حضرت حسن بصری اور ابن زید تابعی نے کہا اور یہی مسلک امام ابن جریر طبری نے اختیار کیا اور یہی حضرت ابن عباس سے صحیح طور پر ثابت ہے۔

اور علم نحو میں کافیہ۔ شرح جامی۔ رضی شرح کافیہ زینیزادہ۔ ترتیب سعدی تکملہ مولینا عبدالحکیم

سیالکوٹی۔ الفیہ ابن مالک۔ حاشیہ مرتضیہ شرح الفیہ لابن عقیل مفصل للزمخشری۔ الفیہ للسیوطی سب اس پر متفق ہیں کہ واو ترتیب کے لیے نہیں ہوتا۔

اس واو عاطفہ سے ترتیب نہ ہونا آیات قرآنیہ سے ثابت ہے۔

نموت ونحیی وما نحن بمبعوثین۔ ہم مرتے ہیں اور زندہ رہتے ہیں اس کے بعد ہم زندہ نہیں کیے جائیں گے۔ آیہ کریمہ میں مرنا پہلے اور زندہ ہونا بعد میں مذکور ہے حالانکہ مفہوم منطوق سے واضح ہے کہ زندہ رہ کر مرنا بتایا گیا اس کے بعد زندہ ہونے سے انکار کیا گیا۔

تحقیق توفی

موجودہ دور کے مصنوعی نبی اور ان کی امت کے بے پڑھے لکھے عالم یہ دعوی عموماً کرتے ہیں کہ توفیّ کا لفظ صرف اور صرف موت اور قبض روح کے لیے موضوع ہے اس لیے یہاں اس کی علمی تحقیق پیش کر دینا بے جا نہ ہوگا۔

توفی لفظ وفا سے ماخوذ ہے اور وفا کے معنی پورا کرنا ہیں۔

اردو میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں مستعمل ہے جیسے وعدہ آسان ہے وعدہ کی وفا مشکل ہے۔

لسان العرب میں ہے الوفاء ضد الغدر یقال وفی بعھدہ وفاء ضد غدر ہے چنانچہ بولتے ہیں کہ فلاں نے اپنا عہد پورا کیا۔

اور اوفیٰ باب افعال سے اسی کا ہم معنی ہے۔

اور توفی باب تفعل ہے مادہ اس کا بھی وفا ہے اس کے معنی اخذ الشئ وافیا کسی چیز کو پورا پورا لے لینا ہوتے ہیں۔ یہی تفسیر کبیر میں ہے اور خازن۔ جامع البیان۔ بیضاوی۔ سراج منیر۔ ابی السعود اور فتح البیان تمام تفاسیر اس کی مؤید ہیں اور دیگر ابواب جو مادہ وفا سے آتے ہیں ان سب میں بھی یہی معنے ملحوظ ہیں اس لیے کہ یہ اصول ہے کہ مادہ کے حروف ہر صیغے میں باقی رہتے ہیں اسی طرح مادہ کے معنی بھی ہر باب اور صیغہ میں باقی رہتے ہیں۔ علم صرف میں ادنی مہارت رکھنے والے بھی اسے خوب جانتے ہیں۔

اب ہم بغرض سہولت ناظرین مادہ وفی سے جو جو باب عربی میں مستعمل ہیں انہیں پیش کرتے ہیں تاکہ کسی گھڑے ہوئے ضابطہ سے لوگ دھوکے میں نہ پڑیں۔

اور اظہر من الشمس ابین من الامس ہر کہ ومہ پر ہو جائے کہ ہر باب کے ہر صیغے میں اسکے مادی معنے یعنی پورا کرنا بہر صورت ملحوظ ہیں۔

وَفٰی کے معنی مصدری پورا کرنا نباہنا ہیں۔ یہ ثلاثی مجرد ہے۔ مثال

اما ابن طوق فقد اوفی بذمتہ کما وفی بقلاص النجم حادیہا

یعنی ابن طوق نے تو اپنا ذمہ پورا کر دیا۔

لسان العرب اور مصباح میں لفظ وَفٰی کے نیچے اس شعر کو اس لیے ذکر کیا تاکہ پڑھنے والا سمجھ سکے کہ مجرد وفی اور مزید فیہ اَوْفٰی ہم معنی ہیں۔

وَفَا۔ پورا کرنا۔ نباہنا ثلاثی مجرد لسان العرب میں دوسری مثال حدیث سے دی ہے۔

فمررت بقوم تقرض شفاههم كلما قرضت وفت ای تمت وطالت

حدیث معراج میں ہے حضور نے فرمایا میں دوزخیوں کی ایک قوم سے گزرا ان کے ہونٹ کاٹے جاتے تھے جب وہ ہونٹ کتر دیے جاتے تو علی الفور پھر وہ پورے ہو جاتے۔ دیکھیے یہاں وَفَتْ وفا سے لے کر اسی معنی میں مستعمل ہوا۔

اِیْفَا۔ پورا کرنا۔ پورا دینا۔ باب افعال سے مزید فیہ ہے۔ مثال قرآن کریم میں ہے۔

اوفوا بعهدي اوف بعهدكم (سورۃ بقرہ پ۱) اے بنی اسرائیل تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔

اوفوا الكيل والميزان (انعام پ۸) پیمانے اور ترازو کو پورا کرو۔

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها ومن عهدها ان لا يدوم لها عهد

جب وہ حسینہ عہد شکنی کرے تو اس نے اپنا عہد پورا کر دیا۔ کیونکہ اس کے عہد میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا عہد مدام نہ ہو۔ (متنبی)

توفیتہ۔ پورا دینا۔ باب تفعیل۔ مثال فیوفیهم اجورهم (آل عمران پ۳) تو خدا ان کے اجر پورے دیگا۔

وانما توفون اجوركم يوم القيامة (آل عمران پ۴) جزایں نیست کہ تمہارے اجر پورے تم کو قیامت کے دن دیے جائیں گے۔

وابراهيم الذي وفى (النجم پ۲۷) اور وہ ابراہیم جس نے پورا کر دکھایا۔

لسان العرب میں ہے وفی بالشئ واوفی ووفّی بمعنی واحد یعنی اس کا مجرد اور باب افعال اور باب تفعیل تینوں ہم معنی ہیں۔

استیفاء۔ پورا لے لینا۔ باب استفعال۔ مثال

اكتالوا على الناس يستوفون (سورۃ تطفیف پ۳۰) جب لوگوں سے پیمانہ میں ناپ کر

لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔

محاورہ توفیت منہ دراھمی ہیں نے اس سے اپنے درہم پورے لے لیئے۔

توفّی کامل۔ پورا لے لینا۔ باب تفعل

وتوفاہ ھو منہ واستوفاہ لم یدع منہ شیئا (لسان العرب جلد ۲۰) توفاہ اور استوفاہ دونوں کے یہ معنی ہیں کہ اس نے پورا پورا لے لیا۔ اور اسے کچھ بھی نہ چھوڑا۔

توفی۔ پورا گن لینا۔ باب تفعل۔ توفیت عدد القوم اذا عددتہم کلھم (لسان العرب جلد ۲۰ میں نے سب قوم کی گنتی پوری لے لی۔

اور بقرینہ لیل منام کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثال

ھو الذی یتوفاکم باللیل (انعام پ۷) وہ ذات ہے کہ تم کو رات کے وقت پورا پورا لے لیتا ہے یعنی سلا دیتا ہے۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا (زمر پ۲۴) خدا ہی ہے جو پورا لیتا ہے جانوں کو انکی موت کے وقت اور جو ابھی نہیں مریں انکو پورا لیتا ہے نیند کے وقت یعنی سلا دیتا ہے۔

توفّی۔ باب تفعل بمعنی مجازی مار دینا بقرینہ موت و ملک الموت۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتہا (زمر پ۲۴) یعنی خدا ہی جانوں کو قبض کرتا ہے انکی موت کے وقت

قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم (الم السجدۃ پ۲۱) اے محبوب انہیں بتا دیجئے کہ تم کو قبض کرے گا وہ ملک الموت جو تم پر مسلط کیا گیا ہے۔

حتی یتوفھن الموت (نساء پ۴) یعنی حتی کہ قبض کرے انکو موت یعنی وہ مر جائیں۔

یہاں توفی سے موت مراد لینے کے لیے ملک الموت اور موت قرینہ ہیں اس لیے بمعنی مجازی یہ مفہوم حاصل ہوتا ہے۔

نوٹ:۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ توفی بمعنی موت مجازا ہے نہ حقیقتا چنانچہ کتاب اساس البلاغت میں ہے۔ ومن المجاز توفی فلان۔ وتوفاہ اللہ۔ وادرکتہ الوفاۃ۔ یعنی سب مجازات ہیں۔

اور لسان العرب میں اس کی وجہ یہ بتائی کہ

توفی المیت استیفاء مدتہ التی وفیت لہ وعدد ایامہ وشہورہ واعوامہ فی الدنیا میت کی توفی سے مراد اس کی موت کی مدت اور اس کے دنیا میں رہنے کے دن مہینوں اور سالوں

کی گنتی کو پورا ہونا ہے۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ لفظ توفّی سوائے قبض روح کے کسی اور معنی میں مستعمل نہ ہونے کے دعویٰ کرنے والے غلط ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قاضی بیضاوی زیر آیت فلما توفیتنی لکھتے ہیں۔

التوفی اخذ الشئ وافیا۔ والموت نوع منہ۔ توفی کے معنی کسی چیز کو پورا لے لینا ہے اور موت اس کی ایک نوع ہے۔

اب حسب موقع لفظ توفی کے استعمال کو قرائن کے ساتھ واضح کیا جاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔ (البقرہ پ۲) تم میں سے جو وفات پائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں ان کی بیویاں چار مہینے دس دن۔ دس رات اپنے نفسوں کو روکیں۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ تم میں سے جو وفات پائیں اور بیویاں چھوڑیں وہ اپنی بیویوں کے گذارے اور سکونت کی وصیت ایک سال کے لیے کر جائیں۔

ہر دو آیات منقولہ بالا میں

عورتیں بیوہ چھوڑنے اور عدت گذارنے اور وصیت کرنے کا حکم ہے۔

یہاں توفی سے موت کے معنی مجازی لینے کے لیے قرینے موجود ہیں۔

حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ (النساء پ۴) حتی کہ پکڑے انہیں موت۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (النساء پ۵) جن کو فرشتے وفات دیتے ہیں

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (انعام پ۷) حتی کہ جب تم میں سے ایک کی موت آجاتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کو اٹھا لیتے ہیں۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ (اعراف پ۸) یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے آجاتے ہیں تو انہیں وفات دیتے ہیں۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ (انفال پ۱۰) اگر تم دیکھو جبکہ قبض کرتے ہیں کافر کو مارتے ہیں اس کے منہ پر اور پشت پر۔

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (محمد پ۲۶) تو کیسی ہو گی جب قبض کریں گے فرشتے

الذین تتوفہم الملئکۃ ظالمی انفسہم (سورہ نحل پ۱۴) جنکو فرشتے قبض کرتے ہیں ان پر سختی کرتے ہوئے
الذین تتوفہم الملئکۃ طیبین (نحل پ۱۴) جنکو قبض کرتے ہیں فرشتے خوشحالی میں۔
ان آٹھ آیتوں میں توفی سے مراد موت لینے کے لیے ملائکہ موت اور جان کنی کے وقت کفار پر عذاب
مومنوں پر خوشحالی کے صریح قرینے موجود ہیں۔

واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک (یونس پ۱۱)
واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک (رعد پ۱۳)
فاما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک (مومن پ۲۴)

ہر سہ آیات کا ترجمہ ایک ہی ہے۔ اگر تجھ کو ہم اپنے وعدے کے ایک حصے کو پورا کر دکھائیں۔ یا تجھ کو وفات دیدیں۔

ہر سہ آیات بالا میں توفی بمقابلہ نرینک آئی ہے جو موت کے معنی کے لیے قرینہ قوی ہے اس لیے کہ نرینک حیات کو چاہتا ہے اور نتوفینک اس کی ضد یعنی موت کا مقتضی ہے اور ایک جگہ سورہ زخرف میں نتوفینک کی جگہ نذہبن بک بھی ہے جو کنایہ ہے فنا سے تو یہاں توفی بمعنی موت ماننی پڑے گی ایسی آیتیں اور بھی ہیں سورہ یوسف پ۱۳ میں اعراف پ۹ میں آل عمران پ۴ مومن پ۲۴ حج پ۱۷ نحل پ۱۴۔ ان سب آیتوں میں قرینہ کے لحاظ سے موت کے معنی لیے گئے۔

اور انعام پ۷ میں ایک آیت ہے جو بلحاظ قرینہ توفی بمعنی نوم آئی ہے۔

وھو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی وہ ذات ہے جو تم کو رات میں قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو تم دن کو کرتے ہو پھر تم کو دن میں اٹھا دیتا ہے تاکہ زندگی کی مدت پوری ہو جائے۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت (زخرف پ۲۴) خدا ہی جانوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو ابھی نہ مریں انہیں قبض کرتا ہے ان کی نیند میں تو جس پر موت کا حکم ہو جائے اسے تو بند رکھتا ہے اور دوسری کو مدت مقررہ تک پہنچاتا ہے۔

ان آیتوں میں قرائن موجود ہیں۔ پہلی میں لیل موجود ہے اور دن کو اٹھانا اسی طرح دوسری آیت میں پہلے توفی سے مراد موت ہے بقرینہ حین موتھا اور دوسرے موقعہ پر بقاعدہ عطف محذوف ہے۔ حین منامھا موجود ہے۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ه اب کوئی نہیں اہل کتاب سے مگر یقیناً ایمان لے آئیں گے اس کی موت (عیسیٰ علیہ السلام) سے پہلے اور قیامت کے دن وہ (عیسیٰ) ان پر گواہ ہوگا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔

پہلا قول:۔ یہود و نصاریٰ کو جب بوقت موت ملائکہ عذاب نظر آتے ہیں تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لے آتے ہیں اور اس حالت کا ایمان مثل ایمان فرعون ہی ہوتا ہے جیسے کہ فرمایا حتی اذا ادرکہ الغرق قال اٰمنت انہ لا الٰہ الا الذی اٰمنت بہ بنو اسرائیل وانا من المسلمین۔ چنانچہ نصاریٰ اور یہود کا یہ ایمان مقبول و معتبر نہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ قرب قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے اس وقت کے تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے اور اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ کے مطابق حکم کریں گے اور اس وقت آپ ائمہ دین میں سے ایک امام کی حیثیت سے ہوں گے۔ اور نصاریٰ نے جو آپ کی نسبت گمانہائے باطلہ فاسدہ کاسدہ باندھ رکھے ہیں انکا ابطال فرمائیں گے۔ دین محمدی کی اشاعت عام فرمائیں گے جو آپ کے ذریعہ سے ہوگی اور یہ وہ وقت ہوگا جب یہود و نصاریٰ یا تو اسلام قبول کریں گے یا قتل کر دیے جائیں گے جزیہ کا قانون منسوخ ہوگا اس جزیہ کا دستور نزول عیسیٰ علیہ السلام تک ہی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آیہ کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ ہر کتابی اپنی موت سے پہلے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے گا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لے آئے گا لیکن بوقت موت ایمان مقبول نہیں بنا بریں اس سے کتابی کو نفع نہ ہوگا۔

اور آپ کی شہادت بروز قیامت یہ ہوگی کہ یہود جو آپ کی تکذیب کر گئے۔ آپ کی شان میں زبان طعن دراز کر گئے ان کی شہادت دیں گے کہ انہوں نے ایسا کیا اور وہ نصاریٰ جنہوں نے آپ کو رب مانا اور خدا کا شریک گردانا، ان کے اس شرک کی شہادت دیں گے۔

اور اہل کتاب میں سے جو ایمان لائے ان کے ایمان کی بھی شہادت دیں گے صاحب روح المعانی بھی اسی مضمون سے متفق ہیں۔ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ ان مومنوں کے گواہ ہوں گے انبیاء اپنی اپنی امتوں کے متعلق شہادت دیں گے اور نبی الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم ان سب پر گواہ ہوں گے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ تو بسبب ظلم ان کے جو یہودیوں سے ہوئے ہم نے حرام کیں پاک چیزیں جو ان کے لیے حلال تھیں اور بہ سبب اس کے کہ انہوں نے بہت لوگوں کو اللہ کے راہ سے روکا اور اس لیے کہ وہ سود لیتے تھے حالانکہ وہ اس سے منع کیے گئے تھے اور لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے اور ان میں سے جو کافر ہیں ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ناجائز طریقوں میں رشوت چوری وغیرہ ہے۔

حرمنا علیھم طیبت کی تشریح سورہ انعام میں بھی وعلی الذین ھادوا حرمنا کل ذی ظفر رکوع ۱۸ پٹ میں بیان ہوگی۔

سود رشوت وغیرہ شرائع سابقہ میں بھی حرام تھا۔ شریعت محمدیہ میں بھی حرام ہی رکھا گیا آگے استثنا فرمایا گیا ہے۔

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ لیکن راسخ فی العلم اور پختہ لوگ ان میں سے ایمان والے ہیں اور وہ ایمان لانے میں اس پر جو (اے محبوب) تمہاری طرف اترا اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے یہ وہ ہیں جنہیں عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

راسخ فی العلم اہل کتاب سے مثل عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب ہیں جو علم راسخ اور عقل صافی اور بصیرت وافی رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے علم کی روشنی میں حقیقت اسلام کو جانا اور سید انبیاء علیہ التحیۃ والثناء پر ایمان لائے اور احکام شرعیہ کا اتباع کیا۔ قائم کیں نمازیں۔ زکوٰۃ دی۔ تورات کے ساتھ انجیل زبور کو مانا۔ قرآن کریم کو آخری کتاب تسلیم کیا۔ قیامت پر ایمان لائے۔ ان سے وعدۂ اجر عظیم فرمایا گیا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع بست و یکم پ ۶ سورۂ نساء

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ — بے شک ہم نے (اے محبوب) تمہاری طرف وحی

النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝

بھیجی جیسے وحی بھیجی نوح کی طرف اور اس کے بعد نبیوں کو اور وحی کی ہم نے طرف ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں کو اور عیسٰی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کو اور دی ہم نے داؤد کو زبور۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝

اور رسولوں کو جن کا ذکر ہم تجھ پر کر چکے ہیں اور ان سے قبل اور رسول جن کا ذکر ہم نے نہیں کیا تم پر اور اللہ نے کلام فرمایا موسٰی سے حق کلام۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے ہیں تاکہ لوگوں کو نہ رہے اللہ کے حضور کوئی عذر بعد رسولوں کے اور ہے اللہ غالب حکمت والا۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

لیکن اللہ گواہ ہے اس کا جو اس نے اتارا (اے محبوب) تمہاری طرف اور اس نے اپنے علم سے اتارا اور فرشتے گواہ ہیں اور اللہ کی گواہی کافی ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝

وہ جنہوں نے کفر کیا اور روکا اللہ کی راہ سے بے شک وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۝

اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے گا۔ مگر جہنم کا راستہ کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ہے یہ اللہ کے لیے آسان۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اے لوگو بے شک آیا تمہارے پاس رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تو ایمان لاؤ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور ہے اللہ جاننے والا حکمت والا۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ
وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا
الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ؗ
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا
ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ
وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۠

اے اہل کتاب نہ زیادتی کرو اپنے دین میں اور نہ کہو اللہ پر مگر سچ مسیح نہیں ہے مگر عیسے مریم کا بیٹا اللہ کا رسول اور اس کا ایک کلمہ جو ڈالا مریم کی طرف اور روح اس سے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور نہ کہو تین۔ باز رہو تمہارے لیے بہتر ہے خدا ایک نیست کہ اللہ ایک ہے۔ پاکی ہے اسے اس سے کہ ہو اس کے لیے بچہ اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ کافی کارساز ہے۔

حل لغات رکوع بست و یکم پ ۶ سورہ نساء

انا۔ بیشک ہم نے	اوحینا۔ وحی کی	الیک۔ تیری طرف	کما۔ جیسے
اوحینا۔ وحی کی ہم نے	الی۔ طرف	نوح۔ نوح کی	و۔ اور
النبیین نبیوں کی	من بعدہ۔ اسکے بعد	و۔ اور	اوحینا۔ وحی کی ہم نے
الی۔ طرف	ابراھیم۔ ابراہیم	و۔ اور	اسمعیل۔ اسمٰعیل
و۔ اور	اسحٰق۔ اسحاق	و۔ اور	یعقوب۔ یعقوب
و۔ اور	الاسباط۔ انکے بیٹوں	و۔ اور	عیسی۔ عیسٰی
و۔ اور	ایوب۔ ایوب	و۔ اور	یونس۔ یونس
و۔ اور	ھرون۔ ہارون	و۔ اور	سلیمان سلیمان کی
و۔ اور	اٰتینا۔ دی ہم نے	داؤد۔ داؤد کو	زبورا۔ زبور
و۔ اور	رسلا۔ رسولوں کو	قد۔ کہ بیشک	قصصنھم۔ بیان کیا
ہم نے انکو	علیک۔ تجھ پر	من قبل۔ پہلے	و۔ اور
رسلا۔ کئی رسول ہیں کہ	لم۔ نہیں	نقصصھم۔ بیان کیا ہمنے انکو	علیک۔ تجھ پر

و۔اور	کلمو۔کلام کیا	اللہ۔اللہ نے	موسی۔موسیٰ سے
تکلیما۔حق کلام کا	رسلا۔رسول	مبشرین۔بشارت دیتے	و۔اور
منذرین۔ڈراتے	لئلا۔تاکہ نہ	یکون۔ہو	للناس۔لوگوں کے لیے
علی۔اوپر	اللہ۔اللہ کے	حجۃ۔کوئی عذر	بعد۔بعد
الرسل۔رسولوں کے	و۔اور	کان۔ہے	اللہ۔اللہ
عزیزا۔غالب	حکیما۔حکمت والا	لکن۔لیکن	اللہ۔اللہ
یشھد۔گواہ ہے	بما۔اس کا جو	انزل۔اتارا	الیک۔تیری طرف
انزلہ۔اتارا اسکو	بعلمہ۔اپنے علم سے	و۔اور	الملئکۃ۔فرشتے بھی
یشھدون۔گواہ ہیں	و۔اور	کفی۔کافی ہے	باللہ۔اللہ
شہیدا۔گواہ	ان۔بیشک	الذین۔وہ جو	کفروا۔کافر ہوئے
و۔اور	صدوا۔روکا	عن سبیل اللہ۔اللہ کی راہ سے	
قد۔بیشک	ضلوا۔گمراہ ہوئے	ضللا۔گمراہی	بعیدا۔دور کی
ان۔بیشک	الذین۔وہ جو	کفروا۔کافر ہوئے	و۔اور
ظلموا۔ظلم کیا	لم۔نہیں	یکن۔ہے	اللہ۔اللہ
یغفر۔کہ بخشے	لھم۔انکو	و۔اور	لا۔نہ
لیھدیھم۔یہ کہ ہدایت کرے انکو	طریقا۔راہ کی	الا۔مگر	طریق۔راہ
جھنم۔جہنم کی	خلدین۔رہنے والے ہیں	فیھا۔اس میں	ابدا۔ہمیشہ تک
و۔اور	کان۔ہے	ذلک۔یہ	علی۔اوپر
اللہ۔اللہ کے	یسیرا۔آسان	یایھا۔اے	الناس۔لوگو
قد۔بیشک	جاء۔آیا	کم۔تمہارے پاس	الرسول۔رسول
بالحق۔حق کے ساتھ	من ربکم۔تمہارے رب سے	فامنوا۔سو ایمان لاؤ	خیرا۔بہتر ہے
لکم۔تمہارے لیے	و۔اور	ان۔اگر	تکفروا۔کفر کرو
فان۔تو بیشک	للہ۔اللہ کا ہے	ما۔جو	فی۔بیچ
السماوات۔آسمانوں	و۔اور	الارض۔زمین کے ہے	و۔اور
کان۔ہے	اللہ۔اللہ	علیما۔جاننے والا	حکیما۔حکمت والا

یا۔اے	اھل الکتاب۔کتاب والو	لا۔نہ	تغلوا۔زیادتی کرو
فی۔بیچ	دینکم۔اپنے دین کے	و۔اور	لا۔نہ
تقولوا۔کہو	علی۔اوپر	اللہ۔اللہ کے	الا۔مگر
الحق۔حق بات	انما۔اسکے سوا نہیں کہ	المسیح۔مسیح	عیسی۔عیسیٰ
بن۔بیٹا	مریم۔مریم کا	رسول۔رسول ہے	اللہ۔اللہ کا
و۔اور	کلمتہ۔اس کا کلمہ	القھا۔ڈالا اسکو	الی۔طرف
مریم۔مریم کی	و۔اور	روح۔روح	منہ۔اس سے
فامنوا۔سو ایمان لاؤ	باللہ۔اللہ پر	و۔اور	رسلہ۔اسکے رسولوں پر
و۔اور	لا۔نہ	تقولوا۔کہو	ثلثۃ۔تین
انتھوا۔باز آجاؤ	خیرا۔بہتر ہے	لکم۔تمہارے لیے	انما۔سوا اسکے نہیں
اللہ۔اللہ	الٰہ۔معبود ہے	واحد۔ایک	سبحنہ۔پاک ہے وہ
ان۔یہ کہ	یکون۔ہو	لہ۔اسکی	ولد۔اولاد
لہ۔اسی کا ہے	ما۔جو	فی۔بیچ	السموات۔آسمانوں کے ہے
و۔اور	ما۔جو	فی۔بیچ	الارض۔زمین کے ہے
و۔اور	کفی۔کافی ہے	باللہ۔اللہ	وکیلا۔کارساز

مختصر تفسیر رکوع بست و یکم پ۶ سورہ نساء

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ
وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ
وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ
مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۚ

بے شک ہم نے تمہاری طرف (اے محبوب) وحی کی جیسے وحی کی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو اور وحی کی ہم نے طرف ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کو اور ہم نے داؤد کو دی زبور۔ اور رسولوں کو جن کا ذکر ہم تم سے فرما چکے پہلے اور ان رسولوں کو جن کا ذکر ہم نے تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے کلام کیا موسیٰ سے حق کلام۔

شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ علماء یہود میں سے راہب سکین عدی بن زید تھا اس نے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ ان کے لیے آسمان سے یکبارگی کتاب نازل کی جائے تو وہ آپ کی نبوت پر ایمان لائیں گے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (خازن)

ان پر حجت قائم کی گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوا بکثرت انبیاء ہیں جن میں سے گیارہ کے اسماء مبارکہ یہاں بیان فرمائے گئے۔ اہل کتاب ان سب کی نبوت مانتے ہیں بے آنکہ ان میں سے کسی پر یکبارگی کتاب نازل نہیں ہوئی تو جب ان انبیاء کی نبوت تسلیم کرنے میں اہل کتاب کو کچھ پس و پیش نہ ہوا تو سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت تسلیم کرنے میں یکبارگی کتاب نازل ہونے کی شرط کیوں اور حقیقت یہ ہے کہ مرسلین کرام کی بعثت سے مقصود صرف اور صرف ہدایت خلق معرفت توحید۔ تکمیل ایمان۔ طریق عبادت۔ اصلاح اخلاق ہے یہ مقصد نجماً نجماً نزول کتاب سے بھی بروجہ اتم حاصل ہوتا ہے تاکہ تھوڑا تھوڑا آسانی سے ان کے دل نشین ہو جائے۔ اس حکمت کو نہ سمجھنا اور لایعنی شرط بے معنی اعتراض کرنا حماقت اور ہٹ دھرمی ہے۔ اور بہت سے رسولوں کا ذکر ہم آگے قرآن کریم میں نام بنام کر چکے ہیں اور بہت سے وہ رسول ہیں جن کا ذکر ابھی نہیں کیا گیا تو جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بے واسطہ کلام فرمانا دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت میں قادح نہیں۔ اس طرح کہ اوروں سے کلام نہیں فرمایا اور تم اوروں کی نبوت تسلیم کرتے ہو۔ ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب کا یکبارگی نازل ہونا بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت میں قادح نہیں یہاں حسب موقع تعریف وحی اور اس کے اقسام بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

تعریف وحی

علامہ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔ اصل الوحی الاشارۃ السریعۃ ومتضمن السرعۃ
وحی اصل میں ایک تیز اشارہ ہے جو متضمن سرعت ہو۔

لسان العرب میں ہے الوحی الاشارۃ والکتابۃ والرسالۃ والالہام والکلام الخفی و کل ما القیتہ الی غیرک۔ وحی ایک اشارہ ہے اور کتابہ اور پہنچانا ہے اور الہام ہے اور کلام خفی ہے اور ہر وہ چیز جو ملے غیر کی طرف۔

اللہ تعالےٰ کی جانب سے جو وحی انبیاء علیہم السلام کو کی جاتی ہے وہ علم یقینی اور قطعی ہوتا ہے۔

جو صرف انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں ہی القاء فرمایا جاتا ہے یہ القاء کبھی فرشتہ کے واسطہ سے ہوتا ہے کبھی بلا واسطہ بھی۔

اقسام وحی

وحی[۱] الٰہی۔ فطری[۲] حکم۔ بوساطت[۳] نبی۔ مختص[۴] بالنبی۔ نفث[۵] فی الروع۔ وسوسہ[۶]۔ زخرف[۷] القول بالحق[۸]۔ الالہام[۹]۔ وحی[۱۰] بوساطۃ اللوح والقلم۔ وحی[۱۱] الی السماء۔ وحی بسلسلۃ[۱۲] الجرس۔ وحی فی النوم[۱۳] بطریق رویا۔ وحی[۱۴] بمعنی کتابت جیسے عجاج کہتا ہے۔ مقدار کان وحا الواحی

۱۳ ۔ وحی بمعنی خط۔ جیسے لبید کہتا ہے۔ خلقا کما ضمن الوحی سلامہا۔

۱۴ ۔ وحی بمعنی حکم جیسے عجاج کہتا ہے۔ وحی لہا القرار فاستقرت

۱۵ ۔ وحی بمعنی کلام مخفی۔ ابو ذویب کہتا ہے۔ فقال لہا وقد اوحت الیہ

۱۶ ۔ وحی بمعنی اشارہ " " " یوحی الیہ بانقاض ونقنقۃ

۱۷ ۔ وحی بمعنی آواز۔ ابوزبید کہتا ہے۔ ویجز الحرف یوحی اجحو۔

وحی الٰہی جیسے ارشاد ہوا۔ ماکان لبشران یکلمہ اللہ الاوحیا اومن وراء حجاب او یرسل رسولا۔ کوئی بشر ایسا نہیں جس سے اللہ کلام کرے مگر وحی کی صورت میں یا پردہ سے۔ یا بھیجے اس کی طرف فرشتہ۔

وحی امر فطری۔ واوحی ربک الی النحل۔ تیرے رب نے وحی فطرت کی مکھیوں کو

وحی بوساطت نبی۔ واذا وحیت الی الحواریین۔ اور جب ہم نے اپنے نبی کے ذریعہ حواریوں کو وحی کی۔

واوحیت الی الحواریین ان امنوابی وبرسولی۔ اور جب وحی کی میں نے اپنے نبی کے ذریعہ حواریوں کی طرف یہ کہ ایمان لاؤ میرے ساتھ اور میرے رسول کے ساتھ۔

واوحینا الیہم فعل الخیرات اور وحی کی ہم نے بوساطت رسول ان کی طرف نیک کام کرنے کی۔

وحی مختص بالنبی اتبع ما اوحی الیک من ربک اے محبوب اتباع کیجئے جو وحی آپ کی طرف ہوا آپ کے رب سے۔

ان اتبع الا ما یوحی الی ۔ میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی ہو۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد ۔ فرما دیجئے جز ایں نیست کہ میں بشر ہوں مثل تمہارے وحی ہوتی ہے میری طرف یہ کہ میرا تمہارا خدا ایک ہے۔

نوٹ:۔ ایسی وحی کے لیے حضور کا اعلان ہے۔ انقطع الوحی وبقی المبشرات رویا المؤمن۔ وحی نبوت منقطع ہو چکی ہے اور مبشرات باقی ہیں جو مومن کے خواب ہیں۔

وحی نفث فی الروع:۔ اما بالقاء فی الروع کما ذکرہ علیہ السلام ان روح القدس نفث بروعی۔ یہ یا تو دل میں القاء کی شکل پر ہوتا ہے جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک روح القدس نے القاء کیا میرے دل میں۔

وسوسہ:۔ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا ۔ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کیے ہیں آدمیوں اور جنوں میں سے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے پر چکنی چپڑی بناوٹ کی بات دھوکہ دینے کو ڈالتے ہیں۔

وان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم لیجادلوکم۔ اور بے شک شیطان ڈالتے ہیں اپنے دوستوں کے دل میں تاکہ تم سے جھگڑیں۔

زخرف القول:۔ یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا۔ ڈالتے ہیں بعضے بعض کے دل میں چکنی چپڑی دھوکہ ڈالنے کو۔

الہام:۔ واوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ۔ اور ہم نے موسی کی ماں کو الہام کیا کہ اسے دودھ پلا۔ اذ اوحینا الی امک ما یوحی۔ جب ہم نے تیری ماں کو الہام کیا جو الہام کیا۔

وحی بوساطت اللوح والقلم:۔ اذ یوحی ربک الی الملئکۃ انی معکم۔ جب مطلع کیا تیرے رب نے ملائکہ کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں

وحی الی السماء:۔ بان ربک اوحی لہا۔ بے شک تیرے رب نے آسمان کو فرمایا۔

وحی اہل السماء:۔ اذ یوحی ربک الی الملئکۃ۔ جب حکم کیا تیرے رب نے ملائکہ کو۔

وحی بسلسلۃ الجرس:۔ یہ وحی بھی انبیاء کی طرف ہوتی ہے۔ زنجیر بجنے کی آواز میں۔

وحی فی النوم :- انقطع الوحی وبقی المبشرات رؤیا المؤمن ۔ وحی منقطع ہو گئی ۔ اور مبشرات باقی ہیں جو مومن کے رؤیا صالحہ ہیں ۔

نوٹ :- نفث فی الروع ۔ زخرف القول ۔ صلصلۃ الجرس ۔ یہ ہر سہ اصطلاح بھی چونکہ اقسام وحی سے متعلق ہیں ۔ اس لیے وحی میں انہیں دکھایا گیا ۔ بصورت دیگر یہ نوعیت وحی میں داخل نہیں ۔

آیات منقولہ بالا میں گیارہ نبیوں کا تذکرہ ہے ۔

اِنَّآ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡکَ کَمَآ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ ۔ ہم نے آپ کے پاس اسی طرح وحی بھیجی جیسی نوح علیہ السلام کے پاس بھیجی تھی ۔

انبیاء علیہم السلام میں حضرت نوح علیہ السلام کا سب سے اول اس لیے ذکر کیا گیا کہ حضرت آدم کی طرح حضرت نوح بھی تمام انسانوں کے باپ تھے ۔ طوفان نوح کی وجہ سے سب لوگ ہلاک ہو گئے تھے جو کشتی میں رہے وہی محفوظ رہے ان میں حضرت نوح کی نسل کے علاوہ کوئی نسل باقی نہیں رہی تھی ارشاد باری تعالے ہے وجعلنا ذریتہ ھو الباقین ۔ صرف انہی کی نسل ہم نے دنیا میں باقی رکھی ۔

خصوصیات حضرت نوح علیہ السلام

آپ برگزیدہ نبی، پہلے اولوالعزم رسول اور صاحب شریعت تھے ۔ امت کو شرک سے خوف دلایا اور دعوت توحید دی آپ کی امت نے شدت سے سرکشی کی اور مخالفت حق میں حد سے بڑھ گئے یہاں تک کہ ان پر عذاب آیا اور وہ سارے غرق کیے گئے آپ کی عمر شریف ۹۵۰ برس ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے تمام انبیاء سے زیادہ عمر پائی جبکہ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا زمانہ تبلیغ وارشاد ساڑھے نو سو برس ہے اور عمر شریف زیادہ ہے واللہ اعلم باوجود طوالت عمر کے آپ پر مکمل بڑھاپا نہ آیا وہ لوگ جو آپ کے ہمراہ کشتی میں تھے ان سے نسل نہ چلی صرف آپ ہی کی نسل باقی رہی اسی وجہ سے آپ کو آدم ثانی بھی کہتے ہیں ۔

ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہیں ابراہیم دراصل اَبٌ رَّحِیۡم کا مجموعہ ہے جس کے معنی ہیں مہربان باپ شفقت و مہربانی دونوں باپ بیٹا میں صفت مشترک تھی ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ابو الانبیاء ہیں ماسوا حضرت صالح، ہود اور لوط علیہ السلام کے جبکہ حضرت آدم حضرت شیث، حضرت ادریس اور حضرت نوح علیہم السلام آپ کے اجداد میں سے ہیں ۔ لوط، صالح اور ہود علیہ السلام اولاد نوح علیہ السلام سے ہیں اور لوط علیہ السلام آپ کے بھتیجے تھے جبکہ باقی تمام انبیاء آپ کی اولاد سے ہیں ۔

صفا۔ مروہ آپ کی یادگاریں ہیں۔ آپ کے دم سے مکہ آباد ہوا۔ اسمعیل علیہ السلام آپ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ اِسْمَعْ یا اِیْل ہر دعا میں عرض کرتے تھے اس لیے آپ کا نام اسمعیل رکھا گیا۔ اسحٰق علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کے نبیوں کے جدِّ امجد ہیں۔ یعقوب علیہ السلام کے والد ماجد ہیں۔ یعقوب کے معنی ہیں عقب میں آنے والا۔ یعنی پچھلا بیٹا۔ اسباط جمع سبط کی ہے سبط کے معنی ہیں اولاد۔ قرآنی اصطلاح میں یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کو اسباط کہا جاتا ہے۔

صاحب روح المعانی والاسباط کی تعریف میں فرماتے ہیں وھم اولاد یعقوب علیہ السلام فی المشہور۔ اس سے مراد یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہے۔

دوسرا قول یہ ہے ان الاسباط فی ولد اسحٰق کالقبائل فی اولاد اسمٰعیل۔ اسباط سے مراد اولاد اسحٰق میں ہے مثل قبائل اسمعیل ہیں۔

آگے فرماتے ہیں ولم یصح ان الاسباط الذین ھم اخوۃ یوسف کانوا انبیاء بل الذی ھم عندی والف فیہ الجلال السیوطی رسالتہ خلافہ۔ اور یہ بات صحیح نہیں کہ اسباط یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں اور یہ سب نبی تھے بلکہ میرے نزدیک صحیح اس کے خلاف ہے اور جلال الدین سیوطی نے اس کے خلاف ایک رسالہ بھی تصنیف کیا ہے۔

وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ وَھٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ۔ الاسباط میں سے ان انبیاء کا نام خصوصی طور پر لیا گیا اس لیے کہ صاحب فضیلت تھے۔

وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔

زبور اس کتاب کا نام ہے جو حضرت داؤد پر بذریعہ وحی نازل ہوئی۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ عطف علی اوحینا داخل فی حکمہ لان ایتاء الزبور من باب الایحاء وکما اٰتینا داؤد زبورا فایثارہ علی اوحینا الی داؤد لتحقق المماثلۃ فی امر خاص وھو ایتاء الکتاب بعد تحققھا فی مطلق الایحاء۔ داؤد علیہ السلام کے زبور کا عطف بھی اوحینا پر ہی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ زبور بھی بذریعہ وحی نازل ہوئی۔ اور وکان انزالہ علیہ علیہ السلام منجما زبور کا نزول بھی نجما نجما ہی ہوا۔ وکان فیہ کما قال القرطبی مائتہ وخمسون سورۃ لیس فیھا حکم من الاحکام وانما ھی حِکَمٌ ومواعظ والتحمید والتمجید والثناء علی اللہ تعالی شانہ۔ زبور میں ایک سو پچاس سورتیں تھیں۔ مگر اس میں کوئی حکم نہ تھا اس میں صرف حِکَم ومواعظ اور تحمید وتمجید اور ثنا الٰہی تھی (روح المعانی)

علامہ بغوی نے لکھا ہے کہ زبور اللہ کی حمد و ثنا اور مجد کا بیان تھا حضرت داؤد شہر سے باہر جنگل میں جا کر کھڑے ہو کر زبور کی تلاوت فرماتے آپ کے پیچھے علماء بنی اسرائیل صف بستہ کھڑے ہوتے ان کے پیچھے جنات کھڑے ہوتے۔ جنگل کے چوپائے بھی صف بنا کر کھڑے ہوتے پرندے اپنے بازو پھیلا کر سروں پر منڈلاتے (خازن۔ روح البیان)

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ۔ اور ہم نے کچھ پیغمبر بھیجے جن کا ذکر ہم نے تم سے کر دیا جیسے آدم۔ شیث۔ ادریس۔ زکریا۔ یحییٰ۔ ذوالکفل وغیرہ۔

وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ۔ اور کچھ پیغمبر اور بھی بھیجے جن کا ذکر ہم نے تم سے نہیں کیا۔

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام صرف اس قدر ہی نہیں جن کا ذکر کیا گیا ان کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں سے بعض کا ذکر کر دیا بعض کا ذکر نہ کیا بعض پر کتاب بعض پر صحیفے نازل ہوئے اور بعض پر نہ کتاب نازل ہوئی نہ صحیفے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بارگاہ رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ سب سے پہلے کون نبی تھا فرمایا حضرت آدم جن سے کلام کیا گیا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کل تعداد انبیاء کی کس قدر ہے؟ فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار جن میں سے تین سو پندرہ رسول ہوئے رواہ احمد و ابن ابی حاتم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے نے آٹھ ہزار انبیاء مبعوث فرمائے ان میں چار ہزار بنی اسرائیل میں سے چار ہزار باقی سے تمام انبیاء پر ایمان لانا اجمالاً لازم ہے۔

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۔ اور اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔

اللہ کا کلام کرنا وحی کا انتہائی درجہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں یہ فضیلت کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی گئی۔ مگر رحمت مجسم سید عالم جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بے مثل فضیلت عطا کی گئی۔ فکان قاب قوسین کا مقام کسی دوسرے نبی کو عطا نہ ہوا سوائے حبیب کبریا صلے اللہ علیہ وسلم کے۔

اس پر صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) گویا کہ فرمایا گیا ہم نے وحی کی تمہاری طرف جیسے وحی کی فلاں فلاں کی طرف اور عطا کیا ہم نے مثل اس کے کہ عطا فرمایا فلاں کو اور بھیجا ہم نے تمہیں مثل بھیجنے ان رسولوں کے جن پر ذکر فرمایا وغیرہ

اور اس میں کوئی تفاوت نہیں تمہارے اور ان کے مابین حقیقت وحی میں اور رسول ہونے میں تو ان کا قول کو کیا ہو گیا ہے جو آپ سے سوال کرتے ہیں اس چیز کا جو کسی نبی کو نہیں دی گئی اور معنی قصہ کرنے اللہ تعالے کے یہ ہیں کہ حکایۃً ان کی خبریں اور ان کی شانوں کی تعریف اور ان کے احکام کی تفصیل اس سورت سے پہلے یا اس دن سے قبل۔

ایک قول یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر مکہ معظمہ میں بیان کر دیا گیا تھا سورہ انعام وغیرہ میں۔

اور بعض کا قول ہے جن کا ذکر قرآن کریم میں نہیں فرمایا وہ بذریعہ وحی بیان کر دیا اور بعد میں قرآن کریم میں بیان ہوا ورسلاً لم نقصصہم علیک کے یہی معنی ہیں کہ بہت سے رسولوں کا قصہ تم پر اس سے قبل نہیں کیا اور یہ منافی آیت نہیں جو حدیث میں وارد ہوا کہ رسول تین سو تیرہ اور انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔

اور کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی چودہ لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ اس لیے کہ نفی بیان قصہ اس سے قبل کے جو ہے وہ مستلزم نہیں قصہ کی مطلقاً اس لیے کہ نفی خاص نفی عام کو مستلزم نہیں ہوتی۔ اور لم جب مضارع پر داخل ہو تو وہ معنی استقبالیہ کو ماضی کے معنی میں بدل دیتا ہے۔ اور واو عطف کے بعد کلم اللہ موسیٰ جو فرمایا وہ رفعت جلالت و اظہار منصب موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے۔

پھر کلام موسیٰ اور کلام مصطفے کی کیفیت کا فرق لکھتے ہیں

(ترجمہ) اس حال کی تفصیل پہلے آچکی ہے کہ سماع موسیٰ علیہ السلام کلام الٰہی کے لیے کیسا تھا اور یہ تکلم ہمارے نبی جناب مصطفی علیہ التحیہ والثناء کو لیل اسریٰ میں رفعت مرتبت اور تقرب خاص سے حاصل ہوا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کسی نبی کا کوئی معجزہ ایسا نہیں جو ہمارے حضور کو اس کا مثل بلکہ اس سے زیادہ شرف و منزلت کے ساتھ نہ حاصل ہو بلکہ دنیا کا کوئی ذرہ دنیا پر ایسا نہیں چمکا مگر وہ صدقہ تھا شمس ذات صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلی کا۔ علامہ امام بوصیری نے خوب فرمایا۔

وکل من اتی الرسل الکرام بہا فانما اتصلت من نورہ بہم

ہر معجزہ جو رسل کرام کو ملا اور وہ لائے وہ سب نور مصطفی علیہ التحیہ والثناء کے نور سے ہی مستنیر ہے۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ۝ رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے ہیں تاکہ اللہ کے حضور لوگوں کے لیے کوئی عذر نہ رہ جائے

اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

یعنی قیامت کے دن لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اے ہمارے رب تو نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم اس کے کہنے پر چلتے۔

مفہوم آیت واضح ہے صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) رسولوں کا شریعت لانا اس لیے ضرور تھا تاکہ جو ایمان لائے اطاعت و فرمانبرداری کرے اسے جنت کی بشارت دیں اور انہیں ڈر سنائیں جو کفر کریں نافرمان بنیں جہنم اور عذاب کا تاکہ کوئی عذر باقی نہ رہے اور یوں کہنے کی جرأت نہ ہو کہ ہماری طرف تو نے رسول کیوں نہ بھیجا کہ وہ ہم پر شریعت ظاہر فرما دیتا اور جو ہم نہ جانتے تھے وہ سکھا دیتا تیرے احکام سے کیونکہ ہم میں نقص قوی بشری ہے جو ادراک مصالح دنیا اور آخرت سے قاصر رکھتا ہے۔

اور اللہ تعالے غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالے بعثت رسل سے قبل خلق پر عذاب نہیں فرماتا چنانچہ دوسری جگہ فرمایا وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔

علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ثبوت اس آیت کا ہے کہ اللہ تعالے پیغمبروں کو بھیجے بغیر کسی کو عذاب نہیں دیگا اور نبی کے احکام پر عذاب اللہ کی طرف سے اسی وقت ہوگا جب لوگ اس سے سرکشی کریں گے۔

دوسرے یہ بھی روشن ہو گیا کہ معرفت الٰہی اور بیان شرع زبان انبیاء ہی سے حاصل ہوتی ہے محض عقل کی روشنی اس منزل تک پہنچانے سے عاجز ہے جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے وہ کہتے ہیں ان العقل کاف وان ارسال الرسل انما ھو للتنبیہ احناف کا مذہب یہ ہے۔ فالایۃ ظاھرۃ فی انہ لابد من الشرع وارسال الرسل وان العقل لایغنی عن ذلک لازمی ہے شرع اسلام میں ارسال رسل اس لیے ہے کہ عقل محض اس سے مستغنی نہیں کر سکتی۔

چنانچہ یہی ارشاد ہوا کہ ہم نے رسل کرام کی بعثت اس لیے فرمائی کہ بعد میں کوئی کافر لولا ارسلت الینا رسولا کہہ کر عذر پیش نہ کر سکے (روح المعانی)

"لٰکِنِ اللّٰہُ یَشْہَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَیْکَ اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَشْہَدُوْنَ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَہُمْ وَلَا لِیَہْدِیَہُمْ طَرِیْقًا ۝ اِلَّا طَرِیْقَ

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

لیکن اللہ گواہ ہے (اے محبوب) اس کا جو اس نے تمہاری طرف اتارا وہ اتارا ہے اپنے علم سے اور اللہ گواہی کو کافی ہے۔ وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بے شک وہ دور کی گمراہی میں ہیں۔ بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا اور ظلم میں بڑھے ہرگز نہیں اللہ کہ انہیں بخشے نہ انہیں کوئی راہ دکھائے مگر راہ جہنم کی ہمیشہ رہیں گے اس میں دوامی اور اللہ پر یہ آسان ہے۔

شان نزول:۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہود کی ایک جماعت حضور کی خدمت میں آئی تو حضور نے فرمایا۔ انی واللہ اعلم انکم تعلمون انی رسول اللہ فقالوا مانعلم فنزلت میں خدا کی قسم جانتا ہوں کہ تم مجھے اللہ کا رسول جانتے ہو تو کہنے لگے ہم نہیں جانتے تو آیہ کریمہ میں استدراکاً فرمایا لکن اللہ یشہد (روح المعانی)

یعنی اللہ تو اس کتاب کے ذریعہ سے جو آپ پر نازل ہوئی آپ کی نبوت کی شہادت دے رہا ہے یعنی قرآن جو اپنی عبارت اور معانی کے لحاظ سے مکمل معجزہ ہے جو آپ کی نبوت ثابت کر رہا ہے۔ ایک تاویل یوں فرمائی۔ لکن اللہ یشہد وھو استدراک عن مفہوم ماقبلہ کانہم لما سالوا صلی اللہ علیہ وسلم انزال کتاب من السماء وتعنتوا ورد علیہم بقولہ انا اوحینا الیک الخ قیل انہم لایشہد ون مفہوم ماقبل سے استدراک کرتے ہوئے لکن اللہ یشہد فرمایا۔ گویا انہوں نے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کتاب کے آسمان سے نازل ہونے پر تو انہوں نے انا اوحینا الیک کا رد کیا۔ گویا انہوں نے کہا ہم گواہی اس کے منزل من اللہ ہونے کی نہیں دیتے تو اللہ تعالے نے فرمایا لکن اللہ یشہد یہ گواہی دیں یا نہ دیں لیکن اللہ گواہ ہے اور ملائکہ گواہ ہیں اس پر جو تجھ پر اے محبوب اتارا۔ انزلہ بعلمہ۔ وہ اتارا ہے اپنے علم سے اس میں چار وجہیں بیان کی گئیں۔

الاول ان یکون المعنی انزلہ بعلمہ الخاص بہ الذی لا یعلمہ غیرہ سبحانہ وھو تالیفہ علی نظم واسلوب یعجز عنہ کل بلیغ وصاحب بیان واختارہ جماعۃ من المفسرین۔

پہلی توجیہ یہ ہے کہ انزلہ بعلمہ کے معنی یہ ہوں کہ قرآن کریم اس علم خاص سے اتارا جسے سوا واجب تعالے شانہ کے کوئی نہ جانتا تھا اور وہ ایسی تالیف عبارت ونظم بلاغت اور اسلوب بیان ہے جس کے مقابلہ سے ہر بلیغ اور ماہر بیان عاجز ہو جاتے اس توجیہ کو مفسرین کی ایک جماعت نے لیا۔

دوسری وجہ یہ ہے۔ ان یکون المعنی انزلہ وھو عالم بانک اھل لانزالہ الیک لتقیم فیہ بالحق وتدعو الناس الیہ واختارہ الطبرسی اس کے معنی یہ ہوں انزلہ نازل کیا اسے اور وہ عالم ہے کہ آپ کی ذات مبارک اس کے نازل کرتے ہیں اہل ہے تاکہ آپ قائم فرمائیں اس سے حق اور لوگوں کو اس کی طرف بلائیں اسے طبرسی نے اختیار کیا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ اس نزول کی برکت سے سمجھے جائیں بندوں کے مصالح جو ان کے لیے ضروری ہیں۔

چوتھی توجیہ یہ ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ جس نے نازل فرمایا وہ اس کا عالم ہے اس کا رقیب اور محافظ ہے شیاطین سے جو بذریعہ صدر اخبار سماویہ حاصل کرتے تھے تو ملائکہ کی محافظت سے انہیں روک دیا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے سورہ جن پ۲۹ فمن یستمع الان یجد لہ شہابا رصدا تو جو کوئی اب سنے وہ اپنے لیے شہاب آتشی پائے۔ اللہ گواہی میں کافی ہے (روح المعانی)

ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ قد ضلوا ضلالا بعیدا وہ جنہوں نے کفر کیا اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت ونعت چھپا کر لوگوں کے دلوں میں شبہ ڈال کر اللہ کی راہ سے روکا ان الذین کفروا وظلموا۔ بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا اور نبوت کا انکار کر کے ظلم کیا لوگوں کو بھلائی کے راستے سے روکا۔

لم یکن اللہ لیغفر لہم ولا لیہدیہم طریقا الا طریق جہنم اللہ نہ تو ان کی مغفرت کریگا اور نہ سوائے جہنم کے ان کو کوئی رستہ دکھائے گا۔

اس لیے کہ ان میں استعداد ہدایت نہیں۔ نیکی اور اعمال صالحہ پر قائم رہنے کی قابلیت بھی نہیں جو طریقہ اہل جنت ہے۔ خلدین فیہا ہمیشہ وہ جہنم میں رہیں گے اس کے ساتھ ابدا اور بڑھا دیا گیا تاکہ تابدالکفار فی جہنم کا عقیدہ متحقق ہو جائے اس لیے کہ خلدین فیہا میں مکث طویل یعنی ایک مدت تک جہنم میں رہنا ہی نکلتا تھا۔ چنانچہ ابدًا یہ فرماتے ہیں نصب علی الظرفیۃ دافع احتمال ان یراد بالخلود المکث الطویل اس میں یہ احتمال رفع کیا گیا کہ خلدین فیہا کا مقتضی مکث طویل تھا تو ابدًا نے اس احتمال کا رفع کر دیا وکان ذلک علی اللہ یسیرا۔ یعنی ای انتفاء غفرانہ وھدایتہ سبحانہ ایاہم وطرحہم فی النار الی الابد ہمیشہ ہمیش کو جہنم میں رہیں گے یسیرا۔ سہلا لاصارف عنہ کوئی اس سے اس ارادہ کو پھیر نہیں سکتا۔ آگے ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا

فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔ اے لوگو بیشک آئے تمہارے پاس رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تو ایمان لاؤ لینے بھلے کے لیے اور اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اَلنَّاس میں صرف زمانہ مخصوص کے انسانوں سے خطاب نہیں بلکہ قیامت تک کے انسانوں سے مخاطبہ ہے۔ یہ ندا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت عامہ کی دلیل ہے اگرچہ حضور علیہ السلام تمام مخلوق جن وانس فرشتوں اور تمام کائنات کے لیے نبی ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اس لیے خاص طور پر ہر زمانہ کے انسانوں کو خطاب کیا۔

اقوال حسنات:۔ اس آیت کریمہ میں رسول سے مراد ذات اقدس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور قدا تاکید کا وجوب رسالت کے لیے بالحق سے مراد متلبسا به وهی بالقران وبدین الاسلام وبشهادة التوحید یعنی متلبس بالحق اور قرآن کریم کی وضاحت اور دین اسلام کی اہمیت اور شہادت توحید یہ سب امور حضور کے بغیر نہیں ہو سکتے اس لیے کہ وہ تمہارے پاس خدا کے پاس سے تشریف لائے ہیں تو فامنوا ای بالرسل صلی اللہ علیہ وسلم و بما جاء به من الحق ایمان لاؤ اس رسول پر اور جو کچھ وہ لائے حق کے ساتھ تو خیرا لکم بھلا ہے تمہارے لیے ان پر مطلق ایمان لانا وان تکفروا فان للہ ما فی السموات والارض۔ وان تکفروا فهو سبحانه قادر علی تعذ یبکم بکفرکم تو اللہ تعالے قادر ہے عذاب دینے پر بوجہ کفران کے کے اس لیے کہ جل شانہ مافی السموا والارض او فهو غنی عنکم لا یتضرر بکفرکم کما لا ینتفع بایمانکم اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے یا یہ مطلب ہے کہ وہ غنی ہے اسے تمہارے کفر سے کوئی نقصان نہیں ہے جیسے تمہارے ایمان لانے سے انہیں کوئی نفع نہیں ہے وکان اللہ علیما حکیما علیما باحوال کل۔ اور وہ تمہارے سب احوال جانتا ہے حکیما فی جمیع افعاله وتدابیراته ویدخل فی ذالک تعذ یب من کفر۔ جانتا ہے سب احوال حکمت والا ہے تمام افعال میں اور تدبیر امور میں اور اس میں عذاب بھی کافروں کو حکمت میں داخل ہے (روح المعانی)

يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۔ اے کتابیو اپنے دین میں غلو زیادتی نہ کرو اور نہ کہو اللہ پر مگر سچ مسیح عیسیٰ ابن مریم

اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس سے روح تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو تین باز رہو بھلا ہے تمہارے لیے جز ایں نیست کہ اللہ ایک ہے پاکی ہے اسے اس سے کہ اس سے کوئی بچہ ہو۔ اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور کافی ہے اللہ کارساز۔

غلو کے معنی ہیں حد سے بڑھ جانا حکم دیا گیا ہے کہ حد سے تجاوز نہ کرو۔ یہود و نصاریٰ کو خطاب ہے یہ دونوں حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کی تنقیص کرتے تھے۔ آپ کی رسالت کی تکذیب کرتے تھے۔ اس طرح حد صداقت سے ہٹ گئے۔

شان نزول: علامہ بغوی نے لکھا کہ یہ آیت صرف نصاریٰ کے متعلق ہے۔ نصاریٰ کے چار فرقے تھے۔ یعقوبیہ۔ ملکانیہ۔ نسطوریہ۔ مرقوسیہ۔

یعقوبیہ اور ملکانیہ کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ خدا تھے۔

مرقوسیہ کے عقیدہ میں عیسیٰ تینوں میں کا تیسرا تھا۔

یہ تعلیم ان کو ایک یہودی نے دی تھی جس کا نام بولس تھا۔

وَكَلِمَتُهٗ۔ اور اللہ کا کلمہ تھا یعنی اللہ کے کلمہ کن کا نتیجہ تھا اللہ نے فرمایا ہو جا۔ جس پر وہ بغیر باپ بلا نطفہ کے محض امر الٰہی سے مخلوق ہوئے۔

اور اس کلمہ کی توجیہات میں بھی اختلاف تھا۔ بعض تین اقنوم مانتے تھے اور کہتے تھے باپ۔ بیٹا روح القدس۔ باپ سے ذات الٰہی بیٹے سے عیسیٰ۔ روح القدس سے ان میں حلول کرنے والی حیات مراد لیتے تھے۔ تو ان کے عقیدہ فاسدہ کاسدہ میں تین الٰہ تھے۔ اور اس تین کو ایک کا درجہ دیتے بعض گویا توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے چکر میں جکڑے ہوئے تھے۔

بعض کہتے تھے کہ عیسیٰ ناسوتیت اور الوہیت کے جامع ہیں۔ ماں کی طرف سے ان میں ناسوتیت آئی اور باپ کی طرف سے الوہیت۔ تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا

یہ فرقہ بندی نصاریٰ میں ایک پولوس نامی یہودی نے پیدا کی اور اس کے بہکانے سے بہ گمراہ ہو کر اس کی تعلیم میں بہکے۔ اس آیت کریمہ میں منجانب اللہ انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں افراط و تفریط اور غلو سے باز رہیں۔ خدا یا خدا کا بیٹا بھی نہ کہیں اور تثلیث فی التوحید سے بھی باز رہیں۔ ان تمام عقاید میں عیسیٰ علیہ السلام کی بھی نقص شان ہے اور ذات واجب تعالے شانہ کی بھی اہانت ہے۔

اس مبحث کو علامہ آلوسی بغدادی صاحب روح البیان نے اپنی تفسیر میں تحت آیہ کریمہ منقولۃ تقریباً بارہ تیرہ صفحات میں واضح فرمایا ہے جس کا ملخص ہم نے یہاں پیش کیا ہے اور آگے ارشاد ہے وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللهِ اِلَّا الْحَقَّ۔ اللہ پر افتراء نہ باندھو جو کچھ سچ کہو اللہ کا شریک اور بیٹا بنا کر حلول و اتحاد کے عیب لگا کر اپنا ایمان غارت نہ کرو۔ مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول ہیں

اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ۔ اللہ نے اپنا کلمہ مریم تک پہنچایا۔

وَرُوْحٌ مِّنْهُ۔ اس روح کا صدور اللہ کی طرف سے تھا اس لیے آلہ نہیں ہو گیا۔ اس فقرہ میں اللہ نے روح کی نسبت اپنی طرف کی ہے اور روح کا صدور اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ مِنْہُ میں مِن ابتدائیہ ہے تبعیضیہ نہیں ہے۔

اس فقرہ میں اللہ نے روح کی نسبت اپنی ذات کی طرف صرف عیسیٰ علیہ السلام کے شرف کو ظاہر کرنے کے لیے کی ہے ورنہ حقیقت میں تمام ارواح کی تخلیق اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

روح منہ سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح تھے یا روح کے جز تھے بلکہ وہ ایک مخلوق تھے جس کو اللہ نے ہی پیدا کیا۔

بعض مفسرین نے روح سے وہ پھونک مراد لی ہے جو جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم کے گریبان میں پھونکی تھی اور بحکم خدا اس پھونک سے حضرت مریم حاملہ ہو گئی تھیں پھونکنے کو روح کہتے ہیں۔ یا قوال حسنات

اور انہیں جو کلمہ کہا وہ لفظ کن تھا جس پر وہ بغیر باپ اور بلا نطفہ کے محض امر الٰہی سے مخلوق ہوئے اور اس امر کی تصدیق کرو کہ اللہ ایک ہے واحد ہے

بیٹے اور رشتے سے پاک ہے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول مانو اور عقیدہ نصرانیت جو خالص کفر ہے اس سے اجتناب کرو اور یقین کرو کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

البتہ اس کی ملکیت کائنات کا ذرہ ذرہ ہے اور وہی کارساز مطلق اور تمام کے لیے کافی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کی تجزی ماننا محض باطل ہے اس پر علامہ صاحب روح المعانی نے ایک حکایت نقل فرمائی ہے۔

(ترجمہ) ایک طبیب نصرانی جو کہ ہارون الرشید کا معالج تھا اس نے ایک دن مناظرہ کرتے ہوئے علی بن حسین سے کہا آپ کے قرآن سے عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ کا جز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس پر اس

طبیب نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔ تو علامہ واقدی نے اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ پڑھی و سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ اور کہا اس سے لازم آتا ہے کہ تمام اشیاء جزو الٰہی ہوں معاذ اللہ تو وہ نصرانی لاجواب ہوا اور مسلمان ہو گیا اور ہارون رشید واقدی سے بہت خوش ہوا اور واقدی کو انعام فاخرہ سے نوازا۔

باقوال حسنات :۔ اس کے بعد صاحب روح المعانی نے روح کے معنی کی تصریح و تشریح کی ہے وہو ہذا۔ لاصحاب النظر والہدی۔

(ترجمہ) روح کے معنی میں چند قول منقول ہیں۔

(۱) روح کا نام روح اس لیے ہوا کہ لوگ اس سے زندہ ہوتے ہیں جیسے ارواح کے ساتھ زندگی ہے جبائی کا یہی مذہب ہے۔

(۲) روح اس جگہ بمعنی رحمت ہے جیسے قرآن کریم میں فرمایا وایدہم بروح منہ۔ مدد کی ان کی روح سے۔

(۳) روح سے مراد وہ وحی ہے جو بطریق الہام القا ہوتی ہے جیسے حضرت مریم علیہ السلام کو بشارت ہوئی ان اللہ یبشرک بکلمۃ

(۴) عام طریقہ ہے کہ جب کسی شے کی تعریف غایت طہارت و نظافت سے کرنا مقصود ہو تو کہتے ہیں وہ روح ہے۔ تو جب عیسٰی علیہ السلام کی تکوین نفخ ربانی سے ہوئی نہ کہ نطفہ سے تو ان کی صفت روح سے کی گئی۔

(۵) ایک قول یہ ہے کہ روح سے سر الٰہی مراد ہے جیسے کہا کرتے ہیں اس مسئلہ کی روح یہ ہے ایسے ہی بتایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ایک سر ہیں اسرار اللہ تعالےٰ سے اور ایک نشانی ہیں ربانی نشانیوں سے۔

(۶) ایک قول یہ ہے کہ یہاں مراد روح سے ذو روح ہے حذف مضاف کر کے اور اضافت اللہ تعالےٰ کی طرف بغرض تشریف و تعظیم عیسٰی علیہ السلام ہے۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالےٰ کے بندہ لاشریک ہونے کی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت و عبدیت کی شہادت دی اور یہ بھی اعتراف کیا کہ حضرت عیسٰی اللہ کا بندہ اور اس کا رسول اور اس کا کلمہ تھا جو اللہ نے مریم کو پہنچایا تھا اور اللہ کی طرف سے صادر شدہ روح بھی تھا اور یہ یقین رکھا کہ جنت حق ہے دوزخ حق ہے

تو اس کو اللہ جنت میں پہنچائے گا۔ عمل خواہ کچھ بھی ہوں۔ (بخاری مسلم)

مزید توضیحات کے لیے روح المعانی کا ملاحظہ ضروری ہے جلد رابع تحت آیت کریمہ انتھوا خیرا لکم انما اللہ الٰہ واحد سبحانہ ان یکون لہ ولد لہ ما فی السموات الخ

تثلیث سے باز رہو تمہارے لیے بہتر ہوگا

بس اللہ ہی معبود ہے وہ اس امر سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ اولاد ہونے کا تصور تو وہاں ہو سکتا ہے جہاں اصل کی مثل ہو سکتی ہو اور فنا کا تصور کیا جا سکتا ہو۔ اللہ کا نہ تو مثل ہے نہ وہ فانی ہے اس لیے اللہ نے اپنے لیے اولاد کی نسبت کو گالی قرار دیا۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے ارشاد فرمایا ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اس کے لیے یہ جائز نہ تھا۔ اس نے مجھ کو گالی دی اور اس کو یہ بھی درست نہ تھا کہ میری تکذیب تو اس قول سے کی کہ اول تخلیق کی طرح دوبارہ اللہ تخلیق نہ کرے گا حالانکہ اول تخلیق سے دوبارہ تخلیق میرے لیے دشوار نہیں اور گالی اس قول سے دی کہ اللہ نے اپنا بیٹا بنا لیا حالانکہ میں اکیلا ہوں بے احتیاج ہوں نہ کوئی میری اولاد نہ میں کسی کی اولاد نہ میرا کوئی مثیل۔

حضرت ابن عباس کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں ہوں اور اولاد سے پاک ہوں۔ رواہ البخاری۔

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ اسی کی مخلوق اور ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع بست و دوم پ ۶ سورہ نساء

لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیَسْتَکْبِرْ فَسَیَحْشُرُھُمْ اِلَیْہِ جَمِیْعًا۝

ہرگز نفرت نہیں کرتا مسیح اس سے کہ ہو اللہ کا بندہ اور نہ مقرب فرشتے اور جو نفرت کرے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے تو عنقریب محشور ہوں گے اس کی طرف سب۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ وَیَزِیْدُھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ۝

تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے تو پوری دیگا انہیں ان کی مزدوری اور زیادہ دیگا انہیں اپنے

وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْکَفُوْا وَاسْتَکْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ۝

فضل سے اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تو انہیں عذاب ہوگا عذاب دردناک۔ اور نہ پائیں گے سوا اللہ کے کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۝

اے لوگو بے شک آئی تم میں دلیل واضح تمہارے رب کی طرف سے اور ہم نے اتارا تمہاری طرف نور روشن

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّیَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۝

تو جو ایمان لایا اللہ پر اور مضبوط تھامی رسی اس کی تو عنقریب وہ داخل کرے گا رحمت میں اپنی طرف سے اور اپنے فضل سے اپنی طرف دکھائے گا سیدھی راہ

یَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ

اے محبوب) آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں فرما دیجئے اللہ فتویٰ دیتا ہے تمہیں کلالہ میں اگر کسی ایسے مرد کا انتقال ہو کہ نہ ہو اس کے اولاد اور اس کی ایک بہن ہو تو اسے آدھا ملے گا ترکہ سے۔

وَهُوَ یَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ کَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر نہ ہو اس کے اولاد تو اگر دو بہن ہوں تو دونوں میں دو تہائی ترکہ سے اور اگر ہوں بھائی بہن مرد بھی عورتیں بھی تو مرد کا حصہ مثل حصہ دو عورتوں کے ہے۔ اللہ تمہارے لیے صاف بیان فرماتا ہے کہ تم نہ بھٹکو اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

حل لغات رکوع بست و دوم سورہ نساء پ ۶

لن۔ ہرگز نہ | یستنکف۔ نفرت کریگا | المسیح۔ مسیح | ان۔ یہ کہ

یکون ۔ ہو	عبدا ۔ بندہ	للہ ۔ اللہ کا	و ۔ اور
لا ۔ نہ	الملئکۃ ۔ فرشتے	المقربون ۔ مقرب	و ۔ اور
من ۔ جو	یستنکف ۔ نفرت کرے	عن عبادتہ ۔ اسکی بندگی سے	
و ۔ اور	یستکبر ۔ تکبر کرے	فسیحشر ۔ تو جلدی اکٹھا کریگا	ھم ۔ ان کو
الیہ ۔ اپنے طرف	جمیعا ۔ سب کو	فاما ۔ پھر وہ	الذین ۔ جو
امنوا ۔ ایمان لائے	و ۔ اور	عملوا ۔ عمل کیے	الصلحت ۔ نیک
فیوفیہم ۔ تو پورے دیگا انکو	اجور ۔ اجر	ھم ۔ ان کے	و ۔ اور
یزید ۔ زیادہ دیگا	ھم ۔ ان کو	من فضلہ ۔ اپنے فضل سے	و ۔ اور
اما ۔ وہ	الذین ۔ جنہوں نے	استنکفوا ۔ نفرت کی	و ۔ اور
استکبروا ۔ تکبر کیا	فیعذبہم ۔ تو عذاب کریگا انکو	عذابا ۔ عذاب	الیما ۔ دردناک
و ۔ اور	لا ۔ نہ	یجدون ۔ پائیں گے	لہم ۔ اپنے لیے
من دون اللہ ۔ اللہ کے سوا		ولیا ۔ کوئی دوست	و ۔ اور
لا ۔ نہ	نصیرا ۔ مددگار	یا ایہا ۔ اے	الناس ۔ لوگو
قد ۔ بیشک	جاء ۔ آئی	کم ۔ تمہارے پاس	برھان ۔ دلیل
من ربکم ۔ تمہارے رب سے	و ۔ اور	انزلنا ۔ اتارا ہم نے	الیکم ۔ تمہاری طرف
نورا ۔ نور	مبینا ۔ روشن	فاما ۔ پھر وہ	الذین ۔ جو
امنوا ۔ ایمان لائے	باللہ ۔ اللہ پر	و ۔ اور	اعتصموا ۔ تھام لیا
بہ ۔ اسکو	فسیدخلہم ۔ جلدی داخل کریگا انکو		فی ۔ بیچ
رحمۃ ۔ رحمت	منہ ۔ اپنی کے	و ۔ اور	فضل ۔ فضل کے
و ۔ اور	یہدیہم ۔ دکھائیگا انکو	الیہ ۔ اپنی طرف	صراطا ۔ رستہ
مستقیما ۔ سیدھا	یستفتونک ۔ آپ سے سوال کرتے ہیں		قل ۔ کہہ
اللہ ۔ اللہ	یفتیکم ۔ فتوی دیتا ہے تم کو	فی ۔ بیچ	الکللۃ ۔ کلالہ کے
ان ۔ اگر	امرؤ ۔ کوئی آدمی	ھلک ۔ مرجائے	لیس ۔ نہ
لہ ۔ ہو اسکی	ولد ۔ اولاد	و ۔ اور	لہ ۔ اس کی
اخت ۔ بہن ہو	فلہا ۔ تو اسکے لیے	نصف ۔ آدھا ہے	ما ۔ اس کا جو

ترک - چھوڑ جائے	و - اور	ھو - وہ	یرثہا - اسکا وارث ہوگا
ان - اگر	لم - نہ	یکن - ہو	لہا - اس کی
ولد - اولاد	فان - پھر اگر	کانتا - ہوں	اثنتین - دو بہنیں
فلہما - تو ان کے لیے	الثلثن - دو تہائی ہے	مما - اس سے جو	ترک - چھوڑ جائے
و - اور	ان - اگر	کانوا - ہوں	اخوۃ - بہن بھائی
رجالا - مرد	و - اور	نساء - عورتیں	فللذکر - تو مرد کے لیے
مثل - مثل	حظ - حصے	الانثیین - دو عورتوں کے ہے	یبین - بیان کرتا ہے
اللہ - اللہ	لکم - تمہارے لیے	ان - یہ کہ تم	تضلوا - گمراہ نہ ہو
و - اور	اللہ - اللہ	بکل - ہر	شیء - چیز کو
علیم - جاننے والا ہے۔			

مختصر تفسیر رکوع بست و چہارم سورہ نساء

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝

مسیح علیہ السلام تو اللہ کا بندہ ہونے سے ہرگز عار نہ کریں گے اور نہ مقرب فرشتے اللہ کی بندگی سے عار کرتے ہیں اور جو شخص اللہ کی بندگی سے عار و تکبر کریگا تو اللہ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا اور سزا دیگا۔

استنکاف کے معنی ہیں کسی چیز کو حقیر سمجھ کر ناک چڑھانا۔ محاورہ ہے نَكَفْتُ الدمع میں نے ہاتھ سے آنسو پونچھ لیے تھے تاکہ آنسو باقی نہ رہیں۔

شان نزول :- وفد نجران نے حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمارے صاحب کو کیوں عیب لگاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا وہ صاحب تمہارے کون ہیں نجرانی بولے عیسٰی علیہ السلام۔ حضور نے فرمایا وہ کون سی چیز ہے جو میں نے ان کی شان میں فرمائی۔ بولے آپ کہتے ہیں وہ اللہ کا بندہ اور رسول ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے لیے اللہ کی بندگی باعث شرف و کمال ہے جس پر خود ان کو فخر ہے کیونکہ ممکنات میں کمال وصفی اس وقت تک نہیں ہو سکتا جبتک ان کا انتساب اللہ کی طرف نہ ہو لہذا عبدیت

ہی ان کے لیے باعث کمال ہے۔

متذکرہ آیت سے ملائکہ کی فضیلت انسانوں پر لازم نہیں آتی۔ جزئی فضیلت ضرور ہے انسان جو اپنی شخصی اور نوعی بقا کے لیے کھانے پینے جماع کا محتاج ہے۔ اس کا زمانہ حدوث میں قریب ہے وہ اللہ کی عبدیت اور مخلوق ہونے سے کیسے انکار کر سکتا ہے۔ ملائکہ جو مادی کثافت سے پاک ہے ان کو کوئی حاجت نہیں۔ قوت بھی زائد ہے عمریں بھی زائد ہیں لیکن پھر بھی وہ عبدیت سے انکار نہیں کرتے۔

باقوال حسنات:۔ استنکاف باب استفعال سے ہے مبدأ اشتقاق نکف ہے علامہ راغب اصفہانی نے کہا من نکفت الشیٔ نحیتہ ودجلۃ نحینۃ الدامع عن الخد بالاصبع وقالوا بحر لاینکف ای لاینزح ومنہ قولہ

فباتوا ولولا ما تذکر منہم من الخلف لم ینکف لعینک مدمع

جو کسی چیز کو مٹائے اور اس کی اصل رخسارے سے انگلی کے ساتھ آنسو مٹانا اور شعر کے لیے اس کا استعمال ہوتا ہے جو اس کے اندر سے نہ نکالا جا سکے۔ نظیر میں شعر کے اندر محاورہ بنایا۔

وقیل النکف قول السوء نکف بری بات کا کہنا ہے ویقال ماعلیہ فی ھذا الامر نکف ولا وکف محاورہ ہے کہ اس امر میں اس پر کوئی عیب نہیں اور نہ الزام۔ پھر اسے باب استفعال میں لاکر اس سے سلب کے معنی لیے گئے۔

قال المبرد وفی الاساس استنکف ونکف امتنع وانقبض انفا وحمیۃ۔ مبرد نے کہا اور اساس میں ہے استنکف ونکف بمعنی امتنع اور انقبض کے آتا ہے۔ لغیر رد کتا اور کسی سے قبض کرنا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ مسیح ہرگز تکبر نہیں کرتے اس میں کہ ہوں بندے اللہ کے (روح المعانی) اور جو بھی تکبر کرے یا نفرت اللہ کا بندہ ہونے سے تو عنقریب وہ اسے محشور کرے گا اور سب کو آخر میں اس تکبر و نفرت کی سزا دے گا اور جو ایمان لائے اس کے لیے ارشاد ہے۔

فاما الذین آمنوا وعملوا الصلحت فیوفیہم اجورھم ویزیدھم من فضلہ۔ تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے انکو پورا پورا ان کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا اور زیادہ کیا جائے گا اللہ کے فضل سے۔ مقام قرب میں دیدار کے وہ معاملات جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی کان نے سنے نہ کسی دل میں ان کا تصور آیا جو کچھ چاہے گا عطا فرمائے گا۔

واما الذین استنکفوا واستکبروا فیعذبہم عذابا الیما۔ اور جن لوگوں نے اللہ کی بندگی سے عار کی اور بڑے بننے مغرور تکبر والے تو اللہ ان کو دکھ کا عذاب دے گا۔

ولا یجدون لہم من دون اللہ ولیا ولا نصیرا۔ اور وہ جو نفرت و تکبر کریں انہیں عذاب دیا جائے گا دردناک اور نہ پائیں گے وہ اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار۔

یا ایہا الناس قد جاءکم برہان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا۔ فاما الذین اٰمنوا باللہ واعتصموا بہ فسیدخلہم فی رحمۃ منہ وفضل ویہدیہم الیہ صراطا مستقیما۔

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے واضح دلیل آگئی اور ہم نے تمہارے پاس روشنی پیدا کرنے والا یعنی قرآن نازل کیا۔ جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں اور اس کے دین کو مضبوطی سے پکڑ لیں تو اللہ ان کو اپنی رحمت وفضل میں ضرور داخل کرے گا اور اپنے قرب کا سیدھا رستہ دکھائے گا۔

لغت میں برہان مضبوط کرنے والی چیز کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں قوی دلیل کو کہتے ہیں جس سے دعوی پختہ و مضبوط کیا جائے جسے مخالف توڑ نہ سکے۔ برہان میں تنوین عظمت کی ہے۔ من ابتدائیہ ہے من ربکم یا تو برہان کی صفت ہے یا جاءکی یعنی اے لوگو تم سب کے پاس ایک بہت مضبوط اور مدلل دلیل تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔

اقوال حسنات برہان سے مراد حجت قاطعہ ہے اور اس سے مراد معجزات سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور ابن عساکر سفیان ثوری سے راوی ہیں کہ ان المراد بالبرھان ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ برہان سے مراد ذات اقدس سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وعلیٰ ھٰذا علیہ الصلوٰۃ والسلام بذالک لما معہ من المعجزات التی تشہد بصدقہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ اس سے مراد لیتے ہیں ذات اقدس صلے اللہ علیہ وسلم معہ معجزات کے جو شہادت دیتے ہیں صداقت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر اور برہان پر تنوین تفخیم ہے۔

برہان حجت الٰہیہ سے مراد ذات مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

حضور علیہ السلام کی آنکھ شریف معجزہ ہے جو اندھیرے اجالے میں یکساں دیکھتی تھی اور جس نے نماز کسوف میں جنت کا مشاہدہ کیا۔

حضور علیہ السلام کی ناک معجزہ ہے جس نے مدینہ منورہ میں حضرت اویس قرنی کے ایمان محبت کی خوشبو یمن سے پالی (روح البیان)

حضور علیہ السلام کی زبان معجزہ ہے جس کی ہر بات وحی خدا ہے جو منہ سے نکلا پورا ہو کر رہا گویا کن کی کنجی ہے۔

حضور علیہ السلام کا لعاب معجزہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آشوب کو لعاب سے صحت حاصل ہو گئی حضرت عتیق کے پاؤں کی ٹوٹی ہوئی ہڈی بدر میں لعاب سے جوڑ دی۔ حضرت معوذ بن عفراء کے بازو کو بدر میں لعاب سے جوڑ دیا حضرت صدیق اکبر کے پاؤں کے انگوٹھے کو سانپ کے زہر کو لعاب سے تریاق بنا کر صحت بخش دی کھاری کنوئیں کو لعاب سے شیریں کر دیا وغیرہ وغیرہ

حضور علیہ السلام کے ہاتھ معجزہ ہیں ید اللہ فوق ایدیہم جس ہاتھ پر صحابہ نے بیعت رضوان کنکریوں نے کلمہ پڑھا جس دسترخوان سے دست مبارک پونچھ لیے تندور کی آگ نے اس پر اثر نہ کیا اور وہ صاف ہو گیا۔

حضور علیہ السلام کی انگلیاں معجزہ ہیں ایک پیالہ پانی سے پانچوں انگلیوں سے چشمے جاری ہو گئے سفر حدیبیہ میں انگلی مبارک کے اشارہ سے ڈوبا ہوا سورج لوٹ آیا۔ اشارے سے چاند چیر دیا۔ چھپے ہوئے خود کو پھیر دیا۔ گئے ہوئے دن کو عصر کیا۔ یہ تاب و تواں تمہارے لیے۔

حضور علیہ السلام کے پاؤں معجزہ جو فرش پر چلے عرش پر چڑھے۔ بیماروں کو ٹھوکر لگ جائے تو شفا ہو جائے۔

حضور علیہ السلام کا پسینہ معجزہ ہے جس میں گلاب سے اعلیٰ خوشبو ہے۔

حضور علیہ السلام کے بال مبارک معجزہ۔ حضرت خالد نے اپنی ٹوپی میں تبرکاً رکھا ہر جہاد میں فتح نصیب ہوئی۔ ہرقل بادشاہ نے ٹوپی میں رکھا مرض درد کو شفا ہو گئی۔ بیمار غسل دے کر غسالہ پی لیتے تو شفا پا جاتے تھے۔ حضرت طلحہ کے گھر بال شریف تھے تمام رات فرشتوں کی تسبیح سنی (مدارج النبوۃ)

باقوال الحسنات۔ نور مبین کے انزال سے مراد قرآن کریم ہے جو بواسطہ سید اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نازل ہوا۔ اور نور مبین پر فرماتے ہیں وھو القران کما قالہ قتادۃ و مجاھد والسدی وہ فرماتے ہیں وہ قرآن کریم ہے جیسا کہ قتادہ اور مجاہد اور سدی نے کہا جس طرح اشیاء کا انکشاف روشنی سے ہوتا ہے اسی طرح حق کا انکشاف قرآن سے ہوتا ہے۔

اب آگے ان لوگوں کی شان میں ارشاد ہے جو اعتصام بحبل اللہ کرتے ہوئے ایمان لائے اور اس کی رحمت یعنی جنت میں اور فضل یعنی ایسی نعمتوں سے احسان فرمایا جائے گا جس کی مقدار و تعداد طاقت بیان سے باہر ہے۔

اب کلالہ کے متعلق قانون فرمایا جاتا ہے۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ٥

اے محبوب! آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں آپ فرما دیجئے اللہ تمہیں کلالہ کے معاملہ میں فتویٰ دیتا ہے کہ اگر کسی مرد کا انتقال ہوا اور وہ لاولد ہو اس کے صرف ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو تو اگر دو بہنیں ہوں تو ترکہ میں ان کا دو تہائی اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے اللہ بیان فرماتا ہے تمہارے لیے کہ کہیں بہک نہ جاؤ اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

شان نزول: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیمار تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لائے اور حضور کی معیت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تھے حضرت جابر بیہوش تھے حضور نے وضو فرما کر آب وضو ان پر ڈالا۔ فوراً افاقہ ہوا آنکھ کھولی تو دیکھا جان عالم رحمت مجسم صلے اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنے مال کا کس طرح تقسیم کروں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بخاری ومسلم (روح المعانی)

تعریف کلالہ

کلالہ اصل میں مصدر ہے معنی میں کلال کے اور کلال کہتے ہیں تھکنے اور ضعیف ہونے کو محاورہ عرب میں کل الرجل کلالا وکلالۃ کہتے ہیں پھر اسے قرابت کے لیے استعارہ کر لیا گیا اور جو ولد اور والد کی جانب سے ہو تو چونکہ اس قسم کی قرابت میں ضعف ہوتا ہے لہذا اسے کلالہ کہا گیا تو تعریف کلالہ یہ ہوئی کہ جو باپ بیٹیا نہ چھوڑے یعنی اس کی اصل باقی ہو نہ فرع وہ کلالہ ہے اور کلالہ ذکر قرآن مجید میں دو جگہ ہے ایک چوتھے پارہ سورہ نساء کے دوسرے رکوع یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین میں وان کان رجل یورث کلالۃ اوامرأۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منہما السدس وان کانوا اکثر من ذلک فہم شرکاء فی الثلث من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین غیر مضار

ہیں جس کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی مرد یا عورت کی میراث ہو اور وہ کلالہ ہو یعنی اس کے باپ بیٹا یعنی اصل و فرع نہ ہو اور دوسری ماں سے اس کے بھائی یا بہن ہوں تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں برابر کے شریک ہیں۔ اور یہ حصے میت کی وصیت کی تعمیل اور ادائے قرض کے بعد دیے جائیں گے بشرطیکہ میت نے کسی کو نقصان نہ پہنچانا چاہا ہو۔ دوسرا حکم اسی سورۃ کے آخری رکوع میں ہے۔

یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ ان امرء ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد فان کانتا اثنتین فلھما الثلثان مما ترک وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین۔

اے محبوب آپ سے کلالہ کے متعلق پوچھتے ہیں تو انہیں فرما دیجئے کہ اللہ کلالہ کے بارہ میں تمہیں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مر جائے جس کے اولاد نہ ہو اور نہ باپ دادا کہ ایسے ہر شخص کو کلالہ کہتے ہیں۔ اور اس کے صرف ایک بہن ہو تو اس کو ترکہ کا آدھا دیا جائے اور اگر بہن مر جائے اور اس کے اولاد نہ ہو تو اس کے سارے مال کا وارث یہ بھائی ہے۔ پھر اگر دو بہنیں ہوں یا زائد تو ان کو تو اس کے ترکہ میں سے دو تہائی ملے گا اور اگر بہن بھائی ہوں تو دو عورتوں کے حصہ کے برابر ایک مرد کو ملے گا۔ یہ تفصیل سیاق عبارت اور اقوال سلف کے مطابق بیان کی گئی ہے اور بہن بھائی سے مراد عینی اور علاتی ہیں نہ کہ اخیافی۔

خلاصہ مسئلہ یہ ہوا کہ کلالہ کی تین صورتیں ہیں اور کلالہ کا بیان قرآن کریم میں دو جگہ ہے تو تین صورتوں کی تفصیل یہ ہے کہ کلالہ عینی بھائی بہن چھوڑے یعنی ایک ماں باپ کے سگے بہن بھائی۔ دوسرے علاتی یعنی سوتیلے ایک باپ کی اولاد جن کی مائیں مختلف ہوں۔ تیسرے اخیافی یعنی سوتیلے جن کی ماں ایک اور باپ مختلف ہوں۔ قرآن کریم میں وان کان رجل یورث کلالۃ او امرأۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس میں۔ اس تیسری صورت کا حکم یہ ہے اور اس میں بھائی بہن ہر ایک برابر چھٹے حصہ کا حقدار ہے للذکر مثل حظ الانثیین کا قاعدہ یہاں نہیں چلے گا اور اگر دو سے زائد ہوں تو تہائی کے بالمساوات مالک ہیں۔ رہیں پہلی اور دو صورتیں ان کے احکام آخر میں مذکور ہیں جو اپنے مقام پر ذکر کیے گئے۔

ابو داؤد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جابر سے فرمایا کہ میرے علم میں تمہاری موت اس بیماری میں نہیں ہے۔ اس سے ایک مسئلہ یہ مستنبط ہوا کہ مقدس ہستیوں کا آب وضو تبرک اور شفا ہے اسے حصول شفا کی غرض سے استعمال کرنا سنت فعلی ہے۔ دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کو اللہ تعالے نے موت و زیست کے متعلق بھی علم غیب عطا فرمایا۔

سورۂ مائدہ مدنیہ اس میں ایک سو بیس آیتیں ہیں اور سولہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۂ مائدہ پ ٦

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ○

اے ایمان والو اپنے قول پورے کرو حلال کیے گئے تمہارے لیے بے زبان چارپائے مگر وہ جو حکم دیا جائے گا تمہیں۔ شکار حلال نہ سمجھو جبکہ تم احرام میں ہو بے شک اللہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ○

اے ایمان والو نہ حلال کرو اللہ کے نشان اور نہ ادب والے مہینہ اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں اور نہ قلادہ کے نشان والی اور ان کا مال و آبرو جو بیت حرام کا قصد کریں یعنی ڈھونڈیں فضل اپنے رب سے اور رضا اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو۔ اور نہ زیادتی کرنے پر ابھارے تمہیں کسی قوم کی عداوت کہ روکا تھا انہوں نے مسجد حرام سے کہ تم حد سے بڑھو اور مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی پر اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ

تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور گلا گھونٹنے سے مرا ہوا اور گر کر مرا ہوا اور جسے کسی جانور نے سینگ سے مارا اور جسے درندہ کھا چکا ہو

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا
بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَئِسَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ
وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ
الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ
غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

مگر جسے تم ذبح کر لو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور
پانسے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کے کام ہیں۔ آج
مایوس ہو گئے کافر تمہارے دین کی طرف سے
تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے
کامل کر دیا تمہارے لیے تمہارا دین اور پوری کر
دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے
لیے اسلام کو دین تو جو بھوک پیاس سے مضطر
ہو نہ کہ گناہ کی طرف جھکے تو بیشک اللہ بخشنے والا
مہربان ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ
لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ
مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ
اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ
وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ ۝

آپ سے پوچھتے ہیں (اے محبوب) ان کے لیے
کیا حلال ہے فرما دو کہ حلال کی گئیں تمہارے لیے
پاک چیزیں اور جو شکاری جانور سدھا لیے انہیں
شکار پر دوڑاتے ہیں اس سے سکھا کر جو علم خدا نے
تمہیں دیا تو کھاؤ اس میں سے جو وہ روک رکھیں
تمہارے لیے تو اس پر اللہ کا نام لو اور ڈرو اللہ
سے بے شک اللہ کو حساب کرتے کوئی دیر
نہیں لگتی۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪
وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ
مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ
اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ
غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ
وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ

آج کے دن حلال کی گئیں تمہارے لیے پاک
چیزیں اور وہ کھانا جو کتابیوں کو ملا حلال ہے
تم پر اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور
نیک چلن عورتیں مسلمان اور نیک چلن عورتیں
ان کی جو کتابی ہیں تم سے پہلے جب تم انہیں ان
کے دے دو مہر نیکی سے رکھتے ہوئے نہ کہ آوارگی
سے نہ آشنائی سے رکھنا اور جو کفر کرے ایمان
سے تو بے شک سب عمل اس کا اکارت ہے

وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ اور وہ آخرت میں زیاں کار رہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ مائدہ پ ٦

يٰاَيُّهَا۔ اے	الَّذِيْنَ۔ لوگو جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	اَوْفُوْا۔ پورے کرو
بِالْعُقُوْدِ۔ اپنے عہد	اُحِلَّتْ۔ حلال کیے گئے	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	بَهِيْمَةُ۔ بے زبان
الْاَنْعَامِ۔ جانور	اِلَّا۔ مگر	مَا۔ جو	يُتْلٰى۔ پڑھے جائیں گے
عَلَيْكُمْ۔ تم پر	غَيْرَ۔ نہ	مُحِلِّي۔ حلال سمجھنے والے	الصَّيْدِ۔ شکار کو
وَ۔ جبکہ	اَنْتُمْ۔ تم	حُرُمٌ۔ احرام میں ہو	اِنَّ۔ بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ	يَحْكُمُ۔ حکم دیتا ہے	مَا۔ جو	يُرِيْدُ۔ چاہے
يٰاَيُّهَا۔ اے	الَّذِيْنَ۔ لوگو	اٰمَنُوْا۔ ایمان والو	لَا۔ نہ
تُحِلُّوْا۔ حلال بناؤ	شَعَآئِرَ۔ نشان	اللّٰهِ۔ اللہ کے	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	الشَّهْرَ۔ مہینے	الْحَرَامَ۔ حرمت والے کو	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	الْهَدْيَ۔ قربانی کو	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
الْقَلَآئِدَ۔ پٹے والے کو	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	آٰمِّيْنَ۔ قصد کرنے والوں کو
الْبَيْتَ۔ بیت	الْحَرَامَ۔ الحرام کا	يَبْتَغُوْنَ۔ چاہتے ہیں	فَضْلًا۔ فضل
مِّنْ رَّبِّهِمْ۔ اپنے رب کا	وَ۔ اور	رِضْوَانًا۔ رضامندی	وَ۔ اور
اِذَا۔ جب	حَلَلْتُمْ۔ تم احرام اتارو	فَاصْطَادُوْا۔ تو شکار کرلو	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	يَجْرِمَنَّكُمْ۔ برانگیختہ کرے تم کو	شَنَاٰنُ۔ دشمنی	قَوْمٍ۔ کسی قوم کی
اَنْ۔ یہ کہ	صَدُّوْ۔ روکا	كُمْ۔ تم کو	عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ مسجد
حرام سے	اَنْ۔ یہ کہ	تَعْتَدُوْا۔ تم زیادتی کرو	وَ۔ اور
تَعَاوَنُوْا۔ مدد کرو	عَلَى۔ اوپر	الْبِرِّ۔ نیکی کے	وَ۔ اور
التَّقْوٰى۔ پرہیزگاری کے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَعَاوَنُوْا۔ مدد کرو
عَلَى۔ اوپر	الْاِثْمِ۔ گناہ	وَ۔ اور	الْعُدْوَانِ۔ زیادتی کے
وَ۔ اور	اتَّقُوا۔ ڈرو	اللّٰهَ۔ اللہ سے	اِنَّ۔ بیشک

اللہ - اللہ	شدید - سخت	العقاب - عذاب والا ہے	حرمت - حرام کیا گیا
علیکم - تم پر	المیتۃ - مردار	و - اور	الدم - خون
و - اور	لحم - گوشت	الخنزیر - خنزیر کا	و - اور
ما - جو	اھل - پکارا جائے	لغیر - واسطے غیر	اللہ - اللہ کے
بہ - اسکو	و - اور	المنخنقۃ - گلا گھونٹا ہوا	و - اور
الموقوذۃ - چوٹ سے مرا ہوا	و - اور	المتردیۃ - گر کر مرا ہوا	و - اور
النطیحۃ - سینگ سے مرا ہوا	و - اور	ما - جسے	اکل - کھا جائے
السبع - درندہ	الا - مگر	ما - جو	ذکیتم - ذبح کر لو تم
و - اور	ما - جو	ذبح - ذبح کیا جائے	علی - اوپر
النصب - تھان کے	و - اور	ان - یہ کہ	تستقسموا - تم تقسیم کرو
بالازلام - پانسہ ڈال کر	ذلکم - یہ	فسق - گناہ ہیں	الیوم - آج
یئس - مایوس ہو گئے	الذین - وہ جو	کفروا - کافر ہیں	من دینکم - تمہارے دین سے
فلا - تو نہ	تخشو - ڈرو	ھم - ان سے	و - اور
اخشون - ڈرو مجھ سے	الیوم - آج	اکملت - میں نے پورا کر دیا	لکم - تمہارے لیے
دینکم - تمہارا دین	و - اور	اتممت - پوری کر دی	علیکم - تم پر
نعمتی - اپنی نعمت	و - اور	رضیت - پسند کیا میں نے	لکم - تمہارے لیے
الاسلام - اسلام کو	دینا - دین	فمن - پس جو	اضطر - مجبور ہو جائے
فی - بیچ	مخمصۃ - بھوک کے	غیر - نہ	متجانف - مائل ہو
لاثم - گناہ کی طرف	فان - تو بیشک	اللہ - اللہ	غفور - بخشنے والا
رحیم - مہربان ہے	یسئلونک - آپ سے پوچھتے ہیں		ماذا - کیا
احل - حلال کیا گیا ہے	لھم - ان کے لیے	قل - آپ کہہ دیں	احل - حلال کی گئیں
لکم - تمہارے لیے	الطیبت - پاکیزہ چیزیں	و - اور	ما - جو
علمتم - سکھاؤ تم	من الجوارح - شکاری	مکلبین - جانوروں کو	تعلمونھن - سکھاؤ تم ان کو
مما - اس سے جو	علمکم - سکھایا تم کو	اللہ - اللہ نے	فکلوا - تو کھاؤ
مما - اس سے جو	امسکن - روک لیں	علیکم - تمہارے لیے	و - اور

اذکروا ۔ یاد کرو	اسم ۔ نام	اللہ ۔ اللہ کا	علیہ ۔ اس پر
وَ ۔ اور	اتقوا ۔ ڈرو	اللہ ۔ اللہ سے	ان ۔ بیشک
اللہ ۔ اللہ	سریع ۔ جلدی	الحساب حساب لینے والا ہے	الیوم ۔ آج
احل ۔ حلال کی گئیں	لکم ۔ تمہارے لیے	الطیبت ۔ پاک چیزیں	و ۔ اور
طعام ۔ کھانا	الذین ۔ ان کا جو	اوتوا ۔ دیے گئے	الکتاب ۔ کتاب
حل ۔ حلال ہے	لکم ۔ تمہارے لیے	و ۔ اور	طعامکم ۔ تمہارا کھانا
حل ۔ حلال ہے	لھم ۔ ان کے لیے	و ۔ اور	المحصنت نیک چلن عورتیں
من المومنات ۔ مسلمان	و اور	المحصنت ۔ نیک چلن عورتیں	من الذین ۔ ان سے جو
اوتو ۔ دیے گئے	الکتاب ۔ کتاب	من قبلکم ۔ تم سے پہلے	اذا ۔ جب
اتیتمو ۔ دیدو تم	ھن ۔ ان کو	اجور ۔ حق مہر	ھن ۔ ان کے
محصنین ۔ نکاح کرنے والے	غیر ۔ نہ	مسافحین ۔ بدکاری کرتے ہوئے	و ۔ اور
لا ۔ نہ	متخذی ۔ پکڑنے والے	اخدان ۔ پوشیدہ دوستی	و ۔ اور
من جو	یکفر ۔ کفر کرے	بالایمان ۔ ایمان کے بدلے	فقد ۔ تو بیشک
حبط ۔ ضائع ہوئے	عملہ ۔ اسکے عمل	و ۔ اور	ھو ۔ وہ ہوگا
فی بیچ	الاخرۃ ۔ آخرت کے	من الخاسرین خسارہ اٹھانے والا ۔	

مختصر تفسیر رکوع اول سورۂ مائدہ پ ۶

یہ سورت تمام مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۶ رکوع اور ایک سو بیس آیتیں ہیں بارہ ہزار چار سو چونسٹھ حرف ہیں ۔ صرف ایک آیت الیوم اکملت لکم دینکم الی آخرہ یوم عرفہ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی اور حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں تلاوت فرمائی ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۔ اے ایمان والو اپنے قول و قرار پورے کرو ۔

عقد ۔ مضبوط ترین عہد کو کہتے ہیں ۔

عقود کے معنی میں مفسرین کے یہاں چار اقوال نقل کیے جاتے ہیں ۔ وفی ۔ وفّی ۔ واوفیٰ ۔ الوفاء حفظ

مایقتضیہ العقد والقیام بموجبہ۔ وفا وہ ہے جو بمقتضائے عقد محافظت کے لیے ہو اور اس کے موجبات پر قائم رہنا۔

عقد کی تعریف میں ہے اصل العقد الربط محکما۔ عقد کی اصل ہے مضبوط طریقہ سے باندھنا ثم تجوزبہ عن العہد المؤثق پھر اس کا استعمال مضبوط عہد کے معنی میں کرنا جائز ہو گیا۔

اور عقد اور عہد میں علامہ طبرسی نے فرق کیا وہ کہتے ہیں ان العقد فیہ معنی الاستیثاق والشدۃ ولایکون الابین اثنین۔ عہدوہ ہے جس میں میثاق اور شدت کی پابندی کے معنی ہوں اور وہ ہو بھی دو کے مابین۔ اور عہد کبھی تنہا ایک آدمی بھی کر سکتا ہے۔ اس کے بعد عقد اور ایفاپر چار قول نقل کیے گئے

احدھا ان المراد بہا العہود التی اخذ اللہ تعالی علی عبادہ بالایمان وطاعتہ فیما حل لہم اوحرم علیہم وھو مروی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ پہلا قول تو یہ ہے کہ ایفائے عہد بالعقد اللہ تعالے اس سے لے اور اپنے بندوں سے میثاق حاصل فرمائے اس پر ایمان لانے اور پیروی کرنے پر جو کچھ وہ حلال کرے یا حرام کرے یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

وثانیہا العقود التی یتعاقدہا الناس بینہم کعقد الایمان وعقد النکاح وعقد البیع ونحو ذلک والیہ ذھب ابن زید وابن الزبیر۔

دوسرا قول یہ ہے کہ عقد وہ ہے جو لوگ منعقد کرتے ہیں آپس میں مثلاً قسم باللہ اور نکاح کا ایجاب وقبول اور بیع وشراء کا اقرار وغیرہ اسی طرف ابن زید اور زبیر یاسلم گئے ہیں۔

وثالثہا العہود التی کانت تؤخذ فی الجاہلیۃ علی النصرۃ والموازرۃ علی من ظلم وروی ذلک عن مجاھد والربیع وقتادۃ وغیرھم۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ معاہدے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں نصرت وحمایت وحفاظت کے لیے کیے جاتے تھے اس کے مقابلہ میں جو ظلم کرے اسے مجاہد۔ ربیع وقتادہ سے روایت کیا گیا۔

ورابعہا العہود التی اخذھا اللہ تعالی علی اھل الکتاب بالعمل بما فی التوراۃ والانجیل مما یقتضی التصدیق بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وبما جاء بہ وروی ذلک عن ابن جریج وابی صالح۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ عہد ہیں جو اللہ تعالے نے اہل کتاب سے لیے عمل کرنے کو اس

پر جو تورات اور انجیل میں ہیں جن کا مقتضی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہے اور جو حضور کی شان میں توریت و انجیل میں آیا یہ قول ابن جریج اور ابی صالح سے مروی ہے۔

پانچواں قول بعض مفسرین سے یوں ہے اس سے مراد وہ عام احکام ہیں جو لازم ہیں من جانب اللہ اس کے بندوں پر احکام دینیہ عقود امانات۔ معاملات اور جس پر پورا پورا کرنا یا دینا واجب ہو اور شئی دین مستحب ہوں یا واجب اور اس میں اجتناب محرمات و مکروہات سب داخل ہیں اس لیے کہ یہ عقد محلی بالف لام استغراق ہے (روح المعانی)

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ سورت مائدہ کا نزول قرآن میں سب سے آخر میں ہوا۔ اس لیے جو چیزیں تم اس میں حلال پاؤ ان کو حلال سمجھو جو حرام پاؤ اس کو حرام قرار دو اس کا حکم منسوخ نہیں رواہ احمد والنسائی۔ آگے ارشاد ہے۔

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۔ حلال ہوئے تمہارے لیے بے زبان مویشی مگر وہ جو سنایا جائے گا تمہیں سوا شکار کے جب تم احرام میں ہو۔ بیشک اللہ حکم دیتا ہے جو چاہے۔

بہیمہ وہ جانور ہے جس میں قوت تمیز نہ ہو۔ انعام چوپائے اونٹ گائے بکری وغیرہ ہے۔ آیت مذکورہ کا مقصد ان چوپایوں کو حلال بنا دینا ہے جو اہل جاہلیت نے اپنے اوپر حرام کر لیے تھے۔ بہیمہ کے پیٹ کا بچہ تمہارے لیے جانور مذبوحہ کے پیٹ کے بچے حلال ہیں۔ احناف کے یہاں ذبح کرنے کی شرط ہے جبکہ اس میں جان پڑ چکی ہو امام شافعی کے نزدیک مطلقاً جائز ہے (روح المعانی)

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ ۔ سوائے ان کے جن کی تلاوت کی جا رہی ہے۔

جن چیزوں کو مستثنیٰ کیا گیا وہ یہ ہیں مردار جن کو ذبح کے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو یعنی بغیر تکبیر کے ذبح کیا گیا ہو۔ یا بتوں کے بھینٹ چڑھایا گیا ہو یا گلا گھونٹ کر مارا ہو یا خود گر کر مر گیا ہو یہ سب میتہ کے حکم میں ہیں۔

غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ ۔ لیکن شکار کو حلال کر دیا گیا۔

یعنی جن کی حرمت شریعت میں وارد ہوئی ان کے سوا تمام چوپائے تمہارے لیے حلال ہیں اور حالت احرام میں شکار کرنا حلال نہیں مگر دریائی شکار جائز ہے خواہ احرام میں ہو البتہ محرم کے لیے خشکی کا شکار حرام ہے یہ حکم اس سورہ مبارکہ کے آخر میں آئے گا۔ احل لکم صید البحر وطعامہ متاعا لکم وللسیارۃ وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما۔ حلال ہے تمہارے لیے دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے لیے

اور مسافروں کے کھانے کو اور تم پر حرام ہے خشکی کا جانور جبتک تم احرام میں ہو۔
اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ آگے ارشاد ہے
یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰہِ وَلَا الشَّہۡرَ الۡحَرَامَ وَلَا الۡہَدۡیَ وَلَا الۡقَلَآئِدَ
وَلَاۤ آٰمِّیۡنَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَرِضۡوَانًا۔ اے ایمان والو نہ حلال کرو اللہ کے
نشان اور نہ حرمت والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں اور نہ وہ جن کے گلے میں قلادہ ہوں اور نہ
ان کا اموال آبرو، جو بیت الحرام کا قصد کریں اور اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔
اللہ کے شعائر جو خاص طور پر فرمائے گئے جیسے والبدن جعلنا ھا لکم من شعائر اللہ لکم
فیہا خیر اسی طرح ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من
تقوی القلوب۔ عند المشعر الحرام۔ لا تحلوا شعائر اللہ۔
شعائر جمع شعیرۃ واحد کسی چیز کی خصوصی علامت کو شعیرہ کہتے ہیں۔ حج کے مناسک مواقف
حج کی علامات اور نشانیاں ہیں اسی لیے ان کو شعائر حج کہا جاتا ہے۔
ان میں وہ معالم بیان ہوئے جن کی تعظیم لازمی ہے اس پر صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔
لما بین سبحانہ حرمۃ احلال الحرم الذی ھو من شعائر الحج۔ یہ شعرہ کی جمع ہے۔
علامت نسک کو شعائر فرمایا گیا۔ مواقف حج۔ رمی جمار۔ طواف۔ مسعی۔ سعی صفا مروہ حلق۔ نحر ان سب
کی عظمت ظاہر فرمانے کے لیے یہ حکم جامع فرمایا۔ اور ارشاد ہوا۔ لا تحلوا شعائر اللہ لیعنی معالم
دین میں جو باتیں تم پر حرام کی گئی ہیں۔ انہیں حلال نہ ٹھہراؤ۔ اور اسی طرح اشہر حرم رجب۔ ذو القعدہ۔ ذوالحجہ
اور محرم اس کی تفصیل سورۃ توبہ کے نصف پر رکوع ۵ میں ہے ان عدۃ الشہور عند اللہ
اثنا عشر شہرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منہا اربعۃ حرم
یہ چار مہینے تین متصل اور ایک جدا محرم عرب کے لوگ زمانۂ جاہلیت میں بھی ان کی تعظیم کرتے تھے اور
ان مہینوں میں حرمت وعظمت کرتے ہوئے قتال حرام سمجھتے تھے۔ اسلام میں بھی ان مہینوں کی
حرمت وعظمت زیادہ کی گئی۔ ولا الہدی سے مراد وہ جانور جو قربانی کے لیے ہوں ولا القلائد سے
مراد وہ قربانی کے جانور ہیں جنہیں اہل عرب حرم کے درختوں کی چھال کا گلوبند بنا کر ان کے گلے میں ڈالتے
تھے تاکہ دیکھنے والے سمجھ سکیں کہ یہ قربانی کی ہدی ہے۔ ان کی طرف پھر کوئی دست درازی نہ کرے ولا
آمین البیت الحرام یبتغون فضلا من ربہم ورضوانا یہ ان کی محافظت کیلئے
حکم آیا جو حج وعمرہ کرنے کے لیے حرم کی طرف آتے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کا فضل چاہتے

ہیں۔ ان کی جان اور مال اور آبرو سب کی محافظت مسلمانوں کے ذمہ ہے کہ من دخلہ کان امنا حکم عام ہے۔

اب آگے حکم ہے احرام سے نکلنے کے بعد کا۔ چنانچہ فرمایا واذا حللتم فاصطادوا اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو۔

شان نزول:۔ شریح بن ہند ابن خلیفہ لقب حطم یا حلیم تھا ایک مشہور شقی تھا وہ مدینہ طیبہ میں آیا اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ آپ کی تعلیم میں کیا کیا چیزیں ہیں فرمایا اپنے رب کے ساتھ ایمان لانا اور اپنی رسالت کی تصدیق کرنے اور نماز قائم رکھنے زکوۃ دینے کی تعلیم دیتا ہوں۔ شریح بولا یہ تو بہت اچھی تعلیم ہے میں اپنے سرداروں سے رائے لوں گا اس کے بعد میں بھی اسلام لاؤں گا اور انہیں بھی اسلام لانے کی طرف مائل کروں گا یہ کہہ کر چلا گیا۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نور نبوت سے اس کی اندرونی حالت ملاحظہ فرما کر اس کے آنے سے قبل ہی اپنے اصحاب کو فرما دیا تھا۔ کہ قبیلہ ربیعہ کا ایک شخص آنے والا ہے جو شیطانی زبان میں گفتگو کرے گا چنانچہ اس کے چلے جانے کے بعد حضور نے فرمایا کافر کا چہرہ لے کر آیا اور غادر و غاصب بدعہد کی طرح واپس لوٹا۔ یہ اسلام قبول کرنے والا نہیں۔

چنانچہ بموجب پیشگوئی ایسا ہی ہوا۔ اس نے اسلام قبول کرنے کی بجائے مدینہ منورہ سے نکلتے ہی وہاں کے مویشی اور اموال اپنے قبضہ میں کیے۔ آئندہ سال یمامہ کے حاجی ماہ شعبان میں کافی مقدار میں ہمراہ لے کر حج کو آئے اور حج کے قلادہ پوش قربانیاں بھی ساتھ تھیں۔ ان میں شریح بھی تھا۔ حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اصحاب کرام کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے صحابہ نے راستہ میں شریح کو دیکھ کر چاہا کہ مویشی اس سے واپس لیں حضور نے منع فرمایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور حکم ہوا کہ پہلی عداوت اور غصہ تمہیں کسی قوم کو مسجد حرام سے روکنے اور زیادتی کرنے پر آمادہ نہ کرے اور جو بیت الحرام کی طرف آرہا ہے اس کو روکنے کی طرف تمہیں مائل نہ کرے۔ واذا حللتم فاصطادوا میں فاصطادوا بیان اباحت ہے کہ احرام کے بعد شکار کی اجازت ہے جیسے فرمایا گیا فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض میں بیان اباحت ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝

اور نہ ابھارے تمہیں کسی قوم کی عداوت کہ انہوں نے تمہیں روکا تھا مسجد حرام سے کہ آج تم ان پر زیادتی کرو اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ سخت عذاب والا ہے۔

اہل مکہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو حدیبیہ کے دن عمرہ سے روکا تھا۔ آج وہ عمرہ کے لیے آئے تو حکم ہوا انہیں تم انتقامی جذبہ کے ماتحت نہ روکو۔ اس حکم کی تعمیل کرنا بر ہے اور جس سے منع فرمایا اس سے بچنا تقوی ہے اور جس چیز کا حکم دیا گیا اسے نہ کرنا اثم اور جس سے روکا گیا اس کو کرنا عدوان یعنی زیادتی ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما (روح المعانی)

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ حرام کیا گیا تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرا اور بے دھار دار چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مار کر ہلاک کیا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کر لو اور جو کسی بت کے تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسہ ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام ہے۔

إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ میں جو استثناء تھا اس کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔ یہاں گیارہ چیزوں کی حرمت کا تذکرہ ہے۔

اول مردار۔ جسے ذبح نہ کیا گیا ہو یہ وہی جانور ہے جس کے لیے شریعت میں ذبح کا حکم ہوا۔ اور بغیر ذبح مر جائے مردار خبیث ہے جس کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ اس کا خون بدن سے نکل نہ پایا۔

دوسرے دم۔ یعنی بہنے والا خون۔ زمانہ جاہلیت میں خون پیا کرتے تھے اور آج بھی یورپ میں رواج ہے۔

تیسرے لحم خنزیر۔ یعنی سور کا گوشت اور اس کے تمام اجزا سب نجس اور حرام ہیں چونکہ کھانے میں گوشت آتا ہے اس لیے اس کا ذکر کیا۔

چوتھے ما اہل لغیر اللہ۔ وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین بتوں کے نام لے کر ذبح کیا کرتے تھے صاحب روح المعانی فرماتے ہیں ای رفع الصوت لغیر اللہ تعالی عند ذبحہ والمراد بالاھلال ھنا

ذکر مایذبح لہ کاللات والعزی یعنی غیر خدا کا نام ذبح کے وقت لینا اس سے مراد اہلال ہے اور اہلال اسی کو کہتے ہیں جو ذبح کے وقت کہا جاوے بسم اللہ اللہ اکبر اگر کہا حلال ہے بسم اللات والعزی کہا تو حرام حتیٰ کہ بسم محمد بسم غوث بسم عبد القادر بسم معین الدین کہہ کر اگر ذبح کیا تو حرام۔ برخلاف اس کے اگر بغرض فاتحہ کسی کا نام لیا مثلاً کہا یہ غوث پاک کا بکرا ہے یا غریب نواز کا ہے تو اس سے حرمت ذبیحہ پر نہیں آتی۔ اور یہ کہے بغیر تو عید قربان پر قربانی ہی صحیح نہیں ہوتی۔ قربانی کا بکرا اگر فلاں کا کہا تو صحیح ورنہ نہیں۔ اسی طرح عقیقے کا بکرا۔ ولیمہ کا دنبہ۔ فاتحہ کا جانور۔ گیارہویں کی گائے غریب نواز کا مینڈھا وغیرہ ایسی صورت میں سب حلال وطیب ہے۔ جو ایسے انتساب کی وجہ سے ذبیحہ ناجائز یا حرام کہتے ہیں وہ خلاف تفاسیر اور مخالف مفہوم آیت ہے۔ اس لیے کہ ما اہل بہ اگر ذبح کے ساتھ مقید نہ مانا جائے تو الا ما ذکیتم کا استثناء اس کو لاحق ہوگا۔

پانچواں منخنقہ

یعنی گلا گھونٹ کر مارا ہوا جانور۔ روح المعانی میں ہے قال السدی ھی التی یدخل رأسها بین شعبتین من شجرۃ فیختنق وقال الضحاک و القتادۃ ھی التی تختنق بحبل الصائد فتموت سدی کہتے ہیں منخنقہ وہ جانور ہے جسے درخت کے دو شعبوں میں دبا کر مارا جائے ضحاک اور قتادہ کہتے ہیں منخنقہ وہ جانور ہے جسے شکاری رسہ میں لپیٹ کر بل دیتا ہے تو مر جاتا ہے وقال ابن عباس کان اہل الجاھلیۃ یختنقون البھیمۃ ویاکلونها فحرم ذالک علی المومنین۔ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت گلا گھونٹ کر کھایا کرتے تھے تو یہ مسلمانوں پر حرام کیا گیا۔

چھٹا موقوذہ

یعنی ضرب سے مارا ہوا بغیر دھار کے آلہ کے یعنی لاٹھی پتھر گولی وغیرہ سے مرا ہوا کذا فی روح المعانی۔ زمانہ جاہلیت میں پتھر گولی سے مار کر ہلاک کرتے پھر کھا لیتے تھے۔

ساتواں متردیہ

یعنی اونچی جگہ سے گر کر مرا ہوا۔ روح المعانی میں ہے ای التی تقع من مکان

عال اوفی بئر فقوت۔ وہ جو اونچی جگہ سے گر کر مرے یا کنویں میں پڑ کر ہلاک ہو۔

آٹھواں نطیحہ کسی جانور نے سینگ مارا اس سے مرا۔

نواں ما اکل السبع یعنی جسے جانور درندہ مارے اور وہ مر جائے یا جانور کے پھاڑنے سے یا ذبح کرنے سے پہلے مر گیا تو حرام ہے کھانا جائز نہیں۔ ہے روح المعانی ای ما اکل منہ السبع فمات اور اگر درندہ پکڑے جیسے پلا ہوا سدھایا ہوا چیتا کتا پکڑ لیتا ہے اور وہ زندہ رہتا ہے وہ اس حکم میں داخل نہیں اور اس کا استثناء بھی آگے ہے۔

دسواں الا ما ذکیتم مگر وہ جانور جسے ذبح کر لو مرنے سے قبل جائز ہے روح المعانی ای الا ما ادرکتموہ وفیہ بقیۃ حیات یضطرب اضطراب المذبوح فذکیتموہ یعنی وہ جانور جسے درندے نے شکار کیا اور جب تم نے اسے پایا تو وہ کچھ زندہ تھا اگرچہ مضطرب تھا کہ تم نے اسے ذبح کر لیا وہ حلال ہے۔

گیارہواں ما ذبح علی النصب جو ذبح کیا گیا ہو کسی بت کے تھان پر بغرض عبادت جیسے اہل جاہلیت نے کعبۃ اللہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب کیے ہوئے تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور ان کے لیے جانور ذبح کرتے تھے ان کے نام لے کر اور اس ذبح سے ان کی تعظیم و تقرب کی نیت کرتے تھے کما قال روح المعانی ھی حجارۃ کانت حول الکعبۃ وکانت ثلثمائۃ وستین حجرا وکان اھل الجاھلیۃ یذبحون علیہا ولعل ذبحھم علیہا کان علامۃ لکونہ لغیر اللہ ۔ و قیل ھی الاصنام لانہا تنصب فتعبد من دون اللہ وماذبح مسمی علی الاصنام۔ یہ خانہ کعبہ کے گرد پتھر تھے تین سو ساٹھ اور اہل جاہلیت ان پر ذبح کیا کرتے تھے اور یہ غیر اللہ کے لیے ہونے کی علامت تھی۔ اور بعض کہتے ہیں یہ بت تھے جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی تھی اور ان بتوں پر جانور ان کا نام لے کر ذبح کرتے تھے۔ یہ ذبیحہ حرام ہے۔

مسئلہ: ذبح کی رگیں چار ہیں۔ حلقوم۔ سانس کی نالی۔ مری۔ غذا کی نالی و داج خون کی نالیاں۔ امام عالی مقام حضرت ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین رگیں ذبح میں کٹنی ضروری ہیں۔

مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ اور جن جانوروں کو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔
نُصُب جمع نصاب واحد جیسے کُتُب۔ بیت اللہ کے گرد ۳۶۰ بت نصب تھے جن کی پوجا ہوتی تھی لوگ ان کی تعظیم کرتے تھے اور جانوروں کو بھینٹ چڑھاتے تھے اور اس کو عبادت تصور کرتے تھے۔
وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ۔ یہ جوئے کے تیروں سے فال نکالنا تھا جو حرام قرار دیا گیا۔ استقسام اپنا نصیب پہچاننے کی طلب۔ ازلام جوئے کے چھوٹے تیر جن میں نہ پر ہوتے تھے نہ پھل ازلام سات تھے جو کعبہ کے مجاوروں کے پاس ہوتے تھے۔ یہ لکڑی کے بنے تھے۔ ایک پر ٹھیک لکھا ہوتا تھا۔ دوسرے پر نہیں۔ تیسرا خالی ہوتا۔ کسی کام سفر وغیرہ کے لیے

بارہواں استقسام بالازلام

اور حکم معلوم کرنے کے لیے پانسہ ڈالنا۔ زمانہ جاہلیت کے لوگ جب سفر یا جنگ یا تجارت یا نکاح وغیرہ کا فیصلہ چاہتے تو وہ تین تیروں یا قلموں سے پانسہ ڈالتے اور جو نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے تھے اسے حکم الٰہی جانتے روح المعانی میں ہے اذا قصدوا فعلا ضربوا ثلاثۃ اقداح مکتوب علی احدھا امرنی ربی وعلی الثانی نہانی ربی ویقوا الثالث غفلا لم یکتب علیہ شئ فان خرج الامر مضوا لحاجتہم وان خرج النا ھی تجنبوا تین قلم یا تیر ہوتے تھے ایک پر لکھتے میرے رب نے مجھے حکم دیا۔ دوسرے پر لکھتے منع کیا مجھے میرے رب نے باقی تیسرا رکھتے تھے خالی نہیں لکھتے تھے اس پر کچھ اگر نکل آیا ہیں حکم تو پورا کرتے اپنی حاجت کو اور اگر نفی کا حکم نکلتا تو باز رہتے۔
پھر تبصرہ فرماتے ہیں کہ
وقد کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب الفال حضور فال لینے کو پسند فرماتے تھے۔ آگے فرماتے ہیں منجمین یا بتوں کے ذریعہ سوال کرنا حرام ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اگر بت یا طریقہ باطل ہو مثل استعانت بالاصنام تو حرام ہے۔

واما فی فتاوی الصوفیۃ نقلا عن الزندوستی من انہ لا باس بھا وانہ قد فعلھا علی کرم اللہ وجہہ ومعاذ رضی اللہ عنہ وروی عن علی کرم اللہ وجہہ فال من ادادان

یتفاول بکتاب اللہ تعالیٰ فلیقرء

قل ھو اللہ احد سبع مرات ولیقل ثلاث مرات

اللھم بکتابک تفاولت وعلیک توکلت اللھم ارنی فی کتابک ما ھو المکتوم من سرک المکنون فی غیبک ثم یتفاول باول الصحیفۃ ففی النص منہ شئ

فتاوی صوفیہ میں زندوستی سے ہے کہ اس میں حرج نہیں بلکہ ایسا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو تفاول بکتاب اللہ کرنا چاہے اسے چاہئے کہ قل ھو اللہ احد سات بار پڑھ کر تین بار یہ دعا پڑھے اور مقصد دل میں مستحضر رکھے پھر پہلا صفحہ دیکھے اس میں جواب ملے گا۔ دعا تین بار پڑھنے والی یہ ہے۔ اللھم بکتابک تفاءلت وعلیک توکلت اللھم ارنی فی کتابک ما ھو المکتوم من سرک المکنون فی غیبک

اس کے علاوہ اس کی تحقیق ابنق مکمل کی ہے۔ من شاء فلینظر۔ روح المعانی۔ یہ گیارہ چیزیں بیان فرما کر آگے ارشاد ہے۔

ذٰلِکُمْ فِسْقٌ۔ یہ گناہ کا کام ہے۔

گویا ممانعت گناہ بتا کر بیان کی گئی۔ آگے ارشاد ہے۔

اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ آج مایوس ہو چکے ہیں کافر تمہارے دین سے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے کامل کر دیا تمہارے لیے تمہارا دین اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کر لیا میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین۔

حضرت سعید بن جبیر نے اس آیت کی تشریح اس طرح کی کہ میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اب کسی مشرک نے تمہارے ساتھ حج نہیں کیا تمام مذاہب پر تمہارے دین کو غالب کر دیا۔ دشمنوں سے تم کو بے خوف کر دیا۔

سورہ مائدہ میں یہ آیت وہ ہے جو حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن جمعہ کے روز بعد عصر نازل ہوئی۔ کفار کا دین سے مایوس ہونا یہ ہے کہ وہ دین اسلام پر غالب آنے سے مایوس ہو گئے اور اکمال دین یہ کہ امور تکلیفیہ میں حرام و حلال کے جو احکام ہیں اور قوانین قیاسی سب مکمل کر دیے یہی وجہ ہے کہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد حرام و حلال کے بیان میں کوئی آیت نازل نہ ہوئی۔ البتہ ایک آیت واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ نازل ہوئی۔ لیکن یہ آیت احکام میں نہیں بلکہ موعظہ و

نصیحت سے ہے اس کے بعد حضور اس جہان فانی میں ۸۱ دن تشریف فرما رہے پھر رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرمایا۔

چنانچہ آیہ کریمہ کے منشا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے بروایت ابن ابی شیبہ عنترہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے تو حضور نے فرمایا ما یبکیک یا عمر تمہیں کس بات نے رلایا۔ عرض کی ابکانی انا کنا فی زیادۃ من دیننا فاما اذا کمل فانہ لم یکمل شئ قط الا نقص فقال علیہ السلام صدقت مجھے اس خیال نے رلایا کہ اب تک ہم اپنے دین میں ترقی پر تھے مگر جب وہ مکمل ہو گیا تو کوئی شئے مکمل کبھی نہیں ہوتی مگر پھر تنزل و نقص میں آتی ہے تو حضور نے جواب سن کر فرمایا تم نے سچ کہا۔

علامہ طبری ابن عباس سے ایک روایت اور نقل فرماتے ہیں ان اللہ انزل بعد ذلک آیۃ الکلالۃ وھی آخر آیۃ نزلت اللہ تعالےٰ نے اس کے بعد آیہ کلالہ قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ نازل فرمائی اور یہ آخری آیت ہے جو نازل ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ اکمال دین و اتمام نعمت سے یہ مراد ہے کہ اسلام کو غلبہ دیدیا چنانچہ حجۃ الوداع میں کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہو سکا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی تکمیل یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہوگا اور قیامت تک باقی رہے گا۔ روح المعانی

شان نزول:۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اس نے کہا امیر المومنین آپ کی کتاب میں ایک ایسی آیت ہے کہ اگر وہ ہم میں نازل ہوتی تو ہم روز نزول کو عید مناتے آپ نے فرمایا کونسی آیت اس نے کہا۔ الیوم اکملت لکم دینکم آپ نے فرمایا میں اس آیت کو جانتا ہوں اور اس دن کو جس میں یہ نازل ہوئی اور اس مقام کو جہاں نازل ہوئی وہ مقام عرفات تھا اور دن جمعہ کا تھا گویا آپ نے فرمایا تو ایک عید منانے کا خیال کر رہا ہے۔ ہم اس دن دو عید منا چکے ہیں۔ یعنی جمعہ اور یوم حج۔

ترمذی میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے بھی ایک یہودی نے یہی بات کہی آپ نے فرمایا جس روز یہ آیت نازل ہوئی اس دن دو عید تھیں۔ اس سے چند مسائل مستنبط ہوئے

اول۔ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز بلکہ سنت نبی کریم و صحابہ کرام ہے اس لیے کہ ابن عباس نے یہودی کو جواب دیا کہ یوم نزول پر دو عیدوں کا اظہار فرمایا ورنہ فرماتے کہ کامیابی اور خوشی کے دن کو عید منانا بدعت ہے اس لیے ہم نہیں مناتے۔

دوم عید میلاد النبی یوم ولادت النبی پر منانا مستحسن ثابت ہوا اس لیے کہ ولادت مصطفی علیہ التحیۃ و الثناء اعظم نعم الکبریٰ ہے اور اس کی یادگار یوم میلاد النبی کی عید ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ تو جو بھوک پیاس کی شدت سے مخمصہ میں پڑ جائے اور ناچار ہو جائے سوا اس کے کہ گناہ کی طرف نہ جھکے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یعنی جن باتوں سے ہم نے روکا ہے اور ان کو حرام کیا ہے اگر اضطرار میں پڑ جاؤ تو ان محرمات کا استعمال بقدر ضرورت مباح ہے۔ مخمصہ پر صاحب روح المعانی فرماتے ہیں ای مجاعۃ تخمص بہا البطون ای لضمیر یخاف معہا الموت او مبادیہ۔ یعنی جو ایسی بھوک پیاس میں مبتلا ہو جائے کہ اس میں موت یا مبادیات موت کا یقین ہو غیر متجانف لاثم ای غیر مائل و منحرف الیہ یعنی گناہ و بغاوت قانون یا انحراف عن الشریعت نہ ہو تو گناہ کی طرف میلان لازم نہ آئے گا۔ اور ایسی صورت میں جان بچانے کے لیے کھانے کی اجازت ہے اس لیے آگے فرمایا فان اللہ غفور رحیم یعنی لایواخذہ باکلہ ایسی صورت میں وہ حرام چیز کھانے پر ماخوذ نہ ہوگا۔

علامہ بغوی نے ابو واقد لیثی کی روایت سے لکھا کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم کبھی ایسی سرزمین پر جاتے ہیں جہاں بھوک لگتی ہے اور کھانے کے لیے کچھ نہیں ملتا ہمارے لیے مردار کب حلال ہو جائے گا۔ فرمایا جب صبح تم کچھ نہ پا سکو نہ پچھلے وقت کچھ پا سکو نہ زمین سے سبزی اکھاڑ کر کھا سکو اس وقت مردار صرف جان بچانے کی حد تک کھا سکتے ہو۔

اب تفصیل ان محللات کی بیان ہو رہی ہے جن کا اجمالاً بیان ہوا اور محرمات کا بھی اس میں بیان ہے۔

ابن جریر اور بیہقی نے اپنی سنن میں اخراج فرمایا ابو رافع سے روایت ہے کہ

جاء جبریل علیہ السلام الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاستاذن علیہ فاذن لہ فابطأ فاخذ رداءہ فخرج الیہ وھو قائم بالباب فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام قد اذنا لک قال اجل ولکنا لا ندخل بیتا فیہا صورۃ ولا کلب فنظروا فاذا فی بعض بیوتہم جرو قال ابو رافع فامرنی صلی اللہ علیہ وسلم ان اقتل کل کلب بالمدینۃ ففعلت وجاء الناس فقالوا یا رسول اللہ ماذا یحل لنا من ھذہ الامۃ التی امرت بقتلہا فسکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ تعالیٰ

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ

تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

حضرت جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے اور اجازت طلب کی حضور نے اجازت دی اور منتظر قدوم جبریل رہے جب وہ اندر نہ آئے تو حضور نے ردائے مبارک لی اور باب عالی سے باہر تشریف لائے تو دیکھا جبریل دروازے پر کھڑے ہیں حضور نے فرمایا میں نے تمہیں اندر آنے کی اجازت دی تھی جبریل نے عرض کیا بے شک مگر ہم اس گھر میں نہیں داخل ہوا کرتے جہاں تصویر یا کتا ہو تو حضور نے ملاحظہ فرمایا تو ایک مکان میں کتے کے چھوٹے بچے جنہیں پلا کہتے ہیں موجود تھا۔

ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے مجھے حکم دیا کہ تمام مدینہ کے کتے مار دوں چنانچہ ایسا ہی کیا تو اس پر عاصم بن عدی۔ سعد بن قسیم۔ عویمر بن ساعدہ بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر آئے اور عرض کیا حضور ہم پر کیا حلال ہے۔ تو حضور نے سکوت فرمایا کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ روح المعانی

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ الآیۃ

اے محبوب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا حلال ہے ان کے لیے فرمادیجئے حلال ہوا تمہارے لیے ہر پاک چیز اور وہ شکاری جو سدھا کر نشانہ پر چھوڑ دو جس طرح تمہیں اللہ نے سکھایا وہ انہیں سکھاتے ہو تو کھاؤ اس میں سے جو وہ شکار کر کے تمہارے لیے رہنے دیں اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ سریع الحساب ہے۔

اس پر مفسرین کرام نے تصریح کی کہ جن کی حرمت قرآن وحدیث واجماع وقیاس سے ثابت نہیں اور وہ پاک ہے تو جائز ہے اس لیے کہ عدم ثبوت عدم جواز کو متلزم نہیں ہوتا اس بنا پر دوسرے مقام پہ فرمایا عفا اللہ عنہا سکوت عنہ جتنی چیزیں ہیں وہ معاف ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ طیبات وہ چیزیں ہیں جنہیں سلیم الطبع لوگ پسند کرتے ہیں اور خبیث چیزیں وہ ہیں جن سے سلیم طبیعتیں نفرت کرتی ہیں اور سلیم الطبع وہ مسلمان کہلاتا ہے جو احکام اسلامی کا پیرو ہو۔ نہ کہ سفلہ خوش پوشاک۔ مغرب زدہ۔ نیم انگریز یا خالص انگریز یا عیسائی یہودی۔ روح المعانی۔

آیہ کریمہ کا شان نزول ایک یہ بھی ہے کہ عدی بن حاتم اور زید بن مہلہل کے حق میں یہ آیتیں نازل ہوئیں یہ دونوں وہ جلیل القدر ہستیاں ہیں جن کا نام حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے زید الخیر رکھا۔

انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور ہم لوگ کتے اور باز کے ذریعہ شکار کرتے ہیں تو اس پر ہمارے لیے کیا حکم ہے تو حکم آیا وما علمتم من الجوارح مکلبین وہ شکار تمہیں جائز ہے خواہ وہ

کلب معلم کے ذریعہ کیا جائے یا چیتے سے یا شکاری پرندوں سے مثلاً باز شکرہ۔ شاہین طرمچی وغیرہ سے جب انہیں اس طرح سدھا لیا جائے کہ جو شکار کریں اس میں سے نہ کھائیں اور شکاری انہیں چھوڑے تو شکار کریں۔ جب بلائے واپس آجائیں ایسے شکاری کتے یا عام جانوروں کو معلم کہتے ہیں۔ یہ سدھائے ہوئے جانور خود نہیں کھاتے بلکہ شکاری پہنچ کر اسے ذبح کر لیتا ہے پھر اس میں سے جو ٹکڑا اسے شکاری دے وہ کھاتا ہے۔

جوارح جمع ہے جارحہ کی جس کا مادہ جرح ہے اس کے معنی زخم بھی ہیں اور کمانا بھی اسی لیے انسان کے ظاہری اعضاء کو بھی جوارح کہتے ہیں۔ ان سے کمائی کی جاتی ہے۔ یہاں بمعنی کسب ہے شکاری جانور۔ مکلّب تکلیب سے ہے جس کے معنی کتے کو شکار دکھانا یا کتے کو شکار کے لیے چھوڑ دینا یا آمادہ کرنا ہے۔

آیہ کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ

جو کتا۔ شکرا۔ باز۔ ترمچی وغیرہ شکار پر چھوڑا جائے تو وہ شکار چند شرطوں سے حلال ہے۔

(۱) شکاری جانور مسلمان کا ہو اور سدھایا ہوا ہو۔ یعنی تین وصف اس میں پائے جائیں ایک یہ کہ شکار پر چھوڑنے سے دوڑ جائے دوسرے یہ کہ بلانے پر واپس آجائے یا دوڑتے ہوئے کو روکنے سے رک جائے۔ تیسرے یہ کہ شکار سے کچھ نہ کھائے صحیح سلامت مالک تک لے آوے یا شکار گاہ میں شکار کو دبوچ کر بیٹھ جائے۔ تفسیر کبیر۔ روح المعانی

(۲) اس نے شکار کو زخم لگا کر مارا ہو۔

(۳) شکاری جانور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھوڑا گیا ہو وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ

(۴) اگر شکاری شکار کے پاس ایسی حالت میں پہنچا ہو کہ وہ زندہ ہے تو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے اور اگر زندہ نہ ملا تو حلال نہ ہوگا۔ روح المعانی۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔ اللہ سے ڈرو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

اس کے بعد عام اشیاء طیبہ کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ

وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ٥

آج حلال ہوئیں تمہارے لیے پاک چیزیں اور ان کا کھانا جنہیں کتاب دی گئی حلال ہے تمہارے لیے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور نیک عورتیں مسلمان اور نیک عورتیں ان میں سے جنکو کتاب دی گئی تم سے پہلے جب تم انہیں ان کے مہر دیدو نیک چلن ہوں عصمت والیاں نہ کہ علانیہ زنا کرنے والیاں اور نہ غیر آشنا بنانے والیاں اور جو انکار کرے ایمان باللہ پر اس کا سب عمل اکارت ہے اور وہ آخرت میں زیاں کار ہے۔

طیبات پاکیزہ۔ خبائث ناپاک گندہ کی ضد ہے۔ اس جگہ طیبات کا لفظ مجمل ہے احادیث مبارکہ میں طیبات و خبائث کی تفصیل آئی ہے۔ طیب اور خبیث کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے۔ نص یعنی قرآن کریم نے جس کو حلال کہا اس کو طیب کہا جائے گا جس کو حرام کہا اس کو خبیث کہا جائے گا اور جن کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا وہ خبیث فاسق ہے اور حرام ہے مثلاً حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں ہیں جن کو حرم میں بھی احرام کی حالت میں مار دینے کا حکم ہے اور ایسی پر کوئی گناہ نہیں۔ چوہا۔ کوا۔ چیل۔ بچھو۔ زہریلا کتا جو دیوانہ ہو جائے (متفق علیہ)

حکم کا اعادہ اس آیت میں تاکیداً ہے اور وضاحت احکام بھی مقصود ہے یعنی پاک چیزیں تو حلال ہیں مگر اہل کتاب کا کھانا بھی حلال ہے اس پر بسیط بحث ہے جو صاحب روح المعانی سے کی دھونڈا۔

ہمارے نزدیک یہود و نصاریٰ حتیٰ کہ نصاریٰ عرب بھی اس میں داخل ہیں۔

حضرت شیر خدا اسد اللہ علی کرم اللہ وجہہ سے ایک روایت ہے اس میں یہ تصریح ہے اس میں نصاریٰ بنی تغلب مستثنیٰ ہیں۔

ابن عباس۔ ابوالدرداء۔ ابراہیم۔ قتادہ۔ سدی۔ ضحاک۔ مجاہد رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں اس حکم سے مراد ان کے ذبیحہ ہیں اور اسی پر عیاض بلخی وغیرہ بھی متفق ہیں بخاری شریف میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد ذبیحے ہیں اور اس کی علت میں اختلاف نہیں اور اسی پر اکثر مفسرین بھی متفق ہیں۔

آگے فرماتے ہیں وحکم الصابئین حکم اہل الکتاب عند الامام الاعظم اہل کتاب صابیوں کے حکم میں ہیں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک پھر صابی کی دو قسم لکھتے ہیں۔

ایک وہ صابی ہیں جو زبور پڑھتے ہیں اور ملائکہ کو پوجتے ہیں۔

دوسرے وہ صابی جو زبور نہیں پڑھتے مگر ستارہ پرستی کرتے ہیں۔

یہ دونوں اہل کتاب نہیں اور مجوس یہ بھی ایسے ہی اہل کتاب ہیں ان پر جزیہ لینے کا حکم ہے۔ اور انکا ذبیحہ ناجائز ان کی عورتوں سے نکاح بھی نہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ علماء میں حل ذبیحہ یہود و نصاریٰ میں اختلاف ہے اگر یہودی نصرانی وقت ذبح عزیر یا عیسیٰ کا نام لیتا ہے تو وہ ذبیحہ جائز نہیں (روح المعانی) میں کہتا ہوں کہ بہر حال موجودہ یہودی اور عیسائی مشرک ہیں یہ کسی طرح کتابی نہیں اس لیے کہ ان کے نزدیک انجیل مقدس بھی ایک مجموعہ تاریخی بن کر رہ گئی ہے لہٰذا ان کا ذبیحہ ناجائز اور ان کی عورتوں سے نکاح ممنوع ہے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ جب تک مشرک عورتیں ایمان نہ لائیں ان سے نکاح نہ کرو۔

اب رہا یہ سوال کہ وہ ہمارا کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں اس پر فیصلہ فرمایا ہے لاجناح علیکم ایها المؤمنون ان تطعموا اهل الکتاب من طعامکم۔ اگر وہ ہمارے ذبیحہ کو کھائیں ہمارا کھانا کھانے میں پرہیز نہ کریں تو ہم پر گناہ نہیں۔

اور نکاح کے متعلق فرمایا کہ محصنۃ مسلمہ یعنی پاک دامن بی بی سے جو مسلمان ہو اور عفیفہ آزاد ہو اس سے نکاح کر سکتے ہو اور کتابیہ جو بمعنی حقیقی کتابیہ ہوں وہ بھی جائز ہیں اور لونڈیاں کتابیہ مسلمہ عورتوں کے حکم میں ہیں حیث قال واما الاماء الکتابیات منهن کالمسلمات عند الامام الاعظم رضی الله عنہ۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتابی لونڈیاں مسلمان عورتوں کے حکم میں ہیں یعنی ان سے نکاح جائز ہے۔

والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لایجوز نکاح الحربیات اگر وہ حربیہ ہے تو نکاح جائز نہیں اور مشرکہ سے جیسے نکاح حرام۔ ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن ایسے ہی موجودہ کتابیہ ہے کالمشرکہ ہے چنانچہ۔ والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب پر فرماتے ہیں ان المراد من المحصنات من الذین اوتوا الکتاب اللاتی اسلمن منهن۔ محصنات من الذین اوتوا الکتاب سے وہ کتابیہ مراد ہے جو ان میں سے اسلام لا چکی ہو اس پر یہ حدیث سند میں لاتے ہیں۔ ابن جریر ابن عباس سے راوی ہیں نھی رسول الله صلی الله علیہ وسلم عن اصناف النساء الا ما کان من المؤمنات المهاجرات وحرم کل ذات دین غیر الاسلام۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم منع فرمایا عورتوں کی قسموں سے نکاح کو مگر وہ کہ ہو مومنہ مہاجرہ۔ اور حرام فرمایا ہر دین والی عورت سے سوا اسلام کے۔

ان میں بھی ارشاد ہے محصنین ہو یعنی پاکدامن عفیفہ۔ نیک چلن نہ کہ بدچلن یار پکڑنے والی ہرکس وناکس کو اخدان جمع خدن کی ہے والخدن الصدیق یقع علی الذکر والانثی خدن دوست کو کہتے ہیں خواہ مرد ہو یا عورت دونوں پر بولا جاتا ہے۔

آخر فرمایا جو مومن ہونے سے انکاری ہو اس کی کرنی اکارت ہے اور آخرت میں نقصان و خسران کا مستحق ہے۔ اسی کو مرتد کہتے ہیں عام اس سے کہ خاتمیت کا انکار کرے عام اس سے کہ حضور کے بعد کسی نبی کے ہونے کا اعتقاد رکھے۔

فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ اس کے اعمال اکارت جائیں گے اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوں گے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ مائدہ پ ٦

یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ مِّنْهُ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اے ایمان والو جب نماز کو کھڑا ہونا چاہو تو اپنے منہ دھوؤ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں کا اور دونوں پاؤں دھوؤ ٹخنوں تک اور اگر تم کو نہانا واجب ہو تو خوب پاک ہوا کرو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر یا آئے تم میں سے کوئی پاخانہ سے یا صحبت کی ہو عورتوں سے اور نہ پاؤ پانی تو تیمم کرو پاک مٹی سے تو اپنے منہ کا مسح کرو اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے لیکن چاہتا ہے کہ تم پاک رہو اور تم پر پوری کردی اپنی نعمت تاکہ تم شکر گذارو۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ

اور یاد کرو اللہ کی وہ نعمت جو تم پر کی اور

مِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

وہ عہد جو تم سے لیا جب کہ تم نے کہا سنا ہم نے اور مانا ہم نے اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ جانتا ہے تمہارے دلوں کی بات۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○

اے ایمان والو ہو جاؤ قائم اللہ کے لیے گواہی منصفانہ دینے کو اور نہ برانگیختہ کرے تمہیں عداوت کسی قوم کی اس پر کہ نہ انصاف کرو انصاف کرو وہ قریب تر ہے پرہیزگاری کے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ○

وعدہ کیا اللہ نے ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے کہ ان کے لیے بخشش ہے اور اور ثواب بہت۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○

اور وہ جو کافر ہوئے اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو وہ جہنم والے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○

اے ایمان والو یاد کرو اللہ کے اس احسان کو جو تم پر کیا جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر ہاتھ ڈالے تو روک لیا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور ڈرو اللہ سے اور اللہ پر ہی مسلمانوں کا بھروسہ ہونا چاہیے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ مائدہ پ ٦

یاایہا۔ اے لوگو	الذین۔ جو	امنوا۔ ایمان لائے ہو	اذا۔ جب
قمتم۔ کھڑے ہو	الی۔ طرف	الصلوٰۃ۔ نماز کی	فاغسلوا۔ تو دھوؤ
وجوھکم۔ اپنے منہ	و۔ اور	ایدیکم۔ اپنے ہاتھ	الی۔ طرف

المرافق۔کہنیوں تک	و۔اور	امسحوا۔مسح کرو	برؤسکم۔اپنے سروں کا
و۔اور	ارجلکم۔دھوؤ اپنے پاؤں	الی۔طرف	الکعبین۔ٹخنوں کے
و۔اور	ان۔اگر	کنتم۔ہوتم	جنبا۔جنبی
فاطہروا۔تو پاک ہو	و۔اور	ان۔اگر	کنتم۔ہوتم
مرضی۔بیمار	او۔یا	علی۔اوپر	سفر۔سفر کے
او۔یا	جاء۔آئے	احد۔کوئی	منکم۔تم میں سے
من الغائط۔حاجت سے	او۔یا	لمستم۔ہمبستری کی ہوتم نے	النساء۔عورتوں سے
فلم۔تو نہ	تجدوا۔پایا تم نے	ماء۔پانی	فتیمموا۔تو قصد کرو
صعیدا۔مٹی	طیبا۔پاک کا	فامسحوا۔تو مسح کرو	بوجوھکم۔اپنے منہ کا
و۔اور	ایدیکم۔اپنے ہاتھوں کا	منہ۔اس سے	ما۔نہیں
یرید۔چاہتا	اللہ۔اللہ	لیجعل۔کر رکھے	علیکم۔تم پر
من حرج۔کوئی تنگی	و۔اور	لکن۔لیکن	یرید۔چاہتا ہے
لیطھرکم۔کہ پاک کرے	کم۔تم کو	و۔اور	لیتم۔پورا کرے
نعمتہ۔اپنی نعمت کو	علیکم۔تم پر	لعلکم۔تاکہ تم	تشکرون۔شکر کرو
و۔اور	اذکروا۔یاد کرو	نعمۃ۔نعمت	اللہ۔اللہ کی
علیکم۔اپنے اوپر	و۔اور	میثاقہ۔اس کا عہد	الذی۔جو
واثقکم بہ۔تم سے پختہ کیا	اذ۔جب	قلتم۔تم نے کہا	سمعنا۔ہم نے سنا
و۔اور	اطعنا۔ہم نے مانا	و۔اور	اتقوا۔ڈرو
اللہ۔اللہ سے	ان۔بیشک	اللہ۔اللہ	علیم۔جانتا ہے
بذات الصدور۔دل کی باتیں		یاایھا۔اے لوگو	الذین۔جو
امنوا۔ایمان لائے ہو	کونوا۔ہوجاؤ	قوامین۔قائم	للہ۔اللہ کے لیے
شہداء۔گواہ	بالقسط۔منصفانہ	و۔اور	لا۔نہ
یجرمنکم۔آمادہ کرے تم کو	شنان۔دشمنی	قوم۔کسی قوم کی	علی۔اوپر
ان لا۔کہ	لا۔نہ	تعدلوا۔انصاف کرو	اعدلوا۔انصاف کرو
ھو۔وہ	اقرب۔بہت قریب ہے	للتقوی۔پرہیزگاری کے	و۔اور

اتقوا۔ ڈرو	اللہ۔ اللہ سے	ان۔ بیشک	اللہ۔ اللہ
خبیر۔ خبردار ہے	بما۔ اس سے جو	تعلمون۔ تم کرتے ہو	وعد۔ وعدہ کیا
اللہ۔ اللہ نے	الذین۔ ان لوگوں سے جو	اٰمنوا۔ ایمان لائے	و۔ اور
عملوا۔ عمل کیے	الصلحت۔ اچھے	لہم۔ انکے لیے	مغفرۃ۔ بخشش ہے
و۔ اور	اجر۔ اجر	عظیم۔ بہت بڑا	و۔ اور
الذین۔ وہ جو	کفروا۔ کافر ہوئے	و۔ اور	کذبوا۔ جھٹلایا
بایتنا۔ ہماری آیتوں کو	اولئک۔ یہ ہیں	اصحب الجحیم۔ جہنم والے	یا ایہا۔ اے
الذین۔ لوگو جو	اٰمنوا۔ ایمان لائے ہو	اذکروا۔ یاد کرو	نعمۃ۔ نعمت
اللہ۔ اللہ کی	علیکم۔ تم پر	اذ۔ جب	ھمّ۔ قصد کیا
قوم۔ ایک قوم نے	ان۔ یہ کہ	یبسطوا۔ پھیلائیں	الیکم۔ تمہاری طرف
ایدیہم۔ اپنے ہاتھ	فکف۔ تو روکے اس نے	ایدیہم۔ انکے ہاتھ	عنکم۔ تم سے
و۔ اور	اتقوا۔ ڈرو	اللہ۔ اللہ سے	و۔ اور
علی۔ اوپر	اللہ۔ اللہ کے	فلیتوکل۔ چاہیے توکل کریں	المومنون۔ مومن

مختصر تفسیر رکوع دوم سورۂ مائدہ پ ۶

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ ؕ اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنے منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ۔

عربی میں وجہ چہرے کو کہتے ہیں۔ چہرہ دھویا جاتا ہے۔ فَم منہ کو کہتے ہیں داخل ہونٹ سے حلق تک فم کل کو کہتے ہیں۔ روح المعانی۔ فَاغْسِلُوْا غسل۔ پانی اتنا بہانا کہ کم از کم ایک قطرہ ٹپک جائے۔ اور وضو کے چار فرض ہیں۔

منہ دھونا۔ کہنیوں تک ہاتھ دھونا۔ چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ ٹخنوں تک دونوں پیر دھونا۔

تشریح: سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنا افضل سمجھتے تھے یہ استحبابی فعل ہے آج بھی اگر کوئی ایسا کرے تو بہتر ہے۔

مگر مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ اگر ایک وضو سے چند نمازیں یا پانچوں نماز اگر کوئی پڑھ سکے تو پڑھ سکتا ہے اور اسی وضو سے نوافل اور تلاوت وغیرہ سب جائز ہے۔

البتہ روح المعانی میں یہ روایت ہے کہ ابتداء اسلام میں ہر نماز کے لیے جدا وضو کرنا فرض تھا بعد میں یہ قانون منسوخ کر دیا گیا اور حکم عام ہو گیا کہ جبتک حدث واقع نہ ہو یعنی وضو نہ ٹوٹے ایک ہی وضو سے فرائض و نوافل و تلاوت سب جائز ہیں۔ فتح مکہ کے دن حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے چند نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھیں اور چمڑے کے موزوں پر مسح کیا رواہ مسلم

تحقیق انیق

تعریف و حدود چہرہ: شروع پیشانی سے جہاں سے بال جمنے شروع ہوں ٹھوڑی تک طول میں اور ایک کان سے دوسرے کان تک عرض میں چہرہ ہے۔

ہاتھ کہنیوں تک: غسل میں کہنیاں داخل ہیں اس لیے کہ وایدیکم لنے المرافق حکم ہے۔ اور الیٰ غایت کے لیے ہے اور اس کی مغیا ید ہے تو اس حکم میں مغیا تحت غایت ہے وجہ یہ ہے کہ محاورۂ اصول میں غایت و مغیا کا یہ طریقہ ہے کہ اگر مغیا جنس غایت سے ہو تو داخل ہوگی اور اگر مغیا کی غایت جنس مغیا سے نہ ہو تو خارج ہے جیسے ثم اتموا الصیام الی اللیل میں نہار کی جنس مغیا سے مغیا جو لیل ہے وہ خارج ہے اس لیے کہ نہار جنس لیل سے نہیں اور لیل جنس نہار سے نہیں۔ حل اور ہے اور رات اور ہے برخلاف ید کے کہ وہ جنس غایت یعنی مرفق سے ہے۔

عربی میں وجہ چہرے کو کہتے ہیں۔ چہرا دھویا جاتا ہے۔ فم منہ کو کہتے ہیں داخل ہونٹ سے حلق تک منہ ہے فم کل کو کہتے ہیں فاغسلوا۔ اغسلوا غسل پانی آنا بہانا کہ کم از کم ایک قطرہ ٹپک جائے۔

مسح سر: وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ۔ مسح کا لفظی معنی چھونا ہے۔ اصطلاح میں گیلا ہاتھ پھیرنا مسح ہے۔ بِ زائدہ ہے جو سر کی بعضیت بتلانے کے لیے ہے یعنی بعض سر کا مسح کرو حدیث پاک کی روشنی میں بھی سر کا چوتھائی مسح فرض ہے یہی احناف کا

مذہب ہے سارے سر کا مسح سنت ہے (روح المعانی)
سر کا مسح اطلاق حکم کے لحاظ سے مطلق ہے اس بنا پر تمام سر کا مسح لازم تھا لیکن اصول یہ ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقہ مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر رہتا ہے بشرطیکہ مخصص نہ ہو اور اگر مخصص ہو تو پھر وہ اطلاق نہیں رہتا۔ چونکہ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ پر حدیث میں حضرت مغیرہ بن شعبہ نے تصریح کردی ہے بنا بریں چوتھائی سر کا مسح احناف کے ہاں فرض مانا گیا۔ حدیث یہ ہے عن مغیرۃ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی سباطۃ قوم فبال وتوضأ ومسح علی الناصیۃ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے اور پیشاب فرما کر وضو کیا اور پیشانی پر مسح کیا۔ اس کی شرح میں ہے ای مسح علی مقدار الناصیۃ یعنے پیشانی کے مقدار سر کا مسح کیا اور یہ تحقیق سے ثابت ہے کہ ہر پیشانی سر کے چوتھائی مقدار ہوتی ہے۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں والمفروض فی المسح عندنا مقدار الناصیۃ وھو ربع الراس من ای جانب کان۔ ہمارے یہاں فرض مسح سر مقدار ناصیہ ہے اور وہ چوتھائی سر ہے خواہ کسی جانب سے ہو۔

غسل رجلین الی الکعبین

جلکم الی الکعبین۔ اَرْجُلَ جمع ہے رِجْلٌ کی اس کے معنی پاؤں ہے انگلیوں سے لے کر ران تک کو رِجل کہا جاتا ہے۔ قدم۔ پنڈلی۔ گھٹنا۔ ران عربی میں قدم کے بیچ کے حصہ کو کعب کہتے ہیں۔ ابھری ہوئی ہڈیوں کو بھی کعب ہی کہا جاتا ہے۔

وارجلکم الی الکعبین میں تین قراءت ہیں ایک شاذ ہے اور دو متواتر۔ قراءت شاذہ میں رفع کے ساتھ ہے اور متواتر دو قراءتوں میں نصب ہے۔ اور وہ قراءت نافع۔ ابن عامر، حفص۔ کسائی۔ یعقوب کی ہے۔ آگے فرماتے ہیں وقال جمہور الفقہاء والمفسرین فرضھا الغسل جمہور فقہاء ومفسرین فرماتے ہیں دونوں پیروں کا دھونا فرض ہے۔
اور جو لوگ وارجلکم کو زیر کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ مسح رجلین کے قائل ہیں

اور جر جوار مانتے ہیں اس پر صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔

باطل من وجوہ۔ اولہا ان الکسر علی الجوار محدود فی اللحن الذی قد یتحمل لاجل الضرورۃ فی الشعر وکلام اللہ تعالی یجب تنزیہہ عنہ۔ باطل ہے چند وجوہ سے جر جوار کا اصول یہاں نہیں چلتا۔ اول یہ کہ کسر علی الجوار متحمل ہوتا ہے ضرورت شعری کے لیے اور کلام الٰہی کے لیے اس سے منزہ ہونا لازمی ہے۔

دوسری وجہ فرماتے ہیں۔ ان الکسر انما یصار الیہ حیث حصل الدفع من الالتباس کما فیما استشہدا بہ وانہ الدفع من الالتباس غیر حاصل۔ تیسری وجہ فرماتے ہیں ان الجر بالجوار ان یکون بدون حرف العطف واما مع حرف العطف فذ تکلم بہ العرب۔ جر جوار ہمیشہ بدون حرف عطف ہوتا ہے اور جب حرف عطف بیچ میں آجائے تو عرب جر جوار کا فائدہ اپنے تکلم میں ہرگز نہیں لیتے وھذا مذھب مشہور للنحاۃ پھر فرماتے ہیں ثم قال الامام واعلم انہ لا یمکن الجواب عن ھذا الامن وجہین الاول الاخبار الکثیرۃ واردۃ بایجاب الغسل والغسل مشتمل علی المسح ولا ینعلق۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جر جوار سے جواب کسی طرح صحیح نہیں اس کی دو وجہ ہیں۔ پہلی یہ کہ اخبار کثیرہ وجوب غسل رجلین میں وارد ہیں اور غسل مشتمل مسح بھی ہے اور مسح مشتمل غسل نہیں فکان الغسل اقرب الی الاحتیاط فوجب المصیر الیہ وعلی ھذا الوجہ یجب القطع بان غسل الارجل یقوم مقام مسحہما تو غسل قریب تر ہے احتیاطاً اس لیے کہ غسل ارجل قائم مقام مسح بھی ہے۔

والثانی ان فرض الارجل محدود الی الکعبین والتحدید انما جاء فی الغسل لا فی المسح دوسری وجہ یہ ہے کہ پیروں کی فرضیت محدود الی الکعبین ہے اور یہ حد ٹخنوں تک کے غسل میں تو صحیح ہو سکتی ہے نہ کہ مسح میں۔

اس کے متعلق مبسوط بحث فرما کر آخر میں ناطق فیصلہ فرماتے ہیں۔

ان سنن خیر الورٰی صلی اللہ علیہ وسلم فاثار الائمۃ رضی اللہ عنہم شاھدۃ علی ما ید عیہ اھل السنۃ وھی فی طریقہم اکثر من ان تحصی واما من طریق القوم فقد روی العیاشی عن علی عن ابی حمزۃ قال سالنا ابا ھریرۃ عن القدمین فقال تغسلان۔

حضور کا طریقہ اور ائمہ کرام کی روایات اہل سنت کے دعوی کی شاہد ہیں اور ان روایات کے

طریقہ بے گنتی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پیروں کے متعلق جو سوال ہوا تو فرمایا دونوں پیر دھوئے جائیں۔

حضرت امام اعظم نے فرمایا میں موزوں پر مسح کرنے کا قائل اس وقت نہیں ہوا جبتک دن کی روشنی کی طرح اس کی وضاحت نہیں ہوگئی۔

امام احمد نے فرمایا میرے دل میں موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق کوئی کھٹک باقی نہ رہی۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی چالیس احادیث آئی ہیں۔ جن میں سے کچھ مرفوع ہیں اور کچھ موقوف ہیں۔ ان احادیث میں سے دو حدیثیں بیان کیں ایک حضرت مغیرہ بن شعبہ والی انہوں نے فرمایا کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا۔ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغیرہ لوٹا لے لو۔ میں نے لوٹا لے لیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قضائے حاجت کے لیے تشریف گئے۔ واپس تشریف لاکر وضو فرمایا۔ میں نے وضو کرایا جیسا کہ وضو نماز کے لیے کرتے ہیں پھر دونوں موزوں پر مسح کیا متفق علیہ

حضرت مغیرہ کی یہ حدیث تقریباً ساٹھ سندوں سے نقل کی گئی ہے۔

اس مبحث میں چھ سات صفحہ پر سے میں نے ضروری اقتباس پیش کر دیے ہیں اور اگر مزید تفصیل دیکھنا ہو تو فلینظر الی روح المعانی ص ۷۵ الی ص ۸۱ آگے ارشاد ہے

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور اگر تم پر غسل فرض ہو تو خوب پاک ہو جاؤ اور اگر ہو تم بیمار یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا۔ یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو اور اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو نہیں چاہتا اللہ کہ تم پر کچھ تنگی ہو لیکن چاہتا ہے کہ تم خوب ستھرے ہو جاؤ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے تاکہ تم شکر گذار ہو۔ خلاصہ حکم یہ ہے کہ

جنابت سے طہارت کاملہ لازم آتی ہے۔ جنابت کبھی بیداری میں دفق و شہوت کے ساتھ انزال ہو جانے سے ہوتی ہے اور کبھی نیند میں احتلام سے اور سبیلین میں ادخال حشفہ سے فاعل و مفعول دونوں پر غسل لازم ہے۔ اس صورت میں خواہ انزال ہو یا نہ ہو حیض و نفاس سے صاف ہو جانے

کے بعد بھی غسل لازم ہے بخوب پاک ہونے کے حکم سے تمام بدن کا دھونا واجب ہے۔ کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا وغیرہ

۔اور قدرت علی الماء نہ ہو خواہ بیماری کی وجہ سے خواہ پانی لینے سے خطرہ کسی موذی کا محسوس ہو یا پانی ہوتے ہوئے ایسے نہ مل سکے سب صورتیں فان لم تجدوا سے فتیمموا صعیدا طیبا کی اجازت دیتا ہے۔ اسی بنا پر فان لم تجدوا کی تفسیر میں فان لم تقدروا علی الماء لکھا ہے اگر قدرت نہ ہو پانی پر۔

آیہ کریمہ کی مزید تفسیر سے پہلے چند ضروری اصطلاحات سمجھ لینا ضروری ہیں تاکہ تحقیق مسئلہ سمجھتے وقت اصطلاحات فقہیہ پر نظر رہنے سے بآسانی سمجھ میں آسکے۔

طہارت :۔ دو قسم ہے صغریٰ۔ کبریٰ۔ طہارت صغری وضو ہے اور کبری غسل۔

حدث :۔ دو قسم پر ہے حدث اصغر حدث اکبر جس سے وضو لازم ہو وہ حدث اصغر ہے اور جس سے غسل لازم آئے وہ حدث اکبر ہے۔

فرض اعتقادی :۔ جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر احناف کے نزدیک کافر مطلق ہے۔

فرض عملی :۔ جو ایسے دلائل سے ثابت ہو جسے قطعی کہا جا سکے مگر مجتہد کی نظر میں بحکم دلائل جزم ہو یعنی مجتہد اپنے دلائل کی روشنی میں اسے اتنا ضروری سمجھ چکا ہو کہ بغیر اس کے کیے بری الذمہ نہ ہو بلکہ اگر وہ کسی عبادت میں فرض کے درجہ پر ہو تو بغیر اس کے وہ عبادت باطل ہے۔

اس کا بے وجہ انکار مستلزم فسق و گمراہی ہے باستثنائے مجتہدین کے کہ وہ اپنی تحقیق میں انکار کر سکتے ہیں۔

واجب اعتقادی :۔ وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو۔

واجب عملی :۔ وہ واجب ہے کہ اس کے کیے بغیر بری الذمہ ہو سکے اگرچہ اس عبادت میں نقص رہے۔

سنت مؤکدہ :۔ وہ ہے جسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو۔ بیان جواز کے لیے کبھی ترک بھی کر دیا ہو۔ مگر اس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو۔ اس کا ترک کرنا اساءت ہے۔

سنت غیر مؤکدہ جو نظر شرع میں ایسی لازم نہ ہو کہ اس کے ترک کو ناپسند کیا ہو، مگر نہ اس حد تک

کہ اس کے ترک پر وعید عذاب ہو۔

مستحب :۔ وہ ہے جسے شرع میں پسند کیا ہو اور ترک پر کوئی ناپسندیدگی نہ ہو۔

مباح :۔ وہ ہے جس کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہو۔

حرام قطعی :۔ یہ فرض کے مقابل ہے اس کا ایک بار بھی ... گناہ کبیرہ ہے اس کا مرتکب ... ستق ہے۔

مکروہ تحریمی :۔ یہ واجب کے مقابل ہے ... س کے کرنے سے عبادت ناقص اور کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔

اساءت :۔ جس کا کرنا گناہ ہو اور نادرًا کرنے والا مستحق ... پوشی۔

مکروہ تنزیہی :۔ جس کا کرنا شرعًا ناپسند ہو مگر کرنے والا مستحق عتاب ... عذاب نہیں۔

خلاف اولیٰ جس کا نہ کرنا بہتر اور کرے تو مضائقہ نہیں۔

وضو اور غسل میں فرض۔ واجب۔ سنت مؤکدہ۔ مکروہ تحریمی۔ مکروہ تنزیہی۔ خلاف اولیٰ سب کچھ ہیں اس کی تصریح آگے آئے گی۔

فتیمموا صعیدا طیبا ... عدم استطاعت وعدم قدرت علی الماء پر تیمم پاک مٹی اور جنس مٹی سے کیا جاتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ضرب دونوں ہاتھوں کی مار کر منہ پر پھیریں دوسری ضرب مار کر کہنیوں تک دونوں ہاتھوں پر پھیر لیں۔ یہ غسل اور وضو دونوں کا بدل ہے صرف نیت میں حدث صغیر اور حدث کبیر مشخصہ ... ضروری ہے۔

آخر میں ارشاد ہے۔

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ ... حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ اللہ تم پر تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ نجاستوں اور گناہوں سے تم کو پاک کرنے کے لیے اور اس لیے کہ اپنا انعام تم پر ... کر دے تاکہ تم شکر ادا کر سکو

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ... تین تین بار اعضا ... کو دھونے کے بعد فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے گا اس کے چہرے اور دونوں ہاتھوں پاؤں سے گناہ بہ کر نکل جاتے ہیں۔

اس میں ... سہولت فی نشر الشریعت کی بشارت ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاتَّقُوا

اللہ ان اللہ علیم بذات الصدور ہ اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو اور اس عہد کو بھی یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جب کہ تم نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ جاننے والا ہے سینے کی باتیں۔

اس میثاق کے متعلق علامہ آلوسی صاحب روح المعانی فرماتے ہیں

اس میثاق سے مراد وہ میثاق ہے جو مسلمانوں سے بیعت کے وقت حضور نے عقبۃ الثانیہ میں ۱۳ نبوی پر لیا جس میں مسلمانوں سے ہر حکم کی اطاعت کا معاہدہ تھا خواہ تنگی اور فراخی وغیرہ میں جیسا کہ بخاری و مسلم میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ میثاق ہے جو عقبہ اولیٰ پر ۱۲ نبوی پر لیا گیا یا بیعت رضوان کا معاہدہ ہے جو حدیبیہ کے موقع پر ہوا۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم۔ آگے ارشاد ہوا۔

یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ہو اقرب للتقوی۔ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون ہ اے ایمان والو ہو جاؤ قائم اللہ کے لیے انصاف کے ساتھ گواہی دو اور نہ برانگیختہ کرے تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر کہ نہ انصاف کرو۔ انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے قریب تر ہے اور ڈرو اللہ سے بے شک اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

جرم اور اجترام کمانا۔ جرم لاہلہ اپنے گھر والوں کے لیے کمایا۔ اور گناہوں اصطلاح میں برانگیختہ کرنے کے ہیں۔ پانچ چیزوں کی تاکید کی گئی ہے۔ قائم للہ رہنا۔ انصاف سے گواہی دینا۔ دشمنی میں بے انصافی نہ کرنا۔ یعنی عدل و انصاف کرنا۔ اللہ سے ڈرنا۔ مشرکین سے سخت عداوت تم کو عدل و انصاف چھوڑنے پر آمادہ نہ کرے۔

اس آیت کریمہ میں اخلاق اسلامی اور رواداری کی تعلیم ہے کہ کسی قوم سے اگر تمہاری عداوت یا دشمنی ہو اور وہ تمہارے ہاتھ میں آجائے تو ان سے اس رنج کا انتقام لینا نازیبا ہے فرائض عدل کا کوئی اثر نہیں عدل و انصاف کے طور سے نہ ہٹاؤ ... اسلامی تقویٰ اسی کا متقاضی ہے۔

عدل ہر چیز سے زیادہ تقویٰ کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ افعال سے اپنے نفس کی ظاہری اور باطنی قوتوں کو بچایا جائے اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ ہر وقت دھیان رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت لھم مغفرۃ واجر عظیم ٥ والذین کفروا وکذبوا بایتنا اولئک اصحب الجحیم ٥ اللہ تعالے کا وعدہ ہے ان کے لیے جو ایمان لائے اور نکوکار رہے بخشش کا اور بڑے ثواب کا۔ اور وہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں یہی لوگ دوزخ والے ہیں۔

وَعَدَ۔ ماضی میں بہت ہی گنجائش ہے اس کلام سے وعدہ فرمانا مقصود ہے اَلَّذِیْنَ سے مومن مراد ہیں۔ نیک عمل ہمیشہ کرتے رہنا ضروری ہے۔ لھم مغفرۃ واجر عظیم۔ لھم میں لام نفع کا ہے ہم کا مرجع الذین ہے۔ یعنی بخشش اور بڑا ثواب صرف نکوکار مومنین کے لیے ہے۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا۔ الذین سے تمام کفار مراد ہیں، آیات سے مراد آیات قرآن ہیں۔ ہر کافر آیات اللہ کو جھٹلانے والا ہے اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ جحیم دوزخ کا حصہ ہے دوزخ والے صرف کفار ہیں جو حق کی تکذیب کرنے والے ہیں۔

یہ آیت نص قاطع ہے اس پر کہ خلود نار سوا کفار کے اور کسی کے لیے نہیں (خازن۔ روح المعانی)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ ھَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ فَکَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ٥ اے ایمان والو اللہ کا وہ احسان یاد کرو جو تم پر کیا جبکہ ایک قوم نے چاہا کہ تم پہ ہاتھ ڈالے تو اس نے ان کے ہاتھ تم پہ سے روک لیے اور اللہ سے ڈرو اور اللہ ہی پہ مسلمانوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔

شان نزول: علامہ بغوی نے عکرمہ بن بشار کا قول نقل کیا ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت منذر بن عمر ساعدی کو مہاجرین وانصار کی تیس عدد آدمیوں کی جماعت کے ساتھ بنی عامر بن صعصعہ کی طرف تبلیغ اسلام کی لیے بھیجا حسب الحکم یہ لوگ گئے اور بنی عامر کے ایک چشمہ پر جس کا نام بیر معونہ تھا بنی عامر بن طفیل سے مقابلہ ہوا بنی عامر نے فریب کیا اور سب مسلمانوں کو قتل کر دینا چاہا۔ حضرت منذر اور آپ کے ساتھی شہید ہو گئے صرف تین مسلمان بچے جو گمشدہ اونٹنی کو تلاش کرنے گئے ہوئے تھے۔ ان میں عمرو بن امیہ ضمیری نے یہ واقعہ دیکھ کر اندیشہ ظاہر کیا کیونکہ پرندے فضا میں چکر لگا رہے تھے اور ان کے چونچ پنجے خون سے رنگے ہوئے تھے گوشت کے لوتھڑے جو زمین پر گر رہے تھے یہ دیکھ کر یہ تینوں اپنے رفقا کی طرف چلے راستہ میں ان کا مقابلہ بھی ان کفار سے ہوا ایک ساتھی جن کو ضرب سے امان لگی نے دشمنوں کی طرف سر اٹھایا با واز بلند کہا اللہ اکبر رب العالمین کی قسم میں جنت میں داخل ہو گیا۔

بقایا دونوں ساتھیوں کا بھی مقابلہ بنی سلیم کے آدمیوں سے ہوا۔ بنی سلیم بنی عامر کی ایک شاخ تھی۔ ان دونوں آدمیوں نے اپنا نسب بنی عامر سے ملایا تو دونوں مجاہدین نے ان کو کافر سمجھ کر قتل کر دیا۔ بنی سلیم حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے معاہد تھے ان سے صلح کا معاہدہ ہو چکا تھا۔ بنی سلیم نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے آدمیوں کا خونبہا طلب کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان ۔حضرت علی حضرت طلحہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کو کعب بن اشرف یہودی اور بنی نضیر کے پاس بھیجا تاکہ دیت ادا کرنے کے لیے ان سے مالی امداد حاصل کریں انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا تھا کہ ان سے مسلمانوں کی جنگ نہ ہوگی۔ اگر ضرورت پڑے تو خونبہا ادا کرنے میں وہ مسلمانوں کی پوری پوری مدد کریں گے۔

یہودیوں نے باہم مشورہ کر کے منصوبہ بنایا کہ اگر کوئی مکان کی چھت پر چڑھ کر بھاری پتھر ان پر گرا دے تو مسلمانوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس منصوبہ کے تحت جب انہوں نے ایسا کرنا چاہا تو اللہ تعالے نے ان کے ہاتھوں کو شل کر دیا۔ اور جبرئیل امین نے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو باخبر کر دیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنے تمام رفقاء کو بحفاظت مدینہ لے آئے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حضور سید اکرم صلے اللہ علیہ نے ایک منزل میں قیام فرمایا اور اصحاب جدا جدا درختوں کے سایہ میں آرام گزیں ہو گئے۔ حضور نے اپنی تلوار ایک درخت میں لٹکا دی ایک اعرابی غورث بن حارث نے اپنی قوم سے کہا کہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کیے دیتا ہوں۔ وہ تلوار درخت سے اتار کر حضور کی طرف بڑھا اور پکارا یا محمد من یمنعک منی۔ اے محمد اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ حضور نے فرمایا میرا اللہ حضور کا یہ فرمانا تھا کہ روح الامین نے اس کا ہاتھ روک لیا اور تلوار گرا دی حضور نے اسی وقت تلوار تھامی اور فرمایا الآن من یمنعک منی۔ اب بتا مجھ سے تجھے کوئی بچانے والا ہے وہ اعرابی لرز گیا اور کہنے لگا کوئی نہیں سوا آپ کے حضور نے تلوار نیام میں کی اور فرمایا جا۔ وہ دست بستہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك محمد رسول الله (تفسیر ابوالسعود)

اور روح المعانی میں ہے ان رسول الله صلی الله علیه وسلم واصحابه بعسفان قاموا الی الظهر معا فلما صلوا ندموا ان لا کانوا اکبوا علیهم و ... ان اذا قحوهم

اذا قاموا الی الصلٰوۃ العصر فرمایا اللہ تعالیٰ کیا ھم بان انزل صلوٰۃ الخوف مقام عسفان میں حضور معہ صحابہ ظہر پڑھ رہے تھے مشرکین نے دیکھا کہ اب ظہر پڑھ چکے ہیں تو بہت پچھتائے اور ارادہ کیا کہ جب عصر کے لیے کھڑے ہوں تو یکبارگی حملہ کر دو اللہ تعالیٰ نے ان کا مکر ردفرمایا اور صلوٰۃ خوف کا طریقہ تعلیم فرما دیا۔ اور نماز خوف کے احکام نازل ہوئے جن میں علماء ان دو ٹولیاں بنا کر نماز باجماعت پڑھتے ہیں آدھے نماز میں آدھے کفار کے مقابل ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں دوسرے میں تبدیلی ہو جاتی ہے (تفسیر خازن۔ تفسیر کبیر)

مفصل واقعہ گذشتہ صفحات میں رکوع تیرھواں سورۃ نساء میں واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا اسلحتھم کے تحت گذر چکا۔

واتقوا اللہ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ ہی پر اہل ایمان کو بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورہ مائدہ پ ۶

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۝	اور بے شک لیا اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد اور ہم نے ان میں بھیجے بارہ نقیب اور کہا اللہ نے میں تمہارے ساتھ ہوں بشرطیکہ تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور ایمان لاؤ میرے رسولوں پر اور تعظیم کرو ان کی اور قرض دو اللہ کو قرض حسنہ تو یقیناً اتار دوں گا میں تمہارے گناہ اور یقیناً داخل کروں گا باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہوں گی نہریں تو جو کفر کرے بعد اس کے تم میں سے تو وہ یقیناً بھٹکا سیدھی راہ سے۔
فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا	تو بسبب ان کی بدعہدیوں کے ہم نے لعنت کی اور کیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت اللہ کے کلام کو ان کی جگہ سے بدلتے ہیں اور بھلا دیا سب

ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

حصہ ان نصیحتوں کا جو ان کو دی گئی تھیں اور ہمیشہ تم مطلع رہو گے ان کی دغابازیوں پر۔ مگر تھوڑے ان سے تو انہیں معاف کرد اور در گذر کرو بے شک احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۭ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝

اور بعضے ان سے وہ ہیں جنہوں نے کہا ہم نصاریٰ ہیں لیا ہم نے ان سے عہد تو بھلا دیا انہوں نے وہ سب حصہ نصیحتوں کا تو ڈال دی ہم نے ان میں عداوت اور بغض قیامت تک اور عنقریب بتا دے گا انہیں اللہ جو کچھ وہ بات بناتے ہیں۔ اے کتابیو بے شک تم میں ہمارا رسول کہ تم پر ظاہر کرے بہت سی وہ باتیں جو چھپائیں تم نے کتاب سے اور بہت سی معاف کرتا ہے بے شک آیا تم میں اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔

يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

ہدایت دیتا ہے اس سے اللہ اسے جو پیروی کرے اللہ کی رضا کی اور چلا سلامتی کا راستہ اور انہیں نکالتا ہے اندھیریوں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور دکھاتا ہے انہیں راہ سیدھی

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔـا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ

بے شک کفر کیا انہوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح ہے بیٹا مریم کا فرما دو تو کون قبضہ رکھتا ہے اللہ سے کچھ اگر چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح کو جو مریم کا بیٹا ہے اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو سب کو اور اللہ کے لیے ہی ملک آسمانوں اور زمین کے اور جو کچھ ان دونوں میں ہے پیدا

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝
وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا
اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ
بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ
خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

کرے جو چاہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔
اور کہا یہودیوں اور نصرانیوں نے ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں فرما دیجئے تو تم کو کیوں عذاب ہونے لگا تمہارے گناہوں پر بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات سے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ کے لیے ہے ملکیت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان میں ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا
يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ
اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا
نَذِيْرٍ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اے اہل کتاب بے شک آیا تم میں وہ رسول جو ظاہر کرتا ہے تم پر مدتوں بند رہنا اور ان کے آثار رسولوں کا تاکہ نہ کہہ سکو کہ نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

حل لغات رکوع سوم سورۂ مائدہ پ۶

و۔ اور	لقد۔ بیشک	اخذنا۔ لیا ہم نے	میثاق۔ عہد
بنی اسرائیل۔ بنی اسرائیل سے		و۔ اور	بعثنا۔ مقرر کیے ہم نے
منھم۔ ان میں سے	اثنی عشر۔ بارہ	نقیبا۔ سردار	و۔ اور
قال۔ کہا	اللہ۔ اللہ نے	انی۔ بیشک میں	معکم۔ تمہارے ساتھ ہوں
لئن۔ اگر	اقمتم۔ قائم کی تم نے	الصلوٰۃ۔ نماز	و۔ اور
اٰتیتم۔ دی تم نے	الزکوٰۃ۔ زکوٰۃ	و۔ اور	اٰمنتم۔ ایمان لائے تم
برسلی۔ میرے رسولوں پر	و۔ اور	عزرتمو۔ تعظیم کی تم نے	ھم۔ ان کی
و۔ اور	اقرضتم۔ قرضہ دیا تم نے	اللہ۔ اللہ کو	قرضا۔ قرضہ
حسنا۔ اچھا	لاکفرن۔ تو دور کرونگا میں	عنکم۔ تم سے	سیاٰتکم۔ تمہاری برائیاں

و۔ اور	لادخلنکم۔ ضرور داخل کروں گا تم کو		جنت۔ باغوں میں
تجری چلتی ہیں	من تحتہا۔ ان کے نیچے	الانہر۔ نہریں	فمن۔ پھر جو
کفر۔ کفر کرے	بعد۔ بعد	ذلک۔ اس کے	منکم۔ تم میں سے
فقد۔ تو بے شک	ضل۔ گمراہ ہوا	سواء۔ سیدھے	السبیل۔ راستہ سے
فبما۔ تو بسبب	نقضہم۔ توڑنے انکے	میثاقہم۔ اپنے عہد کو	لعنا۔ لعنت کی ہم نے
ھم۔ ان پر	و۔ اور	جعلنا۔ بنائے ہم نے	قلوبہم۔ انکے دل
قاسیۃ۔ سخت	یحرفون۔ بدلتے ہیں	الکلم۔ کلمات کو	عن مواضعہ۔ ان کی
جگہ سے	و۔ اور	نسوا۔ بھول گئے	حظا۔ حصہ
مما۔ اس چیز کا جو	ذکروا۔ نصیحت کیے گئے	بہ۔ اس کی	و۔ اور
لاتزال۔ تو ہمیشہ	تطلع۔ مطلع ہوتا رہیگا	علی۔ اوپر	خائنۃ۔ خیانت
منہم۔ ان کی کے	الا۔ مگر	قلیلا۔ تھوڑے	منہم۔ ان میں سے
فاعف۔ پس معاف کر	عنہم۔ ان کو	و۔ اور	اصفح۔ درگذر کر
ان۔ بے شک	اللہ۔ اللہ	یحب۔ پسند کرتا ہے	المحسنین۔ نیکوں کو
و۔ اور	من الذین۔ ان سے جنہوں نے	قالوا۔ کہا	انا۔ ہم
نصری۔ نصاری ہیں	اخذنا۔ لیا ہم نے	میثاقہم۔ ان سے عہد	فنسوا۔ تو بھول گئے
حظا۔ حصہ	مما۔ اس کا جو	ذکروا۔ نصیحت کیے گئے	بہ۔ اسکی
فاغرینا۔ تو ڈال دی ہم نے	بینہم۔ ان میں	العداوۃ۔ عداوت	و۔ اور
البغضاء۔ بغض	الی۔ طرف	یوم۔ دن	القیمۃ۔ قیامت کے
و۔ اور	سوف۔ جلدی	ینبئہم۔ خبر دیگا ان کو	اللہ۔ اللہ
بما۔ اس کی جو	کانوا۔ وہ	یصنعون۔ کرتے تھے	یا۔ اے
اھل الکتب۔ کتاب والو	قد۔ بے شک	جاء۔ آیا	کم۔ تمہارے پاس
رسولنا۔ ہمارا رسول	یبین۔ بیان کرتا ہے	لکم۔ تمہارے لیے	کثیرا۔ بہت سی
مما۔ وہ باتیں جو	تخفون۔ چھپاتے ہو	من الکتب۔ کتاب سے	و۔ اور
یعفوا۔ معاف کرتا ہے	عن کثیر۔ بہت سے	قد۔ بیشک	جاء۔ آیا
کم۔ تمہارے پاس	من اللہ۔ اللہ سے	نور۔ نور	و۔ اور

کتاب۔کتاب	مبین۔روشن	یھدی۔ہدایت دیتا ہے	بہ۔اس سے
اللہ۔اللہ	من۔اس کو جو	اتبع۔پیروی کرے	رضوانہ۔اسکی رضامندی کی
سبل السلام۔سلامتی کے راستوں کی		و۔اور	یخرجھم۔نکالتا ہے انکو
من الظلمت۔اندھیروں سے	الی۔طرف	النور۔روشنی کے	باذنہ۔اپنے حکم سے
و۔اور	یھدیھم۔راہنمائی کرتا ہے انکی	الی۔طرف	صراط۔راہ
مستقیم۔سیدھی کے	لقد۔بے شک	کفر۔کافر ہوگئے	الذین۔وہ جنہوں نے
قالوا۔کہا	ان۔بیشک	اللہ۔اللہ	ھو۔وہی ہے
المسیح۔مسیح	ابن۔بیٹا	مریم۔مریم کا	قل۔کہہ
فمن۔پھر کون	یملك۔اختیار رکھتا ہے	من اللہ۔اللہ سے	شیئا۔کچھ بھی
ان۔اگر	اراد۔ارادہ کرے	ان۔یہ کہ	یھلك۔ہلاک کردے
المسیح۔مسیح	ابن مریم۔مریم کے بیٹے کو	و۔اور	امہ۔اس کی ماں کو
و۔اور	من۔جو	فی۔بیچ	الارض۔زمین کے ہے
جمیعا۔سب کو	و۔اور	للہ۔اللہ ہی کی	ملك۔ملکیت ہیں
السموات۔آسمان	و۔اور	الارض۔زمین	و۔اور
ما۔جو	بینھما۔ان کے درمیان ہے	یخلق۔پیدا کرتا ہے	ما۔جو
یشاء۔چاہتا ہے	و۔اور	اللہ۔اللہ	علی۔اوپر
کل۔ہر	شیء۔چیز کے	قدیر۔قادر ہے	و۔اور
قالت۔کہا	الیھود۔یہودیوں نے	و۔اور	النصری۔عیسائیوں نے
نحن۔ہم	ابناء۔بیٹے ہیں	اللہ۔اللہ کے	و۔اور
احباؤہ۔پیارے اسکے	قل۔کہہ	فلم۔پھر کیوں	یعذبکم۔سزا دیتا ہے تمکو
بذنوبکم۔تمہارے گناہوں کی	و۔اور	للہ۔اللہ ہی کی	ملك۔ملکیت ہیں
السموات آسمان	و۔اور	الارض۔زمین	و۔اور
ما۔جو	بینھما۔انکے درمیان ہے	و۔اور	الیہ۔اسی کی طرف
المصیر۔پھرنا ہے	یا۔اے	اھل الکتب۔کتاب والو	جاء۔آیا ہے
کم۔تمہارے پاس	رسولنا۔ہمارا رسول	یبین۔بیان کرتا ہے	لکم۔تمہارے لئے

ان ۔ یہ کہ	من الرسل ۔ رسولوں سے	فترۃ ۔ تاخیر کے	علی ۔ اوپر
نا ۔ ہمارے پاس	جاء ۔ آیا	ما ۔ نہیں	تقولوا ۔ تم کہو کہ
نذیر ۔ ڈرانے والا	لا ۔ نہ	و ۔ اور	من بشیر ۔ کوئی خوشخبری سنانے والا
کل ۔ ہر	علی ۔ اوپر	اللہ ۔ اللہ	و ۔ اور
		قدیر ۔ قادر ہے۔	شئ ۔ چیز کے

مختصر تفسیر رکوع سوم سورۂ مائدہ پ ٦

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَجَعَلْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا وَقَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝

اور بے شک لیا اللہ نے عہد بنی اسرائیل سے اور بھیجے ہم نے ان میں بارہ سردار اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرض دو قرض حسنہ بے شک میں اتاروں گا تمہارے گناہ اور تمہیں داخل کروں گا ایسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں تو جو کفر کرے بعد اس کے تو یقیناً وہ گمراہ ہے سیدھی راہ سے۔

جب اللہ تعالے نے توریت نازل فرمائی تو بنی اسرائیل سے ایک پختہ وعدہ لیا میثاق کے معنی پختہ وعدے کے ہیں قَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَكُمْ۔ اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی بیشک تم عہد پورا کرتے رہو گے اللہ کا ساتھ ہونا بے کیف ہے مخلوق کی معیت کی کیفیت سے خالی ہے اللہ کی معیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دل میں اطمینان پیدا ہو جاتا ہے عہد یہ تھا کہ
لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ۔ اگر تم نمازی ہو گے۔ زکوۃ ادا کرو گے میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ۔ ان کی تعظیم کرو گے۔ عزّر مصدر مجرد تعظیم و تکریم کرنا (قاموس) وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ اور اللہ کو اچھا قرض دو گے یعنی راہ خدا میں خرچ کرو گے یہی بہتر ہے اللہ کو قرض دینے سے مراد نیکی کرنا اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا۔ قرض حسنہ وہ قرض ہے جس میں احسان نہ ہو

نہ اس میں غرور و دکھاوا ہو۔

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ۔ تو میں ضرور تمہاری برائیوں کا کفارہ کروں گا۔

ولادخلنکم جنت تجری من تحتہا الانہار۔ اور ضرور تم کو ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے درختوں کو ٹھیوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

فمن کفر بعد ذالك منکم۔ پھر جس نے اس کے بعد کفر کیا۔

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۔ تو وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔

غرق فرعون کے بعد جب بنی اسرائیل مصر میں مقیم ہو گئے تو اللہ تعالٰے نے حکم دیا کہ تم سب زمین شام کی بستی اریحا کی طرف چلو۔ اریحا قوم جبارین کنعانیین کا دارالخلافہ تھا۔ یہ کفار جبارین ایک ہزار بستی کے بادشاہ تھے ہر بستی باغات سے سرسبز و شاداب تھی اس بستی کو بستی ریحان کہتے ہیں۔ اللہ تعالٰے نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ وہ جگہ تمہاری جائے قرار ہو گی اور ہم مجاہدین کی مدد فرمائیں گے حضرت موسٰی علیہ السلام نے بہ حکم رب العالمین ان میں سے بارہ نقباء چنے۔ ہر قبیلہ نے ایک سردار منتخب کر لیا جو اپنی قوم و قبیلہ کا ذمہ دار ہو گا اور وہ ایفائے عہد کریں گے اور قرض حسنہ خیرات و صدقات اس کی راہ میں دیں گے اور وعدہ جہاد پورا کریں گے۔ ان بارہ ضامنوں کو نقیب کہا جاتا ہے۔ ان نقیبوں میں حضرت کالب بن یوحنا اور یوشع بن نون بھی تھے۔

مفسرین نے اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام سے اللہ تعالٰے نے وعدہ فرمایا تھا کہ انہیں اور ان کی قوم کو ارض مقدسہ کا وارث بنائے گا۔ اس ارض مقدسہ میں پہلے کنعانی رہتے تھے جنہیں جبارین کہا جاتا تھا۔ فرعون کے غرق ہونے کے بعد حضرت موسٰی علیہ السلام کو حکم الٰہی ہوا کہ بنی اسرائیل کو ارض مقدسہ کی طرف لے جائیں میں نے اس سرزمین کو تمہارے لیے مسکن و قرار گاہ بنایا ہے وہاں جاؤ اور جو دشمن وہاں ہیں ان پر جہاد کرو میں تمہاری مدد کے لیے تمہارے ساتھ ہوں اور اور ایسا کرو کہ اپنے اسباط یعنے قبائل سے ہر قبیلہ کا ایک ایک سردار چنو اس طرح بارہ سردار منتخب کر کے حکم فرماؤ کہ ہر سردار کا اتباع ان کا قبیلہ کرے اور ہر سردار ایفائے عہد کا ذمہ دار ہو۔ بنی اسرائیل کے بارہ گروہ تھے اس لیے بارہ نقباء چنے گئے اور ہر گروہ اور ہر قبیلہ بنی اسرائیل سے ایک سردار چنا گیا۔

حضرت موسٰی علیہ السلام نے بارہ سردار منتخب کر کے معہ قبائل بنی اسرائیل روانہ ہوئے جب مقام اریحا پر پہنچے تو ان نقباء قوم کو حکم دیا کہ جاؤ اور تجسس احوال کر کے آؤ انہوں نے وہاں پہنچ کر دیکھا

کہ کنعانی بہت قدآور اور تنو مند زور والے اور ذی ہیبت وشوکت ہیں (بعض ارباب سیر نے یہاں بعض کہانیاں بھی گھڑلی ہیں جن سے ہم احتراز کرتے ہوئے واقعہ کی اصلیت پیش کر رہے ہیں) مختصر یہ کہ یہ لوگ ان سے ہیبت زدہ ہو کر واپس آئے اور اپنی قوم کو سب کچھ بتادیا باآنکہ انہیں حکم تھا کہ جو کچھ وہاں دیکھو وہ قوم کے آگے بیان نہ کرنا لیکن سب نے عہد شکنی کی صرف دو نقیب اپنے عہد پہ رہے ایک کالب بن یوقنا۔ دوسرے یوشع بن نون۔ باقی سب نے اپنا عہد توڑ دیا اور خوب چرچا کیا جس سے بنی اسرائیل گھبرا گئے۔ خائف ہو گئے اور جہاد سے انکار کر دیا۔

یہ واقعہ دوسرے مقام پہ اسی پارہ میں مفصل بیان ہو گا بحت آیت کریمہ اِذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فقاتلا انا ھھنا قاعدون (پ سورہ مائدہ رکوع ۸)

علامہ آلوسی صاحب روح المعانی اس مقام پر صوفیائے کرام کے نظریات کے ماتحت تحریر فرماتے ہیں۔ وھو ھذا

ھم فی الانفس الحواس الخمس الظاھرۃ والخمس الباطنۃ والقوۃ العاقلۃ النظریۃ و القوۃ العلمیۃ یہ بارہ نقباء پانچ نفس حواس خمسہ ظاہریہ ہیں اور پانچ باطنیہ اور قوت عاقلہ نظریہ۔ اور قوت عملیہ کل بارہ ہو گئے۔

وذکر غیر واحد من ساداتنا الصوفیۃ ان النقباء احد انواع الاولیاء نفعنا اللہ تعالی ببرکاتھم اور اکثر نے ہمارے سردار صوفیائے کرام نے فرمایا کہ نقباء ایک قسم ہے اولیاء کرام کی۔ اللہ تعالی ان کی برکتوں سے ہمیں متمتع فرمائے۔

فتوحات میں ہے کہ اولیاء کرام میں سے نقباء ہیں اور وہ بارہ ہوتے ہیں ہر زمانہ میں نہ کم ہوتے ہیں نہ زیادہ ان کی تعداد بارہ بروج فلکیہ کے ساتھ ہے۔ ہر نقیب ایک برج کے خواص کا عالم ہوتا ہے۔ اور اس کے اسرار و تاثیرات اور جو کچھ کواکب سے سیارات و ثوابت میں ہے سب جانتے ہیں۔ اور ثوابت میں بھی ایک قسم کی حرکت ہوتی ہے جو حسی طور پر شعور میں نہیں آتی اور یہ اتنی بطی حرکت ہوتی ہے کہ ہزار ہا برس میں ظاہر ہوتی ہے اور رصد کی عمریں اس سے کم ہوتی ہیں۔

اور اللہ تعالی نے ان نقباء کے ہاتھ میں علم شرائع منزلہ اور خرابیہائے نفوس اور تکلیفات اور مکروہات وغیرہ ان پر منکشف فرمائے ہیں اور شیطان جو نظر حس سے مخفی ہے وہ ان پر مکشوف ہوتا ہے یہ وہ سب کچھ جانتے ہیں جو کوئی نہیں جانتا۔ وہ علم میں اتنا درجہ رکھتا ہے کہ جب قدم اٹھاتا ہے اور زمین پر چلتا ہے یہ جان لیتے ہیں کہ یہ قدم سعید اٹھاتا ہے یا شقی جیسے علماء آثار و علامات و

قیافہ سے جان لیتے ہیں۔

دیار مصر میں ان سے اکثر جب نکلتے ہیں جنگلوں سے اور کوئی انہیں دیکھتا ہے تو کہتا ہے یہ وہ شخص ہے جس میں یہ اثرات ہیں اور یہ اولیاء سے نہیں۔ اس کے بعد علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جب غیر ولی میں ایسے کمالات ہو سکتے ہیں تو تیرا کیا خیال ہے اگر اللہ ان نقباء کو علوم آثار سے اس قدر عطا فرمادے۔ آگے فرماتے ہیں۔

وقد عد الشیخ قدس سرہ فیہا انواعا کثیرۃ والسلفیون ینکرون اکثر تلک الاسماء

شیخ اکبر قدس سرہ نے ان کی بہت سی قسمیں گنی ہیں اور سلف نے ان میں سے اکثر ناموں کا انکار کیا ہے۔

ففی بعض فتاوی ابن تیمیۃ واما الاسماء الدائرۃ علی السنۃ کثیر من النساک والعامۃ مثل الغوث الذی بمکۃ والاوتاد الاربعۃ والاقطاب السبعۃ والابدال الاربعین والنجباء الثلاثمائۃ۔

بعض فتاوی ابن تیمیہ میں ہے کہ وہ نام جو زبان زد عوام ہیں وہ غوث ہیں جو مکہ میں ہوتے ہیں اور اوتاد چار اور اقطاب سات۔ ابدال چالیس۔ نجباء تین سو ہیں۔

اس کے بعد نقد و تبصرہ علمی کے لحاظ سے فرماتے ہیں یہ چیزیں کتاب اللہ اور سنت سید الانبیاء سے ثابت نہیں اور ان کی سندیں نہ صحیح ہیں نہ ضعیف۔

شامی میں ایک منقطع الاسناد حدیث علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً مروی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں ان فیہم۔ یعنی من اہل الشام الابدال اربعین رجلا کلما مات رجل ابدل اللہ تعالی مکانہ رجلا۔ ملک شام میں ابدال چالیس ہوتے ہیں جب ان میں سے کوئی مرد انتقال کرتا ہے اللہ اس کی جگہ دوسرا آدمی ابدال کر دیتا ہے۔

ولا توجد ایضا فی کلام السلف اور کلام سلف میں یہ روایت اور یہ نام نہیں پائے جاتے

اقول وباللہ التوفیق

علامہ آلوسی نے ابتداء روایت میں ہی فرمادیا ہے کہ یہ سادات صوفیہ سے ہم لکھ رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ صوفیائے کرام کے اقوال شرعیات میں واجب العمل اور لازم الاعتقاد نہیں ہوتے

لیکن اس سے یہ بھی مستفاد نہیں ہوتا کہ ان کے لطائف وغرائب کو بلاوجہ تسلیم ہی نہ کیا جائے۔

ابن تیمیہ کا غوث قطب ابدال نجباء وغیرہ کا ذکر کر کے لیست بموجودۃ فی کتاب اللہ تعالی ولا ھی ماثورۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہدینا بھی ہمارے لیے خاص اہمیت نہیں رکھتا۔

البتہ اصول شرعی کے اعتبار سے یہ مسلم ہوگا کہ ان کا منکر کافر نہیں مگر جو انکار مستلزم کفر نہ ہو وہ انکار قطعی طور پر جائز بھی تو نہیں۔ وجود اولیاء پر اِنَّہٗ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ آیت قرآنی ہے وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَہُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ وجود اولیاء کی دلیل میں نص ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ پ۱۱ رکوع ۴۔ آیت کریمہ ہے۔

پھر احادیث میں بھی کم من اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ جیسی احادیث وارد و صادر ہیں تو نفس ولی کا انکار تو کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

اور نفس کرامت کا منکر بھی آیت قرآنی کا منکر کہلائے گا۔ سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا کا واقعہ قرآن کریم میں ہے۔ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ پ۱۹ رکوع ۱۲ کے ساتھ مذکور ہے اور اسے مفسرین نے کرامت سے تعبیر کیا ہے۔

اب اقسام ولایت اور انواع اولیاء میں صوفیاء کا غوث۔ قطب۔ ابدال۔ نجباء نقباء کے ساتھ تصریح کر دینا اگر کتاب وسنت میں علانیہ نہ بھی ہو تو ان کا انکار بھی تو نہیں اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ عدم ثبوت عدم جواز کو مستلزم نہیں۔ بنابریں ہم انواع اولیاء میں مذکورہ اقسام کو تسلیم کر سکتے ہیں۔ البتہ ان کا دخل اعتقادیات میں نہیں مگر اھل البیت ادری بما فیہ کے ماتحت یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ صوفیا ہی صوفیوں کے اقسام و انواع بتلانے کے اہل ہیں نہ کہ ہم جیسے نا اہل چشم باطنی سے اندھے نہ سمجھ کر انکار کی جرأت کریں۔

بہر حال یہ بیان مبنی بر حقیقت ہے کہ اولیائے کرام میں سب سے بلند مقام خلفاء راشدین کا ہے اور خلفاء میں سب سے اعلی مقام مقام صدیق ہے۔ اسی طرح عارفان علم میں ایک درجہ صوفی صافی کا ہے۔ سالک مسالک طریقت کا ہے تو ایک درجہ غوث کا اور ایک مقام قطب کا۔ ۳ ابدال کا۔ نجباء کا بھی ہوگا۔ پھر نقباء کے مدارج کے انکار کی کوئی وجہ نہیں آگے ارشاد ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَکُمْ۔ اس کی تفسیر مفسرین کی طرف سے ہو چکی اب علامہ آلوسی اس پر قول صوفیاء کے ماتحت تاویلی تفسیر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالے نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں ہمت واعانت کے لیے بشرطیکہ تم نماز قائم رکھو اور عبادات بدنیہ کے ساتھ تم مزین رہو۔

اور زکوۃ دے کر صفات ذمیمہ سے خالی ہو جاؤ مثل بخل تکبر کے اور اللہ تعالے کے لیے اپنی خواہشات پر دوسرے کی ضرورت مقدم رکھو۔

اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اس کی عقل اور الہامات اور فکر صحیح اور خیالات صادقہ روح سے اور ملت سے اور اعانت ملکوتیہ پر۔

اور تعظیم کرو ان کی اور ان کی عظمت اتنی کرو کہ شیاطینی وہم پر غالب آجاؤ اور مغلوبی سے اس شیطان کو وساوس پیدا کرنے سے روکو اور توہمات ہونے سے باز رکھے اور خیالات نفسانیہ سے ہمیشہ علیحدہ رہو۔

اور قرض دو اللہ تعالے کو قرض حسن ایسے طرح کہ بے تعلق رہو کسی طاقت اور قوت اور علم وقدرت سے اور اپنے تمام معاملات اس ذات عز شانہ سے وابستہ کرو بلکہ افعال وصفات سے بھی بری ہو جاؤ اور اپنی ذات سے سب کچھ محو کرتے ہوئے اتنے فنا ہو جاؤ کہ اپنے رب کے حضور جھک جاؤ۔

تو اللہ تعالے تمہارے سر سے بار گناہ اتار دے گا جو حاجب ومانع ہے تمہاری ترقی کا۔

اور تمہیں جنت میں داخل کرے گا جو میرے پاس ہے جس میں نہریں رواں ہیں علوم وتوکل اور رضا وتسلیم وتوحید کے اور تجلیات افعال وصفات اور ذات کی روشنی۔

تو جو منحرف ہو جائے اس معاہدہ کے بعد اور بعثت نقیاء سے تو یقینا بہکا سیدھے راستہ سے اور ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہوا۔

اور بہ سبب اس کے کہ نقض عہد کیا انہوں نے اللہ نے لعنت کی ان پر اور دور کر دیا انہیں اپنی حضوری سے اور کر دیا ان کے دلوں کو سخت بہ سبب استیلاء صفات نفسانیہ کے اور بوجہ میلان امور ارضیہ کے بدلتے ہیں کلمات ان کی جگہ سے مجبور ہو جانے کے باعث انوار ملکوتیہ جبروتیہ سے اور وہ ہیں کلمات اللہ تعالے کے جنہیں بدلنا چاہتے ہیں ان کے قوی نفسانیہ اور اس کے بجائے وہمیات وتخیلات فاسد لاتے ہیں۔

وَنَسُوْا حَظًّا۔ اور بھلا بیٹھے بہت کچھ حصہ جو انہیں نصیحتوں کا پہنچا تھا میثاق سے اور جاتا رہا وہ کمال جو ان کی استعداد اور حق میں آیا تھا اور ہمیشہ مطلع رہیں گے نیک بندے ان کی خیانت سے جو نسی عہد منع امانت میں استیلاء شیطان کے باعث کریں گے اور قساوت قلبی سے وہ اس کے مرتکب ہونگے مگر تھوڑے ان سے ایسے بھی ہیں جن میں استعداد صلاحیت ہو تو معافی اور چشم پوشی کرو۔ اللہ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

یہ تو روح المعانی میں علامہ آلوسی نے صوفیا کی تفسیر بیان کی اور عام فہم تفسیر جو عام تفاسیر میں مثلاً معالم و خازن وغیرہ میں ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیہ کریمہ اپنے شان نزول کے لحاظ سے اس امر کی صراحت کرتی ہے کہ یہ اس قوم کے حق میں حکم آیا جنہوں نے اول نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا پھر اسے توڑا تو اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب جناب مصطفےٰ علیہ التحیہ والثناء کو ان کے اس نقض عہد سے فوراً مطلع فرما دیا۔

آخر حکم دیا کہ جبتک وہ جزیہ ادا کرتے رہیں اور خود جنگ کی پہل نہ کریں ان سے چشم پوشی کیجئے اور اوپر کے واقعہ پر فرمایا کہ انہوں نے عہد توڑا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے نبیوں کی تکذیب کی بلکہ انہیں قتل کیا۔ احکام کی مخالفت کی جن آیات تورات میں حضور کی نعت تھی ان میں تحریف کی۔ اور اس قسم کی دغا و خیانت اور نقض عہد۔ انبیاء کرام سے بدعہدی کرنا ان کی ان کے آباؤ اجداد کی قدیم عادت ہے مگر بعض وہ بھی ہیں جو ایمان لائے لہذا ان سے جو خطائیں سرزد ہوئیں اسکی گرفت نہ کیجئے معاف فرما دیجئے آگے ارشاد ہے۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝

اور وہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے عہد لیا ان سے تو وہ بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں تو ڈال دیا ان کے اندر بیر اور عداوت قیامت تک کے لیے اور عنقریب بتا دیگا انہیں اللہ جو کچھ وہ کرتے ہیں

جنہوں نے اپنے آپ کو نصاریٰ کہا اللہ کے دین کے مددگار مگر حقیقتاً وہ ایسے نہ تھے ان کا یہ محض دعویٰ تھا عمل اس کے خلاف تھا نصاریٰ یا ناصر بمعنی مددگار ہے کیونکہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ہم اللہ کے مددگار ہیں اس لیے ان کو نصاریٰ کہا گیا۔
نصاریٰ کا انا نصاریٰ کہنا یا انصار اللہ کہنا زبانی تھا ویسے ان کی اذیت شیطان کے ساتھ

تھی۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ نصاریٰ کی وجہ تسمیہ اصل میں تو یہ ہی تھی کہ وہ انصار اللہ تھے مگر بعد میں وہ انصار الشیطان ہو گئے۔

دوسری وجہ تسمیہ یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسکندر رومی کے تین سو چار سال بعد بیت اللحم میں پیدا ہوئے۔ بیت اللحم بیت المقدس سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے پھر ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم مصر لے آئیں جب آپ کی عمر بارہ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو شام کی بستی ناصرہ میں لے آئیں۔ ناصرہ کے رہنے والوں کو ناصری یا نصاری کہا جانے لگا پھر دین عیسائیت کا نام نصرانیت اور عیسائیوں کا نام نصاریٰ ہو گیا (روح المعانی)

میثاق پختہ وعدہ لیا تھا انجیل میں نصاریٰ سے کہ ایک آنے والے رسول محتشم صلے اللہ علیہ وسلم جو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تشریف لائیں گے مگر آپ کی بعثت کے بعد انہوں نے تکذیب کی

فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ۔ عیسائی انجیل کے عہد و پیمان کو بہت ہی جلد بھول گئے۔

اس کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ بموجب قول قتادہ جب نصاریٰ نے انجیل کی بھی پرواہ نہ کی اور اس پر عمل کرنا ترک کر دیا اور رسولوں کی نافرمانی کرنے لگے اور حدود و احکام سے بے پروائی تو اللہ تعالیٰ نے ان میں ایسی پھوٹ ڈالی کہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔

عداوت۔ عَدْوٌ سے بنا یعنی حد سے بڑھ جانا دشمنی کو عداوت اسی لیے کہتے ہیں

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ دوام کے لیے ہے یعنی قیامت تک محدود ہیں اس کے بعد کفار کی عداوتیں دوسری نوعیت کی ہوں گی۔ عیسائیوں کی فرقہ بندی کی عداوتیں قیامت تک ہوں گی۔

وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔ سوف یہ خبر ہے سزا دینے کی۔

بروز قیامت وہ اپنے کردار کا بدلہ پائیں گے۔ آسمانی کتابوں کی مخالفت کفر و معصیت نبی آخر الزمان کی تکذیب اور جو کچھ کرتے تھے قیامت کے دن اس کی سزا دے گا۔

يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس آ گئے ہمارے رسول کہ ظاہر فرماتے ہیں تم پر بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی ہیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بے شک آیا تم میں

اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب ہدایت دیتا ہے اس سے اللہ اسے جو اللہ کی رضا پر چلا سلامتی کی راہ اور انہیں نکالتا ہے اندھیریوں سے روشنی کی طرف اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

اس آیت میں یہود و نصاریٰ کو بتایا کہ ہمارے رسول جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تم میں تشریف لائے اور تمہیں وہ احکام بتاتے ہیں جو تم تورات و انجیل سے پوشیدہ رکھنے کی خواہش کرتے ہو جیسے آیت رجم اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و مناقب اور اس قسم کی آیتوں کا ذکر بھی نہیں کرتے تو ہمارے محبوب بھی تم سے درگذر فرماتے ہوئے مواخذہ نہیں فرماتے۔ بلکہ معاف فرماتے ہیں۔

دوسری آیت میں حضور کو نور فرمایا اس لیے کہ نور کا کام ہے تاریکی دور کرنا اور روشنی پھیلانا تو حضور کی تشریف آوری سے تاریکی کفر دور ہوئی۔ راہ حق واضح اور روشن ہوئی اور کتاب مبین سے مراد قرآن کریم ہے۔ صاحب روح المعانی بھی یہی فرماتے ہیں کہ قد جاءکم رسولنا سے حضور کی ذات مراد ہے یبین لکم کثیرا میں توریت و انجیل سے نعت پاک۔ آیت الرجم۔ بشارت عیسیٰ یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم چھپانا مراد ہے۔

شان نزول: حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ ایک بار یہود کی ایک جماعت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ اس نے حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم سے رجم کے بارے میں دریافت کیا کہ زانی کو سنگسار کرنا کیسا ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں بڑا عالم کون ہے انہوں نے اپنے پادری ابن صوریا کی طرف اشارہ کیا۔

حضور سید نا نور مجسم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن صوریا تجھے قسم ہے اس کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی تجھے قسم ہے اس کی جس نے بنی اسرائیل کے سروں پر کوہ طور کو اٹھایا ابن صوریا کانپ گیا فرمایا سچ بتا توریت میں رجم کا حکم ہے یا نہیں۔

ابن صوریا بولا آپ نے حق کی قسم مجھے دی ہے ہاں توریت میں رجم کا تاکیدی حکم ہے۔

فرمایا پھر تم نے رجم کے حکم پر عمل کرنا کیوں چھوڑ دیا۔

اس نے جواباً عرض کیا ہماری قوم میں زنا بہت بڑھ گیا خصوصاً بڑے لوگ اس وبا میں مبتلا ہو گئے تب ہم نے اس کی سزا ہلکی کر دی یعنی زانی کا سر مونڈ دینا۔ منہ کالا کر دینا اور سو کوڑے مارنا اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تائید فرمائی گئی روح المعانی

آگے قد جاءکم من اللہ نور اس پر فرماتے ہیں۔ عظیم وھو نور الھدایۃ نور الانوار والنبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم نور عظیم سے مراد نوروں کے نور جناب مصطفی نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور کتاب مبین سے مراد قرآن کریم ہے جو ہدایت دیتا ہے متبعین رضا کو جو سلامتی کی راہ چلتے ہیں انہیں یہ نور اور کتاب مبین کفر و شرک کی اندھیریوں سے نکال کر اللہ کے حکم سے ایمان کی روشنی کی طرف لے جاتی ہے۔

نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسرے کو ظاہر کرے۔ نور کی دو قسم ہیں ایک نور حسی جیسے چاند۔ سورج ستارے چراغ۔ بجلی جس سے آنکھیں منور ہوتی ہیں۔ دوسرا نور عقلی جیسے حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم۔ کتاب اللہ یا علم جس سے عقل منور ہوتی ہے کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ جو حضور علیہ السلام پر نازل ہوا۔ مبین کتاب کی صفت ہے ظاہر کرنے والی۔ قرآن کریم دینی۔ دنیاوی شرعی احکام ظاہر فرماتا ہے۔ اور صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ آگے فرق نصاری کی تصریح اور ان کے عقائد بیان ہوئے اور اس کا رد کیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاۤءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

بے شک کفر کیا انہوں نے جو بولے بے شک اللہ مسیح بن مریم ہی ہے آپ فرمائیں اگر کوئی قدرت رکھتا ہے اللہ پر اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح ابن مریم اور اس کی ماں کو اور تمام زمین والوں کو اور اللہ ہی کی ملک ہے جو آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان دونوں میں ہے پیدا کرتا ہے جو چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نصاریٰ نجران والے حضرت مسیح کو خدا مانا اور نصاریٰ کے دو فرقہ لیعقوبیہ۔ ملکانیہ کا بھی یہی مذہب ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالے عیسیٰ علیہ السلام کے بدن میں حلول کیے ہوئے ہیں معاذ اللہ تو آیہ کریمہ میں اللہ تعالے نے اس کا رد فرمایا اور ان پر کفر کا فتوے دیا۔ پھر بتایا کہ اگر مسیح بن مریم خدا ہے تو خدا چاہے تو انہیں ہلاک کر دے اور ان کی ماں اور تمام مخلوق کو موت دیدے تو تمہارے نزدیک جو خدا ہے اسے موت سے روکنے والا کون ہے حقیقت یہ ہے کہ مشیت الٰہی میں کوئی دخیل نہیں۔ بنابریں حضرت مسیح کو خدا بنانا صریح باطل ہے روح المعانی

ایک نکتہ

آیہ کریمہ میں ارادۃ اللہ کے ساتھ ان یھلک المسیح بن مریم اور امہ اور من فی الارض جمیعا ارشاد ہوا ہے تو اگر نزول آیت کے وقت سے قبل مسیح علیہ السلام ہلاک ہو چکے تھے جیسا کہ جماعت مرزائیہ خذلہم اللہ تعالے کا عقیدہ باطلہ کاسدہ فاسدہ ہے تو قرآن کریم نے ان اراد ان یھلک المسیح کیوں کہا۔ بلکہ یوں فرمانا تھا کہ قل اماتہ اللہ قبل ستین واللہ تعالی منزہ عن الموت والفناء والتغیر والتبدل۔

یعنے اے محبوب فرما دیجئے جسے تم اللہ کہہ رہے ہو اسے تو اللہ تعالے موت دے چکا ہے برسول قبل اور ذات واجب تعالے شانہ منزہ و مبرا ہے موت وفنا اور تغیر و تبدل سے۔

اب آگے جو فرمایا وامہ ان کی موت نزول آیت سے قبل واقع ہو چکی تھی تو یہاں یہ ماننا پڑے گا کہ ماں کو مثال کی صورت میں پیش کیا گیا۔ گویا یوں ارشاد ہوا فمن یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یھلک المسیح بن مریم کا ھلاک امہ اور من فی الارض جمیعا۔ تو ابھی ہلاک نہیں ہوئے اس لیے پھر ارشاد ہوا کہ وہی نہیں بلکہ تمام روئے زمین کے موجودات کے ہلاک کرنے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے بنا بریں جو ہلاک ہو سکتا ہے جیسے اس کی ماں ہلاک ہو چکیں ایسے ہی تمام روئے زمین میں جو کچھ ہے وہ بقدرۃ اللہ تعالی ہلاک ہو سکتے ہیں اور کوئی ایسا نہیں جو اسکی مشیت میں دخیل ہو سکے تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا۔

علامہ راغب اصفہانی مفردات میں وامہ کے اشکال کا حل ایسا فرما گئے کہ اب تاویلی پہلو پر خامہ فرسائی کرنا بیکار ہے وہ فرماتے ہیں۔

اُمّ۔ قولہ تعالی فامہ ھاویۃ ای مثواہ النار فجعلھا اماں قال وھو نحو ما واکم النار أمّہ یعنی مثوا اور ماوٰی۔

ترجمہ: الم اللہ تعالے کا ارشاد تو ماں اس کی ہاویہ ہے یعنی اس کا ٹھکانا آگ ہے تو آگ کو اس کی ماں کہا جیسے کہ اللہ تعالی یہ فرمان ہے یعنی تمہاری جلنے پناہ آگ ہے یعنی اُمّ کا معنی ٹھکانا اور جائے پناہ بھی ہے۔

بنا بریں وامہ کے معنی من یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یھلک المسیح بن مریم وامہ کون قوت رکھتا ہے اللہ سے کچھ اگر ارادہ کرے اللہ یہ کہ ہلاک کر دے مسیح ابن مریم کو اور اس کے

مثوا اور ماذی کو۔ اب جو تاویل پیش کی گئی تھی اس کی بھی حاجت نہیں رہی۔

یہ ایک بات میرے خیال ناقص میں آئی ہے اگر ناظرین پسند کریں فبہا قبول فرمالیں فہو المراد ورنہ نہ ہے اور وہ بھی مجھ جیسے ہیچ میرز کا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

یہودی اور نصرانی بولے ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں فرما دیجئے تو پھر کس لیے تمہارے گناہوں پر عذاب ہوگا بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات میں سے جو پیدا فرمائی جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے نہ اور اللہ ہی کے لیے ہے ملکیت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

ابن جریر بیہقی نے دلائل النبوت میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نعمان بن آصی اور بحری بن عمرو اور شاش بن عدی حاضر ہوئے اور گفتگو شروع کی حضور نے انہیں جواب دیے اور دعوت الی اللہ فرمائی اور عذاب آخرت سے ڈرایا تو وہ بولے ما تخوفنا یا محمد نحن و الله ابناء الله و احباؤه۔ کس لیے آپ ہمیں ڈراتے ہیں خدا کی قسم ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور اس آیت کریمہ میں ان کے دعوی کا بطلان کیا گیا۔

اور چونکہ ایک جگہ ان کا یہ بھی اقرار ہے کہ ہمیں عذاب ہوگا تو گنتی کے دن۔ حیث قال وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودة قل اتخذتم عند الله عهدا فلن يخلف الله عهده اور بولے ہرگز ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن۔ فرمائیں کیا تم نے عہد لے لیا ہے تو ہرگز اللہ اپنے عہد کے خلاف نہ کرے گا تو حضور نے فرمایا۔

تو جب تمہیں اس امر کا بھی اقرار ہے کہ گنتی کے دن تم جہنم میں رہو گے تو غور کرو اور سوچو کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو بلکہ کوئی شخص اپنے پیارے کو آگ میں جلانا گوارا کرتا ہے جب ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو تم کیسے بیٹے ہو اور تمہارا فرضی خدا کیسا باپ ہے جب یہ بات روشن ہو چکی تو تمہارا دعوی نحن ابناء اللہ کا کذب و بطلان تمہارے اقرار سے ثابت ہے اس کے بعد تنبیہ فرمائی گئی۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا

جَاءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس آگیا ہمارا رسول کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا۔ تاکہ تم نہ کہہ سکو ہمارے پاس کوئی خوشخبری اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یقیناً آیا تم میں خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

شان نزول:۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں حضرت معاذ بن جبل سعد بن عبادہ عقبہ بن وہب نے دو راہبوں سے کہا جن کا نام رافع بن حرملہ اور وہب بن یہودا تھا کہ تم لوگوں نے زمانہ جہالت میں ہم لوگوں کو نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دی تھی اور تم نے اوصاف حمیدہ بھی بیان کیے تھے اب جب آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور تمہاری بتائی ہوئی اوصاف بھی موجود ہیں تو تم ایمان کیوں نہیں لاتے ؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ ہماری کتابوں میں کوئی خبر نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ ان کی اس بات کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیت کریمہ میں حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی۔ اور علیٰ فترۃ اس لیے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پانچ سو اہتر سال کی مدت زمانہ فترت ہے اتنی لمبی مدت نبی سے خالی رہی۔ اس کے بعد حضور کے تشریف لانے کا احسان رکھا اور فرمایا لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا اور یہ احسان اس لیے فرمایا کہ نہایت حاجت کے وقت اللہ تعالےٰ نے یہ عظیم نعمت عطا فرمائی اور منکرین کے الزام عدم اتیان بشیر و نذیر کا عذر بھی رفع فرما دیا۔

یہاں ایک رباعی عربی کی نہایت خوبی سے چسپاں ہو رہی ہے کہ ادھر اللہ تعالےٰ کو ماننے اور ادھر اس کے ساتھ لم یلد ولم یولد کے خلاف عقیدہ بھی ظاہر کرے وہ کس طرح اللہ کا محبوب ہو سکتا ہے۔

تعصی الالٰہ وانت تظھر حبہ ہذا لعمری فی الخیال بدیع
لوکان حبک صادقا لاطعتہ ان المحب لمن یحب مطیع

تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی کرتا ہے اور اس کی محبت کا دعویٰ بھی کرتا ہے مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ تو عجیب خیال ہے۔

اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا مطیع اور فرمانبردار ہوتا ہے۔

تحقیق لفظ فترۃ

روح المعانی میں ہے۔فترۃ۔یعنی رسولوں کی آمد کی بندش۔اور فَتْرَۃٌ فَعْلَۃٌ کے وزن پر ہے جبکہ چلتا کام رُک جائے فتر کا معنی ہے ٹھہر گیا اس میں اصل یہ ہے کہ جو کام پہلے ہو رہا تھا وہ رک جائے اور تمام مفسرین کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ رسولوں کی آمد منقطع ہو گئی۔

مفردات راغب اصفہانی میں ہے۔فتر کا معنی ہے تیزی کے بعد سکون اور سختی کے بعد نرمی اور طاقت کے بعد کمزوری۔اللہ تعالے نے فرمایا اے اہل کتاب بیشک آیا تمہارے پاس ہمارا رسول بیان کرتا ہے تمہارے لیے رسولوں کی بندش کے بعد یعنی جبکہ رسولوں کا آنا بند ہو چکا تھا۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا فرشتے اللہ کی عبادت سے کبھی رکتے نہیں۔

خلاصہ یہ کہ فتور اس زمانۂ تعطل کو کہتے ہیں جس وہ کام منقطع ہو جائے جو ہو رہا تھا اور مفسرین کے نزدیک وہ انقطاع مراد ہے جو مابین دو رسولوں کے ہو۔

مقدار زمانہ فترۃ مابین عیسیٰ و سید الانبیاء علیہم السلام

روح المعانی میں ہے کہ اس مدت میں اختلاف ہے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہے۔

قتادہ کہتے ہیں پانچ سو ساٹھ سال ہے۔

ابن جریج کے نزدیک پانچ سو سال ہے۔

ضحاک کہتے ہیں چار سو تیس سال اور چند سال ہیں۔

اور بروایت ابن عساکر سلمان کے نزدیک چھ سو سال ہیں۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور اور عیسیٰ علیہما السلام کے مابین تین نبی اور بھی آئے جن کی طرف قرآن کریم میں اشارہ ہے۔

ارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ علیہما السلام کے مابین چار نبی اور ہیں۔تین تو وہ جن کی طرف آیہ کریمہ مذکورہ میں اشارہ ہے اور ایک عرب قبیلہ بنی عبس سے جن کا نام

خالد بن سنان علیہ السلام ہے۔

جس کے متعلق حضور نے بھی فرمایا ذلك نبی ضیعه قومه یہ نبی تھے۔ ان کی قوم نے ان کو ضائع کر دیا۔

پھر علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ تین نبی تو وہ ہیں جن کی طرف آیت کریمہ میں اشارہ ہے۔ لیکن خالد بن سنان عبسی ان کے متعلق راغب بھی متردد ہیں۔ پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قبل عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اس لیے کہ حضور نے فرمایا ہے۔

لا نبی بینی و بین عیسی صلی اللہ علیہما وسلم

حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں دنیا و آخرت میں یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ قرابت رکھتا ہوں۔ انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں شریعتیں مختلف ہیں۔ دین سب کا ایک ہے اور ہم دونوں کے درمیان کوئی اور پیغمبر نہیں ہوا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے مابین مدت فترت

روح المعانی۔ وکان بین موسیٰ وعیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام الف وسبعمائۃ سنۃ فی المشہور۔ بروایت مشہورہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے مابین ایک ہزار سات سو سال کا زمانہ فترت گذرا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم سورۃ مائدہ پ ۶

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا میری قوم یاد کرو اس نعمت کو جو اللہ نے تم پر کی جب کیا تم میں نبیوں کو اور بنایا تمہیں بادشاہ اور دیا تم کو وہ جو نہیں دیا کسی اس زمانہ میں۔

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ

اے قوم داخل ہو اس مقدس زمین میں جو لکھ دی ہے

كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ه

اللہ نے تمہارے لیے اور نہ پلٹو اپنی ایڑیوں کے تو پلٹو گے تم زیاں میں۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ه

بولے اے موسیٰ بے شک اس میں قوم جبارین ہے اور ہم ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ نہ نکل جائیں وہاں سے تو اگر وہ نکل جائیں وہاں سے تو ہم داخل ہوں گے۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ه

کہا دو مردوں نے جو ایسے تھے کہ ڈرتے تھے اللہ نے انہیں نوازا بولے ان پر داخل ہو دروازے سے تو جب داخل ہو جاؤ تو تم ہی غالب رہو گے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ه

اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر ہو تم ایمان والے

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ه

بولے اے موسیٰ ہم تو ہرگز وہاں داخل نہ ہوں گے کبھی جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جائیں اور آپ کا رب تو مقابلہ کرو تم ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ه

عرض کی موسیٰ نے اے میرے رب مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو ہمیں جدا کر دے ہم میں اور اس قوم میں جو بے حکمی ہے۔

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ه

فرمایا تو وہ زمین ان پر حرام ہے چالیس برس بھٹکتے پھریں زمین میں تو تم افسوس کرو اوپر قوم فاسق کے۔

حل لغات رکوع چہارم پ ۶ سورۂ مائدہ

وَ۔ اور	اِذْ۔ جب	قَالَ۔ کہا	مُوْسٰى۔ موسیٰ نے
لِقَوْمِهٖ۔ اپنی قوم سے	يٰقَوْمِ۔ اے میری قوم	اذْكُرُوْا۔ یاد کرو	نِعْمَةَ۔ احسان

اللّٰهِ - اللہ کی	عَلَيْكُمْ - تم پر	اِذْ - جبکہ	جَعَلَ - بنائے
فِيْكُمْ - تم میں	اَنْۢبِيَآءَ - نبی	وَ - اور	جَعَلَكُمْ - بنایا تم کو
مُّلُوْكًا - بادشاہ	وَ - اور	اٰتٰىكُمْ - دیا تم کو	مَّا - جو
لَمْ - نہ	يُؤْتِ - دیا	اَحَدًا - کسی کو	مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ - جہان سے
يٰقَوْمِ - اے میری قوم	ادْخُلُوا - داخل ہو	الْاَرْضَ - زمین	الْمُقَدَّسَةَ - پاک ہیں
الَّتِیْ - جو	كَتَبَ - لکھی	اللّٰهُ - اللہ نے	لَكُمْ - تمہارے لیے
وَ - اور	لَا - نہ	تَرْتَدُّوْا - پھرو	عَلٰٓى - اوپر
اَدْبَارِ - ایڑیوں	كُمْ - اپنی کے	فَتَنْقَلِبُوْا - تو پھروگے	خٰسِرِيْنَ - زیاں کار
قَالُوْا - بولے	يٰمُوْسٰٓى - اے موسیٰ	اِنَّ - بیشک	فِيْهَا - اس میں
قَوْمًا - قوم ہے	جَبَّارِيْنَ - طاقتور	وَ - اور	اِنَّا - ہم
لَنْ - ہرگز نہ	نَّدْخُلَهَا - داخل ہونگے	حَتّٰى - یہاں تک کہ	يَخْرُجُوْا - نکل جائیں
مِنْهَا - اس سے	فَاِنْ - پھر اگر	يَّخْرُجُوْا - نکل جائیں	مِنْهَا - اس سے
فَاِنَّا - تو ہم	دٰخِلُوْنَ - داخل ہونگے	قَالَ - کہا	رَجُلٰنِ - دو آدمیوں نے
مِنَ الَّذِيْنَ - ان سے جو	يَخَافُوْنَ - ڈرتے تھے	اَنْعَمَ - انعام کیا	اللّٰهُ - اللہ نے
عَلَيْهِمَا - ان پر	ادْخُلُوْا - داخل ہو	عَلَيْهِمُ - ان پر	الْبَابَ - دروازے سے
فَاِذَا - پھر جب	دَخَلْتُمُوْهُ - داخل ہو تم	فَاِنَّكُمْ - تو تم ہی	غٰلِبُوْنَ - غالب ہو
وَ - اور	عَلَى اور	اللّٰهِ - اللہ ہی کے	فَتَوَكَّلُوْا - بھروسہ کرو
اِنْ - اگر	كُنْتُمْ - ہو تم	مُّؤْمِنِيْنَ - مومن	قَالُوْا - بولے
يٰمُوْسٰٓى - اے موسیٰ	اِنَّا - ہم	لَنْ - ہرگز نہ	نَّدْخُلَهَا - داخل ہونگے ہمیں
اَبَدًا - کبھی	مَّا دَامُوْا - جبتک رہیں وہ	فِيْهَا - اس میں	فَاذْهَبْ - تو جا
اَنْتَ - تو	وَ - اور	رَبُّكَ - تیرا رب	فَقَاتِلَا - جاکر لڑو
اِنَّا - ہم تو	هٰهُنَا - یہاں	قٰعِدُوْنَ - بیٹھے ہیں	قَالَ - کہا موسیٰ نے
رَبِّ - اے میرے اللہ	اِنِّیْ - میں	لَا - نہیں	اَمْلِكُ - اختیار رکھتا
اِلَّا - مگر	نَفْسِیْ - اپنی جان کا	وَ - اور	اَخِیْ - اپنے بھائی کا
فَافْرُقْ - تو علیحدگی کردے	بَيْنَنَا - ہمارے در	وَ - اور	بَيْنَ - درمیان

القوم ۔ قوم	الفسقین ۔ بے حکم کے	قال ۔ فرمایا	فانہا ۔ بیشک وہ
محرمۃ ۔ حرام ہے	علیہم ۔ ان پر	اربعین ۔ چالیس	سنۃ ۔ سال تک
یتیہون ۔ پھریں گے پریشان	فی ۔ بیچ	الارض ۔ زمین کے	فلا ۔ تو نہ
تاس ۔ غم کھا	علی ۔ اوپر	القوم ۔ قوم	الفاسقین ۔ بدکردار کے

مختصر تفسیر رکوع چہارم پ ۶ سورۃ مائدہ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ۝

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اے میری قوم یاد کرو اس احسان الٰہی کو جو تم پر ہوا کہ تم میں نبی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا اور دیا تمہیں وہ جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔ اے میری قوم اب داخل ہو زمین مقدس میں جو اللہ تعالےٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور نہ پلٹو ایڑیوں پر کہ یہ پلٹنا نقصان پر ہوگا۔

پہلی نعمت نبوت ہے کسی قوم میں کسی قبیلہ میں اتنے نبی نہ آئے جتنے بنی اسرائیل میں آئے حضرت یعقوب علیہ السلام سے مسلسل بنی اسرائیل میں نبی آتے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بنی اسماعیل میں تشریف لائے جَعَلَ ماضی فرمایا گیا (تفسیر کبیر)

ان آیات میں اول تو پیغمبروں کی ذات مبارکہ کو نعمت فرمایا اور ان کی بعثت کو احسان سے تعبیر کیا اور اس احسان اور نعمت کی تذکیر کا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا اس لیے کہ ان کی ذات برکات و ثمرات کا سبب ہے اس سے یہ مسئلہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب عام انبیاء کی ذات کو نعمت فرمایا تو ذات مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء بدرجہ اولےٰ نعمت ہے اور تذکیر نعمت کے لیے قرآن کریم میں امر وجوبی نافذ ہو چکا ہے حیث قال اللہ تعالیٰ واما بنعمۃ ربک فحدث بنابریں بہ نیت تذکیر نعمت اگر محافل میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کیے جائیں تو ناجائز یا بدعت تو کجا موجب رحمت و برکات ہی ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ احناف اہل سنت اس قسم کے محافل کو موجب برکات و ثمرات اور باعث اجر عظیم خیال کرتے ہیں۔ اور اس کے محمود و مستحسن ہونے میں آیت کریمہ

مؤید ہے۔

جَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا۔ ملوک جمع ہے مَلِک کی جس کے معنی سلطان، بادشاہ ہے جیسے بنی اسرائیل میں نبی بہت ہوئے جو نبی بھی ہیں اور سلطان بھی جیسے حضرت یوسف و حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہم السلام ہیں۔

دوسری نعمت فرمائی کہ تمہیں بادشاہ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ آزاد صاحب حشم و خدم بنایا یا آنکہ اول تم لوگ فرعونیوں کے ہاتھوں مقید تھے اور ان کی زنجیر غلامی تمہاری گلوگیر تھی اس سے تمہیں نجات دلائی۔ عیش و آرام کی زندگی عطا فرمائی۔ یہ بھی اللہ تعالے کی بڑی نعمت تھی۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں جو خادم عورت سواری رکھتا وہ ملک یعنی بادشاہ کہلواتا تھا کذافی روح المعانی۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے کسی نے کہا کہ ہم فقیر مہاجر ہیں۔ فرمایا کیا تیرے پاس بیوی ہے رہنے کو مکان ہے اس نے جواب دیا کہ ہاں فرمایا تو غنی ہے اس نے کہا کہ خادم بھی ہے فرمایا تو بادشاہ ہے۔ خازن اور اٰتاکم ما لم یؤت احدا من العالمین ۰ سے وہ نعمتیں یاد دلائیں گئی ہیں جیسے دریا میں راہ بنانا۔ دشمن اور لشکر فرعون کو غرق نیل کرنا۔ من و سلوی اتارنا۔ پتھر سے بارہ چشمے جاری کر دینا۔ ابر کو سائبان بنانا وغیرہ روح المعانی۔

اسکے بعد موسی علیہ السلام نے اپنی قوم کو جبارین پر جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا اور اس میں بارہ سردار مقرر فرمائے جس کا تذکرہ اس سے قبل رکوع ۳ سورہ مائدہ میں ہو چکا ہے۔

اس کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی کہ یہ زمین اللہ تعالے نے تمہارے لیئے لکھ دی ہے۔ ارض مقدسہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہ زمین ہے جو اکثر انبیاء کرام کا مسکن رہی ہے۔ روح المعانی۔ ارض مقدس وہ پاک و صاف سرزمین ہے جہاں وبائی بیماریاں قحط اور آفات نہیں آتیں۔

اس سے ایک مسئلہ یہ بھی نکلتا ہے کہ

جس زمین پر انبیاء کی سکونت ہو وہ زمین شرف حاصل کر لیتی ہے اور اس زمین کی زیارت دوسروں کے لیے موجب برکت و سعادت ہے اور ذات اقدس سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جس زمین میں جلوہ آرا ہوئے اسے تو اللہ تعالے نے مقسم بہ بنا کر لا اقسم بھذا البلد ۔ و انت حل بھذا البلد فرمایا۔

کلبی سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کوہ لبنان پر چڑھے تو آپ کو حکم ہوا کہ یہاں سے آپ نظر ڈالیں تو جہاں تک آپ کی نظر پہنچے گی وہ تمام زمین مقدس ہو گی اور وہی آپ کی ذریت کی میراث بن جائے گی یہ زمین طور اور اس کے گرد و پیش کی تھی۔ ایک قول میں ملک شام بھی ہے۔ اور ایک قول میں اردن ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی میں اس کے آگے یوں فرماتے ہیں۔

والارض المقدسة هي كما روى عن ابن عباس رضي الله عنهما والسدى وابن زيد بيت المقدس وقال الزجاج دمشق وفلسطين والاردن وقال مجاهد هي ارض الطور وما حوله وعن معاذ بن جبل هي ما بين الفرات وعريش مصر۔

بیت المقدس ہے یا دمشق ہے یا فلسطین ہے یا ملک شام کا اونچا ٹیلہ اردن ہے یا زمین طور اور اس کے گرد کا حصہ ہے یا مابین فرات و عریش مصر ہے۔

قَالُوا يٰمُوسٰى اِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

بولے اے موسیٰ اس زمین میں قوم جبارین ہیں اور اس میں ہم ہرگز نہ داخل ہوں گے حتیٰ کہ نکل جائیں وہ اس سے تو ہم داخل ہوں بولے دو آدمی اللہ سے ڈرنے والوں میں سے کہ انعام فرمایا اللہ نے ان دونوں پر کہ داخل ہو جاؤ ان پر دروازے سے تو جب داخل ہو جاؤ تم اس میں تو تم ہی غالب رہو گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔

مفسرین نے فرمایا کہ وہ دو آدمی کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون تھے یہ ان بارہ سرداروں میں تھے جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم جبارین کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا اور ہدایت کی تھی کہ تمام حال واپس آکر کسی سے نہ کہیں صرف ہمیں بتائیں۔ اس عہد پر مذکورہ دو نقیب قائم رہے باقی جتنے تھے انہوں نے قوم پر سب کچھ افشا کر دیا۔ ان دو نقیبوں نے کہا تم شہر کے دروازے سے بے دھڑک داخل ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ کرو کہ وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا تم جبارین کے قوی ہیکل جسیم حتیٰ کہ عوج بن عنق جس کے متعلق نہ معلوم کیا کیا لکھا جا چکا ہے۔ لیکن علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اخبار عوج بن عنق وھی حدیث خرافة اس لیے ہم نے اس کی نقل سے احتراز کیا۔ بہر حال قوم جبارین کے قوی ہیکل ہونے پر تو لفظ جبارین ہی خود مؤید ہے۔ لہٰذا اس میں شک

نہیں کہ وہ قوم طاقت ور اور قوی ہیکل ضرور تھی۔ اگرچہ نقل روایت میں ایک عجیب و غریب روایت میں نقل فرماتے ہیں۔ وہو ہذا

اخرج ابن عبد الحکم فی فتوح مصر عن ابن حجیرۃ قال استظل سبعون رجلا من قوم موسی علیہ السلام فی قحف رجل من العمالقۃ ستر آدمی موسی علیہ السلام کی قوم کے عمالقہ کے ایک آدمی کے تالو کی ہڈی کے سایہ میں آ جاتے تھے۔ مگر یہ روایتیں تو روائتیں ہی ہیں۔

تو موسی علیہ السلام کے ان دو نقیبوں نے فرمایا کہ وہ سب کچھ سہی مگر دل سے وہ سخت کمزور ہیں تو جب ان دو نقیبوں نے یہ کہا تو قوم بنی اسرائیل سخت برہم ہوگئی اور ان پر سنگ باری کی ٹھان لی اور بگڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ٥ بگڑ کر وہ کہنے لگے اے موسیٰ ہم وہاں کبھی نہ جائیں گے جبتک وہ قوم وہاں ہے تو آپ جائیں اور آپ کا رب تم دونوں مقاتلہ کرو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

اور یہ دس بد عہد نقیب مقام تیہ میں بڑی آفتوں میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ (تفسیر کبیر)

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ عزت میں عرض کی۔

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ٥

عرض کی اے میرے رب مجھے اختیار نہیں مگر اپنی جان پر اور اپنے بھائی پر تو تو ہمیں ان بے حکم فاسقوں سے جدا کر دے۔

ملک سے مراد قبضہ اختیار۔ اخی سے مراد حضرت ہارون علیہ السلام ہیں یہ حضرت موسی کے بھائی تھے۔ یوشع علیہ السلام بھانجے تھے اور کالب بن یوقنا بہنوئی تھے۔

اے میرے رب مجھے اپنی جان اور بھائیوں پر اختیار ہے بنی اسرائیل میرے کہنے سے جہاد نہیں کرتے لہذا آخرت میں بھی یہ لوگ ہمارے ساتھ نہ رہیں۔ یعنی ہمیں ان کی صحبت سے علیحدہ کر دے یا ان کے ہمارے مابین فیصلہ فرما دے تو ارشاد ہوا۔

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ٥ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تو وہ زمین ان پر حرام ہے چالیس برس تک بھٹکتے پھریں زمین میں تو تم ان فاسقوں کا افسوس نہ کرو۔

یعنی ارض مقدسہ (یہ شام و مصر کے درمیان ایک وسیع علاقہ ہے جسے تیہ کہتے ہیں) میں یہ مخالفت کنندہ احکام داخل نہ ہو سکیں گے وہ زمین جس میں یہ لوگ بھٹکتے پھرے کل نو کوس چوڑے اور تیس میل لمبے میدان میں تھی اور قوم چند لاکھ اور پھر جنگی سامان بھی ان کے ساتھ تھا یہ تمام دن خاک پھانکتے چلتے جب شام ہوتی تو اپنے کو وہیں پاتے جہاں سے چلے تھے انہیں من جانب اللہ حکم عدولی کی سزا تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون اور یوشع بن نون اور کالب ان کے لیے اللہ تعالے نے ہر قسم کی آسانیاں عطا فرمائیں۔ یہ چند لاکھ اس چھوٹے سے رقبہ زمین میں چالیس برس سرگرداں و حیران پھرتے رہے اور نکل نہ سکے یہ معجزہ موسوی تھا یا عذاب الٰہی۔

فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ۔ اس میں خطاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہے اور قوم فاسقین سے مراد ضدی نافرمان اسرائیلی ہیں۔

بہر حال آخر تنگ آکر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کھانے پینے وغیرہ کی ضروریات طلب کرنے لگے اور اپنی تکالیف کا شکوہ کیا آپ نے ان پر رحم فرما کر دعا کی تو اللہ تعالے نے ان کو آسمانی غذا منّ و سلویٰ عطا فرمایا اور لباس کا نظام یوں ہوا کہ ان کے بدن پر ہی لباس پیدا ہوتا اور جسم کے ساتھ بڑھتا رہتا میلا بھی نہ ہوتا اور کوہ طور کا ایک سفید پتھر انہیں ملا جس میں ان کے بارہ قبیلوں کے لیے بارہ چشمے ضرب عصا سے جاری ہو گئے اور سایہ کے لیے ایک ابر پیدا ہوا جو تیہ میں جتنے لوگ داخل ہوئے تھے ان پر سایہ کرتا۔ ان میں چند روز میں ان میں سے چوبیس سال سے زیادہ عمر والے سب مر گئے یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا کے سوا کوئی بھی ارض مقدس میں داخل نہ ہو سکا۔

ایک روایت ہے کہ حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ کی وفات بھی اسی جنگل میں ہوئی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے چالیس سال بعد حضرت یوشع بن نون کو نبوت عطا ہوئی اور قوم جبارین پر پھر جہاد کا حکم ملا۔ آپ بچے ہوئے بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر گئے اور جبارین پر جہاد کیا۔ اور بیت المقدس کو فتح کیا روح المعانی۔

حضرت یوشع علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو چھبیس سال ہوئی۔ افرائیم پہاڑ میں دفن کیا۔ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ستائیس سال زندہ رہے (روح المعانی۔ خازن)

بامحاورہ ترجمہ رکوع پنجم سورۃ مائدہ پ ۶

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ   اور پڑھ کر سنائیں انہیں آدم کے بیٹوں کی سچی خبر

اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

جب دونوں نے ایک منت پیش کی تو قبول ہوئی ایک کی اور نہ قبول ہوئی دوسرے سے بولا میں ضرور تجھے قتل کر دوں گا۔ بولا جز این نیست کہ قبول کرتا ہے اللہ ڈر والوں سے۔

لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

بے شک اگر تو بڑھائے گا ہاتھ میری طرف کہ مجھے قتل کرے میں نہ بڑھاؤں گا ہاتھ تیری طرف کہ تجھے قتل کروں میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو عالم کا پروردگار ہے۔

اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝

میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا گناہ اور تیرا گناہ بھی تجھی پر ہو تو ہو جائے تو جہنمیوں سے اور یہ بے انصافوں کی سزا ہے۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

تو خواہش کی اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل کی تو قتل کر دیا اسے تو صبح کی زیاں کاروں سے۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝

تو اللہ نے ایک کوا بھیجا کہ کریدرہا تھا زمین میں تاکہ دکھائے اسے کہ کس طرح چھپائے لاش اپنے بھائی کی بولا افسوس میں عاجز ہوں اس سے کہ ہوتا اس کوّے جیسا تو چھپا دیتا لاش اپنے بھائی کی تو صبح کی پچھتانے والوں سے۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝

اس سبب سے لکھ دیا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جو قتل کرے کسی جان کا بغیر بدلے جان کے یا فساد کرکے زمین میں تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جو زندہ رکھے اس جان کو تو گویا زندہ رکھا سب لوگوں کو اور البتہ ان کے پاس آئے ہمارے رسول دلائل کے ساتھ پھر یقیناً ان میں سے بہت بعد اس کے زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

جزایں نیست کہ وہ جو محاربہ کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد کی یہ کہ قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ایک طرف سے ہاتھ کاٹے جائیں اور پیر کاٹے جائیں دوسری طرف سے یا دور کر دیے جائیں زمین سے یہ ان کے لیے رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں عذاب ہے دردناک۔

إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا۟ عَلَيْهِمْ ۖ فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اس سے قبل کہ تم قابو پاؤ ان پر تو جان لو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حل لغات رکوع پنجم سورہ مائدہ پ۶

و۔ اور	اتل۔ پڑھ	علیھم۔ ان پر	نبا۔ خبر
ابنی۔ دو بیٹوں	ادم۔ آدم کی	بالحق۔ سچی	اذ۔ جب
قربا۔ منت	قربانا۔ پیش کی	فتقبل۔ تو قبول ہوئی	من احدھما۔ ان میں
سے ایک کی	و۔ اور	لم۔ نہ	یتقبل۔ قبول ہوگی
من الاخر۔ دوسرے کی	قال۔ بولا	لاقتلنک۔ میں تجھے قتل کرونگا	قال۔ بولا
انما۔ اسکے سوا نہیں کہ	یتقبل۔ قبول کرتا ہے	اللہ۔ اللہ	من المتقین۔ پرہیزگاروں کی
لئن۔ اگر	بسطت۔ تو بڑھائیگا	الی۔ میری طرف	یدک۔ اپنا ہاتھ
لتقتلنی۔ تاکہ مجھے قتل کرے	ما۔ نہیں	انا۔ میں	بباسط۔ بڑھانے والا
یدی۔ اپنا ہاتھ	الیک۔ تیری طرف	لاقتلک۔ تاکہ میں تجھے قتل کروں	انی۔ بیشک میں
اخاف۔ ڈرتا ہوں	اللہ۔ اللہ سے جو	رب۔ پروردگار ہے	العلمین۔ سب جہانوں کا
انی۔ بے شک میں	ارید۔ چاہتا ہوں	ان۔ یہ کہ	تبوء۔ لوٹے تو

اثمی ۔ میرے گناہ	وَ ۔ اور	اثمک ۔ اپنے گناہ لیکر	فتکون ۔ تو ہو جائے تو
من اصحب النار ۔ آگ والوں سے		و ۔ اور	ذلک ۔ یہ
جزاء ۔ بدلہ ہے	الظلمین ۔ ظالموں کا	فطوعت ۔ تو چاہا	لہ ۔ اس کے
نفسہ ۔ نفس نے	قتل ۔ قتل کرنا	اخیہ ۔ اپنے بھائی کا	فقتلہ ۔ تو قتل کردیا اسکو
فاصبح ۔ تو ہوگیا	من الخسرین زیانکار	فبعث ۔ تو بھیجا	اللہ ۔ اللہ نے
غرابا ۔ ایک کوا	یبحث ۔ کریدتا تھا	فی ۔ بیچ	الارض ۔ زمین کے
لیریہ ۔ تاکہ دکھائے اسکو	کیف ۔ کس طرح	یواری ۔ چھپائے	سوأۃ ۔ لاش
اخیہ ۔ اپنے بھائی کی	قال ۔ کہا	یویلتی ۔ کاش	اعجزت ۔ میں عاجز آگیا
ان ۔ یہ کہ	اکون ہو جاتا	مثل ۔ مثل	ھذا ۔ اس
الغراب ۔ کوے کے	فاداری ۔ تو چھپا لیتا	سوأۃ ۔ لاش	اخی ۔ اپنے بھائی کی
فاصبح ۔ تو ہوگیا	من الندمین ۔ پچھتانے والوں سے		من اجل ذلک ۔ اس
سبب سے	کتبنا ۔ ہم نے لکھا	علی ۔ اوپر	بنی ۔ بیٹوں
اسرائیل ۔ اسرائیل کے	انہ ۔ یہ کہ	من ۔ جو	قتل ۔ قتل کرے
نفسا ۔ کسی آدمی کو	بغیر ۔ بغیر	نفس ۔ بدلے کے	او ۔ یا
فساد ۔ فساد کے	فی ۔ بیچ	الارض ۔ زمین کے	فکانما ۔ تو گویا
قتل ۔ قتل کیا	الناس ۔ لوگوں کو	جمیعا ۔ سب کو	و ۔ اور
لقد ۔ بیشک	جاءتہم ۔ آئے انکے پاس	رسلنا ۔ ہمارے رسول	بالبینت کھلے دلائل لیکر
ثم ۔ پھر	ان ۔ بیشک	کثیرا ۔ بہت سے	منہم ۔ ان میں سے
بعد ۔ بعد	ذلک ۔ اس کے	فی ۔ بیچ	الارض ۔ زمین کے
لمسرفون ۔ حد سے بڑھنے والے ہیں	انما ۔ جزا ایں نیست کہ	جزاء ۔ بدلہ	الذین ۔ ان کا جو
یحاربون ۔ لڑیں	اللہ ۔ اللہ	و ۔ اور	رسولہ ۔ اس کے رسول سے
و ۔ اور	یسعون ۔ کوشش کریں	فی ۔ بیچ	الارض ۔ زمین کے
فسادا ۔ فساد کی	ان ۔ یہ کہ	یقتلوا ۔ قتل کیے جائیں	او ۔ یا
یصلبوا ۔ سولی دیے جائیں	او ۔ یا	تقطع ۔ کاٹے جائیں	ایدیہم ۔ ان کے ہاتھ
و ۔ اور	ارجلہم ۔ انکے پاؤں	من خلاف ۔ الٹے کرکے	او ۔ یا

ینفوا۔ دور کیے جائیں	من الارض۔ زمین سے	ذلک۔ یہ	لہم۔ ان کے لیے
خزی۔ ذلت ہے	فی۔ بیچ	الدنیا۔ دنیا کے	و۔ اور
لہم۔ ان کے لیے	فی۔ بیچ	الاخرۃ۔ آخرت کے	عذاب۔ عذاب ہے
عظیم۔ بڑا	الا۔ مگر	الذین۔ وہ جو	تابوا۔ توبہ کرلیں
من قبل۔ پہلے اس سے	ان۔ کہ	تقدروا۔ قابو پاؤ	علیہم۔ ان پر
فاعلموا۔ تو جان لو	ان۔ بیشک	اللہ۔ اللہ	غفور۔ بخشنے والا

رحیم۔ مہربان ہے۔

مختصر تفسیر رکوع پنجم سورۃ مائدہ پ۶

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَا اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور انہیں پڑھ کر سنائیے آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی بولا میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا اللہ اس سے قبول کرتا ہے جو متقی ہو اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو پروردگار عالم ہے۔

وَاتْلُ۔ اُتل سے بنا۔ تلاوت آیات قرآنی کا پڑھنا۔

یہ دو صلبی بیٹے آدم علیہ السلام کے ہیں جن کا نام ہابیل و قابیل تھا۔ اس خبر سنانے سے مقصد یہ ہے کہ حسد کی برائی معلوم ہو اور سید عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حسد کرنے والوں کو اس سے سبق حاصل کرنے کا موقعہ ملے۔

علماء سیر و اخبار کہتے ہیں کہ حضرت حوّا کے حمل میں ایک لڑکا ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا اور چونکہ آدمی صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں منحصر تھے تو مناکحت کی اور کوئی سبیل ہی نہ تھی۔ اسی دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کا نکاح لیوذا سے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہابیل کا اقلیما سے جو قابیل

کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا۔ قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور چونکہ اقلیما حسین تھی اس لیے وہ اس کا طلب گار ہوا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے لہٰذا وہ تیری بہن ہے۔ اس کا نکاح تیرے ساتھ حلال نہیں۔ قابیل بولا یہ تو آپ کی ایک رائے ہے اللہ تعالٰی نے یہ حکم نہیں دیا۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا اچھا اس کا فیصلہ یوں کر لو کہ تم دونوں قربانیاں لاؤ جس کی قربانی مقبول ہو جائے وہی اقلیما کا حقدار ہے۔

شریعت آدم کے زمانہ میں جو قربانی مقبول ہوتی تھی اسے آسمان سے ایک آگ اتر کر کھا لیا کرتی تھی۔

قابیل جو ایک زراعت پیشہ تھا گندم کا انبار لایا اور ہابیل نے بکریاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک بکری قربانی کے لیے پیش کی۔ آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو لے لیا اور قابیل کے گیہوں کا انبار چھوڑ گئی حضرت آدم علیہ السلام کو بامر الٰہی علم تھا کہ قابیل کی قربانی رد ہو گی۔ چنانچہ اس پر قابیل کے دل میں بغض و حسد پیدا ہوا۔

ادھر آدم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کے سفر کا ارادہ کیا اور دونوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ تو قابیل نے حسد میں آکر ہابیل کو کہا میں تجھے قتل کروں گا۔ ہابیل علیہ السلام نے پوچھا کس وجہ میں میرے قتل کی تو نے ٹھانی ہے کہنے لگا اس وجہ میں کہ تیری قربانی مقبول ہوئی اور تو اقلیما کا مستحق ہو گیا۔ اس میں میری ذلت ہے۔ ہابیل علیہ السلام نے فرمایا کہ قربانی قبول کرانا میرا کام نہیں۔ یہ منجانب اللہ ہے اور وہ ذات ستودہ صفات متقیوں کی قربانی قبول کرتی ہے تو متقی ہوتا تو تیری قربانی قبول ہوتی یہ تیرے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اس میں میرا کیا دخل ہے۔ بہرحال تو مجھے قتل کرنا چاہے تو کریں تو اپنی طرف سے پہل نہ کروں گا باآنکہ میں تجھ سے قوی و توانا ہوں مگر انی اخاف اللہ رب العلمین میں اللہ سے ڈرتا ہوں روح المعانی۔ اب اگر تجھے خوف الٰہی نہیں تو جو تیرے جی میں آئے کر میرا گناہ اور تیرا گناہ تجھ پر ہی پڑے گا چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓءَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝

میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا گناہ بھی تیرے گناہ کے ساتھ تیرے ہی پلہ پڑے تو تو جہنمی ہو جائے گا اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

اس آیت میں قابیل کو قتل نہ کرنے کی دوسری وجہ کا ذکر ہے ایک وجہ خوف خدا تھی اور دوسری وجہ یہ تھی۔

یعنی مجھ کو قتل کرنا ایک گناہ۔ اپنے اس والد کی نافرمانی جو نبی ہے دوسرا گناہ۔ میرے اس فیصلہ پر حسد جو منجانب اللہ مقبولیت قربانی کے ثبوت سے ہوا اس پر حسد کرنا اور خدا کے فیصلہ کو بھی نہ ماننا۔ یہ ظلم عظیم تھا۔ اور اس کی سزا جہنم تھی۔ آگے ارشاد ہے۔

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْأَةَ أَخِيهِ قَالَ يَا وَيْلَتَى أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْأَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ۝

تو خواہش ہوئی اس کے دل میں بھائی کے قتل کی تو اسے قتل کر دیا تو صبح کی زیانکاروں میں سے تو اللہ نے بھیجا ایک کوا کریدتا تھا تاکہ اسے دکھائے کہ کیونکر اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا افسوس کیا میں عاجز ہو گیا اس کوے جیسا ہونے سے کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتاتا رہ گیا۔

طوّع کے معنی فرمانبرداری۔ آسان کر دینا پہلے قابیل کو ہابیل کا قتل بڑا مشکل نظر آ رہا تھا کیونکہ اس سے قبل انسانی قتل وجود میں نہ آیا تھا مگر نفس امارہ نے آسان کر دیا اور اس کو اس قتل پر راضی و خوش کر لیا نفس سے مراد نفس امارہ ہے۔ آخ سے مراد ہابیل ہے۔

ابن جریر ابن مجاہد اور ابن جریج نے روایت کی ہے کہ قابیل کو قتل کرنے کی ترکیب نہیں آتی تھی۔ کیونکہ یہ پہلا انسانی قتل تھا۔ شیطان نے جانور کی شکل اختیار کی اور قابیل کے سامنے آیا اس کے پنجہ میں ایک اور جانور تھا اس نے اس جانور کا سر پتھر پر رکھ کر اوپر سے دوسرا پتھر مارا اور سر کو کچل دیا جس سے وہ جانور مر گیا۔

ہابیل اپنے جانور کسی پہاڑی پر چرا رہے تھے دوپہر کے وقت ایک درخت کے سایہ میں سو گئے۔ قابیل نے ایک بڑا پتھر جو وزنی تھا ان کے سر پر مارا اور سر کو کچل دیا وہ انتقال کر گئے اس وقت ہابیل کی عمر پچیس سال تھی حضرت آدم حج بیت اللہ میں مصروف تھے آپ نے دیکھا کہ بعض درخت خاردار ہو گئے اس سے قبل کبھی درخت میں کانٹے نہ ہوتے تھے اس وقت آپ سمجھ گئے کہ کوئی بہت بڑا حادثہ ہو گیا ہے۔

قتل کا واقعہ بعض کہتے ہیں کہ بصرہ میں ہوا بعض کا قول ہے کہ ہند میں ہوا بعض کا قول ہے کہ غار حرا کے پشت پر ہوا اس قتل کے بعد قابیل کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ دل سخت ہو گیا۔

خٰسِرِیْنَ۔ دنیا و آخرت میں نقصان پانے والا فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا۔ فَ تعقیب کے لیے ہے فوراً کے معنی نہیں۔ دفن کا واقعہ قتل کے چالیس دن بعد ہوا۔ قابیل حیرت زدہ تھا کہ اب لاش کو کیا کروں اس

لیے کہ ہابیل سے پہلے کوئی انسان مرا ہی نہ تھا قابیل مدت تک لاش کو پشت پر لادے پھرتا رہا تو قدرت نے دو کوے بھیجے ایک کوے نے دوسرے کوے کو قتل کر کے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کریدکر گڑھا کیا اور مرے ہوئے کوے کو اس گڑھے میں رکھ کر اوپر سے مٹی ڈال دی قابیل یہ دیکھ کر شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں اس کوے کے برابر بھی عقل نہیں رکھتا غرضکہ دور اول میں مردہ کو دفن کرنے کی ترکیب اس طرح قدرت نے تعلیم دی۔ (جلالین۔ مدارک) صاحب روح المعانی نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔

ابن جریر راوی ہیں کہ آدم علیہ السلام قتل ہابیل کے بعد سو سال تک ہنسے نہیں پھر اللہ تعالے نے بشارت دی ایک اور اولاد کی تو آپ ہنسے۔

محی السنۃ کی روایت ہے کہ آدم علیہ السلام سے پچاس سال بعد قتل ہابیل کے شیث علیہ السلام پیدا ہوئے جو ساعات لیل و نہار کے عالم تھے۔ آپ پر پچاس صحیفے نازل ہوئے اور آپ وصی آدم اور ولی عہد قرار پائے۔

ابن مسعود فرماتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقتل نفس ظلما الا کان علی ابن آدم الاول کفل من دمها لانہ اول من سن القتل۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی بھی ظلم سے قتل کیا جاتا ہے تو آدم کے پہلے بیٹے پر ایک خون کا گناہ اور بڑھ جاتا ہے کیونکہ اسی نے قتل ناحق کا طریقہ جاری کیا۔

قابیل کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ قتل ہابیل کے بعد یہ عدن کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں شیطان نے اسے کہا کہ ہابیل کی قربانی قبول ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ (معاذ اللہ) آگ پوجتا تھا اگر تو بھی آگ پوجنے لے تو تیرا مقصد حل ہو جائے گا چنانچہ ایک مکان بنا کر آگ دھکائی اور قابیل نے اسے پوجا تو یہ پہلا قاتل بھی ہے اور پہلا آتش پرست بھی۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا۔ اسی وجہ سے ہم نے لکھ دیا بنی اسرائیل پر کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلایا اس نے گویا سب لوگوں کو جلا لیا۔

اَجَل کے معنی وقت مقرر۔ ذالک اشارہ ہے کوے کے واقعہ کی طرف کَتَبْنَا۔ فیصلہ کر دینا لازمی حکم دے دینا۔ نفسًا انسانی جان۔

اس آیت کریمہ میں اس امر کی وضاحت ہے کہ خون ناحق کرنا فساد فی الارض ہے اور اگر کسی خون کے بدلے قصاص کے طور پر یا شرک و کفر یا قطع طریق وغیرہ کسی موجب قتل یا فساد کی وجہ سے مارا۔ وہ اس حکم میں نہیں اس لیے کہ قصاص پر قتل ہونے والا یا اردت کی بنا پر اگر قتل ہو تو یہ قتل وہ نہیں کیونکہ اس نے حق اللہ کی رعایت اور حدود شریعت کا پاس نہ کیا۔

وہ آٹھ چیزیں ہیں قتل عمد۔ زنا۔ ڈاکہ۔ بغاوت۔ خروج۔ حربی کافر ہونا۔ مرتد ہو جانے۔ بلا قصور قتل کی نیت کرنا۔

اور کسی جان کو جلتے ڈوبتے یا کسی ظالم سے بچائے۔ مثلاً کوئی شخص بھوک پیاس سے مر رہا تھا اسے کھانا کھلا دیا۔ کوئی نابینا کنویں میں گر رہا تھا اسے گرنے سے بچا لیا وہ گویا دنیا میں دنیا کے لوگوں کی جان بچانے والا ہے۔ اسی طرح جو کسی کو ناحق مارے یا قتل کرے وہ ان ظالموں میں سے ہے جو دنیا کو ہلاک کرنے کی ٹھان چکا ہو۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ o اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ o اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o

اور بے شک آئے ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ پھر بے شک ان میں بہت سے اس کے بعد زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔ سوا اس کے نہیں کہ بدلہ ان کا جو اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرتے اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں یہی ہیں کہ وہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ ایک طرف کے کاٹے جائیں اور دوسری طرف کے پاؤں یا زمین سے دور کر دیے جائیں یہ رسوائی ہے ان کے لیے دنیا میں اور آخرت میں ان کے لیے عذاب ہے زبردست مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی اس سے قبل کہ تم قابو پاؤ ان پر تو جان لو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بنی اسرائیل کو قتل ناحق سے منع کیا گیا۔ رُسُلنا سے مراد انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ بیّنٰت سے آسمانی کتابیں یا ان کے معجزات ہیں۔ ظلماً قتل کو بدترین جرم قرار دیا۔ ثُمّ مہلت کے لیے آتا ہے یہاں تاخیر زمانی ہے۔ کثیرا اس لیے فرمایا کہ بعض بنی اسرائیل عابد زاہد تھے۔ ذالک سے اشارہ ہے توریت اور اس میں قتل کی برائیاں۔ الی الارض سے مراد فلسطین شام ہے۔ مُسرفون۔ اسراف بے جا زیادتی مراد ہے۔

بنی اسرائیل میں جو انبیاء کرام تشریف لائے وہ معجزات باہرہ بھی لائے اور احکام بھی مگر ان یہودیوں نے ان کی مخالفت کی اور حدود شریعت سے تجاوز کرکے زیادتی کرنے والے ہو گئے۔

ان کی سزا دو ہیں۔ دنیا میں ان کے ہاتھ پیر کاٹے جائیں۔ گن گن کر قتل کیے جائیں سولی دیے جائیں یا زمین سے دور کر دیے جائیں۔ پھر آخرت کی سزا بدستور باقی ہے جو زبردست ہے اللہ تعالے سے محاربہ کرنا یہی کہ اس کے نبیوں سے الجھیں۔ اولیاء اللہ سے عداوت رکھنا چنانچہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیث قدسی میں فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب جو میرے ولی سے عداوت کرے میں اسے اجازت دیتا ہوں کہ مجھ سے مقابلہ کرے۔ جن منافقین نے اسلام لانے کا احسان حضور پر جتا کر غنائم سے حصہ زیادہ طلب کیا تھا تو اللہ تعالے نے فرمایا۔ سورت حجرات پ۲۶ لاتمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمان ان کنتم صدقین ہمارے اوپر اپنے ایمان کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان جتاتا ہے کہ تمہیں ہدایت ایمانی فرمائی اگر تم سچے ہو۔ تو یہاں بھی وہ احسان جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر جتایا گیا تھا اسے اپنی طرف منسوب فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ اس آیت کریمہ میں قطاع الطریق یعنی رہزنوں کی سزا کا بیان ہے۔

شان نزول آیہ کریمہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے سنہ ۶ھ میں عرینہ کے چند لوگ جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے مدینہ آئے اور اتنے بیمار ہو گئے کہ ان کے رنگ زرد ہو گئے۔ پیٹ مشک کی طرح پھول گئے گویا استسقاء نق ہو گیا۔ حضور نے حکم دیا کہ انہیں صدقہ کے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب ملا کر پلایا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا وہ تندرست ہو گئے اور پھر مرتد ہو کر چرواہوں کو قتل کر دیا اور پندرہ اونٹ لے کر بھاگ گئے۔

سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لانے کے لیے حضرت یسار کو بھیجا۔ آپ جب وہاں پہنچے تو انہوں نے آپ کو پکڑ لیا۔ ہاتھ پیر کاٹے اور ایذائیں دیتے دیتے شہید کر ڈالا۔

پھر حضور نے ان لوگوں کی گرفتاری کا حکم دیا۔

یہ لوگ جب گرفتار کرکے لائے گئے تو اللہ تعالے نے ان کے حق میں وہی سزا تجویز فرمائی جو حضرت یسار کے ساتھ وہ کر چکے تھے۔ پھر ان کو مقام حرہ کے تپتے ہوئے میدان میں پھینکوا دیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر۔ خازن۔ تفسیر احمدی)

مگر رحمن و رحیم کا کرم خاص ہے کہ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْہِمْ یہ عبارت تمام دنیاوی سزاؤں اور اخروی عذاب سے آننا استثناء بھی فرما دیا کہ گرفتاری سے قبل اگر ایسے لوگ تائب ہو جائیں تو توبہ کر لینے کے بعد عذاب آخرت اور سزائے رہزنی سے بری ہو جائیں گے۔

لیکن مال کی واپسی اور قتل کا قصاص حق العباد ہے یہ باقی رہے گا۔ تفسیر احمدی
فاعلموا ان اللہ غفور رحیم ۔ اللہ تعالیٰ غفور بھی ہے رحیم بھی ہے جو لوگوں کو بخش دیتا ہے
علامہ آلوسی یہی روایتیں بروایۃ دیگر نقل کرکے۔ قطاع الطریق یعنی رہزن اور وہ جو ایمان لاکر مرتد ہوئے اور پھر توبہ نہ کی انکے متعلق احناف محققین کا فیصلہ نقل فرماتے ہیں بغرض تفریح خواطر عوام و خواص ان کی تشریح بھی حسب موقعہ پیشکش ہے۔ وھو ہذا۔

او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں ای تقطع مختلفۃ بان تقطع ایدیھم الیمنی وارجلھم الیسری یعنی مختلف صورت میں قطع کیا جائے یعنی سیدھا ہاتھ کاٹا جائے تو بایاں پیر کاٹا جائے۔

یہ کاٹنے کی وجہ حسن سزا نہیں ہے بلکہ راستہ میں اس کا خوف نہ رہے اور امن فوت ہونے کا کھٹکا جاتا رہے
او ینفوا من الارض یا اس کو زمین سے نکال دیا جائے والمراد بالنفی عندنا ھو الحبس و السجن والعرب تستعمل النفی بذلک المعنی لان الشخص بہ یفارق بیتہ واھلہ لفظ ینفوا نفی سے ہے اور نفی سے مراد ہمارے نزدیک حبس یعنی قید اور جیلخانہ ہے اور اہل عرب نفی کے لفظ کو ایسے ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں اس لیے کہ انسان کو اس کے بیوی بچوں سے علیحدہ کر دینا جیسے نظر بندی معنی ہوتا ہے اس کے ایک رباعی قیدیوں کے حسب حال نقل کی ہے۔

خرجنا من الدنیا ونحن من اھلہا فلسنا من الاموات فیھا ولا الاحیاء
اذا جاءنا السجان یوما لحاجۃ عجبنا وقلنا جاء ھذا من الدنیا

دنیا سے ہم نکلے باوجودیکہ اہل دنیا سے ہیں تو رحیل ہیں) نہ ہم مردوں میں ہیں نہ زندوں میں جب آتا ہے ہمارے پاس کوئی قیدی کسی غرض کے لیے تو ہم اسے تعجب سے کہتے ہیں کہ یہ دنیا سے آیا ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفی سے مراد شہر بدر ہے۔
ابن عباس حسن، سدی رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس کے شہر سے کسی بعید آبادی میں نکالنے کو نفی کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی اس سے متفق ہیں۔
ایک قول ہے کہ کسی بعید جگہ اسے نکال دینا ینفوا من الارض ہے وکانوا ینفونھم الی دھلک، ھو بلد فی اقصی تہامۃ وناصع و ھو بلد من بلاد الحبشۃ اور مقام دہلک میں ایسے لوگوں کو شہر بدر کیا کرتے جو آخر حدود تہامہ میں ہے یا ناصع میں نکال دیتے تھے یہ ایک شہر ہے حبشہ کے شہروں سے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع ششم سورہ مائدہ پ ٦

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ٥

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ڈھونڈو اس کی طرف وسیلہ اور جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ٥

بے شک وہ جو کافر ہوئے اگر ان کے لیے ہو جو کچھ زمین میں ہے اور اس کے برابر اور بھی کہ فدیہ دے دیں عذاب قیامت سے بچنے کے لیے تو نہیں قبول کیا جائے گا ان سے اور ان کے لیے عذاب ہے دردناک۔

يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ٥

چاہیں گے یہ کہ نکل جائیں دوزخ سے اور وہ نہ نکل سکیں گے اس سے اور ان کے لیے عذاب دوامی ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ٥

اور چور مرد اور چور عورت ہو تو کاٹو ان کا ہاتھ بدلہ ہے اس کا جو کیا انہوں نے عذاب ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ٥

تو جو توبہ کرے ظلم کے بعد اور اصلاح کرلے تو بے شک اللہ تعالٰی رجوع فرمائے گا اس پر بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ٥

تو کیا تو نہیں جانتا کہ بے شک اللہ کے لیے ہے ملکیت آسمانوں اور زمین کی عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور بخشتا ہے جسے چاہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ

اے رسول نہ غمگین کریں تمہیں ان کا دوڑنا کفر میں

يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

ان میں سے وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں ایمان لائے ہم محض منہ سے اور درحقیقت ایمان نہ لائے ان کے دل اور کچھ وہ ہیں جو یہودی ہیں بناوٹ کے لیے جو سنتے ہیں جھوٹ بنانے کے لیے خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی جو نہیں آتے تمہارے پاس۔ تحریف کرتے ہیں کلمات میں ان کے موقعہ پر ہونے کے بعد کہتے ہیں نہیں آیا تمہیں حکم تو مانو اسے اور اگر نہ ملے تمہیں یہ حکم تو بچو اور جسے چاہے اللہ گمراہ کرنا تو ہرگز نہیں تجھے اس کے لیے اللہ کے مقابلہ میں کچھ یہ وہ ہیں کہ نہ چاہا اللہ نے یہ کہ پاک دل ان کے کرے ان کے لیے دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

کان لگا کر جھوٹ سننے والے بڑے حرام خور تو اگر آئیں تمہارے پاس تو فیصلہ کردو یا ان سے اعراض کرو اور اگر اعراض کرو ان سے تو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکیں گے کچھ تمہیں اور اگر ان میں فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو بے شک اللہ منصف کو پسند کرتا ہے۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور کیونکر تمہیں حکم مانیں گے وہ حالانکہ ان کے پاس توراۃ ہے اس میں اللہ کا حکم ہے پھر پھرتے ہیں اس کے بعد اس کے اور وہ ایمان والے نہیں۔

حل لغات رکوع ششم سورہ مائدہ پ ۶

يٰاَيُّهَا۔ اے وہ | الذين جو | امنوا۔ ایمان لائے ہو | اتقوا۔ ڈرو

الله-اللہ سے	و-اور	ابتغوا-ڈھونڈو	الیہ-اسکی طرف
الوسیلۃ-وسیلہ	و-اور	جاھدوا-کوشش کرو	فی-بیچ
سبیلہ-اسکی راہ کے	لعلکم-تاکہ تم	تفلحون-کامیاب ہوجاؤ	ان-بے شک
الذین-وہ جو	کفروا-کافر ہیں	لو-اگر	ان-یقیناً
لہم-ہو ان کے لیے	ما-جو	فی-بیچ	الارض-زمین کے ہے
جمیعا-سب	و-اور	مثلہ-اسکے برابر	معہ-اور بھی
لیفتدوا-تاکہ فدیہ دیں	بہ-اس سے	من عذاب-عذاب	یوم-دن
القیمۃ-قیامت سے	ما-تو نہ	تقبل-قبول ہوگا	منہم-ان سے
و-اور	لہم-ان کے لیے	عذاب-عذاب ہے	الیم-دردناک
یریدون-چاہینگے	ان-یہ کہ	یخرجوا-نکل جائیں	من النار-آگ سے
و-اور	ما-نہیں	ہم-وہ	بخرجین-نکلنے والے
منہا-اس سے	و-اور	لہم-ان کے لیے	عذاب-عذاب ہے
مقیم-قائم رہنے والا	و-اور	السارق-چور مرد	و-اور
السارقۃ-چور عورت	فاقطعوا-کاٹ دو	ایدیہما-انکے ہاتھ	جزاء-بدلہ ہے
بما-اس کا جو	کسبا-کمایا انہوں نے	نکالا-سزا ہے	من الله-اللہ سے
و-اور	الله-اللہ	عزیز-غالب ہے	حکیم-حکمت والا
فمن-پھر جو	تاب-توبہ کرے	من بعد-بعد	ظلمہ-اپنے ظلم کے
و-اور	اصلح-درست کرے	فان-تو بیشک	الله-اللہ
یتوب-رجوع کریگا	علیہ-اس پر	ان-بے شک	الله-اللہ
غفور-بخشنے والا	رحیم-رحم کرنے والا ہے	أ-کیا	لم-نہ
تعلم-جانا تو نے	ان-بیشک	الله-اللہ	لہ-ہی کی
ملک-ملکیت ہیں	السموات-آسمان	و-اور	الارض-زمین
یعذب-سزا دے	من-جسے	یشاء-چاہے	و-اور
یغفر-بخشے	لمن-جسے	یشاء-چاہے	و-اور
الله-اللہ	علی-اوپر	کل-ہر	شیء-چیز کے

قدیر۔ قادر ہے	یاایہا۔ اے	الرسول۔ رسول	لا۔ نہ
یحزنک۔ غمگین کریں آپ کو	الذین۔ وہ جو	یسارعون۔ دوڑتے ہیں	فی۔ بیچ
الکفر۔ کفر کے	من الذین۔ ان سے	ھادوا۔ جو یہودی ہیں	سمعون۔ سننے والے ہیں
للکذب۔ جھوٹ کو	سمعون۔ سننے والے ہیں	لقوم۔ دوسرے لوگوں	اخرین۔ کے لیے
لم۔ جو نہ	یاتوک۔ آئے آپکے پاس	یحرفون۔ بدلتے ہیں	الکلم۔ کلمات کو
من بعد۔ بعد	مواضعہ۔ انکی جگہ کے	یقولون۔ کہتے ہیں	ان۔ اگر
اوتیتم۔ دیے جاؤ	ھذا۔ یہ	فخذوہ۔ تو لے لو اسکو	و۔ اور
ان۔ اگر	لم۔ نہ	تؤتوہ۔ دیے جاؤ یہ	فاحذروا۔ تو بچو اس سے
و۔ اور	من۔ جو کہ	یرد۔ چاہے	اللہ۔ اللہ
فتنتہ۔ اسکو گمراہ کرنا	فلن۔ تو ہرگز نہیں	تملک۔ اختیار رکھتا تو	لہ۔ اس کے لیے
من اللہ۔ اللہ سے	شیئا۔ کچھ بھی	اولئک۔ یہ	الذین۔ وہ ہیں کہ
لم۔ نہ	یرد۔ چاہا	اللہ۔ اللہ نے	ان۔ یہ کہ
یطھر۔ پاک کرے	قلوبھم۔ ان کے دلوں کو	لھم۔ ان کے لیے	فی۔ بیچ
الدنیا۔ دنیا کے	خزی۔ ذلت ہے	و۔ اور	لھم۔ ان کے لیے
فی۔ بیچ	الاخرۃ۔ آخرت کے	عذاب۔ عذاب ہے	عظیم۔ بڑا
سمعون۔ سننے والے ہیں	للکذب۔ جھوٹ	اکلون۔ کھانے والے ہیں	للسحت۔ حرام
فان۔ پھر	جاءو۔ آئیں	ک۔ آپکے پاس	فاحکم۔ تو فیصلہ کرو
بینھم۔ ان میں	او۔ یا	اعرض۔ اعراض کرو	عنھم۔ ان سے
و۔ اور	ان۔ اگر	تعرض۔ منہ پھیرو	عنھم۔ ان سے
فلن۔ تو ہرگز نہ	یضرو۔ بگاڑ سکیں گے	ک۔ آپ کا	شیئا۔ کچھ بھی
و۔ اور	ان۔ اگر	حکمت۔ فیصلہ کریں	فاحکم۔ تو فیصلہ کرو
بینھم۔ ان میں	بالقسط۔ انصاف سے	ان۔ بے شک	اللہ۔ اللہ
یحب۔ پسند کرتا ہے	المقسطین۔ منصف کو	و۔ اور	کیف۔ کیسے
یحکمونک۔ حاکم بنائیں گے آپ کو	و۔ اور	عندہ۔ پاس	
ھم۔ ان کے	التوراۃ۔ توراۃ ہے	فیھا۔ اس میں	حکم۔ حکم ہے

الله ۔ اللہ کا   ثم ۔ پھر   یتولون ۔ پھر جاتے ہیں   من بعد ۔ بعد
ذلك ۔ اس کے   و ۔ اور   ما ۔ نہیں   اولئك ۔ یہ لوگ
بالمؤمنین ۔ ایمان والے ۔

مختصر تفسیر رکوع ششم سورہ مائدہ پ ۶

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ

آیہ کریمہ میں ایمان والوں کو مخاطب فرما کر تین تعلیمیں دی ہیں سب پہلے بنیادی چیز خشیت الٰہی ہے اور دوسری تعلیم ابتغاء وسیلہ ہے اور تیسری جہاد فی سبیل اللہ ہے اس پر امید دلائی گئی کہ اگر تم ایسا کرو گے تو فلاح پاؤ گے ۔

تمام جن و انس مومنوں سے خطاب ہے اِتَّقُوا اتّقاء سے ہے تقوٰی ڈرنا بچنا یہاں ڈرنا معنی ہیں ۔ تقوی اللہ و رسول کی اطاعت ہے اس کی اتباع رسول ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول دوسرا حکم ہے وَابْتَغُوْا ابتغاء کے معنی تلاش کرنا اللہ تعالے کو ڈھونڈو رسول کے ذریعہ اور رسول کو تلاش کرو اولیاء کے ذریعہ اصطلاح میں ذریعہ کو وسیلہ کہا جاتا ہے ۔ اولیاء انبیاء نیک عمل ان کے تبرکات سب ہی ان میں شامل ہیں ۔

تحقیق وسیلہ

الوسیلۃ ۔ ھی فعیلۃ بمعنی ما یتوسل بہ ویتقرب الی اللہ عزوجل من فعل الطاعات وترك المعاصی من وسل الی کذا ای تقرب لبشیٔ ۔ وسیلہ بروزن فعیلہ ہے اس کے معنی ہیں جو توسل کرے اس کے ساتھ اور تقرب حاصل کرے اللہ تعالے کی طرف افعال طاعت سے اور ترک معاصی سے محاورہ میں سے ہے من وسل الی کذا ۔ یعنی قریب ہوا اس کی طرف کسی شئے کے ساتھ ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں الوسیلۃ الحاجۃ وسیلہ حاجت ہے اور عنترہ شاعر کا قول دلیل میں پیش کیا۔

ان الرجال لہم الیک وسیلۃ ان یاخذوک تکحل وتخضب

وفسر بعضہم الوسیلۃ الجنۃ بعض نے تفسیر کی کہ وسیلہ جنت کی ایک منزل یا مقام ہے وکونہا بہذا المعنی غیر ظاہر لاختصاصہا بالانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بناء علی ما رواہ مسلم انہا منزلۃ فی الجنۃ جعلہا اللہ تعالی لعبد من عبادہ وارجوا ان اکون انا ہو فاسئلوا الی الوسیلۃ۔

اس کا مادہ وسل ہے راغب اصفہانی مفردات میں فرماتے ہیں الوسیلۃ التوصل الی الشئی برغبۃ وھی اخص من الوصیلۃ لتضمنہا معنی الرغبۃ قال اللہ تعالی وابتغوا الیہ الوسیلۃ وحقیقۃ الوسیلۃ الی اللہ تعالی مراعاۃ سبیلہ بالعلم والعبادۃ وتحری مکارم الشریعۃ وھی کالقربۃ والواسل الراغب الی اللہ تعالی ویقال ان التوسل فی غیر ھذا السرقۃ یقال اخذ فلان ابل فلان توسلا ای سرقۃ۔

وسیلہ ملنا کسی شے کی طرف رغبت کے ساتھ اور وہ مخصوص ہے وصیلہ سے بوجہ متضمن ہونے معنی رغبت کے قرآن کریم میں ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ اور حقیقت وسیلہ اللہ تعالے کی طرف یہ ہے کہ رعایت رکھے اس کے راستہ میں علم کے ساتھ اور عبادت سے اور غور کرے اعزاز شریعت پر وہ مثل قربت کے ہیں اور واسل راغب الی اللہ کو بھی کہتے ہیں اور محاورات میں کہا گیا کہ توسل اس کے سوا سرقہ کے معنی بھی دیتا ہے جیسے کہا جاتا ہے اخذ فلان ابل فلان توسلا ای سرقۃ فلاں نے لیا اونٹ فلاں کا بطریق توسل یعنی بطور سرقہ (روح المعانی)

اور بعض لوگوں نے نیک لوگوں سے استغاثے کے جواز اور ان کو اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ بنانے اور اللہ تعالے کو ان کی قسم دینے (یعنی اس طرح کہا جائے اے اللہ ہم تجھ کو فلاں کی قسم دیتے ہیں کہ تو ہمیں یہ چیز دیدے) پر اس آیت سے استدلال کیا ہے اور بعض ایسے ہیں جو کسی نیک بندے غائب یا مردہ کو کہتے ہیں اے فلاں تم اللہ تعالے سے دعا کرو کہ وہ مجھے فلاں فلاں چیز عطا کرے اور کہتے ہیں کہ یہ بھی وسیلہ تلاش کرنا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم کو کام عاجز کردیں تو اہل کے پاس جاؤ یا اہل قبور سے استغاثہ کرو۔

اس کے بعد لکھتے ہیں "اور یہ تمام باتیں حق سے بہت دور ہیں"۔

پھر لکھتے ہیں

"اور اس مقام میں تحقیق یہ ہے کہ مخلوق سے استغاثہ اور اس کو وسیلہ بنانا یعنی اس سے دعا کی درخواست کرنا اس کے جواز میں تو شک نہیں"۔ اور اس میں بھی اس کے بعد اپنی رائے میں لکھتے ہیں "بشرطیکہ جس سے دعا کی درخواست کر رہا ہے وہ زندہ ہو"۔

پھر آگے لکھتے ہیں "اور یہ طالب سے افضل ہونے پر موقوف نہیں ہے بلکہ کبھی طالب افضل ہوتا ہے مطلوب سے کیونکہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا جبکہ انہوں نے عمرہ کے لیے جانے کی اجازت مانگی اے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھول جانا اور ان کو یہ بھی حکم دیا تھا کہ اویس قرنی سے دعا کی درخواست کرنا اور اپنی امت کو حکم دیا کہ وسیلہ تلاش کیا کرو"۔

منقولہ بالا عبارتیں اس امر کو واضح کر رہی ہیں کہ مسلمانوں میں وسیلہ بین اللہ وبین العباد جاری رہا ہے اور احادیث سے بھی ثابت ہے۔ اب رہا علامہ آلوسی کا خیال کہ وہ زندہ سے ہی ہو سکتا ہے یہ محض ان کی رائے ہے اور ایسی رائے ہے کہ ایک جگہ تو معلوم ہوتا ہے کہ آلوسی خلاف ہیں دوسری جگہ نظر آتا ہے کہ موافق ہیں چنانچہ "اس کے جواز میں تو شک نہیں" بھی کہہ رہے ہیں اور "اگر" کی شرط بڑھا کر اسے مشروط کہتے ہیں یعنی زندہ کے ساتھ حالانکہ زندہ مردہ کا یہاں فرق بے معنی ہے۔

اس لیے کہ زندہ میں جو سننے دیکھنے حرکت کرنے والی ہے وہ روح اور محض روح ہے اور اسے ابدیت حاصل ہے۔ اگر وہ جسم میں ہے پھر صاحب جسم کو حی اور زندہ کہا جاتا ہے اور جب وہ جسم عنصری سے پرواز کر جائے تو روح کو کوئی مردہ نہیں کہتا۔ بلکہ صاحب جسم کے جسم کو میت کہہ دیتے ہیں حتیٰ کہ اسی جسم کو زمین میں دفنا دیتے ہیں۔ مگر روح وہ نہ دفن ہوتی ہے نہ مرتی ہے اس لیے کہ عالم کی دو قسمیں جو ہیں وہ عالم کون اور عالم امر کے نام سے مشہور ہیں۔ قرآن کریم بھی روح کے سوال پر یہی جواب دیتا ہے قل الروح من امر ربی اے محبوب یہودیوں کو فرما دیجئے کہ روح عالم امر سے ہے یا میرے رب کے حکم سے ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اگر زندہ ہے تو اس کا امر بھی زندہ ہے اور اگر وہ مر گیا تو اس کا امر بھی مر گیا یہی وجہ ہے کہ وصیت وغیرہ پر عمل کرنے کا حکم قضا پر موقوف ہے تا کہ آمر خود آ کر اپنی وصیت پر عمل کرے اس کے برخلاف رب الارباب کے کہ وہ حی و قیوم ہے۔ اسی بنا پر کلام اللہ شریف کو قدیم کہتے ہیں کہ اس کا متکلم قدیم ازلی ابدی سرمدی ہے اور عالم کون وہ عالم ہے جو متکون ہو کر تدریجاً نشوونما پائے جیسے جسم

جوہر درخت حیوانات وغیرہ موجودات۔ برخلاف عالم امر کے کہ اس میں تدریجی نشو و نما کو دخل نہیں جیسے آسمان۔ زمین۔ چاند۔ سورج۔ ستارے۔ جنت۔ دوزخ۔ ملائکہ۔ روح۔ یہ سب عالم امر سے متعلق ہیں ان کا وجود ابدی ہے۔

تو جب روح ابدی ہے تو جس کی روح ہے اس کے تصرفات و توجہات اسی کے جسم میں توسل روح پذیر تھے۔ اب جبکہ وہ روح قید پنجرۂ جسم سے آزاد ہو گئی تو تصرفات کے حق حقوق بطریق اولے بڑھنے چاہئیں نہ کہ معدوم ہوں۔

بنا بریں جس زندہ جسم سے توسل کے مجوز آلوسی ہیں۔

اس مردہ سے توسل بطریق اولی جائز ہوگا نہ کہ جواز بشرطیات رہے پھر ممنوع ہو جائے۔ چنانچہ آگے فرماتے ہیں اور پہلی شرط کو خود ہی مسترد کرتے ہیں حیث قال

"ہاں السلام علی اہل القبور (قبروں والوں پر سلامتی ہو) کہنا مشروع اور ان سے ہم کلام ہونا جائز ہے۔ کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو سکھایا کرتے تھے کہ جب وہ قبروں کی زیارت کریں تو کہیں اے قبروں والے مومنو تم پر سلام ہو اور اللہ کو منظور ہوا تو ہم تم سے ملنے والے ہیں اللہ تعالے ہم میں سے اور تم میں سے پہلوں پر بھی رحمت کرے اور پچھلوں پر بھی۔ ہم اللہ تعالے سے اپنے لیے بھی اور تمہارے لیے بھی عافیت کا سوال کرتے ہیں اے اللہ ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر اور ان کے بعد ہمیں کسی فتنہ میں نہ ڈال اور ہمیں اور ان کو بخش دے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں اور صحابہ کرام میں سے کسی بھی صحابی سے یہ وارد نہیں حالانکہ وہ ہر بھلائی کے طلب کرنے میں احرص الخلق تھے کہ کسی نے میت سے کچھ طلب کیا ہو۔ بلکہ صحیح روایت یہ ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق ہے کہ وہ جب حجرہ نبویہ میں زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تو یوں کہا کرتے تھے۔

السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابت۔ پھر واپس ہوتے اور اس سے زائد کچھ نہ کہتے۔ اور نہ سید العالمین سے صلی اللہ علیہ وسلم یا ہم پہلو خلیفتین مکرمین سے کچھ طلب کرتے۔ حالانکہ وہ اکرم و ارفع قدر ہیں تمام اس مخلوق سے کہ جن پر آسمان کا احاطہ ہے۔ ہاں دعا ان دونوں حضرات کے حضور اور روضہ مکرمہ کے سامنے امر مشروع ہے اور صحابہ کرام استقبال قبلہ کر کے دعا کیا کرتے تھے۔ ان سے استقبال روضہ کی روایت وارد نہیں البتہ دعا کے وقت روضہ مقدسہ دا ہنے بائیں کر لینا ثابت ہے۔

یہ بیان بھی علامہ آلوسی کا قابل نظر ہے۔

میں عرض کروں گا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جو کلمات سلام فرما کر واپس آتے تھے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ وہ کچھ مانگنے کو ممنوع بھی جانتے تھے اور اصول شرع میں عدم ثبوت عدم جواز کو مستلزم نہیں ہوتا۔ بنابریں اس سے یہ استدلال کرنا کہ صاحب قبر سے دعا کرانا یا مانگنا ممنوع ہے آلوسی جیسے متبحر سے تعجب ناک ہے۔

اس سے آگے چل کر علامہ آلوسی فرماتے ہیں (ترجمہ) اور نقل کیا مناوی سے شرح کبیر میں جو جامع صغیر کی شرح ہے اور وہ دلیل توسل کے جواز میں یہ حدیث لاتے ہیں جو ترمذی نے روایت کی اور اس حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں جو عثمان بن حنیف سے مروی ہے۔

ان رجلا ضریر البصر اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ تعالی ان یعافینی فقال ان شئتَ دعوتُ وان شئتَ صبرتَ فھو خیر لک قال۔

ایک شخص جس کی آنکھوں میں تکلیف تھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں مجھے شفا ہو جائے تو حضور نے فرمایا اگر چاہے تو دعا کروں اور اگر چاہے صبر کرنا تو وہ تیرے لیے بہتر ہے۔

تو انہوں نے عرض کی حضور دعا ہی فرما دیجیے تو حضور نے فرمایا اچھی طرح وضو کر پھر دعا کر جس میں یہ دعا کے الفاظ ہوں۔

اللھم انی اسالک واتوجہ بنبیک صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا رسول اللہ انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم تشفعہ فی۔ اور البیہقی نے ابن احمد سے منقول ہے۔

بعد ابن تیمیہ اس قسم کے توسل کو منع کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ اور ابو یوسف وغیرہ بھی۔ علامہ آلوسی نے جواب دیا اس حدیث کے متعلق جس میں دعا کو وسیلہ بنایا ہے فرماتے ہیں دھو جائز بل مندوب وہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

آگے فرماتے ہیں ولم ینکر احد من السلف والخلف حتی جاء ابن تیمیۃ فانکر ذالک وعدل عن الصراط المستقیم وابتدع مالم یقلہ عالم اور اس سے سلف و خلف میں کسی نے انکار نہ کیا یہاں تک کہ ابن تیمیہ آیا تو اس نے انکار کیا اور صراط مستقیم سے منحرف ہوا اور وہ نئی بات نکالی جو کسی عالم نے نہیں کی۔

پھر آگے یہ بھی لکھتے ہیں۔ تساوی حالتی حیاتہ ووفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا الشان یحتاج الی نص اور برابر ہے اس میں کہ حیات ہو یا وفات اس شان توسل میں۔ پھر صحیح بخاری سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں جو ابن عمر سے ہے۔

کان اذا قحطوا استسقی بالعباس رضی اللہ عنہ فقال اللہم انا کنا نتوسل الیک بنبیک صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون۔ کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کی دعا کراتے اور کہتے اے اللہ ہم تیری جناب میں تیرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لیا کرتے تھے تو ہمیں بارش دیتا تھا اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ لائے ہیں تو ہمیں بارش دے تو بارش ہو جاتی۔

اس پر طویل بحث اور احتمالات بیان کر کے فیصلہ لکھتے ہیں۔

وبعد ھذہ کلہ انا لا اری باسا فی التوسل الی اللہ بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند اللہ تعالی حیا ومیتا بعد اس تمام بحث کے ہم برائی یا گناہ توسل میں نہیں دیکھتے جاہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں زندہ اور بعد موت کے۔

پھر آگے اس سے بھی زیادہ وسعت کے ساتھ بیان دیتے ہیں۔ اس غیر نبی کے توسل کو بھی جائز بتا رہے ہیں۔ الاول ان التوسل بجاہ غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا باس بہ پہلا فیصلہ یہ ہے کہ توسل غیر نبی کے واسطہ سے بھی اگر ہو تو اس میں مضائقہ نہیں۔

وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اور جہاد کرو اس کی راہ میں اپنی حد استطاعت سے جس قدر ممکن ہو تاکہ فلاح پاؤ۔ نیل نعیم ابدی اور خلاصی نار سے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا اگر وہ جو کچھ زمین میں ہے سب کے مالک ہوں اور اس کے برابر اور بھی ان کی ملک ہو کہ اسے دے کر قیامت کے عذاب سے نجات چاہیں۔

الذین سے مراد تمام کفار ہیں خواہ انسان ہوں یا جن۔ کفروا سے مراد نبی کا انکار۔ عذاب کے لیے عمر میں ایک بار کفر یہ الفاظ کہہ دینے کافی ہیں مَا سے مراد ہر قسم کا مال ہے سونا چاندی یا جو سمندر میں ہوتا ہے یا زمین کی تہ میں۔

تو ان سے وہ فدیہ قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے۔

یعنی کفار کے لیے عذاب لازم ہے اس سے رہائی کا وہ ذریعہ اور سبیل نہیں رکھتے اور کوئی صورت ان کی نجات کی نہیں کما فی روح المعانی۔

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۝ وہ چاہیں گے کہ نکل جائیں جہنم سے حالانکہ وہ اس سے نہ نکل سکیں گے اور ان کے عذاب دوامی ہے یعنی ان کی عذاب جہنم سے نکلنے کی کوشش لعدازمرگ بے سود ہے۔ بہ حسن سے روایت ہے۔ اور وہ کہتے ہیں الارادۃ بمعنی التمنی ای یتمنون ذالک۔ یریدون کے معنی تمنی کے ہیں کہ چاہیں گے کہ کسی طرح اس عذاب سے نکل جائیں۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ۔ یعنی تصریح بما اشیر الیہ من عدم التناهی مدۃ العذاب بعد بیان شدتہ ای عذاب دائم ثابت لایزول ولا ینتقل ابدًا اس آیت کریمہ میں تصریح ہے کہ عذاب غیر متناہی ہوگا جس میں عذاب کی کوئی مدت نہیں بلکہ وہ عذاب دائم و ثابت ہے اور وہ منتقل نہیں ہوگا کبھی۔

اب بیان حکم سرقہ صغری شروع فرمایا لعد بیان احکام کبری کے۔

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ چور مرد اور چور عورت تو کاٹو دونوں کا ہاتھ بدلہ ہے اس کا جو کیا ان دونوں نے عذاب اللہ کی طرف سے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

شان نزول: یہ آیت کریمہ طعم بن ابیرق کے متعلق نازل ہوئی جس نے مدینہ منورہ میں ایک گھر سے آٹے کا تھیلہ اور زرہ چوری کر کے ایک یہودی پر تہمت لگا دی۔ مفصل تفصیل پارہ پانچ سورۃ نساء میں بیان ہو چکی ہے۔

اس کا قانون حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں نافذ فرمایا کہ جب چوری دو مرتبہ کے اقرار یا دوسروں کی شہادت سے قاضی اسلام کے سامنے ثابت ہو جائے اور جو مال چرایا ہے وہ دس درہم کی مالیت سے کم نہ ہو تو اس کا داہنا ہاتھ پہلے کاٹا جائے اور دوبارہ پھر ارتکاب جرم سرقہ ہو تو بایاں پاؤں اس کے بعد بھی اگر ارتکاب جرم سے باز نہ آئے تو قید کیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔

مزید توضیح

فاقطعوا ایدیہما۔ قرات حفص ہے اور قراءت ابن مسعود میں ایمانہما وارد ہے۔ اس [illegible] تہا نے

کہا کہ ثبوت جرم کے بعد محض ہاتھ کاٹنا واجب ہے اور مال مسروقہ اگر موجودہ ہو تو واپس کرنا بھی واجب ہے اور اگر مال مسروقہ ضائع ہو گیا تو ضمان واجب نہیں۔ تفسیر احمدی

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ والسرقۃ اخذ مال الغیر خفیۃ وانما توجب القطع اذا کان الاخذ من حرز والماخوذ یساوی عشرۃ دراھم فما فوقہا اور مقدار قطع میں فرماتے ہیں والجمہور علی ان مقدار القطع ھو الرسغ۔

سرقہ کہتے ہیں کسی غیر کے مال کا خفیہ طریقہ سے لے لینا۔ لیکن قطع لازم آتا ہے جبکہ وہ مال حفاظت کی جگہ سے لیا جاوے اور وہ دس درہم سے کم نہ ہو اور مقدار قطع میں جمہور اس پر ہیں کہ پہونچے سے کاٹے جائیں۔ قطع سے مراد تلوار یا تیز دھار چیز سے ہاتھ کاٹنا ہے توڑا مروڑا نہ جائے۔

اس پر عبداللہ بن ابی ربیعہ سے علامہ بغوی یہ حدیث سند میں پیش کرتے ہیں۔ انہ علیہ السلام اتی بسارق فامر بقطع یمینہ عنہ حضور کے دربار میں ایک چور لایا گیا حضور نے اس کا داہنا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حدیث پاک میں ایدی سے مراد صرف داہنا ہاتھ ہے مطلقا ہاتھ نہیں۔

اس حکم کے مجاز کون ہو سکتے ہیں

الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وولاۃ الامور کالسلطات ومن اذن لہ فی اقامۃ الحدود او القضاۃ والحکام:۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام امور کے ذمہ دار جیسے بادشاہ یا جیسے بادشاہ حدیں قائم کرنے کی اجازت دے اور قاضی اور حاکم۔

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

تو جو توبہ کرے بعد ظلم کے اور اپنی اصلاح کرلے تو بے شک اللہ رجوع فرماتا ہے اس پر بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مَنْ سے مراد چور ہے توبہ ہاتھ کٹ جانے کے بعد کرے تو اس صورت میں ظلم سے مراد چوری کا ہوگی۔ اور اَصْلَحَ سے مراد آئندہ کے لیے چوری سے باز رہنے کا عہد ہے یعنی اخروی عذاب سے نجات حاصل کرنا۔

اس کی تفسیر میں علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ اس توبہ سے قطع ید معاف نہیں ہوگا بلکہ یقبل توبتہ فلا یعذب بہ فی الاخرۃ اس کی توبہ بایں معنی مقبول ہوگی کہ آخرت میں اس پر عذاب نہ ہو۔ یعنی چور مالک سے معافی مانگ لے یا چرایا ہوا مال واپس کردے مالک حاکم کے پاس مقدمہ نہ لے جائے مالک راضی ہو جائے تو اللہ تعالے بخش دے گا اور آخرت میں سزا نہ دیگا۔

واما القطع فلا یسقطہ التوبۃ عند نالان فیہ حق المسروق۔ لیکن قطع ید یہ توبہ سے

ساقط نہیں ہوتا ہمارے نزدیک یعنی مذہب حنفی میں۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۰﴾ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ کے لیے ہے ملکیت آسمانوں کی اور زمین کی عذاب کرتا ہے جسے چاہے اور بخشتا ہے جسے چاہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

یہ خطاب یا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر ایک مومن کے لیے ہے جو اصلاح کرلے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت عابد تھے جب وقت زمان بھی وجود میں نہ آیا تھا صرف ایک معبود تھا ایک عابد۔ ملکوت صرف انبیاء عظام اور اولیائے کرام کو عطا ہوتا ہے وہ کریم جس مجرم کو چاہے سزا دے جسے چاہے بخشدے۔ اللہ تعالے ہر شے پر قادر ہے۔

یا بقول شیخ الاسلام اس میں استشہاد ہے قوت الٰہی کا تعذیب اور مغفرت میں گویا یا ارشاد ہے الم تعلم ان اللہ تعالیٰ لہ السلطان القاہر والاستیلاء الباہر المستلزمان للقدرۃ التامۃ علی التصرف الکلی فیہما وفیما استشہد علیہ ایجادا واعداما احیاء واماتۃ الی غیر ذالک حسبما تقتضیہ مشیئتہ۔ یعنی استفہام انکاری کے ساتھ فرمایا کہ تم خوب جانتے ہو اللہ تعالے کے لیے سلطنت قاہرہ ہے اور کائنات پر اس کے استیلاء کا ایسا غلبہ ہے جو اس کی قدرت تامہ پر دال ہے اور اس کے تصرف کلی پر مشعر ہے اور اس میں سب کچھ مشتمل ہے ایجاد۔ اعدام۔ احیاء۔ امانت حتی کہ اس کے سوا جو کچھ مقتضیات مشیت ہیں سب پر حاوی ہے۔

اب خصوصیت سے حضور مخاطب کیے گئے اس تخاطب میں منافقین کی مسارعت الی الکفر اور مخالفت اسلام پر غمگین نہ ہوتے اور ان سے بے نیاز رہنے کی تلقین کرتے ہوئے تسلی دی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہوا۔

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ۙ لَمْ یَاْتُوْكَ ؕ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۴۱﴾

اے رسول تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں کچھ وہ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے

پاس حاضر نہ ہوئے اللہ کی باتوں کو ان کے بعد بدلتے ہیں کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور اگر یہ نہ ملے تو بچو اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ نہ بنا سکے گا وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا انہیں دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

اللہ تعالے نے قرآن پاک میں انبیاء علیہم السلام کو ان کے مقدس ناموں سے پکارا حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کو اوصاف سے خطاب فرمایا اکثر مقامات پر نبی فرمایا یَا اَیُّہَا النَّبِیُّ۔ دو مقام پر یا ایہا الرسول - یا ایہا المزمل - یا ایہا المدثر سے خطاب فرمایا - نبی کے معنی غیب کی خبریں دینے والے رسول کے معنی فرمان رساں جو مخلوق کو خالق کا پیغام پہنچائے - حضرت مریم سے جبریل امین نے فرمایا میں تمہارے رب کا رسول ہوں اس لیے آیا ہوں کہ تم کو ستھرا بیٹا بخشوں۔

لَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ سے مراد وہ منافقین ہیں جو یہود مدینہ اور یہود خیبر و فدک کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے تھے فیصلہ حاصل کرنے کے بہانہ سے یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ یہ منافقین غمگین نہ کریں جو بہت جلد کفر کا اظہار کر دیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے صرف زبان سے کہہ دیا تھا۔ لیکن ان کے دل ایمان نہ لائے تھے مِنَ الَّذِیْنَ ہَادُوْا - بعض یہودی آپ کا فرمان جھوٹ بولنے کے لیے سنتے ہیں تاکہ آپ کی بات سن کر جائیں اور جھوٹی باتیں آپ کی طرف منسوب کریں

تے

سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ - قوم آخرین سے مراد وہ خیبر یا فدک کے یہودی جو مدینہ منورہ میں خود حاضر نہ ہو تھے کچھ لوگوں کو سکھانے سے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے تھے لیکن یہ یہودی منافقین آپ کے فرمان نہیں سنتے تھے وہ لوگ جو آپ کے پاس نہیں آتے خیبر یا فدک میں رہے ان کے دل ان کے ساتھ ہیں۔

توضیح :۔ لقوم آخرین کا لام بمعنی من ہے اگر لام علت تسلیم کیا جائے تو اس کے معنی ہونگے دوسری قوم کے لیے سنتے ہیں۔ یہ معنی مقصود کلام کے مغائر ہیں۔ مقصود قائل یہ ہے کہ اس امر کا اظہار ہو کہ یہ لوگ اپنے سرداروں کی جھوٹی باتیں خوب سنتے ہیں اور یہود خیبر کی باتوں کو دل سے مانتے ہیں (جمل)

اٰخَرِیْنَ سے مراد حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسئلہ بتانا یہود خیبر و فدک نے ان لوگوں کو جو حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے یہ سمجھا کر بھیجا کہ اگر حضور علیہ السلام شادی شدہ زانی کی سزا وہی سنائیں جو ہماری کتابوں میں ہے یعنی کوڑے مارنا منہ کالا کرنا۔ گدھے پر بٹھانا تو تم اس فرمان کو بخوشی قبول کر لینا اور اگر رجم کا حکم دیا جائے تو اس حکم کو قبول کرنے سے انکار کر دینا تاکہ ہمارا

پردہ دری نہ ہو

شان نزول: خیبر کے یہودیوں کے شرفاء میں سے ایک شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت نے زنا کیا اس کی سزا توریت میں سنگساری تھی یہ سزا انہیں گوارا نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے چاہا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے کرائیں۔ چنانچہ ان دونوں زانیوں کو ایک وفد کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا اور کہہ دیا کہ اگر حضور حد کا حکم دیں تو مان لینا اور اگر رجم یعنی سنگساری کا حکم دیں تو نہ ماننا یہ لوگ قبیلہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے پاس آئے اور خیال کیا کہ یہ حضور کے ہم وطن بھی ہیں اور ان کے ساتھ حضور کی صلح بھی ہے اگر ان کی سفارش حضور کو پہنچ گئی تو حضور (معاذ اللہ) یقیناً ان کا لحاظ فرمائیں گے یہ گمان ان کا ان کے بے دین احبار یہود کی عادتوں کے تحت تھا چنانچہ سرداران یہود سے کعب بن اشرف اور کعب بن اسد اور سعید بن عمرو اور مالک بن حیف اور کنانہ بن ابی الحقیق وغیرہ کو ہمراہ لیکر بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہوئے۔

پھر مقدمہ پیش کیا اور طالب فیصلہ ہوئے

حضور نے فرمایا تم لوگ کیا میرا فیصلہ تسلیم کرو گے انہوں نے عرض کیا ہم ماننے کے لیے ہی حاضر آئے ہیں کہ آیت رجم نازل ہوئی حضور نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

یہود نے رجم کا حکم سنتے ہی انکار کر دیا۔

حضور نے فرمایا تم میں ایک شخص نوجوان گورے رنگ کا یک چشم باشندہ فدک ہے جس کا نام ابن صوریا ہے تم اسے جانتے ہو؟ یہودیوں کے وفد نے جواب دیا جی ہاں اسے خوب جانتے ہیں حضور نے فرمایا وہ کیسا آدمی ہے؟

یہودیوں نے جواب دیا وہ ایسا آدمی ہے کہ روئے زمین پر ہم میں اسکے پایہ کا کوئی عالم نہیں توراۃ کا یکتا عالم ہے۔

حضور نے فرمایا اسے بلاؤ۔ چنانچہ ابن صوریا کو بلایا گیا جب وہ حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا۔ تو ہی ابن صوریا ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں حضور نے فرمایا یہود میں سب سے بڑا عالم توریت کا تو ہی ہے کہنے لگا لوگ ایسا ہی کہتے ہیں۔

حضور نے وفد یہود سے فرمایا تم اس کی بات مانو گے سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا ہاں ضرور مانیں گے۔

پھر حضور نے ابن صوریا سے فرمایا۔ میں تجھے اس اللہ تعالے کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود

نہیں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی اور تم لوگوں کو مصر سے نکالا تمہارے لیے دریائے نیل میں راہیں بنائیں، تمہیں فرعون کے مظالم سے نجات دی۔ فرعون کو غرق دریا کیا تمہارے لئے ابر کو سائبان بنایا تم پر من وسلویٰ نازل فرمایا۔ اپنی وہ کتاب نازل کی جس میں حلال و حرام کا بیان ہے۔ سچ بتاؤ تمہاری کتاب میں شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کے زانی مرتبہ ہونے پر سنگساری کا حکم ہے یا نہیں۔ ابن صوریا نے جواب میں صاف عرض کیا۔

بے شک ہے مجھے اس کی قسم جس کا آپ نے تذکرہ فرمایا اگر مجھے انکار کرنے ہوئے اندیشہ عذاب نہ ہوتا تو میں ہرگز اقرار نہ کرتا اور ضرور جھوٹ بول دیتا۔ مگر مجھے یہ بتائیں کہ آپ کی کتاب میں ایسے مجرم کی کیا سزا ہے؟

حضور نے فرمایا جب چار عادل اور معتبر شاہدوں کی شہادت سے زنا بصراحت ثابت ہو جائے تو رجم لازم و واجب ہو جاتا ہے۔

ابن صوریا نے عرض کیا خدا کی قسم بعینہٖ یہی حکم تورات میں ہے

حضور نے ابن صوریا سے دریافت فرمایا کہ حکم الٰہی میں تبدیلی کس طرح واقع ہوئی۔

اس نے صاف صاف طور پر عرض کیا کہ ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم کسی شریف کو پکڑتے تو اس کو چھوڑ دیتے اور غریب آدمی پر حد قائم کرتے۔

اس طرز عمل سے شرفاء میں زنا کی بہت کثرت ہو گئی حتیٰ کہ ایک مرتبہ بادشاہ کے چچا زاد بھائی نے زنا کیا تو ہم نے اسے سنگسار نہ کیا پھر ایک دوسرے شخص نے اپنی قوم کی عورت سے زنا کیا تو بادشاہ نے اسے سنگسار کرنا چاہا اس پر اس زانی کی قوم اٹھ کھڑی ہوئی اور بول پڑی کہ جب تک بادشاہ کے چچا زاد کو سنگسار نہ کیا جائے اس وقت تک یہ سنگسار نہ ہوگا۔

آخر ہم نے جمع ہو کر غریب شریف سب کے لیے بجائے رجم یہ سزا نکالی کہ چالیس کوڑے مارے جائیں اور منہ کالا کر کے گدھے پر الٹا بٹھا کر گشت کرائی جائے۔

ابن صوریا کا یہ بیان سن کر وہ وفد جو یہودیوں کا موجود تھا بگڑ گیا اور ابن صوریا سے کہنے لگا تو نے صاف بیان دینے میں اتنی جلدی کی۔ درحقیقت ہم نے جتنی تیری تعریف کی تھی تو اس کا مستحق نہیں۔

ابن صوریا بولا حضور نے مجھے تورات کی قسم دلائی اگر مجھے عذاب الٰہی کا خوف نہ ہوتا تو میں صاف بیان بھی نہ دیتا اور جو حکم تورات کا وہ بھی نہ بتاتا۔

اس کے بعد حضور نے ان دونوں زناکاروں کو رجم کرنے کا حکم دیا اور وہ سنگسار کیے گئے اس وقت یہ

آیت کریمہ نازل ہوئی۔ خازن

اور روح المعانی نے مذکورہ واقعہ بالاختصار بیان کیا۔ اس کے ساتھ چند اور روایتیں بھی بڑھائیں جو بہ اختلاف الفاظ دو واقعہ ملتے جلتے ہیں بخوف طوالت ہم ان کو نقل نہیں کرتے۔

وَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ۔ یہاں مَن سے مراد انسان و جنات ہیں کہ یہ دونوں گناہ پر قدرت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایمان و تقوی سے ہی راضی ہے فتنہ کے معنی ہیں رسوا کرنا۔ گمراہ کرنا۔ آزمائش میں ڈالنا۔

فَلَنْ تَمْلِكَ میں خطاب حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا غم و رنج دور کرنا مقصود ہے۔ شَيْئًا سے مراد ہدایت و رحمت۔ ہے یا دفع عذاب ہے۔ روح المعانی۔

اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ لبعید ہے۔ لَمْ يُرِدِ میں ماضی کا ذکر ہے یعنی ازل سے اللہ تعالے نے ارادہ ہی نہ فرمایا۔ طہارت سے مراد باطنی پاکی ہے جس کا تعلق دل و دماغ سے ہوتا ہے اس کے بعد قلوب کا ذکر فرمایا یعنی یہ وہ بدنصیب لوگ ہیں کہ روز ازل سے ہی یا جب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جب سے ہی اللہ تعالے نے ان کو ہدایت اور پاک فرمانے کا ارادہ نہ فرمایا اب یہ کیسے نور ایمان سے منور ہو سکتے ہیں ان کے لیے دنیا میں بھی خجالت و ذلت ہے اور آخرت میں بھی عذاب شدید ہے یعنے جہنم کی آگ ان کے لیے تیار ہے۔

آگے ارشاد ہے جس میں رشوت کی مذمت اور رشوت ستانی کی برائی جو یہود یوں میں پیدا ہوئی اس کا تذکرہ ہے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ٥

سننے والے جھوٹی باتوں کے حرام خور تو اگر وہ حاضر ہوں تمہارے حضور تو فیصلہ کرو ان میں یا ان سے اعراض کرو (یعنی آپ اس میں مجاز ہیں) اور اگر آپ ان سے اعراض فرمائیں تو وہ آپکا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے اور اگر فیصلہ فرمائیں تو فیصلہ ان میں فرمائیں منصفانہ بیشک اللہ محبوب رکھتا ہے منصفوں کو۔

یہ آیت کریمہ حکام یہود کی مذمت میں نازل ہوئی جو رشوتیں لے کر حرام کو حلال کرتے اور احکام شریعت کو بدل دیتے تھے۔

رشوت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حاکم ظالم سے مال لے کر اس کے حق میں غلط فیصلہ کر دے۔ یا مظلوم سے مال لے کر اس کو اس کا حق دینا۔ یا رشوت لے کر غلط فتوی دینا وغیرہ وغیرہ

روح المعانی میں ہے المراد بالكذب هنا الدعوى الباطلة سمع للكذب سے مراد باطل دعوے

کرتا ہے جو احبار یہود کے سامنے پیش کیے جاتے اور رشوتیں لیکر اس کے ناحق فیصلے کیے جاتے۔
اکّلون للسحت کے معنی حرامخور اس لیے کیے گئے کہ رشوت شریعت مطہرہ میں قطعی حرام ہے اور رشوت لفظ سحت کے معنی میں لی گئی۔ علامہ راغب اصفہانی مفردات میں لکھتے ہیں السحت القشر الذی یستاصل للمحظور الذی یستلزم منہ العار کانہ سبقت دینہ ومروءتہ قال تعالی اکّلون للسحت ای فیسحت دینہم وقال علیہ السلام کل لحم نبت من سحت فالنار اولی بہ وسمی الرشوۃ سحتا۔
خلاصہ یہ ہے کہ حضور نے فرمایا ہر وہ گوشت جو سحت سے اگے تو آگ اس کے لیے بہتر ہے اور رشوت کا نام سحت ہے اور علامہ آلوسی روح البیان میں فرماتے ہیں۔ السحت بضمتین وھما لغتان کالعُنُق والعُنْق اور تفسیر میں فرماتے ہیں اکلون للسحت ای الحرام من سحتہ اذا استاصلہ وسمی الحرام سحتا عند الزجاج لانہ یعقب عذاب الاستیصال والبوار۔ اکّلون للسحت یعنی حرام کھانے والے اور حرام کا نام سحت رکھا گیا۔
وقال الجبائی لانہ لابرکۃ فیہ لاھلہ فیھلک ھلاک الاستیصال غالبًا جبائی فرماتے ہیں رشوت خوری کرنے میں برکت نہیں تو ہلاک ہو جاتا ہے رشوت حاصل کرنے والا۔ قیل یا رسول اللہ وما السحت قال الرشوۃ فی الحکم عرض کیا گیا حضور سحت کیا ہے فرمایا یہ رشوت کے حکم میں ہے جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھدایا الامراء سحت امراء کو ہدیہ پہنچانا بھی سحت ہے یعنی رشوت۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت مسروق نے پوچھا حضور کیا رشوت سحت ہے فرمایا سحت نہیں لیکن کفر ہے۔ پھر مزید توضیح فرماتے ہیں سحت یہ ہے کہ کوئی آدمی حکام کے پاس ہو اور کسی کو اس حاکم سے غرض ہو اور وہ اس وقت تک کام نہ کرے جب تک اسے کوئی چیز ہدیہ نہ پہنچائے۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سحت کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا الرشا وہ رشوت ہے۔
بیہقی نے ایک حدیث نقل کی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لعن الراشی والمرتشی والرائش الذی یمشی بینہما حضور نے رشوت لینے دینے والے پر لعنت فرمائی اور اس پر بھی لعنت کی جو رشوت کے بیچ میں پڑے۔
اس کے بعد حضور سے خطاب ہے کہ اگر یہودی آپ کا حکم مانیں تو اس میں آپ مختار ہیں فیصلہ کریں یا اس سے اعراض کریں مگر اس حکم کی بابت مفسرین میں اختلاف ہے۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اور اس پر اکثر سلف کا اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کان او لا تخیروا نھم اس علیہ الصلوٰۃ والسلام باجراء الاحکام علیہم۔ اول حضور کو اختیار دیا گیا تھا کہ انکے فیصلے فرمائیں یا نہ فرمائیں لیکن بعد میں اجراء احکام بین الیہود کا حکم ہوا۔ کہ ضرور آپ فیصلہ کریں آگے فرماتے ہیں۔

ہمارے فقہاء نے کہا کہ ذمی لوگوں پر اسلام کے احکام نافذ کیے جائیں گے مثلاً تجارت میراث اور تمام معاملات۔ ہاں شراب اور خنزیر کی تجارت کے معاملات وہ خود ہی طے کریں گے اور ان کو مسلمانوں کی طرح زنا سے منع کیا جائے گا لیکن ان کو زنا پر رجم نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ شریعت کی نگاہ میں محصن نہیں ہیں اور رجم کی حدیث جو پہلے گذر چکی ہے اس کی توجیہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور ان کے نکاح کے متعلق اختلاف ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان کو انکے پہلے نکاح پر ہی رکھا جائے گا اور امام زفر اور محمد نے بعض چیزوں میں اس کے خلاف کہا ہے۔ اور اگر ذمی ہمارے احکام راضی نہ ہوں تو ہمیں ان پر کوئی اعتراض نہیں اور جب وہ راضی ہو جائیں اور مقدمہ ہمارے پاس لائیں تو لازمی ہے کہ ہم ان پر اسلامی احکام نافذ کریں اور پوری تفصیل فروعات میں ہے۔

فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ۔ خیبر فدک وغیرہ کے یہود آپ کی خدمت میں فیصلے کرانے کے لیے آتے ہیں مگر اس سے ان کا مقصود صرف یہ ہے کہ اگر فیصلہ ان کی مرضی کے مطابق ہوگا تو قبول کریں گے ورنہ نہیں تو آپ کو اختیار ہے کہ آپ فیصلہ کریں یا نہ کریں اس کے بعد فرمایا وَ اِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا۔ اور اگر فیصلہ نہ فرما دیں۔ اعراض۔ منہ پھیرنا یعنی توجہ نہ فرما دیں تو وہ لوگ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ آخر میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ارشاد خاص ہے جو تمام متبعین کے لیے عام ہو گیا۔

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ اگر ان میں فیصلہ فرماؤ۔ تو انصاف سے فیصلہ کرو بیشک انصاف والے اللہ کو پسند ہیں۔

یعنی فیصلہ کریں اس عدل سے جس کا آپ کو حکم ہے اور وہ وہی احکام ہیں جو قرآن کریم اور شریعت اسلام میں ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اگر مجھے مسند افتا ملے تو میں اہل تورات کو انکی توریت سے اور اہل انجیل کو انجیل سے فتوی دونگا۔ آگے ارشاد ہے۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ اور کیونکر وہ تم سے فیصلہ چاہیں گے حالانکہ ان کے پاس توریت ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس سے منہ پھیرتے ہیں بعد اس کے اور نہیں یہ لوگ ایمان لانے والے۔

کَیْفَ عربی میں تعجب دلانے کے لیے آتا ہے حضور سید عالم یا مسلمانوں کو تعجب دلانے کے لیے آیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں تعجب ہے تحکیم رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے کہ یہود حضور پر ایمان لائے نہیں بلکہ مخالفت کرتے ہیں اور جو حکم وہ سننا چاہتے ہیں وہ توریت میں صاف موجود ہے تو جو اپنی کتاب کو نہیں مانتے وہ حکم ہے شادی شدہ مرد عورت کے زنا کا اور توریت میں ان کے لیے حکم رجم ہے تو اگر وہ اپنی کتاب توریت پر ایمان رکھتے تو انہیں ابن صوریا ہی سے معلوم کر لینا چاہئے تھا مگر اپنی غرض اور نفسانیت سے وہ توریت کو چھوڑ کر حضور سے فیصلہ مانگنے کے لیے محض اپنی نفسانیت کی بنا پر آتے ہیں تاکہ ان کا کفر واضح ہو جائے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع ہفتم سورہ مائدہ پ ۶

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ	بے شک ہم نے توریت نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔ حکم دیتے تھے اس کے مطابق نبی اور جھکنے والے اور عالم فرمانبردار اور اللہ کے ماننے والے اور فقیہ جن سے حفاظت طلب کی گئی تھی کتاب اللہ کی اور تھے وہ اس پر گواہ تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور نہ خریدو میری آیتوں کے بدلے قلیل و ذلیل رقم۔
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝	اور جو نہ حکم کرے اللہ کے نازل کئے پر تو وہ لوگ کافر ہیں۔
وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ	اور ہم نے ان پر (یہود پر) واجب کیا اس میں (توریت میں) کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے تو جو دل سے بدلہ گرا دے تو وہ اسکا

يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ۝

کفارہ ہے اور جو نہ حکم کرے اللہ کے اتارے ہوئے پر تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَّنُورٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝

اور ہم نے ان کے پیچھے ان کے قدم قدم عیسیٰ بن مریم کو بھیجا تصدیق کرتا ہوا اس کی جو ان کے آگے تھا توریت سے اور دی ہم نے انہیں انجیل اس میں ہدایت اور نور ہے اور تصدیق کرتی ہے جو توریت سے ہے اور ہدایت اور نصیحت پرہیزگاروں کو۔

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝

اور چاہیے کہ انجیل والے حکم کریں وہ جو نازل کیا اللہ نے اس میں اور جو نہ حکم کرے وہ جو نازل کیا اللہ نے تو وہی فاسق ہیں۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۚ إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

اور نازل کیا ہم نے اے محبوب تمہاری طرف کتاب کو سچائی کے ساتھ تصدیق کرتی ہے اس کی جو کتابوں سے تمہارے آگے ہے اور محافظ ہے اس پر تو حکم کرو ان میں جو نازل کیا اللہ نے اور نہ پیروی کرو ان کی خواہشوں کی اس سے جو آیا ہے سچ حق چھوڑ کر ہر ایک کے لیے بنایا ہم نے تم سے ایک شریعت اور راستہ اور اگر اللہ چاہتا تو کر دیتا تم سب کو امت ایک لیکن منظور یہ ہے کہ آزمائے تمہیں جو دیا تم کو تو بھلائیوں کی طرف سبقت کرو اللہ کی طرف تمہارا لوٹنا ہے سب کا وہ تمہیں بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے ہو۔

وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَّفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَآ أَنْزَلَ

اور یہ کہ حکم کرو ان میں اس سے جو اللہ نے اتارا اور نہ پیروی کرو ان کی خواہشوں کی اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں کسی

اللّٰہُ اِلَیْکَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ	حکم سے جو اتارا اللہ نے تمہاری طرف تو اگر وہ منہ
اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّصِیْبَہُمْ بِبَعْضِ	پھیریں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے یہ کہ پہنچے انہیں
ذُنُوْبِہِمْ ؕ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ	بوجہ بعض گناہوں کے سزا اور بے شک بہت لوگوں
لَفٰسِقُوْنَ ۝	میں سے فاسق ہیں۔
اَفَحُکْمَ الْجَاہِلِیَّۃِ یَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ	تو کیا حکم جاہلیت کا چاہتے ہو اور کون ہے
اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ	بہتر اللہ سے حکم دینے میں یقین کرنے والوں
یُّوْقِنُوْنَ ۝	کے لیے

حل لغات رکوع ہفتم سورۂ مائدہ پ ۶

انا۔ بیشک	انزلنا۔ اتاری ہم نے	التوراۃ۔ توریت	فیہا۔ اس میں
ھدی۔ ہدایت	و۔ اور	نور۔ نور تھا	یحکم۔ فیصلہ کرتے تھے
بہا۔ اسکے ساتھ	النبیون۔ نبی	الذین۔ وہ جو	اسلموا۔ فرمانبردار تھے
للذین۔ انکے لیے جو	ھادوا۔ یہودی ہوئے	و۔ اور	الربانیون۔ اللہ والے
و۔ اور	الاحبار۔ علما	بما۔ جن سے	استحفظو۔ حفاظت چاہی
گئی تھی	من کتب۔ کتاب	اللہ۔ اللہ کی	و۔ اور
کانوا۔ تھے	علیہ۔ اس پر	شہداء۔ گواہ	فلا۔ تو نہ
تخشوا۔ ڈرو	الناس۔ لوگوں سے	و۔ اور	اخشون۔ ڈرو مجھ سے
و۔ اور	لا۔ نہ	تشتروا۔ خریدو	بایتی۔ میری آیات کے بدلے
ثمنا۔ قیمت	قلیلا۔ تھوڑی	و۔ اور	من۔ جو
لم۔ نہ	یحکم۔ فیصلہ کرے	بما۔ وہ جو	انزل۔ اتارا
اللہ۔ اللہ نے	فاولئک۔ تو وہ	ھم۔ وہی ہیں	الکافرون۔ کافر
و۔ اور	کتبنا۔ لکھا ہم نے	علیہم۔ ان پر	فیہا۔ اس میں
ان۔ بیشک	النفس۔ جان	بالنفس۔ بدلے جان کے	و۔ اور
العین۔ آنکھ	بالعین۔ بدلے آنکھ کے	و۔ اور	الانف۔ ناک

بالانف۔بدلے ناک کے	و۔اور	الاذن۔کان	بالاذن۔بدلے کان کے
و۔اور	السن۔دانت	بالسن۔بدلے دانت کے	و۔اور
الجروح۔زخموں کا	قصاص۔بدلہ ہے	فمن۔تو جو	تصدق۔صدقہ کرے
بہ۔اس کا	فھو۔تو وہ	کفارۃ۔کفارہ ہے	لہ۔اس کے لیے
و۔اور	من۔جو	لم۔نہ	یحکم۔حکم کرے
بما۔اسپر جو	انزل۔اتارا	اللہ۔اللہ نے	فاولئک۔تو یہ
ھم۔وہی ہیں	الظالمون۔ظالم	و۔اور	قفینا۔پیچھے بھیجا ہمنے
علی۔اوپر	آثار۔قدموں	ھم۔ان کے کے	بعیسی۔عیسی
بن۔بیٹے	مریم۔مریم کو	مصدقا۔تصدیق کرتے	لما۔اسکی
بین یدیہ۔جو اسکے آگے ہے		من التوراۃ۔توراۃ سے	و۔اور
اتینہ۔دی ہم نے اسکو	الانجیل۔انجیل	فیہ۔اس میں	ھدی۔ہدایت
و۔اور	موعظۃ۔نصیحت تھی	للمتقین۔پرہیزگاروں کیلئے	و۔اور
لیحکم۔چاہئے کہ حکم کریں	اھل الانجیل۔انجیل والے	بما۔اس پر جو	انزل۔اتارا
اللہ۔اللہ نے	فیہ۔اس میں	و۔اور	من۔من جو
لم۔نہ	یحکم۔حکم کرے	بما۔اسپر جو	انزل۔اتارا
اللہ۔اللہ نے	فاولئک۔تو وہ	ھم۔وہی ہیں	الفاسقون۔فاسق
و۔اور	انزلنا۔اتاری ہم نے	الیک۔تیری طرف	الکتب۔کتاب
بالحق۔حق کے ساتھ	مصدقا۔تصدیق کرتا	لما۔اس کی جو	بین۔آگے
یدیہ۔اسکے ہے	من الکتب۔کتاب سے	و۔اور	مھیمنا۔محافظ ہے
علیہ۔اس پر	فاحکم۔تو فیصلہ کر	بینھم۔ان میں	بما۔اسپر جو
انزل۔اتارا	اللہ۔اللہ نے	و۔اور	لا۔نہ
تتبع۔پیروی کر	اھواء۔خواہشات	ھم۔انکی کی	عما۔اس سے جو
جاء۔آیا	ک۔تیرے پاس	من الحق۔حق	لکل۔ہر ایک کے لئے
جعلنا۔بنائی ہم نے	منکم۔تم سے	شرعۃ۔شریعت	و۔اور
منھاجا۔رستہ	و۔اور	لو۔اگر	شاء۔چاہتا

الله ۔ اللہ	یجعلکم ۔ تو بنا دیتا تم کو	امۃ ۔ امت	واحدۃ ۔ ایک
و ۔ اور	لکن ۔ لیکن	لیبلو ۔ تاکہ آزمائے	کم ۔ تم کو
فیما ۔ اس میں جو	اٰتٰکم ۔ دیا تم کو	فاستبقوا ۔ تو دوڑو	الخیرات ۔ نیکیوں کی طرف
الی ۔ طرف	الله ۔ اللہ کی ہے	مرجعکم ۔ تمہارا لوٹنا	جمیعا ۔ سب کا
فینبئکم ۔ پھر خبر دیگا تم کو	بما ۔ اسکی	کنتم ۔ کہ تھے تم	فیہ ۔ اس میں
تختلفون ۔ اختلاف کرتے	و ۔ اور	ان ۔ یہ کہ	احکم ۔ حکم کر
بما ۔ اسپر جو	انزل ۔ اتارا	الله ۔ اللہ نے	و ۔ اور
لا ۔ نہ	تتبع ۔ پیروی کر	اھواء ۔ خواہشات	ھم ۔ انکی کی
و ۔ اور	احذر ۔ بچتے رہو	ھم ۔ ان سے	ان ۔ یہ کہ
یفتنوا ۔ فتنہ میں ڈالیں	ک ۔ تجھ کو	عن ۔ بعض	بعض ۔ اس سے جو
ما ۔ جو	انزل ۔ اتارا	الله ۔ اللہ نے	الیک ۔ تیری طرف
فان ۔ پھر اگر	تولوا ۔ منہ پھیریں	فاعلم ۔ تو جان لے	انما ۔ اسکے سوا نہیں کہ
یرید ۔ چاہتا ہے	الله ۔ اللہ	ان ۔ یہ کہ	یصیبھم ۔ پہنچے انکو
ببعض ۔ انکے بعض	ذنوبھم ۔ گناہوں کا بدلہ	و ۔ اور	ان ۔ بیشک
کثیرا ۔ بہت سے	من الناس ۔ لوگ	لفسقون ۔ فاسق ہیں	اَ ۔ کیا
فحکم ۔ حکم	الجاھلیۃ ۔ جاہلیت کا	یبغون ۔ چاہتے ہیں	و ۔ اور
من ۔ کون	احسن ۔ اچھا ہے	من الله ۔ اللہ سے	حکما ۔ حکم میں
لقوم ۔ اس قوم کے لیے	یوقنون ۔ جو یقین والے ہیں		

مختصر تفسیر رکوع ہفتم پ ۶ ۔ سورۃ مائدہ

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا
وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُهُمْ
وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

بے شک ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے حکم دیتے تھے اس کے ماتحت یہود کو ہمارے فرمانبردار نبی اور ربانی لوگ یعنی عالم، درفقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی اور وہ اس پہ گواہ تھے تو نہ خوف کرو لوگوں کا اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل و قلیل قیمت نہ لو اور جو حکم نہ کرے اللہ کے اتارے ہوئے پر تو وہی لوگ کافر ہیں۔

توریت کی صفت میں ارشاد ہے فِیۡہَا ہُدًی یعنی اس کتاب میں ہدایت ہے یعنی ارشاد الی الحق لوگوں کے لیے اور نور یعنی ضیا اور ایسی ضیا جس سے وہ انکشاف حاصل ہوتا ہے جو آپ چاہیں ان پر (روح المعانی) علامہ زجاج نے کہا فیہا ہدی وہ بیان اس حکم کا ہے جو یہودی آکر حضور سے استفسار کرتے ہیں اور نور وہ بیان ہے کہ بے شک حضور نے جو انہیں حکم دیا وہ حق ہے (روح المعانی) اس کتاب توریت کے مطابق

یَحۡکُمُ بِہَا النَّبِیُّوۡنَ الَّذِیۡنَ اَسۡلَمُوۡا۔ سابقہ انبیاء کرام جن میں حضرت موسیٰ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان گذرے جبکہ توریت منسوخ نہ ہوئی تھی۔ کیونکہ زبور و انجیل پر ان کے احکام جاری ہوئے۔ یہ انبیاء ہزاروں تھے جو صاحب کتاب نہ تھے توریت پر ہی عمل کرتے تھے اور ان کے علماء خدا ترس جنہیں ربانی فرمایا اور احبار یعنے فقہاء یہود حکم کیا کرتے تھے اور بما استحفظوا من کتاب اللہ اور ان سے کتاب اللہ یعنی توریت کی حفاظت چاہی گئی کہ اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں۔ اس کے درس دیں تاکہ ان سے کتاب فراموش نہ ہو جائے اور اس کے احکام نسیاً منسیاً نہ ہوں (خازن)

اس سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ توریت کے مطابق انبیاء کرام کا حکم دینا اس امر کو واضح کرتا ہے کہ ہم سے پہلی شریعتوں کے جو احکام اللہ اور اس کے رسول نے بیان فرمائے ہوں اور ان کے ترک کا ہمیں نہ فرمایا ہو اور وہ منسوخ نہ ہوا ہو وہ بھی ہم پر لازم ہے جیسے محصنہ زانیہ اور زانی کے رجم کا حکم توراۃ میں تھا تو اگرچہ قرآن کریم میں وہ بالوضاحت نہ ہو مگر توراۃ کے سابقہ احکام جو غیر منسوخ ہیں انہیں سے ایک حکم رجم کا ہے وہ ہماری شریعت میں لازماً مشروع ہے۔ جمل۔ تفسیر ابو السعود۔

وکانوا علیہ شہداء۔ یعنی یہود کے علماء فقہاء اس پر شاہد تھے کہ حضور کی نعت اور حکم رجم توریت میں مذکور ہے اور وہ آج تک شریعت محمدیہ میں بھی مشروع ہے۔ تو

فلا تخشوھم واخشون ولا تشتروا بایتی ثمنا قلیلا۔ اے یہودیو لوگوں سے ڈر کر احکام نہ بدلو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل و قلیل رقم لے کر من گھڑت احکام نہ دو۔ اس لیے کہ احکام

آلبیہ کی تبدیلی بھی صورت ممنوع ہے خواہ لوگوں کے خوف سے ہو یا عوام کی ناراضگی کے ڈر سے یا مال و جاہ کے اور رشوت کے طمع سے یہ سب کچھ حرام مطلق ہے۔ ایمان والوں کو صرف میرا خوف رکھنا ضروری ہے اور جو اللہ کے آتارے ہوئے احکام کے خلاف حکم دے وہ کافر ہے کما قال ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ آگے ارشاد ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے تو جو خوشی سے بدلہ کرا دے تو وہ اس کے گناہ اتار دے گا اور جو اللہ کے اتارے ہوئے حکم پر فیصلہ نہ دے تو وہی ظالم ہیں۔

اگرچہ یہ بیان جو توریت میں یہود کے لیے تھا۔ تورات کے ہی حوالہ سے کلام پاک میں وارد ہوا مگر چونکہ ہمیں ان کے ترک کرنے یا اس کے منسوخ ہونے کی کوئی خبر نہیں ملی اس لیے ہم پر بھی احکام لازم و واجب ہیں۔ اس لیے کہ شریعت مطہرہ میں یہ اصول ہے کہ شرائع سابقہ کے جو احکام ہم تک پہنچیں اور وہ منسوخ بھی نہ ہوئے ہوں تو وہ ہمارے لیے بھی بحالہ واجب و لازم ہیں جیسا کہ پہلی آیتوں میں بیان ہو چکا۔

دوسری واضح صورت آیۃ کریمہ سے یہ نکلی کہ شریعت محمدیہ میں بھی وہی حکم ہے جو شریعت موسوی میں تھا کہ اگر کسی نے کسی کو قتل کر دیا تو اس کی جان مقتول کے بدلہ میں ماخوذ کی جائے گی خواہ وہ مقتول مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام مسلم ہو یا ذمی۔ اس لیے حکم میں اطلاق ہے اور المطلق یجری علی الاطلاق اصول ہے۔

شان نزول بھی یہی بتا رہا ہے کہ یہود نے حکم میں جو تبدیلی کی کہ مرد کو عورت کے بدلے قتل نہ کرتے تھے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان کی اس رسم کا رد کیا۔ مدارک رواہ ابن عباس

دوسرے یہ بھی واضح ہوا کہ مماثلت و مساوات کی رعایت ضروری ہے یعنی آنکھ کے مجرم کو آنکھ کی سزا۔ ناک کے مجرم کو ناک کی۔ کان کے مجرم کو کان کی دانت کے مجرم کو دانت کی اور ہر زخم کے بدلے زخم کی سزا شریعت میں ہے۔ نہ یہ کہ برسوں مہینوں حوالات میں رکھ کر مہینوں برسوں کی سزا دے کر

چھوڑ دیا جائے۔

تیسرے یہ بھی واضح ہوا کہ قاتل یا جنایت کرنے والا اپنے جرم پر نادم ہو کر وبال آخرت سے بچنے کے لیے بخوشی اپنے اوپر حکم شرع جاری کرائے تو صرف قصاص ہی یعنی دنیا کی سزا ہی اس کے جرم کا کفارہ ہو جائیگا اور آخرت میں اس کی گرفت میں عذاب نہ ہوگا۔ جمل وجلالین

بعض مفسرین مثل روح المعانی۔ مدارک وغیرہ کے اس طرف گئے کہ صاحب حق اگر قصاص معاف کردے تو یہ معافی اس کے لیے کفارہ ہے۔

اور تفسیر احمدی میں ہے کہ یہ تمام قصاص جب ہی واجب ہوں گے جب صاحب حق معاف نہ کرے اور اگر معاف کردے تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔

دیلمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس پر یہ حدیث نقل کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا یہ وہ آدمی ہے کہ اس کا دانت توڑا گیا یا اس کا جسم مجروح کیا گیا پھر اس نے معاف کردیا تو اپنے جسم کی جتنی دیت اس نے معاف کی ہے اسی مقدار کے مطابق اس کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ اگر وہ آدمی دیت ہے تو اس کے آدھے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر چوتھا حصہ دیت ہے تو اس کے چوتھا حصہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر تیسرا حصہ دیت ہے تو اس کے تیسرا حصہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر پوری دیت ہے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اور عدی بن ثابت سے بھی مروی ہے کہ عہد معاویہ میں ایک مقدمہ پر یہ حدیث سنائی گئی۔

روح المعانی

ایک آدمی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک آدمی کا منہ زخمی کردیا اس نے دیت دی اس نے قصاص کا مطالبہ کیا تو اس نے دیت دگنی کردی اس نے پھر انکار کردیا اس نے دیت تین گنا کردی۔ اس نے پھر انکار کردیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صحابی نے یہ حدیث سنائی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی خون کا یا اس سے کم کا صدقہ کردے تو وہ اس کے پیدائش سے لے کر مرنے تک کے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ حضور نے فرمایا جو معاف کردے اللہ کے واسطے کسی کا خون وہ اسکے لیے پیدائش کے دن سے مرنے کے دن تک کے لیے کفارہ ہے۔

نہ یہ کہ انگریزی قانون کی طرح کہ صاحب حق کو حق معافی ہی نہیں بلکہ اس کی مدعی خود حکومت ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر وعید سنایا گیا کہ جو علم الٰہی کے خلاف حکم دے وہ ظالم ہے۔

اب احکام توریت کا بیان کر کے احکام انجیل کا ذکر شروع ہوا۔ اس میں بتایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام مصدق توریت تھے اور تسلیم کرتے تھے کہ وہ منزل من اللہ ہے اور نسخ سے قبل اس پر عمل واجب تھا۔ پھر شریعت عیسوی میں جو اس کے بعض احکام منسوخ ہوئے وہ منسوخ مانے گئے چنانچہ ارشاد ہے

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

اور بھیجا ہم نے ان نبیوں کے نشان قدم پر عیسٰی بن مریم کو تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تصدیق کرتی ہے توریت کی جو اس سے پہلے تھی اور ہدایت اور نصیحت پرہیز گاروں کو۔ اور چاہئے کہ انجیل والے حکم کریں اس پر جو اللہ نے اس میں اتارا اور جو اللہ کے اتارے ہوئے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

قَفَّيْنَا - تَقْفِيَةً سے بنا اس کے معنی پیچھے چلانا یا بھیجنا حضرت عیسٰی علیہ السلام مذکورہ انبیاء کے بعد تشریف لائے اور آپ کے زمانہ میں کوئی نبی نہ تھا اس لیے قَفَّيْنَا فرمایا آثار جمع ہے اثر کی اس کے معنی ہیں نشان قدم مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۔ مصدقًا کے معنی سچا کہنے والا عیسٰی علیہ السلام زبور اور تمام آسمانی کتابوں کے مصدق تھے۔ کیونکہ یہاں خطاب یہود سے ہے اس لیے توریت کا ذکر فرمایا توریت نے ان کے آنے کی خبر دی تھی۔

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۔ اس آیت کریمہ میں انجیل کے لیے لفظ ہدًی دو جگہ ارشاد ہوا۔ پہلی جگہ ضلالت و جہالت سے بچانے کے لیے رہنمائی مراد ہے۔ دوسری جگہ ہدًی سے حضور سید یوم النشور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت مراد ہے اس لیے کہ حضور کی رونق افروزی کے بعد حضور کی نبوت کا اعتراف لوگوں کی رہنمائی ہدایت ہے۔

نور سے مراد اعمال صالحہ ہیں یعنی ہم نے وہ انجیل دی جس میں ہدایت و نور تھا۔

اسی بنا پر فرمایا ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ یعنی چونکہ انجیل میں حضور پر ایمان لانے اور آپ کی نبوت تسلیم کرنے کا حکم ہے لہذا اس پر عمل کرتے ہوئے اسکی تصدیق کرو اور جو نہ مانے اور اپنی مرضی سے حکم دے وہ فاسق یعنی کافر ہے۔

اہل انجیل سے مراد عیسائی ہیں بما انزل اللہ سے مراد انجیل کے احکام پر فیصلہ کرنا ہے۔ قرآن پاک نے

انجیل کی تصدیق فرمادی۔

فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔ بدعقیدگی جو کفر تک پہنچ جائے فسق ہے یعنی جو حکم الٰہی کو غلط سمجھ کر اس پر فیصلہ نہ کرے اور رواج کے قانون کو ٹھیک سمجھے وہ کافر ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّمِنْھَاجًا وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّلٰکِنْ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

اور (اے محبوب) ہم نے نازل کی آپ کی طرف سچی کتاب پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی اور ان پر محافظ و گواہ تو ان میں (یہودیوں میں) فیصلہ کیجئے اللہ کے نازل کیے ہوئے سے اور ہر سننے والے کو ان کی (یہودیوں کی) خواہشوں کی پیروی نہ کرنا چاہئے اپنے پاس آیا ہوا چھوڑ کر ہر ایک کے لیے ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر اسے منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے تو بھلائیوں کی طرف مسابقت کرو تم سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہی ہے تو وہ تمہیں بتا دیگا جس بات میں تم جھگڑتے ہو۔

نبوت اور قرآن کریم کے نزول کے یہود و نصاریٰ اور مشرکین منکر تھے۔ تیئس سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا اسی لیے نزلنا فرمایا گیا۔ بعض آیات بلاواسطہ بھی حضور علیہ السلام پر نازل ہوئیں جیسے سورۃ بقرہ کی آخری آیات شب معراج وغیرہ میں اِلَیْکَ فرمایا گیا یعنی حضور علیہ السلام پر نازل کیا گیا۔ الرَّسُوْل سے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم اور کتاب سے قرآن کریم مراد ہے۔ بالحق۔ قرآن کریم حق ہے۔

یعنی جو کتاب قرآن کریم آپ پر نازل ہوئی ہے وہ اپنے تفوق مطلقہ میں تمام کتب سماویہ پر فرد کامل ہے اور متلبس بالحق والصدق ہے اور مصدق ہے کتب سابقہ توریت۔ انجیل۔ زبور کی اور مہیمن ہے اس کی۔

علامہ خلیل فرماتے ہیں ای رقیبا علی سائر الکتب السماویۃ وہ محافظ ہے کتب سماویہ کی اور ہر قسم کے تغیر و تبدل سے ایسی محفوظ کہ اس کی صحت و ثبات پر عوام و خواص شاہد ہیں۔

ابن عباس حسن مجاہد۔ قتادہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں ای شاھدا علیہ بانہ الحق یہ کتاب اس کی گواہ ہے کہ وہ حق ہے۔

مبرد اور ابن قتیبہ فرماتے ہیں ان المہیمن اصلہ المؤمن وھو من اسماء اللہ تعالیٰ فصغر و ابدلت ھمزتہ ھاءً مہیمن کی اصل مومن ہے اور یہ اللہ کے ناموں سے ایک نام ہے تو اس کی تصغیر کی گئی ہے۔

ہمزہ ہا سے بدل دیا مہیمن ہوگیا۔

حضرت حسان بن ثابت نعت مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء میں فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْكِتَابَ مُهَيْمِنٌ لِنَبِيِّنَا   وَالْحَقُّ يَعْرِفُهُ ذَوُو الْأَلْبَابِ

اس شعر میں مہیمن بمعنی گواہ ہے۔ اس کا فعل ہیمن جیسے بیطر، سیطر، بیقر یہ پانچ لفظ ہی اس وزن پر آتے ہیں چھٹا لفظ نہیں ہے۔ روح المعانی

ابن محیصن اور مجاہد کہتے ہیں انہما قرا مھیمنا بفتح المیم والمعنی انہ حوفظ من التحریف والتبدیل والحافظ لہ ھو اللہ تعالی کما قال سبحانہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون مہیمن بفتح میم ہے اس کے معنی ہیں حفاظت کی گئی تحریف وتبدیل سے اور اس کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

ولا تتبع اھواءھم پر ابن عباس فرماتے ہیں یرید ما حرفوا وبدلوا من امر الرجم
اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہودی اپنی تحریف وتبدیل پر معاملہ رجم میں فیصلہ چاہیں گے تو آپ ان کی خواہشات کی موافقت میں امر رجم محصنہ و محصن زناکاروں کا نہ چھوڑیں بلکہ جو حکم آپ کی طرف حق آیا ہے اس پر عمل فرمائیں۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا شرعۃ بکسر شین ہے اور یحییٰ بن وثاب نے شرعۃ بفتح شین پڑھا اور اس کے معنی اصلی راستہ کے ہیں جو ظاہر و مبرہن ہو اور جانے والے کو بحالت تشنگی پانی کی جگہ تک پہنچا دے اور اس سے مراد دین ہے اور اس کا استعمال ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں وہ راستہ مطلوب ہو جو موصل ہو اس راستہ کا جو سبب ہو حیات ابدیہ کا جیسے پانی سبب ہے حیات فانیہ کا۔

راغب اصفہانی کہتے ہیں سمی الدین شریعۃ تشبیہا بشریعۃ الماء دین کو شریعت کہا گیا اس مشابہت سے کہ پانی تک جانے کے راستہ کو شریعت کہتے ہیں۔

اور منہاج کشادہ راستہ کو کہتے ہیں یا وہ طریقہ واضح جو دین میں ہو۔ مبرد کے نزدیک الشریعۃ ابتداء الطریق والمنہاج الطریق المستقیم شریعت ابتدائے طریق کو کہتے ہیں اور منہاج سیدھے راہ کو (روح المعانی)

ایک قول یہ بھی ہے شرعہ اور منہاج کے ایک ہی معنی ہیں اور تکریر برائے تاکید ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ منہاج سے مراد دلیل ہے اور شرعہ بمعنی طریق ہے۔ عام اس سے کہ واضح ہو یا نہ ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ شرعۃ سے مراد ذات اقدس سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور منہاج سے مراد قرآن کریم ہے۔

آگے جوارشاد ہے ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام جماعتیں ایک دین واحد پر متفق ہوجاتیں اور سب ملت واحد ہوتی۔ اللہ تعالے چاہتا تو ایک ہی دین ایک ہی شریعت تمام لوگوں کے لیے آتی حضرت آدم کا حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم تک ایک ہی دین رہتا۔ ولکن لیبلوکم فی ما اٰتٰکم۔

مگر ایسا اللہ تعالے نے نہ چاہا بلکہ جو نظر آرہا ہے وہ ہی مشیت الٰہی ہوئی تاکہ ہمارے تمہارے مابین وہی معاملہ ہو جو ایک امتحان کے نتیجہ میں ہوتا ہے شرائع مختلفہ کے ساتھ ہر زمانہ میں اس اختلاف میں معاش و معاد میں بھی امتحان ہے اور خواہشات کے متبعین اور راشتر او ضلالت کی کیفیت بھی منکشف ہوتی ہے اور اعلان عام فرمادیا گیا۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ استباق کے معنی ایک دوسرے سے سبقت لے جانا۔ ایمان میں جلدی کرنا۔ خیرات کے معانی اچھے اعمال و عقیدہ ہے۔

یعنی جب علیحدہ علیحدہ طریقے لوگوں میں ہیں تو تم مسابقت بالخیرات کی طرف رجوع ہو جو تمہارے لیے دارین میں بہتر ہے۔ عقائد حقہ اعمال صالحہ کے ساتھ اپنے اوراق زندگی کو مزین رکھو تاکہ مقربین میں شمار کیے جاؤ۔ پھر وعید ہے کہ جیسے بھی تم رہو رہو آخر تمہیں لوٹ کر آنا ہماری طرف ہے اس وقت تم پر واضح ہوگا کہ تمہارے اہواء کی پیروی کا کیا نتیجہ مل رہا ہے پھر کتاب پر ہی عطف فرماتے ہوئے ارشاد ہے کہ ہم نے کتاب تمہاری طرف نازل فرمائی اور اب ہمارا تمہارے لیے یہ حکم ہے کہ (روح المعانی)

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا۔ تم سب نے آخر کار اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے اس دن تمہارا رب تمہارے باطل اختلاف کا فیصلہ دے گا۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ٥ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔ اور یہ کہ حکم کرو ان یہودیوں میں اس کے مطابق جو اللہ نے نازل فرمایا اور نہ چلو ان کی خواہشوں پر اور ان سے بچتے رہو تاکہ تمہیں کہیں لغزش نہ دے دیں کسی حکم میں جو اللہ نے تمہاری طرف اتارا تو اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی سزا انہیں پہنچانا چاہتا ہے اور بیشک اکثر آدمیوں میں سے

فاسق متمرد ہیں تو کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور کون ہے اللہ سے بہتر حکم دینے والا اس قوم کے لیے جو یقین رکھتی ہے۔

وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَہُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ۔ ان آیات کے تمام خطابات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہیں۔ یا مسلمان حکام سے ہیں۔ یعنی حضور علیہ السلام پر اہل کتاب کا فیصلہ کرنا ضروری نہ تھا۔

لَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ۔ اہواء نفسانی خواہش یعنی اہل کتاب کی نفسانی خواہش پوری نہ کرو بلکہ اسلامی احکام کی روشنی میں فیصلہ کرو۔

وَاحْذَرْھُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْكَ۔ حذر سے مراد احتیاط کرنا ہے بعض سے مراد وہ خاص قتل کا فیصلہ کرنا ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا منہ پھیرنا جو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے وہ اگر حق فیصلہ سے منہ پھیر لیں اور اسے قبول نہ کریں

فَاعْلَمْ اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّصِیْبَھُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِھِمْ۔ دنیاوی سزا یعنی ان کا مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونا۔ ان پر جزیہ مقرر ہونا۔ جلاوطن ہونا وغیرہ۔ ذُنُوْبِھِمْ سے مراد ظلم کرنے کی سزا اور آخرت میں بقیہ سزا دینا۔ ان میں سے اکثر کافر ہیں۔ فاسقون سے مراد کفر ہے مگر بعض نرم ہیں اور بعض سرکش ہیں۔ ناس سے مراد تمام انسان ہیں۔

اَفَحُکْمَ الْجَاھِلِیَّۃِ اس سے مراد زمانۂ فترت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے پانچ سو ستر سال رہا اس کے بعد حضور تشریف لائے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون اچھے حکم والا ہے۔

ان آیات میں عامہ مومنین کو استقامت علی الدین کی تعلیم دی ہے اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم کہ کوئی قبیلہ والا کسی قبیلے کے معاملہ میں آپ سے خلاف ما انزل اللہ آکر حکم چاہے تو ہرگز منظور نہ فرمائیں شان نزول آیت کریمہ کا یہ ہے کہ قبیلہ بنی نضیر اور بنی قریظہ دونوں یہودی تھے ان میں باہم جنگ و جدال رہتی تھی۔ جب حضور مدینہ تشریف لائے تو دونوں قبیلے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے حضور ہم دونوں ایک برادری ہیں ایک جدی خاندان ہیں ایک دین رکھتے ہیں ایک کتاب پر ایمان رکھتے ہیں یعنی توراۃ کو ہم دونوں مانتے ہیں۔

لیکن اگر بنی نضیر ہم میں سے کسی کو قتل کریں تو اس کا خونبہا ہمیں ستر وسق کھجور دیتے ہیں اور اگر ہم میں سے کوئی بنی قریظہ کا آدمی مار دے تو وہ ہم سے ایک سو چالیس وسق کھجور وصول کرتے ہیں۔ آپ اس کا فیصلہ

ہمارے حق میں فرما دیں۔ ہم سب ایمان لانے کے لیے تیار ہیں۔ حضور علیہ السلام نے انکار فرما دیا۔ حضور علیہ السلام کی تائید میں یہ آیت وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَہُمْ نازل ہوئی۔ خازن۔ روح المعانی

جب حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بنی قریظہ اور بنی نضیر کے قتل کا مقدمہ پیش ہوا تو حضور نے فرمایا میں حکم دیتا ہوں کہ قریظی اور نضیری دونوں کا خون برابر ہے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں۔ خون کا حکم تمام قوموں پر برابر ہے ہمارے ہاں صدیوں سے یہ رواج ہے کہ ایک نضیری کے عوض دو قریظی قتل کیے جاتے ہیں آپ اس رواج کے مطابق فیصلہ فرمائیے تب افحکم الجاہلیۃ نازل ہوئی (روح المعانی)

یہ سن کر قریظی بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے ہم آپ کا فیصلہ نہیں مانتے۔ آپ معاذ اللہ ہمیں ذلیل کرنے کی نیت سے ایسا فیصلہ دیتے ہیں۔ آپ ہمارے دشمن ہیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس کے بعد رکوع شروع ہے اس میں جو بیان ہے اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ سے ہر مسلمان کو محترز اور مجتنب رہنا چاہیئے۔ ان سے دوستی و موالات ان کی مدد کرنا ان کے ساتھ روابط محبت و وداد برتنا اسلام میں ممنوع ہے۔ اس کا شان نزول کسی خاص واقعہ کے ساتھ وابستہ ضرور ہے۔ مگر یہ اصول ہے کہ مورد خاص ہونے سے حکم خاص نہیں ہوتا جب تک مخصص موجود نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

خلاصہ ترجمہ رکوع ہشتم سورۃ مائدہ پ

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَہُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُہُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّہُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْہُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

اے ایمان والو نہ پکڑو یہود و نصاریٰ کو دوست آپس میں ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور جو دوستی کرے گا تم سے ان کے ساتھ وہ انہی میں ہے بے شک اللہ راہ نہیں دیتا ظالم قوم کو۔

فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْہِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَۃٌ فَعَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِہٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰی مَآ اَسَرُّوْا فِیْٓ

تو دیکھو گے تم انہیں کہ جن کے دلوں میں آزار ہے دوڑتے ہیں ان میں کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش نہ آجائے تو قریب ہے کہ اللہ لا دے فتح یا اپنی طرف سے کوئی حکم تو صبح

فِيْ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝
وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ مَّعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝

کریں گے اپنی چھپائی پر اپنے دلوں میں پچھتاتے ہوئے اور کہتے ہیں ان سے جو آپ پر ایمان لائے ہیں کیا یہی ہیں وہ جو قسم کھا چکے تھے اللہ کی اپنے حلف میں کہ اب وہ ان کے ساتھ ہیں۔ اکارت گئے ان کے عمل تو صبح کی نقصان میں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۗىِٕمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

اے ایمان والو جو بھی پھر گیا تم میں سے اپنے دین سے تو عنقریب لائے گا اللہ ایسی قوم جو محبت رکھتی ہوگی اللہ سے اور وہ اللہ کی محبوب ہے نہایت نرم مومنوں پر اور سخت کافروں پر جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں اور نہیں خوف کھائے گی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝
وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ایسے کہ قائم رکھتے ہیں نماز اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے رکوع میں ہیں اور جو جھکے اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کی طرف تو بے شک لشکر الٰہی ہی غالب ہے۔

حل لغات رکوع ہشتم سورۂ مائدہ پ ۶

یاایہا ۔ اے	الذین ۔ وہ جو	آمنوا ۔ ایمان لائے ہو	لا ۔ نہ
تتخذوا ۔ بناؤ	الیہود ۔ یہود	و ۔ اور	النصاری ۔ نصاریٰ کو
اولیاء ۔ دوست	بعضہم ۔ بعض ان کا	اولیاء ۔ دوست ہے	بعض ۔ بعض کا
و ۔ اور	من ۔ جو	یتولہم ۔ دوستی رکھے ان سے	منکم ۔ تم میں سے
فانہ ۔ تو وہ	منہم ۔ انہی سے ہے	ان ۔ بیشک	اللہ ۔ اللہ

لا۔نہیں	یہدی۔ہدایت دینا	القوم۔قوم	الظلمین۔ظالم کو
فتری۔تو دیکھے گا	الذین۔ان کو کہ	فی۔بیچ	قلوبہم۔انکے دلوں کے
مرض۔بیماری ہے	یسارعون۔دوڑتے ہیں	فیہم۔ان میں	یقولون۔کہتے ہیں
نخشی۔ہم ڈرتے ہیں	ان۔یہ کہ	تصیبنا۔پہنچے ہمیں	دائرۃ۔کوئی مصیبت
فعسی۔تو قریب ہے	اللہ۔اللہ	ان۔یہ کہ	یاتی۔لائے
بالفتح۔فتح	او۔یا	امر۔کوئی حکم	من عندہ۔اپنا
فیصبحوا۔پھر ہو جائیں	علی۔اوپر	ما۔اس کے	اسروا۔جو چھپایا انہوں نے
فی۔بیچ	انفسہم۔اپنی جانوں کے	ندمین۔پشیمان	و۔اور
یقول۔کہتے ہیں	الذین۔وہ جو	امنوا۔مومن ہیں	ا۔کیا
ھؤلاء۔یہ	الذین۔وہ ہیں کہ	اقسموا۔قسمیں کھائیں انہوں نے	باللہ۔اللہ کی
جہد۔مضبوط	ایمانہم۔قسمیں	انہم۔کہ بیشک وہ	معکم۔تمہارے ساتھ ہیں
حبطت۔ضائع ہوئے	اعمالہم۔ان کے عمل	فاصبحوا۔تو ہو گئے	خسرین۔خسارہ اٹھانیوالے
یایہا۔اے	الذین۔لوگو جو	امنوا۔ایمان لائے ہو	من۔جو
یرتد۔پھر جائے گا	منکم۔تم میں سے	عن دینہ۔اپنے دین سے	فسوف۔تو جلدی
یاتی۔لائے گا	اللہ۔اللہ	بقوم۔ایسی قوم	یحبہم۔کہ اللہ ان کو دوست
رکھتا ہے	و۔اور	یحبونہ۔وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں	
اذلۃ۔نرم	علی۔اوپر	المؤمنین۔مومنوں کے	اعزۃ۔سخت
علی۔اوپر	الکافرین۔کافروں کے	یجاھدون۔جہاد کرینگے	فی۔بیچ
سبیل۔راہ	اللہ۔اللہ کے	و۔اور	لا۔نہ
یخافون۔ڈریں گے	لومۃ۔ملامت	لائم۔ملامت کرنے والے سے	ذلک۔یہ
فضل اللہ۔فضل ہے اللہ کا	یؤتیہ۔دیتا ہے یہ	من۔جسے	یشاء۔چاہے
و۔اور	اللہ۔اللہ	واسع۔فراخی والا	علیم۔جاننے والا ہے
انما۔اسکے سوا نہیں	ولیکم۔کہ تمہارا دوست	اللہ۔اللہ ہے	و۔اور
رسولہ۔اس کا رسول	و۔اور	الذین۔وہ جو	امنوا۔مومن ہیں
الذین۔وہ جو	یقیمون۔قائم کرتے ہیں	الصلوۃ۔نماز	و۔اور

یوتون - دیتے ہیں	الزکوٰۃ - زکوٰۃ	و - اور	ھم - وہ				
راکعون - رکوع میں ہیں	و - اور	من - جو	یتول - دوستی رکھے				
اللہ - اللہ سے	و - اور	رسولہ - اسکے رسول سے	و - اور				
الذین - ان سے جو	امنوا - مومن ہیں	فان - تو بیشک	حزب - لشکر				
اللہ - اللہ کا	ھم - وہی ہیں	الغالبون - غالب					

مختصر تفسیر رکوع ہشتم سورہ مائدہ پ ۶

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَہُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ بَعْضُہُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّہُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْہُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ○

اے ایمان والو نہ پکڑو یہود و نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو دوستی رکھے ان سے تم میں سے تو وہ انہی میں سے ہے بیشک اللہ راہ نہیں دیتا ظالموں کو۔

شان نزول :- ایک دفعہ حضرت عبادہ بن صامت جو بنی حارث بن خزرج قبیلہ سے تھے۔ انصاری خزرجی تھے۔ بارگاہ رسالت پناہ میں آئے اور عرض کیا یارسول اللہ یہود کی بہت بڑی جماعت جو بہت ہی زیادہ دولت مند ہیں میری ان سے دوستی تھی میں نے ان سب کی محبتوں کو قربان کر دیا ہے عبداللہ بن ابی بن سلول اتش ق سے وہاں موجود تھا اس نے کہا کہ میں نے یہود سے اپنے تعلقات ختم نہیں کیے کیونکہ مجھے تعلق رکھنے کی اس لیے بھی ضرورت ہے کہ پیش آنے والے حوادث کا خطرہ ہے اس وجہ سے رابطہ رکھنا ضروری ہے حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود کی محبت تو ہی کر سکتا ہے عبادہ نہیں کر سکتے۔ وہ بولا ان سے محبت ہی منظور ہے اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ تفسیر خازن۔ روح المعانی۔

مدارک میں ہے کہ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کافر کوئی بھی ہو خواہ یہودی ہو جہودی۔ مرزائی ہو یا عیسائی اور ان میں باہمی اختلاف بھی ہو لیکن مسلمانوں کے مقابلہ کے وقت سب ایک ہوں گے۔ الکفر ملۃ واحدۃ۔ لَا تَتَّخِذُوا الْیَہُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ - ہر مسلمان پر یہود و نصاریٰ کی دوستی حرام ہے۔

خازن و مدارک نے مزید توضیح کی اور روح المعانی بھی ایسا ہی مضمون پیش کرتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں شدت سے تاکید کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ۔ عیسائی۔ مرزائی بے دین فرقوں سے علیحدہ رہنا لازم و واجب ہے۔

اَوْلِیَاء۔ جمع ہے ولی کی اس کے معنی ہیں قُرب۔ محبت۔ ولایت۔ مدد۔ نصرت۔ یہود و نصاریٰ کو بھی دوست نہ بناؤ۔

بحث لفظ ولی

الولی:۔ الولاء والتوالی ان یحصل شیئان فصاعدا حصولا لیس بینهما ما لیس منهما ویستعار ذلك للقرب من حیث المكان ومن حیث النسبة ومن حیث الدین ومن حیث الصداقة والنصرة والاعتقاد۔

ولی۔ ولاء اور توالی سے ہے اور وہ یہ ہے کہ دو یا زیادہ چیزیں اس طرح حاصل ہو جائیں کہ ان میں کوئی اجنبی چیز حائل نہ ہو اور پھر استعارۃً اس کا معنی ہے قرب۔ خواہ قرب مکانی ہو یا نسبی ہو یا دینی ہو یا دوستی اور مدد اور عقیدے کے لحاظ سے ہو۔

والولایة النصرة۔ ولایت کا معنی مدد بھی ہے۔

ولایت کا معنی کسی کام کا والی ہونا بھی ہے۔

اور ولایت کی حقیقت کام کا والی ہونا بھی ہے

اور ولی اور مولیٰ یہ دونوں لفظ ان تمام معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔ فاعل کے معنی میں بھی اور مفعول کے معنی میں بھی فاعل کے لیے میم کے ضمہ سے اور مفعول کے لیے میم کی فتحہ سے۔ مومن کو ولی اللہ تو کہا جاتا ہے لیکن اللہ کا مَولیٰ نہیں کہا جاتا۔

اور اللہ تعالےٰ کو مومنوں کا ولی بھی کہا جاتا ہے اور مَولیٰ بھی۔ پہلے معنی کی مثالیں یہ آیات ہیں۔ "اللہ مومنوں کا ولی ہے"۔ "میرا ولی اللہ ہے"۔ "پھر اللہ ہی مومنوں کا ولی ہے"۔ اور دوسرے معنی کی مثالیں یہ آیات ہیں۔ "اللہ مومنوں کا مولیٰ ہے"۔ "وہ اچھا مولیٰ ہے اور اچھا مددگار ہے"۔ "اللہ کو مضبوطی سے تھام لو وہی تمہارا مولیٰ ہے اور اچھا مولیٰ ہے۔

اور دوسرے معنی میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

"کہہ دیں اے یہودیو اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم لوگوں کے سوا اللہ کے دوست ہو۔

"اور اگر تم اس پر غلبہ کرو تو اللہ اس مددگار ہے"۔

"پھر وہ اپنے سچے مالک کی طرف لوٹائے جائیں گے"۔

والوال ۔ الذی فی قولہ وما لہم من دونہ من وال ۔ بمعنی الولی ۔ اور لفظ وال جو اللہ تعالٰے کے اس قول میں ہے اور ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی وال نہ ہوگا یعنی ولی اور دوست ۔

ونفی اللہ التعالی الولایۃ بین المومنین والکافرین فی غیر اٰیۃ ۔ اور کئی آیتوں میں اللہ تعالٰے نے مومنوں اور کافروں میں دوستی (ولایت) کا انکار کیا ہے ۔

فقال یا ایہا الذین اٰمنوا لا تتخذ وا الیھود والنصاری اولیاء ۔ اے ایمان والو یہود اور نصاری کو اپنے دوست نہ بناؤ ۔

بعضہم اولیاء بعض ومن یتولہم منکم فانہ منہم ۔ ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور جو تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں سے ہے ۔

لا تتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ۔ تم اپنے باپوں اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ ۔

ولا تتبعوا من دونہ اولیاء ۔ اللہ کے سوا کسی دوست کی پیروی نہ کرو

مالکم من ولایتہم من شیٔ ۔ تمہارے لیے ان کی دوستی سے کوئی چیز نہیں ہے ۔

یا ایہا الذین اٰمنوا لا تتخذ وا عدوی وعدوکم اولیاء ۔ اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ ۔

تری کثیرا منہم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لہم انفسہم ان سخط اللہ علیہم وفی العذاب ھم خلدون ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء

توان میں سے بہت لوگوں کو دیکھے گا کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں بہت ہی برا ہے جو انہوں نے اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجا کہ اللہ ان پر ناراض ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور اگر وہ اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان رکھتے تو ان کو دوست نہ بناتے ۔

وجعل بین الکافرین والشیاطین موالاۃ فی الدنیا ونفی بینہم الموالاۃ فی الاخرۃ قال تعالی ۔ اور اللہ تعالٰے نے دنیا میں کافروں اور شیطانوں میں محبت رکھی ہے اور آخرت میں اس دوستی اور محبت کی نفی کی ہے ۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا

والمنافقون والمنافقات بعضہم اولیاء بعض ۔ منافق مرد اور منافق عورتیں ان کے بعض بعض کے دوست ہیں ۔

انہم اتخذ وا الشیاطین اولیاء من دون اللہ انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یؤمنون فقاتلوا اولیاء الشیطان ۔ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنایا اور ہم نے

شیطانوں کو ان کا دوست بنایا جو ایمان نہیں رکھتے تو شیطان کے دوستوں سے لڑو۔
فکما جعل بینہم وبین الشیطان موالاۃ جعل للشیطان فی الدنیا علیہم سلطانا۔ انما سلطانہ علی الذین یتولونہ۔ تو جیسے اللہ تعالیٰ نے کافروں اور شیطانوں کے درمیان دوستی رکھی ہے اسی طرح دنیا میں شیطانوں کو ان پر غلبہ دیا ہے۔ فرمایا اس کا غلبہ انہی لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں۔
ونفی الموالاۃ بینہم فی الآخرۃ۔ اور آخرت میں انکی دوستی کی نفی کی ہے۔

ایک سبق آموز حکایت

خازن میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کا کاتب عیسائی تھا۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا کہ آپ کو نصرانی سے کیا واسطہ؟ کیا آپ نے یہ آیت کریمہ نہیں سنی یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء؟

ابو موسیٰ نے عرض کیا اس کا دین اس کے ساتھ مجھے تو صرف اور صرف کتابت سے غرض ہے۔
امیر المومنین نے فرمایا اللہ نے انہیں ذلیل کیا۔ آپ انہیں عزت دے کر کیوں معتوب بارگاہ الٰہی ہوتے ہیں؟

حضرت ابو موسیٰ نے عرض کی حکومت بصرہ کا کام اس کے بغیر چلانا دشوار نظر آتا ہے اس مجبوری کی وجہ سے اسے علیحدہ کرنا میرے لیے مشکل ہے۔ اس واسطے کہ اس قابلیت کا دوسرا آدمی مسلمانوں میں مجھے کوئی نہیں ملتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سخت لب ولہجہ میں جواب دیا مات النصرانی والسلام۔ نصرانی مر گیا تو اب کیا ہوگا۔ آپ کو چاہیئے اس کے مرنے کے بعد جو انتظام کر کے حکومت بصرہ کا کام چلائیں گے وہ آج ہی کریں اور اس کو علی الفور علیحدہ کر دیں یہ میں آخری بات آپ سے کہہ رہا ہوں۔ خازن
نوٹ:۔ سبحان اللہ آج تیرہ سو سال کے بعد تاریخ لوٹی بھی تو پاکستان میں ۱۹۵۳ء کا واقعہ ہے کہ یہاں بھی بعض مرزائیوں کے متعلق ہمیں وزرائے سلطنت یہی جواب دیتے ہیں کہ ان کی قابلیت کا آدمی ہمیں نہیں ملتا یا ان کے بغیر سلطنت پاکستان بھوکی مر جائے گی۔ نہریں بند ہو جائیں گی غلہ نہیں ملے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور جب ہم نے جمہوری سلطنت کے دھوکے میں سلامتی پاکستان کا خیال کرتے ہوئے راست اقدام کا نوٹس دیا تو بجائے اس کے کہ مسلمانوں کا جمہوری مطالبہ تسلیم کیا جاتا ہمیں یعنی ارکان مجلس

عمل کو جیل میں نظر بند کر دیا اور ہمارے علاوہ دس ہزار مسلمان قتل و خون کے بعد جیلوں میں بند کر کے مجبور کیے گئے کہ وہ مطالبہ سے دستبردار ہوں یہ ہیں ناظم سلطنت پاکستان اور ناظم دین وملت۔ اللہم الیک المشتکی

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝

تو تم دیکھو گے جن کے دلوں میں آزار ہے دوڑتے ہیں (یہود و نصاریٰ) میں کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہمیں گردش تو قریب ہے کہ اللہ لائے فتح یا کوئی حکم اپنے پاس سے تو صبح کی اس پر جو اپنے دلوں میں چھپایا تھا پچھتاتے ہوئے۔ اور کہا ایمان والوں نے کیا یہی ہیں جنہوں نے اللہ کی قسم کھائی تھی اپنی حلف میں پوری کوشش سے کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ اکارت گیا ان کا کیا دھرا تو صبح کی انہوں نے نقصان میں۔

شان نزول: عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کی جماعت کے دوسرے منافقین نجران، خیبر اور مدینہ منورہ کے یہودیوں سے خفیہ میل ملاقات رکھتے تھے جب مسلمانوں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ دنیا میں مصیبتیں آفتیں آتی رہتی ہیں ہمارے ان یہودیوں سے پرانے تعلقات ہیں تاکہ وقت پر کام آئیں اور ہماری مدد کریں۔ مسلمانوں کا کیا اعتبار۔ اسلام کو فروغ ہو یا نہ ہو ہم اپنے پرانے تعلقات کیوں ختم کریں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

فتریٰ دیکھنا اَلَّذِيْنَ منافقین فِيْ قُلُوْبِهِمْ دل کی بیماریاں نفاق وغیرہ يُسَارِعُوْنَ جلدی جلدی ان کے پاس جاتے ہیں يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ۔ اس بہانہ کا ذکر ہے جو وہ بیان کرتے تھے گردش زمانہ وغیرہ۔ عسیٰ۔ پختہ وعدہ کے لیے ہوتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو وہ قوت دے گا کہ مکہ خیبر وغیرہ کے یہود پر فتح حاصل ہو گی۔

یہ قول عبداللہ بن ابی بن سلول کے قول کی نقل ہے جو اس نے عبادہ بن صامت سے کہا کہ مجھے آنے والے خطرہ کا ڈر ہے اس لیے میں یہود سے انقطاع نہیں کر سکتا۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فعسی اللہ ان یاتی بالفتح او امر من عندہ میں دیا گیا اور اپنے حبیب پاک جناب مصطفیٰ کو مظفر و منصور فرمانے کا وعدہ کر کے اس کے مطابق مسلمانوں کو ان کے دشمن یہود و نصاریٰ پر غلبہ دیا۔ اور مکہ مکرمہ اور یہود یوں کی آبادیاں فتح ہوئیں۔ خازن

اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ۔ یعنی بنی قریظہ کے کنبے کا قید ہونا۔ بنی نضیر کو جلا وطن کرنا۔ منافقین کا نفاق مسلمانوں

پر منکشف ہونا (روح المعانی) یا سرزمین حجاز کا یہود سے پاک ہونا اور انہیں ذلیل کر کے ان کو وہاں سے نکالنا۔ (جلالین و خازن)

فَيُصْبِحُوا عَلٰى مَا اَسَرُّوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ یعنی منافق لوگ جو دلوں میں بغض وعناد چھپائے ہوئے تھے اس کے ظاہر ہو جانے سے وہ پچھتا کر رہ گئے اور اب دنیا میں ذلیل ہو کر بھی سبکسار نہیں بلکہ آخرت میں عذاب دائمی ان کے لیے علیحدہ ہے۔

اور یقول الذین آمنوا مسلمان ان کی یہ خباثت دیکھ کر حیران ہو کر کہنے لگے کہ یہ وہی ہیں جنہوں نے حلف اٹھایا تھا کہ حمایت اسلام کریں گے آج ان کا کیا دھرا سب رائیگاں ہوا اس کے بعد مرتدین کا مرتد ہونے سے پہلے حکم واضح کیا چنانچہ ارشاد ہوا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ۔ اے ایمان والو جو آدمی تم میں سے اپنا دین چھوڑ کر مرتد ہو جائے۔

چنانچہ گیارہ فرقے آجتک مرتد ہوئے۔ تین تو زمانۂ باکرامت سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی مرتد ہو چکے تھے۔

ایک بنو مدلج انکا رئیس ذوالحمار تھا جسے اسود عنسی کہتے ہیں یہ کاہن تھا اس نے نبوت کا دعوےٰ کیا یمن میں۔ اور اس کے مضافات میں اس کی حکومت بنی۔ چنانچہ اس نے عمال سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو وہاں سے نکال دیا۔ پھر حضور نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ایک فرمان لکھا اور سادات یمن کو بھی علیحدہ فرامین ارسال کیے۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالے نے اسے فیروز دیلمی کے ہاتھ سے ہلاک کیا اور یہ ہلاکت اس کے گھر میں ہوئی۔ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی رات اس کے قتل کی صحابہ کو خبر دے دی۔ مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ پھر صبح وفات حسرت آیات واقع ہوئی۔ اس کے بعد ربیع الاول میں ہی اس کے قتل کی اطلاع آگئی۔

دوسرا بنی حنیفہ سے مسیلمہ کذاب بن حبیب اٹھا اس نے بھی دعوئے نبوت کیا اور اس جرأت سے کیا کہ بارگاہ رسالت میں اپنا نامہ بھی لکھ ڈالا جس میں یہ مضمون تھا۔

من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام علیك اَمّا بعد فانی قد شرکت فی الامر معك وان لنا نصف الارض ولقریش نصف الارض ولکن قریشا قوم یعتدون۔

مسیلمہ اللہ کے رسول کی طرف سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سلام علیک ہے۔ بعد اس کے میں مطلع کرتا ہوں کہ امر رسالت میں میں آپ کے ساتھ شریک ہوں اور یہ کہ آدھی زمین ہمارے لیے ہے اور آدھی قریش کے لیے لیکن قوم قریش حد سے بڑھنے والی قوم ہے۔

چنانچہ دو قاصد بارگاہ رسالت پناہ میں یہ نامہ لائے۔ حضور نے ان دونوں سے فرمایا۔

فما تقولان انتما۔ تم دونوں اس خبیث کے متعلق کیا کہتے ہو دونوں نے جواب دیا۔

نقول کما قال۔ ہم وہی کہتے ہیں جو مسیلمہ نے کہا۔ حضور نے فرمایا

اما واللہ لولا ان الرسل لا تقتل لضربت اعناقکما۔

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصد کو قتل نہ کیا جائے تو میں تم دونوں کی گردن مار دیتا۔ پھر حضور نے یہ جواب تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب۔ السلام علی من اتبع الھدی۔ اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔

یہ جواب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ جھوٹے مدعی کی طرف ہے سلام اس پر جو تبع ہدایت ہو بعد اس کے مطلع رہ کہ یقیناً زمین اللہ کی ہے اس کا وارث اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وہی بناتا ہے اور انجام پرہیزگاروں کے حق میں ہے۔

چنانچہ یہ خبیث سولہ سال تک رہا پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لشکر مسلمین کے ساتھ اس پر جہاد کیا۔ آخر کار حضرت وحشی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ یہ وہی وحشی ہیں جن کے ہاتھ سے زمانہ جاہلیت میں حضور کے چچا حضرت حمزہ شہید ہوئے تھے۔ چنانچہ وحشی کہا کرتے تھے۔

قتلت فی جاھلیتی خیر الناس وفی اسلامی شر الناس۔

میں نے اپنی جاہلیت میں بہترین ہستی شہید کی اور اسلام میں شر الناس کو ہلاک کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس قتل میں عبد اللہ بن زید انصاری وحشی کے ساتھ تھے۔ وحشی نے برچھا مار کر اسے گرایا اور عبد اللہ نے تلوار سے اسے ہلاک کیا۔

وہ کہا کرتے تھے کہ یسألنی الناس عن قتلہ۔ فقلت ضربت وھذا طعن۔

لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں مسیلمہ کے قتل کو تو میں کہتا ہوں کہ مارا میں نے اور وحشی نے برچھے سے گرایا۔

تیسرا قبیلہ بنی اسد سے طلیحہ بن خویلد نکلا۔ اس نے بھی دعوی نبوت کیا۔

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کے قیادت میں اس پر سریہ بھیجا۔ مقاتلہ ہوا۔ آخر یہ بھاگا۔ اور ملک شام کی طرف جا چھپا۔ پھر مسلمان ہوا اور اسلام میں اچھا رہا۔

اور سات مرتدین عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوئے۔

(۱) فزارہ جو قوم عیینہ بن حصن سے تھا۔

(۲) غطفان جو قوم قرہ بن سلمہ قشیری سے تھا۔

(۳) بنو سلیم۔ جو قوم فجاءۃ بن عبد یالیل سے تھا۔

(۴) بنو یربوع جو قوم مالک بن نویرہ سے تھا۔

(۵) بنی تمیم کی بعض قوم سجاح بنت المنذر کاہنہ نے دعوی نبوت کیا اور پھر اس نے مسیلمہ سے رشتہ ازدواج کر لیا اور صحیح قول یہ ہے کہ سجاح بعد میں مسلمان ہوگئی اور اس کا اسلام اچھا رہا۔

(۶) کندہ جو قوم اشعث بن قیس سے تھا۔

(۷) بنو بکر بن وائل بحرین میں جو قوم حطم بن زید سے تھا۔

ان کے لیے اللہ تعالے نے حضرت صدیق کو کافی کیا۔ ان کے ہی زمانہ میں یہ سب مرتدین ختم ہو گئے۔

اور ایک فرقہ عہد عمر رضی اللہ عنہ میں مرتد ہوا۔

وہ غسان قوم جبلہ بن ایہم سے تھا۔ یہ ملک شام میں اپنی ردۃ میں ہی مر گیا ایک قول یہ ہے کہ بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔

ایک روایت ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے احبار شام کو تحریر فرمایا کہ جبلہ ایک ٹکڑی کے ساتھ ہماری طرف آیا اور اسلام لا چکا ہے تو اس کا احترام کرنا۔ پھر یہ مکہ معظمہ آیا اور طواف میں مشغول تھا کہ بنی فزارہ کے ایک آدمی کے پیر میں اس کا تہبند دب گیا جبلہ نے اس کے طمانچہ مارا اس سے اس کی ناک کچل گئی اور دو دانت آگے کے جنہیں ثنایا کہتے ہیں ٹوٹ گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ طمانچہ آنکھ پر پڑا جس سے اس آنکھ نکل پڑی تو فزاری نے جبلہ پر دعوے کر دیا فیصلہ ہوا کہ معاف کرے یا قصاص لے۔

جبلہ نے فزاری سے کہا تو مجھ سے قصاص لے گا باآنکہ میں بادشاہ ہوں۔ مختصر یہ کہ اس نے دوسرے دن تک مہلت طلب کی اور ملک شام میں اپنے بنی اعمام سے جا ملا اور مرتد ہو گیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ وہ اپنے اس فعل پر بہت نادم ہوا اور اسی ندامت میں اس نے چند شعر کہے اور وہ یہ ہیں۔

تنصرت بعد الحق عارا للطمت ولم یک فیها لو صبرت لها غدر

فادرکنی منها الجاج حمیتہ فبعت لها العین الصحیحۃ بالعور

فیا لیت امی لم تلدنی ولیتنی

صبرت علی القول الذی قالہ عمر (روح المعانی)

اس آیت کریمہ سے بعض روایات میں جو حضرت مولائے کائنات اسد اللہ شیر خدا کے متعلق فضیلت آئی ہے کہ آپ نے نماز کی حالت میں سائل کو انگوٹھی دے دی (اعطاء الخاتم للسائل فی الصلوٰۃ) اس سے خلافت اول حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب پر زور دینے والا طبقہ مذہب امامیہ ہے جس پر اہل سنت ان احادیث کو پیش کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے اکثر نے بارگاہ رسالت میں خلیفہ کیلئے استفسار چاہا۔ چنانچہ

امام احمد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں قیل یا رسول اللہ من نؤمر بعدک قال ان تؤمروا ابا بکر رضی اللہ عنہ تجدوہ امینا زاھدا فی الدنیا راغبا فی الاخرۃ وان تؤمروا عمر رضی اللہ عنہ تجدوہ قویا امینا لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم وان تؤمروا علیا ولا اراکم فاعلین تجدوہ ھادیا مھدیا یاخذ بکم الصراط المستقیم۔

عرض کیا گیا حضور کون آپ کے بعد مامور ہو حضور نے فرمایا اگر تم ابو بکر کو منتخب کرو تو انہیں تم پاؤ گے امین زاہد دنیا میں۔ راغب آخرت میں۔

اور اگر عمر رضی اللہ عنہ کو منتخب کرو تو انہیں پاؤ گے قوت والا امانت دار کسی ملامت کنندہ کا خوف نہ کرنے والا۔

اور اگر علی کو منتخب کرو تو میں تمہیں ایسا کرنے والا نہیں دیکھتا تو انہیں پاؤ گے ہادی مہدی پکڑے گا تمہیں صراط مستقیم کے ساتھ (روح المعانی)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ٘ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

اے ایمان والو تم میں سے جو اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم لائے گا کہ وہ اللہ کی پیاری ہے اور اللہ ان کا پیارا ہے مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور

اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

مرتدین کا مقابلہ کرنے والی جماعت وہ ہوگی جو اللہ کو پیاری اور اللہ انہیں پیارا ہوگا یہ صفت جن کی ہے ان کے متعلق مفسرین کے چار قول ہیں۔

(۱) ایک قول یہ ہے جو حضرت حسن قتادہ رضی اللہ عنہما اجمعین سے ہے کہ یہ لوگ حضرت صدیق اکبر اور ان کے اصحاب ہیں۔ جنہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتدین اور منکرین زکوۃ پر جہاد کیا۔

(۲) عیاض بن غنم اشعری فرماتے ہیں کہ یہ آیت جب نازل ہوئی سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو موسیٰ تمہاری قوم وہ قوم ہے جن کے حق میں یحبہم و یحبونہ آیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اہل یمن ہیں جنکی تعریف بخاری ومسلم میں آئی اور جن کے متعلق حضور نے فرمایا انی لاجد ریح الرحمن من قبل الیمن۔ مجھے یمن کی طرف سے خدا پرستی کی خوشبو آرہی ہے۔

سدی کہتے ہیں یہ آیت انصار کی شان میں نازل ہوئی جنہوں نے حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کی معہ مہاجرین کے خدمت کی۔

مذکورہ بالا اقوال میں کوئی اختلاف یا منافات نہیں۔

اس لیے کہ ہر چار طبقہ کے حضرات ان صفات سے متصف ہیں اور ان کے فضائل ومناقب صحابہ میں آچکے ہیں (روح المعانی)

لا یخافون لومۃ لائم۔ انہیں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ ہوگی۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ فضل اللہ سے مراد دی ہوئی نعمتیں جسے چاہے عطا کرے۔

واللہ واسع علیم۔ اللہ تعالے کا فضل ورحمت وسیع ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۔ تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور رکوع میں جھکے ہوئے ہیں

شان نزول: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بار عبد اللہ بن سلام بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ہمارے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہود نے ہم کو چھوڑ دیا اور آپس میں قسمیں کھالیں ہمارے ساتھ میل ملاپ نہ کریں گے حضور ہمارے گھر دور ہیں اور

ہمارے بیٹھنے کا مقام کہیں نہیں نہ ہم سے بات کرنے کو کوئی جماعت ہے سوا اپنی قوم کی مجلس کے انہوں نے جب ہمیں دیکھا کہ ہم حضور پر ایمان لاچکے ہیں اور ہم نے حضور کی تصدیق کی ہے تو انہوں نے ہم سے تعلق توڑ لیا اور فیصلہ کر لیا کہ وہ ہم میں نہ بیٹھیں گے اور نہ نکاح کریں گے نہ مکالمہ کریں گے تو یہ بات ہم پر بہت گراں ہے تو حضور نے انہیں بشارت دی کہ ان کی دوستی کی تمہیں کیا حاجت ہے تمہارا دوست اللہ اور اس کا رسول اور خاص مومنین ہیں۔

بعض نے کہا کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی۔

حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لائے تو حضور نے ملاحظہ فرمایا کہ لوگ قیام و رکوع میں ہیں اور ایک سوالی کھڑا ہے تو حضور نے اس سے فرمایا۔

هل اعطاك احد شيئا فقال نعم خاتما من فضة فقال من اعطاك فقال ذالك القائم واومأ الى على كرم الله وجهه فقال النبى صلى الله عليه وسلم فى اى حال اعطاك فقال وهو راكع فكبر النبى صلى الله عليه وسلم ثم تلا هذه الاية۔

ترجمہ۔کیا تجھے کسی نے کچھ دیا عرض کی جی ہاں ایک چاندی کی انگوٹھی حضور نے فرمایا تجھے کس نے دی تو عرض کی اس کھڑے ہوئے آدمی نے حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ کی طرف اشارہ کیا فرمایا انہوں نے جب تجھے انگوٹھی دی تو یہ کس حال میں تھے عرض کی کہ وہ رکوع میں تھے تو حضور نے تکبیر فرمائی اور یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔ انما وليكم الله ورسوله والذين امنوا الذين الخ

اور حضرت حسان نے اسی وقت یہ اشعار فرمائے۔

اَبَا حَسَنٍ تَفْدِيْكَ نَفْسِىْ وَمُهْجَتِىْ ... وَكُلُّ بَطِيْئٍ فِى الْهُدٰى وَمُسَارِعٍ
اَيَذْهَبُ مَدْحِيْكَ الْمُعَبَّرُ ضَائِعًا ... وَمَا الْمَدْحُ فِىْ جَنْبِ الْاِلٰهِ بِضَائِعٍ
فَاَنْتَ الَّذِىْ اَعْطَيْتَ اِذْ كُنْتَ رَاكِعًا ... زَكٰوةً فَدَتْكَ النَّفْسُ يَا خَيْرَ رَاكِعٍ

فَاَنْزَلَ فِيْكَ اللّٰهُ خَيْرَ وَلَايَةٍ
وَاَثْبَتَهَا اَثْنٰى كِتَابَ الشَّرَائِعِ

ترجمہ:۔ اے علی ابوالحسن آپ پر ہماری جانیں اور ہر ہدایت یافتہ قربان ہو۔ آپ کا مدح گو کبھی برباد نہ ہوگا۔ آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے رکوع کرتے کرتے زکوۃ ادا کی۔ اے بہترین رکوع والے تم پر میری جان فدا اللہ تعالے نے بہترین آیت اتاری اور اسے قرآن جیسی شریعت کی کتاب میں محفوظ کر دیا روح المعانی۔

اور ولی کی تعریف میں آلوسی لکھتے ہیں
ولی کا لفظ متولی کے معنی میں ہے یعنی جو تمام نظام امور پر منتظم ہو اور تصرفات میں مستحق۔
راغب مفردات میں کہتے ہیں والولایۃ تولی الامر ولایت سے مراد کسی کام کا نظام کرنا ہے مفصل تحقیق راغب پہلے گذر چکی ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

وہم راکعون کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پہلے جملوں پر معطوف ہو اور دوسرے یہ کہ حال واقع ہو۔
پہلی صورت اظہر واقوی ہے (جمل)
دوسری وجہ پر دو احتمال ہیں۔
ایک یہ کہ یقیمون ویؤتون دونوں فعلوں کے فاعل سے حال واقع ہو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ وہ بخشوع وخضوع نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں (تفسیر ابو السعود)
دوسرا احتمال یہ ہے کہ صرف یؤتون کے فاعل سے حال واقع ہو اس صورت میں یہ معنی ہونگے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور متواضع ہو کر زکوٰۃ دیتے ہیں۔ جمل
بعض کا قول ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں ہے کہ آپ نے نماز میں سائل کو انگشتری صدقہ دی تھی وہ انگشتری انگشت مبارک میں ڈھیلی تھی بغیر عمل کثیر کے نکل گئی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع نہم سورۃ مائدہ پ ۶

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اے ایمان والو نہ بناؤ ان کی طرح اپنے دین کو ہنسی اور کھیل ان کی طرح جنہیں کتاب دی گئی تم سے پہلے اور کافروں کو دوست اور ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے۔

وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝

اور جب تم اذان دیتے ہو نماز کے لیے ہنسی کھیل بناتے ہیں یہ اس وجہ میں کہ وہ قوم بے عقل ہے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

فرما دیجئے اے کتاب والو کیا برا لگا تمہیں ہم سے یہی نا کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو ہماری طرف اترا اور جو اترا ہم سے پہلے اور بے شک اکثر تمہارے فاسق ہیں۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۝

فرما دیجیے کیا بتا دوں میں تمہیں ان بدتر لوگوں کو اللہ کے نزدیک ہیں جو ملعون ہیں اللہ کے اور غضب کیا ان پر اور کر دیا ان میں سے بندر اور سور اور پجاری شیطان کے یہ وہ ہیں جن کا ٹھکانہ برا ہے اور گمراہ سیدھی راہ سے۔

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا یَكْتُمُوْنَ ۝

اور جب آئیں تمہارے پاس تو کہتے ہیں ایمان لائے ہم اور وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ چھپا رہے ہیں۔

وَتَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

اور تم دیکھو گے بہتوں کو ان میں سے دوڑتے ہیں گناہ میں اور زیادتی میں اور حرام خوری میں بے شک بہت برے کام کرتے ہیں۔

لَوْلَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ۝

انہیں کیوں منع نہیں کرتے درویش اور پادری گناہ کی بات سے اور حرام خوری سے بیشک بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ وَلَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ

اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے باندھے جائیں ان کے ہاتھ اور لعنت کئے گئے اس سے جو کہا بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں عطا فرماتا ہے جیسے چاہے اور ان میں بہتوں کو ترقی ہوگی جو اے (محبوب) یہ جو اترا تمہاری طرف تمہارے رب سے شرارت اور کفر میں اور ڈالا ہم نے ان میں عداوت

الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا
اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ
اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

اور بعض قیامت تک جب کبھی بھڑکائیں آگ لڑائی کے لیے اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور دوڑتے ہیں زمین میں فساد کو اور اللہ نہیں پسند کرتا فساد کرنے والوں کو۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا
لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ
النَّعِيْمِ ۝

اور اگر کتاب والے ایمان لاتے اور پرہیزگار ہو جاتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور داخل کرتے باغیچوں میں نعمت کے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ
اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ
وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ
وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور اگر وہ قائم رکھتے توریت اور انجیل اور جو نازل ہوا ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے تو وہ کھاتے رزق اوپر سے اور پاؤں تلے سے ان میں سے کچھ اعتدال پر ہیں اور بہت سے ان میں سے برے کام کرتے ہیں۔

حل لغات رکوع نہم سورہ مائدہ پ ۶

یاایہا۔ اے	الذین۔ لوگو	امنوا۔ جو ایمان لائے ہو	لا۔ نہ
تتخذوا۔ پکڑو	الذین۔ ان کو جنہوں نے	اتخذوا۔ پکڑا	دینکم۔ تمہارے دین کو
ھزوا۔ ٹھٹھا	و۔ اور	لعبا۔ کھیل	من الذین۔ ان سے
اوتوا۔ جو دیے گئے	الکتاب۔ کتاب	من قبلکم۔ تم سے پہلے	و۔ اور
الکفار۔ کافروں کو	اولیاء۔ دوست	و۔ اور	اتقوا۔ ڈرو
اللہ۔ اللہ سے	ان۔ اگر	کنتم۔ ہو تم	مومنین۔ مومن
و۔ اور	اذا۔ جب	نادیتم۔ بلاتے ہو تم	الی۔ طرف
الصلوٰۃ۔ نماز کی	اتخذو۔ پکڑتے ہیں	ھا۔ اس کو	ھزوا۔ مذاق
و۔ اور	لعبا۔ کھیل	ذلک۔ یہ	بانہم۔ اسلیے ہے کہ وہ
قوم۔ قوم ہیں	لا۔ نہ	یعقلون۔ عقل والے	قل۔ کہہ

یا - اے	اھل الکتاب - کتاب والو	ھل - نہیں	تنقمون - برا لگا تم کو
منا - ہم سے	الا - مگر	ان - یہ کہ	امنا - ہم ایمان لائے
باللہ - اللہ پر	و - اور	ما - جو	انزل - اتارا گیا
الینا - ہماری طرف	و - اور	ما - جو	انزل اتارا گیا
من قبل - پہلے	و - اور	ان - بیشک	اکثر - اکثر
کم - تمہارے	فسقون - فاسق ہیں	قل - کہہ	ھل - کیا
انبئکم - بتاؤں میں تم کو	بشر - برا	من ذلک - اس سے	مثوبۃ - ثواب میں
عند - نزدیک	اللہ - اللہ کے	من - وہ	لعنہ - جسکو لعنت کی
اللہ - اللہ نے	و - اور	غضب - ناراض ہوا	علیہ - اس پر
و - اور	جعل - بنائے	منھم - ان سے	القردۃ - بندر
و - اور	الخنازیر - خنزیر	و - اور	عبد - پجاری
الطاغوت - بتوں کے	اولئک - یہ لوگ	شر - برے ہیں	مکانا - جگہ میں
و - اور	اضل - گمراہ ہیں	عن سواء السبیل - سیدھی راہ سے	
و - اور	اذا - جب	جاءو - آتے ہیں	کم - تمہارے پاس
قالوا - کہتے ہیں	امنا - ہم ایمان لائے	و - اور	قد - بیشک
دخلوا - داخل ہوئے	بالکفر - ساتھ کفر کے	و - اور	ھم - وہ
قد - بیشک	خرجوا - نکلے	بہ - ساتھ اسکے	و - اور
اللہ - اللہ	اعلم - خوب جانتا ہے	بما - جو	کانوا - وہ
یکتمون - چھپاتے ہیں	و - اور	تری - دیکھے گا تو	کثیرا - بہتوں کو
منھم - ان میں سے	یسارعون - دوڑتے ہیں	فی - بیچ	الاثم - گناہ کے
و - اور	العدوان - زیادتی کے	و - اور	اکلھم - کھانا انکا
السحت - حرام کو	لبئس - برا ہے	ما - جو	کانوا - وہ
یصنعون - کرتے ہیں	و - اور	قالت - کہا	الیھود - یہودیوں نے
ید - ہاتھ	اللہ - اللہ کا	مغلولۃ - بند ہے	غلت - بند ہوئے
ایدیھم - انکے ہاتھ	و - اور	لعنوا - لعنت کیے گئے	بما - بدلے

قالوا۔کہنے لگے	بل۔بلکہ	یداہ۔اس کے ہاتھ	مبسوطتن۔فراخ ہیں
ینفق۔خرچ کرتا ہے	کیف۔جیسے	یشاء۔چاہے	و۔اور
لیزیدن۔زیادہ کرتا ہے	کثیرا۔بہت کو	منہم۔ان میں سے	ما۔جو
انزل۔اتارا گیا	الیک۔تیری طرف	من ربک۔تیرے رب سے	طغیانا۔سرکشی
و۔اور	کفرا۔کفر	و۔اور	القینا۔ڈالی ہم نے
بینہم۔ان میں	العداوۃ۔دشمنی	و۔اور	البغضاء۔ناراضگی
الی۔طرف	یوم۔دن	القیمۃ۔قیامت کے	کلما۔جب بھی
اوقدوا۔جلائی انہوں نے	نارا۔آگ	للحرب۔جنگ کی	اطفا۔بجھایا
ھا۔اس کو	اللہ۔اللہ نے	و۔اور	یسعون۔کوشش کرتے ہیں
فی۔بیچ	الارض۔زمین کے	فسادا۔فساد کی	و۔اور
اللہ۔اللہ	لا۔نہیں	یحب۔پسند کرتا	المفسدین۔فسادیوں کو
و۔اور	لو۔اگر	ان۔بے شک	اھل الکتاب۔کتاب والے
امنوا۔لاتے ایمان	و۔اور	اتقوا۔پرہیزگار ہوتے	لکفرنا۔تو دور کرتے ہم
عنہم۔ان سے	سیاٰتہم۔انکی برائیاں	و۔اور	لادخلنہم۔داخل کرتا ان کو
جنت۔جنت	النعیم۔نعمتوں والی میں	و۔اور	لو۔اگر
انہم۔وہ	اقاموا۔قائم کرتے	التوراۃ۔تورات	و۔اور
الانجیل۔انجیل	و۔اور	ما۔جو	انزل۔اتارا گیا
الیہم۔انکی طرف	من ربہم۔انکے رب سے	لاکلوا۔تو کھاتے	من فوقہم۔اپنے اوپر سے
و۔اور	من تحت۔نیچے	ارجلہم۔اپنے پاؤں سے	منہم۔ان میں سے
امۃ۔ایک جماعت	مقتصدۃ۔میانہ رو ہے	و۔اور	کثیر۔بہت سے
منہم۔ان میں سے	ساء۔برا ہے	ما۔جو	یعملون۔وہ کرتے ہیں

مختصر تفسیر رکوع نہم سورہ مائدہ پ۶

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ

قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ہ

اے ایمان والو نہ پکڑو انہیں جنہوں نے پکڑا تمہارے دین کو ہنسی کھیل۔ وہ جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے اور کافروں کو اپنا دوست اور ڈرو اللہ سے اگر ایمان رکھتے ہو۔

شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ رفاعہ بن زید بن تابوت اور سوید بن حرث دونوں بظاہر مسلمان ہوگئے تھے۔ بعد میں منافق ہوگئے۔ بعض مسلمان ان سے محبت رکھتے تھے اور ان سے اپنے تعلقات قائم کیے ہوئے تھے تو اللہ تعالے نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور ظاہر کیا کہ محض زبان سے اظہار ایمان کرنا اور دل میں کفر مخفی رکھنا۔ دین کو ہنسی کھیل بنانا ہے۔

هُزُوًا وَّلَعِبًا۔ روح المعانی میں ہزء کے متعلق صحاح میں سخریہ استعمال ہوا ہے اور محاورہ میں اخفش سے مروی ہے۔ واستھزئت بہ واستھزئت وھزأت بہ بھی ہے ھزئ اور ھزأت عن ابی زید ورجل ھزأۃ بالتسکین ای یھزأ بہ۔ ابی زید سے ہے کہ آدمی نے استہزاء کیا کبھی تسکین کے پہلو سے وھزأۃ بالتحریک ھزء بالناس بھی محاورہ میں آتا ہے۔

اس کی چار صورتیں ہیں۔

اول هُزُؤٌ بضم الزاء مع الھمزۃ۔ یہی اصل لغت ہے اور اجود محاورہ ہے۔

ثانی هُزُوٌ بضم الزاء مع ابدال الھمزۃ۔

ثالث هُزْءٌ باسکان الزاء مع الھمزۃ۔

رابع هُزَيٌ کبدی اور قراء نے اخیر کے سوا تینوں کو جائز مانا ہے۔

اور لعب ضد الجد کما فی القاموس وفی مجمع البیان

ھو الاخذ علی غیر طریق الجد و مثلہ عبث واصلہ من لعاب الصبی۔ یقال لعب یلعب ومنع اذا سال لعابہ وخرج الی غیر جھتہ (روح المعانی)

یعنی جن لوگوں نے تمہارے دین اسلام کو مذاق و دل لگی بنا لیا ان کو دوست نہ بناؤ اس لیے کہ بت پرست مشرک جو اہل کتاب سے بھی بدتر ہیں (خازن) اور حقیقت بھی یہی ہے کہ خدا کے دشمنوں سے دوستی کرنا ایماندار کا کام نہیں۔

وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ہ

اور جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو (یعنی اذان کہتے ہو) تو اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں یہ اس وجہ سے کہ نرے بے عقل لوگ ہیں۔

شانِ نزول: بیہقی دلائل میں بطریق کلبی ابی صالح سے وہ حضرت ابن عباس سے ناقل ہیں۔

قال کان منادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نادی بالصلوٰۃ فقام المسلمون الیہا قالت الیہود قد قاموا لا قاموا فاذا راوہم رکعا وسجدا استھزء وابہم وضحکوا منہم۔

مؤذن جب ندا بالصلوٰۃ کرتا تو مسلمان اس طرف جانے کو کھڑے ہوتے تو کہتے یہود کھڑے ہوئے نماز قائم کرنے کو جب ندا بالصلوٰۃ کرتا تو جب وہ دیکھتے رکوع اور سجدے میں تو مذاق اڑاتے اور ہنستے سر نیچے کو ٹھے اوپر اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور ابن جریر وغیرہ سدی سے راوی ہیں کہ مدینہ طیبہ میں جب لوگ (مؤذن) اذان میں اشہد ان محمد ارسول اللہ کہتا تو ایک نصرانی کہا کرتا حرق الکاذب جل جائے جھوٹا۔ ایک شب اس کا نوکر آگ لایا وہ اور اس کے گھر کے لوگ سورہے تھے آگ سے ایک شرارہ اڑا اور تمام گھر میں آگ لگ گئی وہ نصرانی مردود اور اس کے گھر کے سب لوگ جل کر اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے۔ (خازن)

الیسوں کے لیے فرمایا قوم لا یعقلون اس لیے کہ ایسی سفیہانہ حرکات ایسے ہی سفیہ اور جاہل کر سکتے ہیں۔ روح المعانی

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اذان نص قرآنی سے ثابت ہے۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۔ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَیْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِیْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ اُولٰٓىٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۝

آپ فرما دیجئے کہ اے کتاب والو تمہیں کیا برا لگا ہمارا یہی نا کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور اس پر جو پہلے اترا اور حقیقت میں تم میں سے بہت فاسق اور بے قانونے ہیں۔ فرمائیے کیا میں بتا دوں جو اللہ کے ہاں اس سے بدتر درجہ میں ہیں وہ جن پر لعنت کی اللہ نے اور غضب کیا ان پر اور ان میں سے کر دیئے بندر اور سور اور شیطان کے پوجنے والے ان کا ٹھکانہ زیادہ برا ہے اور یہ سخت ترین گمراہ ہیں سیدھی راہ سے۔

یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کیں، حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کی شان و مراتب بیان فرمائے اور ان کو برحق فرمایا۔ اس لیے قُل سے خطاب ہے۔

هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّا۔ کے معنی علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں

تمہیں ہمارا کیا برا لگا اور تم ہم میں کیا عیب دیکھتے ہو اور وہ محاورہ نَقَمَ مِنْہُ کَذَا سے ہے جبکہ اس کو برا سمجھے اور ناپسند کرے سزا سے اور حسن نے تَنْقَمُونَ بفتح قاف پڑھا ہے یعنی باب عَلِمَ یَعْلَمُ سے اور یہ بھی ایک قلیل لغت ہے اور زجاج نے کہا نَقَمَ فتحہ اور کسرہ دونوں سے جائز ہے اور اس کا معنے ہے کسی چیز سے انتہا درجے کی نفرت۔ اور عبداللہ بن قیس کا شعر شہادت میں پیش کیا۔

"انہوں نے بنی امیہ میں اور کوئی عیب نہ پایا سوا اس کے کہ وہ جلتے ہیں کہ وہ غضب ناک ہیں۔

اور نہایہ میں ہے کہ نقم ینقم اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ کراہت ناراضگی کی حد تک ہو جائے۔

اور اسی سے زکوٰۃ کی حدیث بھی ہے کہ ابن جمیل صرف اس لیے عیب لگاتا ہے کہ وہ فقیر تھا اللہ نے اسے غنی کر دیا یعنی وہ زکوٰۃ دینے میں یہی عیب رکھتا ہے کہ اللہ کی نعمت کا انکار کرتا ہے۔

اور راغب کہتے ہیں کہ نقم کی تفسیر یہ ہے کہ جس کا انکار کیا جائے اور عیب لگایا جائے اور اس کا معنے ہے انکار کرنا خواہ زبان سے ہو یا سزا سے

شان نزول:۔ سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جماعت آئی جن میں ابو یاسر ابن اخطب۔ رافع بن ابی رافع۔ عازر۔ اشیع وغیرہ یہود کے پادری بھی تھے انہوں نے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ انبیاء میں سے کس کس کو مانتے ہیں اور اس سوال سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر یہ عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانیں تو وہ آپ کی نبوت پر ایمان لے آئیں۔

مگر حضور نے ان کو جواب دیا کہ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اور جو اس نے نازل فرمایا۔ اور جو ہم سے پہلے نازل ہوا۔ یعنی حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب و اسباط پر نازل ہوا۔ اور جو حضرت موسیٰ و عیسیٰ پر اترا یعنی توراۃ و انجیل اور جو نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا۔ سب کو مانتا ہوں لانفرق بین احد من رسلہ ہم انبیائے کرام میں فرق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں۔

جب انہیں معلوم ہوا کہ حضور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت بھی تسلیم فرماتے ہیں۔ تو وہ آپ کی نبوت کے منکر ہو گئے اور کہنے لگے جو عیسیٰ کو مانے ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا کہ تم اور تمہارا ایمان محض عداوت و دشمنی پر ہے اسلام جیسے دین برحق کو تمہارا تسلیم نہ کرنا محض اس عناد پر ہے کہ تمہیں عیسیٰ علیہ السلام سے عداوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے تم پر لعنت کی اور غضب فرمایا تمہارے پہلے لوگوں میں سے اکثر مسخ کیے گئے۔ بندر اور

سوروں کی شکلوں میں اور جو عبد الطاغوت شیطان کے پوجنے والے ہیں اور بدترین ہیں انکا ٹھکانہ اور تمہارا مقام جہنم ہے کیونکہ تم سیدھی راہ سے بدترین طریقہ پر گمراہ ہو۔ خازن۔ روح المعانی

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ٥

اور جب وہ آئیں آپ کے پاس تو کہیں ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ آتے وقت بھی کفر میں ہوتے ہیں اور جاتے وقت بھی کافر ہی ہوتے ہیں اور اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہوتے ہیں۔

شان نزول: ۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ یہودیوں کی ایک جماعت کے لیے نازل ہوئی جو حضور کی خدمت میں حاضر آکر ایمان و اخلاص کا اظہار کرتے اور اپنے کفر و ضلال کو مخفی کر کے واپس جاتے۔ اللہ تعالے نے اپنے حبیب کو اس وحی کے ذریعہ ان کی بدباطنی منکشف فرمائی اور بتا دیا کہ یہ آتے وقت بھی کافر ہی تھے اور آپ کی خدمت سے رخصت ہوتے ہوئے بھی بے ایمان ہی تھے۔ ان کا زبانی اقرار محض دہوکہ اور فریب ہے (روح المعانی) مسلمان ان سے دھوکہ کھا کر نقصان نہ اٹھائیں اور ہوشیار رہیں۔

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ٥

اور آپ دیکھیں گے ان میں سے بہت سے کہ گناہ اور زیادتی اور حرامخوری پر دوڑتے ہیں بے شک بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔ انہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور فقیہ گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے بیشک بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

ترٰی: حضور علیہ السلام کو خطاب ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کی نگاہ مبارک ہر ظاہر و باطن چیز کو ملاحظہ فرماتی تھی۔ کثیر سے مراد یہود کے علماء ہیں جن کا کفر پر مرنا علم الٰہی میں آچکا ہے۔

یسارعون ۔ والمسارعۃ مبادرۃ الشیٔ بسرعۃ و ایثار۔ مسارعت کے معنی مبادرت کسی چیز کی سرعت و ایثار سے ہے والمراد بالاثم الحرام وقیل الکذب۔ اثم سے مراد حرام اور جھوٹ ہے وقیل المراد بہ الکفر۔ ایک قول یہ ہے کہ اثم کے معنی کفر کے ہیں۔ یعنی گناہ کفر و نفاق۔

والمراد بالعدوان الظلم او مجاوزۃ الحد فی المعاصی وقیل الاثم ما یختص بہم و العدوان ما یتعدی الی غیرہم اور عدوان سے مراد ظلم ہے یا حد سے متجاوز ہو کر عصیان میں پڑنا اور ایک قول یہ ہے کہ اثم وہ ہے کہ مختص بذات فاعل ہو اور عدوان وہ ہے جو کہنے والے سے متجاوز

ہو کر غیر تک اپنا فتنہ پہنچائے۔

واکلھم السحت میں سُحت کے ماتحت ہے ای الحرام مطلقا وقال الحسن الرشوۃ فی الحکم والتنصیص سُحت سے حرام مطلق مراد ہے اور حسن فرماتے ہیں اس سے مراد رشوت ہے مزید توضیح اس سے قبل رکوع ششم سورہ مائدہ میں گزر چکی۔

اور ربانیون و احبار کی تشریح میں فرماتے ہیں قال الحسن الربانیون علماء الانجیل و الاحبار علماء التوریۃ۔

وتری کثیرا منھم یعنی یہودیوں میں اکثر کو آپ دیکھیں گے گناہ میں سارعت کرنے والا۔ اور گناہ ہر معصیت کو کہتے ہیں۔ بعض مفسرین اس طرف گئے کہ گناہ یہود یہ تھا کہ وہ تورات کے مضامین کو چھپاتے اور اس سے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف و محاسن تھے انہیں مخفی کرنا اور عدوان و زیادتی سے تورات کے اندر اپنی طرف سے اپنی خواہش کے مطابق گھٹا بڑھا دینا اور رشوتیں لے کر حرامخوری میں پڑنا مراد ہے (خازن)

اور ربانیین اور احبار ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے لبوں پر مہر خاموشی لگائے ہوئے بیٹھے ہوتے تھے جو ان کے فرض منصبی کے خلاف تھا اس لیے ان پر توبیخاً ارشاد ہوا اس سے یہ مستفاد ہوا کہ علماء کے ذمہ نصیحت کرنا بدی سے روکنا واجب ہے۔ کما قال علیہ السلام اذا رای منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ ولیس وراء ذلک حبۃ خردل من الایمان اور الساکت عن الحق شیطان اخرس دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ منکر و ممنوع فعل دیکھ کر ہاتھ سے روکا جائے اگر اس کی قوت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں برا سمجھے اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی دل میں ایمان نہیں۔ دوسری حدیث میں فرمایا حق گوئی سے سکوت کرنے والا گونگا شیطان ہے۔ اور یہ سکوت و خاموشی علماء کے لیے بمنزلہ اثم و گناہ ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ○

اور کہتے ہیں یہود اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے ان کے ہاتھ ہی باندھے جائیں اور ان پر لعنت ہے اس

کہنے سے بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں خرچ کرتا ہے جیسے چاہے اور یقیناً زیادتی ہوگی بہتوں کو ان میں سے شرارت اور کفر میں اس سے جو لے محبوب تمہاری طرف اترا تمہارے رب کی طرف سے اور ہم نے ڈالی ان میں عداوت اور بیر قیامت تک جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور وہ دوڑتے پھرتے ہیں زمین میں فساد کے لیے اور اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیہ کریمہ کے شان نزول میں سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ اور ضحاک فرماتے ہیں کہ یہود اول اول نہایت خوشحال اور دولتمند تھے جب حضور کی دعوت اسلام سے انہوں نے نافرمانی کی ان کی خوشحالی میں کمی ہونے لگے اور جو فراخی تھی وہ تنگی سے بدل گئی تو فنحاص بن عازوراء یا بروایتے نباش بن قیس نے جو رؤساء یہود تھے اور قینقاع کی برادری میں تھے بکنا شروع کیا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے یعنی معاذ اللہ وہ رزق دینے اور خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے۔ اس پر عام یہود بھی ہمنوا بن گئے کسی نے اسے ایسا کہنے سے نہ روکا۔ لہٰذا جناب باری تعالےٰ کی طرف سے قوم یہود کا یہ مقولہ قرار دیا گیا اور اس کا رد اس طرح فرمایا۔

غُلَّتْ اَیْدِیْہِمْ ان کے ہاتھ باندھے جائیں اس ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ دنیا میں بخیل ترین قوم یہود ہو گئی یا یہ معنی ہیں کہ ان کے ہاتھ جہنم میں باندھے جائیں گے اور جہنم میں ایسے ڈالا جائے گا یہ جہنم میں مزید سزا ان کی اس بکواس اور بکواس کرنے والے کی ہمنوائی میں ملے گی بل یداہ مبسوطتن ینفق کیف یشاء بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں وہ جواد و کریم ہے جسے جس طرح جتنا چاہے جب چاہے جیسے چاہے دے - روح المعانی

ولیزیدن کثیرا منہم الآیتہ - ان میں سے علماء اور ان میں سے بہتوں کی شرارت و کفر بڑھے گی - الی آخرہ یعنی جتنا قرآن پاک نازل ہوگا اور اپنی ہدایت کی روشنی سے اہل قبول کی آنکھیں روشن کرے گا ان کا حسد و عناد بڑھتا جائے گا اور وہ قرآن اور صاحب قرآن کے ساتھ کفر و سرکشی میں زیادہ ہی ہوتے جائیں گے اور ہم نے ان میں عداوت اور بغض ڈال دیا ہے جو قیامت تک رہے گا - حتیٰ کہ ان میں لڑائی جھگڑے کی آگ بھڑکتی رہے گی اور اللہ اسے بجھاتا رہے گا اور مسلمانوں پر ان کا غلبہ نہ ہونے دیگا۔

وہ فساد فی الارض - زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے رہیں گے اور اللہ کو یہ فسادی لوگ پسند نہیں۔ وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے اور ان کے دل کبھی نہ ملیں گے اور حضور کے مقابلہ پر جب تیار ہوئے اللہ نے انہیں ذلیل کیا اور ان پر اس ذلت کا اثر یہاں تک ہوا کہ جب یہود توریت کے احکام کے خلاف

ہوئے تو اللہ تعالے نے ان پر بخت نصر بابلی کو مسلط کیا۔
پھر جب فساد پھیلانے کی طرف بڑھے تو فطرس رومی کو مسلط کیا پھر اس پر مجوس کو مسلط کیا پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا تسلط ہوا اور بنی نضیر اور بنی قینقاع جلاوطن کیے گئے۔ بنی قریظہ اور اہل خیبر تید کیے گئے اور فدک پر حضور کو غلبہ دیا گیا۔ روح المعانی

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ

اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور انہیں نعمتوں کے باغوں میں لے جاتے۔

آمَنُوْا سے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ تقوٰی نیک اعمال خواہ عبادات ہوں یا معاملات۔

یعنی وہ لوگ اگر توراۃ کے مطابق سید انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اور حضور کا اتباع کرتے جیسا کہ توراۃ وانجیل میں انہیں حکم دیا گیا ہے تو انہیں اس کا اجر آخرت میں جنت کی نعمتوں سے ملے گا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ

اور اگر وہ قائم رکھتے توریت اور انجیل اور جو کچھ نازل ہوا ان کی طرف انکے رب کی طرف سے تو انہیں رزق ملتا اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے اور ان میں سے ایک جماعت اعتدال پر ہے اور بہت سے ان میں برے کام کر رہے ہیں۔

یعنی توریت وانجیل میں جو کچھ بیان ہے اور جو کچھ احکام ان پر اتارے گئے اگر وہ اس پر عمل کرتے تو چونکہ ہمارے محبوب سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف تمام کتابوں میں ہیں اس کے مطابق انہیں لازم تھا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے تو انہیں رزق ایسی فراخی سے ملتا کہ زمین کی پیداوار اور باران رحمت سے متمتع ہوتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کی پابندی اللہ ورسول کی اطاعت سے بندوں کے رزق میں وسعت ہوتی ہے اور مقتصد امت یہودیوں میں تھوڑی ہے جو حد سے تجاوز نہیں کرتی وہ حضور پر ایمان لائے جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب اَیْ طَائِفَةٌ عَادِلَةٌ غَیْرُ غَالِیَةٍ وَلَا مُقْتَصِرَةٍ كَمَا رُوِیَ عَنِ التَّابِعِ وَهُمُ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا مِنْهُمْ وَتَابَعُوا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

كما قال مجاهد والسدي وابن زيد واختاره الجبائي واولئك كعبد الله بن سلام واحزابه من اليهود وثمانية واربعون من النصارى وقيل المراد بهم النجاشي واصحابه۔

وكثير منهم ساء ما يعملون وهم الاجلاف المتعصبون ككعب بن الاشرف واشباهه والروم۔

اس سے مراد وہ جماعت ہے جو عادلہ غیر غالیہ ہے جیسا ربیع سے مروی ہے کہ وہ یہود میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور کا اتباع کیا۔

اور مجاہد۔ سدی۔ ابن زید اور جبائی کہتے ہیں کہ وہ عبد اللہ بن سلام اور ان کے اصحاب ہیں اور اڑتالیس نصاری ہیں سے۔

اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد نجاشی اور ان کے اصحاب ہیں۔

اور کثیر منہم ساء ما یعملون۔ وہ اجلاف متعصبین یہود ہیں جیسے کعب بن اشرف اور مثل اس کے اور اہالیان روم جو عناد سے مکابرہ کرتے تھے اور حق آیتوں میں تحریف روا رکھتے تھے۔ اعراض عن الحق کرتے تھے۔

باقی زیادہ وہ ہیں جو برے کام کرتے ہیں اور کفر پر اڑے ہوئے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دہم سورہ مائدہ پ ۶

يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ٥

اے رسول پہنچا دے جو کچھ نازل ہوا تیری طرف تیرے رب سے تو اگر نہ کیا تو نے تو نہیں پہنچایا تو نے اس کا پیغام اور اللہ تیرا نگہبان ہے لوگوں سے بے شک اللہ راہ نہیں دیتا قوم کفار کو۔

قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَيَزِيْدَنَّ

فرما دیجئے اے اہل کتاب نہیں ہو تم کسی شے پر جب تک نہ قائم کرو توریت اور انجیل اور جو نازل ہوا تمہاری طرف تمہارے رب سے اور بے

كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝

شک زیادتی ہوگی بہتوں کو ان سے جو نازل ہوا تمہاری طرف تمہارے رب سے شرارت اور کفر کی تو تم مایوس نہ ہو۔ غم نہ کرو کافروں کا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

بے شک جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے اور ستارہ پرست اور نصرانی ان میں سے جو سچے دل سے ایمان لائے اللہ پر اور قیامت پر اور اچھے کام کرے تو ان پر نہ کچھ خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں۔

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ۝

بے شک لیا ہم نے عہد بنی اسرائیل سے اور بھیجے ہم نے ان کی طرف رسول جب کبھی آئے ان کے پاس کوئی رسول ایسی بات لے کر جو نہیں ان کی خواہش کے مطابق ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کیا۔

وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝

اور گمان کرتے ہیں کہ نہ ہوگی کوئی سزا تو اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی پھر ان میں بہتیرے اندھے بہرے ہوگئے اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ۝

بے شک کفر کیا انہوں نے جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح بیٹا مریم کا ہے اور کہا مسیح نے اے بنی اسرائیل پوجو اللہ کو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے بے شک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو یقیناً حرام کردی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور نہیں ظالموں کا کوئی مددگار

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ

بے شک کافر ہوئے وہ جو کہتے ہیں بیشک اللہ تین خداؤں کا تیسرا ہے اور نہیں کوئی خدا مگر ایک

وَاحِدٌ ۚ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ
لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝
أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۚ وَ
اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝
مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ
خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ وَأُمُّهُ
صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انظُرْ
كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ
أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝
قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا
لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَاللَّهُ هُوَ
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝
قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي
دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ
قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا
عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝

خدا اور اگر باز نہ آئے اس سے جو کہتے ہیں تو
ضرور پہنچے گا انہیں جو کافر ہوئے دردناک عذاب
تو کیوں نہیں توبہ کرتے اللہ کی طرف اور بخشش
مانگتے اس سے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے
نہیں مسیح بیٹا مریم کا مگر ایک رسول بے شک
ہو گذرے اس سے پہلے بہت رسول اور اس
کی ماں صدیقہ ہے دونوں تھے کھانا کھاتے دیکھو
تو ہم کیسی ظاہر کرتے ہیں ان کے لیے نشانیاں پھر
دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں۔
فرما دیجئے کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو
نہیں مالک تمہارے نقصان اور نفع کا اور اللہ
وہ ہے جو سنتا اور جانتا ہے۔
فرما دیجئے اے اہل کتاب نہ زیادتی کرو اپنے
دین میں ناحق اور نہ پیروی کرو ان کی خواہشوں کی
بے شک وہ گمراہ ہو چکے پہلے سے اور بہتوں کو
گمراہ کیا اور بہک گئے سیدھی راہ سے۔

حل لغات رکوع دہم سورۃ مائدہ پ ۶

یاایھا۔اے	الرسول۔رسول	بلغ۔پہنچا دو	ما۔جو
انزل۔اتارا گیا	الیک۔تمہاری طرف	من ربک۔تمہارے رب کی طرف سے	
و۔اور	ان۔اگر	لم۔نہ	تفعل۔کیا تونے
فما۔تو نہ	بلغت۔پہنچایا تونے	رسالتہ۔اس کا پیغام	و۔اور
اللہ۔اللہ	یعصمک۔بچائیگا تم کو	من الناس۔لوگوں سے	ان۔بیشک
اللہ۔اللہ	لا۔نہیں	یھدی۔ہدایت دیتا	القوم۔قوم

الکافرین۔کفار کو	قل۔کہہ دو	یا۔اے	اھل الکتاب۔کتابیو
لستم۔نہیں ہو تم	علی۔اوپر	شئی۔کسی چیز کے	حتی۔جبتک نہ
تقیموا۔قائم کرو	التوراۃ۔توراۃ	و۔اور	الانجیل۔انجیل
و۔اور	ما۔جو	انزل۔اتارا گیا	الیکم۔تمہاری طرف
من ربکم۔تمہارے رب سے		و۔اور	لیزیدن۔زیادہ ہونگے
کثیرا۔بہت سے	منہم۔ان میں سے	ما۔اس سے جو	انزل۔اتارا گیا
الیک۔تیری طرف	من ربک۔تیرے رب سے		طغیانا۔سرکشی
و۔اور	کفرا۔کفر میں	فلا۔تو نہ	تأس۔غم کھا
علی۔اور	القوم۔قوم	الکافرین۔کافروں کے	ان۔بیشک
الذین۔وہ جو	اٰمنوا۔ایمان لائے	و۔اور	الذین۔وہ جو
ھادوا۔یہودی ہوئے	و۔اور	الصبئون ستارہ پرست	و۔اور
النصاری۔نصرانی	من۔جو	اٰمن۔ایمان لائے	باللہ۔اللہ پر
و۔اور	الیوم۔دن	الاخر۔پچھلے پر	و۔اور
عمل۔کام کرے	صالحا۔اچھے	فلا۔تو نہ	خوف۔خوف ہوگا
علیہم۔ان پر	و۔اور	لا۔نہ	ہم۔وہ
یحزنون۔غم کھائیں گے	لقد۔بیشک	اخذنا۔لیا ہم نے	میثاق۔عہد
بنی اسرائیل۔بنی اسرائیل سے		و۔اور	ارسلنا۔بھیجے ہم نے
الیہم۔انکی طرف	رسلا۔کئی رسول	کلما۔جب بھی	جاء۔آتا
ہم۔انکے پاس	رسول۔کوئی رسول	بما۔وہ چیز لیکر جو	لا۔نہ
تھوی۔چاہتے تھے	انفسہم۔انکے نفس	فریقا۔ایک فرقے کو	کذبوا۔جھٹلایا
و۔اور	فریقا۔فرقے کو	یقتلون۔قتل کرتے ہیں	و۔اور
حسبوا۔انہوں نے خیال کیا		ان۔یہ کہ	لا۔نہ
تکون۔ہوگا	فتنۃ۔فتنہ	فعموا۔پھر اندھے ہوئے	و۔اور
صموا۔بہرے	ثم۔پھر	تاب۔رجوع کیا	اللہ۔اللہ نے
علیہم۔ان پر	ثم۔پھر	عموا۔اندھے ہوئے	و۔اور

حموا ۔ بہرے   کثیروا ۔ بہت سے   منہم ۔ ان میں سے   و ۔ اور
اللہ ۔ اللہ   بصیر ۔ دیکھنے والا ہے   بما ۔ جو   یعملون ۔ وہ کرتے ہیں
لقد ۔ بے شک   کفر ۔ کافر ہوئے   الذین ۔ وہ جنہوں نے   قالوا ۔ کہا
ان ۔ بیشک   اللہ ۔ اللہ   ھوا ۔ وہ ہے   المسیح ۔ مسیح
بن ۔ بیٹا   مریم ۔ مریم کا   و ۔ اور   قال ۔ کہا
المسیح ۔ مسیح نے   یا ۔ اے   بنی ۔ اولاد   اسرائیل ۔ یعقوب
اعبدوا ۔ عبادت کرو   اللہ ۔ اللہ کی   ربی ۔ جو میرا رب ہے   و ۔ اور
ربکم ۔ تمہارا رب   انہ ۔ بے شک   من ۔ جو   یشرک ۔ شرک کرے
باللہ ۔ اللہ کے ساتھ   فقد ۔ تو بیشک   حرم ۔ حرام کی   اللہ ۔ اللہ نے
علیہ ۔ اس پر   الجنۃ ۔ جنت   و ۔ اور   ماوا ۔ ٹھکانہ
ہ ۔ اس کا   النار ۔ آگ ہے   و ۔ اور   ما ۔ نہیں
للظالمین ۔ ظالموں کیلئے   من ۔ کوئی   انصار ۔ مددگار   لقد ۔ بیشک
کفر ۔ کافر ہوگئے   الذین ۔ وہ جنہوں نے   قالوا ۔ کہا   ان ۔ بے شک
اللہ ۔ اللہ   ثالث ۔ تیسرا ہے   ثلاثۃ ۔ تین میں سے   و ۔ اور
ما ۔ نہیں   من ۔ کوئی   الہ ۔ معبود   الا ۔ مگر
الہ ۔ معبود   واحد ۔ ایک   و ۔ اور   ان ۔ اگر
لم ۔ نہ   ینتھوا ۔ باز آئے   عما ۔ اس سے جو   یقولون ۔ کہتے ہیں
لیمسن ۔ تو ضرور پہنچے گا   الذین ۔ ان کو جو   کفروا ۔ کافر ہوئے   منہم ۔ ان میں سے
عذاب ۔ عذاب   الیم ۔ دردناک   افلا ۔ کیا نہیں   یتوبون ۔ توبہ کرتے
الی ۔ طرف   اللہ ۔ اللہ کی   و ۔ اور   یستغفرونہ ۔ بخشش
مانگتے اس سے   و ۔ اور   اللہ ۔ اللہ   غفور ۔ بخشنے والا
رحیم ۔ مہربان ہے   انما ۔ اسکے سوا نہیں کہ   المسیح ۔ مسیح   بن ۔ بیٹا
مریم ۔ مریم کا   الا ۔ مگر   رسول ۔ رسول   قد ۔ بیشک
خلت ۔ گذر چکے   من قبلہ ۔ اس سے پہلے   الرسل ۔ رسول   و ۔ اور
امہ ۔ اسکی ماں   صدیقۃ ۔ صدیقہ تھی   کانا ۔ وہ تھے   یاکلان ۔ کھاتے

الطعام ۔ کھانا	انظر ۔ دیکھ	کیف ۔ کس طرح	نبین ۔ بیان کرتے ہیں ہم
لہم ۔ ان کے لیے	الآیات ۔ آیتیں	ثم ۔ پھر	انظر ۔ دیکھ
انی ۔ کہاں	یؤفکون ۔ پھیرے جاتے ہیں	قل ۔ کہہ دو	ا ۔ کیا
تعبدون ۔ عبادت کرتے ہو	من دون ۔ سوا	اللہ ۔ اللہ کے	ما ۔ انکی جو
لا ۔ نہیں	یملک ۔ اختیار رکھتے	لکم ۔ تمہارے لیے	ضرا ۔ نقصان کا
و ۔ اور	لا ۔ نہ	نفعا ۔ نفع کا	و ۔ اور
اللہ ۔ اللہ	ھو ۔ وہی ہے	السمیع ۔ سننے والا	العلیم ۔ جاننے والا
قل ۔ کہہ	یا ۔ اے	اھل الکتاب ۔ کتابیو	لا ۔ نہ
تغلوا ۔ زیادتی کرو	فی ۔ بیچ	دینکم ۔ دین اپنے کے	غیر ۔ سوا
الحق ۔ حق کے	و ۔ اور	لا ۔ نہ	تتبعوا ۔ پیروی کرو
اھواء ۔ خواہش	قوم ۔ اس قوم کی	قد ۔ جو	ضلوا ۔ گمراہ ہوئے
من قبل ۔ پہلے سے	و ۔ اور	اضلوا ۔ گمراہ کیا	کثیرا ۔ بہتوں کو
و ۔ اور	ضلوا ۔ گمراہ ہوئے	عن ۔ وہ	سواء ۔ سیدھی
السبیل ۔ راہ سے			

مختصر تفسیر رکوع دہم سورہ مائدہ پ ۶

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۝

اے رسول پہنچا دے جو کچھ نازل ہوا تیری طرف تیرے رب کی طرف سے اور اگر نہ کیا ایسا تو نے تو نہ پہنچایا تو نے اس کا پیام اور اللہ تیری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بے شک اللہ نہیں راہ دیتا کافر لوگوں کو۔

تمام انبیاء کرام ورسول اللہ تعالےٰ کے پیغام رساں ہیں مگر جب الرسول مطلق ارشاد ہو تو حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

اے رسول ثقلین کہ تم تمام مخلوق کے لیے مبعوث ہوئے ہو۔ یہ ندا تشریفی ہے اس لیے کہ رسالت

اللہ کا خاص احسان اور عطا ہے عظمی اور کرامت کبریٰ ہے اور اس منصب پر تبلیغ بلیبغہ امر ابدان ہے من جانب اللہ جو نبی پر واجب ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بلغ معنی او صل الخلائق ما انزل الیک میں ای جمیعا ما انزل کائنا ما کان من ربک یعنی پہنچا دو خلائق کو جو کچھ آپ پر اترا ہونے والے امور اور ہو چکنے والے معاملات یعنی بذریعہ وحی جو کچھ آپ کو بتایا وہ گذشتہ امور سے ہو یا آئندہ سے بخوف و خطر پہنچا دیجئے۔

صاحب تفسیر صاوی نے فرمایا کہ حضور کی وحی تین قسم کی ہے ایک وہ جس کی عام تبلیغ کا حکم دیا گیا جیسے شرعی احکام قرآن کریم کی روشنی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرف بحرف تبلیغ فرما دی اور آخر وقت تک فرمائی۔ دوسرے اسرار الٰہیہ جو عام لوگوں کے قابل نہیں وہ صرف اہل ہی کے لیے ہیں۔
وان لم تفعل اور اگر ایسا نہ کیا یعنی جو حکم آپ کو جمیع خلائق کا دیا ہے اس میں کوتاہی کی تو فما بلغت رسالتہ کے حاصل معنی یہ ہوں گے کہ تم نبی بلکہ نبی الانبیاء ہو تمہاری ذات سے یہ ممکن ہی نہیں کہ تم اپنے فریضہ کی ادائیگی میں کسی طرح کوتاہی کرو اور یہ امر عام طور پر واضح ہے کہ بنانے والا جس چیز کو ایسا بنائے جس پر اسے ناز ہو تو یہ کہا کرتا ہے کہ اگر یہ ایسا نہ کرے تو یہ ایسی ہرگز نہیں یعنی مجھے اس پر یقین ہے کہ یہ لازمی طور پر کام کرے گی۔

تو ذات والا تبار سید الانبیاء وہ ذات ہے جس پر اللہ تعالےٰ خود فرما رہا ہے قد جاءکم من اللہ نور۔ قد جاءکم برھان من ربکم ان کی بعثت پر ایمان والوں پر احسان کر رہا ہے لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم اور کس کس شان سے ذات اقدس کے اوصاف بیان فرمائے تو گویا یوں ارشاد ہوا کہ ما انزل الیک من ربک کی تکمیل آپ ہی کے دست حق پرست کے ذریعہ ہے کامل و اکمل اور مکمل ہو گی اور اگر بفرض محال آپ بھی ایسا نہ کریں تو گویا احکام کی تبلیغ کی ہی نہ گئی۔

چنانچہ ابوالشیخ ابن حبان اپنی تفسیر میں حسن سے راوی ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بعثنی اللہ تعالےٰ بالرسالۃ فضقت بہا ذرعا فاوحی اللہ تعالی ان لم تبلغ رسالتی عذبتک وضمن لی العصمۃ فقویت حضور نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے مجھے رسالت کے منصب پر مبعوث فرمایا تو عامۂ مشرکین و منافقین و یہود و نصاریٰ کی مخالفت سے میرے بازو تنگ ہوئے تو جناب باری کی طرف سے مجھے وحی ہوئی کہ عدم تبلیغ رسالت پر آپ تنگ ہو سکتے تھے اور تبلیغ رسالت میں تو کسی قسم کا خطرہ ہی نہیں۔ ہم آپ کی محافظت کے ضامن ہیں تو حضور فرماتے ہیں بس قوی ہو گیا۔

اور ایسا ہوا کہ مجھے کسی کا خطرہ ہی نہ رہا۔ حتی کہ ایک دن وہ آیا کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وہ مجھ پر سخت بار گذری۔

اور حجۃ الوداع سے قبل اس آیت کریمہ کا نزول ہوا۔ چنانچہ ابن مردویہ ضیاء بنی مختار میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

حضور سے سوال کیا گیا کہ آسمان سے وہ کونسی آیت ہے جو آپ پر سخت تھی۔ حضور نے فرمایا میں منی میں ایام موسم حج میں تھا اور مشرکین اور گروہ کے بہت سے لوگ موسم حج کے لیے جمع تھے کہ جبریل نازل ہوئے اور انہوں نے یہ آیت کریمہ سنائی۔ فرمایا مجھے تعمیل حکم میں تاخیر کرنا مناسب نہیں تھا میں عقبہ کے پاس کھڑا ہوا اور بآواز میں پکارا اے لوگو کون میری مدد کرے گا اس پر کہ میں اپنے رب کے پیام پہنچاؤں اور اگر تم میرا ساتھ دو تو تمہارے لیے جنت ہے۔

اے لوگو سب یک زبان ہو کر کہو لا الہ الا اللہ و انا رسول اللہ الیکم۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف تو کامیاب ہو جاؤ گے اور نجات پاؤ گے اور تمہارے لیے جنت ہوگی۔

فَمَا بَقِیَ رَجُلٌ وَلَا امْرَأَۃٌ وَلَا اَمَۃٌ وَلَا صَبِیٌّ اِلَّا یَرْمُوْنَ عَلَیَّ التُّرَابَ وَالْحِجَارَۃَ وَ یَقُوْلُوْنَ کَذَّابٌ صَابِئٌ ۔ تو مرد عورت۔ لونڈی بچہ کوئی نہ تھا جو مجھ پر مٹی پتھر نہ پھینک رہا ہو اور ہر ایک کہہ رہا تھا جھوٹا صابی ہے۔

فَعَرَضَ عَلَیَّ عَارِضٌ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنْ کُنْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَدْ اٰنَ لَکَ اَنْ تَدْعُوَا عَلَیْہِمْ کَمَا دَعَا نُوْحٌ عَلٰی قَوْمِہٖ بِالْھَلَاکِ۔ کہ کوئی عارض ہوا اور کہنے لگا اے محمد اگر آپ رسول ہوتے تو یقیناً وہی شان آپ کی ہوتی جو نوح علیہ السلام کی تھی کہ انہوں نے اپنی قوم کی ہلاکت کے لیے دعا کی۔

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تو اس وقت حضور نے فرمایا
اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ وَانْصُرْنِیْ عَلَیْھِمْ اَنْ یُّجِیْبُوْنِیْ اِلٰی طَاعَتِکَ
الٰہی میری قوم کو ہدایت فرما کہ وہ مجھے نہیں پہچانتے اور میری مدد فرما اس پر کہ وہ تیری اطاعت کے لیے میری دعوت قبول کریں۔

فَجَاءَ الْعَبَّاسُ عَمُّہٗ فَاَنْقَذَہٗ مِنْھُمْ وَطَرَدَھُمْ عَنْہُ تو حضرت عباس حضور کے چچا آئے اور حضور کو ان سے بچایا اور انہیں دور کیا۔

قال الاعمش فبت لك تفتخر بنو العباس ويقولون فيهم نزلت انك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشاء۔ اعمش کہتے ہیں اسی وجہ میں بنو عباس فخر کرتے اور کہتے تھے کہ ان میں ہی یہ آیت نازل ہوئی۔

هوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابا طالب وشاء اللہ تعالی عباس بن عبد المطلب۔ حضور علیہ السلام چاہتے تھے ابو طالب کو اور اللہ نے چاہا عباس بن عبد المطلب کو اسلام کے لیے۔

اس کی تصریح ابو نعیم نے دلائل میں کی اور ابن مردویہ نے اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

فرماتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی ہوتی تھی اور ابو طالب آدمیوں کو بنی ہاشم سے چوکیداری کے لیے بھیجا کرتے تھے حتی کہ آیہ کریمہ واللہ یعصمک من الناس نازل ہوئی تو حضرت ابو طالب نے چوکیداری کو آدمی بھیجنے چاہے۔ تو حضور نے فرمایا چچا اللہ نے اب میری حفاظت کر لی ہے۔

اور ابو طالب قبل ہجرت اور حجۃ الوداع سے مدتوں پہلے انتقال کر چکے تھے۔
ایک روایت میں یوں ہے جو ترمذی بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی فرماتی ہیں حضور لوگوں کی پاسبانی میں تھے کہ واللہ یعصمک من الناس نازل ہوئی تو حضور نے سر مبارک قبہ سے نکالا اور فرمایا ایہا الناس انصرفوا فقد عصمنی اللہ تعالیٰ اے لوگو چلے جاؤ بیشک اللہ نے مجھے اپنی صیانت وحفاظت میں لے لیا ہے (روح المعانی)
اب علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں دفع دخل مقدر فرماتے ہیں۔ کہ عصمت سے مراد لوگوں سے حضور کی جان کی محافظت تھی قتل واہلاک سے۔

اور واللہ یعصمک کے بعد یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اس کے بعد احد میں سر اقدس زخمی ہوا۔ اور رباعیات مبارک ٹوٹے۔

اور بعض نے یہ کہا کہ احد کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
راغب اصفہانی کہتے ہیں۔ عصمۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حفظہم بما خصوا بہ من صفاء الجوهر ثم لما اولاهم من الاخلاق والفضائل ثم بالنصرة وتثبيت اقدامهم ثم بانزال السكينة عليهم وبحفظ قلوبهم۔ عصمت انبیاء سے مراد یہ ہے ان کی

ان معاملات میں حفاظت ہوگی جو ان کے لیے مخصوص ہے۔ صفا۔ جوہر روحانیہ حسن اخلاق۔ فضائل ذات پھر نصرت دشمنوں کے مقابلہ میں اور ثابت قدمی پھر انزال سکینہ اور دلوں کی محافظت۔ توفیق تبلیغ عامہ (روح المعانی)

یہ تو تھی مفسرین کی تصریح اور اب صوفیائے کرام کی رائے بھی ملاحظہ ہو۔

وعن بعض الصوفیۃ ان المراد تبلیغ ما یتعلق بہ مصالح العباد من الاحکام وقصد بانزالہ اطلاعھم علیہ۔ اس آیت کریمہ میں بلغ سے مراد وہ تبلیغ ہے جو مصالح عباد سے متعلق ہے احکام ہیں اور اس حکم کے نازل کرنے سے مقصود اطلاع ہے۔

واما ما خص بہ من الغیب ولم یتعلق بہ مصالح امتہ فلہ بل علیہ کتمانہ اور وہ جو مخصوص علوم غیبیہ کے ساتھ ہے وہ امت کے ساتھ متعلق نہیں بلکہ وہ حضور کے لیے ہے اور اس کے کتمان کا ذمہ حضور پر ہے۔

مسلم جعفر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آیہ کریمہ فاوحی الی عبدہ ما اوحی کے متعلق فرمایا وحی بلا واسطۃ بینہ وبینہ سرا الی قلبہ ولا یعلم بہ احد سواہ الا فی العقبی حین یعطیہ الشفاعۃ لامتہ۔ یعنی یہ وحی بلا واسطہ اللہ تعالیٰ اور حضور کے مابین مخفی تھی جو قلب اقدس پر ہوئی اور اسے سوا حضور کے اور کوئی نہیں جانتا مگر آخرت میں جب مناصب شفاعت عطا کیے جائیں گے امت کی ممتاز ہستیوں کو۔ اس وقت کچھ منکشف ہوگا۔

واسطی فرماتے ہیں القی ما الی عبدہ ما القی ولم یظھر بالذی اوحی لانہ خصہ سبحانہ وتعالیٰ بہ صلی اللہ علیہ وسلم وما کان مخصوصا بہ علیہ الصلوۃ والسلام کان مستورا الا ما بعثہ اللہ تعالیٰ بہ الی الخلق کان ظاھرا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ خاص پر القاء فرمایا جو القاء فرمایا اور یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ وحی کیا تھی اس لیے کہ اس میں مخصوص راز تھے اللہ تعالیٰ اور سید الانبیاء کے مابین تو جو حضور کے ساتھ مخصوص تھے وہ مستور رہے اور جو مخلوق کے لیے تھے وہ ظاہر کیے گئے۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں والی ھذا اینظر ما روینا فی صحیح البخاری عن سعید المقبری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما فبثثتہ واما الاخر فلو بثثتہ قطع منی ھذا البلعوم اراد عنقہ ویذلک فسر البخاری ویسمون ذالک علم الاسرار الالھیۃ وعلم الحقیقۃ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور سے دو برتن محفوظ کئے ایک تو وہ جو میں نے سب میں بکھیر دیئے اور دوسرا وہ ہے کہ اگر میں اسے کہوں تو میرا یہ بلعوم کٹ جائے۔ بلعوم فرما کر گردن مراد لی۔

اس بنا پر امام بخاری نے تفسیر کی اور اس علم کا نام علم اسرار الٰہیہ رکھا اور جو عوام میں بیان کر دیا گیا اسے علم حقیقت کہا۔

آخر میں فرماتے ہیں میری تحقیق یہ ہے

ترجمہ

جو کچھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اسرار الٰہیہ وغیرہ احکام شرعیہ سے عطا ہوئے وہ سب قرآن کریم میں ہے جیسا کہ آیت کریمہ سے واضح ہے و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ اور ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ اور ما فرطنا فی الکتب من شیئ - ۱۰ع - پ ۷- ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا۔
عنقریب فتنے ہوں گے صحابہ نے عرض ان سے نکلنے کا کیا ذریعہ ہے فرمایا قرآن کریم جس میں تم سے پہلے کی خبریں اور تمہارے بعد کی خبریں ہیں اور اس کے احکام جن میں تم ہوگے۔

ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مسعود سے راوی ہیں۔ فرمایا اس قرآن کریم میں تمام علوم نازل ہوئے اور ہمیں ہر شے کی حقیقت منکشف کر دی۔ لیکن ہمارے علم اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جو قرآن کریم میں ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمام وہ احکام جو حضور سے آئے وہ تمام قرآن سے سمجھے جاتے ہیں۔

اس کی تائید میں وہ روایت ہے جو طبرانی نے اوسط میں نقل کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے کوئی شے حلال نہیں کی مگر وہی جو اللہ نے حلال کی قرآن کریم میں اور نہ کوئی شے حرام کی مگر وہی جو کتاب اللہ میں حرام ہے۔

مرسی کہتے ہیں قرآن کریم میں علوم اولین و آخرین ایسی شان سے جمع ہیں کہ کوئی علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ مگر قرآن میں بولنے والا پھر اس کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم سوا اس کے جو حضور کے لیے راز کے طور

پر اللہ تعالے نے عطا کیا۔ پھر اس کے وارث منظلین و سادات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوئے پھر ان کے اہل علم مثل خلفاء اربعہ یا ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہا یہاں تک کہ کہہ دیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اگر میرے اونٹ کی رسّی بھی گم ہو جائے تو میں قرآن میں اس کا پتہ پاتا ہوں۔
پھر اس علم کے وارث تابعین ہوئے رضوان اللہ علیہم اجمعین پھر ہمتیں قاصر ہونے لگیں اور عزائم پست۔ اور اہل علم بہکنے لگے اور جو تحمل صحابہ میں تھا اس تحمل سے ضعیف لوگ پیدا ہوئے اور تابعین کی جیسی ہمتیں بھی نہ رہیں تو اپنے فہم نارسا کے مطابق نئے نئے انواع کے فنون ایجاد کرنے لگے اور ہر فن میں ایک جماعت بن گئی۔ مؤلف

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ایک شعر بھی حسب موقع مجھے یاد آیا ہے۔

جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْاٰنِ لٰکِنْ تَقَاصَرَ عَنْہُ اَفْہَامُ الرِّجَالِ

(ترجمہ) قرآن مجید میں تمام علوم موجود ہیں لیکن لوگوں کی سمجھ ان سے قاصر ہے۔

ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا کہ آپ کے پاس کیا کوئی ایسی کتاب ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے مخصوص کی ہو فرمایا نہیں مگر کتاب اللہ جو مسلمان کے لیے کافی وافی ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے وہ تلوار کے میان میں ہے۔
ابو جحیفہ نے کہا وہ کیا ہے اس صحیفہ میں تو آپ نے فرمایا۔ دیت۔ اور قیدیوں کا آزاد کرنا اور ولا یقتل مومن بکافر۔ اور کافر کے بدلے مسلمان قتل نہ کیا جائے (روح المعانی)

(جیسا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے) من المؤلف

دوسری روایت ابو جحیفہ سے ہے جسے ابن ابی حاتم عنترہ سے راوی ہیں فرماتے ہیں میں حضرت ابن عباس کے پاس تھا کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ لوگ میرے پاس یہ خبر لاتے ہیں کہ آپ کے پاس کچھ ایسے راز ہیں جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر ظاہر نہیں فرمائے۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔

خدا کی قسم اللہ تعالے نے جو کچھ سیاہ و سپید کا حضور کو وارث کیا اسے ابو ہریرہ کے برتن نے اٹھا لیا اور علم اسرار کو انہوں نے عام نہیں پھیلایا۔ منجملہ ان کے فتنوں کی خبریں۔ شرائط قیامت اور جو کچھ حضور نے نوجوان بیوقوف قریش کے ہاتھوں زمین میں فساد ہونے کی خبریں دی تھیں۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہاں تک فرماتے تھے کہ اگر تو چاہے تو میں ان کے نام بیان کر دوں تو میں بیان کر سکتا ہوں۔

اور اس سے وہ حدیثیں مراد تھیں جن میں لڑائے جور اور ان کے احوال موجود ہیں۔
چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کنایۃً بعض امور بیان فرمایا کرتے تھے مگر صراحۃً بیان نہیں کرتے تھے
چنانچہ منجملہ اس کے آپ کا فرمانا ہے اعوذ باللہ سبحانہ من رأس الستین وامارۃ الصبیان
میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں ساٹھویں سال کی ابتدا اور لڑکوں کی حکومت سے اس میں آپ کا اشارہ تھا حکومت
یزید کی طرف چنانچہ اصل عبارت یہ ہے۔

یشیر الی خلافۃ یزید الطرید لعنہ اللہ تعالی علی رغم انف اولیائہ لانہا کانت سنۃ
ستین من الھجرۃ واستجاب اللہ دعاء ابی ھریرۃ فمات قبلہا بسنۃ۔
اس لیے کہ ۶۰ھ ساٹھ ہجری میں ہی یزید کی نحوست شروع ہوئی اور حضرت ابو ہریرہ کی دعا اللہ نے
قبول کی چنانچہ آپ ایک سال قبل ہی وفات پا گئے۔

اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھی قوم ہے جو متمسک ہے قرآن سے سوا
اور چیزوں کے اس کی جگہ لیکن قرآن کریم کے سوا اور کوئی چیز تسلیم نہیں اور وہ احکام جو صادر ہوں شریعت
کے خلاف واجب العمل نہیں۔

عبدالوہاب شعرانی اجوبۃ المرضیۃ عن الفقہاء والصوفیہ میں فرماتے ہیں۔
میں نے سید علی وفقی سے سنا کہ فرماتے تھے لا یکمل الرجل فی مقام المعرفۃ والعلم حتی
یری الحقیقۃ مؤیدۃ للشریعۃ - کوئی آدمی مقام معرفت اور علم میں کمل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اس
حقیقت کو نہ دیکھ لے جو مؤید شریعت ہو۔

وان التصوف لیس بامر زائد علی السنۃ المحمدیۃ وانما ھو عینہا۔
اور یقیناً تصوف کوئی شے زائد نہیں سنت محمدیہ سے بلکہ سنت محمدیہ ہی اس کی اصل ہے۔
وسمعت سیدی علیا الخواص یقول مرارا من ظن ان الحقیقۃ تخالف الشریعۃ او
عکسہ فقد جہل لانہ لیس عند المحققین شریعۃ تخالف حقیقۃ ابدا حتی قالوا شریعۃ
بلا حقیقۃ عاطلۃ وحقیقۃ بلا شریعۃ باطلۃ۔

اور سیدی علی الخواص کو بارہا کہتے سنا کہ جو گمان کرے کہ حقیقت مخالف شریعت ہے یا شریعت مخالف
حقیقت وہ جاہل ہے اس لیے کہ محققین کے نزدیک کوئی شریعت کبھی مخالف حقیقت نہیں یہاں
تک کہ آپ نے فرمایا
شریعت بلا حقیقت معطل ہے اور حقیقت بلا شریعت باطل ہے (یواقیت الاولی)

تو یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ۔ کا مفہوم واضح ولائح روشن و مبرہن ہو گیا کہ اس میں مَا موصولہ عموم کا فائدہ دے رہا ہے اور اس میں تبلیغ ما انزل کا ہی حکم ہوا تھا نہ کہ مخصوص کسی معاملہ کا اور اگر یا عہدہ کا ہو اور اگر مزید توضیح کا مطالعہ کرنا ہو تو مطولات میں سیر کرے۔

اب حسب موقعہ بزعم حضرات شیعہ جو آیت کریمہ کی تصریح ہے وہ بھی منقول ہے تاکہ معلومات میں وسعت ہو۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) حضرات شیعہ کا گمان ہے کہ مراد آیۂ کریمہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک سے خلافت علی کرم اللہ وجہہ ہے اور اس پر متعدد سندوں سے روائتیں بھی لاتے ہیں چنانچہ

حضرت ابی جعفر اور ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالے نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی کہ خلافت علی کا اعلان کر دیں۔ مگر (معاذ اللہ) یہ اعلان کرنا حضور پر شاق تھا کہ کہیں جماعت صحابہ ناراض نہ ہو جائے تو اللہ تعالے نے یہ آیت حضور پر ہمت بڑھانے کے لیے نازل فرمائی اور شجاعت و قوت سے اعلان فرمانے کا حکم دیا۔

اس پر حضرت ابن عباس سے روایت نقل کی۔

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے حکم فرمایا کہ لوگوں کو مطلع کر دیں ولایت علی سے تو (معاذ اللہ) حضور کو اس امر کا خوف ہوا کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے چچا زاد بھائی کی محبت میں یہ اعلان کیا اور لوگ طعنہ دیں گے اس اعلان سے تو اللہ تعالے نے وحی کی یہ آیت کریمہ تو حضور ولایت علی کے اعلان کے لیے غدیر خم والے دن اٹھے اور حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس کو میں محبوب ہوں تو علی بھی اس کا محبوب ہے۔ الٰہی۔ اللہ جو علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علی سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔

اور جلال الدین سیوطی نے درمنثور میں ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور ابن عساکر سے روایت کی جو حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے فرمایا یہ آیت حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر یوم غدیر خم میں حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی۔

اور ابن مردویہ ابن مسعود سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں ہم عہد رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ آیت کریمہ یوں پڑھا کرتے تھے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا ولی المومنین

وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔

اور خم غدیر والی حدیث خلافت امیر کرم اللہ وجہہ کے لیے بہترین دلیل ہے۔

اس کے بعد علامہ آلوسی صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اور مسلک اہل سنت واضح کرتے ہیں۔

وقد زادوا فیہ اتماما لغرضھم زیادات منکرۃ ووضعوا فی خلالہ کلمات مزورۃ ونظموا فی ذلک الاشعار وطعنوا علی الصحابۃ رضی اللہ عنہم بزعمھم انہم خالفوا نص النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور بے شک اس میں حضرات شیعہ نے زیادتی کر ڈالی اپنی غرض پوری کرنے کے لیے اور زیادتی بھی ایسی جو قابل رد وانکار ہے۔ اور اصل مضمون میں بہت سے کلمات دھوکہ دینے کو رکھ دیے۔ اور نظمیں بھی لکھ ڈالیں اور صحابہ کرام پر شدید طعن کیے اور اپنے خیال میں انہوں نے دکھایا کہ معاذ اللہ صحابہ کرام نے حضور کے حکم کی مخالفت کی۔

اس کے بعد اسمٰعیل بن محمد حمیری کی ایک نظم نقل کر کے لکھتے ہیں۔

ماقال لاغفر اللہ لہ عثرتہ ولا اقال۔ وانت تعلم ان اخبار الغدیر التی فیھا الامر بالاستخلاف غیر صحیحۃ عند اھل السنۃ ولا مسلمۃ لدیہم اصلا اور تو جانتا ہے کہ وہ اخبار غدیر جس میں خلافت علی کرم اللہ وجہہ کا حکم ہے صحیح نہیں ہے اہلسنت کے نزدیک اور نہ وہ ان کے مسلمات سے ہے۔

ولنبین ما وقع ھناک اتم تبیین ولنوضح الغث منہ والسمین ثم نعود علی استدلال الشیعۃ بالابطال ومن اللہ سبحانہ الاستمداد وعلیہ الاتکال فنقول اور واضح کرتے ہیں ہم ان امور کو جو یہاں ڈالے گئے علی اتم وجہ البیان اور روشن کرتے ہیں ہم اس کے کھوٹے اور کھرے کو اور پھر شیعہ کے استدلال کی تردید کی طرف متوجہ ہوں گے اور اللہ تعالےٰ سے مدد مانگتے ہیں اور اس پر بھروسہ ہے تو اب ہم کہتے ہیں۔

(ترجمہ) حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مکان میں خطبہ دیا جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مابین واقع ہے جبکہ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے یہ مقام جحفہ سے قریب ہے اسے غدیر خم کہتے ہیں اس خطبہ میں حضور نے وضاحت فرمائی فضائل علی کرم اللہ وجہہ کی اور ان باتوں سے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی برادت فرمائی جو آپ کے خلاف کلام کرتے تھے یمن والے اس وجہ سے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق ایک فیصلہ پر اہل یمن گمان کرتے تھے۔ در بعض ان میں آپ کی نسبت جور اور تنگ نظری

اور بخل کا اتہام باندھتے تھے اور درحقیقت حق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف ہی تھا۔ اور یہ واقعہ یوم احد یعنی یک شنبہ ۱۸ ذی الحجہ کو غدیر خم میں ایک درخت کے نیچے ہوا۔

(ترجمہ) محمد بن اسحاق یحییٰ بن عبداللہ کے واسطہ سے یزید بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی یمن سے اپنے ساتھیوں سمیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے نکل آئے تو آپ جلدی سے پہلے چلے آئے اور اپنے ساتھیوں پر ایک آدمی کو امیر مقرر کیا اس آدمی نے زیادتی کی اور حضرت علی کے ساتھ جزیہ میں جو ریشمی کپڑے آرہے تھے ان میں سے سب کو ایک ایک ریشمی جوڑا پہنا دیا۔

جب یہ لشکر قریب آیا تو حضرت علی ان کی ملاقات کو نکلے تو آپ نے ان پر ریشمی لباس دیکھے تو فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے ان کو یہ لباس پہنایا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے اچھے لباس میں جائیں تو آپ نے فرمایا تیرا ستیاناس ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے پہلے پہلے انہیں فوراً اتار دو۔ تو آپ نے لوگوں سے کپڑے اتروا کر کپڑوں میں رکھ دیے لشکر نے حضرت علی کے اس سلوک کا شکوہ کیا۔

اور زینب بنت کعب اپنے شوہر ابوسعید خدری سے روایت کرتی ہیں کہ لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شکایت کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا۔ میں نے سنا آپ فرما رہے تھے لوگو علی کی شکایتیں نہ کرو خدا کی قسم وہ اللہ تعالےٰ کی ذات اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے میں بڑے ہی سخت ہیں۔

اس کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بریدہ اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کے ساتھ ہو کر یمن میں جنگ کی میں نے آپ میں سختی دیکھی جب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے حضرت علی کا تذکرہ کیا تو میں نے دیکھا آپ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کیا میں مومنوں کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب نہیں ہوں؟ میں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول۔ تو آپ نے فرمایا جس کا محبوب ہوں اس کا علی بھی محبوب ہے۔ اس کو نسائی نے بھی ثقہ راویوں سے اسی طرح روایت کیا ہے اور یہ ایک اور سند سے بھی مروی جو صرف نسائی میں ہے

ذہبی نے کہا زید بن ارقم نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس آئے اور غدیر خم میں قیام فرمایا تو آپ نے خطبہ دیا کہتے ہیں مجھے اب تک وہ لفظ یاد ہیں آپ نے فرمایا

یں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی آل اہل بیت۔ تم دیکھو کہ کیسے ان کا حق ادا کرتے ہو یہ دونوں چیزیں الگ الگ نہیں ہونگی یہاں تک کہ حوض کوثر پر پہنچیں۔ اللہ میرا مالک ہے اور میں ہر مومن کا دوست ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس کا میں محبوب ہوں یہ بھی اس کے محبوب ہیں اے اللہ جو علی سے محبت رکھے اس سے تو محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر۔

اور ابن جریر نے علی بن زید اور ابو ہارون عبیدی اور موسیٰ بن عثمان کے ذریعہ براء سے روایت کیا کہ ہم حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب ہم غدیر خم میں آئے تو آپ نے درخت کے نیچے ڈیرا لگایا اور آواز دے کر لوگوں کو اکٹھا کیا گیا اور آپ نے علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور فرمایا کیا میں مومنوں کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب نہیں ہوں لوگوں نے کہا ہاں تو فرمایا جس کا میں محبوب ہوں اس کا یہ بھی محبوب ہے اے اللہ جو اس سے محبت رکھے اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے اس سے دشمنی رکھ تو ان کو عمر بن خطاب ملے اور کہا اے علی آپ کو مبارک ہو آپ تو ہر مومن مرد اور عورت کے محبوب بن گئے۔

اور یہ حدیث ضعیف ہے محدثین نے تصریح کی ہے کہ علی بن زید اور ابو ہارون اور موسی بن عثمان یہ سب ضعیف ہیں ان کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور اس کی سند میں ابو اسحٰق بھی ہے اور وہ شیعہ مردود الروایت ہے۔

اور حمزہ نے اپنی سند سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر یہ فرمایا کہ جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی بھی محبوب ہے تو اس وقت اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اتاری آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ پھر ابو ہریرہ نے کہا اور وہ غدیر خم کا دن تھا۔

اور جو آدمی اٹھارہ ذی الحجۃ کا روزہ رکھے اس کے لیے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب ہے اور یہ حدیث انتہائی کمزور ہے اور ہدایہ والنہایہ میں تصریح ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

ابو جعفر بن جریر طبری نے حدیث غدیر پر توجہ کی اور دو جلدیں لکھ دیں ان میں اس حدیث کے تمام طرق اور الفاظ جمع کیے ہیں اور صحیح، ضعیف، غلط، درست جو کچھ بھی ملا سب درج کر دیا جیسا کہ عام محدثین کی عادت ہوتی ہے کہ وہ صحیح اور ضعیف کی تمیز کیے بغیر جو کچھ متعلقہ مضمون کے لیے ملے وہ سب کچھ درج کر دیتے ہیں۔

اور اسی طرح حافظ کبیر ابوالقاسم ابن عساکر نے اس خطبہ کے متعلق بہت سی احادیث جمع ہیں اور ان میں صحیح وہی ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا۔ اور ان میں خلافت کے متعلق کوئی چیز نہیں ہے جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔

اور ذہبی کہتے ہیں کہ حدیث کا یہ ٹکڑا کہ "جس کا میں محبوب ہوں علی بھی اس کا محبوب ہے"۔ یہ متواتر ہے یقین ہے کہ رسول اللہ نے ضرور ایسا کہا ہوگا اور یہ فقرہ کہ "جو اس سے محبت رکھے اس سے محبت رکھ" یہ راوی کی زیادت ہے لیکن سنداً قوی ہے اور باقی رہا یہ فقرہ کہ "جو اٹھارہ ذی الحجۃ کا روزہ رکھے اسے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب ہے"۔ یہ صحیح نہیں ہے۔

اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ یہ آیت غدیر خم سے کچھ دن پہلے یوم عرفہ میں اتری۔

اور بخاری مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں غدیر کی حدیث کو بیان نہیں کیا کیونکہ یہ حدیث ان کی شرطوں کے مطابق نہیں ہے۔

اور شیعہ کہتے ہیں کہ انہوں نے تعصب کی بنا پر اس حدیث کو درج نہیں کیا اور وہ اس سے پاک ہیں۔

اور شیعہ حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں۔ کہ

حضور نے فرمایا "جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی بھی مولیٰ ہے" اور مولیٰ کا اولیٰ بالتصرف (تصرف کا زیادہ حق دار) معنی ہے

اور تصرف کا زیادہ حقدار ہونا یہی تو امامت ہے

اور یہ چیز مخفی نہیں کہ ان کی پہلی غلطی ان کا یہی استدلال ہے کہ انہوں نے مولیٰ کا ترجمہ اَوْلیٰ کیا ہے اور تمام اہل لغت اس کا انکار کرتے ہیں۔

اور مَفْعَل کا صیغہ کبھی بھی اَفْعَل کے معنی میں نہیں آیا اور سوائے ابوزید لغوی کے کسی نے اس کو جائز نہیں سمجھا وہ آیت کریمہ ہِیَ مَوْلَاکُم کی تفسیر میں ابو عبیدہ کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کا معنی کیا ہے اَوْلیٰ بِکُمْ یعنی زیادہ حقدار ہے۔

اور اس کی تردید اس طرح کی جاتی ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ یہ منقولہ صحیح ہو فُلَانٌ مَوْلیٰ مِنْ فُلَانٍ جیسے کہ یہ صحیح ہے کہ فُلَانٌ اَوْلیٰ مِنْ فُلَانٍ اور اجماعاً باطل ہے۔

اب اگر لازم باطل ہے تو یقیناً ملزوم بھی باطل ہے۔

اور پھر یہ بھی کوئی نص تو نہیں کہ حدیث میں مَوْلیٰ کا ضرور ہی اَوْلیٰ کے معنی میں ہے۔

اور دوسری یہ بات ہے کہ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ مولیٰ بمعنی اَوْلیٰ ہے تو اس سے یہ تو لازم نہیں آتا

کہ اس کا صلہ تصرف ہی ہو۔

بلکہ احتمال ہے کہ مراد اولی بالمحبت یا اولی بالتعظیم (محبت کا زیادہ حقدار یا تعظیم کا زیادہ حقدار) ہو یا کوئی اور چیز مراد ہو۔

اور قرآن مجید میں کتنے ہی مقامات پر اَولیٰ کا آیا ہے جہاں تصرّف کا معنی کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا جیسے کہ اس آیت کریمہ میں ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ و ھذا النبی والذین امنوا (بیشک ابراہیم کے زیادہ قریب وہ لوگ تھے جو ان کے تابعدار تھے اور یہ نبی اور اس پر ایمان لانے والے) حالانکہ یہاں دو قرینے ایسے بھی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں لفظ مَولیٰ یا اَوْلیٰ محبت کے لیے استعمال ہوا ہے۔

پہلا قرینہ محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ جب ان لوگوں نے حضرت علی کی شکایت کی جو ان کے ساتھ یمن میں تھے جیسے بریدہ اسلمی اور خالد بن ولید وغیرہ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شکایت کرنے والوں کو ہی منع نہیں کیا تاکہ موالات کے مطالبہ میں مبالغہ ہو اور دعوت میں نرمی ہو جیسا کہ عموماً حضور علیہ السلام کا ایسے حالات میں طریقہ تھا اور اسی مہربانی کے اظہار کے لیے آپ نے اپنا خطبہ ان الفاظ سے شروع فرمایا کیا میں مومنوں کے انکی اپنی جانوں سے بھی زیادہ قریب نہیں ہوں۔

اور دوسرا قرینہ حضور کے وہ الفاظ ہیں جو بعض روایات میں ہیں "اے اللہ جو علی سے محبت رکھے اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے اس سے دشمنی رکھ"۔ اور اگر مَولیٰ سے مراد "امور میں تصرف کرنے والا اور یا تصرف کا زیادہ حقدار" ہوتا

تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح کہتے اے اللہ ان سے محبت رکھ جو علی کے تصرف میں ہیں اور ان سے عداوت رکھ جو ان کے تصرف میں نہیں۔ تو جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے محبت اور عداوت کا ذکر کیا ہے تو وہاں آپ کی محبت کے وجوب اور آپ کی عداوت سے بچنے پر تنبیہ کرنا مقصود ہے نہ کہ تصرف اور عدم تصرف کی بحث اور آپ کی مراد اس سے خلافت ہوتی تو آپ صراحتاً اس کو بیان کر دیتے۔

نوٹ:- یہاں تک روح المعانی کی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا۔

ابو نعیم حضرت حسن مثنی بن حسن سبط النبی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

کہ آپ سے صحابہ کرام نے اس واقعہ کے متعلق سوال کیا کہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک خلافت امیر کرم اللہ وجہہ کے لیے نص ہے تو آپ نے فرمایا لو کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اراد

خلافتہ لقال ایہا الناس ھذا اولی امری والقائم علیکم بعدی فاسمعوا واطیعوا ۔
اگر حضور نے خلافت امیر کا ارادہ فرمایا ہوتا تو آپ فرماتے اے لوگو یہ اولیٰ ہیں میری حکومت میں اور میرے قائم مقام ہیں تم سنو اور اطاعت کرو۔

دوسرے جہاں استثناء کیا ہے ولایت علی سے وہ محبت علی کرم اللہ وجہہ ہے اس لیے کہ کہیں اس اعلان کو بعدی فرما کر مقید نہیں کیا۔

اور ظاہر ہے کہ اگر ولایت بمعنی خلافت مانا جائے تو ایک زمانہ میں دو خلافتیں مجتمع ہو جائینگی۔ اور اجتماع ولایتین بمعنی خلافت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس تقدیر پر بھی ماننا پڑے گا کہ اولیٰ سے مراد اولیٰ بالمحبت ہی ہے۔

اور حضرات شیعہ کا یہ تمسک ہے کہ مولیٰ سے مراد اولیٰ بالتصرف ہے اور وہ حضور صلے اللہ علیہ و سلم کا فرمان ہے۔ الست اولی بالمومنین من انفسہم ۔

اور اہل سنت کہتے ہیں کہ اس جگہ اولی بالمومنین سے مراد اولیٰ بالمحبۃ ہے گویا حضور کا فرمانا یہ ہے کہ الست اولی بالمومنین من انفسہم بالمحبۃ ۔

بلکہ داعیہ تحقیق میں یوں کہنا چاہیئے اولیٰ اس جگہ مشتق ہے ولایت سے اور ولایت بمعنی محبت ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے الست احب الی المؤمنین من انفسہم یعنی کیا میں مومنوں کو ان کی جان سے زیادہ محبوب نہیں ہوں تو اب حاصل معنی سارے اعلان کے یہ ہوں گے۔

یا معشر المومنین انکم تحبونی اکثر من انفسکم فمن یحبنی یحب علیا اللہم احب من احبہ وعاد من عاداہ۔

اے ایمان والو تم مجھے محبوب رکھتے ہو اپنی جان سے زیادہ تو جو مجھے محبوب رکھتا ہے وہ علی کو بھی محبوب رکھے ۔ الٰہی اسے محبوب رکھ جو علی کو محبوب رکھے اور اسے مبغوض رکھ جو علی کرم اللہ وجہہ سے عداوت کرے ۔

اور یہی معنی آیت کریمہ النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ پ۲۱ سورۃ احزاب رکوع اول اس کی تفسیر میں علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

وھو مسوق لنفی نسب الادعیاء ممن یتبنونہم وبیانا ان زید بن حارثۃ لاینبغی ان یقال انہ ابن محمد صلی اللہ علیہ وسلم لان نسبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی

جمیع المؤمنین کالاب الشفیق بل ازید وازواجہ علیہ السلام امہاتہم والانبیاء فی النسب احق واولی من غیرھم۔

یہ آیت کریمہ اپنے سیاق میں مدعین نسب کی نفی کرتی ہے جو متبنی ہو کر مشارکت نسبی کرے اور یہ بیان حضرت زید بن حارثہ کے متعلق ہے کہ ہرگز ایسا نہ چاہیئے کہ مشرکین کی طرح کہا جائے کہ وہ ابن محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لیے کہ نسب نبی صلے اللہ علیہ وسلم یوں تو تمام مومنین کی طرف مثل شفیق باپ کے ہے بلکہ اس سے بھی زائد اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن امہات المومنین ہیں اور جو اقربا سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نسب میں ہیں وہ احق بہ تعظیم اور اولی بالمحبۃ ہیں غیروں کے مقابلہ میں۔

پھر علامہ آلوسی آخری فیصلہ فرماتے ہیں۔

ثم ان الاخبار الواردۃ من طریق اھل السنۃ الدالۃ علی ان ھذہ الایۃ نزلت فی علی کرم اللہ وجھہ وانہ ولی المؤمنین بالمعنی الذی قرانا ہ ونحن لاننکر ذالک وملعون من ینکرہ۔

فرماتے ہیں کہ طریقہ اہل سنت سے جو احادیث وارد ہیں وہ اس امر پر دال ہیں کہ آیہ کریمہ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک یقیناً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی ہے لیکن اس میں فضیلت علی کرم اللہ وجہہ سے زائد اور کوئی چیز نہیں اور وہ یقیناً ولی المومنین ہیں لیکن ولی کے معنی وہی ہیں جو ہم نے پہلے مقرر کیے۔ اور ہم ہرگز اس سے منکر نہیں بلکہ وہ ملعون ہے جو ولایت علی اور محبت وتعظیم علی سے انکار کرے کرم اللہ وجہہ الکریم (روح المعانی)

اب حسب موقعہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں اس لغت کا استعمال جن معنی میں ہوا ہے۔ وہ بھی یک جا جمع کر دیا جائے۔

قرآن کریم میں لفظ مولی تقریباً چھ مقام پر استعمال ہوا ہے۔ وہو ہذا۔

پارہ ۹۔ رکوع ۱۹۔	وان تولوا فاعلموا ان اللہ مولٰکم نعم المولی ونعم النصیر
پارہ ۱۷ رکوع ۹ و ۱۷۔	لبئس المولی ولبئس العشیر۔ واعتصموا باللہ ھو مولٰکم فنعم المولی ونعم النصیر۔
پارہ ۲۵ رکوع ۱۵۔	یوم لا یغنی مولیً عن مولیً شیئا ولا ھم ینصرون
پارہ ۲۶ رکوع ۵۔	ذلک بان اللہ مولی الذین اٰمنوا وان الکافرین لامولی لھم

ان تمام آیتوں میں مولیٰ بمعنی دوست اور مددگار کے آیا ہے۔
مَوْلٰہ ۔ قرآن کریم میں ۲ جگہ آیا ہے۔

پارہ ۱۴۔ رکوع ۱۲۔ وھو کل علی مولٰہ (مولی بمعنی آقا)

پارہ ۲۸ رکوع ۱۹۔ فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المومنین۔ مَوْلٰہٗ بمعنی مددگار

مولٰنا

پارہ ۳۔ رکوع ۸۔ انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرین (مولٰنا بمعنی مولیٰ ہیں)

پارہ ۱۰ رکوع ۱۳۔ ھو مولٰنا وعلی اللہ فلیتوکل المومنون (مولٰنا بمعنی مولیٰ)

مَولٰھم ۲ جگہ آیا ہے

پارہ ۷ رکوع ۱۴۔ ثم ردوا الی اللہ مولٰھم الحق۔ اپنے مولیٰ اللہ کی طرف

پارہ ۱۱۔ رکوع ۸۔ وردوا الی اللہ مولٰھم الحق

مولّیہا صرف ایک جگہ آیا ہے۔

پارہ ۲۔ رکوع ۳۔ ولکل وجھۃ ھو مولّیہا۔ اور ہر ایک کے لیے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے

مَولٰکم پانچ مقام پر ہے

پارہ ۴۔ رکوع ۷۔ بل اللہ مولٰکم۔ بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے

پارہ ۹ رکوع ۹۔ وان تولوا فاعلموا ان اللہ مولٰکم۔ نعم المولی ونعم النصیر بمعنی مولیٰ ہر دو جگہ۔

پارہ ۱۷ رکوع ۱۷۔ ھو مولٰکم فنعم المولی ونعم النصیر۔ بمعنی مولیٰ ہر دو جگہ

پارہ ۲۷ رکوع ۱۸۔ ھی مولٰکم وبئس المصیر۔ وہ تمہاری رفیق ہے۔

پارہ ۲۸۔ رکوع ۱۹۔ واللہ مولٰکم وھو العلیم الخبیر۔ اللہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے

مَوَالِیکم صرف ایک جگہ آیا ہے

پارہ ۲۱ رکوع ۱۷۔ فاخوانکم فی الدین وموالیکم۔ تو تمہارے بھائی ہیں دین میں اور بشریت میں تمہارے چچازاد۔

مَوَالِیَ دو جگہ آیا ہے۔

پارہ ۵۔ رکوع ۲۔ ولکل جعلنا موالی۔ اور ہم نے سب کے لیے مال کے مستحق بنائے۔

پارہ ۲۶۔ رکوع ۴ ولیس لہ من دونہ اولیاء۔ اور نہیں اس کے لیے اللہ کے سوا مددگار

ولیکم تمام قرآن کریم میں ایک جگہ آیا ہے

پ ۶۔ رکوع ۱۲۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ۔ تمہارے نہیں ہیں دوست مگر اللہ اور اس کا رسول۔

ولیّنا دو جگہ ہے

پ ۹۔ رکوع ۹۔ انت ولینا فاغفر لنا۔ تو ہمارا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دے۔

پ ۲۲ رکوع ۱۱ قالوا سبحانک انت ولیّنا من دونہم۔ وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو تو ہمارا دوست ہے نہ وہ

ولیّی دو جگہ آیا ہے

پ ۹۔ رکوع ۱۴۔ ان ولیی اللہ الذی نزل الکتاب بیشک میرا والی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری۔

پ ۱۳۔ رکوع ۵ انت ولی فی الدنیا والاخرۃ۔ تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں۔

ولیّہم دو جگہ ہے

پ ۸۔ رکوع ۷۔ وھو ولیہم۔ وہ ان مولیٰ ہے۔

پ ۱۴ رکوع ۱۴۔ فزین لہم الشیطان اعمالہم فھو ولیہم الیوم۔ تو شیطان نے ان کے کوتک ان کی آنکھوں میں بھلے کر دکھائے تو آج وہی ان کا رفیق ہے

ولیّہما صرف ایک جگہ ہے

پ ۴۔ رکوع ۴ واللہ ولیّہما۔ اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے۔

ولیّہ تین جگہ ہے

پ ۳۔ رکوع ۷۔ فلیملل ولیہ بالعدل۔ تو اس کا ولی انصاف سے لکھائے

پ ۱۵۔ رکوع ۴۔ ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیّہ سلطانا۔ اور جو ناحق قتل کیا جائے تو بیشک ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے۔

پارہ ۱۹۔ رکوع ۱۹ ثم لنقولن لولیہ۔ پھر اس کے وارث سے کہیں گے۔

ولیاً بارہ جگہ آیا ہے۔

پ۵۔ رکوع ۴۔ وکفی باللہ ولیا۔ اور اللہ کافی ہے والی

〃 〃 ۷۔ واجعل لنا من لدنک ولیا۔ اور دے اپنے پاس سے ہمارے لیے کوئی حمایتی

〃 〃 ۹۔ ولا تتخذوا منہم ولیا ولا نصیرا۔ اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور نہ مددگار

〃 〃 ۱۵۔ ومن یتخذ الشیطان ولیا من دون اللہ۔ اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے۔

پ۶۔ رکوع ۴۔ ولا یجدون لہم من دون اللہ ولیا ولا نصیرا۔ اور اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار

پ۷۔ رکوع ۸۔ قل اغیر اللہ اتخذ ولیا۔ فرمادیجئے کیا اللہ کے سوا بناؤں کسی اور کو والی۔

پ۱۵۔ رکوع ۱۴۔ ولن تجد لہ ولیا مرشدا۔ اور ہرگز اس کا حمایتی نہ پائے گا۔

پ۱۶۔ رکوع ۴۔ فہب لی من لدنک ولیا یرثنی۔ تو مجھے اپنے پاس سے دے جو میرا والی ہو تاکہ وہ میرے ورثہ کا حقدار ہو۔

پ۱۶۔ رکوع ۶۔ فتکون للشیطان ولیا۔ تو ہو جائیگا تو شیطان کا رفیق

پ۱۷۔ رکوع ۱۸۔ ولا یجدون لہم من دون اللہ ولیا ولا نصیرا۔ اور نہ وہ پائیں گے اپنے لیے اللہ کے سوا حامی نہ مددگار

پ۲۲۔ رکوع ۵۔ لا یجدون ولیا ولا نصیرا۔ نہ پائیں گے کوئی حمایتی نہ مددگار

پ۲۶۔ رکوع ۱۱۔ ثم لا یجدون ولیا ولا نصیرا۔ پھر نہ پائیں گے کوئی حمایتی نہ مددگار

ولی ۱۸ جگہ آیا ہے

پ۱۔ رکوع ۱۳۔ وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر۔ اور نہیں تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہ مددگار

پ۱۔ رکوع ۱۴۔ مالک من اللہ من ولی ولا نصیر۔ نہیں تیرے لیے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ مددگار

پ۳۔ رکوع ۲۔ اللہ ولی الذین آمنوا۔ اللہ والی ہے ان کا جو ایمان لائے۔

پ۳ - رکوع ۸ - وارحمنا انت مولنا - اور ہم پر رحم کر تو ہمارا مولی ہے ۔

پ۷ رکوع ۱۲ - لیس لہم من دونہ ولی ولا شفیع - نہیں ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہ سفارشی ۔

پارہ ۷ رکوع ۱۴ - لیس لہا من دون اللہ ولی ولا شفیع - نہیں اس کا اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہ سفارشی ۔

پ۱۰ رکوع ۱۶ - وما لھم فی الارض من ولی ولا نصیر - اور نہیں ان کے لیے زمین میں کوئی حمایتی اور نہ مددگار

پارہ ۱۱ - رکوع ۳ - وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر - اور نہیں تمہارا اللہ کے سوا کوئی والی اور نہ مددگار

پ۱۳ - رکوع ۱۱ - مالک من اللہ من ولی ولا واق - نہیں تیرا اللہ کے آگے کوئی حمایتی اور نہ بچانے والا ۔

پ۱۵ - رکوع ۱۲ - ولم یکن لہ ولی من الذل - اور ہرگز نہ ہوگا اس کا کوئی حمایتی اس کی ذلت کی وجہ سے

پ۱۵ - رکوع ۱۶ - مالہم من دونہ من ولی - نہیں اسکا اللہ کے سوا کوئی والی

پ۲۰ - رکوع ۱۴ - وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر - اور نہیں تمہارے لیے اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست کام بنانے والا اور نہ مددگار

پ۲۴ - رکوع ۱۹ - کانہ ولی حمیم - گویا کہ گہرا دوست ہے ۔

پ۲۵ - رکوع ۲ - فاللہ ھو الولی - تو اللہ ہی والی ہے ۔

پ۲۵ - رکوع ۴ - وھو الولی الحمید اور وہی کام بنانے والا تعریف کیا گیا ہے ۔

" رکوع ۵ - وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر - اور نہیں تمہارا اللہ کے سوا کوئی دوست نہ مددگار

" رکوع ۶ - فما لہ من ولی من بعدہ - تو نہیں اس کا کوئی رفیق اللہ کے بعد

" رکوع ۱۵ - واللہ ولی المتقین - اور اللہ ڈر والوں کا دوست ہے ۔

اولیاء ۴۳ جگہ آیا ہے

پ۳ - رکوع ۲ - والذین کفروا اولیٰئہم الطاغوت - اور وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے حمایتی

شیطان ہیں۔

پ۳۔ رکوع ۱۱۔ لایتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں مسلمانوں کے سوا۔

پ۴۔ رکوع ۹۔ انما ذلکم الشیطان یخوف اولیاءہ۔ وہ تو شیطان ہی ہے کہ اپنے دوستوں کو خائف کرتا ہے۔

پ۵۔ رکوع ۷۔ فقاتلوا اولیاء الشیطان۔ تو لڑو شیطان کے دوستوں سے۔

〃 رکوع ۹۔ فلا تتخذوا منہم اولیاء۔ تو ان میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ

〃 رکوع ۱۷۔ الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔

پ۶۔ رکوع ۱۲۔ یا ایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء بعضہم اولیاء بعض۔ اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

پ۶۔ رکوع ۱۳۔ والکفار اولیاء۔ اور کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ

〃 رکوع ۱۵۔ وما انزل الیہ ما اتخذوہم اولیاء۔ اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے

پ۸۔ رکوع ۲۔ وقال اولیٰئوھم من الانس۔ اور انکے دوست آدمی عرض کریں گے

〃 رکوع ۸۔ ولا تتبعوا من دونہ اولیاء۔ اور نہ پیروی کرو۔ اللہ کے سوا۔ اولیاء بمعنی پیرو۔

پ۸۔ رکوع ۱۰ انہم اتخذوا الشیطین اولیاء من دون اللہ۔ انہوں نے بنایا شیطانوں کو والی اللہ کے سوا

پ۹۔ رکوع ۱۸۔ وما کانوا اولیاءہ ان اولیاؤہ الا المتقون۔ اور وہ اس کے اہل نہیں ہیں اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں۔

پ۱۰۔ رکوع ۶۔ والذین کفروا بعضہم اولیاء بعض۔ اور کافر ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

پ۱۰۔ رکوع ۶۔ اولئک بعضہم اولیاء بعض۔ وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

پارہ ۱۰ رکوع ۹۔ یاایہا الذین آمنوا لاتتخذوا اٰبائکم واخوانکم اولیاء۔ اے ایمان والو اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ۔

〃 رکوع ۱۵۔ بعضہم اولیاء بعض۔ بعض انکے رفیق ہیں بعض کے

〃 ۱۱۔ رکوع ۱۲۔ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ خوف ہے نہ کچھ غم

پ ۱۲۔ رکوع ۲۔ وماکان لہم من دون اللہ من اولیاء۔ اور نہیں ہے ان کا کوئی اللہ کے سوا حمایتی۔

پ ۱۲۔ رکوع ۱۰۔ ومالکم من دون اللہ من اولیاء۔ اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں۔

پ ۱۳۔ رکوع ۸۔ قل افاتخذتم من دونہ اولیاء۔ فرمادیجیے کیا اللہ کے سوا تم نے وہ حمایتی بنالیے ہیں۔

پ ۱۵۔ رکوع ۱۱۔ فلن تجد لہم اولیاء من دونہ۔ تو ہرگز نہ پاؤگے اسکے سوا کوئی حمایتی۔

پ ۱۵۔ رکوع ۱۹۔ افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی۔ تو کیا بناتے ہو اسے اور اس کی اولاد کو دوست میرے سوا

پ ۱۶۔ رکوع ۳۔ افحسب الذین کفروا ان یتخذوا عبادی من دونی اولیاء۔ تو کیا کافر سمجھتے ہیں کہ میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی بنائیں گے۔

پ ۱۸۔ رکوع ۱۷۔ ان نتخذ من دونک من اولیاء۔ بنائیں گے تیرے سوا اور کو مولیٰ

پ ۲۰۔ رکوع ۱۶۔ اتخذوا من دون اللہ اولیاء۔ اللہ کے سوا اور مالک بنالیے۔

پ ۲۳۔ رکوع ۱۵۔ والذین اتخذوا من دونہ اولیاء۔ وہ جنہوں نے بنالیے والی اللہ کے سوا

پ ۲۴۔ رکوع ۱۸۔ نحن اولیاءکم۔ ہم تمہارے دوست ہیں۔

پ ۲۵۔ رکوع ۲۔ ام اتخذوا من دونہ اولیاء۔ کیا اللہ کے سوا اور والی ٹھہراتے ہیں

〃 رکوع ۶ وماکان لہم من اولیاء۔ اور ان کے کوئی دوست نہ ہوئے

〃 رکوع ۱۷ ولا ما اتخذوا من دون اللہ اولیاء۔ اور نہ وہ جو اللہ کے سوا حمایتی ٹھہرا رکھے تھے۔

〃 رکوع ۱۸ وان الظلمین بعضہم اولیاء بعض۔ اور بیشک ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

پ۲۶ رکوع ۴۔ ولیس لہ من دونہ اولیاء۔ اور اللہ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں۔

پ۲۸ رکوع ۴۔ یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء۔ اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ

پ۲۴ رکوع ۱۱۔ انکم اولیاء للہ۔ تم اللہ کے دوست ہو

اولیائکم ایک جگہ آیا ہے۔

پ۲۱ رکوع ۱۷۔ الا ان تفعلوا الی اولیئکم معروفا۔ مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر کوئی کسی قسم کا احسان کرو۔

اولیائہم ایک جگہ آیا ہے۔

پ۸۔ رکوع ۱۔ وان الشیاطین لیوحون الی اولیئہم۔ شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔

قرآن کریم میں مولٰہ۔ مولٰہم۔ مولانا۔ مولاکم۔ موالیکم۔ موالی۔ ولیکم۔ ولینا ولیی۔ ولیہم۔ ولیہما۔ ولیہ۔ ولیا۔ ولی۔ اولیاء۔ اولیائکم۔ اولیائہم

کل ۹۶ مقام پر ہے اور اس کے تمام معنی مندرجہ ذیل ہیں۔

دوست۔ مددگار۔ منہ کرنا۔ مولی مستحق ورثہ۔ والی۔ کام بنانے والا۔ رفیق۔ سنبھالنے والا۔ وارث ورثہ۔ حمایتی۔ حامی۔ بچانے والا۔ کام بنانے والا۔ اولیا محبوب۔ مالک۔

ان معنی میں خلافت کے معنی کہیں نہیں آئے۔

قطع نظر اس کے دیکھنا یہ ہے کہ یہ الیکشن بعد وفات سید اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہو چکا۔ اب اس قصہ کے دہرانے اور وہی پرانا راگ الاپتے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں جیسے جس وقت جس طرح مسند نشین مصطفےٰ بننا تھا بن گیا۔

پھر مسند نشین ہونے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔

جہاں صدیق و فاروق و ذوالنورین کو مسند نشین مانا جاتا ہے وہاں حضرت امیر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا مسند نشین مصطفیٰ ہونے میں کسی کو شک و شبہ نہیں۔

بحث تو صرف اور صرف اس میں ہے

کہ خلیفۃ اللہ بلافصل کون ہوا۔ مسند مصطفیٰ پر پہلے کون متمکن ہوا۔

یہ حضرات شیعہ کا مسلمہ اعتقاد ہے کہ خلافت علی منہاج النبوت بغیر مشیت الٰہی کسی کو نہیں

ملتی۔ بنابریں یہ کہنا تو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ جسے خلیفہ بنانا چاہتا تھا وہ تو نہ بن سکے اور دوسرے اس مسند پر آ جمے۔ اگر ایسا ہی ہوا ہے تو لازم آتا ہے کہ ارادۃ اللہ پر ارادہ عبد غالب ہے اور یہ باطل ہے۔

بہر حال

انصاف کی نظر سے دیکھنے والے کو صاف نظر آتا ہے کہ اولیت و ثانویت موجب اعزاز نہیں بلکہ خلافت سنت الٰہی کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چوتھے درجہ میں اس لیے ہوئی کہ آپ مقام ولایت کے علی منہاج النبوت خاتم تھے۔

تو بلا تشبیہ جیسے جناب ختمی مآب خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے اور خاتم الانبیاء قرار پائے اسی طرح حضرت مولائے کائنات اسد اللہ علی کرم اللہ وجہہ خاتم ولایت ہونے کی بناپر خلافت کے آخر پر خلیفہ ہوئے۔

اب رہی فضیلت صدیق اکبر سو وہ خلیفہ اول ہونے کی بنا پر نہیں۔

بلکہ اعلان سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ ہیں کہ ارشاد ہوا۔ افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر الصدیق۔

اور جہاں یہ فضیلت صدیق اکبر کو حاصل ہوئی وہاں

من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ کی فضیلت میں ارشاد ہوا جس کے معنی ہی بتا رہے ہیں کہ جس کے دل میں محبت سرور عالم ہے اس کا دل محبت علی کرم اللہ وجہہ سے لازمی طور معمور ہوگا۔ اور محبوبان حق وہی ہیں جو حضرت علی شیر خدا کی محبت کو جزو ایمان جانیں اور جن کے دل میں عداوت ہو وہ عاد من عاداہ کا مستحق ہے اور جس کے دل میں محبت ہو وہ وال من والاہ کا حقدار ہے۔

یہ ہے خلاصہ تحقیق انیق اس پر بھی اگر کوئی موشگافی کی جرأت ہے وہ مفرط ہے اور مفرط سے مکالمہ افراط و تفریط کے مریضوں کا کام ہے واللہ الہادی۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْؕ وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًاۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۝

فرما دیجیئے اے اہل کتاب نہیں ہو تم کسی شے پر جبتک نہ قائم کرو توریت اور انجیل اور جو کچھ نازل ہوا تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے ۔ اور بے شک اے محبوب زیادتی ہوگی بہتوں کی ان میں جو تمہاری طرف اترا اس سے شرارت اور کفر کی ۔ تو تم مایوس نہ ہو کافروں کے معاملہ پر۔

شانِ نزول :۔ رافع بن حارثہ ۔سلام بن مشکم ۔ مالک بن صیف ۔رافع بن حرملہ یہودی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے ۔آپ کا یہ دعوی ہے کہ آپ ملت ابراہیمی پر ہیں اور آپ ہمارے نبیوں اور کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں ۔پھر آپ ہماری مخالفت کیوں کرتے ہیں حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے مگر تم لوگ اپنے دین اور کتب سے منکر ہو گئے ہو تم نے اپنے لیے نیا دین گھڑ لیا ہے جن احکام کو ظاہر کرنے کا تم کو حکم تھا تم نے چھپا دیے ۔ہم تمہارے دین سے بیزار ہیں وہ بولے کہ ہم آپ کے دین سے بیزار ہیں اور ہم حق پر ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ۔خازن

اس آیت کریمہ میں یہود و نصاریٰ کو توبیخ ہے کہ تم لوگ کسی مذہب پر نہیں جبتک ان احکام کی پیروی نہ کرو جو توریت و انجیل میں ہے اور وہ صفات و نعت جناب مصطفی علیہ التحیۃ والثنا ہے۔ حضور کی اتباع کا حکم ہے جبتک اس کے مطابق نہ چلیں اور قرآن کریم کو نہ مانیں ان کا مذہب کچھ نہیں مگر ان کی شر انگیزی اور کفر پرستی اور زیادہ ہوتی جائے گی جتنا قرآن نازل ہوگا ان کا مکابرہ اور عناد ہی ترقی کریگی تو آپ ان کی اس مخالفت سے غمگین ہو کر مایوس نہ ہوں ۔مدارک

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥

بے شک وہ جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور وہ جو یہودی ہیں اور ستارہ پرست اور نصرانی جو بھی ان میں سے ایمان لائے اللہ پر اور قیامت پر اور نیک عمل کریں تو ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کوئی اندیشہ۔

اس میں کلام مستانف کے ساتھ ترغیب ایمان اور عمل صالح کی فرما کر ان کی اندرونی حالت کا اظہار کیا ہے ۔چنانچہ ثوری سے مروی ہے کہ انہم الذین آمنوا بالسنتہم وھم المنافقون یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو زبان سے ایمان لائے اور در حقیقت منافق تھے۔

واختار القاضی ان المراد بہم المتدینون بدین محمد صلی اللہ علیہ وسلم مخلصین کانوا او منافقین ۔ قاضی اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد متدین بہ دین مصطفی ہیں عام اس سے کہ

مخلص الایمان ہوں یا منافق اور ھادوا سے وہ لوگ مراد ہیں جو یہودیوں میں داخل ہیں اور الصٰبئون کے متعلق حسن جلبی کہتے ہیں۔ قوم خرجوا عن دین الیھود والنصاری وعبدوا الملائکۃ یہ وہ قوم ہے جو یہود و نصاریٰ سے نکل کر ملائکہ پرستی میں پڑ گئی اور ستارہ پرست بھی۔ بعض نے کہا

حسن المحاضرۃ فی اخبار المصر والقاھرۃ میں حضرت جلال السیوطی رحمۃ اللہ علیہ ذکر ائمۃ النار۔ بخ میں فرماتے ہیں۔

ان آدم علیہ السلام اوصی لابنہ شیث وکان فیہ وفی بنیہ النبوۃ والدین وانزل علیہم تسعا وعشرین صحیفۃ وانہ جاء الی ارض مصر۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے شیث کو جنہیں نبوت اور دین عطا ہوا تھا وصیت کی اور حضرت شیث علیہ السلام پر ۲۹ صحیفے نازل ہوئے اور وہ ارض مصر میں تشریف لائے اور آپ کو ایلون بلایا گیا چنانچہ آپ اور اپنے بھائی کی اولاد کے ساتھ ایلون تشریف لے گئے۔

حضرت شیث علیہ السلام تو پہاڑ کے اوپر سکونت پذیر ہوئے اور اولاد قابیل نیچے کے میدان میں رہے۔

پھر شیث علیہ السلام کے خلیفہ ان کے بیٹے انوش ہوئے اور ان کے خلیفہ ان کے بیٹے قونان بنے اور قونان کے جانشین ان کے بیٹے مہلائیل کو حاصل ہوئی اور ان کی جگہ ان کے بیٹے یرد خلیفہ ہوئے اور مہلائیل نے وصیت شیث دے کر تمام علوم میں ماہر کر دیا واخبرہ بما یحدث فی العالم اور دنیا میں جو آدم علیہ السلام آنے والے تھے سب کی خبر دی اور فن نجوم میں بھی ماہر کر دیا۔

اور وہ کتاب جو آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی وہ اپنے بیٹے اخنوخ کو دی پھر چالیس سال کے بعد اخنوخ جنہیں ادریس علیہ السلام (غالباً کہا جاتا ہے) منصب نبوت پر فائز ہوئے اور آپ ہی کو ہرمس کہا جاتا ہے۔

اس زمانہ میں یہاں کا بادشاہ محویل بن اخنوخ بن قابیل تھا۔ لہٰذا حضرت ادریس علیہ السلام سے کد ہوئی۔ اس نے کچھ برائی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے شر سے محفوظ کیا اور آپ پر تیس صحیفے نازل کیے تو جب آپ کی تبلیغ عام ہوئی تو جو اس کے پیرو ہوئے وہ ملت صابیہ کہلاتی ہے۔

اس ملت میں توحید الٰہی اور طہارت اور روزہ وغیرہ احکام تھے۔

ایک قول ہے کہ صابی منسوب ہے صابی بن متوشلخ بن ادریس کی طرف اور یہ خفیف ادریں [illegible]

ایک قول یہ ہے کہ صابئی بن ماوی زمانہ خلیل علیہ السلام میں تھا۔
ایک قول یہ ہے کہ صابئی عرب کے نزدیک اسے کہتے ہیں جو اپنی قوم کے دین سے خارج ہو گیا ہو۔ تو آیت کریمہ سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ باوجود اس کے کہ اس کی ضلالت اور زیغ عن الادیان اظہر من الشمس ہے تو جب اس کی توبہ قبول ہے بشرطیکہ وہ اپنی اصلاح کر لے تو پھر اس سے غیر بطریق اولیٰ قبولیت کا حقدار ہے (روح المعانی)

والنصارٰی جمع نصرانی کی ہے۔

سب کو مبتدا کی جگہ من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحاً تک دے کر اس کی خبر دی۔

فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ تو انہیں نہ کوئی خوف ہے نہ غم (روح المعانی)

آگے ارشاد ہے

لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَاَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمْ رُسُلًاؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْۙ فَرِیْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ ۝ وَ حَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَ صَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا كَثِیْرٌ مِّنْهُمْؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ۝

بے شک لیا ہم نے بنی اسرائیل سے عہد اور ان کی طرف بھیجے ہم نے رسول جب کبھی آیا ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر جو ان کی خواہش نفس کے خلاف تھی ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہیں اور گمان رکھتے ہیں کہ انہیں کوئی سزا نہ ہو گی تو اندھے اور بہرے ہو گئے پھر توبہ قبول کی ان کی پھر اندھے بہرے ہو گئے ان میں کے بہت اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔

لقد اخذنا میثاق بنی اسرائیل میں بنی اسرائیل سے وہ عہد لینا مراد ہے جو ان میں تشریف لائے ہوئے انبیائے کرام نے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے متعلق لیا اور اس امر کی اتباع پر جو ان کے لیے جائز اور ناجائز پر نازل ہوا اور توحید کے اعتراف پر اور تمام شرائع اور احکام مکتوبہ فی التورات پر لیا۔

اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام ہے ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ میثاق تین عہد لیے گئے ایک عہد رب تعالےٰ کی ربوبیت کا ہے۔ دوسرا عہد انبیائے کرام سے حضور علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا ہے۔ تیسرا عہد اہل کتب سے کتب الٰہیہ کی تبلیغ کرنے کا ہے۔

پھر وارسلنا الیھم رسلا ان کی طرف بہت سے انبیائے کرام مبعوث کیے جن کو وہ جانتے ہوئے اور ان کے ساتھ موعظت وتذکیر اور ان کے دین پر اتباع کا معاہدہ کیا۔

رسل سے مراد انبیاء کرام ہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان تقریباً دو ہزار سال کا فاصلہ ہے اس دوران میں ایک ہزار پیغمبر تشریف لائے جو سب بنی اسرائیل سے تھے جن میں سے بعض کا نام قرآن کریم میں موجود ہے جیسے حضرت داؤد و سلیمان و زکریا وغیرہ علیہم السلام۔ بعض کے نام حدیث پاک میں آگئے جیسے شعیا۔ ارمیا۔ یوشع علیہم السلام۔

کلما جاءھم رسول بما لا تھوی انفسھم۔ تو جو رسول تشریف لایا ان احکام کے ساتھ جس سے ان کا نفس اور خواہش مخالف تھے اور احکام شرعیہ کا اتباع انہیں مشقت کی وجہ سے شاق گزرا اور ان کی ہوائے نفسانی نے اسے برداشت نہ کیا کلما جاءھم رسول من اولئک المرسل بما لا تحبہ انفسھم المنھمکۃ فی الغی والفساد من الاحکام الحقیقۃ والشرائع عصوہ وعادوہ۔ جب بھی ان رسولوں میں سے کوئی رسول ایسی چیز لے کر آیا احکام حقیقت و شرائع میں سے جس کو ان کے فساد اور گمراہی میں غرق شدہ نہ چاہتے تھے تو انہوں نے اس کی مخالفت بھی کی اور اس سے دشمنی بھی کی، یہ آیت کریمہ کا مفہوم ہے تو ان میں دو فریق ہو گئے۔

فریقا کذبوا۔ ایک فریق ان احکام کو ہی جھٹلا تا رہا۔ و فریقا یقتلون اور دوسرا فریق انبیاء کے قتل میں پڑ گیا۔

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔

اور اپنے گمان میں یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان پر اس فعل قبیح کی وجہ سے کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا۔ تو فعموا اندھے ہو گئے دین سے اور اس ہدایت سے جو انبیاء لائے انہیں کی۔ وصموا اور بہرے ہو گئے استماع حق سے اس میں اشارہ ہے اس پہلی گمراہی کی طرف جو بنی اسرائیل میں ہوئی اور احکام توریت کی مخالفت کی اور محارم پر آمادہ ہو گئے اور حضرت شعیا علیہ السلام کو شہید کر ڈالا۔ اور ایک قول ہے کہ حضرت ارمیا علیہ السلام کو محبوس کیا۔

ثم تاب اللہ علیھم پھر توبہ کی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور بابلی مینی جو ایک مدت طویل تک جو بخت نصر بابلی کے قہر میں گھرے ہوئے تھے۔ اس سے نجات دی اور ایک زبردست بادشاہ ملوک فارس سے بیت المقدس کی طرف بھیجا۔ جس نے تمام عمارتیں صحیح کیں اور بنی اسرائیل اپنی سابقہ آزادی میں آئے۔

ایک قول یہ ہے کہ بہمن بن اسفندیار کے دل میں ان پر رحم ڈالا اور اس نے بخت نصر بابلی کے مظالم سے نجات دلا کر حضرت دانیال علیہ السلام کو ان پر بھیجا اور ان کی کھوئی ہوئی عظمت واپس آئی۔

جس کا تذکرہ دوسرے مقام پر بھی ہے ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ جب آزادی کی نعمت سے بہرہ ور ہو گئے تو پہلی غلامی اور ذلت بھول گئے اور ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا پھر اندھے بہرے ہو گئے یہ دوبارہ کی سرکشی کی طرف اشارہ ہے جس ضلالت و گمراہی میں حضرت زکریا حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا۔

كَثِيرٌ مِّنْهُمْ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ اور اس خیال والے ان میں اکثر تھے اور اللہ انکے کام دیکھ رہا ہے (روح المعانی)

اب قبائح نصاریٰ کی تفصیل اور ان کے اقوال کا ابطال شروع ہوا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ

بے شک کافر ہوئے وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے۔

نصاریٰ کے بہت فرقے ہیں۔ ان میں سے یعقوبیہ اور ملکانیہ دو فرقے وہ ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ مریم نے اللہ جنا اور یہ بھی ان کا خیال ہے کہ معاذ اللہ۔ اللہ نے ذات عیسیٰ میں حلول کیا اور وہ ان کے ساتھ متحد ہو گیا تو عیسیٰ اللہ ہو گئے (خازن) تو اس خیال فاسدہ کا اس طرح رد کیا۔

وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ۔

اور مسیح نے فرمایا تھا اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے بیشک جو شرک کرے اللہ کے ساتھ تو یقینا اللہ نے حرام کر دی ہے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں (یعنی مشرکوں کا) کوئی مددگار نہیں۔

حضرت مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ تعالےٰ کی صفات ارفع و اعلےٰ ہے کہ میرا اور تمہارا سب کا وہی رب ہے میں اس کا بندہ ہوں نہ کہ اللہ جیسا کہ تم اپنے توہمات کی بنا پر کہتے ہو حلول کا عقیدہ بھی باطل ہے اور مجھے خدا کہنے کا دعوےٰ بھی غلط ہے اور اگر تم اپنے توہمات میں ہی پڑے رہے تو یاد رکھو کہ یہ شرک ہے اور جو اللہ کا شریک مانے وہ مشرک ہے اور اس پر اللہ نے جنت حرام فرمائی ہے۔ اس کا ٹھکانہ ابد الآباد کے لیے جہنم ہے اور اس کا کوئی ناصر اور مددگار نہیں ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى

اللّٰہِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَہٗ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

بیشک وہ کافر ہوئے جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے اور خدا تو کوئی نہیں مگر ایک واحد قہار اور اگر نہ باز آئے اپنے کہنے سے تو انہیں پہنچے گا جو کافر ہوئے دردناک عذاب تو کیوں نہیں رجوع کرتے اللہ کی طرف اور بخشش نہیں مانگتے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ دوسرے دو فرقوں کا خیال ہے ایک مرقوسیہ اور دوسرا نسطوریہ

ان کا یہ کہنا کان اللہ ثالث ثلثۃ اس سے ان کا یہ مطلب تھا کہ معاذ اللہ۔ اللہ اور مریم اور عیسی تینوں الٰہ ہیں اور منصب الوہیت ان تینوں میں مشترک ہے۔

متکلمین فرماتے ہیں کہ نصاریٰ کے عقیدہ میں باپ بیٹا روح القدس یہ تینوں مل کر ایک الٰہ ہیں۔

اس کا رد کیا گیا اور فرمایا وما من الٰہ الا الٰہ واحد۔ اور کوئی خدا نہیں مگر ایک خدا نہ اس کا کوئی ثانی نہ ثالث بلکہ وہ ذات وحدانیت کے ساتھ موصوف ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد ہے۔ اس کا شریک نہیں۔

لَا ضِدٌّ وَلَا نِدٌّ وَلَا حَدٌّ لِرَبِّیْ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ وَلَمْ یَلْقَ زَوَالًا

پھر تو بجا ارشاد ہوا وان لم ینتہوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منہم عذاب الیم اگر وہ اپنے اس عقیدہ سے باز نہ آئے تو انہیں دردناک عذاب پہنچے گا یعنی اگر تثلیث کے عقیدہ کو نہ چھوڑا اور توحید اختیار نہ کی تو وہ مرنے کے بعد عذاب الیم میں مبتلا ہوں گے۔

پھر تشفیقًا ارشاد ہوا کہ انہیں چاہیئے کہ توبہ کریں اور اللہ سے بخشش طلب کریں اللہ بخشنے والا مہربان ہے پھر اس امر کی مزید تصریح فرمائی کہ مسیح اور ان کی والدہ حقیقتًا کیا ہیں چنانچہ ارشاد ہوا۔

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ اُنْظُرْ کَیْفَ نُبَیِّنُ لَہُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۝

مسیح بن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گذرے اور اس کی والدہ صدیقہ ہیں دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھئے ہم کیسی صاف نشانیاں انکے لیے بیان کرتے ہیں پھر دیکھئے وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں۔

یعنی جب مسیح ان رسولوں جیسے ایک رسول ہیں جو ان سے پہلے بھی بہت رسول گذر چکے ہیں تو انہیں الٰہ ماننا غلط ہے اور ایسا عقیدہ کسی غیر خدا کے ساتھ رکھنا کفر ہے۔

البتہ وہ بھی مثل اور نبیوں کے معجزات لائے جو ان کی صدق نبوت کی دلیل تھے تو حضرت مسیح علیہ السلام بھی رسول ہی ہیں۔ ان کے معجزات بھی دلیل نبوت ہیں انہیں رسول ہی ماننا چاہیئے جیسے اور انبیاء

علیہم السلام کو معجزات کی بنا پر خدا نہیں مانا جاتا۔ انہیں خدا یا خدا کا بیٹا نہ مانو۔
اور والدہ صدیقہ ہیں جو اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی مصدقہ ہیں۔
پھر فرمایا کانا یاکلان الطعام دونوں کھانا کھاتے تھے۔ غذا کے محتاج تھے۔ نشو و نما اور تقوم جسمانی میں غذا کی انہیں بھی احتیاج تھی اور ظاہر ہے کہ محتاج غذا الٰہ نہیں ہو سکتا۔
جو جسم رکھے اور غذا کھائے اور وہ غذا جسم میں تحلیل ہو اور اسی غذا سے تقوم بدن ہو وہ کیسے الٰہ ہو سکتا ہے چنانچہ فرمایا گیا ثم انظر انی یؤفکون پھر دیکھئے کیسی اندھی بات کرتے ہیں آگے ابطال شرک کی ایک اور دلیل دی جاتی ہے کہ الٰہ مستحق عبادت وہی ہو سکتا ہے جو نفع و ضرر پر ذاتی قدرت اور اختیار رکھے اور جو ایسا نہیں وہ مستحق نہیں ہو سکتا اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفع و ضرر کے بالذات مالک نہ تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس امر کے مالک بنائے گئے اس پر مختار ہوئے تو ان کی نسبت الوہیت کا اعتقاد باطل اور محض باطل ہے ابراء اکمہ اور ابرص اور اخبار بما تاکلون وما تدخرون اور احیاء موتیٰ کی قوتیں سب بعطاء الٰہی تھیں اور یقیناً تھیں ان سے افراط عقیدہ میں پڑ کر انہیں ابن اللہ یا اللہ کہنا اعمیٰ واصم ہونا ہے چنانچہ ارشاد ہے تفسیر ابوالسعود

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝
کہہ کیا اللہ کے سوا ایسے کو معبود بناتے ہو جو تمہارے نفع و ضرر کا مالک نہیں اور اللہ ہی وہ ہے جو سنتا جانتا ہے۔

آخر میں غلو فی الدین اور اتباع [illegible] فرمائی گئی اور ارشاد ہوا۔
قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۝
فرما دیجئے اے کتابیو ناحق زیادتی اپنے دین میں نہ کرو اور نہ پیروی کرو ایسے لوگوں کی خواہشوں کی جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت لوگوں کو گمراہ کر گئے اور خود ہی راہ سے بہکے۔

یہود کی زیادتی تو یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت محض حسد و عناد کی بنا پر نہیں مانتے اور عیسائیوں کی زیادتی یہ کہ وہ حضرت مسیح کو ابن اللہ یا تیسرا خدا مان کر انہیں معبود ٹھیراتے ہیں اور گمراہوں کی خواہشات کا اتباع یہ کہ اپنے بے دین باپ دادا وغیرہ کے طریقہ کو مذہب سمجھتے ہیں۔ انہیں تشفیقاً حکم فرمایا لاتغلوا فی دینکم غیر الحق ولاتتبعوا اھواء قوم۔
غلو۔ حد سے بڑھ جانا یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا یہ افراط کا غلو ہوا۔ دینکم سے

مراد یہودیت و نصرانیت ہے۔ اَہْوَاء۔ اس خواہش نفسانی کو کہتے ہیں جو حق کے مخالف ہو یہ خواہش جہنم میں لے جانے والی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع سورۃ مائدہ پ ۶

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

لعنت کیے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں اوپر زبان داؤد اور عیسٰی بن مریم کے یہ بسبب اس کے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور تھے وہ حد سے تجاوز کرنے والے۔

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

اور وہ تھے کہ نہ روکتے بری بات سے آپس میں اور کرتے خود بری بات ضرور تھے وہ برے کام کرنے والے۔

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِى الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝

دیکھو گے تم بہت سے ان میں جو دوستی کرتے ہیں کافروں سے کتنی بری چیز اپنے لیے آگے بھیجی یہ کہ اللہ ان پر غضب کرے اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِىِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰـكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

اور اگر ہوتے وہ ایمان لانے والے اللہ اور اس نبی پر اور جو اترا ان کی طرف تو کافروں سے دوستی نہ کرتے مگر بہت سے ان میں سے فاسق ہیں۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

ضرور پاؤ گے تم مسلمانوں کا شدید ترین دشمن یہود کو اور مشرکوں کو اور ضرور پاؤ گے تم قریب ترین محبت میں ایمان والوں سے جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

حل لغات گیارہواں رکوع سورہ مائدہ پ ۶

لعن۔ لعنت کیے گئے	الذین۔ جو	کفروا۔ کافر ہوئے	من بنی اسرائیل۔ بنی
اسرائیل سے	علی۔ اوپر	لسان۔ زبان	داؤد۔ داؤد
و۔ اور	عیسی۔ عیسٰی	بن۔ بیٹے	مریم۔ مریم کے
ذلک۔ یہ	بما۔ بسبب اسکے کہ	عصوا۔ نافرمانی کی انہوں نے	و۔ اور
کانوا۔ تھے	یعتدون۔ حد سے بڑھتے	کانوا۔ تھے	لا۔ نہ
یتناھون۔ روکتے	عن منکر۔ بری باتوں سے	فعلوہ۔ جو کرتے تھے	لبئس۔ بہت برا ہے
ما۔ جو	کانوا۔ وہ	یفعلون۔ کرتے تھے	تری۔ دیکھتا ہے تو
کثیرا۔ بہتوں کو	منہم۔ ان میں سے	یتولون۔ محبت کرتے ہیں	الذین۔ ان سے جو
کفروا۔ کافر ہیں	لبئس۔ بہت برا ہے	ما۔ جو	قدمت۔ آگے بھیجا
لہم۔ ان کے لیے	انفسہم۔ انکی جانوں نے	ان۔ یہ کہ	سخط۔ ناراض ہوا
اللہ۔ اللہ	علیہم۔ ان پہ	و۔ اور	فی۔ بیچ
العذاب۔ عذاب کے	ہم۔ وہ	خلدون۔ ہمیشہ رہنے والے ہیں	و۔ اور
لو۔ اگر	کانوا۔ وہ	یومنون۔ ایمان لاتے	باللہ۔ اللہ
و۔ اور	النبی۔ نبی پہ	و۔ اور	ما۔ اس پہ جو
انزل۔ اتارا گیا	الیہ۔ اسکی طرف	ما۔ تو نہ	اتخذوا۔ پکڑتے
ہم۔ ان کو	اولیاء۔ دوست	و۔ اور	لکن۔ لیکن
کثیرا۔ بہت سے	منہم۔ ان میں سے	فاسقون۔ فاسق ہیں	لتجدن۔ ضرور پائے گا تو
اشد۔ بہت سخت	الناس۔ لوگوں کے	عداوۃ۔ عداوت میں	للذین۔ انکے لیے جو
امنوا۔ مومن ہیں	الیہود۔ یہود کو	و۔ اور	الذین۔ ان کو جو
اشرکوا۔ مشرک ہیں	و۔ اور	لتجدن۔ ضرور پائے گا تو	اقربہم۔ زیادہ قریب انکے
مودۃ۔ محبت میں	للذین۔ ان لوگوں کے لیے	امنوا۔ جو مومن ہیں	الذین۔ ان کو جنہوں نے
قالوا۔ کہا	انا۔ بیشک ہم	نصٰری۔ نصاری ہیں	ذلک۔ یہ

بان ۔اس لیے کہ | منھم ۔ ان میں | قسیسین ۔علماء ہیں | و ۔ اور
دھبانا ۔ درویش | و ۔ اور | انھم ۔ وہ | لا ۔ نہیں
یستکبرون ۔ تکبر کرتے

مختصر تفسیر گیارہواں رکوع سورۃ مائدہ پ۶

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝

لعنت کیے گئے وہ جو کافر ہوئے بنی اسرائیل میں اوپر زبان داؤد اور عیسیٰ بن مریم کے یہ اس وجہ سے کہ تھے وہ نافرمان اور تھے حد سے تجاوز کرنے والے وہ تھے کہ بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے وہ یقیناً بہت برے کام کرتے تھے۔

بنی اسرائیل میں سے کافر اسرائیلیوں پر اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام نے لعنت فرمائی تھی۔ کَفَرُوا ہر طرح کے کفار خواہ کسی قسم کا کفر کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایلہ کے رہنے والوں نے جب حد سے تجاوز کیا اور ہفتہ روز شکار کی جو ممانعت تھی اس کے خلاف ہوئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر لعنت کی کے ان کے حق میں بددعا فرمائی تو وہ بندروں کی شکل میں مسخ کر دیے گئے۔

اور اصحاب مائدہ نے جب نازل شدہ خوان کی نعمتیں کھانے کے بعد کفر کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے وہ بندر اور سور کی شکل میں پانچ ہزار مسخ کیے گئے (جمل)

لسان ۔ زبان ۔ ان نبیوں نے زبور وانجیل میں ان پر لعنت کی۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہود اپنے آباؤ اجداد پر فخر کیا کرتے تھے اور کہتے تھے ہم انبیاء علیہم السلام کی اولاد میں۔ اس آیت کریمہ میں انہیں بتایا گیا کہ ان انبیاء علیہم السلام نے ان پر لعنت کی ہے جن کی یہ اولاد بنتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی جلوہ افروزی کی بشارت دی اور انہوں نے ایمان لانے اور حضور کا اتباع کرنے سے انکار کیا تو ان

منکروں پر آپ نے لعنت فرمائی۔

روح المعانی میں مزید توضیح یہ بھی کہ پانچ ہزار مسخ شدہ افراد کی تعداد میں بچے اور عورتیں شامل نہیں ہیں یہ صرف مردوں کی تعداد ہے۔

اور داؤد علیہ السلام کی بددعا کے یہ الفاظ تھے

اللھم البسھم اللعن مثل الرداء ومثل المنطقۃ علی الحقوین۔

اے اللہ ان پر ایسی لعنت فرما جو ان کے تمام جسم پر لباس کی طرح آجائے یا اس ازار بند کی طرح جو پوری کمر کو لپیٹ لیتا ہے۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا کے یہ الفاظ تھے۔

اللھم عذب من کفر بعد ما اکل من المائدۃ عذابا لم تعذبہ احدا من العلمین والعنھم کما لعنت اصحاب السبت

اے اللہ جس نے مائدہ کھانے کے بعد کفر کیا اس کو ایسی سزا دے کہ وہ سزا تو نے کسی کو بھی نہ دی ہو جہان والوں میں اور ان پر ایسی لعنت فرما جیسی تو نے ہفتہ والوں پر لعنت کی۔

مسئلہ :- آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ نہی عن المنکر واجب ہے اور منکرات سے روکنے سے باز رہنا مداہنت فی الدین ہے اور یہ سخت گناہ ہے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے اول تو منع کیا جب وہ باز نہ آئے تو پھر وہ علماء بھی ان سے مل گئے اور کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے ان کے اس عصیان و تعدی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ان پر لعنت اتار دی۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات پاک کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے میری امت کے بعض لوگ جب قبروں سے نکلیں گے تو ان کی صورتیں بندروں اور خنزیروں کی ہوں گی اس جرم میں کہ وہ بے دین سیہ کاروں کے ساتھ بیٹھ کر اپنی زبان بند رکھتے تھے اور منع کرنے کی طاقت کے باوجود بالکل خاموش رہتے تھے (روح المعانی)

آگے کافروں سے وداد و محبت رکھنے والوں پر وعید شدید ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ

اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ وَفِی الۡعَذَابِ ھُمۡ خَالِدُوۡنَ ہ

تم دیکھو گے بہت سے ان میں سے دوستی کرتے ہیں کافروں سے کتنی بری چیز ہے جو آگے بھیج رہے ہیں اپنے لیے یہ کہ اللہ کا غضب ان پر ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

کعب بن اشرف اور اس کے ساتھی اور منافقین نے اسلام کی ترقی و عروج کو دیکھا تو جل کر مکہ معظمہ میں پہنچے اور ابو سفیان سے ملے اور مسلمانوں سے جنگ پر ابھارا اور اپنے تعاون کا یقین دلایا لیکن وہ اس سازش میں ناکام رہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

تَرٰی۔ تو دیکھتا ہے کہ انہوں نے اس سازش کو چھپانے کی کوشش کی مگر اے محبوب آپ نے دیکھ لیا۔ نگاہ مصطفیٰ نے مشاہدہ فرما لیا ان کا یہ مذکورہ عمل۔

مَا قَدَّمَتۡ۔ جو انہوں نے اپنے آگے بھیجا بہت ہی برا ہے۔

سَخِطَ۔ سخت ناراضگی کو کہتے ہیں انہوں نے خدا کی ناراضگی کے کام کر لیے۔

خَالِدُوۡنَ۔ یہ لوگ ہمیشہ عذاب میں ہی رہیں گے۔

اس آیت کریمہ میں کفار کے ساتھ موالات و محبت کی حرمت بیان ہوئی ہے اور ایسے تعلقات غضب الٰہی کے موجب ہیں۔

وَلَوۡ کَانُوۡا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالنَّبِیِّ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡہِ مَا اتَّخَذُوۡھُمۡ اَوۡلِیَآءَ وَلٰکِنَّ کَثِیۡرًا مِّنۡھُمۡ فٰسِقُوۡنَ ہ

اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور اس نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے لیکن ان میں تو بہتیرے فاسق ہیں۔

یہاں یہودیوں اور منافقوں کے دعویٰ ایمان کی تردید ہے۔

النبی۔ وہ انبیاء جن کے امتی ہونے کا یہ دعویٰ کرتے تھے۔

فاسق کی تعریف علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں ای خارجون عن الدین او متمردون فی النفاق مفرطون۔ یعنی فاسقین وہ ہیں جو دین سے خارج ہوں یا سرکش ہوں اور نفاق میں مفرط ہوں۔

ما انزل الیہ میں ضمیر راجع ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور توریت کے مضمون سے بھی یہی ثابت ہے ایک قول میں وضاحت ہے المراد بالنبی نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی میں یہود کو ارشاد ہے ولو کانوا یومنون باللہ والنبی ای نبیہم موسیٰ علیہ السلام۔ اگر وہ اللہ پر ایمان لاتے اور نبی پر یعنے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام پر۔

وما انزل الیہ۔ میں حضور سید اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔

وبما انزل سکے معنی میں قرآن کریم مراد ہے گویا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر منافق ایمان لے آتے اللہ پر اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صحیح ایمان تو ما نحن وھو یعنی مشرکوں اور یہودیوں کو اولیا دوست نہ بناتے۔ روح المعانی۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔

ضرور تم پاؤ گے شدید ترین دشمن ایمان والوں کا یہودیوں اور مشرکوں کو اور ضرور تم مسلمان کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب پاؤ گے جو کہتے تھے کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

اس آیت کریمہ میں ان کی مدحت ہے جو زمانہ اقدس تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر رہے اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم ہونے پر حضور علیہ السلام پر ایمان لے آتے۔ چنانچہ اس کا شان نزول یہ ہے۔

کہ ابتداء اسلام میں جب کفار قریش نے مسلمانوں کو بہت ایذائیں دیں تو صحابہ کرام میں سے گیارہ مرد چار عورتیں حضور کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت کر کے روانہ ہوئے ان گیارہ مردوں اور چار عورتوں کے اسماء یہ ہیں۔

حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ مطہرہ رقیہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ حضرت زبیر بن عوام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ کی بیوی ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر اور ان کی بیوی حضرت ام سلمہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جن کی وفات کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا بوسہ لیا اور حضرت عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی حضرت لیلیٰ بنت ابی خیثمہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت حاطب بن

عمرو اور ایک صحابی اور ہیں اور حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یہ حضرات نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب المرجب میں ہجرت سفر کرکے حبشہ پہنچے۔ یہی وہ ہجرت ہے جسے مسلمان ہجرت اولی کہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب گئے اور رفتہ رفتہ بہت سے مسلمان روانہ ہوتے رہے حتیٰ کہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ مہاجرین کی تعداد بیاسی مردوں تک پہنچ گئی۔

اس کے بعد قریش کے کفار کو

اس ہجرت کا علم ہوا تو انہوں نے بھی ایک جماعت تحفے تحائف لے کر حبشہ کی طرف نجاشی کے پاس روانہ کی ان لوگوں نے شاہی دربار تک باریابی حاصل کرکے بادشاہ سے کہا کہ ہمارے ملک میں ایک شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہے اور نادان لوگوں کو اپنے آباؤ اجداد کے دین سے منحرف کر دیا ہے۔

اب ان میں سے ایک جماعت آپ کے ملک میں آئی ہے اور یہاں بھی وہ فتنہ و فساد کرے گی اور آپ کی رعایا کو باغی بنائے گی۔ ہم آپ کو خبر دینے کے لیے آئے ہیں اور ہماری قوم کی درخواست ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔

بادشاہ نجاشی نے جواب دیا کہ اول ہمیں ان سے گفتگو کر لینے دو اس کے بعد کوئی فیصلہ ہوگا یہ کہہ کر نجاشی نے ان مہاجرین کو طلب کیا اور ان سے پوچھا۔

آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریم صدیقہ کے حق میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور خدا کے رسول اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ اور ان کی والدہ حضرت مریم کنواری پاک ہیں۔

یہ سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا خدا کی قسم تمہارے آقا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں اتنا بھی فرق نہ کیا جتنا یہ تنکا ہے۔

یہ دیکھ کر مشرکین مکہ کے چہرے اتر گئے اور ان پر یاس و نا امیدی چھا گئی۔

پھر نجاشی نے ان مہاجرین سے قرآن شریف سننے کی خواہش کی۔

حضرت جعفر نے چند آیتیں سورۃ مریم کی تلاوت فرمائیں۔

اس وقت دربار نجاشی میں نصرانی عالم اور رہبان موجود تھے سب کے سب قرآن کریم سن کر بے اختیار رونے لگے۔

نجاشی نے بعد میں ان مصیبت زدہ مہاجرین کو تسلی دی اور کہا تمہارے لیے میری قلمرو میں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

اس کے بعد مشرکین مکہ خائب و خاسر واپس مکہ آ گئے۔

پھر مسلمان مہاجرین نجاشی کے پاس عزت و آرام و آسائش کے دن گزارتے رہے حتیٰ کہ فضل الٰہی سے نجاشی کو دولت ایمان کا شرف حاصل ہوا۔ اس آیت کریمہ میں اسی واقعہ کو ظاہر کیا گیا (معالم التنزیل)

اور اس طرز بیان سے عامۂ مؤمنین کو یہ سبق ملا کہ علم اور ترک تکبر اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور یہ سبب ہدایت کا ہوتا ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔

یہ اس لیے کہ ان سے کچھ لوگ علماء اور درویش ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

قسیس و رہبان کے متعلق تفسیر نسفی میں ہے اَیْ عُلَمَآءَ وَعُبَّادَ یعنی عالم اور درویش۔

پادریوں کو قسیس اس لیے کہتے ہیں کہ وہ رات کی عبادت کے عادی تھے بعض نے کہا رومی زبان میں عالم دین کو قسیس کہتے ہیں۔

راغب مفردات میں کہتے ہیں۔

قس القس والقسیس العالم العابد من امراء النصاری واصل القس تتبع الشئ وطلبہ باللیل۔ یقال تقسست اصواتھم اللیل ای تتبعتھا۔

قس اور قسیس عیسائی امراء میں سے عالم اور عبادت گذار کو کہتے ہیں۔ اور اس کا اصل لغوی معنی ہے رات کو کسی چیز کا پیچھا کرنا اور تلاش کرنا۔ عربی محاورہ میں کہتے ہیں میں نے رات کو ان کی آوازوں کا پیچھا کیا اور چلتا گیا۔

والقسقاس والقسقس الدلیل باللیل۔ اور قسقاس اور قسقس کا معنی ہے رات کے اندھیرے میں راہنمائی کرنے والا۔

رُہبان۔ کی جمع رہابین ہے۔ اور راہب کا معنی ہے دل میں خوف خدا رکھنے والا۔ تارک الدنیا

اور درویش (تفسیر کبیر)

اور راہب کے مادہ کو "رہب" بتا کر فرماتے ہیں۔

رهب الرهبة والرهب مخافة مع تحرز واضطراب كقوله تعالى لانتم اشد رهبة۔ وقال جناحك من الرهب وفرئ من الرهب اى الفزع۔

رَہب اور رَہبَۃ کا معنی ہے ایسا خوف جس میں بے چینی بھی ہو اور آدمی اس سے بچنے کی کوشش بھی کرے جیسا کہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ "تم زیادہ ڈرولے ہو ان کے دلوں میں۔ اور ارشاد الٰہی ہے "ڈر کے وقت اپنا بازو سینے پر رکھ لے"۔ اور بعض نے اس کو رُہب سے پڑھا ہے تو اس کا معنے ہے گھبراہٹ۔ یعنی اللہ کے سامنے پیش ہونے سے گھبرانے والے۔

لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ۔ قبول حق میں تکبر نہیں کرتے۔ حق بات کو قبول کر لیتے ہیں جیسے شہنشاہ روم ہرقل کہ اس نے نامۂ نامی آنکھوں سے لگایا اور شاہ مقوقس کہ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحائف ارسال کیے۔

بحمد اللہ چھٹا پارہ ختم ہوا۔ مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۵۳ء یوم شنبہ سنٹرل جیل
دیوانی وارڈ

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور۔ صدر مجلس عمل مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان

اضافات۔ ابن الحسنات سید خلیل احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں۔ امیر جامعہ حسنات العلوم
۱۱ر جنوری ۱۹۸۳ء

ساتواں پارہ شروع

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝

اور جب سنتے ہیں وہ جو اترا رسول کی طرف تو ان کی آنکھیں دیکھو ابل رہی ہیں آنسوؤں سے اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں کے ساتھ لکھ لے۔

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝

اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم ایمان نہ لائے اللہ پر اور اس پر کہ آیا ہمارے پاس حق سے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب داخل کرے نیک لوگوں میں۔

فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝

تو اللہ نے بدلہ دیا انہیں اس کہنے سے ان باغوں کا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بدلہ ہے نیکوں کا۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

اور وہ جو کافر ہوئے اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو وہ ہیں دوزخ والے۔

حل لغات گیارہواں رکوع شروع ساتواں پارہ

و۔ اور	اذا۔ جب	سمعوا۔ سنا انہوں نے	ما۔ جو
انزل۔ اتارا گیا	الی۔ طرف	الرسول۔ رسول کی	تری۔ دیکھتا ہے تو
اعینہم۔ ان کی آنکھیں	تفیض۔ بہتی ہیں	من الدمع۔ آنسوؤں سے	مما۔ کہ انہوں نے
عرفوا۔ پہچانا	من الحق۔ حق	یقولون۔ کہتے ہیں	ربنا۔ اے ہمارے رب
امنا۔ ہم ایمان لائے	فاکتبنا۔ تو لکھ ہم کو	مع۔ ساتھ	الشاہدین۔ گواہوں کے
و۔ اور	ما۔ کیا ہے	لنا۔ ہمیں	لا۔ کہ نہ

نؤمن ۔ ایمان لائیں ہم	باللہ ۔ اللہ پر	و ۔ اور	ما ۔ جو
جاءنا ۔ آیا	نا ۔ ہمارے پاس	من الحق ۔ حق	و ۔ اور
نطمع ۔ ہم امید رکھتے ہیں	ان ۔ یہ کہ	یدخلنا ۔ داخل کرے ہمکو	ربنا ۔ ہمارا رب
مع ۔ ساتھ	القوم ۔ قوم	الصلحین ۔ نیکوں کے	فاثابھم ۔ تو بدلہ دیا انکو
اللہ ۔ اللہ نے	بما ۔ بسبب اسکے جو	قالوا ۔ کہا انہوں نے	جنت ۔ باغوں کا کہ
تجری ۔ چلتی ہیں	من تحتہا ۔ انکے نیچے	الانھر ۔ نہریں	خلدین ۔ ہمیشہ رہیں گے
فیہا ۔ اس میں	و ۔ اور	ذلک ۔ یہ	جزاء ۔ بدلہ ہے
المحسنین ۔ نیکوں کا	و ۔ اور	الذین ۔ وہ جو	کفروا ۔ کافر ہوئے
و ۔ اور	کذبوا ۔ جھٹلایا	بایتنا ۔ ہماری آیتوں کو	اولئک ۔ یہ ہیں
اصحب ۔ لوگ	الجحیم ۔ جہنمی		

مختصر تفسیر ابتدائی رکوع پ۷ سورۃ المائدہ

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰىٓ اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○

اور جب سنتے ہیں وہ جو اترا رسول کی طرف تو ان کی آنکھیں دیکھو گے کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ پہچان گئے ہم کو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔

ان آیات میں اللہ تعالے ان کی تعریف فرماتا ہے جو رقت قلب کی وجہ سے قرآن کریم سن کر رو پڑتے ہیں جیسا کہ واقعہ نجاشی میں ہے کہ جب اس نے حضرت جعفر بن ابی طالب سے مجمع قسیس و رہبان میں حبشہ کے اندر بر سر دربار قرآن سننے کی خواہش کی اور مشرکین مکہ کا وفد موجود تھا تو نجاشی نے پوچھا تمہاری کتاب میں حضرت مریم کا ذکر بھی ہے حضرت جعفر نے فرمایا قرآن کریم میں ایک سورت ہی حضرت مریم کے نام سے منسوب ہے۔ پھر آپ نے سورت مریم کا رکوع تلاوت فرمایا اور ذلک عیسی بن مریم تک پڑھا۔

پھر سورۃ طٰہٰ کا رکوع تلاوت کیا اور وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى تک پڑھا تو نجاشی رو پڑا اور

مجمع بھی رو پڑا پھر ستر آدمی جو اس مجمع میں تھے انہیں آپ نے سورۂ یٰسین سنائی تو وہ سب کے سب اتنا روئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے اور شرف ایمان سے معہ نجاشی کے مشرف ہو گئے۔ پھر یہ لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر آئے (تفسیر نسفی)

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ

اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور اس پر جو آیا ہمارے پاس حق سے اور ہماری خواہش ہے کہ داخل کرے ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ۔

یہ بیان ان لوگوں کا یہودیوں کے جواب میں ہے اس کا قصہ یوں ہے کہ جب حبشہ کا وفد اسلام سے مشرف ہو گیا اور خدمت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے واپس ہوا تو یہودیوں نے انہیں ملامت کی۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا وما لنا لا نؤمن باللہ جب حق واضح ہو گیا تو ہمیں کیا ہوا جو ہم ایمان نہ لائیں۔ تم ہمارے ایمان لانے پر ملامت کرتے ہو حالانکہ ایمان نہ لانا قابل ملامت تھا نہ کہ ایمان لانا۔ اس لیے کہ ایمان موجب فلاح دارین ہے پھر حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نبوت تو انجیل سے بھی مل چکی ہے۔ شان نزول آیت کریمہ کا یہی ہے۔

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ٥ تو اللہ نے بدلہ دیا انہیں اس کے کہنے کا ایسے باغ کہ جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بدلہ ہے نیکوں کا۔

یعنی جو صدق دل سے ایمان لائیں اور حق کا اقرار کریں ان کے لیے یہ بدلہ ہے اور محض زبان سے کہہ دیں اور دل میں تصدیق نہ کریں ان کی ایمانی شان ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاخر وما ھم بمؤمنین ایسے لوگوں کو منافقین میں شمار کیا گیا (نسفی)

اسی بنا پر اہل سنت کے یہاں اقرار باللسان وتصدیق بالجنان ایمان کے لیے لازمی ہے۔ ومعنی الایمان باللہ تعالی الایمان بوحدانیتہ سبحانہ علی الوجہ الذی جاءت بہ الشریعۃ المحمدیۃ۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ٥ اور وہ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلائیں ہماری آیتیں یہ ہیں جہنم والے۔

اس آیت کریمہ میں یہود ونصاریٰ اور مشرکین سب کے لیے وعید جہنم ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع پہلا ساتواں پارہ سورۃ مائدہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝

اے ایمان والو نہ حرام کرو پاک چیزیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو بیشک اللہ پسند نہیں فرماتا حد سے بڑھنے والوں کو۔

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

اور کھاؤ اللہ کے دیے ہوئے میں سے حلال اور پاک اور ڈرو اللہ سے جس پر تم ایمان لائے ہو۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ ۖ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

نہیں مواخذہ کرتا اللہ تمہاری لغو اور نافہمی کی قسموں پر لیکن ان قسموں کا مواخذہ کرتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا تو ایسی قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا کپڑے دینا انہیں یا ایک غلام آزاد کرنا تو جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو روزے تین دن کے یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا جب تم حلف کی قسم کھاؤ اور اپنی حفاظت کرو اسی طرح اللہ تم سے بیان کرتا ہے اپنی آیتیں تاکہ تم شکر گذار ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ

شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور روکے تمہیں ذکر اللہ سے اور نماز سے تو کیا تم باز آتے۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۚ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا

اور پیروی کرو اللہ کی اور پیروی کرو رسول کی اور ہوشیار رہو تو اگر تم پھر جاؤ تو جان لو ہمارے

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝
لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا
وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

رسول پر کھلا حکم پہنچا دینا ہے۔
نہیں ان پر جو ایمان لائے اور عمل نیک کیے کوئی
گناہ اس پر جو انہوں نے کھایا جبکہ ڈریں اور
ایمان لائیں اور نیک عمل کریں پھر ڈریں اور
ایمان لائیں پھر ڈریں اور نیک رہیں اللہ دوست
رکھتا ہے نیکو کاروں کو۔

حل لغات رکوع اپ سورۃ مائدہ

یاایہا۔اے	الذین۔وہ جو	امنوا۔ایمان لائے ہو	لا۔نہ
تحرموا۔حرام کرو	طیبت۔پاک چیزیں	ما۔جو	احل۔حلال کیں
اللہ۔اللہ نے	لکم۔تمہارے لیے	و۔اور	لا۔نہ
تعتدوا۔زیادتی کرو	ان۔بیشک	اللہ۔اللہ	لا۔نہیں
یحب۔پسند کرتا	المعتدین۔حد سے بڑھنے والوں کو	و۔اور	کلوا۔کھاؤ
مما۔اس سے جو	رزقکم۔دیا تم کو	اللہ۔اللہ نے	حلالا۔حلال
طیبا۔پاک	و۔اور	اتقوا۔ڈرو	اللہ۔اللہ سے
الذی۔کہ جس پر	انتم۔تم	بہ۔سب	مومنون۔ایمان لائے ہو
لا۔نہیں	یواخذ۔مواخذہ کرتا	کم۔تم سے	اللہ۔اللہ
باللغو۔بیہودگی پر	فی۔بیچ	ایمانکم۔تمہاری قسموں کے	و۔اور
لکن۔لیکن	یواخذ۔مواخذہ کرتا ہے	کم۔تم پر	بما۔ان
عقدتم۔قسموں کا جو	الایمان۔مضبوط کیں تم نے	فکفارتہ۔تو ان کا کفارہ	اطعام۔کھلانا ہے
عشرۃ۔دس	مساکین۔مسکینوں کو	من اوسط۔اوسط	ما۔اس کا جو
تطعمون۔کھلاتے ہو	اھلیکم۔اپنے گھر والوں کو	او۔یا	کسوتہم۔انکو کپڑے دینا
او۔یا	تحریر۔آزاد کرنا	رقبۃ۔ایک غلام کا	فمن۔تو جو
لم۔نہ	یجد۔پائے	فصیام۔تو روزے رکھے	ثلثۃ۔تین

ایام-دن کے	ذلک-یہ	کفارة-بدلہ	ایمانکم-تمہاری قسموں کا
اذا-جب	حلفتم-تم قسم کھاؤ	و-اور	احفظوا-حفاظت کرو
ایمانکم-اپنی قسموں کی	کذلک-اسی طرح	یبین-بیان کرتا ہے	اللہ-اللہ
لکم-تمہارے لیے	ایتہ-اپنی آیتیں	لعلکم-تاکہ تم	تشکرون-شکر کرو
یاایھا-اے	الذین-وہ جو	امنوا-ایمان لائے ہو	انما-اسکے سوا نہیں کہ
الخمر-شراب	و-اور	المیسر-جوا	و-اور
الانصاب-بت	و-اور	الازلام-پانسے	رجس-ناپاک ہیں
من عمل-کام ہیں	الشیطان-شیطانی	فاجتنبوہ-بچو	ہ-ان سے
لعلکم-تاکہ تم	تفلحون-فلاح پاؤ	انما-اسکے سوا نہیں کہ	یرید-چاہتا ہے
الشیطان-شیطان	ان-یہ کہ	یوقع-ڈالے	بینکم-تم میں
العداوة-عداوت	و-اور	البغضاء-دشمنی	فی-بیچ
الخمر-شراب	و-اور	المیسر-جوئے کے	و-اور
یصد-روک دے	کم-تم کو	عن ذکر-ذکر	اللہ-خداوندی سے
و-اور	عن الصلوة-نماز سے	فھل-تو کیا	انتم-تم
منتھون-باز آئے	و-اور	اطیعوا-کہا مانو	اللہ-اللہ کا
و-اور	اطیعوا-کہا مانو	الرسول-رسول کا	و-اور
احذروا-ہوشیار رہو	فان-پھر اگر	تولیتم-تم منہ پھیرو	فاعلموا-تو جان لو
انما-سوا اسکے نہیں کہ	علی-اوپر	رسولنا-رسول ہمارے کے	البلغ-پہنچانا ہے
المبین-ظاہر	لیس-نہیں	علی-اوپر	الذین-انکے جو
امنوا-ایمان لائے	جناح-کوئی گناہ	فیما-اس میں جو	طعموا-کھا چکے
اذا ما-جبکہ	اتقوا-ڈریں	و-اور	امنوا-ایمان لائے
و-اور	عملوا-عمل کیے	الصلحت-اچھے	ثم-پھر
اتقوا-ڈریں	و-اور	امنوا-ایمان لائے	ثم-پھر
اتقوا-ڈریں	و-اور	احسنوا-نیک رہیں	و-اور
اللہ-اللہ	یحب-پسند کرتا ہے	المحسنین-نیکوں کو	

مختصر تفسیر رکوع اول پ سورہ مائدہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

اے ایمان والو نہ حرام کرو پاک چیزیں جو حلال کیں اللہ نے تمہارے لیے اور نہ بڑھو حد سے بیشک اللہ نہیں پسند کرتا حد سے بڑھنے والوں کو اور کھاؤ جو کچھ تمہیں روزی دی اللہ نے حلال طیب اور ڈرو اللہ سے جس پر تمہیں ایمان ہے۔

تفسیر نسفی میں اس کا شان نزول یہ ہے کہ ایک جماعت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حلف لیے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے خوف سے رہبانیت میں رہیں گے اور ٹاٹ پہنیں گے شب بھر قیام رکھیں گے دن میں روزے رکھیں گے زمین پر سوئیں گے ہر وقت اللہ کا ذکر اپنے اوپر واجب کریں گے اور گوشت اور چکنائی وغیرہ نہ کھائیں گے عورتوں کے قریب نہ جائیں گے۔ خوشبو نہ لگائیں گے اس پر یہ حکم آیا کہ جو چیزیں پاک تم پر حلال کی گئیں انہیں اپنے اوپر حرام نہ کرو۔ اس لیے یہاں حرام کرنے کے معنی ہیں ترک انتفاع۔

چنانچہ تفسیر نسفی میں ہے کہ جو چیز پسند آئے اور ذائقہ میں لذیذ ہو اور حلال بھی ہو وہ اپنے اوپر حرام کر لینا صحیح نہیں اس لیے کہ لا تحرموا کے معنی ہی یہ ہیں کہ نہ روکو اپنے نفسوں کو کسی پاک چیز کے استعمال سے جیسے کہ حرام چیزوں سے روکا جاتا ہے۔

یا اس طرح نہ کہو کہ ہم نے اپنے اوپر حرام کر لیا فلاں چیز کو اور اس میں عزم تزہد مقصود ہو۔
روایت ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم مرغی اور فالودہ نوش فرماتے اور حضور میٹھی چیز کو پسند فرماتے تھے اور شہد بھی حضور کو مرغوب تھا اور حضور نے فرمایا مومن شیریں زبان ہوتا ہے اور شیریں چیز کو پسند کرتا ہے۔

حضرت حسن سے ہے کہ آپ کو کسی دعوت میں بلایا گیا۔ آپ کے ساتھ فرقد سبخی اور ان کے ہمراہی بھی تھے سب دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ انواع واقسام کے کھانے تھے جن میں مرغی اور فالودہ بھی تھے تو فرقد سبخی ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے تو حضرت حسن نے فرمایا کیا فرقد روزے سے ہیں۔ عرض کیا نہیں لیکن وہ ایسے اطعمہ و انعمہ سے پرہیز کرتے ہیں۔ تو حسن آگے بڑھے اور فرمایا اے فرقد شہد اور آش جو

گھی کے ساتھ کھانا تمہیں ناپسند ہے اور اس سے کراہت کوئی مسلمان کرسکتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ فلاں فالودہ نہیں کھاتا اور کہتا ہے آتنی نعمت کا شکریہ ادا نہیں ہوسکتا تو حضرت حسن نے فرمایا کیا وہ ٹھنڈا پانی پیتا ہے عرض کیا ہاں۔ فرمایا بیہودہ جاہل ہے اللہ کی نعمتوں سے تو سرد پانی بھی نعمت ہے اور فالودہ سے بڑی نعمت ہے۔ (تفسیر نسفی)

علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں ایک طویل روایت نقل فرماتے ہیں اس کا ترجمہ نذر ناظرین ہے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز قیامت اور آخرت کے واقعات بیان فرمائے جن کو سن کر صحابہ کرام پر اس قدر رقت پیدا ہوگئی کہ صحابہ روتے جاتے تھے۔ ان کے دلوں پر عجیب وغریب کیفیت تھی۔

دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجتماع حضرت عثمان بن مظعون کے مکان پر ہوا۔ جن میں حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت علی المرتضیٰ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت عبداللہ بن عمرو۔ حضرت ابوذر غفاری۔ حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم۔ حضرت مقداد بن اسود۔ حضرت سلمان فارسی حضرت معقل بن مقرن اور عثمان بن شامل تھے۔ ان سب حضرات نے متفقہ فیصلہ کیا کہ

"ہم سب تارک الدنیا ہوجائیں گے۔ ٹاٹ کا لباس پہن لیں گے۔ ہمیشہ روزے رکھیں گے رات بھر نماز میں رہیں گے۔ بستر پر آرام نہ کریں گے۔ گوشت اور چربی نہیں کھائیں گے۔ عورتوں اور خوشبو کے قریب نہیں جائیں گے"۔

جیسے ہی اس کی اطلاع حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون کے مکان پر تشریف لائے۔ اس وقت مکان پر سوائے حضرت خولہ ام حکیم بنت ابی امیہ جو حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی تھیں کے سوا کوئی موجود نہ تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خولہ زوجہ محترمہ حضرت عثمان سے اس اجتماع اور فیصلے کے بارے میں دریافت فرمایا۔

حضرت خولہ نے عرض کیا کہ اگر عثمان نے یہ بات آپ سے عرض کی ہے تو درست ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس قیام گاہ پر تشریف لے آئے۔ حضرت عثمان جب اپنے مکان پر پہنچے تو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبر پائی۔ فوراً بمعہ رفقاء کے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم لوگوں نے یہ فیصلے کیے ہیں۔

حضرت ابن مظعون اور ان کے سب رفقاء نے اقرار کیا اور عرض کیا کہ ان فیصلوں سے ہمارا مقصد صرف نیکی ہے۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا مجھے ان باتوں کا حکم نہیں دیا گیا پھر فرمایا تم پر تمہاری جانوں کا حق ہے۔ روزے رکھو لیکن ناغہ بھی کرو۔ رات کی عبادت میں قیام کرو اور نیند بھی لو میں رات کے حصہ میں اٹھتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور کچھ حصہ میں سوتا بھی ہوں۔ روزے بھی رکھتا ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں۔ گوشت اور چکنائی بھی کھاتا ہوں اور بیویوں سے قربت بھی کرتا ہوں جو میرے طریقہ سے اعراض کریگا وہ مجھ سے نہ ہوگا۔

پھر عام اجتماع سے خطاب فرمایا۔ ارشاد فرمایا

کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگوں نے عورتوں کو۔ کھانے کو۔ خوشبو کو۔ نیند کو۔ دنیوی خواہشات کو بالکل حرام قرار دے رکھا ہے۔ میرے دین میں گوشت چکنائی عورتوں کو ترک کر دینے کا حکم نہیں لا رھبانیۃ فی الاسلام میری امت کی سیاحت روزہ اور ان کی رہبانیت صرف جہاد ہے اللہ کی عبادت کرو کسی چیز کو اس کا شریک نہ قرار دو۔ حج کرو۔ نمازیں قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو رمضان کے روزے رکھو اور سیدھی چال چلو تمہارے امور درست ہو جائیں گے۔

تم سے پہلے لوگ شدت پسندی کی وجہ سے ہی تباہ ہوئے انہوں نے اپنے اوپر سختیاں خود ہی عائد کیں تو اسکے بعد ان لوگوں پر اللہ نے بھی ان پر سختیاں کر دیں۔ گرجاؤں اور یہودی کنیساؤں میں بیٹھے ہوئے لوگ انہی کے پسماندہ نشانات ہیں۔ اس پر یہ آیت مذکورہ نازل فرمائی۔

آگے ارشاد ہے

وَلَا تَعْتَدُوْا۔ یعنی اس حد سے تجاوز نہ کرو جو شریعت نے حلال و حرام کے ساتھ تم پر لگا دی ہے یا یہ معنی ہیں کہ جس حد تک حلال ہیں اس سے متجاوز ہو کر حرام تک نہ بڑھو اور فضول خرچی پاک چیزوں کے استعمال میں نہ کرو (نسفی)

اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا۔ اور جو چیزیں اللہ نے حلال فرمائیں انہیں کھاؤ اور اس میں اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو اس لیے کہ ایمان لانے سے تقوی واجب ہو جاتا ہے اور تقوی مقتضی اطاعت بامر اللہ کا ہے۔

طیبات۔ جمع طیبہ کی ہے۔ طیب کے معانی عمدہ اور اعلیٰ چیز نکھاری ہوئی چیز۔ پسندیدہ چیز۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ۔ تقوی کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالے کے قائم کردہ حدود میں رہا جائے۔ حلال و طیب رزق تقوے کے لیے کھاؤ کیونکہ عبادت کی روح اور عبادت کا

نور اکل حلال اور صدق مقال ہے۔

اس کے بعد احکام قسم اور اقسام یمین کی تفصیل اور اس کی تشریح بیان ہوئی حیث قال تعالے

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔

اللہ مواخذہ نہیں کرتا تمہاری لغو قسموں کا لیکن مواخذہ کرتا ہے اس قسم کا جسے تم نے مضبوط کیا تو ایسی قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا اس اوسط سے جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا تو جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھے یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو اسی طرح اللہ تمہیں اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم احسان مانو۔

شان نزول:- ابن ابی حاتم نے زید بن اسلمی کی روایت سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے ایک مہمان کی ضیافت پر اپنے گھر والوں کو مامور کیا اور کھانے کے وقت خود بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے جب رات گئے گھر پہنچے تو دیکھا کہ ان کے انتظار میں مہمان اور گھر والے بیٹھے ہیں اور مہمان کو کھانا نہیں کھلایا تو ابن رواحہ نے بیوی سے کہا کہ تم نے میری وجہ سے مہمان کو کھانا نہیں کھلایا اب مجھ پر یہ کھانا حرام ہے۔ بیوی نے کہا کہ مجھ پر بھی یہ کھانا حرام ہے۔ مہمان نے کہا کہ مجھ پر بھی حرام ہے۔ حضرت ابن رواحہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو قسم کو توڑ دیا اور کھانے میں ہاتھ ڈال کر کہا بسم اللہ پڑھ کر سب کھاؤ پھر دربار نبوی میں حاضر ہو کر یہ تمام واقعہ پیش کیا تو اس واقعہ کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

علماء احناف کا قول ہے کہ اگر ایسے وصفی نام لے کر قسم کھائی جائے جو اللہ کے لیے مخصوص ہیں تو قسم ہو جاتی ہے۔ ایسے وصفی صیغوں کا ذکر کیا جائے جن کا استعمال دوسروں کے لیے بھی ہوتا ہے جیسے علیم۔ قادر۔ وکیل۔ رحیم وغیرہ انعقاد قسم نیت یا عرف یا قرینہ حال پر موقوف ہے بغیر نیت یا بغیر دلالت حال کے قسم کا انعقاد نہ ہوگا۔

حضرت امام ابوحنیفہ نے ارشاد فرمایا اللہ کی جن صفات کی عرفاً قسم کھائی جائے ان کی قسم سے انعقاد قسم ہوگا جیسے اللہ کی عزت کی قسم عظمت و بزرگی کی قسم وغیرہ وغیرہ

قسم دو قسم پر ہے ایک یمین لغو دوسرے یمین منعقدہ ۔ یمین لغو میں غلط فہمی کی قسم سے لے کر تمہارے سر کی قسم ۔ تمہاری جان کی قسم ۔ قرآن کی قسم وغیرہ سب داخل ہیں ۔ اللہ کی قسم ۔ رسول کی قسم ۔ غوث پاک کی قسم ۔ اور غلط فہمی یہ کہ آدمی کسی واقعہ کو اپنے خیال میں صحیح جان کر قسم کھالے اور وہ ایسا نہ ہو ایسی قسم کی قسموں پر کفارہ نہیں ۔

اور یمین منعقدہ یہ کہ کسی آئندہ امر پر قصد کر کے قسم کھائی جائے ایسی قسم توڑنا گناہ بھی ہے اور اس پر کفارہ بھی لازم ہے ۔

کفارہ دس مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا ضروری ہے یا پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جَو صدقہ فطر کی طرح دیدے ۔ یہ بھی جائز ہے کہ ایک مسکین کو دونوں وقت دس دن کھلا دے یا دیدے اوسط درجہ کے معنی یہ ہیں کہ کھانا نہ اعلیٰ ہو نہ بالکل ادنیٰ ہو بلکہ متوسط درجہ کا ہو ۔

اوسط درجہ کے کپڑے سے مراد یہ ہے کہ اکثر بدن ڈھک سکے ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک تہبند اور کرتا یا ایک تہبند اور ایک چادر ہو ۔

کفارہ میں ان تینوں باتوں کا اختیار ہے خواہ کھانا دے خواہ کپڑا خواہ غلام آزاد کرے ہر ایک سے کفارہ ادا ہو جائے گا اور جب استطاعت نہ ہو تو تین دن روزے رکھے ۔

اس میں یہ شرط ضروری ہے کہ تین روزے متواتر رکھے جائیں ورنہ کفارہ ادا نہ ہوگا تفسیر نسفی ۔

واحفظوا ایمانکم سے یہ مراد ہے کہ قسم کھا کر توڑ دینے سے کفارہ لازم آجاتا ہے لہٰذا اس قسم پر حفاظت کرو ۔ اس حکم سے یہ امر بھی واضح ہے کہ قسم توڑنے سے قبل کفارہ ادا کرنا صحیح نہیں ۔

ہم تمہارے لیے اپنی آیات خوب واضح کر کے بیان کرتے ہیں تاکہ تم شکر گزار بندے بن جاؤ ۔

آگے احکام شراب خوری جوئے بازی بتوں کے چڑھاوے اور پانسے پھینکنے کے متعلق تشریح ہے حیث قال ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ۝

اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ ڈلوادے تم میں عداوت اور بغض شراب اور جوئے میں اور تمہیں

اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔

شانِ نزول: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر جہاں آجکل مسجد تعمیر ہے اور اس مسجد کا نام ہی مسجد فضیح ہے یہ مسجد مدینہ منورہ میں ہے۔ اس جگہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ تھی۔ قبل از حرمت اس مکان میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دعوت تھی جس میں مہاجرین و انصار جمع تھے حسب معمول کھانے کے بعد شراب کا دور چلا۔ تمام مہمان نشہ میں چور تھے۔

اس حالت میں ایک صاحب نے بآواز بلند کہا کہ مہاجرین انصار سے بہتر ہیں حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان کے جواب میں کہا نہیں انصار مہاجرین سے بہتر ہیں اس بات پر ایک صاحب نے حضرت سعد کی ناک پر اونٹ کی ہڈی ماری جس سے خون جاری ہو گیا نشہ اترنے کے بعد حضرت سعد بارگاہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ ناک زخمی تھی حضور علیہ السلام کو سخت صدمہ ہوا اسپر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ تفسیر خازن

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی کہ اے اللہ شراب کے متعلق ہمارے لیے تسکین بخش حکم نازل فرما اس پر سورۃ بقرہ والی آیت یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الی اخرہ) نازل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے دوبارہ پھر دعا کی اس پر سورۃ نساء والی آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى نازل ہوئی آپ نے پھر بارگاہ رب العزت میں دعا کی کہ الٰہی واضح و قطعی حکم نازل فرما تو سورہ مائدہ والی آیت اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ (الی اخرہ) نازل ہوئی۔ حضرت عمر نے فرمایا ہم باز آئے ہم باز آئے شراب سے قمار سے۔

حضرت عبدالرحمن بن حارث فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا شراب سے بچو یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ سورۃ مائدہ کی اس آیت کے نزول کے بعد سب نے اس طرح کی کہ دوبارہ رخ تک نہ کیا جو مٹکے شراب سے بھرے ہوئے تھے سوراخ کر کے بہا دیے مدینہ کی گلیوں اس طرح کیچڑ ہو گئی جس طرح بارش سے ہوتی ہے۔ روح المعانی

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شرابیوں کو جوتوں لاٹھیوں سے پیٹا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں چالیس کوڑے کی سزا مقرر کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے کی سزا کو قائم رکھا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسی کوڑے مارے جائیں کیونکہ شراب پی تو نشہ چڑھا اور اسی حال میں اس نے بیہودہ بکواس کی جس کے نتیجہ میں اس نے اللہ پر

جھوٹ باندھا اور ایسے شخص کے لیے اسّی کوڑے ہی مناسب ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی کوڑے کی سزا دی (رواہ الشیخ وابن مردویہ والحاکم)

خمر کہتے ہیں اس کو جو عقل انسان پر خمار ڈال دے یعنی عقل ڈھک دے جیسے خمار یعنی اوڑھنی چہرہ ڈھانپ دیتی ہے

علامہ آلوسی فرماتے ہیں الخمر وھو المسکر المتخذ من عصیر العنب او کل ما یخامر العقل ویغطیہ من الاشربۃ خمر وہ ایک نشہ دینے والی چیز ہے جو عصارہ انگور سے بنتی ہے یا ہر وہ چیز جو عقل کو مخمور کر دے اور ڈھانپ دے پینے والی چیز سے۔

وروی ھذا عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما یہ تشریح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

والمیسر وھو القمار وعدا منہ للعب ما یجوز بالکعاب وہ جوا ہے اور اس میں وہ کھیل بھی شمار کیے گئے جو بادام اور ٹھیکریوں وغیرہ سے کھیلے جاتے ہیں۔ میسر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں دوسرے کا مال آسانی سے جیت لیا جاتا ہے۔

والانصاب وھی الاصنام المنصوبۃ للعبادۃ وفرق بعضھم بین الانصاب والازلام بان الانصاب حجارۃ لم تصور کانوا ینصبونہا للعبادۃ ویذبحون عندھا والاصنام مصورۃ وعبدا من دون اللہ عزوجل انصاب ان بتوں کو کہتے ہیں جو عبادت کے لیے نصب کیے جائیں۔

اور بعض نے انصاب وازلام میں فرق کیا ہے بایں طور کہ انصاب محض پتھر بلا صورت ہیں۔ انہیں ویسے ہی نصب کر لیتے ہیں عبادت کے لیے اور ان کے پاس ذبح کرتے ہیں یہ بنیت چڑھاوا اور اصنام وہ ہیں جو تصویر کی صورت میں بنائے جاتے ہیں اور اللہ کے سوا ان کی پوجا کی جاتی ہے روح المعانی

والازلام اس کی تفصیل اوپر گذر چکی مختصر یہ کہ تین قلمیں ہوتی تھیں ایک پر لا دوسرے پر نعم اور تیسری خالی رکھ کر بہتے پانی میں ڈالتے پھر لکا والی آگے بہ جاتی تو وہ کام ترک کر دیتے اور نعم والی آگے بڑھتی تو اجازت سمجھتے۔

رجس گندگی کے معنی بھی دیتا ہے ایسی گندگی جس سے عقل پراگندہ ہو جائے۔

زجاج کہتے ہیں الرجس کل ما استقذر من عمل قبیح واصل معناہ الصوت الشدید دلذا یقال للغمام رجاس لرعدہ رجس ہر وہ چیز جو گندگی پیدا کرے عمل قبیح سے اور اس کے

اصل معنی صوت شدید ہیں اسی لیے ابر کو اس کی گرج کی وجہ میں رجائس کہا جاتا ہے۔

من عمل الشیطان یہ سب شیطانی عمل سے ہے فاجتنبوہ تو بطریق حکم کہہ دیا گیا کہ اس سے پوری طرح اجتناب کرو۔

جنب بمعنی دوری اسی لیے غسل جس پر فرض ہو اس کو جنبی کہتے ہیں۔

لعلکم تفلحون تاکہ تم فلاح پاؤ۔ یعنی اس سے مجتنب رہنے سے تم مستحق فلاح ہو گے آگے فرماتے ہیں۔

ولقد اکد سبحانہ تحریم الخمر والمیسر فی ھذہ الایۃ۔ اس میں اللہ تعالے نے حرمت خمر اور میسر کو مؤکد کیا۔ روح المعانی

اس لیے کہ اگر صرف حرام ہی فرما کر حکم دیا گیا ہوتا تو اس کا اٹھانا رکھنا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا بھی جائز ہوتا جیسے بول و براز کا اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا لے جانا جائز ہے برخلاف شراب کے کہ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا بھی حرام ہے اسی لیے اس کے حکم میں فاجتنبوہ فرمایا گیا آگے ارشاد ہے

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ الخ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں عداوت اور بغض ڈلوا دے اور یہ باتیں شراب اور جوئے میں عام طور پر ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

شراب نوشی۔ جوئے بازی کا ایک نتیجہ تو یہ ہے کہ اس جرم کے مرتکب آپس میں بغض و عداوت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ایسے جرائم کے مرتکب یاد الٰہی سے قطعاً غافل ہو جاتے ہیں اور نماز وغیرہ کی طرف ان کا التفات نہیں ہوتا و یصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ کا یہی مفہوم ہے۔ آخر میں فھل انتم منتھون فرما کر توبیخاً ایسے برے افعال سے روکا گیا۔

کیا تم شراب جوئے سے باز رہو گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر جوش میں کہا انتھینا ربنا اے ہمارے رب ہم ضرور باز رہیں گے

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔

اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ڈرتے رہو تو اگر تم منحرف ہو جاؤ اور اطاعت خدا و رسول نہ کرو۔ تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے جو بندہ پئے گا اللہ تعالےٰ کا قطعی فیصلہ ہے کہ قیامت کے دن اس کو طینۃ الخبال پلائے گا طینۃ الخبال جہنمیوں کا پسینہ ہے۔

حضرت ابن عمر سے ہی روایت ہے کہ جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہ کی یونہی مرگیا اللہ تعالےٰ اس کو آخرت کی شراب طہور سے محروم کردے گا رواہ البخاری

حضرت عبداللہ بن مسعود نے روایت کی ہے کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے شراب پی اللہ اس کی چالیس صبح تک کی نماز قبول نہیں فرماتا اگر وہ توبہ کرے تو اللہ توبہ قبول فرماتا ہے پھر اگر وہ اس ذلیل گناہ میں دوبارہ مشغول ہوجائے تو چالیس دن تک کی نماز قبول نہیں کرتا حتی کہ بار بار تکرار پر توبہ بھی قبول نہیں کرتا۔ طینۃ الخبال کا پانی اس کو پلائے گا رواہ الترمذی۔ اس کا حال تو یہ ہے سے

شب کو مے پی صبح کو توبہ کرلی　　　　رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

یہ وعید و تہدید ہے کہ جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم الٰہی صاف صاف پہنچا دیا تو ان کا فرض ادا ہوگیا۔ اب جو اعراض و انحراف کرے وہ مستحق عذاب آخرت ہے۔

اب وہ جو شراب حرام کیے جانے سے قبل وفات پاچکے انکی برأت کی گئی چنانچہ ارشاد ہوا۔

لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

نہیں ان پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے کوئی گناہ جو انہوں نے کھایا جبکہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور ٹھیک عمل کریں اور ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

شان نزول:۔ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو شراب کی حرمت سے قبل انتقال کر چکے تھے تو حرمت شراب کا آنے کے بعد صحابہ کرام کو ان کی فکر ہوئی کہ ان سے اس کا مواخذہ ہوگا یا نہ ہوگا اس کا جواب دے کر مطمئن کیا گیا کہ حکم آنے سے پہلے جو کچھ کھایا یا پیا اس پر وہ گنہگار نہیں ہیں۔ (روح المعانی ملخصاً)

جناحٌ کی تنوین عموم کے لیے ہے یعنی کسی قسم کا گناہ ہو صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ فیما سے مراد شراب جو اسے طعم کا معنی کھانا چکھنا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے من لم یطعمہ فانہ منی یعنی جو نہر کا پانی نہ چکھے گا نہ پئے گا اب اس آیت میں طعم عام ہے جس میں شراب پینا جوئے کی آمدنی کھانا سب ہی شامل ہیں۔

آیہ کریمہ میں اتقوا کا لفظ تین جگہ آیا ہے اس کا معنی ڈرنے اور پرہیز کرنے کے ہیں۔ اس میں پہلے شرک

سے ڈرانا اور پرہیز کرنا۔ دوسرے سے شراب اور جوئے سے بچنا تیسرے سے تمام محرمات سے پرہیز کرنا ہے۔ مدارک۔ خازن۔ جمل۔

تقوٰی سے مراد شراب جوئے سے بچنا۔ ایمان سے مراد ایمان پر قائم رہنا ہے اور باقی تمام گناہوں سے بچنا ہے۔ احسان سے مراد نفیہ نیک اعمال کرنا ہے۔ یہاں تین جگہ تقوٰی کا ذکر ہے واللہ یحب المحسنین محسنین سے مراد تقوٰی و ایمان والے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم پ ۷ سورہ مائدہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اے ایمان والو ضرور تمہیں آزمائے گا اللہ کچھ بعض شکار سے جس کو پہنچے تمہارے ہاتھ اور نیزے تاکہ پہچان کرادے اللہ ان کی جو ڈرے اللہ سے غائبانہ تو جو حد سے بڑھے بعد اس کے تو اس کے لیے عذاب دردناک ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

اے ایمان والو نہ مارو شکار جبکہ تم احرام میں ہو اور جو مارے تم میں سے عمداً تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا مویشی دے دے حکم کریں اس کا تم میں سے دو ثقہ آدمی یہ قربانی کعبہ کو پہنچے یا کفارہ چند مسکینوں کا کھانا یا اس کے برابر روزے کہ اپنے کام کا وبال چکھے اللہ نے معاف کیا جو ہو گزرا اور جو اب دوبارہ کرے گا اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

حلال ہے تمہارے لیے دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدے کو اور حرام ہوا شکار تم پر خشکی کا جب تک تم احرام میں ہو اور ڈرو اللہ سے جس کی طرف تمہیں اٹھنا ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۝

کیا اللہ نے کعبہ کو ادب والا گھر قیام کرنے کو لوگوں کے لیے اور حرمت والے مہینہ اور قربانی اور قلادہ والی کو یہ اس لیے کہ تم جانو بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

جان لو کہ بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝

نہیں رسول پر مگر حکم پہنچانا اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

فرما دیجئے برابر نہیں گندہ اور ستھرا اگرچہ تجھے گندہ کی کثرت پسند آئے تو ڈرو اللہ سے اے عقل والو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

حل لغات رکوع دوم پ ۷ سورۂ مائدہ

یاایہا۔ اے	الذین۔ وہ جو	امنوا۔ ایمان لائے ہو	لیبلونکم۔ ضرور آزمائے
کا تمہیں	اللہ۔ اللہ	بشی۔ کچھ بعض	من الصید۔ شکار سے
تنالہ۔ جسے پہنچے	ایدیکم۔ تمہارے ہاتھ	و۔ اور	رماحکم۔ تمہارے نیزے
لیعلم۔ تاکہ ظاہر کرے	اللہ۔ اللہ	من۔ اس کو جو	یخافہ۔ اس سے ڈرتا ہے
بالغیب۔ بن دیکھے	فمن۔ تو جو	اعتدی۔ حد سے بڑھے	بعد۔ بعد
ذلک۔ اس کے	فلہ۔ تو اسکے لیے	عذاب۔ عذاب ہے	الیم۔ دردناک
یاایہا۔ اے	الذین۔ وہ جو	امنوا۔ ایمان لائے ہو	لا۔ نہ
تقتلوا۔ مارو	الصید۔ شکار	و۔ اور جبکہ	انتم۔ تم
حرم۔ احرام میں ہو	و۔ اور	[illegible]	قتلہ۔ مارے اسکو

منکم۔ تم سے	متعمدا۔ جان بوجھ کر	فجزاء۔ تو بدلہ اسکا	مثل۔ مثل
ما۔ اس کے ہے	قتل۔ جو مارا	من النعم۔ مویشی سے	یحکم۔ فیصلہ کریں
بہ۔ اس کا	ذوی۔ دو	عدل۔ انصاف والے	منکم۔ تم میں سے
ھدیا۔ قربانی	بلغ۔ پہنچتی	الکعبۃ۔ کعبہ کو	او۔ یا
کفارۃ۔ کفارہ دے	طعام۔ کھانا	مساکین۔ مسکینوں کا	او۔ یا
عدل۔ برابر	ذلک۔ اس کے	صیاما۔ روزے	لیذوق۔ تاکہ چکھے
وبال۔ وبال	امر۔ کام	ہ۔ اپنے کا	عفا۔ معاف کیا
اللہ۔ اللہ نے	عما۔ اس سے جو	سلف۔ گذر چکا	و۔ اور
من۔ جو	عاد۔ اب کریگا	فینتقم۔ تو بدلہ لے گا	اللہ۔ اللہ
منہ۔ اس سے	و۔ اور	اللہ۔ اللہ	عزیز۔ غالب
ذو۔ بدلہ	انتقام۔ لینے والا ہے	احل۔ حلال کیا گیا	لکم۔ تمہارے لیے
صید۔ شکار	البحر۔ دریا کا	و۔ اور	طعامہ۔ اس کا کھانا
متاعا۔ سامان ہے	لکم۔ تمہارے لیے	و۔ اور	للسیارۃ۔ مسافروں کے
لیے	و۔ اور	حرم۔ حرام ہے	علیکم۔ تم پر
صید۔ شکار	البر۔ خشکی کا	ما دمتم۔ جب تک رہو تم	حرما۔ احرام میں
و۔ اور	اتقوا۔ ڈرو	اللہ۔ اللہ سے	الذی۔ جو وہ کہ
الیہ۔ اسکی طرف	تحشرون۔ اکٹھے کیے جاؤگے	جعل۔ بنایا	اللہ۔ اللہ نے
الکعبۃ۔ کعبہ کو	البیت۔ گھر	الحرام۔ عزت والا	قیاما۔ ٹھہرنے کے لیے
للناس۔ لوگوں کے	و۔ اور	الشھر۔ مہینہ	الحرام۔ حرمت والا
و۔ اور	الھدی۔ قربانی	و۔ اور	القلائد۔ قلادہ والی
ذلک۔ یہ	لتعلموا۔ اس لیے کہ تم جان لو کہ		ان۔ بیشک
اللہ۔ اللہ	یعلم۔ جانتا ہے	ما۔ جو	فی۔ بیچ
السماوات۔ آسمانوں کے ہے	و۔ اور	ما۔ جو	فی۔ بیچ
الارض۔ زمین کے ہے	و۔ اور	ان۔ بیشک	اللہ۔ اللہ
بکل۔ ہر	شئ۔ چیز کو	علیم۔ جانتا ہے	اعلموا۔ جان لو

ان ۔ بیشک	اللہ ۔ اللہ	شدید ۔ سخت	العقاب ۔ عذاب والا ہے
و ۔ اور	ان ۔ بیشک	اللہ ۔ اللہ	غفور ۔ بخشنے والا
رحیم ۔ مہربان ہے	ما ۔ نہیں	علی ۔ اوپر	الرسول ۔ رسول کے
الا ۔ مگر	البلغ ۔ پہنچانا	و ۔ اور	اللہ ۔ اللہ
یعلم ۔ جانتا ہے	ما ۔ جو	تبدون ۔ تم ظاہر کرتے ہو	و ۔ اور
ما ۔ جو	کنتم ۔ تم	تکتمون ۔ پوشیدہ رکھتے ہو	قل ۔ کہہ
لا ۔ نہیں	یستوی ۔ برابر	الخبیث ۔ گندا	و ۔ اور
الطیب ۔ ستھرا	و ۔ اور	لو ۔ اگرچہ	اعجبک ۔ پسند آئے تجھ کو
کثرۃ ۔ کثرت	الخبیث ۔ گندے کی	فاتقوا ۔ تو ڈرو	اللہ ۔ اللہ سے
یا ۔ اے	اولی الالباب ۔ عقل والو	لعلکم ۔ تاکہ تم	تفلحون ۔ فلاح پاؤ

مختصر تفسیر رکوع ۲ پ سورۃ مائدہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

اے ایمان والو تمہیں اللہ آزمائے گا ایسے بعض شکار سے جس تک تمہارا ہاتھ اور نیزے پہنچیں تاکہ اللہ پہچان کرادے ان کی جو ڈرتے ہیں اللہ سے غائبانہ تو جو حد سے بڑھے اس کے بعد تو اس کے لیے ہے عذاب دردناک۔

شان نزول: ۶ھ میں پندرہ سو چالیس مسلمان عمرہ کے ارادہ سے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کو چند امتحانات میں مبتلا کیا جن میں وہ شاندار کامیاب رہے ان امتحانوں میں ایک امتحان یہ تھا کہ صحابہ کرام میں اکثر شکار کا شوق رکھتے تھے لیکن حالت احرام میں خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا حرام ہے۔

یہ حضرات جب مقام حدیبیہ میں پہنچے اور وہاں چند یوم قیام فرمایا اور بغیر عمرہ کیے واپس ہونا پڑا ان کے خیموں میں اس طرح پرند چرند اور شکار کے جانور گھس آتے کہ اگر یہ حضرات چاہتے تو ہاتھوں سے شکار کر لیتے۔ اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو خبردار کیا گیا اور تمام مسلمان صحابہ حکم کی تعمیل میں ثابت قدم

رہے۔ روح المعانی۔ خازن عن ابن ابی حاتم عن مقاتل۔

دلیبلونکم اللہ۔ بلو سے ہے جس کے معنی آزمائش و امتحان ہے اسی کو بلا یعنی مصیبت کہتے ہیں صید کے معنی شکار کے ہیں یعنی شکار والے جانور۔ تنالُ۔ نَیل سے بنا اس کے معنی ہیں پایا۔

فمن اعتدی بعد ذلک۔ یعنی ایسے موقعہ پر جیسا کہ حدیبیہ کا تھا حکم کی تعمیل نہ کرے اور نافرمانی کرے فلہ عذاب الیم۔ تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت کریمہ سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

مُحرم یعنے جو حالت احرام میں ہو اسے خشکی کے کسی جانور کا شکار کرنا حرام ہے مَادُمْتُمْ حُرُمًا جبتک وہ احرام میں ہو۔

کسی جانور کی طرف شکار کرنے کے لیے اشارہ کرنا بھی یا زبان سے بتانا بھی شکار میں داخل ہے اور ایسا کرنا بھی ممنوع ہے۔

محرم کو بحالت احرام ہر وحشی جانور کا شکار منع ہے خواہ وہ حلال جانور ہو یا حرام۔

مندرجہ ذیل جانور مارنا معاف ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں چھ جانوروں کا ذکر آیا ہے۔ سانپ کا مزید ذکر ہے یہ روایت بخاری اور ابوداؤد نے حضرت ابو سعید خدری سے کی ہے:

کاٹنے والا کتا۔ کوا۔ بچھو۔ چیل۔ چوہا۔ بھیڑیا۔ سانپ یہ وہ جانور ہیں جنہیں حضور نے فاسق فرمایا ان کے قتل کی بحالت احرام اجازت ہے۔

مچھر، پسو، چیونٹی، مکھی، حشرات الارض۔ حملہ آور درندے کا مارنا معاف ہے تفسیر احمدی

محرم کو بحالت احرام جو جانور شکار کرنا ممنوع ہیں وہ عمداً ہوں یا خطاً ہر حال میں ممنوع ہیں عمداً کی ممانعت تو آیہ کریمہ سے واضح ہے اور خطا کا منع حدیث ابوالملیح سے ثابت ہے چنانچہ تفسیر نسفی میں ہے نزل الکتاب بالعمد ووردت السنۃ بالخطاء۔

یَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ۔

اے ایمان والو شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے

کہ ویسا ہی جانور مویشی سے دے فیصلہ کریں تم میں دو ثقہ آدمی یہ قربانی ہو کعبہ کو پہنچتی یا کفارہ دے چند مسکینوں کا کھانا یا اس کے برابر روزے کہ اپنے کام کا وبال چکھے اللہ نے معاف کیا جو ہو گزرا اور جو اب کریگا اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔

شان نزول: حضرت ابو الیسر نے بحالت احرام ایک وحشی یا نیل گائے کا شکار کر لیا اس پر اعتراض ہوا تو وہ بارگاہ نبوت علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور اپنے قصور کی خبر دی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

فجزاء مثل ما قتل کا یہ مطلب ہے کہ ویسا ہی جانور دے یعنی قیمت میں مارے ہوئے جانور کے برابر ہو کذا قال ابو حنیفۃ و ابو یوسف رحمہما اللہ اور امام محمد اور شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک صورت و خلقت کے مارے ہوئے جانور کی مثل ہونا مراد ہے۔ مدارک۔ تفسیر احمدی

یحکم بہ ذوا عدل منکم کے یہ معنی ہیں کہ قیمت کا اندازہ کرنے کے لیے دو ثقہ مسلمان ہوں جو قیمت کا اندازہ کریں اور قیمت وہاں کی معتبر ہے جہاں شکار مارا گیا یا اس کے قریب کے مقام کی

ھدیا بلغ الکعبۃ یعنی کفارہ کا جانور حرم مکہ کے باہر ذبح کرنا درست نہیں مکہ مکرمہ میں ہونا چاہیے اور کعبۃ اللہ شریف کے اندر بھی ذبح جائز نہیں۔ اسی لیے بلغ الکعبۃ یعنی کعبہ کو پہنچے فرمایا کعبہ کے اندر نہیں فرمایا۔

او کفارۃ طعام مساکین اور کھانے کا کفارہ چند مساکین کو اس میں مکہ مکرمہ کی قید نہیں باہر بھی دیا جا سکتا ہے (تفسیر احمدی)

او عدل ذلک صیاما۔ یا اس کے برابر روزے۔

مسئلہ:۔ شکار کی قیمت کا غلہ خرید کر مساکین کو اس طرح دے کہ ہر مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع جو یا کھجور ہو جائیں تو جتنے مساکین ہیں اس حساب سے تقاسمہ ہو اس کے عدد پر روزے رکھ لیے جا سکتے ہیں۔

مثلاً تین مساکین میں کفارہ ادا ہوا تو تین روزے رکھنے جائز ہیں چار یا پانچ میں کفارہ تقسیم ہوا تو چار یا پانچ روزے چاہئیں اس میں عدم وجدان و استطاعت کی شرط نہیں اور

لیذوق وبال امرہ یعنی اپنے کام کا وبال چکھے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ قیل بجزاء وقیل بصیام او بطعام وقیل بفعل منفرد وھو جوزی او شر عنا ذلک ونحوہ والوبال فی الاصل الثقل ومنہ الوابل للمطر الکثیر والوبیل للطعام الثقیل الذی لا یبرع ھضمہ

عفا اللہ عما سلف سے یہ مراد ہے کہ دور جاہلیت میں شکار وغیرہ اگر کر لیا گیا تو وہ معاف ہے۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

حلال ہوا تمہارے لیے شکار دریا کا اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدے کو اور حرام ہوا تم پر خشکی کا شکار جبتک تم احرام میں ہو اور ڈرو اللہ سے جس کی طرف تمہیں اٹھنا ہے۔

اُحِلَّ۔ حلال مباح۔ احرام کی حالت میں۔ صَیْدُ الْبَحْرِ وطعامہ۔ بحر سے مراد مطلقاً پانی ہے۔ دریائی شکار وہ ہے جو پانی میں ہی پیدا ہوا اور پانی میں ہی رہے جیسے مچھلی وغیرہ۔ طعام سے مراد مچھلی ہے جسے دریا باہر کنارے پر پھینک دے اور مر جائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سب کا یہی قول ہے کہ محرم کو دریائی شکار کرنا بھی حلال ہے۔ سیّارہ۔ راہگیر مسافر ایک ہو یا چند ہوں۔

اس آیت کریمہ میں وضاحت فرما دی گئی کہ محرم کو بحالت احرام بھی دریا کا شکار حلال ہے۔ اور خشکی کا حرام۔ دریا کا شکار وہ ہے جس کی پیدائش دریا میں ہو اور خشکی کا وہ جس کی پیدائش پانی سے باہر خشکی میں ہو۔

حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ۔ یہ احرام والوں کے لیے دوسرا حکم ہے تاکید کے لیے کہ خشکی کا جانور حرام ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ اِعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

اللہ نے بنایا کعبہ کو ادب کا گھر لوگوں کے قیام کا سبب اور حرمت والے مہینے اور حرم کی قربانی اور قلادہ پڑے جانور یہ اس لیے کہ تم جانو کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔ اچھی طرح جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے اور بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

کعبہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے جو عکرمہ اور مجاہد سے مروی ہے کہ کعبہ کو کعبہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مربعہ ہے۔ کا عِبَة کی جمع کواعب ہے۔ کعبہ کی سطح سمندر سے بہت اونچی ہے۔ اس کا چرچا اس کا ذکر دنیا میں بہت بلند ہے اس لیے اس کو کعبہ کہا جاتا ہے۔

اور تکعیب تربیع ہے۔ اور لغت میں ہر اس گھر کو کعبہ کہہ سکتے ہیں جو مربع ہو اور کبھی بلندی کے معنی

میں بھی تکعب آتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کعبہ کو کعبہ اس کی بلندی کی وجہ میں کہا گیا۔ جیسے کعب الانسان ٹخنے کو کہتے ہیں اس لیے کہ وہ اونچا ہوتا ہے۔ کَعُبَتِ الْمَرْاَۃُ۔ عورت کی چھاتیوں کو کہتے ہیں جبکہ وہ اٹھی ہوئی ہوں۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ کعبہ نام اس کی یکتائی اور بے مثل ہونے کی بنا پر ہوا لیکن کرمانی نے اس کا رد کردیا ہے۔ روح المعانی

پھر کعبہ کو بیت الحرام اس لیے کہا کہ دنیا میں اس کی عظمت ہے اسی لیے اس کی حرمت کے لیے بیت الحرام کہا گیا اور

قِیٰمًا لِلنَّاسِ اس لیے کہا گیا کہ وہاں امور دین و دنیوی کا قیام ہوتا ہے۔ خائف وہاں پناہ لیتا ہے چنانچہ اس کی حرمت کے لیے ہی ارشاد ہوا من دخلہ کان امنا ضعیفوں کو وہاں امن ملتا ہے تاجر وہاں نفع پاتے ہیں حج و عمرہ کرنے والے وہاں حاضر ہو کر مناسک ادا کرتے ہیں اور

والشھر الحرام سے مراد ماہ ذی الحجہ ہے یہ وہ مہینہ ہے جس کی نویں تاریخ کو حج کرتے ہیں۔

والھدی والقلائد۔ ہدی قربانی کا جانور اور اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا قلادہ ڈالنا۔ یہ قلائد قلادہ کی جمع ہے یعنی ہار جو ہدی کے گلے میں ڈالا جاتا ہے تاکہ پہچان لیا جائے کہ یہ قربانی کا جانور ہے اور حرم سے منی کی طرف ہدی یعنی قربانی ہار ڈال کر لے جانا زیادہ ثواب ہے۔

ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

ان تمام امور میں تمہارے مصالح مضمر ہیں اور اللہ تعالے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسے جانتا ہے اور اسے ہر شے کا علم ہے اس کا کوئی فعل اور حکم حکمت سے خالی نہیں۔

تو تم حرم اور احرام کی حرمت کا لحاظ رکھو اس کے بعد اللہ تعالے نے اپنی رحمتوں کا ذکر فرمانے کے بعد اپنی صفت شدید العقاب ذکر فرمائی تاکہ ایمان ہو اور تکمیل ایمان ہو اس کے بعد صفت غفور و رحیم بیان فرما کر اپنی وسعت رحمت کا بیان فرمایا۔ اب چونکہ رسول مجتبیٰ حکم پہنچا کر فارغ ہو چکے تو مسلمانوں پر اطاعت لازم ہے اور عذر کی گنجائش باقی نہ رہی آگے ارشاد ہے۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝

رسول پر نہیں مگر حکم پہنچا دینا اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

اس لیے کہ اس ذات علیم و خبیر کو ہر ایک کے ظاہر و باطن نفاق و اخلاص سب کا علم ہے آگے ارشاد ہے۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ فرما دیجئے کہ گندا اور پاک برابر نہیں اگرچہ تجھے گندگی کی کثرت پسند آئے تو اللہ سے ڈرتے رہو اے عقل والو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس میں حضور مخاطب ہیں یا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام یعنی حلال وحرام نیک بد مسلم وکافر اور کھرا کھوٹا ایک درجہ میں نہیں ہو سکتا یعنے واثروا الطیب وان قل علی الخبیث وان کثر وقیل ھو عام فی حلال المال وحرامہ وصالح العمل وطالحہ وجید الناس وردیھم۔ تفسیر نسفی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ایک نو مسلم بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) میں حالت کفر میں شراب کی تجارت کرتا تھا مجھے اس سے بہت نفع حاصل ہوا اب میں بہت مالدار ہوں اور وہ مال میرے پاس موجود ہے اگر میں وہ مال کار خیر میں خرچ کروں تو کیا مجھے ثواب ملیگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اگر وہ مال تم حج وجہاد جیسی اعلی عبادت میں بھی خرچ کرو تب بھی وہ تم کو مچھر کے پر کے برابر بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالی طیب ہے وہ طیب ہی قبول کریگا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم پ سورہ مائدہ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ٥

اے ایمان والو نہ پوچھو ہر چیز کے متعلق اگر وہ ظاہر کی گئیں بری معلوم ہوں گی تمہیں اور اگر پوچھو گے ان کے متعلق جبکہ قرآن نازل ہو رہا ہے ظاہر کر دی جائیں گی اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے

قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ٥

تم سے پہلی جس قوم نے وہ سوال کیے تو وہ صبح اس سے منکر ہو گئے۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَأَكْثَرُهُمْ

نہیں کیا اللہ نے کان چرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی لیکن وہ لوگ جو کافر ہوئے افترا کرتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور اکثر ان میں

لَا يَعْقِلُوْنَ ه
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ
اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ
اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ
شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ه
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ
لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ
مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ه
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا
حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ
ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ
اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ
الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ
فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ
بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ
اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ه
فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ
يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ
الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ
مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا
لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ه

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ
عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ

بے عقل ہیں۔
اور جب کہا جائے انہیں کہ آؤ اس طرف جو اتارا
اللہ نے رسول کی طرف تو کہتے ہیں ہمیں کافی ہے
جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادا کیا اگرچہ انکے
باپ دادا کچھ نہ جانیں اور نہ ہدایت پائیں۔
اے ایمان والو لازم پکڑو اپنی جانوں کو نہیں نقصان
دے گا تمہیں جو کوئی گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر
ہو اللہ کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے تو بتا دے گا
تمہیں جو کچھ تم کرتے تھے۔
اے ایمان والو گواہی تم میں جبکہ آئے تمہیں کسی کو
موت وصیت کرتے وقت دو عادل تم میں سے
یا غیروں میں کے دو اگر تم سفر کرو تو پہنچے تمہیں موت
کا حادثہ روکو دونوں کو نماز کے بعد تو وہ قسم کھائیں
اللہ کی اگر تم شک میں پڑو ہم حلف کے بدلے کچھ
مال نہ خریدیں گے اگرچہ قریبی رشتہ دار ہو اور نہ
چھپائیں گے گواہی اللہ کی ہم اگر ایسا کریں تو ضرور
گنہگار ہیں۔
تو اگر پتہ چلے کہ وہ دونوں کسی گناہ کے مرتکب
ہیں تو دوسرے ان کی طرف کھڑے ہوں ان سے
جنہوں نے حق لے کر جھوٹی گواہی دی تو وہ دونوں
قسمیں کھائیں اللہ کی کہ ہماری گواہی صحیح ہے ان
کی شہادت سے اور ہم حد سے نہ بڑھے اگر ایسا
ہو تو ہم ظالم ہیں۔
یہ قریب تر ہے اس سے کہ آئے گواہی ان کے
اوپر یا خوف کریں کہ ان کی قسمیں رد کر دی جائیں اور

اَیْمَانِہِمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاسْمَعُوْا وَاللّٰہُ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ — ڈرو اللہ سے اور سنو اللہ راہ نہیں دیتا فاسقوں کو۔

حل لغات رکوع سوم پ۷ سورۃ مائدہ

یاایھا۔ اے	الذین۔ وہ جو	اٰمنوا۔ ایمان لائے ہو	لا۔ نہ
تسئلوا۔ سوال کرو	عن اشیاء۔ چیزوں سے	ان۔ اگر	تبد۔ ظاہر کی جائیں
لکم۔ تمہارے لیے تو	تسؤ۔ بری لگیں	کم۔ تم کو	و۔ اور
ان۔ اگر	تسئلوا۔ سوال کروگے	عنہا۔ ان سے	حین۔ جبکہ
ینزل۔ اتارا جاتا ہے	القراٰن۔ قرآن	تبد۔ ظاہر کی جائیںگی	لکم۔ تمہارے لیے
عفا۔ معاف کیا	اللہ۔ اللہ نے	عما۔ اس سے جو	سلف۔ گزر چکا
و۔ اور	اللہ۔ اللہ	غفور۔ بخشنے والا	حلیم۔ حلم والا ہے
قد۔ بیشک	سالہا۔ پوچھا تھا یہی	قوم۔ ایک قوم نے	من قبلکم۔ تم سے پہلے
ثم۔ پھر	اصبحوا۔ ہوگئے	بہا۔ اس سے	کافرین۔ منکر
ما۔ نہیں	جعل۔ بنایا	اللہ۔ اللہ نے	من بحیرۃ۔ کان چرا ہوا
و۔ اور	لا۔ نہ	سائبۃ۔ بجار	و۔ اور
لا۔ نہ	وصیلۃ۔ وصیلہ	و۔ اور	لا۔ نہ
حام۔ حامی	و۔ اور	لکن۔ لیکن	الذین۔ وہ جو
کفروا۔ کافر ہیں	یفترون۔ بناتے ہیں	علی۔ اوپر	اللہ۔ اللہ کے
الکذب۔ جھوٹ	و۔ اور	اکثر۔ اکثر	ھم۔ ان کے
لا۔ نہیں	یعقلون۔ عقل رکھتے	و۔ اور	اذا۔ جب
قیل۔ کہا جاتا ہے	لہم۔ ان سے	تعالوا۔ آؤ	الی۔ طرف
ما۔ اس کے جو	انزل۔ اتاری	اللہ۔ اللہ نے	و۔ اور
الی۔ طرف	الرسول۔ رسول کی	قالوا۔ تو کہتے ہیں	حسبنا۔ کافی ہے ہم کو
ما۔ وہ جو	وجد۔ پایا	نا۔ ہم نے	علیہ۔ اس پر

اباء۔ باپ دادا	نا۔ اپنے کو	او۔ کیا	لو۔ اگرچہ
کان۔ ہوں	اباؤ۔ باپ دادا	ھم۔ ان کے	لا۔ نہ
یعلمون۔ جانتے	شیئا۔ کچھ بھی	و۔ اور	لا۔ نہ
یھتدون۔ راہ پاتے	یاایھا۔ اے	الذین۔ وہ جو	آمنوا۔ ایمان لائے ہو
علیکم۔ بچاؤ	انفسکم۔ اپنی جانوں کو	لا۔ نہ	یضر۔ نقصان دیگا
کم۔ تم کو	من۔ جو	ضل۔ گمراہ ہوا	اذا۔ جب
اھتدیتم۔ تم ہدایت پر ہو	الی۔ طرف	اللہ۔ اللہ کی ہے	مرجعکم۔ تم کو لوٹنا
جمیعا۔ سب کو	فینبئکم۔ وہ بتائے گا تم کو	بما۔ جو	کنتم۔ تھے تم
تعملون۔ عمل کرتے	یاایھا۔ اے	الذین۔ وہ جو	آمنوا۔ ایمان لائے ہو
شھادۃ۔ گواہی	بینکم۔ تم میں	اذا۔ جب	حضر۔ حاضر ہو
احد۔ ایک	کم۔ تمہارے کو	الموت۔ موت	حین۔ وقت
الوصیۃ۔ وصیت کے	اثنان۔ دو آدمی	ذوا۔ صاحب	عدل۔ انصاف
منکم۔ تم میں سے	او۔ یا	آخران۔ دو	من غیرکم۔ اوروں سے
ان۔ اگر	انتم۔ تم	ضربتم۔ چلو	فی۔ بیچ
الارض۔ زمین کے	فاصابتکم۔ تو پہنچے تم کو	مصیبۃ۔ حادثہ	الموت۔ موت کا
تحبسونھما۔ روکو دونوں کو	بعد۔ بعد	الصلوۃ۔ نماز کے	فیقسمٰن۔ تو قسم کھائیں
باللہ۔ اللہ کی	ان۔ اگر	ارتبتم۔ تم شک کرو	لا۔ نہیں
نشتری۔ خریدیں گے ہم	بہ۔ اسکے ساتھ	ثمنا۔ قیمت	و۔ اور
لو۔ اگرچہ	کان۔ ہو	ذا قربی۔ رشتہ دار	و۔ اور
لا۔ نہ	نکتم۔ چھپائیں گے ہم	شھادۃ۔ گواہی	اللہ۔ اللہ کی
انا۔ بیشک ہم	اذا۔ اس وقت	لمن الآثمین۔ گنہگار ہونگے	فان۔ پھر اگر
عثر۔ پتہ چلے	علی۔ اس کا کہ	انھما۔ وہ	استحقا۔ کر رہے ہیں
اثما۔ گناہ	فآخران۔ تو دو اور	یقومان۔ کھڑے ہوں	مقامھما۔ ان کی جگہ
من الذین۔ اس سے	استحقا۔ جو حق لیکر	علیھم۔ انپر	الاولیٰن۔ گواہی دے
فیقسمٰن۔ تو قسم کھائیں	باللہ۔ اللہ کی	لشھادتنا۔ کہ ہماری گواہی	احق۔ سچی ہے

من شہادتہما۔ ان کی گواہی سے		و۔ اور	ما۔ نہیں
اعتدینا۔ حد سے بڑھے ہم	انا۔ بیشک ہم	اذا۔ اس وقت	لمن۔ ہوں گے
الظالمین۔ ظالموں سے	ذلک۔ یہ	ادنی۔ بہت قریب ہے	ان۔ یہ کہ
یاتوا۔ لائیں	بالشہادۃ۔ گواہی	علی۔ اس کے	وجہہا۔ روبرو
او۔ یا	یخافوا۔ خوف کرو	ان۔ یہ کہ	ترد۔ رد کر دیگا
ایمان۔ قسم	بعد۔ بعد	ایمانہم۔ انکی قسم کے	و۔ اور
اتقوا۔ ڈرو	اللہ۔ اللہ سے	و۔ اور	اسمعوا۔ سنو
و۔ اور	اللہ۔ اللہ	لا۔ نہیں	یھدی۔ ہدایت دیتا
القوم۔ قوم	الفاسقین۔ فاسقین کو		

مختصر تفسیر رکوع سوم پ سورۃ مائدہ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْھَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَکُمْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھَا وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۝

اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

شان نزول:۔ بعض منافقین دل لگی اور مذاق کے طور پر حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم سے غیر ضروری باتیں پوچھا کرتے تھے اور بے فائدہ سوال کرتے تھے کوئی کہتا کہ میرا باپ کون ہے کوئی کہتا کہ حضور میری اونٹنی کہاں ہے یہ طریقہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاطر عاطر پر گراں گذرا ایک دن سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم منبر اقدس پر تشریف لائے اور فرمایا کہ آج جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لو ہم ہر ایک کی ہر بات کا پورا پورا جواب دیں گے۔

ایک شخص عبداللہ کھڑا ہوا عرض کرنے لگا حضور میرا باپ کون ہے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے تو اپنے باپ سے ہے۔ دوسرے نے عرض کیا حضور میرا باپ کون ہے فرمایا شیبہ کا آزاد کردہ غلام سالم یعنے تو حرامی ہے ایک شخص نے کہا حضور میرا انجام کیا ہے۔ فرمایا جہنم۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو

گئے اور عرض کی رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ۔ ہم اللہ کی ربوبیت پر راضی ہیں اور دین اسلام سے خوش ہیں اور نبوت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر متبع ہم اللہ کے ساتھ تمام فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں۔

حضرت عمر نے جب حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے تیور دیکھے تو عرض کی یا رسول اللہ ہم بارگاہ الٰہی میں توبہ کرتے ہیں یعنی سب کے پردے رہنے دیجئے۔ بخاری جلد اول باب الغضب فی التعلیم۔

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں خطبہ میں فرمایا اے لوگو اللہ نے تم پر حج فرض کیا تو تم حج کیا کرو۔

ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا حج ہر سال فرض ہے ؟ حضور علیہ السلام نے خاموشی اختیار فرمائی انہوں نے تین بار یہی سوال کیا حضور علیہ السلام نے خاموشی اختیار فرمائی۔ انہوں نے چوتھی بار عرض کیا تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اگر ہم ہاں کہہ دیتے تو حج ہر سال ہی فرض ہو جاتا اور تم میں اس کی استطاعت نہ ہوتی۔ پہلی قومیں کثرت سوال کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔ انبیاء علیہم السلام کے احکام کے خلاف عمل کرنے سے ان کی تباہی ہوئی جب ہم تم کو کسی کام کا حکم دیں تو جس قدر تم میں طاقت ہو کر لیا کرو اور جب ہم منع کریں تو اسے چھوڑ دو۔ (روح المعانی) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ: اس کا مادہ سَل ہے اس کے معنی مانگنا ہے۔ پوچھنا ہے اشیاء جمع شے کی ہے۔ یعنی اے ایمان والو تم ہمارے محبوب سے ایسی چیزوں کے متعلق نہ پوچھا کرو کہ اگر وہ بتا دی جائیں تو تم کو غمگین کریں یا تم کو مشقت میں ڈال دیں۔

اِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ آیات قرآنیہ کے نزول کا زمانہ ہے تم ایسے سوالات کرو کہ تم مصیبت یا مشقت میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ آخر میں فرمایا گیا۔

عَفَا اللّٰہُ عَنْهَا عفو بمعنی معافی۔ اس سے قصور جرم مٹ جاتا ہے اللہ تعالےٰ نے ان چیزوں کو معاف فرما دیا جن کی ممانعت نہیں ہے وہ مباح کر دیں۔

اسی بنا پر ارباب اصول نے اصل اشیاء میں اباحت مانی اور مسکوت عنہ کو مباح قرار دیا۔ ما مور عنہ کی تعمیل امر لازم قرار دی۔ یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت سے آج تک ہزارہا اشیاء پوشیدنی اور ماکولات ہیں حتی کہ سواریوں میں ہمارے سامنے ہیں ان سب کے متعلق ہمارے پاس ماخذ حکم آیہ کریمہ عفا اللہ عنہا موجود ہے جس کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ چائے۔ چائنکیں۔ چمچے۔ شیشہ کے گلاس، انواع واقسام کے پارچات

موٹرکار، سائیکل۔ ایروپلین اور کیا کیا ایجادات ہیں اسوقت تک سب مباح ہیں جبتک ہمیں شرعی حکم نہ ملے ریشم چونکہ مردوں پر حرام ہے اس لیے اس کے ملبوسات مردوں پر حرام لیکن ریشم جیسی چمکیلی خوشنما رنگین ہزارہا قسم کی چیزیں جو آرہی ہیں جبتک وہ ریشم ثابت نہ ہوں ہمارے لیے مباح ہیں۔ سرخی رنگ مردوں کے لیے منع فرمایا حتی کہ ایک صحابی کا سرخ قمیض دیکھ کر زِیُّ اَہْلِ النَّارِ جہنمیوں کا لباس فرماکر اظہار ناراضگی کیا لہٰذا وہ مردوں پر ممنوع اور عورتوں کے لیے مباح ہوگیا۔ چاندی سونے کے برتن چمچہ وغیرہ استعمال کرنا یوں ممنوع ہوا کہ حضور نے انکا استعمال منع فرمایا۔ اسکے علاوہ چینی گلٹ، قلعی دار چمچہ۔ پھولدار اشیاء رنگین پلیٹیں سب مباح ہوئیں اب آگے ارشاد ہے

قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ٥

تم سے پہلے ایک قوم نے ایسے ہی سوال کرکے انکار کیا اور کافر ہوگئے

لہٰذا تم کثرت سوال سے انبیاء کرام کی مخالفت اپنے سر لے کر منکر حتی کہ کافر نہ ہو چنانچہ اصول میں ہے المطلق یجری علی اطلاقہ والمقید یجری علی تقییدہ حکم مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر ہوتا ہے۔ اور مقید حکم اس تقیید کے ساتھ ہوتا ہے

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَّلَا سَائِبَةٍ وَّلَا وَصِيلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَلٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ٥

اللہ نے نہیں کیا کان چرا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی لیکن کافروں نے افتراء دازی کی اللہ پر جھوٹی اور ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ۔ عربی میں جَعَلَ بمعنی خَلَقَ کے معنی میں آتا ہے اور کبھی بنانے کے معنی میں جیسے جَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ اللہ نے تاریکیاں اور روشنی پیدا کیں۔ یا جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ رب نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا۔

یعنی اللہ نے کوئی بحیرہ کوئی سائبہ وغیرہ حرام نہ فرمائیں

زمانہ جاہلیت میں مشرکین کا یہ دستور تھا کہ اپنے مویشیوں کے اوپر چند مفروضوں کے ساتھ ایک فرضی فریضہ گھڑ کر اسے اللہ تعالے کے نام کی منت قرار دے لیتے اس کارد تو مَا جَعَلَ اللّٰهُ میں فرما دیا گیا۔ پھر بحیرہ۔ سائبہ۔ وصیلہ۔ حام انواع واقسام مقرر کیے چنانچہ

بحیرۃ۔ بروزن فعیلہ۔ بحر کے معنی چیرنا ہے۔ دریا کو اسی لیے بحر کہتے ہیں کہ اس کا پانی زمین کو چیرتا ہے اور اپنا راستہ بناتا ہے۔ بحیرہ کا معنی چیرا ہوا۔ زمانہ جاہلیت میں جو اونٹنی پانچ بار بچے جن دیتی اور اس کا بچہ

بچہ نر ہوتا تو اس کا کان چیر کر اسے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اس کا نام بحیرہ رکھ دیتے اس کے متعلق یہ قانون گھڑا ہوا تھا کہ اس پر سواری کرنا حرام ہے۔ ذبح کرنا ممنوع اگر کسی کے باغ یا کھیت میں گھس جاتا تو اسے کھانے پینے سے نہ روکتے اس کا دودھ بتوں پر چڑھاتے تھے خود نہیں پیتے تھے بلکہ بت خانے کے وہ دودھ استعمال کرتے۔

وَلَا سَائِبَۃٍ:۔ لَا تاکید نفی کے لیے ہے۔ سائبہ سیب چھوڑنا۔ یعنی چھوڑا ہوا۔ آزاد کیا ہوا۔ اہل عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص سفر کو جاتا یا بیمار ہو جاتا تو یہ نذر مانتا کہ اگر میں سفر سے بخیریت واپس آجاؤں یا بیماری سے تندرست ہو جاؤں تو میری اونٹنی سائبہ ہوگی یعنی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے جیسے بجار کہا جاتا ہے اسی کو ہندوستان میں بجار یا بچار ساند کہتے ہیں اور یہ رسم آج تک مشرکین ہند میں بیلوں پر مروج ہے۔ اس کا حکم وہی ہے جو بحیرہ کا۔ اس سے نفع اٹھانا ہے بحیرہ کی طرح ممنوع تھا اور یہ آزاد پھرتی رہتی ہیں۔

وَلَا وَصِيْلَۃٍ:۔ وصل کے معنی ملانا۔ زمانہ جاہلیت میں جب کسی بکری کے سات بچے ہو جاتے اور ساتواں بچہ نر ہوتا تو اسے ذبح کر کے صرف مرد ہی کھا سکتے تھے۔ عورتوں کے لیے وہ حرام ہوتا تھا اور اگر مادہ ہوتا تو اسے بکریوں میں چھوڑ دیتے تھے اور اگر نر مادہ کا جوڑا پیدا ہوتا تو کہتے تھے کہ یہ دونوں بہن اور بھائی مل گئے پھر ان کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اسے ذبح نہ کرتے اس کا کھانا حرام سمجھتے تھے اسے وصلہ کہا جاتا تھا۔

وَلَا حَامٍ:۔ حام۔ حمی سے بنا جس کے معنی گرمی یا بچانا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب ان کا نر اونٹ دس بار اونٹنی کو گابھن کر دیتا اور اس سے دس بچے ہو جاتے تو اس کو بتوں کے نام پر بے مہار چھوڑ دیتے اس پر سواری ممنوع ہو جاتی اس سے کوئی کام لینا ناجائز ہو جاتا اس کو چارہ پانی سے نہ روکتے وہ آزاد پھرتا رہتا تھا اس کا نام حام یا حامی ہوتا تھا۔ نسفی۔ مدارک

بحیرہ اور سائبہ اونٹنیوں کے نام ہیں اور وصیلہ بکری کا نام ہے اور حام اونٹ کا یہ تمام جانور بتوں کے نام پر چھوڑے جاتے تھے ان کا گوشت اور دودھ حرام سمجھا جاتا تھا۔ اس آیت میں ان کفار کے اس عمل کی اور اس عقیدے کی تردید کی گئی ہے۔

ایک حدیث بخاری و مسلم میں ہے اس میں بحیرہ کی تعریف یہ بھی ہے کہ بحیرہ اونٹنی کا دودھ صرف بتوں کے چڑھاوے کو ہوتا اور کوئی اس کا دودھ نہ دوہتا اور

سائبہ۔ وہ جو اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دی جائے اس سے کوئی کام لینا حرام سمجھا جاتا۔

یہ رسمیں زمانۂ جاہلیت سے ابتدائے اسلام تک چلی آرہی تھیں اس آیۂ کریمہ میں انہیں جھٹلایا اور فرمایا یہ اللہ تعالےٰ پر محض افتراء کاذب ہے۔

اور لَا يَعْقِلُوْنَ اس لیے فرمایا کہ محض اپنے سرداروں کے کہنے سے ان چیزوں کو حرام سمجھ لینا بے عقلی اور جہالت ہی ہوسکتی ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس طرف جو اللہ نے نازل فرمایا اور رسول کی طرف کہتے ہیں ہمیں کافی ہے وہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ! اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ نہ جانیں اور نہ ہدایت پر ہوں۔

تَعَالَوْا۔ برے عقیدے سے چھوڑ کر اسلامی عقائد کو قبول کرنا ہے

مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ : سے مراد اللہ تعالےٰ کے تمام احکام ہیں خواہ بذریعہ قرآن کریم ہوں یا بارشاد نبوی حضور علیہ السلام کے دامن سے وابستہ رہو۔

قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا : سے مراد یا تو نسبی باپ دادا ہیں۔ اے محبوب یہ اپنے کفر پر ایسے ڈھیٹ ہیں کہ جب ان سے مسلمان یہ کہتے ہیں کہ کہاں جارہے ہو ادھر آؤ تو کہتے ہیں کہ ہم کو باپ دادوں کے رسم ورواج کافی ہیں۔

یعنی باپ دادوں کا اتباع درست بھی ہوسکتا تھا اگر وہ علم رکھتے اور ہدایت یافتہ ہوتے

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۔ اَوَلَوْ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے آباء سے مراد وہ ہی ان کے نسبی باپ دادا تھے۔ بے علمی سے مراد جہالت ہے۔ بے ہدایت سے مراد کفر و بے عقیدگی پیغمبر کی معرفت نہ ہونا۔ آگے ارشاد ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اے ایمان والو تم اپنی جانوں پر قائم رہو تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا جو گمراہ ہوا جبکہ تم راہ پر ہو تم سب کی رجوع اللہ ہی کی طرف ہے تو تمہیں بتا دے گا جو تم کرتے تھے۔

شانِ نزول :- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں منافقوں نے مسلمانوں سے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ حضور علیہ السلام نے اہل کتاب سے تو جزیہ قبول فرمایا اور مشرکین سے جزیہ قبول نہ کیا حالانکہ مشرکین اور اہل کتاب سب ہی کافر ہیں یہ فرق کیسا مسلمانوں کو اس اعتراض سے دکھ پہنچا۔ اس پر یہ

آیت کریمہ نازل ہوئی۔

مسلمان کفار کی محرومی پر افسوس کرتے تھے اور انہیں رنج ہوتا تھا کہ کفار عناد میں مبتلا ہو کر دولت اسلام سے محروم رہے اس پر اللہ تعالے نے ان کی تسلی فرمادی کہ اس میں تمہارا کچھ ضرر نہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کر کے تم بری الذمہ ہو چکے تم اپنی نیکی کی جزا پاؤ گے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا۔ اس آیت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوہات کی تاکید ہے کیونکہ اپنی جان پر قائم رہنے کے معنی یہ ہیں کہ ایک دوسرے کی خبر گیری کرے۔ نیکیوں کی رغبت دلائے اور بدیوں سے اس کو روک دے (خازن)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَ لَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ۝

اے ایمان والو! تمہاری آپس کی گواہی جب تم میں کسی کو موت آئے وصیت کرتے وقت تم میں کے دو معتبر شخص ہوں یا غیروں میں کے دو جب تم سفر کرو ملک میں تو تمہیں موت کا حادثہ پہنچے ان دونوں کو نماز کے بعد روکو وہ اللہ کی قسم کھائیں اگر تمہیں شک پڑے کہ ہم حلف کے بدلے کچھ مال نہ خریدیں گے اگرچہ قریب کا رشتہ دار ہو اور اللہ کی گواہی نہ چھپائیں گے ایسا کریں تو ہم ضرور گنہگاروں میں ہیں۔

شان نزول: تمیم بن اوس داری اور عدی بن زید جو عیسائی تھے اور ملک شام تجارت کے لیے ہر سال جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے ساتھ حضرت بدیل بن مریم جو حضرت عمرو بن عاص کے آزاد کردہ غلام تھے اور مہاجرین میں سے تھے ان دونوں کے ساتھ تجارت کی غرض سے ملک شام روانہ ہوئے جب یہ تینوں ملک شام پہنچے تو حضرت بدیل بن مریم سخت بیمار ہو گئے۔ جب حضرت بدیل نے اپنی زندگی سے مایوسی محسوس کی تو انہوں نے اپنے سامان کی ایک فہرست تحریر کی اور سامان کی تہ میں رکھ دی جس کی خبر ان دونوں نصرانیوں کو نہیں ہوئی۔ ان کو انتقال سے قبل وصیت کی کہ میرا یہ سامان میری وفات کے بعد مدینہ منورہ میں میرے اعزہ کو پہنچا دینا۔

وفات کے بعد ان دونوں نصرانیوں نے ان کے مال کی تلاشی لی تو اس سامان میں ایک چاندی کا پیالہ جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا اور منقش تھا اس پیالہ کا وزن تین سو مثقال تھا ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے حضرت بدیل کا خیال تھا کہ اس پیالے کو شام کے بادشاہ کے پاس فروخت کریں گے

اس پیالے کو ان دونوں نصرانیوں نے چھپا لیا اور اسے ایک ہزار درہم میں مکہ جا کر فروخت کر دیا اور پانچ پانچ سو درہم آپس میں تقسیم کر لیے۔ باقی سامان بدیل کے گھر والوں کو پہنچا دیا۔ حضرت بدیل کے گھر والوں نے جب سامان کی پڑتال کی تو تمام سامان فہرست کے مطابق بالکل صحیح نکلا صرف وہ نقرئی پیالہ جس پر سونے کا پانی چڑھا تھا اور منقش تھا وہ سامان میں نہ تھا حضرت بدیل کے گھر والوں نے ان دونوں نصرانیوں سے دریافت کیا کہ کیا بدیل نے اپنا کچھ سامان وہاں فروخت بھی کر دیا تھا؟

ان دونوں نے جواباً کہا نہیں۔

انہوں نے مزید دریافت کیا کہ کیا بدیل نے دوران بیماری میں کچھ مال فروخت کر کے اپنا علاج معالجہ کرایا تھا؟

انہوں نے جواباً کہا نہیں۔

پھر انہوں نے دریافت کیا کہ تم نے بدیل سے کوئی چیز خریدی ہے؟

جواباً کہا نہیں

تو بدیل کے گھر والوں نے کہا کہ سامان کی فہرست میں ایک قیمتی نقرئی پیالہ کا بھی ذکر ہے تو وہ پیالہ کہاں گیا؟

ان دونوں نے اس سے لاعلمی ظاہر کی۔ حضرت بدیل کے گھر والوں نے یہ مقدمہ بارگاہ رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا ان دونوں نصرانیوں نے جھوٹی قسم کھالی اور مقدمہ سے بری ہو گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد وہ پیالہ مکہ معظمہ میں ایک شخص کے پاس پایا گیا حضرت بدیل کے وارثوں نے اس شخص سے دریافت کیا کہ یہ پیالہ تمہارے پاس کہاں سے آیا۔ اس شخص نے بتایا کہ ہم نے ایک ہزار درہم میں تمیم داری اور عدی نصرانیوں سے خریدا ہے اب یہ مقدمہ دوبارہ بارگاہ نبوت میں پیش ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بدیل کے وارثوں سے فرمایا کہ تم اس بات کی قسم کھاؤ کہ یہ پیالہ بدیل کا ہے اور یہ دونوں عیسائی جھوٹے ہیں۔

الغرض بدیل نے قسم کھالی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فیصلہ حضرت بدیل کے وارثوں کے حق میں کر دیا۔ اس پر یہ آیات حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی تائید میں نازل ہوئیں۔ روح المعانی خازن۔ ترمذی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ

اے ایمان والو تمہارے آپس میں دو آدمیوں کا گواہ ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے وصیت کے وقت۔ شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ مبتدا۔ اِثْنَانِ خبر یعنی وصیت کے وقت دو آدمی موجود ہوں جس چیز کی وصیت مردہ نے کی ہے اس پر دو آدمیوں کی شہادت ضروری ہے دو کی قید احتیاطی ہے اِذَا حَضَرَ۔ شہادت کا ظرف زمان ہے یعنی جب موت کا وقت قریب نظر آئے اور امید زندگی نہ رہے موت کے آثار و علامات ظاہر ہو جائیں۔ تو

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ جو تم سے ہوں یعنی دو عادل مسلمان گواہ بنا کر وصیت کرے کیونکہ نیک مسلمان ہی امانتداری کا زیادہ ہے۔

اَوْ اٰخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ۔ یا غیر مسلموں میں سے کوئی دو آدمی ہوں۔

اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ۔ اگر تم کہیں سفر میں گئے ہو اور تم پر موت کے آثار نمودار ہو جائیں پھر تم نے ان کو گواہ بنایا ہوا اور ان کو اپنا مال دے دیا ہو اور بعض وارث ان پر خیانت کا شبہ کریں اور دونوں خیانت کے منکر ہوں۔

تَحْبِسُوْنَهُمَا۔ تم خیانت کا انکار کرنے والے دونوں وصیوں کو روک کے رکھو

مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ۔ نماز کے بعد۔ نماز سے مراد نماز عصر ہے کیونکہ یہ وقت لوگوں کے زیادہ اجتماع کا ہے اور شب و روز کے ملائکہ کے ملنے کا بھی۔ اہل عرب بھی اس کا احترام کرتے تھے اور اسی وقت اپنے مقدمات کے فیصلے بھی کرتے تھے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ اس سے نماز عصر یا نماز ظہر مراد ہے یعنی روح المعانی

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّا اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ۔ اگر تم کو شبہ ہو تو نماز کے بعد دونوں میں سے ہر ایک کو روک رکھو پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں اور کہیں کہ اس قسم کے عوض کوئی دنیوی نفع لینا نہیں چاہتے اگرچہ کوئی قرابت دار ہی ہو اور اللہ کی بات کو ہم پوشیدہ نہیں رکھیں گے ورنہ اس حالت میں سخت گنہگار ہوں گے۔

اگر کسی وارث کو شبہ ہو اور وہ دونوں وصیوں کو خائن قرار دے اور وصی خیانت کا انکار کریں تو حاکم وصیوں سے قسم لے اس آیت کے نزول کے بعد حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر کے بعد تمیم اور عدی کو بلوا کر منبر کے پاس اس طرح قسم لی کہ قسم ہے اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہم نے اس چیز میں کوئی خیانت نہیں کی جو بدیل نے ہم کو دیا تھا دونوں نے قسم کھالی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو آزاد کر دیا۔ طویل مدت کے بعد وہ برتن مکہ معظمہ میں ملا جس کے پاس سے ملا اس نے بتایا کہ

اس نے تمیم اور عدی سے یہ برتن قیمتاً خریدا ہے۔ بنی سہم نے ان دونوں نصرانیوں سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ برتن بدیل سے خریدا تھا۔ بنی سہم نے یہ مقدمہ دوبارہ بارگاہ رسالت پناہ میں پیش کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا۔ پھر اگر اطلاع ملے کہ وصی اپنی خیانت کی وجہ سے ایسا فعل کر چکا ہے جو موجب گناہ ہے یعنی جھوٹی قسمیں کھائی ہوں۔

فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْاَوْلَیٰنِ۔ تو ان دونوں وصیوں کی جگہ قسم کھانے کے لیے دو آدمی دوسرے کھڑے ہوں۔ جو میت کے وارثوں میں سے ہوں چنانچہ بدیل کے واقعہ میں جب ان کے دونوں ساتھی نصرانیوں کی خیانت ظاہر ہوگئی تو بدیل کے ورثاء میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ یہ جام ہمارے مورث کا ہے اور ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ احق اور سچ ہے چنانچہ ایسا ہی قرآن کریم میں حکم ہوا۔

فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ مَا اعْتَدَیْنَاۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ پھر یہ دونوں رشتہ دار اللہ کی قسم کھائیں کہ بالیقین ہماری یہ قسم ان دونوں وصیوں کی قسم سے زیادہ سچ ہے اور ہم نے ذرا تجاوز نہیں کیا ہم اس حالت میں سخت ظالم ہوں گے۔

یعنی وصیوں کی خیانت ظاہر کرنے اور دعوی خرید کی تردید کرنے کے لیے وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری قسم زیادہ قابل قبول ہے اور ہم حق سے تجاوز نہیں کریں گے۔

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ یَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌۢ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اسْمَعُوْا وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۠ ٥

یہ قریب تر ہے اس سے کہ گواہی جیسے چاہیے ادا کریں یا ڈریں کہ کچھ قسمیں رد کر دی جائیں ان کی قسموں کے بعد اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو اور اللہ ہدایت نہیں فرماتا فاسقوں کو۔

حاصل معنی یہ ہے کہ اس معاملہ میں جو حکم دیا گیا کہ تمیم اور عدی کی قسموں کے بعد مال برآمد ہونے پر اولیاء میت کی قسمیں لی گئیں اس لیے کہ لوگ اس واقعہ سے سبق لیں اور شہادتوں میں راہ حق و صواب نہ چھوڑیں اور اس سے خائف رہیں کہ جھوٹی گواہی کا انجام شرمندگی اور رسوائی ہے۔

مسئلہ

مدعی پر قسم نہیں منکر پر قسم آتی ہے۔ چنانچہ اصول ہے البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر گواہی مدعی پر ہے اور قسم انکار کرنے والے پر لیکن نوعیت مقدمہ بدل گئی اس لیے کہ یہاں مدعا علیہما نے دعوی

کیا کہ انہوں نے میت سے خریدا تھا۔ اب ان کی حیثیت مدعی کی ہوگئی مگر ان کے پاس گواہ نہ تھے تو ان کے خلاف ورثاء میت مدعا علیہ ہوگئے بنابریں ان پر قسم لازم ہوگئی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم پ سورۂ مائدہ

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

جس دن جمع کرے اللہ رسولوں کو پھر فرمائے گا انہیں کیا جواب ملا عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں تو ہی بے شک سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

جب فرمائے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میری وہ نعمت اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر جب تائید کی میں نے تیری روح القدس سے تو لوگوں سے پالنے میں بات کرتا تھا اور پکی عمر ہو کر اور جب سکھائی میں نے کتاب اور حکمت توریت اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی مورت میرے حکم سے تو اس میں پھونک مارتا تو اڑنے لگتی وہ میرے حکم سے اور مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو تندرست کرتا میرے حکم سے اور جب تو مردوں کو زندہ اٹھاتا تھا میرے حکم سے اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو آیا ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تو بولے وہ جو ان میں سے کافر تھے یہ نہیں مگر کھلا جادو۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۝

اور جب وحی کی میں نے حواریوں کے دل میں کہ ایمان لائیں مجھ پر اور میرے رسولوں پر بولے ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا طاقت

هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

رکھتا ہے تمہارا رب کہ ہم پر نازل کرے ایک خوان آسمان سے کہا اللہ سے ڈرو اگر ہو تم ایمان والے۔

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

بولے ہم چاہتے ہیں کہ کھائیں ہم اس خوان سے اور مطمئن ہوں ہمارے دل اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہمیں سچ فرمایا اور ہوں ہم اس پر گواہ۔

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝

کہا عیسیٰ بن مریم نے اے میرے رب اے اللہ نازل کر ہم پر خوان آسمان سے کہ ہو ہمارے لیے عید کا سبب ہمارے اگلوں اور پچھلوں کو اور نشانی تیری طرف سے اور ہمیں رزق دے اور تو بہتر رازق ہے۔

قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝

فرمایا اللہ نے میں وہ خوان تم پر اتارتا ہوں تو جو بعد اس کے کفر کرے گا تو بے شک میں اسے عذاب دوں گا کہ نہ عذاب دیا ہو کسی کو جہان بھر میں۔

حل لغات رکوع چہارم پ سورۃ مائدہ

یوم۔جس دن	یجمع۔جمع کریگا	اللہ۔اللہ	الرسل۔رسولوں کو
فیقول۔پھر کہیگا	ماذا۔کیا	اجبتم۔جواب دیے گئے تم	قالوا۔کہیں گے
لا۔نہیں	علم۔علم	لنا۔ہم کو	انک۔بیشک تو
انت۔تو ہی ہے	علام۔جاننے والا	الغیوب۔غیبوں کا	اذ۔جب
قال۔کہیگا	اللہ۔اللہ	یعیسی۔اے عیسی	بن۔بیٹے
مریم۔مریم کے	اذکر۔یاد کر	نعمتی۔میری نعمت	علیک۔اپنے اوپر
و۔اور	علی۔اوپر	والدتک۔والدہ اپنی کے	اذ۔جب

ایدتک ۔ میں نے تیری تائید کی بروح ۔ ساتھ روح القدس ۔ القدس کے
تکلم ۔ باتیں کرتا تھا تو الناس ۔ لوگوں سے فی ۔ بیچ المھد ۔ پالنے کے
و ۔ اور کھلا ۔ پکی عمر میں و ۔ اور اذ ۔ جب
علمتک ۔ میں نے سکھائی تجھ کو الکتاب ۔ کتاب و ۔ اور
الحکمۃ ۔ حکمت و ۔ اور التوراۃ ۔ توریت و ۔ اور
الانجیل ۔ انجیل و ۔ اور اذ ۔ جب تخلق ۔ بناتا تو
من الطین ۔ مٹی سے کھیئۃ ۔ صورت الطیر ۔ پرندے کی باذنی ۔ میرے حکم سے
فتنفخ ۔ پھر تو پھونکتا فیھا ۔ اس سے فتکون ۔ تو ہو جاتا طیرا ۔ پرندہ
باذنی ۔ میرے حکم سے و ۔ اور تبرئ ۔ تندرست کرتا تھا تو الاکمہ ۔ مادرزاد اندھے کو
و ۔ اور الابرص ۔ پھلبہری والے کو باذنی ۔ میرے حکم سے و ۔ اور
اذ ۔ جب تخرج ۔ نکالتا تو الموتی ۔ مردوں کو باذنی ۔ میرے حکم سے
و ۔ اور اذ ۔ جب کففت ۔ روکا میں نے بنی ۔ بنی
اسرائیل ۔ اسرائیل کو عنک ۔ تجھ سے اذ ۔ جبکہ جئتھم ۔ لایا تو انکے پاس
بالبینت ۔ کھلے کھلے دلائل فقال ۔ تو کہا الذین ۔ انہوں نے جو
کفروا ۔ کافر تھے منھم ۔ ان میں سے ان ۔ نہیں ھذا ۔ یہ
الا ۔ مگر سحر ۔ جادو مبین ۔ کھلا ہوا و ۔ اور
اذ ۔ جب اوحیت ۔ میں نے وحی کی الی ۔ طرف الحواریین ۔ حواریوں کی
ان ۔ یہ کہ اٰمنوا ۔ ایمان لاؤ بی ۔ مجھ پر و ۔ اور
برسولی ۔ میرے رسول پر قالوا ۔ وہ بولے اٰمنا ۔ ہم ایمان لائے و ۔ اور
اشھد ۔ گواہ رہ باننا ۔ ہم مسلمون ۔ مسلمان ہیں اذ ۔ جب
قال ۔ کہا الحواریون ۔ حواریوں نے یعیسی ۔ اے عیسی بن ۔ بیٹے
مریم ۔ مریم کے ھل ۔ کیا یستطیع ۔ طاقت رکھتا ہے ربک ۔ تیرا رب
ان ۔ یہ کہ ینزل ۔ اتارے علینا ۔ ہم پر مائدۃ ۔ خوان
من السماء ۔ آسمان سے قال ۔ اس نے کہا اتقوا ۔ ڈرو اللہ ۔ اللہ سے
ان ۔ اگر کنتم ۔ ہو تم مومنین ۔ مومن قالوا ۔ بولے

نرید۔ہم چاہتے ہیں	ان۔یہ کہ	ناکل۔کھائیں ہم	منہا۔اس سے
و۔اور	تطمئن۔مطمئن ہوں	قلوبنا۔ہمارے دل	و۔اور
نعلم۔ہم جانیں	ان۔یہ کہ	قد۔بیشک	صدقتنا۔آپ نے ہم سے سچ کہا
و۔اور	نکون۔ہوں ہم	علیہا۔اس پر	من الشاھدین۔گواہوں
میں سے	قال۔کہا	عیسی۔عیسی	ابن۔بیٹے
مریم۔مریم کے نے	اللھم۔اے اللہ	ربنا۔ہمارے رب	انزل۔اتار
علینا۔ہم پر	مائدۃ۔خوان	من السماء۔آسمان سے	تکون۔کہ ہو
لنا۔ہمارے لیے	عیدا۔عید	لاولنا۔ہمارے پہلوں	و۔اور
اخرنا۔ہمارے پچھلوں کی	و۔اور	ایۃ۔نشانی	منک۔تجھ سے
و۔اور	ارزقنا۔رزق دے ہم کو	و۔اور	انت۔تو ہے
خیر۔بہتر	الرازقین۔رزق دینے والا	قال۔فرمایا	اللہ۔اللہ نے
انی۔بیشک میں	منزلھا۔اتارنے والا ہوں اسکو	علیکم۔تم پر	فمن۔تو جو
یکفر۔کفر کرے گا	بعد۔بعد اسکے	منکم۔تم میں سے	فانی۔تو میں یقیناً
اعذبہ۔عذاب کرونگا اسکو	عذابا۔ایسا عذاب	لا۔کہ نہ	اعذبہ۔عذاب نہ دونگا وہ
احدا۔کسی کو بھی	من العالمین۔جہاں والوں سے۔		

مختصر تفسیر رکوع چہارم پ۷ سورۃ مائدہ

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝
اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ
تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ
الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ
وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

جس دن جمع کرے گا اللہ رسولوں کو تو فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا۔ عرض کریں گے ہمیں علم نہیں بے

شک تو ہی ہے سب غیبوں کا جاننے والا۔ جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ بیٹے مریم کے یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر جب میں نے روح القدس سے تیری مدد کی تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور بکی عمر میں اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور جب تو مٹی سے پرندکی سی صورت بنانا میرے حکم سے تو پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی اور تو مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے قبروں میں سے زندہ نکالتا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس نشان لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے کہ یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُل۔ یعنی قیامت کے دن جب اللہ رسولوں کو جمع کرے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کو جمع فرمایا جائے گا اور ان کی نافرمان امتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ ان انبیاء میں حضور علیہ السلام شامل نہ ہوں گے کیونکہ حضور علیہ السلام اور ان کی امت ان کفار کے خلاف حضرات انبیاء کرام کے حق میں گواہی دیں گے اور حضور علیہ السلام اپنی امت کے گواہ ہوں گے۔ وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا۔

فیقول ماذا اجبتم۔ تو انہیں فرمائیگا کہ جب تم نے اپنی قوم کو دعوت ایمان دی تو انہوں نے تمہیں کیا جواب دیا۔ اس میں منکرین پر توبیخ ہے اس پر انبیاء کرام عرض کریں گے۔

قالوا لاعلم لنا انک انت علام الغیوب۔ ہمیں علم نہیں تو ہی ہے غیبوں کا جاننے والا یہ جواب انبیاء کرام کا کمال ادب ظاہر کرتا ہے کہ وہ علم الٰہی کے مقابلہ اپنے علم کو اصلاً پیش نہیں کرتے بلکہ بارگاہ الٰہی میں اپنے علم کو اصلاً قابل ذکر بھی قرار نہ دیں گے اور اپنا تمام معاملہ اللہ تعالےٰ کے علم و عدل پر تفویض فرمادیں گے (روح المعانی وتفسیر نسفی)

اذقال اللہ۔ جب فرمائے اللہ۔ یہ بدل یوم یجمع اللہ کا ہے۔

یاعیسیٰ بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک۔ حیث طھرتہا واصطفیتہا علی نساء العلمین۔ اے عیسیٰ بن مریم یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کیا کہ میں نے انہیں پاک کیا اور جہان کی عورتوں پر انہیں فضیلت دی۔

نعمتی علیک۔ نعمت وہ اعلیٰ چیز ہے جو بغیر معاوضہ کے دی جائے۔ نعمت تین قسم کی ہے نعمت عامہ۔ نعمت خاصہ۔ نعمت شخصیہ۔ نعمت عامہ۔ ہوا۔ دھوپ۔ زمین آسمان وغیرہ۔ نعمت خاصہ عزت شہرت۔ دولت وغیرہ۔ نعمت شخصیہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی گئیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت

عیسٰی کو جو نعمتیں عطا کیں ان کی تفصیل بیان بیان فرمائی ہے۔

اللہ تعالےٰ اور اس کی نعمتوں کو دنیا میں یاد کرنا عبادت ہے جس کا ثواب ملیگا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ نعمتیں یاد تو تھیں لیکن آپ کی قوم عیسائیوں کو شرمندہ و نادم کرنے کے لیے اُذکر فرمایا گیا۔ ذکر سے مراد یاد کرنا ہے۔

اذ ایدتك بروح القدس۔ ای قویتك نعنی بجبرئیل علیہ السلام اید بہ تثبیت الحجۃ علیہم او بالکلام الذی یحیی بہ الدین واضاف الی القدس لانہ سبب الطہر من ادھام الانام دلیلہ۔ جب میں نے مدد کی تیری پاک روح یعنی حضرت جبرئیل سے کہ وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ رہتے اور حوادث میں ان کی مدد کرتے اور کلام عیسوی سے دین زندہ کرتے اس میں اضافت روح القدس کی طرف یوں کی گئی تاکہ وہ سبب طہر ہو اور یہ ان کی نبوت کی دلیل بنے۔ مدارک۔

ایّد بمعنی قوت و طاقت۔ روح القدس حضرت جبرئیل کا لقب ہے۔ حضرت جبرئیل حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھتے تھے۔ یہاں اس کا ذکر ہے کہ ہم نے بذریعہ جبرئیل تم کو قوت دی۔

اب دوسری خصوصی نعمت کا ذکر فرمایا گیا کہ

تکلم الناس فی المھد۔ تو لوگوں سے کلام کرتا پالنے میں ای تکلمہم طفلا اعجازا ایکلام بحالت طفلی اعجاز تھا۔ مدارک۔

مہد کے لفظی معنی گہوارے کے ہیں۔

وَکَہلًا تبلیغًا۔ اور پختہ عمر میں تبلیغ احکام فرمائے گا۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام قیامت سے قبل نزول فرمائیں گے کیونکہ کہولت پختہ عمر کو کہتے ہیں۔ اور آپ پختہ عمر سے پہلے ہی اٹھا لیے گئے۔ نزول کے وقت آپ تینتیس سال کے جوان کی صورت میں جلوہ افروز ہوں گے اور بمصداق آیہ کریمہ آپ وہی کلام فرمائیں گے جو پالنے میں فرمایا تھا اِنِّی عَبْدُ اللہِ الخ

تفسیر صاوی نے فرمایا کہ آپ تینتیس سال کی عمر مبارک میں آسمان پر اٹھائے گئے اور آسمان سے زمین پر تشریف لاکر چالیس سال قیام فرمائیں گے۔

روح المعانی میں ہے (ترجمہ) کیونکہ مقصد یہ ہے کہ تو بچپن اور کہولت میں کلام کرے گا جبکہ تو آسمان سے نازل ہوگا کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جب آسمان پر اٹھائے گئے اس وقت آپ کہولت کی عمر میں نہیں تھے اور اس کی کہل کی تفسیر پر ہے اور یہ وہ عمر ہوتی ہے جبکہ سر اور داڑھی کے بال کچھ سیاہ اور

کچھ سفید ہوں۔ یا کہل وہ ہے جس کی عمر ۳۳ تینتیس سال سے لے کر پچاس سال تک ہو اور عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان پر اٹھائے گئے اس وقت آپ کی عمر تینتیس سال تھی بعض کہتے ہیں تینتیس سال تین ماہ اور تین دن تھی بعض چونتیس سال کہتے ہیں۔ بہرحال اس وقت تک آپ کے کچھ بال سفید نہیں ہوئے تھے اور اگر اس کی تفسیر یہ ہو کہ تیس سال سے اوپر تو یہ قول صحیح ہوگا۔

اس سے یہ مراد ہے کہ تم نے لوگوں سے طفولیت میں مہد مادر کے اندر کلام فرمایا وہی کلام کہولت میں بھی کرو گے یہاں تک کہ آپ آسمان سے نازل ہوں گے اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان کی طرف اٹھائے گئے تو سن کہولت میں نہ تھے۔ کیونکہ کہولت کی عمر چالیس سال کے بعد کی عمر کو کہا جاتا ہے۔

وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْخَطَّ وَالْحِكْمَةَ الْكَلَامَ الْمُحْكَمَ الصَّوَابَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ۔ اور جب سکھایا تجھے خط اور حکمت یعنی کلام محکم اور تورات اور انجیل۔

اس میں چار نعمتوں کا ذکر ہے کتاب کا علم حکمت کی عطا۔ توریت کا علم۔ انجیل کا علم عَلَّمْتُ فرما کر بتایا گیا کہ لوگ کتاب و حکمت لوگوں سے سیکھتے ہیں مگر تم کو یہ علوم نہ تو کسی انسان نے سکھائے نہ فرشتوں نے بلکہ ہم نے تم کو کتاب و حکمت عطا کی یعنی یہ چاروں علم ہم نے کامل عطا فرمائے۔ حکمت سے مراد آسمانی کتابوں کے اسرار و رموز ہیں اور کتاب سے مراد توریت و انجیل کا علم ہے۔ اور جب سکھایا تجھے کتاب اور حکمت یعنی کلام محکم اور توریت اور انجیل۔

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ۔ خلق کا معنی پیدا کرنا بھی ہے اور گھڑنا بنانا بھی ہے جیسے ارشاد باری تعالےٰ ہے خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔ من الطین۔ طین۔ گارے خشک مٹی کو کہتے ہیں طَیر سے مراد مطلقاً پرندہ ہے کیونکہ آپ ہر قسم کے پرندے بنانے پر قادر تھے۔ لیکن چونکہ آپ نے صرف چمگادڑ ہی بنایا تھا کیونکہ چمگادڑ میں بہت سے عجائبات ہیں۔ بِاِذْنِیْ اذن سے مراد صرف حکم ہی نہیں بلکہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیے ہوئے اختیارات ہیں۔ روح البیان۔

فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ۔ فَ تعقیب بلا تراخی کی ہے۔ نفخ سے مراد منہ سے پھونک مارنا ہے یہاں طیر سے مراد اس مٹی کے پرندہ کا حقیقۃً پرندہ بن جانا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی کے گارے سے جب چڑیا کی شکل بناتے تو وہ صرف گارا ہی ہوتا تھا مگر آپ کے دم کی یہ برکت تھی کہ اس میں گوشت ہڈی۔ ہر اعضا خون سب کچھ بن جاتا اور اس کی شکل کی تکمیل کے بعد روح پڑ جاتی تھی اور وہ جاندار ہو کر اڑ جاتا تھا۔

وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ۔ تُبْرِئُ۔ ابراء سے ہے جس کا مادہ بُرْءٌ ہے۔ اس کے معنی دور ہو

جانا۔ براءت اور بری۔ اور ابراء کے معنی تندرست کر دینا۔ شفا دے دینا اس مرض کا دور ہو جاتا ہے اَکْمَہ۔ وہ اندھا جو ماں کے پیٹ سے اندھا پیدا ہوا ہو جس کی شفا طب میں ناممکن ہے۔ اَبْرَصْ سفید داغ جس میں سوئی چبھونے سے خون نہ نکلے اس کا علاج بھی ناممکن ہے۔

یعنی میرے حکم سے تم پیدائشی اندھے کو اور خاص برص کے مریض کو شفا دیتے تھے۔

وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِىْ۔ اخراج سے مراد گلے ہوئے مُردوں کو ان کی قبر سے نکالنا اس سے عالم امر اور عالم اجسام سب پر تصرف وقدرت ظاہر ہوتی ہے۔

اور جب قوت دی تمہیں مٹی سے پرند کی سی صورت بنانے کی اپنے حکم سے اسے آسان کیا تو تم اس میں پھونک مارتے تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتا اور تم مادر زاد اندھے اور مبروص کو شفا دیتے تھے میرے حکم سے اور جب اٹھاتے مردے قبروں سے زندہ میرے حکم سے۔

روایت ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے سام بن نوح کو قبر سے زندہ کیا اور دو آدمی۔ ایک عورت ایک لڑکی زندہ کی۔

واذ کففت بنی اسرائیل عنک۔ ای الیہود حین ھموا بقتلہ اذ جئتھم ظرف لکففت بالبینت فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبین ہ اور جب روکا میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو جبکہ وہ آمادہ ہوئے تمہارے قتل کے لیے جب تو آیا ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تو کافر بولے یہ تو کھلا جادو ہے۔ نسفی

وَاِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ۔ بینات جمع ہے بیّنہ کی اس کے معنی روشن دلیل کے ہیں اس سے مراد وہ معجزات ہیں جو بنی اسرائیل میں آپ لے کر آئے۔ بنی اسرائیل بجائے ایمان لانے کے آپ کے قتل کے درپے ہو گئے۔

معجزہ کہتے ہیں اس روشن دلیل کو جو عقل کو عاجز کر دے جو عقل میں آجائے وہ معجزہ نہیں جیسے عصائے موسوی۔ ید بیضا۔ چاند کا شق کرنا۔ کنکریوں کا کلمہ پڑھکر شہادت دینا۔ مادر زاد اندھے کو شفا دینا مبروص کو صحت یاب کرنا وغیرہ وغیرہ۔

فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ہ بنی اسرائیل جن کا ذکر ہو چکا نے آپ کے معجزات کو جادو کہہ دیا کیونکہ وہ آپ کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔

بنی اسرائیل یعنی یہود نے۔ کچھ عیسائیوں کی مدد سے آپ کو سولی دینا چاہی اللہ تعالے نے آپ کو صحیح و سلامت زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ اور یہ لوگ اپنے ارادوں میں ناکام رہ گئے۔ کف کے معنی روک دینے کے ہیں

بنی اسرائیل سے یہود اور مرتد عیسائی مراد ہیں جو اس سازش میں شامل تھے۔ اس آیت کی مفصل تفسیر وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ میں گذر چکی ہے

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ۔ اور جب دل میں ڈالا حواریوں کے۔ یعنی میں نے ان کو انجیل میں تیری زبان پر حکم دیا اور رسولوں کی زبان پر حکم دیا۔ اور حکم کے معنی میں وحی کا لفظ کلام عرب میں بولا جاتا ہے جیسا کہ زجاج نے کہا۔

الحمد للہ الذی استقلت باذنہ السماء واطمأنت

اوحی لہا القرار فاستقرت

تمام تعریفیں اس اللہ کو ہیں جس کے حکم سے آسمان کھڑے ہیں اور مضبوط ہیں۔ اللہ نے ان کو حکم دیا کہ ٹھہرے رہو تو وہ کھڑے رہے۔

یعنی ان کو حکم دیا کہ ٹھہرے رہو تو انہوں نے حکم مانا۔

بعض نے کہا وحی سے مراد ان کی طرف الہام کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی اور فرمایا ہم نے موسی کی ماں کی طرف وحی کی۔ سدی اور قتادہ سے یہی مروی ہے اس صورت میں وحی سے مراد اصطلاحی وحی نہیں کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام سے مخصوص ہے اور حواری انبیاء تو نہیں ہیں۔ روح المعانی

اس کی مفصل بحث رکوع ۲ پارہ ۶ سورۃ مائدہ میں گذر چکی۔ تفسیر نسفی میں بھی مختصرا یوں ہے (ترجمہ) اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی یعنی ان میں سے جو برگزیدہ اور خواص لوگ تھے ان کی طرف الہام کیا۔

ان اٰمنوا بی وبرسولی قالوا اٰمنا واشھد باننا مسلمون۔ یہ کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسولوں پر تو بولے ایمان لائے ہم اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

نسفی میں ہے۔ یعنی تو گواہ رہ کہ ہم مخلص ہیں اپنے اسلام میں۔

روح المعانی میں ہے۔ اپنے ایمان میں مخلص ہیں اور اللہ نے ہمیں جو حکم دیا ہم فرمانبردار ہیں یعنی ظاہر و باطن میں مطیع و مخلص ہیں

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ھَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ۔ جب حواریوں نے کہا اے عیسی مریم کے بیٹے کیا تیرا رب یہ کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے پکا پکایا خوان بھیج دے۔

استطاعت سے مراد عیسی علیہ السلام کی بات ماننا آپ کی دعا کو قبول کرنا۔ غیبی دسترخوان کی

ضرورت حواریوں کو تھی اسی لیے علینا عرض کیا۔ دسترخوان کو مائدہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس پر کھانے کے برتن گھمائے جاتے ہیں۔ دسترخوان کو سفرہ بھی کہتے ہیں۔ لکڑی کی میز جو زمین سے اونچی ہو اسے خوان کہتے ہیں۔ خوان پر کھانا سلاطین کا کام ہے۔ سفرہ پر کھانا مجمیوں کا عمل ہے اور مائدہ پر کھانا عرب کا۔ کام ہے یہاں مائدہ سے مراد غیبی دسترخوان ہے اسی لیے من السماء فرمایا۔

تفسیر نسفی میں ہے (ترجمہ) اے عیسیٰ کیا تیرا رب ایسا کرے گا یا اگر آپ اللہ سے سوال کریں تو کیا اللہ آپ کو دیگا۔ تو اِستَطَاعَ اور اَطَاعَ کا معنی ہے قبول کرنا۔ یعنی کیا تو طاقت رکھتا ہے کہ اپنے رب سے سوال کرسکے۔ یعنی کیا آپ ایسا کریں گے۔ یہ کہ اتارے ہم پر مائدہ آسمان سے جب دسترخوان پر کھانے چنے ہوئے ہوں تو اسے مائدہ کہا جاتا ہے اور ماد کا معنی ہے دینا تو انہوں نے کہا کہ معجزات کے ظہور کے بعد اور نشانات کے مطالبہ میں اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو کیونکہ ایمان کو تقوے لازم ہے۔ یہاں تقوے سے مراد ڈرنا ہے نہ کہ بچنا اور مومنین سے مراد کامل الایمان ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا۔

قالوا نرید ان ناکل منہا تبرکا وتطمئن قلوبنا ونزداد یقینا کقول ابراھیم علیہ السلام ولکن لیطمئن قلبی۔ ونعلم ان قد صدقتنا ای نعلم صدقک عیانا کما علمنا ہ استدلالا ونکون علیہا من الشاھدین۔

بولے ہم چاہتے ہیں کہ اس سے حصول برکت کے لیے ہم کھائیں اور یقین قوی ہو جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ولکن لیطمئن قلبی فرمایا۔ ہم نے قدرت الٰہی دلیل سے جانا مشاہدہ سے بھی اسے پختہ کرلیں اور ونکون علیہا من الشاھدین اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تفسیر نسفی

آسمانی معجزہ دیکھ کر اللہ کی قدرت اور آپ کی نبوت پر حق الیقین حاصل کرلیں۔ شاہدین کے معنی ہیں مشاہدہ کرنے والے یعنی گواہ۔ آئندہ نسلوں کے لیے ہمارا یہ عمل حقانیت کا گواہ ہو جائے۔

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔

کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے اللہ ہمارے رب ہم پر آسمان سے خوان اتار کہ ہمارے پہلوں اور پچھلوں کی عید ہو جائے اور تیری قدرت کا نشان ہو اور ہمیں رزق دے اور تو ہے بہترین رزق عطا کرنے والا۔ اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے۔

عیسٰی بن مریم نے کہا اے اللہ اَللّٰھُمَّ دراصل یا اللہ تھا۔ یٰ حذف کر دی گئی اور اس کے عوض آخر میں میم لے آئے اللّٰھُمَّ ہو گیا۔ اے رب ہمارے ندا ثانی ہے نازل کر ہم پر خوان آسمان سے کہ وہ ہمارے لیے عید ہو یعنی جس دن وہ خوان نازل ہو وہ دن ہماری عید کا دن ہو۔ کہا گیا ہے وہ دن اتوار کا تھا۔ اسی وجہ میں نصاریٰ اس دن کو یوم عید کہتے ہیں۔

اور عید اس سرور کو کہتے ہیں جو لوٹ لوٹ کر آئے اس لیے یوم عید کو عید کہتے ہیں تو معنی اس کے یہ ہوئے کہ جس دن وہ خوان اترے گا وہ دن ہمارے لیے سرور و فرحت کا دن ہو گا اور ہمارے زمانہ کے اہل دین کے لیے بھی وہ یوم عید ہو گا اور جو ہمارے بعد آئیں گے ان کے لیے بھی سرور و فرحت کا موجب رہے گا اور تصدیق نبوت عیسٰی علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانی بھی ہو گی۔ تو ہم کو رزق دے اور تو سب سے بہتر رازق ہے۔

قال اللہ انی منزلھا علیکم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں وہ خوان تم پر اتارتا ہوں۔ وَعَدَ الْاِنْزَالَ وَشَرَطَ۔ یعنی وعدہ نزول خوان فرما کر شرط کی اور ارشاد ہوا۔

فمن یکفر بعد منکم۔ بعد انزالھا منکم۔ تو جو تم میں کفر کریگا بعد انزال خوان کے تو

فانی اعذبہ عذابا۔ ای تعذیبا۔ میں اسے وہ عذاب دوں گا کہ

لا اعذبہ احدا من العالمین۔ سارے جہان میں ویسا عذاب کسی پر نہ کرونگا۔

انھا نزلت فعن وھب نزلت مائدۃ منکوسۃ تطیر بھا الملٰئکۃ علیھا کل طعام الا اللحم وقیل کانوا یجدون علیھا ما شاءوا وقیل کانت تنزل حیث کانوا بکرۃ وعشیا۔

چنانچہ وہ خوان نازل ہوا۔ حضرت وہب فرماتے ہیں وہ خوان نازل ہوا اسے ملائکہ لے کر اڑتے پھرتے تھے اس خوان پر تمام کھانے تھے سوا گوشت کے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس خوان میں لوگ جو چاہتے وہی کھانا پاتے (تفسیر نسفی)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں (ترجمہ) اور بیشک وہ عذاب دیا گیا جس نے اس نعمت سے کفر کیا۔ انہیں بندر اور سور کی صورت میں مسخ کر دیا گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اشد ناس عذاب میں قیامت کے دن وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اصحاب مائدہ اور منافقین اور لشکر فرعون سے۔

ابن جریر اور ابن منذر عمار بن یاسر سے راوی ہیں کہ مائدہ میں نازل ہوا آسمان سے روٹی گوشت اور حکم ہوا کہ خیانت نہ کریں اور کل کے لیے بچا کر نہ رکھیں تو انہوں نے خیانت کی اور کل کے لیے بچا

کر رکھنا شروع کیا تو وہ بندر اور سور کی شکل میں مسخ کیے گئے۔ عکرمہ کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ روٹیاں چاولوں کی تھیں۔

ایک روایت ہے کہ جب عیسٰی علیہ السلام سے ان کی قوم نے خوان کا سوال کیا تو آپ نے دعا کی تو اللہ نے ایک دسترخوان سرخ رنگ کا دو ابروں میں نازل کیا ایک ابر نیچے ایک اوپر اور وہ خوان ہوا میں لوگ دیکھ رہے تھے اس کی طرف ایکٹنے۔ آخر حضرت عیسٰی علیہ السلام رو پڑے اس خوف سے کہ شرط کے ذرا خلاف ہونے پر ان کی گرفت نہ ہو۔ آخر آپ نے دعا فرمائی۔ حتی کہ وہ سفرہ ٹھہر گیا اور عیسٰی علیہ السلام کے آگے آگیا۔ اور تمام حواری اس کے گرد تھے تو وہ اس خوان سے ایسی خوشبو پاتے تھے کہ ویسی خوشبو کبھی نہ پائی۔ تو حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حواری سجدہ میں گر گئے۔ شکر نعمت ادا کرتے ہوئے الی آخر الحکایات۔

آخر روایت میں حضرت وہب بن منبہ سے ہے کہ یہ خوان اتنا وسیع تھا کہ اس پر چار ہزار آدمی بیٹھتے تھے۔ اور جب کھا چکتے تو وہ کھانا ویسا کا ویسا ہی بدستور ہو جاتا۔ فلبثوا بذلک ما شاء اللہ یہ حالت جتنک اللہ نے چاہا رہی۔ انتہی ملخصاً مختصراً۔

نزول دسترخوان کا مفصل واقعہ

حضرت سلمان فارسی وعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور مفسرین کا قول ہے کہ جب حواریوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ہر طرح کا اطمینان دلایا کہ ہم یہ خوان محض تفریح کے لیے نہیں مانگتے بلکہ اس سے ہمارے دینی مقاصد ہیں جب حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ٹاٹ کا لباس پہنا اور رو رو کر دعا کی چنانچہ بادلوں میں ڈھکا ہوا سرخ رنگ کا دسترخوان آیا جس کو یہ سب لوگ دیکھ رہے تھے یہ دسترخوان آہستہ آہستہ ان کے درمیان رکھ دیا گیا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام اس دسترخوان کو دیکھ کر بہت روئے اور دعا کی کہ اے اللہ مجھے شاکرین سے بنا اور اس کو حواریوں کے لیے رحمت بنا۔ اس دسترخوان سے ایسی خوشبو محسوس کی جو اس سے قبل کبھی نہ پائی تھی حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کے حواری سجدۂ شکر میں گر گئے حضرت عیسٰی علیہ السلام نے وضو تازہ فرمایا۔ نوافل پڑھ کر دعا فرمائی اور پھر دسترخوان سے غلاف جو سرخ رنگ کا تھا ہٹایا اس میں سات مچھلیاں سات روٹیاں جن سے روغن ٹپک رہا تھا حواریوں میں شمعون نے

پوچھا کر یہ کھانا جنت کا ہے یا زمین کا؟

فرمایا یہ قدرتی ہے سب سے پہلے بیمار اپاہج مبروص۔ جذام والے بلائے گئے آپ نے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ تمہارے لیے مبارک ہے۔

پہلے دن سات ہزار تین سو نے کھایا پھر خوان نظروں سے غائب ہوگیا۔ تمام بیمار تندرست ہوگئے۔ فقراء غنی ہوگئے۔ پھر وحی کے ذریعہ حکم ہوا کہ صرف فقراء کھائیں گے۔ کوئی غنی نہ کھائے گا اس حکم سے تین سو تیس آدمی تھے جو نافرمان ہوگئے اور کہنے لگے یہ محض جادو ہے۔ رات کو بالکل بخیریت سوئے صبح سور کی شکل میں تبدیل ہوچکے تھے تین دن بعد ہلاک ہوگئے۔ تفسیر خازن۔ روح المعانی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع پنجم سورہ مائدہ پ۷

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِیْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

اور جب فرمائے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو کہ بنا لو مجھے اور میری ماں کو دو خدا اللہ کے سوا عرض کرے گا پاکی ہے تجھے مجھے کوئی حق نہیں کہ کہوں میں وہ بات جو مجھے حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے اس کا علم ہوتا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے۔ اور میں نہیں جانتا جو تیری مشیت میں ہے بے شک تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدٌ ۝

نہیں کہا میں نے انہیں مگر وہی جو تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کو پوجو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں ان کا گواہ تھا جب تک میں ان میں رہا تو جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز پر موجود ہے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ

اگر تو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخشدے انہیں تو بے شک تو غالب حکمت

الحکیم ۝
قَالَ اللّٰہُ ھٰذَا یَوۡمُ یَنۡفَعُ الصّٰدِقِیۡنَ صِدۡقُہُمۡ ؕ لَہُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ۝
لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا فِیۡہِنَّ ؕ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝

والا ہے۔
فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے جس میں نفع دے گا سچوں کو ان کا سچ ان کے لیے باغ ہیں چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں ہمیشہ ان میں رہیں گے دوام اللہ راضی ان سے اور وہ اللہ سے راضی یہ بڑی کامیابی ہے۔
اللہ ہی کے لیے ہے ملکیت آسمانوں اور زمین کی اور جو اس میں ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے

حل لغات رکوع پنجم پ۷ سورۃ مائدہ

و۔اور	اذ۔جب	قال۔کہیگا	اللہ۔اللہ
یٰعیسیٰ۔اے عیسیٰ	ابن۔بیٹے	مریم۔مریم کے	ءَ۔کیا
انت۔تونے	قلت۔کہا تھا	للناس۔لوگوں کو کہ	اتخذو۔بنالو
نی۔مجھ کو	و۔اور	امی۔میری ماں کو	الھین۔دو خدا
من دون۔سوا	اللہ۔اللہ کے	قال۔کہیگا	سبحنک۔پاک ہے تو
ما۔نہیں	یکون۔ہے	لی۔میرے لیے	ان۔یہ کہ
اقول۔کہوں میں	ما۔وہ جو	لیس۔نہیں ہے	لی۔میرے لیے
بحق۔حق	ان۔اگر	کنت۔میں نے	قلتہ۔کہا ہے اسکو
فقد۔تو تو یقیناً	علمتہ۔جانتا ہے	تعلم۔تو جانتا ہے	ما۔جو
فی۔بیچ	نفسی۔میرے نفس کے ہے	و۔اور	لا۔نہیں
اعلم۔جانتا ہیں	ما۔جو	فی۔بیچ	نفسک۔تیرے نفس کے ہے
انک۔بیشک تو	انت۔تو ہی ہے	علام۔جاننے والا	الغیوب۔غیبوں کا۔
ما۔نہیں	قلت۔کہا میں نے	لھم۔ان کو	الا۔مگر
ما۔جو	امرتنی۔حکم دیا تونے مجھ کو	بہ۔اس کا	ان۔یہ کہ

اعبدوا۔عبادت کرو　اللہ۔اللہ کی　ربی۔جو میرا رب ہے　و۔اور
ربکم۔تمہارا رب ہے　و۔اور　کنت۔میں تھا　علیہم۔ان پر
شہیدا۔نگران　مادمت۔جبتک رہا میں　فیہم۔ان میں　فلما۔پھر جب
توفیتنی۔تو نے مجھے اٹھالیا　کنت۔تو تھا　انت۔تو ہی　الرقیب۔نگہبان
علیہم۔ان پر　و۔اور　انت۔تو　علی۔اوپر
کل۔ہر　شیء۔شے کے　شہید۔گواہ ہے　ان۔اگر
تعذبہم۔تو انکو سزا دے　فانہم۔تو وہ　عباد۔بندے ہیں　ک۔تیرے
و۔اور　ان۔اگر　تغفر۔بخش دے　لہم۔ان کو
فانک۔تو تو　انت۔تو ہی ہے　العزیز۔غالب　الحکیم۔حکمت والا
قال۔فرمائیگا　اللہ۔اللہ　ھذا۔یہ　یوم۔دن ہے
ینفع۔جو نفع دیگا　الصدقین۔سچوں کو　صدقہم۔ان کا سچ　لہم۔انکے لیے
جنت۔جنتیں ہیں　تجری۔چلتی ہیں　من تحتہا۔انکے نیچے　الانہر۔نہریں
خلدین۔ہمیشہ رہنے والے　فیہا۔اس میں　ابدا۔ہمیشہ تک　رضی۔راضی ہوا
اللہ۔اللہ　عنہم۔ان سے　و۔اور　رضوا۔وہ راضی ہوئے
عنہ۔اس سے　ذلک۔یہ ہے　الفوز۔کامیابی　العظیم۔بڑی
للہ۔اللہ ہی کے لیے ہے　ملک۔ملک　السموات۔آسمانوں کا　و۔اور
الارض۔زمین کا　و۔اور　ما۔جو　فیہن۔ان میں ہے
و۔اور　ھو۔وہ　علی۔اوپر　کل۔ہر
شیء۔شے کے　قدیر۔قادر ہے۔

مختصر تفسیر رکوع پنجم پ سورۃ مائدہ

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا
فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

اور جب فرمائے گا اللہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے کہا تھا لوگوں سے کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا لو اللہ کے سوا عرض کرے گا پاکی ہے تجھے مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں وہ بات کہوں جو مجھے کہنی روا نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہو تو یقیناً تو جانتا ہے تجھے علم ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیری مشیت میں ہے بے شک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔

اِذْ۔ ظرفیہ ہے اس سے پہلے اُذکر فعل پوشیدہ ہے۔ اذکر میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے یہاں اس سوال و جواب کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رب تعالےٰ فرمائے گا اور آپ جواباً عرض کرینگے یہ سوال وجواب تمام محشر والوں خصوصاً عیسائیوں کے سامنے ہوگا ان کو شرمندہ کرنے کے لیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں کسی نے نہ تو آپ کو خدا کا بیٹا کہا اور نہ آپ کی والدہ کو خدا کہا یہ ساری بدعقیدگی آپ کے آسمان پر جانے کے بعد ہوئی۔ ابن مریم فرمانے میں عیسائیوں کی تردید ہوگئی اور یہود کی بھی تردید ہوگئی جو ان کے نسب پر معاذ اللہ طعن کرتے تھے اور یوسف نجار کا بیٹا مانتے تھے۔

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اللہ تعالےٰ کا یہ سوال استفہام انکاری کے طور پر ہے یعنی تم نے یہ نہ کہا تھا اس سے عیسائیوں کو شرمندہ کرنا مقصود ہے۔ ورنہ اللہ تعالےٰ جانتا ہے۔ الناس میں الف لام عہد کا ہے جس سے صرف عیسائی مراد ہیں یعنی اے مریم کے فرزند عیسیٰ علیہ السلام کیا ان عیسائی انسانوں سے تم نے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو الٰہ مان لینا تو عیسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں۔

قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ جواب ہے جو آپ بارگاہ رب العزت میں عرض کرینگے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیبت الٰہی سے کانپ جائیں گے پانچ سو سال تک خاموش رہیں گے پھر یہ جواب عرض کرینگے۔ روح المعانی

سُبْحٰنَكَ۔ تو پاک ہے ہر قسم کے شرک سے

مَا یَكُوْنُ لِیْ۔ میں نے یہ نہ کہا تھا تیرا علم میرا گواہ ہے تو علام الغیوب ہے۔

تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ: تعلم۔ ہمیشہ سے ہمیشہ تک جاننا۔ ما سے مراد علوم ہیں فی نفسی۔ انسان کے علوم جو اسکی ذات یا اس کے دل میں ہوتے ہیں فی ظرفیہ ہے فی نفسک سے اشارہ وہ علوم ہیں جو تو نے ہم پر ظاہر نہیں فرمائے وہ میں نہیں جانتا ہوں وہ تو جانتا ہے۔ روح المعانی۔

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ: الغیوب میں الف لام استغراقی ہے یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں سارے غیبوں کا بہت ہی جاننے والا۔

علامہ نسفی فرماتے ہیں واذ قال اللہ یاعیسی بن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ ۔ الجمہور علی ان ھذا السوال یکون یوم القیامۃ دلیلہ سیاق الآیۃ وسیاقھا وقیل خاطبہ بہ حین رفعہ الی السماء دلیلہ لفظ اذ ۔

جمہور اسی طرف ہیں کہ یہ سوال بروز قیامت ہوگا ۔ اس کی دلیل سیاق و سباق آیت ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ مخاطبہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے جب ہوا جب کہ ان کو آسمان کی طرف اٹھایا ۔ اس کی دلیل لفظ اذ ہے ۔

روح المعانی میں ہے یہ سوال بروز قیامت کافروں کی توبیخ کے لیے ہوگا ۔ وقیل قالہ سبحانہ لہ علیہ السلام فی الدنیا وکان ذالک بعد المغرب فصلی علیہ السلام المغرب ثلاث رکعات شکر اللہ حین خاطبہ بذلک وکان الاولی لنفی الالوھیۃ عن نفسہ والثانیۃ لنفیھا عن امہ والثالثۃ لاثباتھا للہ عزوجل فھو علیہ السلام اول من صلی المغرب ۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اللہ تعالٰی نے دنیا میں ہی بعد غروب یہ سوال کیا تو حضرت عیسٰی علیہ السلام نے مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں جبکہ یہ مخاطبہ ہوا چنانچہ

پہلی رکعت اپنی الوہیت کی نفی پر پڑھی ۔
دوسری رکعت اپنی والدہ کی نفی الوہیت پر ۔
تیسری رکعت اللہ تعالٰی کے اثبات الوہیت ووحدانیت کے لیے ۔
چنانچہ سب سے پہلے جس نے مغرب پڑھی وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام تھے ۔

قال سبحانک ۔ من ان یکون لک شریک ۔ عرض کی تیری ذات پاک ہے اس سے کہ تیرا شریک ہو ۔

مایکون لی ۔ ماینبغی لی ۔ مجھے یہ زیبا ہی نہیں کہ

ان اقول مالیس لی بحق ۔ ان اقول قولا لایحق لی ان اقولہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کسی طرح حق نہیں ہے ۔

ان کنت قلتہ فقد علمتہ ۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تو جانتا ہے ۔

یعنی مجھے عذر پیش کرنے کی احتیاج ہی نہیں اس لیے کہ تو جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کہا اور اگر کہا ہے تو یقیناً تو جانتا ہے ۔ کیونکہ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیری معلومات ہیں ۔ یعنی میرا ہر معلوم تجھے معلوم ہے اور تیرا کوئی معلوم مجھے معلوم نہیں ۔ بے شک تو غیبوں کا جاننے

والا ہے۔ تیرے غیوب تک کسی کا علم نہیں پہنچ سکتا۔

ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ۔ میں نے نہیں کہا انہیں مگر وہی جو تو نے مجھے حکم کیا۔

ان اعبدوا اللہ ربی وربکم۔ یہ کہ پوجو اللہ کو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے

وکنت علیہم شہیدا۔ اور میں ان کا نگران تھا۔

ما دمت فیہم۔ مدۃ کونی فیہم۔ جبتک میرا وجود ان میں تھا (تفسیر نسفی)

فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ تو جب اٹھا لیا تو نے مجھے تو تو ہی انکا رقیب وحفیظ تھا

وانت علی کل شئ شہید۔ من قولی وفعلی وقولہم وفعلہم (نسفی) اور تو ہر شے کا نگران ومحافظ ہے۔

اقول وباللہ التوفیق

لفظ توفی کی بحث مفصل یعیسی انی متوفیک ورافعک الی کے تحت ہم اول کر چکے ہیں۔ پارہ سوم۔ آل عمران۔ رکوع ۱۴۔ یہاں مختصراً اتنا واضح کر دینا ضروری ہے کہ توفیتنی کے لفظ سے حضرت عیسی علیہ السلام کی موت پر دلیل لانا صحیح نہیں۔ کیونکہ اول تو لفظ توفی موت کے لیے خاص نہیں بلکہ کسی شے کے پورے طور پر لینے کے معنی میں بھی آتا ہے خواہ وہ بغیر موت کے ہو جیسا کہ آیہ کریمہ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا۔

دوسرے جب یہ سوال حضرت عیسٰی علیہ السلام سے روز قیامت ہوگا تو لفظ توفی موت کے معنی میں بھی فرض کر لیے جائیں تو بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی موت قبل نزول ثابت نہیں ہو سکتی۔ فافہم وتدبر۔

ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

زجاج نے کہا عیسٰی علیہ السلام کو معلوم ہوگا کہ قوم میں سے بعض لوگ کفر پر مصر رہے اور بعض مشرف باسلام وایمان ہوئے اس لیے آپ نے بارگاہ عدل میں یوں عرض کیا کہ ان میں جو کفر پر قائم رہے ان پر تو تیرا عذاب عین حق وصواب ہے کیونکہ انہوں نے حجت تمام ہونے کے بعد کفر کیا۔ اور ان میں سے جو ایمان لائے انہیں اگر تو بخش دے تو تیرا فضل ہے اور تیرا ہر کام حکمت ہے اور عین صواب۔

قَالَ اللّٰہُ ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ۔ المستمر فی دنیاھم واخرتھم ای قال

الله هذا لعیسی علیہ السلام یوم ینفع الصادقین صدقہم وھو یوم القیامۃ منہ. یعنی اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی دنیا و آخرت میں اور یہ بشارت قیامت کے دن فرمائی جائے گی۔ بکہ

لہم جنت تجری من تحتہا الانہر خالدین فیہا ابدا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک الفوز العظیم ۰ ان کے لیے باغ ہوں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی ہمیشہ ان میں رہیں گے دوام اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ بڑی کامیابی ہے۔ اس لیے باقی رہے گی برخلاف دنیاوی کامیابی کے کہ وہ غیر باقی ہے۔

للہ ملک السموات والارض وما فیہن - عظم نفسہ عما قالت النصاری ان معہ الہا آخر وھو علی کل شئ قدیر من المنع والاعطاء والایجاد والافناء (تفسیر نسفی)

اللہ کے لیے ہے ملکیت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان میں ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے اپنی ذات کی عظمت ظاہر فرما کر نصاریٰ کا رد کیا کہ ان کا جو خیال ہے کہ ذات واجب تعالیٰ شانہ کے ساتھ دو خدا اور ہیں اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ منع اور عطاء۔ ایجاد اور افناء میں۔

۱

تصریح مزید

آیہ کریمہ کے مفہوم سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیر علی کل شے ہے یعنی ہر ممکن الوجود پر اس کی قدرت حاوی ہے۔ جمل

اس سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ کذب بھی اگرچہ شے ہے اور عیوب بھی شے ہیں لیکن چونکہ ذات سبحانہ ہر قسم کے قبائح سے منزہ ہے اور ہر قبیح اس کے لیے محال ہے اسے بھی تحت قدرت ماننا اور علی کل شئ قدیر سے سند لانا جہالت ہے۔

نسال اللہ ان یوفقنا لمرضاتہ ویجعلنا من الفائزین

بجنابہ وصلی اللہ علی سیدنا ومولنا وملجانا وماونا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

آمین یارب العالمین

تمت سورۃ المائدۃ وتلیہ سورۃ الانعام۔ سورہ مائدہ پوری ہوئی اور سورہ انعام شروع ہوئی۔

اضافات۔ امین الحسنات قادری اشرفی
۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد قادری سنٹرل جیل لاہور
دسمبر ۱۹۵۳ء

سورۃ الانعام مکیہ اور اسکی ۱۶۵ آئتیں اور بیس رکوع ہیں کوفیوں کے نزدیک اس کی آئتیں ۱۶۵ ہیں اور بصریوں کے نزدیک ۱۶۴

سورۃ انعام مکی ہے اس میں بیس رکوع اک سو پینسٹھ آیات تین ہزار ایک سو کلمات اور بارہ ہزار نو سو تئیس حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ انعام پ۷

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝

سب خوبیاں اللہ کو ہیں جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین اور پیدا کیں اندھیریاں اور نور پھر وہ جو کافر ہیں اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر حکم رکھا ایک میعاد کا اور ایک مقررہ وعدہ ہے اس کے یہاں پھر تم شک کرتے ہو۔

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝

اور وہی اللہ ہے آسمانوں میں اور زمین میں جانتا ہے تمہارا چھپا اور ظاہر اور وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ۝

اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نشانی ان کے رب کی نشانیوں میں سے مگر اس سے منہ پھیر لیتے ہیں

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

تو بے شک جھٹلایا انہوں نے حق کو جب آیا ان کے پاس تو عنقریب آجائے گی انہیں خبر اس کی جس پر ہنس رہے تھے۔

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَ

تو کیا نہ دیکھا انہوں نے کتنے ہلاک کیے ہم نے ان سے پہلے سنگتوں سے ہم نے انہیں تمکن کیا

وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝

زمین میں جو نہ کیا تمکن تمہیں اور بھیجا ہم نے ان پر مینہ موسلادھار اور بنائیں ہم نے نہریں بہتی ان کے نیچے تو ہلاک کیا ہم نے ان کے گناہوں کے سبب اور اٹھائی ہم نے ان کے بعد ایک سنگت دوسری۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

اور اگر ہم اتارتے تجھ پر کاغذ میں لکھا ہوا تو ضرور چھوتے وہ اپنے ہاتھوں سے تو ضرور کافر کہتے کہ یہ نہیں مگر کھلا جادو۔

وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝

اور بولے کیوں نہ اتارا گیا ان پر فرشتہ اور اگر اتارتے ہم فرشتہ تو تمام ہو گیا ہوتا کام پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝

اور اگر ہم کرتے نبی کو فرشتہ تو ضرور کرتے ہم اس کو مرد اور اس پر وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور یقیناً ٹھٹھا کیا گیا رسولوں سے تم سے پہلے تو گھیر لیا انہی کو اس نے جس کو وہ تمسخر کرتے تھے۔

حل لغات سورۃ انعام پ۷ رکوع ۶

الحمد۔ سب خوبیاں	للہ۔ اللہ کو ہیں	الذی۔ جس نے	خلق۔ پیدا کیے
السموات۔ آسمان	و۔ اور	الارض۔ زمین	و۔ اور
جعل۔ بنائے	الظلمات۔ اندھیرے	و۔ اور	النور۔ نور
ثم۔ پھر	الذین۔ وہ جو	کفروا۔ منکر ہیں	بربہم۔ اپنے رب کے ساتھ
یعدلون۔ برابر ٹھہراتے ہیں	ھو۔ وہ اللہ	الذی۔ وہ ہے جس نے	خلقکم۔ تم کو پیدا کیا
من طین۔ مٹی سے	ثم۔ پھر	قضی۔ مقرر کی	اجلا۔ ایک مدت
و۔ اور	اجل۔ ایک مدت	مسمی۔ مقرر ہے	عندہ۔ اس کے پاس

ثم۔پھر   انتم۔تم   تمترون۔شک کرتے ہو   و۔اور
ھو۔وہ ہی   اللہ۔اللہ ہے   فی۔بیچ   السموات۔آسمانوں کے
و۔اور   فی۔بیچ   الارض۔زمین کے   یعلم۔جانتا ہے
سر۔پوشیدہ   کم۔تمہارا   و۔اور   جھر۔ظاہر
کم۔تمہارا   و۔اور   یعلم۔جانتا ہے   ما۔جو
تکسبون۔تم کماتے ہو   و۔اور   ما۔نہیں   تاتیھم۔آتیں انکے پاس
من۔کوئی   ایۃ۔نشانی   من ایات۔نشانیوں   ربھم۔انکے رب سے
الا۔مگر   کانوا۔تھے   عنھا۔اس سے   معرضین۔منہ پھیرنے والے
فقد۔بیشک   کذبوا۔جھٹلایا انہوں نے   بالحق۔حق کو   لما۔جبکہ
جاء۔آیا   ھم۔انکے پاس   فسوف۔تو جلدی   یاتیھم۔آئیں گی انکے پاس
انبٰؤا۔خبریں   ما۔اسکی کہ   کانوا۔تھے   بہ۔اس کا
یستھزءون۔مذاق اڑاتے   الم۔کیا تو   یروا۔دیکھا انہوں نے کہ   کم۔کتنے
اھلکنا۔ہلاک کیے ہم نے   من قبلھم۔ان سے پہلے   من قرن۔زمانے   مکنھم۔جگہ دی ہم نے انکو
فی۔بیچ   الارض۔زمین کے   ما۔اتنی کہ   لم۔نہیں
نمکن۔جگہ دی ہم نے   لکم۔تم کو   و۔اور   ارسلنا۔بھیجا ہم نے
السماء۔آسمان سے   علیھم۔ان پر   مدرارا۔موسلادھار بارش   و۔اور
جعلنا۔بنائیں ہم نے   الانھر۔نہریں   تجری۔کہ چلتی   من تحتھم۔ان کے نیچے
فاھلکنا۔تو ہمنے ہلاک کیا   ھم۔ان کو   بذنوبھم۔انکے گناہوں کے سبب
و۔اور   انشأنا۔پیدا کیے ہم نے   من بعد۔بعد   ھم۔ان کے
قرنا۔زمانے   اخرین۔اور   و۔اور   لو۔اگر
نزلنا۔اتارتے ہم   علیک۔تجھ پر   کتبا۔کتاب   فی۔بیچ
قرطاس۔کاغذوں کے   فلمسوہ۔پھر چھوتے اسکو   بایدیھم۔اپنے ہاتھوں سے   لقال۔تو کہتے
الذین۔وہ جو   کفروا۔کافر ہیں   ان۔نہیں   ھذا۔یہ
الا۔مگر   سحر۔جادو ہے   مبین۔کھلا ہوا   و۔اور
قالوا۔بولے   لولا۔کیوں نہیں   انزل۔اتارا گیا   علیہ۔اس پر

ملک - فرشتہ	و - اور	لو - اگر	انزلنا - اتارتے ہم
ملکا - فرشتہ	لقضی - تو فیصلہ ہو جاتا	الامر - کام کا	ثم - پھر
لا - نہ	ینظرون - مہلت دیے جاتے	و - اور	لو - اگر
جعلنہ - بناتے ہم اسکو	ملکا - فرشتہ	لجعلناہ - تو بناتے اسکو	رجلا - مرد
و - اور	للبسنا - ضرور شبہ کرتے	علیھم - ان پر	ما - جو
یلبسون - شبہ کر رہے ہیں	و - اور	لقد - بیشک	استھزئ - ٹھٹھا کیا گیا
برسل - رسولوں کے ساتھ	من قبلک - تجھ سے پہلے	فحاق - تو گھیر لیا	بالذین - انکو جنہوں نے
سخروا - ٹھٹھا کیا تھا	منھم - ان میں سے	ما - اس نے جسکو	کانوا - تھے
بہ - وہ	یستھزءون - ٹھٹھا کرتے		

مختصر تفسیر چھٹا رکوع پ سورۃ انعام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝ سب خوبیاں اللہ کو ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور پیدا کیں اندھیریاں اور نور پھر وہ لوگ جو کافر ہیں اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

شان نزول: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ یہ پوری سورت مکہ معظمہ میں ایک ہی شب میں نازل ہوئی باستثناء چند آیات۔ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تسبیح کرتے آئے جن سے آسمانوں کے کنارے بھر گئے حضور پر نور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم سبحان ربی العظیم کہتے ہوئے سجدہ میں گئے حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ توریت میں سب سے پہلی آیت وہی ہے جو سورہ انعام کی پہلی آیت ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو صبح کے وقت اس سورت کی تین آیات تکسبون تک تلاوت کرے تو اللہ تعالے ستر ہزار فرشتہ اس کی حفاظت کے لیے مقرر فرما دیتا ہے۔ خازن۔ روح البیان

اس سورت مبارکہ میں دلائل توحید، عدل، نبوت، معاش، معاد اور ملحدین کی تردید بیان کی گئی ہے۔

قرآن کریم میں پانچ سورتوں کے اول الحمد للہ ہے۔ سورۃ فاتحہ۔ سورۃ کہف۔ سورہ سبا۔ سورہ فاطر۔ اور سورۃ انعام۔

بارگاہ الٰہی میں وہ حمد مقبول ہے جو حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ہو اللہ

تعالے کی کامل حمد ہی وہ ہے جو حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے کی۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ میں کمال الٰہیہ کا ذکر ہے جس میں اشارۃً حمد الٰہی کا حکم دیا گیا ہے۔ سماوات سے مراد آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں جیسے چاند۔ سورج۔ ستارے وغیرہ۔ زمین کی تمام مخلوق جیسے دریا۔ پہاڑ۔ درخت دیگر مخلوق وغیرہ۔ آسمانی چیزیں غیب ہیں ان آنکھوں سے تو آسمان بھی نظر نہیں آتا حتیٰ کہ آج سائنس دانوں نے آسمان کے وجود سے ہی انکار کر دیا لیکن مخبر صادق طبیب حاذق نور مجسم صلے اللہ علیہ وسلم نے مفصل بیان فرمایا۔ جن پر ایمان لانا لازمی ہے۔ زمین کی مخلوق کی روزی ہی آسمانوں سے ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ٥

تمام خوبیاں اللہ کو ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں شان استغناء کو برقرار رکھتے ہوئے حمد کی تعلیم دی گئی ہے یعنی اللہ تعالے کے لیے حمد ہے اگرچہ تم اس کی حمد نہ کرو۔ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے۔ اور آسمانوں کو جمع کے لفظ سے بیان کیا کیونکہ وہ ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہیں اور جمہور کے نزدیک زمینیں بھی سات ہیں لیکن وہ ایک دوسرے کے اوپر نیچے نہیں ہیں بلکہ ایک دوسری کے ساتھ ملی ہوئی ہیں اور جَعَلَ جب اَحْدَثَ اور اَنْشَاَ کے معنی میں ہو تو ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے اور اندھیرے اور نور بنایا۔ ظلمات کو جمع بیان کیا اور نور کو جنس کے ارادہ سے واحد رکھا۔ اور اس لیے بھی کہ مختلف اشیاء کی ظلمت مختلف ہوتی ہے جیسے رات کا اندھیرا۔ سمندر کے پانی کا اندھیرا اور اندھیری جگہ کا اندھیرا یہ سب اندھیرے ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور نور کی ایک ہی قسم ہے وہ اندھیروں کی طرح مختلف نہیں ہے۔

اور ظلمات کو نور پر اس لیے مقدم کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا پھر ان پر نور کی شعاعیں ڈالیں جس کو وہ نور پہنچا اس نے ہدایت پائی اور جس پر وہ نور نہ پڑا وہ گمراہی میں رہا۔

ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ۔ ثُمَّ فرمانا کفر کے بعد اور تعجب کے لیے ہے یعنی ان دلائل کے باوجود کفار شرک کرنے میں یہاں کَفَرُوْا بمعنی اَشْرَکُوْا ہے

یَعْدِلُوْنَ۔ عدول بمعنی علیحدگی و دوری ہے یعنی مشرکین اس کے دین کی طرف نہیں آتے باوجود ایسے دلائل قدرت کے اور اس قدر عجیب نشانیوں کے مشاہدے کرنے کے دوسروں کو اللہ کا مساوی رکھ کر نافرمانی کرتے ہیں مخلوق کو پوجتے ہیں باآنکہ اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ خالق آسمان و زمین صرف اللہ تعالی ہی ہے تفسیر نسفی

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ٥ وَهُوَ

اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ

وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر ایک میعاد قائم کی اور ایک مقررہ وعدہ اس کے پاس ہے پھر تم شک کرتے ہو اور وہی ہے اللہ آسمانوں اور زمین میں اسے معلوم ہے تمہارا چھپا اور ظاہر اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

منکرین قیامت کی تردید ہے۔ خَلَقَ کے معنی ابتدائی پیدائش۔ تُرَاب۔ خشک مٹی کو کہتے ہیں۔ طین تر مٹی یعنی گارے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالے نے تمہاری پیدائش کی ابتدا مٹی سے کی۔ اسی طرح مٹی سے بنائی خوراک پھر اس سے خون اس سے نطفہ اس سے اجسام۔ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا تم ان کی اولاد میں سے ہو تو گویا تمہاری پیدائش کی ابتدا مٹی سے فرمائی گئی۔

خلاصہ تفسیر نسفی (ترجمہ)

وہی اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے یعنی تمہیں پیدا کیا تمہاری اصل سے اور وہ آدم ہیں اور تخلیق آدم علیہ السلام مٹی سے ہے پھر ایک میعاد کا حکم رکھا یعنی اس کی موت کا وقت معین کیا اور ایک مقررہ وعدہ اس کے پاس ہے یعنی قیامت کے دن کا۔ پہلا وعدہ پیدا ہونے سے مرنے تک کا اور مرنے کے بعد سے بعث من القبر کا اور وہ ایک برزخ ہے۔ یا یہ صورت ہے کہ اول مقررہ وعدہ سوتے اور جاگنے کا اور دوسرا موت کا۔ پھر تم لوگ شک کرتے ہو یعنی شک میں پڑے ہوئے ہو دیکھی بھالی قدرت پر یا جھگڑتے ہو دیکھے ہوئے معاملات میں۔ اور استبعاداً فرمایا کہ تم شک میں پڑ رہے ہو بعد اس کے کہ تم پر ثابت ہو گیا کہ وہی ذات زندہ کرنے اور مارنے والی ہے اور وہی مرنے کے بعد قبروں سے اٹھائے گی۔

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ۔ اور وہی اللہ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔

جیسے اللہ کہتے ہیں وہ رب تعالے آسمانوں اور زمین میں معبود ہے اس کی عبادت ہو رہی ہے وہی آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔

يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ۔ وہی جانتا ہے تمہارے چھپے اور ظاہر کو تمہارے تمام حال اس کو معلوم ہیں سر سے مراد چھپے اعمال ہیں جیسے نیت و اخلاص ہیں۔ جہر سے مراد کھلی مزدوریاں ہیں یعنی ظاہری حالات وہ تمہارے سب حالات ہمیشہ جانتا ہے۔

يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ سے مراد اچھا اور برے اعمال کی سزا و جزا ہے جو تمہارے سب کمائی کا نتیجہ ہے جس

عمل بظاہر تھوڑے نظر آتے ہیں لیکن انکی جزا بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جیسے حضرت طلحہ نے جنگ میں حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر کے جنت حاصل کی۔ حضرت ربیعہ نے وضو کرا کر حضور علیہ السلام کی معیت جنت میں حاصل کی۔

وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور نہیں آتی ان کے پاس اپنے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی مگر منہ پھیر لیتے ہیں تو بیشک جھٹلایا انہوں نے حق کو جب آیا ان کے پاس حق تو عنقریب انہیں خبر ہو جائے گی اس چیز کی جس پر ہنس رہے ہیں۔

اس آیت میں کفار کی ہٹ دھرمی کا ذکر ہے۔ آیت سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات ہیں جو تاقیامت سب کے پاس پہنچے۔ سب نے آنکھوں سے دیکھے اور جو باقی ہیں جیسے قرآن کریم بھی معجزہ ہے جو ہر ایک کے پاس پہنچا۔

الاکانوا عنہا معرضین کانوا کا مرجع کفار ہیں عنہا کا مرجع آیات الٰہیہ ہے۔ اعراض سے مراد جھٹلانا ہے دلائل قدرت وحدانیت میں جو دلائل پہنچے وہ اس پر غور نہیں کرتے اس سے انکار کرتے ہیں۔

فقد کذبوا بالحق لما جاء ھم۔ آیات الٰہیہ کے انکار کی وجہ سے کہ وہ لوگ نور مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں۔ حق سے مراد حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف ہے۔ کذبوا کے معنی ہیں انہوں نے جھوٹا کہا یا جھوٹا جانا۔

اور نہیں آتی ان کے پاس اپنے رب کی نشانیوں سے کوئی نشانی مگر منہ پھیر لیتے ہیں تو بے شک جھٹلایا انہوں نے حق کو جب آیا ان کے پاس۔

فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ۔ تو اب عنقریب انہیں خبر ہو جائے گی اس چیز کی جس پر ہنس رہے ہیں۔

اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی بھی نشانی اپنے رب کی نشانیوں سے یعنی ان پر ظاہر نہیں ہوتی کوئی دلیل کبھی ان ادلہ سے جس پر نظر و عبرت واجب ہے مگر اس سے منہ پھیر لیتے ہیں یعنی ان نشانیوں کو ترک کر دیتے ہیں۔ ان پر غور نہیں کرتے اور بے خوف ہونے کی وجہ میں اس کی طرف التفات نہیں کرتے اور انجام پر تدبر نہیں کرتے تو بے شک انہوں نے حق کو جھٹلایا جبکہ ان کے پاس آیا یعنی وہ حق جو سب میں بڑی نشانی ہے وہ قرآن کریم ہے جس کو دیکھ کر مقابلہ سے عاجز ہو گئے تو اب انہیں عنقریب خبر ہوا چاہتی ہے اس چیز کی جس پر ہنس رہے تھے یعنی ان کا تمسخر قرآن کریم سے اور اس کی خبروں اور

احوال قیامت سے ہے تو عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس چیز کے ساتھ تمسخر کرتے تھے یہ خبر عذاب نازل کرنے کی ہے دنیا میں یا بروز قیامت یا غلبۂ اسلام اور علو کلمۃ اللہ ہے۔

الم یروا کم اھلکنا من قبلھم من قرن مکنھم فی الارض مالم نمکن لکم وارسلنا السماء علیھم مدرارا وجعلنا الانھار تجری من تحتھم فاھلکنھم بذنوبھم وانشانا من بعدھم قرنا اخرین ہ کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے کتنے ہلاک کر دیئے ان سے پہلے سنگت والے جن کو ایسا متمکن کیا تھا ہم نے زمین میں کہ تم کو وہ تمکن وقوت نہیں دی اور ان پر موسلا دھار پانی بھیجا اور ان کے نیچے نہریں رواں کیں تو ہلاک کر دیا ہم نے ان کے گناہوں کے سبب اور ان کے بعد دوسری سنگت پیدا کی۔

یَرَوا۔ رویت سے بنا اس کے معنی ہیں دیکھنا ہلاک شدہ قوموں کے مکانات کے کھنڈروں کا دیکھنا مراد ہے جو اہل مکہ سفر کے دوران دیکھا کرتے تھے

مِنْ قَبْلِھِمْ مِنْ قَرْنٍ قرن کے معنی ہیں ملنا۔ اقتران اصطلاح میں کئی معنی میں آتا ہے۔ زمانہ جماعت ہم ذوق لوگ۔ قرن سے قبل اصحاب پوشیدہ ہے۔ قرن بعض کے نزدیک ساٹھ سال بعض کے نزدیک اسی سال قوی یہ ہے کہ قرن سو سال کا ہوتا ہے حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن بشر مازنی کو بشارت ایک قرن زندہ رہنے کی فرمائی اور وہ پورے ایک سو سال زندہ رہے (خازن) دوسری جگہ ارشاد فرمایا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم یہاں قرن سے مراد جماعت ہے جو صحابہ اور تابعین کی جماعت تھی۔ روح البیان

کیا انہوں نے نہ دیکھا یعنی جھٹلانے والے قرآن کریم اور بعث ونشور اور عذاب آخرت کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر دیں۔ وہ مدت حیات دنیا ہر زمانہ کے آدمیوں کی ہے یعنی اسی سال یا ستر سال۔ انہیں ہم نے متمکن کیا ان امتوں کو زمین میں ایسا کہ تمہیں تمکن فی الارض نہ دیا تمکن سے مراد ملکوں میں بسنا اور آرام سے رہنا یہ تمکن ان کو ایسا ملا کہ مکہ والوں کو ویسا نہ ملا جیسا کہ عاد اور ثمود کو دیا گیا درازیٔ عمر جسم کا پھیلاؤ جسمانی قوت اور وسعت تمول اور اموال دنیا دیہ میں ہر ایک طرح کا غلبہ مراد ہے۔

وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْھِمْ مِدْرَارًا۔ اور بھیجا آسمان سے ہم نے ان پر پانی موسلا دھار۔ یہاں سما سے مراد بارش ہے۔ مِدْرَارًا۔ درّ سے بنا۔ اس کے معنی ہیں کثرت سے بہنا۔ تیز بارش کو بھی مدرار کہتے ہیں

وَجَعَلْنَا الْاَنْھٰرَ تَجْرِیْ [illegible] جو جاری تھیں ان کے نیچے پھر باغوں

کے درختوں کے نیچے اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ نہروں اور پھلوں میں پھول پھل رہے تھے تو انہیں ہمنے ہلاک کیا ان کے گناہوں کی وجہ سے اور انہیں اس عذاب سے بالکل بچانے کو ان کا مال مستغنی نہ کر سکا اور ان کے بعد اور امت قائم کی یعنی ان کی جگہ دوسری آبادی قائم کر دی گئی۔

ولو نزلنا علیك كتابا فی قرطاس فلمسوه بایدیهم لقال الذین كفروا ان هذا الا سحر مبین ○ وقالوا لولا انزل علیه ملك ولو انزلنا ملكا لقضی الامر ثم لا ینظرون ○ ولو جعلناه ملكا لجعلناه رجلا وللبسنا علیهم ما یلبسون ○

اور اگر ہم نازل کرتے تم پر کاغذ میں کچھ لکھا ہوا کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے جب بھی کہتے کافر کہ یہ نہیں مگر کھلا جادو۔ اور بولے کیوں نہ اتارا گیا ان پر کوئی فرشتہ اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو ان کا کام تمام ہو گیا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم بناتے اسے (نبی کو) فرشتہ جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور وہی شبہ ان پر ہوتا جس میں پڑے ہوئے ہیں۔

کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔

اور قرطاس یہ غیر عربی لفظ ہے۔ اس کے معنی ورق یا صحیفہ کے ہیں۔ اصل میں یہ کراسہ سے قرطاس بنا ہے۔

شان نزول:۔ روح المعانی میں اس کا شان نزول اس طرح ہے۔ کلبی سے مروی ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث اور عبداللہ بن امیہ اور نوفل بن خویلد کے معاملہ میں نازل ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ (اے محمد) صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جبتک آپ ہمارے پاس اللہ کی طرف سے کتاب نہ لائیں جس کے ساتھ چار فرشتے ہوں وہ گواہی دیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور آپ اس کے رسول ہیں۔

اس پر جواب دیا گیا کہ یہ سب حیلے بہانے ہیں اگر کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب آتار دی جاتی اور وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر ٹٹول کر دیکھ بھی لیتے اور وہ یہ بھی نہ کہہ سکتے کہ یہ نظر بندی ہے تو بھی یہ بدنصیب بے دین ایمان لانے والے نہ تھے بلکہ پھر بھی جادو بتلاتے اور جس طرح سورج لوٹتے۔ کنکریوں پتھروں کو کلمہ پڑھتے اور شق القمر کے معجزہ کو جادو کہہ دیا اور سحر مستمر کے آوازے لگائے اسی طرح اس معجزہ کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لاتے اس لیے کہ جو انکار و عناد کرتے ہیں ان کے لیے آیات و معجزات سے انتفاع ناممکن ہے۔

تفسیر نسفی میں ہے (ترجمہ) اور اگر نازل کر دیتے آپ پر کتاب لکھی ہوئی کاغذ کے ورق پر اور کفار اسے

اپنے ہاتھوں سے ٹٹول کر دیکھ بھی لیتے اور یہ کہنے کی گنجائش بھی انہیں نہ ہوتی کہ ہماری نظر باندھ دی گئی اور وہ اندھے ہونے کا بھی احتجاج نہ کر سکتے تب بھی یہ کافر کہتے کہ یہ نہیں مگر جادو ہے انہیں عناد قبول حق کی طرف مائل ہونے سے مانع ہوتا۔

اور کافروں نے کہا کیوں نہ نازل ہوا نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی ایسا فرشتہ جو ہم سے کہتا کہ یہ نبی ہیں تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اگر فرشتہ نازل ہوتا ہلاکت میں آ جاتے اور طرفۃ العین کے لیے بھی مہلت نہ دی جاتی اس لیے کہ جب وہ ملک کو صورت ملکی میں دیکھتے تو مہابت سے ان کی روح پرواز کر جاتی اور اگر ہم فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے جیسا کہ یہ کفار کہتے ہیں لولا انزل علی محمد ملک کبھی کہتے ہیں کہ یہ تو بشر ہیں ہمارے جیسے اگر اللہ چاہتا تو ان کی بجائے ہم پر فرشتہ نازل کر دیتا۔ تو فرشتہ بھی انسانی صورت میں ہی نازل کیا جاتا۔

جیسے کہ حضرت جبریل امین عام طور پر بصورت دحیہ کلبی حضور کے حضور حاضر آتے تھے اس لیے کہ رویت ملائکہ ان کی صورت میں کرنے کی حالت میں یہ باقی نہیں رہ سکتے اپنی صورت میں نہیں ہو سکتی اور اگر ہو تو فرط انوار سے انسان ہلاک ہو جائے۔

وللبسنا علیہم ما یلبسون۔ یعنی مخلوط حالت میں رہ گئے اور ان پر مشکل ہو گیا اس حقیقت کو سمجھنا۔ جبکہ ہوتے وہ آپ جیسے اے محبوب تو وہ فرشتہ کو صورت انسان میں بھی دیکھتے اور جب ایک انسان کے شبیہ میں دیکھتے تو مخبوط الحواس ہو کر کہتے یہ تو انسان ہی ہے اسے فرشتہ نہیں کہہ سکتے آگے للبسنا کا محاورہ بیان فرمایا۔

لبست الامر علی والبستہ۔ اذا اشتبہ واشکلنا علیہم۔ معاملہ مجھ پر مشتبہ ہو گیا اور میں نے اسکو مشتبہ کر دیا۔ اور ہم نے ان پر مشکل کر دیا۔

پھر حضور کی تسلی کے لیے فرمایا کہ استہزاء کرنا ان مسخروں کی جبلت میں ہے اور اس کا بدلہ انہیں منجانب اللہ ملے گا۔

ولقد استھزئ برسل من قبلک فحاق بالذین سخروا منہم ما کانوا بہ یستھزءون ٥
یقیناً اے محبوب تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹھا کیا گیا تو انہی کو لے بیٹھی ان کی ہنسی جو ان سے ہنستے تھے۔

استھزئ۔ استہزاء سے بنا جس کا مادہ ہزءٌ یا ہزؤٌ ہے اس کے معنی ہیں دل لگی اور مذاق۔ باب استفعال میں مبالغہ اور زیادتی کے معنی ہیں۔ رُسُلٍ کی تنوین تعظیم کی ہے اس کی جمع تکثیر کی ہے جس کے معنی بہت

سے رسول۔ مِنْ قَبْلِکَ۔ آپ سے پہلے گذرے ان سے بھی ان کا یہی انداز رہا۔

شانِ نزول: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے اور آپ کے ارد گرد حضرت بلال حبشی۔ صہیب رومی۔ عمار بن یاسر وغیرہ تھے۔ اُدھر سے ولید بن مغیرہ۔ ابوجہل۔ امیہ بن خلف گذرے انہوں نے ان حضرات کو دیکھ کر مذاق کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنت کا بادشاہ کہتے ہیں۔ ذرا ان بادشاہوں کی شان و شوکت تو دیکھو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ روح البیان۔

اس آیت کریمہ میں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی و تسکین خاطر کی گئی کہ آپ ملول نہ ہوں کفار کا پہلے انبیاء کے ساتھ بھی یہی رویہ رہا ہے اور ان کا وبال انہیں اٹھانا پڑے گا۔ حَاقَ بِالَّذِیْنَ کے یہی معنی ہیں جو ترجمہ میں بیان ہو چکے ہیں۔

ازہری نے کہا ابواسحاق نے حَاقَ کا معنی اَحَاطَ کیا ہے یعنی گھیر لیا اور اس کا مادہ حُوْق بالضم بیان کیا ہے اور حُوْق وہ چیز ہے جو گھیر اڈالے قاموس میں بھی ایسا ہی ہے اور حَوْق بالفتح کا ایک معنی احاطہ بھی ہے اور یہ باب حَاقَ یَحِیْقُ حَیْقًا و حُیُوْقًا و حَیَقَۃً بفتح یاء سے ہے فراء نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ ان کے کام کا وبال انہی پر آپڑا اور طبرسی نے اس میں اختلاف کیا ہے وہ اس کا ترجمہ نَزَلَ (اترا) کرتے ہیں اور یہ معنی بھی سابقہ معنی کے قریب ہے اور اس کا معنی ہے پورا احاطہ کرنا۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع پ۷ سورۃ انعام

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ ۝

فرمائیں سیر کرو زمین میں پھر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰہِ کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَہُمْ فَہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

فرمائیں کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے فرمائیں اللہ کا اس نے لکھ دی اپنے کرم کے ذمہ رحمت ضرور جمع کرے گا تمہیں قیامت کے دن اس میں کچھ شک نہیں وہ جو اپنی جانوں کا نقصان کرتے ہیں تو وہ ایمان نہیں لاتے۔

وَلَہٗ مَا سَکَنَ فِی الَّیْلِ وَالنَّہَارِ وَھُوَ السَّمِیْعُ

اور اسی کا ہے جو کچھ بستا ہے رات اور دن میں اور

الْعَلِيمُ ۝

وہی ہے سنتا جانتا۔

قُلْ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۗ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

فرمادیجئے کیا اللہ کے سوا بناؤں والی جس نے آسمان اور زمین بنائے اور وہ کھلاتا ہے اور کھلانے سے پاک ہے فرمادیجئے کہ مجھے حکم ہے کہ سب سے پہلے گردن رکھوں اور ہرگز نہ ہوں مشرکوں سے

قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝

فرمادیجئے میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی تو عذاب ہو بڑے دن سے۔

مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۚ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ۝

جس سے پھیر دیا جاوے وہ عذاب اس دن بے شک رحم ہوا اس پر اور یہ کھلی کامیابی ہے۔

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اگر پہنچائے تجھے اللہ تجھے کوئی برائی تو نہیں کوئی اسے دور کرنے والا مگر وہی اور اگر پہنچائے تجھے کوئی بھلائی تو وہ ہر شے پر قادر ہے ۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝

اور وہی غالب ہے بندوں پر اور وہی حکمت والا خبردار ہے۔

قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللّٰهُ ۖ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ۚ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً أُخْرٰى ۚ قُلْ لَا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ۝

فرمادیجئے کونسی چیز بڑی ہے گواہی میں۔ فرمادیجئے اللہ گواہ ہے مجھ میں اور تم میں اور وحی ہوئی میری طرف اس قرآن کی کہ میں ڈراؤں تمہیں اس سے اور جس کو پہنچے تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور خدا ہیں فرمادیجئے میں یہ گواہی نہیں دیتا فرمادیجئے وہ تو ایک ہے اکیلا ہے اور میں بیزار ہوں ان سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔

الَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ ۘ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

وہ جنہیں دی ہم نے کتاب وہ اس نبی کو جانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں وہ جو اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالیں وہ مومن نہیں۔

حل لغات ساتواں رکوع پ سورۃ انعام

قل۔ کہہ دیں	سیروا۔ چلو پھرو	فی۔ بیچ	الارض۔ زمین کے
ثم۔ پھر	انظر۔ دیکھو	کیف۔ کیسا	کان۔ ہوا
عاقبۃ۔ انجام	المکذبین۔ جھٹلانے والوں کا		قل۔ فرمائیے
لمن۔ کس کا ہے	ما۔ جو	فی۔ بیچ	السموات۔ آسمانوں
و۔ اور	الارض۔ زمین کے ہیں	قل۔ کہہ دیں	للہ۔ اللہ کے لیے
کتب۔ لکھی اس نے	علی۔ اوپر	نفسہ۔ ذات اپنی کے	الرحمۃ۔ رحمت
لیجمعنکم۔ ضرور جمع کرے گا تم کو		الی۔ طرف	یوم۔ دن
القیامۃ۔ قیامت کے	لا۔ نہیں	ریب۔ شک	فیہ۔ اس میں
الذین۔ وہ جنہوں نے	خسروا۔ خسارہ دیا	انفسہم۔ اپنی جانوں کو	فہم۔ وہی
لا۔ نہیں	یومنون۔ ایمان لاتے	و۔ اور	لہ۔ اسی کا ہے
ما۔ جو	سکن۔ ٹھہرا	فی۔ بیچ	اللیل۔ رات کے
و۔ اور	النہار۔ دن کے	و۔ اور	ھو۔ وہ
السمیع۔ سننے والا	العلیم۔ جاننے والا ہے	قل۔ کہہ دیں	ء۔ کیا
غیر۔ سوا	اللہ۔ اللہ کے	اتخذ۔ میں بناؤں	ولیا۔ دوست
فاطر۔ جو پیدا کرنے والا	السموات۔ آسمانوں	و۔ اور	الارض۔ زمین کا ہے
و۔ اور	ھو۔ وہ	یطعم۔ کھلاتا ہے	و۔ اور
لا۔ نہیں	یطعم۔ کھلایا جاتا	قل۔ کہہ دیں	انی۔ بیشک میں
امرت۔ حکم دیا گیا ہوں	ان۔ یہ کہ	اکون۔ ہوں میں	اول۔ پہلا
من۔ جو	اسلم۔ گردن رکھے	و۔ اور	لا۔ نہ
تکونن۔ ہو تو	من المشرکین۔ مشرکوں میں سے		قل۔ کہہ دیں
انی۔ بیشک میں	اخاف۔ ڈرتا ہوں	ان۔ اگر	عصیت۔ نافرمانی کروں میں
ربی۔ اپنے رب کی	عذاب۔ عذاب	یوم۔ دن	عظیم۔ بڑے سے

من۔ جو شخص کہ	یصرف۔ پھیرا گیا	عنہ۔ اس سے	یومئذ۔ اس دن عذاب
فقد۔ تو بیشک	رحمہ۔ رحم ہوا اس پہ	و۔ اور	ذالک۔ یہ ہے
الفوز۔ کامیابی	المبین۔ ظاہر	و۔ اور	ان۔ اگر
یمسسک۔ پہنچائے تجھے	اللہ۔ اللہ	یضر۔ کوئی تکلیف	فلا۔ تو نہیں
کاشف۔ کوئی کھولنے والا	لہ۔ اسکو	الا۔ مگر	ھو۔ وہی
و۔ اور	ان۔ اگر	یمسسک۔ پہنچائے تجھے	بخیر۔ کوئی بھلائی
فھو۔ تو وہ	علی۔ اوپر	کل۔ ہر	شئ۔ شے کے
قدیر۔ قادر ہے	و۔ اور	ھو۔ وہ	القاھر۔ غالب ہے
فوق۔ اوپر	عباد۔ بندوں	ہ۔ اپنے کے	و۔ اور
ھو۔ وہ	الحکیم۔ حکمت والا	الخبیر۔ خبردار ہے	قل۔ کہہ دیں
ای۔ کونسی	شئ۔ چیز	اکبر۔ بڑی ہے	شھادۃ۔ گواہی میں
قل۔ کہہ	اللہ۔ اللہ	شھید۔ گواہ ہے	بینی۔ میرے
و۔ اور	بینکم۔ تمہارے درمیان	و۔ اور	اوحی۔ وحی کیا گیا
الی۔ میری طرف	ھذا۔ یہ	القرآن۔ قرآن	لانذر۔ تاکہ میں ڈراؤں
کم۔ تم کو	بہ۔ ساتھ اسکے	و۔ اور	من۔ جسے
بلغ۔ پہنچے	ائنکم۔ کیا تم	لتشھدون۔ گواہی دیتے ہو	ان۔ کہ بیشک
مع۔ ساتھ	اللہ۔ اللہ کے	الھۃ۔ معبود ہے	اخری۔ اور بھی
قل۔ کہہ	لا۔ نہیں	اشھد۔ گواہی دیتا میں	قل۔ کہہ
انما۔ سوا اسکے نہیں	ھو۔ وہ	الہ۔ معبود ہے	واحد۔ ایک
و۔ اور	اننی۔ بیشک میں	بری۔ بیزار ہوں	مما۔ اس سے
تشرکون۔ جو تم شریک ٹھہراتے ہو		الذین۔ وہ لوگ	اتینھم۔ کردی ہم نے انکو
الکتب۔ کتاب	یعرفونہ۔ پہچانتے ہیں اس کو		کما۔ جیسے
یعرفون۔ پہچانتے ہیں	ابناء۔ اولاد	ھم۔ اپنی کو	الذین۔ وہ جنہوں نے
خسروا۔ خسارہ دیا	انفسھم۔ اپنی جانوں کو	منھم۔ ان میں سے	لا۔ نہیں
یومنون۔ ایمان لاتے۔			

مختصر تفسیر رکوع ہفتم پ ۷ سورۃ انعام

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔

آپ فرما دیجئے سیر کرو زمین میں پھر دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا۔ فرما دیجئے کس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے فرما دیجئے اللہ کا ہے اس نے لکھ دی اپنے کرم کے ذمہ پر رحمت ضرور تمہیں جمع کرے گا بروز قیامت نہیں کوئی شک اس میں وہ جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو تو وہ ایمان نہیں لاتے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۔ فرما دیجئے سیر کرو زمین میں پھر دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا۔

سِیْرُوا۔ بنا سیر سے جس کے معنی مطلقاً چلنے کے ہیں خواہ یہ سفر دن کا ہو یا رات کا۔ ارض سے مراد زمین ہے۔ خالق کائنات نے زمین پر سیر و سیاحت کا حکم دیا تاکہ عبرت حاصل ہو ان قوموں کے مسمار شدہ محلات و مقامات سے جنہوں نے اللہ کے احکام اور انبیاء کی نافرمانی کی دیکھو ان قوموں کا کتنا دردناک انجام ہوا۔ ثم انظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین۔ فانظروا اور ثم انظروا میں فرق صرف یہ ہے کہ نظر مسبب سیر ہے اور فانظروا سے یہ معنی نکلتے ہیں کہ گویا حکم الٰہی سیر کے لیے صرف انجام مکذبین دیکھنے کے لیے ہے اور بلا نظر سیر کی ممانعت ہے اور وہ سیر سیر غافلین ہوگی اور سیروا فی الارض ثم انظروا فرمانے سے یہ مستفاد ہوتا ہے۔ سیر فی الارض کا جواز بغرض تجارت وغیرہ بھی ہے اور ہلاک شدہ لوگوں کا انجام دیکھنا اور ان سے عبرت حاصل کرنا واجب ہوا۔ اس طرز بیان سے واجب و مباح کے دونوں حکم حاصل ہوئے۔

علامہ آلوسی صاحب روح المعانی فرماتے ہیں (ترجمہ) یہ خطاب ہے سید الخاطبین صلے اللہ علیہ وسلم سے امم ماضیہ کے حالات پیش ہو کے قوم کو ڈرانے اور نصیحت کرنے کے متعلق کہ ان کے برے افعال نے ان کو کیسے گھیر لیا اور اب جو یہ ویسے ہی اعمال کر رہے ہیں ان کو ان کے انجام سے ڈرنا چاہئے اور اس میں حضور کے لیے تسلی بھی ہے اور تکمیل بھی (روح المعانی)

آگے فرماتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ سیروا اور فانظروا میں بہت فرق ہے اگرچہ دونوں امر واجب ہیں کیونکہ پہلا امر دوسرے کے مطلوب ہے جیسے تم کہو وضو کر پھر نماز پڑھ۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضور کو ان مکذبین اور تمسخر کرنے والوں کے لیے حکم ہے کہ انہیں فرما دیجئے کہ دنیا میں پھر کر انجام مستہزئین دیکھو انہوں نے کفر و تکذیب کا کیا ثمرہ پایا۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ فرما دیجئے کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

قُلْ میں دوامی قول مراد ہے لِمَنْ کا لام خلقت کا ہے یعنی اے محبوب آپ ان کفار سے دریافت فرمائیں کہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں کس کی مخلوق و مملوک ہیں ان کا خاص خالق و مالک کون ہے اس سوال سے کفار سے اقرار کرانا مقصود ہے۔ مَن استفہامیہ ہے۔

اول کہا گیا پھر اس کا جواب دیا فرما دیجئے اللہ کے لیے ہے۔ یہ تقریر ہے مسئول عنہ سے یعنی وہی اللہ ہے اس میں تمہارے اور ہمارے مابین کوئی اختلاف نہیں اور نہ تمہیں یہ قدرت ہے کہ کسی شے کی پیدائش کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف مضاف کرو۔ اس نے اپنے کرم کے ذمہ سے اپنے ذمہ حق کرم لکھ دیا ہے۔

قُلْ لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۔ فرماؤ اللہ کا اس نے اپنے کرم سے اپنی ذات پر رحم و کرم لکھ دیا ہے۔ کَتَبَ کے اصلی معنی اوجب کے ہیں یعنی لازم کر لیا لیکن کسی وجوب کا اجرا ذات واجب تعالیٰ شانہ کی طرف ہو نہیں سکتا اس لیے کہ بندہ کے لیے کوئی شے اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اور مؤکد وعدہ کیا کہ ان پر رحم کیا جائے گا اور اس کا وعدہ خلاف نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ وعدہ خلافی بھی کذب ہے اور کذب اس کے لیے محال ہے اور اس کی رحمت عام ہے دینی ہو یا دنیوی بلکہ اپنی معرفت اور توحید اور علم کی طرف ہدایت فرمانا بھی اس کی رحمت میں داخل ہے۔ اور عذاب کفار میں تعویق اور عقوبت میں تعجیل نہ فرمانا بھی خاص رحمت کا جز ہے تاکہ اس تاخیر و تعویق سے انہیں توبہ کا موقعہ مل جائے (تفسیر نسفی و جمل)

اے محبوب ان لوگوں سے یہ بھی فرما دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کریم پر رحمت لازم فرمائی۔ بعض مفسرین نے فرمایا اس رحمت سے مراد امت مصطفوی پر خاص رحمت فرمانا ہے کہ ان پر دنیا میں عذاب نازل نہ ہو۔ روح المعانی

لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ بے شک ضرور جمع فرمائے گا تمہیں قیامت کے دن تو اس دن بدلہ دے گا تمہارے شرک اور کفر کا اس میں کچھ

شک نہیں یعنی قیامت کے دن اور تمہارے جمع کرنے میں کوئی شک وشبہ نہیں وہ جنہوں نے اپنی جان نقصان میں ڈالی۔ جن لوگوں نے کفر و شرک کر کے اپنی جانوں عذاب الٰہی کا مستحق کر لیا تو وہ ایمان نہیں لاتے وہ بے ایمان ہی ہیں۔

لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ لاریب فیہ کی ضمیر یوم قیامت کی طرف ہے یعنی اس قیامت میں جمع فرمانے میں کوئی شک نہیں۔ یہ عبارت جمعًا کی صفت ہے جو اس کی تاکید ہے روح المعانی

الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ۔ الذین سے مراد زمانہ نبوی کے کفار ہیں جو ایمان نہ لائے خسارہ اس نقصان کو کہتے ہیں جس میں اصل مال بھی نہ رہے۔ اَنْفُس جمع ہے نفس کی اس کے معنی ذات یا جان یعنی کفار نے اپنی جانوں کو پورے ٹوٹے میں ڈال دیا۔

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ۔ ان کا دنیا میں ایمان قبول نہ کرنا وہ خسارہ میں رہنا ہے۔

وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۗ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ ۖ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ مَّن يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ۝

اور اسی کا ہے جو کچھ بستا ہے رات اور دن میں اور وہی سنتا جانتا ہے۔ فرما دیجئے کیا اللہ کے سوا میں بناؤں کسی اور کو والی وہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے اور وہ کھلاتا ہے اور خود کھانے سے پاک ہے فرما دیجئے مجھے حکم ہوا ہے کہ ہو جاؤں میں سب سے پہلے گردن رکھنے والا اور ہرگز نہ ہو جاؤں مشرکوں سے فرما دیجئے مجھے خوف ہے اگر میں نافرمانی کروں اپنے رب کے عذاب بڑے دن سے جس سے پھیر دیا گیا (وہ عذاب) تو ضرور وہ رحم کیا گیا اور یہ کھلی کامیابی ہے۔

لَهٗ میں لام ملکیت ہے ہٗ کا مرجع اللہ تعالےٰ ہے مَا سے تمام جاندار اور غیر جاندار چیزیں مراد ہیں سَكَنَ۔ سکونت سے دل کا چین یا ٹھہرنا۔ تفسیر جلالین

وہ تمام چیزیں جو رات دن میں رہتی ہیں یا اللہ کے وہ بندے جو محبوب ہیں رات دن چین پاتے ہیں۔ لیل و نہار رات اور دن سب اللہ تعالےٰ کی ملکیت ہے وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔

اور اسی کا ہے جو کچھ بستا ہے رات اور دن میں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ جو رہتا ہے اور یہ عام ہے ساکن و متحرک کے لیے یعنی ذی روح اور بغیر روح سب کو عام کر کے مشرکین کو متنبہ کیا گیا کہ تم بھی اس

کے خلاف نہیں کہ خالق کل اور مالک وہی ایک رب الارباب ہے اور وہی مدبر امور ہے اور وہی سنتا جانتا ہے یعنی مسموعات میں سے کوئی نہیں جسے وہ نہ جانتا ہو اور نہ معلومات میں سے کوئی نہیں جسے وہ نہ جانتا ہو یعنی اس سے کوئی شے مخفی نہیں۔

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا۔ اے محبوب فرمادیجئے کہ خدا کے سوا کیا میں کسی غیر کو اپنا والی مددگار اور معبود بناؤں۔ اس انکار میں غیر اللہ کو ولی مان لینے یعنی ولی مطلق مان لینے کا انکار فرمایا نہ کہ ولی کو محض ولی مان لینے سے۔ لغت میں ولی کے بے شمار معنی ہیں یہاں ولی سے مراد معبود ہے جس کی عبادت کی جائے۔ بیضاوی۔

علامہ آلوسی قل اغیر اللہ اتخذ ولیا میں فرماتے ہیں (ترجمہ) یہاں غیر اللہ کو ولی (معبود) بنانے کا انکار ہے نہ کہ مطلق ولی کا انکار یہ اسی طرح ہے جیسے فرمایا کیا اللہ کے سوا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں عبادت کروں اور یہاں ولی سے مراد معبود ہے کیونکہ یہ اس آدمی کا رد ہے جس نے آپ کو دعوت دی تھی بعض کہتے ہیں کہ یہ مکہ والوں کے متعلق نازل ہوئی انہوں نے حضور سے عرض کیا اے محمد تو نے اپنی قوم کا مذہب چھوڑ دیا اور ہم جانتے ہیں کہ آپ نے محض غربت کی وجہ سے یہ ڈھونگ رچایا ہے تم ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ ہم آپ کو اتنی دولت اکٹھی کر دیں گے کہ آپ ہم سب میں سے زیادہ دولتمند ہو جائیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آگے فرماتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ولی کا معنی مددگار ہے جیسا کہ یہ اس کا مشہور معنی ہے اور غیر اللہ کو مددگار بنانے سے انکار کرنے سے یہ تو خود بخود معلوم ہو جاتا ہے کہ مددگار نہ ہوگا وہ معبود کیسے بن جائے گا (روح المعانی)

اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّیْٓ اَعْبُدُ۔ کیا اللہ کے سوا تم چاہتے ہو کہ میں کسی کو پوجوں۔

شان نزول:۔ کفار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ نادار ہیں۔ مال و دولت جمع کرنے کے لیے آپ نے نبوت کا دعوی کیا ہے جس سے ہر گھر میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک گئی ہے اس لیے آپ جس قدر دولت چاہیں ہم آپ کے قدموں میں لا کر ڈھیر لگا دیں گے۔ آپ اپنے دین کی تبلیغ سے باز آجائیں اور ہمارے بتوں کی ہمارے اسلاف کی طرح پوجا کریں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

پھر فرمایا اے محبوب فرمادیجئے کہ خدا کے سوا کیا میں کسی غیر کو اپنا والی یعنی مددگار اور معبود بناؤں اور اس انکار میں غیر اللہ کو ولی مطلق مان لینے کا انکار فرمایا نہ کہ ولی کو محض ولی مان لینے سے۔

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ یُطْعِمُ - وہی زمین اور آسمان بنانے والا ہے جس نے کتم عدم سے اختراع فرما کر منصۂ شہود پر لایا۔ فاطر۔ فطر سے ہے اس کے معنی ہیں چیرنا۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں میں فاطر کے معنی نہیں سمجھ سکا یہاں تک کہ میرے پاس دو اعرابی مخاصمہ لے کر آئے جو کنوئیں پر تھا۔ ایک بولا انا فطرتہا یعنی ابتدأتہا۔ میں نے اس کنوئیں کی ابتدا کی تو میں سمجھا کہ فاطر السماوات والارض اس لیے فرمایا کہ کائنات کی ابتداء میں خالق و مالک رب الارباب نے فرمائی۔

پھر ارشاد ہے وہی کھلاتا ہے اور خود محتاج غذا نہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ رزق عام دینے والا ہے نہ کہ خود بھی مرزوق ہو یعنی منافع دنیا و ما فیہا اسی کی طرف سے ہمیں پہنچتے ہیں اور اس کے لیے کسی سے انتفاع کرنا ناممکن ہے اور یہ عقیدہ بھی ناجائز ہے۔

پھر ارشاد ہوا اے محبوب فرما دیجئے کہ مجھے حکم ہے کہ میں اول گردن رکھنے والا اور مطیع الٰہی بنوں اس لیے کہ نبی کا اسلام کے لیے سابق ہونا ضروری ہے جیسے دوسرے مقام پر ارشاد ہے وبذالك امرت وانا اول المسلمین ولا تکونن من المشرکین۔ یعنی مجھے کہا گیا ہے کہ میں مشرکوں میں نہ ہوں خلاصہ یہ کہ مجھے اسلام کا حکم ہے اور شرک سے منع کیا گیا ہے۔ فرما دیجئے میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی تو عذاب یوم عظیم میں جاؤں یعنی میں عذاب یوم عظیم سے خائف ہوں اور یوم عظیم سے مراد قیامت کا دن ہے اس دن اگر کسی سے عذاب پھیر دیا گیا تو یقیناً وہ رحمت پانے والا ہوا۔ اور اس پر اللہ تعالےٰ کا کرم و رحم عظیم ہوا اور وہ نجات آخرت ہے اور یہ بہت ہی کھلی ہوئی کامیابی ہے اور نجات روشن۔

پھر آگے فرماتے ہیں کہ ایک قول یہ ہے کہ ولی بمعنی ناصر (مددگار) ہے اور یہی مشہور ہیں بالفاظ سے سمجھا گیا کہ یہاں انکار غیر خدا کو ایسا ناصر مان لینے سے ہے کہ اسے معبود مان لیا جائے اور اگر معبودیت کے درجہ سے نیچے ولی مانے تو یہ جائز ہے۔ آگے ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝ اور اگر پہنچائے تجھے اللہ کوئی برائی تو نہیں کوئی اسے دور کرنے والا مگر وہی اور اگر پہنچائے تجھے بھلائی تو وہی ہر شے پر قادر ہے اور وہ غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہی حکمت والا خبردار ہے۔

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ - اس جملہ میں اللہ تعالےٰ کے غضب و کرم قدرت کاملہ کا ذکر ہے

یمسسک مس سے بنا اس کے معنی ہیں چھو جانا، چھو دینا۔ ضرّ سے مراد دنیاوی تکلیف ہے جیسے بیماری قحط سالی وغیرہ یعنی تکلیف اور راحت بیماری اور صحت ذلت و عزت سب اللہ تعالٰی کے دست قدرت میں ہے اگر اللہ تعالٰی کسی کو فقیر بنا دے مرض میں مبتلا کر دے تو کسی کے بس میں نہیں کہ وہ مشیت کے بغیر نجات حاصل کر سکے۔

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِخَیْرٍ فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یہاں خیر سے مراد دنیاوی خیر ہے جیسے صحت غنا۔ سکون۔ خیر اللہ تعالٰی کی رحمت ہے۔ مصیبت کو دفع کرنا بھی خیر ہے۔ اگر اللہ تعالٰی کسی پر اپنا فضل و کرم فرمائے اور اپنے خاص انعامات سے سرفراز کرے تو کسی کی طاقت نہیں کہ اسے چھین لے وہی مالک حقیقی اور قادر مطلق ہے۔

مسّ جس سے یمسسک اللہ فرمایا گیا۔ بقول ابو حیان دو جسموں کے ملنے کو کہتے ہیں اور اس جگہ مراد پہنچنا اور مبتلا ہونا ہے اور ضرّ بالسقم سوء حال فی الجسم کے معنی دینا ہے اور ضر بالفتح ضد نفع کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ روح المعانی۔

اگر پہنچائے تجھے اللہ کوئی برائی یعنے اگر مبتلا کر دے تجھے اللہ مثل مرض یا کسی مصیبت کے تو کوئی دور کرنے والا اس کا نہیں یعنی اس مرض یا مصیبت کو کوئی زائل کرنے والا نہیں تجھ سے مگر وہی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی قادر نہیں اس کی مصیبت کے کھولنے پر سوائے اس سبحانہ و تعالٰی کے کوئی بت وغیرہ اسے دفع نہیں کر سکتے اور اگر پہنچے تجھے بھلائی یعنی صحت یا غنا و تمول سے تجھے پہنچے تو وہ ہر شے پر قادر ہے ان تمام امور پر بالذات وہی جل شانہ قادر ہے تو وہی اسے پہنچا سکتا ہے اور وہی حفاظت کر سکتا ہے اس کے سوا کوئی اس کے دفع و رفع پر قادر نہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ یعنی اس مصیبت و نفع کا رد کرنے والا سوا اللہ تعالٰی کے کوئی نہیں اس میں شر اور خیر دونوں کا جواب ہے اس لیے کہ مطلق قدرت اللہ تعالٰی ہی کو ہے خیر و شر پر۔ گویا واضح کیا گیا ہے کہ کاشف الضر اور حافظ النعم اور اول سے ہمیشہ رکھنے کی قدرت اللہ تعالٰی ہی کو ہے۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً قُلِ اللّٰہُ شَھِیْدٌ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ اَئِنَّکُمْ لَتَشْھَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰہِ اٰلِھَۃً اُخْرٰی

فرما دیجئے کونسی چیز بڑی شہادت ہے گواہی میں۔ فرما دیجئے اللہ ہی گواہ ہے مجھ میں اور تم میں اور میری طرف وحی ہوئی یہ اس قرآن کی کہ میں ڈراؤں تمہیں اس سے اور جن کو پہنچے (یہ قرآن) تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی خدا ہیں۔

شانِ نزول :- کفارِ مکہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ آپ جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اسے کیونکر تسلیم کیا جائے اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنانا تھا تو اسے آپ کے بغیر کوئی دوسرا نہ مل سکا آپ اپنے دعویٰ کی صداقت پر گواہ پیش کریں۔ ہم نے تو یہود و نصاریٰ سے بھی دریافت کیا انہوں نے بھی آسمانی کتابوں میں آپ کی نبوت کا ذکر نہ ہونے کا ذکر کیا ہے ان کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ارشاد ہے۔

فرما دیجئے کون شے ہے بڑی گواہی میں اس کا جواب دیا گیا کہ فرما دیجئے اللہ ہی گواہ ہے بڑی گواہی میں تفسیر نسفی۔ صاحب تفسیر فرماتے ہیں۔

آیت کریمہ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اس امر کی دلیل ہے کہ اطلاق اسم شے اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اور یہ اس لیے کہ شے نام ہے موجود کا اور معدوم پر شے کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ موجود ہے تو وہ بھی شے ہوا اسی بنا پر ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ شے ہے نہ کہ مثل اشیاء۔ پھر فرمایا اللہ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان یعنی وہ ذات سبحانہ وتعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔ اور میری طرف وحی کیا گیا یہ قرآن تاکہ ڈراؤں اس سے تمہیں اور وہ جنہیں یہ قرآن پہنچا قیامت تک ڈراتے رہیں۔ حدیث میں ہے من بلغہ القرآن فکانما رای محمدا صلی اللہ علیہ وسلم جسے قرآن آ گیا اس نے گویا حضور کا فیض صحبت حاصل کیا آگے ارشاد ہے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور خدا بھی ہیں یہ استفہام انکاری ہے پھر جواب تاکید میں ہے کہ

قُلْ لَّآ اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ فرما دیجئے میں تو یہ گواہی نہ دوں گا جو تم گواہی دے رہے ہو پھر فرمایا کہ اے محبوب فرما دیجئے اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وہ تو وہی ایک خدا ہے اور میں اس سے بیزار ہوں جو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وہ جنہیں ہم نے کتاب دی یعنی یہود و نصاریٰ اور کتاب توریت و انجیل یَعْرِفُوْنَهٗ وہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے ہیں حضور کے حلیہ مبارک اور نعت وغیرہ پڑھ کر جو ان کی توریت و انجیل میں ہے۔

كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ جیسے اپنے بیٹوں کے حلیہ کو پہچانتے ہیں ان کی صفات سمجھتے ہیں اس میں استشہاد ہے اہل مکہ سے اور حضور کی صحت نبوت پر دلیل ہے اور وہ جو اپنی جانوں کو نقصان میں ڈال چکے مشرکین اور سخت منکر اہل کتاب وہ کبھی ایمان سے مشرف نہ ہوں گے اور اپنے دیرینہ عناد و حسد پر ہی رہیں گے۔

ہجرت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن سلام سے پوچھا کہ تم حضور علیہ السلام کو کیسے پہچانتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور علیہ السلام کے اوصاف و کمالات اتنی وضاحت سے ہماری کتابوں میں تحریر تھے کہ ہم نے جب حضور علیہ السلام کو دیکھا تو یوں پہچان لیا جیسے ہم اپنے بچوں کو پہچان لیتے ہیں آخر میں فرمایا کہ بخدا میں تو اپنے بچے سے زیادہ حضور اکرم کو پہچانتا ہوں کیونکہ اپنے بچے کی ماں پر اتنا اعتماد نہیں جتنا اللہ کی بتائی ہوئی نشانیوں پر ہے۔ روح المعانی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع ہشتم پ سورۃ انعام

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْكَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اور کون ہے اس سے زیادہ ظالم جو جھوٹ باندھے اللہ پر دروغ یا جھٹلائے آیتیں اس کی بے شک نہیں فلاح پائیں گے ظالم۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَاۗؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝

اور جس دن اٹھائیں گے ہم سب کو پھر کہیں گے ان سے جنہوں نے شرک کیا کہاں ہیں تمہارے شریک جن کے ساتھ تھے تم دعوی کرتے۔

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝

پھر نہ رہیگی ان کی کچھ بناوٹ مگر یہ کہ کہیں اللہ کی قسم اے ہمارے رب ہم نہ تھے مشرک۔

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

دیکھو کیسا جھوٹ باندھتے ہیں اپنی جانوں پر اور بہک گئیں ان سے وہ باتیں جن پر افتراء کرتے تھے

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو سنتے ہیں آپ کی اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بہرا پن ہے۔ اور اگر دیکھیں تمام نشانیاں تو بھی ان پر ایمان نہ لائیں حتی کہ جب تمہارے حضور تم سے جھگڑتے ہیں تو کہیں وہ جو کافر ہیں نہیں یہ مگر پرانی داستانیں۔

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْــــَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ

اور وہ اس سے روکتے اور اس سے بھاگتے ہیں

يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝

اور نہیں ہلاک کرتے مگر اپنی جانیں اور نہیں شعور کرتے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اور اگر دیکھو تم جب وہ کھڑے کئے جائیں آگ پر تو کہیں گے کاش ہم واپس بھیجے جائیں اور نہ جھٹلائیں ہم آئتیں اپنے رب کی اور ہوں ہم مومن۔

بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِن قَبْلُ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝

بلکہ کھل گیا ان پر جو تھے چھپاتے پہلے اور اگر واپس بھیجے جائیں تو یقیناً اسی طرف لوٹیں جس سے منع کیے گئے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔

وَقَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ۝

اور کہتے ہیں نہیں یہ مگر دنیا کی زندگی اور نہیں ہم اٹھنے والے مرکر

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ قَالَ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

اور اگر تم دیکھو جبکہ کھڑے کیے جائیں اپنے رب کے حضور کہے گا کیا نہیں یہ حق کہیں گے بے شک قسم ہے ہمارے رب کی فرمائے گا تو اب چکھو عذاب بہ سبب اس کے کہ تھے تم کفر کرتے۔

حل لغات رکوع ہشتم پ سورۃ انعام

و۔اور	من۔کون	اظلم۔زیادہ ظالم ہے	ممن۔اس سے جو
افتری۔باندھے	علی۔اوپر	اللہ۔اللہ کے	الکذب جھوٹ
او۔یا	کذب جھٹلائے	بآیتہ۔اسکی آیتوں کو	انہ۔بیشک وہ
لا۔نہیں	یفلح۔خلاصی پاتے	الظلمون۔ظالم	و۔اور
یوم۔جس دن	نحشر۔اکٹھا کریگا	ھم۔ان	جمیعا۔سب کو
ثم۔پھر	نقول۔ہم کہیں گے	للذین۔ان سے جو	اشرکوا۔مشرک ہیں
این۔کہاں ہیں	شرکا۔شریک	کم۔تمہارے	الذین۔جنکو
کنتم۔تم	تزعمون۔گمان کرتے تھے	ثم۔پھر	لم۔نہیں

تکن ۔ ہوگا	فتنتہم ۔ ان کا جواب	الا ۔ مگر	ان ۔ یہ کہ
قالوا ۔ کہیں گے	واللہ ۔ اللہ کی قسم	ربنا جو ہمارا رب ہے	ما ۔ نہیں
کنا ۔ تھے ہم	مشرکین شرک کرنے والے	انظر ۔ دیکھو	کیف ۔ کیسے
کذبوا ۔ جھوٹ بولیں گے	علی ۔ اوپر	انفسہم ۔ اپنی جانوں کے	و ۔ اور
ضل ۔ بھول جائیگا	عنہم ۔ ان سے	ما ۔ جو	کانوا ۔ وہ تھے
یفترون جھوٹ بناتے	و ۔ اور	منہم ۔ بعض ان سے	من ۔ وہ ہیں جو
یستمع کان رکھتے ہیں	الیک ۔ آپ کی طرف	و ۔ اور	جعلنا ۔ بنائے ہم نے
علی ۔ اوپر	قلوبہم ۔ انکے دلوں کے	اکنۃ ۔ پردے	ان ۔ یہ کہ
یفقہوہ ۔ سمجھیں	ہ ۔ اسکو	و ۔ اور	فی ۔ بیچ
اذانہم ان کے کانوں کے	وقرا ۔ بوجھ ہے	و ۔ اور	ان ۔ اگر
یروا ۔ دیکھیں	کل ۔ ہر طرح کے	ایۃ ۔ نشان	لا ۔ تو نہ
یومنوا ۔ ایمان لائیں	بہا ۔ ان پر	حتی ۔ یہانتک کہ	اذا ۔ جب
جاءو ۔ آئیں	ک ۔ تمہارے پاس	یجادلونک ۔ تو جھگڑا کریں آپ سے	
یقول ۔ کہتے ہیں	الذین ۔ وہ جو	کفروا ۔ کافر ہیں	ان ۔ نہیں
ھذا ۔ یہ	الا ۔ مگر	اساطیر ۔ کہانیاں ہیں	الاولین ۔ پہلوں کی
و ۔ اور	ھم ۔ وہ	ینہون ۔ روکتے ہیں	عنہ ۔ اس سے
و ۔ اور	ینئون ۔ دور رہتے ہیں	عنہ ۔ اس سے	و ۔ اور
ان ۔ نہیں	یہلکون ۔ ہلاک کرتے	الا ۔ مگر	انفسہم ۔ اپنی جانوں کو
و ۔ اور	ما ۔ نہیں	یشعرون ۔ سمجھتے	و ۔ اور
لو ۔ اگر	تری ۔ تو دیکھے	اذ ۔ جب	وقفوا ۔ کھڑے کیے جائینگے
علی ۔ اوپر	النار ۔ آگ کے	فقالوا ۔ تو کہینگے	یلیتنا ۔ اے کاش
نرد ۔ ہم لوٹائے جائیں	و ۔ اور	لا ۔ نہ	نکذب ۔ جھٹلائیں
بایت ۔ آیتیں	ربنا ۔ اپنے رب کی	و ۔ اور	نکون ۔ ہوں ہم
من المؤمنین ۔ مومنوں سے	بل ۔ بلکہ	بدا ۔ کھل گیا	لہم ۔ ان پر
ما ۔ جو	کانوا ۔ وہ تھے	یخفون ۔ چھپاتے	من قبل ۔ پہلے

و۔ اور	لو۔ اگر	ردوا۔ لوٹائے جائیں	لعادوا۔ تو وہی کریں
لما۔ جس سے	نھوا۔ روکے گئے ہیں	عنہ۔ اس سے	و۔ اور
انہم۔ بیشک	لکٰذبون۔ وہ جھوٹے ہیں	و۔ اور	قالوا۔ بولے
ان۔ نہیں	ھی۔ یہ	الا۔ مگر	حیاتنا۔ ہماری زندگی
الدنیا۔ دنیا کی	و۔ اور	ما۔ نہیں	نحن۔ ہم
بمبعوثین۔ اٹھائے جائیں گے		و۔ اور	لو۔ اگر
تری۔ تو دیکھے	اذ۔ جب	وقفوا۔ کھڑے کیے جائینگے	علی۔ اوپر
ربہم۔ اپنے رب کے	قال۔ کہیگا	أ۔ کیا	لیس۔ نہیں
ھذا۔ یہ	بالحق۔ حق	قالوا۔ کہینگے	بلی۔ بیشک
و۔ قسم ہے	ربنا۔ ہمارے رب کی	قال۔ فرمائے گا	فذوقوا۔ تو چکھو
العذاب۔ عذاب	بما۔ اس کا	کنتم۔ جو تم تھے	تکفرون۔ کفر کرتے

مختصر تفسیر رکوع ہشتم پ۷ سورۃ انعام

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر افترا اور باندھے جھوٹا یا جھٹلائیں اس کی آئتیں بے شک ظالم فلاح نہ پائیں گے۔

اور کون ہے زیادہ ظالم۔ یہ استفہام انکار ہے جو معنی انکار کو متضمن ہے یعنی گویا ارشاد ہے کوئی ایسا نہیں جو اپنی جان پر سب سے زیادہ ظلم کرے اور ظلم کہتے ہیں وضع الشئ فی غیر محلہ (کسی چیز کو اس کی اپنی جگہ کے سوا کسی اور جگہ میں رکھنا) کو اور مخلوق کو معبود بنا لینا اسی بنا پر ظلم ہے جو کہ عبادت خدا تعالےٰ کا حق ہے وہ کسی اور کو دے دینا۔

ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو گھڑے اللہ تعالےٰ پر جھوٹ اور اس کی وہ صفت بیان کرے جو اس کی شان کے لائق نہ ہو یا جھٹلائے اس کی آئتیں یعنی قرآن کریم اور معجزات کو بے شک ایسے کام والا اور شان والا ظالم ہے اور ظالم کبھی فلاح یافتہ نہیں ہو سکتا۔ تو ان ظالموں نے دو باطل دعوے جمع کئے اللہ تعالےٰ پر تو بلا حجۃ اور دلیل کے یہ افترا کیا کہ معاذ اللہ ملائکہ خدا کی بیٹیاں ہیں اور اسے جھٹلایا جو دلائل و حجج سے ثابت ہو چکا یعنی قرآن کریم اور معجزات سید المرسلین کو جادو کہہ ڈالا چنانچہ آگے

وضاحت ہو رہی ہے۔

یہ سوال استفہام انکاری ہے۔ اظلم ظلم سے بنا جس کے معنی اندھیرا ہے۔ شرک و کفر کو بھی ظلم فرمایا مَنْ سے مراد ہر کافر ہے۔ افتراء فرو سے بنا۔ اصطلاح میں کسی پر جھوٹ گھڑنے کو افتراء کہتے ہیں۔ کذب سے مراد خدا کا شریک بنانا۔ آگے توبیخاً ارشاد ہوا۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝

اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں فرمائیں گے مشرکوں سے کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن کا گمان تم کیے ہوئے ہو۔ پھر مشرکوں کی کوئی بات نہ رہے گی مگر یہ کہ کہیں گے قسم بخدا نہیں تھے ہم مشرک۔

يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا نحشر حشر سے بنا اس کے معنی ہیں جمع کرنا جمیعاً فرما کر یہ تبلایا کہ تمام کفار کو جمع کیا جائے گا۔ یعنی لے محبوب انہیں یاد دلاؤ کہ اے لوگو وہ دن یاد کرو جب ہم سارے کفار کو جمع کریں گے یہ دن کفار اور مومنین کو علیحدہ کرنے کا دن ہو گا اسی لیے اس کو یوم الفصل کہتے ہیں۔

ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا۔ یہ صرف بت پرست مشرکین ہیں۔

أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ۔ اَیْنَ۔ کہاں۔ استفہام یعنی پوچھ گچھ کے لیے آتا ہے۔ شرکاءکم سے مراد بت یا پوپ پادری ہیں جنہیں ان کفار نے شریک رب مانا تھا۔ تزعمون۔ زعم سے ہے۔ اس کے معنی گمان جو غلط ہو۔ یہاں جھوٹا گمان غلط خیال مراد ہیں اس آیت سے واضح ہو گیا کہ ان کے خود ساختہ معبود ان کے ساتھ ہوں گے مگر بے بس و مجبور ہوں گے تب یہ ارشاد ہو گا کہ آج تمہارے بتوں کی مدد کہاں ہے۔

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ۔ فتنہ کے لغوی معنی پرکھنا اور آزمائش کرنا ہے۔ حضرت قتادہ نے کہا کہ یہاں فتنہ سے مراد عذر اور بہانہ ہے جب ان کو مالک و خالق کے دربار میں میدان محشر میں لایا جائے گا اور وہ غضب الٰہی کا مشاہدہ کریں گے تو ان کو کوئی جواب نہ بن پڑے گا اس وقت وہ جھوٹ کا سہارا لیں گے اور صاف کہہ دیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے تو شرک کیا ہی نہیں إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا۔ اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر فرمائیں گے انہیں جو شرک کرنے والے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ غیر خدا کو شریک کر رہے ہیں کہ وہ شریک جن کا تمہیں گمان باطل تھا کہاں ہیں تو پھر نہ رہے گا ان کا شرک جو کفر کا فتنہ تھا مگر یہ کہنا پڑ گیا قسم بخدا جو ہمارا رب ہے ہم تو مشرکوں میں

سے نہ تھے یعنی یسے باطل گمان والوں کا انجام جنہوں نے اپنی زندگی میں اس شرک کو لازم کر لیا تھا۔ اور اس پر مقاتلہ کرتے تھے یہ ہوگا کہ صاف انکار کریں گے اور کہیں گے قسم خدا کی جو ہمارا رب ہے ہم تو شرک سے بیزار تھے اسی بنا پر ثم لم تکن فتنتہم فرمایا اس لیے کہ وہ گمان ان کا کذب محض تھا تو بروز قیامت قسم کھا کھا کر ماکنا مشرکین کہیں گے چنانچہ حضور کو مخاطب فرما کر ارشاد ہے۔

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ٥ دیکھو کیسا جھوٹ باندھتے ہیں اپنی جانوں پر اور رائیگاں گئے ان کے افتراء۔

تفسیر نسفی میں ہے اور گم گئیں ان سے جو افتراء پردازی کرتے تھے۔ مجاہد نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ خلائق کو جمع فرمائے گا اور مشرکین وسعت رحمت اور شفاعت مصطفیٰ و وجاہت مومنین کے لیے دیکھیں گے تو آپس میں ایک دوسرے کو کہیں گے آؤ ہم بھی شرک چھپائیں شاید نجات پا جائیں اہل توحید کے ساتھ تو جب اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن کے متعلق تمہیں زعم تھا۔ تو مشرکین کہیں گے خدا کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم تو مشرکین میں سے نہ تھے تو اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا دے گا اور ان کے جسم کے اعضاء ان کے مشرک ہونے کی گواہی دیں گے تو ان کی ساری دروغ بافی غائب ہو جائے گی جس سے وہ افتراء پردازی کرتے تھے الوہیت الٰہی اور شفاعت مصطفائی پر۔

تحقیق لفظ ضل

قرآن مجید میں لفظ ضلّ کئی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے مندرجہ ذیل آیات پر غور فرمائیں۔

ضَلَّ سَعْيُهُمْ۔ یعنی ان کی کوشش ان کو نفع نہ دے گی۔ اور ضلال کا معنی سیدھا راستہ چھوڑ کر ٹیڑھے راستہ پر چل پڑنا اور اس کی لفظ ہدایت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جو ہدایت پائے گا تو وہ اپنی جان کے لیے ہدایت پائے گا اور جو گمراہ ہوا تو اس کی گمراہی اسی پر ہے" (روح المعانی)

اور ضلال کا لفظ راستہ چھوڑ کر ٹیڑھا ہونے پر بولا جاتا ہے خواہ یہ فعل عمداً ہو یا سہواً۔ تھوڑا ہو یا زیادہ اور سیدھا راستہ جو پسندیدہ ہے وہ بڑا مشکل ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیدھے راستے پر چلے چلو اور تم اس کی طاقت نہ رکھو گے۔ مگر جو اللہ چاہے۔

اور بعض حکما نے کہا ہے کہ ایک حیثیت سے درست ہوتے ہیں تو کئی ایک حیثیتوں سے گمراہ ہوتے ہیں کیونکہ استقامت اور صواب پسندیدہ مقام کے قائم مقام ہے اور اس کے علاوہ جتنے بھی پہلو

ہیں وہ سب گمراہی ہیں۔

اور چونکہ ضلال کا لفظ سیدھے راستے کو چھوڑنے پر بولا جاتا ہے خواہ عمداً ہو یا سہواً تھوڑا یا زیادہ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا گیا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۔ یعنی جو نبوت آپ کو عطا کی گئی ہے اس کی آپ کو راہنمائی نہیں تھی۔

اور اولاد یعقوب نے یعقوب علیہ السلام سے کہا اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ۔ بیشک بڑے ہی پرانے مغالطے میں تم پڑے ہو۔

اور انہوں نے یعقوب علیہ السلام کے متعلق یہ بھی کہا اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ یہاں ضلال سے مراد یوسف علیہ السلام پر شفقت اور ان کی طرف شوق مراد ہے۔

اور اسی طرح امرأۃ العزیز کے متعلق عورتوں نے کہا اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ ہم تو اسے صاف غلطی پر دیکھتی ہیں۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا وَاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ۔ یعنی اس وقت وہ قتل مجھ سے بے اختیاری طور پر سہواً ہو گیا تھا۔

اور اللہ تعالےٰ نے عورتوں کی شہادت کے متعلق فرمایا اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا یہ کہ بھول جائے ایک ان دونوں میں سے اور یہ نسیان کے معنی میں ہے۔

اور ایک اور حیثیت سے ضلال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک گمراہی علوم نظریہ اور معرفت الٰہی اور توحید و رسالت کی معرفت میں گمراہی ہے اور یہ کفر ہے اور سخت ترین گمراہی ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ۔ جو اللہ اور فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کا انکار کرے وہ بہت دور کی گمراہی میں چلا گیا۔

اور ایک ضلال (گمراہی) علوم عملیہ کی ہے جیسے احکام شرعیہ کی معرفت جو کہ عبادات ہیں۔

اور ضلال بعید کفر کی طرف اشارہ ہے جیسے کہ اللہ تعالےٰ نے کئی مقامات پر فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ۔ بیشک وہ جنہوں نے کفر کیا اور خدا کی راہ سے روکا وہ دور کی گمراہی میں چلے گئے۔

اور فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ ۔ ای فی عقوبۃ الضلال البعید ۔ یہ لوگ عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔ یعنی گمراہی کے عذاب میں۔

اور فرمایا۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ ۔ تم بہت بڑی گمراہی میں پڑے ہو۔

اور فرمایا قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَاَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيلِ۔ بیشک وہ گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھے راستہ سے بہک گئے۔

اور فرمایا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ۔ کیا جب ہم زمین میں مل جائیں گے یہ موت سے کنایہ ہے

اور فرمایا وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ اور نہ گمراہوں کا رستہ۔ یہاں نصاریٰ مراد ہیں۔

اور فرمایا لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی۔ میرا رب نہ بھولتا ہے نہ غافل ہوتا ہے۔

اور فرمایا۔ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ۔ کیا ان کا مکر باطل نہ کیا۔

اور فرمایا۔ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ۔ یقیناً قصد کیا ایک جماعت نے ان میں سے کہ آپ کو ڈگمگا دیں۔ اور نہیں گمراہ کرتے مگر اپنی جانوں کو یعنی ایسے افعال کا قصد کرتے ہیں جن سے آپ ڈگمگا جائیں۔ (مفردات راغب)

علامہ آلوسی اور راغب اصفہانی کی تحقیق کے مطابق ضَلّ کے مندرجہ ذیل معانی معلوم ہوئے۔ نفع نہ دینا۔ سیدھے راستے سے ہٹ جانا۔ شریعت کے خلاف کرنا۔ منزل مقصود تک نہ پہنچنا پہلے حالات سے بےخبر ہونا۔ بھول جانا۔ علوم نظریہ سے ذہول۔ کفر میں مبتلا ہونا۔ موت و استحالہ بدن باطل اور بےکار اور لغو ہونا۔ حیرت میں پڑنا۔ غائب ہو جانا وغیرہ

تو ضلّ عنہم کے معنی صاحب تفسیر نے غَابَ عَنْهُمْ (ان سے غائب ہو جائے گا) کیے ہیں جس سے واضح ہوا کہ مشرکین کے تمام زعم بارگاہ الٰہی میں غائب اور بےکار ہو جائیں گے آگے ارشاد ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جو سنتے ہیں یعنی کان لگاتے ہیں آپ کی طرف اے محبوب۔ مِنْهُمْ کی ضمیر کفار کی طرف ہے مَنْ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یَسْتَمِعُ۔ استماع سے بنا اس کے معنی کان لگانا ہے۔ اِلَیْکَ۔ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یعنی سنتے ہیں روح المعانی

ان میں سے بعض وہ بھی ہیں جو سنتے ہیں جب قرآن کریم پڑھا جاتا ہے۔

شان نزول:۔ یہ ہے کہ ابوسفیان اور ولید اور نضر بن حرث اور ان کے ہم خیال لوگ کان لگا کر حضور کی تلاوت سننے کے لیے جمع ہوئے تو انہوں نے نضر بن حرث سے کہا کہ محمد کیا کہہ رہے ہیں تو نضر بولا خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ محمد کیا کہہ رہے ہیں مگر ہاں زبان حرکت میں ہے اور وہ پرانی داستان سنا رہے ہیں جو میں تمہیں قرون ماضیہ کی سنایا کرتا ہوں۔ تو ابوسفیان نے کہا کہ میں تو اس میں حقانیت دیکھتا ہوں تو ابوجہل فوراً بگڑ کر بولا ہرگز نہیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِہِمْ اَکِنَّۃً اَنْ یَّفْقَہُوْہُ ۔ اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کردیے ہیں اَنْ یَّفْقَہُوْہُ
تاکہ وہ نہ سمجھ سکیں اور سمجھنے سے کراہت کریں اس آیت میں ان کان لگانے والوں کی دل کی حالت بیان کی گئی
ہے جَعَلَ کا معنی خَلَقَ ہے قُلُوْبِہِمْ میں کان لگانے والے کفار کا ذکر ہے اَکِنَّۃ۔ جمع ہے کنان کی بمعنی پردہ ہے
جو کینہ اور کفر کا پردہ تھا۔ اَنْ یَّفْقَہُوْہُ۔ فقہ سے ہے یعنی جاننا غیب کے علم کا۔
وَفِیْ اٰذَانِہِمْ وَقْرًا ۔ وقر کے معنی بوجھ۔ ثقل اور ان کے کانوں میں وقر یعنی ثقل سماعت ایسا ثقل ہے
جو سننے سے روکے۔

وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِہَا ۔ اور اگر وہ دیکھیں تمام آئتیں تو ایمان نہیں لاتے۔ رویت سے
مراد آنکھ کا دیکھنا ہے یعنی اے محبوب انہیں لاکھ معجزے دکھائیں یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں انہوں نے
اس استعداد کو ہی کھو دیا ہے جو حق قبول کرے۔
حَتّٰی اِذَا جَآءُوْکَ یُجَادِلُوْنَکَ ۔ یہاں تک کہ جب حاضر ہوں آپ کے پاس جھگڑتے ہوئے حتیٰ انتہائے
غایت کے لیے آتا ہے (روح المعانی) اِذَا شرعیہ ہے۔ یُجَادِلُوْنَ۔ جدال سے بنا اس کے معنی سخت جھگڑا ہے
جو ہٹ دھرمی تک ہو۔

یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ ہٰذَا اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۔ تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ نہیں یہ
قرآن مگر جھوٹے قصے پہلوں کے۔ اساطیر جمع ہے اسطورہ کی جس کے معنی لکھنا ہے۔ اصطلاح میں اسطورہ وہ
جھوٹ ہے جو گھڑ کر لکھ لیا جائے۔ اوّلین۔ اگلی قومیں ہیں کفار قرآن کریم کے متعلق کہتے تھے کہ یہ کلام الٰہی نہیں
بلکہ معاذ اللہ اگلوں کے جھوٹے گھڑے ہوئے قصے ہیں۔
وَہُمْ یَنْہَوْنَ عَنْہُ وَیَنْئَوْنَ عَنْہُ ۔ اور وہ روکتے ہیں اس سے اور دور بھاگتے ہیں اس سے۔
وَاِنْ یُّہْلِکُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَہُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۔ اور نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے نفسوں کو اور وہ اتنا بھی نہیں
سمجھتے کہ اپنا نقصان کر رہے ہیں۔
یَنْہَوْنَ۔ نہی سے بنا اس کے معنی روکنا۔ منع کرنا۔ یَنْئَوْنَ۔ نَئْیٌ سے بنا اس کے معنی دور رہنا۔ یہلکون ہلاکت
سے بنا اس کے معنی بربادی ہے۔ اَنْفُس۔ جمع نفس کی ہے اس کے معنی جان ہیں۔ یَشْعُرُوْنَ۔ شعور سے بنا اس کے
معنی ہیں ظاہری و باطنی حواس سے جاننا۔
وہ روکتے ہیں یعنی مشرکین منع کرتے ہیں لوگوں کو قرآن کریم سے یا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے
پیروؤں کو اس پر ایمان لانے سے اور خود اس سے بھاگتے ہیں اور دور رہتے ہیں تاکہ خود بھی گمراہ ہوں اور دوسروں
کو گمراہ کریں اور اس رویہ سے وہ ہلاک نہیں کرتے مگر اپنی جانیں یعنی اپنا ہی [illegible] ان کے سوا کسی کو نقصان نہیں پہنچا

سکتا اگرچہ ان کا یہ گمان ہو کہ اس سے حضور کو نقصان پہنچا دیں گے اور نہیں ان کی تجویز یں کہ جو اللہ کی حمایت و صیانت میں ہو اسے کیسے نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ۔ اے محبوب اگر آپ ان کفار کا وہ حال دیکھیں جب انہیں دوزخ کی آگ میں کھڑا کیا جائے گا۔

لَوْ شرطیہ ہے۔ تَرٰۤى میں خطاب حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ عَلَى النَّارِ میں عَلٰى بمعنی فی ہے (خازن) کفار کو جب جہنم کے کنارے کھڑا کیا جاوے گا اور اس کے دھکتے ہوئے انگاروں اور شعلوں پر جب ان کی نظر پڑے گی تو نہایت حسرت سے وہ یہ آرزو کریں گے۔

فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ تو کہیں گے اے کاش کسی طرح ہم لوٹائے جائیں تو پھر نہ جھٹلائیں گے اپنے رب کی نشانیوں کو اور ہم ہو جائیں گے ایماندار وں سے فَقَالُوْا۔ ف جزائیہ آئی۔ قَالُوْا سے زبانی قول مراد ہے یعنی وہ کفار آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے یَا لَیْتَ میں جو یا آیا ہے وہ ندا اور پکارنے کے لیے ہوتا ہے یعنی اے قوم کاش ایسا ہوتا۔ رَدّ سے مراد پھر دنیا کی طرف واپس کیا جانا اور اچھے اعمال و عقائد کا موقع مل جانا کیونکہ عمل کی جگہ دنیا ہے۔

وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا۔ آیات رب سے مراد یا تو قرآن کریم کی آیتیں ہیں یا معجزات رسول ہیں یعنی وہ آرزو کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں لوٹا دیے جائیں اور وہاں جا کر اب آیات الٰہی کو نہ جھٹلائیں تفسیر کبیر۔

تفسیر نسفی میں ہے اور اگر تم دیکھو جب وہ کھڑے کیے جائیں گے آگ پر۔ یعنی اگر آپ دیکھیں تو یقیناً بڑا زبردست واقعہ دیکھیں گے۔ یہاں تک آپ ان کا معائنہ فرمائیں گے کہ یا تو وہ آگ کے اوپر پل صراط پر روکے گئے ہوں تو کہیں گے کاش ہم واپس پھر جائیں یعنی ہمیں دنیا میں بھیجا جائے یہ آرزو کریں گے اور کہیں گے پھر ایمان لائیں گے اور اپنے رب کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں گے اور مسلمان ہو جائیں گے۔

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ۔ بلکہ ظاہر ہو گیا ان پر جسے چھپایا کرتے تھے پہلے۔ کفار کا رد کیا جا رہا ہے۔ بَلْ ایک چیز کی نفی اور دوسری چیز کے ثبوت کے لیے آتا ہے۔ ان کفار کا دنیا میں جانے کی تمنا کرنا ایمان کے قبول کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس عذاب سے بچنے کے لیے ہے جس کو وہ دیکھ رہے تھے۔ ایمان وہی قابل قبول ہے جو خلوص نیت کے ساتھ رضائے الٰہی کے لیے ہو (تفسیر کبیر) اور یہ وعدہ بے کار کر رہے ہوں گے بلکہ ان پر کھل گیا جو چھپاتے تھے لوگوں سے پہلی زندگی دنیا میں اپنے ذلیل و قبیح خیالات۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ کیفیت منافقوں کی ہوگی اور اس وقت ان کا نفاق کھل گیا ہوگا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حال اہل کتاب کا ہوگا یعنی یہود و نصاریٰ کا جو حضور کی نعت و صفت توریت و انجیل میں بھی اسے چھپاتے تھے۔ آگے ارشاد ہے جس میں ان کی جبلت کا اظہار ہے

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کیے گئے تھے اور بیشک وہ جھوٹے ہیں۔

ولو ردوا الی الدنیا بعد وقوفہم علی النار لعادوا لما نہوا عنہ من الکفر وانہم لکذبون۔ فیما وعدوا من انفسہم لا یوفون بہ۔ یعنی اگر وہ واپس بھیجے جائیں دنیا میں بعد اس کے کہ جہنم میں ڈال دیے جائیں تو یقیناً پھر وہی کریں جس سے منع کیے گئے یعنی کفر۔ اور وہ اپنے اس وعدے میں جو اپنی جانوں سے کریں گے کبھی وہ وعدہ پورا نہ کریں گے۔

اب ان کے اس عقیدے کاسدہ باطلہ کا حال ظاہر کیا جاتا ہے جس کے ساتھ وہ انبیاء کی تعلیم کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَقَالُوْۤا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ۝ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۝

اور کہا انھوں نے نہیں ہے وہ مگر ہماری زندگی دنیاوی اور نہیں ہیں ہم اٹھائے جانے والے قبروں سے اور اگر دیکھیں آپ جبکہ ٹھہرائے جائیں گے وہ اپنے رب کے حضور میں اور فرمائے گا کیا یہ قبروں سے اٹھنا حق نہیں کہیں گے بے شک حق ہے ہمارے رب کی قسم اللہ فرمائے گا تو اب چکھو عذاب اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

کفار کا عقیدہ تھا کہ یہی دنیوی زندگی ہے اس کے بعد اور کوئی زندگی نہیں ان کی بدعقیدگی کا یہ عالم تھا کہ ان کا قیامت۔ جزا سزا۔ جنت۔ دوزخ پر ایمان نہ تھا اس لیے وہ دنیا میں منہمک ہو کر اپنی گمراہیوں میں مصروف تھے۔ باوجود دلائل قاطعہ کے وہ حقیقت سے انکار کرتے رہے :

ارشاد ہوتا ہے کہ اے محبوب وہ منظر کس قدر ہولناک ہوگا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جائیں گے اور جناب باری تعالیٰ اسمہٗ ان سے ارشاد فرمائے گا کہ اب بتاؤ کہ میرے رسولوں نے جو خبریں تم کو دی تھیں وہ حق ہیں یا نہیں ؟ اس وقت وہ کہیں گے کہ رسولوں کے ارشادات اور بشارتیں سچ تھیں لیکن اس وقت ان کا تسلیم کرنا کچھ مفید نہ ہوگا اور اس وقت ان کا کوئی عذر بھی قبول نہ ہوگا اور وہ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔

تفسیر نسفی میں ہے۔ اور کہتے ہیں نہیں یہ مگر صرف دنیا کی زندگی۔ یعنی قیامت کے دن کا معائنہ کرنے سے پہلے ان کا یہ عقیدہ باطلہ فاسدہ کاسدہ تھا کہ ہمیں مرنے کے بعد اٹھنا نہیں۔ یعنی وہ عقیدہ بعث و نشر نہیں مانتے تھے۔

اور جب تم دیکھو جبکہ وہ اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جائیں۔ یہ کھڑا ہونا ایسا ہے جیسے قصوروار کا اپنے سردار کے سامنے پیش ہوتا کہ اسے سزا دی جائے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب بتاؤ کیا یہ بعث حق نہیں۔ تو وہ مشرک جاحد عرض کریں گے کیوں نہیں ہمیں اپنے رب کی قسم گویا اقرار بھی کریں گے اور قسم کے ساتھ اس کو مؤکد بھی کریں گے تو جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ اب تم عذاب چکھو اپنے کفر کے بدلے میں۔

تحقیق لفظ عذاب (از مفردات راغب)

ھذا عذب قرات۔ ماء عذب طیب بارد۔ تو عذب بمعنی طیب و بارد آیا

والعذاب ھو الایجاع الشدید۔ سخت بھوک میں مبتلا ہونا۔

وقد عذب تعذیبا اکثر حبسہ فی العذاب۔ زیادہ بند رکھنے کے معنی

نظائر قرآن

لاعذبنہ عذابا شدیدا۔ وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون ہ

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ وما نحن بمعذبین۔

ولھم عذاب واصب۔ ولھم عذاب الیم۔

وان عذابی ھو العذاب الالیم۔

عذب الرجل اذا ترک الماکل والنوم۔ بھوکا رکھنے اور سونے نہ دینے کو عذاب کہتے ہیں یعنی اس نے کھانا اور سونا چھوڑ دیا۔

اصلہ من العذب فعذبتہ ازلت عذب حیاتہ علی بناء المرض۔ کسی مرض کی وجہ سے ذائقہ حیات جاتا رہنا۔

اصل التعذیب اکثار الضرب باذبۃ السوط والمسان۔ کوڑوں سے مارنا زبان سے سب وشتم کرنا۔

مناء عذب اذا كان فيه قذى وكدر كقولك كدرت عيشه جهات
انسان کا مکدر کر دینا

بامحاورہ ترجمہ رکوع نہم پ سورۃ انعام

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝

بے شک نقصان میں رہے وہ جنہوں نے جھٹلایا اپنے رب کا ملنا یہاں تک کہ جب آئے ان پر قیامت اچانک کہیں گے اے ولے حسرت ہمیں اس پر کہ ہم نے تقصیر کی ماننے میں اور وہ اٹھائے ہوں گے اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر کتنا برا ہے وہ بوجھ جو اٹھائیں گے۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

اور نہیں زندگی دنیا کی مگر لعب اور لہو اور بیشک پچھلا گھر بہتر ہے ان کے لیے جو ڈرتے ہیں تو کیا تم کو عقل نہیں۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝

بے شک ہم جانتے ہیں کہ تمہیں رنجیدہ کرتی ہے وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں تو وہ تمہیں نہیں جھٹلا رہے لیکن یہ ظالم اللہ کی آئتیں جھٹلا کر منکر ہو رہے ہیں۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝

اور یقیناً تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے صبر کیا جھٹلانے پر اور ایذائیں پانے پر یہاں تک کہ آئی ہماری مدد اور نہیں بدلنے والا کوئی اللہ کی باتیں اور بے شک آئی آپ کے پاس خبر رسولوں کی۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ

اور اگر ان کا منہ پھیرنا آپ پر شاق گذرا ہے تو اگر تم کر سکو کہ ڈھونڈ لو کوئی سرنگ زمین میں یا سیڑھی آسمان

فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ
عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝
اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ وَالْمَوْتٰى
يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝
وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ
قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً
وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ
يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا
فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ
يُحْشَرُوْنَ ۝
وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ
فِى الظُّلُمٰتِ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ
يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝
قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ
اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝
بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا
تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ
مَا تُشْرِكُوْنَ ۝

ہیں تو ان کے لیے لاؤ نشانی اور اگر چاہتا اللہ تو انہیں جمع کر دیتا ہدایت پر تو نہ ہو جاہلوں سے

مانتے تو وہی ہیں جو سنتے ہیں اور مردہ دل اللہ اٹھائے گا ان کو پھر اس کی طرف لوٹیں گے۔

اور بولے کیوں نہ اتری ان پر کوئی نشانی ان کے رب سے فرما دیجئے بیشک اللہ قادر ہے اس پر کہ نازل کرے نشانی لیکن اکثر ان کے جاہل ہیں۔

اور نہیں کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں سے اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں ہیں ہم نے اٹھا نہ رکھا کچھ کتاب میں پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

اور وہ جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتیں بہرے گونگے ہیں اندھیریوں میں جسے چاہے اللہ گمراہ کرے اور جسے چاہے کر دے اسے سیدھے راستے پر۔

فرما دیجئے بھلا بتلاؤ تو اگر آجائے تم پر عذاب اللہ کا یا آجائے تم پر قیامت کیا غیر خدا کو پکارو گے اگر سچے ہو۔

بلکہ اسی کو پکارو گے تو کھولے گا وہ جسے پکارو گے اگر چاہے اور بھول جاؤ گے اسے جسے شریک بنا رہے ہو

حل لغات رکوع نہم پ ۷ سورۃ انعام

قد۔ بیشک	خسر۔ خسارہ میں پڑے	الذین۔ وہ جو	کذبوا۔ جھٹلاتے ہیں
بلقاء۔ ملنا	اللہ۔ اللہ سے	حتی۔ یہاں تک کہ	اذا۔ جب

جاءتہم آئی انہیں	الساعۃ۔ قیامت	بغتۃ۔ اچانک	قالوا۔ کہینگے
یحسرتنا۔ اے حسرت ہمیں	علی۔ اوپر	ما۔ اس کے جو	فرطنا۔ کوتاہی کی ہم نے
فیہا۔ اس میں	و۔ اور	ھم۔ وہ	یحملون۔ اٹھائے ہونگے
اوزارھم۔ اپنے بوجھ	علی۔ اوپر	ظھور۔ پیٹھوں	ھم۔ اپنی کے
الا۔ خبردار	ساء۔ برا ہے	ما۔ جو	یزرون۔ بوجھ اٹھائینگے
و۔ اور	ما۔ نہیں	الحیوۃ۔ زندگی	الدنیا۔ دنیا کی
الا۔ مگر	لعب۔ کھیل	و۔ اور	لھو۔ تماشہ
و۔ اور	للدار۔ یقیناً گھر	الاخرۃ۔ آخرت کا	خیر۔ بہتر ہے
للذین۔ ان کے لیے جو	یتقون۔ ڈرتے ہیں	افلا۔ کیا نہیں	تعقلون۔ عقل کرتے
قد۔ بیشک	نعلم۔ ہم جانتے ہیں	انہ۔ کہ بیشک	لیحزنک۔ غمگین کرتی ہے تجھے
الذی۔ وہ بات جو	یقولون۔ کہتے ہیں	فانھم۔ تو بیشک وہ	لا۔ نہیں
یکذبونک۔ جھٹلاتے آپ کو		و۔ اور	لکن۔ لیکن
الظلمین۔ ظالم	بایت۔ آیات	اللہ۔ الٰہی کا	یجحدون۔ انکار کرتے ہیں
و۔ اور	لقد۔ بیشک	کذبت۔ جھٹلائے گئے	رسل۔ کئی رسول
من قبلک۔ آپ سے پہلے	فصبروا۔ تو صبر کیا انہوں نے	علی۔ اوپر	ما۔ اس کے جو
کذبوا۔ جھٹلائے گئے	و۔ اور	اوذوا۔ تکلیف دیے گئے	حتی۔ یہانتک کہ
اتہم۔ آئی انکے پاس	نصر۔ مدد	نا۔ ہماری	و۔ اور
لا۔ نہیں	مبدل۔ کوئی بدلنے والا	لکلمت۔ باتیں	اللہ۔ اللہ کی
و۔ اور	لقد۔ بیشک	جاء۔ آئی	ک۔ آپ کے پاس
من۔ کچھ	نبأ۔ خبریں	المرسلین۔ پیغمبروں کی	و۔ اور
ان۔ اگر	کبر۔ گراں ہے	علیک۔ آپ پر	اعراضھم۔ ان کا منہ پھیرنا
فان۔ تو اگر	استطعت۔ تو طاقت رکھے	ان۔ یہ کہ	تبتغی۔ ڈھونڈلے
نفقا۔ کوئی سرنگ	فی۔ بیچ	الارض۔ زمین کے	او۔ یا
سلما۔ سیڑھی	فی۔ بیچ	السماء۔ آسمان کے	فتاتیھم۔ تو لادے انکو
بایۃ۔ کوئی نشانی	و۔ اور	لو۔ اگر	شاء۔ چاہتا

الله - الله لجمعهم - تو جمع کرتا انکو علی - اوپر الهدی - ہدایت کے
فلا - تو نہ تکونن - ہو تو من الجاهلین - جاہلوں کے ساتھ
انما - اسکے سوا نہیں یستجیب - قبول کرتے ہیں الذین - وہ جو یسمعون - سنتے ہیں
و - اور الموتی - مردے یبعثهم - اٹھائے گا انکو الله - الله
ثم - پھر الیه - اسکی طرف یرجعون - پھیرے جائینگے و - اور
قالوا - بولے لولا - کیوں نہیں انزل - اتاری گئی علیه - اس پر
ایة - کوئی نشانی من ربه - اسکے رب سے قل - کہہ ان - بیشک
الله - الله قادر - قادر ہے علی - اوپر ان - اس کے کہ
ینزل - اتارے ایة - نشانی و - اور لکن - لیکن
اکثر - اکثر هم - ان کے لا - نہیں یعلمون - جانتے
و - اور ما - نہیں من - کوئی دابة - جانور
فی - بیچ الارض - زمین کے و - اور لا - نہ
طئر - کوئی پرندہ یطیر - جو اڑتا ہے بجناحیه - اپنے پروں سے الا - مگر
امم - امتیں ہیں امثالکم - مثل تمہاری ما - نہیں فرطنا - چھوڑی ہم نے
فی - بیچ الکتب - کتاب کے من - کوئی شیء - چیز
ثم - پھر الی - طرف ربهم - اپنے رب کی یحشرون - اکٹھے کیے جائینگے
و - اور الذین - وہ جنہوں نے کذبوا - جھٹلایا بایتنا - ہماری آیتوں کو
صم - بہرے ہیں و - اور بکم - گونگے ہیں فی - بیچ
الظلمت - اندھیروں کے من - جسے یشا - چاہے الله - الله
یضلله - گمراہ کرے اسکو و - اور من - جسے یشا - چاہے
یجعله - کرے اسے علی - اوپر صراط - رستے مستقیم - سیدھے کے
قل - کہہ ارءیتکم - بھلا بتلاؤ ان - اگر اتا - آئے
کم - تمہارے پاس عذاب - عذاب الله - اللہ کا او - یا
اتتکم - آئے تمہارے پاس الساعة - قیامت أ - کیا غیر - سوائے
الله - اللہ کے تدعون - پکارو گے تم ان - اگر کنتم - ہو تم

صدقین۔ سچے — بل۔ بلکہ — ایا۔ خاص — ہ۔ اسی کو
تدعون۔ پکاروگے تم — فیکشف۔ تو کھولے گا — ما۔ وہ کہ — تدعون۔ پکاروگے
الیہ۔ طرف اسکی — ان۔ اگر — شاء۔ چاہے — و۔ اور
تنسون۔ بھول جاؤگے — ما۔ جو — تشرکون۔ شریک ٹھہراتے ہو تم

مختصر تفسیر رکوع نہم پ ۷ سورۃ الانعام

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا وَ هُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ○ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

بے شک نقصان میں رہے وہ جنہوں نے جھٹلایا اپنے رب سے ملنے کو یہاں تک کہ جب ان پر آجائے قیامت اچانک تو کہیں ہائے افسوس ہمارا اس پر کہ اس کے ماننے میں ہم نے قصور کیا اور وہ اٹھائے ہوئے ہیں بوجھ اپنی پشت پر خبردار بہت برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں اور نہیں زندگی دنیا کی مگر کھیل اور کود اور یقیناً پچھلا گھر بھلا ہے ان کے لیے جو ڈرتے ہیں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

تعریف لفظ خسر از مفردات راغب

خُسر اور خُسران راس المال میں کمی آنے کو کہتے ہیں اور یہ سے انسان کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے جبکہ اس کے کسی فعل میں آجائے یا تجارت میں نقصان آجائے۔ اور اس میں اصل پونجی بھی برباد ہو جائے کافر کفر کر کے اخروی زندگی بھی برباد کر لیتا ہے۔

خسر فلان وخسرت تجارتہ بھی بولتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے تلك اذا کرۃ خاسرۃ۔ پھر مقتضیات خارجیہ مثل مال یا زمین وغیرہ کے نقصان پر بھی اس کا استعمال ہوتا ہے اور مقتضیات نفسیہ پر بھی اسے استعمال کرتے ہیں مثل نقص صحت نقص سلامتی۔ نقص عقل نقص ایمان نقص ثواب چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ خسران المبین۔ وقال الذین خسروا انفسھم واھلیھم یوم القیامۃ ذلك ھو الخسران المبین اور ومن یکفر بعد ذلك فاولئك ھم الخاسرون۔ الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض

اولئك هم الخاسرون - فطوعت له نفسه قتل اخيه فقتله فاصبح من الخسرين ـ اور قرآن کریم میں جتنے خسران مذکور ہیں وہ مقتضیات دنیویہ اور تجارات بشریہ سے متعلق نہیں ہیں بلکہ خسران اخروی کے لیے آئے ہیں۔

تفسیر نسفی میں ہے قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰہِ - بے شک نقصان میں رہے وہ جنہوں نے جھٹلایا اللہ سے ملنے کی خبر کو آخرت میں ایسا شخص جو یہ سمجھے کہ قیامت کا دن آئے گا ہی نہیں اور ساری عمر عیش و عشرت میں ہی گذار دے آخرت میں پہنچ کر اس لیے کہ وہ منکر بعثت ہیں اور منکر رویت الٰہی۔ یہانتک یہ کذّبوا کی غایت ہے نہ کہ خسران کی اس لیے کہ انکا خسران تو ایسا ہے کہ اس کی غایت نہیں۔

حَتّٰی اِذَا جَآءَتْہُمُ السَّاعَۃُ بَغْتَۃً - یہاں تک کہ جب آئے ان پر قیامت اچانک حتی ان کے خسارہ کی انتہا بتانے کے لیے ہے ساعت سے مراد قیامت ہے۔ جب ان پر قیامت آئے گی یعنی آخرت تاخیر عذاب کے ہے جس کے بعد عذاب ابدی ہے۔

بغتۃً۔ مصدر ہے۔ بغت بغتۃً کے لغوی معنی کسی چیز کا اچانک آجانا جہاں سے آنے کا گمان نہ ہو۔ بغتۃً یعنی فجاءۃً یعنی اچانک بغتۃ کہتے ہیں کسی چیز کا کسی پر وارد ہونا بغیر علم اور بغیر یقین وقت کے۔

قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْہَا - بولے ہائے افسوس اس کوتاہی پر جو ہم سے ہوئی۔ یہ ندا تفجیع ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ہائے حسرت اس ندامت و حسرت کو حسرت کہتے ہیں یعنی اور تو نہ کوئی مددگار ہے لے شرمندگی تو ہی آجا کہ اے حسرت یہ تیرا وقت ہے تیرے سوا ہمارا کوئی مددگار نہیں۔

عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْہَا وَ ھُمْ یَحْمِلُوْنَ - کوتاہی پر کوتاہی جو ہم سے ہوئی یعنے دنیا کی زندگی میں ایمان لانے میں۔

فَرَّطْنَا - تفریط سے ہے جس کا مادہ فرط ہے اس کے معنی ارادۃً آگے بڑھنا یعنی کوتاہی کرنا یعنی دنیا میں بڑی کوتاہی کی اخروی درجات حاصل کرنے میں کوتاہی کی۔

وَ ھُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَھُمْ عَلٰی ظُھُوْرِھِمْ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ - اور وہ اٹھائے ہوئے ہیں اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر ارے کتنا برا بوجھ ہے جسے وہ اٹھائے ہوئے ہیں۔

گناہوں کا بوجھ اس کی پیٹھ پر لاد دیا جائے گا۔ حمل کے معنی اٹھانا لادنا ہے - اوزار جمع ہے وزر کی اس کے معنی ہیں بوجھ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ یہاں عَلٰی ظُھُوْرِھِمْ اس لیے کہا گیا کہ حمل اثقال پشت پر ہی ہوتا ہے اور کسب ہاتھوں سے یعنے کفار پر اس وقت کہیں گے جب وہ اپنے گناہوں کے بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادے ہوئے ہوں گے احساس

ندامت ان پر مسلط ہوگا اور اس کی ندامت سے یہ حالت ہوگی جیسے کوئی بھاری بوجھ ان پر لاد دیا گیا ہو اس سے وہ دبے چلے جائیں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ کافر جب اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کے سامنے ایک قبیح صورت آئے گی جس میں خبیث بدبو ہو اور کہے میں اعمال بد کا مجسمہ ہوں جس پر تو دنیا میں سوار رہا تھا اور آج وہ دن ہے کہ میں تجھ پر سواری کروں گا۔ خبردار وہ برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ روح المعانی

ابن جریر اور ابن ابی حاتم شدت سے اس حدیث کو طویل صورت میں نقل کر رہے ہیں۔

اور دوسری حدیث عمرو بن قیس نے نقل کی ہے۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ہ

اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر کھیل اور تماشہ اور بے شک آخرت کا گھر بہتر ہے انکے لیے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود یہ جواب کفار کے اس خیال فاسدہ کا ہے جو انہوں نے کہا تھا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا۔ اور لعب محاورہ میں ترک ماینفع بمالاینفع کو کہتے ہیں اور لہو کہتے ہیں میل عن الجد الی الہزل کو (یعنی حقیقت کو چھوڑ کر مذاق کی طرف مائل ہونا)

اور لہو و لعب کی تعریف میں تفصیل سے اس جگہ نقل کی ہے جو ہماری نقل کردہ تعریف کی مؤید ہے

اور ایک حدیث قتادہ وغیرہ سے ہے کہ

اخنس بن شریق اور ابوجہل کی ملاقات ہوئی اخنس نے ابوجہل سے کہا اے ابو الحکم مجھے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بتاؤ کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا۔ میرے علاوہ یہاں دوسرا کوئی آدمی نہیں جو تمہاری بات سن لے تو ابوجہل نے کہا اللہ کی قسم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سچا ہے اور اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ لیکن جب قصی کی اولاد کے پاس جھنڈا۔ اور حاجیوں کو پانی پلانے کا عہدہ۔ اور غلاف کعبہ اور دار الندوہ (اسمبلی ہال) کی سرداری پہلے ہی سے ہے اور اب نبوت بھی ہم انہیں کی مان لیں تو دوسرے قریش کے لیے کیا چیز باقی رہ گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسری حدیث میں ہے جسے واحدی نے مقاتل سے نقل کیا کہ حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف بن قصی بن کلاب مجالس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کیا کرتا لیکن جب اپنے گھر والوں میں ہوتا تو کہتا محمد جھوٹا نہیں ہے میں اسے سچا سمجھتا ہوں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ [illegible] کہ متوالی کہ دنیا لعب اور لہو ہے۔

ایک قول میں ہے کہ حیات دنیا کے لیے جو عمل ہوں وہ لہو ولعب ہیں اس لیے کہ ان کے عقب میں منفعت نہیں۔

اعمال آخرت میں منافع عظیمہ ہیں وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ اور بے شک دار آخرت بھلا ہے ان کے لیے جو ڈرتے ہیں۔ خیر للذین یتقون۔ اس آیت سے مستفاد ہوتا ہے کہ ماسوائے اعمال متقین سب لعب ولہو ہے۔ افلا تعقلون۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ تعقلون ت سے قراءت حفص میں ہے

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۔ اے محبوب ہم جانتے ہیں کہ رنجیدہ کرتی ہے آپ کو وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں تو وہ نہیں جھٹلاتے آپ کو بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ کی تکذیب ہی ایک ایسی چیز ہے جو اللہ کی طرف راجع ہوتی ہے اس لیے کہ آپ اللہ تعالے کے رسول مصدق ہیں معجزات سے تو وہ آپ کو جھٹلا نہیں سکتے لیکن وہ تکذیب اللہ کی کرتے ہیں۔

ابوجہل نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا تھا ما نکذبک یا محمد وانک عندنا المصدق، اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو تو نہیں جھٹلاتے اس لیے کہ آپ تو ہم میں مصدق ہیں ہم اگر جھٹلاتے ہیں تو اسے جو آپ پر نازل ہوا۔ روح المعانی۔

ایک روایت ہے کہ ابوجہل کا ایک ساتھی اخنس بن قیس ایک دفعہ ابوجہل کو علیحدگی میں لے گیا اور ابوجہل سے کہنے لگا کہ سچ بتا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوے سچا ہے تو سچ کہہ دے میں کسی کو نہ بتاؤں گا تو ابوجہل نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوے بالکل سچ ہے ان کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں نکلا لیکن میں ان کو اس لیے تسلیم نہیں کرتا کہ ان کے خاندان میں یعنی قصی بن کلاب میں پہلے بہت سی عظمتیں موجود ہیں اگر نبوت بھی ان میں تسلیم کرلی جائے تو دوسرے قریشیوں کے پاس کیا بچے گا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ روح المعانی۔ خازن

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ۔ بے شک آپ سے پہلے بھی جھٹلائے گئے رسول۔

اس میں حضور کو تسلی دی گئی اور یہ دلیل ہے اس پر جو فرمایا فانہم لا یکذبونک۔ مگر یہ نفی تکذیب بالکل بلکہ یہ ایسا فرمانا ہے جیسے کوئی کہے جبکہ بعض لوگ اس کی اہانت کریں کہ انہوں نے تیری توہین نہیں کی بلکہ انہوں نے میری توہین کی ہے تو انہوں نے صبر کیا۔ صبر عربی محاورہ میں حبس نفس علی المکروہ کو کہتے ہیں تو فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا۔ تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلانے اور ایذائیں پانے پر حتّٰی اَتٰهُمْ

نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۔ یعنی اس حکم کو کوئی پلٹ نہیں سکتا ۔ رسولوں کی نصرت اور ان کی تکذیب کرنے والوں کا ہلاک اس لئے جس وقت مقدر فرمایا ضرور ہوگا ۔

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ۔ اور آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آ ہی چکی ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ انہیں کفار سے کیسی ایذائیں پہنچیں لہذا آپ اپنا قلب مبارک مطمئن رکھیں

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ ۔ اور اگر گراں ہے آپ پر ان کا حق سے روگردانی کرنا ۔

اِنْ ۔ شرطیہ کانَ پر لایا گیا نہ کہ کَبُرَ پر کیونکہ اِن ماضی کو مستقبل بنا دیتا ہے کانَ کا اسم یعنی ضمیر شان پوشیدہ ہے اور کَبُرَ اس کی خبر ہے اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر آپ کو انکا منہ پھیرنا شاق گذرا ہے ۔

کیونکہ حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف حضور کی خدمت میں قریش کا ایک محضر نامہ لے کر آیا اور بولا حضور ہمیں کوئی خاص نشان اللہ کی طرف سے پیش کر دیجئے جس طرح انبیائے سابقین پیش کرتے تھے تو ہم آپ کی تصدیق کرلیں گے ۔ یہ مطالبہ ان کا محض جاحدانہ تھا اس لیے کہ معجزات باہرہ اور دلائل قاہرہ وہ دیکھ چکے تھے ۔ نطق حجر ۔ سلک شجر ۔ شق القمر اور کیا کیا مگر وہ بیدینی پر قائم رہتے ہوئے وہ مطالبات کر رہے تھے جو دیکھ چکے تھے ۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کے اسلام لانے کی خواہش میں حریص تھے تو اللہ تعالے نے اپنی شان بے نیازی کا اظہار فرماتے ہوئے اپنے حبیب کو جواب دیا کہ ان کی اس شرط کا اسلام لغو ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انہیں ہم نے اسلام کے لیے پیدا ہی نہیں کیا لہذا ان کے اسلام کی امید نہ فرمائیں

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ ۔ تو اگر آپ سے ہو سکے تو تلاش کرلو کوئی سرنگ زمین میں ۔ فَ جزائیہ ہے بعد کا جملہ شرطیہ ہے ۔ استطعت ۔ طوع سے بنا ۔ اس کے معنی طاقت قدرت ۔ نفق ۔ زمین میں تہ خانہ کو کہتے ہیں جس کے دو منہ ہوں ایک داخل ہونے کا دوسرا باہر نکلنے کا گوہ کے سوراخ کو بھی نافقاء کہتے ہیں ۔

اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ ۔ یا کوئی سیڑھی آسمان میں ۔ سلم ۔ سلامت سے بنا اس کے معنی چڑھنا ہے یعنی ایسی سیڑھی جو آسمان میں پہنچا دے ۔

فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۔ تو اس پر چڑھ جاؤ پھر لے آؤ انکے پاس معجزے تو بھی وہ ایمان نہ لائیں گے ۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى ۔ اور اگر چاہتا اللہ تعالے تو جمع کر دیتا ان کو ہدایت پر یہاں شاءَ یعنی ارادہ ہے ۔

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۔ تو آپ نہ ہو جائیں ان سے جو حقائق کا علم نہیں رکھتے ۔ بعض علماء

کا خیال ہے کہ اس آیت میں خطاب امت کے ہر فرد کو ہے جو اس آیت کی تلاوت کرے۔ بعض کے نزدیک اجتناب اور پرہیز کے لیے تاکیداً یہ اسلوب اختیار کیا گیا۔

اور اگر آپ کر سکتے ہیں تو کوئی سرنگ تلاش کر لیجئے یا آسمان کی طرف کوئی سیڑھی بنا لیجئے اس تمام جواب سے حضور کو ان کے اسلام کی امید سے منقطع کرنا تھا۔

چنانچہ حبیب اللہ تعالے کی طرف سے بے نیازانہ جواب مل گیا تو انہیں تو بہانہ بنا کر منحرف ہونا ہی تھا اور وہ علی الفور منحرف ہو کر واپس ہو گئے تو قلب اقدس پر یہ گراں گذرا تو ارشاد ہوا۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ۔ الخ نفق کا معنی ہے سرنگ جس میں سے دوسری طرف نکلنے کی جگہ ہو۔ قاموس میں ہے کہ اصلی معنی اس کا گوہ کا بل ہے جو دونوں طرف منہ رکھتی ہے اور اس کے دونوں راستوں کو نافقان کہتے ہیں۔

سُلَّم۔ یعنی سیڑھی۔ اس کا یہ نام بطور تفاول ہے کہ تم سلامتی سے اس پر چڑھ جاؤ۔ زجاج نے کہا سیڑھی کو اس لیے سلم کہتے ہیں کہ یہ سلامتی سے اوپر لے جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ نفقاً سے مراد زمین میں سرنگ ہے اور سلم سے مراد مرقاۃ (سیڑھی) ہے۔ صاحب نسفی آیات متلوہ پر فرماتے ہیں

اور اگر گراں گذرا آپ پر ان کا اعراض اسلام لانے سے تو اگر آپ کر سکتے ہیں تو کوئی سرنگ ڈھونڈ لیجئے جو زمین کے نیچے سے ہو یا سیڑھی آسمان کی طرف کہ اس کے ذریعہ آپ ان کی مطلوبہ نشانی دے دیجئے یعنی آپ کی خواہش اور حرص اسلام و ایمان میں یہ کام کیجئے ہم تو ان سے بے نیاز ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا مگر چونکہ اللہ جانتا ہے کہ انہوں نے کفر کیا ہے تو اللہ ہرگز انہیں ہدایت پہ جمع نہ کرے گا تو آپ جاہلوں کے پیچھے نہ جائیے۔

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ۔ صرف وہی قبول کریں گے جو سنتے ہیں وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۔ اور ان مردہ دلوں کو اٹھائے گا اللہ تعالے پھر وہ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ بیان کی گئی کہ وہ حق کی آواز سن ہی نہیں سکتے کیونکہ ان کے دل مردہ تھے اس لیے ان کو گمراہ کیا گیا۔

تحقیق موتی و موت از مفردات راغب اصفہانی

موت کے اقسام انواع حیات پر موقوف ہیں۔

اول ازالہ قوت نامیہ کو بھی موت کہتے ہیں خواہ وہ انسان پر ہو یا حیوانات پر اور خواہ نباتات پر ہو مثلاً۔

یحیی الارض بعد موتہا۔ احیینا بہ بلدۃ میتا

دوسرے زوال قوت حسیہ پر موت کا اطلاق ہوتا ہے یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا۔ ائذا مامت لسوف اخرج حیا۔

تیسرے زوال قوت عاقلہ یعنی جہالت کے غلبہ کو بھی موت کہتے ہیں۔ اومن کان میتا فاحیینٰہ انک لاتسمع الموتی۔

چوتھے ایسا خسران وملال جو مکدر حیات ہو ویاتیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت۔

پانچویں نیند پر بھی موت کا اطلاق ہوتا ہے چنانچہ کہا گیا۔ النوم موت خفیف والموت نوم ثقیل۔ اور اسی کو وفات کہا گیا حیث قال وھوالذی یتوفاکم باللیل۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا۔ ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء۔

چھٹے زوال قوت حیوانیہ کے معنی ہیں کل نفس ذائقۃ الموت۔ وابانۃ روح عن الجسد۔

ساتویں بمعنی تحلل انک میت وانہم میتون۔ ابانۃ الروح عن الجسد۔

ساتویں بمعنی سیل سائل۔ سقناہ لبلد میت۔ بلدۃ مَیْتًا۔

آٹھویں ازالہ روح بلا تزکیہ، میتہ حرمت علیکم المیتۃ۔

نویں موت بمعنی جنون۔ موت علم وعقل

دسویں موت قلب۔

اور آپ ان کے لیے حرص ہدایت نہ کیجئے اس لیے کہ انہیں آپ کی یہ حرص نفع نہیں دے سکتی اس واسطے کہ ان کے پاس سمع قبول نہیں وہ مثل مردوں کے ہیں۔ ہاں آپ کی دعوت وہ قبول کرینگے جو دل کے کانوں سے آپ کی آواز سنتے ہیں۔ کیونکہ ان کے دل مرے ہوئے نہیں اور یہ مرے ہوئے یعنی کفار ازلی یہ تو اٹھائے جائیں گے اور اللہ کی طرف لوٹیں گے اس وقت گوش قبول سے سنیں گے اور کہیں گے یٰلَیْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا۔ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَکُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ۔ ابھی تو ان کے یہ دم خم ہیں کہ محض لایعنی مطالبات کرلے اور بیہودہ اعتراضات سے اپنے کو حق پر غالب رکھنے کے گمان باطل میں ہیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اور بولے کیوں نہیں اتاری گئی ان پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے آپ فرما دیجئے بے شک اللہ تعالےٰ قادر ہے اس بات پر کہ اتارے کوئی نشانی۔ لیکن اکثر ان میں سے کچھ بھی نہیں جانتے۔

اور کفار بولے کہ ان پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتری ان کے رب کی طرف سے جیسے انہوں نے جبل صفا کو سونے کی شکل میں طلب کیا اور ارض مکہ کی وسعت طلب کی اس میں نہریں جاری مانگیں دگویا کفار مکہ کی سرکشی اس حد تک پہنچی کہ وہ کثیر معجزات و آیات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود سب سے مکر گئے اور مزید معجزات کے طالب ہوئے حتیٰ کہ عذاب آلٰہی طلب کرنے لگے اور کہہ بیٹھے اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء یارب اگر یہ حق پر ہیں تیرے پاس سے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے (تفسیر ابو السعود) از تفسیر نسفی۔

فرما دیجئے کہ اللہ قادر ہے کہ نشانی اتار دے لیکن ان کے اکثر جاہل ہیں یعنی یہ نہیں سمجھتے کہ آیات الٰہیہ اور معجزات مطلوبہ کے نازل ہونے کے بعد اگر وہی ضد رہی تو پھر بلا عذاب ہی ان پر آنا باقی رہ جاتا ہے یہ نہیں جانتے کہ جدید معجزہ کا نزول ان کے لیے وہ مصیبت و بلا ہوگا کہ انکار کرتے ہی ہلاک کر دیے جائیں گے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰۗىِٕرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۔ اور نہیں کوئی جانور چلنے والا زمین پر اور نہ کوئی پرندہ جو اڑتا ہے اپنے دو پروں پر مگر وہ امتیں ہیں تمہاری مثل۔

یعنی تم اللہ تعالےٰ کی قدرت کا کیا اندازہ کر سکتے ہو اس کی قدرت کی یہ شان ہے کہ اس نے تمام جانوروں اور پرندوں کو مختلف امتوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ان کی غذا مزاج کے مطابق ہر قسم کے اعضاء عطا فرمائے اور ان کو شعور عطا کیا۔

یعنی خلق۔ موت۔ بعثت۔ واحتیاج میں سب اسی مدبر امور کی طرف محتاج ہیں۔ یعنی تمام جاندار خواہ وہ بہائم ہوں یا درندے پرندے ہوں یا چرندے سب تمہاری مثل امتیں ہیں۔ اگرچہ یہ مماثلت جمیع وجوہ سے نہیں بلکہ بعض سے ہے ان وجوہ میں بعض مفسرین نے کہا کہ یہ حیوانات تمہاری طرح اللہ تعالےٰ کو جانتے اور اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں۔

چنانچہ درختوں کی عبادت بحکم آلٰہی قیام ہے۔ چار پایوں کی عبادت رکوع ہے حشرات الارض سجدے میں ہیں۔ طائران خوش الحان بالجہر نغمہ سنج و حمد ہیں۔ دریائی جانور یک سر مشغول تسبیح ہیں۔ پہاڑ چاند

سورج۔ آسمان عبادت دائمی میں بر تحیر محو ہیں۔

بعض کا قول ہے کہ وہ مخلوق ہونے میں تمہاری مثل ہیں۔

بعض نے کہا کہ وہ انسان کی طرح باہمی محبت و الفت میں ایک دوسرے سے تفہیم و تفہم کرتے ہیں۔

بعض نے کہا روزی طلب کرنے۔ ہلاکت سے بچتے۔ نر مادہ میں امتیاز رکھنے میں تمہاری مثل ہیں۔

بعض نے کہا پیدا ہونے۔ مرنے اور مرنے کے بعد حساب کے لیے اٹھنے میں تمہاری مثل ہیں۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ۔ نہیں نظر انداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

یعنی ہم نے کوئی بات نہ چھوڑی جو لوح محفوظ میں نہ ہوئی یا قرآن کریم میں۔ اس سے مراد ہے کہ اس میں جملہ علوم ماکان و مایکون کا بیان ہے (جمل) پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے۔ یعنی جملہ امم خواہ دواب چوپائے سے ہوں خواہ طیور و پرند سے سب کا حساب ہوگا۔ تمام مخلوق چرند و پرند اور جن و انس قیامت میں اپنے رب کے حضور جمع ہوں گے وہاں انصاف ہوگا حتیٰ کہ سینگ والا جانور بے سینگ والے کو اگر مارے گا تو بے سینگ والے کو سینگ والے کو جاٹے گا تاکہ وہ بدلہ لے سکے پھر وہ جانور بدلے کے بعد مٹی بنا دیے جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ انہ یاخذ الجماء من القرناء ثم یقول کونی ترابا۔ اس کے بعد وہ خاک کر دیے جائیں گے اور سب اپنے رب کے حضور اٹھائے جائیں گے اور وہ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ان کی تفصیل آگے آتی ہے حیث قال

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اور وہ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو تو وہ بہرے اور گونگے ہیں اندھیریوں میں سرگرداں ہیں جسے چاہے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اور جسے چاہے اسے ہدایت کے سیدھے راستہ میں لگا دے۔

الذین سے مراد تمام کافر ہیں۔ کذبوا جھوٹا جاننا یا جھٹلانا۔ آیات سے مراد یا تو قرآن کریم کی آیتیں ہیں یا حضور علیہ السلام کے معجزات ہیں۔

صُمّ جمع ہے۔ اصمّ سے بنا صمّ کے معنی بوجھ جس کے کان میں ثقل ہو جس سے وہ سن نہ سکے بُکمٌ جمع ابکم۔ اس کے معنی ہیں گونگا جو بول نہ سکے۔ ظلمات جمع ہے ظلمۃ کی اس کے معنی تاریکی ہے۔

وہ جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتیں بہرے اور گونگے ہیں اندھیریوں میں نہیں سنتے وہ کلام جو انہیں ہوش میں لائے یعنی حق ماننا اور حق بولنا انہیں میسر نہیں مجنوط الحواس ہیں۔ ظلمت جہل میں اور قبر میں اور کفر میں غافل ہیں۔ غور و تامل سے محروم ہیں۔ اللہ جسے چاہے گمراہ کرے یعنی جس کی گمراہی چاہے اسے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھے راستہ پر ڈال دے۔ اسلام کی توفیق عطا فرما دے یہ آیت کریمہ دلیل ہے اس امر کی کہ خالق افعال و ارادہ وہ ہی اللہ تعالے ہے اور نفی اصلح کی تخلیق وہی کرتا ہے۔ مگر فاعل خیر و شر بندہ ہے۔ تفسیر نسفی

قُلْ اَرَاَیْتَکُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُ اللّٰہِ اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَۃُ اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ آپ فرما دیجئے بھلا بتاؤ تو اگر آئے تم پر اللہ کا عذاب یا آجائے تم پر قیامت کیا اس وقت اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

قُلْ۔ میں خطاب حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ہے۔ اس مضمون کا تعلق توحید الٰہیہ سے ہے اور علیہ الصلوۃ والسلام اس کے گواہ ہیں اس لیے فرمایا قُل۔ اَرَاَیْتَکُمْ کے لفظی معنی ہیں کیا آپ نے اسلام میں دیکھے ہیں۔ بتاؤ خبر تو دو۔ اقرار کرانے کے لیے ہوتا ہے۔ تفسیر روح المعانی

فرما دیجئے بھلا بتلاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے یا قیامت آجائے یعنی اس کے معنی یہ ہیں کیا تم جانتے ہو کہ تمام امور جنہیں تم کہتے ہو اگر عذاب الٰہی آئے تو کسے پکارو گے کیا اللہ کے سوا غیر کو پکارو گے یعنی جنہیں تم نے مخصوص خدا بنایا ہے اور تم اپنی عادت کے مطابق انہیں کو پوجتے ہو پکارتے ہو جب تمہیں برائی پہنچے تو اللہ کے سوا انہیں کو پکارو گے اگر تم سچے ہو۔

بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِکُوْنَ۔ بلکہ خالص اسی کو پکارو گے تو دور کر دے گا وہ تکلیف جس کے لیے پکارا تھا تم نے اگر وہ چاہے گا تو بھلا دو گے تم جنہیں شریک بنا رکھا تھا۔

یعنی بتوں کو جب خدا مانتے ہو تو اپنی خلاصی کے لیے بھی انہیں کو پکارو جنہیں دنیا میں معبود مانتے تھے ان سے ہی حاجت روائی چاہو بیل ایاہ تدعون۔ بلکہ اس وقت اسی کو پکارو گے یعنی اپنے خداؤں کو چھوڑ کر اس وقت اللہ ہی کو پکارو گے تو وہ چاہے تو مصیبت دفع کر دے فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء وتنسون ما تشرکون۔ اور بھول جاؤ گے انہیں جنہیں شریک مان رہے ہو یعنی اس وقت

نہیں چھوڑ کر اللہ کو یاد کرو گے اور اپنے معبودوں کو یاد نہیں کرتے اس لیے اس وقت تم بدحواسی میں سب معبودوں کو بھول کر ایک ہی اللہ کو یاد کرو گے۔ اس لیے کہ وہی اس پر قادر ہے کہ تمہاری مصیبت دفع کرے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دہم پ سورۃ انعام

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝

اور بے شک بھیجے ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف رسول تو پکڑا ہم نے ان کو بھوک اور تکلیف میں تاکہ عاجزی کریں۔

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

پس کیوں نہ ایسا ہوا کہ جب ان کو قحط سالی نے پکڑا وہ عاجزی کر لیتے لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے عمل ان کو خوشنما کر کے دکھائے۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝

پھر جب وہ تمام نصیحتیں بھول گئے تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ جب وہ خوش ہوئے ہماری نعمتوں پر تو ناگہانی طور پر ہم نے ان کو پکڑ لیا تو پھر وہ ناامید ہو گئے۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

تو ہم نے جڑیں کاٹ دیں ظالم قوم کی اور سب تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝

فرمادیجئے بتلاؤ تو اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے جائے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو کونسا خدا ہے اللہ کے سوا جو تمہیں یہ دے سکے۔ دیکھو ہم کس طرح آیات بیان کرتے ہیں پھر وہ پھر جاتے ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

فرما دیجئے بھلا بتلاؤ تو سہی اگر تم پر اللہ کا عذاب ناگہاں یا ظاہری طور پر آجائے تو کیا ظالموں کے سوا اور بھی کوئی ہلاک ہوگا؟

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

اور نہیں بھیجتے ہم پیغمبروں کو مگر خوشخبری سنانے والے اور ڈر لانے والے پھر جو شخص ایمان لے آئے اور درست ہو جائے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○

اور وہ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو ان کو پہنچے گا عذاب ان کے گناہوں کے بدلے۔

قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ○

فرما دیجئے کہ میں نہیں کہتا تمہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ ہی میں کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس وحی کا تابع ہوں جو میری طرف آتی ہے۔ فرما دیجئے کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم سوچتے نہیں ہو؟

حل لغات رکوع دہم پ سورۃ انعام

و۔ اور	لقد۔ بیشک	ارسلنا۔ بھیجے ہم نے	الی۔ طرف
امم۔ امتوں کی	من قبلک۔ تجھ سے پہلے	فاخذنٰهم۔ تو ہم نے پکڑا ان کو	
بالباساء۔ بھوک سے	و۔ اور	الضراء۔ تکلیفوں سے	لعلهم۔ تاکہ وہ
یتضرعون۔ عاجزی کریں	فلولا۔ پھر کیوں نہ ہوا	اذ۔ جب	جاء۔ آیا
هم۔ ان کے پاس	باسنا۔ ہمارا عذاب	تضرعوا۔ عاجزی کی انہوں نے	و۔ اور
لکن۔ لیکن	قست۔ سخت ہوگئے	قلوبهم۔ ان کے دل	و۔ اور
زین۔ خوشنما بنائے	لهم۔ ان کے لیے	الشیطان۔ شیطان نے	ما۔ جو

کانوا ۔ تھے	یعملون ۔ عمل کرتے	فلما ۔ پھر جب	نسوا ۔ بھول گئے
ما ۔ جو	ذکروا ۔ نصیحت کیے گئے تھے		بہ ۔ ساتھ اسکے
فتحنا ۔ کھول دیے ہم نے	علیہم ۔ ان پر	ابواب ۔ دروازے	کل ۔ ہر
شئ ۔ چیز کے	حتی ۔ یہانتک کہ	اذا ۔ جب	فرحوا ۔ خوش ہوئے
بما ۔ اس پر جو	اوتوا ۔ دیے گئے	اخذنھم ۔ پکڑا ہم نے انکو	بغتۃ ۔ ناگہاں
فاذا ۔ تو	ھم ۔ وہ	مبلسون ۔ ناامید ہو گئے	فقطع ۔ پھر کاٹی گئی
دابر ۔ جڑ	القوم ۔ قوم کی	الذین ۔ جنہوں نے	ظلموا ۔ ظلم کیا
و ۔ اور	الحمد ۔ سب تعریف	للہ ۔ اللہ کے لیے ہے جو	رب ۔ رب ہے
العلمین سب جہانوں کا	قل ۔ فرمادیجئے	ا ۔ کیا	رایتم ۔ دیکھا تم نے
ان ۔ اگر	اخذ ۔ لے جائے	اللہ ۔ اللہ	سمعکم ۔ تمہارے کان
و ۔ اور	ابصار ۔ آنکھیں	کم ۔ تمہاری	و ۔ اور
ختم ۔ مہر کر دے	علی ۔ اوپر	قلوبکم ۔ تمہارے دلوں کے	من ۔ کون
الہ ۔ خدا ہے	غیر ۔ سوا	اللہ ۔ اللہ کے جو	یاتیکم ۔ دیدے تم کو
بہ ۔ یہ چیزیں	انظر ۔ دیکھ	کیف ۔ کس طرح	نصرف ۔ بیان کرتے ہیں ہم
الایت ۔ آیتیں	ثم ۔ پھر	ھم ۔ وہ	یصدفون ۔ پھر جاتے ہیں
قل ۔ کہہ	ا ۔ کیا	رایتکم ۔ دیکھا تم نے	ان ۔ اگر
اتکم ۔ آئے تمہارے پاس	عذاب ۔ عذاب	اللہ ۔ اللہ کا	بغتۃ ۔ ناگہاں
او ۔ یا	جھرۃ ۔ ظاہر	ھل ۔ نہیں	یھلک ۔ ہلاک کی جائیگی
الا ۔ مگر	القوم ۔ قوم	الظلمون ۔ ظالموں کی	و ۔ اور
ما ۔ نہیں	نرسل ۔ بھیجتے ہم	المرسلین ۔ پیغمبروں کو	الا ۔ مگر
مبشرین ۔ خوشخبری دینے والے		و ۔ اور	منذرین ۔ ڈرانے والے
فمن ۔ پھر جو	امن ۔ ایمان لائے	و ۔ اور	اصلح ۔ درست ہو جائے
فلا ۔ تو نہیں	خوف ۔ خوف	علیہم ۔ ان پر	و ۔ اور
لا ۔ نہ	ھم ۔ وہ	یحزنون ۔ غمگین ہوں	و ۔ اور
الذین ۔ وہ جنہوں نے	کذبوا ۔ جھٹلایا	بایتنا ۔ ہماری آیتوں کو	یمسھم ۔ پہنچے گا انکو

العذاب - عذاب	بما - بدلے اسکے جو	کانوا - تھے وہ	یفسقون گناہ کرتے
قل - کہہ	لا - نہیں	اقول - کہتا ہیں	لکم - تم کو
عندی - کہ میرے پاس	خزائن - خزانے ہیں	اللہ - اللہ کے	و - اور
لا - نہ	اعلم - میں جانتا ہوں	الغیب - غیب	و - اور
لا - نہ	اقول - میں کہتا ہوں	لکم - تم کو	انی - کہ میں
ملک - فرشتہ ہوں	ان - نہیں	اتبع - پیروی کرتا ہیں	الا - مگر
ما - جو	یوحی - وحی کی جاتی ہے	الی - میری طرف	قل - کہہ
ھل - کیا	یستوی - برابر ہوتے ہیں	الاعمی - اندھا	و - اور البصیر دیکھنے والا
افلا - کیا نہیں	تتفکرون - سوچتے تم۔		

مختصر تفسیر رکوع دہم پ سورۃ انعام

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ
جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ
بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور بے شک بھیجے ہم نے اپنے رسول آپ سے پہلے امتوں کی طرف تو انہیں سختی اور تکلیف سے پکڑا تاکہ وہ تضرع وزاری کریں تو کیوں نہ ہوا جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو تضرع کرتے ہوتے لیکن ان کے دلوں میں قساوت آگئی اور اچھے دکھائے شیطان نے ان کی نگاہ میں ان کے کام تو جب بھلا دیا انہوں نے جو نصیحتیں انہیں کی گئی تھیں تو کھول دیے ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے یہاں تک کہ جب خوش ہوئے اس پر جو انہیں ملا تو ہم نے پکڑ لیا انہیں اچانک تو اب وہ مایوس سے ہو کر رہ گئے۔ تو جڑ کاٹ دی گئی اس قوم کی جنہوں نے ظلم کیا تھا اور سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے سارے جہان کا۔

فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ - اخذ سے مراد غضب وعذاب کی پکڑ ہے۔ ھم کا مرجع امم کے نافرمان لوگ ہیں۔ باساء۔ بؤس سے بنا اس کے معنی سختی جیسے قحط۔ بھوک۔ ضراء۔ ضر سے بنا اس

کے معنی تکلیف بربادی۔

تو پکڑا ہم نے انہیں سختی اور تکلیف میں تاکہ سختی اور تکلیف میں اپنی ذلت کا اعتراف کرکے خشوع سے اپنے رب کے حضور اپنے گناہوں سے تائب ہوں جبکہ ان پر ابتلاء شدید نازل ہو تو کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ۔ تضرع کے معنی ہیں عجز و انکساری سے توبہ کرکے دفع عذاب کی دعا کرنا۔

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا۔ لولا ترغیب کے لیے ہے یعنی وہ لوگ ہمارے دروازے پر گڑگڑاتے ہوئے کیوں نہ گرے وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ قَسَتْ بنا قسوۃ سے۔ اس کے معنی ہیں سختی تو پکڑا ہم نے سختی اور تکلیف سے یعنی قحط اور فاقہ کشی سے اور مرض اور نقصان جان و مال کے ساتھ تاکہ وہ تضرع و زاری کریں اور اپنی ذلت کا اعتراف کرکے خشوع سے اپنے رب کے حضور اپنے گناہوں سے تائب ہوں جبکہ ان پر ابتلاء شدید نازل ہو تو کیوں نہ ہوا کہ جب ہمارا عذاب آیا کہ تضرع کرتے یعنی انہوں نے ہمارے حضور گڑگڑا کر کیوں نہ توبہ کی مگر اپنے عناد میں اڑے رہے۔ لیکن سخت ہوگئے ان کے دل جس سے وہ زجر و توبیخ کی ابتلاء سے تائب نہ ہوئے اور شیطان نے انہیں خوشگوار کر دکھایا انہیں ان کی نگاہ میں ان کا کام اور وہ جو کچھ کر رہے تھے اسے پسند کرنے لگے یعنی اپنے کفر و شرک اور فسق و فجور پر اڑ گئے۔

فَلَمَّا نَسُوْا۔ تو جب بھلا دیا انہوں نے۔ نَسُوْا نسیان سے ہے اس کے معنی ہیں بھول جانا یا چھوڑ دینا مَا ذُكِّرُوْا۔ وہ مختلف عذاب جو ان پر وقتاً فوقتاً آتے تھے۔ تو جب بھلا دیا انہوں نے جو نصیحتیں کی گئی تھیں انہیں اور تکلیف اور فاقہ کشی کے بعد سب کچھ بھلا بیٹھے تو اللہ تعالٰے کی طرف سے بھی ان کی رسی ڈھیلی کی گئی۔

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ۔ ابواب جمع ہے باب کی اس کے معنی ہیں دروازہ ہر شخص کے لیے ہر نعمت کا الگ الگ دروازہ کھولا گیا۔ کل شیٔ۔ ہر قسم کی نعمتیں۔ اور ان پر کھول دیا گیا دروازہ صحت اور وسعت کا اور انواع نعمت سے کہ وہ خوب غافل ہوگئے اور ان نعمتوں پر فخر کرنے لگے۔

حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا حتی کہ جب وہ خوش ہونے لگے ان نعمتوں اور ان وسعتوں سے جو انہیں ملیں اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً۔ تو ہم نے پکڑا انہیں اچانک۔ بغتۃً فرما کر اشارہ کیا کہ انہیں گزشتہ عذاب بیدار نہ کرسکے وہ مرے اچانک ہی غفلت کی حالت میں۔

فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۔ ابلاس سے بنا۔ اس کے معنی حسرت مایوسی تو وہ مایوس ہوکر رہ گئے یعنی

ان کی تمام امنگیں ختم ہوگئیں اور حیرت میں پڑ گئے کہ یہ کیا ہوگیا۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا وہ ایسے ہلاک کردیے گئے کہ ان میں سے ایک بھی نہ بچا ان کا بچہ بچہ حتیٰ کہ جانور تک سب ہلاک کردیے گئے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اور تمام خوبیاں اور تمام تعریفیں اللہ تعالےٰ کے لیے ہیں جو جہان کا پالنہار ہے۔ یہ اعلان وجوب حمد کا ہے جب ظالموں کی ہلاکت ہو تو نیک لوگوں کے لیے رحمت ہے تو رحمت پر حمد الٰہی کرنا لازم وواجب ہے۔ نسفی۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ۔

فرمادیجئے کیا تم دیکھتے ہو اگر لے لے اللہ تمہارے کان اور آنکھ یعنی تمہیں بہرا اندھا کردے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے جس سے تمہاری عقل وتمیز سلب ہوجائے تو کون خدا ہے سوا اللہ کے جو یہ تمہیں دے دے یعنی جو کچھ تم سے چھینا اور تم پر مہر کی دیکھو ہم کس طرح پھیر پھیر کر آیتیں لاتے اور انہیں دہراتے ہیں پھر وہ ہیں کہ منہ پھیرے لیتے ہیں یعنی ہماری آیتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ صدود عربی محاورہ میں کسی شے سے منہ پھیرنے کو کہتے ہیں۔

قُل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سنی　　اتنی ہے گفتگو تری اللہ کو پسند!

اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ اور اس کے قبضہ عامہ کا ذکر ہے لہٰذا فرمایا گیا قُلْ اَرَءَیْتُمْ اس کے اصطلاحی معنی ہیں غور کرو۔ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ سمع سے مراد قوت سماعت ابصار سے قوت بصارت کا سلب کرلینا۔ زائل کردینا۔

خَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ۔ ختم کے معنی ہیں مہر کردینا جس سے ایمان دل میں نہ پہنچ سکے۔

مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ۔ اللہ کے سوا کوئی خالق تو ہے ہی نہیں۔ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ۔ یہ طاقت کسی میں نہیں کہ سلب شدہ قوت بصارت وسماعت تمہیں دیدے۔

اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ۔ اُنظر۔ نظر آنکھوں سے دیکھنا۔ نصرف۔ تصریف سے بنا اس کے معنی گھمانا آیات قرآنیہ کا۔

ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ۔ یصدفون۔ صدف سے بنا اس کا معنی منہ پھیرنا ہے۔ یعنی اے محبوب غور تو فرمایئے کہ ہم ان کے سمجھانے کے لیے آیات قرآنی کس طرح پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں ہر طرح سمجھاتے ہیں لیکن یہ بدنصیب کس طرح منہ پھیرتے ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ فرمادیجئے

کیا تم دیکھتے ہو اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک آجائے کہ اس کی کوئی علامت تم پر ظاہر نہ ہو یا کھلم کھلا کہ اس کی علامتیں معلوم بھی ہو جائیں یا بقول حسن رات اور دن میں تو کون ہلاک ہوگا وہی جو ظالموں سے ہیں یعنی اس سے وہی ہلاک ہوں گے جو مستحق عذاب و غضب الٰہی ہیں یا یہ معنی ہوں گے کہ اس سے ہلاک نہ ہوں گے مگر وہی جو اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں اور کفر میں سرگرم ہیں۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

اور ہم نے نہیں بھیجا رسولوں کو مگر خوشخبری سنانے والے اور عذاب جہنم کے ڈرانے کے لیے تو جو ایمان لائے اور اپنے آپ کو سنوار لیا تو کوئی خوف نہیں ہوگا انہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو تو پہنچے گا ان کو عذاب بوجہ اس کے کہ وہ حکم کی نافرمانی کیا کرتے تھے۔

انہیں عذاب ایسے ہی پہنچے گا جیسے زندہ کو تکالیف کا احساس ہوتا ہے ان کی حکم عدولی کے بدلے کے سبب ان کے فسق کے باعث اطاعت الٰہیہ سے نکل جانے کے باعث اور کفر میں رہنے کے باعث انبیاء کرام کی تشریف آوری کا اصلی مقصد یہ ہے کہ وہ رحمت الٰہی کا مژدہ سنائیں اور بدکاروں کو عذاب شدید سے ڈرائیں تاکہ بدکار بدی سے باز آجائیں۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

فرمادیجئے میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں کہ مخلوق میں تقسیم کروں یا رزق دے سکوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں آپ علم غیب رکھتا ہوں یعنی میں نہ یہ کہتا ہوں نہ وہ کہتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں یعنی میرا دعویٰ ایسا نہیں جو بعید از عقل ہو اور یہ کہ میں مالک خزائن الٰہی بالذات ہو گیا ہوں اور غیب کو خود ہی جان لیتا ہوں۔ میرا دعویٰ تو وہی ہے جو اکثر بشروں نے بعطاء الٰہی کیا اور وہ نبوت ہے میں اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے یعنی میں جو خبر دیتا ہوں وہ وہی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ میری طرف وحی نازل فرماتا ہے۔ فرمادیجئے کیا برابر ہو سکتے ہیں اندھے اور آنکھ والے مثل گمراہ اور ہدایت یافتہ کے جو فرق ہے یا وہ جو پیروی کرے اس کی جو وحی ہوا ہے اور جو نہ پیروی کرے اس کی باوجود دعوے راہ مستقیم کا کرے جو نبوت ہے اور محال سے مجتنب ہو جو الوہیت ہے۔ تم کیوں نہیں غور کرتے تاکہ گمراہ نہ ہو اور اندھے نہ بنو (تفسیر نسفی)

شانِ نزول:۔ کفار نے یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا کہ حضور پر نور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم سے انواع و اقسام کے سوالات کرتے رہتے تھے کبھی کہتے کہ

آپ رسول ہیں تو ہمیں اتنی دولت دلا دیجئے کہ ہم کبھی محتاج نہ ہوں۔

آپ رسول ہیں تو ہمارے مستقبل سے ہمیں مطلع کر دیجئے کہ کیا کیا ہمیں پیش آنے والا ہے تاکہ ہم انتظام کر لیں اور آنے والے نقصان سے بچ جائیں۔

آپ رسول ہیں تو ہمارے لیے صفا کو سونے کا بنا دیجئے۔

اور ہمیں گذشتہ اور آئندہ کی خبریں سنا دیجئے۔

اور ہمیں اتنی دولت دلا دیجئے کہ ہم کبھی محتاج نہ ہوں

اور ہمیں قیامت کا وقت اور دن بتا دیجئے۔

آپ اگر رسول ہیں تو کھاتے پیتے کیوں ہیں۔

شادیاں کیوں کرتے ہیں۔

آپ بازاروں میں کیوں چلتے ہیں۔

اس قسم کے بے محل اور بے معنی سوالات کرتے تھے اور معیار رسالت و نبوت بنا کر ایسے مطالبات پر زور دیتے تھے تو ان کا جواب دیا گیا اور ارشاد ہوا انہیں فرما دیجئے کہ نبوت و رسالت کے لیے ان تمام امور کو تمہارے بے معنی کئی معیار قرار دیا گیا ہے۔ قاعدہ تو یہ ہے کہ جو جن امور کا مدعی ہو اس سے وہ ہی باتیں کی جائیں جو اس کے دعوے سے تعلق رکھیں غیر متعلق باتوں کے متعلق سوال کرنا اور ان کو دعوے کے خلاف حجت بنانا خالص جہل ہے۔

استنباط:۔ آیات متلوہ سے یہ مستفاد ہرگز نہیں ہوتا کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر مطلع کیے جانے کی اس میں نفی کی اس آیت سے یہ سند لانا ایسا ہی بے معنی اور لایعنی ہے جیسا کہ کفار کا ان سوالات کو انکار نبوت کی دستاویز قرار دینا اور یہ امر بیّن من الامس اور اظہر من الشمس ہے کہ اس آیت کریمہ میں علم عطائی کی ہرگز نفی نہیں اور اگر علم عطائی کی نفی مان لی جائے تو تعارض بین الآیات وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وغیرہ میں لازم آجائے گا وہو باطل علامہ آلوسی روح المعانی میں آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں اور یہ جواب واضح تر ہے جو خانی زکریا سے منقول ہے۔

حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کا بطریق تواضع اور بغرض اظہار عبودیت جس کی نظیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے بھی ملتی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی مجھے یونس بن متی

پر فضیلت نہ دو حالانکہ حضور مصطفی مجتبیٰ۔ سید الانبیاء۔ امام الاتقیاء سید الرسل امام الکل فی الکل ہیں صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع یازدہم پ سورۃ انعام

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

اور ڈراؤ اس (قرآن) کے ساتھ ان کو جو ڈرتے ہیں اس سے کہ اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں نہیں ہے ان کے لیے اس کے سوا کوئی دوست اور نہ سفارشی تاکہ وہ ڈریں۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور نہ ہانک دو ان لوگوں کو جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اس کی رضامندی چاہتے ہوئے نہیں ہے آپ پر ان کے حساب سے کوئی چیز اور نہ آپ کے حساب سے ان پر کوئی چیز اگر تو ان کو ہانکے گا تو ہو جائے گا ظالموں سے۔

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝

اور اسی طرح ہم نے آزمایا ان کے بعض کو ساتھ بعض کے تاکہ وہ کہیں کیا یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے احسان کیا کیا اللہ شکر گذاروں کو نہیں جانتا؟

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

او جب آئیں آپ کے پاس وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر تو آپ کہیں تم پر سلام ہو لکھا ہے تمہارے رب نے اپنے کرم کے ذمہ رحمت کو کہ جو شخص عمل کرے گا تم میں سے نادانی سے برے پھر توبہ کرے اس کے بعد اور درست ہو جائے تو بے شک وہ بخشنے والا ہے رحم کرنے والا۔

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ اور اسی طرح کھول کر ہم آتیں بیان کرتے ہیں تاکہ مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

حل لغات رکوع یازدہم پ سورۃ انعام

و۔ اور	انذر۔ ڈرا	بہ۔ اسکے ساتھ	الذین۔ ان کو جو
یخافون۔ ڈرتے ہیں	ان۔ یہ کہ	یحشروا۔ اکٹھے کیے جائیں	الی۔ طرف
ربہم۔ اپنے رب کی	لیس۔ نہیں	لہم۔ ان کے لیے	من دونہ۔ اسکے سوا
ولی۔ کوئی دوست	و۔ اور	لا۔ نہ	شفیع۔ سفارشی
لعلہم۔ تاکہ	یتقون۔ وہ ڈریں	و۔ اور	لا۔ نہ
تطرد۔ ہانک	الذین۔ ان کو	یدعون۔ جو پکارتے ہیں	ربہم۔ اپنے رب کو
بالغداوۃ۔ صبح	و۔ اور	العشی۔ شام	یریدون۔ چاہتے ہیں
وجہہ۔ اسکی رضامندی	ما۔ نہیں	علیک۔ تجھ پر	من حسابہم۔ ان کے
حساب سے	من۔ کوئی	شیٔ۔ چیز	و۔ اور
ما۔ نہ	من حسابک۔ تیرے حساب سے		علیہم۔ ان پر
من۔ کوئی	شیٔ۔ چیز	فتطرد۔ تو ہانک دیگا	ھم۔ ان کو
فتکون۔ تو ہوگا تو	من الظالمین۔ ظالموں میں سے		و۔ اور
کذلک۔ اسی طرح	فتنا۔ آزمایا ہم نے	بعضہم۔ انکے بعض کو	ببعض۔ بعض سے
لیقولوا۔ تاکہ کہیں	ا۔ کیا	ھؤلاء۔ یہ ہیں کہ	منّ۔ احسان کیا
اللہ۔ اللہ نے	علیہم۔ ان پر	من بیننا۔ ہم میں سے	ا۔ کیا
لیس۔ نہیں	اللہ۔ اللہ	باعلم۔ جاننے والا	بالشاکرین۔ شکر
گذاروں کو	و۔ اور	اذا۔ جب	جاء۔ آئیں
ک۔ تیرے پاس	الذین۔ وہ جو	یؤمنون۔ ایمان لاتے ہیں	بایتنا۔ ہماری آیتوں پر
فقل۔ تو کہہ	سلام۔ سلام ہو	علیکم۔ تم پر	کتب۔ لکھی
ربکم۔ تمہارے رب نے	علی۔ اوپر	نفسہ۔ اپنی ذات کے	الرحمۃ۔ رحمت

انہ - بیشک | من - جو آدمی | عمل - کرے | منکم - تم میں سے
سوء - برائی | بجہالۃ - نادانی سے | ثم - پھر | تاب - توبہ کرے
من بعدہ - اسکے بعد | و - اور | اصلح - درست ہو جائے | فانہ - تو بیشک وہ
غفور بخشنے والا | رحیم - رحم کرنے والا ہے | و - اور | کذلک - اسی طرح
نفصل کھول کر بیان کرتے ہیں | الایت - آئتیں | و - اور | لتستبین - تاکہ ظاہر ہو
جائے | سبیل - راستہ | المجرمین مجرموں کا۔

مختصر تفسیر رکوع یازدہم پ سورۃ انعام

وَاَنْذِرْ بِہِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْا اِلٰی رَبِّہِمْ۔ اور اس قرآن سے انہیں ڈراؤ وحی کے ذریعہ جو خوف کریں اور جانیں کہ اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

وہ مسلمان ہیں اور وہ اقراری ہیں بعث بعد الموت کے اور جو افراط و تفریط اعمال میں کرتے ہیں انہیں جو وحی سے حکم آتا ہے اس سے ڈرایا جاتا ہے اور اہل کتاب کو بھی اس لیے کہ وہ مقر بعث و نشر ہیں۔ تفسیر نسفی۔

حضور علیہ السلام بشیر و نذیر ہیں اور قرآن پاک ہدایت۔ بشارت و نذارت ہے۔

لَیْسَ لَہُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّہُمْ یَتَّقُوْنَ ۝ کہ ان کے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی نہ کوئی سفارشی ہو۔ یعنی خائف ہیں حشر سے کہ اس دن سوا اللہ تعالے کے کوئی ناصر و مددگار نہیں تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔ یعنی زمرۂ اہل تقوی میں داخل ہو جائیں۔

زمانۂ جاہلیت میں شفاعت کا تصور بہت غلط تھا وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کی مرضی نہ بھی ہو تو بھی یہ بت ان کی سفارش کرا لیں گے۔ یہود و نصاریٰ کا خیال تھا کہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ۔ ہم تو اللہ کے بیٹے اور لاڈلے ہیں لہذا ہمارے اعمال کیسے ہی کیوں نہ ہوں ہم بخش دیے جائیں گے اس کا رد فرمایا گیا۔ البتہ انبیاء۔ اولیاء۔ علماء شفاعت باذن الٰہی فرمائیں گے۔ شَفَاعَۃُ الرَّسُوْلِ لَہُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ فَہُوَ شَفِیْعٌ حَقِیْقَۃً۔ قرطبی۔

جب حضور کو حکم ہوا غیر متقین کے انذار کا تاکہ وہ متقی بن جائیں۔ تو اسی کے ساتھ حکم ہوا کہ تقوے والے غرباء خواہ وہ لباس میں میلے کچیلے ہوں ان کو ان مشرکوں کی خاطر علیحدہ نہ کرو۔

اس کا شان نزول علامہ آلوسی روح المعانی میں نقل فرماتے ہیں۔

ایک جماعت قریش کی حضور کے پاس سے گذری اس وقت حضور کے دربار میں حضرت صہیب رومی عمار بن یاسر اور بلال حبشی اور خباب بن الارت رضی اللہ عنہم اجمعین اور مثل ان کی اور ضعفاء مسلمین حاضر تھے تو یہ متکبر لوگ بولے لے محمد آپ ان لوگوں کے ساتھ خوش ہیں۔ کیا یہی ہیں جن پر اللہ نے احسان فرمایا ہے ہمارے مقابلہ میں۔ کیا ہم لوگ ان کے ساتھ ہو جائیں۔ آپ انہیں ہٹا دیجئے تاکہ ہم لوگ آپ کی پیروی کریں تو اللہ تعالے کی طرف سے قرآن کریم میں یہ حکم آیا۔

اور ابن جریر اور ابو الشیخ اور بیہقی نے دلائل وغیرہ میں حضرت خباب بن الارت سے روایت کی ہے۔

حضرت خباب بن الارت فرماتے ہیں کہ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری حضور کی خدمت میں آئے تو انہوں نے حضور کو اس شان سے جلوہ افروز پایا کہ بلال صہیب اور عمار و خباب اور اکثر ضعفاء مومنین گرداگرد حاضر تھے تو جب ان مغروروں نے حضور کے گرد انہیں دیکھا۔ تو تحقیر کے ساتھ دیکھا اور علیحدہ کھڑے ہو کر بولے حضور کیا آپ یہ پسند فرماتے ہیں کہ ہم بھی ان کے ساتھ آپ کے پاس بیٹھیں آپ جانتے ہیں کہ عرب ہمیں بنظر احترام دیکھتے ہیں اور وفود عرب جب آپ کے پاس آئے تو ہمیں شرم آئے گی اگر انہوں نے ہمیں ان میں بیٹھا دیکھا بھلا جب ہم آپ کی خدمت میں آئیں تو آپ انہیں اٹھا کر علیحدہ کر دیں۔ جب ہم فارغ ہو جائیں تو آپ جیسے چاہیں ان میں تشریف رکھیں۔ تو حضور نے اقرار فرما لیا۔

تو انہوں نے عرض کی حضور ہمیں ایک کاغذ پر لکھ دیجئے کہ ہمارے حاضر ہونے پر آپ انہیں علیحدہ کر دیں گے حضور نے کاغذ منگوایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طلب کیا تاکہ وہ لکھ دیں اور ہم لوگ ایک طرف حاضر تھے کہ حضرت جبریل یہ آیۃ کریمہ لے کر حاضر ہوئے ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی الایۃ۔

راوی حدیث فرماتے ہیں کہ حضور نے ہمیں بلایا ہم حاضر ہوئے تو حضور فرما رہے تھے سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ فکنا نقعد معہ فاذا اراد ان یقوم قام و ترکنا تم پر سلام ہو تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت کو فرض کر دیا۔ تو ہم لوگ حضور کے ساتھ بیٹھتے جب آپ جانا چاہتے تو چلے جاتے اور ہمیں چھوڑ جاتے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ - اور نہ دور کرو انہیں جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی جو ملے ہوئے ہیں اپنے رب کی عبادت سے یعنی اللہ کی عبادت میں مواظبت رکھتے ہیں اور صبح و شام کے ذکر سے مداومت مقصود ہے یا اسکے یہ معنی ہیں کہ صبح اور شام سے نماز فجر اور عصر مراد ہے یا پنجوقتہ نماز مراد ہو اور عبادت میں ان کے اخلاص کو ظاہر کیا اور فرمایا اس کی رضا چاہتے ہیں اس میں لفظ وجہ سے ذات پاک مراد لی ہے یہ تمام تعریف جو اس آیت کریمہ میں کی گئی وہ ان فقراء اسلام کے لیے جن کے نام بلال حبشی اور صہیب اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم ہیں اور ان کے ہم مثل دوسرے مخلص اور خاص جان نثار مراد ہیں۔

واقعہ یوں ہے کہ جب رؤساء مشرکین نے حضور سے عرض کیا کہ اگر آپ ان گرے ہوئے لوگوں کو دور کر دیں تو ہم آپ کی صحبت میں حاضر ہو سکتے ہیں تو حضور نے فرمایا میں ایمان والوں کو اپنے سے دور کرنے کو تیار نہیں تو ان منکروں نے کہا پھر ایک دن ہمارے لیے اور ایک دن ان کے لیے مقرر کر دیں اس پر حضور نے آمادگی کا اظہار فرمایا اس پر انہوں نے لکھ کر فیصلہ چاہا تو حضور نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا تاکہ وہ لکھ کر دے دیں۔ یہ فقراء مومنین اٹھ کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے کہ اتنے میں یہ آیت کریمہ نازل ہو گئی۔

حضور نے فوراً کاغذ پھینک دیا ان فقراء مومنین کی طرف تشریف لا کر ان سے معانقہ کیا۔ اللہ اکبر ان میلے پوش عشق محمدی میں مدہوش جانبازوں کا کیا مرتبہ ہے۔

یہ بیماری آج بھی ہمارے امراء اور رؤسا خطاب یافتہ متمولین میں موجود ہے یہ بھی کسی ایمان والے کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھاتے انہیں ذلیل تصور کرتے ہیں۔ ملا کا خطاب ایسے ہی لوگوں کے لیے ان کی بارگاہ سے ملا ہے جو دین اسلام و فرامین سید اکرم علیہ السلام پر جان دینے کو حاضر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے اخلاق والوں سے نفرت کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ - تم پر کچھ بار نہیں ان کے حساب سے اور تمہارا حساب انہیں نہیں۔

یہ ان کے طعن کا جواب ہے جو مشرکین نے ان کے دین اور اخلاص پر کیا تھا تو فرمایا ان کا حساب

ان پر ہے ان کا بار تم پر نہیں اور تمہارا بار ان پر نہیں۔ ان حسابہم الا علی ربی سب کا حساب اللہ تعالے کے سپرد ہے تو انہیں اگر دور کرو گے تو یہ کام انصاف سے بعید ہے فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ کے یہاں معنی یہی ہیں کہ پھر آپ انصاف کرنے والے نہ ہونگے اس جواب نہی ہے ان کے علیحدہ کرنے کی۔

تصریح لغت ظالمین

اکثر علماء کے قول کے مطابق ظلم کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز اسکی مخصوص جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ رکھ دینا خواہ اس میں کمی ہو یا زیادتی۔

بعض حکماء نے کہا ظلم کی تین قسمیں ہیں۔

پہلا ظلم بندے اور اللہ تعالے کے درمیان ہے اور اس میں سب سے بڑا ظلم کفر اور شرک اور نفاق ہے۔ ان الشرك لظلم عظيم۔ الا لعنة الله على الظالمين۔ والظالمين اعد لهم عذابا اليما۔ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور ظالموں کے دردناک عذاب تیار ہے۔ ان مذکورہ تینوں آیات میں ظلم سے مراد کفر اور اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور نفاق مراد ہے۔

دوسرا ظلم وہ جو بندوں کے درمیان ہے اور اس آیت میں یہی ظلم مراد ہے وجزاء سيئة سيئة الی قولہ انہ لا یحب الظالمین۔ اور برائی کا بدلہ برائی ہے یہاں تک کہ فرمایا بے شک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور تیسرا ظلم وہ ہے جو بندہ اپنی جان پر کرتا ہے اور ان آیات میں یہی ظلم مراد ہے فمنهم ظالم لنفسه۔ ظلمت نفسی۔ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم۔ ان میں سے بعض اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور اگر وہ جبکہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تمہارے پاس آجاتے۔

مفردات راغب میں ہے کہ آیت فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ میں یہی مراد ہے کہ کسی چیز کو اسکی جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ رکھنا۔ آگے ارشاد ہے

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهٰؤُلَاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنْ بَيْنِنَا أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ۔ اور یوں ہی ہم نے فتنہ بنا دیا ایک دوسرے کے لیے کہ مالدار کافر مسلمانوں کو دیکھ

کہ کہیں کیا یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہم میں سے کیا اللہ خوب نہیں جانتا شکر گذاروں کو۔

فَتَنَّا۔ فتنہ سے بنا اس کے معنی ہیں آزمائش۔ کھرا کھوٹا جدا کرنا جیسے سونے کو آگ میں تپاتے ہیں مخلص منافق میں فرق ہو جاتا ہے۔

یعنی اس قسم کے امتحان میں ہم نے دولت مندوں کو فقراء کے ساتھ مبتلا کیا۔ لِيَقُولُوا تاکہ کہیں دولتمند کہ کیا یہی ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہم میں سے یعنی احسان کیا اللہ نے ان پر ایمان عطا فرما کر اور ہم لوگ ان سے مقدم تھے اس لیے کہ یہ فقیر ہیں اور ہم غنی۔ کیا اللہ نہیں جانتا حق ماننے والوں کو یعنی انہیں اللہ ہی جانتا ہے جو شکر نعمت کرنے والے ہیں۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

اور جب آپ کے حضور وہ حاضر ہوتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے تو انہیں آپ فرمایا کریں تم پر سلام ہے یعنی ان کے اکرام واحترام کے لیے اور دل خوش کرنے کے لیے فرمائیں تمہارے رب نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے یعنی اللہ نے وعدہ رحمت فرمایا ہے کہ تم میں جو نادانی سے کوئی گناہ کرے پھر توبہ کرلے اور سنور جائے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اسی طرح ہم مفصل آیتوں کو بیان فرماتے ہیں تاکہ حق ظاہر ہو اور اس پر عمل کیا جائے اور اس لیے کہ مجرموں کا راستہ ظاہر ہو جائے اور اس سے ایمان والے مجتنب رہیں۔

شان نزول:۔ یہ آیتیں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، بلال، مصعب بن عمیر، حمزہ، عثمان بن مظعون رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اصحاب صفہ کے متعلق نازل ہوئیں جو مساکین تھے انہوں نے حضور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ تفسیر کبیر

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوازدہم پ سورہ انعام

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ

فرما دیجئے مجھے منع کیا گیا ہے کہ پوجوں انہیں جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا فرما دیجئے میں پیروی نہیں کرتا تمہاری خواہشوں کی اگر ایسا کروں تو

الْمُهْتَدِيْنَ ٥
میں بہک جاؤں اور راہ پر نہ ہوں۔

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ ٥
فرما دیجئے میں روشن دلیل پر ہوں اپنے رب کی طرف سے اور تم اسے جھٹلاتے ہو میرے پاس نہیں جس کی جلدی کر رہے ہو کوئی حکم نہیں مگر اللہ کا وہ حق فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَيْنِیْ وَبَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ٥
فرما دیجئے اگر میرے پاس وہ ہوتا جس کی تم جلدی کرتے ہو تو مجھ میں تم میں کام ختم ہو چکا ہوتا اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ٥
اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انہیں کوئی مگر وہی اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتہ گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی ذرہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک مگر روشن کتاب میں ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥
اور وہ ذات وہ ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتی ہے اور جانتی ہے جو کچھ دن میں کماؤ پھر تمہیں اٹھاتی اس میں تاکہ مقررہ میعاد پوری ہو پھر اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے پھر وہ بتا دے گی جو تم نے کیا۔

حل لغات رکوع دوازدہم پ سورۃ انعام

قل۔ کہہ دیجئے	انی۔ بے شک میں	نہیت۔ روکا گیا ہوں	ان۔ یہ کہ
اعبد۔ پوجوں میں	الذین۔ ان کو	تدعون۔ جن کو تم پکارتے ہو	

من دون۔سوا	الله۔اللہ کے	قل۔کہہ	لا۔نہیں
اتبع۔پیروی کرتا میں	اھواء کم۔تمہاری خواہشوں کی		قد۔بیشک
ضللت میں گمراہ ہوا	اذا۔اس وقت	و۔اور	ما۔نہ ہوا
انا۔میں	من المهتدين۔ہدایت پانے والوں سے		قل۔کہہ دیں
انی۔بیشک میں	علی۔اوپر	بینة۔دلیل کے ہوں	من ربی۔اپنے رب سے
و۔اور	کذبتم۔جھٹلایا تم نے	به۔اسکو	ما۔نہیں
عندی۔میرے پاس	ما۔جسکی	تستعجلون۔تم جلدی کرتے ہو	
به۔اسکی	ان۔نہیں ہے	الحکم۔حکم	الا۔مگر
لله۔اللہ کا	یقص۔بیان کرتا ہے	الحق۔حق	و۔اور
هو۔وہ ہے	خیر۔بہتر	الفاصلین۔فیصلہ کرنے والوں کا	
قل۔کہہ دیں	لو۔اگر	ان۔بیشک	عندی۔میرے پاس ہوتا
ما۔وہ کہ	تستعجلون جلدی کرتے ہو تم		به۔اس کی
لقضی۔تو فیصلہ ہو جاتا	الامر۔کام کا	بینی۔میرے	و۔اور
بینکم۔تمہارے درمیان	و۔اور	الله۔اللہ	اعلم خوب جانتا ہے
بالظالمین۔ظالموں کو	و۔اور	عند۔پاس	ه۔اسی کے ہیں
مفاتح۔کنجیاں	الغیب۔غیب کی	لا۔نہیں	یعلمها۔جانتا انکو
الا۔مگر	هو۔وہی	و۔اور	یعلم۔جانتا ہے
ما۔جو	فی۔بیچ	البر۔خشکی	و۔اور
البحر۔تری کے ہے	و۔اور	ما۔نہیں	تسقط۔گرتا
من۔کوئی	ورقة۔پتہ	الا۔مگر	یعلمها۔جانتا ہے اسکو
و۔اور	لا۔نہ	حبة۔کوئی دانہ	فی۔بیچ
ظلمات۔اندھیروں	الارض۔زمین کے	و۔اور	لا۔نہ
رطب۔کوئی تر	و۔اور	لا۔نہ	یابس خشک
الا۔مگر	فی۔بیچ	کتاب۔کتاب	مبین۔روشن کے ہے
و۔اور	هو۔وہ اللہ	الذی۔وہ ہے جو	یتوفکم۔تمہیں فوت کرتا ہے

باللیل۔ رات میں	و۔ اور	یعلم۔ جانتا ہے	ما۔ جو
جرحتم۔ کماتے ہو تم	بالنہار۔ دن میں	ثم۔ پھر	یبعثکم۔ اٹھاتا ہے تم کو
فیہ۔ اس میں	لیقضیٰ۔ تاکہ پوری کی جائے	اجل۔ مدت	مسمی۔ مقرر
ثم۔ پھر	الیہ۔ اسکی طرف ہے	مرجعکم۔ تمہارا لوٹنا	ثم۔ پھر
ینبئکم۔ خبر دیگا تم کو	بما۔ جو	کنتم۔ تھے تم	تعملون۔ عمل کرتے

مختصر تفسیر رکوع دوازدہم پ سورۃ الانعام

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۔ فرما دیجئے مجھے منع کیا گیا ہے یہ کہ پوجوں انہیں جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا ۔ فرما دیجئے میں تمہاری خواہشوں کی پیروی نہیں کروں گا ۔ اگر ایسا ہو تو میں بھٹک جاؤں اور پھر میں راہ پر نہیں۔

یعنی یہ پوجا عقل و نقل کے خلاف ہے مجھے ارشاد ہے کہ میں کہہ دوں کہ میں تمہاری خواہشوں کی پیروی نہیں کروں گا یعنے میں تمہارے طریقہ پر نہیں چلوں گا ۔ یہ طریقہ اتباع نفس و خواہش سے ہے نہ کہ دلیل کی روشنی میں اگر ایسا کروں تو میں بہک جاؤں ۔ یعنی اگر میں بھی تمہاری خواہشات کے مطابق کروں تو مجھ میں اور گمراہ میں کیا فرق اور ایسی صورت میں میں بھی راہ پر نہیں یعنے میں بھی بے راہ چلنے والا ہو جاؤں۔

اَعْبُدُ۔ عبادۃ سے بنا ۔ عبادت کے معنی ہیں اپنی عبدیت کا اظہار کرنا ۔ عبادت صرف خالق و مالک ہی کی ہوتی ہے۔

تعریف لفظ تدعوا

دَعا۔ دُعاء ۔ دعوی ۔ ناداہ ۔ رغب الیہ ۔ استعانہ

کسی کو بلانے کے لیے دَعَاہُ فُلَانًا کہتے ہیں ۔ دَعْوَت کھانے پر بلا وا دینے کو بھی کہتے ہیں دُعَاء کسی سے امید خیر طلب کرنے کو کہتے ہیں۔

دَاعَاہُ۔ حاجت مانگنے کو تَدَاعُوا کسی کو پکارنے کے لیے اِدّعاء حق طلب کرنے ہیں ۔ اَلدُّعَاء مصدر ہے

الدُّعَاءُ بمعنی خلف (المنجد)

دُعَا۔ الدُّعَاءُ کالنِّدَاءِ کقولہ تعالیٰ کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَاءً وَّنِدَآءً

نام پکارنا دعوت ابنی زیدًا۔ ای سمیتہ کقولہ تعالیٰ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ حثًا علی تعظیمہ بمعنی سوال ودعوتہ اذا سالتہ۔ قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُ اللّٰہِ اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَۃُ اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ بمعنی استغاثہ فَادْعُ لَنَا رَبَّکَ ای سلہ۔

خوف وشدت میں وَادْعُوْہُ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔

بمعنی حسرت لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا کَثِیْرًا ھُوَ اَنْ یَقُوْلَ یَا لَھْفَاہُ وَیَا حَسْرَتَا۔ دعا حسرت کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا آج تم ایک موت نہ مانگو بلکہ کئی دفعہ موت مانگو گے۔ یہ ایسا ہے جیسا کوئی کہے ہائے افسوس ہائے حسرت۔

مقصد کی ترغیب کے لیے قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ۔ وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ (مفردات راغب) اے میرے اللہ مجھے قید خانہ زیادہ پیارا ہے اس سے جس کی طرف مجھے یہ دعوت دیتی ہیں۔ اور اللہ سلامتی کے گھر کی دعوت دیتا ہے یعنی ترغیب دیتا ہے۔

دعا بمعنی عبادت تَدْعُوْنَ۔ ای تعبدون ای تسمونھم اٰلِھَۃً مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سواء کانوا ذوی عقول ام لا (روح المعانی از آلوسی) تدعون یعنی تم عبادت کرتے ہو یعنی اللہ کے سوا تم ان کو خدا بناتے ہو خواہ عقل والے ہوں یا نہ ہوں۔

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَکَذَّبْتُمْ بِہٖ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہٖ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ یَقُصُّ الْحَقَّ وَھُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ہ تم فرما دیجئے میں تو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو میرے پاس نہیں جس کی تم جلدی کرتے ہو حکم نہیں ہے مگر اللہ کا وہ حق فرماتا ہے اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہے میں جانتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں روشن دلیل قرآن کریم اور معجزات اور براہین توحید سب کو شامل ہے اور تم اسے جھٹلاتے ہو میرے پاس نہیں جس کی تم جلدی کر رہے ہو۔ وہ عذاب جو استہزاءً حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے ہو امطر علینا حجارۃ من السماء ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے اس کا جواب دیا گیا کہ یہ سوال حضور سے بے جا ہے فرما دیجئے حکم نہیں مگر اللہ کا۔ وہ تاخیر وتعجیل عذاب میں مختار ہے وہی فرماتا ہے اور

وہی حق اور حکمت کا وہی مالک ہے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور وہی حکم دینے والا ہے۔

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ

تم فرماؤ اگر میرے پاس ہوتی وہ چیز جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو مجھ میں تم میں کام ختم ہو چکا ہوتا اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو

فرما دیجئے اگر میرے پاس ہوتی وہ چیز جسکی تم جلدی کر رہے ہو یعنی اگر تم پر عذاب لانا میرے قبضہ میں ہوتا تو مجھ میں تم میں کام ختم ہو چکا ہوتا یعنی میں تو تمہیں فوراً ہلاک کر دیتا ایک ساعت کی مہلت نہ دیتا۔ لیکن اللہ تعالٰے اپنی حکمت بالغہ سے تم پر عقوبت میں جلدی نہیں فرماتا اور اللہ تعالٰے جانتا ہے ظالموں کو۔

شان نزول: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب کفار کو دعوت اسلام دی اور اسلام قبول نہ کرنے پر عذاب الٰہی سے ڈرایا تو ان کے بعض سرداروں نے بطور مذاق کہا کہ وہ عذاب جلدی لا دیجئے ہم کو اس کا انتظار ہے وہ کہا کرتے تھے کہ ہم پر پتھروں کی بارش کرا دیجئے۔ عذاب لے آئیے اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتہ گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔

خلاصہ مفہوم آیت۔ یعنی اللہ تعالٰے ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں تو جسے وہ چاہے وہی غیب پر مطلع ہو سکتا ہے بغیر اللہ تعالٰے کے بتائے کوئی غیب نہیں جان سکتا۔ کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے۔ اللہ تعالٰے نے ماکان وما یکون کے علوم اس میں مکتوب فرمائے اور اس قسم کے مفہوم کی وضاحت عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول یعنی غیب کا جاننے والا ہے نہیں مطلع فرماتا اپنے غیب پر کسی کو مگر اسے جس سے اللہ راضی ہو جائے اپنے رسولوں سے۔ وغیرہ آیات میں جو مضامین ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذاتی غیب کا علم سوا اللہ تعالٰے کے کسی کو حاصل نہیں۔ مگر جسے اللہ تعالٰے عطا فرمائے۔

بلکہ جس کو چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے جو کچھ اس نے سید الانبیاء حبیب کبریا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عنایت فرمایا اس کا اندازہ لگانا کسی کے بس کی بات نہیں وہ اس آیت کریمہ کے مفہوم کے منافی نہیں۔ چنانچہ صاحب تفسیر نسفی بھی یہی فرماتے ہیں۔

اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انہیں مگر وہی۔ مفاتح جمع ہے مفتاح کی۔

اور وہ عذاب و رزق کے خزانوں اور جو بندوں سے غائب ہیں ثواب، عذاب عمر کی مدتیں۔ احوال حیات اور بعد الممات سب کو غیب کہا اس کے لیے بطریق استعارہ کنجی فرمایا اس لیے کہ کنجی پہنچا دیتی ہے اس تک جو خزانے میں محفوظ ہے اور جو کنجی اور اس کی کیفیت افتتاح کو جان لے وہ پہنچ جاتا ہے اس خزانہ تک۔

اس میں ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالے کے پاس مفتاح غیب ہیں اور تمہارے پاس مفتاح عیب جو غیب پر ایمان لے آیا اس پر اللہ تعالے اس کے عیبوں سے پردہ ڈال دیتا ہے۔

اور وہ جانتا ہے جو کچھ بر میں ہے سبزہ سے اور زمین کے چلنے والوں سے اور دریا میں حیوان و جواہرات سے اور نہیں گرتا کوئی پتہ مگر وہ جانتا ہے اس میں ما نافیہ ہے اور من استغراقی۔ یعنے وہ ان پتوں کی گنتی ان کا احوال گرنے سے قبل اور اس کے بعد سب جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور کوئی تر نہیں نہ خشک مگر روشن کتاب میں ہے۔ کتاب سے مراد علم اللہ یا لوح محفوظ ہے اس کے بعد کافروں کو مخاطب فرما کر ارشاد ہوا۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ہ اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے (اور تم پر نیند مسلط ہوتی ہے) اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ پھر تمہیں دن میں اٹھاتا ہے کہ مقررہ میعاد پوری ہو (اور عمر اپنی انتہاء کو پہنچے) پھر اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے پھر وہ بتا دیگا جو کچھ تم کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ میں

بعث بعد الممات یعنی مرنے کے بعد زندہ ہونے کی دلیل ہے کہ جس طرح روزمرہ سونے کے بعد ایک قسم کی موت تم پر طاری کی جاتی ہے جس سے تمہارے حواس معطل ہوتے ہیں اس کے بعد چلنا پھرنا پکڑنا بیداری کے تمام حرکات ختم ہو جاتے ہیں۔ پھر تمہیں بیدار کرنے کے بعد وہی تمام قوتیں تمہارے قوی کو عطا ہو جاتی ہیں۔

یہ دلیل ہے اس امر کی کہ بعد مردن تمہیں زندہ فرما کر زندگانی کے تمام تصرفات۔ بعد موت اسی طرح عطا فرمانے پر قادر ہے۔

چنانچہ نسفی میں بھی اسی طرح ہے۔ (ترجمہ)

اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے۔ یعنی تمہاری جانیں تمام تصرفات سے نیند میں سلب فرما لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ یعنی گناہوں وغیرہ سے جو کچھ تم کرتے ہو پھر تمہیں دن میں اٹھاتا ہے یعنی سلا کر جگاتا ہے دن میں تاکہ مقررہ مدت پوری ہو یعنے تمہاری دنیا کی زندگی کے دن پورے ہوں پھر اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے یعنی پھر تمہارا رجوع بعد موت کے بعثت میں ہے پھر وہ بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے اپنی زندگی کے لیل و نہار میں۔

بعض ارباب کلام اس کی یوں تصریح فرماتے ہیں کہ جسم انسان میں ہر حس کے لیے علیحدہ علیحدہ روح ہے جو نیند کے وقت قبض کر لی جاتی ہے پھر جب نیند چلی جاتی ہے تو وہ تمام ارواح لوٹا دیے جاتے ہیں۔

مگر وہ روح جس سے انسان زندہ ہے وہ قبض نہیں کی جاتی مگر جب کہ اس کی زندگی کی مدت پوری ہو جائے۔

اور وہ ارواح معنوی ان سے مراد وہی روح ہے جو حواس کے ساتھ وابستہ رہتی ہے جس سے سمع۔ بصر۔ اخذ۔ مشی۔ شم۔ یعنی سننا۔ دیکھنا۔ پکڑنا۔ چلنا۔ سونگھنا۔ دیکھنا وابستہ ہے۔

اور ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ سے مراد یہ ہے کہ تمہیں سلا کر جگا دیا جاتا ہے۔ اور ارواح و حواس لوٹا دی جاتی ہیں۔

اس سے یہ دلیل حاصل ہوتی کہ منکرین بعثت سمجھ سکیں کہ جب نیند میں ارواح حواس قبض کی جاتی ہے اور جاگنے میں وہ لوٹ آتی ہے۔

تو اسی طرح وہ روح جس سے حیات انسانی وابستہ ہے وہ بھی بعد موت واپس کر کے زندگی ہو سکتی ہے قلیلها تفضی الی کثیرها۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سیزدہم پ ۷ سورۃ انعام

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ — اور وہ غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے

حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ ۝

تم پر اپنے نگہبان حتی کہ جب آتی ہے کسی کو تم میں سے موت تو قبض کرتے ہیں ہمارے فرشتے اور وہ تقصیر نہیں کرتے۔

ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَی اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُکْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ۝

پھر پھیرے جاتے ہیں اللہ کی طرف جو سچا مولا ہے خبردار اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے زیادہ جلدی حساب کرنے والا ہے۔

قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْکُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ۝

فرما دیجئے وہ کون ہے جو تمہیں نجات دے جنگل کی اندھیریوں اور دریائی آفتوں سے جسے تم پکارتے ہو تضرع کرکے خفیہ اگر وہ ہمیں نجات دے اس بلا سے تو ہم ضرور شکرگذار ہوں گے۔

قُلِ اللّٰهُ یُنَجِّیْکُمْ مِّنْهَا وَمِنْ کُلِّ کَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ ۝

فرما دیجئے اللہ ہی تمہیں نجات دیتا ہے اس سے اور ہر سختی سے پھر تم اس کا شریک ٹھہراتا ہے۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا وَّیُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَفْقَهُوْنَ ۝

فرما دیجئے وہی قادر ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب اوپر سے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا بھڑا دے تمہیں مختلف گروہ سے اور چکھائے بعض کو تکلیف بعض کی دیکھو کیسے ہم طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ سکیں۔

وَکَذَّبَ بِهٖ قَوْمُکَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ ۝

اور جھٹلایا اسے تمہاری قوم نے اور وہی حق ہے فرما دیجئے میں تم پر وکیل نہیں۔

لِکُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ؗ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

ہر خبر کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب جان لوگے۔

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

اور جب آپ دیکھیں انہیں جو الجھ رہے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے اعراض کیجئے حتی کہ وہ الجھ جائیں کسی غیر بات میں اور اگر بھلائے شیطان تم لوگوں کو تو نہ بیٹھیں یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝

اور ان پر لازم نہیں جو متقی ہیں ان کے حساب سے کچھ لیکن نصیحت دینا تاکہ وہ تقوی کریں۔ اور چھوڑ انہیں جو بنالتے ہیں اپنا دین ہنسی کھیل اور فریب دیتی ہے انہیں حیات دنیا اور نصیحت دو انہیں قرآن سے تاکہ ان کی جان اپنے کیے پر پکڑی نہ جائے نہیں ان کا اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہ سفارشی اور اگر اپنے عوض سارے بدلے دے تو نہ لیے جائیں اس سے یہ ہیں وہ جو پکڑے گئے اپنے کیے پر انہیں پینے کو کھولتا پانی اور دردناک عذاب ہے بدلہ ان کے کفر کا۔

حل لغات رکوع سیزدہم پ ۷ سورۃ انعام

وَ۔اور	ھو۔وہ	القاھر۔غالب ہے	فوق۔اوپر
عباد۔بندوں	ہٖ۔اپنے کے	و۔اور	یرسل بھیجتا ہے
علیکم۔تم پر	حفظۃ۔نگہبان	حتی۔یہاں تک کہ	اذا جب
جاء۔آتی ہے	احدا۔ایک	کم۔تمہارے کو	الموت۔موت
توفتہ۔توفوت کرتے ہیں اسکو	رسلنا۔ہمارے بھیجے ہوئے	و۔اور	ھو۔وہ
لا۔نہیں	یفرطون۔کوتاہی کرتے	ثم۔پھر	ردوا۔لوٹائے جائینگے
الی۔طرف	اللہ۔اللہ کی	مولٰھم جو انکا مولا ہے	الحق۔سچا
الا۔خبردار	لہ۔اسی کا ہے	الحکم۔حکم	و۔اور
ھو۔وہ	اسرع۔جلدی	الحاسبین حساب لینے والا ہے۔	
قل۔کہہ دیں	من۔کون	ینجیکم۔نجات دیتا ہے تم کو	
من ظلمت۔اندھیریوں سے		البر۔خشکی	و۔اور
البحر۔سمندر کی سے	تدعونہ۔پکارتے ہو تم اس کو		تضرعا۔عاجزی سے

وَ - اور   خفیۃ - پوشیدہ   لئن - اگر   انجینا - نجات دی تو

ئے ہم کو   من ھذہ - اس سے   لنکونن - تو ہونگے ہم   من الشاکرین - شکر

کرنے والوں سے   قل - فرمائیے   اللہ - اللہ   ینجیکم - نجات دیتا ہے

تم کو   منھا - اس سے   و - اور   من کل - ہر

کرب - مصیبت سے   ثم - پھر   انتم - تم   تشرکون - شرک کرتے ہو

قل - فرمائیے   ھو - وہ   القادر - قادر ہے   علی - اوپر اسکے

ان - یہ کہ   یبعث - بھیجے   علیکم - تم پر   عذابا - عذاب

من فوقکم - تمہارے اوپر سے   او - یا   من تحت - نیچے سے

ارجلکم - تمہارے پاؤں کے   او - یا   یلبسکم - بنادے تم کو   شیعا - گروہ گروہ

و - اور   یذیق - چکھائے   بعضکم - بعض تمہارے کو   باس - لڑائی

بعض - بعض کی   انظر - دیکھ   کیف - کس طرح   نصرف - بیان کرتے ہیں

ہم   الآیت - آیتیں   لعلھم - تاکہ وہ   یفقھون - سمجھیں

و - اور   کذب - جھٹلایا   بہ - اس کو   قومک - تیری قوم نے

و - اور   ھو - وہ   الحق - حق ہے   قل - کہہ

لست - نہیں ہوں میں   علیکم - تم پر   بوکیل - نگہبان   لکل - ہر

نبا - خبر کے لیے   مستقر - وقت ہے   و - اور   سوف - جلدی

تعلمون - جان لوگے   و - اور   اذا - جب   رأیت - دیکھے تو

الذین - ان لوگوں کو جو   یخوضون - بحث کرتے ہیں   فی - بیچ

آیتنا - ہماری آیتوں کے   فاعرض - تو منہ پھیر لو   عنھم - ان سے   حتی - یہاں تک کہ

یخوضوا - بحث کریں   فی - بیچ   حدیث - بات   غیرہ - سوا

ہ - اس کے   و - اور   اما - اگر   ینسینک - بھلادے تجھ کو

الشیطان - شیطان   فلا - تو نہ   تقعد - بیٹھ   بعد - بعد

الذکری - یاد آنے کے   مع - ساتھ   القوم - قوم   الظالمین - ظالم کے

و - اور   ما - نہیں   علی - اوپر   الذین - ان کے

یتقون - جو ڈرتے ہیں   من حسابھم - ان کے حساب سے   [illegible]

شیٔ۔چیز	و۔اور	لکن۔لیکن	ذکریٰ نصیحت ہے
لعلہم۔تاکہ	یتقون۔پرہیزگار رہوں	و۔اور	ذر۔چھوڑ دو
الذین۔ان کو جنہوں نے	اتخذوا۔پکڑا	دینہم۔اپنے دین کو	لعبا۔کھیل
و۔اور	لھوا۔تماشہ	و۔اور	غرتہم۔دھوکہ دیا ان کو
الحیوٰۃ۔زندگی	الدنیا۔دنیا کی نے	و۔اور	ذکر۔نصیحت کر
بہ۔اس کے ساتھ	ان۔یہ کہ	تبسل۔پکڑا جائے	نفس۔کوئی آدمی
بما۔بدلے اسکے جو	کسبت۔کمایا	لیس۔نہیں	لہا۔اس کے لیے
من دون۔سوا	اللہ۔اللہ کے	ولی۔کوئی دوست	و۔اور
لا۔نہ	شفیع۔سفارشی	و۔اور	ان۔اگر
تعدل۔عوض دے	کل۔پورا	عدل۔بدلہ تو	لا۔نہ
یؤخذ۔لیا جائے	منہا۔اس سے	اولٰئک۔یہ وہ	الذین۔جو
ابسلوا۔پکڑے گئے	بما۔بدلہ	کسبوا۔کمائی کے	لہم۔ان کے لیے
شراب۔پینا ہے	من حمیم۔گرم پانی کا	و۔اور	عذاب۔عذاب
الیم۔دردناک	بما۔بدلے اسکے	کانوا۔جو تھے وہ	یکفرون۔کفر کرتے

مختصر تفسیر رکوع سیزدہم پ۷ سورۃ انعام

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝

اور وہ غالب ہے اپنے بندوں پر اور تم پر بھیجتا ہے اپنے نگہبان حتیٰ کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے تو قبض کرتے ہیں ہمارے فرشتے اور وہ قصور نہیں کرتے پھر پھیرے جاتے ہیں اللہ کی طرف جو ان کا سچا والی ہے۔ خبردار رہو اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا ہے۔

قاہر۔ قہر سے بنا اس کے معنی ہیں غلبہ۔ قبضہ ساری مخلوق اس کے قبضہ میں ہے کسی کو اس کے مقابلہ کی جرأت نہیں یہ اللہ تعالےٰ کی صفت کمال ہے۔ غلبہ مطلقا برتری کو کہتے ہیں وہ غلبہ جو دائمی ہو۔ فوق کے معنی بلندی کے ہیں۔ عباد سے مراد بندے ہیں۔ انسان۔ جن۔ فرشتہ یا دیگر کوئی مخلوق اس قہار کے

غلبہ وقدرت سے باہر نہیں۔ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً۔ یرسل مضارع فرمایا بھیجتا رہتا ہے عَلَيْكُمْ حَفَظَةً جمع ہے حافظۃ کی اس کے معنی ہیں نگہبانی حفاظت ہے۔ مراد حفاظت جان ہے یا حفاظت اعمال ان سے مراد کاتبین اعمال ہیں۔

خلاصۂ تفسیر

وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ○ وہ بنی آدم کی نیکی اور بدی لکھنے ہیں ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے ہیں ایک دائیں ایک بائیں نیکیوں کا کاتب داہنی طرف کا فرشتہ ہے اور بدیاں لکھنے والا بائیں طرف کا فرشتہ ہے۔ اس کے ذکر کی یہ حکمت ہے کہ انسان یہ معلوم کرکے ہوشیار رہے اور گناہوں کے ارتکاب سے اجتناب کرے اور خیال کرے کہ ہر ایک عمل لکھا جاتا ہے اور بروز قیامت اس کا نامۂ اعمال مخلوق کے سامنے پڑھا جائے گا تو سمجھ لینا چاہئے کہ گناہ کس قدر رسوائی کا سبب ہوں گے۔

حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ۔ یہاں تک کہ جب تم میں کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ قصور نہیں کرتے۔ حتیٰ انتہا کے لیے ہے۔ موت سے مراد علامات موت یا وقت موت ہے یعنی نگرانی کرنے والے فرشتہ تم پر بھیجے جاتے ہیں۔ موت آنے پر کاتبین کی کتابت ختم ہو جاتی ہے۔

رحمت کے فرشتوں کا جان نکالتے یا روح کو لینے کے لیے حاضر ہوتا۔ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے تو ہمارا فرشتہ اس کی روح قبض کرتا ہے۔ اس فرشتے سے مراد یا تو تنہا ملک الموت ہے اور اور صیغہ جمع کا استعمال جمع تعظیمی ہے یا ملک الموت معہ ان کی جماعت کے فرشتے مراد ہیں جو حضرت ملک الموت کے اعوان کہے جاسکتے ہیں۔

تو جب کسی کو موت آتی ہے تو بحکم ملک الموت وہ قبض ارواح کرتے ہیں اور جب روح قریب حلق آتی ہے تو خود ملک الموت قبض کرتے ہیں (خازن) اور یہ تعمیل حکم میں اتنے چست ہے کہ قطعی کوتاہی نہیں کرتے چنانچہ وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ فرمایا۔ پھر وہ روح اللہ تعالےٰ کی طرف پھیری جاتی ہے۔ جو سب کا سچا مولا ہے اور اسی کا حکم حکم ہے اور سب سے زیادہ جلدی حساب کرنے والا ہے اور یہ اس لیے کہ اسے کسی معاملہ میں سوچنے جانچنے کی احتیاج ہی نہیں ہے اور اس روز اس کے سوا کسی کا بھی حکم نہیں۔ تفسیر نسفی میں ہے

(ترجمہ) اور وہ غالب ہے اپنے بندوں پر۔ اور تم پر بھیجتا ہے اپنے نگہبان۔ یعنی ملائکہ محافظین

اعمال اور وہ کرام کاتبین ہیں تاکہ بندہ خوف رکھے ارتکاب معصیت سے اور یہ کہ سمجھے اس کا اعمال نامہ علی رؤس الاشہاد پڑھا جائے گا حتی کہ جب تم میں کسی کی موت آئے تو قبض کرتے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے یعنی وہ فرشتے روح قبض کر لیتے ہیں یعنی ملک الموت اور انکے اعوان اور وہ قصور نہیں کرتے یعنی تعمیل حکم میں ان کی طرف سے توانی اور سستی نہیں۔

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ○ پھر پھیرے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف جو ان کا سچا مولیٰ والی ہے یعنی اللہ کے حکم کی طرف پھیرے جاتے ہیں اس دن اس کے سوا کسی کا حکم نہیں اور وہ سب سے زیادہ جلدی حساب کرنے والا ہے۔ اس لیے کہ اسے حساب میں کوئی دقت نہیں ہے وہ تمام مخلوق کا حساب جانتا ہے یہاں تک کہ بکری کا دودھ دوہنے تک میں حساب ختم کر دیگا۔

ثم۔ اس لیے فرمایا گیا کہ حشر میں لوگ خود نہ جائیں گے بلکہ فرشتے لے کر جائیں گے اس لیے رُدّوا فرمایا گیا۔ بارگاہ رب العزت میں بعض کو عذاب کے فرشتے پیش کرینگے بعض کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیش فرمائیں گے۔ مولیٰ۔ مالک۔ والی۔ وارث۔ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا مالک ہے۔ حق کے معنی واجب الوجود۔ موجود حقیقی۔ ہمیشہ رہنے والا ہے (روح المعانی) اسرع۔ سرعت سے ہے بہت جلد۔ حاسبین جمع ہے یعنی اللہ تعالیٰ سارے حساب لینے والوں سے بہت جلد حساب لینے والا ہے یعنی قیامت کے دن بڑے چھوٹے عمل کا حساب ہوگا۔ مدارک۔ بیضاوی

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ فرما دیجئے وہ کون ہے جو تمہیں نجات دیتا ہے جنگل کی اندھیریوں اور دریائی آفتوں سے جسے تم پکارتے ہو تضرع وزاری سے اور چپکے چپکے کہ اگر وہ ہمیں نجات دے اس سے تو ہم ضرور شکر گذار ہوں۔

فرمائیے کون ہے جو تمہیں نجات دیتا ہے ظلمات بر و بحر سے یعنی خوف اور ہول سے جو ظلمات بر اور صواعق اور دریائی موجوں سے پیدا ہو جسے پکارتے ہو تضرع وزاری سے اور خفیہ طور پر آہستہ کہتے ہوا گر وہ ہمیں نجات دے تو ہم ضرور اس کا شکر کریں۔

اس آیت میں کفار کو تنبیہ کی گئی کہ جس کی خشکی اور تری میں سفر کے اندر جب وہ مبتلائے آفات ہو کر پریشان ہوتے ہیں اور ایسے شدائد پیش آتے ہیں جس سے دل کانپ جاتے ہیں اور دلوں کو وہ خطرا مضطرب اور بے چین کر دیتے ہیں اس وقت بت پرست بتوں کو بھول کر اللہ تعالیٰ سے بتضرع

وزاری دعا کرتا ہے اور کہتا ہے اگر اس مصیبت سے ہمیں اللہ نے نجات دیدی تو ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گذار ہوں گے۔

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ تم فرماؤ اللہ ہی تمہیں نجات دیتا ہے اس سے اور ہر بے چینی سے پھر تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ اور بجائے شکر گذاری کے ایسی ناشکری کرتے ہو اور باوجود جان لینے کے کہ بت بیکار ہیں پھر انہیں اللہ کا شریک ٹھہرانا کتنی بڑی نادانی اور گمراہی ہے۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ۔ تم فرماؤ کہ وہ قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا تمہیں بھڑا دے مختلف گروہ کر کے اور ایک کو دوسرے کی سختی چکھادے یعنی قوم لوط اور اصحاب فیل کا سا عذاب تمہارے اوپر سے کنکر برسا کر لائے یا فرعون کا سا غرق یا قارون کا سا خسف تمہارے پاؤں تلے سے ہو یا امساک باراں وغیرہ قسم کے عذاب بھیجدے یا تمہیں بھڑا دے مختلف گروہ کر کے اور ایک کو دوسرے کی سختی چکھائے قتل بعض سے بعض کو۔ عربی محاورہ میں بأس تلوار کے عذاب کو ہی کہا جاتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ میری امت پر عذاب اوپر اور نیچے کا نہ ہو تو اللہ تعالے نے قبول فرمایا۔ پھر دعا فرمائی کہ تلوار کا عذاب بھی نہ ہو تو اس دعا سے حضور کو منع کر دیا گیا اور جبریل نے عرض کیا کہ حضور کی امت کی فنا تلوار سے ہے۔

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں۔

ایک جماعت اس طرف ہے کہ اس سے امت محمدی مراد ہے اور یہ آیت انہیں کے حق میں نازل ہوئی۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان یرسل عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم ہے تو حضور نے عرض کیا یا الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں پھر جب پاؤں تلے کے عذاب کا ذکر آیا تو نے حضور نے پناہ مانگی۔ پھر جب اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا نازل ہوا جسکے معنی ہیں ہم نے بھڑا دیے مختلف گروہ کر کے ایک کو دوسرے سے لڑا کر لڑائی کی سختی چکھا دے تو حضور نے فرمایا یہ آسان ہے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس آیت کے پہلے دو عذاب کفار مشرکین کے لیے ہیں آخری

عذاب یعنی آپس میں نا اتفاقی اور جنگ وجدال مسلمانوں کے لیے ہے۔ سیدنا ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ آسمانی اور زمینی عذاب قیامت کے قریب ہوگا۔ خازن

مسلم شریف میں ہے کہ ایک روز حضور نے مسجد بنی معاویہ میں دو گانہ ادا فرمایا اس کے بعد طویل دعا کی پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں نے اپنے رب سے تین سوال کیے تھے ان میں سے دو تو منظور ہو گئے اور ایک سوال کو روک دیا جو منظور ہوئے وہ یہ ہیں۔

اول قحط عام سے میری امت ہلاک نہ ہو۔

دوسرے بینہ کے غرق سے اسے عذاب نہ فرمائیے۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ ان میں باہم جنگ نہ ہو یہ قبول نہ ہوا۔

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ دیکھو ہم کیونکر طرح طرح سے آیتیں پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تاکہ انہیں سمجھ آ جائے۔

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ اور جھٹلاتے ہیں اس کو تیری قوم والے یعنی قریش قرآن کریم اور عذاب کے نزول کو فرما دیجئے میں تم پر نگہبان نہیں۔ اس لیے کہ میں ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔ میرا کام ہدایت کرنا (رستہ دکھانا) ہے اور قلوب کی ذمہ داری مجھ پر نہیں۔

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو خبریں دی ہیں ان کے لیے وقت مقرر ہے اور ان کا وقوع ٹھیک اسی وقت ہوگا تو عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا یہ تہدیداً فرمایا گیا آگے ارشاد ہے۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ اور جب دیکھے تو انہیں جو ہماری آیتوں میں الجھتے ہیں یعنی قرآن کریم کو استہزاءً پڑھتے اور اس میں طعن کرتے ہیں یعنی قریش کے لوگ ایسا کرتے تھے۔ فاعرض عنہم تو ان سے منہ پھیر لے اور ان کے پاس نہ بیٹھ اور ان سے اٹھ کر علیحدہ ہو جا یعنی انکی ہم نشینی ترک کر کے ان سے تجنب اختیار کرنا چاہئیے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جائے مسلمان کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں اس سے واضح ہوا کہ بے دینوں اور منکروں کے جلسہ میں جہاں وہ اسلام اور قرآن کے خلاف گستاخیاں کریں وہاں جانا اس جلسہ میں شرکت کرنا جائز نہیں اور اگر وہاں بغرض رد یا انکے اعتراضات کا جواب دینے کو جایا جائے تو اسے مجالست نہیں کہتے احقاق حق کے لیے کسی مخالف مجلس میں جانا

ممنوع نہیں اس کی تصریح آگے آتی ہے۔

حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ۔ جبتک وہ اور باتوں میں پڑیں یعنی قرآن پر اعتراض نہ کریں بلکہ دوسری باتوں میں اگر مشغول ہوں تو ان کے پاس بیٹھنا ممنوع نہیں۔

وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ان کے پاس نہ بیٹھ جو ظالم ہیں۔

فَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰی لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۝ اور نہیں ان پر جو پرہیزگار ہیں ان کے حساب سے کچھ۔ یعنی ان کا گناہ جو قرآن کریم میں الجھیں نہیں اس کی تکذیب اور استہزاء کرتے ہیں ان پر کچھ نہیں۔ یعنی ارباب تقوی پر مستہزئین کے گناہ کا بار نہیں ولیکن ذکری۔ لیعنے نصیحت دینا شائد کہ وہ بھی پرہیزگار ہوجائیں اور حیا کرتے ہوئے استہزاء سے اجتناب کریں یعنی قرآن کریم پر طعن و استہزاء کرنے والوں کے گناہ انہیں پر ہیں اس سے ہی اس کا حساب ہوگا۔ پرہیزگاروں سے نہیں ہوگا۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی کا حکم آیا تو انہیں خطرہ ہوا کہ جب ہم ان کے پاس ترک کردیں گے تو منع کرنا بھی چھوٹ جائے گا تو کہیں اس کا عذاب تو ہمیں نہ ہوگا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس سے یہ مستفاد ہوا کہ پند و نصیحت اور اظہار حق کے لیے ایسی مجلسوں میں بیٹھنا جائز ہے اس لیے کہ اس قسم کی نصیحتوں سے شاید انہیں خوف آئے اور وہ پرہیزگار ہوجائیں۔

وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا۔ اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جنہوں نے بنا لیا اپنا دین کھیل کود کو۔

یعنی وہ لوگ جو دین کو تکلیف سمجھیں اور چھوڑ دیں دین اسلام کو اور تمسخر اور استہزاء کریں۔ ذَرْهُمْ کے معنی اَعْرِضْ عَنْهُمْ ہیں یعنی ان سے منہ پھیر لو اور ان کی تکذیب و مذاق کی پروا نہ کرو دِیْنَهُمْ سے مراد ان کا مذہب اور گھڑے ہوئے مسائل جیسے بحیرہ۔ سائبہ جانوروں کو حرام جاننا کھیل کود سے مراد بت پرستی۔ ناچ گانے کھیل تماشے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ساری قوموں نے اپنے بڑے دنوں میں کھیل کود۔ لہو و لعب کو اختیار کیا۔ صرف اسلام ہی وہ دین حق ہے جس کی عید بھی نماز اور قربانی خیرات صدقات سے منائی جاتی ہے۔ لہو کہتے ہیں ایسے فعل کو جس میں خواہش نفسانی اور طرب کے لیے انسان مشغول ہو۔

وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا - اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا۔

غَرَّتْ کے معنی دھوکہ فریب - یعنی ان کو دنیاوی زندگی نے دھوکہ دیا کہ وہ سمجھے کہ بس دنیا ہی میں جینا ہے۔ وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ - اور قرآن سے نصیحت دو کہ کہیں کوئی جان اپنے کیے پر پکڑی نہ جائے جو اس نے کمایا۔ یعنی قرآن کریم سنا کر وعظ و پند کرو کہ کہیں پکڑی نہ جائے کوئی جان اپنے ہر کئے پر اس خوف سے کہ وہ ہلاکت میں نہ پڑ جائیں اور کہیں رہن نہ ہو جائیں برائیوں اور گناہوں کے لیے۔ ذَكِّرْ۔ تذکیر سے بنا اس کے معنی نصیحت کرنا۔ ڈرانا۔ بِہٖ۔ سے قرآن کریم مراد ہے۔ تُبْسَلَ بَسْلٌ سے بنا۔ اس کے معنی ہیں روکنا۔ پکڑ لینا۔ اسی لیے پہلوان کو بھی باسل کہتے ہیں۔ نَفْسٌ سے مراد کافر لوگ مَا كَسَبَتْ سے کفر شرک مراد ہیں جس کی وجہ سے وہ دوزخ میں قید کر دیا جائے گا۔

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ - نہیں ہے اس کے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہ شفاعت کرنے والا۔ ان کا اللہ کے سوا کوئی ولی جو اپنی قوت سے ان کی مدد کرے اور نہ شفیع جو دفع کر سکے اس سے عذاب۔ جب لفظ دُوْنَ الوہیت یا عبادت کے ساتھ آوے تو یعنی سوا ہوتا ہے کیونکہ اللہ کے سوا نہ کوئی الٰہ ہے نہ کوئی معبود۔

وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا - اور اگر وہ معاوضہ میں دے ہر بدلہ تو قبول نہ کیا جائے گا اس سے بدلہ۔

فدیہ یعنی معاوضہ تمام ادا کرے تو اس سے نہ لیا جائے گا۔ تَعْدِلْ عدل سے بنا اس کے معنی فدیہ کفارہ اور بدل ہے۔ فدیہ دہندہ کو دیتا ہے اس لیے کہ وہاں فدیوں سے کام نہیں چلے گا کیونکہ یوم حشر یوم جزا ہے۔ یوم عمل نہیں۔ فدیہ ایک عمل ہے۔ یہاں عدل سے مراد فدیہ ہے بعض مفسرین نے کہا کہ یہاں عدل سے مراد شرک و کفر اور گناہوں کے کفارات ہیں جو منظور نہیں ہوں گے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ - یہی لوگ ہیں جو ہلاک کئے گئے ہیں بوجہ اپنے کرتوتوں کے ان کے لیے پینے کو کھولتا پانی ہے اور دردناک عذاب ہے بوجہ اس کفر کے جو وہ کیا کرتے تھے۔

وہ جو اپنے کیے پر پکڑے گئے انہیں کھولتا پانی اور دردناک عذاب ہے ان کے کفر کے بدلے انہیں کھولتا پانی پینے کو ملے گا۔ اُبْسِلُوْا کے معنی پکڑے گئے۔ حَمِيْمٌ کھولتا گرم پانی۔ بدعقیدگیاں جو حق کے خلاف ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع چاردہم پ ۷ سورۃ انعام

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا
وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا
بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى
اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ
حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ
اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى
اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ
لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

فرمادیجئے کیا پکاریں ہم اللہ کے سوا ان کو جو نہ نفع دیں ہمیں اور نہ نقصان پہنچائیں اور پھر جائیں ہم اپنی ایڑیوں پر بعد اس کے کہ ہدایت دی ہمیں اللہ نے جیسے وہ آدمی کہ پریشان کردیا ہو اسے شیطانوں نے زمین میں حیران کرکے اس کے ساتھی ہیں جو اسے پکارتے ہیں راستہ کی طرف کہ ہمارے پاس آجا۔ فرمادیجئے ہدایت اللہ کی وہی ہدایت ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے پالنے والے کے پوری طرح فرمانبردار رہیں۔

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ وَهُوَ
الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

اور یہ کہ قائم کرو نماز کو اور اس سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
بِالْحَقِّ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

اور وہ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور جس دن کہے گا ہوجا تو ہوجائے گی۔

قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ
فِى الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

اس کی بات سچی ہے اور اسی کی بادشاہی ہے جس دن صور پھونکا جائے گا وہ جاننے والا ہے غیب اور حاضر کا اور وہ حکمت والا ہے خبردار۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ
اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّىْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ
فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آذر کو کیا تو بناتا ہے بتوں کو معبود بے شک میں دیکھتا ہوں تجھ کو اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں۔

وَكَذٰلِكَ نُرِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ

اور اسی طرح دکھلاتے تھے ہم ابراہیم کو زمین اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝

آسمانوں کی بادشاہی اور تاکہ ہو وہ یقین کرنے والوں سے۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝

پھر جب اس کو رات نے ڈھانپ لیا اس نے دیکھا ستارہ چمکتا ہوا۔ اس نے کہا یہ میرا رب ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝

پھر جب اس نے چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو کہا یہ میرا رب ہے پھر جب وہ غروب ہو گیا تو کہا اگر مجھے میرے رب نے راہ نہ دکھایا تو میں ہو جاؤں گمراہ قوم سے۔

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝

پھر جب اس نے چمکتا ہوا سورج دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا اے میری قوم میں بیزار ہوں ان سے جنکو تم شریک بناتے ہو۔

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

بے شک میں نے پھیر لیا اپنے منہ کو اس ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ایک رخ ہو کر اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۚ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۚ وَلَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا ۚ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ

اور اس سے اس کی قوم نے جھگڑا کیا اس نے کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھے راہ دکھائی اور نہیں ڈرتا میں ان سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو اس کے ساتھ مگر یہ کہ کچھ میرا رب ہی چاہے۔ سمایا ہے میرے اللہ نے ہر چیز کو اپنے علم میں کیا تم نصیحت نہیں حاصل کرتے۔

وَكَيْفَ اَخَافُ مَا اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ۚ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

اور کس طرح ڈروں میں ان سے جنہیں تم نے شریک بنایا اور نہیں ڈرتے تم کہ تم نے شریک بنایا اللہ کے ساتھ ان کو جن کی تم پر اللہ نے کوئی دلیل نہ اتاری۔ تو دونوں فریق میں سے امن کا کون زیادہ حقدار ہے اگر تم جانتے ہو۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○

وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں شرک کی آمیزش نہ کی انہی کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔

حل لغات رکوع چاردہم پ سورۃ انعام

قل۔کہو	ا۔کیا	ندعوا۔پکاریں ہم	من دون۔سوا
اللہ۔اللہ کے	ما۔اسکو جو	لا۔نہ	ینفعنا۔نفع دے ہم کو
و۔اور	لا۔نہ	یضر۔تکلیف دے	نا۔ہم کو
و۔اور	نرد۔ہم پھیرے جائیں	علی۔اوپر	اعقابنا۔اپنی ایڑیوں کے
بعد۔بعد	اذ۔اس کے کہ	ھدا۔ہدایت دی	نا۔ہم کو
اللہ۔اللہ نے	کالذی۔جیسے وہ آدمی کہ	استھوتہ۔پریشان کردیا ہوا اس کو	
الشیاطین۔شیطان نے	فی۔بیچ	الارض۔زمین کے	حیران۔حیران کرکے
لہ۔اس کے	اصحب۔ساتھی ہیں جو	یدعونہ۔جو بلاتے ہیں اسکو	الی۔طرف
الھدی۔ہدایت کی	ائتنا۔آجا ہمارے پاس	قل۔کہو	ان۔بیشک
ھدی۔ہدایت	اللہ۔اللہ کی	ھو۔وہی ہے	الھدی۔ہدایت
و۔اور	امر۔حکم دیا گیا	نا۔ہم کو	لنسلم۔کہ فرمانبردار ہوں
لرب۔واسطے رب	العالمین۔جہانوں کے	و۔اور	ان۔یہ کہ
اقیموا۔قائم کرو	الصلوٰۃ۔نماز	و۔اور	اتقوہ۔ڈرو اس سے
و۔اور	ھو۔وہ	الذی۔وہ اللہ ہے کہ	الیہ۔اسکی طرف

تحشرون۔ اکٹھے کیے جاؤ گے تم　و۔ اور　ھو۔ وہ
الذی۔ اللہ وہ ہے جس نے　خلق۔ پیدا کیے　السموات آسمان　و۔ اور
الارض۔ زمین　بالحق۔ حق کے ساتھ　و۔ اور　یوم جس دن
یقول۔ کہے گا　کن۔ ہو جا　فیکون۔ تو ہو جائیگا　قولہ۔ بات اسکی
الحق۔ سچی ہے　و۔ اور　لہ۔ اسی کی　الملک۔ بادشاہی ہے
یوم جس دن　ینفخ۔ پھونکا جائیگا　فی۔ بیچ　الصور۔ صور کے
عالم۔ جاننے والا ہے　الغیب۔ غیب　و۔ اور　الشھادۃ۔ حاضر کا
و۔ اور　ھو۔ وہ　الحکیم حکمت والا　الخبیر۔ خبردار ہے
و۔ اور　اذ۔ جب　قال۔ کہا　ابراھیم۔ ابراہیم نے
لابیہ۔ اپنے باپ　آزر۔ آزر سے　ا۔ کیا　تتخذ۔ بناتا ہے تو
اصناما۔ بتوں کو　الھۃ۔ معبود　انی۔ بیشک میں　ارا۔ دیکھتا ہوں
لک۔ تجھ کو　و۔ اور　قومک۔ تیری قوم کو　فی۔ بیچ
ضلل۔ گمراہی　مبین۔ ظاہر کے　و۔ اور　کذلک۔ اسی طرح
نری۔ دکھاتے تھے ہم　ابراھیم۔ ابراہیم کو　ملکوت۔ بادشاہی　السموات۔ آسمانوں
و۔ اور　الارض۔ زمین کی　و۔ اور　لیکون۔ تاکہ ہو جائے
من الموقنین۔ یقین کرنے والوں سے　فلما۔ پھر جب　جن۔ ڈھانپ لیا
علیہ۔ اسکو　الیل۔ رات نے　رای۔ اس نے دیکھا　کوکبا۔ ایک ستارہ
قال۔ اس نے کہا　ھذا۔ یہ ہے　ربی۔ میرا رب　فلما۔ پھر جب
افل۔ غروب ہو گیا　قال۔ تو کہا　لا۔ نہیں　احب۔ پسند کرتا میں
الافلین۔ غروب ہونیوالوں کو　فلما۔ پھر جب　رای۔ دیکھا　القمر۔ چاند کو
بازغا۔ چمکتا ہوا　قال۔ کہا　ھذا۔ یہ ہے　ربی۔ میرا رب
فلما۔ پھر جب　افل۔ غروب ہو گیا　قال۔ کہا　لئن۔ اگر
لم۔ نہ　یھدنی۔ ہدایت دی　نی۔ مجھ کو　ربی۔ میرے رب نے
لاکونن۔ تو ہو جاؤں گا میں　من القوم۔ قوم　الضالین۔ گمراہوں سے
فلما۔ پھر جب　رای۔ دیکھا　الشمس۔ سورج کو　بازغۃ۔ چمکتا ہوا

قال۔کہا　ھذا۔یہ　ربی۔میرا رب ہے　ھذا۔یہ
اکبر۔بہت بڑا ہے　فلما۔پھر جب　افلت۔غروب ہوگیا　قال۔تو کہا
یقوم اے میری قوم　انی۔بیشک میں　بری۔بیزار ہوں　مما۔اس سے
تشرکون۔جو شریک بناتے ہو تم　انی۔بیشک میں نے　وجھت۔رخ کیا
وجھی۔اپنے چہرے کا　للذی۔اس اللہ کی طرف جس نے　فطر۔پیدا کیے
السموات۔آسمان　و۔اور　الارض۔زمین　حنیفا۔ایک رخ ہوکر
و۔اور　ما۔نہیں ہوں　انا۔میں　من المشرکین۔مشرکوں سے
و۔اور　حاجہ۔جھگڑا کیا اس سے　قومہ۔اس کی قوم نے　قال۔کہا
ا۔کیا　تحاجو۔جھگڑتے ہو تم　نی۔مجھ سے　فی۔بیچ
اللہ۔اللہ کے　و۔اور　قد۔بیشک　ھدان۔ہدایت دی اس نے مجھے
و۔اور　لا۔نہیں　اخاف۔ڈرتا ہیں　ما۔جو
تشرکون۔شریک ٹھہراتے ہو تم　بہ۔اس کے　الا۔مگر
ان۔یہ کہ　یشاء۔چاہے　ربی۔میرا رب　وسع۔گھیر لیا ہے
ربی۔میرے رب نے　کل۔ہر　شئ۔چیز کو　علما۔علم میں
ا۔کیا　فلا۔پھر نہیں　تتذکرون۔نصیحت حاصل کرتے تم
و۔اور　کیف۔کیسے　اخاف۔ڈروں میں　ما۔اس سے
اشرکتم۔جو شریک بناتے تم نے　و۔اور　لا۔نہیں
تخافون۔ڈرتے تم　انکم۔کہ تم نے　اشرکتم۔شرک کیا　باللہ۔اللہ کے ساتھ
ما۔جو　لم۔نہیں　ینزل۔اتاری　بہ۔اسکے ساتھ
علیکم۔تم پر　سلطانا۔کوئی دلیل　فای۔تو کونسا　الفریقین۔دونوں فریقوں سے
احق۔زیادہ حقدار ہے　بالامن۔امن کا　ان۔اگر　کنتم۔ہو تم
تعلمون۔جانتے　الذین۔وہ جو　امنوا۔ایمان لائے　و۔اور
لم۔نہ　یلبسوا۔ملایا انہوں نے　ایمانہم۔اپنے ایمان کو　بظلم۔شرک سے
اولئک۔یہی ہیں　لھم۔کہ ان کے لیے　الامن۔امن ہے　و۔اور
ھم۔وہ　مھتدون۔ہدایت والے ہیں۔

مختصر تفسیر رکوع چارد ہم پ سورۃ انعام

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ۪ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰىؕ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَ اَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُؕ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

فرما دیجئے کیا ہم اللہ کے سوا اسے پوجیں جو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور پاؤں کے بل رد کر دیئے جائیں ہم بعد اس کے کہ ہدایت کی ہمیں اللہ نے مثل اس کے جسے بھلا دے شیطان راہ زمین میں۔ حیران ہے اس کے رفیق اسے راہ پر بلا رہے ہیں کہ ادھر آ۔ فرما دیجئے اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور ہمیں حکم ہوا ہے کہ ہم اس کے لیے گردن رکھیں جو رب ہے سارے جہان کا اور یہ کہ نماز قائم رکھیں اور اسی سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اٹھنا ہے۔

شان نزول:۔ عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق قبل از اسلام اپنے والد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو بت پرستی کی طرف بلاتے تھے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ حضرت صدیق کو یہ جواب بتایا گیا کہ ہمارے لیے اسکی عبادت زیبا نہیں جو ہمیں نفع نہ دے سکے اگر ہم اسے پوجیں اور نقصان نہ پہنچا سکے جبکہ اسے ترک کر دیں۔ صاوی۔

قُلْ اَنَدْعُوْا۔ فرما دیجئے کیا میں اس کی پوجا کروں۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اپنے بیٹے عبدالرحمن کو فرمائیں جو آپ کو عبادت اصنام کی دعوت دے رہا ہے کہ کیا میں اس کی پرستش کروں اللہ کے سوا جو نہ نفع پہنچا سکے یعنی جس میں نہ نفع پہنچانے کی طاقت ہے اگر ہم اسے پوجیں اور نہ نقصان دینے کی استعداد اگر ہم اسے چھوڑ دیں اور صرف تمہارے کہنے سے پلٹ جائیں اپنی ایڑیوں پر یعنی شرک میں پھر پڑ جائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں ہدایت اسلام فرمائی اور ہمیں عبادت اصنام سے بچا لیا۔ اس کی طرح جسے شیطان نے زمین میں راہ بھلا دی۔ مثل اس کے جسے شیطان نے جسے غیلان کہتے ہیں اور وہ سرکش جن کی قسم سے ہے راہ بھلا دی ہو زمین میں حیران پھر رہا ہو۔ نہیں سمجھ سکتا کہ کیا کرے اس کے لیے دعوت دے رہے ہیں اس کے رفیق ہدایت کی جسے طریق مستقیم کہتے ہیں وہ کہہ رہے ہیں آ ادھر اور شیاطین کی دھوکہ بازی سے بچ۔ اس کی تصریح یہ ہے

کہ شیطان انسان کو اس کے محور صداقت سے گراتا ہے اور غیلان اس پر مستولی ہو کر اسے طریق اسلام سے گرا کر خلوات شیطان کا پیرو کر دیتا ہے اور عامۂ مومنین اسے بلاتے ہیں تاکہ وہ ان کی طرف ملتفت ہو۔ فرما دیجئے کہ ہدایت اللہ ہی کی ہدایت ہے اور وہ ایک ہے اور ما سوا اس کے گمراہی ہے اور ہمیں حکم ہے کہ ہم اس کے لیے گردن رکھ دیں جو سارے عالموں کا رب ہے اور یہ کہ نماز قائم رکھو اور اس سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس کی طرف تمہیں اٹھنا ہے۔

خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ

اس آیت کریمہ میں حق و باطل کی دعوت دینے والوں کی ایک تمثیل بیان فرمائی گئی کہ جس طرح ایک مسافر اپنے رفیقوں کے ساتھ تھا کہ جنگل میں غول بیابانی یعنے بھوتوں اور شیطانوں نے اسے راستہ سے بہکا دیا اور اسے جچا دیا کہ منزل مقصود کی یہی راہ ہے اس کے رفیق اسے منزل مقصود کی راہ راست کیطرف بلانے لگے وہ حیران و ششدر ہو کر رہ گیا کہ کدھر جائے۔

انجام یہ ہوا کہ اگر وہ غلط راہ پر چل دیا تو ہلاک ہوگا اور رفیقوں کا کہا ماننے تو سلامت رہے گا منزل مقصود مل جائے گی۔

یہی حال اس شخص کا ہے جو

طریقہ اسلام سے بہکا اور گمراہی کی طرف چل دیا مسلمان اسے راہ راست پر بلاتے رہے اگر یہ انکی آواز پر لبیک کہے تو راہ پا جائے ورنہ ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى کا یہی مفہوم ہے کہ جو طریق اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو واضح کیا وہی ہدایت ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ باطل و گمراہی ہے۔ یہی مفہوم علامہ آلوسی نے روح المعانی میں بیان فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَیَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۔ اور وہ وہی ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ اور جس روز وہ کہے گا کہ تو ہو جا تو بس ہو جائے گا اسی کا فرمان ہے حق اور اسی کی حکومت اور ملک ہوگا جس دن پھونکا جائے گا صور وہ جاننے والا ہے چھپی چیز کا اور ظاہر چیز کا اور وہی ہے حکمت والا اور سب کچھ جاننے والا۔

ھُوَ سے اللہ تعالےٰ کی ذات مراد ہے۔ اَلَّذِیْ سے اس کی شان مراد ہے۔ خَلَقَ کا معنی پیدا کرنا نیست سے ہست کر دینا بالحق، ناقابل فنا۔ یعنی اللہ تعالےٰ وہ قدرت والا ہے جس نے آسمان و زمین

حکمتوں سے بھرپور پیدا فرمائے۔ یَوم یعنی وقت ہے کیونکہ قیامت میں نہ دن ہوگا نہ رات۔ کُن سے مراد ارادہ ہے۔ یکون۔ تمام فنا شدہ اشیاء کا وجود میں آنا جیسا کہ صور کے نفخہ پر ہوگا۔

اور وہی ہے جس نے آسمان و زمین بنائے اپنی حکمت سے اور فنا شدہ چیزوں کو حکم کرے گا ہو جاؤ تو وہ ہو جائیں گی اور اسی کی بات حق ہے اور اسی کے لیے تمام ملک ہے جس دن صور پھونکا جائے گا اور ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا وہی حکمت والا خبردار ہے۔ افناء۔ احیاء اور حساب اور جزا میں۔ خلاصہ مفہوم آیات یہ ہے کہ

اس کی قدرت کاملہ اور اس کا علم محیط ہے اور اسکی حکمت و صنعت ظاہر ہے اس کے حضور تمام کوئی بھی کوئی دعوی سلطنت کرنے والا نہ ہوگا۔ تمام جابر ظالم اور دنیا کی سلطنت پر فرعونیت کا غرور کرنے والے دیکھیں گے کہ دنیا میں جو دعاوی سلطنت تھا وہ باطل تھا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ یاد فرمائیے وہ واقعہ جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو کہا۔ یہ نام آپ کے باپ کا ہے یا لقب ہے اس لیے کہ نساب کی جماعت اس کے خلاف ہے ان کی تحقیق میں ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ ہے۔

تحقیق اسم آزر

تفسیر کبیر میں ہے تارح بعض نے ح سے لکھا ہے اور بعض نے خ سے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں ابراہیم بن آزر توریت میں ہے اس بنا پر یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت ابراہیم کے والد کے دو نام ہیں آزر اور تارخ جیسے یعقوب اور اسرائیل، دو نام ایک آدمی کے ہو سکتے ہیں۔

اور ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آزر نام ہو اور تارخ لقب ہو اس لیے کہ قرآن کریم نے آزر ہی نام بتایا ہے۔ اگرچہ فن نسب کے ماہرین اور مورخین تارخ ہی بتا رہے ہیں۔ ہم اسے ضعیف درجہ میں مانتے ہیں۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ احبار یہود و نصاریٰ سے سن کر فن نسب کے جاننے والوں نے یہ لکھا ہو۔ مگر قرآن کریم آزر ہی فرماتا ہے۔ لہذا اسرائیلیات کی روایات ہمارے لیے قطعاً معتبر نہیں ہیں۔

ایک قول ہے تارح۔ تا۔ را۔ حا کے ساتھ علامہ طیبی نے اسے نقل کیا اور وہ قاموس کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے اور تارح آپ کے والد کا نام ہے۔

اور یہ وہ قول ہے جسے شیخ مفسر نے اپنے ان رسالوں میں بیان کیا جن میں انہوں نے ایمان آبائہ الکرام کا ثبوت دیا ہے۔ اب علامہ آلوسی کی تحقیق روح المعانی سے ملاحظہ ہو۔

آزر بروزن آدم نام عجمی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا اور یہ ایک قریہ کے رہنے والے سواد کوفہ ہیں۔

زجاج کہتے ہیں کہ فن نسب کے ماہروں میں بالکل اختلاف نہیں اس امر میں کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارح تھا۔ تا۔ الف۔ را مفتوح اور حاء آخر میں اور خ کے ساتھ بھی مروی ہے۔

ابن منذر بسند صحیح ابن جریج سے راوی ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تیرح یا تارح تھا۔ اور ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام یازر تھا اور ان کی والدہ کا نام مثلی۔ اور آزر کوئی نام نہیں۔

اور مجاہد اور سعید بن مسیب وغیرہ اس طرف ہیں اور بہت سے اختلافی اقوال ہیں۔ چنانچہ پانچ قول وہ لکھتے ہیں۔

اول یہ کہ آزر لقب ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا
دوسرا قول یہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے دادا کا نام ہے۔
تیسرا قول یہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے اور چچا دادا کو مجازاً باپ کہتے ہیں
چوتھا یہ کہ آزر نام بت کا ہے۔ یہ ابن عباس اور سدی اور مجاہد سے مروی ہے رضی اللہ عنہم
پانچواں قول یہ ہے کہ آزر لغتہً وصف ہے اس کے معنی خطا کار کے ہیں۔

سلیمان تیمی سے منقول ہے کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آزر کے معنی اعوج یعنی کج رو کے ہیں۔ بعض کے نزدیک شیخ ہرم یعنی بہت بڈھے کے معنی میں ہیں۔ خوارزمی ایسے ایسے بہت سے اقوال کے بعد فرماتے ہیں۔

محمد بن کعب قرظی سے نقل فرماتے ہیں انہ قال الخال والد والعم والد کہ ماموں بھی باپ ہے اور چچا بھی باپ ہے۔

اور اکثر بہت محققین کی اس طرف ہے کہ آزر آپ کے چچا کا نام ہے اور باپ کا اطلاق چچا پر

ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں کیا تم گواہ تھے جبکہ یعقوب علیہ السلام پر موت آئی اور جب انہوں نے اپنی اولاد سے پوچھا کہ کسے پوجو گے میرے بعد بولے ہم پوجیں گے تیرے رب کو اور تیرے باپ کے رب کو ابراہیم۔ اسمٰعیل اسحٰق کے رب کو اس میں اطلاق اب وجدو عم پر بھی ہے۔

پھر محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ محاورہ میں ماموں کو بھی باپ کہتے ہیں اور چچا بھی باپ کے بجائے ہوتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں وفی الخبر ددا علی ابی العباس (حدیث میں ہے ابو العباس پر رد کیا) اور اس کی بعض نے اس دعوی کی تائید کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہرگز کافر نہ تھے اور جو کافر تھا وہ آپ کا چچا تھا۔ اس روایت کو ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں سند صحیح سے اخراج کیا۔

اور سلیمان بن صرد سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں جب مشرکین (عراق نے) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا تو انہوں نے لکڑیاں جمع کرنی شروع کیں۔ یہاں تک کہ ایک بڑھیا بھی لکڑیاں جمع کرنے کے لیے آمادہ ہوئی۔ تو جب آپ کو یقین ہوگیا کہ یہ لوگ آگ میں ضرور ڈالیں گے تو آپ نے حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھا۔ جب آپ کو آگ میں ڈال دیا گیا تو اللہ تعالے کی طرف سے حکم آیا یٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ تو وہ آگ سرد ہو گئی۔ تو آپ کا چچا کہنے لگا کہ یہ میری وجہ سے ایسا ہوا تو اللہ تعالے نے ایک شرارہ اس آگ سے بھیجا جو اس کے پیر پر پڑا اور اسے جلا دیا۔

محمد بن کعب اور قتادہ اور مجاہد اور حسن وغیرہم سے ایک روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے لیے برابر استغفار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ مرگیا جب مرگیا تو ظاہر ہوا وہ مسلمان نہ تھا تو پھر استغفار نہ کی اور اس کے مرنے کے بعد ہجرت فرمائی۔

آگ کا واقعہ ملک شام میں ہوا۔ پھر آپ مصر میں آگئے۔ انتہی ملخصاً

اس تمام بیان کی روشنی میں خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ آزر اور تارخ اور تارح یہ سب آپ کے چچا کے نام تھے اور رہا باپ ہونے کی ایک روایت محمد بن کعب کی ہے تو اکثریت کے فیصلہ کو قابل ترجیح ماننا لازم ہے۔

اب ہم اصل مضمون تفسیر عرض کرتے ہیں۔ اول ترجمہ مضمون گذشتہ واذ قال ابراھیم لابیہ اٰذر اتتخذ اصناما اٰلھۃ سے نقل ہوچکا ہے وہ عرض ہے۔

اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً۔ یہ استفہام توبیخی ہے۔ اتتخذ۔ استفہام اتخاذ کے معنی ہیں بنانا۔ اصنام

جمع صنم، جاندار مجسمہ کو کہتے ہیں۔ یعنی آپ نے فرمایا کیا بتوں کو خدا ٹھہراتے ہو۔ حالانکہ وہ الوہیت کے مستحق نہیں۔

اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔

وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ - نُری میں رویت آنکھ سے دیکھنا مراد ہے۔ اور ایسے ہی ہم دکھاتے ہیں جیسے شرک کی قباحت بصارت و بصیرت سے دکھائی ابراہیم کو

مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ - ملکوت مصدر ہے اس کے معنی پوری ملکیت اور پورا قبضہ ہے ظاہری چیزوں کا اور باطنی چیزوں کی ملکیت۔ زمین و آسمان کی ملکیتیں۔

یعنی بطور لطائف مخلوق سماوی و ارضی کا معائنہ کرایا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان منکشف فرمائے تو جو کچھ ان میں تھا سب ملاحظہ کیا حتی کہ آپ کی نظر عرش الٰہی پر پہنچی۔ پھر ساتوں طبقات ارضی کھول دیئے حتی کہ جو کچھ اس میں ہے سب ملاحظہ فرمایا۔

وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ - یعنی آنکھوں دیکھا یقین تاکہ عین الیقین حاصل ہو جائے۔ اور یہ انکشاف اس حکمت کی وجہ سے تھا کہ جس موجود پر بیاناً ایمان و ایقان تھا اس پر عیاناً اطمینان قلب حاصل ہو جائے۔ اب اول ولادت و نشو و نما ابراہیم علیہ السلام سمجھیئے تاکہ آئندہ آیات اچھی طرح سمجھ میں آسکیں۔

واقعۂ ولادت سیدنا ابراہیم علیہ السلام

علامہ بغوی اور دیگر ارباب سیر تحریر فرماتے ہیں کہ نمرود بن کنعان ایک جابر ظالم بادشاہ گذرا ہے۔ یہ وہ بادشاہ ہے جس نے سب سے پہلے تاج سر پر رکھا اور اس نے خدائی کا دعوے کر کے رعایا سے اپنی پرستش کرائی۔ یہ دربار میں منجم اور کاہنوں کو کثرت سے رکھا کرتا تھا اور اس کے زمانہ میں فن نجوم پوری ترقی پر تھا۔ اس نے ایک رات خواب دیکھا کہ ایک ستارہ طلوع ہوا جس کی روشنی سے آفتاب و ماہتاب بے نور نظر آتے ہیں۔ یہ دیکھ کر اسے بیحد خوف طاری ہوا اس نے کاہن جمع کر کے ان سے اس خواب کی تعبیر مانگی۔

کاہنوں نے حساب کر کے اسے بتایا کہ اس سال تیری قلمرو میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے

جو تیری سلطنت کے زوال کا موجب ہوگا۔ تیرے دین پر چلنے والے ہلاک ہو جائیں گے۔
یہ تعبیر سنکر وہ سخت پریشان ہوا۔ اور
اس نے حکم دیا کہ اس سال جو لڑکا پیدا ہو اسے فوراً قتل کر دیا جائے اور مرد عورت علیحدہ رہیں اس حکم کی تعمیل کرانے کے لیے ایک محکمہ قائم کر دیا۔
مگر تقدیرات کا ٹالنا انسانی مقدرت میں نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ جن کا نام مثلی تھا حاملہ ہوئیں۔ منجموں نے نمرود کو اس کی بھی خبر دے دی کہ وہ بچہ حمل میں آگیا ہے بہت کچھ چھان بین کی مگر پتہ نہ چلا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ والدہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کمسن تو عمر تھیں۔ آپ کا حمل پہچانا بھی نہ جاتا تھا۔ جب زمانہ ولادت قریب آیا تو آپ اس تہ خانہ میں چلی گئیں جو آپ کے والد نے شہر سے باہر کھدوا کر بنایا تھا۔
وہاں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی والدہ آپ کو وہیں چھوڑ کر دروازہ پتھروں سے بند کرآتیں۔ اور روزانہ دودھ پلانے تشریف لے جاتیں۔ آپ جب وہاں پہنچتیں تو دیکھتیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سر انگشت چوس رہے ہیں اور ان سے دودھ نکلتا ہے۔ روح البیان میں اس واقعہ میں یہ اور بتایا کہ آپ کی پانچوں انگلیوں میں اللہ تعالےٰ نے شہد۔ پانی۔ دودھ گھی وغیرہ کے ذائقہ عطا فرما دیے تھے۔
آپ کی نشوونما اتنی تیز تھی کہ ایک ماہ میں آپ عام بچوں کے ایک سال بڑھنے کے برابر آپ کی نمو ہوتی تھی۔
اس میں اختلاف ہے کہ آپ اس تہ خانہ میں سات برس رہے یا تیرہ برس یا انیس برس بہر حال انبیاء کرام کے متعلق تو یہ عقیدہ مسلمہ ہے کہ وہ ابتدائے ولادت سے تمام عمر میں عارف الٰہی ہوتے ہیں اور ہر قسم کی معصیت تک سے معصوم و محفوظ رہتے ہیں پھر شرک کا تو ذکر ہی بیکار ہے۔
جس شہر میں آپ کی ولادت ہوئی اس کا نام ار تھا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں آثار قدیمہ کے ماہرین نے کھدائی کر کے اسکو دریافت کر لیا۔ لیونا ڈوولی نے اپنی کتاب جو لندن میں ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی تھی اس میں لکھا ہے کہ ۲۱۰۰ قبل مسیح جو حضرت ابراہیم کے ظہور کا زمانہ تسلیم کرتے ہیں کہ شہر ار کی آبادی ڈھائی لاکھ تھی۔ بڑا صنعتی اور تجارتی مرکز تھا ملک کی اکثر آبادی کا پیشہ صنعت و تجارت تھا۔ ار کے کتبات میں تقریباً پانچ ہزار خداؤں کے نام ملتے ہیں ہر شہر کا ایک خاص محافظ خدا ہوتا تھا جو ابو البلد یا مہا دیو سمجھا جاتا تھا۔ ار کا اب البلد چاند دیوتا تھا۔ دوسرا بڑا شہر

مرسہ تھا اس کا اب البلد شماش سورج دیوتا تھا ان کے ماتحت چھوٹے چھوٹے ستارے سیاروں کو خدا مانتے تھے۔ ان کا شاہی خاندان حضرت ابراہیم کے زمانہ میں آذغو تھا جس کا عربی نام نمرود تھا۔

ایک روز آپ نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ ہمارا رب کون ہے؟ ماں نے جواب دیا میں ہوں

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا آپ کا رب کون ہے کہا تمہارے والد۔

آپ نے کہا میرے والد کا رب کون ہے اس پر انہوں نے کہا خاموش رہو۔ زیادہ سوال نہ کیا کرو۔ آپ خاموش ہو گئے۔

پھر شلی آپ کی والدہ اپنے شوہر کے پاس آئیں اور کہا جس لڑکے کی نسبت یہ مشہور ہے کہ وہ زمین والوں کا دین بدل دے گا۔ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ وہ یہی تمہارا فرزند ہے اور پھر جو گفتگو ہوئی تھی سب اس کو سنائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہوش سنبھالتے ہی توحید کی حمایت اور عقائد کفریہ کا ابطال شروع فرما دیا تھا۔

ایک روز اس تہ خانہ کے روشندان سے رات میں آپ نے زہرہ یا مشتری ستارہ کو دیکھا تو اقامت حجت شروع کر دی۔

اس زمانہ کے لوگ بت اور کواکب پرستی کرتے تھے۔

آپ نے ایک نہایت نفیس اور دل نشین پیرایہ میں انہیں نظر و استدلال کی طرف راہنمائی فرمائی جس سے وہ

اس نتیجہ پر پہنچے کہ عالم تمامہ حادث ہے وہ آلہ نہیں ہو سکتے بلکہ وہ موجد و مدبر کا ہر مرحلہ میں محتاج ہے جس کی قدرت و اختیار سے اس میں تغیر ہوتے رہتے ہیں۔

چنانچہ آپ کی تبلیغ کی ابتدا اس طرح شروع ہوئی۔ حیث قال تعالیٰ۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰى كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۔ پس جب تاریک ہو گئی اوپر ان کے رات تو دیکھا تارا فرمایا کیا یہ ہے رب میرا۔

جب رات اندھیری آگئی اس پر تو ستارہ دیکھا وہ زہرہ تھا یا مشتری اور ابراہیم علیہ السلام کے باپ یعنی چچا اور اس کی قوم بت پوجتے تھے اور سورج اور چاند ستاروں کی پرستش کرتے تھے تو آپ نے چاہا کہ انہیں ان کی غلطی پر تنبیہ فرما دیں اور انہیں نہایت نفیس پیرایہ سے عقلی دلائل سے سمجھا دیں کہ یہ سب حادث ہیں دیکھو طلوع ہو کر غروب ہو رہے ہیں ان کا طلوع و غروب اور ایک

جگہ سے نکل کر دوسری جگہ غائب ہو جانا بتا رہا ہے کہ یہ معبود نہیں ہو سکتے۔ آپ نے فرمایا یہ رب ہیں یعنی تمہارے زعم باطل میں کیا یہی رب ہیں گویا اَھٰذَا رَبِّی فرمایا۔ مگر عربی محاورات میں حرف استفہام لغت صوت میں ہی مکتفی ہو جاتا ہے جیسا کہ اردو میں بولتے ہیں کیا تم جا رہے ہو کی بجائے جا رہے ہو بطرز خاص استفہاماً بول دیتے ہیں۔

فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ۔ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا میں پسند نہیں کرتا ڈوب جانے والوں کو۔

توجب وہ ڈوب گیا اور غائب ہو گیا تو آپ نے فرمایا ڈوبنے والا مجھے خدائی کے لیے پسند نہیں یعنی وہ خدا مجھے پسند نہیں جو متغیر ہوں ایک حال سے دوسرے حال میں بدل جائیں رب تو وہی ہے جو الآن کما کان ہے یہ تبدل و تغیر صفت اجسام ہے۔

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَھْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ۔ توجب چاند دیکھا چمکتا ہوا فرمایا اسے میرا رب بتاتے ہو جب ڈوب گیا تو فرمایا اگر میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا۔

اس بیان میں اپنی قوم کو تنبیہاً فرمایا کہ جو چاند سورج ستاروں کو خدا ٹھہرائے وہ گمراہ ہے اور یہاں چاند کے بزوغ کو ظاہر نہیں فرمایا بلکہ اس کا افول ظاہر فرمایا اگرچہ بزوغ اور افول دونوں میں انتقال کی کیفیت ہے ایک حال سے دوسرے حال میں بدلنے سے اور ظاہر ہے کہ ایسی کیفیت الوہیت کے خلاف ہے۔

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَۃً قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ ۔ توجب سورج جگمگاتا دیکھا فرمایا اسے میرا رب کہتے ہو شمس مؤنث غیر حقیقی ہے اس کے لیے مذکر و مؤنث کے دونوں صیغے استعمال کیے جا سکتے ہیں یہاں ہذا مذکر لایا گیا۔ اس میں تعلیم ادب ہے کہ لفظ رب کی رعایت کے لیے لفظ تانیث نہ لایا گیا۔ اور اسی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی صفت میں لفظ علام آیا ہے نہ کہ علامۃ جیسے علام الغیوب۔

ھٰذَآ اَكْبَرُ ۔ یہ تو ان سب سے بڑا ہے۔

فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ٥ توجب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔

یعنی ان اجرام کو اللہ کا شریک بناتے ہو اس تقریر میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے

ثابت کر دیا کہ ستاروں میں چھوٹے بڑے تک کوئی بھی رب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور ان کا آلہ ہونا باطل ہے اور قوم جس شرک میں مبتلا تھی آپ نے اس سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور اس کے بعد دین حق کا بیان فرمایا جو آگے آتا ہے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ - میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے۔ اور اس کے لیے جس کا وجود ان محدثات کا منشی اور صانع ہے حَنِیْفًا سب سے اور تمام ادیان سے منحرف ہو کر ایک اسی کا بندہ ہوں۔

وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ - اور میں مشرکوں کے ساتھ نہیں۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ اور جھگڑنے لگی ان کی قوم آپ نے کہا کیا جھگڑتے ہو مجھ سے اللہ کے بارے میں حالانکہ اس نے ہدایت دیدی ہے مجھے اور میں نہیں ڈرتا ان سے جنہیں تم شریک بناتے ہو اس کا مگر یہ کہ چاہے میرا ہی پروردگار کوئی تکلیف پہنچانا گھیرے ہوئے ہے میرا رب ہر چیز کو اپنے علم سے تو کیا تم نصیحت قبول نہ کرو گے۔

اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی توحید الٰہی اور نفی شرک میں آپ نے فرمایا کیا جھگڑتے ہو مجھ سے اللہ کے بارے میں اس کی توحید پر وہ مجھے راہ بتا چکا توحید کی اور جب مشرکین نے آپ کو ڈرایا کہ ہمارے معبود آپ کو کسی مصیبت میں ڈال دیں گے تو فرمایا مجھے ان کا ڈر نہیں جنہیں تم بتلاتے ہو کیونکہ وہ بے جان ہیں ان میں نہ ضرر پہنچانے کی طاقت ہے نہ نفع کی مگر ہاں یہ کہ چاہے میرا رب جو کچھ کیونکہ وہ سب کچھ کرنے پر قادر ہے اور میرے رب کا علم ہر شے کو محیط ہے یعنی بندے کو کوئی ضرر و نفع نہیں پہنچتا مگر اس کے علم سے تو کیا نصیحت نہیں مانتے اور قادر مطلق اور عاجز میں تمیز نہیں کرتے۔

وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ - اور کیسے ڈروں میں ان سے جنہیں تم نے شریک ٹھہرا رکھا ہے حالانکہ تم نہیں ڈرتے اس سے کہ تم نے شریک بنایا اللہ کے ساتھ اسے کہ نہیں اتاری اللہ نے اس کے متعلق تم پر کوئی دلیل تو تم ہی بتاؤ دونوں فریقوں سے کون زیادہ حقدار ہے امن اور سلامتی کا اگر تم جانتے ہو۔

(تفسیر نسفی ترجمہ) اور میں کیوں کر ڈروں تمہارے شریکوں سے یعنی تمہارے بتوں سے اور مامونہ

الخوف ہیں اس لیے کہ بے جان جماد اور عاجز محض ہیں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جس کی تم پر اس نے کوئی سند نہ اتاری یعنی انہیں شریک بنانے کی تو دونوں گروہوں میں یعنی موحد و مشرک میں کون زیادہ حقدار امن ہے عذاب سے اگر جانتے ہو کہ ہم ہیں سے کون تزکیۂ نفس سے اپنی نجات حاصل کریگا۔ پھر استیناف جواب وسوال کیا۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ

وہ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم یعنے شرک سے انہیں کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

یعنی وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لیے امن ہے اور وہی راہ پر ہیں جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شرک سے محترز رہے۔

شانِ نزول: ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بہت پریشان ہوئے اور بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کرنے لگے ہم میں کون ایسا ہے جس نے اپنے آپ پر ظلم نہ کیا تو حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہاں ظلم سے مراد گناہ نہیں بلکہ شرک ہے۔ قرطبی

یہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام ختم ہوا۔

بامحاورہ ترجمہ پندرھواں رکوع پ سورۂ انعام

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝

اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی ابراہیم کو اس کی قوم پر بلند کریں درجے جس کے چاہیں بے شک تمہارا رب حکمت اور علم والا ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اور ہم نے عطا کیے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب سب کو ہم نے راہ دکھائی اور نوح کو ہدایت کی ہم نے پہلے اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ ۚ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِينَ ۝

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو، سب صالحین سے ہیں۔

وَإِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِينَ ۝

اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو اور ہر ایک کو فضیلت دی ہم نے زمانہ پر۔

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

اور کچھ ان کے باپ دادا اور ان کی اولاد اور بھائیوں میں سے اور ہم نے انہیں چن لیا اور راہ دکھائی سیدھی۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

یہ اللہ کی ہدایت ہے ہدایت دے اس سے جسے چاہے اپنے بندوں سے اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور اکارت جاتا ان سے جو کرتے ہیں۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكٰفِرِينَ ۝

یہ ہیں وہ جنہیں ہم نے کتاب دی اور حکم اور نبوت عطا کی تو اگر منکر ہوں اس سے وہ لوگ تو بے شک لگا رکھی ہے ایسی قوم اس کے لیے جو نہیں اس سے انکار کرنے والی۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُلْ لَّآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِينَ ۝

یہ ہیں وہ جن کو ہدایت کی اللہ نے تو ان کی ہدایت کی راہ چلو۔ فرما دو نہیں مانگتا تم سے اس پر اجرت وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کو۔

حل لغات رکوع ۵ اپ سورۃ انعام

و۔ اور	تلک۔ یہ	حجتنا۔ ہماری دلیل تھی	اٰتینا۔ دی ہم نے
ھا۔ وہ	ابراھیم۔ ابراہیم کو	علی۔ اوپر	قومہ۔ اسکی قوم کے
نرفع۔ بلند کرتے ہیں ہم	درجت۔ درجے	من۔ جس کے	نشاء۔ چاہیں
ان۔ بے شک	ربک۔ تیرا رب	حکیم۔ حکمت والا	علیم۔ جاننے والا ہے۔

و - اور	وھبنا - عطا کیا ہم نے	لہ - اس کو	اسحق - اسحاق
و - اور	یعقوب - یعقوب	کلا - سب کو	ھدینا - ہدایت دی ہمنے
و - اور	نوحا - نوح کو	ھدینا - ہدایت دی ہمنے	من قبل - پہلے سے
و - اور	من ذریتہ - اولاد دی	داؤد - داؤد	و - اور
سلیمان - سلیمان	و - اور	ایوب - ایوب	و - اور
یوسف - یوسف	و - اور	موسی - موسیٰ	و - اور
ھرون - ہارون	و - اور	کذلک - اسی طرح	نجزی - بدلہ دیتے ہیں ہم
المحسنین - نیکوں کو	و - اور	زکریا - زکریا	و - اور
یحیی - یحییٰ	و - اور	عیسی - عیسی	و - اور
الیاس - الیاس	کل - سب ہی	من الصلحین - نیکوں سے ہیں	
و - اور	اسمعیل - اسمٰعیل	و - اور	الیسع - الیسع
و - اور	یونس - یونس	و - اور	لوطا - لوط کو
و - اور	کلا - ہرایک کو	فضلنا - فضیلت دی ہم نے	
علی - اوپر	العلمین - جہان والوں کے	و - اور	من اٰبائھم - ان کے
باپ دادا	و - اور	ذریتھم - انکی اولاد	و - اور
اخوانھم - بھائیوں میں سے		و - اور	اجتبینٰھم - چن لیا ہمنے
انہیں	و - اور	ھدینا - ہدایت دی ہمنے	ھم - ان کو
الی - طرف	صراط - راہ	مستقیم - سیدھی کی	ذلک - یہ
ھدی - ہدایت ہے	اللہ - اللہ کی	یھدی - ہدایت کرے	بہ - اس سے
من - جسے	یشاء - چاہے	من عبادہ - اپنے بندوں سے	
و - اور	لو - اگر	اشرکوا - وہ شرک کریں	لحبط - تو اکارت ہوں
عنھم - ان سے	ما - جو کچھ	کانوا - تھے	یعملون - وہ کرتے
اولئک - یہ	الذین - وہ ہیں	اٰتینٰھم - جنہیں دی ہمنے	الکتب - کتاب
و - اور	الحکم - حکم	و - اور	النبوۃ - نبوت
فان - تو اگر	یکفر - کفر کریں	بھا - اس سے	ھؤلاء - یہ لوگ

فقد ۔ تو بیشک	وکلنا ۔ مقرر کی ہم نے	بہا ۔ اس کے لئے	قوما ۔ ایک قوم
لیسوا ۔ کہ نہیں وہ	بہا ۔ اس سے	بکٰفرین ۔ انکار کرنیوالی	اولٰئک ۔ یہ ہیں
الذین ۔ وہ جنکو	ھدی ۔ ہدایت کی	اللہ ۔ اللہ نے	فبھداھم ۔ تو ہدایت
والوں کی	اقتدہ ۔ پیروی کرو	قل ۔ کہہ	لا ۔ نہیں
اسئلکم ۔ مانگتا ہیں تم سے	علیہ ۔ اس پر	اجرا ۔ کوئی مزدوری	ان ۔ نہیں
ھو ۔ وہ	الا ۔ مگر	ذکر ۔ نصیحت	للعالمین ۔ جہان کے لیے

مختصر تفسیر رکوع ۱۵ پ سورۃ انعام

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭاِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ○ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ○ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا کی ۔ حجت ۔ قوی دلیل کو کہتے ہیں یہاں حجت سے وہ ساری دلیلیں مراد ہیں ۔ اٰتَیْنٰھَا اِبْرٰھِیْمَ عَلٰی قَوْمِہٖ ۔ ہم نے ابراہیم کو توحید کا علمبردار بنایا ان کے سینہ کو علم اور فہم اور دلائل کی روشنی میں منور کر کے اس کی شان کو بلند کر دیا ۔ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۔ بلند کرتے ہیں ہم درجے جس کے چاہیں بے شک تمہارا رب حکیم و علیم ہے ۔

اور ہم نے انہیں اسحاق دیا اور یعقوب ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور نوح کو ان سے پہلے راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو ۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو یہ سب ہمارے نیک بندے ہیں اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی ۔ اور ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بعض

کو اور ہم نے انہیں چن لیا اور راہ دکھائی سیدھی۔

خلاصۂ مفہوم آیات

حضرت سیدنا ابراہیم خلیب الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درجہ کی بلندی کو تو فرمایا گیا۔ کہ آپ کو علم، عقل، فہم وفضیلت سے نوازا اور نبوت ورسالت کے ساتھ تقرب خاص عطا فرمایا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔ ہیں اسکی سند ہے کہ انبیاء کرام ملائکہ سے افضل ہیں۔ کیونکہ عالم اللہ کے سوا تمام موجودات کو شامل ہے۔ فرشتے بھی اس میں داخل ہیں تو جب انہیں تمام جہان والوں پر فضیلت دی گئی تو ملائکہ پر بھی فضیلت ثابت ہوئی۔

یہاں رب العزت جل مجدہ وعز اسمہ نے اٹھارہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرمایا اور اس تذکرہ میں باعتبار زمانہ ترتیب دی گئی نہ باعتبار فضیلت۔ اور واو عاطفہ بھی ترتیب کی مقتضی نہیں لیکن جس شان سے انبیاء کرام کے اسماء عظام لائے گئے ہیں اس میں عجیب وغریب لطیفہ ہے وہ یہ کہ اللہ تعالے نے انبیاء کرام کی ہر ایک جماعت کو ایک خاص کرامت وفضیلت سے ممتاز فرمایا ہے چنانچہ پہلے جن چار نبیوں کا ذکر ہے وہ اصول انبیاء ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام یہ چار وہ ہیں جن سے اکثر انبیاء کرام پیدا ہوئے اور سب کے نسب انہیں کی طرف جاتے اور ملتے ہیں۔

نبوت کے بعد مراتب عزیزہ میں سے ملک واختیار اور سلطنت واقتدار ہے تو پھر ان کا تذکرہ کیا جنہیں ملک واقتدار ملا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام۔

اس کے بعد بلاء ومصائب پر توفیق صبر یہ بھی ایک خاص درجہ رفیع ہے چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام اس کے ساتھ ممتاز فرمایا۔

پھر سلطنت وملک، موت اور مصائب وآلام پر صبر یہ درجہ بھی بڑا بلند درجہ ہے چنانچہ ان کا ذکر فرمایا جنہیں دونوں درجات پر فائز کیا یعنی حضرت یوسف علیہ السلام۔

آپ نے مدتوں مصائب سجن یعنی قید وبند سہے اور صبر کیا پھر نبوت کے ساتھ ملک مصر بھی ان کو عطا ہوا۔

پھر کثرت معجزات وقوت براہین سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو مشرف فرمایا۔

پھر زہد اور ترک دنیا بھی بلند مقام ہے اس سے حضرت زکریا و یحییٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسیٰ و الیاس کو اس کے ساتھ مخصوص فرمایا۔

ان حضرات کے بعد ان انبیاء کا ذکر فرمایا جن کے نہ آج متبعین باقی رہے نہ ان کی شریعت جیسے حضرت اسمٰعیل۔ حضرت الیسع۔ یونس۔ لوط علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اس شان سے مذاکرہ انبیاء فرمانے میں ہر ایک کی خصوصیات علیحدہ علیحدہ ذکر آجاتی ہیں۔ اس مضمون کی تائید میں جمل کی یہ عبارت ہم نقل کرتے ہیں جس سے حضور کی افضلیت تمام انبیاء پر نکالی ہے۔

(ترجمہ) ان آیات سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں کیونکہ وہ تمام فضائل و کمالات جو انبیاء میں متفرق طور پر تھے ان کی اقتداء کا حکم دے کر وہ کمالات آپ کی ذات میں جمع کر دیے گئے ہیں۔ ان میں سے

حضرت نوح علیہ السلام قوم کی ایذا برداشت کرنے میں یگانہ ہیں۔
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سخاوت میں بے مثل ہیں۔
اور حضرت اسحاق و یعقوب مصائب برداشت کرنے میں۔
اور حضرت داؤد و سلیمان نعمت پر شکریہ ادا کرنے میں۔
اور حضرت ایوب مصیبت پر صبر کرنے میں۔
اور حضرت یوسف صبر و شکر کرنے میں
اور حضرت موسیٰ شریعت ظاہرہ کے مالک ہونے میں۔
اور حضرات زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس دنیا سے بے رغبت ہونے میں۔
اور حضرت اسمٰعیل وعدے کا سچا ہونے میں
اور حضرت یونس تضرع و عاجزی میں بے مثل ہیں۔ علیہم الصلوات والتسلیمات

اور ان کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انبیاء مذکورین کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرنے کی تلقین فرمائی اور اس طرح آپ نے وہ سب کمالات حاصل کیے جو ان انبیاء کرام میں متفرق طور پر موجود تھے۔ ؎

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پھر آگے فرما دیا وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی۔
ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

یہ اللہ تعالےٰ کی ہدایت ہے راہنمائی کرتا ہے اس کے ساتھ جس کی چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور اگر شرک کرتے تو ضرور ضائع ہو جاتا ان سے وہ عمل جو وہ کیا کرتے تھے۔

یہ جن کا تذکرہ ہو چکا ہدایت ہے دین الٰہی کی کہ اپنے بندوں میں جسے چاہے دے اور اگر وہ شرک کرتے باوجود اتنی فضیلت حاصل کر لینے کے تو ضرور انکا کیا اکارت جاتا یعنی ان کے عمل باطل ہو جاتے یہ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم یعنی حکمت اور فہم کتاب عطا فرمایا اور نبوت بھی دی جو اعلیٰ مراتب بشریت سے ہے تو اگر یہ لوگ کفر کریں اس سے یعنی کتاب حکمت اور نبوت سے یا آیات قرآن سے یعنی اہل مکہ تو ہم نے اس کے لیے ایک ایسی قوم لگا رکھی ہے یعنی اصحاب رسول یا ہر وہ جو ایمان لا چکا ہو جو کفر بالقرآن والانبیاء نہیں کر سکتی

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تھی تو انہیں کے طریقہ کی پیروی کرو۔

یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی یعنی انبیاء مذکورین تو تم انہی کی راہ چلو تو اللہ کی طرف سے انہیں کی ہدایت اقتداء کے لیے مختص کی گئی۔

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ۔ فرما دیجئے میں قرآن پر کوئی تم سے اجرت نہیں مانگتا یعنی وحی بتانے تبلیغ رسالت کرنے دعوت توحید دینے میں۔

علامہ نسفی فرماتے ہیں اس میں یہ دلیل ہے کہ تعلیم قرآن وحدیث پر اجرت جائز نہیں اور یہ صحیح ہے لیکن اگر تعلیم قرآن وحدیث بلا اجرت ہو۔ لیکن اوقات تعلیم۔ مقام تعلیم کی پابندی پر اجرت لینا اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں اور اس کی ممانعت بھی کہیں نہیں اور ظاہر ہے کہ عدم ثبوت عدم جواز کو مستلزم نہیں چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

یعنی میں کم یا زیادہ اجرت نہیں مانگتا جیسے مجھ سے پہلے انبیاء اپنی امت سے اجرت تبلیغ نہیں مانگتے تھے۔ لیکن احسان کے بدلے احسانا اجرت لینا دینا یہ تو مکارم اخلاق اور محاسن افعال سے ہے اس بنا پر اس آیت کریمہ سے فقہاء نے استدلال کیا کہ تعلیم وتبلیغ پر اخذ اجرت جائز ہے اس پر فقہاء نے مفصل مسائل لکھے ہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کو ہے۔ اس پر علامہ صاوی فرماتے ہیں (ترجمہ)

اس آیت کریمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عامہ قیامت تک کے لیے ثابتہ

ہوتی ہے اور اس سے علماء نے یہ دلیل بھی لی ہے کہ آنحضرت تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں خلاصہ بیان علامہ صاوی یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں اس امر کی وضاحت ہے کہ حضور کی رسالت عام رسالت ہے اور قیامت تک کے لیے ہے۔ اور علماء نے اس آیت کریمہ کو حجت مانا اس امر پر کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے افضل ہیں۔ جتنے فضائل وخصائل فردًا فردًا اور نبیوں میں تھے ان سب کے جامع ہمارے حضور ہیں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع شانزدہم پ ۷ سورۃ انعام

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝

اور (یہود) نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسے کہ چاہئے تھی جب بولے نہ اتارا اللہ نے بشر پر کچھ۔ فرما دیجئے کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے روشن اور ہدایت لوگوں کے لیے جس کے کر لیے تم نے بہت سے کاغذ کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت سے چھپاتے ہو اور تمہیں سکھایا گیا وہ جو تمہیں معلوم نہ تھا اور نہ تمہارے باپ دادا کو۔ کہو اللہ پھر چھوڑ دو انہیں ان کی الجھنوں میں غافل۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝

اور یہ کتاب ہے کہ نازل کی ہم نے اسے برکت والی تصدیق کرتی ان کی جو تمہارے آگے تھیں اور اس لیے کہ ڈر سناؤ مکہ والوں اور اس کے چاروں طرف اور جو ایمان لاتے آخرت پر وہ اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

اور اس سے زیادہ ظالم کون۔ ہے جو افترا باندھے

كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ
شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ
اللّٰهُ وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ
الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ
اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ
الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ
الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ○

اللہ پر جھوٹ یا کہے مجھے وحی ہوئی اور ہرگز نہیں وحی ہوئی اسے کچھ اور جو کہے عنقریب میں اتارتا ہوں جیسا کہ اتارا اللہ نے اور اگر تم دیکھو کہ اب ظالم سختی میں موت کی ہیں اور فرشتے پھیلائے ہوئے ہیں ہاتھ کہ نکالو اپنی جانیں آج تمہیں بدلہ ملے گا عذاب خواری سے بدلہ اس کا کہ تھے تم بولتے اللہ پر ناحق اور تم تھے اس کی آیتوں سے تکبر کرتے۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ
اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ
ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ
الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا
لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ
مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ○

اور بے شک آئے تم ہمارے پاس اکیلے جیسا ہم نے پیدا کیا تھا تمہیں پہلی بار اور چھوڑ آئے جو مال ہم نے دیا تھا پس پشت اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے ساتھ تمہارے سفارشی جن کا تمہیں گمان تھا کہ وہ تمہارے شریک ہیں بے شک قطع ہو گئی تمہاری امید اور غلط ہوئے تم سے تمہارے گمان۔

حل لغات رکوع شانزدہم پ سورۃ انعام

و۔ اور	ما۔ نہ	قدروا۔ قدر کی انہوں نے		اللہ۔ اللہ کی	
حق۔ حق	قدرہ۔ قدر	ہ۔ اس کے کا		اذ۔ جبکہ	
قالوا۔ کہا انہوں نے	ما۔ نہیں	انزل۔ آتاری		اللہ۔ اللہ نے	
علی۔ اوپر	بشر۔ کسی بندے کے	من۔ کوئی		شیٔ۔ چیز	
قل۔ کہو	من۔ کس نے	انزل۔ آتاری تھی		الکتاب۔ کتاب	
الذی۔ وہ جو	جاء۔ لائے	بہ۔ اسکو		موسیٰ۔ موسیٰ	
نورا۔ روشنی	و۔ اور	ھدی۔ ہدایت تھی		للناس۔ لوگوں کے لیے	

تجعلونہ ۔ جسے بنالیا تم نے		قراطیس ۔ بہت سے کاغذات	
تبدونها ۔ ظاہر کرتے ہو اسے		و ۔ اور	تخفون ۔ چھپاتے ہو تم
کثیرا ۔ زیادہ	و ۔ اور	علمتم ۔ سکھائے گئے تم	ما ۔ جو
لم ۔ نہ	تعلموا ۔ جانتے تھے	انتم ۔ تم	و ۔ اور
لا ۔ نہ	اباء ۔ باپ دادا	کم ۔ تمہارے	قل ۔ فرمائیے
الله ۔ اللہ نے	ثم ۔ پھر	ذر ۔ چھوڑ دو	هم ۔ ان کو
فی ۔ بیچ	خوضهم ۔ انکی گمراہی کے	یلعبون ۔ کھیلتے رہیں	و ۔ اور
هذا ۔ یہ	کتاب ۔ کتاب ہے	انزلنا ۔ آتارا ہم نے	ہ ۔ اس کو
مبارك ۔ برکت والی	مصدق ۔ تصدیق کرتی	الذی ۔ اس کی	بین یدیه ۔ جو اس سے
پہلے ہے	و ۔ اور	لتنذر ۔ تاکہ تو ڈرائے	ام القری ۔ مکہ والوں کو
و ۔ اور	من ۔ جو	حولها ۔ اسکے ارد گرد ہیں	و ۔ اور
الذین ۔ وہ جو	یومنون ۔ ایمان لاتے ہیں	بالاخرة ۔ آخرت پر	یومنون ۔ ایمان لاتے ہیں
به ۔ اس پر	و ۔ اور	هم ۔ وہ	علی ۔ اوپر
صلوتهم ۔ اپنی نمازوں کے	یحافظون ۔ حفاظت کرتے ہیں		و ۔ اور
من ۔ کون	اظلم ۔ زیادہ ظالم ہے	ممن ۔ اس سے جو	افتری ۔ باندھے
علی ۔ اوپر	الله ۔ اللہ کے	کذبا ۔ جھوٹ	او ۔ یا
قال ۔ کہے	اوحی ۔ وحی کی گئی	الی ۔ میری طرف	و ۔ اور
لم ۔ نہ	یوح ۔ وحی کی گئی	الیه ۔ اسکی طرف	شئ ۔ کوئی چیز
و ۔ اور	من ۔ جو	قال ۔ کہے	سانزل ۔ جلدی آتاروں گا
میں بھی	مثل ۔ مثل	ما ۔ اسکی جو	انزل ۔ آتارا
الله ۔ اللہ نے	و ۔ اور	لو ۔ اگر	تری ۔ تو دیکھے
اذ ۔ جب	الظلمون ۔ ظالم ہوں	فی ۔ بیچ	غمرات ۔ سختیوں
الموت ۔ موت کے	و ۔ اور	الملئکة ۔ فرشتے	باسطوا ۔ پھیلائے ہوں
ایدیهم ۔ اپنے ہاتھ	اخرجوا ۔ نکالو	انفسکم ۔ اپنی جانوں کو	الیوم ۔ آج
تجزون ۔ بدلہ دیے جاؤگے تم		عذاب ۔ عذاب	الهون ۔ ذلت کا

بما۔ بسبب اسکے جو	کنتم۔ تم تھے	تقولون کہتے	علی۔ اوپر
اللہ۔ اللہ کے	غیر الحق۔ سوائے حق بات کے		و۔ اور
کنتم تھے تم	عن ایاتہ۔ اسکی آیتوں سے		تستکبرون۔ تکبر کرتے
و۔ اور	لقد۔ بیشک	جئتمو۔ آئے تم	نا۔ ہمارے پاس
فرادی۔ اکیلے	کما۔ جیسے	خلقنکم۔ پیدا کیا ہم نے تم کو	
اول۔ پہلی	مرۃ۔ مرتبہ	و۔ اور	ترکتم۔ چھوڑا تم نے
ما۔ جو	خولنکم۔ دولت دی ہم نے تم کو		وراء۔ پیچھے
ظھور۔ پیٹھ	کم۔ اپنی کے	و۔ اور	ما۔ نہیں
نری۔ دیکھتے ہم	معکم۔ تمہارے ساتھ	شفعاء۔ سفارشی	کم۔ تمہارے
الذین۔ وہ جو	زعمتم۔ خیال کیا تم نے کہ	انھم۔ وہ	فیکم۔ تمہارے
شرکاء۔ شریک ہیں	لقد۔ بیشک	تقطع۔ کٹ گئے	بینکم۔ تمہارے تعلقات
و۔ اور	ضل۔ بھول گیا	عنکم۔ تم سے	ما۔ جو
کنتم۔ تم تھے	تزعمون۔ خیال کرتے۔		

مختصر تفسیر رکوع شانزدہم پ۷ سورۃ انعام

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝

اور (یہود نے) اللہ کی قدر نہ جانی جب بولے اللہ نے کچھ نہیں اتارا بشر پر۔ فرمایئے کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے روشنی اور ہدایت لوگوں کے لیے جس کے تم نے بنا لیے کاغذات کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو اور تمہیں سکھایا وہ جو تم نہ جانتے تھے نہ تمہارے باپ دادا کہو اللہ نے پھر انہیں چھوڑ دو ان کی الجھن میں پھنسا ہوا۔

شان نزول: ہجرت سے قبل کفار قریش نے یہود کی جماعت کو جن میں مالک بن صیف بھی تھا حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ کرنے کے لیے بلایا۔ مالک بن صیف یہود کا بڑا عالم تھا۔

کفار قریش کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی معاذ اللہ بے علمی اور بے بسی لوگوں پر ظاہر ہو اور لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بدظن ہو جائیں۔ جب مالک بن صیف مناظرہ کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حاضر ہوا تو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ اے مالک بن صیف کیا تو توریت جانتا ہے؟

وہ بولا اس وقت پورے عرب میں مجھ سے بڑا عالم تورات کا کوئی نہیں ہے۔

فرمایا تجھے اس رب کی قسم ہے جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی کیا تورات میں یہ آیت ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْحَبْرَ السَّمِیْنَ۔ اللہ تعالے موٹے پادری کو ناپسند کرتا ہے۔

وہ بولا کہ ہاں

فرمایا تو بہت پلا ہوا موٹا عالم ہے بحکم توریت تو مردود بارگاہ الٰہی ہے کہ تو اپنی قوم سے رشوتیں لے کر حرام خوری کر کے موٹا ہوا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قَدْ سَمِنْتَ مِنْ مَالِكَ الَّذِیْ یُطْعِمُكَ الْیَهُوْدُ۔ تو ان کا عالم ہے اور موٹا بھی ہے اور یقیناً اس مال سے موٹا ہوا ہے جو یہودی تجھے کھلاتے ہیں۔ یہ سن کر جتنے یہودی آئے ہوئے تھے سب ہنس پڑے۔

حضور نے فرمایا تو مجھ سے مناظرہ بعد میں کرنا پہلے توریت کے حکم سے اپنا ایمان ثابت کر۔ اس پر مالک گھبرا گیا حضرت عمر کی طرف منہ کر کے کہنے لگا مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا نہ وحی نہ کتاب۔

اس کی اس بکواس پر خود یہود اسے لعنت ملامت کرنے لگے اور بولے کہ تو نے تو توریت کے نزول کا ہی انکار کر دیا۔

وہ بولا کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غصہ دلا دیا جس سے اس وقت میں اس قدر غضب سے بھر گیا کہ یہ بات کہہ گیا۔

یہود نے مالک بن صیف کو علیحدہ کر دیا اور اس کی جگہ کعب بن اشرف کو مقرر کیا اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں مالک بن صیف کی تردید کی۔ روح المعانی میں علامہ آلوسی صاحب تفسیر نسفی بھی اس آیت کریمہ پر ایسا ہی لکھتے ہیں۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ۔ اور یہود نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی کہ چاہیئے تھی۔ جب بولے اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا۔ یعنی عرفان الٰہی حق عرفان کے درجہ تک یہود کو نہ ہوا رحمت میں جو اس کی طرف سے بندوں پر ہے جبکہ انہوں نے

انکار کیا بعثت رسل سے اور وحی سے حالانکہ یہ اللہ کی سب سے بڑی رحمت ہے اس کے بعد وہی واقعہ بیان کیا جو ہم روح المعانی کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں پھر اللہ تعالٰی کی طرف سے یہود کو یہ جواب دلایا گیا۔

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝

فرمائیے کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے روشنی اور ہدایت جسے کر دیے تم نے الگ الگ کاغذ کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت چھپاتے ہو اس سے وہ جو نعت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہے یعنی اس توریت کے ٹکڑے ٹکڑے تاکہ اس سے جو چاہو ظاہر کرو اور جو چاہو چھپاؤ اور تمہیں وہ کچھ سکھایا گیا اس کتاب کو کتاب سے جو نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے باپ دادے احکام دینیہ سے اور امور دنیاویہ سے کہئے اللہ۔ یہ جواب ہے مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ کا کہ وہ انکار کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر انہیں چھوڑ دو اپنی الجھنوں میں کھیلتا یعنی باطل پرستی کی دلدل میں دھنسا رہنے دو اللہ خود ان کو کیفر کردار تک پہنچائے گا اب آگے ارشاد ہے۔

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝

اور یہ کتاب ہے جو اتاری ہم نے اپنے نبی پر صلے اللہ علیہ وسلم۔ برکت والی جس میں بہت منافع اور انوار ہیں تصدیق کرتی ہے ان کتابوں کی جو تم سے پہلے تھیں اور اس لیے کہ تم ڈر سناؤ گویا فرمایا کہ وہ کتابیں برکتوں کے لیے اور تصدیق ما تقدم من الکتب کے لیے اور ڈرانے کے لیے مکہ والوں کو۔ مکہ معظمہ کو ام القری کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناف زمین ہے اور تمام بستیوں کا قبلہ ہے لہٰذا تمام آبادیوں سے اس کی شان بلند ہے اور جو اس کے گرد ہیں مشرقی اور مغربی اور وہ جو ایمان لائے آخرت پر یعنے آخرت پر ایمان لاتے اور تصدیق کرتے اور اس سے خوف کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں اس پر یعنے اس کتاب قرآن کریم پر تو واضح ہوا کہ اصل دین خوف آخرت ہے جو خوف آخرت رکھے گا وہ اس خوف میں لازمی طور پر ایمان لائے گا اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ حفاظت صلوٰۃ کی خصوصیت اس لیے کی گئی کہ یہی نشانی ایمان کی اور ستون دین کا ہے جو اس کی حفاظت کرے گا وہ اس کے تمام متعلقات حرام وحلال جائز ونا جائز کی لازمی طور پر خود

حفاظت کریگا۔ (تفسیر نسفی)

اب وہ آیہ کریمہ شروع ہے جس میں

اللہ تعالےٰ کی طرف سے ظالم ترین مرتدین مشرکین کی علامتیں اور ان کی جامع مانع کیفیتیں واضح کی گئیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ ۔ اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا یا یہ کہے کہ وحی کی گئی ہے میری طرف حالانکہ نہیں وحی کی گئی اس کی طرف کچھ بھی اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو کہے کہ میں نازل کرونگا ایسا ہی کلام جیسے نازل کیا اللہ نے۔

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر افتراء باندھے جھوٹ وہ مالک بن صیعف ہے۔ یا کہے مجھے وحی ہوئی اور اسے کچھ وحی نہ ہوئی اور وہ مسیلمہ کذاب ہے اور جو کہے میں ابھی اتارتا ہوں مثل اس کے جیسا اللہ نے اتارا۔ یعنی میں بھی ویسا ہی کلام کروں گا اور اس خیال میں اسے یقین ہوا یہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا حال ہے یہ کاتب وحی تھا حضور نے اس کے ایک کلام پر تائید فرما دی تھی۔

واقعہ یہ ہے کہ جب آیہ کریمہ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلنہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ الاٰیۃ خلقا اٰخر تک جب لکھ لیا تو ابی سرح کی زبان سے فتبارک اللہ احسن الخالقین نکل گیا حضور نے فرمایا یہ بھی لکھ لے اسکے بعد وحی میں بھی یہی لفظ آئے۔

تو ابی سرح کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں تو مجھ پر بھی وہی وحی ہوئی جو حضور پر ہوئی اور اگر (معاذ اللہ جھوٹے ہیں) تو میں نے بھی وہی کہا جو حضور نے کہا تھا۔ یہ وسوسہ ایسا مرکوز ہوا کہ آخر مرتد ہو کر مکہ والوں میں جا ملا اور بعد میں اپنی غلطی سے تائب ہو کر قبل فتح مکہ اسلام سے مشرف ہو گیا۔

یا اس سے مراد نضر بن حرث ہے جو کہا کرتا تھا والطاحنات طحنا فالعاجنات عجنا فالخابزات خبزا۔ گویا کہ وہ آیات قرآنیہ پر تعریض و استہزاء کرتا تھا۔

چنانچہ آیت کے پہلے حصہ کا شان نزول مفسرین نے علیحدہ لکھا اور دوسرے کا علیحدہ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شئی۔ یہ آیت مسیلمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی جس نے یمامہ علاقہ یمن میں نبوت کا دعوی کیا تھا۔ اور قبیلہ بنی حنیفہ کے چند لوگ اسکے دام تزویر میں آگئے تھے۔ یہ کذاب زمانۂ خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں حضرت وحشی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

اس غزوہ کی خبر قرآن پاک نے اس طرح دی ستدعون الی قوم اولی باس شدید اسی غزوہ میں قبیلہ بنی حنیفہ کی ایک خاتون خولہ بنت جعفر گرفتار ہو کر آئیں جو حضرت مولائے کائنات علی المرتضی کے عقد میں آئیں اور محمد بن حنفیہ ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔

وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ۔ یہ آیت کریمہ عبد اللہ بن ابی سرح کاتب وحی کے حق میں نازل ہوئی جب آیت ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلنہ نطفۃ فی قرار مکین۔ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشانا ہ خلقا اخر فتبارک اللہ احسن الخالقین (پ ۱۸-ع ۱) ابن ابی السرح نے اسے لکھا اور آخر تک پہنچتے پہنچتے تخلیق انسانی کی تفصیل پر مطلع ہو کر بے اختیار اس نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین حضور نے اس کے لکھنے کا بھی حکم دیا جب وہ لکھ چکا تو وحی میں بھی یہی لفظ آئے اس پر اس کے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ مجھ پر بھی وحی آئی اور مرتد ہو گیا۔

حالانکہ اسے سمجھنا تھا کہ نور وحی اور حسن کلام سے آیہ کریمہ کا آخری کلمہ زبان سے جاری ہو جانا بلا وحی بھی ممکن تھا۔ اس میں استعداد کو کوئی دخل نہیں۔ نور کلام کلیم نے خود بخود آخر مضمون کو بتا دیا جیسے کوئی شاعر کبھی نفیس مضمون سنا رہا ہو تو وہ مضمون خود قافیہ بتا دیتا ہے اور سننے والے شاعر کے کہنے سے پہلے ہی قافیہ پڑھ دیتے ہیں۔ حالانکہ قافیہ پڑھ دینے والے اکثر وہ ہوتے ہیں جو شاعری کی استعداد نہیں رکھتے جیسے

رخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں شب زلف ہے یا مشک ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

سننے کے بعد زیب مطلع جب شروع ہو گا تو خود بخود "یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں" سننے والوں کے منہ سے نکل جائے گا۔ مثلاً

خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر بے پردہ جب وہ رخ ہوا۔ سنکر سننے والے بیساختہ کہہ دیں گے "یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں"۔

یہ قوت کلام کا اثر ہوتا ہے اس میں استعداد و قابلیت کو دخل نہیں

پھر یہاں تو نور وحی اور فیض صحبت نبی سے سینہ میں روشنی آرہی تھی پھر اگر وحی کا آخری کلمہ فتبارک اللہ احسن الخالقین نکل گیا۔ تو

اس سے یہ گمان کر لینا کہ مجھ پر بھی وحی آئی جہالت خالص اور گمراہی کے سوا اور کیا تھا۔ مرتد ہو جانے کے بعد وہ ایک جملہ بھی ایسا بنانے پر قادر نہ ہوا جو بلاغت قرآنی سے مل سکتا آخر کار زمانہ اقدس ہی میں قبل فتح مکہ پھر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ اور اگر تم دیکھو یعنی تم دیکھو گے ان کے ساتھ زبردست معاملہ جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے یعنی سکرات موت اور اس کی شدتیں اور فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہہ رہے ہوں گے نکالو اپنی جانیں یعنی فرشتے ہاتھ بڑھائے ہوئے کہیں گے لاؤ انہیں روحوں کو اور نکالو ہماری طرف اپنے جسموں سے آج تمہیں بدلہ ملے گا ذلت کے عذاب سے یعنی موت کے وقت عذاب کی بشارت ہوگی شدت نزع کے وقت عذاب ہون سے مراد وہ ذلت شدید ہے جس سے عذاب میں اضافہ ہو۔ بدلہ اس کا کہ اللہ پر جھوٹ اور ناحق باتیں بناتے تھے کہ اس کا شریک ہے اور اس کی بیوی اور اولاد ہے اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے اور ایمان نہ لاتے۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِیْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آؤ گے حساب دینے اور عذاب لینے بغیر مال اور معین کے جیسا پیدا کیا ہم نے تمہیں پہلی بار یعنی اس ہیأت میں جس میں پیدا ہوئے تھے اور مال و متاع جو جمع کیا ہوگا سب پس پشت چھوڑ آؤ گے اور اس میں سے ایک پیسہ کے مقدار بھی نہ لا سکو گے اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے ساتھ تمہارے سفارشی جن پر تمہارا گمان تھا کہ یہ شریک ہیں۔ بے شک تمہاری ڈور کٹ گئی اور باطل نکلے وہ جو تمہارے گمان میں تھے کہ وہ تمہارے سفارشی ہیں۔

چونکہ اس رکوع میں متنبی اور مدعی کا تذکرہ آیا ہے

بنابریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر حالات [illegible] امت سے آج تک کے مدعیان

نبوت کے بیان کردیے جائیں تاکہ اس قسم کے فتنوں سے محفوظ رہ کر تمہارے ہم عصروں کو بھی متنبہ کر دیں تاکہ وہ بھی ہوشیار رہیں اور اس موت سے بچیں۔

وھا انا اشرع فی المقصود بعون المعبود

یہ امر واضح رہنا چاہئے کہ ملت حنیف کی سب سے بڑی مصیبت وجود مدعیان نبوت ہے چنانچہ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اپنے بعد آنے والے مفاسد و فتن کی اطلاع دی چنانچہ چودہ سو سال پہلے فرمایا۔

عن ثوبان رضی اللہ عنہ انما اخاف علی امتی الائمۃ المضلین وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لانبی بعدی (مسلم شریف)

ترجمہ: مجھے اپنی امت سے گمراہ کرنے والوں کی طرف سے خوف ہے اور میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے ہر ایک کا دعوی ہوگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے اور میں نبیوں کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اس حدیث میں غالبًا عدد قلت کے ساتھ تیس فرمایا کہ کم سے کم اتنے ضرور ہی نکلیں گے اور اس قسم کی کافی حدیثیں ہیں مختصر ایک حدیث یہاں نقل کی گئی۔

ایسے مدعیوں کے متعلق اہلسنت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے

دعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع (شرح فقہ اکبر)

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوی کرنا بالاجماع کفر ہے اور نبوت کا مدعی مرتد ہے۔

اس فتنہ کی ابتدا شیوع کہانت سے معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ پہلا فتنہ عہد رسالت میں ابن صیاد مدنی سے شروع ہوا۔

اس کے متعلق اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدعی نبوت تھا مگر اس کے دست ضلال پرست پر کسی نے بیعت نہ کی۔

یہ منافقانہ طور پر مسلمان بھی ہوا مگر نبوت مصطفے علیہ التحیۃ والثناء کو محدود فی الامیین مانتا تھا۔

فاروق اعظم نے اس کے قتل کا ارادہ بھی کیا مگر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ

دجال ہے جس کا حال تمہیں بتایا گیا تو تم اسے قتل نہ کر سکو گے اس لیے کہ اس کی موت دست مسیح موعود میں ہے اور اگر یہ وہ نہیں تو اس کے قتل کا فائدہ نہیں جیسا کہ بخاری و مسلم میں مفصل بیان ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے مکالمہ بھی فرمایا اور فیصلہ دیا کہ اس پر صدق و کذب مختلط ہے اور یہ خود بھی دجال ہونے کی بابت متفکر تھا۔ یہ مقام حرّہ میں جبکہ لشکر یزید اہل مدینہ پر غالب آیا اور وہیں مفقود ہو گیا۔

۱:۔ دجال اکبر جس کے ظہور کا انتظار ہے

وہ حضرت تمیم داری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کسی جزیرہ میں قید ہے اسکی مفصل حدیث مسلم شریف اور ابوداؤد میں ہے۔

۲:۔ اسود عنسی

یہ شخص مدعی نبوت تھا اسود عنسی کا نام عبلہ بن کعب ہے لقب ذوالحمار ہے یمن کا رہنے والا تھا۔ مقام صنعاء میں رہائش پذیر تھا۔ اس نے کچھ کلام کلام آسمانی کے نام سے مرتب کر کے اپنے دام افتادہ افراد کو پیش کیا۔ ابن اثیر اور ابن خلدون میں ہے اس کے کلام یہ ہیں والمانشات میشا والواد ساف ودسا یجون جمعا وفرادی علی قلائص بیض وصفر۔ ابن اثیر اور یاقوت حموی میں بھی اس کے حالات ملتے ہیں۔ مخبر صادق طبیب حاذق حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے دو دن قبل اس کے قتل کی خبر دے دی تھی اسے فیروز دیلمی نے قتل کرایا تھا اس کا فتنہ تین چار ماہ سے زیادہ نہ رہا۔

۳:۔ طلیحہ اسدی

یہ طلیحہ بن خویلد اسدی قبیلہ بنی اسد کی طرف منسوب ہے۔ نواح خیبر میں آباد تھا۔ عہد رسالت میں ہی یہ مرتد ہوا۔ مقام سمیرا میں اقامت گزین ہوا اور یہاں سے اپنی نبوت کا جال

پھیلایا۔ چند دنوں میں ہزارہا اس کے حلقۂ تزویر میں پھنس گئے۔

اس نے اپنی شریعت میں نماز کے اندر صرف قیام لازم کیا۔ رکوع وسجدہ حذف کر دیے۔

اس نے اپنی نبوت کی دعوت بارگاہ رسالت میں اپنے چچازاد بھائی حبال یا جبال کے ہاتھ بھیجی اور مدینہ منورہ آکر اس نے وہ من وعن پہنچا دیا۔

حضور نے انہیں بددعا دی۔ اس کے مطابق بحالت اختلال قتل ہو کر دنیا سے نامراد گیا۔

پھر اس سے جہاد ہوا۔ شجاعان اسلام نے مقابلہ کیا اور بدحواس ہو کر راہ ہزیمت اختیار کی اس لشکر کے سردار حضرت ضرار تھے۔ یہ فاتحانی سہرا سر پر لگا کے مدینہ منورہ آ رہے تھے کہ حضور کی وفات قیامت آیات ظہور پذیر ہو گئی۔

مختصر یہ کہ طلیحہ بن اسد اور غطفان کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہو گیا اور عہد فاروقی میں ملک شام سے حج کو آیا اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اس کی وجوں میں سے ایک وحی یہ بھی ہے وَالنَّعَامِ وَالْيَمَامِ وَالصُّرَدِ وَالصَّوَامِ قَدْ صُمْنَ قَبْلَكُمْ بِالْعَوَامِ يُبْلُغَنَّ مُلْكُنَا الْعِرَاقَ وَالشَّامَ۔ قسم ہے اہلی پرندوں اور جنگلی پرندوں اور ترمتی کی جو خشک زمین میں رہتی ہے کہ زمانہ ماضی میں سالہا سال سے یہ قرار پا چکا ہے کہ ہمارا ملک عراق اور شام تک وسعت پذیر ہوگا۔

۴:۔ مسیلمہ کذاب

اس نے اپنی نبوت قبیلہ بنو حنیفہ میں شروع کی۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک عریضہ لکھنے کی جرأت کر ڈالی وہ خط یہ تھا۔ مِنْ مُسَيْلِمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ قَدْ اُشْرِكْتُ فِي الْاَمْرِ وَاِنَّ لَنَا نِصْفَ الْاَمْرِ وَلِقُرَيْشٍ نِصْفُهَا وَلٰكِنَّ قُرَيْشًا قَوْمٌ يَعْتَدُوْنَ۔ مسیلمہ کی طرف سے حضور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام یہ عریضہ ہے معلوم ہو کہ میں امر نبوت میں آپ کا شریک ہوں عرب کی سرزمین آدھی میری ہے اور آدھی قریش کی لیکن قوم قریش زیادتی کرتی ہے۔

اس کا جواب حضور نے بدیں الفاظ دے دیا من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ و

العاقبۃ للمتقین۔ اللہ کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے معلوم ہو کہ زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا مالک بنائے اور انجام کار متقیوں کا ہے۔

مسیلمہ کے عقائد آج کے متنبی قادیانی کے عقائد سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ تصریح کے لیے ائمہ تلبیس دیکھیں۔

اس کا کلام وحی بھی عجیب بندشوں کا حامل ہے اَلْفِیْلُ وَمَا الْفِیْلُ لَہٗ ذَنَبٌ وَبِیْلٌ وَخُرْطُوْمٌ طَوِیْلٌ۔

یَا ضِفْدَعُ بِنْتُ ضِفْدَعٍ نَقِّیْ مَا تَنَقِّیْنَ اَعْلَاکِ فِی الْمَاءِ وَاَسْفَلُکِ فِی الطِّیْنِ۔

اس نے بڑے بڑے معرکے کئے حتیٰ کہ حضرت وحشی کے ہاتھ سے نیزہ کھا کر واصل جہنم ہوا مگر اس کی جماعت میں سجاح جیسے فتنہ پرور ابھی باقی تھے۔ اس کے فریب سے فرصت پا کر بجرم ارتداد تمام بالغوں کے قتل کا فرمان امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیا اور اس طرح یہ فتنہ جنگ یمامہ پر ختم ہوگیا۔

سجاح بنت حارث تمیمیہ

اس نے دعوے نبوت کر کے یمامہ پر چڑھائی کی طیاری کی طول طویل داستان کا اختصار یہ ہے کہ مسیلمہ نے بجائے جنگ کرنے کے جنگل میں ایک خیمہ سجایا، معطر کرایا۔ سجاح کو پیام دیا کہ آپ اور میں علیحدہ گفتگوئے نبوت کر لیں اس کے بعد پھر جو مرضی ہو وہ کریں غرضیکہ تنہا خیمہ میں سجاح جب آ گئی تو اسے اپنی تازہ وحی سنائی اور کہا مجھ پر ابھی یہ وحی اتری ہے۔ الم تر کیف فعل ربک بالحبلی اخرج منہا نسمۃ تسعی۔ بین صفاق وحشی۔ کیا تو نے اپنے رب کو نہ دیکھا وہ حاملہ عورتوں کے ساتھ کیا کرتا ہے ان سے چلتے پھرتے جاندار نکالتا ہے جھلیوں اور آنتوں سے پھر جب دیکھا کہ سجاح اس وحی کو برداشت کر گئی تو بولا مجھ پر یہ وحی بھی آئی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ لِلنِّسَاءِ اَفْرَاجًا۔ وَجَعَلَ الرِّجَالَ لَهُنَّ اَزْوَاجًا۔ فَنُوْلِجُ فِیْهِنَّ اِیْلَاجًا ثُمَّ نُخْرِجُ اِذَا نَشَاءُ اِخْرَاجًا۔ فَیُنْتِجْنَ لَنَا سِخَالًا اِنْتَاجًا۔ یہ گندی وحی بھی جب دیکھا کہ سجاح برداشت کر گئی تو بدمستی میں یہ اشعار بکنے لگا۔

اَلَا قُوْمِیْ اِلَی الْمُخْدَعْ | فَقَدْ هُیِّئَ لَكِ الْمَضْجَعْ
وَاِنْ شِئْتِ فَمُسْتَلْقَاةً | وَاِنْ شِئْتِ عَلٰی اَرْبَعْ
وَاِنْ شِئْتِ بِتَثْلِیْثِہٖ | وَاِنْ شِئْتِ بِہٖ اَجْمَعْ

غرضکہ پھر بستر عیش و نشاط گرم ہو گیا اور تین دن تک باہر نہ نکلے اور کیا کیا ہوا پھر حضرت خالد بن ولید کے لشکر سے گھبرا کر بھاگی آخر میں یہ مسلمان ہو گئی اور بصرہ میں مری حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

پھر مختار بن عبید ثقفی نے بھی دعوی نبوت کیا اور اہل بیت نبوت کے ساتھ آخر پوری دشمنی کی۔

پھر حارث کذاب دمشقی۔ اول اول نہایت عابد مرتاض رہا مگر بغیر اتباع مرشد خود رَو ہی رہا۔ جب اسے خلیفہ عبد الملک کے پیش کیا تو منجملہ عجائب و غرائب کمالات کے یکمال یہاں بھی ظاہر ہوا کہ اس سے خلیفہ نے پوچھا کیا تو نبی ہے؟

کہا ہاں میں خدا کا نبی ہوں۔ عبد الملک نے دمشق کے ایک قوی نوجوان کو یہ حکم دیا کہ اس کے نیزہ مارا اس نے نیزہ مارا مگر حارث پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ درباری لوگ کچھ عقیدہ کی طرف جھکنے لگے عبد الملک نے کہا تم نے نیزہ بسم اللہ پڑھ کر نہ مارا اب بسم اللہ پڑھو اور مارو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا وہ زخمی ہوا اور مر گیا یہ واقعہ ۶۵ھ کا ہے۔

پھر مغیرہ عجلی۔ اس نے اول دعوی امامت کیا گیا پھر مدعی نبوت ہو کر احیاء موتی اور غیب دانی ظاہر کرتا ہوا ۱۱۹ھ میں بحکم خالد بن عبد اللہ قسری جو خلیفہ عبد الملک کی طرف سے عراق کا امیر مقرر تھا اسے گرفتار کیا۔ اس کے ساتھ چند اس کے خاص حواری پکڑے گئے اور مٹی کا تیل سر کنڈوں پر ڈلوا کر اسے جلا دیا۔

اسی طرح بنیان بن سمعان تمیمی اسی کے زمانہ میں پیدا ہوا اور ہنود کی طرح اس نے تناسخ اور حلول کے عقیدوں کو رواج دیا اور حاکم کوفہ نے اسے بھی جلوا دیا۔

ابو منصور عجلی اس کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ قیامت تک نبی آتے رہیں گے غالباً مرزائیوں نے اس سے یہ عقیدہ لیا ہے یہ بھی کوفہ میں سولی دیا گیا۔

صالح بن طریف برغواطی یہودی تھا۔ آلاس کے ایک قلعہ میں پیدا ہوا۔ شاعری سیکھی اور ایک وحشی قوم میں اپنے جادو کے کرتوت دکھا کر نبی بنا اپنے اوپر قرآن اترنے کا دعوے کیا آخر سنتالیس

سال تک اپنا دعوے نبوت رائج کر کے پھر عزلت نشین ہو گیا اور اس کے بیٹے اور پوتے وصیت کے موافق باپ کی نبوت کو رواج دیتے رہے غرضیکہ ۳۶۹ھ میں یہ ساری سلطنت غارت ہوئی۔

پھر بہافریہ روزانی نیشاپوری نکلا اور آخر قتل ہوا۔

پھر اسحاق اخرس مغربی اصفہان پہنچ کر کامل دس سال تک گونگا رہا اور تمام علوم میں مہارت حاصل کی۔ شعبدہ بازی وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔ اصفہان کے ایک عربی مدرسہ کے پاس ٹھہرا گونگا مشہور ہو چکا تھا کامل دس سال کے بعد پچھلی شب چیخنا شروع کر دیا۔ آواز سن کر چاروں طرف سے مدرسہ کے طلباء و مدرسین جمع ہو گئے تو پھر نماز شروع کر دی اور قرآن کریم تجوید سے ایسا پڑھا کہ سننے والے حیران رہ گئے۔

شدہ شدہ تمام شہر میں شہرہ ہو گیا۔ قاضی شہر سے ملاقات ہوئی انہوں نے حالات معلوم کرنے چاہے اسحاق نے کہا تمام حالات تو کہنے کی ممانعت ہے مختصراً عرض کرتا ہوں۔

کہ آج رات دو فرشتے حوض کوثر سے پانی لے کر میرے پاس آئے مجھے غسل دیا اور کہنے لگے السلام علیك یانبی اللہ میں نے جواب میں تامل کیا اور گھبرایا کہ ایک فرشتہ کہنے لگا یانبی اللہ افتح فاك بسم اللہ الازلی میں نے منہ کھول دیا۔ فرشتہ نے ایک سفید سی چیز میرے منہ میں ڈالی جو شہد سے زیادہ شیریں مشک سے زیادہ معطر تھی۔

اس کا میرے حلق سے اترنا تھا کہ میں گویا ہو گیا۔ میرے منہ سے یہ کلمہ جاری ہو گیا۔

اشهد ان لا الہ الا اللہ واشهد ان محمدا رسول اللہ

فرشتوں نے کہا آپ بھی نبی ہیں میں نے چیخ کر کہا یہ کیونکر ممکن ہے حضور خاتم النبیین ہیں تو فرشتوں نے کہا۔ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام غیر شرعی اور تابع نبی تھے اسی طرح آپ بھی ظلی بروزی نبی بنائے گئے ہیں۔

غرضکہ یہ فتنہ ابو جعفر منصور عباسی کے زمانہ میں پیدا ہوا اس کا عمل دخل بصرہ اور عمان تک ہو گیا اور آخر مارا گیا۔

اس کے بعد استاد سیس خراسانی کا فتنہ ظاہر ہوا۔ اسلامی سیاست کی باگ ڈور اس زمانہ میں خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے ہاتھ میں تھی۔ ہرات سے سجستان۔ خراسان میں استاد سیس نے اپنی استادی ظاہر کی اور نبوت کا دعوی کر دیا۔

نبوت کا دعویٰ اتنا بار آور ہوا کہ چند سال میں اس کے پیرو تین لاکھ تک ہو گئے اور اپنی جمعیت کے بل بوتے پر ملک گیری کا خبط پیدا ہوا۔ مختصر یہ کہ خراسان کا کثیر علاقہ اس کے قبضہ میں آ گیا خلیفہ منصور کی فوجیں اس کی جمعیت سے پیہم ہزیمت پا کر پسپا ہو چکی تھیں۔ مختصر یہ کہ ایک زبردست جنگ کے بعد سیس اپنے بیٹوں سمیت گرفتار ہوا۔

۱۴۔ پھر ابو عیسیٰ اسحاق اصفہانی
۱۵۔ حکیم مقنع خراسانی
۱۶۔ عبداللہ هجون اہوازی
۱۷۔ پھر بابک بن عبداللہ حزمی
۱۸۔ احمد بن کتال بلخی
۱۹۔ یحییٰ بن فارس ساباطی
۲۰۔ علی بن محمد خارجی
۲۱۔ اور حمدان بن اشعث قرمطی
۲۲۔ ابو سعید حسن بن بہرام جنابی قرمط
۲۳۔ زکرویہ بن ماہر قرمطی
۲۴۔ یحییٰ بن زکرویہ قرمطی
۲۵۔ حسین بن زکرویہ صاحب الشام
۲۶۔ عبیداللہ مہدی
۲۷۔ علی بن فضل یمنی
۲۸۔ ابو طاہر قرمطی
۲۹۔ حامیم بن من اللہ مجکسی
۳۰۔ محمد بن علی شلمغانی
۳۱۔ عبدالعزیز باسیندی
۳۲۔ ابو الطیب احمد بن حسین
۳۳۔ ابو علی منصور
۳۴۔ اصفر بن ابو الحسین تغلبی
۳۵۔ ابو عبداللہ بن ہشام ضمیری۔
۳۶۔ حسن بن صباح حمیری

یہ شخص (حسن بن صباح) مہبط وحی ہونے اور خدا کے احکام بلا واسطہ پانے کا مدعی ہونے کے علاوہ ایسے خوفناک فرقہ کا بانی تھا جس کی خوفناک خفیہ سازشوں اور جاں ستانیوں کا تصور بدن پر لرزہ طاری کر دیتا ہے لہٰذا اس کا مختصر حال لکھنا ضروری متصور ہوا۔

یہ خبیث شہر طوس علاقہ خراسان میں پیدا ہوا۔

۴۶۵ھ میں نیشاپور آیا یہاں اس کے استاذ بھائی نظام الملک تھے ان سے ملا۔ وزیر اعظم سلطان الپ ارسلان سلجوقی کے تھے۔ انہوں نے دربار سلطان الپ ارسلان سلجوقی تک پہنچایا اور اسے معتمدین خاص کا عہدہ دلایا۔ چند روز میں اس نے رسوخ حاصل کر کے اپنے محسن نظام الملک کی جڑیں کھودنے کی سعی بے حاصل کی۔ مختصر یہ کہ حسن بن صباح بہت سی چالوں کے بعد دربار شاہی سے نکال دیا گیا۔

پھر یہ اصفہان آیا اور یہاں اس قلعہ الموت میں جو شہر قزوین اور دریائے خزر کے مابین واقع ہے میں آ کر مذہب اسمٰعیل کی تبلیغ شروع کی اور اپنے ریاکارانہ زہد اور اتقاء کا سکہ جما کر ہزارہا لوگ اپنے تابع کر لیے جب حاکم علاقہ کو اس کا علم ہوا تو رات کے وقت قلعہ سے ایک دستہ نکلا اور حسن بن صباح کو حراست میں لے کر قلعہ کے اندر بند کر دیا۔

لیکن حسن بن صباح قلعہ میں داخل ہوتے ہی ایسی چال چلا

کہ حاکم قلعہ جسے مہدی علوی کہتے تھے قلعہ الموت سے بالکل بے دخل ہو گیا وہ چال یہ چلی کہ یہ سرزمین جعفری نام ایک امیر کے زیر حکومت تھی جس نے ایک علوی کو اپنی نیابت پہ سرفراز کر رکھا تھا ابن صباح نے مہدی علوی سے کہا کہ دوسرے شخص کی مملوکہ زمین پر عبادت جائز نہیں اور یہ مقام گوشہ عافیت میں ہے اس وجہ میں مجھے بہت مرغوب ہے۔

اس لیے درخواست ہے کہ عبادت کے لیے اس قلعہ کی اتنی زمین میرے نام بیع کر دو جس پہ بیل کا ایک چرسہ محیط ہو سکے میں اس کے عوض تین ہزار دینار سرخ آپ کی نذر کر دوں گا۔

وہ شخص طمع نفسانی سے ابن صباح کے دام تزویر میں آ گیا اور ابن صباح کو اتنی زمین دینے کا اقرار کر لیا۔ حتی کہ بیعنامہ کی تکمیل کر دی۔

ابن صباح نے بیل کی ایک کھال منگا کر اس کا نہایت باریک تسمہ کاٹا اور اس کو ایک حلقہ کی شکل دی جس سے سارا قلعہ احاطہ میں آ گیا۔ قلعہ دار یہ پیمائش دیکھ کر بولا تم نے مجھ سے نماز کے لیے جگہ مانگی تھی۔ اور اس کے لیے ایک چرسہ بیل کی کھال کا کہا تھا۔

ابن صباح نے کہا چرسہ کھال سے میری مراد یہی تھی کہ جتنی جگہ چرسہ محیط ہو سکے وہ سب اس بیع میں داخل ہے اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اتنی رقم گز ڈیڑھ گز زمین کی ادا کرنے والا کوئی بڑا ہی بیوقوف ہو سکتا ہے۔

اس میں جھگڑا بڑھا لیکن ابن صباح کے مرید قلعہ کے بہت سے سپاہی بھی ہو چکے تھے سب تائید کو کھڑے ہو گئے اور قلعہ دار سے کہنے لگے کہ اتنی بزرگ ہستی کبھی جھوٹ نہیں بول سکتی۔ یہ سودا بہرحال تمام قلعہ کا ہوا ہو گا۔

آخر ش یہ قلعہ ابن صباح کے قبضہ میں آ گیا۔

اس قلعہ پر قبضہ کر لینے کے بعد اس نے اپنا خطاب شیخ الجبل کر لیا۔

اور اپنے معتقدوں کے ذریعہ اپنا پراپیگنڈہ شروع کر دیا اور ایک ایسی جماعت بنائی جو اسکے

اشارہ پر جاں سپاری کے لیے ہر لمحہ آمادہ رہے۔

قلعہ الموت کے اردگرد نظر فریب مرغزاروں کے علاوہ دیدہ زیب سیرگاہیں بنائیں۔ وہاں محل رخ کو شکیں تعمیر کرائیں عالیشان محل نہایت موزونیت سے تعمیر کرائے ان کے بیچ میں ایک باغ لگایا جس کا نام جنت رکھا اس میں وہ تمام سامان مہیا کیے جو ایک انسان کے لیے موجب دلآویزی اور باعث تفریح ہوں اشیاء بدایعہ ہر قسم کے میوہ دار درخت گلگشت کے لیے اعلیٰ پھلواری۔ چینی کے نفیس ظروف۔ بلوری۔ طلائی۔ نقرئی سامان فرش فروش۔ پھر انسانی تعیش کے لیے مزامیر۔ چنگ و رباب۔ دودھ۔ شربت کی نہریں۔ شراب و شہد نلوں کے ذریعہ ان نہروں میں پہنچایا جاتا۔

پھر وہاں کمسن ماہوش پری تمثال نازنینیں رکھیں۔ غرضکہ دل لبھانے اور جنت کے تمام فسانے مہیا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

اس کے اپنے مذہب کے مبلغ مقرر کیے جو دور دراز ممالک میں تبلیغ کرتے۔

دوسرا گروہ ان رفقاء کا بنایا جو حسن بن صباح کے ساتھ رہتا۔

تیسرا گروہ فدائیوں کا تیار کیا۔

ان کو سفید پوشاک۔ سرخ دستار اور پٹکہ۔ ہاتھ میں تیر یا چھری

بھنگ اس وقت تک ایک نامعلوم چیز تھی۔

حسن بن صباح نے اسے معلوم کیا اور جسے اپنی فدائی جماعت میں داخل کرتا اسے بھنگ گھوٹ کر پلاتا پھر اسی مدہوشی میں اسے جنت پہنچاتا۔ جب اسے ہوش آتا تو وہ اپنے کو مہوشوں کی گود میں پاتا چند دن اسے وہاں رنگ رلیاں منانے کو چھوڑتا۔ پھر بھنگ گھوٹ کر پلوا دیا جاتا اور اسی مدہوشی میں اسے واپس منگوا لیتا۔

جب اسے ہوش آتا تو اسے عیش آباد کی یاد ستاتی۔ انہیں بلی کا گوشت کھلایا جاتا تھا تاکہ یہ بلی کی طرح غضب و غصہ کے وقت آپے سے باہر ہو کر حملہ کریں۔ غرضیکہ اہل بیت اطہار اور اسلام کے فدائیوں کی سخت مخالفت کی۔ مساجد کو جلایا اور سخت فتنہ برپا کرکے ۹۰ سال کی عمر میں مرگیا۔ پینتیس سال الموت کے قلعہ پر نہایت کامیاب حکومت کی۔ اس کے جانشین اس کی موت کے بعد سات کے قریب ہوئے۔

ایک سو چھتیس سال یعنی ۶۵۴ھ تک ان کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ سات جانشینوں

کے نام یہ ہیں

۱۔ کیا بزرگ امیہ
۲۔ محمد بن کیا بزرگ امیہ
۳۔ حسن بن محمد معروف بہ حسن ثانی
۴۔ محمد ثانی بن حسن
۵۔ جلال
۶۔ علاؤ الدین محمد ثالث
۷۔ رکن الدین خور شاہ

اس کے بعد رشید الدین ابو الحشر نبی بننے کو اٹھا۔ پھر محمد بن عبد اللہ بن تومرت حسنی اٹھا۔

یہ مہدویت کا مدعی تھا۔ فتوحات کرتے کرتے آخر اس نے اپنی موت کی خبر دی اور حسب پیشگوئی مرگیا۔

اس کا جانشین عبد المومن ہوا۔

ابن زکریا طامی نبوت سے بھی آگے بڑھا اور خدائی کا دعوی کر کے مرگیا۔

حسین بن حمدان خصیبی نے بھی دعوی نبوت کیا۔

ابو القاسم احمد بن قسی
علی بن شمیم
محمود واحد گیلانی
عبد الحق بن سبعین مرسی
احمد بن عبد اللہ ملثم
عبد اللہ بن راعی شالی
عبد العزیز طرابلسی
اویس رومی
احمد بن ہلال حسانی
سید محمد جونپوری
حاجی محمد فرہی
جلال الدین اکبر بادشاہ

جلال الدین اکبر کا کے مختصر حالات

یہ ۹۴۹ھ میں سندھ کے ریگستان امرکوٹ میں پیدا ہوا اس کا باپ سلطان نصیر الدین ہمایوں بادشاہ شیر شاہ کے ہاتھوں آوارہ دشت غربت تھا۔ ہمایوں تو ایران چلا گیا اور اپنے بیٹے اکبر کو ایک سال کی عمر میں اپنے بھائی عسکری مرزا حاکم قندھار کے سپرد کر گیا۔

اکبر بارہ سال تک قندھار میں چچا کے پاس رہا۔ سنہ ۹۶۲ھ میں جب ہمایوں فتح و ظفر کے پھریرے

اڑ آتا ہوا ہندوستان آیا تو اس وقت اکبر بارہ سال چار ماہ کا تھا۔ پھر ۹۶۳ھ میں ہمایوں نے دہلی میں کوٹھے سے گر کر داعی اجل کو لبیک کہا تو اکبر تخت نشین ہوا۔

اس وقت اکبر کی عمر تیرہ سال نو ماہ کی تھی۔

ایام طفلی میں اکبر کی تعلیم کا کوئی انتظام ہی نہ ہو سکا تھا اور وہ اسی جہالت میں تخت پر متمکن ہوا۔

اکبر تقریباً اکاون سال تک سریر حکومت پر متمکن رہا۔

تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اکبر کا ابتدائی دور انیس سال تک تو اتباع اسلام پر تھا۔

اور اس کے بعد کا دوسرا دور بائیس سال گمراہی کے دورہ میں گذرا حتیٰ کہ دور گمراہی میں نبوت و مہدویت تک دعاوی کیئے علماء اسلام پر سخت تشدد ہوئے والعیاذ باللہ

سید محمد نور بخش جونپوری۔ یہ اول اولیائے مغلوب الحال میں سے تھے۔ ایک روز بحالت استغراق آواز سنی

اَنْتَ مَھْدِیْ

تو مہدی ہے۔ پس اس پر اسے یقین ہوا۔ اور دعوے مہدیت کر ڈالا۔ اسی حال میں مر گئے۔

بایزید روشن جالندھری۔ یہ بھی نبوت کا مدعی کا

احمد بن عبداللہ سلجمادی	احمد بن علی حجیرتی
محمد مہدی ازمکی	سیا تائی سیہوی
محمد بن عبداللہ کرد	میر محمد حسین مشہدی
مرزا علی محمد باب شیرازی	زرین تاج قرۃ العین

یہ ایک عورت عجوبہ روزگار پیدا ہوئی اس کا کچھ حال نذر ناظرین کرتا ہوں

اس کے باپ حاجی ملا صالح قزوینی مشہور شیعی عالم تھے۔ انہوں نے اس کا نام زرین تاج رکھا۔ گھر ہی میں حدیث۔ تفسیر۔ فقہ پڑھی۔ اس کے علاوہ الٰہیات و فلسفہ میں بھی اعلیٰ دستگاہ حاصل کی۔ جوان ہوئی۔ شادی اس کے حقیقی چچا مجتہد ملا محمد تقی کے بیٹے ملا محمد کے ساتھ ہوئی یہ بھی جوان صالح اور علوم و فنون میں متبحر عالم تھے۔

زرین تاج نے علی محمد باب کے حالات اپنے خاوند سے خفیہ سنے اور اس نے علی محمد باب کو خفیہ طور پر ایک خط لکھا۔ باب نے اس کا جواب دیا۔ نہ معلوم اس میں کیا جادو کی پڑیا تھی کہ

نادیدہ فریفتہ ہوگئی اور علی محمد باب پر ایمان لے آئی۔ زرین تاج نے اپنی بابت اپنے تعلقات مخفی رکھے اور علی محمد سے خط و کتابت بھی پوشیدہ ہوتی رہی۔ جب باب نے اندازہ کر لیا کہ یہ بحث و مناظرہ میں طاق و مشاق ہے اور اس سے کام چلے گا۔ تدین تاج کو لکھ دیا کہ اب تم ملت بابیہ کی تبلیغ کرو اور اس کے ساتھ زرین تاج کو خطاب قرۃ العین دے دیا۔

یہ اپنی ہٹ کی پختہ تھی۔ بابیت میں اتنی سخت نکلی کہ اس نے بابیت کے مقابلہ میں عیال مال و منال سب کو لات ماردی۔

قرۃ العین کے تبلیغی فرائض کی ادائیگی اول گھر سے شروع ہوئی۔ مختصر یہ کہ خاوند کو چھوڑا خسر پر کفر کا فتویٰ جڑا۔ طلاق ہوئی اور یہ یہاں سے نکل کر کربلا پہنچ گئی۔ وہاں مجلس درس قائم کی۔ بڑا اجتماع ہوتا رہا۔ پردہ کی پابند تھی۔ پھر کربلا سے بغداد پہنچی۔ وہاں سے نکلی تو کرمانشاہ اور ہمدان جاتے ہوئے بہت سے لوگوں کو بابی بنالیا۔ اس کے صلہ میں علی محمد باب نے اسے طاہرہ کا خطاب دیا۔

غرضیکہ تبلیغ بابیت میں زرین تاج۔ قرۃ العین۔ طاہرہ نے مصیبتیں بھی اٹھائیں۔ راستہ میں ڈاکوؤں سے ٹکر ہوئی کپڑے اتار دیے گئے۔

پھر اس عورت نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مظہر بننے کا دعوے کیا۔ پھر علی محمد باب کی منقبت میں اس نے نہ معلوم کیا کیا لکھا۔ اس کے دو قصیدے جو ملے ان کا ملخص یہ ہے۔

لَمَعَاتُ وَجْهِكَ أَشْرَقَتْ وَشُعَاعُ طَلْعَتِكَ اعْتَلَا
زچہ رو الست بربکم نزنی بزن کہ بلیٰ بلیٰ

نَفَحَاتُ فَضْلِكَ أَوْقَدَتْ جُرْعَاتِ شَوْقِكَ فِي الْحَشَا
زغمت بہ سینہ کم آتشے کہ نہ زد زبانہ کما تشاء

جَذَبَاتُ شَوْقِكَ أَلْجَمَتْ بِسَلَاسِلِ الْغَمِّ وَالْبَلَا
ہمہ عاشقان شکستہ دل کہ دہند جان خود برملا

چہ شود کہ آتش حیرتے بزنی بقلہ طور دل
فَصَكَكْتَهُ وَدَكَكْتَهُ مُتَدَكْدِكًا مُتَزَلْزِلًا

اگر آں صنم ز رہ ستم پئے کشتن من بے گناہ
لَقَدِ اسْتَقَامَ بِسَيْفِهِ فَلَقَدْ رَضِيتُ بِمَا رَضِيَ

چوں شنید نالۂ مرگ من پئے ساز من پئے برگ من
فَمَشَىٰ إِلَيَّ مُهَرْوِلًا وَّ بَكَىٰ عَلَيَّ مُجَلْجِلًا

بَحْرُ الْوُجُوْدِ تَمَوَّجَتْ لِغُلِّ الشُّهُوْدِ تَوَلَّجَتْ
صَعْقُ الْخُمُوْدِ تَلَجْلَجَتْ بِلِقَائِهِ مُتَجَلِّلًا

سحراں نگار ستمگرم ۔ قدمے نہادہ بہ بسترم
وَإِذَا رَأَيْتَ جَمَالَهُ طَلَعَ الصَّبَاحُ كَأَنَّمَا

بگزار منزلِ ما و من ۔ بہ گزیں بہ ملک فنا وطن
فَإِذَا فَعَلْتَ بِمِثْلِ ذَا فَلَقَدْ بَلَغْتَ لِمَا نَشَاءُ

ہمہ اہل مسجد و صومعہ پئے ورد صبح و دعائے شب
من و ذکر طرۂ طلعت تو مِنَ الْغَدَاةِ إِلَى الْعِشَا

قصیدۂ دیگر

گر بتو افتادم نظر چہرہ بہ چہرہ رو برو ۔ شرح دہم غم ترا نکتہ بنکتہ مو بمو
از پئے دیدن رخت جاں ہمچو صبا افتادہ ام ۔ خانہ بخانہ در بدر کوچہ بکوچہ کو بکو
دور دہان تنگ تو عارض عنبریں خطت ۔ غنچہ بغنچہ گل بہ گل لالہ بہ لالہ بو بہ بو
میرود از فراق تو خون دل از دو دیدہ ام ۔ دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم چشمہ بچشمہ جو بہ جو
مہر ترا دل حزیں بافتہ بر قماش جاں ۔ رشتہ برشتہ نخ بہ نخ تار بہ تار پو بہ پو

در دلِ خویش طاہرہ گشت نیافت جز ترا
صفحہ بہ صفحہ لا بہ لا پردہ بہ پردہ ۔ تو بہ تو

قرۃ العین کی عبرت ناک موت

بعض کا بیان ہے اس کا گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کی زلفیں کاٹ کر سر کے بیچ کے بال ایک خچر کی دم سے باندھے اور دار القضا تک اس طرح لائی گئی پھر اسے زندہ جلایا گیا۔

غرضکہ مختلف روایات ہیں خسر الدنیا والآخرۃ۔

اس کے بعد شیخ بھیک اور شیخ محمد خراسانی مسیحیان کاذب پیدا ہوئے۔ پھر مومن خاں ہاچی یہ بھی بابی فرقہ کا مبلغ بنا۔ مرزا یحییٰ نوری معروف بہ صبح ازل یہ بھی بابی فرقہ کا مسند نشین ہوا۔ پھر بہاء اللہ نوری ماژندران میں بابی تھا اس نے خدا کا اوتار ہونے کا دعوے کیا اور چند بابیوں کے بعد۔

محمد احمد مہدی سوڈانی کو بھی اسی فتنہ پرور جماعت میں بتایا جاتا ہے۔ بہرحال اس سے بھی فتنہ مہدویت زوروں پر رہا۔ انگریزوں نے اسے مہدی قرار دے کر اس کی لاش نکال کر جلائی اس کا مقبرہ توپوں سے اڑایا اور کیا کیا ہوا۔

ان سب کے بعد قادیاں ضلع گورداسپور تحصیل بٹالہ میں

مرزا غلام احمد پیدا ہوا

اس کا ایک دعویٰ نہ تھا اس نے تقریباً نواسی دعوے کیے جو مندرجہ ذیل تھے۔

میں محدث ہوں	میں امام زماں ہوں	میں مجدد ہوں	میں مثیل مسیح ہوں
میں مریم ہوں	میں مسیح موعود ہوں	میں ملہم ہوں	میں حامل وحی ہوں
میں مہدی ہوں	میں حارث موعود ہوں	میں رجل فارسی ہوں	میں سلمان ہوں
میں ہود حبینی الاصل موعود ہوں	میں خاتم الانبیاء ہوں	میں خاتم الاولیاء ہوں	میں خاتم الخلفاء ہوں
میں عیسیٰ سے بہتر ہوں	میں حسنین سے افضل ہوں	میں مسیح ابن مریم سے بہتر ہوں	میں یسوع کا ایلچی ہوں
میں رسول ہوں	میں مظہر خدا ہوں	حتیٰ کہ خدا ہوں	مانند خدا ہوں
خالق ہوں	نطفہ خدا ہوں	خدا کا بیٹا ہوں	خدا کا باپ ہوں
خدا مجھ سے ظاہر ہوا	اور میں خدا سے ظاہر ہوا	تشریعی نبی ہوں	آدم ہوں
شیث ہوں	نوح ہوں	ابراہیم ہوں	اسحاق ہوں
اسمٰعیل ہوں	یعقوب ہوں	یوسف ہوں	موسیٰ ہوں
داؤد ہوں	عیسیٰ ہوں	حضرت سرور عالم کا مظہر اتم ہوں	مُنجی ہوں
ظلی طور پر محمد ہوں	احمد ہوں	موتی ہوں	حجر اسود ہوں
تمام انبیاء سے افضل ہوں	ذوالقرنین ہوں	احمد مختار ہوں	ابشارت اسمہ احمد ہوں

میکائیل ہوں بیت اللہ ہوں رد گوپال ہوں کلنکی اوتار ہوں
شیر ہوں شمس ہوں قمر ہوں محی ہوں
ممیت ہوں صاحب اختیارات کن فیکون ہوں کاسر الصلیب ہوں امن کا شہزادہ ہوں
جری اللہ ہوں برہمن اوتار ہوں مرسل ہوں اشجع الناس ہوں
معجون مرکب ہوں داعی الی اللہ ہوں سراج منیر ہوں متوکل ہوں
آسمان و زمین میرے ساتھ ہیں وجیہ باری ہوں زوائد المجد ہوں محی الدین ہوں
مقیم شریعت ہوں منصور ہوں مراد العصر ہوں خدا کا محمود ہوں
نور اللہ ہوں رحمۃ للعالمین ہوں نذیر ہوں منتخب کائنات ہوں
وہ ہوں جس کا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا میں وہ ہوں جس سے خدا نے بیعت کی۔

بقول شخصے

یوں تو ہندی بھی ہو عیسیٰ بھی مسلمان بھی ہو تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

مرزا غلام احمد حکیم غلام مرتضیٰ کا بیٹا خاندان مغلیہ سے تھا یہ اٹھارہ سو اڑتالیس یا چالیس میں قادیاں میں پیدا ہوا۔

اس کے تعلیمی مبلغ کا یہ حال تھا کہ چھ سات سال کی عمر میں قرآن ناظرہ کیا۔

اس کے بعد کچھ فارسی پڑھی تیرہ چودہ سال کی عمر میں اس کی شادی اس کے حقیقی ماموں کی بیٹی حرمت بی بی سے ہوئی جن سے مرزا سلطان احمد پیدا ہوئے۔

یہی وہ حرمت بی بی ہے جو مطلقہ رکھی گئی اور خان بہادر مرزا سلطان احمد کی والدہ کے نام سے مشہور ہیں۔

مرزا صاحب کی بساط تعلیم نہایت مختصر تھی۔

پھر سیالکوٹ میں لالہ بھیم سین کی سفارش سے ضلع کچہری میں دس پندرہ روپیہ ماہوار کے ملازم ہو گئے۔

لالہ بھیم سین اور مرزا صاحب نے مل کر مختاری کے امتحان کی تیاری کی۔ لالہ بھیم سین تو امتحان میں کامیاب ہو گئے اور مرزا صاحب رہ گئے اور فیل شدہ لوگوں میں ان کا نام آیا۔

پھر انہیں اس امر کی فکر ہوئی کہ خاندان کا زوال جو ہو چکا ہے وہ واپس عروج پالے۔

جب کوئی بھی راہ عروج و ترقی کی نہ ملی تو پیری مریدی کی طرف توجہ کی۔ مگر اس میں بھی کوئی

کامیابی نظر نہ آئی۔

آخر مولوی محمد حسین بٹالوی ان کے بچپن کے رفیق دہلی سے حدیث پڑھ کر آئے تھے ان سے ملے اور ردّ آریہ میں ایک کتاب لکھنے کا خیال ظاہر کیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس خیال کی تائید کی۔ قصہ مختصر آریوں کے ساتھ اس کے دنگل شروع ہو گئے۔ عامۃ الناس لاہور میں اس کی حمایت و اعانت کرتے رہے۔

آخر یہ قادیاں چلے آئے اور یہاں سے آریوں کو بذریعہ اشتہارات چھیڑتے رہے اور جب مناظرہ کا چیلنج آریہ دیتے تو بلطائف الحیل ٹالتا رہا۔ یہ تمام حالات و کوائف مرزا جی کے مجموعہ اشتہارات موسومہ بہ تبلیغ رسالت کی جلد اول میں مفصل ملیں گے۔

پھر مرزا صاحب نے الہام بازی میں قدم رکھا اور اپنے ملہم و مستجاب الدعوات ہونے کا پراپیگنڈا شروع کیا۔

اس کے بعد براہین احمدیہ کی تبلیغ شروع کر دی۔

اس کا اعلان ہونے پر دھڑا دھڑ روپیہ آنا شروع ہوا۔ اول اس کی قیمت پانچ روپیہ رکھی گئی۔ پھر نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز کی سوجھی اور دس روپیہ قیمت کر دی گئی۔ اور پھر اعلان عام کر دیا گیا

کہ ۵۶۲ صفحات تو شائع ہو چکے ہیں۔ باقی کا اللہ تعالےٰ متولی و مہتمم ہو گیا ہے یہ کتاب چار ہزار آٹھ سو صفحات کی ہوگی۔

پھر اسے تو سر دست ملتوی کر دیا۔

اور اس کی بجائے "سرمہ چشم آریہ" اور رسالہ "سراج منیر" وغیرہ چھاپنی شروع کر دیں اور اعلان کر دیا کہ تین سو جزو کے وعدے پورے نہیں کیے جا سکتے۔

پھر دعوی مجددیت شروع ہوا۔ اس سلسلہ میں حکیم نور دین آ ملے اور اشتہار بازی میں ترقی ہو گئی۔ پھر ہوشیار پور میں چلہ کشی ہوئی اور اس میں ایک لڑکا پیدا ہونے کی ان کو بشارت ملی۔

مرزا جی کو چونکہ یقین واثق تھا۔ اسی وجہ میں انہوں نے اعلان عام کر دیا۔ ان ایام میں نصرت بیگم حاملہ بھی تھیں۔

لیکن تاریخ ولادت جس دن پوری ہوئی تو لڑکے کی بجائے لڑکی آئی۔

تمام قادیاں میں اس ولادت سے ناکامی کی آوازیں آنے لگیں۔ آخرش دوسرے حمل میں لڑکا پیدا ہو گیا۔ پھر کیا تھا۔

مرزا صاحب نے ڈھنڈورا پیٹا کہ جس کی ولادت کی میں پیشگوئی کر رہا تھا وہ آج ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہو گیا۔ یہ بچہ ایسا ہو گا۔ ویسا ہو گا اور کیا کیا ہو گا اس کا نام عمو انویل عرف بشیر حسب الہام رکھا گیا۔

لیکن یہ مولود تقریباً سوا سال ہی کو ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو طعمہ اجل ہو گیا۔

اس پر عام طور پر جو مذاق اڑے وہ اڑے کہ اسی حالت میں مرزا صاحب نے مسیح بننے کی سخن سازی شروع کر دی۔

پھر لاہور۔ لدھیانہ۔ دہلی میں مناظرے ہوئے۔

ان کا انجام جو ہونا تھا وہ ہوا۔

کہ محمدی بیگم سے نکاح آسمانی کا اعلان ہوا۔ اس کا قصہ بھی طویل ہے۔ مختصر یہ کہ مرزا صاحب اس نکاح میں ناکام رہے۔ اگرچہ اس نکاح پر مرزا صاحب کو الحق من ربک فلا تکونن من الممترین کی وحی بھی ہو چکی تھی۔

غرضیکہ پھر آتھم سے مناظرہ کی ٹھہری۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے جا کر جنڈیالہ والوں کو کہا کہ مرزا صاحب میں اتنی قابلیت نہیں مگر جنڈیالہ والے نہ مانے اور مرزا جی ہی کو انہوں نے مناظر تجویز کیا۔ آخر نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کو شرمندگی اٹھانی پڑی۔

آخر مرزا صاحب نے پندرہ مہینے میں آتھم کی ہلاکت کی پیشگوئی کی وہ بھی غلط ہوئی۔

پھر پنڈت لیکھرام کا قتل ہوا اسے بھی مرزا جی نے اپنی کسی پیشگوئی کا نتیجہ لکھ مارا۔

پھر حضرت شیخ المشائخ فاضل اجل عالم بے بدل صوفی صافی پیر طریقت حامی شریعت حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب کو دعوت مبارزت دے ماری اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت نے "شمس الہدایۃ" تالیف فرمائی تھی جس میں حیات مسیح پر وہ دلائل قاہرہ تھے کہ اس کے مطالعہ کے بعد حیات مسیح پر کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ آخرش مرزا صاحب کے وعدہ پر حضرت پیر صاحب لاہور تشریف لائے اور شاہی مسجد میں برلب مناظرہ جا رہے تھے۔

کہ راستہ میں جلی قلم کے چھپے ہوئے پوسٹر دیواروں پر چسپاں دیکھے گئے تھے کہ جن کا عنوان اس طرح تھا

پیر مہر علی کا فرار

لوگ حیران تھے کہ پیر صاحب کو ہم بچشم خود میدان مناظرہ میں تشریف لیجاتا دیکھ رہے ہیں۔ ان کے متعلق یہ کیا دروغ بافی ہو رہی ہے۔ بغرضکہ ۲۹ر اگست کو پیر صاحب واپس تشریف لے آئے۔

پھر مرزاجی کی طرف سے انواع واقسام کی اشتہار بازی ہوتی رہی۔

مختصر یہ کہ ان کی عربی دانی کی حقیقت منکشف عوام ہوئی۔ شاعری کی شان یہ تھی ایک شعر ملاحظہ کریں۔

کرم خاکی ہوں تریں پیارے نہ آدم زاد ہوں — ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

مضمون طویل ہوگیا اور یہ رام کہانی ابھی پوری نہ ہوئی۔ بہرحال اس کے فتنہ نے آج پاکستان بن جانے کے بعد بھی ان لوگوں کو ہزارہا کی تعداد میں اسیر دام حکومت کر دیا جو حق نوش اور حق نیوش تھے۔

اس سلسلہ میں میں بھی ایک سال کی نظر بندی کا شکار ہوا اور دیگر علمائے کرام اور مسلمان مصائب وآلام سے دوچار ہوئے اللھم افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین ہ

بامحاورہ ترجمہ رکوع ہفدہم پ سورہ انعام

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَأَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ہ	بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالنے والا ہے مردہ کو زندہ سے یہ ہے اللہ تم کہاں اوندھے جا رہے ہو۔
فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا	صبح نکالنے والا اور اس نے رات کو چین بنایا

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ
الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

اور سورج اور چاند کو حساب پر مقرر کیا ہوا ہے
زبردست جاننے والے کا۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا
بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا
الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

اور وہی ہے جس نے بنائے تمہارے لیے
تارے کہ راہ پاؤ ان سے خشکی اور تری کی
اندھیریوں میں ہم نے مفصل نشانیاں بیان کیں
اس قوم کو جو علم رکھتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا
الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۝

اور وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہیں ایک جان
سے پھر کہیں تمہیں ٹھہرنا ہے اور امانت رہنا
بے شک ہم نے مفصل بیان کیں آیتیں سمجھ
والوں کے لیے۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ
فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا
مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا
مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا
قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ
وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ
مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ
وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ ۝

اور وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے پانی
تو نکالے ہم نے اس میں سے لگنے والی ہر شے
تو ہم نے نکالی اس سے سبزی جس میں سے
نکالتے ہیں ہم دانے ایک دوسرے پر چڑھے
اور کھجور کی ڈالیوں سے گچھے پاس پاس اور
باغ انگور کے اور زیتون اور انار کسی بات میں
ملتے اور کسی بات میں الگ دیکھو اس کا پھل
جبکہ پھلے اور اس کا پکنا بے شک اس میں نشانیاں
ہیں ایمان والوں کو

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ
وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ
عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا
يَصِفُوْنَ ۝

اور بناتے ہیں شریک اللہ کا جنوں کو حالانکہ
حالانکہ اس نے انہیں بنایا اور گھڑتے ہیں
اس کے لیے بیٹیاں اور بیٹے جہالت سے
پاکی ہے اسے اور برتری اس کو جو اس کی صفت
کرتے ہیں۔

حل لغات رکوع ہفدہم پ۷ سورۃ انعام

ان۔ بیشک	اللہ۔ اللہ	فالق۔ چیرنے والا ہے	الحب۔ دانے
و۔ اور	النوی۔ گٹھلی کو	یخرج۔ نکالتا ہے	الحی۔ زندہ کو
من المیت۔ مردہ سے	و۔ اور	مخرج۔ نکالنے والا ہے	المیت۔ مردہ کو
من الحی۔ زندہ سے	ذلکم۔ یہ ہے تمہارا	اللہ۔ اللہ	فانی۔ پھر کہاں
تؤفکون۔ اوندھے جا رہے ہو		فالق۔ چیرنے والا ہے	الاصباح۔ صبح کا
و۔ اور	جعل۔ بنایا	اللیل۔ رات کو	سکنا۔ سکون
و۔ اور	الشمس۔ سورج	و۔ اور	القمر۔ چاند کو
حسبانا۔ حساب	ذلک۔ یہ ہے	تقدیر۔ اندازہ	العزیز۔ غالب
العلیم۔ علم والے کا	و۔ اور	ھو۔ وہ	الذی۔ وہ ہے کہ
جعل۔ بنائے	لکم۔ تمہارے لیے	النجوم۔ ستارے	لتھتدوا۔ تاکہ راہ پاؤ
بھا۔ ان سے	فی۔ بیچ	ظلمت۔ اندھیریوں	البر۔ خشکی
و۔ اور	البحر۔ دریا کے	قد۔ بیشک	فصلنا۔ مفصل بیان
کرتے ہیں ہم	الایت۔ آیتیں	لقوم۔ انکے لیے جو	یعلمون۔ جانتے ہیں
و۔ اور	ھو۔ وہ	الذی۔ وہ جس نے	انشا۔ پیدا کیا
کم۔ تم کو	من نفس۔ جان	واحدۃ۔ ایک سے	فمستقر۔ تو کسی کا
ٹھہرنا ہے	و۔ اور	مستودع۔ امانت	قد۔ بیشک
فصلنا۔ مفصل بیان کیں ہم نے		الایت۔ آیتیں	لقوم۔ ان کے لیے جو
یفقھون۔ سمجھتے ہیں	و۔ اور	ھو۔ وہ	الذی۔ وہ ہے جس نے
انزل۔ اتارا	من السماء۔ آسمان سے		ماء۔ پانی
فاخرجنا۔ تو نکالے ہم نے		بہ۔ اس سے	نبات۔ سبزے
کل۔ ہر	شئ۔ چیز کے	فاخرجنا۔ تو نکالتے ہیں ہم	
منہ۔ اس سے	خضرا۔ سبزہ	نخرج۔ نکالتے ہیں ہم	منہ۔ اس سے

حبا۔ دانے	متراکبا۔ ایکدوسرے پر چڑھے ہوئے		و۔ اور
من النخل کھجور سے	من طلعھا۔ اس کے خوشوں سے		قنوان۔ گچھے ہیں
دانیۃ۔ قریب قریب	و۔ اور	جنت۔ باغ	من اعناب۔ انگور
و۔ اور	الزیتون۔ زیتون کے	و۔ اور	الرمان۔ انار
مشتبھا۔ ملتے جلتے	و۔ اور	غیر۔ نہ	متشابہ۔ ملتے
انظروا۔ دیکھو	الی۔ طرف	ثمرہ۔ پھل	ہٖ اس کے کے
اذا۔ جب	اثمر۔ پھل لائے	و۔ اور	ینعہ۔ اسکے پکنے کو
ان۔ بیشک	فی۔ بیچ	ذالکم۔ اس کے	لایت۔ نشانیاں ہیں
لقوم۔ انکے لیے جو	یؤمنون۔ ایمان لاتے ہیں	و۔ اور	جعلوا۔ بنائے انہوں نے
شرکاء۔ اللہ کے شریک	الجن۔ جنوں کو	و۔ حالانکہ	خلقھم۔ اس نے ان
کو پیدا کیا	و۔ اور	خرقوا۔ بنائے	لہ۔ اس کے لیے
بنین۔ بیٹے	و۔ اور	بنات۔ بیٹیاں	بغیر۔ بغیر
علم۔ علم کے	سبحانہ۔ پاک ہے وہ	و۔ اور	تعالی۔ بلند ہے
عما۔ اس سے	یصفون۔ جو بیان کرتے ہیں۔		

مختصر تفسیر رکوع ہفدہم پ ۷ سورۃ انعام

اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ۝ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ بے شک اللہ ہے چیرنے والا دانے اور گٹھلی کا نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے یہ ہے اللہ تو کہاں بہکے جا رہے ہو۔ نکالنے والا صبح کو اور کیا رات کو سکون و آرام کے لیے اور سورج اور چاند کو حساب کے لیے یہ اندازہ ہے مقرر کیا ہوا سب سے زیادہ زبردست سب کچھ جاننے والے کا۔

اللہ تعالے اپنی کمال قدرت اور علم و حکمت کے دلائل بیان فرماتا ہے اس لیے کہ مقصد اعظم ایک مسلمان کا درحقیقت اللہ تعالے کے افعال اور صفات کا عرفان حاصل کرنا ہے اور

اس امر کا جاننا کہ حقیقتاً ہر شے کا خالق وہی ہے اور جس میں ایسی صفات کمالیہ ہوں وہی مستحق عبادت ہے نہ کہ وہ بت جو بے جان اور جماد محض ہیں جنہیں مشرک پوجتے ہیں چنانچہ سب میں بڑا کمال صنعت و خلق یہ ہے کہ دانہ اور گٹھلی کو چیر کر ان سے سبزہ اور درخت پیدا کرنا اور ایسی سنگلاخ زمینوں میں ان کے نرم ریشوں کو رواں کرنا جہاں آہنی میخ بھی کام نہ کر سکے یہ اس کی قدرت کے عجائبات ہیں پھر جاندار سبزہ کو بے جان دانے اور گٹھلی سے اور انسان و حیوان کو محض ایک قطرۂ منی سے اور پرند کو انڈے سے پیدا کرنا یہ اس کی قدرت کاملہ کا ایک نقشہ ہے۔ یہ ہے خلاصہ آیات بالا کا اب قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر نسفی میں ہے (ترجمہ) بے شک اللہ چیرنے والا ہے دانہ اور گٹھلی کا سبزہ اور درخت سے یعنی اللہ نے پیدا فرمایا دانہ بالوں سے اور گٹھلی کھجور سے۔ فلق کے معنی شق کرنے کے ہیں یعنی چیرتا ہے۔ مجاہد سے اس کی تفسیر یوں ہے کہ چیرنے سے گٹھلی اور گندم مراد ہے۔ جب دانہ گٹھلی تر زمین میں بو دی جاتی ہے تو کچھ دن کے بعد اللہ کے حکم سے وہ دو طرفہ چیرتی ہے اوپر کی طرف چراؤ سے پودے درخت بنتے ہیں جو زمین کو پھاڑ کر تنہ شاخیں پتے پھول پھل کی شکل میں نکلتے ہیں جن کے رنگ۔ مزے تاثیریں مختلف ہوتی ہیں اور نیچے والے حصہ درخت کی جڑیں زمین کے نیچے چلتی ہیں۔ جڑ زمین سے کھاد پانی چوس کر شاخوں کو پہنچاتی ہیں اور شاخیں ہوا۔ دھوپ۔ چاندنی سے اثرات حاصل کر کے جڑ کو پہنچاتی ہیں یہ اس کی قدرت کاملہ کا مظاہرہ ہے۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ۔ اللہ تعالٰے بے جان خشک دانہ سے اور گٹھلی سے تر جاندار درخت پودے نکالتا ہے اسی طرح جاندار جانور کو بے جان نطفے سے پیدا فرماتا ہے جاندار پرندوں کو بے جان انڈوں سے نکالتا ہے۔ جاندار مومن کو بے جان کافر سے پیدا فرماتا ہے کہ ماں باپ کافر۔ بیٹا مومن۔ ایمان زندگی ہے۔ کفر موت ہے۔ دانہ گٹھلی بے جان چیزیں ہیں اور پودے۔ درخت سبزہ جاندار ہیں۔

وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ۔ اللہ تعالٰے جاندار بوٹے اور درخت سے بے جان دانہ گٹھلی پیدا فرماتا جاندار جانور سے بے جان نطفہ پیدا فرماتا ہے بے جان مردہ کافر سے جاندار مومن پیدا کرتا ہے۔ زندہ پرورش کا محتاج ہے۔ اس لیے اس پر ہر وقت رحمت کے نزول کی ضرورت ہے۔

یہ حجت دلیل الٰہی ہے ان پر جو مشاہدہ تخلیق کرنے کے بعد بھی بعثت بعد الموت کے منکر ہیں ان کو بتایا گیا کہ وہ قادر علے الاطلاق ہے جو اس طرح تخلیق فرماتا ہے اور کتم عدم سے منصۂ شہود پر لاتا ہے

وہی اس امر پر قادر ہے کہ تمہیں مرنے کے بعد پھر اٹھائے یہ ہی تمہارا خدا ہے جو محیی اور ممیت ہے اور وہی اس کا حقدار ہے کہ اسے رب مانا جائے نہ کہ بت جو بے حس۔ بے جان اور جماد محض ہیں۔
ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ۔ تو کہاں پھر رہے ہو اور اپنے حقیقی رب سے منحرف ہو رہے ہو اور اس کی محبت کے سوا غیر کی طرف پلٹنا بعد وضاحت دلائل خلاف عقل و دانش ہے۔ کوئی بھی عقلمند ایسا نہیں کرتا۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ۔ وہ صبح پھاڑنے والا ہے اندھیری رات میں سے عمود صبح ظاہر کرتا ہے اور نور نہار پیدا کرتا ہے۔ اصباح اور صبح کے ایک ہی معنی ہیں یعنی نورانی صبح کا پیدا کرنے والا عرب کا مشہور شاعر امرءالقیس کہتا ہے ؎

اَلَا اَیُّھَا اللَّیْلُ الطَّوِیْلُ اَلَا انْجَلِیْ   بِصُبْحٍ وَمَا الْاِصْبَاحُ مِنْکَ بِاَمْثَلِ

خبردار اے لمبی رات کیا تو صبح نہیں ظاہر کرے گی اور صبح کی روشنی بھی میرے لیے تیری سیاہی سے بہتر نہیں ہے۔

فالق کے معنی چیرنے والا۔ یعنی اللہ تعالٰے صبح صادق کے ذریعہ صبح کاذب کی سیاہی کو چیرتا ہے۔
وَجَعَلَ اللَّیْلَ سَکَنًا۔ اللہ تعالٰے نے رات کو سکون چین کے لیے پیدا فرمایا تاکہ اس میں دن بھر کی تکان سے سکون حاصل کرو۔
وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا۔ اللہ تعالٰے نے سورج چاند کو دنیا کے حساب کے لیے پیدا فرمایا یعنی ان سے حساب اوقات ان کے دور اور سیر کے ذریعہ معلوم کرتے ہو چاند سے قمری مہینے بنتے ہیں اس سے زکوٰۃ۔ روزے اور حج وابستہ ہیں۔ سورج سے شمسی مہینے بنتے ہیں۔ سورج چاند کی رفتار سے ان کے طلوع و غروب کا حساب رکھا گیا۔ ان میں سے کوئی مقرر کردہ حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا ان کی حرکت مقرر فرما دی گئی جس سے دن مہینے اور سال بنتے ہیں۔ موسم کا تعین ہوتا ہے گرمی سردی بہار خزاں کا تعین ہوتا ہے۔
ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۔ یہ تعیین ہے غالب اور علم والے کی اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کا ان کے محور سے زائد نہ چلنا اور اپنے اپنے محور پر مستقر رکھنا۔ یہ شان قہاری کا مظاہرہ ہے۔ چاند سورج کی تدبیر و تدویر سے اس کی شان قدرت واضح ہے۔
ھُوَ الَّذِیْ۔ اللہ تعالٰے کی رحمت و قدرت کے اظہار کے لیے ہے وہی ہے جس نے جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ۔ جَعَلَ بمعنی خَلَقَ ہے بنائے یا پیدا کیے تمہارے لیے ستارے تاکہ ان سے

سفر میں رہبری حاصل کرو۔ النجوم۔ نجم کی جمع ہے۔ لغت میں نجم وہ ہے جو فلکی اور روشن ہو۔

لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ تاکہ رہبری حاصل کرو خشکی کی اندھیریوں اور دریا میں دونوں کی طرف یعنی خشکی اور دریا کے ساتھ ستاروں کی وضاحت اس لیے کی کہ دونوں میں ستاروں سے مدد لی جاتی ہے۔ سیارات یعنی حرکت کرنے والے ستارے کل سات ہیں۔ ثوابت تارے بے شمار ہیں یہ تارے اس لیے پیدا فرمائے کہ مسافر جب جنگلوں اور سمندروں میں سفر کرے اور رات کی اندھیریاں آجاویں تو ان تاروں سے وقت اور سمت معلوم کر سکیں۔ قطب نما اور گھڑیاں ستاروں ہی کے حساب سے بنائے گئے ہیں۔

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔ بے شک تفصیل سے بیان کر دیں ہم نے آیتیں ان کے لیے جو جانتے ہیں۔ اب پوری آیت ملاحظہ فرمائیں۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔ اور وہی ہے جس نے بنایا تمہارے لیے ستاروں کو تاکہ سیدھی راہ معلوم کر سکو ان سے خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں بے شک ہم نے کھول کر بیان کر دیے ہیں دلائل علم والوں کے لیے۔

وَهُوَ الَّذِيْ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ٥ اور وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے پھر تمہارے لیے ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک امانت کی جگہ بے شک ہم نے تفصیل سے بیان کر دیں آیتیں ان لوگوں کے لیے جو حقیقت کو سمجھتے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ اور وہی ہے کہ تمہیں پیدا کیا ایک جان سے۔ یعنی اللہ تعالےٰ وہ قدرت والا ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ایک جان سے اَنْشَاَ۔ اِنْشَاءٌ سے بنا اس کا مادہ نشوۃ ہے اس کا معنی پیدائش ہے۔

نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے سب کی نسل چلی ہے حضرت حوا کی پیدائش بھی حضرت آدم کی پسلی سے ہوئی۔ اس موقعہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک شعر ہے وہ بھی ناظرین کے لیے افادۃً پیش ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

الناس من جهة التمثال اکفاء — ابوهم آدم والام حواء

لوگ پیدائش کے اعتبار سے ہم کفو ہیں۔ ان کے باپ آدم اور ماں حوا ہیں۔

یہ شعر اِنْشَاَكُمْ من نفس واحدۃ کی روشنی میں ہی غالباً حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ

نے فرمایا ہے۔

تو تمہارا ٹھہرنا ہے رحم مادر میں اور امانت کی صورت میں رہنا ہے اصلاب آباء میں یا اس کے یہ معنی ہیں کہ زمین کی زندگی کی حد تک زمین پر رہنا ہے اور بطور امانت زمین کے اندر مقبور ہو کر رہنا۔

یا یہ معنی ہیں کہ تم میں بہت سے پیدا ہو کر زمین میں ہیں اور بہت سے بطور امانت ماؤں کے رحموں میں ہیں۔

مستقر کا معنی قرار پکڑنے کی جگہ مستودع کہتے ہیں اس جگہ کو جہاں کوئی چیز بطور امانت رکھی جاتی ہے۔ بعض نے کہا کہ مستقر سے مراد ماں کا شکم ہے اور مستودع سے باپ کی پیٹھ مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ مستقر سے مراد زمین ہے اور مستودع سے مراد قبر ہے۔

بے شک تفصیل کر دی ہم نے اپنی آیتوں میں اس قوم کے لیے جو سمجھ رکھتی ہے۔ یہاں پہلی آیت میں یعلمون فرمایا اور اس آیت میں یفقہون یہ دلیل ہے اس امر کی کہ پہلے دلیل سے بتا کر واقف کیا۔ پھر سمجھ اور عقل والوں کو پیدائش انسان دکھا کر سمجھایا اس لیے کہ انشاء انسان ایک نفس واحد سے فرما کر ان کی کیفیت صوری۔ اعتقادی۔ اعمال مختلفہ کرنا یہ بھی اس کی قادر قیوم کی قدرت مطلقہ پر دلیل ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً۔ وہی ذات ہے جس نے آسمان سے اتارا پانی یعنی بادلوں سے بارش۔ اَنْزَلَ سے بارش مراد ہے جو کھیتوں باغوں کو زندگی دیتی ہے سَمَاء لغت میں ہر اونچی چیز کو کہتے ہیں جیسے سَمَاءُ الْبَيْت۔ مکان کے چھت کو کہتے ہیں۔ بادل بلندی پر ہوتے ہیں اس کی طرف اشارہ ہے مَاءً سے بارش کا پانی مراد ہے۔

أَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ۔ تاکہ نکالیں تمہارے لیے اس پانی سے سبزیاں ہر قسم کی یعنی ان کی نشوونما کا سبب پانی کو بنایا اور ایک جو سبب ہے اور مسببات کے انواع اصناف مختلفہ ہیں یہ بھی شان قدرت ہے۔ نبات مصدر ہے اس کے معنی اگنا ہے یعنی اگنے والی چیز۔

جب اگنے والی چیز سبز نکالتی ہے جسے کونپل کہتے ہیں۔ کُل شے سے مراد ہر اگنے والی چیز۔ انہیں کو نباتات کہتے ہیں۔

فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا۔ تو نکالا ہم نے ان سبزیوں سے سخت سبز رنگ اور ہلکے سبز رنگ خضر سے مراد ہری ڈالیاں ہرے پتے ہیں۔ اخضر اصل سبز رنگ کو کہتے ہیں جو بذاتِ خود سبز ہو۔

نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا۔ جو شاخیں نکلتی ہیں ان سے دانہ بنتا ہے جو نکالتے ہیں ہم اس سے سبزی سے دانہ ایک پر ایک چڑھا ہوا وہ بالوں میں دانہ کا نقشہ ہے جو دانہ پر دانہ چڑھا ہوا ہوتا ہے یعنی بارش کے ذریعہ پہلے ہر نبات کی کونپلیں زمین سے نکالتی ہیں پھر وہ کونپلیں سبز لکڑیاں، سبز شاخیں پتے بن جاتی ہیں پھر انہیں پتوں میں سے اوپر تلے چپنے ہوئے دانے نکلتے ہیں اب آگے باغ کی شان قدرت بیان کی جاتی ہے۔

وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ۔ اور کھجور سے اس کی شاخوں میں گچھے کھجور کے درخت کو نخل کہا جاتا ہے۔ کیونکہ تمام میووں میں کھجور افضل ہے کہ اس میں لذت بھی ہے غذائیت بھی حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ کی ولادت کے وقت کھجوریں ہی کھائی تھیں۔

خزاں کا اثر کھجور کے درخت پر نہیں ہوتا۔ یہ درخت جفاکش ہوتا ہے یہ درخت پانی کھاد کا محتاج نہیں اس کی عمر بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ کٹ جانے کے باوجود پھر تازہ ہو جاتا ہے۔ دیارِ حبیب صلے اللہ علیہ وسلم میں بڑی برکات اسی کی کثرت سے ہے۔ خود سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اس کے درخت زمین میں لگائے اور ان میں چودہ سو برس گذر جانے کے باوجود آج تک پھل لگتا رہا۔

اب نجدی حکومت نے کٹوا دیے ہیں۔ لیکن ہر سال اس میں سے شاخیں نکلتی رہتی ہیں۔ اس مبارک درخت میں جب پھل لگنے کا وقت آتا ہے تو سرے پر پٹھا نکلتا ہے اسے طلع کہتے ہیں پھر اس پٹھے میں گچھے لگتے ہیں۔ اسے قنو کہتے ہیں۔ قنوان۔ قنو کی جمع ہے جیسے صنوان صنو کی جمع ہے دَانِيَةٌ۔ دنو سے بنا اس کے معنی قریب ہیں یعنی اس بارش کی برکت سے کھجور کے درخت میں گابھے اور گابھوں میں ایسے گچھے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے شاخیں پھلوں کے وزن سے زمین کے قریب تک آجاتی ہیں۔ مدینہ منورہ میں ایسے کھجور کے درخت دیکھنے میں جن کے گچھے زمین پر پڑے ہیں انکی کیفیت بیان فرمائی ہے۔

وَجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ۔ اور باغ انگور کے۔

جَنّٰت - جمع ہے جنّت کی - اس کا معنی گھنا باغ ہے - انگور کے ایک یا دو درخت فائدہ مند نہیں ہوتے اس لیے باغ کا ذکر فرمایا کھجور کا ایک ہی درخت مفید ہوتا ہے مگر انگور کے باغ جس میں کثرت سے بیل ہوتی ہے جو فائدہ مند ہوتی ہے - اَعْنَاب - عِنَب کی جمع ہے یعنی ہم بارش کے ذریعہ انگوروں کے باغ لگاتے ہیں -

وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ - اور ایسے ہی زیتون اور انار جس طرح کھجور کی نشو و نما کی گئی ایسے ہی زیتون اور انار کی بھی کی گئی - زیتون کے درخت اور پھل دونوں کو زیتون ہی کہتے ہیں اس کے تیل کو زیت کہتے ہیں - اس کے درخت شام وغیرہ کے علاقہ میں بہت زیادہ ہوتے ہیں مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ - زیتون اور انار کے درخت اور ان کے پتے تو ہم شکل ہوتے ہیں مگر پھل مختلف ہیں -

زیتون کا درخت بالکل انار کی طرح ہوتا ہے یعنی برابر کے پھل انگور اور کھجور کے ہوتے ہیں - لیکن انار کا پھل بڑا ہوتا ہے - انار کا پھل جب شروع میں نکلتا ہے تو بہت کمزور اور ننھے منے ہوتے ہیں لیکن جب پک جاتا ہے اور ان کا نفع مکمل ہو جاتا ہے تو ان کی منافعت ان میں جمع ہو جاتی ہے اور پھل بڑا بھی ہو جاتا ہے اور لذیذ بھی - غَيْرَ مُتَشَابِهٍ - انگور انار کھجور دیکھنے میں متشابہ ہوتے ہیں مگر ان کے مزے مختلف ہیں -

اُنْظُرُوْا اِلٰى ثَمَرِهٖ اِذَا اَثْمَرَ - تو ان پھلوں میں غور کرو کہ کیسے چھوٹے اور مختلف مزے کے ہوتے ہیں جن سے نفع حاصل نہ کیا جا سکے وَيَنْعِهٖ - ینع مصدر ہے - اس کے معنی پھل پک جانا ہے یعنی ان میں غور کرو اور اللہ تعالےٰ کی شان قدرت پر ایمان لاؤ کہ ایک ہی پھل ایک ہی وقت میں کچھ ہے اور دوسرے وقت میں کچھ - پھر ان پھلوں کا پکنا دیکھو ہوتے - خوشبودار اور خوشنما ہو جاتے ہیں -

اِنَّ فِىْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ - بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں - آگے ارشاد ہے اور اپنے دلائل قدرت بیان فرما کر توبیخاً فرمایا جا رہا ہے -

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ اور بنایا انہوں نے اللہ کا شریک جنوں کو حالانکہ اللہ نے پیدا کیا ہے انہیں اور گھڑ لیے ہیں انہوں نے اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں محض جہالت سے پاک ہے وہ اور برتر ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں -

اور گھڑ ڈالے اللہ کے لیے شریک جن - اس کے یہ معنی ہیں کہ انہوں نے جنوں کی اطاعت کی جو

ان کے دلوں کی گھڑنت ہے شرک کے لیے تو انھوں نے اللہ کے شریک بنالیے حالانکہ انہیں اللہ نے پیدا کیا یعنے جن جب پیدا کی ہوئی مخلوق ہے تو مخلوق خالق کی شریک کیونکر ہو سکتی ہے اور گھڑ لیا اللہ کے لیے یعنی من گھڑت خدا بنالیا۔ خرق عربی محاورہ میں کپڑا پھاڑنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں علیحدہ بنانے کے معنی میں لیا گیا کہ انھوں نے اولاد خدا کے لیے گھڑلی۔

جیسے کتابی عیسائی حضرت مسیح کو اور یہودی حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں یہ انکا خیال جہالت ہے وہ خطاء یہ نہیں کہتے اور نہ صحیح دلائل سے بولتے ہیں بلکہ جہالت کی بنا پر گھڑ لیا ہے پلکی ہے اس کے وجہ متبر کو جو صفت وہ مشرک اللہ کی بیان کرتے ہیں۔ اللہ کا شریک یا خدا بناتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع ہشدہم پ سورۃ انعام

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○

وہ پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا کیسے ہو سکتی ہے اس کی اولاد جبکہ نہیں ہے اس کی بیوی اور اس نے پیدا کیا ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ○

یہ ہے اللہ تمہارا پالنے والا نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے وہ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کو تو اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ○

نہیں پا سکتیں اسے آنکھیں اور وہ پا لیتا ہے آنکھوں کو اور وہ ہے باریک بین خبردار۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ○

بے شک آچکیں تمہارے پاس رب کی طرف سے نشانیاں تو جو آنکھیں کھولے تو اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو اندھا بنا رہے تو بھی

نقصان اسی کا ہے اور میں نہیں ہوں تم پر نگران

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

اور اسی طرح ہم پھیر پھیر کر آیتیں بیان کرتے ہیں اور اس لیے کہ وہ کہیں کہ تو نے پڑھا ہے اور تاکہ بیان کریں ہم اس قوم کے لیے جو جانتے ہیں۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۝

پیروی کرو اس وحی کی جو آپ کے رب کی طرف سے آئی نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی اور منہ پھیر لیجئے مشرکوں سے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ۝

اور اگر چاہتا اللہ تو وہ شرک کرتے اور نہیں بنایا ہم نے تم کو ان پر نگہبان۔ اور نہیں تو ان کا کارساز

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

اور نہ گالی دو ان کو جن کو یہ پکارتے ہیں سوائے اللہ کے۔ پھر وہ گالی دیں گے اللہ کو اپنی جہالت سے اسی طرح خوشنما بنا کر دکھائے ہم نے ہر قوم کو ان کے عمل پھر ان کے رب کی طرف ان کا لوٹنا ہے تو وہ بتلائے گا ان کو جو وہ عمل کرتے تھے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

اور انہوں نے اللہ کی مضبوط قسمیں اٹھائیں کہ اگر آئے گی ان کے پاس کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے تو اس پر ضرور ایمان لائیں گے آپ فرما دیجئے کہ نشانات تو اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا معلوم ہے کہ جب وہ آجائے گی تو نہیں ایمان لائیں گے۔

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۝

اور پھیر دیتے ہیں ہم ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو جیسے کہ نہیں ایمان لائے اس پر پہلی مرتبہ اور ہم چھوڑ دیتے ہیں ان کو ان کی سرکشی میں پریشان پھرتے ہیں۔

حل لغات رکوع ہشدہم پ ۷ سورۃ انعام

بدیع - پیدا کرنے والا ہے | السموات - آسمانوں | و - اور

الارض - زمین کو | انی - کیسے | یکون - ہوسکتی ہے | لہ - اسکی

ولد - اولاد | و - اور | لم - نہیں ہے | تکن - ہے

لہ - اسکی | صاحبۃ - بیوی | و - اور | خلق - پیدا کیا اس نے

کل - ہر | شئ - چیز کو | و - اور | ھو - وہ

بکل - ہر | شئ - چیز کو | علیم - جاننے والا ہے | ذلکم - یہ ہے

اللہ - اللہ | ربکم - تمہارا رب | لا - نہیں | الہ - کوئی معبود

الا - مگر | ھو - وہی | خالق - پیدا کرنے والا ہے وہ

کل - ہر | شئ - چیز کو | فاعبدوہ - سو اسی کی عبادت کرو

و - اور | ھو - وہ | علی - اوپر | کل - ہر

شئ - چیز کے | وکیل - کارساز ہے | لا - نہیں | تدرکہ - پاسکتیں اسے

الابصار - آنکھیں | و - اور | ھو - وہ | یدرک - پالیتا ہے

الابصار - آنکھوں کو | و - اور | ھو - وہ | اللطیف - باریک بین

الخبیر - خبردار ہے | قد - بیشک | جاء - آئیں | کم - تمہارے پاس

بصائر - نشانیاں | من ربکم - تمہارے رب کی طرف سے | فمن - تو جو

ابصر - دیکھے | فلنفسہ - تو اس کے اپنے لیے ہے | و - اور

من - جو | عمی - اندھا بنے | فعلیھا - تو اسی کا نقصان ہے

و - اور | ما - نہیں | انا - میں | علیکم - تم پر

بحفیظ - نگران | و - اور | کذلک - اسی طرح | نصرف - پھیرتے ہیں ہم

الایات - آیتیں | و - اور | لیقولوا - تا کہ کہیں | درست - تو نے پڑھا ہے

و - اور | لنبینہ - تا کہ ہم بیان کریں اس کو | لقوم - اس قوم کے لیے

یعلمون - جو جانتے ہیں | اتبع - پیروی کرو | ما - اسکی جو | اوحی - وحی ہوئی

الیک ۔ تیری طرف	من ربک ۔ تیرے رب سے		لا ۔ نہیں
الٰہ ۔ کوئی معبود	الا ۔ مگر	ھو ۔ وہی	و ۔ اور
اعرض ۔ منہ پھیر	عن المشرکین ۔ مشرکوں سے		و ۔ اور
لو ۔ اگر	شاء ۔ چاہتا	اللہ ۔ اللہ	ما ۔ تو نہ
اشرکوا ۔ شرک کرتے	و ۔ اور	ما ۔ نہیں	جعلنا ۔ بنایا ہم نے
ک ۔ آپ کو	علیھم ۔ ان پر	حفیظا ۔ نگران	و ۔ اور
ما ۔ نہیں	انت ۔ تو	علیھم ۔ ان پر	بوکیل ۔ کارساز
و ۔ اور	لا ۔ نہ	تسبوا ۔ گالی دو	الذین ۔ ان کو
یدعون ۔ جنکو وہ پکارتے ہیں		من دون ۔ سوا	اللہ ۔ اللہ کے
فیسبوا ۔ تو وہ گالی دینگے	اللہ ۔ اللہ کو	عدوا ۔ دشمنی سے	بغیر ۔ بغیر
علم ۔ علم کے	کذلک ۔ اسی طرح	زینا ۔ زینت دی ہم نے	لکل ۔ ہر
امۃ ۔ امت کو	عملھم ۔ انکے اعمال کی	ثم ۔ پھر	الی ۔ طرف
ربھم ۔ انکے رب کی	مرجعھم ۔ انکا لوٹنا ہے	فینبئھم ۔ تو وہ خبر دے گا ان کو	
بما ۔ اس کی جو	کانوا ۔ تھے وہ	یعملون ۔ عمل کرتے	و ۔ اور
اقسموا ۔ قسمیں اٹھائیں انہوں نے		باللہ ۔ اللہ کی	جھد ۔ مضبوط
ایمانھم ۔ قسمیں	لئن ۔ اگر	جاءتھم ۔ آئے ان کے پاس	
اٰیۃ ۔ کوئی نشانی	لیؤمنن ۔ تو ضرور ایمان لائیں گے		بھا ۔ اس پر
قل ۔ فرمایئے	انما ۔ اسکے سوا نہیں کہ	الاٰیت ۔ نشانیاں	عند ۔ پاس
اللہ ۔ اللہ کے ہیں	و ۔ اور	ما ۔ کس نے بتایا تم کو	یشعرکم ۔ بتایا
کم ۔ تم کو	انھا ۔ کہ وہ	اذا ۔ جب	جاءت ۔ آئے گی
لا ۔ تو نہیں	یؤمنون ۔ ایمان لائینگے	و ۔ اور	نقلب ۔ پھیرتے ہیں ہم
افئدتھم ۔ ان کے دل	و ۔ اور	ابصارھم ۔ آنکھیں	ھم ۔ ان کی
کما ۔ جیسے کہ	لم ۔ نہیں	یؤمنوا ۔ ایمان لائے	بہ ۔ اس پر
اول ۔ پہلی	مرۃ ۔ مرتبہ	و ۔ اور	نذر ۔ چھوڑتے ہیں ہم
ھم ۔ ان کو	فی ۔ بیچ	طغیانھم ۔ انکی سرکشی کے	یعمھون ۔ پریشان

مختصر تفسیر رکوع ہشدہم پ۷ سورۃ انعام

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ‏ ۝ ذٰ لِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَىۡءٍ فَاعۡبُدُوۡهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ وَّكِيۡلٌ‏ ۝ لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ‏ ۝

عجیب طرح سے پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا کیسے ہو اس کے لیے بچہ حالانکہ نہیں ہے اس کی بیوی اور پیدا کی اس نے ہر چیز اور وہ سب کچھ جانتا ہے یہ ہے اللہ تمہارا رب۔ کوئی معبود نہیں اس کے سوا بنانے والا ہر چیز کا تو اسی کو پوجو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے نہیں احاطہ کر سکتیں اس کا آنکھیں اور وہ محیط ہے تمام آنکھوں پر اور وہی لطیف اور خبردار ہے۔

بَدِیع۔ بَدع سے بنا اس کے معنی ہیں بے مثال ہونا۔ امام راغب فرماتے ہیں اصطلاح میں بغیر مادہ بغیر زمان بغیر مکان کسی چیز کو بنانا بدع ہے۔

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ - ای مبدعهما وموجدهما بغیر آلة ولا مادة ولا زمان ولا مکان (روح المعانی)

موجد ہے آسمانوں اور زمین کا یعنے معدوم کا وجود میں لانے والا اور آسمان و زمین کو بغیر کسی آلہ اور مادہ کے ظاہر فرمانے والا جس کے لیے نہ زمان تھا نہ مکان۔ آگے فرماتے ہیں۔

والمراد من بدیع السموات والارض انه سبحانه عدیم النظیر فیهما ومعنی ذلك علی ما قال بعض المحققین ان ابداعهما لا نظیر له لانهما اعظم المخلوقات الظاهرة۔

اور بدیع سے مراد آسمانوں اور زمین میں سے یہ ہے کہ وہ ذات سبحانہ اس تخلیق سے واضح ہے کہ عدیم النظیر ہے اور اس کے معنی بعض محققین نے یوں کہے کہ آسمان و زمین کا ابداع ایسی شان کا ہے کہ اس کی نظیر نہیں اس لیے کہ یہ دونوں اعظم مخلوقات ظاہرہ سے ہیں (روح المعانی)

اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۔ اس کے لیے کیسے بچہ ہو۔

اللہ تعالٰے کے لیے اولاد کا ہونا محال ہے اس کی دلیل اسی آیت مبارکہ میں ہے وَلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۔ حالانکہ اس کی بیوی نہیں۔ صاحبہ کے لغوی معنی ساتھی کے ہیں۔ لیکن اصطلاح میں بیوی کو کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ سے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا انکن لانتن

صواحب یوسف۔ تم تو یوسف کی عورتوں کی طرح ہو۔ اور بچہ بیوی سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بیوی سے پاک ہے اس کی بیوی نہیں۔ اس لیے کہ ولادت صفات اجسام سے تعلق رکھتی ہے اور وہ ذات مخترع الاجسام ہے اور جو خالق اجسام ہو وہ خود جسم نہیں رکھتا تو پھر اس کے لیے اولاد کیسے ہو سکتی ہے یہ ناممکن ہے۔

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ وہ تو ہر شے کا خالق ہے اور تمام اشیاء کا جاننے والا ہے یعنی کائنات کی کوئی شے نہیں مگر وہ اس کا خالق و عالم ہے اور جو ذات ایسی ہو اسے تو ہر شے سے غنی ہونا ضروری ہے اولاد وہی مانگتا ہے جو محتاج ہو۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ۔ یہ ہے تمہارا رب۔ اس میں اس موصوف کی اشارہ ہے جس کی صفات اوپر بیان ہو چکی ہیں۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔ کوئی پوجنے کے لائق نہیں مگر وہی جو خالق کل اشیاء ہے یہاں الٰہ سے مراد سچا معبود ہے وہ ہی ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اس کے سوا کوئی رب نہیں ہے۔

فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ۔ تو اسی کو پوجو اور وہ ہر شے کا نگہبان ہے۔

یعنی جس میں یہ صفات جمع ہوں وہی حقدار عبادت ہے لہٰذا اسی کی پرستش کرو اور مخلوق کے کسی فرد اور جز کو اس کے سوا نہ پوجو ان تمام صفات کے وہی مالک اشیاء ہے رزق ہو یا موت یا عمر ہو وہی اعمال کا نگہبان ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں پر محیط ہے اور وہی لطیف و خبیر ہے۔

تصریح ادراک

لا تدرکہ۔ ادراک سے بنا۔ ادراک کا مادہ ہے درک جس کے معنی پانا ہے یا گھیرنا یا تہ تک پہنچ جانے کو بھی ادراک کہتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے قال اصحاب موسی انا لمدرکون ارشاد ہے لولا ان تدارکہ نعمۃ من ربہ۔ بل ادّرک علمھم فی الاخرۃ۔ ان آیات میں مادہ درک ہے۔ ان کے معنی۔ پانا۔ گھیرنا۔ پکڑنا ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ اسے کوئی آنکھ یا کسی آنکھ کی روشنی احاطہ نہیں کر سکتی۔ گھیر نہیں سکتی اس لیے کہ احاطہ محدود چیز کا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ حد سے پاک ہے۔

ادراک کے معنی ہیں مرئی کے جوانب وحدود پر واقف ہونا۔ اسی کو احاطہ کہتے ہیں۔ اور اس کی یہی تفسیر حضرت سعید بن مسیب اور سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور جمہور مفسرین ادراک کی تفسیر میں احاطہ فرماتے ہیں اور احاطہ اس چیز کا ہو سکتا ہے جس کے حدود وجہات ہوں اور واجب تعالیٰ شانہ کے لیے حدود وجہت محال ہے تو اس کا ادراک اور احاطہ بھی محال اور ناممکن ہوا یہی مذہب اہلسنت ہے۔

البتہ خوارج اور معتزلہ وغیرہ فرق ضالہ ادراک اور رویت میں فرق نہیں کرتے۔ بنابریں وہ اس گمراہی میں مبتلا ہو گئے کہ انہوں نے دیدار الٰہی کو محال عقلی قرار دے دیا۔ باوجودیکہ نفی رویت نفی علم کو مستلزم ہے ورنہ جیسا کہ باری تعالیٰ بلاکیفیت وجہت جانا جا سکتا ہے ایسے ہی دیکھا بھی جا سکتا ہے۔

کیونکہ اگر دوسری موجودات بغیر کیفیت وجہت کے دیکھی نہیں جا سکتیں۔ تو جانی بھی نہیں جا سکتیں۔

خلاصہ کلام

یہ ہے کہ رویت ودیدار کے یہ معنی نہیں کہ بصر کسی شے کو جیسی کہ وہ ہو دیکھ لیا جائے تو جو شے جہت والی ہوگی اس کی رویت ودید جہت میں ہوگی اور جس کے لیے جہت نہ ہوگی اس کی دید بھی بے جہت ہوگی۔

چنانچہ دیدار الٰہی آخرت میں ہوگا۔ اور مسلمہ عقیدہ اہل سنت ہے کہ اللہ کا دیدار مومنین کے لیے قرآن وحدیث واجماع صحابہ وسلف امت سے ثابت ہے۔ اس کے لیے دلائل کثیرہ موجود ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔

اس سے ثابت ہے کہ مومنین کو روز قیامت ان کے رب کا دیدار میسر ہوگا اس کے علاوہ اور بہت سی آیات اور صحاح کی اکثر روایات سے ثابت ہے۔ اگر دیدار الٰہی ناممکن ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام محال امر کی دعا نہ فرماتے۔ اور
رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ۔ نہ کہتے۔

پھر اس کے جواب میں اِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ نہ فرمایا جاتا۔ یہ مختصر دلائل بھی ثابت کرتے ہیں کہ آخرت میں مومنین کو دیدار الٰہی شرعاً ثابت ہے اور اس کا منکر یا معتزلی

ہے یا خارجی یا خالص گمراہ ہے (مقتبس از روح)

اور معالم میں ہے (ترجمہ) لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ۔ اس آیت کے ظاہر سے معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کی رویت کے انکار کی دلیل لی ہے۔

اور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ قیامت کے دن مومن اللہ کو ظاہر طور پر دیکھیں گے انکو دیدار خداوندی نصیب ہوگا جیسا کہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے وہ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (ہرگز نہیں بے شک اس دن وہ اپنے رب سے پردہ میں رکھے جائیں گے)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا اگر مومنوں کو بروز قیامت خدا تعالیٰ کا دیدار نصیب نہ ہو تو کفار کو حجاب کی عار کیسے دلائی جا رہی ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ (کہ نیک لوگوں کے لیے اچھا معاوضہ ہے اور اس سے زیادہ بھی ہے) تو "زیادہ" کی تفسیر میں آپ نے فرمایا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی زیارت ہے۔

اور جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عنقریب قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھو گے بالکل ظاہر طور پر۔

اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار تو ادراک اور چیز ہے اور رویت اور چیز ہے کیونکہ ادراک کسی چیز کی حقیقت معلوم کرنے اور اس کے احاطہ کرنے کو کہتے ہیں اور رویت کا معنی صرف دیکھنا ہے۔

اور کبھی رویت ہوتی ہے اور ادراک نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا فلما تراء الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا (پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا ہم تو پا لیے گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہرگز نہیں) تو دیکھو یہاں رویت ہے لیکن ادراک نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا لاتخاف درکا ولا تخشیٰ۔ (تو پکڑے جانے سے نہیں ڈرے گا) تو یہاں ادراک کی نفی کے ساتھ رویت کا اثبات موجود ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے بھی جائز ہے کہ بلا

ہو اور ادراک اور احاطہ نہ ہو۔ جیسا کہ دنیا میں خدا تعالے کا عرفان تو ہے لیکن اس کا احاطہ نہیں ہے اللہ تعالے نے فرمایا

ولا یحیطون بہ علما (اور علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے) تو یہاں احاطہ کی نفی بھی ہے اور علم کا اثبات بھی ہے۔

اور سعید بن مسیب نے کہا آنکھوں سے اس کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔

عطا نے کہا مخلوق کی آنکھیں اللہ تعالے کے احاطہ سے عاجز ہیں۔

ابن عباس اور مقاتل نے کہا آنکھیں دنیا میں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں لیکن آخرت میں اس کو دیکھیں گی۔

اور وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے پر کوئی چیز مخفی نہیں اور نہ کوئی چیز اس سے غائب ہو سکتی ہے (معالم)

وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔ اور وہ ہے باریک بین خبردار یعنی امور کے دقائق اور مشکلات سے واقف ہے اور اشیاء کے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے (تفسیر نسفی)

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ

بے شک آئیں تمہارے پاس دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے تو جس نے دیکھا تو اس نے اپنی جان کے لیے دیکھا اور جو اندھا رہا تو اسی پر ہے اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔

یعنی دلائل اللہ تعالے کی طرف سے آچکے تو جو غور کرے گا اس کا فائدہ اسی کو ہوگا اور جو اندھا بن کر گمراہی میں پڑا رہے تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہوگا اور میں تمہارے اعمال کا نگران نہیں ہوں میرا فریضہ صرف یہ ہے کہ تم کو آگاہ کر دوں (جلالین)

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ۔ بصیرت دل کا نور ہے جیسے کہ بصارت آنکھوں کا نور ہے جس سے ظاہری چیزیں نظر آتیں ہیں یعنی تمہارے پاس وحی اور معجزات آئے جو کہ دلوں کو روشنی پہنچانے والے ہیں تو جو حق کو دیکھے گا اور اس پر ایمان لائے گا تو اپنی جان کے لیے دیکھے گا اور اسی کو اس کا فائدہ ہوگا اور جو اندھا بن کر گمراہی میں پڑا رہے گا تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور میں تمہارے کاموں کا نگران نہیں ہوں کہ تمہارے اعمال کا محاسبہ کروں اور اس پر اس کو جزا یا سزا دوں میری حیثیت صرف یہ ہے کہ میں ڈرانے والا ہوں اور اللہ تعالے تمہاری نگرانی کرنے والا ہے (تفسیر نسفی)

ترجمہ از جلالین ۔ بے شک آئیں تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے تو جس نے دیکھا اور ایمان لایا تو اپنے بھلے کو دیکھا اس لیے کہ دیکھ کر ایمان لانے کا ثواب دیکھنے والے ہی کو ملے گا اور جو اندھا رہا ان دلائل سے وہ گمراہ ہوا تو اس پر ہی وبال ضلالت ہے اور میں تمہارا چوکیدار نہیں کہ تمہارے اعمال پر نظر رکھوں ۔ میں تو اللہ کی طرف سے صرف ڈرانے والا ہوں ۔ انتہی ۔

(ترجمہ از تفسیر نسفی) بے شک آئیں تمہارے پاس دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے بصیرت سے دل کا نور مراد ہے جس سے دل کی آنکھیں دیکھتی ہیں جیسے آنکھوں کا نور کہ اس سے احکام وحی اور بینات کا معاینہ ہوتا ہے جو دل سے ہو وہ مثل بصائر ہے تو جو دیکھے حق اور ایمان لائے تو اپنی جان کے لیے اس کا نفع ہے اور جو اندھا ہو جائے ان سے وہ گمراہ ہو جاتا ہے تو اس پر اس اندھے پن کا نقصان ہے اور میں تمہارا محافظ اور ایسا چوکیدار نہیں کہ تمہارے عمل پر نگرانی کروں اور اس کا بدلہ دوں میں تو ڈرانے والا ہوں اور اللہ تعالے ہی کی ذات ہے جو تم پر نگران ہے ۔

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ۔ اور ہم اسی طرح سے آئتیں طرح طرح سے بیان کرتے ہیں توحید کی دلیلوں کو ۔

یعنی جیسے ہم آپ پر آئتیں تلاوت فرماتے ہیں پلٹ پلٹ کر احکام سناتے ہیں یعنی اگر ہم ایک ہی بار توحید کے دلائل بیان کرتے تو کوئی ایمان لاتا کوئی نہ لاتا کوئی سمجھتا کوئی نہ سمجھتا ہم ان دلائل کو مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں تاکہ کافر سمجھ لیں ۔

وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔ تاکہ بول اٹھیں یہ لوگ کہ آپ نے خوب پڑھا سنایا ہے اور تاکہ ہم اس کو واضح کر دیں اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے ۔

یعنی کافر سمجھ لیں اور بول اٹھیں کہ آپ تو پڑھے ہوئے ہیں اہل کتاب کی توریت و انجیل بھی آپ جانتے ہیں اور ان پر واضح کر دیں قرآن کریم اور اس کے معنی جس سے حق اور باطل پوری طرح واضح ہو جائے ۔

اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ آپ پیروی کریں اس کی جو وحی کی جاتی ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے نہیں کوئی معبود سوائے اس کے اور منہ پھیر لو مشرکین کی طرف سے ۔

یعنے ان لوگوں کی طرف سے منہ پھیرلیں جو کافر و مشرک ہیں عیسائی یا یہودی ان کی پیروی نہ کریں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے اعراض فرمائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم قتال و جہاد آجائے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور نہیں بنایا ہم نے آپ کو ان پر نگہبان اور نہیں ہیں آپ ان کے ذمہ دار یعنی اگر اللہ چاہتا ان کا مومن ہوتا اس سے جو شرک کر رہے ہیں۔ اس میں اس امر کو واضح کیا گیا کہ وہ خلاف مشیت الٰہی شرک نہیں کر سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کا مومن ہونا ہوتا تو انہیں توفیق ایمان ہی مل جاتی۔

مگر چونکہ ان کی جبلت میں مشیت الٰہی نے شرک ہی رکھا ہے تو وہ بہر صورت شرک ہی کریں گے بلا مشیت الٰہیہ نہ مشرک مشرک ہو سکتا ہے نہ مومن مومن۔ یہ زمانہ قدرت مومن و مشرک کے لیے اپنی حکمت بالغہ کے تحت ہے جسے چاہا جنت کے لیے بنا دیا اور جسے چاہا جہنم کا کندا کر دیا مصنوع صانع کی قدرت صنعت پر اعتراض کا حق نہیں اور کوئی اپنے اختیار سے کسی راہ پر نہیں

اب رہا یہ سوال کہ جو جیسا بنانا منظور ہوا بنا دیا گیا۔ تو تبلیغ و اصلاح کی کیا حاجت رہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علم اللہ میں جو جیسا ہے ایسا ہی رہے گا مگر ہمیں علم اللہ پر عبور نہیں بنا بریں ہمارا کام تبلیغ و اصلاح ہے۔ جو اس تبلیغ سے اصلاح پذیر ہو گیا ہمیں منکشف ہو گیا کہ اس کی اصلاح علم اللہ میں اسی طرح موقوف تھی اور اگر ہدایت کے بعد بھی مثل ابوجہل، ابولہب حتیٰ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح گمراہ رہا تو بعد میں نتیجہ سے ہم نے معلوم کر لیا کہ یہ گمراہی کے لیے ہے علم اللہ میں پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ اب آگے ارشاد الٰہی ہے۔

فَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ ہم نے تمہیں ان کا نگہبان عمل و عقائد میں نہیں بھیجا نہ آپ ان کے عمل و جرائم کے بدلہ دینے والے ہیں۔

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ۔ اور نہ آپ ان کے گماشتے اور چوکیدار ہیں کہ ان کے پیچھے لگے رہیں۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ اور تم برا نہ کہو انہیں جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا کہ وہ بھی برا بھلا کہنے لگیں گے اللہ کو زیادتی کرتے ہوئے جہالت سے۔

اس کے بعد ایک بات سے منع کیا گیا وہ یہ تھی کہ کفار کے بتوں کی مسلمان برائی کیا کرتے تھے

تاکہ کفار نصیحت پکڑیں اور بت پرستی کے عیب سے باخبر ہو جائیں لیکن انہوں نے بجائے ہدایت قبول کرنے کے شان الٰہی میں بے ادبی کے ساتھ زبان کھولنی شروع کر دی اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ بتوں کی مذمت ان کی حقیقت کا انکشاف طاعت و ثواب ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی بدزبانی کو روکنے کے لیے مسلمانوں کو منع فرمایا اور ارشاد ہوا اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان کی بے ادبی کریں گے جہالت اور زیادتی سے۔

كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ - یوں ہی آراستہ کر دیا ہم نے ہر امت کے لیے ان کا عمل پھر اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر آنا ہے انہوں نے پھر وہ انہیں بتائے گا وہ جو کرتے تھے۔

یعنی یونہی ہم نے ہر جماعت کی نگاہ میں ان کے عمل بھلے کر دیے ہیں پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے اور وہ انہیں بتا دیگا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ٥ اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنی حلف میں پوری کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔

آیت سے مراد ان کی مطلوبہ نشانی تھی جیسے صفا کا سونا بن جانا، مردے زندہ ہو جانا وغیرہ وغیرہ کفار اپنے بتوں کی - اولاد کی - جان و مال کی قسمیں بھی کھاتے تھے مگر چونکہ وہ اپنی اس قسم سے مسلمانوں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطمینان دلانا چاہتے تھے اسی لیے وہ اللہ کی قسمیں کھاتے تھے جہد ایمان بمعنی پوری کوشش کی قسمیں یہ کہ انہوں نے کعبہ معظمہ میں بعد نماز عصر قسمیں اٹھائیں۔

آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں اے مسلمانوں کیا خبر کہ وہ جب آئیں تو ایمان نہ لائیں گے۔ تمہیں ان کی خبر نہیں ہم جانتے ہیں۔

یہ اس امر کا جواب ہے جو مسلمانوں کی خواہش تھی کہ ان پر ایسی نشانی آجائے جس سے یہ حسب وعدہ ایمان لے آئیں تو فرما دیا گیا کہ تم نہیں جانتے کہ یہ ایمان لانے کے لیے بنائے نہیں گئے۔ پھر یہ ایمان کس طرح لا سکتے ہیں۔

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ٥ ہم نے ان کے دل پھیر دیے ہیں اور آنکھیں جیسے پہلے ایمان نہ لائے تھے یہ بھی اسی طرح ایمان سے محروم ہیں ہم انہیں چھوڑ دیتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا کریں۔ متحیر رہیں اور ایمان قبول

نہ کرسکیں۔

بحمداللہ پارہ ہفتم ختم ہوا

۴ جنوری ۱۹۵۴ء یوم دوشنبہ سنٹرل جیل

لاہور۔ بعد ظہر

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اسیر تحریک ختم نبوت و امیر

انجمن حزب الاحناف

پاکستان

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ قَوْمِیْ بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ

و

اضافات ابن الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی

خطیب جامعہ مسجد وزیر خاں و امیر جامعہ حسنات العلوم۔ لاہور

شروع پارہ ہشتم

بامحاورہ ترجمہ رکوع نوزدہم سورۃ انعام

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝

اور اگر اتاریں ہم ان کی طرف فرشتے اور کلام کریں ان سے مردے اور اٹھا لائیں ہم ان پر ہر ایک چیز کو پھر بھی وہ نہیں ایمان لانے والے مگر یہ کہ چاہے اللہ لیکن اکثر ان میں سے جاہل ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝

اور اسی طرح بنائے ہم نے ہر ایک نبی کے لیے دشمن شیطان انسانوں میں سے اور جنوں میں سے وحی کرتے ہیں بعض ان کے طرف بعض کی ملمع کی باتیں دھوکہ دینے کے لیے اور اگر تیرا رب چاہتا تو ایسا نہ کرتے سو تو چھوڑ دے ان کو اور جو وہ بناتے ہیں۔

وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ۝

اور تا کہ جھک جائیں اس کی طرف دل ان لوگوں کے جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے تا کہ اسے پسند کریں اور جھوٹ بنائیں جو وہ بنانے والے ہیں۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝

کیا سوائے اللہ کے میں کوئی اور حاکم بناؤں اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف کتاب اتاری کھول کھول کر اور وہ جنہیں ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ وہ تیرے رب کی طرف سے نازل کی گئی سچائی اور انصاف کے ساتھ اس کی باتوں

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝
وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ ہے سنتا جانتا۔
اور اگر آپ زمین کے اکثر لوگوں کا کہا مانیں گے تو آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے وہ تو صرف ظن کے پیرو ہیں اور صرف ایک تخمینہ لگا رہے ہیں۔
تیرا رب خوب جانتا ہے ان لوگوں کو جو اس کی راہ سے بھٹک چکے ہیں اور خوب جانتا ہے وہ ہدایت والوں کو۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝
وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ۝

سو کھاؤ اس چیز سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اگر تم اسکی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو۔
اور کیا ہے تمہیں کہ نہیں کھاتے تم ان چیزوں کو جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہے حالانکہ اس نے تم پر حرام چیزوں کو کھول کر بیان کر دیا ہے مگر جب کہ تم مجبور ہو جاؤ ان کے لیے اور یقیناً اکثر آدمی اپنی خواہشوں میں جہالت سے گمراہ ہو جاتے ہیں بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے حد سے گذرنے والوں کو۔

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ۝
وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۝

اور چھوڑ دو ظاہری اور باطنی گناہ بے شک جو لوگ گناہ کماتے ہیں عنقریب بدلہ دیے جائیں گے اپنے جھوٹے بہتانوں کا۔
اور نہ کھاؤ تم ان چیزوں کو جن پر نام نہ لیا جائے اللہ کا اور وہ یقیناً گناہ ہے اور بے شک شیطان البتہ وحی کرتے ہیں اپنے دوستوں کی طرف تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم نے ان کا کہا مانا تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔

حل لغات رکوع نوزدہم پ ۸ سورۃ انعام

و۔ اور
الیہم۔ انکی طرف
الموتی۔ مردے
کل۔ ہر
کانوا۔ تھے
یشاء۔ چاہے
اکثر۔ اکثر
کذلک۔ اسی طرح
عدوا۔ دشمن
الجن۔ جنوں سے
بعض۔ بعض کی
و۔ اور
ما۔ نہ
ھم۔ ان کو
و۔ اور
الذین۔ ان کے جو
و۔ اور
لیقترفوا۔ تاکہ بنالیں
ا۔ کیا
حکما۔ حاکم
انزل۔ جس نے اتارا
و۔ اور

لو۔ اگر
الملئکۃ۔ فرشتے
و۔ اور
شیئ۔ چیز
لیومنوا۔ کہ ایمان لاتے
اللہ۔ اللہ
ھم۔ ان کے
جعلنا۔ بنایا ہم نے
شیاطین۔ شیطان
یوحی۔ وحی کرتا ہے
زخرف۔ ملمع کی
لو۔ اگر
فعلو۔ کرتے
و۔ اور
لتصغی۔ تاکہ جھکیں
لا۔ نہیں
لیرضوہ۔ تاکہ پسند کریں اسکو
ما۔ جو
غیر۔ سوائے
و۔ اور
الیکم۔ تمہاری طرف
الذین۔ وہ جو

اننا۔ ہم
و۔ اور
حشرنا۔ اکٹھی کر لاتے ہم
قبلا۔ پہلی
الا۔ مگر
و۔ اور
یجھلون۔ جاہل ہیں
لکل۔ ہر
الانس۔ انسانوں سے
بعضہم۔ بعض انکا
القول۔ بات
شاء۔ چاہتا
ہ۔ اسکو
ما۔ جو
الیہ۔ اس کی طرف
یؤمنون۔ ایمان لاتے
ہ۔ اس کو
ہم۔ وہ
اللہ۔ اللہ کے
ہو۔ وہ
الکتب۔ کتاب
اتینہم۔ دی ہم نے انکو

نزلنا۔ اتارتے
کلمہم۔ بولتے ان سے
علیہم۔ ان پر
ما۔ نہیں
ان۔ یہ کہ
لکن۔ لیکن
و۔ اور
نبی۔ نبی کے لیے
و۔ اور
الی۔ طرف
غرورا۔ دھوکہ دینے کو
ربک۔ تیرا رب
فذر۔ تو چھوڑ
یفترون۔ جھوٹ بناتے ہیں
افئدۃ۔ دل
بالاخرۃ۔ آخرت پر
و۔ اور
مقترفون۔ بنانے والے ہیں
ابتغی۔ میں تلاش کروں
الذی۔ وہ ہے
مفصلا۔ کھلی ہوئی
الکتاب۔ کتاب

يَعْلَمُوْنَ - جانتے ہیں کہ اَنَّهٗ - وہ مُنَزَّلٌ - اتارا گیا ہے مِّنْ رَّبِّكَ - تیرے رب سے

بِالْحَقِّ - حق کے ساتھ فَلَا - تو نہ تَكُوْنَنَّ - ہو تو مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ - شک

کرنے والوں سے وَ - اور تَمَّتْ - پورے ہو گئے كَلِمَتُ - کلمے

رَبِّكَ - تیرے رب کے صِدْقًا - سچائی وَّ - اور عَدْلًا - انصاف میں

لَا - نہیں مُبَدِّلَ - کوئی بدلنے والا لِكَلِمٰتِهٖ - اسکے کلمات کو وَ - اور

هُوَ - وہ ہے السَّمِيْعُ - سننے والا الْعَلِيْمُ - جاننے والا وَ - اور

اِنْ - اگر تُطِعْ - تو پیروی کریگا اَكْثَرَ - اکثر مَنْ - ان کی جو

فِي - بیچ الْاَرْضِ - زمین کے ہیں يُضِلُّوْ - گمراہ کر دینگے كَ - تجھ کو

عَنْ سَبِيْلِ - راہ اللّٰهِ - خدا سے اِنْ - نہیں يَّتَّبِعُوْنَ - پیروی کرتے

اِلَّا - مگر الظَّنَّ - ظن کی وَ - اور اِنْ - نہیں

هُمْ - وہ اِلَّا - مگر يَخْرُصُوْنَ - اندازہ کرتے ہیں اِنَّ - بیشک

رَبَّكَ - تیرا رب هُوَ - وہ اَعْلَمُ - خوب جانتا ہے مَنْ - اسکو جو

يَّضِلُّ - گمراہ ہوا عَنْ سَبِيْلِهٖ - اسکی راہ سے وَ - اور هُوَ - وہ

اَعْلَمُ - خوب جانتا ہے بِالْمُهْتَدِيْنَ - ہدایت والوں کو فَكُلُوْا - تو کھاؤ

مِمَّا - اس سے جو ذُكِرَ - ذکر کیا گیا اسْمُ - نام اللّٰهِ - اللہ کا

عَلَيْهِ - اس پر اِنْ - اگر كُنْتُمْ - ہو تم بِاٰيٰتِهٖ - اسکی آیتوں پر

مُؤْمِنِيْنَ - ایمان رکھتے وَ - اور مَا - کیا ہے لَكُمْ - تم کو کہ

اَلَّا - یہ کہ نہیں تَاْكُلُوْا - کھاتے تم مِمَّا - اس سے جو ذُكِرَ - ذکر کیا گیا

اسْمُ - نام اللّٰهِ - اللہ کا عَلَيْهِ - اس پر وَ - اور

قَدْ - بیشک فَصَّلَ - مفصل بیان کیا لَكُمْ - تمہارے لیے مَّا - جو

حَرَّمَ - حرام کیا عَلَيْكُمْ - تم پر اِلَّا - مگر مَا - جب

اضْطُرِرْتُمْ - مجبور ہو جاؤ تم اِلَيْهِ - اسکی طرف وَ - اور

اِنَّ - بیشک كَثِيْرًا - بہت لوگ لَّيُضِلُّوْنَ - گمراہ ہوتے ہیں بِاَهْوَآئِهِمْ - اپنی خواہشوں

سے بِغَيْرِ - بغیر عِلْمٍ - علم کے اِنَّ - بیشک

رَبَّكَ - تیرا رب هُوَ - وہ اَعْلَمُ - خوب جانتا ہے بِالْمُعْتَدِيْنَ - حد سے

نکلنے والوں کو	و۔ اور	ذروا۔ چھوڑ دو	ظاہر۔ ظاہری
الاثم۔ گناہ	و۔ اور	باطنہ۔ باطنی	ان۔ بیشک
الذین۔ وہ جو	یکسبون۔ کماتے ہیں	الاثم۔ گناہ	سیجزون۔ جلدی بدلہ
دیے جائینگے	بما۔ جو	کانوا۔ تھے وہ	یقترفون۔ جھوٹ بنایا
کرتے	و۔ اور	لا۔ نہ	تاکلوا۔ کھاؤ
مما۔ اس سبب کہ	لم۔ نہ	یذکر۔ ذکر کیا جائے	اسم۔ نام
اللہ۔ اللہ کا	علیہ۔ اس پر	و۔ اور	انہ۔ بیشک وہ
لفسق۔ گناہ ہے	و۔ اور	ان۔ بیشک	الشیاطین۔ شیطان
لیوحون۔ وحی کرتے ہیں	الی۔ طرف	اولیاء۔ دوستوں	ھم۔ اپنے کی
لیجادلو۔ تاکہ جھگڑیں	کم۔ تم سے	و۔ اور	ان۔ اگر
اطعتمو۔ پیروی کرو تم	ھم۔ ان کی	انکم۔ تو تم بھی	لمشرکون۔ مشرک ہوگے

مختصر تفسیر رکوع نوزدہم پ۸ سورۃ انعام

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝ اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھا لاتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہیں مگر یہ کہ جیسے خدا چاہتا لیکن ان میں بہت سے جاہل ہیں۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى۔ اور اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرنے لگتے۔

مُردوں کے کلام کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ آپ کی نبوت کی تصدیق کردیں۔

وَحَشَرْنَا كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا۔ قبلاً مصدر سامنے آنا یا قبیل کی جمع ہے اس کے معنی جماعت ہے یعنی جو کچھ ان کو جنت کی بشارت اور دوزخ سے خوف ہے اس سب کا کفیل یا ذمہ دار۔

مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا۔ جب بھی وہ ایمان لانے والے نہیں کیونکہ ان کے کافر ہونے کا ازل سے فیصلہ ہو چکا ہے۔

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔ مگر یہ کہ جسے اللہ ہی چاہئے۔ یعنی اگر ان کے لیے یعنی اگر ان کے لیے ازل سے مومن ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے تو وہ مومن ہو جائیں گے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ۔ لیکن ان میں زیادہ لوگ نہیں جانتے۔ ہُمْ کی ضمیر مسلمانوں کی طرف راجع ہے یعنی اکثر مسلمان ناواقف ہیں۔ اسی نادانی کی وجہ سے وہ آرزو کرتے ہیں کہ مطلوبہ معجزات کا ظہور ہو جائے تاکہ یہ لوگ ایمان لے آئیں مگر یہ لوگ ایمان لانے والے نہ تھے اگر ان کے مطالبات پورے بھی کر دیے جائیں اور اگر ان پر نشانیاں بھی ظاہر کر دی جائیں تو بھی یہ کبھی ایمان نہ لائیں گے۔

شانِ نزول:۔ سرداران قریش ولید بن مغیرہ مخزومی۔ عاص ابن وائل سہمی۔ اسود بن عبد یغوث زہری وغیرہ بہت سے کفار کو لے کر بارگاہ رسالت آب صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہماری قوم میں قصی بن کلاب۔ جدعان بن عمر جن کو مرے ہوئے طویل عرصہ گذر چکا ہے آپ ان کو زندہ کر دیں تاکہ ہم ان سے دریافت کریں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ حق ہے یا نہیں اور ہمیں فرشتے دکھا دیجئے تاکہ وہ بھی آپ کی رسالت کی شہادت دیں یا اللہ تعالےٰ فرشتے ہمارے سامنے لائیں اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا دشمن جن و بشر میں سے شیطانوں کو بنا دیا۔

جس طرح کفار قریش کو ہم نے آپ کا دشمن بنایا ہے کہ وہ آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور آپ کو دکھ دیتے ہیں آپ سے پہلے انبیاء کے دشمن ان کے ابتلاء و امتحان کے لیے بنائے جو سبب تھا ان کی ثابت قدمی کے مظاہرے کا اور اس سے وہ اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔

علامہ صاوی فرماتے ہیں لکل نبی ای و ان لم یکن رسولا ولذا ورد ان الکفار قتلوا فی یوم واحد سبعین نبیا۔ ہر نبی کے دشمن کے متعلق روایت ہے کہ سابقہ کفار نے ایک ایک دن میں ستر ستر نبی شہید کیے۔

شَيٰطِيْنَ سے مراد سرکش جن اور انس ہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا انسانوں میں سے بھی کچھ شیطان ہوتے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا شیاطین جن و انس کے شر سے تو نے اللہ کی پناہ مانگی ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں فرمایا ہاں ... جن سے زیادہ شریر ہوتے ہیں۔

يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا - ان میں سے بعض دوسرے بعض کو ایسی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال رکھیں۔ یعنی شیاطین جن شیاطین انس کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے تھے۔

زخرف القول - فریب کی باتیں غرورًا - دھوکہ فریب۔ حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں۔ شیاطین انس شیاطین جن سے زیادہ سخت ہوتے ہیں جب میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اعوذ باللہ کہتا ہوں تو جن شیاطین تو میرے پاس سے چلے جاتے ہیں اور شیاطین انس آکر مجھے علی الاعلان گناہ کی طرف کھینچتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا بدترین ملاپ شیاطین جن سے شیاطین انس کا ہے جو بناوٹ کی بات یعنی وسوسے اور فریب کی باتیں دل میں ڈال کر گناہ کی طرف مائل کرتا ہے۔

یوحی بعضہم کے ماتحت جمل میں ہے والوحی عبارۃ عن الایحاء والقول السریع ای ان یلقی ویوسوس شیاطین الجن الی شیاطین الانس۔ وحی سے مراد ایحاء ہے اور قول سریع یعنی دل میں کسی بات کا ڈالنا یا وسوسہ پیدا کرنا یا شیطان جنی شیطان انسی کی طرف اس طرح خفیہ بات پیدا کر دے کہ اسے انسان کرنے پر آمادہ ہو جائے۔

تفسیر ابوالسعود میں ہے یوحی عبارۃ عن الایحاء والقول السریع ای یلقی ویوسوس - وحی عبارت ہے اشارہ اور قول سریع سے یعنی دل میں ڈالنا یا وسوسہ پیدا کرنا

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ - اور اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔

یعنی شیاطین انبیاء کے دشمن نہ ہوں یا دھوکہ نہ دیں۔ یعنی وہ القاء سریع جو شیطان شیطان کی طرف کرتے ہیں تو شیاطین کو اس توسوس سے روک دیتا۔ لیکن اللہ نے ان کے ثواب بڑھانے کو ان وساوس کا ذریعہ بنایا ہے کہ ان وساوس کو دفع کرنے میں انہیں ثواب جزیل ملتا ہے۔

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ - تو چھوڑ دو انہیں ان کی افترا پردازی میں۔

یعنی آپ پر اور اللہ تعالے پر جو بہتان تراشی یہ کرتے ہیں اس کی طرف آپ التفات نہ کریں اللہ ان کو ذلیل کرے گا اور آپ کی مدد کریگا۔

وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُم مُّقْتَرِفُونَ ۝ اور اس لیے کہ جھکیں ان کی طرف دل ان کے جنہیں آخرت پر ایمان نہیں اور اس لیے کہ مائل ہوں بناوٹ کی باتوں کی طرف کافروں کے دل اور اسے پسند کریں اپنی جانوں کے لیے تاکہ گناہ کمائیں جو انہیں کمانا ہے گناہوں سے (تفسیر نسفی)

شانِ نزول: کفار نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ ہمارے اور اپنے درمیان کوئی حاکم تسلیم کریں (جلالین)

مشرکین قریش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ ہمارے اور اپنے درمیان کسی کو حاکم مقرر کریں چاہیں تو کسی یہودی عالم کو حاکم مقرر کریں چاہیں تو کسی عیسائی پادری کو ثالث مان لیں تاکہ آپ کے متعلق جو کچھ ان کی کتابوں میں لکھا ہے اس سے وہ ہم کو مطلع کریں کہ آپ حق پر ہیں یا ہم اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس کا جواب دیا گیا جیسا کہ ارشاد ہے۔

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا۔ آپ کہہ دیجئے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کا فیصلہ چاہوں حالانکہ اللہ ہی نے تو تمہارے پاس ایک کامل کتاب بھیجدی ہے جو تفصیل کے ساتھ ہے۔

یعنی اے محبوب فرما دیجئے کہ کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کو حاکم بناؤں کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے اور حق کو باطل سے علیحدہ کر دے اور وہ وہی ذات ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری جو معجزہ ہے جس کے مقابلہ سے منکر عاجز ہو گئے تھے جس نے واضح کر دیا حق اور باطل کو اور شہادت سچے ہونے کی اور تم افتراپردازی کرتے رہے مگر وہ ایسا حق ہے کہ

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ قرآن کریم بلا شبہ آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور اہل کتاب بھی جانتے ہیں کہ وہ حق ہے اس تصدیق سے جو ان کے پاس ہے یعنی توریت اور انجیل جنہیں ہم نے کتاب دی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی وہ جانتے ہیں کہ وہ قرآن کریم تیرے رب کی طرف سے سچ اترا۔

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ تو اے سننے والے تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اس کا انکار کرنا یا اس کی اکثریت کفر ہے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا۔ اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں۔

یعنی جو کلام فرمایا تیرے رب نے وہ پورا ہوا یعنی سچا ہوا وعدہ وعید میں اور عدل میں امر و نہی کے۔

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہ سنتے والا ہے اس اقرار کا جو اقرار کرے اور جاننے والا ہے اس کے اصرارِ کفر کا جو اصرار کرے۔ یا یہ معنی ہے کہ وہ سمیع ہے ہر اس بات کا جو وہ کہیں اور علیم ہے اس کا جو کچھ ان

کے دل میں ہو۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ اگر آپ اکثر اہل زمین کی پیروی کریں گے تو وہ آپ کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ یعنی دین سے گمراہ کر دیں گے۔

اکثر اہل زمین سے مراد کفار ہیں کیونکہ کافروں کی تعداد زیادہ ہے راہ خدا سے مراد اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا راستہ یعنی دین اسلام ہے۔

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۔ وہ کچھ نہیں مگر پیروی گمان کے۔ وہ اس غلط گمان میں ہیں کہ ان کے باپ دادا حق پر تھے اور انہیں کی تقلید میں یہ گمراہ ہیں۔

وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۔ اور وہ کچھ نہیں مگر بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں محض گمان سے کہتے ہیں کہ اللہ نے ان پر یہ حرام کیا اور یہ حلال کیا۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۔ بیشک تیرا رب ہی خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اور وہی جانتا ہے ہدایت والوں کو یعنی وہی جانتا ہے کافروں اور مومنوں کو دونوں فریقوں کو جانتا ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۔ تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو۔

فا سببیہ ہے گمراہ کن کافروں کے اتباع سے گذشتہ کلام میں ممانعت کی گئی ہے ایمان اللہ کے احکام اور آیات کو ماننا ہے کافر حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیتے تھے مردار کو حلال اور ذبیحہ کو حرام قرار دیتے تھے۔ مشرکین مکہ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم سمجھتے ہو کہ تم اللہ کے پوجنے والے ہو جسے اللہ مارے وہ تو زیادہ حقدار ہے اس کا کہ کھایا جائے بمقابلہ اس کے جسے تم ذبح کرتے ہو اس کے جواب میں ایمان والوں کو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اگر تم مسلمان ہو اور ایمان میں مضبوط ہو تو وہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذبح کے وقت لیا گیا ہو سوائے اس کے کہ غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا ہو یا بتوں کے تھان پر ذبح ہو یا اپنی موت مر جائے اس سے پرہیز کیا جائے۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۔ اور تمہیں کیا ہوا کہ نہیں کھاتے اس سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ۔ حالانکہ وہ تم سے مفصل بیان کر چکا ہے جو کچھ تم پر حرام ہوا اس سے مراد حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ پارہ ۶ میں ہے حرام کیے

گئے ہیں تم پر مردار۔ خون۔ سور کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے اور گلا گھونٹنے سے چوٹ سے مرا ہو۔ اوپر سے گر کر مرا ہو۔ سینگ لگنے سے مرا ہوا اور جسے کھایا ہو کسی درندے نے سوائے اس کے جسے تم ذبح کر لو اور حرام ہے جو ذبح کیا گیا ہو تھانوں پر اور یہ بھی حرام ہے کہ تم تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے یہ سب نافرمانی کے کام ہیں۔

اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْہِ۔ مگر جب تمہیں اضطرار و مجبوری ہو ایسی حالت میں جو حرام کیا گیا ہے وہ بقدر دفع مضرت حلال ہے بشرطیکہ شدت مجاعت میں سخت بھوک و پیاس ہو۔ ما بمعنی وقت ہے یعنی اللہ نے ان چیزوں کی تفصیل بیان کر دی ہے جن کو ہر وقت کھانا حرام کر دیا سوائے مجبوری کے وقت کے۔ جس چیز کو حرام نہیں کیا گیا اس کو نہ کھانے کی ممانعت کی تاکید ہے کیونکہ حرام چیز تو مجبوری کے وقت حلال ہو جاتی ہے لیکن حلال چیز کو کسی وقت بھی حرام نہیں کیا جا سکتا۔

وَاِنَّ کَثِیْرًا لَّیُضِلُّوْنَ بِاَھْوَآئِھِمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ اور بے شک بہت سے لوگ گمراہ کرتے ہیں اپنی خواہشوں سے بے علمی کے باعث۔ کہ وہ حرام کو حلال کر ڈالتے اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے ایسی خواہشات میں جو شریعت کے خلاف ہیں۔

اِنَّ رَبَّکَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِیْنَ۔ بے شک تیرا رب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو یعنی تجاوز کرنے والے ہیں حق سے باطل کی طرف۔ انتہی ترجمہ

جو جانور اللہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو۔ ذبح کے وقت کسی غیر کا نام بھی نہ لیا گیا ہو ایسے ذبیحہ کو حرام صرف اس بنا پر کہہ دینا کہ وہ کسی بزرگ کے لیے ایصال ثواب کیا گیا ہے صحیح نہیں۔

وَذَرُوْا ظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ۔ اور چھوڑ دو ظاہری گناہ اور باطنی گناہ

یعنی علانیہ اور خفیہ یعنی زنا خواہ زنا کے اڈوں پر ہو یا یارانے کے ذریعے خفیہ۔ اور شرک خواہ علانیہ ہو جیسے خدا کے سوا کسی اور خدا کی پرستش اور خفی جیسے خدا کے سوا کسی سے استعانت کرنا اسے مستعین حقیقی ذاتی سمجھ کر (تفسیر نسفی)

اور چھوڑ دو یعنی ترک کر دو ظاہر گناہ اور باطن گناہ یعنی علانیہ اور خفیہ اور گناہ سے مراد ایک قول ہے کہ زنا ہے اور ایک قول ہے کہ ہر گناہ ہے اور ایک قول ہے زنا حوانیت یعنی زنا کے اڈوں پر ہو اور یا بطور آشنائی کسی سے ناجائز تعلق رکھنا (جلالین) حوانیت جمع ہے حانوت کی یہ دوکان یا اڈہ کا معنی دیتا ہے (منجد)

اور چھوڑ دو ظاہر باطن گناہ یعنی تمام گناہ اس لیے کہ یہ دو صورتوں سے خالی نہیں ہوتا علانیہ

یا خفیہ۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ظاہر گناہ تو وہ ہیں جو انسان جوارح سے کرے کسی قسم کا گناہ ہو اور باطن وہ گناہ ہے جو دل میں لے رکھے جیسے مصر علی الذنوب (یعنی گناہ پر اصرار کرنے والا) اس گناہ کا ارادہ رکھتا ہے۔

کلبی کہتے ہیں ظاہر گناہ زنا ہے اور باطن مخالہ ہے یعنی فساد فی الارض

اور اکثر مفسرین اس پر متفق ہیں ظاہر گناہ وہ ہے جس کا اعلان اور تشہیر بھی ہو جیسے اصحاب الرایات کرتے تھے۔ یہ عرب کے زمانہ جاہلیت کی ایک رسم تھی کہ لڑکی بالغ ہو جاتی تو اس گھر پر ایک جھنڈا سپید لگا دیا جاتا تھا جو ایک قسم کی صلائے عام تھی برادری والوں کے زنا کے لیے اور اس طرح زانی فخریہ کہا کرتا تھا کہ میں نے آج فلاں سے زنا کیا۔

اور باطن یہ ہے کہ خفیہ طریقہ سے گناہ کیا جائے۔ جاہلیت کے اہل عرب زنا کو پسند کرتے تھے۔ تو ان میں جو شریف تھے وہ خفیہ طور پر زنا کیا کرتے تھے اور غیر شریف اس کی پروا نہ کرتے تھے۔ وہ علانیہ اس فعل شنیع کے مرتکب ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں طریقے مسلمانوں پر حرام فرما دیے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں۔ ظاہر الاثم سے مراد محارم کے ساتھ نکاح کرنا ہے اور باطن سے مراد زنا (معالم)

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡسِبُوۡنَ الۡاِثۡمَ سَیُجۡزَوۡنَ بِمَا کَانُوۡا یَقۡتَرِفُوۡنَ ٥ بے شک وہ جو گناہ کماتے ہیں عنقریب اپنی کمائی کی سزا پائیں گے بروز قیامت جس طرح دنیا میں وہ کرتے تھے (تفسیر بیہقی)

وَلَا تَاۡکُلُوۡا مِمَّا لَمۡ یُذۡکَرِ اسۡمُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ۔ اور نہ کھاؤ اس سے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ذبح کرتے وقت یعنی بسم اللہ اللہ اکبر جس ذبیحہ پر نہ پڑھا گیا وہ مردار ہے۔

وَاِنَّہٗ لَفِسۡقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓـئِہِمۡ لِیُجَادِلُوۡکُمۡ ۚ وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡہُمۡ اِنَّکُمۡ لَمُشۡرِکُوۡنَ ٥ اور بیشک وہ شریعت کے حکم کے خلاف ہے اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتا ہے یعنی وسوسے پیدا کرتا ہے مشرکین کے دلوں میں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور کہیں کہ تم اللہ کے مارے ہوئے کو تو نہیں کھاتے اور اپنے ذبح کیے ہوئے کو کھا لیتے ہو اور اگر تم ان کا کہا مانو اور مردار جو حرام ہے اسے حلال کر لو تو اس وقت تم مشرک ہو۔

اس لیے کہ جو خدا کے حکم کے خلاف کی اتباع کرے اور اپنے دین کی پیروی نہ کرے تو وہ بھی مشرک ہے اور تدین کا حق یہ ہے کہ وہ جانور نہ کھایا جائے جس پر عند الذبح خدا کا نام نہ لیا گیا ہو۔

اس لیے کہ اس کی ممانعت شدت سے کی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے حرمت علیکم المیتۃ الخ اور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے فسق خلاف قانون اسلام کہا گیا اور ما اہل لغیر اللہ بہ (جو چیز اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر پکار دی گئی ہو) بھی اسی فسق میں داخل ہے۔ اہلال لغیر اللہ کہتے ہیں عند الذبح بت پرستوں کی طرح بسم اللات۔ بسم المنات۔ بسم ہبل بسم اللہ اللہ اکبر کی بجائے کہنا اور ذبح کر ڈالنا۔

آگے مزید توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس حکم میں یہ حکم مقدر ہے کہ جس پر اللہ کا نام بوقت ذبح نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھایا جائے۔ چونکہ انہ لفسق مجمل تھا اس اجمال کی تفصیل میں اہل لغیر اللہ بہ فرمایا گیا جس سے یہ حکم واضح ہو گیا کہ جس ذبیحہ پر بسم اللہ اللہ اکبر نہ کہا گیا ہو اس کا کھانا حرام ہے اور جس پر عند الذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہہ دیا گیا وہ حلال ہے۔ (تفسیر نسفی)

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بھی اپنی تفسیر فتح العزیز میں یہی فرما رہے ہیں" وکنہہ دریں مسئلہ آنست کہ جان دادن بحضرت جان آفریں روا نباشد"۔

یہاں مسئلہ ذبح کے ماتحت قدرے تفصیل فقہی بھی عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے غور سے سنیں۔

(۱) حلت اللہ کے نام پر ذبح ہونے سے متعلق ہے بنابریں جو اپنی موت مرا یا بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا وہ حرام ہے یہ مشرکین کے اس اعتراض کا جواب ہے جو انہوں نے مسلمانوں پر کیا تھا کہ تم اپنا مارا ہوا تو کھاتے ہو اور اللہ کا مارا ہوا حرام سمجھتے ہو۔

(۲) شریعت مطہرہ میں حرام چیزوں کا مفصل ذکر ہوتا ہے اور اس کے علاوہ ثبوت حرمت کے لیے حکم حرمت ضروری ہے اور اگر کسی چیز پر حکم حرمت نہ ملے تو وہ چیز شریعت میں مباح کہلاتی ہے۔

(۳) ہر حرام عند الاضطرار بقدر ضرورت روا ہے۔

(۴) بوقت ذبح نہ تحقیقاً نہ تقدیراً خواہ اس طرح کہ وہ جانور اپنی موت مر گیا ہو یا اس طرح کہ اس کو بغیر تسمیہ کے یا غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو یہ سب حرام ہیں۔ لیکن جہاں مسلمان ذبح کرنے والا بوقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہنا بھول گیا تو وہ ذبح کیا ہوا جائز ہے اور وہاں ذکر تقدیری ہے۔

(۵) قانون اسلام میں عقل اور قیاس ہر کس و ناکس کو کوئی دخل نہیں جسے اللہ حرام کرے وہ حرام

اور جو حلال کرے وہ حلال ہے۔

(۶) شرک یہی نہیں ہے کہ غیر خدا کو پوجے بلکہ حکم الٰہی چھوڑ کر غیر خدا کا حکم ماننا اللہ کے سوا کسی غیر کو حاکم حقیقی جاننا بھی شرک ہے۔

(۷) ذبح میں جو حکم شرعی ہے اس کا اتباع لازم ہے اپنے قیاس ذاتی سے حلال وحرام ٹھہرانا کفر ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع بستم سورۃ انعام پ۸ رکوع دوم

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور کیا وہ جو تھا مردہ تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایک نور کر دیا جس سے چلتا ہے لوگوں میں وہ اس جیسا ہو جائے گا جو ہے اندھیریوں میں نہیں وہ اس سے نکلنے والا ایسے ہی بھلے کر دکھائے کافروں کو وہ کام جو وہ کرتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝

اور ایسے ہی کیے ہم نے ہر بستی میں سرغنے مجرموں کے تاکہ چال کرتے رہیں اس میں اور نہیں چال کرتے وہ مگر اپنی جانوں پر اور وہ نہیں شعور رکھتے

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝

اور جب آئے ان کے پاس کوئی نشانی تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے حتی کہ ملے ہمیں ویسا ہی جیسا کہ ملا اللہ کے رسولوں کو اللہ جانتا ہے جہاں کرے اپنی رسالت عنقریب پہنچے گی انکو جو مجرم ہیں ذلت اللہ کے یہاں سے اور عذاب شدید بدلہ انکے مکر کا۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ

اور جسے چاہے اللہ یہ کہ راہ دکھائے انہیں تو کھول دیتا ہے سینہ اس کا اسلام کے لیے اور

يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

جسے چاہے یہ کہ گمراہ کرے اس کو کر دیتا ہے سینہ اس کا تنگ خوب رکا ہوا گویا کہ چڑھ رہا ہے کسی کی زبردستی سے آسمان میں اللہ یونہی کرتا ہے اللہ گندگی ان پر جو ایمان نہ لائے۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ

اور یہ راہ ہے تمہارے رب کی سیدھی بے شک مفصل بیان کر دیں ہم نے آیتیں اس قوم کو جو نصیحت مانے۔

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ان کے لیے دار السلام ہے ان کے رب کے پاس اور وہ ان کا مولیٰ ہے یہ بدلہ ہے ان کے عمل کا۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝

اور جس دن ان سب کو اٹھائے گا اور فرمائے گا اے جنوں کے گروہ تم نے بہت گھیر لیے آدمی اور کہیں گے ان کے دوست آدمیوں سے اے ہمارے رب ہم نے فائدہ اٹھایا بعض سے بعض نے اور پہنچے ہم اپنی اس میعاد کو جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی۔ فرمائے گا اب آگ تمہارا ٹھکانا ہے ہمیشہ اس میں رہو مگر جسے اللہ چاہے۔ بے شک تمہارا رب حکمت والا علم والا ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

اور یونہی مسلط کرتے ہیں ہم بعض ظالموں کو بعض پر بدلہ ان کے کیے کا۔

حل لغات رکوع بستم سورۃ انعام رکوع دوم پ ۸

او۔ کیا   من۔ جو   کان۔ تھا   میتا۔ مردہ

فاحییناہ۔ تو زندہ کیا ہم نے اسکو		و۔ اور	جعلنا۔ بنایا ہم نے
لہ۔ اس کے لیے	نورا۔ نور	یمشی۔ چلتا ہے	بہ۔ اسکے ساتھ
فی۔ بیچ	الناس۔ لوگوں کے	کمن۔ کیا اس	مثلہ۔ جیسا ہے جو
فی۔ بیچ	الظلمت۔ اندھیروں کے ہے		لیس۔ نہیں
بخارج۔ نکلنے والا	منہا۔ اس سے	کذلک۔ اسی طرح	زین۔ خوشنما بنائے گئے
للکافرین۔ کافروں کے لیے	ما۔ جو	کانوا۔ تھے	یعملون۔ عمل کرتے
و۔ اور	کذلک۔ اسی طرح	جعلنا۔ بنائے ہم نے	فی۔ بیچ
کل۔ ہر	قریۃ۔ بستی کے	اکابر۔ بڑے لوگ	مجرمیہا۔ مجرم
لیمکروا۔ تاکہ مکر کریں	فیہا۔ اس میں	و۔ اور	ما۔ نہیں
یمکرون۔ مکر کرتے	الا۔ مگر	بانفسہم۔ اپنی جانوں سے	و۔ اور
ما۔ نہیں	یشعرون۔ سمجھتے	و۔ اور	اذا۔ جب
جاءتہم۔ آتی ہے انکو	ایۃ۔ کوئی نشانی	قالوا۔ کہتے ہیں	لن۔ ہرگز نہ
نؤمن۔ ایمان لائینگے ہم	حتی۔ یہاں تک کہ	نؤتی۔ دیے جائیں ہم	مثل۔ مثل
ما۔ اس کے جو	اوتی۔ دیے گئے	رسل۔ رسول	اللہ۔ اللہ کے
اللہ۔ اللہ	اعلم۔ خوب جانتا ہے	حیث۔ جہاں	یجعل۔ رکھے
رسلتہ۔ اپنی نبوت	سیصیب۔ جلدی پہنچے گی	الذین۔ ان کو جو	اجرموا۔ مجرم ہیں
صغار۔ ذلت	عند۔ پاس	اللہ۔ اللہ کے	و۔ اور
عذاب۔ عذاب	شدید۔ سخت	بما۔ بدلہ اس کا جو	کانوا۔ تھے
یمکرون۔ مکر کرتے	فمن۔ پھر جسے	یرد۔ چاہے	اللہ۔ اللہ
ان۔ یہ کہ	یہدیہ۔ ہدایت دے اس کو		یشرح۔ کھول دیتا ہے
صدرہ۔ سینہ	لہ۔ اس کا	للاسلام۔ اسلام کے لیے	و۔ اور
من۔ جسے	یرد۔ چاہے	ان۔ یہ کہ	یضلہ۔ گمراہ کرے اسکو
یجعل۔ کر دیتا ہے	صدرہ۔ سینہ	لہ۔ اس کا	ضیقا۔ تنگ
حرجا۔ بند	کانما۔ گویا کہ	یصعد۔ چڑھتا ہے	فی۔ بیچ
السماء۔ آسمان کے	کذلک۔ اسی طرح	یجعل۔ کرتا ہے	اللہ۔ اللہ

الرجس۔ گندگی | علی۔ اوپر | الذین۔ ان کے جو | لا۔ نہیں
یؤمنون۔ ایمان لاتے | و۔ اور | ھذا۔ یہ ہے | صراط۔ رستہ
ربک۔ تیرے رب کا | مستقیما۔ سیدھا | قد۔ بے شک | فصلنا۔ کھول کر بیان کیں ہم نے
الایت۔ آیتیں | لقوم۔ ان لوگوں کے لیے | یذکرون۔ جو نصیحت حاصل کرتے ہیں
لھم۔ ان کے لیے | دار۔ گھر ہے | السلام۔ سلامتی کا | عند۔ پاس
ربھم۔ ان کے رب کے | و۔ اور | ھو۔ وہ | ولیھم۔ دوست ہے انکا
بما۔ بدلہ اسکا کہ | کانوا۔ تھے | یعملون۔ عمل کرتے | و۔ اور
یوم۔ جس دن | یحشر۔ اکٹھا کریگا | ھم۔ ان کو | جمیعا۔ سب کو
یا۔ اے | معشر۔ جماعت | الجن۔ جنوں کی | قد۔ بیشک
استکثرتم۔ بہت سے لیے تم نے | من الانس۔ انسانوں سے | و۔ اور
قال۔ کہیں گے | اولیٰھم۔ ان کے دوست | من الانس۔ انسانوں سے | ربنا۔ اے ہمارے رب
استمتع۔ فائدہ لیا | بعضنا۔ ہمارے بعض نے | ببعض۔ بعض سے | و۔ اور
بلغنا۔ پہنچے ہم | اجلنا۔ اپنی مدت کو | الذی۔ جو | اجلت۔ مقرر کی تو نے
لنا۔ ہمارے لیے | قال۔ کہیگا | النار۔ آگ ہے | مثوٰی۔ ٹھکانا
کم۔ تمہارا | خلدین۔ ہمیشہ رہنے والے | فیھا۔ اس میں | الا۔ مگر
ما۔ جو | شاء۔ چاہا | اللہ۔ اللہ نے | ان۔ بیشک
ربک۔ تیرا رب | حکیم۔ حکمت والا | علیم۔ جاننے والا ہے | و۔ اور
کذلک۔ اسی طرح | نولی۔ دوست بناتے ہیں ہم | بعض۔ بعض
الظلمین۔ ظالموں کو | بعضا۔ بعض کا | بما۔ بدلہ اس کا جو | کانوا۔ تھے
یکسبون۔ کماتے۔

مختصر تفسیر رکوع بستم سورۃ انعام رکوع دوم پ ۸

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي
الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اور کیا وہ جو تھا مردہ

تو ہم نے اسے زندہ کیا اور کیا ہم نے اس کے لیے ایک نور کہ جس سے چلتا ہے اس سے لوگوں میں وہ اس جیسا ہو جائے گا جو اندھیریوں میں ہے نہیں نکلنے والا ان سے یوں ہی بھلے کر دیے کافروں کی نظر میں ان کے عمل۔

اس آیت کریمہ میں میت سے مراد کافر ہیں اور احییناہ سے مومن کیونکہ کفر قلوب کے لیے موت ہے اور ایمان حیات۔ نور سے ایمان مراد ہے جس کی بدولت آدمی کفر کی تاریکیوں سے نجات پاتا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ نور سے قرآن کریم مراد ہے۔

آگے کفر و جہل اور تیرہ باطنی کی مثال دی ہے جس سے مومن اور کافر کا حال واضح کیا گیا کہ ہدایت پانے والا مومن اس مردہ کی طرح ہے جس نے زندگی پاکر نور حاصل کر لیا اور منزل مقصود کی راہ پر لگ گیا اور کافر کی مثال اس کی طرح ہے جو انواع و اقسام کی اندھیریوں میں پھنسا اور نکلنے کی کوئی راہ نہیں ملتی ہمیشہ حیرت میں مبتلا ہے۔

شان نزول:۔ اس کا یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز ابوجہل نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی نجس چیز پھینکی تھی۔ اس دن حضرت حمزہ شکار کو گئے ہوئے تھے جس وقت وہ ہاتھ میں کمان لیے ہوئے شکار سے واپس آئے تو انہیں اس واقعہ کی خبر ملی۔ اگرچہ ابھی آپ مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے مگر اس خبر سے انہیں طیش آ گیا اور سیدھے ابوجہل پر چڑھ گئے اور کمان سے مارنا شروع کیا۔

ابوجہل نے عاجزانہ طرز میں کہا اے ابویعلی (یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کیسا دین لائے اور انہوں نے ہمارے معبودوں کو کس طرح برا کہنا شروع کر دیا ہے۔ گویا ہمارے باپ دادا کی مخالفت بھی کرتے ہیں اور ہمیں بے وقوف اور بے عقل بھی کہتے ہیں۔

حضرت حمزہ نے فرمایا تمہارے برابر بدعقل کون ہے کہ ایک وحدہ لاشریک کو چھوڑ کر پتھروں کی پوجا کرتے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی وقت حضرت حمزہ اسلام لے آئے اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔ گویا یہ بتایا کہ حضرت حمزہ اس سے پہلے مردہ دل تھے۔ روح ایمان سے محروم تھے اللہ تبارک وتعالے نے انہیں نور باطن عطا فرما کر راہ ہدایت دکھا دی اور ابوجہل ان مردوں میں سے ہے جو کفر کی ظلمتوں میں متحیر اور اندھا ٹکرا رہا ہے اور اسے راہ ہدایت نہیں ملتی اور وہ ان

ظلمتوں سے نکل ہی نہیں سکتا۔ (انتہی ترجمہ تفسیر نسفی)

پہلی اردو عبارت تفسیر نسفی کی لیس بخارج منہا تک تو بالکل واضح ہے اور اب کذلک سے ترجمہ ملاحظہ ہو۔

وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور یوں ہی بھلے کر دیے گئے کافروں کی نظر میں ان کے عمل۔ اور ایسے ہی جیسے مومنوں کی نظر میں ان کا ایمان بھلا ہے۔ کافروں کی نظر میں ان کے اعمال بھلے دکھا دیے ہم نے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اور ایسے ہی بنایا ہم نے ہر بستی میں بڑے لوگوں کو وہاں کے مجرم تاکہ فریب کریں ان میں اور نہیں فریب کرتے وہ مگر اپنی جانوں کے ساتھ اور نہیں شعور رکھتے۔

اور ہر بستی میں ان کے سنادید یعنی سرغنوں کو مجرم بنا دیا تاکہ وہ اپنا مکر کرتے رہیں اور معصیت شعاری میں مبتلا رہیں اور وہ مکاری نہیں کرتے مگر اپنی جانوں سے اس لیے کہ ان کا مکر ان پر ہی پڑتا ہے مگر وہ شعور نہیں کرتے کہ ان کا مکر انہیں پر ہے۔

او من كان ميتا بالكفر فاحييته بالهدى وجعلنا له نورا يمشي به في الناس يبصر به الحق من غيره وهو الايمان كمن مثله اى كمن هو في الظلمت ليس بخارج منها وهو الكافر لا كذلك كما زين للمومنين الايمان زين للكافرين ما كانوا يعملون من الكفر والمعاصي وكذلك كما جعلنا فساق مكة اكابرها جعلنا في كل قرية اكابر مجرميها ليمكروا فيها بالصد عن الايمان وما يمكرون الا بانفسهم لان وباله عليهم وما يشعرون بذلك (جلالين)

ترجمہ اور کیا وہ جو تھا مردہ کفر کے زہر سے تو ہم نے اسے زندہ کیا ہدایت کے تریاق سے اور کیا ہم نے اس کے لیے ایک نور کہ چلے لوگوں میں اور دیکھے اس نور میں حق باطل کے مقابلہ میں اور وہ ایمان ہے مثل اس کے جو اندھیریوں میں ہے اور ان سے نکل نہیں سکتا وہ کافر ہے ایسے ہی جیسے بھلا نظر آیا ایمان مومنوں کو اور بھلا دکھایا کافروں کو جو وہ کر رہے تھے کفر اور گناہ اور ایسے ہی جیسے کیا ہم نے فساق مکہ کو ان کا سرغنہ کیا ہم نے ہر بستی میں سرغنے مجرموں کے تاکہ وہ مکر گانٹھیں اور لوگوں کو ایمان سے روکیں اور ان کا مکر نہیں چلے گا مگر ان کی جانوں پر یعنی ان کی معصیت شعاری کا وبال انہیں پر ہے اور وہ شعور نہیں رکھتے اس کا۔

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝

اور جب آتی ہے ان کے پاس یعنی اہل مکہ کے پاس کوئی نشانی حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق پر تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے اس آیت پر جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ ملے جیسا کہ اللہ کے رسولوں کو یعنی رسالت بھی ملے اور ہماری طرف وحی بھی آئے اس لیے کہ ہم مال بھی زیادہ رکھتے ہیں اور عمر میں بھی ان سے بڑے ہیں تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت کا منصب رکھے۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ اللہ جانتا ہے اس موضع کو جس میں صلاحیت رسالت ہو تو وہاں منصب رسالت رکھ دیتا ہے۔

یعنی نسب یا مال یا عمر کی وجہ سے نبوت کا استحقاق نہیں ہوتا بلکہ یہ اللہ کا فضل ہے وہی خوب جانتا ہے کہ کون نبوت کا اہل ہے اور یہ مشرکین اس کے اہل نہیں ہیں عنقریب پہنچے گی ان کو جو مجرم ہیں بقول ان کے ذلت اللہ کی طرف سے اور سخت عذاب بدلہ ان کے مکر کا یعنی ان کی عیاری مکاری کے سبب (ترجمہ جلالین)

اس آیہ کریمہ کا شان نزول تفسیر کبیر میں ہے

قال الولید بن مغیرۃ واللہ لوکانت النبوۃ حقا لکنت انا احق بہا فانی اکثر منہ مالا وولدا وسنا فنزلت الاٰیۃ وقال الضحاک اراد کل واحد منہم ان یختص بالوحی والرسالۃ کما اخبر اللہ عنہم فی قولہ تعالےٰ بل یرید کل امرء منہم ان یوتی صحفا منشرۃ (تفسیر کبیر)

(ترجمہ) ولید بن مغیرہ نے کہا خدا کی قسم اگر نبوت حق ہوتی تو میں نبی ہوتا اس لیے کہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں مال کے اعتبار سے بھی اور اولاد کے اعتبار سے بھی اور عمر کے لحاظ سے بھی زیادہ ہوں تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

اور ضحاک کہتے ہیں مشرکین مکہ میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ وحی اور رسالت کے لیے وہ مختص ہو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا بل یرید کل امرء منہم ان یوتی صحفا منشرۃ۔ بلکہ ان میں کا ہر شخص چاہتا ہے کہ ان کو دے دیے جائیں کھلے صحیفے۔

کمالین میں ہے روی ابن المنذر عن قتادۃ فی قولہ بل یرید کل امرء منہم ان

یوتی صحفا منشرۃ قال قد قال قائلون من الناس للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سرک ان نبایعک فاتنا بکتاب خاصۃ یامرنا باتباعک۔ ابن منذر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالے کے اس قول کے متعلق روایت کیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ کھلا ہوا صحیفہ دیا جائے"۔ قتادہ کہتے ہیں کہ لوگوں میں سے سرداروں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ کو یہ چیز پسند ہو کہ ہم آپ کی بیعت کریں تو ہمیں خصوصی مکتوب لاکر دو جس میں ہمیں آپ کی اتباع کا حکم ہو۔ کمافی۔ آگے ارشاد ہے

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ۔ تو جسے اللہ راہ دکھانا چاہے تو کھول دیتا ہے سینہ اس کا اسلام کے لیے۔

اس طرح کہ اس میں نور ڈال دیتا ہے اور کشادہ کر دیتا ہے اس کے لیے اور اسے قبول کر لیتا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا۔ صاحب تفسیر ابوالسعود فرماتے ہیں کہ فیفسح لہ کے یہ معنی ہیں کہ اس کے لیے کشادہ کر دیا جاتا ہے اور یہ کنایہ ہے اس امر کی طرف کہ اس کا نفس اس قابل کر دیا جاتا ہے کہ وہ قبول حق کے قابل ہو اور اس میں حلول نور کے لیے منافی اور جو باتوں سے منع کیا گیا ہے اس سے اجتناب کی استعداد پیدا ہو جائے اور اسی طرف حضور سید یوم النشور نے اشارہ فرمایا جبکہ حضور سے سوال ہوا تو فرمایا وہ ایک نور ہے جو مومن کے دل میں ڈال دیا جاتا ہے تو اس سے انشراح ہو جاتا ہے۔ اور وسعت قبول پیدا ہو جاتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا حضور اس کی کوئی علامت ہے جس سے وہ پہچانا جائے فرمایا ہاں رجحان دار خلود کی طرف اور اعراض و تنفر دار غرور سے اور موت کے لیے مستعد رہنا اس کے آنے سے پہلے (ابوالسعود)

وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا۔ اور جسے گمراہ کرنا چاہے سینہ اس کا قبول حق سے نہایت تنگ کر دیتا ہے۔

كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ۔ تو گویا اسے ایسی دشواری محسوس ہوتی ہے جیسے اس کو آسمان پر چڑھنا پڑ رہا ہو اس کے اندر ایمان داخل ہو نہیں سکتا۔ حق کو قبول کرنا سخت دشوار ہوتا ہے۔ تفسیر جمل میں ہے جبکہ اسے مکلف بالایمان کیا جائے تو اسے سخت ناگوار ہوتا ہے۔

كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اسی طرح ڈال دیتا ہے اللہ تعالے ان پر ناپاکی جو ایمان نہیں لاتے۔ یونہی کرتا ہے اللہ ان پر رجس یعنی عذاب یا شیطان اس پر مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہ لانے والا ہو۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا۔ اور یہ ہے راستہ آپ کے رب کا بالکل سیدھا جس پر اے محبوب آپ ہیں راہ سیدھی ہے ایسی سیدھی کہ اس میں کجی نہیں یعنی اسلام آپ کے رب تک پہنچانے والا راستہ ہے۔

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ بے شک ہم نے مفصل بیان کر دیں اپنی آیتیں نصیحت ماننے والوں کو۔ یعنی جن میں نصیحت قبول کرنے کی قابلیت ہے وہ اس سے نفع حاصل کرتا ہے۔ دوسرا نہیں۔

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے ہاں اور وہی ان کا دوست ہے بسبب ان نیک اعمال کے جو وہ کیا کرتے تھے دارالسلام جنت ہے۔ جہاں ان کا استقبال باہم ملاپ یا سلام سے ہوگا۔ عند ربہم اللہ کے پاس موجود۔ ولی سے مراد محبت کرنے والا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے اللہ ان سے محبت رکھتا ہے یہ ان کے کاموں کا پھل ہے۔

يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا۔ اور جس دن جمع کرے گا اللہ تعالٰے ان سب کو اور فرمائیگا۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ۔ اے جنوں کے گروہ بہت گمراہ کیا تم نے انسانوں کو۔ یحشر، حشر سے بنا اس کے معنی جمع ہونا ہے۔

ہُم سے مراد تمام کفار ہیں خواہ جنات سے ہوں یا انسانوں سے۔ جمیعًا۔ کفار جن وانس کا حشر ایک ساتھ ہوگا یہ سب ایک جگہ اکٹھے کیے جائیں گے۔

مَعْشَر عشر سے بنا۔ اصطلاح میں ایک شخص کے تمام قرابت والوں کو عشیرہ کہتے ہیں، جن کے لغوی معنی چھپنا ہے جن ایسی مخلوق ہے جو عام نظروں سے غائب رہتی ہے مختلف شکلوں میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ ان میں بعض مومن ہیں اور بعض کافر ہیں، جنات میں مومن، متقی، عالم، ولی سب ہوتے ہیں۔ یہاں کافر جنات مراد ہیں انہی سے خطاب ہے کیونکہ کافر جنات مختلف ہوتے ہیں بعض کا کام نمازیں وسوسے ڈالنا ہوتا ہے۔ بعض انسانوں کے ساتھ رہتے ہیں اسی لیے یا معشر فرمایا گیا کہ اے جنات کے گروہ اسْتَكْثَرْتُم۔ استکثار سے بنا اس کے معنی بہت پر قبضہ کرنا یعنی اے کافر جن و شیطانوں تم نے بہت سے انسانوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا کہ انہیں بہکا کر کافر بنا دیا۔

وَقَالَ اَوْلِيٰٓـؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ۔ اور کہیں گے ان کے دوست انسانوں میں سے۔

رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ اے ہمارے رب فائدہ اٹھایا ہم نے ایک دوسرے سے۔

وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا۔ اور پہنچ گئے ہم اپنی اس میعاد کو جو تونے ہمارے لیے مقرر کردی تھی۔

جن وانس اعتراف جرم کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم ایک دوسرے سے خوب لطف اندوز ہوئے اور ساری عمر نافرمانی میں برباد کر کے اب تیرے حضور میں حاضر ہوئے ہیں جنوں نے انسانوں سے یہ لطف حاصل کیا کہ وہ ان کو بہکاتے رہتے اور انسان بہک کر بربادی کا راستہ اختیار کرتے رہے۔ اور خلاف شریعت چیزیں ان کی نظر میں دلکش بن گئیں اور

مجمل میں اس کی وضاحت تین طور پر کی ہے، اول یہ جو تفسیر خازن نے بیان کی۔

استمتع الانس بالجن والجن بالانس۔ فاما استمتاع الانس بالجن۔ فقال الکلبی کان الرجل فی الجاھلیۃ اذا سافر فنزل بارض قفر خاف علی نفسہ الجن فقال اعوذ بسید ھذا الوادی من شر سفھاء قومہ فیبیت فی جوارھم۔ آدمی کا نفع حاصل کرنا جن سے اور جن کا آدمی سے

تو استمتاع الانس بالجن کے متعلق کلبی فرماتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ رویہ تھا کہ جب مسافرت میں جنگل کے کسی میدان میں ٹھہرتے تو وہ جن سے خوفزدہ ہو کر کہتا اعوذ بسید ھذا الوادی من شر سفھاء قومہ میں اس جنگل کے سردار سے پناہ مانگتا ہوں اسکی قوم کے بیوقوفوں کی برائی سے تو وہ اس کی پناہ میں سو جاتا۔

اور جن کا انسان سے استمتاع یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم سے روکیں انسانوں کو یہاں تک کہ وہ ہم سے پناہ لیں۔ تو اس سے ان کا شرف بڑھتا ہے اور وہ اپنی جنس میں عظمت حاصل کر لیتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ استمتاع انس جن سے یہ ہے کہ ان کے دل میں جادو اور کہانت وغیرہ سے آسانیاں حاصل کرنے کی رغبت پیدا کردی جاتی ہے تو اس سے گمراہی اور ارتکاب معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ استمتاع انسان جن سے یہ ہے کہ وہ شہوات وغیرہ اس میں حاصل کریں اور استمتاع جن انس سے یہ ہے کہ اس کی پیروی میں وہ گمراہی کی طرف جائے اور اس کے حکم کی تعمیل کرے (مجمل) آگے ارشاد ہے۔

وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا۔ اور ہم پہنچ گئے اپنی اس میعاد کو جو تونے ہمارے لیے مقرر

کی اور وہ قیامت ہے اور اس دن اسے حسرت و ندامت ہوگی۔

قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۔ تو اللہ تعالیٰ زبان ملائکہ سے فرمائے گا آگ تمہارا ٹھکانہ ہے کہ ہمیشہ رہو اس میں مگر جسے چاہے اللہ۔

جس وقت چاہے نکال لے اس سے اور بجائے کھولتا پانی پینے سے جیسا کہ فرمایا ثم الی مرجعکم پھر تمہارا لوٹنا میری طرف ہے نہ کہ آگ کی طرف۔

ابن عباس فرماتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ جان لے کہ وہ جہنم سے نکلنے کے قابل ہے اور الا ماشاء اللہ میں ما بمعنی مَنْ ہے یعنی جس شخص کو اللہ چاہے آخر میں فرمایا۔

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

بے شک تیرا رب حکیم ہے اپنی صنعت کمال ہیں اور علیم ہے اپنی مخلوق میں ہر معاملہ میں اور ایسے ہی جیسے نافرمان انسان اور جن ایک دوسرے سے تمتع ہوئے ظالموں میں ایک دوسرے کو مسلط کرتے ہیں بدلہ ان کی کرنی کا جو کرتے ہیں معاصی و نافرمانی سے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع بست ویکم سورۃ انعام رکوع سوم پ ۸

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝	اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ کیا نہ آئے تھے تمہارے پاس تم میں سے رسول جو پڑھتے تھے تم پر میری آیتیں اور ڈراتے تمہیں اس دن کے دیکھنے سے کہیں گے ہم نے گواہی دی اپنی جانوں پر اور فریب دیا انہیں حیات دنیا نے اور گواہی دی انہوں نے خود اپنی جانوں پر کہ وہ کافر تھے۔
ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝	یہ اس لیے کہ نہیں تیرا رب تباہ کرنے والا بستیوں کو ظلم سے اور ان کے اہل بے خبر ہوں۔
وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝	اور ہر ایک کے لیے درجے ہیں ان کے کاموں سے اور نہیں تیرا رب بےخبر ان کے اعمال سے۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِن بَعْدِكُم مَّا يَشَاءُ كَمَا أَنشَأَكُم مِّن ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ ۝

اور (اے محبوب) تمہارا رب غنی ہے رحمت والا ہے اگر وہ چاہے تو لے جائے تمہیں اور جیسے چاہے تمہاری جگہ لے آئے تمہارے بعد جیسے تمہیں اوروں کی اولاد سے پیدا کیا۔

إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ۝

بے شک جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ضرور آنے والی ہے اور تم تھکا نہیں سکتے۔

قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝

فرما دیجئے اے میری قوم کام کیے جاؤ اپنی جگہ میں میں اپنا کام کرتا ہوں تو اب جاننا چاہتے ہو کس کے لیے ہوتا ہے آخرت کا گھر بے شک نہیں فلاح پاتے ظالم۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا ۖ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝

اور کرتے ہیں اللہ کے لیے جو مویشی پیدا کیے ان میں ایک حصہ اس کا ٹھہرایا تو بولتے یہ اللہ کا ہے ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا تو جو ان کے شریکوں کا ہے وہ تو خدا کو نہیں پہنچتا اور جو خدا کا ہے تو وہ ان کے شریکوں کو پہنچتا ہے کتنا برا حکم لگاتے ہیں۔

وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝

اور ایسے ہی بھلا کر دکھایا مشرکوں کو ان کے شریکوں نے ان کی اولاد کا قتل تاکہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین ان پر مشتبہ کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو ایسا نہ کرتے تو تم انہیں چھوڑ دو اور ان کے افتراء کو۔

وَقَالُوا هَٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَن نَّشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ

اور کہتے ہیں یہ مویشی اور کھیتی روکی ہوئی ہے اسے نہیں کھا سکتا مگر وہ جسے ہم چاہیں اپنے زعم باطل میں اور کچھ مویشی ہیں جن پر سواری حرام کر دی گئی اور کچھ مویشی ہیں جن کے ذبح پر اللہ کا

عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ط سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ٥

نام نہیں لیتے جھوٹ افترا ہے اللہ پر عنقریب بدلہ دے گا انہیں ان کے افتراء کا۔

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ٥

اور کہتے ہیں جو ان مویشیوں کے پیٹ میں ہے وہ صرف ہمارے ذکور کا ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر ہو مرا ہوا تو وہ سب اس میں شریک ہیں قریب ہے کہ اللہ انہیں ان کی باتوں کا بدلہ دیگا بے شک وہ حکمت والا علم والا ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ط قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ٥

بے شک نقصان میں ہوئے وہ جو قتل کرتے ہیں اپنی اولاد کو حماقت سے جہالت میں اور حرام ٹھہراتے ہیں وہ جو رزق دیا انہیں اللہ نے جھوٹ باندھتے ہیں اللہ پر بے شک بہک گئے وہ اور نہیں وہ راہ پانے والے۔

حل لغات رکوع بست ویکم سورۃ انعام رکوع سوم پ۸

یا۔ اے	معشر۔ جماعت	الجن۔ جنوں	و۔ اور
الانس۔ انسانوں کی	ا۔ کیا	لم۔ نہ	یاتکم۔ آئے تمہارے پاس
رسل۔ رسول	منکم۔ تم میں سے جو	یقصون۔ بیان کرتے	علیکم۔ تم پر
ایتی۔ میری آئتیں	و۔ اور	ینذرونکم۔ ڈراتے تم کو	
لقاء۔ ملاقات	یومکم۔ دن تمہارے	ھذا۔ اس سے	قالوا۔ کہیں گے
شھدنا۔ گواہی دی ہم نے	علی۔ اوپر	انفسنا۔ اپنی جانوں کے	و۔ اور
غرتھم۔ دھوکا دیا ان کو		الحیوۃ۔ زندگی	الدنیا۔ دنیا نے
و۔ اور	شھدوا۔ گواہی دینگے	علی۔ اوپر	انفسھم۔ اپنی جانوں کے
انھم۔ کہ وہ	کانوا۔ تھے	کافرین۔ کافر	ذلک۔ یہ

ان۔اس لیے کہ	لم۔نہیں	یکن۔ہے	ربک۔رب تیرا
مهلک۔ہلاک کرنے والا	القری۔کسی بستی کو	بظلم۔ظلم سے	و۔اور
اهلها۔اس کے رہنے والے	غافلون۔بےخبر ہوں	و۔اور	لکل۔ہر ایک کے لیے
درجت۔درجے میں	مما۔اس سے جو	عملوا۔عمل کیا انہوں نے	و۔اور
ما۔نہیں	ربک۔تیرا رب	بغافل۔بے خبر	عما۔اس سے جو
یعملون۔عمل کرتے ہیں	و۔اور	ربک۔تیرا رب	الغنی۔بے پروا ہے
ذو۔صاحب	الرحمۃ۔رحمت	ان۔اگر	یشأ۔چاہے
یذهبکم۔لے جائے تم کو		و۔اور	یستخلف۔لے آئے
من بعد۔بعد	کم۔تمہارے	ما۔جسے	یشاء۔چاہے
کما۔جیسا	انشا۔پیدا کیا	کم۔تم کو	من ذریۃ۔اولاد
قوم۔قوم	اخرین۔دوسری سے	ان۔بیشک	ما۔جو
توعدون۔وعدہ دیئے جاتے ہو تم		لآت۔ضرور آنیوالا ہے	و۔اور
ما۔نہیں	انتم۔تم	بمعجزین۔عاجز کرنے والے	قل۔کہہ دیں
یا۔اے	قوم۔میری قوم	اعملوا۔کام کرو	علی۔اوپر
مکانتکم۔اپنی جگہ کے	انی۔بیشک میں	عامل۔عمل کرنیوالا ہوں	فسوف۔تو جلدی
تعلمون۔جانو گے تم	من۔کہ کس کے لیے	تکون۔ہوتا ہے	لہ۔اس کے لیے
عاقبۃ۔آخرت کا	الدار۔گھر	انہ۔بیشک	لا۔نہیں
یفلح۔خلاصی پاتے	الظالمون۔ظالم	و۔اور	جعلوا۔بنائے انہوں نے
للہ۔اللہ کے لیے	مما۔اس سے جو	ذرأ۔پیدا کیا	من۔بعض
الحرث۔کھیتی	و۔اور	الانعام۔مویشی	نصیبا۔حصے
فقالوا۔تو بولے	هذا۔یہ	للہ۔اللہ کا حصہ ہے	بزعمہم۔انکے خیال ہیں
و۔اور	هذا۔یہ	لشرکائنا۔ہمارے شریکوں کا ہے	
فما۔پھر جو	کان۔ہوتا	لشرکائہم۔انکے شریکوں کا	فلا۔تو نہ
یصل۔پہنچتا	الی۔طرف	اللہ۔اللہ کی	و۔اور
ما۔جو	کان۔ہوتا	للہ۔اللہ کا	فہو۔تو وہ

یصل۔ پہنچتا	الی۔ طرف	شرکائہم انکے شریکوں کے	ساء۔ برا ہے
ما۔ جو	یحکمون فیصلہ کرتے ہیں	و۔ اور	کذلک۔ اسی طرح
زین۔ خوشنما بنایا	لکثیر۔ بہت	من المشرکین۔ مشرکوں کے لیے	
قتل۔ قتل کرنا	اولاد۔ اولاد	ھم۔ اپنی کو	شرکاء۔ شریکوں
ھم۔ انکے نے	لیردو۔ تاکہ ہلاک کریں	ھم۔ ان کو	و۔ اور
لیلبسوا۔ تاکہ مشتبہ کریں	علیہم۔ ان پر	دینہم۔ ان کا دین	و۔ اور
لو۔ اگر	شاء۔ چاہتا	اللہ۔ اللہ	ما۔ تو نہ
فعلو۔ کرتے	ہ۔ ایسا	فذر۔ تو چھوڑ	ہم۔ ان کو
و۔ اور	ما۔ جو	یفترون جھوٹ بناتے ہیں	و۔ اور
قالوا۔ بولے	ھذہ۔ یہ	انعام۔ جانور	و۔ اور
حرث۔ کھیتی	حجر۔ اچھوتی ہے	لا۔ نہیں	یطعمہا۔ کھائے گا انکو
الا۔ مگر	من۔ جسے	نشاء۔ ہم چاہیں	بزعمہم۔ انکے خیال میں
و۔ اور	انعام۔ کچھ جانور ہیں کہ	حرمت۔ حرام کی گئی	ظہور۔ سواری
ھا۔ ان پر	و۔ اور	انعام۔ کچھ جانور ہیں کہ	لا۔ نہیں
یذکرون۔ ذکر کرتے	اسم۔ نام	اللہ۔ اللہ کا	علیہا۔ اس پر
افتراء۔ جھوٹ باندھ کر	علیہ۔ اس پر	سیجزیہم۔ جلدی بدلہ دیگا ان کو	
بما۔ جو	کانوا۔ تھے وہ	یفترون۔ جھوٹ بناتے	و۔ اور
قالوا۔ کہا انہوں نے	ما۔ جو	فی۔ بیچ	بطون۔ پیٹوں
ھذہ۔ ان	الانعام۔ جانوروں کے ہے		خالصۃ۔ خالص ہے
لذکور۔ مردوں	نا۔ ہمارے کے لیے	و۔ اور	محرم۔ حرام ہے
علی۔ اور	ازواجنا۔ ہماری عورتوں کے	و۔ اور	ان۔ اگر
یکن۔ ہو	میتۃ۔ مردہ	فہم۔ تو وہ	فیہ۔ اس میں
شرکاء۔ شریک ہیں	سیجزیہم۔ جلدی بدلہ دے گا ان کو		وصفہم۔ انکی باتوں کا
انہ۔ بے شک وہ	حکیم۔ حکمت والا	علیم۔ جاننے والا ہے	قد۔ بے شک
خسر۔ نقصان اٹھایا	الذین۔ ان لوگوں نے کہ	قتلوا۔ قتل کیا	اولادھم۔ اپنی اولاد کو

سفہا بیوقوفی سے — بغیر۔ بغیر — علم۔ علم کے — و۔ اور

حرموا۔ حرام کیا انہوں نے — ما۔ جو — رزقہم۔ رزق دیا ان کو — اللہ۔ اللہ نے

افتراء۔ جھوٹ بنا کر — علی۔ اوپر — اللہ۔ اللہ کے — قد۔ بیشک

ضلوا۔ گمراہ ہوئے — و۔ اور — ما۔ نہ — کانوا۔ ہوئے

مھتدین۔ ہدایت پانے والے۔

مختصر تفسیر رکوع بست و یکم سورۃ انعام و رکوع سوم پ ۸

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ وَیُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَشَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ ۝ اے گروہ جنوں اور انسانوں کے کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول تم ہی میں سے سناتے تھے تمہیں ہماری آیتیں اور ڈراتے تھے تمہیں تمہاری اس دن کی ملاقات سے کہیں گے ہم گواہی دیتے ہیں اپنے خلاف کہ وہ کفر کرتے رہے تھے۔

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ اے گروہ جن اور انسانوں کے کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول تم میں سے۔

ضحاک سے مروی ہے کہ جن کی طرف جو رسول بھیجا وہ ان میں سے تھا جیسے انس کی طرف انہیں میں سے بھیجا اس لیے کہ مجانست جنسی وجہ انس ہوتی ہے اور یہ معنی آیہ کریمہ کے ظاہر معنے کی بنا پر ہیں۔ لیکن ضحاک کے علاوہ دوسرے تمام اس طرف گئے کہ رسول خصوصیت سے انسان ہی ہوئے اور آیۂ کریمہ میں انما حصر کے لیے فرمایا کہ رسل منکم جو فرمایا وہ اس بنا پر کہ خطاب میں منادٰی سے ثقلین کو بنایا تو دونوں منادی ایک ہی ہوئے۔ اگرچہ جن من حیث الجن جن ہیں اور انس من حیث الانس انس ہیں لیکن خطاب میں دونوں کو ایک ہی فرمایا جیسے قرآن کریم میں ہے یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان۔ حالانکہ موتی سمندر سے نکلتا ہے اور مرجان نمک سے مگر منہما دونوں کے لیے فرمایا۔

یا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ جو رسول ہوئے وہ سب اللہ کے نبی ہیں (تفسیر نسفی) چنانچہ علامہ آلوسی بھی فرماتے ہیں۔

الم یاتکم فی الدنیا رسل من عند اللہ عزوجل کائنۃ منکم ای من جملتکم لکن لا علی ان یاتی کل رسول کل واحدۃ من الامم ولا علی ان اولئک الرسل علیہم السلام من جنس الفریقین معا بل علی ان یاتی کل امۃ رسول خاص بہا وعلی ان تکون من الانس خاصۃ اذ المشہور انہ لیس من الجن رسل وانبیاء (روح المعانی)

الم یاتکم یعنی کیا نہ آئے تمہارے پاس دنیا میں رسول اللہ عزوجل کے پاس سے جو تھے تم میں سے یعنی تم ہی میں سے تھے نہ یہ کہ ہر رسول ہر ایک جماعت کے لیے علیحدہ آیا اور نہ اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ رسول فریقین کی جنس سے علیحدہ علیحدہ تھے بلکہ یہ مطلب ہے کہ ہر امت کے لیے رسول آیا اور ایسے آیا کہ وہ جنس انس سے خاص تھا اس لیے کہ یہ مشہور قول سے ثابت ہے کہ قوم جن میں نبی اور رسول نہیں ہوئے (روح المعانی)

اور فراء کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ ہے عموماً رسل الرسل ہر جماعت سے اسکی جنس سے ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ جنوں نے قرآن کریم سن کر اپنی قوم میں اسے پہنچایا حیث قال واذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن فلما حضروہ قالوا انصتوا فلما قضی ولوا الی قومہم منذرین یعنے جبکہ ہم نے پھیرے کتنے جن کان لگا کر قرآن سنتے پھر جب وہاں حاضر ہوئے تو آپس میں بولے خاموش رہو پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے پ ۲۶ ع ۴ (روح المعانی) آگے فیصلہ فرماتے ہیں۔

وادعی بعض قیام الاجماع علی انہ لم یرسل الی الجن رسول منہم وانما ارسل الیہم من الانس۔ یعنی اس امر پر اجماع ہے کہ جنوں میں انہیں سے ہرگز کوئی رسول نہیں مبعوث ہوا البتہ ان کی طرف انس سے رسول مبعوث ہوا۔ دوسرا قول کلبی سے یہ بھی ہے۔

قال کان الرسل یرسلون الی الانس حتی بعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی الانس والجن پہلے انسانوں کی طرف ہی رسول ہوتے رہے حتی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت انس وجن کے لیے ہوئی (روح المعانی)

یقصون علیکم ایتی یقرؤن کتابی ویبینون لکم لقاء یومکم ھذا یعنی یوم القیمۃ قالوا شہدنا علی انفسنا الوجوب الحجۃ علینا وتبلیغ الرسل الینا وغرتہم الحیوۃ الدنیا وشہدوا علی انفسہم انہم کانوا کفرین بالرسل ذلک اشارۃ الی ما تقدم من بعثۃ الرسل الیہم ان لم یکن ربک مہلک القری بظلم واھلہا غافلون تعلیل

ای الامر ما قصصنا علیک لانتفاء کون ربک مہلک القری بظلم علی ان ان مصدریۃ۔

والمعنی لان الشان والحدیث ان لم یکن ربک مہلک القری بظلم بسبب ظلم اقترحوا علیہ او ظالما علی انہ لو اہلک و ہم غافلون لم ینبہوا برسول و کتاب فکان ظالما و ہو متعال عنہ

تم پر پڑھتے ہیں میری آیتیں اور تمہیں ڈراتے ہیں یہ دن ملنے سے یعنی قیامت کے دن سے کہیں گے گواہی دی ہم نے اپنی جانوں پر تاکہ ہم پر حجت الٰہی اور تبلیغ رسول قائم ہو اور انہیں فریب دیا دنیا کی زندگی نے اور گواہی دیں گے اپنی جانوں پر کہ وہ کافر و منکر تھے رسولوں سے۔

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۔ یہ اشارہ ہے بعثت رسل کی طرف اس لیے ہے کہ نہیں تیرا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کو ظلم سے کہ اس کے رہنے والے بے خبر ہوں۔

ذٰلک سے بعثت انبیاء کی طرف اشارہ ہے اس سے حکم کی علت بیان کی گئی ہے کہ اللہ کی شان عدل کے خلاف ہیں ہے کہ وہ بستیوں کو ان کی بے خبری کے عالم ہیں ہلاک کردے وہ اس قسم کے اقدام سے بلند و بالا و پاک ہے تفسیر نسفی۔

بلکہ قانون الٰہی یہ ہے کہ اول رسول بھیجے جاتے ہیں وہ انہیں ہدایت فرماتے ہیں۔ معجزات دکھا کر حجتیں قائم کرتے ہیں اس پر بھی وہ سرکشی کریں تو ہلاک کیے جاتے ہیں یعنی ہم شہادت دیتے ہیں کہ تیرے رسولوں نے ہم کو تیرا پیغام پہنچا دیا تھا اور ہم نے ان کو ماننے سے انکار کردیا تھا۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۔ ہر ایک کے لیے درجے ہیں اس کے اعمال کے سبب

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۔ اور آپ کا رب ان کے اعمال سے لاعلم نہیں۔

ولکل مکلفین درجات منازل مما عملوا من جزاء اعمالہم وبہ استدل ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ تعالے علی ان للجن الثواب بالطاعۃ لانہ ذکرہ عقیب ذکر الثقلین وما ربک بغافل عما یعملون ۔ وربک الغنی عن عبادہ وعن عبادتہم ذوالرحمۃ علیہم بالتکلیف لیعرضہم للمنافع الدائمۃ ان یشأ یذہبکم ایہا الظلمۃ ویستخلف من بعدکم ما یشاء من الخلق للطبع کما انشاء کم من ذریۃ قوم

آخرین من اولاد قوم آخرین لم یکونوا علی مثل صفتکم وھم اھل سفینۃ نوح علیہ السلام (تفسیر نسفی) ترجمہ
اور ہر ایک مکلف احکام کے لیے درجے ہیں یعنی منزلیں ان کے عملوں کے مطابق جزاء عمل ہیں اس سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے استدلال کیا کہ جنوں کو بھی ثواب طاعت ملے گا اس لیے کہ ثقلین سے خطاب فرمانے کے بعد یہ فیصلہ فرمایا گیا اور مطلع کیا کہ تیرا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے اور اے محبوب تمہارا رب بے پروا ہے رحمت والا ہے اپنے بندوں کے ساتھ اور ان کی عبادتوں سے اور ان کے منافع دائمہ کے لیے۔
آگے منادی محذوف کا مفہوم نکلتا ہے گویا فرمایا اے لوگو اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے تمہارے مظالم کی وجہ سے یعنی ہلاک کر دے اور جیسے چاہے تمہاری جگہ لائے مطیع لوگوں کو تمہارے ہلاک کے بعد جیسے تمہیں اوروں کی نسل سے پیدا کیا جس میں تمہاری خصلتیں نہ ہوں جیسے سفینہ نوح علیہ السلام والے۔
وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ۔ اور آپ کا رب بے نیاز ہے۔
ذُو الرَّحْمَةِ۔ وہ اپنی مخلوق پر رحمت کرنے والا ہے
اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ۔ اے اہل مکہ اگر وہ چاہے تو تمہارے گناہوں کی پاداش میں تم کو فنا کر دے
وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ۔ اور تمہارے بعد تمہاری جگہ جس کو چاہے پیدا کر دے
كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ جس طرح تم کو دوسری قوم کی نسل سے اس نے پیدا کر دیا ہے۔
اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ۔ بے شک جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے (انما کا ما بمعنی الذی ہے) یعنی وہ جس کا تم سے وعدہ کیا ہے بعث اور حساب اور ثواب و عذاب سے وہ ضرور آنے والی ہے اور تم تھکا نہیں سکتے۔
یہ رد ہے ان کے اس قول کا کہ مَنْ مَاتَ فَقَدْ فَاتَ۔ جو مر گیا وہ فوت ہو گیا۔ یہ غلط ہے بلکہ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور آئے گی خواہ قیامت ہو یا مرنے کے بعد فقط یا حساب یا ثواب و عذاب۔
قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ

الشّٰد۔ فرما دیجئے اے میری قوم تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ یعنی جتنی تم میں طاقت اور جس قدر تمہارے امکان میں ہے کیئے جاؤ اور میں اپنا کام کرتا ہوں یعنی تم اپنے کفر پر اور عداوت اسلام پر اپنی حد قوت تک قائم رہو اور میں اسلام پر قائم ہوں یہ بطریق توبیخ و تہدید و وعید فرمایا گیا اور آخر میں سنا دیا کہ عنقریب جان لوگے کہ کس کا گھر آخرت کا گھر ہے یعنی ہم میں کس کے لیے انجام کار اچھا ہوا اور کسے آخرت کا اچھا گھر ملا یہ طریقہ انذار نہایت لطیف ہے آگے فرمایا۔

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ بے شک ظالم کامیاب نہیں ہوتے۔ یہاں ظالم سے مراد کافر و مشرک ہے۔

آگے اس رسم جاہلیت کا تذکرہ ہے جس کی مذمت کر کے تنبیہ فرمائی گئی اس لیے کہ کفار و مشرکین عرب میں یہ دستور تھا کہ وہ اپنی کھیتیوں باغوں کے پھلوں اور چوپایوں کے بچوں اور تمام مالوں میں سے ایک حصہ اللہ کا مقرر کرتے اور ایک حصہ بتوں کا تو جو حصہ اللہ کے لیے مقرر کرتے وہ تو مہمانوں اور مسکینوں اور غریبوں پر خرچ کر دیتے اور جو حصہ بتوں کے لیے مقرر کرتے وہ خاص ان پر اور ان کے خدام پر صرف کرتے۔

اور جو حصہ اللہ کے لیے مقرر کرتے اس میں سے اگر کچھ بتوں والے حصہ میں مل جاتا تو اسے اسی طرح چھوڑ دیتے۔ اور کہتے تھے کہ خدا محتاج نہیں اس کو اس کی حاجت نہیں۔
لیکن اگر بتوں کے حصہ سے کچھ اس حصہ میں مل جاتا جو خالص اللہ تعالے کے لیے تھا تو اسے نکال کر بتوں ہی حصہ میں شامل کرتے اس آیت کریمہ میں ان کی جہالت اور بے عقلی کا ذکر فرما کر انہیں تنبیہ کی گئی چنانچہ ارشاد ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

اور اللہ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کیے ان میں سے ایک حصہ نکالا تو بولے یہ اللہ کا ہے ان کے زعم باطل میں اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے ان کے گمان میں یعنی وہ یہ گمان کرتے تھے کہ یہ اللہ کا حصہ ہے حالانکہ اس قسم کے تقاسم کا اللہ تعالے نے کوئی حکم نہیں دیا تو جو وہ جو ان کے شریکوں کا ہے وہ تو خدا کو نہیں پہنچتا یعنے وہ خدا کو نہیں ملتا جو مساکین و مہمان میں خرچ کرتے ہیں اور جو خدا کا حصہ ہے وہ ان شریکوں کو پہنچتا ہے۔

روایت ہے کہ مشرکین کھیتی وغیرہ میں سے اور جانوروں [illegible] اللہ کے لیے حصہ رکھتے

اور جو حصہ بتوں کے نام کا نکالتے اگر وہ زیادہ ہو جاتا تو بتوں کے نام پر ہی رکھ دیتے اور کہتے بیشک اللہ غنی ہے اور یہ بتوں کی محبت میں ایسا کرتے اسکی آگے مذمت کی گئی۔

سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ۔ برا ہے جو ان کا فیصلہ ہے

یعنی اللہ کے مقابلہ میں جو بتوں کے ساتھ ان کا معاملہ ہے جس کا نہ شرع میں کوئی قانون ہے نہ کوئی فیصلہ یہ بہت برا رواج ہے اور انتہا درجہ کے جہل میں گرفتار ہیں کہ خالق و رازق کی عزت و جلال کی انہیں ذرا بھی تمیز نہیں اور انکا فساد عقل اس حد تک پہنچ گیا کہ انہوں نے بے جان بتوں پتھر کی تصویروں کو کارساز علیم کے مساوی سمجھ لیا اور جو حصہ انہوں نے اللہ کے لیے مقرر کیا وہی حصہ بتوں کے لیے مقرر کر دیا اس کے بعد ان کے جہل و ضلال کی ایک اور کیفیت بیان کی جاتی ہے۔

وَکَذٰلِکَ زَیَّنَ لِکَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَکَآؤُهُمْ لِیُرْدُوْهُمْ وَلِیَلْبِسُوْا عَلَیْهِمْ دِیْنَهُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ۔ اور اسی طرح بہت مشرکوں کے خیال میں ان کے معبودوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کو برباد کریں اور ان کے مذہبی طریقہ کو مشتبہ کر دیں ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ایسا نہ کرتے اور نہ افتراء کرتے۔

قتل سے مراد لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا اور دیوتاؤں کے نام بھینٹ چڑھانا۔ شرکاء سے مراد بتوں کے مجاور جو قتل اولاد کی ترغیب دیتے تھے اور لوگ منت مان لیتے تھے کہ اگر میرے یہاں اتنے لڑکے پیدا ہو گئے تو میں ایک کو بھینٹ چڑھا دوں گا

کَذٰلِکَ ۔ مفعول محذوف کی صفت ہے یعنی جس طرح کھیتی اور چوپاؤں کی تقسیم کو ان کے معبودوں نے مستحسن بنایا تھا۔

روح المعانی میں ہے اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کو خوشنما بنا کر دکھایا یعنی جیسے کہ خوشنما بنا کر دکھایا ان کو مال کے حصے کرنا اور بیٹیوں کو زندہ دفن کر دینا ۔ یہ لوگ چھوٹی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے اور اس قتل کی نیت میں دو فریق تھے ایک فریق کا کہنا تھا کہ چونکہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں (معاذ اللہ) لہذا بیٹیوں کو خدا کے ساتھ ملا دو وہ ان کا زیادہ حقدار ہے اور دوسرا فریق خرچ کے ڈر سے ان کو مار ڈالتا تھا بعض کہتے ہیں کہ خرچ کے ڈر سے بھی اور عار کی وجہ سے بھی حسن اور ایک جماعت کا یہی خیال ہے۔

لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کی رسم اس طرح پڑی کہ قیس نامی ایک آدمی تھا اس کے جب بھی کوئی بیٹی پیدا ہوتی تو اسے زندہ دفن کر دیتا آہستہ آہستہ یہ رسم عرب لوگوں میں عام ہو گئی۔

اور ایسے ہی بہت سے مشرکوں کی نظر میں بھلا کر دکھایا یعنی جیسے ان کی نظر میں تجزیہ مال وغیرہ اولاد کا قتل ان کے شریکوں نے بھلا کر دکھایا۔ یہاں شریکوں سے مراد وہ شیاطین ہیں جن کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت کر رہے ہیں تاکہ انہیں ہلاک کریں اغوا کر کے اور انکا دین ان پر مشتبہ کر دیں کیونکہ یہ لوگ پہلے دین اسمٰعیل پر تھے حتیٰ کہ انہیں شرک کی طرف پھیلا دیا۔

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ایسا نہ کرتے۔ اس آیت میں یہ استدلال ہے کہ تمام کائنات مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ۔ تو تم انہیں چھوڑ دو ان کی افتراء پردازیوں میں۔ اس لیے کہ افتراء کا ضرر انہیں پر ہے نہ کہ تم پر اور نہ ہم پر۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مویشی اور کھیتی اور چوپائے اللہ کے نام اور بتوں کے نام پر رکھتے ہیں وہ ممنوع ہیں حجر ہیں یعنی ممنوع کی ہوئی بتوں کے لیے۔ حجر کے معنی حرام کے ہیں یا ممنوع الانتفاع کے معنی ہیں۔ مثلاً وہ جو گلا گھونٹنے سے مرا ہو پھر اس میں زیادہ اور ایک اور جمع سب برابر ہیں۔ مشرکین کا یہ رویہ تھا کہ جب دیکھتے کھیتی میں یا مویشی میں اچھی چیزیں تو وہ اپنے معبودوں کے لیے مخصوص کر دیتے اور کہتے اس مویشی اور کھیتی سے

لَا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ۔ نہ کھائے مگر وہی جسے ہم چاہیں اپنے جھوٹے گمان میں یعنی عورتیں نہ کھائیں صرف مرد اور بتوں کے مجاور یا ان بتوں کے خدام کے لیے جو مرد ہوتے تھے وقف کر دیتے تھے۔

وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا۔ اور مخصوص چوپائے جن پر سواری اور باربرداری حرام کر دی گئی تھی جن پر چڑھنا حرام ٹھہراتے۔ ان کے نام بحیرہ۔ سائبہ۔ حامی رکھتے اس کی تفصیل پارہ ۷ رکوع ۴ میں بیان ہو چکی۔

وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا۔ اور کچھ مویشی ایسے رکھتے کہ ان کے ذبح پر اللہ کا نام نہ لیتے بلکہ ان پر بوقت ذبح بتوں کا نام لیتے۔

افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ یہ جھوٹ باندھنا ہے یعنی ان جانوروں کی قسمیں مقرر کر لیتے ایک حجر جس کا کھانا حرام ہے ایک قسم وہ جس پر سواری ممنوع ہے ایک وہ جس پر عند الذبح خدا کا نام نہ لیتے اور ان اقسام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے جو محض افتراء ہے عنقریب انہیں بدلہ دے گا ان کے افتراؤں پر یہ وعید شدید فرمایا گیا۔ آگے ارشاد ہے۔

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ ۔ اور وہ کہتے ہیں کہ جو بچے ان چوپایوں کی پشت یا پیٹ میں ہیں وہ اگر زندہ نکلیں تو وہ صرف ہمارے مردوں کے لیے ہیں اور عورتوں کے لیے حرام ہیں اور اگر مردہ نکلیں تو سب مرد اور عورتیں اس میں شریک ہیں سب کے لیے حلال ہیں یعنی بحیرہ اور سائبہ کے پیٹ کے اندر کے بچے اگر زندہ برآمد ہوں تو صرف مردوں کے لیے حلال ہیں عورتیں اس سے نہیں کھا سکتیں اور اگر مرا ہو تو وہ عورت مرد کے لیے مشترک ہے یعنی کہتے تھے اگر مرا ہوا ہو ان کے پیٹوں سے تو عورتیں اس میں شریک ہیں اس لیے کہ میت کے لفظ کا اطلاق زیادہ دونوں پر آتا ہے۔

سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ۔ عنقریب اللہ ان کی ان فرضی باتوں کا بدلہ دیگا جو اپنی من مانی حرام حلال بنائی ہیں بے شک وہ حکمت والا ہے بدلہ دینے میں علم والا ہے ان کے اندرونی عقائد کو خوب جانتا ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ ۔ بے شک نقصان میں رہے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو جہالت کی وجہ سے بغیر جانے قتل کر دیا مشرکین اور اہل مکہ میں یہ جہالت تھی کہ وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے محض تنگدستی اور خوف شماتت سے احمقانہ جہالت سے حالانکہ حقیقتاً ان کا اور ان کی اولاد کا رازق اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ وہ کفار۔

وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۔ اور حرام ٹھہراتے ہیں وہ جو اللہ نے انہیں روزی دی۔ بحیرہ۔ سائبہ سے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں یعنی افترا بندی کرتے ہوئے۔ افترا مفعول لہ ہے یا مفعول مطلق۔

قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ۔ بے شک وہ گمراہ ہوئے اور راہ پانے والے نہیں حق و صواب کی طرف۔ تفسیر نسفی

شانِ نزول :۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں قبیلہ ربیعہ اور مضر کا یہ دستور تھا کہ اگر کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی تو وہ اپنی لڑکی سے کہتا کہ اگر تو اسے زندہ دفن نہ کرے تو تو مجھ پر حرام ہے یہ عورت نفاس سے فارغ ہو کر جنگل جاتی اور اپنے اعزہ کی مدد سے اس بچی کو دفن کر دیتی تاکہ کوئی داماد نہ بن سکے۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین مکہ اپنی لڑکیوں کو سنگ دلی اور بے رحمی سے زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔

ربیعہ اور مضر وغیرہ قبائل میں اس کا خاص رواج تھا اور بعض لڑکوں کو بھی ذبح کر ڈالتے فاقہ اور مفلسی کے خوف سے اس قدر بے رحم تھے کہ کتوں کو پرورش کرتے اور اولاد کو ذبح کرنے لیے آگے رکھتے اس کی مذمت میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ معالم

بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم پ ۸ سورۃ انعام

وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ

اور وہی ہے جس نے پیدا کیے باغ کچھ زمین پر پھیلے ہوئے اور بغیر پھیلے ہوئے اور کھجور اور کھیتی جس میں مختلف کھانے اور زیتون اور انار ملتے جلتے اور غیر مشابہ کھاؤ اس کے پھل سے جب پھل دے اور اس کا حق دو کٹنے کے دن اور بے جا خرچ نہ کرو بے شک وہ بیجا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ

اور مویشی میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے کچھ بچھے ہوئے کھاؤ جو اللہ نے تمہیں روزی دی اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۙ

آٹھ نر و مادہ ایک جوڑا بھیڑ کا ایک جوڑا بکری کا فرمائیں انہیں کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لیے ہوئے ہیں کسی علم سے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ

اور اونٹ سے جوڑا اور گائے سے جوڑا فرمائیں انہیں کیا اس نے دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادین یا وہ جسے دونوں مادین پیٹ میں لیے ہوئے ہیں کیا تم گواہ تھے جب اللہ نے تمہیں

بِهٰذَا ج فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○

یہ حکم دیا تو اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے تاکہ لوگوں کو جہالت سے گمراہ کرے بے شک اللہ نہیں راہ دکھاتا ظالموں کو

حل لغات رکوع چہارم پ۸ سورۃ انعام

و۔ اور	ھو۔ وہ	الذی۔ وہ ہے جس نے	انشأ۔ پیدا کیے
جنت۔ باغ	معروشات چھتے ہوئے	و۔ اور	غیر۔ بغیر
معروشات۔ چھت کے	و۔ اور	النخل۔ کھجور	و۔ اور
الزرع۔ کھیتی	مختلفا۔ مختلف ہیں	اکلہ۔ اس کے مزے	و۔ اور
الزیتون۔ زیتون	و۔ اور	الرمان۔ انار	متشابہا۔ ملتے جلتے
و۔ اور	غیر۔ نہ	متشابہ۔ ملتے	کلوا۔ کھاؤ
من۔ ان کے	ثمرہ۔ پھل	اذا۔ جب	اثمر۔ پھل دیں
و۔ اور	اٰتوا۔ دو	حقہ۔ اس کا حق	یوم۔ دن
حصاد۔ کٹائی	ہ۔ اسکی کے	و۔ اور	لا۔ نہ
تسرفوا۔ بیجا خرچ کرو	انہ۔ بیشک وہ	لا۔ نہیں	یحب۔ پسند کرتا
المسرفین۔ بے جا خرچ کرنے والوں کو		و۔ اور	من۔ بعض
الانعام۔ مویشی	حمولۃ۔ باربرداری کو	و۔ اور	فرشا۔ سواری کو
کلوا۔ کھاؤ	مما۔ اس سے جو	رزقکم۔ روزی دی تمہیں	
اللہ۔ اللہ نے	و۔ اور	لا۔ نہ	تتبعوا۔ پیروی کرو
خطوات۔ قدموں	الشیطٰن۔ شیطان کی	انہ۔ بے شک وہ	لکم۔ تمہارا
عدو۔ دشمن ہے	مبین۔ کھلا	ثمٰنیۃ۔ آٹھ	ازواج۔ جوڑے ہیں
من الضان۔ بھیڑوں سے	اثنین۔ دو	و۔ اور	من المعز۔ بکریوں سے
اثنین۔ دو	قل۔ کہو	ءٰ۔ کیا	الذکرین۔ دونوں نر

حرّم۔حرام کیے	ام۔یا	الانثیین۔دونوں مادہ	اما۔یا جو
اشتملت۔شامل ہیں	علیہ۔اس پر	ارحام۔رحم	الانثیین۔دونوں مادہ کے
نبئو۔بتاؤ	نی۔مجھ کو	بعلم۔علم سے	ان۔اگر
کنتم۔ہو تم	صدقین۔سچے	و۔اور	من الابل۔اونٹوں سے
اثنین۔دو	و۔اور	من البقر۔گائے سے	اثنین۔دو
قل۔کہہ	آ۔کیا	الذکرین۔دونوں نر	حرم۔حرام کیے اس نے
ام۔یا	الانثیین۔دونوں مادہ	اما۔یا جس پر	اشتملت۔شامل
علیہ۔ہیں	ارحام۔رحم	الانثیین۔دونوں مادہ کے ام کیا	
کنتم۔تم	شہداء۔گواہ تھے	اذ۔جب	وصکم۔حکم دیا تھا تم کو
	اللہ۔اللہ نے	بہذا۔اس کا	فمن۔تو کون
اظلم۔زیادہ ظالم ہے	ممن۔اس سے جو	افتری۔باندھے	علی۔اوپر
اللہ۔اللہ کے	کذبا۔جھوٹ	لیضل۔تاکہ گمراہ کرے	الناس۔لوگوں کو
بغیر۔بغیر	علم۔علم کے	ان۔بیشک	اللہ۔اللہ
لا۔نہیں	یہدی۔ہدایت کرتا	القوم۔قوم	الظالمین۔ظالم کو

مختصر تفسیر رکوع چہارم پ ۸ سورۃ انعام

وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا
اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ
یَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا كُلُوْا
مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ
مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ
عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ نَبِّـُٔوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ
الْبَقَرِ اثْنَیْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ
اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ؀

وہی وہ ذات ہے جس نے پیدا کیے باغ چھائے ہوئے اور کچھ بغیر چھائے ہوئے اور کھجور اور کھیتی جس میں انواع کے کھانے اور زیتون اور انار ملتے جلتے اور بغیر ملے جلے کھاؤ اس کے پھل سے جب پھل لائے اور اس کا حق دو جب وہ کٹیں اور فضول خرچ نہ کرو بے شک فضول خرچ اللہ کو پسند نہیں۔

اور مویشی میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین پر بچھے ہوئے کھاؤ اس میں سے جو روزی دی اللہ نے تمہیں اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ آٹھ جوڑے میں ایک جوڑا بھیڑ کا۔ ایک بکری کا آپ فرمائیں اس میں دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں کی مادہ پیٹ میں لیے ہوئے ہیں۔

بتاؤ مجھے اپنے علم سے اگر سچے ہو اور ایک جوڑا اونٹ کا ایک گائے کا آپ فرمائیں کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لیے ہوئے ہیں۔

کیا تم گواہ اور موجود تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر افترا اور جھوٹ باندھے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے اپنی جہالت سے بے شک اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔

اول خلاصہ تفسیر ملاحظہ ہو۔

اور وہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیے باغ زمین پر چھائے ہوئے یعنی ٹٹیوں پر قائم کیے ہوئے جیسے انگور کی بیل وغیرہ اور کچھ بغیر ٹٹیوں کے زمین پر پھیلے ہوئے جیسے کدو خربوزہ وغیرہ کی بیلیں اور کھجور اور کھیتی جس میں مختلف الالوان پھل کھانے کے رنگوں میں بھی مختلف مقدار اور ذائقہ میں بھی مختلف اور خوشبو میں بھی مختلف اور بعض متشابہ الالوان۔

اس میں حکم ہے کہ اس کا پھل کھاؤ جب پھل آجائے اور اس کا حق دو جس دن کٹے اس کے معنی یہ ہیں کہ کھیتی اور باغ کے پھلوں کا کھانا اس وقت سے مباح ہے جب سے وہ پھل لگنا شروع ہو جائے اور زکوٰۃ اس وقت لازم ہوتی ہے جب پک پکا کر کاٹ لی جائے اور پھل توڑنے کے بعد جمع کر لیے جائیں اس کے متعلق مسائل فقہیہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱:- کھر ملی گھانس اور خود رو گھانس پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔

۲:- زمین کی مذکورہ اشیاء کے علاوہ [illegible] دو قسم کی ہے ایک بارانی اور دوسری چاہی۔

۳:- بارانی پیداوار پر عشر واجب ہے یعنی جو کھیتی بارش سے سیراب ہو اس کا دسواں حصہ۔

۴:- چاہی پیداوار سے نصف عشر واجب ہے یعنی جو نہر یا کنوئیں سے آب پاشی ہو اس کا بیسواں حصہ۔

وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۔ اور اسراف نہ کرو اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اسراف کی تعریف شریعت میں مندرجہ ذیل ہے۔

۵:- اسراف یہ بھی ہے کہ مال تمام کا تمام خرچ کر ڈالے اور عیال کے لیے کچھ نہ رکھے خود فقیر بن جائے تو بقول سدی یہ اسراف ہے۔

۶:- بقول سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ یہ بھی اسراف ہے کہ صدقہ و خیرات سے بالکل ہاتھ کو روک لے اور کچھ خرچ نہ کرے۔

۷:- بقول سفیان رضی اللہ عنہ اللہ کی اطاعت کے سوا اور کام میں جو مال خرچ کیا جائے وہ قلیل بھی ہو تو اسراف ہے۔

۸:- بقول زہری اس کے معنی یہ ہیں کہ جو خرچ بھی معصیت میں کیا جائے کم ہو یا زیادہ تو وہ اسراف ہے۔

۹:- بقول مجاہد حق اللہ میں کوتاہی اسراف ہے اور اگر جبل ابو قبیس جتنا سونا ہو جائے اور تمام راہ خدا میں خرچ کر دیا جائے تو اسراف نہیں اور اگر ایک درہم معصیت میں خرچ کیا جائے تو وہ اسراف ہے۔

تلخیص از روح المعانی

آج ۱۳ جنوری ۵۴ء یوم چہار شنبہ ہے۔

آج عالیہ فسادات کی انکوائری میں جو ہائی کورٹ لاہور ہو رہی ہے امت مرزائیہ کے امیر المرزائیین خلیفہ محمود بشیر بیان دیتے آرہے ہیں۔

آج اس انکواری میں پچاس پاس منظور ہوتے ہیں اور مجلس عمل کے ۶ ارکان میری معیت میں۔ ابو الحسنات صاحبزادہ فیض الحسن۔ ماسٹر تاج الدین انصاری۔ شیخ حسام الدین۔ لال حسین اختر۔ شمسی مظفر علی کی شرکت انکواری کے ختم تک منظور ہوئی ہے۔

گذشتہ شب ایک عجیب خواب دیکھا جو ناظرین کی دلچسپی کے لیے عرض ہے۔

۱۲ جنوری کی رات جس کی صبح مرزا محمود بشیر بیان دے رہے ہیں شب کے ۱۲ بجے دیکھتا ہوں کہ چند

مرزائی مجیب سے مباہلہ چاہ رہے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ جناب میں تو مسلمان ہوں اور مباہلہ جو حدیث میں ہے وہ عیسائیوں سے ہونا قرار پایا تھا۔ اس میں ایک طرف نبی الانبیاء علیہ التحیہ والثناء تھے اور دوسری طرف عیسائی تو حضور نے انہیں فرمایا تھا پ ۳ رکوع ۱۴

فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءكم ونساءنا ونساءكم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكذبين۔

پھر اے محبوب جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرماؤ کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر۔

اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ

جب سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو یہ آیت سنائی اور مباہلہ کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ ہم مشورہ کر لیں کل آپ کو جواب دینگے چنانچہ انہوں نے اپنے بڑے عالم عاقب کو یہ حال سنایا اور کہا اے عبد المسیح آپ کی اس میں کیا رائے ہے۔

عاقب عبد المسیح نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی مرسل ہیں۔

اور یقیناً نبی ہیں اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے لہذا اگر نصرانیت پر ہی قائم رہنا ہے تو گھر لوٹ چلو اور خاموش ہو جاؤ۔

اس مشورہ کے بعد وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور کی گود میں امام حسین علیہ السلام ہیں اور دست اقدس تھامے ہوئے حضرت امام حسن علیہ السلام اور سیدہ فاطمہ زہرا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور کے پیچھے ہیں۔

اور حضور ان سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا نجران کے سب سے بڑے نصرانی عالم نے جب ان حضرات کو دیکھا تو بولا اے عیسائیو میں ایسی صورتیں دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ اللہ تعالے سے پہاڑ ہٹانے کی دعا کریں تو اللہ اسے جگہ سے ہٹا دے۔ ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی نہ رہے گا یہ سنکر نصاری نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا جزیہ دینا منظور ہے۔

اور مباہلہ کے لیے ہم تیار نہیں۔

حضور نے فرمایا مجھے اس کی قسم جس کے ید قدرت میں میری جان ہے اگر یہ مباہلہ کرتے تو نجرانیوں پر عذاب آ ہی چکا تھا۔ یہ بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ ہو جاتے اور نجران کا تمام جنگل بھڑک اٹھتا اور وہاں کے رہنے والے پرند تک نیست و نابود ہو جاتے اور ایک سال کے عرصہ میں سب ہلاک ہو جاتے (ترجمہ تفسیر نسفی)

یہ تو وہ مباہلہ تھا جو حضور نے عیسائیوں سے کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔

اور خواب میں جو مجھ سے مباہلہ کو کہتے تھے۔ میں نے ان سے کہا تم نبی نہیں میں نصرانی نہیں پھر مباہلہ کیسا؟

اس مباہلہ میں حضور نے بقسم فرمایا کہ اگر مباہلہ کرتے تو ہلاک ہو جاتے۔

اب تم اگر مباہلہ میں بچ رہو تو دونوں صورتوں میں تم جھوٹے ہو گے۔

اگر میں ہلاک نہ ہوا تو تم جھوٹے اور اگر تم ہلاک ہو گئے تو بھی تم جھوٹے پھر اس مباہلہ کا تم کو کیا فائدہ۔

اس کے بعد کا قصہ یاد نہیں بہرحال خواب مزیدار تھا اس وجہ میں عرض کیا گیا۔

تحقیق لفظ مباہلہ ابہلہ بالفتح والضم اللعنۃ و بہلہ اللہ لعنہ وابعدہ من رحمتہ واصل الابتہال ھذا ثم یستعمل فی کل دعاء یجتھد فیہ وان لم التعانا۔

اب اصل تفسیر پیش ہے۔

وَهُوَ الَّذِىٓ أَنشَأَ خلق جَنّٰتٍ من الکروم مَّعْرُوشٰتٍ سموکات مرفوعات وَغَيْرَ مَعْرُوشٰتٍ متروکات علی وجہ الارض لم تعرش یقال عرشت الکرم اذا جعلت لہ دعائم وسمکا وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا فی اللون و الطعم و الحجم والرائحۃ أُكُلُهٗ وھو ثمرہ الذی یوکل وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا فی اللون وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ فی الطعم كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ من ثمر کل واحد وفائدۃ اِذَآ اَثْمَرَ ان یعلم ان اول وقت الاباحۃ وقت اطلاع الشجر الثمر ولا یتوھم انہ لایباح الا اذا ادرک وَاٰتُوْا حَقَّهٗ عشرہ وھو حجتنا ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فی تعمیم العشر يَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا باعطاء الکل وتضییع العیال اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ اعتراض (تفسیر نسفی) ترجمہ

اور وہی وہ ہے جس نے پیدا کیے باغ انگور سے چھائے ہوئے بلند اور بغیر چھائے زمین پر پھیلے ہوئے عربی محاورہ میں بولتے ہیں عرشت الکرم میں نے انگور کی بیل ٹٹیوں پر چڑھا دی اور

کھجور اور کھیتی مختلف رنگوں اور ذائقوں اور حجم میں کم زیادہ اور خوشبوؤں میں مختلف کھانے کے پھل اور وہ پھل جو کھائے جاتے ہیں اور زیتون اور انار کہ رنگ میں ملتے جلتے اور مختلف مزے والے کھاؤ اس کے پھل اور فائدہ حاصل کرو جب وہ پھلیں اسی سے یہ جانا گیا کہ پھل کا کچا ہونے تک استعمال مباح ہے یہ وہم دفع کیا گیا کہ اس کے کھانے کی اجازت کچے پن میں نہیں۔ یہ جب جا ہو کھا سکتے ہو اور اس کا حق دو جس دن کٹے یعنی پک کر تیار ہو جائے اور درختوں سے اتار لیا جائے اور ڈھیر لگا دیے جائیں اس وقت اس سے دسواں حصہ اللہ کے نام کا دو۔ اسی آیت سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے پھلوں اور کھیتوں میں عشر کا استدلال فرمایا۔

اور ولا تسرفوا کا مفہوم یہ ہے کہ بے جا خرچ نہ کرو یعنی سب خرچ کر کے عیال کا حق ضائع نہ کرو بے شک اللہ بے جا خرچنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس کی تفصیل ہم اول بیان کر چکے ہیں اور اسراف کی تعریف بتا چکے ہیں۔

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ای وانشا من الانعام ما یحمل الاثقال وما یفرش للذبح۔ او الحمولة الکبار التی تصلح للحمل والفرش الصغار کالفصلان والعجاجیل والغنم لانها دانیة من الارض مثل الفرش المفروش علیها۔ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ای ما احل الله لکم منها ولا تحرموها کما فی الجاهلیة۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ طرقه فی التحلیل و التحریم کفعل اهل الجاهلیة اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ فاتهموه علی دینکم۔

ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ زوجین اثنین یرید الذکر والانثی والواحد اذا کان وحده فهو فرد واذا کان معه غیره من جنسه سمی کل واحد منهما زوجا وهما زوجان۔

بدلیل قوله خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ویدل علیه قوله ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ثم فسرها بقوله مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ والضان والمعز جمع ضائن وماعز۔

قُلْ آٰلذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ للانکار۔

اور مویشیوں میں بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین پر چلنے والے ہیں یعنی اللہ تعالے نے

مویشیوں میں دو قسم کے چار پائے فرمائے ایک وہ جو بوجھ اٹھانے والے ہیں اور کچھ وہ جو زمین پر ڈال کر ذبح کیے جاتے ہیں۔

یا اس کے معنی یہ ہیں کہ بڑے جانور جو بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور فرشی سے وہ چھوٹے جانور سفلی ان کے جو کلاٹے جاتے ہیں۔

فصلان منجد میں ہے۔ فصلا فصل الشیٔ قطعہ اور عجاجیل عجل کی جمع ہے یعنی گائے بھینس اور غنم بکری وغیرہ ان کو عربی محاورہ میں فرش بھی کہتے ہیں چنانچہ منجد میں ہے فراشۃ۔ الشاۃ للذبح القاھا علی الارض لیذبحھا۔ اس لیے کہ یہ جانور زمین پر چلتے ہیں اور مثل فرش کے بچھے ہوئے ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں روزی دی۔ یعنی وہ جانور کھاؤ جو اللہ نے حلال کیے اور انہیں اس طرح حرام نہ کرو جیسے اہل جاہلیت سائبہ۔ وصیلہ، حام وغیرہ نام رکھ کر حرام کر لیتے تھے اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو یعنی اس کے طریقہ کو اختیار کر کے اہل جاہلیت کی طرح حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہ بنا ڈبے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے وہ تمہیں تمہارے دین میں وسعت یعنی آزادی کر دیگا۔

آٹھ نر اور مادہ ہیں ایک بھیڑ کا جوڑا اور ایک بکری کا جوڑا۔ عربی میں ضائن بھیڑ کو کہتے ہیں اور معز بکری کو اور زوج دو نر مادہ سے مراد ہے اور ایک جبکہ وہ تنہا ہو تو فرد کہتے ہیں اور اگر بکری بکرا دو ہوں تو زوجان کہتے ہیں اس پر دلیل آیت کریمہ خلق الزوجین الذکر والانثی اور دوسری دلیل آیہ کریمہ ثمنیۃ ازواج بھی ہے پھر تفسیر بھی آیہ کریمہ من الضائن اثنین ومن المعز اثنین ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین۔

ضان۔ ضائن کی جمع ہے۔ اون والی بھیڑ کو ضان کہتے ہیں۔ معز بالوں والی بکری یا بکرا۔ اول الذکرین سے مینڈھا یا بکرا مراد ہے۔ اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین سے بھیڑ بکری کے پیٹ کے بچے خواہ نر ہوں یا مادہ اسی طرح الابل اور البقر دونوں کا اطلاق نر مادہ پر ہے۔

خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ چوپائے دو قسم کے ہیں کچھ بڑے جو بوجھ اٹھانے کے کام آتے ہیں کچھ چھوٹے مثل بکری وغیرہ کے جو اس قابل نہیں کہ بوجھ اٹھا سکیں ان میں سے جو اللہ تعالے نے حلال کیے وہ کھائے جاتے ہیں اور اہل جاہلیت کی طرح اللہ کی حلال کی ہوئی حرام نہیں ٹھہرائی جاتیں۔ پھر اسے مزید واضح کرنے کو مثال میں بھیڑ بکری کا ذکر فرمایا کہ ان کے نر اور مادہ اللہ تعالے نے حلال

کیے اور ان کی اولادیں بھی حلال کیں تم نے کبھی نر حرام ٹھہرایا۔ کبھی مادہ کبھی ان کے بچے یہ سب تمہاری اختراع و افترا ہے اور خواہش نفسانیہ کی اتباع۔

یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی حلال چیز کسی کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہو جاتی اور حرام چیز کسی کے حلال بنانے سے حلال نہیں ہو سکتی۔ ان آیات میں اللہ تعالے کی طرف سے اہل جاہلیت کو توبیخ کی گئی جو اپنی رائے سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرا لیتے ہیں جب ہادی رحمت نے احکام بیان فرمائے تو مشرکین کفار کا سردار و خطیب مالک بن عوف جشمی حضور انور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضر آیا اور کہنے لگا حضور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ ان چیزوں کو حرام کرتے ہیں جو ہمارے باپ دادا حلال بتا گئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم لوگوں نے چند قسمیں چوپایوں کی حرام کر رکھی ہیں۔

اور اللہ تعالے نے آٹھ نر مادہ

اپنے بندوں کے لیے حلال فرما دیے ہیں۔ تم بتاؤ تم نے انہیں کھانے سے حرام کیا ان میں حرمت نر کی طرف سے آئی یا مادہ کی طرف سے۔ مالک بن عوف یہ جواب سن کر متحیر ہی رہ گیا۔

حضور نے فرمایا بول اور جلدی بتا۔

اس نے کہا آپ فرمائیں میں سنوں گا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

اور ظاہر ہے کہ وہ جواب دیتا بھی کیا اگر کہتا نر کی طرف سے حرمت آئی تو لازم آتا کہ تمام نر حرام ہوں اور اگر کہتا کہ مادہ کی طرف سے یہ حرمت آئی تو لازم آتا کہ تمام مادہ حرام ہوں اور اگر کہتا کہ جو پیٹ میں ہے وہ حرام ہے تو پھر سب ہی حرام ہو جاتے۔

غرضکہ یہ الزامات ان کی انکار نبوت کی وجہ میں ان پر پڑے اور اگر شرکا کی تبلیغ تسلیم کر لیتے تو ہر حکم بواسطہ نبی ہونے کی بنا پر ہوتا۔ تو اس میں آئندہ آنے والی آیات کا جواب بھی واضح ہو گیا۔ آگے ارشاد ہے۔ آپ فرمائیں کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لیے ہیں یہ استفہام انکاری ہے۔

نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ اخبرونی بامر معلوم من جهة الله يدل على تحريم ما حرمتم اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فی ان الله حرمه وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ منهما حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ منهما اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ام ما تحمل اناثهما اَمْ كُنْتُمْ

شہداء ام منقطعۃ ای بل کنتم شہداء اذ وصاکم اللہ بہذا یعنی ام شاہدتم
ربکم حین امرکم بہذا التحریم و لما کانوا لا یؤمنون برسول اللہ وہم
یقولون اللہ حرم ہذا الذی تحرمونہ تہکم بہم فی قولہ ام کنتم شہداء
علی معنی اعرفتم التوصیۃ بہ مشاہدین لانکم لا تؤمنون بالرسل
فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا فنسبت الیہ تحریم ما لم یحرم
لیضل الناس بغیر علم ان اللہ لا یہدی القوم الظلمین ای الذین فی
علمہ انہم یختمون علی الکفر ووقع الفاصل بین بعض المعدود وبعضہ
اعتراضا غیر اجنبی من المعدود وذلک ان اللہ تعالی من علی عبادہ بانشاء
الانعام لمنافعہم وباباحتہا لہم فالاعتراض بالاحتجاج علی من حرمہا
یکون تاکیدا للتحلیل - والاعتراضات فی الکلام لا تساق الا
للتوکید - (تفسیر نسفی)

خلاصۂ مفہوم

بتاؤ مجھے اپنے کسی علم سے کہ جو تم نے حرام ٹھہرا دیا ہے وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے حرام ہے اگر تم سچے ہو۔ اس امر میں کہ اللہ تعالےٰ نے ہی حرام کیا اور اونٹ سے دو اور گائے سے دو فرمائیں کیا ان کے نر حرام ہیں یا مادہ یا ان دونوں سے یا جو پیٹوں میں ان کے بچے ہیں ان میں سے مادہ حرام ہیں کیا تم موجود تھے جب کہ حکم دیا اللہ نے ایسا یعنے کیا تم اس وقت کے گواہ ہو جبکہ اللہ نے تمہیں اس کے حرام ہونے کا حکم دیا۔ اور جب کہ تم اللہ کے رسول پر ایمان ہی نہ لائے تو تمہارا یہ کہنا کہ یہ اللہ تعالےٰ نے حرام کیا بلکہ یہ سب کچھ تم اس لیے کہہ رہے ہو کہ اللہ کے رسول پر ایمان نہیں لائے۔ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ اور افترا باندھے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے اپنی جہالت سے بے شک نہیں راہ دکھاتا اللہ ظالموں کو اور جو اپنے خیال میں کفر پر جمع ہوئے وہ جاہل مشرک ہیں جو حلال کو اپنی خواہش نفس سے حرام ٹھہرا کر اللہ پر کذب و افترا باندھتے ہیں۔ آگے کی آیتوں میں تنبیہ ہے کہ تمہاری من مانی حرمت و حلت ہے کوئی چیز نہیں بلکہ حکم الٰہی سے حرام و حلال قطعی ہے حیث قال۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع پنجم پ ۸ سورۃ انعام

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

فرمادیجئے میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی حرام کسی کھانے والے پر کوئی کھانا مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا خون بہتا یا گوشت خنزیر کا وہ بے شک نجس ہے یا وہ خلاف شرع جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا جائے تو جو مضطر ہو جائے نہ یہ کہ آپ خواہش کرے اور نہ یہ کہ ضرورت سے بڑھے تو بیشک تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

وَعَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَایَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

اور وہ جو یہودی ہوئے ان پر حرام کیا ہم نے ہر ناخن دار جانور اور گائے اور بکری کی چربی ان پر حرام کی مگر جو ان کی پشت میں لگی ہو یا آنت یا ہڈی سے لگی ہو یہ ہم نے بدلہ دیا ان کو ان کی سرکشی کا۔ اور ہم بے شک ضرور سچے ہیں۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝

تو اگر جھٹلائیں تمہیں تو فرمادیجئے تمہارا رب رحمت وسیع کا مالک ہے اور نہیں ٹالا جاسکتا اس کا عذاب قوم مجرم سے۔

سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ

قریب ہے کہ کہیں گے وہ جو مشرک ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کچھ حرام ٹھہراتے ہیں۔ ایسا ہی جھٹلایا ان سے پہلوں نے حتیٰ کہ چکھا انہوں نے ہمارا عذاب فرمادیجئے کیا تمہارے پاس

فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ
وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ۝
قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ
لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝
قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ
اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا
فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۔ وَ
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝

کوئی علم ہے تو نکالو اسے ہمارے لیے تم تو نرے
گمان پیچھے ہو اور نہیں تم مگر تخمینے کرتے ہو۔
فرما دیجئے تو اللہ کے لیے حجت پوری ہے تو
اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت فرماتا۔
فرما دیجئے لاؤ اپنے وہ گواہ جو گواہی دیں کہ
اللہ نے حرام کیا یہ تو اگر وہ گواہی دیں تو تو (اے
سننے والے) ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور نہ
پیروی کرنا ان کی خواہشوں کی جو جھٹلاتے ہیں
ہماری آیتیں اور وہ جو ایمان نہ لائے آخرت
پر اور وہ اپنے رب کے ساتھ برابر والا ٹھہراتے
ہیں۔

حل لغات رکوع پنجم پ ۸ سورۃ انعام

قل۔فرمائیے	لا۔نہیں	اجد۔پاتا ہیں	فی۔بیچ
ما۔اس کے جو	اوحی۔وحی کی گئی	الی۔میری طرف	محرما۔کوئی حرام
علی۔اوپر	طاعم۔کھانے والے کے	یطعمہ۔کہ کھائے اسکو	الا۔مگر
ان۔یہ کہ	یکون۔ہو	میتۃ۔مردار	او۔یا
دما۔خون	مسفوحا۔بہتا ہوا	او۔یا	لحم۔گوشت
خنزیر۔خنزیر کا	فانہ۔یقیناً وہ	رجس۔پلید ہے	او۔یا
فسقا۔گناہ کی بات	اھل۔جو پکارا جائے	لغیر۔واسطے غیر	اللہ۔اللہ کے
بہ۔ساتھ اس کے	فمن۔تو جو	اضطر۔مجبور ہو	غیر۔نہ ہو
باغ۔چاہنے والا	و۔اور	لا۔نہ	عاد۔حد سے بڑھنے والا
فان۔تو بے شک	ربک۔تیرا رب	غفور۔بخشنے والا	رحیم۔مہربان ہے
و۔اور	علی۔اوپر	الذین۔ان کے جو	ھادوا۔یہودی ہوئے

حرمنا۔حرام کیا ہم نے　کل۔ہر　ذی ظفر۔ناخن دار　و۔اور
من البقر۔گائے سے　و۔اور　الغنم۔بکری سے　حرمنا۔حرام کی ہم نے
علیہم۔ان پر　شحومہما۔چربی انکی　الا۔مگر　ما۔جو
حملت۔لگی ہو　ظہور۔پیٹھوں　ہما۔ان کی سے　او۔اور یا
الحوایا۔انتڑیوں سے　او۔یا　ما۔جو　اختلط۔ملی ہو
بعظم۔ہڈی سے　ذلک۔یہ　جزینا۔بدلہ دیا ہم نے　ہم۔انکو
ببغیہم۔انکی سرکشی کی　و۔اور　انا۔یقینا ہم　لصدقون۔بے
شک سچے ہیں　فان۔پھر اگر　کذبو۔جھٹلائیں　ک۔تجھ کو
فقل۔تو کہہ دیں　ربکم۔تمہارا رب　ذو۔صاحب　رحمۃ۔رحمت ہے
واسعۃ۔فراخی والا　و۔اور　لا۔نہیں　یرد۔پھیرا جاتا
باسہ۔اس کا عذاب　عن القوم۔قوم　المجرمین۔مجرم سے　سیقول۔جلدی کہینگے
الذین۔وہ جو　اشرکوا۔مشرک ہیں　لو۔اگر　شاء۔چاہتا
اللہ۔اللہ تو　ما۔نہ　اشرکنا۔شرک کرتے ہم
و۔اور　لا۔نہ　اباؤنا۔ہمارے باپ دادا　و۔اور
لا۔نہ　حرمنا۔حرام کرتے ہم　من۔کوئی　شیٔ۔چیز
کذلک۔اسی طرح　کذب۔جھٹلایا　الذین۔ان لوگوں نے جو　من قبلہم۔ان سے
پہلے تھے　حتی۔یہانتک کہ　ذاقوا۔انہوں نے چکھا　باسنا۔عذاب ہمارا
قل۔کہہ　ہل۔کیا　عند۔پاس　کم۔تمہارے ہے
من۔کوئی　علم۔علم　فتخرجوہ۔تو لاؤ　ہ۔اسکو
لنا۔ہمارے پاس　ان۔نہیں　تتبعون۔پیروی کرتے تم　الا۔مگر
الظن۔ظن کی　و۔اور　ان۔نہیں　انتم۔تم
الا۔مگر　تخرصون۔اندازہ کرتے ہو　قل۔کہہ دیں　فللہ۔تو اللہ کے لیے ہے
الحجۃ۔حجت　البالغۃ۔پوری　فلو۔تو اگر　شاء۔چاہتا
لہدیکم۔تو ہدایت دیتا　کم۔تم　اجمعین۔سب کو　قل۔کہہ
ہلم۔لے آؤ　شہداء۔گواہ　کم۔اپنے　الذین۔جو

بشہدون۔گواہی دیں کہ ان۔بے شک اللہ۔اللہ نے حرم۔حرام کیا
ھذا۔اسکو فان۔پھر اگر شہدوا۔وہ گواہی دیں فلا۔تو نہ
تشہد۔گواہی دے تو معہم۔ان کے ساتھ و۔اور لا۔نہ
تتبع۔پیروی کر اھواء۔خواہشات الذین۔ان لوگوں کی کہ کذبوا۔انہوں نے جھٹلایا
بایتنا۔ہماری آیتوں کو و۔اور الذین۔وہ جو لا۔نہیں
یومنون۔ایمان لاتے بالاخرۃ۔آخرت پر و۔اور ھم۔وہ
بربہم۔اپنے رب سے یعدلون۔برابری کرتے ہیں

مختصر تفسیر رکوع پنجم پ۸ سورۃ انعام

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُہٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ۔ فرما دیجئے میں نہیں پاتا اس کتاب میں جو میری طرف وحی ہوئی کوئی چیز حرام کسی کھانے والے پر کوئی کھاتا مگر یہ کہ مردار ہو یا خون رگوں کا بہتا ہوا یا گوشت سور کا کہ وہ نجاست ہے یا وہ جو بلا شرعی حکم کے ذبح کیا ہوا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام لیا گیا۔

فرما دیجئے میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کہ کسی کھانے والے پر کھانا حرام ہو۔ یہ کنایہ ہے عدم وجود محرمات کا اور اس میں اعلان ہے کہ طریق تحریم و تحلیل بلا تنقیص الٰہی لغو ہے۔ اور اتباع شہوات و نفسانیت اسلام میں یہ اصول ہے۔ کہ

"اصل اشیاء میں اباحت ہے"

تو معنی آیت کریمہ کے یہ ہوئے کہ میں قرآن کریم کے ذریعہ کسی کھانے کی چیز ہو حرام نہیں پاتا کہ کھانے والے پر اسے حرام کر دوں۔ کھانے والا مرد ہو یا عورت سب پر ہر حلال حلال ہے یہ رد ہے مشرکین مکہ کے اس زعم باطل کا جو انہوں نے کہا تھا کہ ایسا بکرا بکری ہم پر حلال ہے مگر ہماری عورتوں پر حرام ہے۔

او یطعمہ سے مراد تمام انواع تناولات ہیں خواہ اکل سے ہوں یا شرب سے سب ہی ہی حلال ہیں۔

اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً۔ مگر یہ کہ وہ کھانا یا کوئی شے حرام ہو۔

مَیْتَۃً:۔ مردار یعنی اس کا ذبح شرعی طریقہ پر نہ ہوا ہو اس میں منخنقہ بھی داخل ہے یعنی گلا گھونٹا ہوا۔ یا بلندی سے گر کر مرا ہو غرضیکہ موقوذہ متردیہ نطیحہ اور درندہ کا پھاڑا ہوا جانور سب اس میں شامل ہیں۔

اَوْدَمًا مَّسْفُوْحًا۔ یا دم مسفوح یعنی بہتا ہوا خون جو رگوں سے نکلتا ہے اس سے قدرتی جما ہوا خون جیسے جگر اور تلی کا خون حلال ہے لیکن جو خون بہتا ہوا ہو مگر ٹھنڈا ہو کر جم جائے وہ حرام ہے وہ دم مسفوح میں داخل ہے چنانچہ حدیث میں ہے ہمارے لیے دو مرے ہوئے جانور حلال کیے گئے مچھلی اور ٹیرھی جسے پنجابی میں مکڑی اور اردو میں ٹڈی کہتے ہیں اور دو خون حلال کیے گئے جگر جسے کلیجی کہتے ہیں اور طحال جسے تلی کہتے ہیں اور بعد ذبح رگوں میں جو خون رہ گیا وہ بھی مباح ہے اسی طرف اکثر فقہاء گئے ہیں اور حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ اگر یہ قید نہ ہوتی تو مسلمان رگوں کے خون کو مثل یہود کے استعمال کرنے لگتے۔

اور لحم الخنزیر کی تفصیل یہ ہے۔

میتہ۔ دم مسفوح۔ لحم خنزیر بیان فرما کر ارشاد ہوا فانہ رجس یعنی یہ نجس اور خالص گندگی ہے سور کی حرمت میں لحم فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ گوشت سے ہی باقی چیزیں پیدا ہوتی ہیں تو جب اصل ہی نجس ہے تو اس کی فروع یعنی چربی۔ جگر، تلی، امعاء وغیرہ حتی کہ جلد بھی نجس ہے۔ چنانچہ کھالوں کے متعلق یہ چیز ہے۔

کل اھاب اذا دبغ فقد طھر الا جلد الادمی والخنزیر۔ تمام کھالیں ذبیحہ کی ہوں یا مرے ہوئے جانور کی حلال جانور کی ہوں یا حرام کی رنگنے کے بعد پاک ہو جاتی ہیں مگر آدمی اور سور کی کھال۔

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ آدمی کی جلد تو احتراماً منع ہے اور سور کی کھال نجس العین ہونے کی بنا پر پاک ہونے سے مستثنیٰ کی گئی۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ گوشت چونکہ جانور کے جسم میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا جز ہے تو اس کا ذکر فرما دیا جس سے عام طور پر نفع حاصل کیا جاتا ہے اور وہ حرام ہوا تو باقی بطریق اولیٰ حرام ہو گئے۔ آگے ارشاد ہے۔

اَوْفِسْقًا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ۔ اہلال کے معنی ذبح کے وقت پکارنا۔ غیر اللہ سے مراد ماسوی اللہ ہے

یا وہ خلاف شریعت ذبح کیا ہوا اس کا عطف لحم خنزیر پر کیا اور وہ کیا ہے جس کا اہلال لغیر اللہ سے ہو اور اہلال اصل میں رفع صوت کو کہتے ہیں اور یہاں مراد وہ ذبح ہے جو بتوں کا یا کسی نبی ولی کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔ یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کی بجائے بسم اللات۔ بسم منات بسم عزی بسم نائلہ بسم غوث بسم داتا بسم غریب نواز کہہ کر چھری چلائی جائے یہ فسق اور رجس ہے۔

اس کے معنی یہ نہیں کہ بغرض ایصال ثواب کسی بزرگ کے نام پر جانور پالا جائے یا خریدا جائے وہ بھی رجس وفسق ہے اور اگر ایسا ہوتا تو کوئی ذبیحہ بھی جائز نہ ہوتا۔ اس لیے کہ بلا حصول ملکیت تو کوئی ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہو سکتا جبتک کسی کی ملکیت نہ ہو وہ جانور مغصوب ہوگا اور غصب کیا ہوا جانور اگر ذبح کیا جائے تو اس کا کھانا جائز نہیں۔

بہرحال قربانی کا جانور بھی کسی نہ کسی کی ملکیت ہوتا ہے قصائی کا جانور بھی اس کے نام پہ بیع کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سورہ بقرہ کی تفسیر میں اسوقت کی بدعات کا تذکرہ کر کے آخر میں لکھا۔

"وسر دریں مسئلہ آنست کہ جان دادن بجز جان آفریں روا نباشد"۔

اس کے بعد الضرورات تبیح المحذورات کی اصل بیان فرمائی۔

فَمَنِ اضْطُرَّ ای اصابتہ الضرورۃ الداعیۃ الی تناول شئ من ذلك غَيْرَ بَاغٍ ای طالب مالیس لہ طلبہ بان یاخذ ذلك من مضطر اٰخر مثلہ والی ھذا ذھب کثیر من المفسرین۔

وقال الحسن ای غیر متناول للذۃ۔

وقال مجاھد غیر باغ علی الامام۔

وَلَا عَادٍ ای متجاوز قدر الضرورۃ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ مبالغ فی المغفرۃ والرحمۃ لایواخذہ بذلك وھذا اجزاء الشرط لکن باعتبار لازم معناہ و ھو عدم المواخذۃ۔

وبعضھم قال بتقدیر جزاء یکون ھذا تعلیلا لہ ولا حاجۃ الیہ۔ الاولی لبیان انہ لولم یوجد القید بالمعنی السابق لتحققت الحرمۃ المعوث عنہا بل للتخذیر من حرام اٰخر وھو اخذہ حق مضطر اٰخر فاکلہ فان حرمتہ لیست باعتبار کونہ لحم المیتۃ بل باعتبار کونہ حقا للمضطر

الاخر۔ (روح المعانی)

واما الحال الثانیۃ فلتحقیق زوال الحرمۃ المبحوث عنہا قطعا فان التجاوز عن القدر الذی یسد بہ الرمق حرام من حیث انہ لحم المیتۃ (روح المعانی) ترجمۃ

اضطر۔ اضطرار سے بنا اس کا معنی مجبوری ہے اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو ان حرام چیزوں کے کھانے پر مجبور ہونا پڑے جیسے جنگل میں تھا بھوک نے اس قدر مجبور کر دیا کہ جان خطرہ میں پڑ جائے یا کسی دشمن کے نرغے میں ہو۔

غَیْرَ بَاغٍ۔ بَاغٍ بغی سے بنا ہے اس کے معنی چاہنا تلاش کرنا لذت کے لیے حرام چیز کا کھانا یا استعمال کرنا۔

تو جو ناچار ہو جائے یعنی اسے ایسی ضرورت محسوس ہو کہ اسے مردار کے کھانے پر مجبور کر دے اور حکم شرعی سے بغاوت مقصود نہ ہو یعنی ایسا طالب ہو کہ اس حرام اور مردار کے حاصل کرنے میں دوسرے مضطرب بھی کھانے پر مجبور ہو اس میں اکثر مفسرین کے دو قول ہیں۔ حسن فرماتے ہیں وہ مضطرب ایسا نہ ہو کہ حصول لذت کے لیے اس مردار کی طرف مائل ہو۔

مجاہد کہتے ہیں کہ اجازت امام پر وہ کھائے اور مخالف امام شرع اکل کا مرتکب نہ ہو۔

وَلَا عَادٍ۔ سے یہی مراد ہے کہ بقدر ضرورت استعمال کرے اس سے متجاوز نہ ہو تو تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی اللہ تعالے کی مغفرت و رحمت سے امید ہے کہ وہ ایسے مردار خور کو نہ پکڑے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ جزا شرط مذکور ہے یعنی بہ اعتبار معنی لازم یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ایسے مضطر کے لیے عدم مواخذہ ہے۔

اور بعض نے یہ فرمایا بہ تقدیر جزا یہ جواز ہے ورنہ اس کی حاجت نہیں۔ آگے فرماتے ہوئے دو صورتیں بیان کیں۔

اول یہ کہ اگر وہ اضطرار اس معنی میں نہ ہو جو بیان ہوئے تو حرمت یقینی ہے۔ بلکہ تحذیرًا ایک اور حرام بھی اس پر عائد ہوگا کہ دوسرے مضطر کا حق سلب کیا۔ تو جس نے مردار

کسی مضطرب سے لے کر کھایا تو یہ حرمت حقیقی تو من حیث المیتۃ اس پہ پہلے ہی تھی۔ دوسری حرمت یہ اور ہوئی کہ دوسرے مضطر سے لے کر کھایا۔

دوسری شکل یہ ہے کہ زوال حرمت اس سے اس مقدار میں ہے جس سے ان کی رمق جان بچ سکے اس پر تجاوز قطعی حرام ہے اس لیے کہ وہ لحم المیتۃ ہے۔

تفسیر نسفی میں ہے۔

فرما دیجئے میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی یعنی اس وقت سے مراد ہے یا وحی قرآن مراد ہے اس لیے کہ وحی میں جو حلال ہے اس کے سوا حرام ہے یا مویشیوں میں سے اس لیے کہ آیہ کریمہ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ کی حرمت کے رد میں ہے اور موقوذہ، متردیہ، نطیحہ یہ بھی میتہ سے ہی ہے اور اس آیت کریمہ میں اس امر کی تنبیہ ہے کہ حرمت صرف اور صرف وحی الٰہی اور شریعت رسالت پناہی کی معتبر ہے نہ کہ ہوائے نفس سے جیسے چاہا حلال یا حرام بنا لینا کوئی کھانے کی چیز حرام (یعنی جانوروں میں سے کھانا حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے پر مگر یہ کہ وہ میتہ ہو یا بہتا خون اس سے کلیجی اور تلی کی حلت ملتی ہے اس لیے کہ وہ سیال خون نہیں ہے یا گوشت سور کا کہ وہ نجس ہے یا بغیر حکم شرع کے جس پر اہلال لغیر اللہ ہو یعنی ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارا جائے تو جو مضطر ہو یعنی جسے ضرورت مجبور کرے حرام جانوروں کے کھانے پر غیر باغی ہوتے ہوئے اور نہ عاد یعنی متجاوز مقدار ضرورت سے کھانے والا تو بے شک تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے یعنی ایسے آدمی پر مواخذہ نہ فرمائے گا۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ۔ اور ان پر جو یہودی ہوئے ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیے پرندوں میں ناخن والا جانور وہ ہے جس کا پنجہ ہوتا ہے اور ہر وہ جانور جو انگلی رکھتا ہو۔ خواہ چوپایہ ہو یا پرندہ اور اس میں اونٹ اور نعام یعنی شتر مرغ بھی داخل ہیں (بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں شتر مرغ اور بطخ اور اونٹ خاص طور پر مراد ہیں)

وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ۔ گائے اور بکری کے اجزا میں ان کی چربی یعنی انگلی والے جانوروں کا گوشت اور چربی اور ہر شے لیکن گائے اور بکری حرام نہیں کیں مگر چربیاں مگر وہ چربی جو پشت پر ریڑھ کی ہڈی سے لگی ہو یا آنتوں سے لگی ہو حوایا جمع ہے حاویہ یا حودیہ کی یا امعا یعنی آنتوں کے معنی میں مستعمل ہے اور جو ہڈی سے ملی ہو جیسے مخ یعنی گودا ہڈی کا۔

ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ - یہ حکم یہودیوں کی بے دینی اور لغاوت عن المذہب کی سزا تھی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ - تو اگر آپ کو جھٹلائیں اور وحی کے حکم کو نہ مانیں تو فرما دیجئے کہ تمہارا رب وسیع رحمت ہے۔

اسی وجہ میں عذاب میں عجلت نہیں فرماتا اور اس کا عذاب کوئی رحمت الٰہی کے سوا ٹوٹا نہیں سکتا تو اس کی وسعت کو دیکھ کر غرہ نہ کرنا چاہئے۔ عذاب میں مہلت دینے کی یہ حکمت ہے کہ انہیں سوچنے کا موقعہ ملے شاید ایمان لے آئیں۔

اب اخبار غیبیہ میں سے ایک غیبی خبر یہاں بیان فرمائی جا رہی ہے یعنی جو وہ کہنا چاہتے تھے اسے اپنے حبیب کو پہلے ہی بتا دیا حیث قال۔

سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ - كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا - عنقریب کہیں گے یہ مشرک اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے نہ ہمارے باپ دادا نہ ہم کچھ حرام ٹھہراتے ایسا ہی ان کے اگلوں نے جھٹلایا تھا حتیٰ کہ ہمارا عذاب چکھا۔

یعنی ان کا یہ کہنا کہ جو کچھ ہم نے کیا اللہ کی مشیت سے کیا اس بیان کو وہ اس امر کی دلیل ٹھہراتے ہیں کہ ہمارا حرام حلال ٹھہرانا جب اس کی مرضی اور مشیت سے تھا۔ تو اس سے وہ راضی تھا یہ عذر لنگ ان کے کچھ کام نہ آیا اس لیے کہ کسی امر کا مشیت میں ہونا اس کی مرضی اور مامور ہونے کو مستلزم نہیں۔ مرضی وہی ہے جو انبیاء کے واسطہ سے بتائی گئی اور اس کا حکم دیا گیا تفسیر نسفی میں ہے۔

ان کی دلیل بھی ویسی ہے جیسی عنقریب یہ کہیں گے جو مشرک ہیں۔ یہ خبر ہے من جانب اللہ اس قول کی جو مشرک کہنے والے تھے کہ اگر اللہ چاہتا یہ کہ ہم لوگ شرک نہ کریں تو ہم شرک نہ کرتے نہ ہمارے باپ دادا کرتے اور نہ ہم کچھ حرام ٹھہراتے لیکن جب اللہ نے چاہا تو ہم نے شرک کیا یہ ہمارا عذر ہے اس کے معنی وہ یہ لیتے تھے کہ ان کا شرک اور ان کے آباؤ اجداد کا شرک اور تحریم ما احل اللہ مشیت الٰہی سے تھی اور اگر اللہ کی مشیت نہ ہوتی تو ہرگز کچھ نہ ہوتا ایسا ہی ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا تھا۔ یعنی ان کا آپ کو جھٹلانا ایسے ہی طریقہ پر ہے جیسے کہ ان سے پہلے لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔

ان کی دلیل بھی ویسی ہے جیسی ان سے پہلوں کی تھی۔ تو انہیں اس عذر لنگ نے نفع نہ دیا اس لیے کہ وہ جو کچھ کہہ چکے اور یہ کہہ رہے ہیں ہرگز اپنے عقیدے کے ماتحت نہیں کہہ رہے بلکہ استہزاءً کہہ رہے ہیں اور مشیت الٰہی کو حجت بنا کر اپنے کو معذور ٹھہرا رہے ہیں اور یہ جواب اور عذر مردود ہے۔ اس میں مشیت الٰہی کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ مشیت بمعنی مرضی سمجھ رہے ہیں جیسا کہ حسن نے فرمایا کہ ان کا منشا یہ تھا کہ اللہ تعالے معاذ اللہ ہمارے اور ہمارے آباؤ اجداد کے شرک و کفر سے راضی اور خوش تھا اور شرک ان کی مراد خاص تھا اس لیے کہ مشیت علیحدہ چیز ہے اور رضاء الٰہی علیحدہ۔

دیکھو قرآن کریم میں ہے فَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ اگر اللہ چاہتا تو تم سب ہدایت پر ہی کر دیے جاتے گویا خبر دی گئی کہ اگر اللہ ان سے ہدایت چاہتا تو سب ایمان لے آتے مگر جب اللہ نے نہ چاہا اور سب کا ایمان مشیت الٰہی میں نہ تھا۔ بلکہ بعض ایمان والے بنائے اور بعض کو کفر پر بنایا (اور ظاہر ہے کہ صانع مطلق کا اچھا برا بنانا اس کے اظہار کمال صنعت کے لیے تھا نہ کہ اظہار رضا کے لیے) تو لازم آیا کہ مشیت اظہار صنعت کے لیے ہے اور اس سے دفع تناقض بھی واضح ہو گیا کہ یہ مشرکین کا یہ الزام محض عذر لنگ ہے اور رضا علیحدہ اور مشیت علیحدہ۔

آگے ارشاد ہے۔

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ

فرمادیجئے کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے جس سے تمہاری حجت صحیح ہو سکے تو اسے نکالو ہمارے لیے یعنی ظاہر کرو اسے تم تو نہیں مگر پیروی کرتے ہو نرے گمان کی اور تم نہیں مگر اٹکل سے بات بنا رہے ہو اور سچے حکم کو جھٹلاتے ہو۔

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ فرمادیجئے اللہ ہی کی حجت پوری ہے تم پر لازم ہے کہ اس کے احکام و ممانعت کی پیروی کرو اور تمہارے عذر اللہ کی مشیت پہ کوئی حجت نہیں تو اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت فرماتا یعنی اگر اللہ تمہارے لیے ہدایت چاہتا تو تم ہدایت پر سب کے سب آجاتے۔

اس سے معتزلہ کا وہ اصول باطل ہوتا ہے جو ان کے یہاں ہے کہ اللہ تعالے مجبور ہے کہ بندوں کے لیے بہتر ہی کرے۔

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۔ فرمادیجئے لاؤ اپنے گواہ جو گواہی دیں کہ بے شک اللہ نے یہ (جانور سائبہ۔ وسیلہ وغیرہ) حرام کیے ہیں جیسا کہ ان کا گمان ہے تو اگر وہ گواہی دیں تو (اے سننے والے) تو ان کے ساتھ گواہی نہ دے اور اگر وہ گواہی دیں تو اسے تسلیم نہ کرو۔ اس لیے کہ اگر تم نے ان کی گواہی کو تسلیم کر لیا تو تم بھی گویا ان جیسے گواہوں سے ہو کر ایک ہو جاؤ گے۔

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۔ اور (اے سننے والے) ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چل جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ وہ متبع ہوئے مشرکین کے اور جو آخرت پر ایمان نہ لائے اور اپنے رب کے ساتھ برابر والا ٹھہرائے یعنی بتوں کو اللہ تعالےٰ کے برابر کرے اس کے مشرک ہونے میں کلام نہیں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع ششم پ۸ سورۃ انعام

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

فرمادیجئے آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو حرام کیا تمہارے رب نے تم پر یہ کہ نہ شریک کرو اس کے ساتھ کچھ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے باعث ہم روزی دیتے ہیں تمہیں اور انہیں اور نہ قریب جاؤ بے حیائیوں کے جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور نہ قتل کرو اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی مگر قانونِ حق سے یہ تمہیں حکم فرماتا ہے تاکہ تمہیں عقل ہو۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ

اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر ایسی طرح سے کہ اس کے حق میں بہتر ہو حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور پورا ماپو اور پورا تولو انصاف

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا
قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى
وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ
وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

کے ساتھ۔ نہیں تکلیف دیتے ہم کسی جان کو مگر اس کی قدرت تک اور جب بات کہو تو انصاف سے کہو اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو اور اللہ کا عہد پورا کرو یہ تمہیں حکم دیتا ہے اللہ تاکہ تم نصیحت مانو۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ
وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ
عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس کی پیروی کرو اور نہ پیروی کرو ادھر ادھر کے راہوں کی کہ تمہیں متفرق کر دے اللہ کے راستہ سے یہ تمہیں حکم ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا
عَلَى الَّذِىْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ
وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ
رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝

پھر ہم نے دی موسیٰ کو کتاب پورا احسان کرنے کو نیکوں پر اور تفصیل ہر چیز کی اور ہدایت اور رحمت تاکہ وہ اپنے رب سے ملنے کا ایمان لائیں۔

حل لغات رکوع ششم پ ۸ سورۃ انعام

قل۔ کہو	تعالوا۔ آؤ	اتل۔ پڑھوں میں	ما۔ جو
حرم۔ حرام کیا	ربکم۔ تمہارے رب نے	علیکم۔ تم پر	الا۔ یہ کہ نہ
تشرکوا۔ شریک بناؤ	بہ۔ اس کے ساتھ	شیئا۔ کسی کو	و۔ اور
بالوالدین۔ ماں باپ کے ساتھ		احسانا۔ احسان کرنا	و۔ اور
لا۔ نہ	تقتلوا۔ قتل کرو	اولاد۔ اولاد	کم۔ اپنی کو
من۔ ڈر	املاق۔ خرچ سے	نحن۔ ہم	نرزقکم۔ رزق دیتے
ہیں تم کو	و۔ اور	ایاہم۔ ان کو	ھم۔ بھی
و۔ اور	لا۔ نہ	تقربوا۔ قریب جاؤ	الفواحش۔ بے حیائیوں کے
ما۔ جو	ظھر۔ ظاہر ہو	منہا۔ اس سے	و۔ اور

ما جو	بطن۔ باطن ہو	و۔ اور	لا۔ نہ
تقتلوا۔ قتل کرو	النفس۔ جان	التی۔ ایسی کو کہ	حرم۔ حرام کیا
اللہ۔ اللہ نے	الا۔ مگر	بالحق۔ حق کے ساتھ	ذلکم۔ یہ
وصکم۔ نصیحت کرتا ہے	بہ۔ اسکی	لعلکم۔ تاکہ تم	تعقلون۔ سمجھو
و۔ اور	لا۔ نہ	تقربوا۔ قریب جاؤ	مال۔ مال
الیتیم۔ یتیم کے	الا۔ مگر	بالتی۔ ایسی طرح کہ	ھی۔ وہ
احسن۔ بہتر ہو	حتی۔ یہاں تک کہ	یبلغ۔ پہنچے	اشدہ۔ جوانی
ہ۔ اپنی کو	و۔ اور	اوفوا۔ پورا کرو	الکیل۔ ماپ
و۔ اور	المیزان۔ تول	بالقسط۔ انصاف سے	لا۔ نہیں
نکلف۔ تکلیف دیتے ہم	نفسا۔ کسی کو	الا۔ مگر	وسعہا۔ اسکی طاقت تک
و۔ اور	اذا۔ جب	قلتم۔ کہو	فاعدلوا۔ تو انصاف کرو
و۔ اور	لو۔ اگرچہ	کان۔ ہو	ذا۔ صاحب
قربی۔ قرابت	و۔ اور	بعہد۔ عہد	اللہ۔ اللہ کا
اوفوا۔ پورا کرو	ذلکم۔ یہ	وصکم۔ نصیحت کرتا ہے	بہ۔ اسکی
لعلکم۔ تاکہ تم	تذکرون۔ نصیحت پکڑو	ان۔ بیشک	ھذا۔ یہ
صراطی۔ میرا راستہ	مستقیما۔ سیدھا ہے	فاتبعو۔ پیروی کرو	ہ۔ اسکی
و۔ اور	لا۔ نہ	تتبعوا۔ پیروی کرو	السبل۔ اور راہوں کی
فتفرق۔ متفرق کردینگے	بکم۔ تم کو	عن سبیلہ۔ اس کی راہ سے	
ذلکم۔ یہ	وصکم۔ نصیحت کرتا ہے	بہ۔ تم کو اسکی	لعلکم۔ تاکہ تم
تتقون۔ ڈرو	ثم۔ پھر	اتینا۔ دی ہم نے	موسی۔ موسیٰ کو
الکتب۔ کتاب	تماما۔ پورا کرنے کو	علی۔ اوپر	الذی۔ اس کے
احسن۔ جو نیک ہے	و۔ اور	تفصیلا۔ تفصیل	لکل۔ ہر
شیء۔ چیز کی	و۔ اور	ھدی۔ ہدایت	و۔ اور
رحمۃ۔ رحمت	لعلہم۔ تاکہ وہ	بلقاء۔ ملاقات	ربہم۔ اپنے رب کی
یؤمنون۔ مانیں۔			

مختصر تفسیر رکوع ششم پ ۸ سورۃ انعام

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا
وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

فرمادیجیے آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو حرام کیا تمہارے رب نے تم پر یہ کہ اس کا کوئی بھی شریک نہ بناؤ۔ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور قتل نہ کرو اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے ہم روزی دیتے ہیں تمہیں اور انہیں اور نہ قریب جاؤ بے حیائیوں کے جو علانیہ ہوں اس سے اور جو چھپی ہوں۔ اور نہ مارو اس جان کو جس کی حرمت اللہ نے رکھی مگر حق شرعی سے یہ حکم ہے تمہیں تاکہ تمہیں عقل ہو۔

آیات بالا میں پانچ احکام نافذ فرمائے گئے۔

اول اللہ تعالےٰ کی ذات واحد کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا اس لیے کہ وہ احد اور فرد ہے لم یلد ولم یولد ہے۔

دوسرے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا اس لیے کہ انکے حقوق اتنے ہیں کہ اولاد اپنی پوری عمر میں بھی پورے نہیں کر سکتی۔ انہوں نے پرورش کیا۔ شفقت کے ساتھ پالا مہربانی کے ساتھ سلوک کیا۔ ہر خطرے سے حفاظت کی ایسے محسن کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنا حرام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ احسان سے ان کے ساتھ بھلائی کرنا ہے ان کے سامنے ایسے رہے جیسے غلام اپنے آقا کے سامنے رہتا ہے۔

تیسرے اولاد کے قتل کی ممانعت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اولاد کو زندہ درگور کر دینے کا رواج تھا۔ اس کی حرمت بیان فرمائی ان میں خوف ناداری سے اولاد کو قتل کر دینے کا رواج تھا۔

نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ۔ اس قسم کی وحشیانہ حرکت سے منع کر کے اطمینان دلایا کہ روزی دینے والے تمہیں اور انہیں ہم ہیں۔

اِمْلَاق - کے معنی فقیری - دیوالیہ ہونا ہے اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ آئندہ محتاج ہونے کا خطرہ۔

چوتھے بے حیائی کے افعال سے منع فرمایا اور ایسے افعال قبیحہ دو طرح ہوتے ہیں علانیہ اور خفیہ تو اس میں انسان اگر علانیہ فحش کاری سے بچ کر خفیہ معصیت کا مرتکب ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ ظاہری معصیت بھی للہیت کی غرض سے ترک نہیں کی جاتی۔ بلکہ لوگوں میں رسوائی سے بچنے کے لیے وہ علانیہ بے حیائی سے بچ کر خفیہ معصیت کا مرتکب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و ثواب کا صرف وہ مستحق ہے جو محض خوف الٰہی سے ترک معصیت کرے اسی بنا پر فرمایا۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ - ظاہری بے حیائی بھی چھوڑو اور باطنی بے حیائی بھی ترک کرو۔

فَاحِشَہ - کا مادہ فحش ہے اس کے معنی حد سے بڑھ کر جرم کرنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فحش سے زنا مراد ہے۔ زنا کو فواحش فرمایا گیا۔ زنا کے اسباب میں بے پردگی بھی ہے اس کی ممانعت فرما دی گئی۔ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ - اور ایسی جان کو قتل نہ کرو جس کو اللہ نے حرام کیا مگر حق کے ساتھ۔

اور پانچویں کسی جان کا بلا حکم شرعی قتل کرنے کی ممانعت فرمائی اور الا بالحق سے استثناء اس لیے فرمایا کہ قصاص وغیرہ میں قضاء قاضی سے جو قتل ہو وہ قتل ممنوع نہیں۔ مثلاً مرتد کا قتل بحکم قاضی یا قصاص یا شادی شدہ کا رجم سزائے زنا میں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہو اس کا خون حلال نہیں مگر ان تین سببوں سے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کر بیٹھے تو رجم ہوگا۔ کسی کو ناحق قتل کر لیا تو قصاص میں قتل ہوگا یا دین چھوڑ کر مرتد ہو گیا تو قتل ہوگا۔

چھٹا حکم فرمایا وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ - یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے کہ اس کے حق میں بہتر ہو۔ یعنی اس یتیم کو اس سے کچھ فائدہ ہو۔

یتیم۔ یتم کے معنی اکیلا ہونا وہ یتیم بچہ جس کا والد فوت ہو چکا ہو۔ یتیم کا وہ مال جو اسے میراث سے ملا ہو یا اسکی ملکیت ہو یا کمایا ہوا ہو۔

اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو اس کا مال اس کے سپرد کر دو۔ اب تفسیر نسفی سے آیہ کریمہ کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے۔

قل للذین حرموا الحرث والانعام تعالوا واصله ان یقوله من کان فی مکان عال لمن هو اسفل منه اتل ما حرم ربکم الذی حرمه ربکم علیکم ان لا تشرکوا به شیئا وبالوالدین احسانا واحسنوا بالوالدین احسانا ولا تقتلوا اولادکم من املاق من اجل فقر ومن خشیته نحن نرزقکم وایاهم لان رزق العبید علی مولاهم ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها ما بینک وبین الخلق وما بطن ما بینک وبین الله ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق فالقصاص والقتل علی الردة والرجم ذلکم وصکم به ای المذکور مفصلا امرکم ربکم بحفظه لعلکم تعقلون۔ تعقلوا عظمها عند الله ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی هی احسن الا بالخصلة التی هی احسن حتی یبلغ اشده مبلغ حلمه فادفعوا الیه وواحده شد (تفسیر نسفی)

یہاں تک تفسیر کا ترجمہ وہی ہے جو اول بیان ہو چکا اس سے آگے جو تفسیر ہے اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ۔ اور پورا کرو ماپ اور تول انصاف کے ساتھ یعنی عدل کے ساتھ پورا ناپو اور صحیح تول پورا کرو۔ اَوْفُوا۔ ایفا سے ہے اس کے معنی پورا دینا ہے۔ کیل ایک پیمانہ ہے جیسے پاکستان میں ٹوپہ اور عرب میں صاع کہتے ہیں۔ میزان ترازو کو کہتے ہیں۔ قسط کا معنی انصاف ہے یعنی ناپ تول سے لین دین کرنے والوں کو حکم ہے کہ انصاف پر قائم رہیں۔

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ ہم تکلیف نہیں دیتے کسی جان کو مگر مقدور کے موافق۔ یعنی جس تکلیف کی برداشت سے عاجز نہ ہو اتنی ہی تکلیف دیتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رحمت ہو اس جوانمردی کرنے والے شخص پر جو خرید و فروخت کے وقت جوانمردی کرتا ہے رواہ البخاری۔

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی - اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو یعنی سچ بولو اگرچہ تمہارے رشتہ دار کے معاملہ میں ہو یعنی کہنے والی بات اس کے قرابت دار پر ہو یا غیر پر۔

قربٰی۔ مصدر ہے اس کے معنی قرابت دار ہے یعنی تم جس کے بارے میں فیصلہ کر رہے ہو وہ تمہارا قرابت دار رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تین قسم کے قاضی ہوں گے۔ جس نے حق پہچانا اور حق کے مطابق فیصلہ کیا وہ جنت میں جائے گا۔ لیکن جس نے حق و انصاف کو پہچان لیا مگر فیصلہ میں ظلم کیا وہ دوزخ میں جائے گا اور جس نے جہالت کے باوجود فیصلہ کیا وہ بھی دوزخ میں جائے گا۔ رواہ ابوداؤد

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ - اور عہد اللہ کا پورا کرو۔ یہ چیزیں وصیت فرمائیں تم کو اس کی تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اللہ کا معاہدہ یوم میثاق والا جس کی تفسیر پارہ ۳ میں بیان ہو چکی ہے یا نذر یا قسم یا وہ عہد جو کسی بندے نے کسی بندے سے اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا کر کیا ہو پورا کرنا یا پورا کرو یہ جو حکم دیئے گئے ہیں اس کی تاکید فرمائی گئی ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو یعنی جو حکم دیا گیا ہے اس سے نصیحت پکڑو ان سب باتوں کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم فرمایا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ - اور تحقیق یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو یعنی اس کی پیروی کرو۔

وَاَنَّ هٰذَا سے پہلے فعل محذوف ہے اصل میں وَاتْلُ عَلَیْهِمْ اَنَّ هٰذَا تھا کہ میں تم کو سناتا ہوں کہ یہ میرا راستہ ہے مُسْتَقِیْمًا صِرَاطِیْ سے حال ہے کہ میرا سیدھا راستہ یعنی توحید و نبوت انبیاء کا لایا ہوا دین۔

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی یہ تمہیں حکم فرمایا کہ ہیں تمہیں پرہیزگاری تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ اپنی اپنی من مانی مختلف راہوں پر نہ چلو۔ یعنی مختلف راستے دین میں مثل یہود یا نصاریٰ سے یا مجوسی یا تمام گمراہ طریقے کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں یعنی صراط مستقیم سے ہٹا کر دین اسلام سے منحرف کر کے گمراہ طریقہ پر ڈال دے گا۔

حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا یہ ہدایت کا

راستہ ہے اور یہی اللہ تک پہنچنے کی راہ ہے اس کی پیروی کرو۔ پھر اس کے ہر دو سمت چھ چھ خط کھینچے۔ اس طرح ⟸⟸⟸⟸ ⟹⟹⟹⟹ اور فرمایا یہ راستے ہیں ہر راستہ پر شیطان کھڑا ہوا بلا رہا ہے۔ لہذا اس سے بچو پھر یہ آیہ کریمہ وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ تلاوت فرمائی تو اس حساب سے بارہ راستہ بن گئے جو ہر راستہ پر قائم ہو گئے۔ یعنی ہر خط سے جا کر بارہ شاخوں میں بہک سکتا ہے اسی بنا پر بارہ چھکے بہتر طبقہ اور فرقے بن گئے۔

اس لیے کہ ہر فرقہ بارہ فرقوں میں منقسم ہو جائے گا۔ حضرت کعب احبار فرماتے ہیں یہ آیت توریت کی اول آیت سے ہے۔

ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ - یہ تمہیں حکم فرمایا تاکہ تم پرہیز گار رہو۔ اور پرہیز گار اسی امید پر کہ انہیں تقویٰ آئے۔

اس کے بعد علامہ نسفی فرماتے ہیں کہ

اس رکوع میں اول چھ احکام فرما کر تعقلون فرمایا۔ پھر تذکرون فرمایا۔ پھر تتقون ارشاد ہوا اس لیے کہ جب عقل صحیح آئے گی تو راہ راست کی فکر ہو گی اور نصیحت قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو گی اور جب نصیحت اور تذکر سے متمتع ہو گا تو تقویٰ و طہارت کی طرف میلان ہو سکے گا تو پھر محرمات سے اجتناب کی استعداد پیدا ہو گی۔ اس کے بعد ارشاد ہے۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ٥ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی یعنی ہم انہیں یہ خبر دیتے ہیں عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ جن پر احسان فرمایا اور وہ نیک اور صالح ہیں اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت تاکہ اپنے رب سے ملنے پر ایمان لائیں تفصیل ان چیزوں کی جن کی احتیاج بندوں کو ہوتی ہے اپنے دین میں اور ہدایت حاصل کرنے کے بعد تصدیق بعد الموت اور حساب حشر اور رویت الٰہی پر ایمان لاتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع ہفتم ۷ سورۃ انعام

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ اور یہ کتاب ہے نازل کی ہم نے برکت والی ہے

وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

تو پیروی کرو اس کی اور پرہیزگار بنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝

یہ نہ کہنا کہ حزایں نیست کہ نازل ہو چکی ہے کتاب دو گروہوں پر ہم سے پہلے اور یقیناً ہم اس کی تعلیم سے بے خبر تھے۔

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝

یا یہ کہنے لگو کہ اگر ہم پر نازل ہوتی کتاب تو ہم ہوتے ان سے زیادہ ہدایت پر تو یقیناً آئی تمہارے پاس روشن دلیل تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت تو ان سے زیادہ ظالم کون ہے جو جھٹلائیں اللہ کی آیتیں اور منہ پھیرے اس سے عنقریب سزا دیں گے ہم اسے جو منہ پھیرے ہماری آیتوں سے برے عذاب کی بوجہ اس کے کہ تھے وہ منہ پھیرتے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِىَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِىَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَاْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِىْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝

کیا انتظار میں ہیں مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا آئے ان کے پاس تمہارے رب کا عذاب یا آئے کوئی نشان تمہارے رب کا جس دن آئے گی کوئی نشانی تمہارے رب کی نہ نفع دے گا کسی جان کو اس کا ایمان لانا جو نہ تھے ایمان لائے پہلے یا نہ کمائی اپنے ایمان میں کوئی بھلائی فرما دیجئے انتظار کرو ہم بھی انتظار میں ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِىْ شَىْءٍ ۚ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

بے شک وہ جنہوں نے تفرقہ کر ڈالی اپنے دین میں اور ہو گئے کئی گروہ نہیں (اے محبوب) تمہیں ان سے کوئی علاقہ سوا اس کے کہ ان کا معاملہ اللہ ہی کے سپرد ہے پھر وہ انہیں بتا دیگا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

جو لائے ایک نیکی تو اس کے دس گنی نیکیاں ہیں اور جو لائے ایک گناہ تو اسے بدلہ نہیں مگر ایک کی برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ

فرمادیجئے بے شک مجھے میرے رب نے ہدایت کی سیدھی راہ کی۔

دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

وہ دین جو قائم ہے ملت ابراہیم پر ہر باطل سے جدا اور نہ تھے وہ مشرک۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

فرمادیجئے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب ہے سارے جہان کا۔

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

نہیں کوئی شریک اس کا اور اسی سے مجھے حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

فرمادیجئے کیا اللہ کے سوا اور رب چاہوں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور نہیں کماتی کوئی جان مگر اسی پر ہے اور نہیں کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا پھر طرف تمہارے رب کی لوٹنا ہے تو وہ بتادیگا جس میں اختلاف کرتے تھے۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۚ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۝

اور وہی ہے جس نے کیا تمہارے لیے خلیفہ زمین میں اور بلند کیا بعض تمہارے کو اوپر بعض کے درجوں میں تاکہ تمہیں آزمائے بیچ اس کے جو تمہیں دیا ہے بے شک تمہارا رب جلدی فرمانے والا ہے عذاب میں۔

وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور بے شک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے

حل لغات رکوع ہفتم پ ۸ سورۃ انعام

و۔ اور | ھذا۔ یہ | کتاب۔ کتاب ہے | انزلنہ۔ ہم نے اسکو اتارا

مبارک۔ برکت والی | فاتبعوہ۔ تو پیروی کرو | ہ۔ اس کی | و۔ اور

اتقوا۔ ڈرو | لعلکم۔ تاکہ تم | ترحمون۔ رحم کیے جاؤ | ان۔ یہ کہ

تقولوا۔ تم کہو | انما۔ اسکے سوا نہیں کہ | انزل۔ اتاری گئی | الکتب۔ کتاب

علی۔ اوپر | طائفتین۔ دو جماعتوں کے | من قبلنا۔ ہم سے پہلے

و۔ اور | ان۔ بیشک | کنا۔ ہم تھے

عن دراستھم۔ انکے پڑھنے سے | لغفلین۔ یقیناً بے خبر

او۔ یا | تقولوا۔ تم کہو | لو۔ اگر | انا۔ بیشک

انزل۔ اتاری جاتی | علینا۔ ہم پر | الکتاب۔ کتاب | لکنا۔ تو ہوتے ہم

اھدی۔ زیادہ ہدایت والے | منھم۔ ان سے | فقد۔ تو بیشک

جاء۔ آئی | کم۔ تمہارے پاس | بینۃ۔ دلیل | من ربکم۔ تمہارے

رب کی طرف سے | و۔ اور | ھدی۔ ہدایت | و۔ اور

رحمۃ۔ رحمت | فمن۔ تو کون | اظلم۔ زیادہ ظالم ہے | ممن۔ اس سے جو

کذب۔ جھٹلائے | بایت۔ آیات | اللہ۔ الٰہی کو | و۔ اور

صدف۔ رک جائے | عنہا۔ اس سے | سنجزی۔ جلدی بدلہ دینگے ہم

الذین۔ ان کو جو | یصدفون۔ رکتے ہیں | عن ایتنا۔ ہماری آیتوں سے

سوء۔ برے | العذاب۔ عذاب کا | بما۔ بدلے اسکے کہ | کانوا۔ تھے وہ

یصدفون۔ رکتے | ھل۔ نہیں | ینظرون۔ انتظار کرتے | الا۔ مگر

ان۔ یہ کہ | یاتیھم۔ آئیں انکے پاس | الملئکۃ۔ فرشتے | او۔ یا

یاتی۔ آئے | ربک۔ تیرا رب | او۔ یا | یاتی۔ آئیں

بعض۔ بعض | ایات۔ نشانیاں | ربک۔ تیرے رب کی تو | لا۔ نہ

ینفع۔ نفع دیگا | نفسا۔ کسی آدمی کو | ایمانھا۔ اس کا ایمان کہ | لم۔ نہ

تکن - تھا | امنت - ایمان لایا | من قبل - پہلے | او - یا

کسبت - کمائے | فی - بیچ | ایمانہا - اپنے ایمان کے | خیرا - بھلائی

قل - کہہ دیں | انتظروا - انتظار کرو | انا - بیشک ہم بھی ہیں | منتظرون - انتظار

کرنے والے | ان - بیشک | الذین - وہ جو | فرقوا - ٹکڑے ٹکڑے کر بیٹھے

دینہم - اپنا دین | و - اور | کانوا - ہو گئے | شیعا - ٹکڑے ٹکڑے

لست - نہیں تو | منہم - ان سے | فی - بیچ | شیء - کسی چیز کے

انما - بجز ایں نیست کہ | امر - معاملہ | ھم - ان کا | الی - طرف

اللہ - اللہ کی ہے | ثم - پھر | ینبئہم - خبر دیگا ان کو | بما - اسکی کہ

کانوا - تھے وہ | یفعلون - کرتے | من - جو | جاء - لائے گا

بالحسنۃ - نیکی | فلہ - تو اسکے لیے ہے | عشر - دس | امثالہا - مثل اسکی

و - اور | من - جو | جاء - لائے گا | بالسیئۃ - برائی

فلا - تو نہ | یجزی - بدلہ دیا جائیگا | الا - مگر | مثلہا - برابر اسکے

و - اور | ہم - وہ | لا - نہ | یظلمون - ظلم کیے جائینگے

قل - کہو | اننی - بیشک مجھے | ھدا - ہدایت کی | نی - مجھ کو

ربی - میرے رب نے | الی - طرف | صراط - راستے | مستقیم - سیدھے کی

دینا - دین | قیما - قائم | ملۃ - ملت | ابراہیم - ابراہیم

حنیفا - ایک رخ کی | و - اور | ما - نہ | کان - تھا

من المشرکین - مشرکوں سے | قل - کہہ دیں | ان - بیشک

صلوتی - میری نماز | و - اور | نسکی - میری قربانی | و - اور

محیای - میری زندگی | و - اور | مماتی - میری موت | للہ - اللہ

رب - رب | العلمین - العالمین کے لئے ہے | لا - نہیں | شریک - کوئی شریک

لہ - اس کا | و - اور | بذلک - اسی کا | امرت - میں حکم دیا

گیا ہوں۔ | و - اور | انا - میں | اول - پہلا

المسلمین - فرمانبردار ہوں | قل - کہہ دیں | ا - کیا

غیر - سوا | اللہ - اللہ کے | ابغی - میں تلاش کروں | ربا - کوئی رب

و۔ اور	ھو۔ وہ	رب۔ رب ہے	کل۔ ہر
شیٔ۔ چیز کا	و۔ اور	لا۔ نہیں	تکسب۔ کماتی
کل۔ ہر	نفس۔ جان	الا۔ مگر	علیھا۔ اسی پر ہے
و۔ اور	لا۔ نہیں	تزد۔ اٹھائے گا	وازرۃ۔ کوئی بھی بوجھ
اٹھانے والا	وزر۔ بوجھ	اخری۔ دوسرے کا	ثم۔ پھر
الی۔ طرف	ربکم۔ رب تمہارے کے ہے		مرجعکم۔ لوٹنا تمہارا
فینبئکم۔ پھر خبر دے گا تم کو		بما۔ کہ جو	کنتم۔ تھے تم
فیہ۔ اس بیچ	تختلفون۔ اختلاف کرتے	و۔ اور	ھو۔ وہ
الذی۔ وہ ہے جس نے	جعلکم۔ بنایا تم کو	خلائف۔ جانشین	الارض۔ زمین کے
و۔ اور	رفع۔ بلند کیا	بعضکم۔ بعض تمہارے کو	فوق۔ اوپر
بعض۔ بعض کے	درجت۔ درجوں میں	لیبلو۔ تاکہ آزمائے	کم۔ تم کو
فی۔ بیچ	ما۔ اسکے جو	اتکم۔ دیا تم کو	ان۔ بیشک
ربک۔ تیرا رب	سریع۔ جلدی	العقاب۔ سزا دینے والا ہے	و۔ اور
انہ۔ بیشک وہ	لغفور۔ بخشنے والا	رحیم۔ مہربان ہے	

مختصر تفسیر رکوع ہفتم پ ۸ سورہ انعام

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِیْنَ ۝

اور یہ کتاب یعنی قرآن کریم نازل کیا ہم نے اسے برکت والی تو اس کی پیروی کرو یعنے یہ کتاب کثیر الخیر ہے واتقوا مخالفتہ یعنی پرہیز کرو اس کی مخالفت سے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ان تقولوا کراھۃ ان تقولوا۔ کہیں یہ نہ کہو کہ جزایں نیست کہ کتاب تو ہم سے پہلے اتری تھی دو گروہوں پر یعنی اہل توریت و اہل انجیل پر یہ دلیل ہے اس کی کہ مجوس اہل کتاب نہیں وان کنا عن دراستہم عن تلاوۃ کتبہم لغافلین لاعلم لنا بشیٔ من ذلک۔

والاصل وانہ کنا عن دراستہم غافلین والمراد اثبات الحجۃ علیہم بانزال

القرآن علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلا یقولون یوم القیمۃ ان التوراۃ والانجیل انزلا علی طائفتین من قبلنا وکنا غافلین عما فیہا۔

یعنی ہم تو ان کی تلاوت سے غافل تھے یعنی ہمیں اس کا کچھ علم نہ تھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان پر حجت قائم ہو جائے قرآن کریم کے نزول سے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں بروز قیامت کہ توریت اور انجیل تو دو گروہوں پر ہم سے پہلے نازل ہوئی تھیں اور ہم اس سے جاہل تھے جو کچھ اس میں تھا کیونکہ وہ ہماری زبان ہی میں نہ تھیں۔ نہ ہمیں کسی نے ان کے معنی بتلائے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرما کر ان کے اس بہانہ کو بھی دفع فرما دیا (تفسیر نسفی)

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ۔ یا کہو اگر ہم پر کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت پر ہوتے۔

عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا۔ ہم سے پہلے دونوں فرقوں پر اتری تھیں۔ علی طائفتین سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں یعنی کفار کی ایک جماعت نے کہا تھا کہ یہود و نصاریٰ پر کتابیں نازل ہوئیں۔

وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ۔ ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے بالکل ناواقف تھے۔ اِنْ کُنّا میں اِن مخففہ ہے اسی لیے خبر میں لام لایا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم بدعقلی کے شکار رہے اور ان کتابوں سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ ہم ان کی طرح خفیف العقل اور نادان نہیں۔ ہماری عقلیں زود فہم و فراست ایسی ہیں کہ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم ضرور ہدایت قبول کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرما کر ان کا یہ عذر بھی دفع فرما دیا (خلاصہ مفہوم از روح المعانی و تفسیر نسفی) آگے ارشاد ہوا۔

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ۔ تو تمہارے پاس یقیناً آگئی روشن دلیل تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت۔ یعنی یہ قرآن کریم آگیا جس میں حجت واضحہ اور بیان ساطعہ اور ہدایت و رحمت ہے (تفسیر نسفی)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ۔ تو اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے بعد اس امر کے کہ جان لیا انہوں نے کہ وہ صحیح اور سچ ہیں۔

وَصَدَفَ عَنْهَا۔ منہ پھیر ان سے یعنی اس کی صداقت سے اعراض کرے۔

سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ۔ عنقریب ہم سزا دیں گے انہیں جو منہ پھیرتے ہیں ہماری آیتوں سے ہم انہیں برے عذاب سے اس بدلے

ہیں کہ وہ منہ پھیر رہے ہیں۔ یہ انتہائی سخت عذاب تکلیف کی اطلاع ہے ان کے اعراض کی وجہ سے۔

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ

کیا انتظار باقی ہے مگر یہ کہ ان کے پاس فرشتے آئیں ان کی روح قبض کرنے کے لیے یا تمہارے رب کا حکم آئے اور وہ عذاب یا قیامت ہے قیامت کی نشانیوں میں سے۔

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا۔ لیکن جس روز آئے گی کوئی نشانی آپ کے رب کی نہ نفع دیگا کسی کو۔

جمہور مفسرین کے نزدیک اس نشانی سے آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا مراد ہے

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری فرماتے ہیں کہ ہم قیامت کے بارے میں باہم گفتگو میں مشغول تھے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا کہ جبتک قیامت سے پہلے تم دس نشانیاں نہ دیکھو گے قیامت نہیں آئے گی پھر آپ نے امور ذیل کا ذکر فرمایا۔

دھواں۔ دجال۔ دابۃ الارض۔ مغرب سے سورج کا طلوع۔ عیسی بن مریم کا اترنا۔ یاجوج ماجوج کا خروج۔ تین مرتبہ زمین کا دھنسنا ایک بار مغرب میں ایک بار جزیرہ عرب میں۔ آخر میں یمن سے ایک آگ کا نکلنا جو لوگوں کو میدان محشر کی طرف کھدیڑ کر لے جائے گی وغیرہ وغیرہ رواہ مسلم۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جبتک آفتاب مغرب سے طلوع نہ کرے اور جب وہ مغرب سے طلوع ہوگا تو سب کافر مسلمان ہو جائیں گے لیکن اس وقت ان کا ایمان لانا ان کو نفع نہ دیگا اور نہ ایمان قبول ہوگا۔

قیامت کی نشانیاں

جو احادیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی تحریر کر دی جائیں تاکہ دجال اور امام مہدی کے متعلق جو لوگ غلط فہمی میں ہیں وہ ان احادیث کی روشنی میں اپنے عقائد کی اصلاح کر سکیں۔

حضرت ابو سعید خدری کی مرفوع حدیث ہم نے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے

کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ فرمایا کہ لوگوں اس امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہونگے جو حکم رجم کا انکار کریں گے۔ خروج دجال کی تکذیب کریں گے پچھم کی طرف سے آفتاب کے طلوع کی اطلاع کو جھوٹا قرار دیں گے۔ عذاب قبر کی تکذیب کریں گے۔ وقوع شفاعت کے بھی قائل نہ ہوں گے۔ دوزخ سے کچھ لوگوں کو جلنے کے بعد نکالے جانے کا انکار کریں گے العیاذ باللہ۔

علامات قیامت

احادیث کی روشنی میں

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خود سنا کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی مغرب سے طلوع آفتاب اور دن چڑھتے دابۃ الارض کا خروج ہوگا۔ ان دونوں علامتوں میں سے جو بھی پہلے ہو جائے اس کے فورًا بعد دوسری علامت کا ظہور ہوگا۔ رواہ مسلم۔

حضرت نواس بن سمعان نے فرمایا کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا۔ دجال جوان ژولیدہ مو ہوگا جس کی ایک آنکھ باہر کو ابھری ہوگی یعنی پھولے ہوئے انگور کی طرح ہوگی گویا عبدالعزی بن قطن سے میں اس کو تشبیہ دے سکتا ہوں اگر تم میں سے کوئی اس کو پالے تو سورہ کہف کی ابتدائی آیات اس پر پڑھے وہ آیات دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لئے ہیں۔ دجال شام وعراق کے درمیان خلہ میں برآمد ہوگا دائیں بائیں تباہی مچائے گا۔

اے اللہ کے بندو تم ایمان پر جمے رہنا ہم نے عرض کی یا رسول اللہ اس کا قیام زمین پر کتنی مدت ہوگا؟

فرمایا چالیس روز اس میں ایک دن ایک سال کے برابر ایک دن ایک ماہ کے برابر ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن تمہارے ان دنوں کی طرح ہوں گے۔

ہم نے عرض کی یا رسول اللہ جو دن ایک سال کے برابر ہوگا اس میں ایک دن کی نمازیں ہوں گی یا کوئی اور صورت ہوگی؟

فرمایا نہیں اسکا اندازہ کر لینا۔

ہم نے عرض کی یا رسول اللہ وہ زمین پر کتنی تیز رفتار سے چلے گا؟

فرمایا جیسے ہوا کہ اپنے پیچھے بارش لاتی ہے۔ بعض لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے اس کے

حکم سے بارش ہوگی۔ زمین سبزہ پیدا کرے گی۔ مویشی جنگل سے شام کو جب واپس ہوں گے تو ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوں گے۔ دجال کچھ لوگوں کو دعوت دے گا کہ وہ اس پر ایمان لے آئیں وہ لوگ اس کی دعوت کو رد کریں گے وہ لوگ کال میں مبتلا ہو جائیں گے۔ وہ لوگ نادار ہو جائیں گے یہ ان کی آزمائش ہوگی۔ دجال ویرانے کی طرف گذرے گا تو دفینے باہر نکل آئیں گے۔ خزانے اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں یعسوب کے ہو جاتی ہیں۔

دجال ایک جوان شخص کو بلائے گا اور تلوار سے اس کے ٹکڑے کرے گا۔ اور پھر ان ٹکڑوں کو دور دراز پھینک دے گا۔ پھر ان کو بلائے گا تو وہ شخص شگفتہ ہنستا ہوا اس کے سامنے آجائے گا۔

دجال اس حال میں ہوگا اور اس طرح وہ طاقت کا مظاہرہ کر رہا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے شرقی جانب ایک سفید منارہ کے پاس دو فرشتوں کے بازوؤں کے سہارے اس منارہ پر اتریں گے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سر جھکائیں گے تو پسینہ موتیوں کی طرح ٹپک رہا ہوگا۔ جس کافر کو ان کے سانس کی ہوا پہنچے گی وہ مر جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی رسائی وہاں تک ہوگی جہاں تک نگاہ کی رسائی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے اور باب لُد کے پاس اس کو پا کر قتل کر دیں گے۔ پھر وہ مومنین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے جن کو اللہ تعالےٰ نے دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھا ہوگا عیسیٰ علیہ السلام مومنین کے چہروں سے غبار صاف کریں گے اور اور جنت میں بلند والوں کے مراتب درجات بیان فرمائیں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ ارشاد فرمائے گا کہ میں نے کچھ ایسے بندے پیدا کیے ہیں جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں لہٰذا تم اے عیسیٰ میرے بندوں کو جمع کر کے طور کی طرف لے جاؤ۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا جو ہر ٹیلہ کے پیچھے سے پھیلتے جائیں گے۔ ان کی تعداد اس قدر ہوگی کہ ان کا اگلا گروہ جب بحیرہ طبریہ پر گذرے گا تو سب پانی پی جائے گا اور آخر میں لوگ جب وہاں سے گذریں گے تو حیرت سے کہیں گے کہ کیا یہاں کبھی پانی تھا یاجوج ماجوج جب چلتے پھرتے کوہ خمر یعنی کوہ بیت المقدس تک پہنچیں گے تو کہیں گے ہم نے

زمین کے باشندوں کو توقتل کر دیا اب ہم آسمان والوں کو قتل کرنا چاہتے ہیں چنانچہ وہ اپنے چھوٹے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے اور اللہ تعالے ان کے تیروں کو خون سے رنگین کر کے واپس لوٹا دے گا وہ بہت خوش ہوں گے۔

اس دوران اللہ کا نبی اور ان کے متبعین کوہ طور پر محصور رہیں گے یہاں تک کہ ایک بیل کی سری ان کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہو گی جتنے آجکل سو دینار

اس کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان پر ایمان والوں کی دعا سے اللہ تعالے یاجوج ماجوج کی گردنوں میں گلٹیاں پیدا کر دے گا جن کی وجہ سے سب صبح ہوتے تک مر جائیں گے پوری روئے زمین ان کی وجہ سے متعفن ہو گی جو ان کی لاشوں کی وجہ سے ہو گی اللہ تعالے ایسے پرندے بھیج دے گا جو بختی اونٹوں کی گردنوں کی طرح لمبے لمبے ہوں گے یہ پرندے ان کی سڑی ہوئی لاشوں کو اٹھا کر ایسی جگہ پر پھینک دیں گے جہاں اللہ چاہے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے حکم سے پرندے نہبل یا جہبل کے مقام پر پھینک دیں گے اور مسلمان یاجوج ماجوج کے مال غنیمت کو حاصل کریں گے حتیٰ کہ ان کی کمانوں تیروں اور دیگر سامان کو سات برس تک ایندھن کے طور پر استعمال کریں گے پھر اللہ تعالے بارش کر دیگا جس سے تمام زمین دھل کر پاک وصاف ہو جائے گی پھر زمین کو حکم ہو گا کہ اپنی سبزی اگائے اور پیداوار کو ترو تازہ کرے اس قدر برکت ہو گی کہ اس وقت ایک انار ایک جماعت کے لیے کافی ہو گا۔ انار کے چھلکے سے لوگ سائبان بنائیں گے۔ دودھ میں برکت ہو گی دودھ دینے والی ایک اونٹنی ایک گروہ کے لیے اور دودھ دینے والی گائے ایک قبیلے کے لیے اور دودھ دینے والی بکری ایک خاندان کے لیے کافی ہو گی۔

اسی حالت میں اللہ تعالے ایک خوشگوار ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے لگے گی اور ہر مومن مسلمان کی روح قبض ہو جاوے گی۔ صرف کافر سرکش لوگ رہ جائیں گے اور ایسی حرکتیں کریں گے جیسے گدھے دولتیاں مارتے ہیں سات سال تک یہی حالت رہیگی انہیں پر قیامت برپا ہو گی رواہ مسلم

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ دجال خروج کریگا۔ اس کے ساتھ پانی بھی ہو گا اور آگ بھی لوگ جس کو پانی خیال کریں گے وہ آتش سوزاں ہو گی اور جس کو آگ سمجھیں گے وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہو گا۔ فرمایا تم میں جو اس کو پائے یعنے

آگ کو قبول کرے کیونکہ وہ حقیقتاً شیریں پاکیزہ پانی ہوگا متفق علیہ

مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ دجال کی ایک آنکھ پھٹ ہوگی یعنی ایک موٹا ناخونہ اس پر چڑھا ہوگا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ کافر لکھا ہوگا جس کو ہر ایک مومن پڑھ لے گا۔

حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ دجال کو جب مومن دیکھے گا تو کہے گا کہ اے لوگو یہ وہی دجال ہے جس کا ذکر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

دجال کو عارضی طور پر یہ قوت حاصل ہوگی کہ وہ ایک شخص کو سر کی مانگ سے نیچے کی طرف آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دے گا پھر ان ٹکڑوں کو حکم دے گا کہ زندہ ہو کر سیدھا کھڑا ہو جا۔ وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا دجال اس سے کہے گا کہ اب تجھے مجھ پر یقین آیا۔ مومن کہے گا کہ تیرے اس عمل سے تو میری بصیرت اور بھی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تو ہی دجال ہے الحدیث

حضرت امام مہدی کا ظہور جو کہ مندرجہ بالا نشانیوں سے قبل ہوگا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر دنیا کی عمر میں صرف ایک دن باقی رہ جائے گا تب بھی اللہ تعالے اس دن کو اس قدر لمبا کر دیگا کہ ایک شخص مبعوث ہوں گے جو مجھ سے ہوں گے یا فرمایا میرے اہل بیت سے ہوں گے۔ اس کا نام میرے نام پر ہوگا اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا یعنی محمد بن عبد اللہ جس طرح اس زمانہ میں زمین ظلم اور نا انصافی سے بھری ہوگی اتنی ہی وہ عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ رواہ الترمذی

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک خلیفہ کے مرنے پر لوگوں میں اختلاف ہوگا تو اہل مدینہ میں سے ایک شخص بھاگ کر مکہ چلا جائے گا وہاں مکہ والے اس کو گھر کے اندر سے نکال کر باہر لائیں گے وہ پسند نہ کرے گا مگر اس کے باوجود رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کریں گے اس کے پاس ایک وفد شام سے آئے گا مگر وہ مکہ مدینہ کے درمیان مقام بیدا میں اللہ تعالے اس کو زمین میں دھنسا دے گا جب لوگ

یہ حالت دیکھیں گے تو پھر اس کے پاس شام کے ابدال اور عراق کی جماعتیں آئیں گی اور اس کی بیعت کر یں گی یہ شخص نبی کی سنت پر عمل کرے گا اور اسلام اپنا زمین پر ٹکا دے گا یعنی پوری روئے زمین پر اسلام ہی اسلام ہوگا۔ سات برس تک یہ شخص زندہ رہے گا پھر اس کی وفات ہو جائے گی اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ رواہ ابوداؤد

آگے ارشاد ہے اور تمام منکرین ایمان لے آئیں گے مگر یہ ایمان نفع نہ دے گا ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

يَوْمَ يَاْتِي بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا۔ تو جس دن آئے گی کوئی نشانی تیرے رب کی نہ نفع دے گا کسی جان کو اس کا ایمان لانا۔ اس لیے کہ وہ ایمان اختیاری نہ ہوگا بلکہ وہ ایمان بغرض دفع عذاب و وبال کے لیے ہوگا۔

لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا۔ جو پہلے ایمان نہ لائے تھے اور ان کے ایمان نے کوئی بھلائی کا عمل نہ کیا تھا یعنی مخلصانہ ایمان لانے کے لیے آمادہ نہیں تھے تو جس طرح کسی بے ایمان کا اس وقت ایمان لانا بے نفع ہوگا۔ اسی طرح اس وقت کی توبہ نامقبول ہوگی۔

فِیْ اِیْمَانِهَا میں ایمان سے بطور عموم مجاز توبہ مراد ہوگی کیونکہ لفظ توبہ دونوں قسموں پر حاوی ہوگی کفر سے توبہ یا گناہوں سے توبہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ نے مغرب میں توبہ کا ایک دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی ستر سال کے راستہ کے برابر ہے جبتک سورج کا طلوع اس طرف سے نہ ہوگا وہ دروازہ بند نہیں کیا جائے گا۔

قُلِ انْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ۔ فرمادیجئے تم کسی ایک نشانی کا انتظار کرتے رہو ہم بھی اس وقت تک منتظر ہیں جب موت کے فرشتے آجائیں یا عذاب آئے یا طلوع شمس من المغرب ہو اس لیے کہ ان تین علامتوں کے بعد تو ہر ایک توبہ کر لیتا ہے حتی کہ وہ فرعون جو مدعی الوہیت تھا جب اسے بحیرہ قلزم کے غرق نے پکڑ لیا اور موت نظر آئی تو بول اٹھا امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنو اسرائیل وانا من المسلمین۔ اس کے بعد فرقوں کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ۔ بے شک وہ جنہوں نے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں۔

اَلَّذِیْنَ سے یہود و نصاریٰ اور اہل کتاب مراد ہیں۔

فَرَّقُوْا مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ دینھم سے مراد یہودیت و نصرانیت ہے جس کے ماننے

کے وہ مدعی تھے اس کے باوجود وہ فرقوں میں بٹے ہوئے تھے۔

حدیث میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ ستر بہتر فرقوں میں بٹے جن میں سے سب دوزخی تھے سوا ایک کے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے سب دوزخی سوا ایک کے۔ دریافت کیا گیا کہ حضور وہ نجات پانے والا فرقہ کونسا ہوگا فرمایا ما انا علیہ و اصحابی جس کے عقیدے میرے اور میرے صحابہ کے مطابق ہوں گے (ترمذی۔ ابوداؤد)

وَكَانُوا شِيَعًا۔ اور کئی گروہ ہو گئے۔ شیاع یا شیوع اس کے معنی پھیلنا ہے۔ اس کے معنی پھیلانا ہے۔ ہر فرقہ اپنے عقائد کو پھیلاتا ہے اس لیے اس کو شیعہ کہتے ہیں۔ یعنی جن لوگوں نے اپنا دین متفرق کر دیا اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔

لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ۔ اے محبوب آپ کو ان سے کچھ علاقہ نہیں ہے یعنی آپ سے ان کے متعلق کوئی باز پرس نہ ہوگی۔

إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ۔ ان کا معاملہ اللہ ہی کے حوالہ ہے یعنی حق سے وہ جتنے دور ہوں گے اللہ اتنی ہی ان کو سزا دیگا۔

ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔ پھر وہ انہیں خبر دیگا جو کچھ وہ کرتے تھے اور آخرت میں انہیں ان کی بدکرداری کا حال معلوم ہو جائے گا۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا۔ جو ایک نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب ملیگا یعنی ایک نیکی کرنے والے کو دس نیکیوں کی جزا ہوگی۔ اور یہی بر تقدیر عشرات فرمایا کہ حد و نہایت بلکہ اللہ تعالےٰ جس کے لیے جتنا چاہے اس کی نیکیوں کو بڑھا دے ایک کے سات اور سات سو کر دے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر ایک نیکی کریگا تو اس کے لیے اس جیسی دس گنا سے سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جائیں گی (متفق علیہ) وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ۔ اللہ تعالےٰ بے حساب اجر عطا کرے گا۔ اصل یہ ہے کہ اجر حسنہ محض فضل ہی فضل ہے۔ یہی مذہب اہلسنت ہے

وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا۔ اور جو برائی لائے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اس کی برائی کے برابر وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ یعنی ثواب میں کمی اور عذاب میں زیادتی عدل کے خلاف ہے اور خلاف عدل جو فعل ہو وہ ظلم ہے تو وہ ذات مستجمع جمیع صفات ظالم نہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۔ فرما دیجئے مجھے میرے رب نے ہدایت فرمائی سیدھی راہ کی۔ اور فرمایا دیناً قیماً صراطاً مستقیماً یعنی دین اسلام کی۔

دِیْنًا قِیَمًا۔ دین قائم۔ یہاں قیماً بروزن سیداً فرمایا۔ یہ محاورہ عرب میں ابلغ ترین محاورہ ہے مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا۔ ملت ابراہیم جو ہر باطل سے جدا ہے۔ اسے جماعت قریش سمجھ لو اس میں کفار قریش کا رد ہے جن کا یہ گمان باطل تھا کہ وہ دین ابراہیمی پر ہیں اس آیہ کریمہ میں حق سبحانہ و تعالے نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و الصلوٰۃ مشرک نہ تھے۔

وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ وہ مشرک بت پرست نہ تھے۔ اور جو بت پرستی کرتے ہیں وہ مشرک کہلاتے ہیں بنابریں ان کا یہ دعوی باطل ہے کہ وہ ابراہیمی دین پر ہیں۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ فرما دیجئے میری نماز اور میری قربانی یعنی میری عبادت قربانی اور حج اور میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ جو اللہ نے حیات و موت میں دیا ایمان اور نیک عملی سب اللہ کے لیے ہے جو رب ہے سارے جہان کا یعنی اسی وحدہ لاشریک کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ اس لیے کہ ہر نبی متقدم بالایمان ہوتا ہے یعنی امت سے پہلے اس کا اسلام متحقق ہونا ضروری ہے یا اس میں حضور کا شرف بیان ہوا کہ آپ کی ذات مقدس اول مخلوق ہے اور جب حضور مخلوق میں سب سے اول ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کنت نبیا وادم منجدل بین طینته۔ میں اس وقت منصب نبوت پر تھا جب آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔ ایک حدیث میں ہے کنت نبیا ولا ادم ولا حواء تو لازماً ماننا پڑے گا کہ حضور اول المسلمین ہیں۔ اس کے بعد جو مضمون ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ کفار نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے دین میں آجائیے اور ہمارے بتوں کے پرستار بن جائیے۔ حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دعوت ولید بن مغیرہ نے دی تھی۔ اور عرض کیا تھا کہ میرا راستہ اختیار کر لیجئے اس میں اگر کچھ گناہ ہوگا تو میری گردن پر اس کے جواب میں ارشاد باری ہوا۔

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ۔ فرما دیجئے کیا اللہ کے سوا میں تلاش کروں اور کوئی رب حالانکہ وہ رب ہے ہر چیز کا۔ اور تمام عالم اس کا مربوب کوئی ایسا وجود نہیں جو تربیت

کا حقدار ہو سوا ذات واجب تعالیٰ شانہٗ کے۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔ اور کوئی کچھ کمائے وہ اس کے ذمہ ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی یعنی ہر شخص اپنے گناہ میں ماخوذ ہوگا دوسرے کے گناہ میں نہیں۔

ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ۔ پھر تمہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے قیامت کے دن تو وہ بتا دے گا جس میں اختلاف کرتے تھے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ۔ اور وہ وہ ذات ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اس سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ کی امت آخر الامم ہے اس لیے انہیں زمین میں پہلوں کا خلیفہ کیا تاکہ اس کے مالک ہوں اور اس میں تصرف کریں اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجات کی بلندی عطا کی شرف اور رزق، شکل صورت، حسن و جمال علم و عقل قوت اور کمالات وغیرہ کی۔

لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ تاکہ تمہیں آزمائے یعنی آزمائش کرے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی نعمت اور جاہ و مال پاکر کیسے شکر گذار ہے اور باہمی سلوک میں کس قسم کا برتاؤ کرتے ہو۔

إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ بے شک تمہارے رب کو عذاب کرتے دیر نہیں لگتی اور بے شک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے یعنی کفران نعمت پر عذاب اور شکر نعمت پر زیادتی نعمت میں وہ تاخیر نہیں فرماتا۔

حدیث میں ہے کہ جو مسلمان صبح کے وقت سورۃ انعام کی تین ابتدائی آیات پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو اسکی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ تفسیر مدارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جب سورہ انعام نازل ہوئی تو آپ نے سبحان اللہ پڑھا پھر فرمایا اس سورت کے پیچھے اتنے فرشتے تھے کہ آسمان کے کنارے انہوں نے بند کر دیے تھے یعنی پورے آسمان پر چھا گئے تھے رواہ الحاکم فی المستدرک

بحمد اللہ سورۃ الانعام ختم ہوئی

سُوْرَۃُ الْاَعْرَافِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَتَانِ وَسِتُّ اٰیَاتٍ وَّاَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ اعراف مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓصٓ ۝ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝

یہ کتاب ہے جو اتاری گئی ہے آپ کی طرف سو آپ کے سینہ میں اس کے متعلق کوئی تنگی نہ ہونی چاہیئے تاکہ آپ ڈرائیں اس سے اور ایمانداروں کے لیے نصیحت ہے۔

الف کا عدد بقاعدہ ابجد ایک ہے ل کا عدد ۳۰ میم کا عدد ۴۰۔

اس کا ترجمہ تو وہی ہے جو شروع سورہ بقرہ میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس نے بکتا قرآن کریم بے مثل ذات مصطفیٰ پر تئیس پاروں میں چالیس سال کی عمر کے بعد نازل فرمایا۔ اور صاد کے عدد نوے باعتبار حرف کے ہیں اور باعتبار تحریر حروف مکتوبی میں ص ۹۰ الف کا ایک د کے چار کل پچانوے ہوتے یہ عدد ملک کے ہوتے ہیں۔ گویا اس سے یہ عبارت بنی انا اللہ الواحد الذی انزل الکتب الذی لیس کمثلہ علی محمد الذی ھو فرید الکائنات علی راس اربعین وکان لہ کل ملکہ۔

اور علامہ نسفی صاحب تفسیر نسفی نے فرمایا قال الزجاج المختار فی تفسیرہ ما قال ابن عباس رضی اللہ عنہ انا اللہ اعلم وافصل۔

ابن عباس فرماتے ہیں الف سے انا لام سے اللہ میم سے اعلم اور صاد سے افصل یعنی میں اللہ ہوں سب کچھ جانتا ہوں اور سب سے بہتر فیصلہ دیتا ہوں۔

اور اگر مقطعات کے اعتبار سے اسماء الٰہی کا اول تسلیم کیا جائے تو الف سے انا۔ لام سے لطیف میم سے مہیمن۔ صاد سے صادق۔ گویا یہ عبارت بنتی ہے انا لطیف مھیمن صادق۔ بسم لطیف

اور حفاظت فرمانے والے سچے ہیں۔

یا المٓصٓ میں حضور سید یوم النشور کو رموز کے ساتھ منادی بنایا گیا اور فرمایا اے محبوب لطیف محافظامت سچ فرمانے والے۔ ایک کتاب آپ کی طرف اتاری گئی تو آپ کے دل میں رکاوٹ نہ ہو اس سے کہ شاید قریش مکہ اور کفار عالم نہ مانیں اور اس سے اعراض کریں اس کی تکذیب کریں اس لیے کہ تم تو اس سے ڈر سناؤ اور مسلمانوں کو نصیحت دو۔

کتاب ای ھو کتاب انزلناہ الیک فلا یکن فی صدرک حرج منہ شک فیہ وسمی الشک حرجا لان الشاک ضیق الصدر حرجہ کما ان المتیقن منشرح الصدر منفسحہ ای لاشک فی انہ منزل من اللہ۔ او حرج منہ بتبلیغہ لانہ کان یخاف قومہ وتکذیبہم لہ واعراضہم عنہ واذاھم فکان یضیق صدرہ من الاذی ولا ینشط لہ فامنہ اللہ ونہاہ عن المبالاۃ بہم والنہی متوجہ الی الحرج وفیہ من المبالغۃ ما فیہ (تفسیر نسفی) ترجمہ

یہ وہ کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف اتاری تو نہ ہو تمہارے سینہ میں حرج اس سے یعنی یہ شک نہ ہو۔ اور شک کا نام حرج اس لیے رکھا کہ شک کرنے والا دل میں تنگی محسوس کرتا ہے جیسے یقین کرنے والا منشرح الصدر ہوتا ہے اور دل میں وسعت محسوس کرتا ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ اس میں شک نہیں کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوا یا تنگی محسوس کریں اس کے پہنچانے میں۔

اس لیے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قوم سے اس امر کا خوف کھاتے تھے کہ تبلیغ سے وہ قبول کرنے میں اعراض وانحراف کریں گے اور تکذیب کریں گے تو اس صورت ہی کا نام ضیق صدر ہے اور اذیت کفار کا خوف بھی اسی معنی میں ہے تو اللہ تعالے نے حضور کو امن دی اور ان کی پرواہ کرنے سے منع فرمایا اور حرج سے منع فرمانا بمعنی مبالغہ ہے۔

سورۂ اعراف رکوع اول پ ۸

ای ھذا الکتاب انزلنہ الیک فلا یکن بعد انزالہ حرج فی صدرک لتنذر بہ (تفسیر نسفی) ترجمہ۔ یہ کتاب نازل کی ہیں نے آپ کی طرف تو نہ ہوں آپ اس کے نزول

سے اپنے جی ہیں تنگ دل یا یہ خیال کہ شاید منکرین نہ مانیں اور اعراض کریں اس کی تکذیب کی جرأت و جسارت کریں۔ لِتُنذِرَ بِہٖ تو اس لیے نازل فرمائی ہے کہ تم اس سے ڈر سناؤ وذکریٰ للمومنین اور مسلمانوں کے لیے نصیحت پہنچاؤ۔

یہ سورۃ مبارکہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ سورۃ تمام مکی ہے سوا پانچ آیتوں کے جن میں پہلی آیت واسئلھم عن القریۃ التی ہے۔

اس سورت میں ۲۰۶ آیتیں ہیں۔ ۲۴ رکوع ہیں اور تین ہزار تین سو پچیس کلمات ہیں اور چودہ ہزار دس حروف ہیں۔

با محاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ اعراف پ ۸

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝

(اے لوگو) پیروی کرو اس کی جو تمہاری طرف تمہارے رب نے اتارا اور نہ پیروی کرو اس کے سوا حاکموں کی بہت کم ہیں وہ جو نصیحت حاصل کریں۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْ هُمْ قَآىٕلُوْنَ ۝

اور کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں تو آیا ان پر ہمارا عذاب رات میں یا جب وہ قیلولہ میں تھے دوپہر کو۔

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ۝

تو نہ پکار سکے وہ جب آیا ان پر ہمارا عذاب مگر یہ کہ بولے کہ ہم ظالم تھے۔

فَلَنَسْــٴَـلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْــٴَـلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ۝

تو ضرور ہم ان سے پوچھیں گے جن کے پاس رسول آئے اور ضرور پوچھیں گے ہم رسولوں سے

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَائِبِيْنَ ○
وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○
وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ○
وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○

تو ضرور ہم بتائیں گے انہیں اپنے علم سے اور ہم نہ تھے غائب۔
اور وزن کیا جائے گا اس دن جو حق ہے تو جس کا وزن بھاری ہوا وہی مراد کو پہنچے گا۔
اور جس کا وزن ہلکا ہوا تو وہی ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالی اپنی جان بہ سبب اس کے کہ تھے ہماری آیتوں سے زیادتی کرتے۔
اور یقیناً ہم نے تمہیں متمکن کیا زمین میں اور کیے ہم نے اس میں تمہارے لیے زندگی کے اسباب بہت ہی کم ہیں جو شکر کرتے ہیں۔

حل لغات رکوع اول سورہ اعراف پ ۸

اتبعوا۔ پیروی کرو	ما۔ اسکی جو	انزل۔ آتاری گئی	الیکم۔ تمہاری طرف
من ربکم۔ تمہارے رب سے		و۔ اور	لا۔ نہ
تتبعوا۔ پیروی کرو	من دونہ۔ اسکے سوا	اولیاء۔ حاکموں کی	قلیلا۔ تھوڑی جا ہے
ما۔ جو	تذکرون۔ نصیحت لیتے ہو		و۔ اور
کم۔ کتنی ہی	من قریۃ۔ بستیاں تھیں کہ		اھلکنا۔ ہلاک کیا ہم نے
ھا۔ ان کو	فجاء۔ تو آیا	ھا۔ انکے اوپر	باسنا۔ ہمارا عذاب
بیاتا۔ رات کو	او۔ یا	ھم۔ وہ	قائلون۔ دوپہر کو سوتے
ہوئے تھے	فما۔ تو نہیں	کان۔ تھی	دعوا۔ پکار
ھم۔ ان کی	اذ۔ جبکہ	جاءھم۔ آیا ان پر	باسنا۔ ہمارا عذاب
الا۔ مگر	ان۔ یہ کہ	قالوا۔ کہا	انا۔ بیشک ہم
کنا۔ ہی تھے	ظالمین۔ ظالم	فلنسئلن۔ تو ضرور پوچھیں گے ہم	
الذین۔ ان کو جو	ارسل۔ بھیجا گیا	الیھم۔ ان کی طرف	و۔ اور

لنسئلن - ضرور پوچھیں گے ہم		المرسلین پیغمبروں کو	فلنقصن - ہم ضرور
بیان کرینگے	علیہم - ان پر	بعلم علم سے	و - اور
ما - نہیں	کنا - ہم	غائبین - غائب	و - اور
الوزن - تول	یومئذ - اسدن	الحق - حق ہے	فمن - تو جسکا
ثقلت - بھاری ہوا	موازینہ - وزن	فاولئک - تو یہی	ھم - وہ ہیں
المفلحون - کامیاب	و - اور	من - جس کا	خفت - ہلکا ہوا
موازینہ - وزن	فاولئک - تو یہی	الذین - وہ ہیں	خسروا - جنہوں نے
خسارہ دیا	انفسہم - اپنی جانوں کو	بما - بدلا اسکا کہ	کانوا تھے وہ
بایتنا - ہماری آیتوں سے		یظلمون - ظلم کرتے	و - اور
لقد - بیشک	مکنکم - جگہ دی ہمنے تم کو	فی - بیچ	الارض - زمین کے
و - اور	جعلنا - بنائی ہم نے	لکم - تمہارے لیے	فیہا - اس میں
معایش - گذران	قلیلا - تھوڑا ہے	ما - جو	تشکرون - تم شکر کرتے ہو

مختصر تفسیر رکوع اول سورۂ اعراف پ ۸

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ - پیروی کرو اس کی جو اترا تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے یعنی قرآن اور حدیث یعنی قرآن کریم جس میں ہدایت و نور کا بیان ہے۔

زجاج کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اتباع کرو قرآن کریم کا اور اس کا جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم لائے کیونکہ وہ سب اللہ تعالےٰ کا نازل کیا ہوا ہے حیث قال سبحانہ وتعالی ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا جو کچھ رسول تمہارے پاس لائیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ - اور نہ پیروی کرو اللہ کے سوا حاکموں کی۔

یعنی اللہ کے سوا ان کے پیچھے نہ لگو جو شیاطین جن اور انس سے ہیں وہ تمہیں بتوں کی پرستش اور خواہشات نفسانیہ اور بدعات کی طرف جھکالیں گے۔ یہاں حکم الٰہی کی اتباع کو ترک کرنے اور اس سے منہ پھیرنے کے نتائج میں پچھلی قوموں کے حالات بیان فرمائے جاتے ہیں۔

قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ - بہت کم ہیں جو نصیحت مانتے ہیں۔ اور دین الٰہی کے احکام ترک کر کے غیر اللہ کی طرف جھکتے ہیں۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ - اور کتنی ہی بستیاں تھیں جو ہلاک کر ڈالیں ہم نے تو آیا ان پر ہمارا عذاب رات میں یا دوپہر میں جبکہ وہ قیلولہ یعنی دوپہر کو سوتے تھے۔

دوپہر اور رات کے دو وقت اس لیے مخصوص فرمائے کہ یہ دونوں وقت غفلت کے اوقات ہیں۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر سحری کے وقت عذاب آیا اور پچھلی رات میں ہلاک کر دیے گئے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم دوپہر میں آرام سے سو رہی تھی کہ ہلاک کیے گئے عربی میں قیلولہ دوپہر کے کھانے کو کہتے ہیں۔ گو اس آیت کریمہ میں اس امر کا اظہار فرمایا گیا کہ عذاب آنے کے لیے کوئی نشانی شرط نہیں ہے۔ نہ اس کے آنے کا کوئی قرینہ لازم ہے اس میں تنبیہ کی گئی کہ اپنے اسباب سے امن و راحت پر مغرور ہونا عاقبت نااندیشی ہے۔ عذاب الٰہی جب آتا ہے مفاجئۃ آتا ہے اچانک لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں چنانچہ جب وہ عذاب میں پھنس گئے تو کچھ نہ کر سکے اس کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ تو ان کے منہ سے کچھ نہ نکلا نہ دعا نہ تضرع نہ زاری جب ہمارا عذاب ان پر آیا مگر یہی بولے کہ ہم ظالم تھے یعنے انہوں نے اقرار و اعتراف کیا کہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور شرک میں مبتلا رہے مگر یہ اعتراف اس وقت کیا جب اعتراف جرم بے فائدہ تھا۔

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ - تو بے شک ہم ضرور پوچھیں گے ان سے جن کے پاس رسول گئے کہ انہوں نے رسولوں کی دعوت کا کیا جواب دیا اور ان کے حکم کی کیا تعمیل کی اور ہم ضرور پوچھیں گے رسولوں سے کہ انہوں نے رسولوں کی دعوت کا کیا جواب دیا اور ان کے حکم کی کیا تعمیل کی اور کس طرح جواب دیا۔

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝ تو ضرور ہم انہیں بتا دیں گے یعنی رسولوں کو بھی اور ان کی امتوں کو بھی کہ انہوں نے دنیا میں کیا کیا اپنے علم سے اور ہم کچھ غائب نہ تھے یعنے اللہ تعالے سب کے احوال ظاہر و باطن اور اقوال و افعال کو جانتا ہے اور ان کے حالات سے بے خبر نہیں ہے۔ یعنی جب امتیں تبلیغ انبیاء کا انکار کر دیں گی اور امت محمدیہ شہادت دے گی تو ہم

انبیاء کو ان امتوں کے سامنے پیش کریں گے بعلمہم کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ظاہر و باطن سب کو جانتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم لوگوں سے پوچھیں گے کہ انبیاء کی دعوت کا تم نے کیا جواب دیا اور انبیاء سے سوال کریں گے کہ تم نے ہمارے احکام پہنچا دیے یا نہیں۔ انبیاء عرض کریں گے کہ ہم نے تیرے احکام لوگوں تک پہنچا دیے اس آیت کا یہی مطلب ہے۔

وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ۔ اور اس دن تول ضرور ہونی ہے۔

یعنی عمل تولے جائیں گے اور راجح و مرجوح کا فرق ظاہر کیا جائے گا اس طرح کہ اللہ تعالے ایک میزان قائم فرمائے گا جس کا ہر ایک پلہ اتنی وسعت رکھے گا کہ تمام کائنات اس میں آجائے اور اس کی حقیقت وہی جانتا ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں میزان دیکھنے کی درخواست کی جب میزان دکھائی گئی اور آپ نے اس کے پلڑوں کی وسعت دیکھی تو عرض کیا الٰہی کس کا مقدور ہے اس کے پلڑے کو نیکیوں سے بھر سکے ارشاد ہوا اے داؤد میں جب اپنے بندوں سے راضی ہوتا ہوں تو اس میزان کا پلڑا ایک کھجور سے بھر دیتا ہوں یعنی تھوڑی نیکی بھی مقبول ہو جائے تو فضل الٰہی سے اتنی بڑھ جاتی ہے کہ میزان کو بھر دے۔ ملخص از روح المعانی۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ تو جس کے پلڑے بھاری ہوئے یعنی موازین جمع ہے میزان کی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ جس کے اعمال کا وزن بڑھ گیا یعنی نیکیاں بڑھ گئیں جس طرح بھی اللہ تعالے ان کا وزن فرمائے تو وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَہُمْ بِمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوئے یعنی کفار کہ ان کا ایمان ہی معتبر نہیں اور بغیر ایمان کوئی عمل معتبر ہی نہیں اور جس میزان اور جس قسم کی میزان میں جیسے جس طرح اللہ تعالے کے علم میں اس کا وزن ہوگا۔ رہا کفار کا عمل۔ عمل ہی نہ ہوگا جو وزن کیا جائے۔ تو یہ وہ ہیں جنہوں نے اپنی جانیں خسارہ میں ڈالیں بسبب اس کے کہ زیادتی کرتے تھے اور ہماری آیتوں پر بے انصافی سے انکاری تھے آیات الٰہی جمع ہیں اور ان کے ساتھ ظلم یہ کہ ان کے معنی غیر موضع پر استعمال کرتے تھے۔ ظلم کی تعریف وضع

الشئی فی غیر محلہ ہے اور عدل کی تعریف وضع الشئی علی محلہ ہے۔

تشریح و تعریف میزان

ازروح المعانی تحت آیت والوزن یومئذ الحق

لیس المعنی علی ان الوزن هو الحق بل ان الوزن الحق یکون یومئذ الایری الی قوله سبحانه ونضع الموازین القسط لیوم القیمة والوزن یومئذ الحق کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وزن وہی حق ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ وزن صحیح ہوگا اس دن یعنے قیامت کے روز دیکھو قرآن کریم میں ارشاد ہے ونضع الموازین القسط لیوم القیمة یعنی ہم عدل کی ترازو میں رکھیں گے قیامت کے دن وذکر الاصفہانی فی شرح اللمع لابن جنی کانه قیل ماذاك الوزن فقیل هو الحق ای العدل السوی (روح المعانی)

اصفہانی شرح اللمع لابن جنی میں کہتے ہیں گویا کہ کہا گیا ہے یہ وزن تو بتایا وہ حق ہے یعنے عدل کے ساتھ معاشرہ عمل ہے اور مساوات حقوق مراد ہے

کما قال الراغب معرفة قدر الشئی یقال وزنته وزنا والمتعارف فیه عند العامة مایقدر بالقسطاس۔ وزن کسی شے کے مقدار معلوم کرنے کو کہتے ہیں اور عرف عام میں وزن بالقسطاس کو کہتے ہیں اور قسطاس اور قسطاس بضم القاف المیزان متجدیں یہ تعریف کی ہے۔

والجمهور کما قال القاضی علی ان صحائف الاعمال هی التی توزن بمیزان له لسان وکفتان لینظر الله الخلائق اظهارا للمعدلة وقطعا للمعذرة کما یسألون عن اعمالهم فتعترف بها السنتهم وجوارحهم ولا تعرض لهم الماهیتها الصحائف والله اعلم بحقیقتها (روح المعانی)

اور جمہور اس پر ہیں جیسا کہ قاضی نے فرمایا کہ صحائف اعمال وہ ہیں جو وزن کیے جائیں گے۔ ایسی میزان کے ساتھ جس کی زبان بھی ہوگی اور دونوں پلڑے بھی تاکہ خلائق اسے دیکھے عدل ظاہر کرنے کے لیے اور عذر و بہانہ قطع کرنے کے لیے جیسے پوچھے جائیں گے کسی کے عمل تو وہ اعتراف

کرے گا اپنی زبان اور تمام اعضاء سے اور اس کی ماہیت پر کوئی بحث نہیں ہو سکتی بس یوں سمجھو کہ یہ اعمال کی مشین ہوگی اور اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔

ویؤید ذالک ما اخرجہ احمد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ والبیھقی وغیرھم عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصاح برجل من امتی علی رؤس الخلائق یوم القیمۃ فینشر لہ تسعۃ وتسعون سجلا کل سجل منہا مد البصر فیقول سبحانہ اتنکر من ھذا شیئا اظلمتک کتبتی الحافظون فیقول لا یا رب فیقول سبحنہ افلک عذر اوحسنۃ فیھاب الرجل فیقول لا یا رب فیقول جل شانہ بلی ان لک عندنا حسنۃ وانہ لا ظلم علیک الیوم فتخرج لہ بطاقۃ فیھا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ فیقول یا رب ما ھذہ البطاقۃ مع ھذہ السجلات فیقال انک لا تظلم فتوضع السجلات فی کفۃ والبطاقۃ فی کفۃ فطاشت السجلات وثقلت البطاقۃ ولا یثقل مع اسم اللہ تعالیٰ شئ (روح المعانی)

اس کی تائید میں احمد ترمذی ابن ماجہ حاکم وبیہقی وغیرہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے راوی کہ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ایک شخص کو بلایا جائے گا لوگوں کے اژدحام میں بروز قیامت جس کے ننانوے فرد اعمال ہوں ہر فرد منتہائے بصر تک لمبی ہو تو اسے اللہ تعالےٰ فرمائے کیا تو ان فردہائے عمل سے انکاری ہے کیا میرے کاتب اعمال نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟

تو وہ کہے گا نہیں اے میرے رب

پھر ارشاد باری ہوگا کیا تیرے پاس ان اعمال ناموں پر کوئی عذر ہے یا اس کے مقابلہ میں کوئی نیکی ہے؟

تو وہ لرز جائے گا اور عرض کرے گا نہیں اے میرے پروردگار۔

تو جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوگا۔ ہاں تیرے لیے ہمارے پاس ایک نیکی ہے اور یقیناً آج کے دن تجھ پر ظلم نہ ہوگا۔ پھر ایک چھوٹا سا رقعہ نکالا جائے گا جس میں کلمہ شہادت

لکھا ہوگا تو وہ سیاہ کار عرض کرے الٰہی اس ورقہ کا ان فرد ہائے عمل کے مقابلہ میں کیا وزن ہے تو اسے کہا جائے تجھ پر ظلم نہیں ہو سکتا پھر وہ تمام فرد اعمال ایک پلڑے میں دی جائیں اور وہ چھوٹا سا پرچہ ایک ہاتھ میں تو وہ اعمال نامے ہلکے پڑ جائیں اور وہ رقعہ تمام پرچوں پر بھاری ہو جائے اور دنیا کی کوئی چیز اسم الٰہی سے وزنی نہیں ہو سکتی۔

ایک اور حدیث میں ہے جسے ابن ابی الدنیا اور نمیری کتاب الاعلام میں حضرت عبداللہ سے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ

بروز قیامت حضرت آدم صفی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مقام مقرر ہوگا۔ عرش عظیم کی وسعت میں جو سبز رنگ کے دو ٹیلے ہوں گے گویا خرما کے دو درخت ہیں اس پر سے آپ اپنی اولاد کی آمد و رفت ملاحظہ کریں گے کہ کون جنت جا رہا ہے اور کون جہنم کو کہ آپ پکاریں گے یا احمد یا احمد۔

تو حضور جواب میں فرمائیں گے لبیک یا ابا البشر۔

تو حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے یہ آدمی تو آپ کی امت سے ہے جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔

تو حضور نے فرمایا کہ پھر میں کمر کس کر فرشتوں کے پیچھے لپکوں اور کہوں اے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو ٹھہرو تو وہ عرض کریں حضور ہم سختی سے پابند حکم ہیں جو حکم ہو اس کے خلاف نہیں کرتے لہٰذا ہم تو تعمیل حکم سے معذور ہیں۔ یہ جواب سن کر حضور بایو سانہ طور پر سیدھا ہاتھ لحیہ مبارک پر رکھ کر عرش کی طرف متوجہ ہوں اور بارگاہ الٰہی میں عرض کریں اے میرے رب تو نے مجھ سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ مجھے میری امت کے معاملہ میں غمگین نہ فرمائے گا کہ عرش کی طرف سے ندا آئے گی

اَطِیْعُوْا مُحَمَّدًا وَرُدُّوْا هٰذَا الْعَبْدَ اِلَى الْمَقَامِ۔

اے فرشتو میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی کرو اور اس گنہگار بندے کو اس کے مقام اول کی طرف لے جاؤ۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سپید کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نکالیں اور اسے میزان کے پلڑے میں داہنی طرف ڈال دیں اور فرمائیں بسم اللہ تو وہ پلہ گناہوں کے پلے سے بھاری ہو جائے اور کوئی آواز دینے والا پکارے سعد وسعد جدہ وثقلت موازینہ

اِنْطَلِقُوْا بِہٖ اِلَى الْجَنَّۃِ۔

مبارک ہے اور اس کی کوشش بار آور ہوئی اور اس کے اعمال حسنہ کا وزن بھاری ہو گیا لے جاؤ اسے جنت کی طرف۔

تو کہے لے میرے رب کے بھیجے ہوئے فرشتو ذرا ٹھہر و تاکہ میں اس ذات اقدس سے معلوم کروں کہ یہ منصب عظمیٰ بارگاہ حق میں انہیں کیونکر ملا۔ پھر وہ عرض کرے میرے ماں باپ حضور پر نثار کیا نورانی حسن اور کیا برگزیدہ خلق آپ نے پایا ہے آپ کون ہیں کہ میری تمام پریشانیاں ماند ہوگئیں اور آپ کی رحمت غالب آگئی۔ حضور فرمائیں میں تیرا نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوں اور یہ چھوٹا سا درقہ وہ ہے جس میں تیری درود خوانی ہے۔ جو تو مجھ پر پڑھا کرتا تھا۔ آج میں نے اس کا بدلہ تجھے پورا دلوا دیا۔ تو حاجتمند تھا۔

اس حدیث میں اظہار کرامت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو اولین و آخرین انبیاء پر عطا فرمائی۔

تعریف وزن اعمال و حقیقت میزان

اخرج ابن المبارك عن حماد بن ابی سلیمان بمعناه۔ وقیل الوزن عبارة عن القضاء السوی والحکم العادل واستعمال لفظ الوزن فی هذا المعنی شائع فی اللغة والعرف بطریق الکنایة وبه قال مجاهد والاعمش والضحاك آگے چل کر فرماتے ہیں اولا توصف بثقل ولا خفة سلمنا امکان وزنها لکن لا فائدة فی ذلك۔ انما المقصود انما هو العلم بتفاوت الاعمال والله تعالی عالم بذلك (روح المعانی) ترجمہ

ابن مبارک اور حماد بن ابی سلیمان ہم معنی مضمون بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ

وزن عبارت ہے برابر کے فیصلہ سے اور عادلانہ حکم سے لفظ وزن کا استعمال اس معنی میں لغتاً و عرفاً بطریق کنایہ ہے۔ یہی قول مجاہد کا ہے اور اسی طرف اعمش اور ضحاک بھی ہیں آگے چل کر فرماتے ہیں۔

ثقل وخفت یہاں مراد نہیں بلکہ اس سے مقصود ہے تفاوت عمل معلوم کر لینا اور حقیقت کا اللہ ہی عالم ہے۔

ولقد مکنٰکم فی الارض جعلنا لکم فیہا مکانا وقرارا او مکنا کم فیہا واقدرناکم علی التصرف فیہا وجعلنا لکم فیہا معائش جمع معیشۃ وھی ما یعاش بہ من المطاعم والمشارب وغیرہ لما قلیلا ما تشکرون مثل قلیلا ما تذکرون (تفسیر نسفی) ترجمہ

اور بے شک ہم نے تمہیں متمکن کیا زمین میں۔ یعنی ہم نے کیا تمہارے لیے اس زمین میں مکان وقرار۔ یا تمہیں ہم نے متمکن کیا زمین میں اور تمہیں قدرت دی ہم نے اس میں تصرف کرنے کی اور کیا ہم نے تمہارے لیے سامان جس سے تمہاری معاش درست ہو کھانے پینے وغیرہ سے۔ بہت کم ہیں جو شکر گذار ہیں جیسے نصیحت قبول کرنے والے کم ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ اعراف پ ۸

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○

اور بے شک پیدا کیا ہم نے تمہیں پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے کہا ملائکہ سے کہ سجدہ کرو آدم کو تو وہ سب سجدے میں گرے مگر ابلیس نہیں ہوا وہ سجدہ کرنے والوں میں۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○

فرمایا کس چیز نے تمہیں روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے بنایا آگ سے اور اسے مٹی سے بنایا۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ

فرمایا اتر تو یہاں سے تو نہیں پہنچتا تجھے کہ تکبر کرے یہاں رہ کر تو نکل بے شک تو

مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ○

ہے ذلیلوں سے۔

قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○

بولا مجھے مہلت دے یہاں تک کہ اس دن لوگ اٹھائے جائیں۔

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○

فرمایا تجھے مہلت ہے

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ○

بولا مجھے قسم ہے اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیرے سیدھے راستے پر

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ○

پھر میں ضرور ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور ان کے بائیں سے اور نہ پائے گا تو ان کے اکثر کو شکر گزار۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○

فرمایا یہاں سے نکل جا رد کیا ہوا راندہ ہوا ضرور جو ان میں تیرے کہے پر چلا میں بھر دوں گا جہنم تم سب سے۔

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○

اور اے آدم رہو تم اور تمہارا جوڑا جنت میں تو کھاؤ جہاں سے چاہو تم دونوں اور نہ قریب جانا اس درخت کے تو ہو جاؤ گے حد سے بڑھنے والوں سے۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ○

تو وسوسہ ڈالا ان کے جی میں شیطان نے کہ ان پر کھول دے ان کی شرم کی چیزیں جو ان پر چھپی ہوئی تھیں اور بولا جو منع کیا ہے تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے محض اس لیے کہ تم فرشتے نہ ہو جاؤ یا ہو جاؤ ہمیشہ جینے والے۔

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ

اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر

النَّاصِحِينَ ۝

خواہ ہوں۔

فَدَلّٰهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝

تو اتار لایا انہیں فریب سے تو جب انہوں نے چکھا اس درخت کو کھل گئیں ان کے لیے ان کی شرم کی چیزیں اور چپٹانے لگے اپنے بدن پر جنت کے پتے اور فرمایا ان دونوں کو ان کے رب نے کیا منع نہ کیا تھا تمہیں اس پیڑ سے اور نہیں کہا تھا تم کو کہ بے شک شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

دونوں نے عرض کی اے ہمارے رب ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ضرور ہو جائیں گے ہم خسران والے۔

قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝

فرمایا اترو بعض تمہارا بعض کے لیے دشمن ہے اور تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے ایک وقت تک۔

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۝

فرمایا اسی میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ اعراف پ۸

و۔اور	لقد۔بیشک	خلقنا۔پیدا کیا ہم نے	کم۔تم کو
ثم۔پھر	صورنا۔صورتیں بنائیں	کم۔تمہاری	ثم۔پھر
قلنا۔ہم نے کہا	للملئکۃ۔فرشتوں کو	اسجدوا۔سجدہ کرو	لادم۔آدم کو
فسجدوا۔تو سجدہ کیا انہوں نے		الا۔مگر	ابلیس۔ابلیس نے

لم - نہ | یکن - ہوا | من السٰجدین - سجدہ کرنے والوں سے

قال - فرمایا | ما - کس نے | منعک - روکا تجھ کو | ان - یہ کہ

لا - نہ | تسجد - سجدہ کیا تو نے | اذ - جب | امرتک - میں نے

تجھ کو حکم دیا | قال - بولا | انا - میں | خیر - بہتر ہوں

منہ - اس سے | خلقتنی - پیدا کیا تو نے مجھ کو | من نار - آگ سے

و - اور | خلقتہ - پیدا کیا تو نے اس کو | من طین - مٹی سے

قال - فرمایا | فاھبط - اتر جا | منہا - اس سے | فما - نہیں ہے

یکون - ہے | لک - تیرے لیے | ان - یہ کہ | تتکبر - تکبر کرے تو

فیہا - اس میں | فاخرج - سو تو نکل | انک - بیشک تو | من الصٰغرین ذلیل ہے

قال - بولا | انظر - مہلت دے | نی - مجھ کو | الی - طرف

یوم - دن کی کہ | یبعثون - لوگ اٹھائے جائیں | قال - فرمایا | انک - بے شک تو

من المنظرین - مہلت والوں سے ہے | قال - بولا | فبما - بسبب اسکے کہ

اغویتنی - تو نے مجھے گمراہ کیا | لاقعدن - ضرور بیٹھونگا میں | لہم - ان کے لیے

صراطک - تیرے راستے | المستقیم - سیدھے پر | ثم - پھر | لاتینہم - میں آؤں گا

ان کے پاس | من بین - آگے | ایدیہم - ان کے سے | و - اور

من خلفہم پیچھے سے | و - اور | عن ایمانہم - دائیں سے۔

و - اور | عن شمائلہم - بائیں سے | و - اور

لا - نہ | تجد - پائے گا تو | اکثر - اکثر | ھم - ان کے کو

شکرین - شکر گذار | قال - فرمایا | اخرج - نکل | منہا - اس سے

مذءوما - رد کیا ہوا | مدحورا - راندہ ہوا | لمن - یقینا جو | تبعک - پیروی کریگا تیری

منہم - ان میں سے | لاملئن - تو بھرونگا میں | جہنم - جہنم کو | منکم - تم

اجمعین - سب سے | و - اور | یا - اے | آدم - آدم

اسکن - رہ | انت - تو | و - اور | زوجک - تیری بیوی

الجنۃ - جنت میں | فکلا - پھر کھاؤ | من حیث - جہاں سے | شئتما - چاہو تم

و - اور | لا - نہ | تقربا - قریب جانا | ھذہ - اس

الشجرۃ۔ درخت کے　فتکونا۔ تو ہو جاؤ گے تم　من الظالمین۔ ظالموں سے

فوسوس۔ پھر وسوسہ ڈالا　لہما۔ ان دونوں کو　الشیطان۔ شیطان نے　لیبدی۔ تاکہ ظاہر کرے

لہما۔ انکے لیے　ما۔ جو　وری۔ چھپایا گیا تھا　عنہما۔ ان سے

من سوآتہما۔ انکی شرمگاہیں　و۔ اور　قال۔ کہا

ما۔ نہیں　نہا۔ روکا　کما۔ تم کو　ربکما۔ تمہارے رب نے

عن ھذہ۔ اس　الشجرۃ۔ درخت سے　الا۔ مگر　ان۔ یہ کہ

تکونا۔ ہو جاؤ تم　ملکین۔ فرشتے　او۔ یا　تکونا۔ ہو جاؤ تم

من الخالدین۔ ہمیشہ رہنے والے　و۔ اور　قاسمہما۔ قسم اٹھائی انسے

انی۔ کہ میں　لکما۔ تم دونوں کا　لمن۔ ہوں

النصحین۔ خیر خواہ　فدلہما۔ سو فریب دیا انکو　بغرور۔ دھوکے سے　فلما۔ پھر جب

ذاقا۔ چکھا　الشجرۃ۔ درخت کو　بدت۔ ظاہر ہو گئیں　لہما۔ ان کے لیے

سوآتہما۔ انکی شرمگاہیں　و۔ اور　طفقا۔ شروع ہوئے　یخصفن۔ لپیٹنے لگے

علیہما۔ اپنے اوپر　من ورق۔ پتے　الجنۃ۔ جنت کے　و۔ اور

نادا۔ پکارا　ھما۔ ان کو　ربہما۔ انکے رب نے　ا۔ کیا

لم۔ نہیں　انھکما۔ روکا تھا میں نے تم کو　عن تلکما۔ اس　الشجرۃ۔ درخت سے

و۔ اور　اقل۔ کہا تھا میں نے　لکما۔ تم سے　ان۔ کہ بیشک

الشیطان۔ شیطان　لکما۔ تم دونوں کا　عدو۔ دشمن ہے　مبین۔ کھلا

قالا۔ کہنے لگے　ربنا۔ اے ہمارے رب　ظلمنا۔ ہم نے ظلم کیا　انفسنا۔ اپنی جانوں پر

و۔ اور　ان۔ اگر　لم۔ نہ　تغفر۔ بخشا تو نے

لنا۔ ہم کو　و۔ اور　ترحمنا۔ رحم نہ کیا　لنکونن۔ تو ہو جائیں

گے ہم　من الخسرین۔ خسارہ والوں سے　قال۔ فرمایا

اھبطوا۔ اتر جاؤ　بعضکم۔ بعض تمہارا　لبعض۔ بعض کا　عدو۔ دشمن ہے

و۔ اور　لکم۔ تمہارے لیے　فی۔ بیچ　الارض۔ زمین کے

مستقر۔ ٹھکانہ ہے　و۔ اور　متاع۔ سامان ہے　الی۔ ایک

حین۔ وقت تک　قال۔ فرمایا　فیہا۔ اسی میں　تحیون۔ تم جیو گے

و۔ اور | فیہا۔ اسی میں | تموتون۔ مرو گے | و۔ اور
منہا۔ اسی سے | تخرجون۔ نکلے جاؤ گے

مختصر تفسیر رکوع دوم سورۃ اعراف پ ۸

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ٥ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ٥

اور بے شک پیدا کیا ہم نے تمہیں پھر نقشے بنائے تمہارے پھر فرمایا ہم نے ملائکہ سے کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہیں تھا وہ سجدہ کرنے والوں سے۔ فرمایا کس چیز نے روکا تجھے اس سے کہ سجدہ کرے جب میں نے تمہیں حکم دیا۔ بولا میں اس سے بہتر ہوں کہ تو نے مجھے پیدا کیا آگ سے اور اسے پیدا کیا مٹی سے۔ تفسیر

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ۔ اور بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا یعنی ہم نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا پھر پسندیدہ تمہاری صورت بنائی۔ پروردگار عالم نے حضرت انسان کو یہ خبر دی کہ اسی کی ذات بابرکات نے انسانوں کو تخلیق کیا اور ان کے اجسام وصور ترتیب دیئے۔ نسل انسانی کا آغاز حضرت آدم سے جو ابوالبشر ہیں فرمایا۔ انسانی تخلیق کسی ارتقائی نظریہ کی پیداوار نہیں ہے جیسا کہ ڈاروِن کا نظریہ ارتقاء ہے کہ انسان بندر کی ترقی پذیر شکل ہے اور فی نفسہ انسانی نسل بندروں سے چلی ہے

پروردگار عالم نے ان سب توہمات فاسدہ و تخیلات جاہلانہ کا ابتدا سے ہی رد فرما کر ٹھوس حقیقت کی طرف راہنمائی کی ہے کہ تخلیق آدم ہماری قدرت و صناعی کا شاہکار ہے اور ہم نے اسے بہترین ناک نقشہ عطا کیا ہے انسان اپنی تخلیق کے اعتبار سے بہترین مخلوق ہے اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ یقیناً ہم نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا کیا ہے پھر ارشاد ہوا ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ پھر تمہاری صورت بنائی۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ان اللہ تعالی خلق آدم علی صورتہ بے شک اللہ تعالے نے حضرت آدم کو اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا۔ یہ حدیث متشابہات سے

ہے جس پر علماء نے بہت سی توضیحات فرمائی ہیں لفظ صورت اپنے عام معنی پر نہیں ہے بلکہ اس سے مراد انسان کا جبلی طور پر صفات الٰہیہ سے متصف ہونا ہے یعنی انسان صفات الٰہیہ کا مظہر ہے۔

مگر جاننا چاہیئے کہ صفات الٰہیہ غیر متناہی اور غیر حادث ہیں جبکہ انسان کی صفات عکسی محدود اور حادث ہیں۔ انسان میں یہ صفات ناقص ہیں اور پروردگار ہر نقص سے پاک ہے سبحان ہے۔ یہاں صورت سے مراد خوبیاں ہیں یعنی اولاد آدم علیہ السلام کو بہترین خصلتوں سے مزین کیا ہے۔

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ
پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گرے مگر ابلیس یہ سجدہ کرنے والوں میں نہ ہوا۔

ابلیس شیطان کا نام ہے اور یہ فرشتہ نہیں جن تھا ارشاد ربانی ہے كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ۔ وہ جنات میں سے تھا اور فرشتے نور سے اور جنات آگ سے خلق ہوئے آگ مٹی سے مغلوب ہے۔ آگ کتنی ہی شعلہ بار کیوں نہ ہو جب مٹی ڈال دی جائے تو آگ کی حدت وحرارت و تمازت دگرمی ختم ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ انسان کی برتری جنات پر واضح ہو جاتی ہے اس تفصیل و قصہ آدم میں اللہ تعالٰی نے تخلیق انسان اور اس کے مقصد کی صراحت کی ہے کہ اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان کو اپنی صفات سے مشرف فرما کر نیابت کا تاج پہنایا۔

پس ابلیس نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی۔ ابلیس جو کہ بڑا عابد وزاہد تھا نے اس قدر تقرب الٰہی پایا کہ مقربین بارگاہ میں شامل ہو گیا تھا جب فضیلت آدم ظاہر ہوئی تو یہ حسد کے مارے جل گیا۔ اور اس کا حسد، نخوت اور غرور بوقت سجدہ آڑے آیا اور اس نے حکم ربانی کو تسلیم کرنے کے بجائے تکبر اور بڑائی کا مظاہرہ کیا جب کہ پروردگار عالم نے اس سے پوچھا:
قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۔ فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔

تو اس بے باک اور گستاخ نے جھٹ سے کدورت قلبی کا اظہار یوں کیا۔
قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۔ بولا کہ میں اس سے بہتر ہوں تو نے اسے خاک سے اور مجھے آگ سے پیدا کیا۔

اس کا یہ کہنا خود نظری اور تکبر کا اظہار تھا اور اپنی برتری کے جاہلانہ تصور کے پیش نظر نہ جھکنا انابت اور حسد کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ مٹی رزانت یعنی وزن میں اور اس کے وقار میں افضل ہے اور اس مٹی سے حلم و حیا اور صبر ہے اور یہی مٹی توبہ و استغفار کی طرف جھکاتی ہے۔

اور آگ میں طیش اور حدت اور بلندی کی طرف میلان ہے اور یہ آمادہ کرتی ہے تکبر کی طرف اور مٹی ملکوں کی تیاری کرتی ہے اور آگ ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے۔ آگ مظنہ خیانت و افنا ہے اور مٹی امانت اور بڑھانے کا سبب ہے مٹی آگ کو بجھا دیتی ہے اور اسے ضائع کر دیتی ہے اور آگ اسے یعنی مٹی کو تلف نہیں کر سکتی۔

یہ وہ فضائل تراب تھے جس سے ابلیس جاہل رہا حتیٰ کہ اس کا قدم فاسد قیاسوں کی طرف پھسل گیا۔ اور اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ یعنی سب سے پہلے جس نے غلط قیاس کیا وہ شیطان ہے یہ قول قیاس کے متعلق آیا اس لیے کہ کسی شے ثابت شدہ پر قیاس کرنا مردود ہے جبکہ نص بھی موید ہو اور شیطانی قیاس امر منصوص پر عناداً تھا۔

تو جب اس سے پوچھا گیا کہ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ فلاں بات نے منع کیا اس کی بجائے احمق بولا انا خیر منہ میں اس سے افضل ہوں۔ گویا جواب کی بجائے خبر دی اپنی فضیلت کی آدم علیہ السلام پر یہ علت فضل کو جواب قرار دیا جو صراحتاً انکار امتثال امر ہے گویا اس نے جواب میں کہا کہ

سجدے سے روکنے والی چیز میری فضیلت تھی جو باعتبار تخلیق آدم علیہ السلام پر مجھے حاصل ہے اور یہ حکم کی تعمیل سے انکار و استبعاد تھا اس سے کہ مجھے مامور سجدہ ایسے شخص کے لیے جو میرا مثل بھی نہ تھا اس لیے سجدہ ایک فاضل کا مفضول کے لیے خارج عن الصواب ہے گویا حکم الٰہی کی تعمیل کی بجائے قیاس لاطائل کے ذریعہ اس حکم کو غلط قرار دیا۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اتر جاؤ یہاں سے مناسب نہیں ہے تیرے لیے کہ تو غرور کرے یہاں رہتے ہوئے پس نکل جا تو ذلیلوں میں سے ہے۔

فرمایا اتر جا تو اس سے یعنی جنت سے یا آسمان سے۔ اِہْبِطْ ہبوط سے بنا اس کے معنی اوپر سے نیچے گزرتے ... جنت یا آسمان مراد ہے۔ اس لیے کہ یہ جگہ فرمانبرداروں، مطیع

اور متواضعوں کی ہے۔ شیطان فرشتوں کی صورت میں تھا۔ قرب الٰہی کا درجہ رکھتا تھا۔ لیکن انانیت اور حسد اور تکبر نے مردود بارگاہ الٰہی کر دیا۔ یعنی یہ ارشاد ہوا کہ اگر تو تکبر کر رہا ہے تو اتر یہاں سے تجھے حق نہیں پہنچتا کہ اگر تکبر کرے اور پھر اس مقام میں رہے اور ہماری نافرمانی کرے اور یہیں رہے تو نکل یہاں سے تو ذلیلوں سے ہے اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے تیری اہانت ہے اور اس کے تمام دوست تیری مذمت کریں گے اور ہر انسان تیری مذمت کرے گا ہر زبان سے تجھ پر لعنت ہو گی بوجہ تیرے تکبر کے اور اس سے یہ چیز بھی جان لی گئی کہ ذلیلوں کا شیوہ لازمی استکبار ہے۔

قَالَ اَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ○ عرض کرنے لگا الٰہی مجھے مہلت دے اس دن تک جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ یہ دن نفخہ صور آنے کا ہے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا بے شک تو اس وقت تک مہلت میں ہے یعنی نفخہ صور تک۔

نفخہ صور سے مراد نفخہ اولیٰ ہے یعنی ہم تجھے بھی ان بندوں کے زمرے میں داخل کیے دیتے جو نفخہ صور اول تک جئیں گے۔

جب شیطان کو مردود اور راندۂ درگاہ ٹھہرایا تو اس کی آتش غضب اور بھڑکی اس نے اللہ تعالےٰ سے مہلت مانگی پروردگار عالم نے اسے مہلت دیدی اس لیے کہ اس میں مقربین بارگاہ کا امتحان بھی ہو جائے اور اس میں قلوب احباب بھی سمجھ سکیں گے کہ جب ایسا سرکش و متکبر بھی عرض کرنے سے مہلت پا سکتا ہے تو جو اس پاک ذات سے محبت رکھتے ہیں ان کی عرض معروض کیسے رد ہو گی حضرت سعدی نے خوب فرمایا ہے

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب　　گبرو ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں راکجا کنی محروم　　تو کہ با دشمناں نظر داری

اس سوال کی جسارت ابلیس کو باوجود تکبر و غرور اور نافرمانی کے اس وجہ سے ہوئی کہ اسے حلم ذوالجلال کا حال معلوم تھا اور وہ پروردگار کے حلم و رحمت سے واقف تھا اس کا خیال تھا کہ شاید اس حربے سے وہ موت کے عذاب و سختی سے بچ جائے گا مگر قیامت سے پہلے اس کو موت دی جائے گی۔ پھر اس نے پروردگار کے حضور اپنے جوش و انتقام اور حسد و غضب کا اظہار کیا اور کہا۔

قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ کہنے لگا اس وجہ سے کہ تو نے مجھے

کیوں غوی کیا یعنی کس لیے گمراہ کیا یعنی اپنی رحمت سے مایوس کر دیا میں ضرور تاک میں بیٹھوں گا ان کو گمراہ کرنے کے لیے تیرے سیدھے راستہ پر تو ضرور معارضہ کروں گا ان سے تیرے طریقۂ اسلام سے اور روکوں گا انہیں جیسے دشمن راہ مارنے بیٹھتا ہے۔ راہ گیروں کے لیے پھر آؤں گا میں ان کے پاس ان کے آگے سے اور شک ڈالوں گا ان کے دلوں میں آخرت کی طرف سے اور پیچھے سے تاکہ دنیا کی رغبت ان کے دلوں میں پیدا کروں اور ان کے دائیں سے تاکہ نیکیوں سے روکوں اور بائیں سے ارتکاب معصیت پر آمادہ کرنے کو۔ اس نے پروردگار کے حضور اپنے جوش انتقام اور حسد و غضب کا اظہار کیا اور کہا کہ میں اولاد آدم کو ہر ممکن طریقہ سے گمراہ کرونگا اور انہیں صراط مستقیم پر چلنے نہ دونگا۔

ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَیْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآىِٕلِهِمْ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ۝ پھر میں ضرور آؤں گا ان کے پاس بہکانے کے لیے ان کے آگے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے اور تو نہ پائے گا ان میں سے اکثر کو شکر گزار۔

دشمن کے آنے اور حملہ کرنے کی جہات چار ہی ہیں ان ہی چہار جہات کا ذکر کیا یعنی جس طریقہ سے گمراہ کرنا اور بہکانا ممکن ہوگا اس جہت سے بہکاؤں گا اور دشمنی کر کے ان کو گمراہ کروں گا پھر آؤں گا ان کے پاس آگے سے یعنی سامنے سے شک ڈالوں گا ان کے دلوں میں آخرت کا اور پیچھے سے تاکہ دنیا کی رغبت ان کے دلوں میں پیدا کروں گا ان کی دائیں طرف نیکیوں سے روکوں گا بائیں طرف سے معصیت کے ارتکاب پر آمادہ کروں گا۔

شفیق بلخی سے مروی ہے کہتے ہیں کوئی صبح نہیں مگر شیطان بیٹھا ملتا ہے چاروں طرف اور کہتا ہے کوئی خوف نہ کر اللہ غفور رحیم ہے اور آیہ کریمہ وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا پ۱۶ ع۱۳ پڑھتا ہے۔ یعنی اللہ تعالے فرماتا ہے اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا عمل کیا اور پیچھے سے آکر رزق کی کمی کا خوف دفع کرنے کو پڑھتا ہے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا پ۱۲ ع۱۔ اور زمین پر کوئی ایسا چلنے والا نہیں جس کا اللہ کے ذمہ کرم پر رزق نہ ہو۔

اور داہنی طرف سے آکر تعریف کرتا ہوا والعاقبۃ للمتقین پڑھتا ہے اور بائیں طرف سے شہوات کی طرف مائل کرنے کو وحیل بینہم وبین ما یشتہون پڑھتا ہے پ۲۲ ع۱۲

یعنی اور روک دی گئی ان میں اور اس میں جیسے چاہتے ہیں۔

آگے ایک لطیف نکتہ فرماتے ہیں کہ بین ایدیہم ومن خلفہم وعن ایمانہم و عن شمائلہم جہات اربع پر اکتفا فرمایا اور من فوقہم ومن تحتہم اوپر نیچے کی دونوں سمتوں کا ذکر نہ فرمایا اس لیے کہ فوق مکان رحمت ہے اور تحت سجدہ کے لیے ہے جو غایت قرب کا موجب ہے۔

دوسرا نکتہ فرماتے ہیں کہ من بین ایدیہم ومن خلفہم میں تو من لائے اس لیے کہ من ابتداء غایت کے لیے ہوتا ہے۔

اور آخر کے دو میں عن ایمانہم وعن شمائلہم میں عن استعمال فرمایا اس لیے کہ عن انحراف پر دلالت کرتا ہے۔

آگے ابلیس کا قول فرمایا اور نہ پائے گا تو اکثر کو شکر گذار یعنی مومن یہ ابلیس نے تو ظن سے کہا تھا مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ پ ۲۲ ع ۸ - اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا ظن سچ کر دکھایا یعنی اس ظن میں کامیاب ہو گیا تو ارشاد ہوا

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۔ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ فرمایا نکل جا یہاں سے ذلیل اور راندہ ہوا جس کسی نے پیروی کی تیری ان میں سے یقیناً بھر دونگا جہنم کو تم سب سے۔

یعنی جنت یا آسمان سے نکل جا ذلیل وخوار ہو کر عیب دار راندہ ہوا بعید کیا ہوا رحمت سے۔ قاموس میں ہے ذامہ ذاماً دھتکار کر نکال دیا۔ رسوا کر دیا۔ جو تیرے پیچھے چلیں گے۔ میں تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔ یعنی ابلیس اور اس کی پیروی کرنے والے۔

وَيَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ ۔ اور اے آدم (علیہ السلام) رہو تم اور تمہاری بیوی جنت میں۔

جب شیطان کو جنت سے نکال دینے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ نے بطور عتاب اس سے فرمایا کہ تو اب یہاں سے نکل جا اب تو نہ عابد ہے نہ عارف دنیا میں ذلیل وخوار پھرتا رہ تیرے لیے ہر جگہ پھٹکار ہے۔ تو اور تیری اولاد و متبعین کو دوزخ میں بھر دونگا۔

اس کے بعد فرمایا یا اٰدم اسکن۔ اے آدم تم رہو یہ ندائے کرم ہے جو حضرات انبیاء کے لیے ہوتا ہے۔

اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اے آدم تم اور تمہاری زوجہ حوا جنت میں رہو

اسکن۔ واحد حاضر فرمایا جو صرف حضرت آدم علیہ السلام سے خطاب ہے۔ زوج کے معنے جوڑا ہے۔ حضرت حوا آپ کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئیں یعنی تیرا جوڑا حضرت حوا جنت میں رہو جنت کو اپنا مسکن بناؤ۔ جنت وہ مخصوص باغ ہے جہاں جزا کے لیے نیک لوگ داخل ہوں گے حضرت آدم کا نکاح جناب حوا سے جنت میں ہوا ان کا مہر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر تین بار درود شریف پڑھنا ہے۔ تفسیر صاوی

فَكُلَا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور جنت کے پھل فروٹ جہاں سے چاہو کھاؤ ہر جگہ سیر کرو۔ ہر چیز کھانا مگر اس درخت کو پہچان لو اس کو کھانا تو کیا اس کے قریب بھی نہ جانا ورنہ تم دونوں خطا کاروں میں سے ہو جاؤ گے۔

کُلَا تثنیہ فرمایا۔ خاوند بیوی دونوں حقدار ہو۔ کھانے سے مراد پھل وغیرہ ہیں دانہ نہیں کیونکہ جنت میں نہ بھوک ہوگی نہ اس کے دفعیہ کے لیے غذائیں۔ یعنی تم کو اجازت ہے کھانے پینے کی اور جہاں چاہو جنت میں رہو جہاں سے چاہو کھاؤ۔ لیکن

لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ۔ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا۔

فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ تم دونوں خطا کاروں میں سے ہو جاؤ گے۔

یعنی حد سے بڑھنے والوں میں سے۔ انبیاء کرام گناہوں سے محروم ہوتے ہیں۔ اولیاء کرام محفوظ۔ گناہ میں عزم ہوتا ہے خطا میں عزم و ارادہ نہیں ہوتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے فرمایا وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ ان کا عزم نہ تھا لہٰذا ان پر بھول ڈال دی گئی اس کی مفصل تفسیر سورہ بقرہ میں بیان ہو چکی ہے۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا۔ پھر شیطان نے ان کے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کے پردے کا بدن جو اب تک ان دونوں میں پوشیدہ تھا دونوں پر ظاہر کر دے۔

قاموس میں ہے کہ دل کے اندر پیدا ہونے والا یا شیطان کا ڈالا ہوا ایسا غیر مفید خیال وسوسہ ہے۔

وسوسہ کے لغوی معنی ہلکی آواز کے ہیں کیونکہ زیور میں بھی ہلکی سی آواز ہوتی ہے اس لیے اس کو وسوسہ کہتے ہیں۔ اصطلاح میں وہ برے خیالات ہیں جو شیطان کی طرف سے انسان کے دل میں

آئیں وہ وسوسہ ہیں۔ (خازن)

محاورات : موسوِس بکسر واو اور موسوَس بفتح واو وارد ہے اور موسوس لہ اور موسوس الیہ نہیں بولا جاتا جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کسی کے دل میں کوئی خطرہ ڈالا گیا اور وسوس کے معنی ہیں کسی کے دل میں اس فعل کو ڈالا جائے جو محض خطرہ ہی نہ ہو۔

لہما کا مرجع حضرت آدم وحوا ہیں۔ شیطان کا نام ابلیس تھا مردود بارگاہ ہونے کی وجہ سے شیطان ہو گیا کیونکہ حضرت حوا و آدم علیہما السلام کا واقعہ مردود ہونے کے بعد ہوا لہٰذا یہاں شیطان فرمایا گیا۔ شیطان نے وسوسہ حضرت آدم وحوا کے دل میں کیسے ڈالا اس کے بارے میں تین قول ہیں۔

شیطان جنت کے دروازے کے باہر پھرتا رہا جب یہ دونوں سیر کرتے ہوئے جنت کے دروازے پر پہنچے تو اس مردود نے ان کے دل میں وسوسہ ڈال دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ ابھی جنت میں شیطان کا داخلہ بند نہیں ہوا تھا اس نے ان سے کلام کیا اور ان کے دل میں وسوسہ ڈال دیا۔

بہرحال شیطان نے ان دونوں پر اپنا داؤ چلا دیا۔ یُبدی بنا ہے ابداء سے اس کا معنی کھولنا ہے لہما کا مرجع حضرت آدم وحوا ہیں جو آپس میں کبھی ایک دوسرے کے سامنے برہنہ نہ ہوئے تھے تاکہ کھول دے ان کی شرم کی چیزیں یعنی ایسا وسوسہ کہ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ آدم وحوا آپس میں ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہو جائیں۔

اس آیت کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ کشف عورت عظیم امور سے ہے اور وہ جسم جسے عورت کہتے ہیں اس کا چھپانا ضروری ہے اور کھولنا ممنوع فرمایا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس جسم کا کھولنا ہمیشہ سے طبائع انسانی اور عقل میں قبیح اور مذموم سمجھا گیا ہے اور اقتضاء مفہوم سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام نے اس وقت تک ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھا تھا۔

وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ

اور کہا کہ منع نہیں کیا تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس لیے کہ کہیں نہ بن جاؤ تم دونوں فرشتے یا کہیں نہ ہو جاؤ ہمیشہ زندہ رہنے والوں سے۔

یعنی ابلیس نے حضرت آدم وحوا سے کہا کہ تمہیں تمہارے رب نے جو اس درخت کے پاس جانے سے ممانعت کی ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ ہو جاؤ۔ یا

ہمیشہ جینے والے جو کبھی نہ مرو گے اور ہمیشہ جنت میں ہی رہو گے۔ یہ اللہ تعالے کو پسند نہیں اس لیے کہ کہیں خیر شر جان لو اور غذا سے مستغنی ہو جاؤ۔ مَلَکَیْن سے مراد فرشتہ یا فرشتہ کے سے اوصاف والا بندہ یعنی اس درخت کے پھل میں یہ تاثیر ہے کہ اس کا پھل کھا لینے والا بندہ یا تو فرشتہ بن جاتا ہے کہ اسے کھانے پینے کی حاجت ہو اور نہ ہی جلدی موت آئے گی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت ہی میں رہیں گے۔

وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ۔ اور قسم اٹھائی ان دونوں کے سامنے کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

یہ قسم شیطان کی قاسم باب مفاعلہ پر ہے جو مسابقت کے لیے ہے۔ کہ ابلیس کی قسم جھوٹی تھی اگر یہ قسم ابلیس کی ایسی صورت میں ہوتی کہ وہ قسم کھاتا اور آدم و حوا اسکی تصدیق کرتے تو قسم دونوں کی طرف منسوب ہوتی لیکن چونکہ ابلیس لعین کی قسم جھوٹی تھی اور اس جھوٹی قسم سے حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکا دیا اور پہلی جھوٹی قسم کھانے والوں میں ابلیس ہی کہلایا حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے ارشاد باری ہے فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا۔

فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ پس شیطان نے نیچے گرا دیا انکو دھوکہ سے

بغوی نے لکھا ہے کہ ابلیس نے دونوں کو فریب دیا۔ عربی محاورہ ہے مَا زَالَ فُلَانٌ يُدَلِّي بِفُلَانٍ بِغُرُورٍ۔ وہ اس کو برابر فریب دیتا رہا اور اس سے چکنی چپڑی باتوں سے پیش آتا رہا غرور سے مراد ہے حقیقت فریب۔ دلّٰهما کا مصدر تدلیہ ہے اِدلاء کے معنی نیچے اترنا ہے شیطان نے ان دونوں کو نیچے گرا دیا۔ یہاں مراتب درجات سے اتارنا مراد نہیں بلکہ مکانی طور پر نیچے اترنا مراد ہے یعنی جنت سے زمین پر اتار دیا۔

شیطان نے حضرت حوا کو دھوکہ دیا۔ حضرت حوا نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس کے کھانے کی رغبت دی لیکن اس کا اثر دونوں پر پڑا اس لیے ہُمَا فرمایا۔ غرور بمعنی دھوکہ ہے ابلیس نے جھوٹی قسم کے ذریعہ ان دونوں کو اتار دیا۔ شیطان ہی وہ ہے جس نے سب سے پہلے اللہ کی جھوٹی قسم کھائی۔ (تفسیر خازن)

حضرت آدم علیہ السلام کو اس کا گمان تک نہ تھا کہ کوئی اللہ کی قسم کھا کر جھوٹ کہہ سکتا ہے۔ بنا بریں آپ نے اس کا اعتبار کر لیا اور حقیقت یہ ہے کہ مومن اگرچہ دھوکہ کھا سکتا ہے تو قسم سے ہی کھا سکتا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خَدَعَنَا بِاللّٰهِ انْخَدَعْنَا لَهُ۔ جو ہمیں اللہ کی قسم

کے ساتھ دہوکہ دے تو ہم اس کے دھوکہ میں آتے ہیں۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ پھر جب دونوں نے چکھ لیا درخت سے۔

ذَاقَا۔ ذوق سے بنا اس کے معنی چکھنا یعنی تھوڑا سا جو گلے سے نیچے اتر جائے۔ شجرہ اس درخت کے پھل کھانا تو جب انہوں نے اس پیڑ کا پھل چکھا اور اس کا ذائقہ محسوس کیا وہ درخت سنبلہ یا کرم کا تھا۔

منجد میں ہے السنبل من الزرع کالبر والشعیر الواحدۃ سنبلۃ والجمع سنابل گندم اور جو الکرم للعنب یہ لغت مخصوص انگور کے لیے ہے۔

بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ۔ تو ظاہر ہو گئیں ان پر ان کی شرمگاہیں اور چپٹانے لگے سٹنے اپنے بدن پر جنت کے پتے۔

ان کے بدن سے جنت کا لباس اتر گیا۔ وہب بن منبہ کا قول ہے جس کو ابن عساکر اور بیہقی نے نقل کیا کہ دونوں کا لباس نور کا تھا۔

حضرت ابن عباس کا قول ہے جس کو ابن عساکر اور بیہقی نے نقل کیا کہ آدم و حوا کا لباس ناخن کا تھا وہ لباس اتر گیا صرف ناخن رہ گئے۔

جنتی لباس جو جنس اظفار سے تھا یعنی سفید نورانی اور نہایت نرم جسم ظفر الثوب طیبۃ بالاظفار۔ صاف ستھرا کپڑا جسم سے جدا ہو گیا۔ منجد

اس سے قبل دونوں نے ایک دوسرے کو برہنہ دیکھا ہی نہ تھا وَطَفِقَا۔ طفق جعل کے معنی میں آتا ہے يَخْصِفَانِ۔ خصف سے بنا اس کے معنی سینا ہے اسی لیے چمڑا سینے والے کو خصاف کہتے ہیں۔

اپنے برہنہ بدن پر جنت کے پتے چپکانا شروع کیے جنت کے پتے یا تو انجیر کے پتے تھے یا موز یعنی کیلے کے پتے تھے۔ ایک پتہ پر دوسرا پتہ رکھ کر ستر پوشی فرمانے لگے۔ آپ نے انجیر کے پتے انجیر کے تنکوں سے سیے جو کپڑے کی طرح ہو گئے (خازن)

وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ۔ اور ان کے رب نے دونوں کو ندا دی کہ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کر دیا تھا۔ یہ مرتبہ آدم علیہ السلام کے مطابق مخاطبہ بالعتاب ہوا اور ان کی خطا و نسیان پر تنبیہ کی گئی چنانچہ روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہ

کیا تھا۔ عرض کی بیشک لیکن میں یہ سمجھا کہ دنیا میں کون ہے جو تیری قسم کھا کر جھوٹ بولے تو ارشاد ہوا کہ مجھے میری عزت وجلال کی قسم اب میں تمہیں زمین پر اتاروں گا وہاں تمہاری زندگی محنت ومشقت اور پیشانی کے پسینوں میں گذرے گی چنانچہ آپ کو زمین پر اتار دیا اور آپ کو لوہا گھڑنے کی تعلیم دے کر زراعت اور کھیتی باڑی کا حکم دیا کہ کھیت کو پانی دو پھر کاٹو پھر آٹا پیس کر اسے گوندھو پھر روٹیاں پکا کر کھاؤ۔ خازن آگے ارشاد ہے

وَاَقُلْ لَّکُمَا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ہ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ہ اور تمہیں نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے دونوں نے عرض کی کہ اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں سے ہوں گے۔

قَالَا کا فاعل حضرت آدم وحوا دونوں ہیں رَبَّنَا۔ ربوبیت۔ پرورش رحم وکرم کا ذریعہ ہے ربنا کہہ کر پکارا تاکہ رحمت جوش میں آئے اور معافی ہو جائے ظَلَمْنَا۔ ظلم سے بنا۔ اَنْفُس۔ نفس کی جمع ہے یعنی اے ہمارے پرورش فرمانے والے رب بیشک تو نے ہم کو درخت کے قریب جانے سے منع کیا ہم نے اپنی جانوں پر نقصان کیا ہم نے خطا کی ہم دھوکہ کھا گئے

وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا۔ یعنی اے پروردگار اگر تو ہم دونوں کو معافی نہ دے اور ہم سب پر رحم وکرم نہ کرے تو۔

لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ہ خاسرین۔ ہالکین کے معنی میں ہے۔ یعنی نقصان پانے والے ہوں گے۔ معتزلہ کے نزدیک صغیرہ گناہوں کی سزا نہیں دی جائے گی خواہ ان کو معاف نہ کیا گیا ہو بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب رکھتا ہو۔ اس آیت میں ہمارے لیے معتزلہ پر یہ دلیل ہے کہ صغائر بھی اللہ اپنی رحمت سے ہی معاف فرمائے گا نہ صغیرہ گناہ معاف شدہ ہیں جیسا کہ معتزلہ کا عقیدہ ہے۔

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَّلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ہ فرمایا اللہ تعالے نے نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک۔

فرمایا اترو یہ خطاب آدم وحوا کو ہوا لفظ جمع کے ساتھ یا ابلیس بھی اسی وقت اتارا گیا اور اول وہ جنت سے نکالا گیا تھا۔ پھر آسمان سے سب جمع ہو کر اتارے گئے۔ تم میں ایک دوسرے

کا دشمن ہے یعنی تمہارا دشمن ابلیس ہے اور اس کے تم اور تمہیں زمین میں رہنا ہے۔ مستقر سے مراد استقرار یا موضع قرار ہے اور بر تنا یعنی وہاں کی زندگی سے استفادہ حاصل کرنا ایک مقررہ مدت کے لیے یعنی تمہاری زندگی کی مدت پوری ہونے تک اب زمین پر رہو۔

ثابت بنانی راوی ہیں کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لے آئے اور وقت وفات آیا تو ملائکہ نے آپ کو اپنے احاطہ میں لے لیا۔ حضرت حوا ان کے گرد پھرنے لگیں۔ پھر آپ نے فرمایا اے میرے رب کے فرشتو مجھے چھوڑ دو یہاں اس لیے کہ آج مجھے وہ مصیبت پہنچی ہے جو تمہیں نہیں پہنچی۔

پھر جب آپ کی وفات ہو گئی تو ملائکہ نے آپ کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا۔ تین بار اور حنوط کر کے یعنی خوشبو لگا کر تین کپڑوں میں کفن دیا۔ پھر قبر تیار کی اور سراندیپ یعنی لنکا میں دفنایا اور آپ کی اولاد کو فرمایا یہ طریقہ تجہیز و تکفین کا ہے آدم علیہ السلام کے بعد سے۔

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ۔ فرمایا اسی میں زندہ رہو گے یعنی زمین میں اور اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم یوم بعث کو اٹھائے جاؤ گے بروز قیامت حساب کے لیے تاکہ ثواب و عذاب ہو۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ اعراف پ۸

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝

اے اولاد آدم بے شک اتارا ہم نے تم پر ایسا لباس جو تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایسا لباس کہ اس سے تمہاری آرائش ہو اور ایک لباس پرہیزگاری کا یہ سب سے بہتر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت مانیں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ

اے اولاد آدم (خبردار) نہ فتنے میں ڈالے تم کو شیطان جیسے نکالا تمہارے ماں باپ کو جنت سے اتروا دیے ان کے لباس کہ نظر آئیں انہیں

إِنَّهُ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ
لَا تَرَوْنَهُمْ ۗ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِينَ
أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

ان کی شرم کی چیزیں بے شک وہ دیکھتا ہے
تم کو اور اس کا کنبہ وہاں سے کہ تم انہیں نہ
دیکھ سکتے بے شک ہم نے کیا شیطانوں کو
دوست انکا جو ایمان نہیں لاتے۔

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا
وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللّٰهُ أَمَرَنَا
بِهَا ۗ قُلْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ۖ
أَتَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے
ہیں پایا ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو اور
اللہ نے حکم دیا ہمیں اس کا۔ فرما دیجئے بیشک
اللہ نہیں حکم دیتا بے حیائی کا کیا وہ بات کہتے
ہو اللہ پر جس کا تمہیں علم نہیں۔

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا
وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ
مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ
تَعُودُونَ ۝

فرما دیجئے حکم دیا میرے رب نے انصاف کا
اور اپنے منہ سیدھے کرو ہر نماز کے وقت اور
عبادت کرو اس کی خالص اسی کا دین ہے
جیسے ابتدا کی تمہاری ویسے ہی پلٹو گے۔

فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ
الضَّلَالَةُ ۗ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ
أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُونَ
أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ۝

ایک فرقہ کو ہدایت کی اور ایک فرقہ پر ثابت
کی گمراہی انہوں نے پکڑا شیطانوں کو
دوست اللہ کے سوا اور سمجھتے ہیں کہ
وہ ہدایت پر ہیں۔

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ
كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا
تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝

اے اولاد آدم پکڑو اپنی زینت جب تم
مسجد میں جاؤ اور کھاؤ اور پیو اور نہ فضول
خرچ کرو بے شک وہ فضول خرچ کرنے
والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ اعراف پ ۸

یا۔ اے　　بنی۔ اولاد　　ادم۔ آدم　　قد۔ بیشک

انزلنا۔ اتارا ہم نے   علیکم۔ تم پر   لباسا۔ لباس جو   یواری۔ چھپاتا ہے

سوآتکم۔ تمہاری شرمگاہیں   و۔ اور   ریشا۔ زینت

و۔ اور   لباس۔ لباس   التقوی۔ پرہیزگاری   ذالک۔ یہ

خیر۔ بہتر ہے   ذلک۔ یہ   من ایت۔ نشانات   اللہ۔ الٰہی سے ہے

لعلھم۔ تاکہ وہ   یذکرون۔ نصیحت پکڑیں   یبنی۔ اے اولاد

آدم۔ آدم   لا۔ نہ   یفتننکم۔ فتنہ میں ڈالے تم کو

الشیطان۔ شیطان   کما۔ جیسا کہ   اخرج۔ نکالا اس نے   ابویکم۔ تمہارے ماں باپ کو

من الجنۃ۔ جنت سے   ینزع۔ چھینتا تھا   عنھما۔ ان سے   لباسھما۔ ان کا لباس

لیری۔ تاکہ دکھائے   ھما۔ ان کو   سواٰتھما۔ ان کی شرمگاہیں

انہ۔ بے شک وہ   یرٰی۔ دیکھتا ہے   کم۔ تم کو   ھو۔ وہ

و۔ اور   قبیلہ۔ اس کا قبیلہ   من حیث۔ جہاں سے   لا۔ نہیں

ترونھم۔ دیکھتے تم ان کو   انا۔ بیشک   جعلنا۔ بنایا ہم نے   الشیاطین۔ شیطانوں کو

اولیاء۔ دوست   للذین۔ ان کا جو   لا۔ نہیں   یؤمنون۔ ایمان لاتے

و۔ اور   اذا۔ جب   فعلوا۔ کرتے ہیں   فاحشۃ۔ بے حیائی

قالوا۔ تو کہتے ہیں   وجدنا۔ پایا ہم نے   علیہ۔ اس پر   اباءنا۔ اپنے باپ دادا کو

و۔ اور   اللہ۔ اللہ نے   امر۔ حکم دیا   نا۔ ہم کو

بھا۔ اس کا   قل۔ فرمائیے   ان۔ بیشک   اللہ۔ اللہ

لا۔ نہیں   یامر۔ حکم دیتا   بالفحشاء۔ بے حیائی کا   ا۔ کیا

تقولون۔ تم کہتے ہو   علی۔ اوپر   اللہ۔ اللہ کے   ما۔ جو

لا۔ نہیں   تعلمون۔ جانتے تم   قل۔ فرمائیے   امر۔ حکم دیا

ربی۔ میرے رب نے   بالقسط۔ انصاف کا   و۔ اور یہ کہ   اقیموا۔ قائم کرو

وجوھکم۔ اپنے مونہوں کو   عند۔ نزدیک   کل۔ ہر

مسجد۔ مسجد کے   و۔ اور   ادعو۔ پکارو   ہ۔ اس کو

مخلصین۔ خالص کرکے   لہ۔ اسکے لیے   الدین۔ دین   کما۔ جیسے

بدا۔ پیدا کیا   کم۔ تم کو   تعودون۔ لوٹو گے تم   فریقا۔ ایک فرقے کو

ھدی۔ ہدایت کی	و۔ اور	فریقا۔ ایک فرقہ	حق ۔ حق ہوئی
علیہم ۔ ان پر	الضللۃ ۔ گمراہی	انہم ۔ بیشک انہوں نے	اتخذوا ۔ بنالیا
الشیاطین ۔ شیطانوں کو	اولیاء ۔ دوست	من دون ۔ سوا	اللہ ۔ اللہ کے
و۔ اور	یحسبون ۔ خیال کرتے ہیں	انہم ۔ کروہ	مھتدون ۔ ہدایت والے ہیں
یا۔ اے	بنی ۔ اولاد	آدم ۔ آدم	خذوا ۔ پکڑلو
زینتکم ۔ اپنی زینت	عند ۔ پاس	کل ۔ ہر	مسجد ۔ مسجد کے
و ۔ اور	کلوا ۔ کھاؤ	و ۔ اور	اشربوا ۔ پیو
و ۔ اور	لا ۔ نہ	تسرفوا ۔ زیادتی کرو	انہ ۔ بیشک وہ
لا ۔ نہیں	یحب ۔ پسند کرتا	للمسرفین ۔ زیادتی کرنے والوں کو	

مختصر تفسیر رکوع سوم سورۃ اعراف پ ۸

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَرِیۡشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیۡرٌ ؕ ذٰلِکَ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّہُمۡ یَذَّکَّرُوۡنَ ۝ اے اولاد آدم بے شک ہم نے تم پر ایک لباس وہ اتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ جو تمہاری آرائش ہو اور لباس پرہیزگاری کا یہ سب سے بہتر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ تم نصیحت مانو۔

شان نزول:۔ زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب بیت اللہ شریف کعبہ معظمہ کا طواف بالکل ننگے ہو کر کیا کرتے تھے مرد اور عورتیں بالکل برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے ان کا کہنا یہ تھا کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں ان کپڑوں کے ساتھ ہم طواف نہیں کریں گے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالے نے بنی آدم کے لیے تین لباسوں کا ذکر فرمایا ایک لباس تو وہ ہے جو ساتر ابدان ہے۔ ایک دوسرا لباس وہ ہے جو موجب تزئین انسان ہے جیسے شیروانی جبہ۔ کلاہ۔ صدری۔ کوٹ۔ پگڑی۔ یہ دونوں لباس بھی غرض صحیح کے لیے مستعمل ہیں۔
تیسرا لباس پرہیزگاری فرمایا یہ کپڑے سے نہیں بلکہ حیا و خصائل پسندیدہ اعمال صالحہ سے مرتب ہوتا ہے اسے ذلک خیر فرمایا یعنی زیب و زینت کے لباسوں سے یہ بہتر ہے۔

لباس تقوی کے بارے میں مختلف اقوال ہیں قتادہ و سدی کے نزدیک لباس تقوی ایمان ہے حضرت حسن بصری کے نزدیک حیا ہے کیونکہ حیا ہی موجب تقوی ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر نے خشیت اللہ کو لباس تقوی قرار دیا

مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ۔ آیات سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو اللہ کی رحمت پر دلالت کر رہی ہیں یاد رکھنے سے مراد اللہ کی نعمتوں کا اقرار کرنا ہے اور برائیوں سے اجتناب ہے۔

پھر بنی آدم کو مخاطب فرما کر پہلے رکوع میں جو شیطان کی کیادی اور عیاری حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ عداوتاً بیان فرمایا تھا اس طرف اشارہ کر کے تنبیہ اور ہوشیار کرنے کو اس رکوع میں ارشاد ہوا کہ وہ وساوس شیطان سے اور اغوا اور اس کی مکاریوں سے بچتے رہیں وہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے فریب کاری کر چکا ہے اور ان کی اولاد سے وہ کبھی درگذر نہ کرے گا۔

پھر یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ وہ قوم جن سے ہے اور جنوں کو ایسا ادراک دیا گیا ہے کہ وہ انسانوں کو دیکھتے ہیں اور انسان کو یہ ادراک نہیں دیا گیا کہ وہ جنوں کو دیکھ سکیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی راہوں میں پیرا ہوا ہے الشیطان یجری فی الانسان مجری الدم۔

اے اولاد آدم بے شک آتارا ہم نے تم پر وہ لباس یعنی جو کچھ زمین میں ہے وہ آسمان سے ہی نازل ہوتا ہے اس لیے کہ اس کی اصل پانی ہے اور پانی آسمان سے برستا ہے تو اس روئی وغیرہ کی نشو و نما ہوتی ہے تو کپڑا بنتا ہے اور کپڑے سے لباس تیار ہوتا ہے کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے یعنی ستر عورت کرتا ہے۔

اور ایک لباس وہ ہے کہ تمہاری آرائش ہو لباس زینت میں پرندوں کے پروں سے تشارہ و استعارہ کر کے ریشاً فرمایا گیا اس لیے کہ پرندوں کا لباس اور ان کی زینت ان کے پر ہیں یعنے ہم نے تم پر دو لباس نازل کیے ایک لباس ستر عورت کا اور دوسرا لباس زینت کا۔ اور تیسرا لباس تقوی ہے وہ سب سے بہتر ہے۔ یہاں ذالک فرما کر خیر فرمایا۔ اس لیے کہ ذالک اسماء اشارہ سے ہے اور اسم اشارہ کی ضمیر قریب کی طرف ہوتی ہے یعنی لباس تقوی لباس زینت سے بہتر ہے اور لیواری سوا تکم سے چونکہ ستر عورت مراد ہے اور وہ فرض ہے اور ادلئے فرض خود تقوی ہے تو لباس تقوی اور لباس ساتر ستر دونوں لباس متیقن ہیں یہ

اللہ کی نشانیوں سے ہے یعنی یہ دلالت ہے فضل الٰہی پر اور رحمت پر جو اس نے اپنے بندوں پر فرمائی اس میں انزال لباس بھی ایک رحمت خاص ہے تاکہ نصیحت مانیں اور اللہ کی بڑی بڑی نعمتوں کو جانیں یہ آیت علی سبیل الاطراد نازل ہوئی۔ اول بدو سوآت یعنی شرم کی چیزوں کا کھلنا اور اوراق اشجار سے بدن کا چھپانا دکھایا۔ اس کے بعد اپنا احسان ظاہر فرمایا کہ لباس پیدا کیا اور جبکہ عقلاً صرفاً ظاہراً قدیم سے موجب ذلت ہے اور تستر ابدان پردہ پوشی تقوے میں داخل ہے تو اسے نعمت الٰہی کہنا ہی حق اور احق ہے پھر ارشاد ہوا۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَیْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اے اولاد آدم خبردار تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈال دے جیسے تمہارے والدین کو بہشت سے نکالا۔

یعنی شیطان تمہیں کہیں دھوکہ دے کر گمراہ نہ کر دے اور تم جنت میں داخل نہ ہو سکو جس طرح حضرت آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام پر فتنہ برپا کر کے انہیں جنت سے نکالا۔ اور اترواد یے ان کے نوری لباس کہ ان کی عار والی چیزیں ان کو نظر آنے لگیں یعنی جب وہ جنت سے باہر آئے تو ان کے یہ نوری لباس علیحدہ ہو گئے اور ان کے جسم مطہر سے نوری لباس اتر گیا چنانچہ حدیث میں ہے کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کے ساتھ گردش کرتا ہے الشیطان یجری من الانسان مجری الدم۔ اس شیطان کا نام قرین ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کوئی بسم اللہ پڑھ کر قضائے حاجت کو جائے تو شیطان اس کا ستر نہیں دیکھ سکتا۔

دوسرے کا نام خنزب ہے جو عبادات میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

تیسرے کا نام ولہان ہے جو بازاروں اور میلوں میں انسان کو وسوسہ ڈالتا ہے۔

یہ سب ابلیس کے قبیلے ہیں

اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ۔ وہ شیطان تمہیں دیکھتا ہے۔ یہ اس کے فتنہ کی وجہ ظاہر فرمائی اور ڈرایا کہ اس کے فتنہ سے بچنا اس لیے کہ وہ بمنزلہ دشمن کے ہے اور تمہیں ایسی چال سے دھوکہ دیتا ہے کہ تمہیں اس کا شعور بھی نہیں ہوتا اور اس کا کنبہ یعنی اس کی ذریت یا لشکر۔

انہ کا مرجع شیطان ہے۔ ہر جماعت کو قبیل کہتے ہیں۔ قبیلہ ایک خاندان کو کہتے ہیں روح المعانی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ قبیلہ سے مراد ابلیس کی اولاد ہے۔

مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ۔ کہ تم انہیں نہیں دیکھ سکتے حضرت ذوالنون نے فرمایا اگر وہ تمہیں دیکھتا

ہے اور تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو اس سے مدد چاہو جو اسے بھی دیکھتا ہے اور اسے وہ نہیں دیکھ سکتا اور وہ اللہ کریم ستار و رحیم غفار ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ بے شک ہم نے بنا دیا ہے شیطانوں کو دوست ان کا جو ایمان نہیں لاتے۔

اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ خالق افعال اللہ تعالیٰ ہے خواہ وہ افعال خیر سے ہوں یا شر سے یعنی ہم نے ابلیس اور اس کی ذریت کو ان انسانوں کا دوست اور مددگار بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْھَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰہُ اَمَرَنَا بِھَا ۔ اور جب کرتے ہیں کوئی بے حیائی کا کام تو کہتے ہیں کہ پایا ہم نے ایسا ہی کرتے ہوئے اپنے باپ دادا کو اور اللہ نے بھی ہمیں اسی کا حکم دیا۔

فاحشہ اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو حد درجہ معیوب ہو اس میں ہر کبیرہ گناہ داخل ہے اور جب وہ بے حیائی کریں تو کہتے ہیں ہم نے پایا اس پر اپنے باپ دادا کو اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا یعنی وہ بے حیائی اور افعال قبیحہ یا گناہ سے کچھ کرتے ہیں جیسے بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر اور بت پرستی تو ان کا عذر یہ ہوتا ہے کہ ان کے باپ دادا ایسا کرتے تھے تو اسی کی پیروی ہم نے کی اور ہمیں اللہ نے بھی یہی حکم دیا ہے کہ ہم وہی کریں جو ہمارے باپ دادا کرتے رہے اس لیے اگر ہم اس سے نفرت کریں تو اپنے والدین کے خلاف جانے کا جرم ہم پر آئے گا اور یہ عذر باطل ہے اس لیے کہ اس صورت میں جہاں تقلید لازم آتی ہے اور دوسرے افتراء علی اللہ ہے۔ ان کی دوسری دلیل کی تردید اس طرح فرمائی۔

قُلْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ہ آپ فرما دیجئے اللہ حکم نہیں دیتا بے حیائیوں کا کیا ایسی بات لگاتے ہو اللہ پر جو تم نہیں جانتے۔

اس لیے کہ آمر کے حکم کی تعلیم کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے کہ مامور نیک یعنی اگرچہ نیک بننے کے درجات ہوں جیسا کہ اصول فقہ سے ظاہر ہے۔ کیا اللہ پر وہ بات لگاتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں یہ استفہام انکاری و توبیخی ہے۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ ۔ فرما دیجئے میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کا۔

یعنی عدل کا اور ہر اس بات کا جو بہ عافیت اچھا جانے تو وہ فواحشات کا کیسے حکم کرے گا

قسط کے معنی عدل و انصاف بھی اگر یہ مجرد باب سے آئے تو ظلم کے معنی میں آتا ہے یعنی کسی کا حصہ مار لینا ارشاد ربانی ہے وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا۔ ظالم لوگ جہنم کا ایندھن ہیں اور جب باب افعال سے ہو تو انصاف کے معنی میں ہوتا ہے ارشاد ربانی ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ یہاں انصاف و عدل کے معنی میں ہے یعنی ہر معاملہ میں عدل و انصاف کرو پروردگار عالم نے اس کائنات کو عدل کے ساتھ قائم فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔ بے شک اللہ تعالٰی تمہیں عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے یعنی عدل و انصاف کا حکم دائمی اور استمراری ہے اس لیے اس کے بغیر حیات انسانی کا نظم ممکن نہیں مظلوم کو اس کا حق دلانا انصاف کے تقاضے پورا کرنا عدل کی عملی صورت ہے۔

اس کے بعد اخروی زندگی کے انکار کرنے والوں کا رد ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ جیسے اس نے تمہیں نیست سے ہست کیا ایسے ہی بعد موت بھی زندہ فرمائے گا۔ اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ جب آخر کار اسی کی طرف پلٹنا ہے اور وہی جزاء اعمال کا مختار و مجاز ہے تو طاعات و عبادات اسی کے لیے خالص کرنا ضروری ہے اور وہی ذات مستجمع کمالات ہے کہ جسے چاہے ایمان و معرفت کی توفیق دے اور جسے چاہے گمراہ کرے جیسے کفار و مشرکین کہ وہ شیاطین کو اپنا والی جانتے اور ان کے کہے پر چلتے ہیں۔

پھر آخر میں بنی آدم کو اپنی زینت اختیار کرنے کا حکم ہے اس کے متعلق دو قول ہیں۔

ایک یہ کہ زینت سے مراد لباس ہی ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ زینت سے مراد کنگھی کرنا خوشبو لگانا ہے۔

اس میں عند کل مسجد جو فرمایا اس کے متعلق یہ مسئلہ ہے کہ مسجد میں بہتر ہیئت کے ساتھ نماز کے لیے حاضر ہونا مسنون ہے اور افضلیت اسی میں ہے کہ نماز میں اپنے رب کے حضور جب مناجات کرنے کو حاضر ہو تو عطر کنگھی لگانا مستحب ہے اور ستر بدن واجب ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ

وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ اور سیدھا کرو اپنے چہرے قبلہ کی طرف ہر نماز کے وقت۔ اَقِيْمُوْا۔ اقامت سے بنا اس کے معنی ہیں سیدھا کرنا۔ وُجُوْهَ۔ وجہ کی جمع ہے اس کے معنی چہرہ ہے عِنْدَ کے معنی پاس کے ہیں۔

اور اپنے منہ سیدھے کرو ہر نماز کے وقت [illegible] سے منہ سیدھے کرو یعنی قصد کرو

عبادت کا سیدھے اللہ کی طرف اس کے غیر کو اس کے برابر نہ کرتے ہوئے ہر وقت سجدہ کرو اور ہر مقام پر سجدہ میں رہو یعنی دل سے اللہ تعالے کی طرف ہر وقت ہر جگہ جھکے رہنا ہی مومن آدمی کا کام ہے۔

وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ اور اس کی عبادت کرو خالص اس کے بندے ہو کر یعنی طاعت و عبادت میں توجہ خالص و مخلص اللہ کی طرف ہو کر۔

دعا کے معنی لغوی پکارنا ہے اور اصطلاح میں عبادت کرنا

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۔ جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا کہ بعض کو مومن کو پیدا کیا بعض کو کافر ایسے ہی تم قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں لوٹو گے یعنی جیسے اس نے تمہیں پیدا کیا ویسے ہی وہ تمہیں پھر قبر سے لوٹا کر باہر کریگا اس میں ان لوگوں پر حجت ہے جو بعد مرنے کے قبر سے اٹھنے کے منکر ہیں انہیں بتایا گیا کہ ابتداء تخلیق جس نے کی وہ مرنے کے بعد دوبارہ قبر سے اٹھانے میں کیوں عاجز ہو اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ تمہیں پھر قبروں سے لوٹائے گا تاکہ تمہاری دنیا کی سابقہ زندگی کے عملوں کا بدلہ دے لہذا اسی ذات کی مخلصانہ عبادت کرو

فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۔ ایک فرقہ کو اللہ نے ہدایت دیدی اور ایک فرقہ کو گمراہ بنایا کہ اس کے لیے گمراہی ثابت ہوئی اور وہ کافروں کا فرقہ ہے انہوں نے یعنی وہ فرقہ جس پر گمراہی مقدر تھی اللہ کے سوا شیطان کو اپنا والی بنایا یعنی مددگار اور سمجھتے یہ رہے کہ وہ راہ پر ہیں۔

فریقاً ۔ فریق سے ہے اس کے معنی انسانوں کا ٹولہ ہے یہاں اس سے مراد ایمان و نیک اعمال کی ہدایت ہے۔ ضلالت ان چیزوں سے محرومی کا نام ہے یعنی روز اول ہی میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ نہ سارے انسان مومن ہوں گے اور نہ سارے کافر۔

یہ آیت اہل اعتزال پر بھاری دلیل ہے کہ ہدایت اور ضلالت اللہ تعالے کی طرف سے ہے معتزلہ کہتے ہیں ضلالت بندے کی طرف سے ہے مگر آیہ کریمہ میں حق علیہم الضلالۃ آیا ہے جس کے معنی ہی یہ ہیں کہ ان کے لیے گمراہی ثابت و مقرر ہو چکی پھر ارشاد ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ۔ اے اولاد آدم اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ ہر مسجد میں جب بھی نماز پڑھو۔ یعنی اے بنی آدم تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو چنانچہ بالاجماع تفسیر زینت سے وہ لباس مراد لیتے ہیں جس سے ستر عورت ہو جائے حضرت

ابن عباس کا زینت کی تعریف میں ایک قول یہ ہے کہ کنگھی کرنا اور خوشبو لگانا زینت ہے اور سنت یہ ہے کہ نمازی اچھی ہیئت بنا کر نماز میں جائے اس لیے کہ نماز اللہ تعالےٰ کے حضور مناجات ہے تو بوقت مناجات تزئین وتعطر مستحب ہے جیسے ستر عورت عبادت میں واجب ہے اور طہارت شرط۔

اور اخذ زینت فی الصلوٰۃ الخمس کی تفصیل علامہ آلوسی نے جزء ثامن میں اس آیت کے ماتحت بیان فرمائی۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے جو کہ مسلم شریف میں مروی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں مرد دن میں برہنہ ہو کر طواف کعبہ کرتے اور رات میں عورتیں ننگی طواف کرتی تھیں یہ حکم نازل فرما کر ستر عورت لازم قرار دیا گیا آگے ارشاد ہے۔

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۝ اور کھاؤ گوشت اور چکنائی واشربوا اور پیو اور حد سے نہ بڑھو یعنی شرع شریف میں جو حرام ہے اس سے باز رہو یا اتنا کھاؤ جتنی بھوک ہو اس سے متجاوز ہونا اسراف ہے بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں ہیں۔

شان نزول:۔ اس کا یہ ہے کہ قبیلہ بنی عامر زمانۂ حج میں اپنی خوراک بہت ہی کم کر دیتے تھے اور گوشت اور چکنائی تو قطعًا استعمال نہ کرتے تھے اور اسے عبادت جانتے اور حج کی تعظیم سمجھتے مسلمانوں نے ان کا یہ رویہ دیکھ کر بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ جب بنی عامر ایسا کرتے ہیں تو ہم پر اس سے زیادہ لازم ہے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو اور وہ یہ ہے کہ سیر ہو کر کھا لینے کے بعد بھی کھاتے رہو یا حرام کی پرواہ نہ کرو اور یہ بھی اسراف ہے کہ جو چیز اللہ نے حرام نہ کی اسے اپنے اوپر حرام کر لو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ کھا جو چاہے اور پہن جو چاہے مگر اسراف اور تکبر سے بچیارہ۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں آیہ کریمہ کے ماتحت یہی مضمون مفصل لکھ کر ثعالبی کا ایک قول نقل کرتے ہیں ینبغی للانسان ان یاکل ما یشتہی ویلبس ما یشتہیہ الناس کما قیل۔ نصحتنہ نصیحتہ۔ قالت بہا الا کل ما شئت والبس ما یشتہیہ الناس

اس کے بعد ایک لطیف حکایت نقل فرماتے ہیں وہو ہذا۔

مامون رشید کے پاس ایک نصرانی طبیب حاذق تھا اس نے علی بن حسین واقدی پر اعتراض کیا تمہارے قرآن میں علم طب سے کچھ نہیں ہے باآنکہ علم ہی دو ہیں علم ابدان اور علم ادیان تو علامہ علی بن حسین نے جواب دیا کہ اللہ تعالٰی نے سارا فن طب نصف آیت میں قرآن اکریم کے اندر جمع کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔

تو طبیب نصرانی بولا مگر تمہارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فن طب میں کچھ نہیں کہا آپ نے کہا ہمارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی طب کو نہایت مختصر الفاظ میں جمع فرما دیا ہے اور وہ حضور کا یہ فرمان ہے المعدۃ بیت الداء والحمیۃ رأس کل دواء اور بدن کے تمام حصہ کو اتنا دے جتنا وہ مانگے یعنی معدہ بیماری کا گھر ہے اور اس کی حفاظت تمام دواؤں کا سر ہے یہ سنکر نصرانی طبیب کہنے لگا تمہارے قرآن اور تمہارے نبی نے طب جالینوس کا تمام خلاصہ بیان فرما دیا اور کچھ بھی نہ چھوڑا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم سورہ اعراف پ ۸

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

فرما دیجئے کون ہے جو حرام کرے وہ زینت اللہ کی جو اس نے نکالی اپنے بندوں کے لیے اور پاک رزق سے فرما دیجئے کہ وہ ایمان والوں کے لیے ہے دنیا کی زندگی میں اور بروز قیامت تو خالص انہیں کے لیے ہے ایسے ہی ہم مفصل آیتیں بیان کرتے ہیں اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

فرما دیجئے کہ حرام تو میرے رب نے بے حیائی ہی کی ہے جو ان میں ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ اور گناہ اور ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کا شریک بناؤ جس کی نہ نازل کی کوئی سند اور یہ کہو اللہ پر وہ بات جس کا تم علم نہیں رکھتے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○

اور ہر گروہ کے لیے ایک وقت ہے تو جب آئے گا ان کا وقت نہ پیچھے ہو گی ایک گھڑی اور نہ آگے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

اے بنی آدم اگر تمہارے پاس آئیں رسول تم میں سے پڑھتے ہوئے تم پر میری آئیتیں تو جو پرہیزگاری کرے اور اپنے کو سنوار لے تو اس پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

اور وہ جو جھٹلائیں ہماری آئیتیں اور تکبر کریں ان کے مقابل وہ جہنمی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۗ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۗ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ○

تو کون ہے اس سے زیادہ ظالم جس نے اللہ پر افتراء کیا جھوٹا یا جھٹلایا اس کی آیتوں کو یہ وہ ہیں کہ لیں گے اپنے نصیب کا لکھا ہوا کتاب سے حتّٰی کہ آئیں ان کے ہمارے بھیجے ہوئے ان کی جان نکالنے کو تو ان سے کہیں کہاں ہیں وہ جنہیں تم پوجتے تھے اللہ کے سوا تو کہیں وہ گم ہو گئے ہم سے اور گواہی دیں اپنی جانوں پر کہ وہ تھے کافر۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○

اللہ فرماتے داخل ہو اس جماعت میں جو تم سے پہلے جن اور انس سے جہنم میں گئی جب داخل ہو کوئی گروہ لعنت کرے اپنے ساتھی پر حتی کہ جب سب جا پڑیں اس میں سب۔ تو پچھلا پہلوں کو کہے اے ہمارے رب انہوں نے ہمیں بہکایا تھا تو انہیں دے عذاب دو چند آگ کا۔ اللہ فرماتے گا ہر ایک کو دو چند ہو گا

وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۞

مگر تم نہیں جانتے۔
اور کہیں پہلے پچھلوں سے کہ نہیں تمہیں ہم پر کوئی فضیلت تو چکھو عذاب بدلہ اپنے کیے کا۔

حل لغات رکوع چہارم سورۃ اعراف پ ۸

قل۔ کہو	من۔ کس نے	حرم۔ حرام کی	زینۃ۔ زینت
اللہ۔ اللہ کی	التی۔ جو	اخرج۔ نکالی اس نے	لعبادہ۔ اپنے بندوں
۔ کے لیے	و۔ اور	الطیبات۔ پاکیزہ چیزیں	من الرزق۔ رزق سے
قل۔ کہو	ھی۔ یہ	للذین۔ ان کے لیے ہیں جو	
امنوا۔ ایمان لائے	ف۔ بیچ	الحیوۃ۔ حیاتی	الدنیا۔ دنیا کے
خالصۃ۔ خالص	یوم۔ دن	القیامۃ۔ قیامت کے	کذلک۔ اسی طرح
نفصل۔ کھول کر بیان کرتے ہیں ہم		الایت۔ آیتیں	لقوم۔ ان لوگوں کے لیے
یعلمون۔ جو جانتے ہیں	قل۔ کہو	انما۔ اسکے سوا نہیں کہ	حرم۔ حرام کیا
ربی۔ میرے رب نے	الفواحش۔ بےحیائی کو	ما۔ جو	ظھر۔ ظاہر ہے
منھا۔ اس سے	و۔ اور	ما۔ جو	بطن۔ باطن ہے
و۔ اور	الاثم۔ گناہ	و۔ اور	البغی۔ سرکشی
بغیر۔ بغیر	الحق۔ حق کے	و۔ اور	ان۔ یہ کہ
تشرکوا۔ شریک بناؤ	باللہ۔ اللہ کے ساتھ	ما۔ جو	لم۔ نہیں
ینزل۔ اتاری	بہ۔ اسکی	سلطانا۔ کوئی دلیل	و۔ اور
ان۔ یہ کہ	تقولوا۔ کہو	علی۔ اوپر	اللہ۔ اللہ کے
ما۔ جو	لا۔ نہیں	تعلمون۔ جانتے تم	و۔ اور
لکل۔ ہر	امۃ۔ امت کی	اجل۔ مدت ہے	فاذا۔ پھر جب
جاء۔ آجاتی ہے	اجلھم۔ انکی مدت تو	لا۔ نہیں	یستاخرون۔ پیچھے رہتے

ساعتہ۔ ایک گھڑی	و۔ اور	لا۔ نہ	یستقدمون۔ آگے
آسکتے ہیں	یبنی۔ اے اولاد	ادم۔ آدم	اما۔ اگر
یاتینکم۔ آئیں تمہارے پاس		رسل۔ رسول	منکم۔ تم میں سے
یقصون۔ جو بیان کریں گے		علیکم۔ تم پر	ایتی۔ میری آیتیں
فمن۔ تو جو	اتقی۔ پرہیزگار ہوا	و۔ اور	اصلح۔ درست ہو گیا
فلا۔ تو نہیں	خوف۔ خوف ہوگا	علیھم۔ ان پر	و۔ اور
لا۔ نہ	ھم۔ وہ	یحزنون۔ غم کھائیں گے	و۔ اور
الذین۔ وہ جنہوں نے	کذبوا۔ جھٹلایا	بایتنا۔ ہماری آیتوں کو	و۔ اور
استکبروا۔ تکبر کیا	عنھا۔ اس سے	اولئک۔ یہ لوگ ہیں	اصحب۔ ساتھی
النار۔ آگ کے	ھم۔ وہ	فیھا۔ اس میں	خالدون۔ ہمیشہ رہینگے
فمن۔ تو کون	اظلم۔ زیادہ ظالم ہے	ممن۔ اس سے جو	افتری۔ باندھے
علی۔ اوپر	اللہ۔ اللہ کے	کذبا۔ جھوٹ	او۔ یا
کذب۔ جھٹلائے	بایتہ۔ اسکی آیتوں کو	اولئک۔ یہ لوگ	ینالھم۔ پہنچے گا انکو
نصیبھم۔ انکا حصہ	من الکتب۔ کتاب سے	حتی۔ یہاں تک کہ	اذا۔ جب
جاءتھم۔ آئینگے انکے پاس	رسلنا۔ ہمارے رسول	یتوفونھم۔ فوت کرنے کو انہیں	
قالوا۔ کہتے ہیں	اینما۔ کہاں ہیں	کنتم۔ جنکو تم	تدعون۔ پکارتے تھے
من دون۔ سوائے	اللہ۔ اللہ کے	قالوا۔ کہیں گے	ضلوا۔ بھول گئے
عنا۔ ہم سے	و۔ اور	شھدوا۔ گواہی دینگے	علی۔ اوپر
انفسھم۔ اپنی جانوں کے	انھم۔ کہ وہ	کانوا۔ تھے	کافرین۔ کافر
قال۔ کہے گا	ادخلوا۔ داخل ہو جاؤ	فی۔ بیچ	امم۔ امتوں کے
قد۔ بیشک	خلت۔ گزر چکیں	من قبلکم۔ تم سے پہلے	من الجن۔ جنوں
و۔ اور	الانس۔ انسانوں سے	فی۔ بیچ	النار۔ آگ کے
کلما۔ جب بھی	دخلت۔ داخل ہوگی	امۃ۔ کوئی امت	لعنت۔ تو لعنت کریگی
اختھا۔ اپنی مثل پر	حتی۔ یہاں تک کہ	اذا۔ جب	اداركوا۔ اکٹھے ہو جائینگے
فیھا۔ اس میں	جمیعا۔ سب	قالت۔ کہے گی	اخرا۔ پچھلی

ھم - ان کی	لاولٰھم - پہلی کو	ربنا - اے ہمارے رب	ھؤلاء - یہ ہیں جنہوں نے
اضلو - گمراہ کیا	نا - ہم کو	فاتھم - سو دے توانکو	عذابا - عذاب
ضعفا - دگنا	من النار - آگ کا	قال - کہے گا	لکل - ہر ایک کے لیے
ضعف - دگنا ہے	و - اور	لکن - لیکن	لا - نہیں
تعلمون - جانتے تم	و - اور	قالت - کہے گی	اولٰھم - پہلی انکی
لاخرٰا - پچھلی	ھم - ان کی کو	فما - تو نہیں	کان - ہے
لکم - تم کو	علینا - ہم پر	من فضل - کوئی بزرگی	فذوقوا - تو چکھو
العذاب - عذاب	بما - بدلہ اسکا کہ	کنتم - تھے تم	تکسبون - کماتے۔

مختصر تفسیر رکوع چہارم سورۃ اعراف پ ۸

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝

فرما دیجئے کون ہے جو حرام کرے اللہ کی وہ زینت جو اس نے نکالی اپنے بندوں کے لیے اور پاک رزق سے۔ فرما دیجئے وہ ان کے لیے ہے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں اور بروز قیامت تو خالص انہیں کے لیے ہے ایسے ہی ہم مفصل آیتیں بیان کرتے ہیں اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے۔

خلاصہ تفسیر

آیات بالا میں اس امر کی وضاحت ہے کہ کھانے پینے کی تمام اشیاء حلال ہیں۔ سوا ان کے جن پر شریعت مطہرہ نے حرمت عائد کی ہو۔ اس لیے کہ اصول میں یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے مگر جس پر شارع علیہ السلام نے حرمت عائد کی ہو اور اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو اور زینت کا لفظ اس لیے فرمایا گیا کہ لباس سامان زینت اشیاء مستعملہ سب پر حاوی ہو پھر خوردنی اشیاء کے لیے والطیبت من الرزق فرمایا گیا۔ آیہ کریمہ میں جو حکم ہے وہ اپنے عموم پر ہے۔ ہر کھانے کی چیز اس میں داخل ہے البتہ وہ اشیاء مستثنیٰ ہوں گی جن کی حرمت پر نص وارد ہوئی ہو۔ (خازن)

اس سے توشۂ اصحاب کہف۔ گیارہویں شریف۔ میلاد شریف بزرگان اسلام کی فاتحہ۔ عرس مجالس شہادت وغیرہ کی شیرینی۔ سبیل کی شربت وغیرہ سب جائز ہیں اور مذکورہ اشیاء کو ممنوع کہنا اپنی رائے کو دین میں داخل کرنا ہے اور یہ بدعت ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالے جسے حرام فرمائے وہی حرام ہے یا جسے اس کے حبیب پاک منع فرمائیں وہ ممنوع ہے بشرطیکہ اس حدیث کی سند مجروح و مشکوک نہ ہو اصول حدیث کے محور پر جب حدیث مرتبہ صحت حاصل کرلے تو اس کی تعمیل بھی لازم ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ اے محبوب فرما دیجئے کہ جو زینت اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اس کو حرام کرنے والا کون ہے۔

یعنی اللہ کی وہ زینت کپڑے یا ہر وہ چیز جس سے تجمل حاصل ہو جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالی یا پیدا کی یعنی ان کی افادیت یا آرائش کی لیے پیدا کی جیسے ریشم کے کپڑے۔ بھیڑ کی اون بکری کی کھال وغیرہ یا جو زمین سے نکلے۔ قز اس کیڑے کو کہتے ہیں جو ابریشم بناتا ہے اور اصل ریشم وہی ہے اور یہ پہننا ممنوع ہے۔ مرد کے لیے۔

وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ اور پاک رزق یعنی اطعمہ لذیذہ نفیسہ اور اشربہ مفرحہ۔

شانِ نزول: یہ ہے کہ اہل جاہلیت جب کسی چیز کو حرام ٹھہرانا چاہتے تو بکری کو بھی حرام کرلیتے اور اس کا گوشت یا چربی۔ گھی حتی کہ دودھ بھی حرام بنا دیتے جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا۔ بحیرہ۔ سائبہ۔ وصیلہ حام اس کے نام رکھ کر حکم لگا دیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا جس میں استفہام توبیخی اور انکاری ہے۔ پھر ارشاد ہوا۔

قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ اے محبوب آپ فرما دیجئے کہ وہ ایمان والوں کے لیے حیات دنیا میں خالص ہے یعنی مومنین کے لیے بھی اور مشرکین کے لیے بھی۔ لیکن قیامت کے دن خالص مومنین کے لیے ہے۔ اس دن مشرک اس میں شریک نہیں۔

یہاں اس امر کو واضح کیا گیا کہ اگرچہ دنیا میں جو پاک چیزیں پیدا کی گئی ہیں اصل میں تو وہ مومنین کے لیے ہیں لیکن غیر بھی اس میں شریک ہیں اور قیامت کے دن وہ شریک نہیں اس دن خالص اہل ایمان ہی ان سے متمتع ہوں گے۔

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔ ایسے ہی ہم مفصل آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ

حلال وحرام میں تمیز ہو گئے اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔

اس کے دن بعد فواحش علانیہ ومخفی کی حرمت بیان فرمادی گئی اور حصر انفراد کر کے اسے حرام کیا۔ ہر گناہ یعنی ناحق زیادتی اور شرک سے روکا گیا۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ فرمادیجئے کہ میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں علانیہ ہیں یا خفیہ۔

فَوَاحِشَ۔ فاحشہ کی جمع ہے۔ اس کا مادہ فحش ہے اس کا معنی حد سے بڑھ جانا ہے جیسے زنا، شراب خوری، کم تولنا۔ مَا ظَهَرَ جو برسر بازار علانیہ کبیرہ گناہ کیے جاتے۔ مَا بَطَنَ خفیہ گناہ کبیرہ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ۔ البغی کے معنی لغوی زیادتی وظلم کے ہیں۔ یعنی کسی انسان کا حق مارنا۔ ظلم وتکبر ناحق۔

وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ۔ اور یہ کہ اللہ کا شریک کرو جس کی اس نے سند نہ اتاری گویا یوں ارشاد ہوا کہ تمام فواحش حرام کیے اور ظلم وتکبر اور شرک باللہ۔

وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے یعنی اللہ پر وہ بناؤ جس کا تمہیں علم نہیں۔ محض افتراء وکذب سے یہ بھی حرام ہے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ۔ اور ہر گروہ کا ایک وقت ہے۔ یعنی کافروں کے ہر گروہ پر عذاب نازل ہونے کا وقت معین ہے کہ ان کا استیصال اس وقت ہوگا اگر وہ ایمان نہ لائے یہ وعید شدید مکہ والوں کے لیے ہے کہ عذاب نازل ہونے کے لیے اللہ کے نزدیک کوئی وقت معین ہے جیسے کہ پہلی امتوں پر نازل ہوا۔

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ تو جب ان کا وقت آئیگا ایک گھڑی نہ پیچھے ہوگی نہ آگے۔

یہاں لفظ ساعت کا استعمال ہوا۔ ساعت کا ترجمہ پل ہے جو منٹ کا ساٹھواں حصہ ہے جیسے سیکنڈ کہتے ہیں۔ اس لیے محاورہ میں تو اقل قلیل مہلت کے لیے بولتے ہیں وہاں ساعت ہی کہتے ہیں۔

یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ۔ اے بنی آدم اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں سے۔ یہ اِنْ شرطیہ اور ما مؤکدہ سے بمعنی شرط بیان ہوا۔ یہاں مفسرین کے دو قول ہیں۔

ایک تو یہ کہ رسل سے مراد وہ تمام مرسلین کرام ہیں جو تشریف لا چکے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے خاص خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جو کافہ خلق کی طرف رسول بنائے گئے اور رسول کی بجائے رسل بصیغہ جمع تعظیماً بیان ہوا اس لئے کہ جمع برائے تعظیم بھی آتی ہے۔

يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ میری آیتیں پڑھتے تم پر یعنی میری کتاب پڑھتے ہوئے تو جو پرہیزگاری کیے شرک سے اور اپنے کو سنوار لے اعمال صالحہ سے تو اس پر نہ کچھ خوف ہوگا قطعاً اور نہ کچھ غم۔

يَقُصُّوْنَ قص سے بنا اس کے معنی بیان کرنا۔ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ۔ من سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو انبیاء کرام کی تبلیغ پہنچی۔ اتّقی۔ تقوٰی۔ سے بنا اس کے معنی ڈرانا۔ اصلاح کے معنی نیک کام کرنا۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اور جو جھٹلائیں ہماری آیتیں تم میں سے اور ان کے مقابل تکبر کرے یعنی ایمان کے مقام پر اپنے کو بلند سمجھے تو وہ دوزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۔ اور جو جھٹلائیں ہماری آیتیں تم میں سے۔

وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا ۔ اور ان کے مقابل تکبر کرے ایمان کے مقابل اپنے آپ کو بلند سمجھیں استکبار کے معنی ہیں بڑا جاننا یعنی انہوں نے آیات کریمہ کو قبول کرنے سے تکبر و غرور کیا۔

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۔ وہ دوزخی ہیں نار کا معنی دوزخ ہے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۔ تو کون ہے اس سے بڑھ کر ظالم جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔

اَظْلَمُ ۔ ظلم سے بنا یعنی شنیع ظلم کرنے والا وہ ہے جس نے اللہ پر افتراء اور کذب باندھا۔

اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۔ یا اس کی آیتیں جھٹلائیں یعنی جو ایسی باتیں بنائے جو اللہ نے نہیں فرمائیں۔

اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۔ یہی لوگ ہیں کہ پہنچے گا ان کو حصہ ان کا کتاب سے۔ یعنی جس قدر روزی اور عمر اللہ نے ان کے لیے لکھ دی ان کو ملے گی (خازن)

يَنَالُ ۔ نیل سے بنا اس کے معنی ہیں پانا۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ نصیب سے مراد اخروی عذاب کا حصہ ہے جو ان کے لیے لکھا جا چکا ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۔ یہاں تک کہ جب آئیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے قاصد جو موت دیں گے۔ ملک الموت اور ان کے اعوان۔ حتی غایت مدت کے لیے بیان فرمایا یعنی ملک الموت اور ان کے اعوان ان لوگوں کی عمریں پوری ہونے کے بعد آئیں گے اور ان کی روحیں قبض کریں گے۔ حدیث میں ہے کہ مرنے والا احد کذا سے فرشتہ کو دیکھتا ہے۔

قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ تو کہتے ہیں کہاں ہے وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے۔ یعنی تمہارے وہ خدا کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے اللہ کے سوا تاکہ تم سے اس وقت کی مصیبت دفع کریں۔ دون کے معنی سوا بھی آتا ہے۔

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا ۔ کہیں گے وہ کہ گم ہو گئے ہم سے ایسے غائب ہو گئے کہ ان کا نام و نشان ہی نہیں اور وہ نظر ہی نہیں آتے۔

وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۔ اور گواہی دیں گے اپنی جانوں پر کہ بے شک وہ کافر تھے یعنی اعتراف کریں گے اپنے کفر کا۔ یہاں شہدوا تحقیق کے لیے فرمایا گیا۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۔ فرمایا داخل ہو جاؤ تم ان گروہوں میں کہ بے شک گذر گئے تم سے پہلے جن اور انسان سے آگ میں۔

قَالَ کا فاعل پروردگار عالم ہے۔ اُدْخُلُوا سے مراد عالم برزخ ہے جن میں حکم ہے کہ ان امتوں سے جا ملو جو کفار کی جماعتیں تم سے پہلے دوزخ میں جا چکی ہیں یعنی بروز قیامت ان کافروں کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ اس جماعت میں جو تمہاری مصاحب تھی تم سے پہلے آگ میں گئیں جن اور انس سے فی النار۔ آگ میں۔ یہ جملہ بھی ادخلوا سے متعلق ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۔ جب کبھی داخل ہوگا ایک گروہ تو لعنت کرے گا اپنے ہم جنس پر یہاں تک کہ جب جمع ہو جائیں گے وہ سب اس میں یعنی جب ایک گروہ داخل ہو جائے آگ میں تو دوسرا گروہ لعنت کرے جو ان کے دین پر تھا یعنی مشرک مشرک پر مشرک لعنت کریں گے۔ یہود یہود پر۔ نصرانی نصرانی پر۔ مرزائی مرزائی پر یہاں تک کہ جب سب اس میں جا پڑیں یعنی ہم مذہب یا وہ جنہیں پہلوں نے گمراہ کیا تھا اور وہ ان کی پیروی میں گمراہ ہوئے۔ ادّارکوا۔ اصل میں تدارکوا تھا جس کے معنی ہوتے ہیں کہ جب پہلوں سے پچھلے ملیں اور جہنم میں جمع ہو جائیں۔ تا کو دال سے بدلا اور ساکن کیا پھر ادغام کر کے ہمزہ وصل لے آئے تو اداّرکوا ہو گیا۔

قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۔ تو پچھلے پہلوں کو کہیں گے اے ہمارے رب انہوں نے ہم کو بہکایا تھا یعنی نئے آنے والے پچھلے آئے ہوؤں کو کہیں گے کہ اے ہمارے رب انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو انہیں دگنا عذاب دے آگ کا۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ ہم نے سب کو دوگنا عذاب دیا ہے یعنی جنہوں نے گمراہ کیا اور جو گمراہ ہوئے لیکن تمہیں خبر نہیں کہ عذاب میں سب کو یکساں عذاب ہوتا ہے اس لیے گمراہ ہونا یا گمراہ کرنا جرم سب کا ایک ہی ہے خواہ کسی کے کہنے سے کوئی گمراہ ہو یا کسی نے گمراہ کیا۔ لہٰذا تم سب کو عذاب اسی طرح دیا جائے گا۔

وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۔ اور پہلے پچھلوں سے کہیں گے تو تم ہم سے کچھ اچھے نہ رہے یعنی تم میں اور ہم میں کوئی امتیاز نہیں رہا سب مساوی عذاب میں مبتلا ہیں تو چکھو عذاب کا مزہ بدلہ تمہارے کرنے کا بوجہ تمہارے کفر کے یعنی اعمال خبیثہ کا نتیجہ پاؤ۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع پنجم سورۃ اعراف پ ۸

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝

وہ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو اور تکبر کیا ان سے ان کے لیے نہیں کھولے جائیں گے آسمان کے دروازے اور وہ نہ داخل ہوں گے جنت میں جب تک سوئی کے ناکے سے اونٹ داخل نہ ہو اور ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں ہم مجرموں کو۔

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝

ان کے لیے آگ کا بچھونا ہے اور آگ ہی کا اوڑھنا ہے اور وہ انہیں گھیرے ہوئے ہوگی اور ہم ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ؗ اُولٰٓئِكَ

اور وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم کسی جان کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت،

أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

تک وہ جنت والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لیے بہتی ہوں گی نہریں ان کے نیچے اور کہیں گے سب خوبیاں اس اللہ کو جس نے ہمیں ہدایت کی اس کی اور نہ تھے ہم ہدایت پانے والے اگر اللہ ہمیں راہ نہ دکھاتا بے شک آئے رسول ہمارے رب کے حق لے کر اور ندا ہوئی کہ یہ تمہیں جنت کی میراث ملی بدلہ تمہارے عملوں کا۔

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۚ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور پکارا جنت والوں نے جہنم والوں کو کہ ہمیں تو مل گیا جو وعدہ ہم سے ہمارے رب نے سچا کیا تھا تو کیا تم نے بھی پایا جو وعدہ تمہارے رب نے سچا کیا تھا بولے ہاں تو منادی نے پکار دیا بیچ میں کہ لعنت اللہ کی ظالموں پر۔

اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝

جو روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور چاہتے ہیں اس میں کجی اور وہ آخرت سے انکار کرتے ہیں۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا ۢ بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝

اور ان دونوں کے متصلہ حجاب ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے پہچانتے دونوں کو ان کی پیشانیوں سے اور وہ جنتیوں کو پکاریں کہ سلام ہو تم پر نہ داخل ہوئے جنت میں اور وہ اس کی خواہش رکھتے تھے۔

وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور جب پھیری جائیں ان کی آنکھیں جہنمیوں کی طرف کہیں اے رب ہمارے نہ کر ہمیں ظالموں کے ساتھ۔

حل لغات رکوع پنجم سورۃ اعراف پ ۸

ان۔ بیشک	الذین۔ وہ جنہوں نے	کذبوا۔ جھٹلایا	بآیتنا۔ ہماری آیتوں کو
و۔ اور	استکبروا۔ تکبر کیا	عنہا۔ اس سے	لا۔ نہ
تفتح۔ کھولے جائینگے	لھم۔ ان کے لیے	ابواب۔ دروازے	السماء۔ آسمانوں کے
و۔ اور	لا۔ نہ	یدخلون۔ داخل ہونگے	الجنۃ۔ جنت میں
حتی۔ یہاں تک کہ	یلج۔ داخل ہو	الجمل۔ اونٹ	فی۔ بیچ
سم۔ ناکے	الخیاط۔ سوئی کے	و۔ اور	کذلک۔ اسی طرح
نجزی۔ بدلہ دیتے ہیں ہم	المجرمین۔ مجرموں کو	لھم۔ انکے لیے	من جھنم۔ جہنم کا
مھاد۔ بچھونا ہے	و۔ اور	من فوقھم۔ انکے اوپر	غواش۔ اوڑھنا
و۔ اور	کذلک۔ اسی طرح	نجزی۔ بدلہ دیتے ہیں ہم	الظالمین۔ ظالموں کو
و۔ اور	الذین۔ وہ جو	اٰمنوا۔ ایمان لائے	و۔ اور
عملوا۔ عمل کیے	الصلحت۔ اچھے	لا۔ نہیں	نکلف۔ تکلیف دیتے ہم
نفسا۔ کسی جان کو	الا۔ مگر	وسعھا۔ اسکی طاقت بھر	اولئک۔ یہی ہیں
اصحب۔ رہنے والے	الجنۃ۔ جنت کے	ھم۔ وہ	فیھا۔ اس میں
خالدون۔ ہمیشہ رہیں	و۔ اور	نزعنا۔ کھینچ لینگے ہم	ما۔ جو
فی۔ بیچ	صدور۔ سینوں	ھم۔ انکے میں ہے	من غل۔ دشمنی
تجری۔ چلتی ہیں	من تحتھا۔ اسکے نیچے	الانھر۔ نہریں	و۔ اور
قالوا۔ کہینگے	الحمد۔ سب تعریف	للہ۔ اللہ کے لیے ہے	الذی۔ جس نے
ھدا۔ ہدایت دی	نا۔ ہم کو	لھذا۔ اس کی	و۔ اور
ما۔ نہیں	کنا۔ تھے ہم	لنھتدی۔ کہ ہدایت پاتے	لولا۔ اگر نہ ہوتا
ان۔ یہ کہ	ھدا۔ ہدایت دی	نا۔ ہم کو	اللہ۔ اللہ نے
لقد۔ بیشک	جاءت۔ آئے	رسل۔ رسول	ربنا۔ رب ہمارے کے
بالحق۔ حق کے ساتھ	و۔ اور	نودوا۔ پکارے جائینگے	ان۔ یہ کہ

تلکم۔ یہ	الجنۃ۔ جنت ہے	اورثتمو۔ تم وارث ہوئے	ھا۔ اس کے
بما۔ بدلے اسکے جو	کنتم۔ تم	تعملون عمل کرتے تھے	و۔ اور
نادی۔ پکارینگے	اصحب رہنے والے	الجنۃ۔ جنت کے	اصحب۔ دوزخ
النار۔ والوں کو	ان۔ یہ کہ	قد۔ بیشک	وجدنا۔ پایا ہم نے
ما۔ جو	وعد۔ وعدہ کیا	نا۔ ہم سے	ربنا۔ ہمارے رب نے
حقا۔ سچ	فہل۔ تو کیا	وجدتم۔ پایا تم نے	ما۔ جو
وعد۔ وعدہ کیا	کم۔ تم سے	ربکم۔ تمہارے رب نے	حقا۔ سچا
قالوا۔ کہیں گے	نعم۔ ہاں	فاذن۔ پھر آواز دیگا	مؤذن۔ آواز دینے والا
بینہم۔ ان میں	ان۔ یہ کہ	لعنۃ۔ لعنت ہو	اللہ۔ اللہ کی
علی۔ اوپر	الظالمین ظالموں کے	الذین۔ وہ جو	یصدون۔ روکتے ہیں
عن سبیل۔ راہ	اللہ۔ خدا سے	و۔ اور	یبغونہا۔ چاہتے اسمیں
عوجا۔ کجی	و۔ اور	ھم۔ وہ	بالآخرۃ۔ آخرت کے
کافرون۔ منکر ہیں	و۔ اور	بینہما۔ ان کے درمیان	حجاب۔ پردہ ہوگا
و۔ اور	علی۔ اوپر	الاعراف۔ اعراف کے	رجال۔ مرد ہوں گے
یعرفون۔ پہچانتے ہونگے	کلا۔ ہر ایک کو	بسیمٰہم۔ انکے نشان سے	و۔ اور
نادوا۔ آواز دینگے	اصحاب۔ جنت	الجنۃ۔ والوں کو	ان۔ یہ کہ
سلام۔ سلام ہو	علیکم۔ تم پر	لم۔ نہیں	یدخلوہا۔ داخل ہوئے
ھا۔ اس میں	و۔ اور	ھم۔ وہ	یطمعون۔ امید رکھتے ہونگے
و۔ اور	اذا۔ جب	صرفت۔ پھیری جائینگی	ابصار۔ آنکھیں
ھم۔ ان کی	تلقاء۔ طرف	اصحب۔ آگ	النار۔ والوں کے
قالوا۔ کہینگے	ربنا۔ اے ہمارے رب	لا۔ نہ	تجعلنا۔ بنا ہم کو
مع۔ ساتھ	القوم۔ قوم	الظالمین۔ ظالم کا۔	

مختصر تفسیر رکوع پنجم سورہ اعراف پ ۸

اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْہَا لَا تُفَتَّحُ لَہُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ

حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ۝ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور ان پر ایمان لانے سے سرتابی کی ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے اور اسی طرح ہم مجرموں کو سزا دیں گے انکا بچھونا اور اوڑھنا جہنم کا ہوگا اور ایسے ہی ہم ظالموں کو سزا دیں گے۔

خلاصۂ تفسیر

جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں جھٹلاتے اور ان پر تکبر کیا کرتے تھے ان کے اعمال اور ان کی روحوں کے لیے ابواب سماء نہ کھولے جائیں گے اس لیے کہ ان کی روحیں اور ان کے اعمال دونوں خبیث ہیں۔ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کفار کی روحوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے کیونکہ ان کی روحیں گندی ہوتی ہیں ان کو اوپر نہیں چڑھایا جائے گا بلکہ نیچے سجین میں پھینک دیا جائے گا۔

امام مالک۔ نسائی اور بیہقی نے حضرت براء بن عازب کی روایت سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں کافر کے متعلق حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سیاہ رو فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے بعد ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں اس سے بدترین بدبو نکلتی ہے جس طرف سے ان کا گذر ہوتا ہے تو وہاں کے فرشتے پوچھتے ہیں کہ یہ گندی روح کون ہے تو اس کی روح قبض کرنے والے فرشتے اس کا نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں کی لاش ہے آخری ساتویں آسمان پر لے جاکر دروازہ کھلوانے کی درخواست کرتے ہیں لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ الی آخرہٖ اور مومنین کی ارواح کے لیے وہ دروازے کھولے جاتے ہیں۔

ابن جریج فرماتے ہیں کہ آسمان کے دروازے کفار کے اعمال و ارواح کے لیے نہیں کھلتے۔ بلکہ زندگی میں بھی ان کا عمل آسمان پر نہیں جا سکتا۔ تو موت کے بعد ان کی روح کیسے اوپر جا سکتی ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ آسمان کے دروازے نہ کھولے جانے کے یہ معنی ہیں کہ وہ خیر و برکت

اور نزول رحمت سے محروم رہتے ہیں۔

اور کافر کا جنت میں دخول محال ہے جیسا کہ ایلاج جمل سم خیاط میں محال ہے یعنی اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخلہ محال بنے ایسے ہی کافر و مشرک کا جنت میں دخول محال ہے تو یہاں ان کا دخول سوئی کے ناکے اونٹ کے داخل ہونے پر موقوف رکھا گیا تو جو بات محال پر موقوف ہو وہ محال ہوتی ہے اس سے بہ نص قطعی ثابت ہوا کہ کفار کا بحالت کفر مرکر جنت میں داخل ہونا محال ہے۔

ان کے لیے آگ بچھونا اوڑھنا ہے یعنی ان کے اوپر نیچے آگ ہوگی۔

چنانچہ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔

وہ جو جھٹلاتے ہیں ہماری آئتیں جو دلالت کرتی ہیں اصول دین اور احکام شرع پر مشتمل دلائل وجود صانع اور توحید الٰہی کے اور وہ دلیلیں جو نبوت اور معاد اور مثل اس کے دلالت کرتی ہیں وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا اور ان کے مقابل تکبر کرتے ہیں یعنی ان آیات کریمہ کی تحقیر میں مبالغہ کرتے ہیں اور اس کی طرف توجہ نہیں کرتے التفات کرنے سے پرہیز کرتے بلکہ آنکھیں بند کرکے ان آیتوں کے مطالب و معانی کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور ان احکام کی لطافت و مقتضیات پر عمل نہیں کرتے۔

ان کے لیے نہ کھولے جائیں گے یعنی ان روحوں کو جب وہ مرجائیں نہ کھولے جائیں گے دروازے آسمان کے جیسے کھولے جائیں گے مومنین کے لیے۔

احمد۔ نسائی۔ حاکم نے یہ حدیث نقل کی اور بیہقی وغیرہ نے اس کی تصحیح کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت پر ملائکہ آتے ہیں تو اگر وہ مرد صالح ہو تو کہتے ہیں اے پاک نفس نکل جسد پاک سے نکل تعریفوں کے ساتھ اور بشارت لے روح و ریحان کی جیسا کہ قرآن کریم میں پ ۲۷ ع ۱۶ میں فرمایا واما ان کان من المقربین فروح و ریحان و جنۃ نعیم۔ اور اگر وہ مرنے والا مقربوں سے ہو تو راحت اور پھول اور چین کے باغ اور رب کی رضا بلا کسی غضب کے تو وہ یہی کہتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ روح نکل آتی ہے پھر اسے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور اس کا دروازہ کھلواتے ہیں اور کہا جاتا ہے یہ کون ہے جسے تم لائے ہو فرشتے کہتے ہیں فلاں کا بیٹا تو وہاں کے فرشتے مرحبا کہہ کر دروازہ کھول دیتے ہیں اور کہتے ہیں تعریفوں اور بشارت روح و ریحان کے ساتھ داخل ہو اور اللہ راضی ہے غضب و غصہ تجھ پر نہیں اور وہ یہ کہتے ہوتے ہیں حتیٰ کہ

اسی طرح یہ روح ساتویں آسمان تک پہنچتی ہے۔

اور اگر مرنے والا بے دین اور برے عمل والا ہوتا ہے تو ملائکہ آکر اسے کہتے ہیں) نکل او روح خبیثہ جسد خبیث سے لوٹ دینے سے برائیوں کے ساتھ اور خبر لے رحمیم وغساق اور آخر من شکلہ ازواج کی جیسا کہ پارہ ۔۳۰ ع ایں ہے اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا مگر کھولتا پانی اور پیپ اور اس شکل کے اور جوڑے ن۲۳ ع۱۳) فرشتے اسے یہی کہتے رہیں گے کہ وہ نکالی جائے ۔ پھر آسمان کی طرف اٹھائیں اور ریاب سما کھولنے کو کہیں وہ دریافت کریں کون ہے فرشتے بتائیں فلاں فلاں کے بیٹے کی روح تو اسے کہا جائے اسکا آنا اسکی خباثت کی وجہ میں نامبارک ہے یہ جسم خبیث سے آیا لوٹ جاؤ برائیوں کے ساتھ اس کے لیے دروازہ آسمان کا کھل نہیں سکتا پھر وہ آسمان سے قبر کی طرف واپس کیا جائے ۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں اس قسم کی حدیثیں بہت ہیں ۔

ایک قول ہے کہ ابواب سما اس کے لیے اور اس کے دعا و اعمال کے لیے نہیں کھولا جائیگا جو مکذب آیات ہے یہ حسن اور مجاہد کا قول ہے ۔

ابن جریج سے یہ روایت ہے کہ اسکی روح اور عمل کے لیے دروازہ آسمان نہ کھلے گا ۔

ایک قول یہ ہے کہ لا یصعد لہم کے معنی یہ ہیں کہ اس کے عمل نہ چڑھیں اور نہ اسپر برکت نازل ہو اور آسمان کے دروازے ہونا اور اعمال صالحہ اور ارواح طیبہ کے لیے کھلنا نصوص واردہ سے ثابت ہے اور یہ امر ممکن ہے اسکی خبر مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے دی تو اسکی تاویل کرنے کی حاجت نہیں ۔

اور آسمان کا کردی ہونا اور خرق و التیام نہ ہونے کا خیال ایسے دلائل سے ہے جو ابھی ناتمام ہیں اس فن کے محققین ابھی تک ہمارے نزدیک بہکے ہوئے ہیں ۔

اور اہل ہیئت جدیدہ خرق و التیام علی الافلاک جائز مانتے ہیں جو ان کے ظاہر کلام سے ثابت ہے ۔

اور بعض کا یہ خیال ہے کہ قرآن کریم میں ابواب سما جو آیا ہے اس سے بھی امتناع خرق التیام لازم نہیں آتا ۔

اور نہ داخل ہوں گے جنت میں قیامت کے روز حتی یلج یہاں تک کہ داخل ہو الجمل یعنے اونٹ ۔ حضرت ابن مسعود سے سوال کیا گیا جمل کے متعلق تو آپ نے فرمایا وہ نر اونٹ ہے

اور حسن نے فرمایا وہ اونٹ کا تر بچہ ہے۔ سوئی کے ناکے میں یعنی سوئی کے چھید میں سے داخل ہونا محال بالذات ہے لہذا یہ کفار جنت میں بھی نہیں جائیں گے۔

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ۔ اور ایسے ہی یعنی مثل اس کے ذلت کا بدلہ مجرموں کو دیتے ہیں یعنی مجرموں کی جنس میں جو داخل ہیں سب کا یہی بدلہ ہے۔

تحقیق لفظ جرم

جرم اصل میں پھل کاٹنے کو کہتے ہیں جبکہ درخت سے توڑیں محاورہ میں کہتے ہیں اَجْرَمَ صَارَ ذَا جُرْمٍ جب پھل پک جائے لیکن عرف میں برے کام میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی اچھے کام کو جرم نہیں کہتے۔

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ان کے لیے جہنم میں آگ ہی بچھونا ہے اور آگ ہی اوڑھنا اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو۔

ان کے لیے جہنم میں بچھونا ہے یعنی فرش ان کے نیچے اور تھدیہ تنوین تفخیم ہے اور ان کے اوپر ڈھانپنے ہوئے۔ یعنی غواش غاشیہ کی جمع ہے جو اوپر کو احاطہ کیے ہوتا ہے یعنی انہیں ہر طرف سے دوزخ کی آگ گھیرے ہوگی۔

ابن عباس اور محمد بن کعب قرظی نے فرمایا۔ لحف کے معنی میں غاشیہ آتا ہے اور لحاف کی طرح وہ انسان کو ڈھانپ لیتا ہے۔

ابن مردویہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت کرکے فرمایا ہر طبقے میں اوپر اور کچھ طبقے نیچے ہیں نہیں معلوم اس کے اوپر کیا ہے اور اس کے نیچے کیا۔ سوا اس کے کہ نیچے کا طبقہ الحفنا ہے اور اوپر کا طبقہ رکھا رہتا ہے۔ اور پھر وہ دونوں مل کر تنگ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ ٹیس زخم میں جیسے ہوتی ہیں اس میں پیدا کر دے گا۔

اور ایسے ہی یعنی اس کے سزاء شدید دیتے ہیں بدلہ ظالموں کو۔ اس قسم کے لوگوں کو اول مجرمین فرمایا اور کبھی ظالم کہا اس میں تنبیہ ہے کہ یہ سزا جرم تکذیب آیات میں ہے اور تکبر وعدم التفات پر ظالمین فرما کر دو صفتیں بیان کیں۔ جرم سے جنت سے محروم ہونا اور ظلم کا بدلہ عذاب نار فرمایا

اب یہ بھی سمجھ لیں کہ قرآن کریم میں اسلوب بیان یوں ہے کہ اگر اول عذاب اور کفر کا تذکرہ ہو تو اس کے بعد ثواب اور ایمان والوں کا ذکر فرمایا۔ گویا طریقہ بیان قرآن یہ ہے کہ جہنم کا ذکر اگر اول کیا جائے تو اس کے بعد جنت کا ذکر ضروری ہوگا اور اگر اول جنت یا ایمان کا ذکر ہو تو اس کے بعد جہنم اور کفر کا تذکرہ لازماً آئے گا بنا بریں بموجب اسلوب بیان قرآنی چونکہ اول مکذبین آیات کا ذکر ہو چکا تو اب مومنین کا تذکرہ شروع ہے حیث قال سبحانہ وتعالیٰ۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ہم کسی جان پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے مگر گنجائش بھر وہ جنت والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۔ اور ہم نے ان کے سینوں سے کینے کھینچ لیے ان کے نیچے نہریں بہیں گی اور کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں ہدایت فرمائی اس کی اور ہم نہ تھے راہ پانے والے اگر اللہ ہمیں راہ نہ دکھاتا۔

نَزَعَ کے معنی کسی جمی ہوئی چیز کو ہلا کر اکھیڑنا ہے اسی لیے جانکنی کو بھی نزع کہتے ہیں کہ رگ رگ سے جان کھینچ لی جاتی ہے۔ نفس انسان کو بغض وعناد گھیرے ہوتا ہے اسی لیے ارشاد فرمایا۔ صُدُوْرِهِمْ۔ اس سے مراد دل اور سینہ ہے۔ غِلّ کا معنی ہے خفیہ طریقہ سے کسی چیز کا داخل ہونا اسی لیے خیانت کو بھی غلول کہتے ہیں اور کینہ فساد حسد جو دل میں ہو اسے غل کہتے ہیں۔ تفسیر کبیر

یعنی مومنین کی آپس میں جو عداوت وکینہ وبغض دنیاوی تھے وہ ہم دور فرما کر پاک صاف کر کے جنت میں داخل کریں گے۔ تَحْتِهِمْ سے مراد تَحْتَ بُنْيَانِهِمْ ہے۔ اَنْهَار دودھ۔ شراب طہور وغیرہ کی مختلف نہریں عطا ہوں گی۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۚ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۔ اور کہیں گے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں اس کی راہنمائی فرمائی اور اگر اللہ ہماری راہنمائی نہ کرتا تو ہم ہرگز ہرگز ہدایت نہ پاتے۔

اس میں اہل جنت کی شکر گذاری اور خوشی منانے کا ذکر ہے۔

لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بے شک آئے رسول ہمارے رب کی طرف سے حق لے کر اور ندا ہوئی کہ یہ جنت تمہیں میراث ملی

بدلہ تمہارے عملوں کا۔

وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَہَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَیْنَہُمْ اَنْ لَّعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ہ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَہَا عِوَجًا وَہُمْ بِالْاٰخِرَۃِ کٰفِرُوْنَ ہ

اور جنت والے دوزخ والوں کو پکاریں کہ ہمیں تو مل گیا جو وعدہ ہم سے ہمارے رب نے سچ فرمایا تھا تو کیا تم نے بھی پایا جو تمہارے رب نے سچا وعدہ کیا تھا۔ بولیں گے ہاں تو پکارے پکارنے والا بیچ میں کہ اللہ کی لعنت ان ظالموں پر جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور چاہتے ہیں اسے ٹیڑھا اور آخرت سے انکار کرتے تھے۔

بیشک آئے رسول ہمارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ۔ یہ ہم پر لطف الٰہی تھا اور تنبیہ قبول ہدایت کے لیے تو ہم نے ہدایت قبول کی۔ یہ کہیں گے اس خوشی میں جو انہوں نے ہدایت قبول کر کے پایا اور اپنا اعتقاد ظاہر کرنے کے لیے اور ندا ہو کہ یہ جنت تمہیں میراث ملی۔ گویا انہیں کہا جائے اور یہ بشارت دی جائے۔

چنانچہ مسلم شریف میں ایک حدیث ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں تو ایک ندا کرنے والا پکارے تمہارے لیے زندگانی ہے کبھی نہ مرو گے تمہارے لیے تندرستی ہے کبھی بیمار نہ ہو گے تمہارے لیے عیش ہے کبھی تنگ حال نہ ہو گے۔

میراث جو فرمایا وہ بمعنی عطا ہے بدلہ تمہارے اعمال کا یہاں اس بخشش کو میراث فرمایا اسلیے کہ وہ جنت کا مستحق کسی عمل کی وجہ سے نہیں ہوا۔ بلکہ وہ محض فضل الٰہی سے ہے جس کا وعدہ طاعات پر فرمایا گیا۔ تو وہ مثل میراث کے ہے جیسے میت کا متروکہ بلا معاوضہ میراث میں ملتا ہے اور وہ خالص بخشش ہوتی ہے۔

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ میں ب سببی ہے۔ لیکن یہ سبب موجب اعطاء جنت نہیں اگرچہ ظاہر معنی میں سبب وہی ہے اعطاء جنت کا عمل۔ مگر جیسے ورثہ کا مالک وارث بلا کسب ہوتا ہے اور نسب اس کا سبب ہوتا ہے ایسے ہی یہاں رضائے آلٰہی سبب ہے اعطاء جنت کا۔ بعض کتابوں سے حضور کا یہ ارشاد ملتا ہے لن یدخل الجنۃ احدکم بعملہ ایسے ہی حضور کا فرمان صحیحین میں ہے جو حضرت ابوہریرہ اور جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ لن ینجوا احد منکم بعملہ۔

اور یہ بھی قول ہے کہ اہل نار کو فرمایا جائے لو کانوا اطاعوا جعلہا اللہ تعالی ادنا المومنین۔

ابن جریر۔ ابوالشیخ سدی سے راوی ہیں ما من مومن وکافر الاولہ فی الجنۃ والنار منزل مبین فاذا دخل اہل الجنۃ الجنۃ واہل النار النار ودخلوا منازلہم رفعت الجنۃ لاہل النار فنظروا الی منازلہم فیہا فقیل ہذہ منازلکم لو عملتم بطاعۃ اللہ تعالیٰ ثم یقال یا اہل الجنۃ رثوہم بما کنتم تعملون۔

اور پکاریں جنت والے دوزخ والوں کو کہ ہمیں تو مل گیا جو سچا وعدہ ہم سے ہمارے رب نے کیا تھا ثواب کا تو کیا تم نے بھی پایا جو تمہارے رب نے سچا وعدہ کیا تھا۔ عذاب سے اور یہ انہیں بطریق شماتت کہا جائے گا اسے اس نعمت کا اعتراف بھی ہوگا جو اللہ تعالےٰ نے انہیں عطا فرمائی تو کہیں ہاں۔ تو منادی پکار دے ان کے بیچ میں جس کی آواز جنتی جہنمی سب سنیں گے اور وہ منادی ایک فرشتہ ہوگا کہ اللہ کی لعنت ان ظالموں پر جو اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں یعنی دین اسلام کے قبول سے روکتے ہیں اور چاہتے ہیں اس سے کجی یعنی دین کے سیدھے راستہ سے ٹیڑھے راستہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں اور وہ آخرت سے یعنی دار الجزاء سے منکر ہیں یعنے وہ دوزخ سے انکاری اور جنت کے منکر ہیں۔

وَبَیْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِیْمٰىهُمْ۔ اور ان کے اور جنتیوں کے درمیان ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے کہ دونوں فریق کو ان کی نشانیوں سے پہچانیں گے بینہما جنت دوزخ کے درمیان حجاب دیوار ہوگی جس کا ذکر سورۃ حدید کی آیت میں آچکا ہے حیث قال اللہ تعالےٰ فضرب بینہم بسور لہ باب پ ۲۷ ع ۱۸ تو ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس کا ایک دروازہ ہوگا باطنہ فیہ الرحمۃ وظاہرہ من قبلہ العذاب اس کے اندر کی طرف رحمت اور اسکے باہر کی طرف عذاب ہے۔

اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے۔ وہ عرف کی جمع ہے اس میں استعارہ عرف فرس اور عرف الدیک یعنی مرغ کی کلغی سے ماخوذ ہے۔ اور مردوں سے مراد افضل ہیں مسلمین یا وہ جنت میں سب کے بعد داخل ہوں اور انکا داخلہ استواء حسنات وسیئات کی وجہ میں ہوگا۔ یا وہ مرد ہوں جن سے ماں یا باپ راضی نہ ہوں یا اطفال مشرکین مراد ہیں۔

اعراف کے متعلق مفصل تحقیق از روح المعانی

۱:- اس میں وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں وہ اعراف پر ٹھہرے ہونگے

جب اہل جنت کی طرف ان کی نگاہ پڑے گی تو انہیں سلام کریں اور جہنمیوں کی طرف دیکھیں تو کہیں الٰہی ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ کر آخر وہ بھی جنت میں داخل کیے جائیں۔

۲:۔ ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں شریک ہوئے مگر ان کے والدین ان سے ناراض تھے وہ اعراف میں ٹھہرائے جائیں۔

۳:۔ ایک قول یہ ہے کہ اعراف ان کے لیے ہے جن کے والدین سے ایک ناراض ہو اور ایک راضی۔

ان اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل اعراف کا رتبہ اہل جنت سے کم ہے۔

۴:۔ مجاہد کہتے ہیں اعراف میں صلحاء فقراء و علماء ہوں گے اور انکا وہاں قیام اس لیے ہوگا کہ دوسرے ان کے فضل و شرف کو دیکھیں۔

۵:۔ ایک قول یہ ہے کہ اعراف میں انبیاء کرام ہوں گے اور وہ یہاں تمام قیامت پر ممتاز کیے جائیں اور یہاں سے ان کے رتبہ عالیہ کا اظہار کیا جائے تاکہ جنتی و دوزخی انہیں دیکھیں اور وہ سب کے احوال ثواب و عذاب کا معائنہ کریں۔

ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب اعراف جنتیوں میں افضل ہیں۔

ان ہر دو قسم کے اقوال میں تناقض نہیں اس لیے کہ ہر طبقہ کے لوگ اعراف میں ٹھہر کر اپنے مقام پر بھیجے جائیں گے۔

۶:۔ ایک قول حضرت حسن بصری سے یہ ہے کہ اعراف میں وہ لوگ ہوں گے کہ نیکیوں کے باوجود ان میں عجب و تکبر ہو۔

۷:۔ مسلم بن یسار کہتے ہیں کہ اعراف ان کا مقام ہے جن پر لوگوں کا قرض ہو۔

۸:۔ ایک قول ہے کہ اہل فترت اعراف میں ہوں۔

۹:۔ ایک قول ہے کہ مشرکین کے بچے ہوں گے۔

۱۰:۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ولد الزنا جو ہوں گے وہ وہاں رہینگے۔

۱۱:۔ ایک قول یہ ہے کہ امراء جنت کے مقابلہ میں مساکین جنت کا یہ مقام ہے

۱۲:۔ ابو مسلم سے مروی ہے کہ اعراف ان ملائکہ کا نام ہے جو صورت انسان میں نظر آئیں مگر وہ انسان نہ ہوں گے نہ وہ مرد ہوں گے نہ عورت۔

۱۳:۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک بلند مقام ہوگا جس سے نیچے کے تمام پہچانے جائیں۔

۱۴:۔ ایک قول ہے کہ اعراف جبل احد ہو گا۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احد یحبنا ونحبہ وانہ یوم القیامۃ یمثل بین الجنۃ والنار یحبس علیہ اقوام یعرفون کلا بسیماھم وھم ان شاء اللہ من اھل الجنۃ یعنی احد ہمیں محبوب ہے اور وہ ہم سے محبت کرتا ہے اور وہ قیامت کے دن جنت اور جہنم کے مابین قائم ہو گا اس پر وہ بیٹھیں گے جو ہر ایک کی پیشانی سے پہچانے جائیں گے اور ان شاء اللہ تعالے وہ اہل جنت ہوں گے

۱۵:۔ ایک قول ہے کہ اعراف ہی پلصراط کا دوسرا نام ہے۔

اور اس سے زائد تفصیل دیکھنی ہو تو روح المعانی آلوسی میں آیہ کریمہ وعلی الاعراف رجال میں ملاحظہ کریں

اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے کہ دونوں فریق کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے یعنی سعداء واشقیاء ان کی نشانیوں سے پہچانے جائیں گے۔ مومنین کی علامت چہروں کا نورانی ہونا نظر آئے گا اور کفار کالے چہروں اور نیلی آنکھوں سے پہچانے جائیں گے جیسے عربی میں زرق کہا جاتا ہے۔ ازرق یعنی بہت نیلا۔

فَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ لَمْ یَدْخُلُوْھَا وَھُمْ یَطْمَعُوْنَ ۝ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُھُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

اور پکاریں گے اعراف والے جنتیوں کو سلام علیک کے ساتھ یعنی اعراف والے کہیں تم پر سلام ہو ہم بھی جنت کے سائل تھے یہ تہنیتاً اہل جنت کو اعراف والے کہیں گے جنت میں نہ داخل ہوئے اور وہ اس کی طمع رکھتے تھے انہیں خواہش تھی جنت میں داخل ہونے کی اور جب ان کی آنکھیں دوزخیوں کی طرف پھریں گی تو پکاریں گے پناہ مانگتے ہیں اے رب ہمارے ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ کر۔ پناہ مانگیں گے اللہ سے اور گھبرا کر رحمت کی طرف جھکیں تاکہ انہیں جہنمیوں کے ساتھ نہ کیا جائے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع ششم سورۃ اعراف پ ۸

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا	اور پکاریں اعراف والے ان کو جنہیں وہ

يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ۝

ان کی پیشانی سے پہچانیں گے کہیں تمہیں مستغنی نہ کیا تمہارے جتھے نے اور وہ جو تکبر کرتے تھے۔

أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۚ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ۝

کیا یہ ہیں وہ لوگ جن پر تم قسم کھا کر کہتے تھے نہ ملے گی انہیں رحمت اللہ کی (ان سے تو کہا گیا) جنت میں داخل ہو نہ تمہیں کوئی اندیشہ نہ کوئی غم۔

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ ۚ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ۝

اور پکاریں دوزخی جنتیوں کو کہ ہمیں اپنے پانی کا کچھ فیض دو یا اس سے جو کھانے کو اللہ نے تمہیں دیا کہیں گے بیشک اللہ نے کھانا پینا دونوں کو کافروں پر حرام کیا۔

الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۝

جنھوں نے بنایا دین کو کھیل تماشہ اور فریب دیا انہیں دنیا کی زندگی نے تو آج انہیں ہم بھلا دیں گے جیسے بھلایا انہوں نے اس دن کا خیال اور جیسے تھے ہماری آیتوں سے سخت منکر۔

وَلَقَدْ جِئْنَاهُم بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

اور یقیناً لائے ہم ان کے پاس ایک کتاب جس میں ہم نے تفصیل سے علم ہدایت و رحمت دی ایمان والوں کے لیے۔

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ ۚ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَل لَّنَا مِن شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ قَدْ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝

کیا انتظار کر رہے ہیں مگر یہ کہ کیا ہوا آئے جس دن آجائے گا انکا کیا ہوا بول پڑیں گے وہ جو بھلائے بیٹھے ہیں بے شک آئے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ تو کیا ہیں ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والے جو ہماری سفارش کریں یا ہم دنیا میں واپس لوٹائے جائیں تو عمل کریں خلاف اس عمل کے جو ہم کرتے تھے بے

شک نقصان میں ڈالیں انہوں نے اپنی جانیں
اور بہک گئے جس پر افتراء کرتے تھے۔

حل لغات رکوع ششم سورۂ اعراف پ۸

و۔اور	نادی۔پکاریں	اصحب۔رہنے والے	الاعراف۔اعراف کے
رجالا۔کچھ آدمیوں کو	یعرفونہم۔پہچانتے ہونگے ان کو		بسیمٰہم۔انکے چہروں سے
قالوا۔کہیں گے	ما۔نہ	اغنی۔کام آیا	عنکم۔تمہارے
جمعکم۔تمہارا جتھا	و۔اور	ما۔جو	کنتم۔تھے تم
تستکبرون۔تکبر کرتے	ا۔کیا	ھؤلاء۔یہی	الذین۔وہ لوگ ہیں
اقسمتم۔کہ قسمیں کھائیں تم نے	لا۔نہیں	ینالہم۔پہنچائیگا انکو	اللہ۔اللہ
برحمۃ۔اپنی رحمت	ادخلوا۔داخل ہوجاؤ	الجنۃ۔جنت میں	لا۔نہیں
خوف۔کوئی خوف	علیکم۔تم پر	و۔اور	لا۔نہ
انتم۔تم	تحزنون۔غم کھاؤ گے	و۔اور	نادی۔پکاریں
اصحب۔اہل	النار۔دوزخ	اصحب۔اہل	الجنۃ۔جنت کو
ان۔یہ کہ	افیضوا۔گراؤ	علینا۔ہم پر	من الماء۔پانی
او۔یا	مما۔وہ جو	رزقکم۔رزق دیا تم کو	اللہ۔اللہ نے
قالوا۔کہیں گے	ان۔بیشک	اللہ۔اللہ نے	حرمھما۔حرام کیا انکو
علی۔اوپر	الکافرین۔کافروں کے	الذین۔وہ جنہوں نے	اتخذوا۔پکڑا
دینہم۔اپنے دین کو	لھوا۔کھیل	و۔اور	لعبا۔تماشہ
و۔اور	غرتہم۔دھوکہ دیا انکو	الحیوۃ۔زندگی	الدنیا۔دنیا نے
فالیوم۔تو آج	ننسٰہم۔ہم بھولیں گے انکو	کما۔جیسے	نسوا۔بھول گئے
لقاء۔ملاقات	یومھم۔اپنے دن	ھذا۔اس کی	و۔اور
ما۔جو	کانوا۔تھے	بایتنا۔ہماری آیتوں کا	یجحدون۔انکار کرتے
و۔اور	لقد۔بیشک	جئنہم۔ہم لائے انکے پاس	بکتاب۔کتاب

فصلنہ۔ کھول کر بیان کیا ہم نے		علی۔ اوپر	علم۔ علم کے
ھدی۔ ہدایت	و۔ اور	رحمۃ۔ رحمت	لقوم۔ ان لوگوں کیلئے جو
یؤمنون۔ ایمان لاتے ہیں	ھل۔ نہیں	ینظرون۔ انتظار کرتے	الا۔ مگر
تاویلہ۔ اسکے انجام کا	یوم۔ جس دن	یاتی۔ آئے گا	تاویلہ۔ اس کا انجام
یقول۔ کہیں گے وہ	الذین۔ جو	نسو۔ بھول گئے تھے	ہ۔ اسکو
من قبل۔ پہلے سے	قد۔ بیشک	جاءت۔ آئے	رسل۔ رسول
ربنا۔ ہمارے رب کے	بالحق۔ حق لے کر	فھل۔ تو کیا	لنا۔ ہمارے لیے
من۔ کوئی	شفعاء۔ سفارشی ہے	فیشفعوا۔ جو سفارش کریں	
لنا۔ ہمارے لیے	او۔ یا	نرد۔ ہم لوٹائے جائیں	فنعمل۔ تو ہم عمل کریں
غیر۔ سوا	الذی۔ اس کے کر	کنا۔ تھے ہم	نعمل۔ عمل کرتے
قد۔ بیشک	خسروا۔ گھاٹا دیا انہوں نے	انفسھم۔ اپنی جانوں کو	و۔ اور
ضل۔ بھول گیا	عنھم۔ ان سے	ما۔ جو	کانوا۔ تھے وہ
یفترون۔ جھوٹ بناتے			

مختصر تفسیر رکوع ششم سورۂ اعراف پ ۸

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ
تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ
وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا
رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّ
غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝

اور پکاریں اعراف والے کچھ مردوں کو جنہیں وہ پہچانیں گے ان کی جبینوں سے کہیں گے نہ مستغنی کرسکی تمہیں تمہاری جمعیت اور جو کچھ تم تکبر کرتے تھے۔ کیا یہی ہیں وہ لوگ جن پر تم قسم کھا کر کہا کرتے تھے نہیں حاصل کرسکیں گے یہ اللہ کی رحمت (انہیں تو کہا گیا) جاؤ جنت میں کوئی اندیشہ نہیں تم کو اور نہ کچھ غم۔ اور پکاریں جہنمی جنتیوں کو کہ کچھ فیض کرو ہم پر پانی کا یا اس کا جو اللہ نے تمہیں

رزق دیا۔ کہیں گے بے شک اللہ نے جنت کا کھانا پینا کافروں پر حرام کیا ہے۔ جنہوں نے دین کو کھیل تماشہ بنایا اور دھوکہ دیا انہوں کو دنیا کی زندگی نے تو آج ہم انہیں بھلاتے ہیں جیسا کہ انہوں نے بھلا دیا تھا اس دن کے ملنے کا خیال اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

خلاصہ تفسیر آیات یہ ہے کہ

اعراف والے جہنم کے کفار میں سے بہت سوں کو ان کے چہروں سے پہچان کر ملامت کریں گے اور کہیں گے تمہارا تکبر اور غرور اور تمہاری جتھہ بندی تمہارے کچھ کام نہ آئی تم صہیب و بلال وغیرہ دیکھ کر دنیا میں تحقیر کرتے اور قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ان پر قسم بخدا اللہ کی رحمت نہ ہوگی دیکھو آج انہیں تو مژدہ ہے انکو بے غمی اور بے خوفی کا اور ان کو بشارتیں مل گئیں اور جنت میں داخل کر دیئے گئے جہنمی اس کا جواب نہ دے سکیں۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب اعراف والے بھی جنت میں داخل ہو جائیں تو جہنمیوں کو بھی طمع ہو۔ تو وہ جنت میں گئے ہوئے اعرافیوں کے لیے بارگاہ رحمت میں عرض کریں الٰہی جنت میں ہمارے رشتہ دار ہیں ہمیں اتنی اجازت دے کہ ہم انہیں دیکھیں ان سے بات کریں۔

چنانچہ اتنی اجازت انہیں مل جائے گی۔ جب وہ جنتیوں کو جو ان کے رشتہ دار تھے ایمان کے بدلے نعمتوں میں دیکھیں اور پہچانیں کہ فلاں فلاں ہمارا رشتہ دار ہے تو پکاریں اور کہیں یہ سر دیانی یہ النعمہ والطعمہ لذیذہ سے کچھ ہمیں بھی دو تو جنت والے ان کی سیہ روئی اور پریشان حالی کی وجہ میں انہیں نہ پہچانیں۔ صورتیں بگڑی ہوں گی اور وہ جنتیوں کا نام لے کر پکاریں کوئی اپنے باپ کا نام لے کر پکارے کوئی بھائی کو پکارے کہ میں جل گیا مجھ پر پانی ڈالو۔ میں بھوک میں مر رہا ہوں مجھے کچھ کھانے کو دو۔

اہل جنت جواب دیں کہ اللہ تعالےٰ نے تم پر جنت کی ہر نعمت حرام کر دی ہے۔ تم نے حرام و حلال میں اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور دعوت پر تمسخر کرتے تھے اور آخرت کو بھول گئے اور اسلام کا تمسخر کرنے لگے۔ اب آج ہم تمہیں بھلا چکے دنیا میں تم نے اس دن کو بھلایا اور آیات

قرآن کا انکار کرتے رہے۔

اب تفسیر نسفی سے پڑھیے (ترجمہ)

اور پکاریں اعراف والے بہت سے لوگوں کو جو کافروں کے سردار ہوں گے پہچانیں گے۔ انہیں ان کے چہروں سے کہیں گے نہیں مستغنی کیا تمہاری جمعیت نے اور مال کثیر اور تمہاری جماعتوں نے یہ ماتا فیہ ہے۔ اور وہ جو تم تکبر کرتے تھے یعنے تمہارے استکبار نے جو حق کے ساتھ تھا اور لوگوں کے مقابلہ میں کرتے تھے اور کہتے تھے کیا یہ ہیں وہ لوگ جن پر تم قسمیں کھاتے تھے اور حلف اٹھایا کرتے تھے دنیا میں اس کے مشار الیہ فقراء مومنین تھے۔ مثل صہیب رومی اور سلمان پارسی کے اور مثل ان کی بلال وغیرہ کے کہ ان پر اللہ اپنی رحمت نہ کرے گا یعنی تمہاری قسمیں ہوتی تھیں کہ انہیں اللہ رحمت فرما کر جنت میں داخل نہ کرے گا یہ انکا کہنا بہ نیت تحقیر تھا اس لیے کہ وہ فقراء مومنین سے تھے تو کہا جائے اصحاب اعراف کو داخل ہو جاؤ تم سب جنت میں یہ فرمایا جائے گا اس وقت جبکہ جنتی جہنمی دونوں فریق ان کے چہروں سے پہچان لیے جائیں تو ارشاد ہو تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تمہیں کوئی غم تو اس کے بعد مایوس ہو کر

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ۔ جہنمی لوگ پکاریں اہلیان جنت کو کہ ہم پر بھی کچھ فیض کر دو پانی اور اس نعمت سے جو اللہ نے تمہیں رزق سے دیں۔

اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ جنت جہنمیوں سے بلند ہو گی اور وہ نیچے سے پکاریں گے اور مانگیں گے پھلوں اور فواکہات سے مایوسی کے عالم میں۔ اس لیے کہ متحیر جو کچھ مانگتا ہے اس میں ضروری نہیں ہوتا کہ اس کا مانگنا اسے مفید بھی ہو تو جنتی جواب دیں۔

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ۝ بے شک اللہ نے کھانا پانی حرام فرمایا ہے کافروں پر۔

یہ جواب ان کی ذلت کی وجہ میں فرمایا جائے ورنہ حرام حلال مشیت الٰہی پر ہے جسے چاہے بخشے جسے چاہے نہ دے یہ اللہ تعالے کی مشیت پر موقوف ہے آگے صفت کفار بیان کی۔

الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ۝ وہ کافر جنہوں نے دین کو کھیل تماشہ بنایا اور جو جی میں آیا حلال کر لیا اور جسے جی چاہا حرام بنا دیا اور دنیا کی زندگی نے انہیں فریب دیا اور سمجھتے

رہے کہ ہمیشہ جیتے ہی رہیں گے تو آج کے دن ہم تمہیں بھلاتے ہیں یعنی چھوڑتے ہیں جیسے بھلایا انہوں نے اس دن کا ملنا اور ہماری آیتوں سے جس طرح انکار کیا۔ یہاں ما موصولہ ہے نافیہ نہیں یَجْحَدُوْنَ۔ جحود سے بنا اس کے معنی ہیں دانستہ انکار کرتے رہے اور اسی انکار پر موت آئی۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ اور بیشک ہم لائے ان کے پاس ایک کتاب جسے ہم نے مفصل کیا بڑے علم سے ہدایت و رحمت ہے ایمان والوں کے لیے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ کیا انتظار کر رہے ہیں یہی نا کہ اس کتاب کا بیان کیا ہوا انجام سامنے آئے جس دن اس کا کہا ہوا انجام آئے گا بول اٹھیں گے وہ جو بھلائے بیٹھے تھے پہلے سے کہ بے شک آئے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی جو ہماری سفارش کریں یا ہم واپس ہو جائیں تو عمل کریں ہم پہلے عملوں کے خلاف بے شک نقصان میں ڈالیں انہوں نے اپنی جانیں اور ان سے کھوئے گئے جو وہ بہتان و افترا کر رہے تھے۔

خلاصۂ تفسیر

کتاب سے مراد قرآن کریم ہے اور انتظار والے دن سے مراد روز قیامت اور اس دن وہ پکار پڑیں گے کہ ہم نہ قیامت پر ایمان لائے نہ ہم نے قرآن پر عمل کیا تو اگر کوئی سفارشی اتنی سفارش کر دے کہ دنیا میں پھر لوٹا دیے جائیں تو بجائے کفر کے ہم ایمان لائیں اور بجائے معصیت و نافرمانی کے اطاعت و فرمانبرداری کریں مگر نہ انہیں کسی کی شفاعت میسر ہو نہ وہ دنیا میں بھیجے جائیں آج اس افتراء کا حال ان پر کھلا جو کہتے تھے کہ بت خدا کے شریک ہیں اور وہ خدا کے آگے ہمارے سفارشی ہیں آج یوم قیامت انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کے سب دعوے محض اوہام باطل تھے۔

ولقد جئنٰہم بکتاب فصلناہ بینا معانیہ من الاعتقادات والاحکام والمواعظ

مفصلة ويضمر لكفرة قاطبة وقيل لهم وللمؤمنين والمراد من الكتاب للجنس وقيل للمعاصرين
من الكفرة او منهم ومن المؤمنين والكتاب هو القرآن وتنوينه للتفخيم وقد نظم بعضهم
ما اشتمل عليه من الانواع بقوله

حلال حرام محكم متشابه　　　بشير نذير قصة عظة مثل

روح المعانی (ترجمہ)

اور بیشک ہم لائے ان کے پاس ایک کتاب جسے ہم نے مفصل کیا واضح کیا معنی میں عقائد
واحکام اور نصائح سے اور فصلناہ میں جو ضمیر ہے وہ مطلقاً کفار کی طرف ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ کفار
اور مومنین دونوں کی طرف ہے اور کتاب وہ قرآن کریم ہے اس پر تنوین تفخیم کے لیے ہے۔ اور اس
پوری تفصیل کو بعض محققین نے ایک شعر میں بیان کیا وہ یہ ہے کہ قرآن میں سے حلال و حرام اور محکم و متشابہ
بشارت نذارت قصہ و وعظ و تمثیلیں ہیں (روح المعانی)

اب تفسیر نسفی سے پڑھیئے۔

ولقد جئناهم بكتاب فصلناه ميزنا حلاله وحرامه ومواعظه وقصصه على علم
عالمين بكيفية تفصيل احكامه هدى ورحمة لقوم يؤمنون هل ينظرون ينتظرون
الا تاويله الا عاقبة امره وما يؤل اليه من تبيين صدقه وظهور صحة ما نطق به
من الوعد والوعيد يوم ياتي تاويله يقول الذين نسوه من قبل تركوه واعرضوا
عنه قد جاءت رسل ربنا بالحق اى تبين وصح انهم جاءوا بالحق فاقروا حين لا ينفعهم
فهل لنا من شفعاء فيشفعوا لنا او نرد فنعمل غير الذى كنا نعمل هل شفيع لنا شافع
أو هل نرد فنعمل غير الذى كنا نعمل قد خسروا انفسهم وضل عنهم ما كانوا يفترون
ما كانوا يعبدون من الاصنام (تفسير نسفى) ترجمہ

اور بے شک لائے ہم ان کے پاس ایک کتاب جسے ہم نے مفصل کیا یعنی جدا جدا حلال و حرام
اور نصیحت دی اور قصے سنائے۔ ایک بڑے علم سے جو تمام عالموں کا ہے اور اس میں اس کی کیفیتیں
ہیں۔ احکام کی تفصیل ہے۔ ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے کیا انتظار کر رہے ہیں کس
بات کے منکر ہیں مگر یہی نا کہ اس کتاب کا بتایا ہوا انجام سامنے آئے یعنی انجام کار اور جو اس کا بدلہ ہو
اور اس بیان کی سچائی اس کے ظہور سے اور وعدہ وعید پورا ہو۔ جس دن اس کا بتایا ہوا انجام واقع
ہو جائے گا تو بول اٹھیں گے وہ جو اسے پہلے سے بھلائے بیٹھے تھے یعنی احکام قرآن چھوڑے ہوئے

اس سے اعراض کر رہے ہیں کہیں گے بیشک آئے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ اور صحیح نکلا بیان اور روشن ہو گیا تو اقرار جب کریں گے جب ان کا اقرار انہیں نفع نہ دے گا تو کیا ہیں ہمارے کوئی سفارشی جو ہماری سفارش کریں یا ہم لوٹا دیے جائیں کوئی ایسا سفارشی ہو کہ ہماری سفارش کرے یا ہمیں دنیا کی طرف لوٹا دے تو پہلے کاموں کے خلاف کام کریں بیشک انہوں نے اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں اور ان سے ان کے افتراء و کذب کھوئے گئے یعنی فرضی خداؤں کی پوجا اور بت پرستی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع ہفتم سورہ اعراف پ ۸

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ قف يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا لا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ ط أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ط تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ٥

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان وزمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شایان شان ہے ڈھانپتا ہے رات دن کو ایک دوسرے سے کہ جلد اس کے پیچھے لگا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے بنائے سب اس کے حکم کے ساتھ مسخر ہیں خبردار اس کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا برکت والا ہے اللہ پالنے والا جہان بھر کا۔

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ط إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ٥

اپنے رب سے مانگو گڑگڑا کر اور آہستہ بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ط إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ٥

اور نہ فساد کرو زمین میں اسکے سنورنے کے بعد اور اس سے مانگو ڈرتے اور طمع کرتے بے شک اللہ کی رحمت قریب ہے نیک لوگوں کے۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ط حَتّٰى إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ

اور وہی ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں مژدہ دیتی ہوئی اس کی رحمت سے آگے یہاں تک کہ جب اٹھا لائیں بادل بھاری چلاتے ہیں ہم اسے کسی مردہ شہر کے لیے

فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

پھر اس سے اتارا پانی پھر نکالے اس سے ہر قسم کے پھل اسی طرح نکالتے ہیں ہم مردوں کو تاکہ تم نصیحت حاصل کرو

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝

اور جو اچھی زمین ہے اس سے نکلتا ہے سبزہ اس کے رب کے حکم سے اور جو خراب زمین ہے اس سے نہیں نکلتا مگر تھوڑا بمشکل ایسے ہی پلٹتے ہیں ہم آیتیں ان کے لئے تاکہ شکر گذار ہوں۔

حل لغات رکوع ہفتم سورۃ اعراف پ ۸

ان۔ بے شک	ربکم۔ تمہارا رب	اللہ۔ اللہ ہے	الذی۔ جس نے
خلق۔ پیدا کیے	السموات۔ آسمان	و۔ اور	الارض۔ زمین
فی۔ بیچ	ستۃ۔ چھ	ایام۔ دن کے	ثم۔ پھر
استوی۔ قرار پکڑا	علی۔ اوپر	العرش۔ عرش کے	یغشی۔ ڈھانپتا ہے
اللیل۔ رات	النہار۔ دن کو	یطلبہ۔ پالیتا ہے اسے	حثیثا۔ جلدی
و۔ اور	الشمس۔ سورج	و۔ اور	القمر۔ چاند
و۔ اور	النجوم۔ ستارے	مسخرات۔ تابع ہیں	بامرہ۔ حکم
ہ۔ اس کے	الا۔ خبردار	لہ۔ اسی کی	الخلق۔ مخلوق ہے
و۔ اور	الامر۔ حکم	تبارک۔ برکت والا ہے	اللہ۔ اللہ
رب۔ رب	العلمین۔ جہانوں کا	ادعوا۔ پکارو	ربکم۔ اپنے رب کو
تضرعا۔ عاجزی	و۔ اور	خفیۃ۔ آہستگی سے	انہ۔ بیشک وہ
لا۔ نہیں	یحب۔ پسند کرتا	المعتدین۔ حد سے بڑھنے والوں کو	
و۔ اور	لا۔ نہ	تفسدوا۔ فساد کرو	فی۔ بیچ
الارض۔ زمین کے	بعد۔ بعد	اصلاحہا۔ اسکی درستی کے	و۔ اور

ادعو۔ پکارو	ہ۔ اسکو	خوفا۔ خوف	و۔ اور
طمعا۔ امید سے	ان۔ بیشک	رحمۃ۔ رحمت	اللہ۔ اللہ کی
قریب۔ قریب ہے	من المحسنین۔ نیکوں کے	و۔ اور	ھو۔ وہ
الذی۔ وہ ہے جو	یرسل۔ بھیجتا ہے	الریاح۔ ہواؤں کو	بشرا۔ خوشخبری
بین۔ آگے	یدی۔ اسکی	رحمتہ۔ رحمت کے	حتی۔ یہاں تک کہ
اذا۔ جب	اقلت۔ اٹھاتی ہے	سحابا۔ بادل	ثقالا۔ بھارے
سقنا۔ چلاتے ہیں ہم	ہ۔ اسکو	لبلد۔ واسطے شہر	میت۔ مردہ کے
فانزلنا۔ پھر اتارتے ہیں	بہ۔ اس پر	الماء۔ پانی	فاخرجنا۔ تو نکالتے ہیں
بہ۔ اس کے ساتھ	من کل۔ ہر طرح کے	الثمرات۔ پھل	کذلک۔ اسی طرح
نخرج۔ نکالے گا	الموتی۔ مردوں کو	لعلکم۔ تاکہ تم	تذکرون۔ نصیحت پکڑو
و۔ اور	البلد۔ شہر	الطیب۔ اچھے	یخرج۔ نکلتی ہے
نباتہ۔ اسکی سبزی	باذن۔ حکم	ربہ۔ اپنے رب سے	و۔ اور
الذی۔ وہ جو	خبث۔ ردی ہے	لا۔ نہیں	یخرج۔ نکلتی
الا۔ مگر	نکدا۔ تھوڑی سی	کذلک۔ اسی طرح	نصرف۔ پلٹتے ہیں ہم
الآیت۔ آئتیں	لقوم۔ اس قوم کے لیے	یشکرون۔ جو شکر کریں	

مختصر تفسیر رکوع ہفتم سورۃ اعراف پ ۸

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝

بے شک تمہارا پالنے والا اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے۔ پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اسکی شایان شان ہے ڈھانپتا ہے رات دن کو ایک دوسرے سے کہ جلد اس کے پیچھے لگا آتا ہے اور سورج اور چاند اور تاروں کو پابند کیا اس کے حکم میں دبے ہوئے ہیں

خبردار اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا برکت والا ہے اللہ پالنے والا سارے جہان کا اپنے رب سے مانگو گڑگڑا کر اور آہستہ بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

خلاصۂ تفسیر

بے شک اللہ تمہارا رب ہے جس نے آسمان اور زمین مع ان تمام اشیاء کے جو ان میں ہیں چھ دن میں پیدا فرمائے جیسا کہ دوسری جگہ آیہ کریمہ میں تصریح فرمادی گئی۔ ولقد خلقنا السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام۔ البتہ ہم نے پیدا کیے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے چھ دن میں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ چھ دن سے مراد استقراری مدت ہے اور چھ کا عدد ایام کی قید کے ساتھ فرمانا بتقاضائے حکمت ہے ورنہ وہ قادر مطلق اگر چاہتا تو ایک لمحہ گذرنے سے بھی قبل تخلیق فرما دیتا۔ لیکن اس سے اپنے بندوں کو کاموں میں تدریج اختیار کرنے کا سبق دیا گیا ہے پھر چھ دن سے مراد یہ چھ دن نہیں ہوسکتے بلکہ یہ چھ دن دنیا کے چند دنوں کی تعداد ہے۔ اس لیے کہ دن تو اس وقت تھے نہیں اس لیے کہ جب سورج نہ تھا نہ چاند نہ ستارے تو یہ چھ دن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سمجھ میں لانے کے لیے فرمایا ہے ورنہ وہ علام الغیوب ہی جانتا ہے کہ یہ چھ دن کیسے اور کتنی مدت کے تھے۔

پھر ارشاد ہوا ثم استوی علی العرش۔ لفظی معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ پھر عرش پر استوا فرمایا اور یہ استواء بھی ہمارے سمجھانے کے لیے استعمال ہوا۔ بہرحال استواء فرمانا بھی وہی ہے جو اسکی شایان شان ہے۔

متقدمین فرماتے ہیں کہ استواء متشابہات سے ہے جس کے متعلق ہمیں ایمان لانے کا حکم ہے اور اس سے جو مراد ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور جو بھی مراد ہے وہ حق ہے۔

حضرت امام ہمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں استواء معلوم ہے اور اسکی کیفیت مجہول اور اس پر ایمان لانا واجب۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اس کے معنی میں نہایت جامع الفاظ استعمال فرمائے چنانچہ فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آخرت کا خاتمہ عرش پہ جا ٹھہرا۔ واللہ اعلم باسرار کتابہ۔

پھر ادعوا دبکم تضرعا وخفیۃ میں دعا کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنا۔ اور یہ داخل عبادت ہے کیونکہ دعا کرنے والا اپنے آپ کو عاجز و محتاج اور اپنے قادر حقیقی کو معنی حقیقی قادر و حاجت روا اعتقاد کرتا ہے۔ حدیث شریف میں حضور نے فرمایا الدعاء مخ العبادۃ دعا عبادت کا مغز ہے۔ تضرع سے اظہار عجز و خشوع مراد ہے اور آداب دعا میں یہ ہے کہ بارگاہ سمیع و علیم میں دعا آہستہ ہونی چاہیئے۔

حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آہستہ دعا کرنا علانیہ دعا کرنے سے ستر درجہ زیادہ افضل ہے۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عبادت میں اظہار افضل ہے یا اخفاء

بعض اس طرف ہیں کہ اخفاء افضل ہے اسلیے کہ وہ ریا سے محفوظ ہے۔

بعض اس طرف گئے ہیں کہ اظہار افضل ہے اس لیے کہ اس سے دوسروں کو رغبت عبادت پیدا ہوتی ہے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ اگر آدمی اپنے نفس پر ریا کا اندیشہ رکھتا ہو تو اس کے لیے اخفاء زیادہ بہتر ہے۔

بعض کہتے ہیں اگر قلب صاف ہو اور اندیشہ ریا نہ ہو تو اظہار افضل ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ فرض عبادتوں کے ادا میں اظہار افضل ہے۔ فرائض پنجگانہ مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔

زکوٰۃ کا ظاہر کرکے ادا کرنا افضل ہے۔

البتہ عبادات نافلہ خواہ وہ نماز ہو یا صدقہ وغیرہ ان میں اخفاء افضل ہے۔ کما قال الآلوسی فی روح المعانی

اور دعا کے متعلق یہ تصریح ہے کہ اس میں حد سے بڑھنا ممنوع ہے اور تجاوز عن الحد کئی طرح ہوتا ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ دعا میں چیخ کر بلند آواز سے پکارے لوگوں کو دکھانے کے لیے گڑگڑائے تاکہ اسے متضرع کہا جائے یہ ممنوع ہے۔

اور فساد فی الارض سے مراد کفر و معصیت ہے یا ظلم و جور سے کسی کا حق دبا لینا ہے۔

اور بعد اصلاحہا اس لیے فرمایا کہ انبیاء کرام نے تشریف لاکر اخلاق رذیلہ اور اعمال خبیثہ لوگوں سے چھڑائے اور عادات الیمہ بد سے ان کی اصلاح فرمائی۔ دعوت حق دے کر انہیں توحید کی طرف مائل کیا۔ احکام خداوندی پہنچا کر انہیں پابند بنایا اس اصلاح کے بعد بھی اگر معصیت

شعاری اور خباثت دثاری میں ساعی ہو تو وہ ہی فساد فی الارض کا مرتکب ہے۔ اور اس سے منع فرمایا۔

اب تفسیر نسفی سے ان آیات کا مفہوم سمجھئے۔ (ترجمہ)

بے شک تمہارا پروردگار اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے آسمان اور زمین کے پیدا فرمانے کا ارادہ چھ دن میں کیا مع ان سب چیزوں کے جو زمین و آسمان میں ہیں اسکی تفصیل حم سجدہ کے دوسرے رکوع میں ہے حیث قال۔

ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین فقضھن سبع سموات فی یومین۔ پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا یعنی بخارات اوپر کو بلند ہونے والا اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی یا ناخوشی سے دونوں نے عرض کیا ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔ تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا دو دن میں یہ کل چھ دن ہوئے ان میں سب آخر دن جمعہ ہے۔ چار دن کی تفصیل اس سے اوپر کی آیت میں ہے۔

وجعل فیھا رواسی من فوقھا وبارک فیھا وقدر فیھا اقواتھا فی اربعۃ ایام سواء للسائلین اور اس میں یعنی زمین میں اس کے اوپر سے لنگر ڈالے پہاڑوں کے اور اس میں برکت رکھی اور دریا۔ پتھر۔ بن۔ درخت اور پھل اور قسم قسم کے حیوانات پیدا کرکے اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں یہ سب ملا کر چار دن میں یعنی دو دن زمین کی پیدائش اور دو دن میں یہ سب ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو۔

یعنی ہفتہ سے جمعہ تک باعتبار ملائکہ کچھ اشیاء پیدا کیں اور کچھ اس امر کے اظہار کو کہ ہر کام میں تدریج حکمت الٰہی ہے اور اس امر کے اظہار کے لیے دن رکھا گیا اور اس امر کے اظہار کے لیے کہ ہر شے علیحدہ علیحدہ پیدا کی گئی۔ اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ تدبیر عالم اور مشیت تصریف اللہ تعالٰی کے قبضہ میں ہے اور اس کی مشیت پر ہی تمام نظام ہے۔ پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اسکی شایان شان ہے یعنی عرش کی طرف مشیت وقدرت کا استیلاء ہوا۔ اضافت استیلاء الی العرش کی خصوصیت اس لیے ہے کہ عرش عظیم سب سے بڑی مخلوق اور سب سے بلند ہے اگرچہ استیلاء ذات خالق تمام مخلوق پر ہے۔

اور عرش کی تفسیر یہ ہے کہ وہ تخت ہے اور استواء کے یہ معنی ہیں کہ استقرار علی الخلائق ہو عرش پر ٹھہرا یعنی آخری پیدا وار عرش عظیم ہوا اور استقرار معنی قرار باطل محض ہے اس لیے کہ تخلیق عرش

سے قبل جبکہ نہ کوئی مکان تھا اس وقت بھی ذات واجب تعالی الآن کما کان تھی۔ اس طرز بیان کی یوں ضرورت تھی کہ خلائق پر ظاہر ہو جائے کہ تغیرات خلق صفات اکوان سے ہے یہی وجہ ہے کہ صادق اور حسن اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک سے منقول ہے اور یہی عقیدہ اہل سنت ہے کہ

استواء معلوم ہے اور اسکی کیفیت مجہول اور اس پر ایمان واجب اور اس کا انکار کفر اور اس سے سوال بدعت ہے آگے ارشاد ہے۔

رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانپا ہے یعنی رات سے دن اور دن سے رات ملحق ہے کہ جلد اس کے پیچھے لگا آتا ہے حثیث یحث سے ہے۔

حث حثا وحثث تحثیثا واحث احثاثا واحتث احتثاثا واستحث استحثاثا الرجل علی الامر حضه ونشطه علی فعله۔

الحثیث والمحثوث السریع یقال ولی حثیثا ای مسرعا۔

والحثات والحثاث السرعة (منجد) خلاصہ یہ کہ سرعت اور جلدی کے معنی ہیں اس کا استعمال ہوتا ہے۔

یعنی جلدی جلدی آتا ہے اور طالب سے یہاں رات مراد ہے گویا کہ اندھیرے روشنی طلب کرتا ہے یعنی دن کو رات چاہتی ہے اور سورج اور چاند اور تارے یعنی پیدا فرمائے سورج چاند اور ستارے مسخر ہیں یعنی مذلل ہیں اور سورج۔ چاند۔ ستارے اس کے حکم میں مسخر ہیں اس سے امر تکوین مراد ہے اور جب ذکر فرمایا کہ جو پیدا کیے وہ سب مسخر بالامر ہیں تو فرمایا خبردار اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا یعنی وہی وہ ذات ہے جس نے تمام اشیاء پیدا فرمائیں اور اسی کے قبضہ اقتدار میں حکم ہے۔ برکت والا ہے اللہ یعنی بھلائیاں بے شمار رکھنے والا یا ہمیشہ اس کے احسانات ہیں یا پیدا کرنے میں برکت والا ہے یا ہمیشگی اسے ہے اور اس میں برکت ہے چاہنے والا ہے جہان کا اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑا کر اور آہستہ یعنی حضور قلب اور غایت عجز سے اور آہستہ سے اور تفرع ضراعت سے ہے اور وہ ذلت سے جھکنا اور تملق کرنا ہے منجد میں ہے۔

ضرع ضرعا فرسہ اذلہ ضرع ضراعۃ وضرع ضرعا وضرع ضراعۃ ضعف الیہ خضع وتذلل فھو ضارع

خلاصہ یہ معلوم ہوا کہ نہایت تذلل اور عجز کے ساتھ اپنے رب کو پکارو حضور علیہ السلام نے فرمایا تم بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے تم تو سمیع و قریب کو پکارتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں

بھی تم ہوتے ہو اور حضرت حسن سے مروی ہے کہ دعاء ستر اور علانیہ میں ستر ضعف کا فرق ہے بیشک وہ حد سے بڑھنے والے لوگوں کو پسند نہیں فرماتا۔ معتد کہتے ہیں اسے جو حدا مر سے متجاوز ہو جائے ہر چیز میں دعا سے ہو یا کسی معاملہ سے ہو۔ ابن جریج سے مروی ہے دعا میں آوازیں بلند کرنے والا اور چیخنا مکروہ اور بدعت ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دعا میں اسہاب ہے اذھب عقلہ اسھب سھبیا الکلام وفی الکلام اطال اسھب ذھب عقلہ۔ بہکنا یا کلام میں طول دینا یا عقل جاتی رہنا۔ مخدوم حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایسی قوم آئے گی جو دعا میں حد سے متجاوز ہوگی اور انسان کے لیے یہ کافی ہے کہ اپنی دعا میں کہے اللھم انی اسئلک الجنۃ یا اس کے قریب اور کچھ قول و عمل سے یا کہے واعوذ بک من النار یا اس کے قریب کا کوئی سوال۔ پھر حضور نے یہ آیت کریمہ انہ لا یحب المعتدین تک تلاوت فرمائی اور اس مضمون کو وضاحت سے علامہ روح المعانی نے بھی بیان کیا۔ (ترجمہ)

خلاصۂ تفسیر

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا۔ سے خلاصہ تفسیر یہ ہے

انبیاء کرام کے تشریف لانے حق دعوت احکام بیان کرنے عدل قائم ہو جانے کے بعد زمین میں فساد کفر و ظلم و معصیت سے نہ پھیلاؤ اور اللہ تعالےٰ کو خشوع و خضوع سے آہستہ خوف و امید عطا کے ساتھ یاد کرو اللہ کی رحمت نیک بندوں کے قریب ہے اور وہی ذات پاک جس کا نام اللہ ہے ہوائیں بھیجتا ہے جس میں بشارت بارش کی ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ہی آگے آگے رحمت ہوتی ہے یعنی بارش ہونے سے وہ مردہ بنجر زمین سرسبز ہوتی ہے جیسا اس سے پیدا فرمایا کہ جیسے خاک میں جو سبزہ ملا ہوا ہوتا ہے وہ بارش سے پھر سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے اسی طرح مردہ قبر سے خاک میں مل کر جب فنا ہو جاتا ہے تو سبزہ کی صورت میں اسے بھی ہم قبروں سے زندہ کریں گے ہماری قدرت کا یہ مشاہدہ کرنے کے بعد عاقل سلیم الحواس کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ سوکھی لکڑی سے جو پھل نکالتا ہے سوکھی خاک شدہ گھاس کو جو سرسبز کر سکتا ہے وہ مردوں کو زندہ کیوں نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے مومن کافر کا فرق قبول ہدایت میں ایسا ہی رکھا ہے جیسا ایک اچھی

زمین ہے جس سے چھینٹا پڑتے ہی سبزہ پھل پھول نکل آتے ہیں اور خراب زمین ہو تو اس سے بارش سے کیچڑ ہی بڑھتی ہے۔ ع

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست — در باغ لالہ روید و در شورہ بوم و خس

تو خراب زمین جیسے بارش سے نفع اندوز نہیں ہوتی ایسے ہی جبلی کافر قرآنی بارش سے محروم رہتا ہے اور مومن کا ایمان تر و تازہ ہو جاتا ہے اللہ تعالے اپنی آیتوں میں ایسی واضح مثالیں بار بار بیان کرکے ہدایت فرماتا ہے۔

ترجمہ:۔ اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اصلاح کے بعد سیہ کاری سے بعد اطاعت کے یا شرک سے بعد توحید کے یا ظلم سے بعد انصاف کے اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور خواہش کرتے یعنی خوفزدہ اور دعوت سے امیدوار قبولیت کے یا جہنم سے یا فراق سے یا تلاقی یعنی ملنے کے دن قیامت سے یا عاقبت کے انجام سے بیشک اللہ کی رحمت نیکوں کے قریب ہے، رحمت کا قرب تبادل رحم یا ترحم ہے

اقول وباللہ التوفیق۔ یا رحمت ذات اقدس مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کا خطاب ہے اور یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ حضور رحمت ہیں اور خدا کی رحمت ہیں وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین سے واضح ہے کہ حضور کو اللہ تعالے نے رحمت بنا کر سارے جہان کے لیے بھیجا بلکہ صفت رحمت کے ساتھ حضور کو رحمۃ للعالمین فرمایا با صفت ربوبیت میں اپنی ذات کو رب العالمین فرمایا تو ان رحمت اللہ قریب من المحسنین کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ حضور اللہ کی رحمت تو جہان بھر کے لیے ہیں لیکن نیکوکاروں کے لیے قریب بھی ہیں تبارک اللہ رب العالمین بھی صفت الٰہی ہے رسول من رب العالمین بھی اسی کی صفت ہے تو رحمۃ اللہ یقینا تمام عالم کے لیے ہے لیکن محسنین کے قریب ہے اور وہ ذات اقدس سرور عالم رحمت مجسم صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

اب سوال قرب میں ہے کہ وہ رحمت جو قریب ہے بجسد النور قریب ہے یا بجسد البشر اس پر زیادہ تامل کی ضرورت نہیں۔ یہ محسنین کے مدارج ہیں جو ان میں ارفع و اعلی درجہ پر فائز ہیں یعنی کہ روحانیت و جسمانیت سے بالا ہو چکے ہیں ان سے بجسد النور اور بجسد البشر قریب ہیں اور مجھ جیسے سیہ کاروں سے وہ بطور توجہ والتفات و ترحم قریب ہیں ؎

دو عالم بکاکل گرفتار داری — بہر مو ہزاراں سیہ کار داری

تو سر نا بہا رحمتی یا محمد نظر جانب ہر گناہ گار داری

اللہم صل وسلم وبارک علی سیدنا ومولانا محمد معدن الجود والکرم وابنہ الکریم وآلہ الکرام وبارک وسلم۔

اور وہ وہ ذات سبحان ہے کہ ہوائیں بھیجتا ہے بشریٰ مژدہ دینی نُشر جمع ہے نشیر کی اس لیے کہ ہوا بشارت دیتی ہے بارش کی۔ اس کے آگے رحمت الٰہی ہے یعنی اس ہولناشر کے آگے نعمت ہے اور وہ غیث ہے جو نعمتوں کے لیے بارش میں آتا ہے حتیٰ کہ جب اٹھالائیں یعنی وہ باطل ہوا اٹھالائیں پانی یا بادل بھاری۔ پانی سے بھرے ہوئے تو چلاتے ہیں ہم انہیں یعنی بادلوں کو کسی مردہ شہر یا زمین کی طرف اس شہر کی طرف جس پر بارش نہ ہو مردنی چھا چکی ہو یا زمین مردہ جس پر سبزہ نہ ہو۔ علامہ راغب مفردات میں کہتے ہیں۔

انواع موت حسب انواع حیات ہیں۔

تحقیق لفظ موت

اولاً یہ کہ زوال قوت نامیہ کو بھی موت کہتے ہیں۔ خواہ وہ انسان میں ہو یا حیوان میں۔ یا پھر نباتات میں۔

جیسے فرمایا یحیی الارض بعد موتہا۔ سقنہ لبلد میت واحیینا بہ بلدۃ میتا۔ یہاں عدم نمو نبات بمعنی موت ہے۔

دوسرے بمعنی زوال قوت حاسہ جیسے یالیتنی مت قبل ھذا۔ ائذا مامت لسوف اخرج حیا۔ ا اذا متنا وکنا ترابا ذلک رجع بعید۔

تیسرے زوال قوت عاقلہ کو بھی موت کہا جاتا ہے جو محض جہالت ہوتی ہے یا کفر وجہل انک لاتسمع الموتی۔ کہ کفار کی جہالت کو موت کہا۔

چوتھے ایسا غم جو مکدر حیات ہو جیسے فرمایا۔ ویاتیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت

پانچویں نیند کے معنی میں موت و وفات کا استعمال ہے۔ حدیث میں ہے النوم موت خفیف والموت نوم ثقیل وھو الذی یتوفاکم باللیل۔ اللہ یتوفی الانفس حین

موتہا والتی لم تمت فی منامہا۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء تو یہاں نفی موت قبض ارواح کے مقابلہ میں ہے۔ اس میں تنبیہ کیا کہ وہ نعمت الٰہی میں ہیں

چھٹے زوال قوت حیوانیہ کے معنی میں اور جس میں روح کا جسم سے علیحدہ ہونا لازم ہو جیسے فرمایا کل نفس ذائقۃ الموت۔

ساتویں بمعنی تحلل جیسے انک میت وانہم میتون اس کے ایک معنی تو یہ ہوئے کہ انک ستموت۔ لانہ لابد لاحد من الموت۔ کما قیل والقول حتم فی رقاب العباد اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں میت سے مراد ابانۃ روح عن الجسد کے معنی نہیں ہیں بلکہ وہ اشارہ ہے اس طرف جو انسان پر ہر حال تحلل ونقص کی صورت میں عائد ہوتا ہے اس لیے کہ انسان جب تک دنیا میں رہتا ہے تھوڑا تھوڑا تحلیل ہوتا جاتا ہے یعنی جزءً فجزءً۔ مثنوی عطار میں اسی کی موافقت میں یہ شعر ہے ؎

ہم چوں سبزہ بارہا روئیدہ ام ۔۔۔ ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

اور ایک جماعت نے حضور کے لیے بمقابلہ کفار انک میت وانہم میتون سے یہ تعبیر کی۔ میت اور مائت میں فرق ہے چنانچہ کفار کو میتون کہا اور حضور کو میت بمعنی مائت فرمایا جو تحلل کے معنی میں آتا ہے۔

اور قاضی علی بن عبد العزیز فرماتے ہیں۔

لیس فی لغتنا مائت علی حسب ما قالوا والمیت مخفف عن المیت وانما یقال موت مائت قال تعالی سقناہ لبلد میت۔ بلدۃ میتۃ۔

آٹھویں موت بمعنی جنون ہے والموتۃ شبہ الجنون کانہ ہو موت موت دیوانگی کے مشابہ ہے گویا کہ یہ موت ہی ہے۔

نویں موت بمعنی موت القلب ہے

دسویں موت بمعنی امر اسکنہ موتانہ ہے۔ آگے ارشاد ہے

پھر اس سے پانی اتارا یعنے ان بادلوں کو چلا کر پھر اس سے ہر قسم کے پھل نکالے اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے تاکہ تم نصیحت مانو۔ تو اس نصیحت کے بدلے ایمان اور بعث بعد الموت کے یقین کی بدولت کفر کی موت سے جیسے تمہیں زندہ کیا ایسے ہی مردوں

کو نکالیں گے اس لیے کہ پھل نکالنے اور مردوں کے زندہ کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے اور اچھی زمین یعنی اچھی مٹی سے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے نکلتا ہے آسانی سے گویا کہ فرمایا کہ اس کا سبزہ کافی نکلتا ہے اور وہ جو خراب ہے یعنی زمین اگر خراب ہے نہیں نکلتی اس کی سبزی مگر بہ مشکل تھوڑی یعنی وہ زمین جس میں خیر نہیں یہ مثال ہے اس مومن کی جو وعظ و پند سن کر ہدایت قبول کرے اور یہ مثال اس کی ہے جو نصیحت سن کر بھی ہدایت نہ مانے جو کافر ہے ایسے ہی بارش کا اثر ہے کہ بلد میت پر کہیں پھول پھل نکل آتے ہیں کہیں بارش بے کار جاتی ہے ایسے ہی مثل ایسی آیات کے پلٹتے ہیں ہم آیتیں یعنے بار بار سناتے اور تکرار کرتے ہیں ان کے لیے جو شکر گذار ہیں اللہ کی نعمتوں پر وہ مومنین ہیں جو فکر کرتے اور عبرت حاصل کرتے ہیں

بامحاورہ ترجمہ رکوع ہشتم سورۂ اعراف پ ۸

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝

بے شک بھیجا ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف تو کہا انہوں نے اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں میں خوف کرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

کہا سرداروں نے اس کی قوم سے ہم تمہیں دیکھتے ہیں کھلی گمراہی میں۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

فرمایا اے میری قوم مجھ میں گمراہی نہیں مگر میں رسول ہوں رب العالمین کا۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

تمہیں پہنچاتا ہوں اپنے رب کے پیام اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

کیا تعجب کرتے ہو تم اس پر کہ لایا میں تمہارے پاس تمہارے رب سے نصیحت ایک آدمی کے ذریعہ جو تم میں سے ہے کہ وہ تمہیں ڈرائے اور

تاکہ تم ڈرو اور تاکہ تم پر رحم ہو۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۠

تو انہوں نے جھٹلایا اسے تو ہم نے نجات دی اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے اور غرق کیا ہم نے ان کو جو جھٹلا رہے تھے ہماری نشانیاں بیشک وہ اندھا گروہ تھا۔

حل لغات رکوع ہشتم سورۃ اعراف پ ۸

لقد۔ بیشک	ارسلنا۔ بھیجا ہم نے	نوحا۔ نوح کو	الی۔ طرف
قومہ۔ اسکی قوم کے	فقال۔ تو کہا	یاقوم۔ اے	قوم۔ میری قوم
اعبدوا۔ عبادت کرو	اللہ۔ اللہ کی	ما۔ نہیں	لکم۔ تمہارے لیے
من۔ کوئی	الہ۔ معبود	غیرہ۔ سوا	ہ۔ اسکے
انی۔ بیشک میں	اخاف۔ ڈرتا ہوں	علیکم۔ تم پر	عذاب۔ عذاب
یوم۔ دن	عظیم۔ بڑے سے	قال۔ کہا	الملأ۔ سرداروں نے
من قومہ۔ اسکی قوم سے		انا۔ بیشک ہم	لنرا۔ دیکھتے ہیں
ك۔ تجھ کو	فی۔ بیچ	ضلل۔ گمراہی	مبین۔ ظاہر کے
قال۔ کہا	یا۔ اے	قوم۔ میری قوم	لیس۔ نہیں ہے
بی۔ مجھ کو	ضللۃ۔ گمراہی	و۔ اور	لکنی۔ لیکن میں
رسول۔ رسول ہوں	من رب۔ رب	العلمین۔ جہانوں سے	ابلغکم۔ پہنچاتا ہوں تم کو
رسالات۔ پیغام	ربی۔ اپنے رب کے	و۔ اور	انصح۔ خیر خواہی کرتا ہوں
لکم۔ تمہاری	و۔ اور	اعلم۔ جانتا ہوں	من اللہ۔ اللہ سے
ما۔ جو	لا۔ نہیں	تعلمون۔ جانتے تم	او۔ کیا
عجبتم۔ تعجب کیا تم نے	ان۔ یہ کہ	جاء۔ آیا	کم۔ تمہارے پاس
ذکر۔ ذکر	من ربکم۔ تمہارے رب سے		علی۔ اوپر
رجل۔ ایک آدمی کے	منکم۔ تم میں سے	لینذر۔ تاکہ ڈرائے	کم۔ تم کو

و ۔ اور	لتتقوا ۔ تاکہ تم ڈرو	و ۔ اور	لعلکم ۔ تاکہ تم		
ترحمون ۔ رحم کیے جاؤ	فکذبو ۔ تو انہوں نے جھٹلایا ہ ۔ اس کو		فانجینہ ۔ تو نجات دی		
ہم نے اسکو	و ۔ اور	الذین ۔ ان کو جو	معہ ۔ اسکے ساتھ تھے		
فی ۔ بیچ	الفلک ۔ کشتی کے	و ۔ اور	اغرقنا ۔ غرق کیا ہمنے		
الذین ۔ انکو جنہوں نے	کذبوا ۔ جھٹلایا	بایتنا ۔ ہماری آیتوں کو	انہم ۔ بیشک		
کانوا ۔ تھے	قوما ۔ لوگ	عمین ۔ اندھے			

مختصر تفسیر رکوع ہشتم سورۃ اعراف پ ۸

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ہ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہٖٓ اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ہ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَکُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ہ بے شک بھیجا ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف تو فرمایا اے میری قوم اللہ کو پوجو تمہارا معبود اللہ کے سوا کوئی نہیں میں ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے جو بڑے دن آنے والا ہے کہا انکے سرداروں نے ہم دیکھتے ہیں تمہیں کھلی گمراہی میں ۔ آپ نے فرمایا اے میری قوم مجھ میں گمراہی نہیں مگر میں رسول ہوں رب العالمین کا ۔ پہنچاتا ہوں تمہیں پیغام اپنے رب کے اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا ۔ بلاشبہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ۔

حضرت نوح علیہ السلام کا نسب نامہ

نوح بن لامک یا لمک بن متوشلخ یا متولخ بن خنوخ یا اخنوخ ۔ ماں کا نام عونہ یا قینوس بنت براکیل بن متوشلخ تھا ۔ اخنوخ کا اسلامی نام ہی ادریس تھا ۔ آپ ہی سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے قلم سے لکھنے کی ایجاد کی اخنوخ بن مہلیل یا مہلائیل تھے مہلیل کا باپ قینن یا قینان یا قانن ۔ قانن کا باپ انوش یا انش تھا اور انش کے باپ حضرت سیث بن حضرت آدم علیہ السلام تھے ۔

مستدرک میں حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ نوح سے آدم تک دس پشتیں تھیں۔ نوح علیہ السلام کا نام شریف یشکر یا عبد الغفار تھا۔ نوح لقب ہے حق یہ ہے کہ عجمی نام ہے بعض نے کہا کہ عرجی ہے نوحہ سے اس کے معنی گریہ وزاری ہے۔

آپ چالیس سال کی عمر میں نبی بنائے گئے اور ساڑھے نوسو سال اپنی قوم میں تبلیغ فرمائی طوفان کے بعد ڈھائی سو برس زندہ رہے اس حساب سے آپ کی عمر ساڑھے بارہ سو سال ہوئی۔ صادی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ آپ کی عمر پندرہ سو سال ہوئی آپ بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے۔

اِلٰی قَوْمِہٖ۔ اس کی قوم کی طرف بھیجا یہاں آپ کی قوم سے قابیل کی اولاد مراد ہے جو یمن کے علاقہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ قابیل وہ پہلا انسان ہے جس نے بت پرستی کی۔ روح البیان

فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ۔ پس نوح نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ تو مجھے ایک بڑے سخت دن کا خوف تمہارے متعلق ہے۔

یہاں خوف سے یقینی ڈر ہے یوم عظیم سے مراد قیامت کا دن یا طوفان کا دن ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہٖٓ اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ قوم کے سرداروں نے کہا ہم جانتے ہیں کہ تم صریحی گمراہی میں پڑ گئے ہو الملأ۔ سرداران جماعت۔

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ کہا اے میری قوم مجھ میں گمراہی کچھ نہیں میں تو رب العالمین کا رسول ہوں۔ ضَلٰلَۃٌ کوئی ادنیٰ گمراہی۔ ضلال گمراہی چونکہ قوم والوں نے پرزور الفاظ میں حضرت نوح پر الزام لگایا تھا۔ اس لیے آپ نے بھی پرزور لہجہ میں گمراہی کی نفی فرما دی۔ اللہ کا رسول جو اللہ کے احکام کا مبلغ ہو لامحالہ ہدایت یافتہ اور صراط مستقیم پر گامزن ہوگا۔

اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَکُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ میں تم کو اپنے رب کے احکام پہنچا رہا ہوں اور تمہاری خیر خواہی چاہتا ہوں اور پروردگار عالم کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔

رسالات۔ یہ رسالۃ کی جمع ہے۔ اوقات رسالت مختلف تھے۔ معانی رسالت میں تنوع تھا کسی کا عقیدہ سے تعلق تھا کسی کا عمل سے۔ کوئی وعظ تھا۔ کوئی حکم۔ وانصح۔ نصح کے معنی کسی کی خیر خواہی یہ ہدایت

کر رہا ہے۔

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی ایک مرد کی معرفت جو تم ہی میں سے ہے کہ تمہیں ڈرائے اور کہیں تم پر رحم ہو۔

آیات بالا میں اللہ تعالے نے اپنے دلائل قدرت اور غرائب صنعت بیان فرمائے جس سے اس کی توحید و ربوبیت ثابت ہوتی ہے جو اس سے پہلے رکوع میں ہیں۔ مرنے کے بعد زندہ ہونے کی صحت پر دلائل قاطعہ قائم کیے اس کے بعد انبیاء کرام کا ذکر شروع فرمایا۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کا جو کچھ برتاؤ رہا وہ ظاہر فرما کر اپنے حبیب لبیب جناب رسالت مآب صلی صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جا رہی ہے۔ کہ آپ کی قوم نے ہی قبول حق سے اعراض نہیں بلکہ امم سابقہ بھی اپنے نبیوں سے اعراض کرتی رہی ہیں۔ اور تکذیب انبیاء میں جب انہوں نے کوئی فروگذاشت نہ کی تو وہ دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا ہوئیں اور آخرت کا عذاب علیحدہ ہوگا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ انبیاء کی تکذیب میں جو بھی آگے آئے گا اس کا یہی انجام ہوگا۔ انبیاء کرام کے ان تذکروں سے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نبوت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ حضور امی لقب مالک عجم و عرب امی تھے اور ان حالات کو مفصل بیان کرنے میں آپ نے کبھی غلطی نہیں فرمائی بالخصوص ایسے ملک میں جس میں اہل کتاب کے بڑے بڑے علماء بکثرت موجود تھے اور حضور کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ وہ اگر ذرا سی بات بھی پالتے تو شور مچادیتے ان میں حضور کا سابقہ انبیاء کے حالات بیان فرمانا اور تمام اہل کتاب عیسائی اور یہودیوں کا ساکت و حیران رہ جانا اس امر کی دلیل ہے کہ حضور نبی الانبیاء تھے اور اللہ تعالے نے آپ پر تمام علوم کے دروازے کھول دیے تھے۔

امی و دقیقہ دانِ عالم   بے سایہ و سائبانِ عالم

(تفسیر نسفی ترجمہ)

بے شک ہم نے بھیجا اس میں قسم محذوف ہے یعنی قسم ہے ہم نے بھیجا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف جبکہ آپ پچاس سال کی عمر میں تھے۔ آپ نجاری کے کام سے واقف تھے جسے پنجابی میں ترکھان اور اردو میں بڑھئی کہتے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب ادریس علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ کے والد کا نام لمک تھا وہ متوشلخ کے بیٹے تھے وہ اخنوخ علیہ السلام کے صاحبزادے

تھے۔ اخنوخ حضرت ادریس علیہ السلام کا دوسرا نام ہے۔ آپ کے متعلق ارشاد ہے تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا معبود کوئی نہیں۔ گو آپ نے قوم کو فرمایا تمہارا معبود خدا کے سوا کوئی نہیں تو تم کسی کی پوجا اس کے سوا نہ کرو بے شک مجھے تم پر عذاب کا ڈر ہے بڑے دن یعنی قیامت کے روز یا اس عذاب کا ڈر ہے جو تم پر طوفان کی شکل میں آئے گا۔

بولے اس قوم کے سرغنہ یعنی اشراف اور سردار اس قوم کے بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں یعنی ہم تمہارا راہ راہ صواب کے خلاف دیکھتے ہیں اور دیکھنا درحقیقت دل کی آنکھوں سے صحیح ہوتا ہے وہ بظاہر اپنے پرانے راستہ کے خلاف کو گمراہی سمجھ رہے تھے۔

فرمایا اے میری قوم مجھ میں گمراہی نہیں میں تو رب العالمین کا رسول ہوں گویا آپ نے جواب دیا کہ میری تعلیم میں کوئی گمراہی نہیں۔ پھر استدراک تاکید کے لیے فرمایا اور نفی ضلالت کے بعد اصلیت فرمائی اپنے رسول الٰہی ہونے کی اس لیے کہ مبلغ رسالت ہونا اس معنی میں ہوتا ہے کہ وہ صراط مستقیم پر ہو اور اس کی تعلیم انتہائی ہدایت کی تعلیم ہوتی ہے چنانچہ فرمایا

میں تمہیں اپنے رب کا پیام پہنچاتا ہوں جو بذریعہ وحی اوقات متعددہ میں مجھے ملتا ہے یا اوامر و مناہی مواعظ و بشائر عبر و نظائر مختلف معنی میں مجھ تک آتے ہیں اور میں تمہارا بھلا چاہتا ہوں یعنے میرا مقصد یہ ہے کہ تم صلاح پا جاؤ حقیقت نصیحت یہی ہے کہ کسی کے ساتھ بھلائی چاہنا اور جو اپنے لیے بہتر ہو وہ دوسرے کے لیے کرنا یا غایت صداقت سے کسی کا بھلا چاہنا اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں جانتے یعنی صفات باہرہ اور قدرت قاہرہ اور دشمنوں پر شدت بطش اور یہ کہ اس کا عذاب مجرمین کے لیے مخصوص ہے۔

کیا تعجب ہوا تمہیں گویا کہ فرمایا کیا تمہیں تعجب ہے اور تم جھٹلاتے ہو اس لیے کہ تمہارے پاس آیا ایک ذکر اور وعظ تمہارے رب کی طرف سے تم میں کے ایک مرد کی معرفت یعنی اس کی زبان سے جو تم میں کا ایک ہے اور یہ اس لیے فرمایا کہ آپ کی قوم منکر و متعجب تھی حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت سے اور کہتے تھے ہم نے تو اپنے باپ دادا سے یہ باتیں کبھی نہ سنیں گویا وہ کہتے تھے کہ بشر کو نبی کیوں کیا اگر اللہ چاہتا تو ان کی بجائے ہم پر فرشتہ نازل کرتا کہ وہ تمہیں ڈرائے تمہارے انجام کار سے اور نتیجہ کفر سے اور تم ڈرو یعنی تم میں خوف و خشیت پیدا ہو اور تم متقی پرہیزتو تاکہ تم پر رحم کیا جائے یعنی پرہیزگاری کی بدولت تم رحم کے حقدار ہو جاؤ۔

تو انہوں نے نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور آپ کی نبوت کی تکذیب کی تو ہم نے انہیں اور

جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے یہ چالیس مرد اور چالیس عورتیں تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ نو اور بھی تھے۔ سام۔ حام۔ یافث اور چھ خاص وہ آپ پر پہلے ایمان لائے کشتی میں یعنی آپ کی معیت میں کشتی میں تھے اور غرق کیا ہم نے انہیں جو جھٹلانے والے تھے ہماری آیتوں کو بے شک یہ گروہ اندھا تھا یعنی حق کو پہچاننے میں اندھے تھے۔ محاورہ میں بولتے ہیں اعمی بالبصر وعمه فی البصیرۃ آنکھوں سے اندھے اور دل کی آنکھوں سے بے حس۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع نہم سورۃ اعراف پ ۸

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

اور عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا نہیں ڈرتے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖۤ اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیْ سَفَاھَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝

بولے سردار اس قوم کے جو کافر تھے ہم بے شک آپ کو دیکھتے ہیں بیوقوفی میں اور ہمارا گمان ہے کہ آپ جھوٹے ہیں۔

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاھَةٌ وَّ لٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

فرمایا اے میری قوم نہیں میرے ساتھ بیوقوفی اور لیکن میں رسول ہوں پروردگار عالم کی طرف سے۔

اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَکُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ۝

پہنچاتا ہوں تمہیں پیام اپنے رب کا اور میں تمہارے لیے خیر خواہ امانتدار ہوں۔

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ لِیُنْذِرَکُمْ ؕ وَ اذْکُرُوْۤا اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَکُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْکُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اور کیا تم تعجب کرتے ہو اس کا کہ تمہارے پاس آیا تمہارے رب کی طرف سے ذکر تم میں سے ایک مرد کے ذریعہ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو جب کیا تمہیں جانشین قوم نوح کے بعد اور بڑھایا تمہیں تخلیق میں عریض وجسیم تو یاد کرو نعمتیں اللہ کی تاکہ تم فلاح پاؤ۔

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰہَ وَحْدَہٗ

بولے کیا تم آئے ہو ہمارے پاس اس لیے کہ ہم

وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

پوجیں ایک اللہ کو اور چھوڑ دیں جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے تو لاؤ جس کا تم ہمیں وعدہ دیتے رہے ہو اگر ہو تم سچے۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝

فرمایا یقیناً واقع ہو چکا تم پر تمہارے رب سے عذاب اور غضب کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو ان ناموں میں جو تم نے نام رکھ لیے اور تمہارے باپ دادا نے جن پر اللہ نے نازل نہ کی ان کے لیے کوئی سند تو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

تو نجات دی ہم نے انہیں اور انہیں جو اس کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے اور جڑ کاٹ دی ہم نے ان کی جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتیں اور نہیں وہ ایمان لانے والے۔

حل لغات رکوع نہم سورۃ اعراف پ ۸

و۔اور	الی۔طرف	عاد۔عاد کی	اخا۔بھائی
ھم۔ان کے	ھودا۔ہود کو	قال۔کہا	یٰقوم۔اے میری قوم
اعبدوا۔عبادت کرو	اللہ۔اللہ کی	ما۔نہیں	لکم۔تمہارے لیے
من۔کوئی	الٰہ۔معبود	غیرہ۔سوا	ہ۔اس کے
افلا۔کیا نہیں	تتقون۔ڈرتے تم	قال۔کہا	الملأ۔سرداروں نے
الذین۔جو	کفروا۔کافر تھے	من قومہ۔اس کی قوم سے	
انا۔بیشک ہم	لنرٰک۔دیکھتے ہیں	ک۔تجھ کو	فی۔بیچ
سفاھۃ۔بیوقوفی کے	و۔اور	انا۔بیشک ہم	لنظنک۔خیال کرتے
ہیں تجھ کو	من الکذبین۔جھوٹا	قال۔کہا	یٰقوم۔اے میری قوم

لیس۔ نہیں ہے	بی۔ مجھ کو	سفاھۃ۔ بیوقوفی	و۔ اور
لکنی۔ لیکن میں	رسول۔ رسول ہوں	من رب۔ رب	العلمین جہانوں کا طرف سے
ابلغکم۔ پہنچاتا ہوں میں تم کو		رسلت۔ پیغام	ربی۔ اپنے رب کے
و۔ اور	انا۔ میں	لکم۔ تمہارا	ناصح۔ خیرخواہ ہوں
امین۔ امانتدار	و۔ اور	اذکروا۔ یاد کرو	اذ۔ جب
جعلکم۔ بنایا تم کو	خلفاء۔ جانشین	من بعد۔ بعد	قوم۔ قوم
نوح۔ نوح کے	و۔ اور	زاد۔ زیادہ کیا	کم۔ تم کو
فی۔ بیچ	الخلق۔ پیدائش کے	بصطۃ۔ فراخی میں	فاذکروا۔ تو یاد کرو
الاء۔ نعمتیں	اللہ۔ اللہ کی	لعلکم۔ تاکہ تم	تفلحون۔ نجات پاؤ
قالوا۔ بولے	أ۔ کیا	جئتنا۔ آیا تو ہمارے پاس	لنعبد۔ تاکہ عبادت کریں ہم
اللہ۔ اللہ	وحدہ۔ اکیلے کی	و۔ اور	نذر۔ چھوڑ دیں ہم
ما۔ جو	کان۔ تھے	یعبد۔ عبادت کرتے	اباؤ۔ باپ دادا
نا۔ ہمارے	فأتنا۔ تو لے آ	بما۔ جو	تعد۔ وعدہ دیتا ہے تو
نا۔ ہم کو	ان۔ اگر	کنت۔ ہے تو	من الصدقین۔ سچا
قال۔ کہا	قد۔ بیشک	وقع۔ واقع ہوا	علیکم۔ تم پر
من ربکم۔ تمہارے رب سے	رجس۔ عذاب	و۔ اور	غضب۔ غضب
أ۔ کیا	تجادلوننی۔ جھگڑتے ہو تم مجھ سے		فی۔ بیچ
اسماء۔ ناموں کے کہ	سمیتموا۔ نام رکھے تم نے	ھا۔ ان کے	انتم۔ تم نے
و۔ اور	اباؤ۔ باپ دادا	کم۔ تمہارے نے	ما۔ نہیں
نزل۔ اتاری	اللہ۔ اللہ نے	بہا۔ اسکی	من۔ کوئی
سلطن۔ دلیل	فانتظروا۔ تو انتظار کرو	انی۔ بیشک میں	معکم۔ تمہارے ساتھ
من المنتظرین۔ منتظر ہوں		فانجینہ۔ تو نجات دی ہم نے اسکو	
و۔ اور	الذین۔ انکو جو	معہ۔ اسکے ساتھ تھے	برحمۃ۔ رحمت
منا۔ اپنی سے	و۔ اور	قطعنا۔ کاٹ دی ہم نے	دابر۔ جڑ
الذین۔ انکی جنہوں نے	کذبوا۔ جھٹلایا	بایتنا۔ ہماری آیتوں کو	و۔ اور

ما۔نہ کانوا۔ تھے وہ مومنین۔ایمان لانے والے

مختصر تفسیر رکوع نہم سورۃ اعراف پ ۸

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ٥ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ٥ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ٥ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥

اور قوم عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں کہا ان کے سرداروں نے بے شک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور بیشک ہمارا گمان ہے کہ تم جھوٹوں سے ہو فرمایا اے میری قوم میرے ساتھ بیوقوفی نہیں میں تو رسول ہوں پروردگار عالم کا تمہیں پہنچاتا ہوں پیام اپنے رب کا اور میں تمہارا خیرخواہ ہوں اور امین ہوں اور کیا تمہیں اس کا تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں کے ایک مرد کی معرفت کہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد جانشین کیا اور تمہاری تخلیق میں بصط یعنے وسعت کی تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

عَاد یا تو ایک بادشاہ کا نام تھا اس لیے اسکی رعایا کو بھی عاد کہا جانے لگا۔ روح البیان یا عاد ایک شخص کا نام تھا جس کی اولاد کو عاد کہا جاتا تھا یہ شخص عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ہے یہ قوم یمن اور عمان کے درمیان تھی اسی علاقہ کا نام احقاف تھا۔

اَخَاهُمْ هُوْدًا۔ اصطلاح میں اخ کے معنی ہم مذہب۔ ہم خیال۔ نبی۔ بھائی۔ خاندانی بھائی۔ یا ہم قوم کے ہیں۔ ہر کا فر کا فر کا اخ ہے یعنی ہم خیال ہم مذہب حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اخ نے اذان دی ہے اور جو اذان دے وہی تکبیر کہے۔ یہاں اخاہم فرما کر بتایا گیا کہ قوم عاد سے ہی حضرت ہود علیہ السلام تھے۔

یہاں اس رکوع میں قوم عاد کے نام سے بیان شروع فرمایا اس قوم عاد سے مراد عاد اولے

ہے یہ عاد اولیٰ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم ہے اور عاد ثانی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے جسے ثمود کہتے ہیں اور ان دونوں قوموں میں سو برس کا فصل ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت توحید دی اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا وہ آپ کو اپنے گمان باطل میں سچا بنی نہیں جانتے تھے اس وجہ میں انہوں نے گستاخانہ کلام کی جرأت کی اور کہہ دیا ہم آپ کو بے وقوف سفیہ سمجھتے ہیں اور آپ کا دعوائے رسالت جھوٹا جانتے ہیں۔ اس بیہودہ گفتگو کا جواب حضرت ہود علیہ السلام نے بجائے اس کے کہ سختی سے دیں اپنی وسعت اخلاق کے ماتحت ان کی طرف سے چشم پوشی فرماتے ہوئے صرف یہ جواب دیا کہ لوگو تم بے سمجھی سے ایسے کلام کرتے ہو مجھے اور سفاہت سے کیا واسطہ میں تو اللہ کا رسول ہوں اس طرز تکلم میں دنیا کو تعلیم بھی ہے کہ سفہاء بدخصال جہال کو سختی سے جواب دینے کی بجائے نرم جواب دینا مفید ہوتا ہے چنانچہ آپ نے ان کے سفیہانہ جواب کو نرمی سے پورا کر کے بتایا کہ میں تمہارا خیر اندیش ہوں اور تمہارے رب کا پیام تمہیں امانتداری سے پہنچا رہا ہوں۔

اس طرز جواب میں یہ بات بھی دکھا دی کہ جاہلوں سفلیوں بیوقوفوں کو نرم جواب دیتے ہوئے اپنا مرتبہ بھی ظاہر فرمایا گویا تعلیم بھی دی کہ اہل دنیا پر اگر بوقت ضرورت اپنا منصب اگر ظاہر کر دیں تو یہ تکبر نہیں بلکہ تعارف ہے اور برمحل جائز ہے۔ پھر انہیں جتایا کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد تمہیں جسم و جسمانیت میں طویل القامت تنومند بنا کر اس قوم کا جانشین کیا یہ اس کا تم پر بہت بڑا احسان ہے لہذا ایسے منعم و معطی پر ایمان لاؤ اور اطاعت و عبادت کر کے انعام و احسان کی شکر گذاری کرو۔

حضرت ہود علیہ السلام کی عادت کریمہ تھی کہ قوم سے علیحدہ تنہائی میں عبادت کیا کرتے اور جب آپ کے پاس وحی آتی تو قوم میں آکر سنا دیتے۔

تفسیر از نسفی (ترجمہ)

اور عاد کی طرف یعنی ہم نے بھیجا عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو یہ عطف بیان ہے برادری پر۔ حضرت ہود علیہ السلام شالخ کے بیٹے تھے اور وہ ارفخشد کے اور وہ سام کے اور وہ نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے فرمایا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تمہیں خوف نہیں تو بولے اس قوم کے وہ سردار جو کافر تھے یہاں قوم کے ان سرداروں کا ذکر کیا جو کافر تھے۔ علاوہ قوم نوح علیہ السلام کے کہ ان کی قوم کے تمام سردار کافر تھے اور ان میں

ایمان لائے ہوئے بھی تھے جیسے مرثد بن سعد سرداروں میں سے تھا یہ ایمان لایا اس نے صفات الٰہی میں کچھ اپنی طرف سے تفریق کی تھی۔

بیشک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں یعنی آپ کو صفت علم اور سخافت عقل میں دیکھتے ہیں جس کی وجہ سے آپ اپنی قوم کا دین چھوڑ کر دوسری طرف جا رہے ہیں اور ہم گمان کرتے ہیں کہ آپ جھوٹے ہیں اپنے دعوی رسالت میں۔ آپ نے فرمایا اے میری قوم مجھے بیوقوفی سے واسطہ نہیں لیکن میں رب العالمین کا رسول ہوں تمہیں تمہارے رب کا پیام دیتا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں جس کی وجہ سے میں تمہیں بلاتا ہوں امانتدار ہوں جو تمہیں کہتا ہوں۔

اور یہاں جو فرمایا کہ میں تمہارا خیر خواہ امانتدار ہوں یہ ان کے اس لفظ کا جواب تھا جو انہوں نے کہا تھا وانا لنظنک من الکذبین تو چونکہ ان سفہاء نے سفیہ کاذب کہا تھا تو آپ نے غایت حلم سے مہذب جواب دیا انہوں نے آپ کی طرف انتساب ضلالت کیا آپ کی شان میں سفیہ کا لفظ بولا آپ نے اس گستاخی پر چشم پوشی فرما کر نہایت حلیمانہ طرز میں فرمایا کہ مجھ سے اور سفاہت سے کیا واسطہ میں تو اللہ کا رسول ہوں اور تمہارے لیے امانتدار اور خیر خواہ تمہیں تمہارے رب کے پیام پہنچاتا ہوں۔

اس میں یہ تعلیم دی گئی کہ جاہل لوگوں کے ساتھ کیونکر مخاطبہ کرنا چاہیئے اور ان ذلیل خیالوں کو اس ذلت سے اپنی طرف کیسے کھینچنا چاہیئے۔ آگے ارشاد ہے اور کیا تمہیں تعجب ہوا اس سے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں کے ایک مرد کے ذریعہ کہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو جب تمہیں جانشین بنایا قوم نوح کا یعنی ان کے مکان ان کی زمین پر تمہیں متمکن کیا۔ اور تمہارے بدنوں کو تخلیق میں عریض وطویل بنایا۔ چنانچہ قوم عاد میں کم سے کم ۶۰ گز شرعی اور بڑے سے بڑا قد سو گز ہوتا تھا۔ ذراع شرعی تقریباً بارہ گرہ کا ہوتا ہے تو کم سے کم قد ۴۵ پینتالیس گز ہوا اور زیادہ سے زیادہ ۷۵ گز ہوتا تھا۔ تو یاد کرو اللہ کی نعمتیں کہ قوم نوح کا جانشین بنایا۔ اور تمہارے اجسام موٹے تازے کیے اور اس کے علاوہ اور نعمتوں سے بھی نوازا تاکہ تم فلاح پاؤ۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ٥ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ٥

بولے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کو پوجیں اور جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ تو لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو اگر سچے ہو فرمایا ضرور تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب پڑ گیا کہ مجھ سے ان چند ناموں پر جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ دیے اور اللہ نے اس کے لیے کوئی سند نہ اتاری تو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھ والوں کو اپنی ایک بڑی رحمت فرما کر نجات دی اور جو ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان والے نہ تھے۔

خلاصۂ تفسیر

حضرت ہود علیہ السلام نے جب انہیں ہدایت فرمائی اور خدا کا حکم سنایا تو بولے آپ ہمارے پاس کیا اسی لیے آئے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیں اور آپ کے بتائے ہوئے خدا کو پوجیں تو اس کے لیے ہم آمادہ نہیں اور آپ کا کہا نہ مانتے پر آپ عذاب سے ہمیں ڈراتے ہیں۔ لہذا لائیں وہ عذاب تاکہ ہم آپ کی سچائی دیکھ لیں تو حضرت ہود علیہ السلام نے جواب میں ذرا سختی اختیار فرماتے ہوئے انہیں کہا کہ جب تم اتنے سرکش و سخت ہو تو یقیناً تم پر عذاب واجب ہو گیا اب تم ان فرضی معبودوں کو پوجتے رہو جن کے نام بھی تم نے گھڑ لیے ہیں ان کی صداقت میں تمہارے پاس خدا کی طرف سے کوئی سند نہیں لہذا اب اس عذاب کے منتظر رہو اور میں بھی اس وقت کا منتظر ہوں۔

قوم عاد یمن کے ایک حصہ احقاف میں آباد تھی یہ علاقہ بڑا وسیع تھا۔ عمان سے حضر موت تک پھیلا ہوا تھا اسے رمل عالج اور دہقان بھی کہتے تھے یہ لوگ بہت مالدار اور طاقتور اور سرکش تھے جب ان کی سرکشی بڑھ گئی تو حضرت ہود علیہ السلام نے عذاب کی دعا مانگی امساک باراں کا عذاب آ گیا۔

تو جب عذاب آیا تو اللہ تعالے نے انہیں محفوظ رکھا جو حضرت ہود پر ایمان لائے تھے اور جھٹلانے والوں کی جڑیں اکھاڑ دیں۔

اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ قوم عاد احقاف میں آباد تھی۔ یہ مقام عمان اور حضر موت کے درمیان یمن کا ایک ریگستان ہے انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی مخالفت کی اور فسق و فجور سے زمین بھر دی۔ دنیا کی قوموں کو اپنی جفاکاری اور زور و قوت سے پامال کر ڈالا یہ لوگ تمام کے تمام بت پرست تھے ان کے بت کا نام صدا تھا اور ایک کا صمود اور ایک بت ہبا تھا۔ ان کی پرستش کے مقابلہ میں حضرت ہود علیہ السلام کی مخالفت کی اور انہیں اس کا زعم تھا کہ ہم سے زیادہ زور آور کون ہے۔

چند آدمی ان میں ایسے بھی تھے جو آپ پر ایمان لائے مگر چونکہ وہ گنتی کے تھے اس وجہ میں وہ ایمان چھپائے رہے ان میں سے ایک مرثد بن سعد تھے جب قوم نے سرکشی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور اپنے نبی حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب و توہین میں حد سے بڑھ گئے اور زمین فسادات سے پر کر دی۔ مضبوط عمارتیں اور بڑے بڑے محل تعمیر کیے گویا انہوں نے یہ یقین کر لیا تھا کہ ہمیں ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے تو اللہ تعالٰی کی طرف سے پہلا عذاب یوں رونما ہوا کہ امساک باراں ہوا جس سے وہ تنگ ہوئے۔

ان میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی مصیبت آتی تو کچھ لوگ بیت اللہ حاضر ہوتے اور بارگاہ رحمت میں دعا کرتے۔ چنانچہ انہوں نے ایک وفد ترتیب دیا اور مکہ معظمہ کو روانہ کیا اس وفد میں قیل بن عنز، اور نعیم بن ہزال اور مرثد بن سعد تھے یہ وہی لوگ تھے جو حضرت ہود علیہ السلام پر خفیہ ایمان لائے ہوئے تھے اس زمانہ میں مکہ معظمہ کے اندر عمالیق آباد تھے اور ان کا سردار معاویہ بن بکر تھا۔ اس کا ننہال قوم عاد میں تھا چونکہ یہ وفد اس کے ننہال میں تھا اس نے ان کا احترام کیا اور میزبانی میں نہایت پر تکلف انتظام کیا یہ لوگ وہاں مقیم ہوئے شراب نوشی میں لونڈیوں کے ناچ رنگ دیکھتے رہے ایک مہینہ اسی رنگ رلی میں گذر گیا اور وفد یہ بھی بھول گیا کہ ہم یہاں کس مصیبت کے لیے آئے تھے۔ اور قوم کو وہاں کس مصیبت میں چھوڑ کر آئے ہیں۔

معاویہ بن بکر خود انہیں یاد دلانا یوں پسند نہیں کرتا تھا کہ کہیں وہ یہ خیال نہ کریں کہ اسے ہمارا قیام اب بار ہے آخر اس نے یہ تجویز کی کہ باندیوں کو ایسے اشعار دیے جن میں قوم کی عاد کی مصیبت کا ذکر تھا غرض کہ جب باندیوں نے وہ نظم گائی تو ان لوگوں کو یاد آیا کہ ہم تو یہاں قوم کی مصیبت پر فریاد کرنے کے لیے آئے تھے۔ مختصر یہ کہ وہ اس خیال کے آتے ہی بیت اللہ میں جا کر دعا کرنے کو روانہ ہوئے۔ تو مرثد نے انہیں کہا قسم بخدا تمہاری دعا سے اس وقت تک پانی برسنا ممکن نہیں

جب تک تم اپنے نبی کی پیروی نہ کرو۔

یہ پہلی بار تھی کہ مرثد نے حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان کا اظہار کیا۔ یہ سنتے ہی اس کے ساتھیوں نے مرثد کو چھوڑ دیا اور اسے تنہا چھوڑ کر خود بیت اللہ گئے اور دعا کرنے لگے۔ ابھی دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ اللہ تعالٰے نے تین ابر بھیجے ایک سفید ایک سرخ اور ایک سیاہ پھر آسمان سے ندا آئی کہ اے قیل اپنے اور اپنی قوم کے لیے تینوں ابروں میں سے ایک ابر اختیار کر لے اس نے سیاہ ابر اختیار کیا اور سیاہ ابر اس امید پر اختیار کیا کہ اس میں بہت پانی ہوگا۔

چنانچہ یہ ابر قوم عاد کی طرف چلا جب قوم نے وہ سیاہ بادل دیکھا تو وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے جس کا تذکرہ پ۲۶ رکوع ۳ میں ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا۔ تو جب انہوں نے دیکھا بادل۔ بادل آسمان کے کناروں سے پھیلا ہوا ان کی وادیوں میں بولے یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔

بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ بلکہ وہ وہی تھا جس کی تم جلدی کر رہے اور کہہ رہے تھے۔

فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ یعنے تو لا دو جس کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو اگر تم سچے ہو۔ تو اس کالے بادل سے بجائے پانی برسنے کے ایک آندھی آئی جس میں دردناک عذاب تھا تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا۔ تباہ کر دیا ہر شے کو اپنے رب کے حکم سے فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ۔ تو صبح کی ایسے حال میں کہ نہ نظر آیا کچھ سوا خالی مکانوں کے۔ چنانچہ اس سے ایک شدید آندھی چلی کہ اونٹوں اور آدمیوں کو اڑا اڑا کر کہیں سے کہیں پھینک دیا۔ یہ حال دیکھ کر لوگ سہم سہم کر گھروں میں پناہ گزین ہوئے اور دروازے بند کر لیے لیکن ہوا کی تیزی سے دروازے اکھڑ گئے اور وہ اندر کے اندر ہی تباہ ہو گئے۔ پھر قدرت الٰہی سے سیاہ پرندے ایسے آئے جنہوں نے ان کی لاشیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں۔

حضرت ہود علیہ السلام ان لوگوں کو ساتھ لے کر جو ایمان لا چکے تھے عاد کی آبادی سے علیحدہ ہو گئے اور سلامت رہے۔ پھر آپ ایمان والوں کو ہمراہ لے کر مکہ معظمہ تشریف لے آئے اور آخر عمر تک یہیں رہے اور انتقال فرمایا۔

نوٹ:- قوم عمالیق عملیق بن لاؤذ بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد کو کہتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دہم سورۂ اعراف پ ۸

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ
اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ
قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ
هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا
تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا
بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اور بھیجا ہم نے طرف ثمود کی ان کے بھائی صالح کو کہا اس نے اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود سوا اس کے بے شک آئی تمہارے پاس دلیل رب تمہارے سے یہ ہے اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے نشان تو چھوڑ دو اس کو کھائے اللہ کی زمین میں اور نہ چھونا اس کو برے ارادے سے تو پکڑ لیگا تم کو عذاب دردناک

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ
عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ
مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ
بُيُوتًا فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا
فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝

اور یاد کرو جبکہ اس نے بنایا تم کو جانشین عاد کی قوم کے بعد اور تمہیں جگہ دی زمین میں کہ تم بناتے ہو نرم زمین میں بڑے بڑے محل اور کھودتے ہو تم پہاڑوں کو گھر بنانے کے لیے سو یاد کرو اللہ کی نعمتیں اور نہ پھرو زمین میں فساد کرتے ہوئے۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ
قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ
آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا
مُرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ قَالُوا إِنَّا بِمَا
أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

تو کہا ان سرداروں نے جو متکبر تھے اس کی قوم سے ان لوگوں کو جو کمزور تھے ان کو جو ایمان لائے ان میں سے کیا تم سمجھتے ہو کہ بے شک صالح بھیجا گیا ہے اپنے رب کی طرف سے انہوں نے کہا ہم تو جو وہ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لانے والے ہیں۔

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي
آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۝

تو متکبروں نے کہا کہ جس پہ تم ایمان لائے ہو ہم اس سے منکر ہیں۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ٥

تو انہوں نے کونچیں کاٹ دیں اونٹنی کی اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہا کہ اے صالح لے آ ہمارے پاس جو تو ہمیں وعدہ دیتا ہے اگر ہے تو پیغمبروں سے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ٥

تو ان کو زلزلے نے پکڑ لیا تو رہ گئے وہ اپنے گھروں میں زانو کے بل گرے ہوئے۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ٥

تو اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا اے میری قوم میں نے تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچا دیے اور تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ٥

اور بھیجا ہم نے لوط کو جب کہا اس نے اپنی قوم کو کیا تم آتے ہو بے حیائی کو جو نہ پہلے گذرا تم سے ایسا کوئی بھی جہان والوں سے۔

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ٥

بے شک تم آتے ہو مردوں کے پاس شہوت پوری کرنے کے لیے عورتوں کے سوا بلکہ تم قوم ہو حد سے گذرنے والی۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ٥

اور نہ تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ کہا انہوں نے نکالو ان کو اپنی بستی سے بے شک وہ پاک لوگ ہیں۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڮ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ٥

تو ہم نے نجات دی اس کو اور اس کے گھر والوں کو مگر اس کی عورت کو وہ بھی پیچھے رہنے والوں میں تھی۔

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ٥

اور بارش برسائی ہم نے ان پر بری بارش تو دیکھ کیسا ہوا انجام مجرموں کا۔

حل لغات رکوع دہم سورۃ اعراف پ ۸

و۔اور	الی۔طرف	ثمود۔ثمود کی	اخا۔بھائی
ھم۔ان کے	صلحا۔صالح کو	قال۔کہا	یا۔اے
قوم۔میری قوم	اعبدوا۔عبادت کرو	اللہ۔اللہ کی	ما۔نہیں
لکم۔تمہارے لیے	من۔کوئی	الٰہ۔معبود	غیرہ۔سوا
ہ۔اس کے	قد۔بیشک	جاءتکم۔آئی تمہارے پاس	بینۃ۔دلیل
من ربکم۔تمہارے رب سے		ھذہ۔یہ	ناقۃ۔اونٹنی ہے
اللہ۔اللہ کی	لکم۔تمہارے لیے	اٰیۃ۔نشان	فذرو۔توچھوڑدو
ھا۔اس کو کہ	تاکل۔کھائے	فی۔بیچ	ارض۔زمین
اللہ۔اللہ کے	و۔اور	لا۔نہ	تمسو۔ہاتھ لگانا
ھا۔اسکو	بسوء۔برے ارادے سے	فیاخذ۔تو پکڑلیگا	کم۔تم کو
عذاب۔عذاب	الیم۔دردناک	و۔اور	اذکروا۔یاد کرو
اذ۔جب	جعلکم۔بنایا تم کو	خلفاء۔جانشین	من بعد۔بعد
عاد۔قوم عاد کے	و۔اور	بوا۔جگہ دی	کم۔تم کو
فی۔بیچ	الارض۔زمین کے	تتخذون۔بناتے ہو	من سہولہا۔اس کی نرم
زمین سے	قصورا۔محل	و۔اور	تنحتون۔کھودتے ہو
الجبال۔پہاڑوں کو	بیوتا۔گھر بنانے کے لیے	فاذکروا۔تو یاد کرو	الاء۔احسان
اللہ۔اللہ کے	و۔اور	لا۔نہ	تعثوا۔پھرو
فی۔بیچ	الارض۔زمین کے	مفسدین۔فساد کرتے	قال۔کہا
الملا۔سرداروں نے	الذین۔جو	استکبروا۔متکبر تھے	من قومہ۔اس کی
قوم سے	للذین۔انسے جو	استضعفوا۔کمزور تھے۔	
لمن۔جو	اٰمن۔ایمان لائے	منہم۔ان میں سے	اَ۔کیا
تعلمون۔تم جانتے ہو	ان۔کہ بیشک	صلحا۔صالح	مرسل۔بھیجا گیا ہے

من ربہم - اپنے رب سے		قالوا - بولے	انا - بیشک ہم
بما - اسپر جو	ارسل - بھیجا گیا ہے	بہ - اسکے ساتھ	مومنون - ایمان لائے ہیں
قال - کہا	الذین - انہوں نے جو	استکبروا - متکبر تھے	انا - بیشک ہم
بالذی - اس پر جو	امنتم - ایمان لائے تم	بہ - اسکا	کافرون - انکار کرنیوالے ہیں
منکر ہیں	فعقروا - تو کونچیں کاٹی انہوں نے		الناقۃ - اونٹنی کی
و - اور	عتوا - سرکشی کی	عن امر - حکم	ربہم - رب اپنے کی
و - اور	قالوا - بولے	یا - اے	صالح - صالح
ائتنا - لے آ	بما - جو	تعد - وعدہ دیتا ہے	نا - ہم کو
ان - اگر	کنت - ہے تو	من الصادقین - سچا	فاخذتہم - تو پکڑا انکو
الرجفۃ - زلزلے	فاصبحوا - تو ہو گئے	فی - بیچ	دار - گھروں
ہم - اپنے کے	جثمین - زانو کے بل گرے	فتولی - تو منہ پھیر	عنہم - ان سے
و - اور	قال - کہا	یا - اے	قوم - قوم
لقد - بیشک	ابلغتکم - پہنچائے میں نے تم کو	رسلت - پیغام	ربی - اپنے رب کے
و - اور	نصحت - خیر خواہی کی	لکم - تمہاری	و - اور
لکن - لیکن	لا - نہیں	تحبون - پسند کرتے تم	الناصحین - خیر خواہوں کو
و - اور	لوطا - لوط کو	اذ - جب	قال - کہا اس نے
لقومہ - اپنی قوم سے	ا - کیا	تاتون - آتے ہو تم	الفاحشۃ - بے حیائی کو
ما - نہیں	سبقکم - پہلے گزرا تم سے	بہا - ایسا	من احد - کوئی بھی
من العلمین - جہان والوں سے		انکم - بیشک تم	لتاتون - آتے ہو
الرجال - مردوں کے پاس		شہوۃ - شہوت کے لیے	من دون - سوائے
النساء - عورتوں کے	بل - بلکہ	انتم - تم	قوم - قوم ہو
مسرفون - حد سے گذرنے والے		و - اور	ما - نہیں
کان - تھا	جواب - جواب	قومہ - اسکی قوم کا	الا - مگر
ان - یہ کہ	قالوا - کہا انہوں نے	اخرجو - نکالو	ہم - انکو
من قریتکم - اپنی بستی سے		انہم - بیشک وہ	اناس - لوگ ہیں

ینظھرون۔ بیشک پاک فانجینٰہ۔ تو نجات دی ہم نے اسکو و۔ اور
اھلہ۔ اس کے گھر والوں کو الا۔ مگر امراتہ۔ اسکی بیوی
کانت۔ تھی وہ من الغٰبرین پیچھے رہنے والوں سے و۔ اور
امطرنا۔ بارش برسائی ہم نے علیھم۔ ان پر مطرا۔ ایک بارش
فانظر۔ تو دیکھ کیف۔ کیسا ہوا کان۔ ہوا عاقبۃ۔ انجام
المجرمین۔ مجرموں کا۔

مختصر تفسیر رکوع دہم سورۃ اعراف پ ۸

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

اور ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا۔ فرمایا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس آئی تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ یہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے تکلیف دینے کے ارادہ سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تم پر دردناک عذاب آجائے گا۔ اور یاد کرو جب کہ تم کو جانشین کیا قوم عاد کا ان کے بعد اور جگہ دی تمہیں ملک میں کہ تو تم اس کی نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو تم پہاڑوں میں مکان تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور نہ پھرو زمین میں فساد برپا کرتے بولے سرداران کے متکبر تھے قوم میں کمزور مسلمانوں سے۔ کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب کے رسول ہیں۔ بولے وہ جو کچھ لے کر بھیجے گئے۔ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

خلاصۂ تفسیر

اور ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا۔ قوم ثمود حجاز و شام کے مابین سرزمین حجر میں آباد تھی۔ اس قوم کو ثمود اس وجہ میں کہتے ہیں کہ ان کے باپ دادا کے بڑے کا نام ثمود تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ ثمود کے معنی پانی کم ہونے کے ہیں اور جہاں یہ قوم آباد تھی۔ وہاں پانی بہت کم تھا گویا وہ ثمد کی تھی اس وجہ میں اس قوم کو ہی ثمود کہنے لگ گئے۔ ان کے پیغمبر ان کی برادری سے حضرت صالح علیہ السلام تھے اسے عاد ثانی کہتے ہیں۔ عاد اولے کا تو حال اس سے پہلے رکوع میں گذر چکا۔ آپ نے فرمایا اے قوم اللہ تعالٰی کی پرستش کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

اس واقعہ کو علامہ آلوسی روح المعانی میں بیان فرماتے ہیں کہ جب عاد کی ہلاکت ہو چکی اور ان کی جگہ قوم ثمود قائم ہوئی۔ اس قوم کو مؤرخین نے عاد ثانی کہا ہے۔ یہ زمین پر محل تعمیر کرتی۔ اور پہاڑ کھود کر ان میں رہنے کے مقام علیحدہ بناتی۔

یہ قوم بھی بت پرست تھی۔ یہ عرب تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جوانی کی عمر سے ادھیڑ عمر تک انہیں ہدایت فرمائی۔ مگر چند کمزور غرباء کے سوا کسی نے آپ کی پیروی نہ کی۔

تو قوم نے آپ سے کہا کہ کوئی خاص نشانی ہمیں دکھائیں تاکہ ہم آپ کی نبوت کی تصدیق کریں آپ نے فرمایا۔ اَيَّةَ اٰيَتٍ تُرِيْدُوْنَ۔ تم کیا نشانی چاہتے ہو۔

انہوں نے کہا ہماری عید ہے اس میں آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ یہ اس عید کے میلہ میں بتوں کی نمائش کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کہا وہاں چل کر آپ اپنے رب سے وہ مانگیں جو ہم کہیں اور ہم اپنے بتوں سے مانگیں گے۔ اس وقت اگر آپ کے رب نے سن لی تو ہم آپ کا اتباع کر لیں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اقرار فرمایا اور ان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ اور انہوں نے اپنے بتوں کو پکارا اور حضرت صالح علیہ السلام نے اپنے گمان میں ایسا ایسا سوال کیا جو پورا ہی نہ ہو۔

چنانچہ قوم کا سردار جندع بن عمرو بن حراش بولا اخرج لنا من هذه الصخرة

منفردۃ ناجیۃ الجحر یقال لہا الکاثبۃ ناقۃ ہمارے لیے اس پہاڑ کی چٹان سے جو مقام حجر کے کنارے ہے جسے کاتبہ کہتے ہیں ایک ناقہ نکال دیجئے یعنی جو بختی اونٹنی گابھن ہو اور وہ ہمارے دیکھتے دیکھتے بچہ دے اگر آپ نے ایسا کر دکھایا تو ہم آپ کی تصدیق کر کے ایمان لے آئیں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے عہد و پیمان لے کر دو گانہ نفل ادا فرمایا اور دعا کی کہ لانے میں اونٹنی کی آواز آنے لگی اور اونٹنی چٹان سے ظاہر ہوئی اور فوراً بچہ دے دیا اور یہ سب حال قوم ثمود والے دیکھ رہے تھے یہ اعجاز دیکھتے ہی جندع بن عمرو بن حراش فوراً ایمان لے آیا اور اس کے ساتھ قوم اکثر ایمان لے آئی اور اشراف قوم کے لوگوں نے بھی ایمان لانے کا ارادہ کیا مگر ذواب بن عمرو بن لبید اور حباب بڑا بت خانہ والا اور رباب صغرا ان کا کاہن مانع ہوا۔ (روح المعانی)

چنانچہ اس کا تذکرہ ستائیسویں پارہ نویں رکوع کے اندر اس طرح فرمایا گیا انا مرسلوا الناقۃ فتنۃ لھم۔ ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کے امتحان کو۔ یعنی جو آپ کی قوم نے ناقہ کا مطالبہ پتھر کی چٹان سے کیا ہے ہم اسی چٹان سے وہ ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کے امتحان کو کہ وہ اس کے بعد کیا کرتے ہیں فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ تو اے صالح تو انتظار کر اور انکی ایذا پر صبر کر ونبئہم ان الماء قسمۃ بینہم اور انہیں تنبیہ کر کہ اب پانی ان میں حصوں سے ہے یعنے ایک دن ناقہ کا اور ایک دن ان کا کل شرب محتضر ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جسکی باری ہے یعنی جو دن ناقہ کا ہے اس دن ناقہ حاضر ہو اور جو دن قوم کا ہے اس دن قوم پانی پر حاضر ہو فنادوا صاحبہم فتعاطی فعقر تو انہوں نے اپنے ساتھی قدار بن سالف کو ناقہ کے قتل کے لیے بلایا تو اس نے تیز تلوار سے اسے قتل کر ڈالا۔ یعنی اس کی کونچیں کاٹ دیں فکیف کان عذابی ونذر پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈرانے کے فرمان کا ظہور جو نزول عذاب سے پہلے انہیں کہہ دیا گیا تھا انا ارسلنا علیہم صیحۃ واحدۃ فکانوا کھشیم المحتظر بے شک ہم نے بھیجا ان پر عذاب ایک چنگھاڑ میں یعنی فرشتہ کی ہولناک آواز تو ہو گئے وہ جیسے گھیرا بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس سوکھی روندی ہوئی یعنے جیسے چرواہے جنگل میں اپنی بکریوں کی حفاظت کے لیے باڑ کانٹوں کی جمع کر کے ایک باڑھ بنا لیتے ہیں اور اس میں سے کچھ باڑ بچی رہ جاتی ہے جو جانوروں کے پاؤں میں روندھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ یہ حالت ان کی ہو گئی ان کی تکذیب کی سزا ہے۔ (معالم۔ خازن)

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا یہ ناقۃ اللہ ہے اب ایک دن اس کے کھانے پینے کا ہے اور ایک تمہارے اور تمہارے مولیشیوں کا ہے کما قال تعالے لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم۔ چنانچہ جو دن ناقہ کا ہوتا اس دن ناقہ زمین کے غار سے منہ نکالتا اور ایک کنواں جو حجر میں تھا جسے آج بھی بیر ناقہ کہتے ہیں اس میں منہ ڈال کر پانی پی لیتا اور جنگل کے درختوں سے چر لیتا۔ تو وہ اس کنویں سے اس وقت تک منہ نہ نکالتا جبتک سارا پانی نہ پی لیتا۔ پھر اس کا دودھ اتنا ہوتا تھا کہ ساری قوم اسے پیتی اور جمع کر رکھتی۔ اور گرمیوں میں وہ ناقہ جنگل میں باہر بھی آجاتا تو تمام مولیشی چمک چمک کر بھاگ جاتے۔ مختصر یہ کہ اس سے قوم گھبرائی کہ یہ ناقہ کیا ہے ہمارے لیے ایک بلا ہے تو انہوں نے حکم الٰہی کی نافرمانی کی اور اس بات پر اتفاق کیا کہ اس ناقہ کی کونچیں کاٹ دی جائیں۔

قوم ثمود میں دو لڑکیاں تھیں ایک عنیزہ بنت غنم بن مجلز اس کی کنیت ام غنم تھی یہ ذواب بن عمر کی بیوی تھی۔ اس کی عمر گذر چکی تھی اور بڑھیا ہو گئی تھی اس سے دو لڑکیاں نہایت حسینہ جمیلہ مالدار تھیں جن کے پاس اونٹ گائے بکریاں کافی تھیں۔

اور دوسری صدوق بنت محیار ملاکی حسینہ جمیلہ مالدار تھی اس کے پاس بھی کافی مولیشی تھے۔ اور یہ حضرت صالح علیہ السلام سے عداوت میں اشد الناس تھی اور یہ دونوں ناقہ صالح کے عقر کی خواہاں تھیں۔ یعنی اسکی کونچیں کاٹنے کی آرزومند تھی۔

چنانچہ صدوق نے ایک شخص کو بلایا جس کا نام حباب تھا۔

اور اسے اپنے ساتھ مواصلت کا لالچ دیا اور معاوضہ عقر ناقہ صالح بتایا۔ اس نے تو انکار کر دیا پھر اس نے اپنے چچازاد بھائی کو بلایا اس کا نام مصدع بن جہنج تھا اور اسے بھی اس بے حیائی کا لالچ دیا اس نے اقرار کر لیا۔

ادھر عنیزہ ام غنم نے قدار بن سالف کو بلایا یہ جوان سرخ و سپید تھا اور لپسنہ قد قعتہ پر دراس کے متعلق حرامزادہ ہونے کا لوگوں کو گمان تھا۔

اس کی دو لڑکیاں تھیں۔ عنیزہ ام غنم نے اسے لالچ دیا کہ اگر تو ناقہ صالح کی کونچیں کاٹ دے تو میں اپنی دونوں لڑکیوں سے جسے تو پسند کرے تجھے دوں گی۔ یہ اس پر راضی ہو گیا اور اپنے ساتھ سات آدمی اور بھی ملا لیے اور یہ تسعۃ رھط پورے ہوئے غرضیکہ یہ اس ناقہ صالح علیہ السلام کی تاک میں رہے۔

مختصر یہ کہ اس ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں اور ذبح کر ڈالا اس کا گوشت قوم میں تقسیم کیا۔
ناقۂ صالح علیہ السلام پر کس طرح حملہ کیا گیا اس کی تفصیل بھی روح المعانی میں ہے بخوف طوالت لکھی نہ گئی من شاء فلینظر فی روح المعانی تحت آیت ولکن لا تحبون النصحین۔
اس کے بعد قدار اس خوف سے بھاگا کہ کہیں اس پر کوئی مصیبت نہ آجائے حتیٰ کہ بھاگتا بھاگتا اس پہاڑ تک آیا جسے جبل تارہ کہتے تھے یہ تین آدمی وہاں پہنچے اور حضرت صالح علیہ السلام وہاں تھے آپ نے فرمایا ادرکوا الفصیل عسی ان یدفع عنکم العذاب اب جلدی سے اونٹنی کے بچہ کو پکڑ لو شاید تم سے عذاب دفع ہو جائے۔
ناقہ کا بچہ جو تھا اس نے تین آوازیں لگائیں اور اس غار میں جہاں وہ رہا کرتا تھا غائب ہو گیا منکرین میں سے اس کے تعاقب میں چلے لیکن اسے نہ پایا۔
اس کے بعد صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ناقہ کے بچہ کی تین آوازوں میں تین وقت ہیں تمتعوا فی دارکم ثلثۃ ایام ذلک وعد غیر مکذوب اپنے گھروں میں تین دن اور رہ لو یہ اللہ کا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ نو آدمیوں میں سے چار اس نتاج ناقہ کے تعاقب میں رہے آخر اس پر تیر چھوڑے جو اس کے دل پر لگے پھر اسے غار میں سے گھسیٹ کر نکال لیا اور اس کا گوشت بھی اس کی ماں کے گوشت میں ملا دیا پھر صالح علیہ السلام نے فرمایا۔
انتہکتم حرمۃ اللہ تعالی فابشروا بعذاب و نقمۃ وکانوا یستہزءون به ویقولون متی هو وما اٰیته فقال تصبحون غدا وکان یوم الخمیس و وجوهکم مصفرۃ ولیعد غد ووجوهکم محمرۃ والیوم الثالث ووجوهکم مسودۃ ثم یصبحکم العذاب فہم اولئك الرهط بقتله۔
تم نے حرمت اللہ کی اہانت کی لہذا عذاب الٰہی اور غضب قہار کی تمہیں بشارت ہو قوم یہ سن کر استہزاء کرتے ہوئے بولی وہ عذاب کب آئے گا۔ اور اس کی علامتیں کیا ہونگی۔ آپ نے فرمایا اب تم صبح اس حال میں کرو گے کہ تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔ یہ صبح جمعرات کے دن ہوگی۔ پھر جمعہ کے روز تمہارے چہرے سرخ ہوں گے اور ہفتہ کے دن تمہارے منہ کالے ہو جائیں گے۔ اور پھر تم پر عذاب آئے گا۔
یہ سن کر سب بگڑ گئے اور آپ کے قتل کے لیے آمادہ ہوئے۔

رات میں سب جمع ہو کر آپ کی قیام گاہ پر آئے مگر ملائکہ نے ان پر پتھر برسا کر انہیں ناکام کر دیا۔

پھر تھوڑا دم لے کر دوبارہ منزل صالح علیہ السلام پر آئے اور آپ سے کہنے لگے تم نے ہمیں ہلاک کرنا چاہا تھا۔

غرضیکہ آخر کار انہوں نے علامات عذاب صبح ہوتے ہی دیکھیں حضرت صالح علیہ السلام نے وہاں سے ثمود کے ایک محلہ میں تشریف لے آئے۔ یہ قبیلہ بنو غنم کہلاتا تھا آپ ان کے سردار نفیل المکنی بابی ہدب کے یہاں ٹھہرے۔

منکرین یہاں تعاقب میں آئے اور نفیل سے کہا کہ صالح کو ہمارے سپرد کر دے اس نے کہا لیس لکم الیہ سبیل۔ تم حضرت صالح کی راہ نہیں پا سکتے آخر وہ واپس ہو گئے انجام یہ ہوا کہ وہ عذاب میں مبتلا ہو گئے۔

اور حضرت صالح علیہ السلام اپنے متبعین کو لے کر ملک شام روانہ ہو گئے اور رملہ فلسطین میں ٹھہرے۔

مختصر یہ کہ تین دنوں میں تینوں علامتیں ظہور پذیر ہوئیں۔

جمعرات کے دن چہرے زرد ہوئے جمعہ کے دن سرخ ہوئے ہفتہ کے دن منہ کالے ہو گئے مگر اس پر بھی انہیں توبہ کی طرف خیال نہ آیا۔ آخر چوتھے دن آسمان سے ایک چنگھاڑ آئی جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور سب ہلاک ہو گئے۔

مگر ایک لڑکی جس کا نام ذریعہ بنت سلف تھا بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔

یہ لڑکی شدید کافرہ تھی اور حضرت صالح علیہ السلام سے سخت عداوت رکھتی تھی اس نے تمام عذاب۔ تمام نقشہ عذاب کا دیکھا اور جلدی سے بھاگ کر وادی قری میں آئی یہاں کے لوگوں کو اس رجفہ اور صیحہ کی خبر دی اور پانی مانگا۔

جب اسے پانی دیا تو پانی پیتے ہی ہلاک ہو گئی۔

ان میں ایک شخص ابو رغال کہلاتا تھا یہ بھی اس عذاب سے بچا مگر آخرکار مر گیا۔ اس کے پاس سونے کی ایک خوبصورت چھڑی تھی۔ جب اسے دفن کیا تو وہ چھڑی بھی اس کے ساتھ دفن کر دی گئی۔

وروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبرہ فاخبر بخبرہ فابتدلا

الصحابۃ رضی اللہ عنہم باسیافہم واستخرجوا ذالک الغصن۔

مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس کی قبر کے پاس سے جب گذرے تو حضور نے صحابہ کو اس چھڑی کی خبر دی۔ چنانچہ صحابہ کرام تلواروں سے مسلح اس کی قبر پر گئے اور کھودا تو وہ طلائی چھڑی ملی چنانچہ صحابہ نے وہ نکال لی۔

وروی انہ علیہ السلام خرج فی مائۃ وعشرین من المسلمین وھو یبکی فالتفت فرای الدخان ساطعا فعلموا انھم قد ھلکوا وکانوا الفاوخمس مائۃ دار۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک سو بیس مسلمانوں میں گذرے جو رو رہے تھے ان کی طرف جب حضور نے التفات فرمایا تو ایک دھواں چمکتا ہوا ملاحظہ میں آیا۔ حضور نے سمجھا کہ یہ ہلاک شدہ لوگ ہیں اور اس آبادی میں ڈیڑھ ہزار گھر تباہ شدہ تھے۔

اس کے متعلق ایک روایت ہے کہ جو لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے ہوئے تھے وہ واپس آکر مقام حجر میں دوبارہ آباد ہو گئے تھے۔ ان سے حضور علیہ السلام کو وہ لوگ ملے تھے۔

واخرج ابو الشیخ عن وھب قال ان صالحا لما نجا ھو والذین معہ قال یا قوم ان ھذہ دار قد سخط اللہ علیہم وعلی اھلہا فاظعنوا والحقوا بحرم اللہ تعالی وامنہ فاھلوا من ساعتہم بالحج وانطلقوا حتی وردوا مکۃ فلم یزالوا بہا حتی ماتوا فتلک قبورھم فی غربی الکعبۃ۔

ابو الشیخ نے حضرت وہب سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کہا جب صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے نجات پائی تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اے میری قوم یہ وہ گھر ہیں جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور ان کے رہنے والوں پر بھی تو تم یہاں سے کوچ کرو اور اللہ تعالے کے حرم اور اس کے امن میں چل بسو تو انہوں نے اسی وقت حج کا تلبیہ کہا اور چل پڑے یہاں تک کہ وہ مکہ میں آپہنچے پھر وہیں مقیم ہو گئے یہاں تک کہ وہ مر گئے اور خانہ کعبہ کی مغربی جانب ان کی قبریں ہیں۔

وروی ابن الزبیر عن جابر ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لما مر فی غزوۃ تبوک قال لاصحابہ لا یدخلن احد منکم القریۃ ولا تشربوا

من ماتها ولا تدخلوا على هؤلاء المعذبين الا ان تكونوا باكين ان يصيبكم مثل الذي اصابهم۔

ابن زبیر جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ قریہ حجر میں تم سے کوئی داخل نہ ہو نہ یہاں کا پانی پیئے ان معذبین کے گھروں کھنڈروں میں کوئی نہ جائے مگر جو جائے وہ روتا ہوا خوفزدہ جائے کہ کہیں ان پر وہ عذاب قوم ثمود کی طرح نہ آجائے۔

اب تفسیر نسفی سے ملاحظہ فرمائیں (ترجمہ)

اور ثمود کی طرف اور بھیجا ہم نے ثمود کی طرف یہ بتاویل جماعت فرمایا یا باعتبار اصل کے اس لیے کہ قوم ثمود کے جداعلی کا نام ثمود تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ثمود کو ثمود پانی کم ہونے کے کہتے تھے۔ یہ ثمد سے ہے اور ثمد قلت آب کو کہتے ہیں۔

اور اس قوم کی رہائش حجر میں تھی۔ حجر حجاز و شام کے مابین ہے اور ان کی برادری سے حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس روشن دلیل آئی تمہارے رب کی طرف سے یعنی ظاہر نشانی جو دیکھ رہے ہو یہ میری صحت نبوت پر دلیل ہے۔

تو گویا آپ سے سوال ہوا کہ وہ ظاہر نشانی کیا ہے تو آپ نے فرمایا ناقۃ الٰہی اور ناقہ کو مضاف کرنا اللہ کی طرف تعظیماً ہے۔ اس لیے کہ خصوصیت سے وہ ناقہ بطریق خرق عادت بلا صلب و رحم ظہور پذیر ہوا۔ یعنی نہ کسی پیٹھ سے نہ کسی پیٹ سے نہ کسی نر سے نہ کسی مادہ سے اس کا ظہور ہوا۔ نہ وہ حمل میں رہا نہ اس کی خلقت تدریجاً تکمیل کو پہنچی بلکہ بطریق عادیہ کے خلاف محض دعائے صالح علیہ السلام سے وہ پہاڑ کی چٹان کو پھاڑ کر دفعتہً پیدا ہوا۔ اس کی یہ پیدائش معجزہ ہے۔

پھر وہ تنہا ایک دن پانی پیتا ہے اور ایک دن تمام قبیلہ ثمود یہ بھی معجزانہ شان ہے کہ ایک ناقہ ایک قبیلہ کے برابر پانی پی جائے۔

اس کے علاوہ پانی پی کر اتنا دودھ دے کہ تمام قبیلہ کو کافی ہو پانی کے بجائے اس دن قوم ثمود کو دودھ پینا نصیب ہو یہ بھی معجزہ ہے۔

اور تمام مویشی اس کی باری کے روز پانی پینے سے باز رہتے تھے یہ بھی معجزہ تھا جو حضرت صالح علیہ السلام کے صدق نبوت پر زبردست دلیلیں تھیں۔

تمہارے لیے نشانی ہے گویا اس طرف اشارہ کر کے قوم ثمود کو نشانی بتائی جس کا وہ معائنہ کر رہی تھی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے یعنی زمین بھی اللہ کی زمین ہے اور ناقہ بھی ناقۃ اللہ ہے تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے سبزیاں اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی سے جس کی کاشت تم نے نہیں کی۔

اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ یعنے اسے نہ مارو نہ اس کی کونچیں کاٹو نہ اسے ایک طرف سے دوسری طرف بدکاؤ۔ یہ اکرام آیت الٰہی کے لیے ہوا کہ تمہیں پکڑ لے دردناک عذاب

اور یاد کرو اے قوم ثمود جب تمہیں قوم عاد کا جانشین کیا ان کی ہلاکت کے بعد اور ملک میں جگہ دی بوّاکم مباءۃ کے معنی میں ہے یعنی تمہیں ٹھہرنے کی جگہ دی زمین میں یعنے ارض حجر میں جو حجاز و شام کے مابین ہے۔

بناتے ہو تم نرم زمین میں محل گرمی میں آرام لینے کو اور پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو سردی میں رہنے کو۔ تو یاد کرو اللہ کی نعمتیں اور نہ پھرو زمین میں فساد کرتے۔

روایت ہے کہ جب قوم عاد ہلاک کر دی گئی تو قوم ثمود کو ان کے گھروں میں آباد کیا اور انہیں بھی طویل عمریں دیں۔ یہ پہاڑوں کو تراش کر اپنے گھر بناتے تھے تاکہ خوف انہدام نہ رہے اور اپنے مرنے سے پہلے مکان کو منہدم نہ دیکھیں اور انہیں عیش و عشرت میں فراخی دی گئی تھی تو انہوں نے حکم الٰہی کی نافرمانی کی۔ زمین میں فساد پھیلایا بتوں کی پوجا شروع کی تو اللہ تعالےٰ نے انکی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔

یہ قوم عرب تھی اور حضرت صالح علیہ السلام از روئے نسب اعلیٰ درجہ میں تھے اور آپ نے اس قوم کو دعوت الی اللہ دی انہوں نے اتباع کرنے سے انکار کیا سوائے تھوڑے سے غریب آدمیوں کے۔

تو آپ نے انہیں اللہ کے غضب سے ڈرایا۔ انذار و تنذیر صالح علیہ السلام کے بعد انہوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ اس پہاڑ کی چٹان سے ایک ایسا ناقہ ظاہر کر دیجئے جو باہر آتے ہی بچہ دے اور فوراً جوان ہو کر چرنے لگے۔

آپ نے دوگانہ نفل ادا کر کے دعا کی کہ دفعۃً اس چٹان سے اونٹ کے بلبلانے کی آواز

آنے لگی۔حتیٰ کہ ناقہ ظاہر ہو گیا جیسا وہ چاہتے تھے۔

یہ دیکھ کر جندع اور اس کی پارٹی ایمان لے آئی تو اس کی قوم کے متکبر سردار بولے اور ضعیف و غریب مسلمان شدہ لوگوں سے کہنے لگے یعنی رؤساء کفار نے غریب مسلمانوں سے کہا کیا تم صالح (علیہ السلام) کو اپنے رب کا رسول جانتے ہو۔ یہ بطریق استہزاء و تمسخر انہوں نے کہا۔

مسلمان بولے وہ جو کچھ دے کر بھیجے گئے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں گویا انہوں نے کہا ان کے رسول ہونے میں ہمیں کوئی شبہ نہیں اور یہ اس بنا پر کہا گیا کہ جب تصدیق نبوت ہو گئی تو ایمان لانا لازمی تھا اور ہم اسی وجہ میں ایمان لے آئے۔

متکبر بولے جس پر تم ایمان لائے ہو ہمیں اس سے انکار ہے۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ۔ تو انہوں نے ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں۔ ناقہ کی کونچیں کاٹنا قوم کی طرف منسوب کرنا اسی وجہ میں ہے کہ اگرچہ قدار بن سالف عاقر ناقہ تھا مگر اس کا یہ فعل ساری قوم کی رضا و اتفاق سے تھا۔ یہ قدار بن سالف سرخ و سپید گٹھیل جوان تھا۔ پستہ قد بھی تھا۔ جیسے فرعون کوتاہ قد تھا۔

چنانچہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا تھا اے علی اشقی الاولین تو عاقر ناقہ صالح تھا اور اشقی الآخرین تمہارا قاتل ہے اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی۔ اور اس کے حکم سے تکبر کیا اور جو حکم زبان صالح علیہ السلام سے انہیں دیا گیا اس کی مخالفت کی یا وہ دین جو حضرت صالح علیہ السلام لائے اس کے مخالف ہوئے۔

اور بولے اے صالح ہم پر لے آؤ جو تم وعدہ دے رہے ہو عذاب کا اگر تم رسول ہو تو ان کو پکڑا ایسے رجفہ نے جس سے زمین ہل گئی اور تمام قوم کے دل ہل گئے تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے اپنی آبادی میں یا رہنے کی جگہوں میں۔

جاثمین کا ترجمہ میتین یعنی مرے ہوئے ہے لیکن جاثم اس مرے ہوئے کو کہتے ہیں جو بیٹھا کا بیٹھا رہ جائے اس میں نہ حرکت ہو نہ پکار وغیرہ تو حضرت صالح نے ان سے منہ پھیرا جبکہ وہ عقر ناقہ کر چکے اور فرمایا بطور وداع اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا دی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے یعنی جو تمہیں ہدایت کریں اور خواہشات نفسانیہ پوری کرنے سے روکیں اس لیے کہ نصیحت ایک ایسی آٹ ہے جو فضیحت

کے آگے حائل ہو جاتی ہے مگر تمہارے اندر ایسی سختی اور وخبثت ہے کہ تم پر سخت مسلط ہو چکی ہے۔ روایت ہے کہ ان لوگوں نے ناقہ کی کونچیں بدھ کے روز کاٹی تھیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں کہا اس کے بعد تم لوگ تین روز تک زندہ رہو گے۔ جمعرات کے روز تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔ جمعہ کے روز سرخ ہفتہ کے روز کالے منہ ہو جائیں گے اور اتوار کے دن صبح تم پر عذاب آئے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک روایت ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ ایک سو دس مسلمان روتے ہوئے نکلے تو جب انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ ہلاک ہو گئے تو واپس آکر سکونت پذیر ہو گئے اور ہلاک شدگان کے مساکن و منازل ان کے قبضہ میں آئے۔

اس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ بھی اسی رکوع میں فرمایا گیا۔

اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ خطیب الانبیاء کے بھتیجے ہیں۔ آپ اہل سدوم کی طرف مبعوث ہوئے جب آپ کے چچا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی تو آپ نے سرزمین فلسطین میں نزول فرمایا اور حضرت لوط علیہ السلام اردن میں اترے اللہ تعالٰے نے آپ کو اہل سدوم کی طرف مبعوث فرمایا آپ ان لوگوں کو دین حق کی دعوت دیتے تھے اور افعال بد سے روکتے تھے۔

علماء سیر کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم لوط کی بستیاں نہایت سرسبز و شاداب تھیں اور غلہ پھل بکثرت تھا اس خطہ کے مقابل دوسرے خطے ایسے شاداب نہ تھے اس وجہ میں جا بجا سے لوگ یہاں آتے۔ یہ بخیل الطبع لوگ تھے آنے والوں سے پریشان ہوتے تھے۔ شیطان نے ایک بوڑھے کی صورت میں نمودار ہو کر انکو مشورہ دیا کہ ان سے اگر نجات چاہتے ہو تو ان سے لواطت کرو یہ خود گھبرا کر آنا ترک کر دیں گے۔

چنانچہ یہ فحش کاری شیطان سے انہوں نے سیکھی اور اس قوم میں یہ فعل بد رائج ہوا۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھایا اور فرمایا کہ حلال چھوڑ کر حرام میں مبتلا ہونا اور ایسے فعل خبیث کا ارتکاب کرنا انسانیت کے خلاف ہے۔ روح المعانی

انسان کو شہوت اس لیے دی گئی ہے کہ اس سے بقاء نسل اور دنیا کی آبادی ہو طبقہ نسوانی کو محل شہوت اور موضع تولید و تناسل بنایا تاکہ ان سے بطریقہ معروف حسب اجازت شرع اولاد حاصل کی جائے۔ روح المعانی

اس قوم نے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے یہ فعل خبیث شروع کر دیا گویا حدود شرع سے گذر گئے اور مقصد رجولیت کو غلط طریقہ پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ روح المعانی

حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت انہیں ناگوار ہوئی۔

بجائے اس کے کہ آپ کی نصیحت مانتے اور نیک بنتے یہ کیا کہ لوط اور ان کے جو چند متبعین ہیں سب کو اپنے ملک سے نکال دیں یہ پاکیزگی پسند لوگ ہیں یہ ہم میں نہ رہیں حالانکہ پاکیزگی، نیک چلنی فطرتاً پسندیدہ اور شیوہ شرافت ہے مگر جب جبلت ہی صحیح نہ ہو اور اس پر ذوق خراب ہو چکا ہو تو ہر صفت مدح انہیں عیب نظر آتی ہے۔

مختصر یہ کہ جب یہ نہ مانے تو ان پر عذاب نازل ہوا اس عذاب سے آپ کے متبعین نے نجات پائی۔ اور باقی سب کے سب اس طرح ہلاک ہوئے کہ ایک عجیب و غریب بارش آئی جس میں ایسے پتھر سے جو گندھک اور آگ سے مرکب تھے۔ روح المعانی

ایک قول یہ ہے کہ بستی میں رہنے والے جو وہاں مقیم تھے وہ تو زمین میں دھنسا دیے گئے اور جو سفر میں تھے وہ اس بارش سے ہلاک ہوئے۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبریل نازل ہوئے انہوں نے اپنا بازو قوم لوط کی بستیوں کے نیچے ڈال کر اس خطہ کو اکھاڑ لیا اور آسمان کے قریب لے جا کر اسے اوندھا کر کے گرا دیا۔ اس کے بعد پتھروں کی بارش کی گئی اور تمام کے تمام اس ذلت سے ہلاک کر دیے گئے۔ روح المعانی

اب تفسیر نسفی سے اس واقعہ کا خلاصہ پڑھیے۔

اور لوط کو جب کہا اس نے اپنی قوم سے یعنی یاد فرمائیے کہ جب لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو گندگی بھی ہے اور قبیح ترین فحاشی بھی جو تم سے پہلے نہیں کی یعنی ایسا فعل تم سے پہلے کسی نے نہ کیا کسی نے جہان میں نہ کیا یعنی اس فعل لواطت کے سب سے پہلے شروع کرنے والے ہو۔ کیا تم مردوں کے پاس جاتے ہو شہوت سے عورتیں چھوڑ کر یعنی اشتہا رجال کا حامل سوائے عورت اور کوئی نہیں اور اس سے بدترین فعل اور کوئی نہیں جو نہ جانوروں میں ہے نہ انسانوں میں بلکہ تم حد سے گذر گئے وہ یہ کہ اس قوم میں تجاوز عن الحدود کی عادت تو ہر شے کے ساتھ تھی یہاں انہیں اس فعل قبیح پر مسرفون قضاء شہوت غیر محل کی وجہ سے کہا گیا یعنی جو حد شہوت تھی اس سے تجاوز کر کے خلاف فطری امر کی طرف بڑھ گئے۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ اس ہدایت پر عمل کر کے جواب میں قبول حق کا مظاہرہ کرتے مگر ایسا نہ کیا تو اس

کی قوم کا جواب نہ تھا مگر یہی کہ سب بولے ان کو اپنی بستی سے نکال دو یعنی لوط علیہ السلام اور جو آپ ایمان لائے ہیں۔ اس لیے کہ یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں۔ پاک باتوں کی طرف بلانے اور برائیوں کو چھوڑنے کے لیے کہتے ہیں جو ہم لوگ کر رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا تعریف کی باتوں کو عیب سے تشبیہ دینے لگے تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی جو آپ پر ایمان لائے ہوئے تھے مگر اس کی عورت وہ رہ جانے والوں میں رہی۔ یعنی وہ عورت جو کافرہ تھی اور اہل سدوم سے اسے محبت تھی وہ اس طرح ہلاک ہوئی۔ کہ جب حضرت لوط علیہ السلام معہ مومنین اس بستی سے نکلے تو وہ بھی ساتھ تھی چلتے چلتے اس نے اہل سدوم کی طرف دیکھا تو ایک پتھر اسے لگا اور مر گئی اور ان پر ہم نے ایک مینہ برسایا یہ مینہ عجب شان کا مینہ تھا کہ اس میں گندھک اور پتھر اور آگ تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ گھروں میں تھے وہ تو دھنسا دیے گئے اور جو باہر گئے ہوئے تھے ان پر آگ گندھک کے مرکب پتھر برسے۔

تو دیکھو کیسا ہوا انجام مجرموں کا یعنی کافروں کا (تفسیر نسفی)

روح المعانی میں حضرت لوط علیہ السلام کا شجرۂ نسب اس طرح مذکور ہے۔ واکثر النسابین علی انہ علیہ السلام ابن اخی ابراهیم۔

اور مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور ابن عساکر سلیمان بن صرد سے راوی ہیں کہ

ان ابا لوط علیہ السلام عم ابراهیم علیہ السلام

وقیل ان لوطا کان ابن خالۃ ابراهیم وکانت سارۃ زوجتہ اخت لوط وکان فی ارض بابل مع ابراهیم فهاجر الی الشام ونزل فلسطین و انزل لوطا الاردن وهو کورۃ بالشام فارسلہ اللہ الی اهل سدوم و هی بلد بحمص۔

واخرج اسحق بن بشر وابن عساکر عن ابن عباس قال ارسل لوط الی المؤتفکات وکانت قری لوط اربع مدائن سدوم وامورا وعامورا وصبویر وکان فی کل قریۃ مائۃ الف مقاتل وکانت اعظم مدائنہم سدوم وکان لوط یسکنہا۔ وهی من بلاد الشام ومن فلسطین مسیرۃ یوم ولیلۃ۔

تحقیق لفظ لوط از روح المعانی

قال الزجاج اسم اعجمی غیر مشتق ضرورة ان العجمی لایشتق من العربی وانما صرف لخفتہ بسکون وسطہ وقیل انہ مشتق من لطت الحوض اذا لزقت علیہ الطین ویقال ھذا الوط بقلبی من ذلک ای الصق بہ ولاط الشئی اخفاہ۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے ریشا۔ یغوثا۔ اور آپ کی وہ بیوی کافرہ کا نام واہلہ اور ایک قول میں وآلہتہ تھا

وقد مکث لوط علیہ السلام فیہم ثلاثین سنۃ یدعوھم الی ما فیہ صلاحہم فلم یجیبوہ وکان ابراھیم علیہ السلام یرکب علی حمارہ فیاتیہم وینصحہم فیابون ان یقبلوہ فکان یاتی بعد ان ایس منہم فینظر الی سدوم۔

ثم ان لوط علیہ السلام کما اخرج اسحق بن بشیر وابن عساکر عن الزھری لما عذب قومہ لحق بابراھیم علیہ السلام فلم یزل معہ حتی قبضہ اللہ (روح المعانی)

بامحاورہ ترجمہ رکوع یازدہم سورۂ اعراف پ۸

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو نہیں تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود بے شک آئی تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل تو ناپ پوری کرو اور تول اور نہ گھٹاؤ لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ فساد کرو زمین میں بعد اصلاح کے یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان لاؤ۔

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِهٖ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا وَاذْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝

اور نہ بیٹھو ہر راستہ پر تیاری کر کے اور نہ رد کو اللہ کے راستہ سے ان کو جو ایمان لائے اس پر اور نہ کجی چاہو اس میں اور یاد کرو جب تم تھے بہت کم اس نے تمہاری کثرت کی اور دیکھو کیسا ہوا انجام فسادیوں کا۔

وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ مِنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَائِفَةٌ لَمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝

اور اگر کوئی گروہ تم میں سے ایمان لایا اس پر جو میں دے کر بھیجا گیا اور ایک گروہ نے ایمان نہ قبول کیا تو صبر سے رہو حتی کہ اللہ ہم میں فیصلہ کرے اور اللہ کا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ ۝

بولے سردار جو تکبر والے تھے اس قوم کے اے شعیب قسم ہے ہم تمہیں نکال دینگے اور انہیں جو آپ پر ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ کہا گیا اگرچہ ہم بیزار ہوں۔

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ۝

ضرور ہم افتراء کریں گے اللہ پر جھوٹ اگر لوٹ آئیں تمہارے دین میں بعد اس کے کہ اللہ نے نجات دی ہمیں اس سے اور نہیں ہے ہمارے لیے کہ ہم لوٹیں اس میں مگر یہ کہ چاہے اللہ جو ہمارا رب ہے۔ ہمارے رب کا علم ہر شے کو محیط ہے اللہ پر ہی بھروسہ ہے اے ہمارے رب کھول دے ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ اور تو بہتر فتح فرمانے والا ہے۔

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا

اور بولے سرداران کے جو کافر تھے ان کی قوم سے اگر تم نے اتباع کیا شعیب کا تو تم ضرور

تَخْسِرُوْنَ ۝	نقصان میں رہو گے۔
فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۝	تو انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔
اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۛۚ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ۝	وہ جو جھٹلاتے تھے شعیب کو گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے وہ جو شعیب کو جھٹلاتے تھے ہو گئے سب نقصان و خسران میں۔
فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ۝	تو شعیب نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے قوم میں تمہیں پہنچا چکا اپنے رب کا پیام اور تمہارے لیے بھلائی چاہی تو میں کیسے غم کروں کافروں کا۔

حل لغات رکوع یازدہم سورہ اعراف پ ۹

و۔ اور	الی۔ طرف	مدین۔ مدین کی	اخا۔ بھائی
ھم۔ ان کے	شعیبا۔ شعیب کو	قال۔ کہا	یا۔ اے
قوم۔ میری قوم	اعبدوا۔ عبادت کرو	اللہ۔ اللہ کی	ما۔ نہیں
لکم۔ تمہارے لیے	من۔ کوئی	الہ۔ معبود	غیرہ۔ سوا
ہ۔ اس کے	قد۔ بیشک	جاءتکم۔ آئی تمہارے پاس	
بینۃ۔ دلیل	من ربکم۔ تمہارے رب سے		فاوفوا۔ تو پورا کرو
الکیل۔ ماپ	و۔ اور	المیزان۔ تول	و۔ اور
لا۔ نہ	تبخسوا۔ کم دو	الناس۔ لوگوں کو	اشیاء۔ چیزیں ا
ھم۔ ان کی	و۔ اور	لا۔ نہ	تفسدوا۔ فساد کرو
فی۔ بیچ	الارض۔ زمین کے	بعد۔ بعد	اصلاحہا۔ اسکی درستی کے
ذلکم۔ یہ	خیر۔ بہتر ہے	لکم۔ تمہارے لیے	ان۔ اگر
کنتم۔ ہو تم	مومنین۔ مومن	و۔ اور	لا۔ نہ

تقعدوا۔ بیٹھو | بکل۔ ہر | صراط۔ راستے پر | توعدون۔ ڈرانتے ہو
و۔ اور | تصدون۔ روکتے ہو | عن سبیل اللہ۔ اللہ کی راہ سے
من۔ اسکو جو | اٰمن۔ ایمان لایا | بہ۔ اس پر | و۔ اور
تبغونہا۔ چاہتے ہو تم اس میں | عوجا۔ کجی | و۔ اور
اذکروا۔ یاد کرو | اذ۔ جب | کنتم۔ تھے تم | قلیلا۔ تھوڑے
فکثر۔ پھر زیادہ کیا | کم۔ تم کو | و۔ اور | انظروا۔ دیکھو
کیف۔ کیسا ہوا | کان۔ ہوا | عاقبۃ۔ انجام | المفسدین۔ فسادیوں کا
و۔ اور | ان۔ اگر | کان۔ ہے | طائفۃ۔ ایک گروہ
منکم۔ تم میں سے | اٰمنوا۔ ایمان لایا | بالذی۔ اس پر جو | ارسلت۔ میں بھیجا گیا ہوں
بہ۔ ساتھ اسکے | و۔ اور | طائفۃ۔ ایک گروہ | لم۔ نہیں
یؤمنوا۔ ایمان لایا | فاصبروا۔ تو صبر کرو | حتی۔ یہانتک کہ | یحکم۔ فیصلہ کرے
اللہ۔ اللہ | بیننا۔ ہمارے درمیان | و۔ اور | ھو۔ وہ
خیر۔ بہتر ہے | الحکمین۔ فیصلہ کرنے والا۔

قال۔ کہا | الملأ۔ سرداروں نے | الذین۔ جو | کفروا۔ کافر تھے
من قومہ۔ اس کی قوم سے | لنخرجنک۔ ضرور نکال دینگے تجھ کو
یا۔ اے | شعیب۔ شعیب | و۔ اور | الذین۔ انکو جو
اٰمنوا۔ ایمان لائے | معک۔ تیرے ساتھ | من قریتنا۔ اپنی بستی سے
اویا | لتعودن۔ لوٹ آؤ گے تم | فی۔ بیچ | ملتنا۔ ہمارے مذہب میں
قال۔ کہا | او۔ اگرچہ | لو۔ ہوں | کنا۔ ہم
کرھین۔ ناپسند کرنیوالے | قد۔ بیشک | افترینا۔ جھوٹ باندھا ہمنے | علی۔ اوپر
اللہ۔ اللہ کے | کذبا۔ جھوٹ | ان۔ اگر | عدنا۔ لوٹیں ہم
فی۔ بیچ | ملتکم۔ تمہارے مذہب کے | بعد۔ بعد | اذ۔ اسکے کہ
نجنا۔ نجات دی ہمکو | اللہ۔ اللہ نے | منہا۔ اس سے | و۔ اور
ما۔ نہیں | یکون۔ ہے | لنا۔ ہمارے لیے | ان۔ یہ کہ

نعود - لوٹیں	فیھا - اس میں	الا - مگر	ان - یہ کہ
یشاء - چاہے	اللہ - اللہ	ربنا - ہمارا رب	وسع - سما لیا
ربنا - ہمارے رب نے	کل - ہر	شیٔ - چیز کو	علما - علم سے
علی - اوپر	اللہ - اللہ کے	توکلنا - بھروسہ کیا ہم نے	ربنا - اے ہمارے رب
افتح فیصلہ کردے	بیننا - ہمارے درمیان	و - اور	بین - درمیان
قومنا - ہماری قوم کے	بالحق - حق کے ساتھ	و - اور	انت - تو
خیرا - بہتر ہے	الفاتحین فیصلہ کرنیوالا	و - اور	قال - کہا
الملأ - سرداروں نے	الذین - جو	کفروا - کافر تھے	من قومہ - اسکی قوم سے
لئن - اگر	اتبعتم - تم پیروی کروگے	شعیبا - شعیب کی	انکم - تو تم
اذا - یقینا	لخسرون - خسارہ اٹھاؤ گے		فاخذتھم - تو پکڑا انکو
الرجفۃ - زلزلہ نے	فاصبحوا - تو ہو گئے	فی - بیچ	دار - گھروں
ھم - اپنے کے	جثمین - زانو کے بل گرے ہوئے		الذین - وہ جنہوں نے
کذبوا - جھٹلایا	شعیبا - شعیب کو	کان - گویا کہ	لم - نہ
یغنوا - رہے تھے	فیھا - اس میں	الذین - وہ جنہوں نے	کذبوا جھٹلایا
شعیبا - شعیب کو	کانوا - ہوئے	ھم - وہی	الخسرین خسارہ والے
فتولی - تو منہ پھیرا	عنھم - ان سے	و - اور	قال کہا
یا - اے	قوم - میری قوم	لقد - بیشک	ابلغتکم - میں نے پہنچا
کم - تم کو	رسلت - پیغام	ربی - اپنے رب کے	و - اور
نصحت - میں نے خیر خواہی کی		لکم تمہاری	فکیف - تو کیسے
اسی - افسوس کروں میں	علی - اوپر	قوم - قوم	کفرین - کافروں کے

مختصر تفسیر رکوع یازدہم سورۃ اعراف پ ۸ و پ ۹

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ قَدْ
جَآءَتْکُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا

فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝

اور قوم مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک آئیں تمہارے پاس روشن دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے تو ناپ تول پوری کرو اور لوگوں کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ کرو اصلاح کے بعد یہ تمہارے لیے بھلا ہے اگر ایمان لاؤ اور نہ بیٹھو ہر راستہ پر کہ ڈراؤ راہ گیروں کو اور اللہ کی راہ سے انہیں روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں کجی چاہو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اس نے تمہیں بڑھایا اور دیکھو فسادیوں کا کیسا انجام ہوا اور اگر تم میں ایک گروہ اس پر ایمان لایا جو میں دے کر بھیجا گیا اور ایک گروہ نے نہ مانا تو صبر سے بیٹھے رہو حتی کہ اللہ ہم میں فیصلہ کرے اور اللہ کا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔

خلاصۂ تفسیر

حضرت شعیب علیہ السلام کی توصیف میں ابن عساکر سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذکر شعیبا یقول ذلک خطیب الانبیاء لحسن مراجعتہ قومہ۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر فرماتے تو فرماتے یہ خطیب الانبیاء ہیں۔

قال السدی وعکرمہ رضی اللہ عنہما ما بعث اللہ تعالی نبیا مرتین الا شعیبا مرۃ الی مدین فاخذہم اللہ بالصیحۃ ومرۃ الی اصحاب الایکۃ فاخذہم اللہ تعالی بعذاب یوم الظلۃ۔

سدی اور عکرمہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ تعالے نے کسی نبی کو دوبار کبھی مبعوث نہ فرمایا مگر شعیب علیہ السلام کو ایک دفعہ مدین کی طرف تو اللہ تعالے نے انہیں صیحہ یعنی چنگھاڑ سے پکڑ لیا اور ایک دفعہ اصحاب ایکہ کی طرف جنہیں اللہ تعالے نے عذاب یوم الظلہ سے ہلاک کیا۔

واخرج ابن عساکر فی تاریخہ من حدیث عبد اللہ بن عمرو مرفوعا ان قوم مدین واصحاب الایکۃ امتان بعث اللہ تعالیٰ الیہما شعیبا۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں عبد اللہ بن عمرو سے مرفوعًا اخراج کیا کہ قوم مدین اور اصحاب الایکہ دو امتوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

اور بعض محققین کا یہ خیال ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام تین امتوں کی طرف مبعوث ہوئے مدین۔ ایکہ۔ اصحاب الرس۔

آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پانچویں پشت میں ہیں۔

مدیان درحقیقت ابراہیم علیہ السلام کے ایک صاحبزادہ کا نام تھا جو آپ کی تیسری بیوی قتورہ کے بطن سے پیدا ہوئے اسی نام کا ایک شہر بحیرہ قلزم پر ہے جہاں مدیان کی نسل آباد ہوئی تھی۔

حضرت شعیب کا ذکر قرآن کریم میں سورۃ ہود۔ حجر۔ شعراء اور عنکبوت میں آیا ہے۔

اس قوم میں یہ عیب تھا کہ یہ پیمانے اور تول میں کبھی پورا نہیں دیتے تھے اور بے دین اسلام کے خلاف تھے۔ اول تو تعداد میں بھی کم تھی۔ پھر مدین بن ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی سے عقد کیا تو ان سے اولاد میں کافی ترقی ہوئی۔

رہزنی کی عادت بھی تھی اور سب سے بڑا عیب یہ تھا کہ اپنے نبی کی مخالفت خاص طور پر کرتے تھے۔ آخر رجفہ یعنی زلزلہ آیا اور سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے۔

اب تفسیر نسفی سے تفصیل ملاحظہ کریں۔ ترجمہ

اور مدین کی طرف یعنی بھیجا ہم نے مدین کی طرف اور مدین ایک قبیلہ کا نام ہے۔ ان کی برادری سے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا جنہیں خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے۔ اور یہ قوم ڈنڈی مارنے والی اور پیمانے اور ترازو میں کم دینے والی تھی۔

فرمایا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک آئی تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل یعنی معجزہ۔

اگرچہ شعیب علیہ السلام کے معجزات کا قرآن کریم میں تذکرہ نہیں ہوا لیکن کوئی نبی بغیر معجزہ کے مبعوث نہیں ہوا۔ کما فی روح المعانی (بیانہ مفصل فیہ) حیث قال نکانہ قبل۔

قد جاءتکم معجزة شاهدة بصحة نبوتی اوجبت علیکم الایمان بہا والاخذ بما امرتکم بہ فاوفوا الخ

ولو ادعی مدعی النبوة بغیر معجزة لم تقبل منہ لانہا دعوی امر غیر ظاھر۔

تو گویا قوم مدین کو کہا گیا کہ یقیناً معجزات کا تم مشاہدہ کر چکے ہو جو میری صحت نبوت پر گواہ ہیں جنہوں نے تم پر ایمان واجب کر دیا ہے اور جو حکم میں تم کو دوں اس کی تعمیل کرو منجملہ اس کے ایک حکم یہ ہے کہ فاوفوا الکیل والمیزان۔

ایک حکم ہے ولا تبخسوا الناس اشیاء ھم

ایک حکم ہے ولا تقعدوا بکل صراط

ایک حکم ہے۔ یعنی قوم کے حقوق میں بددیانتی کر کے کیل یعنے پیمانہ میں ناپ کم نہ دو تولتے وقت ڈنڈی نہ مارو۔

اور اگر کوئی نبی بلا معجزہ دعوٰے نبوت کرتا تو ہرگز اس کا دعوی قبول نہ کیا جاتا اس لیے کہ وہ دعوی بلا کسی امر ظاہر کے ہوتا۔

اور میں کہتا ہوں کہ

امم ماضیہ تو اتنی سخت، اور متشدد تھیں کہ باوجود معائنہ اور مشاہدے کے انبیاء کی تکذیب پر جرأت وجسارت کرتیں۔ حتی کہ عذاب الٰہی میں ماخوذ ہو کر تباہ و برباد ہوئیں۔

البتہ چودھویں صدی میں امت مرزائیہ ایسی ملتی ہے جو

ان الدین عند اللہ الاسلام قرآن میں پڑھ کر ذات ختم المرسلین کے لیے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا منصب سن کر بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی بے ربط دعاوی پر ایمان لانے کو اپنا ایمان اور دین سمجھ بیٹھی۔

قوم ثمود اور قوم عاد و قوم شعیب تو سچے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو تسلیم کرنے میں ڈھٹائی کر رہی تھیں اور یہ ایک کذاب و مفتری کے ماننے میں ہٹ دھرمی کر کے اپنا ایمان کھو رہی ہے۔

من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرة اعمی۔ جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا۔

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا۔ اور نہ فساد پھیلاؤ زمین میں بعد اصلاح کے یعنے جو اصلاح صالحین نے تشریف لا کر کی اس میں فساد نہ کرو جو انبیاء و اولیاء کے ذریعہ سے ہو چکی۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

اس میں اشارہ ہے ہدایت شعیب علیہ السلام کی طرف کہ انہوں نے ایفاء کیل اور میزان اور ترک بخس و افساد فی الارض کو روکا۔

اس پر عمل کرنا بہتر ہے اور اس میں انسانیت ہے اگر تم ایمان لاؤ یعنے تصدیق کرو میرے قول کی اور نہ بیٹھو ہر راستہ پر یعنے راہزنی نہ کرو کہ راہگیروں کو ڈراؤ جو حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لائے انہیں انواع و اقسام کی دھمکیاں نہ دو اور اللہ کی راہ سے انہیں روکتے ہو یعنے عبادت الٰہی سے روکتے ہو جو ایمان لائے آپ کی تعلیم پر انہیں ڈرانے دھمکانے ہو۔

ایک قول ہے کہ قطاع الطریق بھی تھے یعنی جو مسلمان جنگل سے گذرتا ملتا اسے لوٹتے اور اسلام میں کجی چاہتے یعنی ایمان لانے والوں سے کہتے کہ یہ تعلیم جس کا تم یقین کر چکے ہو وہ صحیح نہیں ہے اس پر عمل کرنے سے مالی نقصان ہوتا ہے۔

کیونکہ ہماری آمدنی جو تطفیف کیل و میزان سے ہے وہ بند ہو جاتی ہے لہذا تم ان کی پیروی نہ کرو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے یعنے تمہاری تعداد بہت کم تھی تو اللہ نے تمہیں بڑھا دیا تھا تمہاری تعداد زیادہ کر دی۔

کہا گیا ہے کہ مدین بن ابراہیم نے لوط علیہ السلام کی صاحبزادی سے رشتہ کیا تو ان سے جو بچے پیدا ہوئے اللہ تعالے نے ان کی نسل میں برکت دی اور کنبے کے کنبے بن گئے جس سے اس قبیلے کی تعداد میں کثرت ہو گی۔

اور دیکھو کیا انجام ہوا فسادیوں کا یعنے جنہوں نے تکذیب انبیاء علیہم السلام کی۔ ان کا حشر دیکھو کہ کیا ہوا۔ قوم نوح جو تم سے پہلے فساد فی الارض کر کے ہلاک ہو چکی اور قوم ہود اور قوم صالح قوم لوط کہ ان کی بستیوں کے کھنڈرات پڑے ہوئے ہیں۔

اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس پر ایمان لایا جو میں دے کر بھیجا گیا اور ایک گروہ نے نہ مانا تو صبر سے بیٹھے رہو حتی کہ اللہ تعالے ہم میں فیصلہ کرے اور اللہ کا فیصلہ سب سے بہتر ہے تو وہ خبیث و طیب میں تمیز کرا دے گا۔ اور اس کے فیصلہ میں کسی قسم کے جور و جبر کا کوئی خوف نہیں ہے۔

آج مورخہ ۸ر آٹھ فروری ۱۹۵۴ء قبل نماز فجر آٹھواں پارہ ختم کر کے تلاوت سے فارغ ہوا اور ہائی کورٹ میں جسٹس رحمان کے یہاں پیش ہوا۔ دس بجے ہیبس کارپس کا فیصلہ رہائی چار افراد کا مل گیا۔

(۱) حضرت صاحبزادہ جناب سید فیض الحسن صاحب

(۲) جناب مظفر علی شمسی صاحب

(۳) جناب لال حسین اختر صاحب

(۴) اور فقیر ابوالحسنات قادری

محترم حاجی محمد امین صاحب ہائیکورٹ میں موجود تھے وہ اپنی کار میں لے کر چلے اول مزار والد قبلہ سید دیدار علی شاہ صاحب پر حاضر آیا۔ پھر مسجد وزیر خاں کے سامنے سے ہوتا ہوا گھر آیا۔ احباب کا ہجوم جو عشق رسول کے جذبہ سے سرشار نظر آتے تھے۔

ابھی لخت جگر نور بصر سید خلیل احمد قادری جیل میں مولانا مودودی صاحب اور عبدالستار نیازی صاحب کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالے بطفیل سید السادات فخر موجودات ان کی بھی رہائی فرمادے تاکہ جمعیت خاطر حاصل ہو۔

فقیر قادری ابوالحسنات قادری

قادری

صدر مجلس تحریک ختم نبوت پاکستان

اظہار تشکر

تفسیر الحسنات بآیات بینات کے سلسلہ میں میرے جن مخلص کرم فرماؤں نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا ان میں فاضل جلیل حضرت علامہ قاری پروفیسر محمد مشتاق احمد صاحب قادری نقشبندی ایم اے نے تمام جلدوں کی نظر ثانی اور آخری جلد کے پاروں کے مرتب کرنے میں کامل تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے آمین۔

استاذ العلماء فاضل جلیل حضرت علامہ عبدالغنی صاحب عثمانی نے بڑی کاوش اور محنت سے تمام جلدوں کی تصحیح کا کام انجام دیا آخری جلد کے پاروں کی کتابت کے اخراجات میں میرے کرم فرما الحاج چوہدری عبداللطیف صاحب محترم ملک خلیل احمد صاحب اشرفی، الحاج محمد افضال صاحب سرپرست جامعہ حسنات العلوم اور الحاج محمد ارشد صاحب نعیم نے تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں ان کی خدمت قبول فرمائے اور سرمائے آخرت بنائے۔

جلد اول تا پانچویں جلد کے پاروں کی کتابت کے اخراجات میں جناب الحاج عبدالرشید صاحب ارشد مرحوم جناب الحاج سید ناصر علی صاحب شمس مرحوم جناب الحاج محمد امین صاحب مرحوم جناب الحاج محمد ابراہیم صاحب اشرفی جناب صوفی بشیر احمد صاحب نے تعاون فرمایا۔ محترم جناب صاحبزادہ حفیظ البرکات صاحب مکتبہ ضیاء القرآن نے طباعت واشاعت کا انتظام کر کے تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس تعاون کو سرمایۂ آخرت بنائے اور اس تفسیر کو عوام وخواص کے لئے فیوضات وبرکات سے نوازے آمین بحرمت نبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فقیر قادری ابوالحسنات سید خلیل احمد قادری اشرفی

خطیب جامع مسجد وزیر خاں وامیر جامعہ حسنات العلوم لاہور

نواںؔ پارہ

با محاورہ ترجمہ سورۃ اعراف ساتواں رکوع پ ۹

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا
قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ۝

بولے سردار اس کی قوم کے متکبر اے شعیب
قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والوں
کو اپنی بستی سے نکال دیں گے اور ان کو بھی جو
ایمان لائے ہیں یا تم لوٹ آؤ ہمارے دین میں
فرمایا (شعیب نے) کیا اگرچہ ہم بیزار ہیں۔

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا
فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَ
مَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ
اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ
عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا
وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ
الْفٰتِحِيْنَ ۝

ضرور افترا کریں گے ہم اللہ پر جھوٹا اگر لوٹ آئیں
ہم تمہارے دین میں جبکہ نجات دی اللہ نے ہمیں
اس دین سے اور ہمارے لیے موزوں ہی
نہیں کہ ہم لوٹیں اس دین میں مگر یہ کہ اللہ چاہے
رب ہمارا وسیع ہے ہمارے رب کا علم محیط ہے
ہر شے پر اللہ پر بھروسہ ہے ہمیں اے رب
ہمارے کھول دے ہم میں اور ہماری قوم میں
حق بات اور تو بہترین فیصلہ دینے والا ہے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا
لَّخٰسِرُوْنَ ۝
فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ
جٰثِمِيْنَ ۝

اور بولے سردار ان کے جو کافر تھے اس قوم سے
کہ اگر پیرو ہوئے شعیب کے تو تم یقیناً نقصان
والے ہوں۔
تو پکڑ لیا ان کو زلزلہ نے تو صبح کی اپنے گھروں میں
اوندھے پڑے ہوئے۔

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ
اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ۝

وہ جو جھٹلا رہے تھے شعیب کو گویا کہ نہیں رہے کبھی ان گھروں میں جو جھٹلاتے تھے شعیب کو سب کے سب تھے نقصان والے۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى
عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝

تو منہ پھیرا ان سے (شعیب نے) اور فرمایا اے میری قوم میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور بھلائی چاہی تمہاری تو کیسے افسوس کروں قوم کافر کا۔

حل لغات ساتواں رکوع سورۂ اعراف پ۹

قال۔ کہا	الملأ۔ سرداروں نے	الذین۔ جو	استکبروا۔ متکبر تھے
من قومہ۔ اس کی قوم سے		لنخرجنك۔ ضرور نکالیں گے ہم تجھ کو	
یشعیب۔ اے شعیب	و۔ اور	الذین معك۔ جو	امنوا۔ ایمان لائے
معك۔ تجھ پر	من قریتنا۔ اپنی بستی سے		او۔ یا
لتعودن۔ لوٹو گے تم	فی۔ بیچ	ملتنا۔ مذہب ہمارے کے	قال۔ کہا
او۔ کیا	لو۔ اگرچہ	کنا۔ ہوں ہم	کرھین۔ ناپسند کرنے والے
قد۔ بیشک	افترینا۔ بنایا ہم نے	علی۔ اوپر	اللہ۔ اللہ کے
کذبا۔ جھوٹ	ان۔ اگر	عدنا۔ لوٹیں ہم	فی۔ بیچ
ملتکم۔ مذہب تمہارے کے	بعد۔ بعد اسکے	اذ۔ جبکہ	نجنا۔ نجات دی ہمیں
اللہ۔ اللہ نے	منہا۔ اس سے	و۔ اور	ما۔ نہیں
یکون۔ ہے	لنا۔ ہمارے لیے	ان۔ یہ کہ	نعود۔ لوٹیں ہم
فیہا۔ اس میں	الا۔ مگر	ان۔ یہ کہ	یشاء۔ چاہے
اللہ۔ اللہ	ربنا۔ ہمارا رب	وسع۔ سما لیا	ربنا۔ ہمارے رب نے
کل۔ ہر	شیء۔ چیز کو	علما۔ علم میں	علی۔ اوپر
اللہ۔ اللہ کے	توکلنا۔ بھروسہ کیا ہم نے	ربنا۔ اے ہمارے رب	افتح۔ فیصلہ کر دے

بیننا - ہم میں	و - اور	بین - درمیان	قومنا - ہماری قوم کے
و - اور	انت - تو	خیر - بہتر	الفاتحین فیصلہ کرنیوالا ہے
و - اور	قال - کہا	الذین - انہوں نے جو	کفروا - کافر ہوئے
من قومہ - اسکی قوم سے	لئن - اگر	اتبعتم - پیروی کی تم نے	شعیبا - شعیب کی
انکم - تو بیشک تم	اذا - اسوقت	لخسرون - خسارہ والے ہوگے	فاخذتھم - تو پکڑا ان کو
الرجفۃ - زلزلہ نے	فاصبحوا - تو ہوگئے	فی - بیچ	دار - گھروں
ھم - اپنے میں	جثمین - زانو کے بل	الذین - وہ جنہوں نے	کذبوا - جھٹلایا
شعیبا - شعیب کو	کان - گویا کہ	لم - نہ	یغنوا - بسے تھے
فیھا - اس میں	الذین - وہ جنہوں نے	کذبوا - جھٹلایا	شعیبا - شعیب کو
کانوا - ہوئے	ھم - وہی	الخسرین - خسارہ والے	فتولی - تو منہ پھیرا
عنھم - ان سے	و - اور	قال - کہا	یا - اے
قوم - میری قوم	لقد - بیشک	ابلغتکم - میں نے پہنچا دیے تم کو	
رسلت - پیغام	ربی - اپنے رب کے	و - اور	نصحت - خیر خواہی کی میں نے
لکم - تمہاری	فکیف - تو کیسے	اسی - غم کھاؤں میں	علی - اوپر
قوم - قوم	کفرین - کافروں کے۔		

مختصر تفسیر ساتواں رکوع سورۃ اعراف پ ۹

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ لَنُخْرِجَنَّکَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَکَ مِنْ قَرْیَتِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَلَوْ کُنَّا کٰرِھِیْنَ ہ شعیب کی قوم کے متکبر سردار بولے اے شعیب قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم لوٹ آؤ گے ہمارے دین میں تو فرمایا حضرت شعیب علیہ السلام نے کہ اگرچہ ہم تمہارے دین سے بیزار ہوں۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ۔ ملأ کہتے ہیں جماعت کو جس سے محفل بھر جائے اس کے لفظی معنی بھرنا ہے۔

اِسْتَکْبَرُوْا۔ باب استفعال سے مبالغہ کے لیے یعنی جنہوں نے اپنے آپ کو بہت ہی بڑا سمجھا

مِنْ قَوْمِہٖ۔ وہ قوم جس کے آپ نبی تھے۔

اَوْلَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا۔ یا تم لوٹ آؤ ہمارے دین میں۔ لتعودُنّ عود سے بنا اس کے معنی لوٹ آنا۔

قَالَ اَوَلَوْ کُنَّا کَارِھِیْنَ۔ کارہین کراہتہ سے بنا اس کے معنی ناپسندیدگی۔

تو فرمایا حضرت شعیب علیہ السلام نے کہ اگرچہ ہم تمہارے دین سے بیزار ہیں یعنی ہم تمہارے دین کو کس طرح قبول کرلیں جبکہ ہم اس سے بیزار ہیں اور اگر ہم ایسا کرلیں تو یقیناً ہم اللہ پر افتراء و کذب باندھنے والے ہوں گے اور تمہارے دین میں آنا یوں ہوگا کہ جس چیز سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے نجات دی اس عذاب میں ہم لوٹ پڑے جس کا حسن و قبح اللہ نے ہمیں ظاہر فرمادیا اور ہم لوگوں کو یہ زیبا ہی نہیں کہ مسلمان ہوکر تمہارے دین میں آئیں۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے یعنی البتہ یوں ہوسکتا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ہلاک کرنا چاہے اور اس کے لیے ایسا ہی مقدر ہو۔

وہ ہمارا رب ہے اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے ہمارا بھروسہ اسی پر ہے ہم تمام امور میں اسی کے بھروسہ پر ایمان میں ثابت قدم ہیں وہی ہمیں اس دین پر قائم رکھے گا اور وہی زیادہ ایقان کی توفیق دے گا۔ اے ہمارے رب ہم اور ہماری قوم میں حق کھول دے۔

علامہ زجاج نے فرمایا اس کے یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ اے رب ہمارے حقانیت واضح کرنے کو ان پر ایسا عذاب نازل فرما جس سے ان کا باطل ہونا اور حضرت شعیب کا مع ان کے متبعین کے حق پر ہونا ظاہر ہوجائے اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے اور اس کی قوم کے کافر سردار بولے کہ تم شعیب کے متبع ہوئے تو ضرور تم خسران و نقصان میں رہوگے تو انہیں رجفہ یعنے زلزلہ نے پکڑلیا تو صبح اپنے گھر میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اس سرکش قوم پر جہنم کا دروازہ کھولا جس نے انہیں شدید اتنی گرمی آئی جس سے ان کے سانس بند ہوگئے ٹھنڈی جگہ انہیں کہیں نہ ملی سایہ دار مقام نے بھی کوئی فائدہ نہ دیا۔ پانی سے بھی سکون میسر نہ ہوا۔ سراسیمگی میں پناہ چاہی تہ خانوں میں لیکن وہاں گرمی نے سکون نہ دیا۔ بلکہ باہر سے زیادہ پریشان ہوئے جنگل میں بھاگے یہاں انہیں ابر نظر آیا کہ اس میں نہایت سرد اور خوشگوار ہوا تھی۔ یہاں سب جمع ہوئے اور ایک دوسرے کو پکارا کہ یہاں آجاؤ جب مرد عورت سب جمع ہوگئے تو وہ ابر آگ برسانے لگا گویا آتش فشاں پہاڑ کا لاوا بن گیا اور سب کے سب اس میں جل کر ہلاک ہوگئے۔

قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب ایکہ کی طرف بھی مبعوث

فرمایا تھا۔ یہ اسی طرح کے آتش فشاں ابر سے ہلاک ہوئے اور اہل مدین زلزلہ میں ہلاک ہوئے اور ایک ہولناک آواز سے ہلاک ہوئے آخر ش ان کی ہلاکت دیکھ کر آپ نے فرمایا اے میری قوم میں نہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا چکا اور تمہاری بھلائی چاہی مگر تم نے نصیحت قبول نہ کی تو اب تمہاری ہلاکت پر میں کیوں غم کروں جبکہ تم کافر ہی رہے۔

تفسیر سورۃ اعراف ساتواں رکوع پ ۹

قال الملأ الذین استکبروا من قومہ لنخرجنک یشعیب والذین امنوا معک من قریتنا او لتعودن فی ملتنا ای لیکونن احد الامرین اما اخراجکم و اما عودکم فی الکفر۔

بولے وہ جو قوم شعیب کے متکبر کافر تھے کہ اے شعیب قسم ہے ہم تمہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے اور انہیں بھی خارج کر دیں گے جو تم پر ایمان لائے ہیں ورنہ لوٹ آؤ ہمارے دین میں یعنی دو باتیں ہیں یا تمہیں نکلنا ہوگا مع اپنے متبعین کے یا لوٹ کر آنا ہوگا ہمارے دین میں۔ عود کے معنی لغت میں انصراف کے ہیں کسی چیز سے۔

قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ چاہے ہم لوگ تمہارے دین سے کراہت کریں۔ گویا آپ نے فرمایا اتعیدوننا فی ملتکم فی حال کرا ھتنا و مع کوننا کارھین۔ قالوا نعم ثم قال شعیب کیا ہمیں تم اپنے دین میں جبراً و اکراہاً لینا چاہتے ہو۔ باوجود اس کے کہ ہم ایسی ملت سے کراہت کرتے ہوں۔ تو کفار متکبرین نے جواب دیا کہ ہاں تو آپ نے فرمایا۔

قد افترینا علی اللہ کذبا ان عدنا فی ملتکم ای واللہ قد افترینا علی اللہ کذبا ان عدنا فی ملتکم۔ یعنی قسم ہے پھر تو ہم اللہ پر جھوٹا افتراء باندھیں گے اگر ہم تمہاری ملت میں لوٹ کر آجائیں۔

بعد اذ نجنا اللہ منہا خلصنا اللہ۔ بعد اس کے کہ اللہ نے میری قوم کو اس گمراہی سے نجات دی اس لیے کہ انبیاء کرام سے کفر وارتداد محال ہے وہ معصوم و مصئون ہوتے ہیں بنا بریں حضرت شعیب علیہ السلام کا اِنْ عُدْنَا فرمانا باین معنی تھا کہ میری قوم اگر اس گمراہی کی

طرف جائے جس سے نجات پا چکی ہے نہ کہ معاذ اللہ ان کا خود اس طرف جانا یہ تو ممکن ہی نہ تھا۔

وما یکون لنا ومایبنغی لنا وما یصح لنا یعنے ہمیں یہ زیبا ہی نہیں اور کسی طرح یہ صحیح نہیں کہ ان نعود فیہا الا ان یشاء اللہ ربنا۔ الا ان یکون لنا سبق فی مشیتہ ان نعود فیہا اذا الکائنات کلہا بمشیتہ اللہ تعالی۔ ہم لوٹ جائیں مگر یہ کہ اللہ چاہے اس لیے کہ مشیت الٰہی کی سبقت سب پر غالب ہے کیونکہ تمام کائنات تحت مشیت ہے خیر و شر سب اسی کی مشیت سے ہے۔

وسع ربنا کل شئ علما ای ھو عالم بکل شئ فھو یعلم احوال عبادہ کیف تتحول وقلوبھم کیف تنقلب۔ اس کا علم علی کل شئے ہے محیط۔ وہ ہر شئے کا عالم ہے وہی جانتا ہے اپنے بندوں کے احوال کہ انکے دل کس طرف ہیں اور کیسے متقلب ہو رہے ہیں۔

علی اللہ توکلنا فی ان یثبتنا علی الایمان ویوفقنا لازدیاد الایقان۔ اسی پر ہمارا بھروسہ ہے ثابت علی الایمان رکھنے اور توفیق ازدیاد ایقان دینے میں۔

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق ای احکم بیننا والفتاحۃ الحکومۃ والقضا بالحق بفتح الاسر للمغلق فلذا اسمی فتحا وسمی اھل عمان فتاحا۔ اے ہمارے رب فیصلہ فرما دے ہم میں اور ہماری قوم میں حق حق یعنے حق و باطل واضح فرما دے۔ فتاح عرف میں حکومت اور قضاء بالحق کو کہتے ہیں جس سے متعلق امور واضح ہو سکیں اس لیے اس کا نام فتح رکھا گیا اور اہل عمان اسے فتاح کہتے ہیں۔

وانت خیر الفاتحین اور بیشک تو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔

وقال الملاء الذین کفروا من قومہ لئن اتبعتم شعیبا انکم اذا لخسرون مغبونون لفوات فوائد البخس والتطفیف باتباعہ لانہ ینھکم عنھما ویامرکم علی الایفاء والتسویۃ۔ اور بولے سردار کافروں کے اپنی قوم سے اگر تم نے اتباع کیا شعیب کا تو تم پورے نقصان میں ہو گے۔

خسارہ سے مراد اخروی نقصان ہے یا دنیاوی یعنی اگر تم نے حضرت شعیب کی پیروی کی تو آخرت میں عذاب پاؤ گے اور دنیا میں بھی کم تولنے کم ناپنے سے جو فائدہ حاصل کرتے تھے اس سے محروم ہو جاؤ گے۔

بخل اور تطفیف چھوڑ دینے سے ان کی اتباع میں اس لیے کہ وہ تمہیں ناپ تول میں کمی

کرنے سے روکتے ہیں اور پورا ناپنے اور صحیح تول کر دینے کا حکم فرماتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اس آمدنی سے محروم رہنا ان کی نظر میں نقصان ہی تھا اس بنا پر وہ اپنے نظریہ کے ماتحت متبعین شعیب کو انکم اذا لخسرون کہتے تھے۔

فاخذتہم الرجفۃ الزلزلۃ۔ تو پکڑ لیا انہیں رجفہ یعنی زلزلہ نے:

رجفہ سخت حرکت کو کہا جاتا ہے اور زلزلہ مطلقاً جنبش زمین کو کہتے ہیں۔

فاصبحوا فی دارھم جثمین۔ میتین تو صبح کی اپنے گھر میں مرے ہوئے تھے۔

جاثمین۔ جثومۃ سے بنا۔ اس کے معنی زمین پر لیٹ جانا ہے یعنی لوگ اپنے گھروں میں زلزلہ کی وجہ سے زمین پر پڑے ہوئے ہلاک ہو گئے۔

الذین کذبوا شعیبا کان لم یغنوا فیھا لم یقیموا فیھا غنی بالمکان اقاموا۔ وہ جو جھٹلاتے تھے حضرت شعیب کو نہ بے فکر رہے ان مکانوں میں یعنی نہ ان مکانوں میں گھروں میں رہنے والوں کی طرح

الذین کذبوا شعیبا کانوا ھم الخسرین۔ کانہ قیل الذین کذبوا شعیبا ھم المخصوصون بان اھلکوا کان لم یقیموا فی دارھم لان الذین اتبعوا شعیبا قد انجاھم اللہ الذین کذبوا شعیبا المخصوصون بالخسران العظیم دون اتباعہ فہم الرابحون۔ وہ جو جھٹلاتے تھے شعیب کو وہی نقصان میں رہے گویا اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کو فرمایا جو شعیب علیہ السلام کو جھٹلاتے تھے وہ ایسے ہلاک ہوئے کہ گویا وہ ان گھروں میں رہتے ہی نہ تھے وہ زبردست نقصان میں پڑے برخلاف اتباع شعیب علیہ السلام کے کہ وہ نفع میں رہے۔

فتولی عنہم بعد ان نزل بہم العذاب۔ تو حضرت شعیب ان سے منہ پھیر کر چلے بعد اس کے کہ ان پر عذاب نازل ہو گیا۔

تولی۔ تولی سے بنا اس کے معنی دور ہونا یعنی حضرت شعیب ان کفار پر عذاب آنے سے قبل اپنی جماعت متبعین کو لے کر اس بستی سے باہر چلے گئے تھے۔ عذاب آچکنے کے بعد آپ ان کی لاشوں پر آئے اور ان کی حالت کو ملاحظہ فرمایا اس قوم کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام بمعہ اپنے متبعین کے کعبہ معظمہ آگئے اور وصال مبارک تک وہاں ہی رہے۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ کعبہ شریف میں صرف دو مزارات ہیں حطیم میں حضرت اسمعیل علیہ السلام کا اور مغربی جانب حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار ہے (روح المعانی)

شامی میں ہے کہ مطاف میں ستر انبیاء کے مزارات ہیں۔

وقال یقوم لقد ابلغتکم رسلت ربی ونصحت لکم فکیف اسی احزن۔ اور فرمایا اے میری قوم میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری بھلائی چاہی تو اب میں تم پر کیوں غم کروں علی قوم کفرین۔ اشتد حزنہ علی قومہ ثم انکرعلی نفسہ فقال کیف یشتد حزنی علی قوم لیسوا باھل للحزن علیہم لکفرھم واستحقاقہم ما نزل بہم۔ کافر قوم پر اول آپ پر شدید حزن قوم کے غم میں طاری ہوا۔ پھر آپ نے اپنے دل کو سمجھایا کہ یہ حزن اور یہ ملال اس قوم پر نہایت نامناسب ہے جو اصل ہمدردی کے اہل نہیں ان کے کفر کی وجہ میں وہ اس عذاب کی مستحق تھی۔

بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع دوم پ ۹

وَمَا اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا اَخَذْنَا اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ۝

اور ہم نے نہیں بھیجا کسی بستی میں کوئی نبی مگر یہ کہ اس کے لوگوں کو سختی اور تکلیف سے پکڑا تاکہ وہ کسی طرح تضرع وزاری کریں۔

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰی عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝

پھر بدل دیا ہم نے برائی کی جگہ بھلائی کو حتی کہ وہ بہت ہو گئے اور بولے بے شک ہمارے باپ دادا کو بھی رنج و راحت پہنچ چکی تھی تو پکڑا ہم نے انہیں اچانک اور وہ غفلت میں تھے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝

اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ضرور کھولتے ہم ان پر برکتیں آسمان اور زمین سے مگر انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے پکڑ لیا انہیں ان کے کیے کا بدلہ۔

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝

کیا بے فکر ہیں بستیوں والے اس سے کہ آئے ان پر ہمارا عذاب رات کو جب وہ سوتے ہوں

اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّهُمْ یَلْعَبُوْنَ ۝

یا بے فکر ہوں بستیوں والے اس سے کہ آئے ان پر عذاب ہمارا اور وہ کھیل رہے ہوں

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

کیا امن میں ہیں اللہ کے خفیہ عذاب سے تو اللہ کی خفیہ گرفت سے نڈر نہیں ہوتے مگر نقصان وخسران والے۔

حل لغات سورۃ اعراف رکوع دوم پ ۹

و۔ اور	ما۔ نہیں	ارسلنا۔ بھیجا ہم نے	فی۔ بیچ
قریۃ۔ کسی بستی کے	من۔ کوئی	نبی۔ نبی	الا۔ مگر
اخذنا۔ پکڑا ہم نے	اھلہا۔ اسکے رہنے والوں کو	بالباساء۔ بھوک	و۔ اور
الضراء۔ تکلیف سے	لعلہم۔ تاکہ وہ	یضرعون۔ عاجزی کریں	ثم۔ پھر
بدلنا۔ بدل دیا ہم نے	مکان۔ جگہ	السیئۃ۔ برائی کی	الحسنۃ۔ نیکی کو
حتی۔ یہاں تک کہ	عفوا۔ وہ بڑھے	و۔ اور	قالوا۔ کہا
قد۔ بیشک	مس۔ پہنچی	اباء۔ باپ دادا	نا۔ ہمارے کو
الضراء۔ تکلیف	و۔ اور	السراء۔ راحت	فاخذنہم۔ تو پکڑا ہم
نے ان کو	بغتۃ۔ اچانک	و۔ اور	ھم۔ وہ
لا۔ نہیں	یشعرون۔ سمجھتے تھے	و۔ اور	لو۔ اگر
ان۔ بیشک	اھل۔ رہنے والے	القری۔ بستیوں کے	امنوا۔ ایمان لاتے
و۔ اور	اتقوا۔ پرہیزگار ہوتے	لفتحنا۔ تو یقینا ہم کھول دیتے	
علیہم۔ ان پر	برکت۔ برکتیں	من السماء۔ آسمان	و۔ اور
الارض۔ زمین سے	و۔ اور	لکن۔ لیکن	کذبوا۔ جھٹلایا انہوں نے
فاخذنہم۔ تو پکڑا ہم نے ان کو		بما۔ بدلے اسکے جو	کانوا۔ تھے
یکسبون۔ کماتے	افامن۔ کیا بے خوف ہیں		اھل۔ رہنے والے
القری۔ بستیوں کے	ان۔ یہ کہ	یاتیہم۔ آئے انکے پاس	باسنا۔ ہمارا عذاب
بیاتا۔ رات کو	و۔ اور	ھم۔ وہ	نائمون۔ سوتے ہوں
او۔ کیا	امن۔ بے خوف ہیں	اھل۔ رہنے والے	القری۔ بستیوں کے

ان ۔ یہ کہ	یاتیہم ۔ آئے انکے پاس	باسنا ۔ ہمارا عذاب	ضحی ۔ چاشت کے وقت
و ۔ اور	ھم ۔ وہ	یلعبون کھیلتے ہوں	افامنوا ۔ کیا وہ امن
ہیں ہیں	مکر ۔ تدبیر	اللہ ۔ الٰہی سے	فلا ۔ تو نہیں
یامن ۔ بے خوف ہوتی	مکر ۔ تدبیر	اللہ ۔ الٰہی سے	الا ۔ مگر
القوم ۔ قوم	الخسرون خسارہ والی		

خلاصہ تفسیر سورۃ اعراف رکوع دوم پ ۹

اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں نبی جسے اسکی قوم نے جھٹلایا نہ ہو مگر یہ کہ اس بستی کے رہنے والے سختی اور تکلیف میں پکڑے گئے یعنی ان پر فقر و فاقہ، تنگدستی انواع و اقسام کے مرض مسلط ہوئے تاکہ وہ تضرع و زاری کریں۔ تکبر چھوڑ کر توبہ کریں اور احکام الٰہی کے مطیع بنیں پھر ہم نے برائی کی جگہ بھلائی سے بدل دی یعنے سختی و تکلیف کے بعد راحت و آسائش پہنچائی اور یہ راحت و نعمت پہنچانا اطاعت و شکر گذاری کا نتیجہ تھا حتی کہ وہ بہت ہو گئے۔

عفو کے معنی محاورہ عربی میں نشان مٹانے کے ہیں اور بڑھنے کے بھی ہیں عَفَا النَّبتُ سبزہ بڑھ گیا بھی معنی آتے ہیں حدیث میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعفوا اللحی ڈاڑھیاں خوب رکھو یہاں بھی عفو کے معنی زیادہ کے لیے گئے یعنی ان کی تعداد زیادہ ہو گئی اور مال میں بھی فراوانی ہوئی تو بولے بیشک ہمارے باپ دادا کو بھی رنج و راحت پہنچے تھے یعنی زندگی میں گرم و سرد کا مقابلہ ہوا ہی کرتا ہے زمانہ کا دستور ہی یہ ہے کہ تکلیف و راحت زندگی کے ساتھ ہے اس میں معاذ اللہ اللہ تعالے کا کچھ دخل نہیں ہے انہوں شدت تکلیف سے کچھ عبرت نہ پکڑی تو ہم نے انہیں اچانک انکی بیخبری میں پکڑ لیا یعنی اس قوم کو عذاب کا خیال بھی نہ تھا کہ وہ گرفتار عذاب ہو گئے۔

اور اگر اس بستی والے ایمان لاتے اور ڈرتے اور خدا اور رسول کی اطاعت کرتے ۔ منہیات سے باز رہتے تو ضرور ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتیں کھول دیتے یعنی وقت پر مفید بارشیں ہوتیں۔ پھل پھول بکثرت ہوتے رزق میں فراخی و فراوانی ہوتی آفتوں سے محفوظ رہتے لیکن وہ تو رسولوں کو جھٹلاتے تھے تو ہم نے پکڑا انہیں عذاب سے جیسا کہ وہ کرتے تھے اور انواع و اقسام کے عذاب میں مبتلا کیا۔

کیا بستیوں والے بے فکر ہیں اس سے کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سو رہے ہوں یعنی عام کفار ہوں یا سکان مکہ یا گردو پیش والے یا بستیوں والے امن میں ہیں اس سے کہ ان پر عذاب دن چڑھے آجائے جبکہ وہ کھیل رہے ہوں اور عذاب الٰہی سے بےخبر ہوں کیا اللہ تعالٰے کی خفیہ تدبیر سے امن میں ہیں یعنی اس کی طرف سے جو ڈھیل ملتی ہے اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ عذاب نہیں آئے گا۔

اور جن نعمتوں سے ان کو نوازا گیا اس پر تکبر کرتے ہیں تو اللہ کی مخفی تدبیر اور عذاب سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو نقصان و خسران والے ہیں اور اللہ تعالٰے کے مخلص بندے ہر آن ہر لحہ اس کا خوف رکھتے ہیں۔

حضرت ربیع بن خثیم سے ان کی صاحبزادی نے دریافت کیا کہ میں دیکھتی ہوں سب لوگ رات کو سوتے ہیں مگر آپ شب بیدار رہتے ہیں فرمایا بیٹی میں شب کے سونے سے خائف ہوں کہ کہیں یہ غفلت موجب عذاب نہ ہو جائے۔

تفسیر نسفی سے ترجمہ تفسیر

وما ارسلنا فی قریۃ من نبی یقال لمدینۃ قریۃ وفیہ حذف ای کذبوہ اور انہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نہیں نبی۔ ہر بستی کو محاورہ میں قریہ کہتے ہیں اور اس محذوف فَکَذَّبُوْہُ ہے یعنے اس نبی کی تکذیب کسی قوم نے نہیں کی الا اخذنا اھلھا یا لیا سادہ مگر پکڑ لیا ہم نے اس کے رہنے والوں کو بالبؤس والفقر سختی اور تکلیف میں والضراء الضر والمرض لاستکبارھم لمن اتباع بینھم اوھما نقصان النفس والمال ضراء امراض بوجہ ان کے تکبر کے اور انبیاء کرام کی پیروی سے انکار کرنے سے یا مدتوں عذاب نقصان مال بھی اور نقصان جان بھی۔

لعلھم یضرعون لیتضرعوا دینتذللوا تا کہ وہ تضرع وزاری کریں اور بارگاہ رحمت میں اپنی ذلت کا اعتراف کریں۔ ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ ای اعطیناھم بدل ما کانوا فیہ من البلاء والمحنۃ الرخاء والسعۃ والصحۃ۔ پھر بدل دیا ہم نے برائی کی جگہ بھلائی کو یعنی ہم نے انہیں عطا فرمائی اس تنگی اور بیماری کی جگہ فراخی اور وسعت اور صحت۔

حتی عفوا اکثروا دنموا فی انفسھم واموالھم من قولھم عفا النبات اذا کثر ومنہ قولہ علیہ السلام واعفوا اللحی یہاں تک کہ وہ کثرت سے بڑھ گئے جان و مال میں عرف عرب میں بولتے ہیں عفا النبات سبزی بہت ہو گئی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واعفوا اللحی داڑھیاں

بڑھاؤ وقالوا قد مس اٰباءنا الضراء والسراء ای قالوا ھذہ عادۃ الدھر یعاقب فی الناس بین الضراء والسراء وقد مس اٰباءنا نحو ذلک وما ھو بعقوبۃ الذین فکونوا علی ما انتم علیہ اور کہنے لگے بیشک ہمارے باپ دادا کو بھی رنج وراحت پہنچے تھے یعنی یہ عادت زمانہ ہے کہ لوگوں پر تکلیف و آرام سے گزرتا ہے ایسے ہی ہمارے باپ دادا پر گزرا یہ سزائے معصیت میں نہیں لہذا جس دین پر ہو اسی پر رہو۔

فاخذنٰھم بغتۃ فجاءۃ تو پکڑ لیا ہم نے انہیں اچانک فجاءۃ کے معنی بھی اچانک کے ہیں۔

وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ بنزول العذاب اور انہیں نزول عذاب کا شعور و علم ہی نہ تھا۔

ولوان اھل القریٰ کانہ قال ولوان اھل تلک القریٰ الذین کذبوا او اھلکوا۔ اور اگر بستیوں والے گویا یوں فرمایا کہ اگر یہ آبادیوں والے جو جھٹلا رہے تھے اور ہلاک ہوئے۔ اٰمنوا ایمان لے آتے واتقوا الشرک اور بچتے شرک سے لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض ارادا المطر والنبات تو کھول دیتے ہم ان پر برکتیں آسمان سے اور زمین سے۔ آسمان کی برکتیں یہ ہیں کہ وقت پر بارش ہونا۔ مناسب ہوائیں چلنا اور زمین سے برکتیں یہ ہیں۔ سبزہ اگنا۔ دل کش پھل وغیرہ حاصل ہونا یعنی ان پر آسمانی زمینی نعمتیں اس طرح کھیچتے رہتے بارشیں کرکے سبزہ اگاتے۔

ولکن کذبوا الانبیاء فاخذنٰھم بما کانوا یکسبون بکفرھم وسوء کسبھم لیکن انہوں نے انبیاء کرام کی تکذیب کی تو ہم نے انہیں پکڑ لیا عذاب میں بدلہ ان کے کرنے کا کفر اور برے اعمال وغیرہ سے کیونکہ نبی کو جھٹلانا سارے کفر و شرک اور بداعمالیوں کی اصل ہے۔

افامن اھل القریٰ یرید الکفار منھم ان یاتیھم باسنا عذابنا بیاتا لیلا ای وقت بیات یقال بات بیاتا وھم نائمون اوامن اھل القریٰ ان یاتیھم باسنا ضحی نھارا والضحی فی الاصل ضوء الشمس اذا اشرقت وھم یلعبون۔ یشتغلون۔ کیا بے فکر ہیں بستیوں والے یعنی کفار اس قوم کے اس سے کہ آئے ان پر عذاب رات کو یعنی سونے کے وقت محاورہ میں بات بیاتا بولتے ہیں یعنی سویا سونے والا اور وہ سو رہے ہوں یا امن میں ہیں بستیوں والے ہمارے اس عذاب سے جو دن میں آنے والا ہے۔ ضحی اصل میں اس ضوء شمس کو کہتے ہیں جبکہ وہ تیزی سے چمک جائے اور وہ مشغول لہو ولعب ہوں۔

افامنوا مکر اللہ اخذہ العبد من حیث لایشعر وعن الشبلی قدس سرہ مکرھم ترکہ ایاھم علی ما ھم علیہ وقالت ابنۃ الربیع بن خیثم لابیھا مالی اری

الناس نیاموں ولا اراك تنام قال یا بنتاه ان اباك یخاف البیات کیا اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے وہ بے خوف ہیں کہ بندہ کو گرفتار کرلے ایسی صورت میں کہ اسے شعور ہی نہ ہو۔ حضرت شبلی قدس سرہ نے فرمایا اللہ کا مکر قوم کے ساتھ یہ ہے کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دے۔ اور حضرت بنت ربیع بن خثیم نے اپنے والد سے کہا ابا جان میں لوگوں کو سوتا ہوا دیکھتی ہوں لیکن آپ کو سوتا ہوا نہیں پاتی۔ فرمایا بیٹی مجھے خوف ہے رات میں سونے سے۔

فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخسرون الا الکافرون الذین خسروا انفسہم حتی صاروا الی النار تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر نقصان والی قوم یعنی وہ کافر جنہوں نے اپنی جانیں خسران و نقصان میں ڈالیں حتی کہ وہ جہنم میں گئے۔

بامحاورہ ترجمہ سورۂ اعراف رکوع سوم پ ۹

اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝

کیا نہ ہدایت ملی انہیں جو وارث ہوئے زمین کے اس کے اصل مالکوں کے بعد یہ کہ اگر ہم چاہیں تو پہنچا دیں آفت ان کے گناہوں کے سبب اور مہر کر دیں ہم ان کے دلوں پر تو پھر وہ کچھ نہ سنیں۔

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ج فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ ۝

یہ بستیاں ہیں جن کا حال تم پر بیان کرتے ہیں اور بے شک آئے ان کے پاس رسول روشن دلیلوں سے تو وہ نہ ہوئے ایسے کہ ایمان لاتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے ایسے ہی مہر کر دیتا ہے اللہ کافروں کے دلوں پر۔

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ج وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ۝

اور نہیں پایا ہم نے ان کے بہت سوں کو سچا اور ضرور پایا ہم نے ان کے بہت سوں کو خلاف حکم۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰیٰتِنَاۤ

پھر بھیجا ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝	کے ساتھ فرعون کی طرف اور اس کے درباریوں میں تو انہوں نے ان کے ساتھ ظلم کیا تو دیکھو کیسا ہوا انجام فسادیوں کا۔
وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝	اور فرمایا موسیٰ نے اے فرعون میں رسول ہوں اللہ کا جو پروردگار عالم ہے۔
حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝	زیبا ہے مجھے یہ کہ نہ کہوں اللہ پر مگر میں سچ لایا ہوں نشانیاں تمہارے رب کی طرف سے تو چھوڑ دے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو۔ بولا اگر ہے تو کوئی نشانی لایا تو لا اگر ہے تو سچا۔
فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝	تو ڈال دیا موسیٰ نے اپنا عصا تو وہ فی الفور ایک اژدہا کھلم کھلا تھا۔
وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝	اور نکالا اپنا ہاتھ تو وہ جگمگا رہا تھا دیکھنے والوں کے لیے۔

حل لغات سورۃ اعراف رکوع سوم پ ۹

او۔ کیا	لو۔ نہ	یھد۔ ہدایت ملی	للذین۔ انکو جو				
یرثون۔ وارث ہوئے کے	الارض۔ زمین کے	من بعد۔ بعد	اھلہا۔ اسکے مالکو ں				
	ان۔ یہ کہ	لو۔ اگر	نشاء۔ ہم چاہیں تو				
اصبنا۔ پہنچائیں ا	ھم۔ ان کو	بذنوبھم۔ ان کے گناہوں کے بدلے					
و۔ اور	نطبع۔ مہر کریں ہم	علی۔ اوپر	قلوبھم۔ انکے دلوں کے				
فھم۔ تو وہ	لا۔ نہ	یسمعون۔ سنیں	تلک۔ یہ				
القری۔ بستیاں ہیں	نقص۔ بیان کرتے ہیں ہم علیک۔ تجھ پر		من انبائھا۔ انکی خبریں				
و۔ اور	لقد۔ بیشک	جاءتھم۔ آئے انکے پاس	رسلھم۔ انکے رسول				
بالبینت۔ کھلے دلائل لیکر	فما۔ تو نہ	کانوا۔ تھے کہ	لیؤمنوا۔ ایمان لاتے				

بما-جسکو	کذبوا-جھٹلایا تھا	من قبل-پہلے	کذلک-اسی طرح
یطبع-مہر کرتا ہے	اللہ-اللہ	علی-اوپر	قلوب-دل
الکافرین-کافروں کے	و-اور	ما-نہ	وجدنا-پایا ہم نے
لاکثر-اکثر	ھم-انکے کا	من-کوئی	عھد-عہد
و-اور	ان-بیشک	وجدنا-پایا ہمنے	اکثر-اکثر
ھم-ان کے کو	لفسقین-بدکردار	ثم-پھر	بعثنا-بھیجا ہمنے
من بعد-بعد	ھم-ان کے	موسی-موسی کو	بایٰتنا-اپنی نشانیاں دیکر
الی-طرف	فرعون-فرعون کی	و-اور	ملائہ-اس کے
سرداروں کی	فظلموا-تو ظلم کیا انہوں نے	بھا-ان سے	فانظر-تو دیکھ
کیف-کیسا	کان-ہوا	عاقبۃ-انجام	المفسدین-فسادیوں کا
و-اور	قال-کہا	موسی-موسی نے	یا-اے
فرعون-فرعون	انی-بیشک میں	رسول-رسول ہوں	من رب-رب
العلمین-جہانوں کی طرف سے	حقیق-حقدار ہوں	علی-اوپر	ان-اس کے کہ
لا-نہ	اقول-کہوں	علی-اوپر	اللہ-اللہ کے
الا-مگر	الحق-حق	قد-بیشک	جئتکم-میں لایا تمہارے پاس
بینۃ-دلیل	من ربکم-تمہارے رب سے	فارسل-تو بھیج	معی-میرے ساتھ
بنی اسرائیل-بنی اسرائیل کو		قال-بولا	ان-اگر
کنت-ہے تو	جئت-لایا	بایۃ-کوئی نشانی	فات-تو لے آ
بھا-اسکو	ان-اگر	کنت-ہے تو	من الصدقین-سچا
فالقی-تو ڈالا اس نے	عصا-عصا	ہ-اپنا	فاذا-تو اچانک
ھی-وہ	ثعبان-اژدہا تھا	مبین-ظاہر	و-اور
نزع-کھینچ لیا	ید-ہاتھ اپنا	ہ-اپنا	فاذا-تو اچانک
ھی-وہ	بیضاء-سفید تھا	للنظرین-واسطے دیکھنے والوں کے	

خلاصۂ تفسیر سورۂ اعراف رکوع سوم پ ۹

اولم یھد للذین یرثون الارض من بعد اھلھا ان لو نشاء اصبنٰھم بذنوبھم ونطبع علی قلوبھم فھم لا یسمعون ٥ اور کیا وہ ہدایت نہیں پاتے جو وارث ہوئے زمین کے بعد اصل مالکوں کے اس امر کی کہ اگر چاہے اللہ تو انہیں پہنچا دے گناہوں کے بدلے جیسا ہم نے ان کے پہلے وارثوں کو ان کی نافرمانی کے سبب ہلاک کیا اور ہم نے ان کے دلوں پر مہر کر دی کہ وہ کچھ نہیں سنتے اور پند و نصیحت نہیں مانتے۔

یرثون الارض - زمین کے وارث ہوئے ہیں وراثت کے معنی مرنے کے بعد اس کے مال کا مالک ہونا۔ الارض - وہ کفار جو اپنے باپ دادا کے بعد یا ان کی ہلاکت کے بعد ان کی زمین کے وارث ہو گئے کیا انہیں ہدایت نہ ملی اس بیان میں قوم نوح اور عاد و ثمود اور قوم لوط اور شعیب کی جن کے حالات بیان کرتے ہیں تم پر تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہماری مدد ہمارے رسولوں کی پیروی کرنے والوں پر انکے دشمنوں کافروں کے مقابلہ میں ہوا کرتی ہے۔

ولقد جاءتھم رسلھم بالبینٰت فما کانوا لیؤمنوا بما کذبوا من قبل کذٰلک یطبع اللہ علی قلوب الکٰفرین۔ اور بے شک ان کے پاس آئے انکے رسول روشن دلیلوں سے یعنی معجزات کے ساتھ تو وہ نہ ہوئے اس قابل کہ ایمان لائیں عذاب آنے اور ہلاک ہونے تک اس تکذیب کے خلاف جس سے جھٹلا رہے تھے بلکہ اپنے کفر اور تکذیب پر اڑے رہے اللہ یوں ہی مہر لگا دیتا ہے دلوں پر کافروں کے جن کے متعلق اس کے علم میں ہوتا ہے کہ یہ کفر کے لیے ہی بنائے گئے ہیں اور ان کے لیے ایمان نہیں ہے۔

وما وجدنا لاکثرھم من عھد وان وجدنا اکثرھم لفٰسقین ٥ اور ان میں نہیں پایا ہم نے اکثر کو اپنے عہد میں سچا۔ انہوں نے اللہ کا عہد پورا نہ کیا بلکہ جب انہیں کوئی مصیبت آئی تو عہد کر لیا کہ الٰہی اگر تو ہمیں نجات دے تو ہم اب ایمان لائیں گے جب نجات مل گئی تو عہد سے منحرف ہو گئے (مدارک) اور ان میں پایا ہم نے اکثر کو فاسق عہد شکن۔

ثم بعثنا من بعدھم موسٰی باٰیٰتنا الٰی فرعون وملائہ فظلموا بھا فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین ٥ پھر ہم نے بھیجا انبیائے کرام کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ یعنی

معجزات دے کر مثل ید بیضا و عصا کے ساتھ فرعون اور اسکے درباریوں کی طرف تو انہوں نے ان نشانیوں پر بھی ظلم کیا اور جھٹلایا۔ کفر پر اڑے رہے تو دیکھو پھر کیسا ہوا انجام فسادیوں کا۔

وقال موسیٰ یفرعون انی رسول من رب العلمین۔ اور کہا موسیٰ نے اے فرعون میں رسول ہوں رب العلمین کی طرف سے مجھے یہی مناسب ہے کہ نہ کہوں اللہ تعالے پر مگر حق بات اس لیے کہ انبیائے کرام سے غلط بیانی نہیں ہوا کرتی اور تبلیغ رسالت میں ان سے کذب ممکن ہی نہیں بیشک میں لایا ہوں تمہارے پاس نشانیاں تمہارے رب کی طرف سے جو میری رسالت کا ثبوت ہے اور وہ معجزات ہیں تو تو اب میرے ساتھ بنی اسرائیل کو چھوڑ دے اور انہیں اپنی پابندی سے آزاد کر دے تا کہ وہ ارض مقدسہ میں چلے جائیں جو ان کا وطن ہے۔

بولا اگر تم کوئی نشانی لائے ہو تو لاؤ اگر سچے ہو۔ تو ڈال دیا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا تو وہ ایک اژدہا ہو گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سید المفسرین فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا تو وہ ایک بڑا اژدہا بن گیا اس کا منہ زرد تھا جس کا ایک جبڑا زمین کے نیچے اور ایک اس کے قصر شاہی کی دیوار پر پھر اس نے فرعون کی طرف رخ کیا تو فرعون نے اپنے تخت سے کود کر گھر میں جانے کا رخ کیا اور بدحواسی میں اس کی ریاح خارج ہو گئی پھر اس اژدہے نے لوگوں کی طرف منہ پھیرا تو تمام درباریوں میں ایسی بھگدڑ پڑی کہ آپس میں ایک دوسرے کو کچل ڈالا اور بہت سے لوگ مر گئے۔

فرعون گھر میں پکارا کہ موسیٰ تمہیں اس خدا کی قسم جس نے تمہیں رسول بنایا اس اژدہے کو پکڑ لو میں ایمان لاتا ہوں اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجے دیتا ہوں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا جو اژدہا بنا ہوا تھا اٹھالیا تو وہ مثل سابق عصا ہی ہو گیا اور نکالا موسیٰ نے اپنا ہاتھ تو وہ جگمگا رہا تھا دیکھنے والوں کے سامنے یعنے اس کی روشنی اور چمک نور آفتاب پر غالب تھی۔

تفسیر نسفی سے رکوع متلوہ کی تفسیر

اولم یھد للذین یرثون الارض من بعد اھلھا ان لو نشاء اصبناھم بذنوبھم

ای اولم یھد للذین یخلفون من خلا قبلھم فی دیارھم ویرثونھم ارضھم ھذا الشان و

ھوانالو نشاء اصبناھم بذنوبہم کما اصبنا من قبلہم فاھلکنا الوارثین کما اھلکنا المورثین ونطبع ای ونحن نختم علی قلوبہم منہم لا یسمعون الوعظ۔

کیا ان پر ظاہر نہ ہوا کہ جو زمین کے وارث ہوئے ان کے اصل مالکوں کی ہلاکت کے بعد کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں بھی پہنچائیں ان کے گناہوں کے بدلے کوئی مصیبت یعنی کیا وہ ہدایت نہیں پاتے جو خلیفہ بنے ان کے جو گزر گئے ان سے پہلے اور ان کے گھر اور مال کے یہ وارث بنے گویا یہی شان ان کی بھی ہو سکتی ہے ان کے گناہوں کے باعث جو ان سے پہلے رہنے بسنے والوں کی ہوئی۔ ان کے وارثوں کو ہم نے ہلاک کر ڈالا انہیں بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ اور ہم نے مہر کر دی انکے دلوں پر جس سے وہ سن نہیں سکتے اور وعظ و پند انہیں فائدہ نہیں دیتا۔

یہ بستیاں وہ ہیں جن کا ذکر ہم آپ کے سامنے کر رہے ہیں یعنی یہ بستیاں جن کا ذکر فرمایا گیا تھا یعنی قوم نوح سے قوم شعیب تک کی ہیں جن کا قصہ ہم بتا رہے ہیں۔

ولقد جاءتہم رسلنا بالبینت بالمعجزات فما کانوا لیؤمنوا عند مجئ الرسل بما کذبوا من قبل ای استمروا علی التکذیب من لدن مجئ الرسل الیہم الی ماتوا مصرین مع تتابع الایات کذلک یطبع اللہ علی قلوب الکفرین لا علم منہم انہم یختارون الثبات علی الکفر

اور بیشک آئے ان میں رسول معجزات کے ساتھ تو یہ نہ تھے ایمان لانیوالے رسولوں پر اور ویسے تکذیب کرتے رہے جیسے پہلے کر رہے تھے یعنی تکذیب انبیاء میں ہر نبی کے آنے پر جمے رہے حتیٰ کہ ہلاک ہوئے ایسے ہی ہم مہر کرتے ہیں کافروں کے دلوں پر اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کفر کو جانتا تھا۔

وما وجدنا لاکثرھم من عھد یعنی ان اکثر الناس نقضوا عھد اللہ ومیثاقہ فی الایمان وان وجدنا اکثرھم لفسقین لخارجین عن الطاعۃ ثم بعثنا من بعدھم موسی بایتنا بالمعجزات الواضحات الی فرعون وملائہ فظلموا بھا فکفروا بایتنا اجری الظلم مجری الکفر وادوا حد ان الشرک لظلم عظیم او نظلموا الناس بسببھا حین اوذوا من آمن ادلانہ اذا وجب الایمان بھا فکفروا ابدل الایمان کان کفرھم بھا ظلما حیث وضعوا الکفر غیر موضعہ وھو موضع الایمان فانظر کیف کان عاقبۃ للمفسدین حیث صاروا مغرقین۔

اور نہیں پایا ہم نے ان کے اکثر کو بات کا سچا یعنی اس قوم میں اکثریت بد عہدوں کی ہے ایمان

کا عہد بھی پورا نہیں کرتے اور باہمی معاہدوں میں بھی اوچھے ہیں اور یقیناً اکثر ان کے بے عہد فاسق ہی پائے یعنی نکل جانے والے اطاعت سے۔

پھر بھیجا ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ یعنی روشن معجزات دے کر فرعون کی طرف اور ان کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے اس میں ظلم کیا اور ہماری نشانیوں سے کفر کیا۔ یہاں ظلم کفر کی جگہ استعمال کرنا اس وجہ میں ہے کہ ان الشرک لظلم عظیم۔ دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے یا اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ ان لوگوں پر ظلم کرنے لگے جو ایمان لائے یا یہ معنی ہوں گے کہ معجزات کے ظاہر ہو جانے کے بعد ایمان واجب ہو گیا تو انہوں نے اس سے انکار کیا یہ ان کا ظلم تھا اس لیے کہ جب ظلم نام ہے وضع الشیٔ فی غیر محلہ کا تو انہوں نے ایمان کی جگہ کفر کو رکھا جو غیر موضوع تھا۔ تو دیکھو کیسا انجام ہوا فسادیوں کا ان کے اعراض و انحراف کی وجہ میں۔

اور کہا موسیٰ نے اے فرعون۔ ملوک مصر کو فراعنہ کہا جاتا ہے جیسے ملوک فارس کو اکاسرہ کہتے ہیں فراعنہ فرعون کی جمع ہے۔ اکاسرہ کسریٰ کی جمع ہے۔

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اس کی مزید توضیح فرماتے ہوئے لکھا۔

فرعون ھو علم شخص ثم صار لقبا لکل من ملک مصر من العمالقۃ۔ فرعون ایک شخص کا نام تھا۔ پھر ہر بادشاہ مصر کا لقب ہو گیا جو عمالقہ مصر سے ہوتا جیسے کسریٰ بادشاہ فارس کا لقب ہو گیا اور قیصر بادشاہ روم کے لیے اور نجاشی ملک حبشہ کا لقب ہو گیا اور تبع شاہ یمن کو کہنے لگے گئے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ پہلے اس ملک مصر کے لیے خاص ہوا جس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔

ایک قول میں ہے کہ اس کا نام قابوس تھا اور کنیت ابو العباس تھی۔
ایک قول یہ ہے کہ اس کی کنیت ابو مرہ تھی۔
ایک قول ہے کہ ابو الولید تھی۔

ایک جماعت کی تحقیق میں قابوس اور ولید دو شخص تھے ایک وہ جو موسیٰ علیہ السلام کے مقابل فرعون تھا دوسرا وہ جو یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا فرعون تھا الخ (روح المعانی)

گویا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے بادشاہ مصر فرعون کا نام قابوس یا ولید بن مصعب بن ریان تھا میں بھیجا ہوا ہوں رب العالمین کی طرف سے تیری طرف تو فرعون نے کہا آپ جھوٹ کہتے

ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے مجھے یہ اصرار ہے کہ اللہ پر نہ کہوں مگر سچ سچ یعنی میں سچا ہوں اور میری بات قطعًا حق ہے یعنی مجھ پر واجب ہے کہ میں قول حق ہی کہوں گویا آپ نے فرمایا کہ میں پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہوں کہ سچ ہی بولوں اس لیے کہ میں رسول حقیق وحدیہ ہوں اور تاج رسالت سے مزین کر کے مجھے بھیجا گیا ہے بنا بریں جو بات میں کہوں گا حق کہوں گا۔ میں تم سب کے پاس نشانیاں لے کر آیا ہوں تمہارے رب کی طرف سے جس سے رسالت شان ظاہر ہو تو بھیج دے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو یعنے انہیں خلاصی دے تاکہ وہ میرے ساتھ اس زمین مقدسہ میں جائیں جو ان کا وطن ہے۔

اور یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے وفات پائی تو نسل اسباط پر فرعون نے اپنا غلبہ حاصل کیا کہ ان سے اپنی پوجا کروانے لگا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بچانے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور یوسف علیہ السلام کے مصر میں تشریف لانے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر آنے کے مابین چار سو سال کا فاصلہ ہے۔

فرعون بولا اگر آپ کوئی نشانی لے کر آئے ہو اس کی طرف سے جس نے آپ کو بھیجا ہے تو لاؤ اگر سچے ہو تاکہ آپ کی نبوت کی تصدیق ہو سکے تو ڈال دیا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا دست اقدس سے تو وہ فورًا ایک اژدہا تھا کھلم کھلا۔ ثعبان بھاری اور موٹے زبردست سانپ کو کہتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ سانپ نر اژدہا تھا منہ پھاڑے ہوئے اس کے نیچے کے ہونٹ سے اوپر کے ہونٹ تک اسی ذراع کا تفاصل تھا۔ ذراع مروجہ گز سے اگرہ کا ہوتا ہے تو اس حساب سے ۵۵ گز انگریزی ہوا اس اژدہا نے ایک ہونٹ زمین کے نیچے رکھا اور دوسرا قصر شاہی کے کنگروں کے اوپر پھر فرعون کی طرف اس نے رخ کیا تو بھاگ پڑا اور اس کی ریاح نکل رہی تھی پھر مجمع عام کی طرف رخ کیا تو پچیس ہزار آدمی مر گئے اور فرعون چیخا اور کہنے لگا کہ موسیٰ اسے پکڑ لو میں ایمان لاتا ہوں۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے اٹھا لیا تو وہ بدستور عصا ہو کر آپ کے ہاتھ میں تھا اور آپ نے ہاتھ نکالا اپنے گریبان سے تو وہ دیکھنے والوں کے لیے جگمگانے لگا یعنی دیکھنے والوں کو جگمگاتا نظر آنے لگا۔ درحقیقت وہ چمکتا ہوا تھا۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ تھے مگر جب وہ معجزانہ انداز میں ہاتھ دکھایا جاتا تو جگمگاتا تھا اور اس کی جگمگاہٹ دیکھ کر لوگ تعجب کرتے تھے۔ روایت

ہے کہ فرعون کو آپ نے ہاتھ دکھا کر فرمایا یہ کیا ہے فرعون نے کہا آپ کا ہاتھ ہے آپ نے اپنے اپنے گریبان میں ڈالا پھر نکالا تو وہ جگمگاتا ہوا اس شان سے نظر آیا کہ اس کی شعاع سورج سے زیادہ تھی۔ اس تمام روایت کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے علامہ آلوسی نے روح المعانی میں بھی نقل کیا ہے۔

با محاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع چہارم پ ۹

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝

کہنے لگے سردار قوم فرعون کے بیشک یہ علم والا جادوگر ہے۔

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝

یہ چاہتا ہے کہ نکال دے تمہیں تمہاری زمین سے تو کیا حکم ہے تمہارا

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝

بولے ٹھہراؤ اسے اور اس کے بھائی کو اور بھیج دو شہروں میں جمع کرنے والے۔

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝

کہ وہ لائیں ہر علم والے جادوگر کو۔

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝

اور گئے فرعون کے پاس جادوگر بولے ہمیں ضرور انعام ملے گا اگر ہم غالب آئے۔

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝

بولا فرعون ہاں تم مقرب ہو جاؤ گے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِىَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ۝

بولے اے موسیٰ یا تو آپ ڈالیں اور یا یہ کہ ہم ڈالیں۔

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ۝

فرمایا تم ہی ڈالو تو جب انہوں نے ڈالا جادو کر دیا لوگوں کی آنکھوں پر اور انہیں ڈرایا اور لائے بڑا جادو۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝

اور ہم نے وحی کی موسیٰ کی طرف کہ ڈال دے تو اپنا عصا تو اچانک وہ لقمہ کرنے لگا جو انہوں نے بناوٹ کی۔

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

تو ثابت ہو گیا حق اور باطل ہو گیا جو وہ کر رہے

تھے۔

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ۝ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

تو اب وہ مغلوب ہوئے اور پلٹے ذلیل ہو کر اور گرا دیئے گئے سجدے میں جادوگر سب کہنے لگے ایمان لائے ہم تمام جہان کے رب کے ساتھ۔

رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝

جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

بولا فرعون ایمان لائے تم اس پر قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں بے شک یہ تمہارا مکر ہے جو تم نے کیا شہر میں کہ نکال دو شہر والوں کو اس سے تو اب عنقریب جان لوگے۔

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

قسم ہے میں کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور پیر ایک ایک طرف سے پھر تم سب کو سولی دوں گا۔

قَالُوْا اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۝

بولے ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں۔ اور کیا برا لگا تجھے ہم سے مگر یہی کہ ہم ایمان لائے اپنے رب کی نشانیوں پر جب وہ ہمارے پاس آئیں اے ہمارے رب ڈال ہم پر صبر اور ہمیں مسلمان مار۔

حل لغات سورۂ اعراف رکوع چہارم پ ۹

قال۔ کہا	الملاء۔ سرداروں نے	من قوم۔ قوم	فرعون۔ فرعون سے
ان۔ بیشک	ھذا۔ یہ	لسحر۔ جادوگر ہے	علیم۔ علم والا
یرید۔ چاہتا ہے	ان۔ یہ کہ	یخرجکم۔ نکالے تم کو	من ارضکم۔ تمہاری زمین سے
فماذا۔ تو کیا	تامرون۔ حکم کرتے ہو	قالوا۔ بولے	ارجہ۔ مہلت دے اسکو
و۔ اور	اخاہ۔ بھائی	ہ۔ اسکے کو	و۔ اور

ارسل۔ بھیج دے
یاتوک۔ لے آئیں
علیم۔ جاننے والے کو
فرعون۔ فرعون کے پاس
ان۔ اگر
قال۔ کہا
لمن المقربین۔ مقربوں سے ہو گے
موسی۔ موسیٰ
و۔ اور
نحن۔ ہم
فالقوا۔ تو انہوں نے ڈالا
الناس۔ لوگوں پر
و۔ اور
و۔ اور
ان۔ یہ کہ
فاذا۔ تو اچانک
یافکون۔ بتلاتے تھے
بطل۔ باطل ہو گیا
فغلبوا۔ تو مغلوب ہوئے
صغرین۔ ذلیل ہو کر
سجدین۔ سجدے میں
العلمین۔ جہانوں پر
ھرون۔ ہارون کا
لہ۔ اس پہ
لکم۔ تم کو

فی۔ بیچ
لک۔ تیرے پاس
و۔ اور
ان۔ کیا بیشک
کنا۔ ہوں ہم
نعم۔ ہاں
اما۔ یا تو
اما۔ یا
الملقین۔ ڈالنے والے
و۔ اور
جاءو۔ لائے
اوحینا۔ وحی کی ہم نے
الق۔ ڈال دے
ھی۔ وہ
فوقع۔ تو واقع ہو گیا
ما۔ جو
ھنالک۔ اس جگہ
و۔ اور
قالوا۔ بولے
رب۔ جو رب ہے
قال۔ کہا
قبل۔ پہلے
ان۔ بیشک

المدائن۔ شہروں کے
بکل۔ ہر ایک
جاء۔ آئے
لنا۔ ہمارے لیے
نحن۔ ہم
و۔ اور
قالو۔ بولے
ان۔ یہ ہے کہ
ان۔ یہ کہ
قال۔ کہا
سحروا۔ تو جادو کیا
استرھبوا۔ ڈرایا
بسحر۔ جادو
الی۔ طرف
عصا۔ لاٹھی
تلقف۔ نگلتا تھا
الحق۔ حق
کانوا۔ وہ تھے
و۔ اور
القی۔ ڈالے گئے
امنا۔ ہم ایمان لائے
موسی۔ موسیٰ
فرعون۔ فرعون نے
ان۔ اس سے کہ
ھذا۔ یہ ایک

حشرین۔ اکٹھے کرنے والے
سحر۔ جادوگر
السحرۃ۔ جادوگر
لاجرا۔ مزدوری ہوگی
الغالبین۔ غالب
انکم۔ تم
یا۔ اے
تلقی۔ تو ڈالے
نکون۔ ہوں
القوا۔ تم ہی ڈالو
اعین۔ آنکھوں
ھم۔ ان کو
عظیم۔ بڑا
موسی۔ موسیٰ کی
ک۔ اپنی
ما۔ جو
و۔ اور
یعملون۔ بناتے
انقلبوا۔ پھرے
السحرۃ۔ جادوگر
برب۔ رب
و۔ اور
امنتم۔ تم ایمان لائے
اذن۔ میں اجازت دوں
لمکر۔ مکر تھا

مکرتموہ۔ جو تم نے مکر کیا　في۔ بیچ　المدینۃ۔ شہر کے
لتخرجوا۔ تاکہ نکالو　منھا۔ اس سے　اھلھا۔ اس کے رہنے والوں کو
فسوف۔ تو جلدی　تعلمون۔ جانو گے تم　لاقطعن۔ ضرور کاٹوں گا میں　ایدیکم۔ تمہارے ہاتھ
و۔ اور　ارجلکم۔ تمہارے پاؤں　من خلاف۔ الٹے کر کے　ثم۔ پھر
لاصلبنکم۔ سولی دوں گا میں تم　اجمعین۔ سب کو　قالوا۔ بولے
انا۔ بیشک ہم　الی۔ طرف　ربنا۔ اپنے رب کی　منقلبون۔ پھرنے والے ہیں
و۔ اور　ما۔ نہیں　تنقم۔ برا لگا تجھ کو　منا۔ ہم سے
الا۔ مگر　ان۔ یہ کہ　امنا۔ ہم ایمان لائے　بایت۔ آیات
ربنا۔ الٰہی یہ　لما۔ جبکہ　جاءتنا۔ آئیں ہمارے پاس
ربنا۔ اے ہمارے رب　افرغ۔ ڈال دے　علینا۔ ہم پر　صبرا۔ صبر
و۔ اور　توفنا۔ فوت کر ہم کو　مسلمین۔ مسلمان

خلاصہ مختصر تفسیر سورۃ اعراف رکوع چہارم پ ۹

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝ قَالُوْا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝

کہنے لگے سردار قوم فرعون کے بیشک یہ علم والا جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ نکال دے تمہیں تمہاری زمین سے تو تمہارا کیا خیال ہے بولے ٹھہرا اسے اور اس کے بھائی کو اور بھیج شہروں میں جمع کرنے والوں کو کہ وہ لائیں تیرے پاس علم والے تمام جادوگر اور آ گئے جادوگر فرعون کے پاس بولے ہمیں انعام ملے گا اگر ہم ہوں غالب۔

ملاء کے لفظی معنی ہیں بھرنے والی چیز اور اصطلاح میں سرداروں کی جن سے مجلس بھر جاتی ہے۔ یہاں مراد ہیں فرعون کے وزراء و امراء ہیں۔

خلاصہ تفسیر قوم فرعون کے سردار کہنے لگے یہ بڑا علم والا جادو کا ماہر ہے جس نے جادو سے نظر بندی کر کے لوگوں کو لکڑی کا عصا اژدہا بنا کر دکھایا اور گندمی رنگ کا ہاتھ

آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا ایسی باتیں دکھا کر یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہارے ملک مصر سے نکال دے اس کا کچھ نہ کچھ انتظام ہونا چاہئیے تو مشورہ یہ ہوا کہ انہیں اور ان کے بھائی حضرت ہارون کو ٹھہرایا جائے اور مصر کے تمام شہروں سے وہ لوگ جمع کیے جائیں جو فن سحر میں ماہر ہوں چنانچہ حسب مشورہ لوگ جمع کرنے گئے اور اطراف بلاد سے تلاش کر کے جادوگر لے آئے۔ انہوں نے بڑے دعوے کیے اور کہنے لگے اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہمیں انعام ملیگا؟

فرعون نے کہا بیشک تمہیں انعام بھی ملے گا اور تم میری بارگاہ کے مقربین خاص ہو جاؤ گے غرضکہ جادوگروں نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت کی ان کے دلوں میں ادب و رعب پیدا ہو گیا اور انہوں نے مقابلہ کی جرأت نہ کی۔ بلکہ انہوں نے عرض کیا حضور اگر حکم ہو تو اپنا کرتب پیش کریں گویا بلا اجازت وہ کسی اقدام کے لیے تیار نہ ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں اجازت دی تو انہوں نے اپنے جادو کا کرتب پیش کیا جس سے لوگوں کی نگاہیں مسحور ہو گئیں اور انہیں سارے میدان میں سانپ ہی سانپ نظر آنے لگے اور اس سے وہ خوفزدہ ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس مظاہرہ سے کوئی خوف نہ آیا اس لیے کہ آپ کو کامل اعتماد اور یقین کہ منتر جنتر معجزہ کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ مختصر یہ کہ جب جادوگر اپنے زبردست منتر جنتر کا مظاہرہ کر چکے تو جناب باری عز اسمہ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم ملا کہ وہ اپنا عصا ڈال دیں آپ نے عصا مبارک ڈال دیا تو جادوگروں کی تمام کرتوت نگل گیا اور حق باطل پر غالب آ گیا۔

سیر کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جادوگروں نے بڑے بڑے رسے اور شہتیر میدان میں ڈال کر اپنے منتر سے لوگوں کی نظر بندی کی تھی عوام انہیں سانپ اور اژدہے کی شکل میں دیکھ کر خوفزدہ ہو رہے تھے۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو اس نے ایک عظیم اژدہے کی شکل اختیار کر کے تمام کا لقمہ کر لیا۔

ابن زید فرماتے ہیں کہ یہ اجتماع اسکندریہ میں ہوا تھا اور عصا جب بشکل اژدہا رونما ہوا تو اس کی دم سمندر کے پار تھی جب تمام سحر کاری ختم ہو گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے اٹھا لیا تو وہ عصا ہی تھا۔ جادوگروں نے یہ معجزانہ مشاہدہ کر کے یقین کر لیا کہ یہ جادو نہیں ہے بلکہ یہ کرشمۂ قدرت الٰہی ہے تو سب کے سب امنا برب العلمین رب موسیٰ و هرون

کہتے ہوئے سجدہ میں گر گئے۔

بلکہ ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے انکی پیشانیاں پکڑ کر جھکا دیں۔ فرعون کے حصہ میں پھر بھی ایمان نہ آیا وہ اپنے تکبر و غرور میں بولا تم میری اجازت دینے سے پہلے جو ایمان لائے اس میں یقیناً تمہارا مکر تھا اور تم نے یہ مکاری کر کے تمام شہر میں خوف و ہراس پھیلانا چاہا ہے۔ تاکہ تم اور موسیٰ (علیہ السلام) شہر والوں کو یہاں سے نکال دو۔ لہٰذا اب تمہیں اس مکاری کی سزا ضرور ملے گی اور تم عنقریب جان لو گے میں یہ قسم کہتا ہوں کہ تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا کر تمہیں سولی دوں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

"دنیا میں پہلا سولی دینے والا اور پہلا ہاتھ پاؤں کاٹنے والا فرعون ہے"۔

چنانچہ فرعون کی اس گیدڑ بھبکی سے ایمان لانے والے جادوگروں نے جواب دیا کہ اے فرعون اب ہم ایمان لے آئے ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ تیرے مظالم ہمارا ایمان نہ بدل سکیں گے۔ ہم یقیناً اپنے رب کی طرف لوٹیں گے اور اگر منصفانہ طور پر دیکھا جائے تو تجھے ہمارا یہی کام ناگوار گزرا ہے کہ ہم نے اپنے رب کی نشانیاں دیکھیں تو ان پر ایمان لے آئے۔ لہٰذا ہمیں اس کا کوئی بھی غم نہیں ہے ہم مر کر اپنے رب کی لقا اور رحمت حاصل کریں گے اور وہی ہمارا اور تیرا فیصلہ کرے گا۔

اب ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ صبر کامل عطا فرمائے اور ہم پر اپنی رحمت کرے جیسے پانی کسی پر انڈیلا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ لوگ دن کے اول وقت جادوگر تھے اور اسی روز آخر وقت شہید ہو گئے۔

تفسیر نسفی اور روح المعانی سے تصریح۔

قال الملأ من قوم فرعون ان هذا لسحر عليم وعالم بالسحر ماهر فيه قد خيل الى الناس العصا حية والادم البيض يريد ان يخرجكم من ارضكم يعني مصر فماذا تأمرون تشيرون قالوا ارجه بسكون الهاء اي اخروا حبس اي اخرامره ولا تعجل او كان هم بقتله فقالوا اخر قتله واحبسه ولا تقتله ليتبين سحره عند الخلق واخاه هرون وارسل في المدائن حشرين جامعين ياتوك بكل ساحر عليم وجاء السحرة فرعون يريد فارسل اليهم فحضروه قالوا ان لنا لاجرا كانهم قالوا لابد لنا

من اجر عظیم ان کنا نحن الغالبین قال نعم ان لکم لاجرا و انکم لمن المقربین عندی فتکونوت اول من یدخل و اخر من یخرج وکانوا ثمانین الفا و سبعین الفا و بضعۃ وثلاثین الفا۔

بولے سردار قوم فرعون کے بے شک یہ سحر کا بڑا عالم ہے۔ اس فن میں بڑا ماہر ہے لوگوں کے خیال پر اثر انداز ہو کر عصا کو سانپ بنا دیتا ہے اور انسان کی سفید ہوتا ہے یہ ہاتھ کو جگمگا دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری زمین مصر سے نکال دے تو تمہارا کیا مشورہ ہے سب کہنے لگے ارجہ یعنی اخرا ابھی اسے قتل نہ کرو بلکہ ابھی اسے مقید رکھو اور جلدی نہ کرو یعنی ان کا ارادہ موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا تھا تو بمشورہ سرداران فرعون وہ موخر کیا گیا ان کے خیال میں یہ تاخیر اس وجہ میں تھی کہ جب ہمارے جادوگران کا مقابلہ کریں گے تو ان کی جادوگری خود بخود ماند پڑ جائے گی۔

چنانچہ فیصلہ ہوا کہ مصر کے تمام قصبات و مدائن میں جادوگر لانے کے لیے نمائندے بھیجے اور ماہر جادوگر جمع کیے جائیں۔ چنانچہ جادوگر آگئے اور فرعون کے سامنے پیش ہو گئے۔ فرعون نے انہیں اپنی مصیبت سنائی وہ بولے ہم مقابلہ کریں گے لیکن جب ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ پا لیں تو ہمیں انعام واکرام سے نوازا جائے تو فرعون نے کہا ہاں تمہارے لیے انعام ہی نہیں بلکہ پھر تو تم میرے مقربین خاص سے ہو گے تمہارا درجہ یہ ہو گا کہ دربار میں سب سے اول تمہیں باریابی ہو گی اور سب دربار کے برخاست ہو جانے کے بعد تمہاری واپسی۔

یہ تحقیق کر وہ کتنے تھے اس میں تین قول ہیں۔

ایک روایت ہے کہ یہ جادوگر اسی ہزار جمع کیے گئے تھے۔

ایک روایت ہے کہ ستر ہزار تھے۔

ایک روایت ہے تیس ہزار اور کچھ تھے۔

بہر حال جتنے بھی تھے ہزارہا کی تعداد میں تھے اور وہ صرف اور صرف ایک وجود مسعود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں لائے گئے تھے۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

واختلف فی عددہم ۔ فعن کعب انہم اثنا عشر الفا وعن ابن اسحٰق خمسۃ عشر

الفا وعن ابی ثمامة سبعة عشر الفا وفی روایة تسعة عشر الفا وعن السدی بضعة وثلاثون الفا وعن ابی برزة انہم سبعون الفا وعن محمد بن کعب ثمانون الفا واخرج ابو الشیخ عن ابن جریر قال السحرة ثلثمائة من قومہ وثلثمائة من العریش ویشکون فی ثلثمائة من الاسکندریة وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہم کانوا سبعین ساحرا وفدا اخذوا سحرا من رجلین مجوسیین من اھل نینوی مدینة یونس علیہ السلام۔

جادوگروں کی تعداد میں اختلاف ہے۔
کعب کہتے ہیں وہ بارہ ہزار تھے۔
ابن اسحٰق کہتے ہیں پندرہ ہزار تھے۔
ابی ثمامہ کہتے ہیں سترہ ہزار تھے۔
ایک روایت ہے کہ نو ہزار تھے۔
علامہ سدی سے مروی ہے تیس ہزار اور کچھ تھے۔
ابی برزہ کی تحقیق ہے کہ ستر ہزار تھے۔
محمد بن کعب کہتے ہیں اسی ہزار تھے۔
اور شیخ ابن جریر سے اخراج کر کے فرماتے ہیں کہ فرعون کی قوم سے تین سو جادوگر آئے اور عریش سے تین سو علیحدہ آئے اور خیال ہے کہ تین سو اسکندریہ سے بھی آئے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے کہ وہ ستر جادوگر تھے جنہوں نے دو مجوسیوں سے سحر سیکھا تھا اور یہ مجوسی نینوا کے رہنے والے تھے اور نینوا وہی شہر ہے جو حضرت یونس علیہ السلام کا وطن تھا۔

آگے چل کر علامہ آلوسی اپنی تحقیق فرماتے ہیں۔
والظاھر عدم صحتہ لان المجوسیة ظھرت زمن زردشت علی المشھور وھو انما جاء بعد موسی علیہ السلام وانہم رئیسہم کما قال مقاتل شمعون وقال ابن جریج ھو یوحنا وقال ابن الجوزی نقلا عن علماء السیر ان رؤساءھم سابور وعاذور وحط حط ومصفی۔

ظاہر تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں اس لیے کہ مجوسیت کا ظہور زردشت کے زمانہ میں ہونا مشہور ہے اور وہ یقیناً بعد موسیٰ علیہ السلام آیا۔ ان کے سردار کا نام بقول مقاتل شمعون تھا۔

اور ابن جریج کہتے ہیں انکے سردار کا نام یوحنا تھا۔

ابن جوزی علماء سیر سے ناقل ہیں کہ رؤسائے مجوس سابور۔ عازور۔ حطحط مصفی تھے۔

بہر حال اس میں قطعی شک نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ جادوگروں سے ہوا عام اس سے کہ وہ اسی ہزار تھے یا نو سو یا تین سو۔

آگے تفسیر نسفی میں ہے۔

قالوا یموسی اما ان تلقی عصاک واما ان نکون نحن الملقین۔ وفیہ دلالۃ علی ان رغبتہم فی ان یلقوا قبلہ قال لہم موسی علیہ السلام القوا تخییرھم ایاہ ادب حسن راعوہ معہ کما یفعل المتناظرون قبل ان یتجادروا فی الجدال وقد سوغ لہم موسی ما رغبوا فیہ ازدراء لشانہم وقلۃ مبالاۃ بہم واعتمادا علی ان المعجزۃ لن یغلبہا سحر ابدا فلما القوا سحروا اعین الناس اروھا بالحیل والشعوذ وخیلوا الیہا بالحقیقۃ بخلافہ روی انہم القوا حبالا غلاظا وخشبا طوالا فاذا ھی امثال الحیاۃ قد ملأت الارض ویرکب بعضہا بعضا واسترھبوھم وارھبوھم ارھابا شدیدا کانہم استدعوا رھبتہم بالحیلۃ وجاءوا بسحر عظیم فی باب السحر او فی عین من راہ۔

جادوگر بولے اے موسیٰ یا آپ ڈالیں اپنا عصا یا ہم ڈالنے والے ہوں اس میں اس امر کی دلالت ہے کہ جادوگروں کی خواہش یہ تھی کہ وہ اپنا کرتب پہلے دکھائیں فرمایا ان سے موسیٰ علیہ السلام نے تمہیں ڈالو گویا انہیں اختیار دیا ان کے حسن ادب کی بنا پر جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں کیا۔

دوسری اس وجہ میں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس پر اعتماد تھا کہ ان کا جادو معجزہ پر ہرگز غالب نہ ہوگا۔ فلما القوا سحروا اعین الناس یعنی جب انہوں نے اپنا جادو ڈالا لوگوں کی نظریں مسحور ہوگئیں اور انہیں سانپ اور اژدہے نظر آنے لگے جو حقیقتاً کچھ نہ تھے۔

روایت ہے کہ انہوں نے رستے اور لکڑیاں لمبی لمبی ڈالی ہوئی تھیں، وہ سحر سازی کی

وجہ سے سانپوں اور اژدروں کی شکل میں نظر آنے لگیں اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ تمام میدان بھرا ہوا ہے اور ایک پر ایک اژدہا چڑھ رہا ہے اور دیکھنے والوں پر شدید خوف طاری ہو گیا اور وہ زبردست جادو لائے جس نے لوگوں کی آنکھیں مسحور کر دیں۔

تفسیر نسفی میں ہے (ترجمہ)

اور وحی فرمائی ہم نے موسیٰ کی طرف یہ کہ ڈال دیں اپنا عصا تو وہ نکل گیا وہ سب کچھ جو جھوٹی نظر بندی سے انہوں نے مکر بنایا تھا رسوں اور لکڑیوں کا اور اٹھا لیا موسیٰ علیہ السلام نے اسے تو وہ لوٹ کر پھر عصا ہو گیا جیسا کہ تھا اور اللہ کی قدرت سے ان کے جادو سے جو اجرام عظیمہ نظر آرہے تھے معدوم ہو گئے۔

تو سارے جادوگر کہنے لگے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی جادو سے رسے اور شہتیر کا سانپ بناتے تو قائم رہتے تو ان پر حق غالب آیا اور جو انہوں نے کیا تھا جادو سے وہ باطل ہو گیا اور اس وقت فرعون اور اس کا لشکر اور جادوگر مغلوب ہو گئے اور ذلیلوں کی صورت میں مبہوت ہو کر رہ گئے اور گرا دیے گئے جادوگر اس طرح سجدہ میں تھے گویا کہ انہیں سجدہ میں گرایا گیا ہو تو اول نہار میں وہ جادوگر اور کافر تھے اور آخر یوم نیک اور شہید تھے سب کے سب پکار اٹھے کہ ہم ایمان لائے جہان کی پرورش کرنے والے پر جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا۔

فرعون بولا تم ایمان لائے ہو موسیٰ پر یا اس کا کہنا تو بیجا تھا یعنے وہ غضب ناک ہو کر کہنے لگا کہ میری اجازت سے پہلے تمہارا یہ ایمان لانا ظاہر کرتا ہے کہ اس میں تمہاری چال تھی جو تم نے چل کر شہر والوں پر کی تا کہ یہاں کے متوطنین کو جنگل میں نکال دیا جائے یعنے قبطیوں کو مصر سے نکال کر ان کی جگہ بنی اسرائیل کو آباد کر دو تو عنقریب تم جان لو گے قسم ہے میں تمہارے ہاتھ پیر کاٹوں گا ایک طرف سے ہاتھ دوسری طرف سے پاؤں کاٹ کر تمہیں شلہ کروں گا۔ پھر تمہیں سولی دونگا۔ یہ پہلی بار ہاتھ پیر کاٹ کر سولی کی رسم فرعون نے جاری کی تمام جادوگر جو ایمان لا چکے تھے۔ بولے ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں تو ہمیں موت کی پرواہ نہیں۔ اس لیے کہ یہ انقلاب لقاء الٰہی اور رحمت غیر تنناہی کے لیے ہے اور ہم اپنی جانیں اللہ کے سپرد کر چکے ہیں تو جو تیرے جی میں آئے وہ ہمارے لیے حکم دے اور تجھے ہمارا کیا برا لگا یہی نا کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لائے جب کہ وہ ہمارے پاس آئیں یہ تیری نظر میں عیب ہے اور وہ دراصل مناقب و مفاخر ہے جیسے ہم ایمان کہتے ہیں لے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل دے یعنی صبر عطا فرما اور ہمیں دنیا سے مسلمان اٹھا

یعنی اسلام و ایمان پر ثابت قدم رہتے ہوئے ہمیں موت دے۔

بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع پنجم پ ۹

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰی وَقَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَیَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۝

اور قوم فرعون کے سردار کہنے لگے تو کیا تو چھوڑتا ہے موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لیے کہ وہ فسا دپھیلائیں زمین میں اور چھوڑ دے تجھے اور تیرے فرضی معبودوں کو بولا ابیں قتل کروں گا ان کے بیٹوں کو اور زندہ رکھوں گا ان کی بیٹیاں اور ہم ان پر غالب ہیں۔

قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝

فرمایا موسیٰ نے اپنی قوم سے مدد طلب کرو اللہ سے اور صبر کرو بے شک زمین اللہ کی ہے وارث بناتا ہے اس کا جسے چاہے اپنے بندوں سے اور انجام پرہیزگاروں کے ہاتھ ہے۔

قَالُوْۤا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَیَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

بولے ہم ستائے گئے آپ کے آنے سے قبل اور آپ کے آنے کے بعد فرمایا عنقریب تمہارا رب ہلاک کریگا تمہارے دشمن کو اور اس کی جگہ تمہیں زمین میں متمکن کرے گا۔ پھر دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو۔

حل لغات سورۃ اعراف رکوع پنجم پ ۹

قال ۔ بولے	الملأ ۔ سردار	من قوم ۔ قوم	فرعون ۔ فرعون سے
أ ۔ کیا	تذر ۔ چھوڑتا ہے تو	موسی ۔ موسیٰ کو	و ۔ اور
قومہ ۔ اسکی قوم کو	لیفسدوا ۔ تاکہ فساد کریں	فی ۔ بیچ	الارض ۔ زمین کے

و۔اور	یذر۔چھوڑدے	ک۔تجھ کو	و۔اور
الھتک۔تیرے معبودوں کو	قال۔بولا	سنقتل۔ہم جلدی قتل کریں گے	
ابناء۔بیٹے	ھم۔ان کے	و۔اور	نستحی۔زندہ رکھیں گے
نساء۔عورتیں	ھم۔ان کی	و۔اور	انا۔بیشک ہم
فوقھم۔ان پر	قاھرون۔غالب ہیں	قال۔کہا	موسی۔موسی نے
لقومہ۔اپنی قوم سے	استعینوا۔مدد مانگو	باللہ۔اللہ سے	و۔اور
اصبروا۔صبر کرو	ان۔بیشک	الارض۔زمین	للہ۔اللہ کی ہے
یورثھا۔وارث بناتا ہے اس کا		من جسے	یشاء۔چاہے
من عبادہ۔اپنے بندوں سے		و۔اور	العاقبۃ۔انجام
للمتقین۔پرہیزگاروں کے لیے ہے		قالو۔بولے	اوذینا۔ہمیں تکلیف
دی گئی	من قبل۔پہلے	ان۔اس سے	تاتینا۔کہ تو آیا ہمارے پاس
و۔اور	من بعد۔بعد	ما۔اسکے کہ	جئتنا۔تو آیا ہمارے پاس
قال۔کہا	عسی۔قریب ہے کہ	ربکم۔رب تمہارا	ان۔یہ کہ
یہلک۔ہلاک کرے	عدو۔دشمن	کم۔تمہارے کو	و۔اور
یستخلفکم۔خلیفہ بنائے تم کو		فی۔بیچ	الارض۔زمین کے
فینظر۔پھر دیکھے	کیف۔کیسے	تعملون عمل کرتے ہو تم	

خلاصہ تفسیر سورۃ اعراف رکوع پنجم پ ۹

اور قوم فرعون کے سردار بولے کیا تو موسیٰ کو اور اس کی قوم کو اس لیئے چھوڑتا ہے کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور مصر میں تیری مخالفت کریں وہاں کے باشندوں کا دین بدلیں اور اس کا احساس قوم کو اس لیے ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے اول مقابلہ میں جو جادوگروں سے ہوا چھ لاکھ افراد ایمان لا چکے تھے (مدارک)

اور تجھے اور تیرے (مفرد ضمہ) معبودوں کو چھوڑدے وہ نہ تجھے پوجیں نہ تیرے گھڑے کیے ہوئے معبودوں کو۔ علامہ سدّی فرماتے ہیں کہ فرعون نے اپنی قوم کے لیے بت بنوا کر ان کی پرستاری

کا حکم جاری کر دیا تھا اور اعلان عام تھا کہ فرعون تمہارا رب ہے اور ان بتوں کا بھی جن کو تم پوج رہے ہو۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ فرعون دہریہ تھا اور وجود صانع کا انکار کرتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ عالم سفلی کے مدبر کواکب ہیں اسی بنا پر اس نے ستاروں کی صورت پر بت بنوا دیے تھے ان کا خود بھی پرستار تھا اور اپنی قوم کو بھی انہی کی پرستش کراتا تھا اور باوجود پرستار کواکب ہونے کے اپنے آپ کو اہل زمین کا مطاع و مخدوم تصور کرتا تھا۔

اور یہی وجہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ سے واپس آ کر انا ربکم الاعلیٰ کا آوازہ لگایا اور قوم نے سنقتل ابناء ھم ونستحی نساء ھم عنقریب ان کے بیٹوں کو قتل کروں گا اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھوں گا اور ہم یقیناً ان پر غالب ہیں گویا یہ وہ جواب ہے جو سرداران فرعون نے اس سے پہلے اتذر موسیٰ وقومہ کہہ کر پوچھا تھا یا فرعون کو قتل موسیٰ اور آپ کی قوم کے قتل کے لیے ابھارتا تھا اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا استعینوا باللہ واصبروا اللہ سے مدد چاہو بے شک زمین کا مالک اللہ ہے۔

اور فرعون کی اس اسکیم سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اس قتل عام سے بنی اسرائیل کی تعداد کم ہو جائے گی۔ بنی اسرائیل یہ سن کر پریشان ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ زمین کا مالک اللہ ہے اپنے بندوں سے جسے چاہے وارث بنائے اور انجام کار پرہیزگاروں کے ہاتھ ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو توقع دلائی کہ فرعون اور اس کی قوم ہلاک ہو گی اور تم لوگ ان کی زمین واملاک پر قابض و متصرف ہو گے۔

تو بنی اسرائیل کہنے لگے اوذینا من قبل ان تاتینا ومن بعد ما جئتنا حضور ہم تو آپ کے تشریف لانے سے قبل بھی ستائے گئے ہیں اور آپ کے آجانے کے بعد بھی مصیبت میں ہیں یعنی فرعون اور اس کی قوم نے طرح طرح کی مصیبتوں میں ہمیں مبتلا کر رکھا ہے اور اب وہ ہماری اولاد کے قتل کا عزم کر چکا ہے تو ہماری مدد کب ہو گی اور یہ مصیبتیں کب تک ہمارے سر سے ٹلیں گی۔؟

تو آپ نے فرمایا عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض بہت جلدی تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کرے گا اور ان کی جگہ زمین کا تمہیں مالک بنائے گا پھر دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو اور کس طرح شکر نعمت بجا لاتے ہو۔

فرعون نے چار سو برس کی عمر پائی۔ تین سو بیس برس تو ایسی عیش و عشرت میں گذارے کہ اس مدت میں کبھی اس کے درد سر بھی نہ ہوا۔ اب اس پر قحط سالی مسلط ہوئی تاکہ اس سے خوفزدہ ہو کر یاد خدا کریں لیکن وہ کفر میں اس قدر راسخ ہو چکے تھے کہ اس سے بھی ان کی سرکشی میں کمی نہ آئی۔ بقیہ حال آئندہ رکوع میں مذکور ہے۔

تفسیر نسفی سے رکوع مذکورہ کی تصریح

(ترجمہ) کہا سرداران قوم فرعون نے کیا تو چھوڑ دے گا موسیٰ اور اس کی قوم کو تاکہ وہ فساد برپا کریں زمین مصر میں اپنی بلندی کے لیے اور یہاں کے لوگوں کا دین بدل دیں اس لیے کہ جادوگروں کے ایمان لانے سے چھ لاکھ نفر مسلمان ہو گئے تھے اور چھوڑ دیں تجھے اور تیرے گھڑے ہوئے معبودوں کو۔

مروی ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کے لیے بت بنا کر حکم دیا تھا کہ ان کی پوجا کرے اور ان کی قربت حاصل کرے جس طرح بتوں کے پجاری بتوں سے تقرب حاصل کر کے کہتے ہیں کہ یہ عبادت ہماری اللہ کی طرف تقرب حاصل کرنے کے لیے ہے اور اسی وجہ میں فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ بولا۔ فرعون سرداران قوم کو جواب میں کہ عنقریب میں ان کے بچوں کو قتل کروں گا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھوں گا اور ہم ان پر غالب ہوں گے۔

یعنی میں ویسے ہی ان کے بچوں کا قتل شروع کروں گا جیسے پہلے ولادت موسیٰ کی خبر پر کیا تھا تاکہ وہ جانیں کہ ہم اسی غلبہ اور قہر کے مالک ہیں اور یہ ہمارے ہاتھ کے نیچے ویسے ہی مقہور ہیں تو یہ مجبور ہو کر ہماری طرف آجائیں گے اور یہ وا ہمہ عوام میں نہ رہے گا کہ ہمارے سابقہ قتل عام کی وجہ محض منجموں کی خبر ولادت کی بنا پر نہ تھی اور ہم انہیں اپنی اتباع کی طرف انہیں مجبور کر دیں۔ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے تم اللہ سے مدد چاہو اور صبر کرو یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب قوم نے گھبرا کر آپ سے فرعون کے ارادہ کا اظہار کیا۔ تو آپ نے تسلی دینے کو ان سے وعدہ نصرت الٰہی فرمایا اور کہا بیشک زمین اللہ کی ملکیت ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے جسے چاہے اپنے بندوں سے اس میں قوم کے لیے امید دلائی گئی زمین مصر کی اور انجام پرہیزگاروں کے ہاتھ ہے اس میں بشارت دی کہ خاتمہ محمودہ متقیوں کے لیے ہے۔

تو قوم بولی ہم تو ستائے جا چکے ہیں آپ کی تشریف آوری سے قبل اور آپ کے تشریف لانے کے بعد اس سے ان کی مراد قبل ولادت موسیٰ علیہ السلام قتل ابناء تھی اور دوبارہ پھر قتل کی خبر سنی تو یہ فرعون کی شکایت بارگاہ موسیٰ میں انہوں نے کی تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا عنقریب تمہارا رب وہ ہے جو ہلاک کریگا تمہارے دشمن کو اور اس کی جگہ زمین مصر پر تمہیں مسلط فرمائے گا۔ اس میں اشارۃً موسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہلاکت فرعون کی اور قوم موسیٰ کے اس ملک پر مسلط ہونے کی پھر دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو یعنی تمہاری طرف سے جو عمل ہوں گے وہ دیکھے جائیں گے کہ نیک رہتے ہو یا قبیح عملوں میں پڑتے ہو شکر نعمت بجالاتے ہو یا کفران نعمت کرتے ہو پھر جیسا تم کرو گے اس کا بدلہ پاؤ گے۔

بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع ششم پ ۹

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○	اور بے شک پکڑا ہم نے فرعونیوں کو برسوں کے قحط اور پھلوں کی کمی میں تاکہ وہ نصیحت مانیں۔
فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○	تو جب آتی ان کے پاس بھلائی کہتے یہ ہمارے لیے ہے اور اگر پہنچے انہیں برائی تو بدشگونی لیتے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں سے خبردار بدشگونی تو ان کے لیے اللہ کے ہاں ہے لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔
وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○	اور کہتے ہیں تم کیسی بھی نشانی لاؤ ہمارے پاس تاکہ ہم پر جادو کرو اس سے تو ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں۔
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ○	تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹیڑی اور جوئیں اور مینڈک اور خون نشانیاں جدا جدا تو تکبر کیا انہوں نے اور تھے وہ قوم مجرم۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝

اور جب پڑتا ان پر عذاب تو کہتے اے موسیٰ دعا کرو ہمارے لیے اپنے رب سے اس عہد کے سبب جو تمہارے پاس ہے اگر ہٹا دو گے تم ہم سے عذاب تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بھیج دیں گے ہم تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝

تو جب ہم نے ان سے عذاب ہٹایا ایک مدت کے لیے جس کے بعد انہیں عذاب آنا تھا تو جبھی وہ پھر جاتے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝

تو بدلہ دیا ہم نے انہیں اور غرق کیا انہیں دریا میں بوجہ جھٹلانے کے ہماری نشانیوں کو اور تھے وہ اس سے غافل لوگ۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝

اور وارث کیا ہم نے اس قوم کو جو کمزور کر دی گئی تھی اس زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا جس میں برکت رکھی گئی تھی ہم نے اور پورا ہوا تیرے رب کا وعدہ بنی اسرائیل پر بدلہ ان کے صبر کا اور برباد کر دیا ہم نے جو کچھ کرتا تھا فرعون اور اسکی قوم اور جو تھے مکانات بناتے۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝

اور ہم نے دریا کے پار کیا بنی اسرائیل کو تو آئے وہ اوپر ایسی قوم کے جو آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی اپنے بتوں کے آگے بولے اے موسیٰ بنا دے ہمیں ایک خدا جیسا ان کے لیے اتنے خدا ہیں فرمایا تم قطعی جاہل ہو۔

اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

یہ لوگ تباہی میں ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ باطل ہے۔

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝	فرمایا کیا اللہ کے سوا تلاش کروں کوئی اور خدا حالانکہ اس نے تمہیں زمانہ پر فضیلت دی۔
وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝	اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں نجات دی اور فرعونیوں سے جو تمہیں بری طرح عذاب دیتے تھے تمہارے بیٹے ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیاں زندہ رکھتے۔ اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے زبردست امتحان تھا۔

حل لغات سورۂ اعراف رکوع تششم پ ۹

و۔ اور	لقد۔ بیشک	اخذنا۔ پکڑا ہم نے	ال۔ قوم
فرعون۔ فرعون کو	بالسنین۔ قحط سالی	و۔ اور	نقص۔ کمی
من الثمرات۔ پھلوں سے	لعلھم۔ تاکہ وہ	یذکرون۔ نصیحت پکڑیں	فاذا۔ تو جب
جاءتھم۔ آتی انکے پاس	الحسنۃ۔ بھلائی	قالوا۔ کہتے	لنا۔ ہمارے لیے ہے
ھذہ۔ یہ	و۔ اور	ان۔ اگر	تصبھم۔ پہنچتی انکو
سیئۃ۔ برائی	یطیروا۔ بدفال لیتے	بموسیٰ۔ موسیٰ سے	و۔ اور
من۔ جو	معہ۔ انکے ساتھی تھے	الا۔ خبردار	انما۔ یقیناً
طائرہ۔ بدفالی	ھم۔ ان کی	عند۔ پاس	اللہ۔ اللہ کے ہے
و۔ اور	لکن۔ لیکن	اکثر۔ اکثر	ھم۔ ان کے
لا۔ نہیں	یعلمون۔ جانتے	و۔ اور	قالوا۔ بولے
مھما۔ جب بھی	تأتنا۔ لائے تو	بہ۔ ہمارے پاس	من۔ کوئی
اٰیۃ۔ نشانی	لتسحر۔ کہ جادو کرے تو	نا۔ ہم پر	بھا۔ اس سے
فما۔ تو نہیں	نحن۔ ہم	لک۔ تجھ پر	بمومنین۔ ایمان لانیوالے

فارسلنا - تو بھیجا ہمنے	علیہم - ان پر	الطوفان - طوفان	و - اور
الجراد - ٹڈی	و - اور	القمل - چچڑیاں	و - اور
الضفادع - مینڈک	و - اور	الدم - خون	ایت - نشان
مفصلت - کھلے کھلے	فاستکبروا - تو تکبر کیا	و - اور	کانوا - تھے وہ
قوما - لوگ	مجرمین - مجرم	و - اور	لما - جب
وقع - آتا	علیہم - ان پر	الرجز - عذاب	قالوا - کہتے
یموسی - اے موسیٰ	ادع - دعا کر	لنا - ہمارے لیے	ربک - اپنے رب سے
بما - ساتھ اسکے جو	عہد - عہد کیا	عند - نزدیک	ک - تیرے
لئن - اگر	کشفت - کھول دے تو	عنا - ہم سے	الرجز - عذاب
لنؤمنن - تو ضرور ایمان لائینگے ہم		لک - تجھ پر	و - اور
لنرسلن - ضرور بھیجیں گے ہم		معک - تیرے ساتھ	بنی - بنی
اسرائیل - اسرائیل کو	فلما - تو جب	کشفنا - ہم کھولتے	عنہم - ان سے
الرجز - عذاب	الی - طرف	اجل - مدت کے کہ	ہم - وہ
بالغوہ - پہنچنے والے تھے	ہ - اس کو	اذا - تو اچانک	ہم - وہ
ینکثون - عہد توڑ دیتے	فانتقمنا - تو ہم نے بدلہ لیا		منہم - ان سے
فاغرقنا - تو ہم نے غرق کردیا ان کو		ہم - ان کو	فی - بیچ
الیم - دریا کے	بانہم - کہ انہو تھے	کذبوا - جھٹلایا	بایتنا - ہماری آیتوں کو
و - اور	کانوا - تھے	عنہا - ان سے	غفلین - غافل
و - اور	اورثنا - وارث بنایا ہم نے		القوم - اس قوم کو
الذین - جو	کانوا - تھے	یستضعفون - کمزور سمجھے جاتے	
مشارق - مشرق	الارض - زمین کا	و - اور	مغاربہا - اسکے مغرب کا
التی - وہ جو	برکنا - برکت رکھی ہمنے	فیہا - اس میں	و - اور
تمت - پورے ہو گئے	کلمت - کلمے	ربک - تیرے رب کے	الحسنی - اچھے
علی - اوپر	بنی - بنی	اسرائیل - اسرائیل کے	بما - بدلے اسکے
صبروا - جو انہوں نے صبر کیا		و - اور	دمرنا - توڑ دیا ہمنے

ما۔جو کان۔تھا یصنع۔بناتا فرعون۔فرعون
و۔اور قومہ۔اسکی قوم و۔اور ما۔جو
کانوا۔تھے وہ یعرشون۔مکان بناتے و۔اور جاوزنا۔گذار دیا ہم
نے ببنی۔بنی اسرائیل۔اسرائیل کو البحر۔دریا سے
فاتوا۔تو آئے وہ علی۔اوپر قوم۔ایک قوم کے یعکفون۔جو دھرنا مارے
بیٹھی تھی علی۔اوپر اصنام۔بتوں لہم۔اپنے کے
قالوا۔کہنے لگے یموسیٰ۔اے موسیٰ اجعل۔بنا لنا۔ہمارے لیے
الھا۔خدا کما۔جیسے کہ لہم۔ان کے اٰلھۃ۔خدا ہیں
قال۔کہا انکم۔بیشک تم قوم۔لوگ ہو تجھلون۔جاہل
ان۔بیشک ھؤلاء۔یہ متبر۔ہلاک ہونے والا ہے ما۔جو
ھو۔وہ فیہ۔اس میں ہیں و۔اور باطل۔باطل ہے
ما۔جو کانوا۔تھے وہ یعملون۔عمل کرتے قال۔فرمایا
اَ۔کیا غیر۔سوا اللہ۔اللہ کے ابغیکم۔تلاش کروں تمہارے لیے
الھا۔خدا و۔حالانکہ ھو۔اس نے فضلکم۔بزرگی دی تم کو
علی۔اوپر العلمین۔جہان والوں کے و۔اور اذ۔یاد کرو جب
انجینکم۔نجات دی ہم نے تم کو من اٰل فرعون۔قوم فرعون سے
یسومونکم۔پہنچاتے تھے تم کو سوء۔برا العذاب۔عذاب
یقتلون۔وہ قتل کرتے ابناء۔بیٹے کم۔تمہارے و۔اور
یستحیون۔زندہ رکھتے نساء۔عورتیں کم۔تمہاری و۔اور
فی۔بیچ ذالکم۔اس کے بلاء۔امتحان تھا من ربکم۔تمہارے رب سے
عظیم۔بہت بڑا۔

خلاصہ تفسیر سورہ اعراف رکوع ششم پ ۹

وَلَقَدْ اَخَذْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ ۔ اور بیشک پکڑا ہم نے

فرعونیوں کو برسوں کے قحط اور پھلوں کی کمی ہیں۔ یعنی فقر و فاقہ میں مبتلا کیا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں اور کفر و شرک سے باز آئیں تو جب ان پر کوئی بھلائی آتی اور ارزانی و فراخی ہوتی تو کہتے یہ ہمارے لیے ہے۔ یعنی ہم اس کے مستحق ہیں اس فراخی کو اللہ کا فضل نہ جانتے اور اگر کوئی برائی پہنچتی تو حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں سے بدشگونی لیتے کہ یہ بلائیں ان لوگوں کی وجہ میں آئی ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو یہ مصیبتیں بھی نہ آتیں۔ خبردار رہو ان کی قسمت کی شامت تو اللہ کے یہاں ہے جو اس نے ان کے لیے مقدر کیا ہے وہی پہنچتا ہے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے اور کہتے ہیں تم کیسی بھی نشانی لے کر آؤ کہ ہم پر جادو کرو ہم کسی طرح تم پر ایمان لانے والے نہیں۔

جب ان کی سرکشی و خود سری اس درجہ تک پہنچ گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے حق میں دعائے عذاب فرمائی تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تو ہم نے بھیجا ان پر طوفان جب ان کے ساتھ جادوگروں کی جمعیۃ ہی ایمان لے آئی اس وقت بھی فرعون اپنے کفر و سرکشی پر جما رہا تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے پے بہ پے عذاب رونما ہوئے۔ پہلی بار ان پر طوفان آیا جو ابر کی صورت میں ظاہر ہوا اس نے اندھیرا کیا اور اتنی بارش ہوئی کہ قبطیوں کے گھروں میں پانی بھر گیا اور وہ اس پانی میں کھڑے ہو گئے۔ آخر ش وہ پانی ان کی گردنوں سے بھی اوپر چڑھنے لگا وہ اس پانی میں نہ کام کر سکتے تھے نہ چل پھر سکتے تھے یہ عذاب ہفتہ سے ہفتہ تک سات یوم کا مل رہا۔ بنی اسرائیل کے گھر بھی ان کے گھروں سے متصل تھے مگر ان کے گھروں میں وہ عذاب کا پانی نہ آیا۔

آخر ش جب یہ لوگ عاجز آگئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کے لیے عرض کیا اور وعدہ کیا کہ اگر یہ عذاب رفع ہو گیا تو ہم لوگ آپ پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔

آپ نے دعا فرمائی وہ عذاب رفع ہوا اور زمین اتنی سر سبز و شاداب ہوئی کہ اس سے قبل کبھی نہ ہوئی تھی۔ کھیتیاں خوب ہوئیں۔ درخت خوب پھلے اور فرعونی کہنے لگے یہ پانی تو نعمت تھا اور ایمان نہ لائے۔ مختصر یہ کہ ایک مہینہ آرام سے گذرا اس کے بعد دوسرا عذاب آیا جیسے فرمایا والجراد یعنی ٹڈیاں مسلط ہو گئیں۔

انہوں نے وہ کھیتیاں اور پھل اور مکانوں کی چھتیں سب غارت کر ڈالیں اور قبطیوں کے گھروں میں بھر گئیں اور بنی اسرائیل امن سے رہے۔ قبطیوں نے پریشان ہو کر پھر موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی اور رفع عذاب کے بعد ایمان لانے کا وعدہ کیا اور وعدے پر عہد و پیمان

کیے۔ سات روز اس عذاب میں مبتلا رہے۔ جب دعائے موسیٰ علیہ السلام سے وہ عذاب ٹلا تو کہنے لگے بقیہ کھیتیاں اور پھل ہمیں کافی ہیں۔ ہم اپنا دین نہیں چھوڑتے عہد و پیمان سب توڑ دیئے اور بدستور اپنے اعمال خبیثہ میں مشغول ہو گئے ایک ماہ پھر امن سے گذرا پھر اللہ تعالیٰ نے والقمل جوؤں اور چچڑیوں کا عذاب مسلط فرمایا مفسرین قمل کی تفسیر میں تین قول فرماتے ہیں

بعض کہتے ہیں قمل سے مراد جوں ہیں۔

بعض کہتے ہیں قمل گھن ہے

بعض کہتے ہیں قمل سے مراد وہ کیڑا ہے جسے مکنی کہتے ہیں یہ باریک کیڑا ہوتا ہے یہ کیڑا کھیتوں کو چاٹ گیا۔ کپڑوں میں گھس کر جسم چاٹ گیا۔ بھویں پلکیں جھاڑ دیں حتیٰ کہ دس بوریوں میں تین سیر غلہ باقی نکلتا۔ سونا دشوار ہو گیا۔ آخر ش فرعونی گھبرائے اور اب پختہ توبہ کرنے کے لیے جمع ہوئے آپ کی دعا سے یہ بلا دفع ہوئی۔

سات روز تک یہ بلا بھی رہی پھر بدعائے موسیٰ علیہ السلام نجات پائی مگر یہ بدعہد اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ خباثت پر اتر آئے ایک مہینہ کی مہلت کے بعد اب ان پر بدعائے موسیٰ علیہ السلام والضفادع مینڈکوں کا تسلط ہوا اور ایسا ہوا کہ بات کرنے کے لیے منہ کھولتے تو مینڈک منہ میں گھس جاتے یہاں بیٹھتے مینڈکوں کی وجہ سے جگہ نہ ملتی۔ ہانڈی پکاتے تو اس میں مینڈک کود پڑتے غرضکہ چولہوں کی آگ مینڈک کود کود کر بجھا دیتے کھانوں میں مینڈک۔ ہانڈیوں میں مینڈک غرضکہ ہر جگہ مینڈک ہی مینڈک دیکھ کر فرعونی رو پڑے سات روز تک اس عذاب میں مبتلا رہے پھر توبۃ النصوح کے لیے جمع ہو کر آئے آپ نے پھر دعا کی وہ بلا بھی دفع ہوئی پھر ایک ماہ خیریت سے گذرا مگر حسب عادت پھر عہد شکنی کی تو بدعائے موسیٰ علیہ السلام والدم یعنی ان پر خون مسلط ہوا اور ایسا مسلط ہوا کہ کنوؤں۔ چشموں۔ نہروں حتیٰ کہ دریائے نیل میں بھی خون ہی خون تھا۔

قبطیوں نے فرعون سے شکایت کی تو اس نے کہا موسیٰ نے جادو سے نظر بندی کی ہے قوم نے کہا یہ کیسی نظر بندی ہمیں تو ہمارے گھر کے برتنوں اور نہروں اور کنوؤں میں خون کے سوا پانی کا نام و نشان نہیں ملتا۔

فرعون نے حکم دیا کہ قبطی اور بنی اسرائیل ایک ہی برتن میں پانی لیا کریں۔ چنانچہ ایسا بھی کیا گیا

لیکن جب بنی اسرائیل پانی نکال لیتے تو پانی نکلتا اور جب قبطی اس برتن سے پانی اپنے برتن میں لیتے خون بن جاتا۔ فرعونیوں کی عورتیں بچے پیاس سے ادھ موئے ہو گئے۔ بنی اسرائیل کے گھروں سے پانی مانگتے تھے۔ انہوں نے پانی دیا اور جب قبطیوں کے برتن میں ڈالا تو وہ خون ہو گیا آخر ایک دن ایک فرعونی عورت نے بنی اسرائیل کی خاتون سے کہا تو اپنے منہ میں پانی لے کر میرے منہ میں ڈال دے اس نے منہ میں پانی لے کر فرعونی عورت کے منہ میں کلی کی تو اس کے منہ میں وہ خون ہو گیا۔

فرعون خود پیاس سے بے چین ہو گیا اور درختوں کا رس چوسا وہ رس بھی منہ میں جا کر خون ہو گیا۔ سات روز تک یہی حال رہا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں التجا کی اور دعا کی درخواست کی اور سخت معاہدے ایمان کے کئے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ بلا دفع ہوئی لیکن ایمان پھر بھی نہ لائے۔

چنانچہ ارشاد ہے جدا جدا نشانیاں آئیں تو بھی انہوں نے تکبر کیا اور وہ قوم مجرم تھی۔ اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے اے موسیٰ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے اس عہد کے ساتھ جو اللہ تعالےٰ کا تمہارے پاس ہے تاکہ وہ آپ کی دعا قبول کرے اگر آپ ہم سے عذاب اٹھا دیں گے تو ہم ضرور آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ کر دیں گے تو جب ہم ان سے عذاب ایک مدت کے لیے کھول دیتے جس تک انہیں پہنچنا ہے جبھی وہ پھر جاتے۔

تو پھر ہم نے بدلہ لیا تو انہیں دریا میں غرق کر دیا یعنی جب بار بار انہیں عذابوں سے نجات دی اور وہ کسی عہد پر قائم نہ رہے اور ایمان نہ لائے تو اللہ تعالےٰ نے انہیں غرق بحیرہ قلزم کر کے ہلاک کر دیا۔ اس لیے کہ وہ ہماری نشانیاں جھٹلاتے رہے اور انجام کار سے بے پروا اور غافل رہے اور قطعاً غفل و تدبر سے کام نہ لیا۔ اور ہم نے انہیں یعنی قوم بنی اسرائیل کو جو کمزور و مجبور کر دی گئی تھی اس زمین مصر و شام کے مشرق و مغرب کا وارث کیا جس میں ہم نے برکت رکھی۔ نہروں۔ درختوں۔ پھلوں کھیتوں اور پیداوار کی کثرتوں سے اور تیرے رب کا وعدہ حسنیٰ پورا ہوا بنی اسرائیل پر بدلہ ان کے صبر کا اور برباد کر دیا ہم نے ان تمام عمارتوں اور ایوانوں اور باغوں کو جو کچھ بناتے تھے فرعون اور اس کی قوم نے اور جو بلند عمارتیں اٹھاتے تھے اور دریا پار اتارا ہم نے بنی اسرائیل کو۔ یہ واقعہ دس محرم کو ہوا۔

تو وہ آئے ایک ایسی قوم پر جو اپنے بتوں کے آگے آسن مارے بیٹھے تھے یعنی بت پرستی کر رہے تھے۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ یہ بت گائے کی شکل کے تھے انہیں دیکھ کر بنی اسرائیل کہنے لگے بولے اے موسٰی ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لیے اتنے خدا ہیں۔ موسی نے فرمایا تم ضرور جاہل لوگ ہو اتنی نشانیاں دیکھ کر یہ نہ سمجھے کہ اللہ واحد اور لا شریک لہ ہے وہ تمثل نہیں اس کا تشبیہ محال اس سے تشبیہ کسی سے دینا کفر ہے صرف وہی مستحق عبادت ہے اس کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں ہے بیشک یہ لوگ (جو بت پرستی کر رہے ہیں) برباد ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ نرا باطل ہے۔

فرمایا (موسٰی علیہ السلام نے) کیا اللہ کے سوا اور تمہارا خدا تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں فضیلت دی زمانہ بھر سے یعنی اللہ تعالےٰ ایسی ذات کا نام نہیں جو تلاش کر کے بنا لی جائے بلکہ وہ ذات تو وہ ہے جس نے تمہیں زمانہ بھر پر فضیلت دی احسان اور فضل کرنے پر قادر ہے اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں نجات دی فرعون والوں سے کہ تمہیں بری مار دیتے تمہارے بیٹے ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیاں زندہ چھوڑتے اور اس میں تمہارے رب کا بڑا فضل ہوا یعنی جب اس نے تم پر ایسی نعمتیں عطا کیں تو تمہیں شایاں نہیں ہے کہ اس کے سوا کسی اور کو پوجو۔

بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع ساتواں پ ۹

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ۝

اور وعدہ کیا ہم نے موسٰی سے تیس رات کا اور پوری کیں ہم نے دس بڑھا کر تو پورا ہوا وعدہ اس کے رب کا چالیس رات کا اور کہا موسٰی نے اپنے بھائی ہارون کو نائب رہ میرا میری قوم میں اور اصلاح کر اور نہ پیروی ہونا فسادیوں کی راہ کا۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ

اور جب آیا موسٰی ہمارے وعدہ پر اور کلام کیا اس سے اس کے رب نے عرض کی اے میرے رب اپنا دیدار دکھا کہ میں دیکھوں تجھے۔ فرمایا

اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

ہرگز نہ دیکھ سکے گا تو لیکن اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر ٹھہرا رہا اپنی جگہ تو قریب ہے کہ تو مجھے دیکھ لے تو جب اپنا نور چمکایا اس کے رب نے پہاڑ پر تو کر دیا اسے پاش پاش اور گر پڑے موسیٰ بے ہوش ہو کر۔ تو جب ہوش ہوا بولے پاکی ہے تجھے رجوع کرتا ہوں میں تیری طرف اور میں سب سے پہلا ایمان لانیوالا ہوں۔

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ○

فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے چن لیا لوگوں سے اپنی رسالتوں اور اپنی کلام سے تو لے جو میں نے تجھے دیا اور ہو شکر گذاروں سے۔

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۚ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ○

اور لکھا ہم نے اس کے لیے تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور تفصیل ہر شے کی (اور فرمایا) اسے لے مضبوطی سے اور حکم دے اپنی قوم کو کہ لے اس کی اچھی باتیں عنقریب میں دکھاؤں گا تمہیں فاسقوں کا گھر۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ○

اور جلدی پھیر دوں گا میں انہیں جو میری آیتوں سے تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق اور اگر سب نشانیاں دیکھیں تو ایمان نہ لائیں اور اگر دیکھیں ہدایت کی راہ نہ اختیار کریں اس راہ کو اور اگر دیکھیں راہ گمراہی کی تو پکڑتے ہیں وہ راہ یہ اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور وہ اس سے بے خبر ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ

اور وہ جو جھٹلاتے ہیں ہماری آئیتیں اور ملاقات آخرت کو اس کا سب عمل اکارت

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ؕ — گیا انہیں کیا بدلہ ملے گا مگر وہی جو وہ کرتے تھے۔

حل لغات سورۃ اعراف رکوع ہفتم پ ۹

و۔اور	واعدنا۔وعدہ کیا	نا۔ہم نے	موسیٰ۔موسیٰ سے
ثلثین۔تیس	لیلۃ۔راتوں کا	و۔اور	اتممنٰھا۔پورا کیا ہم نے اسکو
بعشر۔ساتھ دس کے	فتم۔تو پورا ہوا	میقات۔وقت	ربہ۔اس کے رب کا
اربعین۔چالیس	لیلۃ۔راتیں	و۔اور	قال۔کہا
موسیٰ۔موسیٰ نے	لاخیہ۔اپنے بھائی	ھرون۔ہارون کو	اخلفنی۔نائب رہ میرا
فی۔بیچ	قومی۔میری قوم کے	و۔اور	اصلح۔درستی کر
و۔اور	لا۔نہ	تتبع۔پیروی کر	سبیل۔راہ
المفسدین۔فسادیوں کی	و۔اور	لما۔جب	جاء۔آیا
موسیٰ۔موسیٰ	لمیقاتنا۔ہمارے وقت پر		و۔اور
کلمہ۔کلام کیا اس سے	ربہ۔اس کے رب نے	قال۔کہا	رب۔اے میرے رب
ارنی۔دکھا	نی۔مجھ کو	انظر۔میں دیکھوں	الیک۔تیری طرف
قال۔فرمایا	لن۔ہرگز نہیں	ترانی۔دیکھ سکے گا تو	نی۔مجھ کو
و۔اور	لکن۔لیکن	انظر۔دیکھ	الی۔طرف
الجبل۔پہاڑ کی	فان۔پھر اگر	استقر۔ٹھہرا رہا	مکانہ۔اپنی جگہ پر
فسوف۔تو جلدی	ترانی۔دیکھے گا تو	نی۔مجھ کو	فلما۔پھر جب
تجلی۔تجلی فرمائی	ربہ۔اس کے رب نے	للجبل۔پہاڑ پر	جعلہ۔تو کر دیا اسکو
دکا۔ریزہ ریزہ	و۔اور	خر۔گر پڑے	موسیٰ۔موسیٰ
صعقا۔بیہوش ہو کر	فلما۔پھر جب	افاق۔افاقہ ہوا	قال۔کہا
سبحنک۔تو پاک ہے	تبت۔میں توبہ کرتا ہوں	الیک۔تیری طرف	و۔اور
انا۔میں	اول۔پہلا	المؤمنین۔ماننے والا ہوں	قال۔فرمایا

یموسیٰ۔ اے موسیٰ	انی۔ بیشک میں نے	اصطفیتک۔ برگزیدہ کیا تجھ کو	
علی۔ اوپر	الناس۔ لوگوں کے	برسلتی۔ اپنی پیغمبری	و۔ اور
بکلامی۔ اپنے کلام سے	فخذ۔ تو پکڑ	ما۔ جو	اتیتک۔ میں نے تجھ کو دیا
و۔ اور	کن۔ ہو	من الشکرین۔ شکر گذاروں سے	
و۔ اور	کتبنا۔ لکھا ہم نے	لہ۔ اس کے لیے	فی۔ بیچ
الالواح۔ تختیوں کے	من کل۔ ہر	شیٔ۔ چیز کی	موعظۃ۔ نصیحت
و۔ اور	تفصیلا۔ تفصیل	لکل۔ ہر	شیٔ۔ چیز کی
فخذ۔ تو پکڑ	ھا۔ اسکو	بقوۃ۔ طاقت سے	و۔ اور
امر۔ حکم دے	قومک۔ اپنی قوم کو	یاخذوا۔ پکڑیں	باحسنھا۔ اسکی اچھی باتیں
ساوریکم۔ جلدی دکھاؤنگا میں تم کو		دار۔ گھر	الفسقین۔ فاسقوں کا
ساصرف۔ جلدی پھیردونگا میں		عن ایتی۔ اپنی آیتوں سے	
الذین۔ انکو جو	یتکبرون۔ تکبر کرتے ہیں	فی۔ بیچ	الارض۔ زمین کے
بغیر۔ بغیر	الحق۔ حق کے	و۔ اور	ان۔ اگر
یروا۔ دیکھیں	کل۔ ہر	ایۃ۔ نشانی تو	لا۔ نہ
یؤمنوا۔ ایمان لائیں	بہا۔ اس پر	و۔ اور	ان۔ اگر
یروا۔ دیکھیں	سبیل۔ راہ	الرشد۔ بھلائی کی	لا۔ نہ
یتخذو۔ پکڑیں	ہ۔ اسکو	سبیلا۔ رستہ	و۔ اور
ان۔ اگر	یروا۔ دیکھیں	سبیل۔ راہ	الغی۔ گمراہی کی
یتخذو۔ پکڑیں	ہ۔ اسکو	سبیلا۔ راستہ	ذلک۔ یہ
بانھم۔ اسلئے ہے کہ	کذبوا۔ جھٹلایا انھوں نے	بایتنا۔ ہماری آیتوں کو	و۔ اور
کانوا۔ تھے	عنہا۔ اس سے	غفلین۔ بے خبر	و۔ اور
الذین۔ وہ جنہوں نے	کذبوا۔ جھٹلایا	بایتنا۔ ہماری آیتوں کو	و۔ اور
لقاء۔ ملاقات	الاخرۃ۔ آخرت کو	حبطت۔ ضائع ہوئے	اعمالھم۔ انکے عمل
ھل۔ نہیں	یجزون۔ بدلہ دیے جائینگے	الا۔ مگر	ما۔ جو
کانوا۔ تھے وہ	یعملون۔ عمل کرتے		

خلاصۂ تفسیر سورۂ اعراف رکوع ہفتم پ ۹

اور ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے توریت عطا فرمانے کا یہ وعدہ ذوالقعدہ میں تیس رات کا ہوا اور اسے دس رات ذی الحجہ کی بڑھا کر چالیس راتیں پوری کیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل سے وعدہ تھا کہ جب اللہ تعالے بنی اسرائیل کے دشمن فرعون کو ہلاک کر دے گا تو ان کے لیے اللہ تعالے کی طرف سے ایک کتاب لائیں گے جس میں حرام وحلال کا مفصل بیان ہوگا۔

چنانچہ جب فرعون ہلاک کر دیا گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے اس کتاب کے نازل فرمانے کی درخواست کی تو حکم ہوا کہ تیس روزے رکھیں جب آپ نے وہ روزے رکھ لیے تو آپ کو اپنے دہن مبارک سے ایک بھکراند معلوم ہوئی آپ نے مسواک کرنی شروع کی وہ بو جو آتی تھی کم ہو گئی۔ ملائکہ نے عرض کیا آپ کے دہن مبارک سے ایک خوشگوار خوشبو آتی تھی۔ آپ نے اُسے مسواک کر کے ختم کر دیا۔ اللہ تعالے نے حکم فرمایا کہ ماہ ذی الحجہ میں دس روزے اور رکھیے تاکہ وہ بو جو آپ کو ناپسند اور ملائکہ کو محبوب ہے پھر آنے لگے۔ موسیٰ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ روزے دار کے منہ کی بھکراند میرے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے اس لیے کہ تیس دن پر دس بڑھا کر چالیس پورے کیے گئے۔

اس سے وہ چلہ کشی جو صوفیائے کرام میں مروج ہے وہ ثابت ہوتی ہے کہ تقرب الٰہی کے لیے اللہ تعالے نے چالیس روزے موسیٰ علیہ السلام سے رکھائے اس کے بعد انہیں توریت عطا فرمائی۔ اسی طرح ذات اور تزکیہ روحانی کے لیے صوفیا نے سنت موسوی پر عمل کر کے چالیس دن کا چلہ رکھا تاکہ انوار نبوت موسوی سے روح تابندہ ہو کر تقرب الٰہی اور رویت انوار و تجلیات ربانی کی استعداد حاصل کر سکے پھر پہاڑ یعنی کوہ طور پر مناجات کے لیے جاتے وقت اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا خلیفہ و نائب مقرر کر کے انہیں فرمایا کہ تم میری قوم پر میرے نائب رہنا اور ان کی اصلاح کرنا اور مفسدین کی راہ کو دخیل نہ ہونے دینا چنانچہ ارشاد ہے۔

جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا اس

کلام فرمانے پر ہمارا ایمان ہے۔ رہا یہ کہ اس کلام کی حقیقت کیا تھی اس کے متعلق ہماری کیا حقیقت جو ہم کیفیت کلام پر بحث کریں۔

احادیث میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کلام سننے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے طہارت فرماکر پاکیزہ لباس زیب تن کیا اور روزہ رکھ کر طور سینا پر حاضر آئے تو اللہ تعالےٰ نے ایک ابر نازل فرمایا جس نے پہاڑ کو چار فرسخ تک ڈھانپ لیا۔ شیاطین اور انسان حتی کہ چرند پرند اور فرشتے تک وہاں سے علیحدہ کر دیے گئے اور آپ کے لیے باب سما مفتوح ہو گیا آپ نے ملائکہ کو دیکھا کہ ہوا میں کھڑے ہیں اور عرش الٰہی کو صاف طور پر دیکھا اور الواح پر قلموں کی آواز سنی اور اللہ تعالےٰ نے آپ سے کلام فرمایا و کلمہ ربہ کے یہی معنی ہیں آپ نے اپنی معروضات پیش کیں۔

آپ کو بارگاہ الٰہی سے کلام کریم عطا فرمایا گیا جسے توریت کہتے ہیں۔ روح الامین آپ کے ساتھ تھے مگر کلام الٰہی کی لذت نے آپ کو بے چین کر دیا آپ کلام کچھ نہ سن سکے حتیٰ کہ از خود رفتہ ہو کر دیدار الٰہی کے آرزو مند ہوئے (خازن)

اور عرض کرنے لگے اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھاؤ کہ میں تجھے دیکھوں فرمایا موسیٰ تو مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتا اس لیے کہ ان آنکھوں سے میرا جمال کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا محض اس کی عطا و فضل سے اس کا دیدار باقی آنکھیں دیکھیں گی۔ فانی آنکھ نے نہ دیکھا اور نہ کبھی دیکھ سکے یعنی کوئی بشر اس کے تجلی جمال کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرا دیکھنا ممکن نہیں اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ دیدار الٰہی ممکن ہے اگرچہ دنیا میں نہ ہو اس لیے کہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ بروز قیامت مومنین اپنے رب عزوجل کے دیدار سے فیض یاب کیے جائینگے۔

علاوہ بریں حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالےٰ کا عرفان رکھتے تھے اور اگر دیدار الٰہی ممکن نہ ہوتا تو آپ ہرگز رب ارنی انظر الیک نہ کہتے اس کے جواب میں لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی میں بھی پہاڑ کے ثابت رہنے پر دیدار کو ممکن فرمایا گویا ظاہر فرمایا کہ استقرار جبل کی شرط پر تم ہمارا جمال دیکھ سکتے ہو اور جو چیز اللہ تعالےٰ نے موجود فرمائی وہ ممکن ہے اور جو موجود نہ ہو اس کے موجود کرنے نہ کرنے پر وہ مختار ہے اس سے ثابت ہوا کہ استقرار جبل امر ممکن ہے محال نہیں اور جو امر ممکن پر معلق ہو وہ بھی ممکن ہی ہوتی ہے محال

نہیں ہوتی۔ لہٰذا دیدارِ الٰہی جو پہاڑ کے استقرار پر معلق تھا وہ ممکن ہوا اس سے اس جماعت کا قول باطل ثابت ہوا جو دیدارِ الٰہی محال بتاتی ہے آگے ارشاد ہے۔

تو جب تجلی جمال اور اپنے نور کی چمک اس کے رب نے پہاڑ پر کی تو اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گرے تو جب ہوش ہوا بولے پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مومن ہوں یعنی بنی اسرائیل میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے چن لیا لوگوں سے اپنی رسالتوں اور اپنی کلام سے تو پکڑ جو میں نے تجھے دیا اور شکر والوں میں ہو اور ہم نے اس کے لیے تختیوں میں لکھ دی ہر چیز کی نصیحت اور تفصیل ہر شے کی تورات کے الواح سات یا دس تھیں جو زمرد یا زبرجد کی تھیں تو اے موسیٰ لے اپنی مضبوطی سے اور حکم دے اپنی قوم کو کہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں اور اس کے احکام پر اچھی طرح عامل ہو عنقریب میں تمہیں دکھاؤں گا فاسقوں کا گھر یعنے فاسق۔ کافر ول خلاف نافرمان چلنے والوں کا وہ گھر جو آخرت میں انہیں ملے گا۔

حسن اور عطا کہتے ہیں کہ بیدینوں فاسقوں کے گھر سے مراد جہنم ہے۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ میں تمہیں شام میں داخل کردوں گا۔ اور اس میں امم ماضیہ کے گھر دکھاؤں گا جنہوں نے اللہ تعالےٰ کی مخالفت کی تاکہ تمہیں اس سے عبرت حاصل ہو۔

حضرت عطیہ عوفی فرماتے ہیں کہ دار الفاسقین سے فرعون اور اس کی قوم کے وہ مکانات مراد ہیں جو مصر میں ہیں۔

سدی کہتے ہیں اس سے منازل کفار مراد ہیں۔

کلبی کہتے ہیں کہ عاد و ثمود اور ہلاک شدہ امتوں کے منازل مراد ہیں جن پر عرب کے لوگ اپنے سفروں میں ہو کر گذرتے تھے۔ آگے ارشاد ہے۔

اور قریب ہے کہ پھیر دوں گا میں اپنی آیتوں سے انہیں جو بڑائی چاہتے ہیں زمین میں ناحق حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ بیان قرآن سے اہل باطل کے دلوں کا اکرام نہیں فرماتا اس لیے اس طرز سے ان پر وعید شدید ہوا۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس فرمان سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ میرے بندوں پر اجبار کرتے اور میرے اولیاء سے جنگ وجدل کرتے ہیں انہیں اپنی آیتوں کے قبول اور تصدیق سے

متحرف کر دونگا۔ تاکہ وہ ایمان نہ لائیں یہ ان کے عناد کی سزا ہے کہ انہیں راہ راست سے پھیر دیا آگے ارشاد ہے۔

اور اگر وہ ہر ایک نشانی دیکھ بھی لیں تو ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس پر چلنا ہرگز اختیار نہ کریں۔ یہ ان کے تکبر کا بدلہ ہے اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اس پر چلنے کو موجود ہوں۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں۔ اور تھے وہ ان سے غافل۔

بامحاورہ ترجمہ سورۂ اعراف رکوع ہشتم پ ۹

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ
حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا
اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ
اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝

اور بنا لیا قوم موسیٰ نے اس قوم سے لیے ہوئے زیوروں سے ایک بچھڑا بے جان جسم کا جس میں گائے کی سی آواز تھی کیا نہ دیکھا کہ وہ ان سے نہ بات کرتا ہے اور نہ کچھ انہیں راہ بتاتا ہے اسے لیا اور تھے وہ ظالم۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ
قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا
وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اور جب پچھتائے اور دیکھا کہ وہ بے شک بہک گئے تو بولے اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمیں نہ بخشے تو ہوں گے ہم نقصان والوں سے۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ
اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ
اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ
وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ
قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ
وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا تُشْمِتْ
بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ

اور جب پلٹے موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ میں افسوس کرتے فرمایا تم نے کیا بری جانشینی کی میرے بعد کیا جلدی کی تم نے اپنے رب کے حکم سے اور تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچے کہا اے میری ماں جائے بے شک قوم نے کمزور سمجھا مجھے اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں

الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

تو نہ ہنسا مجھ پر دشمنوں کو اور نہ کر مجھے ظالموں میں عرض کی (موسیٰ نے) اے میرے رب بخش دے مجھے اور میرے بھائی کو۔ اور داخل کر ہمیں اپنی رحمت میں اور تو سب سے بڑا رحم والا مہربان ہے۔

حلّ لغات سورۃ اعراف رکوع ہشتم پ ۹

و۔ اور	اتخذ۔ بنایا	قوم۔ قوم	موسیٰ۔ موسیٰ نے
من بعدہ۔ اسکے بعد	من حلیھم۔ ان کے زیورات سے		عجلا۔ ایک بچھڑا
جسدا۔ ایک وجود	لہ۔ اس کی	خوار۔ آواز تھی	ا۔ کیا
لم۔ نہ	یروا۔ دیکھا انہوں نے	انہ۔ کہ وہ	لا۔ نہ
یکلمھم۔ بولتا ہے ان سے	و۔ اور	لا۔ نہ	یھدیھم۔ دکھاتا ہے انہیں
سبیلا۔ رستہ	اتخذوہ۔ پکڑا	ہ۔ اس کو	و۔ اور
کانوا۔ وہ تھے	ظلمین۔ ظالم	و۔ اور	لما۔ جب
سقط فی ایدیھم۔ وہ پچتائے		و۔ اور	راوا۔ دیکھا
انھم۔ کہ وہ	قد۔ بیشک	ضلوا۔ گمراہ ہوئے	قالوا۔ بولے
لئن۔ اگر	لم۔ نہ	یرحمنا۔ رحم کیا ہم پر	ربنا۔ ہمارے رب نے
لنکونن۔ تو ضرور ہوں گے ہم		من الخسرین۔ خسارہ والوں سے	
و۔ اور	لما۔ جب	رجع۔ پھرے	موسیٰ۔ موسیٰ
الی۔ طرف	قومہ۔ اپنی قوم کی	غضبان۔ غصے میں	اسفا۔ افسوس کرتے
قال۔ کہا	بئسما۔ بری	خلفتمو۔ جانشینی کی تم نے	نی۔ میری
من بعد۔ بعد	ی۔ میرے	ا۔ کیا	عجلتم۔ جلدی کی تم نے
امر۔ حکم	ربکم۔ اپنے رب سے	و۔ اور	القی۔ ڈالیں
الالواح۔ تختیاں	و۔ اور	اخذ۔ پکڑا	براس۔ سر

اخیہ۔ اپنے بھائی کا	یجرہ۔ کھینچتا تھا	ہ۔ اس کو	الیہ۔ اپنی طرف
قال۔ کہا	ابن۔ اے بیٹے	ام۔ میری ماں کے	ان۔ بیشک
القوم۔ قوم نے	استضعفو۔ کمزور جانا	نی۔ مجھ کو	و۔ اور
کادوا۔ قریب تھے کہ	یقتلونتی۔ قتل کریں مجھ کو		فلا۔ تو نہ
تشمت۔ خوش کر	بی۔ مجھ سے	الاعداء۔ دشمنوں کو	و۔ اور
لا۔ نہ	تجعلنی۔ کر مجھے	مع۔ ساتھ	القوم۔ قوم
الظالمین۔ ظالم کے	قال۔ کہا	رب۔ اے میرے رب	اغفر۔ بخشدے
لی۔ مجھ کو	و۔ اور	لاخی۔ میرے بھائی کو	و۔ اور
ادخلنا۔ داخل کر ہم کو	فی۔ بیچ	رحمتک۔ اپنی رحمت کے	و۔ اور
انت۔ تو	ارحم۔ بڑا ہی	الراحمین۔ رحم کرنے والا ہے۔	

خلاصہ تفسیر سورۃ اعراف رکوع ہشتم پ ۹

علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں واتخذ قوم موسی من بعدہ یعنی بنالیا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے آپ کے طور کی طرف اپنے رب کی طرف مناجات کے لیے چلے جانے کے بعد ان کے زیوروں سے جو سبطی قوم نے قبطیوں سے عید کے بہانے سے عاریۃً لیا تھا۔

حلی عربی میں اس چیز کو کہتے ہیں جو زینت کے لیے بنائی جائے اور متخلی ہو سونے اور چاندی سے۔ یہ زیور قوم قبط کا تھا جو فرعون کی قوم تھی۔ ان سے قوم سبط نے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم تھی ان کے غرق ہونے سے پہلے استعارۃً لیا تھا جب وہ ہلاک و غرقاب ہو گئی تو ان کے پاس وہ زیور رہ گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ سبطیوں نے قبطیوں سے زیور پایں خیال حاصل کر لیا تھا کہ ان کے غرق کے بعد وہ مسلمانوں کی ملک ہوگا۔

ایک روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اغراق فرعون کا معہ اس کی قوم کے ارادہ فرمایا اور یہ علم قوم موسیٰ کو ہو گیا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کے

ذریعہ بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ قبطیوں سے استعارۃً ان کے زیور لیں اور دریائے نیل کی طرف چلیں تاکہ قبطی اپنے زیورات کی وجہ سے ان کے تعاقب میں آئیں اور غرق نیل ہوں اور وہ مستعار زیور بنی اسرائیل کے ہاتھ آجائے۔

اس پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ

غنائم صرف امت محمدیہ کے لیے حلال ہوئے ہیں اور اس سے پہلے کسی امت پر حلال نہ تھے۔ حیث قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خمس لم یعطھن احد قبلی احلت لی الغنائم۔ الحدیث اور آیہ کریمہ حملنا اوزارا من زینۃ القوم ہم سے بوجھ اٹھوائے گئے اس قوم (قبط) کے زیوروں سے فقذفناھا تو ہم نے انہیں آگ میں ڈال دیا، اس سے بھی اقتضائً یہی نکلتا ہے کہ قوم بنی اسرائیل اسے حلال نہ سمجھتی تھی چنانچہ اس نے ان زیورات کو بعد ہلاک قوم فرعون آگ میں ڈال دیا۔ پھر وہ روایت جو اوپر بیان ہوئی کیونکر صحیح مانی جا سکتی ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ قوم جب ناحق اپنی پوجا کراتی اور ظلماً استخدام کرتی بنی اسرائیل کا مال جبراً لیتی ان کی اولادوں کو قتل کرتی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی زمین اور جو کچھ اس میں تھا سب کا مالک بنی اسرائیل کو بنادیا حیث قال تعالیٰ ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ زمین اللہ کے لیے ہے اس کا وارث کرتا ہے جسے چاہے اپنے بندوں سے اور یہ قبضہ زیورات پر بطریق ورثہ ہوا نہ کہ بطور غنیمت۔ آگے ارشاد ہے۔

عجلا جسدا لہ خوار یعنی انہوں نے اس زیور کو آگ میں ڈال کر ایک عجل بنالیا۔ عربی زبان میں عجل گائے کے بچے یعنی بچھڑے کو کہتے ہیں۔ عربی زبان میں ہر جانور کے بچے کے لیے علیحدہ علیحدہ نام ہیں چنانچہ گائے کے بچے کو جیسے بچھڑا کہتے ہیں عجل کہا جاتا ہے

اور گھوڑے کے بچے کو مہر۔

ناقہ یعنی اونٹنی کے بچے کو حوار۔

گدھی کے بچے کو جحش۔

بکری کے بچے کو حمل۔

بھیڑ کے بچے کو جدی۔

شیر کے بچے کو شبل۔

ہاتھی کے بچے کو دغفل۔
کتے کے پلے کو جرو۔
ہرن کے بچے کو خنف
نعام یعنی شتر مرغ کے بچے کو راعول
مرغی کے بچے کو فروخ۔
چوہے کے بچے کو درص۔
اور جسدًا اس لیے فرمایا کہ وہ صورت بچھڑا میں تھا نہ کہ اصل بچھڑا بلکہ سونے چاندی کا جسم بچھڑے کی صورت میں ڈھلا ہوا تھا۔ لَہٗ خُوَارٌ۔ اس میں گائے کی سی آواز تھی۔ خوار عربی میں صوت بقر یعنی گائے کی آواز کو کہتے ہیں چنانچہ حیوان کی آوازوں کے لیے بھی عربی میں علیحدہ علیحدہ نام ہیں۔
ثغا بکری کی آواز کو کہتے ہیں۔
یعار بھیڑ کی آواز کو۔ اور۔
نبیب بھیڑ کے نر کی آواز کو۔
نباح کتے بھونکنے کو۔
زئیر شیر کی آواز کو اور
عوا یا دعوعہ بھیڑیے کی آواز کو۔
ضباح لومڑی کی آواز کو
قباع۔ سور کی آواز کو
اور مواء بلی کی آواز کو
صئی ہاتھی کی آواز کو
نہیق اور سحیل گدھے کی آواز کو
اور صہیل۔ ضبح۔ قنع۔ حمحمہ گھوڑے کی آوازوں کو
رغا اونٹنی کی آواز کو
تبغم ہرن کی آواز کو
ضغیب خرگوش کی آواز کو
غرضکہ ہر جانور کی آواز کا علیحدہ نام ہے۔

ایک قراءت میں جؤار بھی ہے۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جَسَدًا لَہٗ جُؤَارٌ پڑھا ہے جو صوت شدید کے معنی میں آتا ہے۔

اس آواز کی تحقیق میں

ایک روایت ہے کہ سامری نے جب بچھڑا ڈھال لیا تو اس کے منہ میں حضرت روح الامین علیہ السلام کے گھوڑے کے نشان قدم سے خاک ڈال دی۔ تو وہ بچھڑا زندہ ہو گیا۔

بعض نے کہا اس میں یہ راز ہے کہ روح الامین چونکہ روح اعظم ہیں۔ اس وجہ میں ان کے مرکب کی خاک قدم میں بھی اللہ کے حکم سے بااثر تھا۔

معتزلہ کے نزدیک مادی تحقیق اس طرح ہے

کہ بچھڑا انو بیلا روح تھا اور سامری نے اسے ڈھالا تھا اس میں ڈھلائی کے وقت مناسب جگہ ایسے سوراخ رکھ دیئے کہ ان میں سے ہوا جب گذرتی تو اس سے آواز آتی اس لیے اسے قرآن کریم نے خوار کہا اور یہ بھی قرین عقل ہے۔ بہرحال قوم بنی اسرائیل سامری کے دھوکہ میں آئی اور اس بچھڑے کو پوجنے لگ گئی۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ بچھڑا ایک بار بولا یا کتنی بار مگر یہ متفقہ بات ہے کہ جب وہ بولا تو قوم بنی اسرائیل نے اسے سجدہ کیا اور جب وہ خاموش ہوا تو انہوں نے سروں کو اٹھالیا۔

علامہ حسن کا قول ہے کہ سارے کے سارے بنی اسرائیل بچھڑا پوجنے میں مصروف ہو گئے مگر ہارون علیہ السلام۔

حرمت تصویر کی علت روح المعانی میں

لا بد من تقدیر نعبدہ لیکون ذالک مصب الانکار لان حرمۃ التصویر حادثۃ فی شرعنا علی المشہور ولان المقصود انکار عبادتہ فافہم بترجمتہ ان کنت من المتفہمین۔

آگے اسی علت کی تصریح فرماتے ہیں۔

الم یروا انہ لا یکلمہم ولا یہدیہم تقریع لہم وتشنیع علی فرط ضلالہم واخلالہم

بالنظر ای الم یروا انہ لا یقدر علی ما یقدر علیہ احاد البشر من الکلام والارشاد السبیل بوجہ من الوجوہ فکیف عدلوہ بخالق الاجسام۔

خلاصہ یہ ہے کہ حرمت تصویر ہماری شریعت میں اسی بنا پر واقع ہوئی کہ وہ مظنہ شرک ہوتی ہے۔ درحقیقت مقصود اس حرمت سے انکار عبادت ماسوی اللہ ہے۔ اسی لیے آگے فرمایا۔

کیا نہیں دیکھا کہ وہ بچھڑے کا جسم نہ بات کرتا ہے اور نہ کچھ راہ بتاتا ہے اسے انہوں نے مسجود بنا لیا اور وہ ظالم و مشرک تھے۔

ولما سقط فی ایدیھم۔ اس کے معنی مفسرین نے ندموا کیے یعنی جب وہ شرمندہ ہوئے بقول سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما اس محاورہ کی توجیہ اس طرح فرمائی۔

کنایۃ عن شدۃ الندم وغایتہ لان النادم اذا اشتد ندمہ عض یدہ غما فتصیر یدہ مسقوطا فیھا واصلہ سقط فوہ اوعضہ فی یدہ۔

یہ کنایہ ہے شدت ندامت اور غایت درجہ کی شرمندگی کی طرف اس لیے کہ نادم کو جب ندامت بدرجہ غایت ہوتی ہے تو وہ ہاتھ کاٹتا ہے غم میں تو اس کا ہاتھ گرنے لگتا ہے اور اصل اس کی منہ گرنے یا ہاتھ نوچنے کی طرف ہے تو خلاصہ معنی یہ ہوئے کہ جب وہ شرمندہ ہوئے اور پچھتائے ورأوا انھم قد ضلوا۔ اور دیکھا انہوں نے کہ بے شک وہ گمراہی میں پڑ گئے تو بولے اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے گا اور ہمیں ہماری خطا معاف نہ فرمائے گا تو ہم تباہ کار اور نقصان والوں میں ہیں۔

یہ بیان بنی اسرائیل کی طرف سے تھا اس کا تذکرہ فرما کر آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور سے واپسی کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔

ولما رجع موسی الی قومہ۔ اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹے تو قوم کا یہ حال دیکھ کر غضبناک ہوئے اور ان پر افسوس فرمانے لگے اسفاً کی تصریح میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں ای شدید الغضب یعنی سخت غصہ فرماتے ہوئے اس کی تائید ابو الدرداء اور محمد قرظی اور عطا اور زجاج نے بھی کی اور غمگین و حزین بروایت ابن عباس اور حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا۔

اور ابو مسلم کہتے ہیں الغضب والاسف بمعنیٰ غضب و اسف ایک ہی معنی میں استعمال

ہوا اور تکرار جملتین محض تاکید کے لیے ہے۔

علامہ واحدی فرماتے ہیں ھما متقاربان فاذا جاءك ماتكرہ لمن ھو دونك غضبت فاذا جاءك ممن ھو فوقك حزنت یہ دونوں جملے متقارب المعنی ہیں تو اگر ایسی بات ہو جس سے کراہت کی جائے تو اگر وہ اپنے سے ادنے سے ہو تو غضب کہا جاتا ہے اور اگر ایسے شخص سے ہو جو اس سے اونچا ہو تو حزن ہوتا ہے۔

بنابریں موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم پر غضبان ہوئے ان کے بچھڑا پوجنے سے اور اسی فعل شنیع کی خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے طور سے واپس ہونے سے قبل ہی دے دی تھی۔

تو آپ نے قوم سے فرمایا۔

بئسما خلفتمونی من بعدی۔ تم نے میرے بعد بری جانشینی کی یہ خطاب یا تو بچھڑے کے پجاریوں سے فرمایا یا حضرت ہارون علیہ السلام سے اور آپ کے ساتھ جو مومنین تھے یعنی آپ نے فرمایا کہ میرے بعد تم نے بہت برا کیا کہ بچھڑا پوجا۔

اعجلتم امر ربکم۔ کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلدی کی یعنی میرا انتظار بھی نہ کیا اور مجھے سمجھ لیا کہ اب میں واپس ہی نہ ہوں گا۔ روایت ہے کہ سامری نے انہیں بچھڑا ڈھال کر کہا یہ تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے اور موسیٰ اب ہرگز واپس نہ آئیں گے۔ وہ انتقال کر چکے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے بیس رات دن گنے اور انہیں چالیس سمجھ لیا یعنی بیس دن بیس رات پھر جو کچھ انہوں نے سمجھا وہ سمجھا پھر اسی غصہ و افسوس میں والقی الالواح وہ لوحیں زمین پر رکھ دیں جیسے کوئی ڈالا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے جواب طلب کریں اور یہ سب فرط غیرت دینی میں ہوا اور آپ شدید الغضب تو ضرور تھے لیکن صرف اور صرف اللہ تعالے کے معاملہ میں۔ نہ کہ اور امور میں بھی۔

ابو الشیخ زید بن اسلم سے راوی ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب غصہ میں آتے تو سر اقدس پر آگ سی دھکتی معلوم ہوتی تھی۔

قاضی ناصر الدین نے القی الالواح کی تفسیر میں فرمایا ای طرحھا من شدۃ الغضب وفرط الضجرۃ حمیۃ للدین۔ آپ نے حمیت دین اور توبیخ میں شدت غضب کا خاصۃ

فرماتے ہوئے وہ الواح ڈال دیں۔ گویا یہ ظاہر فرمایا کہ جب تم اتنے گمراہ ہو گئے کہ شرک میں بھی تمیز نہ کر سکے تو پھر ان الواح کا کیا کرنا ہے۔

اسی بنا پر یہ بھی مشہور ہے کہ بعض لوحیں ٹوٹ گئیں۔ اسکی توجیہ میں افضل المتاخرین شیخ المشائخ صبغۃ اللہ الہندی حیدری فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ غضب وغصہ اور افسوس حمیت دین کے لیے تھا اور الواح کا گر جانا بلا اختیار ہوا اس لیے کہ احترام کتاب اللہ کا اگر نبی ہی نہ کرے گا تو پھر کون کرے گا۔ تو صحیح وصواب یوں ہے کہ فرط حمیت دین میں شدت غضب اس درجہ ہوئی کہ آپ الواح کے محفوظ رکھنے پر قادر ہی نہ رہے اور بدوں اختیار وہ الواح گر گئیں اسی وجہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

حسنات الابرار سیئات المقربین

اور علامہ صالح آفندی اس بحث میں آخر یہ فیصلہ دیتے ہیں

وحاصلہ ان موسی علیہ السلام لما رای من قومہ ما رای غضب غضبا شدیدا حمیۃ للدین وغیرۃ من الشرک برب العلمین فتعجل فی وضع الالواح لتفرغ یدہ فاخذ براس اخیہ۔

یعنی خلاصہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب قوم کا یہ حال ملاحظہ کیا تو انتہائی درجہ تک غضب ناک ہوئے اور حمیت دین وغیرت شرک برب العالمین جلدی فرمائی وضع الواح میں تاکہ ہاتھ خالی ہو تو اپنے بھائی حضرت ہارون کے سر کے بال پکڑ کر جواب طلب کریں۔ یہ بال پکڑنا عادتاً تھا اور ڈاڑھی پکڑنا بھی اس عادت کے ماتحت تھا جیسا کہ سورۃ طٰہٰ میں مذکور ہے۔

یجرہ الیہ۔ اپنی طرف لے کھینچنے لگے اس گمان سے کہ انہوں نے روکنے میں کوتاہی کی اور حضرت ہارون ویسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے مگر موسیٰ علیہ السلام مرتبہ کے لحاظ سے بڑے تھے مگر اس پر آپ کے غیظ وغضب پر حضرت ہارون قبضہ نہ کر سکے۔

دوسرے از روئے مرتبہ بھی آپ کا ادب کیا کہ آپ رسالت وریاست پر مستقل مامور تھے اور حضرت ہارون آپ کے وزیر تھے اور مزاج کے لحاظ سے نہایت حمول اور نرم دل تھے اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی یہ اقدام اہانت واستخفاف کی نیت سے

نہ تھا بلکہ محض ملامت مقصود تھی جیسا کہ آپ کا گمان تھا کہ انکی کوتاہی ہدایت کرنے میں ہوئی۔
چنانچہ حضرت ہارون نے فرمایا۔
قال یا ابن ام۔ اے میری ماں جائے یہ جملہ حضرت ہارون کا شفقتہً تھا اسی وجہ اپنا
انتساب ماں کے ساتھ فرمایا اور ابن امّ کہا۔ آپ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے۔
ایک قول میں آپ کی والدہ کا نام محیانہ بنت یصہر بن لاوی ہے۔
ایک قول میں یوحانذ ہے۔
ایک قول میں بارخا ہے۔
ایک قول میں بازخت ہے
اور اس کے علاوہ بھی اور قول ہیں
اس نام کے عمل پر آلوسی فرماتے ہیں

ومن الناس من زعم ان لاسمها رضی اللہ عنہا خاصیۃ فی فتح الاقفال
ولہا ریاضۃ مخصوصۃ عند ارباب الطلاسم والحروف وما ہی الا رہبانیۃ
ابتدعوہا ما انزل اللہ بہا من کتاب۔

ان القوم استضعفونی ای استذلونی وقہرونی ولم یبالوا بی لقلۃ انصاری

یعنی بعض لوگ اس وہم میں ہیں کہ والدہ موسیٰ علیہ السلام میں فتوحات کے اعمال ہیں۔
اور اس کے لیے مخصوص ریاضتیں ہیں۔ اصحاب طلاسم وحروف کے نزدیک لیکن حقیقت
یہ ہے کہ یہ محض رہبانیت کا عقیدہ ہے جو ان کی ایجاد ہے۔ قرون اولیٰ میں اس کا ذکر نہیں
تو ہارون علیہ السلام نے فرمایا مجھے قوم نے کمزور سمجھا اور ذلیل جانا اور مجھ پر تشدد کیا اور میری
بات کی پرواہ نہ کی اس لیے کہ میرے حمایتی کم تھے۔
وکادوا یقتلوننی اور قریب تھے کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں اگر میں اور سختی سے انہیں
منع کروں تو تم مجھے ایسی ذلت سے رسوا نہ کرو اور مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقعہ نہ دو اور مجھے ظالموں
میں نہ ملاؤ۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عذر معقول سن کر دعا کی حیث قال رب اغفر لی ولاخی
اے میرے رب مجھے معاف فرما اور میرے بھائی کو معاف کر اور ہمیں اپنی رحمت
میں داخل فرما اور تو رحم فرمانے والا مہربان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو
مستجاب فرمایا۔

بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع نہم پ ۹

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ٥

بے شک وہ جنہوں نے پوجا بچھڑے کو عنقریب انہیں ان کے رب کی طرف سے سزا ملے گی اور دنیا کی زندگی میں ذلت اور ایسے ہی ہم بدلہ دیتے ہیں جھوٹ بنانے والوں کو

وَالَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْۤا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥

اور وہ جنہوں نے برے عمل کیے پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لائے بے شک تیرا رب اس کے بعد یقیناً بخشنے والا مہربان ہے۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَی الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ وَفِیْ نُسْخَتِهَا هُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ ٥

اور جب موسیٰ کا غصہ اترا تو تختیوں کو اٹھا لیا اور اس کے نسخہ میں ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِیَّایَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ٥

اور چن لیے موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر آدمی ہمارے وعدے کے لیے تو پھر جب پکڑ لیا ان کو زلزلے نے کہا اے میرے رب اگر تو چاہتا تو ہلاک کرتا ان کو اس سے پہلے اور مجھ کو بھی کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمیں اس کرتوت پر جو ہم میں سے بیوقوفوں نے کی۔ نہیں یہ مگر تیری آزمائش تو گمراہ کرتا ہے اس سے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے تو ہی ہمارا دوست ہے سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ قَالَ عَذَابِيْ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاءُ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

تو سب سے بہتر معاف کرنے والا ہے۔ اور لکھ دے ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی ہم نے راہ پائی تیری طرف فرمایا میں اپنا عذاب پہنچاؤں گا جسے چاہوں گا اور میری رحمت نے سما لیا ہے ہر چیز کو۔ تو لکھوں گا میں وہ (رحمت) ان کے لیے جو پرہیزگار ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

وہ جو پیروی کریں گے (خاص) رسول نبی ان پڑھ کی وہ کہ اس کو پائیں گے لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ حکم کرے گا انہیں بھلی باتوں کا اور روکے گا انہیں برے کاموں سے اور حلال کرے گا ان کے لیے پاکیزہ چیزیں اور حرام کرے گا ان پر گندی چیزیں اور اتار دے گا ان سے ان کے بوجھ اور وہ طوق جو ان پر تھے تو جو لوگ ایمان لائیں گے اس پر اور اس کی حمایت کریں گے اور اس کی مدد کرینگے اور اس نور پر جو اس پر اتارا جائے گا پیروی کریں گے تو یہی لوگ ہیں کامیاب ہونیوالے۔

حل لغات سورۂ اعراف رکوع نہم پ ۹

ان۔ بے شک — الذین۔ وہ جنہوں نے — اتخذوا۔ پکڑا — العجل۔ بچھڑے کو

سینالہم - جلدی پہنچیگا انکو   غضب - غضب   من ربھم - ان کے رب
سے   و - اور   ذلة - ذلت   فی - بیچ
الحیوة - زندگی   الدنیا - دنیا کے   و - اور   کذلک - اسی طرح
نجزی - بدلہ دیتے ہیں ہم   المفترین - جھوٹوں کو   و - اور   الذین - وہ جنہوں نے
عملوا - عمل کیے   السیئات - برے   ثم - پھر   تابوا - توبہ کی
من بعدھا - اس کے بعد   و - اور   امنوا - ایمان لائے
ان - بیشک   ربک - تیرا رب   من بعد - بعد   ھا - اس کے
لغفور - بخشنے والا   رحیم - مہربان ہے   و - اور   لما - جب
سکت - فرو ہوا   عن موسی - موسی کا   الغضب - غصہ   اخذ - پکڑا
الالواح - تختیوں کو   و - اور   فی - بیچ   نسختھا - نسخے اس
کے کے   ھدی - ہدایت   و - اور   رحمة - رحمت تھی
للذین - ان لوگوں کے لیے   ھم - جو   لربھم - اپنے رب سے
یرھبون - ڈرتے ہیں   و - اور   اختار - چن لیے   موسی - موسی نے
قومہ - اپنی قوم سے   سبعین - ستر   رجلا - آدمی   لمیقاتنا - ہمارے وعدے پر
فلما - تو جب   اخذتھم - پکڑا انکو   الرجفة - زلزلے نے   قال - کہا
رب - اے میرے رب   لو - اگر   شئت - تو چاہتا   اھلکتھم - تو ہلاک کرتا انکو
من قبل - پہلے اس سے   و - اور   ایای - مجھ کو بھی   ا - کیا
فتھلکنا - ہلاک کرتا ہے تو ہم کو   بما - اس سے جو   فعل - کیا
السفھاء - بیوقوفوں نے   منا - ہم میں سے   ان - نہیں   ھی - یہ
الا - مگر   فتنتک - تیری آزمائش   تضل - گمراہ کرتا ہے تو   بھا - اس سے
من - جسے   تشاء - چاہے   و - اور   تھدی - ہدایت دیتا ہے
من - جسے   تشاء - چاہے   انت - تو   ولینا - ہمارا ولی ہے
فاغفر - تو بخش   لنا - ہم کو   و - اور   ارحمنا - رحم کر ہم پر
و - اور   انت - تو   خیر - بہتر ہے   الغافرین - بخشنے والا
و - اور   اکتب - لکھ   لنا - ہمارے لیے   ھذہ - اس

الدنیا - دنیا میں | حسنۃ - نیکی | و - اور | فی - بیچ

الاخرۃ - آخرت کے | انا - بیشک ہم نے | ھدنا - راہ پائی | الیک - تیری طرف

قال - فرمایا | عذابی - میرا عذاب | اصیب - پہنچاتا ہوں میں

بہا - وہ | من - جس کو | اشاء - میں چاہوں | و - اور

رحمتی - رحمت میری نے | وسعت - سمالیا | کل - ہر | شیء - چیز کو

فساکتبہا - تو جلدی لکھوں گا میں اسکو | للذین - انکے لیے جو | یتقون - پرہیزگار ہیں

و - اور | یؤتون - دیتے ہیں | الزکوۃ - زکوۃ | و - اور

الذین - وہ | ھم - جو | بایتنا - ہماری آیتوں پر | یؤمنون - ایمان رکھتے ہیں

الذین - وہ جو | یتبعون - پیروی کرینگے | الرسول - رسول | النبی - نبی

الامی - ان پڑھ کی | الذی - وہ کہ | یجدونہ - پاتے ہیں اسکو

مکتوبا - لکھا ہوا | عند - پاس | ھم - اپنے | فی - بیچ

التوراۃ - توراۃ | و - اور | الانجیل - انجیل کے | یامر - حکم دیگا

ھم - ان کو | بالمعروف - بھلی باتوں کا | و - اور | ینہا - روکے گا

ھم - ان کو | عن المنکر - بری باتوں سے | و - اور | یحل - حلال کریگا

لہم - ان کے لیے | الطیبت - پاک چیزیں | و - اور | یحرم - حرام کریگا

علیہم - ان پر | الخبائث - گندی چیزیں | و - اور | یضع - اتارے گا

عنہم - ان سے | اصر - بوجھ | ھم - ان کے | و - اور

الاغلال - طوق | التی - جو | کانت - تھے | علیہم - ان پر

فالذین - پھر جو | امنوا - ایمان لائینگے | بہ - اس پر | و - اور

عزروہ - حمایت کرینگے | ہ - اس کی | و - اور | نصروہ - مدد کرینگے

ہ - اسکی | و - اور | اتبعوا - پیروی کرینگے | النور - اس نور کی

الذی - جو | انزل - اتارا گیا | معہ - اس کے ساتھ | اولئک - تو یہ لوگ

ھم - وہی ہیں | المفلحون - کامیاب ہونے والے۔

خلاصۂ تفسیر اردو سورۂ اعراف رکوع نہم پ ۹

ان الذین اتخذوا العجل۔ بے شک وہ جو بچھڑا پوج بیٹھے عنقریب انہیں پہنچے گا غضب الٰہی ان کے رب کی طرف سے اور ذلت دنیا کی حیات میں اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں مفتریوں کو اور جنہوں نے عمل کیے برے پھر توبہ کرلی اس کے بعد اور ایمان لائے تو بے شک تمہارا رب اس کے بعد بخشنے والا مہربان ہے یعنی گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ جب بندہ ان سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ ان سب کو معاف فرما دیتا ہے۔

ولما سکت عن موسی الغضب اور جب تھم گیا موسیٰ کا غصہ تختیاں اٹھا لیں اور ان کی لکھائی میں ہدایت و رحمت ہے ان کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدے کے لیے چنے تاکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوں اور عذر گناہ قوم کی طرف سے کریں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام انہیں لے کر حاضر آئے تو جب انہیں زلزلہ نے آلیا۔

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رجفہ میں یعنے زلزلہ میں گرنے کا سبب یہ تھا کہ جب قوم نے بچھڑا ڈھالا اور اسے پوجا تھا تو یہ بھی ان کے ساتھ رہے تھے جدا نہیں ہوئے تھے (خازن)

میقات میں حاضر ہونے سے قبل تاکہ بنی اسرائیل ان کی ہلاکت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور انہیں موسیٰ علیہ السلام پر قتل کی تہمت لگانے کا موقع نہ ملے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب تو چاہتا تو انہیں پہلے مع میرے ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں اس فعل کی وجہ میں ہلاک فرمائے گا جو ہم میں سے بے عقلوں نے کیا وہ تو نہیں مگر تیرا آزمانا ہے گمراہ کرے اس سے جسے چاہے اور ہدایت دے جسے چاہے تو ہمارا مالک ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور ہمارے لیے لکھ دے اس دنیا میں بھلائی یعنے ہمیں ہلاک نہ کر اور اپنا لطف و کرم فرما اور ہمیں توفیق اطاعت بخش اور آخرت میں بھی بھلائی دے بیشک ہم تیری طرف رجوع لائے۔

فرمایا اللہ تعالےٰ نے میرا عذاب جسے میں چاہوں دوں اس لیے کہ سب کائنات میری

مخلوق ہے اور سب میرے بندے ہیں کسی کو مجھ پر اعتراض کرنے کی مجال نہیں اور میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے یعنی دنیا میں نیک و بد سب ہی ہیں اور سب ہی پر میری رحمت ہے تو عنقریب لکھ دونگا نعمتوں کو ان کے لیے جو ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ان کے لیے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

اور وہ جو پیروی کریں گے ہمارے رسول امی کی یہاں لفظ نبی اس لیے خاص طور پر استعمال فرمایا گیا کہ امی عام طور پر بے پڑھا ہوتا ہے مگر یہ رسول نبی امی ہیں یعنے بغیر پڑھے خبریں دینے والے نبأ خبر کو کہتے ہیں نبی خبر دینے والے کو ایسے نبی کو جسے لکھا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں یعنی توراۃ و انجیل میں آپ کی نعت اور صفت لکھی پائیں گے۔

حضرت عطاء بن یسار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اوصاف بیان کیے جو توریت میں مذکور ہیں اس کے بعد انھوں نے پڑھنا شروع کیا۔

اے نبی ہم نے تجھے بھیجا شاہد و مبشر و نذیر اور امیوں کا نگہبان بنا کر تم میرے بندے اور میرے رسول ہو میں نے تمہارا نام متوکل رکھا نہ بدخلق نہ بدمزاج نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے نہ برائی کو برائی سے دفع کرو یعنی خطاکاروں کو معاف کرتے ہو اور ان پر احسان فرماتے ہو اللہ تعالےٰ تمہیں نہ اٹھائے گا جبتک کہ تمہاری برکت سے ٹیڑھی ملت کو سیدھا اس طرح نہ فرمادے کہ صدق دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکارنے لگیں اور تمہاری بدولت اندھی آنکھیں بینا اور بہرے کان شنوا اور پردوں میں لپٹے ہوئے دل کشادہ ہو جائیں۔

حضرت کعب احبار سے توریت میں حضور کی صفات پر یہ مضمون بھی منقول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی صفت میں فرمایا کہ میں انہیں ہر خوبی کے قابل کروں گا اور ہر خلق کریم انہیں عطا فرماؤں گا اور اطمینان قلب و وقار کو ان کا لباس بناؤں گا اور طاعات و احسان کو ان کا شعار کروں گا۔ اور تقوی ان کا ضمیر اور حکمت ان کا راز اور صدق و وفا ان کی طبیعت اور عفو و کرم ان کی عادت اور عدل ان کی سیرت اور اظہار حق ان کی شریعت اور ہدایت ان کا امام اور اسلام ان کی ملت بناؤنگا احمد ان کا نام ہے۔

اسی کے ہم معنی علامہ آلوسی نے روح المعانی میں حضور کی صفات انجیل و زبور سے نقل کی ہیں خلق کو ان کے صدقے میں گمراہی کے بعد ہدایت اور جہالت کے بعد علم و معرفت اور گمنامی

کے بعد دولت اور تفرقے کے بعد ہدایت و محبت عنایت کروں گا اور انہیں کی برکت سے میں مختلف قبائل غیر مجتمع خواہشوں اور اختلاف رکھنے والے دلوں میں الفت پیدا کروں گا اور ان کی امت کو تمام امتوں سے بہتر کرونگا۔

ایک اور حدیث میں تورات سے حضور کے یہ اوصاف منقول ہیں۔ میرے بندے ان کی جائے ولادت مکہ مکرمہ اور جائے ہجرت مدینہ طیبہ ہے ان کی امت اس حال میں اللہ کی حمد کرنے کے سب سے زیادہ ہوگی۔

علاوہ ازیں کتب الٰہیہ حضور کی صفت و نعت سے مملو ہیں۔ با آں کہ اہل کتاب ان میں اپنی کتابوں سے تراش خراش کرتے رہے ہیں اور ان کی سعی ہمیشہ اسی کام میں ہوتی رہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت ان کی کتابوں سے نکال دی جائے۔ لیکن کافی تبدیلیاں کر لینے کے باوجود موجودہ بائیبل میں حضور کی نعت و صفت اور بشارت کا کچھ نہ کچھ نشان مل جاتا ہے۔

یہاں رسول اور امی نبی سے مراد بہ اجماع مفسرین سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کا ہی ذکر اور وصف رسالت سے کیا گیا اس لیے کہ آپ کی ذات مقدس مخلوق اور اللہ تعالے کے مابین واسطہ ہے۔ فرائض رسالت ادا فرماتے ہیں اور اللہ تعالے کے اوامر و مناہی اور شرائع و احکام اس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں اور اسی لحاظ سے رسول النبی الامی فرمایا گیا۔ اس لیے کہ نبأ اس خبر کو کہتے ہیں جو مفید علم ہو اور اس میں شائبہ کذب بھی نہ ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ لفظ ایسے ہی معنی میں بکثرت مستعمل ہوا ہے حیث قال۔

قل ھو نبأ عظیم۔ تلك من انباء الغیب نوحیھا الیك۔ فلما انبأھم باسمائھم۔ من انباك ھذا قال نبانی العلیم الخبیر۔ عن النبأ العظیم الذی ھم فیہ مختلفون۔

اور لفظ نبی قرآن کریم میں تقریباً تیس جگہ استعمال ہوا ہے۔ سب جگہ غیبی خبر دینے والے کے ہی معنے بنتے ہیں۔ اور نبیا قرآن کریم میں پانچ جگہ استعمال ہوا وہاں بھی یہی معنی بنتے ہیں۔ نبیتنہ صرف ایک جگہ نبیین دو جگہ نبئتنا ایک جگہ نبیئہ ایک جگہ نبیین تیرہ مقام پر ان سب جگہ میں یہی معنی ہیں۔

مزید وضاحت کے لیے پارہ اور رکوع کا حوالہ پیش ہے۔

نَبَؤُ۔ پ۱ رکوع ۱۵ ا پ۱۳ رکوع ۱۴ ا پ۲۳ رکوع ۱۱ و ۱۴ ا پ۲۸ رکوع ۱۵
نُبُّؤُہُم۔ پ۱۴ رکوع ۱۲ ا پ۲۱ ع ۲۔
نُبُوَّۃ۔ پ۳ ع ۱۶ ا پ۷ ع ۱۶ ا پ۲۰ ع ۱۵۔ پ۲۵ ع ۱۸۔ پ۲۷ ع ۲۷
نبی۔ پ۲ ع ۱۶ ا پ۳ ع ۱۵ ا پ۴ ع ۸۔ ۶ پ۶ ع ۱۵ ا پ۸ ع ا پ۹ ع ۲۔ ۹۔ ۱۰ ا پ۱۰ ع ۴
و ۶۔ ۱۴۔ ۱۶ ا پ۱۲ ع ۳ پ۱۴ ع ۴۔ پ۱۷ ع ۱۴ پ۱۹ ع ا پ۲۱ ع ۱۷۔ ۱۸۔ ۲۰ پ۲۲ ع ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴
۵ پ۲۵ ع ۷ ا پ۲۶ ع ۱۳ ا پ۲۸ ع ۸۔ ۱۷۔ ۱۹۔ ۲۰۔
نبیّا۔ پ۳ ع ۱۲۔ پ۱۶ ع ۵۔ ۶۔ ۷۔ پ۲۳ ع ۷
نبیتنہ۔ پ۱۹ ع ۱۹
نبیّن۔ پ۶ ع ۱۴ ا پ۱۷ ع ۸
نبیّئنا۔ پ۱۲ ع ۱۵
نبیتہ۔ پ۲۲ ع ۱۹۔
نبؤ۔ پ۵ ع ۱۴
نبیّون۔ پ۱ ع ۱۶۔ پ۳ ع ۱۷ ا پ۶ ع ۱۱۔
نبیہم۔ پ۲ ع ۱۶
نبئہم۔ پ۱۴ ع ۴ پ۲۷ ع ۹
نبیین۔ پ۱ ع ۷ پ۲ ع ۶۔ ۱۰ ا پ۳ ع ۱۱۔ ۱۶۔ ۱۷ ا رکوع۔ پ۵ ع ۶ پ۶ ع ۳ پ۱۵ ع ۶۔
پ۱۶ ع ۷ پ۲۱ ع ۱۷ ا پ۲۲ ع ۲ پ۲۴ ع ۴۔

نبأ سے قرآن کریم میں نبؤ۔ نبئہم۔ نبیّن بارہ طریقہ سے استعمال ہوا ہے سب جگہ معنی خبر مفید للعلم کے لیے ہی استعمال ہے۔

پھر یہ لفظ یا فاعل کے معنی میں ہوگا یا مفعول کے معنی دے گا۔

فاعل کے معنی دینے کی صورت میں غیب کی خبر دینے والا نبیں گے۔

مفعول کے معنی دینے کی صورت میں غیب کی خبریں دیے ہوئے ہونگے۔

اور دونوں معنوں کو قرآن کریم کی تائید حاصل ہے پہلے معنی میں نبئ عبادی موجود ہے۔

قل اؤنبئکم اور انبئکم بما تاکلون وما تدخرون موجود ہے۔

دوسرے معنی میں نبانی العلیم الخبیر موجود ہے۔

اور حقیقت میں ہر نبی غیب کی خبریں دینے والا ضرور ہے۔ تفسیر خازن میں ہے کہ آپ کی وصف میں نبی فرمایا وہ اس لیے کہ نبی ہونا ہی مراتب علیا اور شرف عظمیٰ کو مستلزم ہے۔
اور یہ لفظ نبی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالے کے نزدیک غایت درجہ بلند ہیں اور یہ امر بھی اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کے مقربین خاص میں سے نبی ہی وہ مختار درجہ رکھتا ہے جو اس کی طرف سے خبر دے۔

اور نبی کے ساتھ امی فرمانا اس بنا پر ہے کہ امی ہونا حضور کے معجزات سے ہے۔ بقول سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ فرماتے ہیں کہ یہ حضور کا معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی کے آگے کبھی زانوئے تلمذ تہ نہ فرمایا اور کتاب ایسی لائے کہ جس میں اولین و آخرین کے علوم اور غیوب ہیں۔ (خازن)

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

امی و دقیقہ دانِ عالم — بے سایہ و سائبانِ عالم
خاکی و بر اوج عرش منزل — امی و کتاب خانہ در دل

پھر یہ امر بھی یہاں واضح ہو جاتا ہے کہ نبی عام ہے اور رسول صرف چار ہیں یعنی موسیٰ و عیسیٰ۔ داؤد۔ نبی الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں مخصوص ہے اور نبیوں کی تعداد بعض روایات سے ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے مگر رسول صرف اور صرف چار ہی ہیں اور رسول کا نبی ہونا ضروری ہے اور نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں ہے۔

آگے ارشاد ہے۔

وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور پاک چیزیں ان کے لیے حلال اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ یعنی تکالیف و آفات جیسے شرائع سابقہ میں توبہ کے لیے اپنے آپ کو قتل کرنا یا جن اعضاء سے گناہ سرزد ہوا انہیں کاٹ ڈالنے کا حکم تھا وہ اٹھا لے گا اور گلے کے پھندے یعنی احکام شدید جیسے بدن یا کپڑے پر جہاں نجاست لگ جائے اسے کاٹنا غنیمتوں کو جلا ڈالنا۔ گناہوں کا مکانوں کے دروازوں پر ظاہر ہونا جو ان پر تھے اتار دے گا تو وہ جو اس پر یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور ان کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا۔ اس نور سے مراد قرآن کریم ہے جو قلب مومن کو روشن کرتا ہے اور کفر و شرک و جہالت کی تاریکیاں دور کر دیتا ہے وہی با مراد ہوئے (ماخوذ از روح المعانی)

بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع دہم پ۹

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ِۨالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

فرمادیجئے اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری سب کی طرف اس کی طرف سے جس کے لیے بادشاہی ہے آسمانوں کی اور زمین کی کوئی معبود نہیں مگر وہی جلانے اور مارنے والا ہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر جو بے پڑھے غیب بتانے والے ہیں ایمان لاتے ہیں اللہ اور اس کی باتوں پر اور ان کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤی اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ۝

اور موسیٰ کی قوم سے ایک جماعت ہے جو ہدایت کرتی ہے حق کی اور اسی سے انصاف کرتی ہے۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝

اور بانٹ دیا ہم نے انہیں بارہ قبیلوں میں گروہ گروہ اور ہم نے وحی کی موسیٰ کی طرف جب پانی مانگا ان کی قوم نے کہ مار اپنا عصا پتھر پر تو اس میں سے پھوٹ نکلے بارہ چشمے جان لیے ہر جماعت نے اپنے اپنے گھاٹ اور سایہ بان کیا ہم نے ان پر ابر کا اور اتارا ہم نے ان پر من اور سلویٰ کھاؤ پاک چیزوں سے جو ہماری دی ہوئی ہیں اور نہیں ظلم کیا انہوں نے ہم پر لیکن وہ تھے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے۔

وَاِذْ قِیْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ

اور یاد کرو جب کہا گیا انہیں کہ رہو اس بستی میں اور کھاؤ اس میں سے جو چاہو اور کہو گناہ مٹانے

وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓئٰتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝	گئے اور داخل ہو دروازے سے سجدہ کرتے ہم بخش دیں گے تمہاری خطائیں اور ہم عنقریب زیادہ عطا کریں گے نیکوں کو
فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝	تو بدل دی انہوں نے جو ظالم تھے وہ بات اور اس کے خلاف کہنے لگے جو کہا گیا تھا تو ہم نے بھیجا ان پر عذاب آسمان سے بدلہ ان کے ظلم کا۔

حل لغات سورۂ اعراف رکوع دہم پ ۹

قل۔کہو	یا۔اے	ایہا۔اے	الناس۔لوگو
انی۔بیشک میں	رسول۔رسول ہوں	اللہ۔اللہ کا	الیکم۔تمہاری طرف
جمیعا۔سب کی	ن الذی۔وہ	لہ۔کہ جس کی	ملک۔بادشاہی ہے
السموات۔آسمانوں	و۔اور	الارض۔زمین میں	لا۔نہیں
الہ۔کوئی معبود	الا۔مگر	ھو۔وہی	یحیی۔زندہ کرتا ہے
و۔اور	یمیت۔مارتا ہے	فامنوا۔تو ایمان لاؤ	باللہ۔اللہ پر
و۔اور	رسولہ۔اسکے رسول	النبی۔نبی	الامی۔ان پڑھ پر
الذی۔جو	یومن۔ایمان لاتا ہے	باللہ۔اللہ پر	و۔اور
کلمتہ۔اسکے حکموں پر	و۔اور	اتبعو۔پیروی کرو	ہ۔اس کی
لعلکم۔تاکہ	تھتدون۔ہدایت پاؤ	و۔اور	من قوم۔قوم
موسی۔موسی سے	امۃ۔ایک امت تھی	یھتدون۔جو ہدایت کرتی تھی	
بالحق۔حق کی	و۔اور	بہ۔اسی کے ساتھ	یعدلون۔انصاف کرتے
و۔اور	قطعنھم۔ہم نے تقسیم کیا ان کو		اثنتی عشرۃ۔بارہ
اسباطا۔قبیلوں میں	امما۔جماعتیں	و۔اور	اوحینا۔وحی کی ہم نے
الی۔طرف	موسی۔موسیٰ کی	اذ۔جب	استسقہ۔پانی مانگا اس سے

قومہ۔اسکی قوم نے	ان۔یہ کہ	اضرب۔مار	بعصاک۔عصا
لہ۔اپنا	الحجر۔پتھر پہ	فانبجست۔تو پھوٹے	منہ۔اس سے
اثنتا عشرۃ۔بارہ	عینا۔چشمے	قد۔بیشک	علم۔جان لیا
کل۔ہر	اناس۔آدمی نے	مشربہم۔اپنا گھاٹ	و۔اور
ظللنا۔سایہ کیا ہم نے	علیہم۔ان پر	الغمام۔بادلوں کا	و۔اور
انزلنا۔اتارا ہم نے	علیہم۔ان پر	المن۔من	و۔اور
السلوی۔سلوی	کلوا۔کھاؤ	من طیبات۔پاکیزہ چیزیں	
ما۔جو	رزقنا۔رزق دیا ہمنے	کم۔تم کو	و۔اور
ما۔نہ	ظلمو۔ظلم کیا انہوں نے	نا۔ہم پر	و۔اور
لکن۔لیکن	کانوا۔وہ تھے	انفسہم۔اپنی جانوں پر	یظلمون۔ظلم کرتے
و۔اور	اذ۔جب	قیل۔کہا گیا	لہم۔انکو
اسکنوا۔رہو تم	ھذہ۔اس	القریۃ۔بستی میں	و۔اور
کلوا۔کھاؤ	منہا۔اس سے	حیث۔جہاں	شئتم۔چاہو تم
و۔اور	قولوا۔کہو	حطۃ۔حطہ	و۔اور
ادخلوا۔داخل ہو	الباب۔دروازے سے	سجدا۔سجدہ کرتے ہوئے	نغفر۔ہم بخش دینگے
لکم۔تم کو	خطیئتکم۔تمہارے گناہ	سنزید۔جلدی زیادہ دینگے ہم	
المحسنین۔نیکوں کو	فبدل۔تو بدل دیا	الذین۔انہوں نے کہ	ظلموا۔ظلم کیا
منہم۔ان میں سے	قولا۔بات کو	غیر۔سوا	الذی۔اسکے جو
قیل۔کہی گئی تھی	لہم۔ان کو	فارسلنا۔تو بھیجا ہم نے	علیہم۔ان پر
رجزا۔عذاب	من السماء۔آسمان سے	بما۔بدلہ	کانوا۔اسکا جو تھے
یظلمون۔وہ ظلم کرتے			

خلاصہ تفسیر سورۃ اعراف رکوع دہم پ ۹

قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ فرما دیجئے اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں

تم سب کی طرف یہ آیت حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں حضور کی عمومِ رسالت کی دلیل ہے یعنی آپ کی رسالت رسالت مطلقہ ہے اور آپ تمام خلق کے رسول ہیں اور کل جہان آپ کی امت ہے گویا آپ انسانوں کے رسول ملائکہ کے رسول جنوں کے رسول ہیں حتیٰ کہ رسولوں کے بھی رسول ہیں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پانچ چیزیں مجھ کو وہ ملی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو نہ ملیں۔

اول:۔ ہر نبی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا رہا اور میں ہر سیاہ و سرخ کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔

دوم:۔ میرے لیے غنائم حلال کیے گئے اور مجھ سے پہلے کسی کو غنیمت کا مال حلال نہیں کیا گیا تھا۔

سوم:۔ میرے لیے زمین پاک اور پاک کرنے والی (یعنی تیمم کے قابل) اور مسجد کی گئی جس کسی کو جہاں بھی نماز کا وقت آوے وہ زمین پر وہیں نماز ادا کر سکتا ہے۔

چہارم:۔ میرا رعب دشمن پر ایک ماہ کی مسافت پر ڈالا گیا۔ اور میری مدد فرمائی گئی۔

پنجم:۔ مجھے تاج شفاعت عطا ہوا۔

مسلم شریف میں یہ بھی ہے کہ میں تمام خلق کی طرف رسول بنایا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی۔

وہ اللہ جس کی بادشاہی آسمانوں اور زمین میں ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں جلانے والا اور مارنے والا تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول غیب کی خبر دینے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ۔

اور موسیٰ کی قوم سے ایک جماعت ہے کہ حق کی راہ بتاتی اور اس سے انصاف کرتی ہے یعنی حق کے ساتھ انصاف کرتی ہے اور بانٹ دیا ہم نے انہیں بارہ گروہ میں جماعتیں اور وحی کی ہم نے موسیٰ کو جب پانی مانگا اس کی قوم نے تیہ میں کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو پھوٹ نکلے اس میں سے بارہ چشمے ہر گروہ کے لیے ایک چشمہ تو ہر قبیلہ نے اپنا گھاٹ جان لیا اور سائبان کیا ہم نے ان پر ابر کا تاکہ میدان تیہ میں دھوپ سے امن میں رہیں اور ان پر اتارا من اور سلوی کھاؤ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے پاک چیزیں اور انہوں نے ناشکری کی کہ ہمارا کچھ نہ بگاڑا

مگر اپنی ہی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔

بنی اسرائیل جن پر اللہ تعالےٰ نے یہ انعام فرمائے اور یاد کرو جب انہیں کہا گیا یعنے بنی اسرائیل کو کہ رہو بسو اس بستی میں یعنی بیت المقدس میں اور کھاؤ اس میں سے جو چاہو اور کہو کہ گناہ کا بوجھ اترا۔ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو ہم تمہارے گناہ بخشدیں گے عنقریب زیادہ دیں گے نیکوں کو۔

توان کے ظالموں نے بات بدل دی اس کے خلاف جس کا انہیں حکم تھا یعنے انہیں حکم تو یہ تھا کہ حطہ کہتے ہوئے دروازے میں داخل ہوں حطہ عربی محاورہ میں توبہ و استغفار کی جگہ استعمال کرتے ہیں لیکن وہ حطہ کی بجائے بطور تمسخر حنطۃ فی شعرۃ کہتے ہوئے داخل ہوئے یعنے گندم بالوں میں بھرے ہوئے تو ہم نے ان پر عذاب بھیجا آسمان سے ان کے اس ظالمانہ تمسخر کے بدلے میں یعنی عذاب آنے کا سبب ان کا ظلم اور استہزا اور حکم الٰہی کی مخالفت کرنا ہوا۔

بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع یازدہم پ ۹

فَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِى السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

اور پوچھو ان سے حال اس بستی کا جو کنارے دریا کے تھی جب وہ حد سے بڑھتے ہفتہ میں جب آئیں مچھلیاں ان کے سامنے ہفتہ کے دن تیرتی اور جو دن ہفتہ کا نہ ہوتا نہ آتیں اس طرح آزماتے تھے ہم انہیں ان کے فسق کے سبب۔

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

اور جب کہا ایک جماعت نے ان میں سے کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں عذاب دینے والا ہے سخت عذاب بولے معذرت کو تمہارے رب کے حضور اور شاید وہ ڈریں

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَـِٔيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○

تو جب بھلا بیٹھے وہ جو نصیحت انہیں کی گئی تھی ہم نے نجات دی انہیں جو روکتے تھے برائی سے اور ماخوذ کیا ہم نے انہیں جو ظالم تھے برے عذاب میں بدلہ ان کی نافرمانی کا۔

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ○

تو جب سرکشی کی انہوں نے جس سے منع کیا گیا ہم نے فرمایا انہیں ہو جاؤ بندر نقصان و خسران میں۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

اور جب حکم دیا تمہارے رب نے کہ ضرور بھیجتا رہوں گا ان پر قیامت تک انہیں جو ان کو سخت ماریں برے عذاب کی بے شک تمہارا رب ضرور جلد عذاب والا ہے اور بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○

اور متفرق کر دیا ہم نے انہیں زمین میں جماعت جماعت ان میں کچھ نیک ہیں اور ان میں سے کچھ گرے ہوئے ان سے اور آزمایا ہم نے انہیں بھلائیوں سے اور برائیوں سے تاکہ وہ رجوع کریں۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

تو ان کی جگہ ان کے بعد وہ نا اہل آئے کہ کتاب کے وارث ہوئے اور اس دنیا کا مال لیتے اور کہتے عنقریب ہماری بخشش ہوگی اور اگر آجائے ان کے پاس ویسا ہی مال تو لے لیں کیا نہ لیا گیا ان پر کتاب میں عہد کہ نہ کہیں اللہ پر مگر سچ اور انہوں نے اسے پڑھا جو اس میں تھا اور بے شک آخرت کا گھر بہتر ہے ان کے لیے جو پرہیزگار ہیں تو کیا وہ عقل

نہیں رکھتے۔

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝

اور وہ جو کتاب کو مضبوط تھامتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں بے شک ہم ضائع نہیں کرتے اجر نیکوں کا۔

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

اور جب ہم نے اٹھایا ان پر پہاڑ گویا کہ وہ سائبان ہے اور وہ گمان کرتے تھے کہ ان پر گرنے والا ہے لو جو ہم نے تمہیں دیا زور سے اور یاد کرو جو اس میں ہے تاکہ تم پرہیز گار رہو۔

حل لغات سورۃ اعراف رکوع یازدہم پ ۹

و۔ اور	اسئلہم۔ پوچھ ان سے	عن القریۃ۔ اس	التی بستی کا
کانت جو تھی	حاضرۃ۔ کنارے	البحر۔ سمندر کے	اذ۔ جب
یعدون۔ زیادتی کرتے	فی۔ بیچ	السبت۔ ہفتہ کے	اذ۔ جب
تاتیہم۔ آتیں انکے پاس	حیتانہم۔ انکی مچھلیاں	یوم۔ دن	سبتہم۔ انکے ہفتے کے
شرعا۔ ظاہر ہوکر	و۔ اور	یوم۔ جس دن	لا۔ نہ
یسبتون۔ ہفتہ کرتے	لا۔ نہ	تاتیہم۔ آتی انکے پاس	کذلک۔ اسی طرح
نبلو۔ آزماتے تھے ہم	ھم۔ ان کو	بما۔ بدلے سے	کانوا۔ جو تھے
یفسقون۔ بدکاری کرتے	و۔ اور	اذ۔ جب	قالت۔ کہا
امۃ۔ ایک جماعت نے	منہم۔ ان میں سے	لم۔ کیوں	تعظون۔ نصیحت کرتے ہو
قوما۔ اس قوم کو کہ	اللہ۔ اللہ	مھلکہم۔ ہلاک کرنے والا ہے انکو	
او۔ یا	معذبہم عذاب کرنیوالا ہے ان کو		عذابا۔ عذاب
شدیدا۔ سخت	قالوا۔ بولے	معذرۃ۔ عذر کے لیے	الی۔ طرف
ربکم۔ تمہارے رب کی	و۔ اور	لعلہم۔ شاید وہ بھی	یتقون۔ ڈریں

فلما۔ پھر جب گئے تھے   نسوا۔ بھول گئے   ما جو   ذکروا۔ نصیحت دیے
بہ۔ اسکی   انجینا۔ تو نجات دی ہمنے   الذین۔ ان کو جو
ینہون۔ روکتے تھے   عن السوء۔ برائی سے   و۔ اور   اخذنا۔ پکڑا ہم نے
الذین۔ ان کو   ظلموا۔ جو ظالم تھے   بعذاب۔ عذاب   بئیس۔ برے ہیں
بما۔ بدلے اسکے جو   کانوا۔ تھے   یفسقون۔ بدکاری کرتے
فلما۔ پھر جب   عتوا۔ سرکشی کی   عما۔ اس سے کہ   نہوا۔ روکے گئے تھے
عنہ۔ اس سے   قلنا۔ تو ہم نے کہا   لہم۔ ان کو   کونوا۔ ہو جاؤ
قردۃ۔ بندر   خاسئین۔ ذلیل   و۔ اور   اذ۔ جب
تاذن۔ اعلان کیا   ربک۔ تیرے رب نے کہ لیبعثن۔ ضرور بھیجے گا   علیہم۔ ان پر
الی۔ طرف   یوم۔ دن   القیمۃ۔ قیامت کی   من۔ جو
یسومہم۔ پہنچائے گا ان کو   سوء۔ برے   العذاب۔ عذاب
ان۔ بیشک   ربک۔ تیرا رب   لسریع۔ جلدی   العقاب۔ سزا دینے والا ہے
و۔ اور   انہ۔ بیشک وہ   لغفور۔ بخشنے والا   رحیم۔ مہربان ہے
و۔ اور   قطعنہم۔ بانٹ دیا ہم نے ان کو   فی۔ بیچ
الارض۔ زمین کے   امما۔ ٹکڑے کرکے   منہم۔ بعض ان سے   الصالحون۔ نیک ہیں
و۔ اور   منہم۔ بعض ان سے   دون۔ سوا   ذلک۔ اس کے ہیں
و۔ اور   بلونہم۔ آزمایا ہم نے انکو   بالحسنات۔ نیکی   و۔ اور
السیئات۔ برائی سے   لعلہم۔ تاکہ وہ   یرجعون۔ لوٹیں   فخلف۔ تو پیچھے آئے
من بعد۔ بعد   ہم۔ ان کے   ورثوا۔ جو وارث ہوئے   الکتاب۔ کتاب کے
یاخذون۔ لیتے   عرض۔ سامان   ہذا۔ اس   الادنی۔ دنیا کا
و۔ اور   یقولون۔ کہتے   سیغفر۔ جلدی بخشا جائے گا
لنا۔ ہم کو   و۔ اور   ان۔ اگر   یاتہم۔ آتا انکے پاس
عرض۔ سامان   مثلہ۔ مثل اسکی   یاخذوہ۔ لیتے اسکو   أ۔ کیا
لم۔ نہ   یؤخذ۔ لیا گیا   علیہم۔ ان پر   میثاق۔ عہد
الکتب۔ کتاب کا   ان۔ یہ کہ   لا۔ نہ   یقولوا۔ کہیں

علی - اوپر	اللہ - اللہ کے	الا - مگر	الحق - حق
و - اور	درسوا - پڑھا انہوں نے ما جو		فیہ - اس میں تھا
و - اور	الدار - گھر	الاخرۃ - آخرت کا	خیر - بہتر ہے
للذین - ان کے لیے جو	یتقون - پرہیزگار ہیں	ا - کیا	فلا - پھر نہیں
تعقلون سمجھتے	و - اور	الذین - وہ جو	یمسکون - تھامتے ہیں
بالکتاب - کتاب کو	و - اور	اقاموا - قائم کرتے ہیں	الصلوۃ - نماز کو
انا - بیشک ہم	لا - نہیں	نضیع - ضائع کرتے	اجر - اجر
المصلحین - نیکوں کا	و - اور	اذ - جب	نتقنا - اٹھایا ہم نے
الجبل - پہاڑ	فوقہم - ان کے اوپر	کانہ - گویا کہ وہ	ظلۃ - سائبان ہے
و - اور	ظنوا - خیال کیا انہوں نے کہ		انہ - بیشک وہ
واقع - گرنے والا ہے	بہم - ان پر	خذوا - پکڑو	ما - جو
اتینکم - دیا ہم نے تم کو	بقوۃ - قوت سے	و - اور	اذکروا - یاد کرو
ما - جو	فیہ - اس میں ہے	لعلکم - تاکہ تم	تتقون - پرہیزگار بنو

خلاصہ تفسیر اردو سورۃ اعراف رکوع یازدہم پ ۹

اور پوچھئے ان سے اس بستی کا حال جو دریا کے کنارے تھی یہ خطاب حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ اپنے قریب کے رہنے والے یہود سے اس بستی کا حال دریافت فرمائیں اس سوال سے مقصود یہ تھا کہ کفار مکہ پر ظاہر فرما دیا جائے کہ ان یہودیوں کا قدیمی دستور ہے کہ ہر نبی کا انکار کریں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے اور حضور کے معجزات سے انکار کرنا ان کی پرانی خصلت وعادت کے ماتحت ہے یہ ان کی کوئی نئی بات نہیں یہ حضور سے قبل کے نبیوں سے بھی کفر کرتے رہے۔

اس کے بعد ان کے اسلاف کا حال ظاہر فرمایا جو حکم الٰہی کی مخالفت کی وجہ سے بندر ول اور سوروں کی صورت میں مسخ کیے گئے۔

عن القریہ میں جس بستی کا ذکر ہے اس بستی کی تعیین میں مفسرین کے پانچ اقوال ہیں۔

سیدالمفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ بستی مصر اور مدینہ کے درمیان تھی۔
ایک قول یہ ہے کہ وہ بستی مدین اور طور کے مابین تھی۔
علامہ زہری کی تحقیق میں وہ بستی طبریہ شام میں تھی۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول یہ ہے کہ وہ بستی مدین تھی۔
بعض مفسرین نے کہا وہ بستی ایلہ ہے۔

بہر حال بستی ہونے اور ان کے مسخ ہونے سے کوئی انکاری نہیں ہے۔ مصر و مدینہ کے مابین تھی یا مدین و طور کے درمیان۔ طبریہ شام تھی یا ایلہ۔ بہر صورت تھی اور ضرور تھی۔ آگے ارشاد ہے۔ جب وہ ہفتے کے بارے میں حد سے بڑھنے یعنی باوجود ممانعت کے ہفتے کے روز مچھلیوں کا شکار کیا کرتے تھے۔ مفسرین نے فرمایا اس بستی میں تین قسم کے لوگ تین خیالوں پر منقسم ہو گئے۔

ایک تہائی جماعت تو ایسے لوگوں کی ہو گئی جو لالچ میں نہ آئے اور حکم کی اتباع میں شکار سے باز رہے اور شکار کرنے والوں کو منع کرتے رہے۔

دوسرا گروہ ایسا تھا کہ شکار کنندہ جماعت سے بیزار ہو کر علیحدہ ہو گیا اور منع کرنے والوں کو کہتا کہ ایسی قوم کو نصیحت بے کار ہے جو ہلاک ہونے والی ہے۔

تیسرا گروہ خطا کاروں کا تھا جو حکم الٰہی کے خلاف ہفتے کے روز ہی شکار کر کے مچھلیاں لاتا اور اور خود کھاتا فروخت کرتا۔

آخر کار ان لوگوں نے جو انہیں منع کرتے تھے جب دیکھا کہ یہ باز نہیں آتے تو انہوں نے بستی تقسیم کر کے بیچ میں ایک دیوار کھینچ لی اور اپنا دروازہ علیحدہ نکال لیا جس سے وہ آتے جاتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی ان خطاکاروں پر لعنت کی۔

ایک روز متبعین نے دیکھا کہ خطاکاروں میں سے کوئی باہر نہیں نکلا خیال کیا کہ شاید شراب کے نشہ میں مدہوش پڑے رہ گئے ہیں۔ انہیں دیکھنے کے لیے دیوار پر چڑھے تو دیکھا اس بستی میں بندر ہی بندر ہیں۔ آخر یہ انہیں دیکھنے لگے تو یہ سب ان کے رشتہ دار ہی تھے مگر یہ تو انہیں نہ پہچان سکے اور وہ مسخ شدہ اپنے رشتہ والوں کو پہچانتے تھے وہ متبعین کے پاس آ کر ان کے کپڑے سونگھتے۔ انہوں نے ان سے کہا کیا ہم تمہیں منع نہ کرتے تھے وہ سر ہلا کے اقرار کرتے آخر وہ سب ہلاک ہو

گئے اور متبعین سلامت رہے۔

چنانچہ ارشاد ہے جب ہفتے کے دن آتیں ان کی مچھلیاں تیرتی ہوئی اور جو دن ہفتے کا نہ ہوتا نہ آتیں۔ اسی طرح آزماتے تھے ہم انہیں ان کے فسق کو۔ اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے کیوں نصیحت کرتے ہو اس قوم کو جسے اللہ ہلاک کرنے والا ہے۔ یا عذاب دینے والا ہے سخت عذاب بولے معذرت تمہارے رب کے حضور ہے تاکہ ہم پر نہی عن المنکر ترک کرنے کا الزام نہ رہے اور شائد کہ وہ متقی ہو جائیں اور نصیحت سے فائدہ اٹھائیں۔

تو جب بھلا بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوئی تھی ہم نے بچا لیے وہ لوگ جو برائی سے منع کیا کرتے تھے اور پکڑ لیا ہم نے ظالموں کو برے عذاب میں ان کے فسق کا بدلہ تو جب انہوں نے سرکشی کی اس حکم سے جس سے ممانعت کی گئی تھی فرمایا ہم نے انہیں ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔ چنانچہ وہ لوگ بندروں کی شکل میں مسخ ہو گئے اور تین دن اسی حال میں رہ کر ہلاک ہو گئے آگے ارشاد ہے۔

اور جب تمہارے رب نے حکم سنا دیا کہ ضرور قیامت تک ان پر ایسے لوگ بھیجتا رہونگا جو برے عذاب میں مبتلا کریں یعنے یہود کے لیے دردناک عذاب دینے والے مسلط کئے جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا بخت نصر بابلی نے انہیں انتہائی عذاب میں رکھا پھر سنجاریب اور شاہان روم نے انہیں بدترین ذلت میں رکھا اور قیامت تک ان پر جزیہ واجب اور ذلت لازم ہو گئی۔

بیشک تیرا رب ضرور عذاب دینے والا ہے انہیں جو کفر پر ہیں اور اس سے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ قائم علی الکفر کے لیے عذاب مستمر ہوگا دنیا و آخرت میں اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے ان پر جو مطیع احکام ہوں اور ایمان لائیں اور انہیں ہم نے علیحدہ علیحدہ جماعت میں متفرق کر دیا ان میں ایک گروہ نیک ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا کر اس کے دین پر قائم رہا اور ایک گروہ ان سے اور طرح کا ہے جو نافرمان اور کافر ہے۔

اور ہم نے آزمایا انہیں بھلائیوں اور برائیوں سے تاکہ کہیں وہ رجوع کریں یہاں بھلائیوں سے مراد نعمت و راحت ہے اور برائیوں سے شدت و تکلیف تو ان کی جگہ ان کے بعد وہ ناخلف آئے کہ کتاب کے وارث ہوئے یعنی توراۃ انہیں ان کے اسلاف سے ملی اور وہ اس کے اوامر و نواہی اور تحلیل و تحریم وغیرہ احکام پر مطلع ہوئے صاحب مدارک فرماتے ہیں کہ یہ لوگ وہ

ہیں جو عہد رسالت میں تھے اور یہودیت کی وجہ میں اسلام کے خلاف چلتے تھے۔ انکا حال بتایا جاتا ہے کہ وہ لیتے ہیں دنیا کا مال یعنی بطور رشوت لے کر احکام میں تبدیلی اور کلام الٰہی میں تغییر و تحریف گوارہ کرتے ہیں باآنکہ وہ جانتے بھی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام لیکن عرض دنیا کے لالچ میں اس گناہ عظیم پر مصر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں عنقریب ہماری بخشش ہو جائے گی اور جو گناہ ہم نے کیا ہے اس کا مواخذہ نہ ہوگا اور اگر ویسا ہی مال ان کے پاس اور آجائے تو پھر بھی لے لیں اور گناہ پر گناہ کرتے جائیں۔

علامہ سدی فرماتے ہیں کہ سارے بنی اسرائیل میں کوئی قاضی بھی ایسا نہ تھا جو رشوت خور نہ ہو اور اگر انہیں ملامت کی جاتی کہ یہ کام اچھا نہیں ہے تو کہہ دیتے یہ گناہ ہمیں معاف ہو جائے گا۔ اور اگر یہ ملامت کرنے والوں کی جگہ ہوتا تو یہ خود بھی اسی طرح رشوت خوری کرتا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

کیا ان پر نہ لیا گیا عہد کتاب کا کہ نہ کہیں گے اللہ کی طرف سے مگر حق اور انہوں نے اسے پڑھا جو اس میں تھا لیکن باوجود اس کے انہوں نے خلاف کیا توراۃ میں گناہ پر اصرار کرنے والے کے لیے مغفرت کا وعدہ نہ تھا مگر وہ یہی افترا کرتے رہے کہ ہم پر مواخذہ نہ ہوگا اور گناہ میں حد سے بڑھے اور توبہ نہ کی اور آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کے عذاب سے خائف ہو کر رشوت ستانی اور حرام خوری سے اجتناب کریں اور حرام سے بچیں۔ اللہ کی فرمانبرداری کریں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

اور وہ جو کتاب کو مضبوط تھامتے ہیں یعنی اس کے مطابق عمل کرتے ہیں اس میں اپنی خواہشات کے مطابق تغیر تبدل نہیں کرتے اور نماز قائم رکھتے ہیں ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اس کا شان نزول اہل کتاب میں سے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ ایسے اصحاب کے حق میں ہے جنہوں نے توراۃ پر ایمان لا کر اس کا اتباع کیا اور تحریف نہ کی اس کے مضامین کو نہ چھپایا حضور پر ایمان لائے (خازن و مدارک)

اور جب ہم نے اٹھایا پہاڑ ان پر گویا کہ وہ سائبان ہے اور وہ سمجھے کہ ان پر وہ پہاڑ گر پڑے گا واقعہ یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل پر احکام توریت شاق گزرے اور انہوں نے اس کے قبول کرنے میں لیت و لعل کی تو حضرت جبریل نے بحکم الٰہی ایک بڑا پہاڑ جس کا عرض و طول ایک فرسنگ تھا جس کے نیچے بنی اسرائیل کا لشکر آ گیا ان پر سائبان کی طرح ان کے سروں کے قریب کر دیا۔

اور ان سے کہا گیا کہ احکام توریت قبول کرو ورنہ تم پر یہ پہاڑ گرا دیا جائے گا ان کو جب پہاڑ اپنے سروں پر نظر آیا تو سب کے سب سجدے میں گر پڑے مگر اس طرح کہ بایاں رخسارہ اور ابرو تو سجدہ میں رکھا اور داہنی آنکھ سے پہاڑ کو دیکھتے رہے کہ کہیں یہ گر ہی نہ پڑے چنانچہ آج تک یہود کے سجدہ کی یہی شان ہے پھر ارشاد ہوا لو جو ہم نے تمہیں دیا زور سے یعنی حزم و عزم و استقلال سے اور یاد کرو جو اس میں ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع دوازدہم پ ۹

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْؕ قَالُوْا بَلٰىۚۛ شَهِدْنَاۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ۝

اور یاد فرمائیے اے محبوب جب لی تمہارے رب نے بنی آدم سے اس کی پشت سے ان کی نسل اور انہیں گواہ کیا ان پر کیا میں تمہارا رب نہیں بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے کہ کہیں کہہ دیں بروز قیامت کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی۔

اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝

یا کہہ دیں شرک تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کیا اور ہم تو ان کے بعد کی ذریت ہیں تو کیا تو ہمیں ہلاک کرے گا اس پر جو اہل باطل کر گئے۔

وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝

اور ایسے ہی ہم تفصیل سے آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ رجوع کریں۔

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ۝

اور اے محبوب انہیں سنائیں خبر اس کی جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو ان سے نکل گیا صاف اور شیطان اس کے پیچھے لگا تو ہو گیا وہ گمراہوں میں سے۔

وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ

اور اگر ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے

أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ج فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ط ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيٰتِنَا ج فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝

اٹھا لیتے لیکن وہ تو زمین میں جکڑا گیا اور پیرو ہوا اپنی خواہش کا تو اس کی مثال کتے کی سی ہے اگر اس پر بوجھ ڈالو ہانپے یا چھوڑ دو تو زبان نکال کر ہانپے یہ مثال ہے اس قوم کی جو جھٹلاتی ہے ہماری آیتیں تو تم انہیں قصہ گزشتہ سناؤ شاید وہ فکر کریں۔

سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيٰتِنَا وَأَنْفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ ۝

بہت بری ہے مثال اس قوم کی جس نے جھٹلائیں ہماری آیتیں اور وہ اپنی جانوں کا نقصان کرتے تھے۔

مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِي ج وَمَنْ يُضْلِلْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝

جسے اللہ ہدایت دے تو وہی راہ پر ہے۔ اور جسے گمراہ کرے تو وہی نقصان میں ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ صلے لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا ز وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا ز وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا ط أُولٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ط أُولٰئِكَ هُمُ الْغٰفِلُونَ ۝

اور بے شک پیدا کیے ہم نے جہنم کے لیے جنوں سے بہت سے اور آدمیوں سے ان کے دل ہیں مگر بے سمجھ اور ان کی آنکھیں ہیں مگر نہ دیکھنے والی اور ان کے کان ہیں نہ سننے والے یہ ہیں مثل چوپایوں کے بلکہ ان سے بھی گمراہ یہی ہیں غفلت والے۔

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا ص وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ط سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

اور اللہ کے لیے ہیں اچھے نام تو اسے پکارو ان ناموں سے اور انہیں چھوڑ دو جو الحاد کرتے ہیں اس کے ناموں سے انہیں بدلہ ملے گا ان کے کیے کا۔

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ۝

اور ہمارے پیدا کیے ہوئے ہیں ایک گروہ وہ ہے جو حق بتاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی انصاف کرتا ہے۔

حل لغات سورۃ اعراف رکوع دوازدہم پ ۹

و۔اور	اذ۔جب	اخذ۔پکڑا	ربک۔تیرے رب نے
من بنی۔بنی	ادم۔آدم سے	من ظھور۔پیٹھوں	ھم۔انکی سے
ذریتھم۔انکی اولاد کو	و۔اور	اشھد۔گواہ بنایا	ھم۔ان کو
علی۔اوپر	انفسھم۔انکی جانوں کے	ا۔کیا	لست۔نہیں ہیں
بربکم۔تمہارا رب	قالوا۔بولے	بلی۔کیوں نہیں	شھدنا۔ہم گواہ ہیں
ان۔یہ کہ	تقولوا۔کہو	یوم۔دن	القیمۃ۔قیامت کے
انا۔بیشک	کنا۔ہم تھے	عن ھذا۔اس سے	غفلین۔بے خبر
او۔یا	تقولوا۔کہو	انما۔سوائے اسکے نہیں	اشرک۔شرک کیا
اباؤنا۔ہمارے باپ دادا نے		من قبل۔پہلے	و۔اور
کنا۔تھے ہم	ذریۃ۔اولاد	من بعد۔بعد	ھم۔ان کے
ا۔کیا	فتھلکنا۔ہلاک کرتا ہے تو ہمکو	بما۔بدلے اسکے جو	فعل۔کیا
المبطلون۔اہل باطل نے	و۔اور	کذلک۔اسی طرح	نفصل۔کھولتے ہیں ہم
الایت۔آیتیں	و۔اور	لعلھم۔تاکہ وہ	یرجعون۔رجوع کریں
و۔اور	اتل۔پڑھو	علیھم۔ان پر	نبا۔خبر
الذی۔اسکی کہ	اتینہ۔دیں ہم نے اسکو	ایتنا۔اپنی آیتیں	فانسلخ۔تو نکل گیا
منھا۔اس سے	فاتبعہ۔تو پیچھے لگا اسکے	الشیطن۔شیطان	فکان۔تو ہو گیا
من الغوین۔گمراہوں سے	و۔اور	لو۔اگر	شئنا۔ہم چاہتے
لرفعنہ۔تو بلند کرتے اس کو		بھا۔اس سے	و۔اور
لکنہ۔لیکن وہ	اخلد۔جھک گیا	الی۔طرف	الارض۔زمین کی
و۔اور	اتبع۔پیچھے لگا	ھوا۔خواہش	ہ۔اپنی کے
فمثلہ۔تو اسکی مثال	کمثل۔جیسے	الکلب۔کتا ہے	ان۔اگر
تحمل۔تو بوجھ رکھے	علیہ۔اس پر	یلھث۔ہانپتا ہے	او۔یا

تترکہ چھوڑے اسکو	یلھث ہانپتا ہے	ذلک ۔یہ	مثل مثال ہے
القوم ۔اس قوم کی	الذین جنہوں نے	کذبوا جھٹلایا	بایتنا ۔ہماری آیتوں کو
فاقصص ۔تو بیان کر	القصص ۔واقعہ	لعلھم ۔تاکہ وہ	یتفکرون ۔سوچیں
ساء ۔بری	مثل ۔مثال ہے	القوم ۔اس قوم کی	الذین جنہوں نے کہ
جھٹلا	کذبوا ۔دیا	بایتنا ۔ہماری آیتوں کو	و ۔اور
انفسھم ۔اپنی جانوں پر	کانوا وہ تھے	یظلمون ۔ظلم کرتے	من ۔جسے
یھدی ۔ہدایت دے	اللہ ۔اللہ	فھو ۔وہی ہے	المھتدی ۔ہدایت پانیوالا
و ۔اور	من جسے	یضلل ۔گمراہ کرے	فاولئک ۔تو وہ
ھم ۔ہی	الخسرون ۔خسارہ پانے والے ہیں		و ۔اور
لقد ۔بیشک	ذرا ۔پیدا کیے	نا ۔ہم نے	لجھنم ۔جہنم کے لیے
کثیرا ۔بہت سے	من الجن جن	و ۔اور	الانس ۔انسان
لھم ۔ان کے	قلوب ۔دل ہیں کہ	لا ۔نہیں	یفقھون سمجھتے
بھا ۔ان سے	و ۔اور	لھم ۔ان کے	اذان ۔کان ہیں
لا ۔نہیں	یسمعون ۔سنتے	بھا ۔ان سے	اولئک ۔یہ لوگ
کالانعام ۔جانوروں کی طرح ہیں		بل ۔بلکہ	ھم ۔وہ
اضل ۔زیادہ گمراہ ہیں	اولئک ۔یہی	ھم ۔وہ ہیں	الغفلون ۔غافل
و ۔اور	للہ ۔اللہ کے	الاسماء ۔نام ہیں	الحسنٰی ۔اچھے
فادعو سو پکارو	ہ ۔اسکو	بھا ۔ان سے	و ۔اور
ذروا ۔چھوڑو	الذین ۔ان کو	یلحدون جو کجرو ہیں	فی ۔بیچ
اسمائہ ۔اسکے ناموں کے	سیجزون ۔جلدی بدلہ دیے جائیں گے		ما ۔جو
کانوا ۔تھے وہ	یعملون ۔عمل کرتے	و ۔اور	ممن ۔ان سے
خلقنا ۔جو پیدا کیے ہم نے	امۃ ۔ایک امت ہے	یھدون ۔جو ہدایت دیتے ہیں	
بالحق ۔حق کی	و ۔اور	بہ ۔اسی سے	یعدلون ۔وہ انصاف
کرتے ہیں۔			

مختصر تفسیر اردو

اور یاد فرمائیے اے محبوب جب آپ کے رب نے لی بنی آدم سے اس کی پشت سے ان کی نسل اور انہیں ان کی جانوں پر گواہ کیا کیا میں تمہارا رب نہیں۔ آیات و حدیث پر غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ذریت نکالنا اس سلسلہ کے ساتھ تھا جس طرح دنیا میں ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہیں اور ان کے لیے ربوبیت و وحدانیت کے دلائل قائم فرما کر عقل عطا کی پھر ان سے اپنی ربوبیت کی شہادت طلب کی۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام کی پشت سے ان کی ذریت تخلیق فرما کر ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا اور دریافت فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں سب کہنے لگے بے شک تو ہمارا رب ہے ہم گواہ ہوئے اپنی جانوں پر اور ہم نے تیری ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار کیا اور یہ گواہ کرنا اس لیے ہے کہ کہیں بروز قیامت کوئی یہ نہ کہہ دے کہ ہمیں خبر نہ ہوئی اور ہمیں تنبیہ نہیں کی گئی یا کہہ دو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم ان کی اولاد ان کے بعد میں ہم نے جیسا انہیں کرتے دیکھا ان کی پیروی میں ویسا ہی ہم بھی کرتے رہے تو کیا ہمیں ہلاک فرمائے گا ان کے بدلے جو اہل باطل کر گئے۔

تو اس شہادت سے اتمام حجت ہو گیا اور آئندہ اس عذر کا موقع بھی نہ رہا اس لیے کہ وہ خود عہد کر چکے ہیں پھر ان کے پاس رسول بھی آئے اور انہوں نے مواعید یوم الست یاد دلا دیئے اور توحید پر دلائل قائم کیے اور ایسے ہی ہم تفصیل سے اپنی آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ بندے تدبر و فکر کریں اور ایمان قبول کرنے کی طرف مائل ہوں اور تاکہ وہ پلٹ کر آجائیں اور کفر و شرک ترک کر کے ایمان قبول کریں اور انبیاء کے معجزات کے ساتھ اپنے عہد و میثاق یاد کریں اور حکم کے مطابق عمل کریں۔

اور انہیں ان کا حال سنائیں جنہیں ہم نے اپنی آیتیں دیں۔ اس سے مراد بلعم باعور کے لوگ ہیں جن کا واقعہ مفسرین نے یوں لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم جبارین سے جنگ کا قصد فرمایا سرزمین شام میں تشریف لائے تو بلعم باعور کی قوم نے کہا کہ حضرت موسیٰ

علیہ السلام تیز مزاج ہیں اور ان کے ساتھ اور کافی لشکر ہے وہ ہمیں ہماری بستی سے نکالیں گے۔ مقابلہ میں وہ ہمیں قتل کریں گے اور ہماری جگہ بنی اسرائیل کو آباد ہونے کے لیے اجازت دیں گے تمہارے پاس اسم اعظم ہے اور تم مستجاب الدعوات ہو اور نکلو اور اللہ تعالٰی سے دعا کرو کہ انہیں یہاں سے ہٹا دے۔

بلعم باعور نے کہا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے تم مجھ سے اس کے خلاف دعا کراتے ہو جو اللہ کا نبی ہے ان کے ساتھ ملائکہ ہیں اور یہ جتنے آدمی ہیں تمام ایمان والے ہیں میں کس طرح ان کے برخلاف بددعا کی جرأت کر سکتا ہوں میں انہیں جانتا ہوں اور جو رتبہ ان کا بارگاہ حق میں ہے اسے پہچانتا ہوں اگر میں جان بوجھ کر ایسا کروں تو میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی لیکن قوم نہ مانی اور اس امر پر مصر ہوئی کہ جو انہوں نے درخواست کی ہے وہ بہر صورت اور بہر حال پوری کی جائے۔

بلعم باعور نے کہا اچھا میں اپنے رب سے اس سے مرضی معلوم کر لوں چنانچہ بلعم باعور کو خواب میں ممانعت کی گئی۔ پھر اس نے سوال کیا تو صاف حکم مل گیا۔ کہ موسیٰ اور اس کے لشکریوں کے برخلاف بددعا نہ کرنا انہوں نے قوم سے کہہ دیا کہ مجھے ممانعت کی گئی ہے۔

تو قوم نے بلعم باعور کو نذرانے اور تحفے پیش کر کے بددعا پر اصرار کیا اس نے کہا اچھا میں پھر دریافت کرتا ہوں اس دفعہ سوال کا جواب نہ ملا اس نے قوم سے کہا اس دفعہ کو مجھے جواب ہی نہیں ملا۔ قوم نے کہا اگر اللہ کو منظور نہ ہوتا تو اس دفعہ بھی جواب نفی میں ملتا لیکن ہمارے الحاح وزاری کی وجہ سے سکوت رہا ہے۔ اس فتنہ میں بلعم باعور مبتلا ہو گیا اور پہاڑ پر چڑھا کر موسیٰ علیہ السلام اور انکی قوم کے لیے بددعا کرنی چاہی اللہ تعالٰی نے اسکی زبان پر بددعا میں اسکی قوم کا نام جاری کر دیا اور دعائے خیر کے موقعہ پر موسیٰ اور بنی اسرائیل کا نام جاری کر دیا۔

قوم نے یہ سنکر پکارنا شروع کر دیا اور کہا بلعم یہ کیا کر رہے ہو بنی اسرائیل کے لیے دعا اور ہمارے لیے بددعا بلعم کہنے لگا یہ میرے قبضہ کی بات نہیں تھی کہ بلعم باعور کی زبان باہر نکل آئی بلعم کہنے لگا تم لوگوں نے میری دنیا و آخرت برباد کر دی آگے ارشاد ہے۔

تو وہ ان سے صاف نکل گیا یعنی وہ قوم سے الگ ہو گیا اور ان کا اتباع نہ کیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے بلند کرتے اور ابرار کی منزل میں اسے پہنچاتے مگر وہ تو زمین میں پکڑا گیا یعنی دنیا پر مفتون ہو گیا اور اپنی خواہش کی پیروی میں ہو گیا

تو اس کا حال مثل کتے کے ہے اگر اس پر بوجھ رکھو تو ہانپے اور زبان نکالے اور چھوڑ دے تو ہانپے اور زبان نکالے یہ مثال اس کتے کے ساتھ ہے جو دنیا کی حرص رکھتا ہے گویا یوں فرمایا کہ کتے دنیا کے وہ میں کہ انہیں نصیحت کرو تو بے کار اور ترک کرو تو کتا کتا ہی ہے ان کی طبیعت بدل نہیں سکتی یہ حال ان کا ہے جو ہماری آیتیں جھٹلائیں تو آپ انہیں نصیحت سنائے جائیں شاید وہ غور و فکر کریں کیا بری مثال ہے ان کی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور وہ اپنی جانوں کا برا کرتے ہیں جسے اللہ ہدایت کرے وہ ہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کردے تو وہ نقصان و خسارہ میں ہے اور بے شک ہم نے پیدا کیے جہنم کے لیے بہت جن اور آدمی یعنی وہ کفار جو آیات اللہ سے منکر ہیں اور ان کا کافر ہونا علم الٰہی میں ہے اور ایسے ہی جن جو اسلام کو قبول نہیں کرتے۔

وہ ایسے دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں یعنی قبول حق کی طرف ان کا دل نہیں جھکتا اس وجہ میں وہ ہدایت سے محروم ہیں اور ان کے پاس ایسی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے نہیں اور راہ حق وہدایت انہیں نظر نہیں آتا اور ان کے ایسے کان ہیں جن سے سنتے نہیں یعنی وعظ و نصیحت کو بگوش قبول سنتے ہی نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر بے سمجھ وہی غفلت میں ہیں۔

خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ

انسان دل آنکھ کان سے مدارک علمیہ کا ادراک کرتا ہے لیکن وہ لوگ ہیں کہ دل بھی رکھتے ہیں اور آنکھ کان بھی لیکن ان کے ذریعہ معارف ربانیہ کا ادراک نہیں رکھتے کھانے پینے اور مزو فاسد کا امتیاز کرنے اور امور دنیوی بہت تیز ہیں لیکن یہ تو حیوانات میں بھی صفت موجود ہے وہ بھی اپنے حواس سے اپنی سود و بہبود دنیوی کا امتیاز رکھتے ہیں اگر یہی انسان کے لیے کافی ہے تو پھر اس میں اور حیوانات میں کیا فرق ہوا۔ تو وجہ فضیلت مابین البہائم و انسان یہی ہے کہ وہ مدارک علمیہ اور معارف ربانیہ کا امتیاز کرتا ہے عموماً دیکھا گیا ہے کہ انسان اپنے نفع وضرر کا اختیار و امتیاز رکھتا ہے حیوانات بھی نفع کی طرف بڑھتے اور ضرر سے بچتے ہیں تو کافر جو جہنم کی راہ قبول کر رہا ہے حیوانات سے بھی بدتر ہوا۔

انسان روحانی، شہوانی، سماوی، ارضی ہے جب اس کی روح شہوات پر غالب آجاتی ہے تو یہ ملائکہ پر فائق ہوجاتا ہے اور جب شہوات روح پر غالب آجاتے ہیں تو زمین کے بہائم سے بھی بدتر ہوجاتا ہے آگے ارشاد ہے۔

اور اللہ کے لیے اچھے نام ہیں تو اسے انہی ناموں سے پکارو اور وہ چھوڑ دو جو اس کے ناموں

میں الحاد کرتے ہیں وہ عنقریب اپنے کیے کا بدلہ پائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالے کے ننانوے نام ہیں جو ان ناموں کے ساتھ اللہ تعالے کو یاد کرے جنتی ہو۔ علماء کرام اس پر متفق ہیں کہ اسماء الٰہیہ کا انحصار صرف ننانوے اسماء میں ہی نہیں بلکہ حدیث میں ننانوے اس لیے بتائے کہ ان کے ذریعہ انسان جنتی ہو جاتا ہے۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ ابوجہل نے حضور کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ حضور کا دعوی تو یہ ہے کہ وہ ایک رب ہے جس کی عبادت کرنے والا مومن ہو جاتا ہے تو اللہ بھی معبود ہے اور رحمن بھی معبود اور دونوں کو مسلمان پکارتے ہیں اس پر یہ حکم ہوا کہ یہ جاہل ہے معبود تو ایک ہی ہے اور اس کے نام بہت ہیں۔

لہٰذا اس کے ناموں میں حق و استقامت کے ساتھ قائم رہو مشرکین کی طرح نہ بنو کہ انہوں نے

اللہ کو بگاڑ کر لات نام رکھ کے الحاد کیا۔
عزیز کا عزی بگاڑا
منان کو منات کہنے لگے۔
اور نام بگاڑ کر اپنے بتوں کو پکارنے لگے اور حق سے متجاوز ہو کر ملحد بن گئے۔
اس سے یہ امر بھی ملتا ہے کہ اسماء الٰہیہ وہ لیے جائیں جو کتاب و سنت میں ملیں۔
اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ اپنی طرف سے سخی۔ رفیق کہنا ممنوع ہے۔
اس لیے کہ اللہ تعالے کے اسماء توقیفیہ ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالے کو ضار یا مانع یا خالق القردۃ کہنا بھی جائز نہیں۔
بلکہ دوسرے اسماء کے ساتھ ملا کر کہنا چاہیے جیسے ضار یا نافع یا خالق الخلق۔
اور یہ امر بھی اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالے کے اسماء میں ایسے نام شامل نہ کیے جائیں جو مشرکین کے یہاں ہیں جیسے رام۔ پرم آتما وغیرہ جتی سو یہ جلالہ یا سرنجن آگے ارشاد ہے۔

اور ہمارے بنائے ہوئے لوگوں میں ایک گروہ ہے جو حق کی ہدایت کرتا اور اسی پر عمل سے قائم ہے۔ یہ گروہ حق پرست علماء اور ہادیان اسلام کا ہے جو ہر زمانہ میں ہے اس گروہ کا اجماع حجت شرعی ہے اور ایسے لوگوں سے کوئی زمانہ خالی نہ رہے گا۔ حدیث شریف میں

ہے کہ ایک گروہ میری امت کا قیامت تک دین حق پر قائم رہے گا اسے کسی کی عداوت و مخالفت ضرر نہ پہنچا سکے گی۔

بامحاورہ ترجمہ سورۃ اعراف رکوع سیزدہم [۱۳] پ ۹

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور وہ جنہوں نے جھٹلائیں ہماری آیتیں عنقریب ہم انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے (عذاب کی طرف) ایسے کہ انہیں خبر نہ ہوگی۔

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝

اور میں انہیں مہلت دوں گا بے شک میری تدبیر پختہ ہے۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۗ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

کیا وہ سوچتے نہیں کہ ان کے صاحب کو کچھ واسطہ نہیں جنون سے وہ تو صاف ڈر سنانے والے ہیں۔

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝

کیا وہ نہیں دیکھتے آسمانوں کی ملکت میں اور زمین میں اور جو کچھ پیدا کیا اللہ نے اشیاء سے اور یہ کہ شاید آگیا ہو ان کا وعدہ قریب تو اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

جسے اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی ہادی نہیں اور انہیں چھوڑتا ہے کہ سرکشی میں اندھے بنے رہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

آپ سے پوچھتے ہیں قیامت کب آئے گی فرمادیجئے اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے کوئی اسے نہیں کھول سکتا مگر وہی اس کے وقت پر ظاہر کریگا بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین میں نہیں آئے گی تم پر مگر اچانک آپ سے پوچھتے ہیں گویا کہ آپ نے اسے تحقیق کر رکھا

لَا يَعْلَمُوْنَ ٥

ہے فرما دیجیے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا
ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط وَلَوْ
كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ
مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ
السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ
بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ٥

آپ فرما دیجئے میں مالک نہیں اپنی جان کا بھلے اور برے میں مگر وہی جو اللہ چاہے اور اگر ہوتا میں کہ جان لیا کرتا غیب تو یوں ہوتا کہ میں نے بھلائیاں کثرت سے جمع کر لیں اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو یہی ڈر سنانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں اس قوم کو جو مومن ہے۔

حل لغات سورۃ اعراف رکوع ۱۳ سیزدہم پ ۹

و۔اور	الذین۔وہ جنہوں نے	کذبوا۔جھٹلایا	بایتنا۔ہماری آیتوں کو
سنستدرجھم۔جلدی کھینچیں گے ہم انکو		من حیث۔ایسا کہ	لا۔نہ
یعلمون۔جانیں گے	و۔اور	املی۔میں ڈھیل دونگا	لھم۔ان کو
ان۔بیشک	کید۔تدبیر	ی۔میری	متین۔مضبوط ہے
او۔کیا	لم۔نہ	یتفکروا۔سوچا انہوں نے	ما۔کہ نہیں
بصاحبھم۔ان کے ساتھی کو		من جنۃ۔کوئی دیوانگی	ان۔نہیں
ھو۔وہ	الا۔مگر	نذیر۔ڈرانے والا	مبین۔ظاہر
او۔کیا	لم۔نہ	ینظروا۔دیکھا انہوں نے	فی۔بیچ
ملکوت۔بادشاہی	السموات۔آسمانوں	و۔اور	الارض۔زمین کے
و۔اور	ما۔جو	خلق۔پیدا کیا	اللہ۔اللہ نے
من۔کوئی	شئ۔چیز	و۔اور	ان۔یہ کہ
عسٰی۔قریب ہے	ان۔یہ کہ	یکون۔ہو	قد۔بیشک
اقترب۔قریب آچکی	اجلھم۔ان کی اجل	فبای۔تو کونسی	حدیث۔بات پر

بعد۔ بعد   ہ۔ اسکے   یومنون۔ ایمان لائینگے   من۔ جسے
یضلل۔ گمراہ کرے   اللہ۔ اللہ   فلا۔ تو نہیں   ھادی۔ کوئی ہدایت
دینے والا   لہ۔ اسکو   و۔ اور   یذر۔ چھوڑے گا
ھم۔ ان کو   فی۔ بیچ   طغیانھم۔ انکی سرکشی کے
یعمھون۔ حیران پھرینگے   یسئلونک۔ پوچھتے ہیں تجھ سے   عن الساعۃ۔ قیامت کو
ایان۔ کہ کب ہے   مرسھا۔ اسکا قائم ہونا   قل۔ کہہ دیں   انما۔ اسکے سوا نہیں
علمھا۔ اس کا علم   عند۔ نزدیک   ربی۔ میرے رب کے ہے   لا۔ نہیں
یجلیھا۔ ظاہر کرے گا اس کو   لوقتھا۔ اسکے وقت پر   الا۔ مگر
ھو۔ وہی   ثقلت۔ بھاری ہوگئی   فی۔ بیچ   السموات۔ آسمانوں
و۔ اور   الارض۔ زمین کے   لا۔ نہیں   تاتیکم۔ آئے گی تمہارے
پاس   الا۔ مگر   بغتۃ۔ اچانک   یسئلونک۔ پوچھتے
ہیں آپ سے   کانک۔ گویا کہ آپ   حفی۔ خبردار ہیں   عنھا۔ اس سے
قل۔ کہہ دیں   انما۔ اس کے سوا نہیں   علمھا۔ اس کا علم   عند۔ نزدیک
اللہ۔ اللہ کے ہے   و۔ اور   لکن۔ لیکن   اکثر۔ اکثر
الناس۔ لوگ   لا۔ نہیں   یعلمون۔ جانتے   قل۔ کہہ دیں
لا۔ نہیں   املک۔ مالک ہیں   لنفسی۔ اپنی جان کے   نفعا۔ نفع
و۔ اور   لا۔ نہ   ضرا۔ نقصان کا   الا۔ مگر
ما۔ جو   شاء۔ چاہے   اللہ۔ اللہ   و۔ اور
لو۔ اگر   کنت۔ ہوتا میں   اعلم۔ جانتا   الغیب۔ غیب
لاستکثرت۔ تو اکٹھی کر لیتا بہت سی   من الخیر۔ بھلائی   و۔ اور
ما۔ نہ   مسنی۔ پہنچتی مجھ کو   السوء۔ کوئی تکلیف   ان۔ نہیں
انا۔ میں   الا۔ مگر   نذیر۔ ڈرانے والا   و۔ اور
بشیر۔ خوشخبری دینے والا   لقوم۔ اس قوم کو   یومنون۔ جو ایمان لاتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر اردو

اور جنہوں نے جھٹلائیں ہماری آئتیں ہم عنقریب آہستہ آہستہ بتدریج عذاب کی طرف لیجائیں گے ایسی طرح کہ انہیں علم بھی نہ ہو اور میں انہیں مہلت دوں گا بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پختہ ہے اور میری گرفت سخت ہے کیا وہ نہیں سوچتے کہ ان کے صاحب کو جنون سے کچھ واسطہ نہیں وہ تو صاف ڈر سنانے والے ہیں۔ اس کا

شان نزول:۔ یہ ہے کہ جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہ صفا پر شب کے وقت قبائل کو پکارا اور فرمایا میں تمہیں عذاب الٰہی سے ڈرانے والا ہوں اور حضور نے انہیں اللہ کا خوف یاد دلایا اور آنے والے حوادث و آلام کا ذکر کیا تو ان میں کسی نے حضور کی طرف جنون سے نسبت کی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں ارشاد ہوا کہ بے سوچے سمجھے جنہوں نے ہمارے حبیب کی طرف جنون کا الزام لگا دیا انہوں نے فکر و تامل سے کام نہ لیا۔ صرف یہ دیکھ کر کہ سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم ان کے اقوال و افعال سے مخالفت فرما رہے ہیں اور دنیا کی لذتوں سے آپ نے منہ پھیر لیا ہے آخرت کی طرف آپ متوجہ ہیں اور اپنی قوم کو اسی ایک وحدہ لاشریک لہ کی طرف دعوت دینے اور اس کا خوف دلانے میں شب و روز مشغول ہیں۔ ان باتوں سے آپ کی طرف جنون کی نسبت کر دینا یہ انہی کا جنون اور ناعاقبت اندیشی ہے۔

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور جو چیز اللہ نے پیدا فرمائی ان سب میں اس کی وحدانیت اور کمال حکمت اور قدرت کی روشن دلیلیں ہیں اور یہ کہ شاید ان کا وقت قریب آ گیا ہو اور وہ کفر میں ہی مر کر ہمیشہ جہنم کے کندے رہیں ان باتوں کے لحاظ سے عقلمند عاقبت اندیش پر لازم ہے کہ وہ سوچے اور دلائل و براہین قرآن پر غور کرے ورنہ اس کے بعد کونسی حدیث یا قرآن ہو گا جس پر ایمان لائیں گے اور ظاہر ہے کہ قرآن پاک کے بعد کوئی آسمانی کتاب نہیں اور خاتم النبیین سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول و نبی نہیں جس کے آنے کا انتظار ہو چنانچہ ارشاد ہے۔

جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور انہیں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ اس کے بعد یہودیوں کے اس سوال کا جواب ہے جو بروایت

ابن عباس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ یہودیوں نے بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کیا تھا کہ حضور اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتائیں کہ قیامت کب ہوگی۔ گویا ان کے اعتقاد میں قیامت کا وقت بتانا لوازم رسالت سے تھا حالانکہ یہ محض لغو اور غلط خیال تھا اور وہ اس امر کے مدعی تھے کہ ہمیں قیامت کا علم ہے اس کا بھی جواب دے دیا گیا کہ یہ دعویٰ بھی اس قوم کا غلط ہے اللہ تعالیٰ نے اسے مخفی رکھا ہے اور اس میں جو حکمت ہے اسے اللہ ہی جانتا ہے اس لیے کہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔

البتہ صاحب روح البیان نے بعض مشائخ کے خیالات ظاہر کرکے اس اخفا کی حکمت پر کچھ روشنی ڈالی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو باعلام الٰہی قیامت کے وقت کا علم ہے اور یہ عقیدہ رکھنا آیہ کریمہ کے خلاف نہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

یسئلونک عن الساعۃ اے محبوب تجھ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب ہوگی آپ فرما دیجئے اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے اسے کوئی ظاہر نہیں کرسکتا مگر وہی (اس کی تحقیق) بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین میں نہ آئے گی تم پر (وہ قیامت) مگر اچانک آپ سے وہ ایسے پوچھ رہے ہیں گویا کہ آپ نے اسے خوب تحقیق کر رکھا ہے فرما دیجئے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

فرما دیجئے میں مختار نہیں اپنی جان کے بھلے برے پر مگر جو اللہ چاہے یہ واقعہ اس طرح ہے کہ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر رستے میں ایسی آندھی آئی کہ چوپائے بھاگ نکلے تو مخبر صادق طبیب حاذق رحمت دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہمراہیوں کو خبر دی کہ مدینہ طیبہ میں رفاعہ کا انتقال ہوگیا اور تلاش کرو میرا ناقہ کہاں ہے۔

تو عبداللہ بن ابی منافق بکنے لگا کہ انکا بھی عجیب حال ہے کہ مدینہ میں مرنے والے کی خبر تو دے رہے ہیں اور اپنا ناقہ لوگوں سے پوچھ رہے ہیں کہ کہاں ہے۔

حضور پر ابن ابی کی یہ بکواس بھی مخفی نہ رہی حضور نے علی الاعلان فرمایا کہ منافق ایسا ایسا کہتے ہیں لہٰذا ہم بتائے دیتے ہیں کہ ہمارا ناقہ اس گھاٹی میں ہے اور اس کی نکیل ایک درخت میں الجھی ہوئی ہے چنانچہ جب صحابہ نے دیکھا تو ناقہ اقدس اس شان سے ملا جیسا کہ فرمایا گیا تھا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر کبیر)

اور الا ما شاء اللہ میں جو استثناء ہے اس کا فائدہ اس روایت سے حاصل ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ

نے ابن ابی کا منہ کالا کیا اور اس کے اعتراض کو باطل کر دکھایا اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اللہ تعالے مالک حقیقی ہے اس کی عطا بغیر کسی نبی ولی کو کچھ حاصل نہیں ہوتا حتی کہ اپنی ذات کے نفع وضرر پر بھی بالذات کسی کو اختیار نہیں مگر الاما شاء اللہ عطا اور جس طرح اور جب اللہ چاہے تو نبی ولی۔ غوث قطب مقربان حق سب کچھ کر سکتے ہیں لیکن یہ سب کچھ کرنا بعطائے الٰہی ہے نہ کہ بالذات چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

ولوکنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر ومامسنی السوء۔ اور اگر میں خود غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ گویا میں نے بہت بھلائیاں جمع کر لیں اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی یہ کلام تواضعاً حضور سے کہلوایا گیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں اپنی ذاتی قوت سے غیب نہیں جانتا اور جو جانتا ہوں وہ اللہ تعالے کی عطا اور فضل اور اطلاع سے جانتا ہوں (کمافی الخازن)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بھلائی جمع کرنا اور برائی سے محفوظ رہنا یہ سب اللہ تعالے کے اختیار میں ہے اس لیے وہی ذاتی قدرت وقوت رکھتا ہے اور جس کی ایک صفت ذاتی ہے اس کی تمام صفات ذاتی ہوں گی تو معنی آیہ کریمہ کے یہ ہوئے کہ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی اور ذاتی قوت سے بھلائیاں جمع کر لیتا۔ اور کسی قسم کی برائی اور تکلیف اپنے آپ تک نہ پہنچنے دیتا۔

اور بھلائی سے مراد کامیابی اور غلبہ علی العدو ہے اور برائی سے مراد تنگی اور تکلیف اور دشمنوں کا غالب آجانا ہے۔

اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ بھلائی سرکشوں کا مطیع ہونا نافرمانوں کا فرمانبردار اور کافروں کا مومن کر لینا ہے اور برائی سے بدبخت لوگوں کا باوجود دعوت کے محروم رہ جانا تو حاصل کلام یہ ہوا کہ اگر میں نفع وضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو اے منافقین وکافرین تم سب کو مومن کر لیتا اور تمہارے کفر کی حالت میں رہنے کی مجھے تکلیف نہ ہوتی۔

ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون ٭ میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں کافروں کو اور خوشخبری دینے والا ہوں ایمان لانے والوں کو۔

بامحاورہ ترجمہ سورۂ اعراف رکوع سیزدہم پ ۹

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وہی وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا تمہیں ایک

وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا
فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا
فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا
اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا
لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝

جان سے اور بنایا اس میں سے اس کا جوڑا
تاکہ سکون حاصل کرے طرف اس کی تو جب
مرد اس پر چھایا تو حمل رہ گیا ایک ہلکا سا تو
اسے لیے پھرتی رہی تو جب بوجھ بڑھ گیا
تو دعا کی دونوں نے اپنے رب سے اگر تو دے
ہمیں صالح تو ہم ہوں گے شکر گزار۔

فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ
فِيْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ۝

تو جب دیا انہیں صالح بچہ تو کر لیا ان دونوں
نے ساجھی اس دینے میں تو اللہ بلند ہے ان
کے شرک سے۔

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ
يُخْلَقُوْنَ ۝

کیا اسے شریک بناتے ہیں جو کچھ نہ بنا سکے اور
وہ خود بنایا گیا ہو۔

وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ
يَنْصُرُوْنَ ۝

اور نہ طاقت رکھتے ہیں مدد کرنے کی اور نہ اپنی
جانوں کی مدد کر سکیں۔

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ۚ
سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ
صَامِتُوْنَ ۝

اور اگر تو انہیں بلائے ہدایت کی طرف تو نہ اتباع
کریں تمہارا برابر ہے تم پر چاہے انہیں پکارو یا
خاموش رہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ
فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

بے شک وہ جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا وہ
بندے ہیں مثل تمہاری تو انہیں پکارو تو وہ جواب
دیں تم کو اگر تم سچے ہو۔

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۖ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ
يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۖ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ
بِهَآ ۖ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۗ قُلِ
ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا
تُنْظِرُوْنِ ۝

کیا ان کے پیر ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ
ہیں جن سے پکڑیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے
دیکھیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنیں فرما دیجئے
پکارو اپنے شریکوں کو پھر داؤ کرو مجھ پر اور نہ مہلت
دو مجھے۔

اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَ

بے شک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ٥

نازل کی اور وہ دوست ہے نیکوں کا۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ٥

اور وہ جنہیں تم پکارتے ہو اللہ کے سوا نہیں سکتے تمہاری اعانت کی اور نہ اپنی جان کی مدد کر سکتے ہیں۔

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ٥

اور اگر انہیں بلاؤ ہدایت کی طرف نہ سنیں وہ اور انہیں تم دیکھ رہے ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھ رہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ٥

تو بخشش اختیار کرو اور امر بالمعروف کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ٥

اور اے سننے والے اگر شیطان تجھے کوئی بھلاوا دیوے تو اللہ سے پناہ مانگ بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ٥

بے شک وہ جو متقی ہیں جب انہیں لگتی ہے شیطانی خیال کی ٹھیس ہوشیار ہو کر چوکنے ہو جاتے ہیں۔

وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَىِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ٥

اور شیطانی برادری انہیں کھینچتی ہے گمراہی میں اور کمی نہیں کرتے۔

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ مِنْ رَّبِّىْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ٥

اور اے محبوب اگر تم نہ لاؤ ان کے پاس آیت تو کہتے ہیں کیوں نہ گھڑ لی اس نے کوئی آیت فرما دیجئے میں تو پیروی کرتا ہوں اسی کی جو وحی ہوتی میری طرف میرے رب سے یہ آنکھیں کھولتا ہے تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ایمان لانے والوں کیلئے

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ٥

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم رحم کیے جاؤ۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝	اور اپنے رب کو یاد کرو اپنے دل میں زاری اور ڈر سے بغیر پکارنے کے زبان سے صبح اور شام اور نہ ہو غافلوں سے۔
اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝	بے شک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ نہیں تکبر کرتے اس کی عبادت سے اور تسبیح کرتے ہیں اس کی اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

حل لغات سورۃ اعراف رکوع چہاردہم پ ۹

ھو۔ وہ	الذی۔ وہ ہے جس نے	خلقکم۔ پیدا کیا تم کو	من نفس۔ جان
واحدۃ۔ ایک سے	و۔ اور	جعل۔ بنائی	منھا۔ اس سے
زوجھا۔ بیوی اسکی	لیسکن۔ تاکہ آرام پائے	الیھا۔ اسکی طرف	فلما۔ پھر جب
تغشھا۔ ڈھانپا اسکو	حملت۔ تو حاملہ ہوئی	حملا۔ حمل	خفیفا۔ ہلکا
فمرت۔ تو چلتی رہی	بہ۔ اسکے ساتھ	فلما۔ تو جب	اثقلت۔ بوجھل ہوئی
دعوا۔ دعا کی دونوں نے	اللہ۔ اللہ	ربھما۔ اپنے رب سے	لئن۔ اگر
اٰتیتنا۔ دے تو ہمیں	صالحا۔ صالح بچہ	لنکونن۔ تو ہو نگے ہم	من الشاکرین۔ شکر
گذاروں سے	فلما۔ تو جب	اٰتا۔ دیا	ھما۔ ان کو
صالحا۔ صالح بچہ	جعلا۔ تو بنایا انہوں نے	لہ۔ اس کے لیے	شرکاء۔ شریک
فیما۔ اس میں جو	اٰتا۔ دیا	ھما۔ ان کو	فتعلی۔ تو بلند ہے
اللہ۔ اللہ	عما۔ اس سے	یشرکون۔ جو شرک کرتے ہیں	
ما۔ ان کو جو	لا۔ نہیں	یخلق۔ پیدا کرتے	شیئا۔ کچھ
و۔ اور	ھم۔ وہ	یخلقون۔ پیدا کیے گئے ہیں	و۔ اور
لا۔ نہیں	یستطیعون۔ طاقت رکھتے		لھم۔ ان کے لیے
نصرا۔ مدد کی	و۔ اور	لا۔ نہ	انفسھم۔ اپنی جانوں کی
ینصرون۔ مدد کرتے ہیں	و۔ اور	ان۔ اگر	تدعو۔ بلاؤ تو

ھم ۔ ان کو	الی ۔ طرف	الھدی ۔ ہدایت کی	لا ۔ نہیں
یسمعو ۔ سنیں گے	کم ۔ تمہاری	سواء ۔ برابر ہے	علیکم ۔ تم پر
ا ۔ کیا	دعوتمو ۔ پکارو	ھم ۔ ان کو	ام ۔ یا
انتم ۔ تم	صامتون ۔ خاموش رہو	ان ۔ بیشک	الذین ۔ وہ جنکو
تدعون ۔ تم پکارتے ہو	من دون ۔ سوا	اللہ ۔ اللہ کے	عباد ۔ بندے ہیں
امثالکم ۔ تمہارے جیسے	فادعو ۔ تو پکارو	ھم ۔ ان کو	فلیستجیبوا ۔ تو چاہئے کہ
قبول کریں	لکم ۔ تمہارے لیے	ان ۔ اگر	کنتم ۔ ہو تم
صدقین ۔ سچے	ا ۔ کیا	لھم ۔ ان کے	ارجل ۔ پاؤں ہیں کہ
یمشون ۔ چلتے ہیں	بھا ۔ ان سے	ام ۔ یا	لھم ۔ ان کے
اید ۔ ہاتھ ہیں کہ	یبطشون ۔ پکڑتے ہیں	بھا ۔ ان سے	ام ۔ یا
لھم ۔ ان کی	اعین ۔ آنکھیں ہیں کہ	یبصرون ۔ دیکھتے ہیں	بھا ۔ ان سے
ام ۔ یا	لھم ۔ ان کے	اذان ۔ کان ہیں کہ	یسمعون ۔ سنتے ہیں
بھا ۔ ان سے	قل ۔ کہو	ادعوا ۔ پکارو	شرکاء ۔ شریکوں
کم ۔ اپنے کو	ثم ۔ پھر	کیدون ۔ تدبیر کرو مجھ سے	و ۔ اور
لا ۔ نہ	تنظرون ۔ مہلت دو مجھے	ان ۔ بیشک	ولی ۔ میرا دوست
اللہ ۔ اللہ ہے	الذی ۔ وہ جس نے	نزل ۔ اتاری	الکتب ۔ کتاب
و ۔ اور	ھو ۔ وہ	یتولی ۔ دوست ہے	الصلحین ۔ نیکوں کا
و ۔ اور	الذین ۔ وہ جنکو	تدعون ۔ تم پکارتے ہو	من دونہ ۔ اسکے سوا
لا ۔ نہیں	یستطیعون ۔ طاقت رکھتے	نصر ۔ مدد	کم ۔ تمہاری کی
و ۔ اور	لا ۔ نہ	انفسھم ۔ اپنی جانوں کی	ینصرون ۔ مدد کر سکتے ہیں
و ۔ اور	ان ۔ اگر	تدعو ۔ پکارے تو	ھم ۔ ان کو
الی ۔ طرف	الھدی ۔ ہدایت کی	لا ۔ نہیں	یسمعوا ۔ سنتے
و ۔ اور	ترا ۔ دیکھتا ہے تو	ھم ۔ ان کو کہ	ینظرون ۔ دیکھتے ہیں
الیک ۔ تیری طرف	و ۔ اور	ھم ۔ وہ	لا ۔ نہیں
یبصرون ۔ دیکھتے	خذ ۔ پکڑ	العفو ۔ معاف کرنا	و ۔ اور

امر-حکم کر بالعرف-بھلائی کا و-اور اعرض-منہ پھیر
عن الجاھلین-جاہلوں سے و-اور اما-اگر
ینزغنک-وسوسہ پڑے تجھ کو من الشیطان-شیطان سے
نزغ-کوئی وسوسہ فاستعذ-تو پناہ مانگ باللہ-اللہ سے انہ-بیشک وہ
سمیع-سننے والا علیم-جاننے والا ہے ان-بیشک وہ الذین-وہ جو
اتقوا-پرہیزگار ہیں اذا-جب مسھم-پہنچتا ہے ان کو طائف-وسوسہ
من الشیطان-شیطان سے تذکروا-تو ہشیار ہو جاتے ہیں
فاذا-تو اچانک ھم-وہ مبصرون-دیکھنے لگتے ہیں و-اور
اخوانھم-ان کے بھائی یمدونھم-کھینچتے ہیں ان کو فی-بیچ
الغی-گمراہی کے ثم-پھر لا-نہیں یقصرون-کمی کرتے
و-اور اذا-جب لم-نہیں تاتھم-لایا تو ان کے پاس
بآیۃ-کوئی نشانی قالوا-کہتے ہیں لولا-کیوں نہ اجتبیتھا-انتخاب کر
لایا اس کو قل-کہو انما-اس کے سوا نہیں اتبع-میں پیروی کرتا ہوں
ما-اس کی جو یوحی-وحی کی جاتی ہے الی-میری طرف من ربی-میرے رب سے
ھذا-یہ بصائر-دیکھنے کی چیزیں ہیں من ربکم-تمہارے
رب سے و-اور ھدی-ہدایت و-اور
رحمۃ-رحمت لقوم-اس قوم کے لیے یؤمنون-جو ایمان لاتے ہیں و-اور
اذا-جب قرئ-پڑھا جائے القرآن-قرآن فاستمعوا-تو سنو
لہ-اس کو و-اور انصتوا-خاموش رہو لعلکم-تاکہ تم
ترحمون-رحم کیے جاؤ و-اور اذکر-یاد کر ربک-اپنے رب کو
فی-بیچ نفسک-اپنے دل کے تضرعا-عاجزی و-اور
خیفۃ-آہستگی سے و-اور دون-سوائے الجھر-بلند آواز کے
من القول-بات سے بالغدو-صبح و-اور الآصال-شام
و-اور لا-نہ تکن-ہو تو من الغافلین-غافلوں
میں سے ان-بیشک الذین-وہ جو عند-پاس

ربک ۔ تیرے رب کے ہیں — لا ۔ نہیں — یستکبرون ۔ تکبر کرتے
عن عبادتہ ۔ اس کی عبادت سے — و ۔ اور — یسبحونہ ۔ تسبیح بیان
کرتے ہیں — و ۔ اور — لہ ۔ اسی کو — یسجدون سجدہ کرتے ہیں

خلاصۂ تفسیر اردو

وہی خالق مطلق وہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں خطاب عام ہے ہر فرد انسان کو تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالی کی وہ ذات ہے جس نے انسان کو پیدا کیا یعنے اس کے باپ سے اور اس کی جنس سے اس کی بیوی کو بنایا۔ پھر جب دونوں جمع ہوئے اور حمل ظاہر ہوا تو ان دونوں نے تندرست بچہ کی دعا کی تو جب تندرست بچہ ہو گیا تو ان کی یہ حالت ہو گئی کہ کبھی اس بچے کو طبائع کی طرف نسبت کرنے لگے جیسے دہریوں کا حال ہے۔

کبھی ستاروں کی طرف منسوب کرنے لگے جیسے کواکب پرست کرتے ہیں۔
کبھی بتوں کی طرف جیسے بت پرست کرتے ہیں۔
تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ یہ ان کا طریقہ ان کے شرک سے بدتر ہے (تفسیر کبیر)

اور اس میں اس کا جوڑا بنایا یعنے اس کی جنس سے اس کی بیوی پیدا کی تاکہ اس سے سکون حاصل کرے تو جب مرد اس پر چھایا تو اسے ایک ہلکا سا حمل رہ گیا تغشّٰہا کا ترجمہ چھا جاتا ہوتا ہے اور یہ کنایہ ہے جماع کرنے سے اور حملت حملاً خفیفاً ہلکا سا حمل رہنا ابتدا حمل کی کیفیت کا تذکرہ ہے تو اسے بیوی لیے پھرتی رہی تو جب حمل کا ثقل بڑھا تو دونوں نے اپنے رب سے دعا کی اگر تو ہمیں حسین و تندرست اولاد دے تو یقیناً ہم تیرے حضور شکر گذار ہوں گے تو جب اللہ تعالے نے انہیں اولاد صالح عطا فرمائی تو کرلیا انہوں نے اس عطا میں دوسرا شریک تو اللہ تعالے بلند و بالا ہے اس سے جو وہ شریک کر رہے ہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں قریش کو خطاب کیا گیا ہے اس لیے کہ قریش تمام کے تمام قصی کی اولاد ہیں۔ انہیں فرمایا گیا کہ تمہیں ایک شخص قصی سے پیدا کیا اور اس جنس سے تمہاری بیوی عربی قریشی پیدا کی۔ تاکہ تم اس سے سکون حاصل کرو پھر جب ان کی دعا کے مطابق انہیں تندرست

وصالح بچہ ہم نے عنایت فرما دیا تو انہوں نے اللہ کی اس عطا میں دوسروں کو شریک کر کے اپنے چار بیٹوں کو غیر خدا کے نام سے منسوب کر کے عبد مناف۔ عبد العزیٰ۔ عبد قصی۔ عبد الدار نام رکھ دیے کیا اسے اللہ کا شریک کرتے ہیں جو کچھ پیدا نہ کر سکے یعنی بت جو خود پتھر اور بے جان اور بے حس ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں اور نہ ان میں کسی قسم کی مدد پہنچانے کی استطاعت ہے نہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

اس بیان میں بتوں کی حقیقت اور شرک کا بطلان واضح کیا گیا اور مشرکین کے کمال جہل کا اظہار فرمایا اور تعلیم دی کہ عبادت کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو عابد کو نفع پہنچائے اور دفع ضرر کی قوت رکھے مشرکین جس بت کو پوج رہے ہیں وہ نہ کچھ پیدا کر سکتے ہیں نہ اپنی مکھی بھی اڑانے کی قوت رکھتے ہیں اپنے لیے دوسروں کے محتاج خود مخلوق ہیں اس سے بڑھ کر ان کی بے اختیاری یہ ہے کہ وہ کسی کی مدد نہیں کر سکتے بلکہ انہیں جو ضرر پہنچے اسے بھی دفع نہیں کر سکتے انہیں اگر کوئی توڑ دے یا گرا دے تو گرنے ٹوٹنے میں بھی اپنی مدد سے لاچار ہیں۔ لہٰذا ایسے مجبور محض جمادِ بے جان بے اختیار کی پوجا کرنا جہل اتم نہیں تو کیا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہاری پیروی نہ کریں اور تمہاری بات نہ سن سکیں اس لیے کہ وہ بت ہیں اور بے جان ہیں نہ سن سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں یکساں ہے انہیں پکارو یا خاموش رہو وہ بہرحال عاجز ہیں ایسے کو پوجنا معبود بنانا انتہا درجہ کی حماقت ہے بیشک وہ جنہیں پوجتے ہو اللہ کے سوا وہ تمہارے جیسے بندے ہیں اور اللہ کے مملوک و مخلوق ایسی حالت میں وہ کس طرح پوجنے کے لائق ہیں اس پر بھی اگر تم انہیں معبود سمجھتے ہو تو انہیں پکارو تو وہ جواب دیں اگر تم سچے ہو کیا ان کے پیر ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے تھامیں اور پکڑیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنیں یہ کچھ بھی نہیں تو پھر اپنے سے بھی کمزور کو پوج کر کیوں خواہ مخواہ ذلیل ہو رہے ہو۔

چنانچہ جب حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتوں کی عاجزی اور کہتری بیان فرمائی۔ تو مشرکین کہنے لگے ہم نے دیکھا ہے کہ بتوں کی مذمت کرنے والے تباہ ہو جاتے ہیں اور یہ سب انہیں ہلاک کر دیتے ہیں اس پر ارشاد ہوا۔

اے محبوب آپ فرمائیں کہ اپنے شریکوں کو پکارو اور (ان سے کہو) کہ وہ مجھ پر کوئی داؤں چلیں اور مجھے مہلت نہ دیں یعنی تمہارے گمان باطل میں اگر بتوں میں یہ قوت ہے تو انہیں پکارو اور ان سے میرے

خلاف جو مکر و فریب کر سکتے ہو کر لو۔ مجھے تمہارے اور تمہارے معبودوں کی پرواہ نہیں مجھے اپنے رب کی حمایت حاصل ہے مجھے تمہارے بتوں کا ذرہ بھر خوف نہیں اس لیے کہ بیشک میرا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے کتاب کریم نازل فرمائی اور مجھ پر وحی نازل کی اور عزت افزائی فرمائی اور وہ محبوب رکھتا ہے نیکوں کو اور وہ صالحین کا حافظ و ناصر ہے۔

اور جنہیں تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور اپنی جان کی مدد پر قدرت نہیں رکھتے تو پھر وہ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو نہ سنیں اور یا تو انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں کیونکہ بتوں کو مصوری کے فن میں ایسا تراشتے اور تصاویر اس طرح بناتے تھے کہ گویا وہ دیکھ رہے ہے حالانکہ در حقیقت تصویر تصویر ہی ہوتی ہے ان سے کچھ نہیں ہو سکتا تو اے محبوب معاف فرمانے کی خو اختیار فرمائیں اور بھلائی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجیے

(اور اے سننے والے) اگر شیطان تجھے کوئی کونچا دے یعنی تیرے دل میں وسوسہ ڈالے تو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہ سنتا جانتا ہے بے شک وہ جو متقی ہیں جب انہیں کسی شیطانی وسوسے کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں اور علی الفوران کی بصارت منکشف ہو جاتی ہے اور اس وسوسہ کو دور کر دیتے ہیں اور اپنے رب کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں۔

اور وہ جو شیطان کے بھائی ہیں اس سے مراد کفار و مشرکین ہیں انہیں شیطان گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر کمی نہیں کرتے ہیں (اور اے محبوب) جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہ لاؤ تو کہتے ہیں تم نے ایسے کیوں نہ بنائی فرما دیجئے میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے میرے رب سے یہ آنکھیں کھولنا ہے تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ایمان والی قوم کے لیے اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔ اس آیت کریمہ سے چند مسائل صلوۃ مستنبط ہوتے ہیں۔

اول یہ کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے خواہ نماز میں خواہ خارج نماز اس وقت اس کا سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ اس کی تائید میں جملہ صحابہ ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے کے حکم میں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم جمعہ کے خطبہ میں خاموش رہنے اور اس کے سننے کے متعلق ہے۔ اور

ایک قول یہ ہے کہ آیت کریمہ میں حکم مطلق ہے اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر رہتا ہے لہذا

نماز اور خطبہ دونوں میں خاموش رہنا اور سننا واجب ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ہے جس میں راوی کہتے ہیں کہ آپ نے کچھ لوگوں سے نماز میں امام کے ساتھ قراءت سنی تو آپ نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم لوگ قرآن کی آیت کے معنی سمجھو اور یہ آیت کریمہ پڑھ کر فرمایا اس آیت سے قراءت خلف الامام کی ممانعت ثابت ہے اور اس کے مقابل کوئی حدیث ایسی نہیں جسے آیت کریمہ کے مقابل حجت قرار دیا جاسکے۔

قراءت خلف الامام کی تاکید میں سب سے زیادہ اعتماد جس حدیث پر کیا جاتا ہے وہ یہ ہے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب مگر اس میں صرف اتنا حکم ملتا ہے کہ فاتحہ بغیر نماز کامل نہیں ہوتی اس لیے کہ لا صلوٰۃ کا لا نفی کمال کا ہے تو اس کے مقابل دوسری حدیث من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ موجود ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جس نمازی کا امام ہو تو امام کا پڑھنا مقتدی کا ہی پڑھنا ہے تو اس سے ہر دو احادیث میں اس طرح تطبیق ہوتی ہے کہ

لا صلوٰۃ (للمنفرد) الا بفاتحۃ الکتاب ومن کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔

یعنی تنہا آدمی کی نماز بغیر الحمد پڑھے نہیں ہوگی اور جس آدمی کا امام ہو وہاں امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔

گویا جب امام نے قراءت کی تو مقتدی کا سکوت حکماً قراءت کو کافی ہوا اور مقتدی کی قراءت قراءت حکمیہ ہوگی۔

تو امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے سے قرآن و حدیث دونوں پر عمل ہو گیا اور اگر قراءت کہی گئی تو آیت کریمہ کا اتباع نہ ہوا محض حدیث اور وہ بھی صرف ایک حدیث کا اتباع ہو سکا۔ بنابریں احناف کے نزدیک قرآن و حدیث کی اتباع میں قراءت خلف الامام ممنوع ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر اور بغیر آواز سے بولنے کے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔ آیت کریمہ اولی کے بعد اس آیت کریمہ کے پڑھنے سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ شاید قرآن سننے والے کو خاموش رہتے ہوئے بلا آواز نکالے دل میں ذکر کرنا اور عظمت الٰہی اور جلال الٰہی غیر متناہی کا استحضار لازم ہے یعنی ذکر قلبی رکھتے ہوئے استماع تلاوت لازم ہے تفسیر ابن جریر میں بھی یہی ہے کہ امام کے پیچھے آواز سے قراءت کی ممانعت ہے اور ذکر قلبی افضل ہے۔

ایک مسئلہ اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ ذکر جہر اور ذکر خفی دونوں بہ نص ثابت ہیں اسی وجہ میں ردالمحتار وغیرہ میں تصریح ہے کہ خفی یا جہری ذکر دونوں منصوص ہیں جس سے ذوق و شوق تام اور اخلاص کامل میسر ہو اس کے لیے وہی ذکر افضل ہے۔

اور غدو سے مراد صبح کا وقت ہے اور آصال سے شام کا وقت مراد ہے جو عصر و مغرب کے مابین ہے ان دونوں وقتوں میں ذکر افضل ہے اس لیے کہ نماز نفل فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد سے غروب تک ممنوع ہے لیکن ذکر خواہ جہری ہو خواہ خفی مستحب ہے اور اس سے بندے کے تمام اوقات قربت و اطاعت میں گذر سکتے ہیں آگے ارشاد ہے

بے شک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں یعنی ملائکہ مقربین سبوحیان عرش اللہ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اسکی تسبیح و تہلیل کرتے اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

یہ آیت آیات سجدہ سے ہے تمام قرآن کریم میں چودہ آیات سجدہ احناف کے نزدیک ہیں اور پندرہ شوافع کے یہاں۔

اس قسم کی آیت پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ لازم ہوتا ہے اسے سجدۂ تلاوت کہتے ہیں مسلم شریف میں ایک حدیث ہے کہ جب بندہ آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ تلاوت کرتا ہے تو شیطان روتا ہے اور کہتا ہے افسوس بنی آدم کو سجدہ کا حکم ہوا تو وہ سجدہ کر کے جنتی ہوا اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا تو میں انکاری ہو کر جہنمی ہو گیا۔

یہاں سورہ اعراف پارہ نہم کا رکوع چہاردہم ختم ہوا اور سورۃ بھی ختم ہوئی والحمد للہ رب العلمین۔

۱۰ رمضان المبارک ۱۳۷۲ھ۔ ۱۴ جون ۱۹۵۳ء بروز جمعۃ المبارک

فقیر ابوالحسنات قادری

سورة الانفال

یہ سورت مدنی ہے اس میں پچھتر آیات اور دس رکوع ہیں۔ اس میں ایک ہزار پنج سو کلمہ اور پانچ ہزار انتیس حرف ہیں۔

اس سورۃ مبارکہ میں سوا سات آیتوں کے تمام آیتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں اور وہ سات آیتیں جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں وہ وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے شروع ہیں اور وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ تک ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الانفال رکوع اول پ ۹

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ ۪ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○

دریافت کرتے ہیں آپ سے (اے محبوب) غنیمتوں کے بارے میں فرما دیجئے غنائم کے مالک اللہ اور رسول ہیں تو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور پیروی کرو اللہ ورسول کی اگر تم ہو ایمان والے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ○

ایمان والے وہی ہیں جب اللہ یاد کیا جائے ڈر جاتے ہیں ان کے دل اور جب پڑھی جائیں ان پر اس کی آیتیں ترقی پاوے ان کا ایمان اور اپنے رب پر بھروسہ کریں۔

الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ○

وہ جو قائم رکھیں نماز اور جو انہیں رزق دیا جائے اس سے خرچ کریں۔ (اللہ کی راہ میں)

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ○

یہی ہیں مومن سچے ان کے لیے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش اور روزی عزت کی

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝

جیسے تمہیں نکالا تمہارے رب نے تمہارے گھر سے حق کے ساتھ اور بے شک ایک گروہ مؤمنین کا اس سے ناخوش تھا۔

يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝

سچی بات میں آپ سے جھگڑتے تھے بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی گویا وہ دیدہ دانستہ ہانکے جا رہے ہیں موت کی طرف۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور یاد فرمائیے جب وعدہ دیا تھا اللہ نے تم کو ان دونوں گروہوں کا کہ ان میں سے ایک تمہارے لیے ہے اور تم چاہتے تھے کہ بغیر کانٹا کھٹکے تمہیں ملے اور اللہ چاہتا تھا کہ سچ سچ ہو ثابت ہو اللہ کے کلام سے اور کٹ جائے جڑ کافروں کی۔

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

تاکہ سچ سچ ہو اور جھوٹ جھوٹ اگرچہ مجرمول کو برا لگے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝

جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری سن لی (اور فرمایا) میں تمہیں مدد دونگا ہزار فرشتوں کی قطار سے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اور نہیں بنایا اس کو اللہ نے مگر تمہیں خوشخبری دینے کو اور اس لیے کہ تمہیں اطمینان قلب ملے اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کی طرف سے بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ انفال پ ۹

یسئلونک پوچھتے ہیں تجھ سے	عن الانفال۔ غنیمت کے متعلق

قل۔کہہ دیں	الانفال۔غنیمتیں	للہ۔اللہ	و۔اور
الرسول۔رسول کی ہیں	فاتقوا۔تو ڈرو	اللہ۔اللہ سے	و۔اور
اصلحوا۔درستی کرو	ذات بینکم۔آپس میں	و۔اور	اطیعوا۔کہا مانو
اللہ۔اللہ کا	و۔اور	رسولہ۔اسکے رسول کا	ان۔اگر
کنتم۔ہو تم	مؤمنین۔مؤمن	ان۔بیشک	المؤمنون۔مومن تو
الذین۔وہ ہیں کہ	اذا۔جب	ذکر۔ذکر کیا جاتا ہے	اللہ۔اللہ کا
وجلت۔تو ڈر جاتے ہیں	قلوبہم۔انکے دل	و۔اور	اذا۔جب
تلیت۔پڑھی جاتی ہیں	علیہم۔ان پر	ایتہ۔اسکی آیتیں	زادتہم۔تو زیادہ ہوتا
ہے ان کا	ایمانا۔ایمان	و۔اور	علی۔اوپر
ربہم۔اپنے رب کے	یتوکلون۔وہ بھروسہ کرتے ہیں		الذین۔وہ جو
یقیمون۔قائم کرتے ہیں	الصلوۃ۔نماز	و۔اور	مما۔اس سے جو
رزقنا۔دیا ہم نے	ہم۔ان کو	ینفقون۔خرچ کرتے ہیں	اولئک۔یہی
ہم۔وہ	المومنون۔مومن ہیں	حقا۔سچے	لہم۔ان کے لیے
درجت۔درجے ہیں	عند۔نزدیک	ربہم۔انکے رب کے	و۔اور
مغفرۃ۔بخشش	و۔اور	رزق۔رزق	کریم۔اچھا
کما۔جیسے	اخرجک۔نکالا تجھ کو	ربک۔تیرے رب نے	من بیتک۔تیرے گھر سے
بالحق۔ساتھ حق کے	و۔اور	ان۔بیشک	فریقا۔ایک فرقہ
من المؤمنین۔مومنوں میں سے		لکرھون۔البتہ ناپسند کرتے تھے	
یجادلونک۔جھگڑتے ہیں تجھ سے		فی۔بیچ	الحق۔حق کے
بعد۔بعد اسکے	ما۔جو	تبین۔ظاہر ہو گیا	کانما۔گویا کہ
یساقون۔وہ ہانکے جاتے ہیں		الی۔طرف	الموت۔موت کی
و۔اور	ہم۔وہ	ینظرون۔دیکھتے ہیں	و۔اور
اذ۔جب	یعد۔وعدہ دیا	کم۔تم کو	اللہ۔اللہ نے
احدی۔ایک کا	الطائفتین۔دو جماعتوں میں سے		انہا۔کہ وہ
لکم۔تمہارے لیے ہے	و۔اور	تودون۔تم پسند کرتے تھے کہ	ان۔بیشک

غیر۔بغیر	ذات الشوکۃ۔شوکت والی کے		تکون۔ہو
لکم۔تمہارے لیے	و۔اور	یرید۔چاہتا تھا	اللہ۔اللہ
ان۔یہ کہ	یحق۔حق کرے	الحق۔حق کو	بکلمتہ۔اپنے حکم سے
و۔اور	یقطع۔کاٹ دے	دابر۔جڑ	الکافرین۔کافروں کی
لیحق۔تاکہ حق کرے	الحق۔حق کو	و۔اور	یبطل۔باطل کرے
الباطل۔باطل کو	و۔اور	لو۔اگرچہ	کرہ۔ناپسند کریں
المجرمون۔مجرم	اذ۔جب	تستغیثون۔تم فریاد کرتے تھے	
ربکم۔اپنے رب سے تو		فاستجاب۔سن لی	لکم۔تمہاری
انی۔بیشک میں	ممدکم۔مدد دینے والا ہوں تم کو		بالف۔ہزار
من الملئکۃ۔فرشتے	مردفین۔قطار بند سے	و۔اور	ما۔نہ
جعلہ۔بنایا اسکو	اللہ۔اللہ نے	الا۔مگر	بشری۔خوشخبری
و۔اور	لتطمئن۔تاکہ مطمئن ہو جائیں		بہ۔اس سے
قلوبکم۔تمہارے دل	و۔اور	ما۔نہیں ہے	النصر۔مدد
الا۔مگر	من عند۔نزدیک	اللہ۔اللہ کے	ان۔بیشک
اللہ۔اللہ	عزیز۔غالب	حکیم۔حکمت والا ہے	

خلاصہ تفسیر رکوع اول سورۃ انفال پ ۹

شان نزول: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ اہل بدر کے اندر کچھ اختلاف تقسیم غنائم میں پیدا ہو گیا تھا۔ حتی کہ کچھ بدمزگی رونما ہوئی تو اللہ تعالے نے یہ حکم نازل فرمایا کہ غنائم کا معاملہ ہمارے ہاتھ سے لے کر اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ اور حضور نے اس کا مال برابر تقسیم فرما دیا چنانچہ ارشاد ہے۔

اے محبوب آپ سے غنائم کے متعلق سوال کرتے ہیں فرما دیجئے غنیمتیں اللہ اور اس کے رسول کی ملک میں ہیں جیسے چاہیں تقسیم کریں۔ تو اللہ سے ڈرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو اور اپنے اندر

صلح رکھو اور اللہ اور رسول کا حکم مانو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ ایمان والے تو وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے تو اس کی ہیبت و جلال اور عظمت ذات کے تصور سے ان کے دل ڈرتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پاوے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں اور اپنے تمام کام اس کے سپرد کر دیں وہ جو نماز قائم رکھیں اور جو کچھ ہم ان کو رزق دیں اس سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں یہی ہیں سچے مسلمان ان کے لیے درجے ہیں ان کے رب کے پاس جیسے ان کے عمل ہیں اس لیے کہ احوال مومنین متفاوت ہیں اسی وجہ بیں ان کے مراتب بھی علیحدہ علیحدہ ہیں اور بخشش ہے اور مغفرت کا رزق جو دوامی اکرام و تعظیم کے ساتھ با محبت و شفقت عطا ہو گا۔

جس طرح اے محبوب تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر سے سچائی کے ساتھ نکالا۔ یعنے مدینہ طیبہ سے میدان بدر کے طرف احقاق حق کے لیے اور ابطال کفر کی خاطر اور بے شک ایک جماعت مومنین کی اسے ناپسند کرتی تھی اس لیے کہ ان کی نظر میں ظاہری تعداد جان بازانِ اسلام کی کم تھی اور اس کمی کے علاوہ آلات حرب و ضرب بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔ اِدھر دشمن تعداد میں بھی زیادہ تھا اور اسلحات سے مسلح تھا رسد رسانی کا انتظام بھی وہ کر کے نکلا تھا۔ اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ

ابوسفیان ملک شام سے ایک قافلہ کے ساتھ آئے۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس کے مقابلہ کے لیے اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے ابوجہل مکہ مکرمہ سے قریش کا ایک لشکر لے کر ابوسفیان کی مدد کو نکلا۔ ابوسفیان رستہ کترا کر مع اپنے قافلہ کے ساحل دریا کی راہ چل پڑے۔ ابوجہل کے لشکر نے کہا کہ اب ہمارا قافلہ تو بچ کر نکل گیا ہے لہذا ہمیں واپس مکہ چلنا چاہیئے۔ ابوجہل نے اس سے انکار کیا اور جنگ کے قصد سے بدر کی طرف چل دیا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے اور فرمایا مجھ سے اللہ تعالے کا وعدہ ہے کہ دونوں گروہوں میں سے ایک پر مسلمان فتحیاب کیے جائیں گے خواہ قافلہ ابوسفیان ہو یا لشکر قریش مکہ صحابہ کرام نے اس پر موافقت کی کہ قریش مکہ پر چڑھائی ہو مگر بعض کو اسباب ظاہری کے تحت یہ خیال ہوا کہ ہماری تیاری اتنی نہیں کہ ہم قریش مکہ کا مقابلہ کر سکیں ان کی تعداد بھی زیادہ ہے اور ان کے پاس اسلحہ بھی کافی ہے لہذا قافلہ شامی ہی کا مقابلہ کیا جائے۔

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خیال پسند نہ آیا حضور نے فرمایا قافلہ تو ساحل کی طرف نکل گیا اور ابوجہل لشکر لے کر سامنے آرہا ہے اس پر بعض نے اسی پر اصرار کیا کہ قافلہ شام کا کا ہی تعاقب کیا جائے اور لشکر کفار کو چھوڑا جائے۔

یہ جواب حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کو ناگوار خاطر ہوا۔

حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ناگواری خاطر اقدس کو محسوس کر کے عرض کیا حضور ہم اپنے اخلاص اور فرمانبرداری میں سچے ہیں۔ حضور کی رضا جوئی میں جاں نثاری کے لیے حاضر ہیں ہم نہایت استحکام اور قوت ایمان کے ساتھ حضور کے سامنے عرض پیرا ہیں کہ مرضی اقدس کے خلاف ہمارا کوئی قدم نہ اٹھیگا۔ ہم تعمیل حکم میں سستی کرنے والے نہیں۔ اس پر تمام صحابہ نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ استشارہ کے جواب میں ہم لوگوں کا وہ جواب تھا اور حکم سامی چونکہ قطعی امر الٰہی ہے لہٰذا اس میں مجال دم زدن نہیں ہے حضور تشریف لے چلیں ہم ساتھ ہیں۔ ہمیں عدول حکمی کا وہم بھی نہیں ہے ہم حضور پر ایمان لائے ہیں۔ ہم نے حضور کی تصدیق کی ہے۔ ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و اطاعت کا عہد کیا ہے لہٰذا اگر حضور ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو بھی ہمیں عذر نہ ہوگا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب سن کر اظہار خوشنودگی فرمایا اور حکم دیا چلو اللہ کی برکت اور تعاون پر بھروسہ کرو۔ اس نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے بلکہ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ مجھے تمہارے دشمنوں کے گرنے اور تڑپنے کی جگہ نظر آرہی ہے۔ پھر حضور نے نام لے لے کر کفار کے گرنے کے مقام اور مرنے کی جگہ پر نشان لگا دیے۔ چنانچہ یہ حضور علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہوا کہ

ان کافروں میں سے جو بھی گرا اور مرا وہ اسی نشان پر مرا اور اس خط سے ذرا ادھر ادھر نہ ہوا۔ آگے ارشاد ہے۔

کہ وہ آپ کی سچی بات میں جھگڑ رہے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں لشکر قریش کا حال معلوم نہ تھا ورنہ ہم بھی مقابلہ کی تیاری کر کے نکلتے بعد اس کے کہ حقیقت ظاہر ہو چکی کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ کرتے ہیں وہ بحکم الٰہی کرتے ہیں اور حضور نے اعلان بھی فرما دیا کہ مسلمانوں کو غیبی امداد پہنچے گی۔ لیکن اسباب ظاہری کے مہیا نہ ہونے کی صورت میں پھر بھی وہ ایسے جا رہے تھے گویا کہ وہ آنکھوں دیکھی موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں گویا انہیں یہ ظاہر یہ نظر آرہا تھا کہ

قریش کا مقابلہ موت کے منہ میں جانے کے مطابق ہے اور یاد کرو حبیب اللہ نے وعدہ دیا تھا کہ ان دونوں جماعتوں میں سے ایک پر تمہیں فتح ہے یعنے قافلہ شامی اور لشکر ابوجہل میں سے ایک پر تم فتحیاب ہوگے۔

اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا بھی کھٹکا نہ ہو۔ یعنی قافلہ شامی پر جس میں چالیس آدمی تھے فتحیاب بہ آسانی ہو جائیں اور اللہ کی مشیت یہ تھی کہ وہ اپنی کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے اور دین حق کو غالب اور بلند و بالا فرمادے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے اور انہیں ایسے ہلاک کرے کہ ان میں سے کوئی سرکش نہ بچے تاکہ سچ سچ ہو اور جھوٹ جھوٹ یعنے اسلام غالب ہو اور کفر مٹ جائے اگرچہ مجرموں پر گراں گزرے اور وہ برا مانیں۔ آگے جو ارشاد باری تعالے ہے اس کا

شان نزول:۔ یہ ہے کہ بدر والے دن حضور نے مشرکین کو ملاحظہ فرمایا تو وہ ہزار کی تعداد میں تھے اور حضور کے اصحاب تین سو دس سے کچھ زیادہ تو حضور قبلہ رو قیام فرما کر اپنے نوری ہاتھ پھیلا کر اپنے رب کے حضور عرض پیرا ہوئے۔

الٰہی جو تو نے وعدہ فرمایا ہے وہ پورا کر الٰہی جو تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عنایت فرمائے رب العالمین اگر تو نے ان مسلمانوں کو ہلاک کر دیا تو تمام روئے زمین پر تیری پوجا نہ ہوگی۔ کما رواہ مسلم۔ اس قسم کے الفاظ سے حضور اقدس دعا کر رہے تھے حتیٰ کہ دوش اقدس سے رداء مبارک اتر گئی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور رداء مبارک دوش اقدس پر ڈالی اور عرض کرنے لگے یا نبی اللہ اب آپ کی مناجات آپ کے رب کے ساتھ کافی ہوگئی وہ یقیناً اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی (اور بشارت دی) کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزار فرشتوں کی قطار سے۔ چنانچہ اول ہزار فرشتے آئے۔ پھر تین ہزار پھر پانچ ہزار۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مسلمان کافروں کا تعاقب کرتے تھے تو کافر مسلمانوں کے آگے بھاگتے جاتے تھے ایک کافر بھاگتا جا رہا تھا کہ اچانک ایک اوپر سے چابک کی آواز آئی اور ساتھ ہی نعرے کی آواز آئی جس میں یہ جملے تھے اقدم یا حیزوم

یعنے آگے بڑھاے حیزوم۔ تو حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا حیزوم حضرت جبریل امین کے گھوڑے کا نام ہے۔ پھر نظر آیا کہ وہ کافر مرگیا اور اس کی ناک تلوار سے اڑی ہوئی تھی اور تمام چہرہ زخمی تھا۔

صحابہ نے یہ مشاہدے جب حضور کے سامنے عرض کیے تو حضور نے فرمایا کہ یہ آسمان سوم کی مدد ہے۔

ابوجہل نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ضرب نہ معلوم کہاں سے آتی تھی۔ مارنے والا ہمیں کوئی نظر نہ آتا تھا۔ آپ نے فرمایا خبیث وہ غیبی امداد ملائکہ سماویہ کی تھی جس کا وعدہ قرآن پاک میں ہوچکا تھا۔

اِنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ۔

تو جہالت کا پتلا ابوجہل کہنے لگا تو پھر ملائکہ ہی غالب ہوئے تم تو غالب نہ ہوسکے یہ اسکی ابوجہلی کا اثر تھا آگے ارشاد ہے۔

اور نہیں کیا یہ اللہ تعالے نے مگر تمہاری خوشی کو اور اس لیے کہ تمہارے دل اطمینان پائیں اور مدد نہیں مگر اللہ تعالے کی طرف سے ہی ہے بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے لہٰذا بندے کو چاہئے کہ اسی پر بھروسہ رکھے اور زور آور اور قوت اور علل و اسباب ظاہری پر ناز نہ کرے۔

تفسیر نسفی۔ رکوع اول سورہ انفال

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الانفال پ ۹

اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً مِّنْہُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ؕ

یاد کرو جب تم پر نیند کو مسلط کیا اللہ تعالے کی طرف سے امن کے لیے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی تاکہ پاک کرے تمہیں اس سے اور لے جائے تم سے ناپاکی شیطان کی اور تمہارے دل مربوط کرکے تمہیں ثابت قدم رکھے۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ اَنِّیْ مَعَکُمْ

جب اے محبوب وحی بھیج رہا تھا تمہارا رب

فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝

فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھو عنقریب میں ڈالوں گا ان کے دلوں میں جو کافر ہیں مسلمانوں کا رعب تو مارو گردنوں سے اوپر اور مارو ان کافروں کے ہر پورے پر

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

یہ اس لیے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ اور اس کے رسول کی اور جو مخالفت کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو بے شک اللہ عذاب میں سخت ہے۔

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۝

یہ تو تم چکھو اور اس کے ساتھ کافروں کے لیے عذاب جہنم ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝

اے ایمان والو جب ملو تم ان سے جو کافر ہیں جہاد اور جنگ میں تو نہ پلٹو پیٹھ دے کر

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

اور جو پلٹے اس دن پشت دے کر مگر گھات مقاتلہ کے لیے یا تلاش میں اپنی جماعت کے تو یقیناً وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

تو ہرگز قتل نہیں کیا تم نے لیکن اللہ نے قتل کیا انہیں اور نہیں پھینکی تم نے (اے محبوب) وہ خاک جو تم نے پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی اور اس لیے کہ مسلمانوں کو اس امتحان میں اچھا بدلہ عطا فرمایا جائے بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

یہ تو تمہیں بیان ہے اور اس کے ساتھ اللہ کفار کے مکر کو ذلیل کرنے والا ہے

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ

اے کافرو اگر تم فیصلہ طلب کرتے ہو تو یقیناً

وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

آچکا تم پر فیصلہ اور اگر باز آجاؤ تو تمہارے بھلے کو ہے اور اگر پھر شرارت کرو تو ہم بھی پھر سزا دیں گے اور تمہارے جتھے تمہیں مستغنی نہ کر سکیں گے اگرچہ کثرت سے ہوں اور بے شک اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ انفال پ ۹

اذ - جب	یغشیکم - ڈھانپ لیا تم کو		النعاس - اونگھ نے
امنۃ - امن کے لیے	منہ - اس سے	و - اور	ینزل - اتارتا تھا
علیکم - تم پر	من السماء - آسمان سے		ماء - پانی
لیطھر - تاکہ پاک کرے	کم - تم کو	بہ - اس سے	و - اور
یذھب - لے جائے	عنکم - تم سے	رجز - پلیدی	الشیطان - شیطان کی
و - اور	لیربط - تاکہ مضبوط کرے	علی - اوپر	قلوبکم - تمہارے دلوں کے
و - اور	یثبت - ثابت رکھے	بہ - اس سے	الاقدام - قدم
اذ - جب	یوحی - وحی کرتا تھا	ربک - تیرا رب	الی - طرف
للملئکۃ - فرشتوں کی	انی - بے شک میں	معکم - تمہارے ساتھ ہوں	
فثبتوا - سو تم ثابت قدم رکھو		الذین - ان کو	امنوا - جو مومن ہیں
سالقی - جلدی ڈالوں گا میں		فی - بیچ	قلوب - دلوں
الذین - ان کے جو	کفروا - کافر ہیں	الرعب - رعب	فاضربوا - تو مارو
فوق - اوپر	الاعناق - گردنوں کے	و - اور	اضربوا - مارو
منھم - ان کو	کل - ہر	بنان - پورے پر	ذلک - یہ
بانھم - اس لیے کہ انہوں نے	شاقوا - نافرمانی کی انہوں نے		اللہ - اللہ
و - اور	رسولہ - اس کے رسول کی	و - اور	من - جو
یشاقق - نافرمانی کرے	اللہ - اللہ	و - اور	رسولہ - اس کے رسول کی

فان۔ تو بیشک	اللہ۔ اللہ	شدید۔ سخت	العقاب۔ عذاب والا ہے
ذلکم۔ یہ ہے	فذوقوہ۔ تو چکھو	ہ۔ اسکو	و۔ اور
ان۔ بیشک	للکفرین۔ کافروں کے لیے		عذاب۔ عذاب ہے
النار۔ آگ کا	یا۔ اے	ایہا۔ اے	الذین۔ وہ جو
امنوا۔ ایمان لائے ہو	اذا۔ جب	لقیتم۔ ملو تم	الذین۔ ان کو
کفروا۔ جو کافر ہیں	زحفا۔ میدان جنگ میں	فلا۔ تو نہ	تولوہ۔ پھیرو
ھم۔ ان سے	الادبار۔ پیٹھیں	و۔ اور	من۔ جو
یولہم۔ پھیرے ان سے	یومئذ۔ اس دن	دبرہ۔ اپنی پیٹھ	الا۔ مگر
متحرفا۔ کرتب کرتا ہو	لقتال۔ لڑائی کا	او۔ اور یا	متحیزا۔ پھرتا ہوا
الی۔ طرف	فئۃ۔ جماعت کی	فقد۔ تو بیشک	باء۔ پھرا
بغضب۔ ساتھ غضب	من اللہ۔ اللہ کے	و۔ اور	ماوٰہ۔ ٹھکانا
ہ۔ اس کا	جہنم۔ جہنم ہے	و۔ اور	بئس۔ برا ہے
المصیر۔ ٹھکانا	فلم۔ تو نہ	تقتلو۔ قتل کیا تم نے	ھم۔ ان کو
و۔ اور	لکن۔ لیکن	اللہ۔ اللہ نے	قتلہم۔ قتل کیا ان کو
و۔ اور	ما۔ نہ	رمیت۔ پھینکی تو نے	اذ۔ جب
رمیت۔ پھینکی تو نے	و۔ اور	لکن۔ لیکن	اللہ۔ اللہ نے
رمی۔ پھینکی	و۔ اور	لیبلی۔ تاکہ آزمائے	المومنین۔ مومنوں کو
منہ۔ اس سے	بلاء۔ آزمانا	حسنا۔ اچھا	ان۔ بیشک
اللہ۔ اللہ	سمیع۔ سننے والا	علیم۔ جاننے والا ہے	ذلکم۔ یہ ہے
و۔ اور	ان۔ بیشک	اللہ۔ اللہ	موھن۔ کمزور کرنے
والا ہے	کید۔ تدبیر	الکافرین۔ کافروں کی	ان۔ اگر
تستفتحوا۔ تم فیصلہ چاہتے ہو		فقد۔ تو بیشک	جاء۔ آگیا
کم۔ تمہارے پاس	الفتح۔ فیصلہ	و۔ اور	ان۔ اگر
تنتہوا۔ تم باز آجاؤ	فھو۔ تو وہ	خیر۔ بہتر ہے	لکم۔ تمہارے لیے
و۔ اور	ان۔ اگر	تعودوا۔ تم پھر ایسا کرو گے	

نغنی ۔ ہم پھر سزا دیں گے	و ۔ اور	لن ۔ ہرگز نہ	
تغنی ۔ کام آئے گی	عنکم ۔ تمہارے	فئتکم ۔ تمہاری جماعت	شیئا ۔ کچھ بھی
و ۔ اور	لو ۔ اگرچہ	کثرت ۔ زیادہ ہو	و ۔ اور
ان ۔ بیشک	اللہ ۔ اللہ	مع ۔ ساتھ	المومنین ۔ مومنوں کے ہے

بامحاورہ مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ انفال پ ۹

اور یاد کرو جب تم پر نیند مسلط کی تو اللہ کی طرف سے تمہارے لیے امن تھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نعاس جسے غنودگی کہتے ہیں یہ اگر جنگ میں ہو تو امن کی علامت ہے اور وہ اللہ تعالٰے کی طرف سے ہے اور اگر نماز میں ہو تو وہ شیطان ملعون کی طرف سے ہے۔

اگر جنگ میں جان کا اندیشہ ہے تو نیند اور غنودگی نہیں ہوسکتی اس لیے کہ خوف شدید میں خطرہ اور اضطراب اتنا ہوتا ہے کہ اونگھ اڑ جاتی ہے اور اگر غنودگی اور اونگھ آرہی ہو تو وہ مزیل خوف ہوتی ہے اور اس سے حصول امن لازمی ہے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ بدر میں مسلمانوں پر دشمن کی کثرت اور اپنی قلت سے جانوں کا خوف ہوا اور پیاس کی شدت نے انہیں نڈھال کیا تو اللہ تعالے نے ان پر غنودگی ڈالی۔ جس سے انہیں راحت ہوئی اور تکان اور پیاس دفع ہوگئی اور دشمن سے جنگ کرنے کی طاقت پیدا ہوگئی۔ یہ ان کے لیے ایک خاص رحمت تھی۔ پھر یہ غنودگی یکبارگی تمام مومنین پر آئی جس سے خوف شدید لشکر کفار کا دفع ہوگیا یہی وجہ ہے کہ اس اونگھ کو بعض نے معجزہ کہا (خازن)

اور آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے پاک کردے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرمادے اور تمہارے دلوں کو مربوط کرے اور اس سے تمہارے قدم جمادے۔ بدر والے اس ریگستان میں تھے جسے وادی حمراء کہتے ہیں۔ یہاں ریتے کا یہ عالم تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں ہی ریت میں دھنستے تھے بلکہ ان کے جانوروں کے پاؤں بھی دھنستے جاتے تھے پانی کمیاب یوں ہوگیا تھا کہ مشرکین مسلمانوں سے پہلے آکر لب آب قبضہ کرچکے تھے۔

صحابہ کرام کو عموماً وضو کی حاجت تھی۔ مگر بعض کو غسل بھی لازم تھا۔ پھر پیاس کی شدت علیحدہ

پریشان کر رہی تھی۔ ایسے موقعہ سے شیطان نے فائدہ اٹھانا چاہا اور وسوسہ بن کر دل میں بولنے لگا کہ تمہارا گمان تو یہ ہے کہ تم حق پر ہو تم میں اللہ کے نبی ہیں اور تم اللہ والے ہو لیکن حال یہ ہے کہ مشرکین غالب ہیں انہوں نے تم پر پانی بند کر رکھا ہے تم بلا وضو اور بلا غسل ہو تیمم سے نمازیں پڑھتے ہو اس حالت میں دشمن پر فتح پانی کس طرح ممکن ہے۔

یہ وسوسہ آنا تھا کہ اللہ تعالے نے ایسی بارش کی کہ جنگل سیراب ہو گئے۔ مسلمانوں نے گڑھے بنا کر پانی جمع کر لیا غسل اور وضو بھی کر لیا۔ جانوروں کو سیراب کیا۔ برتن بھی پانی سے پُر کر لیے۔ صحرا کا گرد و غبار بھی بیٹھ گیا۔ ریت پانی سے ایسی جمی کہ سیمنٹ کا فرش ہو گیا اور مشرکین جو پہاڑوں پر تھے ان میں پھسلن ہو گئی اور وہ وسوسہ اس طرح زائل ہوا صحابہ کے دل خوش ہوئے فتح و ظفر کے آثار نمایاں ہونے لگے چنانچہ ارشاد ہے۔

جب اے محبوب وحی بھیجتا تھا تمہارا رب فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھو۔ ان کی اعانت کرتے ہوئے اور انہیں بشارت دیتے ہوئے کہ عنقریب میں کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دوں گا تو کافروں کو مارو گردنوں کے اوپر اور ان کے ایک ایک پور پر ضرب لگاؤ۔

حضرت سہل بن حنیف فرماتے ہیں کہ بدر کے دن ہم میں سے جو بھی تلوار کا اشارہ کرتا تو اسکی تلوار پہنچنے سے پہلے ہی مشرک کا سر جسم سے علیحدہ ہو کر گر جاتا۔

ابو داؤد مازنی بدری رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ میں جس مشرک کی گردن مارنے کے درپے ہوتا اس کا میری تلوار پہنچنے سے قبل ہی کٹ کر گر جاتا۔ تو میں نے جان لیا کہ یہ قتل عام ہمارے ہاتھ سے نہیں۔ یہ یقیناً غیبی امداد ہے جیسا کہ ارشاد ہوا یمددکم ربکم۔

ایک موقعہ پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مشت سنگریزے کفار پر پھینکے تو کوئی کافر نہ بچا جس کی آنکھوں میں اس مٹی کا سنگریزہ نہ پڑا ہو۔

یہ واقعہ بدر ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ جمعہ کی صبح کو ہوا۔

آگے ارشاد ہے یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی مخالفت کی اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہوئے اور جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے یہ تو تم چکھو یعنے بدر کی ذلت اور مقتولین کے علاوہ محبوسین کا تماشہ

دیکھو یہ عذاب حسرت دنیا کا ہے اور یہ تو چکھو اور وہ عذاب جو کافروں کو عذاب نار ہے جو آخرت میں ان کے لیے تیار ہے۔

اس کے بعد اب بطریق اعلان عام قانون جنگ میں مجاہدوں کو پابند کیا گیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ

اے ایمان والو جب ملو تم ان سے جو کافر ہیں مقابلہ کے لیے تو پیٹھ دے کر ایڑیوں کے بل نہ پلٹو۔ یعنی مسلمان جب کفار کے مقابلہ میں آئے تو اسے پیٹھ دے کر بھاگنا حرام ہے اور جو بھاگ پڑا وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہوا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے مگر دو حالتوں میں اس سے پیچھے ہٹنا پیٹھ دے کر بھاگنے کے برابر نہ ہوگا۔

ایک تو یہ ہے کہ لڑائی کا ہنر کرنے کے لیے پیچھے ہٹا یہ پیٹھ دے کر بھاگنے والا شمار نہیں کیا جائے گا۔

دوسرا وہ جو اپنی جماعت میں ملنے کے لیے پیچھے ہٹا وہ بھی ایڑیوں پر بھاگنا نہیں ہے چنانچہ اسکی تصریح اس طرح بیان فرمائی۔

اور جو اس دن مشرکوں سے پیٹھ دے کر بھاگے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت سے جا ملنے کو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے پلٹنے کی۔ اس کے بعد جو آیۂ کریمہ ہے اس کا

شان نزول یہ ہے کہ جب مسلمان جنگ بدر سے واپس ہوئے تو ان میں ہر ایک اپنے اپنے کارنامے سنانے لگا ایک کہتا میں نے فلاں کو قتل کیا۔ دوسرا کہتا میں نے فلاں کو قتل کیا اس پر ارشاد ہوا کہ اس مقاتلہ میں تم اپنے زور بازو پہ فخر نہ کرو۔ اس جنگ میں تمام تر امداد منجانب اللہ ہوئی چنانچہ ارشاد ہوا کہ

تم نے ہرگز ہرگز انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا یعنے خدائی فتح اور نصرت سے وہ قتل کیے گئے۔

اور اے محبوب تم نے نہیں پھینکی وہ خاک جبکہ تم نے پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی اور اس لیے کہ مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا فرماوے بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔ یہ تو لو اور اس کے ساتھ یہ ہے کہ اللہ کافروں کو ذلیل کرنے والا ہے بہ دنیا و آخرت کی کیفیت مشرکین کی فرمائی۔ پھر مشرکین کو مخاطب کر کے ان کی اس دعا کا جواب دیا جو میدان بدر میں ابوجہل

نے اپنے اور حضور کی نسبت کی تھی کہ الٰہی ہم میں جو بہتر ہے نزدیک اچھا ہے اس کی مدد کر اور جو برا ہے اسے مصیبت میں مبتلا فرما۔

ایک روایت یہ ہے کہ مشرکین نے مکہ مکرمہ سے میدان بدر کو جاتے ہوئے کعبۃ اللہ کے غلاف سے لپٹ کر دعا کی تھی۔

"الٰہی اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں تو ان کی مدد فرما اور اگر ہم حق پر ہیں تو پھر تو ہماری مدد کر" اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اے کافرو اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو یہ فیصلہ تم پر آچکا یعنے جو فیصلہ تم نے چاہا تھا وہ کر دیا گیا۔ یعنی جو گروہ حق پر تھا اسے فتح دی گئی اور یہ تمہارا مانگا ہوا فیصلہ ہے اب آسمانی فیصلہ سے بھی جو ان کا مانگا ہوا تھا اسلام کی حقانیت ثابت ہوگئی۔ ابوجہل بھی اس جنگ میں ذلت سے مارا گیا اس کا سر بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا اور اگر باز آجاؤ تو تمہارے لیے بھلا ہے یعنی آئندہ حضور سے مقابلہ نہ کرو اور عداوت و قساوت سے رکے رہو۔ آئندہ جنگ نہ کرو تو تمہارے حق میں ہی بہتر ہے اور اگر تم پھر شرارت کرو تو ہم بھی پھر سزا دیں گے اور تمہارا جتھا تمہیں مستغنی نہ کر سکے گا چاہے کتنا ہی کثیر ہو اور یہ کہ اللہ مومنین کے ساتھ ہے اور یہ کہ اس کی مدد مومنین کے لیے ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ الانفال پ ۹

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ۝	اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی اور اس سے انحراف نہ کرو ان کا حکم سن کر۔
وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝	اور ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے کہا ہم نے سنا اور حال یہ ہے کہ وہ نہیں سنتے۔
إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝	بیشک شریر ترین جانوروں میں اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو بہرے گونگے ہیں جنہیں کوئی عقل نہیں۔
وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ	اور اگر جانتا اللہ ان میں کچھ بھی بھلائی تو انہیں

وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

سنا دیتا اور اگر سنا دیتا جب بھی وہ منہ پھیر کر پلٹ جاتے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

اے ایمان والو حاضر ہو اللہ اور اللہ کے رسول کے بلانے پر جب بلائیں تمہیں اس چیز کے لیے جو تمہیں زندگی بخشے اور جان لو اللہ کا حکم حائل ہو جاتا ہے آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں اور یقیناً تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ مِنْكُمْ خَاۤصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

اور ڈرو اس فتنہ سے جو نہ پہنچے گا تم میں خاص ظالموں کو ہی خصوصیت سے اور جان لو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

وَاذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَیَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے دبے ہوئے زمین میں ڈرتے تھے اس سے کہ کہیں اچک نہ لے جائیں تو اس نے تمہیں جگہ دی اپنی مدد سے اور رزق دیا تمہیں پاک چیزوں سے تاکہ تم شکر گزار ہو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اے ایمان والو خیانت نہ کرو اللہ اور رسول سے اور تم خیانت کرتے ہو اپنی امانتوں میں دیدہ و دانستہ۔

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝

اور جان لو کہ تمہارے مال اور اولاد ہی فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ انفال پ ۹

یا۔ اے	ایہا۔ اے	الذین۔ وہ جو	امنوا۔ ایمان لائے ہو
اطیعوا۔ کہا مانو	اللہ۔ اللہ کا	و۔ اور	رسولہ۔ اسکے رسول کا

و۔اور	لا۔نہ	تولوا۔منہ پھیرو	عنہ۔اس سے
و۔اور	انتم۔تم	تسمعون۔سنتے ہو	و۔اور
لا۔نہ	تکونوا۔ہو جاؤ	کالذین۔انکی طرح	قالوا۔کہ کہا انہوں نے
سمعنا۔ہم نے سنا	و۔اور	ھم۔وہ	لا۔نہیں
یسمعون۔سنتے	ان۔بیشک	شر۔بدترین	الدواب۔جانور
عند۔نزدیک	اللہ۔اللہ کے	الصم۔بہرے	البکم۔گونگے ہیں
الذین جو	لا۔نہیں	یعقلون۔عقل کرتے	و۔اور
لو۔اگر	علم۔جانتے	اللہ۔اللہ	فیھم۔ان میں
خیرا۔بھلائی	لاسمعھم۔تو سنا دے ان کو		و۔اور
لو۔اگر	اسمعھم۔سنا دے ان کو		لتولوا۔تو پھر جائیں
و۔اور	ھم۔وہ ہوں	معرضون۔منہ پھیرتے	یا۔اے
ایہا۔اے	الذین۔وہ جو	امنوا۔ایمان لائے ہو	استجیبوا۔کہا مانو
للہ۔اللہ کا	و۔اور	للرسول۔رسول کا	اذا۔جب
دعا۔بلائے	کم۔تم کو	لما۔اس کے لیے	یحییکم۔جو زندہ کرے تم کو
و۔اور	اعلموا۔جان لو	ان۔بے شک	اللہ۔اللہ
یحول۔حائل ہوتا ہے	بین۔درمیان	المرء۔آدمی کے	و۔اور
قلبہ۔اس کے دل کے	و۔اور	انہ۔بیشک وہ	الیہ۔اسکی طرف
تحشرون۔تم اکٹھے کیے جاؤ گے		و۔اور	اتقوا۔بچو
فتنۃ۔اس فتنہ سے کہ	لا۔نہ	تصیبن۔پہنچے گا	الذین۔ان کو
ظلموا۔جو ظالم ہیں	منکم۔تم میں سے	خاصۃ۔خاص کر کے	و۔اور
اعلموا۔جان لو	ان۔بے شک	اللہ۔اللہ	شدید۔سخت
العقاب۔عذاب والا ہے	و۔اور	اذکروا۔یاد کرو	اذ۔جب
انتم۔تم	قلیل۔تھوڑے تھے	مستضعفون۔کمزور	فی۔بیچ
الارض۔زمین کے	تخافون۔تم ڈرتے تھے	ان۔یہ کہ	یتخطفکم۔اچک لیں تم کو
الناس۔لوگ	فاوا۔تو جگہ دی	کم۔تم کو	و۔اور

اید۔ قوت دی	کو۔ تم کو	بنصر۔ مدد	ہ۔ اپنی سے
و۔ اور	رزقکم۔ رزق دیا تم کو	من الطیبت۔ پاکیزہ	لعلکم۔ تاکہ تم
تشکرون۔ شکر کرو	یا۔ اے	ایھا۔ اے	الذین۔ وہ جو
امنوا۔ ایمان لائے ہو	لا۔ نہ	تخونوا۔ خیانت کرو	اللہ۔ اللہ کی
و۔ اور	الرسول۔ رسول کی	وتخونوا۔ اور نہ خیانت کرو	امانتکم۔ اپنی امانتوں میں
و۔ اور	انتم۔ تم	تعلمون۔ جانتے ہو	و۔ اور
اعلموا۔ جان لو	انما۔ اسکے سوا نہیں	اموالکم۔ تمہارے مال	و۔ اور
اولاد۔ اولاد	کم۔ تمہاری	فتنۃ۔ آزمائش ہے	و۔ اور
ان۔ بے شک	عند۔ پاس	ہ۔ اس کے	اجر۔ اجر ہے
عظیم۔ بہت بڑا۔			

مختصر تفسیر اردو

اے ایمان والو اطاعت الٰہی کرو اور اس کے رسول کا حکم مانو اس لیے کہ اطاعت رسول اطاعت الٰہی ہے اس میں کوئی فرق نہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے ہمارے اس رسول کی اطاعت کر لی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کر لی اسی لیے واو کے ساتھ عطف فرما کر اپنی اطاعت معہ اطاعت رسول ظاہر کی اور فرمایا نہ پھرو اور سن سنا کر انحراف نہ کرو اور نہ ہو جاؤ ان جیسے جنہوں نے کہا ہم نے سنا اور حال یہ ہے کہ وہ نہیں سنتے۔

اس لیے کہ جو حکم سن کر اس پر عمل نہ کرے اور نصیحت سے نفع نہ اٹھائے اس کا سننا نہ سننا برابر ہے۔ یہ طریقہ منافقین و مشرکین کا تھا اس سے مسلمانوں کو علیحدہ رہنے کا حکم دیا گیا اور فرمایا بے شک جانوروں میں بدترین جانور اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو بہرے گونگے بے عقل ہیں نہ وہ حق سنتے ہیں نہ حق بولتے ہیں نہ حق سمجھتے ہیں ان کے کان اور زبان نصیحت کے قبول سے دور ہیں ان کی عقل بے کار ہے اور وہ اولئک کالانعام بل ھم اضل وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ وہ دیدہ و دانستہ کان۔ آنکھ۔ زبان رکھتے ہوئے بھی بہرے گونگے اور اندھے

بنے ہوئے ہیں
شان نزول:- آیہ کریمہ کا بنی عبد الدار بن قصی کے لیے تھا کہ وہ کہتے تھے کہ جو کچھ محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہم اس سے بہرے گونگے۔ اندھے ہیں یہ لوگ غزوہ احد میں مارے گئے ان میں سے صرف دو مصعب بن عمیر اور سویط بن حرملہ ایمان لائے تھے آگے ارشاد ہے۔
اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلا جانتا تو انہیں سنا دیتا یعنی ان میں اگر صداقت پسندی ہوتی تو ضرور ان کو ہدایت ملتی اور اگر سنا دیتا جب بھی آخر کار وہ پھیر کر پلٹ جاتے اس لیے کہ ان کی جبلت میں صداقت کی طرف رغبت ہی نہیں اور اپنے عناد اور عداوت عن الحق میں اتنے گم ہیں کہ ہدایت قبول ہی نہیں کر سکتے اس کے بعد مومنین کو اطاعت رسول کے لیے حکم عام دیا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔
اے ایمان والو اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب وہ تمہیں بلائیں اس لیے کہ رسول کا بلانا اللہ ہی کا بلانا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت سعید بن معلے سے روایت ہے فرماتے ہیں میں مسجد میں مشغول نماز تھا مجھے حضور نے پکارا میں نے جواب نہ دیا اور جلدی سے نماز ختم کر کے حاضر بارگاہ ہوا اور معذرت کی کہ حضور میں نماز میں تھا تو حضور نے فرمایا کیا اللہ تعالے نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو اور یہ حکم مطلق ہے جو نماز اور غیر نماز دونوں پر حاوی ہے دوسری حدیث حضرت ابی بن کعب سے ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے حضور نے انہیں پکارا انہوں نے جلدی سے نماز تمام کر کے حضور سے عرض کیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا حضور نے فرمایا کیا تم نے قرآن پاک میں نہیں پڑھا کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو چنانچہ آپ نے معذرت کی اور عہد کیا کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔
اس چیز کے لیے جو تمہیں زندگی بخشے گی۔ اس چیز سے مراد یا ایمان ہے اس لیے کہ کافر مردہ ہوتا ہے ایمان سے اسے زندگی ملتی ہے حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ چیز قرآن کریم ہے اس لیے کہ اس سے دل زندہ ہوتے ہیں اور دل کی زندگی موجب نجات وعصمت دارین ہے۔ حضرت محمد بن اسحاق فرماتے ہیں وہ چیز جہاد ہے اس لیے کہ اس کی بدولت اللہ تعالی ذلت کے بعد عزت دیتا ہے۔
بعض مفسرین اس طرف گئے کہ وہ چیز شہادت ہے اس لیے کہ شہداء اپنے رب کے حضور زندہ ہیں بل احیاء عند ربھم یرزقون آگے ارشاد ہے۔
اور جان لو کہ اللہ کا حکم انسان اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اس کی طرف اٹھنا ہے اور اس فتنہ سے ڈرو جو ہرگز تم میں صرف ظالموں کو ہی نہ پہنچے گا بلکہ اگر اس سے تم نہ ڈرے اور اس کے ممنوعات کو ترک نہ کیا اور وہ فتنہ نازل ہوا تو یہ نہ ہوگا کہ اس میں خاص ظالم اور بدکار

ہی مبتلا ہوں بلکہ وہ نیک اور بد سب کو پہنچ جائے گا حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے مومنین کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے درمیان ممنوعات نہ ہونے دیں۔ بلکہ اپنی مقدور تک برائیوں کو روکیں گناہ کرنے والوں کو گناہ سے منع کریں اگر انہوں نے کلمہ حق نہ کہا اور تم خاموش رہے تو ان سب کو عذاب عام ہوگا خطاکار غیر خطاکار ساکت عن الحق دونوں مبتلا ہوں گے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالے مخصوص لوگوں کے عمل پر عذاب عام نہیں کرتا جبتک عام طور پر لوگ ایسا نہ کریں کہ ممنوعات کو اپنے اندر ہوتا دیکھتے رہیں اور اس کے منع کرنے پر قدرت رکھتے ہوں منع نہ کریں جب ایسا ہوتا ہے تو اللہ تعالے ان میں عذاب عام وخاص سب پر نازل فرما دیتا ہے ابوداؤد میں ایک حدیث ہے کہ جو شخص کسی قوم کو سرگرم معاصی دیکھ کر باوجود قدرت اسے نہیں روکتا تو اللہ تعالے اس کے مرنے سے انہیں عذاب عام میں مبتلا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو قوم نہی عن المنکر ترک کر دیتی ہے وہ اس فرض کے ترک کی شامت میں مبتلائے عذاب ہوتی ہے اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے اور وہ وقت یاد کرو جب اے مومنین ومہاجرین جب تم ابتدائے اسلام میں قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں تم تھوڑے تھے نہایت کمزور زمین میں خائف کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لے جائیں تو اس نے تمہیں مدینہ طیبہ میں جگہ دی اور تمہیں اپنی مدد سے طاقتور بنایا اور پاک چیزیں تمہیں رزق کیں یعنی اموال غنیمت جو تم سے پہلے کسی امت میں حلال نہیں تھے وہ تم پر حلال کیے تاکہ تم شکر گذار بنو اے ایمان والو اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو یعنے ترک فرائض خیانت باللہ ہے اور ترک سنت بھی اسی خیانت کا ایک جزو ہے۔

شان نزول:۔ اس آیت کریمہ کا ابولبابہ ہارون بن عبداللہ انصاری کے معاملہ میں ہے واقعہ یہ تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود بنو قریظہ کا دو ہفتہ سے زیادہ عرصہ تک محاصرہ کیا اس محاصرہ میں وہ سخت پریشان ہوئے اور ان کے دل خوفزدہ ہو گئے تو ان کے سردار کعب بن اسد نے کہا کہ اب تین طریقہ ہیں جو تمہیں نجات دلا سکیں۔

یا تو جناب سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر کے ان سے بیعت کر لو اور حقیقت یہ ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کا ذکر تمہاری کتاب توریت میں ہے ان پر ایمان لانے کے بعد تمہاری جان اور تمہارا مال اور اہل وعیال سب محفوظ رہیں گے۔

لیکن اس بات کو قوم یہود نے نہ مانا پھر کعب بن اسد نے دوسری صورت پیش کی اور کہا کہ اگر یہ منظور نہیں تو آؤ اور اپنی بیویوں کو اول قتل کرو پھر تلواریں سوت کر حضور سید عالم صلے اللہ علیہ

وسلم اور ان کے اصحاب کے مقابل نکلو پھر اگر مارے بھی گئے تو ہمیں ہماری اولاد اور ازواج کا غم تو نہ رہے گا۔

اس پر قوم نے کہا کہ اہل و عیال کے بعد جینا ہی بیکار ہے لہذا یہ بھی نامنظور تو پھر کعب نے کہا اس کے بعد تیسری صورت یہ ہے کہ حضور سے صلح کی درخواست کی جائے اس شکل کو تمام بنو قریظہ نے قبول کر لیا۔

اور بارگاہ رسالت پناہ میں درخواست صلح پیش کی لیکن حضور نے یہ درخواست نامنظور فرمائی۔ اور حکم دیا کہ وہ اپنے حق میں سعد بن معاذ کا فیصلہ قبول فرمائیں۔

اس پر یہود نے کہا کہ ہمارے پاس ابولبابہ کو بھیج دیجئے۔ ابولبابہ مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ لیکن ان کا تعلق یہود سے اس وجہ میں باقی تھا کہ ان کے عیال اور اولاد اور تمام مال سب بنی قریظہ کے قبضہ میں تھا۔

حضور نے حضرت ابولبابہ کو بھیج دیا۔ یہود بنی قریظہ نے آپ سے رائے لی کہ سعد بن معاذ کا فیصلہ ہم منظور کریں یا نہ کریں۔

حضرت ابولبابہ نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ ان کا فیصلہ منظور کرنا اپنے ہاتھ سے گلا گھونٹنا ہے۔

حضرت ابولبابہ فرماتے ہیں کہ یہ مشورہ دیتے ہی میرے دل میں محسوس ہوا کہ مجھ سے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت سرزد ہوئی۔

یہ سوچ کر آپ حضور کی بارگاہ میں تو نہ آئے۔ سیدھے مسجد نبوی میں جا کر ایک ستون سے اپنے آپ کو بندھوا لیا اور قسم کھائی کہ کچھ نہ کھائیں گے نہ پئیں گے حتی کہ مر جائیں یا اللہ تبارک وتعالے ان کی توبہ قبول فرمائے۔ اوقات نماز میں ان کی بیوی انہیں ادائے نماز کے لیے کھول جاتیں اس مہلت میں وہ قضائے حاجت سے بھی فارغ ہو لیتے اس کے بعد پھر آپ کی بیوی باندھ جاتیں۔

اس واقعہ کو حضور نے سن کر فرمایا ابولبابہ اگر ارتکاب جرم کے بعد میرے پاس آجاتے تو میں ان کی مغفرت کے لیے دعا کرتا۔ لیکن جب انہوں نے ایسا نہ کیا تو اب میں انہیں نہ کھولوں گا جب تک اللہ تعالے کی طرف سے ان کی خطا معاف نہ ہو۔

آپ سات روز تک مسلسل بندھے رہے اور ان ایام میں نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ حتی کہ بیہوش

ہو کر گر پڑے اور اللہ تعالےٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ صحابہ کرام یہ بشارت لے کر آپ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا قسم بخدا میں ہرگز نہ کھلوں گا جبتک کہ بنفس نفیس خود حضور تشریف لاکر مجھے نہ کھولیں۔ چنانچہ سرکار رحمت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے دست حق پرست سے تشریف لاکر کھول دیا۔ حضرت ابولبابہ نے عرض کیا حضور میری توبہ اس وقت مکمل ہوگی جب میں اپنی قوم کی بستی چھوڑ دوں۔ آگے ارشاد ہے۔

اور نہ اپنی اماںتوں میں دانستہ خیانت کرو اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب فتنہ ہے اور ایسا فتنہ ہے کہ آخرت کے کاموں میں سدراہ ہوتا ہے اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔ تو عاقل عاقبت اندیش کو چاہئے کہ اسی کا طلبگار رہے اور مال و اولاد کے سبب اس سے محروم نہ ہو۔

(تفسیر نسفی عربی۔ رکوع ۳ سورہ انفال پ۹)

ناسازئ طبع

اس کے لکھنے کے بعد جمعۃ الوداع کے روز ایک دانہ شدت گرما سے زیر شانہ نکلا اور عید الفطر تک شدت پکڑ گیا۔ آخر ڈاکٹر محمد افضل صاحب نے آپریشن کیا۔ آج ۱۳ جون ہے مگر ابھی نشست و برخاست بے تکلف کر سکتا ہوں۔ اسی وجہ میں تفسیر کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا ہے۔

اس کے بعد ۱۵ جون ۱۹۵۴ء بروز سہ شنبہ ۱۲ بجے دن بطفیل سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لخت جگر سید خلیل احمد رہا ہو کر گھر آ گئے لیکن ابھی میرے زخم ہے ۱۳ شوال المکرم ۱۳۷۳ھ
آج ۸ جولائی ۱۹۵۴ء ہر ذوالقعدہ ۱۳۷۳ھ یوم پنجشنبہ سے تفسیر کا سلسلہ پھر شروع ہوا۔ والحمد للہ علی احسانات و انعامات۔

فقیر ابوالحسنات قادری

بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم سورۃ انفال پ ۹

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

اے ایمان والو اگر ڈرو گے اللہ سے کر دے گا وہ تمہارے لیے جدا حق و باطل اور آتار دے گا تم سے تمہاری برائیاں اور تمہیں بخش دیگا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝

اور یاد فرمائیں اے محبوب جب مکر کرتے تھے تمہارے ساتھ کافر تاکہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ خفیہ تدبیریں سب سے بہتر ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

اور جب پڑھی جائیں ان پر ہماری آیتیں تو کہتے ہیں بے شک ہم نے سنا اگر ہم چاہتے تو یقیناً ہم بھی کہہ دیتے مثل اس کی یہ نہیں مگر قصے اگلے لوگوں کے۔

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝

اور جب کہا انہوں نے اے اللہ اگر ہے یہی (قرآن) حق تیری طرف سے تو برسا دے ہم پر پتھر آسمان سے یا لا ہم پر عذاب دردناک۔ اور نہیں اللہ ایسا کہ ان پر عذاب کرے حالانکہ تو (اے محبوب) ان میں جلوہ آرا ہو۔ اور نہیں اللہ انہیں عذاب کرنے والا حالانکہ وہ بخشش مانگ رہے ہوں۔

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا

اور انہیں کیا ہے کہ نہ عذاب کرے انہیں اللہ اور وہ روک رہے ہیں مسجد حرام سے اور

كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

نہیں ہیں وہ اس کے اہل اس کے والی تو صرف تقویٰ والے ہیں مگر اکثر ان کے نہیں جانتے۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَاۗءً وَّتَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝

اور نہیں ہے ان کی نماز کعبہ کے پاس مگر سیٹی اور تالی تو اب عذاب چکھو بدلہ اس کا جو تم کفر کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ڛ

بیشک وہ کافر جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں اللہ کی راہ سے تو اب وہ انہیں خرچ کریں گے پھر ہوگا انہیں اس پر پچھتاوا پھر مغلوب کر دیے جائیں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰي بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

اور وہ جو کافر ہیں جہنم کی طرف محشور ہوں گے۔ اس لیے کہ اللہ گندے کو پاک سے ممیز کر دے اور کر دے نجاستوں کو تلے اوپر ایک ڈھیر تو کر دے انہیں جہنم میں یہی وہ ہیں جو نقصان میں ہیں۔

حل لغات رکوع چہارم سورۃ انفال پ ۹

یاایہا۔اے	الذین۔وہ جو	امنوا۔ایمان لائے ہو	ان۔اگر
تتقوا۔ڈروگے تم	اللہ۔اللہ سے	یجعل۔کریگا	لکم۔تمہارے لیے
فرقانا۔فرقان	و۔اور	یکفر۔دور کریگا	عنکم۔تم سے
سیئاتکم۔تمہاری برائیاں		و۔اور	یغفر۔بخشے گا
لکم۔تم کو	و۔اور	اللہ۔اللہ	ذو۔صاحب
الفضل۔فضل	العظیم۔بڑے کا ہے	و۔اور	اذ۔جب
یمکر۔تدبیر کرتے تھے	بک۔تیرے متعلق	الذین۔وہ جو	کفروا۔کافر ہیں
لیثبتوک۔قید کریں	ک۔تجھ کو	او۔یا	یقتلو۔قتل کریں

لک - تجھ کو | او - یا | یخرجوک - نکال دیں | لک - تجھ کو
و - اور | یمکرون - تدبیر کرتے تھے | و - اور | یمکر - تدبیر کرتا تھا
اللہ - اللہ | و - اور | اللہ - اللہ | خیر - بہترین
الماکرین - تدبیر کرنے والا ہے | و - اور | اذا - جب
تتلی - پڑھی جاتی ہیں | علیھم - ان پر | آیتنا - ہماری آیتیں | قالوا - کہتے ہیں
قد - بیشک | سمعنا - سنا ہم نے | لو - اگر | نشاء - ہم چاہیں
لقلنا - تو کہیں ہم | مثل - مثل | ھذا - اس کی | ان - نہیں
ھذا - یہ | الا - مگر | اساطیر - کہانیاں | الاولین - پہلوں کی
و - اور | اذ - جب | قالوا - کہا انہوں نے | اللھم - اے اللہ
ان - اگر | کان - ہے | ھذا - یہ | ھو - وہ
الحق - حق | من عند - نزدیک | ک - تیرے سے | فامطر - تو برسا
علینا - ہم پر | حجارۃ - پتھر | من السماء - آسمان سے | او - یا
ائتنا - لے آ ہم پر | بعذاب - عذاب | الیم - دردناک | و - اور
ما - نہیں ہے | کان - ہے | اللہ - اللہ | لیعذبھم - کہ عذاب
کرے انکو | و - اور | انت - تو | فیھم - ان میں ہو
و - اور | ما - نہیں | کان - ہے | اللہ - اللہ
معذبھم - عذاب کرنے والا انکو | و - اور | ھم - وہ
یستغفرون - بخشش مانگتے ہوں | و - اور | ما - کیا ہے
لھم - ان کو | الا - کہ نہ | یعذبھم - عذاب کرے انکو | اللہ - اللہ
و - اور | ھم - وہ | یصدون - روکتے ہیں | عن المسجد - مسجد
الحرام - حرام سے | و - اور | ما - نہیں | کانوا - ہیں وہ
اولیاء - اہل | ہ - اس کے | ان - نہیں | اولیاؤ - والی اس کے
ہ - اس کے | الا - مگر | المتقون - پرہیزگار | و - اور
لکن - لیکن | اکثر - اکثر | ھم - ان کے | لا - نہیں
یعلمون - جانتے | و - اور | ما - نہیں | کان - تھی

صلوتہم۔ ان کی نماز عند۔ نزدیک البیت۔ بیت اللہ کے الا۔ مگر
مکاء۔ سیٹیاں و۔ اور تصدیۃ۔ تالیاں فذوقوا۔ تو چکھو
العذاب۔ عذاب بما۔ بدلے اسکے جو کنتم۔ تم تکفرون۔ کفر کیا کرتے تھے
ان۔ بیشک الذین۔ وہ جو کفروا۔ کافر ہیں ینفقون۔ خرچ کرتے ہیں
اموالہم۔ اپنے مال لیصدوا۔ تاکہ روکیں عن سبیل۔ راہ اللہ۔ خدا سے
فسینفقونہا۔ تو خرچ کرینگے ان کو ثم۔ پھر تکون۔ ہوگی
علیہم۔ ان پر حسرۃ۔ حسرت ثم۔ پھر یغلبون۔ مغلوب ہونگے
و۔ اور الذین۔ وہ جو کفروا۔ کافر ہیں الی۔ طرف
جھنم۔ جہنم کی یحشرون۔ اکٹھے کیے جائیں گے لیمیز۔ تاکہ الگ کرے
اللہ۔ اللہ الخبیث۔ گندے کو من الطیب۔ پاک سے و۔ اور
یجعل۔ کرے الخبیث۔ گندے کو بعضہ۔ بعض کو علی۔ اوپر
بعض۔ بعض کے فیرکمہ۔ پھر تہ بہ تہ کرے اسکو جمیعا۔ سب کو
فیجعلہ۔ پھر پھینکے اس کو فی۔ بیچ جھنم۔ جہنم کے
اولٰئک۔ یہ لوگ ھم۔ ہی الخسرون۔ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

مختصر با محاورہ تفسیر اردو

اے ایمان والو اگر اللہ سے ڈروگے اور گناہوں سے مجتنب رہ کر اس کی اطاعت کی طرف جھکو گے تو وہ تمہیں وہ جوہر عطا کرے گا جس سے تم حق کو باطل سے جدا کرلو اور تمہاری برائیاں اتار دیگا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اور یاد فرمائیے اے محبوب جب مکاری کر رہے تھے تمہارے ساتھ کافر تاکہ تمہیں بند کرلیں یا شہید کردیں یا نکال دیں۔

یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ کفار مکہ دار الندوہ میں جمع ہوئے دریہ مکہ کے کفار کا کمیٹی روم تھا اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق استشارہ کرنے لگے کہ ان میں شیطان ایک بڈھے کی شکل میں آیا اور کہنے لگا میں شیخ نجد ہوں مجھے تمہارے اس اجتماع کی خبر ملی تو آیا۔ دیکھو مجھ سے تم لوگ کچھ مخفی نہ رکھنا میں تمہارا خیر اندیش ہوں

اور تمہیں اس معاملہ میں صائب رائے سے تمہاری معاونت کرونگا۔ تو کافروں نے اسے بھی اس کمیٹی میں شامل کرلیا۔

اور سید عالم رحمت مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق رائے زنی شروع ہوئی۔

ابوالبختری سب سے پہلے بولا میری رائے یہ ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کرکے ایک مکان میں محبوس کردو اور دروازے بند کردو۔ صرف ایک سوراخ رکھو جس میں سے کبھی کبھی کھانا پانی دیدیا جائے حتی کہ اسی مکان میں وہ ہلاک ہوجائیں۔

اس پر شیطان نے جو شیخ نجدی بن کر آیا ہوا تھا بولا ابوالبختری کی یہ رائے نہایت غلط ہے اس پر عمل کرنے کے بعد وہ فتنہ اٹھے گا کہ تم میں اس کے دبانے کی قوت نہ ہوگی اس لیے کہ انہیں جب ان کے اصحاب گم ہوا دیکھیں گے تلاش کریں گے اور یہ خبر دنیا میں مشہور ہوجائے گی وہ سب جمع ہوکر مقابلہ کریں گے اور انہیں تمہارے ہاتھ سے چھڑالیں گے اور خون خرابہ علیحدہ ہوگا۔

سب لوگوں نے اس سے اتفاق کرکے کہا شیخ نجدی ٹھیک کہتا ہے۔

پھر ہشام بن عمرو کھڑا ہوا اور بولا میری رائے یہ ہے کہ انہیں اونٹ پر سوار کرکے اپنے شہر سے نکال دو یہاں سے باہر نکل کر وہ جو بھی کریں کریں ہمیں اس سے کچھ ضرر نہ ہوگا۔

ابلیس شیخ نجدی کی شکل والا بولا مجھے اس رائے سے بھی اتفاق نہیں اس لیے کہ جس نے تم جیسے بلغاء وفصحاء کے ہوش گم کردیے اور تمہارے بڑے خطباء ادباء اور دانشمندوں کو محو حیرت کر ڈالا اسے تم دوسروں کی طرف نکالتے ہو کیا تم نے اس کی شیریں کلامی، سیف زبانی دلکشی نہیں دیکھی ہے اگر تم نے ایسا کیا تو وہ دوسری قوم میں جاکر ان کے دل مسخر کرکے ان کے ساتھ تم پر چڑھائی کرے گا اور تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا کر چھین لے گا۔

مجمع نے شیخ نجدی کی رائے سے اتفاق کیا اور یکزبان ہوکر اس کی تائید کی اس کے بعد ابوجہل کھڑا ہوا اور کہنے لگا میری رائے میں قریش کے ہر خاندان سے ایک ایک عالی نسب جوان چنا جائے اور انہیں تیز تلواریں دے کر ان سے یکبارگی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرایا جائے حتی کہ وہ انہیں قتل کردیں اس کے بعد جب انکوائری ہوگی تو خون تمام قبائل کے ذمہ آئے گا اور بنی ہاشم قریش کے تمام قبائل سے لڑ نہ سکیں گے غایت یہ کہ خون کا معاوضہ دینا پڑجائے گا وہ دیدیا جائے گا۔

شیخ نجدی نے اس رائے کو بہت پسند کیا اور ابوجہل کی فطانت وذہانت کی تعریف کی آخر ش اس پر سب کا اتفاق ہوگیا۔

ادھر حضرت روح الامین بحکم رب العالمین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مشرکین مکہ کی خفیہ میٹنگ سے مطلع کر گئے اور عرض کر گئے کہ حضور آج سے اپنی خواب گاہ پر شب باش نہ رہیں اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے اذن ہے کہ اب آپ مدینہ طیبہ کا عزم فرمالیں۔ یہ مبادیات ہجرت ہیں۔

چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس روز مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو شب میں اپنی خوابگاہ پر شب باش رہنے کا حکم دیا اور اپنی رداء مبارک عطا فرما کر ارشاد ہوا کہ یہ اوڑھ کر سویا کرو۔ اس کی برکت سے کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے گی۔

پھر دولت سرائے عالی سے باہر تشریف لائے اور ایک مشت خاک دست اقدس میں لی اور آیہ کریمہ انا جعلنا فی اعناقہم اغلالا پڑھ کر مشرکین محاصرین کی طرف پھینکی یہ معجزہ ہوا کہ وہ ایک مشت خاک تمام حصار کرنے والوں کی آنکھوں اور سر پر پڑی سب اندھے ہو کر آنکھیں ملتے رہ گئے اور حضور کو نہ دیکھ سکے۔ حضور معہ رفیق غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سیدھے غار ثور میں تشریف لے آئے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنی خواب گاہ پر چھوڑ آنے کی وجہ خاص یہ تھی کہ لوگوں کی امانتیں جو حضور کے پاس تھیں وہ آپ کے ذریعہ سب کو پہنچائی تھیں۔

مختصر یہ کہ مشرکین شب بھر سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی دولت سرائے عالی کے گرد پھرتے رہے۔ صبح جب لغرض قتل یکبارگی حملہ کر کے باب عالی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ یہاں حضور نہیں ہیں بلکہ حضرت شیر خدا اسد اللہ ہیں۔ حضرت اسد اللہ سے پوچھا حضور کہاں ہیں۔ آپ نے اپنی لاعلمی ظاہر فرمائی۔ مایوس ہو کر تلاش کو نکلے حتیٰ کہ غار تک پہنچ گئے۔

ابوجہل نے طاق غار میں مکڑی کا جالا دیکھ کر کہا اگر یہاں سے کوئی داخل ہوا ہوتا تو یہ جالا ٹوٹ جاتا پھر کفار واپس چلے گئے اور حضور تین روز تک اس غار میں جلوہ افروز رہ کر مدینہ طیبہ کو روانہ ہو گئے۔

ارباب سیر نے اس واقعہ کو احادیث و روایات کی روشنی میں ذرا وضاحت سے لکھ کر ابو بر لطف بنا دیا ہے۔ چنانچہ ہم یہاں علامہ خرپوتی شارح قصیدہ بردہ کا مضمون "طیب الوردہ علی قصیدۃ البردۃ" سے جو میری شرح ہے نذر ناظرین کرتے ہیں وھو ہذا ؏

فَالصِّدْقُ فِی الْغَارِ وَالصِّدِّیْقُ لَمْ یَرِمَا ۔۔۔ وَهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اَرِمِ

(لفظی ترجمہ) سراپا صدق غار میں جلوہ فرما تھے اور صدیق اکبر بھی حاضر تھے اور سانپ کے ڈسنے سے آپ متورم بھی نہ ہوئے اور مشرکین وہاں دیکھ کر یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ اس غار میں کوئی نہیں ہے۔

شرح:۔ لَمْ یَرِمَا کی جگہ صاحب شوارد الفردہ نے لَمْ یُرَیَا۔ تثنیہ مجہول لکھا ہے۔ اگر یہ لیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ صدق مجسم غار میں تھے اور صدیق اکبر بھی حاضر تھے مگر نہ دیکھے گئے بلکہ کفار کہہ رہے تھے کہ غار میں کوئی نہیں ہے۔

لَمْ یَرِمَا:۔ یہ اس ورم الف کو کہا جاتا ہے جبکہ انسان غصہ میں تھنے پھلاتا ہے۔ اس جگہ لَمْ یَرِمَا کے معنی یہ نہیں گے کہ غار ثور میں سانپ کے ڈسنے پر بھی صدیق غضبناک نہ ہوئے بلکہ قضا و قدر الٰہی پر راضی برضا و شاکر بقضا رہے۔

لَمْ یَرِمَا:۔ کو اگر ورم سے مانا جائے تو ایک معنی یہ ہوں گے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پائے مبارک لدغ حیہ کے بعد بھی متورم نہ ہوا۔

چنانچہ ایک روایت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو ایک سوراخ باقی رہ گیا تھا اس کو اپنے پائے اقدس کے انگوٹھے سے بند فرمایا تو اس سوراخ میں جو سانپ تھا اس نے ڈس لیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور کی خدمت میں اس کی شکایت کی حضور نے اپنے لعاب دہن سے اس کا علاج فرمایا۔ باذن الٰہی آپ کا پائے اقدس درست ہوگیا اور ورم وغیرہ جاتا رہا۔

اور جنہوں نے لَمْ یُرَیَا مضارع کا تثنیہ بنا کر پڑھا ہے اسے رؤیت سے لیا ہے ان کا رد شیخ زادہ اور علامہ خرپوتی نے کیا شیخ زادہ فرماتے ہیں ورویٰ بعض لم یریا وما ذلک من الناظم وانما حملہ علی ذلک العجز عن التاویل۔ یعنی بعض نے لَمْ یُرَیَا لکھا ہے لیکن یہ ناظم فاہم کے لفظ نہیں اور ایسے ہی علامہ خرپوتی فرماتے ہیں۔ وقرأ بعض الناس لم یریا علی انہ تثنیۃ مضارع من الرؤیۃ لکن ردہ شیخ زادہ وانا من الداخلین معہ۔ بعض آدمیوں نے لَمْ یُرَیَا تثنیہ مضارع رویت سے لے کر بنایا ہے۔ لیکن شیخ زادہ نے اس کا رد کیا اور ہم بھی ان کے ساتھ اس رد میں شریک ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ لَمْ یُرَیَا جو پڑھے گا وہ ایجادی طور پر پڑھے گا۔ قصیدہ کے ورد میں لَمْ یَرِمَا پڑھنا چاہیے اس لیے کہ شیخ زادہ اور خرپوتی اس کے خلاف ہیں اور شیخ زادہ تو نہایت وثوق سے فرماتے ہیں کہ وما ذلک من الناظم کہ لم یریا امام بوصیری کی زبان سے نکلا ہوا لفظ نہیں ہے تو اب حاصل مفہوم بیت یہ ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے جان نثار صدیق جب داخل غار ثور ہو گئے تو اس میں قضا و قدر الٰہی کے ساتھ نہایت راضی رہے اور حکم الٰہی پر غضبناک نہ ہوئے اور کفار مکہ قدموں کے کھوج لیتے دروازۂ غار تک آگئے مگر ان دونوں طالب و مطلوب شمع نبوت اور اس کے پروانہ کو

اللہ تعالےٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا جب کفار کھوج لے کر اس غار تک آئے تو یہاں سے کھوج غائب دیکھ کر پہاڑ پر چڑھ گئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا لوان احدھم نظر الی قدمیہ لابصرنا۔ حضور اگر کسی بے ایمان نے اپنے قدموں کی طرف دیکھا تو وہ ہمیں یہاں دیکھ لیں گے۔ حضور نے فرمایا یا ابابکر ماظنك باثنین الله ثالثھما۔ ابوبکر تمہارا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔

چنانچہ حمایت و نصرت الٰہی کی شان آئندہ بیت میں فرماتے ہیں ع

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوْتَ عَلٰى خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

(لفظی ترجمہ) مشرکین نے گمان کیا کبوتر کو اور گمان کیا مکڑی کو کہ یہ خیر عالم پر جالا تاننے والی نہیں ہے اور نہ کبوتر انڈے دینے والا۔

شارح :۔ ظاہری سبب کفار کے نہ دیکھنے کا یہ ہوا کہ انہوں نے غار کے منہ پر دیکھا کہ کبوتر انڈے دیے بیٹھا ہے اور اوپر مکڑی جالا پارے ہوئے ہے تو انہیں گمان ہوا کہ اگر اس میں سے کوئی جاتا تو یہ جالا ٹوٹ جاتا۔ کبوتر کا گھونسلہ خراب ہو جاتا۔ انڈے ٹوٹ جاتے ان دلائل کے ماتحت فیصلہ کیا کہ اس غار میں ہرگز کوئی نہیں ہے۔ اس طرف ان کا ذہن نارسا جا ہی نہیں سکتا تھا کہ اللہ کے محبوب و صدیق کے لیے یہ مکڑی اور کبوتر یہاں آئے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے اپنے شیون قدرت کا اس صورت میں مظاہرہ فرمایا ہے کہ کفار شریر النفس اشد ترین انسان نما حیوانوں سے ایک کمزور ترین مخلوق کے ذریعہ یہ حفاظت کی کہ بیضۂ حمام بروج مشیدہ بن گئے اور تارِ عنکبوت جسے قرآن اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ فرما رہا ہے ایک مستحکم قلعہ بنا دیا گیا۔

غالباً اسی بنا پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کے رہنے والے کبوتر اور مکڑی کے مارنے کو منع فرمایا۔ صاحب نبذہ فرماتے ہیں نہی علیہ السلام عن قتل العنکبوت والحمام الکائنین فی الحرم اور عام طور پر مکڑی کے لیے حکم ہے العنکبوت شیطان مسخہ الله تعالیٰ فاقتلوہ۔ حضور نے فرمایا کہ مکڑی شیطان ہے اللہ نے اسے مسخ فرمایا اسے ماردیا کرو ذکرہ فی الجامع الصغیر۔

اور ثعلبی سے مروی ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ طهروا بیوتکم من النسج العنکبوت فان ترکہ فی البیوت یورث الفقر اپنے گھروں کو مکڑی کے جالے سے پاک رکھو اگر گھروں میں جالا چھوڑا تو وہ تنگدستی پیدا کرے گا۔ حلیہ میں ہے نسجت العنکبوت مرتین علی الانبیاء مرۃ علی داؤد علیہ السلام حین کان جالوت یطلبہ

دمرة علی النبی علیہ السلام فی الغار۔ مکڑی نے دو بار انبیاء علیہم السلام پر جالا تنا ایک بار داؤد علیہ السلام پر جبکہ جالوت آپ کی تلاش میں تھا اور دوسری بار حضور علیہ السلام کے غار پر۔

دیلمی نے جنت فردوس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال ہوا کہ مسخ شدہ جانور کتنے ہیں تو حضور نے فرمایا ھذا الفیل (ہاتھی) والدب (ریچھ) والخنزیر (سور) والقرد (بندر) والجریث (مچھلی خصوص) والضب (گوہ) والوزغ (چھپکلی) والعقرب (بچھو) والدعموص (کرم آبی) والعنکبوت (مکڑی) والارنب (خرگوش) والسہیل (ستارہ) والزہرہ (ستارہ)۔

امیہ بن خلف نے باوجود قطعی مایوسی کے غار میں داخل ہو کر دیکھنا چاہا تو اسے کہا گیا کہ ما تصنع فی الغار وان علیہ عنکبوتا کانت قبل میلاد سید الابرار کیا کرتا ہے غار میں جا کر اس غار کے منہ پر یہ مکڑی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بھی پہلے کی ہے۔

اور وہ اپنے مکر رہے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی تدبیر سب سے بہتر ہے اور جب پڑھی جائیں ان پر ہماری آیتیں تو کہتے ہیں ہاں ہم نے سنا ہم چاہتے تو ایسے ہم بھی کہہ دیتے۔ یہ کچھ نہیں مگر اگلوں کے قصے ہیں۔

آیات کریمہ کا شان نزول نضر بن حارث کے حق میں ہے یہ وہ اخبث سرکش تھا جس نے حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم سے قرآن پاک سن کر بکواس کی تھی کہ اگر ہم چاہتے تو ایسی ہی کتاب بنا لیتے۔ اللہ تعالے نے اس کا یہ قول بیان فرمایا اور ظاہر کیا کہ یہ اس کی انتہائی بے حیائی کا دعوے تھا۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالے نے فصحائے عرب کو قرآن کریم کی مثل ایک سورت بنا لانے کی دعوت دی اور وہ سب اس کے مقابلہ سے عاجز آ گئے اس وقت نضر بن حارث کہاں گم ہو گیا تھا۔ حالانکہ اس وقت بھی تو یہ نضر بن حارث ان میں موجود تھا۔ آج اس کی یہ ڈھٹائی خالص بکواس اور ذلیل حرکت ہے۔

اور جب وہ بولا یعنی نضر بن حارث اور ابو جہل بن ہشام (کما رواہ البخاری ومسلم) اے اللہ اگر یہی (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔

تو اس کا جواب اللہ تعالے کی طرف سے ملا اور اللہ کا یہ کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک (اے محبوب) آپ ان میں تشریف فرما ہوں اس لیے کہ ہم نے آپ کی ذات اقدس کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ اور عادت اللہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں اس کا نبی موجود ہو اس پر عام

عذاب نہیں بھیجا جاتا جو سب کی ہلاکت کا موجب ہو۔

مفسرین کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہ آیت صرف اور صرف حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز تھے بعد ازاں جب آپ نے ہجرت فرمائی اور کچھ مسلمان وہاں رہ گئے جو استغفار کر رہے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی وما کان اللہ لیعذبہم وھم یستغفرون۔ اور اللہ نہیں عذاب کرنے والا جبتک ان میں بخشش مانگ رہے ہوں یعنے جب مشرکین ومنافقین میں بہ مجبوری مومنین بھی رہ رہے ہوں اور اللہ کے حضور استغفار کر رہے ہوں جب بھی عذاب نہیں آئے گا۔ پھر جب یہ لوگ بھی مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے تو اللہ تعالے نے فتح مکہ کی بشارت دی۔ اور یہ عذاب موعود تھا جو مشرکین پر آیا اور اسی کے متعلق قرآن کریم میں فرمایا گیا ومالھم الا یعذبہم اللہ وھم یصدون عن المسجد الحرام اور ان کے لیے کیا مانع ہے کہ اللہ ان پر عذاب نہ کرے حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں۔

علامہ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ ماکان اللہ لیعذبہم بھی مقولہ کفار ہے جیسے حکایتاً نقل کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ مشرکین اتنے جہالت مآب ہیں کہ خود ہی کہتے ہیں کہ یا اللہ اگر یہ قرآن تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر پتھر برسا دے یا عذاب الیم لا۔ اور خود ہی کہتے ہیں کہ وانت فیہم اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ جب تک ہم میں جلوہ فرما ہیں ہم پر عذاب نہ ہوگا اس لیے کہ کوئی امت اپنے نبی کی موجودگی میں ہلاک نہیں کی جاتی اور یہ متضاد اقوال بھی ان کی بے دینی کی دلیل ہیں اور اس سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ اللہ تعالے سے استغفار کرنا عذاب سے مامون رہنے کا ذریعہ ہے (روح)

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالے نے میری امت کے لیے دو امانیں نازل کیں ایک اس وقت جب کہ وہ استغفار کرتے ہوں اور دوسری اس وقت جب میں ان میں رونق افروز ہوں۔ آگے ارشاد ہے۔

اور وہ اس کے اہل نہیں یہ واقعہ حدیبیہ کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمان طواف کعبہ کو گئے تو مشرکین مکہ نے انہیں روکا چنانچہ ارشاد ہے اور حال یہ ہے کہ وہ اس کے اہل نہ تھے کہ امور کعبۃ اللہ میں متصرف اور نظام کے مختار ہوں اس لیے کہ مشرک کو بیت اللہ سے کیا نسبت اس کے متصرف ومجاز تو سوائے متقی افراد کے کوئی نہیں مگر ان میں اکثر جاہل ہیں اور جہالت ہی سے ایسا کرتے ہیں اور کعبہ کے پاس ان کی نماز نہیں مگر سیٹی اور تالی سرنائی۔ کرنائی۔ ناچنا

کو دنا ہی مشرک کی عبادت ہوتی ہے۔

سیدالمفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکین قریش خانہ کعبہ میں ننگے ہو کر طواف کرتے اور سیٹیاں تالیاں بجاتے اور یہ فعل ان کے اعتقاد باطل کی بنا پر تھا یا محض شرارت تھی کہ مومنین اور حضور کی عبادت میں اختلال پیدا کریں۔ چنانچہ ارشاد ہے تو اب عذاب چکھو قید و قتل بدر کا یہ بدلہ ملا ہے انہیں اپنے کفر کا۔

بے شک وہ جو کافر ہیں خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ لوگوں کو روکیں اللہ کی راہ سے یہ آیہ کریمہ ان بارہ مطعمین مشرکین کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے لشکر کفار کا کھانا اپنے ذمہ لیا اور بموجب معاہدہ نمبروار ہر ایک مشرک لشکر کو کھانا دیتا تھا جو دس اونٹ روزانہ کی اوسط سے دیتے تھے ان میں ابوجہل۔ عتبہ۔ شیبہ۔ ابناء ربیعہ بن عبدالشمس اور اس کے بیٹے منبہ اور ابناء حجاج اور ابوالبختری بن ہشام اور نضر بن حارث حکیم بن حزام۔ ابی بن خلف۔ زمعہ بن اسود۔ حرث بن عامر بن نوفل اور عباس بن عبدالمطلب تمام کے تمام قریشی تھے اور ہر ایک دس اونٹ دیتا تھا جس روز مشرکین کو ہزیمت ہوئی اس دن عباس بن عبدالمطلب کی باری تھی چنانچہ ارشاد ہے۔

کہ اب تو وہ خرچ کریں گے پھر انہیں اس پر پچھتاوا ہو گا کہ افسوس مال بھی گیا اور کام بھی نہ بنا ہزیمت کی ذلت بھی ہمیں ہی اٹھانی پڑی۔ پھر وہ مغلوب کر دیے جائیں گے اور کافروں کا حشر جہنم کی طرف ہو گا تاکہ اللہ خبیث کو نیک سے ممیز فرما کر جدا کرے یعنی کفار کو مومنین سے علیحدہ کر کے ممتاز کر دے اور نجس گروہ تلے اوپر رکھ کر سب کا ڈھیر جہنم کے اندر کر دے اور یہی نقصان و خسران والے ہیں جو ہمیشہ ٹوٹے میں رہیں گے جو اپنا مال خرچ کر کے بھی عذاب آخرت مول لے رہے ہیں (روح المعانی) تفسیر نسفی عربی

بامحاورہ ترجمہ رکوع پنجم سورۃ الانفال پ ۹

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَۚ وَ اِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ	فرما دیجئے کافروں کو اگر وہ باز رہے تو جو ہو چکا وہ معاف کر دیا جائے گا اور اگر پھر لوٹ کر وہی کریں تو اگلوں کا حال گذر چکا ہے
وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ	اور مقاتلہ کرو ان سے حتی کہ نہ رہے فتنہ شرک

يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝

اور ہو جائے سارا دین اللہ کا تو اگر وہ باز رہیں تو اللہ ان کا کام دیکھ رہا ہے۔ اور اگر وہ پھر جائیں تو جان لو بے شک اللہ تمہارا مددگار ہے اور بہتر ہے مددگار اور اچھا ناصر ہے۔

واسال اللہ تعالی ان یوفقنا علی اتمامہ انہ علی ما یشاء قدیر

حل لغات رکوع پنجم سورۃ الانفال پ۹

قل۔کہو	للذین۔ان سے	کفروا۔جو کافر ہیں	ان۔اگر
ینتھوا۔باز آجائیں	یغفر۔تو بخش دیا جائیگا	لھم۔ان کو	ما۔جو
قد۔پہلے	سلف۔گذر چکا	و۔اور	ان۔اگر
یعودوا۔پھر کریں گے	فقد۔تو بیشک	مضت۔گذر چکا	سنۃ۔طریقہ
الاولین۔پہلوں کا	و۔اور	قاتلو۔لڑو	ھم۔ان سے
حتی۔یہانتک کہ	لا۔نہ	تکون۔رہے	فتنۃ۔فتنہ
و۔اور	یکون۔ہو جائے	الدین۔دین	کلہ۔سارا
للہ۔اللہ کا	فان۔پھر اگر	انتھوا۔باز آجائیں	فان۔تو بیشک
اللہ۔اللہ	بما۔اس سے جو	یعملون۔کرتے ہیں	بصیر۔دیکھتا ہے
و۔اور	ان۔اگر	تولوا۔منہ پھیریں	فاعلموا۔تو جان لو
ان۔بیشک	اللہ۔اللہ	مولکم۔مالک ہے	نعم۔اچھا
المولی۔مالک ہے	و۔اور	نعم۔اچھا	النصیر۔مددگار ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع پنجم سورۃ الانفال پ۹

اے محبوب فرما دیجئے کافروں کو اگر وہ باز رہے تو جو ہو چکا وہ معاف کر دیا جائے گا اور اگر پھر

لوٹ کر دہی کریں تو اگلوں کا حال گذر چکا ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ ان کفار کو واضح کر دیں کہ اگر وہ مکر و فریب، کفر و شرک و شرارت سے باز آجائیں اور اسلام کو بہ طیب خاطر قبول کر لیں تو ان کی سابقہ خطائیں اور گذشتہ قصور معاف کر دیے جائیں گے اس میں کفار کو ایمان کی ترغیب بھی ہے اور بشارت عفو بھی کیونکہ اسلام قبول کر لینے کے بعد گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہاں کفار سے مراد مشرکین مطعمین ہیں جنہوں نے لشکر کفار کا کھانا اپنے ذمے لیا تھا۔ اور اس معاہدہ کے تحت ہر ایک سردار لشکر کے کھانے کا انتظام کرتا تھا۔

آلوسی کہتے ہیں کفار سے مراد معہودین تھے یعنی ابو سفیان اور اس کے ساتھی جیسے سرکردہ لوگ اور یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سخت دشمنی رکھتے تھے اور اسی بغض کی وجہ سے قبول اسلام کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا کہ ان کافروں کو دعوت دیں اس بشارت کے ساتھ کہ اگر انہوں نے کفر و شرارت کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں کی خصومت ترک کر دی اور اسلام قبول کر لیا تو ان کے سابقہ قصور معاف ہو جائیں گے اور اگر انہوں نے اپنی روش نہ بدلی اور طغیان و عدوان پر ڈٹے رہے تو پچھلی قوموں کا تفصیلی حال ان کے سامنے ہے تو اللہ کی سنت یہی رہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اہل ایمان کے ساتھ خصومت رکھنے والے اور مخالفت اور محاربہ و مقاتلہ کرنے والے ذلیل و رسوا ہوں اور ہم ان سے انتقام لیں اور اہل ایمان کی مدد کریں اور اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے۔ لہذا انہیں ترغیب بھی دی گئی ہے اور عفو کی خوشخبری بھی اس لیے کہ الاسلام یهدم ما کان قبله۔

ابن ابی حاتم نے ابن وہب کے واسطے سے مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر سے جب وہ اسلام قبول کرے کسی شے کا جو اس سے حالت کفر میں واقع ہوئی مواخذہ نہ ہوگا اس لیے کہ اللہ کا ارشاد ہے ان ینتهوا یغفر لهم ما قد سلف۔

اور بعض نے کہا ہے کہ کافر جب اسلام قبول کر لے تو اس پر اسلام سے پہلے جو ہو چکا اس پر توبہ لازم ہے اور ندامت و شرمساری بھی ایمان کے ساتھ یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے لیکن اس میں تامل ہے اور اس آیت میں چونکہ خالص کفار ہی مخاطب ہیں اس لیے انہیں ترغیب دی گئی ہے۔ اور تحریص دلائی گئی ہے کہ وہ کفر و معاصی سے باز آجائیں اور دوبارہ کفر و شرارت کی طرف نہ لوٹیں۔

وقاتلوھم۔ اور مقاتلہ کرو ان سے حتیٰ کہ نہ رہے فتنۂ شرک اور ہو جائے سارا دین اللہ کا تو اگر وہ باز رہیں تو اللہ ان کا کام دیکھ رہا ہے اور اگر وہ پھر جائیں تو جان لو بے شک اللہ تمہارا مددگار ہے تو کیا ہی اچھا مددگار اور اچھا ناصر ہے۔

دوسری طرف مومنوں کو ترغیب مزید دلائی گئی ہے کہ وہ کفار سے قتال کے لیے اس وقت تک ڈٹے رہیں یہاں تک کہ مومنوں کے دین کے لیے کوئی خطرہ باقی نہ رہے اور کفار کا فتنہ مٹ جائے اور مشرکین کی شرارتیں باقی نہ رہیں اور اسلام کا مکمل غلبہ ہو جائے اور کفار و مشرکین مغلوب و مقہور ہو جائیں اور ان کی کمر ہمت ٹوٹ جائے۔

غلبہ اسلام کا مطلب یہ ہے کہ تمام ادیان باطلہ مٹ جائیں یا مغلوب ہو جائیں خواہ ان کے ماننے والے کی ہلاکت سے یا قبول اسلام سے یا خوف ہلاکت سے خاموش ہو جائیں اور ان سے خطرہ نہ رہے۔

اور کہا گیا ہے اسی آیت کی تفسیر میں کہ امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بعد روئے زمین پر کوئی مشرک باقی نہ رہے گا۔ پس اگر وہ تم سے (مومنین سے) محاربہ و قتال خصومت و شرارت سے باز رہیں تو ان کے حق میں بہتر ہے یعنی اسلام قبول کر لیں تو نہ صرف پچھلے گناہوں کی معافی مل جائے گی بلکہ مامون ہو جائیں گے اور اگر باز نہ آئیں گے تو اللہ تعالےٰ ان کی شرارتوں سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے تو پھر انہیں جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ اہل ایمان کا نصیر و مددگار ہے اور وہ ان کے ہاتھوں کفار کو ذلیل و رسوا کرے گا، مغلوب و مقہور کرے گا اور اسی طرح سنت الٰہی جاری ہے۔

بحمد اللہ تم الجزء التاسع ویتلوہ الجزء العاشر

الحمد للہ نواں پارہ ختم ہوا۔ اب آگے دسواں پارہ شروع ہو رہا ہے۔

دسواں پارہ

بامحاورہ ترجمہ رکوع پنجم سورۂ انفال پ ۱۰

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

جان لو کہ جو کچھ بھی تم غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں کا ہے اور مسافروں کا اگر ہو تم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہم نے نازل کیا اوپر اپنے بندے کے فیصلے کے دن جس دن دونوں فوجیں مقابلہ میں آئیں اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۬ۙ لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝

جب تم نالے کے اس کنارے تھے اور قافلہ تم سے نیچے کے حصہ میں تھا اور اگر تم کوئی وعدہ کرتے تو ضرور وقت پر نہ پہنچتے اور لیکن یہ اس لیے کہ پورا کرے اللہ جو کام ہونا ہے تاکہ جو ہلاک ہو وہ ہلاک ہو دلیل سے اور جو جئے وہ جئے دلیل سے اور بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اور یاد کیجئے جب اے محبوب اللہ رہا تھا کافروں کو تمہارے خیال میں تھوڑا اور اگر تمہیں اے مسلمانوں زیادہ دکھاتا تو تم ضرور بزدل ہو جاتے اور جھگڑا ڈال دیتے معاملہ میں لیکن

اللہ نے بچا لیا بے شک وہ جانتا ہے دلوں کی باتیں۔

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ

اور جب تمہیں دکھائے کافر تھوڑے کر کے اور تمہیں دکھایا تھوڑا ان کی نگاہوں میں تاکہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے اور اللہ کی طرف سب کام لوٹنے والے ہیں۔

حل لغات رکوع پنجم سورۃ انفال پ۱۰

و۔اور	اعلموا۔جان لو	ان۔بیشک	ما۔جو
غنمتم۔غنیمت حاصل کرو تم	من۔کوئی بھی	شیٔ۔چیز	فان۔تو بیشک
للہ۔اللہ کے لیے ہے	خمسہ۔اسکا پانچواں حصہ	و۔اور	للرسول۔رسول کے لیے
و۔اور	لذی القربی۔قرابت والوں کے لیے		و۔اور
الیتمی۔یتیموں	و۔اور	المساکین۔مسکینوں	و۔اور
ابن السبیل۔مسافروں کے لیے		ان۔اگر	کنتم۔ہو تم
امنتم۔ایمان رکھتے	باللہ۔اللہ پر	و۔اور	ما۔جو
انزلنا۔اتارا ہم نے	علی۔اوپر	عبد۔بندے	نا۔اپنے کے
یوم۔دن	الفرقان۔فیصلے کے	یوم۔جس دن	التقی۔ٹکرائیں
الجمعٰن۔دو جماعتیں	و۔اور	اللہ۔اللہ	علی۔اوپر
کل۔ہر	شیٔ۔شے کے	قدیر۔قادر ہے	اذ۔جب
انتم۔تم	بالعدوۃ۔کنارے	الدنیا۔قریب میں تھے	و۔اور
ہم۔وہ	بالعدوۃ۔کنارے	القصوی۔دور میں تھے	و۔اور
الرکب۔قافلہ	اسفل۔نیچے تھا	منکم۔تم سے	و۔اور
لو۔اگر	تواعدتم۔وعدہ کرتے تم	لاختلفتم۔تو اختلاف کرتے	فی۔بیچ
المیعاد۔وعدے کے	و۔اور	لکن۔لیکن	لیقضی۔تاکہ پورا کرے

الله - اللہ	امرا - کام کو	کان - جو تھا	مفعولا - ہونے والا
لیھلک - تاکہ ہلاک ہو	من - جو	ھلک - ہلاک ہو	عن بینۃ - دلیل سے
و - اور	یحیی - زندہ رہے	من - جو	حی - زندہ رہے
عن بینۃ - دلیل سے	و - اور	ان - بیشک	الله - اللہ
لسمیع - سننے والا	علیم - جاننے والا ہے	اذ - جب	یریکھم - دکھایا ان کو
آپ کو	الله - اللہ نے	فی - بیچ	منامک - خواب تیرے
کے	قلیلا - تھوڑے	و - اور	لو - اگر
ارٰکھم - دکھاتا آپ کو انہیں		کثیرا - زیادہ	لفشلتم - تو تم بزدلی کرتے
و - اور	لتنازعتم - تم جھگڑا کرتے		فی - بیچ
الامر - کام کے	و - اور	لکن - لیکن	الله - اللہ نے
سلم - بچا لیا	انہ - بیشک وہ	علیم - جاننے والا ہے	بذات الصدور -
دل کی باتیں	و - اور	اذ - جب	یریکموھم - دکھاتا تھا
تمہیں ان کو	اذ - جب	التقیتم - تم ملے	فی - بیچ
اعینکم - تمہاری آنکھوں کے		قلیلا - تھوڑے	و - اور
یقللکم - تھوڑے دکھاتا تھا تمہیں		فی - بیچ	اعینھم - انکی آنکھوں کے
لیقضی - تاکہ پورا کرے	الله - اللہ	امرا - وہ کام	کان - جو تھا
مفعولا - ہونے والا	و - اور	الی - طرف	الله - اللہ کی
ترجع - لوٹائے جاتے ہیں		الامور - سب کام	

مختصر تفسیر اردو رکوع پنجم سورۃ انفال پ ۱۰

اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت حاصل کرو یعنے وہ کم ہو یا زیادہ ۔ ف: مال جو مسلمانوں کو کافروں سے جنگ میں بطریق قہر و غلبہ حاصل ہو وہ غنیمت ہے یعنی غنیمت حربی کافر کے اس مال کو کہتے ہیں جو بزور یا غالب آ کر حاصل کیا گیا ہو۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کر لیا جائے گا فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ۔ اس کا پانچواں حصہ اللہ کے نام کا ہے۔ بقایا چار حصے غازیوں میں تقسیم

کر دیے جائیں گے۔

حضرت امام اعظم کے نزدیک پیادہ کا ایک حصہ ہے سوار کے دو حصے ہیں

ما بمعنی الذی ہے اور غنمتم صلہ ہے اور موصول کی طرف راجع ہے اور ضمیر محذوف ہے یعنی جو کچھ مال غنیمت تم کو حاصل ہو اس کے متعلق فقہی احکام مندرجہ ذیل ہیں۔

مال غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے اس میں سے چار حصے غانمین کے یعنی ان کے جو بطریق غلبہ کفار سے لوٹ کر لائیں آگے ارشاد ہے۔

وللرسول ولذی القربی اور رسول کا اور رسول کے اقارب کا حق ہے۔ اقارب کی تفصیل میں مختلف اقوال ہیں۔

حضرت امام زین العابدین نے صرف بنی ہاشم کو اقارب فرمایا ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بسند معتبر حضرت جبیر بن مطعم کا قول نقل کیا ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے ذوی القربیٰ کا حصہ صرف بنی ہاشم اور بنی مطلب کو تقسیم کیا۔

وَالْيَتٰمٰى اور یتیموں کے لیے یتیم جو بن باپ کے ہو قاموس میں یتیم کے معنی باپ کا مر جانا ہے۔

وَالْمَسٰكِيْنِ مسکینوں کے لیے۔

وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ اور مسافروں کے لیے

تمام ائمہ کرام کا اجماع ہے اور تمام راوی اس پر متفق ہیں کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم مال غنیمت کے پانچ حصہ کرتے تھے جن میں سے چار حصہ شرکاء جہاد کو عطا فرماتے اور پانچویں حصہ کے پھر پانچ حصے کرتے اس میں سے ایک حصہ اپنے آقارب کے لیے ہوتا باقی سے جہاد کے گھوڑے ہتھیار خریدتے ایک حصہ مسلمانوں کے اصلاحی کاموں پر خرچ کرتے ایک حصہ بنی ہاشم بنی مطلب کو بانٹ دیتے اور تین حصے یتیموں مسکینوں اور مسافروں کو عنایت فرماتے۔

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا۔ اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندے جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ یعنی ملائکہ پر اور اللہ کی طرف سے غیبی امداد پر اور معجزات پر ایمان رکھتے ہو۔ جیسا کہ بدر میں متعدد معجزات کا ظہور ہوا جیسے بارش کا نزول اور فرشتوں کا قطار در قطار اترنا اور ابوجہل کی لاش پر غیبی کوڑوں کی ضربات کے نشانات وغیرہ وغیرہ۔

يَوْمَ الْفُرْقَانِ۔ فیصلہ کے دن غزوہ بدر میں حق و باطل کا فیصلہ کرایا گیا اور حق کا غلبہ ہمیشہ کے

لیے ہو گیا۔

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ط جس دن کہ دو گروہوں کا مقابلہ ہوا ایک گروہ اللہ پر ایمان رکھنے والوں کا تھا اور دوسرا گروہ شیطان کا تھا۔ یہ واقعہ ہجرت کے سولہ ماہ بعد ۱۷ رمضان المبارک کو ہوا دن جمعہ کا تھا۔

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اور اللہ تبارک و تعالے ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى اور یہ وہ وقت تھا جب کہ تم میدان کے ادھر والے کنارے پر تھے اور کفار میدان کے ادھر والے کنارے پر تھے۔

العدوۃ الدنیا۔ وادی کا قریب ترین کنارہ جو شام کی طرف والا کنارہ مدینہ منورہ کی جانب ہے، اور العدوۃ القصوی۔ وادی کا بعید ترین کنارہ یعنی یمن کی طرف سے مدینہ منورہ سے بعید ہے۔

وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ۔ اور قافلہ تم سے نشیب میں تھا یعنی مشرکین قریش کا قافلہ جس میں ابوسفیان وغیرہ تھے جو تین میل کے فاصلہ پر سمندر کی طرف تھا۔

دشمن طاقتور تھا۔ دشمن کی کمک قریب ہی تھی۔ مسلمانوں کی طاقت بظاہر کمزور تھی اور ان کے پاس پانی بھی نہیں تھا۔

وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ۔ اور اگر تم آپس میں کوئی وعدہ کرتے تو ضرور وقت پر برابر نہ پہنچتے۔ یعنی اگر اے مسلمانوں ان سے باہمی جنگ کا کوئی وقت معین کر لیتے تو تمہیں اپنی قلت تعداد اور بے سروسامانی اور ان کی کثرت اور سامان کی فراوانی سے خوف و ہراس پیدا ہو جاتا اور ان کی ہیبت و اندیشہ سے اس میعاد پر اختلاف کرتے لیکن یہ اس لیے کہ اللہ جو کام ہونا ہے اسے پورا کرے یعنے اسلام کو فتح دے اور مسلمانوں کو اپنی نصرت سے کامیاب کرے

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔ تاکہ جس کو برباد و گمراہ ہونا ہے وہ بھی نشان آنے کے بعد برباد ہو اور جس کو زندہ ہونا ہے وہ بھی نشان آنے کے بعد زندہ ہو۔ اور دشمنان دین کو ہلاکت میں ڈالے اس لیے اللہ تعالے نے تمہیں بے میعاد مقرر کیے ہی جمع کر دیا تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو یعنی حجت قائم ہونے اور عبرت حاصل کرنے کے بعد جو جیتے بچے وہ دلیل سے جیتے بچے۔

یہاں بقول محمد بن اسحاق ہلاک سے مراد کفر ہے اور حیات سے مراد ایمان ہے۔ تو

خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ جو کافر ہو اسے چاہئے کہ کفر کی صداقت پر حجت قائم کرے اور اسی طرح جو ایمان لائے اسے ایقان و اطمینان سے ایمان لانا چاہئے اور براہین ساطعہ سے اس امر کا پورا یقین حاصل کرنا چاہئے کہ یہ اسلام دین حق ہے۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ یقیناً سنتا جانتا ہے۔

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا۔ اور وہ واقعہ یاد فرمائیں جب اے محبوب اللہ نے آپ کے خواب میں آپ کو ان کی تعداد کم کر کے دکھائی۔ غزوہ بدر میں حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ جبتک لڑنے کا میں تمہیں حکم نہ دوں تم جنگ نہ کرنا اگرچہ دشمن تمہارے قریب ہی کیوں نہ آجائیں اگر قریب آجائیں تو تیر چلانا تلوار نہ چلانا اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام عریش میں رونق افروز ہو گئے۔

کچھ نیند کا جھونکا آیا حضرت ابو بکر صدیق نے بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کی یا رسول اللہ دشمن قریب آپہنچے ہیں اور کچھ چھیڑ چھاڑ بھی کر رہے ہیں خواب میں اللہ تعالے نے آپ کو دشمنوں کی تعداد کم دکھائی تھی جس کی آپ نے صحابہ کو بشارت دی یہ وہ نعمت آلہیہ تھی جو میدان بدر میں اللہ تعالے نے اپنے محبوب کو کفار کی تعداد تھوڑی دکھائی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا خواب صحابہ سے بیان فرما کر ان کی ہمتیں بلند کیں۔ جانبازان بدر کے حوصلے بڑھائے ان میں جرأت پیدا ہوئی اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ انبیاء کے خواب سچے ہوتے ہیں۔

پھر نبی الانبیاء کا خواب تو بیتی برحقیقت تھا اس لیے کہ جن کفار کا کفر پر مرنا مقدر تھا وہ حقیقت میں تھے بھی بہت تھوڑے اور ہوا بھی ایسا ہی جو لشکر مقابل آیا اس میں سے کثیر تعداد ایسی تھی جن کو اللہ تعالے نے ایمان کی نعمت عطا کی اور ان کو ایمان نصیب ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب میں قلت سے تعبیر ضعف کفار تھی چنانچہ اللہ تعالے نے مسلمانوں کو غالب فرمایا اور کفار کو شکست دے کر انکا ضعف ظاہر فرما دیا۔

وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور اگر اللہ آپ کو ان کی تعداد کثیر دکھا دیتا تو آپ ہمت ہار جاتے اور اس امر میں تم میں باہم نزاع ہو جاتا مگر اللہ نے اس اختلاف سے بچا لیا بے شک وہ دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔

قلت اعداء دکھانے سے یہ غرض تھی کہ مسلمانوں کے حوصلے بلند رہیں اور مسلمان جنگ میں

ثابت قدم رہیں۔

لَفَشِلْتُمْ۔ یعنی تم پست حوصلہ اور بزدل ہو جاتے۔

وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ۔ اور جنگ کے متعلق تمہارے خیالات مختلف ہو جاتے۔

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ سَلَّمَ۔ مگر اللہ نے تم کو باہمی اختلافات اور بزدلی سے محفوظ رکھا اللہ تمہارے دلوں کی حالت جانتا ہے

وَاِذْ یُرِیْکُمُوْھُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْٓ اَعْیُنِکُمْ قَلِیْلًا وَّیُقَلِّلُکُمْ فِیْٓ اَعْیُنِھِمْ۔ اور جب تم آمنے سامنے آ گئے تو اللہ ان کی تعداد کم کر کے دکھا رہا تھا اور تمہاری تعداد بھی ان کو کم دکھا رہا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس دن کافر ہمیں اس قدر کم نظر آئے کہ میں نے اپنے ساتھ والے سے کہا کہ یہ ستر کفار ہیں تو ساتھ والے نے جواب دیا کہ یہ سو ہوں گے حالانکہ یہ ہزار کے قریب تھے جب ہم نے ان کا ایک آدمی قید کیا اور اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایک ہزار تھے۔ کافروں کی نظروں میں مسلمانوں کی تعداد کم دکھانے کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کی زیادہ تعداد دیکھ کر بھاگ نہ جائیں ابوجہل نے مسلمانوں کی تعداد دیکھ کر کہا تھا کہ انہیں رسیوں سے باندھ لو ان میں سے کسی کو قتل نہ کرنا۔ گویا ابوجہل کی نظر میں مسلمانوں کی جماعت اتنی قلیل نظر آتی تھی کہ وہ قتل و قتال ضروری نہیں سمجھتا تھا۔ یہ تعداد کی تقلیل کفار کی نظر میں جنگ چھڑنے سے پہلے تھی لیکن جب گھمسان کا رن ہوا تو کافروں کو مسلمانوں کی تعداد دوگنی نظر آئی۔

لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا۔ تاکہ جو بات اللہ کو منظور تھی وہ پوری کر دے۔ وہ کام جو ہونا ہے یعنی اسلام کا غلبہ ایمان والوں کی فتح۔

وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ اور اللہ کی طرف سب کاموں کا رجوع ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع ششم سورۃ انفال پ ۱۰

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے ایمان والو! جب مقابلہ کرو کسی فوج کا تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد کثرت سے کرو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا

اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی

فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

اور آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بیشک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

اور نہ ہو ان جیسے جو اپنے گھر سے نکلے اتراتے اور لوگوں کو دکھلانے کو اور روکتے ہوئے اللہ کی راہ سے اور اللہ ان کے سب کرتوت پر قابو کیے ہوئے ہے۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

اور جب جچا دیا انہیں شیطان نے ان کے کاموں کو اور کہنے لگا آج تم پر کوئی شخص غالب آنے والا نہیں اور میں تمہیں اپنی حمایت میں لیے ہوئے ہوں تو جب دونوں لشکر مقابل میں دیکھے الٹے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا میں تم سے بری ہوں میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

حل لغات رکوع ششم سورۃ انفال پ۱۰

یاایہا۔اے	الذین۔وہ جو	امنوا۔ایمان لائے ہو	اذا۔جب
لقیتم۔ملو تم	فئۃ۔جماعت کو	فاثبتوا۔تو ثابت قدم رہو	و۔اور
اذکروا۔یاد کرو	اللہ۔اللہ کو	کثیرا۔بہت	لعلکم۔تاکہ تم
تفلحون۔کامیاب ہو	و۔اور	اطیعوا۔کہا مانو	اللہ۔اللہ کا
و۔اور	رسولہ۔رسول اسکے کا	و۔اور	لا۔نہ
تنازعوا۔جھگڑا کرو	فتفشلوا۔بزدل ہو جاؤ گے	و۔اور	تذھب۔چلی جائے گی
ریحکم۔تمہاری ہوا	و۔اور	اصبروا۔صبر کرو	ان۔بیشک

الله۔ اللہ	مع۔ ساتھ	الصابرین صبر کرنے والوں کے ہے	
و۔ اور	لا۔ نہ	تکونوا۔ ہو جاؤ	کالذین۔ انکی طرح جو
خرجوا نکلے	من دیارھم۔ اپنے گھروں سے		بطرا۔ فخر سے
و۔ اور	رئاء۔ دکھلاوے	الناس۔ لوگوں کے لیے	و۔ اور
یصدون۔ روکتے ہیں	عن سبیل۔ راہ	الله۔ خدا سے	و۔ اور
الله۔ اللہ	بما۔ اس سے جو	یعملون عمل کرتے ہیں	محیط۔ گھیرنے والا ہے
و۔ اور	اذ۔ جب	زین۔ خوشنما بنائے	لھم۔ ان کے لیے
الشیطن۔ شیطان نے	اعمالھم۔ ان کے عمل	و۔ اور	قال۔ کہا
لا۔ نہیں	غالب۔ غالب آنیوالا	لکم۔ تم پر	الیوم۔ آج
من۔ کوئی بھی	الناس۔ لوگوں سے	و۔ اور	انی۔ میں
جار۔ حمایتی ہوں	لکم۔ تمہارا	فلما۔ پھر جب	تراءت۔ دیکھ لیا
الفئتن۔ دونوں جماعتوں نے ایکدوسرے کو		نکص۔ تو پھر گیا	علی۔ اوپر
عقبیہ۔ اپنی ایڑیوں کے	و۔ اور	قال۔ کہا	انی۔ بیشک میں
بری۔ بیزار ہوں	منکم۔ تم سے	انی۔ بیشک میں	اری۔ دیکھتا ہوں
ما۔ وہ جو	لا۔ نہیں	ترون۔ دیکھتے تم	انی۔ بیشک میں
اخاف۔ ڈرتا ہوں	الله۔ اللہ سے	و۔ اور	الله۔ اللہ
شدید۔ سخت	العقاب۔ عذاب والا ہے		

مختصر تفسیر اردو رکوع ششم سورۃ انفال پ ۱۰

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اے ایمان والو اگر تمہارا مقابلہ کسی کافر گروہ سے ہو جائے تو جمے رہو اور اللہ کی یاد کثرت سے کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

فِئَةً سے مراد کافر گروہ ہے۔ جمے رہنے سے مراد دشمن کے سامنے جما رہنا۔ ڈٹ جانا۔ اللہ کی یاد کرنے سے مراد فتح کی دعا کرنا ہے۔ اس آیہ کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے لیے ہر حال

ہیں دل و زبان سے ذکر الٰہی کی کثرت بہر صورت موجب فتح و نصرت ہے۔ ہر سختی اور پریشانی میں اور ہر خوشی اور شادمانی میں اللہ کی یاد سے غفلت ہمارے لئے مناسب نہیں، نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت بھی اس آیت سے ثابت ہوتے ہیں جو مسلمان ہر مصیبت و پریشانی اور مسرت و شادمانی میں لگاتے ہیں اللہ اکبر اور یا رسول اللہ دونوں ذکر الٰہی ہیں اس لیے کہ اللہ تعالےٰ کی یاد دونوں نعروں میں ہے۔ اللہ اور اس کے رسول جناب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنا در حقیقت اللہ تعالےٰ ہی کو یاد کرنا ہے کہ وہ اسی کے رسول ہیں حضرت مولائے کائنات شیر خدا علی المرتضیٰ کے نام کا نعرہ اور حضور غوث اعظم کا نعرہ غوثیہ بھی ناجائز نہیں اسلیے کہ انہیں بھی پکارنے والا اسی وجہ سے پکارتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ولی کامل ہیں اور اللہ کے پیارے رسول آخر صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں حضرت غوث الاعظم پیران پیر رضی اللہ عنہ کو جو منصب غوثیت ملا وہ بھی اللہ کی جانب سے ملا تو ہر نعرہ میں یاد الٰہی موجود ہے اور ذکر الٰہی ان سب نعروں میں شامل ہے اسلیے یہ نعرے ممنوع نہیں ہو سکتے بلکہ ارشاد ربانی ہے۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ تاکہ تم مراد کو پہنچو یہ حصول مراد کے لیے ذریعہ ہیں۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ ۔ اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا جاتی رہے گی۔ ریح کے معنی اقتدار اپنی منشا کے مطابق حکم کا اجراء جس طرح ہوا جس طرف چاہتی ہے آزادی سے چلتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا مجھے پُروا ہوا کے ذریعہ فتح عنایت کی گئی اور عاد کو پچھی ہوا سے ہلاک کیا گیا۔

نضر بن شمیل اور قتادہ بن زید نے کہا کہ مسلمانوں کو ہمیشہ فتح ہوا کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوئی اللہ تعالےٰ ہوا بھیج کر دشمنوں کے رخ پلٹ دیتا تھا جس سے مسلمانوں کو نصرت حاصل ہو جاتی تھی اس لیے ریح سے حقیقی معنی بھی ہوا ہی ہے۔

باہمی تنازعہ اور آپس میں جھگڑے فساد کمزوری اور جماعت کی بیقراری کا موجب ہے اس کا بہترین علاج یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرو اور کثرت سے ذکر الٰہی میں مصروف رہو تاکہ تم پر شیطان کا دخل ہی نہ ہو۔

وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۔ اور مرنے اور زخمی ہونے پر صبر سے کام لو اللہ صبر رکھنے والوں کے ساتھ ہے اور جن کے ساتھ اللہ تعالےٰ ہو جس کا حقیقی معین و مددگار نعم النصیر ہو

اسے پھر کسی بزدلی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

اگلی آیت میں اخلاص نیت کی تعلیم دی کیونکہ نیتوں کے خلوص کے بغیر اعمال قابل قدر اور مقبول نہیں ارشاد ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ۔ اور ان جیسے نہ ہونا جو اپنے گھروں سے نکلے اتراتے اور لوگوں کو دکھاتے اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اللہ انکے اعمال احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔

بطر کے معنی فخر اور اکڑ ہے نعمت مال دولت کے نشہ میں بدمست ہو جانا شکر نہ کرنا۔ ریاء کے کے معنی دکھاوٹ ہے اللہ کے راستے سے روکنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے روکنا۔

یہ واقعہ کفار قریش کا ہے اور یہی غزوہ بدر کا موجب ہے۔ ابو سفیان وہ قافلہ جو شام سے واپسی پر نفع کے ساتھ لا رہا تھا بحفاظت نکال لایا ہے تو اس نے قریش کو پیغام بھیجا کہ تم جس قافلہ کو بچانے کے لیے مکہ سے نکلے تھے اب وہ قافلہ بحفاظت مکہ پہنچ گیا ہے اس لیے تم بھی واپس چلے آؤ۔ ابو جہل یہ پیغام سن کر بولا ہم اس وقت تک واپس نہ ہوں گے جبتک بدر میں جا کر تین روز تک قیام نہ کر لیں۔ ہم میدان بدر میں اونٹ ذبح کریں گے۔ شراب پئیں گے۔ رنگ رلیاں منائیں گے عرب جب ہماری ان باتوں کا تذکرہ سنیں گے تو ہماری ہیبت ان پر پڑ جائے گی۔ ابو جہل اپنی جماعت کے ساتھ اتراتا تکبر کرتا میدان میں پہنچ گیا تو حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی۔ اور عرض کیا

"یا الٰہی یہ قریش تکبر اور نشہ کے غرور میں سرشار ہو کر میدان بدر میں آ گئے ہیں۔ تیرے رسول کی تکذیب انکا مقصد ہے اے اللہ اب تو وہ مدد فرما جس کا تو نے وعدہ کیا تھا"

چنانچہ قضا و قدر نے اس کے لیے یہ مقدر کر دیا کہ جب وہ بدر میں پہنچے تو شراب کے دور کے بجائے موت کا جام پلایا جائے مغنیات کے رقص و سرود کی بجائے ماتم و گریہ کا شور ہو اور رونے والیاں انہیں روئیں۔ اللہ تعالے نے اس آیت کریمہ میں لشکر ابو جہل کی مثال دے کر اپنے مومن بندوں کو عبرت دلاتا ہے اور ہدایت فرماتا ہے کہ تم اخلاص و ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اطاعت خدا اور رسول کرو اسی میں تمہاری کامیابی فتح و ظفر ہے اور یاد رکھو اللہ تعالے ان کے سب کاموں پر محیط ہے۔

دوسرا واقعہ غزوۂ بدر کے متعلق یاد دلایا اور فرمایا۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ
اور یاد کرو اس حالت کو جبکہ شیطان نے ان کے برے اعمال کو ان کی نظروں میں اچھا کر کے دکھایا تھا اور شیطان نے ان سے کہا تھا کہ آج کوئی شخص تم پر غالب نہیں آسکتا اور میں تمہارا ضامن اور حمایتی ہوں۔

اَعْمَالَهُمْ سے مراد برے اعمال ہیں حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرنا۔ آپ کے قتل کا منصوبہ بنانا مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے پر انہیں کمربستہ کرانا اور جو کفار کر رہے تھے ان کی تعریفیں کرنا اور ان کو ان کی خباثت پر قائم رہنے کی رغبت دلاتے رہنا بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کے ساتھ سراقہ بن مالک بن جعشم قبیلہ بنی کنانہ کی صورت میں ظاہر ہو کر ایک علم لشکر کے ساتھ مشرکین سے مل جانا۔

یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جب ابوجہل اور اس کے ساتھی بدر کے میدان میں جانے کے لیے متفق ہو گئے تو انہیں خیال آیا کہ ان کے اور قبیلہ بنی بکر کے درمیان پرانی عداوت ہے اس خیال سے وہ کچھ ڈھیلے ہوئے اور ممکن تھا کہ وہ واپسی کا ارادہ کر لیتے لیکن چونکہ شیطان کو یہ بات گوارا نہ تھی اس لئے فریب دینے کے لیے اپنے آپ کو سراقہ بن مالک بن جعشم کی شبیہ میں بدلا جو بنی کنانہ کا سردار تھا اور علم جنگ ہاتھ میں لے کر ان کے سامنے ظاہر ہوا اور کہنے لگا میں تمہارا سربراہ بنتا ہوں۔ آج کون ہے جو تم پر غالب آسکے۔ اس کے ان الفاظ کو قرآن کریم میں رب کریم نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ۔ وہ کہنے لگا کہ آج کے دن تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور میں تمہارا سربراہ ہوں۔

شیطان نے ان کے دماغوں میں یہ بات بھی جما دی تھی کہ تم جو کچھ کر رہے ہو وہ نیک عمل ہیں ان اعمال کے ذریعہ سے تم کو نجات حاصل ہوگی۔

فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ تو جب دونوں لشکر مقابلہ میں آگئے تو شیطان اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ گیا اور کہنے لگا میں تم سے الگ ہوں مجھے وہ چیز نظر آرہی ہے جو تم کو نظر نہیں آتی مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے اور اللہ سخت عذاب والا ہے۔

چنانچہ جب مسلمان اور کافر دونوں لشکر مقابلہ میں آ گئے تو حضور پرنور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک کی مشرکین کے منہ پر پھینکی تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے ادھر شیطان لعین کی طرف حضرت روح الامین بڑھے جو سراقہ کی شکل میں حارث بن ہشام کا ہاتھ پکڑے ہوئے لشکر میں موجود تھا۔ شیطان نے جب یہ منظر دیکھا تو فوراً حارث سے ہاتھ چھڑا کر مع اپنے شطونگڑوں کے بھاگا۔ حارث پکارتا رہا کہ سراقہ اب کہاں بھاگتا ہے تو تو ہمارا سربراہ تھا تو نے ہماری سربراہی اپنے ذمہ لی تھی۔ تو تو ہمارا جار اور ضامن تھا۔

تو شیطان بولا میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتا میں اللہ سے ڈرتا ہوں وہ مجھے کہیں ہلاک نہ کر دے اور اللہ کا عذاب بھی بہت شدید ترین ہے جب کفار کو میدان بدر میں شکست ہوئی اور ناکام ہو کر مکہ مکرمہ پہنچے تو انہوں نے یہ بات مشہور کی کہ ہماری شکست کی وجہ سراقہ ہے یہ خبر جب سراقہ کو پہنچی تو وہ حیران ہو گیا اور وہ کہنے لگا یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں مجھے تو نہ ان کے آنے کی خبر نہ ہی جانے کی میں نے ان کی شکست کے بعد یہ سنا ہے اس کے جواب میں قریش نے کہا کہ تو فلاں دن ہمارے پاس آیا تھا۔ سراقہ نے قسم کھا کر انکار کیا جب مشرکین سمجھے کہ یہ ایک شیطانی جال تھا جس کے جال میں ہم پھنس گئے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع ہفتم سورۂ انفال پ۱۰

اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝

جب کہتے تھے منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ مغرور ہیں یہ لوگ اپنے دین پر اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو یقیناً اللہ غالب حکمت والا ہے۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓىٕكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۝

اور اگر دیکھیں آپ جب جان نکالتے ہوں کافروں کی ہمارے فرشتے مار رہے ہوں ان کے منہ پر اور ان کی پشت پر اور چکھو عذاب آگ جلانے والی کا۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ

یہ بدلہ ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

بھیجا اور یقیناً ظالم نہیں بندوں پر

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

مثل دستور فرعونیوں کے اور ان سے اگلوں کے جو کفر کرتے اللہ کی آیتوں سے تو پکڑا ان کو اللہ نے ان کے گناہوں پر بے شک اللہ تعالٰے قوت والا سخت عذاب والا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

یہ اس لیے کہ اللہ کسی قوم سے اس کی نعمتیں نہیں بدلتا جو اسے دی تھیں اور اس پر انعام کیا تھا جبتک وہ خود اپنے دلوں میں نہ بدل جائیں اور بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝

مثل دستور فرعونیوں کے اور ان کے جو ان سے پہلے گذرے کہ جھٹلائیں اپنے رب کی آیتیں تو ہم نے انہیں ہلاک کیا ان کے گناہوں کے سبب اور غرق کر دیا ہم نے فرعونیوں کو اور وہ سب ظالم تھے۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

بے شک سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہے جس نے کفر کیا اور وہ ایمان نہیں لاتے۔

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝

وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر توڑا انہوں نے معاہدہ ہر بار اور وہ نہیں ڈرتے۔

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِى الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝

تو اگر تم انہیں کہیں پاؤ لڑائی میں تو انہیں ایسا مارو کہ ان کے خلف بھاگ پڑیں تا کہ انہیں عبرت حاصل ہو۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝

اور اگر تمہیں خطرہ ہو کسی قوم سے خیانت کا تو پھینک دو ان کی طرف ان کا عہد برابر برابر بے شک اللہ دغا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حل لغات رکوع ہفتم سورۃ انفال پ۱۰

اذ۔جب	یقول۔کہتے تھے	المنفقون۔منافق	و۔اور
الذین۔وہ کہ	فی۔بیچ	قلوبہم۔انکے دلوں کے	مرض۔بیماری ہے
غر۔دھوکہ دیا	ھؤلاء۔ان کو	دینہم۔انکے دین نے	و۔اور
من۔جو	یتوکل۔بھروسہ کرے	علی۔اوپر	اللہ۔اللہ کے
فان۔تو بیشک	اللہ۔اللہ	عزیز۔غالب	حکیم۔حکمت والا ہے
و۔اور	لو۔اگر	تری۔تو دیکھے	اذ۔جب
یتوفی۔فوت کرتے ہیں	الذین۔ان کو	کفروا۔جو کافر ہیں	الملئکۃ۔فرشتے
یضربون۔مارتے ہیں	وجوھم۔انکے موہنوں	و۔اور	ادبار۔پیٹھوں
ھم۔ان کی پر	و۔اور	ذوقوا۔چکھو	عذاب۔عذاب
الحریق۔جلنے کا	ذلک۔یہ	بما۔بسبب اسکے جو	قدمت۔آگے بھیجا
ایدیکم۔تمہارے ہاتھوں نے		و۔اور	ان۔بیشک
اللہ۔اللہ	لیس۔نہیں ہے	بظلام۔ظلم کرنے والا	للعبید۔بندوں پر
کداب۔مانند دستور	آل۔قوم	فرعون۔فرعون کے	و۔اور
الذین۔جو	من قبلھم۔ان سے پہلے تھے		کفروا۔کفر کیا انہوں نے
بآیات۔ساتھ آیات	اللہ۔الٰہی کے	فاخذ۔تو پکڑا	ھم۔ان کو
اللہ۔اللہ نے	بذنوبھم۔انکے گناہوں کے بدلے		ان۔بیشک
اللہ۔اللہ	قوی۔طاقتور	شدید۔سخت	العقاب۔عذاب والا ہے
ذلک۔یہ	بان۔اسلئے کہ	اللہ۔اللہ	لم۔نہیں
یک۔ہے کہ	مغیرا۔بدل دے	نعمۃ۔نعمت کو	انعمھا۔جو انعام کی
علی۔اوپر	قوم۔کسی قوم کے	حتی۔یہانتک کہ	یغیروا۔بدل دیں وہ
ما۔جو	بانفسہم۔ان کے دلوں میں ہے		و۔اور
ان۔بے شک	اللہ۔اللہ	سمیع۔سننے والا	علیم۔جاننے والا ہے

کذاب۔ مانند دستور　آل۔ قوم　فرعون۔ فرعون کے　و۔ اور
الذین۔ انکے جو　من قبلھم۔ انسے پہلے تھے　کذبوا۔ انہوں نے جھٹلایا
بآیت۔ آیات　ربھم۔ اپنے رب کی کو　فاھلکنھم۔ تو ہلاک کیا ہم نے ان کو
بذنوبھم۔ ان کے گناہوں کے بدلے　و۔ اور　اغرقنا۔ غرق کیا ہم نے
آل۔ قوم　فرعون۔ فرعون کو　و۔ اور　کل۔ سب ہی
کانوا۔ تھے　ظلمین۔ ظالم　ان۔ بیشک　شر۔ بدترین
الدواب۔ جانور　عند۔ نزدیک　اللہ۔ اللہ کے　الذین۔ وہ ہیں جو
کفروا۔ جنہوں نے انکار کیا۔　فھم۔ تو وہ　لا۔ نہیں
یؤمنون۔ ایمان لاتے　الذین۔ وہ کہ　عاھدت۔ تونے عہد کیا　منھم۔ ان سے
ثم۔ پھر　ینقضون۔ توڑتے ہیں　عھد۔ عہد　ھم۔ اپنے کو
فی۔ بیچ　کل۔ ہر　مرۃ۔ مرتبہ کے　و۔ اور
ھم۔ وہ　لا۔ نہیں　یتقون۔ ڈرتے　فاما۔ تو اگر
تثقفنھم۔ پاؤ تم انکو　فی۔ بیچ　الحرب۔ لڑائی کے　فشرد۔ تو بھگادے
بھم۔ ان کے ساتھ　من۔ انکو جو　خلفھم۔ انکے پیچھے ہیں　لعلھم۔ تاکہ وہ
یذکرون۔ نصیحت حاصل کریں　و۔ اور　اما۔ اگر
تخافن۔ ڈرے تو　من۔ کسی　قوم۔ قوم سے　خیانۃ۔ خیانت سے
فانبذ۔ تو ڈال دے　الیھم۔ انکی طرف　علی۔ اوپر　سواء۔ برابری کے
ان۔ بیشک　اللہ۔ اللہ　لا۔ نہیں　یحب۔ پسند کرتا
الخائنین۔ خیانت کرنے والوں کو۔

مختصر تفسیر اردو رکوع ہفتم سورۃ انفال پ۱۰

اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ۔ جب کہتے تھے منافق۔ مدینہ کے رہنے والے کہ یہ لوگ (یعنی مسلمان) ان لوگوں سے لڑنے چلے ہیں جن سے مقابلہ کرنے کی ان میں طاقت نہیں۔ مدینہ منورہ میں محض رہنا یا بود و باش اختیار کرلینا باعث عزت و عظمت نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبع ہو

کرہنا سبب عزت مدنیت کا باعث ہے۔

وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ - اور وہ لوگ بھی کہہ رہے تھے جن کے دلوں میں بیماری تھی یعنے جن کے دلوں میں مرض نفاق تھا۔ یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو مکہ معظمہ میں تھے اور کلمہ پڑھ چکے تھے کفار قریش جب مسلمانوں اور نبی اعظم سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کے لیے جنگ کے لیے نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ مل کر بدر کے میدان میں آگئے تھے۔

علامہ بغوی نے لکھا ہے کہ قریش جبراً ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے گئے تھے بدر میں پہنچکر ان لوگوں نے مسلمانوں کی کم تعداد دیکھی تو اسلام کی صداقت کی طرف سے شک میں پڑ گئے اور مرتد ہو کر کہنے لگے۔

غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ - ان مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکہ دیا یہ مسلمان اپنے دین پر مغرور ہیں کہ باوجود اپنی قلیل تعداد کے بھی ایسے لشکر جرار کے مقابل آنے کی جرأت کر بیٹھے اس کا جواب اللہ تعلے دیتا ہے کہ

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ - اور جو شخص اللہ پر بھروسا رکھتا ہے وہ ذلیل نہیں ہوتا پس بلاشبہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

جو اللہ پر بھروسہ کرے اور اپنا سب کام اسی کے سپرد کردے اور اس کے فضل و انعام پر مطمئن ہو جائے اس کا اللہ تعلے حافظ و ناصر ہوتا ہے۔ اگلی آیت میں مرنے کے بعد ان کے انجام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ اور اگر آپ اس وقت کا حال دیکھیں جب فرشتے ان کی جانیں قبض کر رہے تھے ان کے چہروں پر اور ان کی پشتوں پر مار رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ آگ کی سزا کا مزہ چکھو۔ سرخ کیے ہوئے لوہے کے گرزوں سے ان کی پشت پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں چکھو آگ کا عذاب یہ بدلہ ہے اس کا جو تم نے آگے بھیجا۔ یعنی تم نے کفر و شرک میں بداعمالیاں کیں اس کے عذاب کی مصیبتیں سہو اور یہ سمجھ لو کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ کافر پر عذاب عین عدل ہے اس لیے کہ جان بوجھ کر کفر و شرک کرتے ہیں جن کی پوجا کرتے ہیں وہ ان کے ہاتھوں سے بنائے ہوئے ہیں فانی ہیں۔ جماد محض ہیں اسی وجہ سے شرک کو ظلم عظیم فرمایا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا مرنے کے بعد فرشتہ یہ بات کہے گا۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ یہ عذاب ان اعمال

کی پاداش ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سے پہلے دنیوی زندگی میں سمیٹے تھے۔ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا آگے اقوام ماضیہ کی مثال میں فرعونیوں کو پیش کیا جنانچہ ارشاد ہے۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ ۔ ان کی حالت ایسی ہے جیسے فرعونیوں کی اور ان سے پہلے لوگوں کی حالت تھی کہ انہوں نے آیات اللہ کا انکار کیا۔ تو اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا سزا دینے والا ہے۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ۔ کافروں کا عمل اور طریقہ جس کے یہ عادی تھے آل فرعون کے عمل و طریقہ کی طرح ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ ۔ یعنی اللہ پر کوئی چیز غالب نہیں آسکتی نہ اس کے عذاب کو دفع کر سکتی ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ یہ بات اس سبب سے ہے کہ اللہ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا کی ہو نہیں بدلتا جبتک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے اور اس سبب سے بھی کہ اللہ بڑا سننے والا اور بڑا جاننے والا ہے۔

علامہ سدی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے کی سب سے بڑی نعمت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات اقدس ہے اللہ تعالے نے کفار مکہ کو بھوک سے نجات دی۔ امن دیا اور ان کی طرف نبی آخرالزماں صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور متنبہ کر دیا کہ یہ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ لیکن انہوں نے نعمت کا شکر ادا کرنے کی بجائے سرکشی کی اس پر مثال فرعونیوں اور اگلوں کی دی گئی۔

اَلَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ سے مراد قوم عاد و ثمود وغیرہ ہیں۔

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ مثال اس لیے دی گئی کہ فرعون بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی تکذیب کرتا تھا باوجودیکہ اسے آپ کی نبوت پر یقین تھا یہی حال کفار مکہ کا ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت پر انہیں یقین بھی ہے لیکن ضد و عناد میں جان بوجھ کر اپنی ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی سے تکذیب کرتے تھے۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۔ ان کی حالت فرعون والوں اور ان سے پہلے والے کافروں کی سی ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا اس پر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک

کر دیا اور فرعون والوں کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ بے شک بدترین جانور اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو کفر پر جمے رہے پس وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اس آیت کا حکم ان تمام کافروں کے لیے عام ہو گا جن کی موت کفر کی حالت میں ہونے والی ہے دواب چلنے والے جانور کو کہتے ہیں۔ چونکہ کفار و مشرکین کو اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ فرمایا جا چکا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ یہ لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

اَلَّذِیْنَ عٰھَدْتَّ مِنْھُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَھُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّھُمْ لَا یَتَّقُوْنَ ۔ جن لوگوں سے آپ نے عہد لیا تھا مگر وہ اپنے معاہدہ کو ہر بار توڑتے رہے اور عہد شکنی سے ڈرتے نہیں۔

قریظہ کے یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ ان کا حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد تھا کہ وہ آپ کے مقابلہ میں لڑنے کو نہ آئیں گے اور نہ ہی مسلمانوں کی دشمنی سے کافروں کی مدد کریں گے نہ ہی مسلمانوں سے مقابلہ کریں گے لیکن مشرکین مکہ جب جنگ کے لیے آئے تو انہوں نے عہد توڑ دیا اور مشرکین کی مدد ہتھیاروں سے کی۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ معاہدہ شکن کافروں سے مراد بنی قریظہ کے خاندان کے یہودی ہیں جب مسلمان کامیاب و فتحیاب ہو گئے تو وہ شرمندہ ہو کر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معذرت کرنے لگے اور عرض کرنے لگے کہ حضور ہم سے غلطی سرزد ہو گئی ہم قصوروار ہیں حضور رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے معاف کر دیا اور دوبارہ عہد لے لیا لیکن وہ اس پر بھی قائم نہ رہے اور عہد توڑ دیا۔ کعب بن اشرف نے مکہ جا کر کافروں سے حمایت کی اور خندق کے دن کافر مسلمانوں پر لوٹ پڑے۔ اللہ تعالےٰ نے کافروں کو بدترین چوپائے بلکہ بدترین خلق فرمایا۔ کافروں میں بدترین وہ ہے جو عہد شکن ہیں اللہ تعالیٰ نے شر دواب سب جانوروں سے بدتر قرار فرمایا اس لیے کہ وہ ڈرتے نہیں۔

اس کے بعد قانون نافذ فرما دیا کہ ایسے بدعہدوں سے مسلمانوں کا کیسا برتاؤ ہونا چاہئے ارشاد ہے فَاِمَّا تَثْقَفَنَّھُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِھِمْ مَّنْ خَلْفَھُمْ لَعَلَّھُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ۔ اگر آپ لڑائی میں ان لوگوں کو پائیں تو ان کو سخت سزا دیں تاکہ ان کے پیچھے بھاگ جائیں تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں اور ان کو اچھی طرح عبرت حاصل ہو۔

فَشَرِّدْ بِھِمْ کا لغوی معنی بے چین کرا کے منتشر کر دینا حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو ایسی سزا دو کہ پچھلے والوں کو عبرت حاصل ہو جائے اسی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے بنی قریظہ کو ایسی سزا دی ان کے باقی رہنے والوں کو تاکہ وہ آئندہ عہد شکنی کی جرأت نہ کریں حتی کہ قتل بھی کیا مال غنیمت بھی حاصل کیا علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِہٖ ھٰھُنَا التَّرَتُّبُ عَلَی الْمُصَادَفَۃِ وَالْمُلَاقَاتِ ۔ اور فشرد بہم کی تفسیر میں لئے فرق بہم فرمایا یعنی ان کو منتشر و متفرق کردو۔ مَنْ خَلْفَھُمْ کے معنی اَیْ مَنْ وَرَاءَھُمْ مِنَ الْکَفَرَۃِ ۔ یعنی جو ان کے پسماندگان ہیں کافر ہیں ان سے معاہدہ آئندہ کے لیے کیسے کیا جائے ارشاد ہے۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَۃً فَانْبِذْ اِلَیْھِمْ عَلٰی سَوَآءٍ ط اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت اور نقض عہد کا خوف ہو تو فَانْبِذْ اِلَیْھِمْ تو آپ ان کو ان کا معاہدہ واپس کردیں۔ خِیَانَۃً ۔ عہد شکنی اگر علامات اور حالات سے آپ کو اندازہ ہو جائے کہ یہ معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں فَانْبِذْ تم بھی ان کا معاہدہ ان پر دے مارو۔ پھینک دو۔ آلوسی کہتے ہیں

اَیْ فَاطْرَحْ اِلَیْھِمْ عَھْدَھُمْ ۔ پھینک دو ان کی طرف ان کا عہد برابری کے ساتھ عَلٰی سَوَآءٍ انصاف کے موافق نقض معاہدہ کی خبر دینے میں برابر ہو تاکہ تمہاری طرف سے خیانت نہ ہو۔

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی حکم کے ماتحت اہل مکہ سے جہاد کیا بنی خزاعہ حلیف تھے ان پر بنی کنانہ نے مشرکین کی حمایت میں چڑھائی جو نقض عہد تھا خواہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاہد تھے یا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے معاہد کے معاہد تھے دونوں صورتوں میں ان کا نقض عہد لازم آیا۔

اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ۔ بے شک اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا عقلاء کے نزدیک بھی عہد شکنی انسانیت کے لیے مذموم و شرمناک جرم ہے بنابریں یہ حکم نافذ کیا گیا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع ہشتم سورۃ انفال پ ۱۰

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَبَقُوْا اِنَّھُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ ؀	اور کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ سبقت لے گئے اور اب کوئی ڈر نہیں رہا اور اب وہ پہچانے کیسے جا سکیں گے۔
وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ	اور ان کے لیے تیار رکھو جو قوت تم سے بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ دھاک بٹھا

عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

سکو ان سے دشمن الٰہی اور تمہارے دشمن پر اور ان کے سوا اور جو ہیں ان کے دلوں میں جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے اور جو کچھ خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں پورا ملے گا تم کو اور تم ظلم سے کسی طرح گھاٹے میں نہ رہو گے

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

اور اگر وہ جھکیں صلح کے لیے تو جھک جاؤ تم بھی ان کے لیے اور اللہ پر بھروسہ رکھو بے شک وہ سنتا جانتا ہے۔

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور اگر وہ تمہیں فریب دینا چاہیں تو یقیناً تمہیں اللہ کافی ہے وہ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے زور کو بڑھایا اپنی مدد سے اور مسلمانوں کا بھی۔

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اور ان کے دلوں میں تمہاری الفت پیدا کی اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیے بے شک وہی ہے غالب حکمت والا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اے نبی کافی ہے تجھے اللہ اور جو تیرے پیرو ہیں مومنین سے۔

حل لغات رکوع ہشتم سورۃ انفال پ۱۰

و۔ اور	لا۔ نہ	تحسبن۔ خیال کریں	الذین۔ وہ جو
کفروا۔ کافر ہیں		سبقوا۔ کہ وہ آگے بڑھ جائیں گے	انہم۔ بیشک وہ
لا۔ نہ		یعجزون۔ عاجز کر سکیں گے	و۔ اور

اعدوا۔ تیار کرو	لہم۔ ان کے لیے	ما۔ جو	استطعتم۔ تم سے ہو
سکے	من۔ ہر طرح کی	قوۃ۔ قوت	و۔ اور
من رباط۔ باندھنا	الخیل۔ گھوڑوں کا	ترھبون۔ ڈراؤ تم	بہ۔ اس سے
عدو۔ دشمنان	اللہ۔ خدا کو	و۔ اور	عدو۔ اپنے
کم۔ دشمنوں کو	و۔ اور	اخرین۔ اوروں کو بھی	من دونہم۔ جو انکے سوا ہیں
لا۔ نہیں	تعلمونہم۔ جانتے تم ان کو		اللہ۔ اللہ
یعلمہم۔ جانتا ہے انکو	و۔ اور	ما۔ جو	تنفقوا۔ تم خرچ کرو گے
فی۔ بیچ	سبیل۔ راہ	اللہ۔ اللہ کے	یوف۔ تو پورا پورا دیا
جائے گا	الیکم۔ تم کو	و۔ اور	انتم۔ تم
لا۔ نہ	تظلمون۔ ظلم کیے جاؤ گے	و۔ اور	ان۔ اگر
جنحوا۔ جھکیں	للسلم۔ صلح کے لیے	فاجنح۔ تو جھک جاؤ	لہا۔ اس کے لیے
و۔ اور	توکل۔ بھروسہ کر	علی۔ اوپر	اللہ۔ اللہ کے
انہ۔ بیشک	ھو۔ وہ	السمیع۔ سننے والا	العلیم۔ جاننے والا ہے
و۔ اور	ان۔ اگر	یریدوا۔ ارادہ کریں	ان۔ یہ کہ
یخدعو۔ دھوکہ دیں	ک۔ تجھ کو	فان۔ تو بیشک	حسبک۔ کافی ہے تجھ کو
اللہ۔ اللہ	ومن۔ اور انکو جو	اتبعک۔ تیرے پیرو ہیں	من المؤمنین۔ مومنوں
میں سے۔			

مختصر تفسیر اردو رکوع ہشتم سورۃ انفال پ۱۰

وَلَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَبَقُوۡا۔ اور یہ کافر لوگ نہ گمان کریں کہ سبقت لے گئے اور وہ قبضہ میں نہ آئیں گے۔

علامہ بغوی کہتے ہیں کہ غزوہ بدر سے جو مشرک کافر شکست کھا کر بھاگے تھے اور جو قتل و قید سے بچ نکلے تھے وہ یہ گمان ہرگز نہ کریں کہ اب ان پر مسلمانوں کا غلبہ نہ ہو سکے گا۔

اِنَّہُمۡ لَا یُعۡجِزُوۡنَ۔ یقیناً وہ لوگ خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ مسلمانوں تم سے جس قدر ہو سکے ان کافروں کے مقابلہ کے لیے طاقت فراہم کرو۔

اَعِدُّوْا۔ کے معنی ضرورت کے لیے تیاری کرنا۔ قوت سے مراد سامان ہتھیار، ٹریننگ۔ جنگی گھوڑے وغیرہ مسلم شریف میں ہے کہ حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔ عَنْ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ قَالَهَا ثَلٰثًا۔

حضرت عقبہ بن عامر کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر فرما رہے تھے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرما رہے تھے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ خبردار ہو جاؤ قوت تیر اندازی ہے خوب سن لو قوت تیر اندازی ہے یہ تین بار فرمایا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر پہنچایا جنت میں اس کے لیے ایک درجہ ہے اور جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر پھینکا وہ اس کے لیے گناہوں کا فدیہ ہے اور دوزخ سے آزاد ہو جائے گا۔ رواہ النسائی

تبدیلی حالات اور زمانہ کے لحاظ سے آجکل رائفل۔ ریلوا لور وغیرہ بھی مِنْ قُوَّةٍ کے تحت آتے ہیں اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے اور تمہارے دشمن ہیں۔ اس دشمنی میں تمام دنیا کے کفار عام ہیں خواہ مکہ والے ہوں یا عام عرب وعراق والے خواہ ہندوستان والے ہوں یا تمام دنیا کے۔

وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ۔ اور پلے ہوئے گھوڑوں کو بھی تیار رکھو یعنی جہاد کے لیے گھوڑوں کو پرورش کرنا رباط وہ گھوڑے جو جہاد کے لیے باندھے جائیں (بیضاوی)

حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھوڑے کی پیشانی کے بال اپنی انگلی سے مروڑ رہے تھے اور فرماتے تھے گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں قیامت تک خیر ہے بھلائی ہے جہاد یا شہادت کا ثواب ہے رواہ مسلم۔

تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ۔ اور اس کے ذریعہ سے تم رعب جمائے رکھو اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن پر اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے اللہ انکو جانتا ہے۔

عَدُوَّ اللّٰهِ سے مراد کفار مکہ ہیں اور آخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ۔ سے روح المعانی میں آلوسی فرماتے ہیں تمام کفار

مراد ہیں۔ مجاہد کے نزدیک بنو قریظہ ہیں۔ مقاتل اور ابن زید کے نزدیک منافقین اسلام ہیں۔ سدی کے نزدیک اہل فارس ہیں اور ان کے سوا کچھ اوروں کے دلوں میں مثل فارس اور بنو قریظہ اور مشرکین عالم ہیں جنہیں آپ جانتے ہیں۔

بعض نے کہا کہ آخرین سے مراد کافر جن ہیں۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۔ اور اللہ کی راہ میں جو چیز بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارے حق میں کوئی کمی نہ کی جائے گی یعنی ثواب پورا دیا جائے گا۔ جہاد میں بھی خرچ کرنے کا ثواب پورا پورا دیا جائے گا۔

حضرت زید بن خالد راوی ہیں کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مجاہد کو سامان جہاد دیا اس نے خود جہاد کیا اور جس نے مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی نگہداشت کی اس کے بدلے میں اس نے جہاد کیا۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ اور اگر وہ کفار صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی صلح کی طرف جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو وہ تمہارے اقوال کو سننے والا اور تمہاری نیتوں کو جاننے والا ہے۔

جنوح سے جنحوا بنا ہے۔ اس کی تعریف یہ ہے الجنوح المیل ومنہ جناح الطائر لانہ منہ یتحرک ویمیل۔ یعنی جنوح میلان کو کہتے ہیں اور اسی سے پرندوں کے بازو مراد ہیں اس لیے کہ وہ حرکت کرکے ہل جاتے ہیں۔ للسلم کا ترجمہ صلح اس لیے ہے کہ الاستلام والصلح سلم صلح کے معنی میں مستعمل ہے اور اللہ پر بھروسہ کرو بیشک وہ سنتا ہے جانتا ہے۔

وَاِنْ یُّرِیْدُوْۤا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۔ اور اگر وہ تم سے فریب کرنا چاہیں گے تو اللہ تمہارے لیے یقیناً کافی ہے۔ اگر وہ صلح کے پیرایہ میں جنگ کی تیاری کرنا چاہیں گے یا صلح میں کچھ فریب کریں گے تو ان کے فریب کو ناکام کرنے کے لیے اللہ تعالے تمہاری طرف سے کافی ہے۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۔ اللہ وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مومنوں کے ذریعہ سے تم کو قوت عطا کی اور مومنوں کے دلوں کو باہم جوڑ دیا اگر زمین کی تمام چیزیں تم خرچ کر ڈالتے تب بھی ان کے دلوں کو نہیں جوڑ سکتے تھے مگر اللہ ہی نے ان کے دل میں الفت پیدا کر دی کوئی شک نہیں کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

مومنین سے مراد قبیلہ اوس اور خزرج میں الفت پیدا کر دی۔ باوجودیکہ ان میں باہمی عداوت سو برس سے بھی زیادہ مدت کی تھی جس کی وجہ سے بڑے بڑے جنگ ہوئے یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اگر تم سب روئے زمین کا سب کچھ خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دل نہیں ملا سکتے تھے اس لیے کہ ان کی عداوت ورنجش اس حد تک پہنچ چکی تھی۔ جب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور عرب کے لوگ آپ پر ایمان لائے اور دل سے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع بنے تو ان کی عداوت محبت سے بدل گئی اور وہ دماغ جن میں جنون حسد سمایا ہوا تھا محبت ومودت سے بھر گئے کینے نکل گئے ایمانی محبتیں پیدا ہو گئیں اور یہ صرف اور صرف حضور کا روشن معجزہ ہے بے شک وہی غالب حکمت والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ اے غیب کی خبریں دینے والے نبی اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ مومنین جو آپ کے پیرو ہیں۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس وقت تک ۳۳ مرد اور ۶ عورتیں کل اسلام لائی تھیں اور چالیسویں حضرت فاروق اعظم تھے چنانچہ ابن مسیب رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔

انها نزلت يوم اسلم عمر بن الخطاب رضی الله عنه مكملا اربعين مسلما ذكورا واناثا هن ست وحينئذ تكون مكية۔ ابن مسیب فرماتے ہیں یہ آیت اس دن نازل ہوئی جب فاروق اعظم نے مسلمان ہو کر مومنین کی تعداد چالیس پوری کر دی اس سے قبل تینتیس مرد اور چھ عورتیں اسلام میں داخل تھیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام میں آنے کے بعد چالیس مسلمان مکمل ہو گئے۔ اس قول کی بنا پر یہ آیت مکی ہے اور بہ حکم حضور اسے مدنی سورت میں داخل کیا گیا (روح المعانی)

افادہ

اس چالیس کے ذریعہ چونکہ اسلام ترقی پر آیا اسی وجہ سے صوفیائے کرام نے چلہ کشی کے لیے چالیس دن رکھے کہ اس عدد کی برکت سے روحانی صفائی میں کامیابی ہو اور نام پاک محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اول حرف میم کے چالیس عدد ہیں اس کی برکت بھی اس چلہ میں شامل ہو جاتی ہے اور میت کا چلہم بھی چالیس دن کے بعد اسی نسبت سے متاخرین نے رکھا کہ ایصال ثواب کے ساتھ میت کو اس نسبت چہل کی برکت کا بھی تمتع حاصل ہو جائے۔ اور نبی کا ترجمہ غیبی خبر دینے

والا از روئے لغت کیا گیا۔ اس لیے کہ نبی نبا سے مشتق ہے اور نبا خبر کو کہتے ہیں جیسے فرمایا عن النبأ العظیم تو نبی کے معنی خبر دینے والے کے ہوئے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی جنت دوزخ۔ حور۔ غلمان۔ قیامت۔ حشر۔ نشر حتی کہ ذات واجب تعالے شانہ کے وجود کی خبر دی جو ہم سے غیب تھی تو معنی مذکورہ صحیح ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع نہم سورۃ انفال پ۱۰

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝

اے غیبی خبریں دینے والے نبی ترغیب دے مومنین کو قتال کی اگر تم میں کے بیس ہوں صبر والے غالب ہوں گے دو سو پر اور اگر تم میں کے سو ہوں تو غالب ہوں گے ہزار پر ان میں جو کافر ہیں بایں وجہ کہ وہ قوم بے سمجھ ہے۔

الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

اب اللہ نے تخفیف فرمائی تم پر سے اور اسے معلوم ہے کہ تم کمزور ہو تو اگر ہوں تم میں سے سو صبر والے غالب آئیں گے دو سو پر اور اگر ہوں تم میں سے ہزار غالب آئیں گے دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

نہیں زیبا کسی نبی کو یہ کہ ہو وہ قید کرنے والا کافروں کو جبتک ان کا خون نہ بہائے زمین میں تم چاہتے ہو مال دنیا اور اللہ چاہتا ہے آخرت اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

اگر اللہ پہلے نہ لکھ چکا ہوتا تو اے مسلمانوں تم کو چھوتا اس میں جو لیا تم نے کافروں سے مال بڑا عذاب۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

تو کھاؤ جو تم نے غنائم سے لیا حلال پاکیزہ اور ڈرو اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حل لغات رکوع نہم سورۃ انفال پ۱۰

یاایہا۔اے	النبی۔نبی	حرض۔ترغیب دے	المؤمنین۔مومنوں کو
علی۔اوپر	القتال۔جہاد کے	ان۔اگر	یکن۔ہونگے
منکم۔تم میں سے	عشرون۔بیس	صابرون۔صبر والے	یغلبوا۔تو غالب آئیں گے
مائتین۔دوسو پر	و۔اور	ان۔اگر	یکن۔ہوں گے
منکم۔تم میں سے	مائۃ۔سو	یغلبوا۔تو غالب آئینگے	الفا۔ہزار پر
من الذین۔ان سے	کفروا۔جو کافر ہیں	بانہم۔کیونکہ وہ	قوم۔قوم ہیں
لا۔بے	یفقہون۔سمجھ	الئن۔اب	خفف۔ہلکا کردیا
اللہ۔اللہ نے	عنکم۔تم سے	و۔اور	علم۔جانتا ہے
ان۔کہ بے شک	فیکم۔تم میں	ضعفا۔اب کمزوری ہے	فان۔تو اگر
یکن۔ہوں گے	منکم۔تم میں سے	مائۃ۔سو	صابرۃ۔صبر والے
یغلبوا۔غالب آئینگے	مائتین۔دوسو پر	و۔اور	ان۔اگر
یکن۔ہونگے	منکم۔تم میں سے	الف۔ہزار	یغلبوا۔تو غالب آئینگے
الفین۔دو ہزار پر	باذن۔حکم	اللہ۔خدا سے	و۔اور
اللہ۔اللہ	مع۔ساتھ	الصابرین۔صبر کرنے والوں کے ہے	
ما۔نہیں	کان۔ہے	لنبی۔نبی کے لیے	ان۔یہ کہ
یکون۔ہوں	لہ۔اسکے لیے	اسری۔قیدی	حتی۔یہانتک کہ
یثخن۔خونریزی کرے	فی۔بیچ	الارض۔زمین کے	تریدون۔تم چاہتے ہو
عرض۔سامان	الدنیا۔دنیا کا	و۔اور	اللہ۔اللہ
یرید۔چاہتا ہے	الاخرۃ۔آخرت	و۔اور	اللہ۔اللہ

عزیز۔ غالب ہے	حکیم۔ حکمت والا	لو۔ اگر	لا۔ نہ
کتب۔ لکھا ہوتا	من اللہ۔ اللہ سے	سبق۔ جو پہلے گذر چکا	لمسکم۔ تو پہنچتا تم کو
فیما۔ اس میں جو	اخذتم۔ لیا تم نے	عذاب۔ عذاب	عظیم۔ بڑا
فکلوا۔ تو کھاؤ	مما۔ اس سے جو	غنمتم۔ غنیمت لو تم	حلالا۔ حلال
طیبا۔ پاک	و۔ اور	اتقوا۔ ڈرو	اللہ۔ اللہ سے
ان۔ بیشک	اللہ۔ اللہ	غفور۔ بخشنے والا	رحیم۔ مہربان ہے

مختصر تفسیر اردو رکوع نہم سورۂ انفال پ ۱۰

یَاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ○

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی ترغیب دو مومنین کو قتال و جہاد کی اگر ہوں تم میں سے بیس صابر دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر ہوں تم میں کے سو تو کافروں کے ہزار پر غالب آئیں گے بایں وجہ کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔

حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ کی تفسیر میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں والتحریض الحث علی الشئ وقال الزجاج دهو فی اللغۃ ان یحث الانسان علی شئ تحریض کسی شے پر کسی کو آمادہ کرنا اور برانگیختہ کرنا ہے علامہ زجاج بھی لغوی روشنی میں کہتے ہیں کہ یہ لغت میں کسی چیز پر انسان کے آمادہ کرنے کو کہتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے تحریض قتال کا حکم ہوا ہے اس کے ساتھ ہی وعدہ ہے کہ مسلمان صابر بہ اعانت الٰہی کافروں پر غالب رہیں گے۔ کیونکہ کافر اپنے جہل کے ساتھ حسد و عناد کی آگ میں جل کر برانگیختہ ہوتے ہیں۔ اور یہ کیفیت حیوانوں میں ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حیوان جب کسی کے مقابلہ پر آتا ہے تو اسے اس مقابلہ سے کوئی مقصود مدنظر نہیں ہوتا بلکہ محض از خود رفتگی میں وہ ابھر کر حملہ آور ہوتا ہے پھر خواہ اس کی زد میں اپنا آجائے یا پرایا یہی حال مشرکین کے غضب و غصہ کا ہے برخلاف مومنین کے کہ ان کا مقصد محض اور محض اعلاء کلمۃ الحق ہوتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو شق ذلک علی المسلمین اذ فرض

علیہم ان لا یفر واحد من عشرۃ فجاء التخفیف مسلمانوں پر یہ شاق گذرا اس لیے کہ بموجب حکم ان پر فرض کر دیا گیا تھا کہ ایک مسلمان اگر دس مشرکین کے مقابل ہو تو نہ بھاگے تو پھر یہ تخفیف نازل ہوئی کما قال تعالےٰ

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ ۔ اب اللہ نے تم پر تخفیف فرمائی اور اسے علم ہے کہ تم کمزور ہو تو اگر تم میں سو صبر والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں گے اور تم میں کے ہزار ہوں تو دو ہزار پر غالب ہوں گے اللہ کے حکم سے اور اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

اس میں یہ لازم کیا گیا کہ ایک سو صابر مسلمان دو سو کے مقابل قائم رہیں اور یہ جو ایک کا دس گنے کے مقابل رہنا فرض تھا وہ منسوخ کر دیا گیا اور اپنے سے دو چند سے فرار ممنوع قرار پایا۔ اس کے بعد کا ایک واقعہ ہے جسے مسلم شریف میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

جب جنگ بدر میں ستر کافر قید کر کے بارگاہ رسالت میں پیش کیے گئے تو حضور نے ان کے متعلق صحابہ کرام سے استشارہ کیا تو سب سے پہلے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے عرض کی کہ حضور یہ حضور کی قوم و قبیلے کے لوگ ہیں میری رائے میں ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے اس سے مسلمانوں کو مالی قوت بھی حاصل ہو جائے گی اور کیا عجب ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی پیشانی پر آفتاب ہدایت چمکا کر انہیں اسلام قبول کرنے کی بھی توفیق دیدے اس کے بعد

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا میری رائے میں ان لوگوں نے چونکہ حضور کی تکذیب۔ توہین اور تحقیر کی ہے حتیٰ کہ انہوں نے حضور کا مکہ میں رہنا بھی گوارا نہ کیا یہ کفر کے سردار اور کافروں کے سرغنے ہیں ان کی گردنیں قلم کی جائیں اللہ تعالیٰ آپ کی ذات مقدس کو فدیہ سے مستغنی کر دے گا۔ علی مرتضیٰ اپنے بھائی عقیل کو قتل کریں اور حمزہ عباس کو اور میں اپنی قرابت والوں کو ماروں اور ہمیشہ کے لیے انہیں ختم کروں۔

لیکن آخر امر اکثریت اسی طرف رہی کہ فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور فاروقی رائے کی موافقت میں حکم آیا چنانچہ ارشاد ہوا

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ نبی کے لیے یہ زیبا نہیں کہ اس کے قیدی باقی رہیں جب تک کہ وہ اچھی طرح زمین

میں کفار کا خون نہ بہادیں تم تو دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ آخرت کی مصلحت کو چاہتا ہے۔ اور اللہ زبردست قوت و حکمت والا ہے۔

کسی نبی کو یہ زیبا نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جبتک زمین میں ان کا خون اتنا نہ بہائے کہ سرخی سے زمین لالہ زار نہ ہو جائے۔ گویا قتل کفار میں اتنا مبالغہ کیا جائے کہ کفر کی ذلت اور اسلام کی شوکت کا علی وجہ الکمال مظاہرہ ہو جائے۔ حتی یثخن فی الارض کی تفسیر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں ای یبالغ فی القتل ویکثر منہ حتی یذل الکفر ویقل حزبہ ویعز الاسلام ویتوفی اھلہ واصل معنی الثخانۃ الغلظ والکثافۃ فی الاجسام۔

تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو۔ یہ خطاب مومنین کو ہے اور مال سے فدیہ مراد ہے اور اللہ چاہتا ہے آخرت یعنی تمہارے لیے ثواب آخرت ہے جو قتل کفار اور اعزاز اسلام پر موقوف ہے حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم بدر میں تھا جبکہ مسلمان تھوڑے تھے پھر جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور مسلمین جماعتیں فضل الٰہی سے قوت پکڑ گئیں تو پھر قیدیوں کے لیے دوسرا حکم آیا فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا یعنے مومنین کو اختیار ہے کہ چاہیں تو کافروں کو قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو انہیں غلام بنالیں اور چاہیں تو فدیہ لے کر رہا کر دیں۔ خواہ آزاد کر دیں۔

مسئلہ

بدر کے قیدیوں کا فدیہ چالیس اوقیہ سونا فی قیدی تھا جس کے سولہ سو درہم ہوتے ہیں اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور اگر ایک بات پہلے نہ لکھ چکا ہوتا تو اے مسلمانو تم نے جو کافروں سے فدیہ میں مال لیا تھا اس میں تم پر بڑا عذاب آتا۔

اس میں اس کو اجتہاد صحابہ پر عمل کرنے والوں کو مطمئن رکھا گیا جنہوں نے اس پر عمل کر کے فدیہ لیا۔ ان لینے والوں سے مواخذہ نہ فرمانے کی بشارت مل چکی تھی چونکہ بدر کے قیدیوں کے متعلق صحابہ نے اجتہاد ہی کیا تھا۔ ان کے خیال میں یہی بات آئی تھی کہ کافروں کو فدیہ لے کر زندہ چھوڑ دیں ہمیں ان کے اسلام لانے کی امید ہے اور فدیہ لینے سے مومنین کو مالی قوت مل جائے گی اس طرف ان کا ذہن نہیں گیا کہ قتل کفار میں عزت و شوکت اسلام اور تہدید کفار ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا صحابہ سے اس معاملہ میں استشارہ فرمانا مشروعیت اجتہاد کی دلیل ہے۔

یا لولا کتب من اللہ سبق کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو لوح محفوظ میں لکھ دیا اس میں کفار بدر کے لیے عذاب بھی مقرر فرمادیا اور اہل بدر یعنی جانبازان اسلام پر عذاب نہ ہونا بھی مقدر فرمادیا اور حکم نافذ کیا۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ تو جو کچھ تم نے لے لیا اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو بلا شبہ اللہ بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

کھاؤ جو غنیمت تمہیں ملی حلال طیب یہ آیت اس لیے نازل ہوئی کہ صحابہ کرام ڈر گئے اور جو فدیہ لیا تھا اس سے دستبردار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے ذریعہ حلال و طیب فرمادیں اور اجازت دی کہ کھاؤ چنانچہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے غنیمتیں حلال فرمائیں جو ہم سے پہلے کسی کے لیے بھی حلال نہ کی گئی تھیں اور ڈرو اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (روح المعانی)

با محاورہ ترجمہ رکوع دہم سورۃ انفال پ ۱۰

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے غیبی خبریں دینے والے نبی فرمادو ابھی جو تمہارے ہاتھ میں آئے قیدیوں سے اگر اللہ نے جانی تمہارے دلوں میں بھلائی تو جو تم سے لیا گیا اس سے بہتر تمہیں عطا ہوگا اور تمہاری بخشش ہوگی اور اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اور اگر وہ اے محبوب تم سے دغا کرنا چاہیں تو یقیناً خیانت کر چکے ہیں وہ پہلے جس پر اس نے اتنے تمہارے قابو میں دے دیے اور اللہ جاننے حکمت والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ

بے شک جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ

اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ
بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ
مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ
فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ
اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ
فَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا
وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ
اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ
حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا
وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا
الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ
اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

ہیں اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ بعض
ان کے وارث ہیں بعض کے اور وہ جو ایمان
لائے اور ہجرت نہیں کی نہیں ان کے لیے
ان کا ترکہ کچھ جبتک ہجرت نہ کریں اور اگر وہ
تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم پر مدد کرنا لازم
ہے مگر اس قوم میں کہ تم میں اور ان میں معاہدہ
ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

اور وہ جو کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے وارث
ہیں اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد
ہوگا اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد
کیا اللہ کی راہ میں اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی
یہ ہیں سچے ایمان والے ان کے لیے بخشش ہے
اور عزت کی روزی۔

اور وہ جو ایمان لائے بعد میں اور ہجرت کی اور
جہاد کیا تمہارے ساتھ وہ بھی تم سے ہیں اور
رشتہ والے بعض ان کے دوسروں سے زیادہ
نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں بے شک اللہ
سب کچھ جانتا ہے۔

حل لغات رکوع دہم سورۃ انفال پ ۱۰

یا۔ اے	ایھا۔ اے	النبی۔ نبی	قل۔ کہہ
لمن۔ ان سے جو	فی۔ بیچ	ایدیکم۔ تمہارے ہاتھوں کے ہیں	
من الاسری۔ قیدیوں میں سے		ان۔ اگر	یعلم۔ جانے گا
اللہ۔ اللہ	فی۔ بیچ	قلوبکم۔ تمہارے دلوں کے	خیرا۔ بھلائی

یوتکم۔ وہ دیگا تم کو — خیرا۔ بہتر — مما۔ اس سے جو — اخذ۔ لیا گیا
منکم۔ تم سے — و۔ اور — یغفر۔ بخشے گا — لکم۔ تم کو
و۔ اور — اللہ۔ اللہ — غفور۔ بخشنے والا — رحیم۔ مہربان ہے
و۔ اور — ان۔ اگر — یریدوا۔ ارادہ کریں — خیانتک۔ تجھ سے
خیانت کرنے کا — فقد۔ تو بیشک — خانوا۔ خیانت کر چکے — اللہ۔ اللہ سے
من قبل۔ پہلے اس سے — فامکن۔ تو اس نے قابو دیا تم کو — منھم۔ ان پر
و۔ اور — اللہ۔ اللہ — علیم۔ جاننے والا — حکیم۔ حکمت والا ہے
ان۔ بیشک — الذین۔ وہ جو — اٰمنوا۔ ایمان لائے — و۔ اور
ھاجروا۔ ہجرت کی — و۔ اور — جاھدوا۔ جہاد کیا — باموالھم۔ اپنے مالوں سے
و۔ اور — انفسھم۔ اپنی جانوں سے — فی۔ بیچ — سبیل۔ رستے
اللہ۔ اللہ کے — و۔ اور — الذین۔ وہ جنہوں نے — اٰووا۔ جگہ دی
و۔ اور — نصروا۔ مدد کی — اولٰئک۔ یہ لوگ — بعضھم۔ بعض انکے
اولیاء۔ دوست ہیں — بعض۔ بعض کے — و۔ اور — الذین۔ وہ جو
اٰمنوا۔ ایمان لائے — و۔ اور — لم۔ نہ — یھاجروا۔ ہجرت کی
ما۔ نہیں — لکم۔ تمہارے لیے — من ولایتھم۔ ان کی دوستی سے
من۔ کوئی — شیء۔ چیز — حتی۔ یہاں تک کہ — یھاجروا۔ ہجرت کریں
و۔ اور — ان۔ اگر — استنصروا۔ مدد مانگیں — کم۔ تم سے
فی۔ بیچ — الدین۔ دین کے — فعلیکم۔ تو تم پر لازم ہے — النصر۔ مدد کرنا
الا۔ مگر — علی۔ اوپر — قوم۔ اس قوم کے کہ — بینکم۔ تمہارے
و۔ اور — بینھم۔ انکے درمیان — میثاق۔ معاہدہ ہے — و۔ اور
اللہ۔ اللہ — بما۔ اس سے جو — تعملون۔ تم کرتے ہو — بصیر۔ دیکھنے والا ہے
و۔ اور — الذین۔ وہ جو — کفروا۔ کافر ہیں — بعضھم۔ بعض انکے
اولیاء۔ دوست ہیں — بعض۔ بعض کے — الا۔ اگر نہ — تفعلوہ۔ کرو گے
کا۔ ایسا تو — تکن۔ ہوگا — فتنۃ۔ فتنہ — فی۔ بیچ
الارض۔ زمین کے — و۔ اور — فساد۔ فساد — کبیر۔ بڑا

و۔اور	الذین۔وہ جو	امنوا۔ایمان لائے	و۔اور
ھاجروا۔ہجرت کی	و۔اور	جاھدوا۔جہاد کیا	فی۔بیچ
سبیل۔رستے	اللہ۔اللہ کے	و۔اور	الذین۔وہ جو
آووا۔جگہ دی	و۔اور	نصروا۔مدد کی	اولئک۔یہ لوگ
ھم۔وہی ہیں	المومنون۔مومن	حقا۔سچے	لھم۔ان کے لیے
مغفرۃ۔بخشش ہے	و۔اور	رزق۔رزق	کریم۔اچھا
و۔اور	الذین۔وہ جو	آمنوا۔ایمان لائے	من بعد۔اسکے بعد
و۔اور	ھاجروا۔ہجرت کی	و۔اور	جاھدوا۔جہاد کیا
معکم۔تمہارے ساتھ	و۔اور	اولو۔صاحب	الارحام۔رحم
بعضھم۔بعض انکے	اولی۔زیادہ قریب ہیں	ببعض۔بعض کے	فی۔بیچ
کتاب۔کتاب	اللہ۔اللہ کے	ان۔بیشک	اللہ۔اللہ
بکل۔ہر	شئ۔چیز کو	علیم۔جاننے والا ہے۔	

مختصر اردو تفسیر رکوع دہم سورۃ انفال پ ۱۰

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اے غیبی خبریں دینے والے نبی فرما دیجئے انہیں جو تمہارے قبضہ میں قید ہو کر آئے ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ کو تمہارے دلوں کے اندر بہتری معلوم ہوئی تو تم سے جو کچھ لیا گیا ہے اس سے بہتر اللہ تم کو عنایت کرے گا اور تمہارے قصور معاف کر دیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب حضور کے چچا کفار قریش کے دس سرداروں میں سے تھے جنہوں نے بدر کے کافروں کے کھانے کا ذمہ لیا تھا اور روزانہ ایک ایک کھلانے کا انتظام کرتا تھا جیسا کہ ہم پہلے رکوع چہارم کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں وہاں بارہ آدمی جو بیان کیے گئے ہیں ان میں دس سردار اور دو مالدار قریشی ہیں۔ حضرت عباس اپنی باری والے دن کے لیے لشکر کے کھانے کا انتظام کرنے کو بیس اوقیہ سونا ساتھ لے کر چلے تھے ایک اوقیہ چالیس

درہم کا ہوتا ہے لیکن جس دن ان باری آئی تھی اس دن کچھ ایسے گھمسان کی جنگ ہوئی تھی کہ یکھانے کھلانے کا انتظام ہی نہ کر سکے اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے یہ سونا جامہ تلاشی میں ان کے پاس سے نکلا مسلمانوں نے وہ رقم ضبط کر لی آپ نے حضور سے درخواست کی کہ یہ سونا ان کے فدیہ میں محسوب کر لیا جائے۔

حضور نے فرمایا جو رقم تم نے ہماری مخالفت میں صرف کرنے کو رکھی تھی وہ ضبط کی جا چکی فدیہ میں محسوب نہ ہوگی اور تمہارے ذمہ صرف تمہارا فدیہ ہی نہ ہوگا بلکہ تمہارے دونوں بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا بار بھی تم پر پڑیگا۔

حضرت عباس نے عرض کی حضور تو آپ مجھے ایسے حال میں چھوڑیں گے کہ میں بقیہ عمر قریش سے مانگ مانگ کر بسر کروں۔

حضور نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ تمہارے پاس سونا بھی تو ہے جو تم نے اپنی بیوی ام الفضل کو دے کر گھر میں دفن کر دیا تھا اور چلتے وقت ان سے کہہ آئے تھے کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ سونا تمہارا ہے اور میرے چاروں بیٹے عبداللہ، عبیداللہ، فضل اور قثم اس میں برابر کے حصہ دار ہیں اور اسے مخفی رکھنا کسی کو اس کی خبر نہ ہو۔

یہ سن کر حضرت عباس متحیر ہو گئے اور حضور سے مستفسر ہوئے کہ یہ راز تو میرے اور میری بیوی کے مابین تھا آپ کو کس نے بتا دیا۔

حضور نے فرمایا مجھے میرے رب نے مطلع کیا۔

اس پر حضرت عباس بے تابانہ عرض پیرا ہوئے کہ اب میں مانتا ہوں کہ بے شک آپ سچے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک محمد رسول اللہ۔

پھر حضرت عباس نے اپنے بھتیجوں کو بھی اسلام لانے کا حکم دیا اور وہ بھی سب مسلمان ہو گئے۔

اس پر یہ بشارت آئی کہ اگر اللہ تعالے نے تمہارے دل میں بھلائی جانی اور تمہارا ایمان خلوص و ایقان سے ہوا تو تم سے جو لیا گیا ہے یعنی فدیہ اس سے بہتر تمہیں عطا فرمایا جائے گا۔ اور اللہ تعالے تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

چنانچہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا جس کی مالیت اسی ہزار تھی تو حضور

نے نماز ظہر کے لیے وضو فرما کر ادائے صلوٰۃ سے پہلے ہی سب تقسیم فرما دیا اور حضرت عباس کو بالخصوص فرمایا کہ اس میں سے جتنا تم اٹھا سکتے ہو لے لو۔

چنانچہ آپ نے جتنا اٹھ سکا اٹھا لیا اور آپ یہ کہتے اٹھے کہ یہ اس سے بہتر ہے جو اللہ نے مجھ سے لیا تھا اور میں اس کی طرف سے بخشش و مغفرت کا امیدوار ہوں۔ چنانچہ آپ کے تمول کا یہ حال ہوا کہ آپ کے بیس غلام تھے وہ بھی سب کے سب تاجر تھے اور ان میں ادنےٰ درجے کے غلام کا سرمایہ بیس ہزار کا تھا آگے ارشاد ہے۔

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اور اے محبوب اگر وہ (قیدی) آپ سے دغا کرنا چاہیں اور بعد میں تمہاری بیعت سے انحراف کر کے پھر کفر کریں تو وہ ایسی خیانت اللہ سے پہلے بھی کر چکے ہیں جس پر اللہ تعالےٰ نے ان میں سے بہت آپ کے قابو میں دیدیے جیسا کہ غزوہ بدر میں دیکھ چکے ہیں کہ ذلیل بھی ہوئے اور قتل بھی اور قید بھی آئندہ بھی اگر ان کے طور طریقے ایسے ہی رہے تو انہیں اسی انجام کا انتظار کرنا چاہیئے اور اللہ تعالےٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔ بے شک جو ایمان لائے اور گھر دی نہ کی اور ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں یعنی مہاجرین اولین اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی مسلمانوں کی اور انہیں اپنے گھروں میں ٹھہرایا یہ ان لوگوں کی شان میں ارشاد ہے جو انصار و مہاجرین اولین ہیں وہ ایک دوسرے کے وارث اور مددگار ہیں یعنے مہاجر انصار کے اور انصار مہاجرین کے مگر اس آیت کو اولوا الارحام بعضھم اولی ببعض سے منسوخ الحکم قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ان کا تذکرہ فرمایا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی بلکہ مکہ معظمہ میں ہی مقیم رہے (ان کا حکم یہ ہے) کہ تمہیں ان کا ترکہ کچھ نہیں پہنچتا جب تک ہجرت نہ کریں مگر اگر وہ تم سے دین میں مدد چاہیں تو تم پر ان کی مدد لازم و واجب ہے مگر ایسی قوم پر کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔ اور کافر آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں یعنے

کافر اور مومن کے درمیان احکام وراثت نہیں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمان کو کفار کی موالات و موارثت حاصل نہیں۔ ان سے علیحدہ رہنا ہر مسلمان پر لازم ہے اور مسلمانوں میں باہمی میل جول رکھنا ضروری ہے۔

آگے ارشاد ہے اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور زبردست فساد ہو جائے گا یعنی اگر مومنین و مسلمین میں باہمی تعاون نہ ہوا اور ایک دوسرے کی اعانت و نصرت میں سرگرم نہ ہوئے اور بنیان مرصوص نہ بنے تو کفار و مشرکین اپنے اتحاد سے تم پر قوت پکڑ جائیں گے انکا غلبہ ہو گا اور تم ضعیف و منتشر ہو کر اتنے کمزور ہو جاؤ گے جو فتنہ و فساد کا موجب ہو گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔ اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور لئے محبوب انہوں نے آپ کی معیت میں جہاد کیا اور وہ جنہوں نے اپنے گھروں میں جگہ دی اور مدد کی وہی ایمان والے ہیں۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ ان کے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہے کہ اسلام اپنے سے پہلے جرائم کو ڈھا دیتا ہے اور ہجرت بھی پہلی بداعمالیوں کو ختم کر دیتی ہے۔

پہلی آیت میں مہاجرین و انصار کا باہمی تعاون و تناصر کا بیان تھا اس آیت کریمہ میں ان دونوں جماعتوں (مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم) کے ایمان کی تصدیق ہے اور انہیں مورد رحمت و غفران فرمایا گیا آگے ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور لئے محبوب انہوں نے آپ کی معیت میں جہاد کیا۔ وہ بھی تمہیں میں سے ہیں یعنی بعدیت کی وجہ میں مہاجرین و انصار کے کئی طبقے ہیں۔

ایک وہ جو پہلے ہی مرحلہ میں حضور کے حکم کی تعمیل میں سب کچھ چھوڑ کر مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے تھے یہ تو مہاجرین اولین ہیں۔ ان کے متعلق دوسری جگہ فرمایا گیا اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ۔

دوسرے وہ ہیں جنہوں نے شعب ابی طالب میں قید سے تنگ آ کر باذن سید الانبیاء حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ آئے انہیں اصحاب الہجرتین کہا جاتا ہے۔

تیسرے وہ ہیں جو صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے قبل ہجرت کر گئے یہ اصحاب ہجرت ثانیہ کہلاتے ہیں۔ چنانچہ پہلی آیت میں مہاجرین اولین کا ذکر فرمایا گیا اور ان آیتوں میں اصحاب ہجرت کہلانے ہیں ان کا ذکر ہے اور باعتبار ایمان سب کے لیے معکم فاولئک منکم فرما دیا اب ان کے رشتہ دار اور قرابتیوں کا ذکر ہوتا ہے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اور مسلمانوں میں جو لوگ قرابت دار ہیں اور میراث صلہ رحمی کے استحقاق میں قرابت رکھنے والوں کے نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ اس آیت میں توارث بالہجرت کو منسوخ فرما دیا گیا اور ذوی الارحام کی وراثت ثابت فرمائی۔

یعنی اگر کوئی قرابت دار مسلمان ہو تو وہ غیر قرابت دار سے زیادہ مستحق ہوگا۔ اگر رشتہ قریبی ہے جس کا ذکر سورۃ نساء کی آیت میراث میں کیا گیا ہے تو حسب حکم تقسیم میراث کا مستحق ہوگا۔ اور اگر دور کا رشتہ دار ہو اور قریب کا نہ ہو تو غیر کے مقابلہ میں اس کا حق ہوگا۔

سورۃ توبہ

یہ سورت مدنی ہے۔ اس میں ایک سو انتیس آیات اور سولہ رکوع ہیں چار ہزار اٹھتر کلمے دس ہزار چار سو اٹھاسی حرف ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن زبیر و قتادہ رضی اللہ عنہما اور ایک کثیر ملسے مدنی تسلیم کرتی ہے۔

اس سورۃ مبارکہ کی آخری آئتیں لقد جاءکم رسول سے لے کر آخر تک بعض محققین کے نزدیک مکی ہیں۔

حضرت قتادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ یہ سورۃ مبارکہ اور انفال ایک ہی سورۃ ہے اس لیے ان کے مابین بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔

اس سورت مبارکہ میں ان مشرکین سے بیزاری کا اعلان ہے جن سے حضور کا معاہدہ تھا اور وہ معاہدہ پہ قائم نہ رہے۔

اس سورت مبارکہ کے دس نام ہیں۔ ان میں سے توبہ اور براءت دو نام مشہور ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس سورت کے ساتھ حضرت روح الامین بسم اللہ لے کر نازل ہی نہیں ہوئے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں فرمایا۔

ایک قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے یوں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا بسم اللہ امان ہے اور یہ سورۃ تلوار کے ساتھ امن اٹھا لینے کے لیے نازل ہوئی۔

بخاری شریف میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن کریم کی سورتوں میں باعتبار نزول یہ آخری سورۃ ہے اس میں سورۃ کے شروع سے عتاب و تندی کا مظاہرہ ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

بیزاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ان مشرکوں کو جن سے تمہارا معاہدہ تھا اور وہ قائم نہ رہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ توبہ پ۱۰

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ	بیزاری ہے اللہ اور رسول کی ان کی طرف کہ جنہوں نے تم سے عہد کیا ہے مشرکین سے اور توڑ دیا۔
فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ؕ	تو زمین میں چلو پھرو چار مہینہ اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور بیشک اللہ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو۔
وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ	اور منادی ہے اللہ اور رسول کی طرف سے لوگوں کو حج اکبر کے دن بے شک اللہ بیزار ہے مشرکین سے اور اس کا رسول تو اگر تم توبہ کر لو تو وہ بہتر ہے تمہارے لیے اور اگر پھرو تو جان لو بے شک تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اور کافروں کو بشارت دے عذاب الیم کی۔
اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ	مگر وہ جن سے تمہارا معاہدہ تھا مشرکین سے

ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

پھر انہوں نے تمہارا عہد نہ توڑا اور تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد نہ کی تو ان کا عہد مقررہ مدت تک پورا کرو بے شک اللہ تقوی والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

تو جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور انہیں گرفتار کرو اور قید کرو اور ان کی ناکہ بندی کرو تو اگر توبہ کرلیں اور نماز قائم رکھیں زکوۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور اگر کوئی مشرک تم سے (اے محبوب) پناہ مانگے تو اسے پناہ دو تاکہ وہ سنے اللہ کا کلام پھر اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دو یہ اس لیے کہ وہ نادان لوگ ہیں۔

حل لغات رکوع اول سورۃ توبہ پ۱

براءۃ ۔ بیزاری ہے	من اللہ ۔ اللہ	و ۔ اور	رسولہ ۔ اس کے
رسول سے	الی ۔ طرف	الذین ۔ انکی کہ	عاھدتم ۔ عہد کیا تم نے
من المشرکین ۔ مشرکوں سے		فسیحوا ۔ تو چلو پھرو	فی ۔ بیچ
الارض ۔ زمین کے	اربعۃ ۔ چار	اشھر ۔ مہینے	و ۔ اور
اعلموا ۔ جان لو	انکم ۔ کہ تم	غیر ۔ نہیں ہو	معجزی ۔ عاجز کرنیوالے
اللہ ۔ اللہ کو	و ۔ اور	ان ۔ بیشک	اللہ ۔ اللہ
مخزی ۔ ذلیل کرنے والا ہے		الکافرین ۔ کافروں کو	و ۔ اور
اذان ۔ اعلان ہے	من اللہ ۔ اللہ	و ۔ اور	رسولہ ۔ اسکے رسول سے

الی۔طرف	الناس۔لوگوں کی	یوم۔دن	الحج۔حج
الاکبر۔بڑے کے	ان۔بیشک	اللہ۔اللہ	بریٔ۔بیزار ہے
من المشرکین۔مشرکوں سے		و۔اور	رسولہ۔اسکا رسول
فان۔پھر اگر	تبتم۔تم توبہ کرو	فھو۔تو وہ	خیر۔بہتر ہے
لکم۔تمہارے لیے	و۔اور	ان۔اگر	تولیتم۔منہ پھیرو
فاعلموا۔تو جان لو	انکم۔کہ تم	غیر۔نہیں ہو	معجزی۔عاجز کرنیوالے
اللہ۔اللہ کو	و۔اور	بشر۔خوشخبری دے	الذین۔انکو جو
کفروا۔کافر ہیں	بعذاب۔عذاب	الیم۔دردناک کی	الا۔مگر
الذین۔وہ جن سے	عاھدتم۔معاہدہ کیا تم نے	من المشرکین۔مشرکوں سے	
ثم۔پھر	لم۔نہ	ینقصو۔توڑا	کم۔تم سے
شیئا۔کچھ بھی	و۔اور	لم۔نہ	یظاھروا۔مدد کی
علیکم۔تمہارے خلاف		احدا۔کسی کی	فاتموا۔تو پورا کرو
الیھم۔ان کی طرف	عھد۔عہد	ھم۔ان کا	الی۔طرف
مدتھم۔مدت انکی کے	ان۔بیشک	اللہ۔اللہ	یحب۔پسند کرتا ہے
المتقین۔پرہیزگاروں کو	فاذا۔تو جب	انسلخ۔گزر جائیں	الاشھر۔مہینے
الحرم۔حرمت والے	فاقتلوا۔تو قتل کرو	المشرکین۔مشرکوں کو	حیث۔جہاں
وجدتمو۔پاؤ تم	ھم۔ان کو	و۔اور	خذو۔پکڑو
ھم۔ان کو	و۔اور	احصرو۔گھیرو	ھم۔ان کو
و۔اور	اقعدوا۔بیٹھو	لھم۔ان کے لیے	کل۔ہر
مرصد۔گھات میں	فان۔پھر اگر	تابوا۔توبہ کر جائیں	و۔اور
اقاموا۔قائم کریں	الصلوٰۃ۔نماز	و۔اور	اتوا۔دیں
الزکوٰۃ۔زکوٰۃ	فخلوا۔تو چھوڑ دو	سبیلھم۔انکا رستہ	ان۔بیشک
اللہ۔اللہ	غفور۔بخشنے والا	رحیم۔مہربان ہے	و۔اور
ان۔اگر	احد۔کوئی	من المشرکین۔مشرکوں میں سے	
استجار۔پناہ مانگے	ک۔تجھ سے	فاجر۔تو پناہ دو	ہ۔اس کو

حتی۔ یہاںتک کہ | یسمع۔ سنے | کلام۔ کلام | اللہ۔ اللہ کا
ثم۔ پھر | ابلغہ۔ پہنچا اسکو | مأمنہ۔ اس کی امن کی جگہ پہ
ذلک۔ یہ | بانھم۔ اسلیے کہ وہ | قوم۔ قوم ہیں جو | لا۔ نہیں
یعلمون۔ جانتے

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ توبہ پ ۱۰

بَرَاءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖۤ اِلَی الَّذِیْنَ عَاھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ بیزاری ہے اللہ اور اس کے رسول کی مشرکوں سے۔ جنہوں نے معاہدہ کیا اور پھر اس معاملہ پر قائم نہ رہے۔

براءۃ۔ نشأۃ اور رأیۃ کی طرح مصدر ہے۔ مبتدا محذوف ہے۔ یعنی یہ براءت ہے اس سے جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکوں تک پہنچنے والی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مشرکین عرب اور مسلمانوں کے مابین عہد تھا ان میں سے چند کے سوا سب نے عہد شکنی کی تو بحکم الٰہی ان عہد شکنوں کا عہد ساقط کر کے حکم دیا گیا کہ

فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّاعْلَمُوْۤا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ وَاَنَّ اللّٰہَ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ

تو تم اس سر زمین میں چار ماہ چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم خدا پر غالب نہیں آسکتے اور یہ بھی جان لو کہ اللہ بے شک کافروں کو ذلیل کرنے والا ہے۔

یعنی چار مہینے کے اندر امن کے ساتھ جہاں چاہو گذارہ کرو۔ تم سے کوئی تعرض نہ ہوگا اور اس مدت میں انہیں سوچنے سمجھنے کا موقعہ بھی ملے گا تاکہ انہیں واضح ہو جائے کہ ان کے لیے کیا بہتر ہے اور اپنی احتیاط کے پہلو بھی سوچ لیں اور سمجھ لیں کہ اس مدت کے بعد یا انہیں اسلام لانا ہوگا یا پھر قتل منظور کرنا ہوگا۔

یہ سورۃ مبارکہ ۹ھ میں فتح مکہ سے ایک سال بعد نازل ہوئی۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی سنہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج مقرر فرمایا تھا اور ان کے بعد حضرت شیر خدا اللہ کرم اللہ وجہہ کو مجمع حجاج میں یہ سورۃ سنانے کے لیے روانہ کیا۔ چنانچہ حضرت مولاء کائنات نے دس ذی الحجہ کو جمرہ عقبہ کے پاس کھڑے ہو کر ندا کی اے لوگو میں تمہاری طرف حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا آپ کیا پیغام لائے ہیں تو حضرت شیر خدا رضی

اللہ عنہ نے تیس چالیس آئتیں اس سورت مبارکہ کی تلاوت کر کے اعلان فرمایا کہ لوگو میں تمہارے لیے چار حکم لایا ہوں۔

اول یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک کعبہ معظمہ کے پاس نہ آئے۔

دوسرے یہ کہ کوئی شخص برہنہ ہو کر طواف کعبہ نہ کرے۔

تیسرے یہ کہ جنت میں مومن کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا۔

چوتھے یہ کہ جس کا عہد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے وہ معاہدہ اپنی مدت تک قائم رہے گا اور جس کی مدت معین نہیں ہے اس کی میعاد چار مہینے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ روح المعانی۔

مشرکین نے یہ سنکر جواب دیا کہ علی تم جا کر اپنے چچا کے بیٹے (یعنے حضور سید اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کہہ دو کہ ہم نے عہد پس پشت پھینک دیا ہے۔ اب ہمارے ان کے مابین کوئی معاہدہ نہیں ہے اگر ہے تو نیزہ بازی اور تیغ زنی ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

اور بے شک اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے دنیا و آخرت میں وہ ایسے کہ دنیا میں قتل کئے جائیں گے اور آخرت میں عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں کا اعلان کیا جاتا ہے۔

اذان کے معنی اعلان کے ہیں حضرت حسن سے یوم الحج کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ اس سال تھا جب رسول محتشم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو اپنی جگہ حج کا فائد بنا کر بھیجا تھا اور حضرت ابو بکر نے سب کو حج کرایا تھا۔

اور منادی ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں حج اکبر کے دن۔ حج اکبر اس حج کو ہی نہیں فرمایا بلکہ ہر حج حج اکبر ہے اس لیے کہ حج اصغر اس زمانہ میں عمرہ کو کہا جاتا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس حج کو حج اکبر اس لیے فرمایا کہ یہ وہ حج تھا جس میں حضور خود تشریف لائے تھے اور یہ دن جمعہ کا تھا اسی وجہ میں جو حج جمعہ کو ہو اسے حج اکبر کہہ دیتے ہیں۔ آگے اس اعلان کی توضیح فرمائی گئی کہ وہ اعلان یہ تھا

اِنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَرَسُوْلُهٗ۔ بے شک اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی۔

وَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ تو اگر تم کفر و خیانت سے توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر ایمان لانے اور توبہ کرنے سے

وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ۔ اور اگر تم منہ پھیرو تو جان لو تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے یعنی اگر تم کفر و خیانت سے توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر ایمان لانے اور توبہ کرنے سے منہ پھیرو اور انحراف کرو تو تم اللہ پر غالب نہیں آ سکتے گویا وعید عظیم کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تم پر عذاب نازل فرمانے کا تو وہ ایسا قادر علی الاطلاق ہے کہ تم اسے کسی طرح مجبور و مغلوب نہیں کر سکتے۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ اور خوشخبری دو کافروں کو دردناک عذاب کی۔ اور ان کے لیے بشارت دینے کا حکم ہے جو کافر ہیں دردناک عذاب کی۔

اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ مگر وہ مشرک جن سے تمہارا معاہدہ ہے اور وہ تمہارے معاہدے میں کمی نہیں کرتے اور اس کی شرائط پوری کرتے ہیں جیسے قبیلہ بنی حمزہ جو بنی کنانہ میں سے ایک قبیلہ ہے اور ان کی مدت معاہدہ میں ۹ ماہ باقی تھے ان سے وہ معاہدہ پورا کرو۔ بشرطیکہ وہ تمہارے مقابلہ کے لیے کسی کو مدد نہ دیں تو ان کی مقررہ مدت تک عہد پورا کرو۔ بیشک اللہ متقیوں پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ۔ تو جب حرمت والے مہینوں کا سلخ ہو جائے یا وہ گذر جائیں تو ضرور مشرکوں کو قتل کرو جہاں پاؤ خواہ وہ حرم میں ہوں خواہ حل میں کسی جگہ اور مکان کسے ان کے قتل میں تخصیص نہیں۔

انسلاخ کا مادہ سلخ ہے۔ سلخ الشاۃ بکری کی کھال اتارنا یا کسی چیز کا غلاف سے برآمد ہو جانا۔ مجاہد ابن اسحاق نے کہا یہاں اشہر حرم سے مراد معاہدہ کے مہینے ہیں جن کی میعاد چار ماہ ہے اور جن لوگوں سے معاہدہ نہ ہوا ان کے لیے اشہر حرم کی آخری حد ماہ محرم کی آخری تاریخ ہے یعنی ار ذی الحجہ سے جو اعلان براءت کی اولین تاریخ تھی۔

مسئلہ:۔ اگر مشرک حرم کے اندر یا ماہ ہائے حرام میں اپنی طرف سے جنگ چھیڑ دیں اور حرم اور اشہر حرم کا لحاظ نہ کریں تو ایسی صورت میں مسلمانوں کے لیے جوابی کاروائی کرنی جائز ہے۔ ارشاد باری تعالٰی ہے اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ۔

وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۔ اور انہیں گرفتار کرو اور انہیں قید کرو اور ان کی تاک میں بیٹھو اور ناکہ بندی کرو۔

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ تو اگر وہ توبہ کریں اپنے شرک وکفر سے اور ایمان لا کر نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔ قیدہوں تو رہا کر دو ان سے تعرض نہ کرو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۔ اے محبوب اگر تم سے کوئی مشرک پناہ مانگے تو اسے پناہ دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کے مأمن اور امن کی جگہ پہنچا دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سنے اور آپ دعوت توحید پر غور وفکر کر سکے یہ اس لیے کہ وہ نادان قوم سے ہیں۔

اسلام اس کے مصالح وحکمت کو نہیں جانتے۔ اس سے مستأمن کو امن دینے کا حکم نکلتا ہے اور اسے ایذا دینے کی ممانعت کا حکم معلوم ہوا۔ حسن نے کہا یہ آیت محکم ہے اس کا حکم قیامت تک کے لیے ہے

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ توبہ پ ۱۰

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

کیسے ہو مشرکین کے لیے کوئی عہد اللہ اور اللہ کے رسول کے پاس مگر وہ جن سے معاہدہ کیا تم نے مسجد حرام کے پاس تو جب تک وہ قائم رہیں تمہارے لیے عہد پر تو قائم رہو تم بھی ان کے لیے بے شک اللہ تقوے والوں کو پسند کرتا ہے۔

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

بھلا کیسے حال تو یہ ہے کہ وہ تم پر قابو پا جائیں تو قرابت کا بھی لحاظ نہ کریں نہ عہد کا تمہیں راضی کرتے کو منہ سے کہہ دیتے ہیں اور انکاری ہیں دلوں میں اور اکثر ان کے فاسق ہیں۔

اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

خرید تے ہیں اللہ کی آیتیں ذلیل وقلیل رقم سے تو روکتے ہیں اس کی راہ سے بے شک وہ بہت برے ہیں جو ایسے کام کرتے ہیں۔

لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝

نہیں لحاظ کرتے قرابت کا کسی مسلمان سے نہ عہد کا اور یہی سرکش ہیں۔

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ ؕ وَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝

تو اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں سمجھ دار قوم کے لئے۔

وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ ۝

اور اگر توڑیں اپنی قسمیں عہد کرنے کے بعد اور طعن تشنیع کریں تمہارے دین میں تو قتل کرو سرغنوں کفر سے بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں تا کہ وہ باز آجائیں۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ قَاتِلُوْهُمْ یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ وَ یُخْزِهِمْ وَ یَنْصُرْكُمْ عَلَیْهِمْ وَ یَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ۙ

کیا تم نہ مقاتلہ کرو گے اس قوم سے جس نے توڑا اپنی قسموں کو اور آمادہ ہو گئے رسول کے اخراج پر اور وہی پہل کر رہے ہیں اول دفعہ تو کیا ان سے ڈرتے ہو تو اللہ زیادہ حقدار ہے اس سے کہ ڈرو تم اس سے اگر ہو تم ایمان والے لڑو ان سے عذاب دے گا اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں اور انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں مدد دے گا ان پر اور شفا دے کر سینہ مومن لوگوں کے ٹھنڈے کرے گا

وَ یُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝

اور دور کرے گا ان کے دلوں کے غیظ کو اور قبول کرے گا اللہ جسے چاہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا

کیا تم اس گمان میں ہو کہ یوں ہی چھوڑ دیے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے ان کی پہچان نہ کرائی

مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ط وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ہ

جو جہاد کریں گے تم میں سے اور نہیں پکڑیں گے سوا اللہ اور رسول اور مومنوں کے کسی کو راز دار اور اللہ خبردار ہے تمہارے سب کاموں سے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ توبہ پ ۱

کیف۔ کیسے
یکون۔ ہو سکتا ہے
للمشرکین۔ مشرکوں کے لیے
عہد۔ عہد
عند۔ نزدیک
اللہ۔ اللہ کے
و۔ اور
عند۔ نزدیک
رسولہ۔ اس کے رسول کے
الا۔ مگر
الذین۔ وہ لوگ کہ
عاھدتم۔ عہد کیا تم نے
عند۔ نزدیک
المسجد۔ مسجد
الحرام۔ حرام کے
فما۔ تو جب تک
استقاموا۔ قائم رہیں
لکم۔ تمہارے لیے
فاستقیموا۔ تو قائم رہو
لہم۔ ان کے لیے
ان۔ بیشک
اللہ۔ اللہ
یحب۔ پسند کرتا ہے
المتقین۔ پرہیزگاروں کو
کیف۔ کیسے ہو
و۔ اور
ان۔ اگر
یظھروا۔ وہ غالب آئیں
علیکم۔ تم پر
لا۔ تو نہ
یرقبوا۔ لحاظ کریں
فیکم۔ تمہارے متعلق
الًّا۔ قرابت کا
و۔ اور
لا۔ نہ
ذمۃ۔ ذمہ کا
یرضونکم۔ راضی کرتے
ہیں تم کو
بافواھھم۔ اپنے مونہوں سے
و۔ اور
تابی۔ انکاری ہیں
قلوبہم۔ دل ان کے
و۔ اور
اکثر۔ اکثر
ھم۔ ان کے
فسقون۔ فاسق ہیں
اشتروا۔ خریدا انہوں نے
بایت۔ آیات
اللہ۔ الٰہی کے بدلے
ثمنا۔ قیمت
قلیلا۔ تھوڑی
فصدوا۔ تو روکا انہوں نے
عن سبیلہ۔ اسکی راہ سے
انہم۔ بیشک وہ
ساء۔ برا ہے
ما۔ جو
کانوا۔ تھے وہ
یعملون۔ کرتے
لا۔ نہیں
یرقبون۔ لحاظ کرتے
فی۔ بیچ
مومن۔ کسی مومن کے
الًّا۔ قرابت کا
و۔ اور
لا۔ نہ
ذمۃ۔ عہد کا
و۔ اور

اولٹئک ۔ یہ لوگ	ھم ۔ وہی ہیں	المعتدون ۔ حد سے بڑھنے والے	
فان ۔ پھر اگر	تابوا ۔ توبہ کریں	و ۔ اور	اقاموا ۔ قائم کریں
الصلوٰۃ ۔ نماز	و ۔ اور	اٰتو ۔ دیں زکوٰۃ	الزکوٰۃ ۔ زکوٰۃ
فاخوانکم ۔ تو تمہارے بھائی ہیں		فی ۔ بیچ	الدین ۔ دین کے
و ۔ اور	نفصل ۔ ہم کھول کر بیان کرتے ہیں	الایت ۔ آئتیں	لقوم ۔ انکے لیے جو
یعلمون ۔ جانتے ہیں	و ۔ اور	ان ۔ اگر	نکثوا ۔ توڑیں
ایمانہم ۔ اپنی قسمیں	من بعد ۔ بعد	عہدہ ۔ عہد	ھم ۔ اپنے کے
و ۔ اور	طعنوا ۔ طعنہ کریں	فی ۔ بیچ	دینکم ۔ دین تمہارے کے
فقاتلوا ۔ تو لڑائی کرو	ائمۃ ۔ امامان	الکفر ۔ کفر سے	انہم ۔ بیشک وہ
لا ۔ نہیں	ایمان ۔ عہد	لہم ۔ ان کا	لعلہم ۔ تاکہ وہ
ینتھون ۔ باز آئیں	الا ۔ کیوں نہیں	تقاتلون ۔ لڑائی کرتے تم	قوما ۔ ان لوگوں سے
نکثو ۔ کہ توڑا انہوں نے	ایمانہم ۔ اپنا عہد	و ۔ اور	ھموا ۔ ارادہ کیا
باخراج ۔ نکالنے	الرسول ۔ رسول کے	و ۔ اور	ھم ۔ انہوں نے
بدءو ۔ پہل کی	کم ۔ تم سے	اول ۔ اول	مرۃ ۔ مرتبہ
ا ۔ کیا	تخشونھم ۔ تم ان سے ڈرتے ہو		فاللہ ۔ تو اللہ
احق ۔ زیادہ حق رکھتا ہے	ان ۔ یہ کہ	تخشوہ ۔ ڈرو تم	ہ ۔ اس سے
ان ۔ اگر	کنتم ۔ ہو تم	مؤمنین ۔ مومن	قاتلو ۔ لڑو
ھم ۔ ان سے	یعذبہم ۔ سزا دے گا ان کو		اللہ ۔ اللہ
بایدیکم ۔ تمہارے ہاتھوں	و ۔ اور	یخزھم ۔ ذلیل کریگا	ھم ۔ ان کو
و ۔ اور	ینصرکم ۔ مدد کریگا	کم ۔ تم کو	علیہم ۔ ان پر
و ۔ اور	یشف ۔ شفا دیگا	صدور ۔ سینوں	قوم ۔ قوم
مومنین ۔ مومن کو	و ۔ اور	یذھب ۔ لیجائے گا	غیظ ۔ غصہ
قلوبہم ۔ ان کے دلوں کا	و ۔ اور	یتوب ۔ توبہ قبول کرے	اللہ ۔ اللہ
علی ۔ اوپر	من ۔ جس کے	یشاء ۔ چاہے	و ۔ اور
اللہ ۔ اللہ	علیم ۔ جاننے والا	حکیم ۔ حکمت والا ہے	ام ۔ کیا

حسبتم ـ خیال کیا تم نے	ان ـ یہ کہ	تترکوا ـ چھوڑے جاؤ گے	و ـ اور
لما ـ ابھی نہیں	یعلم ـ ظاہر کیا	اللہ ـ اللہ نے	الذین ـ ان کو
جاھدوا ـ کہ جہاد کیا	منکم ـ تم میں سے	و ـ اور	لم ـ نہ
یتخذوا ـ پکڑا	من دون ـ سوا	اللہ ـ اللہ کے	و ـ اور
لا ـ نہ	رسولہ ـ اسکے رسول کے	و ـ اور	لا ـ نہ
المومنین ـ مومنوں کے	ولیجۃ ـ ولی دوست	و ـ اور	اللہ ـ اللہ
خبیر ـ خبردار ہے	بما ـ اس سے	تعملون ـ جو تم کرتے ہو	

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ توبہ پ ۱۰

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ ـ کیسے ہو سکتا ہے مشرکین کے ساتھ کوئی عہد اللہ اور اس کے رسول کے پاس قابل رعایت ـ یہ کیف استفہام انکاری ہے تعجب کے لیے یعنی یہ بات ناممکن ہے کہ مشرکین عہد شکنی نہ کریں مشرکین تو عہد توڑیں گے اور اس میں وہ حکمت ظاہر کی گئی ہے جو داعی براءت ہے اور اس سے مراد وہ مشرکین ناکثین ہیں اس لیے کہ براءت کا اعلان اور بیزاری کا اعلام بھی انہیں کے شایان شان تھا جو غدر اور عہد شکنی کے خوگر تھے ـ

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۰ مگر وہ جس سے تمہارا معاہدہ مسجد حرام کے پاس ہوا وہ مستثنیٰ ہیں اور ان پر اس وجہ میں اعتماد ہے کہ ان سے پہلے بھی کبھی عہد شکنی ظہور میں نہیں آئی جیسے قبیلہ بنی کنانہ بنی حمزہ تو جب تک وہ تمہارے لیے عہد پر قائم رہیں تم بھی ان کے لیے قائم رہو بے شک اللہ تعالے پرہیزگاروں کو پسند کرتا ہے ـ

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ سے مراد قریش ہیں قتادہ کہتے ہیں اہل مکہ ہیں جن سے حدیبیہ کے دن رسول مکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کیا تھا اللہ تعالے نے حکم دیا کہ جب تک یہ معاہدہ کے پابند رہیں تم بھی پابند رہو لیکن وہ معاہدہ پر قائم نہ رہے بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی مدد کی اسی بنیاد پہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے جہاد کیا یہاں تک کہ مکہ فتح کر لیا ـ

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ـ وہ کیونکر عہد پورا کریں گے اور کیسے

اپنے قول و قرار پر قائم رہیں گے باآنکہ ان کا حال تو یہ ہے کہ اگر تم پر قابو پائیں تو رشتہ داری کا بھی لحاظ نہ کریں اور تمہارے کسی عہد کی پرواہ نہ کریں گے۔

لَا یَرْقُبُوْا ۔ نگہداشت نہ کریں گے ضحاک نے کہا کہ لحاظ نہ کریں گے ۔ قطرب نے کہا رعایت نہ کریں گے اِلًّا ۔ قتادہ نے کہا حلف کا ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اِلًّا کا ترجمہ قرابت ہے اور یمان نے رشتہ داری کیا ہے

یُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۔ تمہیں راضی کرتے ہیں محض زبانی باتوں سے اور عہد وفا کے وعدہ کر کے اور ان کے دلوں میں انکار ہے یعنی کفر و عداوت اور اکثر ان کے فاسق ہیں بے حکم ہیں فسق سے مراد عہد شکنی ہے۔

اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ ۔ انہوں نے تو اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل و قلیل رقم لی اور نفع دنیا کے لیے ایمان و قرآن چھوڑا اور جو عہد نبی کریم رؤف و رحیم سے کیا تھا وہ ابوسفیان کے ذرا سے لالچ دینے سے توڑ دیا وہ لالچ یہ تھا کہ ابوسفیان نے ان کو کھانا کھلایا تھا اور اعرابی پر کچھ پیسے خرچ کیے تھے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اہل طائف نے قریش کو مالی امداد دی تھی تاکہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قوت کے ساتھ جنگ کر سکیں راہ خدا سے مراد اللہ کا دین ہے تو اللہ کی راہ سے روکنے میں ابوسفیان کے ساتھ ہوئے۔

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۔ بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے تھے نہیں لحاظ کرتے تھے قرابت داری کا نہ عہد کا بلکہ جہاں موقع پاتے قتل کر ڈالتے تو مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ جب مشرکین پر قبضہ و قابو پائیں درگذر نہ کریں اور وہ لوگ سخت سرکش ہیں

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ ۔ پس اگر شرک سے توبہ کر لیں اور ٹھیک ٹھیک نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو تمہارے دینی بھائی ہیں یعنی ان کا فائدہ و نقصان تمہارا فائدہ و نقصان ہے۔

لا یرقبون کا محاورہ رقوب سے ہے جس کے معنی ہوتے ہیں النظر بطریق الحفظ و الرعایۃ ۔

الًّا ولا ذمۃ ۔ اِلّ کے ماتحت یہ تحقیق ہے اَلِا ل بکسر الھمزۃ وقد یفتح علی ما روی عن ابن عباس الرحم والقرابۃ ۔ اِل بکسر ہمزہ اور کبھی بہ فتح ہمزہ اَل بھی بولا جاتا ہے سید المفسرین

ابن عباس سے مروی ہے کہ اس کے معنی رحم اور قرابت کے ہیں۔

آیۂ کریمہ کے متعلق علامہ آلوسی فرماتے ہیں و بہا استدل علی تحریم دماء اھل القبلۃ اس آیت سے تحریم دماء اہل قبلہ پر استدلال کیا گیا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہیں۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ۔ اور یہی بے شک شرارت و بدی میں حد سے بڑھ جانے والے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ تارک صلوٰۃ کو کافر کہا جائے اس لیے کہ اخوۃ فی الدین اور اقاموا الصلوٰۃ کی قید ہے اور یہی حکم تارک زکوٰۃ کا ہے اس لیے کہ اخوۃ فی الدین پر ایتاء زکوٰۃ کی بھی قید ہے۔

اور بعض اس طرف گئے کہ اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کو اخوۃ فی الدین کی اگرچہ تعبیر فرمایا ہے مگر ان کے کفر پر اس وقت حکم لگے گا جبکہ وہ التزاماً دونوں کے تارک ہوں (روح المعانی) اور مستحل ترک ہوں۔ گویا نماز و زکوٰۃ کی فرضیت کے قائل نہ ہوں اور فرض جان کر تساہلاً ترک کرنے والا کافر نہیں بلکہ سخت گنہگار ہے اور

من ترك الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر کے بھی یہی معنے احناف میں لیے گئے ہیں کہ من ترك الصلوٰۃ مستحلا یعنی ترک صلوٰۃ و زکوٰۃ کو جائز جاننے والا بالاتفاق کافر ہے لیکن تساہلاً ترک کرنے والا سخت سیاہ کار نابکار گنہگار ہے کافر نہیں آگے ارشاد ہے۔

وَنُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔ اور ہم مفصل آیتیں بیان کرتے ہیں اس قوم کے لیے جو جاننے والی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ تفصیل آیات پر جس کو نظر ہو وہ عالم ہے۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ۔ اور اگر وہ معاہدہ کرنے کے بعد عہد شکنی کریں اور تمہارے دین پر طنز کریں یعنے تمہارے دین کی تکذیب کریں اور اسلام پر کھلم کھلا مذاق و طنز کریں۔

فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَیْمَانَ لَهُمْ۔ تو تم بھی ایسے کفر کے سرغنوں سے مقاتلہ کرو۔ آلوسی نکث کی تعریف میں فرماتے ہیں و فسر بعضھم النکث بالارتداد۔ نکث ارتداد کے معنی میں ہے۔ ائمہ کفر سے کفر کے پیشوا رؤساء و صنادید مکہ ہیں جیسے ابو سفیان اور حرث بن ہشام اور عمرو بن ہشام وغیرہ۔

اِنَّهُمْ لَآ اَیْمَانَ لَهُمْ۔ بے شک ان کی قسمیں باقی نہیں رہیں تاکہ یہ باز آئیں چنانچہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ

علیہ فرماتے ہیں فیمین الکافر لیست یمینا - کافر کی قسم قسم ہی نہیں (روح المعانی) آیہ مذکورہ سے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ کفار سے جنگ کرنے کی غرض یہی ہے کہ انہیں کفر و بداعمالی سے روکا جائے۔ اسی لیے تو لعلھم ینتھون فرمایا گیا - پھر ارشاد ہوتا ہے۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ - کیا تم اس قوم سے مقاتلہ نہ کرو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کے جلاوطن کرنے کی تجویز کی۔

اس آیت کریمہ میں تحریض علے القتال ہے - اس لیے اَلَا ایسا استفہام ہے جس میں انکار ہے اور استفہام انکاری نفی کے معنی میں آتا ہے اور کبھی داخل ہوتا ہے نفی پر اور نفی کی نفی اثبات آتی ہے تو اس آیت کریمہ میں اَلَا کے بعد تُقَاتِلُوْنَ آیا تو اس سے ثابت ہوا کہ مقاتلہ کا حکم ہے اس قوم سے جو عہد شکنی کرے جیسے صلح حدیبیہ کا عہد توڑنے والے مشرک اور مسلمانوں کے حلیف بنی خزاعہ کے مقابل بنی بکر کی مدد کرنے والے ان سے مقاتلہ کرنے کا حکم ہے۔

وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ - اور آمادہ ہوئے ہمارے رسول کے نکالنے پر جیسا کہ دار الندوہ میں مجلس شوریٰ منعقد کی تھی جس کا مفصل حال پہلے رکوع چہارم سورۃ انفال میں بیان ہو چکا ہے۔

وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ اور وہ پہل کرکے تم پر آئے پہلی مرتبہ کیا ان سے ڈرتے ہو تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو اگر ایمان والے ہو۔

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ لڑو ان سے عذاب دیگا اللہ تمہارے ہاتھوں اور انہیں رسوا کرے گا قتل و قید کرکے اور تمہیں ان پر مدد دے گا اور ان پر غلبہ عطا فرمائے گا اور ایمان والوں کے دل ٹھنڈے کرے گا اور ان کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا چنانچہ یہ تمام بشارتیں پوری ہوئیں اور حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی سچی ہوئی اور اس سے صداقت نبوت پر برہان قائم ہوا۔ اور اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے - اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ بعض اہل مکہ کفر سے توبہ کریں گے۔ چنانچہ ابوسفیان - عکرمہ بن ابی جہل سہیل بن عمرو مشرف بہ اسلام ہوئے اور اللہ علم و حکمت والا ہے اور اپنی حکمت کے ماتحت ہی جسے چاہے ہدایت کی طرف لائے اور جسے چاہے گمراہی پہ چھوڑ دے - اب عنوان

جدید کے ساتھ ارشاد ہے۔

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تُتۡرَكُوۡا وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَلَمۡ يَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوۡلِهٖ وَلَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَلِيۡجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ کیا اس گمان میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی ان کی جو تم میں سے جہاد کریں گے اور اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائیں گے یعنی اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور مخلص و غیر مخلص میں تمیز پیدا کریں۔ اس سے مقصد مسلمانوں کو موالات مشرکین سے روکنا اور انہیں مسلمانوں کے راز پہنچانے سے منع فرمانا اور پوری طرح محتاط رہنا ہے۔

ولیجہ عربی زبان میں اور محاورہ عرب میں بطانہ اور ہم راز کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس کا فرمان ہے اور یہ ولوج سے مشتق ہے یہ دخول کے معنی میں مستعمل ہے چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وکل شئ ادخلتہ فی شئ ولیس منہ فہو ولوج ودلیجۃ اور ہر وہ شے جو کسی شے میں داخل کی جائے اور وہ اس سے غیر ہو اسے ولوج کہتے ہیں۔ تو چونکہ مشرکین مسلمین سے علیحدہ ہیں، انہیں ہمراز بنانا ایسا ہے جیسے ولوج الشی فی غیر شئ ہو۔

اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ لہٰذا اس سے ڈرتے رہو۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ توبہ پ ۱

مَا كَانَ لِلۡمُشۡرِكِيۡنَ اَنۡ يَّعۡمُرُوۡا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيۡنَ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ بِالۡـكُفۡرِ ؕ اُولٰۤـئِكَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ ۖۚ وَفِى النَّارِ هُمۡ خٰلِدُوۡنَ ۝

نہیں ہے مشرکوں کو یہ حق کہ آباد کریں مسجدیں اللہ کی گواہی دیتے ہوئے اپنے نفس پر کفر کی یہ تو وہ ہیں جن کا سب کیا دھرا حبط اور رائیگاں ہے اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

اِنَّمَا يَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمۡ يَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو ایمان لائیں اللہ پر اور قیامت پر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نہ ڈریں سوا اللہ کے کسی سے

فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝

تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

کیا تم نے حاجیوں کے لیے سبیل لگانا اور تعمیر مسجد حرام کرنے کو ایمان والوں کے برابر کر لیا جو اللہ پر ایمان لائے اور قیامت کو مان لیا اور جہاد فی سبیل اللہ کریں وہ برابر نہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝

وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد فی سبیل اللہ کیا مال اور جان کے ساتھ یہ بڑے درجے والے ہیں اللہ کے نزدیک اور یہی مراد کو پہنچے ہیں۔

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝

بشارت ہے انہیں ان کے رب کی رحمت و رضوان کی اور ان باغوں کی کہ ان کے لیے اس میں دوامی نعمت ہے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

ہمیشہ اس میں رہیں گے بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اے ایمان والو اپنا دوست نہ بناؤ اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو اگر وہ محبوب رکھیں کفر کو ایمان پر اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالمین سے ہیں۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ

فرما دیجئے اگر ہیں وہ تمہارے باپ یا تمہارے بیٹے یا تمہارے بھائی اور بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کا مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور مکان رہنے کے

اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝

تمہاری پسندکی یہ چیزیں تمہیں محبوب ہوں اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں اور جہاد کی راہ میں تو انتظار کرو حتی کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ نہیں ہدایت دیتا فاسقوں کو۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ توبہ پ ۱۰

ما۔نہیں	کان۔ہے	للمشرکین۔مشرکوں کا حق	
ان۔یہ کہ	یعمروا۔تعمیر کریں	مسجد۔مسجدیں	اللہ۔اللہ کی
شٰھدین۔گواہی دیتے ہوئے		علی۔اوپر	انفسہم۔اپنی جانوں کے
بالکفر۔کفر کی	اولٰئک۔یہ لوگ ہیں	حبطت۔ضائع ہوئے	اعمالہم۔ان کے عمل
و۔اور	فی۔بیچ	النار۔آگ کے	ھم۔وہ
خٰلدون۔ہمیشہ رہنے والے ہیں		انما۔اسکے سوا نہیں	یعمر۔تعمیر کرتا ہے
مساجد۔مسجدیں	اللہ۔اللہ کی	من۔جو	اٰمن۔ایمان لایا
باللہ۔ساتھ اللہ کے	و۔اور	الیوم۔دن	الاخر۔آخرت کے
و۔اور	اقام۔قائم کی	الصلوٰۃ۔نماز	و۔اور
اٰتی۔دی	الزکوٰۃ۔زکوٰۃ	و۔اور	لم۔نہ
یخش۔ڈرا	الا۔مگر	اللہ۔اللہ سے	فعسٰی۔تو قریب ہے
ان۔یہ کہ	یکونوا۔ہوں	من المھتدین۔ہدایت والوں سے	
ا۔کیا	جعلتم۔بنایا تم نے	سقایۃ۔پانی پلانا	الحاج۔حاجیوں کا
و۔اور	عمارۃ۔تعمیر کرنا	المسجد۔مسجد	الحرام۔حرام کا
کمن۔جیسے وہ کہ	اٰمن۔ایمان لایا	باللہ۔ساتھ اللہ کے	و۔اور
الیوم۔دن	الاخر۔آخرت کے	و۔اور	جاھد۔جہاد کیا
فی۔بیچ	سبیل۔راہ	اللہ۔اللہ کے	لا۔نہیں
یستوون۔برابر	عند۔نزدیک	اللہ۔اللہ کے	و۔اور

الله۔ اللہ	لا۔ نہیں	یھدی۔ ہدایت دیتا	القوم۔ قوم
الظالمین۔ ظالم کو	الذین۔ جو	آمنوا۔ ایمان لائے	و۔ اور
ھاجروا۔ ہجرت کی	و۔ اور	جاھدوا۔ جہاد کیا	فی۔ بیچ
سبیل۔ رستے	الله۔ اللہ کے	باموالھم۔ اپنے مالوں	و۔ اور
انفسھم۔ اپنی جانوں سے	اعظم۔ بہت بڑے ہیں	درجۃ۔ درجے میں	عند۔ نزدیک
الله۔ اللہ کے	و۔ اور	اولئک۔ یہ	ھم۔ وہی ہیں
الفائزون۔ کامیاب	یبشر۔ خوشخبری دیتا ہے	ھم۔ ان کو	ربھم۔ ان کا رب
برحمۃ۔ رحمت	منہ۔ اپنی کی	و۔ اور	رضوان۔ رضامندی کی
و۔ اور	جنت۔ جنت	لھم۔ ان کے لیے	فیھا۔ اس میں
نعیم۔ نعمتیں ہیں	مقیم۔ قائم	خلدین۔ ہمیشہ رہنے والے ہیں	
فیھا۔ اس میں	ابدا۔ ہمیشہ تک	ان۔ بیشک	الله۔ اللہ
عند۔ نزدیک	ہ۔ اس کے	اجر۔ اجر ہے	عظیم۔ بہت بڑا
یاایھا۔ اے	الذین۔ وہ جو	آمنوا۔ ایمان لائے ہو	لا۔ نہ
تتخذوا۔ بناؤ	آباء۔ باپ دادا	کم۔ اپنے کو	و۔ اور
اخوانکم۔ اپنے بھائیوں کو	اولیاء۔ دوست	ان۔ اگر	استحبوا۔ پسند کریں
الکفر۔ کفر کو	علی۔ اوپر	الایمان۔ ایمان کے	و۔ اور
من۔ جو	یتولھم۔ دوست رکھے انکو	منکم۔ تم میں سے	فاولئک۔ تو یہ لوگ
ھم۔ وہی ہیں	الظالمون۔ ظالم	قل۔ کہدو	ان۔ اگر
کان۔ ہیں	آباؤ۔ باپ	کم۔ تمہارے	و۔ اور
ابناء۔ بیٹے	کم۔ تمہارے	و۔ اور	اخوانکم۔ بھائی تمہارے
و۔ اور	ازواجکم۔ بیویاں تمہاری	و۔ اور	عشیرتکم۔ کنبہ تمہارا
و۔ اور	اموال۔ مال جو	اقترفتمو۔ کمایا تم نے	ھا۔ اس کو
و۔ اور	تجارۃ۔ تجارت	تخشون۔ کہ ڈرتے ہو	کساد۔ نقصان
ھا۔ اس کے سے	و۔ اور	مسکن۔ مکان	ترضونھا۔ کہ پسند کرتے ہو
احب۔ زیادہ پیارے	الیکم۔ تم کو	من الله۔ اللہ سے	و۔ اور

وسولہ۔ اسکے رسول سے	و۔ اور	جھاد۔ جہاد سے	فی۔ بیچ
سبیلہ۔ اسکے راہ کے	فتربصوا۔ تو انتظار کرو	حتی۔ یہانتک کہ	یاتی۔ لے آئے
اللہ۔ اللہ	بامرہٖ۔ فیصلہ اپنا	و۔ اور	اللہ۔ اللہ
لا۔ نہیں	یھدی۔ ہدایت دیتا	القوم۔ قوم	الفاسقین۔ بدکارکو

مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورۃ توبہ پ ۱۰

مَاكَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ۔ مشرکوں کو حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں یہاں مسجدوں سے مراد وہ مسجد حرام ہے جو کعبہ مکرمہ میں ہے اور مسجد کو بصیغہ مساجد اللہ جو جمع کے صیغہ سے فرمایا ہے وہ تعظیماً ہے۔ اس لیے کہ مسجد حرام تمام مساجد کا قبلہ ہے۔ اس کا آباد کرنے والا ایسا ہے جیسے تمام مسجدوں کا آباد کرنے والا۔

دوسری وجہ صیغہ جمع کے استعمال کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہر بقعہ مسجد حرام کا مسجد ہے اور تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مسجد سے مراد جنس ہو اور کعبہ معظمہ اس میں داخل ہو کیونکہ وہ اس جنس کا صدر ہے چنانچہ شان نزول سے بھی یہی امر واضح ہوتا ہے۔

کفار قریش سے صنادید کی ایک جماعت جو معرکہ بدر میں گرفتار ہوئی۔ ان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور کے چچا بھی تھے۔ انہیں صحابہ کرام نے شرک پر عار دلائی اور حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ نے تو خاص طور پر حضور کے مقابل آنے پر سخت سست کہا حضرت عباس کہنے لگے کہ علی تم ہماری برائیاں تو بیان کر رہے ہو مگر ہماری خوبیاں چھپاتے ہو آپ نے فرمایا برائیوں کے مقابلہ میں آپ میں کچھ خوبیاں جو ہیں وہ ظاہر کرو۔

حضرت عباس بولے ہم لوگ تم سے اس بنا پر افضل ہیں کہ ہم مسجد حرام کو آباد کرتے ہیں کعبہ کی خدمت کرتے ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں۔ اسیروں کو رہا کراتے ہیں۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں صاف بیان فرما دیا گیا کہ مشرکوں کو مسجدیں آباد کرنے کا حق ہی نہیں پہنچتا۔ اس لیے کہ مسجدیں آباد کی جاتی ہیں اللہ کی عبادت کے لیے تو جو خدا کا بھی منکر ہو اور اس کے ساتھ کفر کر رہا ہو وہ مسجد آباد ہی نہیں کر سکتا۔ پھر مسجد آباد کرنے میں بھی چند قول ہیں۔

اول یہ کہ مسجد تعمیر کرنا۔ اس کی عمارت بلند کرنا اس کی مرمت کرنا ان کاموں سے شرعاً کافر کو روکا جائے گا۔

دوسرا پہلو یہ کہ مسجد میں داخل ہونا۔ اس میں بیٹھنا مراد ہو یہ بھی بالخصوص مسجد حرام میں کافر کے لیے ممنوع ہے جیسا کہ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام سے واضح ہے۔ ملخصًا من روح المعانی۔

شَاهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ۔ خود وہ اپنے نفس پر کفر کی گواہی دیتے ہیں۔

اور بت پرستی کرتے ہیں جو مومن اور مشرک میں ما بہ الامتیاز ہے۔ بت پرستی کرنے والا مشرک ہے اور توحید کا اعلان کرنے والا مومن۔ تو مشرک مومن نہیں ہو سکتا اور دونوں صفت شرک اور توحید ایک جگہ مجتمع نہیں ہو سکتیں کہ آدمی مشرک بھی ہو اور موحد بھی۔ پھر مشرک عبادتخانہ توحید کو کیسے آباد کر سکتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ۔ یعنی یہ لوگ جو حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں۔ قیدیوں کو رہا کراتے ہیں اور نیکی کے دعویدار ہیں چونکہ یہ لوجہ اللہ نہیں اس لیے ان کے اعمال اکارت ہیں۔

وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ۔ اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

ان کا تو سب کیا دھرا اکارت ہے۔ اس لیے کہ کافر کے اعمال صالح بحالت کفر مقبول نہیں بنا بریں سقایۂ حجاج اور ان کی مہمانداری اور خدمت اور قیدیوں کو رہا کرانا اگرچہ فعل مستحسن ہے۔ لیکن اگر کافر کرے تو سب غیر مقبول اور مردود البتہ مومن اگر کرے تو ماجور و مقبول ہے حتیٰ کہ صاف لفظوں میں آل عمران کے آخر میں تیسرے پارہ کے ارشاد ہے فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔ پھر حصر افراد فرما کر ارشاد ہے۔

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ۔ اللہ کی مسجدیں وہی تعمیر کرتے ہیں اور انہیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اس آیت میں یہ واضح فرمایا گیا کہ مساجد کو آباد کرنے کے حقدار صرف اور صرف مومن ہیں۔

اور عمارت مسجد کے معنی یہ ہیں کہ مسجد کی مرمت۔ اس کی صفائی اور تزیین کی جائے نہ کہ نمازی کا دل حضور قلب سے غافل ہو۔

چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

وَالْمُرَادُ بِالْعِمَارَةِ مَا يَعُمُّ مَرَمَّتَهَا مَا اسْتَرَمَّ مِنْهَا وَتَنْظِيْفَهَا وَتَزْيِيْنَهَا بِالْفُرُشِ لَا عَلٰى وَجْهٍ يُشْغِلُ قَلْبَ الْمُصَلِّيْ عَنِ الْحُضُوْرِ۔

اور مسجد میں روشنی چراغوں سے یہ بھی مقتضائے ایمان ہے اور مداومت عبادت یہ علوم دینیہ کا درس وغیرہ بھی اسی ایمان کی تعریف میں ہے۔

وَتَنْوِيْرُهَا بِالسُّرُجِ وَلَوْلَمْ هُنَاكَ مَنْ يَسْتَضِيْئُ بِهَا وَإِدَامَةُ الْعِبَادَةِ وَالذِّكْرِ وَدِرَاسَةُ الْعُلُوْمِ الشَّرْعِيَّةِ فِيْهَا وَنَحْوُ ذٰلِكَ۔

اور مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے چوپایہ گھاس کھاتا ہے۔

وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْحَدِيْثُ فِي الْمَسْجِدِ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ الْبَهِيْمَةُ الْحَشِيْشَ۔

طبرانی سے بسند صحیح سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور نے فرمایا جو وضو کر کے اپنے گھر سے مسجد میں آئے وہ اللہ تعالےٰ کی زیارت کرنے والے کے مرتبہ میں ہے اور زائر الٰہی کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کا اکرام کیا جائے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فِيْ بَيْتِهٖ ثُمَّ اَتَى الْمَسْجِدَ فَهُوَ زَائِرُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَحَقٌّ عَلَى الْمَزُوْرِ اَنْ يُّكْرِمَ الزَّائِرَ۔

اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا۔ مَنْ اَسْرَجَ فِيْ مَسْجِدٍ سِرَاجًا لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ وَحَمَلَةُ الْعَرْشِ يَسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ مَادَامَ فِيْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ ضَوْئُهٗ۔

جو مسجد میں چراغ جلاوے تو اس وقت تک برابر ملائکہ اور حاملین عرش اس کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں جبتک مسجد میں روشنی رہے۔

ایک حدیث میں ہے وَخْرَاجُ الْقُمَامَةِ مِنَ الْمَسْجِدِ مُهُوْرُ الْحُوْرِ الْعِيْنِ مسجد میں جھاڑو دینا حوران بہشتی کا مہر ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ جو اللہ کے لیے مسجد بنائے تو اللہ تعالےٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا حضور یہ مسجدیں بھی اسی اجر کی موجب ہیں جو راستہ میں بنادی جاتی ہیں حضور نے فرمایا ہاں انکا بھی یہی اجر ہے۔

مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهٰذِهِ الْمَسَاجِدُ

الَّتِیْ تُبْنٰی فِی الطُّرُقِ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھُنَّ الْمَسَاجِدُ الَّتِیْ تُبْنٰی فِی الطُّرُقِ۔

صبح وشام مسجد کی طرف جانا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ روح المعانی

اس آیت سے یہ بھی مستفاد ہو گیا کہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے معنی ہی یہ ہیں کہ جس کے ذریعہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت حاصل ہو اس پر ایمان لانا بھی شرط ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ اور اگر فرمایا اور اگر اس کے عقیدہ میں حضور کے بعد کسی نئے نبی کی نبوت ہو تو اس میں اور ایک مشرک مرتد میں کوئی فرق نہیں۔

علیٰ ہذا القیاس قرآن مبین پر بھی ایمان لانا شرط ایمان ہے اگر کوئی قرآن کریم کو محرف مان کر ایمان لائے اور اس کی آیتوں میں تحریف کا عقیدہ رکھے تو وہ بھی اسی حکم میں شامل ہے اب آگے ارشاد ہے۔

وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ تعالیٰ فَعَسٰی اُولٰٓئِکَ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ اور نہ ڈرے کسی سے سوا اللہ کے قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت یافتہ جماعت میں ہوں۔ اس لیے کہ رضا الٰہی کے مقابلہ میں کسی کے خوف کی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے یہی معنی اللہ سے ڈرنے کے ہیں۔ اب آگے ارشاد ہے۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَاجِّ وَعِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرائی جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

خلاصہ یہ کہ مشرک کی خدمت مسافرین اور ان کی خدمت وغیرہ انہیں کسی طرح مسلمانوں کے برابر نہیں کر سکتیں بلکہ کفار اور مومنین میں تو ان کی کوئی نسبت ہی نہیں تو ان کے اعمال کو مومنین کے اعمال سے کوئی نسبت۔ اس لیے کہ اعمال کفار رائیگاں ہیں خواہ وہ حاجیوں کے لیے سبیل لگائے خواہ مسجد حرام کی خدمت کرے ان کے اعمال کو مومنین کے اعمال کے مقابل مساوی کہنا ہی ظلم ہے آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ

بدر میں جب حضرت عباس گرفتار ہوئے تو انھوں نے اصحاب رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم لوگ اسلام اور ہجرت اور جہاد میں ہم سے سبقت لے گئے لیکن ہمیں بھی کوئی شرف حاصل ہے

اور وہ مسجد حرام کی خدمت اور حاجیوں کے لیے سبیل لگانا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہوا کہ جو عمل ایمان کے بغیر ہو وہ بیکار ہے (روح المعانی) اس کے بعد فضائل صحابہ مہاجرین بیان فرمائے گئے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے یہ بلند درجہ ہیں اللہ کے نزدیک اور وہی فائز المرام ہیں۔ یعنی سب سے بڑا درجہ انہی کا ہے اور انہیں کو دنیا و آخرت میں سعادت حاصل ہے۔

یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ ان کا رب انہیں بشارت دیتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضامندی کی اور ان باغوں کی جن میں انہیں دوامی نعمت ہے۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

اور یہ اعلیٰ ترین بشارت ہے اس لیے کہ رب العزت جلت و مجد عز اسمہ کی رحمت و رضا حاصل کرنا عبد صادق کا بڑا مقصد ہے اور یہی مومن کی مراد ہے۔

نعیم مقیم۔ دوامی راحت و رحمت اور غیر معمولی نعمتیں ہوں گی۔ خلود کے معنی ہیں طویل مدت اس کے بعد رشتہ و قرابت سے مقدم اسلام و ایمان کی شان ظاہر فرمائی جاتی ہے چنانچہ ارشاد ہے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ اگر وہ محبوب رکھیں کفر کو ایمان پر اور جو تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہی ظالم ہے۔

جب مشرکین سے ترک موالات کا حکم نافذ ہوا تو بعض کو یہ ناگوار گذرا اور وہ کہنے لگ گئے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم اپنے باپ بھائی وغیرہ اقرباء سے ترک تعلق کر لیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس میں بتایا گیا کہ کفار سے موالات کسی طرح جائز نہیں اور ایمان کے مقابلہ میں کسی رشتہ اور قرابت کو ترجیح دینا بے ایمانی ہے چنانچہ اس کے ساتھ ہی اور واضح لفظوں میں مفصل حکم ہوا۔

اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِۨقْتَرَفْتُمُوْهَا

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهٖ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ فرما دیجئے اگر ہوں تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کما کر جمع کیا اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں خوف ہے اور وہ مکان جو تمہارے پسندیدہ ہیں یہ سب محبوب ہوں تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور جہاد فی سبیل اللہ سے تو انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ تعالٰے اپنا حکم لائے اور اللہ تعالٰے فاسقوں کو کبھی راہ نہیں دیتا۔

آیت متلوہ میں غیر مبہم الفاظ میں بیان فرمادیا کہ اللہ اور اس کے حبیب اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبت اگر باپ بیٹے بیوی اقرباء سے ہو یا مال و منال جائداد جاگیر سے ہو یا اپنے تجارتی معاملات سے ہو تو حکم الٰہی یعنے عذاب کا انتظار کرو وہ عذاب جلدی آئے یا تعویق و تاخیر سے اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ دین کی محافظت میں دنیا کی ہر مصیبت و مشقت برداشت کرنا مسلمان کا فرض ہے خواہ وہ مصائب قید و بند کے ہوں یا نقصان جان و مال کے مختصر یہ کہ اللہ و رسول کی اطاعت کے مقابل دنیوی تعلقات اصلاً قابل التفات نہیں ہر قسم کی مصیبت برداشت کرنا اور اعلاء کلمۃ الحق میں پیش پیش رہنا محبت خدا و رسول اور ایمان کی دلیل ہے۔

اللّٰھم ارزقنا توفیق طاعتك واطاعۃ حبیبك صلی اللہ علیہ وسلم

بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم سورۃ توبہ پ۱۰

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝

بے شک مدد کی اللہ نے تمہاری بہت جگہ اور حنین کے دن جب اترا رہے تھے تم اپنی کثرت پر تو نہ مستغنی کیا تمہیں کسی چیز نے اور زمین تم پر تنگ ہو گئی باوجود وسیع ہونے کے پھر تم بھاگ پڑے پیٹھ دے کر۔

ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى

پھر نازل کیا اللہ نے تم پر سکون اور اپنے رسول

الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ
وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝

پر اور مومنین پر۔
اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہیں دیکھے۔ اور عذاب دیا ان کافروں کو اور یہ بدلہ ہے ان کافروں کا۔

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي
مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

پھر رجوع فرمایا اللہ نے بعد اس کے جس پر چاہا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ
نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ
هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَاۗءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اے ایمان والو مشرک تو نجس ہی ہیں تو نہ قریب ہوں مسجد حرام سے بعد اس برس کے اور اگر تمہیں خوف محتاجی کا ہو تو عنقریب غنی کر دے گا اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا
بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ
وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰي يُعْطُوا
الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝

مقابلہ کرو ان سے جو ایمان نہیں لائے اللہ اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے جسے حرام کیا اللہ اور رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوئے وہ جنہیں کتاب دی گئی جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں اور ذلت تسلیم نہ کریں۔

حل لغات رکوع چہارم سورۂ توبہ پ۱۰

لقد۔ بیشک	نصر۔ مدد کی	کم۔ تمہاری	اللہ۔ اللہ نے
فی۔ بیچ	مواطن۔ جگہوں	کثیرۃ۔ بہت کے	و۔ اور
یوم۔ دن	حنین۔ حنین کے	اذ۔ جب	اعجبتکم۔ پسند آئی تم کو
کثرتکم۔ تمہاری کثرت	فلم۔ تو نہ	تغن۔ کام آئی	عنکم۔ تمہارے
شیئا۔ کچھ بھی	و۔ اور	ضاقت۔ تنگ ہوگئی	علیکم۔ تم پر

الارض ـ زمین	بما ـ باوجود	رحبت ـ فراخ ہونیکے	ثم ـ پھر
ولیتم ـ پھر گئے تم	مدبرین ـ پیٹھ دیکر	ثم ـ پھر	انزل ـ اتاری
اللہ ـ اللہ نے	سکینتہ ـ اپنی تسلی	علی ـ اوپر	رسولہ ـ اپنے رسول کے
و ـ اور	علی ـ اوپر	المؤمنین ـ مومنوں کے	و ـ اور
انزل ـ اتارا	جنودا ـ ایسا لشکر کہ	لم ـ نہ	ترو ـ دیکھا تم نے
ھا ـ اس کو	و ـ اور	عذب ـ سزا دی	الذین ـ ان کو جو
کفروا ـ کافر ہیں	و ـ اور	ذلک ـ یہی ہے	جزاء ـ بدلہ
الظالمین ـ ظالموں کا	ثم ـ پھر	یتوب ـ پھر آیا	اللہ ـ اللہ
من بعد ـ بعد	ذلک ـ اس کے	علی ـ اوپر	من ـ جس کے
یشاء ـ چاہے	و ـ اور	اللہ ـ اللہ	غفور ـ بخشنے والا
رحیم ـ مہربان ہے	یا ایھا ـ اے	الذین ـ لوگو جو	امنوا ـ ایمان لائے ہو
انما ـ اس کے سوا نہیں کہ	المشرکون ـ مشرک	نجس ـ پلید ہیں	فلا ـ تو نہ
یقربوا ـ قریب جائیں	المسجد ـ مسجد	الحرام ـ حرام کے	بعد ـ بعد
عامھم ـ سال اپنے	ھذا ـ اس کے	و ـ اور	ان ـ اگر
خفتم ـ ڈرو تم	عیلۃ ـ تنگدستی سے	فسوف ـ تو جلدی	یغنیکم ـ غنی کردے گا
تم کو	اللہ ـ اللہ	من فضلہ ـ اپنے فضل سے	
ان ـ اگر	شاء ـ چاہے	ان ـ بیشک	اللہ ـ اللہ
علیم ـ جاننے والا	حکیم ـ حکمت والا ہے	قاتلوا ـ لڑائی کرو	الذین ـ ان سے جو
لا ـ نہیں	یؤمنون ـ ایمان لاتے	باللہ ـ اللہ پر	و ـ اور
لا ـ نہ	بالیوم ـ دن	الاخر ـ پچھلے پر	و ـ اور
لا ـ نہیں	یحرمون ـ حرام جانتے	ما ـ اسے جسکو	حرم ـ حرام کیا
اللہ ـ اللہ نے	و ـ اور	رسولہ ـ اسکے رسول نے	و ـ اور
لا ـ نہیں	یدینون ـ دین قبول کرتے	دین ـ دین	الحق ـ سچا
من الذین ـ ان سے جو	اوتوا ـ دیے گئے	الکتب ـ کتاب	حتی ـ یہاں تک کہ
یعطوا ـ دیں	الجزیۃ ـ جزیہ	عن ید ـ اپنے ہاتھ سے	و ـ اور

مختصر تفسیر اردو رکوع چہارم سورۃ توبہ پ

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْــٴًـا وَّضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ه بے شک مدد کی تمہاری اللہ نے بہت سے مقامات پر اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو تمہاری کثرت نے مغرور کر دیا تھا پھر تمہاری کثرت نے تم کو کچھ فائدہ نہ دیا۔ یا تمہاری کثرت دشمن کے معاملہ میں کام نہ آئی اور زمین باوجود فراخ ہونے کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ دے کر بھاگے۔

بے شک مدد کی تمہاری اللہ نے بہت سے مقام پر یعنی حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں تو مسلمانوں کو کافروں پر بار ہا غلبہ عطا فرمایا۔ بدر میں۔ قریظہ میں۔ نضیر میں۔ حدیبیہ میں۔ خیبر میں اور فتح مکہ میں اور یوم حنین میں جبکہ مسلمان اپنی کثرت پر اترانے لگے تھے تو وہ اترانا ان کے کچھ کام نہ آیا۔

حنین طائف کے قریب ایک وادی ہے جو مکہ مکرمہ سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے یہاں فتح مکہ کے چند روز بعد ہی قبیلہ ہوازن و ثقیف سے جنگ ہوئی تھی اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار سے بھی زائد تھی اور مشرکین ہوازن و ثقیف چار ہزار تھے جس وقت دونوں لشکر مقابل آئے تو مسلمانوں میں سے کسی نے اپنی اکثریت پر نظر ڈالتے ہوئے کہہ دیا کہ یہاں ہم ہرگز مغلوب نہیں ہوسکتے۔

بعض کہتے ہیں یہ کہنے والے سلمہ بن سلام یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ کلمہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گذرا اس لیے کہ حضور ہر حال میں اللہ تعالےٰ کی اعانت و نصرت پر بھروسہ رکھتے تھے حضور نے کبھی قلت و کثرت کو سبب فتح و شکست نہیں مانا چنانچہ بدر میں تین سو تیرہ کے ساتھ ہزار بارہ سو مسلح کے مقابل ڈٹ گئے اور منجانب اللہ فتح پائی۔ غرضکہ جنگ شروع ہوئی اور شدید قتال ہوا حتیٰ کہ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ پڑے ادھر مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہوگئے اس غفلت سے بھاگے ہوئے مشرکین نے فائدہ اٹھایا اور تیروں کی بارش مسلمانوں پر شروع کردی۔ قبلیہ ہوازن اور ثقیف تیر اندازی

میں مشہور تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس ہنگامہ میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور ولّوا مدبرین کا نقشہ کھنچ گیا۔ لشکر اسلام بھاگ پڑا۔ حتیٰ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکر اور عمر اور حضرت علی اور ربیعہ بن حرث اور فضل بن عباس اور اسامہ بن زید اور ایمن بن عبید۔ حضرت عباس حضور کے چچا اور آپ کے ابن عم ابوسفیان بن حرث اور ان کے بیٹے جعفر کل دس آدمیوں کے سوا اور کوئی نہ رہا۔

حضور نے اپنا مرکب شہباء (شہباء خچر کا نام تھا) کفار کی طرف بڑھایا اور اپنے چچا عباس کو حکم دیا کہ وہ بلند آواز سے اپنے اصحاب کو پکاریں۔ چنانچہ آپ نے تعمیل حکم لوگوں کو پکارا اور لوگ لبیک لبیک کہتے ہوئے پلٹ آئے اور کفار سے پھر مقابلہ آرائی شروع ہوئی جب خوب گھمسان ہونے لگا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس میں ایک مٹھی سنگریزے لے کر کفار کی طرف پھینکے۔ سنگریزوں کے پھینکتے ہی کفار بھاگ پڑے اور مسلمانوں کو فتح عظیم ہوئی۔ حضور نے ان کے غنائم مسلمانوں میں تقسیم فرما دیے۔

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ پر ایک رباعی فرمائی۔

نَصَرْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِي الْحَرْبِ تِسْعَةً ۔۔۔ وَقَدْ فَرَّ مَنْ قَدْ فَرَّ عَنْهُمْ وَاَقْشَعُوْا

وَعَاشِرُنَا لَاقِي الْحِمَامَ بِنَفْسِهٖ ۔۔۔ بِمَا مَسَّهٗ فِي اللّٰهِ لَا يَتَوَجَّعُ

آپ فرماتے ہیں اس دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شجاعت اس شان سے نظر آئی کہ عقلیں حیران رہ گئیں۔ حضور اس وقت اپنے خچر شہباء کو کفار کی طرف بڑھاتے ہوئے یہ رجز فرما رہے تھے۔

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ۔۔۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

اور حضرت عباس بحکم سرکار ان لفظوں میں لشکر کے لوگوں کو پکار رہے تھے یا عباد اللہ اے اللہ کے بندو یا اصحاب الشجرۃ اے شجرہ پر بیعت کرنے والو یا اصحاب سورۃ البقرۃ اے سورہ بقر والو۔ یہ آواز سنتے ہی سب لبیک لبیک کہتے ہوئے پلٹ آئے۔ (روح المعانی)

یہ واقعہ ہے جس کی طرف آیہ کریمہ میں اشارہ ہے۔ مواطن۔ موطن کی جمع ہے۔ عربی میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں لوگ ٹھہریں (روح المعانی)

مواطن کثیرہ سے مراد غزوہ بدر۔ قینقاع۔ احزاب اور بنو نضیر کی لڑائیاں اور فتح مکہ ہے

حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مہینہ کی مسافت سے کافروں پر میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی ہے۔

اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود وسیع ہونے کے پھر تم پیٹھوں کے بل پلٹ گئے۔ پھر نازل کیا اللہ نے سکینہ اپنے رسول پر اور مومنین پر بمار حبت کے معنی وسعت کے ہیں یعنی باوجود وسیع ہونے کے زمین تم پر تنگ ہو گئی اور مدبرین کے معنی منہزمین ہیں یعنے ایسے پاؤں اکھڑ سے کہ بے اختیار بھاگ پڑے اور ایسا فرار فرار نہیں کہلاتا۔ اگرچہ گناہ ضرور تھا مگر منافی ایمان نہیں اسی لیے تو اللہ تعالے کا ارشاد ہے ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ تو گویا یہ فرار بے اختیار تھا اور با اختیار فرار پر غضب کا وعید ہے جیسا کہ ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ (پ۹ انفال رکوع ۲)

تو ثابت ہوا با اختیار زحف سے پیٹھ دے کر بھاگنا اور ہے اور بلا اختیار جبلی طور پر پاؤں اکھڑ جانا اور ہے چنانچہ بلا اختیار پاؤں اکھڑ جانے پر انزال سکینہ بھی ہوا اور ان مفرورین کو مومنین فرمایا گیا پھر ان کی اعانت کے لیے ارشاد ہوا۔

وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اور وہ لشکر اتارے جو تم ہرگز نہ دیکھ سکتے تھے اور کافروں کو عذاب دیا اور یہی سزا کفار کی ہے۔

یہاں جس لشکر کے اتارنے کی خبر ہے وہ ابلق گھوڑوں پر لباس سفید میں ملبوس ملائکہ تھے۔ جن کے سروں پر عمامے تھے اور کفار نے اس لشکر کو جب دیکھا تو مرعوب ہو کر بھاگ نکلے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ حنین کے دن اللہ نے اپنے رسول کی امداد پانچ ہزار نشاندار فرشتوں کو بھیج کر کی اور یہ لشکر صرف شوکت اسلام بڑھانے کے لیے ہی بھیجا گیا تھا ملائکہ نے قتال کو صرف میدان بدر ہی میں کیا تھا۔ پھر عذاب یہ آیا کہ کفار گرفتار ہوئے ان کے عیال و اموال مسلمانوں کے ہاتھ آئے پھر ارشاد ہے۔

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پھر توفیق توبہ دے گا اللہ بعد اس کے جسے چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ چنانچہ قبیلہ ہوازن کے بقیہ لوگوں کو توفیق توبہ عطا ہوئی اور وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے

اسیروں کو رہائی عطا فرمائی۔

اب مشرکین کے متعلق خاص حکم ہو رہا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ اے ایمان والو مشرکین تو نرے نجس ہیں۔ ان کا باطن بھی نجس ہے اور ظاہر بھی نجس اس لیے کہ وہ نہ طہارت کرتے ہیں اور نہ ہی وہ نجاستوں سے بچتے ہیں۔

فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔ تو وہ مسجد حرام کے پاس بھی نہ آنے پائیں اس سال کے بعد۔

ان کا حج نہیں اور ان کا عمرہ عمرہ نہیں لہذا کسی نیت سے بھی اس سال کے بعد نہ آنے پائیں اس سال سے مراد ۹ھ ہے اور مشرکین کے نہ آنے پائیں کے یہ معنی ہیں کہ انہیں روکا جائے چنانچہ آج چودھویں صدی تک تو بحمدہ تعالٰی اس حکم کی مکمل تعمیل ہو رہی ہے کہ مشرک حدود حرم میں داخل نہیں ہو سکے اور ان شاء اللہ تا قیام قیامت یہ حکم بدستور رہے گا لیکن چونکہ مشرکین کو حج و عمرہ اور مسجد حرام میں آنے سے روکنا موجب نقصان مال اور تجارت تھا چنانچہ اہل مکہ کو اس خطرے کے ماتحت تعمیل حکم بار گذرا تو حکم آیا۔

وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ اور اگر تمہیں خوف تنگی اور محتاجی کا ہے تو عنقریب اللہ تمہیں غنی اور دولت مند فرما دے گا اپنے فضل سے اگر چاہے بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو غنی کر دیا بارشیں خوب ہوئیں۔ پیداوار کثرت سے ہوئی۔

مقاتل کہتے ہیں بعد میں خلبہ کے یمن کے لوگ مسلمان ہو گئے انہوں نے اہل مکہ پر اپنی دولت خرچ کی اور ان شاء یعنی اگر چاہے فرما کر یہ تعلیم دی گئی کہ بندے کو چاہیے کہ طلب خیر اور دفع آفات کے لیے ہمیشہ بارگاہ الوہیت میں دست بدعا رہے اور تمام امور کو موقوف بہ مشیت جانے بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے اور تمام امور اسی کے علم و حکمت کے ماتحت ہیں۔

وَقَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۝ جو اہل کتاب نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ روز آخرت پر اور نہ اس چیز کو

حرام سمجھتے ہیں جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا اور نہ حق دین اختیار کرتے ہیں ان سے اس وقت تک لڑو کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ پیش کریں۔

اس آیت میں جہاد کا حکم دیا گیا کہ مقاتلہ کرو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اللہ تعالے پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس کی ذات اور جملہ صفات و تنزیہات کو ماننے اور جو اس کی شان کے لائق نہ ہوں اسے اس کی طرف نسبت نہ کرے۔

بعض مفسرین نے اسے اور واضح کیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ اللہ پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس کے رسولوں پر بھی ایمان لائے حتیٰ کہ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرے اور حضور کے بعد کسی نبی کو بہ حیثیت نبی آنے کا اعتقاد کرنے والے کو مرتد جانے اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کو محض نزول کے اعتبار سے مانے نہ کہ بعثت کی حیثیت سے یعنی ان کا نازل ہونا اور امت مصطفی بن کر آنا اور حضور کے امتی امام مہدی علیہ الرحمۃ کی اقتداء میں نماز کو پڑھنا تسلیم کرے نہ کہ بحیثیت نبی آنا۔ اور یہود و نصاری اگر اس تعریف ایمان میں مومن ہو سکتے تھے مگر ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی مجسم بجسم ہے اور اس کی شبیہ ہے اور عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اسی طرح نصاری حلول کے معتقد ہیں عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور شریک مانتے ہیں بنابریں وہ ایمان والوں میں شمار نہیں ہو سکتے اور جو کسی ایک نبی کی تکذیب کرے وہ بھی اللہ تعالی پر ایمان لانے والا نہیں اور یہود و نصارے تو بہت سے انبیاء کی تکذیب کرنیوالے ہیں۔

شان نزول:۔ آیت کریمہ کا یہ ہے مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روم سے جہاد فرمانے کا حکم ہوا اور اس آیت کے نزول کے بعد غزوۂ تبوک ہوا کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے قبائل قریظہ اور بنی نضیر کے حق میں آئی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے صلح منظور فرمائی تھی مگر اس حکم کے بعد حضور نے ان سے جہاد فرمایا۔ چنانچہ یہ پہلا جزیہ ہے جو مسلمانوں کو ملا اور یہ پہلی ذلت ہے جو کفار کو مسلمانوں کے ہاتھوں پہنچی۔

اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے اللہ نے حرام کیا اور اس کے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنے وہ جو کتاب دیے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر یعنے توریت و انجیل کے مطابق عمل نہیں کرتے اس میں تحریف کرتے ہیں اور احکام اپنے دل سے گھڑ لیتے ہیں۔

معاہد اہل کتاب سے جو خراج لیا جاتا ہے اس کا نام جزیہ ہے۔ جزیہ کے لغوی معنی بدلہ ہے

اس سے مراد وہ شخصی ٹیکس ہے جو فی کس مقرر کر دیا گیا ہو۔ عَنْ يَدٍ سے مراد مجبور ہو کر ذلت سے ادا کرنا ہے۔

(۱) یہ جزیہ نقد لیا جاتا ہے اس میں ادھار نہیں ہوتا اور

(۲) جزیہ دینے والے کو خود اصالتًا دینا چاہئے۔

(۳) جزیہ دینے والے کو جزیہ لا کر کھڑے ہو کر پیش کرنا چاہئے۔

(۴) جزیہ غیر مسلم ترک۔ ہندو۔ اہل کتاب پر لازم ہے مشرکین عرب سے جزیہ قبول نہیں ہوگا انکا یا قتل یا اسلام ہے۔

اسلام لانے کے بعد جزیہ ساقط ہو جاتا ہے جزیہ قائم کرنے میں یہی حکمت ہے کہ انہیں کچھ مہلت دے دی جائے تاکہ وہ محاسن اسلام اور دلائل حقہ اور قوت وصداقت دیکھ کر اسلام سے مانوس ہوں۔ کتب قدیمہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر اور حضور کے مناعت واوصاف پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع پنجم سورہ توبہ پ ۱۰

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ط قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ٥

اور یہودی کہتے ہیں عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور نصرانی کہتے ہیں مسیح ابن اللہ ہیں یہ بکواس ان کے منہ کی ہے بات بناتے ہیں ان کہنے والوں کی سی جو ان سے پہلے کافر تھے ہلاک کرے اللہ انہیں کیا اوندھے جاتے ہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ج وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ٥

بنا لیا انہوں نے اپنے علماء اور فقراء کو رب اللہ کے سوا اور مسیح ابن مریم کو اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ پوجیں ایک اللہ کو نہیں کوئی معبود مگر وہی پاک ہے وہ اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝

چاہتے ہیں کہ بجھا دیں نور اللہ کا اپنے منہ سے اور انکار ہے اللہ کا مگر یہ کہ پورا کرے اپنا نور اگرچہ کافر برا جانیں۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

وہی وہ ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کرے اسے سب دینوں پر اور اگرچہ مشرکین کو برا لگے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ط وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لا فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝

اے لوگو جو ایمان لائے ہو بے شک بہت سے علماء اور فقراء سے ایسے ہیں کہ کھاتے ہیں مال لوگوں کا باطل طریقہ سے اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور وہ جو جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی اور نہیں خرچ کرتے اس میں سے اللہ کی راہ میں تو بشارت دیجئے انہیں دردناک عذاب کی۔

يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ط هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝

جس دن تپایا جائے گا ان پر جہنم کی آگ میں پھر داغا جائے گا ان کے ماتھوں کو اور ان کی کروٹوں کو اور پیٹھوں کو یہ ہے وہ جو تم نے جمع کیا اپنے نفسوں کے لیے تو اب چکھو اس کا مزہ جو تم جمع کرتے تھے۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ط وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝

بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں کتاب اللہ میں جب سے پیدا کئے آسمان اور زمین ان میں سے چار ماہ حرمت والے یہ دین ہے سیدھا تو نہ ظلم کرو ان مہینوں میں اپنی جانوں پر اور مقاتلہ کرو مشرکین سے ہر وقت جیسے تم سے لڑتے ہیں ہر وقت اور جان لو بے شک اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝

ان کا پیچھے ہٹانا مہینوں کا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا ہے بہکائے جاتے ہیں وہ جو کافر ہیں اور حلال قرار دیتے ہیں ایک سال اور حرام قرار دیتے ہیں ایک سال کہ اس گنتی کے برابر ہو جائیں جو اللہ نے حرام کیے اور حلال کرلیں اسے جو حرام کیا اللہ نے پسند آتے ہیں انہیں ان کے برے عمل اور اللہ نہیں ہدایت دیتا قوم کفار کو۔

حل لغات رکوع پنجم سورۃ توبہ پ۱۰

و۔ اور	قالت۔ کہا	الیہود۔ یہود نے	عزیر۔ عزیر
ابن۔ بیٹا ہے	اللہ۔ اللہ کا	و۔ اور	قالت۔ کہا
النصاری۔ عیسائیوں نے	المسیح۔ مسیح	ابن۔ بیٹا ہے	اللہ۔ اللہ کا
ذلک۔ یہ	قولہم۔ انکی بات ہے	بافواھھم۔ ان کے مونہوں سے	
یضاھئون۔ مشابہ ہیں	قول۔ بات	الذین۔ ان لوگوں کے	کفروا۔ جو کافر ہوئے
من قبل۔ پہلے سے	قاتلہم۔ برباد کرے انکو	اللہ۔ اللہ	انی۔ کہاں
یؤفکون۔ پھیرے جاتے ہیں		اتخذوا۔ انہوں نے بنالیا	
احبار۔ علماء	ھم۔ اپنے کو	و۔ اور	رھبانھم۔ اپنے پیروں کو
اربابا۔ رب	من دون۔ سوا	اللہ۔ اللہ کے	و۔ اور
المسیح۔ مسیح	ابن۔ بیٹے	مریم۔ مریم کو	و۔ اور
ما۔ نہ	امروا۔ حکم دیے گئے	الا۔ مگر	لیعبدوا۔ یہ کہ عبادت کریں
الٰھا۔ معبود	واحدا۔ ایک کی	لا۔ نہیں	الہ۔ کوئی معبود
الا۔ مگر	ھو۔ وہی	سبحٰنہ۔ پاک ہے وہ	عما۔ اس سے جو
یشرکون۔ شرک کرتے ہیں	یریدون۔ چاہتے ہیں	ان۔ یہ کہ	یطفئوا۔ بجھادیں

نور۔نور	اللہ۔اللہ کا	بافواھھم۔اپنے مونہوں سے	
و۔اور	یابی۔انکار کرتا ہے	اللہ۔اللہ	الا۔مگر
ان۔یہ کہ	یتم۔پورا کرے	نور۔نور	ہ۔اپنے کو
و۔اور	لو۔اگرچہ	کرہ۔ناپسند کریں	الکافرون۔کافر
ھو۔وہ	الذی۔وہ ہے جس نے	ارسل۔بھیجا	رسولہ۔اپنا رسول
بالھدی۔ہدایت	و۔اور	دین۔دین	الحق۔حق کے ساتھ
لیظھرہ۔تاکہ غالب کرے	ہ۔اس کو	علی۔اوپر	الدین۔دین
کلہ۔سارے کے	و۔اور	لو۔اگرچہ	کرہ۔ناپسند کریں
المشرکون۔مشرک	یاایھا۔اے	الذین۔وہ جو	امنوا۔ایمان لائے ہو
ان۔بیشک	کثیرا۔بہت سے	من الاحبار۔مولوی	و۔اور
الرھبان۔پیر	لیاکلون۔کھاتے ہیں	اموال۔مال	الناس۔لوگوں کے
بالباطل۔باطل طریقے سے	و۔اور	یصدون۔روکتے ہیں	عن سبیل۔راہ
اللہ۔خدا سے	و۔اور	الذین۔وہ جو	یکنزون۔جمع کرتے ہیں
الذھب۔سونا	و۔اور	الفضۃ۔چاندی	و۔اور
لا۔نہیں	ینفقونھا۔خرچ کرتے اسکو	فی۔بیچ	سبیل۔راہ
اللہ۔اللہ کے	فبشرھم۔تو بشارت دو	ھم۔ان کو	بعذاب۔عذاب
الیم۔دردناک کی	یوم۔جس دن	یحمی۔گرم کیا جائے گا	علیھا۔اسکو
فی۔بیچ	نار۔آگ	جھنم۔جہنم کے	فتکوی۔پھر داغے جائیں
بھا۔اس سے	جباھھم۔انکی پیشانیاں	و۔اور	جنوبھم۔انکی کروٹیں
و۔اور	ظھور۔پیٹھیں	ھم۔ان کی	ھذا۔یہ ہے
ما۔جو	کنزتم۔اکٹھا کیا تم نے	لانفسکم۔اپنی جانوں کے لیے	
فذوقوا۔تو چکھو	ما۔جو	کنتم۔تھے تم	تکنزون۔اکٹھا کرتے
ان۔بیشک	عدۃ۔گنتی	الشھور۔مہینوں کی	عند۔نزدیک
اللہ۔اللہ کے	اثنا۔دو	عشر۔اور دس	شھرا۔مہینے
فی۔بیچ	کتاب۔کتاب	اللہ۔اللہ کے	یوم۔جس دن

خلق۔پیدا کیا	السموات۔آسمانوں	و۔اور	الارض۔زمین کو
منہا۔اس سے	اربعۃ۔چار مہینے	حرم۔حرمت والے ہیں	ذلک۔یہ ہے
الدین۔دین	القیم۔سیدھا	فلا۔تو نہ	تظلموا۔ظلم کرو
فیھن۔ان میں	انفسکم۔اپنی جانوں پر	و۔اور	قاتلوا۔لڑائی کرو
المشرکین۔مشرکوں سے	کافۃ۔سب مل کر	کما۔جیسے	یقاتلونکم۔لڑتے
ہیں وہ تم سے	کافۃ۔سب مل کر	و۔اور	اعلموا۔جان لو
ان۔بیشک	اللہ۔اللہ	مع۔ساتھ	المتقین۔پرہیزگاروں کے ہے
انما۔سوائے اسکے نہیں	النسئی۔پیچھے ہٹانا	زیادۃ۔زیادتی ہے	فی۔بیچ
الکفر۔کفر کے	یضل۔گمراہ ہوتے ہیں	بہ۔اس سے	الذین۔وہ جو
کفروا۔کافر ہیں	یحلونہ۔حلال کرتے ہیں اسکو		عاما۔ایک سال
و۔اور	یحرمونہ۔حرام کرتے ہیں اسکو		عاما۔ایک سال
لیواطئوا۔موافق کریں	عدۃ۔گنتی	ما۔اس کی جو	حرم۔حرام کیا
اللہ۔اللہ نے	زین۔خوشنما بنائے گئے	لھم۔ان کے لیے	سوء۔برے
اعمالھم۔عمل ان کے	و۔اور	اللہ۔اللہ	لا۔نہیں
یھدی۔ہدایت دیتا	القوم۔قوم	الکافرین۔کافروں کو	

مختصر تفسیر اردو رکوع پنجم سورہ توبہ پ ۱۰

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ۔ اور یہود کہنے لگے عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہود میں عزیر کو ابن اللہ ماننے کی بنیاد اس طرح پڑی کہ جب عزیر علیہ السلام موجود تھے اور توریت بھی موجود تھی اور تابوت بھی یہود کے پاس موجود تھا۔ یہود نے توریت پر عمل چھوڑ دیا اور توریت کو گم کر دیا اللہ تعالے نے ان کے سینہ سے توریت اٹھالی اور تابوت بھی اٹھالیا۔ حضرت عزیر نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی اللہ تعالے نے توریت دوبارہ عطا کر دی حضرت عزیر علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو توریت دوبارہ مل جانے کی بشارت دی بنی اسرائیل لوٹ کر آئے اور توریت یاد کرنے لگے۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالے نے تابوت بھی عطا کر دیا جس میں

توریت بند تھی۔ بنی اسرائیل نے توریت تابوت والی کو حضرت عزیر والی توریت سے ملایا تو دونوں ایک جیسی تھیں اس پر یہود نے کہا عزیر تو اللہ کا بیٹا ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ بخت نصر جب بنی اسرائیل پر غالب آگیا تو اس نے ان تمام لوگوں کو قتل کر دیا جو توریت کے حافظ تھے۔ حضرت عزیر اس زمانہ میں بچہ تھے اس لیے وہ بچ گئے جب سو سال کے بعد قید سے رہا ہو کر بنی اسرائیل بیت المقدس میں آئے تو کسی کو بھی توریت یاد نہ تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کو مبعوث فرمایا تاکہ توریت کی تعلیم دیں۔ حضرت عزیر نے اپنے عزیر ہونے کے ثبوت توریت تلاوت کی۔ کیونکہ آپ کو بھی سو برس تک مردہ رکھا گیا تھا۔ سو برس بعد آپ زندہ کیے گئے جس کا مفصل ذکر سورۃ بقرہ میں ہے۔

ایک فرشتہ نے ایک برتن میں پانی لا کر حضرت عزیر کو پلایا جس کے پیتے ہی تمام توریت یاد ہو گئی تھی جب آپ قوم میں آئے اور ان کو اپنا بتایا تو قوم نے کہا اگر آپ عزیر ہیں تو توریت منگوا دیں حضرت عزیر نے لکھوا دی ایک شخص نے دفن شدہ قدیم توریت جو اس کے باپ نے ایک مٹکے میں رکھ کر دفن کر دی تھی۔ زمین سے نکالی۔ قدیمی توریت سے حضرت عزیر کی عطا کردہ توریت کو ملایا تو بالکل ایک سا مطابق پایا اس پر یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔ معاذ اللہ

وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ۔ اور نصاریٰ کہنے لگے مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

علامہ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد عیسائی نصرانی اکیاسی برس تک اسلام پر رہے۔

جب یہود و نصاریٰ کی جنگ ہوئی تو ایک یہودی جس کا نام بولس تھا نے چند نصاریٰ کو شہید کر دیا پھر بولس یہودیوں سے کہنے لگا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام حق پر تھے تو ہم ان کی مخالفت میں لامحالہ دوزخ میں جائیں گے اور نصاریٰ جنت میں لہٰذا میں ایک تدبیر سے ان کو بھی گمراہ کرتا ہوں تاکہ وہ بھی جہنم میں جائیں۔

بولس نے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں جس پر وہ جنگ کرتا تھا اور اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔ نصاریٰ نے پوچھا کیا ہوا تجھے تو ندامت سے کہنے لگا کہ مجھے آسمان سے ندا آئی ہے کہ عیسائی ہونے کے بغیر تیری نجات نہیں اور نہ تیری توبہ قبول ہے اس لیے میں نے عیسائیت قبول کر لی ہے۔ ایک برس گرجا میں رہا اور انجیل یاد کرتا رہا۔ پھر گرجا سے باہر آیا اور کہنے لگا آسمان سے میری توبہ قبول ہونے کی بشارت ملی ہے۔ بولس نے اپنی جگہ نسطور اکو جانشین بنایا اور خود

روم چلا گیا اور ان میں یہ تعلیم چھوڑ گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام، مریم اور اللہ تینوں الوہیت کے عناصر ہیں اس لیے کہ تو اس کا جسم تھا جسمانیت عالم ناسوت نہیں تھی۔

اور پھر رومیوں میں اپنا ایک خلیفہ بنایا اس کو کہا کہ وہ اللہ کے بیٹے تھے ایک تیسرے شخص کو جس کا نام ملکا تھا بلایا اور اس کو کہا کہ اللہ ازلی ہے ابدی ہے جب تینوں عقیدے الگ الگ وجود میں آگئے تو ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بلا کر ہر ایک کو اپنا مقرب بنالیا اور کہا کہ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ہے میں عنقریب ان پر قربان ہو جاؤں گا۔ عیسیٰ کی خدمت میں چلا جاؤں گا۔ تم لوگ اپنے اپنے عقیدے پر قائم رہنا اور اسی کی تعلیم دینا اور عیسیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا پھر اس نے خودکشی کر لی اور اس طرح عیسائیوں میں تین گروہ بن گئے اور آپس میں خوب قتل و غارت ہوئی۔

یہود کہنے لگے عزیر کو ابن اللہ اور نصرانی کہنے لگے مسیح ابن اللہ یہ باتیں وہ اپنے منہ سے بکتے ہیں۔ یہاں اہل کتاب کی اس بے دینی کی تصریح ہے جو اجمالاً اوپر ذکر ہوئی۔ تاکہ سمجھ میں آجائے کہ وہ جناب الٰہی میں ایسے فاسد کاسد عقیدے رکھتے ہیں اور مخلوق کو خالق کی اولاد بنا کر پوجتے ہیں اس آیت کریمہ کا

شان نزول یہ ہے کہ حضور کی خدمت اقدس میں ایک جماعت حاضر آئی اور کہنے لگی کہ ہم آپ کا اتباع کیسے کریں آپ نے تو ہمارا قبلہ بھی چھوڑ دیا اور آپ حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا بھی نہیں مانتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی چنانچہ ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ۔ کہ اگلے کافروں کی سی بات بناتے ہیں۔

اللہ انہیں ہلاک کرے کیسے اوندھے راستہ جاتے ہیں جس پر نہ کوئی دلیل ہے نہ برہان اور اپنے جہل سے اس باطل اور گمراہ عقیدے پر جمے ہوئے ہیں اور اللہ کی وحدانیت پر یقینی علم ہونے کے باوجود اپنے کفر کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ۔ انہوں نے علماء و فقراء کو اللہ کے سوا رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی۔

یعنی حکم الٰہی کو بھول کر ان علماء و فقراء کے اقوال کو حکم الٰہی کے برابر سمجھنے لگ گئے حتیٰ کہ خدا کو چھوڑ کر انہیں خدا کی جگہ مان بیٹھے اور مسیح ابن مریم کو بھی خدا یا خدا کا بیٹا بنالیا یا یہ عقیدہ کر لیا کہ

ان میں خدا نے حلول کیا ہے۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک اللہ کو پوجیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی ذات پاک ہے ان کے شرک سے۔

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ وہ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنے منہ سے اور اللہ نہیں بجھنے دے گا مگر اپنے نور کو پورا کرے گا اگرچہ کافر برا مانیں۔

نورِ الٰہی سے مراد دلائل اسلام ہیں یا سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت اور الا ان یتم نورہ سے مراد دین اسلام کو غلبہ دینا اور اسے کفر کے مقابل چمکانا ہے آگے حضور کی شخصیت مقدسہ کا تعارف کرایا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔ وہ ذات پاک وہ ہے جس نے اپنا رسول آخر الزمان ہدایت اور سچے دین کے ساتھ کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔

اور اس کی حجت اتنی قوی فرمائی کہ دوسرے ادیان و ملل اس سے منسوخ ہو جائیں۔ چنانچہ بموجب فرمان الٰہی ایسا ہی ہوا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اظہار سے مراد غالب کر دینا ہے اور ہ کی ضمیر دین حق کی طرف راجع ہے یعنی اسلام کو دوسرے مذاہب پر غالب کرنے اور ان کو منسوخ کرنے کے لیے ہے تاکہ تمام اہل ادیان اسلام کے مطیع ہو جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ اور ضحاک نے فرمایا ہے کہ یہ شان حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت ظاہر ہوگی جبکہ کوئی دین ایسا دین والا نہ ہوگا جو اسلام میں داخل نہ ہو جائے۔ وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (کوئی بھی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں ہے جو اپنی موت سے یا عیسیٰ کی موت سے اس پر ایمان نہ لائے) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اسلام کے سوا ہر ایک ملت ختم ہو جائے گی۔

وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ اگرچہ مشرک برا مانیں

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور پرنور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم سے

خود سنا کہ روئے زمین پر کوئی مٹی کا بنا ہوا مکان ایسا نہ ہوگا کہ اس میں دین اسلام داخل نہ ہو عزت والے کو عزت کے ساتھ ذلت والے کو ذلت کے ساتھ یعنی اسلام کی وجہ سے اللہ عزت عطا فرمائے گا اور سب لوگ مسلمان ہو جائیں گے یعنی سب پر اللہ کے دین کو غلبہ حاصل ہو جائے گا اس کو امام احمد نے روایت کیا۔

اب مسلمانوں کو احبار اور یہود کے اولیاؤں کی بے دینی اور رشوت خوری کے متعلق مطلع کیا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ۔ اے ایمان والو بے شک بہت سے علماء اور فقراء یہود و نصاریٰ کے ایسے ہیں کہ لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

علماء نصاریٰ اور فقراء یہود ایسے بے دین تھے کہ اپنی توریت اور انجیل کے احکام لوگوں سے رشوت لے کر ان کی مرضی کے موافق بدل دیتے تھے۔ انجیل و توریت میں تحریف کرنے سے نہیں ڈرتے تھے حتیٰ کہ کتب سابقہ میں جہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے محاسن و مناقب و محاسن تھے قوم سے مال حاصل کرنے کی غرض سے ان میں غلط تاویلیں اور فاسد تحریفیں کر ڈالتے تھے اور لوگوں کو راہ حق سے روکنے میں پوری طرح ساعی ہوتے تھے اور اس طرح مال جمع کرتے تھے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ اور وہ لوگ جو جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں بشارت دردناک عذاب کی دے دیجئے۔

یعنی سونا چاندی جمع کرنا اللہ کی راہ میں زکوٰۃ دینے سے بخل کرنا۔ زکوٰۃ نہ دینا ایسے لوگوں کو بشارت عذاب ہے فبشرھم بعذاب الیم کا حکم اہل کتاب کے لیے ہے۔

شان نزول:۔ بقول سدی یہ ہے کہ یہ آیت مانعین زکوٰۃ کے لیے نازل ہوئی۔ جبکہ اللہ تعالےٰ نے احبار و رہبان کی حرص مال کا ذکر فرمایا تو مسلمانوں کو مال جمع کرنے اور حقداروں کو نہ پہنچانے سے خوف دلایا۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور اس نے اس مال سے زکوٰۃ نہ دی ہو تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی شکل

بن کر دیا جائے گا جس کی آنکھوں پر نقطے ہوں گے یہ سانپ بصورت طوق اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور دونوں باچھیوں کو وہ پکڑ کر چیرے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتاھم اللہ الایۃ۔ رواہ البخاری۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ نے عرض کیا حضور سونے چاندی کا تو یہ حال معلوم ہو گیا اب فرمایا جائے وہ کونسا مال ہے جسے جمع کیا جا سکے فرمایا ذکر کرنے والی زبان۔ اور شکر کرنے والا دل اور نیک بیوی جو ایماندار خاوند کی اس کے ایمان پر مدد کرے۔ (ترمذی)

اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوا کہ مال جمع کرنا مباح ہے مذموم نہیں بشرطیکہ اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما یہ دونوں صحابی مالدار تھے ان سے دوسرے صحابہ نفرت کرتے تھے مگر یہ ہر دو صحابہ ان کی نفرت پر معترض نہ تھے آگے نوعیت عذاب کا بیان ہے۔

یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ۔ جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں اور وہ سونا چاندی یا درا ہم شدت حرارت سے سفید ہو جائے گا تو

فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ۔ تو اس سے داغا جائے گا ان کی پیشانیوں اور کروٹوں اور پیٹھوں کو یعنی ان کے جسم کے تمام اطراف و جوانب داغے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا۔

هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔ یہ ہے وہ مال جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا اب چکھو اس کا مزہ جو جوڑ رکھا تھا اور زکوٰۃ دیے بغیر جمع کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ دی گئی ہو وہ کنز نہیں خواہ دفینہ ہی کیوں نہ ہو اور جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی ہو وہ کنز ہے اس کے مالک کو اس سے داغ دیا جائیگا۔

اب یہاں سے قمری مہینوں کا بیان شروع ہے اس لیے کہ بناء احکام قمری مہینوں پر ہے جن کا حساب چاند سے ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں۔ یعنی لوح محفوظ میں یا قرآن کریم میں جب سے یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ جب سے اس نے زمین آسمان بنا

ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔

وہ تین مہینے متصل ہیں ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔ محرم الحرام اور ایک مہینہ علیحدہ ہے جس کا نام رجب المرجب کما قال صاحب روح المعانی السنۃ اثنا عشر شہرا منہا اربعۃ حرم ثلاثۃ متوالیات ورجب مضر الحدیث۔ سال بارہ مہینے کا ہے ان میں سے چار حرمت والے ہیں تین متواتر اور مضر قبیلہ کا رجب الحدیث

جیسا کہ روح المعانی میں ہے والجمہور علی ان حرمۃ المقاتلۃ فیھن منسوخۃ وان الظلم مؤول بارتکاب المعاصی وتخصیصہا بالنہی عن ارتکاب ذلک فیہا مع ان الارتکاب منہی عنہ مطلقا لتعظیمہا۔ جمہور کا خیال ہے کہ ان میں لڑائی کی حرمت منسوخ ہو چکی ہے اور ظلم سے مراد گناہوں کا ارتکاب ہے اور گناہ کے ارتکاب کی ممانعت کی تخصیص صرف اس کی تعظیم کی وجہ سے ہے ورنہ گناہ کا ارتکاب ویسے بھی منع ہے۔

ایک حدیث میں عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے انہ لا یحل ان یغزو فی الحرم و الاشہر الحرم الا ان یقاتلوا واستثنی ھذا لانہ للدافع فلا یمنع منہ بالاتفاق ویؤید القول بالنسخ انہ علیہ الصلوۃ والسلام حاصر الطائف وغزا ھوازن بحنین فی شوال وذوالقعدۃ سنۃ ثمان۔ یہ جائز نہیں کہ کوئی آدمی حرم میں اور حرمت والے مہینوں میں جنگ کرے مگر یہ کہ اس سے جنگ کی جائے اور یہ استثناء مدافعت کے لیے ہے اور یہ بالاتفاق منع نہیں ہے اور اس کے منسوخ ہونے کے قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ کے شوال اور ذیقعدہ میں طائف کا محاصرہ بھی کیا اور حنین کے مقام پر ہوازن سے جنگ بھی لڑی۔

عرب کے لوگ بھی زمانۂ جاہلیت میں ان مہینوں کو معظم مانتے تھے حتیٰ کہ ان مہینوں میں قتال وجدال حرام سمجھتے تھے اسلام میں ان مہینوں کی حرمت وعظمت اور زیادہ کی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ۔ یہ دین قیم ہے تو ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

دین قیم سے مراد دین ابراہیمی ہے جس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور ظلم سے مراد ان کی حرمت کی پرواہ نہ کرنا اور ان ایام میں قتل وقتال کرنا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ظلم سے

مراد حرام کو حلال کرنا ہے۔

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً۔ اور مشرکوں سے ہر وقت جہاد کرو جیسا کہ وہ تم سے ہر وقت مقاتلہ کرتے ہیں۔ کافہ کے معنی جمیعًا یعنی اس کو کام سے روک دیا گیا۔

وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

ظلم کرنے کی ممانعت سے مراد گناہ یا نافرمانی ہے گویا یہ حکم ہے کہ ان مہینوں میں گناہ اور نافرمانی خاص طور پر نہیں ہونی چاہئے۔ رہا مقاتلہ مشرکین سے وہ ہر وقت کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ تم سے ہر وقت مقاتلہ کرتے ہیں ایسی صورت میں اللہ تمہاری نصرت و مدد فرمائے گا۔

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ۔ ان کا مہینے پیچھے ہٹانا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا۔

نسئ لغت عرب میں وقت کے مؤخر کرنے کو کہتے ہیں اور یہاں شہر حرام کی حرمت کا دوسرے مہینے کی طرف ہٹا دینا مراد ہے۔

صورت حال یہ تھی کہ

اہل جاہلیت اشہر حرم یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب کی حرمت و عظمت کے معتقد تھے تو جب کبھی لڑائی کے ایام میں یہ مہینے آجاتے تو انہیں شاق گذرتے اس لیے انہوں نے یہ گھڑت گھڑی کہ ایک مہینے کی حرمت دوسرے مہینے کی طرف ہٹانے کا فیصلہ کر لیا یعنی محرم کی حرمت صفر کی طرف ہٹا کر محرم میں جنگ جاری رکھتے اور بجائے اس کے صفر کو ماہ حرام قرار دے لیتے اور رجب اس سے بھی تحریم ہٹانے کی ضرورت سمجھتے تو جنگ جاری رکھتے اور ماہ ربیع الاول کو ماہ حرام بنا لیتے۔ اس طرح ان کی تحریم سال کے تمام مہینوں میں گھومتی پھرتی رہتی تھی۔ ان کے اس طرز عمل نے ماہ ہائے حرام کی تخصیص ہی باقی نہ رہنے دی اسی طرح حج کو بھی مہینوں میں گھماتے رہتے تھے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ نسئ کے مہینے گئے گزرے ہوئے۔ اب مہینوں کے اوقات کی وضع الٰہی کے مطابق حفاظت کی جائے۔

اور کوئی مہینہ اپنی وضع سے نہ ہٹایا جائے اور اس آیت کریمہ کے ذریعہ نسئ کو ممنوع قرار دیا گیا اور اس قسم کے طریقہ اور بہانے کو کفر پر کفر کی زیادتی بتایا گیا۔ کیونکہ اس آیت میں ماہ ہائے حرام کے اندر تحریم قتال کو حلال جاننا اور خدا کے حرام کیے ہوئے کو حلال کر لینا پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا - اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اسے حرام مانتے ہیں۔

لِّيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ کہ اس گنتی کے برابر ہو جائیں جو اللہ نے حرام فرمائی۔

یعنی ماہ حرام چار ہی رہیں تو اس کی پابندی کرتے ہیں اور ان کی تخصیص توڑ کر حکم الٰہی کی مخالفت میں جو مہینہ حرام تھا اسے حلال کر لیا اس کی جگہ دوسرے مہینہ کو حرام قرار دیا

فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ اور اللہ کے حرام کیے ہوئے کو حلال کر لیتا

زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۠ ان کو بھلا لگتا ہے ان کے برے کام ان کی نظروں میں پسندیدہ ہیں اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

با محاورہ ترجمہ رکوع ششم سورۃ توبہ پ ۱۰

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

اے ایمان والو تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جائے کہ کوچ کرو اللہ کی راہ میں تو بوجھل ہو کر زمین پر بیٹھ جاتے ہو کیا تم دنیا کی زندگی پسند کرتے ہو آخرت سے اور نہیں متاع دنیا کی آخرت میں مگر تھوڑی۔

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اگر نہ کوچ کرو گے تو تمہیں سخت عذاب دے گا ہوگا اور تمہاری جگہ کوئی اور قوم بدل دی جائے گی اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ سب کچھ پر قادر ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ

اگر تم (ہمارے نبی کی) مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد کی جب کافروں کی شرارت سے انہیں جانا پڑا دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب فرماتے تھے اپنے یار سے غم نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو

بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ط وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور مدد کی ان فوجوں سے جو تم نے نہ دیکھیں اور کر دی بات ان کی جو کافر تھے نیچی اور اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ط وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ج وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

کوچ کرو ہلکی جان لے کر یا بھاری دل سے اور جہاد کرو مال اور جان سے اللہ کی راہ میں یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ اگر ہوتا مال قریب یا سفر ہلکا تو قصد کرتے اور تمہارے ساتھ جاتے مگر ان پر تو اور مشقت کا راستہ پڑ گیا اور اب اللہ کی قسم کھائیں گے کہ ہم سے اگر بن پڑتا تو ضرور تمہارے ساتھ جاتے اپنی جانیں ہلاک کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ بیشک جھوٹے ہیں۔

حل لغات رکوع ششم سورۃ توبہ پ۱

یاایہا۔اے	الذین۔وہ جو	امنوا۔ایمان لائے ہو	ما۔کیا ہے
لکم۔تم کو	اذا۔جب	قیل۔کہا جاتا ہے	لکم۔تم کو
انفروا۔نکلو	فی۔بیچ	سبیل۔راہ	اللہ۔اللہ کے
اثاقلتم۔تم بیٹھ گئے	الی۔طرف	الارض۔زمین کی	ا۔کیا
رضیتم۔تم راضی ہوگئے	بالحیوۃ۔زندگی	الدنیا۔دنیا پر	من۔بدلے
الاخرۃ۔آخرت کے	فما۔تو نہیں	متاع۔سامان	الحیوۃ۔زندگی
الدنیا۔دنیا کا	فی۔مقابلے	الاخرۃ۔آخرت کے	الا۔مگر
قلیل۔تھوڑا	الا۔اگر نہ	تنفروا۔نکلوگے تم	یعذبکم۔عذاب کریگا تم کو

عذابا۔عذاب	الیما۔دردناک	و۔اور	یستبدل۔بدل دیگا
قوما۔قوم	غیر۔سوا	کم۔تمہارے	و۔اور
لا۔نہ	تضروہ۔بگاڑسکوگے	ہ۔اس کا	شیئا۔کچھ بھی
و۔اور	اللہ۔اللہ	علی۔اوپر	کل۔ہر
شئ۔چیز کے	قدیر۔قادر ہے	الا۔اگر نہ	تنصروہ۔مدد کروگے
ہ۔اسکی	فقد۔تو بیشک	نصر۔مدد کی	ہ۔اسکی
اللہ۔اللہ نے	اذ۔جب	اخرجہ۔نکالا اسکو	الذین۔انہوں نے جو
کفروا۔کافر ہیں	ثانی۔دوسرا	اثنین۔دو کا	اذ۔جبکہ
ھما۔وہ دونوں	فی۔بیچ	الغار۔غار کے تھے	اذ۔جب
یقول۔کہتا تھا	لصاحبہ۔اپنے ساتھی سے	لا۔نہ	تحزن۔غم کھا
ان۔بیشک	اللہ۔اللہ	معنا۔ہمارے ساتھ ہے	فانزل۔تو اتاری
اللہ۔اللہ نے	سکینتہ۔اپنی تسلی	علیہ۔اس پر	و۔اور
علی۔اوپر	المومنین۔مومنوں کے	و۔اور	ایدہ۔مدد کی
ہ۔اس کی	بجنود۔ایسے لشکروں سے کہ	لم۔نہ	ترو۔دیکھا تم نے
ھا۔ان کو	و۔اور	جعل۔بنائی	کلمۃ۔بات
الذین۔ان کی جو	کفروا۔کافر ہیں	السفلی۔نیچی	و۔اور
کلمۃ۔بات	اللہ۔اللہ کی	ھی۔ہوئی	العلیا۔بلند
و۔اور	اللہ۔اللہ	عزیز۔غالب	حکیم۔حکمت والا ہے
انفروا۔نکلو	خفافا۔ہلکے	و۔اور	ثقالا۔بوجھل
و۔اور	جاھدوا۔جہاد کرو	باموالکم۔اپنے مالوں سے	و۔اور
انفسکم۔اپنی جانوں سے	فی۔بیچ	سبیل۔رستے	اللہ۔اللہ کے
ذلکم۔یہ	خیر۔بہتر ہے	لکم۔تمہارے لیے	ان۔اگر
کنتم۔ہو تم	تعلمون۔جانتے	لو۔اگر	کان۔ہوتا
عرضا۔سامان	قریبا۔قریب	و۔اور	سفرا۔سفر
قاصدا۔درمیانہ	لاتبعو۔تو پیروی کرتے	ک۔تیری	و۔اور

لکن۔ لیکن	بعدت۔ دور ہوگئی	علیہم۔ ان پر	الشقۃ۔ مشقت		
و۔ اور	سیحلفون۔ جلدی قسمیں کھائیں گے		باللہ۔ اللہ کی		
لو۔ اگر	استطعنا۔ ہم طاقت رکھتے تو		لخرجنا۔ ہم نکلتے		
معکم۔ تمہارے ساتھ	یھلکون۔ ہلاک کرتے ہیں	انفسہم۔ اپنی جانیں	و۔ اور		
اللہ۔ اللہ	یعلم۔ جانتا ہے	انہم۔ بیشک	لکذبون۔ وہ جھوٹے ہیں		

مختصر تفسیر اردو رکوع ششم سورۃ توبہ پ ۱۰

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ

اے ایمان والو تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جائے کہ کوچ کرو اللہ کی راہ میں تو بوجھل ہو کر زمین پر بیٹھ جاتے ہو اور سفر کی صعوبت سے گھبراتے ہو۔

اثّاقلتم کی اصل تثاقلتم تھی چنانچہ اعمش کی روایت میں ہے تا کو ثا میں ادغام کیا اور ہمزہ وصل ابتداء میں لگا دیا اثّاقلتم ہو گیا۔

شان نزول:۔ اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ جب غزوہ تبوک کے لیے مسلمانوں کو حکم ملا تو اس زمانہ میں گرمی سخت تھی۔ اور قحط بھی اتنا شدید تھا کہ دو دو آدمی ایک ایک کھجور پر گذر کرتے تھے سفر دور کا تھا یعنی مدینہ منورہ سے چودہ منزل کا فاصلہ تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس ہوئے تو جب ۹ھ ہجری تھا اور اچانک اطلاع ملی کہ عرب نصرانیوں کے ابھارنے سے ہرقل شاہ روم نے رومیوں اور شامیوں کی فوج جمع کی ہے اور وہ مسلمانوں پر حملے کا ارادہ رکھتا ہے۔

تو حضور کا حکم سن کر دشمن کی قوت کے خوف سے اکثر قبیلے بیٹھ رہے اور انہیں اس وقت اس حال میں جہاد کرنا گراں معلوم ہوا اور اس غزوہ میں بہت سے منافقین کا حال بھی واضح ہو گیا اور مومنین کا جذبہ ایمان بھی۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حکم سنتے ہی نہایت عالی ہمتی سے دس ہزار مجاہدین کے لیے سامان دیا اور دس ہزار دینار نقد دیے نو سو اونٹ اور سو گھوڑے معہ ساز و سامان کے پیش کیے اور دیگر اصحاب نے بھی دل کھول کر خرچ کیا۔

سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے اور گھر کا سب سامان لاکر حضور کے پیش کیا جو چار ہزار درہم کی مالیت کا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نصف اثاث البیت پیش کر دیا۔ مختصر یہ کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اتیس ہزار کی تعداد لشکر کی پوری فرما کر مقابلہ کے لیے روانگی کا عزم فرمایا اور حضرت شیر خدا اسد اللہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا۔

غرضکہ لشکر روانہ ہوا اس میں عبداللہ بن ابی بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تھا۔ یہ گروہ چونکہ منافقین کا تھا۔ ان کا نفاق ثنیۃ الوداع پر کھل گیا۔ یعنے وہ یہاں سے آگے نہ بڑھا اور واپس ہو گیا۔

لشکر اسلام کو تو بہ تعمیل حکم جانا ہی تھا۔ چنانچہ جب مسلمان تبوک کے میدان میں اترے تو انہوں نے دیکھا کہ جو چشمہ انہیں ملا اس کا پانی اتنا قلیل ہے کہ لشکر کو ناکافی ہوگا۔ بارگاہ رحمت پناہ میں عرض کی حضور نے اس چشمہ سے پانی دہن اقدس میں لے کر کلی فرما دی جس سے یہ معجزہ ظہور میں آیا کہ چشمہ ایسا جوش زن ہوا کہ لشکری خود بھی سیراب ہوئے اور تمام جانور بھی خوب سیر ہو گئے حضور نے کافی عرصہ یہاں قیام فرمایا۔

چونکہ ہرقل کے دل میں حضور کی صداقت نبوت کا سکہ جما ہوا تھا وہ حضور کو سچا نبی جانتا تھا اسے خوف ہوا کہ ایک نبی معظم کا مقابلہ کہیں سلطنت کی تباہی کا موجب نہ ہو اس نے مقابلہ نہ کیا۔ تو حضور نے گردونواح میں لشکر بھیجے۔

حضرت خالد سیف اللہ کو چار سو سے زاید سوار دے کر قلعۃ دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا اور فرمایا اکیدر حاکم قلعہ دومۃ الجندل کو نیل گاؤ کا شکار کرتے ہوئے گرفتار کر لینا۔
چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب آپ اس کی تلاش میں نکلے تو وہ نیل گاؤ کا شکار کر رہا تھا اور اپنے قلعہ سے اترا ہی تھا کہ حضرت سیف اللہ نے اسے گرفتار کر لیا اور بارگاہ رسالت میں لے گئے حضور نے جزیہ مقرر فرما کر اسے چھوڑ دیا۔

اسی طرح حاکم ایلہ پر اسلام پیش کیا اور جزیہ پر صلح ہوئی۔

اب حضور سید یوم النشور فاتحانہ شان سے جب واپس ہوئے تو وہ لوگ جو شدت گرما اور قلت غذا کی وجہ سے اس جہاد میں جانے سے بیٹھ رہے تھے شرمندہ و خجل ہو کر حاضر ہوئے حضور نے حکم دے دیا کہ تم میں سے کوئی بھی ان لوگوں سے کلام نہ کرے اور اپنے پاس بٹھائے

جبتک ہم اجازت نہ دیں۔
غرضکہ عام لشکری ان سے مجتنب رہے جو کسی لشکری سے ملنا چاہتا وہ اس سے اعراض کرتا حتیٰ کہ باپ اور بھائی کی طرف بھی کسی نے التفات نہ کیا اس واقعہ کو اجمالاً آیت کریمہ میں بیان فرمایا۔

اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ ہ
کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے پسند کرلی اور حیات دنیا کا سامان آخرت کے مقابلہ میں کچھ نہیں مگر ذلیل وقلیل۔ اس لیے کہ دنیا اور اس کی تمام متاع فانی ہے اور آخرت اور اس کی تمام نعمتیں باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہیں۔

اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ہ اگر تم نے کوچ نہ کیا اور جہاد میں نہ گئے تو تمہیں سخت عذاب دے گا (اللہ تعالیٰ)

وَیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ۔ اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا۔
یعنی حکم رسالت مآب کی تعمیل میں اگر تم لوگ جہاد کو نہ نکلے تو اللہ تم پر سخت عذاب نازل فرماکر تمہیں ہلاک کردے گا اور تمہاری جگہ وہ قوم لائے گا جو تم سے بہتر ہوگی اور فرمانبرداری میں تم سے زیادہ مطیع ہوگی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد اور اعانت میں خود حامی ہے اور دین کو عزت دینے کا کفیل ہے تو اگر تم اطاعت رسول میں سبقت کروگے تو یہ سعادت تمہیں ملے گی اور اگر تم نے تعمیل حکم میں کوتاہی اور سستی کی تو اللہ تعالیٰ تمہاری بجائے دوسری کسی قوم کو لاکر رسول کی خدمت کا شرف بخشے گا۔

وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا۔ اور تم اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکوگے۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ۔ اگر تم محبوب دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کروتو بے شک اللہ نے ان کی مدد کی۔

اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ جب کافروں نے شرارت کی اور انہیں مکہ سے باہر تشریف لے جانا پڑا۔ یعنی بوقت ہجرت مکہ مکرمہ سے تشریف لے جانا پڑا اس لیے کہ کفار مکہ نے دار الندوہ میں حضور کے خلاف مجلس شوریٰ کرکے حضور کے قید وقتل وغیرہ کے بارے بارے مشورہ کیے تھے جس کی مفصل کیفیت سورہ انفال کے رکوع چہارم میں بیان ہوچکی۔

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ صرف دو جان سے جب دونوں یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار میں تھے۔ اور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے یار سے اپنے رفیق سے فرما رہے تھے غم نہ کرو اور نہ گھبراؤ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے غار سے مراد غار ثور ہے جو مکہ کے نشیبی جانب تھا۔

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار کی طرف روانہ ہوئے تو کبھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے ہو جاتے کبھی دائیں کبھی بائیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو حضرت ابوبکر نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں کوئی آگے یا پیچھے دائیں یا بائیں گھات میں نہ بیٹھا ہو اس لیے میں آگے پیچھے دائیں بائیں ہو جاتا ہوں۔

اسی لیے آپ غار میں بھی پہلے داخل ہوئے اور جو سوراخ نظر آیا اپنی چادر کو پھاڑ کر تمام سوراخ بند کر دیئے صرف ایک سوراخ رہ گیا جس کو بند کرنے کے لیے کپڑا نہ رہا تو آپ نے اس سوراخ کے منہ پر اپنی ایڑی لگا دی۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار میں داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر اقدس رکھ کر سو گئے۔ ایک سوراخ کے اندر ایک سانپ تھا اس نے آپ کے پاؤں کی انگلی میں کاٹ لیا۔ شدت تکلیف کی وجہ سے آپ کے آنسو بہہ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر گرے حضور بیدار ہوئے فرمایا کیا بات ہے آپ نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب لگایا جس سے تکلیف دور ہو گئی۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مشرکوں کو نہ ملے تو شتر سوار ہو کر آپ کی تلاش میں نکلے اور بڑا معاوضہ بھی مقرر کر دیا۔ اس پہاڑ پر چڑھ گئے جس کے اندر وہ غار تھا حضرت ابوبکر پر خوف مسلط ہو گیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے یار سے فرما رہے تھے غم نہ کرو اور نہ گھبراؤ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ۔ تو اللہ نے ان پر نازل فرمایا سکون قلب جس سے حضرت ابوبکر کے دل میں قوت آئی اور اطمینان حاصل ہوا۔

وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا۔ اور ان فوجوں سے ان کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں۔

ان فوجوں سے مراد ملائکہ کی فوجیں ہیں جنہوں نے کفار سرکش کے منہ پھیر دیئے اور کفار ان کو

نہ دیکھ سکے یہ اعانت اور امداد بدر۔ احزاب حنین میں بھی انہیں غیبی فوجوں سے کی گئی۔
وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ط اور کافروں کی بات نیچے کر ڈالی اور دعوائے کفر و شرک پست فرمایا۔
وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ط اور اللہ کا بول بالا ہے
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔
اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا۔ کوچ کرو ہلکی جان سے یا بھاری دل سے یعنی خوشی سے یا بد دلی سے اور ایک قول کے مطابق یہ معنی ہیں قوت کے ساتھ یا کمزوری سے بے سروسامانی سے یا سامان کے ساتھ۔
وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور اللہ کے راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو کہ جہاد کی کیا کچھ فضیلت ہے اور بیٹھ رہنے میں اس ثواب کا نقصان کتنا ہے تو مستعدی سے جہاد کے لیے تیار رہو سستی نہ کرو۔
لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ۔ اور سمجھو کہ اگر ہوتا مال قریب یا متوسط سفر تو ضرور وہ تمہاری پیروی کرتے اور دنیوی نفع کی امید میں شدید محنت مشقت بھی برداشت کر لیتے یعنی وہ چیز جس کی آپ نے دعوت دی تھی۔ دنیوی سامان یا آسانی سے حاصل ہو جانے والا مال غنیمت ہوتا اور سفر معمولی ہوتا تو وہ آپ کے ساتھ ہو جاتے یعنی مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے چلے جاتے۔ یہ آیت ان منافقین کی شان میں نازل ہوئی جو غزوہ تبوک میں جانے سے بیٹھ رہے تھے جیسے عبداللہ بن ابی اور اس کی جماعت لیکن ان پر تو مشقت کا راستہ لمبا ہو گیا۔
وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ۔ لیکن ان پر تو مشقت بڑی لمبی ہو گئی۔ شُقَّۃٌ۔ لمبی مسافت کو کہنے کی وجہ یہ ہے کہ طویل مسافت مشقت سے طے ہوتی ہے۔
وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ اور اب اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلتے۔ ایسا کر کے وہ اپنے نفسوں کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ تو جانتا ہی ہے کہ یہ لوگ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

استطاعت سے مراد ساز و سامان یا بدنی طاقت ہے گویا وہ نادار بن گئے یا بیمار ہو گئے ان میں ساتھ جانے کی طاقت تھی اور وہ نہ گئے۔

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں وقد اخرج الدارقطنی وابن شاہین وابن مردویہ وغیرھم عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر انت صاحبی فی الغار وانت معی علی الحوض۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو میرا غار کا ساتھی ہے اور تو ہی میرے ساتھ حوض کوثر پر ہوگا۔

واخرج ابن عساکر من حدیث ابن عباس وابی ھریرۃ مثلہ واخرج ھو وابن عدی من طریق الزھری عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لحسان ھل قلت فی ابی بکر رضی اللہ عنہ قال نعم قال قل وانا اسمع فقال حسان رضی اللہ عنہ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا کیا تو نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی کوئی شعر کہا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا کہو میں سنوں گا تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا۔

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد (۱) طاف العدو بہ اذ صعد الجبلا

وکان حب رسول اللہ قد علموا (۲) من البریۃ لم یعدل بہ رجلا

فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ ثم قال صدقت یا حسان ھو کما قلت (روح المعانی) ترجمہ

(۱) وہ بلند غار میں دو میں سے دوسرا تھا اور دشمن نے اس غار کا چکر لگایا جب کہ آپ پہاڑ پر چڑھے۔

(۲) اور مخلوق میں سے وہ رسول اللہ کے محبوب تھے ان کے برابر کا کوئی آدمی نہیں تھا۔

تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں نظر آنے لگیں پھر آپ نے فرمایا اے حسان تو نے سچ کہا وہ واقعی ایسے ہی ہیں جیسے تو نے کہا ہے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق کی یہ فضیلت بہت بڑی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو اپنے ساتھ ملا کر اللہ کی معیت دونوں کے لیے ثابت کی۔ جو حضرت ابوبکر کی فضیلت کا انکار کرتا ہے وہ اس آیت کا انکار کرتا ہے

ہجرت

ابن اسحاق و طبرانی نے حضرت اسماء کی روایت سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے جب شعور ہوا تو میں نے اپنے ماں باپ کو ایک نئے دین پر دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں صبح و شام تشریف لاتے جب مسلمانوں پر زیادہ تکلیفیں پڑیں تو رسول معظم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں تمہارا مقام ہجرت دیکھا ہے جہاں بکثرت کھجوروں کے درخت ہیں اور سنگلاخ زمینوں کے درمیان واقع ہے۔

حضرت ابوبکر بھی مدینہ ہجرت کی تیاری کرنے لگے حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انتظار کرو ابھی مجھے حکم نہیں آیا حضرت ابوبکر نے دو اونٹنیاں پالیں۔ ہجرت کا حکم ملا تو حضور علیہ السلام ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور ہجرت کی بشارت دی حضرت ابوبکر نے ایک اونٹنی جس کا نام جدعا تھا۔ اور اس کی قیمت آٹھ سو درہم تھی پیش کی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے زادراہ تیار کیا حضرت اسماء نے اپنا کمر بند کاٹ کر کھانے کے تھیلے کا منہ باندھا اس لیے اس کا لقب ذات النطاقین (دو کمر بندوں والی) ہو گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہجرت کی اطلاع دی اور حکم دیا کہ تم میری جگہ رہ کر لوگوں کی امانتیں جو میرے پاس جمع ہیں ادا کر دینا۔ اور پھر رات میں آپ غار ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔

با محاورہ ترجمہ رکوع ہفتم سورۃ توبہ پ ۱۰

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ○	اللہ نے تمہیں معاف کیا کیوں اجازت دی تم نے انہیں جب تک نہ کھلے تم پر وہ جو سچے ہیں اور جان لیا تم نے جھوٹوں کو
لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ○	چھٹی نہ مانگیں گے تم سے وہ جو ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر اس سے کہ جہاد کریں وہ اپنے مالوں اور جانوں سے اور اللہ خوب جانتا ہے متقیوں کو۔
اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ	تم سے چھٹی وہی مانگیں گے جو اللہ پر ایمان

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ۝

نہیں رکھتے اور قیامت کو نہیں مانتے اور شک میں ہیں ان کے دل تو وہ اپنے شک میں متردد ہیں۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِیْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِیْنَ ۝

اگر وہ ارادہ کرتے نکلنے کا تو تیاری کرتے اس کی لیکن اللہ کو پسند نہ تھا ان کا اٹھنا تو ان میں بزدلی کاہلی بھر دی اور فرما دیا بیٹھے رہو بیٹھنے والوں کے ساتھ۔

لَوْ خَرَجُوْا فِیْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ یَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِیْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝

اگر وہ نکلتے تم میں تو نہ زیادہ ہوتا تمہیں مگر نقصان اور ڈالتے تم میں تمہارے درمیان فتنہ اور تم میں اوروں کے جاسوس ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰی جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝

بے شک انہوں نے چاہا فتنہ پہلے ہی اور الٹ پلٹ کیں تمہارے لیے تدبیریں حتی کہ حق آگیا اور غالب ہوا حکم الٰہی اور وہ انہیں ناگوار تھا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ وَلَا تَفْتِنِّیْ ؕ اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ ۝

اور ان میں وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں مجھے اجازت دو اور فتنہ میں نہ ڈالو خبردار رہو وہ فتنہ میں پڑ گئے اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے سب کافروں کو۔

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِیْبَةٌ یَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَیَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۝

اگر تمہیں بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگے اور اگر تمہیں مصیبت پہنچے تو کہیں ہم نے قبضہ میں کر لیا تھا اپنا کام پہلے ہی اور پلٹتے ہیں خوشیاں کرتے۔

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

فرما دیجئے ہرگز نہ پہنچے گا ہمیں مگر وہی جو لکھ دیا اللہ نے ہمارے لیے وہ ہمارا مالک وکارساز ہے اور اللہ پر ہی مسلمانوں کو بھروسا ہے۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحْدَی

فرمائیے کیا تم ہمارے لیے انتظار کر رہے ہو مگر

الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ
يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ
اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ
مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝

دو خوبیوں میں سے ایک کا اور ہم منتظر ہیں تمہارے لیے یہ کہ پہنچاوے اللہ تمہیں عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے تو اب انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ
مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝

فرمایئے تم خرچ کرو دل سے یا بددلی سے ہرگز قبول نہ ہوگا تم سے بے شک تم لوگ قوم فاسقین سے ہو۔

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ
اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا
يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى
وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝

اور نہیں روکا قبول کرنا ان سے ان کے خرچ کیے ہوئے کو مگر اس لیے کہ وہ کفر کرتے ہیں اللہ ورسول سے اور نہیں آتے نماز کو مگر ہارے جی سے اور نہیں خرچ کرتے مگر ناگواری سے۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

تو نہ تعجب ہو تمہیں ان کے مالوں اور اولاد پر اللہ یہی چاہتا ہے کہ انہیں عذاب کرے حیوٰۃ دنیا میں اور وبال ڈالے ان کی جانوں پہ اور وہ کافر ہی ہوں۔

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا
هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝

اور قسم کھائیں گے اللہ کی کہ وہ تم میں سے ہیں اور وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ لوگ پورے ڈرپوک ہیں۔

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا
لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝

اگر پائیں کوئی پناہ یا غار یا جینے کی جگہ تو رسی تڑا کر ادھر ادھر پھر جائیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ
فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ
يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝

اور ان میں سے وہ ہیں جو صدقہ بانٹنے میں تم پر طعن کرتے ہیں تو اگر ان میں سے مل جائے تو راضی ہوں اور اگر نہ ملے انہیں اس سے تو وہ ناراض ہیں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۟

اور اگر وہ راضی ہوتے جو دیا انہیں اللہ اور رسول نے اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے عنقریب دیگا ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔

حل لغات رکوع ہفتم سورۃ توبہ پ ۱۰

عفا۔ معاف کیا	الله۔ اللہ نے	عنك۔ تجھ کو	لم۔ کیوں
اذنت۔ اجازت دی تو نے	لھم۔ ان کو	حتی۔ یہاں تک کہ	یتبین۔ ظاہر ہو جاتے
لك۔ تیرے لیے	الذین۔ وہ جو	صدقوا۔ سچے ہیں	و۔ اور
تعلم۔ جانتا تو	الکذبین جھوٹوں کو	لا۔ نہیں	یستاذنك۔ اجازت
مانگتے تجھ سے۔	الذین۔ وہ جو	یؤمنون۔ ایمان لاتے ہیں	
بالله۔ اللہ پر	و۔ اور	الیوم۔ دن	الاخر۔ آخرت پر
ان۔ یہ کہ	یجاھدوا۔ جہاد کریں	بلموالھم۔ اپنے مالوں	و۔ اور
انفسھم۔ اپنی جانوں سے	و۔ اور	الله۔ اللہ	علیم۔ جانتا ہے
بالمتقین۔ پرہیزگاروں کو		انما۔ اس کے سوا نہیں کہ	
یستاذنك۔ اجازت لیتے ہیں تجھ سے		الذین۔ وہ جو	لا۔ نہیں
یؤمنون۔ ایمان لاتے	بالله۔ اللہ پر	و۔ اور	الیوم۔ دن
الاخر۔ آخر پر	و۔ اور	ارتابت۔ شک میں ہیں	قلوبھم۔ ان کے دل
فھم۔ تو وہ	فی۔ بیچ	ریبھم۔ اپنے شک کے	یترددون۔ پریشان ہیں
و۔ اور	لو۔ اگر	ارادوا۔ ارادہ کرتے	الخروج۔ نکلنے کا
لاعدوا۔ تو تیاری کرتے	له۔ اسکے لیے	عدۃ۔ کوئی تیاری	و۔ اور
لکن۔ لیکن	کرہ۔ ناپسند کیا	الله۔ اللہ نے	انبعاثھم۔ انکا اٹھنا
فثبطھم۔ تو بٹھا دیا ان کو	و۔ اور	قیل۔ کہا گیا	اقعدوا۔ بیٹھو
مع۔ ساتھ	القاعدین۔ بیٹھنے والوں کے		لو۔ اور

خرجوا۔ نکلتے	فیکم۔ تم میں	ما۔ نہ	زادوکم۔ زیادہ کرتے
کم۔ تم کو	الا۔ مگر	خبالا۔ بزدلی	و۔ اور
لااوضعوا۔ دوڑاتے	خلالکم۔ تمہارے اندر	یبغونکم۔ چاہتے تم کو	الفتنۃ۔ فتنہ میں ڈالنا
و۔ اور	فیکم۔ تم میں	سمعون۔ جاسوس ہیں	لہم۔ ان کے
و۔ اور	اللہ۔ اللہ	علیم۔ جانتا ہے	بالظلمین۔ ظالموں کو
لقد۔ بیشک	ابتغوا۔ چاہا انہوں نے	الفتنۃ۔ فتنہ	من قبل۔ اس سے پہلے
و۔ اور	قلبوا۔ پلٹے	لک۔ تیرے لیے	الامور۔ کئی امور
حتی۔ یہاں تک کہ	جاء۔ آیا	الحق۔ حق	و۔ اور
ظھر۔ ظاہر ہو گیا	امر۔ حکم	اللہ۔ اللہ کا	و۔ اور
ھم۔ وہ	کرھون۔ ناپسند کرتے تھے		و۔ اور
منہم۔ ان میں سے	من۔ وہ بھی ہیں جو	یقول۔ کہتا ہے	ائذن۔ اجازت دو
لی۔ مجھ کو	و۔ اور	لا۔ نہ	تفتنی۔ فتنہ میں ڈالو مجھ کو
الا۔ خبردار	فی۔ بیچ	الفتنۃ۔ فتنہ کے	سقطوا۔ گر پڑے
و۔ اور	ان۔ بیشک	جھنم۔ جہنم	لمحیطۃ۔ گھیرنے والی
ہے	بالکافرین۔ کافروں کو	ان۔ اگر	تصبک۔ پہنچے تجھے
حسنۃ۔ بھلائی	تسؤ۔ بری لگتی ہے	ھم۔ ان کو	و۔ اور
ان۔ اگر	تصبک۔ پہنچے تجھے	مصیبۃ۔ مصیبت	یقولوا۔ کہتے ہیں
قد۔ بیشک	اخذنا۔ ہم پکڑ لیا تھا		امر۔ انتظام
نا۔ اپنا	من قبل۔ پہلے سے	و۔ اور	یتولوا۔ پھر جاتے ہیں
و۔ اور	ھم۔ وہ	فرحون۔ خوش ہوتے ہیں	قل۔ فرمائیے
لن۔ ہرگز نہ	یصیبنا۔ پہنچے گا ہمیں	الا۔ مگر	ما۔ وہی جو
کتب۔ لکھا	اللہ۔ اللہ نے	لنا۔ ہمارے لیے	ھو۔ وہ
مولا۔ مالک ہے	نا۔ ہمارا	و۔ اور	علی۔ اوپر
اللہ۔ اللہ کے	فلیتوکل۔ بھروسہ کریں	المومنون۔ مومن	قل۔ کہہ
ھل۔ نہیں	تربصون۔ انتظار کرتے تم		بنا۔ ہمارے متعلق

الا۔مگر	احدی۔ایک	الحسنیین۔دونیکیوں سے	و۔اور
نحن۔ہم	نتربص۔انتظار کرتے ہیں		بکم۔تمہارے متعلق
ان۔یہ کہ	یصیبکم۔پہنچائے تم کو	اللہ۔اللہ	لعذاب۔عذاب
من عندہ۔اپنے پاس سے		او۔یا	بایدینا۔ہمارے
ہاتھوں سے	فتربصوا۔تو انتظار کرو	انا۔بیشک ہم	معکم۔تمہارے ساتھ ہیں
متربصون۔انتظار کرنے والے		قل۔کہو	انفقوا۔خرچ کرو
طوعا۔خوشی سے	او۔یا	کرھا۔بددلی سے	لن۔ہرگز نہ
یتقبل۔قبول ہوگا تم سے	منکم۔تم سے	انکم۔بیشک	کنتم۔تھے
قوما۔قوم	فسقین۔فاسق	و۔اور	ما۔نہ
منعھم۔منع کیا ان کو	ان۔یہ کہ	تقبل۔قبول کیے جائیں	منھم۔ان سے
نفقتھم۔ان کے خرچ	الا۔مگر	انھم۔یہ کہ	کفروا۔کفر کیا انہوں نے
باللہ۔اللہ کا	و۔اور	رسولہ۔اسکے رسول کا	و۔اور
لا۔نہیں	یاتون۔آتے	الصلوۃ۔نماز کو	الا۔مگر
و۔اور	ھم۔وہ	کسالی۔سست ہوتے ہیں	و۔اور
لا۔نہیں	ینفقون۔خرچ کرتے	الا۔مگر	و۔اس حال ہیں کہ
ھم۔وہ	کرھون۔ناپسند کرتے ہیں	فلا۔تو نہ	تعجبک۔تعجب ہیں ڈالیں تمکو
اموالھم۔ان کے مال	و۔اور	لا۔نہ	اولاد۔اولاد
ھم۔ان کی	انما۔سوا اسکے نہیں	یرید۔چاہتا ہے	اللہ۔اللہ
لیعذبھم۔کہ سزا دے ان کو		بھا۔اسکے ساتھ	فی۔بیچ
الحیوۃ۔زندگی	الدنیا۔دنیا کے	و۔اور	تزھق۔ہلاک ہوجائیں
انفسھم۔ان کی جانیں	و۔اور	ھم۔وہ	کفرون۔کافر ہوں
و۔اور	یحلفون۔قسمیں کھاتے ہیں	باللہ۔اللہ کی	انھم۔کہ وہ
لمنکم۔تم ہیں سے ہیں	و۔اور	ما۔نہیں	ھم۔وہ
منکم۔تم ہیں سے	و۔اور	لکنھم۔لیکن وہ	قوم۔قوم ہیں
یفرقون۔بزدل	لو۔اگر	یجدون۔پائیں	ملجأ۔کوئی پناہ کی جگہ

او۔ یا — مغارات۔ کوئی غار — او۔ یا — مدخلا۔ داخل ہونے
کی جگہ — لولوا۔ تو پھر جائیں — الیہ۔ اس کی طرف — و۔ اور
ھم۔ وہ — یجمحون۔ ضد کرتے ہیں — و۔ اور — منہم۔ ان میں سے
من۔ وہ بھی ہے جو — یلمزک۔ طعنہ دیتا ہے — ک۔ تجھ کو — فی۔ بیچ
الصدقت۔ صدقات کے — فان۔ اگر — اعطوا۔ دیے جائیں — منہا۔ اس سے
رضوا۔ خوش ہوتے ہیں — و۔ اور — ان۔ اگر — لم۔ نہ
یعطوا۔ دیے جائیں — منہا۔ اس سے — اذا۔ تو اچانک — ھم۔ وہ
یسخطون۔ ناراض ہوتے ہیں — و۔ اور — لو۔ اگر — انہم۔ وہ
رضوا۔ خوش ہوتے اس پر — ما۔ جو — اتہم۔ دیا انکو — اللہ۔ اللہ
و۔ اور — رسولہ۔ اسکے رسول نے — و۔ اور — قالوا۔ کہتے
حسبنا۔ کافی ہے ہمیں — اللہ۔ اللہ — سیؤتینا۔ جلدی دیگا ہم کو
اللہ۔ اللہ — من فضلہ۔ اپنے فضل سے — و۔ اور
رسولہ۔ اسکا رسول — انا۔ بیشک ہم — الی۔ طرف — اللہ۔ اللہ کی
راغبون۔ رغبت کرنے والے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو رکوع ہفتم سورہ توبہ پ۱۰

عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ۔ اللہ تمہیں معاف کرے۔

یہ ترجمہ ہے عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ کا۔ عربی محاورہ میں اس لفظ سے ابتدائے کلام اور افتتاح خطاب جب کیا جاتا ہے تو اس میں مخاطب کی تعظیم و توقیر مقصود ہوتی ہے اور وہ تعظیم و توقیر بھی ایسی جس میں مبالغہ ہو۔

اور زبان عربی میں یہ عرف ہے کہ مخاطب کی تعظیم کے موقعہ پر ایسا کلمہ ایسے انداز سے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا میں فرماتے ہیں جو اس لفظ کے ساتھ سوال کو عتاب قرار دے وہ غلط ہے اس لیے کہ غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہونے اور گھر رہ جانے کی اجازت مانگنے

والوں کو اجازت دینا نہ دینا دونوں حضور کے اختیار میں تھے اس لیے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہو چکا تھا فَاْذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ ۔ آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیں جسے چاہیں نہ دیں لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ کے بعد فرمانا قطعاً عتاب کے نہیں تھا بلکہ اس امر کا اظہار فرمانا مقصود تھا کہ اے محبوب اگر آپ انہیں اجازت نہ دیتے تو بھی انہیں جہاد میں جانا نہ تھا تو عفا اللہ عنک کے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو ابتدائے سوال میں ہی معافی دے رہا ہے اور فرما رہا ہے اے محبوب تمہیں گناہ سے تو واسطہ ہی نہیں اسلیے عوام کی غلط فہمی مٹانے کو ہم پہلے ہی کلام میں معافی کا لفظ استعمال فرما کر لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ سے سوال فرما رہے ہیں تاکہ اس سوال میں بھی آپ کی ذات کے ساتھ کمال تعظیم و توقیر واضح ہو جائے اور قلب سامی پر لم اذنت لہم فرمانے سے کوئی گرانی نہ واقع ہو اور صاحب روح المعانی بھی ایسا ہی فرماتے ہیں حیث قال۔

ولا یخفی حسنہ وفی تصدیر الخطاب بما صدر بہ تعظیم لقدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتوقیرلہ وتوفیلحرمتہ علیہ الصلوۃ والسلام وکثیرا ما یصدر الخطاب بنحو ماذکر تعظیم المخاطب فیقال عفا اللہ عنک ماصنعت فی امری ورضی اللہ عنک ما جوابک عن کلامی والغرض التعظیم۔

اس کلام کی خوبی مخفی نہیں ہے اور ایسے انداز سے گفتگو کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور آپ کی حرمت و احترام میں مبالغہ مقصود ہے اور ایسا انداز مخاطب کی تعظیم کے لیے ہوتا ہے کہا جاتا ہے اللہ تجھے معاف کرے تو نے میرے معاملہ میں کیا کیا۔ اللہ تم سے راضی ہو میری بات کا آپ کیا جواب دیتے ہیں اور اس سے مقصود صرف مخاطب کی تعظیم ہوتی ہے۔

ابن المنذر عون بن عبداللہ سے راوی ہیں قال اسمعتم بمعاتبۃ احسن من ھذا بداء بالعفو قبل المعاتبۃ۔ کہا کیا اس سے اچھا عتاب بھی کبھی تم نے سنا ہے کہ عتاب سے پہلے معافی کا اعلان ہے۔

اور سجاد کہتے ہیں ان فیہ تعلیم التعظیم للنبی صلوۃ اللہ سبحٰنہ علیہ وسلامہ ولولا تصدیر العفو فی العتاب لما قام بصولتہ الخطاب۔ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی تعلیم دی گئی ہے اور اگر عتاب میں معافی کا اعلان نہ ہوتا تو اس خطاب کا زور

ان ہی باقی نہ رہتا۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں انظروا الی ھذا اللطف بدا با لعفو قبل ذکر المعفو اس لطف و مہربانی پر غور کرو کہ جس کو معاف کیا جا رہا ہے اس کے ذکر سے پہلے معاف کرنے کا اعلان ہو رہا ہے۔

آگے فرماتے ہیں واعتذر صاحب الکشف حیث قال ارادات الاصل ذلک و ابدل بالعفو تعظیما لشانہ صلی اللہ علیہ وسلم وتنبیھا علی لطف مکانہ ولذا اقدم العفو علی ماذکر۔ اور صاحب کشف نے کہا کہ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے عتاب کی جگہ عفو کو بدل دیا تاکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کی عظمت اور آپ کے لطیف مقام کی وضاحت ہو اسی لیے عتاب پر عفو کو مقدم کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ۔ کہ آپ پر کھل جاتے وہ لوگ جنہوں نے سچ کہا یعنی معذرت پیش کی اور آپ جھوٹوں کو بھی جان لیتے جنہوں نے سچا عذر پیش نہ کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس وقت تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منافقوں کو پہچانتے نہ تھے۔

لَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یُّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالْمُتَّقِیْنَ۔ جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کے بارے میں آپ سے رخصت نہیں مانگیں گے۔ یعنی ایمان والے جہاد میں شریک ہونے کی بھی اجازت نہیں مانگیں گے بلکہ حکم سنتے ہی فوراً جہاد کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ آیت کے آخر میں ان لوگوں کے متقی ہونے کی شہادت اور ثواب کا وعدہ ہے۔

اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُھُمْ فَھُمْ فِیْ رَیْبِھِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ۝ آپ سے اجازت وہی مانگتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دلوں میں شک ہے اور وہ اپنے شک میں پریشان ہیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں اور اجازت وہی مانگتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھی تھے جن کے دلوں میں شک ہے اور وہ اپنے شک کی وجہ سے متردد ہیں انہیں یہ

ادھر سہارا ہے نہ ادھر اسی وجہ سے نہ تو وہ کفار کے ساتھ ہی رہ سکتے ہیں اور نہ ہی وہ مومنین کے ساتھ رہتے ہیں۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَہٗ عُدَّۃً۔ اور اگر وہ جہاد میں چلنے کا ارادہ کرتے تو لازمی طور پر جہاد کی تیاری مکمل کرتے۔

لیکن اللہ تعالےٰ کو ہی ان کا جہاد میں رکھنا پسند نہ تھا۔ عُدَّۃً سے مراد سفر اور جہاد کا سامان ہتھیار وغیرہ ہے۔

وَلٰکِنْ کَرِہَ اللّٰہُ انْۢبِعَاثَہُمْ فَثَبَّطَہُمْ وَقِیْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِیْنَ۔ اور لیکن اللہ نے ان کے لیے جہاد میں جانے کو پسند نہ کیا اسی لیے ان کو اجازت نہ دی اور کہہ دیا کہ اپاہج لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

ثَبَّطَہُمْ۔ اللہ نے ان کو روک دیا بزدلی اور سستی کے سبب اُقْعُدُوْا اپنے گھروں میں بیٹھے رہو الْقٰعِدِیْنَ سے بیمار و اپاہج مراد ہیں۔ ان میں سستی کاہلی بھری ہوئی تھی اور فرمایا گیا کہ بیٹھے رہو جس طرح اپاہج معذور بیمار بیٹھے ہیں تم بھی بیٹھ جاؤ۔

حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کا جہاد تبوک پر روانگی اور اکثر منافقوں کا ساتھ نہ دینا ماہ رجب ۹ھ میں رسول معظم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہوئے اور ثنیۃ الوداع میں فوجی کیمپ لگایا آپ کے ساتھ تیس ہزار سے زائد جمعیت تھی۔ بعض نے ستر ہزار کی تعداد بتائی ہے جن میں سے گھوڑے سوار دس ہزار تھے۔ جمعرات کو روانہ ہوئے۔

عبداللہ بن ابی بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ روانہ ہوا۔ لیکن جب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہ بن ابی نے ساتھ چھوڑ دیا اور مدینہ منورہ واپس آ گیا اور کہنے لگا کہ محمد رسول اللہ اتنی بدحالی، اور سخت گرمی اور لمبی مسافت پر جہاد کرنے چلے ہیں وہ دشمن سے لڑنا کھیل سمجھتے ہیں حالانکہ وہ (معاذ اللہ) مجھے گرفتار ہوتے ہوئے نظر آ رہے ہیں یہ بھی کوئی جنگ ہے۔

اس قسم کی باتیں اس نے مسلمانوں میں بددلی اور بزدلی پیدا کرنے کے لیے کیں اللہ تعالےٰ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا۔

لَوْ خَرَجُوْا فِیْکُمْ مَّا زَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالًا۔ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو جاتے تو سوائے اس کے کہ اور دگنا فساد و فتنہ پیدا کرتے اور کچھ نہ کرتے۔

اِلَّا خَبَالًا۔ سوا شر و فساد کے اور کچھ نہیں خَبَال سے مراد شر و فساد ہے یعنی غلط افواہیں پھیلا کر فتنہ ہی پھیلاتے ان سے کچھ فائدہ نہ ہوتا مگر نقصان ہوتا۔

وَلَاَوْضَعُوْا خِلٰلَکُمْ۔ اور تمہارے درمیان دوڑتے پھرتے یعنی اپنی سواریوں کو تیز دوڑاتے خلال درمیان میں ابتری پھیلاتے۔

یَبْغُوْنَکُمُ الْفِتْنَۃَ۔ فتنہ پیدا کر کے دشمنوں کا رعب ڈالنا۔

وَفِیْکُمْ سَمّٰعُوْنَ لَھُمْ۔ اور اب بھی تمہارے اندر ان کے کچھ جاسوس لگے ہوئے ہیں سمّاع جاسوس ہیں جو تمہاری راز کی باتیں لے کر ان تک پہنچاتے ہیں۔

کما قال العلامۃ الآلوسی نمامون یسمعون فیہ لاجل نقلہ الیہم۔ علامہ آلوسی نے کہا سمّاعون کا معنی ہے نمّامون (چغلخور) یہ لوگ تمہاری باتیں سنتے ہیں تاکہ ان کو یہود کے پاس جا کر بیان کریں۔

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ۔ اور ان ظالموں کو اللہ خوب جانتا ہے انکے اندرونی خیالات اور ظاہری حرکات سے واقف ہے۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَۃَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَکَ الْاُمُوْرَ۔ انہوں نے تو پہلے بھی فتنہ پردازی کی تھی اور آپ کے لیے کارروائیوں کی الٹ پلٹ کرتے رہے تھے۔

حَتّٰی جَآءَ الْحَقُّ وَظَھَرَ اَمْرُ اللّٰہِ وَھُمْ کٰرِھُوْنَ۔ یہاں تک کہ سچا وعدہ آ گیا اور اللہ کا حکم غالب رہا اور ان کو ناگوار ہی گزرتا رہا۔

الحق سے مراد اللہ کی مدد اور دین اسلام کی تائید ہے اور انہیں ناگوار تھا یعنی الٹی سیدھی تدابیر سے آپ کے صحابہ کو دین سے منحرف کرنے کی کوشش کر رہے تھے جیسے عبد اللہ بن سلول منافق نے یوم احد میں کیا کہ مسلمانوں کو بددل اور پست ہمت کرنے کے۔ ایسے عین موقعہ پر اپنی جماعت لیکر واپس ہو گیا اس طرح انہوں نے تدابیر الٹ پلٹ کر کے تمہارا کام بگاڑنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا حتی کہ اللہ تعالے کی طرف سے تائید و نصرت آئی اور حکم الٰہی غالب ہو گیا جس سے مسلمان فتحیاب ہوئے۔

وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ وَلَا تَفْتِنِّیْ ط اور انہی میں سے وہ بھی تھا جس نے آپ سے اجازت طلب کی اور عرض کیا مجھے رخصت دے دیجئے اور فتنہ میں ڈالیئے۔ اس کا

شان نزول۔ جد بن قیس کے حق میں ہوا یہ منافق تھا جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ

تبوک تشریف لے جانے لگے تو اس نے عرض کیا حضور میری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بڑا شیدائی ہوں اور وہاں رومی عورتیں ہوں گی میری نظر جب ان پر پڑے گی تو مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا اس لیے مجھے یہیں ٹھہرنے کی اجازت دے دیجئے تاکہ میں عورتوں کے فتنہ میں نہ پڑوں میں آپ کی مدد مال سے کروں گا۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جد بن قیس اپنے ساتھیوں کو جن کی تعداد دس سے کم تھی لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ مجھے یہاں ہی رہ جانے کی اجازت دے دیں۔ میری کچھ کھیتی باڑی کی زمین ہے جس کی نگرانی ضروری ہے اس وجہ سے معذور ہوں اور یہ اس کا حیلہ اور بہانہ تھا اور اس میں نفاق کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ حضور نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا

اقْعُدُوْا مَعَ الْقَاعِدِيْنَ - بیٹھ رہو بیٹھنے والوں اپاہجوں اندھوں لنگڑوں کے ساتھ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں انتباہ فرمایا گیا خبردار وہ فتنہ ہی میں پڑا ہے

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكَافِرِيْنَ - اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو اس لیے کہ جہاد سے رکنا اور تخلف کرنا ہی بہت بڑا فتنہ ہے اور پھر حضور کے حکم سے منحرف ہونا یہ جہنم ہی کی طرف جانا ہے۔

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَا اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ - اگر آپ کو کوئی اچھی بات پیش آتی ہے تو ان کو دکھ ہوتا ہے اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آپڑتا ہے تو کہتے ہیں ہم نے تو اسی لیے پہلے سے اپنے معاملہ میں احتیاط کر لی تھی اور یہ کہہ کر وہ خوش ہو کر چلے جاتے ہیں۔

یعنی اگر آپ دشمن پر فتحیاب ہو جائیں اور غنائم آپ کے ہاتھ آجائیں تو انہیں رنج ہوتا ہے اور اگر کوئی مصیبت پہنچے جیسے جنگ کی شدت یا دشمن کی جانب سے تنگی تو کہتے ہیں ہم نے اپنا کام پہلے ہی ٹھیک کر لیا تھا۔

تُصِبْكَ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب ہے حَسَنَةٌ سے فتح اور مال غنیمت مراد ہے مُصِيْبَةٌ سے شکست مراد ہے۔ تو اپنے شریک نہ ہونے پر اور مسلمانوں کی مصیبت پر خوش ہوتے ہیں۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا - فرما دیجئے ہمیں ہرگز نہیں پہنچے گی مگر وہی جو اللہ نے

ہمارے لیے لکھ دی۔ یعنی جو کچھ لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے وہی ہم کو پہنچے گا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی عجیب حالت ہے اس کے لیے ہر بات میں خیر ہے اگر سکھ پہنچتا ہے تو وہ شکر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے خیر ہے اور اگر دکھ پہنچتا ہے اور وہ صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے خیر ہوتا ہے رواہ مسلم واحمد۔

وَهُوَ مَوْلٰنَا۔ وہی ہمارا مالک ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ اور مسلمان کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے کیونکہ وہی اس کا کارساز اور ہر چیز پر قادر ہے۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ۔ فرما دیجئے کیا تم انتظار کرتے ہو ہم پر کسی چیز کا مگر دو بھلائیوں میں سے ایک کا۔

فتح اور مال غنیمت یا شہادت اور حیات ابدی جو مغفرت کے ساتھ ہمیں ملے اس لیے کہ مسلمان جب جہاد میں اترتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو غالب ہوا تو فتح ہو گی اور مال غنیمت لائے گا جس کا اجر بھی بے پایاں ہے یا شہید ہو گا جو اس کی اعلیٰ مراد ہے۔

وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا۔ اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا خواہ اپنی طرف سے دنیا و آخرت میں یا ہمارے ہاتھوں سے یعنی ہم تمہارے حق میں اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ کہ اب تمہارا انجام کیا ہو گا۔

فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ۔ لہٰذا تم ہمارے نتیجے کے منتظر رہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے انجام کے منتظر ہیں۔ حضرت حسن نے کہا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نے جو وعدے تم سے کیے ہیں تم انکا انتظار کرو اور ہم سے جو وعدہ رحمان نے کیا ہے دین غالب کرنے کا ہم اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ۔ فرما دیجئے تم خرچ خوشی سے کرو یا بد دلی سے ہرگز قبول نہ ہو گا تم سے بے شک تم لوگ فاسق ہو۔

یہ آیت کریمہ بھی جد بن قیس منافق کے متعلق نازل ہوئی اس نے کہا تھا کہ میں آپ کی مالی مدد کروں گا اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ تو جو جہاد میں جانے کے بجائے جو مال خرچ

کہنے کو کہہ رہا ہے اور جہاد سے رخصت طلب کر رہا ہے اے محبوب فرما دیجئے کہ تو خوشی سے دے یا ناخوشی سے تیرا دیا قبول نہ ہوگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ان کا صدقہ قبول نہ کریں کیونکہ یہ دینا اللہ کے لیے نہیں ہے۔

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ اور ان کی خیرخیرات قبول ہونے سے کوئی چیز سوا اس کے مانع نہیں کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور نمازیں نہیں پڑھتے مگر ہارے جی سے اور راہ خیر میں نہیں دیتے مگر کراہت وناگواری کے ساتھ کیونکہ انہیں رضائے الٰہی مطلوب نہیں تو نہ پسند ہو تمہیں ان کے مال اور ان کی اولاد۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ سو ان کے مال واولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان دنیوی چیزوں کی وجہ سے دنیاوی زندگی میں بھی ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کی جانیں بھی کفر ہی کی حالت میں نکل جائیں اور وہ کافر ہی ہوں۔ اور ان کا مال ان کی راحت کا ذریعہ نہ ہوگا بلکہ وبال ہوگا۔

اِعجاب کا معنی ہے کسی پسندیدہ چیز پر خوش ہونا۔

زہوق کے لغوی معنی دشواری سے نکلنا ہے یعنی جب رسی کھینچی جائے گی تو پھڑ پھڑاتے تڑپتے رہ جائیں گے اور کسی طرح رہائی ممکن نہ ہوگی۔

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ ۔ اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں منافقین کہ وہ تم میں سے ہیں یعنے تمہارے دین وملت پر ہیں اور مسلمان ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ تم میں سے نہیں تمہیں دہوکہ دیتے اور دروغ بیانی کرتے ہیں۔

وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۔ لیکن وہ لوگ ڈرنے والے ہیں۔

یعنی ڈرنے والی قوم سے ہیں اگر ان کا نفاق ظاہر ہو گیا تو کہیں مسلمان ان کے ساتھ وہی معاملہ نہ کریں جو مشرکین کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ تم پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝ اگر پائیں وہ کوئی پناہ یا غار یا سر چھپانے کی جگہ تو اسی وقت پلٹ جائیں گے اس لیے کہ ان کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے انتہائی بغض ہے۔

مَلْجَأً۔ کوئی حفاظت کا مقام جس میں پناہ مل جا سکتی ہو یا کوئی قوم جس کے پاس جا کر امن مل جائے۔ مَغَارَاتٍ۔ مغارہ کی جمع ہے یعنی پہاڑی غار چھپنے کا مقام مُدَّخَلًا۔ ایسا سوراخ جس کے اندر دشواری سے داخلہ ہو۔

لَوَلَّوْا۔ پشت پھیر کر اس طرف بھاگتے۔

وَهُمْ يَجْمَحُونَ۔ سرپٹ تیزی سے سر اٹھائے دوڑتے ہوئے۔

وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ۔ اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو صدقہ بانٹنے میں تم پر طعن کرتے ہیں عیب لگاتے ہیں۔

لَمَزَهُ۔ هَمَزَهُ۔ اس پر طعن کیا نکتہ چینی کی یعنے وہ کہتے ہیں کہ آپ تقسیم صدقات انصاف کے ساتھ نہیں کرتے۔

شان نزول:۔ یہ آیت ذوالخویصرہ تمیمی کے حق میں نازل ہوئی۔ اس کا نام حرقوص بن زہیر تھا اور یہی وہ شخص ہے جس نے خوارج کے فرقہ کی بنیاد رکھی۔ اس کا ایک واقعہ بخاری و مسلم میں مذکور ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز ہوازن اور حنین کا مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے تو ذوالخویصرہ نے کھڑے ہو کر کہا۔ اِعْدِلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حضور عدل فرمائیے۔ تو حضور نے فرمایا۔

وَيْحَكَ مَنْ يَعْدِلُ بَعْدِيْ تجھے خرابی ہو میں اگر عدل نہ کروں گا تو میرے بعد اور کون عدل کرے گا۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا حضور مجھے اجازت ہو کہ میں اس منافق کی گردن اتار دوں حضور نے فرمایا۔ اللہ کی پناہ لوگ کہیں گے کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں اس کو رہنے دو اسے عمر اسے چھوڑ دو اس کے اور بھی ہمراہی ہیں جن کا یہ حال ہے کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلہ اپنی نمازیں حقیر جانو گے اور روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزے حقیر جانو گے وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے گلوں سے نہ اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

اس کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک کالا آدمی ہوگا جس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگا یہ لوگ پھر جائیں گے اور سب سے افضل گروہ کے خلاف خروج کریں گے۔

حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور میں یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ان لوگوں سے نہروان پر جنگ کی۔ میں آپ کے ساتھ موجود تھا۔ آپ نے اس نشان والے کو تلاش کرایا تو اس کی لاش کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ میں نے اس کو غور سے دیکھا تو حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق پایا۔ آگے ارشاد ہے

فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ

تو اگر انہیں کچھ ملے تو راضی ہو جائیں اور نہ ملے تو جبھی وہ ناراض ہیں اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہوتے اس پر جو اللہ اور اس کا رسول انہیں دیتا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے عنقریب دیگا ہمیں اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں۔

یعنی اللہ اور اس کا رسول ہی ہم پر اپنا فضل وسیع فرمائے گا اور وہی ہمیں مخلوق سے بے نیاز کرنے والا ہے اور اسلام میں یہی تعلیم ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے امید رکھنا ہی عین اسلام ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کی طرف امید رکھنا مسلمان آدمی کا کام ہرگز نہیں ہے (روح المعانی)

البتہ اولیاء اللہ کی بارگاہ چونکہ اللہ اور اس کے رسول کے متبعین کی بارگاہ ہے لہذا ان سے دعا کرانا ان کی دعاؤں کے ذریعہ سے اپنی مراد پوری ہونے کی امید رکھنا جائز ہے انکے علاوہ کسی دیو پری جن یا بت سے امید وابستہ کرنا خالص شرک ہے۔

با محاورہ ترجمہ رکوع ہشتم سورۃ توبہ پ ۱۰

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

زکوٰۃ تو ہے فقراء اور نرے ناداروں اور اسے وصول کرنے والوں کے لیے اور مؤلفۃ القلوب کے لیے اور غلاموں کے لیے اور قرضداروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لیے یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ

علم وحکمت والا ہے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اور ان میں سے وہ ہیں کہ ایذاء دیتے ہیں غیب کی خبر دینے والے کو اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں فرما دیجئے وہ کان تمہارے لیے بہتر ہیں وہ اللہ پر ایمان لاتے اور مومنین پر پورا یقین رکھتے ہیں اور رحمت ان کے لیے ہیں جو تم میں سے ایمان لائیں اور وہ جو ایذا دیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے عذاب الیم ہے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

قسم کھاتے ہیں اللہ کی تمہارے سامنے تاکہ تم کو راضی کریں اور اللہ اور رسول زیادہ حقدار ہیں کہ وہ انہیں راضی کرتے اگر وہ ایمان لائے ہیں۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝

کیا وہ نہیں جانتے کہ جو خلاف کرے اللہ اور رسول کا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے یہ بڑی رسوائی ہے۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝

ڈرتے ہیں منافق کہ ان پر نازل ہو کوئی سورت جو متنبہ کر دے اسے جو ان کے دلوں میں ہے، فرما دیجئے ہنستے جاؤ بیشک اللہ کو ظاہر کرنا ہے جس سے تم ڈرتے ہو۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے فرما دیجئے کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ

بہلانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر اگر ہم معاف کریں تم سے کسی کو تو اوروں کو عذاب

طَآئِفَۃً بِاَنَّھُمْ کَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ۝ دیں گے بایں جرم کہ وہ مجرم تھے

حل لغات رکوع ہشتم سورۃ توبہ پ۱

انما۔ اسکے سوا نہیں کہ	الصدقت۔ زکوٰۃ	للفقراء۔ فقیروں	و۔ اور
المساکین۔ مسکینوں	و۔ اور	العاملین۔ کام کرنے والوں کے لیے ہے	
علیھا۔ اس پر	و۔ اور	المؤلفۃ۔ الفت ڈالنی ہے۔	
قلوبھم۔ جنکے دلوں ہیں	و۔ اور	فی۔ بیچ	الرقاب۔ گردنوں کے
و۔ اور	الغارمین۔ مقروضوں کے	و۔ اور	فی۔ بیچ
سبیل۔ راہ	اللہ۔ اللہ کے	و۔ اور	ابن السبیل۔ مسافروں کے
فریضۃ۔ مقرر ہے	من اللہ۔ اللہ سے	و۔ اور	اللہ۔ اللہ
علیم۔ جاننے والا	حکیم۔ حکمت والا ہے	و۔ اور	منھم۔ بعض
الذین۔ وہ ہیں جو	یؤذون۔ تکلیف دیتے ہیں	النبی۔ نبی کو	و۔ اور
یقولون۔ کہتے ہیں	ھو۔ وہ تو	اذن۔ کان ہیں	قل۔ کہہ
اذن۔ کان	خیر۔ بہتر ہیں	لکم۔ تمہارے لیے	یؤمن۔ ایمان لاتا ہے
باللہ۔ اللہ پر	و۔ اور	یؤمن۔ اعتبار کرلیتا ہے	
للمؤمنین۔ ایمانداروں کا		و۔ اور	رحمۃ۔ رحمت
للذین۔ انکے لیے جو	اٰمنوا۔ ایمان لائے	منکم۔ تم میں سے	و۔ اور
الذین۔ وہ جو	یؤذون۔ تکلیف دیتے ہیں		رسول۔ رسول
اللہ۔ اللہ کو	لھم۔ انکے لیے	عذاب۔ عذاب ہے	الیم۔ دردناک
یحلفون۔ قسمیں کھاتے ہیں		باللہ۔ اللہ کی	لکم۔ تمہارے لیے
لیرضوا۔ تاکہ راضی کریں	کم۔ تم کو	و۔ اور	اللہ۔ اللہ
و۔ اور	رسولہ۔ رسول اسکا	احق۔ بہت حقدار ہیں	ان۔ یہ کہ
یرضوہ۔ راضی کریں اسکو	ان۔ اگر	کانوا۔ ہیں	مومنین۔ مومن
ا۔ کیا	لم۔ نہیں	یعلموا۔ جانتے	انہ۔ کہ وہ بیشک

من۔جو	یحادد۔نافرمانی کریگا	اللہ۔اللہ کی	و۔اور
رسولہ۔اسکے رسول کی	فان۔تو بیشک	لہ۔اس کے لیے	نار۔آگ ہے
جھنم۔جہنم کی	خالدا۔ہمیشہ رہے	فیھا۔اس میں	ذلک۔یہ
الخزی۔رسوائی ہے	العظیم۔بڑی	یحذر۔ڈرتے ہیں	المنفقون۔منافق
ان۔یہ کہ	تنزل۔اتاری جائے	علیھم۔ان پہ	سورۃ۔کوئی سورت
تنبئھم۔جو بتائے ان کو	بما۔جو	فی۔بیچ	قلوبھم۔انکے دلوں کے ہے
قل۔کہہ	استھزءوا۔ہنسی کرو	ان۔بیشک	اللہ۔اللہ
مخرج۔نکالنے والا ہے	ما۔جو	تحذرون۔تم ڈرتے ہو	و۔اور
لئن۔اگر	سالتھم۔تو انسے پوچھے	لیقولن۔تو ضرور کہیں گے	انما۔اسکے سوا نہیں
کنا۔تھے ہم	نخوض۔باتیں کرتے	و۔اور	نلعب۔کھیلتے تھے
قل۔کہہ	ا۔کیا	باللہ۔ساتھ اللہ	و۔اور
ایتہ۔اسکی آیتوں کے	و۔اور	رسولہ۔اسکے رسول کے	کنتم۔تم تھے
تستھزءون۔ہنسی کرتے	لا۔نہ	تعتذروا۔عذر کرو	قد۔بیشک
کفرتم۔کفر کیا تم نے	بعد۔بعد	ایمانکم۔اپنے ایمان کے	ان۔اگر
نعف۔ہم معاف کریں	عن طائفۃ۔ایک جماعت کو		منکم۔تم میں سے
نعذب۔تو عذاب کریں گے ہم		طائفۃ۔ایک جماعت کو	بانھم۔کہ وہ
کانوا۔تھے	مجرمین۔مجرم لوگ۔		

مختصر تفسیر اردو رکوع ہشتم سورۃ توبہ پ۱

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

زکوۃ تو انہی لوگوں کے لیے ہے جو فقیر ہوں یا مسکین اور عاملین کے لیے اور مؤلفۃ القلوب کے لیے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو یہ مقررہ قانون ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

جب منافقین نے تقسیم صدقات میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا جیسا کہ سب سے پہلے ذوالخویصرہ تمیمی کا تذکرہ ہو چکا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں مستحقین زکوٰۃ کا آٹھ قسموں میں مصرف مقرر فرما دیا تھا تاکہ کوئی حقدار بن کر کسی قسم کی زبان درازی نہ کر سکے اور سمجھ لے کہ ان آٹھ کے سوا کوئی مستحق نہیں ہے حتیٰ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد پر بھی یہ حرام ہے پھر طعن کرنے والے منافقین کو تو کوئی موقعہ ہی نہیں۔

علامہ آلوسی نے غیر مبہم الفاظ میں تصریح فرما دی ہے کہ صدقہ سے مراد اس آیت کریمہ میں زکوٰۃ ہے والمراد من الصدقات الزکوۃ۔ فقہاء نے اس آیت کریمہ کی روشنی میں مندرجہ ذیل تصریح فرمائی ہے۔

اول یہ کہ زکوٰۃ کے مستحق آٹھ قسم کے لوگ قرار دیے گئے ہیں ان میں مؤلفۃ القلوب۔ یعنے وہ لوگ جنہیں مال دے کر ان کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا کرائی جاتی تھی یہ اب باجماع صحابہ ساقط ہیں اس لیے کہ جب اللہ تعالےٰ نے اسلام کو غلبہ دے دیا تو اب اس کی حاجت نہ رہی۔ یہ اجماع عہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ہوا کما قال الالوسی رحمہ اللہ تعالی فی روح المعانی والمؤلفۃ قلوبہم وھم کانوا ثلثۃ اصناف مؤلفۃ قلوب تین قسم کے تھے۔

ایک تو وہ جن کی حضور صلے اللہ علیہ مالی اعانت سے تالیف قلوب فرماتے تھے کہ وہ اسلام میں آجائیں۔

دوسرے وہ کہ اسلام تو لے آئے تھے لیکن ضعیف تھے جیسے عیینہ۔ اقرع بن حابس عباس بن مرداس سلمی تو حضور انہیں مالی بخشیش فرمایا کرتے تھے تاکہ ان کی پرہیزگاری اسلام میں بڑھ جائے۔

تیسرے وہ تھے جن کی مدد اس غرض سے کی جاتی تھی کہ ان کا شر دبا رہے اور مسلمان ان سے محفوظ رہیں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ صنف ثامن اب ساقط ہے۔

اور اس پر اجماع صحابہ منعقد ہوا عہد صدیقی میں۔ چنانچہ

ایک روایت ہے کہ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں کچھ زمین طلب کرنے حاضر آئے تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رقعہ لکھ دیا تو حضرت فاروق اعظم

رضی اللہ عنہ نے وہ رقعہ چاک کر کے فرمایا۔

هٰذَا شَیْءٌ یُعْطِیْکُمُوْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَالِیْفًا لَّکُمْ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَقَدْ اَعَزَّ اللّٰهُ تَعَالٰی الْاِسْلَامَ وَاَغْنٰی عَنْکُمْ فَاِنْ ثَبَتُّمْ عَلَی الْاِسْلَامِ وَاِلَّا فَبَیْنَنَا وَبَیْنَکُمُ السَّیْفُ۔

یہ ایسی چیز ہے جسے حضور تالیف قلوب کے لیے تمہیں عطا فرمایا کرتے تھے لیکن آج کے دن اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دے کر تم سے مستغنی کر دیا ہے تو اگر تم اسلام میں ثابت رہے تو تمہارے لیے بہتر ہے ورنہ ہم میں اور تم میں تلوار فیصلہ کرے گی۔

فَرَجَعُوْا اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالُوْا اَنْتَ الْخَلِیْفَةُ اَمْ عُمَرُ کَتَبْتَ لَنَا الْخَطَّ وَفَرَّقَهٗ عُمَرُ فَقَالَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ هُوَ اِنْ شَاءَ وَوَافَقَهٗ وَلَمْ یُنْکِرْ عَلَیْهِ اَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

وہ پلٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ خلیفہ وقت ہیں یا عمر آپ نے ہم پر خط لکھ کر مہربانی کی اور عمر نے اسے چاک کر ڈالا تو حضرت صدیق نے فرمایا وہی اس معاملہ میں مجاز ہیں اگر وہ چاہتے تو ہمیں اعتراض نہ تھا۔ اس پر کسی نے صحابہ کرام میں سے انکار نہ کیا۔

(۱) تعریف فقیر: حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جس کے پاس نصاب زکوٰۃ سے کم ہو۔ جو غنی نہ ہو اس کے پاس مال بالکل نہ ہو یا کچھ مال ہو مگر اتنا نہ ہو کہ اس سے غنی ہو جائے۔

(۲) اور مسکین وہ ہے کہ جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور سوال کے لیے شکم سیر ہونے کا محتاج ہو اور اس کے لیے سوال جائز ہو۔

اس کی توضیح حدیث ابو سعید سے ملتی ہے۔ حَیْثُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ وَلَهٗ قِیْمَةُ اُوْقِیَةٍ فَقَدْ اَلْحَفَ جو ایک اوقیہ کا مال رکھتا ہو اور سوال کرے وہ ملحف ہے۔ وَکَانَ الْاُوْقِیَةُ فِیْ ذٰلِکَ الزَّمَانِ اَرْبَعِیْنَ دِرْهَمًا۔ اس زمانہ میں اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا تھا اور ایک درہم ساڑھے تین ماشہ چاندی کا ہوتا ہے اور الحاف کہتے ہیں گڑگڑا کر بھیک مانگنے کو۔

اس بنا پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ

والفقر رواہ ابوداؤد

اور الفقر فخری جسے حدیث کہا جاتا ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ بلا اصل ہے۔

(۳) عاملین علیہا یہ وہ لوگ ہیں جنہیں امام وصولی زکوٰۃ پر مقرر کر کے بھیجے۔
بحر میں ہے ان العامل یشمل العاشر والساعی والاول من نصبہ الامام علی الطریق لیاخذ الصدقات من التجار المارّ باموالہم علیہ یعنی عامل۔ عاشر۔ ساعی دونوں کو کہتے ہیں۔ عاشر وہ ہیں جنہیں امام مقرر کرے تاکہ تاجر لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے اور اموال تجارت لے کر گزرنے والوں سے چالیسواں حصہ حولان حول ہونے پر وصول کرے۔
چوتھی قسم مؤلفۃ القلوب کی ہے جس کی تصریح بیان ہو چکی۔
پانچویں قسم رقاب ہیں یعنی وہ لونڈی یا غلام جسے خرید کر آزاد کر دیا جائے یہ بھی زمانہ ہذا میں ہمارے اندر موجود نہیں۔
چھٹی قسم غارمین کی ہے یہ وہ ہیں جن پر کسی کا قرضہ ہو تو زکوٰۃ سے قرضہ ادا کر دیا جائے تو صحیح مصرف ہے۔ یعنی وہ قرضدار جنہوں نے قرض لے کر کسی نیکی کے راستہ یا مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے میں خرچ کیا ہو۔ یہ لوگ خواہ مالدار ہوں مگر ان کا قرضہ زکوٰۃ کے مال سے ادا کیا جا سکتا ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے
ساتواں مصرف فی سبیل اللہ ہے اس میں امام ابویوسف کے نزدیک بہترین مصرف جہاد ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج بہترین مصرف ہے۔ یعنی تحجیج۔ حج۔ حاجیوں حج کرانے کے معنی میں آتا ہے کذا فی المنجد۔
اور ایک قول میں فی سبیل اللہ سے مراد خدمت طلبۂ علم دین ہے کما فی فتاویٰ الظہیریۃ۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں فی سبیل اللہ سے مراد جمیع قرب ہیں۔
آٹھویں قسم ابن السبیل ہے وہو المسافر المنقطع عن مالہ والاستقراض لہ خیر من قبول الصدقۃ۔

وہ ایسا مسافر ہے جو اپنے مال سے دور رہ کر پردیس میں ہو اور اس کے لیے قرض لینا قبول صدقہ سے بہتر ہے۔

اور فتح القدیر میں ہے انہ لا یحل لہ ان یاخذ اکثر من حاجتہ اسے اپنی حاجت سے زیادہ لینا جائز نہیں۔

تصریح مصارف صدقہ کے بعد اب دوسرا مضمون منصب مصطفیٰ علیہ السلام کے بیان میں ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ اور ان میں کچھ وہ ہیں کہ ستاتے ہیں ان غیب کی خبریں دینے والے نبی کو اور کہتے ہیں وہ کان ہیں فرمادیجیے وہ کان تمہارے بھلے کے لیے ہیں اللہ پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی بات کا یقین کرتے ہیں۔

منافقوں نے آپ کو کان کہا۔ اذن مشتق ہے اُذن سے اس کے معنی ہیں اس نے کان رکھ کر سن لیا۔

شان نزول:۔ ابن حاتم سدی سے راوی ہیں کہ یہ ایک منافقین کی ایک جماعت کے لیے نازل ہوئی اس جماعت میں جلاس بن سوید بن صامت ہے اور رفاعہ بن عبد المنذر اور ودیعہ بن ثابت وغیرہ تھے۔ یہ حضور کی شان میں بکواس اور ناگفتہ بہ الفاظ بکتے تھے تو ایک منافق بولا ایسی باتیں نہ کرو ہمیں ڈر ہے کہ اگر حضور تک یہ باتیں پہنچیں تو ہم پر مصیبت آجائے گی۔

جلاس بولا ہم تو جو چاہیں گے کہیں گے اور جب حضور ہم سے پوچھیں گے ہم اس کی تصدیق طلب کر کے مکر جائیں گے قسم کھالیں گے ○ تو صرف کان رکھتے ہیں یعنے ان سے جو کہو وہ مان لیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے جواب ملا کہ ان کے کان خیر و صلاح سننے اور ماننے والے ہیں فساد اور شر کی طرف نہیں۔ ایک روایت میں اُذن سامعۃ بھی ہے یعنی ان کے کان سننے اور قبول کرنے والے ہیں۔

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان لوگوں کے لیے رحمت ہیں جو تم میں سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں یعنی تم میں جو شخص مومن ہیں ان کے لیے رسول محترم سراسر رحمت ہیں قیامت کے دن ان کی شفاعت کریں گے۔ اور جو لوگ اللہ کے رسول کو دکھ دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ آپ کے سامنے قسم کھاتے ہیں اللہ کی یہ منافقین

اس لیے کہ آپ کو راضی کرلیں۔

شان نزول: یہ ہے کہ منافقین اپنی مجلسوں میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا کرتے اور جب مسلمانوں میں آتے مکر جاتے اور قسمیں کھا جاتے اور یہ واقعہ نبتل بن حرث کے متعلق ہے یہ وہ خبیث ہے جس کے متعلق حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا من اراد ان ینظر الی الشیطان فلینظر الی نبتل بن الحرث۔ جو شیطان کو دیکھنا چاہے وہ نبتل بن حرث کو دیکھے۔

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ۝ حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ان کو راضی کریں اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں۔

اللہ تعالے فرماتا ہے کہ یہ جھوٹی باتیں بناتے ہیں قسمیں کھا کھا کر تاکہ وہ مسلمانوں کو راضی کر لیں حالانکہ اللہ اور اس کے رسول کا حق زیادہ تھا کہ اسے راضی کرتے اگر وہ ایمان رکھتے ہیں لیکن وہ تو خالص منافق ہیں آگے ارشاد ہے۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ۝ کیا وہ نہیں جانتے کہ جو مخالفت کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو اس کے لیے جہنم ہے ہمیشہ اس میں رہیگا یہی بڑی رسوائی ہے۔

یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی سورت ایسی اترے جو ان کے دلوں کی مخفی باتیں واضح کردے۔

دلوں کی مخفی باتیں ان کا نفاق ہے اور وہ بغض و عداوت جو مسلمانوں کے ساتھ رکھتے تھے اور اسے چھپاتے تھے تو جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھیں اور آپ کی وہ خبریں جو آپ نے علم غیب سے دیں منافقوں نے مطابق واقعہ پائیں تو انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ اللہ تعالے کوئی ایسی سورت نازل نہ فرمادے جس سے ان کی خفیہ مکاریاں ظاہر ہوجائیں اور ان کی رسوائی ہو۔ آیہ مذکورہ میں اسی کا بیان ہے۔

قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ. فرمادیجیے ہنسے جاؤ اللہ لازمی طور پر ظاہر فرمانے والا ہے جس سے تم ڈر رہے ہو۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ط اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔

شان نزول:- غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کی تین جماعتوں سے دو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت تمسخراً باتیں بنا رہے تھے کہ ان کا یہ خیال کہ روم پر غالب آجائیں گے کتنا بعید از خیال خیال ہے ایک بولتا تو کچھ نہ تھا مگر ہنستا تھا۔

حضور نے انہیں طلب فرما کر ان سے سوال کیا کہ تم ایسا کہہ رہے تھے وہ کہنے لگے حضور دفع الوقتی کے لیے یونہی ہنس بول رہے تھے اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جس میں ان کا یہ غدر وحیلہ رد کیا گیا اور ارشاد ہوا:-

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ

فرما دیجیے کیا اللہ اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے ہو۔ بہانے نہ تراشو تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

اس سے یہ عقیدہ واضح ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول اور قرآن کریم کے ساتھ مذاق کفر ہے۔ اور حضور کی شان میں کیسے ہی طریق پر ایسا کلمہ کہنا کفر ہے جس میں ادنیٰ گستاخی کا بھی پہلو نکلے اس میں عذر ہرگز قابل قبول نہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ۝ اگر تم میں سے کسی کو معاف کریں یعنی وہ جو زبان سے خاموش رہا مگر ہنستا رہا اگرچہ وہ بھی مجرم ہے مگر اسے ہم اس لیے معاف فرماتے ہیں کہ ہمارے عتاب سے وہ خوفزدہ ہو گیا۔

محمد بن اسحاق راوی ہیں اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ جو ہنس رہا تھا اور زبان سے کچھ نہ بولا وہ مخشی بن عمیر الاشجعی تھا اس نے توبہ کی اور اللہ سے دعا کی کہ وہ شہید ہو کر ایسے مرے کہ اس کے مرنے کی جگہ بھی کوئی نہ جانے چنانچہ جنگ یمامہ میں وہ شہید ہوا اور اس کے مقتل اور قاتل کو بھی کوئی نہیں جانتا (روح المعانی)

ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو اس نے نفاق سے توبہ کی اور بولا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَا اَزَالُ اَسْمَعُ اٰیَةً تَقْشَعِرُّ مِنْهَا الْجُلُوْدُ وَتَجِبُ مِنْهَا الْقُلُوْبُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ وَفَاتِیْ قَتْلًا فِیْ سَبِیْلِكَ لَا یَقُوْلُ اَحَدٌ اَنَا غَسَلْتُ اَنَا دَفَنْتُ - فَاُصِیْبَ یَوْمَ الْیَمَامَةِ وَاسْتُجِیْبَ دُعَاؤُهٗ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ خلاصہ یہ کہ اس کی دعا قبول ہوئی اور جنگ یمامہ میں شہید ہوا۔

ان کا نام مخشی بن حمیر اشجعی تھا۔ رضی اللہ عنہ اور چونکہ ان کی زبان گستاخی سے رکی رہی اس

لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ تو اوروں کو ہم عذاب دیں گے اس لیے کہ وہ مجرم تھے اور اپنے نفاق پر قائم رہے اور توبہ نہ کی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع ۹ سورۃ توبہ پ ۱۰

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک ہی جنس ہیں برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے روکیں اور اپنی مٹھی بند رکھیں وہ اللہ کو بھلا بیٹھے تو اللہ نے انہیں بھلا دیا بے شک منافق پکے فاسق ہیں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝

وعدہ دیا ہے اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کا۔ ہمیشہ رہیں گے اس میں وہ انہیں کافی ہے اور اللہ کی لعنت ہے ان کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے۔

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

جیسے وہ جو تم سے پہلے تھے تم سے سخت تھے زور میں اور مال میں بھی بڑھے ہوئے تھے اور اولاد میں بھی تو وہ اپنا حصہ برت گئے تو تم نے اپنا حصہ برتا جیسے وہ اپنا حصہ برت گئے تم سے پہلے اور تم بے ہودگی میں پڑے جیسے وہ بیہودہ رہے یہ وہ ہیں کہ ان کے عمل اکارت گئے دنیا میں اور آخرت میں اور یہی لوگ نقصان و خسران میں ہیں۔

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ

کیا انہیں آئی انہیں خبر ان کی اپنے سے پہلوں کی قوم نوح کی اور عاد کی اور ثمود کی اور قوم ابراہیم

إِبْرَاهِيْمَ وَأَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۚ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

کی اور مدین والوں کی اور ان کی جو الٹ دیے گئے آئے تھے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل سے تو نہ تھا اللہ کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ تھے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ أُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۗ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں حکم کرتے ہیں وہ بھلائی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور ادا کرتے ہیں زکوۃ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی یہی وہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۚ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

وعدہ دیا ہے اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو باغوں کا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور اور پاکیزہ مکانوں کا بسنے کے باغوں میں اور اللہ کی رضا سب سے بڑی ہے یہی ہے وہ بڑی کامیاب مراد

حل لغات رکوع نہم سورۃ توبہ پ ۱۰

المنفقون۔منافق مرد　و۔اور　المنفقت۔منافق عورتیں　بعضہم سب ایک ہی

من بعض۔جنس ہیں　یامرون حکم دیتے ہیں　بالمنکر۔بری باتوں کا　و۔اور

ینہون۔روکتے ہیں　عن المعروف۔بھلی باتوں سے　و۔اور

یقبضون۔بند رکھتے ہیں　ایدیہم۔اپنے ہاتھ　نسوا۔وہ بھول گئے　اللہ۔اللہ کو

فنسیہم۔سوبھلا دیا اس نے ان کو ان۔بیشک المنافقین۔منافق
ھم۔وہی ہیں الفسقون۔بدکردار وعد۔وعدہ کیا اللہ۔اللہ نے
المتفقین۔منافق مردوں و۔اور المنفقت۔منافق عورتوں و۔اور
الکفار۔کافروں سے نار۔آگ جھنم۔دوزخ کا خلدین۔ہمیشہ رہنے
والے ہیں فیہا۔اس میں ھی۔وہ حسبہم۔انکو کافی ہے
جھنم۔جہنم و۔اور لعنہم۔لعنت کی ان پر اللہ۔اللہ نے
و۔اور لہم۔انکے لیے عذاب۔عذاب ہے مقیم۔قائم رہنے والا
کالذین۔جیسے وہ لوگ من قبلکم۔جو تم سے پہلے تھے کانوا۔تھے وہ
اشد۔زیادہ سخت منکم۔تم سے قوۃ۔قوت میں و۔اور
اکثر۔زیادہ اموالا۔مال و۔اور اولادا۔اولاد میں
فاستمتعوا۔تو فائدہ اٹھایا انہوں نے بخلاقہم۔اپنے حصے کا فاستمتعتم۔پھر فائدہ
اٹھایا تم نے بخلاقکم۔اپنے حصے کا کما۔جیسا کہ استمتع۔فائدہ اٹھایا
الذین۔انہوں نے من قبلکم۔جو تم سے پہلے تھے بخلاقہم۔اپنے حصے کا
و۔اور خضتم۔بیہودگی کی تم نے کالذی۔جیسے خاضوا۔بیہودگی کی انہوں نے
اولئک۔یہ لوگ حبطت۔ضائع ہوئے اعمالہم۔ان کے عمل فی۔بیچ
الدنیا۔دنیا کے و۔اور الاخرۃ۔آخرت کے و۔اور
اولئک۔یہ لوگ ھم۔وہی ہیں الخسرون۔خسارہ والے ا۔کیا
لم۔نہ یاتہم۔آئی انکے پاس نبأ۔خبر الذین۔ان کی
من قبلہم۔جو ان سے پہلے تھے قوم۔قوم نوح۔نوح کی
و۔اور عاد۔عاد کی و۔اور ثمود۔ثمود کی
و۔اور قوم۔قوم ابراھیم۔ابراہیم کی و۔اور
اصحب۔اصحاب مدین۔مدین کی و۔اور المؤتفکت۔الٹائی گئی
بستیوں کی اتتہم۔آئے ان کے پاس رسلہم۔انکے رسول
بالبینت۔دلائل لے کر فما۔پھر نہیں کان۔تھا اللہ۔اللہ کہ
لیظلمہم۔ظلم کرتا ان پر و۔اور لکن۔لیکن کانوا۔تھے وہ

انفسہم۔اپنی جانوں پر	یظلمون۔ظلم کرتے	و۔اور	المومنون۔مومن مرد
و۔اور	المؤمنت۔مومن عورتیں	بعضہم۔بعض ان کے	اولیاء۔دوست ہیں
بعض۔بعض کے	یامرون۔حکم دیتے ہیں	بالمعروف۔نیکی کا	و۔اور
ینہون۔روکتے ہیں	عن المنکر۔بری باتوں سے	و۔اور	یقیمون۔قائم کرتے ہیں
الصلوۃ۔نماز	و۔اور	یؤتون۔دیتے ہیں	الزکوۃ۔زکوۃ
و۔اور	یطیعون۔اطاعت کرتے ہیں	اللہ۔اللہ کی	و۔اور
رسولہ۔اس کے رسول کی	اولئک۔یہ لوگ	سیرحمہم۔جلدی رحم کرے گا ان پر	
اللہ۔اللہ	ان۔بیشک	اللہ۔اللہ	عزیز۔غالب
حکیم۔حکمت والا ہے	وعد۔وعدہ کیا ہے	اللہ۔اللہ نے	المؤمنین۔مومن مردوں
و۔اور	المؤمنت۔مومن عورتوں سے	جنت۔جنت کا کہ	تجری۔چلتی ہیں
من تحتہا۔اس کے نیچے	الانہار۔نہریں	خلدین۔ہمیشہ رہنے والے ہیں	
فیہا۔اس میں	و۔اور	مساکن۔مکان	طیبۃ۔اچھے
فی۔بیچ	جنت۔جنت	عدن۔ہمیشہ کے	و۔اور
رضوان۔رضامندی	من اللہ۔اللہ کی	اکبر۔بہت بڑی ہے	ذلک۔یہ ہے
الفوز۔کامیابی	العظیم۔بہت بڑی۔		

مختصر تفسیر اردو رکوع نہم سورۃ توبہ پ ۱۰

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ۔ منافق مرد اور منافق عورتیں ایک ہی ہیں یعنے نفاق میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور خبث اعمال میں یکساں ہیں اور روح المعانی میں منافقوں نے قسم کھا کر مسلمانوں سے کہا تھا کہ ہم تم ہی میں سے ہیں۔ ان کی قسم کی تکذیب کی ہے۔

اور خازن میں ہے کہ کفر و معصیت میں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب میں برابر ہیں۔
يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ۔ برائی کے کام میں بھلائی سے سبقت لے جاتے ہیں اور تصدیق رسالت آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے روکیں اور اطاعت اسلام سے منع کریں اور اپنی مٹھی بند رکھیں راہ خدا میں خرچ کرنے سے اپنی

مٹھی بند رکھیں جیسا کہ قتادہ اور حسن نے کہا۔ قبض ید کنایہ ہے بخل سے جس طرح بسط کنایہ ہے بسط سے بجبائی کہتے ہیں کہ قبض ید سے مراد جہاد فی سبیل اللہ سے ہاتھ روکنا ہے۔ وہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں بھلا دیا یعنی انہوں نے اللہ کی اطاعت سے منہ موڑ لیا اللہ نے اپنا لطف اور فضل ان سے روک لیا۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ بے شک منافق وہی پکے فاسق ہیں۔ یعنی تمرد و فساد میں کامل ہیں۔ فسق کے معنی خروج عن الطاعۃ کے ہیں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ۔ اللہ نے وعدہ دیا منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا هِیَ حَسْبُهُمْ۔ وہ انہیں کافی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ۔ اور لعنت ہے اللہ کی ان پر اور انہی کے لیے عذاب ہے قائم رہنے والا۔

كَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا۔ جیسے وہ جو تم سے پہلے تھے کہ وہ زور میں تم سے زیادہ سخت تھے اور مال کی اکثریت اور اولاد میں تم سے زیادہ تھے۔

فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ تو وہ اپنا حصہ برت گئے لذات و شہوات دنیا کا۔ تو تم نے اپنا حصہ برتا جیسے پہلے تم سے پہلے تم سے اپنا حصہ برت گئے۔

وَخُضْتُمْ كَالَّذِیْ خَاضُوْا اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ اور تم باطل پرستی میں پڑے رہے جیسے وہ باطل پرستی میں تھے ان کے تمام کام اکارت گئے دنیا اور آخرت میں اور وہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔

یعنی وہ لذات دنیا کی باطل متاع میں تکذیب خدا و رسول کرتے رہے اور مومنین کے ساتھ استہزاء کرتے تھے تم نے بھی ان کی پیروی کی ان کے کام اکارت گئے اور وہ گھاٹے میں رہے ایسے ہی تمہارا حشر ہوگا اور ایسے ہی تم خسران و نقصان میں ہو۔ گویا پہلے لوگوں کی مذمت اول کے عادات خبیثہ پر فرما کر انہیں بھی شہوات فانیہ میں فدا ہونے پر ملامت کی۔ آگے نظائر سے افہام و تفہیم فرمائی جاتی ہے۔

اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَقَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ

کیا انہیں اپنے سے پہلوں کی خبر نہ آئی یعنی ان منافقوں نے اپنے سے پہلے لوگوں کا حال نہیں سنا۔ نوح کی قوم جیسے غرق کیا گیا اور عاد جیسے آندھی سے برباد کیا گیا اور ثمود جو رجفہ یعنی زلزلہ سے نیست و نابود کیا گیا اور قوم ابراہیم جو نعمتیں چھین کر ماردی گئی اور ان کا بادشاہ نمرود مدعی الوہیت ایک مچھر کے ذریعہ ہلاک کیا گیا اور مدین والے جو شعیب علیہ السلام کی مخالفت سے ایسے ابر کے ذریعہ ہلاک ہوئے کہ اس سے پانی کی امید رکھتے تھے اور اس نے آگ برسائی اور ایک آیت میں ہے کہ گرج اور زلزلہ سے ہلاک کی گئی۔

وَالْمُؤْتَفِكٰتِ اور موتفکات یعنی وہ بستیاں جو الٹ دی گئیں۔

یہ مؤتفکہ کی جمع ہے۔ ائتفاک انقلاب کو کہتے ہیں یعنی یجعل اعلی الشئی اسفل بالخسف۔ اونچے مقام کو الٹ کر نیچے کر دینے کے معنی میں یہ لغتاً استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد وہ قریے ہیں جو سدوم کا علاقہ کہلاتی ہیں جنہیں آجکل شرق اردن کہتے ہیں اور عرب سے قریب ہیں ان میں ہلاک شدہ اقوام کے نشان باقی ہیں اور جو قوم لوط علیہ السلام کے تھے جو بلند جگہ رہنے والے ہوگئے اور ان پر پتھر برسے سنگریزوں کی صورت میں ان کے تفصیلی حالات اپنے اپنے مقام پر آئیں گے (روح المعانی)

اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ۔ ان پر عذاب کی وجہ یہی تھی کہ ان میں ان کے رسول روشن دلائل سے ان کے پاس آئے تو انہوں نے تصدیق نبوت کرنے کی بجائے تکذیب کی جیسا کہ اے منافقین تمہارا رویہ ہے تو ان سے عبرت حاصل کرو اور ڈرو کہ تم پر بھی انہی کی طرح عذاب نہ آجائے۔

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ۔ اللہ بلاوجہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اس لیے کہ وہ عادل ہے اور عدل کا مقتضا ظلم نہیں ہوتا اور وہ حکیم ہے اور حکمت کا مقتضا حکمت کے خلاف نہیں ہوتا بلاجرم کسی کو سزا دینا عدل کے خلاف اور حکمت کے مخالف ہے۔

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے یعنی محض حسد و عناد سے انبیاء کرام کی مخالفت کرتے اور ان کی تکذیب میں رہتے تو آخر ش عذاب الٰہی کے مستحق بنے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار و رفیق ہیں۔ باہمی دینی محبت اور موالات رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد پر مستعد

رہتے ہیں۔

یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓىٕكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۔ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اطاعت الٰہی اور فرمانبرداری رسالت پناہی میں رہتے ہیں یہ وہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم فرمائے گا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے یعنی ایسا قوی و قادر ہے کہ ہر شے کا وجود میں لانا اس کے تحت قدرت ہے جو وہ ارادہ فرمائے اس سے کوئی روکنے والا نہیں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ اور وعدہ دیا اللہ نے مومنوں اور مومنات کو باغوں کا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں اور پاکیزہ مکانوں کا بسنے والے باغوں میں اور اللہ کی رضا سب سے بڑی ہے۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ حسن سے راوی ہیں کہ میں نے حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ مساکن طیبہ کی کیا تفسیر ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا تو حضور نے فرمایا۔

قصر من لؤلؤة فی الجنة فی ذلك القصر سبعون دارا من یاقوتة حمراء فی كل دار سبعون بیتا من زمردة خضراء فی كل بیت سبعون سریرا علی كل سریر سبعون فراشا من كل لون علی كل فراش امرأة من الحور العین فی كل بیت سبعون مائدة فی كل مائدة سبعون لونا من كل طعام فی كل بیت سبعون وصیفا ووصیفة فیعطی المؤمن من القوة فی كل غداة ما یاتی علی ذلك كله۔

جنت میں موتی کا ایک محل ہے اس محل میں ستر گھر ہیں سرخ یاقوت کے ہر گھر میں ستر کمرے ہیں زمرد سبز کے ہر کمرہ میں ستر تخت ہیں ہر تخت پر ستر فرش ہیں رنگ رنگ کے ہر تخت پر ایک حسین حور ہے اور ہر کمرہ میں ستر دسترخوان ہیں ہر خوان میں ستر رنگ کے کھانے ہیں اور خوان کے آگے ستر وصیف یعنی کھانا پیش کرنے والے ہیں جو اس میں مومن ہوں گے انہیں پیش کریں گے۔ روح المعانی

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔ اور اللہ کی خوشنودی بھی ان کو ملے

گی جو سب نعمتوں سے بڑی ہوگی یہی بڑی کامیابی ہے۔
اور اللہ کی رضا کے متعلق ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ جنت میں اہل جنت کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تم راضی ہو گئے تو وہ عرض کریں گے۔ الٰہی کیوں نہ راضی ہوں تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا کہ کسی کو وہ نہ ملا تیری مخلوق میں۔ تو ارشاد ہوگا لو اب ہم تمہیں اس سے بھی افضل نعمت عطا کرتے ہیں اور یہ کہ وہ یہ ہے کہ ہم تم پر اپنی رضا حلال فرماتے ہیں اب تم پر ہمارا سخط و غضب کبھی نہ ہوگا۔ یہی ہے بڑی کامیابی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دہم سورۃ توبہ پ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ

اے غیبی خبر دینے والے (نبی) جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو اور ٹھکانا ان کا جہنم ہے اور بری جگہ ہے وہ پلٹنے کی۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ

قسم ہے کھاتے ہیں اللہ کی کہ انہوں نے نہ کہا اور بیشک کہا انہوں نے کلمہ کفر اور کافر ہوئے وہ بعد اسلام کے اور جو چاہا وہ نہ ملا اور انہیں کیا برا لگا یہی کہ اللہ نے اور اس کے رسول نے انہیں غنی کر دیا اپنے فضل سے تو اگر وہ توبہ کریں ہوگا بھلا ان کے لیے اور اگر انحراف کریں تو عذاب دے گا ان کو اللہ عذاب بڑا ہی دردناک۔

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

دنیا میں اور آخرت میں اور نہیں ان کے لیے زمین میں کوئی حمایتی نہ مددگار۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اور ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے عہد کیا تھا اللہ سے کہ اگر دے گا ہمیں اپنے فضل سے تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور صالحین

سے ہو جائیں گے۔

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝
فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝

تو جب دیا اللہ نے ان کو اپنے فضل سے تو بخل کرنے لگے اور منحرف ہو کر منہ پھیر لیا۔ تو ان کے پیچھے رکھ دیا نفاق ان کے دلوں میں اس دن تک کہ ملیں گے اس سے بدلہ اس کا کہ خلاف کیا اللہ سے وعدہ جھوٹا اور بدلہ اس کا جو جھوٹ بولتے تھے۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ان کے دل کی چھپی اور سرگوشیوں کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ سب غیبوں کو بہت جانتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِى الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مومنوں کو کہ دل سے خیرات کرتے ہیں اور وہ جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے تو ان سے ہنستے ہیں اللہ انہیں ہنسی کی سزا دیتا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

ان کے لیے تم بخشش طلب کرو یا نہ بخشش مانگو اگر آپ بخشش مانگیں ان کے لیے ستر بار تو ہرگز نہ بخشے گا اللہ انہیں یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے کفر کیا اللہ اور رسول سے اور اللہ نہیں ہدایت کرتا قوم فاسقین کو۔

حل لغات رکوع ۱۰ ہم سورۃ توبہ پ ۱۰

یا ایہا۔ اے	النبی۔ نبی	جاھد۔ جہاد کر	الکفار۔ کافروں
و۔ اور	المنفقین۔ منافقوں سے		و۔ اور

اغلظ۔ سختی کر | علیہم۔ ان پر | و۔ اور | ماوا۔ ٹھکانا
ھم۔ ان کا | جھنم۔ جہنم ہے | و۔ اور | بئس۔ برا ہے
المصیر۔ ٹھکانا | یحلفون۔ قسمیں کھاتے ہیں | باللہ۔ اللہ کی کہ
ما۔ نہ | قالوا۔ کہا انہوں نے | و۔ اور | لقد۔ بیشک
قالوا۔ کہی انہوں نے | کلمۃ۔ بات | الکفر۔ کفر کی | و۔ اور
کفروا۔ کفر کیا انہوں نے | بعد۔ بعد | اسلامھم۔ اپنے اسلام کے
و۔ اور | ھموا۔ قصد کیا | بما۔ اس کا جو | لم۔ نہ
ینالوا۔ پایا انہوں نے | و۔ اور | ما۔ نہ | نقموا۔ عیب پکڑا انہوں نے
الا۔ مگر | ان۔ یہ کہ | اغنٰھم۔ کیا غنی | ھم۔ ان کو
اللہ۔ اللہ نے | و۔ اور | رسولہ۔ اس کے رسول نے
من فضلہ۔ اپنے فضل سے | فان۔ تو اگر | یتوبوا۔ توبہ کریں
یک۔ تو ہوگا | خیرا۔ بہتر | لھم۔ ان کے لیے | و۔ اور
ان۔ اگر | یتولوا۔ پھر جائیں | یعذبھم۔ تو عذاب کریگا ان کو
اللہ۔ اللہ | عذابا۔ عذاب | الیما۔ دردناک | فی۔ بیچ
الدنیا۔ دنیا | و۔ اور | الاخرۃ۔ آخرت کے | و۔ اور
ما۔ نہیں | لھم۔ ان کے لیے | فی۔ بیچ | الارض۔ زمین کے
من۔ کوئی | ولی۔ دوست | و۔ اور | لا۔ نہ کوئی
نصیر۔ مددگار | و۔ اور | منھم۔ ان میں سے | من۔ وہ بھی ہے
عٰھد۔ جس نے عہد کیا | اللہ۔ اللہ سے کہ | لئن۔ اگر | اٰتنا۔ دے ہم کو
من فضلہ۔ اپنے فضل سے | لنصدقن۔ تو ضرور صدقہ کریں گے ہم
و۔ اور | لنکونن۔ ہوں گے ہم | من الصالحین۔ نیکوں سے
فلما۔ تو جب | اٰتاھم۔ دیا | ھم۔ ان کو | من فضلہ۔ اپنے
فضل سے تو | بخلوا۔ بخل کیا | بہ۔ اس سے | و۔ اور
تولوا۔ پھر گئے | و۔ اور | ھم۔ وہ تھے | معرضون۔ منہ پھیرنے والے
فاعقبھم۔ تو پیچھے لگایا ان کے | نفاقا۔ نفاق | فی۔ بیچ

قلوبہم۔انکے دلوں کے الی۔طرف اس یوم۔دن کی کہ یلقونہ۔ملیں اسکو
بما۔بدلے اسکے کہ اخلفوا۔خلاف کیا اللہ۔اللہ سے ما۔جو
وعدوہ۔وعدہ کیا اس سے و۔اور بما۔بدلے اسکے
کانوا۔کہ تھے یکذبون۔جھوٹ بولتے ا۔کیا لم۔نہ
یعلموا۔جانا انہوں نے ان۔بیشک اللہ۔اللہ یعلم۔جانتا ہے
سر۔پوشیدہ باتیں ھم۔ان کی و۔اور نجوا۔مشورے
ھم۔ان کے و۔اور ان۔بیشک اللہ۔اللہ
علام۔جاننے والا ہے الغیوب۔غیبوں کا الذین۔وہ جو یلمزون۔طعنہ دیتے ہیں
المطوعین۔صدقہ دینے والوں کو من المؤمنین۔مومنوں سے
فی۔بیچ الصدقات۔صدقہ میں و۔اور الذین۔وہ جو
لا۔نہیں یجدون۔پاتے الا۔مگر جھد۔محنت
ھم۔اپنی فیسخرون۔تو مذاق اڑاتے ہیں منہم۔ان کا
سخر۔ہنسی کی سزا دیگا اللہ۔اللہ منہم۔ان کو و۔اور
لہم۔ان کے لیے عذاب۔عذاب ہے الیم۔دردناک استغفر۔بخشش مانگ
لہم۔ان کے لیے او۔یا لا۔نہ تستغفر۔بخشش مانگ
لہم۔ان کے لیے ان۔اگر تستغفر۔بخشش مانگے تو لہم۔ان کے لیے
سبعین۔ستر مرۃ۔مرتبہ فلن۔تو کبھی نہ یغفر۔بخشے گا
اللہ۔اللہ لہم۔ان کو ذلک۔یہ بانہم۔اس لیے کہ
کفروا۔انہوں نے انکار کیا باللہ۔اللہ کا و۔اور رسولہ۔اس کے رسول کا
و۔اور اللہ۔اللہ لا۔نہیں یھدی۔ہدایت دیتا
القوم۔قوم الفاسقین۔فاسق کو۔

مختصر تفسیر اردو رکوع دہم سورۃ توبہ پ ۱۰

یَاَیُّہَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۔ اے

یعنی خبر دینے والے (نبی) جہاد کر کافروں سے اور سختی کر و منافقوں پر اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ پلٹنے کی ہے۔

کفار پر جہاد اور منافقوں پر سختی۔ اس سے یہ مستفاد ہوا کہ کفار پر تلوار سے محاربہ کا حکم ہے اور منافقوں پر دلائل قاہرہ سے حجت قائم کرنا ہے۔ یہ اس لیے کہ اسلام میں ان سے جہاد ہے جن کا کفر ظاہر ہو اور منافقوں کی طرف سے کفر ظاہر نہیں ہوتا بنا برین ان کے سے جہاد نہیں بلکہ اقامت حجت ہے اس لیے کہ نحن نحکم بظواھرھم چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ تفسیر فرمائی کہ جھاد الاولین بالسیف والاخرین باللسان وذلك بنحو الوعظ و الزام الحجۃ۔ چنانچہ حسن وقتادہ سے مروی ہے کہ ان جھاد المنافقین باقامۃ الحدود کہ منافقین سے جہاد جب ہوگا جبکہ دلائل سے ان پر حد قائم ہو جائے۔

وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ۔ حالانکہ انہوں نے کلمات کفر یہ کہے ہیں۔

شان نزول: ۔ ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم کعب بن مالک سے مروی ہے کہ جب قرآن کریم میں منافقین کا ذکر آیا تو جلاس بن سوید کہنے لگا خدا کی قسم اگر یہ شخص سچے ہیں تو ہم لوگ گدھوں سے بدتر ہیں۔ اس گفتگو کو عمیر بن سعد نے سن لیا اور کہا قسم بخدا اے جلاس تم مجھے لوگوں سے زیادہ محبوب ہو اور باعتبار رسوخ کبھی تم مجھ سے زیادہ ہو اور تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر میں اسے لوگوں پر ظاہر کردوں تو تمہیں ذلت ہو اور اگر خاموش رہوں تو مجھے ہلاکت ہے بہرحال ایک دوسرے کے لیے یہ وبال ہے۔ چنانچہ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ جلاس نے کہا تھا وہ عرض کر دیا اور جب جلاس کو بلا کر دریافت کیا تو اس نے قسم کھالی۔ اور صاف انکار کر دیا بلکہ عرض کیا حضور عمیر نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

عبدالرزاق ابن سیرین سے راوی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمیر بن سعد سے فرمایا اے لڑکے تیری تصدیق تیرے رب نے فرما دی ہے۔ اس سے پہلے حضرت عمیر دعا فرما رہے تھے کہ الٰہی جلاس نے حلف اٹھا کر میری تکذیب کر دی ہے لہذا۔ اللھم انزل علی عبدك و نبیك تصدیق الصادق وتکذیب الکاذب۔

چنانچہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور عروہ سے مروی ہے کہ جلاس نے آیت کریمہ کے

نزول کے بعد توبہ کرلی اور ان کی توبہ قبول ہوگئی۔ روح المعانی

امام بغوی نے کلبی سے روایت کیا جو سب سے زیادہ واضح ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جلاس بن سوید کے معاملہ میں نازل ہوئی۔

واقعہ یہ تھا کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں خطبہ فرمایا اس میں منافقین کا ذکر فرمایا اور ان کی بدحالی اور بدمآلی کی پیشگوئی فرمائی۔ یہ سن کر جلاس نے کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں تو ہم لوگ گدھوں سے بدتر ہیں جب حضور مدینہ تشریف لائے تو عامر بن قیس نے حضور سے جلاس کا بیان عرض کیا حضور نے اسے بلا کر دریافت کیا تو وہ انکاری ہوگیا اور عرض کیا حضور عامر نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے حضور نے دونوں کو حکم دیا کہ منبر کے پاس آکر قسم کھائیں جلاس نے بعد عصر منبر کے پاس کھڑے ہو کر قسم کھالی اور کہہ دیا میں نے قسم بخدا یہ بات نہیں کہی۔ عامر نے اس پر جھوٹ بولا ہے۔

پھر حضرت عامر کھڑے ہوئے اور قسم کھا کر بولے کہ بیشک یہ جملے جلاس نے کہے ہیں اور میں نے اس پر جھوٹ نہیں بولا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ الٰہی اپنے نبی پر سچے کی تصدیق اور جھوٹے کی تکذیب نازل فرمادے یہ دونوں جدا ہوئے ہی تھے کہ حضرت روح الامین یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامہم وھموا بما لم ینالوا وما نقموا الا ان اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ فان یتوبوا یک خیرا لھم وان یتولوا یعذبہم اللہ عذابا الیما فی الدنیا والاخرۃ وما لھم فی الارض من ولی ولا نصیر۔

یعنی قسم کھاتے ہیں اللہ کی کہ انہوں نے نہ کہا اور بے شک ضرور انہوں نے کہا کلمہ کفر اور اسلام میں آکر کافر ہوگئے اور جو وہ چاہتے تھے وہ انہیں نہ ملا یعنی اس افشاء راز کے انتقام میں جلاس نے حضرت عامر کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن وہ پورا نہ ہوا اور اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے انہیں غنی کیا وہ انہیں برا لگا اس احسان پر شکر کرنا واجب تھا اس کی بجائے ناشکری کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ فضل الٰہی اور فضل رسالت پناہی دونوں پر احسان مندی لازم تھی نہ یہ کہ ایسے گستاخانہ کلمے بک دیے تو اب بھی اتنا سہارا ہے کہ اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کے لیے بہتر ہے اور اگر انحراف کریں اور منہ پھیریں تو اللہ انہیں عذاب الیم میں مبتلا کردے گا دنیا اور آخرت

ہیں اور ان کا زمین میں کوئی حمایتی نہ ہوگا نہ مددگار۔

توجلاس بن سوید کھڑے ہوئے اور عرض کیا حضور مجھے توبہ کا موقعہ دیا گیا ہے اب میں عرض کرتا ہوں کہ بے شک میں نے وہ سب کچھ کہا جو عامر نے حضور سے عرض کیا اور میں توبہ کرتا ہوں۔ چنانچہ حضور نے جلاس بن سوید کی توبہ قبول فرمائی اور وہ اپنی توبہ پر ثابت قدم رہے جلاس پر دزان عراب ہے آگے ارشاد ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ

اور ان میں وہ ہیں جنہوں نے عہد کیا اللہ سے کہ اگر دے انہیں اللہ اپنے فضل سے تو ہم خیرات کریں اور یقیناً صالحین نیکوکاروں میں سے ہوں۔

فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ توجب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے بہت سامال دے دیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے۔ اور پھر گئے اور وہ تھے منہ پھیرنے والے۔

شان نزول: طبرانی اور بیہقی دلائل میں اور ابن المنذر وغیرہ حضرت ابوامامہ باہلی سے راوی ہیں کہ ثعلبہ بن حاطب سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور درخواست لائے کہ اس کے لیے تمول کی دعا کی جائے حضور نے فرمایا اے ثعلبہ وہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کر سکے وہ ایسے کثرت تمول سے بہتر ہے جس کا تجھ سے شکر ادا نہ ہو سکے۔

ثعلبہ نے دوبارہ موقعہ پاکر پھر درخواست کی اور عرض کیا حضور مجھے اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا اگر وہ مجھے مال دے گا تو میں ہر حق والے کا حق ادا کروں گا مختصر یہ کہ اس کی درخواست پر حضور نے دعا فرمائی اللھم ارزقہ مالا۔ اے اللہ اس کو مال عطا فرما۔

چنانچہ اللہ تعالٰی نے اس کی بکریوں میں اتنی برکت عطا فرمائی حضور کی برکت دعا سے اس کی بکریاں اتنی بڑھیں کہ مدینہ کے میدانوں میں گنجائش نہ رہی۔ آخر ثعلبہ بکریوں کو لے کر جنگل میں چلا گیا حتی کہ جمعہ و جماعت کی حاضری سے بھی محروم ہو گیا۔

حضور نے ثعلبہ کا حال دریافت فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا اس کا مال اب تو اتنا کثیر ہو گیا ہے کہ جنگلوں میں بھی اس کی گنجائش نہیں رہی تو حضور نے فرمایا ویحک یا ثعلبہ افسوس تجھ پر اے ثعلبہ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ تو حضور نے ثعلبہ کی طرف زکوٰۃ و ملول کرنے والے بھیجے لوگوں نے انہیں اپنے اپنے صدقات دیئے جب ثعلبہ سے انہوں نے صدقہ مانگا تو اس نے کہا یہ تو جزیہ ہو گیا جاؤ میں سوچ کر دوں گا۔

جب محصل حضور کی خدمت میں واپس آئے تو حضور نے ان کے عرض کرنے سے پہلے فرمایا ثعلبہ پر افسوس ہے پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

پھر ثعلبہ صدقہ لے کر حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ لینے سے منع فرما دیا ہے۔

ثعلبہ یہ سنکر اپنے سر پر خاک ڈالتا ہوا واپس ہوا۔

پھر ثعلبہ صدقہ کو عہد صدیقی میں لے کر حاضر ہوا حضرت صدیق نے فرمایا جب حضور نے قبول نہیں فرمایا تو میں کیسے لے سکتا ہوں اور اسے واپس کر دیا۔

پھر عہد فاروقی میں لے کر آیا۔ آپ نے بھی قبول نہ کیا اور خلافت عثمان غنی میں یہ مر گیا۔ (روح المعانی۔ مدارک)

بعض روایات میں ہے کہ ثعلبہ اس حال سے قبل مسجد نبوی میں ملازم حتیٰ کہ اسے حمامۃ المسجد کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا کہ نماز کا سلام ہوتے ہی یہ جلدی سے مسجد سے نکل جاتا۔ حضور نے فرمایا مالک تعمل عمل المنافقین ثعلبہ تو منافقوں کا عمل کیا کرتا ہے ثعلبہ نے عرض کی حضور میں فقیر ہوں میرے اور میری بیوی کے لیے ایک ہی کپڑا ہے میں نماز کے لیے آتا ہوں پھر جلدی سے گھر جاتا ہوں اور کپڑا اتار کر اسے دیتا ہوں تو پھر وہ نماز پڑھتی ہے۔

حضور میرے لیے دعا فرمائیے اللہ مجھ پر رزق وسیع فرمائے۔

اس کے بعد علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ والظاهر ان منع الله تعالى رسوله عليه الصلوة والسلام عن القبول منه كان بوحي منه تعالى له بانه منافق والصدقة لا تؤخذ منهم وان لم يقتلوا لعدم الاظهار ونحوه للتراب ليس للتوبة من نفاقه بل للعار من عدم قبول زكوته مع

المسلمین۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اس سے زکوٰۃ قبول کرنے کی ممانعت اس لیے فرمائی کہ وہ علم اللہ میں منافق تھا اور منافق سے صدقہ لینا منع ہے اور اسے قتل اس لیے نہیں کیا گیا کہ اس نے اپنا کفر ظاہر نہ کیا اور اس کا اپنے سر پر مٹی ڈالنا توبہ کے لیے نہ تھا بلکہ منافقت سے عدم قبول پر اسے عار آئی تھی کہ زکوٰۃ مسلمانوں سے قبول ہوتی ہے اور وہ منافق مشہور ہو جائے گا۔ روح المعانی۔

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۔ تو اس کے پیچھے نفاق دلوں میں ڈالا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انہوں نے اللہ سے جھوٹا وعدہ کیا اور بدلہ اس بات کا کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے فعل کا انجام یہ کیا کہ ان کے اندر نفاق ڈالا علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد شکنی اور وعدہ خلافی سے نفاق پیدا ہوتا ہے تو مسلمانوں کو لازم ہے کہ ایسی باتوں سے احتراز کریں اور عہد پورا کرنے اور وعدہ وفا کرنے میں پوری کوشش کریں۔

حدیث میں ہے کہ تین نشانیاں ہیں منافق کی جب بات کرے جھوٹ بولے جب وعدہ کرے خلاف کرے جب اس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرے۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ان کی چھپی باتوں اور ان کی سرگوشیوں کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔

مفہوم آیت واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ مخفی نہیں وہ دلوں کی مخفی باتوں کو بھی جانتا ہے اور ان کی آپس کی باتیں بھی خوب جانتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ ۔ وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں کو جو دل سے خیرات کرتے ہیں۔ یہ منافق ایسے ہیں کہ نفلی صدقہ دینے والوں پر طعن کرتے ہیں۔

شان نزول: جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو لوگ صدقہ لاتے ان میں کوئی بہت

کثیر مال لائے تو انہیں منافقوں نے ریا کار کہا اور کوئی ایک صاع یعنی ساڑھے تین سیر لایا۔ انہیں منافقوں نے کہا اللہ تعالیٰ کو اس کی کیا پرواہ ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ہ بالخصوص ان لوگوں پر جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت مزدوری سے تو ان پر ہنستے ہیں اللہ ان کے تمسخر کا خاص بدلہ دے گا (سزا دے گا) ان کو آخرت میں دردناک عذاب سے

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ یہ آیت صدقہ جب نازل ہوئی تو میں اس زمانہ میں اپنی پشت پر بوجھ اٹھا کر مزدوری کرتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقے کی رغبت دلائی تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف چار ہزار درہم لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا کل مال آٹھ ہزار درہم تھا۔ چار ہزار تو یہ راہ خدا میں حاضر ہیں اور چار ہزار میں نے گھر والوں کے لیے رکھے ہیں۔

حضور نے فرمایا جو تم نے دیا اللہ اس میں بھی برکت دے اور جو تم نے روک لیا اس میں بھی برکت عطا فرمائے۔

چنانچہ حضور کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ ان کا مال بہت بڑھا حتیٰ کہ انکی وفات کے بعد انہوں نے دو بیویاں چھوڑیں جنہیں آٹھواں حصہ ملا جس کی مقدار ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم تھی۔

پھر حضرت عاصم بن عدی المقری کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ عندی سبعون وسقًا من تمر۔ حضور میرے پاس یہ ستر وسق کھجوریں ہیں تو منافقوں نے باتیں بنانی شروع کیں۔ یہ چار ہزار درہم لائے اور یہ ستر وسق کھجوریں لوگوں کے دکھلانے کو لایا۔

ایک شخص انصار سے کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے حضور رات بھر پانی کھینچ کر میں نے مزدوری کی تھی دو صاع کھجوروں کی ایک صاع کھجور تو میں نے اپنے عیال کے لیے رکھ لیں اور ایک صاع اللہ کے لیے حاضر ہیں۔

تو منافقین طعنہ دینے لگے کہ اونٹ والے اونٹ لائے چاندی والے چاندی لائے اور یہ ابو عقیل نامی ذراسی کھجوریں لا رہا ہے (روح المعانی)

اللہ انہیں اس مخول کی سزا دے گا اور انہیں دردناک عذاب آخرت میں ہے اس کے بعد جو آیہ کریمہ نازل ہوئیں ان کا شان نزول یہ ہے۔ کہ

جب منافقین کا نفاق کھل گیا اور مسلمانوں پر ظاہر ہو گیا کہ کون کون سے منافق ہیں تو منافقین حضور کی خدمت میں معذرت کرنے حاضر آئے اور درخواست کی حضور ہمیں معافی دیں اور ہمارے لیے اللہ سے استغفار فرمائیں اس پر ارشاد ہوا۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اے محبوب تم ان کے لیے معافی مانگو یا نہ مانگو اگر آپ نے ان کے لیے ستر بار بھی معافی طلب کی تو اللہ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا۔

یعنے آپ ان کے لیے استغفار میں کتنا ہی مبالغہ فرماویں ہم ہرگز انہیں معاف نہ کریں گے۔

اِسْتَغْفِرْ۔ امر کا صیغہ ہے لیکن مفہوم امر نہیں بلکہ استغفار ہے۔ اور عدم استغفار دونوں ہی صورتوں میں کسی برابری کی خبر دیتا ہے یعنی کوئی بھی ان کے لیے مفید نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں ان کے لیے ستر مرتبہ سے زیادہ دعائے مغفرت کروں گا اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ سواء علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفر لہم۔

اس لیے کہ آپ حقوق معاف کرانے کے مجاز ہیں جو معصیت شعار اللہ تعالے کا ہے اس کے لیے ہم اختیار دے چکے ہیں ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ اور یہاں بھی گویا ارشاد یہ ہوا ہے کہ چاہے آپ استغفار کریں یا چاہیں نہ کریں مگر میں صرف اس وجہ میں وہ استغفار قبول نہ کروں گا کہ انہوں نے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ انہوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا یعنی اے محبوب تیری شان عالی میں گستاخی کی اور تو میرا محبوب ہے لہذا محبوب کے معاملہ کا فیصلہ محب کے ہاتھ ہے اور وہ میں ہوں۔ لیکن جو آپ کی بارگاہ کا گستاخ ہے وہ ہمارا مجرم ہے اور اسے سزا دینے کا ہمیں مجاز ہے۔ اس میں آپ کی سفارش ہم ہرگز قبول نہ کریں گے اس لیے کہ یہ حق محبوب ہے۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع یازدہم سورۂ توبہ پ۱۰

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ
جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝

خوش ہوئے پیچھے رہ جانے والے اس پر
کہ وہ رسول کے پیچھے بیٹھ رہے اور گوارہ نہ
ہوا کہ لڑیں اپنے مال اور جان سے اللہ
کی راہ میں اور کہتے ہیں نہ نکلو اس گرمی میں
فرما دیجئے جہنم کی آگ سب سے سخت
گرم ہے اگر ہوں وہ سمجھ والے۔

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ
جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

تو چاہئے کہ ہنسو کم اور چاہئے کہ روؤ زیادہ
بدلہ اس کا جو کماتے تھے۔

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ
فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ
تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا
مَعِيَ عَدُوًّا ۭ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ
بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ
الْخٰلِفِيْنَ ۝

تو اگر اے محبوب تمہیں اللہ ان میں سے کسی
گروہ کی طرف واپس لے جائے اور وہ تم
سے اجازت مانگیں نکلنے کی تو فرما دیجئے کہ
تم ہرگز میرے ساتھ نہ نکلو اور ہرگز مقاتلہ نہ
کرو میری معیت میں کسی دشمن سے تم نے
پسند کیا بیٹھنا پہلی مرتبہ تو بیٹھ رہو پیچھے رہنے
والوں کے ساتھ۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ
اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ
فٰسِقُوْنَ ۝

اور نہ پڑھو کبھی کسی پر نماز ان میں سے جو مر چکے
اور نہ کھڑے ہو ان کی قبر پہ بے شک کفر کیا
انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے
اور مر گئے ایسے حال میں کہ وہ فاسق تھے۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا
يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي
الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ

اور نہ پسند آئیں تجھے ان کے مال اور اولاد
اللہ یہی چاہتا ہے کہ انہیں عذاب دے
دنیا میں اور وبال ہو ان کی جان پر اور مریں

كَافِرُوْنَ ه	حالت کفر میں۔
وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ه	اور جب نازل ہوتی کوئی سورت کہ ایمان لائیں اللہ پر اور جہاد کریں رسول کے ساتھ تو رخصت مانگتے ہیں تم سے مالدار لوگ ان سے اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دو ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ ہیں۔
رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ه	راضی ہیں وہ اس میں کہ ہوجائیں پیچھے والی عورتوں کے ساتھ اور مہر کردی گئی ان کے دلوں پر تو وہ بے سمجھ ہیں۔
لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ط وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ه	لیکن رسول اور جو ایمان لائے ان کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اپنے مالوں اور جانوں سے اور ان کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی وہ ہیں جو مراد کو پہنچے۔
اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ه	تیار کیا ہے اللہ نے ان کے لیے باغ رواں ہیں ان کے نیچے نہریں ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ کامیابی ہے بڑی۔

حل لغات رکوع یازدہم سورۃ توبہ پ ۱۰

فرح۔ خوش ہوئے	المخلفون۔ پیچھے رہنے والے		بمقعد۔ بیٹھ رہنے
ھم۔ اپنے سے	خلاف۔ پیچھے	رسول۔ رسول	اللہ۔ اللہ کے
و۔ اور	کرھوا۔ ناپسند کیا	ان۔ یہ کہ	یجاھدوا۔ جہاد کریں
باموالھم۔ اپنے مالوں	واور	انفسھم۔ اپنی جانوں سے فی۔ بیچ	
سبیل۔ راہ	اللہ۔ اللہ کے	و۔ اور	قالوا۔ بولے
لا۔ نہ	تنفروا۔ نکلو	فی۔ بیچ	الحر۔ گرمی کے

قل۔ کہہ دیں	نار۔ آگ	جھنم۔ جہنم کی	اشد۔ بہت سخت
حرا۔ گرم ہے	لو۔ کاش	کانوا۔ وہ ہوتے	یفقھون۔ سمجھتے
فلیضحکوا۔ پھر چاہیئے کہ ہنسیں		قلیلا۔ تھوڑا	و۔ اور
لیبکوا۔ روئیں	کثیرا۔ زیادہ	جزاء۔ بدلہ	بما۔ اس کا جو
کانوا۔ تھے	یکسبون۔ کماتے	فان۔ پھر اگر	رجعک۔ واپس لیجائے آپ کو
اللہ۔ اللہ	الی۔ طرف	طائفۃ۔ ایک جماعت کی	منھم۔ ان میں سے
فاستاذنوا۔ پھر اجازت مانگیں		لک۔ آپ سے	للخروج۔ نکلنے کی
فقل۔ تو کہہ دیں	لن۔ ہرگز نہ	تخرجوا۔ نکلو گے تم	معی۔ میرے ساتھ
ابدا۔ کبھی بھی	و۔ اور	لن۔ ہرگز نہ	تقاتلوا۔ لڑو گے
معی۔ میرے ساتھ	عدوا۔ دشمن سے	انکم۔ بیشک تم	رضیتم۔ خوش ہوئے
بالقعود۔ بیٹھ رہنے سے	اول۔ پہلی	مرۃ۔ مرتبہ	فاقعدوا۔ تو بیٹھو
مع۔ ساتھ	الخالفین۔ پیچھے رہنے والوں کے		و۔ اور
لا۔ نہ	تصل۔ نماز پڑھ	علی۔ اوپر	احد۔ کسی کے
منھم۔ ان میں سے	مات۔ جو مر جائے	ابدا۔ کبھی بھی	و۔ اور
لا۔ نہ	تقم۔ کھڑا ہو	علی۔ اور	قبرہ۔ قبر
ہ۔ اسکی کے	انھم۔ کہ وہ	کفروا۔ کافر ہوئے	باللہ۔ اللہ کے
و۔ اور	رسولہ۔ اسکے رسول کے	و۔ اور	ماتوا۔ مر گئے
و۔ اور	ھو۔ وہ	فاسقون۔ فاسق تھے	و۔ اور
لا۔ نہ	تعجبک۔ تعجب میں ڈالیں تجھ کو		اموالھم۔ انکے مال
و۔ اور	اولاد۔ اولاد	ھم۔ ان کی	انما۔ اسکے سوا نہیں
یرید۔ چاہتا ہے	اللہ۔ اللہ	ان۔ یہ کہ	یعذبھم۔ سزا دے انکو
بھا۔ اس کی	فی۔ بیچ	الدنیا۔ دنیا کے	و۔ اور
تزھق۔ ہلاک ہوں	انفسھم۔ ان کی جانیں	و۔ اور	ھم۔ وہ
کافرون۔ کافر ہوں	و۔ اور	اذا۔ جب	انزلت۔ اتاری جاتی ہے
سورۃ۔ کوئی سورت	ان۔ یہ کہ	امنوا۔ ایمان لاؤ	باللہ۔ اللہ پر

و۔ اور	جاهدوا۔ جہاد کرو	مع۔ ساتھ	رسولہ۔ اس کے
رسول کے	استاذنك۔ اجازت مانگتے ہیں آپ سے		اولو۔ صاحب
الطول۔ دولت	منہم۔ ان میں سے	و۔ اور	ذرنا۔ چھوڑو
نا۔ ہم کو	نکن۔ ہوں ہم	مع۔ ساتھ	القاعدین۔ بیٹھنے
والوں کے	رضوا۔ خوش ہوئے	بان۔ یہ کہ	یکونوا۔ ہوں
مع۔ ساتھ	الخوالف۔ پیچھے رہنے والوں کے		و۔ اور
طبع۔ مہر کی گئی	علی۔ اوپر	قلوبہم۔ انکے دلوں کے	فہم۔ تو وہ
لا۔ نہیں	یفقہون۔ سمجھتے	لکن۔ لیکن	الرسول۔ رسول
و۔ اور	الذین۔ وہ جو	امنوا۔ ایمان لائے	معہ۔ اس کے ساتھ
جاهدوا۔ انہوں نے جہاد کیا		باموالھم۔ اپنے مالوں سے	
و۔ اور	انفسہم۔ اپنی جانوں سے	و۔ اور	اولئك۔ یہ لوگ
لہم۔ ان کے لیے	الخیرات۔ بھلائی ہے	و۔ اور	اولئك۔ یہی لوگ
ھم۔ وہ ہیں	المفلحون۔ کامیاب	اعد۔ تیار کیے	اللہ۔ اللہ نے
لہم۔ ان کے لیے	جنت۔ باغ	تجری۔ چلتی ہیں	من تحتہا۔ انکے نیچے
الانہر۔ نہریں	خلدین۔ ہمیشہ رہیں	فیہا۔ اس میں	ذلك۔ یہ ہے
الفوز۔ کامیابی	العظیم۔ بڑی۔		

مختصر تفسیر اردو گیارہواں رکوع سورۃ توبہ پ ۱

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ خوش ہوئے پیچھے رہ جانے والے اس پر کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھ رہے اور جب غزوہ تبوک کے لیے جہاد کا اعلان ہوا تو دبک گئے اور میدان میں نہ گئے۔

وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور انہیں گوارا نہ ہوا یہ کہ وہ جہاد کریں اپنے مال اور جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں۔

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ۔ اور کہنے

لگے نہ نکلو اس گرمی میں فرما دیجیے جہنم کی آگ سب سے سخت گرم ہے اگر تم سمجھتے۔ کہ یہ تھوڑی مدت کی گرمی تھی اگر اسے برداشت کر لیتے تو دوامی آگ میں جلنے سے محفوظ ہو جاتے۔

شان نزول:۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس کی روایت سے لکھا کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو غزوہ تبوک کے لیے اٹھ کھڑے ہونے کا حکم دیا یہ زمانہ گرمی کا تھا ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول گرمی سخت ہے آپ کے لیے نکلنا ناقابل برداشت ہے لہذا جہاد کے لیے نہ نکلئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سخت گرمی میں غزوہ تبوک کے لیے بغرض جہاد تشریف لے گئے اس پر بنی سلمہ کے ایک شخص جبار بن صخر نے کہا کہ گرمی میں جہاد کو نہ جاؤ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا ج پس یہ ہنسیں گے کم اور روئیں گے زیادہ تو انہیں چاہیے کہ ہنسیں کم اور زیادہ روئیں۔

اس لیے کہ جو دنیا میں ہنس رہے ہیں وہ چند روز کا ہنسنا ہے اور آخرت میں رونے کے مقابل وہ ہنسنا ہیچ ہے اس لیے کہ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ دنیا فانی ہے اور عقبی دائمی چنانچہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث شیخین سے روایت کیا لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قليلا ولبكيتم كثيرا۔ اگر تم جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور بہت روتے۔

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۔ بدلہ اس کا جو تم دنیا میں کمائے تھے۔ کسب کرتے تھے۔

آخرت کا رونا دنیا میں ہنسنے اور اعمال خبیثہ کرنے کا بدلہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا۔ دنیا قلیل ہے وہ یہاں جس قدر چاہیں ہنس لیں جب دنیا ختم ہو جائے گی تو ایسا ہی رونا پڑے گا۔

فَإِن رَّجَعَكَ اللَّهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُل لَّن تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَن تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ۔ تو اگر واپس لے جائے تمہیں اللہ اے محبوب ان کے گروہ میں سے کسی کی طرف اور وہ تم سے اجازت مانگیں (جہاد میں) نکلنے کی تو فرما دینا کہ ہرگز نہ نکلو میرے ساتھ اور ہرگز مقابلہ نہ کرو میرے ساتھ دشمن سے

إِنَّكُمْ رَضِيتُم بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ ۔ تم نے تو پسند کیا بیٹھ رہنا پہلی بار تو بیٹھے رہو پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ۔

یعنی اس غزوہ سے اللہ کامیابی کے ساتھ واپس مدینہ لے جائے تو گروہ منافقین جو تبوک میں جانے کی مخالفت کرچکا تھا اور عورتوں اور بچوں اور بیماروں اور اپاہجوں کے ساتھ بیٹھ رہا تھا۔ آپ سے معذرت کر کے کسی دوسری جنگ میں چلنے کی اجازت لیں تو آپ ہرگز انہیں اجازت نہ دینا ان سے قطعاً بے نیاز ہو کر فرما دینا کہ اب بھی بیٹھے رہو ہماری معیت میں تم لوگ نہ چلو نہ ہمارے دشمن سے ہماری حمایت میں لڑو ہمیں نہ تمہاری احتیاج ہے نہ ہمیں تمہاری کمک سے کوئی فائدہ۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں الخالفین سے مراد وہ لوگ ہیں جو بغیر عذر کے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے جہاد کو نہ نکلے۔

اس آیت کریمہ سے یہ امر ثابت ہوا کہ اسلام میں جس سے دھوکہ ظاہر ہوا ہو اس سے انقطاع لازم ہے اس کا محض مدعی اسلام ہونا مصاحبت اور ہمنوائی کا روادار نہیں اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی لیے منافقین کو ہمراہ لے جانے کی ممانعت فرمادی اور یہ حکم قیامت تک عام ہے آج بھی کسی منافق بے دین کے ساتھ اتحاد و اتفاق الیسا ہی ممنوع ہے جیسا عہد رسالت میں تھا۔

ابن منذر فرماتے ہیں عَنْ قَتَادَةَ اٰمَنَہٗ قَالَ فِی الْاٰیَۃِ ذُکِرَ لَنَا اَنَّھُمْ کَانُوْا اِثْنَیْ عَشَرَ رَجُلًا مِّنَ الْمُنَافِقِیْنَ وَفِیْھِمْ قِیْلَ مَا قِیْلَ۔ یہ آیت کریمہ بارہ منافقوں کے لیے نازل ہوئی تھی اور انہیں کے لیے فرمایا گیا جو فرمایا گیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مورد کی خصوصیت حکم کو بلا مخصص مخصوص نہیں کرتی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ ۔ اور نہ نماز پڑھو کسی میت پر ان (منافقوں سے) کبھی اور نہ کھڑے ہونا اس کی قبر پر۔

میت کو دفن کرنے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر پر دعا کرنے کے لیے قیام فرماتے تھے اسی لیے منافق کی قبر پر کھڑے ہونے کی ممانعت فرمادی۔

اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فٰسِقُوْنَ ۔ بے شک یہ وہ ہیں کہ کفر کیا انہوں نے اللہ اور رسول سے اور ایسے حال میں مرے کہ فاسق وکافر تھے۔

منافقین کی نماز جنازہ اور ان کے دفن میں شرکت کی ممانعت فرما کر ماتوا وھم فاسقون فرمایا ہے۔ یہاں فسق کے معنی مفسرین نے کفر کے لیے ہیں قرآن کریم میں دوسرے مقام پر بھی

فسق بمعنی کفر فرمایا گیا ہے کما قال تعالے افمن کان مومنا کمن کان فاسقا یہاں بھی مومنین کے مقابلہ میں فاسق کہہ کر کفر ہی مراد لیا گیا۔

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب عبداللہ بن سلول جو منافقوں کا سردار تھا مر گیا تو اس کے بیٹے حضرت عبداللہ نے جو مسلمان صالح مخلص صحابی تھے بارگاہ رسالت میں حاضر آکر درخواست کی کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کو کفن کے لیے اپنا قمیص مبارک عطا فرمائیں اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے اس کے خلاف تھی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک ممانعت نہیں آئی تھی۔ دوسرے حضور کو اپنے نور نبوت سے یہ بھی معلوم تھا کہ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد ایک ہزار آدمی شرف اسلام سے مشرف ہوں گے۔ حضور نے اپنا قمیص بھی عطا فرمایا اور جنازہ بھی پڑھا۔

دوسری وجہ قمیص عطا فرمانے کی یہ بھی تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے تو انہیں ابن ابی نے اپنا کرتہ پہنایا تھا۔ حضور کو وہ بدلہ بھی اتارنا تھا۔

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں ابن ابی اور اس کی نماز جنازہ کے متعلق بہت سی احادیث نقل فرمائی ہیں بخوف طوالت یہاں نقل نہیں ہو سکیں اس کے بعد یہ حکم آیا کہ ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ چنانچہ اس کے بعد حضور نے کبھی کسی منافق کی نماز جنازہ میں شرکت نہ فرمائی۔

اور حضور کی وہ مصلحت بھی پوری ہوئی کہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسے مجسمہ عداوت کے عقیدہ میں بھی حضور کا یہ مقام ہے کہ وہ بھی قمیص مبارک سے تبریک حاصل کرتا ہے تو اسکے عقیدہ میں یقیناً حضور سچے نبی ہیں اور اللہ کے حبیب ہیں چنانچہ ایک ہزار کافر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ انتہی مختصراً

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اور نہ تعجب ہو تمہیں ان کے مالوں اور اولاد پر اللہ یہی چاہتا ہے کہ انہیں عذاب کرے دنیا میں اور ان کے دم حالت کفر میں ہی نکل جائیں۔ اس آیت میں منافقوں کا ذکر ہے۔

وَاِذَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُو الطَّوْلِ مِنْهُمْ ۔ اور جب اترے کوئی سورت کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی معیت میں جہاد کرو تو رخصت طلب کرتے ہیں آپ سے ان کے مالدار لوگ۔

وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۔ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۔ اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجئے کہ ہم بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں وہ راضی ہیں اسی میں کہ ہوں ان کے ساتھ جو پیچھے رہنے والی عورتیں ہیں اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

اور ان پر کفر و نفاق اتنا مستولی ہے کہ انہیں یہ سمجھ ہی نہیں کہ جہاد میں جانے سے کتنا لطف حاصل ہوتا ہے اور نہ جانے سے کتنی شقاوت بڑھتی ہے۔

الخوالف سے وہ عورتیں مراد ہیں جو مردوں کے جانے کے بعد اپنے گھروں میں رہتی ہیں۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۔ لیکن رسول اور وہ جو ان کے ساتھ ایمان لائے جہاد کرتے ہیں اپنے مالوں اور جانوں سے۔

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۔ انہی کے لیے بھلائیاں ہیں۔

الخیرات سے حوریں مراد ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا خیر کے حقیقی معنے اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ اور وہی مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔ جو دونوں جہان میں ان لوگوں کو حاصل ہے۔ اور وہ یہ ہیں کہ

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغیچے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں یہی بڑی مراد ہے کہ اس کے بعد کوئی مراد نہیں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع پارہ سورۃ توبہ پ ۱۱

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ	اور آئے بہانے بنانے والے اعراب یعنے گنوار کہ انہیں رخصت دی جائے اور بیٹھ

كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ ؕ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ○

رہے وہ جو جھٹلا گئے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو عنقریب پہنچے گا انہیں جو کافر ہوئے ان میں سے ان کے لیے عذاب دردناک ہے۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوا لِلّٰهِ وَرَسُولِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○

نہیں ضعیفوں پر اور نہ مریضوں پر اور نہ ان پر جو نہیں پاتے جو خرچ کریں کچھ گناہ جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ ہیں نہیں نیکی والوں پر کوئی راہ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَلَا عَلَى الَّذِينَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ○

اور نہیں ان پر جو آپ کے حضور حاضر ہوں کہ انہیں سواری دی جائے تو جواب دو میں نہیں پاتا وہ چیز جس پر تمہیں سوار کروں اس پر وہ واپس جائیں اور ان کی آنکھیں آنسو ابال رہی ہیں اس غم سے کہ نہیں پاتے خرچ کی قوت۔

اِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَاْذِنُونَكَ وَهُمْ اَغْنِيَاءُ ۚ رَضُوا بِاَنْ يَّكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ○

اور مواخذہ تو ان سے ہی ہے جو تم سے رخصت مانگتے ہیں اور وہ متمول ہیں انہیں پسند آیا کہ ہوں وہ بیٹھنے والی عورتوں کے ساتھ اور مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر تو وہ کچھ نہیں جانتے۔

حل لغات رکوع بارہ سورۃ توبہ پ ۱۰

و۔ اور	جاء۔ آئے	المعذرون۔ عذر کرنے والے
من الاعراب۔ جنگلی لوگ		لیؤذن۔ تاکہ چھٹی دی جائے لھم۔ ان کو
و۔ اور	قعد۔ بیٹھ رہے	الذین۔ وہ جنہوں نے کذبوا۔ جھٹلایا

اللہ۔ اللہ   و۔ اور   رسولہ۔ اسکے رسول کو   سیصیب۔ تو جلد ہی
پہنچے گا   الذین۔ ان کو   کفروا۔ جو کافر ہیں   منہم۔ ان میں سے
عذاب۔ عذاب   الیم۔ دردناک   لیس۔ نہیں ہے   علی۔ اوپر
الضعفاء۔ کمزوروں کے   و۔ اور   لا۔ نہ   علی۔ اوپر
للمرضی۔ بیماروں کے   و۔ اور   لا۔ نہ   علی۔ اوپر
الذین۔ ان کے جو   لا۔ نہیں   یجدون۔ پاتے   ما۔ جو
ینفقون۔ خرچ کریں   حرج۔ کوئی حرج   اذا۔ جبکہ   نصحوا۔ خیر خواہ ہوں
للہ۔ اللہ   و۔ اور   رسولہ۔ اسکے رسول کے   ما۔ نہیں
علی۔ اوپر   المحسنین۔ نیکوں کے   من۔ کوئی   سبیل۔ راہ ملامت
و۔ اور   اللہ۔ اللہ   غفور۔ بخشنے والا   رحیم۔ رحم والا ہے
و۔ اور   لا۔ نہ   علی۔ اوپر   الذین۔ ان کے
اذا۔ جبکہ   ما۔ وہ   اتوک۔ آئیں   ک۔ تیرے پاس
لتحملھم۔ تاکہ تو ان کو سواری دے   قلت۔ تو کہے   لا۔ نہیں
اجد۔ پاتا میں   ما۔ جو   احملکم۔ میں سوار کراؤں تم کو
علیہ۔ اس پر   تولوا۔ تو وہ پھر جائیں   و۔ اور   اعینہم۔ ان کی آنکھیں
تفیض۔ بہاتی ہوں   من الدمع۔ آنسو   حزنا۔ غم سے   الا۔ یہ کہ نہیں
یجدوا۔ پاتے   ما۔ جو   ینفقون۔ خرچ کریں   انما۔ اسکے سوا نہیں کہ
السبیل۔ راہ ملامت   علی۔ اوپر   الذین۔ ان کے ہے   یستاذنونک۔ جو
اجازت مانگتے ہیں   و۔ اور   ھم۔ وہ   اغنیاء۔ دولتمند ہیں
رضوا۔ راضی ہوئے   بان۔ یہ کہ   یکونوا۔ ہوں   مع۔ ساتھ
الخوالف۔ پیچھے رہنے والوں کے   و۔ اور   طبع۔ مہر کردی اللہ نے
علی۔ اوپر   قلوبہم۔ انکے دلوں کے   فہم۔ تو وہ   لا۔ نہیں
یعلمون۔ جانتے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع پارہ سورۃ توبہ پ ا

وَجَاءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ اور بہانے بنانے والے اعراب آئے کہ انہیں رخصت دی جائے اور بیٹھ رہے وہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا تھا جلد پہنچے گا ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب۔

یہاں سے احوال منافقین شروع ہے۔ یہ منافقین اعراب مدینہ تھے یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جہاد سے رہ جانے کا عذر کرنے کے لیے حاضر ہوئے تھے۔

ضحاک فرماتے ہیں کہ یہ عامر بن طفیل کی جماعت تھی انہوں نے عرض کیا حضور اگر ہم آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں تو قبیلہ طے کے لوگ ہمارے اہل وعیال اور مویشیوں پر لوٹ مچا دیں گے حضور نے فرمایا قد انبانی اللہ من اخبارکم ویغنی اللہ سبحانہ عنکم مجھے اللہ تعالی نے تمہارے حال سے خبردار کر دیا ہے اور وہ مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا۔

ایک قول ہے کہ وہ قبیلہ بنی اسد اور قبیلہ غطفان کے لوگ تھے (روح المعانی)

اور عمر بن علامہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا یہ عذر محض باطل تھا اور دوسرا گروہ بھی وہ تھا جو عذر پیش بغیر ہی بیٹھ رہا یہ وہ منافقین تھے جن کا دعوی ایمان جھوٹا تھا۔ اس پر علامہ آلوسی پہلے طبقہ کے متعلق فرماتے ہیں والاولون لانفاق فیہم پہلے لوگ جن کا تذکرہ ہوا ہے وہ منافق نہ تھے بہرحال جو منافق تھے انہیں اور جو سستی وکاہلی سے عورتوں بچوں کے ساتھ تعمیل حکم رسالت مآب سے قاصر رہ کر بیٹھ رہے۔ ان دونوں گروہوں کے لیے عذاب الیم ہے دنیا میں قتل ہونے کا اور آخرت میں جہنم کا وعید ہے۔

اس کے بعد جو آیت ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت میں کچھ لکھ رہا تھا کہ سورۃ براءت نازل ہوئی تو میں نے قلم رکھ دیا کہ اچانک حکم قتال وارد ہو گیا تو حضور معذوروں اپاہجوں کے لیے منتظر تھے کہ کیا حکم آتا ہے۔ کہ اذا جاء اعمی فقال کیف بی یا رسول اللہ وانا اعمی فنزلت کہ اچانک ایک نابینا حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے حضور میرے لیے کیا حکم ہے میں تو نابینا ہوں فنزلت تو

اسی وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ نہیں ضعیفوں اور مریضوں اور نہ ان پر جنہیں خرچ کا مقدور نہ ہو کوئی گناہ جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ ہیں۔ گویا عذر والوں کے حق میں فرما دیا گیا کہ ان پر سے جہاد کی فرضیت ساقط ہے اور وہ کون کون ہیں ان کے چند طبقے بیان فرمائے۔

پہلے ضعیف کمزور۔ دوسرے بوڑھے بچے عورت بیمار۔ تیسرے وہ پیدائشی نحیف و نزار ہو۔ چوتھا وہ جو مفلس و نادار ہو۔

یہ دوسرا طبقہ ایسا ہے جس میں اندھے لنگڑے لولے اپاہج بھی داخل ہیں اور نادار جو سامان جنگ بہم نہ پہنچا سکیں۔ ان کے لیے حکم خداوندی ہے کہ وہ مجاہدین کے گھر والوں کی خبر گیری کریں۔ پھر ارشاد ہے

مَا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ نیکی کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں یعنی کسی قسم کا مواخذہ نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَیْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْیُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا یَجِدُوْا مَا یُنْفِقُوْنَ ۝ اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے کہ جس وقت وہ اے حبیب آپ کے پاس اس غرض سے آتے ہیں کہ آپ ان کو کوئی سواری عطا فرمائیں اور نہ ان لوگوں پر گناہ ہے کہ آپ جواب میں انہیں فرمائیں کہ میرے پاس تمہارے سوار کرنے کو مرکب یعنی سواری نہیں اس پر وہ ایسی حالت میں واپس جائیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوں اس غم سے کہ خرچ کی وہ طاقت نہیں رکھتے۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ بعض صحابہ حضور کی خدمت میں جہاد کے لیے حاضر ہوئے اور سواری کی درخواست کی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سواری نہیں تو وہ روتے ہوئے واپس ہوئے اس پر یہ حکم نازل ہوا۔ اب وہ جو صاحب معذرت تھے۔ لیکن جہاد سے گھبراتے تھے ان کے لیے ارشاد ہوا۔

اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِیَآءُ رَضُوْا بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ عتاب اور مواخذہ تو ان لوگوں

سے ہے جو اے محبوب! آپ سے رخصت مانگتے ہیں۔ حالانکہ وہ دولتمند ہیں۔ جہاد میں شرکت کی قدرت رکھتے ہیں باوجود اس کے وہ آرام طلبی کاہلی سے یہ پسند کرتے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ پیچھے بیٹھ رہے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی اور کچھ نہیں جانتے کہ جہاد میں کتنا ثواب ہے اور کس قدر۔

احمدك اللهم حمدا ابوافی نعمك واشكرك شكرا ابواری
كرمك واصلی واسلم علی من ارسلته خاتمة الانبياء و
المرسلين صلوة وسلاما دائمين الی يوم الدين -

بحمدہ پارہ دسواں تمام ہوا۔ اور دو جلدوں میں طبع ہو کر نذر ناظرین ہے۔

فقیر قادری ابوالحسنات قادری امیر حزب الاحناف پاکستان
خطیب جامع مسجد وزیر خاں لاہور۔ ۱۲ اگست ۱۹۵۴ء مطابق یکم ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ
یوم جانفزا دوشنبہ مبارک

اضافات:۔ فقیر قادری امین الحسنات سید خلیل احمد قادری امیر جامعہ حسنات العلوم
خطیب مسجد وزیر خاں لاہور

تقریظ منجانب مفتی استاذ العلماء شیخ الحدیث ابو العلاء محمد عبد اللہ قادری اشرفی رضوی برکاتی ناظم دار العلوم حنفیہ (رجسٹرڈ) قصور۔ پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا

(۱) اما بعد "تفسیر الحسنات" حقیقت میں ایک جامع اور مدلل اور مفصل تفسیر ہے جو مسلک حنفیہ اہل السنت والجماعۃ کی باحسن وجوہ اور باکمل طرق صحیح معنوں میں ترجمان ہے۔ میں نے بفضلہ تعالیٰ بنظر غور و تدبر اس کا مطالعہ و مشاہدہ اور معاینہ کیا۔ تفسیر کی جہت اور حیثیت سے اس کو کامل اور مکمل پایا اور مسائل اختلافیہ کے حل میں احسن انداز یہ برتا ہے کہ دلائل مسلک حقہ کی بھرمار کر دی ہے کہ خصم کو لب کشائی کی مجال نہیں اور دوبارہ کسی اعتراض کی گنجائش نہیں۔

(۲) بکرم اللہ العزیز! ہر مسئلہ کو علم کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ علامہ السید سند میر شریف علیہ الرحمۃ اور علامہ سعد التفتازانی علیہ الرحمۃ کی طرح ہر بحث کو شرح و بسط، تحقیق و تدقیق اور توضیح و تلویح، تنقیح و توشیح، تزیین و تکمیل سے بیان کیا ہے۔ نیز منطقیانہ، فلسفیانہ طریق کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ غرضیکہ دلائل منقولات کے ساتھ ساتھ دلائل معقولات کو بھی پیش کیا گیا ہے جس سے مخاطبین اور سامعین اور قارئین حضرات کو علمی چاشنی کا ذوق حاصل ہوتا ہے۔

(۳) تفسیر الحسنات میں! میں نے خصوصی چیز یہ دیکھی ہے کہ عنوان اور معنون۔ موضوع اور بحث۔ دعویٰ اور دلائل۔ کلام اور نتیجہ میں تقریب تام کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مجھے کہیں بھی اجمال اور اشکال، اور اخفاء اور اشتباہ نظر نہیں آیا۔

(۴) مفسر لبیب، محقق نجیب علامہ ابو الحسنات (علیہ الرحمۃ) مسئلہ توحید باری۔ صداقت نبوت اور مسئلہ علم غیب۔ مسئلہ میلاد النبی، بحث ختم نبوت۔ مسئلہ معراج النبی (جسمانی) مسئلہ حدوث ارواح رویت باری للنبی صلے اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ المعراج۔ سماع موتی۔ حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ ورد مذاہب باطلہ وغیرہا اہم اور عظیم بالشان مسائل اور موضوعات کے حل میں مفسر قرآن مجدد زمان علامہ امام رازی علیہ الرحمۃ کی عکاسی فرما رہے ہیں جو آپ کے رازی وقت ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

(۵) نظم قرآنی (الفاظ قرآن) کے نفس معانی! بامحاورہ پیش کرنے کے لیے علم ادب (لغات عرب)

مقولات فصحاء عدنان و بلغاء قحطان اور عرب العرباء اور مسلّم شعراءِ عرب کے کلام سے استناد و استدلال اور استشہاد و استنباط فرمایا گیا ہے۔

(۶) تفسیر الحسنات۔ فاضل مفسر۔ حبر مدقق۔ جید محقق علامہ ابو الحسنات السید محمد احمد شاہ قادری اشرفی نور اللہ مرقدہ بانوارہ القدسیہ نے تنہائی و تاریکی کے مقام پر تصور صدیق اور تصدیق رسول کے ساتھ لکھی ہے۔ بلکہ میں یوں محسوس کر رہا ہوں کہ الحائر عند المدرک کے اعلیٰ مفہوم عین الیقین اور حق الیقین کے مراتب کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضوری صدیق اور حضوریٔ رسول میں یہ تفسیر لکھی گئی ہے۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ!

(۷) پھر امتیازی حیثیت یہ کہ اس تفسیر الحسنات پر حضرت علامہ ابن الحسنات کشاف الدقائق صاحبزادہ السید خلیل احمد شاہ صاحب قادری اشرفی دامت برکاتہم العالیہ مہتمم ادارہ جامعہ حسنات العلوم و خطیب پاکستان مرکزی جامع مسجد وزیر خاں لاہور نے مہتم بالشان حاشیہ انیقہ جمیلہ جلیلہ کفیلہ ثمینہ لگا کر اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کی حقیقت کا اظہار فرمایا اور اس تفسیر کی علمی وجاہت اور تحقیقی مقام کو اور زیادہ حسن و جمال اور زیبائش و کمال بخشا۔

(۸) مولا تعالیٰ اپنے محبوب کے صدقہ جلیلہ میں ان کو دین و دنیا میں مقام علیا عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل۔ امر و عمر۔ عظمت و جلالت۔ کرامت و شرافت۔ عزت و وقار۔ اعزاز و اکرام عطا فرمائے آمین۔ ثم آمین بحرمۃ النبی الکریم صلے اللہ علیہ وسلم۔ فقط والسلام ذو المجد والاحترام سلمکم الرحمٰن الی یوم القیام۔

المقرظ: فقیر ابو العلا محمد عبد اللہ قادری اشرفی رضوی خادم الحدیث والافتاء و ناظم دار العلوم جامعہ حنفیہ رجسٹرڈ
قصور

تفسیر الحسنات

تفسیر الحسنات، مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری چشتی اشرفی نور اللہ مرقدہ کی تصنیف ہے۔ جسے آپ نے آسان اور سلیس اردو میں تحریر کیا ہے۔ علامہ مغفور اپنے دور کے عظیم علماء میں سے تھے۔

تقریر و تحریر، سیاست و تدبر میں یگانہ تھے۔ نامور طبیب بھی تھے اور بے مثل خطیب بھی۔ تا حین حیات مسجد وزیر خاں کے خطیب رہے۔ اور تقریباً نصف صدی تک لوگوں کی علمی تشنگی کو روحانی و ایمانی سیرابی سے مالا مال کرتے رہے۔ آپ مرجع خلائق عالم تھے اور اپنے دور میں حنفیوں کی ریاست کے والی تھے۔

فقہ۔ اصول فقہ (مسائل فقہیہ) تفسیر، اصول تفسیر، تشریح آیات میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علم حدیث پر گہری اور عمیق نگاہ تھی۔ طب، فلسفہ۔ ادب۔ شعر تو گویا ان کا عمومی مذاق تھا ان کی مجلس پربہار ہوتی تھی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق تھا۔ مقام مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم۔ شان مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم۔ احترام مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم۔ عظمت اولیاء، تصرفات اولیاء۔ اصلاح عقائد اور اصلاح معاشرہ ان کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ وہ بیک وقت صاحب نسبت صوفی۔ شیخ طریقت۔ طبیب حاذق۔ مفسر قرآن۔ محدث۔ فقیہ و مفتی۔ شاعر و ادیب۔ نثار و قلمکار۔ شیریں بیان مقرر۔ بے باک خطیب اور منجھے ہوئے اسلامی ذہن کے بلند پایہ سیاستدان بھی تھے۔ انہوں نے جہاد کشمیر میں عملی حصہ لیا اور تحریک ختم نبوت کے مرکزی صدر اور روح رواں تھے۔ اور جمعیۃ العلماء پاکستان ان کے ہی زیر قیادت و سیاست پروان چڑھی۔

ان کی تصانیف میں طیب الوردہ فی شرح قصیدہ بردہ۔ کلام المرغوب۔ ترجمہ کشف المحجوب اوراق غم۔ شمیم رسالت بہت مشہور ہیں لیکن تفسیر قرآن میں ان کی یادگار تفسیر الحسنات ایک خاص عظمت کی حامل ہے۔ تحریک ختم نبوت کے دوران آپ سکھر جیل میں کچھ عرصہ قید رہے۔ اسی دوران آپ نے اس تفسیر کا آغاز کیا۔ اور تادم آخر اس میں مصروف رہے۔

اس تفسیر کے لکھتے وقت آپ کے پیش نظر وہ تمام حالات و واقعات و مشاہدات تھے

جس کا آپ کو نصف صدی سے اوپر کا عملی تجربہ تھا۔ چنانچہ آپ نے اس تفسیر میں اس امر کی طرف خصوصی توجہ دی ہے کہ یہ تفسیر صرف علماء ہی تک محدود نہ رہے بلکہ عوام بھی اس سے کماحقہٗ استفادہ کر سکیں۔ آپ نے اس سلسلہ میں بڑی کامیاب کوشش کی اور آپ کی تفسیر عصر حاضر کی متداول تفاسیر میں سے ایک اہم تفسیر ہے جسے تمام حلقوں میں مکمل پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور خدا کے کثیر بندوں کو تفہیم قرآن کے سلسلہ میں ٹھوس مدد ملی۔ اس تفسیر کی بنیادی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) یہ تفسیر تمام سابقہ تفسیروں سے استفادہ کر کے لکھی گئی ہے لیکن اس پر علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ صاحب روح المعانی کی گہری چھاپ ہے۔

(۲) تفسیر میں مسلک اہل سنت (حنفی) کی واضح ترجمانی ہے اور انداز انتہائی مدلل اور معقول ہے جس میں نہ تو کسی پر بے جا تنقید ہے اور نہ ہی الزام تراشی بلکہ اپنے مسلک کی بے لاگ اور حسین و موثر ترجمانی ہے اور اختلافی مسائل میں اپنے نکتہ نظر کی دلکش وضاحت ہے۔

(۳) اردو زبان میں ہے اور انتہائی سلیس اور عام فہم ہے۔

(۴) ہر آیت کا لفظی، بامحاورہ ترجمہ، حل لغات، شان نزول، تاریخی واقعات، اقوال مفسرین اور احادیث نبوی کے پیش نظر جامع تشریح ہے۔

(۵) مسائل فقہیہ جہاں بھی آئے ہیں پوری تشریح کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

(۶) تفسیر میں اہل علم، صاحب ذوق اور طالبان علم، عوام کے مذاق کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔

(۷) بحث کا انداز کہیں منطقی ہے اور کہیں فلسفیانہ مگر نتیجہ وہی ہے جو کتاب و سنت سے مستفاد ہے۔

(۸) بعض مسائل پر نہ صرف تحقیق کی ہے بلکہ محققانہ فیصلہ بھی دیا ہے اور اسے علماء متقدمین و متاخرین کے اقوال سے مؤید اور مؤکد کیا ہے۔

(۹) تفسیر میں انداز محض ناصحانہ نہیں کہ قاری اس سے اکتا جائے بلکہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ پڑھنے والے کی توجہ ہمہ وقت ادھر ہی رہے اور وہ تفسیر کے اندر داخل ہوتا چلا جائے اور اس کے ذوق کو کوئی امر گراں نہ گذرے۔

(۱۰) عصر حاضر کے بیشمار مسائل کا حل بھی پیش کیا گیا ہے۔

تشکیک واوہام، الحاد و زندقہ کے اس دور میں یہ تفسیر تشنگان علم کے لیے آب حیات ہے
اور تفہیم قرآن کے طالبوں کے لیے نسخۂ کیمیا ہے۔
اہل ذوق کے لیے سرمایۂ افتخار ہے۔
اور خواص و علماء کے لیے ایک بیش قیمت دستاویز ہے۔
اور عوام کے لیے نعمت بے بہا ہے۔
یہ تفسیر چھ جلدوں پر مشتمل ہے جن میں سے ہر ایک جلد پانچ پاروں پر مبنی ہے۔
پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں اور چھٹی زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہے۔ طباعت دیدہ زیب ہے اور آفسٹ پر چھاپی گئی ہے، کتابت عمدہ اور جلد بندی نفیس ہے۔ مکتبہ ضیاء القرآن گنج بخش روڈ لاہور نے اس کے چھاپنے کا اہتمام کیا ہے۔ جہاں سے یہ تفسیر بآسانی دستیاب ہے۔

طباعت بار سوئم ۱۹۹۲ء

مکتبہ ضیاء القرآن گنج بخش روڈ لاہور

سرٹیفکیٹ

تفسیر الحسنات بآیات بیّنات

چھ تا دس پارے کی آیات قرآنی کو بمعہ ترجمہ حرفاً حرفاً پڑھا۔
میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی یا کتابت کی غلطی نہیں ہے۔

فقط

تصدیق کنندہ
صاحبزادہ مشتاق الرحمان ہاشمی
خطیب جامع مسجد حنفیہ فاروقیہ
اسلام پورہ۔ لاہور

طبع شدہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ

تفسیر الحسنات

علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ

تفسیر الحسنات

جلد سوم

پارہ ۱۱ تا ۱۵

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ القدیم الذی ارسل الی خلقہ من عظیم الاقدار سہاما۔ وحکم علیہم بالموت والفنا
فلم یترک الموت لاحد منہم دواما۔ وشتت بہا ذم اللذات شملا وفرق نظاما۔ فترکوا الحلائل اراملا والاولاد
ایتاما۔ احمدہ سبحانہ وتعالیٰ واشکرہ انال بہ فضلا وانعاما۔ واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک
لہ شہادۃ من شہدہا نال بہا عزا واکراما۔ واشہد ان سیدنا ونبینا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ الذی
کان یشفی بریقہ الشریف اسقاما وزلاما۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ واحبابہٖ وعلماء امتہٖ اجمعین۔

امابعد فقیر حقیر درماندہ نفس شریر ابوالحسنات سید محمد احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں صدر مرکزی جمعیۃ العلماء
پاکستان و امیر مرکزی حزب الاحناف پاکستان خلف الرشید امام اہل سنت ماحی بدعت حامی سنت محدث اعظم فقیہ اعظم
حضرت استاذ العلماء علامہ ابو محمد سید دیدار علی شاہ صاحب حنفی قادری نقشبندی چشتی مشہدی نور اللہ مرقدہ بانی و امیر حزب الاحناف
زمانہ تحریک ختم نبوت میں جبکہ فقیر کو اپنے رفقاء کے ساتھ ۲۶-۲۷ فروری ۱۹۵۳ء کی درمیانی شب کراچی میں رات کے تین
بجے ناظم الدین حکومت نے سیکورٹی ایکٹ کے ماتحت گرفتار کرکے ایک سال کے لیے کراچی جیل میں نظر بند کر دیا تو خیال کیا کہ
اس اسیری کے لیل و نہار خدمت دین میں ہی گذارے جائیں چنانچہ کافی غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا کہ دور حاضر میں احناف
اہلسنت کیلئے کوئی مفصل مدلل جامع تفسیر قرآن کریم اردو زبان میں عوام کے سامنے پیش نہ ہو سکی لہٰذا مجھے اس مصروفیت میں اس
کام کو انجام دینا چاہئے لیکن چونکہ ہمیں سی کلاس میں رکھا گیا تھا اور یہ کام بھی معمولی نہ تھا اس وجہ سے قید و بند کے تین ماہ
اسی شش و پنج لیت و لعل میں گذر گئے ادھر لخت جگر نور البصر اعز الاخص ابن الحسنات سید خلیل احمد قادری سلمہ
عن شر حاسد اذا حسد بھی لاہور میں جامع مسجد وزیر خاں سے تحریک کی قیادت کرتے ہوئے [illegible]
ایسے مخفی ہوئے کہ ان کی موت و حیات سے بھی لاعلمی رہی [illegible] تو ہموم اور پریشانی کی خبروں [illegible]
میں اضافہ ہوتا رہا اور تفسیر کا کام شروع نہ ہو سکا بالآخر کراچی جیل سے ہم کو بمع رفقاء سکھر جیل میں منتقل کر دیا گیا جہاں
ایک سو پچیس ڈگری گرمی پڑ رہی تھی آخر کش فقیر نے عزم صمیم کے ماتحت اس کام کو شروع کر دیا اور اس کا نام تفسیر الحسنات
بآیات بینات خلاصۃ تفسیر الآیات باقوال حسنات رکھا گیا ایک سال کے بعد بفضلہ تعالیٰ آٹھ پارے [illegible]
لاہور میں ہائیکورٹ نے ہیبس کارپس کے ذریعہ ہماری نظر بندی کو حبس بے جا قرار دے کر ہم کو بمع رفقاء رہا کر دیا [illegible]
بعد بھی اس فریضہ کو جاری رکھا اور باوجود پریشانیوں کے بحمدہ تعالیٰ قرآن کی تفسیر مکمل کر چکا ہوں بارگاہ ایزدی میں دست
بدعا ہوں کہ مولا کریم اپنے محبوب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس کام کو قبول فرمائے اور مقبول عام کرے

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

فہرست مضامین گیارہواں پارہ

تعارف
مفسر قرآن مشہور زمان حضرت علامہ ابوالحسنات
سید محمد احمد قادری اشرفی
سبب تالیف از قلم حضرت علامہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ
اظہار تشکر
با محاورہ ترجمہ رکوع بارہ سورۃ توبہ پ۱۱
حل لغات رکوع بارہ سورۃ توبہ پ۱۱
مختصر تفسیر سورۃ توبہ رکوع بارہ پ۱۱
شان نزول
اقوال محققین
با محاورہ ترجمہ رکوع تیرہ پ۱۱
حل لغات رکوع تیرہ پ۱۱
مختصر تفسیر اردو رکوع تیرہ سورۃ توبہ پ۱۱
فضائل انصار
منافقین کے حالات
مومنین کاملین کے حالات ۱۲
سات صحابہ کی توبہ قبول کی گئی ۱۳
ان کی تعداد پر مفصل بحث ″
صدقہ کی قبولیت پر بحث ۱۴
صدقہ کی فضیلت ۱۵
متخلفین کی بحث ۱۶

مسجد ضرار کے صحیح حالات اور اس کی تعمیر کا
سبب ۱۸
با محاورہ ترجمہ رکوع چودہ سورۃ توبہ پ۱۱ ۲۱
حل لغات رکوع چودہ سورۃ توبہ پ۱۱ ۲۲
مختصر تفسیر اردو رکوع چودہ سورۃ توبہ پ۱۱ ۲۴
مومنین کی علامات کا بیان ۲۶
جہاد فی سبیل سیاحت ″
مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کی ممانعت ۲۷
محققین کے اقوال ″
ابوطالب کے ایمان پر بحث ۲۸
تحکم علی روایات المنقولۃ ۲۹
اوّاہ کی بحث ۳۱
حلیم کے معانی پر بحث ۳۲
با محاورہ ترجمہ رکوع پندرہ سورۃ توبہ پ۱۱ ۳۵
حل لغات رکوع پندرہ سورۃ توبہ پ۱۱ ۳۶
مختصر تفسیر اردو رکوع پندرہ سورۃ توبہ پ۱۱ ۳۷
تبلیغ کا بیان ۳۹
با محاورہ ترجمہ رکوع سولہ سورۃ توبہ پ۱۱ ۴۰
حل لغات رکوع سولہ سورۃ توبہ پ۱۱ ۴۱
مختصر تفسیر اردو رکوع سولہ سورۃ توبہ پ۱۱ ۴۲
میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت
المنزل الثالث سورۃ یونس

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ یونس پ۱۱
حل لغات رکوع اول سورۃ یونس پ۱۱
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ یونس پ۱۱
الٓر کی تحقیق
حضرت حسان کی نعت کی تشریح
دریتیم کی بحث
مشرکین کے اعتراض کا جواب
تخلیق سماوات وارض پر بحث
استوٰی کی بحث
حشر نشر ومعاد خلق کا بیان
آفتاب کی منزلیں
جنتیوں کی تسبیح
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ یونس پ۱۱
حل لغات دوسرا رکوع سورہ یونس پ۱۱
مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ یونس پ۱۱
شان نزول
ظالم کی تعریف
تمام مخلوق ایک دین پر تھی
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ یونس پ۱۱
حل لغات تیسرا رکوع سورۃ یونس پ۱۱
مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۃ یونس پ۱۱
غضب کے لغوی معنی
ریح عاصف کی تعریف
اس کے اقسام
نکث کی تعریف

٤٧ بغی کی تعریف ٧٥
٤٨ جنت میں جنتیوں کے حالات ٧٧
٥٠ بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ یونس پ۱۱ ٧٨
٥١ حل لغات چوتھا رکوع سورۃ یونس پ۱۱ ٨٠
٥٢ مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ یونس پ۱۱ ٨٢
٥٣ بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ یونس پ۱۱ ٨٤
٥٤ حل لغات پانچواں رکوع سورۃ یونس پ۱۱ ٨٦
٥٥ مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورۃ یونس پ۱۱ ٨٨
٥٦ انبیاء کی دعوت حق ٨٩
٥٧ موت کے وقت ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ٩٠
" بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ یونس پ۱۱ ٩١
٥٨ حل لغات ٩٢
٥٩ مختصر تفسیر اردو ٩٣
٦٠ موعظت، شفاء، ہدایت ورحمت کی تعریف "
٦٢ سرور وفرح کی تعریف ٩٥
٦٤ فلسفہ میلاد ٩٦
٦٥ فضائل رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ٩٧
" توریت سے
٦٦ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا میلاد خود پڑھا ٩٨
٦٨ فاتحہ خوانی کا ثبوت ٩٩
٧٠ بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ یونس پ۱۱ "
٧١ حل لغات ١٠١
٧٢ مختصر تفسیر اردو ١٠٢
٧٣ ولی کی تعریف وفضیلت ١٠٣
٧٤ تقوی کی تعریف ١٠٤

ولی کی تعریف میں حضور کا ارشاد گرامی	۱۰۵
لہم البشریٰ کی تشریح	۱۰۶
بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ یونس پ۱۱	۱۱۰
حل لغات	۱۱۲
مختصر تفسیر اردو	۱۱۳
بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع سورۃ یونس پ۱۱	۱۱۶
حل لغات	۱۱۷
مختصر تفسیر اردو	۱۱۹
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے فرعونیوں کی ہر چیز پتھر بن گئی	۱۲۱
دعا کی تشریح	۱۲۲
بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورہ یونس پ۱۱	۱۲۵
حل لغات	۱۲۷
مختصر تفسیر اردو	۱۲۸
قوم یونس پر عذاب کے آثار ظاہر ہوئے	۱۳۲
حضرت یونس کا مچھلی کے پیٹ میں جانا	۱۳۴
بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع سورہ یونس پ۱۱	۱۳۵
حل لغات	۱۳۶
مختصر تفسیر اردو	۱۳۷
سورۃ ہود	۱۳۹
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ ہود پ۱۱	〃
حل لغات	۱۴۰
مختصر تفسیر اردو	۱۴۱
شان نزول	۱۴۲
بفضلہ تعالیٰ گیارہواں پارہ ختم ہوا۔	
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ ہود پ۱۲	۱۴۳
حل لغات	•
مختصر تفسیر اردو	۱۴۴
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ ہود پ۱۲	۱۴۵
حل لغات	۱۴۸
مختصر تفسیر اردو	۱۵۰
لعلّ کی مفصل بحث	۱۵۲
فأتوا بسورۃ من مثلہ	۱۵۳
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ ہود پ۱۲	۱۵۷
حل لغات	۱۵۹
مختصر تفسیر اردو	۱۶۰
مختلف اعتراضات کے جواب	۱۶۵
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ ہود پ۱۲	۱۶۶
حل لغات	۱۶۸
مختصر تفسیر اردو	۱۷۰
یؤس کی مفصل بحث	〃
نوح علیہ السلام کی کشتی کا ذکر	۱۷۴
تنور کا ذکر	۱۷۶
دفع دخل مقدر	۱۷۸
نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے	۱۸۳
اقول وباللہ التوفیق	۱۸۶
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ ہود پ۱۲	۱۸۷

حل لغات ۱۸۹
مختصر تفسیر اردو ۱۹۱
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ ہود پ۱۲ ۱۹۴
حل لغات ۱۹۵
مختصر تفسیر اردو ۱۹۶
قوم صالح کے حالات ۱۹۸
بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ ہود پ۱۲ ۱۹۹
حل لغات ۲۰۰
مختصر تفسیر اردو ۲۰۲
قوم لوط کے حالات ۲۰۳
مومن لڑکی کا عقد کافر کے ساتھ جائز تھا ۲۱۰
مختلف اقوال ۲۱۱
حضرت لوط علیہ السلام کی ہجرت "
قوم لوط پر عذاب کے فرشتے ۲۱۲
بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ ہود پ۱۲ ۲۱۴
حل لغات ۲۱۶
مختصر تفسیر اردو ۲۱۸
حضرت شعیب کا قوم کی طرف آنا "
بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع سورۃ ہود پ۱۲ ۲۲۲
حل لغات ۲۲۳
مختصر تفسیر اردو ۲۲۵
یوم حشر کی تفصیلات ۲۲۷
مختلف اقوال ۲۲۸
بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورۃ ہود پ۱۲ ۲۲۹
حل لغات ۲۳۰
مختصر تفسیر اردو ۲۳۲
شان نزول ۲۳۴
سورۃ ہود ختم ہوئی ۲۳۵
سورۃ یوسف ۲۳۶
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ یوسف پ۱۲ "
حل لغات ۲۳۷
مختصر تفسیر اردو "
فضائل و شرافت زبان عربی ۲۳۸
اہل جنت کی زبان عربی ہوگی ۲۴۰
شان نزول سورۃ یوسف ۲۴۱
سجدہ کی تعریف ۲۴۳
خواب کی تحقیق ۲۴۸
خواب کے درجات ۲۴۹
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ یوسف پ۱۲ ۲۵۰
حل لغات ۲۵۲
مختصر تفسیر اردو ۲۵۴
ضلال کی تحقیق ۲۵۴
یوسف علیہ السلام کا کنویں میں گرانا ۲۶۴
حضرت جبرئیلؑ کا یوسف علیہ السلام کے پاس حاضر ہونا ۲۶۵
کنویں کی مکمل تحقیق ۲۶۷
حضرت یعقوبؑ کے پاس ان کے صاحبزادوں کا آنا ۲۶۸
حضرت یعقوبؑ کا بیہوش ہونا ۲۶۹
اقول و باللہ التوفیق ۲۷۰

بامحاورہ ترجمہ تیرہواں رکوع سورۃ یوسف پ۱۲ ۲۷۳
حل لغات ۲۷۵
مختصر تفسیر اردو ۲۷۶
زلیخا اور حضرت یوسف کا مفصل واقعہ ۲۸۰
حضرت یوسف کا پاک دامن ثابت ہونا ۲۸۷
ایک شیر خوار بچہ کی شہادت ۲۸۸
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ یوسف پ۱۲ ۲۹۰
حل لغات ۲۹۱
مختصر تفسیر اردو ۲۹۲
مصر کی عورتوں کا زلیخا کو طعنہ دینا ۲۹۳
حسن یوسف کی جھلک سے مصر کی عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں ″
حسن یوسف حسن مصطفی سے تہائی حصہ تھا ۲۹۴
حضرت یوسف کی دعا ۲۹۶
حضرت یوسف کا قید میں جانا ″
قید کی مدت کا تعین ۲۹۸
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ یوسف پ۱۲ ۳۰۰
حل لغات ۳۰۰
مختصر تفسیر اردو ۳۰۱
قید خانہ میں خواب دیکھا تعبیر دی ۳۰۲
وہ دونوں قید خانہ بھیج دیے گئے ۳۰۳
قید خانہ میں شان نبوت کا اظہار ۳۰۵
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ یوسف پ۱۲ ۳۰۷
حل لغات ۳۰۸
مختصر تفسیر اردو ۳۰۹

بادشاہ کا خواب اور آپ کا تعبیر دینا ۳۰۹
حضرت یوسف کو صدیق کا لقب ۳۱۲
بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ یوسف پ۱۲ ۳۱۳
حل لغات ″
مختصر تفسیر اردو ۳۱۴
شرفا مصر کی عورتوں کی اور زلیخا کا بادشاہ کے دربار میں حضرت یوسف کی پاک دامنی کی شہادت ۳۱۵
فہرست پارہ ۱۳
بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ یوسف پ۱۳ ۳۱۷
حل لغات ″
مختصر تفسیر اردو ۳۱۸
مضمون منقولہ عربی کا خلاصہ یہ ہے ۳۲۰
حضرت یوسف علیہ السلام کا بادشاہ کے دربار میں تشریف لے جانا
خزانے کی ذمہ داری سپرد کرنے کی خواہش ۳۲۲
ایک سال بعد تاجپوشی ″
حضرت یوسف سے زلیخا کا عقد ۳۲۳
قحط کا دور ۳۲۴
بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ یوسف پ۱۳ ۳۲۵
حل لغات ۳۲۷
مختصر تفسیر اردو ۳۲۸
یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا یوسف علیہ السلام کے دربار میں پیش ہونا ۳۲۹
برادران یوسف کا باپ کی خدمت میں بنیامین کو ساتھ بھیجنے کا اصرار ۳۳۱

با محاورہ ترجمہ نواں رکوع سورۃ یوسف پ۱۳ ۳۳۳
حل لغات ۳۳۴
مختصر تفسیر اردو ۳۳۶
پھوپھی کی الزام تراشی ۳۴۱
با محاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورۃ یوسف پ۱۳ ۳۴۲
حل لغات ۳۴۴
مختصر تفسیر اردو ۳۴۶
حضرت یوسف کا بنیامین کو اپنے پاس رکھنا بھائیوں کا حیلہ بہانا کرنا ۳۴۷
برادران یوسف سے حضرت یعقوب کی ناراضگی ۳۴۹
حضرت یعقوب علیہ السلام کی ضعف ابصار ۳۵۰
روزنا رحمت ہے ۳۵۱
حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کی حضرت یعقوبؑ کو بشارت ۳۵۲
حضرت یعقوب کا عزیز مصر کے نام خط ۳۵۴
یہ خط حضرت یوسف نے پڑھا اور گریہ زاری کی ۳۵۵
حضرت یعقوب کو اپنی قمیض حضرت یوسف نے بھیجی ۳۵۶
آنکھوں میں آگئی ،،
یہ قمیض جنت سے آئی تھی ۳۵۷
قمیض سے آنکھوں میں شفا ہوئی ۳۵۷
با محاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع سورۃ یوسف پ۱۳ ،،
حل لغات ۳۵۹
مختصر تفسیر اردو ۳۶۱
حضرت یعقوب کا حضرت یوسف کے بارے میں بشارت ،،
حضرت یعقوب کا برادران یوسف کے لیے بخشش کی دعا کرنا اور قبول ہونا ۳۶۲
حضرت یوسف کا اپنے والد ماجد اور کنبہ کے افراد کا استقبال ۳۶۳
سجدۂ عبادت غیر خدا کو جائز نہیں ۳۶۴
با محاورہ ترجمہ بارہواں رکوع سورۃ یوسف پ۱۳ ۳۶۷
حل لغات ۳۶۸
مختصر تفسیر اردو ۳۷۰
سورۃ یوسف بخیر و خوبی ختم ہوئی ۳۷۳
سورۃ رعد پ۱۳ ،،
با محاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ رعد پ۱۳ ۳۷۴
حل لغات ۳۷۵
مختصر تفسیر اردو ۳۷۷
آسمان کی تشریح ۳۷۸
سورج چاند کی رفتار پر بحث ۳۷۹
زَوَاسی پر بحث ۳۸۰
اقالیم پر بحث ۳۸۱
نہروں کی بحث ۳۸۲
با محاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ رعد پ۱۳ ۳۸۵
حل لغات ۳۸۷
مختصر تفسیر اردو ۳۸۹
بارگاہ رب العزت میں ملائکہ کی حاضری ۳۹۰

ہر مومن پر تین سو ساٹھ فرشتے محافظ مقرر ہیں	۳۹۱	شان نزول	۴۱۵
داہنا فرشتہ نیکیوں کا لکھے بائیں فرشتہ کا		ارواح و اجسام کی بحث	۴۱۶
امیر ہوتا ہے	۳۹۲	طوبیٰ کی بحث	۴۱۸
عامر بن طفیل نے قتل حضور کا منصوبہ بنایا		توحید پر دلائل	۴۱۹
ہاتھ شل ہوگیا	۳۹۳	بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ رعد پ ۱۳	۴۲۱
یسبح الرعد پر مفسرین کے اقوال	۳۹۴	حل لغات	۴۲۲
سعد نے رعد گرج کے بارے میں سوال کیا	۳۹۵	مختصر تفسیر اردو	۴۲۴
رعد کے بارے میں تحقیق	۳۹۷	بتوں کی مذمت	۴۲۵
بجلی گرجنے کے وقت کی دعا	"	بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ رعد پ ۱۳	۴۲۷
بجلی ذاکر پر نہیں پڑتی	"	حل لغات	۴۲۸
ایک جابر حاکم پر بجلی گری اور ہلاک ہوگیا	۳۹۸	مختصر تفسیر اردو	۴۲۹
مختلف اقوال	"	قرآن پاک معجزہ ہے	۴۳۰
حضور کے نام پاک سے ندا ممنوع قرار دے دی گئی		مختلف اقوال	۴۳۱
ندا کی مفصل بحث	۴۰۰ / "	عبداللہ بن سلام علماء یہود میں سے اسلام لائے	۴۳۵
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ رعد پ ۱۳	۴۰۴	سورۃ ابراہیم	۴۳۶
حل لغات	۴۰۵	بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ ابراہیم پ ۱۳	"
مختصر تفسیر اردو	۴۰۶	حل لغات	۴۳۷
ارباب قبور سے استعانت پر بحث	۴۰۸	مختصر تفسیر اردو	۴۳۸
شہداء کی قبور پر حضور علیہ الصلوۃ کا ہر سال آنا		وحی ہر پیغمبر پر عربی میں ہوئی	۴۴۰
اور اہل قبور کو سلام کرنا	۴۱۰	ایام اللہ سب سے بڑی نعمت ہے	۴۴۱
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ رعد پ ۱۳	۴۱۱	بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ ابراہیم پ ۱۳	۴۴۲
حل لغات	۴۱۲	حل لغات	۴۴۳
مختصر تفسیر اردو	۴۱۳	مختصر تفسیر اردو	۴۴۵
فصاحت و بلاغت	۴۱۴	شعر کی تعریف	۴۴۶

رب کی مفصل بحث	۴۴۷
بشر مثلنا کی بحث	۴۴۹
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ ابراہیم پ۱۳	〃
حل لغات	۴۵۰
مختصر تفسیر	۴۵۱
ماء صدید کی بحث	۴۵۲
آسمان زمین کی تخلیق	۴۵۴
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ ابراہیم پ۱۳	۴۵۵
حل لغات	۴۵۶
مختصر تفسیر اردو	۴۵۷
شیطان کو ملامت	۴۵۸
شیطان سے سوال وجواب	۴۵۹
کلمہ طیبہ کی تشریح مختلف اقوال	۴۶۰
شجرہ خبیثہ کی تشریح	۴۶۲
ترجمہ رازی قدس سرہ العزیز	۴۶۳
قبر میں سوال وجواب	۴۶۵
قبر میں مشرک وکافر کا حال زار	۴۶۶
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ ابراہیم پ۱۳	۴۶۷
حل لغات	۴۶۸
مختصر تفسیر اردو	۴۶۹
تسخیر کائنات	۴۷۱
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ ابراہیم پ۱۳	۴۷۳
حل لغات	۴۷۴
مختصر تفسیر اردو	۴۷۵
دعاء ابراہیمی	〃
دعاء ابراہیمی	۴۷۶
زمزم شریف کی تعریف	۴۷۷
وادی مقدس کی آبادی	۴۷۹
بیت اللہ شریف کی تعمیر بابرکت اور حضرت ہاجرہ کا وصال	۴۸۰
اہل مکہ کو ہر موسم کا پھل ملتا ہے	۴۸۱
بارگاہ رب العزت میں حضرت ابراہیم کا اظہار عبودیت	۴۸۲
بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ ابراہیم پ۱۳	۴۸۳
حل لغات	۴۸۵
مختصر تفسیر اردو	۴۸۶
مکر کی تعریف اور مفصل بحث	۴۹۰
زمین وآسمان کی تبدیلی کے لیے مفسرین کے اقوال	۴۹۲
سورۃ الحجر مکیہ	۴۹۳
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ الحجر پ۱۳	〃
حل لغات	۴۹۴
مختصر تفسیر اردو	۴۹۴
پارہ ۱۴	
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ حجر	۴۹۵
حل لغات	۴۹۶
مختصر تفسیر اردو	۴۹۷
مشرکین کا طعنہ معصیت شعاروں	۴۹۸
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ حجر پ۱۴	۵۰۲
حل لغات	〃

مختصر تفسیر اردو ۵۰۳
بروج کی بحث ۵۰۴
شہاب کی تعریف ۵۰۵
نجوم یا شہاب ثاقب کے متعلق زمانہ جہالت کے نظریات ۵۰۶
زمین کی تخلیق ۵۰۸
صف اول کے فضائل ۵۱۰
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ حجر پ۱۴ ۵۱۱
حل لغات ۵۱۲
مختصر تفسیر اردو ۵۱۴
حضرت عمر کا حضرت سعد بن ابی وقاص حاکم قادسیہ کے نام حکم
حضرت نضلہ نے عراق فتح کیا
واپسی پر اذان دینا غیبی آواز کا آنا ۵۱۶
جنوں کے اقسام ۵۱۵
ذریب ابن مرتملہ جن سے ملاقات ۵۱۷
حضرت فاروق اعظم کو سلام پہنچانا ۵۱۸
علامات قیامت ۵۱۸
زید بن عمرو بن نفیل کا مکہ معظمہ سے نکلنا اور قوم کا مخالف ہونا۔ ۵۱۸
قوم کے نکالنے کی وجوہات ۵۱۹
حضرت عمر سے ایک کاہن کی ملاقات ۵۲۰
جنوں کی زبان سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی فضیلت اور جنھوں نے ۵۲۰
حضور علیہ السلام کے حلیہ مبارک و شمائل شریف

بیان کیے ۵۲۱
ابو عامر راہب روانہ ہو گئے بیہودہ گفتگو ۵۲۲
نبی آخر الزمان کی بشارات ″
حضرت عروہ بن مسعود ثقفی کا واقعہ ۵۲۳
عجیب و غریب واقعہ ۵۲۵
ہامہ جن کا حضور علیہ السلام میں آنا اور اسلام قبول کرنا
بتوں سے جنوں کی آوازیں ۵۲۶
بتوں پر جانوروں نے پیشاب کیے ۵۲۷
حضور کے لعاب دہن سے زمین سرسبز و شاداب ہو گئی۔ ۵۲۷
حضرت مازن قصریہ نے اپنے بت کا حال بیان کیا ۵۲۸
حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا سے مازن کی بری عادتیں چھوٹ گئیں۔ کئی حج کیے قرآن یاد کیا نکاح کیا اولاد ہوئی۔ ۵۲۹
جنین جنت کی تشریح ۵۳۰
سجدہ کی مفصل بحث ۵۳۱
شیطان کا رب العزت سے مہلت مانگنا ۵۳۲
نفخہ اولی میں سب کچھ فنا ہوگا۔ ملک الموت سے آدم علیہ السلام کا دریافت کرنا ۵۳۳
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ حجر پ۱۴ ۵۳۵
حل لغات ۵۳۶
مختصر تفسیر اردو ۵۳۷
متقی کی تعریف ″

عیونن کی تعریف ۵۳۸
اولاد کی بشارت ۵۴۳
حضرت اسحاق کی بشارت ۵۴۴
حضرت ابراہیم کی عمر مبارک ایک سو بیس برس اور حضرت سارہ کی ننانوے سال ״
قوم لوط پر عذاب ״
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورہ حجر پ۱۴ ۵۴۵
حل لغات ۵۴۶
مختصر تفسیر اردو ۵۴۷
لوط علیہ السلام کے گھر میں فرشتوں کا آنا۔
قوم لوط پر عذاب کا آنا ۵۴۹
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورہ حجر پ۱۴ ۵۵۱
حل لغات ۵۵۲
مختصر تفسیر اردو ۵۵۴
حجر کی تشریح
ناقہ سے پانچ معجزے ظاہر ہونا ۵۵۵
صفح کے معانی ۵۵۶
سبع مثانی کے نام اور اس کی فضیلت ۵۵۷
رب جل وعلا کی راہ کے سات راستہ ہیں ہر راستہ کے دروازے کی کنجی اعوذ ہے ۵۵۸
ساتوں راستے کھل جاتے ہیں سات دروازے ہیں ۵۵۹
سورۃ قرآن عظیم سورۃ رحمت میں سات حروف ساقط
مختصر فضائل سورۃ مبارکہ ۵۵۹

سورۃ فاتحہ کے فضائل میں احادیث مبارکہ ۵۶۰
عضین کی تشریح ۵۶۲
جادو کرنے والے پر لعنت ۵۶۳
استہزاء و مذاق کرنے والے ذلت کی موت ہلاک ہوئے ۵۶۵
تین چیزیں پسند فرمائیں ۵۶۶
سورۃ نحل ״
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ نحل پ۱۴ ۵۶۷
حل لغات ۵۶۸
مختصر تفسیر اردو ۵۶۹
شان نزول
انسان کی تخلیق قطرۂ منی سے ۵۷۱
شان نزول ״
دابۃ الارض ״
چوپایوں کے فضائل ۵۷۲
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ نحل پ۱۴ ۵۷۳
حل لغات ۵۷۵
مختصر تفسیر اردو ۵۷۶
کھجوروں کے اقسام ۵۷۷
ستاروں کی بحث ۵۷۹
اعضائے انسانی کی تحقیق و اقسام ۵۸۰
ایک آنکھ کے بدلے نصف سلطنت کا واقعہ ״
تحقیق تدعو ۵۸۱
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ نحل پ۱۴ ۵۸۲
حل لغات ۵۸۳

مختصر تفسیر اردو ۵۸۳
شان نزول ۵۸۴
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ نحل پ۱۴ ۵۸۵
حل لغات ۵۸۶
مختصر تفسیر اردو ۵۸۸
مکر کی تعریف "
نمرود بن کنعان نے بابل میں ایک منارہ بنایا
دو فرسخ ۵۸۹
شان نزول
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ نحل پ۱۴ ۵۹۱
حل لغات ۵۹۳
مختصر تفسیر اردو ۵۹۴
حرص کی تعریف ۵۹۵
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ نحل پ۱۴ ۵۹۹
حل لغات "
مختصر تفسیر اردو ۶۰۱
شان نزول ۶۰۲
سجدہ اطاعت، انقیاد پر بحث "
بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ نحل پ۱۴ ۶۰۸
حل لغات ۶۰۹
مختصر تفسیر اردو ۶۱۰
زمانۂ جاہلیت میں لڑکی کو معیوب سمجھا جاتا تھا قتل کر دیا جاتا ۶۱۱ ۶۱۲
لڑکی کو زندہ درگور کرنا ۶۱۴
بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ نحل پ۱۴ ۶۱۵

حل لغات ۶۱۶
مختصر تفسیر اردو ۶۱۷
ولی بمعنی ناصر ۶۲۰
موت کے مراحل "
موت کی مفصل بحث ۶۲۱
بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع سورۃ نحل پ۱۴ ۶۲۲
حل لغات ۶۲۳
مختصر تفسیر اردو ۶۲۴
گوبر خون کے درمیان دودھ آسانی سے اترنا ہے مفصل بحث "
قدرت کاملہ کا مظاہرہ علی وجہ الکمال ۶۲۵
حضرت فخر الدین رازی کے دلائل ۶۲۶
خون سے دودھ بن جاتا ہے ۶۲۷
سکر۔ سرکہ کی مفصل بحث نشی چیزوں کی حرمت ۶۲۹
الہام کیا تیرے رب نے مکھی کو اس کی مفصل بحث ۶۳۰
یعسوب امیر النحل "
اقول وباللہ التوفیق
نشاط باغ گھر کے چند واقعات ۶۳۱
علامہ آلوسی کے بیان کردہ فضائل
ولی پر علامہ راغب کی بحث ۶۳۲
وحی۔ الہام۔ مشاہدہ میں فرق ۶۳۳
غیر نبی اگر دعوٰے وحی کرے تو اظلم ترین ۶۳۴

آیات قرآنی سے وحی کی بحث	۴۳۵	مینہ بارش کے متعلق علم	۴۵۸
معجزین وحی لغوی و عرفی کی تحقیق	؍؍	رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی اس کی بحث	؍؍
شہد کے بنانے کا طریقہ اس کے فضائل	۴۳۷	حضرت حسن کے پیدا ہونے کی خبر دینا	۴۵۹
حضرت ابن عمر زخموں کا علاج شہد سے کیا کرتے تھے	۴۳۸	کل کی بات جاننا	؍؍
عہد ماموں کا واقعہ طبی بحث	۴۳۹	خود سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال اور مدفن کے بارے میں بتایا	۴۶۰
ذلیل حقیر عمر سے پناہ	؍؍	حرمت کی بحث	۴۶۱
با محاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورۃ نحل پ۱۴	۴۴۰	شیون قدرت نے ظہور فرمایا	۴۶۲
حل لغات	۴۴۱	ظلال سربال کی بحث	۴۶۳
مختصر تفسیر اردو	۴۴۲	با محاورہ ترجمہ بارہواں رکوع سورۃ نحل پ۱۴	۴۶۴
عقدہ کی مفصل بحث	؍؍	حل لغات	۴۶۵
بت پرستی کی مذمت	۴۴۳	مختصر تفسیر اردو	۴۶۶
شان نزول	؍؍	ہر گروہ میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے آپ کو	
با محاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع سورۃ نحل پ۱۴	۴۴۵	شاہد بنا کر لائیں گے	۴۶۸
حل لغات	۴۴۶	تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوتے ہیں	۴۷۰
مختصر تفسیر اردو	۴۴۷	عہد سے مراد عہد ابراہیم ہیں	؍؍
علم خمس کی بحث	۴۴۸	آنے والے فتنوں کی خبریں	۴۷۱
علم غیب کی بحث	۴۴۹	امت کے تمام علوم حدیث کی شرح حدیث	؍؍
غیب کے معانی	؍؍	پاک قرآن کی شرح	
علم غیب ذاتی کی بحث	۴۵۱	امام شافعی کا ایک واقعہ	؍؍
علم غیب پر منقولات	۴۵۳	جو حکم ہمارا رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس	۴۷۲
اقوال محققین	۴۵۵	سے منع فرمائے اس سے باز رہو	
ترجمہ	۴۵۶	قرآن کریم جامع ہے علوم اولین و آخرین کا	۴۷۴
قیامت کے متعلق روح الامین نے سوال کیا		با محاورہ ترجمہ تیرھواں رکوع سورہ نحل پ۱۴	۴۷۵
مفصل بحث	۴۵۷	حل لغات	۴۷۶

مختصر تفسیر اردو
احسان کی تعریف
احسان کے متعلق ابن عباس کی تشریح
والبغی کی تعریف۔ قوائے شہوانیہ
اکثم بن صیفی کے قاصد حضور علیہ الصلوٰۃ و
السلام کی خدمت میں
آیت کریمہ کا نزول۔ تین چیزوں کا حکم
ولید ابوجہل کی زبانی تعریف اکثم بن صیفی
کا بیان اسلام
غزل کی تعریف
ریطہ بنت سعد تمیمی کا صحت کے لیے دعا
کا واقعہ
دنیا کے بدلے دین فروخت نہ کرو
جنت کی زندگی بلا موت ہوگی۔ غنی جلد
فقیر ہوگا
حرام سے پلا ہوا جسم آگ میں جلے گا۔
جب تم قرآن پڑھو تو اعوذ پڑھا کرو
بامحاورہ ترجمہ چودھواں رکوع سورۃ نحل پ ۱۴
حل لغات
مختصر تفسیر اردو
شان نزول
سبل کی تحقیق
ناسخ منسوخ کی بحث
ناسخ منسوخ منصوص بالقرآن ہے
متعدد اقوال مشرکین کی بکواس سے

۶۷۸ سلمان فارسی مدینہ منورہ میں ایمان لائے حضرت
۶۸۰ صدیق اکبر نے خرید کر آزاد کیا ۷۰۱
۶۸۱ یہ قرآن کریم فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے ۷۰۲
۶۸۲ جو حسد و عناد کے تحت ایمان نہیں لاتے ان کو
دردناک عذاب ہوگا۔ ۷۰۳
۶۸۳ قریش نے عمار بن یاسر ان کی والدہ سمیہ پر جبر
۶۸۴ عام کیا انہوں نے مرتد ہونے سے انکار کیا۔
۶۸۵ حضرت سمیہ نے شہادت قبول کر لی حضرت
یاسر بھی شہید ہوگئے ۷۰۴
۶۸۶ حضرت عمار نے جبر سے کہہ دیا حضور علیہ السلام
نے فرمایا عمار "
" مفصل بحث
۶۸۹ حضرت خبیب کی شہادت نوک سناں پر "
ایک روایت ۷۰۵
۶۹۰ مسیلمہ کذاب کا واقعہ "
۶۹۱ ابن اسحٰق۔ ابن عباس کے اقوال ۷۰۶
۶۹۲ بامحاورہ ترجمہ پندرہواں رکوع سورہ نحل پ ۱۴ ۷۰۷
۶۹۳ حل لغات ۷۰۸
۶۹۴ مختصر تفسیر اردو ۷۰۹
۶۹۵ روح وجسم کے درمیان جھگڑا اور اندھے لولے
کی مثال " ۷۱۰
۶۹۶ ایک مثال ۷۱۱
۶۹۷ اہل مکہ کا قحط سے پریشان ہونا ۷۱۲
۶۹۹ ما اہل لغیر اللہ کی بحث ۷۱۳
۷۰۰ فالحج [illegible] ۷۱۵

اضطرار کی مفصل بحث ۴۱۵
زمانہ جاہلیت میں حلال حرام کی بحث ۴۱۶
با محاورہ ترجمہ سولھواں رکوع سورۃ نحل پ ۱۴ ۴۱۷
حل لغات ۴۱۸
مختصر تفسیر اردو ۴۲۰
خلیل انبیاء خلیل اللہ کا تذکرہ۔ تیسری صفت فرمائی آپ مہمان کے بغیر کھانا نہ کھاتے تھے۔ ۴۲۱
اجتباء کی مفصل بحث ۴۲۲
صالحین قرآن کریم۔ متعدد مقام پر صالحین سے مراد انبیاء ہیں ۴۲۳
تمام انبیاء۔ اور جمیع خلائق سے حضور علیہ السلام کا مرتبہ افضل و اعلیٰ ہے۔ ۴۲۴
شنبہ کی تعظیم اس دن شکار ترک کرنے کا حکم ″
حکمت نصیحت سے دعوت دو ۴۲۵
شان نزول ″
حضرت حمزہ و دیگر شہداء کے جسم اور چہرہ تبدیل کیا ۴۲۶
چودھواں پارہ ختم ہوا۔
پارہ پندرھواں
با محاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵ ۴۲۷
حل لغات ۴۲۸
مختصر تفسیر اردو ۴۲۹
نام پاک کا انتخاب ۴۳۰
معراج کے معنی کی تحقیق ۴۳۱
یوحنا کا مکاشفہ ۴۳۲
فلسفی تاریکیاں۔ ۴۳۳
اوہام باطلہ کے اعتراضات
مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ۴۳۴
جبرائیل و میکائیل کا حضور کی خدمت میں آنا ۴۳۵
واقعہ معراج سے مشرکین و منافقین کا انکار ″
حضرت صدیق کی تصدیق ۴۳۵
ایک مثال ۴۳۶
قافلہ کی تعداد۔ اور سامان کی کیفیت کا بیان کرنا ۴۳۷
مختلف اقوال ″
ام المومنین عائشہ صدیقہ کی حدیث ۴۳۹
آپ کی رخصتی کے وقت عمر مبارک ″
نہایت واضح اور مدلل بحث ۴۴۰
حضور علیہ السلام کی خصوصیات ۴۴۱
ایک قول کا جواب ۴۴۲
ابوجہل کے سوال کا مفصل جواب ۴۴۳
معراج زمین سے ساتوں آسمانوں تک ہے ۴۴۴
معراج جسمانی بنظر فلسفہ ۴۴۵
جمہور اہل سنت کا عقیدہ ۴۴۶
آسمان کے دروازے پر بحث ۴۴۷
حرکت کی فلسفیانہ بحث ۴۴۹
لیلۃ الاسراء میں پانچ سواریاں ۴۵۰
علامہ عبدالرحمن جامی کے دلائل ۴۵۱
شق صدر پر بحث ۴۵۲
قصیدہ معراجیہ ۴۵۳

معراج رات میں ہونے کا فلسفہ	۷۵۳	شان نزول سورۂ تبت یدا	۷۹۶
نماز اقصٰی	۷۵۶	بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورہ بنی اسرائیل پ۱۵	۷۹۹
حضرت نوح کی شان شکر	۷۵۸	حل لغات	۸۰۱
حضرت زکریا کی شہادت	۷۵۹	مختصر تفسیر اردو	۸۰۲
مختلف اقوال	۷۶۰	شان نزول	۸۰۳
حضرت یحیی علیہ السلام کا قتل	۷۶۱	انبیاء کے مخصوص فضائل	۸۰۴
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ بنی اسرائیل پ۱۵	۷۶۴	تحقیق زبور	۸۰۶
حل لغات	۷۶۵	حضرت مہدی علیہ السلام کی معیت میں جہاد	۸۰۹
مختصر تفسیر اردو	۷۶۷	شان نزول	۸۱۰
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ بنی اسرائیل پ۱۵	۷۷۲	قوم ثمود کی نافرمانی کا ذکر	۸۱۱
حل لغات	۷۷۳	شتر مرغ کی غذا آتش فشاں پہاڑوں کا ذکر	۸۱۳
مختصر تفسیر اردو	۷۷۵	بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ بنی اسرائیل پ۱۵	۸۱۵
والدین سے حسن سلوک کا حکم	〃	حل لغات	۸۱۶
فضول خرچی کی ممانعت	۷۷۷	مختصر تفسیر اردو	۸۱۸
شان نزول	۷۷۸	شیطان کی بارگاہ رب العزت میں معروض	۸۱۹
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ بنی اسرائیل پ۱۵	۷۷۹	خسف کی تعریف مفصل بحث	۸۲۳
حل لغات	۷۸۰	عاصف ہوا کی تعریف و وضاحت	۸۲۴
مختصر تفسیر اردو	۷۸۲	کرمنا بنی آدم پر بارہ اقوال	۸۲۵
عہد کے پورا کرنے کا حکم	۷۸۴	بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ بنی اسرائیل پ۱۵	۸۲۷
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ بنی اسرائیل پ۱۵	۷۸۷	حل لغات	۸۲۸
حل لغات	۷۸۸	مختصر تفسیر اردو	〃
مختصر تفسیر اردو	۷۹۰	قیامت کے دن ہر جماعت اپنے امام کے ساتھ	
ہر شے اللہ کی تسبیح کرتی ہے	۷۹۱	بلائی جائے گی	۸۲۹
انگشتہائے مبارک سے پانی کا چشمہ جاری ہونا	۷۹۳	فتیل کی تعریف	〃
ہر گروہ کی تسبیح	۷۹۴	شان نزول	۸۳۱

قبیلہ بنی ثقیف کی بیعت کی شرائط	۸۳۱
ہجرت کا حکم	۸۳۴
بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵	۸۳۵
حل لغات	۸۳۶
مختصر تفسیر اردو	۸۳۷
نمازوں کے اوقات	۸۳۷
تہجد کی تعریف	۸۳۸
نماز تہجد ہمارے حضور پر فرض تھی	۸۳۹
تہجد کی رکعات کی تعداد	۸۴۰
انبیاء کرام کی نمازوں کے اوقات	″
قیامت کے دن سب عریاں اٹھیں گے	۸۴۱
مقام محمود	″
سات قول	۸۴۲
آیات شفا کے متعلق احادیث	۸۴۳
بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵	۸۴۵
حل لغات	۸۴۶
مختصر تفسیر اردو	۸۴۷
یہود کا حضور علیہ السلام سے روح کے متعلق سوال	۸۴۸
تعریف روح	۸۴۹
فلسفہ الٰہیات کی روشنی میں روح کا مفہوم	۸۵۰
روح پر علامہ آلوسی کی بحث	۸۵۱
مفصل شان نزول	۸۵۲
یہود کے تین سوال	۸۵۳
محققین کے دو قول	۸۵۴
ارواح انبیاء و شہداء کا حال	۸۵۶
قرآن پاک کی ایک آیت کے عمل پیش کرنے سے عاجز رہے	۸۵۸
آیات قرآنی کے مقابل شاعری	۸۵۸
شان نزول	″
سرداران قریش جمع ہو کر حضور کی خدمت میں آخری فیصلے کے لیے آئے	۸۵۹
مشرکین کے حضور سے مطالبات	۸۶۰
حضور علیہ السلام کے مدلل جواب	۸۶۱
بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵	۸۶۲
حل لغات	۸۶۳
مختصر تفسیر اردو	۸۶۴
قیامت کے دن لوگ محشور ہوں گے تین قسم کے ہوں گے	۸۶۶
کافر آگ کا ایندھن ہونگے	۸۶۷
بامحاورہ ترجمہ بارہواں رکوع سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵	۸۷۱
حضرت موسیٰ کو نو نشانیاں دی گئیں	″
خواص آیت کریمہ وبالحق انزلناہ	۸۷۴
نزول قرآن کریم کے متعلق چند ایک روایات	″
شان نزول	۸۷۷
شان نزول	۸۷۸
اسماء الٰہی کی تحقیق پر دلیل	۸۷۹
چور کا واقعہ	″
خلفاء اربعہ کی نمازیں مختلف کیفیات	۸۸۰
آیات متلوہ کے فضائل۔ چھ احادیث	۸۸۱

سورۃ الکہف ۸۸۲ امام غزالی کا قول ۹۱۶

فضائل سورۃ الکہف ″ اصحاب کہف کا واقعہ میلاد نبوی سے بارہ

اس سورۃ مبارکہ کا نام کہف ہے ۸۸۳ تیرہ سال قبل ہوا ۹۲۰

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ کہف پ۱۵ ″ تاریخی تحقیق۔معلومات ۹۲۱

حل لغات ۸۸۵ بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ کہف پ۱۵ ۹۲۲

مختصر تفسیر اردو ۸۸۶ حل لغات ۹۲۴

رقیم کی تعریف میں علامہ آلوسی نے چھ قول مختصر تفسیر اردو ۹۲۵

نقل فرمائے ہیں۔ ۸۸۷ شان نزول ۹۲۶

اصحاب کہف کا غار میں جانا ۸۹۴ علامہ آلوسی کی تین سو نو سال پر تحقیق ۹۲۸

ایک صندوق میں تختی ملی جس پر سب کے شان نزول علامہ آلوسی نے بیان کیا ۹۲۹

نام کندہ تھے۔ ۸۹۵ سرادق پر بحث ۹۳۲

غار میں پناہ گزین ہوئے بمفصل بحث ۸۹۶ جنات کی تعریف ۹۳۴

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ کہف پ۱۵ ۸۹۸ بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ کہف پ۱۵ ۹۳۵

حل لغات ۸۹۹ حل لغات ۹۳۷

مختصر تفسیر اردو ۹۰۰ مختصر تفسیر اردو ۹۳۹

دیوار کے آگے دیوار چنی گئی ۹۰۲ چھ قول مفسرین کے ″

فجوۃ کی تحقیق۔بحث ۹۰۳ تحقیق لٰکنّا ۹۴۲

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ کہف پ۱۵ ۹۰۵ حسبان پر بحث ۹۴۵

حل لغات ۹۰۶ احیط کے معنی ″

مختصر تفسیر اردو ۹۰۸ عروش کی بحث ″

تین سو نو سال سوتے رہے ۹۱۰ بامحاورۃ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ کہف پ۱۵ ۹۴۶

عنوانی بحث ۹۱۲ حل لغات ۹۴۷

بزرگوں کے مزارات کے قریب مساجد مختصر تفسیر اردو ۹۴۸

بنانا قدیم طریقہ ہے ۹۱۴ باقیات صالحات سے اعمال بر مراد ہیں ۹۴۹

زیارت قبور کی بحث ۹۱۵ بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورہ کہف پ۱۵ ۹۵۱

حل لغات	۹۵۲	حل لغات	۹۸۲
مختصر تفسیر اردو	۹۵۳	مختصر تفسیر اردو	۹۸۳
شرک کی مذمت	۹۵۴	حضرت موسیٰ کے ساتھ حضرت یوشع کا تذکرہ	۹۸۴
با محاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ کہف پ۱۵	۹۵۵	مفصل بحث	
حل لغات	۹۵۶	حضرت خضر نے ایک بچہ کو مار دیا	۹۸۵
مختصر تفسیر اردو	۹۵۷	مختلف روایات واقوال	//
با محاورہ ترجمہ نواں رکوع سورۃ کہف پ۱۵	۹۶۰	پندرہ پارہ ختم ہوا	
حل لغات	۹۶۱	با محاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورۃ کہف پ۱۶	۹۸۹
مختصر تفسیر اردو	۹۶۳	حل لغات	۹۹۰
حضرت موسیٰ کا علم میں زیادہ ہونے کا دعوے	۹۶۴	مختصر تفسیر اردو	۹۹۱
مچھلی توشہ دان میں رکھی اور روانہ ہوئے	۹۶۵	گاؤں والوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا مفصل	۹۹۲
مچھلی کے زندہ ہونے کی مفصل بحث	۹۶۶	بحث	
جمہور کی تحقیق	۹۶۸	دیوار سو گز تھی بعض کہتے ہیں پانچ سو گز	۹۹۳
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر		لڑکے کے حالات	۹۹۴
کی ملاقات	۹۷۰	ان تمام افعال میں حکمت الٰہیہ کا ظہور	۹۹۵
حضرت خضر علیہ السلام آج زندہ ہیں یا نہیں	۹۷۱	توحید کا بیان	۹۹۶
ابن تیمیہ سے حضرت خضر کے متعلق سوال	۹۷۲	ولی کو نبی پر فوقیت دینا گمراہی ہے	۹۹۷
آدم علیہ السلام کا قد	۹۷۴	با محاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع سورۃ کہف پ۱۶	۹۹۸
صوفیاء کرام کے اقوال	۹۷۵	حل لغات	۱۰۰۰
حضرت نوح سے حضرت خضر کی عمر زیادہ		مختصر تفسیر اردو	۱۰۰۲
طویل تھی۔	۹۷۶	ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ	۱۰۰۵
غسل مبارک کے وقت غیبی ندا	۹۷۷	شہر شیراز میں انتقال کیا	۱۰۰۶
حضرت خضر کی غسل مبارک اور جنازہ میں		یاجوج ماجوج کی تحقیق	۱۰۰۸
شرکت	۹۷۸	تمت بالخیر	
با محاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورۃ کہف پ۱۵	۹۸۲		

امام اہلسنت غزالی دوراں
استاذ العلماء حضرت
شیخ الحدیث علامہ
سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ
شاہ صاحب

"تفسیر الحسنات بآیات بینات" مؤلفہ مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا سبحان اللہ، تفسیری محاسن کا حسین و جمیل مرقع ہے۔ کیوں نہ ہو جس کے مؤلف فاضل اجل عالم بے بدل حافظ قاری علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قدس اللہ سرہ العزیز جو آباً عن جداً وارث علوم قرآن و حدیث ہیں۔ فنون متداولہ عقلیہ و نقلیہ کے ماہر قرآن کریم حافظ اور قاری تفسیر و حدیث فقہ اور تصوف کے علوم کے جامع بلکہ طب یونانی کے بھی عظیم فاضل طبیب حاذق صالح متقی شریعت و طریقت کے حامل تصنیف و تالیف میں بے مثال ان کی لکھی ہوئی تفسیر کیسی نفیس اور عمدہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح معنی جسے تفسیر کہا جا سکتا ہے۔ وہ تفسیر الحسنات ہے لفظی ترجمہ میں لغات قرآن کو حل کر دیا اور بامحاورہ ترجمہ فرما کر قرآن پاک کو آسان کر دیا شان نزول تحریر فرما کر مطالب قرآن کو مزید واضح فرما دیا افسوس ہے کہ تا حال فقیر کو بالاستیعاب مطالعہ کا موقع نہیں ملا جو کچھ دیکھا جہاں تک دیکھا صفحات اوراق پر جواہر پارے اور دریائے نایاب بکھرے ہوئے پائے سورۂ ق تک حضرت مولف قدس سرہٗ تفسیر الحسنات لکھنے پائے تھے کہ رب العلمین کی بارگاہِ عظمت میں حاضری کا وقت آ گیا۔ اے کاش بقیہ تفسیر بھی مکمل ہو جاتی تو ہمارے اس دینی علمی سرمایہ میں مزید نعمتیں نصیب ہوتیں۔ بہر نوع اور جتنا بفضلہ اللہ جو کچھ ہمیں ملا ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور حضرت مولف علیہ الرحمۃ کے لخت جگر صاحبزادہ سید خلیل احمد قادری دامت برکاتہم العالیہ کے اس احسان عظیم پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے اس علمی خزانہ کو محفوظ رکھا اور تفسیر الحسنات کو بحسن و خوبی کے ساتھ زیور تصحیح و ترتیب سے آراستہ کر کے تشنگان علوم تک پہنچا دیا اللہ حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے اسلاف کرام کے ساتھ جنات الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور صاحبزادہ امیر الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی دامت برکاتہم العالیہ کو صحت و عافیت کے ساتھ زندہ و سلامت رکھے کہ وہ اپنے اسلاف کرام کی چمکتی ہوئی نشانی ہیں۔

فقیر سید احمد سعید کاظمی غفرلہ

پارہ ۱۱

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے آپ کہہ دیں بالکل عذر نہ کرو ہم تمہارا اعتبار نہ کریں گے اللہ نے ہم کو تمہاری خبریں بتا دی ہیں اور عنقریب دیکھے گا اللہ اور اس کا رسول تمہارے عمل پھر تم غیب اور حاضر جاننے والے کی جناب میں پیش کیے جاؤ گے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کی خبریں دے گا۔

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے خدا کی قسمیں اٹھائیں گے تاکہ تم ان سے کچھ نہ کہو سو تم ان سے منہ پھیر لو وہ گندے لوگ ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے یہ بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کمائی کرتے تھے۔

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝

وہ تمہارے سامنے قسمیں اٹھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ پھر اگر تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ فاسق قوم سے راضی نہیں ہوتا۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بڑے سخت ہیں اور اس کے بہت لائق ہیں کہ جو حدیں اللہ نے اپنے رسول پر اتاری ہیں ان کو نہ جانیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ

اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے متعلق زمانہ

عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

کی گردش کا انتظار کر رہے ہیں انہی پر ہے بری گردش اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور بعض دیہاتی ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے تقرب اور رسول کی دعاؤں کا سبب جانتے ہیں خبردار یہ واقعی ان کے لیے تقرب ہے عنقریب ان کو اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حل لغات

يَعْتَذِرُوْنَ عذر کرینگے

اِلَيْكُمْ۔ تمہاری طرف

اِذَا۔ جب

رَجَعْتُمْ۔ واپس جاؤ گے

اِلَيْهِمْ۔ ان کی طرف

قُلْ۔ کہہ دیں

لَا۔ نہ

تَعْتَذِرُوْا۔ عذر کرو

لَنْ۔ ہرگز نہ

نُّؤْمِنَ۔ اعتبار کرینگے ہم

لَكُمْ۔ تمہارا

قَدْ۔ بیشک

نَبَّاَ۔ بتادی ہیں

نَا۔ ہم کو

اللّٰهُ۔ اللہ نے

مِنْ اَخْبَارِكُمْ تمہاری

خبریں

وَ۔ اور

سَيَرَى جلدی دیکھے گا

اللّٰهُ۔ اللہ

عَمَلَكُمْ۔ تمہارے عمل

وَ۔ اور

رَسُوْلُهٗ۔ اس کا رسول

ثُمَّ۔ پھر

تُرَدُّوْنَ۔ پھیرے جاؤ گے

اِلٰى۔ طرف

عٰلِمِ۔ جاننے والے

الْغَيْبِ۔ غیب

وَ۔ اور

الشَّهَادَةِ۔ حاضر کی

فَيُنَبِّئُكُمْ۔ تو بتائے گا تم کو

بِمَا۔ جو

كُنْتُمْ۔ تھے تم

تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے

سَيَحْلِفُوْنَ۔ جلدی قسمیں اٹھائیں گے

بِاللّٰهِ۔ اللہ کی

لَكُمْ۔ تمہارے سامنے

اِذَا۔ جب

انْقَلَبْتُمْ۔ واپس جاؤ گے

اِلَيْهِمْ۔ ان کی طرف

لِتُعْرِضُوْا۔ تاکہ منہ پھیرو

عَنْهُمْ۔ ان سے

فَاَعْرِضُوْا۔ تو منہ پھیر لو

عَنْهُمْ۔ ان سے

اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ

رِجْسٌ۔ ناپاک ہیں

وَّ۔ اور

مَاْوٰىهُمْ۔ ان کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ۔ جہنم ہے

جَزَآءً۔ بدلہ

بِمَا۔ اس کا

كَانُوْا۔ جو تھے

يَكْسِبُوْنَ۔ کماتے

يَحْلِفُوْنَ۔ قسمیں اٹھائینگے

لَكُمْ۔ تمہارے سامنے

لِتَرْضَوْا۔ تاکہ تم راضی ہو	عَنْهُمْ۔ ان سے	فَاِنْ۔ تو اگر	تَرْضَوْا۔ تم راضی ہو جاؤ
عَنْهُمْ۔ ان سے	فَاِنَّ۔ تو بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	لَا۔ نہیں
يَرْضٰى۔ راضی ہوتا	عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۔ فاسق قوم سے		اَلْاَعْرَابُ۔ دیہاتی لوگ
اَشَدُّ۔ بہت سخت ہیں	كُفْرًا۔ کفر	وَّ۔ اور	نِفَاقًا۔ نفاق میں
وَ۔ اور	اَجْدَرُ۔ بہت لائق ہیں	اَنْ۔ یہ کہ	لَّا۔ نہ
يَعْلَمُوْا۔ جانیں	حُدُوْدَ۔ حدیں	مَا۔ اسکی جو	اَنْزَلَ۔ اتاری
اللّٰهُ۔ اللہ نے	عَلٰى۔ اوپر	رَسُوْلِهٖ۔ اپنے رسول کے	وَ۔ اور
اللّٰهُ۔ اللہ	عَلِيْمٌ۔ جاننے والا	حَكِيْمٌ۔ حکمت والا ہے	وَ۔ اور
مِنَ الْاَعْرَابِ۔ بعض دیہاتی وہ ہیں		مَنْ۔ جو	يَّتَّخِذُ۔ سمجھتے ہیں
مَا۔ اس کو جو	يُنْفِقُ۔ خرچ کرتے ہیں	مَغْرَمًا۔ تاوان	وَّ۔ اور
يَتَرَبَّصُ۔ انتظار کرتے ہیں	بِكُمُ۔ تمہارے متعلق	الدَّوَآئِرَ۔ گردش کا	عَلَيْهِمْ۔ انہی پر ہے
دَآئِرَةُ۔ گردش	السَّوْءِ۔ بری	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ
سَمِيْعٌ۔ سننے والا	عَلِيْمٌ۔ جاننے والا ہے	وَ۔ اور	مِنَ الْاَعْرَابِ۔ بعض
دیہاتی وہ ہیں	مَنْ۔ جو	يُّؤْمِنُ۔ ایمان لاتے ہیں	بِاللّٰهِ۔ اللہ
وَ۔ اور	الْيَوْمِ۔ دن	الْاٰخِرِ۔ پچھلے پر	وَ۔ اور
يَتَّخِذُ۔ سمجھتے ہیں	مَا۔ جو	يُنْفِقُ۔ خرچ کرتے ہیں	قُرُبٰتٍ۔ قربت کا سبب
عِنْدَ۔ نزدیک	اللّٰهِ۔ اللہ کے	وَ۔ اور	صَلَوٰتِ۔ دعاؤں
الرَّسُوْلِ۔ رسول کا سبب	اَلَآ۔ خبردار	اِنَّهَا۔ بیشک وہ	قُرْبَةٌ۔ قربت ہے
لَّهُمْ۔ ان کے لیے	سَيُدْخِلُهُمُ۔ جلدی داخل کرے گا ان کو		اللّٰهُ۔ اللہ
فِيْ۔ بیچ	رَحْمَتِهٖ۔ اپنی رحمت کے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ
غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ۔ مہربان ہے۔		

مختصر تفسیر اردو رکوع اول پارہ گیارہواں
پارہ یازدہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یَعۡتَذِرُوۡنَ اِلَیۡکُمۡ اِذَا رَجَعۡتُمۡ اِلَیۡہِمۡ قُلۡ لَّا تَعۡتَذِرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَکُمۡ قَدۡ نَبَّاَنَا اللّٰہُ مِنۡ اَخۡبَارِکُمۡ ؕ

"بہانہ بنائیں گے آپ سے" اور باطل عذر پیش کریں گے یہ جہاد سے رہ جانے والے منافق (یہاں جمع مخاطب کا صیغہ تعظیماً ہے اس لیے کہ جمع تعظیمی بھی ہوتی ہے) "جب آپ ان کی طرف لوٹ کر جائیں گے" یعنی آپ اس سفر سے واپس ہوں گے "آپ فرما دیں بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے" اس لیے کہ تم نے اپنے نفاق اور آرام طلبی سے تعمیل حکم میں کوتاہی کی ہے "بے شک مطلع فرما دیا ہمیں اللہ نے تمہارا حال" تو اب تمہارا عذر عبث ہے اس لیے کہ ہمیں تمہاری اندرونی کیفیت بذریعہ وحی معلوم ہو چکی ہے "اور عنقریب اللہ دیکھے گا تمہارے عمل اور اس کا رسول بھی ملاحظہ فرمائے گا" کہ تم نفاق سے تائب ہوتے ہو یا اسی نفاق پر قائم رہتے ہو "پھر اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے وہ تمہیں جتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے"۔ اس لیے کہ علم سبحانہ وتعالیٰ تمام اعمال ظاہرہ اور باطنہ پر محیط ہے بلکہ اس کا علم احوال بارزہ وکامنہ پر محیط ہے تو وہی تمہارے اعمال خفیہ وجلیہ سے مطلع فرمائے گا۔ "اب تمہارے حضور اللہ کی قسم کھائیں گے جب تم ان کی طرف پلٹ کر جاؤ گے تاکہ ان پر عتاب نہ کرو تو تم اے محبوب ان کا تفحص نہ کرو اور ان کی طرف سے خیال ہٹا لو" یعنی جب آپ یہاں سے مدینہ طیبہ واپس تشریف لائیں گے تو وہ اس لیے معذرت پر یقین دلانے کو اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ آپ ان پر عتاب و ملامت نہ کریں تو ہم یہی چاہتے ہیں کہ آپ ان سے عتاب و ملامت کے بجائے ان سے اجتناب فرمائیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس حکم سے یہ مراد ہے کہ ان سے بولنا، ان میں بیٹھنا ممنوع فرما دیا جائے چنانچہ جب حضور مدینہ تشریف لائے تو صحابہ کو حکم دے دیا کہ ان مخلفین سے بولنا چالنا ان میں بیٹھنا اٹھنا ترک کر دیا جائے اس لیے کہ "بے شک وہ تر سے گندے ہیں" اور رجس محض کا پاک ہونا کسی طرح ممکن نہیں "اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے بدلہ ان کے کسب کا" جو اعمال خبیثہ کرتے تھے اس کا شان نزول یہ ہے کہ

سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت جد بن قیس اور معتب بن قشیر اور ان کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی یہ اسی منافق تھے جن سے ملنے جلنے اور بات کرنے سے حضور نے منع فرما دیا تھا۔

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی کے حق میں نازل ہوئی اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسم کھائی

تھی کہ وہ آئندہ کبھی جہاد میں جانے سے سستی نہ کرے گا اس نے حضور سے درخواست کی کہ اب راضی ہو جائیں اس پر یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"تمہارے آگے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ" اور ان کا عذر تسلیم فرمالو تو اس سے انہیں کچھ نفع نہ ہوگا کیونکہ اگر تم ان کی قسموں کا اعتبار بھی کر لو تو بے شک اللہ نہیں راضی ہوگا فاسق لوگوں سے" اس لیے کہ اس کے علم میں ان کا فسق و فجور اور کفر و نفاق ہے۔

"اعراب یعنی گاؤں والے زیادہ سخت ہیں کفر و نفاق میں اور وہ اسی کے حقدار ہیں کہ نہ سمجھیں وہ حدیں جو اللہ نے نازل کیں اپنے رسول پر اور اللہ علم و حکمت والا ہے"۔

وَاَجْدَرُ اَنْ لَّا يَعْلَمُوْا میں اجدر کے معنی علامہ آلوسی فرماتے ہیں اَیْ اَحَقُّ وَاَخْلَقُ اور طبرسی کہتے ہیں اَجْدَرُ جُدُرٌ سے ماخوذ ہے اور جُدر دیوار کے معنی میں مستعمل ہے تو اللہ تعالے نے فرمایا جنگل کے رہنے والے دہقان دیہاتی کفر و نفاق میں شدید ترین ہیں اس لیے کہ وہ مجالس علم اور صحبتِ علماء سے دور اور محروم ہوتے ہیں تو اجدر اس لیے فرمایا کہ ان کی تشبیہ دیوار سے صحیح ہو جائے جیسے دیوار رہنے والے اور باہر والے کو نہیں جانتی حقدار اور غیر حقدار کو نہیں سمجھتی ایسے ہی گنوار جنگل والے حدود اور قانون الٰہی سے بے خبر ہوتے ہیں۔

ابو الشیخ نے فرمایا يَقُوْلُ الضَّحَّاكُ حُدُوْدَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ يَعْنِي الْفَرَائِضَ وَمَا اُمِرُوْا بِهٖ مِنَ الْجِهَادِ یعنی وہ فرائض الٰہی نہیں سمجھتے اور جو اللہ تعالے نے احکام جہاد کی اہمیت ظاہر کی اس سے بے خبر ہیں۔

"اور بعض دہقانی گنوار وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں (مگر) اسے تاوان یا ڈنڈ تصور کرتے ہیں" لِاَنَّهُمْ لَا يُنْفِقُوْنَهٗ اِحْتِسَابًا وَّ رَجَاءً لِثَوَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی اس لیے کہ ان کا خرچ کرنا اللہ کے لیے اور ثواب کی نیت سے نہیں ہوتا بلکہ محض دکھاوے کے لیے ہے۔

"اور انتظار کرتے ہیں تم پر گردشیں آنے کا" اور اس امر کے منتظر ہیں کہ کب مسلمانوں کا زور کم ہو اور وہ مغلوب ہوں تو ہمیں اس قسم کے خرچ سے نجات ملے تو اللہ تعالے جواب دیتا ہے "عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ انہی پر ہے بری گردش" اور وہی رنج و ابتلا کے شکار ہیں" اور بدحالی میں گرفتار اور اللہ سنتا جانتا ہے"۔

شان نزول :- یہ آیت قبیلہ اسد و غطفان اور تمیم کے اعرابیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ آگے ان میں سے جنہیں مستثنیٰ کیا گیا ان کا ذکر فرمایا۔ (خازن)

"اور بعض دہقانی گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالے کی نزدیکی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعائیں لینے کا موجب جانتے ہیں"۔

مجاہد کا قول ہے کہ یہ لوگ قبیلہ مزینہ میں سے بنی مقرن ہیں۔

کلبی کہتے ہیں یہ لوگ قبیلہ اسلم اور غفار اور جہینہ ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قریش اور انصار اور جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور اشجع اور غفار موالی ہیں۔ اللہ اور رسول کے سوا ان کا کوئی مولی نہیں کما اخرج الشیخان وغیرہما عن ابی ہریرۃ انہ قال علیہ الصلوۃ والسلام قریش والانصار وجہینۃ ومزینۃ واشجع واسلم وغفار موالی اللہ تعالیٰ ورسولہ لا موالی لہم غیرہ وجاء عنہ ایضا انہ قال اسلم سالمہا اللہ تعالیٰ و غفار غفر اللہ لہا اما انی لم اقلہا لکن قال اللہ تعالیٰ۔

قربات عند اللہ وصلوات الرسول پر علامہ آلوسی کی تقریر۔

عطف علی قربات ای وسببا لدعائہ علیہ الصلوۃ والسلام فانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یدعوا للمتصدقین بالخیر والبرکۃ ویستغفر لہم ولذالک یسن للمتصدق علیہ ان یدعو للمتصدق عند اخذ صدقتہ لکن لیس لہ ان یصلی علیہ۔

یعنی وہ صدقہ دینے والے اس صدقہ کو حضور کی دعا کا سبب جانتے تھے اس لیے کہ حضور صدقہ دینے والوں کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرماتے اور ان کے لیے بخشش کی دعا کرتے تھے۔

اسی وجہ سے مسنون ہو گیا کہ صدقہ دینے والے کے لیے دعا کی جائے جب وہ صدقہ دے مگر یہ جائز نہیں کہ اس پر صلوۃ کی جائے اس لیے کہ فقد قالوا لا یصلی علی غیر الانبیاء والملئکۃ علیہم الصلوۃ والسلام الا بالتبع لان فی الصلوۃ من التعظیم ما لیس فی غیرہا من الدعوات کہا گیا ہے کہ غیر انبیاء اور غیر ملائکہ علیہم الصلوۃ پر صلوۃ نہ پڑھی جائے مگر تبعاً بالدعا اس لیے کہ لفظ صلوۃ میں وہ تعظیم ہے جو غیر نبی و ملک کے لیے نہیں دعا ان میں بلکہ دوسرے الفاظ سے دعا کرے۔

شرح الاشباہ میں ہے من صلی علی غیرہم اثم وکرہ وھو الصحیح۔

اور جو صحاح ستہ میں علاوہ ترمذی کے ہے کہ حضور نے فرمایا اللھم صل علی ال ابی اوفی یہ حجت نہیں اس لیے کہ یہ حضور کو حق پہنچتا ہے جسے چاہیں جو چاہیں عطا فرمائیں۔

آگے فرماتے ہیں۔

قال النووی فی علۃ منع الصلوۃ من ان ذالک شعار اہل البدع وانہ مخصوص فی لسان السلف بالانبیاء والملائکۃ علیہم الصلوۃ کما ان قولنا عزوجل مخصوص باللہ سبحانہ وتعالیٰ فلا یقال محمد عزوجل وان کان عزیزا جلیلا صلی اللہ علیہ وسلم۔

ممانعت صلوۃ غیر انبیاء و ملائکہ کی علت یہ ہے کہ یہ اہل بدعت کا شعار بن گیا ہے اور "صلوۃ" لسان سلف میں مخصوص ہے انبیاء و ملائکہ کے لیے جیسے ہم کہتے ہیں "عزوجل" یہ مخصوص ہے اللہ تعالے کے لیے تو حضور سراپا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے نام پاک پر "عزوجل" نہیں کہا جائے گا اگرچہ حضور کی ذات اقدس عزیز و جلیل ہے۔

پھر قاضی اللقانی نے فرمایا اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا اَلَّذِیْ ذَهَبَ اِلَيْهِ الْمُحَقِّقُوْنَ وَاَمِيْلُ اِلَيْهِ مَا قَالَهٗ مَالِكٌ وَسُفْيَانُ وَاخْتَارَهٗ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْفُقَهَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِيْنَ اَنَّهٗ يَجِبُ تَخْصِيْصُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِالصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ كَمَا يُخْتَصُّ اللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ عِنْدَ ذِكْرِهٖ بِالتَّقْدِيْسِ وَالتَّنْزِيْهِ وَيُذْكَرُ مَنْ سِوَاهُمْ بِالْغُفْرَانِ وَالرِّضَا كَمَا قَالَ تَعَالٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ الخ (روح المعانی) آگے ارشاد باری تعالے ہے خبردار رہو وہ صدقہ ان کے لیے موجب قرب ہے۔ عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع تیرہ سورۂ توبہ پ ۱۱

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

اور سب میں سبقت لے جانے والے پہلے مہاجر اور انصار ہیں اور وہ جو پیرو ہوئے ان کے بھلائی میں راضی ہے اللہ ان سے اور وہ راضی اللہ سے اور تیار رکھی ہے اللہ نے ان کے لیے جنت جنکے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہینگے یہ بڑی کامیابی ہے

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۚ

اور جو تمہارے گرد اگرد منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ جو خوگر ہیں نفاق کے تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔ ہم عنقریب انہیں عذاب دیں گے دو بار پھر پھیرے جائیں گے دردناک عذاب کی طرف۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

اور دوسرے ایسے ہیں جو معترف ہیں اپنے گناہوں کے اور ملایا انہوں نے عمل صالح اور دوسرا عمل بد عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

لو ان کے مالوں سے صدقہ جس سے تم (اے محبوب) انہیں ستھرا اور پاک کرو اور ان کے لیے دعائے خیر کرو بے شک آپ کی دعا ان کے لیے موجب سکون ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ

کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے

عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

اور صدقے خود اپنے دست قدرت میں لیتا ہے، اور یہ کہ اللّٰہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اور فرما دیجئے عمل کرو تو عنقریب اللّٰہ دیکھے گا تمہارے عمل اور اس کا رسول اور مسلمان اور تم عنقریب اس کی طرف پلٹو گے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے تو وہ تم کو جتا دے گا تمہارے کام۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اور کچھ موقوف رکھے گئے ہیں اللّٰہ کے حکم پر یا تو اللّٰہ ان کو عذاب دے یا ان کی توبہ قبول کرے اور اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

اور وہ جنہوں نے بنائی مسجد ضرار نقصان دینے کو اور کفر کے لیے اور تفرقہ ڈالنے کو مومنین میں اور انتظار میں اس کے جو مخالف ہے اللّٰہ اور اس کے رسول کا پہلے سے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ نہ تھا مگر نیک اور اللّٰہ گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں۔

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝

اس مسجد میں تم کھڑے نہ ہونا ہرگز بے شک مسجد وہ ہے کہ جس کی بنیاد پرہیزگاری پر ہے اول ہی دن سے وہ اس کی حقدار ہے کہ تم کھڑے ہو اس میں۔ اس میں وہ لوگ ہیں کہ محبوب رکھتے ہیں پاک رہنا اور اللّٰہ محبوب رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

تو کیا جس نے بنیاد رکھی اللّٰہ کے ڈر پر اور اس کی رضا پر وہ اچھی یا وہ جس کی بنیاد رکھی گئی ہو ایک گڑھے گرنے والے کے کنارے پر تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں منہدم ہوا اور اللّٰہ نہیں ہدایت دیتا قوم ظالم کو۔

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

ہمیشہ ہے وہ بنیاد جو ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللّٰہ حکمت والا جاننے والا ہے۔

حل لغات رکوع تیرہ سورۂ توبہ پ ۱۱

وَالسّٰبِقُوْنَ - اور آگے بڑھنے والے	الْاَوَّلُوْنَ - پہلے	مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ - مہاجرین	وَالْاَنْصَارِ - اور انصار سے
وَالَّذِیْنَ - اور وہ جنہوں نے	اتَّبَعُوْهُمْ - انکی پیروی کی	بِاِحْسَانٍ - نیکی کے ساتھ	رَضِیَ اللّٰهُ - اللہ راضی ہوا
عَنْهُمْ - ان سے	وَرَضُوْا - اور وہ راضی ہوئے	عَنْهُ - اس سے	وَاَعَدَّ - اور تیار کیا اس نے
لَهُمْ - ان کے لیے	جَنّٰتٍ - باغ	تَجْرِیْ - چلتی ہیں	تَحْتَهَا - اس کے نیچے
الْاَنْهٰرُ - نہریں	خٰلِدِیْنَ - ہمیشہ رہنے والے ہیں	فِیْهَا - اس میں	اَبَدًا - ہمیشہ ہمیشہ تک
ذٰلِكَ - یہ ہے	الْفَوْزُ - کامیابی	الْعَظِیْمُ - بڑی	وَمِمَّنْ - اور ان سے
حَوْلَكُمْ - جو تمہارے گرداگرد ہیں	مِّنَ الْاَعْرَابِ - دیہاتیوں سے	مُنٰفِقُوْنَ - منافق ہیں	وَمِنْ - اور مدینہ
اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ - والوں سے ہیں	مَرَدُوْا - جو اڑ گئے	عَلَى النِّفَاقِ - نفاق پر	لَا تَعْلَمُهُمْ - تو ان کو نہیں جانتا
نَحْنُ - ہم	نَعْلَمُهُمْ - ان کو جانتے ہیں	سَنُعَذِّبُهُمْ - جلدی سزا دینگے ہم انکو	مَّرَّتَیْنِ - دو مرتبہ
ثُمَّ یُرَدُّوْنَ - پھر پھیرے جائینگے	اِلٰی - طرف	عَذَابٍ - عذاب	عَظِیْمٍ - بڑے کی
وَاٰخَرُوْنَ - اور کچھ وہ ہیں	اعْتَرَفُوْا - جنہوں نے اقرار کیا	بِذُنُوْبِهِمْ - اپنے گناہوں کا	خَلَطُوْا - انہوں نے ملائے
عَمَلًا - عمل	صَالِحًا - نیک	وَّاٰخَرَ - اور کچھ	سَیِّئًا - برے
عَسَی - قریب ہے	اللّٰهُ - اللہ تعالے	اَنْ یَّتُوْبَ - کہ توبہ قبول کرے	عَلَیْهِمْ - ان کی
اِنَّ اللّٰهَ - بیشک اللہ	غَفُوْرٌ - بخشنے والا	رَّحِیْمٌ - مہربان ہے	خُذْ - پکڑ ان کے
مِنْ اَمْوَالِهِمْ - مالوں سے	صَدَقَةً - صدقہ	تُطَهِّرُهُمْ - ستھرا کر ان کو	وَتُزَكِّیْهِمْ - اور پاک کر ان کو
بِهَا - اس کے ساتھ	وَصَلِّ - اور دعا کر	عَلَیْهِمْ - ان کے لیے	اِنَّ - بے شک
صَلٰوتَكَ - تیری دعا	سَكَنٌ - تسلی ہے	لَّهُمْ - ان کے لیے	وَاللّٰهُ - اور اللہ
سَمِیْعٌ - سننے والا	عَلِیْمٌ - جاننے والا ہے	اَلَمْ - کیا نہیں	یَعْلَمُوْا - جانا انہوں نے
اَنَّ اللّٰهَ - کہ بیشک اللہ	هُوَ - وہی ہے جو	یَقْبَلُ - قبول کرتا ہے	التَّوْبَةَ - توبہ
عَنْ عِبَادِهٖ - اپنے بندوں سے	وَیَاْخُذُ - اور لیتا ہے	الصَّدَقٰتِ - صدقے	وَاَنَّ - اور بے شک
اللّٰهَ هُوَ - اللہ ہی	التَّوَّابُ - توبہ قبول کرنے والا	الرَّحِیْمُ - مہربان ہے	وَقُلِ - اور کہہ
اعْمَلُوْا - عمل کرو	فَسَیَرَی - پھر جلدی دیکھے گا	اللّٰهُ - اللہ	عَمَلَكُمْ - تمہارے عمل
وَرَسُوْلُهٗ - اور اس کا رسول	وَالْمُؤْمِنُوْنَ - اور مومن	وَسَتُرَدُّوْنَ - اور جلدی پھیرے جاؤگے تم	اِلٰی - طرف

عَالِمِ۔ جاننے والے	الْغَيْبِ۔ غیب	وَالشَّهَادَةِ۔ اور حاضر کی	فَيُنَبِّئُكُمْ۔ پھر وہ تمہیں بتائے گا
بِمَا۔ جو کچھ	كُنْتُمْ۔ تھے تم	تَعْمَلُونَ۔ عمل کرتے	وَآخَرُونَ۔ اور کچھ دوسرے ہیں
مُرْجَوْنَ۔ جو مہلت دیے گئے	لِأَمْرِ اللّٰهِ۔ اللہ کے حکم تک	إِمَّا۔ یا تو	يُعَذِّبُهُمْ۔ ان کو سزا دے۔
وَإِمَّا۔ اور یا پھر	يَتُوبُ۔ توبہ قبول کرے	عَلَيْهِمْ۔ ان کی	وَاللّٰهُ۔ اور اللہ
عَلِيمٌ۔ جاننے والا	حَكِيمٌ۔ حکمت والا ہے	وَالَّذِينَ۔ اور وہ جنہوں نے	اتَّخَذُوا۔ بنائی
مَسْجِدًا۔ مسجد	ضِرَارًا۔ دکھ دینے	وَكُفْرًا۔ اور کفر کرنے	وَتَفْرِيقًا۔ اور پھوٹ ڈالنے کیلئے
بَيْنَ۔ درمیان	الْمُؤْمِنِينَ۔ مومنوں کے	وَإِرْصَادًا۔ اور اسکی انتظار میں	لِمَنْ۔ جس نے
حَارَبَ۔ لڑائی کی	اللّٰهَ۔ اللہ	وَرَسُولَهُ۔ اور اسکے رسول سے	مِنْ قَبْلُ۔ اس سے پہلے
وَلَيَحْلِفُنَّ۔ اور ضرور قسمیں کھائینگے	إِنْ۔ نہیں	أَرَدْنَا۔ ارادہ کیا ہم نے	إِلَّا الْحُسْنَىٰ۔ مگر نیکی کا۔
وَاللّٰهُ۔ اور اللہ	يَشْهَدُ۔ گواہی دیتا ہے	إِنَّهُمْ۔ کہ یقیناً وہ	لَكَاذِبُونَ۔ جھوٹے ہیں۔
لَا تَقُمْ۔ نہ کھڑا ہو تو	فِيهِ۔ اس میں	أَبَدًا۔ کبھی بھی	لَمَسْجِدٌ۔ یقیناً وہ مسجد
أُسِّسَ جس کی بنیاد رکھی گئی	عَلَى۔ اوپر	التَّقْوَىٰ۔ پرہیزگاری کے	مِنْ أَوَّلِ۔ پہلے ہی
يَوْمٍ۔ دن سے	أَحَقُّ۔ وہ زیادہ حقدار ہے	أَنْ تَقُومَ۔ کہ تو کھڑا ہو	فِيهِ۔ اس میں
فِيهِ۔ اس میں	رِجَالٌ۔ ایسے بندے ہیں	يُحِبُّونَ۔ جو پسند کرتے ہیں	أَنْ۔ یہ کہ
يَتَطَهَّرُوا۔ وہ پاک رہیں	وَاللّٰهُ۔ اور اللہ	يُحِبُّ۔ پسند کرتا ہے	الْمُطَّهِّرِينَ۔ پاک لوگوں کو
أَفَمَنْ۔ کیا پھر جس نے	أَسَّسَ۔ رکھی	بُنْيَانَهُ۔ اس کی بنیاد	عَلَىٰ تَقْوَىٰ۔ پرہیزگاری پر
مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے	وَرِضْوَانٍ۔ اور رضامندی پر	خَيْرٌ۔ بہتر ہے	أَمْ مَنْ۔ یا وہ جس نے
أَسَّسَ۔ رکھی	بُنْيَانَهُ۔ اس کی بنیاد	عَلَىٰ شَفَا۔ اوپر کنارے	جُرُفٍ کھائی
هَارٍ۔ گرنے والی کے	فَانْهَارَ۔ پھر وہ گرا	بِهِ۔ اس کے ساتھ	فِي نَارِ۔ آگ
جَهَنَّمَ۔ دوزخ میں	وَاللّٰهُ۔ اور اللہ	لَا يَهْدِي نہیں ہدایت دیتا	الْقَوْمَ۔ قوم
الظَّالِمِينَ۔ ظالم کو	لَا يَزَالُ۔ ہمیشہ رہے گی	بُنْيَانُهُمُ۔ ان کی عمارت	الَّذِي۔ جو
بَنَوْا۔ انہوں نے بنائی	رِيبَةً۔ کسک	فِي قُلُوبِهِمْ۔ ان کے دلوں میں	إِلَّا أَنْ۔ مگر یہ کہ
تَقَطَّعَ۔ ٹکڑے ہو جائیں	قُلُوبُهُمْ۔ ان کے دل	وَاللّٰهُ۔ اور اللہ	عَلِيمٌ۔ جاننے والا
حَكِيمٌ۔ حکمت والا ہے۔			

مختصر تفسیر اردو رکوع تیرہ سورۂ توبہ پ ۱۱

"اور سبقت لے جانے والے ہیں پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ اُن کے پیرو ہوئے راضی ہے اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی" یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام لانے کے بعد دونوں قبلوں کی طرف نمازیں ادا کیں۔ بعض کے نزدیک اہل بدر ہیں اور بعض نے بیعت رضوان والے لکھے ہیں۔

چنانچہ سعید۔ قتادہ۔ ابن سیرین کی روایت میں اہل قبلتین مراد ہیں۔ اور عطاء بن رباح کے نزدیک اہل بدر۔ اور شعبی کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے موقع پر جنہوں نے بیعت رضوان کی وہ مراد ہیں۔

بہرحال سابقین الاولین تینوں ہیں اپنی اپنی تحقیق میں جو جس نے سمجھا لکھا۔ اسی وجہ سے ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جو ہجرت سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے اور انصار سے مراد بیعت عقبہ والے ہیں۔ جو سالِ نبوت میں بیعت سے مشرف ہوئے اور یہ کل سات صحابہ تھے۔

اور بیعت عقبہ ثانیہ سالِ ۱۲ نبوت میں ہوئی اس میں ستر آدمی مرد و عورتیں تھیں اور وہ بھی تھے جو حضور علیہ السلام نے مسلمان کیے تھے اور ان میں تبلیغ اسلام کے لیے حضور کی طرف سے بھیجے گئے اور وہ دو تھے ابوزرارہ اور مصعب بن عمیر بن ہاشم انھیں حضور نے اہل عقبہ ثانیہ کے ساتھ بھیجا تھا کہ انہیں قرآن پڑھائیں اور تفقہ فی الدین کی استعداد پیدا کریں۔ اب تیسرا طبقہ سابقون الاولون کا بیان فرمایا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے" یہ وہ ہیں جو بقیہ انصار و مہاجرین ہیں اس سلسلہ میں جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آ گئے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ تمام پیرو ہیں جو قیامت تک ایمان و اطاعت میں انصار و مہاجرین کی راہ پر چلیں۔

تو اب خلاصہ یہ ہوا کہ

سابقون الاولون تو اولون ہی ہیں۔ الاول فالاول لیکن بہ نسبت تمام مسلمانوں کے جو متبع اخلاق حسنہ ہیں سب ہی اس میں داخل ہیں اور سب کے لیے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کی بشارت ہے چنانچہ محققین کی اکثریت اسی طرف ہے۔

اور حمید بن زیاد سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

قُلْتُ یَوْمًا لِمُحَمَّدِ بْنِ کَعْبِ الْقُرَظِیِّ اَلَا تُخْبِرُنِیْ عَنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا کَانَ بَیْنَھُمْ مِنَ الْفِتَنِ۔ میں نے ایک دن محمد بن کعب قرظی سے عرض کیا کہ مجھے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے متعلق فرمائیے جو ابتداء اسلام میں کفار کے فتنوں میں رہے ان کا کیا درجہ ہے ؟

فَقَالَ لِیْ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ غَفَرَ لِجَمِیْعِہِمْ وَاَوْجَبَ لَہُمُ الْجَنَّۃَ فِیْ کِتَابِہٖ مُحْسِنِہِمْ وَمُسِیْئِہِمْ فَقُلْتُ لَہٗ فِیْ اَیِّ مَوْضَعٍ اَوْجَبَ لَہُمُ الْجَنَّۃَ۔ تو مجھے فرمایا اللہ تعالےٰ نے ان سب کو بخش دیا اور ان کے لیے جنت لازم فرمادی اپنی کتاب مقدس میں اچھے کام اور برے کام کرنے والے سب کے لیے۔

تو میں نے عرض کیا کس جگہ قرآن کریم میں ان کے لیے جنت لازم کی گئی ہے ؟

فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلَا تَقْرَأُ قَوْلَہٗ تَعَالٰی وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الاٰیۃ۔ تو فرمایا سبحان اللہ کیا تو نے فرمانِ الٰہی وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ نہیں پڑھا ؟

تو اس سے واضح ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اَوْجَبَ لِجَمِیْعِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجَنَّۃَ وَالرِّضْوَانَ وَشَرَطَ عَلَی التَّابِعِیْنَ شَرْطًا۔ واجب فرمادی ہے تمام صحابہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جنت اور رضوان اور تابعین کے لیے ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے۔

قُلْتُ وَمَا ذَالِکَ الشَّرْطُ ؟ قَالَ شَرَطَ عَلَیْہِمْ اَنْ یَّتَّبِعُوْہُمْ بِاِحْسَانٍ وَّھُوَ اَنْ یَّقْتَدُوْا بِہِمْ فِیْ اَعْمَالِہِمُ الْحَسَنَۃِ وَلَا یَقْتَدُوْا بِہِمْ فِیْ غَیْرِ ذَالِکَ۔ میں نے عرض کیا وہ کیا شرط ہے ؟ تو فرمایا شرط ان پر یہ ہے کہ وہ اتباع کریں سابقون الاولون کی اور اعمال حسنہ میں ان کی اقتداء کرتے رہیں اور ان کے سوا کسی اور کی اقتدا کی طرف نہ جائیں۔

حضرت حمید بن زیاد فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں نے یہ آیت اس سے قبل پڑھی ہی نہ تھی اور یہ آیت کریمہ فضیلت صحابہ میں خاص ہے۔

آگے علامہ آلوسی تصریح فرماتے ہیں کہ یہاں مہاجرین وانصار سے مراد وہی مہاجرین والانصار ہیں جو اول ہجرت ونصرۃ میں سابق تھے اس لیے کہ ہر ایک مہاجر اور ہر ایک انصاری جو اول اول مسابقت میں تھے یہ فعل نہایت شاق تھا تو جو اول اول اس میں شریک تھا وہ ممتاز ہے اس سے غیر میں اور یہ طاعت مقوی قلب اقدس صلے اللہ علیہ وسلم تھی۔ اور خاطر عاطر شریفہ کے زوال دہشتہ کا موجب تھی اس لیے اللہ تعالےٰ نے ان کی تعریف فرمائی اور کیوں نہ فرمائی جاتی جبکہ وہ ایسے حال میں ایمان لائے کہ تعداد بھی مسلمانوں کی مکہ اور مدینہ میں کم تھی اور ایسے میں کہ مسلمان ضعیف تھے تو اللہ تعالےٰ نے ان کے سبب سے اسلام کو قوی فرمایا اور تعداد بھی مسلمانوں کی بڑھائی۔ گویا وہ مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِہَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کا مصداق ہوئے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ حدیث حسن ہے تو ان سے اللہ تعالےٰ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے ان کی اطاعت قبول فرما کر

اور مہاجرین کو انصار پر مقدم کرنے سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ انصار پر مہاجرین کو افضلیت حاصل ہے اور اس پر قصہ سقیفہ سے انصار کی فضیلت جو ظاہر ہے وہ مہاجرین کے بعد ہے۔ چنانچہ فضیلت انصار میں کئی ایک احادیث موجود ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا اٰیَۃُ الْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَاٰیَۃُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ۔ ایمان کی نشانی انصار کی محبت ہے اور نفاق کی علامت بغض انصار ہے۔ طبرانی میں سائب بن یزید سے ایک واقعہ ہے کہ حضور نے جب مال فے تقسیم کیا جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حنین سے دیا تھا تو حضور نے قریش مکہ کو زیادہ عطا فرمایا اس پر انصار کچھ بگڑے تو حضور ان میں تشریف لائے اور فرمایا۔ اے مسلمانو! کیا اللہ نے تم پر ایمان عطا فرما کر احسان نہ کیا اور تمہیں عزت و کرامت سے نہیں نوازا اور تمہارا نام تمام ناموں سے اچھا نہیں رکھا کہ تمہیں انصار اللہ اور انصار رسول اللہ فرمایا۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی ایک انصار سے ہوتا اور اگر لوگ جنگل کو جاتے اور تم بھی جنگل کا رخ کرتے تو میں یقیناً تمہارے جنگل کا رخ کرتا"۔ پھر فرمایا

یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَدْ بَلَغَنِیْ مِنْ حَدِیْثِکُمْ فِیْ ھٰذِہِ الْمَغَانِمِ الَّتِیْ اٰثَرْتُ بِھَا اُنَاسًا اَتَاَلَّفُھُمْ عَلَی الْاِسْلَامِ لَعَلَّھُمْ اَنْ یَّشْھَدُوْا بَعْدَ الْیَوْمِ وَقَدْ اَدْخَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلُوْبَھُمُ الْاِسْلَامَ۔

اے انصاریو! مجھے تمہاری باتیں پہنچی ہیں اس غنیمت کے معاملہ میں جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی۔ میں نے بہ خیال تالیف قلوب قریش مکہ کو زیادہ دے دیں تاکہ آج کے بعد وہ قربانی دینے میں پیش پیش رہیں اور اللہ نے ان کے دل میں یقیناً اسلام داخل فرمایا ہے۔ پھر فرمایا

اَفَلَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَّذْھَبَ النَّاسُ بِھٰذِہِ الْغَنَائِمِ الْبَعِیْرِ وَالشَّاۃِ وَتَذْھَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ۔

کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ اس غنیمت کے اونٹ اور بکری لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لو"۔ اس پر تمام انصار پکار اٹھے رَضِیْنَا حضور ہم راضی ہو گئے۔

تو حضور نے فرمایا اَجِیْبُوْنِیْ فِیْمَا قُلْتُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَجَدْتَنَا فِیْ ظُلْمَۃٍ فَاَخْرَجَنَا اللّٰہُ بِکَ اِلَی النُّوْرِ وَوَجَدْتَنَا عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَنَا اللّٰہُ بِکَ وَوَجَدْتَنَا ضُلَّالًا فَھَدَانَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِکَ فَرَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا۔

جواب دو مجھے جو میں کہتا ہوں اس پر تمام انصار پکارے۔

یا رسول اللہ آپ نے ہمیں تاریکی میں پڑا دیکھ کر ہمیں نور کی طرف نکالا۔

آپ نے ہمیں آگ کے گڑھے کے کنارے دیکھا تو اللہ نے آپ کی برکت سے ہمیں بچایا۔

آپ نے ہمیں گمراہ دیکھا تو اللہ کی طرف ہماری ہدایت فرمائی۔

تو اب ہم راضی ہیں اللہ کو رب جان کر، اسلام کو دین حق سمجھ کر اور حضور کی ذات اقدس کو نبی جان کر۔ حضور نے فرمایا اگر تم مجھ سے اس کے سوا یوں کہتے کہ آپ مکہ سے نکل کر آئے تو ہم نے آپ کو پناہ دی۔

آپ کو مکہ والوں نے جھٹلایا تو ہم نے آپ کی تصدیق کی۔
آپ خالی جان سے آئے تو ہم نے مدد کی اور آپ کو قبول کیا۔
تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ یقیناً تم سچے ہو۔
تو تمام انصار کہنے لگے نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول نے احسان اور فضل فرمایا اور ہمارے سوا اوروں پر بھی کرم کیا۔
تو فضائل انصار یہ ہیں کہ حضور نے ان سے کیا فرمایا اور انہوں نے کیا جواب دیا رضی اللہ عنہم۔
اس لیے سب کو یعنی مہاجرین و انصار اور متبعین کو واو عاطفہ کے ساتھ جمع کر کے فرمایا وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ یعنی ان کے لیے تیار رکھے ہیں آخرت میں باغ جن کے نیچے نہریں رواں ہیں خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا۔ ہمیشہ رہیں اس میں ہمیشہ تک ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہ بہت بڑی کامیابی ہے ایسی بڑی کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی کامیابی نہیں
یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کے مرتبہ کے برابر کوئی غیر صحابی نہیں ہو سکتا چنانچہ حضور نے فرمایا۔
لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ۔ میرے صحابہ کو برا نہ کہو اس لیے کہ اگر تم میں سے کوئی مثل جبل احد سونا خرچ کرے تو ان کی ایک مُد یا نصف مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ آگے ارشاد ہے۔
اُمَّتِیْ كَالْمَطَرِ لَا یُدْرٰی اَوَّلُهٗ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُهٗ میری امت مثل بارش کے ہے تم نہیں جان سکتے کہ پہلے قطرے بہتر ہیں یا بعد کے۔ گویا فرمایا ان کے مراتب کی حیثیت ہم ہی جانتے ہیں۔
اب منافقین مدینہ اور حوالی مدینہ کا حال بیان فرمانا شروع کیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔
"اور بعض تمہارے اردگرد کے اعراب منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے خوگر ہو گئے ہیں نفاق پر تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انہیں دوبارہ عذاب دیں گے پھر بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے"۔ گویا فرمایا گیا ہے کہ وہ منافق جو مدینہ اور ماحول مدینہ میں ہیں وہ کیا ہیں؟ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قاموس میں ہے مَرَدَ بروزن نَصَرَ و کَرُمَ مُرُوْدًا و مُرُوْدَةً و مَرَادَةً فهو مَارِدٌ و مُتَمَرِّدٌ و مَرِیْدٌ و مُتَمَرِّدٌ بِاِعْتِیَادٍ قال لتدرّب فی الامر حتّی یصیر ماهرًا فیه ذهو قریب ممّا ذکره فی القاموس من بلوغ الغایة ولا یکاد یستعمل الّا فی الشّرّ۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمرّد و قسادة وغیرہ مہارت فی الشرّ کے معنی میں مستعمل ہے اسے شر کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے جیسے مَرَدَةُ الشَّیَاطِیْنِ۔ سرکش شیطان تو شر کے اندر بدرجہ غایت انسان پہنچ جائے تو اسے مَرَدَ کہیں گے۔ یہی قرآن کریم میں فرمایا مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ یہ پہنچ چکے ہیں نفاق کی حد کو۔ یعنی ان کی خو بو ہی

نفاق ہوگئی ہے۔ ابن عرفہ کہتے ہیں اَصْلُہ الظُّهُوْرُ وَمِنْہُ قَوْلُہُمْ شَجَرَۃٌ مَرْدَاءُ اِذَا تَسَاقَطَ وَرَقُہَا۔ اصل اس کی ظہور ہے جیسے بولتے ہیں شجرۃ مرداء جبکہ اس کے پتے جھڑ چکے ہوں۔ علی بن عیسیٰ کہتے ہیں اَلْمَلَاسَۃُ وَمِنْہُ صَرْحٌ مُمَرَّدٌ وَالْاَمْرَدُ الَّذِیْ لَا شَعْرَ عَلٰی وَجْہِہٖ وَالْجَرْدَاءُ الرَّمْلَۃُ الَّتِیْ لَا تُنْبِتُ شَیْئًا۔ صَرْحٌ مُمَرَّدٌ۔ صاف چھت۔ اور امرد وہ ہے جس کے چہرے پر بال نہ آئے ہوں اور جرداء اس ریت کو کہتے ہیں جس پر کچھ نہ اُگے۔

لَا تَعْلَمُہُمْ لِتَمَرُّدِہِمْ۔ الخ یعنی آپ انکے تمرد اور قساوت کو نہیں جانتے اس لیے کہ وہ مہارت نفاق میں حد کو پہنچے ہوئے ہیں۔ آپ کی فطانت وصدق وفراست اگرچہ صحیح ہے تو لَا تَعْلَمُہُمْ کہنے سے آپ کی نفی علم لازم نہیں آتی اس لیے کہ ایسا جاننا کہ جس کا اثر انہیں معلوم ہو وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے یعنی انہیں عذاب دینے والا وہی قہار وجبار ہے۔ یا حضور کی ذات سے منافقین کے جاننے کی نفی باعتبار ماسبق ہے اور وہ علم عطا فرما دیا گیا جیسا کہ ابن ابی حاتم اور طبرانی اوسط میں ابن عباسؓ سے راوی ہیں قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ خَطِیْبًا فَقَالَ قُمْ یَا فُلَانُ فَاخْرُجْ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ اُخْرُجْ یَا فُلَانُ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ فَاَخْرَجَہُمْ بِاَسْمَائِہِمْ فَفَضَحَہُمْ وَلَمْ یَکُنْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ شَہِدَ تِلْکَ الْجُمُعَۃَ لِحَاجَۃٍ کَانَتْ لَہٗ فَلَقِیَہُمْ وَہُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَبَاَ مِنْہُمْ حَیَاءً اَنَّہٗ لَمْ یَشْہَدِ الْجُمُعَۃَ وَظَنَّ اَنَّ النَّاسَ قَدِ انْصَرَفُوْا وَاخْتَبَأُوْا مِنْہُ وَظَنُّوْا اَنَّہٗ قَدْ عَلِمَ بِاَمْرِہِمْ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَاِذَا النَّاسُ لَمْ یَنْصَرِفُوْا فَقَالَ الرَّجُلُ اَبْشِرْ یَا عُمَرُ فَقَدْ فَضَحَ اللّٰہُ الْمُنَافِقِیْنَ الْیَوْمَ فَہٰذَا الْعَذَابُ الْاَوَّلُ وَالْعَذَابُ الثَّانِیْ عَذَابُ الْقَبْرِ۔

وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ خطبہ جمعہ کیلئے کھڑے ہوئے تو فرمایا اے فلاں تو مسجد سے نکل جا کیونکہ تو منافق ہے اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے تو آپ نے ان کو ان کا نام لیکر رسوا کر کے نکالا حضرت کسی حاجت کی وجہ سے اس جمعہ میں شریک نہ ہوئے تو منافقین ان کو مسجد سے نکلتے ہوئے ملے تو حضرت عمر ان سے کترا گئے کیونکہ آپ نے جمعہ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے شرمندگی محسوس کی کہ لوگ تو جمعہ پڑھ کر لوٹ رہے ہیں اور وہ منافق جو مسجد سے نکالے گئے تھے وہ حضرت عمر سے اس گمان کی وجہ سے جھینپ گئے کہ حضرت عمر کو انکے نکالے جانے کا علم ہو گیا ہے۔ بس حضرت عمر مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا مسجد میں نمازی موجود ہیں تو ایک شخص نے حضرت عمر کو مخاطب بنا کر کہا آپ کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے منافقین کو ذلیل ورسوا فرمایا منافقین کے لیے یہ عذاب اول ہے اور دوسرا عذاب قبر کا ہوگا۔

اور ابن مردویہ کی روایت میں ابن مسعود انصاری سے ہے کہ حضور جس دن ممبر پر رونق افروز ہوئے تو چھتیس آدمی نکالے گئے اور یُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیْمٍ سے مراد عذاب جہنم ہے۔

اب اس جماعت مسلمین کا حال بیان فرمایا جاتا ہے جو ضعیف الہمت تھے اور امر دین میں سست تھے مگر منافق نہ تھے

ایک قول یہ ہے کہ وہ بھی طائفہ منافقین سے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق توبہ عطا فرما کر ان کی توبہ قبول فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"اور کچھ اور ہیں جو اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں انھوں نے اچھے عملوں کے ساتھ برے اعمال مخلوط کیے

قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

یہ آیۂ کریمہ مدینہ منورہ کی ایک مسلمان جماعت کے متعلق نازل ہوئی جو غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے مگر نہ جانے سے اتنے نادم ہوئے کہ توبہ بھی صرف زبانی ہی نہیں کی بلکہ ایسی کی کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنے حبیب پاک کو توبہ قبول کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ شان نزول میں اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ

جب حضور معہ صحابہ کرام غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ تشریف لائے تو ان لوگوں نے باہمی قسمیں کھائیں کہ ہم اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیں گے اور جب تک دست اقدس سے نہ کھولیں گے ہم اسی طرح رہیں گے چنانچہ ایسا ہی کیا یہ لوگ بروایت بیہقی دس تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

عَشَرَۃٌ تَخَلَّفُوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ فَلَمَّا حَضَرَ رُجُوْعُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْثَقَ سَبْعَۃٌ مِّنْھُمْ اَنْفُسَھُمْ بِسَوَارِی الْمَسْجِدِ وَکَانَ مَمَرُّ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ یہ دس آدمی تھے جو حضور کے ساتھ غزوۂ تبوک میں جانے سے رہ گئے تو جب حضور کے تشریف لانے کا وقت قریب آیا تو ان میں سے سات آدمیوں نے اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گذرگاہ پر بندھے ہوئے تھے۔

فَلَمَّا رَاٰھُمْ قَالَ مَنْ ھٰٓؤُلَآءِ الْمُوَثِّقُوْنَ اَنْفُسَھُمْ قَالُوْا ھٰذَا اَبُوْلُبَابَۃَ وَاَصْحَابٌ لَّہٗ تَخَلَّفُوْا عَنْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَقَدْ اَقْسَمُوْا اَنْ لَّا یُطْلِقُوْا اَنْفُسَھُمْ حَتّٰی تَکُوْنَ اَنْتَ الَّذِیْ تُطْلِقُھُمْ۔ تو جب حضور نے انہیں دیکھا تو فرمایا یہ کون ہیں جنہوں نے اپنے کو باندھ رکھا ہے تو عرض کیا حضور یہ ابولبابہ اور ان کے وہ ساتھی ہیں جو غزوہ تبوک میں جانے سے رہ گئے انہوں نے قسمیں کھائی ہیں کہ یہ اپنے کو ان ستونوں سے نہ کھولیں گے جب تک کہ آپ خود انہیں نہ کھولیں۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اُقْسِمُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی لَا اُطْلِقُھُمْ وَلَا اَعْذُرُھُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ اللّٰہُ تَعَالٰی ھُوَ الَّذِیْ اَطْلَقَھُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ حضور نے فرمایا ہم نے بھی قسم کھائی ہے کہ انہیں نہ میں کھولوں گا نہ ان کا عذر قبول کروں گا جب تک اللہ تعالےٰ انہیں نہ کھلوائے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ فَاَرْسَلَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِلَیْھِمْ فَاَطْلَقَھُمْ وَاَعْذَرَھُمْ۔ تو حضور ان کی طرف تشریف لائے اور انہیں کھول کر ان کا عذر منظور فرمایا۔

اب باعتبار رواۃ اس امر میں اختلاف ہے کہ وہ کتنے آدمی تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ تین تھے۔

ابن ابی حاتم زید سے روایت کرتے ہیں کہ وہ آٹھ تھے۔

ایک روایت ہے کہ وہ پانچ تھے۔ لیکن

حضرت ابولبابہ کے متعلق تمام رواۃ متفق ہیں کہ وہ ابولبابہ بن عبدالمنذر تھے (روح المعانی)

اور مسجد نبوی میں آجتک وہ ستون جہاں آپ نے اپنے کو باندھا تھا وہاں سنگین ستون بنا ہوا ہے جو سلطان عبدالحمید خاں نے توسیع مسجد کے وقت روایات ماضیہ کا لحاظ رکھتے ہوئے بنوایا ہے اس پر طلائی خط میں لکھا ہوا ہے اُسْطُوَانَۃُ اَبِیْ لُبَابَۃَ یہ ستون ابولبابہ والا ہے۔ اور یہ واقعہ غزوۂ بنی قریظہ کا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ لوگ ستونوں سے کھولے گئے تو یہ گھروں کو گئے اور وہاں اپنے اپنے مال لے کر حاضر آئے اور عرض کیا حضور یہ ہمارے مال ہیں انہیں ہماری طرف سے صدقہ میں قبول فرمائیں۔ اور ہمارے لیے بخشش کی دعا کریں فَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَا اُمِرْتُ اَنْ اٰخُذَ مِنْ اَمْوَالِکُمْ شَیْئًا۔ حضور نے فرمایا مجھے یہ حکم نہیں ملا کہ میں تمہارے مالوں کو قبول کروں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (اے محبوب) ان کے مالوں سے صدقہ لو جس سے تم انہیں پاک کرو اور ستھرا بناؤ اور ان کے حق میں دعا کرو بے شک آپ کی دعا ان کے لیے سکون ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فَاَخَذَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْہَا الثُّلُثَ تو حضور نے ان سے تہائی مال صدقہ کے لیے وصول فرمایا۔

کَمَا جَآءَ فِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ فَلَیْسَ الْمُرَادُ مِنَ الصَّدَقَۃِ الصَّدَقَۃَ الْمَفْرُوْضَۃَ اَعْنِی الزَّکٰوۃَ لِکَوْنِہَا مَا مُوْرًا بِہَا وَاِنَّمَا ہِیَ عَلٰی مَا قِیْلَ کَفَّارَۃٌ لِّذُنُوْبِہِمْ حَسْبَمَا یُنْبِئُ عَنْہُ قَوْلُہٗ عَزَّوَجَلَّ۔ جیسا کہ بعض روایات میں ہے تو اس صدقہ سے مراد صدقہ مفروضہ یعنی زکوٰۃ نہیں اس لیے کہ وہ مامور تھا اور یہ بقول ابولبابہ اور ان کے ہمراہیوں کے کفارہ تھا ان کے گناہ کا جیسے کہ قرآن کریم میں فرمایا تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔

البتہ جبائی یہ کہتے ہیں کہ یہ صدقہ اس لیے کہ منافق سے زکوٰۃ نہیں لی جاتی تو ان سے زکوٰۃ لینے میں رفع توہم تھا اس امر کا کہ انہیں منافق نہ سمجھا جائے بلکہ یہ مسلمان ہی تھے۔ اور وَصَلِّ عَلَيْهِمْ کے معنی مفسرین نے اُدْعُ لَہُمْ وَاسْتَغْفِرْ کیے ہیں اور اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ کی تفسیر میں کہتے ہیں اَیْ اِنَّ دُعَاءَکَ تَسْکُنُ نُفُوْسُہُمْ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُہُمْ بِہٖ (روح المعانی) آگے ارشاد ہے۔ اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ الآیۃ

"کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ قبول فرماتا ہے توبہ اپنے بندوں کی اور لیتا ہے صدقے اور یہ کہ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"۔ اس آیت میں توبہ کرنے والے کو بشارت دی گئی ہے کہ ان کی توبہ اور ان کا صدقہ قبول ہے۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس آیۂ کریمہ میں انہیں بشارت ہے جنہوں نے ابھی تک توبہ نہیں کی۔ اور خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ فرما کر اپنے حبیب پاک کے ذریعہ جو صدقہ لیا اور آگے یَاۡخُذُ الصَّدَقٰتِ کہہ کر یہ ظاہر کیا کہ ہم خود اس صدقہ کو لیتے ہیں اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اِنَّ اَخۡذَ الرَّسُوۡلِ عَلَيۡهِ السَّلَامُ قَائِمٌ مَقَامَ اَخۡذِ اللّٰهِ تَعَالٰى تَعۡظِيۡمًا لِشَاۡنِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ كَمَا فِىۡ قَوۡلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيۡنَ يُبَايِعُوۡنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوۡنَ اللّٰهَ۔

گویا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا لینا قائم مقام ہے اللہ تعالے کے لینے کے یہ تعظیم شان مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا بے شک وہ جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی وہ یقینا اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہے اور وہ ہاتھ جو ان کے ہاتھ پر تھا وہ اللہ ہی کا ہاتھ تھا (روح المعانی)

عبد الرزاق نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اِنَّ اللّٰهَ يَقۡبَلُ الصَّدَقَةَ اِذَا كَانَتۡ مِنۡ طَيِّبٍ وَيَاۡخُذُهَا بِيَمِيۡنِهٖ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَصَدَّقُ بِمِثۡلِ اللُّقۡمَةِ فَيُرَبِّيۡهَا لَهٗ كَمَا يُرَبِّىۡ اَحَدُكُمۡ فَصِيۡلَهٗ اَوۡ مُهۡرَهٗ فَتَرۡبُوۡ فِىۡ كَفِّ اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى تَكُوۡنَ مِثۡلَ اُحُدٍ۔

بے شک اللہ صدقہ قبول فرماتا ہے جبکہ وہ پاک مال سے ہو اور اسے دست یمین میں لیتا ہے اور بندہ اگر ایک لقمہ بھی صدقہ کرتا ہے تو وہ ایسا بڑھتا ہے جیسے تمہارا کسی اونٹ کا بچہ یا گھوڑے کا بچہ نشو و نما پاتا ہے۔ مہرہ گھوڑے کے بچے کو کہتے ہیں تو وہ لقمہ بھر صدقہ بہ قدرت الٰہی ایسا بڑھتا ہے کہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

اور دار قطنی افراد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوۡا فَاِنَّ اَحَدَكُمۡ يُعۡطِى اللُّقۡمَةَ اَوِ الشَّيۡئَ فَيَقَعُ فِىۡ يَدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَبۡلَ اَنۡ يَّقَعَ فِىۡ يَدِ السَّائِلِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الۡاٰيَةَ۔ حضور نے فرمایا صدقہ دیا کرو اس لیے کہ تم میں سے جب کوئی ایک لقمہ صدقہ کرتا ہے یا کوئی شے دیتا ہے تو وہ ید الٰہی میں اس سے پہلے جاتا ہے کہ سائل کے ہاتھ میں جائے پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ویاخذ الصدقات الخ

ابن منذر وغیرہ حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىۡ نَفۡسِىۡ بِيَدِهٖ مَا مِنۡ عَبۡدٍ يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ طَيِّبَةٍ مِّنۡ كَسۡبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقۡبَلُ اللّٰهُ اِلَّا طَيِّبًا وَلَا يَصۡعَدُ اِلَى السَّمَاءِ اِلَّا طَيِّبًا فَيَضَعُهَا فِىۡ حَقٍّ اِلَّا كَانَتۡ كَاَنَّمَا يَضَعُهَا فِىۡ يَدِ الرَّحۡمٰنِ فَيُرَبِّيۡهَا لَهٗ كَمَا يُرَبِّىۡ اَحَدُكُمۡ فَلُوَّهٗ اَوۡ فَصِيۡلَهٗ حَتّٰى اِنَّ اللُّقۡمَةَ اَوِ التَّمۡرَةَ لَتَاۡتِىۡ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ مِثۡلَ الۡجَبَلِ الۡعَظِيۡمِ۔

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے۔

کوئی بندہ نہیں جو صدقہ کرے صدقہ طیبہ کسب طیب سے اور اللہ تعالے سوا پاک چیز کے کوئی صدقہ قبول نہیں کرتا اور آسمان کی طرف نہیں اٹھایا جاتا مگر پاک تو جب وہ صدقہ حق کا نکالتا ہے تو وہ ید رحمان میں پہنچتا ہے تو وہ بڑھ جاتا ہے جیسے تمہارا بچھیرا بڑھتا ہے یا اونٹ کا بچہ بڑھتا ہے حتیٰ کہ وہ لقمہ یا کھجور اتنی بڑھتی ہے کہ بروز قیامت لائی جائے گی ایک بڑے پہاڑ کی صورت میں۔ فَلُوٌ عربی میں بچھیرا کو کہتے ہیں (منجد) (روح المعانی)

آگے ارشاد ہے۔

"اور فرما دیجئے کیے جاؤ جیسے چاہو فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ تو دیکھے گا اللہ تمہارے کام اور اس کا رسول اور مومنین اور جلد اُس کی طرف پلٹو گے جو ہر چھپا ہوا غیب اور کھلا ہوا جانتا ہے تو وہ جتا دے گا تمہیں جو کچھ تم کرتے رہے"۔

یعنی تم جو چاہو کیے جاؤ اللہ تعالے سب کچھ دیکھ رہا ہے اچھے عمل ہوں یا برے اور اللہ کا رسول بھی دیکھتا ہے یعنی اطلاع اعمال کی نسبت اللہ تعالے کی طرف تو بایں معنی ہے کہ اس کا علم علم جلی اور محیط علے العالم ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف علم کی نسبت بایں معنی ہے کہ اللہ تعالے اپنے حبیب سے کچھ مخفی نہیں رکھتا كَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِیْ رَحِمَہُ اللّٰہُ بِاِعْتِبَارِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْفِیْ عَنْھُمْ ذَالِكَ وَیُطْلِعُھُمْ عَلَیْہِ اِمَّا بِالْوَحْیِ اَوْ بِغَیْرِہٖ۔ اور اسی اعتبار سے مومنین خاص کی طرف نسبت کی۔ چنانچہ احمد بن ابی الدنیا اور وہ حضرت ابو سعید خدری سے راوی ہیں۔

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ یَعْمَلُ فِیْ صَخْرَۃٍ صَمَّاءَ لَیْسَ لَھَا بَابٌ وَّلَا کُوَّۃٌ لَاَخْرَجَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَمَلَہٗ لِلنَّاسِ کَائِنًا مَّا کَانَ۔ حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارا کوئی شخص ٹھوس پتھر میں عمل کرے جس میں نہ کوئی در ہو نہ روشندان تو اللہ تعالے اس کے عمل کو لوگوں پر ظاہر کر دے گا جو ہو چکے یا ہوں گے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں وَفَسَّرَ بَعْضُھُمُ الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْمَلٰٓئِکَۃِ الَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْاَعْمَالَ وَلَیْسَ بِشَیْءٍ۔ بعض نے تصریح کی ہے کہ مومنین سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو اعمال لکھتے ہیں۔ لیکن یہ تصریح کچھ نہیں۔

اب اسی پہلی آیت پر عطف فرما کر ارشاد ہے کہ۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰہِ اِمَّا یُعَذِّبُھُمْ وَاِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْھِمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۝ اور ایک آخر طبقہ اور ہے جو امیدوار ہے اللہ کے حکم کا یا ان پر عذاب کرے یا ان کی توبہ قبول فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

متخلفین یعنی غزوۂ تبوک سے رہ جانے والوں کا یہ تیسرا طبقہ ہے۔

درحقیقت پہلا طبقہ تو وہ تھا جس نے منافقانہ طریقہ سے عذر کیا کہ اگر مجھے یا ہمیں وہاں لے جایا گیا تو ہم عورتوں کے فتنے میں پڑ جائیں گے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ان میں عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں ان کا ذکر رکوع پارہ میں ہو چکا۔

دوسرا طبقہ وہ ہے جنہوں نے ایمان کے ساتھ خرچ کیا مگر بوقت جہاد سستی سے رہ گئے جیسے حضرت ابولبابہ اور ان کے ہمراہی تین پانچ یا آٹھ جن کی توبہ قبول ہوئی۔

تیسرا طبقہ یہ ہے جن کا مفصل تذکرہ آگے آرہا ہے۔

کہ انہوں نے توقف کیا اور جلدی توبہ نہ کی بلکہ انتظار میں رہے کہ اللہ تعالے کا ہمارے لیے کیا حکم ہوتا ہے عذاب ہوتا ہے یا معافی ملتی ہے اس لیے کہ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ ہم مومن ضرور ہیں وَلَا عَذَابَ مَعَ الْاِیْمَانِ فَلَمْ یَبْقَ لِلْمَعْصِیَۃِ عِنْدَھُمْ اَثَرٌ حالانکہ یہ عقیدہ صرف مرجیہ طبقہ کا ہے وہ کہتے ہیں لَا یَضُرُّ مَعَ الْاِیْمَانِ مَعْصِیَۃٌ۔ ان میں ہلال بن امیہ اور کعب بن مالک اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ تعالے عنہم وغیرہ تھے۔

مگر جو ان میں سے رہ گئے تھے وہ ہرگز نفاق سے نہیں رہے بلکہ وہ مخلصین سے تھے۔ چنانچہ جب یہ حضور کے سامنے حاضر ہوئے تو انہوں نے صاف صاف عرض کر دیا کہ لَا عُذْرَ لَنَا اِلَّا الْخَطِیْئَۃُ۔ حضور ہمارے پاس کوئی عذر نہیں سوائے اعتراف قصور کے۔ لیکن اس قصور پر نہ تو حضرت ابولبابہ کی طرح انہوں نے اپنے کو ستونوں سے باندھا نہ حضور سے معافی چاہی تو حضور نے صحابہ کرام کو ان سے مجتنب رہنے کا حکم دے دیا۔ اور یہ حال ان پر پچاس دن رات مسلسل رہا تو اس کے بعد آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

لَقَدْ تَابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ نازل ہوئی۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ اور یہ تشدد بھی ان پر بغرض شفقت حضور نے فرمایا تھا اس لیے کہ یہ وہ تھے جنہوں نے خاص طور پر حضور کے دست حق پرست پر یوم خندق میں بیعت کی تھی۔ ورنہ جہاد فرض کفایہ ہے جیسا کہ ابن لبطال اپنی کتاب روضتہ الانف میں لکھتے ہیں۔ وَالْجِھَادُ فَرْضُ کِفَایَۃٍ۔

لیکن یہ جنہوں نے بیعت کی تھی ان پر فرض عین ہو چکا تھا اس لیے کہ بَایَعُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور ان کا یہ رجز تھا۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

اب یہاں سے مسجد ضرار والی بے ایمان جماعت کا تذکرہ شروع ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے

سبب اور تفرقہ اندازی کے لیے مسلمانوں میں اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول سے محارب ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ نہیں مگر بھلائی کا خیال کر کے ہی یہ مسجد بنائی ہے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

مسجد ضرار کے صحیح حالات اور اس کی تعمیر کا سبب

ابو عامر والد حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالے عنہ وَكَانَ تَرَهَّبَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَلَبِسَ الْمُسُوحَ وَتَنَصَّرَ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ قَالَ لَهُ اَبُوْعَامِرٍ مَا هٰذَا الدِّيْنُ الَّذِي جِئْتَ بِهِ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَنِيْفِيَّةَ الْبَيْضَاءَ دِيْنَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ فَاَنَا عَلَيْهَا فَقَالَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّكَ لَسْتَ عَلَيْهَا فَقَالَ بَلٰى وَلٰكِنَّكَ اَنْتَ اَدْخَلْتَ فِيْهَا مَا لَيْسَ مِنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلْتُ وَلٰكِنْ جِئْتُ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً فَقَالَ اَبُوْعَامِرٍ اَمَاتَ اللهُ الْكَاذِبَ مِنَّا طَرِيْدًا وَحِيْدًا فَاَمَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّاهُ النَّاسُ اَبَا عَامِرٍ الْكَذَّابَ وَسَمَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَاسِقَ وَقَالَ اَبُوْعَامِرٍ لَا اَجِدُ قَوْمًا يُقَاتِلُوْنَكَ اِلَّا قَاتَلْتُكَ مَعَهُمْ فَلَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِ حُنَيْنٍ فَلَمَّا انْهَزَمَتْ هَوَازِنُ يَوْمَئِذٍ وَلّٰى هَارِبًا اِلَى الشَّامِ وَاَرْسَلَ اِلَى الْمُنَافِقِيْنَ يَحُثُّهُمْ عَلٰى بِنَاءِ مَسْجِدٍ كَمَا ذَكَرْنَاهَا عَنِ الْخَبَرِ فَبَنَوْهُ وَبَقُوْا مُنْتَظِرِيْنَ قُدُوْمَهُ لِيُصَلِّيَ فِيْهِ وَيَظْهَرَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَدَمَهُ كَمَا مَرَّ وَمَاتَ اَبُوْعَامِرٍ وَحِيْدًا بِقِنَّسْرِيْنَ وَبَقِيَ مَا اَضْمَرُوْهُ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔

ابو عامر حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کا والد زمانۂ جاہلیت میں نصرانی راہب ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو اس نے حضور سے پوچھا آپ یہ کونسا دین لائے ہیں حضور نے فرمایا میں ملت حنیفیہ دین ابراہیم لایا ہوں۔ ابو عامر بولا میں اس دین پر ہوں۔ حضور نے فرمایا تو ہرگز اس دین پر نہیں۔ اس نے کہا کیوں نہیں میں تو اسی دین پر ہوں لیکن تم نے اس دین میں کچھ داخل کر دیا ہے جو اس میں پہلے نہ تھا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اس میں کچھ نہیں ملایا میں تو صاف اور خالص دین لایا ہوں۔ ابو عامر بولا ہم میں سے جو جھوٹا ہو اللہ اسے مسافرت میں تنہا اور بیکس ہلاک کرے۔ حضور نے اس پر آمین کہا۔ لوگوں نے اس کا نام ابو عامر کذاب رکھ دیا اور حضور نے اسے فاسق فرمایا۔ ابو عامر نے حسد میں آکر حضور کی خدمت میں عہد کیا کہ آج سے میں جس کسی کو آپ کے ساتھ جنگ کرتے دیکھوں گا اس کے ساتھ مل کر آپ سے ضرور جنگ کیا کروں گا۔

چنانچہ وہ برابر ایسا ہی کرتا رہا روز اُحُد سے لے کر غزوۂ حنین تک وہ ایسا ہی کرتا رہا جب غزوہ ہوازن میں قبائل ہوازن کو شکست ہوئی تو وہ بھی مایوس ہو کر ملک شام کی طرف بھاگا اور منافقین کو خبر بھیجی کہ تم جو سامان جنگ مہیا ہو سکے وہ کرو اور میرے لیے ایک مسجد قبا کی مسجد کے پاس بناؤ اور میں شاہ روم کے پاس جا رہا ہوں وہاں سے اس کا لشکر لے کر آؤں گا۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو نکالوں گا چنانچہ اس اطلاع پر لوگوں نے مسجد ضرار بنائی اور حضور کی خدمت میں حاضر آکر عرض کیا۔ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰی حضور ہماری نیت اس مسجد کی تعمیر میں نیک ہے اور محض اس غرض سے بنائی ہے کہ ضعیف و کمزور سردی میں اور بارش میں آرام سے یہاں نماز پڑھ لیا کریں لہٰذا حضور تشریف لائیں اور اس میں نماز پڑھیں اور دعاء برکت اس میں فرمائیں۔ حضور نے فرمایا اب تو میں تبوک کے لیے پابرکاب ہوں واپسی پر اگر خدا نے چاہا تو وہاں آکر نماز پڑھ لوں گا۔

اسی کے ہم مثل ابن جریر وغیرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔

اِنَّ جَمَاعَۃً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ لَھُمْ اَبُوْعَامِرٍ اِبْنُوْا مَسْجِدًا وَّاسْتَعِدُّوْا مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّسِلَاحٍ فَاِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی قَیْصَرَ مَلِكِ الرُّوْمِ فَاٰتِیْ جُنْدًا مِّنَ الرُّوْمِ فَاُخْرِجُ مُحَمَّدًا عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاَصْحَابَہٗ فَلَمَّا فَرَغُوْا مِنْ مَّسْجِدِھِمْ اَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ فَرَغْنَا مِنْ بِنَاءِ مَسْجِدِنَا فَنُحِبُّ اَنْ تُصَلِّیَ فِیْہِ وَتَدْعُوْا بِالْبَرَکَۃِ فَنَزَلَتِ الْاٰیَۃُ۔

ایک جماعت انصار سے ابو عامر نے کہا ایک مسجد بناؤ اور جتنا کر سکو قوت و سلاح سے طاقت حاصل کرو۔ اور میں قیصر ملک روم کی طرف جا رہا ہوں تو وہاں سے رومی لشکر لاؤں گا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو نکالوں گا۔

چنانچہ جب وہ مسجد بنا چکے تو حضور کی خدمت میں حاضر آئے اور عرض کیا حضور ہم تعمیر مسجد سے فارغ ہو چکے ہیں اب ہم چاہتے ہیں کہ حضور اس مسجد میں نماز پڑھیں اور دعا برکت فرما دیں تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (روح المعانی)

اور ابن اسحٰق اور ابن مردویہ ابو ہریرہ سے راوی ہیں۔

کہ مسجد ضرار والے حضور کی خدمت میں حاضر آئے اس وقت حضور تبوک کی تیاری فرما رہے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ حاجتمندوں، غریبوں، ضعیفوں کے لیے تاکہ وہ بارش کی راتوں اور ٹھنڈی شبوں میں وہ آرام سے نماز پڑھا کریں۔ ہماری خواہش ہے کہ حضور اس مسجد میں چل کر ہمیں نماز پڑھائیں حضور نے فرمایا اس وقت تو میں پابرکاب ہوں اور نہایت مشغول ہوں اگر وہاں سے واپس ہوا تو ان شاء اللہ

آؤں گا اور تمہیں نماز پڑھاؤں گا۔

جب حضور سفر (تبوک) سے واپس تشریف لائے اور ابھی ایسے مقام پر تھے جہاں سے مدینہ منورہ اور ان کے مابین ایک گھنٹہ کی راہ پر پہنچا ہو سکے تو یہاں حضور کو اللہ تعالےٰ نے اس مسجد ضرار کی حقیقت بتائی۔

حضور نے مالک بن دخشم بنی سالم کی برادری والے اور معن بن عدی اور ان کے بھائی عاصم بن عدی کو حکم دیا اور فرمایا۔

اِنْطَلِقَا اِلٰی هٰذَا الْمَسْجِدِ الظَّالِمِ اَهْلُهٗ فَاهْدِمَاهُ۔

جاؤ اس ظالموں کی مسجد کو جا کر گرا دو اور آگ لگا دو۔

چنانچہ یہ جلدی سے گئے قبیلہ بنی سالم بن عوف کی طرف آئے۔

مختصر یہ کہ اس مسجد کو جلا کر منہدم کر دیا۔ اس کے بعد ایک روایت میں ہے کہ مسجد جلا دینے کے بعد حضور نے حکم دیا کہ اس جگہ گندگی کا ذخیرہ بنا دیا جائے۔

چنانچہ آج تک اس جگہ گندہ نالا موجود ہے۔ مسجد قبا شریف کی زیارت کرنے والے اس کی تصدیق کریں گے۔ انہوں نے جہاں مسجد قبا کی زیارت کی ہوگی وہاں مسجد ضرار کی جگہ گندہ نالہ بھی دیکھا ہوگا۔ چنانچہ آیات متلوہ میں اس واقعہ کو اجمالاً بیان فرمایا۔

اب اس کے بعد اس کے متعلق حضور کو حکم ہوا "اس مسجد میں آپ نہ کھڑے ہوں کبھی بھی بے شک وہ مسجد کہ جس کی بنیاد رکھی گئی پرہیزگاری پر اول دن سے وہ اس کی حقدار ہے کہ (اے محبوب) تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں کہ پسند کرتے ہیں یہ کہ پاک رہیں اور اللہ پاک بندوں کو محبوب رکھتا ہے"۔

مسجد ضرار شرعاً وہ مسجد کہلاتی ہے جو فخر و ریا اور نمود و نمائش یا کسی افتراق و فتنہ پردازی کے لیے تعمیر کی جائے یا مال حرام سے بنائی جائے (مدارک)

اس مسجد میں چونکہ ابو عامر کی نیت بد داخل تھی اور اس کی جماعت نے افتراق بین المسلمین کے لیے اسے بنایا تھا اس بنا پر حضور نے اسے جلوا کر منہدم کر دیا اور اللہ تعالےٰ نے حضور کو منع فرما دیا کہ اس مسجد میں آپ کبھی نہ کھڑے ہوں اس کے بعد مسجد قبا کے لیے ارشاد ہوا کہ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی الآیۃ

"تو کیا جس نے بنیاد رکھی اللہ سے ڈر کر اور اس کی رضا پر وہ بہتر ہے" یعنی مسجد قبا جس کی بنیاد خود حضور سید اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دست حق پرست سے رکھی گئی وہ بہتر ہے۔

"یا وہ مسجد جس کی نیو چنی گئی ایک گراؤ گڑھے کے کنارے تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں ڈھ گیا"۔ اس سے مراد مسجد ضرار ہے کہ اس کی بنیاد ابو عامر راہب نصرانی کے نفاق پر رکھی گئی تھی۔

چنانچہ مسجد قبا کے فضائل میں حدیثیں ہیں جو مختصراً منقول ہیں۔
بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ مسجد قبا میں تشریف لاتے تھے۔
دوسری حدیث میں ہے کہ حضور نے مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر فرمایا۔
"اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا وہ تعمیر جو چنی ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی"۔ یعنی وہ مسجد ضرار جو جلائی گئی منہدم کی گئی اس کا صدمہ ان کے دلوں میں رہے گا"۔ مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں" یعنے وہ قتل ہوں یا مر جائیں۔ گو ان کا غم وغصہ مرنے کے بعد ہی ختم ہوگا"۔ اور اللہ علم وحکمت والا ہے"۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع چودہ سورۂ توبہ پ ۱۱

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

بے شک اللہ نے خرید لیے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ لڑیں اللہ کی راہ میں تو ماریں اور مریں وعدہ ہے ان پر سچا توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور کون ہے قول پورا کرنے میں اللہ سے زیادہ تو خوشی حاصل کرو اپنے اس سودے کی جو تم نے بیچا اللہ کو اور یہی کامیابی ہے بڑی۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے روزے رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے حکم کرنے والے بھلائی کا اور منع کرنے والے برائی سے اور حفاظت کرنے والے اللہ کی حدوں کی اور بشارت دے مومنین کو۔

مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۝

زیبا نہیں نبی کو اور انہیں جو مومن ہیں یہ کہ بخشش چاہیں مشرکوں کے لیے اگرچہ ہوں وہ رشتہ دار بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا کہ یہ جہنم والے ہیں۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ

اور نہیں تھا بخشش چاہنا ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے مگر ایک وعدہ کے باعث جو اس نے کیا تھا اس سے تو

لَہٗ اَنَّہٗ عَدُوٌّ لِّلّٰہِ تَبَرَّاَ مِنْہُ ؕ اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ لَاَوَّاہٌ حَلِیْمٌ ہ	جب ظاہر ہوگیا اس کو کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو بیزار ہوگیا اس سے بے شک ابراہیم آہیں کرنے والے اور متحمل ہیں۔
وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ ھَدٰىھُمْ حَتّٰی یُبَیِّنَ لَھُمْ مَّا یَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ہ	اور اللہ کی شان نہیں کہ گمراہ کرے بعد اس کے کہ ہدایت فرما چکا ہو جب تک ظاہر نہ کردے کہ کس سے پرہیز کرنا ہے بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ؕ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ہ	بے شک اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی جلاتا اور مارتا ہے اور نہیں تمہارا اللہ کے سوا کوئی والی نہ مددگار۔
لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ مِنْ بَعْدِ مَا کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْھُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ ؕ اِنَّہٗ بِھِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ہ	بے شک رجوع فرمایا اللہ نے نبی اور مہاجرین اور انصار پر اور ان لوگوں پر جنہوں نے مشکل گھڑی میں ان کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ اس سے کچھ لوگوں کے دلوں میں کجی آجائے پھر قبول فرمایا بے شک وہ ان کے ساتھ مہربان اور رحم والا ہے۔
وَعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ لِیَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ہ	اور ان تین پر جو موقوف رکھے گئے تھے حتیٰ کہ جب زمین ان پر تنگ ہوگئی وسیع ہوتے ہوئے اور تنگ ہوگئی ان پر جان ان کی اور وہ سمجھ گئے کہ پناہ نہیں اللہ سے مگر اللہ کے ساتھ پھر ان کی توبہ قبول کی تاکہ تائب رہیں شرک سے اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

حل لغات رکوع چودہ سورۂ توبہ پ۱۱

اِنَّ۔ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ نے	اشْتَرٰی۔ خرید لیں	مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں سے
اَنْفُسَھُمْ۔ ان کی جانیں	وَاَمْوَالَھُمْ۔ اور انکے مال	بِاَنَّ۔ اس بدلے میں	لَھُمُ۔ کہ ان کے لیے
الْجَنَّۃَ۔ جنت ہے	یُقَاتِلُوْنَ۔ لڑتے ہیں	فِیْ سَبِیْلِ۔ بیچ راہ	اللّٰہِ۔ اللہ کے
فَیَقْتُلُوْنَ۔ پھر مارتے ہیں	وَیُقْتَلُوْنَ اور مرتے ہیں	وَعْدًا۔ وعدہ ہے	عَلَیْہِ۔ اس پر

حَقًّا۔ سچا	فِی التَّوْرٰىةِ۔ تورات	وَالْاِنْجِیْلِ۔ اور انجیل	وَالْقُرْاٰنِ۔ اور قرآن میں
وَمَنْ۔ اور کون	اَوْفٰی۔ زیادہ پورا کرنے والا ہے	بِعَهْدِهٖ۔ اپنے عہد کو	مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے
فَاسْتَبْشِرُوْا۔ تو خوش ہو	بِبَیْعِكُمُ۔ اپنے سودے سے	الَّذِیْ۔ وہ جو	بَایَعْتُمْ۔ سودا کیا تم نے
بِهٖ۔ اس کے ساتھ	وَذٰلِكَ۔ اور یہ ہے	هُوَ الْفَوْزُ۔ کامیابی	الْعَظِیْمُ۔ بڑی
اَلتَّآئِبُوْنَ۔ توبہ کرنیوالے	الْعٰبِدُوْنَ۔ عبادت گزار	الْحٰمِدُوْنَ۔ تعریف کرنیوالے	السَّآئِحُوْنَ۔ روزہ رکھنے والے
الرّٰكِعُوْنَ۔ رکوع کرنیوالے	السّٰجِدُوْنَ۔ سجدہ کرنے والے	الْاٰمِرُوْنَ۔ حکم کرنے والے	بِالْمَعْرُوْفِ۔ بھلائی کا
وَالنَّاهُوْنَ۔ اور روکنے والے	عَنِ الْمُنْكَرِ۔ برائی سے	وَالْحٰفِظُوْنَ۔ اور حفاظت کرنیوالے	لِحُدُوْدِ۔ واسطے حدود
اللّٰهِ۔ اللہ کے	وَبَشِّرِ۔ اور خوشخبری دے	الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ایمان والوں کو	مَا كَانَ۔ نہیں ہے
لِلنَّبِیِّ۔ واسطے نبی کے	وَالَّذِیْنَ۔ اور ان لوگوں کے	اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے	اَنْ۔ یہ کہ
یَّسْتَغْفِرُوْا۔ بخشش مانگیں	لِلْمُشْرِكِیْنَ۔ واسطے مشرکوں کے	وَلَوْ كَانُوْا۔ اگرچہ ہوں وہ	اُولِیْ۔ صاحب
الْقُرْبٰی۔ قرابت	مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد اس کے کہ	مَا تَبَیَّنَ۔ کہ ظاہر ہوگیا	لَهُمْ۔ ان کے لیے
اَنَّهُمْ۔ کہ وہ	اَصْحٰبُ۔ صاحب	الْجَحِیْمِ۔ دوزخ ہیں	وَمَا كَانَ۔ اور نہیں تھا
اسْتِغْفَارُ۔ بخشش مانگنا	اِبْرٰهِیْمَ۔ ابراہیم کا	لِاَبِیْهِ۔ اپنے باپ کے لیے	اِلَّا عَنْ۔ مگر
مَّوْعِدَةٍ۔ وعدہ سے	وَّعَدَهَا۔ جو وعدہ کیا	اِیَّاهُ۔ اس سے	فَلَمَّا۔ پھر جب
تَبَیَّنَ۔ ظاہر ہوگیا	لَهٗ۔ اس کے لیے	اَنَّهٗ۔ کہ وہ	عَدُوٌّ۔ دشمن ہے
لِلّٰهِ۔ اللہ کا	تَبَرَّاَ۔ تو بیزار ہوگیا	مِنْهُ۔ اس سے	اِنَّ۔ بے شک
اِبْرٰهِیْمَ۔ ابراہیم	لَاَوَّاهٌ۔ یقیناً درد مند تھا	حَلِیْمٌ۔ حوصلے والا	وَمَا۔ اور نہیں
كَانَ اللّٰهُ۔ ہے اللہ	لِیُضِلَّ۔ کہ گمراہ کرے	قَوْمًا۔ کسی قوم کو	بَعْدَ اِذْ۔ بعد اس کے کہ
هَدٰىهُمْ۔ ان کو ہدایت دی	حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	یُبَیِّنَ۔ ظاہر ہو جائے	لَهُمْ۔ ان کے لیے
مَّا۔ وہ جس سے	یَتَّقُوْنَ۔ بچیں	اِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ تعالے
بِكُلِّ۔ ہر	شَیْءٍ۔ چیز کو	عَلِیْمٌ۔ جاننے والا ہے	اِنَّ اللّٰهَ۔ بے شک اللہ
لَهٗ۔ اسی کے لیے ہے	مُلْكُ۔ بادشاہی	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَالْاَرْضِ۔ اور زمین کی
یُحْیٖ۔ وہ زندہ کرتا ہے	وَیُمِیْتُ۔ اور مارتا ہے	وَمَا۔ اور نہیں	لَكُمْ۔ تمہارے لیے
مِّنْ دُوْنِ۔ سوا	اللّٰهِ۔ اللہ کے	مِنْ وَّلِیٍّ۔ کوئی دوست	وَّلَا۔ اور نہ
نَصِیْرٍ۔ مددگار	لَقَدْ۔ بے شک	تَّابَ۔ رجوع کیا	اللّٰهُ۔ اللہ نے

عَلَى۔ اوپر	النَّبِيِّ۔ نبی	وَالْمُهَاجِرِيْنَ۔ اور مہاجرین	وَالْاَنْصَارِ۔ اور انصار کے
الَّذِيْنَ۔ اور ان کے جنہوں نے	اتَّبَعُوْهُ۔ پیروی کی ان کی	فِيْ سَاعَةِ۔ وقت	الْعُسْرَةِ۔ تنگی کے
مِنْ بَعْدِ۔ بعد اس کے کہ	مَاكَادَ۔ قریب تھے کہ	يَزِيْغُ۔ ٹیڑھے ہو جائیں	قُلُوْبُ۔ دل
فَرِيْقٍ۔ ایک فرقے کے	مِّنْهُمْ۔ ان سے	ثُمَّ تَابَ۔ پھر رجوع کیا	عَلَيْهِمْ۔ ان پر
اِنَّهٗ۔ بے شک وہ	بِهِمْ۔ ان پر	رَءُوْفٌ۔ شفقت کرنے والا	رَّحِيْمٌ۔ مہربان ہے۔
وَّعَلَى۔ اور اوپر	الثَّلٰثَةِ۔ ان تینوں کے	الَّذِيْنَ۔ جو	خُلِّفُوْا۔ پیچھے رہ گئے
حَتّٰى۔ یہاں تک کہ	اِذَا۔ جب	ضَاقَتْ۔ تنگ ہو گئی	عَلَيْهِمُ۔ ان پر
الْاَرْضُ۔ زمین	بِمَا۔ با وجود	رَحُبَتْ۔ فراخ ہونے کے	وَضَاقَتْ۔ اور تنگ ہو گئیں
عَلَيْهِمْ۔ ان پر	اَنْفُسُهُمْ۔ ان کی جانیں	وَظَنُّوْا۔ اور خیال کیا انہوں نے	اَنْ لَّا۔ کہ نہیں ہے
مَلْجَاَ۔ کوئی پناہ کی جگہ	مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے	اِلَّا اِلَيْهِ۔ مگر اسی کی طرف	ثُمَّ تَابَ۔ پھر رجوع کیا
عَلَيْهِمْ۔ ان پر	لِيَتُوْبُوْا۔ تاکہ وہ توبہ کریں	اِنَّ اللّٰهَ۔ بے شک اللہ	هُوَ۔ وہی ہے
التَّوَّابُ۔ توبہ قبول کرنیوالا	الرَّحِيْمُ۔ مہربان۔		

مختصر تفسیر اردو رکوع چہار دہم سورۂ توبہ پ ۱۱

"بے شک اللہ نے خرید لیے مومنین سے ان کی جان اور مال اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے"

شانِ نزول: علامہ آلوسی روح المعانی میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

فَقَدْ اَخْرَجَ اِبْنُ جَرِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ وَغَيْرِهٖ اِنَّهُمْ قَالُوْا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرِطْ لِرَبِّكَ وَلِنَفْسِكَ مَا شِئْتَ قَالَ اَشْتَرِطُ لِرَبِّيْ اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَاَشْتَرِطُ لِنَفْسِيْ اَنْ تَمْنَعُوْنِيْ مِمَّا تَمْنَعُوْنَ عَنْهُ اَنْفُسَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ قَالُوْا فَمَا لَنَا قَالَ الْجَنَّةُ قَالُوْا رَبِحَ الْبَيْعُ لَا نُقِيْلُ وَلَا نَسْتَقِيْلُ فَنَزَلَتْ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى الْاٰيَة

حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اپنے رب کے لیے اور اپنے لیے کچھ شرط فرمائیں جو آپ چاہیں۔ حضور نے فرمایا میں اپنے رب کے لیے تو یہ شرط کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لیے یہ کہ جن چیزوں سے تم اپنی جان و مال کو محفوظ رکھتے ہو اس کو میرے لیے بھی گوارا نہ کرو انہوں نے عرض کیا حضور اگر ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا فرمایا جنت کہنے لگے کتنا فائدہ مند سودا ہے نہ ہم اسے واپس کریں گے اور نہ چاہیں گے کہ یہ سودا واپس ہو تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

گویا راہ الٰہی میں جان و مال خرچ کر کے جنت پانے والوں کی ایک مثال دی گئی اور وہ مثال ایسی شاندار ہے جس سے اللہ تعالےٰ کا انتہائے لطف و کرم ظاہر ہوتا ہے کہ رب العزت جلت مجدہ و عز اسمہ نے انہیں جنت عطا فرمانا ان کی جان و مال کا بدلہ قرار دیا اور اپنی ذات ارفع و اعلیٰ کو خریدار فرمایا یہ کمال عزت افزائی ہے کہ وہ ہمارا خریدار بنے اور ہم سے اس چیز کو خریدے جو نہ ہماری ملک ہے نہ ہماری بنائی ہوئی نہ ہم نے اسے پیدا کیا نہ وہ ہمارے قبضہ میں ہے یعنی جان جو ظاہر ہے کہ اسی کی بنائی ہوئی ہے اور اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور اسی کے قبضہ میں ہے وہ جب چاہے لے لے جب تک چاہے ہمارے اندر رہنے دے گویا اسی کا مال ہے اور اسی کا عطا کیا ہوا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

"مقاتلہ کریں اللہ کی راہ میں تو ماریں اور مریں" یعنی دشمنان حق و ہدایت سے لڑیں اور راہ خدا میں ماریں اور مریں اس سے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ تمام شریعتوں میں جہاد فی سبیل اللہ کا حکم تھا اور دوسرے مقامات پر بھی شریعت موسوی وغیرہ کا حال جہاں آتا ہے وہاں بھی جہاد کا تذکرہ ہے جیسے قوم جبارین سے موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ جالوت سے طالوت کا مقابلہ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وغیرہ اس پر ذمہ کرم اور وعدۂ اتم فرمایا جاتا ہے کہ

"وعدہ ہے اس پر سچا توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے معاہدہ میں کون پورا ہے تو خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہ بڑی کامیابی ہے"۔

اس آیۂ کریمہ میں یہ ظاہر کر دیا گیا کہ مجاہدین کے مجاہدات پر جنت کے صلہ کا وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم میں ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ سے وعدہ کرنے میں کوئی سچا نہیں ہو سکتا اس سے زیادہ سچا وعدہ میں کون ہو سکتا ہے۔ پھر اس بیع و شرا کی انوکھی شان پر تمہیں خوشیاں منانی چاہئیں اس لیے کہ اپنے مال کو صاحب مال تم سے خرید لینے کا اعلان فرما رہا ہے۔ حالانکہ بائع وہی ہو سکتا ہے جو مبیع کا مالک ہو اور یہ سودا انوکھا ہے کہ مالک اپنی ملک ان سے خرید رہا ہے جن کے پاس وہ مبیع محض عاریۃً دی گئی ہے۔ یہ مشتری کا خاص کرم ہے اور بائعین کے لیے ایسی کامیابی کہ اَلَّذِیْ لَا فَوْزَ اَعْظَمُ مِنْهُ اس سے بڑھ کر اور کامیابی نہیں۔ چنانچہ حضرت اصمعیؒ نے ایک رباعی فرما کر جو فرمایا وہ علامہ آلوسی اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

وَالْمَشْهُوْرُ عَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لَیْسَ لِاَبْدَانِكُمْ ثَمَنٌ اِلَّا الْجَنَّةُ فَلَا تَبِیْعُوْهَا اِلَّا بِهَا وَهُوَ ظَاهِرٌ فِیْ اَنَّ الْمَبِیْعَ هُوَ الْاَبْدَانُ۔ یعنی تمہارے بدلوں کی قیمت سوائے جنت کے کچھ نہیں تو اسے نہ فروخت کرو سوا جنت کے بدلے کے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ سے جو تمہاری بیع ہوتی ہے۔ اس میں مبیع بدن ہے۔

اس کے بعد مومنین کی نعت فرمائی گئی اور اس میں ان کی علامتیں بیان کیں چنانچہ ارشاد ہے۔

اَلتَّائِبُوْنَ یعنے توبہ کرنے والے تمام گناہوں سے اَلْعَابِدُوْنَ عبادت کرنے والے یعنی اللہ کی وہ بندے جو فرمانبردار ہیں اور اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں اور عبادت کو اپنے اوپر لازم جانتے ہیں اَلْحَامِدُوْنَ یعنی حمد کرنے والے جو ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ اَلسَّائِحُوْنَ یعنے روزے رکھنے والے۔ چنانچہ ابن مردویہ، ابن مسعود اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سائح کے متعلق پوچھا گیا تو حضور نے اس کے جواب میں وہی فرمایا جو ذکر ہو چکا اور اسی طرف اجلّہ صحابہ و تابعین ہیں اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا سَبَاحَۃُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ الصِّیَامُ سیاحت اس امت کی روزہ ہے اگرچہ اس کے متعلق تین قول اور بھی ہیں۔ لَیْسَ فِیْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیَاحَۃٌ اِلَّا الْھِجْرَۃُ۔ یعنے سیاحت سے مراد ہجرت ہے۔

عکرمہ کہتے ہیں اِنَّھُمْ طَلَبَۃُ الْعِلْمِ لِاَنَّھُمْ یَسِیْحُوْنَ فِی الْاَرْضِ لِطَلَبِہٖ۔ یعنی اس سے مراد طلبائے علم دین ہیں۔

ابوامامہ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سیاحت کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا سَیَاحَۃُ اُمَّتِیْ اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ میری امت کا جہاد فی سبیل اللہ سیاحت ہے۔

آخر میں محاکمہ فرماتے ہیں وَالْمُخْتَارُ مَا تَقَدَّمَ فِی الشُّرُوْعِ۔ مختار قول یہی ہے کہ سیاحت سے مراد روزہ ہی ہے۔

اَلرَّاکِعُوْنَ۔ نمازوں میں رکوع کرنے والے اَلسَّاجِدُوْنَ اور سجدہ کرنے والے اَیْ فِی الصَّلٰوٰتِ الْمَفْرُوْضَاتِ کَمَا رُوِیَ عَنِ الْحَسَنِ فَالرُّکُوْعُ وَالسُّجُوْدُ عَلٰی مَعْنَاھُمَا الْحَقِیْقِیِّ یعنی رکوع اور سجدہ اپنے حقیقی معنوں میں ہیں اور اس کے ماحصل معنی اَلْمُصَلُّوْنَ ہو سکتے ہیں یعنی نمازی۔

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی حکم کرنے والے بھلائی کا جو ایمان کے معنی دیتا ہے یعنی ایمان پر [illegible] حکم دینے والے وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ اور برائی سے روکنے والے اور برائیوں میں سب سے بڑی برائی شرک ہے کَمَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا۔

وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ اور اللہ کی حدیں نگاہ رکھنے والے اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اَلْقَائِمِیْنَ عَلٰی طَاعَتِہٖ سُبْحٰنَہٗ۔ یعنی اطاعت الٰہی پر قائم رہنے والے۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور خوشخبری دے دو ایمان والوں کو۔ اَیْ ھٰؤُلَاءِ الْمَوْصُوْفِیْنَ بِتِلْکَ الصِّفَاتِ الْجَلِیْلَۃِ یعنی یہ آٹھ صفتیں جن میں ہیں وہ مومنین ہیں۔ انہیں بشارت دے دی گئی۔

اس کے بعد انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے لیے صاف حکم تَجَنَّبْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ آیا حتی کہ ان کے لیے دعاء مغفرت کی قطعی ممانعت کردی گئی۔

اور ابراہیم علیہ السلام کی جو دعا باپ کے لیے مذکور ہے اس کی وجہ وجیہ بیان فرما کر انہیں مستثنیٰ کیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"نہیں ہے نبی اور ایمان والوں کو زیبا کہ مشرکوں کے لیے استغفار کرکے بخشش چاہیں اگرچہ ہوں وہ رشتہ دار بعد اس کے کہ کھل چکا ہو کہ وہ جہنمی ہیں"۔

آیہ کریمہ کے شان نزول میں چند قول ہیں۔

پہلا قول تو یہ ہے کہ جب ابو طالب پر موت کا وقت آیا۔ حضور ان کے پاس تشریف لے گئے اور ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ وہاں موجود تھے۔ حضور نے اپنے چچا ابو طالب کو فرمایا اے چچا آپ لا الہ الا اللہ کہہ لیں تاکہ میں اللہ تعالےٰ کے حضور آپ کی بخشش کے لیے دلیل پیش کر سکوں تو ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بولے ابو طالب کیا عبد المطلب کے دین کو ناپسند کرتے ہو اور حضور برابر کلمہ پیش فرمارہے تھے اور ابو جہل اور ابن امیہ برابر بکواس کررہے تھے۔ ابو طالب کا آخر کلمہ جو تھا وہ یہ تھا کہ میں عبد المطلب کے دین پر ہوں اور کلمہ پڑھنے سے انکار کیا تو حضور نے فرمایا لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَالَمْ اُنْهَ عَنْكَ۔ فَنَزَلَتْ یعنی جب تک میرا رب منع نہ فرمائے گا میں تمہاری بخشش کے لیے دعا کرتا رہوں گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى۔

اس پر علامہ حسین بن الفضل جرح فرما کر اس شان نزول کو صحیح نہیں مانتے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ابو طالب کا انتقال ہجرت سے تین سال پہلے ہوا اور یہ سورۂ مبارکہ بعد ہجرت مدینہ میں نازل ہوئی لہٰذا یہ مستبعد ہے کہ شان نزول اس واقعہ پر مانا جائے۔

علامہ واحدی اس استبعاد کو مستبعد مان کر فرماتے ہیں۔

کہ کیا حرج ہے اگر شان نزول اس بنا پر صحیح مان لیا جائے کہ حضور ابو طالب کے لیے استغفار فرماتے رہے ہوں اس آیۂ کریمہ کے نازل ہونے تک اس لیے کہ آیۂ کریمہ جب مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تو حضور استغفار میں کتنے دن مسلسل مشغول رہے حتی کہ آیۂ کریمہ نازل ہوگئی۔

دوسرا قول یہ ہے جسے ابن سعد ابن عساکر علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کو موت ابو طالب کی خبر دی تو فَبَكٰى فَقَالَ اذْهَبْ فَغَسِّلْهُ وَكَفِّنْهُ وَوَارِهٖ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَرَحِمَهٗ فَفَعَلْتُ وَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ اَيَّامًا وَلَا يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهٖ حَتّٰى

نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْہِ السَّلَامُ بِهٰذِهِ الْاٰيَۃِ۔

تو حضور کے آنسو نکل آئے اور فرمایا جاؤ اور غسل دے کر کفناؤ اور چادر ڈالو اللہ انہیں بخش دے اور رحم فرمائے چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور حضور نے بخشش مانگنی شروع کی اور چند روز تک حضور باب عالی سے باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر حاضر آئے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول آیۂ کریمہ قبل ہجرت تھا مگر یہ روایت ضعیف ہے۔

اور آیہ کریمہ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ جب ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بحالت کفر مرے اور مذہب اہلسنت میں یہی مشہور ہے۔ اور نزول آیت مدینہ منورہ میں اس کے منافی نہیں۔

تیسرا قول ابن اسحاق کا ان کی سیرت میں عباس بن عبد اللہ بن معبد سے ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو مرض موت پر فرمایا اور حضور نے بہت کچھ چاہا چنانچہ فرمایا اے چچا آپ فرما دیجئے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تا کہ میں اپنی شفاعت بروز قیامت آپ کے لیے حلال کرا لوں اور کافی کوشش فرمائی تو ابو طالب نے کہا۔

وَاللّٰهِ يَا ابْنَ اَخِيْ لَوْلَا مَخَافَةُ السَّبَّةِ عَلَيْكَ وَعَلٰى بَنِيْ اَبِيْكَ مِنْ بَعْدِيْ وَاَنْ تَظُنَّ قُرَيْشٌ اِنَّمَا قُلْتُهَا جَزَعًا مِنَ الْمَوْتِ لَقُلْتُهَا وَلَا اَقُوْلُهَا اِلَّا لِاُسِرَّكَ بِهَا فَلَمَّا تَقَارَبَ مِنْ اَبِيْ طَالِبٍ الْمَوْتُ نَظَرَ الْعَبَّاسُ يُحَرِّكُ بِشَفَتَيْهِ فَاَصْغٰى اِلَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ لَقَدْ قَالَ اَخِي الْكَلِمَةَ الَّتِيْ اَمَرْتَهٗ اَنْ يَّقُوْلَهَا۔

قسم بخدا اے بھتیجے اگر مجھے خوف سب وشتم تم پر ہونے کا میرے بعد نہ ہوتا اور یہ گمان قریش کا نہ ہوتا کہ میں نے موت سے گھبرا کر یہ کلمہ پڑھا تو ضرور میں کلمہ پڑھ لیتا اور میں نے کلمہ تو نہ پڑھا مگر میں تمہیں محبوب بنے رکھتا ہوں تو جب موت بالکل قریب ہوئی تو حضرت عباس نے ہونٹ ہلتے دیکھے تو ان کے منہ سے بالکل قریب کان لگا دیے تو وہ کہہ رہے تھے۔ اے بھتیجے یقیناً میرے بھائی نے وہ کلمہ کہا تھا جس کا تم نے اس کو حکم دیا کہ وہ اس کلمہ کو پڑھے۔

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضور کے چچا کا ذکر فرماتے سنا لَعَلَّهٗ تَنْفَعُهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِّنْ نَّارٍ۔ یقیناً میری شفاعت قیامت کے دن انہیں اتنا نفع دے گی کہ انہیں جہنم کے کنارے پر لے آئے گی۔ ضحضاح کا ترجمہ منجد میں ہے اَلضَّحْضَاحُ اَلْمَاءُ الْيَسِيْرُ وَالْقَرِيْبُ الْقَعْرِ۔

وَجَاءَ فِیْ رِوَایَۃٍ اَنَّہٗ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَمَّکَ اَبَا طَالِبٍ کَانَ یَحُوْطُکَ وَیَنْصُرُکَ فَہَلْ یَنْفَعُہٗ ذَالِکَ فَقَالَ نَعَمْ وَجَدْتُہٗ فِیْ غَمَرَاتِ النَّارِ فَاَخْرَجْتُہٗ اِلٰی ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ وَسَبُّہٗ عِنْدِیْ مَذْمُوْمٌ جِدًّا لَا سِیَّمَا اِذَا کَانَ اِیْذَاءً لِبَعْضِ الْعَلَوِیِّیْنَ اِذْ قَدْ وَرَدَ لَا تُؤْذُوا الْاَحْیَاءَ بِسَبَبِ الْاَمْوَاتِ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور سے عرض کیا گیا کہ آپ کے چچا ابو طالب ہر طرح حضور کی مدد کرتے رہے ہیں تو کیا انہیں وہ خدمات نفع دیں گی؟ تو حضور نے فرمایا ہاں میں نے انہیں آگ کے تنگیوں میں پایا تو میں نے انہیں اس کے کنارے پر آگ سے نکال لیا۔

آلوسی کہتے ہیں اور انہیں سبّ وشتم کرنا میرے نزدیک بہت مذموم ہے۔ خصوصًا جبکہ اس میں علویوں کو ایذا پہنچانا مقصود ہو اس لیے کہ وارد ہے کہ نہ ایذا پہنچاؤ زندوں کو مرے ہوؤں کے برا کہنے سے۔

وَمِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ۔ اور اسلام کا حسن انسان کے لیے اسی میں ہے کہ ان باتوں کو ترک کردے جو لایعنی اور بے معنی ہوں۔

بعض اس طرف گئے ہیں کہ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ آیۂ کریمہ اس کے علاوہ دوسرے معاملہ میں نازل ہوئی ہے۔

چنانچہ بیہقی دلائل میں ابن مسعود سے راوی ہیں کہ ایک روز حضور مقابر کی طرف تشریف لائے حتی کہ ایک قبر پر تشریف رکھ کر بہت طویل دعا فرمائی اور گریہ کیا تو ہم بھی حضور کے ساتھ گریہ سے رو پڑے۔ پھر حضور نے قیام فرما کر دو رکعت نفل پڑھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قبر کی طرف کھڑے ہوئے اور دعا کی پھر ہم نے بھی دعا کی۔ پھر حضور نے فرمایا تم لوگ کیوں روئے ہم نے عرض کیا حضور کے گریہ سے ہم بھی روئے تو حضور نے فرمایا وہ قبر جس کے قریب میں بیٹھا وہ آمنہ خاتون کی قبر تھی تو میں نے اجازت طلب کی اپنے رب سے اس کی زیارت کے لیے تو مجھے اجازت مل گئی پھر میں نے اس پر استغفار کی اجازت طلب کی تو اس کی اجازت نہ ملی اور یہ آیۂ کریمہ مجھ پر نازل ہوئی۔ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ۔

تو اس ممانعت نے مجھ پر وہ گرفت کی جو ایک بیٹے کو اپنی والدہ کے معاملہ میں ہوتی ہے بوجہ رقّت کے تو یہ وہ سبب ہے جس نے مجھے رلایا۔ ایسا ہی مسلم اور احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی نے روایت کیا ہے جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

محاکمہ علی روایات المنقولۃ

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے حضرت ابو طالب اور حضور کی والدہ محترمہ کے متعلق جو کچھ روایات و احادیث

نقل کیں ان کی تضعیف بھی کرتے گئے ہیں بنابریں ہمیں سید المحدثین امام جلال الدین سیوطی کے رسالہ التعظیم والمنۃ کو ترجیح دینی چاہیئے اس میں انہوں نے اس مضمون کی جملہ احادیث کو معلول لکھا ہے لہذا شان نزول آیۂ کریمہ اس معاملہ میں صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

پھر اس پر کافی دلائل قائم ہو چکے ہیں کہ

سید اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ موحدہ تھیں اور دین ابراہیمی آپ کا دین تھا۔

بلکہ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا کا شان نزول یہی صحیح ہے کہ بعض صحابہ نے حضور سے اپنے آباء کے لیے استغفار کرنے کی درخواست کی تھی اس پر حکم آیا۔

اب رہا معاملہ استغفار ابراہیم لِاَبِيْهِ کا تو اس کا جواب اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس طرح ہے
وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔

اور ابراہیم کا اپنے باپ (آذر) کی بخشش چاہنا نہ تھا مگر ایک وعدہ کے سبب جو اس سے کر چکا تھا تو جب اسے ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری فرمائی بے شک ابراہیم بہت آہیں کرنے والے اور متحمل مزاج ہیں۔

اس کا شان نزول حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ تو میں نے سنا کہ ایک شخص اپنے والدین کے لیے دعا مغفرت کر رہا ہے اور اس کے والدین مشرک تھے تو میں نے اسے منع کیا اور بتایا کہ مشرکوں کے حق میں دعاء مغفرت ممنوع ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر کے لیے دعا فرمائی حالانکہ آذر بت تراش اور مشرک تھا۔ میں یہ سن کر بارگاہ رسالت میں حاضر آیا اور واقعہ سنایا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں جواب دیا گیا کہ دعاء ابراہیم بامید اسلام تھی جس کا وعدہ آپ سے آذر کر چکا تھا اور آپ آذر سے وعدہ فرما چکے تھے کہ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ۔ میں تیرے لیے بخشش کی دعا اپنے رب سے کروں گا۔

تو جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری کا اظہار فرما دیا اور انقطاع امید کے بعد قطع تعلق کر لیا اس کے بعد استغفار بحق آذر ترک کر دی۔

چنانچہ علامہ آلوسی صاحب روح المعانی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ دعاء ابراہیم علیہ السلام حق آذر میں یہی تھی کہ اللہ اسے ایمان کی توفیق دے (جیسے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا عمر اور ابو جہل کے لیے تھی اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْاِسْلَامَ بِاَبِيْ جَهْلٍ اَوْ عُمَرَ۔)

اور ابوالشیخ اور ابن عساکر طریق ابوسفیان بن عیینہ سے عمرو بن دینار کی روایت نقل فرماتے ہیں۔
قَالَ لَمَّا مَاتَ اَبُوطَالِبٍ قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَحِمَكَ اللّٰہُ وَغَفَرَ لَكَ لَا اَزَالُ اَسْتَغْفِرُ لَكَ حَتّٰی یَنْہَانِی اللّٰہُ تَعَالٰی فَاَخَذَ الْمُسْلِمُوْنَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَوْتَاھُمُ الَّذِیْنَ مَاتُوْا وَھُمْ مُشْرِکُوْنَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ فَقَالُوْا قَدِ اسْتَغْفَرَ اِبْرَاھِیْمُ لِاَبِیْہِ فَاَنْزَلَ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاھِیْمَ لِاَبِیْہِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَۃٍ وَّعَدَھَا اِیَّاہُ۔

جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو حضور نے انہیں فرمایا اللہ تم پر رحم کرے اور بخشش فرمائے میں ہمیشہ تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا جب تک اللہ مجھے منع نہ فرمائے تو مسلمانوں نے بھی اپنے ان موتٰی کے لیے بخشش مانگی جو مشرک مرگئے تو یہ آیت مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنے باپ آذر کے لیے دعا فرمائی تھی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاھِیْمَ لِاَبِیْہِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَۃٍ وَّعَدَھَا اِیَّاہُ۔

آگے فرماتے ہیں کہ حاصل معنی آیہ کریمہ کے یہ ہوئے کہ تمہیں استغفار للمشرکین اس وقت ممنوع ہے جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ مشرک تھا اور استغفار ابراہیم علیہ السلام بھی ایک وعدہ کے ماتحت تھی اور یہ قبل تبیین تھی فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ تو جب ظاہر ہوگیا آپ کو اَنَّہٗ اَیْ اَنَّ اٰبَاہُ یہ کہ آپ کے باپ عَدُوٌّ لِّلّٰہِ اَیْ مُسْتَمِرٌّ عَلٰی عَدَاوَتِہٖ تَعَالٰی وَعَدَمِ الْاِیْمَانِ بِہٖ اللہ کے دشمن ہیں یعنی قائم ہیں اللہ تعالٰی کی عداوت پر۔ اور ایمان نہ لانے پر اور ظاہر ہوا کس طرح وَذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ مُصِرٌّ عَلَی الْکُفْرِ اور یہ ایسے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالٰی نے وحی کردی آپ پر کہ آذر مُصِر علی الکفر ہے۔

ابن منذر اور ابن جریر اور ایک جماعت سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ناقل ہیں اِنَّ ذَالِكَ التَّبَیُّنَ کَانَ بِمَوْتِہٖ کَافِرًا یہ تبین اس امر کی تھی کہ آذر کی موت کفر پر ہے اور اسی تحقیق پر قتادہ گئے ہیں تو پھر تَبَرَّاَ مِنْہُ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے بیزاری فرمائی اور استغفار کرنی ترک کردی۔ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ لَاَوَّاہٌ حَلِیْمٌ۔ بے شک ابراہیم بہت آہیں کرنے والے متحمل مزاج ہیں اَوَّاہٌ کے معنی کثیر الدعا کے بھی ہیں اور ایک جماعت اس سے کنایہ سمجھتی ہے کمال رافت و رقت سے۔

اور ابن جریر، ابن ابی حاتم وغیرہ عبداللہ بن شداد سے ناقل ہیں قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْاَوَّاہُ قَالَ الْخَاشِعُ الْمُتَضَرِّعُ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اَوَّاہٌ کی تشریح دریافت کی تو حضور نے فرمایا خشوع اور تضرع کرنے والا دعا ہیں۔

ابوالشیخ زید بن اسلم سے راوی ہیں اِنَّہٗ دُعَاءُ الْمُسْتَكِينِ اِلَى اللهِ تَعَالٰى كَهَيْئَةِ الْمَرِيْضِ الْمُتَاَوِّهِ مِنْ مَّرَضِهٖ ۔ وہ دعا جو طلب سکون کے لیے اللہ تعالے سے کرے وہ اوّاہ ہے جیسے مریض کہ اپنے مرض میں تاوہ کرتا ہے اور لغت حبشہ میں اس کا معنی ہے یقین کرنے والا۔

عمرو بن شرجیل کے نزدیک اس کے معنی رحیم یعنی رحم کرنے والے کے ہیں۔

علامہ شعبی اس کے معنی مُسبّح یعنی تسبیح کرنے والا بتاتے ہیں۔

امام بخاری اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں اِنَّہُ الَّذِیْ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى ۔ اوّاہ وہ ہے جس کا دل اللہ کے پاس معلق ہو۔

اور قطرب وغیرہ ارباب لغت اوّاہ کے معنی میں کہتے ہیں کہ یہ لفظ آہ یا ہائے کے معنی میں مستعمل ہے۔ جیسے عشقذب عبدی کہتا ہے۔

اِذَا مَا قُمْتُ اَرْحَلُهَا بِلَيْلٍ   تَاَوَّهُ اٰهَةَ الرَّجُلِ الْحَزِيْنِ

جب میں رات کو اس (اونٹنی) پر کجاوہ ڈالنے کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو وہ ایسی آہیں بھرتی ہے جیسے کوئی غمگین آدمی آہ کرتا ہے۔

تو اصل تاوّہ کا وہی آواز ہے جو ایک حزین وغمگین پکارتا ہے۔

اور حلیم کے معنی صَبُوْرٌ عَلَى الْاَذٰى ۔ صَفُوْحٌ عَنِ الْجِنَايَاتِ کے ہیں یعنی علم اور چشم پوشی کرنے والے تکالیف سے اور گناہوں سے بہت پرہیز کرنے والے۔

ابن ابی حاتم ابن عباس سے راوی ہیں قَالَ كَانَ مِنْ حِلْمِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّہٗ اِذَا اٰذَاهُ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِهٖ قَالَ لَهٗ هَدَاكَ اللهُ ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم کی یہ شان تھی کہ جب ان کی قوم کا کوئی آدمی آپ کو ایذا دیتا تو آپ فرماتے اللہ تجھے ہدایت دے۔ (روح المعانی)

چنانچہ سورہ مریم کے تیسرے رکوع میں آذر کا بیان اور حضرت خطیب الانبیاء ابراہیم علیہ السلام کا جواب بھی آپ کے حلیم الطبع ہونے کی بیّن دلیل ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یَاۤ اِبْرٰهِیْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ۔ بولا (آذر) کیا تو میرے خداؤں سے منہ پھیرتا ہے اے ابراہیم اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے ماروں گا اور دور ہو جا زمانہ دراز تک۔

تو اس کے جواب میں آپ کا حلیمانہ جواب یہ تھا قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِيًّا ۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا سلام ہے تجھے ۔ عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا بیشک

وہ مجھ پر مہربان ہے۔

اور یہ معافی مانگنا بایں معنی ہے کہ اللہ اسے ہدایت دے اور توفیق ایمان بخشے۔ اس لیے آپ کی صفت میں لفظ حلیم کہا گیا کہ آپ کا جواب ہمیشہ نرم ہوتا تھا۔ آپ کے کلام میں بھی یہی نرمی اور حلم تھا۔ آگے ارشاد ہے۔

"اور اللہ ایسا نہیں کہ کسی قوم کو گمراہ فرمائے بعد اس کے کہ انہیں ہدایت دی ہو حتیٰ کہ ظاہر نہ فرمادے انہیں کہ کس چیز سے انہیں پرہیز کرنا ہے بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے"۔

کسی قوم کو گمراہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ان پر گمراہی کا حکم فرمائے یا انہیں گمراہوں میں داخل کرے جبتک کہ وہ ممنوعات میں نہ پڑے اس لیے کہ اسلام میں ہر ممنوع سے اجتناب واجب ہے اور اللہ تعالے اپنے بندے پر گرفت نہیں فرماتا جب تک اسے ممانعت کا صاف صاف بیان نہ پہنچا دے اور قبل از ممانعت کسی فعل پر گرفت نہیں۔ (خازن۔ مدارک)

اسی بنا پر ارباب اصول نے تسلیم کیا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے تو جس چیز کی ممانعت ثابت نہیں وہ جائز ہے اور عدم ثبوت عدم جواز کو مستلزم نہیں۔ شان نزول آیہ کریمہ یہ ہے۔

جب مسلمانوں کو مشرکین کے لیے استغفار کرنے کی ممانعت ہو چکی تو انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ ہم اس حکم کے نزول سے قبل اپنے مشرک موتیٰ کے لیے استغفار کر چکے ہیں کہیں اس پر گرفت نہ ہو تو اس آیت کریمہ میں انہیں تسکین دی گئی اور بتایا کہ بیان ممانعت کے بعد اس پر عمل کرنا قابل مواخذہ ہے اس سے قبل مواخذہ نہیں۔

"بے شک اللہ کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور نہیں کوئی تمہارا اللہ کے سوا والی و مددگار۔ بے شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں نبی پر اور مہاجرین و انصار پر جو متبع رہے اور ساتھ دیا مشکل کی گھڑی میں بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں پھر ان پر اللہ رحمت سے متوجہ ہوا بے شک وہ ان پر مہربان رحم والا ہے۔

ساعت عسرۃ سے مراد غزوۂ تبوک کی تنگی والی گھڑیاں ہیں اسی وجہ میں اس غزوہ کو غزوۂ عسرۃ بھی کہتے ہیں یہاں تنگی کی یہ شان تھی کہ دس دس آدمیوں میں سواری کے لیے ایک اونٹ تھا باری باری سے سوار ہوتے اور اترتے تھے اور غذائی قلت کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک کھجور پر کئی کئی آدمی بسر کرتے تھے اس طرح کہ ایک کھجور چند آدمی چوس کر پانی پیتے یا ایک کھجور کے چند حصے کر کے تقسیم کر لیتے۔ پانی کی بھی قلت تھی اس پر گرمی شدید تھی۔ پیاس کا غلبہ اس پر پانی ناپید اس حال میں بھی صحابہ کرام اپنے صدق و یقین اور ایمان و اخلاص میں ثابت قدم رہے اور حضور پر جان نثاری کرنے سے پیچھے نہ ہٹے۔

تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے اور بارگاہ رسالت میں عرض پیرا ہوئے کہ حضور دعا فرمائیں۔ حضور نے حضرت صدیق کی طرف نگاہ فرما کر سوال فرمایا کہ تمہاری یہ خواہش ہے تو صدیق نے عرض کیا جی ہاں تو حضور نے دست دعا اٹھائے ابھی ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ اللہ تعالے نے ابر بھیجا اور ایسی بارش ہوئی جس سے لشکر ہی سیراب نہ ہوا بلکہ لشکر والوں نے اپنے مشکیزے اور اپنی پکھالیں بھی بھر لیں۔

اور یہ ہوا بھی معجزانہ شان سے کہ تبوک میں لشکر اسلامی ہی سیراب ہوا۔ دشمن کا لشکر اسی طرح پیاسا رہا۔ اگر بعض دلوں میں اتنی کجی پیدا ہونے لگی تھی کہ وہ حضور سے جدا ہونا گوارا کرنے کے قریب ہو چکے تھے لیکن اللہ تعالے نے انہیں صابر و ثابت قدم رکھا اور وہ اپنے اخلاص میں کتنے محفوظ رہے کہ جو خطرہ ان کے دل میں آ رہا تھا اس سے بھی نادم ہوئے۔

"اور ان تین پر جو موقوف رکھے گئے تھے" جن کا ذکر آیۂ کریمہ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ میں ہے اور یہ تین صاحب کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع ہیں۔

یہ سب انصاری تھے حضور نے تبوک سے واپس ہو کر ان سے جہاد میں حاضر نہ ہونے کی وجہ دریافت فرمائی انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ حضور نے انہیں حکم دیا ٹھہرو جبتک اللہ تعالے تمہارے حق میں کوئی فیصلہ فرمائے۔

اور عام مسلمانوں کو ان لوگوں سے ملنے جلنے اور کلام کرنے سے ممانعت فرما دی تھی حتی کہ ان کے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں نے ان سے کلام ترک کر دیا حتی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کوئی پہچانتا ہی نہیں اس حال پر ان کے پچاس روز گذرے جس کی تفصیل سورۃ توبہ کے گیارہویں رکوع میں گذر چکی۔ یہاں مخلفین کے تین طبقوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ تیسرے طبقہ والے ہیں۔

"حتّٰی کہ جب زمین تنگ ہو گئی ان پر باوجود اتنی وسیع ہونے کے اور وہ اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ انہیں اللہ کے (عذاب سے) پناہ نہیں مگر اسی کے پاس پھر قبول فرمائی اللہ نے ان کی توبہ تاکہ وہ ثابت قدم تائب رہیں بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"۔

یعنی اس تجنب کا یہ نتیجہ ہوا کہ انہیں کہیں بیٹھنے بات کرنے کو جگہ نہ رہی جہاں وہ ایک لمحہ کے لیے قرار و سکون لیتے ہر وقت پریشانی و بے چینی، غم اور اضطرار و اضطراب میں رہنے لگے ان کا نہ کوئی انیس رہا نہ جلیس نہ ایسا غمخوار جسے حال دل سنائے تو وحشت و تنہائی میں شب و روز رہنے لگے اور گریہ زاری کرتے رہے آخر اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی توبہ قبول فرمائی۔

علامہ آلوسی بھی اسی قول کی تائید میں فرماتے ہیں اَیْ اَلَّذِیْنَ تَخَلَّفُوْا عَنِ الْغَزْوِ وَهُمْ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ

مِنْ بَنِیْ سَلَمَۃَ وَھِلَالُ بْنُ اُمَیَّۃَ مِنْ بَنِیْ وَاقِفٍ وَمُرَارَۃُ بْنُ رَبِیْعٍ مِنْ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَیُقَالُ فِیْہِ ابْنُ رَبِیْعَۃَ ۔ باقی تمام واقعہ وہی مفصل بیان فرما رہے ہیں (روح المعانی)

اس کے بعد ایک طویل حدیث نقل فرمائی ہے بخوف طوالت نہیں لکھی گئی مَنْ شَاءَ فَلْیَنْظُرْ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ)

بامحاورہ ترجمہ رکوع پندرہ سورۂ توبہ پ۱۱

یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

مَاکَانَ لِاَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ وَمَنْ حَوْلَھُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ وَلَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِھِمْ عَنْ نَّفْسِہٖ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ لَا یُصِیْبُھُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا یَّغِیْظُ الْکُفَّارَ وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

نہیں زیبا تھا اہل مدینہ اور ان کے گرد والے اعراب کو یہ کہ پیچھے بیٹھ رہیں اللہ کے رسول سے اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان مرغوب رکھیں یہ اس لیے کہ انہیں نہ پہنچی پیاس نہ کوئی تکلیف اور نہ پریشان کن بھوک اللہ کی راہ میں اور نہ قدم رکھیں ایسی جگہ جو کافروں کو غضبناک کرے اور جو کچھ کسی دشمن کا بگاڑتے ہیں اس کے بدلے ان کے لیے لکھا جاتا ہے عمل صالح بے شک نہیں ضائع کرتا بدلہ نیکوں کا۔

وَلَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَۃً صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً وَّلَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

اور نہیں خرچ کرتے ہیں وہ چھوٹا نہ بڑا اور نہیں طے کرتے ہیں نالہ مگر لکھا جاتا ہے ان کے لیے تاکہ صلہ دے انہیں اللہ ان کے بہتر کاموں کا جو کرتے ہیں۔

وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ ۝

اور نہیں مومنین پر یہ کہ نکلیں سب کے سب تو کیوں نہ ہوا یہ کہ نکلتا ہر ایک سے ایک فرقہ تاکہ سمجھ اور تفقہ حاصل کرتا دین میں اور ڈراتا اپنی قوم کو جب لوٹ کر واپس آتا تاکہ وہ (برے کاموں سے) بچتے۔

حل لغات رکوع پندرہ سورہ توبہ پ۱۱

يَا اَيُّهَا - اے	الَّذِيْنَ - لوگو جو	اٰمَنُوْا - ایمان لائے ہو	اتَّقُوْا - ڈرو
اللّٰهَ - اللہ سے	وَكُوْنُوْا - اور ہو جاؤ	مَعَ - ساتھ	الصّٰدِقِيْنَ - سچے لوگوں کے
مَا كَانَ - نہیں ہے حق	لِاَهْلِ - مدینے	الْمَدِيْنَةِ - والوں کا	وَمَنْ - اور انکا جو
حَوْلَهُمْ - انکے ارد گرد ہیں	مِّنَ الْاَعْرَابِ - دیہاتیوں سے	اَنْ - یہ کہ وہ	يَّتَخَلَّفُوْا - پیچھے رہیں
عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ - اللہ کے رسول سے		وَلَا - اور	يَرْغَبُوْا - ترجیح دیں
بِاَنْفُسِهِمْ - اپنی جانوں کو	عَنْ نَّفْسِهٖ - اس کی جان سے	ذٰلِكَ - یہ	بِاَنَّهُمْ - اس لیے کہ
لَا يُصِيْبُهُمْ - نہیں پہنچتی انکو	ظَمَاٌ - پیاس	وَلَا - اور نہ	نَصَبٌ - تھکاوٹ
وَلَا - اور نہ	مَخْمَصَةٌ - بھوک	فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - اللہ کی راہ میں	
وَلَا - اور نہیں	يَطَـُٔوْنَ - قدم رکھتے	مَوْطِئًا - کسی جگہ پر	يَّغِيْظُ - تاکہ غضبناک کرے
الْكُفَّارَ - کافروں کو	وَلَا - اور نہیں	يَنَالُوْنَ - پاتے	مِنْ عَدُوٍّ - دشمن سے
نَّيْلًا - کچھ پانا	اِلَّا - مگر	كُتِبَ - لکھا جاتا ہے	لَهُمْ - ان کے لیے
بِهٖ - اس کے ساتھ	عَمَلٌ - عمل	صَالِحٌ - نیک	اِنَّ اللّٰهَ - بے شک اللہ
لَا يُضِيْعُ - نہیں ضائع کرتا	اَجْرَ - اجر	الْمُحْسِنِيْنَ - نیکوں کا	وَلَا - اور نہیں
يُنْفِقُوْنَ - خرچ کرتے	نَفَقَةً - کوئی خرچ	صَغِيْرَةً - چھوٹا	وَلَا - اور نہ
كَبِيْرَةً - بڑا	وَلَا - اور نہیں	يَقْطَعُوْنَ - قطع کرتے	وَادِيًا - کوئی نالا
اِلَّا - مگر	كُتِبَ - لکھا جاتا ہے	لَهُمْ - ان کے لیے	لِيَجْزِيَهُمُ - تاکہ بدلہ دے انکو
اللّٰهُ - اللہ	اَحْسَنَ - اچھا	مَا كَانُوْا - اس کا کہ تھے وہ	يَعْمَلُوْنَ - عمل کرتے
وَمَا - اور نہیں	كَانَ - ہیں	الْمُؤْمِنُوْنَ - مومن	لِيَنْفِرُوْا - کہ نکل جائیں
كَآفَّةً - سب کے سب	فَلَوْلَا - پھر کیوں نہ	نَفَرَ - نکلا	مِنْ كُلِّ - ہر ایک
فِرْقَةٍ - فرقہ سے	مِّنْهُمْ - ان میں سے	طَآئِفَةٌ - ایک جماعت	لِّيَتَفَقَّهُوْا - تاکہ سمجھ حاصل کریں
فِي الدِّيْنِ - دین میں	وَلِيُنْذِرُوْا - اور تاکہ ڈرائیں	قَوْمَهُمْ - اپنی قوم کو	اِذَا - جب
رَجَعُوْا - وہ لوٹیں	اِلَيْهِمْ - ان کی طرف	لَعَلَّهُمْ - تاکہ وہ	يَحْذَرُوْنَ - بچیں

مختصر تفسیر اردو رکوع پندرہ سورۂ توبہ پ ۱۱

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

اس سے مراد وہ صادق الایمان مخلص ہیں جو بارگاہ رسالت میں باخلاص تام و بہ ایقان تمام حاضر ہونے والے ہیں۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ سے مراد صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم ہیں۔

ابن جریر فرماتے ہیں کہ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے وہ تمام مسلمان مراد ہیں جن کی نیتیں ثابت رہیں جن کے قلب و اعمال مستقیم رہے اور وہ باخلاص تام غزوۂ تبوک میں حاضر ہوئے۔ اور سربکف جانبازی میں پیش پیش رہے۔ ساعتِ عسرۃ کو بخندہ پیشانی گذارا۔

اس سے اجماع امت کی اصل بھی نکلتی ہے کہ قرآن کریم صادقین قدیم کی معیت میں ان کے افعال واقوال کو واجب العمل فرما رہا ہے اور یہی اجماع کی تعریف ہے کہ صحابہ و تابعین جس امر پر مجتمع ہو جائیں وہی اجماع ہے۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں تفصیل سے اس مضمون کی تائید فرما رہے ہیں۔ حیث قال۔

وَالْخِطَابُ قِیْلَ لِمَنْ اٰمَنَ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ۔

وَرُوِیَ ذَالِکَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَیَکُوْنُ الْمُرَادُ بِالصَّادِقِیْنَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا فِیْ اِیْمَانِہِمْ وَمُعَاھَدَتِہِمُ اللّٰہَ تَعَالٰی وَرَسُوْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الطَّاعَۃِ۔

وَجَوَّزَ اَنْ یَّکُوْنَ عَامًّا لَّھُمْ وَلِغَیْرِھِمْ فَیَکُوْنُ الْمُرَادُ بِالصَّادِقِیْنَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا فِی الدِّیْنِ قَوْلًا وَّعَمَلًا۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ جَرِیْرٍ عَنْ نَّافِعٍ اِنَّ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا۔

وَالْمُرَادُ بِالصَّادِقِیْنَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ وَبِذَالِکَ فَسَّرَہُ ابْنُ عُمَرَ کَمَا اَخْرَجَہٗ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَغَیْرُہٗ۔

وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ اِنَّ الْمُرَادَ کُوْنُوْا مَعَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ عَسَاکِرٍ عَنِ الضَّحَّاکِ کَذَالِکَ

وَاَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنُ عَسَاکِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ اِنَّ الْمُرَادَ کُوْنُوْا مَعَ عَلِیٍّ

كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ۔

وَفِي الْاٰيَةِ مَا لَا يَخْفٰى مِنْ مَّدْحِ الصِّدْقِ وَاسْتَدَلَّ بِهَا كَمَا قَالَ الْجَلَالُ السُّيُوْطِيُّ مَنْ لَّمْ يُجِزِ الْكِذْبَ فِيْ مَوْضِعٍ مِّنَ الْمَوَاضِعِ لَا تَصْرِيْحًا وَّلَا تَعْرِيْضًا۔

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ میں مدح صدق ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی اس آیت سے استدلال فرماکر کہتے ہیں کہ صادقین سے مراد وہ ہے جو جھوٹ کو کسی طرح جائز نہ رکھے نہ تصریحاً نہ تعریضاً۔

ابن ابی شیبہ اور احمد اسماء بنت یزید سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا ہے كُلُّ الْكِذْبِ يُكْتَبُ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا رَجُلٌ كَذَبَ فِيْ خَدِيْعَةِ حَرْبٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ اَوْ رَجُلٌ يُحَدِّثُ امْرَأَتَهٗ لِيُرْضِيَهَا۔

ہر جھوٹ انسان پر لکھا جاتا ہے مگر لڑائی میں یا دو آدمیوں میں صلح کرانے کو یا اپنی بیوی کو خوش کرنے کو۔

" مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ نہیں زیبا اہل مدینہ اور ان کے گرد دیہات والوں کو یہ کہ پیچھے رہ جائیں رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم کے) اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان عزیز سمجھیں یہ اس لیے کہ نہیں پہنچتی انھیں پیاس اور نہ تکلیف اور نہ بھوک مضطر کرنے والی اللہ کی راہ میں اور نہیں قدم رکھتے کسی ایسی جگہ جہاں غضب ناک ہوں کافر اور نہیں بگاڑتے کسی دشمن کا کچھ مگر لکھا جاتا ہے ان کے لیے اس کے بدلے نیک عمل بے شک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔"

آیۂ کریمہ میں اہل مدینہ سے مدینہ طیبہ کے رہنے والے مراد ہیں خواہ مہاجر ہوں یا انصار اور اعراب سے مراد مدینہ کے حوالی میں جو دیہاتی ہیں اور متخلف عن رسول اللہ سے مراد قبیلہ مزینہ اور جہینہ اور اشجع اور غفار اور اسلم وغیرہ مراد ہیں جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں جانے سے محض آرام طلبی کی بنا پر رہ گئے تھے انہیں فرمایا گیا کہ اپنی جانیں حضور کی جان پاک کے مقابلہ میں محبوب رکھتے ہیں حالانکہ انہیں حکم یہ تھا کہ شدت و تکلیف میں حضور کا ساتھ نہ چھوڑیں اور سختی کے موقعہ پر حضور کے حضور اپنی جانیں فدا کریں اور حضور کے حکم سے سر مو سرتابی نہ کریں تو اس میں پیاس یا کوئی تکلیف یا اضطراری بھوک اللہ کی راہ میں تمہیں نہیں پہنچے گی مگر اس کے بدلے تمہارے نامۂ عمل میں نیکیاں لکھی جائیں گی اور کفار کی زمین کو اپنے گھوڑوں سے کسی جگہ تم نہیں روندتے مگر یہ بھی موجب اجر ہے اور دشمن سے جو کچھ حاصل کرو خواہ قتل کرکے یا قید کرکے وہ بھی ثواب میں لکھا جاتا ہے اور وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا کے معنی ہیں اَيْ شَيْئًا مِّنَ الْاَخْذِ كَالْقَتْلِ وَالْاَسْرِ وَالْهَزِيْمَةِ اور نَيْلًا اصل میں نَالَ يَنُوْلُ تھا تو واو کو یٰ سے بدلا ہے خلاف قیاس اس کے معنی ماخوذ کے ہی ہو سکتے ہیں یعنی لَا يَنَالُوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَشْيَاءِ اس پر حکم فرمایا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ یعنی ثواب ذٰلِكَ۔

ظَمَأٌ: اَیْ شَیْءٌ مِّنَ الْعَطَشِ ۔ پیاس

نَصَبٌ: اَیْ تَعَبٌ ۔ تکلیف

مَخْمَصَةٌ: اَیْ مَجَاعَةٌ ۔ بھوک

یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا ۔ بِحَوَافِرِ الْخَیْلِ ۔ گھوڑوں کے سموں سے زمین کھوندنا۔

آگے ارشاد ہے۔

"وَلَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِیْرَةً اور نہیں خرچ کرتے خرچ چھوٹا اور نہ بڑا وَلَوْ تَمْرَةً وَعِلَاقَةَ سَوْطٍ وَّ لَا کَبِیْرَةً نہ بڑا یعنے زیادہ جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جیش عسرۃ میں خرچ کیا وَلَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا اَیْ وَ لَا یَتَجَاوَزُوْنَ فِیْ سَیْرِهِمْ لِغَزْوٍ اور نہیں قطع کرتے یعنی اپنی روانگی میں غزا کے اندر تم متجاوز نہیں ہوتے مگر وہ بھی لکھا جاتا ہے اِلَّا کُتِبَ لَهُمْ تاکہ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ٥ تاکہ اللہ ان سب کے اچھے کاموں کا انہیں صلہ دے۔

وَادِی اصل میں وَدٰی کا اسم فاعل ہے فَهُوَ بِمَعْنَى السَّیْلِ نَفْسِهٖ ثُمَّ شَاعَ فِیْ مَحَلِّهٖ وَهُوَ الْمُنْفَرِجُ مِنَ الْجِبَالِ وَالْاٰکَامِ وَالَّتِیْ یَسِیْلُ فِیْهَا الْمَاءُ ثُمَّ صَارَ حَقِیْقَةً فِیْ مُطْلَقِ الْاَرْضِ ۔ یعنی وادی پہاڑ ٹیلے اور مطلق زمین سب پر استعمال ہوتا ہے ۔ آگے ارشاد ہے۔

طریقۂ تبلیغ کا بیان

وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ الخ

"اور نہیں مسلمانوں پر عام حکم کہ سب کے سب نکلیں" اور اپنے گھر یک دم خالی کردیں" تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو احکام کے ذریعہ ڈرسنائیں تاکہ وہ (برے کاموں سے) بچیں"۔

یعنی علم دین حاصل کرنے اور جہاد میں جانے کے وقت سب کے سب نہ نکلیں بلکہ کچھ گھروں میں رہیں اور کچھ تفقہ فی الدین اور احکام کی سمجھ حاصل کریں تاکہ اپنی اپنی قوم کو ان کی جماعت احکام سنا کر برے کاموں سے بچنے کی تلقین و تعلیم کرے۔

حضرت حجۃ الاسلام غزالی نے فقہ کی یہ تعریف کی ہے۔

کَانَ اِسْمُ الْفِقْهِ فِی الْعَصْرِ الْاَوَّلِ اِسْمًا لِعِلْمِ الْاٰخِرَةِ وَمَعْرِفَةِ دَقَائِقِ اٰفَاتِ النُّفُوْسِ وَمُفْسِدَاتِ

الْاَعْمَالِ وَقُوَّةِ الْاِحَاطَةِ بِحَقَارَةِ الدُّنْيَا وَشِدَّةِ التَّطَلُّعِ اِلَى الْغَمِّ الْاٰخِرَةِ وَاسْتِيْلَاءِ الْخَوْفِ عَلَى الْقَلْبِ وَتَدُلُّ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَمَا بِهِ الْاِنْذَارُ وَالتَّخْوِيْفُ هُوَ الْفِقْهُ . دُوْنَ تَعْرِيْفِ الطَّلَاقِ وَاللِّعَانِ وَالسَّلَمِ وَالْاِجَارَاتِ (روح المعانی)

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قبائل عرب میں سے ہر ہر قبیلہ سے جماعتیں سید اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوتیں اور دین کے مسائل معلوم کرنے اور تفقہ حاصل کرنے میں کوشش کرتیں۔ حضور انہیں خدا اور رسول کی فرمانبرداری کا حکم دیتے اور نماز وزکوٰۃ وغیرہ کی تعلیم کے لیے ان میں سے ان کی قوم پر مامور فرماتے۔ جب وہ لوگ اپنی قوم میں جاتے تو اعلان کر دیتے جو اسلام لائے وہ ہم میں سے ہے۔ اور اپنی قوم کو خدا کا خوف دلاتے اور مخالفت دین سے منع کرتے حتیٰ کہ لوگ دینی معاملات میں مخالفت کرنے والے والدین تک کو چھوڑ دیتے (خازن)

اس سے چند مسائل مستنبط ہوئے۔

(۱) علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(۲) طلب علم کے لیے سفر کا حکم حدیث شریف سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا جو طلب علم کے لیے راہ چلے اللہ اس کے لیے جنت کی راہ آسان فرماتا ہے (ترمذی)

(۳) فقہ دین میں اعلیٰ ترین علم ہے حدیث میں ہے مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ وَاللّٰهُ الْمُعْطِیْ وَاَنَا الْقَاسِمُ (بخاری ومسلم) فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ (ترمذی)

فقہ کی جامع تعریف یہ ہے کہ احکام دین میں خوف الٰہی کے ماتحت سمجھ حاصل کرنے کا نام تفقہ ہے اور جو سیکھا وہ فقہ ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع ۱۶ سورۃ توبہ پ ۱۱

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

اے ایمان والو! جہاد کرو ان سے جو تمہارے قریب کے کافر ہیں اور لازمی طور پر وہ تم میں سختی پائیں۔ اور جان لو کہ بے شک اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ

اور جب اترتی ہے کوئی سورۃ تو ان میں سے وہ ہیں جو

اَیُّکُمْ زَادَتْہُ ھٰذِہٖۤ اِیْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۝

کہتے ہیں کون ہے تم میں جسے زیادہ ایمان ملا تو وہ جو ایمان لائے ان کے ایمان کو اس نے ترقی دی اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْھُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِھِمْ وَمَاتُوْا وَھُمْ کٰفِرُوْنَ ۝

اور وہ جن کے دلوں میں آزار ہے انہیں زیادہ کی ان کی پلیدی پر پلیدی اور وہ کفر پر ہی مر گئے۔

اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ۝

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائے جاتے ہیں ہر سال میں ایک بار یا دو بار پھر بھی تو بہ نہیں کرتے اور نہ وہ مانتے ہیں۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ نَّظَرَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ ھَلْ یَرٰىکُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ ۝

اور جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو دیکھتے ہیں ایک دوسرے کو کیا کوئی دیکھتا ہے تمہیں پھر پلٹ جاتے ہیں اللہ نے پلٹ دیے ان کے دل اس لیے کہ وہ بے سمجھ ہیں۔

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے وہ رسول جو تم ہی میں سے ہیں گراں ہے ان پر تمہاری مشقت میں پڑنا بہت حرص کرنے والے تمہاری بھلائی کے مسلمانوں پر کمال مہربان رحم فرمانے والے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ ۖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝

تو اگر وہ منہ پھیریں تو فرما دیجئے مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ میرا اسی پر بھروسہ ہے اور وہ رب عرش عظیم ہے۔

حلّ لغات رکوع سولہ سورۃ توبہ پ ۱۱

یٰاَیُّھَا۔ اے	اَلَّذِیْنَ۔ لوگو جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	قَاتِلُوْا۔ لڑو
اَلَّذِیْنَ۔ ان سے جو	یَلُوْنَکُمْ۔ تمہارے قریب ہیں	مِنَ الْکُفَّارِ۔ کافروں میں سے	وَلْیَجِدُوْا۔ اور چاہئے کہ پائیں وہ
فِیْکُمْ۔ تم میں	غِلْظَۃً۔ سختی	وَاعْلَمُوْا۔ اور جان لو	اَنَّ اللّٰہَ۔ بیشک اللہ
مَعَ۔ ساتھ ہے	الْمُتَّقِیْنَ۔ پرہیزگاروں کے	وَاِذَا مَا۔ اور جب	اُنْزِلَتْ۔ اتاری جاتی ہے

سُوْرَۃٌ۔ کوئی سورۃ | فَمِنْهُمْ۔ تو ان میں سے | مَنْ يَّقُوْلُ۔ وہ ہے جو کہتا ہے | اَيُّكُمْ۔ تم میں سے کس کو
زَادَتْهُ۔ زیادہ کیا | هٰذِهٖٓ۔ اس نے | اِيْمَانًا۔ ایمان | فَاَمَّا۔ پھر
الَّذِيْنَ۔ وہ جو | اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے | فَزَادَتْهُمْ۔ زیادہ کیا انکو | اِيْمَانًا۔ ایمان میں
وَّهُمْ۔ اور وہ | يَسْتَبْشِرُوْنَ۔ خوش ہیں | وَاَمَّا۔ اور پھر | الَّذِيْنَ۔ وہ جنکے
فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ دلوں میں | مَّرَضٌ۔ بیماری ہے | فَزَادَتْهُمْ۔ زیادہ کی ان کو | رِجْسًا۔ گندگی
اِلٰى رِجْسِهِمْ۔ ان کی گندگی میں | وَمَاتُوْا۔ اور مرے | وَّهُمْ۔ اور وہ | كٰفِرُوْنَ۔ کافر تھے
اَوَلَا۔ کیا نہیں | يَرَوْنَ۔ دیکھتے | اَنَّهُمْ۔ کہ وہ | يُفْتَنُوْنَ۔ آزمائے جاتے ہیں
فِيْ كُلِّ۔ ہر ایک | عَامٍ۔ سال میں | مَّرَّةً۔ ایک دفعہ | اَوْ مَرَّتَيْنِ۔ یا دو دفعہ
ثُمَّ لَا۔ پھر نہیں | يَتُوْبُوْنَ۔ توبہ کرتے | وَلَا هُمْ۔ اور نہ وہ | يَذَّكَّرُوْنَ۔ نصیحت پکڑتے ہیں
وَاِذَا مَآ۔ اور جب بھی | اُنْزِلَتْ۔ اتاری جاتی ہے | سُوْرَةٌ۔ کوئی سورۃ | نَظَرَ۔ دیکھتا ہے
بَعْضُهُمْ۔ بعض ان کا | اِلٰى بَعْضٍ۔ طرف بعض کی | هَلْ۔ کیا | يَرٰىكُمْ۔ دیکھتا ہے تمہیں
مِّنْ اَحَدٍ۔ کوئی | ثُمَّ۔ پھر | انْصَرَفُوْا۔ پھر جاتے ہیں | صَرَفَ۔ پھیر دیے
اللّٰهُ۔ اللہ نے | قُلُوْبَهُمْ۔ ان کے دل | بِاَنَّهُمْ۔ اس لیے کہ وہ | قَوْمٌ۔ قوم ہیں
لَا يَفْقَهُوْنَ۔ بے سمجھ | لَقَدْ۔ بے شک | جَآءَكُمْ۔ آیا تمہارے پاس | رَسُوْلٌ۔ رسول
مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ تمہاری جانوں سے | عَزِيْزٌ۔ گراں ہے | عَلَيْهِ۔ اس پر
مَا عَنِتُّمْ۔ جو تکلیف پاؤ تم | حَرِيْصٌ۔ حرص رکھنے والا | عَلَيْكُمْ۔ تم پر | بِالْمُؤْمِنِيْنَ۔ مومنوں پر
رَءُوْفٌ۔ مہربان | رَّحِيْمٌ۔ رحم کرنے والا | فَاِنْ۔ پھر اگر | تَوَلَّوْا۔ وہ پھر جائیں
فَقُلْ۔ تو کہہ | حَسْبِيَ۔ کافی ہے مجھے | اللّٰهُ۔ اللہ | لَآ اِلٰهَ۔ نہیں کوئی معبود
اِلَّا هُوَ۔ مگر وہی | عَلَيْهِ۔ اسی پر | تَوَكَّلْتُ۔ میں نے بھروسہ کیا | وَهُوَ۔ اور وہ
رَبُّ۔ رب ہے | الْعَرْشِ۔ عرش | الْعَظِيْمِ۔ بڑے کا۔

مختصر تفسیر اردو رکوع سولہ سورۂ توبہ پ ۱۱

"اے ایمان والو! جہاد کرو ان سے جو تمہارے قریب ہیں کافر اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے"۔

اس آیۂ کریمہ میں جہاد کا فرض سے واجب فرمایا گیا اور یَلُوْنَكُمْ یعنے قریب والوں سے یہ قید اتفاقی ہے

اس کا مفہوم عام ہے قریب والے ہوں یا بعید والے سب سے جہاد واجب ہے البتہ قریب والوں سے اصولاً جہاد مقدم ہے اس کے بعد جو قریب ہوں۔ درجۂ تقرب ملحوظ رکھ کر ہر کافر سے جہاد واجب ہے۔

اور پرہیزگاروں سے اللہ کا قرب بایں معنی ہے کہ وہ متقیوں کو کفار پر غلبہ دیتا ہے اور انہیں نصرت عطا فرماتا ہے اور قرب و بُعد کا اطلاق وَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ سے واضح ہے۔

اور بعض نے فرمایا اَلْمُرَادُ قَاتِلُوا الْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ حَتّٰى تَصِلُوْا اِلَى الْاَبْعَدِ فَالْاَبْعَدِ وَبِذٰلِكَ يَحْصُلُ الْغَرَضُ مِنْ قِتَالِ الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً فَهٰذَا اِرْشَادٌ اِلٰى طَرِيْقِ تَحْصِيْلِهٖ عَلَى الْوَجْهِ الْاَصْلَحِ وَمِنْ هٰهُنَا قَاتَلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلًا قَوْمَهٗ ثُمَّ انْتَقَلَ اِلٰى قِتَالِ سَائِرِ الْعَرَبِ ثُمَّ اِلٰى قِتَالِ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ وَخَيْبَرَ وَاَحْزَابِهِمْ ثُمَّ اِلٰى قِتَالِ الرُّوْمِ فَبَدَاَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِقِتَالِ الْاَقْرَبِ فَالْاَقْرَبِ وَجَرٰى اَصْحَابُهٗ عَلٰى سُنَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَنْ وَصَلَ سَرَايَاهُمْ وَجُيُوْشُهُمْ اِلٰى مَا شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى (روح المعانی)

قتل اقرب سے مراد یہ ہے جو پہلے قریب ہو پھر جو قریب ہو یہاں تک کہ ہر بعید سے بعید قریب سے قریب ہوگا اور اس ذریعہ سے مقصد جہاد بالمشرکین جو ہے وہ حاصل ہو جائے گا یعنی اعلاء کلمۃ الحق وزہوق باطل اور یہی بہترین صلاحیت کا پہلو ہے اور اسی وجہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم سے مقاتلہ کیا پھر یہ قتال وجہاد تمام عرب میں منتقل ہوا پھر قریظہ، نضیر اور خیبر اور ان کے ارد گرد پہنچا پھر قتال روم تک نوبت آئی۔ تو حضور نے جہاد کی ابتداء اقرب سے کرتے ہوئے ہر ابعد کو قریب فرمایا یہی طریقہ صحابہ کرام کا سنت مصطفی کے مطابق رہا یہاں تک کہ اسلامی لشکر وہاں تک پہنچا جہاں تک اللہ نے چاہا۔

اور وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً یعنی چاہیئے کہ کافر تم میں سختی پائیں۔

اس کے متعلق ابن عباس فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ مِنَ الشِّدَّةِ مَا يَشْمَلُ الْجُرْاَةَ وَالصَّبْرَ عَلَى الْقِتَالِ وَالْعُنْفَ فِي الْقَتْلِ وَالْاَسْرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ۔ شدت سے مراد جرأت اور صبر قتال میں اور سختی مقاتلہ اور قید وغیرہ میں ہے۔

"وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اور جب کوئی سورۃ اترتی ہے تو ان میں کوئی کہنے لگتا ہے کہ اس نے تم میں سے کس کے ایمان کو ترقی دی"۔

یعنی جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو ان میں سے یعنی منافقین میں سے کوئی کہنے لگا بطریق استہزاء اپنے ساتھیوں سے تاکہ وہ نفاق میں مضبوط ہوں اور مسلمانوں پر ایسا اثر ڈالیں کہ اسلام سے رک کر ان کی راہ پر آجائیں تو اس کا جواب اس طرح ارشاد ہوا۔

"فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا تو وہ جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان کو اس نے ترقی دی اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں اور وہ جن کے دلوں میں مرض نفاق ہے انہیں ان کی گندہ خیالی پر اور گندگی بڑھائی۔"
یعنی جو ان پر نازل ہوا تھا اس کے انکار کے وبال میں گرفتار تھے اب جو اور نازل ہوا اس کے انکار کی وجہ سے مزید وبال میں مبتلا ہیں۔

"اور وہ کفر پر ہی مر گئے کیا انہیں نظر نہیں آتا کہ وہ آزمائے جاتے ہیں ہر سال ایک یا دو بار پھر نہ توبہ ہی کرتے ہیں نہ نصیحت مانتے ہیں"
یعنی کیا منافق اندھے ہیں کہ ہر سال ایک یا دو بار امراض و شدائد اور قحط میں مبتلا ہوتے ہیں پھر بھی توبہ نہیں کرتے۔

"اور جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو دیکھتا ہے بعض ان کا بعض کی طرف اور آنکھوں کے اشارہ سے بھاگ نکلنا چاہتے ہیں" (اور آپس میں کہتے ہیں) کیا تمہیں کوئی دیکھتا تو نہیں پھر پلٹ جاتے ہیں پلٹ دیئے اللہ نے ان کے دل اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں"۔
اگر کسی کو دیکھتے ہیں کہ وہ انہیں دیکھ رہا ہے تو بیٹھ جاتے ہیں ورنہ نکل کر بھاگ جاتے ہیں اپنے کفر کی طرف اس وجہ سے کہ انہیں اپنے نفع و ضرر کی کچھ سمجھ نہیں۔

"بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول"۔
جن کا نام نامی اسم گرامی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے جو قریشی، عربی، مدنی ہیں جن کے حسب و نسب کو تم خوب جانتے ہو اور سمجھتے ہو کہ وہ تم سے سب میں عالی نسب والا حسب ہیں اور تم ان کی صداقت و امانت زہد و تقوی، تقدیس و طہارت اور حسن اخلاق کے قائل ہو۔
ایک قراءت میں اَنْفَسِكُمْ بفتح فا بھی ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں تم میں سب سے نفیس اور اشرف و افضل۔

اس آیۂ کریمہ میں حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رونق افروزی اور آپ کے حسب مبارک کا بیان ہے۔ ترمذی میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ولادت کا بیان قیام فرما کر سنایا۔ چنانچہ آلوسی نقل فرماتے ہیں۔
اَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ وَالنَّسَائِيُّ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ بَلَغَهُ بَعْضُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ مَنْ اَنَا قَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِ خَلْقِهٖ وَجَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِ فِرْقَتِهٖ وَجَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً وَجَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا وَاَنَا خَيْرُكُمْ بَيْتًا وَخَيْرُكُمْ نَفْسًا۔

وَاَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّلَائِلِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ۔

وَاَخْرَجَ مُسْلِمٌ وَغَيْرُهٗ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِيْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ۔

وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَيْنِ اِلَّا جَعَلَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ خَيْرِهِمَا فَاُخْرِجْتُ مِنْ بَيْنِ اَبَوَيَّ فَلَمْ يُصِبْنِيْ شَيْءٌ مِنْ عَهْدِ الْجَاهِلِيَّةِ وَخَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ اَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِّنْ لَّدُنْ اٰدَمَ حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلٰى اَبِيْ وَاُمِّيْ فَاَنَا خَيْرُكُمْ نَفْسًا وَّخَيْرُكُمْ اَبًا (روح المعانی)

"عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ۔ جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت درجہ حریص۔ مومنین پر کمال رافت و مہربانی فرمانے والے تو اگر وہ منہ پھیریں تو فرما دیجئے کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔"

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب لبیب جناب مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے دو اسم مبارک عطا فرما کر مشرف کیا اور رؤف و رحیم کہہ کر بتایا کہ میں کائنات پر رؤف و رحیم ہوں تو میرا حبیب مومنین کے لیے رؤف و رحیم ہے۔

آلوسی فرماتے ہیں۔ قَدَّمَ الْاَبْلَغَ مِنْهُمَا وَهُوَ الرَّاْفَةُ الَّتِيْ هِيَ عِبَارَةٌ عَنْ شِدَّةِ الرَّحْمَةِ رِعَايَةً لِلْفَوَاصِلِ وَهُوَ اَمْرٌ مَرْعِيٌّ فِي الْقُرْاٰنِ وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى مَا اشْتُهِرَ بِهِ الرَّاْفَةُ وَقِيْلَ اِنَّ الرَّاْفَةَ الشَّفَقَةُ وَالرَّحْمَةُ الْاِحْسَانُ وَكَاَنَّ الرَّاْفَةَ عَلٰى هٰذَا مَاْخُوْذَةٌ مِنْ رَفْوِ الثَّوْبِ لِاِصْلَاحِ شَقِّهٖ فَيَكُوْنُ فِيْ وَصْفِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا ذُكِرَ وَصْفٌ لَهٗ بِدَفْعِ الضَّرَرِ عَنْهُمْ وَجَلْبِ الْمَصْلَحَةِ لَهُمْ وَلَمْ يَجْمَعْ هٰذَانِ الْاِسْمَانِ لِغَيْرِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَزَعَمَ بَعْضُهُمْ اَنَّ الْمُرَادَ رَؤُفٌ بِالْمُطِيْعِيْنَ مِنْهُمْ

رَحِيْمٌ بِالْمُذْنِبِيْنَ وَقِيْلَ رَؤُفٌ بِاَقْرِبَائِهٖ رَحِيْمٌ بِاَوْلِيَائِهٖ (روح المعانی)

عرش عظیم وہ ہے کہ لَا يَعْلَمُ مِقْدَارَ عَظْمَتِهٖ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى۔

وَفِي الْخَبَرِ اِنَّ الْاَرْضَ بِالنِّسْبَةِ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كَحَلْقَةٍ فِيْ فَلَاةٍ وَكَذَا السَّمَاءُ الدُّنْيَا بِالنِّسْبَةِ اِلَى السَّمَاءِ الَّتِيْ فَوْقَهَا وَهٰكَذَا اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ وَهِيَ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْكُرْسِيِّ كَحَلْقَةٍ فِيْ فَلَاةٍ وَهُوَ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْعَرْشِ كَذَالِكَ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ لَا يُقَدِّرُ قَدْرَهٗ اَحَدٌ۔

وَقَدْ اَخْرَجَ اَبُوْدَاؤُدَ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ مَوْقُوْفًا وَابْنُ السُّنِّيِّ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِيْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ سَبْعَ مَرَّاتٍ كَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا اَهَمَّهٗ مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

جو شخص صبح و شام سات مرتبہ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ آخر تک پڑھ لیا کرے تو دین و دنیا کے مہمات میں اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ النَّجَّارِ فِيْ تَارِيْخِهٖ عَنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ سَبْعَ مَرَّاتٍ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَخْ لَمْ يُصِبْهُ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ وَلَا تِلْكَ اللَّيْلَةِ كَرْبٌ وَلَا نَكْبٌ وَلَا غَرَقٌ

ابوالشیخ محمد بن کعب سے راوی ہیں کہ میں ایک سریّہ کے ساتھ ارض روم میں گیا تو ایک شخص گر گیا اور اس کی ران ٹوٹ گئی تو اسے اٹھا کر نہ لے جاسکے تو لوگوں نے اس کی سواری اس کے پاس باندھ دی اور تھوڑا سا پانی اور کھانا رکھ کر چل دیے۔ جب لوگ چلے گئے تو کسی آنے والے نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا میری ران کی ہڈی ٹوٹ گئی تو میرے ساتھی مجھے چھوڑ کر چلے گئے تو اسے اس نے کہا جہاں تکلیف ہے وہاں ہاتھ رکھ کر فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ آخر تک پڑھتا رہ۔ اس نے ایسا ہی کیا وہ صحیح و سلامت ہو گیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے آملا۔

آلوسی فرماتے ہیں یہ آیت سالہا سال سے میرے ورد میں ہے۔

آخر میں فرمایا اگر منافقین و مشرکین ایمان لانے سے اعراض کریں اور انحراف برتیں تو آپ غضب ناک ہو کر فرمادیں کہ میرے لیے میرا رب کافی ہے جو رب عرش عظیم ہے۔

اَلْمَنْزِلُ الثَّالِثُ

سُوْرَۃُ یُوْنُسَ

سورۂ یونس مکی ہے اس میں گیارہ رکوع اور ایک سو نو آیتیں ہیں ایک ہزار آٹھ سو بتیس کلمے اور نو ہزار ننانوے حروف ہیں۔

اس میں تین آیتیں فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَكٍّ سے مکی ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۂ یونس پ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ۝

یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ۝

کیا تعجب ہے لوگوں کو اس کا کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کو وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈر سناؤ اور خوشخبری دو انہیں جو ایمان لائے کہ ان کے لیے سچ کا مقام ہے ان کے رب کے پاس کافر بولے یہ تو جادو ہے کھلا کھلا۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

بے شک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمان و زمین بنائے چھ دن میں پھر عرش پر استوٰی فرمایا۔ تدبیر فرماتا ہے کام کی نہیں کوئی سفارشی مگر اس کی اجازت کے بعد۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے تو اسی کو پوجو کیا تم نہیں مانتے۔

اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا

اسی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے وعدہ اللہ کا سچ ہے بے شک وہ ابتداء خلق فرماتا ہے پھر لوٹنا بھی بنائے گا تاکہ بدلہ دے انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے انصاف سے اور وہ جو کافر ہوئے ان کے لیے پینے کو کھولتا پانی

كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝
اور دردناک عذاب ہے بدلہ ان کے کفر کا۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝
وہ وہ ذات ہے جس نے بنایا سورج جگمگاتا اور چاند چمکتا اور مقرر کیں اس کے لیے منزلیں تاکہ جانو تم برسوں کی گنتی اور حساب نہیں بنایا اللہ نے یہ مگر حق۔ مفصل بیان کرتا ہے نشانیاں علم والوں کے لیے۔

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝
بے شک اختلاف لیل و نہار اور جو کچھ اللہ نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین میں یقینا نشانیاں ہیں پرہیزگاروں کے لیے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝
بے شک وہ جو نہیں امید رکھتے ہمارے ملنے کی اور راضی ہوئے دنیا کی زندگی میں اور اس پر مطمئن ہیں اور وہ جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝
یہ وہ ہیں کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے بدلہ ان کے کسب کا

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝
تحقیق وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہدایت دے گا ان کا رب ایمان کے سبب ان کے نیچے نہریں رواں ہیں نعمت کے باغوں ہیں۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اللہ تجھے پاکی ہے اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ حمد اللہ کو ہے جو رب ہے سارے جہان کا۔

حل لغات رکوع اول سورۂ یونس پ ۱۱

الٓرٰ	تِلْكَ۔ یہ	اٰيٰتُ۔ آیتیں ہیں	الْكِتٰبِ۔ کتاب
الْحَكِيْمِ حکمت والی کی	اَكَانَ۔ کیا ہے	لِلنَّاسِ۔ لوگوں کو	عَجَبًا۔ تعجب
اَنْ۔ یہ کہ	اَوْحَيْنَا۔ وحی کی ہم نے	اِلٰى رَجُلٍ۔ ایک آدمی کی طرف	مِّنْهُمْ۔ ان میں سے
اَنْ۔ یہ کہ	اَنْذِرِ۔ ڈرا	النَّاسَ۔ لوگوں کو	وَبَشِّرِ۔ اور خوشخبری سنا

الَّذِيْنَ۔ ان کو جو | اٰمَنُوْٓا۔ ایمان لائے کہ | اَنَّ۔ بے شک | لَهُمْ۔ ان کے لیے
قَدَمَ۔ قدم | صِدْقٍ۔ سچا | عِنْدَ۔ نزدیک | رَبِّهِمْ۔ ان کے رب کے
قَالَ۔ کہا | الْكٰفِرُوْنَ۔ کافروں نے | اِنَّ هٰذَا۔ بے شک یہ | لَسٰحِرٌ۔ یقیناً جادوگر ہے
مُّبِيْنٌ۔ کھلا کھلا | اِنَّ۔ بے شک | رَبَّكُمُ۔ تمہارا رب | اللّٰهُ۔ اللہ ہے
الَّذِيْ جس نے | خَلَقَ۔ پیدا کیا | السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں | وَالْاَرْضَ۔ اور زمین کو
فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ۔ چھ دنوں میں | ثُمَّ۔ پھر | اسْتَوٰى۔ استوی کیا
عَلَى۔ اوپر | الْعَرْشِ۔ عرش کے | يُدَبِّرُ۔ تدبیر کرتا ہے | الْاَمْرَ۔ کام کی
مَا مِنْ۔ نہیں کوئی | شَفِيْعٍ۔ سفارشی | اِلَّا۔ مگر | مِنْ بَعْدِ۔ بعد
اِذْنِهٖ۔ اس کی اجازت کے | ذٰلِكُمُ۔ یہ ہے | اللّٰهُ۔ اللہ | رَبُّكُمْ۔ تمہارا رب
فَاعْبُدُوْهُ۔ سو تم اس کی عبادت کرو | اَفَلَا۔ کیا نہیں | تَذَكَّرُوْنَ۔ نصیحت پکڑتے تم
اِلَيْهِ۔ اس کی طرف ہے | مَرْجِعُكُمْ۔ تمہارا لوٹنا | جَمِيْعًا۔ سب کا | وَعْدَ۔ وعدہ ہے
اللّٰهِ۔ اللہ کا | حَقًّا۔ سچا | اِنَّهٗ۔ بے شک وہ | يَبْدَؤُا۔ پہلی بار پیدا کرتا ہے
الْخَلْقَ۔ مخلوق کو | ثُمَّ۔ پھر | يُعِيْدُهٗ۔ لوٹائے گا اس کو | لِيَجْزِيَ۔ تاکہ بدلہ دے
الَّذِيْنَ۔ ان کو | اٰمَنُوْا جو ایمان لائے | وَعَمِلُوا۔ اور عمل کیے | الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے
بِالْقِسْطِ۔ انصاف سے | وَالَّذِيْنَ۔ اور وہ جو | كَفَرُوْا۔ کافر ہوئے | لَهُمْ۔ ان کے لیے
شَرَابٌ۔ پینا ہے | حَمِيْمٍ۔ گرم | وَعَذَابٌ۔ اور عذاب | اَلِيْمٌ۔ دردناک
بِمَا۔ بدلہ اس کا کہ | كَانُوْا تھے وہ | يَكْفُرُوْنَ۔ کفر کرتے | هُوَ۔ وہ اللہ
الَّذِيْ۔ وہ ہے جس نے | جَعَلَ۔ بنایا | الشَّمْسَ۔ سورج کو | ضِيَآءً۔ روشنی
وَالْقَمَرَ۔ اور چاند کو | نُوْرًا۔ نور | وَقَدَّرَهٗ۔ اور مقرر کیں اس کے لیے۔
مَنَازِلَ۔ منزلیں | لِتَعْلَمُوْا۔ تاکہ جانو تم | عَدَدَ۔ گنتی | السِّنِيْنَ۔ سالوں کی
وَالْحِسَابَ۔ اور حساب کرنا | مَا خَلَقَ۔ نہیں پیدا کیا | اللّٰهُ۔ اللہ نے
ذٰلِكَ۔ یہ | اِلَّا۔ مگر | بِالْحَقِّ۔ ساتھ حق کے | يُفَصِّلُ۔ کھول کر بیان کرتا ہے
الْاٰيٰتِ۔ آیتیں | لِقَوْمٍ۔ اس قوم کے لیے | يَعْلَمُوْنَ۔ جو جانتے ہیں | اِنَّ۔ بے شک
فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ۔ اختلاف رات | وَالنَّهَارِ۔ اور دن میں | وَمَا۔ اور جو
خَلَقَ۔ پیدا کیا | اللّٰهُ۔ اللہ نے | فِي السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں میں | وَالْاَرْضِ۔ اور زمین میں

لَاٰیٰتٍ۔ یقیناً نشان ہیں لِّقَوْمٍ۔ اس قوم کے لیے یَّتَّقُوْنَ۔ جو ڈرتے ہیں اِنَّ۔ بے شک
الَّذِیْنَ۔ وہ لوگ جو لَا یَرْجُوْنَ۔ نہیں امید رکھتے لِقَآءَنَا۔ ہماری ملاقات کی وَرَضُوْا۔ اور راضی ہو گئے
بِالْحَیٰوۃِ۔ زندگانی الدُّنْیَا۔ دنیا پر وَاطْمَاَنُّوْا۔ اور مطمئن ہوئے بِهَا۔ اس پر
وَالَّذِیْنَ۔ اور وہ هُمْ۔ کہ وہ عَنْ اٰیٰتِنَا۔ ہماری آیتوں سے غٰفِلُوْنَ۔ غافل ہیں
اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ مَاْوٰىهُمُ۔ ان کا ٹھکانہ النَّارُ۔ آگ ہے بِمَا۔ بدلہ اس کا
كَانُوْا۔ کہ تھے وہ یَكْسِبُوْنَ۔ کمائی کرتے اِنَّ۔ بے شک الَّذِیْنَ۔ وہ لوگ جو
اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے وَعَمِلُوا۔ اور عمل کیے الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے یَهْدِیْهِمْ۔ ہدایت دیگا انکو
رَبُّهُمْ۔ ان کا رب بِاِیْمَانِهِمْ۔ انکے ایمان کے سبب تَجْرِیْ۔ چلتی ہیں مِنْ تَحْتِهِمُ۔ ان کے نیچے
الْاَنْهٰرُ۔ نہریں فِیْ جَنّٰتِ۔ باغوں النَّعِیْمِ۔ نعمت والوں میں دَعْوٰىهُمْ۔ ان کی پکار
فِیْهَا۔ اس میں سُبْحٰنَكَ۔ پاک ہے تو اللّٰهُمَّ۔ اے اللہ وَتَحِیَّتُهُمْ۔ اور ان کا تحفہ
فِیْهَا۔ اس میں سَلٰمٌ۔ سلام ہے وَاٰخِرُ۔ اور آخری دَعْوٰىهُمْ۔ ان کی پکار
اَنِ۔ یہ کہ الْحَمْدُ۔ سب تعریف لِلّٰهِ۔ واسطے اللہ کے ہے رَبِّ۔ جو پالنے والا ہے
الْعٰلَمِیْنَ۔ سارے جہانوں کا۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۂ یونس پ۱۱

"الٓرٰ قف یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ کیا لوگوں کو تعجب ہوا اس کا کہ ہم نے وحی فرمائی ایک مرد کو ان میں سے کہ لوگوں کو ڈرسناؤ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے عند اقت کا مقام ہے ان کے رب کے پاس کافر بولے یقیناً یہ جادوگر ہے کھلا ہوا۔"

یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ اول تو اس سورۂ مبارکہ کا مکی ہونا باخبار مشہورہ ثابت ہے اور اس میں سے تین آیتوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

اول فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا یُوْحٰۤى دوسری اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ تیسری وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ۔ یہ تین آیتیں مدنی ہیں۔

اور علامہ سخاوی اور ابن الفرس کہتے ہیں کہ اول سے چالیس آیت تک مکی ہیں باقی مدنی۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ یہ سورہ مکی ہے اور ایک قول ہے کہ مدنی ہے۔

لیکن جمہور کے نزدیک پہلا قول صحیح ہے کہ اس میں تین آیتیں مدنی ہیں۔

اب الٓرٰ کی تحقیق حقیق یہ ہے کہ قرآن کریم میں جس قدر حروف مقطعات ہیں ان کا مفہوم اللہ جانتا ہے یا جس پر نازل ہوا وہ۔ لیکن معنی تاویلی بعض نے کیے جیسا کہ ہم سورہ بقرہ کے الٓمٓ میں بتا چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ مِنْ الٓرٰ عَلٰی مَا رُوِیَ جَمَاعَۃٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَا اللّٰہُ اَرٰی) الٓرٰ سے مراد ہے جسے ایک جماعت ابن عباس سے روایت کرتی ہے کہ اس کے معنی ہیں "میں اللہ ہوں اور دیکھنے والا ہوں"۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی اَنَّہَا بَعْضُ الرَّحْمٰنِ وَتَمَامُہٗ حٰمٓ وَنٓ۔ یہ رحمٰن کا کچھ حصہ یہاں ہے اور حٰمٓ اور نٓ پر اس نام پاک کو تمام کیا گیا۔

قتادہ کہتے ہیں کہ الٓرٰ اور حٰمٓ وغیرہ یہ سب اسماء قرآن ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اسماء الٰہیہ کے حروف معلوم ہیں حروف تہجی سے۔

اکثر اس طرف گئے ہیں کہ یہ اسماء سورت ہیں یعنی یہ فرمایا گیا ہے کہ اس سورۃ کا نام یہ ہے (روح المعانی)

آگے فرمایا۔ تِلْکَ یہ اسم اشارہ ہے یعنی یہ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ ۔ آیتیں ہیں کتاب حکمت والی کی۔ توصفت کتاب کریم بیان فرما کر اب مشرکین کے اس اعتراض کا جواب شروع ہے جو انہوں نے کیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالٰے اس سے برتر ہے کہ کسی بشر کو رسول بنائے اس پر ارشاد ہوا

" اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْہُمْ۔ کیا لوگوں کو (یعنی کافروں کو) تعجب ہے اس پر کہ ہم نے وحی کی ایک مرد کی طرف ان میں سے"۔

یہ حکایۃً بیان فرمایا اس لیے کہ اس سے پہلے بھی اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا اور لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِکَۃً۔ وغیرہ کہہ چکے تھے اور یہ تمام اعتراضات مادی ماحول کے ماتحت تھے وہ خیال کرتے تھے کہ جو رسول آئے وہ مالدار ہونا چاہیئے ورنہ باعتبار نسب تو حضور ان کے مشاہیر سے تھے۔ چنانچہ لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ۔ بھی کہہ چکے تھے۔

اور بعض روایتوں میں ہے کہ وہ کہتے تھے۔ اَلْعَجَبُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمْ یَجِدْ رَسُوْلًا یُّرْسِلُہٗ اِلَی النَّاسِ اِلَّا یَتِیْمَ اَبِیْ طَالِبٍ۔ تعجب ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اپنا رسول بنانے کے لیے کوئی نہ ملا مگر یتیم ابو طالب۔

اور یہ تعجب ان کی انتہاء جہل کی بنا پر تھا۔ چنانچہ اس کا جواب بھی اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقام پر دے دیا اور فرمایا قُلْ لَّوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَۃٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْہِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوْلًا تو اگر ملائکہ زمین پر ہوتے وہی یہاں بستے اور اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ان پر ملائکہ کو ہی رسول بنا کر بھیج

دیتے۔ لیکن چونکہ وہ اجسام نوری ہیں اور تم خاکی تو غیر جنس کے ساتھ تمہارا ربط ہونا ممکن نہ تھا اس لیے ہم نے رسول تمہیں ہیں سے بھیجا تاکہ تم مانوس ہو سکو۔

وَلَا رَيْبَ لِأَحَدٍ فِي أَنَّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَمُ الْمُعَلّٰى مِنْ ذَالِكَ بَلْ لَهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِيْهِ غَايَاتُ الْغَايَاتِ الْقَاصِيَةِ وَنِهَايَةُ النِّهَايَاتِ النَّائِيَةِ يَقُوْلُ رَائِيْهِ۔ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ ۔۔۔ وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ ۔۔۔ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

وَكَذَا يَقُوْلُ۔

وَلَوْ صَوَّرْتَ نَفْسَكَ لَمْ تَزِدْهَا ۔۔۔ عَلٰى مَا فِيْكَ مِنْ كَرَمِ الطِّبَاعِ

اور جامیؒ نے کہا۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام ۔۔۔ بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

اور یہ نا قابل انکار حقیقت ہے جس سے کوئی منکر نہیں ہو سکتا کہ سرکار ابد قرار رحمت دو عالم تاج دار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات اعلی و بالا تمہارے ذاتی عناد و حد سے بالا تر ہیں۔ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منصب جلیل غایۃ الغایات اور نہایۃ النہایات پر بھی بلندی سے متعلق ہے پر دیکھنے والا اگر حقیقت محمدیہ کو نہیں دیکھ سکا۔ مگر ظاہری حسن و جمال اور اخلاق کریمہ کے مشاہدات پر نظر ڈال کر حسانؓ کی طرح کہتا ہے۔

نبیوں میں نبی ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے ۔۔۔ حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے

فیضی کہتا ہے۔

امّی و دقیقہ دانِ عالَم ۔۔۔ بے سایہ و سایہ بانِ عالَم

حضرت حسانؓ نے کیسی جامع صفت کی۔ فرماتے ہیں
حضور کسی آنکھ نے آپ سے زیادہ حسین کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں
اور آپ جیسا خوبصورت اب دنیا میں کوئی خاتون جننے سے قاصر ہے
آپ کی تخلیق ہر عیب سے منزہ اور مبرا ہے !
گویا آپ ایسے پیدا ہوئے جیسا آپ کو ہونا چاہیئے تھا۔

پھر فرماتے ہیں۔

"اگر آپ خود بھی اپنے سراپا اقدس کا نقشہ کھینچیں تو آپ کو اس میں کچھ بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ جن اخلاق عالیہ پر اللہ نے آپ کو بنایا ہے انہیں کا اظہار کرنا مشکل ہے"۔

اور جو مشرکین نے آپ کو یتیم ابو طالب ہونا ظاہر کیا اس کا بطلان ان کے باطل بیان سے بھی واضح ہے اس لیے کہ یہ اصول ہی نہیں کہ یتیم ہونا مانع وحی ہو تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یتیم ہونا مانع ایجاء کیسے ہو سکتا ہے یہ محض مشرکین کے حسد سے بیان ہذیانی ہے۔

پھر یتیم ہونا تو موجب اعزاز و شرف ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ موتیوں میں بھی دُرِّ یتیم کی قیمت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت حسن سے کسی نے کہا لِمَ جَعَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتِیْمًا۔ اللہ تعالےٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یتیم کیوں بنایا؟ فَقَالَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِمَخْلُوْقٍ عَلَیْہِ مِنَّۃٌ فَاِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ ھُوَ الَّذِیْ اٰوَاہُ وَاَدَّبَہٗ وَرَبَّاہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ آپ نے جواب دیا کہ حضور کا یتیم ہونا ہی ضروری تھا تاکہ مخلوق میں سے کسی کا احسان آپ پر نہ رہے اور حضور کی تمام تربیت و تادیب اور پرورش اللہ تعالےٰ کے ذریعہ ہو تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ نبی وہی تو ہیں جنہیں میں نے یوں پالا یوں پڑھوایا یوں ادب سکھایا۔

پھر حضور کی ذات اقدس کے رفعت کمال اور جلالت نسب اور امانت و عفت سے تو دشمن بھی منکر نہیں ہو سکتا۔ اور قرآن کریم نے لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ فرما کر حضور کو انفس ترین خلائق بتایا اور صرف ایک جگہ نہیں متعدد مقامات پر فرمایا وَلَقَدْ جَآءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْھُمْ فَکَذَّبُوْہُ اور رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ دعائے ابراہیم علیہ السلام ظاہر کی۔

ابن جریر وغیرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں قَالَ لَمَّا بَعَثَ اللّٰہُ تَعَالٰی مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا اَنْکَرَتِ الْعَرَبُ ذٰلِکَ اَوْمَنْ اَنْکَرَ مِنْھُمْ فَقَالُوْا اَللّٰہُ تَعَالٰی اَعْظَمُ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ رَسُوْلُہٗ بَشَرًا مِّثْلَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ جب حضور کی بعثت ہوئی تو عرب یا ان کے اذناب منکر ہوئے اور کہنے لگے اللہ تعالےٰ اس سے بلند ہے کہ اس کا رسول ایک بشر ہو۔ مثل حضور سراپا نور صلے اللہ علیہ وسلم کے تو انہیں جواب دیا گیا۔

اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْھُمْ کیا یہ لوگ جو مشرکین ہیں اس سے تعجب کر رہے ہیں کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کامل پر وحی فرما دی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ۔ اے محبوب آپ سے پہلے بھی ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر مرد کہ اسے وحی کی تو جب مشرکین کا اعتراض ان کے منہ پہ مار دیا گیا تو وہ بکنے لگے۔ اگرچہ رسول بشر ہی ہوتا ہے۔ مگر محمد

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دوسرے زیادہ اس منصب کے حقدار تھے فَلَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔ تو یہ قرآن طائف کے سرداروں یا مکہ کے صنادید پر کیوں نہ نازل ہوا۔ تو اس کا جواب بشان بے نیازی دیا گیا۔ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ اے محبوب کیا یہ اللہ تعالے کی رحمت کے قسیم وقاسم ہیں (جو ایسی لایعنی باتیں بناتے ہیں) انہیں فرما دیجئے کہ ہم ہی مناصب رسالت ومعاش تقسیم فرمانے والے ہیں اور ہماری شان ارفع واعلیٰ یہ ہے کہ ؎

لَا ضِدَّ وَلَا نِدَّ وَلَا حَدَّ لِرَبِّيْ ! اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ وَلَمْ يَلْقَ زَوَالَا

نہ کوئی ہمارے مقابل نہ کوئی مساوی نہ ہم سے جھگڑنے والا اور نہ ہمارے حکم وغیرہ کی کوئی حد ہم ہی وہ ہیں کہ جیسے تھے آج بھی ہیں ہمیں زوال وتغیر نہیں۔

پھر فرمایا کہ انہیں نذیر عالم اور بشیر کائنات بنا کر ہم نے اس لیے بھیجا کہ ان کے ذریعہ مومنین یقین کرلیں کہ ان کا مقام صدق وصداقت ان کے رب کے پاس ہے اگرچہ اس پر بھی مشرکین ہمارے حبیب کو کھلا جادوگر کہتے پھر رہے ہیں۔ چنانچہ حضور نے مومنین کو بشارت دیتے ہوئے قدم صدق کی تعریف فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ اور فرمایا اِنَّ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ حَتّٰى اَدْخُلَهَا اَنَا وَعَلَى الْاُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا اُمَّتِيْ۔ جنت انبیاء کرام پر اس وقت تک حرام ہے جب تک میں داخل نہ ہو جاؤں اور تمام امتوں پر حرام ہے جب تک میں اپنی امت داخل نہ کرلوں۔ چنانچہ اصل صدق کا مقتضا یہی ہے۔ راغب اصفہانی کہتے ہیں صَدَقَ فِي الْقِتَالِ اِذَا وَفَا

وَالْاَصْلُ قَدَمُ صِدْقٍ اَيْ مُحَقَّقَةٌ مُقَرَّرَةٌ وَيُضَافُ اِلَيْهِ كَمُقْعَدِ صِدْقٍ وَمُدْخَلِ صِدْقٍ وَمُخْرَجِ صِدْقٍ۔ گویا بقول شخصے "خوئے بدرا بہانہ بسیار" مشرکین مکہ نے اول تو حضور کا بشر ہونا خلاف منصب رسالت قرار دیا اور اس طرح اس پر استعجاب وتحیر کا مظاہرہ کرنے لگے پھر اس کے منہ توڑ جواب قرآن پاک سے ملے اور انہیں ساکت کردیا تو حضور کے معجزات باہرہ دیکھ کر بجائے اس کے کہ ایمان لاتے دوسری رٹ شروع کردی اور کہنے لگے اِنَّ هٰذَا لَسَاحِرٌ مُّبِيْنٌ یہ تو ظاہر و باہر اور ماہر جادوگر ہیں۔

غرضکہ جنہیں ایمان ملا وہ تو حقیقت محمدیہ کا عرفان حاصل کرکے قدم صدق پر آگئے اور جو مثل ابولہب اور ابوجہل وغیرہ کے تھے وہ مخالفت میں ترقی کرتے رہے۔ حسان خوب کہہ گئے

لَنَا الْقَدَمُ الْعُلْيَا اِلَيْكَ وَخَلْفَنَا لِاَوَّلِنَا فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ تَابِعُ

ہمارے قدم آپ کی طرف مضبوطا ٹھ رہے ہیں اور ہمارے پیچھے ہماری اولاد بھی ہے جو اللہ کی اطاعت میں ہماری اتباع کرنے والی ہے۔

صَلِّ لِذِی الْعَرْشِ وَاتَّخِذْ قَدَمًا تُنْجِیْكَ یَوْمَ الْعِثَارِ وَالزَّلَلِ

مالکِ عرش (اللہ تعالے) کی نماز پڑھ اور ایسا مضبوط رہ کہ تجھے وہ نماز لغزشوں کے دن نجات دلا دے۔

آگے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا جاتا ہے۔

"بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استوی فرمایا (جیسا اس کے شایان شان تھا) کام کی تدبیر فرماتا ہے"

اس کا خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ چھ دن میں تخلیق سماء و ارض کے معنی یہی ہیں کہ اس نے اپنی حکمت بالغہ سے زمین و آسمان کی تخلیق کی۔ نہ یہ کہ وہ چھ دن میں ان کے بنانے کا محتاج تھا بلکہ اس کی قدرت کاملہ تو ایسی ہے کہ طرفۃ العین میں ہر معدوم کو کتم عدم سے منصۂ شہود پر لا سکتا ہے۔

لیکن چونکہ ہفتہ کا حساب مہینوں کے لیے ضروری تھا اس لیے تخلیق سماء و ارض کو بھی چھ دن میں پیدا فرما کر مہینہ کا چوتھائی حصہ ہفتہ مقرر فرما کر عالم اسباب میں ہفتہ کا حساب مقرر کر دیا اور دنیا میں دنیا والوں پر دنیا کے لیل و نہار کی ورق گردانی ہفتہ کے ساتھ متعین ہو سکے تو فی سِتَّۃِ اَیَّام محض تعیین مثالی ہے نہ کہ قدرت الٰہیہ پر اس کا کچھ اثر ہو وہ ذات اس سے بالاتر ہے۔

آلوسی اس پر لکھتے ہیں فَالْمُرَادُ مِنَ الْیَوْمِ مَعْنَاہُ اللُّغَوِیُّ وَھُوَ مُطْلَقُ الْوَقْتِ اس سے مراد یوم لغوی ہے اور مطلق وقت ہے۔

وَقِیْلَ هِیَ مِقْدَارُ سِتَّۃِ اَیَّامٍ مِنْ اَیَّامِ الدُّنْیَا وَھُوَ الْاَنْسَبُ بِالْمُقَامِ لِمَا فِیْهِ مِنَ الدِّلَالَۃِ عَلَى الْقُدْرَۃِ الْبَاهِرَۃِ بِخَلْقِ هٰذِهِ الْاَجْرَامِ الْعَظِیْمَۃِ فِیْ مِثْلِ تِلْكَ الْمُدَّۃِ الْیَسِیْرَۃِ۔ چھ دن کی مقدار ایام دنیا سے ہے اور اللہ تعالے کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے کہ ایسے اجرام عظیمہ اس مدت یسیرہ پیدا فرما دیئے۔

وَفِیْ خَلْقِهِمَا مُدَّۃً مَعَ الْقُدْرَۃِ التَّامَّۃِ عَلَى اِبْدَاعِهِمَا فِیْ طَرْفَۃِ عَیْنٍ اِعْتِبَارٌ لِلنُّظَّارِ وَحَثٌّ لَهُمْ عَلَى التَّاَنِّیْ فِی الْاَحْوَالِ وَالْاَطْوَارِ وَفِیْهِ اَیْضًا عَلٰى مَا صَرَّحَ بِهٖ بَعْضُ الْمُحَقِّقِیْنَ دَلِیْلٌ عَلَى الْاِخْتِیَارِ

اور اس تخلیق میں چھ دن کی مدت باوجود اس قدرت کے کہ وہ چاہتا تو طرفۃ العین میں پیدا کر سکتا تھا اس حکمت یہ تھا کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ قادر علی الاطلاق بھی باوجود قدرت تامہ کے چھ دن میں جو تخلیق ارض

وسما فرما رہا ہے اس میں تعلیم ہے مخلوق کو کہ ہر کام آرام و سہولت سے ہو۔
اور بعض نے یہ بھی تصریح کی کہ اپنی قدرت مطلقہ کے اظہار کے لیے چھ دن میں تخلیق سما وارض فرمائی تاکہ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ وہ مختار مطلق ہے۔ چاہتا تو دم زدن میں تخلیق فرما دیتا اور چاہا تو چھ دن میں تخلیق فرمائے۔

اور اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کی تفسیر میں جامی علیہ الرحمۃ کی تفسیر خوب ہے وہ فرماتے ہیں "پس قصد کرد بسوئے عرش"۔ یعنی پھر تخلیق عرش کی طرف قصد فرمایا۔
اور علامہ آلوسی نے بھی روح المعانی میں معقول توجیہ فرمائی ہے وہ لکھتے ہیں۔
"اَلْاِسْتِوَاءُ عَلَی الْعَرْشِ" مَجَازٌ عَنِ الْمُلْكِ السُّلْطَانِ مُتَفَرِّعٌ عَنِ الْكِنَايَةِ فِيْمَنْ يَجُوْزُ عَلَيْهِ الْقُعُوْدُ عَلَى السَّرِيْرِ يُقَالُ اِسْتَوٰى فُلَانٌ عَلٰى سَرِيْرِ الْمُلْكِ وَيُرَادُ مِنْهُ مَلَكَ وَاِنْ لَّمْ يَقْعُدْ عَلَى السَّرِيْرِ اَصْلًا۔ استوی علی العرش مجازاً ملکیت و سلطنت کے معنی میں ہے جیسے کہتے ہیں فلاں تخت نشین ہوا۔ اس سے مراد ملکیت و سلطنت ہوتی ہے اگرچہ وہ قطعاً تخت پر نہ بیٹھے۔
اسی طرح اللہ تعالے نے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ فرما کر اظہار کیا کہ پھر ہم نے اجراء احکام شاہی فرمایا جیسا آگے ارشاد ہے۔
يُدَبِّرُ الْاَمْرَ۔ مخلوق کے تمام کاموں کی تدبیر فرمائی۔
پھر اسلاف امت میں اس پر بہت سی رائیں ہیں۔ چنانچہ بعض کہتے ہیں۔
اِنَّ الْاِسْتِوَاءَ صِفَةٌ غَيْرُ الثَّمَانِيَةِ لَا يَعْلَمُ مَا هِيَ اِلَّا مَنْ هِيَ لَهٗ وَالْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ۔ استواء ایک ایسی صفت ہے جس کا تعلق صفات ثمانیہ سے نہیں اسے کوئی نہیں جانتا کہ استواء کیا ہے مگر یہ جانتا ہے کہ مستوی عرش وہ ذات مستجمع صفات ہے مگر اس کی شان استواء کا درک انسان کی قوت ادراک سے بالاتر ہے اور عجز درک ادراک بھی ایک ادراک ہے۔ بنا براں ہم اس کے استواء کے مدرک ہیں مگر کیفیت استواء کے درک سے ہمارے مدرکات عاجز ہیں اور یہ بھی ایک قسم کا ادراک ہے۔

اور يُدَبِّرُ الْاَمْرَ بھی استیناف ہے۔ بیان حکمت استواء جل وعلا شانہ کا عرش پر اس لیے کہ تدبیر کے معنی لغت میں اَلنَّظْرُ فِيْ اَدْبَارِ الْاُمُوْرِ وَعَوَاقِبِهَا لِتَقَعَ عَلَى الْوَجْهِ الْمَحْمُوْدِ کے ہیں یعنی تمام امور پر ابتداء و عواقب کے لحاظ سے نظر کرنا تاکہ وہ ایک صورت محمودہ میں واقع ہوں۔
"کوئی سفارشی نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد"۔ اس میں بت پرستوں کے اس دعوی کا رد ہے جو

وہ کہتے ہیں هٰؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ یعنی یہ بت اللہ کے حضور سفارش کریں گے انہیں بتایا گیا کہ شفاعت ماذونین ہی کر سکتے ہیں ان کے سوا کوئی نہیں اور ماذون یا انبیاء کرام ہیں یا اس کے مقرب بندے یا سیدالانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ماذون مطلق ہیں۔

"یہ ہے اللہ تمہارا رب تو اسی کی عبادت کرو کیا تم نصیحت نہیں مانتے"۔

یعنی جو زمین و آسمان کا خالق ہے جو عرش کا خالق ہے جو مدبّر امور ہے جس کے حکم و اجازت کے بغیر کوئی اس کے حضور سفارش کا بھی مجاز نہیں یہ سب کچھ صفات عالیہ جان کر بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے۔

"اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے سب کا" یعنی بروز قیامت جبکہ حشر و نشر ہوگا۔

"اور اللہ کا وعدہ سچا ہے بے شک وہی پہلی بار مخلوق بناتا ہے پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے گا تاکہ بدلہ دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے انصاف سے"۔

اس آیۂ کریمہ میں حشر و نشر و معاد خلق کا بیان ہے اور منکرین حشر و نشر کا رد نہایت لطیف پیرایہ میں فرما کر ظاہر کیا کہ وہ قادر علی الاطلاق ہے کہ مخلوق کو پہلی بار بنایا اس شان سے کہ اعضاء مرکبہ کو پیدا فرما کر اسے ترکیب دی پھر موت طاری فرما کر ان اجزاء کو متفرق و منتشر کیا پھر انہیں منتشر اجزاء کو ترکیب دے کر وہی انسان بعد فنا دوبارہ ظاہر ہوگا اور وہی جان جو اس کے ساتھ بدن سے متعلق تھی اسے اس بدن کی درستی کے بعد اسی بدن سے متعلق کر دے گا یہ اس کی قدرت کاملہ کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے اور اس دوبارہ پیدا فرمانے کا مقصود کیا ہے وہ یہ کہ جزائے اعمال دی جائے مطیع کو ثواب اور عاصی کو عذاب کہ

"اسے کھولتا پانی پینے کو اور دردناک عذاب ان کے کفر کے بدلے ہیں"۔

اس کے بعد مظاہرۂ قدرت میں ایک شان قدرت اور ظاہر فرمائی گئی چنانچہ ارشاد ہوا

"وہی ہے جس نے سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند چمکتا اور اس کے منزلیں ٹھہرائیں کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو نہیں پیدا کیا اللہ نے یہ سب مگر حق مفصّل بیان کرتا ہے نشانیاں اس قوم کے لیے جو علم والی ہے"۔

سورج کا جگمگاتا اور چاند کا چمکتا بایں معنی ہے کہ فَمَا كَانَ بِالذَّاتِ فَهُوَ ضِيَاءٌ وَمَا كَانَ بِالْعَرَضِ فَهُوَ نُوْرٌ وَلِكَوْنِ الشَّمْسِ نَيِّرَةً بِنَفْسِهَا نُسِبَ إِلَيْهَا الضِّيَاءُ وَلِكَوْنِ نُوْرِ الْقَمَرِ مُسْتَفَادًا مِنْهَا نُسِبَ إِلَيْهِ النُّوْرُ یعنی جو بالذات منور ہو وہ ضیاء ہے اور جو بالعرض منور ہو وہ نور ہے تو چونکہ نور شمس بنفسہ منور ہے اسے ضیاء سے منسوب کیا اور نور قمر مستفاد من الشمس ہے اسے نور سے منسوب کیا۔

اور اس کی اٹھائیس منزلیں ہیں جو بارہ برجوں پر منقسم ہیں اور ہر برج کے لیے ۲⅓ منزلیں ہیں اور وہ اٹھائیس منزل یہ ہیں۔

سرطان[۱] - بطین[۲] - ثریا[۳] - دبران[۴] - ہقعہ[۵] ہنعہ[۶] - ذراع[۷] - نثرہ[۸] - طرف[۹] - جبہہ[۱۰] - زبرہ[۱۱] - صرفہ[۱۲] - عوا[۱۳] - سماک[۱۴] - اعزل[۱۵] غفرہ[۱۶] - زبانا[۱۷] - اکلیل[۱۸] - قلب[۱۹] - شولہ[۲۰] - نعائم[۲۱] - بلدہ[۲۲] - سعد الذابح[۲۳] - سعد بلع[۲۴] - سعد السعود[۲۵] - سعد الاخبیہ[۲۶] - فرغ الولد المقدم[۲۷] - فرغ الآخر[۲۸] - بطن الحوت[۲۹] -

اور افلاک فلاسفہ کے نزدیک نو ہیں - فلک اعلیٰ کا نام فلک الافلاک[۱] پھر فلک ثوابت[۲] - پھر فلک کیواں[۳] پھر فلک برجیس[۴] پھر فلک بہرام[۵] - پھر فلک شمس[۶] - پھر فلک زہرہ[۷] پھر فلک کاتب[۸] پھر فلک قمر[۹] -

پھر اس کی مختصر تصریح یوں سمجھو کہ چاند ہر شب ایک منزل میں رہتا ہے تو مہینہ اگر تیس دن کا ہو تو دو شب ورنہ ایک شب چھپتا ہے -

اس کو بیان کیا گیا کہ تم برسوں کی گنتی اور مہینوں کا حساب جانو - اس کی مفصل بحث علامہ آلوسی نے اپنی کتاب روح المعانی میں فرمائی ہے - آگے ارشاد ہے -

"بے شک رات اور دن کا بدلتا آنا اور جو کچھ اللہ نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین میں بے شک نشانیاں ہیں ڈروالوں کے لیے - بے شک وہ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے" یعنی قیامت کے روز اور عذاب و ثواب کے قائل نہیں" اور دنیا کی زندگی پر مطمئن ہو گئے اور وہ جو ہماری آیتوں سے غفلت کرتے ہیں ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے بدلہ ان کی کمائی کا" -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہاں آیات سے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک اور قرآن شریف مراد ہے اور غفلت کرنے سے مراد ان سے اعراض کرنا ہے -

"بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کا رب ان کے ایمان کے بدلے انہیں راہ دے گا" جنتوں کی طرف قتادہ کہتے ہیں کہ مومن جب اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کا عمل خوبصورت شکل میں اس کے سامنے آئے گا یہ شخص کہے گا تو کون ہے وہ کہے گا میں تیرا عمل ہوں اور اس کے لیے نور ہوگا اور جنت تک پہنچائے گا اور کافر کا معاملہ برعکس ہوگا کہ اس کا عمل بری شکل میں نمودار ہو کر اسے جہنم میں پہنچائے گا -

"ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی نعمت کے باغوں میں ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اے اللہ تجھے پاکی ہے" یعنی جنتیوں کی تسبیح اللہ تعالےٰ کی حمد ہوگی اور یہ ان کے لیے موجب فرحت و سرور ہوگی -

"اور ان کا آپس میں ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے" یعنی جنتی آپس میں بھی تحیت و تکریم سے سلام کریں گے یا ملائکہ ان کے پاس بطور مبارک بادی سلام لائیں گے -

"اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہو گا کہ تمام حمد اللہ تعالےٰ کے وجہ منیر کو ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا" یعنی ان کے کلام کی ابتداء تعظیم و تنزیہ الٰہی سے ہوگی اور کلام کا اختتام بھی اسی حمد پر ہوگا -

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ یونس پ ۱۱

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ۖ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

اور اگر جلدی کرتا اللہ لوگوں کے لیے برائی بھیجنے کی جیسے بھلائی کی جلدی کرتے ہیں تو ان پر وعدہ پورا ہو چکا ہوتا تو ہم چھوڑتے ہیں انہیں جو امید نہیں رکھتے ہم سے ملنے کی تاکہ وہ اپنی سرکشی میں اندھے ہیں۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَسَّهُ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

اور جب پہنچتی ہے آدمی کو تکلیف ہمیں پکارتا ہے لیٹے اور بیٹھے اور کھڑے کھڑے تو جب دور کر دیتے ہیں اس کی تکلیف تو چل دیتا ہے گویا ہمیں کبھی پکارا ہی نہیں تھا کسی تکلیف پہنچنے میں ایسے ہی بھلے کر دکھاتے حد سے بڑھنے والوں کو ان کے کام۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ۝

اور بے شک ہم نے ہلاک کیں بہت سی جماعتیں تم سے پہلے ان کے ظلم کی وجہ سے اور آئے ان میں ان کے رسول روشن دلیلوں سے اور وہ نہ تھے کہ ایمان لاتے۔ ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں مجرموں کو۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝

پھر ہم نے تمہیں جانشین کیا زمین میں ان کے بعد کہ ہم دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝

اور جب پڑھی جائیں ان پر ہماری آیتیں روشن تو کہتے ہیں وہ جو نہیں امید رکھتے ہم سے ملنے کی کہ لاؤ اس کے سوا اور قرآن یا اس کو بدل دو فرما دیجئے مجھے یہ حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے بدل دوں میں اسی کا پیرو ہوں جو مجھ پر وحی ہوتی ہے میں اگر اپنے رب کی نا فرمانی کروں تو مجھے خوف ہے بڑے دن کے عذاب کا

قُلْ لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ

فرما دیجئے اگر اللہ چاہتا تو میں تم پر نہ پڑھتا اور نہ تم کو وہ اس سے خبردار کرتا تو میں اس سے پہلے

فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝
وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝
وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝
وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝

تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔
تو اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے بے شک نہیں فلاح پائیں گے مجرم۔
اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا وہ چیزیں جو نہ نقصان کر سکیں اور نہ نفع دیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں فرما دیجئے کیا اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں پاک ہے اس سے جو تم شرک کرتے ہو۔
اور نہیں تھے لوگ مگر ایک امت تو مختلف ہوئے اور اگر نہ ہوتا تیرے رب کا حکم جو پہلے ہو چکا تو فیصلہ کر دیا جاتا اس کا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔
اور کہتے ہیں کہ کیوں نہ نازل ہوئی کوئی آیت اس پر اس کے رب سے تو فرما دیجئے کہ غیب تو اللہ ہی کے لیے ہے تو آپ انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

حلِّ لغات دوسرا رکوع سورہ یونس پ۱۱

وَلَوْ۔ اور اگر	يُعَجِّلُ۔ جلدی کرے	اللّٰهُ۔ اللہ	لِلنَّاسِ۔ لوگوں کیلئے
الشَّرَّ۔ برائی	اسْتِعْجَالَهُمْ۔ ان کا جلدی چاہنا		بِالْخَيْرِ۔ بھلائی کو
لَقُضِيَ۔ تو پوری ہو جاتی	اِلَيْهِمْ۔ ان کی طرف	اَجَلُهُمْ۔ ان کی مدت	فَنَذَرُ۔ تو ہم چھوڑتے ہیں
الَّذِيْنَ۔ ان کو	لَا يَرْجُوْنَ۔ جو نہیں امید رکھتے		لِقَآءَنَا۔ ہماری ملاقات کی
فِيْ طُغْيَانِهِمْ۔ ان کی سرکشی میں		يَعْمَهُوْنَ۔ پریشان	وَاِذَا۔ اور جب
مَسَّ۔ پہنچتی ہے	الْاِنْسَانَ۔ انسان کو	الضُّرُّ۔ تکلیف	دَعَانَا۔ تو پکارتا ہے ہم کو
لِجَنْۢبِهٖ۔ اپنی کروٹ پر	اَوْ قَاعِدًا۔ یا بیٹھے	اَوْ قَآئِمًا۔ یا کھڑے کھڑے	فَلَمَّا۔ پھر جب

كَشَفْنَا۔ کھول دی ہم نے | عَنْهُ۔ اس سے | ضُرَّهٗ مَرَّ۔ اس کی تکلیف تو ہو جاتا ہے | كَاَنْ۔ گویا کہ

لَّمْ يَدْعُنَا۔ نہ پکارا تھا اس نے ہم کو | اِلٰى۔ طرف | ضُرٍّ۔ تکلیف کی

مَسَّهٗ۔ جو پہنچی تھی اسے | كَذٰلِكَ۔ اسی طرح | زُيِّنَ۔ زینت دیے گئے | لِلْمُسْرِفِيْنَ۔ زیادتی کرنیوالوں کیلئے

مَا كَانُوْا۔ جو تھے وہ | يَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے | وَلَقَدْ۔ اور بے شک | اَهْلَكْنَا۔ ہم نے ہلاک کیے

الْقُرُوْنَ۔ کئی زمانے | مِنْ قَبْلِكُمْ۔ تم سے پہلے | لَمَّا۔ جب کہ

ظَلَمُوْا۔ انہوں نے ظلم کیا | وَجَآءَتْهُمْ۔ اور آئے ان کے پاس | رُسُلُهُمْ۔ ان کے رسول

بِالْبَيِّنٰتِ۔ کھلے دلائل لے کر | وَمَا۔ اور نہیں | كَانُوْا۔ تھے وہ

لِيُؤْمِنُوْا۔ کہ ایمان لاتے | كَذٰلِكَ۔ اسی طرح | نَجْزِي۔ بدلہ دیتے ہیں ہم | الْقَوْمَ۔ قوم

الْمُجْرِمِيْنَ۔ گنہگار کو | ثُمَّ۔ پھر | جَعَلْنَا۔ بنایا ہم نے | كُمْ۔ تم کو

خَلٰٓئِفَ۔ جانشین | فِي الْاَرْضِ۔ زمین میں | مِنْ بَعْدِهِمْ۔ ان کے بعد

لِنَنْظُرَ۔ تاکہ دیکھیں ہم | كَيْفَ۔ کیسے | تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے ہو تم | وَاِذَا۔ اور جب

تُتْلٰى۔ پڑھی جاتی ہیں | عَلَيْهِمْ۔ ان پر | اٰيٰتُنَا۔ ہماری آیتیں | بَيِّنٰتٍ۔ کھلی کھلی

قَالَ۔ کہا | الَّذِيْنَ۔ ان لوگوں نے جو | لَا يَرْجُوْنَ۔ نہیں امید رکھتے | لِقَآءَنَا۔ ہماری ملاقات کی

ائْتِ۔ لے آ | بِقُرْاٰنٍ۔ قرآن | غَيْرِ۔ سوا | هٰذَآ۔ اس کے

اَوْ۔ یا | بَدِّلْهُ۔ بدل دے اس کو | قُلْ۔ کہہ | مَا يَكُوْنُ۔ نہیں ہے

لِيْ۔ واسطے میرے | اَنْ۔ یہ کہ | اُبَدِّلَهٗ۔ بدلوں میں اس کو | مِنْ تِلْقَآءِ۔ طرف

نَفْسِيْ۔ اپنے نفس سے | اِنْ۔ نہیں | اَتَّبِعُ۔ پیروی کرتا میں | اِلَّا مَا۔ مگر جو

يُوْحٰى۔ وحی کی جاتی ہے | اِلَيَّ۔ میری طرف | اِنِّيْ۔ بے شک میں | اَخَافُ۔ ڈرتا ہوں

اِنْ۔ اگر | عَصَيْتُ۔ میں نافرمانی کروں | رَبِّيْ۔ اپنے رب کی | عَذَابَ۔ عذاب

يَوْمٍ۔ دن | عَظِيْمٍ۔ بڑے سے | قُلْ۔ کہہ | لَوْ شَآءَ۔ اگر چاہتا

اللّٰهُ۔ اللہ تو | مَا تَلَوْتُهٗ۔ نہ پڑھتا میں اسکو | عَلَيْكُمْ۔ تم پر | وَلَآ۔ اور نہ

اَدْرٰىكُمْ۔ وہ معلوم کراتا تمکو | بِهٖ۔ یہ قرآن | فَقَدْ۔ تو بے شک | لَبِثْتُ۔ میں ٹھہرا ہوں

فِيْكُمْ۔ تم میں | عُمُرًا۔ ایک عمر | مِنْ قَبْلِهٖ۔ اس سے پہلے | اَفَلَا۔ کیا نہیں

تَعْقِلُوْنَ۔ سمجھتے تم | فَمَنْ۔ پھر کون | اَظْلَمُ۔ زیادہ ظالم ہے | مِمَّنِ۔ اس سے جو

افْتَرٰى۔ باندھے | عَلَى اللّٰهِ۔ اللہ پر | كَذِبًا۔ جھوٹ | اَوْ۔ یا

كَذَّبَ۔ جھٹلائے بِاٰيٰتِهٖ۔ اس کی آیتوں کو اِنَّهٗ۔ بے شک وہ لَا يُفْلِحُ۔ نہیں خلاصی پاتے
الْمُجْرِمُوْنَ۔ گنہ گار وَيَعْبُدُوْنَ۔ اور پوجتے ہیں۔ مِنْ دُوْنِ۔ سوا
اللّٰهِ۔ اللہ کے مَا لَا۔ اس کو جو نہیں يَضُرُّهُمْ۔ نقصان دیتا انکو وَلَا۔ اور نہ
يَنْفَعُهُمْ۔ نفع دیتا ان کو وَيَقُوْلُوْنَ۔ اور کہتے ہیں۔ هٰٓؤُلَآءِ۔ یہ
شُفَعَآؤُنَا۔ سفارشی ہیں ہمارے عِنْدَ۔ پاس اللّٰهِ۔ اللہ کے
قُلْ۔ کہہ اَتُنَبِّئُوْنَ۔ کیا خبر دیتے ہو تم اللّٰهَ۔ اللہ کو بِمَا لَا۔ اس کی جو نہیں
يَعْلَمُ۔ جانتا فِي السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں ہیں وَلَا۔ اور نہ
فِي الْاَرْضِ۔ زمین ہیں سُبْحٰنَهٗ۔ پاک ہے وہ وَتَعٰلٰى اور بلند ہے عَمَّا۔ اس سے
يُشْرِكُوْنَ۔ جو شرک کرتے ہیں وَمَا۔ اور نہیں كَانَ النَّاسُ۔ تھے لوگ اِلَّآ اُمَّةً۔ مگر جماعت
وَّاحِدَةً۔ ایک فَاخْتَلَفُوْا۔ پھر اختلاف کیا وَلَوْلَا۔ اور اگر نہ ہوتا كَلِمَةٌ۔ فیصلہ
سَبَقَتْ۔ جو پہلے گذرا مِنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب سے لَقُضِيَ۔ تو فیصلہ کر دیا جاتا بَيْنَهُمْ۔ ان کے درمیان
فِيْمَا۔ اس ہیں کہ فِيْهِ۔ تھے اس ہیں يَخْتَلِفُوْنَ۔ اختلاف کرتے وَيَقُوْلُوْنَ۔ اور کہتے ہیں
لَوْلَا۔ کیوں نہیں اُنْزِلَ۔ اتاری گئی عَلَيْهِ۔ اس پر اٰيَةٌ۔ کوئی نشانی
مِّنْ رَّبِّهٖ۔ اس کے رب کی طرف سے فَقُلْ۔ پھر کہہ اِنَّمَا۔ سوا اس کے نہیں
الْغَيْبُ۔ غیب لِلّٰهِ۔ اللہ کے پاس ہے فَانْتَظِرُوْا۔ بس انتظار کرو اِنِّيْ۔ بے شک ہیں
مَعَكُمْ۔ تمہارے ساتھ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ۔ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ یونس پ۱۱

"اور اگر اللہ جلدی بھیجتا لوگوں پر برائی جیسی وہ بھلائی کے لئے جلدی کرتے ہیں تو ان کا وعدہ پورا ہو چکا ہوتا"۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی وہ بد دعائیں جلدی قبول کر لیتا جنہیں وہ اپنے غصہ اور غضب کے موقعہ پر اپنے لیے اور اپنی اولاد اور مال کے لیے کرتے ہیں کہ خدا مجھے ہلاک کر دے۔ اللہ کرے اس گھر ہیں خاک اڑتی رہے یہ اولاد تو مجھے تباہ کر دے گی خدا اسے فنا کر دے وغیرہ وغیرہ جیسے کوسا جانا کہتے ہیں اگر وہ ایسی جلدی قبول کر لی جاتی جیسے وہ دعاء خیر کا قبول ہونا چاہتے ہیں تو ان لوگوں کا خاتمہ ہو چکا ہوتا اور کب کے ہلاک ہو چکے ہوتے لیکن اللہ تعالےٰ اپنے کرم سے دعائے خیر قبول فرمانے ہیں عجلت کرتا ہے اور دعاء بد

کے قبول کرنے میں تاخیر و تعویق فرماتا ہے یہ اس کا کرم اور رحم ہے۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ نضر بن حارث نے حضور کی مخالفت میں یہ کہا تھا اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ الٰہی اگر یہ دین اسلام اور قرآن حق ہے تو ہم اس کی مخالفت میں چاہتے ہیں کہ ہم پر پتھر برسائے جائیں یا کوئی دردناک عذاب لے آ۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور کفار کو بتایا کہ تمہاری بد دعا کے قبول میں اگر ہم عجلت کرتے تو تمہارا سب معاملہ ختم ہو چکا ہوتا۔

"تو ہم انہیں چھوڑتے اور مہلت دیتے ہیں جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے تاکہ وہ اپنی سرکشی میں اندھا دھند بھٹکتے رہیں"۔

اور مہلت ہماری رحمت ہے ورنہ آن واحد میں ان کی ہلاکت ہو چکی ہوتی۔

"اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے پکارتا ہے ہمیں لیٹے ہوئے اور بیٹھے بیٹھے اور کھڑے کھڑے"۔

یعنی انسان کی جنس سے کافروں کا یہ حال ہے اور یہ دعا جب تک دفع بلا نہ ہو برابر رہتی ہے۔

"تو جب ہم دور کر دیتے ہیں اس کی تکلیف کو تو ایسا چل دیتا ہے گویا کبھی کسی کو تکلیف کے وقت پکارا ہی نہ تھا"۔

اور وہی اپنا طریقہ کفر جاری کر لیتا ہے اور اس تکلیف کی کیفیت کو بھول جاتا ہے۔

"ایسے ہی بھلا کر دکھائے ہم نے حد سے بڑھنے والوں کو ان کے کام"۔

یعنی انسان بلا کے وقت بہت ہی اضطراب میں آ کر ہماری طرف جھکتا ہے مگر اتنا ناشکرا ہے کہ دفع بلا کے بعد سب بھول جاتا ہے اور شکر بھی ادا نہیں کرتا بلکہ اپنی سابقہ بداعمالی کی طرف لوٹ جاتا ہے یہ تو حال بتایا کفار اور فساق اور فجار کا لیکن خالص الایمان مومنین تکلیف میں صابر اور آرام میں شاکر رہتے ہیں اور راضی برضا شاکر بقضا ہوتے ہیں۔ ان کے لب پر شکوہ نہیں آتا۔

"اور یقیناً ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہ اور فرقے ہلاک کر دیے جب وہ ظلم کرنے لگے"۔

یعنی کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے۔

"تو اول اول ان پر ان کے لیے رسول آئے روشن دلیلیں لے کر"۔

لیکن وہ نہ مانے اور ان کی تصدیق نہ کی۔

"اور وہ ایسے نہیں تھے کہ ایمان لاتے ہم یونہی بدلہ دیتے ہیں مجرموں کو پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں ان کا جانشین کیا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری روشن آیتیں"۔

یعنی وہ آیتیں جن میں بت پرستی کی مذمت اور توحید کی منقبت ہوتی ہے اور شرک پر سزا کا وعدہ۔

"تو کہتے ہیں وہ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہ اس کے سوا اور قرآن لاؤ یا اسی کو بدل دو۔"

یعنی وہ کافر جو قیامت اور حساب آخرت سے منکر ہیں وہ ایسا قرآن چاہتے تھے جس میں بت پرستی کی مذمت نہ ہو۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ کفار کی ایک جماعت بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئیں تو آپ اس قرآن کو بدل کر اور قرآن لائیں اور وہ ایسا ہو جس میں لات وعزیٰ نائلہ، منات اور سائلہ ہمارے بتوں کی مذمت نہ ہو ان کی عبادت کی مخالفت و ممانعت نہ ہو اور اگر ایسا قرآن نازل نہیں ہو سکتا تو آپ خود بنا دیجئے یا اس قرآن کو بدل دیجئے اس میں ہماری مرضی کے احکام داخل کر دیجئے۔ ہمارے اور آپ کے درمیان اگر مخالفت ہے تو یہی ہے ہم آپ کی اتباع سے منحرف نہیں ہم ایمان لے آئیں گے۔ یہ گفتگو ان کی یا بطور تمسخر و استہزا تھی یا وہ حضور کا امتحان چاہتے تھے یعنی اگر حضور نے ہماری مرضی کے موافق دوسرا قرآن پیش کر دیا تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ کلام ربانی نہیں تھا تو اس کا جواب اللہ تعالے نے دیا۔

"فرما دیجئے مجھے یہ حق نہیں اور نہ اختیار ہے کہ میں اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اس کا پیرو ہوں جو میری طرف وحی آتی ہے۔"

یعنی میں اس میں تمہاری خواہش کا اتباع کر کے کسی قسم کے تغیر و تبدل کا مجاز نہیں بلکہ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی بھی نہیں کر سکتا اس لیے کہ یہ میرا کلام نہیں کلام الٰہی ہے۔

"میں ڈرتا ہوں اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کا عذاب آرہا ہے۔ فرما دیجئے اگر اللہ چاہتا تو میں اس قرآن کو تم پہ نہ پڑھتا نہ تمہیں اس سے خبردار کرتا تو میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔"

یعنی اس قرآن پاک کی تلاوت بھی اللہ کی مرضی سے ہے میں چالیس سال تک تمہارے درمیان رہا مگر میں تمہارے پاس کچھ نہیں لایا اور میں نے تمہیں کچھ نہ سنایا۔ علاوہ ازیں تم میری عمر میں [illegible] اچھی طرح کر چکے ہو میں نے کسی سے ایک حرف نہیں پڑھا۔ کسی کتاب کا مطالعہ نہیں باوجود اس کے یہ کتاب عظیم لایا جو فصاحت میں بے مثل، بلاغت میں یکتا جامعیت احکام میں بے مثال ہے اس کتاب مقدس میں نفیس علوم اور اصول و فروع کا بیان ہے۔ احکام و آداب ہیں۔ مکارم اخلاق کی تعلیم کے ساتھ اخبار غیبی بھرے ہوئے ہیں جس سے ہر ذی عقل پر اظہر من الشمس ہو گیا کہ ایسی جامع کتاب بغیر وحی ممکن ہی نہیں

فیضی اسی بنا پر نعت میں کہہ گیا ؂

امّی و دقیقہ دانِ عالم　　بے سایہ و سائبانِ عالم

پھر آگے ارشاد ہے۔ کہ

"اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے بے شک مجرم فلاح نہیں پا سکتے اور اللہ کے سوا ان چیزوں کو پوجتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں"

یعنے آخرت پر تو انھیں یقین ہی نہیں تو دنیوی امور میں نفع و ضرر ہی پہنچانے والی چیزیں ہوئیں۔ مگر جماد۔ پتھر، لکڑی، ستارے یہ نفع و ضرر دنیا میں بھی پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے تو شفاعت و سفارش ان کی خدا کے حضور کیونکر ممکن ہے۔

"آپ فرمادیں کیا اللہ کو وہ بات کہتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں اس کے وجہ منیر کو پاکی ہے اور برتری ان کے شرک سے"۔

یعنی علم الٰہی محیط علی کل شئ ہے تو اگر تمہاری بات کی کچھ بھی اصلیت ہوتی تو علم الٰہی میں ضرور ہوتی مگر تمہاری بات ایسی ہے جس کا وجود ہی نہیں اور جس کا وجود ہے وہ علم الٰہی میں ہے۔

"اور لوگ نہیں تھے مگر ایک امت پھر اختلاف میں پڑ گئے"۔

یعنی تمام مخلوق ایک توحید پر اسلام میں تھی لیکن عہد آدم علیہ السلام میں قابیل نے ہابیل کو قتل کر کے تمام اختلافات شروع کر دیے۔

ایک قول یہ ہے کہ عہد نوح علیہ السلام تک سب ایک دین پر تھے اس کے بعد اختلاف ہوا۔

ایک قول یہ ہے کہ عہد سیدنا ابراہیم علیہ السلام تک سب ایک دین پر تھے حتی کہ عمرو بن لحی کا ظہور ہوا اس نے بتوں کی پوجا کو اختراع کیا۔ کما قال الآلوسی فی روح المعانی۔

"اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو یہیں ان کے اختلاف کا ان پر فیصلہ ہو گیا ہوتا"

یعنی اگر من جانب اللہ ہر ایک امت کے لیے ایک میعاد مقرر نہ کر دی گئی ہوتی یا جزاء اعمال قیامت کے دن پر موقوف نہ کی گئی ہوتی تو دنیا میں ہی عذاب و ثواب نظر آ جاتا مگر چونکہ یوم الفصل قیامت کے دن کو رکھا گیا تو اس کا حکم مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ کے ماتحت اب تبدیلی ناممکن ہے اس لیے اختلاف کرتے رہو یوم الفصل پر تمام فیصلہ جات موقوف ہیں۔

"اور کہتے ہیں ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری"۔

یہ اہل باطل کی عادت قدیمہ ہے اس پر ہی اہل مکہ کا عمل رہا وہ یہ کہ جب ان کے خلاف برہان قوی قائم ہوجائے اور وہ جواب سے عاجز ہوجائیں تو سرے سے اس برہان کو ہی ایسا چھوڑ دیتے ہیں گویا وہ ان کے آگے پیش ہی نہیں ہوا اور مطالبہ کرتے ہیں کہ کوئی دلیل لاؤ تاکہ دوسرا سننے والا سمجھے اور مغالطے میں پڑ جائے کہ ان کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں پہنچی تو اس کا جواب ارشاد ہوا کہ

"آپ فرمادیں غیب تو اللہ ہی کے لیے ہے تو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں"۔

اے محبوب! انہیں اس کا جواب کچھ نہ دیجئے اس لیے کہ جب یہ معجزات باہرہ کے ساتھ قرآن پاک تک سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں اور بار بار دلیل دلیل کی رٹ لگا رہے ہیں تو فرما دیجئے کہ غیب بالذات تو اللہ تعالے ہی کے لیے ہے لہذا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ جناب باری عز اسمہ نے

اپنے حبیب کو فرمایا کہ جب دلائل قاہرہ شق قمر، سلک شجر، نطق حجر اور قرآن کریم ان کے لیے آیات و برہان نہیں تو اب اس نشانی کا ظہور جو سزا و جزا کی صورت میں ہے وہ مشیت حق پر موقوف ہے اور یہ وہ غیب ہے کہ اللہ تعالے ہی کے پاس ہے۔ لہذا اب انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۂ یونس پ۱۱

وَإِذَآ أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِىٓ ءَايَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ۝

جب ہم مزہ دیتے ہیں لوگوں کو رحمت کا بعد کسی تکلیف کے جو انہیں پہنچتی ہے تو وہ داؤں چلتے ہیں ہماری آیتوں میں فرما دیجئے اللہ کا داؤں تیز ہے بے شک ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لکھتے رہتے ہیں تمہارے داؤں۔

هُوَ الَّذِى يُسَيِّرُكُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمْ فِى الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوٓا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا

وہ ذات وہ ہے جو چلاتی ہے تمہیں خشکی اور تری میں حتی کہ جب تم ہوتے ہو کشتی میں اور وہ چلتی ہے انہیں لے کر اچھی ہوا سے اس پر خوش ہوتے ہو آتی ہے اس پر آندھی اور آجاتی ہیں اس پر موجیں ہر طرف سے اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم اس میں گھر گئے پکارتے ہیں اللہ کو اس کے خالص بندے ہو کر کہ اگر تو ہمیں

مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ۔

فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰىٓ اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

نجات دے گا اس سے تو ہم ضرور شکر گذاروں سے ہوں گے۔

تو جب ہم انہیں نجات دیتے ہیں تو وہیں زیادتی کرنے لگتے ہیں زمین میں ناحق۔ اے لوگو! تمہاری سرکشی تمہاری ہی جانوں پر ہے دنیا کی زندگی میں برت لو پھر ہماری طرف ہی تمہیں لوٹنا ہے تو ہم تمہیں جتا دیں گے جو کچھ تم کرتے ہو۔

دنیا کی زندگی کی مثال تو ایسی ہے جیسے پانی ہم نے آسمان سے اتارا تو اس سے مل کر زمین سے اگیں وہ چیزیں جنہیں آدمی کھاتے ہیں اور چارپائے حتیٰ کہ زمین نے خوب سرسبزی لے لی اور مزین و شاداب ہو گئی اور زمین والے سمجھ گئے کہ اب ہم اس پر قادر ہیں تو ہمارا حکم آیا رات یا دن میں تو ہم نے اسے کر دیا کھادگویا کل یہاں کوئی سبزہ ہی نہ تھا ایسے ہی ہم تفصیل سے آیتیں بیان کرتے ہیں غور و فکر کرنے والوں کو

اور اللہ بلاتا ہے تمہیں دار السلام کی طرف اور جسے چاہے سیدھے راہ چلاتا ہے۔

ان کے لیے بھلائی ہے جو بھلائی والے ہیں اور اس سے بھی زیادہ اور نہ چڑھے گی ان کے منہ پر سیاہی اور نہ ذلت یہ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور وہ جنہوں نے کمائیں برائیاں تو برائی کا بدلہ اسی کے مثل ہے اور چڑھے گی انہیں ذلت کوئی نہیں انہیں اللہ سے بچانے والا گویا ڈھانپ لیا انہیں ان کے منہ کو اندھیری رات کے ٹکڑوں نے یہ جہنم والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ○

اور جس دن اٹھائیں ہم انہیں پھر کہیں شرک والوں کو اپنی جگہ رہو تم اور تمہارے شریک تو ہم علیحدہ کر دیں گے انہیں مسلمانوں سے اور کہیں گے ان کے شریک تم نہ تھے ہمیں پوجنے والے۔

فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ○

تو کافی ہے اللہ گواہ ہم میں اور تم میں نہیں تھے ہم تمہاری پوجا سے باخبر۔

هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ○

یہاں جان لے گی ہر جان جو آگے بھیجا اور اللہ کی طرف پھیرے جاؤ گے جو ان کا سچا مولیٰ ہے بے کار گئیں ان سے ان کی ساری بناوٹیں۔

حلِّ لغات تیسرا رکوع سورۂ یونس پ ۱۱

وَاِذَا۔ اور جب	اَذَقْنَا۔ چکھاتے ہیں ہم	النَّاسَ۔ لوگوں کو	رَحْمَةً۔ رحمت
مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ۔ تکلیف کے بعد		مَسَّتْهُمْ۔ جو ان کو پہنچی	اِذَا لَهُمْ۔ تو ناگہاں وہ
مَكْرٌ۔ تدبیر کرتے ہیں	فِيْ اٰيَاتِنَا۔ ہماری آیتوں میں	قُلِ۔ کہہ	اللّٰهُ۔ اللہ
اَسْرَعُ۔ بہت تیز ہے	مَكْرًا۔ تدبیریں	اِنَّ۔ بے شک	رُسُلَنَا۔ ہمارے بھیجے ہوئے
يَكْتُبُوْنَ۔ لکھتے ہیں	مَا تَمْكُرُوْنَ۔ جو وہ تدبیر کرتے ہیں		هُوَ الَّذِيْ۔ [illegible]
يُسَيِّرُكُمْ۔ جو تمہیں چلاتا ہے		فِي الْبَرِّ۔ خشکی میں	وَالْبَحْرِ۔ اور سمندر میں
حَتّٰى۔ یہاں تک کہ	اِذَا كُنْتُمْ۔ جب ہوتے ہو تم	فِي الْفُلْكِ۔ کشتی میں	وَجَرَيْنَ۔ اور وہ چلتی ہیں
بِهِمْ۔ ان کو لے کر	بِرِيْحٍ۔ ساتھ ہوا	طَيِّبَةٍ۔ نرم کے	وَفَرِحُوْا۔ اور خوش ہوئے
بِهَا۔ اس سے	جَاءَتْهَا۔ آئی ان کے پاس	رِيْحٌ۔ ہوا	عَاصِفٌ۔ تند و تیز
وَجَاءَهُمُ۔ اور آئی ان کے پاس	الْمَوْجُ۔ موج	مِنْ كُلِّ۔ ہر ایک	مَكَانٍ۔ جگہ سے
وَظَنُّوْا۔ اور خیال کیا انہوں نے	اَنَّهُمْ۔ کہ بیشک وہ	اُحِيْطَ۔ گھیر لیا ہے	بِهِمْ۔ ان کو
دَعَوُا۔ تو پکارتے ہیں	اللّٰهَ۔ اللہ کو	مُخْلِصِيْنَ۔ خالص کرنیوالے	لَهُ الدِّيْنَ۔ اسکے لیے دین
لَئِنْ۔ اگر	اَنْجَيْتَنَا۔ نجات دے ہمکو	مِنْ هٰذِهٖ۔ اس سے	لَنَكُوْنَنَّ۔ تو ہوں گے ہم
مِنَ الشّٰكِرِيْنَ۔ شکر گذاروں سے		فَلَمَّا۔ پھر جب	اَنْجٰهُمْ۔ نجات دی ان کو

اِذَا ھُمْ۔ ناگہاں وہ　یَبْغُوْنَ۔ سرکشی کرتے ہیں　فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں　بِغَیْرِ۔ سوائے
الْحَقِّ۔ حق کے　یٰٓاَیُّھَا۔ اے　النَّاسُ۔ لوگو　اِنَّمَا۔ سوائے اسکے نہیں
بَغْیُکُمْ۔ تمہاری سرکشی　عَلٰی۔ اوپر　اَنْفُسِکُمْ۔ تمہاری جانوں کے ہے　مَتَاعَ۔ سامان ہے
الْحَیٰوۃِ۔ زندگی　الدُّنْیَا۔ دنیا کا　ثُمَّ اِلَیْنَا۔ پھر ہماری طرف ہے
مَرْجِعُکُمْ۔ تمہارا لوٹنا　فَنُنَبِّئُکُمْ۔ پھر بتائیں گے ہم تمکو　بِمَا۔ جو　کُنْتُمْ۔ تم
تَعْمَلُوْنَ۔ کیا کرتے تھے　اِنَّمَا۔ سوائے اسکے نہیں　مَثَلُ۔ مثال　الْحَیٰوۃِ۔ زندگی
الدُّنْیَا۔ دنیا کی　کَمَآءٍ۔ پانی کی طرح ہے　اَنْزَلْنٰہُ۔ اتارا ہمنے اس کو　مِنَ السَّمَآءِ۔ بلندی سے
فَاخْتَلَطَ۔ پھر مل گئی　بِہٖ۔ اس کے ساتھ　نَبَاتُ۔ سبزی　الْاَرْضِ۔ زمین کی
مِمَّا۔ اس سے جو　یَاْکُلُ۔ کھاتے ہیں　النَّاسُ۔ لوگ　وَالْاَنْعَامُ۔ اور چارپائے
حَتّٰی۔ یہانتک کہ　اِذَا۔ جب　اَخَذَتِ۔ لے لی　الْاَرْضُ۔ زمین نے
زُخْرُفَھَا۔ اپنی رونق　وَازَّیَّنَتْ۔ اور خوبصورت ہوگئی　وَظَنَّ۔ اور خیال کیا　اَھْلُھَا۔ اس کے مالکوں نے
اَنَّھُمْ۔ کہ وہ　قٰدِرُوْنَ۔ قادر ہیں　عَلَیْھَا۔ اس پر　اَتٰھَا۔ آیا اس کے پاس
اَمْرُنَا۔ ہمارا حکم　فَجَعَلْنٰھَا۔ پھر بنایا ہم نے اس کو　حَصِیْدًا۔ کھاد
کَاَنْ۔ گویا کہ　لَّمْ تَغْنَ۔ نہیں آباد تھی　بِالْاَمْسِ۔ کل　کَذٰلِکَ۔ اسی طرح
نُفَصِّلُ۔ کھول کر بیان کرتے ہیں ہم　الْاٰیٰتِ۔ آیتیں　لِقَوْمٍ۔ واسطے اس قوم کے
یَّتَفَکَّرُوْنَ۔ جو سوچتے ہیں　وَاللّٰہُ۔ اور اللہ　یَدْعُوْٓا۔ بلاتا ہے　اِلٰی۔ طرف
دَارِ السَّلٰمِ۔ سلامتی کے گھر کی　وَیَھْدِیْ۔ اور ہدایت دیتا ہے　مَنْ یَّشَآءُ۔ جسے چاہے
اِلٰی۔ طرف　صِرَاطٍ۔ راہ　مُّسْتَقِیْمٍ۔ سیدھی کی　لِلَّذِیْنَ۔ واسطے انکے جنہوں نے
اَحْسَنُوا۔ نیکی کی　الْحُسْنٰی۔ بھلائی ہے　وَزِیَادَۃٌ۔ اور زیادہ بھی　وَلَا۔ اور نہ
یَرْھَقُ۔ ڈھانپے گی　وُجُوْھَھُمْ۔ انکے چہروں کو　قَتَرٌ۔ سیاہی　وَّلَا۔ اور نہ
ذِلَّۃٌ۔ ذلت　اُولٰٓئِکَ۔ یہ لوگ　اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ۔ جنت والے ہیں
ھُمْ۔ وہ　فِیْھَا۔ اس میں　خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے ہیں　وَالَّذِیْنَ۔ اور وہ جنہوں نے
کَسَبُوا۔ کمائی　السَّیِّاٰتِ۔ برائیاں　جَزَآءُ۔ بدلہ　سَیِّئَۃٍ۔ برائی کا
بِمِثْلِھَا۔ اسی کی مثل ہے　وَتَرْھَقُھُمْ۔ اور ڈھانپے گی ان کو　ذِلَّۃٌ۔ ذلت
مَا لَھُمْ۔ نہیں واسطے انکے　مِنَ اللّٰہِ۔ اللہ سے　مِنْ عَاصِمٍ۔ کوئی بچانے والا

کَاَنَّمَا۔ گویا کہ	اُغْشِیَتْ۔ ڈھانپے گئے ہیں	وُجُوْھُھُمْ۔ ان کے چہرے	قِطَعًا۔ ایک ٹکڑے
مِّنَ الَّیْلِ۔ رات	مُظْلِمًا۔ اندھیری سے	اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ ہیں	اَصْحٰبُ۔ ساتھی
النَّارِ۔ آگ کے	ھُمْ۔ وہ	فِیْھَا۔ اس میں	خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے ہیں
وَیَوْمَ۔ اور جس دن	نَحْشُرُھُمْ۔ اکٹھا کرینگے ہم ان	جَمِیْعًا۔ سب کو	ثُمَّ نَقُوْلُ۔ پھر کہیں گے ہم
لِلَّذِیْنَ۔ ان کو جنہوں نے	اَشْرَکُوْا۔ شرک کیا	مَکَانَکُمْ۔ ٹھہرو اپنی جگہ پر	اَنْتُمْ۔ تم
وَشُرَکَآؤُکُمْ۔ اور تمہارے شریک		فَزَیَّلْنَا۔ پھر الگ کرینگے ہم	بَیْنَھُمْ۔ ان کو
وَقَالَ۔ اور کہیں گے	شُرَکَآؤُھُمْ۔ ان کے شریک	مَاکُنْتُمْ۔ نہیں تھے تم	اِیَّانَا۔ خاص ہماری
تَعْبُدُوْنَ۔ عبادت کرتے	فَکَفٰی۔ پھر کافی ہے	بِاللّٰہِ۔ اللہ	شَھِیْدًا۔ گواہ
بَیْنَنَا۔ ہمارے	وَبَیْنَکُمْ۔ اور تمہارے درمیان	اِنْ کُنَّا۔ بے شک تھے ہم	عَنْ عِبَادَتِکُمْ۔ تمہاری پوجا سے
لَغٰفِلِیْنَ۔ یقیناً بے خبر	ھُنَالِكَ۔ اس جگہ	تَبْلُوْا۔ جان لے گا	کُلُّ۔ ہر ایک
نَفْسٍ۔ آدمی	مَّا۔ جو	اَسْلَفَتْ۔ آگے بھیجا اس نے	وَرُدُّوْا۔ اور پھیرے جائینگے
اِلَی اللّٰہِ۔ اللہ کی طرف	مَوْلٰھُمُ۔ جو انکا مالک ہے	الْحَقِّ۔ سچا	وَضَلَّ۔ اور بھول جائے گا
عَنْھُمْ۔ ان سے	مَاکَانُوْا۔ جو تھے وہ	یَفْتَرُوْنَ۔ جھوٹ باندھتے۔	

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع۔ یونس پ ۱۱

"اور جبکہ ہم لوگوں کو مزا دیتے ہیں" صحت اور وسعت رزق کا "بعد اس کے کہ انہیں کسی قسم کی تکلیف پہنچی تھی جبھی وہ مکاریاں کرنے لگتے ہیں ہماری آیتوں کے ساتھ"۔

یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ اس تکلیف کو سوء عملی کی سزا سمجھ کر یوں کہتے اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْخَیْرَ بِیَدَیْكَ وَالشَّرَّ لَیْسَ اِلَیْكَ۔ الٰہی تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں اور تمام برائیاں تیری طرف سے نہیں بلکہ ہماری بداعمالی کا بدلہ ہے۔

آیۂ کریمہ کا روئے سخن کفار مکہ کی طرف ہے جیسا کہ روایت ہے اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی سَلَّطَ عَلَیْھِمُ الْقَحْطَ سَبْعَ سِنِیْنَ حَتّٰی کَادُوْا یَھْلِکُوْنَ فَطَلَبُوْا مِنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنْ یَّدْعُوَلَھُمْ بِالْخِصْبِ وَوَعَدُوْہُ بِالْاِیْمَانِ فَلَمَّا دَعَالَھُمْ وَرَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِاغِیًا طَفِقُوْا یَطْعَنُوْنَ فِیْ اٰیَاتِہٖ تَعَالٰی وَیُعَانِدُوْنَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَیَمْکُرُوْنَہٗ وَذٰلِكَ قَوْلُہٗ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی۔

اہل مکہ پر سات برس قحط مسلط رہا حتی کہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو حضور سے درخواست دعا کی

فراخی و وسعت پیداوار کی۔ اور وعدہ کیا ایمان لانے کا جب حضور نے دعا فرمائی اور اللہ تعالےٰ نے حضور کی وجہ سے ان پر رحم کیا تو انہوں نے لازم پکڑ لیا طعن کرنا آیاتِ الٰہی میں۔

"خصب لغت میں خیر کثیر اور نخل کثیر کے معنی دیتا ہے۔ اور طفق کے معنی لازم پکڑنے کے ہیں" (منجد)

اور عناد شروع کر دیا حضور کی ذات اقدس سے اور داؤں گا نٹھنے لگے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی

"فرما دیجئے اللہ تعالےٰ کا داؤں یا خفیہ تدبیر سب سے زیادہ سریع ہے"

یعنی مکر کی تعریف علامہ آلوسی فرماتے ہیں اَصْلُ الْمَكْرِ اِخْفَاءُ الْكَيْدِ وَالْمَضَرَّةِ یعنی وہ خفیہ سی تدبیریں کرنے لگے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تمہاری خفیہ تدبیر تو ہوتے ہوتے پوری ہوگی مگر اللہ تعالےٰ کی طرف سے خفیہ مضرت سریع تر ہوگی۔

اور ان کا اس موقعہ پر مکر یہ تھا کہ اس قحط پر وسعت رزق کرنے میں بتوں اور ستاروں کا ہاتھ بتانے لگے اور حضور کی دعا کی تکذیب عناداً کرنے لگے۔ اسی وجہ میں ابو داؤد اور نسائی زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَكَافِرٌ بِیْ وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِیْ وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ۔

یعنی میرے بندوں میں ایسے ہیں جو ایمان کے ساتھ صبح کرتے ہیں اور بعض کوکب و سیارگان سے کفر کرتے ہیں اور میرے ساتھ کفر اور کواکب پر ایمان لاتے ہیں تو جو کہے ہم پر بارش کی اللہ نے اپنے فضل سے اور رحمت سے تو یہ مجھ پر ایمان لانے والا ہوا اور کواکب سے کفر کرنے والا اور جو کہے بارش ہوئی ہم پر (نوء۔ چڑھنے اور بلند ہونے کو کہتے ہیں۔ منجد) فلاں ستارہ کے چڑھنے سے تو وہ مجھ سے کافر اور کوکب کے ساتھ مومن ہے۔ (روح المعانی)

یہی وجہ ہے کہ کفر کی دو قسم ہیں ایک کفر زائل اور ایک کفر ثابت

کفر زائل کفر کفار ہے کہ عناد و جحد کی بنا پر باطل پر ایمان اور حق سے کفر کرتے ہیں آخر جب ضغطۂ موت کا وقت آتا ہے اور عذاب نظر آنے لگتا ہے تو فرعون کی طرح اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کہنے لگتا ہے لیکن یہ ایمان اسے نفع نہیں دے گا۔ اس لیے کہ جب دروازۂ توبہ مسدود ہو چکا تو اس وقت یہ توبہ ہوئی اور کفر زائل ہوا۔

اور کفر ثابت کفر مومنین ہے جو طاغوت اور شیاطین و باطل سے ہے جیسا کہ فرمایا فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔

ان ہر دو کفر کی تفصیل اجمالاً سوداؔ کے اس شعر میں ہے

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ طغرائے مسلمانی | نہ ٹوٹی شیخ سے زنار و تسبیح سلیمانی !

یہاں اس مسئلہ کا حل بھی ضروری ہے کہ تاثیر اشیاء میں ہوتی ہے ایسے ہی کواکب میں بھی اثر رکھا گیا ہے تو اس کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر کواکب کو موثر بالذات مان لیں تو یہ کفر ہے چنانچہ اشاعرہ اسی طرف ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ اَوْدَعَ فِيْهَا قُوَّةً مُّؤَثِّرَةً بِاِذْنِهٖ فَمَتٰى شَآءَ سُبْحٰنَهٗ اَثَّرَتْ وَمَتٰى شَآءَ لَمْ يُؤَثِّرْ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ السَّلَفِ۔

اللہ تعالیٰ نے اثر و قوت اشیاء میں اپنے حکم سے رکھی ہے جب چاہے اس سے اثر ظاہر فرمائے اور جب چاہے نہ فرمائے۔ یہی مذہب سلف ہے (روح المعانی)

"بے شک ہمارے فرشتے لکھ رہے ہیں جو تم مکر گانٹھ رہے ہو"۔

اور تمہاری خفیہ چالیں کاتب اعمال فرشتے لکھ رہے ہیں ان سے تم مخفی نہیں کر سکتے اور ظاہر ہے کہ جس چیز سے کراماً کاتبین بھی واقف ہیں اس سے علیم و خبیر کیونکر بے خبر ہو سکتا ہے وہ تو علام الغیوب ہے

"وہ وہ ہے کہ تمہیں خشکی اور تری میں سیر کراتا ہے"۔

یعنی تمہاری چلنے پھرنے کی قوۃ بھی اسی نے تمہیں دی ہے جس سے تم قطع مسافت کرتے ہو خشکی میں پیروں سے اور سواری پر اور دریا میں کشتیوں جہازوں سے سفر کرتے ہو تو یہ اسباب سفر جو خشکی اور تری میں تمہیں قطع منازل اور طے مراحل کروا رہے ہیں یہ سب اسی ذات قادر و قیوم نے تمہیں عطا فرمائے

"حتیٰ کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ اچھی ہوا سے انہیں لے کر چلیں اور اس پر خوش ہوئے کہ ہوا موافق ہے اور کشتی یا جہاز سلامت سے چل رہا ہے۔ کہ

"اچانک ان پر آندھی کا جھونکا آیا اور ہر طرف سے امواج بحر نے گھیر لیا اور انہوں نے سمجھا کہ ہم گھر گئے اس وقت پکارتے ہیں اللہ کو اخلاص سے اس کے بندے ہو کر اور کہتے ہیں اگر تو ہمیں اس بلا سے نجات دے گا تو ہم ضرور تیرے شکر گزاروں میں سے ہوں گے"۔

ریح عاصف۔ یہ الفاظ ہیں ایک ریح دوسرے عاصف۔ علامہ راغب فرماتے ہیں وَالرِّيْحُ مَعْرُوْفٌ وَهُوَ فِيْمَا قِيْلَ اَلْهَوَآءُ الْمُتَحَرِّكُ (ریح مشہور لفظ ہے اور اس کا معنی متحرک ہوا)

اور ریح بمعنی رحمت بھی آتی ہے اور بمعنی عذاب بھی۔ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ۔ اور يُرْسِلُ

الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ اور بہ معنی عذاب اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا۔

لیکن ریح سے استعارۃً غلبہ کے معنی بھی لیے جاتے ہیں۔ جیسے وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ اور بدبو کے معنی میں بھی بولتے ہیں رِيْحُ الْغَدِيْرِ اور خوشبو کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں رَائِحَةُ الْجَنَّةِ کہتے ہیں۔

صاحب حلیہ فرماتے ہیں کہ ریاح کی چار قسم ہیں اور ایک ایک معہود نام ہیں۔ جیسے صَبَا: اسی کو قبول بھی کہتے ہیں یہ غمزدوں کو مسرور کرتی اور بدنوں کو تر و تازہ کرتی ہے۔
دوسری ہوا کا نام جنوب ہے یہ بادلوں کو جمع کرتی ہے۔
تیسری قسم شمال ہے
چوتھی قسم دبور ہے۔ یہ دونوں ہوائیں بنیادیں اکھیڑ ڈالتی ہیں۔ درختوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہیں اس ہوا کو ریح عقیم۔ ریح عاصف اور ریح صرصر بھی کہتے ہیں۔
تو جب ریح عاصف اور امواج بحر اسے گھیر لیتی ہیں تو وہ خالصًا مخلصًا اپنے رب کو پکارتا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جیسے ابوداؤد اور نسائی وغیرہ نے نقل کیا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔
لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ فَرَّ عِكْرِمَةُ بْنُ اَبِيْ جَهْلٍ فَرَكِبَ الْبَحْرَ فَاَصَابَتْهُمْ عَاصِفٌ فَقَالَ اَصْحَابُ السَّفِيْنَةِ اَخْلِصُوْا فَاِنَّ اٰلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِيْ عَنْكُمْ شَيْئًا فَقَالَ عِكْرِمَةُ لَئِنْ لَمْ يُنَجِّنِيْ فِي الْبَحْرِ اِلَّا الْاِخْلَاصُ مَا يُنَجِّيْنِيْ فِي الْبَرِّ غَيْرُهٗ. اَللّٰهُمَّ اِنَّ لَكَ عَهْدًا اِنْ اَنْتَ عَافَيْتَنِيْ مِمَّا اَنَا فِيْهِ اَنْ اٰتِيَ مُحَمَّدًا حَتّٰى اَضَعَ يَدِيْ فِيْ يَدِهٖ فَلَاَجِدَنَّهٗ عَفُوًّا كَرِيْمًا قَالَ فَجَاءَ فَاَسْلَمَ
یوم فتح مکہ پر عکرمہ بن ابی جہل بھاگ کر کشتی میں سوار ہو گئے تو یہاں انہیں ریح عاصف اور امواج بحر نے گھیر لیا تو کشتی والے کہنے لگے اب خالص و مخلص ایمان سے دعا کرو اس لیے کہ تمہارے خودساختہ معبود تمہیں اس بلا سے مستغنی نہیں کر سکتے تو عکرمہ بولے اگر ہمارے معبود دریا میں ہمیں نجات نہیں دلا سکتے تو ہمیں خشکی میں بھی ان سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے دعا کی الٰہی بے شک اب میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اگر تو ہی ہماری نجات کا مالک ہے اگر تو نے مجھ کو اس بلا سے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں نجات دی تو میں سید عالم محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پہنچکر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دونگا (یعنی ایمان و اسلام پہ بیعت کر لوں گا) اس لیے کہ میں نے انہیں سراپا بخشش و کرم پایا ہے

چنانچہ اس بلا سے انھیں نجات ملی اور وہ سیدھے بارگاہ رسالت میں حاضر آئے اور آکر اسلام قبول کر لیا۔

ایک روایت میں ابن سعد ابن ابی ملیکہ سے یوں بیان کرتے ہیں کہ عکرمہ جب کشتی میں سوار ہوئے اور انھیں آندھی اور امواج بحر نے گھیر لیا تو کشتی والے خالص و مخلص ہو کر توحید پر آکر اللہ تعالے کو پکارنے لگے تو عکرمہ کشتی والوں سے کہنے لگے یہ کیا کر رہے ہو تو سب نے کہا عِکْرِمَۃُ ھٰذَا مَکَانٌ لَا یَنْفَعُ فِیْہِ اِلَّا اللّٰہُ تَعَالٰی۔ اے عکرمہ یہ ایسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالے کے سوا کوئی بھی نفع نہیں دے سکتا تو حضرت عکرمہ بولے یہ وہ خدا ہے جس کی طرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں بلاتے ہیں۔ تو واپس لوٹ آؤ اور میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے اور اسلام لے آئے۔

اس آیت سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ ایسے مخمصہ اور مصیبت میں بت پرست بھی اللہ تعالے ہی کو پکارتے ہیں۔ لیکن حضرت عکرمہ بن ابی جہل کی طرح سب نجات پا لینے کے بعد مومن نہیں ہو جاتے بلکہ۔ "جب انھیں اللہ بچا لیتا ہے تو جبھی وہ زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں"

اور وعدہ خلافی پر اتر آتے ہیں کفر و معصیت پر اصرار کرنے لگتے ہیں چنانچہ ایسے لوگوں کو تنبیہاً منادی بنا کر ارشاد فرماتا ہے۔

"اے لوگو! تمہاری بغاوت تمہاری ہی جانوں کا وبال ہے دنیا کے جیتے جی برت لو۔ عیش کر لو پھر تمہیں ہماری طرف پھرنا ہے تو جب تمہیں جتا دیں گے جو تمہارے کرتوت ہیں"

اس آیۂ کریمہ میں زجر و توبیخ ہے ان کی بغاوت پر چنانچہ ابوالشیخ، ابونعیم اور خطیب اور دیلمی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتیں ایسی ہیں جو کرنے والے پر لوٹ کر پڑتی ہیں۔ اَلْمَکْرُ۔ وَالنَّکْثُ وَالْبَغْیُ مکر اور بد عہدی اور سرکشی اور پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اور وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ اور وَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ۔

مکر کی تعریف ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اَصْلُ الْمَکْرِ اِخْفَاءُ الْکَیْدِ وَالْمَضَرَّۃِ روح المعانی (خفیہ تدبیر اور تکلیف پہنچانے کو مکر کہتے ہیں)

اور نکث کی تعریف علامہ راغب فرماتے ہیں اَلنَّکْثُ نَکْثُ الْاَکْسِیَۃِ وَالْغَزْلِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّقْضِ وَاسْتُعِیْرَ لِنَقْضِ الْعَھْدِ قَالَ تَعَالٰی وَاِنْ نَّکَثُوْا اَیْمَانَھُمْ۔ اِذَا ھُمْ یَنْکُثُوْنَ۔

(نکث کپڑا یا سوت توڑنے پر بولا جاتا ہے جیسے نقض ٹھوس چیز کو توڑنے پر بولتے ہیں اور عہد توڑنے پر

مجازاً استعمال ہوتا ہے جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اور اگر وہ اپنی مضبوط قسمیں توڑیں"۔ اور ناگہاں وہ اپنے عہد توڑ دیتے ہیں)

اور بغی کی تعریف یں فرماتے ہیں۔ اَلْبَغْیُ طَلَبُ تَجَاوُزِ الْاِقْتِصَادِ فِیْمَا یَتَحَرّٰی تَجَاوُزُہٗ قَالَ عَزَّ وَ جَلَّ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَۃَ مِنْ قَبْلُ۔ یَبْغُوْنَکُمُ الْفِتْنَۃَ ۔ البغی کا معنی ہے درمیانی روش سے تجاوز کرنے کی خواہش کرنا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اس سے پہلے انہوں نے فتنہ بپا کرنا چاہا۔ وہ تم میں فتنہ ڈالنا چاہتے ہیں۔)

وَالْبَغْیُ عَلٰی ضَرْبَیْنِ۔ اَحَدُھُمَا مَحْمُوْدٌ وَھُوَ تَجَاوُزُ الْعَدْلِ اِلَی الْاِحْسَانِ وَالْفَرْضِ اِلَی التَّطَوُّعِ وَالثَّانِیْ مَذْمُوْمٌ وَھُوَ تَجَاوُزُ الْحَقِّ اِلَی الْبَاطِلِ اَوْ تَجَاوُزُہٗ اِلَی الشُّبَہِ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْحَقُّ بَیِّنٌ وَالْبَاطِلُ بَیِّنٌ وَبَیْنَ ذٰلِکَ اُمُوْرٌ مُشْتَبِھَاتٌ وَمَنْ رَتَعَ حَوْلَ الْحِمٰی اَوْشَکَ اَنْ یَقَعَ فِیْہِ

بغی۔ محمود و مذموم دونوں معنی میں مستعمل ہے۔ عدل سے متجاوز ہو کر احسان کی طرف جانا فرض و حقوق عباد ادا کر کے اس کی تطوعاً خدمت کرنا یہ تو اچھی صورت میں بغی ہے

اور مذموم حق سے تجاوز کر کے باطل کی طرف جانا اور شبہات میں الجھ کر حق سے انحراف کرنا یہ بُرے معنی میں استعمال ہے

آنحضرت نے فرمایا حق ظاہر ہے اور باطل بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان مشتبہ امور ہیں اور جو چراگاہ کے ارد گرد چرائے گا قریب ہے کہ اس میں جا پڑے۔

آگے ارشاد ہے۔

"دنیا کی زندگی کی ایسی مثال ہے جیسے ہم نے پانی آسمان سے اتارا تو اس کے سبب سے زمین سے سبزہ اگا جسے آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں"

یعنی پھل اور غلہ اور گڑبڑ اور گھاس وغیرہ۔

"حتی کہ جب زمین نے اپنی شادابی اور سبزہ کافی لے لیا۔ لہلہا اٹھی۔ اور خوب پھل پھول سے آراستہ ہو گئی" اور کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو گئیں۔

"اور کسان اس کے مالک یقین کر چکے کہ یہ ہمارے قبضہ میں آگئی ہمارا حکم اس پر آیا رات یا دن میں"

یعنی اچانک ہمارا عذاب آیا بجلی کی شکل میں یا اولے برسنے سے یا آندھی چلنے کی صورت میں۔

"تو ہم نے اسے کر دیا حصید گویا کل تھی ہی نہ۔ ہم یونہی مفصل آیتیں بیان کرتے ہیں غور و فکر کرنے والوں کو"

حصید عربی میں حصد سے ہے اور حصد کہتے ہیں قطع زراعت کو وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ تو یہ حصاد محمود ہے اور فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا یہ حصاد علی سبیل الافساد ہے یعنی تمام کھیتی تباہ ہو کر گھاس ہی بن کر رہ گئی۔

اور زخرف سے زخرفہا فرمایا جس کے معنی حسن و بہجت کے ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں اَلزُّخْرُفُ الذَّهَبُ اُسْتُعِيْرَ لِلنَّضَارَةِ زخرف اصل میں سونے کے لیے لغت ہے اس سے استعارہ کیا گیا نضارۃ و بہجت سے۔ آگے ارشاد ہے۔

"اور اللہ بلاتا ہے دار السلام کی طرف"

پہلی آیت میں ان لوگوں کے حال کی ایک تمثیل بیان فرمائی جو دنیا کے چاہنے والے ہیں اور آخرت کی طرف سے بے پرواہ ہیں۔ اس آیۂ کریمہ میں مثال سبزہ کی دے کر ذہن نشین کیا کہ دنیوی زندگی ایک سبز باغ ہے اس کے حاصل کرنے کی فکر میں حب انسان اپنی عمر ضائع کر دیتا ہے اور اسے اتنا حاصل کر لیتا ہے کہ مطمئن ہو کر نشۂ کامیابی میں بدمست ہو جاتا ہے تو مفاجتًا اسے موت آ کر گھیر لیتی ہے اور وہ حاصل شدہ فانی نعمتوں سے بے معنی لذتوں سے مایوس ہو جاتا ہے تو اس کے بعد کف افسوس ملنے کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

آگے کے دن چلے گئے اور ہرسے کہانہ ہیت اب پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

یہ مضامین اہل فکر کو اس لیے بتائے جاتے ہیں تا کہ وہ نفع حاصل کریں اور ظلمت شکوک و اوہام سے نجات پا کر اخروی مقام کی طرف رجوع ہوں اور اللہ تعالےٰ تو تمہیں دار السلام کی طرف ہمیشہ دعوت دیتا ہے اور دنیا کی بے ثباتی تمہارے ذہن نشین کر کے اس طرف کی راہ نمائی کرتا ہے جو دائمی اور ابدی ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں دار السلام سے مراد جنت ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کا کرم خاص ہے کہ اپنے فضل سے تمہیں اس کی دعوت دے رہا ہے اور چونکہ ہدایت و ضلالت اس کے قبضہ میں ہے اس لیے فرمایا۔

"اور جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے۔"

اور وہ سیدھی راہ دین اسلام ہے اس لیے کہ دین ہی اسلام کو قرار دیا گیا اور فرمایا اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں فرشتے حاضر آئے اور آپ اس وقت آرام فرما تھے۔ ان میں سے بعض نے کہا حضور خواب میں ہیں بعض کہنے لگے آپ کی آنکھیں خواب میں ہیں اور دل بیدار ہے بعض کہنے لگے اس کی مثال بتاؤ تو انہوں نے کہا جس طرح کسی نے مکان

بنایا اور اس میں انواع و اقسام کی نعمتیں مہیا کیں اور کسی کو کہا کہ لوگوں کو بلائے تو جس نے اس بلانے والے کی پیروی کی اور اس مکان میں داخل ہو گیا وہ ان نعمتوں سے متمتع ہو گیا اور جس نے اس بلانے والے کی اطاعت نہ کی وہ نہ مکان میں داخل ہوا اور نہ ان نعمتوں سے متمتع ہو سکا۔

اس کے بعد فرشتوں میں گفتگو ہوئی کہ اس مثال کی تطبیق کرو۔ تاکہ سمجھ میں آسکے تو وہ کہنے لگے۔

مکان جنت ہے اور داعی الی الجنۃ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تو جس نے حضور کی اطاعت کر لی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ اور جس نے نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی مَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ۔ تو ارشاد ہے کہ

"بھلائی والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد اور نہ چڑھے گی ان کے منہ پر سیاہی اور نہ خواری"
یہاں بھلائی والوں سے مراد اللہ کے متبع بندے ہیں اور ان کے لیے جو بھلائی ہے اس سے جنت مراد ہے اور زیادہ جو فرمایا اس سے مراد دیدار الٰہی ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ جنتی جب جنت میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالے فرمائے گا کہ کیا چاہتے ہو کہ اللہ تعالے تم پر اور عنایت فرمائے وہ عرض کریں گے الٰہی تو نے ہمارے چہرے منور کیے اور جنت میں داخل فرمایا۔ دوزخ سے ہمیں نجات دی اس سے زیادہ اور کیا ہے؟ تو حضور نے فرمایا کہ پھر ایک پردہ اٹھے گا اور دیدار الٰہی سے وہ نوازے جائیں گے اور اس نعمت کو اہل جنت تمام نعمتوں سے فزوں سمجھیں گے اور احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ سے مراد دیدار الٰہی ہے (روح المعانی)

آگے ارشاد ہے۔

"یہ جنت والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ جنہوں نے کمائے گناہ تو برائی کا بدلہ اسی جیسا ہے اور ان پر چڑھی ہوئی ہو گی ذلت انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا گویا ان کے چہروں کو ڈھانپ لیا ہو گا اندھیری رات کے ٹکڑے نے یہ جہنم والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

اس آیۂ کریمہ میں نیکی بدی کی جزا سزا کا فرق بھی ظاہر فرما دیا کہ جیسے نیکی کا بدلہ دس گنا اور سات سو گنا تک ہے۔ گناہ کا بدلہ ایسا نہیں بلکہ جتنا گناہ اتنا ہی اس کا بدلہ ہے

"اور جس دن ہم اٹھائیں گے ان سب کو پھر فرمائیں گے مشرکوں سے اپنی جگہ رہو تم اور تمہارے شریک"
یعنی جب موقف حساب پر سب کو جمع کیا جائے تو مشرکوں کو ان کے بتوں کے ساتھ انہیں جمع کیا جائے تو اس وقت بت بھی اپنے پجاریوں کی پوجا سے انکار کر دیں اور قسمیں کھا کر بارگاہ رب العزت میں عرض کریں کہ ہم تو جماد محض تھے نہ سنتے تھے نہ دیکھتے نہ سمجھتے تھے اور نہ انہیں جانتے تھے کہ یہ ہمیں پوج

رہے ہیں۔

"توہم انہیں ایمان والوں سے جدا کر دیں گے اور وہ بت کہیں مشرکوں سے تم ہمیں تھے ہمیں پوجنے والے تو اللہ گواہ کافی ہے ہم ہیں اور تم ہیں کہ ہمیں تمہارے پوجنے کی خبر بھی نہ تھی یہاں ہر جان جان لے گی جو انہوں نے آگے بھیجا اور اللہ کی طرف پلٹائے جائیں گے جو ان کا سچا مولے ہے اور بے کار جائیں گی ان کی افتراء پردازیاں۔"

یعنی بتوں کو خدا کا شریک بنا کر افتراء باندھنا انہیں معبود ٹھہرانا۔ یہاں ضَلَّ کے معنی باطل و بے معنی کے لیے جائیں گے اور قرآن کریم ہیں۔ ضَلَّ۔ ضَالٌّ۔ ضَلَالٌ۔ تَضْلِیْلٌ۔ ضَالِّیْنَ جہاں جہاں بھی ہے۔ ہر مقام پر علیحدہ علیحدہ معنی ہیں۔ اس کی تفصیل علامہ راغب اصفہانی مفردات میں اس طرح فرماتے ہیں۔
وَضَلَّ عَنْهُمْ۔ اَیْ ضَاعَ وَذَهَبَ۔ رائگاں اور سب کچھ اکارت گیا۔

اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ ہمارے باپ محبت یوسف میں از خود رفتہ ہیں۔

تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ۔ ہمارے باپ پرانی محبت میں از خود رفتہ ہیں

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی۔ تمہیں ہم نے اے محبوب اپنی محبت میں از خود رفتہ پایا تو اپنے سے ملالیا۔

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ آدمی جو تیرا دار وغہ مطبخ تھا وہ میرے طمانچے سے مرا اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اپنی طاقت سے بے خبر تھا۔ یہاں ضالین بمعنی "بے خبر" آیا ہے

راغب مفردات میں فرماتے ہیں۔ ضَلَّ۔ اَلضَّلَالُ اَلْعُدُوْلُ عَنِ الطَّرِیْقِ الْمُسْتَقِیْمِ وَیُضَادُّهٗ الْهِدَایَةُ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا وَقَالَ بَعْضُ الْحُكَمَاءِ كَوْنُهُمَا مُصِیْبِیْنَ فِیْ وُجُوْهٍ وَكَوْنُهُمَا ضَالِّیْنَ مِنْ وُجُوْهٍ كَثِیْرَةٍ۔

خاک میں ملنے کے معنی میں بھی آتا ہے اِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ یَعْنِیْ اِسْتِحَالَةَ الْبَدَنِ۔

اَلَمْ یَجْعَلْ كَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ اَیْ فِیْ بَاطِلٍ۔ یعنی ان کی تدبیر کو باطل کر دیا

هَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْكَ۔ اَیْ لَا یَقْصُدُوْنَ یہاں محض ارادہ پر لفظ ضَالّ استعمال کیا گیا وغیر ذالک۔ مفردات راغب اصفہانی۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع۔ یونس پ ۱۱

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ	انہیں فرمایئے کون کوئی رزق دیتا ہے تمہیں آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھ کا۔

وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور مردے کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے امور کی تو اب کہیں گے اللہ تو فرما دیجئے کہ کیوں نہیں ڈرتے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۖۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

تو یہ اللہ ہے تمہارا سچا رب تو کیا ہے بعد حق کے مگر گمراہی تو کہاں ٹکرا رہے ہو۔

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْۤا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

ایسے ہی ثابت ہو چکا فرمان تیرے رب کا ان پر جو فاسق ہیں تو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝

فرما دیجئے کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ہے جو اول مخلوق پیدا کرے پھر فنا کے بعد دوبارہ لوٹائے۔ فرما دیجئے وہ اللہ ہے کہ اول بناتا ہے مخلوق پھر فنا کے بعد بناتا ہے تو تم کہاں اوندھے جا رہے ہو۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝

فرما دیجئے کیا تمہارے شریکوں سے کوئی ہے کہ ہدایت کرے حق کی فرمائیے اللہ ہی ہدایت کرتا ہے حق کی تو کیا جو حق کی راہ دکھائے وہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو نہیں راہ دکھا سکتا بلکہ خود راہ نمائی کا محتاج ہے تو تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝

اور نہیں اکثر ان کے پیرو مگر نرے گمان کے بے شک گمان حق سے مستغنی نہیں کر سکتا بے شک اللہ جانتا ہے تمہارے کرتوت۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور نہیں اس قرآن کی یہ شان کہ کوئی بنا سکے اللہ کے سوا لیکن وہ پہلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ایسا مفصل کہ اس میں شک نہیں پروردگار جہانوں کی طرف سے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا

کیا یہ کہتے ہیں کہ اسے بنایا ہوا ہے فرمائیے کہ لاؤ اس

بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝

کے مثل ایک سورت اور بلالو جنہیں بلا سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔
بلکہ جھٹلایا اسے جس کے علم کا احاطہ نہ کر سکے۔ اور جب نہیں لائے ہیں اس کی تاویل۔ ایسے ہی جھٹلایا تھا انہوں نے جو ان سے پہلے تھے تو دیکھئے کیا ہوتا ہے انجام ظالموں کا۔
اور ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لائے اور ان میں سے وہ ہیں جو ایمان نہ لائے اور تمہارا رب خوب جانتا ہے فسادیوں کو۔

حلِ لُغات چوتھا رکوع۔ یونس پ ۱۱

قُلْ۔ فرمائیے	مَنْ۔ کون	يَرْزُقُكُمْ۔ رزق دیتا ہے تمہیں	مِّنَ السَّمَآءِ۔ آسمان
وَالْاَرْضِ۔ اور زمین سے	اَمَّنْ۔ یا کون	يَمْلِكُ۔ مالک ہے	السَّمْعَ۔ کانوں کا
وَالْاَبْصَارَ۔ اور آنکھوں کا	وَمَنْ۔ اور کون	يُخْرِجُ۔ نکالتا ہے	الْحَيَّ۔ زندہ کو
مِنَ الْمَيِّتِ۔ مردہ سے	وَيُخْرِجُ۔ اور نکالتا ہے	الْمَيِّتَ۔ مردہ کو	مِنَ الْحَيِّ۔ زندہ سے
وَمَنْ۔ اور کون	يُّدَبِّرُ۔ تدبیر کرتا ہے	الْاَمْرَ۔ کام کی	فَسَيَقُوْلُوْنَ۔ سو کہیں گے
اللّٰهُ۔ اللہ	فَقُلْ۔ پھر کہہ دیجئے	اَفَلَا۔ کیا نہیں	تَتَّقُوْنَ۔ ڈرتے تم
فَذٰلِكُمُ۔ پھر یہ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	رَبُّكُمُ۔ تمہارا رب	الْحَقُّ۔ سچا
فَمَاذَا۔ پھر نہیں ہے	بَعْدَ۔ بعد	الْحَقِّ۔ حق کے	اِلَّا الضَّلٰلُ۔ مگر گمراہی
فَاَنّٰى۔ پھر کہاں	تُصْرَفُوْنَ۔ پھیرے جاتے ہو	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	حَقَّتْ۔ حق ہو گئی
كَلِمَتُ۔ بات	رَبِّكَ۔ رب تیرے کی	عَلَى الَّذِيْنَ۔ ان پر جو	فَسَقُوْا۔ جو فاسق ہوئے
اَنَّهُمْ۔ بے شک وہ	لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ نہیں ایمان لائیں گے	قُلْ هَلْ۔ کہہ کیا	مِنْ شُرَكَآئِكُمْ۔ تمہارے
شریکوں میں سے	مَنْ۔ کوئی ہے جو	يَّبْدَؤُا۔ پہلی بار بنائے	الْخَلْقَ۔ مخلوق
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ۔ پھر لوٹائے اس کو		قُلِ۔ کہہ	اللّٰهُ۔ اللہ
يَبْدَؤُا۔ پہلی بار بناتا ہے	الْخَلْقَ۔ مخلوق	ثُمَّ يُعِيْدُهٗ۔ پھر لوٹائے گا اس کو۔	

فَاَنّٰی۔ پھر کہاں — تُؤْفَكُوْنَ۔ پھیرے جاتے ہو — قُلْ۔ کہہ — هَلْ مِنْ۔ کیا کوئی ہے
شُرَكَآئِكُمْ۔ تمہارے شریکوں سے — مَنْ يَّهْدِيْٓ۔ جو راہ نمائی کرے — اِلَى۔ طرف
الْحَقِّ۔ حق کی — قُلِ۔ کہہ — اللّٰهُ۔ اللہ — يَهْدِيْ۔ راہنمائی کرتا ہے
لِلْحَقِّ۔ حق کی — اَفَمَنْ۔ کیا پھر جو — يَّهْدِيْٓ۔ راہ نمائی کرے — اِلَى الْحَقِّ۔ حق کی
اَحَقُّ۔ زیادہ حقدار ہے — اَنْ۔ یہ کہ — يُّتَّبَعَ۔ پیروی کیا جائے — اَمَّنْ۔ یا وہ جو
لَا يَهِدِّيْٓ۔ نہیں راہ پا سکتا — اِلَّآ اَنْ۔ مگر یہ کہ — يُّهْدٰى۔ راہ دکھایا جائے — فَمَا لَكُمْ۔ پھر کیا ہے تم کو
كَيْفَ۔ کیسے — تَحْكُمُوْنَ۔ فیصلے کرتے ہو — وَمَا۔ اور نہیں — يَتَّبِعُ۔ پیروی کرتے
اَكْثَرُهُمْ۔ اکثر ان کے — اِلَّا ظَنًّا۔ مگر گمان کی — اِنَّ الظَّنَّ۔ بیشک گمان — لَا يُغْنِيْ۔ نہیں کام آتا
مِنَ الْحَقِّ۔ حق سے — شَيْئًا۔ کچھ بھی — اِنَّ اللّٰهَ۔ بیشک اللہ — عَلِيْمٌ۔ جاننے والا ہے
بِمَا۔ جو کچھ — يَفْعَلُوْنَ۔ وہ کرتے ہیں — وَمَا كَانَ۔ اور نہیں ہے — هٰذَا الْقُرْاٰنُ۔ یہ قرآن
اَنْ۔ یہ کہ — يُّفْتَرٰى۔ بنایا جائے — مِنْ دُوْنِ۔ سوائے — اللّٰهِ۔ اللہ کے
وَلٰكِنْ۔ اور لیکن — تَصْدِيْقَ۔ تصدیق ہے — الَّذِيْ۔ اس کی — بَيْنَ يَدَيْهِ۔ جو اس سے پہلے ہے
وَتَفْصِيْلَ۔ اور تفصیل ہے — الْكِتٰبِ۔ کتاب کی — لَا رَيْبَ۔ نہیں شک — فِيْهِ۔ اس میں
مِنْ رَّبِّ۔ کہ رب — الْعٰلَمِيْنَ۔ جہانوں سے ہے — اَمْ يَقُوْلُوْنَ۔ کیا وہ کہتے ہیں
افْتَرٰىهُ۔ کہ اس کو بنایا ہے — قُلْ۔ کہہ — فَاْتُوْا۔ پھر لاؤ — بِسُوْرَةٍ۔ ایک سورۃ
مِّثْلِهٖ۔ اس کی مثال — وَادْعُوْا۔ اور بلاؤ — مَنِ اسْتَطَعْتُمْ۔ جس کو تم بلا سکتے ہو
مِنْ دُوْنِ۔ سوائے — اللّٰهِ۔ اللہ کے — اِنْ كُنْتُمْ۔ اگر ہو تم — صٰدِقِيْنَ۔ سچے
بَلْ۔ بلکہ — كَذَّبُوْا۔ جھٹلایا انہوں نے — بِمَا۔ جس کو — لَمْ يُحِيْطُوْا۔ نہ گھیر سکے
بِعِلْمِهٖ۔ اس کے علم سے — وَلَمَّا۔ اور ابھی نہ — يَاْتِهِمْ۔ آئی ان کے پاس — تَاْوِيْلُهٗ۔ اس کی تاویل
كَذَّبَ۔ جھٹلایا — الَّذِيْنَ۔ ان لوگوں نے — مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جو ان سے پہلے تھے — فَانْظُرْ۔ پھر دیکھ
كَيْفَ۔ کیسا — كَانَ۔ ہوا — عَاقِبَةُ۔ انجام — الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں کا
وَمِنْهُمْ۔ اور بعض ان سے — مَّنْ يُّؤْمِنُ۔ ایمان لائے — بِهٖ۔ اس کے ساتھ — وَمِنْهُمْ۔ اور بعض ان سے
مَّنْ۔ وہ ہیں جو — لَّا يُؤْمِنُ۔ نہیں ایمان لاتے — بِهٖ۔ ساتھ اس کے — وَرَبُّكَ۔ اور تیرا رب
اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے — بِالْمُفْسِدِيْنَ۔ فسادیوں کو۔

مختصر تفسیر اُردو چوتھا رکوع یونس پ۱۱

"آپ فرما دیں کہ کون ہے جو تمہیں رزق دیتا ہے آسمانوں اور زمین سے۔"

یعنی آسمان سے مینہ برسا کر اور زمین سے سبزہ اگا کر۔

"یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا۔"

یعنی حواس خمسہ تمہیں کس نے دیے کس نے یہ عجائب تمہیں بخشے اور کون انہیں مدتوں تک محفوظ رکھتا ہے۔

"اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے۔"

یعنی انسان کو نطفہ سے اور نطفہ کو انسان سے پرند کو انڈے سے اور انڈے کو پرند سے۔ مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے عالم کو جاہل سے اور جاہل کو عالم سے۔

"اور کون تدبیر کرتا ہے تمام کاموں کی تو اب کہیں گے کہ اللہ"

یعنی اعتراف کریں گے اس کی قدرت کاملہ کا اور اس کے سوا کچھ چارہ نہ ہوگا۔

"تو آپ فرمائیں کہ تم کیوں نہیں ڈرتے"۔ اس کے عذاب سے "تو اللہ ہے تمہارا سچا رب" جو اس شان کی قدرت کاملہ کا مالک ہے۔ "تو کیا ہے حق کے بعد مگر گمراہی"

یعنی جبکہ ایسے براہین واضحہ اور دلائل قاطعہ سے ثابت ہو گیا کہ مستحق عبادت صرف وہ اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے ماسوا سب باطل و گمراہی ہے تو پھر اس کی قدرت جان لینے کے بعد جو مانو گے بجز گمراہی ہوگی۔

"تو کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو یوں ہی ثابت ہو چکی ہے تیرے رب کی بات فاسقوں پر۔"

یعنی ان کافروں پر جو اپنے کفر میں راسخ ہو گئے اور رب کی بات سے مراد حکم ازلی و قدر الٰہی یا وعید شدید لاملئن جہنم۔

"تو وہ ایمان نہ لائیں گے فرما دیجئے کہ تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے" یعنی ان بتوں میں جنہیں تم معبود بنائے ہوتے ہیں کہ "اول بنائے پھر فنا کر کے دوبارہ بنائے"

یعنی یہ استفہام انکاری کے طور پر فرمایا کہ ایسا ان بتوں میں کوئی نہیں اور اس بات کو مشرک بھی جانتا ہے کہ پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔

"اے محبوب فرما دیجئے کہ اللہ ہی اول بناتا ہے پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے گا تو کہاں اوندھے جا رہے ہو

اور ایسی روشن اور واضح اور غیر مبہم دلائل قائم ہو جانے پر بھی راہ راست سے انحراف کر رہے ہو۔
"فرما دیجئے کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ راہ حق دکھائے"۔
اور رسول بھیج کر حجتیں قائم فرمائے اہل عقل کو بصیرت و نظر عطا فرما کر سیدھے راستہ کی راہ نمائی کرے اس کا جواب یہی ہے کہ کوئی نہیں۔
"آپ فرما دیجئے وہ اللہ ہی ہے کہ حق کی راہ دکھاتا ہے تو کیا جو حق کی راہ دکھائے اس کے حکم پر چلنا چاہئے یا اس کی پیروی جو خود راہ نہ پا سکے جب تک اسے راہ نہ دکھائی جائے"۔
جیسے بت کہ کسی طرف جا ہی نہیں سکتے جب تک انہیں کوئی اٹھا کر نہ لے جائے اور نہ کسی چیز کی حقیقت کو سمجھیں اور نہ راہ حق کو پہچانیں جب تک اللہ تعالٰے انھیں زندگی نہ دے اور ادراک نہ بخشے تو جس کی اپنی مجبوری کا یہ عالم ہے تو وہ دوسرے کو کیا راہ دکھا سکتے ہیں تو ایسے جماد بے جان کو معبود بنانا اور ان کی اطاعت کرنا کس قدر باطل ہے۔
"تو تمہیں کیا ہوا کیسے حکم لگاتے ہو"۔ یہ مخاطبہ مشرکین سے ہے "اور ان میں اکثر تو پیروی نہیں کرتے مگر محض ظن اور گمان کی بے شک گمان حق کے مقابل کچھ کام نہیں دیتا بے شک اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے اور نہیں ہے اس قرآن کی یہ شان کہ کوئی اپنی طرف سے بنا لے بغیر اللہ کے اتارے"۔
یہ مشرکین کے اس وہم کا جواب ہے جو انہوں نے حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا کہ یہ قرآن از خود حضور نے بنا کر ہمیں خدا کا کلام کہہ کر پیش کیا ہے اور اس امر کو بھی اس آیۂ کریمہ میں واضح فرمایا کہ قرآن کریم ایسی کتاب نہیں جس کی نسبت تردد کیا جا سکے اس کی مثل بنانے سے ساری مخلوق انس و جن عاجز ہے وہ کتاب اللہ تعالٰے نے ہی نازل فرمائی ہے اسی لیے علی الاعلان فرما دیا گیا قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۔
پھر یہ بھی فرما دیا کہ یہ کتاب پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔
"اور لیکن وہ کتاب وہ ہے کہ اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے" یعنی توریت، انجیل اور زبور کی تصدیق کرتی ہے۔ "جو تمہارے آگے ہے اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے"۔ اور اس پر بھی یہ کہیں تو فرما دیجئے "کیا تم کہتے ہو کہ یہ انہوں نے (یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے) بنا لیا ہے تو فرما دیجئے تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جن کو جمع کرنے کی قوت رکھتے ہو سب کو بلا لو اگر تم سچے ہو بلکہ اسے جھٹلاتے ہو جس کے علم پر قابو نہیں پا سکتے"
اس آیہ کریمہ میں اس امر کی تردید ہے کہ تم اپنے خیال میں یہ سب کچھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بلاغت

وفصاحت کا نتیجہ سمجھ رہے ہیں تو وہ بھی بڑے بلاغت وفصاحت کے دعویدار ہیں۔ لہٰذا وہ اور دنیا کے تمام بلغاء وفصحا کو جمع کر کے اس کا کیوں نہیں مقابلہ کرتے۔ اس لیے کہ انسان کے ہر کلام بلاغت کا مقابلہ کسی نہ کسی بلیغ نے کیا۔ دعبل، ابو العتاہیہ، ابو نواس، امرؤ القیس، ابو زید سروجی اور کون کون سے بلغاء ہو چکے۔

متنبی، حماسہ اور سبعہ معلقہ والے انہوں نے اس کے مقابلہ کی جرأت کیوں نہ کی۔ ہمارا مطالبہ سارے قرآن پاک کے مقابلہ کا نہیں ہے بلکہ ہم تو اس کے مقابلہ کی ایک سورت تم سے طلب کرتے ہیں مگر تم اس کلام پاک کو سمجھے بغیر اس کی تکذیب پر تل گئے ہو اور یہ تکذیب تمہارے جہل کی دلیل ہے کہ بغیر جانے بوجھے محض عناد کی بنا پر انکار کر رہے ہو اگر سوچتے تو جانتے کہ یہ کلام پاک ایسے علوم پر مشتمل ہے جس کا مدعیان علم وخرد احاطہ کرنے سے قاصر ہیں تو اس کی طرف جھکنا چاہئے تھا نہ کہ انکار کرنا اپنا طریقہ بنا لیا۔

"اور ابھی انہوں نے اس کا انجام نہیں دیکھا"۔

یعنی اس انکار کرنے سے جس عذاب کے وہ مستحق ہیں وہ ان کے سامنے نہیں آیا اور اس کی تمام وعید اس قرآن میں بیان ہو چکی ہیں۔

"ویسے ہی اگلوں نے ان سے پہلے جھٹلایا تھا"۔

محض عناد وحسد سے ان رسولوں کے معجزات وآیات دیکھ دیکھ کر بھی منکر بنے رہے اور نظر وتدبر سے کام نہ لیا۔ "تو اے محبوب دیکھئے ظالموں کا انجام کیا ہوا" کہ وہ انواع واقسام کے عذابوں میں مبتلا ہوئے

"اور ان میں کوئی ایمان لاتا ہے اور ان میں سے کوئی ان پر ایمان نہیں لاتا اور تمہارا رب خوب جانتا ہے مفسدوں کو"۔

یعنی اہل مکہ میں سے کوئی ایمان لاتا ہے اور کوئی بے ایمان رہتا ہے اور کفر پر اپنے عناد سے مصر رہتا ہے ایسے تمہارا رب خوب جانتا ہے اور یہ لوگ فسادی ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع۔ یونس پ ۱۱

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ

اور اگر جھٹلائیں تمہیں تو فرما دیجئے میرے لیے میرے عمل اور تمہارے لیے تمہارے عمل تم بیزار ہو میرے عملوں سے اور میں بیزار ہوں تمہارے کاموں سے
اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف

تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

کان لگاتے ہیں تو کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے اگرچہ انہیں عقل نہ ہو۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں کیا آپ ہدایت فرما دیں گے اندھوں کو اگرچہ انھیں سوجھتا نہ ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

بے شک نہیں ظلم فرماتا لوگوں پر کچھ لیکن لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝

اور جس دن انھیں اٹھائے گا گویا نہ رہے تھے دنیا میں مگر ایک ساعت دن سے پہچان کریں گے آپس میں کہ بے شک نقصان میں رہے وہ جو جھٹلاتے تھے اللہ سے ملنا اور نہ تھے وہ ہدایت پر۔

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ۝

اور اگر دکھا دیں ہم تمہیں بعض اس میں سے جو انہیں وعدہ دے رہے ہیں یا اٹھالیں تمہیں اس سے پہلے اپنے پاس تو بہر حال ان کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے پھر اللہ گواہ ہے ان کے کاموں پر۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

اور ہر امت میں ایک رسول ہے تو جب آیا ان کا رسول ان کے پاس فیصلہ کر دیا جاتا ان میں انصاف کا اور ان پر ظلم نہ ہوتا۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اور کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

فرمادیجئے میں اپنے جان کے برے بھلے کا بھی ذاتی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے ہر امت کے لیے ایک مدت ہے جب ان کی مدت آجائے تو نہ موخر ہوگی ایک ساعت اور نہ آگے بڑھے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

فرمادیجئے بھلا بتاؤ تو اگر آجائے اس کا عذاب رات میں تم پر یا دن میں تو کیا جلدی ہے اس سے مجرمونکو

اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْــٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝

تو پھر جب واقع ہو جائے گا عذاب اس وقت ایمان لاؤ گے کیا اب مانتے ہو پہلے تو تم اس کی جلدی مچا رہے تھے۔

ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ وَيَسْتَنْۢبِـــُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝

پھر کہا جائے گا انھیں جو ظالم تھے چکھو عذاب دائمی تمہیں کچھ بدلہ نہ ملے گا مگر اس کا جو تم کماتے تھے اور آپ سے اطلاع چاہتے ہیں کہ کیا وہ حق ہے فرما دیجئے ہاں۔ میرے رب کی قسم بے شک وہ حق ہے اور نہیں عاجز کر سکتے تم۔

حلِّ لغات پانچواں رکوع۔ یونس پ ۱۱

وَاِنْ۔ اور اگر	كَذَّبُوْكَ۔ وہ آپ کو جھٹلائیں		فَقُلْ۔ تو فرمائیے
لِّیْ۔ میرے لیے	عَمَلِیْ۔ میرے عمل	وَلَكُمْ۔ اور تمہارے لیے	عَمَلُكُمْ۔ تمہارے عمل
اَنْتُمْ۔ تم	بَرِیْٓــُٔوْنَ۔ بیزار ہو	مِمَّآ۔ اس سے جو	اَعْمَلُ۔ میں عمل کرتا ہوں
وَاَنَا۔ اور میں	بَرِیْٓءٌ۔ بیزار ہوں	مِّمَّا۔ اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ۔ تم عمل کرتے ہو
وَمِنْهُمْ۔ اور بعض ان سے	مَّنْ۔ وہ ہے جو	يَّسْتَمِعُ۔ کان رکھتا ہے	اِلَيْكَ۔ تیری طرف
اَفَاَنْتَ۔ کیا پھر تو	تُسْمِعُ۔ سنا سکتا ہے	الصُّمَّ۔ بہرے کو	وَلَوْ كَانُوْا۔ اگرچہ ہوں وہ
لَا يَعْقِلُوْنَ۔ نہ سمجھ سکتے۔		وَمِنْهُمْ۔ اور بعض ان سے	مَّنْ۔ وہ ہے جو
يَّنْظُرُ۔ دیکھتا ہے	اِلَيْكَ۔ تیری طرف	اَفَاَنْتَ۔ کیا پھر تو	تَهْدِی۔ راہ دکھائے گا
الْعُمْیَ۔ اندھے کو	وَلَوْ كَانُوْا۔ اگرچہ ہوں وہ	لَا يُبْصِرُوْنَ۔ نہ دیکھ سکتے۔	
اِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	لَا يَظْلِمُ۔ نہیں ظلم کرتا	النَّاسَ۔ لوگوں پر
شَيْــًٔا۔ کچھ بھی	وَّلٰكِنَّ۔ اور لیکن	النَّاسَ۔ لوگ	اَنْفُسَهُمْ۔ اپنی جانوں پر
يَظْلِمُوْنَ۔ ظلم کرتے ہیں	وَيَوْمَ۔ اور جس دن	يَحْشُرُهُمْ۔ ہم انکو اکٹھا کرینگے	كَاَنْ۔ گویا کہ
لَّمْ يَلْبَثُوْٓا۔ وہ نہیں ٹھہرے	اِلَّا۔ مگر	سَاعَةً۔ ایک گھڑی	مِّنَ النَّهَارِ۔ دن سے
يَتَعَارَفُوْنَ۔ پہچانتے ہونگے	بَيْنَهُمْ۔ آپس میں	قَدْ۔ بے شک	خَسِرَ۔ گھاٹا اٹھایا
الَّذِيْنَ۔ ان لوگوں نے	كَذَّبُوْا۔ جنہوں نے جھٹلایا	بِلِقَآءِ۔ ملاقات	اللّٰهِ۔ اللہ کی کو

وَمَا ۔ اور نہ   كَانُوا ۔ ہوئے وہ   مُهْتَدِينَ ۔ ہدایت والے   وَإِمَّا ۔ اور اگر

نُرِيَنَّكَ ۔ دکھائیں ہم تجھے   بَعْضَ ۔ بعض   الَّذِي ۔ اس عذاب کا   نَعِدُهُمْ ۔ جو ہم انکو وعدہ دیتے ہیں

أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ ۔ یا ہم تجھے فوت کرلیں   فَإِلَيْنَا ۔ پھر ہماری طرف ہے   مَرْجِعُهُمْ ۔ ان کا لوٹنا

ثُمَّ اللّٰهُ ۔ پھر اللہ   شَهِيدٌ ۔ گواہ ہے   عَلَىٰ مَا ۔ اس پر جو وہ   يَفْعَلُونَ ۔ کرتے ہیں

وَلِكُلِّ ۔ اور واسطے ہر ایک   أُمَّةٍ ۔ امت کے   رَسُولٌ ۔ ایک رسول ہے   فَإِذَا ۔ پھر جب

جَاءَ ۔ آئے گا   رَسُولُهُمْ ۔ ان کا رسول   قُضِيَ ۔ تو فیصلہ ہوجائیگا   بَيْنَهُمْ ۔ ان کے درمیان

بِالْقِسْطِ ۔ انصاف سے   وَهُمْ ۔ اور وہ   لَا يُظْلَمُونَ ۔ نہیں ظلم کیے جائیں گے

وَيَقُولُونَ ۔ اور کہتے ہیں   مَتَىٰ ۔ کب ہے   هَٰذَا ۔ یہ

الْوَعْدُ ۔ وعدہ   إِنْ كُنْتُمْ ۔ اگر ہو تم   صَادِقِينَ ۔ سچے   قُلْ ۔ کہہ

لَا أَمْلِكُ ۔ نہیں مالک ہیں   لِنَفْسِي ۔ اپنی جان کے   ضَرًّا ۔ نقصان   وَلَا ۔ اور نہ

نَفْعًا ۔ نفع کا   إِلَّا مَا ۔ مگر جو   شَاءَ ۔ چاہے   اللّٰهُ ۔ اللہ

لِكُلِّ ۔ واسطے ہر ایک   أُمَّةٍ ۔ امت کے   أَجَلٌ ۔ ایک مدت ہے   إِذَا ۔ جب

جَاءَ ۔ آجاتی ہے   أَجَلُهُمْ ۔ ان کی مدت   فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ ۔ تو نہیں پیچھے رہتے

سَاعَةً ۔ ایک گھڑی   وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۔ اور نہ آگے بڑھتے ہیں   قُلْ ۔ کہہ

أَرَأَيْتُمْ ۔ بھلا بتلاؤ   إِنْ ۔ اگر   أَتَاكُمْ ۔ آئے تمہارے پاس   عَذَابُهُ ۔ اس کا عذاب

بَيَاتًا ۔ رات کو   أَوْ نَهَارًا ۔ یا دن کو   مَاذَا ۔ تو کیا   يَسْتَعْجِلُ ۔ جلدی ہے

مِنْهُ ۔ اس کی   الْمُجْرِمُونَ ۔ مجرموں کو   أَثُمَّ ۔ کیا پھر   إِذَا مَا ۔ جب کہ

وَقَعَ ۔ واقع ہوجائیگا   آمَنْتُمْ ۔ ایمان لاؤ گے تم   بِهِ ۔ اس کے ساتھ   آلْآنَ ۔ کیا اب

وَقَدْ ۔ اور بے شک   كُنْتُمْ ۔ تھے تم   بِهِ ۔ اس کی   تَسْتَعْجِلُونَ ۔ جلدی کرتے

ثُمَّ قِيلَ ۔ پھر کہا جائیگا   لِلَّذِينَ ۔ ان کو جنہوں نے   ظَلَمُوا ۔ ظلم کیا   ذُوقُوا ۔ چکھو

عَذَابَ ۔ عذاب   الْخُلْدِ ۔ ہمیشہ کا   هَلْ ۔ نہیں   تُجْزَوْنَ ۔ بدلہ دئے جاؤ گے تم

إِلَّا ۔ مگر   بِمَا ۔ جو کچھ   كُنْتُمْ ۔ تھے تم   تَكْسِبُونَ ۔ کمائی کرتے

وَيَسْتَنْبِئُونَكَ ۔ اور پوچھتے ہیں تجھ سے   أَحَقٌّ ۔ کیا حق ہے   هُوَ ۔ وہ

قُلْ ۔ کہہ   إِي ۔ ہاں   وَرَبِّي ۔ میرے رب کی قسم   إِنَّهُ ۔ بے شک وہ

الْحَقُّ ۔ حق ہے   وَمَا ۔ اور نہیں   أَنْتُمْ ۔ تم   بِمُعْجِزِينَ ۔ عاجز کرنے والے

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع - یونس پ ۱۱

"اور اگر وہ جھٹلائیں تجھے (اے محبوب) تو کہہ دے کہ میرے عمل میرے لیے اور تمہاری کرنی تمہارے لئے"

یعنی اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر وہ جھٹلاتے ہی رہیں اور ان کے ہدایت پر آنے کی امید منقطع ہو جائے تو انہیں آپ فرما دیں کہ ہر ایک کا عمل اپنے اپنے لیے ہے اور اس کی جزا و سزا اسے ملے گی۔ لہذا "تم میرے عمل سے بری اور میں تمہارے عمل سے بری"۔

کسی کے عمل پر دوسرا ماخوذ نہیں ہو سکتا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہو چکا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی یہ جواب کفار و منافقین کو بطریق زجر و توبیخ دیا گیا۔ گویا فرمایا گیا اگر تم نہیں مانتے اور ہدایت قبول نہیں کرتے تو اس کا عذاب و نکال خود تم ہی پر ہے کسی دوسرے پر اس کا وبال نہیں ہو سکتا۔

"اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کی سننے کے لیے کان لگاتے ہیں"۔

بعض منافقین میں سے ایسے بھی ہیں کہ آپ کا کلام سنتے ہیں مگر اپنے بغض باطنی کی وجہ سے اسے گوش قبول سے نہیں سنتے تو ایسا سننا بیکار ہے انہیں اس طرح سننے کا کوئی نفع نہیں وہ تو ایسے ہیں جنہیں۔

"اگر آپ سنائیں اور وہ بہرے ہوں) تو کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے اگرچہ انہیں عقل نہ ہو"۔

اور وہ حسد و عناد میں جل کر حواس و عقل کھو چکے ہیں

"اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو آپ کی طرف تکتے ہیں"۔

اور آپ کی صداقت کے دلائل اور علامات نبوت دیکھتے ہیں لیکن اپنی جبلت کفر کے باعث آپ کی تصدیق نہیں کرتے تو ایسے دیکھنے کا انہیں فائدہ نہیں ملتا وہ دل کی بینائی سے محروم اور باطن کے اندھے ہیں

"تو کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھا دیں گے اگرچہ وہ سوجھ بوجھ اور بصارت نہ رکھتے ہوں بیشک اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا"۔

بلکہ انہیں راہنمائی کے تمام اسباب مہیا فرماتا ہے اور روشن معجزات اپنے نبیوں کے ذریعہ دکھاتا ہے

"لیکن (جاہل، مشرک، منافق) ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں"۔

اور دلائل نبوت اور براہین پر غور نہیں کرتے اور باوجود حق واضح ہو جانے کے بھی گمراہی کی دلدل میں رہنا پسند کرتے ہیں اور ہدایت قبول نہیں کرتے۔

"اور جس دن انہیں اٹھائے گا" ان کی قبروں سے اور میدان حشر میں حساب کے لیے لا کر کھڑا کیا جائے گا تو انہیں ایسا معلوم ہوگا کہ "گویا دنیا میں نہ رہے تھے مگر اس دن کی ایک ساعت"۔

اس لیے کہ انھوں نے طلب دنیا میں تمام عمر ضائع کی تھی اور وہ عمل جو آج کام آنا تھا یعنی اطاعتِ الٰہی اس طرف التفات ہی نہ کیا تو آج انھیں ان کی زندگی کے دن ایسے نظر آئیں گے گویا ایک ساعت ہی رہ کر حشر میں آ گئے اور اعمال صالح کر ہی نہ سکے۔

"آپس میں پہچان کر" یعنی قبروں سے نکلتے وقت ایک دوسرے کو ایسا ہی پہچانیں گے جیسے دنیا میں جانتے تھے پھر قیامت کے اہوال اور دہشتناک مناظر دیکھ کر کہیں گے۔ "بے شک" گھاٹے میں رہے" وہ جنہوں نے اللہ سے ملنے کو جھٹلایا اور نہیں تھے وہ ہدایت پر"۔ اور ہدایت ہی انھیں نجات دلانے والی تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن سراسیمگی اور پریشانی کی کیفیت دمبدم بدلے گی تو ان لوگوں کی کیفیت بھی متبدل ہو گی۔ چنانچہ کبھی تو پہچانیں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کریں گے اور کبھی نہ پہچانیں گے اور اپنے خسران و نقصان پر کہیں گے کہ اللہ کے حضور آنے کی تکذیب کرنے والے ٹوٹے میں رہے اور آج ذلت ہوئی۔

"اور اگر ہم تمہیں دکھا دیں کچھ اس میں سے" عذاب کا کچھ حصہ جو ان کے لیے تیار کیا گیا ہے" دنیا میں حضور کے زمانہ حیات صوری کے اندر "یا تمہیں پہلے ہی اپنے پاس بلا لیں"۔ تو آپ کو آخرت میں ان کا عذاب دکھا دیں گے۔ اس آیۂ کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافر و منافقین کے بہت سے عذاب اور ان کی ذلت و رسوائی حضور کی حیات دنیا میں بھی دکھا چکا ہے۔ چنانچہ بدر و حنین، احزاب اور خندق کے حالات اس پر شاہد ہیں اور بقیہ عذاب جو آخرت میں ان کے لیے مقرر ہے وہ بروز قیامت آپ کو دکھا دیا جائے گا۔

"تو ہماری طرف ہی ان کا پلٹ کر آنا ہے پھر اللہ گواہ ہے ان کے کرتوت پر"۔ یعنی ان کے خفیہ و علانیہ سب اعمال اس کے پیش نظر ہیں۔

"اور ہر امت میں ایک رسول ہوا جب ان کا رسول ان کے پاس آتا ان پر انصاف کا فیصلہ کر دیا جاتا"

یعنی ہر امت میں رسول تشریف لا کر انہیں حق کی دعوت دیتا رہا ہے اور اطاعت و ایمان کا انہیں حکم دیتا رہا ہے تو احکام الٰہی کی تبلیغ سن کر کچھ ایمان لاتے کچھ منکر ہو جاتے تو قُضِیَ بَیْنَہُم کا یہ مطلب ہے کہ جو ایمان لے آتے انہیں نجات کی بشارت مل جاتی اور جو تکذیب کرتے ان پر عذاب الٰہی نازل ہوتا جس سے وہ سب ہلاک ہو جاتے۔

ایک قول اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ یہ آخرت کا بیان ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ بروز قیامت ہر امت کے لیے ایک رسول ہو گا جس کی طرف وہ امت منسوب ہو گی تو جب وہ رسول موقف میں آئے گا تو جس

پر اس کی شہادت ایمان پر ہو گئی وہ نجات یافتہ ہو گا اور جسے شہادت میں منکر و کافر کہا گیا وہ عذاب و وبال میں گرفتار ہو گا۔

"اور وہ ظلم نہ کیے جائیں گے۔ اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر آپ سچے ہیں۔"

یہ شانِ نزول سے ثابت ہوتا ہے کہ جب آیۂ کریمہ وَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ الخ میں وعیدِ عذاب آئی تو کافروں نے بطور سرکشی و عناد کہا کہ حضور آپ سچے ہیں تو وہ وعدہ عذاب کب پورا ہو گا اس میں کیوں دیر ہو رہی ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالٰی نے یہ آیۂ کریمہ نازل کی اور فرمایا۔

"آپ فرما دیں میں اپنی جان کے بھلے برے کا (ذاتی) اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے۔"

یعنی میں اپنے ذاتی اختیار کا بھی مختار نہیں سوا اس کے کہ جس طرح یا جب اللہ چاہے مجھ سے تم پر عذاب نازل کرا دے یا خود تمہیں معذب فرمائے میں اپنی اور اسلام کی دشمنی پر اپنے اختیار سے عذاب نازل کرنے کا مجاز نہیں بلکہ یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے البتہ اگر وہ چاہے کہ اس کے نبی کے ہاتھ سے ہی اس قوت کا ظہور ہو تو وہ دکھا سکتا ہے بغیر مشیت حق اپنی مرضی سے کوئی کچھ نہیں دکھا سکتا۔

"ہر امت کے لیے ایک وعدہ ہے" جس میں وہ ہلاک کی جائے گی یا عذاب اور وہ وقت لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے "جب وہ وقت آئے گا" تو ایک ساعت مقدم و موخر نہیں ہو گا۔ "آپ فرمادیں بھلا بتاؤ تو اگر اس کا عذاب تم پر آجائے رات یا دن میں تو اس عجلت میں کیا چیز ہے مجرموں کے پاس جس کے لیے عجلت کر رہے ہیں تو کیا جب عذاب واقع ہو جائے گا اس وقت ایمان لاؤ گے۔"

جب کہ وہ ایمان تمہیں فائدہ نہ دے گا اس لیے کہ عذاب تو آکر تمہیں ہلاک ہی کرے گا ... اب ہم ایمان لائے اس وقت ایمان لانے کا فائدہ ہی نہیں بلکہ یہ کہا جائے گا جو فرعون کو ایمان ... کہا گیا اس پر قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۠ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ وہی جواب تمہیں مل جائے گا۔ فرعون جب نیل میں غرق ہونے لگا تو پکارا میں ایمان لایا ... کے خدا پر ایمان لایا اور میں مسلمانوں سے ہوں تو جواب دیا گیا اب ایمان کی سوجھی اس سے پہلے تو ... فسادی تھا وہی آٰلْـٰٔنَ کہہ کر یہاں فرمایا گیا۔

"اب مانتے ہو پہلے تو اس عذاب کی بڑی جلدی مچا رہے تھے پھر ظالموں سے کہا جائے گا ہمیشہ کا عذاب چکھو اور کچھ بدلہ نہ ملے گا مگر وہی جو تم کماتے تھے" یعنی دنیا میں جیسے عمل کرتے رہے ویسا ہی بدلہ تمہیں مل رہا ہے تکذیب انبیاء اور بت پرستی کا بدلہ یہی عذاب ہے۔

"اور آپ سے پوچھتے ہیں کیا وہ (عذاب) حق ہے فرما دیجئے ہاں قسم بخدا بے شک وہ حق ہے اور تم اس عذاب پر عاجز نہ کر سکو گے"۔ یعنی اس کے روکنے میں کوئی قوت تمہاری تمہیں غالب نہ کر سکے گی۔

با محاورہ ترجمہ چھٹا رکوع۔ سورہ یونس۔ پ۱۱

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

اور اگر تمام جانیں ظلم کرنے والی زمین میں جو کچھ ہے سب کی مالک ہوتیں تو ضرور اپنی جان چھڑانے میں فدیہ دے دیتیں اور اپنی ندامت چھپاتیں دل میں جب دیکھتی عذاب اور ان میں فیصلہ کر دیا گیا انصاف سے اور ان پر ظلم نہ ہوا۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

خبردار بے شک اللہ کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں خبردار رہو سب کہ وعدہ اللہ کا حق ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔

هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اے لوگو! بے شک تمہاری طرف آگئی نصیحت تمہارے رب کی طرف سے اور صحت تمہارے دلوں کی اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کو۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

فرما دیجئے اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے تو اس پر چاہئے کہ خوشی کریں وہ بہتر ہے اس سے جو وہ دولت جمع کریں۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝

فرمائیے بھلا بتاؤ تو وہ جو اللہ نے تمہارے لیے رزق اتارا تو کر لیا تم نے اس میں سے حلال و حرام۔ فرمائیں کیا اللہ نے تمہیں اجازت دی یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔

وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

اور کیا گمان ہے ان کا جو افتراء کرتے ہیں اللہ پر جھوٹ

الْکَذِبَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَشْکُرُوْنَ

کہ قیامت کے دن ان کا کیا حال ہوگا بے شک اللہ فضل والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر ان کے شکر گذار نہیں۔

حلِّ لغات چھٹا رکوع۔ سورہ یونس۔ پ۱۱

وَلَوْ۔ اور اگر	اَنَّ۔ بے شک	لِکُلِّ۔ ہو ہر ایک	نَفْسٍ۔ جان کے لیے
ظَلَمَتْ۔ جس نے ظلم کیا	مَا فِی الْاَرْضِ۔ جو کچھ زمین میں ہے		لَافْتَدَتْ۔ تو ضرور فدیہ دے
بِہٖ۔ اس کے ساتھ	وَاَسَرُّوا۔ اور چھپائیں گے	النَّدَامَۃَ۔ ندامت کو	لَمَّا۔ جب کہ
رَاَوُا۔ دیکھیں گے	الْعَذَابَ۔ عذاب	وَقُضِیَ۔ اور فیصلہ کیا جائیگا	بَیْنَہُمْ۔ ان کے درمیان
بِالْقِسْطِ۔ انصاف سے	وَھُمْ۔ اور وہ	لَا یُظْلَمُوْنَ۔ نہ ظلم کیے جائینگے	اَلَآ۔ خبردار
اِنَّ۔ بے شک	لِلّٰہِ۔ اللہ ہی کا ہے	مَا فِی السَّمٰوٰتِ۔ جو آسمانوں میں ہے	
وَالْاَرْضِ۔ اور زمین میں	اَلَآ اِنَّ۔ خبردار بے شک	وَعْدَ۔ وعدہ	اللّٰہِ۔ اللہ کا
حَقٌّ۔ سچا ہے	وَّلٰکِنَّ۔ اور لیکن	اَکْثَرَھُمْ۔ اکثر انکے	لَا یَعْلَمُوْنَ۔ نہیں جانتے
ھُوَ۔ وہ	یُحْیٖ۔ زندہ کرتا ہے	وَیُمِیْتُ۔ اور مارتا ہے	وَاِلَیْہِ۔ اور اسی کی طرف
تُرْجَعُوْنَ۔ لوٹائے جاؤگے	یٰاَیُّہَا۔ اے	النَّاسُ۔ لوگو	قَدْ۔ بے شک
جَآءَتْکُمْ۔ آئی تمہارے پاس	مَّوْعِظَۃٌ۔ نصیحت	مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ تمہارے رب سے	وَشِفَآءٌ۔ اور شفا
لِّمَا۔ اس کے لیے جو	فِی الصُّدُوْرِ۔ سینوں میں ہے		وَھُدًی۔ اور ہدایت
وَّرَحْمَۃٌ۔ اور رحمت	لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ واسطے مومنوں کے	قُلْ۔ کہہ	بِفَضْلِ۔ ساتھ فضل
اللّٰہِ۔ اللہ کے	وَبِرَحْمَتِہٖ۔ اور اسکی رحمت سے	فَبِذٰلِکَ۔ پھر اسکے ساتھ	فَلْیَفْرَحُوْا۔ [illegible]
ھُوَ۔ وہ	خَیْرٌ۔ بہتر ہے	مِّمَّا۔ اس چیز سے	یَجْمَعُوْنَ۔ جو وہ جمع کرتے ہیں
قُلْ۔ کہہ	اَرَءَیْتُمْ۔ بھلا بتلاؤ	مَّآ۔ جو	اَنْزَلَ۔ اتارا
اللّٰہُ۔ اللہ نے	لَکُمْ۔ تمہارے لیے	مِّنْ رِّزْقٍ۔ رزق	فَجَعَلْتُمْ۔ پھر بنا لیا تم نے
مِّنْہُ۔ اس سے	حَرَامًا۔ حرام	وَّحَلٰلًا۔ اور حلال	قُلْ۔ کہہ
آٰللّٰہُ۔ کیا اللہ نے	اَذِنَ۔ اجازت دی ہے	لَکُمْ۔ تم کو	اَمْ۔ یا
عَلَی۔ اوپر	اللّٰہِ۔ اللہ کے	تَفْتَرُوْنَ۔ جھوٹ باندھتے ہو	وَمَا۔ اور کیا

ظَنُّ ۔ خیال ہے | اَلَّذِیْنَ ۔ ان لوگوں کا | یَفْتَرُوْنَ ۔ جو باندھتے ہیں | عَلَى اللّٰهِ ۔ اللہ پر
اَلْكَذِبَ ۔ جھوٹ | یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۔ قیامت کے دن | اِنَّ اللّٰهَ ۔ بے شک اللہ
لَذُوْ ۔ صاحب | فَضْلٍ ۔ فضل ہے | عَلَى ۔ اوپر | النَّاسِ ۔ لوگوں کے
وَلٰكِنَّ ۔ اور لیکن | اَكْثَرَهُمْ ۔ اکثر ان کے | لَا یَشْكُرُوْنَ ۔ نہیں شکر کرتے۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع ۔ یونس ۔ پ ۱۱

"اور اگر تمام ظالم جان جو کچھ زمین میں ہے سب کی مالک ہوتی (تو اپنی جان چھڑانے کو بروز قیامت) ضرور فدیہ کر دیتی"۔

یعنی قیامت کے روز اپنی تمام مملوکات اپنی رہائی کے لیے فدیہ کر ڈالتی مگر یہ فدیہ ہرگز قبول نہ ہوگا جیسا کہ پہلے ارشاد ہو چکا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا زمین بھر کر سونا بھی اگر فدیہ کرے۔ اور اس طرح بھی اب اس کی رہائی ممکن نہیں اس لیے کہ عمل بعد از ایمان محقق ہوتا ہے اور بلا ایمان کوئی عمل اور فدیہ اور صدقہ مقبول نہیں تو جب کفار کی امیدیں اس سے بھی ٹوٹ جائیں گی تو۔

"دل میں ندامت سے اور پشیمان ہوں اور جب عذاب دیکھیں اور ان میں انصاف سے فیصلہ کر دیا جائے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ خبردار رہو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں"
بروز قیامت کافر جانتے گا کہ فی الواقع وہ کسی چیز کا مالک ہی نہیں بلکہ وہ خود بھی اللہ تعالےٰ کا مملوک ہے اور جب اس کی ملکیت میں کچھ نہیں تو فدیہ کیسا پھر ارشاد ہوا اور دوبارہ تنبیہ فرمائی گئی۔
"خبردار بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔

اور بعث و نشر لازمی ہونا ہے اس کے بعد عام مخلوق انسانی کو منادی بنا کر ارشاد ہوا
"اے لوگو! تمہارے پاس آئی تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے"۔

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے چار نعمتوں کا اظہار فرمایا۔ موعظت، شفا، ہدایت اور رحمت۔
موعظت کہتے ہیں اس چیز کو جو انسان کو بھلائی کی طرف مائل کرے اور خطرے سے بچائے۔
علامہ خلیل کہتے ہیں موعظت نیکی کی ہدایت ہے جس سے دل میں نرمی پیدا ہو اور موعظت مثل وعظ

اور عظت کے ہم معنی ہے جسے تذکیر بھی کہا جا سکتا ہے جس سے دل میں نرمی پیدا ہو اور ثواب و عذاب میں تمیز پیدا ہو۔

اور شفا سے مراد قلبی امراض کا دور کرنا ہے اور اخلاق ذمیمہ کی اصلاح۔ عقائد فاسدہ سے محفوظ ہونا اور جہالت مہلکہ سے بچنا۔

اور ہدایت سے مراد اِرَاءَۃُ الطَّرِیْقِ یا اِیْصَالُ اِلَی الْمَطْلُوْبِ ہے جس سے گمراہی سے انسان محفوظ ہو اور راہ حق پر استقامت حاصل کرے۔

رحمت سے مراد ذات اقدس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ دوسری جگہ حصر انفرادی کے ساتھ فرمایا وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ۔

علامہ آلوسی روح المعانی ہیں اس کے متعلق چند احادیث لائے جو موعظت اور شفا و ہدایت اور رحمت کی تصریح کرتی ہیں۔

وَاسْتَدَلَّ كَمَا قَالَ جَلَالُ الدِّيْنِ السَّيُوْطِيُّ بِالْاٰيَةِ عَلٰى اَنَّ الْقُرْاٰنَ يَشْفِيْ مِنَ الْاَمْرَاضِ الْبَدَنِيَّةِ كَمَا يَشْفِيْ مِنَ الْاَمْرَاضِ الْقَلْبِيَّةِ۔ سیوطی کہتے ہیں کہ قرآن کریم امراض بدنیہ کے لیے بھی شفا ہے جیسے امراض قلبیہ کے حق میں شفا ہے۔

ابن مردویہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اَشْتَكِيْ صَدْرِيْ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِقْرَأِ الْقُرْاٰنَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ۔ حضور کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا میرے سینہ میں تکلیف ہے حضور نے فرمایا قرآن کریم پڑھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ شفاء لما فی الصدور ہے۔

اور بیہقی شعب الایمان میں واثل بن اسقع سے راوی ہیں اَنَّ رَجُلًا شَكٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَ حَلْقِهٖ فَقَالَ عَلَيْكَ بِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ۔ ایک شخص نے حضور سے حلق کے درد کی [illegible] کی تو حضور نے اسے فرمایا قرآن کریم پڑھا کر۔

مجاہد کہتے ہیں اَنَّ الْمُرَادَ بِالْفَضْلِ وَالرَّحْمَةِ الْقُرْاٰنُ۔ فضل اور رحمت سے مراد قرآن کریم ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ اللّٰهِ الْقُرْاٰنُ وَرَحْمَتُهٗ اَنْ جَعَلَكُمْ مِنْ اَهْلِهٖ۔ حضور نے فرمایا اللہ کا فضل تو قرآن ہے اور اس کی رحمت یہ ہے کہ تمہیں اس کا اہل بنایا۔

براء بن عازب اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے بسند موقوف مروی ہے اور ان کے علاوہ ایک

جماعت سے بھی مروی ہے اِنَّ الْفَضْلَ الْقُرْاٰنُ وَالرَّحْمَۃَ الْاِسْلَامُ۔ فضل تو قرآن کریم ہے اور رحمت اسلام ہے۔

اور ابو الشیخ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اِنَّ الْفَضْلَ الْعِلْمُ وَالرَّحْمَۃَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ فضل علم دین ہے اور رحمت ذات گرامی صفات جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اور خطیب اور ابن عساکر رضی اللہ عنہم اپنی تفسیر میں راوی ہیں اَلْفَضْلُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالرَّحْمَۃُ بِعَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْمَ۔ فضل سے مراد ذات مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور رحمت سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

آگے فرماتے ہیں وَالْمَشْہُوْرُ وَصْفُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالرَّحْمَۃِ کَمَا یُرْشِدُ اِلَیْہِ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اور مشہور یہی قول ہے کہ حضور کی توصیف رحمت سے ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

آگے ارشاد ہے۔

"فرمادیجئے اللہ ہی کے فضل اور اس کی رحمت پر چاہئے کہ خوشی کریں وہ ان کی سب کمائیوں سے بہتر ہے"

عربی میں فرح کہتے ہیں کسی پیاری اور محبوب چیز حاصل کرنے سے جو دل کو لذت حاصل ہوتی ہے وہ فرح ہے تو معنی یہ ہوئے کہ ایمان والوں کو اللہ کے فضل اور ذات مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کی اطاعت سے جب فرحت حاصل ہوئی تو انہیں اس پر اظہار فرح و سرور لازم ہے اور اس اظہار فرح و سرور پر انہیں جو ثواب ملے گا وہ تمام اعمال اور ہر قسم کے کمال سے بہتر ہوگا۔

اب اظہار فرح و سرور کیسے ہو؟

اس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ رحمت دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رونق افروزی کو یاد کر کے ان کی ولادت باسعادت کا تذکرہ کر کے خوشی کا مظاہرہ ہو جسے بزم میلاد کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اس محفل متبرکہ کے انعقاد کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ہم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مخلوق اور خدا کا بندہ ہی مانیں گے اور ساتھ ہی اوراُمتوں کی طرح ان کو خدا اور خدا کا بیٹا نہیں سمجھیں گے۔ امم ماضیہ نے معجزات دیکھ کر ہی یہ عقائد بدلے جیسے عزیر علیہ السلام کو یہود نے ابن اللہ کہہ دیا عیسٰی علیہ السلام کو عیسائیوں کی امت میں سے ایک جماعت نے خدا مان لیا۔ اور ایک جماعت نے خدا کا بیٹا مان لیا اس لیے کہ وہ سمجھے کہ مادر زاد اندھے کو سوانکھا کرنا خدا ہی کا کام ہے اور کوڑھی کو محض لمس و نظر سے تندرست کر دینا

مردے کو زندہ کر دینا خدا کے سوا کوئی نہیں کر سکتا تو عیسیٰ اگر خدا نہ ہوں تو خدا کے بیٹے ضرور ہونے چاہئیں۔ اسی لیے ہمارے حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے عقائد سے روکنے کے لیے اپنا میلاد خود پڑھا اور فرمایا۔

عَنْ وَاثِلَةَ ابْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ بَنِىْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِىْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِىْ مِنْ بَنِىْ هَاشِمٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَفِىْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِىِّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِيْلَ بَنِىْ كِنَانَةَ (مشکوٰۃ)

حضور نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے چنا بنی کنانہ کو اولاد اسمٰعیل سے اور قریش کو چنا بنی کنانہ سے اور قریش سے چنا بنی ہاشم کو اور مجھے چنا بنی ہاشم سے۔

اور ترمذی کی روایت میں ہے اللہ تعالےٰ نے اولاد ابراہیم سے اسمٰعیل کو چنا اور اولاد اسمٰعیل سے بنی کنانہ کو انتخاب کیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ میلاد محمد رسول اللہ کا بیان توحید و ایمان کا محافظ ہے جس نے یہ سبق یاد رہے گا وہ عیسائی یا یہود کی طرح گمراہ نہ ہوگا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لاکھوں معجزات جس نے شق قمر تک جو بھی دیکھے گا حضور کے کمالات کا ہی معترف ہوگا حضور کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ مانے گا اس لیے کہ بذریعہ میلاد معلوم رہے گا کہ حضور کی ولادت ہوئی ہے اور جو بذریعہ ولادت ظاہر ہو وہ نہ خدا نہ خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضائل میں جس قدر کہ بیان فرمائے ان سب میں اس امر کا خاص لحاظ رکھا کہ کوئی امتی حضور کو خدا نہ سمجھے بلکہ خدا کا بندہ اور رسول ہی سمجھے اور احادیث کے علاوہ یہ امر بھی واضح ہے کہ اہل سما کے لیے فرمایا۔

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ جو کوئی ان میں سے کہے کہ میں اللہ کے سوا خدا ہوں اسے ہم جہنم میں بدلہ دیں گے اور ایسے ہی ہر ظالم کو بدلہ دیا جائے گا اور حضور کی شان میں فرمایا

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمائی تاکہ اللہ تعالےٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشدے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے

پچھلوں کے۔

دوسرے انبیاء پر حضور کی فضیلت یہ ہے کہ عام انبیاء کے لیے فرمایا۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ۔ کوئی رسول ہم نے نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ ان کے لیے بیان کرے۔ پھر اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے۔

اور حضور کی فضیلت میں فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ اے محبوب ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے بشارت دیتا۔ ڈر سناتا تو حضور کو اللہ تعالے نے جن و انس سب کے لیے مبعوث فرمایا۔ کما قال ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ جو یہود کے جید عالم تھے بعد اسلام فرماتے ہیں۔

قَالَ نَجِدُهٗ مَكْتُوْبًا فِى التَّوْرَاةِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَبْدِى الْمُخْتَارُ لَا فَظٌّ وَّلَا غَلِيْظٌ وَّلَا سَخَّابٌ فِى الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِىْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَّعْفُوْ وَيَغْفِرُ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهٗ بِطِيْبَةَ وَمُلْكُهٗ بِالشَّامِ وَاُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِىْ كُلِّ مَنْزِلَةٍ وَيُكَبِّرُوْنَهٗ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ رُعَاةٌ لِّلشَّمْسِ يُصَلُّوْنَ الصَّلٰوةَ اِذَا جَآءَ وَقْتُهَا يَتَاَزَّرُوْنَ عَلٰى اَنْصَافِهِمْ وَيَتَوَضَّئُوْنَ عَلٰى اَطْرَافِهِمْ مُنَادِيْهِمْ يُنَادِىْ فِىْ جَوِّ السَّمَآءِ صَفُّهُمْ فِى الْقِتَالِ وَصَفُّهُمْ فِى الصَّلٰوةِ لَهُمْ دَوِىٌّ كَدَوِىِّ النَّحْلِ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ (مشکوۃ ص۵۱۵)

میں نے توریت میں لکھا پایا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور میرے بندے مختار ہیں اور فظ نہیں ہیں عربی میں فظ کہتے ہیں کریہ الخلق کو۔ راغب فرماتے ہیں اَلْفَظُّ الْكَرِيْهُ الْخُلُقِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ) اور غلیظ القلب بھی نہیں ہیں اور نہ سخاب فی الاسواق ہیں (سخاب کی تعریف منجد میں ہے اَلسَّخَّابُ قِلَادَةٌ مِّنْ قَرَنْفُلٍ وَّنَحْوِهٖ لَيْسَ فِيْهَا لُؤْلُؤٌ وَّلَا جَوْهَرٌ اس کے حاصل معنے کیے ہیں) یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم بازاریوں کی طرح سفلے بھی نہیں ہیں اور خطا کار کو بجائے سزا کے عفو و بخشش فرمائیں گے ان کی ولادت کی جگہ مکہ ہے اور ان کی ہجرت طیبہ میں ہے اور ان کی مملکت کی فتوحات شام میں اور ان کی امتی حماد یعنی بہت حمد کرنے والے ہوں گے۔ اللہ کی حمد خفیہ و علانیہ کریں گے اور اللہ کی حمد ہر اترنے کے مقام پر کریں گے اور تکبیر کا نعرہ ہر بلندی پر لگائیں گے سورج کے طلوع و غروب کا خیال کر کے نمازیں ادا کریں گے جب وقت ہو جائے اور ستر عورت پر محتاط ہوں گے وضو کریں گے اذان دیں گے ان کی تعریف زمین و فضاء سما پر آوازیں ہوں گی۔ ان کی ایک صف جہاد میں ہوگی اور ایک نماز میں ان کی تسبیح کی بھنبھناہٹ مکھی کی آواز کے مشابہ ہوگی۔

اور صحابہ کرام میں اپنا تعارف ہمیشہ عبد اللہ سے فرمایا تاکہ بعد میں کوئی خدا یا خدا کا بیٹا نہ سمجھنے لگے چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَاَنَّہٗ سَمِعَ شَیْئًا مِّنَ الطَّعْنِ فِیْ نَسَبِہِمْ اَوْحَسَبِہِمْ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِہِمْ ثُمَّ جَعَلَہُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِہِمْ بَیْتًا فَاَنَا خَیْرُہُمْ نَفْسًا وَخَیْرُہُمْ بَیْتًا رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ)

آپ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گویا کہ آپ نے اپنے حسب و نسب کے متعلق کچھ طعن سنا تھا) تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا میں کون ہوں؟ تو صحابہ نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے بہترین مخلوق بنایا۔ پھر ان کی دو جماعتیں بنائیں تو مجھے بہترین جماعت میں رکھا جو گھرانے کے لحاظ سے اچھی تھی سو میں ذاتی لحاظ سے بھی ان میں سے بہتر ہوں اور گھرانے کے لحاظ سے بھی۔

دوسری حدیث میں فرمایا عرباض بن ساریہ حضور سے راوی ہیں:

قَالَ اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ وَسَاُخْبِرُکُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ دَعْوَۃُ اِبْرَاہِیْمَ وَبِشَارَۃُ عِیْسٰی وَرُؤْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَاَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ وَقَدْ خَرَجَ لَہَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَہَا مِنْہُ قُصُوْرُ الشَّامِ (رواہ فی شرح السنۃ)

آپ نے فرمایا میں اللہ کے پاس خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی اپنے گارے میں تھے میں تمہیں اپنے ابتداء امر کے متعلق بتاتا ہوں یعنی ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا خواب ہوں جو اس نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا اور یہ تھا کہ ان کے لئے ایک نور نکلا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔

آگے ارشاد ہے۔

"آپ فرمائیں بھلا بتاؤ تو وہ جو اللہ نے تمہارے لیے رزق اتارا اس میں تم نے اپنی طرف سے حرام و حلال ٹھہرا لیا"۔

جیسے زمانہ جاہلیت میں بحیرہ سائبہ وغیرہ کو اپنی طرف سے حرام کر لیا جس کا تذکرہ ساتویں پارہ میں گذر گیا۔ سورۂ انعام میں ہے مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَائِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ۔ اللہ نے نہیں بنایا بحیرہ یعنی کان چرا اور نہ سانڈ اور نہ وصیلہ

نہ حامی لیکن کافروں نے اللہ پر جھوٹا افتراء باندھا۔

اس سے بہت سے اختلافی مسائل کا حل بھی ہو جاتا ہے اور کلیہ بھی احکام کا یہی ہے کہ کسی چیز کو اپنی رائے سے حرام یا حلال کرنا اسلام میں ممنوع ہے اور وہ اللہ تعالےٰ پر افترا کرنا ہے۔

جیسے آج کل اکثر عوام اس بلا میں مبتلا ہیں کہ ممنوعات کو حلال اور مباحات کو حرام کہہ دیتے ہیں۔ خود غرض لوگ سود کو حلال کہنے کی سعی میں ہیں۔ عیاش تصویر کی حلت پر مصر ہیں۔ سینما، تھیٹر اور فحش تماشے ڈانس وغیرہ کے متعلق زور دیتے ہیں کہ اس میں کیا حرام ہے یہ سب تفریح طبع کے لیے ہے اور ریس یعنی گھوڑ دوڑ کی بازی یہ جوا نہیں بلکہ ایک شریفانہ فعل ہے۔ معاذ اللہ عورتوں کے منصوص پردہ میں ترمیم چاہتے ہیں انہیں بے حجاب باہر نکلنے کے جواز پر مصر ہیں جو اسے حرام کہے اسے ملا کہہ کر مطعون کرتے ہیں۔ قیدوں میں بھوک ہڑتال کو مباح جانتے ہیں حالانکہ یہ صریح خود کشی ہے جس کی حرمت میں کسی مسلمان کو کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

اور ایک طبقہ مباح اور جائز افعال کو بدعت اور حرام بتاتے ہیں۔ مثلاً محفل میلاد، فاتحہ بزرگان دین۔ گیارہویں چھٹی غریب نواز ستر ہویں وغیرہ یہ تمام فاتحہ ہیں۔ ان کے مباح ہونے میں شک نہیں اس لیے کہ ایصال ثواب کسی جگہ بھی مسلمان کے لیے ممنوع نہیں ہے۔ عام اس سے کہ اس کا نام توشہ اصحاب کہف ہو یا ذکر میلاد مبارک یا حضور غوث پاک کی گیارہویں یہ سب مباح ہیں اس لیے کہ اس کی ممانعت کا کہیں ثبوت نہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ نام بنام اباحت کے لیے کوئی دلیل نہیں البتہ فاتحہ ثابت ہے اور یہ اصول ہے کہ عدم ثبوت جواز عدم جواز کو مستلزم نہیں ہوتا۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا اس کا جامع مانع ثبوت ہے۔ اور قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ سب تبرکات حلال و طیب ہوتے ہیں انھیں حرام کہنا اللہ تعالےٰ پر افتراء کرنا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"فرما دیجئے کیا اللہ نے اس (حکم لگانے کی) تمہیں اجازت دی ہے یا اللہ پر افتراء کر کے جھوٹ باندھتے ہو اور کیا گمان ہے ان کا جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا کیا حال ہوگا۔ بے شک اللہ صاحب فضل ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر گذار نہیں"۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع۔ یونس پ ۱۱

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا	اور نہیں ہوتے تم کسی حال میں اور نہیں پڑھتے اس کی طرف سے کچھ قرآن اور نہیں عمل کرتے تم کوئی عمل

كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ
وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ
فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ
ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ٥
أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
هُمْ يَحْزَنُونَ ٥
الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ٥
لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ
لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ
وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ
هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ٥
أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ
وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
شُرَكَاءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا
يَخْرُصُونَ ٥
هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ
وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ٥

قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ
الْغَنِيُّ ۖ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي
الْأَرْضِ ۚ إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ
بِهَٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ٥
قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ
لَا يُفْلِحُونَ ٥

مگر ہوتے ہیں ہم اس پر شاہد جب اسے شروع کرتے
ہو اور نہیں غائب ہوتی تمہارے رب سے ذرہ بھر
زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہیں کوئی چھوٹی اس
سے اور نہ بڑی مگر روشن کتاب میں ہے۔
خبردار بے شک اللہ کے ولیوں کو نہ خوف ہے ان پر
اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔
وہ جو ایمان لائے اور ہوئے متقی
انہیں بشارتیں ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں
نہیں بدل سکتیں اللہ کی باتیں یہ ہے وہ بڑی کامیابی
اور نہ غمگین کرے تمہیں ان کا قول بے شک
عزت اللہ کے لیے ہے تمام وہی سنتا جانتا ہے
بے شک اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے
اور جو زمین میں ہے اور نہیں اتباع کرتے ان کا جو پکارتے
ہیں اللہ کے سوا شریکوں کو وہ تو اتباع نہیں کرتے مگر
اپنے گمان کی اور نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔
وہ وہ ذات ہے جس نے بنایا تمہارے لیے رات
کو تاکہ اس میں سکون حاصل کرو اور دن تمہاری آنکھیں
کھولتا ہے بے شک اس میں نشانیاں ہیں سننے
والوں کے لیے۔
بولے (کافر) اللہ نے اپنے لیے اولاد بنائی پاکی ہے
اس کو بے نیازی ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں
ہے اور جو کچھ زمین میں نہیں تمہارے پاس سند اس
بات کی کیا کہتے ہو اللہ پر وہ جس کا تمہیں علم نہیں۔
فرما دیجئے بے شک وہ جو افترا کرتے ہیں اللہ پر جھوٹ
نہیں فلاح کو پہنچیں گے۔

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ؏

دنیا میں کچھ دن برت لیں پھر ہماری طرف ان کا پلٹنا ہے پھر چکھائیں گے ہم ان کو عذاب شدید بدلہ ان کے کفر کا۔

حل لغات ساتواں رکوع یونس پ۱۱

وَمَا۔ اور نہیں	تَكُوْنُ۔ ہوتا تو	فِيْ شَاْنٍ۔ کسی حالت میں	وَمَا۔ اور نہیں
تَتْلُوْا۔ پڑھتا تو	مِنْهُ۔ اس سے	مِنْ قُرْاٰنٍ۔ قرآن کا کچھ حصہ	وَلَا۔ اور نہیں
تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے تم	مِنْ عَمَلٍ۔ کوئی عمل	اِلَّا۔ مگر	كُنَّا۔ ہوتے ہیں ہم
عَلَيْكُمْ۔ تم پر	شُهُوْدًا۔ گواہ	اِذْ۔ جب کہ	تُفِيْضُوْنَ۔ بحث کرتے ہو تم
فِيْهِ۔ اس میں	وَمَا۔ اور نہیں	يَعْزُبُ۔ چھپتی	عَنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب سے
مِنْ مِّثْقَالٍ۔ کوئی چیز برابر		ذَرَّةٍ۔ ایک ذرہ کے	فِي الْاَرْضِ۔ زمین میں
وَلَا۔ اور نہ	فِي السَّمَآءِ۔ آسمان میں	وَلَا۔ اور نہ	اَصْغَرَ۔ چھوٹی
مِنْ ذٰلِكَ۔ اس سے	وَلَا۔ اور نہ	اَكْبَرَ۔ بڑی	اِلَّا۔ مگر
فِيْ۔ بیچ	كِتَابٍ۔ کتاب	مُّبِيْنٍ۔ روشن کے ہے	اَلَا۔ خبردار
اِنَّ۔ بے شک	اَوْلِيَآءَ۔ دوست	اللّٰهِ۔ اللہ کے	لَا خَوْفٌ۔ نہیں خوف ہے
عَلَيْهِمْ۔ ان پر	وَلَا هُمْ۔ اور نہ وہ	يَحْزَنُوْنَ۔ غم کھائیں گے	اَلَّذِيْنَ۔ وہ جو
اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَكَانُوْا۔ اور تھے	يَتَّقُوْنَ۔ ڈرتے	لَهُمُ۔ ان کے لیے
الْبُشْرٰى۔ خوشخبری ہے	فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ دنیا کی زندگی میں		وَ۔ اور
فِي الْاٰخِرَةِ۔ آخرت میں	لَا تَبْدِيْلَ۔ نہیں تبدیلی ہے	لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ۔ اللہ کی باتوں میں۔	
ذٰلِكَ۔ یہ ہے	هُوَ۔ وہ	الْفَوْزُ۔ کامیابی	الْعَظِيْمُ۔ بڑی
وَلَا۔ اور نہ	يَحْزُنْكَ۔ غم میں ڈالے تجھے	قَوْلُهُمْ۔ ان کی بات	اِنَّ۔ بے شک
الْعِزَّةَ۔ عزت	لِلّٰهِ۔ واسطے اللہ کے ہے	جَمِيْعًا۔ سب	هُوَ۔ وہ ہے
السَّمِيْعُ۔ سننے والا	الْعَلِيْمُ۔ جاننے والا	اَلَا۔ خبردار	اِنَّ۔ بے شک
لِلّٰهِ۔ اللہ ہی کا ہے	مَنْ۔ جو کچھ	فِي السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں میں ہے۔	
وَمَنْ۔ اور جو کچھ	فِي الْاَرْضِ۔ زمین میں ہے	وَمَا۔ اور نہیں	يَتَّبِعُ۔ پیروی کرتے

الَّذِیْنَ۔ وہ جو　یَدْعُوْنَ۔ پکارتے ہیں　مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ اللہ کے سوا
شُرَکَآءَ۔ شریکوں کو　اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ۔ نہیں پیروی کرتے　اِلَّا الظَّنَّ۔ مگر گمان کی
وَاِنْ ھُمْ۔ اور نہیں وہ　اِلَّا۔ مگر　یَخْرُصُوْنَ۔ اٹکل کرتے ہیں　ھُوَ۔ وہ تو
الَّذِیْ۔ وہ ہے جس نے　جَعَلَ۔ بنایا　لَکُمُ۔ تمہارے لیے　الَّیْلَ۔ رات کو
لِتَسْکُنُوْا۔ تاکہ تم آرام پاؤ　فِیْہِ۔ اس میں　وَالنَّھَارَ۔ اور دن کو　مُبْصِرًا۔ دکھانے والا
اِنَّ۔ بے شک　فِیْ ذٰلِکَ۔ اس میں　لَاٰیٰتٍ۔ یقیناً نشان ہیں　لِقَوْمٍ۔ واسطے اس قوم کے
یَّسْمَعُوْنَ۔ جو سنتے ہیں　قَالُوا۔ انہوں نے کہا　اتَّخَذَ۔ بنالی ہے　اللّٰہُ۔ اللہ نے
وَلَدًا۔ اولاد　سُبْحٰنَہٗ۔ وہ پاک ہے　ھُوَ الْغَنِیُّ۔ وہ بے نیاز ہے　لَہٗ مَا۔ اسی کا ہے جو کچھ
فِی السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں میں ہے　وَمَا۔ اور جو کچھ　فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں ہے
اِنْ۔ نہیں ہے　عِنْدَکُمْ۔ تمہارے پاس　مِنْ سُلْطٰنٍ۔ کوئی بھی دلیل
بِھٰذَا۔ اس کی　اَتَقُوْلُوْنَ۔ کیا تم کہتے ہو　عَلَی اللّٰہِ۔ اللہ پر وہ بات
مَا لَا۔ جو نہیں　تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے تم　قُلْ۔ کہہ دیں　اِنَّ۔ بے شک
الَّذِیْنَ۔ وہ جو　یَفْتَرُوْنَ۔ باندھتے ہیں　عَلَی اللّٰہِ۔ اللہ پر　الْکَذِبَ۔ جھوٹ
لَا یُفْلِحُوْنَ۔ وہ نہیں خلاصی پاتے　مَتَاعٌ۔ سامان ہے　فِی الدُّنْیَا۔ دنیا میں
ثُمَّ۔ پھر　اِلَیْنَا۔ ہماری طرف ہے　مَرْجِعُھُمْ۔ ان کا لوٹنا　ثُمَّ۔ پھر
نُذِیْقُھُمْ۔ چکھائیں گے ہم انکو　الْعَذَابَ۔ عذاب　الشَّدِیْدَ۔ سخت　بِمَا۔ بدلہ اس کا
کَانُوْا۔ جو تھے وہ　یَکْفُرُوْنَ۔ کفر کرتے

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع۔ یونس پ ۱۱

"اور نہیں ہوتے آپ (اے محبوب) کسی حال میں اور نہیں تلاوت فرماتے اس کی طرف سے کچھ قرآن اور (اے مسلمانو) تم لوگ نہیں کرتے کوئی عمل مگر ہم ہوتے ہیں تم پر گواہ جب تم اسے شروع کرتے ہو اور نہیں تمہارے رب سے بعید (مخفی) نہیں ذرہ برابر زمین میں نہ آسمان میں نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی مگر (سب) ایک روشن کتاب میں ہے۔"

روشن کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ اِذْ تُفِیْضُوْنَ کا ترجمہ جب تم اسے شروع کرو بمناسبت تفسیر ہوگا کیا گیا ہے وہ اس کی تفسیر میں اَیْ تَشْرَعُوْنَ فِیْہِ وَتَتَلَبَّسُوْنَ بِہٖ کہہ رہے ہیں وَمَا یَعْزُبُ عَنْ

رَّبِّكَ کے ترجمہ میں "تمہارے رب سے بعید و مخفی نہیں" یہ بھی آلوسی کے ترجمہ کی مناسبت سے لکھا گیا وہ لکھتے ہیں اَیْ مَا یَبْعُدُ وَمَا یَغِیْبُ اور محاورہ بتلاتے ہیں یُقَالُ اَلرَّوْضُ الْعَازِبُ۔ وَاَرْضٌ عَزِیْبٌ اِذَا کَانَ بَعِیْدًا مِنَ النَّاسِ (یعنی وہ باغ یا زمین جو لوگوں سے دور ہو۔) اور مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ کا ترجمہ "ذرہ برابر" اس لیے کیا گیا ہے کہ آلوسی کہتے ہیں وَالذَّرَّةُ وَاحِدَةُ الذَّرِّ وَهُوَ النَّمْلُ الْاَحْمَرُ الصَّغِیْرُ۔ ذرہ واحد ہے ذر کا اور وہ چھوٹی سی سرخ چیونٹی ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

"خبردار بے شک اللہ کے ولیوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ کچھ غم"۔

اَلَا محاورہ عرب میں تہدید و تنبیہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اور اولیاء ولی کی جمع ہے اور ولی قُرب و دنوّ کے معنی میں مستعمل ہے اور یہاں ولی کو ولی اس لیے کہا گیا کہ اسے اخلاص عبادت سے قرب روحانی اللہ تعالے کے ساتھ ہو جاتا ہے اور وَلی محب خالص کو بھی کہتے ہیں اور ولی بمعنی نصیر بھی مستعمل ہے۔

تو انہیں خوف نہیں رہتا الحاق مکارہ کا اور مطلوب کے فوت ہونے کا غم بھی نہیں ہوتا اور وہ اس حال میں ہر وقت رہتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ نہ تو خائف ہوتے ہیں نہ محزون و غمگین بلکہ ہمیشہ نشاط و سرور میں رہتے ہیں ان کا دل نور الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہوتا ہے جب دیکھتے ہیں اور جدھر دیکھتے ہیں دلائل قدرت ہی دیکھتے ہیں اور جب سنتے ہیں جدھر سے سنتے ہیں جس وقت سنتے ہیں جس سے سنتے ہیں اللہ تعالے کی آیات ہی سنتے ہیں اور جب بولتے ہیں اپنے رب کی ثنا ہی بولتے ہیں جب حرکت کرتے ہیں اطاعت حق میں کرتے ہیں۔ ان کی جدو جہد اسی میں ہوتی ہے جس سے قرب الٰہی حاصل ہو وہ کبھی ذکر الٰہی سے نہیں تھکتے ان کی چشم دل سوائے محبوب حقیقی کے غیر کو نہیں دیکھتی۔ جب بندہ اس صفت کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے تو وہ اللہ کا ولی ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا ولی و ناصر و معین و مددگار ہوتا ہے۔

متکلمین کا قول ہے کہ ولی وہ ہے جو اپنا عقیدہ مبنی بر دلیل رکھے اور اپنے اعمال شریعت کے مطابق بجا لائے

بعض عرفا نے کہا ہے کہ ولایت قرب الٰہی کو کہتے ہیں اور ولی جب ولی ہو جاتا ہے تو استمرارًا ہمیشہ وہ اللہ کے ساتھ مشغول مشاہدۂ جمال رہتا ہے تو جب بندہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو پھر اسے کسی کا خوف نہیں رہتا اور کسی شے کے فوت ہونے کا غم نہیں ہوتا۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وَلی وہ ہے جسے دیکھنے یا جس کی زیارت کرنے سے اللہ کی یاد آئے۔

علامہ طبری نے بھی اپنی حدیث میں یہی کہا۔

ابن زید کہتے ہیں ولی وہ ہے جس میں وہ صفت ہو جو آیت مذکورہ میں مذکور ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ یعنے وہ جو ایمان لائے اور کیفیت تقوی اپنے میں پلٹے وہ ولی ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ ولی وہ ہے جو خالص اللہ کے لیے محبت کرے اور یہ صفت اکثر احادیث میں بھی وارد ہے۔

بعض اکابر فرماتے ہیں ولی وہ ہے جو طاعت سے قرب الٰہی کا طالب ہو اور اللہ تعالےٰ کرامت سے ان کی کارسازی فرمائے۔

یا ولی وہ ہے جس کی ہدایت کا برہان کے ساتھ اللہ ہی کفیل وو کیل ہو اور وہ حق عبادت ادا کرنے اور خلق اللہ پر رحم کرنے کے لیے اپنے کو وقف کر دے۔

افتباہ:- مندرجہ بالا معانی باعتبار الفاظ اگرچہ متفاوت ہیں مگر مفہوم سب کا متحد ہے۔ اس لیے کہ ہر عبارت میں ولی کی ایک صفت ہے اور جیسے قرب حق حاصل ہو جاتا ہے وہ مذکورہ تمام صفات اپنے میں جمع پاتا ہے جیسے دن کی تعریف ایک شخص کرے کہ دن اسے کہتے ہیں جس میں سورج ہو۔

ایک کہے دن وہ ہے جس میں بغیر چراغ بتی ضوء شمس ہو۔

ایک کہے دن اسے کہتے ہیں جو اپنی روشنی میں کسی روشنی کا محتاج نہ ہو۔

تو اگرچہ الفاظ میں تفاوت ہے لیکن مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔

اس مبحث پر علامہ آلوسی نے روح المعانی میں چند حدیثیں نقل کی ہیں وہ بھی بغرض افادہ ہم نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

اِنَّ الْمُرَادَ بِالتَّقْوٰی الَّتِیْ ھِیَ شَرْطُ الْوَلِیِّ اَلتَّقْوٰی الْکَامِلَۃُ الَّتِیْ یَتَرَتَّبُ عَلَیْھَا حُبُّ اللّٰہِ اَلْمُتَرَتَّبُ عَلَیْہِ الْحِفْظُ کَمَا اُشِیْرَ اِلَیْہِ فِیْمَا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا الحدیث

آیت کریمہ مذکورہ کے بعد یہ آیت ہے "وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری یعنی تقوی کرتے ہیں" اس پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ

تقوی سے مراد یہ ہے کہ تقوی وہ شرط ولی ہے تو جس میں کامل تقوی ہو گا اس پر حب الٰہی مترتب ہو گی

اور جب حب الٰہی مترتب ہو گی تو ولی کی تمام تر حفاظت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گی جیسا کہ بخاری کی روایت میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے ولی سے دشمنی یا عداوت کرے تو تحقیق میں اسے حکم دیتا ہوں کہ وہ مجھ سے جنگ کے لیے تیار ہو جائے اور جب میری طرف تقرب کرتا ہے ان چیزوں سے جو مجھے محبوب ہیں فرائض سے جو میں نے اس پر لازم کیے یا وہ ہمیشہ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے میری طرف نوافل کے ساتھ حتیٰ کہ میں اسے محبوب بنا لوں تو جب میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں تو ہوتا ہوں میں اس کے کان جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ جس سے وہ اٹھاتا یا گرفت کرتا ہے اور اس کے پیر جس سے وہ چلتا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ اور زائد ہے فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ حَافِظَ حَوَاسِہٖ وَجَوَارِحِہٖ فَلَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یَاْخُذُ وَلَا یَمْشِیْ اِلَّا فِیْمَا اَرْضٰی وَاُحِبُّہٗ وَیَنْقَطِعُ عَنِ الشَّھَوَاتِ وَیَسْتَغْرِقُ فِی الطَّاعَاتِ۔ یعنی جب میں اسے محبوب بنا لوں تو اس کے حواس کا اور حرکت جوارح کا میں محافظ ہوتا ہوں تو وہ نہیں چلتا اور نہیں سنتا اور نہیں دیکھتا اور نہیں پکڑتا مگر اس میں جس سے میں راضی ہوں اور جس کو میں پسند کروں اور وہ منقطع ہو جاتا ہے شہوات سے اور طاعات میں مستغرق رہتا ہے۔

ابن مبارک اور ترمذی نوادر الاصول میں راوی ہیں اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ناقل قَالَ۔ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ قَالَ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ تَعَالٰی یعنے عرض کیا گیا حضور اولیاء اللہ کون ہیں؟ فرمایا وہ جنہیں جب دیکھو تو اللہ یاد آئے۔

احمد اور ابن ابی حاتم اور بیہقی اور ایک جماعت حضرت ابومالک اشعری سے راوی ہے

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی عِبَادًا لَیْسُوْا بِاَنْبِیَاءَ وَلَا شُھَدَاءَ یَغْبِطُھُمُ النَّبِیُّوْنَ وَالشُّھَدَاءُ عَلٰی مَجَالِسِھِمْ وَقُرْبِھِمْ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ اَعْرَابِیٌّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْعِتْھُمْ لَنَا قَالَ ھُمْ اُنَاسٌ مِنْ اَفْنَاءِ النَّاسِ وَنَوَازِعُ الْقَبَائِلِ لَمْ تَصِلْ بَیْنَھُمْ اَرْحَامٌ مُتَقَارِبَۃٌ تَحَابُّوْا فِی اللّٰہِ وَتَصَافَوْا فِی اللّٰہِ یَضَعُ اللّٰہُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ فَیُجْلِسُوْنَ عَلَیْھَا یَفْزَعُ النَّاسُ وَھُمْ لَا یَفْزَعُوْنَ وَھُمْ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ وہ نبی نہیں ہیں اور نہ شہید انہیں دیکھ کر انبیاء اور شہداء غبطہ کریں گے اپنی مقام پر اور ان کے اس قرب پر جو ان کو اللہ سے ہے تو ایک اعرابی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہمیں ان کے اوصاف بتلائیے تو حضور نے فرمایا وہ

ایسے لوگ ہیں جو لوگوں کے اندر اور قبائل سے علیحدہ ہیں۔ ان میں رحم کے تعلقات نہیں اللہ کے لیے محبت کرنے والے اور اللہ کے لیے ملنے جلنے والے قیامت کے دن اللہ ان کے لیے نوری منبر لگائے گا جس پر وہ بیٹھے ہوں گے لوگ گھبرا رہے ہوں گے اور وہ نہیں گھبرائیں گے وہ اولیاء الٰہی ہیں جنہیں نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ غم۔

آگے فرماتے ہیں یہ دلیل اس قول کی نہیں ہے جو مشہور ہے اِنَّ الْوِلَایَۃَ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اس عقیدے والا کافر ہے۔

البتہ اس کی تاویل یوں ہو سکتی کہ ولایت نبی محض نبی سے افضل ہے۔ جیسا کہ عزبن عبدالسلام نے کہا جو روایات صحیحہ کے خلاف ہے اِنَّ النُّبُوَّۃَ اَفْضَلُ مِنَ الرِّسَالَۃِ کہ نبوت سے افضل ہے۔

آگے ارشاد ہے۔

"لَهُمُ الْبُشْرٰی انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں"۔

اس خوشخبری سے یا تو وہی خوشخبری مراد ہے جو متقی پرہیزگاروں کو ان کے ایمان وعمل صالح کے بدلے متعدد مقام پر قرآن کریم میں دی گئی یا رؤیا صالحہ مراد ہیں جو مومن دیکھتا ہے یا اس کے لیے دوسرے لوگ خواب دیکھتے ہیں جیسا کہ اکثر احادیث میں وارد و صادر ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ولی کا دل اور روح دونوں ذکر الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں تو خواب میں بھی ذکر و معرفت الٰہی کے سوا اور کچھ نہیں آتا اس لیے ولی جب خواب دیکھتا ہے تو اسے اس میں بھی بشارت ہی نصیب ہوتی ہے۔

بعض مفسرین اس بشارت سے دنیا میں نیک نامی بھی مراد لیتے ہیں۔

مسلم شریف میں ایک حدیث ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضور اس کے لیے کیا ارشاد ہے جو نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں فرمایا یہ مومن کے لیے بشارت عاجلہ ہے

اسی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ یہ بشارت عاجلہ رضاء الٰہی اور محبت الٰہی کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ قلوب مخلوق میں اس کی طرف سے محبت ڈال دیتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ اس کو زمین میں مقبول کر دیا جاتا ہے حیث قَالَ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (پ۱۶ - مریم لغوی رکوع ۶) بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اللہ ان کے لیے محبت بنائے گا۔

قتادہ کہتے ہیں کہ لَهُمُ الْبُشْرٰی سے یہ مراد ہے کہ اس کی موت کے وقت ملائکہ اسے بشارت دیتے ہیں عطا فرماتے ہیں دنیا کی بشارت تو ملائکہ کے ذریعہ وقت موت ہوتی ہے اور اخروی بشارت بعد موت

جو ملتی ہے وہ یہ ہے کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اسے سنایا جاتا ہے (روح المعانی)

اس تفسیر کی اصل علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں

فَقَدْ اَخْرَجَ الطَّیَالِسِیُّ وَاَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالطَّبْرَانِیُّ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَہٗ وَالْبَیْہَقِیُّ وَغَیْرُھُمْ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا قَالَ ھِیَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ یَرَاھَا الْمُؤْمِنُ اَوْتُرٰی لَہٗ۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتٰی رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ عَنْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ لَھُمُ الْبُشْرٰی۔ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَھِیَ الرُّؤْیَا الْحَسَنَۃُ تُرٰی لِلْمُؤْمِنِ فَیُبَشَّرُ بِھَا فِیْ دُنْیَاہُ وَاَمَّا قَوْلُہٗ وَفِی الْاٰخِرَۃِ فَاِنَّھَا بِشَارَۃُ الْمُؤْمِنِ عِنْدَ الْمَوْتِ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ غَفَرَلَکَ وَلِمَنْ حَمَلَکَ اِلٰی قَبْرِکَ۔

وَجَاءَ مَرْفُوْعًا وَّمَوْقُوْفًا عَنْ غَیْرِوَاحِدٍ تَفْسِیْرُبِمَا ذُکِرَ

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ مِنْ طَرِیْقِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ھِیَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی لِنَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَبِیْرًا۔

وَعَنِ الزَّجَّاجِ وَالْفَرَّاءِ اَنَّھَا ھٰذَا وَمَا یُشَاکِلُہٗ مِنْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَقَوْلِہٖ سُبْحَانَہٗ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَقَوْلِہٖ جَلَّ وَعَلَا وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَغَیْرُہٗ عَنِ الضَّحَّاکِ اَنَّہٗ قَالَ فِیْ ذَالِکَ اِنَّھُمْ یَعْلَمُوْنَ اَیْنَ ھُمْ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتُوْا

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَغَیْرُہٗ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مَرْفُوْعًا اَنَّھَا الْجَنَّۃُ۔

وَعَنْ عَطَاءٍ اَنَّ الْبُشْرٰی فِی الدُّنْیَا اَنْ تَاْتِیَھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ عِنْدَ الْمَوْتِ بِالرَّحْمَۃِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰئِکَۃُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ۔

وَاَمَّا الْبُشْرٰی فِی الْاٰخِرَۃِ فَتَلَقِّی الْمَلٰئِکَۃِ اِیَّاھُمْ مُسَلِّمِیْنَ مُبَشِّرِیْنَ بِالْفَوْزِ وَالْکَرَامَۃِ وَمَا یَرَوْنَ مِنْ بَیَاضِ وُجُوْھِھِمْ وَاِعْطَاءِ الصَّحَائِفِ بِاَیْمَانِھِمْ۔

وَقِیْلَ الْمُرَادُ بِالْبُشْرٰی الْعَاجِلَۃِ نَحْوُ النَّصْرِ وَالْفَتْحِ وَالْغَنِیْمَۃِ وَالثَّنَاءِ الْحَسَنِ وَالذِّکْرِ

الْجَمِيْلِ وَمَحَبَّةِ النَّاسِ وَغَيْرِ ذَالِكَ۔

مذکورہ احادیث کا خلاصہ مفہوم اول اردو میں بیان ہو چکا ہے۔ اب ارشاد ہے
"لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ اللہ کے فرمان بدل نہیں سکتے"۔

یعنی اس کے وعدے اور بشارتیں خلاف نہیں ہو سکتے جو اس نے اپنی کتاب مقدس میں اور اپنے رسولوں کی زبان سے اپنے اولیاء اور اپنے فرمانبردار بندوں کو دی ہیں (روح المعانی)

چنانچہ حکیم ترمذی عبادہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں اِنَّہٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ فِي الرُّؤْيَا الصَّالِحَۃِ كَلَامٌ يُكَلِّمُ بِہٖ رَبُّكَ عَبْدَہٗ فِي الْمَنَامِ۔ فرمایا رویائے صالحہ میں جو کلام اس کے رب نے اپنے بندے سے سوتے ہوئے فرمایا وہ کلمات اللہ ہے۔

"ذَالِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ بڑی زبردست کامیابی ہے اور تم (اے محبوب) ان کی باتوں کا غم نہ کرو بے شک عزت تمام اللہ کے لیے ہے وہ سنتا جانتا ہے"۔

اس آیت کریمہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کفار نابکار کی ان باتوں سے جو آپ کی تکذیب کرتے تھے اور آپ کے خلاف مشورے اور اسکیمیں بناتے تھے۔ اس پر ارشاد ہوا اے محبوب آپ کو ان کے مشورے اور بکواسیں غمگین نہ کریں اس لیے کہ عزت ساری اللہ کے قبضہ میں ہے تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلیل کرے اور اے محبوب آپ کا ناصر اللہ ہے اس نے آپ کو اور آپ کے صدقہ میں آپ کے فرمانبرداروں کو عزت دی ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اَلْعِزَّۃُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ لہٰذا آپ ان کے منصوبوں، ان کی خفیہ سازشوں کی پرواہ نہ کریں وہ آپ کا اور مومنین کا ہر حال میں ناصر و مددگار ہے اور وہ ان کی باتیں سنتا اور ان کی خفیہ تدابیر جانتا ہے ان کے کرتوت سے خبردار ہے۔

"اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ خبردار رہو بے شک اللہ ہی مالک حقیقی ہے جتنے آسمانوں میں ہیں ان کا اور جتنے زمین میں ہیں ان کا"

یعنی ملائکہ سے لے کر ثقلین تک جو بھی ہیں سب اس کے مملوک ہیں اس کے اختیار و تحت تصرف میں اور جسے رب کہا جاتا ہے وہ مملوک نہیں ہو سکتا اس لیے اللہ کے سوا ہر چیز کی پرستش باطل و بے حقیقت ہے اور توحید اسی کے معنی ہیں جو ایک برہان واضح ہے۔ آگے فرمایا

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ یعنی یہ مشرکین کس چیز کے پیچھے جا رہے ہیں وہ جو اللہ کے سوا شریک پکار رہے ہیں وہ پیروی نہیں کرتے مگر اپنے گمان باطل کی اور وہ تو کچھ نہیں مگر اٹکلوں کے پیچھے لگ رہے ہیں۔

روح المعانی میں ہے یعنی ان کی پیروی معبودات باطل کے ساتھ محض بے دلیل اور گمان فاسد ہے جو اپنے غلط اور باطل معبودوں کو خدا کا شریک سمجھتے ہیں۔ آگے اپنی شیون قدرت کا مظاہرہ فرمایا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

"هُوَالَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں تم سکون حاصل کرو"۔

اور دن بھر جو محنت و مشقت اور کاروبار سے تھک گئے تھے رات میں آرام لے کر تازہ دم ہو جاؤ۔

"اور دن بنایا جو اپنی روشنی میں تمہاری آنکھیں کھولتا ہے"۔

اور اپنی روشنی میں تمہارے حوائج اور اسباب معاش کا ذریعہ دکھاتا ہے تاکہ تم اپنی ضروریات کا نظام پورا کر سکو۔

"بے شک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو سنے"۔

اور انصاف کے ساتھ سمجھے کہ جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا وہی حقیقی معبود ہے اور اس کا حقیقتاً کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ اب مشرکین کا قول نقل فرمایا گیا۔

"وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ (مشرک بولے) اللہ نے اپنے لیے اولاد پکڑی پاکی ہے اسے وہی بے نیاز ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں"۔

کفار کا یہ کلمہ غایت درجہ جہل کی بنا پر تھا کہ اللہ تعالے کی اولاد ہے (اس کا رد کیا) کہ وہ پاک ہے ایسی باتوں سے اس رد میں تین لفظ فرمائے سبحٰنہ کہہ کر بتایا کہ اس کی ذات اخذ ولد سے منزہ ہے اس لیے کہ اس کی صفت ہے ۔

لَا ضِدَّ وَلَا نِدَّ وَلَا حَدَّ لِرَبِّیْ　　اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ وَلَمْ یَلِدْ وَلَا

دوسرا رد ہو الغنی فرما کر کیا جس سے بتایا کہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے تو اسے اولاد کی احتیاج کیونکر ہو اولاد کا خواہشمند یا کمزور ہوتا ہے تاکہ اس سے قوت حاصل کرے یا فقیر کہ اس سے اپنا سہارا حاصل کرے یا ذلیل کہ اولاد کے ذریعہ عزت حاصل کرے۔ غرض جو اولاد چاہتا ہے وہ ضرور کسی نہ کسی امر کا محتاج ہوتا ہے اور جو غنی علی الاطلاق ہو اسے اس کی کبھی حاجت نہیں ہو سکتی۔

علاوہ بریں یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ ولد ہمیشہ والد کا جز ہوگا اور والد ہونا مرکب ہونے کو مستلزم ہے اور جو مرکب ہوگا وہ ممکن ہوگا اور ہر ممکن حادث ہوتا ہے اور ہر حادث محتاج الی الغیر ہوتا ہے تو واجب تعالیٰ شانہ حادث ہونے اور محتاج الی الغیر ہونے سے منزہ ہے وہ غنی اور قدیم، ازلی، ابدی، سرمدی ہے

اور لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فرما کر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ کائنات جس کی محتاج ہے اس کا محتاج ہونا محال ہے۔ اور مملوک بیٹا نہیں ہوتا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ بیٹا بھی ہو اور مملوک بھی۔ یہ دونوں باتیں ایک میں جمع ہونی ناممکن ہیں بنا بریں اللہ تعالےٰ صاحب اولاد نہیں ہو سکتا۔ آگے ارشاد ہے۔

"اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا" تمہارے پاس اس دعوی پر کوئی سند نہیں کیا اللہ تعالےٰ پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں فرما دیجئے وہ جو اللہ پر افترا باندھتے اور جھوٹ بکواس کرتے ہیں وہ کبھی فلاح نہ پائیں گے۔ چند دن دنیا میں برت لیں پھر انھیں ہماری طرف واپس آنا ہے پھر ہم انہیں چکھائیں گے سخت عذاب بدلہ ان کے کفر کا"۔

یعنی بروز قیامت ان پر ان باتوں کے جواب میں شدید عذاب دیا جائے گا اس وقت انہیں معلوم ہو گا کہ ان کی سب باتیں فضول اور محض بکواس تھیں البتہ چند دن دنیا میں عیش و عشرت کر لیں پھر عذاب ہی عذاب ہے اور اس کافر کو آخرت میں پچھتانا ہی پڑے گا۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع۔ یونس پ ۱۱

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝	اور سنائیں انہیں خبر نوح کی جب کہا اس نے اپنی قوم کو اے قوم اگر ہے شاق تم پر میرا کھڑا ہونا اور میرا تذکیر کرنا اللہ کی نشانیوں میں تو میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں تو سب جمع ہو جاؤ اپنا کام کرنے میں اور اپنے معبودوں کو بھی بلا لو پھر جو کچھ ہو میرے لیے کر لو اور نہ مہلت دو مجھ کو۔
فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝	پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تم سے اجرت نہیں مانگتا میری اجرت نہیں مگر اللہ پر اور مجھے حکم ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔
فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝	تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے انہیں نجات دی اور کیا ہم نے نائب انھیں اور غرق کیا ہم نے انہیں جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتیں تو دیکھو ڈرائے ہوؤں کا انجام کیسا ہوا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ○

پھر بھیجے ہم نے ان کے بعد اور رسول ان کی قوم کی طرف تو لائے وہ ان کے پاس روشن دلیل تو نہ تھے کہ ایمان لاتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے ہم ایسے ہی مہر لگا دیتے ہیں سرکشوں کے دلوں پر۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ○

پھر بھیجے ہم نے ان کے بعد موسیٰ و ہارون، فرعون اور اور اس کی جماعت کی طرف اپنی نشانیوں سے تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○

تو جب ان کے پاس حق آیا ہمارے پاس سے تو بولے بے شک یہ کھلا جادو ہے۔

قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ○

کہا موسیٰ نے کیا تم کہتے ہو حق کی نسبت جب کہ وہ تمہارے پاس آیا کیا یہ جادو ہے۔ اور جادوگر فلاح نہیں پاتے۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ○

بولے کیا تم آئے ہو ہمارے پاس کہ ہمیں منحرف کر دو اس سے جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو اور رہو جاؤ تم دونوں بڑے زمین میں اور نہیں ہم تم پر ایمان لانے والے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ○

اور بولا فرعون ہر جادوگر جادو جاننے والا میرے پاس لاؤ۔

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ○

تو جب آئے جادوگر کہا ان سے موسیٰ نے ڈالو جو تمہیں ڈالنا ہے۔

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○

تو جب ڈالا انہوں نے کہا موسیٰ نے یہ جو تم لائے ہو یہ جادو ہے بے شک اللہ اسے باطل کر دے گا بے شک اللہ نہیں بناتا عمل فسادیوں کا۔

وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ○

اور اللہ حق کو حق کر دکھاتا ہے اپنی باتوں سے اگرچہ مجرم برا مانتے رہیں۔

حلِ لُغات آٹھواں رکوع۔ یونس پ ۱۱

وَاتْلُ۔ اور پڑھ	عَلَيْهِمْ۔ ان پر	نَبَاَ۔ خبر	نُوْحٍ۔ نوح کی
اِذْ۔ جب	قَالَ۔ کہا اس نے	لِقَوْمِهٖ۔ اپنی قوم کو	يٰقَوْمِ۔ اے میری قوم
اِنْ كَانَ۔ اگر ہے	كَبُرَ۔ شاق	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	مَقَامِيْ۔ میرا کھڑا ہونا
وَتَذْكِيْرِيْ۔ اور میرا ڈرانا		بِاٰيٰتِ۔ آیات	اللّٰهِ۔ الٰہی سے
فَعَلَى۔ تو اوپر	اللّٰهِ۔ اللہ کے	تَوَكَّلْتُ۔ بھروسہ کیا میں نے	فَاَجْمِعُوْا۔ سو اکٹھا کرو تم
اَمْرَكُمْ۔ اپنا کام	وَشُرَكَآءَكُمْ۔ اور اپنے شریکوں کو		ثُمَّ۔ پھر
لَا يَكُنْ۔ نہ ہو	اَمْرُكُمْ۔ تمہارا کام	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	غُمَّةً۔ پوشیدہ
ثُمَّ۔ پھر	اقْضُوْٓا۔ فیصلہ کرو	اِلَيَّ۔ میری طرف	وَلَا۔ اور نہ
تُنْظِرُوْنِ۔ مہلت دو مجھ کو	فَاِنْ۔ پھر اگر	تَوَلَّيْتُمْ۔ تم پھر جاؤ	فَمَا۔ تو نہیں
سَاَلْتُكُمْ۔ مانگتا میں تم سے	مِنْ اَجْرٍ۔ کوئی مزدوری	اِنْ۔ نہیں ہے	اَجْرِيَ۔ میری مزدوری
اِلَّا۔ مگر	عَلَى اللّٰهِ۔ اوپر اللہ کے	وَاُمِرْتُ اَنْ۔ اور میں حکم دیا گیا ہوں یہ کہ	
اَكُوْنَ۔ ہوں میں	مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ مسلمانوں سے		فَكَذَّبُوْهُ۔ پھر جھٹلایا انہوں نے
فَنَجَّيْنٰهُ۔ پھر نجات دی ہمنے اسے وَمَنْ اور جو		مَّعَهٗ۔ اس کے ساتھ تھے	فِي الْفُلْكِ۔ کشتی میں
وَجَعَلْنٰهُمْ۔ اور بنایا ہم نے ان کو		خَلٰٓئِفَ۔ جانشین	وَاَغْرَقْنَا۔ اور غرق کیا ہم نے
الَّذِيْنَ۔ ان کو جنہوں نے كَذَّبُوْا۔ جھٹلایا		بِاٰيٰتِنَا۔ ہماری آیتوں کو	فَانْظُرْ۔ پھر دیکھ
كَيْفَ۔ کیسا	كَانَ۔ ہوا	عَاقِبَةُ۔ انجام	الْمُنْذَرِيْنَ۔ ڈرائے ہوؤں کا
ثُمَّ۔ پھر	بَعَثْنَا۔ بھیجے ہم نے	مِنْ بَعْدِهٖ۔ اس کے بعد	رُسُلًا۔ کئی رسول
اِلٰى۔ طرف	قَوْمِهِمْ۔ انکی قوموں کے	فَجَآءُوْهُمْ۔ وہ لائے انکے پاس	بِالْبَيِّنٰتِ۔ کھلے علامتیں
فَمَا۔ پھر نہیں	كَانُوْا۔ تھے وہ	لِيُؤْمِنُوْا۔ کہ ایمان لاتے	بِمَا۔ اس پر
كَذَّبُوْا بِهٖ۔ جیسے جھٹلا چکے تھے		مِنْ قَبْلُ۔ اس سے پہلے	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح
نَطْبَعُ۔ مہر کرتے ہیں ہم	عَلٰى۔ اوپر	قُلُوْبِ۔ دل	الْمُعْتَدِيْنَ۔ مجرموں کے
ثُمَّ۔ پھر	بَعَثْنَا۔ بھیجا ہم نے	مِنْ بَعْدِهِمْ۔ ان کے بعد	مُوْسٰى۔ موسیٰ
وَهٰرُوْنَ۔ اور ہارون کو	اِلٰى۔ طرف	فِرْعَوْنَ۔ فرعون	وَمَلَا۟ئِهٖ۔ اور اسکے سرداروں کی

بِاٰیٰتِنَا۔ اپنی آئتیں دے کر ‏ فَاسْتَکْبَرُوْا۔ پھر تکبر کیا انہوں نے ‏ وَکَانُوْا۔ اور تھے وہ
قَوْمًا۔ قوم ‏ مُّجْرِمِیْنَ۔ گنہگار ‏ فَلَمَّا۔ پھر جب ‏ جَآءَھُمُ۔ آیا انکے پاس
الْحَقُّ۔ حق ‏ مِنْ عِنْدِنَا۔ ہماری طرف سے ‏ قَالُوْا۔ کہا انہوں نے
اِنَّ۔ بے شک ‏ هٰذَا۔ یہ ‏ لَسِحْرٌ۔ یقینًا جادو ہے ‏ مُّبِیْنٌ۔ کھلا ہوا
قَالَ۔ کہا ‏ مُوْسٰی۔ موسیٰ نے ‏ اَتَقُوْلُوْنَ۔ کیا کہتے ہو تم
لِلْحَقِّ۔ حق کو ‏ لَمَّا۔ جبکہ ‏ جَآءَکُمْ۔ آیا تمہارے پاس ‏ اَسِحْرٌ۔ کیا جادو ہے
هٰذَا۔ یہ ‏ وَلَا یُفْلِحُ۔ اور نہیں کامیاب ہوتے ‏ السّٰحِرُوْنَ۔ جادوگر ‏ قَالُوْا۔ کہا انہوں نے
اَجِئْتَنَا۔ کیا آیا تو ہمارے پاس ‏ لِتَلْفِتَنَا۔ تاکہ منحرف کرے ‏ عَمَّا۔ اس سے ‏ وَجَدْنَا۔ جو پایا ہم نے
عَلَیْهِ۔ اس پر ‏ اٰبَآءَنَا۔ اپنے باپ دادا کو ‏ وَتَکُوْنَ۔ اور ہو جائے ‏ لَکُمَا۔ تم دونوں کی
الْکِبْرِیَآءُ۔ بڑائی ‏ فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں ‏ وَمَا۔ اور نہیں ‏ نَحْنُ۔ ہم
لَکُمَا۔ تم دونوں کو ‏ بِمُؤْمِنِیْنَ۔ ماننے والے ‏ وَقَالَ۔ اور کہا ‏ فِرْعَوْنُ۔ فرعون نے
ائْتُوْنِیْ۔ لاؤ میرے پاس ‏ بِکُلِّ۔ ہر ایک ‏ سٰحِرٍ۔ جادوگر ‏ عَلِیْمٍ۔ جاننے والا
فَلَمَّا۔ پھر جب ‏ جَآءَ۔ آئے ‏ السَّحَرَةُ۔ جادوگر ‏ قَالَ۔ کہا
لَهُمْ۔ ان سے ‏ مُوْسٰی۔ موسیٰ نے ‏ اَلْقُوْا۔ ڈالو ‏ مَآ اَنْتُمْ۔ جو تم
مُّلْقُوْنَ۔ ڈالنے والے ہو ‏ فَلَمَّا۔ پھر جب ‏ اَلْقَوْا۔ ڈالا انہوں نے ‏ قَالَ۔ کہا
لَهُمْ۔ ان سے ‏ مُوْسٰی۔ موسیٰ نے ‏ مَا جِئْتُمْ بِهِ۔ جو کچھ لائے ہو تم یہ
السِّحْرُ۔ جادو ہے ‏ اِنَّ اللّٰهَ۔ بے شک اللہ ‏ سَیُبْطِلُهٗ۔ جلدی باطل کرے گا اس کو
اِنَّ۔ بے شک ‏ اللّٰهَ۔ اللہ ‏ لَا یُصْلِحُ۔ نہیں درست کرتا ‏ عَمَلَ۔ عمل
الْمُفْسِدِیْنَ۔ فساد کرنے والوں کا ‏ وَیُحِقُّ۔ اور حق کرتا ہے ‏ اللّٰهُ۔ اللہ
الْحَقَّ۔ حق کو ‏ بِکَلِمٰتِهٖ۔ اپنی باتوں سے ‏ وَلَوْ۔ اور اگرچہ ‏ کَرِهَ۔ ناپسند کریں
الْمُجْرِمُوْنَ۔ مجرم لوگ۔

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع۔ یونس پ۱۱

"اور انہیں نوح کی خبر سنائیں جب اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم اگر تم پر بار گزرتا ہے میرا کھڑا ہونا اور اللہ کی نشانیاں تمہیں یاد دلانا تو میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں۔"

یعنی اے محبوب ان یہودیوں اور عیسائیوں اور مشرکوں کو حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ سنائیں کہ انہوں نے جب آپ کی تبلیغ کی مخالفت کی تو آپ نے انہیں آخر میں فرمایا تھا کہ اے میری قوم اگر تمہیں میرا تم میں رہنا اور مدت دراز تک تبلیغ تذکیر کرنا شاق اور ناگوار گذرا ہے اور تم میرے قتل اور مجھے بستی سے نکالنے پر آمادہ ہو چکے ہو تو میں اپنے رب پر بھروسہ رکھتا ہوں اور میں نے اپنا تمام معاملہ اس وحدہ لاشریک کے سپرد کر دیا ہے۔

"تو تم سب مل کر اپنا کام کرو اور اپنے جھوٹے معبودوں سمیت اپنے کام پختہ کر لو پھر جب تمہارے کام میں کوئی الجھن نہ رہے پھر جو تم سے ہو سکے وہ میرا کرو اور مجھے مہلت نہ دو۔"

اس لیے کہ مجھے تمہاری کسی مخالفت اور مخاصمت کی پرواہ نہیں ہے۔ یہ جواب حضرت نوح علیہ السلام نے بطریق تعجیز دیا اور واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ مجھے اپنے قوی وقادر پروردگار عالم پر بھروسہ ہے اور پورا یقین ہے کہ تم اور تمہارے بے اختیار معبود میرا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔

"تو اگر تم منہ پھیرو" اور میری نصیحت نہ مانو۔

"تو میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا" جس کے نہ ملنے اور ضائع ہونے کا مجھے افسوس ہو اس لیے کہ "میرا اجر و ثواب تو کسی پر نہیں مگر میرے رب تبارک وتعالے پر ہے۔"

وہی مجھے جزا دے گا اور تمہیں جو نصیحت اور تذکیر کر رہا ہوں وہ محض اللہ کے لیے کر رہا ہوں اس میں دنیوی غرض قطعاً نہیں ہے۔

"اور مجھے حکم ہے کہ میں مسلمانوں سے ہوں تو انہوں نے ان کی تکذیب کی اور جھٹلایا تو ہم نے اسے (نوح علیہ السلام کو) اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور انھیں ہم نے نائب بنایا۔"

یعنی طوفان نوحی سے جو ہلاک ہوئے ان کی جائداد و زمین کا مالک نجات یافتہ لوگوں کو کیا اور وہ ان کی زمینوں پر قابض ہوئے۔

"اور جو تکذیب کرنے والے تھے اور ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے انھیں ہم نے غرق کر دیا تو دیکھو ڈرائے ہوؤں کا انجام کیسا ہوا۔"

"ثم بعثنا پھر اس قوم کی ہلاکت کے بعد ہم نے اور رسول بھیجے ان کی قوموں کی طرف تو وہ ان کے پاس روشن دلیلیں لائے۔"

یعنی حضرت ہود۔ حضرت صالح۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت شعیب۔ حضرت لوط علیہم السلام

"تو وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے اس پر جسے ان کے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ ہم یونہی مہر لگا دیتے ہیں سرکشوں

کے دلوں پر مہر بھیجے ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور ہارون فرعون اور اس کے حاشیہ نشینوں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے تو جب ان کے پاس آیا حق ہماری طرف سے بولے بے شک یہ تو کھلا جادو ہے"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت ہارون کو ساتھ لے کر فرعونیوں میں پہنچے جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی تو بجائے ایمان لانے کے کہنے لگے یہ تو جادو ہے باوجودیکہ وہ سمجھ چکے تھے کہ یہ حق ہے مگر نفسانیت اور حسد و عناد میں تکذیب پر ہی تلے رہے تو اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

"کیا تم حق کی نسبت ایسا کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا کیا یہ جادو ہے"۔

یعنی استفہام انکاری سے ان کے اوہام باطلہ فاسدہ کا رد کر دیا اور فرمایا کہ یہ جادو ہرگز نہیں ہے "اس لیے کہ جادوگر مراد کو نہیں پہنچتے"۔ تو فرعون والے بولے "کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اس (عقیدہ سے) پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اور تم دونوں (یعنی موسیٰ و ہارون علیہما السلام) زمین میں سب سے بڑائی حاصل کر لو اور ہم تم دونوں پر ایمان نہ لائیں گے"۔

اور اسی بت پرستی اور فرعون پرستی کی ملت پر رہیں گے۔

"اور فرعون بولا ہر جادوگر علم والا میرے پاس لاؤ تو جب جادوگر آئے ان سے موسیٰ نے کہا ڈالو جو تمہیں ڈالنا ہے"

یعنی اپنے کرتب سامنے لاؤ جو رسیاں اور لاٹھیاں اور جو کچھ تمہارے پاس ہے ڈالو جس پر تم جادو کر سکتے ہو۔ یہ آپ نے اس لیے فرمایا کہ حق اور باطل ظاہر ہو جائے اور جادو کے کرشمے جو وہ دکھانے والے تھے وہ سب مٹ جائیں۔

"تو جب ڈالا انہوں نے فرمایا موسیٰ نے کیا لائے تم یہ تو جادو ہے اب اللہ اسے جلدی باطل فرمائے گا اللہ مفسدوں کو ان کے کاموں میں کامیاب نہیں فرماتا اور اللہ اپنی باتوں سے حق کو حق کر دکھاتا ہے اگرچہ مجرم برا مانا کریں"۔

گویا موسیٰ علیہ نے ان کے پہلے الزام کا جواب دیا جو انہوں نے آپ کے معجزات دیکھ کر کہا تھا اِنَّ ہٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ تو اس موقعہ پر آپ نے فرمایا یہ جادو ہے جو تم لائے ہو اور یہ عنقریب فنا ہوگا اس لیے کہ باطل باطل ہی ہوتا ہے اور حق حق ہی رہتا ہے چنانچہ ان کے سب کرتب عصائے موسوی سے فنا ہو گئے مگر پھر بھی وہ اپنی ہٹ دھرمی پر جمے رہے۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع۔ یونس۔ پ ۱۱

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

تو نہ ایمان لائے موسیٰ پر مگر کچھ نوجوان اس کی قوم سے فرعون اور اس کے سرداروں کے خوف سے کہ وہ فتنہ میں نہ ڈالیں اور فرعون زمین میں سرکشی کرنے والا تھا اور وہ زیادتی کرنیوالوں سے تھا

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝

اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ رکھو اگر تم مسلمان (فرمان بردار) ہو۔

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

تو وہ بولے ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ اے ہمارے رب ہمیں ظالم قوم کے لیے آزمائش نہ بنا۔

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور اپنی رحمت سے ہمیں کافروں کی قوم سے نجات دے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ مقرر کرو اور نماز کی پابندی کرو اور مومنوں کو بشارت سناؤ۔

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝

اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں مال اور زینت دے رکھی ہے اے ہمارے رب تاکہ تیری راہ سے بہکائیں اے ہمارے رب انکے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے وہ جبتک دردناک عذاب نہ دیکھیں ایمان نہ لائیں۔

قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

کہا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی تم مضبوط رہو اور جاہلوں کی راہ کی پیروی نہ کرو۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًاؕ حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآئِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۝ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ۝ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةًؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ۝

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے گذار دیا۔ پھر فرعون اور اس کا لشکر سرکشی اور عداوت کی وجہ سے ان کے پیچھے لگا یہاں تک کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو کہنے لگا میں ایمان لایا کہ سچا خدا وہی ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور فرمانبرداروں (مسلمانوں) سے ہوں۔ اب (ایمان لاتا ہے) اور تو نے اس سے پہلے نا فرمانی کی اور تو فسادیوں سے تھا۔ سو آج تیرے جسم کو نجات دیں گے تاکہ تو پچھلے لوگوں کے لیے نشان (عبرت) بنے اور اکثر لوگ ہماری آیتوں سے بے خبر ہیں۔

حلِّ لُغات نواں رکوع سورہ یونس پ۱۱

فَمَآ۔ پھر نہ	اٰمَنَ۔ ایمان لائے	لِمُوْسٰی۔ موسیٰ علیہ السلام پر	اِلَّا۔ مگر	
ذُرِّیَّةٌ۔ کچھ نوجوان	مِّنْ قَوْمِهٖ۔ اس کی قوم ہی سے		عَلٰی۔ بوجہ	
خَوْفٍ۔ ڈر	مِّنْ فِرْعَوْنَ۔ فرعون کے		وَمَلَا۟ئِهِمْ اور انکے سرداروں کے	
اَنْ۔ یہ کہ	یَّفْتِنَهُمْ۔ فتنہ میں ڈالے انکو	وَاِنَّ۔ اور بے شک	فِرْعَوْنَ۔ فرعون	
لَعَالٍ۔ سرکش تھا	فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں	وَاِنَّهٗ۔ اور یقیناً وہ	لَمِنَ۔ تھا	
الْمُسْرِفِیْنَ۔ حد سے بڑھنے والوں سے		وَقَالَ۔ اور کہا	مُوْسٰی۔ موسیٰ نے	
یٰقَوْمِ۔ اے میری قوم	اِنْ۔ اگر	كُنْتُمْ۔ ہو تم	اٰمَنْتُمْ۔ ایمان رکھتے	
بِاللّٰهِ۔ اللہ پر	فَعَلَیْهِ۔ تو اسی پر	تَوَكَّلُوْٓا۔ بھروسہ رکھو	اِنْ۔ اگر	
كُنْتُمْ۔ ہو تم	مُّسْلِمِیْنَ۔ فرمانبردار	فَقَالُوْا۔ پھر انہوں نے کہا	عَلَی اللّٰهِ۔ اللہ ہی پر	
تَوَكَّلْنَا۔ بھروسہ کیا ہم نے	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	لَا تَجْعَلْنَا۔ نہ بنا ہم کو	فِتْنَةً۔ آزمائش	
لِّلْقَوْمِ۔ قوم	الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالم کے لیے	وَنَجِّنَا۔ اور نجات دے ہم کو	بِرَحْمَتِكَ۔ اپنی رحمت سے	

مِنَ الْقَوْمِ ۔ قوم   الْكٰفِرِيْنَ ۔ کافروں سے   وَاَوْحَيْنَآ ۔ اور وحی کی ہم نے   اِلٰى ۔ طرف
مُوْسٰى ۔ موسیٰ   وَاَخِيْهِ ۔ اور اسکے بھائی کی   اَنْ ۔ یہ کہ   تَبَوَّاٰ ۔ جگہ دو
لِقَوْمِكُمَا ۔ اپنی قوم کو   بِمِصْرَ ۔ مصر میں   بُيُوْتًا ۔ گھروں کی   وَّاجْعَلُوْا ۔ اور بناؤ
بُيُوْتَكُمْ ۔ اپنے گھروں کو   قِبْلَةً ۔ قبلہ   وَّاَقِيْمُوا ۔ اور قائم کرو   الصَّلٰوةَ ۔ نماز
وَبَشِّرِ ۔ اور خوشخبری دے   الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ مومنوں کو   وَقَالَ ۔ اور کہا   مُوْسٰى ۔ موسیٰ نے
رَبَّنَآ ۔ اے ہمارے رب   اِنَّكَ ۔ بیشک تونے   اٰتَيْتَ ۔ دیا   فِرْعَوْنَ ۔ فرعون کو
وَمَلَاَهٗ ۔ اور اسکے سرداروں کو   زِيْنَةً ۔ زینت   وَّاَمْوَالًا ۔ اور مال   فِى الْحَيٰوةِ ۔ زندگی
الدُّنْيَا ۔ دنیا میں   رَبَّنَا ۔ اے ہمارے رب   لِيُضِلُّوْا ۔ تاکہ گمراہ کریں   عَنْ سَبِيْلِكَ ۔ تیری راہ سے
رَبَّنَا ۔ اے ہمارے رب   اطْمِسْ ۔ مٹا دے   عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ ۔ ان کے مال ۔
وَاشْدُدْ ۔ اور سخت کردے   عَلٰى ۔ ان کے   قُلُوْبِهِمْ ۔ دل   فَلَا ۔ پھر نہ
يُؤْمِنُوْا ۔ ایمان لائیں   حَتّٰى ۔ یہانتک کہ   يَرَوُا ۔ دیکھیں   الْعَذَابَ ۔ عذاب
الْاَلِيْمَ ۔ دردناک   قَالَ ۔ کہا   قَدْ ۔ بے شک   اُجِيْبَتْ ۔ قبول کی گئی
دَّعْوَتُكُمَا ۔ تمہاری دعا   فَاسْتَقِيْمَا ۔ پھر مضبوط رہو   وَلَا ۔ اور نہ   تَتَّبِعٰٓنِّ ۔ پیروی کرو
سَبِيْلَ ۔ رستے   الَّذِيْنَ ۔ ان لوگوں کی   لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ جو نہیں جانتے   وَجٰوَزْنَا ۔ اور گذار دیا ہمنے
بِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۔ بنی اسرائیل کو   الْبَحْرَ ۔ سمندر سے   فَاَتْبَعَهُمْ ۔ پھر پیچھے لگا انکے
فِرْعَوْنُ ۔ فرعون   وَجُنُوْدُهٗ ۔ اور اس کے لشکر   بَغْيًا ۔ سرکشی   وَّعَدْوًا ۔ اور دشمنی سے
حَتّٰٓى ۔ یہانتک کہ   اِذَا ۔ جب   اَدْرَكَهُ ۔ پالیا اس کو   الْغَرَقُ ۔ غرق ہونے نے
قَالَ ۔ کہا   اٰمَنْتُ ۔ میں ایمان لایا   اَنَّهٗ ۔ یقیناً وہ   لَآ اِلٰهَ ۔ نہیں کوئی معبود
اِلَّا الَّذِىْٓ ۔ مگر وہی   اٰمَنَتْ ۔ کہ ایمان لائے   بِهٖ ۔ اس پر   بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ ۔ بنی اسرائیل
وَاَنَا ۔ اور میں   مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ مسلمانوں سے ہوں   آٰلْئٰنَ ۔ کیا اب
وَقَدْ ۔ اور بے شک   عَصَيْتَ ۔ نافرمانی کی تونے   قَبْلُ ۔ پہلے   وَكُنْتَ ۔ اور تھا تو
مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۔ فسادیوں سے   فَالْيَوْمَ ۔ سو آج   نُنَجِّيْكَ ۔ نجات دینگے ہم تجھ کو
بِبَدَنِكَ ۔ تیرے بدن کو   لِتَكُوْنَ ۔ تاکہ ہو تو   لِمَنْ ۔ انکے لیے جو   خَلْفَكَ ۔ تیرے پیچھے ہیں
اٰيَةً ۔ نشان   وَاِنَّ ۔ اور بے شک   كَثِيْرًا ۔ بہت سے   مِّنَ النَّاسِ ۔ لوگ
عَنْ اٰيٰتِنَا ۔ ہماری آیتوں سے   لَغٰفِلُوْنَ ۔ یقیناً بے خبر ہیں ۔

مختصر تفسیر اردو نواں رکوع۔ یونس۔ پ۱۱

" اور موسیٰ پر ایمان نہ لائے مگر اس کی قوم کی اولاد سے کچھ لوگ فرعون اور اس کے درباریوں کے خوف سے کہ کہیں انھیں فتنے میں ڈال کر دین موسوی سے ہٹنے پر مجبور نہ کردیں اور بے شک فرعون زمین میں سر اٹھانے والا تھا اور بے شک وہ حد سے گذر گیا۔"

اس میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ اپنی امت کے بعض لوگوں کے ایمان نہ لانے کی پرواہ نہ کریں اور ان کے ایمان لانے کا جو اہتمام فرماتے تھے اور اس سے کفار مکہ جو اعراض کرتے تھے اس پر یہ فرمایا کہ آپ اس اعراض سے غمگین نہ ہوں اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود اس کے کہ کھلا معجزہ لائے تھے مگر پھر بھی ان پر ایمان لانے والے تھوڑے ہی نکلے زیادہ انکار و انحراف ہی کرتے رہے تو انبیاء کرام پر ایسے مواقع پیش آتے رہے ہیں آپ اپنی امت کے اعراض سے رنجیدہ نہ ہوں۔

اور مِنْ قَوْمِہٖ میں جو ضمیر ہے وہ یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ ایسی صورت میں قوم اور ذریّت سے مراد بنی اسرائیل ہیں جن کی اولادیں مصر میں آپ کے ساتھ تھیں۔

اور بقول ثانی من قومہ میں وہ لوگ مراد ہیں جو فرعون کے قتل سے بچ کر ادھر ادھر رہ گئے تھے اس لیے کہ جب فرعون نے اولاد ذکور کی ولادت پر علی الفور قتل کا حکم جاری کر دیا تھا تو اکثر عورتیں وہ تھیں جن کی راہ و رسم فرعون کی خاص عورتوں سے تھا۔ انہوں نے اس سے یہ فائدہ اٹھایا کہ اپنے بچے کو مولود انہیں دے دیے اور وہ محل میں پلتے رہے تو جس دن یہ مقابلہ ہوا یہ تمام بچے جو پروردۂ محل شاہی تھے موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے جادوگروں کی شکست دیکھ کر ایمان لے آئے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ ضمیر فرعون کی طرف راجع ہے اور قوم سے قوم فرعون مراد ہے چنانچہ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ذریت فرعون سے تھوڑے وہ تھے جو ایمان لے آئے تھے چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

" وَقَالَ مُوْسٰی اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو۔"

اور فرعونی فتنہ کی پرواہ نہ کرو بے خوف رہو جو بندہ ہو کر دعوائے الوہیت کر رہا ہو وہ باطل اور قطعی باطل ہے اور جس پر تم ایمان لائے ہو وہ حق اور قطعی حق ہے وہ اپنے فرمانبردار بندوں کی مدد کرتا اور ان کے دشمنوں کو ہلاک فرماتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے اور ابن جریر راوی ہیں۔

اِنَّ الضَّمِیْرَ لِفِرْعَوْنَ وَرَبِّہٖ قَالَ جَمْعٌ فَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ غَیْرِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَھُمْ زَوْجَتُہٗ اٰسِیَۃُ وَمَاشِطَتُہٗ وَمُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالْخَازِنُ وَامْرَأَتُہٗ۔

ابن جریر فرماتے ہیں کہ ضمیر فرعون کی طرف ہے اور اس پر ایک جماعت متفق ہے تو ایمان لانے والے بنی اسرائیل کے علاوہ اس کی بیوی آسیہ اور اس کی کنگھی کرنے والی اور آل فرعون سے مومن اور اس کا خازن اور اس کی بیوی ہے۔

"تو سب کہنے لگے ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا اے ہمارے رب ہم کو ظالم لوگوں کی آزمائش میں نہ ڈال"۔

اور انہیں ہم پر غالب نہ کرتا کہ وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ وہ حق پر ہیں "اور ہمیں نجات دے اپنی رحمت کے ساتھ کافر قوم سے" اور ان کے ظلم وستم سے محفوظ رکھ۔

"اور ہم نے وحی کی موسیٰ اور اس کے بھائی کو کہ مکانات بناؤ اپنی قوم کے لیے مصر میں اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بناؤ اور نماز قائم رکھو اور مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ"۔

چونکہ فرعون کے ظلم وستم کا خوف تھا اس لیے فرمایا کہ ایام خوف میں مصر کے مکانات کے اندر ہی نمازیں ادا کرو اور چونکہ تمام انبیاء کا قبلہ ہمیشہ سے کعبہ ہی تھا اس لیے نمازیں گھر میں ادا ہوں تو قبلہ رو اور مساجد میں ہوں تو قبلہ رو۔

بِاَنَّ الْمَنْصُوْصَ عَلَیْہِ فِی الْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ اِنَّ الْیَھُوْدَ تَسْتَقْبِلُ الصَّخْرَۃَ وَالنَّصَارٰی مَطْلَعَ الشَّمْسِ وَلَمْ یَثْبُتْ ھُوَ اَنَّ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَسْتَقْبِلُ الْکَعْبَۃَ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَالْقَوْلُ بِہٖ غَرِیْبٌ۔

حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ یہودی صخرہ بیت المقدس کو قبلہ کہتے تھے اور نصاریٰ سورج طلوع ہونے کی سمت کو اور مشہور نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا کعبہ کی طرف استقبال فرماتے تھے تو یہ غریب ہے

اس لیے علامہ علائی فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ کَانَتْ قِبْلَتُھُمْ کُلِّھِمُ الْکَعْبَۃَ۔ یعنی تمام انبیاء کرام کا قبلہ ہمیشہ سے کعبہ ہی رہا ہے

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَھُوْرًا میرے لیے تمام روئے زمین سجدہ کے لیے پاک کی گئی ہے

اور گھروں میں نماز کی یہ اجازت بحالت اضطرار تھی۔

فَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ خَرَّبَ مَسَاجِدَھُمْ وَمَنَعَھُمْ مِنَ الصَّلٰوۃِ فَاَوْحَی اِلَیْھِمْ

اَنْ صَلُّوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ کَمَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ جُبَیْرٍ۔

اس لیے کہ فرعون ملعون نے مساجد ویران کر دی تھیں اور عام طور پر نماز ممنوع قرار دے دی تھی تو اللہ تعالےٰ نے وحی فرما کر حکم دیا کہ نمازیں اپنے گھروں میں پڑھو۔ ابن عباس اور ابن جبیر سے ایسا ہی مروی ہے۔ یہ صلوٰۃ خوف کی طرح ہے کہ وہ بھی گھروں میں پڑھنے کی اجازت ہے۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور اس کا اثر ظاہر فرمایا۔ حیث قال۔

"وَقَالَ مُوْسٰی رَبَّنَآ اِنَّکَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ اور عرض کی موسیٰ نے اے ہمارے رب تو نے دیا ہے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو مال اور زینت دنیا کی زندگی میں الٰہی اس مال کے ذریعہ وہ بہکا دے گا اور گمراہ کرے گا الٰہی ان کے مال برباد کر دے"۔

اس لیے کہ تیری نعمتوں پر بجائے شکر گذار ہونے کے جرأت کر کے معصیت شعار بنا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی اور فرعونیوں کے درہم و دینار پتھر ہو کر رہ گئے۔ حتیٰ کہ ان کے باغوں کے پھل اور کھانے کی چیزیں پتھر ہو گئیں اور یہ ان نو معجزات سے ایک معجزہ ہے جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ سے راوی ہیں کہ ضحاک نے کہا اِنَّہٗ بَعْدَ هٰذَا الدُّعَاءِ صَارَتْ دَرَاهِمُهُمْ وَدَنَانِیْرُهُمْ وَنُحَاسُهُمْ وَحَدِیْدُهُمْ حِجَارَةً مَّنْقُوْشَةً

اس دعا کے بعد ان کے درہم و دنانیر اور تانبہ لوہا سب پتھر ہو گئے اور ان پر نقوش بدستور رہے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ الْقُرَظِیِّ قَالَ سَاَلَنِیْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ عَنْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ فَاَخْبَرْتُهٗ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی طَمَسَ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ یَعْنِیْ فِرْعَوْنَ وَاٰلِ فِرْعَوْنَ حَتّٰی صَارَتْ حِجَارَةً فَقَالَ عُمَرُ مَکَانَکَ حَتّٰی اٰتِیْکَ فَدَعَا بِکِیْسٍ مَّخْتُوْمٍ فَفَکَّهٗ فَاِذَا فِیْهِ الْبَیْضَةُ مَنْقُوْشَةٌ وَهِیَ حِجَارَةٌ وَکَذَا الدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِیْرُ وَاَشْبَاهُ ذٰلِکَ۔

محمد قرظی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس آیت کے متعلق سوال کیا میں نے بتایا کہ اللہ نے فرعون کے مال اور آل فرعون کے اموال پر طمس فرمایا حتیٰ کہ وہ پتھر ہو گئے۔ تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا آپ تشریف رکھیں تاکہ میں آپ کو وہ مطموس دکھاؤں۔ پھر آپ نے ایک تھیلی منگوائی جو سربمہر تھی تو اسے کھول کر دکھایا تو اس میں انڈے پتھر کے تھے اور ایسے ہی درہم و دنانیر اور اس کی مثل سب پتھر کے تھے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے حوض کا پانی بھی پتھر ہو گیا۔ مفردیں سکر کا ترجمہ حوض ہے اور عبارت

یہ ہے کہ اِنَّہٗ صَادَ سَکَّہُمْ حِجَارَۃً اور جہاں میاں بیوی ایک جگہ تھے وہ بھی پتھر ہو گئے اور جہاں کوئی عورت روٹی پکا رہی تھی وہ بھی پتھر ہو گئی۔ طمس کا ترجمہ روح المعانی میں ہے قَالَ مُجَاھِدٌ فَالطَّمْسُ بِمَعْنَی الْاِھْلَاکِ ۔یعنی طمس ہلاک کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

"اور ان کے دل سخت کر دے کہ ایمان ہی نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب دیکھیں"

اس کے متعلق مفسرین فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں کے ایمان لانے کی تو آپ نے ان کے حق میں بددعا کی اور ایسا ہی ہوا کہ وہ غرق ہونے سے قبل ایمان نہ لائے (روح المعانی)

اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوا کہ کسی سرکش کافر کی دعائے موت کرنا ممنوع نہیں۔ کما قال المدارک آگے ارشاد ہے فرمایا (اللہ تعالیٰ نے)

"بے شک قبول ہوئی تم دونوں کی دعا تو ثابت قدم رہو اور نہ پیروی کرو نادانوں کی"

اس آیت کریمہ میں موسیٰ وہارون علیہما السلام کی دعا قبول ہونے کا اظہار ہے اور پہلی آیت میں دعا صرف موسیٰ علیہ السلام کی تھی اس پر علامہ آلوسی نے روح المعانی میں نفیس توجیہ فرمائی وہ یہ کہ آمین بھی درحقیقت دعا ہے تو جب موسیٰ علیہ السلام رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِھِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ۔ عرض کر رہے تھے تو حضرت ہارون علیہ السلام آمین فرما رہے تھے تو اس صورت میں دونوں کی دعا ہو گئی۔

بعض روایات سے ثابت ہے کہ اس دعا میں اور اس کی قبولیت میں چالیس سال کا فاصلہ تھا اس سے ان جلد بازوں کو تنبیہ بھی ہے کہ وہ دعا کرتے ہی قبولیت کے منتظر ہوتے ہیں اس لیے وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا فرمایا گیا کہ انسان جلد باز ہے اس لیے یہاں بھی فَلَا تَتَّبِعٰنِّ یعنی نہ پیروی کرو نادانوں کی ارشاد ہوا وہ نادان وہی ہیں جو قبول دعا میں تاخیر و تعویق کی حکمت نہیں جانتے اور یہی دعا میں ارشاد ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کہ دعا کرو ہم تمہارے لیے دعا قبول کریں گے یہ ارشاد نہیں کہ ہر دعا علی الفور قبول کریں گے بلکہ اپنی حکمت بالغہ کے مطابق وہ قبول ضرور کریں گے تاخیر و تعویق سے یا علی الفور اس کا وعدہ نہیں۔ اس بحث کے لیے "اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِاٰدَابِ الدُّعَاءِ" کا مطالعہ کیا جائے جو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ کی تالیف ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

"وَجَاوَزْنَا اور ہم دریا پار لے گئے بنی اسرائیل کو تو فرعون نے مع اپنے لشکر کے ان کا تعاقب کیا سرکشی اور ظلم سے حتیٰ کہ جب پکڑ لیا اسے غرق نے بولا اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ

بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ میں ایمان لایا اس پر کہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے جس پر ایمان لائے تھے بنی اسرائیل اور میں مسلمان ہوں"۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے فلق بحر کرکے دریائے نیل کو پار کیا اور تعاقب کرتا ہوا فرعون معہ اپنے لشکر کے ساحل نیل پر آیا تو دریا میں راستہ دیکھ کر دریائے نیل میں اتر گیا اس کے اتباع میں لشکر بھی اتر گیا جب وسط دریا میں آیا دونوں طرف سے دریا مل گیا اور فرعون معہ اپنے لشکر کے غرق ہونے لگا تو پکارا آمَنْتُ۔

یہاں فرعون نے بامید قبول مضمون ایمان تین بار دہرایا لیکن قبول نہ ہوا اس لیے کہ ضغطۂ موت کے بعد ملائکہ عذاب آتے ہیں انھیں دیکھنے کے بعد جو بھی توبہ کرے وہ مقبول نہیں ہوتی اس بنا پر فرعون کا ایمان بھی قبول نہ ہوا۔ البتہ اگر ضغطہ و اضطرار جان کنی سے قبل ایک بار ہی ایمان کا اظہار کرلے تو مقبول ہوتا ہے مگر اس نے تو ادراک غرق کے بعد کہا اور تین طرح کہا پہلے آمَنْتُ پھر لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ کہا پھر اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کہا اس کا جواب اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ ہوا۔

"آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ کیا اب (ایمان کی سوجھی) اور پہلے تو تو بڑا نافرمان رہا اور بڑے فسادیوں میں سے تھا"۔

یعنی کیا اب حالت اضطرار میں مبتلائے غرق ہوکر اور زندگی سے مایوسی کی حالت میں تو آمَنْتُ کہنے لگا ہے اس سے قبل تو اتنا زبردست فسادی تھا کہ خود گمراہ تھا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا تھا۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت روح الامین فرعون کے پاس استفتاء لائے جس کا مضمون یہ تھا کہ ایسے غلام کے حق میں کیا حکم ہے جس نے کسی کے مال و نعمت سے پرورش پائی پھر اس کی ناشکری کی اور اس کا منکر ہوگیا بلکہ خود اس مال و نعمت کا مالک بن کر مدعی ملکیت بن گیا۔

اس کا جواب فرعون نے یہ دیا کہ جو غلام اپنے آقا کی نعمتوں کا انکار کرے اور اس کے مقابل آئے اس کی سزا یہ ہے کہ اسے دریا میں غرق کیا جائے چنانچہ جب فرعون دریا میں غرق ہونے لگا تو حضرت روح الامین نے اسی کا فتویٰ اس کے سامنے کردیا اور فرعون نے اسے پہچان لیا

بعض علماء نے لکھا کہ جب اللہ تعالےٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اس کے غرق ہونے کی بنی اسرائیل کو اطلاع دی تو بنی اسرائیل کے دل میں اس کی عظمت و ہیبت اس قدر راسخ ہوچکی تھی کہ انہیں اس کی ہلاکت کا یقین نہ آیا تو اس کی لاش بہ امر الٰہی دریا کے ساحل پر پھینک

دی گئی جب بنی اسرائیل نے اسے دیکھ کر پہچان لیا تب انہیں یقین ہوا۔

روح المعانی میں اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے۔

وَذَالِكَ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى لَمَّا اَخْبَرَ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِاِجَابَةِ دَعْوَتِهِمَا اَمَرَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاِخْرَاجِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مِنْ مِّصْرَ لَيْلًا وَكَانُوْا كَمَا ذَكَرَهٗ غَيْرُ وَاحِدٍ سِتَّمِائَةَ اَلْفٍ فَخَرَجَ بِهِمْ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ فَلَمَّا اَحَسَّ خُرُوْجَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ عَلٰى اِثْرِهِمْ مُسْرِعِيْنَ فَالْتَفَتَ الْقَوْمُ فَاِذَا الطَّامَّةُ الْكُبْرٰى وَرَاءَهُمْ فَقَالُوْا يَا مُوْسٰى هٰذَا فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ وَرَاءَنَا وَهٰذَا الْبَحْرُ اَمَامَنَا فَكَيْفَ الْخَلَاصُ فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى مُوْسٰى اَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَضَرَبَهٗ فَانْفَلَقَ اِثْنَيْ عَشَرَ فِرْقًا كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ وَصَارَ لِكُلِّ سِبْطٍ طَرِيْقٌ فَسَلَكُوْا وَوَصَلَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ مَّعَهٗ اِلَى السَّاحِلِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا مِنَ الْبَحْرِ وَمَسْلَكُهُمْ بَاقٍ عَلٰى حَالِهٖ فَسَلَكَهٗ بِمَنْ مَّعَهٗ اَجْمَعِيْنَ فَلَمَّا دَخَلَ اٰخِرُهُمْ وَهَمَّ اَوَّلُهُمْ بِالْخُرُوْجِ غَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ۔ حَتّٰى اِذَا اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ۔

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دعا جب اللہ تعالےٰ نے قبول فرمائی تو حکم الٰہی آیا کہ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جاؤ۔ ان کی تعداد بروایات کثیرہ چھ لاکھ تھی تو یہ عین اس وقت معہ اپنی جماعت کے نکلے جبکہ فرعون اور اس کی فوج غفلت میں تھے جب انہیں ان کا علم ہوا کہ وہ چلے گئے ہیں تو فرعون معہ اپنی جماعت کے ان کے قدم بقدم تعاقب میں نکلا جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے دیکھا کہ ان کے پیچھے ایک بڑی مصیبت آ رہی ہے تو وہ بولے اے موسیٰ یہ فرعون اور اس کا لشکر آ رہا ہے۔ اور ہمارے سامنے یہ دریا ہے نیل موجیں مار رہا ہے اب کس طرح ہم نجات پائیں گے تو اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنا عصا دریا میں ماریں آپ نے عصا مارا اس سے بارہ رستے دریا میں پھٹ گئے ہر راستہ کے مابین ایک بھاری پہاڑ کی طرح تھا اور ہر قبیلہ کے لیے ایک راستہ تھا جس سے یہ پار اتر گئے اور فرعون معہ اپنے ساتھیوں کے ساحل پر آگیا تو اس نے وہ راستے دریا میں دیکھے جن سے موسیٰ علیہ السلام کے امتی گذر گئے تھے تو یہ بھی انہیں راستوں سے دریا میں اتر پڑا جب وسط میں پہنچا تو دریائے نیل کی موجوں نے ایسا گھیرا جیسا کہ گھیرنا تھا۔ حتیٰ کہ غرق نے پالیا۔

اس کے غرق کی خبر جب بنی اسرائیل کو ملی تو انہیں اس پر یقین نہ آیا اس لیے کہ اس کی جبروتی قوت سے سب مرعوب تھے تو بامر الٰہی اس کی لاش ساحل پر موجوں نے پھینک دی اور بنی اسرائیل نے دیکھ کر پہچانا

اور اس کے مرنے کا یقین کیا۔ اس پر ارشاد ہوا
" فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً۔ آج ہم تیری لاش کو محفوظ رکھیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لیے نشان ہو"۔

ابن انباری ابوالشیخ سے راوی ہیں اَلْمَعْنٰى نَجْعَلُكَ عَلٰى نَجْوَةٍ مِّنَ الْاَرْضِ كَيْ يَرَاكَ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ فَيَعْرِفُوْا اَنَّكَ قَدْ مِتَّ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تجھے ہم کسی زمین کے ٹیلے پر رکھیں گے۔ تاکہ تجھے بنی اسرائیل دیکھ کر جان لیں کہ تو (خدائی کا مدعی تھا) اور مرگیا۔

وَجَاءَ تَفْسِيْرُ الْبَدَنِ بِالدِّرْعِ اور بدن کی تفسیر میں بعض نے اس کی زرہ مراد لی ہے
وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ وَاُبَيٍّ وَكَانَتْ لَهٗ دِرْعٌ مِّنْ ذَهَبٍ يُعْرَفُ بِهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهَا كَانَتْ مِنْ لُؤْلُؤٍ۔ اس کی ایک سونے کی زرہ تھی جس سے وہ پہچانا جاتا تھا۔ ایک روایت میں ہے وہ زرہ موتیوں کی تھی۔

اور ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ ابی جہضم موسیٰ بن سالم سے راوی ہیں اِنَّهٗ كَانَ لِفِرْعَوْنَ شَيْءٌ يَلْبَسُهٗ يُقَالُ لَهُ الْبَدَنُ يَتَلَأْلَأُ۔ وہ ایک چیز تھی فرعون کی جسے وہ پہنتا تھا اسے بدن کہتے تھے وہ جگمگاتی تھی۔
"اور بے شک بہت لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں"۔

انہیں یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ فرعون کی لاش سالم نکلے گی اور مصر کے میوزم میں رکھی ہوگی۔ آج تو مصر جانے والے اپنی آنکھوں سے دیکھ آتے ہیں۔ بہرحال نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ کے متعلق اگرچہ اقوال ہیں۔ لیکن لفظی معنی کے ساتھ بھی یہ پیش گوئی صحیح ہوگئی۔

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع۔ یونس پ ۱۱

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

اور بے شک جگہ دی ہم نے بنی اسرائیل کو عزت کی جگہ اور رزق ہم نے انھیں دیا پاک چیزوں سے۔ تو نہ اختلاف میں پڑے حتیٰ کہ انہیں علم آگیا بے شک تمہارا رب فیصلہ کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے۔

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ

اور (اے سننے والے) اگر ہے تو شبہ میں اس کے اندر جو نازل کیا ہم نے تیری طرف تو ان سے پوچھ جو

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ
مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝

پڑھنے والے ہیں کتاب تجھ سے پہلے بے شک
تیرے پاس حق آیا تیرے رب کی طرف سے
تو نہ ہو تو شک کرنے والوں میں۔

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اور نہ ہو ان میں سے جو جھٹلاتے ہیں اللہ کی آیتیں
تو ہو جائے گا تو خسارے والوں میں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

بے شک وہ جن پر ثابت ہو گئی بات تیرے رب
کی ایمان نہ لائیں گے۔

وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا
الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝

اگرچہ آئیں ان کے پاس سب نشانیاں حتی کہ وہ
دیکھیں دردناک عذاب۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ
اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا
عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝

تو اگر نہ ہوتی کوئی بستی کہ ایمان لاتی تو نفع دیتا
ان کا ایمان مگر قوم یونس جبکہ ایمان لائے وہ کھول
دیا ہم نے ان سے عذاب ذلت والا حیات دنیا
میں اور متمتع کیا انہیں ایک مدت تک۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ
كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۚ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى
يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

اور اگر چاہتا تیرا رب تو ضرور ایمان لاتے سب
کے سب تو کیا تم مجبور کرو گے لوگوں کو حتی کہ وہ
ایمان لے آئیں۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ
اللّٰهِ ۚ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ
لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

اور نہیں ہے کسی جان کی قدرت کہ وہ ایمان لائے
مگر اللہ کے حکم سے اور کرتا ہے عذاب ان پر جو
بے عقل ہیں۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ
عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝

فرما دیجئے دیکھو کیا ہے آسمانوں میں اور زمین میں
اور نہیں مستغنی کرتے انہیں آیتیں اور ڈرانے والے
اس قوم کو جو ایمان لانے والی نہیں۔

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ
خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ
مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝

تو کیا انتظار ہے انہیں مگر ان لوگوں کے سے دنوں
کا جو گزر گئے ان سے پہلے۔ فرما دیجئے انتظار کرو
میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

پھر ہم نجات دیں گے اپنے رسولوں کو اور انہیں جو ایمان لائے ایسے ہی ہم پر حق کرم ہے کہ نجات دیں مومنوں کو۔

حلِّ لغات دسواں رکوع یونس پ ۱۱

وَلَقَدْ۔ اور بے شک	بَوَّأْنَا۔ جگہ دی ہم نے	بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ بنی اسرائیل کو	
مُبَوَّاَ۔ جگہ	صِدْقٍ۔ عزت کی	وَرَزَقْنٰهُمْ۔ اور ہم نے ان کو رزق دیا	
مِنَ الطَّیِّبٰتِ۔ پاکیزہ چیزوں کا	فَمَا۔ پھر نہ	اخْتَلَفُوْا۔ اختلاف کیا انہوں نے	
حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	جَآءَهُمُ۔ آئے انکے پاس	رُسُلُهُمْ۔ ان کے رسول	اِنَّ۔ بے شک
رَبَّكَ۔ تیرا رب	یَقْضِیْ۔ فیصلہ کریگا	بَیْنَهُمْ۔ ان کے درمیان	یَوْمَ۔ دن
الْقِیٰمَةِ۔ قیامت کے	فِیْمَا۔ اس میں جو	كَانُوْا۔ تھے وہ	فِیْهِ۔ اس میں
یَخْتَلِفُوْنَ۔ اختلاف کرتے	فَاِنْ۔ پھر اگر	كُنْتَ۔ ہے تو	فِیْ شَكٍّ۔ شک میں
مِمَّا۔ اس چیز سے	اَنْزَلْنَا۔ جو اتاری ہم نے	اِلَیْكَ۔ تیری طرف	فَسْئَلِ۔ پھر پوچھ
الَّذِیْنَ۔ ان سے جو	یَقْرَءُوْنَ۔ پڑھتے ہیں	الْكِتٰبَ۔ کتاب	مِنْ قَبْلِكَ۔ تجھ سے پہلے
لَقَدْ۔ بے شک	جَآءَكَ۔ آیا تیرے پاس	الْحَقُّ۔ حق	مِنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب سے
فَلَا تَكُوْنَنَّ۔ پھر نہ ہو تو	مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ۔ شک کرنے والوں سے		وَلَا تَكُوْنَنَّ۔ اور نہ ہو تو
مِنَ الَّذِیْنَ۔ ان لوگوں سے جنہوں نے		كَذَّبُوْا۔ جھٹلایا	بِاٰیٰتِ۔ آیات
اللّٰهِ۔ الٰہی کو	فَتَكُوْنَ۔ پھر ہوگا تو	مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ خسارہ اٹھانے والوں سے	
اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ لوگ	حَقَّتْ۔ کہ حق ہوئی	عَلَیْهِمْ۔ ان پر
كَلِمَتُ رَبِّكَ۔ بات تیرے رب کی		لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ نہیں ایمان لائینگے	وَلَوْ۔ اور اگرچہ
جَآءَتْهُمْ۔ آئے انکے پاس	كُلُّ۔ ہر	اٰیَةٍ۔ نشانی	حَتّٰی۔ یہاں تک کہ
یَرَوُا۔ وہ دیکھیں	الْعَذَابَ۔ عذاب	الْاَلِیْمَ۔ دردناک	فَلَوْلَا۔ پھر کیوں نہ
كَانَتْ۔ ہوئی	قَرْیَةٌ۔ کوئی بستی	اٰمَنَتْ۔ ایمان لائی	فَنَفَعَهَا۔ پھر نفع دیا اس کو
اِیْمَانُهَا۔ اس کے ایمان نے	اِلَّا۔ مگر	قَوْمَ۔ قوم	یُوْنُسَ۔ یونس کی
لَمَّا۔ جب	اٰمَنُوْا۔ وہ ایمان لائے	كَشَفْنَا۔ ہم نے کھول دیا	عَنْهُمْ۔ ان سے

عَذَابَ۔ عذاب الْخِزْیِ۔ خواری کا فِی الْحَیٰوۃِ۔ زندگی الدُّنْیَا۔ دنیا میں
وَمَتَّعْنٰھُمْ۔ اور فائدہ دیا ہم نے ان کو اِلٰی حِیْنٍ۔ ایک وقت تک وَلَوْ۔ اور اگر
شَآءَ۔ چاہے رَبُّکَ۔ تیرا رب لَاٰمَنَ۔ تو ایمان لائے مَنْ۔ جو کوئی
فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں ہے کُلُّھُمْ۔ سب جَمِیْعًا۔ کے سب
اَفَاَنْتَ۔ کیا پھر تو تُکْرِہُ۔ مجبور کرے گا النَّاسَ۔ لوگوں کو حَتّٰی۔ یہاں تک کہ
یَکُوْنُوْا۔ ہو جائیں مُؤْمِنِیْنَ۔ مومن وَمَا کَانَ۔ اور نہیں ہے لِنَفْسٍ۔ کسی آدمی کے لیے
اَنْ۔ یہ کہ تُؤْمِنَ۔ ایمان لائے اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ مگر خدا کے حکم سے
وَیَجْعَلُ اور کرتا ہے الرِّجْسَ۔ عذاب عَلَی۔ اوپر الَّذِیْنَ۔ ان کے
لَا یَعْقِلُوْنَ۔ جو نہیں سمجھتے۔ قُلِ۔ کہہ انْظُرُوْا۔ دیکھو
مَاذَا۔ کیا ہے فِی السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ۔ اور زمین میں
وَمَا۔ اور نہیں تُغْنِی۔ کام آتیں الْاٰیٰتُ۔ نشانیاں وَالنُّذُرُ۔ اور ڈرانے والے
عَنْ قَوْمٍ۔ اس قوم سے لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ جو نہیں ایمان لاتے فَھَلْ۔ پھر کیا۔
یَنْتَظِرُوْنَ۔ دیکھتے ہیں اِلَّا۔ مگر مِثْلَ۔ مثل اَیَّامِ۔ دنوں
الَّذِیْنَ۔ ان لوگوں کے خَلَوْا۔ جو گزر گئے مِنْ قَبْلِھِمْ۔ ان سے پہلے
قُلْ۔ کہہ فَانْتَظِرُوْا۔ انتظار کرو اِنِّیْ۔ بے شک میں مَعَکُمْ۔ تمہارے ساتھ ہوں
مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ۔ انتظار کرنے والوں سے ثُمَّ۔ پھر نُنَجِّیْ۔ نجات دیتے ہیں ہم
رُسُلَنَا۔ اپنے رسولوں کو وَالَّذِیْنَ۔ اور ان کو اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے کَذٰلِکَ۔ اسی طرح
حَقًّا۔ حق ہے عَلَیْنَا۔ ہم پر نُنْجِ۔ نجات دیتے ہیں ہم الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کو

مختصر تفسیر اردو دسواں رکوع۔ یونس پ۱۱

"وَلَقَدْ بَوَّاْنَا اور بے شک جگہ دی ہم نے بنی اسرائیل کو عزت کی جگہ۔"
اس سے مراد یا تو مصر کا ملک ہے یا فرعون اور فرعونیوں کی جائدادیں مراد ہیں یا سرزمین شام و قدس اور اردن جو نہایت سرسبز و شاداب اور زرخیز آبادیاں تھیں۔
علامہ آلوسی بَوَّاْنَا کے ترجمہ پر لکھتے ہیں وَبَوَّا بِمَعْنٰی اَنْزَلَ کَاَبَاءِ وَالْاِسْمُ مِنْہُ الْبِیْئَۃُ بِالْکَسْرِ کَمَا فِی الْقَامُوْسِ۔ بَوَّاَ بِمَعْنٰی اَنْزَلَ ہے یعنی اتارنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ وَجَعَلَہٗ بَوَّاہُ مَنْزِلًا

وَبَوَّاۡ لَهٗ فِیۡ مَنۡزِلٍ وَکَذَا بَوَّاتُ لَہٗ مَکَانًا اِذَا سَوَّیۡتَہٗ۔ اَیۡ اَنۡزَلۡنَا ھُمۡ بَعۡدَ اَنۡ اَنۡجَیۡنَا ھُمۡ وَ اَھۡلَکۡنَا اَعۡدَاءَ ھُمۡ۔ محاورۂ عرب میں بَوَّاَہٗ مَنۡزِلًا وَبَوَّاَہٗ فِیۡ مَنۡزِلٍ ایسے موقعہ پر بولتے ہیں جب کہ کسی کے لیے ہلاک دشمن کے بعد نجات ہو اور انھیں کسی محفوظ مکان میں رکھا جائے۔

اور مُبَوَّاَ صِدۡقٍ کے یہ معنی ہیں اَیۡ مَنۡزِلًا صَالِحًا مَرۡضِیًّا۔ ایسی اترنے کی جگہ جو مرضی کے موافق ہو

اور ابن منذر وضحاک وغیرہ سے مروی ہے کہ اَلشَّامُ وَمِصۡرُ فَاِنَّ بَنِیۡۤ اِسۡرَآئِیۡلَ الَّذِیۡنَ کَانُوۡا فِیۡ زَمَانِ مُوۡسٰی عَلَیۡہِ السَّلَامُ وَھُمُ الۡمُرَادُوۡنَ ھُنَا مَلَکُوۡا ذَالِکَ۔ اس سے مراد شام اور مصر ہے اس لیے کہ اس سے مراد وہ بنی اسرائیل ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے اور وہی ان مقامات کے مالک بنے

وَاَخۡرَجَ اَبُو الشَّیۡخِ وَغَیۡرُہٗ عَنۡ قَتَادَۃَ اَنَّ الۡمُرَادَ بِہِ الشَّامُ وَبَیۡتُ الۡمُقَدَّسِ وَاخۡتَارَہٗ بَعۡضُھُمۡ بِنَاءً اَنَّ اُولٰٓئِکَ لَمۡ یَعُوۡدُوۡا اِلٰی مِصۡرَ بَعۡدَ ذَالِکَ۔

اس سے مراد شام اور بیت المقدس ہے اور اسے بعض نے اس بنا پر پسند کیا کہ بنی اسرائیل مصر کی طرف واپس نہیں گئے بعد غرق فرعون۔

اور یہ بھی قول ہے کہ اِنَّھُمۡ مَا دَخَلُوا الشَّامَ فِیۡ حَیٰوۃِ مُوۡسٰی عَلَیۡہِ السَّلَامُ وَاِنَّمَا دَخَلَھَا اَبۡنَآؤُھُمۡ۔ حیات موسیٰ علیہ السلام میں بنی اسرائیل شام میں بھی نہیں داخل ہوئے البتہ ان کی اولادیں بعد میں داخل اور آباد ہوئیں۔

اور ایک قول یہ بھی ہے اَلۡمُرَادُ بِہٖ اَطۡرَافُ الۡمَدِیۡنَۃِ اِلٰی جِھَۃِ الشَّامِ۔ اس سے مراد شام کی طرف مدینہ کا ارد گرد ہے

بہر حال بنی اسرائیل کا مرضی کے موافق عزت کے مقام پر اترنا منصوص قطعی ہے عام اس سے کہ وہ شام ہو یا بیت المقدس یا حوالی شام۔ اس سے انکار کسی طرح جائز نہیں کہ انھیں مبوّا صدق یعنی عزت والے مقام پر اتارا گیا۔

"اور وہاں انہیں ستھری پاک روزی سے نوازا گیا تو وہ اختلاف میں نہ پڑے جب تک کہ نہ آیا علم ان میں۔ بے شک تمہارا رب فیصلہ کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے"

یعنی احکام وغیرہ میں وہ مختلف نہ ہوئے بلکہ سب اپنے رسول کے متبع رہے مگر جب توریت پڑھی اور اس کے احکام سے واقف ہوئے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں اختلاف کرنے لگے باآنکہ حضور کی صدق نبوت کا انہیں علم ہو چکا تھا۔ لیکن باہمی کش مکش کرنے لگے کوئی کہنے لگا جس کی نعت توریت میں ہے وہ یہ نہیں۔ کوئی کہنے لگا یہ وہی ہیں۔

چنانچہ علامہ طبرسی تو اس طرف گئے کہ اِنَّھُم کَانُوْا جَمِیْعًا عَلَی الْکُفْرِ لَمْ یَخْتَلِفُوْا فِیْہِ حَتّٰی اُرْسِلَ اِلَیْھِمْ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَنَزَلَتِ التَّوْرَاۃُ فِیْھَا حُکْمُ اللّٰہِ تَعَالٰی فَمِنْھُمْ مَنْ اٰمَنَ وَمِنْھُمْ مَنْ اَصَرَّ عَلٰی کُفْرِہٖ۔ علامہ طبرسی کہتے ہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ کفر پر تھے اور اس کفر میں کوئی مختلف نہ تھا حتیٰ کہ جب موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور توریت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالےٰ کا حکم تھا تو ان میں سے بعض ایمان لائے اور بعض اپنے کفر پر ہی مصر رہے یہ اختلاف پیدا ہوا تو اس کے متعلق ارشاد ہوا۔

"اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بے شک تیرا رب فیصلہ کرے گا ان میں بروز قیامت جس بات میں وہ آپس میں جھگڑتے تھے"۔

وہ فیصلہ یہی ہوگا کہ مومن جنت میں داخل کردئے جائیں گے اور کافر جہنم میں فَیُمَیِّزُ بَیْنَ الْمُحِقِّ وَالْمُبْطِلِ بِالْاِثَابَۃِ وَالْعُقُوْبَۃِ کہ حق اور باطل والوں میں ثواب اور عذاب کے لحاظ سے فرق کردیا جائے گا۔ آگے ارشاد ہے۔

"فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَا۔ تو اگر تجھے کچھ شک ہے (اے سننے والے) اس میں جو ہم نے نازل کی تجھ پر تو ان سے پوچھ کر اطمینان کر جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں"۔

اس کے ماتحت مفسرین کے چند اقوال ہیں منجملہ ان کے پہلا قول تو یہ ہے۔

وَالْمُرَادُ۔ اِنْ کُنْتَ فِیْ ذٰلِکَ عَلٰی سَبِیْلِ الْفَرْضِ وَالتَّقْدِیْرِ۔ لِاَنَّ الشَّکَّ لَایُتَصَوَّرُ مِنْہُ لِاَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنْکَشَفَ عَنْہُ الْغِطَاءُ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر آپ اے محبوب بفرض محال علیٰ التقدیر شک میں ہوں۔ اس لیے کہ حضور کی طرف شک کا تصور ہی نہیں ہوسکتا اس واسطے کہ آپ پر انکشاف غطا ہوچکا ہے اور شک بصورت حجاب و غطا ہوتا ہے۔

وَلِذَا عُبِّرَ بِاِنْ الَّتِیْ تُسْتَعْمَلُ غَالِبًا فِیْمَا لَا تَحَقُّقَ لَہٗ حَتّٰی تُسْتَعْمَلَ فِی الْمُسْتَحِیْلِ عَقْلًا وَعَادَۃً کَمَا فِیْ قَوْلِہٖ سُبْحَانَہٗ، قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ (اِلٰی اٰخِرِ مَا قَالَ) وَالْمُرَادُ بِالْمَوْصُوْلِ الْقِصَصُ۔ اَیْ اِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ مِّنَ الْقِصَصِ الْمُنَزَّلَۃِ اِلَیْکَ الَّتِیْ مِنْ جُمْلَتِھَا قِصَّۃُ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِہٖ وَاَخْبَارُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔ فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکَ فَاِنَّ ذٰلِکَ مُحَقَّقٌ عِنْدَھُمْ ثَابِتَۃٌ فِیْ کُتُبِھِمْ حَسْبَمَا اَنْزَلْنَاہُ اِلَیْکَ۔

اسی لیے شک کا لفظ بولا گیا جو استعمال ہوتا ہے بطور غلبہ اس میں جس کی تحقیق نہ ہو حتیٰ کہ وہ استحالہ عقلی و عادی میں بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ اگر ہو اللہ تعالےٰ کی

اولاد تو مراد اس سے وہ قصص ہیں۔ گویا یوں ارشاد ہوا اگر تمہیں شک ہو ان قصوں میں جن کا ذکر ہم نے فرمایا جیسے موسیٰ اور اس کی قوم کا ذکر یا اخبار بنی اسرائیل تو ان سے پوچھ دیکھیے جو آپ سے پہلے کتاب تورات پڑھ رہے ہیں تو ان کے پاس محقق اور ثابت ہے ان کی کتابوں میں ویسا ہی ہے جیسا کہ ہم نے آپ پر نازل فرمایا۔ لیکن حضور کی ذات کے ساتھ ایسا شک متصور ہی نہیں ہو سکتا۔

دوسرا قول یہ ہے وَزَعَمَ الزَّجَاجُ اَنَّ اِنْ نَافِيَةٌ وَقَوْلُهٗ سُبْحٰنَهٗ فَاسْأَلْ جَوَابُ شَرْطٍ مُقَدَّرٍ۔ اَیْ مَاکُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ فَاِنْ اَرَدْتَ اَنْ تَزْدَادَ یَقِیْنًا فَاسْئَلْ وَھُوَ خِلَافُ الظَّاھِرِ۔

زجاج کا خیال ہے کہ فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَكٍّ میں ان نافیہ ہے یعنی اس کے معنی یہ ہیں کہ اے محبوب آپ شک میں نہیں ہو سکتے اس پر جو ہم نے آپ پر نازل کیا تو اگر آپ چاہیں کہ مزید یقین حاصل کریں تو ان سے پوچھیے جو آپ سے قبل تورات وغیرہ پڑھنے والے ہیں مثل عبداللہ بن سلام، تمیم داری، کعب احبار وغیرہ کے لیکن یہ معنی ظاہر مضمون کے خلاف ہے۔

ایسے ہی ایک قول یہ بھی ہے کہ شک بمعنی ضیق و شدّت کے ہو اس سے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے معاینہ کیا اور قوم نے ایذائیں دیں تو اگر ضیق و شدّت میں ہیں تو فَاسْئَلْ اَھْلَ الْکِتَابِ کَیْفَ صَبَرَ الْاَنْبِیَاءُ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ عَلٰی اَذٰی قَوْمِھِمْ فَاصْبِرْ کَذٰلِكَ بَلْ ھُوَ اَبْعَدُ جِدًّا مِنْ ذٰلِكَ۔ یعنی تو آپ اہل کتاب سے معلوم کریں کہ انبیاء سابقہ نے قوم کی ایذاؤں پر کیسے صبر کیا۔ تو آپ بھی ایسے ہی صبر کریں تو یہ نسبت ہی بعید از قیاس ہے۔ بنا بریں تو کسی طرح بھی صحیح نہیں۔

اب چوتھا قول ایسا ہے جو قابل قبول ہے کما قال الآلوسی رحمہ اللہ۔

رقِیْلَ الْخِطَابُ لَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُرَادُ بِهٖ اُمَّتُهٗ اَوْ لِکُلِّ مَنْ یَّسْمَعُ اَیْ اِنْ کُنْتَ اَیُّھَا السَّامِعُ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا اَنْزَلْنَا عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّنَا اِلَیْكَ فَاسْئَلْ الخ

یعنی اگرچہ خطاب حضور کی طرف ہے مگر اس سے مراد امت مرحومہ ہے یا ہر وہ شخص جو اس آیۂ کریمہ کو سنے تو اس کے معنی یہ ہوئے اگر تو اے سننے والے شک میں ہے اس پر جو ہم نے نازل فرمایا زبان محمد مصطفیٰ پر تو پوچھ دیکھ ان سے جو اہل کتاب ہیں تجھ سے پہلے مثل ابن سلام۔ تمیم داری، کعب احبار وغیرہ کے۔ آگے ارشاد ہے۔

"لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ بے شک تیرے پاس آیا حق تیرے رب کی طرف سے تو نہ ہو تو ہرگز شک کرنے والوں سے اور ان سے نہ ہو جنہوں نے جھٹلائیں اللہ کی آیتیں تو ہو گا تو نقصان والوں سے

بے شک وہ جن پر حق ہو گئی تیرے رب کی بات ایمان نہ لائیں گے اگرچہ آئیں ان کے پاس تمام نشانیاں جب تک نہ دیکھیں وہ دردناک عذاب۔"

(تصریح) شک اسے کہتے ہیں جس میں انسان کسی چیز کے ہونے اور نہ ہونے میں برابر یقین کرے۔ خواہ وہ ایسی صورت میں ہوں کہ دونوں جانب کے قرینے برابر ہوں خواہ ایسے کہ دونوں طرف قرینہ ہی نہ ہو۔ چنانچہ محققین نے شک کو بھی جہل سے بتایا ہے اس میں یعنی جہل و شک میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے تو واضح ہوا کہ ہر شک جہل ہے اور ہر جہل شک نہیں۔

اسی لیے لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ میں ایک طرف فرمایا کہ براہین لائحہ اور آیات واضحہ سے وہ آثار روشن ہو چکا ہے کہ اس میں مومن کو مجال شک نہیں مگر جن کے لیے لوح محفوظ میں کفر ثابت ہے ان کی خبر ملائکہ نے دے دی۔ کہ وہ کافر ہی مریں گے اور ضغطۂ موت کے وقت اگر وہ ایمان لائے بھی تو ان کا ایمان مثل فرعون ان کے لیے نافع نہیں ہو سکتا۔ کما قال الزمخشری فی روح المعانی۔ آگے ارشاد ہے

"فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ تو اگر نہ ہوتی کوئی بستی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان نفع دیتا مگر قوم یونس کی کہ وہ جب ایمان لائے تو ہم نے ٹال دیا ان سے عذاب رسوائی والا زندگی دنیا میں اور متمتع کیا انہیں ایک وقت تک۔"

چونکہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم اول منکر رہی اور جب آثارات عذاب رونما ہونے لگے تو تائب ہو گئی۔ اس لیے یہاں پر قوم یونس فرما کر استثنا کیا۔ اس قوم کا واقعہ یہ ہے کہ یونس علیہ السلام کی بعثت اہل نینوای کی طرف ہوئی یہ سرزمین موصل پر ایک بستی کا فرو مشرک تھی۔ آپ نے انہیں دعوت اسلام دی اور بت پرستی چھوڑنے کا حکم کیا تو انہوں نے آپ کی مخالفت کی اور آپ کو جھٹلایا تو آپ نے انہیں بحکم الٰہی نزول عذاب کی خبر دی اور فرمایا یہ عذاب تم پر صبح کے وقت آئے گا۔ ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ یونس نے ہمیں کوئی بات کبھی غلط نہیں کہی اب دیکھو وہ اگر رات میں یہاں سے باہر نہ رہے تو عذاب آئے گا اور اگر وہ نہ گئے تو اندیشہ نہیں۔

آپ تہائی حصہ رات میں یا تیسری رات کے درمیان تشریف لے گئے قوم نے جب صبح کی تو آثار عذاب نمودار دیکھے۔ آسمان پر ہیبت ناک سیاہ ابر آ گیا اور چاروں طرف دھواں شہر کے گرد پھیل گیا یہ دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا کہ عذاب آنے والا ہے تو انہوں نے جمع ہو کر حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا مگر آپ نہ ملے اب انہیں اور اندیشہ ہوا آخر وہ مع اپنی عورتوں۔ بچوں اور جانوروں کے جنگل میں نکل آئے اور ٹاٹ کے کپڑے پہن لیے اور گریہ وزاری شروع کر دی اور بارگاہ الٰہی میں پکارے کہ جس پر

یونس ایمان رکھتے تھے ہم بھی اس پر ایمان للئے۔ اور جو مظالم ان میں مروج تھے ان سے توبہ کرکے غیروں کے دبائے ہوئے مال واپس کیے حتیٰ کہ اگر ایک پتھر بھی کسی کا اپنے مکان میں لگا لیا وہ بھی اکھاڑ کر واپس کر دیا تو اللہ تعالےٰ نے ان کی توبہ صدق دل سے پاکر ان سے عذاب اٹھا لیا۔

اور یہ واقعہ یوم عاشوراء جمعہ کے دن کا ہے اصل عبارت روح المعانی میں یہ ہے۔

وَكَانَ مِنْ قِصَّةِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ عَلٰى مَا رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَاحِدٍ اَنَّ يُوْنُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بُعِثَ اِلٰى اَهْلِ نَيْنَوٰى مِنْ اَرْضِ الْمُوْصَلِ وَكَانُوْا اَهْلَ كُفْرٍ وَّشِرْكٍ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَحْدَهٗ وَتَرْكِ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنَ الْاَصْنَامِ فَاَبَوْا عَلَيْهِ وَكَذَّبُوْهُ فَاَخْبَرَهُمْ اَنَّ الْعَذَابَ مُصَبِّحُهُمْ اِلٰى ثَلَاثٍ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الثَّالِثَةُ ذَهَبَ عَنْهُمْ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَلَمَّا اَصْبَحُوْا تَغَشَّاهُمُ الْعَذَابُ فَكَانَ فَوْقَ رُءُوْسِهِمْ لَيْسَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهٗ اِلَّا قَدْرُ ثُلُثَيْ مِيْلٍ وَّجَاءَ اَنَّهٗ غَامَتِ السَّمَاءُ غَيْمًا اَسْوَدَ هَائِلًا يَدُخِنُ دُخَانًا شَدِيْدًا فَهَبَطَ حَتّٰى غَشِيَ مَدِيْنَتَهُمْ وَاسْوَدَّتْ اَسْطِحَتُهُمْ فَلَمَّا اَيْقَنُوْا بِالْهَلَاكِ طَلَبُوْا نَبِيَّهُمْ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَخَرَجُوْا اِلَى الصَّحْرَاءِ بِاَنْفُسِهِمْ وَنِسَائِهِمْ وَصِبْيَانِهِمْ وَدَوَابِّهِمْ وَلَبِسُوا الْمُسُوْحَ وَاَظْهَرُوا الْاِيْمَانَ وَالتَّوْبَةَ وَفَرَّقُوْا بَيْنَ الْوَالِدَةِ وَوَلَدِهَا مِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ فَحَنَّ الْبَعْضُ اِلَى الْبَعْضِ وَعَلَتِ الْاَصْوَاتُ وَعَجُّوْا جَمِيْعًا وَتَضَرَّعُوْا اِلَيْهِ تَعَالٰى وَاَخْلَصُوا النِّيَّةَ فَرَحِمَهُمْ رَبُّهُمْ وَاسْتَجَابَ دُعَاءَهُمْ وَكَشَفَ عَنْهُمْ مَا نَزَلَ بِهِمْ مِنَ الْعَذَابِ وَكَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَكَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ بَلَغَ مِنْ تَوْبَتِهِمْ اَنْ تَرَادُّوا الْمَظَالِمَ فِيْمَا بَيْنَهُمْ حَتّٰى اِذَا كَانَ الرَّجُلُ لَيَاْتِي الْحَجَرَ قَدْ وَضَعَ اَسَاسَ بُنْيَانِهٖ عَلَيْهِ فَيَقْلَعُهٗ وَيَرُدُّهٗ اِلٰى صَاحِبِهٖ۔

اور قتادہ کی روایت میں ہے کہ یہ حالت چالیس دن تک رہی اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے ان سے عذاب ٹالا جو نازل ہونے والا تھا۔

اور احمد اور ابن جریر وغیرہ ابن غیلان سے راوی ہیں لَمَّا غَشِيَ قَوْمَ يُوْنُسَ الْعَذَابُ مَشَوْا اِلٰى شَيْخٍ مِنْ بَقِيَّةِ عُلَمَائِهِمْ فَقَالُوْا مَا تَرٰى قَالَ قُوْلُوْا يَا حَيُّ حِيْنَ لَا حَيَّ وَيَا حَيُّ مُحْيِ الْمَوْتٰى وَيَا حَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ فَقَالُوْهَا فَكُشِفَ عَنْهُمُ الْعَذَابُ۔

جب قوم یونس ابر و دخان میں گھر گئی اور عذاب نظر آگیا تو وہ ایک شیخ کی طرف چلے جو ان کے علماء میں سے بچے ہوئے تھے اور عرض کیا حضرت اس کا کیا علاج ہے تو انہوں نے کہا تم سب کہو "اے زندہ جبکہ کوئی بھی زندہ نہ تھا۔ اے زندہ مُردوں کو زندہ کرنے والے اے زندہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں" (يَا حَيُّ حِيْنَ لَا حَيَّ وَ۔

يَا حَيُّ مُحْيِ الْمَوْتٰى يَا حَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ) چنانچہ انہوں نے یہی کہنا شروع کیا تو اللہ تعالٰی نے وہ عذاب ان سے کھول دیا۔

اور حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ شیخ نے انہیں بتایا کہ یہ پڑھو اَللّٰهُمَّ اِنَّ ذُنُوْبَنَا قَدْ عَظُمَتْ وَجَلَّتْ وَاَنْتَ اَعْظَمُ وَاَجَلُّ فَافْعَلْ بِنَا مَا اَنْتَ اَهْلُهٗ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا مَا نَحْنُ اَهْلُهٗ۔ اے اللہ بیشک ہمارے گناہ بہت بڑے اور عظیم ہیں لیکن تو سب سے بڑا اور عظیم ہے ہم سے وہ سلوک کر جو تیری شان کے لائق ہے وہ نہ کر جس کے ہم لائق ہیں۔

آگے کا قصہ فرماتے ہیں۔ وَكَانَ يُوْنُسُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذْ ذَهَبَ عَنْهُمْ قَعَدَ فِي الطَّرِيْقِ لِيَسْأَلَ الْخَبَرَ كَمَا جَاءَهُمْ فَوْعًا فَمَرَّ بِهٖ رَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ مَا فَعَلَ قَوْمُ يُوْنُسَ فَحَدَّثَهٗ بِمَا صَنَعُوْا فَقَالَ لَا اَرْجِعُ اِلٰى قَوْمٍ قَدْ كَذَّبُوْنِيْ وَانْطَلَقَ مُغَاضِبًا حَسْبَمَا قَصَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور حضرت یونس علیہ السلام جب نینوئی سے نکلے تو راستہ میں ٹھہر گئے اور نینوئی کی خبر لیتے رہے جیساکہ مرفوعاً مذکور ہے تو ایک آدمی ادھر سے گذرا تو اس نے جو کچھ قوم نے عجز وانکساری کیا اور زاری کی اس کا حال سنا دیا اور عذاب کھلنے کی خبر دی تو آپ نے فرمایا میں اس قوم میں لوٹ کر نہیں جانا چاہتا جس نے مجھے جھٹلایا اور آپ غصہ میں وہاں سے آگے گذر گئے اس تذکرہ کو قرآن کریم میں فرمایا کما فی سورۃ الانبیاء رکوع ۶ اور ذاالنون جب چلا غصہ تو اس نے خیال کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے تو اس نے اللہ تعالٰی کو اس کی اندھیروں میں پکارا نہیں کوئی معبود سوا تیرے پاکی ہے تجھے بے شک میں تھے بے جا ظلم کیا۔

آگے ارشاد ہے۔

"وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اور اگر تمہارا رب چاہتا تو ایمان لاتے جتنے زمین میں ہیں سب کے سب تو کیا تم لوگوں کو زبردستی مومن بناؤ گے حتی کہ سب مسلمان ہو جائیں۔"

درحقیقت بات یہ ہے کہ ایمان لانا سعادت ازلی پر موقوف ہے۔ چنانچہ ایمان وہی لاتے ہیں جن کے لیئے توفیق الٰہی مساعد ہو۔ اس آیۂ کریمہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی ہے کہ محبوب آپ چاہتے ہیں کہ سب لے آئیں اور جو ایمان سے محروم رہتے ہیں ان کا آپ کو غم ہوتا ہے ایسا نہیں ہونا چاہیئے اس لیئے کہ جو شقی ازلی ہے وہ کبھی ایمان کی دولت حاصل نہیں کر سکتا اور ایمان لانے میں زبردستی اور اکراہ نہیں ہو سکتا اس لیئے کہ ایمان کے لیئے تصدیق واقرار باللسان اور قلبی اطمینان اور عمل بالارکان ضروری ہے اور جو جبراً ایمان لائے گا

اسے محض اقرار باللسان ہی حاصل ہو گا تصدیق بالقلب سے بہر حال وہ محروم رہے گا۔
اور حقیقت یہ ہے کہ
"مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ کہ کسی جان میں یہ قدرت نہیں کہ ایمان لے آئے مگر اللہ کے حکم اور مشیت سے اور عذاب ان پر کرتا ہے جنہیں دین کی سمجھ نہیں۔ فرما دیجئے دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا ہے"۔

دل کی آنکھوں سے دیکھو کہ ہر چیز اللہ تعالے کی توحید و قدرت پر دلالت کرتی ہے اور حقیقت یہی ہے کہ "وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ آیتیں اور رسول انھیں کچھ مستغنی نہیں کرتے جن کی قسمت اور نصیب میں ایمان نہیں وہ قوم کبھی ایمان نہ لائے گی تو انہیں کیا انتظار ہے مگر انہی لوگوں کا سا جو پہلے دلوں میں گذر گئے"۔
مثل نوح اور عاد و ثمود اور لوط وغیرہ کے۔

"فرما دیجئے تو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں پھر ہم نجات دیں گے اپنے رسولوں کو اور ایمان والوں کو ایسا ہی ہمارا حق کرم ہے کہ مسلمانوں کو نجات دیتے ہیں"۔
ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ عذاب واقع ہونے کے بعد اللہ تعالے اپنے رسولوں اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو نجات عطا فرماتا ہے۔

با محاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع۔ یونس پ ۱۱

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

فرما دیجئے اے لوگو اگر ہو تم شک میں میرے دین کی طرف سے تو میں اسے نہ پوجوں گا جسے تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اور لیکن میں اس اللہ کو پوجتا ہوں جو تمہاری جان نکالے گا اور مجھے حکم ہے کہ ہوں میں ایمان والوں میں۔

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

اور یہ کہ قائم رکھوں اپنا منہ دین میں خالص ہو کر اور ہرگز مشرکوں سے نہ ہونا۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور نہ پوجو اللہ کے سوا اسے جو نہ تم کو نفع دے اور نہ نہیں نقصان پہنچا سکے تو اگر ایسا کرے تو ظالموں سے ہے

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ

اور اگر مس کرے تجھے اللہ کسی تکلیف کا تو نہیں کھول

اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

سکتا اسے مگر اللہ اور اگر ارادہ کرے تیرے ساتھ بھلائی کا تو کوئی رد کرنے والا نہیں اس کے فضل کا پہنچاتا ہے اسے جسے چاہے اپنے بندوں سے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ۝

فرما دیجئے اے لوگو! بے شک آیا تمہارے پاس حق تمہارے رب کے پاس سے جو ہدایت پائے تو وہ اپنے بھلے کو ہی ہدایت پائے گا اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے برے کو گمراہ ہے اور میں تمہارا وکیل نہیں۔ اور پیروی کرو اس کی جو وحی ہوتم پر اور صبر کرو حتی کہ فیصلہ کرے اللہ اور وہ بہترین حاکم ہے۔

حلِ لغات گیارہواں رکوع۔ یونس۔ پ ۱۱

قُلْ۔ کہہ — یٰۤاَیُّهَا۔ اے — النَّاسُ۔ لوگو — اِنْ كُنْتُمْ۔ اگر ہو تم

فِیْ شَكٍّ۔ شک میں — مِنْ دِیْنِیْ۔ میرے دین سے — فَلَاۤ۔ تو نہیں — اَعْبُدُ۔ عبادت کرتا میں

الَّذِیْنَ۔ ان کی جن کی — تَعْبُدُوْنَ۔ تم عبادت کرتے ہو — مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اللہ کے سوا۔

وَلٰكِنْ۔ اور لیکن — اَعْبُدُ۔ میں عبادت کرتا ہوں — اللّٰهَ۔ اللہ کی — الَّذِیْ۔ جو

یَتَوَفّٰىكُمْ۔ مارے گا تم کو — وَاُمِرْتُ۔ اور میں حکم دیا گیا ہوں — اَنْ۔ یہ کہ — اَكُوْنَ۔ ہوں میں

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں سے — وَاَنْ۔ اور یہ کہ — اَقِمْ۔ قائم رکھ

وَجْهَكَ۔ اپنا چہرہ — لِلدِّیْنِ۔ دین کے لیے — حَنِیْفًا۔ خالص ہو کر — وَلَا۔ اور نہ

تَكُوْنَنَّ۔ ہو تو — مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ مشرکوں سے — وَلَا۔ اور نہ

تَدْعُ۔ پکار — مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اللہ کے سوا — مَا لَا۔ اس کو جو نہ

یَنْفَعُكَ۔ نفع دے تجھے — وَلَا۔ اور نہ — یَضُرُّكَ۔ نقصان دے — فَاِنْ۔ پھر اگر

فَعَلْتَ۔ تو نے کیا — فَاِنَّكَ۔ تو بے شک تو — اِذًا۔ اس وقت ہوگا — مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالموں سے

وَاِنْ۔ اور اگر — یَّمْسَسْكَ۔ چھوئے تجھے — اللّٰهُ۔ اللہ — بِضُرٍّ۔ تکلیف سے

فَلَا۔ تو نہیں ہے کوئی — كَاشِفَ۔ کھولنے والا — لَهٗۤ۔ اس کو — اِلَّا هُوَ۔ مگر وہی

وَاِنْ ۔ اور اگر	یُّرِدْكَ ۔ ارادہ کرے تجھ سے	بِخَيْرٍ ۔ بھلائی کا	فَلَا ۔ تو نہیں ہے
رَآدَّ ۔ رد کرنے والا	لِفَضْلِهٖ ۔ اس کے فضل کو	يُصِيْبُ ۔ پہنچاتا ہے	بِهٖ ۔ وہ فضل
مَنْ ۔ جسے	يَّشَآءُ ۔ چاہے	مِنْ عِبَادِهٖ ۔ اپنے بندوں سے ۔	
وَهُوَ ۔ اور وہ ہے	الْغَفُوْرُ ۔ بخشنے والا	الرَّحِيْمُ ۔ مہربان	قُلْ ۔ کہہ دو
يٰٓاَيُّهَا ۔ اے	النَّاسُ ۔ لوگو	قَدْ ۔ بے شک	جَآءَكُمُ ۔ آیا تمہارے پاس
الْحَقُّ ۔ حق	مِنْ رَّبِّكُمْ ۔ تمہارے رب سے	فَمَنِ ۔ پھر جس نے	اهْتَدٰى ۔ ہدایت پائی
فَاِنَّمَا ۔ تو سوا اسکے نہیں	يَهْتَدِيْ ۔ ہدایت پاتا ہے	لِنَفْسِهٖ ۔ اپنی جان کے لیے	وَمَنْ ۔ اور جو
ضَلَّ ۔ گمراہ ہوا تو	فَاِنَّمَا ۔ سوا اس کے نہیں	يَضِلُّ ۔ گمراہ ہوتا ہے	عَلَيْهَا ۔ اپنے اوپر
وَمَا ۔ اور نہیں	اَنَا ۔ میں	عَلَيْكُمْ ۔ تم پر	بِوَكِيْلٍ ۔ کارساز
وَاتَّبِعْ ۔ اور پیروی کر	مَا ۔ اس چیز کی جو	يُوْحٰٓى ۔ وحی کی جاتی ہے	اِلَيْكَ ۔ تیری طرف
وَاصْبِرْ ۔ اور صبر کر	حَتّٰى ۔ یہاں تک کہ	يَحْكُمَ ۔ فیصلہ کرے	اللّٰهُ ۔ اللہ
وَهُوَ ۔ اور وہ ہے	خَيْرُ ۔ بہترین	الْحٰكِمِيْنَ ۔ فیصلہ کرنے والا ۔	

مختصر تفسیر اردو گیارہواں رکوع ۔ یونس پ ۱۱

"قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فرما دیجئے اے لوگو اگر ہو تم شک میں میرے دین سے تو میں نہ پوجوں گا اسے جسے تم پوجتے ہو اللہ کے سوا"۔

اس لیے کہ وہ مخلوق ہیں۔ جماد محض ہیں اور جو مخلوق ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا۔

"البتہ میں اس اللہ کا پرستار ہوں جو تمہاری جان نکالے گا"

اور قادر علی الاطلاق ہے۔ آلہ مختار ہے۔ اپنی ذات میں برحق ہے اور اس کی صفات جامع ایسی ہیں کہ وہی مستحق عبادت ہے۔

"اور مجھے حکم ہے کہ رہوں میں ایمان والوں میں اور یہ کہ قائم رکھوں اپنا منہ دین کے لیے سیدھا سب سے الگ ہو کر"۔

یعنی حکم الٰہی یہی ہے کہ مومن مخلص سب سے علیحدہ رہے۔

"اور حکم ہے کہ نہ ہوں ہرگز شرک والوں میں اور اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر جو تجھے نفع نہ دے سکے نہ نقصان تو اگر ایسا کرے تو تو اس حالت میں ظالموں سے ہو گا اور اگر مسّ کرے تجھے اللہ کوئی تکلیف

تو اس کا کھولنے والا کوئی نہیں مگر وہی اللہ اور اگر چاہے اللہ تیرے لیے بھلا تو اس کے فضل کا رد کرنے والا کوئی نہیں"۔

اس لیے نفع و ضرر اسی کے قبضہ میں ہے اور وہی نفع و ضرر کا مالک و مختار ہے۔ تمام کائنات اسی کی محتاج ہے وہی ہر چیز پہ قادر ہے اور وہ معذور نہیں وہی صاحب جود و کرم ہے ہر بندے کو اسی طرف جھکنا لازم ہے اسی کا خوف ہر بندے کو ہونا چاہیئے۔ اسی پہ بھروسہ چاہیئے اور وہی نفع و ضرر کا مالک ہے "پہنچاتا ہے اسے اپنے بندوں میں جسے چاہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ فرمادیجئے اے لوگو آیا تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے"

حق سے مراد یا قرآن کریم ہے یا اسلام یا ذات اقدس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

"تو جو راہ پہ آیا وہ اپنے بھلے کے لیے راہ پہ آیا"۔

اس لیے کہ اس ہدایت کا نفع ہدایت یافتہ ہی پائیں گے۔

"اور جو گمراہ ہوا وہ اپنی جان پہ گمراہ ہوا"

کیونکہ اس گمراہی کا وبال گمراہوں پر ہی ہے۔

"اور میں نہیں تمہارا وکیل" کہ تم پہ جبر و قہر کروں۔

"اور اس کی پیروی کرو جو تم پر وحی ہوتی ہے اور صبر کرو" کفار کی تکذیب اور ایذا رسانی پر "حتیٰ کہ اللہ فیصلہ کرے"۔ مشرکین سے قتال کرنے اور اہل کتاب سے جزیہ لینے کا۔

"اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے"

اس لیے کہ اس کے فیصلے میں خطا اور غلطی کا امکان ہی نہیں اور وہ اپنے بندوں پر اور ان کے تمام اسرار اور حالات مخفی پر حاوی ہے اور سب جاننے والا ہے اس کا فیصلہ ایسا ہوتا ہے کہ اس پر دلیل و شاہد کی حاجت نہیں وہ علام الغیوب ہے۔

سُورۂ ھُودؑ

سورۂ ہود مکی ہے اس میں ایک سو تیئس آیتیں ہیں اور دس رکوع۔
حسن و عکرمہ وغیرہ مفسرین کہتے ہیں کہ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ کے سوا تمام سورۃ مکی ہے۔
مقاتل کی تحقیق ہیں فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ اور اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ اور اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ کے علاوہ تمام سورۃ مکی ہے۔ اس میں ایک ہزار چھ سو کلمے ہیں اور نو ہزار پانچ سو سٹر سٹھ حروف ہیں۔

حدیث میں ہے صحابہ نے عرض کیا حضور پر پیری کے آثار نمودار ہو گئے۔ فرمایا مجھے سورۂ ہود نے اور سورۂ واقعہ اور سورۂ عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ اور سورۂ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ نے بوڑھا کر دیا۔ (ترمذی شریف)
غالباً یہ ارشاد اس وجہ ہیں ہوا کہ ان سورتوں میں قیامت اور بعث اور حساب و کتاب اور جنت و دوزخ کا ذکر آیا ہے۔

وَمَا اَنَا الشُّرُوْعُ فِی الْمَقْصُوْدِ وَاللّٰهُ الْمَعْبُوْدُ۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔ سورۂ ہود۔ پ۱۱

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍۙ
یہ کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں۔ پھر تفصیل کی گئی حکمت والے خبردار کی طرف سے۔

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌۙ
کہ نہ بندگی کرو مگر اللہ کی بے شک میں تمہارے لیے اس کی طرف سے نذیر و بشیر ہوں۔

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ
اور یہ کہ بخشش مانگو اپنے رب سے پھر توبہ کرو اس کی طرف متمتع کرے گا تمہیں متاع حسن سے ایک مدت مقررہ تک اور دے گا ہر صاحب فضیلت کو اس کا فضل اور اگر منہ پھیرو تو میں ڈرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے۔

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
اللہ ہی کی طرف تمہارا پلٹنا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ	خبردار وہ اپنے سینے دوہرے کرتے ہو تاکہ چھپائیں اپنی باتیں اللہ سے۔ خبردار ہو جب وہ ڈھانپ لیتے ہیں کپڑوں سے اپنے کو وہ جانتا ہے ان کی چھپی اور ظاہر بے شک وہ جانتا ہے دلوں کی بات۔

حلِّ لُغات پہلا رکوع۔ سورۂ ہود۔ پ ۱۱

الٓرٰ	كِتٰبٌ۔ یہ کتاب ہے	اُحْكِمَتْ۔ جو محکم کی گئی ہیں	اٰيٰتُهٗ۔ اس کی آیتیں
ثُمَّ۔ پھر	فُصِّلَتْ کھولی گئی ہیں	مِنْ لَّدُنْ۔ پاس سے	حَكِيْمٍ۔ حکمت والے
خَبِيْرٍ۔ خبر والے سے	اَلَّا۔ یہ کہ نہ	تَعْبُدُوْٓا۔ عبادت کرو تم	اِلَّا۔ مگر
اللّٰهَ۔ اللہ کی	اِنَّنِيْ۔ بے شک میں	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مِنْهُ۔ اس سے ہوں
نَذِيْرٌ۔ ڈرانے والا	وَّبَشِيْرٌ۔ اور خوشخبری دینے والا	وَّاَنِ۔ اور یہ کہ	اسْتَغْفِرُوْا۔ بخشش مانگو
رَبَّكُمْ۔ اپنے رب سے	ثُمَّ۔ پھر	تُوْبُوْٓا۔ توبہ کرو	اِلَيْهِ۔ اس کی طرف
يُمَتِّعْكُمْ۔ فائدہ دے گا تم کو		مَّتَاعًا۔ فائدہ	حَسَنًا۔ اچھا
اِلٰٓى۔ طرف	اَجَلٍ۔ مدت	مُّسَمًّى۔ مقرر کے	وَّيُؤْتِ۔ اور دے گا
كُلَّ۔ ہر ایک	ذِيْ فَضْلٍ۔ فضیلت والے کو		فَضْلَهٗ۔ اس کا فضل
وَاِنْ۔ اور اگر	تَوَلَّوْا۔ منہ پھیرو	فَاِنِّيْٓ۔ تو بے شک میں	اَخَافُ۔ ڈرتا ہوں میں
عَلَيْكُمْ۔ تم پر	عَذَابَ۔ عذاب	يَوْمٍ۔ دن	كَبِيْرٍ۔ بڑے سے
اِلَى۔ طرف	اللّٰهِ۔ اللہ کی ہے	مَرْجِعُكُمْ۔ تمہارا لوٹنا	وَهُوَ۔ اور وہ
عَلٰى كُلِّ۔ اوپر ہر	شَيْءٍ۔ چیز کے	قَدِيْرٌ۔ قادر ہے	اَلَآ۔ خبردار
اِنَّهُمْ۔ بے شک وہ	يَثْنُوْنَ۔ پھیرتے ہیں	صُدُوْرَهُمْ۔ اپنے سینے	لِيَسْتَخْفُوْا۔ تاکہ چھپیں
مِنْهُ۔ اس سے	اَلَا۔ خبردار	حِيْنَ۔ جب وہ	يَسْتَغْشُوْنَ۔ اوڑھتے ہیں
ثِيَابَهُمْ۔ اپنے کپڑے	يَعْلَمُ۔ تو وہ جانتا ہے	مَا يُسِرُّوْنَ۔ جو وہ چھپاتے ہیں	
وَمَا۔ اور جو	يُعْلِنُوْنَ۔ ظاہر کرتے ہیں	اِنَّهٗ۔ بے شک وہ	عَلِيْمٌۢ۔ جاننے والا ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ سینے کی باتیں۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع ۔ سورۂ ہود ۔ پ ۱۱

"الٓرٰ قف کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ یہ کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں"۔

الرٰ، کے متعلق چند اقوال ہیں

خلیل اور سیبویہ تو اس طرف گئے کہ یہ سورۂ مبارکہ کا نام ہے مفصل مضمون روح المعانی میں ہے۔

کلبی اور سدی کی یہ تحقیق ہے کہ یہ اشارات ہیں اسماء الٰہی کی طرف یا صفات ہیں صفات تعالیٰ شانہ کی جیسے الف سے اَنَا۔ لام سے اللہ اور رے سے اَرٰی۔ یعنی فرمایا اَنَا اللّٰہُ اَرٰی (میں اللہ دیکھتا ہوں)

بہر حال حروف مقطعات معنی تاویلی کے متحمل ہیں اگر وہ معنی کتاب و سنت سے منطبق ہو جائیں تو مقبول ہیں ورنہ نہیں۔

کتاب، پر تنوین برائے تعظیم ہے۔ گویا فرمایا یہ کتاب عظیم الشان جلیل القدر ہے اور اس کی آیتیں ایسی حکمت بھری ہیں کہ ان میں اختلال و تناقض کو دخل ہی نہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ۔ یہ آیتیں حکمت والی کتاب کی ہیں۔

مفسرین فرماتے ہیں اُحْکِمَتْ کے معنی یہ ہیں کہ اس میں خلل و نقصان راہ نہیں پا سکتا۔ اس کی نظم اتنی محکم و استوار ہے کہ وہ ایک بناء محکم ہے۔

سید المفسرین ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی کتاب اس کی ناسخ نہیں اور یہ دوسری کتابوں اور شریعتوں کی ناسخ ہے۔

اس میں سورۃ سورۃ اور آیت آیت جدا جدا ذکر کی گئی ہیں یا ان کا نجماً نجماً نزول ہوا یا عقائد و احکام اور مواعظ و قصص اور اخبار غیبیہ اس میں علیحدہ علیحدہ بہ تفصیل بیان کی گئیں جیسا کہ ارشاد ہوا

"ثُمَّ فُصِّلَتْ پھر تفصیل کی گئیں حکمت والے خبردار کی طرف سے کہ بندگی نہ کرو کسی کی مگر ایک اللہ کی بے شک میں تمہارے لیے اس کی طرف سے ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں اور یہ کہ بخشش مانگو اپنے رب سے پھر اس کی طرف توبہ کرو تمہیں متمتع کرے گا متاع حسن کے ساتھ"۔

یعنی عمر دراز اور عیش وسیع اور رزق کثیر کے ساتھ تمہیں دنیا میں متمتع کرے گا۔ اس سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ اخلاص کے ساتھ توبہ و استغفار درازی عمر کی موجب ہے اور کشائش کا سبب۔

"ایک مقررہ مدت تک اور ہر فضیلت والے کو عطا فرمائے گا اس کی فضیلت کے مطابق"۔

یعنی جو دنیا میں اعمال صالحہ کرے اسے طاعات و حسنات کا صلہ فاضل ملے گا اور جنت میں بہ قدر

اعمال درجات بلند ہوں گے۔

بعض مفسرین نے کہا جو نیکی کی طرف مائل ہوا اللہ اسے نیکی اور طاعت کی توفیق زیادہ دیتا ہے۔

"وَاِنْ تَوَلَّوْا۔ اور اگر منہ پھیرو تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ تمہیں اللہ کی طرف ہی پھرنا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے"۔

یعنی اگر دنیا کی عیش سے آخرت کو بھلا دو گے تو مجھے قیامت کے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تم پر قیامت کے دن ہوگا اور وہاں ہی تمہیں تمہاری نیکی بدی کی سزا ملنی ہے اور ایسا قادر ہے کہ دنیا میں روزی دینا بھی اسی کے قبضہ میں ہے اور موت و حیات بھی اوسی کے اختیار میں ہے اور اعمال کی جزا و سزا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

شان نزول آیۂ کریمہ جو آگے آرہی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا یہ آیت کریمہ اخنس بن شریق کے متعلق نازل ہوئی یہ شیریں کلام اور چرب زبان تھا۔ یہ جب حضور کی خدمت میں آتا تو بڑی خوشامد درآمد کرتا اور دل میں بغض و عناد رکھتا تو ارشاد ہوا۔

"اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ خبردار رہو بے شک وہ دوغلا دل رکھتے ہیں کہ اللہ سے چھپائیں خبردار رہو وہ جب کپڑوں میں اپنا بدن ڈھانپ لیتے ہیں اللہ اس وقت بھی ان کا چھپا اور ظاہر سب جانتا ہے بے شک وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے"۔

یعنی فرمایا کہ اخنس بن شریق خبیث باطن کو چھپانے کے لیے چکنی چپڑی باتیں کرتا ہے حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ ہم اس کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ منافقین جب حضور کے سامنے آتے تو جھک کر سینہ اور منہ چھپا کر بیٹھتے تاکہ حضور انھیں نہ دیکھ پائیں تو یہ ارشاد ہوا۔

الحمد للہ کہ گیارہواں پارہ بخیر و خوبی ختم ہوا

پارہ ۱۲

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔ سورہ ہود۔ پ ۱۲

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

اور نہیں چلنے والا زمین پر کوئی مگر اللہ ہے اس کا رزق اور وہ جانتا ہے ہر ایک کا مستقر اور دفن ہونے کی جگہ سب کچھ کتاب مبین میں ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

اور وہ ذات وہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں اور اس کا عرش پانی پر تھا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کس کا کام اچھا ہے اور اگر آپ فرمائیں کہ بے شک تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو کافر کہیں گے یہ تو نہیں مگر کھلا جادو ہے۔

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور اگر ہم ان سے موخر کریں عذاب گنتی کی مدت تک تو ضرور کہیں گے کس چیز نے روکا خبردار جس دن ان پر آئے گا ان سے پھیرا نہ جائے گا اور گھیر لے گا انہیں جس سے ہیں وہ استہزاء کرتے۔

حل لغات پہلا رکوع سورۂ ہود۔ پ ۱۲

وَمَا۔ اور نہیں
مِنْ دَآبَّةٍ۔ کوئی چلنے والا
فِى الْاَرْضِ۔ زمین میں
اِلَّا۔ مگر
عَلَى اللّٰهِ۔ اللہ پر ہے
رِزْقُهَا۔ اس کی روزی
وَيَعْلَمُ۔ اور جانتا ہے
مُسْتَقَرَّهَا۔ اس کا ٹھکانا
وَمُسْتَوْدَعَهَا۔ اور اس کا مدفن
كُلٌّ۔ ہر چیز
فِىْ كِتٰبٍ۔ کتاب
مُّبِيْنٍ۔ روشن میں ہے
وَهُوَ۔ اور وہ
الَّذِىْ۔ وہ ذات ہے
خَلَقَ۔ جس نے بنایا
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَالْاَرْضَ۔ اور زمین کو
فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ۔ چھ دنوں میں
وَّكَانَ۔ اور تھا
عَرْشُهٗ۔ اس کا عرش
عَلَى الْمَآءِ۔ پانی پر
لِيَبْلُوَكُمْ۔ تاکہ آزمائے تم کو

اَیُّکُمْ۔ کونسا تم میں سے	اَحْسَنُ۔ اچھا ہے	عَمَلًا۔ عمل میں	وَلَئِنْ۔ اور اگر
قُلْتَ۔ تو کہے	اِنَّکُمْ۔ بے شک تم	مَّبْعُوْثُوْنَ۔ اٹھائے جاؤ گے	مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد
الْمَوْتِ۔ موت کے	لَيَقُوْلَنَّ۔ تو کہیں گے	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہیں
اِنْ۔ نہیں	هٰذَآ۔ یہ	اِلَّا۔ مگر	سِحْرٌ۔ جادو
مُّبِيْنٌ۔ کھلا ہوا	وَلَئِنْ۔ اور اگر	اَخَّرْنَا۔ ہم ہٹا دیں	عَنْهُمُ۔ ان سے
الْعَذَابَ۔ عذاب	اِلٰٓى۔ ایک	اُمَّةٍ۔ مدت	مَّعْدُوْدَةٍ۔ مقررہ تک
لَيَقُوْلُنَّ۔ تو کہیں گے	مَا يَحْبِسُهٗ۔ کس نے روکا اس کو		اَلَا۔ خبردار
يَوْمَ۔ جس دن	يَاْتِيْهِمْ۔ آئے گا انکے پاس	لَيْسَ۔ نہ	مَصْرُوْفًا۔ پھیرا جائے گا
عَنْهُمْ۔ ان سے	وَحَاقَ۔ اور گھیرے گا	بِهِمْ۔ ان کو	مَّا كَانُوْا۔ وہ جو تھے
بِهٖ۔ اس کو	يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ٹھٹھا کرتے۔		

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ ہود پ ۱۲

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا اور نہیں کوئی چلنے والا زمین میں مگر اللہ کے ذمہ کرم پر اس کا رزق ہے۔"

۔یعنی جانور ہو یا انسان سب کا رزاق اللہ تعالے ہے وہ اپنے فضل سے ہر ذی حیات کے رزق کا کفیل ہے

"اور جانتا ہے کہ فلاں کہاں ٹھہرے گا اور کہاں دفن ہوگا سب کچھ ایک روشن کتاب میں ہے"

ہر کسی کی جائے سکونت اس کے علم میں ہے اور ہر ایک کی موت کا مقام اور مدفن بھی وہ جانتا ہے اور وہ پہلے سے روشن کتاب یعنی لوح محفوظ میں مکتوب ہو چکا ہے اور ہر ایک کی قسمت میں جو بھی ہے وہ بھی اسی میں ہے۔ حضور نے فرمایا جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ قلم قضا و قدر لکھ کر خشک ہو گیا جو کچھ قیامت تک ہونا ہے حتی کہ انسان کتنی ہی سیر کرے مگر جہاں اسے مرنا ہے وہ وہیں پہنچ کر مرے گا۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے ؎

دو چیز آدمی را کشد زور زور   یکے آب و دانہ دوم خاک گور

"اور وہ وہی ہے جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین چھ دن میں اور اس کا عرش پانی پر تھا۔"

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تخلیق سما و ارض سے قبل وجود عرش تھا اور عرش کے نیچے کوئی مخلوق نہ تھی سوا پانی کے اور چھ دن کی مقدار محض تفہیم کے لیے فرمائی اس لیے کہ اذہان عامہ طور پر ہر چیز کے وجود

میں آنے کو کوئی مدت چاہتے ہیں تو ان کے سمجھانے کے لیے چھ دن فرمائے اس لیے کہ چھ دن کے بعد ہی ہفتہ کا وجود ہوتا ہے اور ہفتوں کے جمع ہونے سے مہینے بنتے ہیں اور مہینوں کے جمع کرنے سے سال طیار ہوتے ہیں تو سننے والے کی سمجھ میں اقل قلیل چھ دن دکھلا دیے ورنہ تخلیق سما و ارض میں نہ چھ دن کافی نہ چھ برس۔ مگر جس نے تخلیق فرمائی وہ ایسا قادر و قیوم ہے کہ دم زدن میں ہر معدوم کو کتم عدم سے منصۂ شہود پر لا سکتا ہے۔ دوسرے چھ دن کی تخلیق میں یہ حکمت بھی ہے کہ علم تکوین میں اسباب کے ماتحت عقل کی جولانی ہوتی ہے تو اس کے قبول کرنے کو بھی اس مدت کا اظہار ضروری تھا کہ

"تمہیں آزمائے کہ تم میں کس کا کام اچھا ہے اور اگر آپ فرمائیں کہ بے شک تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو کافر ضرور کہیں گے کہ یہ تو نہیں مگر کھلا جادو ہے"۔

آسمان اور زمین اور ان کی درمیانی کائنات پیدا فرما کر تمہارے مصالح و منافع کے لیے اس میں انواع و اقسام کی چیزیں پیدا فرمائیں اور تمہارے امتحان کے لیے ہر قسم کی چیزیں تمہارے آگے رکھیں تا کہ ظاہر ہو سکے کہ تم میں کون شکر گذار ہے اور متبع ہے اور کس میں تقوی و طہارت ہے اور کون خواہشات کا پیرو بن کر ناشکرا بنتا ہے اور جو ناشکرے ہیں ان سے اے محبوب اگر آپ مرنے کے بعد کی بعثت اور حشر کا بھی ذکر فرمائیں گے تو وہ اسے جادو اور باطل دھوکہ ہی سمجھیں گے۔

"اور اگر ہم موخر کریں کچھ گنتی کے دنوں کے لیے وہ عذاب"۔ جس کا وعدہ کیا ہے۔

"تو ضرور کہیں گے اسے کس چیز نے روکا"۔ یعنی وہ عذاب کیوں نازل نہ ہوا اس میں تاخیر کیوں ہو گئی

"خبردار رہو جس دن آئے گا ان پر وہ عذاب ان سے پھیرا نہ جائے گا اور انہیں گھیر لے گا وہ عذاب جس کی ہنسی کر رہے ہیں"۔

یہ کافروں کا جلدی کرنا براہ تکذیب و استہزاء ہے جب آجائے گا تو روتے ہی رہ جائیں گے پھر وہ عذاب واپس نہ لوٹے گا۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ ہود پ ۱۲

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿۹﴾

اور اگر مزہ دیں ہم انسان کو اپنی رحمت کا پھر اسے چھین لیں اس سے تو یقیناً وہ نا امید ناشکر ہوگا۔

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ

اور اگر ہم چکھائیں اسے نعمت کا مزہ بعد مصیبت کے جو اسے پہنچی یقیناً کہے گا برائیاں گئیں مجھ سے

لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۙ
اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

بے شک وہ خوش ہونے والا بڑائیاں مارنے والا ہو مگر وہ جو صبر کریں اور نیک عمل کریں وہ ہیں جن کے لیے بخشش ہے اور بڑا اجر۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝

تو کیا تم چھوڑ دو گے بعض حصہ وحی کا جو تمہاری طرف ہو اور تنگ دل ہو جاؤ گے اس بنا پر کہ کہیں وہ کافر کیوں نہ اترا ان کے ساتھ خزانہ یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ آتا۔ تم تو ڈر سنانے والے ہو اور اللہ ہر چیز پر محافظ ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝
فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے خود گھڑ لیا فرما دیجئے تو لے آؤ دس سورتیں اس کے مثل ایسی گھڑی ہوئی اور بلا لو اللہ کے سوا جو بلا سکتے ہو اگر تم سچے ہو۔
تو (اے مسلمانو!) اگر وہ تمہاری اس بات کا جواب نہ دیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی تو کیا اب تم مانو گے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ

جو ہو کہ چاہے حیات دنیا اور اس کی زینتیں ہم پورا دیں گے انہیں ان کے عمل کا بدلہ اور وہ اس میں کم نہ کیے جائیں گے۔
یہ ہیں وہ کہ کچھ نہیں ان کا حصہ آخرت میں مگر آگ اور رائیگاں ہے جو کچھ انہوں نے کیا دنیا میں اور نابود ہوا ان کا ہر عمل جو کیا۔
تو کیا وہ جو اپنے رب سے روشن دلیل پر ہو اور ظاہر ہو اللہ کی طرف سے گواہ اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب جو پیشوا اور رحمت ہے یہ لوگ ایمان لائے اس پر اور جو اس سے منکر ہو ان کی جماعت سے

مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْهُ ۚ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ وَیَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ۝

تو جہنم اس کا وعدہ ہے تو (اے سننے والے) نہ ہو تو شک میں اس سے بے شک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن اکثر لوگوں میں ایمان نہیں لاتے۔
اور اس سے زیادہ ظالم کون جو افترا کرے اللہ پر جھوٹا یہ وہ ہیں جو پیش کیے جائیں گے اپنے رب کے حضور اور کہیں گے گواہ یہ لوگ وہ ہیں جو جھوٹ بولتے تھے اپنے رب پر۔ خبردار رہو لعنت ہے اللہ کی ظالموں پر۔

الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝
اُولٰٓئِكَ لَمْ یَكُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ۘ یُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا یُبْصِرُوْنَ ۝
اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝
لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝
اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝
مَثَلُ الْفَرِیْقَیْنِ كَالْاَعْمٰی وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِیْرِ وَالسَّمِیْعِ ؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں اور وہ آخرت سے منکر ہیں۔
یہ لوگ ہرگز نہیں کہ عاجز کر سکیں زمین میں اور نہیں ان کا اللہ کے سوا کوئی حمایتی انھیں عذاب پر عذاب ہے نہیں وہ طاقت رکھتے سننے کی اور نہیں وہ آنکھ والے۔
یہ وہ ہیں جو گھاٹے میں ڈال چکے اپنی جانیں اور کھوئی گئی ان سے جو افتراء کرتے ہیں۔
لازمی طور پر وہ آخرت میں زیادہ نقصان میں ہیں۔
بے شک وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور رجوع ہوئے اپنے رب کی طرف یہی جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے اندھا اور بہرا اور آنکھ والا اور سننے والا کیا دونوں مثال میں برابر ہیں کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔

حلِ لغات دوسرا رکوع۔ ہود۔ پ۱۲

وَلَئِنْ۔ اور اگر	اَذَقْنَا۔ چکھائیں ہم	الْاِنْسَانَ۔ انسان کو	مِنَّا۔ اپنی طرف سے
رَحْمَۃً۔ رحمت	ثُمَّ۔ پھر	نَزَعْنَا۔ چھین لیں ہم	مِنْہُ۔ اس سے
اِنَّہٗ۔ بے شک وہ ہے	لَیَئُوْسٌ۔ ناامید	کَفُوْرٌ۔ ناشکرا	وَلَئِنْ۔ اور اگر
اَذَقْنَا۔ چکھائیں ہم	نَعْمَآءَ۔ نعمت	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	ضَرَّآءَ۔ تکلیف کے
مَسَّتْہُ۔ جو پہنچی اسے	لَیَقُوْلَنَّ۔ تو کہے گا	ذَھَبَ۔ چلی گئیں	السَّیِّاٰتُ۔ برائیاں
عَنِّیْ۔ مجھ سے	اِنَّہٗ۔ بے شک وہ ہے	لَفَرِحٌ۔ خوش ہونے والا	فَخُوْرٌ۔ اکڑنے والا
اِلَّا۔ مگر	الَّذِیْنَ۔ وہ لوگ جنہوں نے	صَبَرُوْا۔ صبر کیا	وَعَمِلُوا۔ اور عمل کیے
الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے	اُولٰٓئِکَ۔ یہ لوگ ہیں کہ	لَھُمْ۔ ان کے لیے	مَّغْفِرَۃٌ۔ بخشش ہے
وَّاَجْرٌ۔ اور اجر	کَبِیْرٌ۔ بڑا	فَلَعَلَّکَ۔ پھر شاید تو	تَارِکٌ۔ چھوڑنے والا ہے
بَعْضَ۔ بعض	مَایُوْحٰٓی۔ اس کا جو وحی کیا گیا	اِلَیْکَ۔ تیری طرف	وَضَآئِقٌ۔ اور تنگ ہے
بِہٖ۔ اس سے	صَدْرُکَ۔ تیرا سینہ	اَنْ۔ یہ کہ	یَّقُوْلُوْا۔ کہیں
لَوْلَآ۔ کیوں نہیں	اُنْزِلَ۔ اتارا گیا	عَلَیْہِ۔ اس پر	کَنْزٌ۔ خزانہ
اَوْجَآءَ۔ یا آیا	مَعَہٗ۔ اوسکے ساتھ	مَلَکٌ۔ فرشتہ	اِنَّمَآ۔ سوائے اسکے نہیں
اَنْتَ۔ تو ہے	نَذِیْرٌ۔ ڈرانے والا	وَاللّٰہُ۔ اور اللہ	عَلٰی کُلِّ۔ اوپر ہر
شَیْءٍ۔ چیز کے	وَّکِیْلٌ۔ کارساز ہے	اَمْ۔ کیا	یَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں
افْتَرٰىہُ۔ بنالیا ہے اسکو	قُلْ۔ کہہ دو	فَاْتُوْا۔ تم لے آؤ	بِعَشْرِ۔ دس
سُوَرٍ۔ سورتیں	مِّثْلِہٖ۔ اس جیسی	مُفْتَرَیٰتٍ۔ بنائی ہوئی	وَّادْعُوْا۔ اور بلاؤ
مَنِ۔ جس کو	اسْتَطَعْتُمْ۔ طاقت رکھو تم	مِّنْ دُوْنِ۔ سوائے	اللّٰہِ۔ اللہ کے
اِنْ۔ اگر	کُنْتُمْ۔ ہو تم	صٰدِقِیْنَ۔ سچے	فَاِنْ۔ پھر اگر
لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا۔ نہ جواب دیں		لَکُمْ۔ تم کو	فَاعْلَمُوْا۔ تو جان لو
اَنَّمَآ۔ یقیناً وہ	اُنْزِلَ۔ اتارا گیا ہے	بِعِلْمِ۔ علم	اللّٰہِ۔ الٰہی سے
وَاَنْ۔ اور یہ کہ	لَّآ اِلٰہَ۔ نہیں کوئی معبود	اِلَّا ھُوَ۔ مگر وہی	فَھَلْ۔ پھر کیا
اَنْتُمْ۔ تم	مُّسْلِمُوْنَ۔ ماننے والے ہو	مَنْ کَانَ۔ جو ہے	یُرِیْدُ۔ چاہتا

الْحَیٰوۃَ۔ زندگی	الدُّنْیَا۔ دنیا کی	وَزِیْنَتَہَا۔ اور اس کی زینت	نُوَفِّ۔ پورا دینگے ہم
اِلَیْہِمْ۔ ان کو	اَعْمَالَہُمْ۔ ان کے عمل	فِیْہَا۔ اس میں	وَھُمْ۔ اور وہ
فِیْہَا۔ اس میں	لَا یُبْخَسُوْنَ۔ نہ خسارہ دیے جائیں گے		اُولٰٓئِکَ۔ یہ لوگ
الَّذِیْنَ۔ وہ ہیں کہ	لَیْسَ۔ نہیں	لَہُمْ۔ ان کے لیے	فِی الْاٰخِرَۃِ۔ آخرت میں
اِلَّا۔ مگر	النَّارُ۔ آگ	وَحَبِطَ۔ اور ضائع ہوا	مَا صَنَعُوْا۔ جو بنایا انہوں نے
فِیْہَا۔ اس میں	وَبَاطِلٌ۔ اور باطل ہے	مَّا کَانُوْا۔ جو تھے وہ	یَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے
اَفَمَنْ۔ کیا جو شخص کہ	کَانَ۔ ہے	عَلٰی بَیِّنَۃٍ۔ اوپر دلیل کے	مِّنْ رَّبِّہٖ۔ اپنے رب سے
وَیَتْلُوْہُ۔ اور پڑھتا ہے اسکو	شَاھِدٌ۔ گواہ	مِّنْہُ۔ اس سے	وَمِنْ قَبْلِہٖ۔ اور اس سے پہلے
کِتٰبُ۔ کتاب	مُوْسٰی۔ موسیٰ کی	اِمَامًا۔ امام	وَّرَحْمَۃً۔ اور رحمت
اُولٰٓئِکَ۔ یہ لوگ	یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے ہیں	بِہٖ۔ اس پر	وَمَنْ۔ اور جو
یَّکْفُرْ۔ کفر کرے	بِہٖ۔ اس کے ساتھ	مِنَ الْاَحْزَابِ۔ لشکروں میں سے	
فَالنَّارُ۔ تو آگ	مَوْعِدُہٗ۔ وعدہ ہے اس کو	فَلَا تَکُ۔ پھر نہ ہو تو	فِیْ مِرْیَۃٍ۔ شک میں
مِّنْہُ۔ اس سے	اِنَّہُ۔ بے شک وہ	الْحَقُّ۔ حق ہے	مِنْ رَّبِّکَ۔ تیرے رب سے
وَلٰکِنَّ۔ اور لیکن	اَکْثَرَ۔ اکثر	النَّاسِ۔ لوگ	لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ نہیں ایمان لاتے
وَمَنْ۔ اور کون	اَظْلَمُ۔ زیادہ ظالم ہے	مِمَّنِ۔ اس سے جو	افْتَرٰی۔ باندھے
عَلَی اللّٰہِ۔ اللہ پر	کَذِبًا۔ جھوٹ	اُولٰٓئِکَ۔ یہ لوگ	یُعْرَضُوْنَ۔ پیش کیے جائینگے
عَلٰی۔ اوپر	رَبِّہِمْ۔ اپنے رب کے	وَیَقُوْلُ۔ اور کہیں گے	الْاَشْہَادُ۔ گواہ
ھٰٓؤُلَآءِ۔ یہ لوگ	الَّذِیْنَ۔ وہ ہیں جنہوں نے	کَذَبُوْا۔ جھوٹ بولا	عَلٰی رَبِّہِمْ۔ اپنے رب پر
اَلَا۔ خبردار	لَعْنَۃُ۔ لعنت ہے	اللّٰہِ۔ اللہ کی	عَلَی۔ اوپر
الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالموں کے	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَصُدُّوْنَ۔ روکتے ہیں	عَنْ سَبِیْلِ۔ راہ
اللّٰہِ۔ خدا سے	وَیَبْغُوْنَہَا۔ اور چاہتے ہیں	عِوَجًا۔ اس میں کجی	وَھُمْ۔ اور وہ
بِالْاٰخِرَۃِ۔ آخرت کا	ھُمْ۔ وہ	کٰفِرُوْنَ۔ انکار کرنے والے ہیں	اُولٰٓئِکَ۔ یہ لوگ
لَمْ یَکُوْنُوْا۔ نہیں ہیں	مُعْجِزِیْنَ۔ عاجز کرنے والے	فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں	وَمَا۔ اور نہیں
کَانَ۔ ہے	لَہُمْ۔ ان کے لیے	مِنْ دُوْنِ۔ سوائے	اللّٰہِ۔ اللہ کے
مِنْ اَوْلِیَآءَ۔ کوئی کارساز	یُضٰعَفُ۔ دگنا کیا جائے گا	لَہُمُ۔ ان کے لیے	الْعَذَابُ۔ عذاب

مَا کَانُوْا۔ نہیں تھے	یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ طاقت رکھتے وہ		السَّمْعَ۔ سننے کی
وَمَا۔ اور نہیں	کَانُوْا۔ تھے وہ	یُبْصِرُوْنَ۔ دیکھتے	اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ
الَّذِیْنَ۔ وہ ہیں جنہوں نے	خَسِرُوْٓا۔ خسارہ دیا	اَنْفُسَھُمْ۔ اپنی جانوں کو	وَضَلَّ۔ اور بھول گیا
عَنْھُمْ۔ ان سے	مَّا کَانُوْا۔ جو تھے وہ	یَفْتَرُوْنَ۔ جھوٹ باندھتے	لَاجَرَمَ۔ ضرور ہے کہ
اَنَّھُمْ۔ وہ	فِی الْاٰخِرَۃِ۔ آخرت میں	ھُمُ۔ وہی ہیں	الْاَخْسَرُوْنَ۔ خسارہ پانے والے
اِنَّ۔ بے شک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَعَمِلُوْا۔ اور عمل کیے انہوں نے
الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے	وَاَخْبَتُوْٓا۔ اور جھکے	اِلٰی رَبِّھِمْ۔ اپنے رب کی طرف	اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ
اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ۔ جنتی ہیں	ھُمْ فِیْھَا۔ وہ اس ہیں	خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہیں گے	مَثَلُ۔ مثال
الْفَرِیْقَیْنِ۔ دونوں فریق کی	کَالْاَعْمٰی۔ جیسے اندھا	وَالْاَصَمِّ۔ اور بہرا	وَالْبَصِیْرِ۔ اور دیکھنے والا
وَالسَّمِیْعِ۔ اور سننے والا	ھَلْ۔ کیا	یَسْتَوِیٰنِ۔ برابر ہیں	مَثَلًا۔ مثال میں
اَفَلَا۔ کیا پھر نہیں	تَذَکَّرُوْنَ۔ نصیحت حاصل کرتے تم۔		

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ ہود۔ پ۱۲

"وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَۃً اور اگر ہم مزہ دیں انسان کو اپنی کسی رحمت کا پھر اس سے چھین لیں بے شک وہ ضرور نا امید اور ناشکرا ہے"۔

یعنی اگر اللہ تعالےٰ صحت اور امن اور وسعت رزق وغیرہ سے کسی کو نواز کر اس سے وہ نعمت واپس چھین لیں تو اتنا مایوس ہو جائے کہ ناشکری کرے اور دوبارہ اس نعمت کے ملنے سے قطعی مایوسی ظاہر کرے یہ حقیقت دنیا دار انسان کی ہے کہ وہ ذرا سی تنگی پر مایوس ہو کر ناشکرا ہو جاتا ہے اور صابر بہ قضا شاکر بہ رضا نہیں رہتا اور گذشتہ نعمت سے ناشکری کرنے لگتا ہے۔

"اور اگر ہم مزہ دیں اسے نعمت کا اس مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی تو ضرور کہے گا کہ اب گئیں مجھ سے برائیاں اور وہ یقیناً خوشیاں کرتا بڑائیاں مارتا پھرے"۔

یعنی بجائے شکر گذاری کے اور حق نعمت ادا کرنے کے متکبرانہ طور پر شیخی بگھارتا ہے۔

"مگر وہ جو صابر ہیں اور نیک عمل والے"۔ اور ہر مصیبت و تنگی میں صابر و شاکر رہنے والے۔

"ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے"۔ یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اللہ تعالےٰ انہیں اچھا بدلہ دے گا۔ آگے ارشاد ہے۔

"فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ تو شائد تم چھوڑنا چاہتے ہو جو وحی تمہاری طرف ہوتی ہے اور اس پر تنگ دل ہو رہے ہو"۔

علامہ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ استفہام نہی ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آپ کی طرف جو وحی ہوتی ہے وہ تمام انہیں پہنچائیں اور دل تنگ نہ ہوں یہ تبلیغ رسالت کی تاکید ہے۔ باآنکہ علم الٰہی میں ہے کہ اس کے رسول ادائے رسالت میں کوتاہی نہیں کرسکتے اور اس لئے انہیں ہر قسم کی کوتاہی اور معصیت سے محروم رکھا ہے تو اس تاکید میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تسکین دی گئی اور کفار کی ناکامی بھی ظاہر کی اور بتایا کہ ان کا استہزا تبلیغ کے کام میں مخل نہیں ہو سکتا۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ عبداللہ بن امیہ مخزومی نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ سچے رسول ہیں اور آپ کا خدا ہر چیز پر قادر ہے تو اس نے آپ پر خزانہ کیوں نہ اتارا یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ بھیجا جو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

رُوِيَ اَنَّهُمْ قَالُوْا اجْعَلْ لَنَا جِبَالَ مَكَّةَ ذَهَبًا اَوِ ائْتِنَا بِمَلَائِكَةٍ يَشْهَدُوْنَ بِنُبُوَّتِكَ اِنْ كُنْتَ رَسُوْلًا فَنَزَلَتْ۔

وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ كُلًّا مِّنَ الْقَوْلَيْنِ قَالَتْهُ طَائِفَةٌ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا اَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ فَنَزَلَتْ۔

وَقِيْلَ الْقَائِلُ لِلْكُلِّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُمَيَّةَ الْمَخْزُوْمِيُّ۔

روایت ہے کہ مشرکین مکہ نے حضور سے مطالبہ کیا کہ ہمارے مکہ کے پہاڑ سونا کر دیجئے یا ہم پر فرشتہ لائیے کہ وہ آپ کی نبوت پر شہادت دے اگر آپ رسول ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ یہ دونوں قول ایک جماعت نے کہے تھے۔ تو حضور نے اس کے جواب میں فرمایا میں ایسا کرنے پر قادر نہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ پہاڑوں کا سونا کرنے اور فرشتہ کے نازل ہونے کا مطالبہ عبداللہ بن امیہ مخزومی نے کیا تھا۔

اور لَعَلَّ کی توجیہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں وَلَعَلَّ لِلتَّرَجِّيْ وَهُوَ نَقِيْضُ التَّوَقُّعِ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ تَوَقُّعِ الشَّيْئِ وُقُوْعُهٗ وَلَا تَرَجِّيْ وُقُوْعُهٗ لِجَوَازِ اَنْ يُّوْجَدَ مَا يَمْنَعُ مِنْهُ فَلَا يُشْكِلُ بِاَنَّ تَوَقُّعَ تَرْكِ التَّبْلِيْغِ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا لَا يَلِيْقُ بِمَقَامِ النُّبُوَّةِ۔

اور حرف لَعَلَّ ترجّی کے لیے آتا ہے اور اس کا نقیض محض توقع ہوتا ہے اور کسی شے کی توقع سے اس کا وقوع ضروری نہیں اور نہ وقوع کی نسبت کو ترجیح ہوتی ہے اس جواز پر کہ جس چیز سے منع کیا جائے اس کا وقوع مشکل ہو اس لیے کہ ترک تبلیغ کی توقع حضور کی ذات گرامی سے اس لیے نہیں ہو سکتی کہ وہ مقام بنوت کے لائق نہیں۔

وَالْمَانِعُ عَنْ ذَالِكَ فِيْهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عِصْمَتُهٗ كَسَائِرِ الرُّسُلِ الْكِرَامِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ عَنْ كِتْمِ الْوَحْيِ الْمَامُوْرِ بِتَبْلِيْغِهٖ وَالْخِيَانَةِ فِيْهِ وَتَرْكُهٗ نَقِيْضُهٗ۔

اور ترک تبلیغ کا مانع اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت ہے جیسے تمام انبیاء کرام کتمان وحی وخیانت سے پاک ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ پھر۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ فرمانے کا مقصود یہی ہو سکتا ہے کہ مِنْ ذَالِكَ تَحْرِيْضُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَهْيِيْجُ دَاعِيَتِهٖ لِاَدَاءِ الرِّسَالَةِ۔

کہ اس میں حضور کو تحریض وتہیج ہے جو مقتضائے رسالت ہے۔ تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ اِنَّكَ بَلَغَ بِكَ الْجُهْدُ فِيْ تَبْلِيْغِهِمْ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّهُمْ يَتَوَقَّعُوْنَ مِنْكَ تَرْكَ التَّبْلِيْغِ لِبَعْضِهٖ۔

آپ کوشش کے ساتھ تبلیغ فرمائیں جو ہماری طرف سے آپ کو وحی ہو اگرچہ مشرکین کو یہ توقع ہے کہ آپ ان کے اعتراض واستہزاء کی وجہ سے ترک تبلیغ فرمائیں گے اور کچھ حصہ وحی کا انہیں نہ سنائیں گے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اِنَّ لَعَلَّ هٰهُنَا لَيْسَتْ لِلتَّرَجِّيْ بَلْ هِيَ لِلتَّبْعِيْدِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِذَالِكَ كَمَا تَقُوْلُ الْعَرَبُ لَعَلَّكَ تَفْعَلُ كَذَا لِمَنْ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ۔ فَالْمَعْنٰى لَا تَتْرُكْ۔

لعل اس جگہ بمعنی ترجّی نہیں ہے بلکہ بمعنی تبعید ہے اور کبھی کبھی اس معنی میں مستعمل ہوتا ہے جیسے عرب بولتے ہیں لعلک تفعل کذا اس شخص پر یہ محاورہ مستعمل ہوتا ہے جو اس کام میں قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کے معنی یہی ہوئے کہ آپ ترک تبلیغ نہ فرمائیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اِنَّهَا لِلْاِسْتِفْهَامِ الْاِنْكَارِيِّ كَمَا فِي الْحَدِيْثِ لَعَلَّنَا اَعْجَلْنَاكَ وَغَيْرُهٗ۔ لعل بمعنی استفہام انکاری ہے جیسا کہ حدیث میں ہے شاید ہم تم پر وقت سے پہلے آگئیں اسے عجلہ وغیرہ نے مانا۔

اور یہ معنی کہ وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ الْمَعْنٰى كَاَنِّيْ بِكَ سَتَتْرُكُ بَعْضَ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِمَّا شَقَّ عَلَيْكَ بِاَذٰى وَوَحْيِ مِنِّيْ۔ یہ کسی طرح جائز نہیں کہ اس کے معنی یہ کیے جائیں کہ گویا آپ عنقریب چھوڑ دیں گے بعض وہ وحی جو تمہاری طرف اتری تم پر شاق ہونے کی وجہ سے میرے حکم اور میری وحی کو۔

اور ضَائِقٌ بِہٖ صَدْرُكَ کے معنی تنگ دل ہونے کے ہیں اس قول پر جو عبد اللہ بن امیہ مخزومی نے کہا۔ آگے ارشاد ہے۔

" اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِیْرٌ تم تو (اے محبوب) ڈر سنانے والے ہو اور اللہ ہر چیز پر محافظ ہے"۔

یعنی آپ کے ذمہ کچھ نہیں سوا اس کے کہ انہیں ڈر سنا دو جو بذریعہ وحی آپ کو پہنچا اور قطعاً کسی کے تمسخر اور استہزاء کی پرواہ نہ کرو اللہ آپ کے ساتھ ہے اور آپ کا محافظ ہے وہ آپ کے اور مشرکین کے احوال کا نگران ہے تو آپ اسی پر بھروسہ رکھیں اور تمام امور اسی پر چھوڑیں اس کے متعلق روح المعانی میں ہے وَالْاٰیَۃُ قِیْلَ مَنْسُوْخَۃٌ وَقِیْلَ مُحْکَمَۃٌ۔

" اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو آپ نے دل سے بنا لیا فرما دیجئے تو تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اللہ کے سوا بلالو جنہیں بلا سکو اگر تم سچے ہو"۔

یعنی قرآن کریم کی نسبت جو مشرکین مکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ جی سے گھڑا ہوا ہے تو آپ ان سے یہ مطالبہ فرمائیں کہ اگر یہ گھڑا ہوا ہے تو تم بھی سب مل کر اس جیسی دس ہی سورتیں بنا لاؤ اس لیے کہ انسان کے کلام کا انسان مقابلہ کر سکتا ہے لیکن اس کے مقابلہ کی تم میں طاقت نہیں باآنکہ تم فصیح و بلیغ ہو۔ لہٰذا اگر تم اپنے خیال فاسد میں سچے ہو تو سارے قرآن کا مقابلہ نہ سہی دس ہی سورتیں بنا لاؤ اور اس قسم کا مطالبہ متعدد مقامات پر قرآن کریم میں ہوا مگر آج چودھویں صدی گذر رہی ہے کوئی ایسا پیدا نہ ہوا جو اس کا مقابلہ کر سکتا۔ فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اور قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۔ اور اس کے علاوہ متعدد مواقع پر طلب معارضہ فرمایا گیا۔ چنانچہ آیۂ کریمہ سے آگے ارشاد ہے۔

" فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ۔ تو (اے مسلمانو!) اگر وہ تمہاری اس بات کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ ہی کے علم و علم سے اترا ہے"۔

جسے قرآن کہتے ہیں اور جی سے گھڑا ہوا نہیں ہے۔

" اور یہ کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی اللہ تو کیا اب تم مسلمان ہو کر تسلیم نہ کرو گے"۔

اور ایمان لاؤ گے کہ یہ قرآن کریم اللہ کی طرف سے ہے یعنی اعجاز قرآنی دیکھ لینے کے بعد اسلام و ایمان پر قائم رہو۔ آگے ارشاد ہے۔

" مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی عیش و عشرت اور آرائش چاہتا ہے

ہم دنیا میں اسے اس کا پورا پھل دے دیں گے اور دنیا میں اسے کمی نہ کریں گے۔ یہ وہ ہیں جن کے لیے آخرت میں کچھ نہیں مگر آگ اور اکارت ہیں جو کچھ وہ دنیا میں عمل کرتے تھے اور باطل و نابود ہیں جو ان کے اعمال تھے"۔

یعنی جو اپنی ناعاقبت اندیشی اور پست ہمتی سے آخرت کی بجائے دنیا کی فراخی اور وسعت چاہتا ہے اسے ہم دنیا میں اس کی خواہش کے مطابق دیں گے لیکن ایسے خیال خام والے کے لیے اس کے اعمال کا بدلہ صحت، دولت، فراخی رزق، کثرت اولاد وغیرہ ہی ہیں۔ دنیا میں ان کا بدلہ پورا ہو جائے گا۔ آخرت میں اس کے لیے کچھ نہیں اس کے اعمال صالحہ بھی آخرت میں رائیگاں اور بے سود ہیں وہاں اسے جہنم کے سوا اور کچھ نہ ملے گا اور اس کے سب عمل وہاں باطل ہوں گے۔

اسی لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دعا میں یہ تعلیم کی کہ جب اللہ سے مانگو تو یوں مانگو۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں جنت عطا کر اور ہمیں عذاب نار سے بچالے۔ شان نزول آیہ کریمہ کا بقول ضحاک مشرکین کے لیے ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرک اگر صلہ رحمی کرے۔ محتاجوں، غریبوں کو دے اور پریشان حالوں کی خبر گیری کرے یا اور نیکیاں کرتا رہے تو اللہ تعالے ان کے ان اعمال کا بدلہ دنیا میں وسعت و فسحت رزق سے فرما دے گا۔ آخرت میں اس کا بدلہ اسے سوائے جہنم کے کچھ نہیں اس لیے کہ وعید شدید کے ساتھ دوسری جگہ ارشاد ہو چکا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِہٖ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ اور جو کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ان میں کسی سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اگرچہ وہ اپنی خلاصی کے لیے دے ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور اس کا کوئی مددگار نہیں (تلک الرسل آخر پارہ)

ابن جریر ابن ابی حاتم وغیرہ انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں اِنَّھَا نَزَلَتْ فِی الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی یعنی آیۂ کریمہ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی۔

جبائی کہتے ہیں ھِیَ فِی الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَعَلَ اللّٰہُ حَظَّھُمْ مِنْ ذٰلِکَ سَھْمَھُمْ مِّنَ الْغَنَائِمِ۔ یہ ان لوگوں کے حق میں ہے جو منافق حضور کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اللہ تعالے نے ان کا حصہ غنائم میں رکھ دیا اور آخرت میں کچھ نہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت اہل ریا کے حق میں ہے یُقَالُ لِقَارِیِ الْقُرْاٰنِ مِنْھُمْ اَرَدْتَّ اَنْ یُّقَالَ

فُلَانٌ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ اِذْهَبْ فَلَيْسَ لَكَ عِنْدَنَا شَيْءٌ۔ وَهٰكَذَا الْعِبْرَةُ مِنَ الْمُتَصَدِّقِ وَالْمَقْتُوْلِ فِي الْجِهَادِ وَغَيْرِهِمَا مِمَّنْ عَمِلَ مِنْ اَعْمَالِ الْبِرِّ لَا بِوَجْهِ اللّٰهِ۔

یہ ریاکاروں کے لیے ہیں جو کسی چیز کو حاصل کر کے اپنی تعریف کرانے کی خواہش کرے جیسے کہا جائے فلاں بڑا قاری ہے تو اسے میدان حشر میں جواب دے دیا جائے گا چلتا ہو ہمارے پاس تیرے لیے کچھ نہیں ایسے ہی دوسرے ریاکاروں کے لیے ہے خواہ وہ صدقہ اسی ریاکاری میں کریں یا جہاد میں قتل ہو یا کوئی نیک کام اللہ کے لیے نہ کیا جائے۔

اور اسی کی تائید میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے رو پڑے اور فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اس کے بعد یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی۔

"اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس پر اللہ کی طرف سے گواہ آئے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس کا منکر ہو سارے گروہوں میں تو آگ اس کا وعدہ ہے"۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ اس کی مثل ہو سکتا ہے جو دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتا ہو اور وہ جو ایمان لا کر صبر و تقویٰ میں حیوۃ دنیا کے لیل و نہار گزارے ہرگز نہیں دونوں میں بون بعید اور تفاوت سماوارض ہے۔ عَلٰى بَيِّنَةٍ سے مراد یہاں دلیل عقلی ہے جو اسلام کی حقانیت پر دلالت کرتی ہے اور وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں یہود کے وہ علماء مراد ہیں جو مشرف باسلام ہوئے جیسے عبد اللہ بن سلام تمیم داری، کعب احبار رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسلام کی صحت پر گواہ سے مراد قرآن کریم ہے۔ اور من قبلہ سے مراد توریت و انجیل وغیرہ ہے اور يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ کے مصداق وہ ہیں جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور مَنْ يَّكْفُرْ عام ہے جو بھی کفر کرے۔

حضور نے فرمایا اس ذات قدیم کی قسم جس کے ید قدرت میں میری جان ہے اس امت میں جو بھی ہے خواہ یہودی ہو یا نصرانی جسے میری خبر پہنچی اور وہ میرے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے وہ ضرور جہنمی ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

"فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ تو (اے سننے والے) نہ ہو تو اس کے ساتھ کسی شک میں بے شک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن بہت آدمی ایمان نہیں رکھتے"۔

اس میں فَلَا تَكُ پر جو اے سننے والے لکھا گیا وہ اس قاعدہ کے مطابق ہے جو ہم رکوع دہم سورۂ یونس میں مفصل بیان کر آئے ہیں۔

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اور اس سے بڑھ کر ظالم قوم جو اللہ پر جھوٹ باندھے وہ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے یہ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔ خبردار رہو اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر"۔

اللہ تعالےٰ پر افتراء کرنے والا سب سے بڑا ظالم ہے اور اس پر افتراء یہی ہے کہ اس کا شریک بنائے یا اس کی اولاد بتائے یہ جھوٹ اور بدترین ظلم ہے وہ قیامت کے روز اللہ کے حضور پیش ہوں گے ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس طرح اللہ کا شریک بتاتے اور اس کے لیے اولاد مانتے تھے ان پر ملائکہ اور انبیاء کرام شہادت دیں گے کہ یہ ظالم افتراء پرداز اور جھوٹے ہیں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بروز قیامت کفار و منافقین کو میدان حشر میں تمام مخلوق کے سامنے بتایا جائے گا کہ یہ وہ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر افتراء کیا ان پر ان کے ظلم کے بدلے اللہ کی لعنت ہے اس پر وہ تمام ارباب حشر کے روبرو رسوا کیے جائیں گے۔

"اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔ یہ لوگ نہیں ہو سکتے عاجز کرنے والے زمین میں اور نہیں ان کا اللہ کے سوا کوئی حمایتی انہیں عذاب پر عذاب ہوگا وہ ہدایت سننے کی طاقت ہی نہیں رکھتے اور نہ حق دیکھ سکتے ہیں"

یعنی اگر اللہ تعالےٰ انہیں عذاب دینا چاہے تو ان میں اسے روکنے اور عاجز کرنے کی قوت نہیں اس لیے کہ تمام کائنات اس کے قبضۂ اقتدار میں ہے اور یہ بھی اسی کی ملک اور اسی کے ملک میں ہیں نہ اس سے کہیں بھاگ سکتے ہیں نہ اس سے بچ سکتے ہیں اور ان کی مدد کرنے والا بلا اذن الٰہی کوئی نہیں ہو سکتا نہ انہیں عذاب سے بچانے کے لیے کوئی آڑے آ سکتا ہے یہ وہ ہیں جنہوں نے لوگوں کو راہ حق سے روکا اور بعد مرنے کے بعث و حشر کا انکار کیا وہ ایسے بہرے ہیں کہ حق سننے کی ان میں طاقت نہیں یعنی سطرح حق سے بہرے ہیں تو کلام خیر سے نفع نہیں پا سکتے اور آیات قدرت دیکھنے سے اندھے ہیں جن کے مشاہدہ سے بہ فائدہ اٹھاتے

"اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یہ وہ ہیں جنہوں نے اپنی جانیں خسران و نقصان میں ڈالیں اور کھو گئیں ان سے ان کی وہ باتیں جو افترا کر کے جھوٹ بکتے تھے۔ لازمی طور پر یہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہیں"۔

اور ظاہر ہے جنہوں نے جنت کے بدلے جہنم مول لیا اس سے بڑھ کر اور کون خسران و نقصان میں ہوگا۔ اب ان کے مقابلہ میں اسلوب بیان قرآن کے مطابق جنتیوں کا تذکرہ فرمانا ضروری تھا اس لیے کہ قرآن کریم جہاں اہل جہنمیوں کا ذکر کرتا ہے تو اس کے بعد جنتیوں کا ذکر ضرور فرماتا ہے۔ لف و نشر مرتب اور غیر مرتب

تو ہوتا ہے کہ کہیں پہلے جنت والوں کا ذکر بعد میں جہنم والوں کا اور کبھی جہنمیوں کا پہلے ذکر اور بعد میں جنت والوں کا مگر تمام قرآن پاک میں دونوں کے مذاکرے ضرور ہوں گے اور چاہئے بھی ایسا ہی اس لیے کہ تعرف الاشیاء باضدادھا عقلاء کا نظریہ ہے کہ ضد بغیر حقیقت اشیاء نہیں پہچانی جاتی۔ چنانچہ ارشاد ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اور اپنے رب کی طرف رجوع لائے وہ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

اعمال بد اعتقاد شرکیہ والوں کے لیے تا ابد نار ہے اور نیک عمل کرنے والے خوش اعتقاد مومنوں کے لیے تا ابد جنت ہے آگے فرماتے ہیں۔

"مَثَلُ الْفَرِیْقَیْنِ دونوں فریق کی مثال ایسی ہے جیسے اندھا اور بہرا اور آنکھ والا سنتا کیا یہ دونوں برابر ہیں تو کیا تم تذکیر سے کام نہیں لیتے"۔

دونوں فریق سے مراد کافر اور مومن ہیں کافر کو اندھے بہرے سے تشبیہ دی اور مومن کو دیکھنے والا سننے والا فرمایا اس لیے مومن حق و باطل میں فرق دیکھتا اور حق بات سنتا ہے اور کافر کے کان سماع حق سے بہرے ہیں اور امتیاز حق سے وہ اندھا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ ہود۔ پ ۱۲

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖۤ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

اور بے شک بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف کہ میں تمہارے لیے کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰہَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ۝

کہ نہ پوجو کسی کو مگر اللہ کو میں ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے مصیبت کے دن۔

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ مَا نَرٰىکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ ھُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ ۝

تو بولے سرداران کے جو کافر تھے اس کی قوم کے نہیں دیکھتے ہم تمہیں مگر بشر اپنے جیسا اور نہیں دیکھتے ہم تمہیں تمہارے پیرو مگر وہی جو ہمارے کمینے ہیں سرسری نظر سے اور نہیں دیکھتے ہم تم میں ہم پر کوئی فضیلت بلکہ ہم گمان کرتے ہیں تمہیں جھوٹوں سے۔

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِہٖ فَعُمِّیَتْ

فرمایا اے میری قوم اگر دیکھتے ہو تم (مجھے ایسا) تو اگر ہوں میں دلیل پر اپنے رب کی طرف سے اور دی ہو مجھے رحمت

عَلَيْكُمْ ۭ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ۝

اپنی طرف سے تو اندھے ہو تم اس پر تو کیا ہم تمہارے گلے منڈھ دیں باوجودیکہ تم بیزار ہو۔

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝

اور اے میری قوم میں نہیں مانگتا تم سے اس تبلیغ کا کوئی بدلہ میرا بدلہ اللہ پر ہی ہے اور نہیں میں دور کرنے والا انہیں جو ایمان لائے بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں جاہل لوگ۔

وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

اور میری قوم کون میری مدد کرے گا اللہ کے مقابل اگر میں انہیں دور کر دوں تو کیا تم ہوش نہیں کرتے۔

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ښ اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور نہیں کہتا میں تمہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور میں انہیں نہیں کہتا جنہیں حقیر جانتی ہیں تمہاری نگاہیں کہ ہرگز انہیں اللہ بھلائی نہیں دے گا اللہ خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے میں ایسا کروں تو میں ضرور ظالموں سے ہوں۔

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

بولے اے نوح تم ہم سے جھگڑے اور کافی جھگڑ لیے تو لاؤ ہم پر جس کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو اگر تم سچے ہو۔

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَاۗءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝

فرمایا وہ تو لائے گا اللہ [illegible] نہ کر سکو گے۔

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

اور نہیں نفع دے گی تمہیں میری نصیحت اگر میں کتنا ہی چاہوں تمہارا بھلا جب ہو اللہ کا ارادہ اس کا تمہیں گمراہ کرے وہ تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ

کیا کہتے ہیں انہوں نے افترا کر لیا اس کو تم فرماؤ [illegible]

فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ○ — اگر میں نے افترا کر کے یہ کلام بنا لیا ہے تو میرا گناہ مجھ پر اور میں تمہارے گناہ سے بیزار ہوں۔

حلِ لغات رکوع نمبر ۳ سورۂ ہود ۔ پ ۱۲

وَلَقَدْ ۔ اور بے شک	اَرْسَلْنَا ۔ بھیجا ہم نے	نُوْحًا ۔ نوح کو	اِلٰی قَوْمِہٖ ۔ اسکی قوم کی طرف
اِنِّیْ ۔ بے شک میں	لَکُمْ ۔ تمہارے لیے	نَذِیْرٌ ۔ ڈرانے والا ہوں	مُّبِیْنٌ ۔ ظاہر
اَنْ ۔ یہ کہ	لَا تَعْبُدُوْٓا ۔ نہ عبادت کرو تم		اِلَّا اللّٰہَ ۔ مگر اللہ کی
اِنِّیْٓ ۔ بے شک میں	اَخَافُ ۔ ڈرتا ہوں	عَلَیْکُمْ ۔ تم پر	عَذَابَ ۔ عذاب
یَوْمٍ ۔ دن	اَلِیْمٍ ۔ درد والے سے	فَقَالَ ۔ پھر کہا	الْمَلَاُ ۔ سرداروں نے
الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	کَفَرُوْا ۔ کافر تھے	مِنْ قَوْمِہٖ ۔ اسکی قوم سے	مَا ۔ نہیں
نَرٰکَ ۔ دیکھتے ہم تجھے	اِلَّا بَشَرًا ۔ مگر انسان	مِّثْلَنَا ۔ ہماری طرح کا	وَمَا ۔ اور نہیں
نَرٰکَ ۔ دیکھتے ہم تجھ کو	اتَّبَعَکَ ۔ کہ پیروی کی ہو تیری	اِلَّا ۔ مگر	الَّذِیْنَ ۔ ان لوگوں نے
ھُمْ ۔ کہ وہ	اَرَاذِلُنَا ۔ ہمارے کمینے ہیں	بَادِیَ ۔ ظاہر	الرَّاْیِ ۔ دیکھنے میں
وَمَا ۔ اور نہیں	نَرٰی ۔ دیکھتے ہم	لَکُمْ ۔ تمہارے لیے	عَلَیْنَا ۔ ہم پر
مِنْ فَضْلٍ ۔ کوئی بزرگی	بَلْ ۔ بلکہ	نَظُنُّکُمْ ۔ خیال کرتے ہیں ہم تمکو	کٰذِبِیْنَ ۔ جھوٹے۔
قَالَ ۔ کہا	یٰقَوْمِ ۔ اے میری قوم	اَرَءَیْتُمْ ۔ کیا دیکھا تم نے	اِنْ کُنْتُ ۔ اگر ہوں میں
عَلٰی بَیِّنَۃٍ ۔ دلیل پر	مِّنْ رَّبِّیْ ۔ اپنے رب سے	وَاٰتٰنِیْ ۔ اور دی اس نے مجھے	رَحْمَۃً ۔ رحمت
مِّنْ عِنْدِہٖ ۔ اپنی طرف سے		فَعُمِّیَتْ ۔ پھر اندھے ہوئے	عَلَیْکُمْ ۔ تم اس پر
اَنُلْزِمُکُمُوْھَا ۔ کیا ہم منڈھ دینگے وہ تمہیں		وَاَنْتُمْ ۔ اور تم ہو	لَھَا ۔ اس کو
کٰرِھُوْنَ ۔ ناپسند کرنیوالے	وَیٰقَوْمِ ۔ اور اے میری قوم	لَآ اَسْئَلُکُمْ ۔ نہیں مانگتا میں تم سے	
عَلَیْہِ ۔ اس پر	اَجْرًا ۔ کوئی بدلہ	اِنْ ۔ نہیں ہے	اَجْرِیَ ۔ میرا بدلہ
اِلَّا عَلَی اللّٰہِ ۔ مگر اوپر اللہ کے		وَمَآ اَنَا ۔ اور نہیں میں	بِطَارِدِ ۔ ہانکنے والا
الَّذِیْنَ ۔ ان کو	اٰمَنُوْا ۔ جو ایمان لائے	اِنَّھُمْ ۔ کہ وہ	مُّلٰقُوْا ۔ ملنے والے ہیں
رَبِّھِمْ ۔ اپنے رب کو	وَلٰکِنِّیْٓ ۔ اور لیکن میں	اَرٰکُمْ ۔ دیکھتا ہوں تم کو	قَوْمًا ۔ قوم
تَجْھَلُوْنَ ۔ جاہلوں کی	وَیٰقَوْمِ ۔ اور اے میری قوم	مَنْ ۔ کون	یَّنْصُرُنِیْ ۔ مدد کریگا میری

مِنَ اللّٰہِ ۔ اللہ سے   اِنْ ۔ اگر   طَرَدْتُّھُمْ ۔ میں انکو ہانک دوں   اَفَلَا ۔ کیا پھر نہیں
تَذَکَّرُوْنَ ۔ نصیحت لیتے تم   وَلَا ۔ اور نہیں   اَقُوْلُ ۔ کہتا ہیں   لَکُمْ ۔ تم سے
عِنْدِیْ ۔ کہ میرے پاس   خَزَآئِنُ ۔ خزانے ہیں   اللّٰہِ ۔ اللہ کے   وَلَا ۔ اور نہیں
اَعْلَمُ ۔ جانتا ہیں   الْغَیْبَ ۔ غیب   وَلَا ۔ اور نہیں   اَقُوْلُ ۔ کہتا ہیں
اِنِّیْ ۔ بے شک ہیں   مَلَکٌ ۔ فرشتہ ہوں   وَلَا ۔ اور نہیں   اَقُوْلُ ۔ کہتا ہیں
لِلَّذِیْنَ ۔ ان کو   تَزْدَرِیْ ۔ جو حقیر جانتی ہیں   اَعْیُنُکُمْ ۔ تمہاری آنکھیں   لَنْ ۔ کہ ہرگز نہیں
یُّؤْتِیَھُمُ ۔ دیگا ان کو   اللّٰہُ ۔ اللہ   خَیْرًا ۔ کوئی بھلائی   اَللّٰہُ ۔ اللہ
اَعْلَمُ ۔ خوب جانتا ہے   بِمَا ۔ جو کچھ ہے   فِیْ ۔ ان کی   اَنْفُسِھِمْ ۔ جانوں میں
اِنِّیْ ۔ بے شک ہیں   اِذًا ۔ اس وقت   لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ ظالموں سے ہوں گا
قَالُوْا ۔ بولے   یٰنُوْحُ ۔ اے نوح   قَدْ جٰدَلْتَنَا ۔ تو نے جھگڑا کیا ہم سے
فَاَکْثَرْتَ ۔ پھر زیادہ کیا تو نے   جِدَالَنَا ۔ ہم سے جھگڑا   فَاْتِنَا ۔ پھر لے آ
بِمَا ۔ جو کچھ   تَعِدُنَآ ۔ تو وعدہ دیتا ہے ہمکو   اِنْ کُنْتَ ۔ اگر ہے تو   مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۔ سچوں میں سے
قَالَ ۔ اس نے کہا   اِنَّمَا ۔ سوائے اسکے نہیں   یَاْتِیْکُمْ ۔ لائے گا تمہارے پاس   بِہِ ۔ اس کو
اللّٰہُ ۔ اللہ   اِنْ ۔ اگر   شَآءَ ۔ چاہے   وَمَا ۔ اور نہیں
اَنْتُمْ ۔ تم   بِمُعْجِزِیْنَ ۔ عاجز کرنے والے   وَلَا ۔ اور نہیں   یَنْفَعُکُمْ ۔ نفع دیگی تم کو
نُصْحِیْٓ ۔ میری خیر خواہی   اِنْ اَرَدْتُّ ۔ اگر چاہوں میں   اَنْ ۔ یہ کہ   اَنْصَحَ ۔ خیر خواہی کروں
لَکُمْ ۔ تمہاری   اِنْ کَانَ ۔ اگر ہے   اللّٰہُ ۔ اللہ   یُرِیْدُ ۔ ارادہ کرے
اَنْ ۔ یہ کہ   یُّغْوِیَکُمْ ۔ گمراہ کرے تم کو   ھُوَ ۔ وہ ہے   رَبُّکُمْ ۔ رب تمہارا
وَاِلَیْہِ ۔ اور اسی کی طرف   تُرْجَعُوْنَ ۔ لوٹائے جاؤ گے تم   اَمْ ۔ کیا   یَقُوْلُوْنَ ۔ کہتے ہیں
افْتَرٰىهُ ۔ بنا لیا ہے اس کو   قُلْ ۔ کہہ دو   اِنِ ۔ اگر   افْتَرَیْتُهٗ ۔ میں نے بنا لیا ہے
فَعَلَیَّ ۔ تو مجھ پر ہے   اِجْرَامِیْ ۔ میرا گناہ   وَاَنَا ۔ اور میں   بَرِیْٓءٌ ۔ بیزار ہوں
مِّمَّا ۔ اس چیز سے   تُجْرِمُوْنَ ۔ جو تم گناہ کرتے ہو۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ ہود۔ پ ۱۲

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ اور بے شک ہم نے نوح کو بھیجا اس کی قوم کی طرف۔"

حضرت نوح باخبار شہیرہ لمک بن متوشلخ بن ادریس ہیں۔ آپ حضرت ادریس علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے نبی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ چالیس سال کی عمر پر مبعوث ہوئے اور نو سو پچاس سال اپنی قوم کو تبلیغ فرماتے رہے قرآن کریم میں بھی یہی ارشاد ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَلَبِثَ فِیْہِمْ اَلْفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا۔ فَاَخَذَھُمُ الطُّوْفَانُ۔ پھر طوفان میں وہ قوم غرق ہوگئی اور آپ طوفان کے بعد ساٹھ سال دنیا میں زندہ رہے۔ اس حساب سے آپ کی مجموعی عمر ایک ہزار پچاس سال کی تھی۔

مقاتل کہتے ہیں آپ سو سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔

ایک قول ہے کہ آپ کی بعثت پچاس سال کی عمر میں ہوئی۔

ایک قول ہے کہ آپ دو سو پچاس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور قوم میں ساڑھے نو سو سال تک ٹھہرے پھر طوفان سے غرق ہونے کے بعد آپ دو سو پچاس سال رہے اس حساب سے آپ کی مجموعی عمر ایک ہزار ساڑھے چار سو سال کی تھی۔

اور آپ نے اپنی قوم کے سامنے اپنا نذیر مبین ہونا ظاہر فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ غنائم وغیرہ آپ کے عہد نبوت میں جہاد سے حاصل ہونے کا حکم نہ تھا۔ آپ نے ہدایت توحید فرمائی اور قوم سے کہا۔

"اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰہَ اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہ کرو بیشک میں تم پر ڈرتا ہوں مصیبت والے دن کے عذاب سے"۔

اور مصیبت والا دن اَلظَّاھِرُ اِنَّ اَلْمُرَادَ بِالْیَوْمِ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ ظاہر ہے کہ اس سے مراد روز قیامت ہے وَجُوِّزَ اَنْ یَّکُوْنَ یَوْمُ الطُّوْفَانِ اور یہ بھی مانا کہ اس سے مراد طوفان والا دن ہو اس نصیحت کو سن کر قوم کے اشراف بولے۔

"فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ تو اس کی قوم کے سردار جو کافر تھے بولے"۔

مَلَأ، عربی محاورہ میں قادر و قوی افراد کو کہتے ہیں جیسے عرف ہے فُلَانٌ مَلِیٌّ بِکَذَا اِذَا کَانَ قَادِرًا عَلَیْہِ لِاَنَّھُمْ مُلِئُوْا بِکِفَایَۃِ الْاُمُوْرِ وَتَدْبِیْرِھَا۔ فلاں حادی ہوا ایسے جبکہ وہ کسی پر قادر و قوی ہو جائے اس لیے کہ وہ تمام امور میں اور تدبیریں حادی ہو جاتا ہے۔

"مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ہم تو تمہیں اپنے جیسا بشر دیکھتے ہیں"۔

یعنی مَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا لَیْسَ فِیْکَ مَزِیْدٌ تَخْتَصُّ مِنْ بَیْنِنَا بِالنُّبُوَّۃِ یعنی آپ میں کوئی خصوصیت ایسی نہیں جس سے ہم آپ کی نبوت کو مانیں ہمارے جیسے ہی آپ بشر ہیں۔ یہ مقولہ انبیاء کرام کے

مقابلہ میں ہمیشہ سے مشرکین استعمال کرتے رہے ہیں اسی وجہ میں ایسے جملے جس میں مشرکین کے نظریات سے تشابہ پیدا ہو مسلمان کو استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ وہ یقیناً انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کے لیے استعمال کرتے تھے۔

" وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو مگر ہماری قوم کے ذلیل لوگوں نے سرسری نظر سے اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں گمان کرتے ہیں جھوٹا"۔

اراذل کے معنی علامہ آلوسی فرماتے ہیں اَیْ اَخِسَّاؤُنَا وَاَدَانِیْنَا وَھُوَ جَمْعُ اَرْذَلَ اور قاموس میں ہے اَلرَّذْلُ وَالْاَرْذَلُ بِمَعْنٰی وَھُوَ الْخَسِیْسُ الدَّنِیُّ جس کا حاصل معنی کمینہ ہی بنتا ہے اور کمینوں سے مراد ان کی وہ لوگ تھے جو ان کی نظر میں خسیس پیشے والے تھے اور درحقیقت ان کا یہ خیال خالص جہل تھا اس لیے کہ انسان کا مرتبہ اتباع دین اور امتثال امر مرسلین سے ہے جیسا کہ ارشاد ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ مال و منصب و پیشہ کو اس میں دخل نہیں دیندار نیک سیرت پیشہ ور کو نظر حقارت سے دیکھنا اور حقیر جاننا جاہلانہ فعل ہے۔

بَادِیَ الرَّأْیِ کے معنی ہوتے ہیں ظَاهِرَةً وَھُوَ مَا یَکُوْنُ مِنْ غَیْرِ تَعَمُّقٍ یعنی ظاہر حال سے جو سمجھا جائے اور وہ سمجھنا بلا تعمق ہو۔ وَقِیْلَ مِنْ دُؤْیَةِ الْعَیْنِ محض آنکھ سے دیکھ کر سمجھنے کو بَادِیَ الرَّأْیِ کہتے ہیں۔ وَجُوِّزَ اَنْ یَکُوْنَ الْبَادِیْ بِمَعْنَی الْاَوَّلِ۔ حاصل مفہوم یہ ہوا کہ پہلی نظر سے سمجھنے کو بادی الرای کہتے ہیں۔ تو بلا غور و فکر جو سمجھا جائے اسے بادی الرای کہا جاتا ہے۔

" وَمَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ اور ہم تم میں اپنے پر کوئی فضیلت نہیں دیکھتے"۔

دنیا داروں کی نظر میں فضیلت از روئے جہل مال و دولت، حکومت و ثروت اور ریاست سے ہوتی ہے اسی فضیلت کو یہ حضرت نوح نجی اللہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام میں دیکھنا چاہتے تھے۔

"بلکہ ہم آپ کو جھوٹا خیال کرتے ہیں"۔

یعنی آپ کو نبی نہیں مانتے بلکہ جب یہ فضائل جو ہمارے نزدیک ضروری ہیں آپ میں نہیں تو ہم اپنے گمان میں آپ کو جھوٹا سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان اور اطاعت موجب نجات ہیں اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا

" قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ فرمایا (نوح نے) اے میری قوم بھلا بتلاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں" جو میرے دعوی کی تصدیق پر شاہد ہو" اور اللہ نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی ہے"۔

یعنی نبوت عطا کی ہے۔

"تو تم اندھے بن رہے ہو تو کیا میں جبراً اس صداقت کو تمہارے اندر ٹھونس دوں حالانکہ تم اس سے بیزار ہو" اور دلائل نبوت سننے دیکھنے سے بھاگتے ہو۔ بجج دبراہین ناپسند کرتے ہو۔

"اور میری قوم میں تم سے اس تبلیغ پر کچھ مال نہیں مانگتا" یعنی تبلیغ رسالت کا معاوضہ تم سے طلب نہیں کرتا۔

"میرا بدلہ تو اللہ ہی پر ہے اور مسلمانوں کو میں دور کرنے والا نہیں بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں"۔

ابن جریج سے مروی ہے اِنَّهُمْ قَالُوْا لَهٗ یَا نُوْحُ اِنْ اَحْبَبْتَ اَنْ نَتَّبِعَكَ فَاطْرُدْ هٰؤُلَاءِ وَاِلَّا فَلَنْ نَرْضٰی اَنْ نَكُوْنَ نَحْنُ وَهُمْ فِی الْاَمْرِ سَوَاءً۔ کفار قوم نوح علیہ السلام نے کہا اے نوح اگر آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ ہم آپ کی پیروی کریں تو ان لوگوں کو (جنہیں وہ رذائل کہتے تھے اپنے ہاں سے دور کر دیں اور اگر ایسا نہیں کرتے تو ہم ہرگز اس سے راضی نہیں کہ ہم اور وہ برابر ہوں۔ اگر آپ ان کو ہٹا دیں گے تو ہمیں آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے شرم نہ آئے گی۔

اس کا جواب بے نیازانہ انداز میں نوح علیہ السلام نے دیا اور یہ مرض ان دنیا داروں میں عام ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ عہد رسالت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی قریش نے کہا تھا کہ ان فقراء و نادار لوگوں کو ہٹا دیجئے اُطْرُدْ هٰؤُلَاءِ عَنْكَ وَنَحْنُ نَتَّبِعُكَ فَاِنَّا نَسْتَحْیِیْ اَنْ نَجْلِسَ مَعَهُمْ فِیْ مَجْلِسِكَ ہم شرماتے ہیں کہ ان کے ساتھ آپ کی مجلس میں بیٹھیں تو حضور نے بھی ویسا ہی بے نیازہ جواب دیا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام نے تو یہ اور بھی فرمایا۔

"اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں"۔ اور اس کے قرب سے فائز ہوں گے تو میں انہیں تمہارے کہنے سے کیسے یہاں سے نکال دوں۔ آگے ارشاد ہے۔

وَیٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ۔ اور اے میری قوم اللہ کے مقابلہ میں میری کون مدد کرے گا اگر میں انہیں دور کر دوں گا تو کیا تمہیں دھیان نہیں"۔

اور بے سوچے سمجھے ایمانداروں کو رذیل کہتے ہو اور ان کی قدر نہیں کرتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ وہ تم سے بدرجہا بہتر ہیں۔

"وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور

نہ یہ کہ میں غیب جان لیتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں"۔

قوم نوح نے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت میں تین شبہے ظاہر کیے تھے۔

ایک[1] تو یہ کہ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ یعنی ہم آپ کے اندر اپنے سے زیادہ کوئی فضیلت نہیں دیکھتے یعنی مال و دولت، حکومت و ثروت وغیرہ میں آپ ہم سے زیادہ نہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ یعنی میں تم سے کب کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اور جب میں کہتا ہی نہیں تو تمہارا یہ اعتراض بے محل ہے، میں نے کبھی مال کی فضیلت نہیں ظاہر کی اور نہ تمہیں دنیوی دولت کا تمہیں امیدوار بنایا اور میں نے کبھی اپنی دعوت کو مال کے ساتھ وابستہ نہیں کیا پھر تم مجھ پر یہ اعتراض کرنے کے کیسے مستحق ہو کہ ہم تم میں مالی فضیلت نہیں پاتے جب میرا یہ دعوی ہی نہیں تو یہ تمہارا اعتراض بے جا اور لایعنی ہے۔

دوسرا[2] اعتراض قوم نوح نے یہ کیا تھا کہ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِىَ الرَّاْىِ یعنی ہم نہیں دیکھتے کہ آپ کی پیروی کسی نے کی ہو سوا کمینوں کے جو ہماری ظاہر نظر میں ذلیل نظر آتے ہیں یا یہ کہ ظاہری طور پر ہمارے اراذل آپ کے پیرو ہوگئے ہیں مگر باطن میں وہ کبھی ایمان نہیں لائے۔

اس کا جواب حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دیا کہ ظاہر ایمان ہی مجھے دیکھنا ہے میں نے غیب دانی کا دعوی کب کیا ہے۔ میرے تمام احکام ظاہر پر مبنی ہیں اگر میں غیب جان لیتا تو میرے احکام بھی مبنی بر غیب ہوتے تو تمہارا یہ اعتراض بالکل جہالت ہے اور شریعت میں ظاہر پر ہی حکم دیا جاتا ہے۔

دوسرے لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ فرما کر قوم پر ایک نہایت لطیف تعریض بھی فرمائی کہ کسی پر باطن کے متعلق حکم کرنے کا اسے حق ہے جو غیب کا علم رکھتا ہو میں نے اس کا دعوی ہی نہیں کیا حالانکہ میں نبی ہوں اور حَيْثُ النَّبِىُّ اگر میں دعوی کرتا بھی تو بے جا نہ ہوتا مگر تم محض عوام ہو تو غیب دانی کا کیونکر دعوی کر رہے ہو اور ایمان لانے والوں کی ضمیر پر حملہ کی جرأت کر کے کہتے ہو کہ وہ ظاہری ایمان لائے ہیں دل سے نہیں یہ تمہاری جہالت پر جہالت ہے۔

تیسرا اعتراض قوم کا یہ تھا کہ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ہم تمہیں اپنے جیسا آدمی اور بشر دیکھتے ہیں۔ اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ میں نے تم سے کب کہا تھا کہ میں فرشتہ ہوں اور میں نے اپنی دعوت کو اپنے فرشتہ ہونے پر موقوف نہیں کیا۔ اس لیے کہ انسان ملک سے افضل ہے بہر حال تمہارا اعتراض جب صحیح ہوتا جب تمہیں میں نے اپنے کو فرشتہ بتایا ہوتا اور میں بشر ہی ہوتا۔ لہذا یہ اعتراض بھی تمہارا ناحق ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

"وَلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ اور میں نے انہیں نہیں کہا تم سے جن کو تمہاری نگاہیں حقیر دیکھتی ہیں کہ ہرگز اللہ انہیں کوئی بھلائی نہ دے گا اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے"۔
تزدری کا مفہوم علامہ آلوسی فرماتے ہیں تَسْتَحْقِرُهُمْ جنہیں تم حقیر دیکھتے ہو۔
وَالْاَصْلُ تَزْتَرِيْ بِالتَّاءِ اِلَّا اَنَّهَا قُلِبَتْ دَالًا لِتَجَانُسِ الزَّايِ فِي الْجَهْرِ لِاَنَّهَا مِنَ الْمَهْمُوْسَةِ وَاَصْلُ الْاِزْدِرَاءِ الْاِعَابَةُ يُقَالُ اِزْدَرَاهُ اِذَا اَعَابَهُ۔
خلاصہ یہ کہ ان کے دل کی حالت اللہ کو معلوم ہے ان کی نیکی بدی۔ اخلاص و نفاق کا اندرونی حال خدا ہی جانتا ہے۔ اگر میں ان کے ظاہری ایمان کو جھٹلا کر ان کے ضمیر اور باطن پر الزام لگاؤں یا میں انھیں نکال دوں تو۔
"اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ تو ضرور میں ظالموں میں ہوں"۔
اور چونکہ بفضلہ تعالٰے ظالم نہیں اس لیے میں انھیں ہرگز نہ نکالوں گا نہ ان کے ایمان کو مشکوک کہوں گا۔ تو جب وہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے جواب صاف سے مایوس ہو گئے اور جواب الجواب پیش کرنے سے عاجز آئے تو ہٹ دھرمی سے کہنے لگے۔
"قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا۔ بولے اے نوح تم ہم سے جھگڑ لیے اور خوب جھگڑے" اور ہم آپ کی کوئی بات نہ مانیں گے اور مانیں گے بھی نہیں لہذا۔
"فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ تو لے آؤ ہم پر جس کا تم ہمیں وعدہ دے رہے ہو"۔ یعنے عذاب جو دنیا میں ہم پر آئے گا۔
"اِنْ كُنْتَ اگر ہو تم سچے فرمایا وہ تو لائیگا تم پر اللہ تعالٰے ہی اگر چاہے اور اسے تم عاجز نہ کرسکو گے"۔ عذاب کرنے میں اور اس کا عذاب روکنے میں تم کامیاب ہو سکتے ہو اور نہ اس عذاب سے تم بچ سکو گے
"وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اور تمہیں میری نصیحت نفع نہ دے گی اگر میں تمہارا بھلا چاہوں جبکہ اللہ تمہیں گمراہ کرنا چاہے وہ تمہارا رب ہے اور تم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔ وہی آخرت میں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔
"اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دل سے گھڑ لیا ہے"۔ اس بہانہ سے وہ اللہ کے کلام اور اس کے احکام کو تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہیں اور اس کے رسول پر بہتان تراشتے ہیں اور ان کی طرف افتراء کا الزام دیتے ہیں جن کی صداقت براہین بیّنہ اور حجت قویّہ سے ثابت ہو چکی ہے لہذا اب انہیں صاف صاف جواب دے دو۔ اور

"قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ" فرمادو اگر میں نے دل سے گھڑ لیا ہے اور اللہ پر افتراء کیا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں تمہارے گناہ سے بیزار ہوں"۔ تم پر ضرور اس کا وبال آئے گا اور ثابت ہو جائے گا کہ میں سچا ہوں۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ ہود۔ پ۱۲

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

اور نوح کی طرف وحی ہوئی کہ ہرگز ایمان نہ لائے گی تمہاری قوم مگر جو ایمان لا چکے تو تم غم نہ کرو اس پر جو وہ کرتے ہیں۔

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝

اور کشتی بناؤ ہماری نگرانی میں اور وحی ہماری کے مطابق اور مجھ سے کوئی مخاطبہ نہ کرنا ان کے معاملہ میں جو ظالم ہیں وہ ضرور غرق کیے جائیں گے۔

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝

اور نوح کشتی بنا رہے ہیں اور جب گذرتے ان پر ان کی قوم کے سردار مسخر کرتے ان سے نوح بولے اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم تم پر ہنسیں گے جیسے تم ہنستے ہو۔

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝

تو عنقریب جان لوگے کہ کس پر آتا ہے عذاب کہ اسے رسوا کرے اور اترتا ہے ان پر وہ عذاب جو ہمیشہ رہے

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

حتیٰ کہ جب آیا ہمارا حکم اور تنور ابلنے لگا ہم نے فرما دیا سوار ہو جاؤ اس کشتی میں ہر جنس سے ایک ایک جوڑا نر و مادہ اور تیرے گھر والے مگر جن پر سبقت کر چکا ہمارا قول اور جو ایمان لائے اور نہیں تھے ایمان والے ان کے ساتھ مگر تھوڑے۔

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور فرمایا نوح نے سوار ہو جاؤ اس میں اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادٰى نُوْحُ نِ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ

اور وہ (کشتی) انہیں لیے جا رہی تھی ایسی موجوں میں جو مثل پہاڑ کے تھیں اور نوح پکارے اپنے بیٹے کو

یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا وَلَا تَکُنْ مَّعَ الْکٰفِرِیْنَ ۝

اور وہ تھا اس کے کنارے میں اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور نہ ہو کافروں کے ساتھ۔

قَالَ سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَکَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ۝

بولا اب میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا فرمایا نوح نے کوئی بچانے والا نہیں آج کے دن اللہ کے حکم سے مگر جس پر وہ رحم کرے اور ان کے درمیان موج حائل ہو گئی تو ہو گیا وہ ڈوبنے والوں میں سے۔

وَقِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَکِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

اور حکم ہوا اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی سخت ہو گیا اور حکم نافذ ہو گیا اور برابر ہوئی کشتی جودی پر اور فرمایا گیا دور ہو جائیں ظالم لوگ

وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحٰکِمِیْنَ ۝

اور نوح نے پکارا اپنے رب کو تو عرض کیا اے میرے رب میرا بیٹا میرا اہل ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حکم والا ہے۔

قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝

فرمایا اے نوح وہ تیرا اہل نہیں بے شک اس کے عمل نیک نہیں تو ہم سے وہ سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے ہدایت کرتا ہوں کہ نہ ہو نادانوں سے۔

قَالَ رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَسْـَٔلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْۤ اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝

عرض کی نوح نے اے میرے رب میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس کی جو ایسی چیز طلب کروں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو میں زیاں کار ہو جاؤں۔

قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ عَلَیْکَ وَعَلٰۤی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَکَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

فرمایا گیا اے نوح کشتی سے اتر سلامتی سے ہماری اور برکتیں تجھ پر اور اس جماعت پر جو تیرے ساتھ ہے۔ اور کچھ گروہ ہیں جنہیں ہم متمتع کریں گے عنقریب پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

تِلْکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَا

یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں

اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۚ فَاصْبِرْ ۚ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

انہیں نہ تم جانتے تھے نہ تمہاری قوم اس سے پہلے تو صبر کرو بے شک انجام کار پرہیزگاروں کے حق میں ہے۔

حل لغات چوتھا رکوع سورۃ ہود۔ پ ۱۲

وَاُوْحِيَ۔ اور وحی کی گئی	اِلٰی۔ طرف	نُوْحٍ۔ نوح علیہ السلام کی	اَنَّهٗ۔ کہ بے شک
لَنْ يُّؤْمِنَ۔ ہرگز ایمان نہ لائے گا		مِنْ قَوْمِكَ۔ تیری قوم میں سے	
اِلَّا مَنْ۔ مگر جو	قَدْ اٰمَنَ۔ ایمان لایا	فَلَا تَبْتَئِسْ۔ سو نہ غم کھا تو	
بِمَا۔ اس کا	كَانُوْا۔ جو تھے وہ	يَفْعَلُوْنَ۔ کرتے	وَاصْنَعِ۔ اور بنا
الْفُلْكَ۔ کشتی	بِاَعْيُنِنَا۔ ہماری نگرانی میں	وَوَحْيِنَا۔ اور ہماری وحی کے مطابق	وَلَا۔ اور نہ
تُخَاطِبْنِيْ۔ گفتگو کر مجھ سے	فِي الَّذِيْنَ۔ ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے		ظَلَمُوْا۔ ظلم کیا
اِنَّهُمْ۔ کہ وہ	مُّغْرَقُوْنَ۔ غرق کیے جائیں گے	وَيَصْنَعُ۔ اور بناتا تھا	الْفُلْكَ۔ کشتی
وَكُلَّمَا۔ اور جب بھی	مَرَّ۔ گزرتے	عَلَيْهِ۔ اس پر	مَلَاٌ۔ سردار
مِّنْ قَوْمِهٖ۔ اس کی قوم میں سے		سَخِرُوْا۔ ٹھٹھا کرتے	مِنْهُ۔ اس سے
قَالَ۔ فرمایا	اِنْ تَسْخَرُوْا۔ اگر ٹھٹھا کرتے ہو تم		مِنَّا۔ ہم سے
فَاِنَّا۔ تو ہم بھی	نَسْخَرُ۔ ٹھٹھا کریں گے	مِنْكُمْ۔ تم سے	كَمَا۔ جیسے
تَسْخَرُوْنَ۔ تم ٹھٹھا کرتے ہو	فَسَوْفَ۔ پھر جلدی	تَعْلَمُوْنَ۔ جان لو گے تم	مَنْ۔ کون ہے کہ
يَّاْتِيْهِ۔ آتا ہے اس پر	عَذَابٌ۔ عذاب جو	يُّخْزِيْهِ۔ رسوا کرے اس کو	وَيَحِلُّ۔ اور اترتا ہے
عَلَيْهِ۔ اس پر	عَذَابٌ۔ عذاب	مُّقِيْمٌ۔ ہمیشہ رہنے والا	حَتّٰی۔ یہاں تک کہ
اِذَا۔ جب	جَآءَ۔ آیا	اَمْرُنَا۔ ہمارا حکم	وَفَارَ۔ اور جوش مارا
التَّنُّوْرُ۔ تنور نے	قُلْنَا۔ ہم نے کہا	احْمِلْ۔ سوار کر	فِيْهَا۔ اس میں
مِنْ كُلٍّ۔ ہر چیز کے	زَوْجَيْنِ۔ جوڑے	اثْنَيْنِ۔ دو دو	وَاَهْلَكَ۔ اور اپنے گھر والوں کو
اِلَّا۔ مگر	مَنْ۔ جو	سَبَقَ۔ گزری	عَلَيْهِ۔ اس پر
الْقَوْلُ۔ بات	وَمَنْ۔ اور جو	اٰمَنَ۔ ایمان لایا	وَمَا۔ اور نہ
اٰمَنَ۔ ایمان لائے	مَعَهٗ۔ اس کے ساتھ	اِلَّا قَلِيْلٌ۔ مگر تھوڑے	وَقَالَ۔ اور کہا

اِرْكَبُوْا۔ سوار ہو جاؤ — فِيْهَا۔ اس میں — بِسْمِ اللّٰهِ۔ اللہ کے نام کے ساتھ ہے
مَجْرٖىهَا۔ اس کا چلنا — وَمُرْسٰهَا۔ اور اس کا ٹھہرنا — اِنَّ۔ بے شک — رَبِّيْ۔ میرا رب
لَغَفُوْرٌ۔ بخشنے والا — رَّحِيْمٌ۔ مہربان ہے — وَهِيَ۔ اور وہ — تَجْرِيْ۔ چلتی تھی
بِهِمْ۔ ان کو لے کر — فِيْ مَوْجٍ۔ موجوں — كَالْجِبَالِ۔ پہاڑوں جیسی ہیں — وَنَادٰى۔ اور آواز دی
نُوْحُ۔ نوح نے — ابْنَهٗ۔ اپنے بیٹے کو — وَكَانَ۔ اور وہ تھا — فِيْ مَعْزِلٍ۔ کنارہ میں
يٰبُنَيَّ۔ اے میرے بیٹے — ارْكَبْ۔ سوار ہو جا — مَّعَنَا۔ ہمارے ساتھ — وَلَا تَكُنْ۔ اور نہ ہو
مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ۔ کافروں کا ساتھی — قَالَ۔ اس نے کہا — سَاٰوِيْ۔ میں جلدی پناہ لونگا
اِلٰى۔ طرف — جَبَلٍ۔ پہاڑ کی — يَّعْصِمُنِيْ۔ وہ بچائے مجھ کو — مِنَ الْمَآءِ۔ پانی سے
قَالَ۔ کہا — لَا عَاصِمَ۔ کوئی بچانے والا نہیں — الْيَوْمَ۔ آج کے دن — مِنْ اَمْرِ۔ حکم
اللّٰهِ۔ الٰہی سے — اِلَّا مَنْ۔ مگر جس پر — رَّحِمَ۔ وہ رحم کرے — وَحَالَ۔ اور حائل ہوئی
بَيْنَهُمَا۔ ان کے درمیان — الْمَوْجُ۔ موج — فَكَانَ۔ پھر ہو گیا — مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ۔ غرق کیے گیوں سے
وَقِيْلَ۔ اور کہا گیا — يٰاَرْضُ۔ اے زمین — ابْلَعِيْ۔ نگل جا — مَآءَكِ۔ اپنا پانی
وَيَا۔ اور اے — سَمَآءُ۔ آسمان — اَقْلِعِيْ۔ بند کر دے — وَغِيْضَ۔ اور خشک ہو گیا
الْمَآءُ۔ پانی — وَقُضِيَ۔ اور فیصلہ کیا گیا — الْاَمْرُ۔ کام کا — وَاسْتَوَتْ۔ اور جا ٹھہری
عَلَى الْجُوْدِيِّ۔ جودی پہاڑ پر — وَقِيْلَ۔ اور کہا گیا — بُعْدًا۔ دوری ہو — لِّلْقَوْمِ۔ قوم
الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالم کے لیے — وَنَادٰى۔ اور پکارا — نُوْحٌ۔ نوح نے — رَّبَّهٗ۔ اپنے رب کو
فَقَالَ۔ پھر کہا — رَبِّ۔ اے میرے رب — اِنَّ ابْنِيْ۔ بیشک میرا بیٹا — مِنْ اَهْلِيْ۔ میرے گھر والوں سے
وَاِنَّ۔ اور بیشک — وَعْدَكَ۔ تیرا وعدہ — الْحَقُّ۔ سچا ہے — وَاَنْتَ۔ اور تو
اَحْكَمُ۔ سب سے بڑا — الْحٰكِمِيْنَ۔ حاکم ہے — قَالَ۔ کہا — يٰنُوْحُ۔ اے نوح
اِنَّهٗ۔ بے شک وہ — لَيْسَ۔ نہیں ہے — مِنْ اَهْلِكَ۔ تیرے گھر والوں سے — اِنَّهٗ۔ بے شک اسکے
عَمَلٌ۔ عمل — غَيْرُ۔ نہیں ہیں — صَالِحٍ۔ اچھے — فَلَا۔ پھر نہ
تَسْـَٔلْنِ۔ سوال کر تو مجھ سے — مَا لَيْسَ۔ جو نہیں ہے — لَكَ۔ تجھ کو — بِهٖ۔ اس کا کوئی
عِلْمٌ۔ کوئی علم — اِنِّيْٓ۔ بے شک میں — اَعِظُكَ۔ نصیحت کرتا ہوں تجھ کو — اَنْ۔ یہ کہ
تَكُوْنَ۔ ہو تو — مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ جاہلوں سے — قَالَ۔ کہا
رَبِّ۔ اے میرے رب — اِنِّيْٓ۔ بے شک میں — اَعُوْذُ بِكَ۔ پناہ مانگتا ہوں تجھ سے — اَنْ۔ یہ کہ

اَسْئَلَكَ۔ سوال کروں تجھ سے | مَا لَيْسَ۔ اس کا جو نہیں ہے | لِيْ۔ مجھ کو | بِهٖ۔ اس کا
عِلْمٌ۔ کوئی علم | وَاِلَّا۔ اور اگر نہ | تَغْفِرْ۔ بخشے تو | لِيْ۔ مجھے
وَتَرْحَمْنِيْ۔ اور رحم کرے | اَكُنْ۔ تو ہو جاؤں گا میں | مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ خسارہ اٹھانے والوں سے
قِيْلَ۔ کہا گیا | يٰنُوْحُ۔ اے نوح | اهْبِطْ۔ اتر | بِسَلٰمٍ۔ سلامتی سے
مِّنَّا۔ ہماری طرف سے | وَبَرَكٰتٍ۔ اور برکتیں ہیں | عَلَيْكَ۔ تجھ پر | وَعَلٰٓى۔ اور اوپر
اُمَمٍ۔ امتوں کے | مِّمَّنْ۔ ان میں سے | مَّعَكَ۔ جو تیرے ساتھ ہیں | وَاُمَمٌ۔ اور کچھ امتیں ہیں
سَنُمَتِّعُهُمْ۔ کہ فائدہ دیں گے ہم ان کو | ثُمَّ يَمَسُّهُمْ۔ پھر پہنچے گا ان کو | مِّنَّا۔ ہماری طرف سے
عَذَابٌ۔ عذاب | اَلِيْمٌ۔ دردناک | تِلْكَ۔ یہ ہیں | مِنْ اَنْۢبَآءِ۔ خبریں
الْغَيْبِ۔ غیب کی | نُوْحِيْهَآ۔ وحی کرتے ہیں ہم | اِلَيْكَ۔ تیری طرف | مَا كُنْتَ۔ نہیں تھا تو
تَعْلَمُهَآ۔ جانتا اس کو | اَنْتَ۔ تو | وَلَا۔ اور نہ | قَوْمُكَ۔ تیری قوم
مِنْ قَبْلِ۔ پہلے | هٰذَا۔ اس سے | فَاصْبِرْ۔ پھر صبر کر | اِنَّ۔ بے شک
الْعَاقِبَةَ۔ انجام کار | لِلْمُتَّقِيْنَ۔ پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع۔ سورہ ہود۔ پ ۱۲

"وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اور وحی ہوئی نوح کی طرف کہ تمہاری قوم سے ہرگز ایمان نہ لائیں گے مگر جتنے ایمان لا چکے تو غم نہ کریں ان کے افعال پر"۔

یعنی ان کے کفر اور آپ کی تکذیب اور ایذا رسانی پر غم نہ فرمائیں اس لیے کہ بعثت مرسلین کی حجت قائم ہونے کے بعد ہی بدلہ لیا کرتے ہیں۔ لہٰذا اب آپ کے اعداء سے انتقام کا وقت آگیا ہے لہٰذا۔

فَلَا تَبْتَئِسْ يَعْنِيْ لَا تَتَكَلَّمْ بِالْبُؤْسِ وَلَا تَحْزَنْ بِمَا كَانُوْا يَتَعَاطُوْنَهٗ مِنَ التَّكْذِيْبِ وَالْاِسْتِهْزَآءِ وَالْاِيْذَاءِ فِيْ هٰذِهِ الْمُدَّةِ الطَّوِيْلَةِ فَقَدْ حَانَ وَقْتُ الْاِنْتِقَامِ مِنْهُمْ۔

عربی میں بؤس کہتے ہیں تکلیف اور شدت کو۔

اور اس کے معنی اپنے اپنے موقعہ پر علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔

بؤس:۔ اَلْبُؤْسُ وَالْبَأْسُ وَالْبَاْسَاءُ۔ اَلشِّدَّةُ وَالْمَكْرُوْهُ۔

اِلَّا اَنَّ الْبُؤْسَ فِي الْفَقْرِ وَالْحَرْبِ اَكْثَرُ وَالْبَأْسُ وَالْبَاْسَاءُ فِي النِّكَايَةِ نَحْوُ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَأْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا۔ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَاءِ وَالضَّرَّآءِ۔ اَلصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ۔

وقال تعالیٰ: بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ۔ وقد بَئُوسَ يَبْؤُسُ۔ وَعَذَابٌ بَئِيْسٌ۔ قِيْلَ مِنَ الْبَأْسِ اَوْمِنَ الْبُؤْسِ فَلَا تَبْتَئِسْ۔ اَیْ لَا تَلْتَزِمِ الْبُؤْسَ وَلَا تَحْزَنْ۔

وَفِی الْخَبْرِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَكْرَهُ الْبُؤْسَ وَالتَّبَاؤُسَ وَالتَّبَؤُّسَ اَیِ الضَّرَاعَةَ لِلْفُقَرَاءِ اَوْاَنْ يُجْعَلَ ذَلِيْلًا وَيُتَكَلَّفُ ذَالِكَ جَمِيْعًا۔

وَبِئْسَ كَلِمَةٌ تُسْتَعْمَلُ فِیْ جَمِيْعِ الْمَذَامِّ كَمَا وَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۔ وَبِئْسَ الْقَرَارُ وَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ۔ بِئْسَ لِلظَّالِمِيْنَ بَدَلًا۔ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔ وَاَصْلُ بِئْسَ بَئِسَ وَهُوَمِنَ الْبُؤْسِ۔

خلاصہ کلام یہ کہ فَلَا تَبْتَئِسْ کے معنی نہ غم کھانے کے ہوئے۔ اس لیے کہ بُؤس اپنے کو کمزور وضعیف محسوس کرنے کے موقع پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

تو علامہ آلوسی نے اس کی تفسیر میں فرمایا فَلَا تَلْتَزِمِ الْبُؤْسَ وَلَا تَحْزَنْ۔ کفار قوم کی تکذیب پر آپ غم نہ کریں۔ اور غمگین نہ ہوں۔

روح المعانی میں آلوسی فرماتے ہیں اِقْنَاطٌ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ اِيْمَانِهِمْ وَاِعْلَامٌ بِاَنَّهٗ لَمْ يَبْقَ فِيْهِمْ مَنْ يُتَوَقَّعُ اِيْمَانُهٗ۔ حضرت نوح علیہ السلام ان کے ایمان سے ناامید ہو چکے تھے اور ظاہر نظر آتا تھا کہ ان میں ایسا کوئی باقی نہ تھا جس سے ایمان کی توقع کی جاتی۔

اسحاق بن بشر اور ابن عساکر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ اِنَّ نُوْحًا عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُضْرَبُ ثُمَّ يُلَفُّ فِیْ لِبْدٍ فَيُلْقٰى فِیْ بَيْتِهٖ يَرَوْنَ اَنَّهٗ قَدْ مَاتَ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيَدْعُوْهُمْ نوح علیہ السلام کو ان کی قوم مارتے مارتے بے حرکت کر کے کمبل میں لپیٹ کر آپ کے مکان میں ڈال آتے آپ اس کمبل سے نکلتے اور پھر بدستور قوم کو دعوت توحید دیتے۔ قوم سمجھتی آپ انتقال فرما گئے لیکن پھر آپ سرگرم تبلیغ ہو جاتے۔

لِبْدٌ: عربی میں کہتے ہیں اَلشَّعْرُ الْمُجْتَمِعُ یعنی جمایا ہوا اُون جسے نمدہ کہتے ہیں۔ کذا فی المنجد

اور ایک روایت متفق علیہ میں ہے کہ۔

اَنْ جَاءَهٗ رَجُلٌ وَّمَعَهٗ اِبْنُهٗ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى عَصَا فَقَالَ يَا بُنَيَّ اُنْظُرْ هٰذَا الشَّيْخَ لَا يَغُرَّنَّكَ قَالَ يَا اَبَتِ اَمْكِنِّیْ مِنَ الْعَصَا فَاَخَذَ الْعَصَا ثُمَّ قَالَ ضَعْنِیْ عَلَى الْاَرْضِ فَوَضَعَهٗ فَمَشٰى اِلَيْهِ فَضَرَبَهٗ فَشَجَّهٗ مُوْضِحَتَهٗ فِیْ رَاْسِهٖ وَسَالَتِ الدِّمَاءُ فَقَالَ نُوْحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبِّ قَدْ تَرٰى مَا يَفْعَلُ بِیْ عِبَادُكَ فَاِنْ يَكُ لَكَ فِیْ عِبَادِكَ حَاجَةٌ فَاهْدِهِمْ وَاِنْ يَكُنْ غَيْرُ ذَالِكَ

فَصَبِّرْنِیْ اِلٰی اَنْ تَحْکُمَ وَاَنْتَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ فَاَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَیْہِ ذَا یَئِسَہٗ مِنْ اِیْمَانِ قَوْمِہٖ وَاَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ لَمْ یَبْقَ فِیْ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَلَا فِیْ اَرْحَامِ النِّسَآءِ مُؤْمِنٌ۔

ایک آدمی آپ کی قوم کا آیا اس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا وہ لینے عصا کے سہارے تکیہ لگائے ہوئے تھا تو اس نے کہا بیٹا اس ضعیف آدمی کو پہچان لے کہیں یہ تجھے بہکا نہ دے اس بیٹے نے کہا بابا مجھے عصا دینا تو وہ عصا تھام کر چلا اور حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پہنچ کر اس نے وہ عصا ایسا مارا کہ آپ کی پیشانی سے خون بہ نکلا۔ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی تو دیکھ رہا ہے کہ میرے ساتھ تیرے بندے کیا کر رہے ہیں اگر تیری مشیت ان بندوں سے کسی کام لینے کی ہے تو انہیں ہدایت فرما دے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو مجھے صبر عطا فرما حتی کہ تیرا حکم نافذ ہو اور تو سب سے بڑا حکم دینے والا ہے تو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اور قوم کے ایمان سے آپ کو مایوس فرما کر خبر دی کہ اب اس قوم کے صلب سے اور ان کی عورتوں کے رحم سے کوئی مومن باقی نہیں رہے گا۔

چنانچہ وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّہٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ میں اسی واقعہ کا تذکرہ ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

"وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا اور کشتی بناؤ ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے اور ظالموں کے بارے میں ہم سے بات نہ کرنا وہ ضرور غرق کیے جائیں گے"۔

یعنی ہمارے سامنے ہماری تعلیم سے کشتی بناؤ جیسے ہم وحی کے ذریعہ تمہیں بتائیں اور اب اپنی اس ظالم قوم کے لیے ہمارے حضور شفاعت اور دفع عذاب کی عرض نہ کرنا کہ ان کا غرق ہونا اب مقدر ہو چکا ہے۔

چنانچہ اسحق بن بشر اور ابن عساکر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانا نہیں جانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اس کشتی کا سر مرغ کے سر کی شکل میں بناؤ اور اس کی کشادگی پرند کے دھڑ کی صورت میں رکھو اور اس کا پچھلا حصہ مرغ کی دم کی صورت میں اور اس میں دائیں بائیں کئی ایک دروازے رکھو اور اسے مونج بانس سے کسو۔

اَلدُّسَارُ شَیْئٌ کَاللِّیْفِ تُشَدُّ بِہٖ اَلْوَاحُ السَّفِیْنَۃِ دسار اس شئے کو کہتے ہیں جس سے کشتی کے تختے کسے جاتے ہیں (منجد)

وَاَمَرَہٗ اَنْ یَّطْلِیَہَا بِالْقَارِ۔ اور حکم ہوا کہ روغن قار اس پر طلا کریں اور اس زمین میں دہن القار نہ تھا

تو اللہ تعالے نے آپ کے لیے عَیْنُ الْقَارِ یعنی تارکول کا چشمہ جاری کر دیا جو کھودا گیا وہ اس سے ابلتا تھا۔ اور اسی روایت میں ہے کہ اللہ تعالے نے جبرئیل علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے کشتی بنانا سکھایا اور قار تارکول کے معنی میں آتا ہے جس سے کشتی کو طلا کیا تاکہ وہ پانی سے محفوظ رہے۔

ایک قول ہے کہ ملائکہ نے آکر آپ کو کشتی بنانی سکھائی۔ اور

وَلَا تُخَاطِبْنِیْ میں جو فرمایا وہ اس لیے کہ جب عذاب مقدر ہو جاتا ہے تو وہ واپس نہیں ہوتا جیساکہ فرمایا اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ تو پہلے ہی فریاد یا ہم سے دعا نہ کرنا کہ یہ عذاب ٹل جائے اس لیے کہ وہ ضرور غرق کیے جائیں گے وَقَدْ جَرٰی بِهٖ الْقَضَآءُ وَجَفَّ الْقَلَمُ فَلَا سَبِیْلَ اِلٰی کَفِّهٖ۔ اور یقیناً ہمارا حکم نافذ ہو چکا ہے اور قلم لکھ کر خشک ہو چکا تو اس عذاب کے رکنے کی اب کوئی سبیل نہیں ہے۔

آلوسی فرماتے ہیں اس سے مراد وہی ہیں جو آپ کی قوم سے ایمان نہیں لائے۔

ایک قول یہ بھی ہے اس قطعیت میں واعلہ آپ کی بیوی اور کنعان آپ کا بیٹا مراد ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

"وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ اور نوح کشتی بناتے تھے اور جو بھی گذرتا اس کی قوم کا سردار اس جگہ سے وہ ان سے مسخری کرتا۔"

قتادہ اور عکرمہ اور کلبی سے روایت ہے کہ وہ کشتی ساج کی لکڑی کی تھی اور آپ نے اسے کاشت کیا تھا حتی کہ وہ طول میں چار سو ذراع لمبا ہو گیا اور ذراع کندھے تک کا ہوتا ہے (جو ہمارے سرکاری گز سے گیارہ گرہ بنتا ہے) یہ چالیس سال میں درخت پورا ہوا گویا ہمارے انگریزی گز کے حساب سے تقریباً پونے تین سو گز کا طول بنتا ہے۔

سلیمان الفراسی کی روایت کے اعتبار سے بیس سال ملتے ہیں۔

اور ایک قول سے معلوم ہوتا ہے آپ ایک سال اسے سینچتے رہے اور پھر کاٹ کر سکھاتے رہے ساج کی لکڑی کو اردو میں ساکھ کہتے ہیں۔

عمرو بن حارث کہتے ہیں لَمْ یَغْرِسْهُ بَلْ قَطَعَهٗ مِنْ جَبَلِ لُبْنَانَ آپ نے اسے سینچا نہیں بلکہ جبل لبنان سے اسے کاٹا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ کشتی شمشاد کے درخت سے بنائی تھی اور جبل لبنان سے اسے کاٹا تھا۔

ایک روایت ہے جو توریت سے منقول ہے اس میں بتایا تھا کہ وہ کشتی صنوبر کے درخت کی تھی۔

ایک روایت ہے کہ سام اور حام اور یافث نوح علیہ السلام کے ساتھ اس کشتی کے بنانے میں شریک تھے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت علیہ السلام کے ساتھ بہت لوگ تھے جو مزدوری پہ کشتی گھڑنے میں ان کے ساتھ شریک تھے۔

یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ کشتی طول میں تین سو ذراع تھی اور عرض میں پچاس ذراع اور اونچی تیس ذراع اور ذراع کی مقدار ہم اوپر بتا چکے ہیں۔

ابن جریر وغیرہ حسن سے راوی ہیں کہ اس کشتی کا طول ایک ہزار دو سو ذراع تھا اور عرض چھ سو ذراع اور اس میں دروازے بنائے گئے تھے اور وہ تیس سال میں بروایت مجاہد مکمل ہوئی تھی۔

اور حضرت کعب احبار سے مروی ہے کہ چالیس سال میں مکمل ہوئی۔

اور ایک روایت ہے ساٹھ سال میں وہ کشتی تکمیل کو پہنچی۔

ایک روایت ہے کہ سو برس میں مکمل ہوئی۔

ایک روایت ہے چار سو سال میں بنی۔

اور اس امر میں بھی مختلف روایتیں ہیں کہ وہ کہاں بنائی گئی تھی۔

ایک قول ہے کہ وہ کوفے میں بنی۔

ایک قول ہے کہ وہ ہند میں تیار کی گئی۔

ایک قول ہے کہ وہ ایک جزیرہ میں بنائی گئی۔

ایک قول ہے کہ وہ ارض شام میں مکمل کی گئی۔

بہرحال منصوص قطعی یہی ہے کہ کشتی حضرت نوح علیہ السلام نے بنائی۔ اس پر ایمان رکھنا چاہیے باقی رہا یہ کہ کتنی عریض و طویل تھی کہاں بنائی گئی وہ اختلاف رِوات کی بنا پر ہم قطعی نہیں بتا سکتے کہ کہاں بنائی گئی اور کتنی عریض و طویل بنائی گئی اس لیے کہ ؎

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

مگر قرآن کریم کشتی بنانے کا تذکرہ فرماتا ہے اس لیے اس سے انکار کرنا کفر ہے باقی عرض و طول و مقام کی بحث محض رِوات پر ہے اس لیے اس کی تحقیق محقق نہیں کی جا سکتی۔ اور یہی حال مدت ساخت کا ہے۔

آگے ارشاد ہے۔

"کُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ" جو بھی ان کی قوم کا سردار گذرتا تمسخر کرتا۔"

حضرت نوح علیہ السلام سے مذاق کرتے اس پر آلوسی صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔
یہ تمسخر یا تو اس وجہ سے کرتے تھے کہ وہ کشتی کو جانتے ہی نہ تھے اور اس کے طریقہ استعمال سے جاہل تھے تو ہنستے تھے اور اس پر روایت ابن عباس شاہد بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا اِصْنَعِ الْفُلْكَ کشتی بناؤ تو آپ نے عرض کیا یَا رَبِّ وَمَا الْفُلْكُ الٰہی کشتی کیا ہوتی ہے ارشاد ہوا بَيْتٌ مِّنْ خَشَبٍ يَجْرِيْ عَلٰى وَجْهِ الْمَآءِ وہ ایک لکڑی کا گھر ہوتا ہے جو پانی پر چلتا ہے تو نوح علیہ السلام نے عرض کیا یَا رَبِّ وَاَيْنَ الْمَآءُ الٰہی یہاں پانی کہاں ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوا اِنِّيْ عَلٰى مَا اَشَآءُ قَدِيْرٌ ہم جو چاہیں اس پر قادر ہیں۔

اور چونکہ حضرت نوح علیہ السلام اس کشتی کو خشکی کے میدان میں بنا رہے تھے جو پانی سے بہت دور تھا اس پر وہ ہنستے تھے اور یہ بھی طعن دیتے تھے یَا نُوْحُ صِرْتَ نَجَّارًا بَعْدَ مَا كُنْتَ نَبِيًّا۔ اے نوح نبی بن کر بڑھئی یعنی ترکھان بن گئے۔

اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ وہ لوگ کشتی کو جانتے تھے اس کی تصدیق میں ابن جریر اور حاکم کی روایت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی موجود ہے۔ فرماتی ہیں حضور نے فرمایا۔
حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں پچاس کم ایک ہزار سال رہے اور قوم کو دعوت اسلام دیتے رہے حتی کہ آخر زمانہ بعثت میں آپ نے ایک درخت بویا وہ بہت بڑا ہو گیا پھر آپ نے اسے کاٹا پھر اس کی کشتی بنائی قوم کے لوگ دیکھ کر آپ سے پوچھتے تو آپ فرماتے میں کشتی بنا رہا ہوں تو وہ تمسخر کرتے اور کہتے خشکی میں چلنے والی کشتی بنا رہے ہو یہ کیسے خشکی میں چلے گی تو حضرت نوح علیہ السلام اس کا جواب دیتے فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عنقریب جان لوگے یہ کشتی کیسے چلے گی۔
ابن عطیہ کہتے ہیں کہ قوم نوح نے کشتی کبھی دیکھی ہی نہ تھی۔
اور بعض کتب اولیات یعنی سابقہ کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلے کشتی حضرت نوح علیہ السلام نے بنائی۔ آگے ارشاد ہے۔
"قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فرمایا نوح علیہ السلام نے اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم تم پر ہنسیں گے"۔
"فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ تو عنقریب جان لوگے کس پر عذاب آتا ہے ایسا عذاب جو اسے رسوا کرے گا اور اترتا ہے وہ عذاب جو ہمیشہ رہے"۔
اس سے مراد عذاب آخرت ہے اس لیے کہ دنیا کا عذاب ہمیشہ رہ ہی نہیں سکتا اس لیے کہ خود دنیا ہی ہمیشہ نہ رہے گی تو عذاب ہمیشہ کیسا۔ آگے ارشاد ہے۔

"حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا۔ حتی کہ جب آیا ہمارا حکم اور تنور اُبلا ہم نے فرمایا کشتی میں سوار کرلے ہر جنس میں سے ایک ایک جوڑا نر و مادہ سے دو اور تیرے اہل مگر وہ جن پر ہمارا قول مسابقت کرچکا اور وہ جو ایمان لائے ہیں اور آپ کے ساتھ ایمان نہیں لائے مگر تھوڑے اور کہا نوح نے سوار ہو جاؤ اس کشتی میں اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے"۔

فَارَ التَّنُّوْرُ سے ایک تو یہ مراد ہے کہ نَبَعَ مِنْهُ الْمَآءُ یعنی تنور سے پانی ابلنا شروع ہوگیا۔ اور تنور سے مراد وہی روٹی پکانے والا تنور ہے۔ یہی تحقیق صحیح ہے۔

اب اختلافی اقوال بھی بغرض تفکر و ازدیاد علم پیش ہیں۔

حسن اور مجاہد کہتے ہیں تَنُّوْرُ الْحَوَّآءِ تَخْبِزُ فِيْهِ ثُمَّ صَارَ لِنُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ مِنْ حِجَارَةٍ۔ یہ تنور حضرت حوا کا تھا جس میں آپ روٹی بنایا کرتی تھیں اور یہ کنکروں سے بنایا گیا تھا پھر حضرت نوح علیہ السلام کی ارث ہوگیا۔

ایک قول ہے کہ یہ تنور کوفہ میں مسجد کی داہنی طرف تھا باب کندہ کے پاس۔

ایک روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہے اس میں یہی ہے کہ وہ تنور کوفہ کی مسجد کے قریب تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ تنور ہند میں تھا۔

ایک قول ہے کہ وہ جزیرہ عمریہ کی زمین پر عین وروصا پر تھا۔ یا شام میں تھا۔

پھر ایک قول یہ بھی ہے لَيْسَ الْمُرَادُ بِهٖ تَنُّوْرًا مُّعَيَّنًا بَلِ الْجِنْسُ وَالْمَآءُ فَارَ الْمَآءُ مِنَ التَّنَانِيْرِ وَذٰلِكَ مِنْ عَجِيْبِ الْقُدْرَةِ مَالَا يَخْفٰى۔

پانی کا ابلنا کسی تنور معین سے مراد نہیں بلکہ تنور پر الف لام جنس ہے جس سے تمام تنوروں سے وفور ماء ہوا اور یہ قدرت کے عجائبات سے ہے۔

اور یہ منافی قرآن بھی نہیں اس لیے کہ وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا بھی فرمایا ہے تو ممکن ہے اس عذاب کے وقت زمین سے چشمے جاری ہو گئے ہوں اور تنوروں سے فوران ماء ہوا ہو۔

اور تنور بروزن تفعول ہے اس کا مبدأ اشتقاق نور ہے جس کی اصل تنوور تھی تو پہلے واؤ کو بوجہ انضمام ہمزہ سے بدل کر ہمزہ کو حذف کر دیا اور نون کو نون میں مدغم کر دیا۔ تنّور ہوگیا۔

ایک قول یہ ہے کہ تنور عجمی ہے اس کا مبدأ اشتقاق نہیں البتہ اس کا مادہ تنر ہے اور کلام عرب

میں نون آنے سے قبل نہیں آتا اور نرجس بھی اسی طرح معرب ہے نرگس سے۔

اور سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ اور زہری سے مروی ہے اِنَّ التَّنُّوْرُ وَجْهُ الْاَرْضِ مَعِیْنًا۔ تنور سے مراد اس جگہ وجہ الارض ہے۔

اور قتادہ کے نزدیک یہ ہے کہ اِنَّہٗ اَشْرَفُ مَوْضِعٍ مِّنْهَا اَیْ اَعْلَاهُ وَاَرْفَعُهٗ کہ وہ ایک بلند مقام تھا۔

ابن جریر اور ابو الشیخ وغیرہ علی کرم اللہ وجہہ سے فرماتے ہیں اِنَّہٗ تَنْوِیْرُ الصُّبْحِ۔ کہ وہ صبح کی روشنی ہے۔

بعض نے یہ جائز رکھا کہ فوران تنور مجازاً استعمال کیا گیا ہو جس کے حقیقی معنی ظہور عذاب اور شدت ہول ہوں۔ آگے ارشاد ہے۔

"قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا۔ ہم نے فرمایا اس کشتی میں سوار کر لو ہر ایک سے ایک ایک جوڑا"

یعنی تمام انواع حیوان سے ایک ایک جوڑا نر و مادہ سوار کرو جن سے تم منتفع ہوتے ہو تاکہ عذاب غرق سے وہ محفوظ رہیں۔

چنانچہ روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں تین درجے رکھے تھے نیچے کے درجہ میں وحوش اور درندے اور ہوام رکھے تھے۔ درجہ وسطیٰ میں دواب و انعام کو رکھا اور درجہ اعلیٰ میں آپ معہ زاد راحلہ خورد و نوش کے رہے اور اسی درجہ میں جسد آدم علیہ السلام رکھا جو عورتوں اور مردوں میں حائل تھا اور یہ جسد مبارک بموجب وصیت آپ کے ورثہ میں آدم علیہ السلام کے صاحبزادوں کے بعد آیا تھا۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ درجہ سفلی میں وحوش اور وسطی میں خورد و نوش کا سامان اور علیا میں خود معہ اپنے مومنین کے امت کے رہے۔

اس کی تائید میں اسحق بن بشر وغیرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی مروی ہے۔

اس کے بعد ایسی روایات ہیں جن کے بیان سے تفسیر ایک افسانہ بن جاتی ہے۔ اس لیے ہم ان روایتوں کو نظر انداز کرتے ہیں جسے دیکھنا ہو وہ اس رکوع کی تفسیر میں روح المعانی کے اندر دیکھے۔

ان سب کا خلاصہ علامہ آلوسی نے نہایت جامع طور پر فرمایا اور وہ قابل تسلیم بھی ہو سکتا ہے چنانچہ تمام روایات نقل فرما کر لکھتے ہیں۔

وَفِیْ کُتُبِ الْاَخْبَارِ کَثِیْرٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاٰثَارِ الَّتِیْ یُقْضٰی مِنْهَا الْعَجَبُ وَاَنَا لَا اَعْتَقِدُ

سِوٰی اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی عَزَّتْ قُدْرَتُہٗ۔

یعنی کتب اخبار میں کافی روائتیں ہیں اور ایسی ایسی روائتیں ہیں جن سے تعجب ہوتا ہے اور ہم ان پر کوئی عقیدہ نہیں رکھتے سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ میں غالب ہے۔

اور وَاَھْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْہِ الْقَوْلُ میں جو آپ کے اہل کے لیے حکم ہوا اس کی اصل بعض حدیثوں میں یہ ملتی ہے اِمْرَأَتُہُ الْمُسْلِمَۃُ وَبَنُوْہُ مِنْھَا وَھُمْ سَامُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھُوَ اَبُو الْعَرَبِ وَحَامُ وَھُوَ اَبُو السُّوْدَانِ۔ آپ کی مسلمان بیوی اور آپ کے مومن بیٹے کشتی میں آئے جیسے سام علیہ السلام یہ ابو العرب تھے اور حام یہ ابو السوڈان تھے اور یافث یہ ابو الترک تھے۔

اور اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْہِ الْقَوْلُ سے وہ مراد ہیں جن کا غرق ہونا مقدر ہو چکا ہے۔

اس میں آپ کی کافرہ بیوی جس کا نام وَاعِلَہ تھا یا وَالِقَہ اور اس کا بیٹا کنعان جس کا نام یام تھا اور کنعان لقب تھا اور یہ دونوں کافر تھے۔

دفعِ دخلِ مقدّر

وَفِیْ ھٰذَا دِلَالَۃٌ عَلٰی اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ یَحِلُّ لَھُمْ نِکَاحُ الْکَافِرَۃِ بِخِلَافِ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام پر نکاح کافرہ حلال تھا بخلاف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ وَمَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ ھَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَۃً مُّؤْمِنَۃً اِنْ وَّھَبَتْ نَفْسَھَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَھَا خَالِصَۃً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

اے نبی ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیبیاں جن کو تم مہر دو اور تمہارے ہاتھ کی ملکیت کنیزیں جو اللہ نے تمہیں (جہاد سے) غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی اور ایمان والی عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے یہ رعایت خاص تمہارے لیے ہے دوسرے مومنوں یعنی امت کے لیے نہیں۔

"وَمَنْ اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَہٗٓ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ اور جو مسلمان ہیں اور نوح کے ساتھ مسلمان نہ تھے مگر تھوڑے"۔

چنانچہ آپ کی سات بیویاں تھیں اور تین بیٹے اور تین کنائن یعنی خادمہ تھیں۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں اِنَّھُمْ کَانُوْا عَشَرَۃً خَمْسَۃُ رِجَالٍ وَخَمْسُ نِسْوَۃٍ وہ دس بندے تھے پانچ مرد اور پانچ عورتیں۔

اور دوسری روایت میں ہے اِنَّھُمْ کَانُوْا مَعَ نُوْحٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ عِشْرِیْنَ نِصْفُھُمْ رِجَالٌ وَنِصْفُھُمُ الْاٰخَرُ نِسَاؤُھُمْ۔ وہ بیس آدمی تھے دس مرد اور دس عورتیں۔

اور ایک روایت ہے کہ وہ ۸۰ تھے نصف مرد اور نصف عورتیں۔

وَالرِّوَایَۃُ الصَّحِیْحَۃُ اَنَّھُمْ کَانُوْا تِسْعَۃً وَسَبْعِیْنَ زَوْجَتُہٗ وَبَنُوْہُ الثَّلٰثَۃُ وَنِسَاؤُھُمْ وَاثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ رَجُلًا وَّامْرَاَۃً مِّنْ غَیْرِھِمْ مِنْ بَنِیْ شِیْثٍ وَاِعْتِبَارُ الْمَعِیَّۃِ فِی الْاِیْمَانِ۔

صحیح روایت یہ ہے کہ وہ ۷۹ تھے۔ آپ کی بیوی اور تین بیٹے اور ان کی بیویاں اور بہتر مرد اور عورتیں بنی شیث سے۔

اور نوح علیہ السلام کی معیّت میں ایمان کا اعتبار ضروری تھا۔

"وَقَالَ ارْکَبُوْا فِیْھَا بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ اور کہا نوح نے سوار ہو اس کشتی میں اللہ کے نام پر ہے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا"۔

اس میں گویا یہ تعلیم دی گئی کہ بندے کا کہیں جانا کسی جگہ ٹھہرنا اللہ کے نام کے ساتھ ہے۔

دوسرا یہ بھی بتایا کہ مسلمان جب کوئی کام کرتا ہے تو بموجب ارشاد سید اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اول بسم اللہ ضرور پڑھتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَاْ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبْتَرُ۔ کوئی کام جو بلا بسم اللہ شروع ہو وہ ناکامیاب ہوتا ہے اور بسم اللہ کے ساتھ جو کام شروع ہو اس میں برکت ہوتی ہے۔

ضحاک کہتے ہیں کہ جب حضرت نوح علیہ السلام چاہتے کہ کشتی چلے تو بسم اللہ فرماتے کشتی چلنے لگتی اور جب چاہتے کہ اب ٹھہرے تو بسم اللہ پڑھتے کشتی ٹھہر جاتی۔

"اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے"۔

۔ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں وَاِنَّ السَّفِیْنَۃَ کَانَتْ تَجْرِیْ فِیْ دَاخِلِہٖ کَالسَّمَکِ

وہ کشتی طوفان کے پانی میں مچھلی کی طرح پانی کے اندر چلتی تھی۔ آگے فرماتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں اور عقل بھی اس سے انکار کرتی ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن جریر اور ابن عساکر اور عبد بن حمید بطریق مجاہد عبید بن عمرو سے راوی ہیں کہ اِنَّ الْمَاءَ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ جَبَلٍ خَمْسَۃَ عَشَرَ ذِرَاعًا۔ پانی ہر پہاڑ کی چوٹی پر پندرہ ذراع چڑھا ہوا تھا۔ آگے ارشاد ہے۔

"وَنَادٰی نُوْحُ ۨ ابْنَہٗ وَکَانَ فِیْ مَعْزِلٍ اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور ایک علیحدہ مقام پر تھا۔"

یعنی حضرت نوح علیہ السلام سے جدا تھا۔ آپ کے ساتھ کشتی میں سوار نہیں ہوا تھا۔ یہ طوفان پورے چالیس روز تک ایسا رہا کہ بارش چالیس روز و شب برابر برستی رہی اور زمین سے پانی ابلتا رہا حتی کہ تمام پہاڑ غرق ہو گئے (حسینی)

آپ پر کنعان منافقانہ طور پر ایمان ظاہر کرتا اور اندرونی طور پر کافر تھا اس وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام اسے پکارے اور فرمایا اے بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا (حسینی)

فِیْ مَعْزِلٍ: پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں اَیْ مَکَانٍ عَزَلَ فِیْہِ نَفْسَہٗ عَنْ اَبِیْہِ وَاِخْوَتِہٖ وَمَنْ اٰمَنَ مِنْ قَوْمِہٖ یعنی وہ ایسی جگہ اپنے کو علیحدہ کیے ہوئے تھا جہاں وہ اپنے باپ اور اپنے بھائیوں اور قوم کے مومنین سے مخفی رہے۔

ایک قول ہے کہ وہ کفار سے علیحدہ ٹھہرا ہوا تھا تو نوح علیہ السلام کو گمان ہوا کہ وہ کافروں سے علیحدگی چاہتا ہے اس وجہ میں آپ نے اسے کشتی میں آنے کے لیے فرمایا تھا۔ (آلوسی)

ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ اس کے کفر سے واقف تھے لیکن طوفان کے مشاہدہ اور ہول عذاب سے آپ کا گمان ہوا کہ وہ شاید ایمان لے آئے۔

ایک قول ہے کہ آپ کا اسے پکارنا شفقت پدری کے اقتضا پر تھا۔

"آپ نے اسے فرمایا یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ میں نہ رہ"۔

اس لیے کہ آج کافروں کے لیے کوئی پناہ نہیں ہے مگر وہ اپنے کفر پر جما رہا اور جواب دیا

"قَالَ سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ بولا میں اب کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔"

یَعْنِیْ یَعْصِمُنِیْ بِارْتِفَاعِہٖ مجھے اس پہاڑ کی بلندی غرق ہونے سے بچا لے گی اور وہ پانی مجھ تک نہ آئے گا اور اسے یہ خبر نہ تھی کہ یہ پانی عام پانی نہیں ہے بلکہ اس طوفان کا آنا ہی ہلاک کفار کی غرض سے ہے۔ فَلَابُدَّ اَنْ یُّدْرِکَھُمْ وَلَوْ کَانُوْا فِیْ قُلَلِ الْجِبَالِ تو لازمی طور پر یہ عذاب کا پانی جہاں بھی کافر ہوگا وہاں ہی اسے پکڑے گا اگرچہ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اسے جواب میں فرمایا۔

"قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔ آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے"۔

"وَحَالَ بَیْنَھُمَا الْمَوْجُ اور ان دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی تو ہو گیا وہ ڈوبنے والوں میں"۔ یعنی نوح علیہ السلام اور ان کے بیٹے کنعان کے مابین ایک موج حائل ہو گئی اور باہمی سوال و جواب منقطع کر گئی۔ یعنی نوح اور کنعان باہمی جو گفتگو کر رہے تھے اسے منقطع کرنے کو ایک ایسی موج حائل ہوئی کہ کنعان گھوڑے پر سوار تھا اسے اور اس کے گھوڑے کو لپیٹے طوفان میں لے گئی اور وہ غرق ہو گیا۔

جب طوفان اپنی نہایت کو پہنچ گیا اور کفار معہ کنعان غرق ہو چکے تو حکم الٰہی آیا۔

"وَقِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَکِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ اور کہا گیا اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور عذاب کا کام تمام ہوا اور کشتی جودی (پہاڑ) پر ٹھہری اور فرمایا گیا دور ہوں ظالم لوگ"۔

ابن منذر وغیرہ وہب بن منبہ سے راوی ہیں اِنَّ الْبَلْعَ بِمَعْنَی الْاِزْدِرَادِ لُغَۃٌ حَبَشِیَّۃٌ کہ بلع بمعنی نگلنے کے ہے یہ لغت حبشی ہے (روح المعانی)

اور ابوالشیخ جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے راوی ہیں اِنَّہٗ بِمَعْنَی الشُّرْبِ لُغَۃٌ ھِنْدِیَّۃٌ کہ بلع بمعنی پینے کے لغت ہندی میں ہے۔ (روح المعانی)

اور یٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ میں قلع کے معنی ہیں اَیْ اَمْسِکِیْ عَنْ اِرْسَالِ الْمَطَرِ یُقَالُ اَقْلَعَتِ السَّمَآءُ اِذَا انْقَطَعَ مَطَرُھَا۔ یعنی روک دینا برسنا جیسے بولتے ہیں اَقْلَعَتِ السَّمَآءُ۔ جبکہ بارش تھم جاتی ہے۔

وَغِیْضَ الْمَآءُ اَیْ نَقَصَ یُقَالُ غَاضَ اِذَا انْقَصَہٗ اور غِیْضَ الْمَآءُ کے معنی ہیں کم ہو گیا پانی محاورہ میں غَاضَہٗ بولتے ہیں جبکہ کم ہو جائے۔

جوہری یہی کہتے ہیں غَاضَ الْمَآءُ اِذَا قَلَّ وَنَضَبَ۔ غَاضَ الْمَآءُ اس وقت بولتے ہیں جب کہ پانی کم ہو جائے۔

وَقُضِيَ الْاَمْرُ اَیْ اُنْجِزَ مَا وَعَدَ اللّٰہُ یعنی حکم پورا ہو گیا جو اللہ نے وعدہ فرمایا تھا حضرت نوح علیہ السلام سے ہلاک کفار کا اور نجات مومنین کا۔

وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ اَیْ اِسْتَقَرَّتْ یُقَالُ اِسْتَوٰی عَلَی السَّرِیْرِ اِذَا اسْتَقَرَّ عَلَیْہِ۔ یعنی محاورہ اِسْتَوٰی بولتے ہیں جبکہ چارپائی یا تخت پر کوئی بیٹھ جائے تو اِسْتَوٰی عَلَی السَّرِیْرِ کہتے ہیں۔ تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ وہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی۔

ابن عطیہ فرماتے ہیں جودی موصل میں ایک پہاڑ ہے یا شام میں۔

اور جودی پر یہ کشتی یوم عاشوراء پر جا کر ٹھہری۔

احمد وغیرہ حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاُنَاسٍ مِّنَ الْیَہُوْدِ وَقَدْ صَامُوْا یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ مَا ھٰذَا الصَّوْمُ فَقِیْلَ ھٰذَا الْیَوْمُ الَّذِیْ اَنْجَی اللّٰہُ تَعَالٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ مِنَ الْغَرَقِ وَاَغْرَقَ فِیْہِ فِرْعَوْنَ وَھٰذَا یَوْمُ اسْتَوَتْ فِیْہِ السَّفِیْنَۃُ عَلَی الْجُوْدِیِّ فَصَامَ نُوْحٌ وَمُوْسٰی عَلَیْہِمَا السَّلَامُ شُکْرًا لِلّٰہِ تَعَالٰی فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَاَحَقُّ بِصَوْمِ ھٰذَا الْیَوْمِ فَصَامَ وَاَمَرَ اَصْحَابَہٗ بِالصَّوْمِ۔

حضور ایک یہودی جماعت میں سے گذرے اور وہ دسویں محرم کو روزہ سے تھے فرمایا یہ روزہ کیسا ہے عرض کیا گیا یہ وہ دن ہے کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو غرق سے نجات دی اور فرعون کو سمندر میں ڈبویا اور یہی وہ دن ہے جس دن سفینہ نوح علیہ السلام جودی پر لگا تو حضرت نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے تو حضور نے فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ زیادہ حقدار ہوں اور اس دن کا روزہ رکھنے میں ہمارا زیادہ حق ہے چنانچہ حضور نے دسویں محرم کا روزہ رکھا اور صحابہ کو اس روزہ کا حکم دیا۔

علامہ اصبہانی ترغیب میں حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں اِنَّ الْیَوْمَ الَّذِیْ وُلِدَ فِیْہِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاِنَّ صِیَامَہٗ یَعْدِلُ سَنَۃً مَّبْرُوْرَۃً وَکَانَ رُکُوْبُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالسَّفِیْنَۃِ فِیْ عَشْرٍ خَلَوْنَ مِنْ رَّجَبٍ۔

یہ وہ دن ہے جس دن عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور یہ روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے۔ اور حضرت نوح کا کشتی میں سوار ہونا بروایت قتادہ دس رجب کو ہوا اور دس محرم کو اس سے اترنا۔ اس کے لیے آئندہ روایت میں پڑھئے جسے ابن جریر عبدالعزیز بن عبدالغفور سے اور وہ اپنے والد سے

راوی ہیں۔

اَنَّہٗ رَکِبَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ اَوَّلِ یَوْمٍ مِّنْ رَجَبَ فَصَامَ ھُوَ وَمَنْ مَّعَہٗ وَجَرَتْ بِہِمُ السَّفِیْنَۃُ سِتَّۃَ اَشْہُرٍ فَانْتَہٰی ذَالِکَ اِلَی الْمُحَرَّمِ فَاَرْسَتِ السَّفِیْنَۃُ عَلَی الْجُوْدِیِّ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَصَامَ نُوْحٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاَمَرَ جَمِیْعَ مَنْ مَّعَہٗ مِنَ الْوُحُوْشِ وَالدَّوَابِّ فَصَامُوْا شُکْرًا لِلّٰہِ تَعَالٰی وَفِیْ بَعْضِ الْاٰثَارِ اَنَّہَا طَافَتْ بِہِمُ الْاَرْضَ کُلَّہَا وَلَمْ تَدْخُلِ الْحَرَمَ لٰکِنَّہَا طَافَتْ بِہٖ اُسْبُوْعًا وَاِنَّ الْحَجَرَ خُبِیَّ فِیْ جَبَلِ اَبِیْ قُبَیْسٍ وَاِنَّ الْبَیْتَ دُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ۔

حضرت نوح علیہ السلام پہلی رجب سے سوار سفینہ ہوئے اس دن آپ نے معہ ہمراہیوں کے روزہ رکھا پھر کشتی چلی اور چھ ماہ تک چلتی رہی حتیٰ کہ دس محرم کو جودی پہ پہنچی تو اس دن بھی حضرت نوح علیہ السلام نے روزہ رکھا اور سب کو روزہ رکھنے کا حکم دیا چنانچہ کشتی کے جانوروں نے بھی روزہ رکھا اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے۔

بعض حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے یہ کشتی تمام زمین پر چلتی رہی اور حرم میں داخل نہ ہو سکی۔ تو حرم کی حدود کے چاروں طرف ایک ہفتہ طواف کرتی رہی اور اس وقت حجر اسود جبل ابو قبیس پر پتھروں میں چھپایا ہوا تھا اور بیت اللہ شریف آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا۔

اور ابن عساکر مجاہد سے راوی ہیں اِنَّہٗ لَمْ یَدْخُلِ الْحَرَمَ مِنَ الْمَاءِ شَیْءٌ۔ حرم میں قطعًا پانی داخل نہیں ہوا۔

"وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ اَیْ ھَلَاکُہُمْ۔ یعنی کفار قوم نوح کے لیے ہلاکت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ طوفان نوح سے کوئی کافر اس زمانہ کا نہیں بچا مگر عُوج بن عُوق اور طوفان کا پانی عوج بن عوق کی کونچوں تک رہا اور اس کی نجات کا سبب یہ ہوا کہ نوح علیہ السلام کو ایک دفعہ سال کی لکڑی کی ضرورت پڑی اور وہ لانی دشوار تھی تو عوج بن عوق نے ملک شام سے لا کر پیش کی تو اللہ تعالے نے اس خدمت کے بدلہ میں اسے غرق طوفان سے نجات دی۔

عُوج بن عُوق لضمہا ہے یعنی دونوں عین پیش کے ساتھ ہیں۔ یہ عہد آدم علیہ السلام میں پیدا ہوا اور عہد موسیٰ علیہ السلام تک زندہ رہا۔

آلوسی فرماتے ہیں کہ اس روایت کا راوی بیان بن بیان ہے اس پر اعتبار کرنا صحیح نہیں ہے اس لیے صحیح یہ ہے کہ اس طوفان سے کوئی کافر نہیں بچا حتیٰ کہ بچے بھی غرق ہو گئے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ بچے جن کے ذمہ کوئی گناہ ہی نہ تھا وہ بلا خطا و معصیت کیوں غرق کیے گئے اس کے جواب میں اسحٰق بن بشر اور ابن عساکر کی روایت عبد اللہ بن زیاد بن سمعان کی کافی ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَعْقَمَ رِجَالَہُمْ قَبْلَ الطُّوفَانِ بِاَرْبَعِیْنَ عَامًا وَاَعْقَمَ نِسَاءَہُمْ فَلَمْ یَتَوَالَدُوْا اَرْبَعِیْنَ عَامًا مُنْذُ دَعَا نُوْحٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

اللہ تعالےٰ نے طوفان سے چالیس سال قبل تمام مردوں کو بے کار کر دیا اور عورتوں کو بھی بانجھ کر دیا تو حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے چالیس سال قبل سے کوئی پیدا ہی نہ ہوا۔

"وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّہٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کی اے میرے رب میرا بیٹا بھی میرا اہل ہے اور بے شک تیرا وعدہ حق ہے اور تو سب سے بڑا حکم کرنے والا ہے"۔

چونکہ من جانب اللہ حضرت نوح علیہ السلام کو وعدہ دیا گیا تھا کہ تم اور تمہارے اہل اس طوفان سے نجات پائیں گے تو عرض کیا یہ میرا بیٹا کنعان بھی تو میرا اہل ہے اور تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تجھے اور تیرے گھر والوں کو ہم طوفان سے محفوظ رکھیں گے۔

اس میں جو حکمت تھی اسے ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان منافق تھا اور آپ کے سامنے وہ اپنے کو مومن ظاہر کرتا تھا اسی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے لیے بارگاہ حق میں دعا کی یہ روایت ہم پہلے بھی نقل کر چکے ہیں اس پر جواب من جانب اللہ ملا اور ارشاد ہوا۔

"قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنِّیْ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ۔ فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بے شک اس کے کام صلاحیت ایمان پر نہیں تو مجھ سے وہ سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں ہم تمہیں تنبیہ کرتے ہیں کہ تم نادانوں سے نہ ہو"۔

یعنی تم میں ہرگز نہیں اس لیے کہ مدار اہلیت قرابت دینی ہے اور وہ کفر کے ساتھ منتفی ہوگئی ہے۔ پھر مسلمان اور کافر میں کوئی رشتہ نہیں رہتا یہی وجہ ہے کہ مومن باپ کا ترکہ کافر اولاد کو نہیں ملتا اور کافر باپ کو مومن بیٹے کے متروکہ سے کچھ حق نہیں ہوتا اسی بنا پر اصول ہے اِنَّ قَرَابَۃَ الدِّیْنِ اَقْرَبُ مِنْ قَرَابَۃِ النَّسَبِ۔ قرابت دینی قرابت نسبی سے زیادہ اقرب ہے۔ اس پر ابوالفراس نے خوب کہا ہے۔ ؎

كَانَتْ مَوَدَّةُ سَلْمَانَ لَهُ نَسَبًا   وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ نُوحٍ وَابْنِهِ رَحِمٌ

اس تنبیہ کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے محسوس فرما کر علی الفور بارگاہ متعال میں استعاذہ کیا اور بہ امتثال امر عرض کیا۔

"قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ۔ نوح نے عرض کی الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے معاف نہ کرے اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں نقصان و خسران والوں میں ہو جاؤں گا۔"

حضرت فضیل بن عیاض سے روایت ہے کہ بَلَغَنِیْ اَنَّ نُوْحًا عَلَیْهِ السَّلَامُ بَکٰی عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی لَهٗ مَا قَالَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا۔ مجھے روایت پہنچی ہے کہ نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر جو جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوا اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ آپ چالیس روز تک روتے رہے۔

اور وہیب بن ورد حضرمی نے فرمایا لَمَّا عَاتَبَ اللّٰهُ نُوْحًا فِیْ ابْنِهٖ وَاَنْزَلَ عَلَیْهِ اِنِّیْٓ اَعِظُكَ بَکٰی ثَلٰثَمِائَةِ عَامٍ حَتّٰی صَارَ تَحْتَ عَیْنَیْهِ مِثْلُ الْجَدَاوِلِ مِنَ الْبُکَاءِ۔ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس عتاب پر تین سو سال تک روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی آنکھوں کے نیچے آنسو بہنے سے کھائیاں سی بن گئی تھیں۔

ثُمَّ ذُکِرَ بَعْدَ تَوْبَتِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ قُبُوْلُهَا۔ پھر توبہ نوح علیہ السلام جب قبول ہو گئی تو جناب باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا۔

"قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا فرمایا گیا اے نوح اتر (کشتی سے) ہماری طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ۔"

اس پر علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ وَقِیْلَ الْقَائِلُ الْمَلٰٓئِکَةُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَ الْهُبُوْطُ النُّزُوْلُ قِیْلَ اَیْ اَنْزِلْ مِنَ الْفُلْكِ وَقِیْلَ مِنَ الْجَبَلِ اِلَی الْاَرْضِ۔ ایک قول ہے کہ یہ کہنے والے ملائکہ علیہم السلام تھے اور ہبوط کے معنی نزول کے ہیں۔ گویا کہا گیا اتر کشتی سے۔ اور ایک قول ہے پہاڑ سے زمین کی طرف اتر۔

وَذٰلِكَ اَنَّهٗ رُوِیَ اَنَّ السَّفِیْنَةَ اسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ فِیْ عَاشِرِ ذِی الْحِجَّةِ فَاَقَامَ بِمَنْ مَعَهٗ هُنَاكَ شَهْرًا ثُمَّ قِیْلَ لَهٗ اهْبِطْ فَهَبَطَ بِاَرْضِ الْمُوْصِلِ وَبَنٰی قُرْبَ الْجَبَلِ قَرْیَةً یُقَالُ لَهَا قَرْیَةُ الثَّمَانِیْنَ عَدَدَ مَنْ فِی السَّفِیْنَةِ۔

اس کے متعلق روایت ہے کہ کشتی جودی پہاڑ پر دس ذی الحجہ کو ٹھہری اور وہاں ایک ماہ قیام کیا پھر انہیں حکم ہوا کہ اتر یں تو وہ ارض موصل میں اتر گئے اور جودی پہاڑ کے قریب انہوں نے ایک بستی بنائی جس کا نام قریۃ الثمانین رکھا کشتی والے لوگوں کے عدد پر کہ وہ اسی تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان لوگوں نے علیحدہ علیحدہ ایک گھر بنالیا اور اس کا نام سوق الثمانین رکھا۔ (روح المعانی)

ابن مردویہ عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ جب کشتی جودی پر ٹھہری نوح علیہ السلام ایک مدت قلیل مقیم رہے پھر جب ہبوط من الجبل کا حکم ہوا تو آپ نے کوّے کو بلا کر حکم دیا کہ زمین کی خبر لا۔ وہ زمین پر اترا وہاں آپ کی قوم کے غرق شدہ افراد کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں وہ ان مردار لاشوں میں رہ گیا اور واپس آنے میں تاخیر کی آپ نے اس پر لعنت فرمائی۔

پھر کبوتر کو بلا کر حکم دیا کہ وہ اتر کر زمین کی خبر لائے وہ اترا اور زمین کے سبزہ سے کچھ کونپل لایا۔ اور عرض کیا زمین پر سبزہ ہے نوح علیہ السلام نے اسے برکت کی دعا دی اور فرمایا لوگوں میں تیری محبت بھی ہوگی۔ اگر لوگوں پر حرص و آز غالب ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں تیرے لیے دعا کرتا کہ اللہ تعالےٰ تجھ سراسر سونے کا بنادے۔

اَقُولُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ

مذکورہ بالا روایت روایت ہی ہے اعتقادی چیز نہیں۔ لیکن باوجود اس کے پرندوں سے کام لینا بطریق معجزہ وکرامت تو عین ممکن ہے لیکن کبوتر باز کبوتروں کو اتنا سدھا لیتے ہیں کہ وہ اشارہ پر اڑتے اور فضاء سماویہ میں گم ہو جاتے ہیں اور ایک آواز پر سب واپس جمع ہو جاتے ہیں۔

بیا ایک چڑیا ہوتی ہے جسے سدھا لینے کے بعد اتنے کام لیے جاتے ہیں کہ دیکھنے والے حیران ہو جاتے ہیں۔ طوطے اور مینا ایسے سدھا لیے جاتے ہیں کہ بندوق چلاتے اور کیا کیا کرتے ہیں باز، شکرے شکار میں ایسے سدھا لیے جاتے ہیں کہ ہرن کی آنکھ پر بیٹھ کر اس کا شکار کرتے ہیں الغرض کیا کیا عجائبات ان سے ظہور میں آتے ہیں۔ پھر کبوتر کوے سے ایک نبی بطریق معجزہ اگر کوئی کام لے لے تو اس پر استعجاب بے عقل والوں پر استعجاب ہی ہو سکتا ہے۔ پھر باوجود اس کے علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَالظَّاهِرُ عِنْدِيْ الْهُبُوْطُ مِنَ الْجُوْدِيِّ الَّذِيْ اسْتَقَرَّتْ عَلَيْهِ السَّفِيْنَةُ اِلَى الْاَرْضِ

اور ظاہر یہ ہے کہ ہبوط جودی سے ہے جس پر کشتی ٹھہری تھی وہاں سے آپ زمین پر اترے۔

وَخَبَرُ الْحَمَامَةِ وَالْغُرَابِ قَدْ طَارَ فِي الْاٰفَاقِ وَاَوْ لَمْ يَبْقَ الْقِصَاصُوْنَ

اور کبوتر اور کوے کی خبر دنیا کے اندر اڑتی رہے اور قصہ گو اس سے دلچسپی لیتے پھریں۔
حتیٰ کہ قریہ ثمانون ارض موصل بھی جو مشہور ہے اس سے آگے یہ بھی ہے کہ جب انہیں یہاں تنگی ہوئی تو وہ بابل کی طرف چلے گئے اور وہاں اپنی رہائشیں بنالیں۔
ابن عساکر کعب احبار سے راوی ہیں کہ زمین پر پہلی دیوار بعد طوفان جو بنائی گئی وہ حران اور دمشق کی ہے پھر بابل کی اور آیۂ کریمہ میں بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ جو آیا ہے اس پر علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔ کہ ہر قسم کی تکلیفوں سے سلامتی اور برکتیں معاش کی انواع رزق سے۔ آگے ارشاد ہے۔
"وَعَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ اور تیرے ساتھ کے کچھ گروہوں پر اور کچھ گروہ ہیں جنہیں ہم دنیا میں متمتع کریں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔"
اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد پیدا ہونے والے کافر گروہ مراد ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے ان کی مقدر زندگی تک فراخی عیش اور وسعت رزق عطا فرمائی اور آخرت میں ان کے کفر پر عذاب دیا۔ آگے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔
"تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ یہ غیب کی خبریں ہیں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں انہیں نہ تم جانتے تھے نہ تمہاری قوم تو صبر کرو بے شک انجام کار پرہیزگاروں کا ہے۔"
یہ حضور کو ارشاد ہے کہ غیب کی خبریں آپ کو بالذات ہرگز معلوم نہیں ہو سکتیں مگر ہم بذریعہ وحی آپ کو مطلع فرماتے ہیں تو بالعطا آپ کو علم غیب حاصل ہوتا ہے اور یہ خبریں آپ کی تسکین خاطر کے لیے ہیں تاکہ آپ قوم کی ایذاؤں سے بددل نہ ہوں۔ انجام آپ کے متبعین کے حق میں ہی ہے کہ وہ دنیا میں منصور و مظفر ہوں گے اور آخرت میں مثاب و ماجور۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع پانچواں۔ سورہ ہود پ۱۲

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝

اور عاد کی طرف ان کی برادری حضرت ہود (علیہ السلام) کو بھیجا۔ کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو نہیں تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود تم تو خالص مفتری ہو۔

یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى الَّذِیْ

اے میری قوم نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کوئی بدلہ۔ میرا بدلہ تو اس کے ذمہ ہے جس

فَطَرَنِیْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝
وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ
تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ
عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وَّیَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ
وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ۝
قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَۃٍ
وَّمَا نَحْنُ بِتَارِکِیْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ
قَوْلِکَ وَمَا نَحْنُ لَکَ
بِمُؤْمِنِیْنَ ۝
اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىکَ بَعْضُ
اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ط قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ
اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا
تُشْرِکُوْنَ ۝
مِنْ دُوْنِهٖ فَکِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا
ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝
اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ وَ
رَبِّکُمْ ط مَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا هُوَ
اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ط اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ
مُّسْتَقِیْمٍ ۝
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ
مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَیْکُمْ ط وَیَسْتَخْلِفُ
رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ
شَیْئًا ط اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ
حَفِیْظٌ ۝
وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا

نے مجھے پیدا کیا کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔
اے میری قوم بخشش مانگو اپنے رب سے
پھر اس کی طرف رجوع کرو بھیجے گا تم پر زور کا پانی
اور تمہیں جتنی قوت ہے اس سے بڑھائے گا اور
قوت اور نہ روگردانی کرو جرم کرکے۔
بولے اے ہود تم نہیں لائے ہم پر کوئی
دلیل اور ہم یونہی نہیں چھوڑ سکتے اپنے معبودوں
کو تمہارے کہنے سے اور ہم نہیں تم پر ایمان
لانے والے۔
ہم نہیں کہتے مگر جھڑپ پہنچ جائے گی تمہیں ہمارے
خدا کی کسی تکلیف سے۔ فرمایا میں اللہ کو گواہ کرتا
ہوں اور تم سب گواہ ہو جاؤ کہ میں بری ہوں
اس سے جو تم شرک کرتے ہو۔
اس کے سوا تو میرے ساتھ تم سب مل کر
خفیہ تدبیر کرو پھر مجھے مہلت نہ دو۔
میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں جو میرا بھی رب
ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور کوئی چلنے والا
نہیں مگر اس کی چوٹی اسی کے قبضہ میں ہے بیشک
میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔
تو اگر تم منحرف ہو تو تحقیق میں تمہیں پہنچا چکا
جو حکم دے کر میں تمہاری طرف بھیجا گیا اور تمہاری
جگہ میرا رب کوئی اور قوم لائے گا اور تم اس کا
کچھ نہ بگاڑ سکو گے بے شک میرا رب ہر شے پر
نگہبان ہے۔
اور جب آیا ہمارا حکم نجات دی ہم نے ہود

هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ
عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝
وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ
رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا
اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝
وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً
وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا
كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ
قَوْمِ هُوْدٍ ۝

کو اور انہیں جو ان کے ساتھ ایمان لائے
اپنی رحمت سے اور نجات دی ہم نے ان کو
عذاب سے جو سخت تھا۔
اور یہ عاد ہیں کہ منکر ہوئے آیتوں سے
اپنے رب کے اور نافرمانی کی اس کے رسولوں
کی اور اتباع کیا ہر سرکش ہٹ دھرم کے کہنے کا
اور ان کے پیچھے لگی اس دنیا میں لعنت اور
قیامت کے دن خبردار بے شک عاد منکر ہوئے
اپنے رب سے خبردار دوری ہے عاد کو جو قوم
ہود ہے۔

حلِّ لغات پانچواں رکوع سورہ ہود پ ۱۲

وَاِلٰی۔ اور طرف	عَادٍ۔ عاد کی	اَخَاھُمْ۔ ان کے بھائی	ھُوْدًا۔ ہود کو بھیجا
قَالَ۔ کہا	یٰقَوْمِ۔ اے میری قوم	اعْبُدُوا۔ عبادت کرو	اللّٰہَ۔ اللہ کی
مَا۔ نہیں	لَکُمْ۔ تمہارے لیے	مِنْ اِلٰہٍ۔ کوئی معبود	غَیْرُہٗ۔ اس کے سوا
اِنْ۔ نہیں	اَنْتُمْ۔ تم	اِلَّا۔ مگر	مُفْتَرُوْنَ۔ افترا کرنے والے
یٰقَوْمِ۔ اے میری قوم	لَآ اَسْئَلُکُمْ۔ نہیں مانگتا میں تم سے		عَلَیْہِ۔ اس پر
اَجْرًا۔ کوئی بدلہ	اِنْ۔ نہیں ہے	اَجْرِیَ۔ میرا بدلہ	اِلَّا۔ مگر
عَلَی۔ اوپر	الَّذِیْ۔ اس کے جس نے	فَطَرَنِیْ۔ مجھے پیدا کیا	اَفَلَا۔ کیا نہیں
تَعْقِلُوْنَ۔ عقل کرتے تم	وَیٰقَوْمِ۔ اور اے میری قوم	اسْتَغْفِرُوْا۔ بخشش مانگو	رَبَّکُمْ۔ اپنے رب سے
ثُمَّ۔ پھر	تُوْبُوْا۔ توبہ کرو	اِلَیْہِ۔ اس کی طرف	یُرْسِلِ۔ بھیجے گا
السَّمَآءَ۔ آسمان سے	عَلَیْکُمْ۔ تم پر	مِدْرَارًا۔ زور کی بارش	وَیَزِدْکُمْ۔ اور زیادہ کریگا تمکو
قُوَّۃً۔ قوت	اِلٰی۔ طرف	قُوَّتِکُمْ۔ قوت تمہاری کے	وَلَا۔ اور نہ
تَتَوَلَّوْا۔ پھرو	مُجْرِمِیْنَ۔ مجرم ہو کر	قَالُوْا۔ بولے	یٰھُوْدُ۔ اے ہود
مَا۔ نہیں	جِئْتَنَا۔ لایا تو ہمارے پاس	بِبَیِّنَۃٍ۔ کوئی دلیل	وَمَا۔ اور نہیں

نَحْنُ۔ ہم	بِتَارِكِيْ۔ چھوڑنے والے	اٰلِهَتِنَا۔ اپنے خداؤں کو	عَنْ قَوْلِكَ۔ تیرے کہنے سے
وَمَا۔ اور نہیں	نَحْنُ۔ ہم	لَكَ۔ تجھ پر	بِمُؤْمِنِيْنَ۔ ایمان لانے والے
اِنْ۔ نہیں	نَقُوْلُ۔ کہتے ہم	اِلَّا۔ مگر	اعْتَرٰىكَ۔ دیوانہ کردیا تجھ کو
بَعْضُ۔ بعض	اٰلِهَتِنَا۔ ہمارے معبودوں نے	بِسُوْءٍ۔ تکلیف سے	قَالَ۔ کہا
اِنِّيْ۔ بے شک میں	اُشْهِدُ۔ گواہ بناتا ہوں	اللّٰهَ۔ اللہ کو	وَاشْهَدُوْا۔ اور گواہ رہو
اَنِّيْ۔ بے شک میں	بَرِيْٓءٌ۔ بیزار ہوں	مِّمَّا۔ اس چیز سے	تُشْرِكُوْنَ۔ جو تم شرک کرتے ہو
مِنْ دُوْنِهٖ۔ اس کے سوا	فَكِيْدُوْنِيْ۔ تو حیلہ کرو مجھ سے	جَمِيْعًا۔ اکٹھے ہوکر	ثُمَّ۔ پھر
لَا تُنْظِرُوْنِ۔ نہ مہلت دو مجھے		اِنِّيْ۔ بے شک میں نے	تَوَكَّلْتُ۔ بھروسہ کیا
عَلَى۔ اوپر	اللّٰهِ۔ اللہ کے	رَبِّيْ۔ جو میرا رب ہے	وَرَبِّكُمْ۔ اور تمہارا رب
مَا۔ نہیں	مِنْ دَآبَّةٍ۔ کوئی چلنے والا	اِلَّا۔ مگر	هُوَ۔ وہ ہے
اٰخِذٌۢ۔ پکڑنے والا	بِنَاصِيَتِهَا۔ اس کی پیشانی	اِنَّ۔ بے شک	رَبِّيْ۔ میرا رب
عَلٰى صِرَاطٍ۔ اوپر راہ	مُّسْتَقِيْمٍ۔ سیدھی کے ہے	فَاِنْ۔ پھر اگر	تَوَلَّوْا۔ تم پھر جاؤ
فَقَدْ۔ تو بے شک	اَبْلَغْتُكُمْ۔ میں پہنچا چکا تم کو	مَّآ اُرْسِلْتُ۔ جو بھیجا گیا تھا میں	بِهٖ۔ ساتھ اس کے
اِلَيْكُمْ۔ طرف تمہاری	وَيَسْتَخْلِفُ۔ اور جانشین کریگا	رَبِّيْ۔ میرا رب	قَوْمًا۔ کسی اور قوم کو
غَيْرَكُمْ۔ تمہارے سوا	وَلَا۔ اور نہ	تَضُرُّوْنَهٗ۔ بگاڑ سکوگے اس کا	شَيْـًٔا۔ کچھ بھی
اِنَّ۔ بیشک	رَبِّيْ۔ میرا رب	عَلٰى۔ اوپر	كُلِّ شَيْءٍ۔ ہر چیز کے
حَفِيْظٌ۔ نگہبان ہے	وَلَمَّا۔ اور جب	جَآءَ۔ آیا	اَمْرُنَا۔ ہمارا حکم
نَجَّيْنَا۔ نجات دی ہمنے	هُوْدًا۔ ہود کو	وَالَّذِيْنَ۔ اور انکو جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے
مَعَهٗ۔ اس کے ساتھ	بِرَحْمَةٍ۔ رحمت	مِّنَّا۔ اپنی سے	وَنَجَّيْنٰهُمْ۔ اور نجات دی ہمنے انکو
مِّنْ عَذَابٍ۔ عذاب	غَلِيْظٍ۔ سخت سے	وَتِلْكَ۔ اور یہ	عَادٌ۔ عاد ہیں کہ
جَحَدُوْا۔ انکار کیا انہوں نے	بِاٰيٰتِ۔ نشانات	رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کا	وَعَصَوْا۔ اور نافرمانی کی
رُسُلَهٗ۔ اسکے رسولوں کی	وَاتَّبَعُوْٓا۔ اور پیروی کی	اَمْرَ كُلِّ۔ ہر ایک	جَبَّارٍ۔ سرکشی کرنے والے
عَنِيْدٍ۔ ضدی کے حکم کی	وَاُتْبِعُوْا۔ اور پیچھے لگائے گئے	فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا۔ اس دنیا میں	لَعْنَةً۔ لعنت
وَيَوْمَ۔ اور دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے	اَلَآ اِنَّ عَادًا۔ خبردار عاد نے	كَفَرُوْا۔ کفر کیا
رَبَّهُمْ۔ اپنے رب کا	اَلَا۔ خبردار	بُعْدًا۔ دوری ہے	لِّثَمُوْدَ۔ ثمود کو۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع۔ سورہ ہود پ ۱۲

"وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا"

"اور عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا" یعنی حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کے ہم نسب تھے۔ اسی وجہ سے اخاہم فرمایا۔ یعنی قوم عاد کی برادری سے رسول بنا کر حضرت ہود کو بھیجا۔ آپ نے انہیں ہدایت فرمائی۔ اور کہا۔ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ۔ فرمایا۔ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کی توحید کے معتقد رہو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اور تم جو بتوں کو خدا کا شریک کہتے ہو۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ تو تم کوئی دلیل اس دعوے پر نہیں رکھتے۔) بلکہ نرا افترا کر رہے ہو۔ يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا۔ اے میری قوم (یہ جو میں تمہیں تبلیغ توحید کر رہا ہوں۔ اس پر) میں تم سے کوئی بدلا نہیں مانگتا۔ میرا بدلا (کسی پر نہیں) مگر اسی کے ذمہ ہے۔ جس نے مجھے پیدا کیا۔ یہ اعلان قریب قریب تمام انبیاء نے اپنی قوم میں فرمایا۔ اور بے لوث ہدایت کی کسی قسم کی کمائی یا بدلہ لینے کی طرف التفات نہ فرمایا۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ جس کی روشنی میں اتنا سمجھ سکو۔ کہ جو بے غرض نصیحت کرتا ہے۔ اور ایسی ہدایت دیتا ہے۔ جو عقل کے ساتھ بھی منطبق ہے۔ اس لئے کہ پتھر آگ، سورج، درخت، ستارے، چاند یہ سب اسی کی مخلوق ہیں۔ اور مخلوق کا معبود خالق ہوتا ہے۔ نہ کہ مخلوق کا معبود مخلوق ہو۔ پھر نفع و ضرر پر جسے قوۃ نہ ہو۔ وہ مجبور محض ہی ہے۔ تو معبود کو معبود مان لینا عقل کے قطعی خلاف ہے۔ اسی لیے فرمایا۔ کہ عقل سے سمجھو۔ اور یہ بھی دیکھو۔ کہ جو بے لوث اور بے غرض تمہیں ہدایت کر رہا ہے۔ وہ کس طرح جھوٹا ہو سکتا ہے۔ اور جو باطل طریق سے کسی قسم کی بات کرنا چاہتا ہے۔ وہ لازمی طور پر کسی نہ کسی غرض کے لئے کرتا ہے۔ اس سے حق و باطل میں تمیز کی جا سکتی ہے۔ پھر آگے فرمایا۔

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اور اے میری قوم اپنے رب سے معافی طلب کرو۔ پھر اسی کی طرف رجوع ہو جاؤ۔ تم پر موسلا دھار مینہ بھیجے گا۔ اور زیادہ فرمائے گا۔ تمہاری قوۃ موجودہ قوت سے۔ اور جرم و معاصی کرتے ہوئے منحرف نہ ہو۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کی جب دعوت قبول نہ کی۔ تو منجانب اللہ ان پر پہلا عذاب امساک باراں کا آیا۔ اور تین سال تک بارش نہ ہوئی۔ جس کی وجہ سے سخت قحط پڑ گیا۔ اور ان کی عورتوں پر عقر طاری کر دیا۔ یعنی وہ سب بانجھ ہو گئیں۔ تولید و تناسل بند ہو گیا۔ تو یہ لوگ پریشان ہو کر حضرت ہود علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ اور اس عذاب کے دفعیہ کی درخواست کی: تو حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر تم اللہ تعالےٰ پر ایمان لے آؤ۔ اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرو۔ اور توبہ و استغفار کرو۔ اس کی طرف رجوع ہو جاؤ۔ تو اللہ تعالےٰ تم پر جو موسلا دھار بارش برسائے گا۔ اور تمہاری زمینوں کو سرسبز و شاداب کر کے تمہاری موجودہ قوت پر اور قوت بڑھائے گا۔ اولاد بھی دے گا۔ روح المعانی

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ امیر معاویہ کے پاس تشریف لے گئے۔ تو آپ کی خدمت میں امیر معاویہ کے ایک ملازم نے عرض کی کہ میں متمول ہوں۔ مگر میری کوئی اولاد نہیں۔ مجھے کوئی چیز بتایئے جس سے اللہ مجھے اولاد دے

آپ نے فرمایا۔ استغفار پڑھا کر۔ اس نے استغفار کی۔ یہانتک کہ کثرت کی۔ کہ روزانہ سات سو مرتبہ استغفار پڑھنے لگا۔ اس کی برکت سے اللہ تعالٰے نے اسے دس بیٹے عطا فرمائے۔ آگے قوم عاد کا جواب ہے قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ بولے اسے ہود تم نہیں لائے۔ ہمارے پاس کوئی دلیل جو حجۃ واضح ہوتی۔ اور آپ کی صحت دعوے پر دلالت کرتی۔ اور یہ ان کا کہنا اپنے عناد اور اندھے پن سے تھا۔ جس کی وجہ سے وہ حق دیکھنے سے بھی قاصر تھے۔ ورنہ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں معجزات ہی کافی دکھا دیے تھے۔ اور حدیث میں ہے۔ مَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَقَدْ اُوْتِیَ مِنَ الْاٰیَاتِ۔ کوئی نبی ایسا نہیں۔ جنہیں معجزات و آیات بینات نہ دیے گئے ہوں۔ مگر جب انکار کی ہی ٹھان لی ہو تو پھر معجزہ کو کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ معجزہ نہیں ہے جیسے حضور کے مقابلہ میں کفار مکہ نے کہا۔ مَا هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْٓ اٰلِهَتِنَا اور ہم نہیں چھوڑنے والے اپنے معبودوں کو آپ کے کہنے سے اور نہیں ہم ایمان لانیوالے اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ ہم نہیں کہتے۔ مگر آپ سے جھڑپ ہوگی۔ ہمارے کسی خدا کی تکلیف دینے والی۔ یعنی ہم تو اپنے بتوں کو محض آپ کے فرمانے سے چھوڑیں گے نہیں۔ اور یوں بھی ہم ایمان نہ لائیں گے۔ بلکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے آپ کو دیوانہ کر دیا ہے۔ اور آپ جو کچھ فرما رہے ہیں۔ وہ اس دیوانگی کا نتیجہ ہے (معاذ اللہ) یعرد ه اَرَادُوْا بِهٖ فَاَتَمَّهُ اللّٰهُ الْجُنُوْن

قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں۔ اور تم سب گواہ رہو میں بیزار ہوں اس سے جو تم شرک کر رہے ہو۔ اور اللہ کے سوا غیر کو اس کا شریک بنا رہے ہو تو تم سب مل کر میرے خلاف مکر گانٹھو۔ پھر مجھے مہلت نہ دو۔ گویا آپ نے نہایت بے خوف ہو کر انہیں جواب دیا کہ میں تمہارے اس شرک سے بیزار ہوں۔ اب تم اور وہ جنہیں تم اپنا معبود سمجھ رہے ہو۔ سب مل کر مجھ پر حملہ کی کوشش کر لو۔ مجھے تمہاری اور تمہارے بتوں کی پرپشہ برابر پروا نہیں۔ اور تمہاری شوکت و قوۃ کی مجھے پروا نہیں۔ جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو۔ وہ جماد اور بے جان ہیں۔ ان میں قطعاً یہ طاقت نہیں کہ وہ کسی کو نفع یا ضرر پہنچا سکیں۔ ان کی کیا حقیقت ہے۔ کہ وہ مجھے دیوانہ کر سکیں۔ درحقیقت یہ بھی حضرت ہود علیہ السلام کی معجزانہ شان تھی۔ کہ آپ ایسی جبار اور صاحب قوۃ قوم سے جو آپ کی جان لینے کے درپے تھی۔ ایسی بیباکی سے جواب دیتے رہے۔ اور وہ باوجود انتہائی دشمنی کے آپکو کچھ ضرر نہ پہنچا سکی۔ اس کے بعد آپ نے

فرمایا۔ اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ۔ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کی گرفت میں نہ ہو۔ بیشک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔ تو اگر تم منحرف ہو تو میں تمہیں پہنچا چکا۔ جو کچھ تمہاری طرف دے کر مجھے بھیجا گیا۔

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فرماکر ملکیت الٰہی کو بنی آدم اور حیوانات پر حاوی ظاہر کیا۔ اور فرمایا۔ کہ وہ سب کا مالک اور سب پر غالب ہے۔ اور قادر متصرف فی العالم ہے۔

اور لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ فرماکر یہ ظاہر کیا۔ کہ اب تم پر حجت الٰہی ثابت ہو چکی۔ اور واضح ہو گیا۔ کہ تمہارے رب کا یہی راستہ ہے۔ جو میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ اور جس پر تم چل رہے ہو۔ وہ باطل ہے۔ اس پر بھی اگر راہ تم نے قبول نہ کی۔ تو وہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔ وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ۔ اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا۔ اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اور دوسری ایمان والی ہو گی۔ اور اسے اللہ تعالےٰ تمہارے مال و منال اور گھر بار والی بنا دے گا۔ اِنَّ رَبِّیْ بیشک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے۔ اور وہ ایسا علام الغیوب ہے۔ کہ اس سے کسی کا قول او فعل مخفی نہیں۔ اس کے بعد یہی جب قوم ہود نصیحت پذیر نہ ہوئی تو بارگاہ قدیر سے ان پر عذاب کا حکم نافذ ہوا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا اور جب ہمارا حکم آیا۔ نجات دی ہم نے ہود کو اور اس کے معیّت والے مسلمانوں کو اپنی رحمت سے۔ یعنی جب ہمارا عذاب ہمارے حکم سے نازل ہوا۔ اور ملائکہ عذاب لے کر اترے۔ تو ہود علیہ السلام اور ان پر جو چار ہزار یا تین ہزار تھے۔ انہیں ہم نے بچا لیا۔ اس لئے کہ وہ ایمان کے باعث مستحق رحمت تھے۔ اور نجات دی ہم نے انہیں سخت عذاب سے وہ سخت عذاب ایک ایسی ہوا تھی۔ جس نے ان کے رہنے کے مکان منہدم کر دے۔ اور سرکشوں کی ناک کے اندر وہ گھسیں۔ اور دبر سے نکلی۔ اور اس نے نہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اور نجات سے بعض کے نزدیک یہ ہے۔ کہ عذاب آخرت سے ہی انہیں محفوظ کر دیا۔ اور دنیا کے عذاب سے بھی آگے ارشاد ہے۔ وَتِلْکَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّہِمْ اور یہ عاد ہیں۔ کہ اپنے رب کی آیتوں سے منکر ہوئے۔ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی۔ اور پیرو رہے۔ ہر سرکش ہٹ دھرم کے امر و حکم کے۔ اور ان کے پیچھے لگی۔ اس دنیا میں لعنت۔ اور قیامت کے دن خبردار رہو۔ بے شک عاد اپنے رب کے منکر ہوئے۔ خبردار دُوری ہے عاد کے لئے (اللہ کی رحمت سے) جو قوم ہود تھی۔

یہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لئے ہے۔ کہ ہلاک شدہ قوموں کے آثار ان کی قبور دیکھو۔ اور عبرۃ حاصل کرو۔ اور عاد کے بعد قوم ہود و عطف بیان ہے۔ اس لئے کہ عاد دو فریق تھے۔ ایک

عاد اولیٰ دوسرا عاد ثانیہ۔ جیسے عاد ارم کہتے ہیں (چنانچہ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح پہلے ہے) قوم عاد کا شجرہ جو ہے۔ اور انہیں عاد اس لئے کہا گیا۔ جیسے بنی ہاشم کو ہاشم کہتے ہیں۔ اور دوسرے عاد میں ارم ہے۔ جیسے عاد ثانی کہا جاتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۂ ہود پ ۱۲

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ۝

اور ثمود کی طرف ان کی برادری کے صالح کو بھیجا۔ فرمایا اے میری قوم اللہ کو پوجو۔ اس کے سوا کوئی نہیں تمہارا معبود۔ اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا۔ اور اس نے تمہیں بسایا۔ تو اس سے معافی چاہو۔ اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک میرا رب قریب ہے۔ دعا سننے والا

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝

بولے اے صالح ہم تو تمہیں ہونہار سمجھتے تھے۔ اب سے قبل۔ کیا تم ہمیں اس سے منع کرتے ہو کہ ہم پوجیں وہی جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔ اور ہم بیشک شک میں ہیں۔ اس سے جس طرف تم ہمیں رجوع دلاتے ہو۔

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ ۝

فرمایا۔ اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر ہوں میں روشن دلیل پر اپنے رب کی طرف سے اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت دی۔ تو مجھے اس سے کون بچائے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں۔ تو تم مجھے کچھ زیادہ نہ کرو گے سوائے نقصان کے۔

وَیٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ

اور اے میری قوم یہ اللہ کا ناقہ ہے۔ تمہارے لئے نشانی تو اسے چھوڑ دو۔ اللہ کی زمین میں کھائے۔ اور اسے ہاتھ نہ لگاؤ برائی سے۔ تو تمہیں پکڑے گا عذاب جلدی۔ تو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹیں۔ تو (صالح) نے کہا۔ اپنے گھروں میں عیش کر لو۔ تین دن۔ یہ ایسا وعدہ ہے۔ کہ

مَكِيْنٌ ذُبٍ ۝	جھوٹا نہ ہوگا۔
فَلَمَّا جَاۤءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝	تو جب ہمارا حکم آیا۔ پھر ہم نے نجات دی۔ صالح کو اور انہیں جو ایمان لائے۔ ہماری رحمت سے۔ اور اس دن کی ذلت سے۔ بیشک تیرا رب قوی ہے۔ عزت والا اور پکڑا انہیں جو ظالم تھے۔ چنگھاڑ نے۔ تو صبح کی انہوں نے اپنے گھروں میں اوندھے۔ گویا کہ کبھی یہاں بسے ہی نہ تھے۔ خبردار بے شک ثمود نے کفر کیا اپنے رب سے خبردار بُعد ہے (رحمت سے) ثمود کو

حلِّ لُغات چھٹا رکوع سورۂ ہود۔ پ ۱۲

وَاِلٰی۔ اور طرف	ثَمُوْدَ۔ ثمود کی	اَخَاهُمْ۔ ان کے بھائی	صٰلِحًا۔ صالح کو
قَالَ۔ کہا	يٰقَوْمِ۔ اے میری قوم	اعْبُدُوا۔ عبادت کرو	اللّٰهَ۔ اللہ کی
مَا۔ نہیں ہے	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مِنْ اِلٰهٍ۔ کوئی معبود	غَيْرُهٗ۔ سوائے اسکے
هُوَ۔ اس نے	اَنْشَاَكُمْ۔ پیدا کیا تم کو	مِّنَ الْاَرْضِ۔ زمین سے	وَاسْتَعْمَرَكُمْ۔ اور آباد کیا تم کو
فِيْهَا۔ اس میں	فَاسْتَغْفِرُوْهُ۔ پھر بخشش مانگو اس سے		ثُمَّ۔ پھر
تُوْبُوْا۔ توبہ کرو	اِلَيْهِ۔ اسکی طرف	اِنَّ۔ بے شک	رَبِّيْ۔ میرا رب
قَرِيْبٌ۔ قریب ہے	مُّجِيْبٌ۔ قبول کرنے والا	قَالُوْا۔ بولے	يٰصٰلِحُ۔ اے صالح
قَدْ۔ بے شک	كُنْتَ۔ تو تھا	فِيْنَا۔ ہم میں	مَرْجُوًّا۔ امید کیا گیا
قَبْلَ۔ پہلے	هٰذَا۔ اس سے	اَتَنْهٰىنَا۔ تو روکتا ہے تو ہمیں اَنْ۔ یہ کہ	
نَّعْبُدَ۔ عبادت کریں ہم	مَا يَعْبُدُ۔ اسکی جو عبادت کرتے تھے اٰبَآؤُنَا۔ ہمارے باپ دادا		وَاِنَّنَا۔ اور بیشک ہم
لَفِيْ۔ یقیناً	شَكٍّ۔ شک میں ہیں	مِّمَّا۔ اس سے	تَدْعُوْنَا۔ جو بلاتا ہے تو ہمیں
اِلَيْهِ۔ اس کی طرف	مُرِيْبٍ۔ شک کرنے والے	قَالَ۔ کہا	يٰقَوْمِ۔ اے میری قوم
اَرَءَيْتُمْ۔ کیا دیکھا تم نے	اِنْ۔ اگر	كُنْتُ۔ ہوں میں	عَلٰى بَيِّنَةٍ۔ دلیل پر
مِّنْ رَّبِّيْ۔ اپنے رب سے	وَاٰتٰىنِيْ۔ اور دی اس نے مجھے	مِنْهُ۔ اپنی طرف سے	رَحْمَةً۔ رحمت
فَمَنْ۔ پھر کون	يَّنْصُرُنِيْ۔ مدد کریگا میری	مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے	اِنْ۔ اگر

عَصَيْتُهٗ۔ میں نافرمانی کروں اسکی فَمَا تَزِيْدُوْنَنِیْ۔ پھر نہ زیادہ کروگے تم مجھے غَیْرَ۔ سوائے
تَخْسِيْرٍ۔ نقصان کے وَيٰقَوْمِ۔ اور اے میری قوم هٰذِهٖ۔ یہ ہے نَاقَةُ اللّٰهِ۔ اللہ کی اونٹنی
لَكُمْ۔ تمہارے لیے اٰيَةً۔ نشان فَذَرُوْهَا۔ پھر چھوڑ دو اسکو تَاْكُلْ۔ کھائے
فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ۔ اللہ کی زمین میں وَلَا تَمَسُّوْهَا۔ اور نہ چھونا اس کو
بِسُوْٓءٍ۔ برائی سے فَيَاْخُذَكُمْ۔ پھر پکڑ لیگا تم کو عَذَابٌ۔ عذاب قَرِيْبٌ۔ قریب
فَعَقَرُوْهَا۔ پھر انہوں نے اسکی کونچیں کاٹیں فَقَالَ۔ تو فرمایا تَمَتَّعُوْا۔ فائدہ اٹھاؤ
فِیْ دَارِكُمْ۔ اپنے گھروں میں ثَلٰثَةَ۔ تین اَيَّامٍ۔ دن ذٰلِكَ۔ یہ
وَعْدٌ۔ وعدہ غَيْرُ۔ نہیں ہے مَكْذُوْبٍ۔ جھوٹا فَلَمَّا۔ پھر جب
جَآءَ۔ آیا اَمْرُنَا۔ ہمارا فیصلہ نَجَّيْنَا۔ نجات دی ہم نے صٰلِحًا۔ صالح کو
وَّالَّذِيْنَ۔ اور ان کو اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے مَعَهٗ۔ اس کے ساتھ بِرَحْمَةٍ۔ اپنی رحمت
مِّنَّا۔ سے وَمِنْ خِزْیِ۔ اور ذلت اس يَوْمِئِذٍ۔ دن کی سے
اِنَّ۔ بے شک رَبَّكَ۔ تیرا رب هُوَ۔ وہ الْقَوِیُّ۔ طاقتور ہے
الْعَزِيْزُ۔ غالب وَاَخَذَ۔ اور پکڑا الَّذِيْنَ۔ ان کو جنہوں نے ظَلَمُوا۔ ظلم کیا
الصَّيْحَةُ۔ چنگھاڑ نے فَاَصْبَحُوْا۔ تو ہو گئے فِیْ دِيَارِهِمْ۔ وہ اپنے گھروں میں جٰثِمِيْنَ۔ زانو کے بل گرے ہوئے
كَاَنْ۔ گویا کہ لَّمْ يَغْنَوْا۔ نہیں بسے تھے فِيْهَا۔ اس میں اَلَآ اِنَّ۔ خبردار بے شک
ثَمُوْدَا۔ ثمود نے كَفَرُوْا۔ کفر کیا رَبَّهُمْ۔ اپنے رب کا اَلَا۔ خبردار
بُعْدًا۔ دوری ہو لِّثَمُوْدَ۔ ثمود کو۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع سورہ ہود پ ۱۲

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا۔ اور ثمود کی طرف ان کی قوم سے صالح کو (بھیجا) فرمایا۔ اے میری قوم اللہ کو پوجو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا۔ اور اس نے تمہیں بسایا تو ان سے معافی مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک میرا رب قریب ہے۔ سننے والا ہے۔ هُوَ اَنْشَاَكُمْ سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ابتداء خلق قوم ثمود سے ہو۔ لیکن یہ حقیقت ہے۔ کہ ابتدا خلق آدم علیہ السلام سے ہے۔ اور اصل بشر ہیں۔ بعض نے کہا۔ اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں۔ تمہارے باپ دادے ابتدا خلق کی گئیں۔ بہرحال انشاد خلق انسان الشان ہی سے ہے۔ تو ہر انسان کتم عدم سے منصۂ شہود پر جب آیا۔ تو انشاد خلق اس کی اسی پر ہے۔

اور من الارض باین اعتبار ہو سکتا ہے۔کہ دوسرے مقام پر مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى
فرمایا جا چکا ہے۔تو ہر مخلوق حیوانی کی انشاء خلق زمین سے ہے۔اور وہ زمین میں ہی بسنا چاہتا ہے۔تو اللہ
تعالیٰ نے اسے زمین میں بسایا۔اور اسے بناء مساکن اور حفر انہار غرس اشجار کی احتیاج تھی۔چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے نہریں کھودنے مکان بنانے باغات لگانے کی اس میں صلاحیت پیدا فرمائی۔ضحاک کہتے ہیں۔استعمار سے
مراد عمر طویل عطا کرنا مقصود ہے۔چنانچہ قوم ثمود میں تین سو سے ہزار ہزار سال کے عمر کے لوگ ہوتے۔تو حضرت
صالح علیہ السلام نے اپنی یہ سب چیزیں پیش کر کے فرمایا۔کہ وہ ہستی جس نے تمہیں عمر طویل اور انہار کثیر
اور مکانات وغیرہ عطا کیئے۔وہی اس امر کا مستحق ہے۔کہ اس کی عبادت کی جائے۔اور اسی کے حضور توبہ
واستغفار کر کے توبہ کرتے ہوئے رجوع ہو۔وہ اپنے کے قریب ہے۔اور اس کی توبہ و استغفار قبول فرماتا ہے
اس پر قوم ثمود بجائے ہدایت قبول کرنے کے بولی۔قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ اے صالح اس سے قبل تو تم ہم میں
ہونہار معلوم ہوتے تھے۔اور ہم سمجھتے تھے۔کہ تم ہمارے سردار بنو گے۔اس لئے کہ آپ میں غریبوں فقیروں پر
سخاوت کرنے کی صلاحیت ہے۔لیکن ہمارے بتوں کی مخالفت سے ہماری امیدیں منقطع ہو گئیں۔کیا تم ہمیں
اس پوجا سے منع کرتے ہو۔جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔ہم تو یقیناً شک میں پڑ گئے۔اس لئے کہ آپ
ہماری پوجا کو روکتے ہو۔یہ زبردست دھوکا دینے والا شک ہے۔اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے جواب دیا
قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً
اور فرمایا (صالح) اے میری قوم بھلا دیکھو تو اگر ہوں میں روشن دلیل پر اپنے رب کی طرف سے۔اور اس نے
مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی۔یعنی حکمت اور نبوت سے مجھے نوازا۔فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ تو مجھے اس سے
کون بچائے گا۔اگر میں اس کی نافرمانی کروں۔اور حکم کے خلاف ہو کر تبلیغ رسالت نہ کروں۔اور تمہیں بت پرستی سے
نہ روکوں۔تو یہ میری طرف سے نافرمانی ہو گی۔میرے رب کی۔تو تم سے مجھے سوائے نقصان کے کوئی مدد میں ترقی نہ
ہو گی۔اور تمہاری کمزوری اور ذلت کا زیادہ مشاہدہ ہو جائے گا۔لہٰذا تم انصاف سے دیکھو۔اور غور کرو۔
وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم یہ اللہ کا ناقہ ہے۔تمہارے لئے نشانی۔تو اسے چھوڑ دو۔کہ اللہ کی زمین
میں کھائے۔اور اسے کوئی برائی سے مس نہ کرو۔اس کا مفصل واقعہ تو آٹھویں پارہ کے بیسویں رکوع سورہ
اعراف میں بیان ہو چکا ہے۔مختصراً بیان بھی مذکور کر دیا جاتا ہے۔واقعہ یہ ہے۔کہ قوم ثمود نے حضرت صالح
علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا تھا۔تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔تو پتھر کے چٹان سے بحکم الٰہی
اونٹنی سے نر پیدا ہو گیا۔جسے عربی میں ناقہ کہتے ہیں۔اس کی پیدائش بلا نطفہ بلا حمل بلا کسی قوۃ کے ہوئی۔اور
نشوونما میں بھی حسب عادت قدرت اس سے تدریج و تعویق نہ ہوئی۔اور یہ کام ان کے مطالبہ پر بطریق معجزہ

تھا۔اس آیہ کریمہ میں اس کے متعلق اشارہ سے یہ احکام فرمائے۔کہ
اسے زمین میں چرنے دو۔
اسے کسی قسم کا آزار پہنچانیکا ارادہ نہ کرو۔ورنہ دنیا میں ہی تم پر عذاب آجائے گا۔اور مہلت نہ دی جائے گی۔جیسا کہ فرمایا۔فَيَأْخُذَكُمْ تم دردناک عذاب میں پکڑے جاؤ گے۔لیکن وہ اپنی جہالت پر رہے۔اور فَعَقَرُوهَا انہوں نے اس ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں۔تو (صالح) نے فرمایا۔اپنے گھروں میں تین دن رہ لو۔یہ وہ وعدہ ہے۔کہ جھوٹا نہ ہوگا۔یہ واقعہ چہار شنبہ کو ہوا۔آپ نے فرمایا۔جمعرات یا جمعہ تک جو کرنا ہے وہ کر لو ہفتہ کے روز تم پر عذاب آئے گا۔
اس کی علامت یہ ہے۔
پہلے روز تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔
دوسرے روز سرخ اور
تیسرے روز یعنی جمعہ کے دن سیاہ
چوتھے روز یعنی ہفتہ کے دن تم پر عذاب نازل ہو جائے گا۔

علامہ الوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں

إِنَّهُمْ لَمَّا عَقَرُوا النَّاقَةَ صَعِدَ فَصِيلُهَا الْجَبَلَ وَرَغَا ثَلٰثَ رَغَوَاتٍ فَقَالَ صَالِحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِكُلِّ رَغْوَةٍ اَجَلُ يَوْمٍ وَابْتِدَاءُ الْاَيَّامِ عَلٰى مَا فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ الْاَرْبِعَاءُ۔
وَرُوِيَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَهُمْ تُصْبِحُ وُجُوْهُكُمْ غَدًا مُصْفَرَّةً۔
وَبَعْدَ غَدٍ مُحْمَرَّةً
وَالْيَوْمُ الثَّالِثُ مُسْوَدَّةً ثُمَّ يُصَبِّحُكُمُ الْعَذَابُ۔

جب ناقہ کی کونچیں کاٹ دی گئیں۔تو وہ ایک پہاڑ کی فصیل پر چڑھا۔تو تین بار بولا۔تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا۔ہر بولنے پر ایک دن کی مدت ہے۔اور اس کی ابتدا چہار شنبہ ہے۔
اور ایک روایت میں ہے۔کہ حضرت صالح علیہ السلام نے ثمود سے فرمایا کہ
صبح تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔اس کے بعد سرخ اور تیسرے دن سیاہ۔اور چوتھے دن صبح تم پر عذاب آئے گا۔فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا تو جب ہمارا حکم آیا۔بچا لیا ہم نے صالح اور اس کے اوپر ایمان لانیوالے ساتھیوں کو۔اپنی رحمت سے۔اور رسوائی سے اس دن کی۔بیشک تمہارا رب قوی عزت والا ہے۔اور پکڑ لیا انہیں جو ظالم تھے۔چنگھاڑ نے۔تو صبح ہی اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔گویا کبھی یہاں بسے

ہی نہ تھے۔

جَاثِمِیْنَ۔ ھَامِدِیْنَ مَوْتٰی لَا یَتَحَرَّکُوْنَ اور صیحہ کے اوپر لکھتے ہیں۔ اَیْ صَیْحَۃُ جِبْرِیْلَ اَوْ صَیْحَۃٌ مِّنَ السَّمَاءِ فِیْھَا کُلُّ صَاعِقَۃٍ وَّصَوْتٍ مُّفْزِعٍ۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۂ ہود پ ۱۲

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰھِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ ۝

اور بیشک آئے ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر بولے سلام کہا (ابراہیم نے بھی) سلام تو نہ دیر کی (ابراہیم نے) کہ ایک بچھڑا بھنا ہوا لے آئے۔

فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَھُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَکِرَھُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَۃً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ ۝

تو جب دیکھا۔ کہ ان کے ہاتھ نہیں جاتے اس پر۔ غیر سمجھا انہیں اور دل ہی دل میں ان سے خوف کیا۔ بولے فرشتے نہ خوف کرو ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَۃٌ فَضَحِکَتْ فَبَشَّرْنٰھَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ۝

اور ان کی بیوی کھڑی تھیں۔ وہ ہنس پڑیں۔ تو بشارۃ دی ہم نے اسے اسحٰق کی۔ اور اس کے بعد یعقوب کی۔

قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤی ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝

بولی۔ ہائے خرابی کیا میرے بچہ ہوگا۔ اور میں بوڑھی ہوں۔ اور یہ ہے۔ شوہر میرا بوڑھا۔ بے شک یہ عجیب بات ہے۔

قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَکٰتُهٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

بولے (فرشتے) کیا تعجب کرتی ہے۔ اللہ کے حکم پر۔ اللہ کی رحمتیں اور برکتیں تم پر (اے) گھر والو وہی ہے۔ سب خوبیوں والا عزت والا

فَلَمَّا ذَھَبَ عَنْ اِبْرٰھِیْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰی یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝

تو جب چلا گیا۔ ابراہیم سے خوف۔ اور آئی انہیں خوشخبری۔ جھگڑنے لگا۔ ہم سے بیچ قوم لوط کے بارے میں۔

اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ ۝

بیشک ابراہیم تحمل والا بہت آہیں بھرنے والا۔ رجوع ہونیوالا ہے۔

یٰۤاِبْرٰھِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّکَ ۚ وَاِنَّھُمْ اٰتِیْھِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ ۝

اے ابراہیم اعراض کر۔ اس معاملہ سے بیشک آ چکا۔ حکم تیرے رب کا۔ اور بے شک آنے والا ہے۔ ان پر عذاب نہ رد ہونے والا

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ ۝

اور جب آئے ہمارے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس ناگوار ہوا۔ اور ان کے آنے پر دلتنگ ہوا۔

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ
هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ
رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝

اور کہا یہ دن بڑی سختی کا ہے۔ اور آئی دوڑتی لوط کی
قوم اس کے پاس اور اس سے پہلے سے ہی تھے۔ وہ
برے کام کرتیں۔ کہا اے میری قوم یہ میری قومی بیٹیاں
ہیں۔ یہ تمہارے لئے ستھری ہیں۔ تو ڈرو اللہ سے اور مجھے
رسوا نہ کرو۔ میرے مہمانوں میں۔ کیا تم میں ایک بھی نیک
چلن نہیں۔

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ
حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝

بولے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ نہیں ہمارا حق اس قوم کی بیٹیوں
پر۔ اور آپ جانتے ہیں جو ہمارا ارادہ ہے۔

قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ
شَدِيْدٍ ۝

فرمایا۔ اگر مجھ میں تمہارے مقابل قوۃ ہوتی۔ تو میں کسی بڑے
پائے کی پناہ لیتا۔

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا
اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ
وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ
اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ
مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ
بِقَرِيْبٍ ۝

بولے فرشتے اے لوط علیہ السلام۔ ہم بھیجے ہوئے تیرے
رب کی۔ وہ ہرگز نہیں پہنچ سکتے ہم تک۔ آپ نکلیں
معہ اہل اپنے کے راتوں رات۔ اور نہ پیٹھ پھیر کر تم
میں سے کوئی دیکھے۔ سوا تمہاری عورت کے۔ اسے
بھی پہنچنا ہے۔ وہی جو اس قوم کو پہنچے گا۔ بے شک
اس کا وعدہ صبح کا ہے۔ کیا صبح قریب نہیں۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا
سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً
مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ
وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ۝

تو جب آیا ہمارا حکم کر دیا ہم نے بلندیوں والوں کو
نیچے۔ اور برسائے ہم نے ان پر کنکر بھیل سے [illegible]
جو نشان لگائے ہوئے تھیں۔ رب کے پاس [illegible]
وہ ظالموں سے کچھ دور نہ

حلِ لغات ساتواں رکوع سورۂ ہود پ ۱۲

وَلَقَدْ۔ اور بے شک	جَآءَ۔ آئے	رُسُلُنَا۔ ہمارے بھیجے ہوئے	اِبْرٰهِيْمَ۔ ابراہیم کے پاس
بِالْبُشْرٰى۔ خوشخبری لیکر	قَالُوْا۔ بولے	سَلٰمًا۔ سلام	قَالَ۔ اس نے بھی کہا
سَلٰمٌ۔ سلام	فَمَا۔ پھر نہ	لَبِثَ۔ ٹھہرا	اَنْ۔ یہ کہ

جَاۤءَ ۔ لایا	بِعِجْلٍ ۔ بچھڑا	حَنِیْذٍ ۔ بھنا ہوا	فَلَمَّا ۔ پھر جب
رَاٰی ۔ دیکھا کہ	اَیْدِیَهُمْ ۔ ان کے ہاتھ	لَا تَصِلُ ۔ نہیں پہنچتے	اِلَیْهِ ۔ اس کی طرف
نَکِرَهُمْ ۔ تو غیر جانا ان کو	وَاَوْجَسَ ۔ اور چھپایا	مِنْهُمْ ۔ ان سے	خِیْفَةً ۔ ڈر
قَالُوْا ۔ بولے	لَا تَخَفْ ۔ نہ ڈر	اِنَّا ۔ بے شک ہم	اُرْسِلْنَا ۔ بھیجے گئے ہیں
اِلٰی ۔ طرف	قَوْمِ ۔ قوم	لُوْطٍ ۔ لوط کی	وَامْرَاَتُهٗ ۔ اور اس کی بیوی
قَآئِمَةٌ ۔ کھڑی تھی	فَضَحِکَتْ ۔ وہ ہنس پڑی	فَبَشَّرْنٰهَا ۔ تو خوشخبری دی ہم نے اس کو	
بِاِسْحٰقَ ۔ اسحق کی	وَمِنْ وَّرَآءِ ۔ اور بعد	اِسْحٰقَ ۔ اسحق کے	یَعْقُوْبَ ۔ یعقوب کی
قَالَتْ ۔ کہنے لگی	یٰوَیْلَتٰی ۔ اے افسوس	ءَاَلِدُ ۔ کیا میں جنوں گی	وَاَنَا ۔ اور میں ہوں
عَجُوْزٌ ۔ بڑھیا	وَهٰذَا ۔ اور یہ ہیں	بَعْلِیْ ۔ میرے خاوند	شَیْخًا ۔ بوڑھے
اِنَّ ۔ بے شک	هٰذَا ۔ یہ	لَشَیْءٌ ۔ چیز ہے	عَجِیْبٌ ۔ عجیب
قَالُوْا ۔ بولے	اَتَعْجَبِیْنَ ۔ کیا تعجب کرتی ہے تو	مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۔ اللہ کے فیصلے پر	
رَحْمَتُ اللّٰهِ ۔ اللہ کی رحمتیں ہیں		وَبَرَکٰتُهٗ ۔ اور اسکی برکتیں	عَلَیْکُمْ ۔ تم پر
اَهْلَ الْبَیْتِ ۔ اے گھر والو		اِنَّهٗ ۔ بے شک وہ	حَمِیْدٌ ۔ تعریف کیا گیا
مَّجِیْدٌ ۔ بزرگ ۔	فَلَمَّا ۔ پھر جب	ذَهَبَ ۔ چلا گیا	عَنْ اِبْرٰهِیْمَ ۔ ابراہیم سے
الرَّوْعُ ۔ ڈر	وَجَآءَتْهُ ۔ اور آئی اسکو	الْبُشْرٰی ۔ خوشخبری	یُجَادِلُنَا ۔ جھگڑنے لگا ۔
فِیْ قَوْمِ ۔ قوم	لُوْطٍ ۔ لوط کے متعلق	اِنَّ ۔ بے شک	اِبْرٰهِیْمَ ۔ ابراہیم
لَحَلِیْمٌ ۔ یقیناً بردبار ہے	اَوَّاهٌ ۔ درد مند	مُّنِیْبٌ ۔ رجوع کرنے والا	یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۔ اے ابراہیم
اَعْرِضْ ۔ منہ پھیرلے	عَنْ هٰذَا ۔ اس سے	اِنَّهٗ ۔ بے شک وہ	قَدْ جَآءَ ۔ آچکا ہے
اَمْرُ ۔ حکم	رَبِّکَ ۔ تیرے رب کا	وَاِنَّهُمْ ۔ اور یقیناً وہ	اٰتِیْهِمْ ۔ آنے والا ہے انکو
عَذَابٌ ۔ عذاب	غَیْرُ ۔ جو نہیں ہے	مَرْدُوْدٍ ۔ واپس کیا گیا	وَلَمَّا ۔ اور جب
جَآءَتْ ۔ آئے	رُسُلُنَا ۔ ہمارے بھیجے ہوئے	لُوْطًا ۔ لوط کے پاس	سِیْٓءَ بِهِمْ ۔ تو بددل ہوا
وَضَاقَ ۔ اور تنگ ہو گیا	بِهِمْ ۔ ان کی وجہ سے	ذَرْعًا ۔ سینے میں	وَقَالَ ۔ اور کہا
هٰذَا ۔ یہ ہے	یَوْمٌ ۔ دن	عَصِیْبٌ ۔ مشکل	وَجَآءَهٗ ۔ اور آئی اسکے پاس
قَوْمُهٗ ۔ اسکی قوم	یُهْرَعُوْنَ ۔ دوڑتی ہوئی	اِلَیْهِ ۔ اس کی طرف	وَمِنْ قَبْلُ ۔ اور اس سے پہلے
کَانُوْا ۔ تھے وہ	یَعْمَلُوْنَ ۔ کام کرتے	السَّیِّاٰتِ ۔ برے	قَالَ ۔ کہا

يٰقَوْمِ۔ اے میری قوم　هٰؤُلَاۤءِ۔ یہ ہیں　بَنَاتِيْ۔ میری بیٹیاں　هُنَّ۔ وہ

اَطْهَرُ۔ پاک ہیں　لَكُمْ۔ تمہارے لیے　فَاتَّقُوا۔ تو ڈرو　اللّٰهَ۔ اللہ سے

وَلَا تُخْزُوْنِ۔ اور نہ ذلیل کرو مجھے　فِيْ ضَيْفِيْ۔ میرے مہمانوں میں　اَلَيْسَ۔ کیا نہیں ہے

مِنْكُمْ۔ تم میں سے　رَجُلٌ۔ کوئی آدمی　رَشِيْدٌ۔ بھلا مانس　قَالُوْا۔ بولے

لَقَدْ۔ یقیناً　عَلِمْتَ۔ تو جانتا ہے کہ　مَا لَنَا۔ نہیں ہے ہمارے لیے　فِيْ بَنٰتِكَ۔ تیری بیٹیوں میں

مِنْ حَقٍّ۔ کوئی حق　وَاِنَّكَ۔ اور یقیناً تو　لَتَعْلَمُ۔ جانتا ہے　مَا نُرِيْدُ۔ جو ہم چاہتے ہیں

قَالَ۔ کہا　لَوْ اَنَّ۔ کاش ہوتی　لِيْ بِكُمْ۔ مجھے تمہارے مقابل　قُوَّةً۔ طاقت

اٰوِيْ۔ یا میں پناہ لیتا　اِلٰى۔ طرف　رُكْنٍ۔ قلعے　شَدِيْدٍ۔ مضبوط کی

قَالُوْا۔ بولے　يٰلُوْطُ۔ اے لوط　اِنَّا۔ بیشک ہم　رُسُلُ۔ بھیجے ہوئے ہیں

رَبِّكَ۔ تیرے رب کے　لَنْ يَّصِلُوْا۔ وہ کبھی نہیں پہنچیں گے　اِلَيْكَ۔ تیری طرف

فَاَسْرِ۔ پھر رات کو لے جا　بِاَهْلِكَ۔ اپنے گھر والوں کو　بِقِطْعٍ۔ ٹکڑے　مِّنَ الَّيْلِ۔ رات میں

وَلَا۔ اور نہ　يَلْتَفِتْ۔ پیچھے دیکھے　مِنْكُمْ۔ تم میں سے　اَحَدٌ۔ کوئی

اِلَّا۔ مگر　امْرَاَتَكَ۔ تیری بیوی　اِنَّهٗ۔ بے شک　مُصِيْبُهَا۔ پہنچنے والا ہے اس کو

مَا۔ جو　اَصَابَهُمْ۔ پہنچیگا ان کو　اِنَّ۔ بے شک　مَوْعِدَهُمُ۔ ان کا وعدہ

الصُّبْحُ۔ صبح ہے　اَلَيْسَ۔ کیا نہیں ہے　الصُّبْحُ۔ صبح　بِقَرِيْبٍ۔ قریب

فَلَمَّا۔ پھر جب　جَآءَ۔ آیا　اَمْرُنَا۔ ہمارا حکم　جَعَلْنَا۔ تو کیا ہم نے

عَالِيَهَا۔ اس کا اوپر　سَافِلَهَا۔ اس کے نیچے　وَاَمْطَرْنَا۔ اور بارش برسائی ہم نے

عَلَيْهَا۔ اس پر　حِجَارَةً۔ پتھروں　مِّنْ سِجِّيْلٍ۔ کنکروں والے

مَّنْضُوْدٍ۔ تہ بہ تہ کی　مُّسَوَّمَةً۔ جو نشاندار تھے　عِنْدَ۔ نزدیک　رَبِّكَ۔ تیرے رب کے

وَمَا هِيَ۔ اور نہیں وہ　مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں سے　بِبَعِيْدٍ۔ کچھ دور

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع سورہ ہود پ ۱۲

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا۔ اور بے شک آئے ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت کے ساتھ۔ کہا انہوں نے سلام۔ ابراہیم نے بھی کہا۔ سلام پھر کچھ دیر نہ کی۔ کہ لائے ایک بچھڑا بنا ہوا۔ تو جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ نہیں پہنچتے کھانے کو تو غیرت محسوس کی۔ دل ہی دل میں وہ خوف کرنے لگا۔ (فرشتے) بولے

نہ ڈر ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اس آیہ کریمہ کی تفسیر پر علامہ آلوسی روح المعانی میں بیان فرماتے ہیں۔
وَهُمُ الْمَلٰئِكَةُ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّهُمْ كَانُوْا اِثْنَيْ عَشَرَ مَلَكًا۔ وہ فرشتے بارہ تھے۔
وَقَالَ السُّدِّيُّ اَحَدَ عَشَرَ عَلٰى صُوْرَةِ الْغِلْمَانِ فِيْ غَايَةِ الْحُسْنِ وَالْبَهْجَةِ۔ وہ گیارہ فرشتے غلماں کی شبیہ میں نہایت ہی حسین بنکر آئے تھے۔ ایک قول ہے۔ وہ دس تھے۔ اور ان میں حضرت روح الآمین بھی تھے۔

ضحاک کہتے ہیں۔ وہ نو تھے۔

محمد بن کعب کی تحقیق ہے۔ کہ وہ آٹھ تھے۔

علامہ ماوردی کہتے ہیں۔ وہ چار تھے۔ اور ان کے نام نہ معلوم ہو سکے۔

عثمان بن محیص فرماتے ہیں۔ کہ وہ جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل اور رفائیل علیہ السلام تھے۔

اور ایک روایت ابن عباس اور ابن جبیر سے ہے۔ اس میں ہے۔ کہ وہ جبرائیل اسرافیل میکائیل تین ہی تھے۔ مقاتل وہ ہے۔ کہ وہ جبرئیل میکائیل ملک الموت علیہم السلام تھے۔

اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نہیں بھیجے گئے تھے۔ بلکہ قوم لوط پر عذاب لے کر آئے تھے جیسا کہ خود قرآن کا بیان منقول ہے۔

اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف تو صرف مژدہ دینے آئے تھے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ۔ اور عجل عربی میں گائے کے بچھڑے کو کہتے ہیں۔ اور علامہ عجل کے اس کا نام غتیل اور غبش بھی ہے۔ اور حنیذ اس مرغن گوشت کو کہتے ہیں۔ جیسے گود کر بھون لیا گیا ہو۔ اور سدی اس کے معنی میں صرف سمین یعنی فربہ لکھتے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاق و آداب میں یہ چیز تھی۔ کہ جب کوئی مہمان آتا۔ تو اکرام ضیف میں ضرور کچھ پیش فرماتے تھے۔ اور آپ مہمان نوازی میں مشہور تھے۔ حتیٰ کہ آپ بغیر مہمان کھانا تناول نہ فرماتے۔ اس دفعہ اتفاقاً پندرہ روز سے کوئی مہمان نہ آیا۔ اور آئے تو تین یا چار یا آٹھ یا دس یا گیارہ یا بارہ باختلاف اور آگئے۔ چونکہ آپ کے ہاں گائیں بکثرت تھیں۔ آپ نے ایک موٹے تازے بچھڑے کو ذبح کر کے بھونا اور ان کے آگے رکھا۔

اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ گائے کے گوشت کا رواج حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہاں طور پر تھا۔ اور مہمان کے آگے مرغوب چیز ہی رکھی جاتی ہے۔ اس لیے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ کو بچھڑہ زیادہ مرغوب تھا۔ اور جو چیز انبیائے کرام میں مستعمل و مرغوب ہو وہ سنت ہوتی ہے۔ تو یہ بچھڑا سنت ابراہیم ہوا۔ اور جو اسے سنت ابراہیم سمجھ کر استعمال کرے۔ وہ اس سنت کا اجر بھی پائے گا۔ اور

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ۔ اس میں کنایہ ہے۔ ان کے نہ کھانے کا۔ ان کے ہاتھ کھانے سے نہ

بلے۔ یعنی انہوں نے نہ کھایا۔ تو نَکِرَهُمْ اَیْ اَنْکَرَهُمْ ان سے اجنبیت محسوس فرمائی۔ وَاَوْجَسَ اَیْ اَدْرَكَ محسوس کیا۔ مِنْهُمْ یَعْنِیْ مِنْ جِهَتِهِمْ خِیْفَةً خوف سا محسوس فرمایا۔ تو ملائکہ چوں کہ امور قلبیہ کا علم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ رَبِّ عَبْدُكَ هٰذَا یُرِیْدُ اَنْ یَّعْمَلَ سَیِّئَةً الحدیث وَهُوَ قَوْلٌ بِاَنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ یَعْلَمُوْنَ الْاُمُوْرَ الْقَلْبِیَّةَ۔ تو انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کا خوف دیکھ کر کہا۔ لاتخف آپ خوف نہ کریں۔ انا ارسلنا ہم بھیجے گئے ہیں۔ الیٰ قوم لوط قوم لوط کی طرف۔ اور بعض اس طرف گئے کہ اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمْ یَعْرِفْ اَنَّهُمْ مَلٰٓئِكَةٌ حَتّٰی قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جانا بھی نہ تھا کہ وہ فرشتے ہیں۔ جب انھوں نے عرض کیا۔ لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ تو آپ سمجھے کہ یہ فرشتے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے۔ کہ آپ کے خائف ہونے کا سبب یہ تھا کہ وہ بلا اجازت بیوقت آپ کے یہاں داخل ہو گئے تھے۔ آگے ارشاد ہے۔ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا اور اس کی بیوی کھڑی تھی۔ تو ہنس پڑی۔ تو ہم نے اسے اسحق کی خوشخبری دی۔ اور اسحق کے پیچھے یعقوب کی۔ بولی ہائے خرابی۔ کیا میرے بچہ ہوگا۔ اور میں بوڑھی ہوں۔ اور یہ ہیں میرے خاوند بوڑھے۔ بیشک یہ تو تعجب ناک بات ہے۔ فرشتے بولے کیا تم تعجب کرتی ہو۔ اللہ کے حکم میں۔ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اہلبیت نبوت بیشک وہ سب خوبیوں والا عزت والا ہے اور آپ کی بیوی جو کھڑی تھیں۔ وہ حضرت سارہ تھیں۔ جو بنت ہاران بن ناحور آپ کی پھوپھی کی صاحبزادی تھیں۔ ابن ابی حاتم مجاہد سے راوی ہیں۔ وَكَانَتْ نِسَآؤُهُمْ لَا تَحْتَجِبُ لِكِبَرِهَا الْعَجَائِزُ مِنْهُمْ۔ اس زمانہ میں عورتیں پردہ نہ کرتی تھیں۔ خصوصا بڑھیا عورتیں۔ اور حضرت سارہ بڑھیا تھیں۔

وہب کہتے ہیں۔ حضرت سارہ پس پردہ کھڑی تھیں۔ اور باتیں سن رہی تھیں۔

ابن اسحق سے مروی ہے کہ وہ کھڑی نماز میں مشغول تھیں۔ بہر حال کسی حال میں ہوں۔ وہاں موجود تھیں اس کے علاوہ اور بہت سے اقوال ہیں۔ مَنْ شَآءَ فَلْیَنْظُرْ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ۔ آگے ارشاد ہے۔

تو وہ ہنس پڑیں۔ ایک قول تو یہ ہے۔ کہ ضحک معروف ہی اس سے مراد ہے۔ اور یہ ضحک تھا اس سلئے کہ اجنبیت کا خوف زائل ہونے کے بعد ضحک لازمی تھا۔

یا یہ کہ قوم لوط جو اہل فساد تھی۔ اس پر عذاب کی خبر سن کر آپ کو مسرت ہوئی۔ وہ ضحک مراد ہے۔

ابن انباری کہتے ہیں۔ کہ حضرت سارہ نے گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مزاحا فرمایا اَضْمُمْ اِلَیْكَ لُوْطًا فَاِنِّیْ اَرٰی الْعَذَابَ سَیَنْزِلُ بِقَوْمِهٖ وَكَانَ لُوْطٌ اِبْنَ اَخِیْهِ وَقِیْلَ اِبْنُ خَالَتِهَا۔

یعنی اب قوم لوط کی حفاظت کیجئے۔ میں تو دیکھ رہی ہوں۔ کہ ان کی قوم پر عذاب عنقریب آرہا ہے۔ اور یہ اس لئے

کہ حضرت لوط علیہ السلام بھائی کے بیٹے بھتیجے تھے۔ خالہ کے بیٹے تھے۔ اور ایک قول ہے۔ کہ حضرت سارہ کے بھائی تھے۔ اور یہی مشہور ہے۔ حضرت سارہ ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی صاحبزادی تھیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ ان کا ہنسنا خوف ابراہیم پر تھا۔

قتادہ فرماتے ہیں۔ کَانَ ذَالِكَ مِنْ غَفْلَةِ قَوْمِ لُوطٍ وَقُرْبِ الْعَذَابِ مِنْهُمْ یہ ہنسنا ناسف تھا غفلت قوم لوط پر اور عذاب کے قریب آ جانے پر۔

اور ابن عباس سے ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ حضرت سارہ بشارۃ اسحٰق پر تعجباً ہنسیں۔ ایک قول یہ ہے۔ کہ آپ نے تعجب کرتے ہوئے ہنسنا شروع کیا۔ اور فرمایا۔ عَجَبًا لِاَضْيَافِنَا نَخْدِمُهُمْ بِاَنْفُسِنَا وَهُمْ لَا يَاْكُلُوْنَ طَعَامَنَا اور تعجب ہے۔ کہ ہمارے مہمان ہو کر کھانا نہیں کھاتے۔ ہم ان کی خدمت کریں۔ اور وہ ہماری خدمت قبول نہیں کرتے۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ ضحک سے مراد وہ تبسم ہے۔ جو سرور فرح کے موقع پر ہوتا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ۔

وَاَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاَبُو الشَّيْخِ وَغَيْرُهُمَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ ضَحِكَتْ بِمَعْنٰى حَاضَتْ

ضحک کے معنی حائضہ ہونے پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما اور مجاہد و عکرمہ فرماتے ہیں۔ محاورہ عرب میں بولتے ہیں۔ خرگوش جب خون حیض دینے لگتا ہے۔ تو ضَحِكَتِ الْاَرْنَبُ بولتے ہیں۔

اور فراء بھی کہتے ہیں۔ ضحک بمعنی حائض استعمال ہوتا ہے۔

اور اس پر اکثر اہل لغت متفق ہیں۔

وَالْحَيْضُ فِي الْعَادَةِ مِعْيَارٌ عَلٰى اِمْكَانِ الْحَمْلِ۔ حیض عادتاً معیار ہوتا ہے امکان الحمل کا۔

مجمع البیان میں ہے اِنَّ مَصْدَرَ ضِحْكٍ بِمَعْنٰى حَاضَتْ

آگے فرمایا فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ۔ اس میں بشارۃ ولادۃ اسحٰق ہے۔ اس کے بعد حضرت یعقوب کی بشارۃ ہے يٰوَيْلَتٰى ویل سے ہے۔ اور اصل اس کی خزی ہے۔ اور ہر رسوائی والے امور میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے بھی تعجباً کہا۔ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ۔ کیا میں اولاد جنوں گی۔ حالانکہ میں عجوز یعنی بڑھیا ہو چکی ہوں۔ اس لئے کہ آپ کی عمر نوے سال کی ہو چکی تھی۔ اور بقول ابن اسحٰق ننانوے سال کے ہو چکے تھے۔

اور هٰذَا اسم اشارہ کے ساتھ بعلی فرما کر شیخا کہا۔ یعنی یہ جو تم دیکھ رہے ہو۔ میرے خاوند ہیں۔ یہ بھی بوڑھے ہیں۔ یعنی سو برس یا ایک سو بیس برس کے عمر کے ہوں گے۔

اہل عرب بعل ایک اپنے معبود کو بھی کہتے تھے۔اس کے ذریعہ وہ اپنے خیال میں تقرب الی اللہ حاصل کرتے تھے اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ یہ تعجب ناک بات ہے۔ اس پر فرشتوں نے حضرت سارہ کو جو زوجہ محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام تھیں عرض کیا۔ اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ۔

حضور آپ تعجب کرتی ہیں۔اللہ کے حکم سے۔ بلکہ آپ کے لئے تو کسی طرح مقام تعجب ہی نہیں۔اس لئے آپ تو اہلبیت نبوۃ سے ہیں۔ اور اس گھر میں ہیں۔ جو معجزات اور خوارق عادات اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا مورد ہے۔اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اور وہ ذات حمید و مجید ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اَیْ قُدْرَتِہٖ وَحِکْمَتِہٖ اَوْتَکْوِیْنِہٖ وَشَانِہٖ سُبْحَانَہٗ اَنْکَرُوْا عَلَیْھَا تَعَجُّبَھَا لِاَنَّھَا کَانَتْ نَاشِئَۃً فِیْ بَیْتِ النُّبُوَّۃِ وَمَھْبِطِ الْوَحْیِ وَمَحَلِّ الْخَوَارِقِ فَکَانَ حَقُّھَا اَنْ تَتَوَقَّرَ وَلَا یَزْدَھِیْھَا مَا یَزْدَھِیْ سَائِرَ النِّسَاءِ مِنْ اَمْثَالِ ھٰذِہِ الْخَوَارِقِ مِنَ الْطَافِ اللّٰہِ سُبْحَانَہُ الْخَفِیَّۃِ وَلَطَائِفِ صُنْعِہِ الْفَائِضَۃِ عَلٰی کُلِّ اَحَدٍ مِّمَّنْ یَتَعَلَّقُ بِاِفَاضَتِہٖ عَلَیْہِ مَشِیْئَتُہٗ تَعَالَی الْاَزَلِیَّۃُ۔ لَاسِیَّمَا اَھْلُ بَیْتِ النُّبُوَّۃِ الَّذِیْنَ ھُمْ وَاِنْ تُسَبِّحِ اللّٰہَ تَعَالٰی وَتُمَجِّدَہٗ وَتَحْمِدَہٗ اِلٰی ذَالِکَ اَشَارُوْا بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُتَّبِعَۃُ کُلَّ خَیْرٍ وَبَرَکَتُہٗ اَیْ خَیْرَاتُہُ النَّامِیَۃُ الْمُتَکَاثِرَۃُ الَّتِیْ مِنْ جُمْلَتِھَا ھِبَۃُ الْاَوْلَادِ۔

وَقِیْلَ الرَّحْمَۃُ النُّبُوَّۃُ وَالْبَرَکَاتُ الْاَسْبَاطُ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لِاَنَّ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ مِنْھُمْ وَکُلُّھُمْ مِنْ وُلْدِ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ۔اور ۲۲ پارہ میں فرمایا اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ اور آل اور اہل دونوں ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں۔ آگے فرماتے ہیں۔

وَاسْتَدَلَّ بِالْاٰیَۃِ عَلٰی دُخُوْلِ الزَّوْجَۃِ فِیْ اَھْلِ الْبَیْتِ وَھُوَ الَّذِیْ ذَھَبَ اِلَیْہِ الشِّیْنُ وَیُؤَیِّدُہٗ مَا فِیْ سُوْرَۃِ الْاَحْزَابِ۔

اہل سنت و جماعت کے عقیدہ میں ازواج مطہرات اہل بیت میں ہیں اور اس وجہ سے داخل ہیں کہ قرآن کریم نے بائیسویں پارہ کے شروع میں اہل البیت فرما کر ان کی تطہیر کی اور سیاق کلام میں انہی سے مخاطبہ ہے۔ اور یہاں تو صاف رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَھْلَ الْبَیْتِ فرمایا اس کا سیاق حضرت سارہ کے استعجاب قولیہ پر ہے یعنی یا لعجوز سے۔ بنا برایں عقیدہ اہل سنت قوی ہے اور تاویل کی اس میں گنجائش نہیں۔ چنانچہ صاحب روح المعانی آلوسی بھی اسی کے موید ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

"فَلَمَّا ذَھَبَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ الرَّوْعُ۔ تو جب جاتا رہا ابراہیم سے خوف اور اسے خوشخبری ملی جھگڑنے

لگا ہم سے قوم لوط کے بارے میں بے شک ابراہیم تحمل والا بہت آہیں کرنے والا اللہ کے حضور رجوع لانے والا ہے"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال اور ان سے عذاب ہٹانے کی دعا میں اصرار کو اللہ تعالیٰ جدل فرماتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بارگاہ جلت مجدہ میں کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ البتہ تقرب خلت یا قرب محبوبیت کے ناز پر سوال بالاصرار کو یُجَادِلُنَا فرمایا گیا۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں اَیْ یُجَادِلُ رُسُلَنَا فِیْ حَالِهِمْ وَشَانِهِمْ۔ یُجَادِلُنَا سے مراد ملائکہ سے جھگڑنے کے ہیں۔ اور اس قصہ کے متعلق یہ واقعہ ہے جو سورۂ عنکبوت میں ہے وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرَاهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا اِنَّا مُهْلِكُوْا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا یعنی جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو کہنے لگے ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں بے شک اس بستی والے ظالم ہیں تو (ابراہیم نے) کہا بے شک اس بستی میں لوط ہے۔
فَقَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا مُجَادَلَتُهٗ وَعُدَّ ذٰلِكَ مُجَادَلَتَهٗ لِاَنَّ مَآلَهٗ هُوَ عَلٰى مَا قِيْلَ۔ تو یہ مکالمہ حضرت خلیل نے مجادلہ کے طور پر فرمایا کہ اس بستی میں جب حضرت لوط علیہ السلام بھی ہیں تو تم انہیں بھی اس بستی کے ساتھ ہلاک کردو گے۔ پھر فرمایا۔
كَيْفَ تُهْلَكُ قَرْيَةٌ فِيْهَا مِنْ مُّؤْمِنٍ غَيْرُ مُسْتَحِقٍّ لِلْعَذَابِ کیسے وہ بستی ہلاک کی جائے گی جس میں ایک مومن ایسا بھی ہو جو مستحق عذاب نہ ہو۔

اس پر جواب دیا گیا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ہم خوب جانتے ہیں جو اس بستی میں ہے البتہ نجات دیں گے ہم اسے اور اس کے اہل کو مگر اس کی بیوی کو کہ وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قَالَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ فِيْهَا خَمْسُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَتُهْلِكُوْنَهَا قَالُوْا لَا قَالَ فَثَلَاثُوْنَ قَالُوْا لَا قَالَ فَعِشْرُوْنَ قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنْ كَانَ فِيْهِمْ عَشَرَةٌ اَوْ خَمْسَةٌ قَالُوْا لَا قَالَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ فِيْهَا رَجُلٌ وَّاحِدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَتُهْلِكُوْنَهَا قَالُوْا لَا فَعِنْدَ ذٰلِكَ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا)۔

یہ تو بتاؤ اگر اس بستی میں پچاس مسلمان ہوں تو اس بستی کو ہلاک کرو گے فرشتے بولے نہیں فرمایا اگر تیس ہوں تو عرض کیا نہیں فرمایا تو جب بیس ہوں تو ہلاک کرو گے عرض کیا نہیں فرمایا اگر دس یا پانچ ہوں تو عرض کیا نہیں فرمایا اچھا یہ بتاؤ اگر ایک مسلمان ہو تو ہلاک کرو گے عرض کیا نہیں تو پھر فرمایا اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا۔ اس

بستی میں لوط ہیں۔ اس کے بعد جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوا۔

" یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۔ اے ابراہیم اس خیال سے اعراض کہ بے شک تیرے رب کا حکم آچکا اور بے شک ان پر عذاب آنے والا ہے جو واپس نہ لوٹے گا۔"

یعنی جواب میں ملائکہ نے کہا کہ حضور اس خیال کو چھوڑ دیجئے۔ یہ تو آپ کے رب کا حکم نافذ ہو چکا ہے۔ اور جب حکم نافذ ہو جاتا ہے تو رد نہیں ہوا کرتا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ قُلْنَا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے کہا اے ابراہیم اس خیال سے اعراض کرو۔ یہ تمہارے رب کا حکم ہے جو رد نہ ہوگا۔

" وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا اور جب آئے ہمارے فرشتے لوط کے پاس اسے غم ہوا اور وہ ان کے آنے سے تنگ دل ہوئے۔"

اس لیے کہ یہ فرشتے ... حسین شکل میں آئے تھے اور آپ اپنی قوم کی بدعادت سے واقف تھے۔ اس وجہ سے ان کا ایسے ماحول میں آنا آپ کو بار گذرا۔ اور فرمانے لگے۔

" یہ دن بہت سختی کا ہے"۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رخصت ہو کر حضرت لوط علیہ السلام کی طرف چلے لوط علیہ السلام کی بستی ابراہیم علیہ السلام کی بستی سے چار فرسخ پر تھی اور فرسخ کو فارسی میں فرسنگ کہتے ہیں۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اور ہر میل چار ہزار گز کا اور ہر گز چھ مشت یا چوبیس انگلی کا ہوتا ہے (لمعات لوکھنوری)

یہ فرشتے غلمان اور حسین شکل میں وہاں پہنچے تو آپ کو ان کا آنا اس وجہ سے ناگوار گذرا کہ اگر قوم کے شریر ادھر کو آئے اور آپ ان کے دفع سے عاجز آئیں تو آپ کو یہ بات ناگوار تھی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بستی میں آٹھ میل کا فاصلہ تھا یہ فرشتے دن ڈھلتے وقت پہنچے انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی کھیتی میں پایا۔

ایک قول ہے کہ انہوں نے آپ کی ایک صاحبزادی کو دیکھا کہ نہر سدوم سے پانی کھیت کو دے رہی تھیں تو انہوں نے راستہ پوچھا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے ہم مہمان ہیں صاحبزادی ان کے حسن و جمال کو دیکھ کر اپنی قوم سے خوفزدہ ہوئیں اور کہنے لگیں مَکَانَکُمْ آپ یہیں ٹھہریں وَذَهَبَتْ اِلٰۤی اَبِیْهَا اور وہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئیں اور ان کو مہمانوں کی خبر دی حضرت لوط علیہ السلام ان کی طرف تشریف لائے انہوں نے کہا ہم آج رات آپ کے مہمان رہنا چاہتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کیا آپ نے اس قوم کے اعمال کا حال نہیں سنا۔ فرشتوں نے عرض کیا ان کے کیا عمل ہیں۔ لوط علیہ السلام نے فرمایا

اُشْہِدُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّہُمْ شَرُّ قَوْمٍ فِی الْاَرْضِ وَقَدْ کَانَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَالَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ لَا تُعَذِّبُوْھُمْ حَتّٰی یَشْہَدَ عَلَیْہِمْ لُوْطٌ اَرْبَعَ شَہَادَاتٍ۔

جب آپ نے ایک بار یہ فرمایا تو جبریل علیہ السلام نے آپس میں فرمایا یہ تو ایک بار شہادت ہوئی پھر انہوں نے دوبارہ سوال کیا آپ نے دوبارہ ان کی بدچلنی پر قسم اٹھائی پھر ان سے سوال کیا حتیٰ کہ چار بار شہادت مکمل ہوگئی اور یہ فرشتے بستی میں داخل ہوگئے اور حضرت لوط علیہ السلام بھی ساتھ آ گئے۔

اور جناب باری تعالےٰ کی طرف سے فرشتوں کو یہ حکم تھا کہ چار بار شہادت لوط علیہ السلام لیے بغیر ان کی قوم پر عذاب نہ کرنا چنانچہ انہوں نے وہ نصاب شہادت پورا کر لیا۔

" وَضَاقَ بِہِمْ ذَرْعًا اور تنگ ہوگئے حضرت لوط پر ذرع یعنی کوشش اور طاقت۔ اس کے حاصل معنے تنگ دل ہونے کے ہوئے اور آپ نے فرمایا وَقَالَ ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ اور کہا یہ بڑی سختی کا دن ہے آگے ارشاد ہے۔

کشاف میں ہے کہ عرب اپنے محاورہ میں ضَیِّقُ الذِّرَاعِ بولتے ہیں جو عبارت ہے فقدان طاقت سے اور یَوْمٌ عَصِیْبٌ کا ترجمہ یوم شدید لکھتے ہیں۔ وَاَصْلُہٗ مِنَ الْعَصْبِ بِمَعْنَی الشَّدِّ کَاَنَّہٗ شُدَّ بِالشَّرِّ عُصِبَ بَعْضُہٗ بِبَعْضٍ۔

" وَجَآءَہٗ قَوْمُہٗ یُھْرَعُوْنَ اِلَیْہِ "۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی کافرہ بیوی نکلی اور اپنی قوم کو کہہ آئی کہ حضرت لوط کے یہاں نہایت حسین وجمیل اَمرد لڑکے مہمان آئے ہیں ان کے حسن کا مقابل آج تک دیکھا نہیں گیا یہ سنتے ہی وہ شریر النفس لوگ

" آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور انہیں پہلے ہی سے برے کاموں کی عادت پڑی ہوئی تھی "

یہ سب مکان میں آ گئے ان میں کچھ شرم وحیا باقی نہ رہی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ یُھْرَعُوْنَ کا ترجمہ فرماتے ہیں۔ اَیْ یَسْتَحِثُّوْنَ اِلَیْہِ کَاَنَّہٗ یَحُثُّ بَعْضُہُمْ بَعْضًا اَوْ یَحُثُّہُمْ کِبْرُھُمْ وَیَسُوْقُہُمْ یعنی ایک پر ایک گرتے ہوئے طمع فاحش کے لیے دوڑتے ہوئے آئے تو آپ نے انہیں ہدایت فرمائی اور کہا۔

" قَالَ یٰقَوْمِ اے میری قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے ستھری ہیں تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں "۔

یعنی انہیں فرمایا کہ عادت خبیثہ چھوڑ دو اور اپنی بیویوں سے تمتع کرو جو میری قوم کی بیٹیاں ہیں۔ یہاں حضرت لوط علیہ السلام نے شفقتاً قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں فرمایا لیکن یہ حسن خلق تو ان کو فائدہ مند تھا جو انسان ہوتے یہ تو اپنے وحشیانہ معاشرے میں حیوانوں سے بھی گئے گذرے تھے۔ ان میں دنیا کے تمام عیب آ

چکے تھے۔

فحش کار تھے تو ایسے کہ ان کی نظیر نہ تھی۔ مکاء و صفیر کے علاوہ لہو و لعب کبوتر بازی۔ قمار بازی مسخری وغیرہ تمام ہی عیب تھے هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ پر روح المعانی میں چند توجیہات ہیں۔

اول یہ کہ لفظی ترجمہ کے اعتبار سے آپ نے اپنی صاحبزادیاں پیش فرمائیں۔ اور انہیں کہا کہ ان سے عقد کر لو مگر اپنے خبث باطن کی بنا پر اسے قبول نہ کیا۔ اب یہ سوال کہ تزویج مومنات بالکفار کیسے ہو سکتی تھی اس کا جواب یہ ہے کہ تَزْوِیْجُ الْمُؤْمِنَاتِ مِنَ الْکُفَّارِ فَاِنَّہٗ کَانَ جَائِزًا وَقَدْ زَوَّجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِبْنَتَہٗ زَیْنَبَ لِاَبِی الْعَاصِ بْنِ الرَّبِیْعِ وَابْنَتَہٗ رُقَیَّۃَ لِعُتْبَۃَ بْنِ اَبِیْ لَہَبٍ قَبْلَ الْوَحْیِ وَکَانَا کَافِرَیْنِ۔

اِلَّا اَنَّ عُتْبَۃَ بْنَ اَبِیْ لَہَبٍ لَمْ یَدْخُلْ بِہَا وَفَارَقَہَا بِطَلَبِ اَبِیْہِ حِیْنَ نَزَلَتْ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَہَبٍ وَّتَبَّ فَتَزَوَّجَہَا عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

وَاَبَا الْعَاصِ کَانَ قَدْ دَخَلَ بِہَا لٰکِنْ لَمَّا اُسِرَ یَوْمَ بَدْرٍ وَفَادٰی نَفْسَہٗ اَخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ اَنْ یَّرُدَّہَا اِذَا فَاَرْسَلَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ زَیْدَ بْنَ حَارِثَۃَ وَرَجُلَیْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ فِیْ طَلَبِہَا فَجَاءَا بِہَا ثُمَّ اِنَّہٗ اَسْلَمَ وَاَتَی الْمَدِیْنَۃَ فَرَدَّہَا عَلَیْہِ السَّلَامُ بِنِکَاحٍ جَدِیْدٍ۔

مومنہ لڑکی کا عقد کافر سے قبل نزول وحی جائز تھا چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کا عقد ابو العاص بن ربیع سے کیا اور حضرت رقیہ کا عقد عتبہ بن ابو لہب سے کیا لیکن یہ دونوں عقد قبل نزول وحی ہوئے اور ابو العاص اور عتبہ دونوں کافر تھے۔

مگر عتبہ نے تعلق زوجیت عمل میں لانے سے پہلے ہی مفارقت کر دی اس لیے کہ اس کے باپ ابو لہب نے اسے علیحدہ ہونے کا حکم دیا تھا جبکہ سورۂ تبت یدا نازل ہوئی تو اس سے جل کر اس نے اپنے بیٹے سے [illegible] کرائی اور یہ وہ صاحبزادی ہیں جن کا عقد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

اور ابو العاص کے یہاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا آباد رہیں لیکن جب وہ یوم بدر مسلمانوں کے مقابل جان دینے پر آمادہ ہو گیا تو حضور نے اس سے عہد لیا کہ وہ حضور کی صاحبزادی کو واپس کر دے گا جب لوٹ کر آئے گا۔

چنانچہ حضور نے اس کے پاس مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو حضرت زید بن حارثہ اور دو آدمی انصار سے صاحبزادی کو لینے کے لیے بھیجے اور وہ انہیں لے کر آ گئے۔

پھر عاص بن ربیع اسلام لے آئے اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو حضور نے حضرت زینب نکاح جدید کے ساتھ ان کے عقد میں دیں۔

ایک روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سابقہ عقد پر ہی دیں۔

دوسرا قول یہ ہے جو حسن بن فضل سے ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے بشرط اسلام اپنی صاحبزادیاں انہیں پیش فرمائیں اور اس پر علامہ زجاج متفق ہیں اور اس صورت میں معلوم ہوتا ہے کہ شریعت لوط علیہ السلام میں مسلمہ کا عقد کافر سے جائز نہ تھا۔

اور ایک تیسرا قول یہ ہے کہ دو آدمی اس قوم کے سردار تھے جن کا کہنا قوم مانتی تھی تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ دونوں صاحبزادیوں کا عقد ان سے فرما دیں اور ان دو صاحبزادیوں کے سوا اور کوئی صاحبزادی نہ تھی۔

جیسا کہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا نام زعوراء تھا اور دوسری کا نام زیتا تھا

چوتھا قول یہ ہے کہ آپ کی تین صاحبزادیاں تھیں۔

پانچواں قول یہ ہے کہ یہ رشتہ بشرط اسلام آپ اکراماً للضیف کرنا گوارہ فرمار ہے تھے جو غایت کرم اور وسعت اخلاق کی دلیل ہے۔

اور چھٹا قول وہ ہے جس کی بنا پر ہم نے هٰؤُلَاءِ بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ کے ترجمہ میں میری قوم کی بیٹیاں لکھا اور اس کی سند بھی سابقہ اقوال سے اقوی اور اصح ہے حَيْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاَخْرَجَ اَبُو الشَّيْخِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ جُبَيْرٍ وَمُجَاهِدٍ وَابْنُ اَبِى الدُّنْيَا وَابْنُ عَسَاكِرٍ عَنِ السُّدِّيِّ اَنَّ الْمُرَادَ بِبَنَاتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ نِسَاءُ اُمَّتِهٖ وَالْاِشَارَةُ بِهٰؤُلَاءِ لِتَنْزِيْلِهِنَّ مَنْزِلَةَ الْحَاضِرِ عِنْدَهٗ وَاِضَافَتُهُنَّ اِلَيْهِ لِاَنَّ كُلَّ نَبِيٍّ اَبٌ لِاُمَّتِهٖ وَفِىْ قِرَاءَةِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ۔

ابو الشیخ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

اور ابن ابی حاتم ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے

اور مجاہد

اور ابن ابی الدنیا

اور ابن عساکر سدی سے راوی ہیں کہ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ سے مراد نساء امت لوط علیہ السلام ہیں اور ہؤلاء کے ساتھ جو اشارہ ہے تنزیلیہ ہے کہ وہ سب بمنزلہ حاضر کے ہیں ان کے لیے

اور یہ اضافت حضرت لوط علیہ السلام کی طرف سب کی بیبیاں ہونے کی اس وجہ میں ہے کہ ہر نبی

بمنزلہ باپ کے ہے۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَھُوَ اَبٌ لَّھُمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ آیا ہے تو گویا بقراءت ابن مسعود وَھُوَ اَبٌ لَّھُمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ منصوص قطعی ہے یعنی نبی ان سب کے باپ ہیں اور ان کی بیویاں سب کی مائیں ہیں۔ فافہم وتدبر

اور قراءت ابی میں اس طرح ہے وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ وَھُوَ اَبٌ لَّھُمْ۔

اور ھُوَ اَطْھَرُ لَکُمْ پر فرماتے ہیں وَیُرَادُ مِنَ الطَّھَارَۃِ عَلَی الْاَوَّلِ الطَّھَارَۃُ الْحِسِّیَّۃُ وَھِیَ الطَّھَارَۃُ عَمَّا فِی اللِّوَاطَۃِ مِنَ الْاَذٰی وَالْخَبَثِ۔ اس میں طہارت حسی کا اظہار ہے جو لواطت کی اذیت اور خبث سے پاک ہے۔

اور طہارت معنوی یہ ہے کہ تنزہ فحش سے اور گناہ کبیرہ سے حاصل ہو۔ انتہی مختصراً

" فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ "۔ کے متعلق مفہوم واضح ہے کہ مہمان کی بے حرمتی میزبان کی ذلت ہے اس پر آپ نے فرمایا۔ اس پر اس بے حیا قوم نے یہ جواب دیا جو آگے ارشاد ہے۔

" قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِکَ مِنْ حَقٍّ (بولے دلے لوط) آپ جانتے ہیں کہ آپ کی قوم کی بیٹیوں میں ہمارا حق نہیں "۔

یعنی ہماری خوئے بد ہمیں لڑکیوں کی طرف راغب نہیں ہونے دیتی۔ ہمیں تو گندگی منہ لگ گئی ہے۔

" اور آپ جانتے ہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں "۔ یعنی ہم خوگر فواحش ہو چکے ہیں ہمیں وہ چیز جس کی ہمیں رغبت ہے قوم کی بیٹیوں میں حاصل نہیں۔

" قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً۔ فرمایا (لوط علیہ السلام نے) اے کاش مجھے تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط جگہ پناہ لیتا "۔

یعنی اگر میرے پاس تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میرا قبیلہ ہوتا جو میری مدد کرتا تو مقابلہ اور مقاتلہ کرتا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے مکان کا دروازہ بند کر لیا تھا اور اندر سے آپ یہ گفتگو فرما رہے تھے۔ قوم نے چاہا کہ دیوار توڑ دے اس پر حضرت لوط علیہ السلام اضطراب میں تھے تو

" قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ۔ فرشتوں نے کہا حضرت آپ فکر نہ کریں ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ آپ تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے تو آپ نکل جائیں معہ گھر والوں کے راتوں رات اور تم میں سے کوئی پھر کر نہ دیکھے مگر آپ کی بیوی (کافرہ) اسے بھی وہی مصیبت آنی ہے جو انہیں آئے گی بے شک ان کے (عذاب کا) وعدہ صبح کے وقت ہے۔ کیا

صبح قریب نہیں ہے۔"

حضرت آپ کا پایہ مضبوط ہے ہم ان پر عذاب لے کر آئے ہیں۔ دروازہ کھول دیجئے اور انہیں ہماری طرف آنے دیجئے وہ آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے حضرت لوط علیہ السلام نے دروازہ کھول دیا اور قوم کے غنڈا و حمقاء مکان میں گھس گئے حضرت جبریل علیہ السلام نے بحکم الٰہی اپنا بازو ان کے منہ پر مارا سب اندھے ہو گئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے مکان سے نکل کر بھاگے انہیں راستہ نظر نہ آیا ادھر ادھر بھٹکتے پھر رہے تھے اور کہتے جاتے تھے لوط کے یہاں بڑے جادوگر ہیں انہوں نے ہم پر جادو کر دیا۔ پھر فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ اب یہاں سے چلے جائیں اور اپنے گھر والے بھی ساتھ لے جائیں حضرت لوط علیہ السلام نے دریافت کیا یہ عذاب ان پر کب ہوگا حضرت جبریل نے عرض کی صبح اس عذاب کا وقت ہے اور صبح قریب ہے۔

"فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس بستی کے اوپر والوں کو نیچے کر دیا اور اس قوم پر کنکر کے پتھر لگاتار برسائے جو نشان کیے ہوئے تیرے رب کے پاس ہیں اور وہ پتھر کچھ ظالموں سے دور نہیں"۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بستی کے طبقہ کو روح الامین نے اپنا بازو ڈال کر ان پانچوں شہروں کو جس میں سدوم سب سے بڑا تھا اس میں چار لاکھ آبادی تھی اتنا اونچا اٹھایا کہ وہاں کے کتوں اور مرغوں کی آوازیں آسمان پر پہنچیں اور ایسی صفائی سے اٹھایا کہ کسی برتن کا پانی بھی نہ چھلکا اور کوئی سویا ہوا بیدار نہ ہوا پھر اسے اوندھا کر کے زمین پر دے مارا۔ مدائن قوم لوط کے پانچ شہر تھے، میعہ، صعرہ، عصرہ، دوما، سدوم۔ اور سب میں بڑا شہر سدوم تھا۔ اس میں حضرت لوط علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ قتادہ کہتے ہیں اس میں چار لاکھ کی آبادی تھی (روح المعانی)

قتادہ کہتے ہیں ان کنکروں پتھروں پر سرخ خطوط تھے (روح المعانی)

حسن و سدی کہتے ہیں کہ ان پر مہر لگی ہوئی تھی۔

ایک قول ہے جس پتھر سے جس کی موت مقدر تھی اس کا نام اس پر تھا (روح المعانی)

اصل عبارت روح المعانی کی یہ ہے رُوِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَغْلَقَ بَابَہٗ دُوْنَ اَضْیَافِہٖ وَاَخَذَ یُجَادِلُ قَوْمَہٗ عَنْہُمْ مِنْ وَرَاءِ الْبَابِ فَتَسَوَّرُوا الْجِدَارَ فَلَمَّا رَاَتِ الْمَلٰئِکَۃُ مَا عَلٰی لُوْطٍ مِّنَ الْکَرْبِ قَالُوْا یَا لُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْکَ بِضَرَرٍ وَّلَا مَکْرُوْہٍ فَافْتَحِ الْبَابَ وَدَعْنَا وَاِیَّاہُمْ فَفَتَحَ الْبَابَ فَدَخَلُوْا فَاسْتَاذَنَ جِبْرِیْلُ رَبَّ الْعِزَّۃِ فِیْ عُقُوْبَتِہِمْ فَاَذِنَ لَہٗ فَلَمَّا دَنَوْا طَمَسَ اَعْیُنَہُمْ فَانْطَلَقُوْا عُمْیًا یَرْکَبُ بَعْضُہُمْ بَعْضًا وَہُمْ یَقُوْلُوْنَ النَّجَا النَّجَا فَاِنَّ فِیْ بَیْتِ لُوْطٍ عَلَیْہِ

السَّلَامُ) قَوْمٌ سَحَرَةٌ۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَغْلَقَ الْبَابَ عَلٰی ضَیْفِہٖ فَجَاءُوْا وَکَسَرُوا الْبَابَ فَطَمَسَ جِبْرِیْلُ اَعْیُنَہُمْ فَقَالُوْا یَا لُوْطُ جِئْتَنَا بِسَحَرَۃٍ وَتَوَعَّدُوْہُ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً قَالَ یَذْھَبُ ھٰؤُلَاءِ وَیَذَرُوْنِیْ فَعِنْدَھَا قَالَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا تَخَفْ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الْقِطْعِ مِنَ الْاِسْرَاءِ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَا یَنْظُرُ اِلٰی وَرَائِہٖ۔

وَکَذَا یُقْرَأُ لِلُوْطٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلِاَھْلِہٖ اَیْ لَا یَلْتَفِتُ اَحَدٌ مِّنْکَ وَمِنْ اَھْلِکَ اِلَّا امْرَاَتَکَ۔

چنانچہ جب حضرت لوط علیہ السلام جب معہ بیوی بچوں کے نکلے تو حکم فرمایا کوئی پھر کر نہ دیکھے۔ چنانچہ جب عذاب کے ساتھ آوازیں سنی گئیں تو وہی کافرہ بیوی پکاری یَا قَوْمَاہُ فَاَدْرَکَھَا حَجَرٌ فَقَتَلَھَا "ہائے میری قوم" تو ایک پتھر آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔

با محاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۂ ہود پ ۱۲

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْ اَرٰىکُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۝

اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو بیشک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے

وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَاءَھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝

اور اے میری قوم ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو

بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ وَمَا اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ ۝

جو بچے اللہ کا دیا وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو اور میں کچھ تم پر نگہبان نہیں

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّکَ لَاَنْتَ

بولے اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں انہیں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے یا ہم نہ کریں اپنے مالوں میں جو چاہیں ہاں جی تم ہی بڑے عقلمند

الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝
قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ
مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا
حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ
اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ
اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا
تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝

بڑے بردبار نیک چلن ہو۔
فرمایا اے میری قوم بھلا بتلاؤ تو اگر ہوں میں روشن دلیل پر اپنے رب کی طرف سے اور اس نے مجھے رزق دیا اپنے پاس سے اچھا رزق اور میں نہیں چاہتا کہ تمہیں جس بات سے منع کروں خود ہی اس کے خلاف کرنے لگوں میں تو یہی چاہتا ہوں کہ تمہیں سنواروں۔ جہاں تک ہو سکے اور میری توفیق اللہ کی طرف سے ہے اس پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ
اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ
اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ
مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا
اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝
قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا
تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَ
لَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ز وَمَآ اَنْتَ
عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝
قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝
وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ
سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ
يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا
اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۝

اور اے میری قوم تمہیں اپنا مجرم نہ بنا دے میری ضد کہ تمہیں بھی پہنچے اسی طرح جو پہنچا قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کو اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں۔
اور بخشش مانگو اپنے رب سے پھر اس کی طرف رجوع ہو بے شک میرا رب بخشنے والا محبت والا ہے۔
بولے اے شعیب ہم نہ سمجھ سکے بہت سی تمہاری باتیں اور ہم تمہیں دیکھتے ہیں اپنے میں ضعیف اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم نے تم پر پتھراؤ کر دیا تھا اور نہیں تم ہم میں عزت والے۔
فرمایا اے میری قوم کیا میرا کنبہ زیادہ عزت والا ہے اللہ سے اور اسے تم نے پس پشت ڈال دیا ہے بے شک میرا رب جو کچھ تم کرتے ہو سب پر محیط ہے۔
اور اے میری قوم تم اپنا کام کیے جاؤ اپنی جگہ میں میں اپنا کام کرتا ہوں عنقریب جان لوگے کس پر آتا ہے وہ عذاب جو رسوا کرے گا اس کو اور کون جھوٹا ہے اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ
الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَۃُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِھِمْ
جٰثِمِیْنَ ۝
کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْھَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ
کَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ۝

ہوں۔
اور جب آیا ہمارا حکم نجات دی ہم نے شعیب کو
اور انہیں جو ایمان لائے اپنی رحمت سے اور پکڑ لیا
انھیں جو ظالم تھے چنگھاڑ نے تو صبح کی انہوں نے
اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے ہوئے۔
گویا کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے خبردار دور ہوں مدین
والے جیسے دور ہوئے ثمود

حلِّ لغات آٹھواں رکوع سورۂ ہود۔ پ ۱۲

وَاِلٰی۔ اور طرف	مَدْیَنَ۔ مدین کی	اَخَاھُمْ۔ انکے بھائی	شُعَیْبًا۔ شعیب کو
قَالَ۔ کہا	یٰقَوْمِ۔ اے میری قوم	اعْبُدُوا۔ عبادت کرو	اللّٰہَ۔ اللہ کی
مَا۔ نہیں ہے	لَکُمْ۔ تمہارے لیے	مِنْ اِلٰہٍ۔ کوئی معبود	غَیْرُہٗ۔ سوائے اسکے
وَلَا۔ اور	تَنْقُصُوا۔ کم کرو	الْمِکْیَالَ۔ ناپ	وَالْمِیْزَانَ۔ اور تول
اِنِّیْ۔ بے شک میں	اَرٰکُمْ۔ دیکھتا ہوں تم کو	بِخَیْرٍ۔ بھلائی سے	وَاِنِّیْ۔ اور بیشک میں
اَخَافُ۔ ڈرتا ہوں	عَلَیْکُمْ۔ تم پر	عَذَابَ۔ عذاب	یَوْمٍ۔ دن
مُّحِیْطٍ۔ گھیرنے والے سے	وَیٰقَوْمِ۔ اور اے میری قوم	اَوْفُوا۔ پورا کرو	الْمِکْیَالَ۔ ناپ
وَالْمِیْزَانَ۔ اور تول	بِالْقِسْطِ۔ انصاف سے	وَلَا۔ اور نہ	تَبْخَسُوا۔ کم دو
النَّاسَ۔ لوگوں کو	اَشْیَآءَھُمْ۔ انکی چیزیں	وَلَا۔ اور نہ	تَعْثَوْا۔ پھرو
فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں	مُفْسِدِیْنَ۔ فساد کرنے والے	بَقِیَّتُ۔ جو بچے	اللّٰہِ۔ اللہ کا دیا
خَیْرٌ۔ بہتر ہے	لَّکُمْ۔ تمہارے لیے	اِنْ کُنْتُمْ۔ اگر ہو تم	مُّؤْمِنِیْنَ۔ ایمان
وَمَا۔ اور نہیں	اَنَا۔ میں	عَلَیْکُمْ۔ تم پر	بِحَفِیْظٍ۔ نگہبان
قَالُوْا۔ بولے	یٰشُعَیْبُ۔ اے شعیب	اَصَلٰوتُکَ۔ کیا تیری نماز	تَاْمُرُکَ۔ حکم دیتی ہے تجھے
اَنْ۔ یہ کہ	نَّتْرُکَ۔ ہم چھوڑ دیں	مَا یَعْبُدُ۔ جو پوجتے تھے	اٰبَآؤُنَا۔ ہمارے باپ
اَوْ۔ یا	اَنْ۔ یہ کہ	نَّفْعَلَ۔ کریں ہم	فِیْ اَمْوَالِنَا۔ اپنے مالوں میں
مَا نَشٰٓؤُا۔ جو ہم چاہیں	اِنَّکَ۔ بے شک تو	لَاَنْتَ۔ یقیناً تو	الْحَلِیْمُ۔ بردبار ہے

الرَّشِیْدٌ۔ نیک چلن قَالَ۔ کہا یٰقَوْمِ۔ اے میری قوم اَرَءَیْتُمْ۔ بھلا بتلاؤ
اِنْ۔ اگر کُنْتُ۔ ہوں میں عَلٰی۔ اوپر بَیِّنَۃٍ۔ دلیل کے
مِّنْ رَّبِّیْ۔ اپنے رب سے وَرَزَقَنِیْ۔ اور رزق دیا اس نے مجھے مِنْہُ۔ اپنی طرف سے رِزْقًا۔ رزق
حَسَنًا۔ اچھا وَمَا۔ اور نہیں اُرِیْدُ۔ چاہتا ہیں اَنْ۔ یہ کہ
اُخَالِفَکُمْ۔ مخالفت کروں میں تمہاری اِلٰی مَا۔ اس چیز میں جو اَنْھٰکُمْ۔ میں تمہیں روکتا ہوں
عَنْہُ۔ اس سے اِنْ۔ نہیں اُرِیْدُ۔ چاہتا ہیں اِلَّا۔ مگر
الْاِصْلَاحَ۔ درستی مَا اسْتَطَعْتُ۔ جتنی میری طاقت ہے وَمَا۔ اور نہیں ہے
تَوْفِیْقِیْ۔ میری توفیق اِلَّا۔ مگر بِاللّٰہِ۔ اللہ سے عَلَیْہِ۔ اسی پر
تَوَکَّلْتُ۔ میں نے بھروسہ کیا وَاِلَیْہِ۔ اور اسی کی طرف اُنِیْبُ۔ رجوع ہوتا ہوں وَیٰقَوْمِ۔ اور اے میری قوم
لَا یَجْرِمَنَّکُمْ۔ نہ مجرم بنا دے تم کو شِقَاقِیْ۔ میری مخالفت اَنْ۔ یہ کہ
یُّصِیْبَکُمْ۔ پہنچے تمکو مِّثْلُ مَا۔ مثل اسکی جو اَصَابَ۔ پہنچا قَوْمَ نُوْحٍ۔ قوم نوح کو
اَوْ قَوْمَ۔ یا قوم ھُوْدٍ۔ ہود کو اَوْ قَوْمَ۔ یا قوم صٰلِحٍ۔ صالح کو
وَمَا۔ اور نہیں ہے قَوْمُ۔ قوم لُوْطٍ۔ لوط مِّنْکُمْ۔ تم سے
بِبَعِیْدٍ۔ کچھ دور وَاسْتَغْفِرُوْا۔ اور بخشش مانگو رَبَّکُمْ۔ اپنے رب سے
ثُمَّ تُوْبُوْا۔ پھر توبہ کرو اِلَیْہِ۔ اس کی طرف اِنَّ رَبِّیْ۔ بیشک میرا رب رَحِیْمٌ۔ مہربان ہے
وَّدُوْدٌ۔ محبت کرنے والا قَالُوْا۔ بولے یٰشُعَیْبُ۔ اے شعیب مَا نَفْقَہُ۔ نہیں سمجھتے ہم
کَثِیْرًا۔ بہت سی مِّمَّا۔ وہ باتیں تَقُوْلُ۔ جو تو کہتا ہے وَاِنَّا۔ اور بے شک
لَنَرٰکَ۔ ہم دیکھتے ہیں تجھے فِیْنَا۔ اپنے اندر ضَعِیْفًا۔ کمزور وَلَوْلَا۔ اور اگر نہ ہوتی
رَھْطُکَ۔ تیری برادری لَرَجَمْنٰکَ۔ تو تجھ پر ہم پتھراؤ کرتے وَمَا اَنْتَ۔ اور نہیں تو
عَلَیْنَا۔ ہم پر بِعَزِیْزٍ۔ غالب قَالَ۔ کہا یٰقَوْمِ۔ اے میری قوم
اَرَھْطِیْ۔ کیا میری برادری اَعَزُّ۔ زیادہ عزیز ہے عَلَیْکُمْ۔ تم پر مِّنَ اللّٰہِ۔ اللہ سے
وَاتَّخَذْتُمُوْہُ۔ اور پکڑ لیا تم نے اسکو وَرَآءَکُمْ۔ اپنے پیچھے ظِھْرِیًّا۔ ڈالا ہوا
اِنَّ۔ بے شک رَبِّیْ۔ میرا رب بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ تمہارے عملوں کو
مُحِیْطٌ۔ گھیرنے والا ہے وَیٰقَوْمِ۔ اور اے میری قوم اعْمَلُوْا۔ عمل کرو عَلٰی۔ اوپر
مَکَانَتِکُمْ۔ اپنی جگہ کے اِنِّیْ۔ بے شک میں بھی عَامِلٌ۔ عمل کرنے والا ہوں سَوْفَ۔ جلدی

تَعْلَمُوْنَ۔ جانو گے تم — مَنْ۔ کہ کس کے — يَأْتِيْهِ۔ آتا ہے — عَذَابٌ۔ عذاب
يُّخْزِيْهِ۔ جو رسوا کرے اسے — وَمَنْ۔ اور کون ہے — هُوَ۔ وہ — كَاذِبٌ۔ جھوٹا
وَارْتَقِبُوْا۔ اور انتظار کرو — اِنِّيْ۔ بے شک میں — مَعَكُمْ۔ تمہارے ساتھ — رَقِيْبٌ۔ انتظار کرنے والا ہوں
وَلَمَّا۔ اور جب — جَاءَ۔ آیا — اَمْرُنَا۔ ہمارا حکم — نَجَّيْنَا۔ نجات دی ہم نے
شُعَيْبًا۔ شعیب کو — وَالَّذِيْنَ۔ اور ان کو — اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے — مَعَهٗ۔ اس کے ساتھ
بِرَحْمَةٍ۔ رحمت — مِّنَّا۔ اپنی سے — وَاَخَذَتِ۔ اور پکڑ لیا — الَّذِيْنَ۔ ان کو جنہوں نے
ظَلَمُوا۔ ظلم کیا — الصَّيْحَةُ۔ چنگھاڑ نے — فَاَصْبَحُوْا۔ پھر ہو گئے — فِيْ دِيَارِهِمْ۔ اپنے گھروں میں
جٰثِمِيْنَ۔ گھٹنوں کے بل — كَاَنْ۔ گویا کہ — لَّمْ يَغْنَوْا۔ نہ بسے تھے وہ — فِيْهَا۔ اس میں
اَلَا۔ خبردار ہے — بُعْدًا۔ دوری ہے — لِّمَدْيَنَ۔ مدین والوں کو — كَمَا۔ جیسے کہ
بَعِدَتْ۔ دوری ہوئی — ثَمُوْدُ۔ ثمود کو

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع سورۂ ہود پ ۱۲

" وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا اور مدین کی طرف ان کی برادری میں سے شعیب کو بھیجا فرمایا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ۔"

یعنی باشندگان شہر مدین کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام اسی قوم میں سے تھے آپ نے انہیں اول تو توحید و عبادت الٰہی کی ہدایت فرمائی کہ تمام امور میں یہی اہم ہے پھر وہ جن بدعادتوں میں مبتلا تھے ان سے باز رہنے کی ہدایت فرمائی جیسا کہ آگے [illegible] الٰہی ہے ۔

" وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ اور نہ کمی کرو پیمانہ اور تول میں بے شک میں تمہیں دیکھتا ہوں آسودہ حال اور مجھے تم پر خوف ہے گھیر لینے والے عذاب کے دن کا۔"

یہ وہ عذاب ہوگا جس سے کسی کو رہائی نہ ملے گی اور تمام مجرم ہلاک ہوں گے [illegible] رائے یہ ہے کہ عذاب یوم سے مراد عذاب آخرت ہے۔

" وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ اور اے میری قوم پیمانہ اور تول پورا کیا کرو انصاف کے ساتھ [illegible] گھٹا کر دو لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ فساد مچاتے پھرو زمین میں جو بچے اللہ کا دیا ہوا وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر ہو تم ایمان والے ۔"

یعنی مال حرام سے اجتناب کرنے کے بعد تمہاری تجارت میں جو بچے وہ تمہارے لیے مبارک ہے سیدالمفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پورا ناپنے کے بعد اور صحیح تول کر دینے کے بعد جو بچے وہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

بخس سے مراد مکس ہے جو نقصان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے تو وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ کے معنی ہوئے لوگوں کو نہ نقصان پہنچاؤ۔

عَثْی کہتے ہیں قطع طریق یعنی راہزنی اور دھوکے کو تو وَلَا تَعْثَوْا کے معنی ہوئے نہ راہزنی کرتے پھرو (روح المعانی)

"وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ اور میں تم پر کچھ نگہبان نہیں ہوں"۔ کہ افعال و حرکات کو پکڑوں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ بعض انبیاء کو حرب کی اجازت تھی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام ہمارے حضور سیدالانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ اور بعض وہ تھے کہ جنہیں حرب کی اجازت نہ تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام بھی انہیں میں سے ہیں۔ آپ تمام دن لوگوں کو وعظ فرماتے اور تمام شب نماز میں مشغول رہتے۔ قوم کہتی حضرت اس نماز سے آپ کو کیا فائدہ ہوتا ہے۔ آپ فرماتے نماز بھلائی کی طرف لے جاتی ہے اور برائیوں سے روکتی ہے تو وہ تمسخر کرتے مذاق اڑاتے چنانچہ آگے اس کا تذکرہ ہے۔

"قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ بولے اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ان کی عبادت ترک کر دیں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے یا اپنے مال میں جو چاہیں نہ کریں آپ تو بڑے بردبار اور نیک چلن ہیں"۔

گویا وہ حضرت شعیب علیہ السلام کو جواب میں کہتے کہ ہمارا مال ہے کم دیں یا زیادہ یہ کہاں کی عقل کی بات ہے کہ ہمیں ہی ہمارے مال میں تصرف کرنے سے آپ روکتے ہیں۔ ہمیں ہمارے مال میں اختیار ہے چاہیں کم دیں یا پورا تولیں تو آپ نے فرمایا۔

"قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ فرمایا اے میری قوم بھلا بتلاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں یعنی بصیرت و ہدایت پر"۔ اور اس نے مجھے اپنے پاس سے اچھی روزی دی"۔

یعنی مال حلال اور ہدایت و معرفت یا نبوت و رسالت تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں بت پرستی اور شرک و کفر اور معصیت سے نہ روکوں اس لیے کہ انبیاء کرام کی بعثت ہی اسی لیے ہوتی ہے۔

"وَمَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں خود ہی اس

کے خلاف کرنے لگوں"۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کے علم اور نیک چلن ہونے کا اعتراف کیا تھا اور ان کا یہ کلام استہزاء نہ تھا بلکہ ان کا مدعا یہ تھا کہ آپ باوجود حلم اور کمال عقل کے ہمیں ہمارے مال میں اپنی مرضی کے موافق تصرف کرنے سے کیوں روکتے ہیں اس کا جواب حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ دیا کہ جب تم میرے کمال عقل کے معترف ہو تو تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ میں نے جو بات اپنے لیے پسند کی وہ یقیناً صحیح ہوگی اور وہ خدا کی توحید اور ناپ تول میں ترک خیانت ہے اور اس پر پابندی سے عامل ہوں اور تمہیں بھی سمجھ لینا چاہئے کہ یہی طریقہ قرین عقل ہے۔

"اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے تمہاری اصلاح ہو اور میری توفیق تو اللہ کے ساتھ ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف رجوع اور اے میری قوم تمہیں میری ضد اس درجہ نہ پہنچا دے کہ تم پر وہی (عذاب) آجائے جو قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر آیا اور لوط کی قوم تو کچھ تم سے دور نہیں ہے"۔

یعنی اسے تباہ ہوئے کچھ زیادہ زمانہ نہیں گزرا اور نہ وہ کچھ دور کے رہنے والے تھے ان کے حال سے تمہیں عبرت پکڑنا چاہئے۔

"وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اور اپنے رب سے معافی مانگو پھر اسی کی طرف رجوع لاؤ بے شک میرا رب مہربان محبت والا ہے بولے اے شعیب ہم تیری بہت سی باتیں نہیں سمجھتے اور بے شک ہم تمہیں اپنے میں ضعیف دیکھتے ہیں اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم تم پر پتھراؤ کر دیتے اور ہم میں تم کچھ عزت والے نہیں۔ فرمایا اے میری قوم کیا تم میرے کنبہ کا دباؤ اللہ سے زیادہ سمجھتے ہو اور تم نے اسے اپنی پشت ڈال رکھا ہے بے شک میرا رب جو کچھ تم کر رہے ہو سب پر محیط ہے اور اے میری قوم (اب) تم اپنی جگہ کام کرو میں اپنا کام کرتا ہوں عنقریب جان لوگے جس پر عذاب رسوا کرنے والا آئے گا کہ کون جھوٹا ہے اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں"۔

سرکش قوم والے کہنے لگے کہ آپ ہم میں ضعیف و کمزور ہیں۔ ضعیفا کی تفسیر میں لَا قُوَّةَ لَکَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنَ الضَّرِّ وَالنَّفْعِ علامہ آلوسی نے لکھا ہے۔

اور ابن عباس اور ابن جبیر اور سفیان ثوری اور ابو صالح ضعیف کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَلضَّعِیْفُ الْاَعْمٰی وَھُوَ لُغَۃُ اَھْلِ الْیَمَنِ قَالَ الْاِمَامُ جَوَّزَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا الْعَمٰی عَلَی الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ لٰکِنْ لَا یَحْسُنُ الْحَمْلُ عَلَیْہِ ھٰھُنَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ الصَّحِیْحَ عِنْدَ اَھْلِ السُّنَّۃِ اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ

لَیْسَ فِیْہِمْ عُمْیٌ وَمَا حَکَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْ یَعْقُوْبَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ اَمْرًا عَارِضًا وَذَھَبَ۔

ابن عباس، ابن جبیر، سفیان ثوری، ابوصالح نے ضعیف کی تفسیر نابینا کی ہے اور یہ اہل یمن کا لغت ہے لیکن صحیح قول اہل سنت کا یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں نابینا کوئی نہیں ہوا اور جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق وَابْیَضَّتْ عَیْنَاہُ مِنَ الْحُزْنِ آیا وہ عارضی تھا۔ پھر آپ کی بینائی واپس آگئی۔

اور واحدی اور ابن عساکر شداد بن اوس سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بَکٰی شُعَیْبُ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنْ حُبِّ اللّٰہِ تَعَالٰی حَتّٰی عَمِیَ فَرَدَّ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ بَصَرَہٗ وَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ یَا شُعَیْبُ مَا ھٰذَا الْبُکَاءُ اَشَوْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ اَمْ خَوْفًا مِنَ النَّارِ فَقَالَ لَا وَلٰکِنْ اِعْتَلَقَتْ حُبُّکَ بِقَلْبِیْ فَاِذَا نَظَرْتُ اِلَیْکَ فَلَا اُبَالِیْ مَا الَّذِیْ تَصْنَعُ بِیْ فَاَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَیْہِ یَا شُعَیْبُ اِنْ یَکُنْ ذَالِکَ حَقًّا فَھَنِیْئًا لَکَ لِقَائِیْ یَا شُعَیْبُ لِذٰلِکَ اَخْدَمْتُکَ مُوْسَی بْنَ عِمْرَانَ کَلِیْمِیْ۔

حضرت شعیب علیہ السلام اللہ تعالی کی محبت میں روتے روتے نابینا ہوگئے پھر اللہ تعالے نے ان کی بینائی واپس کردی اور وحی کی اے شعیب یہ رونا کیسا ہے؟ کیا جنت کے شوق میں یا آگ کے ڈر سے؟ تو عرض کیا یہ بات نہیں لیکن تیری محبت میرے دل میں سما گئی ہے جب میں تجھے دیکھ لوں گا تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ تو مجھ سے کیا معاملہ کرتا ہے تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی اے شعیب اگر یہ بات درست ہے تو تجھے میری ملاقات مبارک ہو اے شعیب اسی لیے تو میں نے اپنے کلیم موسی بن عمران کو تیری خدمت کے لیے مقرر کردیا۔

بہرحال اہلسنت کے عقیدہ میں انبیاء کرام کا نابینا ہونا بھی ان کی توہین ہے۔ بنابریں اس عقیدہ کی بنا پر ہمیں بھی کئی ایسی روایات کو نہیں ماننا چاہیئے جس میں نابینا ہونا کسی نبی کا ملتا ہو۔

اور حضرت شعیب کا کنبہ مذہبًا انہی بے دینوں کے ساتھ تھا اور قبیلہ پرستی کی بیماری ان میں بھی تھی اس وجہ میں وہ آپ کی مخالفت میں آپ کے قبیلہ کا لحاظ کرکے رکے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا تمہاری نظر میں میرا کنبہ تمہارے ہاتھ سے میرے قتل میں مانع ہے تم نے اللہ اور اس کے نبی کا احترام تو نہ کیا بلکہ قبیلے کا لحاظ کیا اچھا اب تم اپنی جگہ جو چاہو کرو میں اپنی جگہ جو چاہوں کروں۔ عنقریب تمہیں اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

" وَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا اور جب ہمارا حکم آیا بچا لیا ہم نے شعیب اور اس کے ساتھ والے مومنوں کو اپنی رحمت سے اور پکڑ لیا ان کے دلوں کو) جو ظالم بے ایمان تھے چنگھاڑ نے تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے

بل پڑے رہ گئے گویا کبھی بسے ہی نہ تھے۔ خبردار دوری ہے مدین والوں کو جیسے دور ہوئی قوم ثمود"۔

جب حکم آیا تو حضرت جبریل امین نے ایک ہیبت ناک آواز سے فرمایا مُوْتُوْا جَمِیْعًا (سب مرجاؤ) اس آواز سے سب کے دل پھٹ گئے اور مرے کے مرے رہ گئے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ دو امتیں کبھی ایک عذاب میں مبتلا نہیں ہوئیں سوائے قوم صالح اور قوم شعیب کے۔

بامحاورہ ترجمہ نواں (۹) رکوع سورۂ ہود۔ پ ۱۲

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝

اور بے شک ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی آیتوں اور کھلے غلبے کے ساتھ۔

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ۝

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو اتباع کیا انہوں نے فرعون کا اور نہیں تھا حکم فرعون راستی پہ۔

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۚ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝

آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن تو اتارے گا انہیں دوزخ میں اور وہ بہت برا اترنا ہے جہاں وہ اتریں گے۔

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝

اور ان پر لگ گئی لعنت اس دنیا میں اور قیامت کے دن بہت برا انعام ہے جو انہیں ملا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ۝

یہ خبریں ہیں بستیوں کی کہ ہم سناتے ہیں آپ کو ان میں کوئی کھڑی ہے اور کوئی کٹ گئی۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ۝

اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر اور لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو نہ مستغنی کرسکے ان سے ان کے وہ معبود جنہیں پوجتے تھے اللہ کے سوا کچھ جب آیا حکم تیرے رب کا اور ان کا کچھ نہ بڑھا سوائے ہلاکت کے۔

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى

اور ایسے ہی ہے گرفت تیرے رب کی جب پکڑتا ہے

وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ؀

بستیوں کو جبکہ وہ ظلم کرتی ہیں بے شک اس کی پکڑ دردناک سخت ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ؀

بے شک اس میں نشانی ہے اس کے لیے جو ڈرے عذاب آخرت سے یہ دن ہے جس میں جمع ہونگے سب لوگ اور یہ وہ دن ہے جس میں حاضری ہے۔

وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ؀

اور نہیں موخر کرتے ہم اس دن کو مگر ایک وقت مقرر کے لیے۔

يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ؀

وہ دن جب آئے گا نہیں بات کر سکے گی کوئی جان مگر اس کی اجازت سے تو ان میں کوئی شقی ہے اور کوئی خوش نصیب۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ؀

تو وہ جو شقی ہے تو وہ جہنم میں ہے اس کے لیے زفیر وشہیق ہے۔ چیخ وپکار ہے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ؀

ہمیشہ اس میں رہیں جب تک آسمان اور زمین ہیں مگر جتنا چاہے تیرا رب بے شک تیرا رب کرنے والا ہے جو ارادہ کرے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ ۭ عَطَاۗءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ؀

اور وہ جو خوش نصیب ہیں تو وہ جنت میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان اور زمین ہیں مگر جتنا چاہے تیرا رب یہ بخشش ہے نہ ختم ہونے والی۔

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ؀

تو نہ ہو (اے سننے والے) دھوکہ میں اس سے جسے پوجتے ہیں یہ کافر نہیں پوجتے مگر جیسے پوجتے تھے ان کے باپ دادا پہلے اور ہم بے شک پورا دیں گے ان کا حصہ جس میں کمی نہ ہوگی۔

حل لغات نواں رکوع سورۂ ہود۔ پ ۱۲

وَلَقَدْ۔ اور بے شک　اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے　مُوْسٰى۔ موسیٰ کو　بِاٰيٰتِنَا۔ اپنی آیتوں

وَسُلْطٰنٍ۔ اور غلبے مُّبِیْنٍ۔ کھلے کے ساتھ اِلٰی۔ طرف فِرْعَوْنَ۔ فرعون

وَمَلَا۟ئِہٖ۔ اور اسکے سرداروں کی فَاتَّبَعُوْا۔ پس پیروی کی انہوں نے اَمْرَ۔ حکم فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی

وَمَا۔ اور نہیں اَمْرُ۔ حکم فِرْعَوْنَ۔ فرعون کا بِرَشِیْدٍ۔ راستی پر

یَقْدُمُ۔ آگے چلتا ہوگا قَوْمَہٗ۔ اپنی قوم کے یَوْمَ۔ دن الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے

فَاَوْرَدَھُمُ۔ پھر لے جائے گا ان کو النَّارَ۔ آگ پر وَبِئْسَ۔ اور برا ہے

الْوِرْدُ۔ گھاٹ الْمَوْرُوْدُ۔ گھاٹ پر اترنے والوں کا وَاُتْبِعُوْا۔ اور پیچھے لگائے گئے فِیْ۔ بیچ

ھٰذِہٖ۔ اس دنیا کے لَعْنَۃً۔ لعنت وَیَوْمَ۔ اور دن الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے

بِئْسَ۔ بری ہے الرِّفْدُ۔ مہمانی الْمَرْفُوْدُ۔ مہمانوں کی ذٰلِکَ۔ یہ ہیں

مِنْ اَنْۢبَآءِ۔ خبریں الْقُرٰی۔ بستیوں کی نَقُصُّہٗ۔ بیان کرتے ہیں ہم عَلَیْکَ۔ تجھ پر

مِنْھَا۔ اس سے قَآئِمٌ۔ کچھ کھڑی ہیں وَّحَصِیْدٌ۔ اور کچھ کٹی ہوئی وَمَا۔ اور نہیں

ظَلَمْنٰھُمْ۔ ظلم کیا ہم نے ان پر وَلٰکِنْ۔ اور لیکن ظَلَمُوْا۔ ظلم کیا انہوں نے اَنْفُسَھُمْ۔ اپنی جانوں پر

فَمَا۔ پھر نہ اَغْنَتْ۔ کام آئے عَنْھُمْ۔ ان کے اٰلِھَتُھُمُ۔ انکے معبود

الَّتِیْ۔ وہ جو یَدْعُوْنَ۔ پکارتے تھے مِنْ دُوْنِ۔ سوائے اللّٰہِ۔ اللہ کے

مِنْ شَیْءٍ۔ کچھ بھی لَّمَّا۔ جبکہ جَآءَ۔ آیا اَمْرُ۔ حکم

رَبِّکَ۔ رب تیرے کا وَمَا۔ اور نہ زَادُوْھُمْ۔ زیادہ کیا انکو غَیْرَ۔ سوائے

تَتْبِیْبٍ۔ تباہی کے وَکَذٰلِکَ۔ اور اسی طرح ہے اَخْذُ۔ پکڑ رَبِّکَ۔ تیرے رب کی

اِذَا۔ جب اَخَذَ۔ پکڑتا ہے الْقُرٰی۔ بستیوں کو وَھِیَ۔ اور وہ

ظٰلِمَۃٌ۔ ظالم ہوں اِنَّ۔ بے شک اَخْذَہٗٓ۔ اس کی پکڑ اَلِیْمٌ۔ دردناک ہے

شَدِیْدٌ۔ سخت اِنَّ۔ بے شک فِیْ ذٰلِکَ۔ اس میں لَاٰیَۃً۔ البتہ نشان ہے

لِّمَنْ۔ اس کے لیے جو خَافَ۔ ڈرے عَذَابَ۔ عذاب الْاٰخِرَۃِ۔ آخرت سے

ذٰلِکَ۔ یہ یَوْمٌ۔ دن ہے کہ مَّجْمُوْعٌ۔ جمع ہوں گے لَّہُ۔ اس کے لیے

النَّاسُ۔ لوگ وَذٰلِکَ۔ اور یہ یَوْمٌ۔ دن ہے مَّشْھُوْدٌ۔ حاضر کیا گیا

وَمَا۔ اور نہیں نُؤَخِّرُہٗٓ۔ پیچھے کرتے ہم اسکو اِلَّا۔ مگر لِاَجَلٍ۔ مدت

مَّعْدُوْدٍ۔ مقرر تک یَوْمَ۔ جس دن یَاْتِ۔ آئے گا لَا تَکَلَّمُ۔ نہ بولے گا

نَفْسٌ۔ کوئی آدمی اِلَّا۔ مگر بِاِذْنِہٖ۔ اس کی اجازت سے فَمِنْھُمْ۔ تو بعض ان سے

شَقِیٌّ۔ بدبخت ہیں	وَّسَعِیْدٌ اور خوش قسمت	فَاَمَّا۔ پھر	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
شَقُوْا۔ بدبخت ہوئے	فَفِی النَّارِ۔ وہ آگ میں ہیں		لَهُمْ۔ ان کے لیے
فِیْهَا۔ اس میں	زَفِیْرٌ۔ گدھے کی باریک	وَّشَهِیْقٌ اور موٹی آواز ہوگی	خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہیں گے
فِیْهَا۔ اس میں	مَادَامَتِ۔ جبتک رہیں	السَّمٰوٰتُ۔ آسمان	وَالْاَرْضُ اور زمین
اِلَّا مَا۔ مگر جو	شَاءَ۔ چاہے	اللّٰهُ۔ اللہ	اِنَّ۔ بے شک
رَبَّكَ۔ تیرا رب	فَعَّالٌ۔ کرنے والا ہے	لِّمَا۔ جو کچھ	یُرِیْدُ۔ وہ ارادہ کرے
وَاَمَّا۔ اور پھر	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	سُعِدُوْا۔ نیک بخت ہیں	فَفِی۔ تو وہ
الْجَنَّةِ۔ جنت میں ہوں گے	خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔		فِیْهَا۔ اس میں
مَادَامَتِ۔ جبتک رہیں	السَّمٰوٰتُ۔ آسمان	وَالْاَرْضُ۔ اور زمین	اِلَّا مَا۔ مگر جو
شَاءَ۔ چاہے	اللّٰهُ۔ اللہ	عَطَاءً۔ بخشش ہے	غَیْرَ۔ نہ
مَجْذُوْذٍ۔ ختم ہونے والی	فَلَا تَكُ۔ پھر نہ ہو تو	فِیْ مِرْیَةٍ۔ شک میں	مِّمَّا۔ اس سے
یَعْبُدُ۔ جو پوجتے ہیں	هٰٓؤُلَاءِ۔ یہ لوگ	مَا یَعْبُدُوْنَ۔ نہیں پوجتے وہ	
اِلَّا كَمَا۔ مگر جیسے	یَعْبُدُ۔ پوجتے تھے	اٰبَاؤُهُمْ۔ ان کے باپ دادا	مِّنْ قَبْلُ۔ پہلے سے
وَاِنَّا۔ اور بیشک ہم	لَمُوَفُّوْهُمْ۔ پورا دینے والے ہیں انکو	نَصِیْبَهُمْ۔ ان کا حصہ	غَیْرَ۔ نہ
مَنْقُوْصٍ۔ کم کیا گیا۔			

مختصر تفسیر اردو نواں رکوع سورۂ ہود پ ۱۲

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی اور بے شک بھیجا ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور کھلے غلبے کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے اتباع کیا فرعون کے حکم کا اور فرعون کا حکم راستی پر نہ تھا۔"

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ساتھ مبعوث فرمایا تو فرعون کے متبعین نے فرعون کا ہی اتباع کیا حالانکہ وہ کھلی گمراہی پر تھا اس لیے کہ باوجود بشر ہونے کے اس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور علانیہ ظلم و ستم کرتا تھا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام رشد و ہدایت اور حقانیت کے ساتھ تشریف لائے اور اس پر اپنی تصدیق نبوت پر نشانیاں جو اپنے ساتھ لائے تھے وہ انہیں دکھائیں یعنی عصا۔ ید بیضا۔ طوفان۔ جراد یعنی ٹڈیاں قمل یعنی جوئیں اور مینڈک اور خون اور نقص ثمرات اور نقص انفس۔ لیکن وہ اپنی جہالت پر اڑے

رہے اور اتباع سے منہ موڑا آگے ارشاد ہے۔

"یَقْدُمُ قَوْمَهٗ اپنی قوم کے آگے قیامت کے دن ہوگا اور انہیں دوزخ میں لا ڈالے گا۔"

جس طرح تعاقب موسیٰ علیہ السلام میں چلتا چلتا ساحل نیل پہ آیا۔ آپ نے فلق بحر فرما کر اپنے متبعین کو نیل سے پار کر دیا اور وہ اسی نیل میں اپنے متبعین کو لے کر ڈوبا ایسے ہی بروز قیامت جہنم میں سب کو لے کر داخل ہوگا۔

"کتنا برا اترنا ہے اس کے اترنے کا اور ان کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت پڑی اور قیامت کے دن کتنا برا انجام ہے جو ان سے ملا۔"

رِفد کے معنی عربی میں عطیہ کے ہیں۔ تو ان سے انجام لعنت کا ملا جو دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔ آگے ارشاد ہے۔

"ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى یہ خبریں ہیں بستیوں کی کہ ہم تمہیں سناتے ہیں ان میں کوئی کھڑی ہے اور کوئی کٹ گئی۔"

ضحاک فرماتے ہیں قَآئِمٌ لَمْ یُخْسَفْ وَحَصِیْدٌ قَدْ خُسِفَ یعنی وہ بستیاں بعض تو وہ ہیں جو زمین دھنسا دی گئیں اور بعض وہ ہیں جو ابھی نہیں دھنسائی گئیں۔ آپ اپنی امت کو ان کی خبریں کہ ان کی حالت کھیتی کی سی ہے کہ کوئی کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہے اور کچھ ایسی ہیں کہ ان کے نشان ابھی کھڑے ہیں۔

"وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ خود انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ان کے معبود جن کو وہ پوجتے تھے انہیں مستغنی نہ کر سکے اور کچھ کام نہ آئے۔"

تو انہوں نے شرک کر کے اپنے اوپر خود ظلم کیا اور جنہیں وہ معبود بنائے ہوئے تھے وہ ان کی نہ مدد کر سکتے تھے نہ کچھ مدد کی۔

"جب تیرے رب کا حکم آیا اور ان سے" یعنی بتوں سے "ہلاک کے سوا کچھ اور نہ بڑھا" اس لیے کہ جھوٹے معبود تو جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔

"وَكَذٰلِكَ اور ایسی پکڑ ہے تیرے رب کی جب پکڑتا ہے بستیوں کو جبکہ وہ ظلم کرتے ہیں۔ بے شک اس کی گرفت دردناک اور سخت ہے۔"

تو ہر ظالم مشرک کافر کو چاہیئے کہ ان واقعات سے عبرت حاصل کرے اور توبہ میں جلدی۔

"اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ بے شک اس میں نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے وہ دن ایسا ہے کہ سب لوگ جمع ہوں گے اور وہ دن حاضری کا ہے۔"

جس میں اگلے پچھلے سب حساب کے لیے جمع کیے جائیں گے اور زمین و آسمان والے سب حاضر ہونگے "وَمَا نُؤَخِّرُہٗ اور ہم اس دن کو پیچھے نہیں ہٹارہے ہیں مگر ایک مقررہ مدت کے لیے"۔

یعنی جو مدت ہم نے دنیا کی رکھی ہے اس کے ختم ہونے تک، وہ دن قیامت کا مؤخر ہے۔

"جب وہ دن آئے گا تو کوئی بے حکم بات نہ کر سکے گا"

تمام مخلوق ساکت و صامت ہوگی اور وہ دن جسے قیامت کہتے ہیں بہت طویل ہوگا خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ پچاس ہزار برس کا دن ہوگا۔ اس دن مخلوق کے احوال مختلف ہوں گے بعض احوال میں تو شان جلال کے مشاہدہ سے کسی کو بے اذن الٰہی بات زبان پر لانے کی قوت نہ ہوگی۔

بعض احوال میں بولنے کا اذن دیا جائے گا اور لوگ کلام کریں گے۔

بعض احوال میں ہول اور دہشت کم ہوگی اس وقت لوگ اپنے معاملات میں جھگڑیں گے اور اپنی اپنی معذرت پیش کریں گے۔

بعض انبیاء کرام اپنے نوری منبروں پر جلوہ افروز ہو کر بھی رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ کہہ رہے ہوں گے۔

بعض انبیا کرام اپنے متبعین کے ساتھ حاضر دربار ہوں گے۔

اور سرکار ابد قرار شافع محشر عرش الٰہی کے حضور سر بسجدہ ہوں گے کہ دریائے رحمت جوش زن ہوگا اور حضور کو خطاب ہوگا یَا مُحَمَّدُ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اِرْفَعْ رَاْسَکَ سَلْ تُعْطَہٗ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ اے تاجدار عالم سر مبارک اٹھائیں اور مانگئے آپ کو ملے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائیگی "فَمِنْھُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِیْدٌ تو ان میں شقی بھی ہوں گے اور سعید بھی تو وہ جو بد بخت شقی ہیں وہ تو جہنم میں ہیں وہ اس میں گدھے کی ہینگ رہے ہوں گے"۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں قَالَ اَھْلُ اللُّغَۃِ مِنَ الْکُوْفِیِّیْنَ وَالْبَصْرِیِّیْنَ اَلزَّفِیْرُ بِمَنْزِلَۃِ ابْتِدَاءِ صَوْتِ الْحِمَارِ وَالشَّھِیْقُ بِمَنْزِلَۃِ اٰخِرِ نَھِیْقِہٖ۔ زفیر گدھے کی ابتدائی آواز ہے اور شہیق اسی گدھے کی آخری آواز کو کہتے ہیں۔

"خٰلِدِیْنَ فِیْھَا۔ وہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین رہیں مگر جتنا تیرا رب چاہے"۔

حضرت شقیق بلخی قدس سرہ فرماتے ہیں سعادت کی پانچ علامتیں ہیں۔

اول:۔ نرمی

دوم:۔ کثرت گریہ

سوم:۔ نفرت از دنیائے دوں۔

چہارم:۔ کوتاہی امید
پنجم:۔ حیا
اسی طرح شقاوت کی بھی پانچ علامتیں ہیں۔
اول:۔ سختی قلب
دوم:۔ خشکی چشم یعنی عدم گریہ
سوم:۔ دنیا کی رغبت
چہارم:۔ امیدیں دراز
پنجم:۔ بے حیائی۔

"اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ بے شک تیرا رب جو چاہے کرے"۔
صاحب جلالین فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالے جتنا اور چاہے اتنے وہ اور زیادہ مصائب سہیں گے اور تابّد فی النار تو ان کے لیے قطعی ہے۔
"وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا اور وہ جو سعید خوش نصیب ہیں وہ جنت میں ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا یہ بخشش ہے جو کبھی نہ ختم ہوگی"۔
مجذوذ کی تفسیر میں آلوسی فرماتے ہیں اَیْ غَیْرُ مَقْطُوْعٍ عَنْهُمْ وَمَصْدَرُهُ الْجَذُّ وَقَدْ جَاءَ جَذَذْتُ وَجَدَدْتُ بِالذَّالِ وَالدَّالِ۔
ابو الشیخ ابراہیم سے راوی ہیں قَالَ مَا فِی الْقُرْاٰنِ اٰیَةٌ اَرْجٰی لِاَهْلِ النَّارِ مِنْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ
قَالَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ لَیَاْتِیَنَّ عَلَیْهَا زَمَانٌ تُصْفَقُ فِیْهِ اَبْوَابُهَا
وَاَخْرَجَ اِبْنُ جَرِیْرٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ جَهَنَّمُ اَسْرَعُ الدَّارَیْنِ عُمْرَانًا وَاَسْرَعُهُمَا خَرَابًا۔
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ یَاْتِیْ عَلٰی جَهَنَّمَ یَوْمٌ مَا فِیْهَا مِنِ ابْنِ اٰدَمَ اَحَدٌ تُصْفَقُ اَبْوَابُهَا كَاَنَّهَا اَبْوَابُ الْمُوَحِّدِیْنَ۔
ابراہیم کہتے ہیں کہ دوزخیوں کے لیے اس آیت سے بڑھ کر کوئی آیت امید افزا نہیں۔
ابن مسعود کہتے ہیں جہنم پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ ہوا اس کے دروازے کھٹکھٹائے گی۔
شعبی نے کہا جہنم جنت کی نسبت آباد بھی جلدی ہوگی اور بے آباد بھی۔
عبداللہ بن عمرو بن عاص نے کہا جہنم پر ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ اس میں کوئی آدم زاد نہ ہوگا۔ ہوا اس کے دروازے کھٹکھٹائے گی جیسے موحدین کے دروازے۔

"فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ تو نہ ہو اے سننے والے) دھوکہ میں ان سے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں یہ ویسا ہی پوجتے ہیں جیسے پہلے ان کے باپ دادا پوجتے تھے اور بے شک ہم ان کا حصہ انہیں پورا دیں گے جس میں کمی نہ ہوگی" اور وہ اس بت پرستی کے عذاب سے نجات نہ پاسکیں گے یہ عذاب ان کے لیے دوامی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورہ ہود پ۱۲

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ۝

اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب تو اس (قوم میں) پھوٹ پڑ گئی اور اگر نہ ہوتی تمہارے رب کی ایک بات سبقت لے گئی ہوتی تمہارے رب سے تو جبھی فیصلہ کردیا جاتا ان میں اور بے شک وہ اس کی طرف سے شک میں دھوکہ دے رہے ہیں۔

وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝

اور بے شک جتنے ہیں پورا دے گا تمہارا رب ان کو ان کے عملوں کا بدلہ بے شک وہ ان کے عملوں سے خبردار ہے۔

فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝

تو قائم رہ جیسا تجھے حکم ہے اور جو رجوع لائے ہیں ساتھ تمہارے اور نہ سرکشی کرو (اے لوگو) بیشک وہ تمہارے عمل دیکھ رہا ہے

وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝

اور نہ جھکو ان کی طرف جو ظالم ہیں تو پکڑے گی تمہیں آگ اور نہیں تمہارا اللہ کے سوا کوئی حمایتی پھر مدد نہ کیے جاؤ گے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ ۝

اور قائم رکھو نماز دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصہ میں بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو اور

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

صبر کرو تو بے شک ضائع نہیں کرتا اجر نیکوں کا۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِیَّةٍ یَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِی

تو کیوں نہ ہوئے پہلے سنگتوں والے جن میں بھلائی کا کچھ حصہ لگا رہا ہوتا کہ زمین میں فساد روکتے مگران

الْاَرْضِ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِیْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ۝

بس کم تھے وہی جنہیں ہم نے نجات دی اور ظالم تو اس عیش کے پیچھے لگے رہے جو انہیں دیا گیا اور وہ گنہ گار تھے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِیُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۝

اور تمہارا رب ایسا نہیں کہ بلاوجہ بستیوں کو ہلاک کر دے اور ان کے لوگ اچھے ہوں۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت کر دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے مگر جن پر تمہارے رب نے رحم کیا اور لوگ اسی لیے بنائے ہیں اور تمہارے رب کی بات پوری ہو چکی کہ بے شک جہنم ضرور بھر دوں گا جنوں اور آدمیوں کو ملا کر۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝

اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں اور اس سورۃ میں تمہارے ساتھ حق آیا اور مسلمانوں کو پند و نصیحت

وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۝

اور کافروں سے فرماؤ تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ ہم اپنا کام کرتے ہیں

وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝

اور راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہیں

وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے تو اس کی بندگی کرو اور اس پر بھروسہ رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔

حل لغات دسواں رکوع سورۂ ہود۔ پ ۱۲

وَلَقَدْ۔ اور بے شک　اٰتَیْنَا۔ دی ہم نے　مُوْسٰى۔ موسیٰ کو　اَلْكِتٰبَ۔ کتاب

فَاخْتُلِفَ۔ تو اختلاف کیا گیا　فِیْهِ۔ اس میں　وَلَوْلَا۔ اور اگر نہ

كَلِمَةٌ ۔ ہوتی بات | سَبَقَتْ ۔ جو پہلے گذر چکی | مِنْ رَّبِّكَ ۔ تیرے رب سے
لَقُضِيَ ۔ تو فیصلہ کیا جاتا | بَيْنَهُمْ ۔ انکے درمیان | وَاِنَّهُمْ ۔ اور بے شک وہ ہیں | لَفِيْ ۔ بیقیناً
شَكٍّ ۔ شک میں | مِّنْهُ ۔ اس سے | مُرِيْبٍ ۔ دھوکہ دینے والے | وَاِنَّ ۔ اور بے شک
كُلًّا ۔ ہر ایک کو | لَّمَّا ۔ اس وقت | لَيُوَفِّيَنَّهُمْ ۔ ضرور پورا دے گا ان کو
رَبُّكَ ۔ رب تیرا | اَعْمَالَهُمْ ۔ انکے عمل | اِنَّهٗ ۔ بے شک وہ | بِمَا ۔ اس چیز سے
تَعْمَلُوْنَ ۔ جو کرتے ہو تم | خَبِيْرٌ ۔ خبردار ہے | فَاسْتَقِمْ ۔ اور قائم رہ | كَمَا ۔ جیسا
اُمِرْتَ ۔ تو حکم دیا گیا ہے | وَمَنْ ۔ اور جو | تَابَ ۔ توبہ کرے | مَعَكَ ۔ تیرے ساتھ
وَلَا تَطْغَوْا ۔ اور نہ سرکشی کرو | اِنَّهٗ ۔ بے شک وہ | بِمَا ۔ اس چیز سے
تَعْمَلُوْنَ ۔ جو کرتے ہو تم | بَصِيْرٌ ۔ دیکھنے والا ہے | وَلَا ۔ اور نہ | تَرْكَنُوْا ۔ جھکو
اِلَى ۔ طرف | الَّذِيْنَ ۔ ان کی جنہوں نے | ظَلَمُوْا ۔ ظلم کیا | فَتَمَسَّكُمُ ۔ تو پکڑے گی تم کو
النَّارُ ۔ آگ | وَمَا ۔ اور نہیں | لَكُمْ ۔ تمہارے لیے | مِنْ دُوْنِ ۔ سوائے
اللّٰهِ ۔ اللہ کے | مِنْ اَوْلِيَآءَ ۔ کوئی دوست | ثُمَّ لَا ۔ پھر نہ | تُنْصَرُوْنَ ۔ مدد دیے جاؤ گے تم
وَاَقِمِ ۔ اور قائم کر | الصَّلٰوةَ ۔ نماز | طَرَفَيِ ۔ دن کے دونوں | النَّهَارِ ۔ کناروں میں
وَزُلَفًا ۔ اور کچھ حصے | مِّنَ الَّيْلِ ۔ رات میں | اِنَّ ۔ بے شک | الْحَسَنٰتِ ۔ نیکیاں
يُذْهِبْنَ ۔ لے جاتی ہیں | السَّيِّاٰتِ ۔ برائیوں کو | ذٰلِكَ ۔ یہ | ذِكْرٰى ۔ نصیحت ہے
لِلذّٰكِرِيْنَ ۔ نصیحت لینے والوں کے لیے | وَاصْبِرْ ۔ اور صبر کر | فَاِنَّ ۔ پس بے شک
اللّٰهَ ۔ اللہ | لَا يُضِيْعُ ۔ نہیں ضائع کرتا | اَجْرَ ۔ اجر | الْمُحْسِنِيْنَ ۔ نیکوں کا
فَلَوْلَا ۔ پھر کیوں نہ | كَانَ ۔ ہوئے | مِنَ الْقُرُوْنِ ۔ زمانے | مِنْ قَبْلِكُمْ ۔ تم سے پہلے
اُولُوْا بَقِيَّةٍ ۔ باقی صلاحیت والے | يَّنْهَوْنَ ۔ جو روکتے | عَنِ الْفَسَادِ ۔ فساد سے
فِي الْاَرْضِ ۔ زمین میں | اِلَّا ۔ مگر | قَلِيْلًا ۔ تھوڑے | مِّمَّنْ ۔ ان سے
اَنْجَيْنَا ۔ جو نجات دی ہم نے | مِنْهُمْ ۔ ان سے | وَاتَّبَعَ ۔ اور پیروی کی | الَّذِيْنَ ۔ جنہوں نے
ظَلَمُوْا ۔ ظلم کیا | مَا ۔ اسکی | اُتْرِفُوْا ۔ جو عیش دیے گئے | فِيْهِ ۔ اس میں
وَكَانُوْا ۔ اور تھے وہ | مُجْرِمِيْنَ ۔ مجرم | وَمَا ۔ اور نہیں | كَانَ ۔ ہے
رَبُّكَ ۔ تیرا رب | لِيُهْلِكَ ۔ کہ ہلاک کرے | الْقُرٰى ۔ بستیوں کو | بِظُلْمٍ ۔ ظلم سے
وَّاَهْلُهَا ۔ اور اسکے رہنے والے | مُصْلِحُوْنَ ۔ نیک ہوں | وَلَوْ ۔ اور اگر | شَآءَ ۔ چاہے

رَبُّكَ۔ تیرا رب | لَجَعَلَ۔ تو بنا دے | النَّاسَ۔ لوگوں کو | اُمَّةً۔ جماعت
وَّاحِدَةً۔ ایک | وَلَا یَزَالُوْنَ۔ اور ہمیشہ رہیں گے | مُخْتَلِفِیْنَ۔ اختلاف کرتے
اِلَّا۔ مگر | مَنْ۔ جس پر | رَّحِمَ۔ رحم کرے | رَبُّكَ۔ تیرا رب
وَلِذٰلِكَ۔ اور اسی لیے | خَلَقَهُمْ۔ انکو پیدا کیا | وَتَمَّتْ۔ اور پوری ہوئی | كَلِمَةُ۔ بات
رَبِّكَ۔ تیرے رب کی | لَاَمْلَئَنَّ۔ ضرور بھروں گا میں | جَهَنَّمَ۔ جہنم کو
مِنَ الْجِنَّةِ۔ جنوں سے | وَالنَّاسِ اور انسانوں سے | اَجْمَعِیْنَ۔ سب سے
وَكُلًّا۔ اور تمام | نَّقُصُّ۔ بیان کرتے ہیں ہم | عَلَیْكَ۔ تجھ پر | مِنْ اَنْبَآءِ۔ خبریں
الرُّسُلِ۔ رسولوں کی | مَا۔ جو | نُثَبِّتُ۔ ثابت رکھیں ہم | بِهٖ۔ اس سے
فُؤَادَكَ۔ تیرا دل | وَجَآءَكَ اور آئی تیرے پاس | فِیْ هٰذِهٖ۔ اس میں | الْحَقُّ۔ سچی بات
وَمَوْعِظَةٌ۔ اور نصیحت | وَّذِكْرٰی۔ اور یاد دہانی | لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ واسطے مومنوں کے
وَقُلْ۔ اور کہہ | لِلَّذِیْنَ۔ ان کو | لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ جو نہیں ایمان لاتے
اعْمَلُوْا۔ عمل کرو | عَلٰی مَكَانَتِكُمْ۔ اپنی جگہ پر | اِنَّا۔ ہم بھی
عٰمِلُوْنَ۔ عمل کرنے والے ہیں | وَانْتَظِرُوْا۔ اور انتظار کرو | اِنَّا۔ ہم بھی
مُنْتَظِرُوْنَ۔ انتظار کرنے والے ہیں | وَلِلّٰهِ۔ اور اللہ کے لیے ہے | غَیْبُ۔ غیب
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں | وَالْاَرْضِ۔ اور زمین کا | وَاِلَیْهِ۔ اور اسی کی طرف | یُرْجَعُ۔ لوٹائے جاتے ہیں
الْاَمْرُ۔ کام | كُلُّهٗ۔ سارے | فَاعْبُدْهُ۔ سو اسی کی عبادت کر
وَتَوَكَّلْ۔ اور بھروسہ کر | عَلَیْهِ۔ اسی پر | وَمَا۔ اور نہیں | رَبُّكَ۔ تیرا رب
بِغَافِلٍ۔ بے خبر | عَمَّا۔ اس سے | تَعْمَلُوْنَ۔ جو تم کرتے ہو۔

مختصر تفسیر اردو دسواں رکوع سورۂ ہود پ۱۲

○ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ اور بے شک ہم نے دی موسیٰ کو کتاب۔

یعنی توریت آلوسی فرماتے ہیں اِنَّ اِعْطَاءَ التَّوْرَاةِ مَجْمُوْعًا مُّهَیَّأً مَكْتُوْبًا فِی الْاَلْوَاحِ بَعْدَ غَرَقِ فِرْعَوْنَ وَاُوْحِیَ بِهَا اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ حَیَاةِ فِرْعَوْنَ وَكَانَ یَاْمُرُ بِهَا قَوْمَهٗ وَیُبَلِّغُهَا اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ وَیُؤَیِّدُهٗ مَا قِیْلَ اِنَّ بَعْضَ الْاَلْوَاحِ كَانَ مُنَزَّلًا قَبْلَ نُزُوْلِ التَّوْرَاةِ بِتَمَامِهَا وَكَانَتْ تِلْكَ الْاَلْوَاحُ مِنْ خَشَبٍ وَالْاَلْوَاحُ الَّتِیْ كَانَتْ فِیْهَا التَّوْرَاةُ بِتَمَامِهَا كَانَتْ مِنْ زُمُرُّدٍ

اَوْ مِنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ اَوْ مِنْ صَخْرَةٍ صَمَّاءَ۔ اِنْتَهٰى۔

یعنی توریت مکمل مرتب لکھی ہوئی الواح میں تو بعد غرق فرعون عطا کی گئی اور بذریعہ وحی موسیٰ علیہ السلام کو حیات فرعون میں بھی قوم کو حکم آتا تھا اور فرعون کو تبلیغ کی جاتی تھی اور اس کے درباریوں کے لیے بھی احکام آتے تھے۔

اس کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ بعض الواح نازل ہوئیں قبل نزول توریت بتما جو نازل ہوئیں اور یہ لوحیں لکڑی کی تھیں اور وہ لوحیں جس میں توریت مکمل تھی وہ زمرد کی تھیں یا سرخ یاقوت یا ٹھوس پتھر پر۔

" فَاخْتُلِفَ فِيْهِ " تو ان میں پھوٹ پڑ گئی"۔ بعض ایمان لائے اور بعض نے کفر کیا۔

" وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اور اگر تمہارے رب کی بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو جبھی ان کا فیصلہ کر دیا جاتا"۔ اور دنیا ہی میں وہ گرفتار عذاب کر لیے جاتے۔

" وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ اور بے شک وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں دھوکہ ڈالنے والے"۔

یعنی آپ کی امت کے کفار قرآن کی طرف سے شک میں ہیں اس لیے کہ اس کی فصاحت و بلاغت نے ان کی عقلیں حیران کر دی ہیں۔

" وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا۔ اور بے شک ایک ایک کو تمہارا رب اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا وہ ان کے کاموں سے خبردار ہے"۔

اس پر کچھ مخفی نہیں اس میں نیکوں اور تصدیق کرنے والوں کے لیے تو بشارت ہے کہ وہ نیکی کی جزا پائیں گے اور کافروں کے لیے وعید ہے کہ وہ اپنے عمل کی سزائیں گرفتار ہوں گے۔

" فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ تو قائم رہ جیسا تمہیں حکم ہے اور جو تمہارے ساتھ رجوع لایا ہے اور اے لوگو سرکشی نہ کرو بے شک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ مس کرے گی اور نہیں اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی پھر مدد نہ پاؤ گے اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصہ میں"۔

جو آپ کا دین پسند کر کے اطاعت پر رہا وہی آپ کے ساتھ ہے۔

مسلم شریف میں ہے سفیان بن عبداللہ ثقفی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے دین میں ایک ایسی بات بتا دیجئے کہ پھر کسی سے دریافت کرنے کی حاجت نہ رہے حضور نے فرمایا آمَنْتُ بِاللّٰہِ کہہ اور اس پر قائم رہ۔

تَرْکَنُوْا۔ رکن سے ہے یہ کسی کی طرف جھکنے کے معنی دیتا ہے تو اس کے معنی یہ ہے کہ کسی بے دین سے میل ملاپ اور محبت نہ رکھو۔

ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ ظالموں کے اعمال سے راضی نہ ہو۔

سدی کہتے ہیں ان کے ساتھ مداہنت نہ کرو۔

قتادہ کہتے ہیں مشرکین سے میل جول نہ رکھو اگر ایسا کرو گے تو تمہارا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا جو تمہیں عذاب سے بچا سکے۔

نماز قائم رکھنے کے حکم میں دن کے دو کنارے صبح و شام مراد ہیں۔ زوال سے قبل صبح ہے اور بعد کا حصہ شام میں داخل ہے جس سے فجر ظہر اور عصر سب مراد ہیں اور زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ سے مغرب اور عشاء مراد ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ میں نیکیوں سے مراد یہی پنجگانہ نمازیں مراد ہیں یا مطلق عبادات نافلہ یا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنا۔

شان نزول آیہ کریمہ

ایک شخص نے کسی غیر عورت کو دیکھا اور اس سے بے حجابی کی ایک حرکت بھی سرزد ہو گئی پھر وہ نادم و منفعل ہوا پھر حضور کی خدمت میں حاضر آ کر اپنی سرگذشت سنائی اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ سائل نے عرض کیا حضور یہ خاص میرے لیے ہے؟ فرمایا نہیں سب کے لیے اور اصول بھی یہی ہے کہ مورد خاص ہونے سے حکم خاص نہیں رہتا بلکہ عام ہوتا ہے بشرطیکہ اس حکم میں تخصیص نہ ہو۔

" ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے اور صبر کرو کہ اللہ نہیں ضائع فرماتا اجر نیکوں کا تو کیوں نہ ہوئے تم سے اگلی سنگتوں میں ایسے جنہیں بھلائی کا کچھ حصہ لگا رہا ہو تاکہ زمین میں فساد سے روکتے لیکن تھوڑے تھے ان میں وہ جنہیں نجات دی"۔

یعنی پہلی امتوں میں جو ہلاک کی گئیں یعنی پہلی امتوں میں ایسے اہل خیر نہیں ہوئے جو لوگوں کو زمین میں فساد کرنے سے روکتے اور گناہوں سے منع کرتے اس لیے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔

" وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور وہ لوگ جو ظالم تھے انہوں نے اسی عیش کا تتبع کیا جو انہیں دیا گیا اور وہ مجرم قوم سے تھے اور تمہارا رب ایسا نہیں کہ ہلاک کر دے بستیوں کو بلا وجہ بطور ظلم باوجودیکہ اس کے بسنے والے اچھے ہوں اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا"۔

ان میں سے ایک تو وہ ہیں کہ انبیاء پر ایمان لائے ان کے احکام کے فرمانبردار ہوئے اور لوگوں کو فساد سے روکتے رہے۔ دوسرے وہ ہیں جو تنعم و تلذذ اور خواہشات و شہوات کے عادی ہو گئے اور کفرو

معاصی میں ڈوبے رہے۔ اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو یقیناً سب کو ایک دین پر رکھتا لیکن مشیت الٰہی کے حکمت ہی یہ ہے کہ

"وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے"۔ یعنی کوئی کسی دین پر کوئی کسی دین پر

"اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ مگر جس پر تمہارے رب نے رحم کیا"۔ صرف وہی حق پر متفق رہیں گے اور اس سے اختلاف نہ کریں گے۔

"وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ اور جو اسی لیے بنائے گئے ہیں اور تمہارے رب کی بات پوری ہو چکی کہ بے شک ضرور جہنم بھر دوں گا جنوں اور آدمیوں سے سب سے"۔

یعنی اختلاف والے اختلاف کے لیے اور رحمت والے اتفاق کے لیے کیونکہ علم اللہ میں یہ چیز ہے کہ باطل کے اختیار کرنے والے بہت ہوں گے۔

"وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے آپ کا دل تسلی پائے" اور انبیاء کے حال اور ان کی امتوں کے سلوک دیکھ کر آپ کو اپنی قوم کی ایذاء کا برداشت کرنا اور اس پر صبر فرمانا آسان ہو۔

"وَجَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ اور اس سورت میں تمہارے پاس حق آیا اور مسلمانوں کو نصیحت"۔

یعنی اس سورۂ مبارکہ میں انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے تذکرے مطابق واقعہ بیان ہوئے جو دوسری کتابوں اور دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں یعنی جو واقعات بیان کیے گئے وہ حق بھی ہیں اور پند و نصیحت بھی کہ گذری ہوئی امتوں کے حالات اور ان کے انجام سن کر عبرت حاصل کریں۔

"وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اور انہیں فرما دیجئے جو ایمان نہیں لائے کہ تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ ہم اپنا کام کر رہے ہیں اور انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں اور اللہ ہی کے لیے ہیں غیب آسمانوں اور زمین کا اور اسی کی طرف سب کام لوٹتے ہیں تو اس کی عبادت کرو اور بھروسہ اسی پر رکھو اور نہیں تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل"۔

یعنی جو چاہو کیے جاؤ عنقریب اس کا نتیجہ پالو گے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں اس لیے کہ وہ علام الغیوب ہے اور اسی کے حضور تمام امور پیش ہوں گے وہ تمہارے افعال و حرکات سے بے خبر نہیں۔

الحمد للہ کہ سورۂ ہود تمام ہوئی

سورۂ یوسف

یہ سورت مکی ہے اس میں بارہ رکوع ہیں ایک سو گیارہ آئتیں ایک ہزار چھ سو کلمے اور سات ہزار ایک سو چھیاسٹھ حرف ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۂ یوسف۔ پ۱۲

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝

یہ آیتیں کتاب روشن کی ہیں

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

بے شک ہم نے اسے نازل کیا قرآن عربی میں تاکہ تم سمجھو۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝

ہم تمہیں سب سے اچھا قصہ سناتے ہیں اس کے ذریعہ جو وحی کی ہم نے اس قرآن میں اگرچہ بے شک تھے تم اس سے پہلے بے خبر۔

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝

یاد فرمائیں جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ میں نے دیکھے گیارہ تارے اور سورج اور چاند انہیں دیکھا میں نے اپنے لیے سجدہ کرتے۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

فرمایا اے میرے بیٹے اپنا خواب نہ بیان کرنا اپنے بھائیوں کے کہ وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے۔ بے شک شیطان آدمی کے لیے کھلا دشمن ہے۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اور ایسے ہی چنے گا تیرا رب تجھے اور سکھائے گا تجھے انجام نکالنا باتوں کا اور پوری کرے گا اپنی نعمت تجھ پر اور یعقوب کے گھر والوں پر جیسے پوری کی تیرے باپ دادا پر پہلے ابراہیم اور اسحٰق پر بے شک تیرا رب علم و حکمت والا ہے۔

حلّ لغات پہلا رکوع سورۂ یوسف۔ پ۱۲

الٓرٰ	تِلْكَ۔ یہ	اٰیٰتُ۔ آیتیں ہیں	الْكِتٰبِ۔ کتاب
الْمُبِیْنِ۔ روشن کی	اِنَّآ۔ یقیناً ہم نے	اَنْزَلْنٰهُ۔ اتارا اس کو	قُرْءٰنًا۔ قرآن
عَرَبِیًّا۔ عربی زبان میں	لَّعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم	تَعْقِلُوْنَ۔ سمجھو	نَحْنُ۔ ہم
نَقُصُّ۔ بیان کرتے ہیں	عَلَیْكَ۔ تجھ پر	اَحْسَنَ۔ بہترین	الْقَصَصِ۔ بیان
بِمَآ۔ اس کے ذریعہ جو	اَوْحَیْنَآ۔ وحی کی ہمنے	اِلَیْكَ۔ تیری طرف	هٰذَا۔ یہ
الْقُرْاٰنَ۔ قرآن	وَاِنْ۔ اور بیشک	كُنْتَ۔ تو تھا	مِنْ قَبْلِهٖ۔ اس سے پہلے
لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ۔ بے خبروں سے		اِذْ۔ جب	قَالَ۔ کہا
یُوْسُفُ۔ یوسف نے	لِاَبِیْهِ۔ اپنے باپ سے	یٰٓاَبَتِ۔ اے میرے باپ	اِنِّیْ۔ بے شک
رَاَیْتُ۔ میں نے دیکھے	اَحَدَ عَشَرَ۔ گیارہ	كَوْكَبًا۔ ستارے	وَّالشَّمْسَ۔ اور سورج
وَالْقَمَرَ۔ اور چاند	رَاَیْتُهُمْ۔ میں نے انکو دیکھا	لِیْ۔ کہ وہ مجھے	سٰجِدِیْنَ۔ سجدہ کرتے ہیں
قَالَ۔ کہا	یٰبُنَیَّ۔ اے میرے بیٹے	لَا تَقْصُصْ۔ نہ بیان کرنا	رُءْیَاكَ۔ اپنا خواب
عَلٰٓی۔ اوپر	اِخْوَتِكَ۔ اپنے بھائیوں کے	فَیَكِیْدُوْا۔ وہ تدبیر کریں گے	لَكَ۔ تیرے لیے
كَیْدًا۔ کوئی تدبیر	اِنَّ۔ بے شک	الشَّیْطٰنَ۔ شیطان	لِلْاِنْسَانِ۔ انسان کا
عَدُوٌّ۔ دشمن ہے	مُّبِیْنٌ۔ کھلا	وَكَذٰلِكَ۔ اور اسی طرح	یَجْتَبِیْكَ۔ برگزیدہ کریگا تجھے
رَبُّكَ۔ تیرا رب	وَیُعَلِّمُكَ۔ اور سکھائے گا تجھ کو		مِنْ تَاْوِیْلِ۔ انجام
الْاَحَادِیْثِ۔ باتوں کا	وَیُتِمُّ۔ اور پوری کریگا	نِعْمَتَهٗ۔ اپنی نعمت	عَلَیْكَ۔ تجھ پر
وَعَلٰٓی۔ اور اوپر	اٰلِ۔ گھرانے	یَعْقُوْبَ۔ یعقوب کے	كَمَا۔ جیسا کہ
اَتَمَّهَا۔ پورا کیا اس کو	عَلٰٓی۔ اوپر	اَبَوَیْكَ۔ تیرے باپوں کے	مِنْ قَبْلُ۔ اس سے پہلے
اِبْرٰهِیْمَ۔ ابراہیم	وَاِسْحٰقَ۔ اور اسحق پر	اِنَّ۔ بے شک	رَبَّكَ۔ تیرا رب
عَلِیْمٌ۔ جاننے والا	حَكِیْمٌ۔ حکمت والا ہے۔		

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۂ یوسف۔ پ۱۲

"الٓرٰ" - یہ وہی حروف مقطعات ہیں جن کے متعلق ہم پارہ اول سورۂ بقرہ میں لکھ چکے ہیں کہ اس کے

معنی حقیقی سوائے اللہ تعالے اور اس کے رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں جانتا۔ البتہ معنی تاویلی اعداد حروف سے کہیں صحیح ہو جاتے ہیں اور کسی جگہ حروف کو اسماء حسنٰی کی مفتاح قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی وہی صورت ہے کہ الف مفتاح اسم "اللہ" ہے اور لام مفتاح اسم "لطیف" اور رٓ مفتاح اسم رؤف ہے۔

تو معنی یہ ہوئے کہ اَللّٰہُ لَطِیْفٌ رَءُوْفٌ (اللہ باریک بین مہربان ہے) آگے ارشاد ہے۔

"تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ یہ روشن کتاب کی آئتیں ہیں"۔

یعنی اس میں قصص ہو یا عبر، اوامر ہوں یا نواہی، مذاکرہ ہو یا مخاطبہ، حرام ہو یا حلال، امر توبیخی ہو یا تادیبی، تشفیقی ہو یا وجوبی سولہ اقسام امر میں سے کوئی امر ہو سب یقینی، اذعانی، حتمی، قطعی ہے اس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ بے شک ہم نے نازل فرمایا قرآن عربی زبان میں تاکہ تم سمجھو"۔

کہ یہ وہ زبان ہے جس میں بہت سے حروف وہ ہیں جو عجمی زبان خصوصًا فارسی زبان سے زائد ہیں۔ چنانچہ کسی نے ایک رباعی میں ان حروف کو بتایا جو عربی زبان ہی میں استعمال ہوتے ہیں اور فارسی زبان ان حروف سے محروم ہے وہ حروف آٹھ ہیں ؎

هشت حرف است آنکه اندر فارسی ناید ہمے
تا نیاموزی نباشی اندریں معنی معاف
بشنو اکنوں تا کدامست آں حروف و یاد گیر
ثا و حا و صاد و ضاد و طا و ظا و عین و قاف

فضائل و شرافت زبان عربی

یہ عربی زبان کا شرف مخصوص ہے۔

پھر اس قرآن کریم کو قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا فرما کر مَنْسُوْبٌ اِلَی الْعَرَبِ فرمایا اس لیے کہ یہ لغت قدیمہ عرب پر نازل ہوا۔

ابن عساکر اپنی تاریخ میں سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اِنَّ اٰدَمَ کَانَ لُغَتُهٗ فِی الْجَنَّةِ الْعَرَبِیَّةَ فَلَمَّا اَکَلَ مِنَ الشَّجَرَةِ سُلِبَهَا فَتَکَلَّمَ بِالسُّرْیَانِیَّةِ فَلَمَّا تَابَ اللّٰهُ رَدَّهَا اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ۔

حضرت آدم علیہ السلام کی جنت میں عربی زبان تھی تو جب آپ نے شجرۂ ممنوعہ سے نوش فرمالیا

تو وہ زبان آپ سے سلب ہو گئی اور سریانی زبان میں تکلم فرماتے تو جب آپ کی توبہ منظور ہو گئی تو اللہ تعالے نے وہی زبان عربی عطا فرما دی۔

اور ایسا ہی عبد الملک بن حبیب نے کہا اور یہ بھی بتایا کہ سریانی زبان ارض سوریا سے منسوب ہے وہ ایک جزیرہ ہے اور قبل غرق حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے ان کی زبان عربی تھی مگر محرف اور وہی اہل سفینہ کی زبان رہی مگر ایک شخص ان میں تھا جسے جرہم کہتے تھے اس کی زبان عربی تھی۔ جب کشتی سے سب اترے تو جرہم وغیرہ نے ارم بن سام کے بعض بیٹوں سے رشتہ کر لیا اور ان کی زبان بھی عربی ہو گئی۔

ان کی اولاد میں عوص، ابو عاد اور عبیل۔ جاثر۔ ابی ثمود۔ جدلیس ہوئے اور ان کا نام بنی جرہم رکھا گیا اس لیے کہ وہ ان کا دادا تھا باقی سب میں زبان سریانی رہی۔ ارفخشد بن سام سے لے کر بنی قحطان تک سریانی رہی اور یہ یمن میں تھے۔ جب بنی اسمٰعیل علیہ السلام یمن میں اترے تو بنو قحطان نے ان سے زبان عربی کی تعلیم پائی۔

اور ابن دحیہ کہتے ہیں کہ عرب کی تین قسمیں تھیں۔

عاربہ[۱] اور عرباء جو خلص کہلاتے تھے یہ نو قبائل تھے جو اولاد ارم بن سام بن نوح سے تھے اور وہ عاد۔ ثمود۔ امیم۔ عبیل۔ طسم۔ جدیس۔ عملیق۔ جرہم۔ وبار تھے انہوں نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے عربی حاصل کی۔ اور

متعربہ[۲]: یہ بنو قحطان سے تھے۔ تیسرے

مستعربہ[۳]: یہ بنی اسمٰعیل تھے اولاد معد بن عدنان سے۔

ابن درید کہتے ہیں کہ عرب عاربہ کے سات قبائل تھے۔ عاد۔ ثمود۔ عملیق۔ طسم۔ جدیس۔ امیم۔ جاسم اس بحث کو علامہ آلوسی نے روح المعانی میں بہت طویل کیا۔ مختصراً ہم نے بھی پیش کیا۔

حاکم مستدرک میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سفیان ثوری کے طریق سے حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے وہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ثُمَّ قَالَ اُلْهِمَ اِسْمٰعِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ هٰذَا اللِّسَانُ الْعَرَبِيُّ اِلْهَامًا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو یہ زبان عربی بطریقہ الہام عطا ہوئی۔

علامہ شیرازی کتاب الالقاب میں فرماتے ہیں اخبرنا محمد بن اسمٰعیل المدائنی قال

اخبرنا محمد بن احمد بن اسحق الهاشمی قال حدثنا محمد بن جابر قال حدثنا ابو یوسف بن السکیت قال حدثنی الاثرم عن ابی عبیدة قال حدثنا سمع بن عبد الملك عن محمد بن علی بن الحسین عَنْ اٰبَائِهٖ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ مَنْ فَتَقَ لِسَانَهٗ بِالْعَرَبِیَّةِ الْمُبَیَّنَةِ اِسْمَاعِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً۔

حضور نے فرمایا سب سے پہلے چودہ سال کی عمر میں حضرت اسمعیل علیہ السلام نے عربی میں کلام فرمایا۔

اور ایک روایت میں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خالص عربی میں سب سے اول حضرت اسمعیل علیہ السلام نے کلام فرمایا۔

بعض ایسی روایات بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عربی حضرت اسمعیل علیہ السلام سے قبل بھی لغت حمیر اور قحطان میں تھی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے عربی سکھائی اور آپ عربی میں ہی کلام فرماتے تھے۔ مگر قرآن کریم کی عربی افضل لغات پر ہے یہ اپنی بلاغت وفصاحت کے اعتبار سے اسبق ہے۔

اور الدرایہ میں تو عربی کی یہ شرافت ہے کہ عمدًا جو قرآن کریم کی قراءت یا کتابت فارسی میں کرے اسے مجنون اور زندیق کہا ہے۔ حَیْثُ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ الْقِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ اَوْکِتَابَتَهٗ فَهُوَ مَجْنُوْنٌ اَوْ زِنْدِیْقٌ وَالْمَجْنُوْنُ یُدَاوٰی وَالزِّنْدِیْقُ یُقْتَلُ۔

اہل جنّت کی زبان بھی عربی ہوگی

ذَکَرَ الذَّهَبِیُّ فِیْ تَارِیْخِهٖ عَنْ سُفْیَانَ اٰنَّهٗ قَالَ بَلَغَنَا اِنَّ النَّاسَ یَتَکَلَّمُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِالسُّرْیَانِیَّةِ فَاِذَا دَخَلُوا الْجَنَّةَ تَکَلَّمُوْا بِالْعَرَبِیَّةِ۔ روز قیامت لوگوں کی زبان سریانی ہوگی۔ جب جنت میں داخل ہوجائیں گے تو عربی میں باتیں کریں گے۔

اَخْرَجَ الطَّبْرَانِیُّ وَالْحَاکِمُ وَالْبَیْهَقِیُّ وَاٰخَرُوْنَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِیٌّ وَکَلَامُ اَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِیٌّ۔

عرب تین وجہ سے محبوب ہیں۔ میں عربی ہوں اور قرآن کریم عربی ہے اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔ اس کے علاوہ طویل بحث روح المعانی میں ہے۔ من شاء فلینظر۔

شان نزول سورۂ یوسف

وَسَبَبُ نُزُوْلِهَا عَلٰی مَارُوِیَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّہٗ اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَلَا عَلَیْہِمْ زَمَانًا فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ قَصَصْتَ عَلَیْنَا فَنَزَلَتْ۔

جب قرآن کریم حضور پر نازل ہوا ایک مدت تک صحابہ اس کی تلاوت کرتے رہے تو بعض نے عرض کی حضور اگر کوئی قصہ ماضیہ بھی ہوتا تو زیادہ اچھا ہوتا تو یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی۔

ایک قول ہے کہ اس واقعۂ یوسف میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے کہ آپ کی قوم ہی ایسے ناشائستہ افعال کی مرتکب نہیں ہے بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تو ان کے بھائیوں کا برتاؤ اس سے بھی برا رہا ہے۔

ایک قول ہے کہ یہود نے حضور سے عرض کیا کہ یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں اور حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمائیں تو یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ کفار مکہ نے یہود کو کہا کہ وہ حضور سے دریافت کریں کہ بنی اسرائیل مصر میں کیسے پہنچے تو یہ سورت نازل ہوئی۔

اور بیہقی دلائل میں طریق کلبی سے ابوصالح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ یہود کا ایک عالم حضور کی خدمت میں آیا اور حضور اس وقت سورۂ یوسف تلاوت فرمارہے تھے تو اس نے عرض کیا یا مُحَمَّدُ مَنْ عَلَّمَکَہَا حضور یہ کس نے آپ کو سکھایا حضور نے فرمایا اَللّٰہُ عَلَّمَنِیْہَا اللہ نے مجھے یہ سکھایا۔ تو اس عالم کو تعجب ہوا جب اس نے یہ جواب سنا تو وہ واپس لوٹ کر یہود میں آیا اور کہنے لگا وَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّدًا لَیَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَا اُنْزِلَ فِی التَّوْرَاۃِ قسم بخدا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم ایسے ہی پڑھتے ہیں جیسے توریت میں نازل فرمایا۔

فَانْطَلَقَ بِنَفَرٍ مِّنْہُمْ حَتّٰی دَخَلُوْا عَلَیْہِ فَعَرَفُوْا صِفَتَہٗ وَنَظَرُوْا اِلٰی خَاتَمِ النُّبُوَّۃِ بَیْنَ کَتِفَیْہِ فَجَعَلُوْا یَسْتَمِعُوْنَ اِلٰی قِرَاءَتِہٖ سُوْرَۃَ یُوْسُفَ فَتَعَجَّبُوْا وَاَسْلَمُوْا عِنْدَ ذٰلِکَ۔

تو ایک جماعت کے ساتھ حضور کے پاس حاضر آئے اور حضور کو توریت کی بیان کردہ صفت سے پہچانا اور ختم نبوت دونوں شانۂ اقدس کے مابین دیکھی اور سورۂ یوسف سنی اور پسند کرکے اسی وقت اسلام لائے۔ (روح المعانی)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ علماء یہود نے اشراف عرب سے کہا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ملک شام سے مصر میں کیسے پہنچی اور ان کے وہاں آباد ہونے کا

کیا سبب ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا کیا واقعہ ہے تو اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی۔
یا یہ کہ اس واقعہ کے متعلق حضور سے یہود نے سوال کیا یا مسلمانوں سے کہا کہ وہ سوال کریں کہ بنی اسرائیل کا مصر میں جانے کا کیا سبب ہوا۔ (روح)
یا احکام اور شرائع اور مخفیات ملک و ملکوت اور اسرار نشاتین اور معارف وقصص کے بیان کے لیے سورۂ یوسف نازل ہوئی جس کا اعجاز ظاہر ہے اور من عند اللہ ہونا ایسا واضح ہے کہ اس کے معانی اہل علم کے نزدیک غیر مشتبہ ہیں اور اس میں حلال وحرام اور حدود و احکام کا بھی واضح بیان ہے (روح)
ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سورۂ مبارکہ میں متقدمین کے احوال روشن ولائح مذکور ہیں اور حق و باطل کا آسانی سے امتیاز کرا دینا اور اس کے پہلو بیان کیے گئے ہیں جو عجائب وغرائب اور حکم وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ اس میں دین ودنیا کے فوائد، سلاطین ورعایا اور علماء کے احوال، عورتوں کے خصائل کا بھی واضح بیان ہے، دشمنوں کی ایذاؤں پر صبر اور ان پر غالب آجانے کے بعد ان کی خطاؤں سے درگذر کرنے کی شان بھی نفیس پیرایہ میں واضح کی گئی ہے۔
صاحب بحر الحقائق نے اس کے تاویلی پہلو پر اس کا احسن قصص ہونا عجیب اور نفیس پہلو سے بیان فرمایا ہے اور واضح کیا ہے کہ استعاری رنگ میں یہ قصہ تمام وکمال انسان کے احوال کے ساتھ منطبق ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ

یوسف سے مراد دل ہو سکتا ہے۔ اور
یعقوب سے مراد روح لی جا سکتی ہے
راحیل سے نفس انسان
برادران یوسف سے مراد قوی اور حواس انسان ہو سکتے ہیں۔

پھر اس سے قصہ کو انسان کے حالات سے مطابقت دی جائے تو اس سے عجیب وغریب حقائق منکشف ہوتے ہیں اس بحث کو بالتفصیل اگر دیکھنا چاہیں تو بحر الحقائق میں دیکھیں۔ اب آگے ارشاد ہے "نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ ہم بیان سناتے ہیں تمہیں سب سے اچھا بیان اس لیے کہ وحی کیا ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کو اور اگرچہ آپ بے شک اس سے پہلے اس قصہ سے بے خبر تھے (یہاں اِنْ مخففہ مثقلہ ہے) اور یاد فرمائیں اے محبوب! جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا"
ترجمہ میں "یاد فرمائیں اے محبوب" بقاعدہ اِذْ لایا گیا اس لیے کہ اِذْ کے اول اُذْکُرْ اور منادی ضرور محذوف ہوتا ہے اور چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام تھے اور حضرت یعقوب

علیہ السلام کے والد حضرت اسحاق علیہ السلام تھے اور ان کے والد خطیب الانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جنہیں حضور نے اَلْکَرِیْمُ بْنُ الْکَرِیْمِ بْنِ الْکَرِیْمِ بْنِ الْکَرِیْمِ فرمایا (روح المعانی)۔

تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے اس خواب کا تذکرہ کیا جو جمعہ کی شب لیلۃ القدر کو دیکھا تھا (روح المعانی) عرض کیا

" یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ ابا جان میں نے (خواب میں) گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں کہ وہ میرے لیے سجدہ کر رہے ہیں"۔

وہ گیارہ ستارے جریان۔ طارق۔ ذیال۔ قابس۔ عمودان۔ فلیق۔ مصبح۔ فرع۔ ذوالکفتین۔ خروج۔ وثاب تھے۔

یہ گیارہ ستارے وہ ہیں جن کے متعلق ایک یہودی نے آکر حضور سے سوال کیا تھا اَخْبِرْنِیْ یَا مُحَمَّدُ عَنِ النُّجُوْمِ الَّتِیْ رَاٰھُنَّ یُوْسُفُ فَسَکَتَ فَنَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَخْبَرَہٗ بِذٰلِكَ فَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ھَلْ اَنْتَ مُؤْمِنٌ اِنْ اَخْبَرْتُكَ قَالَ نَعَمْ فَعَدَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاذُکِرَ۔ حضور یوسف علیہ السلام نے وہ ستارے کونسے ملاحظہ کیے تھے تو حضور خاموش رہے تو جبریل نے حاضر ہو کر ان کے نام عرض کر دیے حضور نے فرمایا کیا تو ایمان لے آئے گا اگر ہم تجھے وہ ستارے بتا دیں اس نے عرض کی ہاں تو حضور نے وہ نام گنا دیے جن کا ذکر ہو چکا۔ تو یہودی کہنے لگا اِیْ وَاللّٰہِ اِنَّھَا لَاَسْمَاءُ ھَا۔ بے شک قسم بخدا ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔ رواہ جابر رضی اللہ عنہ۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے گیارہ ستارے اترے اور ان کے ساتھ سورج اور چاند بھی ہیں ان سب نے آپ کو سجدہ کیا۔

اس کی تعبیر یہ تھی کہ گیارہ ستارے آپ کے گیارہ بھائی اور سورج آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اور چاند آپ کی والدہ حضرت راحیل یا خالہ ہیں۔

سدی کہتے ہیں کہ اس خواب سے قبل چونکہ آپ کی والدہ انتقال کر گئی تھیں اس لیے قمر سے مراد آپ کی خالہ ہی ہیں۔

اور سجدہ سے مراد تعظیم و تواضع تھی یا مطیع ہونا۔

اس خواب کے مشاہدے کے وقت بروایت حضرت وہب آپ کی عمر مبارک بارہ سال کی تھی اور ایک روایت سے سات سال کی عمر تھی (روح)

ایک قول یہ ہے کہ پہلا رؤیا بارہ سالہ عمر میں ہوا اور دو بارہ سترہ سال کی عمر میں خواب ہوا اس میں آپ نے گیارہ لکڑیاں لمبی لمبی زمین میں مرکوز دیکھیں مثل دائرہ کے اور ایک چھوٹی لکڑی ان سب پہ ہے یہاں تک کہ اس چھوٹی لکڑی نے تمام لکڑیاں اکھاڑ ڈالیں اور یہ خواب آپ نے اپنے والد ماجد سے بیان کیا لیکن دونوں خوابوں میں اشارہ بھائیوں کی طرف تھا تو پہلے خواب میں لکڑیاں اور دوسرے خواب میں کواکب دیکھے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ سورج اور چاند سے میکائیل اور جبرئیل علیہما السلام مراد ہیں اور صحیح یہ ہی ہے کہ شمس سے باپ اور قمر سے والدہ مراد ہیں۔

قتادہ اور سدی سے مروی ہے کہ قمر سے مراد خالہ ہیں اس لیے کہ آپ کی والدہ راحیل اس سے پہلے انتقال کر چکی تھیں۔

ایک قول یہ ہے کہ سجدہ سے حقیقتاً سجدہ ہی مراد ہے اس لیے کہ اس شریعت میں سلام کی طرح سجدۂ تحیت بھی جائز تھا۔

اور ابن جریج سے مروی ہے اِنَّ الشَّمْسَ اُمُّہٗ وَالْقَمَرَ اَبُوْہُ اور وہ اس سے یہ تعبیر کرتے ہیں کہ اَلشَّمْسُ بِالْمُلْكِ وَبِالذَّهَبِ وَبِالزَّوْجَةِ الْجَمِيْلَةِ وَالْقَمَرُ بِالْاَمِيْرِ وَالْكَوَاكِبُ بِالْرُّؤَسَاءِ کہ سورج سے مراد آپ کی والدہ ہیں اور چاند سے مراد باپ ہیں۔ اور سورج کی تعبیر ملک۔ سونا اور خوبصورت بیوی ہے اور چاند کی تعبیر امراء ہیں اور ستاروں کی تعبیر رؤساء ہیں۔

تو یہ خواب سن کر حضرت یوسف علیہ السلام سے آپ کے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام نے بڑے پیار سے فرمایا۔

"قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا۔ فرمایا اے میرا جیزادے نہ بیان کرنا اپنا خواب اپنے بھائیوں سے تو وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے"۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت تھی اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس محبت کی وجہ سے برادران یوسف آپ سے کچھ دل میں رنج بھی رکھتے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے حسد سے مطلع بھی تھے اس لیے جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب حضرت یعقوب علیہ السلام کو سنایا تو آپ نے معاً خیال فرمایا کہ یہ خواب درحقیقت یوسف علیہ السلام کے مدارج کی ترقی کا مژدہ ہے اور اس خواب سے برادران یوسف علیہ السلام ان سے رشک

بھی کریں گے۔

اور اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی ہے کہ یوسف منزل نبوت پر پہنچے اور بارگاہ الوہیت میں برگزیدہ ہو اور نعمت دارین اسے عطا ہو آپ کو ان کے بھائیوں کا خدشہ محسوس ہوا اور آپ نے ان سے اس خواب کے بیان کرنے کو روک دیا اور غیر مبہم الفاظ میں فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا فرمادیا کہ وہ اس خواب سے مطلع ہو کر تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے اور تمہارے ہلاک کرنے کی کوئی تدبیر سوچیں گے اور پھر شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے وہ کید اور حسد پر ضرور ابھارے گا اس بیان میں اس طرف ایما ہے کہ برادران یوسف علیہ السلام اگر ان کی ایذاء رسانی پر کوئی اقدام کریں گے تو اس کا سبب توسوس شیطانی ہوگا۔ (تفسیر خازن)

اور انبیاء کرام توسوس شیطانی سے بھی محفوظ ہیں۔ ابن تیمیہ نے اسی وجہ میں ایک مؤلف اس مسئلہ کی تنقیح پر مرتب کیا جس میں وہ لکھتے ہیں اَلَّذِيْ يَدُلُّ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ وَاللُّغَةُ وَالْاِعْتِبَارُ اَنَّ اِخْوَةَ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسُوْا بِاَنْبِيَاءَ وَلَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ وَلَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ وَلَا عَنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ خَبَرٌ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى نَبَّاَهُمْ۔

جو کچھ قرآن کریم اور لغت اور اعتبارات سے مستدل ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی نہیں تھے اور ان کی نبوت کی خبر نہ قرآن کریم میں ہے نہ حضور سے ثابت بلکہ صحابہ کرام میں سے بھی کسی نے یہ خبر نہ دی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبی کیا۔

اور جن کے نزدیک وہ بھی نبی تھے ان کی دلیل یہ ہے کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء میں والاسباط فرمایا ہے۔ اور اس کی تفسیر میں اولاد یعقوب علیہ السلام بتایا ہے۔

وَالصَّوَابُ اَنَّهٗ لَيْسَ الْمُرَادُ بِهِمْ اَوْلَادُهُ الصُّلْبِيَّةُ بَلْ ذُرِّيَّتُهٗ كَمَا يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ وَكَمَا يُقَالُ لِسَائِرِ النَّاسِ بَنُوْ اٰدَمَ۔

اور صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد اولاد صلبی نہیں ہے بلکہ ذریت یعقوب علیہ السلام ہے جیسا کہا جاتا ہے بنو اسرائیل یا جیسے کہا جاتا ہے عام انسانوں کو بنو آدم۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا صَرِيْحٌ فِيْ اَنَّ الْاَسْبَاطَ هُمُ الْاُمَمُ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَكُلُّ سِبْطٍ اُمَّةٌ وَقَدْ صَرَّحُوْا بِاَنَّ الْاَسْبَاطَ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ كَالْقَبَائِلِ مِنْ بَنِيْ اِسْمٰعِيْلَ۔

اور مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ۔ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا

یہ دونوں آیتیں صریح ہیں اس میں کہ اسباط امتی ہیں بنی اسرائیل سے ہر سبط امتی ہوتا ہے اور اس کی بھی تصریح ہو چکی ہے کہ اسباط بنی اسرائیل سے ایسے ہی ہیں جیسے قبائل بنی اسمٰعیل سے۔

اَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔ علامہ راغب اصفہانی مفردات میں فرماتے ہیں قَالَ وَیَعْقُوْبُ وَالْاَسْبَاطُ اَیْ قَبَائِلُ کُلِّ قَبِیْلَۃٍ مِنْ نَسْلِ رَجُلٍ۔ یعنی قرآن کریم میں فرمایا۔ الم۔ آخر پارہ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ کَانُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصَارٰی۔ کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی تھے یا نصرانی۔

حالانکہ اس کا قطعی جواب دوسری جگہ قرآن کریم میں ہی موجود ہے مَاکَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا تو یہاں بھی اگرچہ عرف عرب کے اعتبار سے اسباط قبائل کے معنی میں مستعمل بنایا گیا اور کُلُّ قَبِیْلَۃٍ مِنْ نَسْلِ رَجُلٍ بھی کہہ دیا کہ ہر قبیلہ ایک شخص کی نسل سے ہوتا ہے۔

لیکن ابن تیمیہ؟ کا یہ قول قابل تسلیم نہیں ہو سکتا کہ لَیْسَ الْمُرَادُ بِھِمْ اَوْلَادُہُ الصُّلْبِیَّۃُ اس لیے کہ ہم آیہ کریمہ میں پڑھ چکے ہیں کہ لَا تَقْصُصْ رُؤْیَاکَ عَلٰی اِخْوَتِکَ تو گیارہ بھائی یقیناً حضرت یوسف علیہ السلام کے صلبی تھے یعنی ان کی ولادت صلب سیدنا یعقوب علیہ السلام سے تھی عام اس سے کہ یہ بھائی عینی تھے یا نہ تھے یعنی عَلّاتی تھے۔

اور یہ بھی محقق ہو چکا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیوی لیّا بنت لبان سے ۶ بیٹے ہوئے۔ اور زلفہ۔ بلبہ سے چار اور بنیامین اور یوسف علیہ السلام چوتھی بیوی راحیل سے ہوئے۔ تو اگرچہ مائیں مختلف تھیں لیکن باپ سب کے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے تو صلبی اولاد وہی کہلاتی ہے جو ایک باپ سے ہو اور بقول سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اَلْاُمَّھَاتُ اَوْعِیَۃٌ وَلِلْاَنْسَابِ اٰبَاءٌ۔ مائیں محض برتن ہیں نسب کے لیے باپ ہوتے ہیں۔

بنا بر ایں علامہ ابن تیمیہ کا یہ قول صحیح نہیں کہ لَیْسَ الْمُرَادُ بِھِمْ اَوْلَادُہُ الصُّلْبِیَّۃُ۔ البتہ یہ غور طلب امر ہے کہ علاوہ حضرت یوسف علیہ السلام گیارہ دوسرے بیٹوں کو بھی نبوت ملی یا نہیں۔ تو ظاہر حال تو یہی بتاتا ہے کہ ان گیارہ کے نبی ہونے پر ہماری نظر میں کوئی دلیل قرآن و حدیث و اقوال صحابہ سے نہیں ملتی۔

اور اس پر علامہ ابن تیمیہ کی یہ تصریح مسلم ہو سکتی ہے کَمَا قَالَ وَاَصْلُ السِّبْطِ کَمَا قَالَ اَبُوْ سَعِیْدِ الضَّرِیْرُ شَجَرَۃٌ دَوْحَۃٌ مُلْتَفَّۃٌ کَثِیْرُ الْاَغْصَانِ فَلِذَا مَعْنٰی لِتَسْمِیَۃِ الْاَبْنَاءِ اِلٰی حَتّٰی اَسْبَاطًا قَبْلَ اَنْ یَّنْتَشِرَ عَنْھُمُ الْاَوْلَادُ۔

یعنی اصل سبط کی بموجب قول ابو سعید الضریر یہ ہے کہ وہ ایک درخت ہے پھیلا ہوا جس کی بہت سی

شاغیں ہیں تو یہ معنی بوجہ اولاد اور بارہ بیٹے ہونے کے نہیں ہوسکتے کہ وہ اسباط ہوں قبل اس کے کہ ان سے اولادیں منتشر نہ ہوں۔

اس کے بعد آگے خود ہی وضاحت کرتے ہیں حَیْثُ قَالَ فَتَخْصِیْصُ الْاَسْبَاطِ فِی الْاٰیَۃِ بِبَنِیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِصُلْبِہٖ غَلَطٌ لَا یَدُلُّ عَلَیْہِ اللَّفْظُ وَلَا الْمَعْنٰی وَمَنِ ادَّعَاہُ فَقَدْ اَخْطَاَ خَطَأً بَیِّنًا۔

تو تخصیص اسباط کی آیت میں آپ کے صلبی بیٹوں کے ساتھ غلط ہے اس پر نہ الفاظ آیت دلالت کرتے ہیں نہ معنی اور جو دعوی کرے وہ کھلا خطا پر ہے۔

پھر اس کی مزید وضاحت کرتے ہیں وَالصَّوَابُ اَیْضًا اِنَّھُمْ سُمُّوْا اَسْبَاطًا مِنْ عَھْدِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَمِنْ حِیْنَئِذٍ کَانَتْ فِیْھِمُ النُّبُوَّۃُ فَاِنَّہٗ لَمْ یُعْرَفْ فِیْھِمْ نَبِیٌّ قَبْلَہٗ اِلَّا یُوْسُفُ۔

اور یہی صحیح ہے کہ اسباط جنہیں کہا ہے وہ عہد موسیٰ علیہ السلام سے ہیں اور انہی میں نبوت تھی لیکن اس میں جو ابناء یعقوب ہیں نبوت سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے کسی میں نہیں پائی گئی اور اس کی تائید میں وہ آیتیں بھی ہیں جو اللہ تعالے نے انبیاء کے تذکرے میں ذریۃ ابراہیم علیہ السلام پر فرمائیں۔ چنانچہ فرمایا۔ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ وَمُوْسٰی وَھٰرُوْنَ اس آیہ کریمہ میں حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے ساتھ کے نبیوں کا ذکر کیا گیا مگر اسباط کا ذکر نہیں کیا اور اگر آپ کے بھائی بھی نبی ہوتے جیسے اور انبیاء گذرے تو ضرور ان کا ذکر آتا۔

پھر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالے نے انبیاء کے ذکر میں ان کی نبوت کے مناسب محامد و ثنا فرمائی اور حدیث میں بھی ہے اَکْرَمُ النَّاسِ یُوْسُفُ بْنُ یَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ۔ نبی ابن نبی ابن نبی ابن نبی۔ تو اگر یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی نبی ہوتے تو اسی اعزاز و اکرام میں وہ بھی شریک کیے جاتے۔

اس کے برعکس جب ان کا قصہ قرآن کریم میں وہ آیا جو انہوں نے اپنے بھائی علیہ السلام کے ساتھ کیا اور ان کا اعتراف خطا اور طلب استغفار اپنے باپ سے۔ اور اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا اقرار سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ۔ آیا

اور جو مناصب نبوۃ کے مناسب مدائح تھے وہ بیان نہیں فرمائے اور ان کی توبہ بھی علانیہ ظاہر نہیں ہوئی جیسا کہ ان کا گناہ گناہ پر بیان ہوا۔

اور اللہ تعالے نے انبیاء میں سے کسی نبی کے متعلق قبل نبوت یا بعد نبوت نہیں فرمایا کہ انہوں نے ایسے افعال عظیمہ مثل والد کی نافرمانی۔ قطعیت رحم اور بھائی کا غلام بنانا ان کا بلاد کفر میں بیچنا اور کھلا جھوٹ بولنا وغیرہ جیسا کہ اخوۃ یوسف کے حالات میں مذکور ہے۔ بیان نہیں فرمائے اور یہی دلیل ہے کہ برادران یوسف نبی نہیں تھے

بلکہ اگر کوئی دلیل عدم نبوت پر سوا ان افعال کے جو ان سے صادر ہوئے نہ ہوتی تو بھی ہمارے دعوی عدم نبوت کو وہی افعال کافی تھے

لِاَنَّ الْاَنْبِیَاءَ مَعْصُوْمُوْنَ عَنْ صُدُوْرِ مِثْلِ ذَالِكَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ وَبَعْدَهَا عِنْدَ الْاَكْثَرِیْنَ۔

اس لیے کہ انبیاء کرام ایسے افعال سے معصوم ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت عند الاکثرین۔

اور یہ تمام امور ایسے تھے کہ قبل بلوغ ان پر قدرت و طاقت نہیں ہو سکتی تو یہ عذر بھی صحیح نہیں ہو سکتا کہ یہ افعال ان سے قبل بلوغ سرزد ہوئے تھے۔ انتہی ملخصاً از روح المعانی اس کے علاوہ اور بھی طویل بحث روح المعانی میں ہے مَنْ شَاءَ فَلْیَنْظُرْ فِیْهِ۔

چنانچہ خواب کے متعلق بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی اور بتایا کہ ہر خواب حقیقتاً خواب نہیں ہوتا اور خواب من جانب اللہ بھی ہوتا ہے اور توسوس شیطانی سے بھی۔ چنانچہ سید عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاٰی اَحَدُكُمُ الرُّؤْیَا یُحِبُّهَا فَاِنَّمَا هِیَ مِنَ اللّٰهِ فَلْیَحْمَدِ اللّٰهَ تَعَالٰی وَلْیُحَدِّثْ بِهَا۔ وَاِذَا رَاٰی غَیْرَ ذَالِكَ مِمَّا یَكْرَهُ فَاِنَّمَا هِیَ مِنَ الشَّیْطَانِ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَمِنْ شَرِّهَا وَلَا یَذْكُرْهَا لِاَحَدٍ فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهٗ۔

اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اسے اپنے محب سے بیان کیا جائے اور برا خواب شیطان سے ہے جب ایسا خواب کوئی دیکھے تو اللہ کے ساتھ پناہ مانگے شیطان رجیم سے اور اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرے تو وہ کچھ مضرت نہ پہنچا سکے گا (بخاری شریف)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاٰی اَحَدُكُمُ الرُّؤْیَا یَكْرَهُهَا فَلْیَبْصُقْ عَنْ یَسَارِهٖ ثَلَاثًا وَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ تَعَالٰی مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَلْیَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِیْ كَانَ عَلَیْهِ۔

حضور نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جس میں برائی معلوم ہو تو تین بار اپنی بائیں طرف تھوکے اور اللہ تعالے سے پناہ طلب کرے شیطان لعین سے اور وہ کروٹ بدل لے جس پر تھا (مسلم)

ایک روایت میں یہ اور ہے کہ تین بار بائیں جانب تھوک کر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَمِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرُّؤْیَا پڑھے۔

اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ۔
ابتداوحی کی حضور پر رویا صادقہ سے ہوئی۔ چنانچہ حضور کوئی خواب نہ ملاحظہ فرماتے مگر اس کا ظہور ایسے ہوتا جیسے رات سے صبح کا ظہور۔

اور رؤیائے صادقہ کو چھیالیسواں جز نبوت کا حضور نے فرمایا اور اس کی توجیہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ سِتَّةَ اَشْهُرٍ يَرَى الْوَحْيَ مَنَامًا ثُمَّ جَاءَهُ الْمَلَكُ يَقْظَةً وَسِتَّةَ اَشْهُرٍ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى ثَلٰثٍ وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً جُزْءٌ مِّنْ سِتٍّ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا۔

تو چھ ماہ وحی خواب میں ہوتی رہی۔ چھ ماہ کے بعد فرشتہ جاگتے ہوئے آیا اور چھ ماہ عام اور تئیس سال وحی نبوت۔ اور چھ ماہ بہ نسبت تئیس سال کے چھیالیسواں حصہ ہیں۔

اور حلیمی کہتے ہیں اِنَّ الْوَحْيَ كَانَ يَاْتِيْهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ نَوْعًا۔ وحی حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر چھیالیس نوع پر آئی۔

اس میں سے ایک رؤیائے صالحہ بھی ہے تو چھیالیسواں جز نبوت رویائے صالحہ ہوا۔ مِثْلَ نَفْثِ الرُّوْعِ وَتَمَثُّلِ الْمَلَكِ لَهٗ بِصُوْرَةِ دِحْيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَسَمَاعَةً مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ۔ دل کے اندر کوئی بات آجانا اور فرشتہ کا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں متمثل ہو کر آنا اور زنجیر ہلنے کی آواز مسموع ہونا وغیر ذالک۔ روح المعانی۔

"وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ اور ایسے ہی تیرا رب تجھے چن لے گا اور سکھادے گا تجھے انجام نکالنا باتوں سے اور تجھ پر اپنی نعمت پوری اور آل یعقوب پر جیسے پوری کیں (نعمتیں) تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسحق پر بے شک تیرا رب علم و حکمت والا ہے"۔

اجتباء کہتے ہیں چن لینے اور برگزیدہ کرنے کو جس کے حاصل معنی یہ ہیں کہ کسی بندہ کو فیض ربانی کے ساتھ مخصوص کر لینا جس سے اس میں کرامات و کمالات بلا محنت وسعی حاصل ہوں۔ اور یہ مرتبہ انبیاء کرام کے ساتھ خاص ہے اور ان کے فیوض و برکات سے ان کے مقربین صدیقین شہداء و صالحین بھی اس نعمت سے سرفراز کیے جاتے ہیں لیکن درجۂ نبوت اب کسی کو نہیں مل سکتا نہ اللہ تعالےٰ کسی کو عطا فرمائے گا اس لیے کہ دعدۂ ختم نبوت قرآن کریم میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ سے ارشاد ہو چکا ہے۔

اور خاتَم و خاتِم کے معنی میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ اگر خاتم کا صلہ عَلٰی آیا ہو تو مہر کے معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وغیرہ میں معنی مہر ہے لیکن جہاں عَلٰی کے بغیر ختم کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں لازمی طور پر آخر کے معنی ہی ہیں اور مَّخْتُوْمٍ۔ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ سے اگر شبہ پیدا ہو تو

یہاں آخر کے ہی معنی ہیں حَیْثُ قَالَ فِیْ تَفْسِیْرِ النَّسَفِیِّ اَیْ تُوْجَدُ رَائِحَۃُ الْمِسْکِ عِنْدَ خَاتِمَۃِ شُرْبِہٖ ۔یعنی پینے کے بعد جو خوشبو آئے گی وہ آخری خوشبو مشک کی ہو گی تو یہ اصول کلیہ ہوا کہ جہاں خاتم کے بعد علیٰ ہو گا وہاں مہر کے معنی ہوں گے اور جہاں خاتم کے بعد علیٰ نہ ہو وہاں آخر کے ہی معنی آئیں گے چنانچہ روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّ ابْنُ جُبَیْرٍ وَّالْحَسَنُ اَلْمَعْنٰی خَاتِمَتُہٗ وَنِہَایَتُہٗ رَائِحَۃُ الْمِسْکِ اِذَا شَرِبَ اَیْ یَجِدُ شَارِبُہٗ ذٰلِکَ عِنْدَ اِنْتِہَاءِ شُرْبِہٖ ۔اس کے معنی یہ ہیں کہ آخر اور نہایت اس کی مشک کی خوشبو یہ ہو گی جب کہ وہ پیا جائے گا تو پینے والے کو مشک کی خوشبو اس کے آخر میں محسوس ہو گی (روح المعانی سورۂ تطفیف)

اور اتمام نعمت سے مراد علم و حکمت اور تاویل احادیث کی عطا ہے اور کتب سابقہ اور احادیث انبیاء کے غوامض و دقائق کا کشف ہے اور بعض مفسرین نے اس سے تعبیر خواب بھی مراد لی ہے اور واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تعبیر خواب میں بڑے ماہر تھے چنانچہ اس سورۂ مبارکہ میں عزیز مصر کے خواب کی تعبیر اور دو نوجوانوں کا خواب میں اپنا انجام دیکھنا اور اس کی تعبیر دینا بھی مذکور ہے۔

اور کَمَا اَتَمَّہَا عَلٰی اَبَوَیْکَ مِنْ قَبْلُ میں نبوت عطا فرما کر اعزاز بخشنا مراد ہے اس لیے کہ نبوت سے اعلیٰ منصب بندے کے لیے اور کوئی نہیں تمام مناصب و مراتب اس منصب سے ادنیٰ ہیں پھر اس کے ساتھ سلطنت بھی مل جائے تو یہ مزید نعمت ہے۔

چنانچہ اس سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود سے خلاصی دی اور اپنا خلیل بنایا حضرت اسحاق علیہ السلام کو حضرت یعقوب اور اسباط عطا فرمائے اور آلِ یعقوب کا فرمانا اسی وجہ میں ہے۔

لفظ آل ہمیشہ عربی میں اس جگہ استعمال ہو گا جہاں شریف اور معزز ہوں اس وجہ میں آل حجام یا آل حرم نہیں بولا جاتا۔ لیکن اہل حجام اور اہل حرم کہہ سکتے ہیں۔ اسی وجہ میں آل ہمیشہ معزز گھرانوں پر استعمال ہوا نچلے طبقہ پر اہل بولا جاتا ہے (روح المعانی)

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ یوسف پ ۱۲

لَقَدْ کَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَاِخْوَتِہٖٓ اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیْنَ ○ — بے شک ہیں یوسف اور اس کے بھائیوں میں نشانیاں پوچھنے والوں کے لیے۔

اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْہُ اَحَبُّ اِلٰٓی اَبِیْنَا — جب کہا کہ ضرور یوسف اور اس کا بھائی (بنیامین)

مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۚ

زیادہ محبوب ہے ہمارے باپ کو ہم سے باوجودیکہ ہم ایک جماعت ہیں بے شک ہمارے والد ان کی محبت میں کھلم کھلا ازخود رفتہ ہیں۔

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ○

یوسف کو قتل کردو یا پھینک دو اسے کسی زمین میں تاکہ یکسو ہو جائے تمہارے باپ کی محبت صرف تمہاری طرف اس کے بعد نیک صالح ہو جانا۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○

بولا ایک بولنے والا نہ قتل کرو یوسف کو اور ڈال دو اسے کسی اندھیرے کنویں میں اٹھالے گا اسے کوئی چلتا پھرتا اگر تمہیں کرنا ہی ہے۔

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ○

بولے اے ہمارے باپ کیا ہوا کہ تمہیں ہمارا اعتبار نہیں یوسف پر حالانکہ ہم تو اس کے خیر اندیش ہیں۔

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○

بھیج دیجئے اسے ہمارے ساتھ کل کہ میوے کھائے اور کھیلے اور ہم بے شک اس کے نگہبان ہیں۔

قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ○

فرمایا مجھے رنج دے گا کہ اسے لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس سے بے خبر ہو جاؤ۔

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○

بولے اگر اسے بھیڑیا کھا جائے باآنکہ ہم ایک جماعت ہیں جب تو ہم نقصان والے ہیں۔

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○

تو جب اسے لے گئے اور سب اس پر متفق ہوگئے کہ اسے اندھے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے وحی کی یوسف کو کہ ضرور تو انہیں ان کا یہ کام جتا دے گا اس حال میں کہ وہ نہ جانتے ہوں گے۔

وَجَآءُوْۤا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ○

اور آئے اپنے باپ کے پاس رات ہوئے روتے۔

قَالُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ

بولے اے ہمارے باپ ہم چلے گئے دوڑتے ہوئے اور چھوڑ گئے یوسف کو اپنے سامان کے پاس تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ کبھی یقین نہ کریں گے ہمارا اگرچہ ہم

لَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝	سچے ہوں
وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝	اور لائے اس کا قمیص جھوٹے خون کے ساتھ فرمایا بلکہ بنا لی ہے تمہارے لیے تمہارے دلوں نے ایک بات تو صبر ہی بہتر ہے اور اللہ مددگار ہے اس پر جو تم بیان کرتے ہو۔
وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ	اور آیا ایک قافلہ تو بھیجا انہوں نے ایک کو تو ڈالا اس نے اپنا ڈول پکارا اے مژدہ ہو یہ تو ایک لڑکا ہے۔
وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝	اور چھپا یا اسے پونجی کے طور پر اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔
وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ۝	اور بیچ ڈالا اسے (برادران یوسف نے) ساتھ قیمت کھوٹی دراہم سے جو گنتی کے تھے اور تھے وہ اس قیمت سے بے رغبت۔

حلِّ لُغات دوسرا رکوع سورۂ یوسف۔ پ۱۲

لَقَدْ۔ بے شک	كَانَ۔ ہیں	فِيْ يُوْسُفَ۔ یوسف (علیہ السلام)	
وَاِخْوَتِهٖ۔ اور اسکے بھائیوں میں	اٰيٰتٌ۔ نشانیاں	لِلسَّآئِلِيْنَ۔ سوال کرنے والوں کے لیے۔	
اِذْ۔ جب	قَالُوْا۔ کہا انہوں نے	لَيُوْسُفُ۔ یقیناً یوسف	وَاَخُوْهُ۔ اور اس کا بھائی
اَحَبُّ۔ زیادہ پیارا ہے۔	اِلٰى۔ طرف	اَبِيْنَا۔ ہمارے باپ کی	مِنَّا۔ ہم سے
وَنَحْنُ۔ اور ہم	عُصْبَةٌ۔ جماعت ہیں	اِنَّ۔ بے شک	اَبَانَا۔ ہمارا باپ
لَفِيْ۔ یقیناً	ضَلٰلٍ۔ گمراہی	مُّبِيْنِ۔ ظاہر میں ہے	اقْتُلُوْا۔ مار ڈالو
يُوْسُفَ۔ یوسف کو	اَوِاطْرَحُوْهُ۔ یا پھینک دو اس کو		اَرْضًا۔ کسی زمین میں
يَخْلُ۔ خالی ہو جائے گا	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	وَجْهُ۔ چہرہ	اَبِيْكُمْ۔ تمہارے باپ کا
وَتَكُوْنُوْا۔ اور ہو جاؤ	مِنْ بَعْدِهٖ۔ اس کے بعد		قَوْمًا۔ قوم
صٰلِحِيْنَ۔ نیک	قَالَ۔ کہا	قَآئِلٌ۔ ایک کہنے والے نے	مِّنْهُمْ۔ ان میں سے
لَا تَقْتُلُوْا۔ نہ قتل کرو	يُوْسُفَ۔ یوسف کو	وَاَلْقُوْهُ۔ اور ڈال دو اس کو	فِيْ۔ بیچ

غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۔ اندھے کنوئیں کے   یَلْتَقِطْهُ ۔ پکڑ لے جائے گا اس کو
بَعْضُ ۔ کوئی   السَّیَّارَةِ ۔ قافلہ   اِنْ ۔ اگر   كُنْتُمْ ۔ ہو تم
فٰعِلِیْنَ ۔ کرنے والے   قَالُوْا ۔ بولے   یٰٓاَبَانَا ۔ اے ہمارے باپ   مَا لَكَ ۔ کیا ہے تجھے
لَا تَاْمَنَّا ۔ نہیں امین جانتا تو ہمیں   عَلٰی ۔ اوپر   یُوْسُفَ ۔ یوسف کے   وَاِنَّا ۔ اور یقیناً ہم
لَهٗ ۔ اسکے لیے   لَنٰصِحُوْنَ ۔ خیر خواہ ہیں   اَرْسِلْهُ ۔ بھیج اس کو   مَعَنَا ۔ ہمارے ساتھ
غَدًا ۔ کل   یَّرْتَعْ ۔ کھائے   وَیَلْعَبْ ۔ اور کھیلے   وَاِنَّا ۔ اور یقیناً ہم
لَهٗ ۔ اس کے لیے   لَحٰفِظُوْنَ ۔ حفاظت کرنے والے ہیں   قَالَ ۔ کہا
اِنِّیْ ۔ بیشک میں   لَیَحْزُنُنِیْٓ ۔ غمناک ہوتا ہوں   اَنْ ۔ اس سے
تَذْهَبُوْا ۔ لے جاؤ تم   بِهٖ ۔ اس کو   وَاَخَافُ ۔ اور میں ڈرتا ہوں   اَنْ ۔ یہ کہ
یَّاْكُلَهُ ۔ کھا جائے اسکو   الذِّئْبُ ۔ بھیڑیا   وَاَنْتُمْ ۔ اور تم   عَنْهُ ۔ اس سے
غٰفِلُوْنَ ۔ بےخبر ہو   قَالُوْا ۔ بولے   لَئِنْ ۔ اگر   اَكَلَهُ ۔ کھا جائے اس کو
الذِّئْبُ ۔ بھیڑیا   وَنَحْنُ ۔ اور ہم   عُصْبَةٌ ۔ جماعت ہیں   اِنَّآ ۔ بیشک ہم
اِذًا ۔ اس وقت   لَّخٰسِرُوْنَ ۔ خسارہ اٹھانے والے ہیں   فَلَمَّا ۔ پھر جب
ذَهَبُوْا ۔ لے گئے   بِهٖ ۔ اس کو   وَاَجْمَعُوْٓا ۔ اور اتفاق کیا   اَنْ ۔ یہ کہ
یَّجْعَلُوْهُ ۔ ڈال دیں اس کو   فِیْ ۔ بیچ   غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۔ اندھے کنوئیں کے
وَاَوْحَیْنَآ ۔ اور وحی کی ہم نے   اِلَیْهِ ۔ اسکی طرف   لَتُنَبِّئَنَّهُمْ ۔ ضرور بتائیگا تو انکو
بِاَمْرِهِمْ ۔ ان کا کام   هٰذَا ۔ یہ   وَهُمْ لَا ۔ اور وہ نہ   یَشْعُرُوْنَ ۔ جانتے ہونگے
وَجَآءُوْٓ ۔ اور آئے   اَبَاهُمْ ۔ اپنے باپ کے پاس   عِشَآءً ۔ رات کو   یَّبْكُوْنَ ۔ روتے ہوئے
قَالُوْا ۔ بولے   یٰٓاَبَانَآ ۔ اے ہمارے باپ   اِنَّا ۔ بیشک ہم   ذَهَبْنَا ۔ گئے
نَسْتَبِقُ ۔ دوڑتے ہوئے   وَتَرَكْنَا ۔ اور چھوڑا ہم نے   یُوْسُفَ ۔ یوسف کو
عِنْدَ ۔ نزدیک   مَتَاعِنَا ۔ سامان اپنے کے   فَاَكَلَهُ ۔ پھر کھا گیا اس کو   الذِّئْبُ ۔ بھیڑیا
وَمَآ ۔ اور نہیں   اَنْتَ ۔ تو   بِمُؤْمِنٍ ۔ یقین کرنے والا   لَّنَا ۔ ہمارا
وَلَوْ ۔ اگرچہ   كُنَّا ۔ ہوں ہم   صٰدِقِیْنَ ۔ سچے   وَجَآءُوْ ۔ اور لائے
عَلٰی قَمِیْصِهٖ ۔ اس کی قمیص پر   بِدَمٍ ۔ خون   كَذِبٍ ۔ جھوٹا
قَالَ ۔ فرمایا   بَلْ ۔ بلکہ   سَوَّلَتْ ۔ بنا لیا ہے   لَكُمْ ۔ تمہارے لیے

اَنۡفُسُكُمۡ۔ تمہاری جانوں نے ۔ اَمۡرًا۔ ایک کام ۔ فَصَبۡرٌ۔ پھر صبر
جَمِيۡلٌ۔ اچھا ہے ۔ وَاللّٰهُ۔ اور اللہ ہی ۔ الۡمُسۡتَعَانُ۔ مدد چاہا گیا ہے
عَلٰى مَا۔ اس پر جو ۔ تَصِفُوۡنَ۔ تم بیان کرتے ہو ۔ وَجَآءَتۡ۔ اور آیا ۔ سَيَّارَةٌ۔ ایک قافلہ
فَاَرۡسَلُوۡا۔ انہوں نے بھیجا ۔ وَارِدَهُمۡ۔ اپنا پانی لانے والا ۔ فَاَدۡلٰى۔ تو اس نے ڈالا
دَلۡوَهٗ۔ اپنا ڈول ۔ قَالَ۔ کہا ۔ يٰبُشۡرٰى۔ اے خوشخبری ۔ هٰذَا۔ یہ
غُلٰمٌ۔ لڑکا ہے ۔ وَاَسَرُّوۡهُ۔ اور چھپا انہوں نے اس کو ۔ بِضَاعَةً۔ پونجی بنا کر
وَاللّٰهُ۔ اور اللہ ۔ عَلِيۡمٌ۔ جاننے والا ہے ۔ بِمَا۔ جو وہ ۔ يَعۡمَلُوۡنَ۔ کرتے ہیں
وَشَرَوۡهُ۔ اور بیچ دیا انہوں نے اسے ۔ بِثَمَنٍ۔ قیمت ۔ بَخۡسٍ۔ کھوٹی سے
دَرَاهِمَ۔ درہم ۔ مَعۡدُوۡدَةٍ۔ چند ۔ وَكَانُوۡا۔ اور تھے وہ ۔ فِيۡهِ۔ اس میں
مِنَ الزّٰهِدِيۡنَ۔ بے رغبت لوگوں سے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ یوسف پ ۱۲

"لَقَدۡ كَانَ فِىۡ يُوۡسُفَ وَاِخۡوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيۡنَ۔ بے شک یوسف اور اس کے بھائیوں میں نشانیاں ہیں سوال کرنے والوں کے لیے"۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ان کی پہلی بیوی لیّہ بنت لیان بن ناہر تھی اور یہ ماموں کی بیٹی ہیں ان سے چھ بیٹے ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔ یہودا۔ روبیل۔ شمعون۔ لاوی۔ ربالون۔ یشجر
اور چار بیٹے زلفہ اور بلہہ سے ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔ دان۔ یفتالی۔ جاد۔ آشر۔
زلفہ اور بلہہ دونوں بہنیں تھیں اور دونوں آپ کے نکاح میں بیک وقت تھیں اور آنْ تَجۡمَعُوۡا بَيۡنَ الۡاُخۡتَيۡنِ سے جو دو بہنوں کا ایک وقت میں جمع حرام ہے وہ اس وقت نہ تھا۔ اس کے متعلق علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

كَانَتَا اُخۡتَيۡنِ وَقَدۡ جَمَعَ بَيۡنَهُمَا وَلَمۡ يَحِلَّ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ بَعۡدَهٗ وَاِلٰى هٰذَا ذَهَبَ الۡيَهُوۡدُ۔
دونوں بہنیں ایک وقت میں جمع تھیں اور یہ آپ کے لیے حلال تھیں۔ آپ کے بعد پھر کسی کے لیے حلال نہیں رہیں۔ اسی تحقیق کے ساتھ یہود بھی متفق ہیں۔
اور لیّا۔ زلفہ۔ بلہہ کے انتقال کے بعد لیّا کی بہن حضرت راحیل سے آپ نے عقد فرمایا ان سے دو صاحبزادے ہوئے بنیامین اور حضرت صبیح الحسن یوسف علیہ السلام۔

اس بنا پر دس بھائی علاتی مانے جاتے ہیں۔ حقیقی بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے صرف حضرت بنیامین تھے۔ چنانچہ آلوسی روح المعانی میں تصریح فرماتے ہیں۔

بِاَنَّ الْمَشْهُوْرَ اَنَّ بَنِیْ عَلَّاتِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَشَرَۃٌ وَلَیْسَ فِیْھِمْ مِنْ اُمِّہٖ

یہ دس بنی علات تھے۔ یعنی باپ کی طرف سے تھے۔ مائیں ان کی علیحدہ تھیں اور بنیامین اور یوسف عینی بھائی تھے۔ یعنی باپ اور ماں دونوں کی ایک تھیں۔ اس قسم کے بھائی حقیقی اور سگے کہلاتے ہیں اور جس کی ماں علیحدہ علیحدہ ہوں وہ سوتیلے کہلاتے ہیں ویسے اسباط ہیں یہ سب داخل ہیں۔ چنانچہ یہ بارہ صاحبزادے اسباط تھے۔

آگے آیَاتٌ لِّلسَّائِلِیْنَ فرمایا تو وہ پوچھنے والے یہود تھے جنہوں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حال اور اولاد یعقوب علیہ السلام کا خطۂ کنعان سے سرزمین مصر کی طرف منتقل ہونے کا کیا سبب تھا۔ حضور نے جب انہیں تمام حال من وعن بیان فرمادیا اور یہود نے اسے توریت کے مطابق پایا تو سخت متحیر ہوئے کہ حضور نے کتاب پڑھنے اور علماء واحبار کی صحبت میں بیٹھنے اور کسی سے کچھ سیکھنے کے بغیر اس قدر صحیح واقعات کیسے بیان فرمائے۔

یہ واضح دلیل ہے کہ آپ نبی ہیں اس لیے کہ نبی نبأ سے ہے اور نبا خبر کو کہتے ہیں تو نبی خبر دینے والے کو کہا جاتا ہے بنا براں حضور کے نبی ہونے اور قرآن کریم کے وحی الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ ماننا پڑے گا کہ آپ کو علم قدس سے شرف حاصل ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یوسف اور آپ کے بھائیوں میں اور ان کے قصہ میں صداقت نبوت پر بہت سے دلائل واضح ہیں۔ علاوہ بریں کافی حِکَم اور عِبَر ونصائح اس سے حاصل ہیں۔ آگے ارشاد ہیں۔

"اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْہُ۔ جب وہ کہنے لگے کہ ضرور یوسف اور اس کا بھائی (بنیامین) زیادہ محبوب ہے ہمارے باپ کو حالانکہ ہم عصبہ ہیں بے شک ہمارے باپ ان کی محبت میں از خود رفتہ ہیں (لہذا) یوسف کو قتل کردو یا اسے کسی زمین میں پھینک دو (تاکہ) تمہاری طرف توجہ تمہارے باپ کی خالص ہوجائے اور ہو جانا اس کے بعد صالحین میں سے۔"

ان برادران یوسف علیہ السلام نے آپس میں باتیں کیں جو سوتیلے بھائی تھے کہ یوسف علیہ السلام اور ان کے حقیقی بھائی ہمارے والد کو ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم عُصبہ ہیں۔ راغب مفردات میں کہتے ہیں۔ عُصبہ۔ عَصب سے ماخوذ ہے۔ محاورہ ہے اَلْعَصَبُ اَطْنَابُ الْمَفَاصِلِ وَلَحْمٌ عَصَبٌ کَثِیْرُ الْعَصَبِ وَلِلْعُصُوْبِ الْمَشْدُوْدُ۔ عصب جوڑوں کے کناروں کو بولتے ہیں۔ محاورہ میں لحم عَصَب کے معنی

پھونکے گوشت کے لیے جاتے ہیں۔

وَالْعُصْبَةُ جَمَاعَةٌ مُتَعَصِّبَةٌ مُتَعَاضِدَةٌ اور عُصبہ ایسی جماعت کو بولتے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے قوت بازو ہوں تو گویا کہ برادران یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ہم ایک دوسرے کے قوت بازو ہیں اور یوسف علیہ السلام کی حمایت صرف ان کے بھائی بنیامین ہی کر سکتے ہیں اور ہم سب خدمت والدین ان سے زیادہ ہیں۔

فراء کے نزدیک عصبہ دس تک اجتماع پر بولتے ہیں۔

ابن عباس دس سے چالیس تک کے اجتماع کو عصبہ فرماتے ہیں۔

اس پر انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر معاذ اللہ نا عاقبت اندیشی کا الزام لگایا اور کہا کہ وہ مجمع دس بھائیوں کے مقابلہ میں صرف دو بھائیوں کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

یہاں لفظ ضلال شان یعقوب علیہ السلام میں استعمال کیا گیا جسے عوام گمراہی سے تعبیر کرسکتے ہیں حالانکہ اس کا مبدأ اشتقاق ضلّ ہے اس پر راغب اصفہانی کی تحقیق ملاحظہ ہو فرماتے ہیں۔

ضَلَّ۔ اَلضَّلَالُ الْعُدُوْلُ عَنِ الطَّرِيْقِ الْمُسْتَقِيْمِ۔ ضل سے ضلال کے معنی سیدھے راستے سے عدول کرنے کے ہیں اور اس کی ضد ہدایت ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا۔

وَيُقَالُ الضَّلَالُ لِكُلِّ عُدُوْلٍ عَنِ الْمَنْهَجِ عَمْدًا كَانَ اَوْ سَهْوًا يَسِيْرًا كَانَ اَوْ كَثِيْرًا فَاِنَّ الطَّرِيْقَ الْمُسْتَقِيْمَ الَّذِيْ هُوَ الْمُرْتَضٰى صَعْبٌ جِدًّا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَقِيْمُوْا وَلَنْ تُحْصُوْا وَقَالَ بَعْضُ الْحُكَمَاءِ كَوْنُنَا مُصِيْبِيْنَ مِنْ وَجْهٍ وَكَوْنُنَا ضَالِّيْنَ مِنْ وُجُوْهٍ كَثِيْرَةٍ

ضلال کا اطلاق ہر راستہ سے عدول کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے عام اس سے کہ سہواً ہو یا عمداً کم ہو یا زیادہ۔

اور لفظ ضلال اس پر بھی استعمال ہوتا ہے جہاں کسی خطا و غلطی سے کوئی فعل سرزد ہو۔

اسی بناپر ضلال انبیاء کرام کی طرف بھی منسوب ہوتا ہے اور کفار پر بھی اگرچہ دونوں جگہ معنوی استعمال میں کون بعید ہے دیکھو حضور ہادی الکل فی الکل کے لیے بھی وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى استعمال کیا گیا جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آپ کو نبوت کے ساتھ جب ہدایت نہ تھی تو ہم نے نبوت عطا کی۔

یعقوب علیہ السلام کے لیے ابناء یعقوب نے کہا اِنَّكَ لَفِيْ ضَلَالِكَ الْقَدِيْمِ اور اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ اس میں اشارہ ہے شغف و محبت یوسف علیہ السلام کی طرف یعنی یہاں معنی از خود رفتہ محبت کے ہوں گے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب فرعون نے کہا کہ تم ایک جرم کے مرتکب ہو یعنی داروغۂ مطبخ کو طمانچہ سے ہلاک کر چکے ہو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جواب دیا اور فرمایا فَعَلْتُهَا إِذًا وَّأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ۔ بے شک میں نے طمانچہ مارا تھا مگر اس میں میری طرف سے قتل عمد نہ ہوا تھا بلکہ یہ قتل اتفاقی ہو گیا اور میں اپنی طاقت سے بے خبر تھا۔

تو ضالین کے معنی سہو اور از خود رفتۂ محبت اور بے خبر کے ہوئے۔ اور بمعنی نسیان بھی آتا ہے جیسے قرآن کریم میں ہے أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

اور ضلال بمعنی موت بھی ہے جیسے کفار کا تصور قرآن کریم میں ہے ءَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ ءَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ کیا جب ہم مر کر خاک میں مل جائیں گے کیا ہم پھر نئے پیدا ہو کر آئیں گے اس میں موت اور استحالۂ بدن کے معنی لیے گئے۔

بمعنی غفلت بھی آتا ہے لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى أَيْ لَا يَغْفُلُهُ یعنی میرا رب غافل نہیں اور وہ بھولتا بھی نہیں۔

باطل اور رائیگاں ہونے کے معنی بھی دیتا ہے۔ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ۔ أَيْ فِي بَاطِلٍ۔

انسان کے لیے کوئی چیز مزین کر کے دکھا کر دھوکہ دینا جیسے لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ۔

تو ضل۔ سے ضال۔ تضلیل۔ ضالین۔ یضل وغیرہ وغیرہ صیغے قرآن کریم میں وارد ہیں۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ میں بمعنی گمراہ ہے۔

إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۔ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ۔ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ میں معنی از خود رفتۂ محبت ہوئے۔

فَعَلْتُهَا إِذًا وَّأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ میں اپنی قوت سے بے خبر ہونے کے معنی ہوئے۔

أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ میں بھولنے کے معنی ہیں

أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ میں استحالہ و فنا کے معنی ہیں

لَا يَضِلُّ رَبِّي میں غافل ہونے کے معنی ہیں

أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ میں باطل اور رائیگاں کے معنی ہیں۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ میں گمراہ اور بھٹکے ہونے کے معنی ہیں۔

یہ مختصراً سات معنی مفردات راغب سے منقول ہیں جو ما نحن فیہ کی وضاحت میں ہمارے لیے

کافی وافی شافی ہیں۔

تو برادران یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے حق میں کہا اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ جس کے اس جگہ یہ معنی ہوتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی رائے میں خاطی ہیں یا طریق اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں گویا ان کے خیال میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ ہرگز مناسب نہیں تھا۔

روایات سے ثابت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف بہت محبوب تھے اور آپ کے علاتی بھائی اسی وجہ سے حسد کرتے تھے۔

پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا اس کے بعد سے اور بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت بڑھ گئی۔ حتیٰ کہ آپ ایک ساعت کے لیے آپ کو اپنے سے اوجھل ہونا گوارا نہ فرماتے تھے (روح)

تو برادرانِ یوسف نے باہمی مشورہ کیا اور کہا۔

اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ۔ یوسف کو قتل کردو یا کسی زمین میں پھینک دو۔ اِطْرَحُوْهُ۔ طرح کہتے ہیں رَمْیُ الشَّیْئِ وَاِلْقَاؤُهٗ اور طَرَحْتُ الشَّیْئَ بول کر اَبْعَدْتُّهٗ بھی معنی لیتے ہیں یعنی اسے دور کردیا۔

اور اس سے فائدہ یہ مطلوب تھا کہ یَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ جس کے حاصل معنی یہ ہوتے ہیں کہ پھر تمہارے والد کی توجہ خالص تمہاری ہی طرف ہو جائے گی اور لَا یَلْتَفِتُ عَنْكُمْ اِلٰی غَیْرِكُمْ تم سے منہ پھیر کر اور طرف التفات نہ کریں گے۔

"وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ" یَعْنِیْ بَعْدَ اِنْفِرَاغِ یُوْسُفَ یا قتل یوسف کے بعد یا طرح یوسف سے فارغ ہو کر صالحین میں داخل ہو جاتا توبہ کر کے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

كَمَا رَوَاهُ الْكَلْبِیُّ وَاِلَیْهِ ذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ فَالْمُرَادُ بِالصَّلَاحِ الصَّلَاحُ الدِّیْنِیُّ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَیَحْتَمِلُ اَنَّ الْمُرَادَ ذٰلِكَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ اَبِیْهِمْ بِالْعُذْرِ وَاِنْ كَانَ عُذْرُهُمْ الَّذِیْ یَكُوْنُ كَذِبًا لٰكِنَّهٗ مُوَافِقٌ لَهٗ مِنْ جِهَةِ اَنَّهُمْ یَرْجُوْنَ عَفْوَ اَبِیْهِمْ وَصَفْحَهٗ لِیَتَخَلَّصُوْا مِنَ الْعُقُوْقِ عَلٰی مَا قِیْلَ۔

کلبی اور جمہور اسی طرف ہیں کہ یہاں مراد صلاح سے صلاح دینی ہے جو ان کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ہو۔

اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان میں اور ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام میں معذرت کر کے صالح بن جائیں اگرچہ وہ دین کے مخالف ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ ان کا عذر کذب ہی ہوگا

لیکن ان کے لیے وہ موافق ہوگا اس جہت سے کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے عفو کی امید رکھتے تھے اور تصافح چاہتے تھے عقوق والد سے جیسا کہ بیان ہو چکا۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ اَنْ یُّرَادَ الصَّلَاحُ الدُّنْیَوِیُّ اَیْ صَالِحِیْنَ فِیْ اَمْرِ دُنْیَاکُمْ فَاِنَّہٗ یَنْتَظِمُ لَکُمْ بَعْدَہٗ بِخُلُوِّ وَجْہِ اَبِیْکُمْ۔

تیسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے صالحیت دنیوی مراد ہو یعنی صالح بن جاؤ اپنے دنیوی امور کے لیے کہ جس سے تمہارا انتظام دنیوی ہو سکے والد کی توجہ سے۔

اور یہ احتمال ہی صحیح معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ حقوق العباد تو اللہ تعالے بھی معاف نہیں فرماتا تو حق تلفی۔ قطع رحمی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو غلام کہہ کر ثمن بخس کے ساتھ بیچ ڈالنا یہ سب حقوق العباد سے تھا۔ پھر کنوئیں میں ڈالنا یہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کا حق تھا تو یہ سب حق یوسف علیہ السلام کے تھے۔ اس کی معافی یعقوب علیہ السلام سے طلب کرنا محض صالحین اور ظاہرداری سے صالح بننا ہے اور ایسے صالحین ایسے ہی ہیں جیسے ہمارے زمانہ میں اکثر صالحین کہلاتے ہیں۔ یہ صالحیت محض دنیوی صالحیت ہے نہ کہ دینی۔ آگے ارشاد ہے۔

"قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ بولا ایک بولنے والا یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے ڈال دو اندھے کنوئیں میں کہ کوئی چلتا ہوا اسے آکر لے جائے اگر تمہیں کرنا ہی ہے"۔

یہ بولنے والا یہودا تھا اس کی رائے میں وہ شر جو اوروں کا تھا اس سے کچھ آسانی تھی (روح)
قتادہ اور ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ وہ روبیل تھا۔
مجاہد کہتے ہیں وہ شمعون تھا۔
ایک قول یہ ہے کہ وہ دان تھا

بہرحال قرآن کریم ایک کو اس رائے کا محرک بتارہا ہے جو قطعی ہے اس نے قتل کو گناہ عظیم تصور کیا اور قتل کی رائے کی مخالفت کی اور یہ کہنا یہودا کا ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اور غَیٰبَتِ الْجُبِّ میں ڈالنے کی رائے دی غیٰبت جُبّ سے مراد قعر یعنی گڑھا یا غار بھی ہو سکتا ہے جس سے دیکھنے والوں سے وہ گرا ہوا غائب ہو۔

علامہ ہروی فرماتے ہیں اَلْغَیَابَۃُ فِی الْجُبِّ شِبْہُ کَھْفٍ اَوْطَاقٍ فِی الْبِئْرِ فَوْقَ الْمَآءِ یَغِیْبُ مَافِیْہِ عَنِ الْعُیُوْنِ۔ غیابت جب غار کے مشابہ ہوتا ہے یا کنوئیں میں جو طاق ہوتا ہے جسے کوٹھی کہتے ہیں جس پر پہنچکر آدمی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

یَلْتَقِطْہُ کے معنی علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ اَیْ یَاْخُذْہُ عَلٰی وَجْہِ الصِّیَانَۃِ عَنِ الضِّیَاعِ وَ التَّلْفِ فَاِنَّ الْاِلْتِقَاطَ اَخْذُ شَیٍٔ مُشْرِفٍ عَلَی الضِّیَاعِ۔
التقاط کہتے ہیں کسی چیز کو بحفاظت اٹھانا کہ وہ ضائع نہ ہو جائے اور عرف میں التقاط کے معنی کسی اونچی شے کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے پکڑ لینا۔
اور ہروی کہتے ہیں چلتے کنویں کو جس میں پانی ہو تیر کہتے ہیں اور جو اندھا ہو جائے یعنی اس میں پانی نہ رہے اسے جُبّ کہتے ہیں۔ (روح المعانی)
اور سیّارہ اس جماعت کو کہتے ہیں جو چلتی پھرتی کسی طرف سے گذرے اور اس میں برادران یوسف کا منشا بھی پورا تھا کہ وہ سیارہ جو بالفاظ دیگر قافلہ ہو سکتا ہے جب اس کنوئیں سے نکال کر اسے لے جائے گا تو کسی کو معلوم بھی نہ ہو گا کہ یوسف کہاں اور کس طرح اور کس جگہ لے جائے گئے۔
آگے اِنْ کُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ کا منشا یہ ہے کہ اول تو یوں ہی رہنے دو اور کچھ نہ کرو اور اگر کرنا ہی ہے تو ایسا کرو اور بس۔ چنانچہ یہودا کی یہ رائے سب نے قبول کر لی۔ اور متفق ہو کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر آئے اور
"قَالُوْا یٰۤاَبَانَا۔ بولے اے ہمارے باپ آپ کو کیا ہوا کہ نہیں اعتبار فرماتے ہمارا یوسف پر حالانکہ ہم اس کے خیر اندیش ہیں بھیج دیجئے ہمارے ساتھ کل کو خوب میوے کھائے اور کھیلے اور بے شک ہم اس کے محافظ ہوں گے"
عربی میں رَتع کہتے ہیں ایسی چرنے کو جیسے چوپایہ چرا کرتا ہے۔ راغب اصفہانی کہتے ہیں۔
اِنَّ الرَّتْعَ حَقِیْقَتُہٗ فِیْ اَکْلِ الْبَھَائِمِ۔ وَیُسْتَعَارُ لِلْاِنْسَانِ اِذَا اُرِیْدَ بِہِ الْاَکْلُ الْکَثِیْرُ۔
رَتع حقیقت میں چوپایہ کے چرنے کو کہتے ہیں اور اسے انسان کے لیے اس جگہ استعارۃً کہا جاتا ہے جہاں بہت کھانے پینے کا ارادہ ہو۔ اسے پنجابی میں سیل کہتے ہیں اور اردو میں گوٹ جبکہ موسم ہو بارش کا اور سرد ہوا کے جھونکے ہوں اور کالی گھٹائیں گھر گھر کر اٹھ رہی ہوں اس وقت چند ہم چشم جمع ہو کر جنگل میں کسی ندی کے کنارے کسی چشمہ کے سہارے جا کر بیٹھتے اور تفریح کرتے ہیں تو اسے تفریح کے لیے خاص طور پر منتخب کرتے ہیں وہاں قدرتی طور پر آدمی گھر سے زیادہ ہی کھاتا پیتا ہے۔ اسے استعارۃً رَتع کہتے ہیں۔
اور یَلْعَبْ عام کھیل کو بھی کہا جاتا ہے زیادہ طور پر اس کا اطلاق دوڑ یا کبڈی پر ہوتا ہے۔
"وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ اور ہم اس کے محافظ ہوں گے"۔ اس سے کہ اسے کسی قسم کی تکلیف ہو۔

"قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِہٖ۔ فرمایا یعقوب علیہ السلام نے مجھے رنجیدہ کرے گا کہ تم اسے لے جاؤ اور میں خائف ہوں کہ اسے (یوسف کو) بھیڑیا کھالے اور تم اس سے غافل رہو۔ بولے وہ (برادران یوسف) اگر کھالے اسے بھیڑیا اور ہم ایک جماعت ہیں جب تو ہم پورے نقصان میں ہونگے"
یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی محبت کے ماتحت فرمایا کہ یوسف کے لے جانے۔ مجھ سے علیحدہ کرنے اور کچھ دیر کے لیے بھی آنکھوں سے اوجھل ہونے سے مجھے رنج ہوگا اس کی جدائی میں برداشت نہیں کرسکتا۔

دوسرے اس سرزمین میں بھیڑیوں کی کثرت ہے تو مجھے اس کا بھی خوف ہے کہ کہیں اسے بھیڑیا کھا لے اور تم اپنی سیر و تفریح میں مشغول رہ کر اس سے غافل ہو جاؤ۔

توسب بھائیوں نے مل کر جواب دیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا آخر ہم عُصبہ ہیں یعنی ایک جماعت ہیں اور ہماری موجودگی میں بھی ایسا ہوا تو پھر ہم کسی مصرف کے نہیں۔ گویا حضرت یعقوب علیہ السلام کو ظاہرداری سے مطمئن کرنا چاہا اور اس امر پر مصر ہوئے کہ ہمارے ساتھ یوسف بھیج دیے جائیں۔ اور اس کے ساتھ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا کے اقتضاء کا یہ بھی ظہور ہوا جو وہب نے فرمایا اور ان کے علاوہ اہل سیر و اخبار نے بھی لکھا کہ

اِنَّ اِخْوَۃَ یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالُوْا اَمَا تَشْتَہِیْ اَنْ تَخْرُجَ مَعَنَا اِلٰی مَوَاشِیْنَا فَنَصِیْدُ وَ نَسْتَبِقُ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ بَلٰی قَالُوْا فَقُلْ اَبَاكَ اَنْ یُّرْسِلَكَ مَعَنَا فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَفْعَلُ فَدَخَلُوْا بِجَمَاعَتِہِمْ عَلٰی یَعْقُوْبَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالُوْا یَا اَبَانَا اِنَّ یُوْسُفَ قَدْ اَحَبَّ اَنْ یَّخْرُجَ مَعَنَا اِلٰی مَوَاشِیْنَا فَقَالَ یَعْقُوْبُ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا تَقُوْلُ یَا بُنَیَّ قَالَ نَعَمْ یَا اَبَتِ اِنِّیْ اَرٰی مِنْ اِخْوَتِیْ مِنَ اللِّیْنِ وَ اللُّطْفِ فَاُحِبُّ اَنْ تَاْذَنَ لِیْ وَکَانَ یَعْقُوْبُ یَکْرَہُ مُفَارَقَتَہٗ وَیُحِبُّ مَرْضَاتَہٗ فَاَذِنَ لَہٗ وَاَرْسَلَہٗ مَعَہُمْ۔ (روح المعانی)

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف سے بھی کہا کہ کیا تم ہمارے ساتھ جنگل میں چل کر سیر و شکار کرنا کھیلنا پسند نہیں کرتے آپ نے فرمایا کیوں نہیں تو بھائیوں نے کہا تم خود اپنے والد سے اجازت لو کہ وہ تمہیں ہمارے ساتھ بھیجدیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں ایسا کروں گا چنانچہ برادران مجتمع ہوکر حضرت یعقوب علیہ السلام کے حضور آئے اور بولے ابا جان یوسف ہمارے ساتھ تفریح کو جانے کے خواہشمند ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا بیٹے تمہارا کیا ارادہ ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کیا اباجان میں ان میں نرمی اور لطف پاتا ہوں اس لیے چاہتا

ہوں کہ مجھے اجازت مل جائے اگرچہ حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف کا جانا پسند نہیں کر رہے تھے اور آپ کی جدائی گوارہ نہ تھی مگر اس کے ساتھ ہی مرضی یوسف علیہ السلام کے خلاف بھی کچھ کرنا نہ چاہتے تھے۔ مختصر یہ کہ آپ نے انہیں اجازت دے دی اور ان کے ساتھ انہیں بھیج دیا۔

"فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ تو جب لے گئے اسے (یوسف کو) اور سب کی رائے اس پر مجتمع ہوگئی کہ اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دیں اور ہم نے اسے وحی کی کہ ضرور تو انہیں ان کا یہ کام جتا دے گا دراں حالے کہ وہ نہ جانتے ہوں گے"۔

آلوسی فرماتے ہیں فَلَمَّا خَرَجُوْا بِهٖ يَحْمِلُوْنَهٗ عَلٰى رِقَابِهِمْ وَيَعْقُوْبُ يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ فَلَمَّا بَعُدُوْا عَنْهُ وَصَارُوْا بِهٖ اِلَى الصَّحْرَاءِ اَلْقَوْهُ اِلَى الْاَرْضِ وَاَظْهَرُوْا لَهٗ مَا فِيْ اَنْفُسِهِمْ مِنَ الْعَدَاوَةِ وَبَسَطُوْا لَهُ الْقَوْلَ وَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَهٗ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ اِلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمْ وَاسْتَغَاثَ بِهٖ ضَرَبَهٗ فَلَمَّا فَطَنَ لِمَا عَزَمُوْا عَلَيْهِ جَعَلَ يُنَادِيْ يَا اَبَتَاهُ لَوْ رَاَيْتَ يُوْسُفَ وَمَا نَزَلَ بِهٖ مِنْ اِخْوَتِهٖ لَاَحْزَنَكَ ذٰلِكَ وَاَبْكَاكَ يَا اَبَتَاهُ مَا اَسْرَعَ مَا نَسُوْا عَهْدَكَ وَضَيَّعُوْا وَصِيَّتَكَ وَجَعَلَ يَبْكِيْ بُكَاءً شَدِيْدًا فَاَخَذَهٗ رُوْبِيْلُ بِهِ الْاَرْضَ ثُمَّ جَثَمَ عَلٰى صَدْرِهٖ وَاَرَادَ قَتْلَهٗ فَقَالَ لَهٗ يُوْسُفُ مَهْلًا يَا اَخِيْ لَا تَقْتُلْنِيْ فَقَالَ لَهٗ يَا ابْنَ رَاحِيْلَ اَنْتَ صَاحِبُ الْاَحْلَامِ قُلْ لِرُؤْيَاكَ تُخَلِّصُكَ مِنْ اَيْدِيْنَا وَلَوّٰى عُنُقَهٗ فَاسْتَغَاثَ بِيَهُوْذَا وَقَالَ لَهٗ اتَّقِ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَ مَنْ يُرِيْدُ قَتْلِيْ فَاَدْرَكَتْهُ رَحْمَةُ الْاُخُوَّةِ وَرَقَّ لَهٗ فَقَالَ يَا اِخْوَتَاهُ مَا عَلٰى هٰذَا عَاهَدْتُمُوْنِيْ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا هُوَ اَهْوَنُ لَكُمْ وَاَرْفَقُ بِهٖ قَالُوْا وَمَا هُوَ قَالَ تُلْقُوْنَهٗ فِيْ هٰذَا الْجُبِّ فَاِمَّا اَنْ يَّمُوْتَ اَوْ يَلْتَقِطَهٗ بَعْضُ السَّيَّارَةِ فَانْطَلَقُوْا اِلٰى بِئْرٍ هُنَاكَ وَاسِعِ الْاَسْفَلِ ضَيِّقِ الرَّاْسِ فَجَعَلُوْا يُدْلُوْنَهٗ فِيْهَا فَتَعَلَّقَ بِشَفِيْرِهَا فَرَبَطُوْا يَدَيْهِ وَنَزَعُوْا قَمِيْصَهٗ فَقَالَ يَا اِخْوَتَاهُ رُدُّوْا عَلَيَّ قَمِيْصِيْ لِاَسْتَتِرَ بِهٖ فِي الْجُبِّ ثُمَّ اَلْقَوْهُ فِيْهَا فَقَالَ لَهُمْ يَا اِخْوَتَاهُ اَتَدَعُوْنِيْ وَحِيْدًا قَالُوْا ادْعُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالْكَوَاكِبَ تُؤَنِّسْكَ۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ بھائی لے کر نکلے تو انہوں نے آپ کو اپنے کندھوں پر بٹھا لیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے اس رویہ کو بلاحظہ فرما رہے تھے جب چلتے چلتے اتنی دور ہو گئے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نظر وہاں تک نہ پہنچ سکتی تھی اور جنگل بیابان آگیا تو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو زمین پر دے مارا اور اپنی دلی عداوت کا اظہار کر دیا اور زبان سے اوندھے سیدھے الفاظ

نکالنے شروع کر دیے اور حضرت یوسف کو مارنے لگے آپ اُدھر سے پٹتے ہوئے اِدھر دوسرے بھائی کی طرف پناہ لینے جاتے تو وہ بھی مارتا جب حضرت یوسف قرائن سے سمجھ گئے کہ ان سب کا عزم میرے ساتھ اچھا نہیں تو آپ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو پکارا اور کہا

"ابّا جان اگر آپ دیکھیں کہ یوسف کس حال میں ہے اور اس پر اس کے بھائیوں سے کیا مصیبت پہنچی ہے تو آپ غمگین ہوں اور گریہ فرمائیں ابّا جان جو عہد انہوں نے آپ سے کیے تھے وہ سب اتنی جلدی بھلا دیے اور آپ کی ہدایتیں سب ضائع کر دیں"۔

اور آپ نے رونا شروع فرمایا تو روبیل آپ کا علاتی بھائی آپ کو پکڑ کر زمین پر گرا کر آپ کے سینہ پر چڑھ گیا اور جان سے مارنے کا ارادہ کرنے لگا۔

تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا بھائی اس خیال سے باز آ اور مجھے جان سے نہ مار تو وہ بولا اے راحیل کے بیٹے تو تو صاحب الاحلام ہے یعنی خواب دیکھتا رہتا ہے اب تو اپنے خواب سے کہہ وہ تجھے ہمارے ہاتھوں سے خلاصی دلائے اور گردن میں کچھ لپیٹ کر اسے گھونٹنے لگا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہودا کو مدد کے لیے پکارا اس نے کہا اللہ سے ڈرو اور بیچ میں حائل ہو گیا اور اس کے دل نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے رحم اور نرمی محسوس کی اور کہنے لگا اے بھائیو کیا یہی وہ ہے جس کا تم نے میرے ساتھ عہد کیا تھا۔ لو میں تمہیں اس سے آسان اور رافق طریقہ بتاتا ہوں سب بولے وہ کیا ہے۔ یہودا نے کہا یہ کنواں ہے اس میں یوسف کو ڈال دو یا مر جائے گا یا کوئی قافلہ چلتا ہوا اسے اٹھا لے جائے گا۔

چنانچہ سب حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر اس کنوئیں پر پہنچے جو اندر سے وسیع تھا اور اوپر سے تنگ تھا اور اس میں ڈول ڈالا اور رسی کا کنارہ لے کر اس سے آپ کے ہاتھ باندھے اور قمیص مبارک جسم سے اتار لیا۔

آپ نے فرمایا بھائیو! قمیص تو مجھے واپس کر دو تاکہ میں کنوئیں میں پہن کر بدن چھپا سکوں انہوں نے قمیص واپس نہ کیا اور کنوئیں میں ڈال دیا۔

آپ نے وہاں سے انھیں پکارا اور فرمایا بھائیو کیا مجھے اس میں تنہا چھوڑ دو گے۔

بھائیوں نے جواب دیا سورج، چاند اور ستاروں کو بلالے وہ تیرے مونس ہوں گے۔

ایک قول میں ہے جَعَلُوْهُ فِیْ دَلْوٍ ثُمَّ اَدْلَوْهُ فَلَمَّا بَلَغَ نِصْفَهَا اَلْقَوْهُ اِرَادَةَ اَنْ یَّمُوْتَ وَکَانَ فِی الْبِئْرِ مَاءٌ فَسَقَطَ فِیْهِ ثُمَّ قَامَ عَلٰی صَخْرَةٍ فِیْهَا۔ ڈول میں باندھ کر آپ کو کنوئیں میں اتارا اور نصف

غصہ سے رسی چھوڑ دی تاکہ موت واقع ہو جائے۔ آپ پانی میں گرے پھر کنوئیں کی کوٹھی کے ایک پتھر پر سہارا لے کر بیٹھ گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب کنوئیں میں ڈال چکے تو بناوٹی رونا رو کر حضرت یوسف علیہ السلام کو آواز دی آپ نے گمان فرمایا کہ اب شاید انہیں رحم آگیا ہے آپ نے جواب دیا تو انہوں نے پتھر مار کر ہلاک کرنا چاہا تو یہودا نے روک دیا (روح المعانی)

اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ قمیص تھا جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے جنت سے بھیج کر اس وقت پہنایا تھا جبکہ آپ کو نار نمرود میں پھینکا گیا تھا وہ ایک چاندی کے خول میں رکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کے گلے میں چلتے وقت تعویذ کی طرح لٹکا دیا تھا۔ جب آپ کنوئیں میں پہنچ گئے تو فرشتہ آیا اس نے اس خول میں سے وہ قمیص نکال کر پہنا دیا۔ اس سے تمام کنواں روشن ہو گیا۔ (روح المعانی)

حسن کا ایک قول ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب کنوئیں میں ڈالا گیا تو اس کنوئیں کا پانی آپ کی برکت سے میٹھا ہو گیا۔

ایک قول ہے کہ یہودا حضرت یوسف علیہ السلام کی نگرانی بھی کرتا تھا اور کھانا بھی لاتا تھا۔ آپ تین دن اس کنوئیں میں رہے۔

حضرت جبریل امین دن میں آپ کے مونس رہے جب شام ہوئی تو وہ جانے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اِنِّیْ اَسْتَوْحِشُ اِذَا ذَهَبْتَ مجھے آپ کے جانے کے بعد وحشت ہوگی تو آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی اور کہا جب وحشت یا خطرہ محسوس ہو تو یہ دعا پڑھ لینا۔

یَا صَرِیْخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ وَیَا غَوْثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ وَیَا مُفَرِّجَ کَرْبِ الْمَکْرُوْبِیْنَ قَدْ تَرٰی مَکَانِیْ وَتَعْلَمُ حَالِیْ وَلَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ۔

اے پکارنے والوں کی پکار سننے والے اور اے فریادیوں کی فریاد کو پہنچنے والے اور اے مصیبت والوں کی مصیبتیں دور کرنے والے تو میری جگہ کو دیکھتا ہے اور میرے حال کو جانتا ہے اور تجھ پر میرا کوئی کام بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی تو ملائکہ آپ کے گرد جمع ہو گئے اور آپ کے مونس بنے۔ اَقُوْلُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔ کوئی مصیبت میں پھنسا ہوا اگر اس دعا کو رفع مصیبت کے لیے پڑھے تو ایک صحیح اللہ پیغمبر کی زبان اور جبریل کے بیان سے رفع مصائب کا موجب ہوگی۔

محمد بن مسلم طائفی فرماتے ہیں اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا اُلْقِیَ فِی الْجُبِّ قَالَ حضرت یوسف علیہ السلام جب کنوئیں میں ڈالے گئے تو آپ نے یہ دعا پڑھی۔

یَا شَاھِدًا غَیْرَ غَائِبٍ وَیَا قَرِیْبًا غَیْرَ بَعِیْدٍ وَیَا غَالِبًا غَیْرَ مَغْلُوْبٍ اِجْعَلْ لِّیْ فَرَجًا مِّمَّا اَنَا فِیْہِ۔

اے حاضر جو غائب نہیں ہے اور اے قریب جو دور نہیں ہے اور اے غالب جو مغلوب نہیں ہے میں جس مصیبت میں ہوں تو میرے لیے اس میں کشادگی پیدا کر۔

اور ایک قول ہے کہ آپ نے یہ دعا پڑھی۔

یَا اِلٰـہَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اِرْحَمْ ضَعْفِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَصِغَرَ سِنِّیْ۔

اے ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے معبود۔ میری کمزوری اور تدبیر کی کمی اور میری چھوٹی عمر پر رحم فرما

ابن مردویہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اُلْقِیَ یُوْسُفُ فِی الْجُبِّ اَتَاہُ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ یَا غُلَامُ مَنْ اَلْقَاکَ فِیْ ھٰذَا الْجُبِّ قَالَ اِخْوَتِیْ قَالَ وَلِمَ۔ قَالَ لِمَوَدَّۃِ اَبِیْ اِیَّایَ حَسَدُوْنِیْ قَالَ تُرِیْدُ الْخُرُوْجَ مِنْ ھٰھُنَا قَالَ ذَاکَ اِلٰی اِلٰـہِ یَعْقُوْبَ قَالَ قُلْ۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاِسْمِکَ الْمَکْنُوْنِ الْمَخْزُوْنِ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاَنْ تَجْعَلَ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَاَنْ تَرْزُقَنِیْ مِنْ حَیْثُ لَا اَحْتَسِبُ وَمِنْ حَیْثُ اَحْتَسِبُ"۔

فَقَالَھَا فَجَعَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ اَمْرِہٖ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَرَزَقَہٗ مُلْکَ مِصْرَ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ثُمَّ قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلْظِمُوْا بِھٰؤُلَاءِ الْکَلِمَاتِ فَاِنَّھُنَّ دُعَاءُ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب یوسف علیہ السلام کنوئیں میں ڈالے گئے تو جبریل حاضر ہوئے۔ اور سوال کیا صاحبزادے آپ کو اس کنوئیں میں کس نے ڈالا۔

آپ نے فرمایا میرے بھائیوں نے۔

جبریل علیہ السلام نے پوچھا کس وجہ میں ڈالا۔

آپ نے فرمایا مجھ سے میرے والد کی محبت زیادہ تھی انہیں اس سے حسد ہوا۔

جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یوسف! کیا آپ اس کنوئیں سے نکلنا چاہتے ہیں

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ معاملہ الٰہ یعقوب کی مرضی و مشیت پر ہے

جبریل نے عرض کیا تو آپ یہ دعا پڑھیں جو عربی عبارت میں ہم لکھ آئے ہیں اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔

"اے میرے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے پوشیدہ چھپے ہوئے نام کی طفیل۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے اے بزرگی اور عزت کے مالک کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور میرے معاملہ میں کشادگی پیدا کر اور کوئی نکلنے کی راہ بنا اور مجھے ایسی جگہ سے رزق عطا فرما جس کو میں جانتا ہوں اور جس کو نہیں جانتا"

آپ نے یہ دعا پڑھی تو اللہ تعالے نے آپ کے معاملہ میں مخرج پیدا فرمایا جس سے آپ کنوئیں سے باہر تشریف لائے اور آپ کو سلطنت مصر عطا کی جس کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ ان کلمات کا ورد رکھو کہ یہ دعا برگزیدہ اور پسندیدہ لوگوں کے منہ سے نکلی ہے۔

لہٰذا وہ دعائیں جو اس قصہ میں مذکور ہیں ہم نے علیحدہ علیحدہ لکھ دی ہیں تاکہ مصیبت زدہ لوگ دفع بلا کے لیے اس کا ورد کریں اور اس کی برکات سے متمتع ہوں۔

وَاَوْحَیْنَا کے معنے اَیْ اَعْلَمْنَاہُ عِنْدَ ذَالِکَ تَبْشِیْرًا لَّہٗ، یعنی اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ بشارت بذریعہ الہام والقاء بتائی تاکہ آپ کی وحشت کا ازالہ ہو یا آپ کو تسلی ہو جائے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ بطریق الہام بتایا گیا۔

ایک قول ہے کہ مبشرات منامی کے ذریعہ بشارت دی۔

قتادہ کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کو بھیج کر یہ بشارت دی کہ تم اپنے بھائیوں کو ایک دن ان تمام امور کی خبر دو گے کہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا اور آج میں تمہارے ساتھ کیا کر رہا ہوں۔

چنانچہ ابن جریر، ابن ابی حاتم ابن عباس رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں کہ جب برادران یوسف آپ کی خدمت میں پہنچے اور وہ بالکل اجنبی تھے اور اپنا صاع (پیمانہ) سامنے رکھا تو آپ نے اسے ملاحظہ کر کے فرمایا اِنَّہٗ یُخْبِرُنِیْ ھٰذَا الْجَامُ اِنَّہٗ کَانَ لَکُمْ اَخٌ مِّنْ اَبِیْکُمْ یُقَالُ لَہٗ یُوْسُفُ یُدْنِیْہِ دُوْنَکُمْ وَاِنَّکُمْ اِنْطَلَقْتُمْ بِہٖ فَاَلْقَیْتُمُوْہُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ فَاَتَیْتُمْ اَبَاکُمْ فَقُلْتُمْ اِنَّ الذِّئْبَ اَکَلَہٗ وَجِئْتُمْ عَلٰی قَمِیْصِہٖ بِدَمٍ کَذِبٍ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ اِنَّ ھٰذَا الْجَامَ یُخْبِرُہٗ بِخَبَرِکُمْ

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس پیمانہ یا جام کو ملاحظہ فرما کر اپنے ان انجان بھائیوں سے فرمایا کہ یہ جام مجھے خبر دے رہا ہے کہ تمہارا ایک بھائی تھا باپ کے رشتہ سے یعنی ماں اس کی علیحدہ تھی اس کا نام یوسف تھا وہ تم سب سے چھوٹا تھا اور تم اسے اپنے ساتھ لے گئے اور کنوئیں میں ڈال کر واپس آ کر تم نے یہ بہانہ بنایا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا اور تم اس کے ثبوت میں اس کا قمیص جھوٹے خون میں آلودہ کر کے لائے۔

یہ سن کر آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے اس جام نے تو تمہارا سب حال بتا دیا۔

حضرت قتادہ کی روایت سے ہے کہ یہ القاء آپ پر اس وقت ہوا جبکہ آپ چھ سال کے تھے۔

ضحاک کہتے ہیں آپ کی عمر مبارک اس وقت بارہ سال کی تھی یا اٹھارہ سال کی۔

حسن کہتے ہیں سترہ سال کی عمر تھی۔

بہرحال اختلاف رواۃ سے عمروں کا اختلاف معلوم ہوتا ہے لیکن اس پر سب متفق ہیں کہ آپ اس وقت تک بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔

اور جمیع اقوال سے یہ امر مسلم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بالغ نہیں تھے اور چالیس سال کے بعد وحی ہونا ظاہر ہے۔ بنا بریں وہ وحی بمعنی الہام ہی ہے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں نَعَمْ اَکْثَرُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ نُبِّئُوْا فِیْ سِنِّ الْاَرْبَعِیْنَ وَقَدْ اَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی بَعْضِهِمْ کَیَحْیٰی وَعِیْسٰی عَلَیْهِمَا السَّلَامُ نُبِّئُوْا قَبْلَ ذَالِكَ بِكَثِیْرٍ۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ اکثر انبیاء کرام نبی چالیس سال کی عمر میں ہوئے اور کبھی اللہ تعالیٰ نے بعض پر وحی اس سے قبل بھی فرمائی جیسے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر۔ آگے ارشاد ہے۔

" وَجَآءُوْۤا اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْکُوْنَ اور آئے وہ (برادران یوسف علیہ السلام) اپنے باپ کے پاس رات ہوئے روتے بولے اے ابا جان ہم جا رہے تھے دوڑ کرتے ہوئے مسابقت کرتے آپس میں اور یوسف کو ہم نے چھوڑا اپنے سامان کے پاس تو کھا گیا اسے بھیڑیا اور آپ نہیں یقین کریں گے ہمارا اگرچہ ہم سچے ہوں اور لائے اس کا (یوسف کا) قمیص جھوٹے خون سے (آلودہ کر کے) فرمایا (یعقوب علیہ السلام نے) بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے واسطے بنا لی ہے تو صبر اچھا ہے اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں اس پر جو تم بیان کر رہے ہو"۔

یہ کنواں جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈالا تھا وہ مقام یعقوب علیہ السلام سے تین فرسخ تھا یعنی کنعان سے اس کی مسافت۔

جس کی توضیح کہ فرسخ کتنا ہوتا ہے ہم سورۂ ہود میں عذاب قوم لوط (علیہ السلام) کے واقعہ میں لکھ چکے ہیں۔ یہ نواحی مقام اردن میں تھا۔

ایک قول ہے کہ وہ کنواں مصر اور مدین کے مابین تھا۔

ایک قول ہے کہ وہ خاص زمین اردن میں تھا۔

بعض کا خیال ہے کہ وہ ارض بیت المقدس میں تھا۔

مگر چوتھا قول تو کسی طرح صحیح نہیں اس لیے کہ کنعان اور بیت المقدس کے مابین مراحل کا بعد ہے اور واقعہ بموجب بیان قرآن کریم یہ ہے کہ صبح گئے اور شام کو اپنا کام کر کے روتے ہوئے کنعان آ گئے اور بیت المقدس ہرگز نہیں تھا بلکہ باقی سابقہ تین اقوال میں سے ایک قول صحیح ہو سکتا ہے۔

تو ان کا آثارات ہوتے تو یقینی تھا۔ اب عشا کے مفہوم پر راغب مفردات میں بتاتے ہیں۔

نماز مغرب سے عتمہ صلوۃ عشاء ہو سکتی ہے۔

عتمہ مغرب کے بعد سے عشاء کے وقت تک کو کہتے ہیں۔

تو وہ بناوٹی رونا روتے گیارہ کی بجائے دس سوا یوسف علیہ السلام کے واپس آئے جیسا کہ جھوٹے ایسا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

ابن منذر شعبی سے راوی ہیں قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ اِلٰی شُرَیْحٍ تُخَاصِمُ فِیْ شَیْئٍ فَجَعَلَتْ تَبْکِیْ فَقَالُوْا یَا اَبَا اُمَیَّۃَ اَمَا تَرَاهَا تَبْکِیْ فَقَالَ قَدْ جَاءَ اِخْوَۃُ یُوْسُفَ اَبَاهُمْ عِشَاءً یَّبْکُوْنَ۔

ایک عورت قاضی شریح کے یہاں کسی مقدمہ پر آئی اور اس نے رونا شروع کیا تو سب کہنے لگے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ وہ رو رہی ہے تو اسے جواب میں کہا گیا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی اپنے باپ کے پاس روتے آئے تھے۔

اعمش کہتے ہیں لَا یُصَدَّقُ بَاکٍ بَعْدَ اِخْوَۃِ یُوْسُفَ اب کسی رونے والے کی تصدیق نہیں کی جا سکتی جب سے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا رونا دیکھا گیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ ان کے رونے کی آواز سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام تشریف لے آئے اور ان سے فرمایا۔

مَا بَالُکُمْ اَجَزِعْتُمْ فِی الْغَنَمِ شَیْئٌ قَالُوْا لَا قَالَ وَمَا اَصَابَکُمْ وَاَیْنَ یُوْسُفُ

تمہارا کیا حال ہے کیا تمہاری بکریوں پر کچھ بلا آگئی۔ بولے نہیں فرمایا تو تمہیں کیا مصیبت پہنچی اور یوسف کہاں ہے؟ تو وہ بولے۔

یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ ہم دوڑ میں آگے بڑھ گئے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے فَکَانَهُمْ قَالُوْا اِنَّا لَمْ نُقَصِّرْ فِیْ مُحَافَظَتِہٖ وَلَمْ نَغْفُلْ عَنْ مُرَاقَبَتِہٖ بَلْ تَرَکْنَاہُ فِیْ مَاْمَنِہَا وَمَجْمَعِنَا بِمَرْاٰی مِنَّا وَمَا فَارَقْنَاہُ اِلَّا سَاعَۃً یَسِیْرَۃً بَیْنَنَا وَبَیْنَہٗ مَسَافَۃٌ قَصِیْرَۃٌ فَکَانَ مَا کَانَ۔

گویا وہ بولے ہم نے یوسف کی محافظت میں کافی کوشش کی اور ہم اس سے غافل نہ ہوئے اس کا پورا

خیال رکھا بلکہ محفوظ مقام اور جمع رہنے کی جگہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا ہم اس سے جدا نہ ہوئے مگر ذراسی دیر اس میں بھی ہمارا اور اس کا بُعد مختصر سا تھا، مگر جو ہونا تھا ہو گیا۔

اور اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ ہمارے اس بیان کی تصدیق نہیں فرمائیں گے اگرچہ ہم کتنے ہی سچے ہوں اور بکری ذبح کر کے (سخلہ محاورہ میں بکری کے بچے کو کہتے ہیں) اس کے خون میں آپ کا قمیص مبارک آلودہ کر کے لائے اور وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو دکھا دیا۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ قتادہ سے راوی ہیں اِنَّهُمْ اَخَذُوْا ظَبْيًا فَذَبَحُوْهُ فَلَطَخُوْا بِدَمِهٖ الْقَمِيْصَ انہوں نے ایک ہرنی کو پکڑ کر ذبح کیا اور اس کے خون میں قمیص یوسف آلودہ کر کے لائے۔

وَلَمَّا جَآءُوْا بِهٖ جَعَلَ يُقَلِّبُهٗ يَقُوْلُ مَا اَرٰى بِهٖ اَثَرَ نَابٍ وَّلَا ظُفُرٍ اِنَّ هٰذَا السَّبُعَ رَحِيْمٌ۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو وہ قمیص دیا آپ اسے اُلٹ پلٹ کر ملاحظہ فرما رہے تھے۔ اور برادران یوسف علیہ السلام کو سنا رہے تھے کہ اس قمیص پر نہ دانت لگے ہیں نہ ناخن۔ بے شک یہ درندہ بڑا رحم دل تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ قمیص یوسف کو اپنے چہرہ مبارک پر ڈال کر گریہ فرماتے رہے حتیٰ کہ خون سے چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا

تَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ ذِئْبًا اَحْلَمَ مِنْ هٰذَا اَكَلَ اِبْنِيْ وَلَمْ يُمَزِّقْ عَلَيْهِ قَمِيْصَهٗ۔

خدا کی قسم آج کے دن جیسا میں نے کبھی بھیڑیا نہ دیکھا وہ بڑا عقلمند تھا کہ میرے لخت جگر کو تو کھا گیا اور اس کے قمیص کو بالکل نہ پھاڑا۔

ایک روایت ہے کہ فرط غم سے آپ روتے روتے غش کھا گئے۔ آپ پر پانی ڈالا مگر آپ حرکت میں نہ آئے پھر پکارنے اور آوازیں دینے لگے مگر آپ نے جواب نہ دیا۔ یہودا نے آپ کے مخارج تنفس کو دیکھا تو اسے سانس بھی محسوس نہ ہوا۔ نبض پر ہاتھ رکھا تو نبض بھی حرکت میں نہ تھی تو یہودا کہنے لگا۔ وَيْلٌ لَّنَا مِنْ دَيَّانِ يَوْمِ الدِّيْنِ ضَيَّعْنَا اَخَانَا وَقَتَلْنَا اَبَانَا۔ وائے ہم پر قیامت تک کہ بھائی ہم نے ضائع کر دیا اور باپ کو بھی مار دیا۔

پھر جب آپ کو ہوش ہوا تو قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا۔ فرمایا بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے لیے بنا لی ہے۔

تسویل سے سَوَّلَتْ ہے کسی چیز کو دل میں گھڑ لینا اپنا طمع اور خواہش پوری کرنے کے لیے۔ راغب اصفہانی کہتے ہیں۔ اَلتَّسْوِيْلُ هُوَ تَزْيِيْنُ النَّفْسِ لِمَا تَحْرِصُ عَلَيْهِ وَتَصَوُّرُ الْقَبِيْحِ بِصُوْرَةِ الْحَسَنِ

تسویل کہتے ہیں دل میں کسی بات کو مزین صورت میں لانا جس کی حرص ہو اور بری صورت کو اچھی صورت میں دکھانا۔

ازہری کہتے ہیں کان التَّسْوِيلُ بروزن تَفْعِيلٌ۔ مِنْ سَوَّى الْإِنْسَانُ وَهُوَ أُمْنِيَتُهُ الَّتِي يَطْلُبُهَا فَتَزَيَّنَ لِطَالِبِهَا الْبَاطِلُ۔ تسویل۔ تفعیل کے وزن پر ہے انسان کے اس سوال یا اس آرزو کو کہتے ہیں جسے وہ چاہتا ہے اور طالب امر باطل کو حق بنا کر للٹے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ برادران یوسف کے متعلق بعض کا قول ہے کہ انہوں نے کہا کہ یوسف کو چور قتل کر گیا۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کَيْفَ قَتَلُوهُ وَتَرَكُوا قَمِيصَهُ وَهُمْ إِلَى قَمِيصِهِ أَحْوَجُ مِنْهُمْ إِلَى قَتْلِهِ۔ چور کس طرح قتل کر گیا اور قمیص چھوڑ گیا حالانکہ چور کو زیادہ حاجت قمیص کی ہوتی ہے قتل کی بہ نسبت۔ مگر یہ روایت محض روایت ہی ہے جسے درایت تسلیم نہیں کرتی (روح)

"فَصَبْرٌ جَمِيلٌ"۔ تو صبر ہی اچھا ہے"۔

اور صبر جمیل کی تعریف میں حسن سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا لَا شَكْوَى فِيهِ أَيْ إِلَى الْخَلْقِ وَإِلَّا فَقَدْ قَالَ يَعْقُوبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللهِ۔ صبر جمیل وہ ہے جس میں شکوہ لوگوں سے نہ ہو اور اگر اللہ تعالےٰ کے حضور بھی شکوہ صبر میں نہ ہونا ضروری ہوتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو فرمایا إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللهِ کیونکر صحیح ہوگا۔

أَقُولُ وَبِاللهِ التَّوْفِيقُ

صبر میں شکوہ کے الفاظ ناشائستہ سے رکنا بھی ضروری ہے اس لیے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ضرب خدود اور شق جیوب کو بھی رنج کے موقعہ پر منع فرمایا۔ حَيْثُ قَالَ مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَلَيْسَ مِنَّا۔ جس نے رخسارے پیٹے اور گریبان چاک کیا اور جہالت کے الفاظ پکارے جو جاہلیت میں پکارے جاتے تھے وہ ہماری جماعت سے نہیں۔

لَعَنَ اللهُ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ۔ اللہ کی لعنت ہے نوحہ کرنے والی عورت اور اسے سننے والی پر اور پھر آپ نے فرمایا۔ الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى۔ صبر جمیل وہ ہے جو اول صدمہ کے موقعہ پر ہو۔

"وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ۔ اللہ ہی اس معاملہ یوسف میں میری مدد فرمائے گا"۔ آگے ارشاد ہے۔

" وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ اور ایک قافلہ آیا تو انہوں نے پانی لانے والا بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا قَالَ يَا بُشْرَى بولا اے خوشخبری ہو یہ تو ایک ماہ پارہ بچہ ہے اور اسے چھپا لیا پونجی بنا کر اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں اور

(برادران یوسف نے) اسے کھوٹے داموں چند درہموں سے بیچ ڈالا اور انہیں اس رقم کی طرف رغبت نہ تھی"۔
وَزَعَمَ بَعْضُهُمْ اَنَّ بُشْرٰى اِسْمُ صَاحِبٍ لَّهٗ نَادَاهُ لِيُعِيْنَهٗ عَلٰى اِخْرَاجِهٖ۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ بشرٰی کسی کا نام تھا اسے پکارا کہ وہ ڈول کھینچنے میں مدد دے۔ اور یہ صحیح نہیں ہے۔
یہ قافلہ مدین سے مصر کی طرف جا رہا تھا اور راستہ بھول کر اس جنگل میں آ گیا۔ جہاں سے آبادی بہت دور تھی۔ اسے پانی کی ضرورت ہوئی تو یہی کنواں نظر پڑا پانی لانے والے کو بھیجا۔ یہ پانی لینے جو گیا تھا اس کا نام مالک بن ذعر خزاعی تھا اور یہ مدین کا رہنے والا تھا۔

اس نے کنوئیں میں ڈول ڈالا حضرت یوسف علیہ السلام نے وہ ڈول پکڑ لیا اور اس میں لٹک گئے مالک نے ڈول کھینچا دیکھا کہ پانی کے بجائے ایک حسین و جمیل بچہ آیا ہے جس کے حسن جہاں افروز نے آنکھیں خیرہ کر دیں یہ حضرت یوسف کو ساتھ لے کر قافلہ میں آیا اور مژدہ دیا یَا بُشْرٰى هٰذَا غُلَامٌ کہا سب نے آپ کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا کہ مصر میں پہنچ کر اس سے کافی و وافی قیمت حاصل کریں گے محفوظ طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کو انہوں نے ایک خطیر رقم سمجھ کر چھپا لیا۔
آپ کے بھائی اس جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے اور کنوئیں کی خبر بھی رکھتے تھے۔ آج جو دیکھا تو حضرت کو اس کنوئیں میں نہ پایا تلاش کے بعد انہیں اس قافلہ پر شبہ ہوا تجسس کرنے پر مالک بن زعر خزاعی کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کو پایا اس سے انہوں نے کہا یہ ہمارا غلام ہے ہمارے پاس سے فرار ہو گیا ہے یہ کسی کام کا نہیں ہے نافرمان ہے اگر تم خریدنا چاہتے ہو تو ہم اسے نہایت ارزاں بیچ دیں گے اسے کہیں دور لے جا کر بیچ دینا تاکہ اس کی خبر ہمارے کان نہ سنیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام خاموش ان کی باتیں سنتے رہے اور خوف سے کچھ نہ فرمایا۔ روح المعانی میں اسی طرح ہے۔ حَيْثُ قَالَ
وَذٰلِكَ اَنَّ بَعْضَهُمْ رَجَعَ لِيَتَحَقَّقَ اَمْرَهٗ فَرَاٰهُ عِنْدَ السَّيَّارَةِ فَاَخْبَرَ اِخْوَتَهٗ فَجَآءُوْا اِلَيْهِمْ فَقَالُوْا هٰذَا غُلَامٌ اٰبِقٌ لَّنَا فَاشْتَرُوْهُ مِنَّا فَاشْتَرَوْهُ وَسَكَتَ يُوْسُفُ مَخَافَةَ اَنْ يَّقْتُلُوْهُ۔
وَفِیْ رِوَايَةٍ اَنَّهُمْ قَالُوْا بِالْعِبْرَانِيَّةِ لَا تُنْكِرِ الْعُبُوْدِيَّةَ نَقْتُلْكَ فَاَقَرَّ بِهَا فَاشْتَرَوْهُ مِنْهُمْ
برادران یوسف نے عبرانی زبان میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دھمکی دی کہ ہماری غلامی سے انکار نہ کرنا ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے چنانچہ آپ خاموش رہے اور انہوں نے آپ کو بیچ دیا۔
ایک قول یہ ہے کہ كَانَ يَهُوْذَا يَاْتِيْهِ بِالطَّعَامِ فَاَتَاهُ يَوْمًا اُخْرٰى فَلَمْ يَجِدْهُ فِی الْجُبِّ وَوَجَدَهٗ عِنْدَ الرُّفْقَةِ فَاَخْبَرَ اِخْوَتَهٗ فَاَتَوْهُمْ فَقَالُوْا مَا قَالُوْا۔
یہودا حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے روزانہ کھانا لاتا تھا۔ آج جو کھانا لایا تو حضرت یوسف علیہ السلام

کو کنوئیں میں نہ پایا تو اس نے اپنے بھائیوں کو خبر دی اور وہ آئے اور قافلہ والوں سے باتیں کیں جو مذکور ہو چکی ہیں اور ثمن بخس کی تعریف میں راغب کہتے ہیں بَاخِسٌ اَیْ نَاقِصٌ عَنِ الْقِیْمَۃِ نُقْصَانًا ظَاهِرًا۔ باخس یہ ہے کہ قیمت اتنی کم ہو جس میں کھلا نقصان ہو۔

مقاتل کہتے ہیں ذَیِّفٌ نَاقِصُ الْعِیَارِ۔ آپ کے مطابق قیمت نہ لی۔

قتادہ کہتے ہیں بَخْسٌ ظُلْمٌ لِاَنَّہُمْ ظَلَمُوْہُ فِیْ بَیْعِہٖ۔ بخس بمعنی ظلم ہے اس لیے کہ بھائیوں نے ان کے بیچنے میں ظلم ہی کیا تھا۔

ابن عباس اور ضحاک کہتے ہیں اَلْبَخْسُ الْحَرَامُ وَکَانَ ذَالِکَ حَرَامًا لِاَنَّہٗ ثَمَنُ الْحَرَامِ۔ بخس بمعنی حرام ہے اور یہ سودا حرام ہی تھا اس لیے کہ آزاد کا بیچنا حرام ہے۔

مختصر یہ کہ وہ ثمن بخس اور گنتی کے درہم بقول قتادہ بیس درہم تھے۔

حضرت ابن عباس کی ایک روایت کے مطابق بائیس درہم ہیں۔

ایک روایت میں بیس درہم اور ایک جوڑا ہیں اور جوتی۔

ایک قول ہے کہ تیس درہم اور حلہ اور جوتی تھی۔

ایک قول ہے کہ اٹھائیس درہم اور جوتی تھی۔

عکرمہ کہتے ہیں چالیس درہم تھے۔

پھر مالک بن ذعر اور قافلہ والے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں لائے۔

اس زمانہ میں شاہ مصر ریان بن ولید بن ثرذان عملیقی تھا اور یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی حیات میں مر گیا بعد ایمان لانے کے پھر اس کے بعد قابوس بن مصعب والی سلطنت ہوا آپ نے اسے بھی دعوت ایمان دی لیکن اس نے ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ اس نے عنان حکومت قطفیر مصری کے ہاتھ میں دے رکھی تھی تمام خزائن مصر اس کے تحت تصرف تھے۔

قطفیر کے نام میں اختلاف ہے بعض نے اطفیر بتایا بعض نے قنطورا بھی لکھا لیکن پہلا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے اور وہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

علامہ بغوی لکھتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوسف کو تہائی حسن ہمارے حسن سے ملا اور ثعلبی کعب احبار سے راوی ہیں اِنَّہٗ قَالَ کَانَ یُوْسُفُ حَسَنَ الْوَجْہِ جَعْدَ الشَّعْرِ ضَخْمَ الْعَیْنَیْنِ مُسْتَوِی الْخَلْقِ اَبْیَضَ اللَّوْنِ غَلِیْظَ السَّاعِدَیْنِ وَالسَّاقَیْنِ خَمِیْصَ الْبَطْنِ صَغِیْرَ السُّرَّۃِ وَکَانَ اِذَا تَبَسَّمَ رَاَیْتَ النُّوْرَ فِیْ ضَوْءِ حَلْقِہٖ وَاِنْ تَکَلَّمَ رَاَیْتَ شُعَاعَ النُّوْرِ مِنْ ثَنَایَاہُ وَلَا

يَسْتَطِيعُ اَحَدٌ وَصْفَهٗ وَكَانَ حُسْنُهٗ كَضَوْءِ النَّهَارِ عِنْدَ اللَّيْلِ وَكَانَ يَشْبَهُ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ خَلْقِهٖ قَبْلَ اَنْ يُصِيْبَ الْخَطِيْئَةَ۔

حضرت یوسف علیہ السلام نہایت حسین چہرہ والے گھونگھریالے بال۔ موٹی موٹی آنکھیں۔ موزوں قامت سفید رنگ۔ بھرے ہوئے بازو اور پنڈلیاں۔ پچکا ہوا شکم۔ ناف نہایت چھوٹی رکھتے تھے۔ جب آپ تبسّم فرماتے تو نور آپ کے تبسّم میں چمکتا۔ جب گفتگو فرماتے تو دانتوں کی کیلوں سے شعاع نور نکلتی کسی میں آپ کے حسن کی تعریف کرنے کی قوت نہیں کہ اصل حلیہ بیان کر سکے آپ حسن آدم علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ جبکہ آدم علیہ السلام نے ابھی غلطی نہیں کی تھی۔

اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ اِنَّ جُدْرَانَ الْجُبِّ بَكَتْ عَلَيْهِ حِيْنَ خَرَجَ مِنْهَا کہ جب آپ کنوئیں سے باہر تشریف لائے تو کنوئیں کی دیواریں رو رہی تھیں۔ یہ ایک طرح تو صحیح بھی ہے کہ عرف میں کہتے ہیں فلاں عمارت کے کھنڈر اپنے مکینوں پر مرثیہ پڑھ رہے ہیں اور زِيْنَةُ الْمَكَانِ بِالْمَكِيْنِ بھی مشہور ہے۔

والی مصر کو عزیز مصر کہتے تھے اور وہ شاہ مصر کا وزیر اعظم ہوتا تھا۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام بازار مصر میں لائے گئے تو ہر شخص کے دل میں آپ کی طلب پیدا ہوئی خریداروں نے قیمت بڑھانی شروع کی حتیٰ کہ آپ کے وزن کے برابر سونا اور اتنا ہی مشک اتنی ہی چاندی اور اتنا ہی حریر قیمت لگ گئی۔

آپ کی عمر مبارک اس وقت تیرہ سال یا سترہ سال کی تھی۔ آپ کا وزن چار سو رطل تھا

غرضیکہ نرخ بالا ہوتے ہوتے رعایا میں سے آپ کو کوئی نہ خرید سکا آخرش عزیز مصر نے آپ کو خرید لیا اور دوسرے خریدار منہ تکتے رہ گئے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۂ یوسف۔ پ ۱۲

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي	اور بولا وہ جس نے اسے خریدا تھا مصر سے اپنی بیوی کو اسے عزت سے رکھو شاید یہ ہمیں نفع دے یا بنا لیں ہم اسے بیٹا اور ایسے ہی متمکن کیا ہم نے یوسف

الْاَرْضِ زوَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

کو زمین میں اور اس لیے کہ سکھائیں ہم اسے تاویل باتوں کی اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○

اور جب پہنچا (یوسف) اپنی قوت کو دیا ہم نے اسے حکم اور علم اور ہم ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىْۤ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○

اور پھسلایا اسے اس عورت نے جس کے گھر میں وہ تھا اپنے نفس سے اور بند کر دیے دروازے اور بولی آؤ میں آمادہ ہوں تمہارے لیے فرمایا (یوسف نے) اللہ کی پناہ وہ میرا پالنے والا ہے جس نے مجھے اچھی طرح رکھا بے شک فلاح نہیں پاتے ظالم۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۤءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ○

اور بے شک آمادہ ہوئی وہ اور وہ بھی (یوسف) اس کی طرف آمادہ ہو جاتا اگر نہ دیکھ لیتا دلیل اپنے رب کی ایسے ہی ضرور پھیریں ہم اس سے برائی اور بے حیائی بے شک وہ ہمارے بندوں مخلصین سے ہے۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۤءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

اور دوڑے دونوں دروازہ کی طرف اور چیر دیا عورت نے دامن قمیص اس کا پیچھے سے اور ملا دونوں کو اس کا خاوند دروازے کے پاس۔ بولی کیا سزا ہے اس کی جو ارادہ کرے تیری بیوی سے بدی کا مگر یہ کہ قید کیا جائے یا عذاب دردناک۔

قَالَ هِىَ رَاوَدَتْنِىْ عَنْ نَّفْسِىْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○

کہا (یوسف نے) مجھے پھسلایا اس نے کہ میں اپنے نفس کی حفاظت نہ کروں اور گواہی دی ایک نے اس کے گھر والوں سے اگر ہے قمیص پھٹا ہوا آگے سے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا۔

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○

اور اگر ہے اس کا قمیص پھٹا ہوا پیچھے سے تو عورت جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے۔

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ○ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ○

تو جب دیکھا اس کا قمیص پھٹا ہوا پیچھے سے کہا (عزیز) نے یہ تم عورتوں کا مکر ہے بے شک تمہارے مکر بڑے بھاری ہیں۔

اے یوسف ہٹو اس سے اور اے (زلیخا) تو معافی مانگ اپنے گناہ کی بے شک تو خطاوار ہے۔

حلِ لغات تیسرا رکوع۔ یوسف۔ پ ۱۲

وَقَالَ۔ اور کہا
الَّذِیْ۔ جس نے
اشْتَرَاهُ۔ خریدا تھا اسے
مِنْ مِّصْرَ۔ مصر سے
لِامْرَاَتِهٖ۔ اپنی بیوی کو
اَكْرِمِیْ۔ اچھا رکھنا
مَثْوَاهُ۔ اسکی رہائش کو
عَسٰى۔ قریب ہے
اَنْ۔ یہ کہ
يَّنْفَعَنَا۔ نفع دے ہمیں
اَوْ۔ یا
نَتَّخِذَهٗ۔ بنالیں ہم اسے
وَلَدًا۔ بیٹا
وَكَذٰلِكَ۔ اور اسی طرح
مَكَّنَّا۔ جگہ دی ہم نے
لِيُوْسُفَ۔ یوسف کو
فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں
وَلِنُعَلِّمَهٗ۔ اور تاکہ سکھائیں ہم اسے
مِنْ تَاْوِيْلِ۔ انجام
الْاَحَادِيْثِ۔ باتوں کا
وَاللّٰهُ۔ اور اللہ
غَالِبٌ۔ غالب ہے
عَلٰٓى۔ اوپر
اَمْرِهٖ۔ اپنے کام کے
وَلٰكِنَّ۔ اور لیکن
اَكْثَرَ۔ اکثر
النَّاسِ۔ لوگ
لَا يَعْلَمُوْنَ۔ نہیں جانتے
وَلَمَّا۔ اور جب
بَلَغَ۔ پہنچا
اَشُدَّهٗ۔ اپنی قوت کو
اٰتَيْنٰهُ۔ دیا ہم نے اسکو
حُكْمًا۔ حکم
وَّعِلْمًا۔ اور علم
وَكَذٰلِكَ۔ اور اسی طرح
نَجْزِی۔ بدلہ دیتے ہیں ہم
الْمُحْسِنِيْنَ۔ نیکوں کو
وَرَاوَدَتْهُ۔ اور پھسلایا اسکو
الَّتِیْ۔ اس عورت نے
هُوَ۔ کہ وہ
فِیْ بَيْتِهَا۔ اس کے گھر میں تھا
عَنْ نَّفْسِهٖ۔ اسکے نفس سے
وَغَلَّقَتِ۔ اور بند کیے
الْاَبْوَابَ۔ دروازے
وَقَالَتْ۔ اور بولی
هَيْتَ لَكَ۔ آجاؤ
قَالَ۔ فرمایا
مَعَاذَ اللّٰهِ۔ اللہ کی پناہ
اِنَّهٗ۔ یقیناً وہ ہے
رَبِّیْ۔ میرا رب
اَحْسَنَ۔ اچھا بنایا اسنے
مَثْوَایَ۔ میرا ٹھکانہ
اِنَّهٗ۔ یقیناً
لَا يُفْلِحُ۔ نہیں فلاح پاتے
الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالم
وَلَقَدْ۔ اور بیشک
هَمَّتْ۔ ارادہ کیا اس نے
بِهٖ۔ اس کے ساتھ
وَهَمَّ۔ اور ارادہ کرلیتا
بِهَا۔ اس کے ساتھ
لَوْلَآ۔ اگر نہ ہوتا
اَنْ رَّاٰ۔ کہ دیکھی اس نے
بُرْهَانَ۔ دلیل
رَبِّهٖ۔ اپنے رب کی
كَذٰلِكَ۔ اسی طرح
لِنَصْرِفَ۔ تاکہ پھیریں ہم
عَنْهُ۔ اس سے
السُّوْٓءَ۔ برائی

وَالْفَحْشَآءَ۔ اور بے حیائی اِنَّہٗ۔ یقیناً وہ تھا مِنْ عِبَادِنَا ہمارے الْمُخْلَصِيْنَ۔ مخلص بندوں سے
وَاسْتَبَقَا۔ اور دوڑے دونوں الْبَابَ۔ دروازے کی طرف وَقَدَّتْ۔ اور پھاڑ دی اس نے
قَمِيْصَہٗ۔ اسکی قمیص مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے وَّاَلْفَيَا۔ اور پایا دونوں نے سَيِّدَهَا۔ عورت کے مالک کو
لَدَى۔ پاس الْبَابِ۔ دروازے کے قَالَتْ۔ بولی مَا جَزَآءُ۔ نہیں بدلہ
مَنْ۔ اس کا اَرَادَ۔ جو ارادہ کرے بِاَهْلِكَ۔ تیری بیوی سے سُوْٓءًا۔ برائی کا
اِلَّآ اَنْ۔ مگر یہ کہ يُّسْجَنَ۔ قید کیا جائے اَوْ عَذَابٌ۔ یا عذاب اَلِيْمٌ۔ دردناک
قَالَ۔ فرمایا هِىَ۔ اس نے رَاوَدَتْنِىْ۔ پھسلایا مجھے عَنْ نَّفْسِىْ۔ میری جان سے
وَشَهِدَ۔ اور گواہی دی شَاهِدٌ۔ ایک گواہ نے مِنْ اَهْلِهَا۔ عورت کے گھر والوں سے
اِنْ كَانَ۔ اگر ہے قَمِيْصُہٗ۔ اس کی قمیص قُدَّ۔ پھٹی ہوئی مِنْ قُبُلٍ۔ آگے سے
فَصَدَقَتْ۔ تو وہ سچی ہے وَهُوَ۔ اور وہ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔ جھوٹا ہے
وَاِنْ كَانَ۔ اور اگر ہے قَمِيْصُہٗ۔ اس کی قمیص قُدَّ۔ پھٹی ہوئی مِنْ دُبُرٍ۔ پیچھے سے
فَكَذَبَتْ۔ تو وہ جھوٹی ہے وَهُوَ۔ اور وہ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ سچا ہے۔
فَلَمَّا۔ پھر جب رَاٰ۔ دیکھی قَمِيْصَہٗ۔ اس کی قمیص قُدَّ۔ کہ پھٹی ہوئی ہے
مِنْ دُبُرٍ۔ پیچھے سے قَالَ۔ تو کہا اِنَّہٗ۔ یہ ہے مِنْ كَيْدِكُنَّ۔ تمہارا مکر
اِنَّ۔ بے شک كَيْدَكُنَّ۔ تمہارے مکر عَظِيْمٌ۔ بہت بڑے ہیں يُوْسُفُ۔ اے یوسف
اَعْرِضْ۔ جانے دو عَنْ هٰذَا۔ اس بات کو وَاسْتَغْفِرِىْ۔ اور تو معافی مانگ لِذَنْۢبِكِ۔ اپنے گناہ کی
اِنَّكِ۔ یقیناً كُنْتِ۔ تو ہی تھی مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ۔ گنہ گاروں سے

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ یوسف پ ۱۲

" وَقَالَ الَّذِى اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِہٖٓ اور کہا اس نے جس نے اسے خریدا مصر میں اپنی بیوی سے اسے عزت سے رکھ شاید یہ ہمیں نفع دے یا بنالیں اسے ہم بیٹا اور اسی طرح ہم نے یوسف کو ٹھکانہ دیا زمین میں اور اس لیے کہ اسے تاویل کلام سکھائیں اور اللہ غالب ہے اپنے کام پر لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے
یہ خرید پہلی خرید کے بعد کی ہے۔ اس کا تذکرہ تو وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ میں آگیا اور وہ خرید قافلہ میں ہوئی اور یہ مصر۔
اس زمانہ کا بادشاہ مصر میں ریان بن ولید عملیقی تھا اور یہ حین حیات یوسف علیہ السلام ہی ایمان

لایا اور مرگیا اور اس کے بعد قابوس بن مصعب جانشین ہوا اسے بھی دعوت ایمان دی گئی مگر اس نے قبول نہ کیا (روح المعانی)

ایک قول ہے کہ مصر کا اول بادشاہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اور یہ چار سو برس زندہ رہا۔

اور عزیز مصر کے متعلق مجاہد کہتے ہیں کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خرید کے بعد مومن ہو گیا تھا۔ اس کا نام قطفیر یا اظفیر یا قنطورا تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس ہستی مغتنم کے لیے عزت کا مقام مقرر کرا اور اس کے احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہو۔

مثوای محاورہ میں مجلس عالی اور مقام سامی پر بولتے ہیں اور مراد وہ حسن آسائش اور دیکھ بھال ہے جو مہمان کی تکریم کی مقتضی ہے اور وہ بیوی جو عزیز مصر کی تھی جس کا نام قطفیر تھا اس کا نام راعیل بنت رعابیل تھا۔ کَمَا قَالَ الْمُجَاهِدُ۔

اور سدّی کہتے ہیں وہ زلیخا تھی تملیخا کی بیٹی۔

اور ایک قول ہے کہ ان کا نام راعیل تھا اور لقب زلیخا۔

اور ایک قول کے مطابق نام زلیخا تھا اور لقب راعیل تھا۔

تو قطفیر عزیز مصر نے اپنی بیوی راعیل عرف زلیخا سے کہا اَکْرِمِیْ مَثْوَاهُ۔ انہیں عزت سے رکھو۔ شاید انسے ہمیں نفع پہنچے اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا یا ہم ان کو بیٹا بنالیں یَعْنِیْ اَیْ نَتَبَنَّاهُ وَلَدًا یَعْنِیْ نُقِیْمُهٗ مَقَامَ الْوَلَدِ یعنی اولاد کے قائم مقام انہیں رکھ لیں۔ وَکَانَ فِیْمَا یُرْوٰی عَقِیْمًا اور یہ روایت ہے کہ زلیخا عقیمہ تھیں جسے بانجھ کہتے ہیں۔

اور نفع سے مراد یہ ہے کہ شاید وہ ہمارے کاموں میں اپنی تدبیر و دانائی سے ہمارے لیے نافع اور بہتر مددگار ہوں اور امور سلطنت و ملک داری میں ہمارے کام آئیں کیونکہ آثار رشد و نجابت ان کی پیشانی سے چمک رہے ہیں۔

وَکَانَ هٰذَا الْقَوْلُ مِنَ الْعَزِیْزِ لِمَا تَفَرَّسَ فِیْهِ مِنْ مَخَایِلِ الرُّشْدِ وَالنَّجَابَةِ۔ اور یہ عزیز مصر نے اپنی فراست سے حضرت یوسف علیہ السلام کے رشد و نجابت کو پہچان کر اپنی بیوی سے کہا۔

وَمِنْ ذٰلِكَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فِیْمَا اَخْرَجَهٗ سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَهٗ وَجَمَاعَةٌ اَفْرَسُ النَّاسِ ثَلَاثَةٌ۔ اَلْعَزِیْزُ۔ حِیْنَ تَفَرَّسَ فِیْ یُوْسُفَ فَقَالَ لِاِمْرَاَتِهٖ اَکْرِمِیْ مَثْوَاهُ عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا۔

وَالْمَرْاَةُ الَّتِیْ اَتَتْ مُوْسٰی فَقَالَتْ لِاَبِیْہَا یَا اَبَتِ اسْتَاْجِرْہُ
وَاَبُوْبَکْرٍ حِیْنَ اِسْتَخْلَفَ عُمَرَ۔

دنیا میں سب سے زیادہ فراست والے تین آدمی ہیں۔

عزیز مصر جب اس نے اپنی فراست سے یوسف علیہ السلام کے رشد و نجابت کو پہچانا اور اپنی بیوی زلیخا سے کہا اَکْرِمِیْ مَثْوَاہُ۔

دوسرے شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی جنہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا یَا اَبَتِ اسْتَاْجِرْہُ ابّاجان انہیں ملازم رکھ لیں اور حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کا عقد دس سال کی خدمت پر مہر مقرر کر کے موسیٰ علیہ السلام سے کر دیا۔

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جنہوں نے اپنی فراست سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اہل سمجھ کر خلیفہ مقرر کر دیا

"وَکَذٰلِکَ مَکَّنَّا" اور اسی طرح ہم نے یوسف کو اس زمین میں تمکن عطا فرمایا اور اس لیے کہ اسے تاویل بتایا سکھائیں یا باتوں کا انجام بتائیں اور اللہ غالب ہے اپنے کام پر۔

اس پر مجاہد کہتے ہیں تعبیر رؤیا کا علم سکھانا مقصود تھا

اور ایک قول یہ ہے وَمِثْلَ ذٰلِکَ التَّمْکِیْنِ الْبَدِیْعِ مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَ اَھْلِہَا کَافَّۃً مَحَلَّ مَحَبَّتِہٖ لِیَتَرَتَّبَ عَلٰی ذٰلِکَ مَا یَتَرَتَّبُ مِمَّا جَرٰی بَیْنَہٗ وَبَیْنَ امْرَاَۃِ الْعَزِیْزِ وَلِنُعَلِّمَہٗ بَعْضَ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَیُؤَدِّیْ ذٰلِکَ اِلَی الرُّتْبَۃِ الْعُلْیَا وَالرِّیَاسَۃِ الْعُظْمٰی۔

یہ تمکین بدیع مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ سے یہ مراد ہے کہ مصر کے تمام رہنے والوں کے دل میں اس کی محبت کا گھر کر دیں تاکہ جو کچھ زوجۂ عزیز مصر کے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مابین معاملہ ہو وہ جاری ہو۔ یعنے سب پر روشن ہو جائے۔

اور اس لیے بھی کہ بعض امور کی تاویل بھی ہم انہیں سکھائیں جس سے وہ مرتبۂ علیا اور ریاست عظمیٰ حاصل کریں۔

ایک قول ہے وَالْمُرَادُ بِہِ التَّمْکِیْنُ فِیْ قَلْبِ الْعَزِیْزِ اَوْ فِیْ مَنْزِلِہٖ اس سے مراد عزیز مصر کے دل میں آپ کی وجاہت و منزلت کا متمکن کرنا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اَرَادَ بِتَعْلِیْمِہٖ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ تَفَہُّمَہٗ غَوَامِضَ اَسْرَارِ الْکُتُبِ الْاِلٰہِیَّۃِ وَدَقَائِقَ سُنَنِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ فَیَکُوْنُ الْمَعْنٰی حِیْنَئِذٍ مَکَّنَّا لَہٗ فِیْ اَرْضِ مِصْرَ لِیَتَصَرَّفَ فِیْہَا

بِالْعَدْلِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مَعَانِی کُتُبِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَحْکَامَہَا وَدَقَائِقَ سُنَنِ الْاَنْبِیَاءِ فَیَقْضِیْ بِہَا بَیْنَ اَہْلِہَا
اس سے مراد تعلیم تاویل احادیث ہے اور سمجھنا ہے غوامض اسرار کتب آلہیہ کا اور دقائق سنن انبیاء علیہم السلام تو اس صورت میں وَکَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ کے معنی یہ ہوں گے کہ انہیں تصرف حاصل ہو مصر میں عدل کرنے کا اور انہیں کتاب اللہ کے معانی سکھائے اور اس کے احکام و دقائق سنن انبیاء علیہم السلام بتا دیے جائیں تاکہ ان کے نور روشنی میں اہل مصر پر نفاذ احکام ہوں۔

اور اللہ تعالے اپنے امور پر اتنا غالب ہے کہ لَایُمْنَعُ عَمَّا یَشَاءُ وَلَا یُنَازَعُ فِیْمَا یُرِیْدُ بَلْ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ کوئی اس کی مشیت میں مانع نہیں اور اس کے ارادہ میں کسی کو منازعت کا حق نہیں بلکہ اس کا حکم تو ایسا ہے کہ جب کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے فرماتا ہے ہوجا تو وہ ہو جاتی ہے۔

"لیکن بہت لوگ نہیں جانتے" کہ اس کی مشیت اور اس کا حکم ایسا ہے۔

"وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اور جب وہ پہنچا اپنی قوت کو ہم نے اسے حکم اور علم عطا کیا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو"۔

یعنی جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے جسم کی مضبوطی میں پہنچے جسے سن وقوف کہتے ہیں جو انسانی نمو سے مقدر بہ عمر تک پہنچ جائے۔ یعنی جب حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر مبارک تیس چالیس کے اندر ہو گئی۔ اور جب قاضی نحوی تھذب الدین محمد بن علی بن ابی طالب سے عمر اشدّ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ پینتیس ۳۵ سال سے چالیس سال ہیں۔

زجاج کہتے ہیں وہ سترہ سال ہیں یا اکیس سال۔
ضحاک کہتے ہیں وہ بیس سال ہیں۔
ابن قتیبہ کا قول ہے وہ اڑتیس سال ہیں۔
حسن کہتے ہیں وہ چالیس سال ہیں۔

اور مشہور بھی یہی ہیں کہ انسان کا جسم بڑھتے بڑھتے چالیس تک جا کر ٹھہر جاتا ہے جب جسم کا نمو ٹھہر جاتا ہے تو قوی اور شمائل اور اخلاق بھی ٹھہر جاتے ہیں (روح المعانی)

حکم و علم کے عطا سے مراد شرعی اصطلاح میں علم نافع ہے جو مؤید عمل ہو یا حکم بین الناس مراد ہے۔ عمل خلاف علم محض سفاہت ہے اور علم سے مراد علم تاویل رویا۔

بعض نے حکم و علم کی تفسیر اس طرح کی کہ حکم سے مراد حکمت نبوت اور علم سے مراد تفقہ فی الدین ہے۔
ایک قول یہ بھی ہے حکم سے مراد اپنے نفس کو خواہشات یا طلہ سے روکنا اور نا جائز امور سے نگاہ رکھنا ہے
اور علم سے مراد علم نظری ہے جس سے حقائق اشیا جانے جائیں۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ حکم سے مراد حکومت بین الناس ہے
اور علم سے مراد مصالح امور پر غور کرنا ہے۔
اور سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّ الْحُکْمَ النُّبُوَّۃُ وَالْعِلْمَ الشَّرِیْعَۃُ۔ کہ حکم سے مراد نبوت اور علم سے مراد شریعت ہے۔

"اور ایسے ہی ہم اپنی طرف سے نیکوں کو بدلہ دیتے ہیں"۔

"وَرَاوَدَتْہُ الَّتِیْ ھُوَ فِیْ بَیْتِھَا۔ اور پھسلایا اس عورت نے جس کے گھر میں وہ (یوسف) تھا اپنے آپ کے ساتھ اور بند کر دیے دروازے اور بولی (زلیخا) ھَیْتَ لَکَ یعنی جلدی کر یا ادھر آ میں تجھے اپنی طرف بلاتی ہوں بولے (یوسف) پناہ بخدا بے شک وہ (عزیز مصر) تو میرا پرورش کرنے والا ہے جس نے مجھے اچھی طرح پناہ میں رکھا بے شک (اللہ) ظالموں کے لیے بھلا نہیں کرتا"۔

یہاں سے اصل واقعہ کی طرف رجوع ہے۔
وَرَاوَدَتْہُ۔ رَوْدٌ سے ہے اس کے معنی نرمی کے ساتھ مطالبہ کے ہیں اور مراودہ یعنی مطالبہ ہے رفق و محبت سے۔ رَادَ یَرُوْدُ یعنی گیا اور لوٹ کر آیا کسی شے کی طلب میں۔ یہ لغت نہایت لطیف پہلو سے کسی کے طلب کے مظاہرے کو بیان کرتا ہے اس کا خلاصہ اساس میں بتایا وَمِنَ الْمَجَازِ رَاوَدَہٗ عَنْ نَفْسِہٖ خَادَعَہٗ عَنْھَا خلاصہ یہ کہ زلیخا ہر پہلو سے آپ کو اپنی طرف لبھاتی، مائل کرتی۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام چونکہ اعلیٰ مدارج عفت میں تھے اس کے ناز و انداز سے متاثر نہ ہوئے حتیٰ کہ اس نے ایک دن اپنی نفسانی خواہش سے مغلوب ہو کر اپنے کمرے کے دروازے بھی بند کر دیے اور صاف منہ سے بک بیٹھی ھَیْتَ لَکَ۔ اس کی تفسیر میں محاورہ عرب کا استعمال علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔
ھَیْتَ لَکَ۔ اَیْ اَسْرِعْ۔ یعنی جلدی کر
ھَیْتَ لَکَ۔ قَالَ الْفَرَّاءُ تَعَالٰی یعنی آ وَزَعَمَ اَنَّھَا کَلِمَۃٌ حَوْرَانِیَّۃٌ وَقَعَتْ اِلٰی اَھْلِ الْحِجَازِ فَتَکَلَّمُوْا بِھَا۔ یہ حورانی زبان کا کلمہ ہے جو حجازی لوگ بولنے لگے۔
ھَیْتَ لَکَ۔ قَالَ اَبُوْ زَیْدٍ ھِیَ عِبْرَانِیَّۃٌ۔ یہ کلمہ عبرانی زبان کا ہے
ھَیْتَ لَکَ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالْحَسَنِ ھِیَ سُرْیَانِیَّۃٌ۔ یہ کلمہ سریانی زبان کا ہے۔

هَیْتَ لَکَ۔ قَالَ السُّدِّیُّ۔ هِیَ قِبْطِیَّۃٌ۔ یہ کلمہ قبطی زبان کا ہے
هَیْتَ لَکَ۔ قَالَ مُجَاهِدٌ وَغَیْرُہٗ هِیَ عَرَبِیَّۃٌ۔ یہ عربی جملہ ہے جب کسی مرد کو کوئی عورت اپنے نفس پر بلائے۔

قَالَ اَبُوْ حَیَّانَ وَلَا یَبْعُدُ اِتِّفَاقُ اللُّغَاتِ فِیْ لَفْظٍ وَاحِدَۃٍ وَقَدْ وُجِدَ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ مَعَ لُغَاتِ غَیْرِهِمْ۔ ابو حیان کہتے ہیں عبرانی۔ سریانی۔ قبطی زبان میں بھی اگر یہ لغت ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ عربی میں نہ ہو۔ بہت سے عربی لغات ایسے ہیں کہ عربی ہیں اور دوسری زبانوں میں بھی مستعمل ہیں بنا برایں اس محاورہ کا عربی میں ہونا کچھ بعید نہیں۔

وَقَالَ الْجَوْهَرِیُّ هَوَّتَ وَهَیَّتَ۔ صَاحَ بِہٖ وَدَعَاہُ۔ ہوت اور ہیت پکارنے اور بلانے کے معنی دیتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے اَیْ اِرَادَتِیْ کَائِنَۃٌ لَکَ اَوْ اَقُوْلُ لَکَ۔ یعنی میرا ارادہ تیرے لیے ہو چکا ہے یا میں تجھے کہتی ہوں۔

اور ہَیْتَ لَکَ کے ایک معنی یہ بھی ہوتے ہیں تَهَیَّأْتُ لَکَ میں تیرے لیے پوری طرح تیار ہوں۔
اور یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ زلیخا پوری تیاری سے آمادہ تھیں۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام قطعاً آمادہ نہ تھے۔ لِاَنَّ الْفِعْلَ حِیْنَئِذٍ مِنَ التَّهَیُّؤِ وَیُوْسُفُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمْ یَتَهَیَّأْ بِدَلِیْلِ وَرَاوَدَتْہُ الَّتِیْ۔

بعض نے ہَیْتَ لَکَ کے یہ معنی کئے تَهَیَّأْ لِیْ اَمْرُکَ لِاَنَّهَا لَمْ یَتَیَسَّرْ لَهَا الْخَلْوَۃُ بِہٖ قَبْلُ۔ تیار کر میرے لیے اپنا کام اس لیے کہ ایسی خلوت زلیخا کو اس سے قبل میسر نہیں ہوئی۔
اس کی اور بھی تاویلات بعیدہ بیان کی گئی ہیں بخوف طوالت انہیں ہم نظر انداز کرتے ہیں مَنْ شَاءَ فَلْیَنْظُرْ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں لُغَۃٌ فِیْ هَیْتَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْقِرَاءَۃَ کُلَّهَا لُغَاتٌ وَهِیَ فِیْهَا اِسْمُ فِعْلٍ بِمَعْنٰی هَلُمَّ۔ ہیت کے معنی ہلم کے ہیں۔
حضرت ابن عباس سے ایک قول منقول ہے کہ ہیت ہییت ہے مثل جبت۔
"قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ فرمایا یوسف علیہ السلام نے پناہ بخدا"۔
یہ نصب علی المصدر ہے۔ محاورہ میں عُذْتُ عَوْذًا وَعِیَاذًا وَعِیَاذَۃً وَمَعَاذًا بولتے ہیں جس کے معنی ہوتے ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ مَعَاذًا مِمَّا تُرِیْدُ بِیْ مِنِّیْ۔ میں اللہ عزوجل سے پناہ

مانگتا ہوں اس سے جس کا تو مجھ سے ارادہ کر چکی ہے۔

وَهٰذَا اِجْتِنَابٌ مِّنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى اَتَمِّ الْوُجُوْهِ اور یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا سے علی اتمّ الوجوہ اجتناب تھا

خلاصہ یہ کہ جب راعیل عرف زلیخا نے مکان کے یکے بعد دیگرے ساتوں دروازے بند کر دیے اور چاہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس کے ساتھ مشغول ہو کر اس کی ناجائز اور حرام خواہش پوری کریں چنانچہ اس نے غیر مبہم الفاظ میں ہیت لک کہہ کر حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف رجوع کرنا چاہا۔ چنانچہ هَيْتَ لَكَ کے معنی۔ مجھے تم سے محبّت ہے۔ جلدی ادھر آ تیار ہو کے میرے لیے اور اپنا کام کر اس لیے کہ ایسی خلوت پھر نہیں ملے گی۔ میں تیرے لیے تیار ہوں۔ میں تجھ سے کہتی ہوں۔ میرا ارادہ تیرے لیے ہو چکا ہے۔ پکار کر حضرت یوسف کو اپنی طرف بلایا۔ جلدی کر وغیرہ ہیں۔ جو تمام کے تمام زلیخا کی نیت کے خراب ہونے پر دال ہیں۔

لیکن جس ہستی کو اللہ تعالےٰ نے اعلیٰ معارج عفت پر پہنچا دیا تھا وہ ایسی راہ کیسے اختیار فرما سکتے تھے۔ چنانچہ معاذ اللہ کہہ کر اس سے مجتنب ہوئے پھر

اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ فرما کر اس سے اجتناب ہی نہ کیا بلکہ اسے بھی امانتداری کی طرف متوجہ کیا اور کہا اِنَّ الشَّاْنَ الْخَطِيْرَ هٰذَا اَیْ هُوَ رَبِّیْ اَیْ سَيِّدِی الْعَزِيْزُ اَحْسَنَ تَعَهُّدِیْ حَيْثُ اَمَرَكِ بِاِكْرَامِیْ عَلٰى اَكْمَلِ وَجْهٍ فَكَيْفَ يُمْكِنُ السَّيِّئُ اِلَيْهِ بِالْخِيَانَةِ وَفِیْ حُرْمَتِهٖ وَفِيْهِ اِرْشَادٌ لَّهَا اِلٰى رِعَايَةِ حَقِّ الْعَزِيْزِ بِاَلْطَفِ وَجْهٍ كِالِّیْ هٰذَا الْمَعْنٰى ذَهَبَ مُجَاهِدٌ وَّالسُّدِّیُّ وَابْنُ اَبِیْ اِسْحٰقَ۔

مجاہد، سدی اور ابن ابی اسحق یہ معنی لیتے ہیں کہ گویا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسی خطرناک حرکت ایسی صورت میں کیونکر ممکن ہے جبکہ عزیز مصر میرا سردار ہے اور اس نے تجھے میرے اکرام کا حکم دیا ہے اور وہ مجھ سے ہر پہلو پر اعزازی برتاؤ کرتا ہے تو مجھ سے اس کی امانت میں خیانت کیونکر ممکن ہے اس لیے کہ تو اس کی بیوی ہے اس میں گویا زلیخا کو بھی نہایت عمدہ ارشاد مقصود تھا کہ تجھے خود بھی حق عزیز مصر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اور اِنَّهٗ رَبِّیْ میں اطلاق ربّ ربّ حقیقی کی طرف نہ تھا اور اگر اس سے ربّ حقیقی مراد لیا جائے تو باطل ہے اس لیے کہ ایک نبی کریم کی زبان سے کسی مخلوق کے لیے ربّ کہہ دینا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا تو جب یہاں ربّی سے مراد سیّدی تھی تو یہ حقیقت تھی کیونکہ آپ اس کے مملوک تھے اس نے آپ کو خرید تھا

اور صاحب بحر نے اِنَّہٗ رَبِّیْ کی ضمیر اللہ تعالےٰ کی طرف لی ہے تو ایسی صورت میں ربّی خبر اِنّ ہو گی اور احسن مثوای خبر ثانی تو اس کے معنی یہ ہوں گے اِنَّہٗ تَعَالٰی خَالِقِیْ اَحْسَنَ مَثْوَایَ بِعَطْفِہٖ قَلْبَ مَنْ اَمَرَكِ بِاِكْرَامِیْ عَلَیَّ فَكَیْفَ اَعْصِیْہِ بِارْتِكَابِ تِلْكَ الْفَاحِشَةِ الْكَبِیْرَةِ۔ وہ رب تعالےٰ مجدہ میرا خالق ہے اس لیے میرے لیے تجھے حکم دلایا کہ میرا اکرام ہو تو کیسے میں نافرمانی کروں ایسے فاحشہ کبیرہ کے ارتکاب کے ساتھ۔

وَفِیْہِ تَحْذِیْرٌ لَّھَا عَنْ عِقَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ اس بیان میں اسے تحذیر عقاب و عذاب الٰہی تھی۔ "اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ" بے شک وہ ظالم و بدکار لوگوں کا بھلا نہیں کرتا" (روح المعانی)

فلاح کے معنی ظفر و کامیابی کے ہیں۔ پھر یہ فلاح دو قسم کی ہوتی ہے۔ اول فلاح دنیوی دوسرے فلاح اخروی۔

فلاح دنیوی۔ ظفر اور ایسی سعادت جس سے حیات دنیا پاک رہے اور وہ بقا۔ غنیٰ اور عزت ہے دوسرے فلاح اخروی۔ وہ چار باتوں پر ہے۔ بقا بلا فنا۔ غنی بلا فقر۔ عزت بغیر ذلت کے۔ علم بلا جہل کے۔ اسی لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَةْ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَةْ !

اور وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّہٖ ظلم کی تعریف ہے۔

كُلُّ مَنْ ظَلَمَ كَائِنًا مَنْ كَانَ فَیَدْخُلُ فِیْ ذٰلِكَ الْمُجَازُوْنَ لِلْاِحْسَانِ بِالْاِسَاءَةِ وَالْعُصَاةُ لِاَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی دُخُوْلًا اَوَّلِیًّا۔ ہر وہ شخص جو ظلم کرے تو اس میں مجازاً داخل ہے گناہ اور نافرمانی الٰہی کے ساتھ

اور ایک قول یہ ہے اَلزُّنَاةُ لِاَنَّھُمْ ظَالِمُوْنَ لِاَنْفُسِھِمْ وَلِلْمَزْنِیِّ بِاَھْلِہٖ۔ اس سے زانی لوگ مراد ہیں اس لیے کہ وہ ظالم ہیں جو اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں اور مزنیہ اپنے اہل کے ساتھ ظالم ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ہر خائن ظالم ہے اس لیے کہ انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور وہ جو خائن ہے "وَلَقَدْ ھَمَّتْ بِہٖ" اور بے شک زلیخا نے اس کے ساتھ ارادہ کیا اور وہ (یعنی یوسف) بھی ارادہ کرتا اگر نہ دیکھ لیتا دلیل اپنے رب کی"۔

اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ زلیخا طمع نفسانی سے مغلوب و مقہور ہو کر آمادہ ہو چکی تھی اس جملہ کے آگے وقف کا اسی لیے آیت میں لگایا گیا کہ ھَمَّتْ بِہٖ علیحدہ ہے اس کا مفہوم معنی صیغہ ماضی۔ آمادہ ہو جانا ہے اس کے بعد فرمایا وَھَمَّ بِھَا لَوْلَا۔ اور یوسف بھی آمادہ ہو جاتا یعنی آمادہ ہوا نہیں۔

بلکہ باقتضائے بشریت آمادگی ہوتی ممکن تھی اگر نہ دیکھ لیتا وہ دلیل اپنے رب کی وہ برہان کیا تھا اس پر آلوسی لکھتے ہیں۔

اَیْ حُجَّۃً بَاھِرَۃً اَلدَّالَّۃَ عَلٰی کَمَالِ قُبْحِ الزِّنَا وَسُوْءِ سَبِیْلِہٖ۔ حجت باہرہ دالۃ کا مشاہدہ اگر نہ ہوتا کہ زنا فعل قبیح علی وجہ الکمال ہے اور برا راستہ۔

وَالْمُرَادُ بِرُؤْیَتِہٖ لَھَا کَمَالُ اِیْقَانِہٖ بِھَا وَمُشَاھَدَتُہٗ لَھَا مُشَاھَدَۃً وَاصِلَۃً اِلٰی مَرْتَبَۃِ عَیْنِ الْیَقِیْنِ۔ رویت برہان کمال ایقان پر ہونا مراد ہے اور مشاہدہ سے مراد حق مشاہدہ ہے جو مرتبۂ حق الیقین تک ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَسَآءَ سَبِیْلًا۔ (اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ وہ یقیناً بے حیائی ہے اور برا راستہ) یہ الفاظ کمرہ کی چھت پر لکھے ہوئے ملاحظہ کیے۔

اور وَھَمَّ بِھَا کے ساتھ لَوْلَا جو فرمایا اس نے پہلے ہَمَّتْ اور اس ہَمَّ کے معنی میں فرق بھی کر دیا ہَمَّتْ بمعنی ماضی ہے جس کے صاف معنی ہیں کہ زلیخا آمادہ ہوگئیں اور دوسرا ہَمَّ وہ ہے جس پر لَوْلَا موجود ہے اس کے معنی استقبال کے ہوگئے یعنی یوسف بھی آمادہ ہو جاتا اگر برہان الٰہی نہ دیکھ لیتا۔ مگر چونکہ برہان الٰہی دیکھ لیا اس لیے آمادہ نہ ہوا۔

جیسے محاورہ میں بولتے ہیں اور اس کو جواب لَوْلَا کہتے ہیں جو محذوف ہوتا ہے جیسے اَنْتَ ظَالِمٌ اِنْ فَعَلْتَ کَذَا یا اِنْ فَعَلْتَ فَاَنْتَ ظَالِمٌ۔ تو ظالم تھا اگر ایسا کرتا یا اگر ایسا کرتا تو تو ظالم تھا مگر ایسا نہیں کیا تو ظالم نہیں ہوا۔

اس واقعہ میں بہت سے اقوال متکاذبہ بھی ارباب سیر کے ہیں یہ تمام اقوال بعض فساق مسلمین نے گھڑ ڈالے ہیں ان پر نہ ہمارا اعتقاد نہ ہم انہیں صحیح مانتے ہیں۔ (روح)

البتہ ایک روایت قابل تسلیم ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے جیسے ابونعیم نے حلیہ میں نقل کیا کہ زلیخا نے ایک بت اس مکان کے گوشہ میں قائم کر رکھا تھا جو موتیوں سے مکلل تھا اور اس پر یاقوت کے نگینے جڑے ہوئے تھے۔ اس نے جب یہ قبیح ارادہ کیا تو اس کے اور اپنے مابین ایک سفید کپڑا حائل کر لیا۔ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَیُّ شَیْءٍ تَصْنَعِیْنَ فَقَالَتْ اَسْتَحْیِیْ مِنْ اِلٰھِیْ اَنْ یَّرَانِیْ عَلٰی ھٰذِہٖ الصُّوْرَۃِ فَقَالَ تَسْتَحْیِیْنَ مِنْ صَنَمٍ لَا یَاْکُلُ وَلَا یَشْرَبُ وَلَا اَسْتَحْیِیْ مِنْ اِلٰھِیَ الَّذِیْ ھُوَ قَآئِمٌ عَلٰی کُلِّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ کیا کیا ہے تو زلیخا نے کہا مجھے شرم آتی ہے اپنے معبود کے سامنے میں ایسے حال میں ہوں اور وہ مجھے دیکھے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تو ایک ایسے بت سے

شرابی جو نہ کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے اور میں نہ شرماؤں اپنے رب حیّ و قدیم سے جو ہر جان کے ساتھ قائم ہے اور جو کوئی جو کچھ کرتا ہے اسے دیکھ رہا ہے۔ ثُمَّ قَالَ لَا تَنَالِيْهَا مِنِّىْ اَبَدًا وَهُوَ الْبُرْهَانُ الَّذِىْ رَاٰى۔ پھر فرمایا اب تو مجھ سے نہیں لے سکتی کبھی بھی۔ یہی وہ برہان تھا جو آپ نے دیکھا۔

ابن جریر وغیرہ حضرت ابن عباس سے راوی ہیں اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُثِّلَ لَهٗ يَعْقُوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ممثل ہو کر تشریف لائے اور آپ نے سینۂ یوسف علیہ السلام پر ہاتھ مارا۔

اور قتادہ فرماتے ہیں اِنَّهٗ مُثِّلَ لَهٗ يَعْقُوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَاضًّا عَلٰى اِصْبَعِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ يَا يُوْسُفُ اَتَهُمُّ بِعَمَلِ السُّفَهَاءِ وَاَنْتَ مَكْتُوْبٌ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام انگشت بدنداں نظر آئے اور فرما رہے تھے اے یوسف کیا بیوقوف سفیہوں کا کام کرتے ہو اور تم انبیاء کی فہرست میں لکھے ہوئے ہو۔

علامہ طیبی طَيَّبَ اللّٰهُ ثَرَاهُ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ فرماتے ہیں اِنَّ الْهَمَّ هَمَّانِ هَمٌّ ثَابِتٌ وَهُوَ مَا كَانَ مَعَهٗ عَزْمٌ وَعَقْدٌ وَرِضًا مِثْلَ هَمِّ امْرَاَةِ الْعَزِيْزِ وَهَمٌّ عَارِضٌ وَهُوَ الْخَطْرَةُ وَحَدِيْثُ النَّفْسِ مِنْ غَيْرِ اخْتِيَارٍ وَلَا عَزْمٍ مِثْلَ هَمِّ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

ہم دو قسم ہیں ایک تو ہمّ ثابت اور وہ وہ ہے جس کے ساتھ ارادہ اور پختگی اور رضا ہو مثل امراۃ عزیز کے کہ اس کی نیت یقیناً بدی کی طرف مائل ہو چکی تھی۔ اور دوسرا ہمّ عارض ہے اور وہ خطرہ اور حدیث نفس ہے جس میں کسی قسم کا اختیار و عزم نہیں ہوتا مثل ہمّ یوسف علیہ السلام کے انتہی مختصراً (روح)

"كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ایسے ہم نے پھیر دی اس سے برائی اور بے حیائی بے شک وہ (یوسف) ہمارے مخلص بندوں سے ہے"۔

اس میں صیانت سردار کی طرف اشارہ ہے کہ اس سے بھی ہم نے یوسف علیہ السلام کو محفوظ رکھا۔ اور فحشاء زنا سے بھی بچا لیا اور جسے ہم برگزیدہ مخلص چنا ہوا بندہ بنا لیتے ہیں اسے ایسے ہی محفوظ رکھ لیتے ہیں۔

"وَاسْتَبَقَا الْبَابَ اور دونوں بھاگے دروازے کو اور چیر دیا اس نے (زلیخا نے) اس کا قمیص پیچھے سے اور اَلْفَيَا مل گیا دونوں کو اس کا (زلیخا کا) خاوند دروازے کے پاس بولی (زلیخا) کیا سزا ہے اس کی جس نے تیری بیوی سے بدی کا ارادہ کیا مگر یہ کہ قید کیا جائے یا عذاب دردناک"۔

حضرت یوسف علیہ السلام اس فعل شنیع سے مجتنب ہو کر دروازے کی طرف دوڑے اور آپ کے پیچھے آپ کو پکڑنے کے لیے دوڑیں۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَاسْتُشْكِلَ بِاَنَّہٗ کَیْفَ یَسْتَبِقَانِ الْبَابَ وَدُوْنَہٗ اَبْوَابٌ جَوَانِیَّۃٌ بِنَاءً عَلٰی مَا ذَکَرُوْا مِنْ اَنَّ الْاَبْوَابَ کَانَتْ سَبْعَۃً وَاُجِیْبَ بِاَنَّہٗ رُوِیَ عَنْ کَعْبٍ اَنَّ اَقْفَالَ ھَاتِیْکَ الْاَبْوَابِ کَانَتْ تَتَنَاثَرُ اِذَا اَقْرَبَ اِلَیْھَا یُوْسُفُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَتَنْفَتِحُ لَہٗ۔

یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ دونوں کیسے دوڑے جبکہ ان کے آگے دروازے مقفل تھے جیسا کہ مروی ہے کہ دروازے بھی سات مقفل تھے۔ فرماتے ہیں اور اس کا جواب دیا گیا بروایت کعب کہ قفل جو دروازوں پہ لگے ہوئے تھے کھل کھل کر گرتے جاتے تھے جب حضرت یوسف علیہ السلام ان کے قریب پہنچتے۔ اور دروازہ کھلتا جاتا تھا (روح)

اور ایسا ہونا معجزہ اور کرامت سے کچھ بعید نہیں اور جہاں اللہ تعالٰے ہی فرمائے کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْہُ السُّوْءَ تو یہ سب کچھ نظام ہی من جانب اللہ اور خالص من جانب اللہ ہی ہو۔ اور زلیخا اپنی عنفوان خواہش میں پیچھے پیچھے دوڑیں اور جب یوسف ہاتھ نہ آئے تو دامنِ قمیص پر ہاتھ مار کر اسے کھینچا وہ پھٹ گیا۔ عربی محاورہ میں قَدَّ کے معنی قطع وشق کے آتے ہیں قَالَ اَبُوْحَیَّانَ اَیْ وَقَدْ قَدَّتْ وَالْقَدُّ اَلْقَطْعُ وَالشَّقُّ۔

اَلْمُرَادُ ھٰھُنَا اَنَّھَا جَذَبَتْہُ مِنْ وَرَاءٍ فَانْخَرَقَ الْقَمِیْصُ اِلٰی اَسْفَلِہٖ۔ اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف کھینچتی تھی پیچھے سے تو قمیص مبارک نیچے تک پھٹ گیا اور اَلْفَیَا کے معنی ہیں وَجَدَا یعنی پایا دونوں نے زلیخا کے خاوند کو لَدَا الْبَابِ اَیْ عِنْدَ الْبَابِ دروازے کے پاس تو ایسی صورت میں زلیخا کو اور کچھ نہ بن آئی سوا اس کے کہ حضرت کے ذمہ ہی الزام تراشنے چھا بچہ کہنے لگی۔

مَا جَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاَھْلِکَ سُوْءً ا۔ اس کی کیا سزا ہے جو تیری گھر والی کے ساتھ برا ارادہ کرے۔ یعنی زنا چاہے۔

اِلَّا اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ ما استفہامیہ لا کر اول سزا پوچھی پھر خود ہی تجویز بھی کر دی ہے تاکہ کہیں عزیز مصر غصہ میں ازخود رفتہ ہو کر سزائے موت نہ دیدے تو خود ہی بولیں کہ یا تو انہیں قید کیا جائے یا کوئی تکلیف دہ سزا۔

وَذَکَرَ الْاِمَامُ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ مَا فِیْہِ نَوْعُ مُخَالَفَۃٍ لِذٰلِکَ حَیْثُ قَالَ اِنَّ فِی الْاٰیَۃِ لَطَائِفُ۔ اس بیان میں کسی قسم کی مخالفت کا پہلو نہیں اس آیت کریمہ میں بہت سے لطیف پہلو ہیں۔

اَحَدُھَا اِنَّ حُبَّ الشَّدِیْدِ لِیُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَمَلَھَا عَلٰی رِعَایَۃِ دَقِیْقَتَیْنِ فِیْ

هٰذَا الْمَوْضِعِ - پہلی لطیف بات یہ ہے کہ زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام سے شدید محبت تھی اور اس محبت نے اسے مجبور کیا کہ دو صورتیں ہی منزا کی ہوں۔

اول اس کے بیان میں سجن آیا اور اس کے بعد کوئی عذاب۔

اس لیے کہ محب ایلام محبوب کی سعی نہیں کر سکتا۔

اور یہ بھی قابل غور بات ہے کہ اول جرم زنا پر حضرت کا نام نہ لے سکی بلکہ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا کہا جس میں حفاظت محبوب مضمر تھی اور سجن سے مراد ایک دن یا اس سے کم کی طرف اشارہ تھا۔ اس لیے حبس دائم اس بیان سے نہیں نکلتی۔

دوسری لطیف بات یہ ہے کہ جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کی اس عصمت کا اندازہ کیا جو آپ نے ظاہر فرمائی اس کے دل میں آپ کی عظمت بڑھ گئی۔ اور اس نے سمجھا کہ عنفوان شباب جس کو جوانی کہتے ہیں وہ دیوانی ہوتی ہے تو حضرت عنفوان شباب کے ساتھ کمال قوت اور نہایت شہوت کے اہل تھے اس کے باوجود آپ کی عصمت اس درجہ تھی کہ زلیخا کی طرف التفات نہ کیا اس سے زلیخا کی عقیدت آپ کی طہارت اور نزاہت کی طرف بڑھ چکی تھی تو اسے شرم آئی تھی کہ وہ ایسے فرشتہ اور ملک کریم پر برے قصد کا الزام کیسے رکھے تو اس نے تعریضاً مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ کہنے پر ہی اکتفا کی لیکن حضرت یوسف علیہ السلام اپنی پاک دامنی اور صفائے باطن سے بے خوف تھے بنا بریں آپ نے صاف فرما دیا۔

"قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ فرمایا یہی ہے جس نے مجھے اپنے نفس کی طرف لبھایا تھا"۔

میرا تو اس کی طرف کوئی برا ارادہ نہ تھا حضرت یوسف علیہ السلام نے یہی فرمایا: اَنْتِ نہیں فرمایا یعنے یوں نہ کہا اَنْتِ رَاوَدْتِنِيْ بلکہ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ۔ بلکہ اس نے مجھے لبھانا چاہا فرمایا۔

مختصر یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے صاف فرما دیا کہ میں پاک دامن ہوں باوجودیکہ زلیخا نے اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں کی۔ تو عزیز نے اس پر شاہد طلب کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا وہاں تیسرا تو سوائین ماہ بچے کے اور کوئی نہ تھا۔ عزیز مصر نے کہا وہ کیا گواہی دے گا جو بول بھی نہیں سکتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالے پر سب کچھ آسان ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

" وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اور گواہی دی ایک گواہ نے زلیخا کے گھر والوں میں سے اگر ہے اس کا (یوسف کا) قمیص آگے سے پھٹا ہوا تو وہ (زلیخا) سچی ہے اور وہ (یوسف) جھوٹے ہیں۔ اور اگر ہے قمیص اس کا (یوسف کا) آگے سے پھٹا ہوا تو وہ (زلیخا) جھوٹی ہے اور وہ (یوسف) سچا ہے"۔

وَفِيْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ اَنَّهٗ اِبْنُ اُخْتٍ لَّهَا وَكَانَ عُمْرُهٗ اِذْ ذَالِكَ ثَلَاثَةَ اَشْهُرٍ۔ بعض اخبار میں

ہے کہ بھانجہ تھا زلیخا کا اور اس کی عمر ابھی تین ماہ کی تھی۔

چنانچہ عزیز مصر متعجب تو ضرور تھا مگر اس نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ قمیص یوسف کو دیکھو اگر وہ آگے کی طرف سے پھٹا ہوا ہے تو زلیخا سچی اور حضرت یوسف غلط اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو زلیخا جھوٹی اور یوسف سچے ہیں۔

وَذَهَبَ جَمْعٌ اِلٰی اَنَّہٗ کَانَ ابْنُ خَالٍ وَکَانَ فِی الْمَهْدِ اَنْطَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِبَرَائَتِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ

اور ایک جماعت ادھر گئی ہے کہ وہ زلیخا کا ماموں کا لڑکا تھا اور گہوارہ میں تھا اللہ تعالے نے اسے برئیت یوسف علیہ السلام پر قوت گویائی عطا فرمائی۔

حدیث میں ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تَکَلَّمَ اَرْبَعَۃٌ فِی الْمَهْدِ وَهُمْ صِغَارٌ۔

اِبْنُ مَاشِطَۃِ اِبْنَۃِ فِرْعَوْنَ

وَشَاهِدُ یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

وَصَاحِبُ جُرَیْجٍ۔

وَعِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ

چار بچوں نے مہد مادر میں گفتگو کی۔

فرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنے والی کا لڑکا

یوسف علیہ السلام کا شاہد

جریج کا گواہی دینے والا

اور عیسٰی بن مریم علیہما السلام۔

اور حاکم مستدرک میں اور احمد اپنی مسند میں اور ابن حبان اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں کہ اَلْمُشَارُ اِلَیْہِ اِنَّمَا زِیَادَۃٌ عَلَی الْاَرْبَعِ۔ مہد مادر میں بولنے والے چار سے زائد ہیں۔

ایک وہ بچہ جو اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا کہ ایک حسین وجمیل سوار گذرا تو اس کی والدہ نے دعا کی اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اِبْنِیْ مِثْلَ هٰذَا فَتَرَکَ الصَّبِیُّ الثَّدْیَ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَہٗ۔

الٰہی اس میرے بچے کو اس سوار جیسا کرنا تو بچے نے چھاتی چھوڑ دی اور دعا کی الٰہی مجھے اس جیسا نہ کرنا۔

اور اصحاب اخدود کے واقعہ میں جو بروج میں ہے ایک بچے کا ماں کی گود سے چھین کر آگ میں ڈال

دینے کے بعد وہ آگ سے بولا تھا کہ ماں یہ آگ نہیں ہے آجا یہ تو پھول ہیں۔

اس طرح گیارہ تک مہد مادریں بولنے والے پہنچتے ہیں جو منظوم ہیں۔

تَکَلَّمَ فِی الْمَھْدِ النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ ﷺ وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی وَالْخَلِیْلُ وَمَرْیَمُ
وَمُبْرِیُ جُرَیْجٍ ثُمَّ شَاھِدُ یُوْسُفَ وَطِفْلُ الَّذِیْ الْاُخْدُوْدِ یَرْوِیْہِ مُسْلِمُ
وَطِفْلٌ عَلَیْہِ مُرَّ بِالْاَمَۃِ الَّتِیْ یُقَالُ لَھَا تَزْنِیْ وَلَا تَتَکَلَّمُ
وَمَاشِطَۃٌ فِیْ عَھْدِ فِرْعَوْنَ طِفْلُھَا وَفِیْ زَمَنِ الْھَادِی الْمُبَارَکِ یَخْتَتِمُ

پنگھوڑے میں گفتگو کی نبی محمد اور یحییٰ اور عیسیٰ اور خلیل اور مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام نے۔

اور جریج کی بریت کرنے والے اور یوسف (علیہ السلام) کے گواہ نے اور اصحاب الاخدود کے اس بچے نے

اور اس بچے نے جس کے پاس سے لونڈی کو لے کر گذرے کہتے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے اور وہ نہ بولتی تھی اور فرعون کے زمانہ میں کنگھی کرنے والی کے بیٹے نے اور ہادی مبارک کے زمانہ میں آخری بچے نے بات کی

"فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَہٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ تو جب دیکھا (عزیز مصر نے) قمیص یوسف کہ وہ پھٹا ہوا تھا پیچھے سے بولا بے شک یہ مکر ہے تم عورتوں کا اور بے شک تمہارا مکر عظیم ہے۔ اے یوسف اس بات سے آپ اعراض کریں اور بخشش مانگ (اے زلیخا) اپنے گناہ سے بے شک خطا وار ہے"۔

عزیز مصر پر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پاک دامن اور معصوم ہیں اور زلیخا نے تمام مکر و کید بھی کیے اور وہ ضرور خطا وار ہے۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام سے عزیز نے کہا حضرت آپ مغموم نہ ہوں بے شک آپ کی پاک دامنی آپ کی چاک دامنی سے روشن ہو گئی۔ اس طرف آپ خیال ہی نہ فرمائیں۔ یعنی اس بات کو دبا دیں اس کا چرچا ہی نہ کریں اور زلیخا سے وَاسْتَغْفِرِیْ اس لیے بھی فرمایا گیا کہ انہوں نے ایک پاک دامن معصوم کو داغدار کرنا چاہا تھا اس لیے اسے توبہ کا حکم دیا اگرچہ عزیز مصر نے اس قصہ کو بہت دبانا چاہا لیکن اس کا چرچا ہو ہی گیا ؎

حضرت یوسف نے کیا کیا گل کھلائے مصر میں چاک دامانی سے ظاہر پاک دامانی ہوئی

اسی بنا پر بعض علماء سے مروی ہے۔

اَنَا اَخَافُ مِنَ النِّسَاءِ مَالَا اَخَافُ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِنَّہٗ تَعَالٰی یَقُوْلُ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطَانِ کَانَ ضَعِیْفًا وَقَالَ لِلنِّسَاءِ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ وَلِاَنَّ الشَّیْطَانَ یُوَسْوِسُ مُسَارَقَۃً

وَهُنَّ يُوَاجِهْنَ بِہٖ ۔

فرماتے ہیں ہم عورتوں سے جتنا ڈرتے ہیں اتنا شیطان سے نہیں ڈرتے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مکر کو ضعیف کہا اور عورتوں کے مکر کو عظیم فرمایا۔

اور اس لیے بھی کہ شیطان چوروں کی طرح چھپ کر وسوسہ ڈالتا ہے اور عورتیں سامنے آکر حملہ کرتی ہیں۔ انتہی مختصراً۔

با محاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ یوسف۔ پ ۱۲

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

اور بولیں کچھ عورتیں شہر میں کہ زوجہ عزیز اپنے نوجوان کو لبھاتی ہے اپنے نفس پر بیشک دلنشین ہو چکی ہے محبت زلیخا کے دل میں ہم تو اسے دیکھتے ہیں صراحۃً از خود رفتہ۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝

تو جب سنا زلیخا نے ان کا خفیہ چرچا تو بھیجا انہیں پیغام دعوت کھانے کا اور تیار کیں ان کے لیے مسندیں اور دیں ہر ایک کو ان میں سے چھریاں اور یوسف سے کہا نکلو یوسف تم ان پر تو جب دیکھا یوسف کو اس کی بڑائی کرنے لگیں اور کاٹ لیے اپنے ہاتھ اور بولیں حاشَ للہ یہ تو بشر نہیں یہ تو نہیں مگر فرشتہ ہے عزت والا۔

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝

بولی زلیخا تو اس پر تم مجھے ملامت کرتی تھیں اس کی محبت میں اور بے شک میں نے انہیں اپنی طرف بلایا تو انہوں نے اپنے کو معصوم ثابت کیا اور اگر نہ کریں گے وہ جو میں انہیں کہتی ہوں تو ضرور قید ہوں گے اور ہو جائیں گے ذلت والوں سے۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ

فرمایا یوسف نے اے میرے رب قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے جس کی طرف مجھے بلاتی ہیں اور نہیں اگر

عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝

تو نہ پھیرے گا مجھ سے ان کا مکر تو پھنس جاؤں گا ان کے جال میں اور نادانوں میں داخل ہوں گا۔

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

تو مستجاب فرمائی ان کے لیے ان کے رب نے دعا اور پھیر دیا اس سے ان کا مکر بے شک وہ سنتا اور جانتا ہے۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۝

پھر ظاہر کر دیں ان پر وہی نشانیاں جو دیکھ چکے تھے اور (بتا دیا) کہ ضرور برائے چندے قید میں ہوں۔

حلِ لغات چوتھا رکوع سورۂ یوسف پ۱۲

وَقَالَ۔ اور کہا	نِسْوَةٌ۔ عورتوں نے	فِي الْمَدِيْنَةِ۔ شہر میں	امْرَاَتُ۔ بیوی
الْعَزِيْزِ۔ عزیز کی	تُرَاوِدُ۔ پھسلاتی ہے	فَتٰىهَا۔ اپنے جوان کو	عَنْ نَّفْسِهٖ۔ اسکے نفس سے
قَدْ۔ بے شک	شَغَفَهَا۔ اسکے دل میں پہنچ گئی حُبًّا۔ محبت		اِنَّا۔ بے شک ہم
لَنَرٰىهَا۔ دیکھتی ہیں اسے	فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ صاف گمراہی میں		فَلَمَّا۔ پھر جب
سَمِعَتْ۔ سنی اس نے	بِمَكْرِهِنَّ۔ ان کی چال	اَرْسَلَتْ۔ تو بھیجا	اِلَيْهِنَّ۔ ان کی طرف
وَاَعْتَدَتْ۔ اور تیار کیں	لَهُنَّ۔ ان کے لیے	مُتَّكَاً۔ مسندیں	وَاٰتَتْ۔ اور دی
كُلَّ وَاحِدَةٍ۔ ہر ایک کو	مِّنْهُنَّ۔ ان میں سے	سِكِّيْنًا۔ چھری	وَّقَالَتِ۔ اور کہا
اخْرُجْ۔ نکل	عَلَيْهِنَّ۔ ان پر	فَلَمَّا۔ پھر جب	رَاَيْنَهٗ۔ انہوں نے دیکھا اسے
اَكْبَرْنَهٗ۔ اسکی بڑائی کی	وَقَطَّعْنَ۔ اور کاٹ لیے انہوں نے		اَيْدِيَهُنَّ۔ اپنے ہاتھ
وَقُلْنَ۔ اور کہا	حَاشَ۔ پاکی ہے	لِلّٰهِ۔ اللہ کو	مَا هٰذَا۔ نہیں یہ
بَشَرًا۔ انسان	اِنْ۔ نہیں ہے	هٰذَا۔ یہ	اِلَّا مَلَكٌ۔ مگر فرشتہ
كَرِيْمٌ۔ بزرگ	قَالَتْ۔ کہنے لگی	فَذٰلِكُنَّ۔ تو یہی ہے	الَّذِيْ۔ وہ جوان
لُمْتُنَّنِيْ۔ جو ملامت کرتی ہو تم	فِيْهِ۔ اس میں	وَلَقَدْ۔ اور بے شک	رَاوَدْتُّهٗ۔ میں نے اسے پھسلایا
عَنْ نَّفْسِهٖ۔ اسکی جان سے	فَاسْتَعْصَمَ۔ تو وہ بچا رہا		وَلَئِنْ۔ اور اگر
لَّمْ يَفْعَلْ۔ نہ کیا اس نے	مَا اٰمُرُهٗ۔ جو میں اسے حکم دیتی ہوں	لَيُسْجَنَنَّ۔ تو ضرور قید کیا جائے گا	
وَلَيَكُوْنًا۔ اور ہو جائے گا	مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ۔ ذلیل لوگوں سے		قَالَ۔ بولا

رَبِّ۔ اے میرے رب السِّجْنُ۔ قید خانہ اَحَبُّ۔ زیادہ پیارا ہے اِلَیَّ مجھے
مِمَّا۔ اس چیز سے یَدْعُوْنَنِیْٓ۔ جو بلاتی ہیں مجھے اِلَیْہِ۔ اس کی طرف
وَاِلَّا۔ اور اگر نہ تَصْرِفْ۔ پھیرے گا تو عَنِّیْ۔ مجھ سے کَیْدَھُنَّ۔ ان کا مکر
اَصْبُ۔ تو میں مائل ہونگا اِلَیْهِنَّ۔ ان کی طرف وَاَکُنْ۔ اور ہو جاؤں گا میں مِنَ الْجَاهِلِیْنَ۔ جاہلوں سے
فَاسْتَجَابَ۔ تو قبول کر لی دعا لَہٗ۔ اسکے لیے رَبُّہٗ۔ اس کے رب نے
فَصَرَفَ۔ تو پھیر دیا عَنْہُ۔ اس سے کَیْدَھُنَّ۔ ان کا مکر اِنَّہٗ۔ بے شک وہ
ھُوَالسَّمِیْعُ وہی ہے سننے والا الْعَلِیْمُ۔ جاننے والا ثُمَّ بَدَا۔ پھر ظاہر ہوا لَھُمْ۔ ان کے لیے
مِنْ بَعْدِ۔ بعد اس کے کہ مَارَاَوُا۔ دیکھی انہوں نے الْاٰیٰتِ۔ نشانیاں لَیَسْجُنُنَّہٗ۔ ضرور قید کریں اسے
حَتّٰی حِیْنٍ۔ ایک وقت تک۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۂ یوسف پ ۱۲

"وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ اور کہنے لگیں شہر مصر میں عورتیں کہ عزیز کی بیوی اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے بے شک اس کی (یوسف کی) محبت اس کے (زلیخا) کے دل میں بھر گئی ہے۔ ہم تو بے شک اسے (زلیخا کو) از خود رفتہ صریح پا رہی ہیں تو جب سنا (زلیخا نے) ان کا خفیہ چرچا تو بلا بھیجا ان عورتوں کو اور ان (عورتوں) کے لیے مسندیں تیار کیں اور دی ہر ایک کو ان (عورتوں سے) چھری اور کہا (زلیخا نے) نکل آ ان (عورتوں) پر تو جب ان عورتوں نے دیکھا (یوسف کو) تو اس کی بڑائی میں بول لیں اور کاٹ لیے (از خود رفتگی سے عورتوں نے) اپنے ہاتھ اور کہنے لگیں (سب عورتیں) سبحان اللہ یہ بشر نہیں یہ تو فرشتہ ہے معزز۔"

شرفاء مصر کی عورتوں میں یہ باتیں ہونے لگیں کہ عزیز مصر کی بیوی کو ایک جوان زر خرید کی محبت میں اپنے ننگ و ناموس اور عصمت و عفت کا بھی پاس نہ رہا اور وہ محبت غلام میں اتنی از خود رفتہ ہو چکی ہے کہ اب اس کی محبت علانیہ اس کی آشفتگی کا ڈھنڈورا پیٹ چکی ہے۔

یہ عورتیں شرفاء مصر کی تھیں۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ وہ چالیس تھیں۔ قِیْلَ کَانَتْ اَرْبَعِیْنَ اِمْرَاَۃً اور مقاتل سے مروی ہے کہ وہ پانچ تھیں۔ ایک امرأۃ خباز محل کی روٹی بنانے والے کی بیوی اور عزیز کے ساقی کی بیوی اور نواب محل شاہی کے چوکیدار کی بیوی اور قید خانہ کے داروغہ کی بیوی اور صاحب دواب آنے جانے والوں سے ملاقات کرانے والے کی بیوی۔

اور بقول کلبی وہ چار تھیں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کَوْنُ قَوْلِهِنَّ فِي الْمَدِيْنَةِ اِشَاعَةً وَّاِفْشَاءً فِيْهَا۔ کہ ان کی باتوں سے شہر میں یہ آواز شائع ہو گئی۔

بہرحال منصوص قطعی اتنا ضرور ہے کہ مصر کی عورتوں میں چرچا ہو گیا اور زلیخا نے انہیں اپنے یہاں مہمان بلا کر حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال دلآویز دکھایا اور انہوں نے ان چھریوں سے جو کھانے کے وقت وہاں کی تہذیب میں پھل یا لیموں تراشنے کو رکھی تھیں جمال حسن یوسف سے از خود رفتہ ہو کر لیموں کی بجائے اپنی انگلیاں تراش لیں۔

مجاہد سے ہے اِنَّ الطَّعَامَ يُجَزُّ جَزًّا بِالسِّكِّيْنِ وَاخْتَلَفُوْا فِيْ تَعْيِيْنِهٖ فَقِيْلَ كَانَ لَحْمًا وَكَانُوْا لَا يَنْهَشُوْنَ اللَّحْمَ اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَهٗ جَزًّا بِالسِّكِّيْنِ وَقِيْلَ كَانَ اُتْرُجًّا وَّمَوْزًا وَّبِطِّيْخًا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ یہ لوگ گوشت نوچ کر نہیں کھاتے تھے بلکہ چھری سے کاٹ کر کھاتے تھے اور اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں گوشت چھری سے کاٹ کر کھاتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ لیموں یا کیلا یا تربوز کاٹنے کے لیے چھری رکھی گئی۔

اور ان کی مہمانی میں مسندیں لگائی گئیں۔ دستر خوان سجایا گیا انواع واقسام کے اطعمہ لذیذہ اور نعمت پسندیدہ ان کے آگے رکھے گئے۔ عرب میں عموماً آج بھی کھانے کے وقت گوشت کی مسلم ران یا دنبہ رکھا جاتا ہے اور اسے کاٹنے کے لیے چھریاں مہمانوں کے سامنے ہوتی ہیں تاکہ گوشت اور میوہ کاٹنے میں آسانی رہے اور کھانے کے موقع پر تکیہ وغیرہ کے سہارے بیٹھنا متکبروں کا طریقہ تھا اسی وجہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث ابن ابی شیبہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں نَهَى النَّبِيُّ اَنْ يَّاْكُلَ الرَّجُلُ بِشِمَالِهٖ وَاَنْ يَّاْكُلَ مُتَّكِئًا۔

جب یہ تمام اہتمام ہو گیا اور تمام خواتین مصر دستر خوان پر جمع ہو گئیں تو زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مکلف لباس فاخرہ سے آراستہ کر کے۔

"وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا ان پر نکل آؤ۔"

پہلے تو آپ نے عورتوں میں آنے سے تامل فرمایا لیکن جب اصرار پر تاکید بڑھی تو اس کے بعد اندیشہ مخالفت سے آپ کو آنا ہی پڑا۔

"تو جب عورتوں نے دیکھا (یوسف کو) آپ کی بڑائی کرنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بولیں سبحان اللہ یہ تو بشر نہیں یہ تو معزز فرشتہ ہے۔"

یہ از خود رفتگی اور بے خودی خواتین مصر پر اس وجہ میں طاری و ساری ہوئی کہ انہوں نے حسن مصری تو

جو محض صباحت تک ہوتا ہے دیکھا ہوا تھا لیکن حسن صبیح کے ساتھ جمال عالم افروز اور انوار نبوت و رسالت کا کبھی معاینہ ومشاہدہ نہ کیا تھا اور اس جمال دلآویز کے ہوتے تو اضع و انکسار کے چار چاند علیحدہ چمک رہے تھے اور تو اضع و انکسار کی چاندنی میں ہیبت شاہانہ اور اقتدار دلربایانہ غرضکہ ایسی صباحت وجامعیت کا حسین اور ایسا جامع حسن ان کے تصور میں بھی نہ آیا تھا۔

دیکھتے ہی آنکھیں خیرہ ہو گئیں جہابت حسن سے لرزہ براندام لیموں یا کیلا یا ترپوز تراشتے تراشتے انگلیاں کاٹ بیٹھیں اور یہ حسن حسن عالمتاب محبوب وہاب سید اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن جہاں افروز کا تہائی حصہ تھا کما قال الحسن اِنَّہٗ اُعْطِیَ ثُلُثَ الْحُسْنِ۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اُعْطِیَ ھُوَ وَاُمُّہٗ شَطْرَ الْحُسْنِ ابن جریر ابو سعید خدری سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَاَیْتُ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ۔ حضور نے فرمایا میں نے یوسف علیہ السلام کا حسن ایسے دیکھا جیسے چودھویں کا چاند۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور یوسف علیہ السلام جب بازار مصر سے گذرتے تو چہرۂ زیبا کی شعاعیں دیواروں کو ایسے منور کر دیتیں جیسے سورج کا نور روشنی پھیلاتا ہے اور یہ حسن حضرت یوسف علیہ السلام کو آپ کی دادی حضرت سارہ سے حصہ میں آیا۔

اور ہماری سرکار ابد قرار سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن اتنا کامل و اکمل تھا کہ امام محمد بوصیری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں ؎

فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا یُظْھِرْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

تو ہمارے حضور فضیلتوں کے سورج ہیں اور حضور کے مقابلہ میں یوسف ہوں یا یونس عیسیٰ ہوں یا موسیٰ آدم ہوں یا یحییٰ تمام مثل ستاروں کے ہیں یہ سب نور بیزیاں کرتے رہے جب تک ہدایت کی شب رہی اور اس شمس ہدایت سراپا رحمت کے طلوع کے بعد کسی کا نور روشن نہ رہا نذر گیا اس لیے

کَالزَّھْرِ فِیْ تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِیْ شَرَفٍ وَالْبَحْرِ فِیْ کَرَمٍ وَالدَّھْرِ فِیْ ھِمَمٍ

وہ تازگی میں پھول ہیں اور شرف وبزرگی میں چودھویں کا چاند اور بخشش میں سمندر ہیں اور ہمتوں میں ایک زمانہ ہیں۔

ایسی جامعیت کسی کو نہ ملی نہ آگے مل سکتی ہے اس لیے کہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ان کی شان اعلیٰ میں فرمایا گیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

حسن یوسف پر کٹیں مصر میں انگشت زناں ۔۔۔ سر کٹاتے ہیں ترے عشق میں مردانِ عرب

اور زنانِ مصر نے اِنۡ ہٰذَآ اِلَّا مَلَکٌ کَرِیۡمٌ اس وجہ میں بھی کہا کہ یہ خواتین مصر کے عالی خاندان حسینہ و جمیلہ مخدرات عصمت تھیں اور شاہی مہمانی میں آتے ہوئے انہوں نے انواع و اقسام کے نفیس لباس ملبوس کیے ہوئے تھے۔ زیورات سے تمام کی تمام آراستہ و پیراستہ تھیں لیکن آپ نے کسی کی طرف بھی نظر نہ ڈالی اور قطعًا التفات نہ کیا۔ اس کے بعد زلیخا نے کہا جس کا تذکرہ آگے ارشاد ہے

"قَالَتۡ فَذٰلِکُنَّ الَّذِیۡ لُمۡتُنَّنِیۡ فِیۡہِ تو یہ وہ ہیں جن پر تم نے مجھے طعنہ دیا اور بے شک میں نے انہیں اپنے نفس کی طرف لُبھایا تو انہوں نے اپنی پاک دامنی کو بچایا اور اگر وہ نہ کریں گے جو میں انہیں کہتی ہوں تو ضرور قید کیے جائیں گے اور ضرور پڑیں گے وہ ذلت میں"۔

زلیخا نے زنانِ مصر سے کہا کہ اب تم نے دیکھ لیا کہ میرا از خود رفتۂ محبت ہونا اور ان پر شیفتہ ہونا کوئی تعجب ناک نہ تھا اور تم نے جو ملامت کی حق بجانب نہ تھی اور فَاسۡتَعۡصَمَ کے معنی آلوسی فرماتے ہیں فَامۡتَنَعَ عَمَّآ اَرَدۡتُ مِنۡہُ یعنی جو میں نے خواہش کی اس سے انکاری ہو گئے۔

"وَلَئِنۡ لَّمۡ یَفۡعَلۡ مَآ اٰمُرُہٗ اور اگر انہوں نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی اور کسی طرح میری طرف مائل نہ ہوئے تو ضرور قید کیے جائیں گے"۔

اس پر مصری عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے سفارش کی اور عرض کیا آپ زلیخا کا کہنا مان لیجئے ورنہ وہ آپ کے لیے فیصلہ کر چکی ہے کہ آپ کو جیل بھیجے۔ وہ کہتی ہے کہ جب یہ مجھ پر رحم نہیں کرتے، میرا دل لے کر میرے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور تیغ فراق سے میرا خون بہا رہے ہیں تو میں بھی یوسف کو چوروں، قاتلوں کے ساتھ جیل میں رکھوں گی تاکہ لذیذ کھانوں سے محروم رہیں آرام کی نیند انہیں بھی میسر نہ ہو جس طرح میں ہجر کے انگاروں پر لوٹ کر رات گذارتی ہوں۔ جدائی کی مصیبتیں جھیلتی ہوں صدمات کے ساتھ لیل و نہار گذارتی ہوں یہ بھی تو کچھ تکلیف اٹھائیں۔ میرے ساتھ حریر اور شاہانہ سریر پر انہیں عیش منظور نہیں تو قید خانہ میں چبھنے والے بوریے پر ننگے جسم سے لیٹ کر قدر عافیت معلوم کریں۔ یہ سب باتیں زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مواجہ میں کیں۔

آپ یہ سب کچھ سن کر مجلس سے اٹھ کر چلے تو مصری عورتیں سمجھانے بجھانے کے بہانہ آپ کے پیچھے آئیں اور بجائے حق زلیخا میں بولنے کے اپنی اپنی تمناؤں اور مرادوں کو پیش کرنے لگیں آپ ان کی ایسی بے حیا باتیں سن کر سخت برہم ہوئے (حسینی۔ خازن) اور دست بدعا ہوئے جس کا ذکر آگے ہے۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ۔ یوسف نے عرض کیا اے میرے رب قید خانہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس کام سے جس کی طرف بلاتی ہیں (زلیخا اور یہ عورتیں) اور اگر تو مجھ سے نہ پھیرے گا ان کا مکر تو میں ان کی طرف مائل ہو کر جاہلوں سے ہو جاؤں گا۔"

یعنی آپ نے بارگاہ رحمت میں عرض کیا کہ الٰہی اس سے مجھے قید اور قید خانہ زیادہ محبوب ہے جس فحش کاری کی طرف زلیخا مجھے بلا رہی ہے ان کے دام تزویر سے اگر تو نے مجھے نہ بچایا اور ان کے کید و مکر کو نہ پلٹا تو میں نادان جاہلوں میں ہو سکتا ہوں تو اب تو ہی مجھے اپنی عافیت اور پناہ میں لے۔

" فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ تو اس کے رب نے اس کی دعا مستجاب فرمائی اور اس سے پھیر دیا ان عورتوں کا مکر بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔"

واقعہ یہ ہے کہ زنان مصر تمام جتن کرنے کے بعد امید پوری ہونے سے مایوس ہو گئیں اور کامیابی کی کوئی شکل نظر نہ آئی تو سب نے زلیخا سے کہا اب مناسب یہی ہے کہ چند روز کے لیے انہیں قید خانہ بھیج دیا جائے تاکہ یوسف وہاں کی محنت و صعوبت دیکھ کر تمہارے پاس کی نعمت و راحت کی قدر کریں اور اس کے بعد شاید وہ تیری درخواست منظور کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

زلیخا کو اپنی نفسانی محبت کے پیش نظر زنان مصر کی یہ رائے پسند آئی اور عزیز مصر کے سامنے یہ مکر گانٹھا کہ غمگین صورت بنا کر بیٹھی اور عزیز کی طرف سے اس غم کی وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ اس عبری غلام کی وجہ سے میں بدنام و رسوا ہو گئی ہوں اس نے ہی ھِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ کہہ کر اپنے آپ کو بری کر لیا۔ اور تم نے بھی مجھے اِنَّ کَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ اور اِسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕیْنَ کہہ کر مجھ پر ہی جرم قائم کر دیا۔

عزیز مصر نے زلیخا کو تسلی دے کر پوچھا اب تو کیا چاہتی ہے؟

زلیخا نے کہا مجھے تو اس غلام سے اب نفرت ہو گئی ہے۔ لہٰذا میرا داغ مٹنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ اسے قید خانہ میں بند کر دیا جائے تاکہ جو مجھے ملعون کہہ چکی ہیں وہ سمجھ لیں کہ دراصل خطاکار یوسف ہے میں نہیں ہوں۔

عزیز مصر کے ذہن میں بھی یہ بات آ گئی اور اس نے یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ پھر انہیں یہی مناسب نظر آیا بعد اس کے کہ سب نشانیاں دیکھ چکے تھے کہ ضرور اس (یوسف) کو ایک مدت کے لیے قید میں ڈالیں۔"

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور آپ کو قید خانہ بھیج دیا۔

مضمون بالا علامہ آلوسی نے روح المعانی میں بایں عبارت تحریر فرمایا۔

فَقَدْ رُوِیَ اِنَّھُنَّ قُلْنَ لَہٗ اَطِعْ مَوْلَاتَكَ وَاقْضِ حَاجَتَهَا لِتَأْمَنَ مِنْ عُقُوْبَتِهَا فَاِنَّهَا الْمَظْلُوْمَةُ وَاَنْتَ الظَّالِمُ وَزَيَّنَّ لَہٗ مُطَاوَعَتَهَا۔

وَرُوِیَ اَنَّ كُلًّا مِّنْهُنَّ طَلَبَتِ الْخَلْوَةَ لِنَصِيْحَتِہٖ فَلَمَّا خَلَتْ بِہٖ دَعَتْهُ اِلٰى نَفْسِهَا۔

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْہِ سِرًّا تَسْاَلُہُ الزِّيَارَةَ فَاَشَارَ ذٰلِكَ اِلَيْهِنَّ لَاعَنْهُنَّ اَيْضًا دَعْوَتَہٗ اِلٰى اَنْفُسِهِنَّ صَرِيْحًا اَوْ اِشَارَةً۔

روایت کیا گیا ہے کہ ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا اپنی مالکہ کی فرمانبرداری کر اور اس کی حاجت پوری کر تاکہ تو اس کی سزا سے بچے وہ مظلوم ہے اور تو ہی ظالم ہے اور انہیں زلیخا کی فرمانبرداری کی ترغیب دلائی۔

یہ بھی روایت ہے کہ ان میں سے ہر ایک عورت نے خلوت طلب کی تاکہ اسے نصیحت کرے۔ جب وہ خلوت میں جاتی تو انہیں اپنے نفس کی طرف دعوت دیتی۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک عورت نے آپ کی طرف پوشیدہ پیغام بھیجا کہ میں زیارت کی طالب ہوں تو اس کا معلوم ہوا کہ بات تو زلیخا کی ہوتی لیکن ساتھ ہی صراحۃً یا اشارۃً اپنے نفس کی طرف بھی دعوت دیتی۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ کی تفسیر

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَاَبُو الشَّيْخِ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الْاٰيَاتِ فَقَالَ مَا سَاَلَنِیْ عَنْهَا اَحَدٌ قَبْلَكَ مِنَ الْاٰيَاتِ۔ قَدُّ الْقَمِيْصِ وَاَثَرُهَا فِیْ جَسَدِہٖ وَاَثَرُ السِّكِّيْنِ فَعَدَّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ الْاَثَرَ مِنَ الْاٰيَاتِ وَلَمْ يُذْكَرْ فِيْمَا سَبَقَ۔

عکرمہ فرماتے ہیں میں نے سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ کے متعلق سوال کیا کہ وہ نشانیاں عزیز مصر نے کیا دیکھی تھیں جن کے باوجود وہ بیوی کے مکر میں پھنسا اور قید خانہ میں آپ کو ڈال دیا تو آپ نے فرمایا اس سے پہلے مجھ سے ان نشانیوں کے متعلق کسی نے سوال نہیں کیا۔ قمیص کا پھاڑنا۔ اس کا اثر جسم مبارک پر ہونا۔ چھریوں کا واقعہ وغیرہ۔ شاہد بن کر طفل رضیع کا بولنا۔ یہ وہ نشانیاں تھیں جن کے دیکھنے کے بعد کوئی شبہ کی گنجائش باقی نہیں تھی مگر اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ کی وجہ سے عزیز مصر کی طرف سے یہ سب اقدام بے جا ہوئے۔ اور زلیخا کا عزیز سے اصرار کہ یوسف علیہ السلام

جیل بھیجے جائیں ورنہ میری رسوائی مٹ نہ سکے گی اس کا ماخذ یہ ہے۔

رُوِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا اِسْتَعْصَمَ عَنْھَا یَئِسَتْ مِنْہُ قَالَتْ لِلْعَزِیْزِ اِنَّ ھٰذَا الْغُلَامَ الْعِبْرَانِیَّ قَدْ فَضَحَنِیْ فِی النَّاسِ یُخْبِرُھُمْ بِاَنِّیْ رَاوَدْتُہٗ عَنْ نَفْسِہٖ فَاَبٰی وَیَصِفُ الْاَمْرَ حَسْبَمَا یَخْتَارُ وَاَنَا مَحْبُوْسَۃٌ مَحْجُوْبَۃٌ فَاِمَّا اَنْ تَاْذَنَ لِیْ فَاَخْرُجَ فَاَعْتَذِرَ اِلَی النَّاسِ وَاُکَذِّبَہٗ وَاِمَّا اَنْ تَحْبِسَہٗ کَمَا اِنِّیْ مَحْبُوْسَۃٌ فَحُبِسَ۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ اُمِرَ بِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَحُمِلَ عَلٰی حِمَارٍ وَضُرِبَ مَعَہُ الطَّبْلُ وَنُوْدِیَ عَلَیْہِ فِیْ اَسْوَاقِ مِصْرَ اَنَّ یُوْسُفَ الْعِبْرَانِیَّ رَاوَدَ سَیِّدَتَہٗ فَھٰذَا جَزَاؤُہٗ وَکَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا کَمَا قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ کُلَّمَا ذَکَرَ ھٰذَا بَکٰی۔

کہ جب یوسف علیہ السلام بدکرداری سے بچے رہے اور زلیخا مایوس ہوگئی تو اس نے عزیز سے کہا کہ اس عبرانی غلام نے یہ بتا کر کہ "اس عورت نے مجھے پھسلانا چاہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا" مجھے لوگوں میں بدنام کر دیا ہے اور اب وہ اپنی مرضی کے مطابق لوگوں کو بتاتا پھرتا ہے اور میں گھر میں بند ہوں یا تو مجھے بھی اجازت دے دو کہ میں بھی باہر نکل کر لوگوں میں اپنی بریت کروں اور اسے جھٹلاؤں اور یا پھر اسے بھی جیل میں بند کر دو جیسا کہ میں گھر میں بند ہوں" تو پھر آپ کو قید کیا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کے متعلق حکم دیا گیا تو ان کو گدھے پر سوار کیا گیا۔ اور ڈھول پیٹا گیا اور مصر کے بازاروں میں منادی کی گئی کہ یوسف عبرانی نے اپنی مالکہ کو ورغلانے کی کوشش کی اب اسے یہ سزا دی جا رہی ہے۔ تو ابو صالح کے قول کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہما جب بھی اس واقعہ کا ذکر کرتے تو رو پڑتے۔

آپ کی مدت قید میں مختلف روایات ہیں اس لیے کہ حین کی تقریباً تین مقدار ہیں۔

وَقِیْلَ الْحِیْنُ ھٰھُنَا خَمْسُ سِنِیْنَ۔ حین کا اطلاق پانچ سال پر ہوتا ہے۔

وَقِیْلَ بَلْ سَبْعٌ۔ ایک قول ہے کہ سات سال پر حین بولا جاتا ہے۔

وَقَالَ مُقَاتِلٌ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ حُبِسَ اِثْنَتَیْ عَشَرَۃَ سَنَۃً۔ مقاتل کہتے ہیں آپ بارہ سال تک محبوس رہے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع۔ یوسف۔ پ ۱۲

وَدَخَلَ مَعَہُ السِّجْنَ فَتَیٰنِ ط — اور داخل ہوئے اس کے (یوسف کے) ساتھ قید خانہ

قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ہیں دو جوان بولا ان دو کا ایک کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شراب نچوڑ رہا ہوں اور بولا دوسرا میں نے خواب میں دیکھا کہ اٹھائے ہوئے ہوں سر پر روٹیاں کہ کھا رہے ہیں پرندا س سے خبر دیجئے ہمیں اس کی تعبیر سے بے شک ہم دیکھ رہے ہیں آپ کو نیکو کار۔

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

فرمایا (یوسف نے) نہیں آئے گا تم دونوں کے پاس کھانا جو تمہیں ملا کرتا ہے مگر میں اس کی تعبیر بتا دوں گا اس سے قبل کہ آئے تمہارے پاس یہ دونوں تعبیریں اس سے ہیں جو میرے رب نے مجھے سکھائیں میں نے چھوڑا دین اس قوم کا جو اللہ پر ایمان نہ لائیں اور وہ آخرت سے منکر ہیں۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَي النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

اور میں نے پیروی کی ملت اپنے دادا کی ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کی نہیں زیبا ہمیں کہ شریک کریں اللہ کے ساتھ کسی چیز کو یہ اللہ کا فضل ہے جو ہمارے اوپر اور لوگوں پر ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر گزار نہیں۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۭ

اے دونوں میرے قید خانہ کے ساتھیو کیا متفرق خدا بہتر ہے یا اللہ واحد قہار۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَاۗءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

نہیں پوجتے تم اللہ کے سوا مگر چند نام جو گھڑ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہیں اتاری اللہ نے ان کی کوئی سند حکم نہیں مگر اللہ کا حکم دیا اس نے کہ نہ پوجو مگر اسی کو یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ

اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو تم میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا اور دوسرا وہ سولی

الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ؕ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ز فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ؕ

دیا جائے تو کھائیں گے پرند اس کا سر حکم ہو چکا جس کا تم سوال کرتے ہو۔ اور فرمایا (یوسف نے) اسے جس کے متعلق گمان کیا کہ وہ نجات پائے گا میرا تذکرہ اپنے بادشاہ سے کرنا تو بھلا دیا اسے شیطان نے بادشاہ سے ذکر کرنے کو تو رہے (یوسف) جیل میں چند سال۔

حلِّ لغات پانچواں رکوع۔ یوسف۔ پ۱۲

وَدَخَلَ۔ اور داخل ہوئے	مَعَهُ۔ اس کے ساتھ	السِّجْنَ۔ قید خانہ میں	فَتَيٰنِ۔ دو نوجوان
قَالَ۔ کہا	اَحَدُهُمَا۔ ایک نے ان دونوں سے		اِنِّيْ۔ بے شک میں
اَرٰىنِيْ۔ دیکھتا ہوں اپنے کو	اَعْصِرُ۔ کہ نچوڑتا ہوں	خَمْرًا۔ شراب	وَقَالَ۔ اور کہا
الْاٰخَرُ۔ دوسرے نے	اِنِّيْ۔ بیشک میں	اَرٰىنِيْ۔ دیکھتا ہوں اپنے کو	اَحْمِلُ۔ کہ اٹھائی ہیں میں نے
فَوْقَ۔ اوپر	رَاْسِيْ۔ اپنے سر کے	خُبْزًا۔ روٹیاں	تَاْكُلُ۔ کھاتے ہیں
الطَّيْرُ۔ پرندے	مِنْهُ۔ اس سے	نَبِّئْنَا۔ بتا ہم کو	بِتَاْوِيْلِهٖ۔ اس کی تعبیر
اِنَّا۔ بیشک ہم	نَرٰىكَ۔ دیکھتے ہیں تجھے	مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ نیک لوگوں سے	
قَالَ۔ فرمایا	لَا يَاْتِيْكُمَا۔ نہیں آئے گا تمہارے پاس		طَعَامٌ۔ کھانا
تُرْزَقٰنِهٖ۔ جو تمہیں دیا جاتا ہے		اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا۔ مگر بتا دوں گا میں تم دونوں کو	
بِتَاْوِيْلِهٖ۔ اس کی تعبیر	قَبْلَ۔ پہلے	اَنْ۔ اس سے کہ	يَّاْتِيَكُمَا۔ آئے تمہارے پاس
ذٰلِكُمَا۔ یہ	مِمَّا۔ اس سے ہے	عَلَّمَنِيْ۔ جو سکھایا مجھے	رَبِّيْ۔ میرے رب نے
اِنِّيْ۔ بے شک میں نے	تَرَكْتُ۔ چھوڑ دیا ہے	مِلَّةَ۔ مذہب	قَوْمٍ۔ اس قوم کا
لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ جو نہیں ایمان لاتے		بِاللّٰهِ۔ اللہ پر	وَهُمْ۔ اور وہ
بِالْاٰخِرَةِ۔ آخرت سے	هُمْ۔ وہ	كٰفِرُوْنَ۔ منکر ہیں	وَاتَّبَعْتُ۔ اور میں نے پیروی کی
مِلَّةَ۔ مذہب	اٰبَآءِيْ۔ اپنے باپ دادا	اِبْرٰهِيْمَ۔ ابراہیم	وَاِسْحٰقَ۔ اور اسحٰق
وَيَعْقُوْبَ۔ اور یعقوب کی	مَا كَانَ۔ نہیں ہے	لَنَآ۔ ہمارے لیے	اَنْ۔ یہ کہ
نُّشْرِكَ۔ شریک ٹھہرائیں ہم	بِاللّٰهِ۔ اللہ کے ساتھ	مِنْ شَيْءٍ۔ کسی چیز کو	ذٰلِكَ۔ یہ

مِنْ فَضْلِ۔ فضل سے اللّٰہِ۔ اللہ کا عَلَیْنَا۔ ہم پر وَعَلَی۔ اور اوپر
النَّاسِ۔ لوگوں کے وَلٰکِنَّ۔ اور لیکن اَکْثَرَ۔ اکثر النَّاسِ۔ لوگ
لَا یَشْکُرُوْنَ۔ نہیں شکر کرتے یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اے میرے قید خانے کے ساتھیو
ءَاَرْبَابٌ۔ کیا رب مُتَفَرِّقُوْنَ۔ بہت سے خَیْرٌ۔ بہتر ہیں اَمِ۔ یا
اللّٰہُ۔ اللہ اَلْوَاحِدُ۔ اکیلا اَلْقَهَّارُ۔ زبردست مَا۔ نہیں
تَعْبُدُوْنَ۔ پوجتے تم مِنْ دُوْنِهٖ۔ اس کے سوا اِلَّا۔ مگر اَسْمَآءً۔ ناموں کی
سَمَّیْتُمُوْهَا۔ جو نام رکھے اس کے اَنْتُمْ۔ تم نے وَاٰبَآؤُكُمْ اور تمہارے باپوں نے
مَا۔ نہیں اَنْزَلَ۔ اتاری اللّٰہُ۔ اللہ نے بِهَا۔ اس کی
مِنْ سُلْطَانٍ۔ کوئی دلیل اِنِ۔ نہیں ہے اَلْحُكْمُ۔ حکم
اِلَّا لِلّٰهِ۔ مگر اللہ کا اَمَرَ۔ حکم دیا اس نے اَلَّا۔ یہ کہ نہ تَعْبُدُوْا۔ پوجو تم
اِلَّا۔ مگر اِیَّاهُ۔ اسی کو ذٰلِكَ۔ یہ ہے الدِّیْنُ۔ دین
اَلْقَیِّمُ۔ سیدھا وَلٰكِنَّ۔ اور لیکن اَكْثَرَ۔ اکثر النَّاسِ۔ لوگ
لَا یَعْلَمُوْنَ۔ نہیں جانتے یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اے قید خانے کے ساتھیو اَمَّا۔ لیکن
اَحَدُكُمَا۔ ایک تم میں سے فَیَسْقِیْ۔ پلائے گا رَبَّهٗ۔ اپنے مالک کو خَمْرًا۔ شراب
وَاَمَّا۔ اور پھر اَلْاٰخَرُ۔ دوسرا فَیُصْلَبُ۔ سو وہ سولی دیا جائیگا فَتَاْكُلُ۔ تو کھائیں گے
الطَّیْرُ۔ پرندے مِنْ رَّاْسِهٖ۔ اسکے سر سے قُضِیَ۔ فیصلہ ہو گیا الْاَمْرُ۔ کام کا
الَّذِیْ۔ وہ فِیْهِ۔ جس میں تَسْتَفْتِیٰنِ۔ تم جواب مانگتے تھے
وَقَالَ۔ اور کہا لِلَّذِیْ۔ اس کو ظَنَّ۔ جو خیال کیا اَنَّهٗ۔ کہ وہ
نَاجٍ۔ نجات پانے والا ہے مِّنْهُمَا۔ ان میں سے اذْكُرْنِیْ۔ ذکر کرنا میرا عِنْدَ۔ نزدیک
رَبِّكَ۔ اپنے مالک کے فَاَنْسٰهُ۔ تو بھلا دیا اسے الشَّیْطٰنُ۔ شیطان نے ذِكْرَ۔ ذکر کرنا
رَبِّهٖ۔ اپنے مالک سے فَلَبِثَ۔ تو ٹھہرا فِی السِّجْنِ۔ قید خانہ میں بِضْعَ۔ چند
سِنِیْنَ۔ سال۔

مختصر تفسیر پانچواں رکوع۔ سورۂ یوسف۔ پ ۱۲

"وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَیٰنِ۔ اور داخل ہوئے اس (یوسف) کے ساتھ جیل میں دو نوجوان

بولا ایک ان دو کا میں نے خواب میں دیکھا کہ شراب نچوڑ رہا ہوں اور کہا دوسرے نے میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر روٹیاں ہیں اٹھائے ہوئے ہوں جس سے پرندے کھاتے ہیں بتائیں ہمیں تعبیر بیشک ہم آپ کو دیکھتے ہیں نیکو کاروں سے"۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہی دو جوان اور جیل گئے۔ آلوسی فرماتے ہیں۔

غُلَامَانِ كَانَا لِلْمَلِكِ الْاَكْبَرِ الرَّيَّانِ بْنِ الْوَلِيْدِ اَحَدُهُمَا خَبَّازُهٗ وَصَاحِبُ طَعَامِهٖ وَالْاٰخَرُ سَاقِيْهِ وَصَاحِبُ شَرَابِهٖ وَكَانَ قَدْ غَضِبَ عَلَيْهِمَا بِسَبَبِ اَنَّ جَمَاعَةً مِّنْ اَشْرَافِ مِصْرَ اَرَادُوا الْمَكْرَ بِالْمَلِكِ وَاَغْتِيَالَهٗ فَضَمِنُوا لَهُمَا مَالًا عَلٰى اَنْ يَّسُمَّاهُ فِيْ طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ فَاَجَابَا اِلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ اِنَّ السَّاقِيَ نَدِمَ فَرَجَعَ عَنْ ذٰلِكَ وَقَبِلَ الْخَبَّازُ الرِّشْوَةَ وَسَمَّ الطَّعَامَ فَلَمَّا حَضَرَ بَيْنَ يَدَيِ الْمَلِكِ الطَّعَامُ۔

قَالَ السَّاقِيْ لَا تَاْكُلْ اَيُّهَا الْمَلِكُ فَاِنَّ الطَّعَامَ مَسْمُوْمٌ

وَقَالَ الْخَبَّازُ لَا تَشْرَبْ فَاِنَّ الشَّرَابَ مَسْمُوْمٌ۔

فَقَالَ لِلسَّاقِيْ اِشْرَبْهُ فَشَرِبَهٗ فَلَمْ يَضُرَّهٗ۔

وَقَالَ لِلْخَبَّازِ كُلْ مِنْ طَعَامِكَ فَاَبٰى فَاَطْعَمَ مِنْ ذٰلِكَ لِدَابَّتِهٖ فَهَلَكَتْ۔

فَاَمَرَ الْمَلِكُ بِحَبْسِهِمَا فَاتَّفَقَ اَنْ اُدْخِلَا مَعَهُ السِّجْنَ۔

یہ دونوں جوان بڑے بادشاہ ریان بن ولید کے ملازم تھے۔ ایک ان میں سے مہتمم مطبخ تھا اور دوسرا اس کا ساقی۔

اور ان دونوں پر بادشاہ ریان غضب ناک ہوگیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ایک جماعت نے اشراف مصر سے بادشاہ ریان کے لیے خفیہ تدبیر کرکے زہر دینا چاہا تھا اور ساقی و خباز سے ساز باز کی اور ذمہ لیا کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو انہیں کافی مال دیا جائے گا بشرطیکہ کھانے اور پینے میں شراب کے ذریعہ زہر دیں۔ دونوں لالچ میں آگئے اور اقرار کر لیا۔ پھر ساقی کو یہ فعل برا محسوس ہوا اور اپنے دل ہی دل میں نادم ہو کر اس ارادہ سے رک گیا۔

اور خباز داروغہ مطبخ نے رشوۃ قبول کر لی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔

جب کھانا بادشاہ کے پیش ہوا تو ساقی نے عرض کیا لَا تَاْكُلْ اَيُّهَا الْمَلِكُ فَاِنَّ الطَّعَامَ مَسْمُوْمٌ حضور یہ کھانا نہ کھائیں اس لیے کہ زہر ملا ہے۔

اس پر خباز داروغہ مطبخ بولا جہاں پناہ شراب بھی نہ پئیں اس لیے کہ یہ زہر ملی ہے۔

بادشاہ نے ساقی کو حکم دیا کہ تو یہ شراب پی اس نے بلا تکلف پی لی اسے کچھ نقصان بھی نہ ہوا۔
پھر داروغہ مطبخ کو حکم ہوا کہ تو یہ کھانا کھا اس نے انکار کیا تو وہ کھانا جانور کو کھلایا گیا تو وہ مر گیا بادشاہ نے دونوں کو قید کا حکم دے دیا اور اس پر اتفاق ہوا کہ ان دونوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہی جیل بھیج دیا جائے۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام اور اوشان اور مرطش ایک ہی جیل میں بھیج دیے گئے۔
اور اس میں ایک یہ بھی حکمت تھی کہ جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے حکم جیل سنا تو ان کے دل میں آپ کی محبت جوش مار رہی تھی اور ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ جہاں ان کے محبوب ہیں وہاں ہی یہ بھی ہوں۔

چنانچہ ابن اسحق وغیرہ سے مروی ہے اِنَّهُمَا لَمَّا رَأَيَاهُ قَالَا لَهٗ يَا فَتٰى لَقَدْ وَاللّٰهِ اَحْبَبْنَاكَ حِيْنَ رَأَيْنَاكَ فَقَالَ لَهُمَا عَلَيْهِ السَّلَامُ اُنْشِدُكُمَا اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ لَّا تُحِبَّانِيْ فَوَاللّٰهِ مَا اَحَبَّنِيْ اَحَدٌ قَطُّ اِلَّا دَخَلَ عَلَيَّ مِنْ حُبِّهٖ بَلَاءٌ۔ لَقَدْ اَحَبَّتْنِيْ عَمَّتِيْ فَدَخَلَ عَلَيَّ مِنْ حُبِّهَا بَلَاءٌ۔ ثُمَّ اَحَبَّنِيْ اَبِيْ فَدَخَلَ عَلَيَّ مِنْ حُبِّهٖ بَلَاءٌ ثُمَّ اَحَبَّتْنِيْ زَوْجَةُ صَاحِبِيْ هٰذَا فَدَخَلَ عَلَيَّ بِحُبِّهَا اِيَّايَ بَلَاءٌ فَلَا تُحِبَّانِيْ بَارَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْكُمَا فَاَبَيَا اِلَّا حُبَّهٗ وَاللّٰهِ حَيْثُ كَانَ۔

جب ان دونوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو کہنے لگے اے شہزادے خدا کی قسم جب ہم نے آپ کو دیکھا تھا ہمارے دل میں آپ محبوب ہو گئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں سے فرمایا میں تم دونوں کو قسم دیتا ہوں کہ مجھ سے محبت نہ کرنا خدا کی قسم مجھ سے کبھی کسی نے محبت نہ کی مگر میری محبت سے اس پر بلا آئی۔

میری پھوپھی نے مجھ سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان پر بلاء ہجرت آئی۔
پھر میرے ابا جان نے مجھ سے محبت کی تو ان پر اس محبت سے بلاء مفارقت آئی۔
پھر مجھ سے ملک عزیز کی بیوی نے محبت کی تو وہ بھی میری محبت سے بلا میں پھنس گئی۔
تو تم مجھ سے محبت نہ کرو اللہ تمہاری زندگی میں برکت دے تو دونوں نے ترک محبت سے انکار کیا اور کہا جہاں بھی آپ ہوں گے ہم آپ سے محبت کریں گے۔
قَالَ اَحَدُهُمَا۔ یعنی ساقی بولا میں نے خواب میں دیکھا کہ اَعْصِرُ خَمْرًا میں انگور نچوڑ رہا ہوں اور خواب کی اس طرح صورت بیان کی۔
رَاَيْتُ حَبَلَةً مِّنْ كَرْمٍ حَسَنَةٍ لَهَا ثَلَاثَةُ اَغْصَانٍ فِيْهَا عَنَاقِيْدُ عِنَبٍ فَكُنْتُ اَعْصِرُهَا

وَاَسْقِی الْمَلِکَ وَسَمَّاهُ بِمَا یَؤُوْلُ اِلَیْہِ لِاَنَّ الْخَمْرَ مِمَّا لَا یُعْصَرُ اِذْ عَصْرُ الشَّیْءِ اِخْرَاجُ مَا فِیْہِ مِنَ الْمَائِعِ بِقُوَّۃٍ۔

میں نے خواب میں انگور کا پودا دیکھا جس میں نہایت اعلیٰ درجہ کے انگور ہیں اور ان کے تین خوشے ہیں تو میں انہیں نچوڑ رہا ہوں اور ملک ریان کو پلا رہا ہوں اور لفظ خمر سے مراد عصارہ انگور ہے اور عصارۂ عنب کو خمر کے ساتھ مؤول کیا جاتا ہے۔

وَقِیْلَ الْخَمْرُ بِلُغَۃِ غَسَّانَ اِسْمٌ لِلْعِنَبِ۔ ایک قول ہے کہ خمر لغت غسان ہے اور یہ نام انگور کا ہے وَقِیْلَ فِیْ لُغَۃِ اَذْرُعَاتَ قَالَ الْمُعْتَمِرُ لَقِیْتُ اَعْرَابِیًّا یَحْمِلُ عِنَبًا فِیْ وِعَاءٍ فَقُلْتُ مَا تَحْمِلُ قَالَ خَمْرًا اَرَادَ الْعِنَبَ۔ لغت اذرعان یعنی کاشتکاروں کی زبان میں خمر انگور کو کہتے ہیں علامہ معتمر کہتے ہیں میں ایک بدو سے ملا جو انگور لیے جا رہا تھا ایک برتن میں تو میں نے کہا کیا لے جا رہا ہے تو اس نے کہا خمر اور اس سے مراد انگور تھے۔

اور دوسرا جوان کہنے لگا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھا کر جا رہا ہوں اور ان روٹیوں سے پرند کھاتے ہیں ہمیں اس کی تعبیر دیجئے ہم آپ کو نیکوکار دیکھتے ہیں۔

پہلا اوشان ساقی بادشاہ تھا جس کا خواب بیان ہو چکا اور یہ دوسرا داروغۂ مطبخ تھا جس کا نام مرطش تھا۔

رُوِیَ اَنَّہٗ قَالَ رَاَیْتُ اَنِّیْ اَخْرُجُ مِنْ مَطْبَخَۃِ الْمَلِکِ وَعَلٰی رَاْسِیْ ثَلَاثُ سِلَالٍ فِیْہَا خُبْزٌ وَالطَّیْرُ تَاْکُلُ مِنْ اَعْلَاہُ۔ مرطش نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ میں شاہی مطبخ سے نکلا اور میرے سر پر تین طشت تھے جن میں روٹیاں تھیں اور پرندا اوپر سے کھا رہے تھے اس کی تعبیر ہمیں دیجئے۔

سلال کا لفظ توسّل سے ہے جیسے ٹرے یا خوان کہتے ہیں منتہی الارب میں ہے سَلّ جمعہ سلال طعام وجز آں در وے نہند۔

اِنَّا نَرَاکَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ کے معنی میں آلوسی لکھتے ہیں اَیْ مِنَ الَّذِیْنَ یُحْسِنُوْنَ تَاْوِیْلَ الرُّؤْیَا۔ یعنی ہم آپ کو ان میں سے دیکھتے ہیں جو تاویل رؤیا اچھی طرح بیان کریں۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ آپ روزہ دار رہتے ہیں اور شب بیداری کرتے ہیں۔ جیل میں جو بیمار ہو اس کی عیادت فرماتے ہیں جب کوئی تنگدست ہو اس کی مدد فرماتے ہیں۔

اور یہ اس وجہ میں انہیں یقین ہوا کہ کَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ حِیْنَ دَخَلَ السِّجْنَ قَدْ قَالَ اِنِّیْ اَعْبُرُ الرُّؤْیَا وَاُجِیْدُ وَمِنَ الْعُلَمَاءِ کَمَا فِیْ قَوْلِ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ قِیْمَۃُ کُلِّ امْرِءٍ مَا یُحْسِنُہٗ وَذٰلِکَ

لَمَّا سَمِعَاهُ يَذْكُرُ لِلنَّاسِ مَا يَدُلُّ عَلٰى عِلْمِهٖ وَفَضْلِهٖ۔ اس کا خلاصہ مفہوم سعدی علیہ الرحمتہ کے اس شعر سے نکلتا ہے۔ ؎

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد — عیب و ہنرش نہفتہ باشد

"قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖ۔ فرمایا (یوسف نے) نہیں آئے گا تمہارے پاس کھانا جو تمہیں رزق دیا جاتا ہے مگر میں تمہیں اس کی تعبیر اس کے آنے سے قبل تمہیں بتا دوں گا یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے"۔

اس آیت کریمہ میں اس امر کا اظہار ہے کہ حضرت نے تعبیر سے قبل اپنے کمال نبوت کا اظہار اور توحید کے فضائل بیان کرنا شروع کر دیے اور اس امر کا اظہار فرما دیا کہ تم مجھے جن ظاہری امور سے میرا وزن کر رہے ہو میرا درجہ علم و عمل میں اس سے کہیں زیادہ ہے اور علم تعبیر اگرچہ ایک ظنی علم ہے لیکن نبی کی تعبیر ظنی نہیں ہوتی بلکہ علم غیب کی روشنی کی وجہ میں قطعی ہوتی ہے۔

جسے اللہ تعالے علوم غیبی عطا فرمائے اس سے تعبیر خواب سن کر محض خواب و خیال کا ظنی الجھاؤ نہیں رکھنا چاہیئے بلکہ وہ تعبیر جو نبی کی زبان سے نکلتی ہے وہ قطعی، اذعانی اور یقینی ہوتی ہے جبھی تو حضرت نے تعبیر دے کر قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ فرما دیا اور چونکہ آپ کے علم میں آچکا تھا کہ ایک بری ہوگا اور دوسرا سولی پر چڑھایا جائے گا۔ تو آپ نے پہلے تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کیا اور فرمایا۔ (مدارک وخازن)

"اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ بیشک میں نے نہ مانا دین اس قوم کا جو ایمان باللہ سے منحرف ہے اور آخرت سے انکار کرتی ہے اور میں نے اختیار کیا دین اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کا ہمیں زیبا نہیں کہ ہم شرک کریں اللہ کے ساتھ ذرہ بھر یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر گذار نہیں"۔

اپنی شان نبوت کا اظہار فرما کر یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ ہم خاندان نبوت سے ہیں اور ہمارے آباؤ اجداد سب نبی ہیں اور شرک سے اجتناب توحید کے ساتھ اعتراف کرنے کو دین حق ثابت فرما کر دونوں جیل کے ساتھیوں کو مزید عقلی نظریہ سے افہام تفہیم کی اور فرمایا۔

"يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ۔ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! اپنی عقل سے بتاؤ کیا علیحدہ علیحدہ متفرق خدا اچھے یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔ تم نہیں پوجتے اللہ کے سوا مگر چند نام گھڑے ہوئے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لیے اللہ نے نہیں اتاری ان کی کوئی سند (باد

رکھو، حکم تو صرف اور صرف اللہ ہی کا ہے اس نے حکم دیا ہے کہ نہ پوجا جائے اس کے سوا کوئی یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔

اور اس کی پرستش کی بجائے ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر خواب کی طرف توجہ فرمائی اور اس طرح ارشاد ہوا۔

"یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اے قید خانہ کے ساتھیو تم میں ایک تو اپنے بادشاہ کو عصارۂ عنب پلائے گا۔ رہا دوسرا وہ سولی دیا جائے گا تو پرندے اس کے سر سے کھائیں گے قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْہِ تَسْتَفْتِیَانِ فیصلہ ہو چکا ہے اس معاملہ کا جس کی بابت تم تعبیر پوچھ رہے ہو"۔

یہ سن کر وہ دونوں قیدی ہنسنے لگے اور بولے حضرت ہم نے تو خواب دیکھا ہی نہیں تھا ہم تو امتحاناً بنا کر خواب سنا رہے تھے اور ہنسی کر رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا تم نے دیکھا یا نہ دیکھا اب یاد رکھو ہونا ایسا ہی ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا وہ حکم الٰہی اٹل ہے حتیٰ کہ آپ نے اپنے علم لدنی کے تیقن پر اسے مخاطب کر کے فرما بھی دیا جس کے بری ہونے کی پیشگوئی آپ فرما چکے تھے چنانچہ ارشاد ہے۔

" وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّہٗ نَاجٍ اور فرمایا (یوسف نے) اسے جس کے بری ہونے پر آپ کو یقین تھا کہ اپنے بادشاہ سے ہمارا ذکر کرنا تو شیطان نے اسے بھلا دیا ذکر کرنا تو یوسف چند سال جیل ہی میں رہے"۔

چنانچہ وہ ساقی اپنی ملازمت پر بحال ہو کر حضرت کا وعدہ ایسا بھولا کہ خیال بھی نہ آیا اور دوسرا داروغہ مطبخ صلیب دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام سات برس جیل میں رہے۔

ایک قول ہے کہ پانچ برس رہے۔

ایک قول ہے بارہ سال رہے۔

اس کی تحقیق یہ ہے کہ اَلْبِضْعُ مَا بَیْنَ الثَّلٰثِ اِلَی التِّسْعِ کَمَا رُوِیَ عَنْ قَتَادَۃَ وَعَنْ مُجَاھِدٍ اِنَّہٗ مِنَ الثَّلٰثِ اِلَی التِّسْعِ۔ لفظ بضع تین سال سے نو سال تک پر استعمال ہوتا ہے۔

ابو عبیدہ کے نزدیک ایک سے دس سال تک پر بضع بولا جاتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ سات آپ کے ٹھہرنے کی مدت ہے اور آپ اس سے قبل پانچ سال رہ چکے تھے تو کل مدت بارہ سال ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ

اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنِ اسْتَنْقَذَکَ مِنَ الْقَتْلِ حِیْنَ ھَمَّ اِخْوَتُکَ اَنْ یَقْتُلُوْکَ قَالَ اَنْتَ یَارَبِّ۔

قَالَ فَمَنِ اسْتَنْقَذَكَ مِنَ الْجُبِّ اِذْ اَلْقَوْكَ فِيْهِ قَالَ اَنْتَ يَا رَبِّ۔
قَالَ فَمَنِ اسْتَنْقَذَكَ مِنَ الْمَرْاَةِ اِذْ هَمَّتْ بِكَ قَالَ اَنْتَ يَا رَبِّ۔
قَالَ فَمَا بَالُكَ نَسِيْتَنِيْ وَذَكَرْتَ اٰدَمِيًّا قَالَ يَا رَبِّ كَلِمَةٌ تَكَلَّمَ بِهَا لِسَانِيْ۔
قَالَ وَعِزَّتِيْ لَاُدْخِلَنَّكَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ۔

اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وحی کی کہ کس نے تمہیں قتل سے بچایا جب تمہارے بھائی تمہارے قتل پر آمادہ ہو گئے تھے۔ عرض کی تو نے اے میرے رب۔

فرمایا پھر کس نے تمہیں کنوئیں میں بچایا جب تمہیں اس میں ڈالا تھا۔ عرض کی تو نے اے میرے رب۔

فرمایا پھر کس نے تمہیں بچایا اس عورت سے جو تمہاری طرف آمادہ ہو گئی تھی۔ عرض کی تو نے اے میرے رب۔

فرمایا تو تمہارا کیا حال ہے کہ مجھے بھول کر ایک آدمی سے مدد لینے ہو۔ عرض کیا الٰہی یہ وہ کلمے ہیں جو میری زبان نے کہے۔

فرمایا تو اب مجھے میری عزت و جلال کی قسم تمہیں جیل میں بضع سنین داخل رکھوں گا۔ بضع کی تعریف پہلے بیان ہو چکی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع۔ یوسف۔ پ ۱۲

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ۝

اور کہا بادشاہ نے میں نے خواب میں دیکھی ہیں سات گائیں فربہ کہ انہیں سات گائیں دبلی کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری اور دوسری سات سوکھی۔ اے درباریو جواب دو مجھے میری خواب میں اگر تم ہو خوابوں کی تعبیر والے۔

قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ۝

بولے پریشان خواب ہیں اور ہم نہیں تعبیر خواب پریشان کے عالم۔

وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝

اور بولا وہ جوان جو بری ہوا دو میں سے اور یاد آیا اسے ایک مدت کے بعد۔ میں تعبیر دوں گا تمہیں۔ تو مجھے بھیجو۔

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ

اے یوسف اے سچے ہمیں تعبیر دو سات گائیں فربہ کہ

بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّيْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝

کھا رہی ہیں انہیں سات دبلی گائیں اور سات بالیں ہری اور دوسری سوکھی تاکہ واپس ہو کر لوگوں کی طرف جاؤں شاید وہ آگاہ ہوں۔

فرمایا کاشت کرو گے تم سات برس متواتر تو جو کاٹو اسے بالوں میں رہنے دو مگر تھوڑا جو کھا سکو۔

پھر آئے گا اس کے بعد سات سال کا زمانہ سخت کہ کہ کھا جائیں گے جو پہلے تم نے جمع کیا مگر تھوڑا جو تم بچا لو۔

پھر آئے گا اس کے بعد ایک سال کہ مینہ برسے گا لوگوں پر اور اس میں (پھلوں سے) رس نچوڑیں گے۔

حل لغات چھٹا رکوع۔ سورۂ یوسف۔ پ۱۲

وَقَالَ۔ اور کہا	اَلْمَلِكُ۔ بادشاہ نے	اِنِّیْٓ۔ بیشک میں نے	اَرٰی۔ دیکھی ہیں
سَبْعَ۔ سات	بَقَرٰتٍ۔ گائیں	سِمَانٍ۔ موٹی	يَّاْكُلُهُنَّ۔ کھاتی ہیں انکو
سَبْعٌ۔ سات	عِجَافٌ۔ دبلی	وَّسَبْعَ۔ اور سات	سُنْۢبُلٰتٍ۔ بالیاں
خُضْرٍ۔ سبز	وَّاُخَرَ۔ اور دوسری	يٰبِسٰتٍ۔ خشک	يٰٓاَيُّهَا۔ اے
الْمَلَاُ۔ سردارو	اَفْتُوْنِیْ۔ جواب دو مجھے	فِیْ رُءْيَایَ۔ میری خواب میں	
اِنْ كُنْتُمْ۔ اگر ہو تم	لِلرُّءْيَا۔ خواب کی	تَعْبُرُوْنَ۔ تعبیر کرتے	قَالُوْٓا۔ بولے
اَضْغَاثُ۔ پریشان	اَحْلَامٍ۔ خواب ہیں	وَمَا نَحْنُ۔ اور نہیں ہم	بِتَاْوِيْلِ۔ تعبیر
الْاَحْلَامِ۔ پریشان خواب کی	بِعٰلِمِيْنَ۔ جاننے والے	وَقَالَ۔ اور کہا	الَّذِیْ۔ جس نے
نَجَا۔ نجات پائی تھی	مِنْهُمَا۔ ان دو میں سے	وَادَّكَرَ۔ اور یاد کیا	بَعْدَ۔ بعد
اُمَّةٍ۔ ایک مدت کے	اَنَا۔ میں	اُنَبِّئُكُمْ۔ خبر دیتا ہوں تم کو	بِتَاْوِيْلِهٖ۔ اس کی تعبیر کی
فَاَرْسِلُوْنِ۔ سو مجھے بھیجو	يُوْسُفُ۔ اے یوسف	اَيُّهَا۔ اے	الصِّدِّيْقُ۔ سچے
اَفْتِنَا۔ بتا ہمیں	فِیْ سَبْعِ۔ سات	بَقَرٰتٍ۔ گایوں	سِمَانٍ۔ موٹی ہیں
يَّاْكُلُهُنَّ۔ کھاتی ہیں انکو	سَبْعٌ۔ سات	عِجَافٌ۔ دُبلی	وَّسَبْعِ۔ اور سات

سُنۢبُلٰتٍ۔ بالیاں	خُضْرٍ۔ سبز	وَّاُخَرَ۔ اور دوسری	یٰبِسٰتٍ۔ خشک
لَعَلِّیْٓ۔ تاکہ میں	اَرْجِعُ۔ لوٹوں	اِلَی۔ طرف	النَّاسِ۔ لوگوں کے
لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ	یَعْلَمُوْنَ۔ جانیں	قَالَ۔ کہا	تَزْرَعُوْنَ۔ کاشت کروگے تم
سَبْعَ۔ سات	سِنِیْنَ۔ سال	دَاَبًا۔ محنت سے	فَمَا۔ پھر جو
حَصَدْتُّمْ۔ کاٹو تم	فَذَرُوْهُ۔ تو چھوڑدو تم اسکو	فِیْ سُنْۢبُلِهٖ۔ بالیوں میں	اِلَّا۔ مگر
قَلِیْلًا۔ تھوڑا	مِّمَّا۔ اس سے	تَاْكُلُوْنَ۔ جو تم کھاؤ	ثُمَّ۔ پھر
یَاْتِیْ۔ آئیں گے	مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد	ذٰلِكَ۔ اس کے	سَبْعٌ۔ سات سال
شِدَادٌ۔ سخت	یَّاْكُلْنَ۔ کھا جائیں گے	مَا۔ جو	قَدَّمْتُمْ۔ جمع کیا تم نے
لَهُنَّ۔ انکے لیے	اِلَّا۔ مگر	قَلِیْلًا۔ تھوڑا	مِّمَّا۔ اس سے جو
تُحْصِنُوْنَ۔ بیج ڈالو تم	ثُمَّ۔ پھر	یَاْتِیْ۔ آئے گا	مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد
ذٰلِكَ۔ اس کے	عَامٌ۔ ایک سال	فِیْهِ۔ اس میں	یُغَاثُ۔ بارش ہوگی
النَّاسُ۔ لوگوں پر	وَفِیْهِ۔ اور اس میں	یَعْصِرُوْنَ۔ شراب نچوڑیں گے۔	

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع۔ سورۂ یوسف۔ پ ۱۲

"وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ۔ اور کہا بادشاہ نے میں خواب میں دیکھتا ہوں سات گائیں فربہ کہ انہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں سبز اور دوسری سات سوکھی اے درباریو بیان کرو میری خواب میں اگر ہو تم خواب کی تعبیر جانتے۔ سب بولے پریشان خوابیں ہیں اور ہم تو خوابوں کی تعبیریں جانتے ہی نہیں"۔

یہ بادشاہ ریان بن ولید شاہ اعظم مصر تھا اس نے یہ عجیب و غریب خواب دیکھا چونکہ یہ کافر تھا اس نے پریشان ہو کر ساحروں۔ کاہنوں اور معبروں کو جمع کر کے اپنا خواب بیان کیا۔ اس میں کافر بادشاہ کو ملک کہا گیا۔ بنا برایں کافر کو ملک کہنے کے جواز کو تسلیم کرنے والے اس آیت کو دلیل جواز بناتے ہیں اور جو اس کے مجوز نہیں وہ کہتے ہیں یہ آنحضرت صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اِلٰی هِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ وَلَمْ یَكْتُبْ مَلِكَ الرُّوْمِ۔ بہرحال یہ بحث لفظی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب عظیم مصر یا امیر مصر یا ملک مصر نے اپنا خواب بیان کیا اس میں بقرات سمان اور عجاف کہا۔

بقرات سمان عربی میں سُمُّنَتْ لَحْمًا وَّشَحْمًا پر بولتے ہیں جسکی اردو موٹی تازی گائیں ہوتی ہیں

اس لیے سمین فربہ کو کہتے ہیں۔
اور عجاف اس گائے کو کہتے ہیں جو چڑدلہ ہو یعنی بہت دبلی کمزور ہو۔
توخواب کی صورت یہ تھی کہ ملک ریان نے دیکھا سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ خَرَجْنَ مِنْ نَهْرٍ يَابِسٍ ثُمَّ خَرَجَ عَقِيبَهُنَّ سَبْعُ بَقَرَاتٍ عِجَافٍ يَأْكُلْنَ سَبْعًا سِمَانًا ۔سات موٹی گائیں ایک خشک نہر پر جا رہی تھیں پھر ان کے پیچھے سات دبلی کمزور گائیں آئیں انہوں نے وہ ساتوں موٹی گائیں کھا لیں اور نگل گئیں۔
اور سات بالیں ہری تھیں ان پر سات سوکھی بالیں لپٹ گئیں اور انہوں نے ہری بالوں کو بھی سکھا دیا۔ ملک ریان ان سب کے مجمع میں یہ خواب سنا کر ان سے تعبیر کا طالب ہوا وہ اس کی پیچیدگی سے چکرا گئے۔
اور کہنے لگے یہ پریشان خواب ہیں اس کی تعبیر کچھ نہیں اور ایسے خوابوں کی تعبیر ہم جانتے بھی نہیں۔
"وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ اور بولا وہ جوان جو دو میں سے ایک بری ہوا تھا اور (آج) اسے یاد آیا ایک مدت کے بعد (یعنی شاہی ساقی) میں آپ کو تعبیر بتاؤں گا مجھے (قید خانہ بھیجو)
یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی خواب کی تعبیر دے کر فرمایا تھا کہ اپنے بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کرنا لیکن یہ بری ہو کر اپنے منصب پر مامور ہو کر ایسا بھولا کہ یاد ہی نہ آیا۔ آج یہ خواب سنا اور معبروں کی طرف سے اسے احلام کہہ کر ٹال دیا گیا۔ اس لیے احلام و رویا پر ارباب عرف و محاورہ کے اختلاف ہیں حَيْثُ قَالَ وَالْأَحْلَامُ جَمْعُ حُلُمٍ۔ احلام حلم کی جمع ہے۔
وَقَالَ بَعْضُهُمُ الرُّؤْيَا وَالْحُلُمُ عِبَارَةٌ عَمَّا يَرَاهُ النَّائِمُ مُطْلَقًا لٰكِنْ غَلَبَتِ الرُّؤْيَا عَلٰى مَا يَرَاهُ مِنَ الْخَيْرِ وَالشَّيْءِ الْحَسَنِ۔ بعض کا قول ہے کہ رویا اور حلم عبارت ہے اس سے جو سونے والا سوتے ہوئے مطلقاً دیکھے لیکن رویا کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو بھلائی اور اچھی چیز دیکھی جائے۔
وَالْحُلُمُ عِنْدَ الْعَرَبِ يُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ الرُّؤْيَا وَالتَّفْرِيقُ مِنَ الْاِصْطِلَاحَاتِ الَّتِي سَنَّهَا الشَّارِعُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْفَصْلِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ كَأَنَّهٗ كَرِهَ أَنْ يُّسَمِّيَ مَا كَانَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَا كَانَ مِنَ الشَّيْطَانِ بِاسْمٍ وَّاحِدٍ فَجَعَلَ الرُّؤْيَا عِبَارَةً عَنْ قِسْمِ الصَّالِحِ لِمَا فِيْهَا مِنَ الدَّلَالَةِ عَلٰى مُشَاهَدَةِ الشَّيْءِ بِالْبَصَرِ وَالْبَصِيْرَةِ۔
اور حلم عربی میں رؤیا پر بھی استعمال ہوتا ہے اور اصطلاحی فرق اس وجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق و باطل میں فرق کرنے کے لیے فرمایا اور اس سے کراہت کی کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھے اسے اور جو

شیطان کی طرف سے دیکھے دونوں کو ایک نام دیا جائے تو حضور نے رؤیا کو اس قسم کے خواب کے لیے استعمال فرمایا جو صالح ہو یا مشاہدہ شے بالبصر والبصیرۃ سے ہو۔

وَالْحُلْمُ عِبَارَةٌ عَمَّا كَانَ مِنَ الشَّيْطَانِ لِأَنَّ أَصْلَ الْكَلِمَةِ لَمْ تُسْتَعْمَلْ إِلَّا فِيمَا يُخَيَّلُ لِلْحَالِمِ فِي مَنَامِهِ مِنْ قَضَاءِ الشَّهْوَةِ بِمَا لَا حَقِيقَةَ لَهُ۔

اور علم جس کی جمع احلام ہے یہ عبارت ہے اس خواب سے جو شیطان کی طرف سے ہو اس لیے اصل کلمہ حلم ہرگز رؤیا پر مستعمل نہیں ہوتا مگر اس بدخوابی پر جو سوئے ہوئے قضائے شہوات کا موجب ہو جاتا ہے اور اسی وجہ میں محتلم اسے فقہاء نے کہا جسے نہانی حاجت بدخوابی سے ہوا احتلام اس بدخوابی پر بولتے ہیں اور بس۔

توریان بن ولید کے درباری منجم کاہن اسے احلام کی قسم سے سمجھے اسی وجہ میں انہوں نے کہا وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ أَيِ الْمَنَامِ الْبَاطِلَةِ بِعَالِمِينَ لِأَنَّهَا لَا تَأْوِيلَ لَهَا إِنَّمَا التَّأْوِيلُ لِلْمَنَامَاتِ الصَّادِقَةِ۔ ہم باطل خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے یعنی جو منام باطلہ سے دیکھے جاتے ہیں اس لیے کہ اس کی تعبیر ہوتی ہی نہیں البتہ منام صادقہ کی تعبیر ہوتی ہے۔

تو ساقی شاہی جس کا نام مرطش تھا بول پڑا کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا وہ قول آج یاد آیا۔ جو آپ نے فرمایا تھا اُذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ اور وہ بھول گیا تھا۔ آج اس خواب کے سننے سے اسے یاد آیا۔ اور بادشاہ سے کہا کہ قید خانہ میں علم تعبیر کا ایک جیّد عالم ہے ان سے تعبیر لے کر میں آپ کو بتا دوں گا مجھے وہاں بھیج دیجئے بادشاہ نے ساقی کو بھیج دیا اس نے پہنچ کر عرض کیا۔

"يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ اے یوسف اے سچے (تعبیر) دینے والے ہمیں تعبیر دیجئے سات فربہ گایوں کی جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات ہری بالیں ہیں جنہیں دوسری سات سوکھی بالوں نے خشک کر دیا میں لوٹ کر جاؤں تو شاید لوگ آگاہ ہوں"۔

بَعْدَ أُمَّةٍ کے معنی ایک مدّت مدید اس بنا پر کیے گئے کہ اس کی تعریف آلوسی کرتے ہیں أَيْ طَائِفَةٍ مِنَ الزَّمَانِ وَمُدَّةٍ طَوِيلَةٍ یعنی زمانہ کے دور گزرنے اور مدت طویلہ کے بعد۔

اور اشہب عقیلی کہتے ہیں إِمَّةٍ بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ وَتَشْدِيدِ الْمِيمِ أَيْ نِعْمَةٍ عَلَيْهِ بَعْدَ نِعْمَةٍ یعنی امّۃ سے مراد ساقی کی رہائی۔ نعمتوں پر نعمتوں سے تمتع حاصل کرنے میں حضرت یوسف علیہ السلام کا وعدہ بھول گیا۔

زید بن علی رضی اللہ عنہ ابن عباس سے اَمَہٍ بفتح الہمزۃ مروی ہیں اَمَہٍ يَأْمَهُ أَمَهًا إِذَا نَسِيَ یہاں

بھولنے کے معنی ہیں۔

مختصر یہ کہ وہ جو ساقی ریان بن ولید کا شاہی اجازت نامہ لے کر جیل خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اس سے لئے ندا کا حرف محذوف ہے اور آپ کو صدیق یا یں عرض کہا کہ جَرَّبَ اَحْوَالَهٗ فِیْ مُدَّةِ اِقَامَتِهٖ فِی السِّجْنِ وہ آپ کے حالات کا تجربہ کر چکا تھا جبکہ آپ کے ساتھ جیل میں رہا تھا۔ چنانچہ اس لئے عرض کیا حضور یہ خواب ہمارے بادشاہ ریان بن ولید نے دیکھا ہے اور اس خواب کو وہ اپنے کاہنوں۔ منجموں اور معبروں کو کہہ چکا ہے سب اس کی تعبیر سے عاجز آچکے ہیں آپ کا ذکر میں نے بادشاہ سے کیا ہے اور اس کے حکم سے میں آیا ہوں لہذا اَفْتِنَا مَآلَ ذٰلِكَ وَحُكْمَهٗ۔ اب آپ اس خواب کا انجام ظاہر فرمائیں تاکہ میں واپس جاکر بادشاہ کو اور اہل شہر کو سناؤں تاکہ وہ لوگ بھی آپ کا فضل اور مرتبہ جانیں تو حضرت یوسف علیہ السلام تمام خواب سن کر تعبیر فرمائی۔

"قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ۔ فرمایا تم کھیتی کرو گے سات برس لگاتار۔"

دَاَبًا کے معنی تعب و مشقت کے ہیں اور عادت مستمرہ کے ہیں یعنی حسب عادت کاشت کرو گے۔

"تو جو کاٹو اسے بالوں میں رہنے دو" تاکہ خراب نہ ہو۔

"مگر تھوڑا جو تم کھانا چاہو کھا لو" اس سے بھوسی اتار لو اور اسے صاف کر لو باقی کو ذخیرہ بنا لو۔

"ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ۔ پھر اس کے بعد سات سال ایسے سخت آئیں گے کہ کھا جائیں گے جو کچھ تم نے پہلے ان دس سات سالوں کے لیے) جمع کر رکھا تھا مگر تھوڑا جو جمع کر رکھا ہو"

یہ اشارہ دبلی گاؤں اور سوکھی بالوں کی طرف ہے۔

"ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ۔ پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو مینہ کے ذریعہ اچھا سیراب کیا جائے گا اور اس میں (پھلوں سے رس) نچوڑیں گے۔ اَیْ یَعْصِرُوْنَ مِنَ الْعِنَبِ وَالْقَصَبِ وَالزَّیْتُوْنِ وَالسِّمْسِمِ وَنَحْوِهَا مِنَ الْفَوَاكِهِ لِكَثْرَتِهَا۔ یعنی وہ رس نکالیں گے انگور سے گنے زیتون تل وغیرہ فواکہات سے بوجہ فراوانی کے یعنی انتہائی فراخی و شادابی ہو جائے گی۔

ساقی ریان بن ولید جس کا نام مرطش تھا حضرت یوسف علیہ السلام سے مفصل تعبیر لے کر آیا اور شاہ مصر ریان کو من وعن سنائی۔ بادشاہ کو یہ تعبیر بہت پسند آئی حتی کہ اسے یقین ہو گیا کہ تعبیر کے مطابق ہی ہونا ہے۔ چنانچہ ریان کو شوق پیدا ہوا کہ وہ اپنی خواب کی تعبیر حضرت یوسف کی زبان سے خود سنے چنانچہ آئندہ رکوع میں اس کی تفصیل ہے۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع یوسف۔ پ ۱۲

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ
الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ
مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ
اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ
عَلِیْمٌ ۝
قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ
یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ
لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ
قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ
الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝
ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ
وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ۝

اور کہا بادشاہ نے انہیں لاؤ میرے پاس تو جب اس کے (یوسف کے) پاس ایلچی پہنچا فرمایا (یوسف نے) واپس جا اپنے رب (بادشاہ) کے پاس تو پوچھ اس سے کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے کاٹے تھے اپنے ہاتھ بے شک میرا رب ان کے مکر جانتا ہے۔
بادشاہ نے کہا اے عورتو تمہارا کیا کام تھا جب تم نے لبھایا یوسف کو اپنے نفس کی طرف بولیں سبحان اللہ نہیں پائی ہم نے اس میں کوئی برائی بولی عزیز کی بیوی (زلیخا) اب کھل گیا حق میں نے ہی اسے لبھایا اپنے نفس کی طرف اور وہ بے شک سچے ہیں۔
(فرمایا یوسف نے) یہ میں نے اس لیے کیا کہ جان لے (عزیز) کہ میں نے خیانت غائبانہ نہیں کی اور بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا کید خائن سے۔

حل لغات ساتواں رکوع یوسف۔ پ ۱۲

وَقَالَ۔ اور کہا	اَلْمَلِكُ۔ بادشاہ نے	اِئْتُوْنِیْ۔ لاؤ تم میرے پاس	بِهٖ اس کو
فَلَمَّا۔ پھر جب	جَآءَهُ۔ آیا اسکے پاس	الرَّسُوْلُ۔ ایلچی	قَالَ۔ فرمایا
ارْجِعْ۔ واپس جا	اِلٰی۔ طرف	رَبِّكَ۔ اپنے مالک کی	فَسْئَلْهُ۔ پھر پوچھ اس سے
مَا بَالُ۔ کیا حال ہے	النِّسْوَةِ۔ عورتوں کا	الّٰتِیْ۔ جنہوں نے	قَطَّعْنَ۔ کاٹے
اَیْدِیَهُنَّ۔ اپنے ہاتھ	اِنَّ۔ بے شک	رَبِّیْ۔ میرا رب	بِكَیْدِهِنَّ۔ ان کا مکر
عَلِیْمٌ۔ جاننے والا ہے	قَالَ۔ کہا	مَا خَطْبُكُنَّ۔ کیا حال تھا تمہارا	
اِذْ۔ جب	رَاوَدْتُّنَّ۔ پھسلایا تم نے	یُوْسُفَ۔ یوسف کو	عَنْ نَّفْسِهٖ۔ اسکے نفس سے

قُلْنَ کہنے لگیں	حَاشَ ۔ پاک ہے	لِلّٰہِ ۔ اللہ	مَا ۔ نہیں
عَلِمْنَا ۔ جانی ہم نے	عَلَیْہِ ۔ اس میں	مِنْ سُوْٓءٍ ۔ کوئی برائی	قَالَتِ ۔ بولی
امْرَاَتُ ۔ عورت	الْعَزِیْزِ ۔ عزیز کی	اَلْـٰٔنَ ۔ اب	حَصْحَصَ ۔ کھل گیا
الْحَقُّ ۔ حق	اَنَا ۔ میں نے	رَاوَدْتُّہٗ ۔ بھایا تھا اسے	عَنْ نَّفْسِہٖ ۔ اسکی جان سے
وَاِنَّہٗ ۔ اور بے شک وہ	لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۔ سچے لوگوں سے ہے		ذٰلِكَ ۔ یہ اس لیے
لِیَعْلَمَ ۔ کہ جانے	اَنِّیْ ۔ کہ میں نے	لَمْ اَخُنْہُ ۔ نہیں خیانت کی اس کی	
بِالْغَیْبِ ۔ پیٹھ پیچھے	وَاَنَّ ۔ اور بیشک	اللّٰہَ ۔ اللہ	لَا یَہْدِیْ نہیں راہ دکھاتا
کَیْدَ ۔ تدبیر	الْخَآئِنِیْنَ ۔ خیانت کاروں کو۔		

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع سورۂ یوسف۔ پ۱۲

" وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِہٖ ۔ اور کہا بادشاہ نے لاؤ اسے میرے پاس تو جب آیا ایلچی آپ کے پاس فرمایا لوٹ جا اپنے رب (بادشاہ) کے پاس تو اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے بے شک میرا رب ان کے فریب جانتا ہے۔"

ملک ریان بن ولید کو آپ سے ملنے کا اشتیاق بڑھا اور اپنا ایلچی آپ کو بلانے کے لیے جیل کی طرف بھیجا اس نے آپ کی خدمت میں ملک کا پیغام عرض کیا۔

آپ نے فرمایا واپس جا اور بادشاہ سے کہہ کہ میں اس سے قبل باہر آنے کے لیے آمادہ نہیں جبتک کہ ان عورتوں سے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے میرے متعلق بات صاف نہ کرلی جائے کہ وہ مجھے کیسا آدمی سمجھتی ہیں اگرچہ اللہ تعالےٰ ان کے مکر و فریب کو جانتا ہے۔ مگر تیرا بادشاہ ریان بن ولید تو نہیں جانتا ہے اس کے خیال میں تو یہی جچا ہوا ہوگا کہ میرا وزیر عزیز مصر سچا ہے۔ اس نے مجھے مجرم خائن سمجھ کر جیل بھیجا ہے اور یہ مدت طویل کی قید جو مجھے دی گئی اس میں وہ حق بجانب تھا۔ اسے آج کے قانون میں ہیپس کارپس کہتے ہیں۔

چنانچہ ریان کے پاس جب یہ پیغام پہنچا تو ملک ریان نے شرفاء مصر کی خواتین کو معہ زلیخا کے طلب کرلیا اور ان سے پوچھا تم نے یوسف کنعانی کو کیسا پایا۔

" قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ ۔ بادشاہ نے کہا اے عورتو تمہارا کیا تجربہ ہے جب تم نے یوسف کا جی بھایا۔"

اس کے جواب میں تمام خواتین نے اپنے تجربہ کے مطابق جواب دیا۔ کہ

"حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ۔ سبحان اللہ وہ تو درحقیقت جو ہیں سو ہیں لیکن ہم نے بظاہر بھی ان میں کوئی بدی اور برائی نہیں دیکھی"۔

باآنکہ ہم نے بھی فرداً فرداً انہیں اپنی طرف لبھایا اپنے سے مانوس کرنا چاہا مگر وہ نہایت پاک دل پاک نفس، پاک باطن نکلے۔

جب زلیخا نے دیکھا کہ تمام زنانِ مصری نے اپنا خفیہ راز بھی بادشاہ سے نہ چھپایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی صفائی میں اپنا ارادۂ سو بھی ظاہر کر دیا تو خود بھی آگے بڑھی اور کہنے لگی۔

"قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْاٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ
اب حق ظاہر ہو گیا اور باوجود راز مخفی رکھنے کے سب کچھ کھل گیا تو میں بھی ایک معصوم پر داغ گوارہ نہیں کرتی اب صاف صاف بتاتی ہوں کہ میں نے اسے اپنی طرف لبھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور میں نے اسے سب کچھ ڈر بھی سنائے مگر درحقیقت وہ سچے ہیں اور میں اور میرا الزام جھوٹا ہے۔

"حَصْحَصَ کے متعلق راغب اصفہانی لکھتے ہیں اِنَّ حَصَّ وَحَصْحَصَ كَكَفَّ وَكَفْكَفَ وَكَبَّ وَكَبْكَبَ عَلٰى مَعْنٰى اَقَرَّ الْحَقُّ فِیْ مَقَرِّهٖ وَوُضِعَ فِیْ مَوْضِعِهٖ۔

یعنی حصحص حق قائم ہونے اور بات واضح ہو جانے کے معنی دیتا ہے۔

قَالَهُ الْخَلِيْلُ وَهُوَ مَاْخُوْذٌ مِّنَ الْحِصَّةِ وَهِیَ الْقِطْعَةُ مِنَ الْجُمْلَةِ اَیْ تَبَيَّنَتْ حِصَّةُ الْحَقِّ مِنْ حِصَّةِ الْبَاطِلِ وَالْمُرَادُ تَمَيُّزُ هٰذَا عَنْ هٰذَا۔

حصحص، حصہ سے ماخوذ ہے اور وہ مجموعہ میں سے ایک ٹکڑے کو کہتے ہیں جس کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ واضح ہو گیا حق حصہ باطل حصہ سے اور اس سے مراد تمیز حاصل کرنا ہے ایک شے کی دوسری شے سے۔

اور حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی غرض سے یہ سوال اٹھایا تھا کہ اگر میں بلا صفائی باہر آگیا تو لوگوں میں میری تردامنی کا اشتباہ باقی رہ جائے گا۔

اب آپ کا جیل سے باہر لانا پاک دامنی کے چار چاند کی روشنی میں ہوا۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہی فرمایا۔

"ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ۔ یہ (یوسف علیہ السلام نے) اس لیے کیا کہ واضح ہو جائے کہ میں غائبانہ عزیز کی پیٹھ پیچھے خائن نہ تھا اور میں نے خیانت نہیں کی اور اللہ تعالے خائنوں کے فریب چلنے نہیں دیتا"۔

چنانچہ ملک ریّان نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پیام بھیجا کہ مصری عورتوں نے آپ کی پاکدامنی

بیان کی اور خود عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے بھی اپنی غلطی اور قصور کو واضح الفاظ میں مان لیا۔ لہذا اب آپ تشریف لے آئیں"۔

اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے اعتراف قصور اور زنان مصر کی شہادتِ صفائی کے باوجود فرمایا۔ بقیہ ص۳۱۸ مختصر تفسیر میں ملاحظہ ہو۔

اظہار تشکر

فخر العلماء پروفیسر جناب قاری مشتاق احمد صاحب ایم۔ اے:
حضرت مفتی عبد الغنی عثمانی نے تفسیر کی تصحیح و دیگر علمی خدمات میں تعاون فرمایا۔
ادارہ ان تمام حضرات کا بے حد مشکور ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی خدمات کا اجر عطا فرمائے۔ آمین

ابن الحسنات خلیل احمد قادری اشرفی

پارہ ۱۳

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع۔ یوسف۔ پ۱۳

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

اور میں بری نہیں کرتا اپنے نفس کو بے شک نفس امارہ ہے برائی کا حکم دینے والا مگر جس پہ رحم فرما دے میرا رب بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ۝

اور کہا بادشاہ نے لاؤ انہیں میرے پاس میں چاہتا ہوں انہیں اپنے لیے چن لینا تو جب ان سے گفتگو کی کہا بادشاہ نے تم آج کے دن ہمارے معزز ہو امین ہو۔

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ۝

فرمایا (یوسف نے) مجھے کر دے خزانچی زمین کا میں حفاظت والا اور علم والا ہوں۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝

اور ایسے ہی متمکن کیا ہم نے یوسف کو زمین میں وہ اس سے جہاں چاہے پہنچاتے ہیں اپنی رحمت ہم جسے چاہیں اور نہیں ضائع فرماتے ہم بدلہ نیکوں کا۔ اور بے شک بدلہ آخرت کا ان کے لیے ہے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔

حل لغات ساتواں رکوع۔ یوسف۔ پ۱۳

وَمَا۔ اور نہیں	اُبَرِّئُ۔ بری کرتا ہیں	نَفْسِیْ۔ اپنے نفس کو	اِنَّ۔ بے شک
النَّفْسَ۔ نفس	لَاَمَّارَةٌ۔ حکم دینے والا ہے	بِالسُّوْٓءِ۔ برائی کا	اِلَّا مَا۔ مگر جس پہ
رَحِمَ۔ رحم کرے	رَبِّیْ۔ میرا رب	اِنَّ۔ بے شک	رَبِّیْ۔ میرا رب
غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا	رَحِیْمٌ۔ رحم کرنے والا ہے	وَقَالَ۔ اور کہا	الْمَلِكُ۔ بادشاہ نے

اِئْتُوْنِیْ۔ لاؤ میرے پاس	بِہٖ۔ اس کو	اَسْتَخْلِصْهُ۔ میں خالص بنا لوں اسکو	لِنَفْسِیْ۔ اپنے لیے
فَلَمَّا۔ پھر جب	کَلَّمَهٗ۔ بات کی اس سے	قَالَ۔ بولا	اِنَّكَ۔ بے شک تو
اَلْیَوْمَ۔ آج کے دن	لَدَیْنَا۔ ہمارے پاس	مَکِیْنٌ۔ مرتبے والا ہے	اَمِیْنٌ۔ امانت دار
قَالَ۔ فرمایا	اجْعَلْنِیْ۔ مقرر کر مجھے	عَلٰی۔ اوپر	خَزَآئِنِ۔ خزانوں
الْاَرْضِ۔ زمین کے	اِنِّیْ۔ بیشک میں	حَفِیْظٌ۔ حفاظت کرنے والا	عَلِیْمٌ۔ جاننے والا ہوں
وَکَذٰلِكَ۔ اور اسی طرح	مَکَّنَّا۔ جگہ دی ہم نے	لِیُوْسُفَ۔ یوسف کو	فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں
یَتَبَوَّاُ۔ جگہ پکڑتا	مِنْهَا۔ اس سے	حَیْثُ۔ جہاں	یَشَآءُ۔ چاہتا
نُصِیْبُ۔ پہنچاتے ہیں ہم	بِرَحْمَتِنَا۔ اپنی رحمت	مَنْ۔ جسے	نَشَآءُ۔ چاہیں ہم
وَلَا نُضِیْعُ۔ اور نہیں ضائع کرتے	اَجْرَ۔ ہم اجر	الْمُحْسِنِیْنَ۔ نیکوں کا	وَلَاَجْرُ۔ اور یقیناً اجر
الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کا	خَیْرٌ۔ بہتر ہے	لِلَّذِیْنَ۔ ان کے لیے	اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے
وَکَانُوْا۔ اور تھے	یَتَّقُوْنَ۔ پرہیزگار		

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع۔ یوسف۔ پ ۱۳

"وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا۔"

کہ میں اپنی طرف پاک دامنی کی نسبت اور نیکی کا بیان کر کے خود ہی پارسائی اور خود پسندی نہیں کرتا۔ بلکہ بارگاہ متعال میں تواضع اور انکسار کے لیے عرض کرتا ہوں کہ میں اپنے کو اور اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا اور مجھے اپنی بے گناہی پر ناز نہیں اور میں گناہ سے بچنے اور اپنے نفس کو کسی فحش طریقہ پر نہ چلنے دینے پر اپنی خوبی قرار نہیں دیتا بلکہ مانتا ہوں اور جانتا ہوں کہ۔

"اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ۔ بے شک برائی کا حکم کرنے میں بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے بے شک میرا رب بخشنے والا۔ مہربان ہے۔"

یعنی جس مخصوص بندے کو وہ رب تعالے شانہ اپنے کرم سے معصوم و محفوظ کر لے اس کا برائیوں سے بچا رہنا اس کا کمال نہیں ہے بلکہ اللہ تعالے کے رحم و کرم اور فضل و رحمت سے ہے اور معصوم کرنا بھی اسی کا کرم خاص ہے۔ پھر کیا ہوا وہ آگے ارشاد ہے۔

"وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِہٖ۔ اور کہا بادشاہ نے انہیں میرے پاس لے آؤ میں انہیں خالص اپنی مصاحبت کے لیے مختص کر لوں۔"

یعنی جب ملک مصر ریان بن ولید کو حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی، نظافت طبعی علم باطنی پاک باطنی امانت شعاری، ایمانداری کا حال معلوم ہوگیا اور آپ کے حسن صبر اور حسن ادب کا قصہ اور قید خانہ والوں کے ساتھ حسن سلوک اور مصائب و محن میں ثبات و استقلال واضح ہوگیا تو وہ آپ کے جامع الصفات ہونے کا قائل ہوا اس کے دل میں آپ کی تکریم و تعظیم پیدا ہوئی وہ آپ کا معتقد ہوا اور آدمی آپ کے لینے کو بھیجدیا اور اس شان سے بھیجا کہ اس کے ساتھ بادشاہ نے معززین کی ایک جماعت بہترین سواریوں اور شاہانہ ساز و سامان اور نفیس پوشاکوں کے ساتھ قید خانہ کی طرف روانہ کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اخلاق نبوت اور شاہانہ سطوت سے انہیں بٹھایا اور ان کی درخواست پر آپ ان کے ساتھ ایوان شاہی میں تشریف لائے۔ آپ جب قید خانہ سے رخصت ہوئے تو تمام قیدیوں کے لیے دعا فرمائی اور قید خانہ سے باہر آکر دروازہ پر یہ لکھا۔

هٰذِهٖ مَنَازِلُ الْبَلْوٰى وَقُبُوْرُ الْاَحْيَاءِ وَشَمَاتَةُ الْاَعْدَاءِ وَتَجْرِبَةُ الْاَصْدِقَاءِ۔ یہ گھر نزول مصائب کا ہے اور زندوں کی قبروں کا اور دشمنوں کے ہنسنے کا اور دوستوں کے تجربہ کا۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں اس روایت کو مفصل نقل فرماتے ہیں۔

رُوِیَ اَنَّ الرَّسُوْلَ جَاءَهٗ فَقَالَ اَجِبِ الْمَلِكَ الْاٰنَ بِلَا مُعَاوَدَةٍ وَاَلْقِ عَنْكَ ثِيَابَ السِّجْنِ وَاغْتَسِلْ وَالْبَسْ ثِيَابًا جُدُدًا۔

فَفَعَلَ

فَلَمَّا قَامَ لِيَخْرُجَ دَعَا لِاَهْلِ السِّجْنِ اَللّٰهُمَّ عَطِّفْ عَلَيْهِمْ قُلُوْبَ الْاَخْيَارِ وَلَا تُعَمِّ عَلَيْهِمُ الْاَخْبَارَ فَهُمْ اَعْلَمُ النَّاسِ بِالْاَخْبَارِ فِيْ كُلِّ بَلَدٍ۔

ثُمَّ خَرَجَ فَكَتَبَ عَلَى الْبَابِ

هٰذِهٖ مَنَازِلُ الْبَلْوٰى وَقُبُوْرُ الْاَحْيَاءِ وَشَمَاتَةُ وَتَجْرِبَةُ الْاَصْدِقَاءِ

پھر غسل فرما کر پوشاک زیب تن کی اور ابواب شاہی پہنچے فَلَمَّا وَصَلَ اِلٰى بَابِ الْمَلِكِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِخَيْرِكَ مِنْ هٰذِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ غَيْرِهٖ

ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِ بِالْعَرَبِيَّةِ

فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَا هٰذَا اللِّسَانُ فَقَالَ لِسَانُ عَمِّيْ اِسْمَاعِيْلَ۔

ثُمَّ دَعَا لَهٗ بِالْعِبْرَانِيَّةِ فَقَالَ لَهٗ

وَمَا هٰذَا اللِّسَانُ اَيْضًا فَقَالَ هٰذَا لِسَانُ اٰبَائِیْ۔

وكان الملك يعرف سبعين لسانًا فكلمه بها فأجابه بجميعها فتعجب منه۔
فقال أيها الصديق إني أحب أن أسمع رؤياي منك فحكاها عليه السلام ولم يطبق ما رأى لم يخرم منها حرفًا فقال الملك أعجب من تأويلك إياها معرفتك لها فأجلسه معه على السرير وفوض إليه أمره۔

وأخرج ابن جرير عن ابن إسحاق قال ذكروا أن قطفير أعني عزيز مصر هلك في تلك الليالي وأن الملك زوج يوسف امرأته راعيل فقال لها حين أدخلت عليه هذا خير مما كنت تريدين۔ فقالت أيها الصديق لا تلمني فإني كنت امرأة كما ترى حسناء جملاء ناعمة في ملك ودنيا۔ وكان صاحبي لا يأتي النساء وكنت كما جعلك الله تعالى في حسنك وهيئتك فغلبتني نفسي على ما رأيت فيزعمون أنه وجدها عذراء فولدت له رجلين إفرائيم ومنشا۔

وفي رواية أن الملك عزله ونصب يوسف عليه السلام منصبه وكان ذالك على الفور بناء على أنه لم تكن العدة في دينهم۔

أخرج الحكيم الترمذي عن وهب أصابت امرأة العزيز حاجة فقيل لها لو أتيت يوسف بن يعقوب فسألتيه فاستشارت الناس في ذالك فقالوا لا تفعلي فإنا نخاف عليك قالت كلا إني لا أخاف ممن يخاف الله تعالى فأدخلت عليه فرأته في ملكه فقالت۔

الحمد لله الذي جعل العبيد ملوكًا بطاعته ثم نظرت إلى نفسها فقالت الحمد لله الذي جعل الملوك عبيدًا بمعصيته فقضى لها جميع حوائجها ثم تزوجها فوجدها بكرًا۔

وفي رواية أنها تعرضت له في الطريق فقالت ما قالت فعرفها فتزوجها فوجدها بكرًا وكان زوجها عنينًا۔

مضمون منقولہ عربی کا خلاصہ یہ ہے کہ

آپ نے بادشاہ کا پیام قبول فرما کر غسل کیا اور خلعت شاہی زیب تن فرما کر باہر آنے سے قبل تمام قیدیوں سے رخصت ہوئے۔ اور ان کے حق میں دعا بھی فرمائی۔ جو عربی میں اول ہم لکھ آئے ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے "الٰہی ان قیدیوں کی محبت حکومت کے اخیار کے دل میں پیدا کر اور ان کو حالات سے باخبر رکھ

پھر جب آپ جیل سے باہر تشریف لائے اس کے دروازے پر لکھا۔

"یہ بلاؤں کے نزول کا مقام ہے اور زندوں کا قبرستان ہے اور دشمنوں کی بدگوئی کا مکان ہے۔ اور سچے دوستوں مقام امتحان ہے"۔

جب آپ شاہی قلعہ پر تشریف لائے تو یہ دعا کی۔

"الٰہی میں تجھ سے اس جگہ کی بھلائی تیری بھلائی کے ساتھ مانگتا ہوں اور یہاں کے شروں سے پناہ طلب کرتا ہوں"۔

پھر جب بادشاہ سے دوچار ہوئے۔

تو آپ نے اسے عربی میں سلام کیا بادشاہ نے دریافت کیا یہ کونسی زبان ہے آپ نے فرمایا میرے عمؑ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی زبان ہے۔

پھر آپ نے اسے عبرانی زبان میں دعا دی۔

بادشاہ نے پوچھا یہ کون سی زبان ہے فرمایا یہ میرے ابّا کی زبان ہے۔

بادشاہ یہ دونوں زبانیں نہ سمجھ سکا باآنکہ وہ ستر زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔

پھر بادشاہ نے آپ سے جس زبان میں گفتگو کی آپ نے اسی زبان میں اسے جواب دیا

اس وقت آپ کی عمر مبارک تیس سال کی تھی۔ بادشاہ نے اس عمر میں آپ کی یہ وسعت علوم دیکھ کر بڑا تعجب کیا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے برابر تخت نشین فرمایا۔

اور عرض کیا حضرت میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے خواب کی تعبیر آپ کی مبارک زبان سے سنوں آپ نے اس خواب کی اول تفصیل فرمائی پھر اس کی تعبیر من وعن بیان کر دی باوجودیکہ آپ کے سامنے خواب مجملاً بیان ہوا تھا اس پہ بادشاہ کو اور بھی تعجب ہوا۔

اس کے بعد آپ نے اسے فرمایا۔ اب بہتر یہ ہے کہ اس تعبیر کے ظہور سے قبل غلہ جمع کیا جائے اور ان فراخی کے سات سالوں میں بکثرت کاشت کی جائے اور غلہ بالوں سمیت محفوظ رکھا جائے اور رعایا کی پیداوار سے خمس بطور ٹیکس وصول کیا جائے اس سے جو جمع ہوگا وہ مصر اور حوالی مصر کے باشندوں کے لیے کافی ہوگا اور خلق خدا ہر طرف سے تیرے پاس غلہ خریدنے آئے گی اور اس سے تیرے ملک میں اتنے خزائن واموال جمع ہوں گے کہ تجھ سے پہلے ارباب حکومت جمع نہ کر سکے۔

بادشاہ نے کہا یہ انتظام کون کرے گا۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس کا اس طرح ذکر ہے۔

"فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ۔ پھر جب اس سے بات کی تو بولا بے شک آج

آپ ہمارے یہاں معزز د معتمد ہیں"۔

"قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ فرمایا (یوسف نے) مجھے زمین کے خزانوں کا وزیر بنا دے بے شک میں حفاظت کرنے والا اور (میں حق کا) عالم ہوں"۔

آپ نے فرمایا کہ اپنی قلمرو کے تمام خزانے میرے سپرد کر دے کہ میں اس فن کا عالم ہوں۔

بادشاہ نے کہا آپ سے زائد اس عہدہ کا اور مستحق بھی کون ہو سکتا ہے۔

یہاں چند مسائل سمجھ لینے ضروری ہیں۔

اول احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ طلب امارت کسی کو جائز نہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ جب ملک میں اہل موجود ہیں اور اقامت احکام کسی ایک کے ساتھ خاص نہ ہو ایسی صورت میں امارت طلب کرنا مکروہ ہے۔ مگر جب عام طور پر حکومت نا اہلوں کے ہاتھ بازیچۂ اطفال بن رہی ہو اور اس کا اہل اس ایک کے علاوہ نہ ہو تو اسے ایسی حالت میں امارت طلب کرنا امیدوار بننا نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب ہے۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام اسی حال میں تھے کہ آپ رسول الٰہی ہونے کے ساتھ مصالح امت کے عالم تھے۔ آپ جانتے تھے کہ قحط شدید ہونے والا ہے۔ اس میں رعایا کو راحت و آسائش پہنچانے کی یہی سبیل ہے کہ عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیں اسی بنا پر آپ نے فرمایا اِجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ۔

آیت کریمہ سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ ظالم بادشاہ کی طرف سے عہدے قبول کرنا بہ نیت اقامت عدل جائز ہے۔

اور یہ بھی واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ احکام دین کا اجراء فرمانے کے لیے اگر ماسبق بادشاہ کی تمکین بغیر نہ ہو سکے تو اس میں اس سے مدد لینا جائز ہے۔

یہ مسئلہ بھی اس آیت کریمہ سے مل گیا کہ اپنی خوبیوں اور اپنے جوہروں کا بیان بہ نیت تفاخر و تکبر جائز نہیں لیکن دوسروں کو نفع پہنچانے کی غرض سے یا رعایا کے حقوق کی محافظت کے خیال سے اپنی شخصیت کا تعارف کرانے کی ضرورت لاحق ہو تو ممنوع نہیں اسی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ۔ آگے ارشاد ہے۔

"وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوۡسُفَ اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو اس ملک پر متمکن فرمایا جہاں چاہے رہے" تمام قلمرو ملک ریان کی ان کے تحت تصرف کی۔ اس عہدہ کے ایک سال بعد ملک ریان نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلا کر آپ کی تاجپوشی کر دی۔ تلوار اور مہر شاہی آپ کے پیش کی طلائی تخت جواہر نگار

پر بٹھایا جو مرصع بجواہر تھا اور تمام ملک آپ کے زیر نگین کر دیا اور قطفیر جسے عزیز مصر کہتے تھے اسے معزول کر دیا یا وہ مرگیا۔

ایک روایت ہے کہ اول عزیز مصر معزول کیا گیا اور بعد چندے وہ مرگیا اور راعیل جس کا نام زلیخا تھا اسی وقت آپ کے عقد میں آگئی اس لیے کہ اس شریعت میں عدت کا قانون نہ تھا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام اس کے قریب تشریف لائے تو فرمایا۔

اَلَیْسَ هٰذَا خَیْرٌ مِّمَّا تُرِیْدِیْنَ۔ زلیخا کیا یہ بہتر نہیں اس سے جو تو نے چاہا تھا۔

اس پر زلیخا نے عرض کیا اے صدیق مجھے ملامت نہ کر دیں خوبرو نوجوان تھی عیش و عشرت میں تھی اور عزیز مصر قطفیر عورتوں سے سروکار ہی نہ تھا (اس لیے کہ وہ نامرد تھا) اور آپ کو اللہ تعالے نے یہ حسن و جمال عطا کیا تھا کہ اسے دیکھ کر میرا دل قابو میں نہ رہا اللہ نے آپ کو معصوم کیا ہے آپ اس فحش کاری سے محفوظ رہے۔ لیکن میں بھی سوا آپ کے کسی طرف نہ جھکی پاک دامن ہی رہے۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو باکرہ پایا۔ اس کے بعد زلیخا سے دو فرزند ہوئے۔ افرائیم اور منشا۔ اور مصر کی آپ کی حکومت مضبوط ہوئی، آپ نے عدل کی بنیادیں قائم فرمائیں ہر زن و مرد کے دل میں آپ کی محبت جاگزیں ہوئی اور آپ نے ایام قحط میں قحط سالی سے رعایا کو محفوظ رکھنے کی غرض سے غلوں کے ذخیرے جمع کرنے کی تدبیر فرمائی اور اس کے لیے بہت وسیع عالی شان ذخیرے جمع کرنے کے گودام تعمیر کرائے اور کافی ذخائر جمع کیے۔

جب فراخی کے سات سال گذر گئے اور قحط کے ایام آئے۔ تو آپ نے بادشاہ کے لیے اور اس کے خدم و حشم کے واسطے روزانہ ایک وقت کا کھانا مقرر کیا۔

ایک روز دوپہر کے وقت ملک ریان نے حضرت سے بھوک کی شکایت کی آپ نے فرمایا یہ قحط کا ابتدائی وقت ہے پہلے سال میں لوگوں کے پاس جو ذخیرے جمع تھے سب ختم ہو گئے۔ اور بازار کی سب منڈیاں خالی ہوگئیں۔

اہل مصر یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر آکر جنس خریدنے لگے اس ذریعہ رعایا کے درہم و دینار آپ کے پاس آگئے۔

دوسرے سال زیورات و جواہرات سے غلہ خریدا۔

تیسرے سال چوپائے جانور دے کر غلہ حاصل کیا۔ اب ملک میں کوئی کسی جانور کا مالک نہ رہا۔

چوتھے سال غلہ کے بدلے تمام غلام باندیاں بیچ دیں۔

پانچویں سال تمام اراضی و عملہ و جاگیریں فروخت کر کے غلہ خریدا۔ اور یہ تمام چیزیں حضرت یوسف علیہ السلام کے قبضہ میں آگئیں۔

چھٹے سال جب کچھ نہ رہا تو لوگوں نے اپنی اولادیں بیچ کر غلہ حاصل کیا اور وقت گذارا۔

ساتویں سال رعایا کا ہر فرد خود بِک گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا غلام کہلانے لگا۔ اب مصر میں کوئی آزاد مرد و عورت باقی نہ رہا۔

جو مرد تھا وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا غلام تھا اور جو عورت تھی وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی کنیز۔ لوگوں کی زبان پر عام طور پر یہی تھا کہ عظمت یوسفی۔ جلالت یوسفی کا مقابلہ کبھی کوئی سلطنت نہیں کر سکے گی۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے فرمایا کہ تو نے دیکھا اللہ تعالے کا مجھ پر کیسا کرم ہے اس نے کتنا بڑا احسان عظیم فرمایا کہ میں کبھی مصر میں غلام کنعانی کہلایا تھا۔ اور آج تمام مصر میرا غلام ہے اب بتا ان سب کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟

بادشاہ نے جواب دیا مجھے آپ کے فیصلہ میں کوئی دخل نہیں۔ اس لیے کہ میں اپنی طرف سے آپ کو مختار بنا چکا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فوراً فرمایا بادشاہ میں تجھے اور اللہ تعالے کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے تمام اہل مصر کو آزاد کیا۔ اور ان کی تمام جاگیریں، اور ان کی تمام املاک واپس کیں۔

اس زمانۂ قحط میں حضرت یوسف علیہ السلام نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا ملاحظہ نہ فرمایا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ اتنے عظیم خزانوں کے مالک ہو کر آپ بھوکے رہتے ہیں تو فرمایا اس اندیشہ سے شکم سیر نہیں ہوتا کہ بھوکوں کو نہ بھول جاؤں۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ مصر کے تمام زن و مرد کو حضرت کا زر خرید بنانے میں اللہ تعالے کی یہ حکمت تھی کہ آئندہ کسی کو یہ کہنے کی جرأت اور موقع نہ ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام غلام کی شان میں آئے تھے اور مصر کے ایک شخص قطفیر عزیز مصر کے خریدے ہوئے ہیں۔ بلکہ سب پر یہ بات روشن رہے کہ مصر کا ہر شخص ان کا خریدا ہوا اور آزاد کیا ہوا غلام ہے۔

"نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ ہم پہنچاتے ہیں اپنی رحمت سے جسے چاہیں اور ہم ضائع نہیں کرتے بدلہ نیکوں کا اور اخروی بدلہ یقیناً بہتر ہے ان کے لیے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔"

دنیا میں تو اللہ تعالے نے آپ کو نبوت و ملک و دولت سے نوازا اور آخرت کا اجر کا درجہ واضح

فرمایا کہ اس اجر سے بدرجہا بہتر ہے۔

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ

"مومن اپنی نیکیوں کا ثمرہ دنیا و آخرت میں دونوں میں پاتا ہے اور کافر جو کچھ پاتا ہے دنیا ہی میں پاتا ہے آخرت میں اسے کچھ نہیں سوائے عذاب کے"۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع۔ یوسف پ ۱۳

وَجَاءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝

اور آئے بھائی یوسف کے تو حاضر ہوئے (یوسف کے) دربار میں تو پہچان لیا انہیں یوسف نے اور وہ اس سے انجان رہے۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝

اور جب ان کا سامان مہیا کر دیا کہا اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لاؤ کیا تم نہیں دیکھتے میں پیمانہ پورا دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں۔

فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝

تو اگر نہیں لائے تم میرے پاس تو نہیں ہے پیمانہ تمہارے لیے میرے پاس اور تم قریب بھی نہ آنا۔

قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ۝

بولے ہم ضرور کوشش کریں گے اس کی اس کے باپ سے اور ہمیں یہ ضرور کرنا ہے۔

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

اور کہا (یوسف نے) اپنے غلاموں کو کر دو ان کی پونجی ان کی خورجیوں میں شاید وہ اسے پہچانیں جب لوٹ کر جائیں اپنے گھر شاید وہ پھر آئیں۔

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

تو جب وہ گئے اپنے باپ کی طرف بولے ابا جان ہم سے غلہ روک دیا گیا تو بھیج دیجئے ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو کہ پیمانہ کرا کر غلہ لائیں اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۝ فَاللّٰهُ

فرمایا (یعقوب) نے کیا تم پر ویسا ہی اعتبار کر لوں جیسا اس کے بھائی کے لیے کیا تھا پہلے تو اللہ ہی

خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

بہترین محافظ ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝

تو جب کھولا انہوں نے اپنا اسباب تو پائی اپنی پونجی جو ان کو پھیر دی گئی ہے بولے ابا جان ہم کیا چاہیں یہ ہمارے حصہ کا غلہ ہے جو لوٹا دیا گیا ہمیں اور اپنا گھر کا غلہ لائیں اور حفاظت کریں اپنے بھائی کی اور زیادہ پائیں پیمانہ ایک اونٹ کا۔ یہ پیمانہ اس بادشاہ کو دینا آسان ہے۔

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝

فرمایا (یعقوب) نے ہرگز نہ بھیجوں گا میں اسے تمہارے ساتھ جبتک نہ دو اللہ کا یہ عہد کہ ضرور اسے لے کر آؤ گے مگر یہ کہ تم گھر جاؤ وہاں تو جب دے دیا (یعقوب) کو عہد بولے اللہ کا ذمہ ہے اس پر جو ہم کہہ رہے ہیں۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

اور فرمایا (یعقوب) نے اے میرے بیٹو نہ داخل ہونا ایک دروازے سے اور داخل ہونا جدا جدا دروازوں سے اور میں نہیں بچا سکتا تمہیں اللہ سے کسی طرح کوئی حکم نہیں مگر اللہ کا اسی پر بھروسہ ہے میرا اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں بھروسہ کرنے والے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور جب داخل ہوئے ویسے ہی جس طرح انہیں کہا تھا ان کے باپ نے نہ بچا سکا انہیں اللہ سے کچھ مگر ایک حاجت تھی جی میں یعقوب کے وہ پوری کر دی اور بے شک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھانے سے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حلِ لغات آٹھواں رکوع۔ یوسف۔ پ۱۳

وَجَآءَ۔ اور آئے	اِخْوَةُ۔ بھائی	یُوْسُفَ۔ یوسف کے	فَدَخَلُوْا۔ وہ داخل ہوئے
عَلَیْہِ۔ اس پر	فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ۔ اور وہ پہچان گئے	لَهٗ۔ اس کو	مُنْكِرُوْنَ۔ نہ پہچانتے تھے
وَلَمَّا۔ اور جب	جَهَّزَهُمْ۔ تیار کر دیا ان کو	بِجَهَازِهِمْ۔ ان کا سامان	قَالَ۔ کہا
ائْتُوْنِیْ۔ لاؤ میرے پاس	بِاَخٍ۔ بھائی	لَّكُمْ۔ اپنا	مِّنْ اَبِیْكُمْ۔ باپ کی طرف سے
اَلَا۔ کیا نہیں	تَرَوْنَ۔ دیکھتے تم	اَنِّیْ۔ کہ بیشک میں	اُوْفِی۔ پورا ناپتا ہوں
الْكَیْلَ۔ پیمانہ	وَاَنَا۔ اور میں	خَیْرُ۔ بہترین	الْمُنْزِلِیْنَ۔ مہمان نواز ہوں
فَاِنْ۔ پھر اگر	لَّمْ تَاْتُوْنِیْ۔ نہ لاؤ میرے پاس	بِهٖ۔ اس کو	فَلَا۔ تو نہیں ہے
كَیْلَ۔ ناپ	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	عِنْدِیْ۔ میرے پاس	وَلَا۔ اور نہ
تَقْرَبُوْنِ۔ قریب آنا میرے	قَالُوْا۔ بولے	سَنُرَاوِدُ۔ ہم کوشش کریں گے	عَنْهُ۔ اس کے متعلق
اَبَاهُ۔ اس کے باپ سے	وَاِنَّا۔ اور ہم یقینا	لَفٰعِلُوْنَ۔ کرنے والے ہیں	وَقَالَ۔ اور کہا
لِفِتْیٰنِهِ۔ اپنے جوانوں کو	اجْعَلُوْا۔ رکھ دو	بِضَاعَتَهُمْ۔ ان کی پونجی	فِیْ۔ بیچ
رِحَالِهِمْ۔ انکی خرجیوں کے	لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ	یَعْرِفُوْنَهَا۔ پہچانیں اسکو	اِذَا۔ جب
انْقَلَبُوْا۔ پھریں وہ	اِلٰى۔ طرف	اَهْلِهِمْ۔ اپنے گھر والوں کے	لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ
یَرْجِعُوْنَ۔ واپس آئیں	فَلَمَّا۔ پھر جب	رَجَعُوْا۔ واپس آئے	اِلٰى۔ طرف
اَبِیْهِمْ۔ اپنے باپ کی	قَالُوْا۔ بولے	یٰۤاَبَانَا۔ اے ہمارے باپ	مُنِعَ۔ روک دیا گیا
مِنَّا۔ ہم سے	الْكَیْلُ۔ ناپ	فَاَرْسِلْ۔ پھر بھیج	مَعَنَا۔ ہمارے ساتھ
اَخَانَا۔ ہمارے بھائی کو	نَكْتَلْ۔ ہم ناپ لائیں	وَاِنَّا۔ اور بیشک ہم	لَهٗ۔ اس کی
لَحٰفِظُوْنَ۔ حفاظت کریں گے	قَالَ۔ فرمایا	هَلْ۔ کیا	اٰمَنُكُمْ۔ میں اعتبار کروں تمہارا
عَلَیْهِ۔ اس سے	اِلَّا كَمَا۔ مگر جیسے	اَمِنْتُكُمْ۔ میں نے اعتبار کیا تمہارا	عَلٰۤى۔ اوپر
اَخِیْهِ۔ اسکے بھائی کے	مِنْ قَبْلُ۔ پہلے	فَاللّٰهُ۔ پھر اللہ ہی	خَیْرٌ۔ بہتر
حٰفِظًا۔ محافظ ہے	وَهُوَ۔ اور وہ	اَرْحَمُ۔ بہترین	الرّٰحِمِیْنَ۔ رحم کرنے والا ہے
وَلَمَّا۔ اور جب	فَتَحُوْا۔ کھولا انہوں نے	مَتَاعَهُمْ۔ اپنا سامان	وَجَدُوْا۔ تو پائی انہوں نے
بِضَاعَتَهُمْ۔ اپنی پونجی	رُدَّتْ۔ کہ واپس کی گئی ہے	اِلَیْهِمْ۔ ان کی طرف	قَالُوْا۔ بولے

يَا اَبَانَا۔ اے ہمارے باپ	مَا نَبْغِیْ۔ ہم کیا چاہیں	هٰذِهٖ۔ یہ ہے	بِضَاعَتُنَا۔ ہماری پونجی
رُدَّتْ۔ واپس کی گئی	اِلَيْنَا۔ ہماری طرف	وَنَمِيْرُ۔ اور ہم غلہ لائیں گے	اَهْلَنَا۔ گھر والوں کے لیے
وَنَحْفَظُ۔ اور حفاظت کرینگے	اَخَانَا۔ اپنے بھائی کی	وَنَزْدَادُ۔ اور زیادہ لائیں گے	كَيْلَ۔ ماپ
بَعِيْرٍ۔ ایک اونٹ کا	ذٰلِكَ۔ یہ ہے	كَيْلٌ۔ ماپ	يَّسِيْرٌ۔ آسان
قَالَ۔ فرمایا	لَنْ اُرْسِلَهٗ۔ میں کبھی نہ بھیجوں گا اسے		مَعَكُمْ۔ تمہارے ساتھ
حَتّٰى۔ یہاں تک کہ	تُؤْتُوْنِ۔ دو تم مجھے		مَوْثِقًا۔ عہد
مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ کا	لَتَاْتُنَّنِیْ۔ کہ ضرور لاؤ گے تم میرے پاس		بِهٖ۔ اس کو
اِلَّآ اَنْ۔ مگر یہ کہ	يُّحَاطَ۔ گھیرے جاؤ	بِكُمْ۔ تم	فَلَمَّا۔ پھر جب
اٰتَوْهُ۔ دیا اس کو	مَوْثِقَهُمْ۔ اپنا عہد	قَالَ اللّٰهُ۔ کہا اللہ	عَلٰى مَا۔ اس پر جو
نَقُوْلُ۔ ہم کہتے ہیں	وَكِيْلٌ۔ کارساز ہے	وَقَالَ۔ اور فرمایا	يٰبَنِيَّ۔ اے میرے بیٹو
لَا تَدْخُلُوْا۔ نہ داخل ہو	مِنْۢ بَابٍ۔ دروازے	وَّاحِدٍ۔ ایک سے	وَّادْخُلُوْا۔ اور داخل ہو
مِنْ اَبْوَابٍ۔ دروازوں	مُّتَفَرِّقَةٍ۔ مختلف سے	وَمَا۔ اور نہیں	اُغْنِیْ۔ کفایت کرتا میں
عَنْكُمْ۔ تم سے	مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے	مِنْ شَیْءٍ۔ کچھ بھی	اِنِ۔ نہیں ہے
الْحُكْمُ۔ حکم	اِلَّا۔ مگر	لِلّٰهِ۔ اللہ کا	عَلَيْهِ۔ اسی پر
تَوَكَّلْتُ۔ میں نے توکل کیا	وَعَلَيْهِ۔ اور اسی پر	فَلْيَتَوَكَّلِ۔ بھروسہ کریں	الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ بھروسہ کرنیوالے
وَلَمَّا۔ اور جب	دَخَلُوْا۔ داخل ہوئے	مِنْ حَيْثُ۔ جہاں سے	اَمَرَهُمْ۔ ان کو حکم دیا تھا
اَبُوْهُمْ۔ ان کے باپ نے	مَا كَانَ۔ نہیں تھا	يُغْنِیْ۔ کفایت کر سکتا تھا	عَنْهُمْ۔ ان سے
مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے	مِنْ شَیْءٍ۔ کچھ بھی	اِلَّا۔ مگر	حَاجَةً۔ ایک خواہش تھی
فِیْ نَفْسِ۔ نفس	يَعْقُوْبَ۔ یعقوب ہیں	قَضٰهَا۔ جو پوری کر لی اسنے	وَاِنَّهٗ۔ اور بیشک وہ
لَذُوْ۔ صاحب	عِلْمٍ۔ علم تھا	لِّمَا۔ جو	عَلَّمْنٰهُ۔ ہم نے سکھایا اسے
وَلٰكِنَّ۔ اور لیکن	اَكْثَرَ۔ اکثر	النَّاسِ۔ لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ۔ نہیں جانتے

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع۔ یوسف۔ پ ۱۳

"وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ اور آئے بھائی یوسف کے تو داخل ہوئے دربار میں تو پہچان لیا یوسف نے انہیں اور وہ اس سے انجان رہے۔"

قحط کی شدت نے نہ صرف اہل مصر پر اثر ڈالا بلکہ یہ بلا عام ہو گئی اور بلاد و امصار بھی اس قحط کی شدت سے پریشان ہو کر غلہ لینے کے لیے مصر آنے لگے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا کہ ایک اونٹ سے زیادہ کا بار کسی کو نہ دیا جائے تاکہ مساوات قائم رہے اور سب کی مصیبت میں آسانی رہے۔ چنانچہ یہ مصیبت شام سے کنعان بھی پہنچی اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کے علاوہ اپنے دسوں بیٹوں کو غلہ کے لیے مصر بھیجا انہیں ہر حال میں دربار میں حضرت یوسف علیہ السلام کے روبرو پیش ہونا تھا۔ چنانچہ یہ پیش ہوئے آپ نے پہچان لیا مگر وہ طویل مدت گذر جانے اور اس امر کا یقین رکھنے کے باعث نہ پہچان سکے کہ نہ معلوم یوسف بک بکا کر کہاں گئے یا زندہ بھی ہیں یا نہیں اب تک کنویں میں ڈالنے کے بعد سے چالیس سال کا زمانہ گذر چکا تھا انہیں تو قریب قریب اس امر کا یقین غالب تھا کہ آپ انتقال فرما چکے ہوں گے۔

اور یہاں قضاؤ قدر نے اپنے دریچۂ قدرت سے یہ کرشمہ دکھانا تھا کہ وہ تخت سلطنت پر متمکن ہیں اور شاہانہ لباس میں سطوت و جبروت شاہی پر جلوہ افروز ہیں اس وجہ میں وہ پہچان ہی نہ سکتے تھے بھائیوں نے عبرانی زبان میں آپ سے عرض معروض کی آپ نے بھی انہیں عبرانی میں جواب دیا۔ آپ نے پوچھا تم لوگ کون ہو انہوں نے عرض کیا ہم شام کے رہنے والے ہیں اور قحط کے مصیبت کے مارے یہاں آئے ہیں۔ اور آپ سے غلہ خریدنا چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا تم جاسوس تو نہیں ہو؟

سب بھائیوں نے عاجزانہ جواب دیا کہ قسم بخدا ہم جاسوس نہیں ہم سب بھائی ہیں اور ایک باپ سے ہیں اور ہمارے باپ بہت بزرگ معمر ہیں اور ان کا نام حضرت یعقوب ہے وہ اللہ کے نبی ہیں۔

آپ نے فرمایا تم کتنے بھائی ہو؟

کہنے لگے حضور ہم بارہ بھائی تھے ایک بھائی ہمارے ساتھ جنگل گیا تھا اسے بھیڑیا کھا گیا اور وہ بھائی ہم سب میں باپ کو بہت پیارا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اب تم کتنے بھائی ہو؟

عرض کیا حضور ہم دس ہیں۔

فرمایا گیارہواں کہاں ہے؟

بولے حضور وہ والد صاحب کے پاس ہے کیونکہ جو بھائی ہلاک ہو گیا وہ اسی کا حقیقی بھائی ہے۔ والد صاحب کو اس سے کچھ تسلی ہوتی ہے اس لیے اسے ہم ساتھ نہ لائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اچھا ان کے اونٹ بھر دیے جائیں اور ان کی میزبانی فرما کر مکلف دعوت کے بعد انہیں زاد سفر دے کر رخصت کر دیا اور فرمایا اگر وہ بھائی بھی یہاں آیا تو اس کا اونٹ بھی بھر دیا جائے گا۔ چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے (روح المعانی)

"وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ اور جب ان کا انتظام فرمایا تو کہا اپنا وہ بھائی جو سوتیلا ہے میرے پاس لاؤ (تو اس کا حصہ بھی لے جاؤ) کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پیمانہ دیتا ہوں اور میں آنے والوں کے لیے بہترین میزبان ہوں"۔

وَاَصْلُ الْجَهَازِ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ الْمُسَافِرُ مِنْ زَادٍ وَّمَتَاعٍ وَجَهَازُ الْعَرُوْسِ مَا تُزَفُّ بِهٖ اِلٰى زَوْجِهَا وَالْمَيِّتِ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ فِيْ دَفْنِهٖ۔

اور جہاز اصل میں وہ سامان ہے جس کی مسافر کو ضرورت ہو اور دلہن کا جہاز وہ سامان ہے جو اسے جہیز کے طور پر شادی کے موقعہ پر دیا جاتا ہے اور میت کا جہاز وہ سامان ہے جو اس کے کفن دفن کے کام آئے۔

"نو دسوں بھائیوں کے اونٹ بھر کر فرمایا گیارہواں آئے گا تو اپنا حصہ لے جائے گا بلکہ شاید اسے اور زیادہ دیا جائے اور جو قیمت غلہ کی انہوں نے ادا کی تھی وہ خفیہ طور پر انہیں اونٹوں میں رکھوا دی جس کا ذکر آگے ہے۔

"فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ۔ تو اگر تم اسے لے کر میرے پاس نہ آئے تو تمہارے لیے میرے یہاں پیمانہ نہیں ہے اور تم ہی میرے پاس نہ آنا بولے ہم کوشش کریں گے اس کے باپ سے اور ہمیں ضرور ایسا کرنا ہے اور (یوسف نے) غلاموں کو حکم دیا کہ انکی رقم ان ہی کی خورجیوں میں رکھ دو شاید وہ اسے پہچانیں جب اپنے گھر لوٹ کر جائیں اور شاید واپس آئیں"۔

یعنی ان کی ادا کی ہوئی رقم انہی کی خورجیوں میں غلاموں کو حکم دے کر رکھا دی تاکہ جب وہ اپنا سامان کھولیں تو اپنی خورجیوں میں دیکھ کر جانیں کہ بادشاہ مصر میں اس شان کی سخاوت ہے دوسرے ایام قحط میں ان کے کام آئے اور علانیہ وہ رقم لینے سے جو شرم آتی اس سے بھی محفوظ رہیں اور اس لالچ میں پھر آنے کی سعی کریں اور بنیامین کو بھی ساتھ لے آئیں۔ یا خیال کریں کہ یہ رقم بھولے سے آگئی ہے لہٰذا واپس کرنے کے خیال سے آجائیں (روح المعانی)

"فَلَمَّا رَجَعُوْا اِلٰى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يَا اَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ۔ تو جب وہ لوٹ کر آئے اپنے باپ کے پاس بولے ابا جان روکا گیا ہم سے غلہ کا پیمانہ تو بھیج دیجئے ہمارے ساتھ ہمارے بھائی (بنیامین) کو کہ پیمانہ کرا کے غلہ لائیں اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔ فرمایا یعقوب نے کیا میں تم پر ویسا ہی اعتبار کر لوں جیسا پہلے اس

کے بھائی کے بارے میں کیا تھا"۔

برادرانِ یوسف علیہ السلام نے واپس آ کر حضرت یعقوب علیہ السلام سے وہاں کا سب حال سنا کر عرض کیا کہ ایک اونٹ کا بارِ غلہ ہم سے روک لیا گیا محض اس وجہ میں کہ ہمارا گیارہواں بھائی ہمارے ساتھ نہ تھا۔ لہٰذا اب آپ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ بھی غلہ لا سکیں اور مطمئن رہیئے ہم اس کی پوری پوری حفاظت کریں گے اور اگر آپ نے بنیامین کو نہ بھیجا تو غلہ نہ ملے گا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح اس کے بھائی کی تم نے حفاظت کی تھی کیا ویسی ہی محافظت اس کی کرو گے اور میں اسی طرح کا بھروسہ تم پر کر لوں تم نے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے لے جانے کے وقت بھی پوری ذمہ داری لی تھی۔

"فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا۔ خیر تم تو کیا حفاظت کرو گے اللہ ہی بہترین محافظ ہے اور وہی بڑا رحم والا ہے۔ مہربانوں میں۔ تو جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا اپنی دی ہوئی رقم خورجیوں میں پائی جو (خفیہ) واپس کر دی گئی تھی۔ بولے ابا جان اب ہم اور کیا چاہیں یہ ہے ہماری رقم جو ہمیں واپس کر دی گئی اور ہم اپنے گھر کے لیے اور غلہ لائیں اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں اور ایک اونٹ کا بار اور زیادہ پائیں یہ بار بادشاہ کے لیے بہت آسان ہے"۔

نَمِيْرُ اَهْلَنَا کے معنی نَجْلِبُ لَهُمُ الْمِيْرَةَ طَعَامٌ۔ يَمْتَارُهُ الْاِنْسَانُ اَيْ مَا يَجْلِبُهٗ ہیں۔ یعنی میرا وہ طعام ہے جو انسان اپنے گھر لائے۔

"یہ بادشاہ پر بہت آسان ہے"۔ اس لیے کہ جس بادشاہ نے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہماری ادا کی ہوئی رقم بھی خفیہ طور پر ہماری خورجیوں میں رکھا دی اور اس طرح دے دی اس کے لیے ایک اونٹ کا غلہ لدوا کر دے دینا کیا مشکل ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔

"قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ فرمایا میں ہرگز تمہارے ساتھ (بنیامین کو) نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا عہد نہ دے دو کہ ضرور اسے اپنے ساتھ لے کر آؤ گے مگر یہ کہ تم ہی گھر جاؤ"۔

اللہ کا عہد یعنی جب تک قسم کھا کر اقرار نہ کرو گے کہ ہم حضرت بنیامین کو ضرور بہ حفاظت واپس لائیں گے اس وقت تک میں اسے تمہارے ساتھ بھیجنے کو تیار نہیں۔ البتہ اگر تم سب ہی کہیں گھر جاؤ تو وہ قسم تم پر نہیں ہوگی تم اس سے بری ہو۔

"فَلَمَّا اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ تو جب انہوں نے یعقوب کو عہد دے دیا اور کہا جو ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ کا ذمہ ہے"۔

تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت بنیا مین کو ان کے ساتھ روانہ فرمایا اور ساتھ ہی ہدایت کی جس کا ذکر آگے ہے۔

"وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ اور فرمایا دیکھو بیٹو تم سب ایک دروازے سے داخل نہ ہونا (بلکہ) جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا اور میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا حکم تو یقینا اللہ کا ہی ہے میں نے اس پر بھروسہ کیا اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے"۔

یہ علیحدہ علیحدہ شاہی محل میں داخلہ کی ہدایت سے نظر بد سے محفوظ رہنے کے لیے آپ نے فرمائی۔ اس لیے کہ درباریوں کے سامنے جب گیارہ کے گیارہ یک دم پہنچیں تو کہیں کثرت دیکھ کر کسی کی نظر نہ لگ جائے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْعَيْنُ حَقٌّ۔ نظر حق ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلی بار جب یہ گئے تو اس وقت آپ نے نظر بد کی پرواہ نہ کی اور اب جب کہ بنیامین ہمراہ تھے تو نظر وغیرہ کے احتمالات کیوں پیدا ہو گئے اس کا جواب یہ ہے کہ

پہلی بار جب گئے تو وہاں کسے معلوم تھا کہ یہ سب ایک باپ کی اولاد ہیں اور اب ایسی صورت میں جا رہے تھے کہ وہاں درباریوں کو یہ علم ہو چکا تھا کہ یہ سب ایک باپ کے بیٹے ہیں اس بنا پر نظر بد کی حفاظت کے لیے علیحدہ علیحدہ جانے کا حکم دیا گیا۔

اس سے یہ امر بھی معلوم ہوا کہ آفتوں اور بلاؤں سے بچنے کی تدبیر اور مناسب احتیاط کرنا طریقہ انبیاء ہے اور اس کے ساتھ ہی تمام امور اللہ کے بھروسہ پر چھوڑ دیں۔ جیسا تعلیم توکل میں حضور نے فرمایا اَعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اونٹ کو باندھ کر اللہ پر بھروسہ کر اور یہ یقین رکھ کہ جو مقدر میں ہے وہ کسی تدبیر سے ٹل نہیں سکتا۔

" وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ اور جب وہ داخل ہوئے جیسے حکم دیا تھا ان کے باپ نے وہ کچھ انہیں اللہ سے نہ بچا سکتا مگر ایک خواہش تھی حضرت یعقوب کے دل میں جو اس نے پوری کر لی اور بیشک وہ ذی علم ہے ہمارے سکھائے سے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔

چنانچہ بموجب ہدایت حضرت یعقوب علیہ السلام شہر کے مختلف دروازوں سے یہ داخل ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اطلاع دی کہ حضور ہم حاضر ہیں۔ آگے کا بیان نویں رکوع میں ہے (روح المعانی)

بامحاورترجمہ نواں رکوع سورہ یوسف ۔ پ ۱۳

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰی اِلَیْہِ اَخَاہُ قَالَ اِنِّیْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

اور جب داخل ہوئے یوسف پر جگہ دی اپنے پاس اپنے بھائی کو کہا میں تیرا ہی بھائی ہوں تو نہ غم کر جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ۝

تو جب ان کا سامان مہیا کر دیا وہ پیالہ اپنے بھائی کے کجاوے میں پھر منادی دی ندا دینے والے نے اے قافلہ والو تم چور ہو۔

قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ۝

بولے اور ان کی طرف متوجہ ہوئے تم نے کیا چیز گم کی۔

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ ۝

بولے ہم نے گم کیا بادشاہ کا پیمانہ اور جو لائے گا اسے اس کے لیے بوجھ ایک اونٹ کا اور ہم اس کے ضامن ہیں۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ۝

کہنے لگے خدا کی قسم تمہیں معلوم ہے ہم نہیں آئے کہ فساد کریں زمین میں اور نہیں ہم چور۔

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ۝

بولے تو کیا سزا ہے اس کی اگر ہو تم جھوٹے۔

قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۝

بولے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے کجاوے میں وہ ملے وہی اس کے بدلے غلام بنے ہمارے یہاں یہی سزا ہے ظالموں کی۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ

تو کھولا ان کی خورجیوں کو (بنیامین کی) خورجی سے پہلے پھر نکالا اسے بنیامین کی خورجی سے یہی تدبیر بتائی ہم نے یوسف کو نہیں حق تھا یوسف کو کہ (بلاوجہ) لے اپنے بھائی کو قانون شاہی میں مگر یہ کہ خدا چاہے۔ ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے چاہیں اور ہر علم والے سے

عِلْمٍ عَلِیْمٌ ۝
قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝
قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝
قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝

بلند ایک علم والا ہے۔
بولے اگر اس نے چوری کی تو بے شک چوری کر چکا ہے اس کا بھائی اس سے پہلے تو یوسف نے ان کی بات دل میں رکھی اور ظاہر نہ کی انہیں جی میں کہا تم بدتر جگہ ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو باتیں بنا رہے ہو۔
بولے اے عزیز اس کے ایک باپ ہیں بڑے بوڑھے تو لے لے ایک کو ہم میں سے اس کی جگہ بے شک ہم دیکھتے تمہیں احسان کرنے والا۔
فرمایا پناہ بخدا ہم کیسے لیں مگر اسی کو جس کے پاس ہمارا سامان ملا ورنہ ہم ظالموں سے ہیں۔

حلِّ لغاتِ قرآن رکوع۔ یوسف۔ پ ۱۳

وَلَمَّا۔ اور جب	دَخَلُوْا۔ داخل ہوئے	عَلٰی۔ اوپر	یُوْسُفَ۔ یوسف کے
اٰوٰی۔ جگہ دی	اِلَیْہِ۔ اپنے پاس	اَخَاہُ۔ اپنے بھائی کو	قَالَ۔ فرمایا
اِنِّیْ۔ بے شک میں	اَنَا۔ میں ہی	اَخُوْكَ۔ تیرا بھائی ہوں	فَلَا۔ سو نہ
تَبْتَئِسْ۔ بُرا منا	بِمَا۔ اس کا جو	كَانُوْا۔ وہ تھے	یَعْمَلُوْنَ۔ کرتے
فَلَمَّا۔ پھر جب	جَهَّزَهُمْ۔ تیار کر دیا ان کو	بِجَهَازِهِمْ۔ ان کا سامان	جَعَلَ۔ رکھ دیا
السِّقَایَةَ۔ پیمانہ	فِیْ رَحْلِ۔ بورے میں	اَخِیْهِ۔ اپنے بھائی کے	ثُمَّ۔ پھر
اَذَّنَ۔ آواز دی	مُؤَذِّنٌ۔ آواز دینے والے نے	اَیَّتُهَا۔ اے	الْعِیْرُ۔ قافلے والو
اِنَّكُمْ۔ یقیناً تم	لَسَارِقُوْنَ۔ چور ہو	قَالُوْا۔ بولے	وَاَقْبَلُوْا۔ اور متوجہ ہو کر
عَلَیْهِمْ۔ ان پر	مَاذَا۔ کیا	تَفْقِدُوْنَ۔ گم پاتے ہو	قَالُوْا۔ بولے
نَفْقِدُ۔ ہم گم پاتے ہیں	صُوَاعَ۔ پیمانہ	الْمَلِكِ۔ بادشاہ کا	وَلِمَنْ۔ اور جو اس کو
جَآءَ۔ لائے گا	بِہٖ۔ اس کو لے کے لیے	حِمْلُ۔ بوجھ ہے	بَعِیْرٍ۔ ایک اونٹ کا
وَاَنَا۔ اور میں	بِہٖ۔ اس کا	زَعِیْمٌ۔ ضامن ہوں	قَالُوْا۔ بولے۔

تَاللّٰهِ۔ خدا کی قسم — لَقَدْ۔ یقیناً
لِنُفْسِدَ۔ کہ فساد کرتے پھریں
كُنَّا۔ ہم — سَارِقِیْنَ۔ چور
جَزَاؤُهٗ۔ بدلہ ہے اس کا — اِنْ۔ اگر
قَالُوْا۔ بولے — جَزَاؤُهٗ۔ اس کا بدلہ
فِیْ رَحْلِهٖ۔ اسکے بورے میں — فَهُوَ۔ تو وہی
نَجْزِی۔ بدلہ دیتے ہیں ہم — الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالموں کو
قَبْلَ۔ پہلے — وِعَآءِ۔ بورے
اسْتَخْرَجَهَا۔ نکالا اس کو — مِنْ وِعَآءِ۔ بورے
كِدْنَا۔ تدبیر کی ہم نے — لِیُوْسُفَ۔ یوسف کیلئے
اَخَاهُ۔ اپنے بھائی کو — فِیْ دِیْنِ۔ قانون
یَّشَآءَ۔ چاہے — اللّٰهُ۔ اللہ
مَنْ۔ جس کے — نَّشَآءُ۔ چاہیں
ذِیْ عِلْمٍ۔ علم والے کے — عَلِیْمٌ۔ کوئی علم والا ہے
یَّسْرِقْ۔ اسنے چوری کی ہے — فَقَدْ۔ تو بے شک
مِنْ قَبْلُ۔ پہلے — فَاَسَرَّهَا۔ تو چھپایا اسکو
وَلَمْ یُبْدِهَا۔ اور نہ ظاہر کیا اس کو
اَنْتُمْ۔ تم — شَرٌّ۔ برے ہو
اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے — بِمَا۔ جو کچھ
یٰۤاَیُّهَا۔ اے — الْعَزِیْزُ۔ عزیز
اَبًا۔ باپ ہے — شَیْخًا۔ بڑا ہی
اَحَدَنَا۔ ہم میں سے ایک — مَكَانَهٗ۔ اس کی جگہ
مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ نیک لوگوں سے
اللّٰهِ۔ خدا کی — اَنْ۔ یہ کہ
وَجَدْنَا۔ کہ پایا ہم نے — مَتَاعَنَا۔ اپنا سامان

عَلِمْتُمْ۔ تم نے جانا کہ
فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں
قَالُوْا۔ بولے
كُنْتُمْ۔ ہو تم
مَنْ۔ وہ ہے جو
جَزَاؤُهٗ۔ اس کا بدلہ ہے
فَبَدَاَ۔ پھر شروع کیا
اَخِیْهِ۔ اپنے بھائی سے
اَخِیْهِ۔ اپنے بھائی سے
مَا كَانَ۔ نہیں تھا
الْمَلِكِ۔ شاہی میں
نَرْفَعُ۔ بلند کرتے ہیں
وَفَوْقَ۔ اور اوپر
قَالُوْا۔ بولے
سَرَقَ۔ چوری کی تھی
یُوْسُفُ۔ یوسف نے
لَهُمْ۔ انکے سامنے
مَّكَانًا۔ مرتبہ میں
تَصِفُوْنَ۔ تم بیان کرتے ہو
اِنَّ۔ بیشک
كَبِیْرًا۔ بوڑھا
اِنَّا۔ بیشک
قَالَ۔ فرمایا
نَّاْخُذَ۔ پکڑیں ہم
عِنْدَهٗ۔ اسکے پاس

مَا جِئْنَا۔ نہیں آئے ہم
وَمَا۔ اور نہیں
فَمَا۔ پھر کیا
كٰذِبِیْنَ۔ جھوٹے
وُجِدَ۔ پایا جائے
كَذٰلِكَ۔ اسی طرح
بِاَوْعِیَتِهِمْ۔ انکے بوروں سے
ثُمَّ۔ پھر
كَذٰلِكَ۔ اسی طرح
لِیَاْخُذَ۔ کہ پکڑ سکتا
اِلَّاۤ اَنْ۔ مگر یہ کہ
دَرَجٰتٍ۔ درجے
كُلِّ۔ ہر ایک
اِنْ۔ اگر
اَخٌ لَّهٗ۔ اسکے بھائی نے بھی
فِیْ نَفْسِهٖ۔ اپنے دل میں
قَالَ۔ فرمایا
وَاللّٰهُ۔ اور اللہ
قَالُوْا۔ بولے
لَهٗ۔ اس کا
فَخُذْ۔ سو تو لے لے
نَرٰىكَ۔ دیکھتے ہیں تجھے
مَعَاذَ۔ پناہ
اِلَّا مَنْ۔ مگر اس کو
اِنَّا۔ بیشک ہم

اِذًا۔ اس وقت لَّظٰلِمُوْنَ۔ یقیناً ظالم ہوں گے

مختصر تفسیر اردو نواں رکوع۔ یوسف۔ پ۱۳

"وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اور جب داخل ہوئے وہ یوسف پر جگہ دی اپنے پاس اپنے بھائی کو کہا میں یقیناً تیرا بھائی ہوں تو نہ غم کر یہ جو کچھ کر رہے ہیں (کہنے دے)"۔

برادرانِ یوسف حضرت بنیامین کو جب لے کر آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو اطلاع دی کہ ہم آپ کے پاس اپنے بھائی بنیامین کو لے آئے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم نے بہت اچھا کیا پھر انہیں عزت سے اپنے یہاں مہمان بنایا اور دستر خوان علیحدہ علیحدہ لگا کر دو دو کو ایک ایک دستر خوان پر بٹھایا سب دو دو دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ حضرت بنیامین تنہا رہ گئے آپ کو اس وقت فطرتاً اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کی یاد نے رولا دیا اور کہنے لگے آج اگر میرا بھائی یوسف ہوتا تو وہ مجھے اپنے ساتھ بٹھاتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کا ہاتھ پکڑا اور اپنے دستر خوان پر بٹھا لیا اور فرمایا بَقِیَ اَخُوْکُمْ بُنْیَامِیْنُ وَحِیْدًا فَقَالُوْا لَہٗ کَانَ لَہٗ اَخٌ فَھَلَکَ قَالَ فَلِذَا اُجْلِسُہٗ مَعِیْ فَاَخَذَہٗ وَاَجْلَسَہٗ مَعَہٗ عَلٰی مَائِدَتِہٖ وَجَعَلَ یُوَاکِلُہٗ۔ تمہارا ایک بھائی بنیامین اکیلا رہ گیا۔ بھائیوں نے عرض کیا حضور ان کا ایک بھائی تھا وہ ہلاک ہو گیا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ہم اسے اپنے ساتھ بٹھا رہے ہیں اور انہیں ساتھ لے کر اپنے ہی دستر خوان پر بٹھا لیا اور کھانا شروع کر دیا۔

فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ اَمَرَھُمْ بِمِثْلِ ذٰلِکَ وَقَالَ یَنَامُ کُلُّ اِثْنَیْنِ مِنْکُمْ عَلٰی فِرَاشٍ فَبَقِیَ بُنْیَامِیْنُ وَحْدَہٗ فَقَالَ ھٰذَا یَنَامُ عِنْدِیْ عَلٰی فِرَاشِیْ فَنَامَ مَعَ یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلٰی فِرَاشِہٖ فَجَعَلَ یُوْسُفُ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَضُمُّہٗ وَیَشُمُّ رِیْحَہٗ حَتّٰی اَصْبَحَ وَسَاَلَہٗ عَنْ وَلَدِہٖ فَقَالَ لِیْ عَشَرَۃُ بَنِیْنَ اِشْتَقَقْتُ اَسْمَاءَھُمْ مِنْ اِسْمِ اَخٍ لِیْ ھَلَکَ فَقَالَ لَہٗ اَتُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَخَاکَ بَدَلَ اَخِیْکَ الْھَالِکِ قَالَ مَنْ یَجِدُ اَخًا مِثْلَکَ اَیُّھَا الْمَلِکُ وَلٰکِنْ لَمْ یَلِدْکَ یَعْقُوْبُ وَلَا رَاحِیْلُ فَبَکٰی یُوْسُفُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَقَامَ اِلَیْہِ وَعَانَقَہٗ وَتَعَرَّفَ اِلَیْہِ عِنْدَ ذٰلِکَ وَقَالَ اِنِّیْ اَنَا اَخُوْکَ یُوْسُفُ (عَلَیْہِ السَّلَامُ)

تو جب رات ہوئی تو سب کو ایک ایک بستر پر دو دو بھائیوں کے سونے کا حکم ہوا اس موقعہ پر بھی

بنیامین تنہا رہ گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ ہمارے ساتھ سوئیں گے تو بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ سوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انھیں خوب پیار کیا اور ان کی خوشبو لی حتی کہ صبح ہو گئی۔

پھر یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب کی اولاد کے متعلق دریافت کیا۔ بنیامین نے عرض کیا دس بیٹے ایک باپ اور ایک ماں سے ہیں اور میں اور یوسف میرے بھائی ایک ماں سے تھے اب میں تنہا ہوں میرے بھائی ہلاک ہو چکے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ ہم تمہارے بھائی بن جائیں تمہارے حقیقی بھائی کے بدلے۔ بنیامین نے نہایت سنجیدہ جواب دیا۔ عرض کیا حضور آپ جیسا بھائی کسے مل سکتا ہے لیکن آپ کو یعقوب علیہ السلام سے نسبت تولید اور راحیل سے نسبت ولادت نہیں۔ یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام کے آنسو نکل پڑے اور آپ نے کھڑے ہو کر بنیامین کو گلے لگا لیا اور بتایا کہ بنیامین غم نہ کریں تیرا بھائی یوسف ہوں۔ اب اس کا غم نہ کر جو یہ کر رہے ہیں۔

لَا تَبْتَئِسْ کے معنے لَا تَحْزَنْ ہوتے ہیں (روح المعانی)

آپ نے اپنے بھائی کو مطمئن فرما کر فرمایا کہ اس راز سے باقی بھائیوں کو مطلع نہ کرنا اور اب میں تمہیں اپنے سے جدا نہ ہونے دوں گا۔ بنیامین نے عرض کیا یہ تو صحیح ہے مگر آپ کی جدائی کا انہیں یعنے والد کو کافی غم پہنچ چکا ہے اور میرے رکھنے سے مزید غم ہو گا۔ آپ نے فرمایا اب غم کے ایام ختم ہو چکے اس کی پرواہ نہ کر و لیکن تمہارے روکنے کے لیے بجز اس کے اور کوئی سبیل نہیں ہے کہ میں تمہاری طرف کوئی غیر پسندیدہ بات منسوب کروں۔ بنیامین نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

"فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ۔ تو جب ان کا سامان مہیا کر دیا۔"

یعنی ہر ایک کو ایک بار شتر غلہ دے دیا اور ایک بار شتر بنیامین کے نام کا خاص کر دیا۔ جہاز کا لغوی و عرفی استعمال آٹھویں رکوع میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ تو خلاصہ آیت یہ ہے کہ ان دس بھائیوں کے ساتھ گیارہویں بھائی بنیامین کا اونٹ بھی لاد دیا گیا۔

"مگر اس میں بموجب حکم شاہی نظر بچا کر حضرت یوسف علیہ السلام کا شاہی سقایہ جس میں آپ پانی نوش فرماتے تھے رکھ دیا اور حضرت بنیامین کی خورجی میں اسے چھپا دیا۔"

اسی پیالہ سے رعایا کو کھانا بھی ماپ کر دیا جاتا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ وہ برتن تھا جس سے جانوروں کا پانی دیا جاتا اور اس سے دانہ بھی ماپ کر دیتے تھے۔

اور یہ پیالہ یا پیمانہ چاندی کا مرصع بہ جواہر تھا بروایت عکرمہ وغیرہ۔
اور ابن عباس حسن بن زید سے مروی ہے کہ وہ پیمانہ یا کٹورا سونے کا تھا۔
ایک قول ہے کہ چاندی کا تھا اس پر سونے کی منوت کاری تھی۔
بہر حال یہ برتن چاندی کا تھا یا سونے کا مرصع بہ جواہر تھا یا سنہری منوت کا تھا۔ منرور تھا۔ جیسا بھی تھا اور وہ حضرت بنیامین کی خورجی میں رکھا گیا اور بعد ازاں جب یہ قافلہ کنعان کو چلنے لگا تو منادی ندا کرتا ہوا آیا اور کہا

"اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسٰرِقُوْنَ اے قافلہ والو تم چور ہو۔"

اور چونکہ حدیث میں ارشاد ہے لَا یَزْنِی الزَّانِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَشْرَبُ الْخَمْرَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ بنا بریں منادی نے ندا میں عیر کہا اس لیے کہ اَلْعِیْرُ اَلْاِبِلُ الَّتِیْ عَلَیْهَا الْاَحْمَالُ سُمِّیَتْ بِذٰلِكَ لِاَنَّهَا تَعِیْرُ اَیْ تَذْهَبُ وَتَجِیْءُ۔ عیر وہ اونٹ ہے جس پر بوجھ لادا جائے اس لیے یہاں عیر کہا کہ وہ آتا جاتا رہتا ہے یہ سن کر سب کے سب بھائی متعجب ہو کر منادی کی طرف متوجہ ہوئے۔

"قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ سب کے سب بولے اور ندا کنندہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے تم کیا چیز گم کر بیٹھے بولے بادشاہ سلامت کا پیمانہ نہیں ملتا اور جو اسے لا کر دے گا اس کے لیے ایک بار اونٹ کا غلہ (انعام) ہے اور ہم اس کے ضامن ہیں۔"

برادران یوسف متحیر ہو کر پوچھنے لگے کیا گم ہو گیا۔ تَفْقِدُوْنَ پر راغب کہتے ہیں اَلْفَقْدُ عَدَمُ الشَّیْءِ بَعْدَ وُجُوْدِهٖ۔ فقد کہتے ہیں اس چیز کے گم ہونے کو جو پہلے موجود ہو۔ تو منادی بولا۔

"قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ۔ ہم بادشاہ سلامت کا پیمانہ نہیں پاتے۔"

آلوسی فرماتے ہیں وَلَمْ یَقُوْلُوْا سَرَقْتُمُوْهُ۔ منادی کنندہ نے یہ نہیں کہا کہ وہ پیمانہ تم نے چرایا ہے۔ بلکہ یہ کہا پیمانہ مفقود ہے۔ اور وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ اور جو وہ پیالہ پیدا کرے گا اس کو ایک اونٹ غلہ انعام ملے گا اور ہم لوگ اس کے ضامن ہیں۔ اس پر برادرانِ یوسف پریشان ہو کر کہنے لگے [illegible] ذکر فرمایا۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ۔ بولے خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ ہم یہاں اس زمین میں فساد کرنے کو نہیں آئے اور نہیں ہم چور۔"

اس لیے کہ چوری تو سب سے بڑا فساد ہے اور اس قسم کے فساد کو ہماری طرف تم منسوب کر رہے ہو اور حقیقت یہ ہے کہ ہم چور ہرگز نہیں ہیں۔ اس پر ندا کنندہ اور شاہی پولیس نے جواب دیا۔

"قَالُوْا فَمَا جَزَاؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ۔ بولے تو کیا سزا ہے اس کی اگر تم جھوٹے ثابت ہو جاؤ۔"
یعنی مال مسروقہ تم ہی میں نکل آئے اور تمہارا دعوٰی باطل ثابت ہو جائے تو اس کی سزا تمہارے مذہبی قانون میں کیا ہے؟

"قَالُوْا جَزَاؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَاؤُهٗ۔ بولے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے کجاوے میں وہ پیالہ ملے وہی اس کے بدلے غلام بن کر رہے۔ ایسا ہی ہمارے یہاں ظالموں کی سزا میں حکم ہے۔"
یعنی شریعت یعقوبی میں چور کی یہ سزا ہے کہ جو چور ثابت ہو وہ غلام بنا یا جائے اور اسے غلاموں میں رہنا پڑتا ہے۔

چنانچہ انہیں کہا گیا لَابُدَّ مِنْ تَفْتِيْشِ رِحَالِكُمْ فَرُدُّوْهُمْ بَعْدَ اَنْ سَارُوْا مَنْزِلًا اَوْ بَعْدَ اَنْ خَرَجُوْا اِلَى الْعِمَارَةِ اِلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اب لازمی ہو گیا ہے کہ تمہارے راحلہ یعنی کجاوے دیکھے جائیں لہٰذا قافلہ واپس کرو۔ یہ ان کا واپس جانا روانگی کے بعد ہوا۔ یا عمارت شاہی سے رخصت ہونے کے بعد دربار میں واپس لایا گیا۔

"فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ تو شروع کی گئی تفتیش اور تلاشی لی گئی (حضرت بنیا بین) کی خورجی کی تلاشی سے پہلے پھر اسے تلاشی لیتے لیتے برادر یوسف علیہ السلام کی خورجی میں سے اس پیمانہ کو نکال لیا ایسے ہی ہم نے یوسف کو تدبیر سمجھائی۔"

غرضکہ وہ پیالہ یا پیمانہ نقرئی یا طلائی حضرت بنیا بین کی خورجی سے نکل آیا اور وہ نکلنا ہی تھا اس لئے کہ حضرت بنیا بین کو روکنے کی یہی سبیل تھی۔ اس لیے کہ
"مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ شاہی قانون میں کسی کو یہ حق ہی نہ تھا کہ بھائی کو بلا وجہ لے سکیں مگر یہ کہ خدا چاہے۔"

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ شریعت یعقوب میں اس کے لیے کیا حکم ہے جس کے پاس سے مال مسروقہ برآمد ہو تو شریعت یعقوبی میں تو چور غلام بنا کر رکھ لینا تھا اور شریعت مصری میں چور کی سزا مارنا یا مسروقہ مال سے دوچند مال لینا مقرر تھیں۔ اور یہ جو کچھ ہوا سب مشیّت الٰہی سے ہوا۔ چنانچہ ان کے دل میں یہ ڈالا گیا کہ اس کی سزا برادران یوسف سے ہی پوچھیں تو انہوں نے پہلے ہی بتا دیا تھا مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَاؤُهٗ۔ جس کے راحلہ میں مال مسروقہ ملے وہی غلام بنا کر رکھ لیا جائے۔

"نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۔ ہم جسے چاہیں اس کے درجے بلند کریں اور

ہر ایک علم والے سے اوپر علم والا ہے۔"

اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اِنَّ اِخْوَۃَ یُوْسُفَ کَانُوْا عُلَمَاءَ اِلَّا اَنَّ یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَفْضَلُ مِنْھُمْ۔ کہ برادران یوسف اگرچہ عالم تھے مگر یوسف علیہ السلام ان سے علم میں بھی افضل تھے

اس کے بعد جب ثبوت جرم ہو چکا اور برادران یوسف نے سمجھ لیا کہ چوری بنیامین کے ذمہ لگی تو بجائے رنجیدہ ہونے کے اپنی عصبیت کے تعصب میں اظہار تعصب اس طرح کر بیٹھے۔

"قَالُوْا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ۔ بھائی بولے اگر (بنیامین) نے چوری کی ہے تو (یہ نئی بات نہیں) بے شک اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے پہلے تو یوسف علیہ السلام نے (سنکر) یہ بات اپنے دل میں رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی (اور دل ہی میں) فرمایا تم بدترین جگہ پر ہو اور اللہ بہتر جانتا ہے جو باتیں تم بناتے ہو۔"

اس کی تفسیر میں ابن اسحٰق ابن جریر، ابن ابی حاتم مجاہد سے مروی ہیں قَالَ کَانَ اَوَّلُ مَا دَخَلَ عَلٰی یُوْسُفَ مِنَ الْبَلَاءِ فِیْمَا بَلَغَنِیْ اَنَّ عَمَّتَہٗ کَانَتْ تَحْضُنُہٗ وَکَانَتْ اَکْبَرَ وُلْدِ اِسْحٰقَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَکَانَتْ اِلَیْھَا مِنْطَقَۃُ اَبِیْھَا وَکَانُوْا یَتَوَارَثُوْنَھَا بِالْکِبَرِ لَا تُحِبُّ اَحَدًا حُبَّھَا اِیَّاہُ حَتّٰی اِذَا تَرَعْرَعَ وَوَقَعَتْ نَفْسُ یَعْقُوْبَ اِلَیْہِ فَاَتَاھَا فَقَالَ یَا اُخَیَّۃُ سَلِّمِیْ اِلَیَّ یُوْسُفَ فَوَاللہِ مَا اَقْدِرُ عَلٰی اَنْ یَّغِیْبَ عَنِّیْ سَاعَۃً فَقَالَتْ وَاللہِ مَا اَنَا بِتَارِکَتِہٖ فَدَعْہُ عِنْدِیْ اَیَّامًا اَنْظُرُ اِلَیْہِ لَعَلَّ ذٰلِکَ یُسَلِّیْنِیْ فَلَمَّا خَرَجَ یَعْقُوْبُ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنْ عِنْدِھَا عَمَدَتْ اِلٰی تِلْکَ الْمِنْطَقَۃِ فَحَزَمَتْھَا عَلٰی یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنْ تَحْتِ ثِیَابِہٖ ثُمَّ قَالَتْ فَقَدْتُ مِنْطَقَۃَ اِسْحٰقَ فَانْظُرُوْا مَنْ اَخَذَھَا فَالْتُمِسَتْ ثُمَّ قَالَتْ اکْشِفُوْا اَھْلَ الْبَیْتِ فَکَشَفُوْھُمْ فَوَجَدُوْھَا مَعَ یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَتْ وَاللہِ اِنَّہٗ لَسَلَمٌ لِّیْ اَصْنَعُ فِیْہِ مَا شِئْتُ فَاَتَاھَا یَعْقُوْبُ فَاَخْبَرَتْہُ الْخَبَرَ فَقَالَ اَنْتِ وَذَاکِ اِنْ کَانَ فَعَلَ فَاَمْسَکَتْہُ فَمَا قَدَرَ عَلَیْہِ حَتّٰی مَاتَتْ

ترجمہ

سب سے پہلی مصیبت جو یوسف علیہ السلام کو پہنچی وہ یہ تھی کہ آپ کی پھوپھی آپ کی پرورش کیا کرتی تھی اور یہ پھوپھی اسحٰق علیہ السلام کی سب سے بڑی اولاد تھی یہ اپنے باپ کے کمربند کی وارث تھی کیونکہ وہ ورثہ میں سب سے بڑی اولاد کو ملتا تھا اور اس پھوپھی کو یوسف علیہ السلام سے بڑی محبت تھی جب وہ کچھ بڑے ہو گئے تو یعقوب علیہ السلام کے دل میں یوسف علیہ السلام اپنے پاس لے آنے کا خیال آیا۔ بہن کے پاس آکر کہا بہن اب مجھے یوسف دے دو خدا کی قسم اب مجھ سے اس کی جدائی پر صبر نہیں ہو سکتا تو بہن نے کہا

یں اسے نہیں چھوڑوں گی آپ ابھی کچھ دن اسے میرے پاس رہنے دیں میں اس معاملہ پر غور کروں گی۔

جب یعقوب علیہ السلام اس کے پاس سے چلے آئے تو اس نے جلدی سے وہ کمربند اٹھایا اور یوسف کے کپڑوں کے نیچے اس کی کمر میں باندھ دیا پھر کہنے لگی میرے باپ اسحق کا کمربند گم ہو گیا ہے اسے دیکھو کون لے گیا ہے تو اس کی تلاش شروع ہوئی پھر کہنے لگی گھر والوں کی جامہ تلاشی لو چنانچہ تلاشی ہوئی تو وہ کمربند یوسف علیہ السلام کے پاس سے برآمد ہو گیا تو پھوپھی نے کہا اب یہ میرے سپرد ہوا اب میں جو چاہوں گی اس کے متعلق کروں گی۔

پھر یعقوب علیہ السلام بہن کے پاس آئے تو اس نے بھائی کو سارا واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا اب تو جان اور یہ جانے اگر واقعی اس نے ایسا کیا ہے۔ تو پھوپھی نے یوسف علیہ السلام کو روک لیا اور جب تک پھوپھی فوت نہ ہو گئی تب تک یعقوب علیہ السلام یوسف کو نہ لے سکے۔

دوسری صورت کے متعلق ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیۂ کریمہ کے متعلق فرمایا۔

مَاسَرَقَ یُوْسُفُ عَلَیْہِ السَّلَامُ صَنَمًا لِجَدِّہٖ اَبِیْ اُمِّہٖ مِنْ ذَھَبٍ وَّفِضَّۃٍ فَکَسَرَہٗ فَاَلْقَاہُ عَلَی الطَّرِیْقِ فَعَیَّرَہٗ اِخْوَتُہٗ بِذٰلِکَ۔ حضرت یوسف علیہ السلام ایک بت اپنے نانا کا چرایا تھا جسے وہ پوجتے تھے آپ نے اسے چرایا اور توڑ کر راستہ میں پھینک دیا۔ اس سے آپ پر الزام تراشا گیا حالانکہ در حقیقت یہ چوری نہ تھی بلکہ بت پرستی مٹانے کی غرض سے اپنے جد کریم ابراہیم خلیل کی سنت کی پیروی کی تھی۔

اور اس اہتمام لگانے سے ان کا مدعا یہ تھا کہ ہم لوگ تو بنیامین کے سوتیلے بھائی ہیں تو اگر بنیامین نے ایسا کیا تو اس کا ہمارے اوپر کوئی اثر نہیں۔

اب جبکہ حضرت بنیامین اس بہانہ سے روک لیے گئے تو انہیں اپنے میثاق و معاہدہ کا خیال آیا تو گھبرائے اور دربار یوسفی میں حاضر ہو کر بولے۔

"قَالُوْا یٰۤاَیُّھَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَہٗۤ اَبًا شَیْخًا کَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَکَانَہٗ۔ بولے اے عزیز مصر اس کے باپ بڑے بوڑھے ہیں تو ہم سے اس کی جگہ کسی ایک کو لے لے بے شک ہم تیرے احسانات دیکھ رہے ہیں"۔

بنیامین کے والد کو اس سے بہت زیادہ محبت ہے اس سے ان کے دل کو تسلی رہتی ہے لہذا ہم میں سے ایک کو رکھ لے لیکن بنیامین کو رخصت کر دیجئے آپ نے جواب دیا۔

"قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ۔ فرمایا (یوسف نے) پناہ بخدا کہ ہم لیں تم سے کسی کو مگر اسی کو جس کے پاس ہمارا مال ملا (اگر اس کے خلاف کریں) تو ہم پھر ظالموں میں سے ہیں"

اور یہ تمہارے مذہب کے بھی خلاف ہے تم نے خود ہی فیصلہ سنایا تھا مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ پھر اس کے خلاف ہم کیسے عملدرآمد کر سکتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع۔ یوسف۔ پ ۱۳

فَلَمَّا اسْتَیْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ۝

تو جب مایوس ہو گئے اس سے علیحدہ جا کر سرگوشی کرنے لگے بولا بڑا ان کا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے لیا تھا تم سے عہد اللہ کا اور اس سے پہلے بھی جو کچھ تم زیادتی کر چکے ہو یوسف کے معاملہ میں تو میں تو ہرگز نہ چھوڑوں گا یہ زمین حتی کہ اجازت دیں ابا جان یا حکم دے اللہ اور وہ بہترین حکم دینے والا ہے۔

اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ۝ وَ سْـَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا وَ الْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

لوٹ جاؤ تم اپنے باپ کے پاس تو کہو ابا جان بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم نے گواہی نہ دی تھی مگر جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم غیب داں نہ تھے۔ اور پوچھ لو اس بستی سے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے جس میں ہم آئے اور ہم بے شک سچے ہیں۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝

فرمایا تمہارے دل حیلہ تمہیں بنا دیا تو صبر ہی اچھا ہے قریب ہے کہ ان سب کو اللہ مجھ سے ملا دے گا بے شک وہ علم والا حکمت والا ہے۔

وَ تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰۤاَسَفٰى عَلٰى یُوْسُفَ وَ ابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ ۝

اور پلٹے ان سے اور کہا اے افسوس یوسف کی جدائی پر اور سفید ہو گئیں ان کی آنکھیں غم سے اور وہ غم کھا رہے تھے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝

بولے خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ہو جائیں آپ گور کنارے یا جان سے گذر جائیں۔

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

فرمایا میں تو فریاد کرتا ہوں غم اور پریشانی میں اللہ سے اور مجھے اللہ کی وہ شانیں یاد ہیں جو تم نہیں جانتے۔

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَ اَخِیْهِ وَ لَا تَایْــٴَـسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِؕ اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

اے بیٹو جاؤ یوسف کی تلاش کرو اور اس کے بھائی کی اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اس سے مایوس نہیں ہوتے اس کی رحمت سے مگر قوم کافروں کی۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَیْنَاؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ

تو جب داخل ہوئے اس پر بولے اے عزیز پہنچی ہمیں اور گھر والوں کو مصیبت اور ہم آئے ہیں کچھ پونجی بے قدر لے کر تو ہمیں پورا پیمانہ دے کر اور ہم پر خیرات کر کر اجر لے بے شک اللہ اجر دیتا ہے صدقہ کرنے والوں کو۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَ اَخِیْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۝

فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کیا کیا یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ جب تم جاہل تھے۔

قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ یُوْسُفُؕ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَ هٰذَاۤ اَخِیْ٘ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَاؕ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَ یَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

بولے کیا فی الواقع آپ یوسف ہیں فرمایا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے بے شک اللہ نے احسان کیا ہم پر بے شک وہ جو پرہیزگار ہو اور صبر کرے تو بے شک اللہ ضائع نہ کرتا بدلہ نیکوں کا۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـٕیْنَ ۝

بولے قسم بخدا بے شک فضیلت دی اللہ نے آپ کو ہم پر اور بے شک ہم خطاکار ہیں۔

قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ٘ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝

فرمایا تم پر کوئی ملامت نہیں آج اللہ بخشے تمہیں اور وہ بڑا مہربان رحم والا ہے۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى

لے جاؤ یہ میرا قمیص تو ڈال دو اسے اوپر چہرہ ابا جان

وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ کے ہو جائیں گے وہ بصیر اور میرے پاس آجاؤ معہ اہل و عیال کے سب۔

حلِ لغات دسواں رکوع۔ یوسف۔ پ ۱۳

فَلَمَّا۔ پھر جب اسْتَیْئَسُوْا۔ نا امید ہو گئے وہ مِنْهُ۔ اس سے

خَلَصُوْا۔ علیحدہ ہوئے نَجِیًّا۔ مشورہ کے لیے قَالَ۔ بولا كَبِيْرُهُمْ۔ ان کا بڑا

اَلَمْ۔ کیا نہیں تَعْلَمُوْا۔ جانا تم نے اَنَّ۔ بے شک اَبَاكُمْ۔ تمہارے باپ نے

قَدْ۔ یقینا اَخَذَ۔ لیا عَلَيْكُمْ۔ تم سے مَوْثِقًا۔ عہد پختہ

مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ کا وَمِنْ قَبْلُ۔ اور پہلے مَا۔ جو فَرَّطْتُّمْ۔ کوتاہی کی تم نے

فِیْ یُوْسُفَ۔ یوسف کے متعلق فَلَنْ اَبْرَحَ۔ سو میں نہ جاؤں گا اس

الْاَرْضَ۔ زمین سے حَتّٰی۔ یہاں تک کہ يَاْذَنَ۔ اجازت دے لِیْ۔ مجھے

اَبِیْ۔ میرا باپ اَوْ۔ یا يَحْكُمَ۔ حکم دے اللّٰهُ۔ اللہ

لِیْ۔ مجھ کو وَهُوَ۔ اور وہ ہے خَيْرُ۔ بہتر الْحٰكِمِيْنَ۔ حکم دینے والا

اِرْجِعُوْا۔ لوٹ لو اِلٰى۔ طرف اَبِيْكُمْ۔ اپنے باپ کی فَقُوْلُوْا۔ پھر کہو

يَا اَبَانَا۔ اے ہمارے باپ اِنَّ۔ یقینا ابْنَكَ۔ تیرے بیٹے نے سَرَقَ۔ چوری کی

وَمَا۔ اور نہیں شَهِدْنَا۔ گواہی دی ہم نے اِلَّا۔ مگر بِمَا۔ جو

عَلِمْنَا۔ ہم نے جانا وَمَا۔ اور نہیں كُنَّا۔ تھے ہم لِلْغَيْبِ۔ غیب کی

حٰفِظِيْنَ۔ نگرانی کرنے والے وَاسْئَلِ۔ اور پوچھ الْقَرْيَةَ۔ بستی سے

الَّتِیْ۔ جس میں كُنَّا۔ تھے ہم فِيْهَا۔ اس میں وَالْعِيْرَ۔ اور قافلہ سے

الَّتِیْ۔ اس سے اَقْبَلْنَا۔ جو آئے ہم فِيْهَا۔ اس میں وَاِنَّا۔ اور یقینا ہم

لَصٰدِقُوْنَ۔ بے شک سچے ہیں قَالَ۔ فرمایا بَلْ۔ بلکہ

سَوَّلَتْ۔ بنا لیا ہے لَكُمْ۔ تمہارے لیے اَنْفُسُكُمْ۔ تمہاری جانوں نے اَمْرًا۔ ایک حیلہ

فَصَبْرٌ۔ تو صبر ہی جَمِيْلٌ۔ اچھا ہے عَسَى۔ قریب ہے اللّٰهُ۔ اللہ

اَنْ۔ یہ کہ يَّاْتِيَنِیْ۔ لے آئے ان کو بِهِمْ۔ میرے پاس جَمِيْعًا۔ سب کو

اِنَّہٗ ۔ بے شک وہ ۔ ھُوَ ۔ وہی ہے ۔ الْعَلِیْمُ ۔ جاننے والا ۔ الْحَکِیْمُ ۔ حکمت والا
وَتَوَلّٰی ۔ اور منہ پھیرا ۔ عَنْھُمْ ۔ ان سے ۔ وَقَالَ ۔ اور کہا ۔ یٰاَسَفٰی ۔ اے افسوس
عَلٰی ۔ اوپر ۔ یُوْسُفَ ۔ یوسف کے ۔ وَابْیَضَّتْ ۔ اور سفید ہوگئیں
عَیْنٰہُ ۔ اس کی آنکھیں ۔ مِنَ الْحُزْنِ ۔ غم کی وجہ سے ۔ فَھُوَ ۔ سو وہ
کَظِیْمٌ ۔ غم کا بھرا ہوا تھا ۔ قَالُوْا ۔ بولے ۔ تَاللّٰہِ ۔ خدا کی قسم ۔ تَفْتَؤُا ۔ تو ہمیشہ
تَذْکُرُ ۔ یاد کرتا رہیگا ۔ یُوْسُفَ ۔ یوسف کو ۔ حَتّٰی ۔ یہاں تک کہ ۔ تَکُوْنَ ۔ ہوجائے تو
حَرَضًا ۔ بوڑھا ۔ اَوْ تَکُوْنَ ۔ یا ہوجائے ۔ مِنَ الْھٰلِکِیْنَ ۔ ہلاک ہونے والوں سے
قَالَ ۔ فرمایا ۔ اِنَّمَا ۔ سوائے اسکے نہیں ۔ اَشْکُوْا ۔ میں شکوہ کرتا ہوں ۔ بَثِّیْ ۔ اپنے اندوہ
وَحُزْنِیْ ۔ اور اپنے غم کا ۔ اِلَی اللّٰہِ ۔ اللہ کی طرف ۔ وَاَعْلَمُ ۔ اور میں جانتا ہوں ۔ مِنَ اللّٰہِ ۔ اللہ سے
مَالَا ۔ جو نہیں ۔ تَعْلَمُوْنَ ۔ جانتے تم ۔ یٰبَنِیَّ ۔ اے میرے بیٹو ۔ اذْھَبُوْا ۔ جاؤ
فَتَحَسَّسُوْا ۔ تلاش کرو ۔ مِنْ یُّوْسُفَ ۔ یوسف کو ۔ وَاَخِیْہِ ۔ اور اسکے بھائی کو
وَلَا ۔ اور نہ ۔ تَایْئَسُوْا ۔ مایوس ہو ۔ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ ۔ اللہ کی رحمت سے
اِنَّہٗ ۔ بے شک ۔ لَایَایْئَسُ ۔ نہیں مایوس ہوتی ۔ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ ۔ اللہ کی رحمت سے
اِلَّا ۔ مگر ۔ الْقَوْمُ ۔ قوم ۔ الْکٰفِرُوْنَ ۔ کافروں کی ۔ فَلَمَّا ۔ پھر جب
دَخَلُوْا ۔ داخل ہوئے ۔ عَلَیْہِ ۔ اس پر ۔ قَالُوْا ۔ بولے ۔ یٰاَیُّھَا ۔ اے
الْعَزِیْزُ ۔ عزیز ۔ مَسَّنَا ۔ پہنچی ہمیں ۔ وَاَھْلَنَا ۔ اور ہمارے گھر والوں کو ۔ الضُّرُّ ۔ تکلیف
وَجِئْنَا ۔ اور لائے ہم ۔ بِبِضَاعَۃٍ ۔ پونجی ۔ مُّزْجٰۃٍ ۔ کھوٹی ۔ فَاَوْفِ ۔ سو پورا دے
لَنَا ۔ ہم کو ۔ الْکَیْلَ ۔ ماپ ۔ وَتَصَدَّقْ ۔ اور صدقہ کر ۔ عَلَیْنَا ۔ ہم پر
اِنَّ ۔ یقیناً ۔ اللّٰہَ ۔ اللہ ۔ یَجْزِی ۔ جزا دیتا ہے ۔ الْمُتَصَدِّقِیْنَ ۔ صدقہ کرنیوالوں کو
قَالَ ۔ کہا ۔ ھَلْ ۔ کیا ۔ عَلِمْتُمْ ۔ تم جانتے ہو ۔ مَّا ۔ کہ کیا
فَعَلْتُمْ ۔ کیا تھا تم نے ۔ بِیُوْسُفَ ۔ یوسف ۔ وَاَخِیْہِ ۔ اور اسکے بھائی سے ۔ اِذْ اَنْتُمْ ۔ جب تم
جٰھِلُوْنَ ۔ جاہل تھے۔ قَالُوْا ۔ بولے ۔ ءَاِنَّکَ ۔ کیا تو ۔ لَاَنْتَ ۔ تو ہی ہے
یُوْسُفُ ۔ یوسف ۔ قَالَ ۔ فرمایا ۔ اَنَا ۔ میں ہی ۔ یُوْسُفُ ۔ یوسف ہوں
وَھٰذَا ۔ اور یہ ۔ اَخِیْ ۔ میرا بھائی ہے ۔ قَدْ ۔ بے شک ۔ مَنَّ ۔ احسان کیا
اللّٰہُ ۔ اللہ نے ۔ عَلَیْنَا ۔ ہم پر ۔ اِنَّہٗ ۔ بے شک وہ ۔ مَنْ ۔ جو آدمی

يَتَّقِ۔ پرہیزگار رہو — وَيَصْبِرْ۔ اور صبر کرے — فَاِنَّ۔ تو یقیناً — اللهَ۔ اللہ
لَا يُضِيعُ۔ نہیں ضائع کرتا — اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اجر نیکی کرنے والوں کا — قَالُوا۔ بولے
تَاللهِ۔ خدا کی قسم — لَقَدْ۔ بیشک — اٰثَرَكَ۔ چن لیا تجھے — اللهُ۔ اللہ نے
عَلَيْنَا۔ ہم پر — وَاِنْ۔ اور بے شک — كُنَّا۔ ہم ہی تھے — لَخٰطِئِيْنَ۔ خطاکار
قَالَ۔ فرمایا — لَا تَثْرِيْبَ۔ کوئی گرفت نہیں — عَلَيْكُمُ۔ تم پر
اَلْيَوْمَ۔ آج کے دن — يَغْفِرُ۔ بخشے — اللهُ۔ اللہ — لَكُمْ۔ تم کو
وَهُوَ۔ اور وہ ہے — اَرْحَمُ۔ سب سے بڑھ کر — الرّٰحِمِيْنَ۔ رحم کرنے والا — اِذْهَبُوْا۔ لے جاؤ
بِقَمِيْصِيْ۔ میری قمیص — هٰذَا۔ یہ — فَاَلْقُوْهُ۔ پھر ڈالو اسے — عَلٰى۔ اوپر
وَجْهِ۔ چہرے — اَبِيْ۔ باپ میرے کے — يَاْتِ۔ ہو جائے گا — بَصِيْرًا۔ دیکھنے والا
وَاْتُوْنِيْ۔ اور لے آؤ میرے پاس — بِاَهْلِكُمْ۔ اپنا بال بچہ — اَجْمَعِيْنَ۔ سب۔

مختصر تفسیر اردو دسواں رکوع۔ یوسف۔ پ ۱۳

"فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ۔ تو جب مایوس ہو گئے اس سے علیحدہ جا کر سرگوشی کرنے لگے بولا بڑا ان کا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے لیا تھا تم سے عہد اللہ کا اور اس سے پہلے جو کچھ نیا دتی کر چکے ہو تم یوسف کے معاملہ میں تو میں ہرگز نہ چھوڑوں گا یہ زمین حتی کہ اجازت دیں ابا جان یا حکم دے اللہ مجھے اور وہ تمام حکم والوں سے بہترین حاکم ہے"۔

اول تو کوشش کی کہ دوسرے بھائیوں میں سے ایک کو رکھ لیں اور بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے معاذ اللہ فرما کر جب سختی سے جواب دیدیا کہ مجھ سے یہ امید نہ رکھو کہ میں قصور وار کی جگہ بے قصور کو رکھ لوں۔ تو سب بھائی مایوس ہو گئے اور سمجھ گئے کہ بنیامین کا ہمارے ساتھ جانا ممکن نہیں ہے۔

تو بعض سیر کی روایات میں ایسے قصہ بھی ہیں کہ روبیل یا بروایت دیگر شمعون غضبناک ہو کر کہنے لگا بادشاہ ہمارے بھائی بنیامین کو آپ دیدیں ورنہ میں ایسی چنگھاڑ لگاؤں گا کہ مصر کی حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے۔

آپ نے اپنے صاحبزادہ کو جو راعیل زلیخا سے تھا حکم دیا کہ تم کھڑے ہو کر اسے پکڑ لو۔

اور یہ مسلّم امر تھا کہ آلِ یعقوب کا غضب و غصہ سوائے آلِ یعقوب کے کسی کے ہاتھ سے نہیں رکتا تھا تو جب اس لڑکے نے اسے پکڑا روبیل یا شمعون کا غصہ سکون میں آگیا۔

تو روبیل بولا اور اپنے بھائیوں کی طرف مخاطب ہوا مَنْ مَسَّنِیْ مِنْکُمْ تم میں سے کس نے مجھے چھوا۔ فَقَالُوْا مَا مَسَّكَ مِنَّا اَحَدٌ۔ ہم میں سے کسی نے تجھے نہیں چھوا تو وہ کہنے لگا لَقَدْ مَسَّنِیْ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ یقیناً مجھے آلِ یعقوب سے کسی نے چھوا ہے۔

تو اس نے کہا مصر کے دروازوں پر تم کھڑے ہو جاؤ اور میں بادشاہ کے پاس رہتا ہوں اور سب مل کر یکبارگی حملہ کریں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی یہ نیت دیکھی آپ کھڑے ہو گئے اور ان میں سے ایک کے کندھے پکڑ کر گرا دیا اور فرمایا یٰمَعْشَرَ الْعِبْرَانِیِّیْنَ تَزْعُمُوْنَ اَنْ لَّا اَحَدٌ اَشَدُّ مِنْکُمْ قُوَّۃً۔ اے عبرانیو! تمہارا یہ گمان ہے کہ تم سے زیادہ کوئی قوی نہیں ہے۔ یہ سن کر اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قوۃ دیکھ کر نرم ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔

یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ۔ بادشاہ ابنیامین کے باپ نہایت ضعیف ہیں لہٰذا آپ ہم میں سے کسی کو روک لیں مگر بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے وہی جواب دیا جو پہلے گذر چکا۔

ابو ربیعہ سے مروی ہے کہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اَیْئَسُوْا اِسْتَیْئَسُوْا۔ اَیِسَ یَیْئَسُ سے ہے اس کا استعمال وہاں ہوتا ہے۔ لَمَّا انْقَطَعَ طَمَعُهُمْ بِالْكُلِّیَّۃِ جب کہ جو چاہیں اس سے انقطاع مکمل طور پر ہو گیا تو خَلَصُوْا۔ یعنی علیحدہ ہو کر سرگوشی کرنے لگے۔ یعنی اِنْفَرَدُوْا عَنْ غَیْرِهِمْ وَاعْتَزَلُوا النَّاسَ وَقَوْلُ الزَّجَّاجِ اِنْفَرَدَ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ۔

نَجِیًّا) اَیْ مُتَنَاجِیْنَ مُتَشَاوِرِیْنَ فِیْمَا یَقُوْلُوْنَ لِاَبِیْهِمْ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

یعنی علیحدہ بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے کہ اب اباجان سے کیا کہیں گے۔ ہمارا ان سے میثاق اللہ کے ساتھ تھا کہ بنیامین کو ہم ضرور ساتھ لائیں گے۔

قَالَ كَبِیْرُهُمْ۔ ان سب کا بڑا بھائی شمعون بولا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے کبیر السِّنّ مراد ہے اور وہ روبیل تھا۔

قتادہ کہتے ہیں جو عقل میں سب سے زیادہ تھا اور وہ یہودا مراد ہے۔

وہب اور کلبی محمد بن اسحٰق سے راوی ہیں کہ وہ لاوی تھا۔

بہر حال وہ جو بھی تھا ان میں کا ایک بڑا بولا۔

"اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کا عہد لیا تھا۔

"وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ اور اس سے پہلے بھی جو زیادتی تم یوسف کے ساتھ کر چکے ہو" اسے بھی غور کر لو۔

"فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ۔ تو میں ہرگز ہرگز یہ زمین نہ چھوڑوں گا"

وَعَنٰی بِهَا اَرْضَ مِصْرَ اَیْ فَلَنْ اُفَارِقَ اَرْضَ مِصْرَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْٓ اَبِیْٓ۔ حتی کہ اجازت دیں مجھے ابا جان اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ یا اللہ تعالے حکم دے وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ۔

بَرَاحَ بِالْاِنْصِرَافِ الکبیر۔ آگے ارشاد ہے۔ براح ایک جگہ سے کسی دوسری جگہ جانے کے معنی دیتا ہے۔

"اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ۔ اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ تو عرض کرو ابا جان آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم تو اپنے ہی معاہدہ کے گواہ تھے جو ہم جانتے تھے اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے"

جاؤ اور ابا جان سے عرض کرو کہ ہم بنیامین کی محافظت کے ذمہ دار تھے ہمیں یہ علم نہیں تھا کہ اس پر چوری کا الزام لگے گا یا وہ چوری کریگا۔ ہمیں خبر نہیں کہ یہ الزام اس پر لگایا گیا یا اس نے واقعی ایسا کیا۔ باقی رہا یہ کہ ہم اس معاملہ میں کتنے سچے ہیں اس کی تصدیق آپ اس قافلہ سے کر لیں جن کے ساتھ ہم آئے ہیں۔

"وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا۔ اور پوچھ دیکھئے اس بستی سے جس میں ہم تھے یعنی اہل مصر سے اور اس قافلہ سے اطمینان کر لیجئے جس میں ہم آئے اور ہم بالکل سچے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ اور حسن فرماتے ہیں کہ قریہ سے مراد مصر ہے اور قافلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کنعانی تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہمسایہ تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ قافلہ صنعاء کا تھا۔

"قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا۔ یعقوب علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا تمہارے دل نے کچھ حیلہ بنا دیا۔ لہٰذا۔

"فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِیْ بِهِمْ جَمِيْعًا۔ صبر ہی اچھا ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالے آئے ان سب کو میرے پاس اکٹھا"۔

یعنی یوسف علیہ السلام اور بنیامین اور ان کے تیسرے بھائی یہوذا یا لاوی یا روبیل کو۔
"اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔ بے شک وہی علم و حکمت والا ہے"۔ اس کے بعد
"وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ۔ بھائیوں سے منہ پھیر لیا اور انتہائے غم و اندوہ میں فرمانے لگے۔
"وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ اور کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور اسی غم میں آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ غصہ کھاتا رہا"

اسف کی تعریف میں آلوسی فرماتے ہیں۔ اَلْاَسَفُ اَشَدُّ الْحُزْنِ عَلٰى مَا قِيْلَ وَقَالَ الْاِمَامُ اِنَّ مِثْلَ هٰذِهِ الْمِحْنَةِ الشَّدِيْدَةِ تُزِيْلُ عَنِ الْقَلْبِ الْخَوَاطِرَ وَيَكُوْنُ حَاجِيًا كَثِيْرًا الْجُوْعِ اِلَيْهِ تَعَالٰى كَثِيْرًا لِلدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ فَيَصِيْرُ ذٰلِكَ سَبَبًا لِكَمَالِ الْاِسْتِغْرَاقِ۔

ایک قول ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف اور بنیامین کی حیات اور ان کے مکان کا علم تھا اور ان کے آنے اور ان سے ملنے کا یقین واثق تھا۔

اَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ۔ لَمْ تُعْطَ اُمَّةٌ مِنَ الْاُمَمِ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اِلَّا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْ لَمْ يَعْلَمُوْهُ وَلَمْ يُوَفَّقُوْا لَهٗ عِنْدَ نُزُوْلِ الْمُصِيْبَةِ بِهِمْ اَلَا تَرٰى اِلٰى يَعْقُوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ اَصَابَهٗ مَا اَصَابَهٗ لَمْ يَسْتَرْجِعْ وَقَالَ مَا قَالَ۔

کسی امت کو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ نہیں عطا ہوا سوائے امت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی کسی کو یہ سکھایا نہ گیا کہ نزول مصائب کے موقعہ پر انا للہ کہے حضرت یعقوب علیہ السلام پر جو مصائب آئے اسی وجہ میں انہوں نے استرجاع یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون نہیں فرمایا بلکہ جو کچھ کہا وہ یا اسفی وغیرہ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ فرمایا۔

وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ۔ آنکھوں کا سپید ہو جانا درحقیقت کثرت بکا و گریہ سے تھا۔ اس لیے کہ اِنَّ الْعَبْرَةَ اِذَا كَثُرَتْ مَحَقَتْ سَوَادَ الْعَيْنِ وَقَلَبَتْهُ اِلٰى بَيَاضٍ كَدِرٍ جب گریہ زیادہ ہو تو آنکھوں کی سیاہی ڈھل جاتی ہے اور گدمیل سپیدی سے بدل جاتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اِنَّهٗ كِنَايَةٌ عَنِ الْعَمٰى فَيَكُوْنُ قَدْ ذَهَبَ بَصَرُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ یہ کنایہ نابینا ہونے کی طرف ہے۔

وَالْمُرَادُ مِنَ الْاٰيَةِ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَارَتْ فِيْ عَيْنَيْهِ غِشَاوَةٌ بَيْضَاءُ۔ آیہ کریمہ میں مراد یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں سے دونوں آنکھ تو

وَكَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُدْرِكُ اِدْرَاكًا ضَعِيفًا اور حضرت یعقوب علیہ السلام ضعف بصارت کے ساتھ دیکھنے لگے تھے۔ اور انبیاء کرام کے نابینا ہونے پر ہم اول بحث کر آئے ہیں۔ اس میں مادرزاد اندھا ہونا نبی علیہم السلام کے لیے نہیں ہے۔ عوارض سے ایسا ہوا ہے تو وہ زائل ہو گیا تھا۔

عبد اللہ بن احمد زوائد میں اور ابن جریر اور ابو الشیخ سے مروی ہے۔ قَالَ كَانَ مُنْذُ خَرَجَ يُوسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ عِنْدِ يَعْقُوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى يَوْمِ رَجَعَ ثَمَانُوْنَ سَنَةً لَمْ يُفَارِقِ الْحُزْنُ قَلْبَهٗ وَدُمُوْعُهٗ تَجْرِيْ عَلٰى خَدَّيْهِ وَلَمْ يَزَلْ يَبْكِيْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهٗ وَمَا عَلَى الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ وَاللّٰهِ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْهُ۔

یوسف علیہ السلام کے جدا ہونے سے ملنے تک اسی سال کی مدت گذری اس مدت میں آپ کا حزن قلب مبارک سے نہیں ہٹا اور آنسو آپ کے رخسارۂ مبارک سے بہتے رہے اور آپ ہمیشہ روتے رہے حتی کہ آپ کی بینائی جاتی رہی۔

اس آیۂ کریمہ سے جواز تاسف و بکاء پر نزول مصائب میں استدلال کیا ہے۔

وَقَدْ رَوَى الشَّيْخَانِ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكٰى عَلٰى وَلَدِهٖ اِبْرَاهِيْمَ وَقَالَ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَخْشَعُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يُرْضِيْ رَبَّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے گریہ فرمایا اپنے صاحبزادہ ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر اور فرمایا کہ آنسو بہا رہی ہے اور دل خاشع ہے اور ہم زبان سے نہ کہیں گے مگر وہی جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اے ابراہیم تیری جدائی میں ہم غمگین ہیں۔

وَاِنَّمَا الْمَنْهِيُّ عَنْهُ مَا يَفْعَلُهُ الْجَهَلَةُ مِنَ النِّيَاحَةِ وَلَطْمِ الْخُدُوْدِ وَالصُّدُوْرِ وَشَقِّ الْجُيُوْبِ وَتَمْزِيْقِ الثِّيَابِ۔ اور جو شریعت میں ممنوع ہے وہ وہ افعال ہیں جو جاہل کرتے ہیں مثل نوحہ کے۔ رخساروں کو پیٹنے کے۔ سینہ کوبی کرنے کے گریبان چاک کر دینے کے اور کپڑے پھاڑ ڈالنے کے۔

وَرَوَيَا اَيْضًا مِنْ حَدِيْثِ اُسَامَةَ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ اِلَيْهِ صَبِيٌّ لِبَعْضِ بَنَاتِهٖ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَاَقْعَدَهٗ فِيْ حَجْرِهٖ وَنَفْسُهٗ تَتَقَعْقَعُ كَاَنَّهَا فِيْ شَنٍّ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْمَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهٖ وَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ۔

قَعْقَعَ سے تَقَعْقَعَ ہے اِضْطَرَبَ وَتَحَرَّکَ صَوَّتَ عِنْدَ التَّحَرُّکِ اور شَنٌّ قَوْسٌ مُشِنَّۃٌ تکلیف سے مثل کمان دہرا ہونا۔ (المنجد)

حضور کی خدمت میں صاحبزادیوں میں سے کسی صاحبزادی کا بچہ لایا گیا حضور نے اسے اپنی گود میں لیا اور دیکھا کہ اس کا سانس چل رہا ہے اور وہ دوہرا ہوا جاتا ہے تو حضور کی چشم مبارک سے آنسو ابل پڑے حضرت سعد نے عرض کیا حضور یہ کیا؟ فرمایا یہ رحمت ہے اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے یہ مادہ عطا فرماتا ہے اور اللہ اپنے رحم دل بندوں پر رحم فرماتا ہے۔

کشاف میں ہے اِنَّہٗ قِیْلَ لَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تَبْکِیْ وَقَدْ نَھَیْتَنَا عَنِ الْبُکَاءِ قَالَ مَا نَھَیْتُکُمْ عَنِ الْبُکَاءِ وَاِنَّمَا نَھَیْتُکُمْ عَنْ صَوْتَیْنِ اَحْمَقَیْنِ صَوْتٌ عِنْدَ الْفَرَحِ وَصَوْتٌ عِنْدَ التَّرَحِ۔ حضور کی چشم مبارک سے آنسو دیکھ کر عرض کیا گیا۔ کیا حضور بھی گریہ فرماتے ہیں اور ہمیں حضور نے رونے سے منع فرمایا ہے۔ حضور نے فرمایا میں نے تمہیں رونے سے نہیں روکا البتہ میں نے منع کیا ہے دو آوازوں سے جو احمق نکالتے ہیں ایک آواز خوشی کے موقعہ پر اور ایک آواز ایسی ہنسی کی جو موجب حزن و ملال ہو۔ تَرِحَ تَرَحًا وَتَتَرَّحَ حَزِنَ۔ تَرَّحَہٗ اَحْزَنَہٗ (منجد)

"قَالُوْا تَاللّٰہِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ (ابناء یعقوب) بولے خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کی یاد کرتے رہیں گے حتی کہ آپ گورکنارے جالگیں گے یا جان سے گذر جائیں گے"۔

تَفْتَؤُا اَیْ لَاتَزَالُ یعنی ہمیشہ رہیں گے ان کی یعنی یوسف کی یاد میں حتی کہ آپ مریض ہو کر ہلاکت تک پہنچ جائیں گے۔ حَرِضَ۔ مَنْ اَذَابَہٗ ھَمٌّ اَوْ مَرَضٌ وَجَعَلَہٗ مَھْزُوْلًا نَحِیْفًا اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْھَالِکِیْنَ یا ہلاک ہو جائیں گے

"قَالَ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ۔ فرمایا (یعقوب) نے میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور میں جانتا ہوں اللہ کی وہ شانیں جو تم نہیں جانتے"۔

اَلْبَثُّ فِی الْاَصْلِ اِثَارَۃُ الشَّیْئِ وَتَفْرِیْقُہٗ کَبَثِّ الرِّیْحِ التُّرَابَ وَاسْتُعْمِلَ فِی الْغَمِّ الَّذِیْ لَایُطِیْقُ صَاحِبُہُ الصَّبْرَ عَلَیْہِ۔ بث ایسے غم پر استعمال ہوتا ہے جس پر مغموم صبر کی طاقت نہ رکھے۔ اور لغت میں بث وہ غم ہے جو سارے جسم میں پھیل جائے۔

وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ۔ فِی الْخَبَرِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ کُنُوْزِ الْبِرِّ اِخْفَاءُ الصَّدَقَۃِ وَکِتْمَانُ الْمَصَائِبِ وَالْاَمْرَاضِ وَمَنْ بَثَّ لَمْ یَصْبِرْ۔ حضور نے فرمایا بھلائی کے خزانوں سے ہے صدقہ خفیہ دینا اور مصیبت کا غم چھپانا اور امراض میں تکلیف برداشت کرنا

اور جب کیفیت بثّ تک پہنچ جائے تو پھر صبر کی طاقت نہیں رہتی۔

"وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ کے لطف و رحمت کو میں اس درجہ تک جانتا ہوں کہ تم اسے نہیں جانتے"۔

حدیث میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا تو اس نے آپ کو بتایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں یہ خواب اور جگہ بھی مروی ہے مگر اس کی سند کسی نے بھی نہیں بتائی اور نہ حوالہ دیا ہے۔

اور ابن ابی حاتم سے مروی ہے کہ نضر بن حارث فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی کہ اَنَّ یَعْقُوْبَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَکَثَ اَرْبَعَۃً وَّعِشْرِیْنَ عَامًا لَا یَدْرِیْ اَیُوْسُفُ حَیٌّ اَمْ مَیِّتٌ حَتّٰی تَمَثَّلَ لَہٗ مَلَکُ الْمَوْتِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ لَہٗ مَنْ اَنْتَ قَالَ اَنَا مَلَکُ الْمَوْتِ فَقَالَ اَنْشُدُکَ بِاللّٰہِ اِلٰہِ یَعْقُوْبَ ھَلْ قَبَضْتَ رُوْحَ یُوْسُفَ قَالَ لَا فَعِنْدَ ذٰلِکَ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ۔

حضرت یعقوب علیہ السلام چوبیس سال اس حال میں رہے کہ آپ کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حضرت یوسف زندہ ہیں یا انتقال فرما گئے۔ حتیٰ کہ حضرت ملک الموت علیہ السلام متمثل ہو کر آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا تم کون ہو انہوں نے عرض کیا میں ملک الموت ہوں۔ آپ نے فرمایا فرمایا میں تمہیں الٰہ یعقوب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو نے روح یوسف قبض کی ہے آپ نے عرض کیا نہیں تو اس اطمینان کے بعد فرمایا۔

"یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ۔ اے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور مایوس نہ ہو اللہ کی رحمت سے بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ"۔

تحسس کی تعریف ہے اَلتَّحَسُّسُ بِالْحَاۤءِ وَفِیْ نُسْخَۃٍ مِنَ الْحِسِّ بِالْجِیْمِ ... بیں فَتَجَسَّسُوْا جیم کے ساتھ بھی ہے۔ اس میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف اور ان کے بھائی کی تجسیس کے لیے صرف فرمایا اور تیسرے کا ذکر نہ فرمایا یعنے جس نے لن ابرح الارض کہہ کر مصر میں قیام کر لیا تھا اس لیے کہ اِنَّ غَیْبَتَہٗ اِخْتِیَارِیَّۃٌ لَا یَعْسُرُ اِزَالَتُھَا۔ یعنی ان کا غائب ہونا اختیاری تھا جس کا ازالہ مشکل نہ تھا اس لیے کہ وہ جب چاہتا آسکتا تھا۔

وَلَا تَیْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ۔ یَعْنِیْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ فَرَجِہٖ سُبْحَانَہٗ۔ نہ مایوس ہو اللہ تعالیٰ کی کشادگیوں سے۔ راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔

اَلتَّنَفُّسُ يُقَالُ اَرَاحَ الْاِنْسَانُ اِذَا تَنَفَّسَ ثُمَّ اُسْتُعِيْرَ لِلْفَرَجِ۔ روح سے استعارہ کشادگی کا کیا گیا ہے۔

اور عمر بن عبد العزیز اور حسن اور قتادہ نے اس کی تفسیر میں رحمۃ فرمایا یعنی تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔

"اِنَّہٗ لَا یَیْاَسُ بے شک اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے مگر کافر لوگ"۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّ الْمُؤْمِنَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرٍ یَرْجُوْهُ فِی الْبَلَاءِ وَیَحْمَدُهٗ فِی الرَّخَاءِ۔ بے شک مومن اللہ تعالےٰ سے ہمیشہ بھلائی کا طالب رہتا ہے بلاؤں میں امید رکھتا ہے اور کشادگی میں حمد کرتا ہے۔

وَذَکَرَ الْاِمَامُ اَنَّ الْیَاْسَ لَا یَحْصُلُ اِلَّا اِذَا اعْتَقَدَ الْاِنْسَانُ اَنَّ الْاِلٰهَ غَیْرُ قَادِرٍ عَلَی الْکَمَالِ اَوْ غَیْرُ عَالِمٍ بِجَمِیْعِ الْمَعْلُوْمَاتِ اَوْ لَیْسَ بِکَرِیْمٍ وَاعْتِقَادُ کُلٍّ مِّنْ هٰذِهِ الثَّلَاثِ یُوْجِبُ الْکُفْرَ۔

مایوسی اس وقت نہیں ہوتی جب تک انسان یہ عقیدہ نہ کرلے کہ

(۱) اللہ تعالےٰ قادر نہیں علی وجہ الکمال۔

(۲) اور عالم جمیع معلومات نہیں۔

(۳) یا وہ کریم و کارساز نہیں۔

اور یہ تینوں اعتقاد رکھنے والا کافر ہے۔

اور جمہور فقہاء اس پر متفق ہیں کہ یاس و ناامیدی گناہ کبیرہ ہے۔

اور آیہ کریمہ بھی یاس کو علامت کفر بتا رہی ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یاس اکبر کبائر سے ہے اور یہی حکم قنوط اور سوء ظن کا ہے۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ فرمان الٰہی ہے۔

یہ حکم سن کر برادران یوسف پھر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ آگے ارشاد ہے۔

"فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا۔ تو جب داخل ہوئے دربار گاہ یوسف میں) تو عرض پیرا ہوئے اے عزیز مصر ہمیں پہنچی مصیبت اور ہمارے گھر والوں کو اور ہم لاتے ہیں بے قدر پونجی تو آپ ہمیں پورا پیمانہ دیں اور ہم پر خیرات کریں بے شک اللہ صلہ دیتا ہے خیرات والوں کو"۔

بضاعت مزجٰۃ ایسی پونجی پر استعمال ہوتا ہے جسے ہر تاجر پسندیدہ نظر سے نہ دیکھے اور اپنے پاس سے دفع کردے۔

ایک قول ہے کہ جنگل والے لوگوں کا سامان بضاعت مُزجاۃ کہلاتا ہے جیسے صوف اور سمن۔
ایک قول ہے رسی چھال وغیرہ بضاعت مُزجاۃ کہلاتی ہے۔
کلبی کہتے ہیں یہ لغت عجمی ہے۔ بعض نے کہا یہ لغت قبطی ہے۔
ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مقصد ان کا یہ تھا کہ بنیامین کو وہ کسی طرح واپس کر دیں۔
جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کا انتہائی انکسار دیکھا تو آپ نے ان پر انکشاف حقیقت فرمانے کو تمہید شروع کی اور فرمایا۔
"قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ۔ فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا اور اس کے بھائی سے کیا برتاؤ کیے جب تم جاہل تھے"۔
یعنی وہ جہالت جو تم کر چکے ہو وہ جہل تمہارا زائل ہوا یا نہیں؟
ابن اسحق سے مروی ہے کہ جب بھائیوں نے اپنا عجز اور بھوک کی سختی اور جسموں کا دُبلا ہو جانا ظاہر کر کے بضاعت مُزجاۃ یعنی ایسی کھوٹی پونجی جیسے کوئی سوداگر مال کی قیمت میں قبول نہ کرے اور چند کھوٹے درہم اور اثاث البیت کی چند پرانی چیزیں جو بوسیدہ تھیں پیش کیں اور اس کے بدلے غلہ اور بنیامین کو مانگا تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا اور گریہ طاری ہو گیا اور چشم گوہر فشاں سے دُرہائے اشک گرنے لگے وَلَمْ يَمْلِكْ نَفْسَهٗ فَشَرَعَ فِي التَّعَرُّفِ بِهِمْ اور آپ کو اپنے پر ضبط نہ ہو سکا تو آپ نے اپنے تعارف کی تمہید شروع فرمائی اور مَا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ۔ کہا۔
صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ جب بیٹوں کو آپ نے مصر سہ بارہ بھیجا تو انہیں ایک خط بھی لکھ دیا کہ یہ عزیز مصر کو دے کر ہمارا حال سنانا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔
مِنْ يَعْقُوْبَ اِسْرَائِيْلَ اللّٰهِ بْنِ اِسْحٰقَ ذَبِيْحِ اللّٰهِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ اِلٰى عَزِيْزِ مِصْرَ۔
اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّا اَهْلُ بَيْتٍ مُوَكَّلٌ بِنَا الْبَلَاءُ۔
اَمَّا جَدِّيْ فَشُدَّتْ يَدَاهُ وَرِجْلَاهُ وَاُرْمِيَ بِهٖ فِي النَّارِ لِيُحْرَقَ فَنَجَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَعَلَتِ النَّارَ عَلَيْهِ بَرْدًا وَّسَلَامًا۔
وَاَمَّا اَبِيْ فَوُضِعَ عَلٰى قَفَاهُ السِّكِّيْنُ لِيُقْتَلَ فَفَدَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔
وَاَمَّا اَنَا فَكَانَ لِيْ ابْنٌ وَكَانَ اَحَبَّ اَوْلَادِيْ اِلَيَّ فَذَهَبَ بِهٖ اِخْوَتُهٗ اِلَى الْبَرِّيَّةِ ثُمَّ اَتَوْنِيْ بِقَمِيْصِهٖ مُلَطَّخًا بِالدَّمِ وَقَالُوْا قَدْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ فَذَهَبَتْ عَيْنَايَ مِنْ بُكَائِيْ عَلَيْهِ ثُمَّ كَانَ لِيْ ابْنٌ كَانَ اَخَاهُ مِنْ اُمِّهٖ فَكُنْتُ اَتَسَلّٰى بِهٖ فَذَهَبُوْا بِهٖ ثُمَّ رَجَعُوْا وَقَالُوْا اِنَّهٗ سَرَقَ

وَاِنَّكَ حَبَسْتَهٗ لِذٰلِكَ وَاِنَّا اَهْلُ بَيْتٍ لَا نَسْرِقُ وَلَا نَلِدُ سَارِقًا فَاِنْ رَدَدْتَهٗ عَلَيَّ وَاِلَّا دَعَوْتُ عَلَيْكَ دَعْوَةً تُدْرِكُ السَّابِعَ مِنْ وَلَدِكَ۔ وَالسَّلَامُ

یہ نامہ یعقوب اسرائیل اللہ کی طرف سے ہے جو اسحق علیہ السلام کا بیٹا ہے اور وہ ابراہیم خلیل اللہ کا۔ عزیز مصر کی طرف۔

بعد حمد و صلوۃ کے یہ ہے کہ ہم ایسے گھرانہ سے ہیں جن پر بلائیں مقرر ہیں۔

میرے دادا کے لیے یہ بلا آئی کہ ان کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے۔ انہیں آگ میں جلانے کے لیے پھینکا گیا تو اللہ نے انہیں نجات دی اور آگ ان پر برد و سلام کی۔

پھر میرے باپ تھے ان پر چھری رکھی گئی تاکہ انہیں ذبح کیا جائے تو اللہ نے ان کے بدلے فدیہ جنت کے مینڈھے کا بھیجا۔

اب میں ہوں تو میرا ایک لخت جگر تھا جو تمام بیٹوں سے مجھے محبوب ترین تھا اسے اس کے بھائی جنگل لے گئے اور خون آلود قمیص لے کر آئے اور بولے اسے بھیڑیا کھا گیا اس غم میں روتے روتے میری آنکھیں جاتی رہیں پھر اس کا حقیقی بھائی تھا اس سے میں تسلی اور سکون حاصل کرتا تھا اسے مصر لے گئے اور واپس آکر مجھ سے کہا اس نے چوری کی اور وہاں کے عزیز نے اسے قید کر لیا اور حقیقت یہ ہے کہ ہم اس گھرانہ سے ہیں کہ نہ چوری کرتے ہیں نہ ایسی اولاد جنتے ہیں جو چور ہو تو اگر تو رحم کر کے اسے واپس کر دے تو فبہا ورنہ میں بد دعا کروں گا جس سے تجھے تیری اولاد کے ساتھ یہ صدمہ پہنچے۔ والسلام

ابن ابی حاتم سے مروی ہے فَلَمَّا قَرَءَ يُوْسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْكِتَابَ لَمْ يَتَمَالَكْ نَفْسَهٗ وَصَبْرَهٗ فَقَالَ لَهُمْ ذٰلِكَ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے وہ نامۂ مبارک پڑھا تو آپ سے ضبط نہ ہو سکا اور بھائیوں سے مَا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ فرما کر تمہید تعارف فرمائی۔

ایک روایت ہے کہ جب آپ نے نامۂ یعقوب علیہ السلام پڑھا تو جواب لکھا وَاصْبِرْ كَمَا صَبَرُوْا تَظْفَرْ كَمَا ظَفِرُوْا هٰذَا۔ آپ بھی صبر کریں جیسے آپ کے بزرگوں نے صبر کیا فتحیاب ہوں گے جیسے پہلے وہ فتحیاب ہوئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو برادرانِ یوسف نے کیسے پہچانا؟

سَبَبُ مَعْرِفَتِهِمْ اِيَّاهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيْلَ عَنْ قُوَّةِ رُبُوْبِيَّتِهٖ وَشَمَائِلِهٖ وَكَانَ قَدْ اَدْنَاهُمْ اِلَيْهِ وَلَمْ يُدْنِهِمْ مِنْ قَبْلُ۔

ایک قول ہے کہ آپ کو دیکھ کر اور آپ کے شمائل سے انہوں نے پہچانا اس لیے کہ آج وہ قریب آ گئے تھے اس سے پہلے وہ دور ہی رہتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ اول پردہ سے گفتگو ہوتی تھی آج آپ نے پردہ ہٹا دیا تھا۔

تو بھائیوں نے غور سے دیکھ کر عرض کیا

"ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ کیا آپ ہی یوسف ہیں"؟ آپ نے جواب دیا۔

"قَالَ اَنَا يُوْسُفُ فرمایا میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی (بنیامین) ہے بے شک اللہ نے ہم پر احسان کیا"۔

اور ہمیں جدائی کے بعد سلامتی اور عزت سے ملا دیا اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا اس لیے کہ "اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ جو پرہیزگاری سے صبر کرے تو اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا بولے (برادرانِ یوسف) خدا کی قسم بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بے شک ہم خطا کار تھے فرمایا (یوسف نے) تم پر کچھ ملامت نہیں آج کے دن اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ بڑا مہربانوں میں مہربان ہے"۔

لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا کے معنی آلوسی فرماتے ہیں اَیْ اِخْتَارَكَ وَفَضَّلَكَ عَلَيْنَا بِالصَّبْرِ وَالتَّقْوٰی۔ اللہ نے آپ کو اختیار فرمایا اور ہم پر فضیلت صبر و تقوی دی

وَرُوِيَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِالصَّبْرِ وَالْعِلْمِ وَقِيْلَ بِالْمُلْكِ۔

وَقِيْلَ بِالْعِلْمِ

وَقَالَ صَاحِبُ الْغُنْيَا بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَالْخَلْقِ وَالْعِلْمِ وَالْحِلْمِ وَالْاِحْسَانِ وَالْمُلْكِ وَالسُّلْطَانِ وَالصَّبْرِ عَلٰی مَا اٰذَانَا

اور لَا تَثْرِيْبَ کے معنی یہ ہیں اَیْ لَا تَانِيْبَ وَلَا لَوْمَ عَلَيْكُمْ۔

اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کا حال دریافت کیا۔

انہوں نے عرض کیا حضور آپ کی جدائی کے غم میں روتے روتے ان کی بینائی کمزور ہو چکی ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔

"اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِیْ هٰذَا۔ لے جاؤ میرا یہ کرتا اسے ابا جان کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں بحال ہو کر پھر بصارت پر آ جائیں گی اور لے آؤ تمام گھر بھر کو میرے پاس"۔

یہ قمیص وہی تھا جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے بطور تعویذ آپ کے بازو یا گلے میں لٹکایا تھا اور یہ قمیص تبرکاً آپ کے پاس تھا۔ یہی قمیص حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالے نے آگ میں جلتے وقت

پہنایا تھا جس سے آپ آگ سے مامون رہے اور یہ جنت کی قمیصوں میں سے تھا۔

اس کی برکت سے خلیل آگ سے محفوظ رہے اور یوسف علیہ السلام چاہ کنعان میں ہر بلا سے مصئون رہے اور اسی اصل سے اہل سنت بزرگان دین کے پہنے ہوئے کپڑے سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور مزارات اولیاء کے غلاف کو برکت والا جانتے ہیں کہ غلاف ان کی قبر سے مس کیا ہوا ہوتا ہے اور کپڑا ان کے جسم سے مس کر کے موجب برکت ہوتا ہے۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اس قمیص کو موجب شفا بھی قرار دیا جب ہی تو فرمایا اَلْقُوْہُ عَلٰی وَجْہِ اَبِیْ اور نتیجہ بتایا۔ یَاْتِ بَصِیْرًا۔ ان کی آنکھوں میں نور آجائے گا اور سب کنبہ کو آنے کا حکم دیدیا۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ الرَّبِیْعِ ابْنِ اَنَسٍ اَنَّھُمْ اِثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ مِنْ وُلْدِہٖ وَوُلْدِ وُلْدِہٖ۔ وہ کنبے والے بہتر آدمی بیٹے پوتے سب تھے۔

وَقِیْلَ ثَمَانُوْنَ۔ ایک روایت ہے کہ وہ اسّی تھے۔

وَقِیْلَ تِسْعُوْنَ۔ ایک روایت ہے کہ نوّے تھے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَیْرُہٗ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّھُمْ ثَلٰثٌ وَّتِسْعُوْنَ۔ وہ ترانوے تھے۔

وَقِیْلَ سِتٌّ وَّتِسْعُوْنَ وَقَدْ نَمَوْا فِیْ مِصْرَ فَخَرَجُوْا مِنْھَا مَعَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھُمْ سِتُّمِائَۃِ اَلْفٍ وَّخَمْسُمِائَۃٍ وَّبِضْعَۃٌ وَّسَبْعُوْنَ رَجُلًا۔

ایک روایت ہے کہ یہ چھیانوے تھے اور ان کے اندر مصر میں اتنی نشو و نما ہو گئی کہ انہیں میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چھ لاکھ پانچ سو اور ستّر اور چند آدمی تھے۔

بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع۔ یوسف پ۱۳

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْھُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ؁	اور جب جدا ہوا قافلہ فرمایا یعقوب نے بیشک میں پا رہا ہوں یوسف کی خوشبو اگر تم نہ کہو کہ میں سٹھیا گیا ہوں۔
قَالُوْا تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ ؁	بولے (بیٹے) خدا کی قسم آپ اپنی پرانی وارفتگی میں ہیں۔
فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰہُ عَلٰی	اور جب آیا خوشی سنانے والا ڈالا اس نے ان کے

وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

منہ پر وہ کرتا تو لوٹ آئیں ان کی آنکھیں فرمایا کیا میں نہیں کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے وہ جو تم نہیں جانتے۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ۝

بولے ابا جان ہمارے لیے معافی مانگئے ہمارے گناہوں کی بے شک ہم ہی خطاوار تھے۔

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

فرمایا جلدی میں تمہارے لیے بخشش چاہوں گا بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝

تو جب داخل ہوئے وہ یوسف پر اس نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو ان شاء اللہ امن کے ساتھ۔

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

اور اٹھایا اپنے والدین کو تخت پر اور سب اس کے لیے سجدہ کو گرے اور کہا یوسف نے ابا جان یہ ہے تعبیر میرے خواب کی جو پہلے ہوا تھا اور کر دیا اللہ نے اسے سچا اور بے شک احسان کیا مجھ پر جب مجھے نکالا قید خانہ سے اور لے آیا آپ کو گاؤں سے بعد اس کے کہ ناچاقی ڈالی شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں بے شک میرا رب احسان کرتا ہے جو چاہے بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝

اے میرے رب بے شک تو نے دی مجھے سلطنت اور سکھایا تو نے مجھے تاویل کرنا باتوں کا بنانے والا ہے آسمانوں اور زمین کا تو ہی میرا کام بنانے والا ہے دنیا میں اور آخرت میں اٹھا مجھے مسلمان اور ملا مجھے صالحین میں۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ

یہ ہیں کچھ خبریں غیب کی جو وحی کرتے ہیں ہم تیری طرف اور تم نہ تھے ان کے پاس جب انہوں نے اپنا کام

وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝	پختہ کیا تھا اور وہ خفیہ تدبیریں تھے۔
وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝	اور نہیں اکثر آدمی اگرچہ تم کتنا ہی چاہو ایمان لانے والے۔
وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝	اور نہیں مانگتے تم ان سے بدلہ یہ تو نہیں مگر نصیحت ہے سب جہان والوں کو۔

حلِّ لغات گیارہواں رکوع۔ سورۂ یوسف پ ۱۳

وَلَمَّا۔ اور جب	فَصَلَتِ۔ الگ ہوا	الْعِيْرُ۔ قافلہ	قَالَ۔ کہا
اَبُوْهُمْ۔ ان کے باپ نے	اِنِّیْ۔ بیشک میں	لَاَجِدُ۔ پاتا ہوں	رِيْحَ۔ خوشبو
يُوْسُفَ۔ یوسف کی	لَوْلَا۔ اگر نہ ہو	اَنْ۔ یہ کہ کہو	تُفَنِّدُوْنِ۔ سٹھیا گیا ہے
قَالُوْا۔ بولے	تَاللّٰهِ۔ خدا کی قسم	اِنَّكَ۔ یقیناً تو	لَفِیْ۔ بے شک
ضَلٰلِكَ۔ اپنی وارفتگی	الْقَدِيْمِ۔ پرانی کے ہے	فَلَمَّا۔ پھر جب	اَنْ۔ ایسا ہوا کہ
جَآءَ۔ آیا	الْبَشِيْرُ۔ خوشخبری دینے والا	اَلْقٰهُ۔ ڈالا اسکو	عَلٰی۔ اوپر
وَجْهِهٖ۔ اسکے چہرے کے	فَارْتَدَّ۔ پھر ہو گیا	بَصِيْرًا۔ دیکھنے والا	قَالَ۔ فرمایا
اَلَمْ۔ کیا نہیں	اَقُلْ۔ کہا تھا میں نے	لَّكُمْ۔ تم سے	اِنِّیْ۔ کہ یقیناً میں
اَعْلَمُ۔ جانتا ہوں	مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے	مَا لَا۔ جو نہیں	تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے تم
قَالُوْا۔ بولے	يٰٓاَبَانَا۔ اے ہمارے باپ	اسْتَغْفِرْ۔ بخشش مانگ	لَنَا۔ ہمارے لیئے
ذُنُوْبَنَا۔ ہمارے گناہ کی	اِنَّا۔ بیشک	كُنَّا۔ ہم ہی تھے	خٰطِئِيْنَ۔ گنہگار
قَالَ۔ کہا	سَوْفَ۔ عنقریب	اَسْتَغْفِرُ۔ بخشش مانگوں گا	لَكُمْ۔ تمہارے لیے
رَبِّیْ۔ اپنے رب سے	اِنَّهٗ۔ بے شک وہ	هُوَ۔ وہی ہے	الْغَفُوْرُ۔ بخشنے والا
الرَّحِيْمُ۔ مہربان	فَلَمَّا۔ پھر جب	دَخَلُوْا۔ داخل ہوئے	عَلٰی۔ اوپر
يُوْسُفَ۔ یوسف کے	اٰوٰی۔ جگہ دی	اِلَيْهِ۔ اپنے پاس	اَبَوَيْهِ۔ اپنے ماں باپ کو
وَقَالَ۔ اور کہا	ادْخُلُوْا۔ داخل ہو	مِصْرَ۔ مصر میں	اِنْ شَآءَ۔ اگر چاہے
اللّٰهُ۔ اللہ	اٰمِنِيْنَ۔ امن سے	وَرَفَعَ۔ اور اٹھایا	اَبَوَيْهِ۔ اپنے ماں باپ کو

عَلَی۔ اوپر الْعَرْشِ۔ تخت کے وَخَرُّوْا۔ اور گر پڑے لَہٗ۔ اسکے لیے
سُجَّدًا۔ سجدہ کرتے وَقَالَ۔ کہا۔ اور یٰاَبَتِ۔ اے میرے باپ ھٰذَا۔ یہ ہے
تَاْوِیْلُ۔ تعبیر رُءْیَایَ۔ میرے خواب کی مِنْ قَبْلُ۔ پہلے سے قَدْ۔ بیشک
جَعَلَھَا۔ بنایا اس کو رَبِّیْ۔ میرے رب نے حَقًّا۔ سچا وَقَدْ۔ اور بیشک
اَحْسَنَ۔ احسان کیا بِیْ۔ مجھ پر اِذْ۔ جبکہ اَخْرَجَنِیْ۔ نکالا مجھے
مِنَ السِّجْنِ۔ قید خانے سے وَجَآءَ۔ اور لایا بِکُمْ۔ تم کو
مِنَ الْبَدْوِ۔ گاؤں سے مِنْ بَعْدِ۔ بعد اَنْ۔ اس کے نَّزَغَ۔ دشمنی ڈالی
الشَّیْطٰنُ۔ شیطان نے بَیْنِیْ۔ میرے درمیان وَبَیْنَ اور درمیان اِخْوَتِیْ۔ میرے بھائیوں کے
اِنَّ۔ بے شک رَبِّیْ۔ میرا رب لَطِیْفٌ۔ مہربان ہے لِّمَا۔ جس کے لیے
یَشَآءُ۔ چاہے اِنَّہٗ۔ بے شک وہ ھُوَ۔ وہی الْعَلِیْمُ۔ جاننے والا
الْحَکِیْمُ۔ حکمت والا ہے رَبِّ۔ اے میرے رب قَدْ۔ بے شک اٰتَیْتَنِیْ۔ دی تو نے مجھے
مِنَ الْمُلْکِ۔ سلطنت وَعَلَّمْتَنِیْ۔ اور سکھائی تو نے مجھے
مِنْ تَاْوِیْلِ۔ انجام معلوم کرنا الْاَحَادِیْثِ۔ باتوں کا فَاطِرَ۔ اے پیدا کرنے والے
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں وَالْاَرْضِ۔ اور زمین کے اَنْتَ۔ تو ہے وَلِیّٖ۔ میرا دوست
فِی۔ بیچ الدُّنْیَا۔ دنیا وَالْاٰخِرَۃِ۔ اور آخرت کے تَوَفَّنِیْ۔ فوت کر مجھے
مُسْلِمًا۔ مسلمان وَّاَلْحِقْنِیْ۔ اور ملا دے مجھے بِالصّٰلِحِیْنَ۔ نیکوں سے
ذٰلِکَ۔ یہ ہیں مِنْ اَنْبَآءِ۔ خبریں الْغَیْبِ۔ غیب کی نُوْحِیْہِ۔ وحی کرتے ہیں انکو
اِلَیْکَ۔ تیری طرف وَمَا۔ اور نہیں تھا کُنْتَ۔ تو لَدَیْھِمْ۔ انکے پاس
اِذْ۔ جبکہ اَجْمَعُوْٓا۔ جمع کیا انہوں نے اَمْرَھُمْ۔ اپنا کام وَھُمْ۔ اور وہ
یَمْکُرُوْنَ۔ تدبیر کرتے تھے وَمَا۔ اور نہیں اَکْثَرُ۔ اکثر لوگ النَّاسِ۔ لوگ
وَلَوْ۔ اگرچہ حَرَصْتَ۔ تو حرص رکھے بِمُؤْمِنِیْنَ۔ ایمان لانے والے وَمَا۔ اور نہیں
تَسْئَلُھُمْ۔ مانگتا تو ان سے عَلَیْہِ۔ اس پر مِنْ اَجْرٍ۔ کوئی بدلہ اِنْ ھُوَ۔ نہیں وہ
اِلَّا۔ مگر ذِکْرٌ۔ نصیحت لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ جہان والوں کے لیے

مختصر تفسیر اردو گیارہواں رکوع۔ یوسف۔ پ ۱۳

"وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ۔ جب (مصر سے) قافلہ جدا ہوا فرمایا (یعقوب) ان کے والد نے بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھیا گیا ہوں۔ بولے بیٹے پوتے خدا کی قسم آپ اپنی پرانی خود رفتگی میں ہیں"۔

لیعنی جب برادران کنعان کے لیے قمیص یوسف علیہ السلام لے کر قافلہ کے ساتھ مصر سے چلے۔ تو مصر سے بیت المقدس کے قریب یہ مقام تھا۔

ایک قول ہے کہ وہ جزیرہ تھا۔

اور مصر سے کنعان آنے کا راستہ آٹھ دن کا تھا بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

اور حسن اور ابن جریج فرماتے ہیں اسی فرسخ کا فاصلہ تھا۔

اور بروایت حسن دوسرا قول ہے کہ تیس دن کی مسافت پر تھا۔

ایک قول ہے دس رات کی مسافت پر تھا۔

تو اتنے بعد مسافت پر حضرت یعقوب علیہ السلام کو وہ خوشبو پہنچ گئی۔

ابوایوب ہروی فرماتے ہیں کہ ہوا نے اللہ تعالٰی سے اجازت لی تو اس نے وہ خوشبو آپ کے مشام دماغ کو پہنچا دی۔

تو آپ نے وہ خوشبو محسوس فرما کر اپنے پوتوں کو فرمایا اور پاس والوں سے ذکر کیا کہ آج مجھے یوسف کی بو آرہی ہے اگر تم مجھے فَنَدْ سے منسوب نہ کرو فند سے تُفَنِّدُوْنِ ہے اس کے معنی ضعف رائے اور کمزوری عقل کے ہوتے ہیں اور وہ بھی ایسے موقعہ پر جب کہ بڑھاپا اور کبیر السن ہونے سے ہو جسے عرف اردو میں سٹھیا جانا کہتے ہیں۔

شیخ فرماتے ہیں مُفَنَّدٌ اِذَا خَسِرَ رَأْيُهٗ۔

توسب نے مل کر کہہ دیا۔ تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ۔ قسم بخدا ابا جان آپ تو یوسف کی محبت میں از خود رفتہ ہو چکے ہیں اس لیے کہ اب حضرت یوسف کہاں۔ اتنی مدت مدیدہ کے اندر نہ معلوم وہ کہاں وفات پا چکے ہوں۔

ادھر کنعان کو جب قافلہ چلا تو یہوذا نے کہا کہ۔

"خون آلود قمیص بھی میں ہی لے کر گیا تھا اور میں نے کہا تھا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا اور انہیں اس خبر سے میں نے ہی غمگین کیا تھا آج یہ قمیص بھی میں ہی لے کر جاؤں گا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بحین حیات ہونے کی فرحت انگیز خبر بھی میں ہی سناؤں گا۔"

تو یہوذا برہنہ سر برہنہ پا کر تلے کر اسّی فرسنگ دوڑتا آیا راستہ میں کھانے کے لیے سات روٹیاں لایا تھا فرط شوق میں یہ عالم تھا کہ تمام سفر میں وہ روٹیاں بھی ختم نہ کر سکا۔

چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ هُوَ يَهُوْذَا رُوِيَ اَنَّهٗ قَالَ لِاِخْوَتِهٖ قَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّىْ ذَهَبْتُ اِلٰى اَبِىْ بِقَمِيْصِ التَّرْحَةِ فَدَعُوْنِىْ اَذْهَبْ اِلَيْهِ بِقَمِيْصِ الْفَرْحَةِ فَتَرَكُوْهُ۔

"فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ۔ تو جب آیا خوشی سنانے والا اس نے وہ قمیص حضرت یعقوب کے منہ پر ڈالا تو جبھی بینائی لوٹ آئی اور فرمایا کیا میں نہ کہتا تھا کہ میں وہ اللہ کی شانیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (برادران یوسف) بولے ابّا جان ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے بے شک ہم ہی خطاکار ہیں۔ فرمایا (یعقوب نے) میں عنقریب تمہارے لیے بخشش مانگوں گا بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بصارت جب درست ہوگئی تو یہوذا سے حضرت یوسف علیہ السلام کا حال پوچھا۔

یہوذا نے کہا حضور وہ مصر کے بادشاہ ہیں۔

حضرت یعقوب نے فرمایا مجھے بادشاہی کا کیا کرنا ہے یہ بتاؤ کہ وہ کس دین اور ملت پر ہیں۔

یہوذا نے عرض کیا وہ دین اسلام پر ہیں۔

آپ نے فرمایا الحمدللہ اب اللہ کی نعمت پوری ہوگئی۔

پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے پچھلی رات نماز پڑھکر اللہ کے دربار میں برادران یوسف کے لیے بخشش مانگی وہ قبول ہوگئی اور اس کی خبر بذریعہ وحی آئی کہ ان کی دعا قبول ہوگئی۔

رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَخَّرَ الْاِسْتِغْفَارَ لَهُمْ اِلَى السَّحَرِ لِاَنَّ الدُّعَآءَ فِيْهِ مُسْتَجَابٌ۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہوذا کو کہہ دیا تھا کہ ابا جان اور تمام اہل وعیال اور کنبہ کے سب افراد کو مصر لے آؤ اور یہوذا وغیرہ برادران یوسف کے ساتھ دو دو سواریاں کوتل گھوڑوں کی بھیج دی تھیں اور بہت کچھ سامان بھی بھیجا تھا۔

آپ نے یہ پیام بشارت نظام سن کر اپنے تمام اہل وعیال کو جمع فرمایا تو کل مردوزن کی تعداد بہتر (۷۲) تھی۔

انہیں مصر کے اندر پہنچ کر اس قدر برکت ہوئی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو چھ لاکھ سے زائد تھے جس کی تفصیل ہم اول لکھ آئے ہیں۔ باآنکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام انکے چار سو برس بعد مبعوث ہوئے ہیں۔

مختصر یہ کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنا قافلہ لے کر قریب مصر ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے ملک اعظم کو اطلاع دی اور چار ہزار لشکری اور کافی مصری سوار ہمراہ لے کر آپ اپنے والد ماجد کے استقبال کے لیے صدہا ریشمی پھریرے اڑاتے قطاریں باندھے روانہ ہوئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند یہوذا کے ہاتھ کے سہارے تشریف لا رہے تھے جب آپ کی نظر لشکر پر پڑی اور آپ نے دیکھا جنگل میں منگل ہے۔ تمام صحرا زرق برق سواروں سے بھرا ہوا ہے تو آپ نے یہوذا سے فرمایا کیا یہ فرعون مصر کا لشکر ہے۔ جو اس شان وشکوہ سے آ رہا ہے۔

یہوذا نے عرض کیا حضور یہ فرعونی لشکر نہیں بلکہ آپ کے نور نظر لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کا لشکر ہے۔

آپ متعجبانہ نظر سے اس لشکر کے تجمل کو ملاحظہ فرما رہے تھے کہ روح الامین عرض پیرا ہوئے۔ حضور فضائے ہوائی میں نظر فرمائیں آپ کے اس جشن میں ملائکہ سماوی بھی شریک ہوئے ہیں جو آپ کے غم میں آپ کے ساتھ روتے رہے ہیں۔

آج ان کی تسبیح اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ طبل وبوق کی آوازیں سنئے۔

یہ ہجرت زدہ قافلہ ۱۰ محرم الحرام کو ایک جگہ جمع ہوا اور والد وولد پسر وپدر قریب ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کو سلام کرنا چاہا کہ جبریل امین نے عرض کیا حضور خاموش رہیں آج ابتداء بہ سلام کا موقعہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیجئے۔

چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُذْهِبَ الْاَحْزَانِ۔ اے غم واندوہ کے دور کرنے والے تجھ پر سلام ہو۔

پھر ہجران کشیدہ باپ حضرت یعقوب علیہ السلام اور مصائب وآلام چشیدہ حضرت یوسف علیہ السلام دونوں گلے ملے اور گریۂ حسرت میں دونوں خوب روئے۔

پھر اس مزین وآراستہ فرودگاہ میں داخل ہوئے جو پہلے سے آپ کے لیے آراستہ کی گئی تھی یہ یعقوبی

کیمپ خیموں اور مکلف فرش فروش سے آراستہ تھا۔

یہ پہلا دخول حدود مصر میں تھا۔

اس کے بعد دوسرا دخول خاص شہر میں ہے جس کا تذکرہ آگے آتا ہے۔ یہ تمام واقعہ روح المعانی میں مذکور ہے۔

"فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ۔ تو جب وہ سب یوسف کے یہاں داخل ہوئے اس نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا داخل ہو مصر میں اللہ چاہے تو امان کے ساتھ"۔

اب یہ دوسرا دخول شہر مصر کا ہے کَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِیْ اَحَدُهُمَا دُخُوْلُ عَلَيْهِ خَارِجَ الْبَلْدَةِ وَالثَّانِیْ دُخُوْلٌ فِی الْبَلْدَةِ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَالْمُرَادُ بِهِمَا اَبُوْهُ وَخَالَتُهٗ لَيَّا۔ یہاں والدین سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کی خالہ لیّا ہیں۔

اور ایک قول یہ بھی ہے اس سے مراد والدہ یوسف علیہ السلام راحیل ہی ہیں

اور خالہ قائم مقام ماں کے ہوتی ہے جیسے چچا قائم مقام باپ کے ہوتا ہے۔

تو آپ نے فرمایا اب شہر میں امن وامان سے داخل ہو جیئے۔

"وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ۔ اور بلند کیا ماں باپ کو تخت پر اور سب اس کے لیے سجدہ میں گرے"۔

جب دخول ثانی حضرت یعقوب اور برادران یوسف کا مصر کے اندر ہوا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے والدین کو یا اپنے والد اور خالہ کو تخت پر بٹھایا اور ان کا اکرام کیا تو والد اور ماسی یعنی خالہ اور تمام بھائی سجدہ تحیت و تواضع میں گرے۔

یہ سجدۂ تحیت یا تعظیمی شریعت یوسفی میں جائز تھا۔

اور شریعت محمدیہ میں سجدہ خواہ تعظیمی ہو یا تحیت ہو حرام ہے ہماری شریعت میں تعظیم کے لیے قیام مصافحہ، دست بوسی جائز کی گئی

سجدۂ عبادت اللہ تعالے کے سوا کسی کے لیے کسی صورت اور کسی نیت سے جائز نہیں بلکہ ایسا کرنا شرک ہے اور اگر وہی سجدہ بہ نیت عظمت ہو جسے سجدۂ تعظیمی کے نام سے موسوم کرتے ہیں یہ بھی حرام ہے اگرچہ اس نیت سے یہ سجدہ شرک نہیں۔ لیکن مرتکب حرام فاسق ہے اور محلل حرام کافر خارج از اسلام۔

صحابہ کرام نے بارگاہ رسالت میں سجدہ کرنے کی اجازت چاہی تھی تو حضور نے منع فرمادیا۔ بلکہ فرمایا اَرَاَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَتَسْجُدُ هَا۔ بھلا یہ تو بتا اگر تو ہماری قبر سے گذرے گا تو کیا اسے بھی سجدہ کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا نہیں تو فرمایا جس کی قبر کو سجدہ نہیں اس کے عین حیات بھی اسے سجدہ نہیں۔ کیونکہ یہ

پرستش ہے اور پرستش سوا حی وقیوم کسی کی بھی جائز نہیں۔

اور اسی لیے قرآن کریم میں ہے لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ سورج چاند کو سجدہ نہ کرو اور سجدہ اللہ تعالےٰ ہی کو کرو جس نے تمام کائنات اور چاند سورج پیدا فرمائے۔

مختصر یہ کہ خالق کے لیے سجدہ ہے اور مخلوق کے لیے ہرگز سجدہ روا نہیں۔

اور وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا میں بھی معنی حقیقی لینے میں اختلاف ہے۔

چنانچہ صاحب روح المعانی نے ان تمام اختلافات کو ایک جگہ جمع فرمادیا ہے وہو ہذا۔

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا۔ اَیْ عَلَی الْجِبَاهِ كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ وَهُوَ كَمَا قَالَ اَبُو الْبَقَا حَالٌ مُقَدَّرَةٌ لِاَنَّ السُّجُوْدَ یَكُوْنُ بَعْدَ الْخُرُوْرِ وَكَانَ جَائِزًا عِنْدَهُمْ۔

یہ سجدہ پیشانی سے تھا اس لیے کہ سجدہ ان کی شریعت میں جائز تھا۔

دوسرا قول ہے وَهُوَ جَارٍ مَجْرَی التَّحِیَّةِ وَالتَّكْرِمَةِ كَالْقِیَامِ وَالْمُصَافَحَةِ وَتَقْبِیْلِ الْیَدِ وَنَحْوِهَا مِنْ عَادَاتِ النَّاسِ الْفَاشِیَةِ فِی التَّعْظِیْمِ وَالتَّوْقِیْرِ۔ سجدہ سے مراد تعظیم وتکریم وتحیہ ہے جیسے قیام اور مصافحہ اور ہاتھ چومنا اور مثل اس کے تعظیم وتکریم ہیں۔

قَالَ قَتَادَةُ كَانَ السُّجُوْدُ تَحِیَّةَ الْمُلُوْكِ عِنْدَهُمْ۔ سجدۂ تحیت بادشاہوں میں تھا انکے نزدیک وَاَعْطَی اللّٰهُ تَعَالٰی هٰذِهِ الْاُمَّةَ السَّلَامَ تَحِیَّةَ اَهْلِ الْجَنَّةِ كَرَامَةً مِّنْهُ تَعَالٰی۔ اللہ تعالےٰ نے اس امت مرحومہ کو سلام تحیت اہل جنت عطا فرمایا یہ احترام ہے اس امت کا۔

مَا كَانَ ذٰلِكَ اِلَّا اِیْمَاءً بِالرَّاْسِ۔ یہ سجدہ الیسا نہ تھا بلکہ سر سے اشارہ کرنے کا تھا۔

وَقِیْلَ كَانَ كَالرُّكُوْعِ الْبَالِغِ دُوْنَ وَضْعِ الْجَبْهَةِ عَلَی الْاَرْضِ۔ ایک قول ہے کہ وہ سجدہ مثل رکوع کے تھا وضع جبہہ علی الارض اس میں نہیں تھا۔

وَقِیْلَ الْمُرَادُ بِهِ التَّوَاضُعُ غَیْرَ الْمُرَادِ بِهِ الْخُرُوْرُ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد محض تواضع ہے۔ اس کے علاوہ ماتحن فیہ کی تائید میں اور اقوال بھی ہیں جو بخوف طوالت نہیں لکھے گئے۔

" وَقَالَ یٰاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ اور کہا (یوسف نے) ابا جان یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے۔ بے شک کر دیا اسے میرے رب نے سچ اور بے شک اسی نے احسان کیا مجھ پر کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ نا چاقی ڈال دی تھی شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں بے شک میرا رب آسان کرنے والا ہے جس بات کو چاہے بے شک وہی علم وحکمت والا ہے"۔

یہ اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے صغر سنی میں دیکھا تھا جس کا سورۃ کے شروع میں ذکر ہو چکا ہے۔

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۔ یہاں اخرجنی من السجن سے اپنے ابتلاء و مصائب کا ذکر اس وجہ میں فرمایا اور کنوئیں کا تذکرہ نہ کیا کہ بھائی شرمندہ نہ ہوں۔

ارباب سیر و تواریخ کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس مصر میں چوبیس سال عیش و آرام سے رہے۔ (روح المعانی)

اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ پر آلوسی لکھتے ہیں اَیْ لَطِیْفُ التَّدْبِیْرِ اِذْ مَا مِنْ صَعْبٍ اِلَّا وَتَنْفُذُ فِیْہِ مَشِیْئَتُہٗ تَعَالٰی وَمُتَسَهِّلٌ دُوْنَہَا کَذَا اَفَادَہٗ غَیْرُہٗ۔

جب آپ کی وفات کے دن قریب ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے وصیت فرمائی کہ انہیں ملک شام میں لے جا کر ارض مقدسہ میں آپ کے والد حضرت اسحٰق علیہ السلام کی قبر مبارک کے پاس دفن کیا جائے بعد وفات حضرت یوسف علیہ السلام نے ساگ کی لکڑی کے تابوت میں آپ کا جسد اطہر رکھ کر شام میں پہنچایا اور حضرت عیص برادر یعقوب علیہ السلام کی وفات بھی اسی وقت ہوئی اور آپ کی ولادت بھی ساتھ ہی ہوئی تھی دفن بھی ایک ہی قبر میں کیے گئے۔

حضرت یعقوب اور حضرت عیص علیہما السلام دونوں کی عمر ایک سو پینتالیس سال تھی۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد اور چچا کو دفن کر کے مصر کی طرف واپس ہوئے تو آپ نے یہ دعا فرمائی۔

"رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ۔ اے میرے رب بے شک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے تاویل احادیث کا فن سکھایا۔ تو ہی آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے تو ہی میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں اٹھا مجھے مسلمان اور ان سے ملا جو تیرے قرب کے لائق صالح ہیں"

اس آیت کریمہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا کا ایک ایک لفظ وہ ہے جس سے دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود ہے۔

اور الحاق بالصالحین سے مراد حضرت ابراہیم و حضرت اسحٰق و حضرت یعقوب علیہم السلام انبیاء کرام مراد ہیں۔ قرآن کریم میں صالحین دو قسم کے ہیں ایک تَکُوْنُوْا مِنْ بَعْدِہٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ میں اور ایک اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ہیں۔

اور چونکہ انبیاء کرام تمام معصوم ہوتے ہیں بنا بریں حضرت یوسف علیہ السلام کی معصومیت میں بھی کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا تو یہ دعا اظہار انکسار کے لیے ہے یا تعلیم امت کے لیے کہ وہ ہمیشہ حسن خاتمہ اور صلاحیت کی دعا کرتے رہیں۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام تیئیس سال دنیا میں بقید حیات رہے پھر

آپ کی وفات ہوگئی۔

"ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ۔ یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا ایکا کیا تھا اور وہ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور نہیں اکثر آدمی جو تمہاری خواہش پر ایمان لائیں اور تم نہیں مانگتے اس تبلیغ پر ان سے کوئی بدلہ نہیں ہے یہ مگر سارے جہان کو نصیحت"۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے دفن میں اہل مصر نے بڑا اختلاف کیا۔

حالانکہ آپ کی وصیت یہی تھی کہ انہیں اسی زمین میں دفن کیا جائے جہاں حضرت ابراہیم و اسحق اور یعقوب علیہم السلام مدفون ہیں۔ لیکن مصری یہ چاہتے تھے کہ حضرت یہاں ہی دفن ہوں بلکہ ہر محلہ والا اپنے محلہ میں دفنانے پر مصر تھا۔

آخر یہ رائے طے پائی کہ آپ کو دریائے نیل میں دفن کیا جائے تاکہ پانی آپ کی قبر مبارک سے چھوتا ہوا گذرے اور اس کی برکت سے تمام اہل مصر فیضیاب ہوں۔ چنانچہ آپ کو سنگ رخام یا سنگ مرمر کے صندوق میں دریائے نیل کے اندر دفن کیا گیا اور آپ کی قبر مبارک چار سو برس تک وہیں رہے۔ پھر حضرت موسٰی علیہ السلام نے تابوت سنگی نیل سے نکالا اور آپ کے آباء کرام کے پاس ملک شام میں لے جاکر دفن کیا۔

اور اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ سے مراد برادران یوسف کا خفیہ مشورہ ہے اور وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ سے مراد تعلیم قرآن کریم ہے اور انباء غیب سے مراد وہ اخبارات بھی ہیں جو حضور نے بیان فرمائیں۔ اور واقعہ یوسف علیہ السلام۔ حالات نوح و لوط علیہم السلام کا تفصیل سے بیان کرنا غیبی خبر اور معجزہ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّهُمْ اَهْلُ مَكَّةَ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی آپ کتنا ہی انہیں ایمان کی طرف بلائیں یہ ایمان نہ لائیں گے۔

بامحاورہ ترجمہ بارھواں رکوع۔ یوسف۔ پ ۱۳

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ○	اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ گذرتے ہیں لوگ ان پر اور وہ ان سے بے خبر ہی رہتے ہیں
وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ○	اور نہیں ایمان لاتے اکثر ان کے مگر شرک کرتے ہوئے
اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ	کیا اس سے امن میں ہیں کہ آئے اللہ کا عذاب انہیں

عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

گھیرنے والا یا آجائے قیامت اچانک اور وہ بے خبر رہ جائیں۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

فرما دیجئے یہ میری راہ ہے بلاتا ہوں اللہ کی طرف بصیرت پر میں اور جو میرے پیرو ہیں اور پاکی ہے اللہ کو اور میں مشرک نہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

اور نہ بھیجا ہم نے تم سے پہلے رسول مگر سب مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے ہیں اور سب شہر والے تھے تو کیا یہ لوگ سیر نہیں کرتے زمین میں تو دیکھیں کیسا ہوا انجام ان کا جو ان سے پہلے تھے اور بے شک آخرت کا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کے لیے تو کیا تمہیں عقل نہیں

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

حتیٰ کہ جب مایوس ہوئے رسول ظاہر اسباب سے اور سمجھے لوگ کہ رسول نے ان سے غلط کہا تھا تو آئی ہماری مدد تو نجات دی ہم نے جسے چاہا اور نہیں پھر سکتا ہمارا عذاب قوم مجرمین سے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

بے شک ان کے قصوں سے عبرت ہوتی ہے عقل والوں کو نہیں یہ کوئی بنائی ہوئی بات لیکن تصدیق ہے ان کے لیے جو ان سے اگلے ہیں اور تفصیل ہر شے کی اور ہدایت و رحمت ایمان والی قوم کو۔

حلِ لغات بارہواں رکوع۔ یوسف۔ پ ۱۳

وَكَاَيِّنْ۔ اور کتنے ہی	مِّنْ اٰيَةٍ۔ نشان ہیں	فِي السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں میں
وَالْاَرْضِ۔ اور زمین میں	يَمُرُّوْنَ۔ گذرتے ہیں	عَلَيْهَا۔ اس پر
وَهُمْ۔ اور وہ	عَنْهَا۔ اس سے	مُعْرِضُوْنَ۔ منہ پھیرتے ہیں
وَمَا۔ اور نہیں	يُؤْمِنُ۔ ایمان لاتے	اَكْثَرُهُمْ۔ اکثر ان کے
بِاللّٰهِ۔ اللہ پر	اِلَّا وَهُمْ۔ مگر وہ ہوتے ہیں	مُشْرِكُوْنَ۔ شرک کرنے والے

اَفَاَمِنُوْا۔ کیا وہ مطمئن ہیں	اَنْ۔ یہ کہ	تَاْتِیَهُمْ۔ آئے انکے پاس
غَاشِیَةٌ۔ ڈھانپنے والی مِّنْ عَذَابِ۔ عذاب	اللّٰهِ۔ الٰہی سے	اَوْ۔ یا
تَاْتِیَهُمُ۔ آئے انکے پاس السَّاعَةُ۔ قیامت	بَغْتَةً۔ ناگہاں	وَّهُمْ۔ اور وہ
لَا یَشْعُرُوْنَ۔ نہ جانتے ہوں	قُلْ۔ کہہ	هٰذِهٖ۔ یہ ہے
سَبِیْلِیْ۔ میری راہ اَدْعُوْا۔ میں بلاتا ہوں	اِلَی۔ طرف	اللّٰهِ۔ اللہ کی
عَلٰی بَصِیْرَةٍ۔ بصیرت پر	اَنَا۔ میں	وَمَنِ۔ اور وہ جس نے
اتَّبَعَنِیْ۔ پیروی کی میری وَسُبْحٰنَ۔ اور پاک ہے	اللّٰهِ۔ اللہ	وَمَا۔ اور نہیں
اَنَا۔ میں	مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ مشرکوں سے	وَمَا۔ اور نہیں
اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے مِنْ قَبْلِكَ۔ تجھ سے پہلے	اِلَّا۔ مگر	رِجَالًا۔ مردوں کو
نُّوْحِیْ۔ وحی کرتے ہیں ہم اِلَیْهِمْ۔ ان کی طرف	مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی۔ بستیوں والوں سے	
اَفَلَمْ۔ کیا نہیں یَسِیْرُوْا۔ پھرے وہ	فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں	فَیَنْظُرُوْا۔ کہ دیکھیں وہ
کَیْفَ۔ کیسا کَانَ۔ ہوا	عَاقِبَةُ۔ انجام	الَّذِیْنَ۔ ان کا
مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جو ان سے پہلے تھے	وَلَدَارُ۔ اور یقیناً گھر	الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کا
خَیْرٌ۔ بہتر ہے لِّلَّذِیْنَ۔ ان کے لیے جو	اتَّقَوْا۔ پرہیزگار ہیں	اَفَلَا۔ کیا نہیں
تَعْقِلُوْنَ۔ تم سمجھتے حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	اِذَا۔ جب	اسْتَیْاَسَ۔ مایوس ہو گئے
الرُّسُلُ۔ رسول وَظَنُّوْا۔ اور خیال کر چکے	اَنَّهُمْ۔ کہ وہ	قَدْ۔ یقیناً
کُذِبُوْا۔ جھٹلائے گئے جَآءَهُمْ۔ آئی انکے پاس	نَصْرُنَا۔ ہماری مدد	فَنُجِّیَ۔ پھر نجات دیا گیا
مَنْ۔ وہ جسے نَّشَآءُ۔ ہم نے چاہا	وَلَا۔ اور نہیں	یُرَدُّ۔ پھیرا جاتا
بَاْسُنَا۔ ہمارا عذاب عَنِ الْقَوْمِ۔ قوم	الْمُجْرِمِیْنَ۔ مجرمین سے	لَقَدْ۔ بے شک
کَانَ۔ ہے	فِیْ قَصَصِهِمْ۔ ان کے واقعات میں	عِبْرَةٌ۔ عبرت
لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ عقلمندوں کے لیے	مَا کَانَ۔ نہیں ہے	حَدِیْثًا۔ بات
یُّفْتَرٰی۔ بنائی ہوئی وَلٰکِنْ۔ اور لیکن	تَصْدِیْقَ۔ تصدیق ہے	الَّذِیْ۔ اس کی
بَیْنَ یَدَیْهِ۔ جو اس سے پہلے ہے	وَتَفْصِیْلَ۔ اور تفصیل ہے	کُلِّ۔ ہر ایک
شَیْءٍ۔ چیز کی وَهُدًی۔ اور ہدایت	وَّرَحْمَةً۔ اور رحمت	لِّقَوْمٍ۔ واسطے قوم
یُّؤْمِنُوْنَ۔ ایمان والی کے۔		

مختصر تفسیر اُردو بارہواں رکوع۔ یوسف۔ پ ۱۳

" وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ گزرتے ہیں اس پر لوگ اور وہ ان سے بے خبر ہوتے ہیں"۔

یعنی خالق اور اس کی توحید و صفات پر دلالت کرنے والی بہت سی نشانیاں ہلاک شدہ امتوں اور ان کے کھنڈرات ہر مقام پر ہیں اور دیکھنے والے انہیں دیکھ کر بجائے عبرت حاصل کرنے کے اعراض کرتے ہیں۔ کَاَیِّنْ کے معنی کَمْ مِنْ آیَۃٍ ہوتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں اِنَّ کَاَیِّنْ۔ اِسْمُ کَمْ التَّکْثِیْرِیَّۃُ الْخَبَرِیَّۃُ فِی الْمَعْنٰی مُرَکَّبٌ مِنْ کَافِ تَشْبِیْہٍ۔

" وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ۔ اور نہیں ایمان لاتے اکثر ان کے اللہ پر مگر شرک کرتے ہوئے"۔

ابن عباس اور مجاہد اور عکرمہ، شعبی اور قتادہ اور اکثر مفسرین اس آیت کریمہ کو رد مشرکین کے لیے بتاتے ہیں اس لیے کہ وہ خالقیت و رازقیت الٰہی کا اقرار کرنے کے باوجود بت پرستی کرتے اور غیروں کو عبادت میں اللہ کا شریک مانتے ہیں۔

وہ ایام حج میں تلبیہ بھی کہتے تو اس طرح کہتے لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ۔

وَعَنِ ابْنِ زَیْدٍ وَعِکْرِمَۃَ وَقَتَادَۃَ وَمُجَاھِدٍ اَیْضًا اِنَّ ھٰؤُلَاءِ کُفَّارُ الْعَرَبِ مُطْلَقًا اَقَرُّوْا بِالْخَالِقِ الرَّازِقِ الْمُمِیْتِ وَاَشْرَکُوْا بِعِبَادَۃِ الْاَوْثَانِ وَالْاَصْنَامِ۔

وَقِیْلَ اَشْرَکُوْا بِقَوْلِھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ بَنَاتُ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَیْضًا اِنَّھُمْ اَھْلُ الْکِتَابِ اَقَرُّوْا بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَاَشْرَکُوْا بِہٖ مِنْ حَیْثُ کَفَرُوْا بِنَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَوْ مِنْ حَیْثُ عَبَدُوْا عُزَیْرًا وَالْمَسِیْحَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

وَقِیْلَ کَفَرُوْا بِالنَّبِیِّ وَاتِّخَاذِھِمْ اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا۔

یہ کفار عرب کے حق میں نازل ہوئی وہ اللہ تعالٰی کو خالق رازق۔ ممیت ماننے کے باوجود شرک کرتے تھے بتوں کو پوج کر۔

ایک قول ہے کہ سب کچھ مان کر بھی کہتے کہ ملائکہ اللہ تعالےٰ کی بیٹیاں ہیں۔

اور ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں اللہ تعالےٰ کی توحید تسلیم کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں۔ اور حضرت عزیر اور مسیح علیہما السلام کو پوجتے ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ عیسٰی وعزیر کو خدا کا بیٹا مانتے اور اپنے رہبان واحبار کو رب اعتقاد کرتے ہیں۔

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ بزرگان دین، صوفیائے سالکین، غوث، قطب، ابدال، اوتاد حتیٰ کہ انبیاء کرام کو جو بھی رب اعتقاد کرے وہ مسلمان نہیں۔ مگر ان سے خوش اعتقادی، انہیں اللہ کا مقرب جاننا، ان سے بلاؤں کے دفع میں دعاؤں سے مدد لینا۔ ان کے حضور حاضر آنا، استعانت کرنا یہ سب چیزیں جائز اور مباح ہیں ان سے مسلمان کے اسلام پر اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ صادق نہیں آتا۔ اس لیے کہ وہ انہیں رب تسلیم کرتے تھے اور جو شخص انہیں مقرب الٰہی سمجھے حتیٰ کہ مستجاب الدعوات بھی جانے وہ اس حکم میں نہیں۔

"اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ۔ کیا اس سے امن میں ہو کہ آجائے تمہیں گھیرتا ہوا عذاب الٰہی یا آجائے قیامت اچانک اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔"

اس آیت کریمہ میں استفہام انکاری ہے جو توبیخ و تہدید کے معنی بھی رکھتا ہے۔ کما فی البحر۔

گویا مشرکین عرب اور اہل کتاب کو فرمایا جا رہا ہے کہ تمہیں کس چیز سے امن حاصل ہے اگر عذاب الٰہی تمہیں گھیر لے یا قیامت آجائے اور اچانک آجائے تو تم کیا کرو گے۔ لہٰذا اے محبوب

"قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ۔ فرما دیجئے یہ میری راہ ہے میں بلاتا ہوں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ میں اور جو میرا پیرو ہو اور اللہ کے لیے پاکی ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں۔"

اے محبوب! آپ فرما دیجئے کہ میں توحید کی راہ پر بلاتا ہوں اور دعوت ایمان دیتا ہوں۔ دل کی آنکھ والوں کو میں اور جو میرے پیرو ہیں۔ یعنی مَآ اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ میں اور میرے صحابہ جو احسن طریق اور افضل ہدایت پر ہیں اور یہ معدن علم۔ فراست ایمان ولشکر رحمٰن ہیں۔

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ طریقۂ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء اگر حاصل کرنا ہو تو گذرے ہوئے لوگوں کا طریقہ حاصل کرو اس لیے کہ وہ حضور کے اصحاب ہیں جن کے دل امت میں سب سے زیادہ پاک ہیں۔

ان کے علوم سب سے زیادہ عمیق ہیں۔

اور ان میں تکلف اور بناوٹ سب سے کم۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے اشاعتِ دین محمد مصطفےٰ کے لیے برگزیدہ کر لیا ہے۔

"وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ۔ وہ ذات وہ ذات ہے کہ اسی کے لیے پاکی زیبا ہے وہی جملہ عیوب و نقائص اور شرکاء و انداد سے منزّہ ہے"۔

"وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰی اور نہیں بھیجے ہم نے تم سے پہلے رسول مگر مرد ہی تھے وحی کرتے ہیں ہم ان پر وہ سب شہر کے ہی ساکن تھے"۔

یعنی رسول جتنے بھی ہم نے بھیجے وہ نہ فرشتے تھے نہ عورت۔ یہ اہل مکہ کو جواب ہے جو انہوں نے کہا تھا کہ اللہ نے فرشتوں کو کیوں نبی نہ بنایا انہیں کہا گیا کہ اس میں تمہیں تعجب کیوں ہے جبکہ تم سے پہلے بھی کبھی کوئی نبی فرشتہ ہو کر نہیں آیا۔ من اہل القریٰ سے یہ مراد ہے جیسا کہ حسن سے مروی ہے کہ اہل بادیہ اور جنات میں سے بھی کوئی نبی نہیں ہوا بلکہ نبی ہمیشہ اہل قریٰ یعنی شہری ہوگا۔

"اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ۔ تو کیا یہ لوگ زمین میں نہیں پھرے تو دیکھتے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا اور بے شک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں"۔

یعنی عاد۔ ثمود۔ قوم نوح۔ قوم لوط وغیرہ پہلی قومیں کس طرح ہلاک کی گئیں اور یہ سب سزا انبیاء کرام کو جھٹلانے کی تھی۔

"حَتّٰٓی اِذَا اسْتَیْاَسَ الرُّسُلُ۔ حتی کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھنے لگے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا اس وقت ہماری مدد آئی تو جسے ہم نے چاہا بچالیا اور نہیں پھیرا جاتا ہمارا عذاب قوم مجرمین سے"۔

اس کے یہ معنی ہیں کہ اسباب ظاہر جب منقطع ہوگئے اور منکرین اپنی قساوت پر اڑے رہے تو انبیاء کرام ان کی ہدایت سے مایوس ہوگئے اور مثل نوح علیہ السلام کہہ بیٹھے رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔ اور منکرین و مشرکین تعویق عذاب سے مغرور و مطمئن ہوگئے حالانکہ عذاب الٰہی میں تاخیر ہوتے اور عیش و آسائش میں ان کا زیادہ دیر رہنا انہیں غلطی میں پھانس دیتا ہے۔ حالانکہ پہلی امتوں کو بھی مہلتیں دی جاچکی ہیں (تفسیر ابو السعود) اور جب وہ عذاب کی طرف سے مطمئن ہوگئے تو اچانک ان پر عذاب آیا اور وہ عذاب پھر کسی دنیاوی قوت سے نہ لوٹایا گیا۔

"لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ بے شک ان کے قصوں میں عبرت ہے عقل والوں کے لیے یہ کوئی ایسی بات نہیں جس میں افتراء ہو لیکن اپنے کاموں کی تفصیل ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے"۔

یعنی انبیاء کرام کے قصص و واقعات اور ان کی قوم کے حالات جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے

واقعہ سے بڑے بڑے نتائج منکشف ہوتے ہیں۔

اس قصہ سے صبر کا نتیجہ ملتا ہے سلامت وکرامت کا۔

ایذارسانی اور بدخواہی کا انجام ندامت ہوتا ہے۔

اللہ پر بھروسہ رکھنے والا آخرکار کامیاب ہوتا ہے۔

بندے کو سختیوں کے پیش آنے سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔

اگر رحمتِ الٰہی دستگیری فرمائے تو کسی کی بداندیشی، بدخواہی کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

اس کے بعد قرآن کریم کے متعلق ارشاد ہے۔

"مَاكَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى۔ نہیں ہے یہ کوئی گھڑی ہوئی افتراء پردازی کہ کسی انسان نے اسے اپنی طرف سے بنا لیا ہو۔ کیونکہ اس کا اعجاز من جانب اللہ ہونے کو قطعی طور پر ثابت کر رہا ہے۔ اس میں ہر چیز کا مفصل بیان اس شان سے ہے کہ وہ انسان کے قبضۂ قدرت سے بالاتر ہے اور توریت وانجیل وغیرہ کتب الٰہیہ کی یہ مصدق اور وہ اس کی مصدق ہیں اور عامۂ مؤمنین کے لیے یہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے۔

بحمداللہ سورۂ یوسف بخیروخوبی ختم ہوئی۔

سُوْرَةُ الرَّعْد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ سورۃ مکی ہے اس کی تینتالیس آئتیں اور چھ رکوع ہیں۔

طریق مجاہد سے ابن عباس اور علی بن ابی طلحہ فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ مکی ہے۔

اس کے علاوہ باختلاف روات اس کی بعض آئتیں مدنی ہیں اور بعض مکی۔

چنانچہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے مگر ستائیس آئتیں کوفی ہیں اور چار مدنی اور پانچ بصری اور سات شامی۔

اس کی فضیلت میں ابن ابی شیبہ اور مروزی فرماتے ہیں کہ اگر دمِ آخر یہ سورہ پڑھی جائے تو سکرات میں تخفیف ہوتی ہے اور اگر میّت پر پڑھی جائے تو اس کی سختی میں تخفیف کا موجب ہوتی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ رعد پ ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
الٓمّٓرٰ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

شروع اللہ بخشنے والے مہربان کے نام سے
یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور وہ جو نازل کی گئی تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝

اللہ وہ ہے جس نے بلند کیا آسمانوں کو بلا ستون کہ تم دیکھو پھر قصد کیا عرش کا اور مسخر کیا سورج اور چاند ہر ایک چلتا ہے مقررہ وعدے پر تدبیر کرتا ہے کام کی مفصل بتاتا ہے نشانیاں تاکہ تمہیں رب سے ملنے کا پورا یقین ہو۔

وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اور وہ وہ ہے جس نے پھیلایا زمین کو اور کیا اس میں لنگروں کو اور نہریں بنائیں اور ہر قسم کے پھل بنائے اس میں وہ دو طرح کے چھپاتا ہے رات سے دن کو اور دن کو رات سے بیشک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں فکر کرنے والوں کو

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

اور زمین میں مختلف قطعے پاس پاس ہیں اور باغ انگوروں کے اور کھیتی اور کھجور کے درخت ایک تھنے کے اور الگ الگ سیراب کیے ہوتے ایک ہی پانی سے اور بہتر کرتے ہیں ایک کو دوسرے سے پھلوں پر ذائقوں میں بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝

اور اگر تم تعجب کرو تو تعجب تو ان کے کہنے کا ہے کہ کیا ہم مٹی ہو کر پھر نئی پیداوار ہوں گے۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اپنے رب سے اور یہ وہ ہیں کہ طوق ہوں گے ان کی گردنوں میں اور یہی جہنم والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ○

اور جلدی چاہتے ہیں تجھ سے رحمت سے پہلے عذاب کی اور بے شک ان سے اگلوں کو سزائیں ہو چکیں اور بے شک تمہارا رب بخشش کرنے والا ہے لوگوں پر ان کے ظلم کے باوجود اور بے شک تمہارا رب سخت ہے عذاب دینے میں۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ○

اور کہتے ہیں وہ جو کافر ہوئے کیوں نہ نازل ہوئی نشانی ان پر ان کے رب سے تم تو اے محبوب ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے لیے ہادی۔

حل لغات پہلا رکوع۔ سورۂ رعد۔ پ ۱۳

الٓمّٓرٰ	تِلْكَ۔ یہ	اٰیٰتُ۔ آیتیں ہیں	اَلْكِتٰبِ۔ کتاب کی
وَالَّذِیْٓ۔ اور وہ جو	اُنْزِلَ۔ اتارا گیا	اِلَیْكَ۔ تیری طرف	مِنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب سے
اَلْحَقُّ۔ حق ہے	وَلٰكِنَّ۔ اور لیکن	اَكْثَرَ۔ اکثر	النَّاسِ۔ لوگ
لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ نہیں ایمان لاتے		اَللّٰهُ۔ اللہ	اَلَّذِیْ۔ وہ ہے جس نے
رَفَعَ۔ بلند کیا	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کو	بِغَیْرِ۔ بغیر	عَمَدٍ۔ ستون کے
تَرَوْنَهَا۔ کہ دیکھو تم اس کو	ثُمَّ۔ پھر	اسْتَوٰی۔ قصد کیا	عَلَی۔ اوپر
الْعَرْشِ۔ عرش کے	وَسَخَّرَ۔ اور تابع کیا	الشَّمْسَ۔ سورج	وَالْقَمَرَ۔ اور چاند کو
كُلٌّ۔ ہر ایک	یَّجْرِیْ۔ چلتا ہے	لِاَجَلٍ۔ واسطے مدت	مُّسَمًّی۔ مقرر کے
یُدَبِّرُ۔ تدبیر کرتا ہے	الْاَمْرَ۔ کام کی	یُفَصِّلُ۔ کھول کر بیان کرتا ہے	الْاٰیٰتِ۔ آیتیں
لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم	بِلِقَآءِ۔ ساتھ ملاقات	رَبِّكُمْ۔ اپنے رب کے	تُوْقِنُوْنَ۔ یقین کرو
وَهُوَ۔ اور وہ	الَّذِیْ۔ وہ ہے کہ	مَدَّ۔ پھیلایا	الْاَرْضَ۔ زمین کو

وَجَعَلَ۔ اور بنائے　فِیْهَا۔ اس میں　رَوَاسِیَ۔ پہاڑ　وَّاَنْهٰرًا۔ اور نہریں
وَمِنْ كُلِّ۔ اور ہر طرح کے　الثَّمَرٰتِ۔ پھل　جَعَلَ۔ بنائے　فِیْهَا۔ اس میں
زَوْجَیْنِ۔ جوڑے　اثْنَیْنِ۔ دو دو　یُغْشِی۔ ڈھانپتا ہے　الَّیْلَ۔ رات کو دن سے
النَّهَارَ۔ اور دن کو رات سے　اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ۔ بے شک اس میں　لَاٰیٰتٍ۔ البتہ نشانیاں ہیں
لِّقَوْمٍ۔ واسطے قوم　یَّتَفَكَّرُوْنَ۔ سمجھدار کے　وَفِی الْاَرْضِ۔ اور زمین میں ہیں
قِطَعٌ۔ ٹکڑے　مُّتَجٰوِرٰتٌ۔ ملے ہوئے　وَّجَنّٰتٌ۔ اور باغ　مِّنْ اَعْنَابٍ۔ انگوروں سے
وَّزَرْعٌ۔ اور کھیتی　وَّنَخِیْلٌ۔ اور کھجور　صِنْوَانٌ۔ زیادہ ٹہنی والے　وَّغَیْرُ۔ اور نہ
صِنْوَانٍ۔ زیادہ ٹہنوں والے　یُّسْقٰی۔ پلائے جاتے ہیں　بِمَآءٍ۔ پانی　وَّاحِدٍ۔ ایک سے
وَنُفَضِّلُ۔ اور برتری دیتے ہیں ہم　بَعْضَهَا۔ انکے بعض کو　عَلٰی۔ اوپر
بَعْضٍ۔ بعض کے　فِی الْاُكُلِ۔ مزے میں　اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ۔ بے شک اس میں
لَاٰیٰتٍ۔ البتہ نشانیاں ہیں　لِّقَوْمٍ۔ واسطے قوم　یَّعْقِلُوْنَ۔ عقلمند کے　وَاِنْ۔ اور اگر
تَعْجَبْ۔ تعجب کرے تو　فَعَجَبٌ۔ تو عجیب ہے　قَوْلُهُمْ۔ ان کی بات　ءَاِذَا۔ کیا جب
كُنَّا۔ ہو جائیں گے ہم　تُرٰبًا۔ مٹی　ءَاِنَّا۔ کیا ہم　لَفِیْ۔ بیچ
خَلْقٍ۔ پیدائش　جَدِیْدٍ۔ نئی کے　اُولٰٓئِكَ۔ یہ وہ ہیں　الَّذِیْنَ۔ جنہوں نے
كَفَرُوْا۔ کفر کیا　بِرَبِّهِمْ۔ اپنے رب سے　وَاُولٰٓئِكَ۔ اور یہی ہیں کہ　الْاَغْلٰلُ۔ طوق ہوں گے
فِیْ اَعْنَاقِهِمْ۔ ان کی گردنوں میں　وَاُولٰٓئِكَ۔ اور یہی ہیں　اَصْحٰبُ۔ ساتھی
النَّارِ۔ آگ کے　هُمْ۔ وہ　فِیْهَا۔ اس میں　خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہیں گے
وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ۔ اور جلدی چاہتے ہیں تجھ سے　بِالسَّیِّئَةِ۔ برائی　قَبْلَ۔ پہلے
الْحَسَنَةِ۔ نیکی سے　وَقَدْ۔ اور بے شک　خَلَتْ۔ گذر چکی　مِنْ قَبْلِهِمُ۔ ان سے پہلے
الْمَثُلٰتُ۔ سزائیں　وَاِنَّ۔ اور بے شک　رَبَّكَ۔ تیرا رب　لَذُوْ۔ صاحب
مَغْفِرَةٍ۔ بخشش ہے　لِّلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے　عَلٰی ظُلْمِهِمْ۔ ان کے ظلم کے باوجود
وَاِنَّ۔ اور بے شک　رَبَّكَ۔ تیرا رب　لَشَدِیْدُ۔ سخت　الْعِقَابِ۔ عذاب والا ہے
وَیَقُوْلُ۔ اور کہتے ہیں　الَّذِیْنَ۔ وہ جو　كَفَرُوْا۔ کافر ہیں　لَوْلَآ۔ کیوں نہیں
اُنْزِلَ۔ اتاری گئی　عَلَیْهِ۔ اس پر　اٰیَةٌ۔ کوئی نشانی　مِّنْ رَّبِّهٖ۔ اس کے رب سے
اِنَّمَآ۔ سوائے اسکے نہیں　اَنْتَ۔ تو　مُنْذِرٌ۔ ڈرانے والا ہے　وَّلِكُلِّ۔ اور واسطے ہر

قَوْمٍ۔ قوم کے　　　　هَادٍ۔ ہدایت دینے والا ہے

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع۔ سورہ رعد۔ پ ۱۳

"الۤمّۤرٰ" اس کی تفسیر میں آلوسی فرماتے ہیں اَنَا اللّٰہُ الْمَلِكُ اَرٰی میں اللہ ہوں۔ بادشاہ ہوں۔ سب کو دیکھ رہا ہوں۔

یہ حروف مقطعات سے ہیں ان کے حقیقی معنی تو اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ اللہ ہی جانتا ہے مگر معنی تاویلی وہ ہو سکتے ہیں جو آپ کو بتائے گئے۔

اَخْرَجَ اِبْنُ جَرِیْرٍ وَّاَبُوالشَّیْخِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ مَعْنٰی ذَالِكَ اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ وَاَرٰی۔ یہ متعدد اقوال میں سے ایک مشہور قول ہے۔

"تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ۔ یہ آئتیں ہیں کتاب کی اور وہ جو نازل ہوئی تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے"۔

یہ قرآن کریم کی آئتیں ہیں اور جو آپ پر نازل ہوا وہ بھی قرآن کریم ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ حق ہے اس میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں اور جو لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے اور مشرکین مکہ کی طرح بکواس کرتے ہیں کہ یہ کلام حضور ہی کا ہے انہوں نے خود بنا لیا ہے ان کا اس آیۂ کریمہ میں ردّ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالے اپنی شان ربوبیت کے دلائل اور عجائب قدرت کا بیان فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے بلند کیا آسمانوں کو بلا ستون کہ تم دیکھو پھر عرش کی طرف قصد فرمایا اور سورج اور چاند مسخر کیے ہر ایک مدت مسمّٰی تک چلتا ہے۔ تدبیر فرماتا ہے تمام کاموں کی اور مفصل بیان کرتا ہے اپنی نشانیاں تاکہ تمہیں اپنے رب سے ملنے کا یقین ہو"۔

صاحب جمل اور خازن فرماتے ہیں کہ اس کے دو معنی ہیں۔

ایک یہ کہ آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند فرمایا۔ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ درحقیقت کوئی ستون نہیں ہے۔

دوسرے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ ستون کے ہوتے ہوئے تم اسے بلا ستون دیکھ رہے ہو۔ ان دونوں میں سے قول اول صحیح ہے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں اَخْرَجَ اِبْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّہٗ قَالَ اَلسَّمَاءُ

عَلٰی اَرْبَعَۃِ اَمْلَاکٍ ۔ کُلُّ زَاوِیَۃٍ مُّوَکَّلٌ بِہَا مَلَکٌ ۔ آسمان چار گوشوں پر ہے اور ہر گوشہ پر فرشتہ اسے تھامے ہوئے ہے۔

وَزَعَمَ بَعْضُہُمْ اَنَّ الْعَمَدَ جَبَلُ قَافٍ فَاِنَّہٗ مُحِیْطٌ بِالْاَرْضِ وَالسَّمَآءُ عَلَیْہِ کَالْقُبَّۃِ ۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ آسمان کا ستون کوہ قاف ہے اس لیے کہ وہ محیط علی الارض ہے اور اس پر آسمان مثل قبہ یا سرپوش کے ہے"۔

اور سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فَالْحَقُّ اِنَّ الْعَمَدَ قُدْرَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَھٰذَا دَلِیْلٌ عَلٰی وُجُوْدِ الصَّانِعِ الْحَکِیْمِ تَعَالٰی شَانُہٗ ۔ حق بات یہ ہے کہ آسمان کا ستون قدرت الٰہی ہے اور یہ دلیل واضح ہے وجود صانع حکیم پر۔

اور فلاسفۂ قدیم نے تصریح کی ہے ۔ کہ اِنَّ الْمَرْئِیَّ ھُوَ کُرَۃُ الْبُخَارِ وَثِخْنُہَا کَمَا قَالَ صَاحِبُ التُّحْفَۃِ ۔ اَحَدٌ وَّخَمْسُوْنَ مِیْلًا وَتِسْعٌ وَخَمْسُوْنَ دَقِیْقَۃً وَالْمَجْمُوْعُ سَبْعَۃَ عَشَرَ فَرْسَخًا وَثُلُثُ فَرْسَخٍ تَقْرِیْبًا ۔ جو ہمیں یہ نظر آرہا ہے یہ کرۂ بخار ہے اور اس کا حجم صاحب تحفہ کے نزدیک اکیاون میل اور انسٹھ دقیقہ ہے جس کا مجموعہ سترہ فرسخ اور ایک ثلث ہے اور یہ تخمینہ تقریبی ہے۔

اور بعض محققین کہتے ہیں کہ وَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّہٗ لَا مَانِعَ عِنْدَ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ کَوْنِ الْمَرْئِیِّ ھُوَ السَّمَآءُ الدُّنْیَا الْمُسَمَّاۃُ بِفَلَکِ الْقَمَرِ عِنْدَ الْفَلَاسِفَۃِ ۔ یہ تو ہر ایک جانتا ہے کہ جو ہمیں نظر آرہا ہے وہ سماء دنیا ہے جس کا نام فلک القمر ہے فلاسفہ کے نزدیک۔

پھر ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جسے حضور تک مرفوع کیا گیا ہے۔

مِنْہَا اِنَّ وَرَآءَ اَرْضِنَا بَحْرًا مُحِیْطًا ثُمَّ جَبَلًا یُقَالُ لَہٗ قَافٌ ثُمَّ اَرْضًا ثُمَّ بَحْرًا ثُمَّ جَبَلًا وَھٰکَذَا عَدَّ سَبْعًا مِّنْ کُلٍّ ۔

ہماری زمین سے پرے ایک بحر محیط ہے پھر پہاڑ ہے جسے قاف کہتے ہیں پھر زمین ہے پھر دریا ہے اور پھر پہاڑ ہے اس طرح سات طبقے گنائے ہیں ۔ والعلم عند اللہ علی حقیقۃ الحال۔

"ثُمَّ اسْتَوٰی ۔ پھر استوی فرمایا جیسا کہ اس کے لیے زیبا و لائق ہے عرش پر۔ اس کے متعلق مفسرین نے فرمایا اِسْتِعَارَۃٌ تَمْثِیْلِیَّۃٌ لِلْحِفْظِ وَالتَّدْبِیْرِ یعنی یہ استعارہ ہے محافظت اور تدبیر سے۔

اسی وجہ سے بعض نے ثُمَّ اسْتَوٰی کے معنی "پس قصد کرد بسوئے عرش" بھی کیے یعنی تخلیق عرش کی طرف التفات مشیت ہوا۔

بعض نے کہا اِسْتَوٰی بِاِسْتَوْلٰی ۔

بعض اس طرف گئے کہ فَلَيْسَ الْمُرَادُ بِهِ الْقَصْدُ اِلَى اِيْجَادِ الْعَرْشِ كَمَا قَالُوْا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ لِاَنَّ اِيْجَادَهٗ قَبْلَ اِيْجَادِ السَّمٰوٰتِ۔

یہ قصد الی العرش سے ایجاد عرش مراد نہیں اس لیے کہ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ سے ثابت ہوتا ہے ایجاد عرش ایجاد سماء سے قبل ہوئی۔

بہرحال استوی علی العرش کے معنی یہ ہرگز نہیں جو بعض زنادقہ نے کر دیئے کہ مستوی عرش ہوا اور اس کے وزن سے معاذ اللہ کرسی چرچرا رہی ہے۔ اس لیے کہ وہ ذات والاصفات جہت و مکان سے منزہ ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے نعت سید عالم میں ایک شعر فرمایا جس میں ذات واجب تعالیٰ شانہ کی صفات کا بھی عقیدہ واضح کر دیا ہے

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے

وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

"وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ"۔ یعنی سورج اور چاند کو اپنی اطاعت کے لیے ایسا مسخر فرمایا کہ دونوں منازل اور اپنے درجات میں سیدھے چلتے ہیں۔

كَمَا قَالَ تَعَالٰى۔ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۔ سورج کی طاقت نہیں کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے ہر ایک ایک محور میں چل رہے ہیں۔

اور اس رات دن کے انقلاب و تبدل میں بندوں کے منافع اور آبادی کے مصالح ہیں اسی لیے فرمایا كُلٌّ يَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ہر ایک ایک مقررہ وقت کے وقت چلتے ہیں تاکہ دنوں کا حساب تنخواہوں کے تعین اوقات کے تقاضے سب آسان ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اجل مسمیٰ سے ان کے درجات اور منازل مراد ہیں۔ یعنے دونوں ایک حد تک اپنی منازل میں گردش کرتے ہیں۔ اس سے متجاوز نہیں ہو سکتے۔ شمس و قمر سے ہر ایک کے لیے ایک رفتار ہے سورج اتنا بطی الحرکت ہے کہ ایک سال میں اس کا ایک چکر ختم ہوتا ہے اور چاند اتنا سریع الحرکت ہے کہ ایک مہینہ میں اپنا دورہ پورا کرتا ہے۔

"كُلٌّ يَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ" امور علم علوی اور سفلی کی تدبیر اسی سے کی جاتی ہے۔

"يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ"۔ مفصل نشانیاں اسی طرح بیان فرماتا ہے۔

"لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ"۔ تاکہ تم اللہ سے ملنے کا یقین کرو اور سمجھو کہ نیست کہے کے وہ اسی طرح ہست

کرنے پر قادر ہے جیسے رات ختم کر کے دن لانے پر اسی طرح زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرنے کی بس اسی کو قدرت ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

"وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ اور وہی ذات ہے جس نے زمین کو پھیلایا"۔

مدّ الارض اس لیے فرمایا کہ اَلْمَدُّ اَلْبَسْطُ اَلْمَدُّ اِلٰی مَا لَا یُرٰی مُنْتَهَاهَا۔ یعنی مدّ پھیلانے کو کہتے ہیں مگر مدّ اس پھیلانے کو کہتے ہیں جس کی انتہا نظر نہ آئے۔

ابن ابی حاتم عبداللہ بن عمر سے راوی ہیں اِنَّ الدُّنْیَا مَسِیْرَۃُ خَمْسِمِائَۃِ عَامٍ اَرْبَعُ مِائَۃِ عَامٍ خَرَابٌ وَمِائَۃٌ عُمْرَانٌ۔ دنیا پانچ سو برس کی مسافت تک ہے۔ چار سو برس ویران اور سو برس کا بُعد مسافت آباد ہے۔

"وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ۔ اور اس میں لنگر ڈالے"۔

رواسی پر آلوسی فرماتے ہیں اَیْ جِبَالًا ثَوَابِتَ فِیْ اَحْیَازِهَا مِنَ الرَّسْوِ وَهُوَ ثَبَاتُ الْاَجْسَامِ الثَّقِیْلَۃِ۔ رواسی جمع ہے رسو کی وہ بھاری جسم ہیں جو ایک جگہ قائم ہوں یعنی ان سے مراد پہاڑ ہیں سعدی علیہ الرحمۃ بھی فرما چکے ہیں ؎

زمین از تپ ولرزہ آمد ستوہ　　بروکوفت بردامنش میخ کوہ

اس لحاظ سے رواسی میخوں کے معنی میں ہے۔ رسو میخ اور لنگر بھی درحقیقت جہازوں کے لیے میخ ہیں کہ اس سے جہاز قائم رہ سکے۔ تو زمین بھی چونکہ پانی اور ہوا پر ہے تو اس کی نوعیت بھی ایک جہاز کی شکل میں ہے۔ بنا برایں اس کے قائم رکھنے کو پہاڑوں کے لنگر یا میخ تجویز ہوئے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے۔ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْاَرْضَ جَعَلَتْ تَمِیْدُ فَخَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی الْجِبَالَ عَلَیْهَا فَاسْتَقَرَّتْ فَقَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ رَبَّنَا خَلَقْتَ خَلْقًا اَعْظَمَ مِنَ الْجِبَالِ قَالَ نَعَمْ الْحَدِیْدُ فَقَالُوْا رَبَّنَا خَلَقْتَ خَلْقًا اَعْظَمَ مِنَ الْحَدِیْدِ قَالَ نَعَمْ النَّارُ فَقَالُوْا رَبَّنَا خَلَقْتَ خَلْقًا اَعْظَمَ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمْ الْمَآءُ فَقَالُوْا رَبَّنَا خَلَقْتَ خَلْقًا اَعْظَمَ مِنَ الْمَآءِ قَالَ نَعَمْ الْهَوَآءُ فَقَالُوْا رَبَّنَا خَلَقْتَ خَلْقًا اَعْظَمَ مِنَ الْهَوَآءِ قَالَ نَعَمْ اِبْنُ اٰدَمَ یَتَصَدَّقُ الصَّدَقَۃَ بِیَمِیْنِهٖ یُخْفِیْهَا عَنْ شِمَالِهٖ۔

اللہ تعالےٰ نے زمین کے قائم رکھنے کو پہاڑ پیدا فرمائے جس سے وہ ٹھہر گئی تو ملائکہ نے عرض کیا الٰہی پہاڑوں سے زبردست مخلوق بھی پیدا کی ہے فرمایا ہاں لوہا پھر سوال ہوا اس سے بڑی مخلوق فرمایا ہاں۔ آگ اور اس سے زبردست پانی اور پانی سے زبردست ہوا اور ہوا سے زبردست انسان کہ وہ صدقہ ایک

ہاتھ سے ایسی شان میں دیتا ہے کہ اس کا بایاں ہاتھ بے خبر ہوتا ہے۔
گویا صدقہ دے کر مخفی کرنا زمین۔ پہاڑ۔ لوہا۔ آگ۔ پانی۔ ہوا سب سے زبردست کام ہے۔
پھر ایک روایت میں ہے کہ
سب سے پہلا پہاڑ جو زمین پر رکھا گیا وہ جبل ابو قبیس ہے۔ اخرج ابن ابی حاتم عن عطاء۔
اور تمام پہاڑوں کا مجموعہ ۱۸۷ پہاڑ ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ
اقلیم اول میں بیس پہاڑ ہیں۔
اقلیم ثانی میں ستائیس ہیں۔
اقلیم ثالث میں تینتیس ہیں۔
اقلیم رابع میں پچپن ہیں۔
اقلیم خامس میں تیس ہیں۔
اقلیم سادس میں گیارہ ہیں۔
اقلیم سابع میں گیارہ ہیں۔
میزان کل ۱۸۷

"وَاَنْهَارًا۔ اور نہریں بنائیں"
اور نہریں اللہ تعالیٰ نے زمین میں کافی پیدا فرمائیں۔
بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اِنَّهَا مِائَةٌ وَسِتَّةٌ وَّتِسْعُوْنَ نَهْرًا۔ یعنی کل نہریں ایک سو چھیانوے ہیں۔
اور ایک قول ہے کہ اس سے بھی زائد نہریں ہیں۔
لیکن نہر سے مراد وہ نہریں ہیں جو قدرتی طور پر چشموں اور بارش سے جاری ہیں
فَجَاءَ اَرْبَعَةٌ مِّنْهَا مِنَ الْجَنَّةِ۔ چار نہریں جنت کی ہیں۔
چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ۔ كُلٌّ مِّنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ۔ سیحان۔ جیحان۔ فرات اور نیل یہ سب جنت کی نہریں ہیں۔
پہلی دونوں نہریں جو سیحان اور جیحان ہیں یہ ارض ارمن میں ہیں۔ اور جو بہری کہتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ جیحان شام میں ہے یہ غلط ہے۔

اور سیحون اور جیحون ان میں سے سیحون نہر ہندی ہے اور وہ پہاڑوں کے کنارے کنارے چشموں سے نکلتی ہے اور بحر حبشی میں ساحل ہند پر ختم ہوتی ہے اس کے بہاؤ کی مقدار چار سو فرسخ ہے اور جیحون نہر بلخ ہے۔ یہ چشموں سے نکل کر خوارزم سے ہوتی ہوئی جرجان تک جاتی ہے اس کا طول ایک سومیل کی مسافت تک ہے۔

اور قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ چار نہریں بلاد اسلامی میں سب سے بڑی ہیں۔ نیل مصر میں۔ فرات عراق میں سیحان و جیحان یا سیحون و جیحون یہ بلاد خراسان میں ہیں۔ یہ نہریں بھی باعتبار اقالیم اس طرح ہیں۔

اقلیم اول میں تیس نہریں۔
اقلیم دوم میں ستائیس
اقلیم سوم میں بائیس
اقلیم چہارم میں بائیس
اقلیم پنجم میں پچیس
اقلیم ششم میں چالیس
اقلیم ہفتم میں چالیس
میزان کل ۲۰۶

بہر حال ۲۰۶ ہوں یا ایک سو چھیانوے قرآن کریم میں انہار فرمایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ارشاد ہوا "وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا اور زمین میں ہر طرح کے پھل بنائے ہم نے اس میں دو دو طرح کے"۔ سیاہ سپید، ترش شیریں، چھوٹے بڑے، بری بحری۔ بستانی پہاڑی، گرم سرد، خشک و تر سب فضل والے اور ان کی نشو و نما انہیں نہروں سے ہے اور اس میں بھی صانع مطلق کے وجود کی دلیلیں ہیں۔ "يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ۔ رات سے دن کو چھپا لیتا ہے بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کو"۔

کہ یہ تمام آثار حکیم مطلق کے وجود برحق پر دلالت کرتے ہیں جیسے دوسری جگہ فرمایا يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ یعنی دن کو رات ڈھانپ لیتی ہے۔

"وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ اور زمین میں مختلف ٹکڑے ہیں پاس پاس اور باغ انگوروں کے اور کھیتی اور کھجور کے درخت جو ایک ہی کیاری سے اگے اور الگ الگ نشو و نما پائی سب کو ایک ہی پانی دیا گیا اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر اور افضل کرتے ہیں بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے"

ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہونے کے باوجود کوئی قابل زراعت ہے کوئی ناقابل زراعت کوئی پتھریلا کوئی ریتیلا کوئی ذائقہ میں کھٹا میٹھا کوئی کسیلا کوئی کڑوا۔

اس پر ابن جریر حسن رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالے نے قلوب بنی آدم کی مثال بھی دی ہے کہ زمین ید قدرت میں تھی اور وہ ایک ہی تھی اس کے مختلف قطعات ہوئے ان پر آسمان سے ایک ہی پانی برسا اس سے مختلف قسم کے پھل پھول، بیل بوٹے، اچھے برے بغیر کانٹے کے اور کانٹے دار پیدا ہوئے ان پر جیسے پانی برسا۔

اسی طرح آدمی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا ہوا ان پر آسمان سے ہدایت کا پانی برسا اس سے بعض نرم دل بنے ان میں خشوع و خضوع پیدا ہوا بعض سخت دل ہوئے ان میں لہو و لعب اور لغویات پیدا ہوئے تو جس طرح زمین کے قطعات اپنے پھل پھول میں مختلف ہیں اسی طرح انسانی قلوب اپنی کیفیت و اسرار میں مختلف ہیں چنانچہ اصل عبارت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی ابن جریر نے جو فرمائی وہ یہ ہے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ عَنِ الْحَسَنِ فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ اَنَّهٗ قَالَ هٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِقُلُوْبِ بَنِیْ اٰدَمَ كَانَتِ الْاَرْضُ فِیْ یَدِ الرَّحْمٰنِ طِیْنَةً وَّاحِدَةً فَسَطَحَهَا وَبَطَحَهَا فَصَارَتْ قِطَعًا مُّتَجَاوِرَةً فَیَنْزِلُ عَلَیْهَا الْمَاءُ مِنَ السَّمَاءِ فَتُخْرِجُ هٰذِهٖ زَهْرَتَهَا وَثَمَرَهَا وَتُخْرِجُ نَبَاتَهَا وَتُخْرِجُ هٰذِهٖ سَبْخَهَا وَمِلْحَهَا وَخَبِیْثَهَا وَكِلْتَاهُمَا تُسْقٰی بِمَاءٍ وَّاحِدٍ فَلَوْ كَانَ الْمَاءُ مِلْحًا قِیْلَ اِنَّمَا اسْتَسْبَخَتْ هٰذِهٖ مِنْ قِبَلِ الْمَاءِ۔

كَذٰلِكَ النَّاسُ خُلِقُوْا مِنْ اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَیَنْزِلُ عَلَیْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مُذَكِّرَةٌ فَتَرِقُّ قُلُوْبٌ فَتَخْشَعُ وَتَخْضَعُ وَتَقْسُوْ قُلُوْبٌ فَتَلْهُوْ وَتَسْهُوْ۔

پھر فرمایا۔

وَاللّٰهِ مَا جَالَسَ الْقُرْاٰنَ اَحَدٌ اِلَّا قَامَ مِنْ عِنْدِهٖ بِزِیَادَةٍ اَوْ نُقْصَانٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا۔

آگے ارشاد ہے جس میں مشرکین کا رد اور جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے۔

"وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ اور اگر تم تعجب کرو تو تعجب ان کے کہنے پر بھی ہے کہ کیا ہم مٹی ہو کر پھر نئے پیدا وار بنیں گے"

"اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ۔ یہ وہ ہیں جو انکار کر رہے ہیں اپنے رب سے اور وہ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور وہی لوگ جہنم والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے"۔

یعنی اے محبوب اگر آپ کے فرمانے پر وہ تعجب کر رہے ہیں تو ان کے اس قول پر بھی تو تعجب ہے کہ وہ مٹی ہو کر پھر پیدا ہونا ممکن نہیں سمجھتے با آنکہ ان کی ابتدائی پیدائش مٹی سے ہی ہوئی ہے تو جس چیز سے وہ نیست سے ہست ہوئے اس چیز سے دوبارہ بن جانا یا نیا دیا جانا کیوں تعجب ناک ہے لہذا اے محبوب آپ ان کے اس تعجب پر کوئی پرواہ نہ کریں آپ تو ان میں صادق وامین مانے ہوئے ہیں مگر یہ بے سمجھے بوجھے اعتراض وتعجب ان کے عناد پر ہے اور وہ اپنے رب سے منکر ہو رہے ہیں اس کا بدلہ بروز قیامت یہ ہوگا کہ ان گلوں میں طوق ہوں گے اور جہنم میں جل رہے ہوں گے اور وہ اسی عذاب کے سزاوار ہیں۔

" وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ اور (اے محبوب) تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں رحمت سے پہلے اور ان سے اگلوں کی سزائیں ہو چکیں اور بے شک تمہارا رب لوگوں کے ظلم پر بھی انہیں ایک طرح کی معافی دیتا ہے اور بے شک تمہارے رب کا عذاب سخت ہے اور کافر کہتے ہیں ان پر ان کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری تم تو (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی"۔

یعنی مشرکین مکہ بطور تمسخر عذاب مانگ رہے ہیں اور موجودہ رحمت وعافیت کی قدر نہیں کرتے ان سے پہلے بھی جو عذاب سے ہلاک ہوئے ایسا ہی کیا کرتے تھے آخر انہیں عذاب نے ہلاک کیا اور ان کے تمسخر کا انہیں بدلہ مل گیا اور آج وہ جہنم میں پڑے ہوئے ہیں کم از کم پہلی مثالیں ان کے لیے سبق عبرت ہیں اللہ تعالے کی تو یہ شان ہے کہ وہ عذاب میں جلدی نہیں فرماتا اور انہیں مہلت دیتا ہے۔

اور ان کا یہ کہنا کہ ان کی طرف کوئی نشانی کیوں نہیں اتری یہ ان کی بے ایمانی کی بات ہے انہوں نے تمام دلائل وبراہین اور معجزات سب دیکھے اور بھلا دئے یہ ان کی انتہائی بے انصافی اور نادانی ہے۔ اور یہ کوئی معقول بات نہیں کہ منکر جو مانگے وہی اسے دکھایا جائے اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ قیامت تک یہ سلسلہ نا ختم ہی ہوگا۔

قانون قدرت یہ ہے کہ انبیائے کرام کو ایسے معجزات دیے جاتے ہیں جن سے ہر شخص ان کی صداقت کا قائل ہو جائے یا ایسے معجزات عطا ہوتے ہیں جس میں وہ قوم مہارت تامہ رکھ کر دعوی دار ہوتی ہے تو اس کا دعوی توڑنے کو وہ معجزات عطا ہوتے ہیں جیسے حضرت عیسی علیہ السلام کو شفائے امراض واحیاء اموات یہ ایسے معجزے تھے جن کے آگے یونان کے دعویدار عاجز آ گئے۔

اسی طرح حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عرب کی فصاحت وبلاغت اوج کمال کو پہنچ چکی تھی ... وہ لوگ زمانہ بھر میں خوش بیانی اور جامعیت میں زمانہ پر فائق تھے تو سرور عالم صلے اللہ علیہ

وسلم کو اللہ تعالےٰ نے وہ معجز بیان معجزہ عطا فرمایا کہ تمام بلغاء و فصحاءِ عرب عاجز آگئے اور قرآن کریم کے مقابل ایک چھوٹی سی آیت بھی بنا کر نہ لا سکے۔

اور تمام بلغاء و فصحاء مان گئے کہ یہ کلام ربانی عظیم الشان نشان ہے اور اس کا مقابلہ ناممکن اور محال ہے اگرچہ عاند جاحد پھر بھی انکار پر اڑے رہے۔

تو آخر کو ارشاد ہو گیا کہ ان منکروں کو انکار کرنے دو اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ آپ ڈر سنانے والے اور تمام اقوام عالم کے لیے ہادی ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع۔ سورۂ رعد۔ پ۱۳

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ

اللہ جانتا ہے جو حمل ہوتا ہے کسی مادہ کو اور جو گھٹتے ہیں رحم اور جو بڑھتے ہیں اور ہر شے اس کے پاس ایک اندازہ سے ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ہ

جاننے والا ہے ہر چھپی کا اور ظاہر کا بڑا ہے بلندی والا ہے۔

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ہ

برابر ہے تم میں سے جو بات خفیہ کہے اور جو آواز سے اور وہ جو چھپا ہے رات میں اور جو دن میں راہ چلتا ہے۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ہ

اس کے لیے (یعنی آدمی کے لیے) بدلی والے (فرشتہ) ہیں اس کے آگے اور پیچھے حفاظت کرتے ہیں بحکم الٰہی بے شک اللہ نہیں بدلتا کسی قوم سے (اپنی نعمت) حتیٰ کہ وہ بدل لیں خود اپنی حالت دلوں کی اور جب اللہ کسی قوم سے برائی چاہے تو پھر نہیں سکتی اور نہیں اس کے سوا کوئی حمایتی۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ہ

وہی ہے جو دکھاتا ہے تمہیں بجلی ڈر اور خوف کو اور امید کو اور اٹھاتا ہے بادل بوجھل۔

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝

اور تسبیح کرتا ہے رعد اس کی حمد میں اور فرشتے اس کے ڈر سے اور بھیجتا ہے کڑک تو وہ پہنچاتا ہے جسے چاہے اور وہ جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں اور وہ سخت گرفت والا ہے۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۗ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۗ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝

اسی کو پکارنا حق ہے اور وہ جو پکارتے ہیں اس کے سوا نہیں سنتے ان کی کچھ مگر وہ ایسا ہے جو ہاتھ پھیلائے پانی کی طرف تاکہ وہ پہنچ جائے اس کے منہ کو اور نہیں پہنچنے والا وہ اس تک اور نہیں پکار کافروں کی مگر رائیگاں۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝

اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی اور مجبوری سے اور کافر کا سایہ سجدہ کرتا ہے صبح اور شام۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ قُلِ اللّٰهُ ۗ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۗ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

فرمادیجئے کون رب ہے آسمانوں اور زمین کا فرمادیجئے اللہ ہے فرمادیجئے تو کیا پکڑ لیے ہیں تم نے اس کے سوا حمایتی جو نہیں مالک اپنے جانوں کے نفع اور نہ نقصان کے فرمادیجئے کیا برابر ہیں اندھے اور آنکھ والے یا کیا برابر ہیں اندھیریاں اور نور کیا بنا لیے ہیں اللہ کے شریک جنہوں نے پیدا کیے مثل پیدا کیے اللہ کے تو مشابہ نظر آئی تخلیق انہیں فرمادیجئے اللہ ہی ہے خالق ہر شے کا اور وہ ایک ہے سب پر غالب۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۗ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۗ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۗ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ

اس نے نازل کیا آسمان سے پانی تو بہ نکلے نالے اپنے اپنے مقدار میں تو اٹھایا بہاؤ نے جھاگ ابھرا ہوا اور جس پر دھکاتے ہیں آگ میں چاہتے ہیں زیور یا اور اسباب جھاگ اٹھتے ہیں ویسے ہی ایسے ہی مثال دیتا ہے اللہ حق اور باطل کی تو جھاگ تو جاتی رہتی ہے پھک کر

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ
كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ
لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ
لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ
جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ
وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ

اور وہ جو لوگ نفع حاصل کریں تو ٹھہرتا ہے زمین میں
ایسے ہی مثال دیتا ہے اللہ۔
جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم سنا ان کے لیے بھلائی
ہے اور وہ جو نہیں سنتے وہ اگر جو زمین میں ہے سب
اور مثل اس کے اور ان کی ملک سے صدقہ دے دیں
یہ وہ ہیں کہ ان کے لیے برا حساب ہے۔
اور ٹھکانا ان کا جہنم ہے اور برا بچھونا ہے۔

حل لغات دوسرا رکوع سورہ رعد پ ۱۳

اَللّٰهُ۔ اللہ	يَعْلَمُ۔ جانتا ہے	مَا۔ جو	تَحْمِلُ۔ اٹھاتی ہے
كُلُّ۔ ہر	اُنْثٰى۔ مادہ	وَمَا۔ اور جو	تَغِيْضُ۔ کم کرتے ہیں
الْاَرْحَامُ۔ رحم	وَمَا۔ اور جو	تَزْدَادُ۔ زیادہ کرتے ہیں	وَكُلُّ۔ اور ہر
شَيْءٍ۔ چیز	عِنْدَهٗ۔ اس کے پاس	بِمِقْدَارٍ۔ اندازے سے ہے	عَالِمُ۔ جاننے والا ہے
الْغَيْبِ۔ چھپی	وَالشَّهَادَةِ۔ اور ظاہر کا	الْكَبِيْرُ۔ بڑا ہے	الْمُتَعَالِ۔ بلند
سَوَآءٌ۔ برابر ہے	مِنْكُمْ۔ تم میں سے	مَنْ۔ جو	اَسَرَّ۔ چھپائے
الْقَوْلَ۔ بات کو	وَمَنْ۔ اور جو	جَهَرَ۔ ظاہر کرے	بِهٖ۔ اس کو
وَمَنْ۔ اور جو	هُوَ۔ وہ	مُسْتَخْفٍ۔ چھپنے والا ہے	بِالَّيْلِ۔ رات میں
وَسَارِبٌ۔ اور چلنے والا ہے	بِالنَّهَارِ۔ دن کو	لَهٗ۔ اسکے لیے	مُعَقِّبٰتٌ۔ نگران ہیں
مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ۔ اسکے آگے		وَمِنْ خَلْفِهٖ۔ اور اس کے پیچھے	
يَحْفَظُوْنَهٗ۔ حفاظت کرتے ہیں اس کی		مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ اللہ کے حکم سے	
اِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	لَا يُغَيِّرُ۔ نہیں بدلتا	مَا بِقَوْمٍ۔ جو کسی قوم پر نعمت ہے
حَتّٰى۔ یہاں تک کہ	يُغَيِّرُوْا۔ بدل دیں وہ	مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ اپنی جانوں کا طرز عمل	
وَاِذَا۔ اور جب	اَرَادَ۔ ارادہ کرتا ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	بِقَوْمٍ۔ کسی قوم سے
سُوْٓءًا۔ برائی کا	فَلَا۔ تو نہیں ہے	مَرَدَّ۔ پھرنا	لَهٗ۔ اس کو

وَمَا - اور نہیں	لَهُمْ - واسطے ان کے	مِنْ دُوْنِهٖ - اسکے سوا	مِنْ وَّالٍ - کوئی بچانے والا
هُوَ - وہ اللہ	الَّذِیْ - وہ ہے	یُرِیْكُمُ - جو دکھاتا ہے تم کو	الْبَرْقَ - بجلی
خَوْفًا - خوف	وَّطَمَعًا - اور امید سے	وَیُنْشِئُ - اور اٹھاتا ہے	السَّحَابَ - بادل
الثِّقَالَ - بھارے	وَیُسَبِّحُ - اور تسبیح کہتا ہے	الرَّعْدُ - رعد	بِحَمْدِهٖ - اسکی حمد کی
وَالْمَلٰٓئِكَةُ - اور فرشتے	مِنْ خِیْفَتِهٖ - اسکے ڈر سے	وَیُرْسِلُ - اور بھیجتا ہے	الصَّوَاعِقَ - بجلی
فَیُصِیْبُ - پھر پہنچاتا ہے	بِهَا - وہ بجلی	مَنْ - جسے	یَّشَآءُ - چاہے
وَهُمْ - اور وہ	یُجَادِلُوْنَ - جھگڑتے ہیں	فِی اللّٰهِ - اللہ کے بارے میں	وَهُوَ - اور وہ ہے
شَدِیْدُ - سخت	الْمِحَالِ - عذاب والا	لَهٗ - اس کے لیے	دَعْوَةُ - دعوت ہے
الْحَقِّ - حق کی	وَالَّذِیْنَ - اور وہ جو	یَدْعُوْنَ - پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖ - اسکے سوا
لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ - نہیں جواب دیتے		لَهُمْ - ان کو	بِشَیْءٍ - کچھ بھی
اِلَّا - مگر	كَبَاسِطِ - جیسے پھیلانے والا	كَفَّیْهِ - اپنے ہاتھ	اِلَى - طرف
الْمَآءِ - پانی کی	لِیَبْلُغَ - تاکہ پہنچے	فَاهُ - اسکے منہ کو	وَمَا - اور نہیں
هُوَ - وہ	بِبَالِغِهٖ - پہنچنے والا اسکو	وَمَا - اور نہیں	دُعَآءُ - پکار
الْكٰفِرِیْنَ - کافروں کی	اِلَّا فِیْ - مگر	ضَلٰلٍ - ضائع	وَلِلّٰهِ - اور اللہ کو
یَسْجُدُ - سجدہ کرتا ہے	مَنْ - جو	فِی السَّمٰوٰتِ - آسمانوں میں ہے	
وَالْاَرْضِ - اور زمین میں	طَوْعًا - خوشی سے	وَّكَرْهًا - اور مجبوری سے	وَظِلٰلُهُمْ - اور انکے سائے
بِالْغُدُوِّ - پہلے پہر	وَالْاٰصَالِ - اور پچھلے پہر	قُلْ - کہہ	مَنْ - کون ہے
رَبُّ - رب	السَّمٰوٰتِ - آسمانوں	وَالْاَرْضِ - اور زمین کا	قُلِ - کہہ
اللّٰهُ - اللہ	قُلْ - کہہ	اَفَاتَّخَذْتُمْ - کیا پکڑے تم نے	مِنْ دُوْنِهٖ - اس کے سوا
اَوْلِیَآءَ - کارساز	لَا یَمْلِكُوْنَ - جو نہیں ملک	لِاَنْفُسِهِمْ - اپنی جانوں کے	نَفْعًا - نفع
وَّلَا - اور نہ	ضَرًّا - نقصان کے	قُلْ - کہہ	هَلْ - کیا
یَسْتَوِی - برابر ہے	الْاَعْمٰى - اندھا	وَالْبَصِیْرُ - اور دیکھنے والا	اَمْ هَلْ - یا کیا
تَسْتَوِی - برابر ہیں	الظُّلُمٰتُ - اندھیرے	وَالنُّوْرُ - اور نور	اَمْ - کیا
جَعَلُوْا - بنائے انہوں نے	لِلّٰهِ - اللہ کے لیے	شُرَكَآءَ - شریک	خَلَقُوْا - پیدا کیا انہوں نے
كَخَلْقِهٖ - اسکی پیدائش جیسا	فَتَشَابَهَ - تو مشابہ ہو گئی	الْخَلْقُ - پیدائش	عَلَیْهِمْ - ان پر

قُلْ۔ کہہ	اللّٰہُ۔ اللہ ہی	خَالِقُ۔ پیدا کرنے والا ہے	كُلِّ۔ ہر
شَیْءٍ۔ چیز کا	وَهُوَ۔ اور وہ	الْوَاحِدُ۔ اکیلا ہے	الْقَهَّارُ۔ زبردست
اَنْزَلَ۔ اس نے اتارا	مِنَ السَّمَآءِ۔ بلندی سے	مَآءً۔ پانی	فَسَالَتْ۔ تو بہ نکلیں
اَوْدِیَةٌ۔ وادیاں	بِقَدَرِهَا۔ اپنے اندازے سے	فَاحْتَمَلَ۔ تو اٹھائی	السَّیْلُ۔ سیلاب نے
زَبَدًا۔ جھاگ	رَّابِیًا۔ چڑھنے والی	وَمِمَّا۔ اور اس سے جو	یُوْقِدُوْنَ۔ پھونکتے ہیں
عَلَیْهِ۔ اس پر	فِی النَّارِ۔ آگ میں	ابْتِغَآءَ۔ چاہنے	حِلْیَةٍ۔ زیور کے
اَوْ۔ یا	مَتَاعٍ۔ سامان کے	زَبَدٌ۔ جھاگ ہے	مِّثْلُهٗ۔ اسکی مثل
كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	یَضْرِبُ۔ بیان کرتا ہے	اللّٰہُ۔ اللہ	الْحَقَّ۔ حق
وَالْبَاطِلَ۔ اور باطل کو	فَاَمَّا۔ پھر جو	الزَّبَدُ۔ جھاگ ہے	فَیَذْهَبُ۔ وہ چلی جاتی ہے
جُفَآءً۔ پھک کر	وَاَمَّا۔ اور جو چیز	مَا یَنْفَعُ۔ نفع دیتی ہے	النَّاسَ۔ لوگوں کو
فَیَمْكُثُ۔ وہ ٹھہرتی ہے	فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	یَضْرِبُ۔ بیان کرتا ہے
اللّٰہُ۔ اللہ	الْاَمْثَالَ۔ مثالیں	لِلَّذِیْنَ۔ جنہوں نے	اسْتَجَابُوْا۔ فرمانبرداری کی
لِرَبِّهِمُ۔ اپنے رب کی انکے لیے	الْحُسْنٰی۔ بھلائی ہے	وَالَّذِیْنَ۔ اور جنہوں نے	لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا۔ نافرمانی کی
لَهٗ۔ اس کی	لَوْ اَنَّ۔ اگر ہو	لَهُمْ۔ ان کے لیے	مَّا۔ جو کچھ
فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں ہے	جَمِیْعًا۔ سب	وَّمِثْلَهٗ۔ اور اتنا ہی	مَعَهٗ۔ اس کے ساتھ
لَافْتَدَوْا۔ تو فدیہ میں دیں	بِهٖ۔ اس کو	اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ ہیں کہ	لَهُمْ۔ ان کے لیے
سُوْٓءُ۔ برا	الْحِسَابِ۔ حساب ہے	وَمَاْوٰىهُمْ۔ اور انکا ٹھکانہ	جَهَنَّمُ۔ جہنم ہے
وَبِئْسَ۔ اور برا ہے	الْمِهَادُ۔ بچھونا۔		

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع۔ سورۂ رعد پ ۱۳

"اللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰی۔ اللہ جانتا ہے جو حمل کسی مادہ کے ہوتا ہے اور جو رحم گھٹتا ہے یا بڑھتا ہے اور ہر چیز اس کے پاس ایک مقدار سے ہے"۔

یعنی مقادیر الٰہی ایسی معین ہے کہ اس سے کوئی چیز گھٹ بڑھ نہیں سکتی۔

"عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ عالم ہے ہر غیب کا اور ظاہر کا سب سے بڑا بلندی والا"۔

یعنی دل کی چھپی باتیں حیات سے مخفی چیزیں اور زبان سے علانیہ کہی ہوئی باتیں سب اس کے علم میں ہیں۔ "سَوَآءٌ مِّنْكُمْ برابر ہیں جو تم میں بات آہستہ کہے اور جو آواز سے بولے اور جو رات میں چھپا ہے اور جو دن میں راہ چلتا ہے"۔

سَارِبٌ بِالنَّهَارِ اَیْ ظَاهِرٌ فِیْہِ مِنْ سَرَبَ اِذَا ذَهَبَ فِیْ سِرْبَتِہٖ اَیْ طَرِیْقَتِہٖ۔ سارب بمعنی راہ چلنے کے آتا ہے

اور رات کو چھپ کر جو عمل کیے ہیں اور دن میں ظاہری طور سے جو کچھ کیا ہے ہر کام اللہ کے علم میں ہے اور اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔

"لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ انسان کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے اور پیچھے حفاظت کرتے ہیں اللہ کے حکم سے"۔

حدیث میں آیا ہے تم میں فرشتے نوبت بہ نوبت آتے ہیں رات اور دن میں اور نماز فجر اور نماز عصر میں جمع ہوتے ہیں نئے فرشتے رہ جاتے ہیں اور جو فرشتے رہ چکے ہیں وہ چلے جاتے ہیں اللہ تعالے ان سے دریافت فرماتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا وہ عرض کرتے ہیں نماز پڑھتے پایا اور نماز پڑھتے چھوڑا۔

مجاہد کہتے ہیں ہر بندے کے ساتھ ایک فرشتہ حفاظت کے لیے مامور ہے جو سوتے جاگتے جن و انس اور موذی جانوروں سے اس کی حفاظت کرتا اور ہر ستانے والی چیز کو اس سے روکتا ہے بجز اس کے جس کا پہنچنا مشیت الٰہی میں ہو (صحیح بخاری)

اس کے علاوہ اور احادیث میں جو آلوسی نے روح المعانی میں نقل فرمائی ہیں وہو ہذا۔ اور معقبات کے متعلق آلوسی فرماتے ہیں مَلٰٓئِکَۃٌ تَعْتَقِبُ فِیْ حِفْظِہٖ۔ جَمْعُ مُعَقِّبَۃٍ مِنْ عَقَّبَ مُبَالَغَۃٌ فِیْ عَقَبَہٗ اِذَا جَآءَ عَلٰی عَقِبِہٖ وَاَصْلُہٗ مِنَ الْعَقِبِ وَهُوَ مُؤَخَّرَۃُ الرِّجْلِ۔

وَفِی الصَّحِیْحِ یَتَعَاقَبُ فِیْکُمْ مَلٰٓئِکَۃٌ بِاللَّیْلِ وَمَلٰٓئِکَۃٌ بِالنَّهَارِ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ وَصَلٰوۃِ الْعَصْرِ۔ انسان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے اور یہ دونوں جمع ہوتے ہیں صبح کی نماز اور عصر کی نماز میں۔

اور یہ بھی فرمایا اِنَّ مَعَ الْعَبْدِ غَیْرُ الْمَلٰٓئِکَۃِ الْکِرَامِ الْکَاتِبِیْنَ مَلٰٓئِکَۃٌ حَفَظَۃٌ۔ کرام کاتبین کے علاوہ حفاظت کرنے والے فرشتے علیحدہ مقرر ہیں۔

فَقَدْ اَخْرَجَ اَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِی الدُّنْیَا وَغَیْرُهُمْ عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَہٗ قَالَ لِکُلِّ عَبْدٍ حَفَظَۃٌ یَحْفَظُوْنَہٗ لَا یَخِرُّ عَلَیْہِ حَائِطٌ اَوْ یَتَرَدّٰی فِیْ بِئْرٍ اَوْ تُصِیْبُہٗ دَابَّۃٌ حَتّٰی اِذَا جَآءَ الْقَدَرُ

الَّذِیْ قُدِّرَ لَهٗ، خَلَتْ عَنْهُ الْحَفَظَةُ فَاَصَابَهٗ مَاشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْ یُّصِیْبَهٗ۔

ہر بندے پر محافظ ملائکہ ہوتے ہیں کہ اس پر دیوار نہ گر جائے وہ کنوئیں میں نہ چلا جائے یا کوئی جانور اس پر حملہ نہ کر دے یہاں تک کہ تقدیر الٰہی جو اس کے لیے ہے وہ آئے جب ایسا ہوتا ہے تو حفظہ علیحدہ ہو جاتے ہیں اور اسے وہ تکلیف پہنچتی ہے جو اللہ چاہے۔

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِی الدُّنْیَا وَالطَّبْرَانِیُّ وَالصَّابُوْنِیُّ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وُکِّلَ بِالْمُؤْمِنِ ثَلٰثُمِائَةٍ وَّسِتُّوْنَ مَلَکًا یَدْفَعُوْنَ عَنْهُ مَا لَمْ یُقَدَّرْ عَلَیْهِ مِنْ ذٰلِكَ لِلْبَصَرِ سَبْعَةُ اَمْلَاكٍ یَذُبُّوْنَ عَنْهُ کَمَا یُذَبُّ عَنْ قَصْعَةِ الْعَسَلِ مِنَ الذُّبَابِ فِی الْیَوْمِ الصَّائِفِ وَمَا لَوْ بَدَا لَکُمْ لَرَاَیْتُمُوْهُ عَلٰی کُلِّ سَهْلٍ وَّجَبَلٍ کُلُّهُمْ بَاسِطٌ یَدَیْهِ فَاغِرٌ فَاهُ وَمَا لَوْ وُکِّلَ الْعَبْدُ فِیْهِ اِلٰی نَفْسِهٖ طَرْفَةَ عَیْنٍ لَاخْتَطَفَتْهُ الشَّیَاطِیْنُ۔

ہر مومن پر تین سو ساٹھ فرشتے محافظ مقرر ہیں جب تک تقدیر الٰہی نہ آجائے اس سے تکلیفوں کو روکتے ہیں۔ آنکھ کی حفاظت پر سات فرشتے مقرر ہیں وہ اس طرح تکالیف کو دور کرتے ہیں جیسے گرمیوں کے دن میں شہد کے پیالہ سے مکھیاں دور کی جاتی ہیں اگر وہ فرشتے نظر آسکیں تو تم انہیں ہر میدان اور ہر پہاڑ پر دیکھو اور اگر انسان کو اس کے نفس کے سپرد آنکھ جھپکنے تک بھی کیا جائے تو شیطان اسے اچک لے جائیں

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ عَنْ کِنَانَةَ الْعَدَوِیِّ قَالَ دَخَلَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْعَبْدِ کَمْ مَعَهٗ مِنْ مَّلَكٍ فَقَالَ مَلَكٌ عَنْ یَمِیْنِكَ عَلٰی حَسَنَاتِكَ وَهُوَ اَمِیْرٌ عَلَی الَّذِیْ عَلَی الشِّمَالِ اِذَا عَمِلْتَ حَسَنَةً کُتِبَتْ عَشْرًا فَاِذَا عَمِلْتَ سَیِّئَةً قَالَ الَّذِیْ عَلَی الشِّمَالِ لِلَّذِیْ عَلَی الْیَمِیْنِ اَ اَکْتُبُ قَالَ لَا لَعَلَّهٗ یَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰی وَیَتُوْبُ فَاِذَا قَالَ ثَلٰثًا قَالَ نَعَمْ اُکْتُبْ اَرَاحَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْهُ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ مَا اَقَلَّ مُرَاقَبَتَهٗ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَاَقَلَّ اسْتِحْیَاءَهٗ مِنْهُ تَعَالٰی یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ۔ وَمَلَکَانِ مِنْ بَیْنِ یَدَیْكَ وَمَلَکَانِ مِنْ خَلْفِكَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ وَمَلَكٌ قَابِضٌ عَلٰی نَاصِیَتِكَ فَاِذَا تَوَاضَعْتَ لِلّٰهِ تَعَالٰی رَفَعَكَ وَاِذَا تَجَبَّرْتَ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی فَضَحَكَ وَمَلَكٌ قَائِمٌ عَلٰی فِیْكَ لَا یَدَعُ اَنْ تَدْخُلَ الْحَیَّةُ فِیْهِ وَمَلَکَانِ عَلٰی عَیْنَیْكَ فَهٰؤُلَاءِ عَشَرَةُ اَمْلَاكٍ یَنْزِلُوْنَ عَلٰی کُلِّ ابْنِ اٰدَمَ فِی النَّهَارِ وَیَنْزِلُ مِثْلُهُمْ فِی اللَّیْلِ۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ ایک بندے کے

لیے کتنے فرشتے مقرر ہیں ؟

تو حضور نے فرمایا داہنا فرشتہ نیکیوں کا ہے جو بائیں فرشتہ کا امیر ہوتا ہے جب انسان کوئی نیک عمل کرے تو وہ فرشتہ یمین دس نیکیاں لکھ لیتا ہے اور جب کوئی گناہ کرتا ہے تو بایاں فرشتہ لکھنے کی اجازت مانگتا ہے تو وہ کہہ دیتا ہے ابھی نہیں شاید یہ استغفار کر لے تو جب تیسری بار اجازت طلب کرتا ہے تو وہ اجازت دیتا ہے۔ الخ

اور دو فرشتے انسان کے آگے اور دو پیچھے ہوتے ہیں جس کے متعلق لہ معقبات من بین یدیہ میں ذکر ہے وہ بحکم الٰہی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اور ایک فرشتہ پیشانی تھامے ہوئے ہے اور ایک فرشتہ منہ کا محافظ ہے اور دو فرشتے آنکھوں کے محافظ ہیں یہ دس فرشتے ایک بندے کے لیے مقرر ہیں جو صبح و شام بدلتے رہتے ہیں۔ مختصر طور پر ترجمہ ختم ہوا۔

چنانچہ ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور طبرانی اپنی کبیر میں اور ابن مردویہ اور ابو نعیم دلائل میں طریق عطأ بن یسار سے ابن عباس راوی ہیں کہ اربد بن قیس اور عامر بن طفیل مدینہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئے اور حضور تشریف فرما تھے تو دونوں حضور کے سامنے بیٹھ گئے اور کہنے لگے اگر ہم دونوں اسلام لے آئیں تو آپ ہمارے لیے کیا کریں گے ؟

حضور نے فرمایا تیرے لیے وہی ہے جو عام مسلمانوں کے لیے ہے اور تجھ پر وہی پابندیاں ہیں جو عام مسلمانوں پر ہیں۔

تو اربد اور ابن طفیل کہنے لگا اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو آپ کے بعد آپ کی جگہ پر میں رہوں۔

حضور نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا نہ تجھے اور نہ تیری قوم کو یہ منصب نہیں مل سکتا البتہ تیری مدد گھوڑوں سے کی جا سکتی ہے۔

اربد بولا میرے حصہ میں وَبَر یعنی جنگل کا حصہ کر دو اور مَدَر یعنی شہری حصہ آپ اپنے لیے کر لیجئے۔

حضور نے فرمایا نہیں۔

تو کہنے لگا میں آپ کے مقابلہ میں سوار اور فوج سے ملک بھر دوں گا۔

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْنَعُکَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ تو حضور نے فرمایا اللہ تعالے تجھے روک دیگا اور تو کچھ نہ کر سکے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس نے اوس و خزرج کے قبائل سے ڈرانا چاہا تو جب یہ دونوں مایوس ہو کر

نکلے تو عامر بن طفیل نے کہا اربد میں حضور کو باتوں میں مشغول کرتا ہوں اور تو تلوار سے گردن مار۔ تو لوگ اپنے قانون دیت کے مطابق ہم سے ان کی دیت لے کر راضی ہو جائیں گے اور ہم سے مقابلہ اور جنگ پسند نہ کریں گے تو ہم دیت ادا کر دیں گے۔

اربد کہنے لگا اچھا پھر ایسا ہی کر۔

فَاَقْبَلَا رَاجِعِیْنَ۔ دونوں واپس لوٹے

حضور سے عرض کرنے لگے یَا مُحَمَّدُ قُمْ مَعِیَ اُکَلِّمْکَ۔ حضور میرے ساتھ اٹھ کر تشریف لائیں کچھ باتیں کرنی ہیں۔

تو حضور اس کے ساتھ تشریف لائے انہوں نے ایک دیوار کی اوٹ میں ٹھہر کر گفتگو شروع کی تو عامر نے باتیں کرنی شروع کر دیں اور اربد نے تلوار سونتی۔ تو جب اربد نے قبضہ پر ہاتھ ڈالا تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا اور تلوار اٹھانے کی طاقت نہ رہی۔

تو حضور عامر کے ساتھ ہی ملتفت رہے تو اربد نے حضور کی طرف نگاہ ڈالی اور کچھ نہ کر سکا حضور اس کے پاس سے تشریف لے آئے۔

تو عامر نے اربد سے پوچھا تجھے کیا ہو گیا؟

تو اربد بولا میں نے اپنا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھا ہی تھا کہ شل ہو گیا۔

پھر یہ وہاں سے چلا تو اس پر اللہ تعالے نے صاعقہ محرقہ ڈالا جس سے اربد ہلاک ہو گیا اور عامر وادی جرید میں گیا وہاں اس کے ایک زخم ہو گیا اور اسی میں مر گیا اس پر اللہ تعالے نے یہ آیات کریمہ نازل فرمائیں اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ سے لَہٗ مُعَقِّبَاتٌ تک۔

پھر حضور نے فرمایا اَلْمُعَقِّبَاتُ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ یَحْفَظُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ معقبات اللہ کے حکم سے وہی ہیں جنہوں نے محافظت کی۔ تو مورد اگرچہ یہ واقعہ ہے لیکن اس کا حکم عام ہے قیامت تک آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ۔ بے شک اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت جبتک وہ خود اپنی حالت نہ بدل لیں اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ فرمالے تو کوئی اسے پھیرنے والا نہیں اور اس کے سوا اس کا کوئی حامی نہیں۔

یعنی دنیا میں کسی قوم کی حالت عزت سے ذلت کی طرف اس وقت تک اللہ تعالے نہیں بدلتا جب تک وہ معاصی میں مبتلا ہو کر منہیات کے ارتکاب میں نہ پڑ جائے اور جب اللہ تعالے کی طرف سے کسی کے

لیے برائی کا ارادہ ہو جائے تو اسے کوئی رد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مَرَدّ مصدر میمی ہے اس کے معنی ہوتے ہیں آئ فَلَا رَدَّ لَہٗ اور اس مبتلاء عذاب وہلاک کا سوائے اللہ تعالے کے کوئی حمایتی نہیں ہو سکتا۔ وَال کے معنی ہیں یَلِیْ اُمُوْرَھُمْ مِّنْ خَیْرٍ وَنَفْعٍ یعنی نفع ونقصان میں کوئی اس کے قریب نہیں ہو سکتا۔

"ھُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وہی ہے جو تمہیں دکھاتا ہے بجلی ڈر اور امید کو اور بھاری بدلیاں اٹھاتا ہے اور تسبیح کرتا ہے رعد اوس کی حمد میں اور فرشتے اس کے ڈر سے اور بھیجتا ہے کڑک تو پہنچاتا ہے اسے جس پر چاہے اور جو اللہ کے (موجود ہیں) جھگڑتے ہیں اور اس کی گرفت سخت ہے"۔

اس کے متعلق ابو الشیخ حضرت حسن بصری سے راوی ہیں خَوْفًا لِاَھْلِ الْبَحْرِ وَطَمَعًا لِاَھْلِ الْبَرِّ وہ بجلی دریا والوں کے لیے خوف اور خشکی والوں کے لیے امید کی موجب ہے۔

اور قتادہ کہتے ہیں خَوْفًا لِلْمُسَافِرِ مِنْ اَذَی الْمَطَرِ وَطَمَعًا لِلْمُقِیْمِ فِیْ نَفْعِہٖ مسافر کے لیے بارش کی اذیتوں کی وجہ میں خوف ہے اور امید مقیم کے لیے اس کے منافع کی۔

اور ماوردی کہتے ہیں خَوْفًا مِّنَ الْعِقَابِ وَطَمَعًا فِی الثَّوَابِ عذاب کی وجہ میں خوف اور ثواب کی وجہ میں امید رہتی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ بجلی اگر گرے تو نقصان کا خوف ہوتا ہے اور امن سے بارش ہو تو نفع کی امید ہوتی ہے اور جو سفر میں جنگل بیابان میں ہوں اور بجلی چمک رہی ہو یا دل گرج رہے ہوں تو دل دہل جاتا ہے اور عام مسافر خائف ہوتا ہے برخلاف کاشتکار کے وہ بہ امید منفعت جنگل میں بھی اپنے کھیت میں پانی دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

اور یسبح الرعد پر مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔

(۱) ھُوَ اِسْمٌ لِلصَّوْتِ الْمَعْلُوْمِ یہ رعد اس آواز کا نام ہے جو عام طور پر مسموع ہوتی ہے جسے گرج کہتے ہیں۔

(۲) اَیْ یُسَبِّحُ السَّامِعُوْنَ لِذٰلِکَ الصَّوْتِ مُتَلَبِّسِیْنَ بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَیَصِیْحُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ جب گرج ہوتی ہے تو سننے والے تسبیح کرتے ہیں اور سبحان اللہ اور الحمد للہ کہتے ہیں۔

(۳) اِنَّمَا التَّجَوُّزُ فِی التَّسْبِیْحِ وَالتَّحْمِیْدِ حَیْثُ شَبَّہَ دِلَالَتَہُ الرَّعْدَ بِنَفْسِہٖ عَلٰی تَنْزِیْہِہٖ تَعَالٰی عَنِ الشَّرِیْکِ

تسبیح رعد سے مراد اس آواز کو سن کر اللہ کے بندے اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس آواز میں اللہ تعالیٰ

کے خالق اور قادر ہونے ہر نقص سے منزّہ ہونے کی بھی دلیل ہے اور اس قوت والا وہی ہو سکتا ہے جو شریک سے بھی منزہ ہو۔

(۴) وَقِيْلَ اَلرَّعْدُ اِسْمُ مَلَكٍ فَاِسْنَادُ التَّسْبِيْحِ وَالتَّحْمِيْدِ اِلَيْهِ حَقِيْقَةً۔ رعد ایک فرشتے کا نام ہے اور تسبیح اور تحمید اس کی طرف حقیقتاً منسوب ہے۔

اس پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے۔

فَقَدْ اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ وَالنَّسَائِيُّ وَاٰخَرُوْنَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّ الْيَهُوْدَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اَخْبِرْنَا مَا هٰذَا الرَّعْدُ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَلَكٌ مِنْ مَلٰئِكَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى مُوَكَّلٌ بِالسَّحَابِ بِيَدَيْهِ مِخْرَاقٌ مِنْ نَارٍ يَزْجُرُ بِهِ السَّحَابَ يَسُوْقُهُ حَيْثُ اَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالُوْا فَمَا هٰذَا الصَّوْتُ الَّذِيْ نَسْمَعُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَوْتُهُ فَقَالُوْا صَدَقْتَ۔

یہود نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا یہ رعد کیا ہے تو حضور نے فرمایا ملائکہ الٰہی کے فرشتوں سے یہ بھی ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر حکمران ہے اس کے ہاتھ میں چابک آگ کا ہوتا ہے جس سے وہ بادلوں کو ہانکتا ہے جس طرح امر الٰہی ہو تو وہ بولے حضرت یہ آواز کیسی ہے جو ہم سنتے ہیں حضور نے فرمایا اس کی آواز ہے تو یہودی کہنے لگے آپ نے سچ فرمایا۔

اس کے بعد آواز سن کر ہمیں کیا پڑھنا چاہئے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا عمل تھا وہ ذیل میں مذکور ہے

اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ۔ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا هَبَّتِ الرِّيْحُ اَوْ سَمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ حَتّٰى يُعْرَفَ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهِ الشَّرِيْفِ ثُمَّ يَقُوْلُ لِلرَّعْدِ سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحْتَ لَهُ وَلِلرِّيْحِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب آندھی آتی یا گرج مسموع فرماتے تو آپ کا روئے زیبا اتنا خوفزدہ ہو جاتا کہ چہرۂ اقدس سے ظاہر ہو جاتا۔

پھر گرج سن کر فرماتے سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحْتَ لَهُ۔ (پاک ہے وہ جس کی پاکیزگی بیان کرتا ہے)

اور آندھی ہوتی تو فرماتے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا (اے اللہ اس کو رحمت بنا دے اور نہ بنا اس کو عذاب)

وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْبُخَارِيُّ فِي الْاَدَبِ الْمُفْرَدِ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَغَيْرُهُمْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ وَالصَّوَاعِقِ اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ

وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَالِكَ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب گرج سنتے یا بجلی چمکتی تو یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَالِكَ۔ (اے اللہ ہمیں اپنے غضب سے قتل نہ کرا اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کرا اور اس سے پہلے ہمیں عافیت دے)

وَاَخْرَجَ اَبُوْدَاوٗدَ فِیْ مَرَاسِیْلِهٖ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ اَنَّ قَوْمًا سَمِعُوا الرَّعْدَ فَكَبَّرُوْا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمُ الرَّعْدَ فَسَبِّحُوْا وَلَا تُكَبِّرُوْا۔

لوگ جب گرج سنتے تو اللہ اکبر کہتے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم گرج کڑک سنا کرو تو تسبیح کیا کرو تکبیر نہ کہا کرو۔

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانَ یَقُوْلُ اِذَا سَمِعَ الرَّعْدَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گرج کڑک سنتے تو سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ (پاک ہے اللہ اسی کی تعریف ہے پاک ہے اللہ بڑا) پڑھا کرتے تھے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَیْهِ وَابْنُ جَرِیْرٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعَ الرَّعْدَ قَالَ سُبْحَانَ مَنْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ۔

حضور جب رعد کی آواز سنتے تو سُبْحَانَ مَنْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ (پاک ہے وہ جس کی تسبیح اور حمد رعد بیان کرتا ہے) پڑھا کرتے تھے۔

اور وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ کے یہ معنی ہیں اَیْ وَیُسَبِّحُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ مِنْ هَیْبَتِهٖ فَمَا لِیْ اِجْلَالِهٖ تمام ملائکہ تسبیح و تحمید کرتے ہیں ہیبت و جلال الٰہی کے خوف سے۔

وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ۔ صَوَاعِق صَاعِقَة کی جمع ہے وَالْمُرَادُ هٰهُنَا النَّارُ النَّازِلَةُ مِنَ السَّحَابِ مَعَ صَوْتٍ شَدِیْدٍ۔ اس سے مراد وہ آگ ہے جو بادلوں سے آواز شدید کے ساتھ نازل ہوتی ہے جسے بجلی اور کڑک کہتے ہیں۔

فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ تو پہنچاتا ہے اللہ تعالے اس آگ کو جس پر چاہے فَیُهْلِكُهٗ اور اسے ہلاک کر دیتا ہے۔

وَاسْتَدَلَّ بِمَا اَخْرَجَهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ مَرْدَوَیْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَلرَّعْدُ مَلَكٌ اِسْمُهُ الرَّعْدُ وَصَوْتُهٗ هٰذَا تَسْبِیْحُهٗ فَاِذَا اشْتَدَّ زَجْرُهٗ اِحْتَكَّ السَّحَابُ وَاصْطَدَمَ مِنْ خَوْفِهٖ فَخَرَجَ الصَّوَاعِقُ

مِنْ بَيْنِہٖ۔

رعد ایک فرشتہ ہے اور یہ آواز اس کی تسبیح ہے تو جب اس کا تشدد وزجر ہوتا ہے تو اس سے صواعق یعنی آگ نکلنے لگتی ہے۔

اور فلاسفہ کی تحقیق یا اوہام کا خلاصہ یہ ہے

اِنَّ الدُّخَانَ الْمُحْتَبَسَ فِیْ جَوْفِ السَّحَابِ اِذَا نَزَلَ وَفَرَّقَ السَّحَابَ قَدْ یَشْتَعِلُ بِقُوَّۃِ التَّسَخُّنِ الْحَاصِلِ مِنَ الْحَرَکَۃِ الشَّدِیْدَۃِ وَاِذَا اشْتَعَلَ فَلَطِیْفُہٗ یَنْطَفِیُٔ سَرِیْعًا وَھُوَ الْبَرْقُ وَکَثِیْفُہٗ لَا یَنْطَفِیُٔ حَتّٰی یَصِلَ اِلَی الْاَرْضِ وَھُوَ الصَّاعِقَۃُ الخ

یہ بخارات محتبسہ ہیں جوف سحاب میں جب یہ برستا ہے تو بادل سے بادل ٹکراتے ہیں اور بعض اپنی سختی سے ٹکریں آگ دیتے ہیں حرکت شدیدہ کے باعث تو اس میں جو لطیف ہوتے ہیں وہ چمک کر سرد ہو جاتے ہیں اسے برق کہتے ہیں اور جو کثیف ہوتے ہیں وہ سرد نہیں ہوتے یہانتک کہ وہ زمین کی طرف آتے ہیں اسے صاعقہ کہتے ہیں۔

ایک قول اس کے متعلق یہ ہے کہ اِنَّھَا نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ فَمِ الْمَلَکِ الْمُوَکَّلِ بِالسَّحَابِ اِذَا اشْتَدَّ زَجْرُہٗ یہ وہ آگ ہے جو رعد علیہ السلام کے منہ سے نکلتی ہے جو بادلوں پر حکمران ہیں جب وہ بادلوں پر زجر فرماتے ہیں۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَاَبُو الشَّیْخِ عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیِّ قَالَ اِنَّ بُحُوْرًا مِّنْ نَّارٍ دُوْنَ الْعَرْشِ یَکُوْنُ مِنْھَا الصَّوَاعِقُ۔ عرش کے نیچے آگ کے دریا ہیں ان سے یہ صواعق محرقہ نکلتے ہیں۔

وَقَدْ اَخْرَجَ سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْہُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ مَنْ سَمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ فَلْیَقُلْ سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلٰئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

جو گرج سنے وہ یہ پڑھے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلٰئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (پاک ہے وہ اللہ کہ جس کی تسبیح اور حمد رعد بیان کرتا ہے اور فرشتے بھی اس کے ڈر سے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَغَیْرُہٗ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ الصَّاعِقَۃُ تُصِیْبُ الْمُؤْمِنَ وَالْکَافِرَ وَلَا تُصِیْبُ ذَاکِرًا۔ بجلی کافر اور مومن دونوں پر پڑ سکتی ہے لیکن ذاکر پر نہیں پڑتی۔

ایک یہودی حضور کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اسی حال میں اس کھوپڑی پر بجلی گری۔ اس وقت یہ

آیت نازل ہوئی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ایک جابر حکمران کی طرف وفد بھیجا کہ اسے دعوت اسلام دے اس نے ان سے کہا اَخْبِرُوْنِیْ عَنْ اِلٰہِ مُحَمَّدٍ اَمِنْ لُؤْلُؤٍ ھُوَ اَمْ مِّنْ ذَھَبٍ اَوْ مِنْ نُّحَاسٍ مجھے یہ بتاؤ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا خدا موتی کا ہے یا سونے کا یا تانبہ کا تو اس پر بجلی گری اور اسے ہلاک کر گئی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

شَدِیْدُ الْمِحَالِ کے معنی ہیں آلوسی فرماتے ہیں اَیِ الْمُمَاحَلَۃُ وَھِیَ الْمُکَایَدَۃُ مِنْ مَحَلَ بِفُلَانٍ اِذَا کَادَہٗ وَعَرَضَہٗ لِلْھَلَاکِ۔ مکر کے جواب میں جو گرفت کی جاتی ہے جو ہلاکت تک ہو اس موقعہ پر یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ وَکَانَ اَصْلُہٗ مِنَ الْمَحْلِ بِمَعْنَی الْقَحْطِ۔ اس کا اصل محل سے ہے جس کا قحط ہوتا ہے

آگے ارشاد ہے۔

"لَہٗ دَعْوَۃُ الْحَقِّ۔ اسی کا پکارنا سچا ہے" یعنی اس کی توحید کی شہادت دینا اور لا الٰہ الا اللہ کہنا یا اس کی توحید کی تائید کرنا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وہی دعا قبول کرتا ہے اور اس سے دعا کرنا حق ہے اور وہی دعا کا سزاوار ہے۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں اس کے ماتحت گیارہ اقوال نقل فرماتے ہیں۔

(۱) لَہٗ دَعْوَۃُ الْحَقِّ۔ اَیْ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَیِ الدُّعَاءُ وَالتَّضَرُّعُ الثَّابِتُ۔ یعنی اور تضرع اللہ کے حضور ہی کرنا صحیح ہے

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ وَالْمُرَادُ اَنَّ اِجَابَۃَ ذٰلِکَ لَہٗ تَعَالٰی دُوْنَ غَیْرِہٖ۔ اس سے یہ مراد ہے کہ پکارنے والے کی دعا قبول کرنا اللہ تعالے کے لیے ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے اَلْمُرَادُ بِدَعْوَۃِ الْحَقِّ اَلدُّعَاءُ عِنْدَ الْخَوْفِ فَاِنَّہٗ لَا یُدْعٰی فِیْہِ اِلَّا اللّٰہُ تَعَالٰی دعاء خوف ومصیبت میں سوا اللہ تعالے کے کسی سے نہیں کی جاتی اور جو بتوں سے مدد مانگتے ہیں وہ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِیَّاہُ کے مصداق ہیں۔

(۴) چوتھا قول ماوردی کا ہے اَلدَّعْوَۃُ بِمَعْنَی الدُّعَاءِ اَیْ طَلَبُ الْاِقْبَالِ وَالْمُرَادُ بِہٖ الْعِبَادَۃُ مطلب قبول کے معنی میں ہے اس سے مراد عبادت ہے۔

(۵) پانچواں قول یہ ہے کہ حَاصِلُ الْمَعْنٰی اِنَّ الَّذِیْ یَحِقُّ اَنْ یُّعْبَدَ ھُوَ اللّٰہُ تَعَالٰی دُوْنَ غَیْرِہٖ اس کے حاصل معنی یہ ہیں کہ حقدار عبادت وہی ایک ذات ہے اس کے سوا نہیں۔

(۶) چھٹا قول یہ ہے اِنَّ الدَّعْوَۃَ بِمَعْنَی الدُّعَاءِ وَمُتَعَلَّقُھَا مَحْذُوْفٌ اَیْ لِلْعِبَادَۃِ۔ دعوت بمعنی دعا

ہے اور اس کا متعلق محذوف ہے یعنی عبادت ہیں

(۷) ساتواں قول یہ ہے کہ اِنَّہُ الَّذِیْ یَحِقُّ اَنْ یُّدْعٰی اِلٰی عِبَادَتِہٖ دُوْنَ غَیْرِہٖ وہی ذات حقدار ہے کہ اسے عبادت میں پکارا جائے غیر کے لیے عبادت نہیں۔

(۸) آٹھواں قول یہ ہے کہ فَاِنَّہٗ اِذَا کَانَتِ الدَّعْوَۃُ اِلٰی عِبَادَتِہٖ سُبْحَانَہٗ حَقًّا کَانَتْ عِبَادَتُہٗ جَلَّ شَانُہٗ حَقًّا جب دعوت عبادت حق تعالے میں ہو تو اس میں اللہ تعالے کو ہی حق ہے کہ اس کی عبادت ہو۔

(۹) نواں قول حسن بصری رضی اللہ عنہ کا ہے اِنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْحَقِّ ھُوَ اللّٰہُ تَعَالٰی دعوت حق سے مراد عبادت الٰہی ہے۔

(۱۰) اور دسواں قول تمام اقوال کا خلاصہ ہے کَمَا قَالَ الزَّمَخْشَرِیُّ وَالْمَعْنٰی عَلَیْہِ کَمَا قَالَ لَہٗ دَعْوَۃُ الْمَدْعُوِّ الْحَقِّ الَّذِیْ یَسْمَعُ فَیُجِیْبُ۔ آیۂ کریمہ دعوت فرمایا اسی کے لیے جو سنے اور قبول کرے۔ پتھر کنکر درخت، بت اس کے اہل نہیں۔

(۱۱) گیارہواں قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہے اِنَّ دَعْوَۃَ الْحَقِّ التَّوْحِیْدُ۔ دعوت الحق سے مراد ند امر توحید ہے۔

"وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ اور وہ جو پکارتے ہیں سوائے اللہ کے وہ ان کی نہیں سنتے کچھ بھی مگر مثل اس کی جو ہاتھ پھیلائے پانی کی طرف کہ پہنچ جائے اس کے منہ میں اور وہ نہیں پہنچے گا اور نہیں پکار کافروں کی مگر رائیگاں"۔

یعنی جو اللہ کے سوا غیر خدا کو معبود جان کر مثل کفار بتوں کو پکارتے یا عبادت کرتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے ایک پانی کی طرف ہتھیلیاں پھیلانے والا اور پانی کو پکارنے والا تاکہ وہ پانی کنوئیں سے نکل کر اس کے منہ میں آجائے حالانکہ اس پانی میں طاقت ہی نہیں کہ وہ کسی کے منہ میں بلانے سے آجائے اس لیے کہ پانی کو نہ علم نہ شعور جو اس کی حاجت اور پیاس کو سمجھے اور پانی میں یہ قدرت نہیں کہ اپنی جگہ سے حرکت کرسکے اور وہ اپنی جگہ اور مقر سے خلاف طبیعت اوپر چڑھ کر پکارنے والے کے منہ میں پہنچ سکے۔ یہی حال بتوں کا ہے کہ نہ انہیں بت پرستوں کے پکارنے کی خبر نہ ان کی حاجت کا شعور نہ ان کے نفع پہنچانے کی وہ کچھ قدرت رکھیں۔

محاورہ عرب کی تمثیل علامہ راغب مفردات میں فرماتے ہیں۔

اَلدُّعَاءُ کَالنِّدَاءِ اِلَّا اَنَّ النِّدَاءَ قَدْ یُقَالُ بِیَا اَوْ اَیَا وَنَحْوِ ذٰلِكَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُضَمَّ اِلَیْہِ

الْاِسْمِ وَالنِّدَاءُ لَا يَكَادُ يُقَالُ اِلَّا اِذَا كَانَ مَعَهُ الْاِسْمُ نَحْوُ يَا فُلَانُ وَقَدْ يُسْتَعْمَلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مَوْضَعَ الْاٰخَرِ قَالَ تَعَالٰى كَمَثَلِ الَّذِیْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَاءً وَّنِدَاءً وَيُسْتَعْمَلُ اِسْتِعْمَالَ التَّسْمِيَةِ نَحْوُ دَعَوْتُ اِبْنِیْ زَيْدًا اَیْ سَمَّيْتُهٗ قَالَ تَعَالٰى لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا حَثًّا عَلٰى تَعْظِيْمِهٖ وَذٰلِكَ مُخَاطَبَةُ مَنْ كَانَ يَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ۔

(۱) خلاصہ یہ ہے کہ ندا باسم منادی سے ہو یا بلا اسم منادی جیسے قرآن کریم میں ہے کَمَثَلِ الَّذِیْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَاءً وَّنِدَاءً اگر گدھے کی طرح پکارنا ہی پکارنا ہو۔

(۲) دوسری نداء بہ اسم مسمّٰی جیسے لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ مثل یَا مُحَمَّدُ اس میں تعظیماً حضور کے نام پاک سے ندا ممنوع قرار دی گئی۔

(۳) تیسرے دعا بمعنی سوال ہے جیسے اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ اَیْ سَلْهُ یعنے آپ اپنے رب سے سوال کریں۔

(۴) چوتھا دعا بمعنی استغاثہ اِنْ اَتَاكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ جب عذاب الٰہی آئے تو کیا سوا خدا کے اور کو پکارو گے یعنی اس کے سوا کسی سے استغاثہ کرو گے ایسے ہی وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا میں ہے۔ وَادْعُوْا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ۔ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ۔

(۵) لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا ۔ بمعنی حسرت وندامت پکارنا یا افسوس کرنا۔

(۶) رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِیْ اِلَيْهِ یدعوننی۔ میں بمعنی آمادگی افعل پر انگیختہ کرتے کے ہیں۔

(۷) وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۔ تَدَّعُوْنَ بمعنی تَطْلُبُوْنَ یہاں طلب کرنے کے معنی ہوں گے۔

(۸) بمعنی دعویٰ کردن۔ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَاءَهُمْ بَاْسُنَا۔

(۹) بمعنی دعاء عبادت۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

"وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے یا مجبوری سے اور ان کی پرچھائیاں ہر صبح و شام۔

اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ طوعًا مومن کرتا ہے اور کرہًا منافق اور کافر کرتا ہے اور پرچھائیں سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کافر غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور اس کی پرچھائیں اللہ تعالیٰ کو۔

ایک قول یہ ہے کہ جن، انسان، فرشتے سب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں حتیٰ کہ جب آفتاب مشرق سے مغرب کو جاتا ہے اور سورج غروب ہوتا ہے تو سب چیزوں کے سائے بھی سجدہ کرتے ہیں۔

ابن انباری کہتے ہیں کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ پرچھائیوں کو ایسا فہم عطا کردے کہ وہ اسے سجدہ کریں۔

بعض کہتے ہیں کہ سجدہ سے مراد سایہ کا ایک رخ سے دوسرے رخ کی طرف مائل ہونا اور آفتاب کے ارتفاع و نزول کے ساتھ دراز کوتاہ ہوتا ہے (خازن)

اور اس سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ سجدہ بوضع جبہہ علی الارض خالص اللہ تعالیٰ کے ہے۔

اور سجدہ بالاختیار یا بالایماء یا سجدہ بالرکوع یا شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سجدہ بمعنے تواضع مصافحہ اور تعظیم و تکریم تک جو ہے وہ غیر اللہ میں سے معظمین کے لیے مباح ہے۔

مگر جو تعظیم میں سجدہ بمعنے حقیقی غیر اللہ کے لیے کرتے ہیں عام اس سے کہ وہ مرشدین کو ہو یا مقابر کو اس کی حرمت میں آیۂ کریمہ کے مفہوم منطوق کے ماتحت کوئی شک و شبہ نہیں اور اس قسم کے سجدہ کو حلال جاننے والا کافر ہوگا اور بلا حلال سمجھے کرنے والا یقینًا فاسق مستحق عذاب جبار ضرور ہوگا۔ اس کی تحقیق انیق ہم اس سے پہلے سورۂ یوسف میں لکھ چکے ہیں۔

عَنْ قَتَادَۃَ اِنَّ السُّجُوْدَ عِبَادَۃٌ عَنِ الْھَیْئَۃِ الْمَخْصُوْصَۃِ۔ سجدہ عبادت ہے ہیئت مخصوصہ سے۔

"قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰہُ۔ فرما دیجئے کون رب ہے آسمانوں اور زمین کا۔ فرما دیجئے اللہ ہے"۔

یہ اس لیے حضور کو فرمایا کہ آپ ہی فرما دیں کہ وہ رب اللہ تعالیٰ ہے اس لیے کہ اس سوال کا جواب اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور مشرکین باوجود اس کے کہ غیر اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں اس امر کے یقینًا مقر ہیں کہ آسمان اور زمین کا خالق یقینًا اللہ ہی ہے تو جب یہ امر یقینًا مسلم ہے تو انہیں الزامًا فرمائیں۔

"قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ۔ فرمائیں کیا تم پکڑتے ہو اس کے سوا اسے اپنا حمایتی جو مالک نہ ہو اپنی جان کے لیے نفع و ضرر کا فرما دیجئے کیا برابر ہوجائیں گے اندھے اور آنکھ والے یا کیا برابر ہو سکتے ہیں اندھیریاں اور اجالے کیا اللہ کے لیے بناتے ہو وہ شریک جنہوں نے بنایا اور مشابہ خالق کے تخلیق کی برابر ہوا فرما دیجئے اللہ ہی خالق ہے ہر چیز کا اور وہ سب پر غالب ہے"۔

تو جب بتوں۔ ستاروں۔ درختوں کی یہ حالت ہے کہ وہ اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتے تو دوسروں کو کیا نفع و

ضرر پہنچا سکتے ہیں پھر ایسی مخلوق کو معبود بنانا اور اس حقیقی خالق رازق قوی وقادر کو چھوڑنا انتہا درجہ کی گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔

ان دلائل کی روشنی میں معنی ان پر واضح ہے مگر توہمات کی الجھن میں ایسے مشتبہ ہیں کہ بت پرستی کرنے لگے ہیں۔ حالانکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بت اللہ تعالے کی طرح کسی مخلوق کو بنانے کی طاقت رکھنا تو کجا وہ عام بندوں کی مصنوعات کے مثل بھی کچھ نہیں بنا سکتے تو جماد محض اور بے جانوں کا پوجنا عقل کے بھی خلاف ہے اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جو مخلوق ہو وہ اپنے خالق کی ہی اطاعت وعبادت کرتی ہے اور جو مخلوق مخلوق کی بندگی کرے اور اسے پوجے اور اسے خدا کی عبادت میں شریک عبادت سمجھے اسے عقل عقلاً بھی کسی طرح تسلیم نہیں کرتی

"اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ۔ اس نے اتارا آسمان سے پانی تو بہا نالوں میں اس کی وسعت ومقدار سے تو اٹھالائی پانی کی رو جھاگ ابھرے ہوئے اور جس پر دھکاتے ہیں آگ میں گہنا یا اور اسباب بنانے کو اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں ایسی مثال دیتا ہے اللہ تعالے حق وباطل کی تو جھاگ تو جاتا رہتا ہے پھک کر اور وہ جو لوگوں کے نفع کو ہے وہ زمین میں ٹھہرتا ہے اللہ یونہی مثالیں بیان فرماتا ہے"۔

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالے نے حق وباطل کی مثال دی ہے کہ پانی تو آسمان سے ہی برستا ہے اور اس سے ندی نالے اپنی اپنی مقدار میں بہ نکلتے ہیں تو اس بہاؤ میں جب موجیں آپس میں متصادم ہوتی ہیں تو زَبَد یعنے جھاگ اور کوڑا کرکٹ وغیرہ پانی کے اوپر بہتا آجاتا ہے۔

ایسے ہی کبھی باطل غالب آکر اونچا نظر آنے لگتا ہے لیکن درحقیقت اَلْحَقُّ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى حق ہمیشہ بلند ہی رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا اسی طرح وہ کوڑا کرکٹ اگر پانی پر بلند ہو کر بہتا ہے مگر انجام کار اسے کوڑے میں رہنا ہے۔

رَابِيًا کے معنی عَالِيًا ہے یعنی وہ جھاگ کوڑا وغیرہ پانی کے اوپر ہوتا ہے۔

دوسری مثال دی کہ زیور وغیرہ کے لیے سونا چاندی، تانبہ پگھلاتے ہیں اس پر بھی اوس کا جھاگ اور میل اوپر آجاتا ہے لیکن اس کے اوپر آجانے سے اس کی قیمت اور قدر اس چاندی سونے سے زائد نہیں ہوجاتی ایسے ہی کفر اور باطل اگر اسلام کے مقابل بلند ہوتا نظر بھی آجائے تو اسے بالآخر پست اور ذلیل ہی ہوجانا ہے چنانچہ فرمایا

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً تو جھاگ (اور میل) وہ تو پھینک دیا جاتا ہے جفا الماء بالزبد

اِذَا فَتَدَ فَمَا محاورہ ہے۔ یعنی صاف ہوگیا پانی جھاگ اور میل سے جب اس جھاگ اور میل کو پھینک دیتے ہیں تو جُفَاء کے معنی دور کرنے کے ہوئے اور اسی سے باطل کو تشبیہ دی اور وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ سے حق کی تشبیہ دے کر فرمایا كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ایسے ہی اللہ مثالوں سے تمہیں سمجھاتا ہے۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں۔

فَحَاصِلُ الْكَلَامِ فِي الْاٰيَتَيْنِ اِنَّهٗ تَعَالٰى مَثَّلَ الْحَقَّ وَهُوَ الْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ عِنْدَ الْكَثِيْرِ فِيْ فَيَضَانِهٖ مِنْ جُنَابِ الْقُدْسِ عَلٰى قُلُوْبٍ خَالِيَةٍ عَنْهُ مُتَفَاوِتَةٍ الْاِسْتِعْدَادِ۔

خلاصہ کلام ان دونوں میں یہ ہے کہ اللہ تعالے نے حق کی مثال دی جو قرآن کریم ہے اکثر مفسرین کے نزدیک باعتبار فیضان بارگاہ قدس سے جو قلوب صافیہ عن الوسخ پر ہوتا ہے باعتبار استعداد تحمل کے۔

وَفِيْ جَرْيَانِهٖ عَلَيْهَا مُلَاحَظَةً وَحِفْظًا وَعَلَى الْاَلْسِنَةِ مُذَاكَرَةً وَتِلَاوَةً مَعَ كَوْنِهٖ مُمِدًّا لِلْحَيَاتِهَا الرُّوْحَانِيَّةِ

اور اس اجراء میں اس کے احکام کی محافظت کی جاتی ہے وہ زبانوں پر حفاظ کے جاری رہتا ہے اس کی تلاوت ممد حیات روحانی ہوتی ہے۔

اور باطل کی مثال کفر ہے کہ اس میں کافر مبتلا ہوتے ہیں اپنی کوتاہ نظری سے وہ زَبَدًا رَابِيًا تو ہوسکتے ہیں یعنی کبھی کسی موقعہ پر اونچے ہوسکتے ہیں لیکن بہت جلدی وہ مضمحل ہوکر رہیں گے۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ مَثَلُ غَيْثٍ اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاءَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَاءَ نَفَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا

میری بعثت کی مثال اللہ تعالے نے مجھے بھیج کر ہدایت وعلم جو دیا وہ بارش سے دی کہ زمین پر برسی اس میں جو ٹکڑا زمین کا پاک تھا اس پر پھل پھول کافی ہوئے اور اس سے جو پانی بچا تو لوگوں نے اس سے یہ فائدہ حاصل کیا کہ اس سے سیراب ہوئے سبزہ پھل وغیرہ کھایا یہ تو اسلام۔ ایمان۔ ایقان۔ تقوی۔ طہارت ہے مثل صوفیاء و اولیاء کے۔

فَاَصَابَ طَائِفَةً مِنْهَا اُخْرٰى اِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَاءً فَذٰلِكَ مَنْ فَقِهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَفَعَهٗ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ مُتَعَلِّمٌ وَعَالِمٌ۔

اور ایک طائفہ وہ ہے کہ اس نے پانی روک کر نہ رکھا تو اس پر سبزہ وغیرہ نہ اگا۔ گھاس پیدا نہ ہوئی یہ وہ ہے جسے اللہ نے تفقہ فی الدین عطا فرمایا اور میری بعثت کا اسے یہ نفع پہنچا تو اس نے علم حاصل کیا اور

دوسروں کو سکھایا یہ مثل علماء کرام کی ہے۔

وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ أُرْسِلْتُ۔

اور تیسرا طبقہ وہ ہے جس نے اس طرف التفات ہی نہ کیا اور ہدایت کو کوشش قبول سے ہی نہ سنا یہ مثال کافر کی ہے ؎

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست　　　در باغ لالہ روید و در شورہ بوم و خس

اب آگے کافر جاحد اور مومن قابل کے اجر و زجر کی تفصیل ہے۔

"لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى" ان کے لیے جنہوں نے قبول کیا حکم اپنے رب کا حسنٰی ہے یعنی جنت" "وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ" اور وہ جنہوں نے قبول نہ کیا ان کے لیے اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور بھی ان کے ملک میں ہوتا اور وہ اسے (اپنی نجات کے لیے) فدیہ کر دیتے۔ یہی ہیں جن کا برا حساب ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت برا بچھونا ہے۔

با محاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۂ رعد۔ پ ۱۳

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝	تو کیا وہ جو جانتا ہے جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا حق ہے وہ مثل اس کے ہوگا جو اندھا ہے۔ نصیحت تو وہی مانے گا جو عقلمند ہے۔
الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝	وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور نہیں توڑتے قول و قرار کو۔
وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْۗءَ الْحِسَابِ ۝	اور وہ جو ملاتے ہیں اسے جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور خوف رکھتے ہیں حساب کے برے نتیجہ کا۔
وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝	اور وہ جو صبر کریں اپنے رب کی رضا مندی چاہنے کو اور نماز قائم رکھیں اور خرچ کریں ہمارے دئے ہوئے سے خفیہ اور ظاہر اور ٹالتے ہیں بھلائی کر کے برائی کو یہ وہ ہیں کہ ان کے لیے پچھلے گھر کا نفع ہے

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝

بسنے والے باغ جن میں وہ داخل ہوں اور جو لائق ہوں ان کے باپ دادا سے اور ان کی بیویوں سے اور اولاد سے اور فرشتے داخل ہوں ان پر ہر ایک دروازے سے۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝

سلام کہتے تم پر بدلہ تمہارے اجر کا تو اچھا ہے پچھلا گھر۔

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ

اور وہ جو اللہ کا عہد توڑیں بعد اس کے کہ پکا کیا ہو اور قطع کریں اسے جو حکم دیا اللہ نے جوڑنے کا اور فساد زمین میں کریں یہ وہ ہیں کہ انہیں لعنت ہے اور ان کا برا گھر ہے۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝

اللہ کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے چاہے اور تنگ کرتا ہے اور رانترا تا ہے کافر دنیا کی زندگی میں اور نہیں حیات دنیا آخرت کے مقابلہ میں مگر کچھ دن برتنا۔

حلّ لغات تیسرا رکوع سورہ رعد۔ پ ۱۳

اَفَمَنْ۔ کیا جو آدمی	يَعْلَمُ۔ جانتا ہے	اَنَّمَا۔ کہ وہ جو	اُنْزِلَ۔ اتارا گیا ہے
اِلَيْكَ۔ طرف تیری	مِنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب سے		الْحَقُّ۔ وہ حق ہے۔
كَمَنْ۔ اس جیسا ہے	هُوَ۔ کہ وہ	اَعْمٰى۔ نابینا ہے	اِنَّمَا۔ سوائے اسکے نہیں
يَتَذَكَّرُ۔ نصیحت لیتے ہیں	اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ عقل والے لوگ		اَلَّذِيْنَ۔ وہ جو
يُوْفُوْنَ۔ پورا کرتے ہیں	بِعَهْدِ۔ عہد	اللّٰهِ۔ اللہ کا	وَلَا۔ اور نہیں
يَنْقُضُوْنَ۔ توڑتے	الْمِيْثَاقَ۔ عہد پختہ	وَالَّذِيْنَ۔ اور وہ جو	يَصِلُوْنَ۔ ملاتے ہیں
مَآ۔ اس چیز کو کہ	اَمَرَ۔ حکم دیا	اللّٰهُ۔ اللہ نے	بِهٖٓ۔ اسکے متعلق
اَنْ۔ یہ کہ	يُّوْصَلَ۔ ملایا جائے	وَيَخْشَوْنَ۔ اور ڈرتے ہیں	رَبَّهُمْ۔ اپنے رب سے
وَيَخَافُوْنَ۔ اور خوف کھاتے ہیں		سُوْٓءَ۔ برے	الْحِسَابِ۔ حساب کا

وَالَّذِيْنَ۔ اور وہ جنہوں نے صَبَرُوا۔ صبر کیا اُبْتِغَاءَ۔ واسطے چاہنے وَجْہِ۔ رضامندی
رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کے وَاَقَامُوا۔ اور قائم کی انہوں نے الصَّلٰوةَ۔ نماز
وَاَنْفَقُوْا۔ اور خرچ کیا انہوں نے مِمَّا۔ اس سے جو رَزَقْنٰهُمْ۔ دیا ہم نے ان کو
سِرًّا۔ پوشیدہ وَعَلَانِيَةً۔ اور ظاہر وَيَدْرَءُوْنَ۔ اور دور کرتے ہیں
بِالْحَسَنَةِ۔ نیکی سے السَّيِّئَةَ۔ برائی کو اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ ہے لَهُمْ۔ انکے لیے
عُقْبَى۔ آخرت کا الدَّارِ۔ گھر جَنّٰتُ۔ باغ عَدْنٍ۔ ہمیشہ کے
يَدْخُلُوْنَهَا۔ داخل ہوں گے ان میں وَمَنْ۔ اور جو صَلَحَ۔ نیک ہوا
مِنْ اٰبَآئِهِمْ۔ انکے باپ دادا سے وَاَزْوَاجِهِمْ۔ اور انکی بیویوں سے
وَذُرِّيّٰتِهِمْ۔ اور ان کی اولاد سے وَالْمَلٰٓئِكَةُ۔ اور فرشتے يَدْخُلُوْنَ۔ داخل ہونگے
عَلَيْهِمْ۔ ان پر مِنْ كُلِّ بَابٍ۔ ہر دروازے سے سَلٰمٌ۔ سلام ہے
عَلَيْكُمْ۔ تم پر بِمَا۔ بدلے صَبَرْتُمْ۔ تمہارے صبر کے فَنِعْمَ۔ تو اچھا ہے
عُقْبَى۔ آخرت کا الدَّارِ۔ گھر وَالَّذِيْنَ۔ اور وہ جو يَنْقُضُوْنَ۔ توڑتے ہیں
عَهْدَ۔ عہد اللّٰهِ۔ اللہ کا مِنْ بَعْدِ۔ بعد اسکے مِيْثَاقِهٖ۔ مضبوط کرنے کے
وَيَقْطَعُوْنَ۔ اور توڑتے ہیں مَا۔ جو اَمَرَ۔ حکم دیا ہے
اللّٰهُ۔ اللہ نے بِهٖ۔ اسکے متعلق اَنْ۔ یہ کہ يُّوْصَلَ۔ ملایا جائے
وَيُفْسِدُوْنَ۔ اور فساد کرتے ہیں فِى الْاَرْضِ۔ زمین میں اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ ہیں کہ
لَهُمْ۔ ان کے لیے اللَّعْنَةُ۔ لعنت ہے وَلَهُمْ۔ اور ان کے لیے ہے سُوْٓءُ۔ برا
الدَّارِ۔ گھر اَللّٰهُ۔ اللہ يَبْسُطُ۔ پھیلاتا ہے الرِّزْقَ۔ رزق
لِمَنْ۔ جس کے لیے يَّشَآءُ۔ چاہے وَيَقْدِرُ۔ اور تنگ کرتا ہے وَفَرِحُوْا۔ اور خوش ہوئے وہ
بِالْحَيٰوةِ۔ زندگی الدُّنْيَا۔ دنیا پر وَمَا۔ اور نہیں ہے الْحَيٰوةُ۔ زندگی
الدُّنْيَا۔ دنیا کی فِى الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کے مقابلہ میں اِلَّا۔ مگر
مَتَاعٌ۔ معمولی سامان۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع۔ سورۃ رعد پ ۱۳

"اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ تو کیا وہ جو جانتا ہے جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے

انز اخق ہے"۔

یعنی اس پر ایمان لاتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔

"کَمَنْ هُوَ اَعْمٰی ۔ وہ اس جیسا ہو گا جو اندھا ہے"۔

ایسا اندھا جو حق کو دیکھ ہی نہیں سکتا اور اسی وجہ میں وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتا۔

"اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ نصیحت تو وہی مانتا ہے جسے عقل ہے وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں"۔

اور اسے اپنا رب مان کر اس کی ربوبیّت کی شہادت دیتے ہیں اور اس کے حکم سے منحرف نہیں ہوتے۔

"وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ اور عہد کر کے اسے نہیں توڑتے اور وہ جو جوڑتے ہیں اسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا"۔

یعنی اللہ تعالٰے کی تمام کتابوں اور اس کے کل رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کو مان کر اور بعض سے منکر ہو کر ان میں تفریق نہیں کرتے۔

یا یہ معنی ہیں کہ حقوق قرابت کی رعایت رکھتے ہیں اور رشتہ قطع نہیں کرتے اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابتیں اور ایمانی قرابتیں بھی داخل ہیں۔

سادات کرام کا احترام اور مسلمانوں کے ساتھ مودّت و احسان اور ان کی مدد اور ان کی طرف سے مدافعت اور ان کے ساتھ شفقت اور سلام و دعا اور مسلمان مریضوں کی عیادت اور اپنے دوستوں خادموں ہمسایوں اور سفر کے ساتھیوں کے حقوق کی رعایت بھی اس میں داخل ہے۔

اور شریعت محمدیہ میں ان امور کا لحاظ رکھنا ان پر عمل پیرا ہونے پر تاکید اکید آتی ہے اور اس معاملہ میں بکثرت احادیث وارد و صادر ہیں (روح المعانی)

چنانچہ حضرت قتادہ سے مروی ہے وَمِنْ اَعْظَمِ الْمَوَاثِيْقِ عَلٰى مَا قَالَ ابْنُ الْعَرَبِىِّ اَنْ لَّا يَسْاَلَ الْعَبْدُ سِوَا مَوْلَاهُ جَلَّ شَانُهٗ ۔ ایفائے عہد کا بڑا درجہ یہ ہے جو شیخ ابن عربی نے فرمایا کہ بندہ کسی سے سوال نہ کرے سوا اپنے رب عزوجل کے۔

اور ابو حمزہ خراسانی کے ایک قصہ سے اس میثاق باللہ کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے آپ نے اپنے رب سے عہد کیا کہ وہ کسی سے سوا ذات احد کے سوال نہ کریں گے تو اتفاقاً آپ ایک کنوئیں میں گر گئے آپ نے ایفائے عہد میں گذرنے والوں سے قطعاً سوال نہ کیا اور کسی سے استمداد کا طالب نہ ہوا کہ کوئی انہیں کنوئیں سے نکال لے حتی کہ ایک شخص آئے اور انہوں نے آپ کے سوال کے بغیر آپ کو نکالا اور آپ نے اسے دیکھا بھی نہیں کہ کون نکال رہا ہے تو آپ کو غیبی آواز آئی كَيْفَ رَاَيْتَ ثَمَرَةَ التَّوَكُّلِ ۔ اے ابو حمزہ تم نے توکل کا کیسا

پھل دیکھا۔

اور ابن جوزی فرماتے ہیں ابو حمزہ نے اس میں غلطی کی اِنَّ التَّوَكُّلَ لَا يُنَافِي الْاِسْتِغَاثَةَ فِي تِلْكَ الْحَالِ اس لیے کہ توکل بیں ایسی حالت کے اندر استغاثہ منافی نہیں۔

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں لَوْ اَنَّ اِنْسَانًا جَاعَ فَلَمْ يَسْأَلْ حَتّٰى مَاتَ دَخَلَ النَّارَ جب آدمی بھوکا ہو اور کسی سے سوال نہ کرے اور مر جائے وہ جہنمی ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے ابو حمزہ کی جہالت پر لطف و کرم فرمایا کہ اسے کنوئیں سے نکلوا دیا۔

آگے فرماتے ہیں لَا يَلِيْقُ الْاِسْتِغَاثَةُ بِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَى النَّحْوِ الَّذِيْ يَفْعَلُهُ النَّاسُ الْيَوْمَ مَعَ اَهْلِ الْقُبُوْرِ الَّذِيْنَ يَتَخَيَّلُوْنَ فِيْهِمْ مَا يَتَخَيَّلُوْنَ فَاهًا ثُمَّ اٰهًا مِمَّا يَفْعَلُوْنَ

خدا کے سوا کسی غیر خدا سے استغاثہ نہیں چاہیئے جیسا کہ لوگ آج اصحاب قبور کے ساتھ کیا کیا خیال کرتے ہیں افسوس افسوس ان کے ان افعال پر کہ مقابر کو سجدہ کریں اور اس سجدہ کو سجدہ تعظیمی اور کیا کیا صورتیں جائز بتائیں یا صاحب قبر سے استعانت اس نسبت سے کرتے ہیں کہ معین و ممد حقیقی یہی صاحب قبر ہے خدا چاہے یا نہ چاہے معاذ اللہ یہی سب کچھ دے سکتے ہیں جیسے کسی جاہل نے کہا (روح المعانی)

اگر باب اجابت بند ہو جائے تو کیا غم ہے ! کھلا رہتا ہے دروازہ معین الدین چشتی کا !

ایسے اعتقادات فاسدہ کاسدہ کو علامہ آلوسی نے خطرناک اور رذیلہ خبیثہ فرمایا۔

اور اگر مظہر عون الٰہی جان کر ارباب قبور سے استعانت کرے تو مضائقہ نہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ اِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِيْنُوْا بِاَصْحَابِ الْقُبُوْرِ جب تم اپنے کاموں میں متحیر و متفکر ہو جاؤ تو اصحاب قبور کی روحانیت سے مدد لو اور یہ عقیدہ رکھو کہ یہ اللہ کے مقرب ہیں ان کے تقرب کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمارا کام درست فرمائے گا۔

"وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور خوف کرتے ہیں حساب کی برائی سے" تو وہ محاسبہ سے قبل اپنے نفس سے محاسبہ کرتے ہیں (روح المعانی)

ایک قول یہ ہے کہ اَلْخَشْيَةُ اَشَدُّ الْخَوْفِ خشیۃ سخت ترین خوف کو کہتے ہیں۔

"وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ اور وہ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضا چاہنے کو اور نماز قائم رکھی اور خرچ کیا ہمارے دیے ہوئے سے چھپے اور ظاہر اور برائی کے بدلے بھلائی کی ان کے لیے پچھلے گھر کا نفع ہے"۔

یعنی وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا تکالیف اطاعت پر اور مصائب پر اور معصیت شعاری سے باز رہے

اور اللہ کے دیئے ہوئے سے خرچ کیا پوشیدہ اس لیے کہ صدقات و خیرات اور نوافل پوشیدہ کرنا افضل ہے اور فرائض خواہ وہ زکوٰۃ ہو یا پنجگانہ عبادت اس کا ظاہری طور پر کرنا افضل ہے۔

اور یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ یعنی یَدْفَعُوْنَ الشَّرَّ بِالْخَيْرِ وَيُجَازُوْنَ الْاِحْسَانَ بِالْاِحْسَانِ یعنی دفع کریں شر کو بھلائی سے اور ہر اساءت و برائی کو احسان سے مثلاً بدزبانی کا جواب شیریں زبانی سے اور جو ان کے کسی حق کو لے کر انہیں محروم کر دے اس پر عطا کریں جب ان پر ظلم ہو معاف کریں جب کوئی ان سے پیوند قطع کرے یہ اسے ملائیں اور جب گناہ کریں بارگاہ حق میں توبہ کریں جب ناجائز کام دیکھیں اسے جائز صورت میں بدلنے کی سعی کریں جہل دیکھیں تو اسے علم سے تبدیل کریں ایذا دیکھیں تو اس پر صبر کریں ان کے لیے پچھلا گھر یعنی جنت نفع کا مقام ہے۔

"جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا بسنے والے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو لائق ہوں ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر آئیں اور کہیں سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو بہتر ہے پچھلا گھر"۔

جنت عدن ہمیشگی والا گھر جس میں ایسے نیک داخل ہوں گے اور مَنْ صَلَحَ جو نیک ہوئے اس کے باپ دادا بیوی اور اولاد سے (روح المعانی)

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ جبیر بن مطعم سے راوی ہیں جب آدمی جنت میں جائے گا تو کہے گا اَيْنَ اُمِّيْ اَيْنَ وَلَدِيْ اَيْنَ زَوْجَتِيْ۔ میری ماں۔ میرا بیٹا میری بیوی کہاں ہے؟ تو اسے کہہ دیا جائے گا لَمْ يَعْمَلُوْا مِثْلَ عَمَلِكَ انہوں نے تیرے جیسے عمل نہیں کیے تو وہ کہے میں نے تو عمل اپنے لیے اور ان کے لیے کیے ہیں۔ پھر یہ آیت کریمہ پڑھ کر تفسیر کی مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰمَنَ۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیۂ کریمہ میں واضح فرمادیا کہ اِنَّ الْاَنْسَابَ لَا تَنْفَعُ اِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهَا اَعْمَالٌ صَالِحَةٌ بَلِ الْاٰبَاءُ وَالْاَزْوَاجُ وَالذُّرِّيَّةُ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ۔ انساب وہاں نفع نہ دیں گے جب کہ اس کے ساتھ اعمال صالحہ نہ ہوں بلکہ باپ دادا بیوی اولاد بھی جنت میں نہ جائیں گے مگر اعمال صالحہ کے ساتھ (روح المعانی)

علامہ واحدی نے اس کارد کیا انہوں نے فرمایا اَلصَّحِيْحُ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ مِنْ ثَوَابِ الْمُطِيْعِ سُرُوْرَهٗ بِحُضُوْرِ اَهْلِهٖ مَعَهٗ فِي الْجَنَّةِ۔

اللہ تعالےٰ مطیع کے عمل کے ثواب والدین، اولاد۔ بیوی کو بھی ثواب عطا فرمائے گا تاکہ جنت میں جانے والے کے سرور میں کمی نہ ہو۔

اور ملائکہ ابواب جنت سے داخل ہو کر کہیں سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ۔

ابن ابی حاتم انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت فرما کر سنایا کہ مومن ایک موتی کے خیمہ میں ہوگا اس میں کوئی جوڑ نہ ہوگا اس کا طول ہوا میں ساٹھ میل ہوگا اس میں چار ہزار سونے کے دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر ستر ہزار ملائکہ ہوں ہر فرشتے کے پاس اللہ تعالے کی طرف سے ہدیہ باذن الٰہی ہو

اور وہ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ سنا رہا ہو۔

ایک حدیث ابن جریر محمد بن ابراہیم سے لائے فرماتے ہیں کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ قُبُوْرَ الشُّھَدَاءِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ حَوْلٍ فَیَقُوْلُ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ وَکَذَا کَانَ یَفْعَلُ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم قبور شہداء پر ہر سال کے شروع پر تشریف لا کر فرماتے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ۔ اور ایسا ہی حضرات صدیق اکبر و فاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے بھی کیا۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا سب سے پہلے جو جنت میں اللہ کی مخلوق سے داخل ہوگا وہ فقراء مہاجرین ہوں گے الی آخر الحدیث (روح المعانی)

اب حسب اسلوب بیان قرآن معجز بیان جہنمیوں کا تذکرہ شروع ہے اس لیے کہ جنتیوں کے حال سے مطلع فرما دیا گیا۔

"وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ اور وہ جو توڑتے ہیں اللہ کا عہد پختہ کرنے کے بعد اور کاٹیں اسے جس کے جوڑنے کا حکم اللہ نے فرمایا اور زمین میں فساد پھیلائیں یہ وہ ہیں جن کے لیے لعنت اور ان کا برا گھر ہے"۔

یعنی جنہوں نے اللہ کے حضور عہد کر کے توڑ دیا اور فساد پھیلاتے رہے ان کا برا گھر جہنم ہے

"اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ اللہ کشادہ فرماتا ہے رزق جس کے لیے چاہے اور تنگ کرتا ہے"۔

اور کافر خوش ہے دنیا کی زندگی پر اور نہیں دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں مگر کچھ برت لینا۔

ترمذی شریف میں ہے عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ نَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَنْبِہٖ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَکَ فَقَالَ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا

مَا اَنَا فِی الدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَہَا۔

حضور آرام گزیں ہوئے ایک چٹائی پر تو جب اس سے اٹھے تو پہلوئے مبارک پر اس کے نشان تھے تو ہم نے عرض کیا حضور ہم لوگ کوئی گدا کیوں نہ بنالیں تو حضور نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا لینا ہے یہی ناکہ جیسے گھوڑے سوار درخت کا سایہ لے کر ستائے پھر روانہ ہو جائے اور اس سایہ کو چھوڑ دے۔ یہی عرف محاورہ عربی میں متاع کلہے یعنی چند ساعت کا برتنا۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۂ رعد پ ۱۳

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَہْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ ۝

اور کہتے ہیں وہ جو کافر ہیں کیوں نہ اتری ان پر کوئی نشانی ان کے رب کے پاس سے فرما دیجئے بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے اسے جو اس کی طرف رجوع لائے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُہُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ ؕ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

وہ جو ایمان لائے اور مطمئن ہوئے ان کے دل ذکر اللہ سے خبردار رہو اللہ کی یاد سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَہُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝

وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیئے انہیں خوشی ہے اور نیک انجام۔

کَذٰلِکَ اَرْسَلْنٰکَ فِیْٓ اُمَّۃٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَیْہِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَہُمْ یَکْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ ہُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ مَتَابِ ۝

ایسے ہی بھیجا ہم نے تمہیں اس امت میں جس سے پہلے گذر چکیں امتیں تاکہ تم انہیں پڑھ کر سناؤ جو ہم نے وحی کی تمہاری طرف اور وہ کفر کر رہے ہیں رحمٰن سے فرما دیجئے وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِہِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِہِ الْاَرْضُ اَوْ کُلِّمَ بِہِ الْمَوْتٰی ؕ بَلْ لِّلّٰہِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ؕ اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ

اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا جس سے پہاڑ ٹل جاتے یا کٹ جاتی زمین یا مردے باتیں کرتے (یہ پھر بھی نہ مانتے) بلکہ اللہ کے ہاتھ سب کام ہے تو کیا نہ مایوس

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى
النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ
قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

ہوئے مومن اس سے کہ اللہ چاہتا تو سب آدمیوں
کو ہدایت دے دیتا سب کو اور ہمیشہ رہیں گے وہ
جو کافر ہیں پہنچتا ہے انہیں صدمہ جو وہ کرتے ہیں ہمک
سے یا اترے ان کے گھروں کے نزدیک حتی کہ آئے
وعدہ اللہ کا بے شک اللہ نہیں خلاف کرتا اپنا وعدہ

حلّ لغات چوتھا رکوع سورۂ رعد پ ۱۳

وَيَقُوْلُ۔ اور کہتے ہیں	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہوئے	لَوْلَآ۔ کیوں نہیں
اُنْزِلَ۔ اتاری گئی	عَلَيْهِ۔ اس پر	اٰيَةٌ۔ کوئی نشانی	مِّنْ رَّبِّهٖ۔ اسکے رب سے
قُلْ۔ کہہ	اِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	يُضِلُّ۔ گمراہ کرتا ہے
مَنْ۔ جسے	يَّشَآءُ۔ چاہے	وَيَهْدِيْٓ۔ اور ہدایت دیتا ہے	اِلَيْهِ۔ اپنی طرف
مَنْ۔ اس کو جو	اَنَابَ۔ رجوع کرے	اَلَّذِيْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے
وَتَطْمَئِنُّ۔ اور تسلّی پاتے ہیں		قُلُوْبُهُمْ۔ ان کے دل	بِذِكْرِ۔ یاد
اللّٰهِ۔ الٰہی سے	اَلَا۔ خبردار	بِذِكْرِ۔ یاد	اللّٰهِ۔ الٰہی سے
تَطْمَئِنُّ۔ تسلّی پاتے ہیں		الْقُلُوْبُ۔ دل	اَلَّذِيْنَ۔ وہ جو
اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَعَمِلُوا۔ اور عمل کیے	الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے	طُوْبٰى۔ خوشی ہے
لَهُمْ۔ ان کے لیے	وَحُسْنُ۔ اور اچھا ہے	مَاٰبٍ۔ انجام	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح
اَرْسَلْنٰكَ۔ بھیجا ہم نے تجھے		فِيْٓ اُمَّةٍ۔ اس امت میں کہ	قَدْ۔ بے شک
خَلَتْ۔ گذر چکیں	مِنْ قَبْلِهَآ۔ اس سے پہلے	اُمَمٌ۔ امتیں	لِّتَتْلُوَا۔ تاکہ تو پڑھے
عَلَيْهِمُ۔ ان پر	الَّذِيْٓ۔ وہ جو	اَوْحَيْنَآ۔ وحی کی ہم نے	اِلَيْكَ۔ تیری طرف
وَهُمْ۔ اور وہ	يَكْفُرُوْنَ۔ کفر کرتے ہیں	بِالرَّحْمٰنِ۔ رحمان کا	قُلْ۔ کہہ
هُوَ۔ وہ	رَبِّيْ۔ میرا رب ہے	لَآ اِلٰهَ۔ نہیں کوئی معبود	اِلَّا هُوَ۔ مگر وہی
عَلَيْهِ۔ اسی پر	تَوَكَّلْتُ۔ میں نے بھروسہ کیا	وَاِلَيْهِ۔ اور اسی طرف ہے	مَتَابِ۔ میرا پھرنا
وَلَوْ۔ اور اگر	اَنَّ۔ بے شک	قُرْاٰنًا۔ قرآن	سُيِّرَتْ۔ چلائے جائیں

بِہٖ۔ اس کے ساتھ	اَلْجِبَالُ۔ پہاڑ	اَوْ۔ یا	قُطِّعَتْ۔ کاٹی جائے
بِہٖ۔ اس کے ساتھ	اَلْاَرْضُ۔ زمین	اَوْ۔ یا	کُلِّمَ۔ کلام کریں
بِہٖ۔ اس کے ساتھ	اَلْمَوْتٰی۔ مردے	بَلْ۔ بلکہ	لِلّٰہِ۔ اللہ کے لیے ہے
اَلْاَمْرُ۔ حکم	جَمِیْعًا۔ سب	اَفَلَمْ۔ کیا نہیں	یَایْئَسِ۔ مایوس ہوئے
اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	اَنْ۔ یہ کہ	لَوْ۔ اگر
یَشَآءُ۔ چاہے	اللّٰہُ۔ اللہ	لَھَدَی۔ تو ہدایت دے	النَّاسَ لوگوں کو
جَمِیْعًا۔ سب کو	وَلَا یَزَالُ۔ اور ہمیشہ رہیں گے	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے
تُصِیْبُھُمْ پہنچے گی انکو	بِمَا۔ بدلے	صَنَعُوْا۔ انکی کمائی کے	قَارِعَۃٌ۔ مصیبت
اَوْ۔ یا	تَحُلُّ۔ اترے	قَرِیْبًا۔ قریب	مِنْ دَارِھِمْ۔ انکے گھروں کے
حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	یَاْتِیَ۔ آئے	اَمْرُ اللّٰہِ۔ اللہ کا فیصلہ	اِنَّ۔ بیشک
اللّٰہَ۔ اللہ	لَا یُخْلِفُ۔ نہیں خلاف کرتا	اَلْمِیْعَادَ۔ وعدہ	

مختصر تفسیر اُردو چوتھا رکوع سورہ رعد پ ۱۳

"وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ اور کہنے لگے وہ جو کافر ہیں کیوں نہ اتری ان پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے فرما دیجئے اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اپنی راہ کی اسے جو اس کی طرف رجوع کرے۔ وہ جو ایمان لائے اور مطمئن ہوئے ان کے دل اللہ کی یاد سے۔ خبردار رہو اللہ کی یاد سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں"۔

کافروں کی یہ ڈھٹائی تھی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آیات و معجزات بکثرت دیکھنے کے باوجود بھی کہتے رہتے کہ ان کے پاس اللہ تعالٰے کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری۔ بال آں کہ حضور کے معجزات اتنے ان کے مشاہدہ میں آچکے تھے کہ ان کی گنتی مشکل ہے درختوں نے جڑیں چھوڑ کر تعمیل حکم میں حضور کے آگے شہادت دی۔ ٹوٹی ہڈیاں جڑیں نکلی ہوئی آنکھیں درست ہوئیں۔ سنگریزوں نے کلمہ پڑھا چاند کے دو ٹکڑے ہوئے۔ ڈوبا سورج واپس آیا۔ مٹھی بھر کنکریوں سے فوج اندھی ہوئی۔

چاند شق ہو۔ پیڑ بولیں۔ جانور سجدہ کریں۔ بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے۔

آلوسی فرماتے ہیں اِنَّ الْاٰیَاتِ اٰبَاھِرَۃَ الْمُتَکَاثِرَۃَ الَّتِیْ اُوْتِیَھَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یُؤْتِھَا

نَبِیٌّ قَبْلَہٗ وَکَفٰی بِالْقُرْاٰنِ وَحْدَہٗ اٰیَۃً فَاِذَا جَحَدُوْھَا وَلَمْ یَعْتَدُّوْا بِھَا کَانَ ذٰلِکَ مَوْضِعًا لِلتَّعَجُّبِ وَالْاِنْکَارِ۔

حضور کو بے گنتی نشانیاں من جانب اللہ عطا ہوئیں جو کسی نبی کو آپ سے پہلے نہیں دی گئیں۔ اور قطع نظر دیگر معجزات ونشانات کے سب میں بڑا معجزہ اور نشانیاں اتنا زبردست ہے کہ سب معجزات ایک طرف اور صرف قرآن کریم ایک طرف جس نے بڑے بڑے بلغاء خطبا ادباء ناظم ناثر اور شعراء کو کھلا چیلنج کر دیا اور آج تک بدستور وہ چلا آ رہا ہے کہ فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ اور اس معارضہ کے مطالبہ پر اعلان عام کہ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا۔

لیکن اس وقت کے تمام بلغاء وفصحاء دبے لبے رہے اور آج چودہ سو برس کے قریب زمانہ گذر گیا اور اب تک کسی کو جرأت مقابلہ نہ ہوسکی۔ اس برہان کا سردار عبداللہ بن امیہ اور فصحاء مکہ کا یہ کہنا کہ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ غایت درجہ کا مکابرہ اور انتہا درجہ کا عناد ہی ہے۔

اس پر اللہ تبارک وتعالے عزاسمہ کا یہ جواب بالکل صحیح ہے کہ اے محبوب فرمادیجئے اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور وہ ہدایت پر نہیں آسکتا اور اسے مادرزاد اندھے کی طرح ہی کہنے کی سوجھتی ہے کہ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ۔

اور جو ہدایت یافتہ ہے وہ وہی ہے جس نے اللہ تعالے کی طرف رجوع فرمایا اور ایمان لاکر اللہ کے ذکر کے ساتھ اپنے دل کو مطمئن کرلیا اور ذکر الٰہی سے جو دلوں کو چین اور اطمینان حاصل ہوتا ہے وہ کسی اور چیز سے نہیں ہوسکتا۔

اور ذکر الٰہی اس کی رحمت وفضل کو یاد کرکے ہی ہوتا ہے۔

اس کے احسان وکرم کو پیش نظر رکھ کر بھی ہوتا ہے۔

حضور سید یوم النشور کی تشریف آوری اور ذکر جبط وحی بھی ذکر اللہ ہے اس سے طمانیت حاصل ہوتی ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا کو پڑھنے سے طمانیت قلب ہوتی ہے۔

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ بھی ذکر الٰہی ہے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ بھی ذکر الٰہی ہے۔ اس پر غور کرنے اور سمجھنے سے بھی طمانیت حاصل ہوتی ہے۔

اگرچہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس کے عدل اور عقاب کو دیکھ کر دل خائف ہوجاتے ہیں بآنکہ

وہ بھی ذکرِ الٰہی ہے لیکن یہاں آیۂ کریمہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ پڑھیں وہاں اس کی جباری قہاری کی شان پیشِ نظر رکھ کر دلوں میں خوف پیدا کر کے آگے وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا پڑھ کر بھی وہی اطمینان قلب حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کی شانِ رحمت پیشِ نظر رکھ کر وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا اور قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ جب پڑھیں گے تو اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ہی غالب رہے گا اس لیے کہ یہ مواعید تمام کے تمام یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ کے ساتھ ہیں۔ اور یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ کے بعد ذکرِ الٰہی خواہ مواعید عذاب کے ساتھ ہو یا بشاراتِ ثواب کے ماتحت سب سے اطمینانِ قلب ہی حاصل ہوتا ہے۔

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرمایا کہ مسلمان جب اللہ کا نام لے کر قسم کھاتا ہے تو سننے والا اس کی قسم پر اعتبار ہی یوں کرتا ہے کہ اسے طمانیت قلب حاصل ہو جاتی ہے۔

تفسیر خازن سے آلوسی نقل فرماتے ہیں اِنَّ ھٰذَا فِی الْحَلْفِ بِاللّٰہِ وَذَالِکَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حُلِفَ بِاللّٰہِ تَعَالٰی سَکَنَ قَلْبُہٗ۔

شانِ نزول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِہٖ حِیْنَ نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ ھَلْ تَدْرُوْنَ مَا مَعْنٰی ذَالِکَ قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَاَحَبَّ اَصْحَابِیْ۔

جب آیہ کریمہ نازل ہوئی تو حضور نے صحابہ سے فرمایا تمہیں معلوم ہے اس آیہ کریمہ کے کیا معنی ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے فرمایا جو اللہ اس کے رسول اور میرے صحابہ سے محبت رکھے وہ مطمئن القلوب ہے۔

دوسری حدیث میں حضرت مولا شیر خدا کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور نے فرمایا وَذَاکَ مَنْ اَحَبَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَاَحَبَّ اَھْلَ بَیْتِیْ صَادِقًا غَیْرَ کَاذِبٍ وَاَحَبَّ الْمُؤْمِنِیْنَ شَاھِدًا اَوْ غَائِبًا۔

یہ اس کی صفت ہے جس کا دل مطمئن ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول اور میرے اہل بیت کو سچے دل سے محبوب رکھے جھوٹی دکھاوے کی محبت نہ ہو اور مسلمان مومنین کو حاضر و غائب محبوب رکھے۔

وَذَكَرَ الْإِمَامُ فِي بَيَانِ اطْمِينَانِ الْقَلْبِ بِذِكْرِهِ تَعَالَى وُجُوهًا۔

فَقَالَ إِنَّ الْمَوْجُودَاتِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ

مُؤَثِّرٌ لَا يَتَأَثَّرُ۔ وَمُتَأَثِّرٌ لَا يُؤَثِّرُ۔ وَمَوْجُودٌ يُؤَثِّرُ وَيَتَأَثَّرُ۔

فَالْأَوَّلُ هُوَ اللهُ تَعَالَى۔ وَالثَّانِي هُوَ الْجِسْمُ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَهُ خَاصِيَّةٌ إِلَّا الْقَبُولُ لِلْآثَارِ الْمُتَنَافِيَةِ وَالصِّفَاتِ الْمُخْتَلِفَةِ۔ وَالثَّالِثُ الْمَوْجُودَاتُ الرُّوحَانِيَّةُ فَإِنَّهَا إِذَا تَوَجَّهَتْ إِلَى الْحَضْرَةِ الْإِلٰهِيَّةِ صَارَتْ قَابِلَةً لِلْآثَارِ الْفَائِضَةِ عَلَيْهَا مِنْهَا۔ وَإِذَا تَوَجَّهَتْ إِلَى عَالَمِ الْأَجْسَامِ اشْتَاقَتْ إِلَى التَّصَرُّفِ فِيهَا لِأَنَّ عَالَمَ الْأَرْوَاحِ مُدَبِّرٌ لِعَالَمِ الْأَجْسَامِ۔

موجودات تین اقسام پر ہے۔

مُؤَثِّرٌ لَا يَتَأَثَّرُ۔ وہ صرف واجب الوجود باری تعالیٰ عزّ اسمہ کی ذات ہے۔

مُتَأَثِّرٌ لَا يُؤَثِّرُ۔ وہ جسم ہے کہ اس میں اثرات متنافیہ کے قبول کرنے کے سوا اس میں کوئی خاصیت نہیں ہے۔ اسی وجہ میں اس کی صفات بھی مختلف ہوتی ہے۔

يُؤَثِّرُ يَتَأَثَّرُ۔ وہ موجودات رُحانیہ ہیں وہ جب الوہیّت کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اثرات فائضہ قبول کرتی ہے۔

اور جب وہ اعلام اجسام کی طرف آتی ہے تو اس پر تصرف کرتی ہے اس لیے کہ ارواح مدبّرہ اجسام ہیں۔

تو قلب انسان جب اجسام کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اور قلق و اضطراب بڑھ جاتا ہے اور اس کا میلان اجسام پر مستولی ہونے کی طرف ہوتا ہے اور اس میں تصرف کرنا چاہتا ہے۔

اور جب وہ متوجہ ہوتا ہے مطالعۂ تجلیاتِ الٰہیّہ کی طرف تو اس میں انوار صمدیّت پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ ساکن اور مطمئن ہو جاتا ہے۔

" اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے ان کے لیے طوبیٰ ہے اور نیک انجام"۔

نیک عمل ایمان کے ساتھ مستوجب طوبیٰ ہے۔ اس کی تصریح میں ۱۴ قول ہیں۔

(۱) قِيْلَ مَصْدَرٌ مِنْ طَابَ كَبُشْرٰى وَزُلْفٰى وَالْوَاوُ مُنْقَلِبَةٌ مِّنَ الْيَاءِ۔ یہ مصدر ہے طاب سے جیسے بُشریٰ اور زُلفیٰ یہاں واو یا سے بدلا ہے۔ یہ دعا کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

(۲) ابوالحسن طُوبیٰ۔ طیبۃ کی جمع ہے جیسے کیسہ کی جگہ کُوسیٰ بھی کہتے ہیں۔

(۳) ابن جریر وغیرہ ابن عباس سے راوی ہے کہ اس کے معنی فرح اور آنکھ کی ٹھنڈک کے ہیں۔

(۴) ضحاک اس کے معنی غبطہ کے لیتے ہیں۔

(۵) قتادہ حُسنیٰ لَہُم اس کا ترجمہ فرماتے ہیں یعنی نیک انجام یا جنت۔

(۶) ایک قول ہے اَصَابُوْا خَیْراً بھلائی کو پہنچنے کے معنی مراد ہیں۔

(۷) نخعی کے نزدیک خیر کثیر لہم۔ بہت سی بھلائیاں ان کے لیے۔

(۸) اور ایک قول انہیں سے ہے کرامۃ لہم۔ عزت ان کے لیے۔

(۹) سمیط بن عجلان کے نزدیک دَوَامُ الْخَیْرِ لَہُمْ۔ ہمیشہ بھلائیاں ان کے لیے۔

(۱۰) اور بقول اس کے معنی ہیں عیش طیب ان کے لیے۔

(۱۱) ابن عباس اور ابن جریر سے ہے اِنَّ طُوْبیٰ اِسْمُ الْجَنَّۃِ بِالْحَبَشِیَّۃِ وَقِیْلَ بِالْھِنْدِیَّۃِ۔ طوبیٰ جنت کا نام ہے لغت حبشی اور ہندی میں

(۱۲) قرطبی کہتے ہیں اَلصَّحِیْحُ اِنَّھَا عَلَمٌ لِشَجَرٍ فِی الْجَنَّۃِ۔ صحیح یہ ہے کہ یہ جنت کے ایک درخت کا نام ہے۔

(۱۳) احمد۔ ابن جریر۔ ابن ابی حاتم۔ ابن حبان۔ طبرانی۔ بیہقی سے راوی ہے کہ طوبیٰ بعث ونشر کے لیے عام ہے۔

(۱۴) سہیل وغیرہ اور عتبہ بن عبد کہتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ حضور کیا جنت میں پھل بھی ہوں گے۔؟

حضور نے فرمایا ہاں جنت میں ایک درخت ہے جسے طوبیٰ کہتے ہیں وہ وسط جنت میں ہے۔

بدوی نے عرض کی حضور ہماری زمین میں اس جیسا کوئی درخت ہے؟

فرمایا کوئی درخت زمین میں اس کے مشابہ نہیں لیکن کیا تو شام کی طرف گیا ہے؟

عرض کیا نہیں۔

فرمایا وہاں ایک درخت ہے جو جوزہ کے نام سے مشہور ہے وہ ایک تنہ سے اگتا ہے اور اوپر جا کر پھیلتا ہے۔

عرض کیا حضور وہ کتنا عریض وطویل ہے؟

فرمایا اس کی ایک ڈالی کے اونٹ کا سوار گذرے تو وہ مرجائے لیکن ڈالی ختم نہ ہو۔
عرض کی حضور جنت میں انگور ہیں فرمایا ہاں۔

وَحُسْنَ مَاٰبٍ تو خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ طوبیٰ لہم فرما کر اللہ تعالےٰ نے بشارت دی کہ انہیں راحت دوامی ہے۔ نعمت حشر و نشر سے متمتع ہوں گے خوشحالی کا انہیں مژدہ ہے ان کی شان رحمت دیکھ کر دوسرے غبطہ کریں گے یعنی رشک اور حسد نہیں اس لیے کہ یہ جنت میں معدوم ہے البتہ غبطہ جس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کی نعمت جیسی نعمت کی آرزو دل میں پیدا ہوگی حسد اور رشک میں یہی فرق ہے کہ حسد یہ ہے کہ اس کی نعمت زائل ہو جائے اور اسے مل جائے یہ مذموم بات ہے۔

اور زبان حبشی کے لحاظ سے انہیں جنت ہے طوبیٰ جنت کا وہ درخت ہے جس کا سایہ ہر جنت میں جائے اور یہ درخت جنت عدن میں ہوگا طوبیٰ وہ درخت ہے جس کی جڑ شہنشاہ دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایوان عالی میں ہو اور اس کی شاخیں ہر قصر میں جنت کے ہوں گی اس درخت میں سوا کالے رنگ کے تمام خوشگوار رنگ ہوں اس ایک درخت میں انواع و اقسام کے پھل ہوں گے اس کی جڑ سے کافور اور سلسبیل کی نہریں رواں ہیں۔

"كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ ایسے ہی ہم نے آپ کو ایسی امت میں مبعوث فرمایا جس سے پہلے گذر چکیں بہت سی امتیں کہ آپ انہیں پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور وہ کفر کرتے ہیں رحمٰن کے ساتھ"

یعنی اے محبوب ہم نے آپ کی امت سب سے پچھلی امت بنائی اور آپ خاتم النبیین سید المرسلین ہیں آپ کی رسالت کا شکوہ آپ کی نبوت کی شان سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی! سب سے اعلیٰ و بالا ہمارا نبی!
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی! چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی!

اور یہ اس لیے کہ تاج خاتمیت سے آپ کو نوازا گیا تاکہ آپ ہی انہیں احکام سنائیں اور بتادیں کہ اب آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں آپ ہی خاتم انبیا آخر انبیاء افضل انبیاء اور اشرف انبیاء ہیں۔
اس آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے جیسے قتادہ اور مقاتل فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ مُشْرِكِيْ مَكَّةَ لَمَّا رَاَوْا كِتَابَ الصُّلْحِ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَقَدْ كَتَبَ فِيْهِ عَلِيٌّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَقَالَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَمَا نَعْرِفُ الرَّحْمٰنَ اِلَّا مُسَيْلَمَةَ وَقِيْلَ سَمِعَ اَبُوْجَهْلٍ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ

فَقَالَ اِنَّ مُحَمَّدًا یَنْهَانَا عَنْ عِبَادَةِ الْاٰلِهَۃِ وَھُوَ یَدْعُوْا اِلٰھَیْنِ فَنَزَلَتْ ۔

یہ آیت صلح حدیبیہ میں نازل ہوئی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ سہیل بن عمرو جب صلح کے لیے آیا اور صلحنامہ لکھنا طے پایا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ لکھو آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا کفار نے اس میں جھگڑا کیا اور بولے ہمارے دستور کے مطابق لکھوائیں ہم رحمن کو نہیں جانتے وہ مسیلمہ تھا اور باسمک اللّٰھم لکھواؤ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی جس میں فرمایا وہ کفار تو رحمٰن کے منکر ہیں لیکن آپ جو ہم وحی کریں اسے سناتے رہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور نے یا اللہ یا رحمٰن فرمایا تو ابوجہل کہنے لگا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں تو متعدد خداؤں کی پوجا سے منع کرتے ہیں اور خود دو خدا پوج رہے ہیں یعنے ایک اللہ اور دوسرا رحمٰن تو اس کا جواب فرمایا۔

"قُلْ ھُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فرما دیجئے وہی میرا رب ہے کوئی معبود نہیں اس کے سوا مگر وہی ایک ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے"

یعنی وہ رحمٰن جس کے تم منکر ہو وہی میرا رب ہے وہی میرا خالق اور میرے تمام امور کا مختار اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں میرا ہر معاملہ اس کے سپرد ہے اور میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع ہوں۔

"وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِہِ الْجِبَالُ اور اگر ایسا قرآن ہوتا جس کے سبب پہاڑ ٹل جاتے یا زمین پھٹ جاتی یا مردے باتیں کرنے لگتے (تو پھر بھی یہ کافر نہ مانتے) بلکہ ہر کام اللہ کے ہی اختیار میں ہے"۔

اس آیۂ کریمہ کا شان نزول ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر وغیرہ شعبی سے راوی ہیں۔

قَالَ قَالَتْ قُرَیْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ کُنْتَ نَبِیًّا کَمَا تَزْعُمُ فَبَاعِدْ جَبَلَ مَکَّۃَ اَخْشَبَا ھٰذَیْنِ مَسِیْرَۃَ اَرْبَعَۃِ اَیَّامٍ اَوْ خَمْسَۃٍ فَاِنَّھَا ضَیِّقَۃٌ حَتّٰی نَزْرَعَ فِیْھَا وَنَرْعٰی وَابْعَثْ لَنَا اٰبَاءَنَا مِنَ الْمَوْتٰی حَتّٰی یُکَلِّمُوْنَا وَیُخْبِرُوْنَا اَنَّکَ نَبِیٌّ اَوْ اَحْمِلْنَا اِلَی الشَّامِ اَوْ اِلَی الْیَمَنِ اَوْ اِلَی الْحِیْرَۃِ حَتّٰی نَذْھَبَ وَنَجِیْئَ فِیْ لَیْلَۃٍ کَمَا زَعَمْتَ اَنَّکَ تَعَلْتَہٗ فَنَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ۔

کفار قریش نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ اپنی نبوت ہم سے تسلیم کرانا چاہتے ہیں تو آپ قرآن کریم پڑھ کر مکہ کے پہاڑوں کو ہٹا دیجئے تاکہ ہمیں کھیتیاں کرنے کے لیے وسیع میدان مل جائیں اور زمین پھاڑ کر چشمہ جاری کر دیجئے تاکہ ہم کھیتوں اور باغوں کو ان سے سیراب کرلیں اور قصی بن کلاب سے لے کر ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر دیجئے تاکہ وہ ہم سے کہیں کہ آپ نبی ہیں اور شام و یمن وغیرہ

تنگ میدان کر دیجئے تاکہ ہم آئیں جائیں۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں بتایا کہ یہ حیلے بہانے کرنے والے کسی حال میں بھی ایمان لانے والے نہیں اللہ رب العزت انہیں جانتا ہے اور ہر کام اسی کے ماتحت ہے

"اَفَلَمْ یَاْیْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِیْعًا۔ تو کیا مایوس نہ ہوئے وہ جو ایمان لائے کہ اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا"۔

یاییئس کے معنی میں علامہ آلوسی نے چند معنی بیان فرمائے ہیں۔

اَفَلَمْ یَاْیْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ یَعْنِیْ اَفَلَمْ یَعْلَمُوْا۔ بِلُغَةِ هَوَازِنَ۔ کیا نہیں جانتے مسلمان

دوسرا قول یہ ہے۔ وَالظَّاهِرُ اَنَّ اِسْتِعْمَالَ الْیَاْسِ فِیْ ذٰلِكَ حَقِیْقَةٌ۔ یاس ناامیدی ہے ظاہر معنی ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے وَیَشْهَدُ لِاِرَادَةِ الْعِلْمِ هٰهُنَا قِرَاءَةُ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ وَعِکْرِمَةَ وَابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ وَالْجَحْدَرِیِّ وَاَبِیْ یَزِیْدَ الْمَدَنِیِّ وَجَمَاعَةٍ اَفَلَمْ یَتَبَیَّنْ۔ کیا نہیں ظاہر ہوا۔ یعنی یایئس کے معنی ظہور علم کے ہیں۔

چوتھا قول ہے اَیْ اَغَفِلُوْا عَنْ کَوْنِ الْاَمْرِ جَمِیْعِهٖ لِلّٰهِ تَعَالٰی فَلَمْ یَعْلَمُوْا یعنی وہ غافل ہیں اس سے کہ تمام امور اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں ہیں نہیں جانتے۔

کَاَنَّهٗ قِیْلَ۔ اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَوْ شَاءَ هِدَایَتَهُمْ لَهَدَاهُمْ وَاِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ لَمْ یَشَأْ ذٰلِكَ۔ گویا یہ فرمایا گیا کہ کیا نہیں جانتے کہ اللہ اگر چاہتا تو سب ہدایت پاجاتے مگر اللہ کی مشیت نہیں یہ اس کی تصریح میں فرماتے ہیں۔

وَذٰلِكَ لِمَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ الْکُفَّارَ لَمَّا سَاَلُوْا وَدَّ الْمُؤْمِنُوْنَ اَنْ یُظْهِرَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی لِیَجْتَمِعُوْا عَلَی الْاِیْمَانِ۔

یہ واقعہ یوں ہے کہ جب کفار مکہ نے پہاڑ ہٹنے، مردوں کے بولنے کا مطالبہ کیا تو صحابہ نے دل میں چاہا کہ اللہ تعالےٰ جب قادر ہے اور یقینا قادر ہے تو ایسا اگر ہو جائے تو اچھا ہے تاکہ سب ایک طریقہ پر چل کر رہیں اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

پانچواں قول یہ ہے وَالْیَاْسُ بِمَعْنَی الْقُنُوْطِ کَمَا هُوَ الشَّائِعُ فِیْ مَعْنَاهُ اَیْ اَلَمْ یَعْلَمِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا حَالَهُمْ هٰذِهٖ فَلَمْ یَقْنَطُوْا مِنْ اِیْمَانِهِمْ حَتّٰی وَدُّوْا ظُهُوْرَ مُقْتَرَحَاتِهِمْ۔

یاس بمعنی قنوط ہے گویا یہ معنی ہیں کیا مومن نہیں جانتے ان کے حال کو تو مایوس نہ ہوئے ان کے ایمان

سے اور ان کے مطالبات کے پورا ہونے کی پرواہ نہ کریں جسے ہم ہدایت دینا چاہیں گے وہ ان مطالبات کے پورا ہوئے بغیر بھی ایمان لائے گا۔

اور اگر اسلام لانے کے لیے منکروں کے مطالبات ہی پورے کرنے ضروری ہوں تو ان کے مطالبات کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

" وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اور ہمیشہ رہیں گے کافر کہ ان کے کیے پر انہیں ضرب لگتی رہے گی یا وہ ضرب اور دھمک ان کے گھروں کے نزدیک اترے گی حتیٰ کہ آجائے وعدہ اللہ کا بے شک اللہ کا وعدہ خلاف نہ ہوگا۔

یعنی یہ مشرک اپنے عناد و حسد کی وجہ میں ہمیشہ انواع و اقسام کے حوادث و مصائب کا شکار ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ وعدہ حق آجائے یعنی قیامت قائم ہو۔

اس کے بعد آئندہ رکوع میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تسلی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ایسے لایعنی سوالات آپ سے پہلے بھی یہ سرکش کرتے رہے ہیں اور ہم نے کچھ دن انہیں مہلت دے کر عذاب میں مبتلا کر دیا۔

ایسے ہی ان کا حشر ہوگا کہیں شکست پائیں گے کہیں قتل ہوں گے کہیں قید و بند میں مبتلا کیے جائیں گے اور ان کے باطل معبود ان کی کچھ مدد نہ کر سکیں گے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۂ رعد پ ۱۳

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ٥

اور بے شک ہنسی کی گئی رسولوں سے تم سے پہلے تو میں نے مہلت دی انہیں جو کافر تھے پھر پکڑا انہیں تو کیسا تھا میرا عذاب۔

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ٥

تو کیا وہ جو قائم ہے ہر جان پر کہ اس کے اعمال کیسے ہیں اور کیا انہوں نے اللہ کا شریک فرما دیجئے ان کا نام لو یا بتاتے ہو اسے وہ جو نہیں اس کے علم میں زمین بھر میں یا یوں ہی اوپری باتیں کرتے ہو بلکہ اچھا لگا کافروں کی نظر میں ان کا فریب اور روکے گئے راہ سے اور جسے گمراہ کر دے اللہ تو نہیں اس کا کوئی ہادی۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ج وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ○

ان کے لیے عذاب ہے دنیا کی زندگی میں اور بے شک آخرت کا عذاب سب سے زیادہ سخت ہے اور نہیں ان کا کوئی بچانے والا۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ط اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ط تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا صلے وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ○

مثال اس جنت کی جس کا تقوی والے وعدہ دیے گئے ہیں رواں ہیں اس کے نیچے نہریں اس کے میوے ہمیشہ اور اس کا سایہ یہ ہے انجام ان کا جو پرہیزگار ہیں اور انجام کافروں کا آگ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ط قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ط اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ○

اور وہ جنہیں دی ہم نے کتاب وہ خوش جو تم پر اترا اور ان کی جماعت میں وہ بھی ہیں جو انکار کرتے ہیں بعض کا۔ فرما دیجئے مجھے حکم ہے کہ میں پوجوں اللہ کو اور نہ شرک کروں اس کے ساتھ اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا پھرنا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ط وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ لا مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ○

اور ایسے ہی نازل کیا ہم نے فیصلہ عربی اس کی طرف اور اے سننے والے اگر پیروی کی تو نے ان کی خواہشوں کی بعد اس کے کہ آگیا تیرے پاس علم تو نہیں تیرا اللہ کے مقابل کوئی حمایتی نہ بچانے والا۔

حلِ لغات پانچواں رکوع سورۂ رعد پ ۱۳

وَلَقَدِ۔ اور بے شک
اسْتُهْزِئَ۔ ٹھٹھا کیا گیا
بِرُسُلٍ۔ رسولوں سے
مِّنْ قَبْلِكَ۔ تجھ سے پہلے
فَاَمْلَيْتُ۔ تو مہلت دی میں نے
لِلَّذِيْنَ۔ ان کو جو
كَفَرُوْا۔ کافر تھے
ثُمَّ۔ پھر
اَخَذْتُهُمْ۔ میں نے ان کو پکڑا
فَكَيْفَ۔ سو کیسا
كَانَ۔ ہوا
عِقَابِ۔ میرا عذاب
اَفَمَنْ۔ کیا جو
هُوَ۔ وہ
قَآئِمٌ۔ قائم ہے
عَلٰى۔ اوپر
كُلِّ۔ ہر
نَفْسٍ۔ جان کے
بِمَا۔ جو کچھ
كَسَبَتْ۔ اس نے کمایا
وَجَعَلُوْا۔ اور بنالئے انہوں نے

لِلّٰہِ ۔ اللہ کے لیے　شُرَکَآءَ ۔ شریک　قُلْ ۔ کہہ　سَمُّوْھُمْ ۔ نام لو ان کا
اَمْ ۔ یا　تُنَبِّئُوْنَہٗ ۔ خبر دیتے ہو تم اس کو　بِمَا ۔ جو
لَا یَعْلَمُ ۔ نہیں جانتا　فِی الْاَرْضِ ۔ زمین میں　اَمْ ۔ یا　بِظَاھِرٍ ۔ اوپر کی
مِنَ الْقَوْلِ ۔ بات کہتے ہو　بَلْ ۔ بلکہ　زُیِّنَ ۔ زینت دی گئی　لِلَّذِیْنَ ۔ ان کو جو
کَفَرُوْا ۔ کافر ہوئے　مَکْرُھُمْ ۔ ان کی تدبیر　وَصُدُّوْا ۔ اور روک دے گئے وہ
عَنِ السَّبِیْلِ ۔ راستے سے　وَمَنْ ۔ اور جسے　یُّضْلِلِ ۔ گمراہ کرے
اللّٰہُ ۔ اللہ　فَمَا ۔ تو نہیں ہے　لَہٗ ۔ اسکے لیے　مِنْ ھَادٍ ۔ کوئی ہادی
لَھُمْ ۔ ان کے لیے　عَذَابٌ ۔ عذاب ہے　فِی الْحَیٰوۃِ ۔ زندگی　الدُّنْیَا ۔ دنیا میں
وَلَعَذَابُ ۔ اور عذاب　الْاٰخِرَۃِ ۔ آخرت کا　اَشَقُّ ۔ بہت سخت ہے　وَمَا ۔ اور نہیں
لَھُمْ ۔ ان کے لیے　مِّنَ اللّٰہِ ۔ اللہ سے　مِنْ وَّاقٍ ۔ کوئی بچانے والا　مَثَلُ ۔ مثال
الْجَنَّۃِ ۔ جنت کی　الَّتِیْ ۔ جو　وُعِدَ ۔ وعدہ دئے گئے ہیں　الْمُتَّقُوْنَ ۔ پرہیزگار
تَجْرِیْ ۔ چلتی ہیں　مِنْ تَحْتِھَا ۔ ان کے نیچے　الْاَنْھٰرُ ۔ نہریں　اُکُلُھَا ۔ اسکے پھل
دَآئِمٌ ۔ ہمیشہ ہیں　وَظِلُّھَا ۔ اور اسکے سائے　تِلْکَ ۔ یہ ہے　عُقْبَی ۔ انجام
الَّذِیْنَ ۔ ان کا　اتَّقَوْا ۔ جو پرہیزگار ہیں　وَّعُقْبَی ۔ اور انجام　الْکٰفِرِیْنَ ۔ کافروں کا
النَّارُ ۔ آگ ہے　وَالَّذِیْنَ ۔ اور وہ جو　اٰتَیْنٰھُمُ ۔ دی ہم نے ان کو　الْکِتٰبَ ۔ کتاب
یَفْرَحُوْنَ ۔ خوش ہیں　بِمَا ۔ اس سے جو　اُنْزِلَ ۔ اتاری گئی　اِلَیْکَ ۔ تیری طرف
وَمِنَ الْاَحْزَابِ ۔ اور لشکروں سے　مَنْ ۔ وہ بھی ہے جو　یُّنْکِرُ ۔ انکار کرتا ہے
بَعْضَہٗ ۔ اسکے بعض کا　قُلْ ۔ کہہ　اِنَّمَا ۔ سوائے اسکے نہیں　اُمِرْتُ ۔ میں حکم دیا گیا ہوں
اَنْ ۔ یہ کہ　اَعْبُدَ ۔ عبادت کروں میں　اللّٰہَ ۔ اللہ کی　وَلَآ ۔ اور نہ
اُشْرِکَ ۔ شرک کروں میں　بِہٖ ۔ اس کے ساتھ　اِلَیْہِ ۔ اسی کی طرف　اَدْعُوْا ۔ میں بلاتا ہوں
وَاِلَیْہِ ۔ اور اسی کی طرف　مَاٰبِ ۔ پھرنا ہے　وَکَذٰلِکَ ۔ اور اسی طرح　اَنْزَلْنٰہُ ۔ ہم نے اسے اتارا
حُکْمًا ۔ حکم　عَرَبِیًّا ۔ عربی زبان میں　وَلَئِنِ ۔ اور اگر　اتَّبَعْتَ ۔ تو پیروی کرے
اَھْوَآءَھُمْ ۔ انکی خواہشوں کی　بَعْدَ ۔ بعد　مَا ۔ اسکے جو　جَآءَکَ ۔ آیا تیرے پاس
مِنَ الْعِلْمِ ۔ علم　مَالَکَ ۔ نہیں ہے تیرے لیے　مِنَ اللّٰہِ ۔ اللہ سے　مِنْ وَّلِیٍّ ۔ کوئی حمایتی
وَلَا ۔ اور نہ　وَاقٍ ۔ کوئی بچانے والا۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع۔ رعد۔ پ ۱۳

"وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ اور بے شک ہنسی کی گئی رسولوں سے آپ سے پہلے تو ہم نے کچھ مہلت دی کافروں کو پھر انہیں پکڑا تو کیسا تھا ہمارا عذاب تو کیا وہ جو قائم ہے ہر جان پر اس کے عمل کی نگہداشت پر اور وہ اللہ کے شریک کرتے ہیں۔ فرما دیجئے ان کے نام تو بتلاتے ہو اسے وہ جو اس کے علم میں زمین بھر میں نہیں یا یوں ہی اوپری بات بناتے ہو بلکہ اچھا نظر آیا کافروں کو ان کا فریب اور راہ سے روکے گئے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔"

اس میں اللہ تعالے نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے اور فرمایا ہے یہ عاند حاسد۔ جاہل کفار جو آپ کے احکام پر استہزاء کر رہے ہیں یہ ان کی نئی بات نہیں یہ آپ سے پہلے انبیاء کرام کے ساتھ بھی ایسا ہی کرتے رہے ہیں اس سے آپ رنجیدہ اور غمگین نہ ہوں کیونکہ ہادیوں کے ساتھ ایسے واقعات پیش آیا ہی کرتے ہیں اور ہماری طرف سے ان کے اس استہزاء پر مہلت ملتی رہی۔

فَاَمْلَيْتُ يَعْنِيْ اَيْ تَرَكْتُهُمْ مُلَاوَةً مِّنَ الزَّمَانِ كَمَا يُمْلٰى لِلْبَهِيْمَةِ فِي الْمَرْعٰى۔ ہم انہیں کچھ دن ڈھیل دیتے ہیں جیسے جانور کو اس کی چراگاہ میں رسی ڈھیلی کر دی جاتی ہے۔

آلوسی فرماتے ہیں وَالْمَعْنٰى اِنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ مُخْتَصًّا بِكَ بَلْ هُوَ اَمْرٌ مُّطَّرِدٌ قَدْ فُعِلَ بِرُسُلٍ جَلِيْلَةٍ كَثِيْرَةٍ كَائِنَةٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْهَلْتُ الَّذِيْنَ فَعَلُوْهُ بِهِمْ۔ اس کے معنی ہوئے کہ اے محبوب مشرکین کی یہ استہزاء آپ کے ساتھ ہی مختص نہیں ہیں بلکہ یہ ان کی عادت اور پرانی عادت ہے انہوں نے آپ سے قبل اولوالعزم انبیاء کے ساتھ بھی یا ایسے تمسخر کیے تو جب بھی ہم نے ان جانوروں کی رسی ڈھیلی کی اور کچھ دن انہیں مہلت دی جب یہ باز ہی نہ آئے تو پھر ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ پھر انہیں پکڑا تو ایسا پکڑا کہ دنیا میں ہی قحط، قتل، قید میں مبتلا کیے گئے اور آخرت کا عذاب جہنم علیحدہ ہے۔

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ فرمانے سے مراد تعجب ہے تاکہ سننے والا سمجھ سکے کہ عذاب الٰہی زبردست ہے پھر اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ کے معنی ہیں رَقِيْبٌ مُّهَيْمِنٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ كَائِنَةٍ مَّا كَانَتْ بِمَا كَسَبَتْ فَعَلَتْ مِنْ خَيْرٍ اَوْ شَرٍّ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ۔ یعنی وہ ذات قائم ہے ہر جان پر جو ہو چکی یا ہو گی اس کے ہر فعل خیر و شر پر کہ اس سے کچھ مخفی نہیں۔ یہ ہمزہ استفہام انکاری کا ہے یعنی کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس ذات ذوالجلال سے کچھ مخفی نہیں ہے۔ جیسے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ میں یا اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ یا جیسے اَفَمَنْ يَّعْلَمُ

اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ - وغیرہ میں استفہام انکاری ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَکَآءَ - یہ جملہ مستانفہ ہے یعنی یہ سمجھتے ہوئے بھی یہ مشرکین اللہ تعالے کے شریک ٹھہرا رہے ہیں۔

اے محبوب! آپ فرمائیں سَمُّوْهُمْ - تم ان کے نام تو لے کر بتاؤ اور ثابت کرو کہ یہ نفع و ضرر کے مجاز و مختار ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ تم ایسے ناموں کی خبر دے رہے ہو جنہیں زمین بھر میں کوئی نہیں جانتا کہ یہ مستحق عبادت ہیں۔ اس لیے کہ علم اس کا ہر شے کو محیط ہے اور اس سے ماوراء باطل محض ہے۔

اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ یہ محض تمہاری زبانی باتیں ہیں جیسے زنگی کا نام کافور رکھ لیا جائے۔

ضحاک و قتادہ کہتے ہیں اِنَّ الظَّاهِرَ مِنْ ظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ الْبَاطِلِ مِنْهُ - ظاہرًا مِّنَ الْقَوْلِ کے معنی باطل اور لغویات ہے۔

جبائی کہتے ہیں اِنَّ الْمُرَادَ مِنْ ظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ظَاهِرُ کِتَابٍ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَسَمّٰی بِهِ الْاَصْنَامَ اٰلِهَةً حَقِیْقَةً - ظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ سے مراد ظاہر کتاب ہے جو اللہ تعالے نے نازل فرمائی اور ان کا نام بت فرمایا۔

"بَلْ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مَکْرُهُمْ - بلکہ اچھا نظر آیا کافروں کی نظر میں ان کا مکر و فریب اور وہ راہ سے روکے گئے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں انہیں عذاب ہے دنیا کی زندگی میں اور بے شک عذاب آخرت سخت تر ہے اور انہیں اس سے یعنی اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں"۔

یعنی جو کافروں نے اپنے دل سے باتیں گھڑلی ہیں وہ انہیں کے لیے وبال ہیں اور انہیں رشد و ہدایت سے اور سیدھی راہ سے روک رہا ہے صَدَّ عربی محاورہ میں روکنے کے معنی دیتا ہے اور جو گمراہ شدہ ہو اس کا کوئی ہادی نہیں ہو سکتا ان کے لیے دنیا میں عذاب یہ ہے کہ وہ قتل و قید ہوں یا اور مصائب میں مبتلا رہیں۔ اور عذاب آخرت تو دوامی ہے اور وہ شدید ترین ہے اور ان کے لیے اس عذاب الٰہی سے بچانے والا کوئی نہیں وَاقٍ کے معنی محافظ کے ہیں یعنی مَا لَهُمْ مِّنْ وَّاقٍ وَحَافِظٍ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی - آگے ارشاد ہے

"مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ - مثل اس جنت کی جس کا وعدہ پرہیزگاروں کے لیے ہے اس کے نیچے رواں ہیں نہریں اس کے میوے ہمیشہ اس کا سایہ دوامی یہ انجام ہے ان کا جو پرہیزگار ہیں اور انجام کافروں کا آگ ہے"۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ اس کے معنی ہیں اَیْ نَعْتُهَا وَصِفَتُهَا یعنی جنت کی تعریف اور صفت کَمَا اَخْرَجَهٗ اِبْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَاَبُو الشَّیْخِ عَنْ عِکْرِمَةَ فَهُوَ عَلٰی مَا فِی الْبَحْرِ مِنْ مَثَلْتَ الشَّیْءَ اِذَا وَصَفْتَهٗ وَقَرَّبْتَهٗ

لِلفَهمِ۔ یعنی ایسے طریق سے کسی شے کی صفت بیان کرنا جو افہام عامہ کے قریب ہو وہاں مثل بولتے ہیں۔
ابو علی فرماتے ہیں مثل کی تفسیر صفت سے کرنا پختہ اور سیدھی تفسیر نہیں ہے وَاِنَّمَا مَعْنَاہُ التَّشْبِیْہُ
اس کے صحیح معنی تشبیہ کے ہیں۔
بعض محققین کہتے ہیں کہ مثل تین معانی میں مستعمل ہے۔
اصل لغت کے لحاظ سے بمعنی تشبیہ کے ہے۔
یا بمعنی قول کے ہے۔
یا بمعنی صفت عجیبہ۔
وہ جنت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے جو کفر و معاصی سے بچے رہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس جنت کے نیچے نہریں رواں ہیں اُکُلُہَا دَآئِمٌ اس سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو کھائی جائیں وہ ہمیشہ ہوں گی۔
دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے پھل کبھی منقطع نہ ہوں گے
تیسرا قول یہ ہے جیسے ابراہیم تیمی نے فرمایا کہ اس کی ماکولات کی لذتیں دائمی ہوں گی بھوک میں نہ پڑیں اور شکم سیری میں نہ کم ہوں۔ اور اس کا سایہ کبھی نہ گھٹے جیسے موسم خزاں میں پتے جھڑ جاتے ہیں وہاں خزاں کو دخل ہی نہیں۔
تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ۔ یہ انجام ہے پرہیزگاروں کا اور وہ انجام کافروں کا کہ ان کے لیے آگ ہے۔
"وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ اور جن کو دی ہم نے کتاب وہ اس پر خوش ہیں جو دلے محبوب! آپ پر اترا اور ان میں ایک جماعت ہے کہ وہ اس کے بعض سے منکر ہے۔"
ماوردی فرماتے ہیں یہ آیۂ کریمہ اہل کتاب کے مومنین مثل عبداللہ بن سلام اور کعب احبار اور ان کی مثل علماء یہود پر اتری اس میں حبشہ اور نجران کے نصاری کے مومنین بھی شامل ہیں اور وہ جماعت جو اس کے بعض پر ایمان لاتی ہے اور بعض سے کفر کرتی ہے وہ یہود و نصاری کے مشرکین ہیں جو حضور کی عداوت میں اندھے ہیں اور انہوں نے حضور پر چڑھائیاں بھی کیں۔
ابن جریر قتادہ سے راوی ہیں کہ اس سے مراد بنو امیہ۔ بنو مغیرہ اور اسی طرح کہا ابو طلحہ نے۔
"قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ۔ فرما دیجئے مجھے تو یہی حکم ہے کہ اللہ کی بندگی کروں اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤں میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹنا ہے۔"
یعنی مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں عقلاً و نقلاً اسی کی اطاعت و عبادت کروں اس لیے کہ ہر شے میں اس کی

قدرت کے دلائل موجود ہیں اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا خلاف عقل ہے۔

وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَہٗ اٰیَۃٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

اس میں میں تمہیں بھی اسی کی طرف بلاتا ہوں اور میں بھی آخر اسی کی طرف لوٹوں گا۔

"وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰہُ حُکْمًا عَرَبِیًّا وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَھُمْ بَعْدَ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا وَاقٍ۔ اسی طرح ہم نے اسے عربی فیصلہ اتارا اور (اے سننے والے) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلے گا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو وہ اللہ سے تیری حمایت نہ کر سکے گا اور کوئی تیرا حمایتی ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا"۔

یعنی جس طرح انبیاء سابقہ پر ان کی زبانوں میں احکام نازل ہوئے اسی طرح ہم نے یہ قرآن کریم (اے محبوب) آپ پر آپ کی زبان عربی میں اتارا۔ قرآن کریم کو یہاں حُکْمًا عَرَبِیًّا اس لیے کہا گیا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کی توحید اور اس کے دین کی طرف دعوت اور تمام احکام حلال و حرام کا بیان مفصل ہے۔

بعض کا قول ہے کہ چونکہ تمام مخلوق پر اس قرآن کریم کو قبول کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا حکم فرمایا گیا اس لیے اس کا نام حکم رکھا گیا۔

اور چونکہ کفار ہر ایک کو اپنی طرف بلانے پر کوشاں تھے تو فرمایا وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ یعنی اے سننے والے اگر تو ان کی خواہشات لاغیہ طاغیہ کا اتباع کرے گا تو تیرا آخرت میں کوئی حمایتی اور بچانے والا نہ ہوگا۔

آئندہ رکوع کا شان نزول یہ ہے۔

کافروں نے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کوئی عیب نہ ملا تو یہ عیب لگایا کہ وہ نکاح کرتے ہیں اگر یہ نبی ہوتے تو دنیا ترک کر دیتے بیوی بچوں سے واسطہ ہی نہ رکھتے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اس میں بتایا گیا کہ بیوی بچے ہونا منافی نبوت نہیں ان سے پہلے انبیاء کے بھی بیوی بچے تھے اور تمہارے بڑے انہیں نبی مانتے تھے۔ یہ اعتراض تمہارا محض حسد و عناد کے ماتحت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۂ رعد۔ پ ۱۳

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَھُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّۃً ؕ وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ لِکُلِّ	اور بے شک بھیجے ہم نے رسول تم سے پہلے اور کیں ہم نے ان کے لیے بیویاں اور بچے اور نہیں تھا کسی رسول کا یہ کام کہ لائے کوئی نشان مگر اللہ کے حکم سے

اَجَلٍ كِتَابٌ ٥

ہر وقت لکھا ہوا ہے۔

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ٥

مٹاتا ہے اللہ جو چاہے اور قائم کرتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے۔

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ٥

اور اگر ہم دکھا دیں تجھے بعض وہ جس کا ہم وعدہ دیتے ہیں یا بلا لیں ہم تمہیں تو بہر حال تم پر تو پہنچانا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ٥

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم لاتے ہیں زمین کہ گھٹاتے ہیں اسے اس کے کناروں سے اور اللہ حکم دیتا ہے نہیں پیچھے ہٹنے والا اس کا حکم اور وہ حساب جلدی لینے والا ہے۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ٥

اور فریب کر چکے ہیں ان سے پہلے تو اللہ کے لیے ہیں سب خفیہ تدبیریں جانتا ہے جو کماتی ہے کوئی جان اور عن قریب جان لیں گے کافر کس کے لیے ہے آخر گھر۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ٥

اور کہتے ہیں وہ جو کافر ہیں نہیں تم رسول فرما دیجئے کافی ہے اللہ گواہ میرے اور تمہارے درمیان اور وہ جس کے پاس ہے علم کتاب کا۔

حل لغات چھٹا رکوع سورۂ رعد پ ۱۳

وَلَقَدْ۔ اور بے شک	اَرْسَلْنَا۔ بھیجے ہم نے	رُسُلًا۔ رسول	مِنْ قَبْلِكَ۔ تجھ سے پہلے
وَجَعَلْنَا۔ اور بنائے ہم نے	لَهُمْ۔ ان کے لیے	اَزْوَاجًا۔ بیوی	وَذُرِّيَّةً۔ اور بچے
وَمَا۔ اور نہیں	كَانَ۔ ہے	لِرَسُوْلٍ۔ واسطے کسی رسول کے	اَنْ۔ یہ کہ
يَّاْتِيَ۔ لائے	بِاٰيَةٍ۔ کوئی نشانی	اِلَّا۔ مگر	بِاِذْنِ۔ حکم
اللّٰهِ۔ الٰہی سے	لِكُلِّ۔ واسطے ہر	اَجَلٍ۔ وقت کے	كِتَابٌ۔ تحریر ہے
يَمْحُوْ۔ مٹاتا ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	مَا يَشَآءُ۔ جو چاہے	وَيُثْبِتُ۔ اور ثابت رکھتا ہے
وَعِنْدَهٗ۔ اور اس کے پاس ہے	اُمُّ۔ بنیاد	الْكِتٰبِ۔ کتاب کی	

وَاِنْ مَّا۔ اور اگر نُرِیَنَّكَ۔ دکھائیں ہم تجھ کو بَعْضَ۔ بعض الَّذِیْ۔ وہ عذاب
نَعِدُهُمْ۔ جو ہم وعدہ دیتے ہیں ان کو اَوْ۔ یا نَتَوَفَّیَنَّكَ تجھے فوت کرلیں
فَاِنَّمَا۔ تو سوائے اس کے نہیں عَلَیْكَ۔ تیرے ذمہ ہے اَلْبَلٰغُ۔ پہنچانا وَعَلَیْنَا۔ اور ہم پر ہے
الْحِسَابُ۔ حساب اَوَلَمْ۔ کیا نہیں یَرَوْا۔ دیکھا انہوں نے کہ اَنَّا۔ ہم
نَاْتِی۔ آتے ہیں الْاَرْضَ۔ زمین کو نَنْقُصُهَا۔ کم کرتے ہیں ہم اس کو
مِنْ اَطْرَافِهَا۔ اس کے کناروں سے وَاللّٰهُ۔ اور اللہ یَحْكُمُ۔ حکم دیتا ہے
لَا مُعَقِّبَ۔ نہیں کوئی پیچھا کرنے والا لِحُكْمِهٖ۔ اس کے حکم کا وَهُوَ۔ اور وہ ہے
سَرِیْعُ۔ جلدی الْحِسَابِ۔ حساب لینے والا وَقَدْ۔ اور بیشک مَكَرَ۔ فریب کیا
الَّذِیْنَ۔ ان لوگوں نے مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جو ان سے پہلے تھے۔ فَلِلّٰهِ۔ تو اللہ کے لیے ہے
الْمَكْرُ۔ تدبیر جَمِیْعًا۔ ساری یَعْلَمُ۔ جانتا ہے مَا تَكْسِبُ۔ جو کماتا ہے
كُلُّ۔ ہر نَفْسٍ۔ جی وَسَیَعْلَمُ۔ اور جلدی جانیں گے الْكُفّٰرُ۔ کافر
لِمَنْ۔ کہ کس کے لیے ہے عُقْبَی۔ آخر الدَّارِ۔ گھر وَیَقُوْلُ۔ اور کہتے ہیں
الَّذِیْنَ۔ وہ جو كَفَرُوْا۔ کافر ہوئے لَسْتَ۔ نہیں تو مُرْسَلًا۔ رسول
قُلْ۔ فرمادیجئے كَفٰی۔ کافی ہے بِاللّٰهِ۔ اللہ شَهِیْدًا۔ گواہ
بَیْنِیْ۔ درمیان میرے وَبَیْنَكُمْ۔ اور درمیان تمہارے وَمَنْ۔ اور وہ عِنْدَهٗ۔ جس کے پاس ہے
عِلْمُ۔ علم الْكِتٰبِ۔ کتاب کا۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع سورہ رعد۔ پ ۱۳

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّةً۔ اور بے شک بھیجے ہم نے رسول پہلے اور کیے ہم نے ان کے لیے بیوی بچے اور کسی رسول کا کام نہیں کہ لائے کوئی نشان مگر اللہ کے حکم سے ہر ایک وقت کتاب میں ہے۔ اللہ مٹاتا ہے جو چاہے اور قائم رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے"۔

اس آیہ کریمہ میں یہود کے اس حاسدانہ قول کا رد ہے جو انہوں نے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم پر کہا تھا جیسے کلبی لکھتے ہیں کہ۔

یہود نے حضور پر یہ اعتراض کیا تھا اور کہا تھا مَا نَرٰی لِهٰذَا الرَّجُلِ هِمَّةً اِلَّا النِّسَاءَ وَالنِّكَاحَ وَلَوْ

كَانَ نَبِيًّا كَمَا زَعَمَ لَشَغَلَهُ اَمْرُ النُّبُوَّةِ عَنِ النِّسَاءِ۔ یعنی انھیں عورتوں سے نکاح کی طرف شوق ہے۔ اگر یہ نبی ہوتے تو نبوت کے مراتب والے کو عورتوں سے کیا تعلق ہوتا۔

اس کا رد فرمایا گیا کہ ہمارے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو رسول آئے سب کی بیویاں اور اولاد تھیں تو اسی طرح ہم نے ان کے لیے بیوی اور اولاد کی اس لیے کہ اَلتَّزَوُّجُ لَا يُنَافِي النُّبُوَّةَ۔ تزوج عقد منافی نبوت نہیں اور پہلے بہت سے رسولوں میں تو بیویاں کافی مقدار میں تھیں۔

ذُكِرَ اَنَّهُ كَانَ لِسُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثَلٰثُمِائَةِ اِمْرَاَةٍ مَهْرِيَّةٍ وَسَبْعُمِائَةِ سُرِّيَّةٍ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیوی اور سات سو لونڈیاں تھیں۔

وَاَنَّهُ كَانَ لِدَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِائَةُ امْرَاَةٍ۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں تو ان کا یہ اعتراض حاسدانہ جاہلانہ ہی ہے۔ پھر باوجود اس کے حضور کے لیل ونہار کی یہ شان تھی کہ كَانَ يَجُوْعُ الْاَيَّامَ حَتّٰى يَشُدَّ عَلٰى بَطْنِهِ الشَّرِيْفِ الْحَجَرَ وَمَعَ ذَا يَطُوْفُ عَلٰى جَمِيْعِ نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ۔ کہ کئی کئی دن بے خورد ونوش رہتے حتی کہ بطن مبارک پر پتھر باندھ لیتے اور باوجود اس کے حضور تمام ازواج میں باری باری ہر رات تشریف لے جاتے۔

وَفِي تَكْثِيْرِ نِسَائِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَوَائِدُ جَمَّةٌ اور اس تکثیر نساء میں بہت سے فوائد تھے۔ جن کا تعلق مسائل شرعیہ سے ہے جو عورتوں کے ذریعہ ہی شائع ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرضیت غسل وعدم فرضیت کے مسائل فرمائے۔ یہ مرد کس طرح تعلیم دے سکتا تھا وغیرہ وغیرہ۔

اور مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ میں اس امر کی تصریح فرمائی کہ اللہ کے رسول معجزات وغیرہ بطور تماشہ دکھانے تشریف نہیں لائے مگر جہاں مشیت الٰہی ہوئی وہاں کسی دعوی کی تردید میں معجزات پیش کیے۔ جیسے جادوگروں کے دعوی انانیت کو توڑنے اور فرعون کے ادعاء الوہیت باطل کرنے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام عصا لے کر تشریف لائے۔ ید بیضا سے ان کی نظریں خیرہ کی گئیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یونانیوں کے دعوے کے رد کے لیے احیاء اموات ابراء اکمہ وابرص اور اندھے مادرزاد کے انکھیارہ کر دینے کے معجزات لائے تاکہ اون کی انانیت ٹوٹے۔

ہمارے حضور کے عہد میں بلاغت وفصاحت کے دریا امنڈ رہے تھے میدان فصاحت میں کوس لِمَنِ الْمُلْكُ بجانے والے تھے تو قرآن کریم کا وہ زندہ معجزہ عطا ہوا کہ قیامت تک زندہ رہے گا اور تا قیام قیامت اس کے مقابلہ میں کسی کو آنے کی تاب نہیں۔

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ یعنی ہر وقت اور مدت کے لیے حکم معین ہے جو بندوں کے لیے لکھا جا چکا ہے۔

اس لیے کہ شرائع بتمامہ بندوں کے اصلاح احوال کے لیے ہے جو مبدأ و معاد میں اس سے والبستہ ہے تو تغیر اوقات کے مطابق تغیر احوال بھی ہوتا ہے۔ جیسے مریض کے احوال کے مطابق علاج بھی متبدل ہوتا رہتا ہے۔ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ کے یہ معنی ہیں کہ احکام میں بحسب اوقات بمقتضائے حکمت جو اللہ تعالٰے منسوخ فرماتا ہے۔ وَیُثْبِتُ اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور منسوخ نہیں کرتا۔

اس آیۂ کریمہ میں اٹھارہ اقوال ہیں۔

(۱) پہلا تو بیان ہو چکا۔

(۲) دوسرا قول عکرمہ کا ہے یَمْحُوا بِالتَّوْبَۃِ جَمِیْعَ الذُّنُوْبِ وَیُثْبِتُ بَدَلَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ کَمَا قَالَ تَعَالٰی اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔ توبہ کے ذریعہ اللہ تعالٰے تمام گناہ محو فرما کر حسنات اس کی جگہ لکھ دیتا ہے جیسا کہ آیۂ کریمہ مذکورہ میں فرمایا کہ جو توبہ کرے اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگے تو ان کے تمام گناہ نیکیوں سے بدل دیے جاتے ہیں۔

(۳) تیسرا قول ابن جریر سے ہے یَغْفِرُ مَا یَشَآءُ مِنْ ذُنُوْبِ عِبَادِهٖ وَیَتْرُكُ مَا یَشَآءُ فَلَا یَغْفِرُهٗ گناہوں میں سے جتنے بندے کے گناہ اللہ چاہے بخش دیتا ہے اور جتنے چاہے نہیں بخشتا۔

(۴) چوتھا قول یہ ہے۔ یَمْحُوا مَا یَشَآءُ مِمَّنْ حَانَ اَجَلُهٗ وَیُثْبِتُ مَا یَشَآءُ مِمَّنْ لَمْ یَاْتِ اَجَلُهٗ۔ جس کی معافی کا وقت آجائے وہ بخش دیتا ہے اور جس کی معافی کا وقت نہ ہوا ہو اسے وہ ثابت رکھتا ہے۔

(۵) پانچواں قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے یَمْحُوا مَا یَشَآءُ مِنَ الْقُرُوْنِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی اَوَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَکْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُوْنِ وَیُثْبِتُ مَا یَشَآءُ مِنْهَا لِقَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ۔

گذشتہ قوموں سے جو چاہے مٹا دے جیسے فرمایا ہے کہ بہت سے ہلاک کر دیے ہم نے تم سے پہلے جماعتیں اور قائم رکھیں جو ہم نے چاہیں جیسا کہ ارشاد ہے پھر پیدا کرتے ہیں ہم اس کے بعد دوسری جماعت

(۶) چھٹا قول ربیع کی طرف سے ہے هٰذَا فِی الْاَرْوَاحِ حَالَۃَ النَّوْمِ یَقْبِضُهَا اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ فَمَنْ اَرَادَ مَوْتَهٗ فُجَاءَۃً اَمْسَكَ رُوْحَهٗ فَلَمْ یُرْسِلْهَا وَمَنْ اَرَادَ بَقَاءَهٗ اَرْسَلَ رُوْحَهٗ بَیَانُهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰی اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا۔

یہ آیت ارواح کے معاملہ میں ہے جو اللہ تعالٰے سونے والے کی روح قبض فرماتا ہے تو جس کے ساتھ موت

کا اچانک ارادہ فرمائے کہ اس کی روح روک لیتا ہے اور جس کی قبض نہ کرنی ہو تو اسے واپس فرما دیتا ہے جیسا کہ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا میں فرمایا۔

(۷) ساتواں قول ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے اور ضحاک بھی اس میں متفق ہیں یَمْحُوْا مِنْ دِیْوَانِ الْحَفَظَۃِ مَا لَیْسَ مِنْ حَسَنَۃٍ وَّلَا سَیِّئَۃٍ لِاَنَّھُمْ مَاْمُوْرُوْنَ بِکِتَابِ کُلِّ قَوْلٍ وَّفِعْلٍ وَ یُثْبِتُ مَا ھُوَ حَسَنَۃٌ اَوْ سَیِّئَۃٌ۔

دفتر حفظہ سے مٹا دیتے ہیں اسے جو نہ نیکی ہو نہ گناہ اس لیے کہ حفظہ مامور ہیں ہر قول اور فعل کے لکھنے پر اور قائم رکھتے ہیں ہر نیکی بدی کو۔

(۸) آٹھواں قول یہ ہے کہ بعض مخلوق سے مٹا دیتے ہیں اور بعض سے حیوانات و نباتات و اشجار و صفات و احوال کو قائم رکھتے ہیں۔

(۹) نواں قول یہ ہے کہ دنیا میں مٹا دیتے ہیں اور آخرت میں ثابت رکھتے ہیں۔

(۱۰) دسواں قول حسن بصری رضی اللہ عنہ سے ہے یہ وہ فرق ہے جو مدت حیات بنی آدم میں لیلۃ القدر کو لکھا جاتا ہے۔

(۱۱) گیارھواں قول یہ ہے شعبان کی پندرھویں شب کو مرنے والوں کی مدت دفتر احیاء سے مٹا دی جاتی ہے اور دفتر اموات میں ان کے نام لکھ دیے جاتے ہیں۔

(۱۲) بارھواں قول سدی کا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ چاند کو مٹاتا ہے اور سورج کو ثابت فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے فَمَحَوْنَا اٰیَۃَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَا اٰیَۃَ النَّھَارِ مُبْصِرَۃً۔

(۱۳) تیرھواں قول ابن عباس سے ہے امور عبادت کو جسے چاہے مٹائے اور ثابت رکھے مگر سعادت اور شقاوت اور مقررہ مدتیں یہ محو نہیں ہوتیں۔

(۱۴) چودھواں قول مرفوع ہے ابن مردویہ سے۔ یہ حکم رزق اور زندگی اور سعادت و شقاوت کے لیے ہے اور اسی وجہ میں صحابہ اور تابعین بارگاہ متعال میں تضرع کے ساتھ عرض پیرا ہوتے تھے کہ انہیں سعداء کی جماعت میں کرے۔

(۱۵) پندرھواں ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں۔ اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ مَا دَعَا عَبْدٌ قَطُّ اِلَّا وَسَّعَ عَلَیْہِ فِیْ مَعِیْشَتِہٖ۔ فرماتے ہیں یہ دعا جو بندہ مانگے اللہ تعالیٰ ضرور اس کی معاش میں وسعت دیتا ہے۔ دعا یہ ہے۔

یَا ذَا الْمَنِّ وَلَا یُمَنُّ عَلَیْہِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا ذَا الطَّوْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ظَھْرَ

اللّاجِئِينَ وَجَارَ الْمُسْتَجِيرِينَ وَمَامَنَ الْخَائِفِينَ اِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنِي عِنْدَكَ فِي أُمِّ الْكِتَابِ شَقِيًّا فَامْحُ عَنِّ اِسْمِ الشَّقَاوَةِ وَاثْبِتْنِي عِنْدَكَ سَعِيدًا وَاِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنِي عِنْدَكَ فِي أُمِّ الْكِتَابِ مَحْرُومًا مُقْتَرًا عَلَى رِزْقِي فَامْحُ حِرْمَانِي وَيَسِّرْ رِزْقِي وَاثْبِتْنِي عِنْدَكَ سَعِيدًا مُوَفَّقًا لِلْخَيْرِ فَاِنَّكَ تَقُولُ فِي كِتَابِكَ الَّذِي اَنْزَلْتَ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ أُمُّ الْكِتَابِ۔

اے احسان کرنے والے جس پر احسان نہیں کیا جاتا اے بزرگی اور عزت کے مالک اے فراخی والے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پناہ لینے والوں کا مددگار ہے اور پناہ کے طالبوں کی پناہ ہے اور ڈرنے والوں کے امن کی جگہ اگر تو نے مجھے اپنے پاس لوح محفوظ میں بدبخت لکھا ہے تو مجھ سے بدبختی کا نام مٹا دے اور مجھے اپنے پاس نیک بخت ثابت کر اور اگر تو نے مجھے اپنے پاس لوح محفوظ میں محروم اور تنگدست لکھا ہے تو میری محرومی کو مٹا دے اور میرا رزق آسان کر اور مجھے اپنے پاس نیک بخت اور بھلائی کی توفیق والا ثابت کر کہ تو نے کہا ہے اپنی اس کتاب میں جو تو نے اتاری ہے مٹاتا ہے اللہ جو چاہے اور ثابت رکھتا ہے اور اس کے پاس ہے لوح محفوظ۔

(۱۶) سولہواں قول یہ ہے

وَاَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَغَيْرُهٗ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ

عبد بن حمید وغیرہ نے روایت کیا ہے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ آپ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے وقت یہ دعا پڑھ رہے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ كَتَبْتَ عَلَيَّ شِقْوَةً اَوْ ذَنْبًا فَامْحُهُ وَاجْعَلْهُ سَعَادَةً وَّمَغْفِرَةً فَاِنَّكَ تَمْحُوا مَا تَشَاءُ وَتُثْبِتُ وَعِنْدَكَ أُمُّ الْكِتَابِ۔

اے اللہ اگر تو نے مجھ پر بدبختی یا کوئی گناہ لکھا ہے تو اسے مٹا دے اور بنا دے اس کو نیک بختی اور بخشش کر تو مٹاتا ہے جو چاہے اور ثابت رکھتا ہے اور تیرے پاس لوح محفوظ ہے۔

(۱۷) سترہواں قول یہ ہے ابن جریر شقیق ابی وائل سے ہے کہ وہ کثرت سے یہ دعائیں پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنَا اَشْقِيَاءَ فَامْحُنَا وَاكْتُبْنَا سُعَدَاءَ وَاِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنَا سُعَدَاءَ فَاَثْبِتْنَا فَاِنَّكَ تَمْحُوا مَا تَشَاءُ وَتُثْبِتُ۔

اے اللہ اگر تو نے ہمیں بدبخت لکھا ہے تو ہم سے مٹا دے اور ہمیں نیک بخت لکھ اور اگر تو نے ہمیں نیک بخت لکھا ہے تو ہمیں ثابت رکھ کہ تو مٹاتا ہے جو چاہے اور ثابت رکھتا ہے۔

(۱۸) اٹھارہواں قول ابن سعد وغیرہ کلبی سے ہے کہ وہ یوں دعا کرتے تھے۔

"یَمْحُوا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنَ الرِّزْقِ وَیَزِیْدُ فِیْہِ وَیَمْحُوْ مِنَ الْاَجَلِ وَیَزِیْدُ فِیْہِ" فَقِیْلَ لَہٗ مَنْ حَدَّثَکَ بِھٰذَا فَقَالَ اَبُوْصَالِحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ رِیَابِ الْاَنْصَارِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

اللہ مٹاتا ہے رزق اور زیادہ کرتا ہے اس میں اور مٹاتا ہے مدت اور زیادہ کرتا ہے اس میں۔ آپ سے کہا گیا یہ آپ کو کس نے بتایا فرمایا ابوصالح نے جابر بن عبداللہ بن رئاب انصاری سے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

اس کے علاوہ اور اقوال بھی ہیں جو علامہ آلوسی نے روح المعانی میں نقل فرمائے ہیں بخیال طوالت وہ نہیں لکھے گئے من شاء فلینظر فیہ۔

" وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتَابِ اور اس کے پاس ام الکتاب ہے" اس کے متعلق عبدالرزاق اور ابن جریر کعب رضی اللہ عنہ سے راوی ہے وَالْمَشْھُوْرُ اَنَّھَا اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ قَالُوْا وَھُوَ اَصْلُ الْکِتَابِ اِذْ مَا مِنْ شَیْئٍ مِنَ الذَّاھِبِ وَالثَّابِتِ اِلَّا وَھُوَ مَکْتُوْبٌ فِیْہِ کَمَا ھُوَ۔

مشہور قول یہی ہے کہ ام الکتاب لوح محفوظ ہے اس لیے وہی اصل کتاب ہے اس لیے کہ کوئی شے آنے جانے والی نہیں مگر جیسی وہ ہے وہ لکھی ہے اس میں۔

"وَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اور اگر ہم تمہیں دکھادیں بعض وہ جس کا ہم نے تم سے وعدہ کیا ہے یا اٹھالیں تمہیں تو بہر حال تم پر تو پہنچانا ہے اور ہم پر حساب لینا"۔

یعنی وہ عذاب جس کا تمہیں وعدہ ہے اس میں سے کچھ تمہیں دکھادیں یا تمہیں وفات دے کر ہم تمہیں اپنے پاس اٹھالیں تو بھی اے محبوب آپ کا کام حکم پہنچانا ہی ہے اور حساب تو ہمیں ہی لینا ہے۔

"اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم ہر طرف سے ان کی آبادی گھٹاتے آرہے ہیں اور اللہ حکم دیتا ہے اس کو پیچھے ڈالنے والا کوئی نہیں اور وہ حساب سرعت سے لینے والا ہے"۔

یعنی ہم شرک کی زمین کو اس کی وسعت میں دمبدم کم کر رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کفار کے گردو پیش کی اراضی یکے بعد دیگرے فتح ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ صریح دلیل ہے کہ اللہ تعالے اپنے حبیب کی مدد فرماتا ہے اور ان کے لشکر کو فتح مند کر کے ان کے دین کو غلبہ دیتا ہے اور اس کا حکم نافذ ہے کسی کو یہ مجال نہیں کہ اس کے حکم کو پیچھے ڈال سکے اور کوئی اس کے فرمان میں تبدل و تغیر نہیں کر سکتا۔

" وَقَدْ مَکَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ اور بے شک مکر کیا انہوں نے جو ان سے اگلے ہیں تو ساری

خفیہ تدبیر کا مالک اللہ ہی ہے جانتا ہے جو کچھ ان کی جان کمائے اور عنقریب جان لیں گے کافر کسے ملتا ہے پچھلا گھر اور کافر کہتے ہیں آپ رسول نہیں فرما دیجئے اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جس کے پاس ہے علم کتاب کا۔"

یعنی ان مشرکین سے قبل بھی بہت سے مشرک مکر کر چکے ہیں یعنی خفیہ تدابیر اسلام کے خلاف سب ہی کر چکے ہیں لیکن انہیں کیا یہ معلوم نہیں کہ بغیر مشیت الٰہی کسی کی کچھ چل ہی نہیں سکتی پھر جب حقیقت میں مشیت الٰہی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا تو مخلوق کے کسی فریب یا مکر سے کیوں اندیشہ ہو اور وہ ذات قادر و قیوم ہر ایک کے کسب کے عالم ہیں اور ان کمانے والوں اور کسب کرنے والوں سے وہ واقف ہی نہیں بلکہ ان کے ہر مکر کی خبر بھی اس کے یہاں مقرر ہے اور یہ منکر عنقریب جان لیں گے کہ راحت و عیش آخرت ایمان والوں کے لیے ہے اور آخرت کی ذلت اور خواری کفار کے لیے ہے۔

اور کافروں کا آپ کی نبوت سے انکار کرنا اور کہنا لَسْتَ مُرْسَلاً یعنی آپ نبی نہیں ہیں اس کا جواب یہی کافی ہے کہ انہیں فرما دیں کہ اس معاملہ میں میرا گواہ اللہ تعالےٰ کافی ہے یا وہ جنہوں نے میرے معجزات دیکھ کر مجھ سے بیعت کی اور وہ میری نبوت کے گواہ ہیں اور وہ گواہ ہیں جن کے پاس کتاب کا علم ہے۔

قتادہ عبدالرزاق۔ ابن جریر۔ ابن المنذر وغیرہ فرماتے ہیں کَانَ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ قَوْمٌ یَّشْھَدُوْنَ بِالْحَقِّ اہل کتاب میں ایک جماعت شہادت حق دیتی تھی۔

اور ابن عباس فرماتے ہیں اِنَّ اَلْمُرَادَ بِہٖ ذَالِکَ عَبْدُ اللّٰہِ ان سے مراد عبداللہ بن سلام ہیں۔ وَیُعْرَفُوْنَہٗ مِنْھُمْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَلَامٍ وَالْجَارُوْدُ وَتَمِیْمُ الدَّارِیُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ اور دوسری روایت میں عبداللہ بن سلام، جارود۔ تمیم داری۔ سلمان فارسی کا نام بتایا۔

اور ان عالموں میں صرف یہود کے علماء ہی مراد نہیں ہیں بلکہ علماء توریت احبار اور علماء انجیل رہبان دونوں ہی وہ تھے جنہوں نے توریت و انجیل میں حضور کے مناعت و مناقب پڑھے اور حضور پر ایمان لائے اور آپ کی رسالت کی تصدیق فرمائی۔

تمت سورۃ الرّعد

سُوْرَةُ اِبْرَاهِيْمَ

مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ ابراہیم مکی ہے اس کی باون آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔ سورۃ ابراہیم۔ پ۱۳

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ

یہ کتاب ہے کہ نازل کی ہم نے تمہاری طرف تاکہ نکالو لوگوں کو اندھیریوں سے نور کی طرف ان کے رب کے حکم سے اس کی راہ کی طرف جو عزت والا اور سب خوبیوں والا ہے۔

اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ

وہ اللہ کہ اس کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور خرابی ہے کافروں کے لیے عذاب شدید سے۔

الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝

جنہیں پیاری ہے یہ دنیا آخرت پر اور روکتے ہیں راستے سے اللہ کے اور چاہتے ہیں اس میں کجی یہ گمراہی میں ہیں دور کی۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں کہ وہ انہیں ظاہر کرے تو جسے گمراہ کرے اللہ جسے چاہے اور ہدایت کرے جسے چاہے اور وہ عزت و حکمت والا ہے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ

اور بے شک بھیجا ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر نکال اپنی قوم کو ظلمتوں سے نور کی طرف اور یاد دلا

بِاَیّٰمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ۝

انہیں اللہ کے دن بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر والے شکر گذار کے لیے۔

اور جب موسیٰ نے کہا اپنی قوم کو یاد کرو نعمتیں اللہ کی جو تم پر کیں جب اس نے نجات دی تمہیں آل فرعون سے تکلیف دیتا تھا تمہیں بُرے عذاب سے اور ذبح کرتا تھا تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رکھتا تھا تمہاری بیٹیاں اور اس میں تمہارے رب کا بہت بڑا امتحان ہوا۔

حلِّ لغات پہلا رکوع سورۃ ابراہیم۔ پ ۱۳

الٓرٰ ۱	كِتٰبٌ۔ یہ کتاب ہے	اَنْزَلْنٰهُ۔ اتارا ہم نے اس کو	اِلَیْكَ۔ تیری طرف		
لِتُخْرِجَ۔ تاکہ نکالے تو	النَّاسَ۔ لوگوں کو	مِنَ الظُّلُمٰتِ۔ اندھیریوں سے			
اِلَى۔ طرف	النُّوْرِ۔ روشنی کی	بِاِذْنِ۔ ساتھ حکم	رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کے		
اِلٰى۔ طرف	صِرَاطِ۔ راستے	الْعَزِیْزِ۔ غالب	الْحَمِیْدِ۔ تعریف کیے گئے کی		
الَّذِیْ۔ وہ	لَهٗ۔ جس کا ہے	مَا فِیْ۔ جو کچھ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں میں ہے		
وَمَا۔ اور جو کچھ	فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں ہے	وَوَیْلٌ۔ اور خرابی ہے	لِّلْكٰفِرِیْنَ۔ کافروں کے لیے		
مِنْ عَذَابٍ۔ عذاب	شَدِیْدٍ۔ سخت سے	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَسْتَحِبُّوْنَ۔ پسند کرتے ہیں		
الْحَیٰوةَ۔ زندگی	الدُّنْیَا۔ دنیا کی	عَلَى۔ اوپر	الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کے		
وَیَصُدُّوْنَ۔ اور روکتے ہیں		عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ اللہ کی راہ سے			
وَیَبْغُوْنَهَا۔ اور چاہتے ہیں اس میں		عِوَجًا۔ کجی	اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ		
فِیْ۔ بیچ	ضَلٰلٍ۔ گمراہی	بَعِیْدٍ۔ دور کے ہیں	وَمَا۔ اور نہیں		
اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے	مِنْ رَّسُوْلٍ۔ کوئی رسول	اِلَّا۔ مگر	بِلِسَانِ۔ زبان		
قَوْمِهٖ۔ اس کی قوم میں	لِیُبَیِّنَ۔ تاکہ بیان کرے	لَهُمْ۔ ان کے لیے	فَیُضِلُّ۔ پھر گمراہ کرتا ہے		
اللّٰهُ۔ اللہ	مَنْ یَّشَآءُ۔ جسے چاہے	وَیَهْدِیْ۔ اور ہدایت دیتا ہے	مَنْ یَّشَآءُ۔ جسے چاہے۔		

وَهُوَ۔ اور وہ الْعَزِيزُ۔ غالب الْحَكِيمُ۔ حکمت والا ہے وَلَقَدْ۔ اور بے شک
أَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے مُوسٰى۔ موسیٰ کو بِآيٰتِنَا۔ اپنی آیتیں دے کر أَنْ۔ یہ کہ
أَخْرِجْ۔ نکال قَوْمَكَ۔ اپنی قوم کو مِنَ الظُّلُمٰتِ۔ اندھیریوں سے
إِلَى۔ طرف النُّوْرِ۔ روشنی کی وَذَكِّرْهُمْ۔ اور یاد دلا ان کو بِأَيّٰمِ۔ دن
اللّٰهِ۔ اللہ کے إِنَّ۔ بے شک فِيْ۔ بیچ ذٰلِكَ۔ اس کے
لَاٰيٰتٍ۔ البتہ نشانیاں ہیں لِكُلِّ۔ واسطے ہر ایک صَبَّارٍ۔ صبر کرنے والے شَكُوْرٍ۔ شکر کرنے والے کے
وَإِذْ۔ اور جب قَالَ۔ کہا مُوْسٰى۔ موسیٰ نے لِقَوْمِهٖ۔ اپنی قوم کو
اذْكُرُوْا۔ یاد کرو نِعْمَةَ۔ احسان اللّٰهِ۔ اللہ کا عَلَيْكُمْ۔ اپنے اوپر
إِذْ۔ جب أَنْجٰكُمْ۔ نجات دی اس نے تمکو مِنْ اٰلِ۔ آل فِرْعَوْنَ۔ فرعون سے
يَسُوْمُوْنَكُمْ۔ پہنچاتے تھے تم کو سُوْءَ۔ برا الْعَذَابِ۔ عذاب
وَيُذَبِّحُوْنَ۔ اور ذبح کرتے تھے أَبْنَاءَكُمْ۔ تمہارے بیٹوں کو وَيَسْتَحْيُوْنَ۔ اور زندہ رکھتے
نِسَاءَكُمْ۔ تمہاری بیٹیاں وَفِيْ ذٰلِكُمْ اور اس میں بَلَاءٌ۔ امتحان تھا مِنْ رَّبِّكُمْ۔ تمہارے رب سے
عَظِيْمٌ۔ بہت بڑا۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ ابراہیم۔ پ ۱۳

"الٓرٰ قف۔ كِتٰبٌ أَنْزَلْنٰهُ إِلَيْكَ۔ یہ کتاب ہے کہ ہم نے اتاری تمہاری طرف نازل کی تاکہ تم نکالو لوگوں کو اندھیریوں سے روشنی میں ان کے رب کے حکم سے اس کی راہ کی طرف جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے"۔

"الٓرٰ"۔ اس کے متعلق سورۃ رعد میں ہم لکھ چکے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ اَرٰی ترجمہ بنتا تھا یہاں اَنَا اللّٰهُ اَرٰی (میں اللہ دیکھتا ہوں) ہوگا اس لیے کہ وہاں الٓمّٓرٰ تھا۔ اور یہاں الٓرٰ ہے۔

آگے فرمایا گیا یہ کتاب عظیم ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا تاکہ آپ اے محبوب نکالو لوگوں کو اندھیریوں سے نور کی طرف۔ یہ کنایہ ہے اندھیریوں میں کفر وضلالت اور جہل وغوایت سے اور نور سے مراد ایمان ہے۔

پھر ظلمت کو صیغہ جمع میں لاکر ظلمات فرمایا اور نور کو منفرد کیا اس میں اس امر کی طرف ایماء و اشارہ ہے کہ کفر و ضلالت اور جہالت و غوایت کے راستے بہت ہیں لیکن دین حق کی راہ تو ایک صراط مستقیم ہی ہے۔ آگے صراط فرما کر وہی دین اسلام مراد لیا ہے۔

"اَللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ اللہ وہ ہے کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور خرابی ہے کافروں کے لیے سخت عذاب سے جنہیں محبوب ہے زندگی دنیا کی آخرت پر روکتے ہیں راستے سے اللہ کے اور اس راہ میں کجی چاہتے ہیں یہ لوگ ہیں گمراہی بعید میں"۔

اللہ تعالٰے کا ہی ملک سب کچھ ہے آسمانوں میں ہو یا زمین میں اس لیے کہ وہ سب کا خالق و مالک ہے اور اس کے بندے اور مملوک ہیں بنابریں اس کی اطاعت و عبادت سب پر لازم ہے اور اس کے سوا کسی کی پرستاری کرنا شرک ہے اور جو شرک کرے وہ مشرک اور کافر ہے اس کے لیے خرابی و عذاب شدید ہے۔ ان میں یہ مرض بھی ہے کہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی دین حق قبول کرنے سے روکتے ہیں دنیا کی زندگی انہیں اتنی محبوب ہے کہ آخرت کی بھلائی پر آنا نہیں چاہتے بلکہ دوسروں کو بھی روکتے ہیں یہ لوگ گمراہ ہو کر حق سے بہت دور ہو گئے ہیں۔

"وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اور نہیں بھیجے ہم نے رسول مگر ان کی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ انہیں روشن اور صاف طور پر بتائیں تو گمراہ کرتا ہے اللہ جسے چاہے اور ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور وہ عزت والا اور حکمت والا ہے"

گویا یہ عادۃ اللہ ہے کہ جس قوم میں رسول مبعوث کیا گیا اسے اسی قوم کی زبان میں مبعوث فرمایا گیا اگرچہ اس کی دعوت عام اور دوسری قوموں پر اور دوسرے ملکوں پر بھی اس کا اتباع لازم ہو جیسے ہمارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ کی بعثت تو ایک قوم میں ہوئی لیکن آپ کی رسالت تمام آدمیوں اور تمام ملکوں پر لازم ہے۔ بلکہ جنوں اور ہر مخلوق کی طرف آپ کی رسالت ہے اور آپ سب کے نبی ہیں جیسا کہ دوسری جگہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔

تو جس قوم میں وہ نبی تشریف لائے انہیں اسی زبان میں تبلیغ فرمائی تاکہ ان کی قوم اچھی طرح سمجھ لے اس کے بعد دوسری قوموں کو ترجموں کے ذریعے سے وہ احکام پہنچا دئے جائیں اور ان کے معنی سمجھا دیے جائیں۔

بعض مفسرین اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قوم کی ضمیر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ہر رسول کو ہمارے حبیب کی زبان میں وحی فرمائی یعنے

وحی ہمیشہ ہم نے عربی ہیں کی۔

اوراس کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے کہ وَقِيْلَ الضَّمِيْرُ قَوْمِهٖ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ كَمَا اَخْرَجَ اِبْنُ اَبِيْ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ لَمْ يُنَزَّلْ وَحْيٌ اِلَّا بِالْعَرَبِيَّةِ ثُمَّ تَرْجَمَ كُلُّ نَبِيٍّ لِقَوْمِهٖ۔

وحی ہر پیغمبر پر عربی میں ہوئی اور پھر اپنی اپنی قوم کے لیے ہر نبی نے اس کی زبان میں ترجمہ کر دیا۔ روح المعانی۔ اتقان۔ حسینی۔

نوٹ

اس روایت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ زبان عربی تمام زبانوں سے افضل ہے اس سے ہدایت و ضلالت جو ہوئی وہ مشیت حق کے ماتحت ہوئی اوراس کی ذات والاصفات ہی عزت وحکمت والی ہے۔

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ۔ اور بے شک بھیجا ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ کہ نکال اپنی قوم کو اندھیریوں سے نور میں وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اور یاد دلا انہیں اللہ کے دن بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے"۔

اس آیۂ کریمہ میں سابقہ اجمال کی تفسیر ہے جو فرمایا تھا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ تو اس آیت میں فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم میں اپنے معجزات کے ساتھ بھیجا۔

ابن جریر وغیرہ۔ مجاہد، عطاء۔ عبید بن عمیر فرماتے ہیں اَلْاٰيٰتُ التِّسْعُ الَّتِيْ اَجْرَاهَا اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى يَدِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ نو معجزات ایسے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ سے جاری فرمائے اور اس کی اصل قرآن کریم میں بھی ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ۔ ان آیات میں ید بیضا اور عصا کے ذریعہ سات آٹھ معجزات ہیں۔

جیسے عصا کی طرف سے عصا ہونے کے باوجود حَيَّةٌ تَسْعٰى کا ظہور فلق بحر نیل کا ظہور آپ کی دشمنوں سے محافظت اندھیرے میں روشن شمع ہو جانا جنگل میں پانی دینا۔ سایہ کرنا وغیرہ

اور موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل میں بھیجا جو آپ کی قوم تھی اور حکم ہوا کہ انہیں ظلمت کفر وجہالت سے نکالو جس میں وہ مبتلا ہیں اور نور ایمان اور توحید وغیرہ اتباع شریعت کی طرف لاؤ اور انہیں ان ایام کی یاد دلاؤ جس میں ان پر احسان کیے گئے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور طبری فرماتے ہیں کہ ان پر نعمتیں جو کی گئیں۔ آسمان سے خوان اترنے۔ منّ وسلویٰ اتارا گیا۔

ایام اللہ کی تفسیر میں ابن عباس اور ربیع اور مقاتل اور ابن زید فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ بِاَيَّامِ اللّٰهِ

وَقَائِعُہٗ سُبْحَانَہٗ وَنَقِمَاتُہٗ فِی الْاُمَمِ الْخَالِیَۃِ۔ ایام اللہ سے مراد وہ وقائع ہیں جن میں طوفان جراد۔ قمل۔ ضفادع۔ دم وغیرہ متواتر نازل ہوئے۔

اور دوسرا قول یہ ہے وَمِنْ ذَالِکَ اَیَّامُ الْعَرَبِ لِحُرُوْبِھَا وَمَلَاحِمِھَا کَیَوْمِ ذِیْ قَارٍ۔ یَوْمِ فُجَّارٍ۔ یَوْمِ قِضَّۃٍ وَغَیْرِہٖ۔

اور تیسرا قول نسائی اور عبد اللہ بن احمد زوائد المسند میں اور بیہقی شعب الایمان میں ابی بن کعب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر ایام اللہ میں فرماتے ہیں کہ احسانات الٰہی جو بنی اسرائیل پر ہوئے وہ مراد ہیں۔

راغب اصفہانی مفردات میں فرماتے ہیں ایام اللہ میں سب سے بڑی نعمت کے دن ولادت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دن اور معراج ہے گویا ان دونوں ایام کی یاد قائم کرنا بھی اس آیۂ کریمہ کے حکم میں داخل ہے اور اس اصل کے تحت ان بزرگوں کے ایام ولادت ووفاۃ بھی آتے ہیں جن پر اللہ تعالے نے نعمتیں علم و عرفان اور تقرب کی نازل کیں۔

جیسے حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ حضور غوث پاک۔ سرکار الہند غریب نواز اجمیری۔ قطب عالم بختیار کعکی۔ محبوب الٰہی سلطان الاولیاء دہلوی۔ بابا فرید الدین گنج شکر۔ حضرت علاؤ الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ ان کی ولادت کا جشن۔ ان کی وفات کے دن کا عرس حدِّ شرعیت تک وَذَکِّرْھُمْ بِاَیَّامِ اللّٰہِ کے تحت آتا ہے۔

پھر اسی میں محرم الحرام کا عشرہ۔ یوم بدر وغیرہ۔ رمضان المبارک سب ایام اللہ ہیں اور ان کی تذکیر منصوص باقتضاء النص واضح ہے اور آگے کی آیت میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ تذکیر بایام اللہ کی تعمیل میں ہے۔ اور اس میں بہت سی نشانیاں ہیں صابر وشکور کے لیے اور شکور عام ہے ہر قسم شکر پر شکر تین قسم پہ ہے اور ان تینوں اقسام پر شکور حاوی ہے۔ شکر القلب۔ شکر اللسان۔ شکر الجوارح۔ چنانچہ اب آگے ارشاد ہے

"وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہِ اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ (اور اے محبوب یاد فرمائیں) جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو یاد کرو احسان اللہ کا جو تم پر ہوا جب اس نے تمہیں نجات دی فرعونیوں سے جو تم کو بری مار دیتے تھے اور ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رکھتے تھے تمہاری بیٹیاں اور اس میں تمہارے رب کا بڑا فضل ہوا"۔

یہاں "یاد فرمائیے اے محبوب" اس لیے بڑھایا گیا کہ اِذْ کا مقتضا اُذْکُرْ کو محذوف رکھتا ہے۔

چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں مَشْرُوْعٌ فِیْ بَیَانِ تَصَدِّیْهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ لِمَا اُمِرَ بِهٖ مِنَ التَّذْکِیْرِ وَاِذْ مَنْصُوْبٌ عَلَی الْمَفْعُوْلِیَّةِ عِنْدَ کَثِیْرٍ مِّنْهُمْ خُوْطِبَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَعْلِیْقُ الذِّکْرِ بِالْوَقْتِ مَعَ اَنَّ الْمَقْصُوْدَ تَذْکِیْرُ مَا وَقَعَ فِیْهِ مِنَ الْحَوَادِثِ لِمَا مَرَّ غَیْرَ مَرَّۃٍ اَیْ اُذْکُرْ لَهُمْ وَقْتَ قَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

خلاصہ یہ کہ اس میں مخاطبہ حضور کی طرف ہے کہ وہ واقعہ موسیٰ علیہ السلام ان کی یعنی کفار کے لیے یاد فرمائیں جو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم قبط اور بنی اسرائیل کو فرمایا اُذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ۔

اور سُوْٓء بقول راغب ذَهَابٌ فِیْ طَلَبِ الشَّیْءِ اور سوء مصدر ہے سَامَ یَسُوْمُ جو جنس عذاب السئ کے معنی دیتا ہے۔

اور بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ میں بھی بلاء کا ترجمہ فضل اس لیے کیا کہ قرآن کریم میں بلاء شر اور خیر دونوں معنے میں استعمال کیا گیا ہے کما قال تعالٰی وَنَبْلُوْکُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَةً۔ وَذٰلِكَ بِاعْتِبَارِ الْمَآلِ الَّذِیْ هُوَ الْاِنْجَاءُ اَوْ بِاعْتِبَارِ اَنَّ بَلَاءَ الْمُؤْمِنِ تَرْبِیَةٌ لَّهٗ وَنَفْعٌ فِی الْحَقِیْقَةِ۔

مومن پر جو بلاء آتی ہے وہ اس کی تربیت کے لیے آتی ہے اور تربیت میں تکلیف ہوتی ہے مگر اس کا مآل نجات ہی نجات ہے اور نجات فضل الٰہی ہے بنا بر ایں یہاں بلاء بمعنی فضل مفسرین نے فرمائی۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ ابراہیم پ ۱۳

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا کہ اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔

وَقَالَ مُوْسٰی اِنْ تَکْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝

اور کہا موسیٰ نے اگر کافر ہو جاؤ تم اور جو زمین میں سب تو بیشک اللہ بے پروا ہے سب خوبیوں والا۔

اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬

کیا نہ آئیں تمہیں خبریں ان کی جو تم سے پہلے تھے قوم نوح اور عاد اور ثمود کی۔

وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَهُمْ

اور وہ جو ان کے بعد ہوئے نہیں جانتا انہیں مگر اللہ آئے ان کے پاس روشن دلیلوں کے ساتھ تو لے گئے وہ اپنے

فِیْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا کَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝

ہاتھ اپنے منہ میں اور بولے ہم منکر ہیں اس کے جس کے ساتھ تم بھیجے گئے اور ہم شک میں ہیں اس سے جس طرف تم ہمیں بلا رہے ہو وہ کھلی بات نہیں ہے۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝

کہا ان کے رسولوں نے کیا اللہ میں شک ہے جو بنانے والا آسمانوں اور زمین کا ہے بلاتا ہے تمہیں تاکہ بخش دے تمہیں گناہ تمہارے اور موخر کر دے تمہیں تمہاری مقررہ مدت تک عذاب سے بولے تم تو ہمارے جیسے بشر ہو تم چاہتے ہو یہ کہ ہمیں روک دو جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ان سے تو لاؤ کوئی روشن سند۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

کہا انہیں ان کے رسولوں نے ہم نہیں مگر تم جیسے بشر لیکن اللہ احسان فرماتا ہے جس پر چاہے اپنے بندوں سے اور نہیں ہمارا کام یہ کہ ہم لائیں تمہارے پاس سند مگر اللہ کے حکم سے اور اوپر اللہ ہی کے بھروسہ کرتے ہیں مومن۔

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَآ اٰذَیْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

اور کیا ہوا ہمیں کہ نہ بھروسہ کریں ہم اللہ پر اور بے شک ہدایت دی ہمیں ہماری راہوں کی اور ہم ضرور صبر کریں گے اوپر ان اذیتوں کے جو تم ہمیں دے رہے ہو اور اوپر اللہ کے بھروسہ کرتے ہیں بھروسہ کرنے والے۔

حل لغات دوسرا رکوع سورۂ ابراہیم۔ پ ۱۳

وَاِذْ۔ اور جب	تَاَذَّنَ۔ اعلان کیا	رَبُّكُمْ۔ تمہارے رب نے	لَئِنْ۔ اگر
شَكَرْتُمْ۔ تم شکر کرو	لَاَزِیْدَنَّكُمْ۔ تو میں تمہیں زیادہ دوں گا		وَلَئِنْ۔ اور اگر
كَفَرْتُمْ۔ تم ناشکری کرو	اِنَّ۔ تو بے شک	عَذَابِیْ۔ میرا عذاب	لَشَدِیْدٌ۔ البتہ سخت ہے
وَقَالَ۔ اور کہا	مُوْسٰی۔ موسیٰ نے	اِنْ۔ اگر	تَكْفُرُوْا۔ تم کفر کرو

اَنْتُمْ ۔ تم　وَمَنْ ۔ اور جو　فِی الْاَرْضِ ۔ زمین میں ہیں　جَمِیْعًا ۔ سب

فَاِنَّ ۔ تو بے شک　اللّٰہَ ۔ اللہ　لَغَنِیٌّ ۔ بے نیاز ہے　حَمِیْدٌ ۔ تعریف کیا گیا

اَلَمْ ۔ کیا نہیں　یَاْتِکُمْ ۔ آئی تمہارے پاس　نَبَؤُا ۔ خبر　الَّذِیْنَ ۔ ان کی جو

مِنْ قَبْلِکُمْ ۔ تم سے پہلے تھے　قَوْمِ ۔ قوم　نُوْحٍ ۔ نوح کی

وَعَادٍ ۔ اور عاد　وَثَمُوْدَ ۔ اور ثمود کی　وَالَّذِیْنَ ۔ اور وہ جو　مِنْ بَعْدِھِمْ ۔ انکے بعد ہوئے

لَا یَعْلَمُھُمْ ۔ نہیں جانتا ان کو　اِلَّا اللّٰہُ ۔ مگر اللہ　جَآءَتْھُمْ ۔ آئے انکے پاس

رُسُلُھُمْ ۔ ان کے رسول　بِالْبَیِّنٰتِ ۔ دلائل کے ساتھ　فَرَدُّوْٓا ۔ تو لے گئے وہ　اَیْدِیَھُمْ ۔ اپنے ہاتھ

فِیْٓ ۔ بیچ　اَفْوَاھِھِمْ ۔ اپنے مونہوں کے　وَقَالُوْٓا ۔ اور بولے

اِنَّا ۔ بیشک ہم نے　کَفَرْنَا ۔ کفر کیا　بِمَآ ۔ ساتھ اس کے جو　اُرْسِلْتُمْ ۔ بھیجے گئے ہو تم

بِہٖ ۔ ساتھ اس کے　وَاِنَّا ۔ اور بیشک ہم　لَفِیْ ۔ البتہ بیچ　شَکٍّ ۔ شک کے ہیں

مِّمَّا ۔ اس سے　تَدْعُوْنَنَآ ۔ جو بلاتے ہو تم　اِلَیْہِ ۔ طرف اسکی　مُرِیْبٍ ۔ شک کرنے والے

قَالَتْ ۔ کہا　رُسُلُھُمْ ۔ انکے رسولوں نے　اَفِی ۔ کیا بیچ　اللّٰہِ ۔ اللہ کے

شَکٌّ ۔ شک ہے　فَاطِرِ ۔ جو پیدا کرنے والا ہے　السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں　وَالْاَرْضِ ۔ اور زمین کا

یَدْعُوْکُمْ ۔ وہ بلاتا ہے تم کو　لِیَغْفِرَ ۔ تاکہ بخشے　لَکُمْ ۔ تم کو

مِنْ ذُنُوْبِکُمْ ۔ تمہارے گناہ　وَیُؤَخِّرَکُمْ ۔ اور مہلت دے گا تم کو

اِلٰٓی ۔ طرف　اَجَلٍ ۔ مدت　مُّسَمًّی ۔ مقرر کی　قَالُوْٓا ۔ بولے

اِنْ ۔ نہیں ہو　اَنْتُمْ ۔ تم　اِلَّا ۔ مگر　بَشَرٌ ۔ آدمی

مِّثْلُنَا ۔ ہمارے جیسے　تُرِیْدُوْنَ ۔ تم چاہتے ہو　اَنْ ۔ یہ کہ

تَصُدُّوْنَا ۔ روک دو تم ہم کو　عَمَّا ۔ اس چیز سے　کَانَ ۔ جو تھے

یَعْبُدُ ۔ عبادت کرتے　اٰبَآؤُنَا ۔ ہمارے باپ دادا　فَاْتُوْنَا ۔ تو لاؤ ہمارے پاس　بِسُلْطٰنٍ ۔ سند

مُّبِیْنٍ ۔ کھلی　قَالَتْ ۔ کہا　لَھُمْ ۔ ان کو　رُسُلُھُمْ ۔ ان کے رسولوں نے

اِنْ ۔ نہیں　نَّحْنُ ۔ ہم　اِلَّا ۔ مگر　بَشَرٌ ۔ آدمی

مِّثْلُکُمْ ۔ تمہارے جیسے　وَلٰکِنَّ ۔ اور لیکن　اللّٰہَ ۔ اللہ　یَمُنُّ ۔ احسان کرتا ہے

عَلٰی ۔ اوپر　مَنْ ۔ جس کے　یَّشَآءُ ۔ چاہے　مِنْ عِبَادِہٖ ۔ اپنے بندوں سے

وَمَا ۔ اور نہیں　کَانَ ۔ ہے　لَنَآ ۔ ہمارے لیے　اَنْ ۔ یہ کہ

تَاْتِيَكُمْ۔ لائیں ہم تمہارے پاس | بِسُلْطَانٍ۔ سند | اِلَّا۔ مگر
بِاِذْنِ۔ ساتھ حکم | اللّٰہِ۔ اللہ کے | وَعَلَی۔ اور اوپر | اللّٰہِ۔ اللہ کے
فَلْيَتَوَكَّلِ۔ چاہیئے کہ بھروسہ کریں | الْمُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان والے | وَمَالَنَا۔ اور کیا ہے ہمیں
اَنْ لَّا۔ یہ کہ نہ | نَتَوَكَّلَ۔ توکل کریں ہم | عَلَی۔ اوپر | اللّٰہِ۔ اللہ کے
وَقَدْ۔ اور بیشک | هَدَانَا۔ ہدایت دی اسنے ہمیں | سُبُلَنَا۔ ہماری راہوں کی | وَلَنَصْبِرَنَّ۔ اور ضرور صبر کرینگے ہم
عَلٰی۔ اوپر | مَا۔ اس کے جو | اٰذَيْتُمُوْنَا۔ تکلیف دیتے ہو تم ہمیں | وَعَلَی۔ اور اوپر
اللّٰہِ۔ اللہ کے | فَلْيَتَوَكَّلِ۔ بھروسہ کریں | الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ بھروسہ کرنے والے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع۔ سورۃ ابراہیم پ ۱۳

"وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ اور (یاد فرمائیں) جب سنا دیا تمہارے رب نے کہ اگر شکر کروگے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کروگے تو میرا عذاب سخت ہے"۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ کے متعلق آلوسی روح المعانی میں تین قول نقل فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَئِنْ شَكَرْتُمْ۔ اَيْ لَئِنْ وَحَّدْتُّمْ وَاَطَعْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ فِي الثَّوَابِ۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ کے یہ معنی ہیں کہ اگر تم توحید الٰہی اور اطاعت رسالت پناہی میں مضبوط ہو گئے تو تمہارا ثواب ہم زیادہ کریں گے۔

وَعَنِ الْحَسَنِ وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ اِنَّ الْمَعْنٰى لَئِنْ شَكَرْتُمْ اِنْعَامِيْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ مِنْ طَاعَتِيْ۔ اگر تم شکر گذار رہے تو میں اپنی عطا و انعام کو تم پر زیادہ کروں گا

تیسرا قول یہ ہے جسے امام فرماتے ہیں۔ اِنَّ حَقِيْقَةَ الشُّكْرِ الْاِعْتِرَافُ بِنِعْمَةِ الْمُنْعِمِ مَعَ تَعْظِيْمِهٖ۔ حقیقت شکر یہ ہے کہ منعم حقیقی کے انعام کا اعتراف ایسے کیا جائے کہ اس کی تعظیم بھی اس میں ہو۔ اور مزید تفصیل فرماتے ہیں۔

وَبَيَانُ زِيَادَةِ النِّعَمِ بِهٖ اَنَّ النِّعَمَ مِنْهَا رُوْحَانِيَّةٌ وَمِنْهَا جِسْمَانِيَّةٌ وَالشَّاكِرُ يَكُوْنُ اَبَدًا فِيْ مُطَالَعَةِ اَقْسَامِ نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَنْوَاعِ فَضْلِهٖ وَكَرَمِهٖ۔ نعمت کے زیادہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ نعمت روحانی اور نعمت جسمانی دو صورت میں ہوتی ہے اور شکر کرنے والا ہر حال میں مطالعہ اقسامِ نعمت الٰہیہ میں محو رہتا ہے اور اس کے فضل و کرم پر نظر رکھتا ہے۔

وَذٰلِكَ يُوْجِبُ تَاَكُّدَ مَحَبَّةِ اللّٰهِ تَعَالٰى الْمُحْسِنِ اِلَيْهِ بِذٰلِكَ وَمَقَامُ الْمَحَبَّةِ اَعْلٰى مَقَامَاتِ الصِّدِّيْقِيْنَ. ثُمَّ قَدْ يَتَرَقَّى الْعَبْدُ مِنْ تِلْكَ الْحَالَةِ اِلٰى اَنْ يَكُوْنَ حُبُّهُ لِلْمُنْعِمِ شَاغِلًا عَنِ الْاِلْتِفَاتِ اِلَى النِّعْمَةِ وَهٰذِهِ اَعْلٰى وَاَعْلٰى فَثَبَتَ مِنْ هٰذَا اَنَّ الْاِشْتِغَالَ بِالشُّكْرِ يُوْجِبُ زِيَادَةَ النِّعَمِ الرُّوْحَانِيَّةِ وَكَوْنِهِ مُوْجِبًا لِزِيَادَةِ النِّعَمِ الْجِسْمَانِيَّةِ فَلِلْاِسْتِقْرَاءِ الدَّالِّ عَلٰى اَنَّ كُلَّ مَنْ كَانَ اِشْتِغَالُهُ بِالشُّكْرِ اَكْثَرَ كَانَ وُصُوْلُ النِّعَمِ اِلَيْهِ اَكْثَرَ۔

خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ

شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے اور شکر کی اصل یہ ہے کہ انسان نعمت کا تصور اور اس کا اظہار کرے۔ اور حقیقت شکر یہ ہے کہ منعم کی نعمت کا اس کی تعظیم کے ساتھ اعتراف کرے اور نفس کو اس کا خوگر بنائے

اس میں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ جب بندہ اللہ تعالے کی نعمتوں اور اس کے فضل وکرم اور احسان کا مطالعہ ومشاہدہ کرتا ہے کہ اس کے شکر میں مشغول ہو جاتا ہے تو لَاَزِیْدَنَّکُمْ کی بشارت کے مطابق اس پر نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں تو پھر بندے کے دل میں اللہ تعالے کی محبت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ مقام اعلی وبالا پر فائز ہو جاتا ہے۔

پھر اس سے اعلی مقام یہ ہے کہ منعم کی محبت کا اس پر اتنا استیلاء ہو جائے کہ اس کا دل نعمتوں کی طرف ملتفت ہی نہ رہے اس مقام کو مقام صدیقی کہتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

"وَقَالَ مُوْسٰى اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔ اور کہا موسی نے اگر تم کافر ہو جاؤ اور جتنے زمین میں ہیں سب کفر میں چلے جائیں تو بے شک اللہ بے پروا خوبیوں والا ہے"۔

اس رویہ سے تم ہی نقصان میں رہو گے اور اس کی نعمتوں سے محروم اللہ تعالی کی ذات اس سے بے پروا ہے کہ تم اس کے شکر گذار ہو یا کفران نعمت کرنے والے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شکر نعمت منعم واجب ہے اور نہیں تو اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ کا وعید تمہارے لیے ہے پھر عذاب دیکھ کر یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرَابًا کہنا۔ یا یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَ کہنا سب بے کار ہوگا۔ آگے ارشاد ہے

"اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ کیا نہیں آئیں تمہارے پاس ان کی خبریں جو تم سے پہلے تھے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور وہ جو ان کے بعد ہوئے انہیں نہیں جانتا کوئی مگر اللہ ان کے پاس آئے ان کے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ تو وہ اپنے ہاتھ لے جاتے تھے اپنے منہ کی طرف اور بولے ہم منکر ہیں اس کے جو بھیجا گیا تمہارے ساتھ اور ہم اس سے شک میں ہیں جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو وہ بات ہم پر کھلتے نہیں دیتا"۔

یعنی قوم نوح اور عاد وثمود کا ان کے رسولوں کی مخالفت کی وجہ میں جو حشر ہوا کیا تمہیں اس کی خبر نہیں

کہ انہوں نے معجزات دکھلائے انہیں دعوتِ توحید دی تو وہ غصہ میں آ کر شدتِ غیظ و غضب سے اپنے ہاتھ کاٹتے تھے۔ کَمَا قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ یَعْنِیْ عَضُّوا اَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ قُلْ مُوْتُوا بِغَیْظِکُمْ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے کتاب اللہ سن کر تعجب سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے گویا اس سے انکار کرنے کی کوئی نہ کوئی راہ اختیار کی اور صاف کہا کہ ہمارا شک آپ کی بات واضح نہیں ہونے دیتا یعنی شک اور کفر ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں۔

اس لیے کہ کفر عدم ایمان کو کہتے ہیں اسی بنا پر ابن عباس فرماتے ہیں اِنَّ اَلْکُفْرَ عَدَمُ الْاِیْمَانِ مُتَعَلِّقُ اَلْکُفْرِ وَالشَّكُّ وَاحِدٌ۔

اور مُرِیب کے معنی ہیں مُوْقِعَۃُ الرِّیْبَۃِ کے یعنی مِنْ اَرَابَنِیْ بِمَعْنٰی اَوْقَعَنِیْ فِی الرِّیْبَۃِ اَوْذِیْ رِیْبَۃٍ مِنْ اَرَابَ صَارَ ذَارِیْبَۃٍ وَھِیَ قَلَقُ النَّفْسِ وَعَدَمُ اطْمِیْنَانِھَا بِالشَّیْءِ۔

خلاصہ یہ کہ ریب، شک کے معنی میں مستعمل ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

"قَالَتْ رُسُلُھُمْ اَفِی اللّٰہِ شَكٌّ۔ فرمایا ان کے رسولوں نے انہیں کیا اللہ میں شک کرتے ہو جو آسمان اور زمین بنانے والا ہے۔ تمہیں بلاتا ہے تاکہ بخش دے تمہارے گناہ اور مؤخر کر دے تمہارا عذاب تمہاری اسی مقررہ زندگی تک"۔

یعنی انبیاء کرام نے انہیں جواب دیا کہ اللہ کی قدرت مطلقہ میں شک کر رہے ہو جس میں کوئی عقل والا شک نہیں کر سکتا اس واسطے کہ اس کے وجود کی روشن دلیل آسمان و زمین کا بنانا ہے وہ تمہیں بلاتا ہے اپنی طاعت و ایمان کی طرف اور چونکہ ایمان لانے کے بعد پہلے گناہ تمام معاف ہو جاتے ہیں تو وہ تمہیں اس لیے بلاتا ہے کہ ایام شرک کے تمہارے گناہ معاف فرما دے اور تم ایمان والوں میں شمار کیے جاؤ تو اس کے جواب میں وہ بولے۔

"قَالُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ بولے تم نہیں مگر ہمارے مثل ہی بشر ہو تُرِیْدُوْنَ تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے روک لو جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے تو لاؤ ہمیں دکھانے کو روشن سند ہمارے پاس"۔

یعنی مشرکین نے انبیاء کرام کو ان کی ظاہری شبیہ پر دیکھ کر کہا کہ آپ لوگ ہمارے جیسے ہی بشر ہیں تو جب آپ اور ہم ایک جیسے ہیں تو آپ کیسے نبی ہو گئے اور ہم کیوں نبی نہ بنائے گئے لہٰذا ہمارے پاس کوئی روشن دلیل لاؤ یہ ان کا کہنا محض عناد سے تھا ورنہ انبیاء کرام نے کتنی معجزات و بینات لا چکے تھے اس آیہ کریمہ سے یہ امر بھی واضح ہو گیا۔ کہ

انبیاء کرام علیہم السلام اگرچہ صورت بشری میں مبعوث ہوتے ہیں مگر ان کی حقیقت صفت بشری سے بالا ہوتی ہے۔

دوسرے کسی نبی کی شان میں بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہہ دینا اتباع کفار ہے مومن انہیں صورتًا بشر مانتا ہے مگر ان کی حقیقت کو بشریت سے بالا جانتا ہے۔ ؎

تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو — اللہ ہی کو معلوم ہے تم کون ہو کیا ہو

دوسرا شعر اس سے بھی واضح تر ہے ؎

محمد سِرِّ وحدت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے — شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

کسی عاشق کی طرف سے ایک اور شعر ہے ؎

محمد سے صفت پوچھو خدا کی — خدا سے پوچھئے شانِ محمد

ہمارے آقا و مولا وہ بشر ہیں کہ جامی کہتے ہیں ؎

بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی ۔

؎ موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوِ جمال — تو عین ذات مے نگری در تبسمی !

بہرحال انبیاء کرام کو مادی نگاہوں سے دیکھنے والے مشرک اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ہی کہتے رہے اور معجزات و بینات کے مشاہدہ کے باوجود فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ہی سناتے رہے۔

" قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فرمایا انہیں ان کے رسولوں نے کہ بے شک ہم نہیں مگر بشر ہیں مثل تمہارے۔ لیکن اللہ جس پر احسان فرماتا ہے اپنے بندوں میں سے (وہ مناصب و مراتب عُلیا کے اعتبار سے مخلوق پر فائق ہو جاتا ہے)

اور یہ ایسا جواب تھا جس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ماننے والا انکار نہیں کر سکتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ارشاد الٰہی ہے اور پھر انبیاء کرام نے جو جواب دیا وہ ان کی شایان شان ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

" وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ اور ہمیں یہ حق نہیں کہ ہم لائیں تمہارے پاس کوئی سند مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں مسلمان۔ اور ہمیں کیا ہوا کہ اللہ پر بھروسہ نہ کریں اور بے شک ہدایت کی ہمیں ہماری راہوں کی اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور اللہ پر بھروسہ کرنا ہی بھروسہ کرنے والوں کو چاہئے۔

اس آیہ کریمہ میں انبیاء کرام کی زبان سے اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ کسی نبی کا معجزہ اس کے اپنے

اختیار سے ظاہر نہیں ہوتا بلکہ بحکم الٰہی۔ اور کوئی نبی معجزہ نہیں لاتا مگر بحکم الٰہی اور اس سب کا بھروسہ اللہ تعالےٰ پر ہے اور ہونا بھی یہی چاہیئے۔ اس لیے ہدایت و ضلالت دونوں من جانب اللہ ہوتی ہیں اور کافر جو ایذائیں انبیاء کو پہنچاتے ہیں اس پر ان کا صبر کرنا ہی حق ہے اور شر اعداء کا دفع کرنا اور ان کی اذیتوں سے محفوظ رکھنا اللہ ہی کا کام ہے۔

با محاورہ ترجمہ تیسرا رکوع۔ سورۃ ابراہیم۔ پ ۱۳

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور کہا کافروں نے اپنے رسولوں سے ہم ضرور تمہیں نکال دیں گے اپنی زمین سے یا تم لوٹ آؤ ہماری ملت پر تو وحی کی انہیں ان کے رب نے ہم ضرور ہلاک کر دیں گے ظالموں کو۔

وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝

اور ضرور ہم بسائیں گے تم کو زمین میں ان کے بعد یہ اس کے لیے ہے جو ڈرے میرے حضور کھڑے ہونے سے اور ڈرے میرے عذاب کے وعدے سے۔

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝

اور انہوں نے فیصلہ مانگا اور نامراد ہوا ہر سرکش عناد والا۔

مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝

ان کے پیچھے جہنم ہے اور پلایا جائے گا انہیں پانی پیپ کا۔

يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝

گھونٹ لے گا اور نہیں اترے گا حلق سے اور موت آئے گی ہر طرف سے اور وہ مرے گا نہیں اور اس کے پیچھے عذاب گاڑھا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝

مثال ان کی جو منکر ہوئے اپنے رب سے ان کے عمل مثل راکھ کے ہیں کہ سخت آیا جھونکا ہوا کا آندھی کے دن نہ قبضہ کر سکے اپنی کمائی سے کچھ یہ ہے ان کی دور کی گمراہی۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝
کیا نہ دیکھا تو نے کہ بے شک اللہ نے بنائے آسمان اور زمین حق کے ساتھ اگر چاہے تو لے جائے تمہیں اور لائے نئی مخلوق۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝
اور نہیں یہ اللہ پر کچھ دشوار

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ
اور علانیہ نکلیں گے اللہ کے حضور تو جو کمزور تھے وہ کہیں گے تکبر کرنے والوں سے ہم تھے تمہارے پیرو تو کیا تم بے پروا کر سکتے ہو ہمیں عذاب الٰہی سے کچھ

قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝
کہیں گے اگر ہدایت دیتا ہمیں اللہ تو ہم تمہیں ہدایت دیتے برابر ہے ہمارے اوپر بیقراری کریں یا صبر سے رہیں نہیں ہمارے لیے کوئی پناہ۔

حلِّ لغات تیسرا رکوع سورۃ ابراہیم پ ۱۳

وَقَالَ۔ اور کہا — الَّذِيْنَ۔ انہوں نے جو — كَفَرُوْا۔ کافر تھے — لِرُسُلِهِمْ۔ اپنے رسولوں کو
لَنُخْرِجَنَّكُمْ۔ ضرور نکال دیں گے ہم تم کو — مِنْ اَرْضِنَآ۔ اپنی زمین سے
اَوْ۔ یا — لَتَعُوْدُنَّ۔ یقیناً لوٹو گے تم — فِيْ۔ بیچ
مِلَّتِنَا۔ ہمارے مذہب کے — فَاَوْحٰٓى۔ تو وحی کی — اِلَيْهِمْ۔ ان کی طرف — رَبُّهُمْ۔ ان کے رب نے
لَنُهْلِكَنَّ۔ ضرور ہلاک کریں گے ہم — الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں کو — وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ۔ اور ضرور
آباد کریں گے ہم تم کو — الْاَرْضَ۔ زمین کا — مِنْ بَعْدِهِمْ۔ ان کے بعد
ذٰلِكَ۔ یہ — لِمَنْ۔ اس کے لیے ہے جو — خَافَ۔ ڈرا — مَقَامِيْ۔ میرے سامنے کھڑا ہونے سے
وَخَافَ۔ اور ڈرا — وَعِيْدِ۔ میرے عذاب کے وعدہ سے — وَاسْتَفْتَحُوْا۔ اور فیصلہ
مانگا انہوں نے — وَخَابَ۔ اور نامراد ہوا — كُلُّ۔ ہر ایک — جَبَّارٍ۔ سرکش
عَنِيْدٍ۔ ضدی — مِنْ وَّرَآئِهٖ۔ اس کے پیچھے ہے — جَهَنَّمُ۔ جہنم
وَيُسْقٰى۔ اور پلایا جائے گا — مِنْ مَّآءٍ۔ پانی — صَدِيْدٍ۔ پیپ کا — يَّتَجَرَّعُهٗ۔ گھونٹ گھونٹ
پیئے گا اس کو — وَلَا يَكَادُ۔ اور نہیں قریب — يُسِيْغُهٗ۔ کہ نگل سکے اس کو۔

وَيَاْتِيْهِ۔ اور آئے گی اس کے پاس   اَلْمَوْتُ۔ موت   مِنْ کُلِّ۔ ہر ایک
مَکَانٍ۔ جگہ سے   وَّمَا۔ اور نہیں   هُوَ۔ وہ   بِمَیِّتٍ۔ مرنے والا
وَمِنْ وَّرَآئِهٖ۔ اور اس کے پیچھے   عَذَابٌ۔ عذاب ہے   غَلِیْظٌ۔ گاڑھا
مَثَلُ۔ مثال   الَّذِیْنَ۔ ان کی   کَفَرُوْا۔ جو منکر ہوئے   بِرَبِّهِمْ۔ اپنے رب سے
اَعْمَالُهُمْ۔ ان کے عمل   کَرَمَادِ۔ مثل راکھ کے ہیں   اِشْتَدَّتْ۔ کہ سخت چلی   بِهٖ۔ اس پر
الرِّیْحُ۔ ہوا   فِیْ یَوْمٍ۔ دن   عَاصِفٍ۔ آندھی کے   لَا یَقْدِرُوْنَ۔ نہیں قدرت رکھتے
مِمَّا۔ اس چیز سے جو   کَسَبُوْا۔ کمایا انہوں نے   عَلٰی۔ اوپر
شَیْءٍ۔ کسی چیز کے   ذٰلِكَ۔ یہ ہے   هُوَ۔ وہ   الضَّلٰلُ۔ گمراہی
الْبَعِیْدُ۔ دور کی   اَلَمْ۔ کیا نہیں   تَرَ۔ دیکھا تو نے   اَنَّ۔ کہ بے شک
اللّٰهَ۔ اللہ نے   خَلَقَ۔ پیدا کیا   السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کو   وَالْاَرْضَ۔ اور زمین کو
بِالْحَقِّ۔ ساتھ حق کے   اِنْ۔ اگر   یَّشَاْ۔ وہ چاہے   یُذْهِبْكُمْ۔ تو لے جائے
تم کو۔   وَیَاْتِ۔ اور لے آئے   بِخَلْقٍ۔ پیدائش   جَدِیْدٍ۔ نئی
وَمَا۔ اور نہیں   ذٰلِكَ۔ یہ   عَلَى اللّٰهِ۔ اللہ پر   بِعَزِیْزٍ۔ کچھ مشکل
وَبَرَزُوْا۔ اور نکلیں گے   لِلّٰهِ۔ اللہ کے سامنے   جَمِیْعًا۔ سب   فَقَالَ۔ تو کہیں گے
الضُّعَفٰٓؤُا۔ کمزور لوگ   لِلَّذِیْنَ۔ ان کو   اسْتَکْبَرُوْا۔ جو متکبر تھے   اِنَّا۔ بے شک
كُنَّا۔ ہم تھے   لَكُمْ۔ تمہارے   تَبَعًا۔ تابع   فَهَلْ۔ تو کیا
اَنْتُمْ۔ تم   مُّغْنُوْنَ۔ بچانے والے ہو   عَنَّا۔ ہم کو   مِنْ عَذَابِ۔ عذاب
اللّٰهِ۔ الٰہی سے   مِنْ شَیْءٍ۔ کچھ   قَالُوْا۔ تو کہیں گے وہ   لَوْ۔ اگر
هَدٰىنَا۔ ہدایت دیتا ہم کو   اللّٰهُ۔ اللہ   لَهَدَیْنٰكُمْ۔ تو ہدایت دیتے ہم تم کو
سَوَآءٌ۔ برابر ہے   عَلَیْنَآ۔ ہم پر   اَجَزِعْنَآ۔ کہ بے صبری کریں   اَمْ۔ یا
صَبَرْنَا۔ صبر کریں   مَا لَنَا۔ نہیں ہمارے لیے   مِنْ مَّحِیْصٍ۔ کوئی پناہ کی جگہ

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۃ ابراہیم۔ پ ۱۳

"وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ۔ اور کہا انہوں نے جو کافر ہوئے اپنے

رسولوں سے ہم ضرور تمہیں نکال دیں گے اپنی زمین سے یا تم لوٹ آؤ ہماری ملت پر تو وحی کی انہیں ان کے رب نے کہ ہم ہلاک کریں گے ضرور ان ظالموں کو اور ضرور تمہیں بسائیں گے زمین میں ان کے بعد یہ اس کے لیے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور ڈرے اس سے جو میں نے عذاب کا وعدہ دیا۔"

کافروں نے خصوصًا قوم شعیب نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپ کو اپنی زمین مدین سے نکال دیں گے ورنہ آپ ہمارے طریقہ پر آجائیں تو اللہ تعالے نے وحی فرمائی کہ یہ تو آپ کو کیا نکالیں گے ان کے نکالنے سے پہلے ہم انہیں ہلاک کردیں گے۔ اور ان کے مساکن و اماکن پر تمہیں قبضہ دیں گے۔

چنانچہ حدیث میں ہے مَنْ اٰذٰی جَارَہٗ اَوْرَثَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی دَارَہٗ۔ جو اپنے ہمسایہ کو ایذا دیتا ہے اللہ اس کے گھر کا اس ہمسایہ کو مالک بناتا ہے۔

اور ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ۔ یہ اس کے لیے ہے جو بروز قیامت میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے یعنی جب حساب کے لیے اللہ کے حضور کھڑا ہوا ہو اس سے خائف ہو اور میرے مواعید عذاب سے ڈرے۔ آگے ارشاد ہے۔ کہ

انبیاء و رسل علیہ السلام نے بارگاہ الوہیت میں استفتاح کیا یعنی مدد طلب کی۔ یا امتوں نے اپنے رسولوں کے مابین اللہ تعالے سے استمداد کی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

" وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ اور استفتاح کیا انہوں نے اور نامراد ہوا ہر جابر سرکش"۔

یعنی اللہ تعالے کی طرف انبیاء اور متبعین کی مدد فرمائی گئی اور فتح دی اور سرکش معاند جاحد کافر نامراد ہوئے اور ایسے نامراد ہوئے کہ انہیں اپنی خلاصی کی کوئی سبیل نہ رہی۔ جبّار۔ متکبر عن عباد اللہ کو کہتے ہیں اور عنید۔ معاند للحق کو کہتے ہیں۔

" مِنْ وَّرَائِهٖ جَهَنَّمُ ان کے پیچھے جہنم ہے اور پلایا جائے گا اسے پانی پیپ کا گھونٹ لے گا اس کے اور نہیں اتر سکے گا اس کے حلق سے اور آئے گی اسے موت ہر طرف سے اور وہ مرے گا نہیں اور اس کے پیچھے اور عذاب شدید ہوگا۔"

ماء صدید کے متعلق مجاہد۔ قتادہ۔ ضحاک کہتے ہیں هُوَ مَا يَسِيْلُ مِنْ اَجْسَامِ اَهْلِ النَّارِ جہنمیوں کے جسم سے جو بہے گا اسے ماء صدید کہتے ہیں۔

اور محمد بن کعب اور ربیع کہتے ہیں مَا يَسِيْلُ مِنْ فُرُوْجِ الزُّنَاةِ وَالزَّوَانِیْ۔ زانی مرد و عورت سے جو مواد بہے اسے صدید کہتے ہیں۔

عکرمہ کہتے ہیں هُوَ الدَّمُ وَالْقَيْحُ۔ وہ خون اور پیپ جہنم کا ہے۔

اور تجرّع کہتے ہیں بمشکل حلق سے اتارنے کو یتجرّعہ ای یتکلف جرعہ مرۃً بعد اخرٰی لغلبۃ العطش واستیلاء الحرارۃ۔

حدیث میں ہے کہ جہنمی کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا جب وہ منہ کے پاس آئے گا تو اسے سخت ناگوار معلوم ہوگا جب اور قریب ہوگا تو اس کا چہرہ جھلس جائے گا اور سر تک کی کھال جل جل کر گر پڑے گی۔ جب پیئے گا تو آنتیں کٹ کر نکل جائیں گی۔ اصل حدیث یہ ہے۔

اخرج احمد والترمذی والنسائی والحاکم وصححہ وغیرھم عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہ قال فی الایۃ یقرب الیہ فیتکرھہ فاذا ادنی منہ شوی وجھہ ووقعت فروۃ راسہ فاذا شربہ قطع امعاءہ حتی یخرج من دبرہ یقول اللہ تعالٰی وسقوا ماء حمیما فقطع امعاءھم وقال سبحنہ وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ۔

اور یاتیہ الموت من کل مکان کے معنی جمیع الجھات ترجمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

اور ابراہیم تیمی فرماتے ہیں من کل مکان من جسدہ حتی من اطراف شعرہ

اور من ورائہ عذاب غلیظ پر فرماتے ہیں یستقبل کل وقت عذابا اشد واشق مما کان قبلہ یعنی پہلی ساعت سے آنے والی ساعت کا عذاب شدید تر ہوگا۔

"مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد اشتدت بہ الریح۔ مثال ان کی جو منکر ہوئے اپنے رب سے ان کے عمل مثل راکھ کے ہیں کہ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آندھی کے دن میں آیا نہ قدرت پا سکے اپنی کمائی پر کچھ یہ ہے ان کی گمراہی دور کی"۔

یعنی کافر مشرک جو اپنے خیال میں نیک عمل کرتے ہیں خیرات و صدقات اور محتاجوں کی امداد اور مسافروں کی اعانت۔ بیماروں کی خبر گیری۔ صلہ رحمی۔ یتیموں۔ اسیروں کی ہمدردی کہتے ہیں وہ ایسی رائیگاں اور عبث ہے جیسے راکھ کہ ایک جگہ جمع کر لی ہو اور ریح عاصف یعنی تیز و تند جھونکا آندھی کا آیا اور سب کو اڑا کر لے گیا اس لیے کہ ان کی یہ نیکیاں مبنی بر ایمان نہیں۔ ہر عمل صالح سے مقدم ایمان ہے اگر ایمان نہیں تو کوئی عمل صالح مقبول نہیں اور ہونا بھی ایسا چاہیئے۔ اس لیے کہ جس کے لیے اعمال کیے جا رہے ہیں وہ رب سبحانہ وتعالٰی ہے جب وہی نہ مانا گیا اور اس پر ایمان نہ ہوا تو عمل کس کے لیے اگر پتھر دل۔ بتوں اور درختوں اور چاند تارے شمس و قمر کے لیے وہ عمل ہیں تو ان سے ہی اس کا اجر لینا چاہیئے اور جب وہ جماد محض اور بے شعور ہیں تو بدلہ کس سے لینے کا وہ حق رکھتے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا راوی ہیں فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ ابن جدعان نے زمانۂ جاہلیت میں بہت صلہ رحمی کی ہے مساکین کو وہ بہت کچھ کھلاتا تھا کیا اسے اس کا فائدہ پہنچیگا۔؟

فرمایا نہیں اسے کچھ نفع نہ ہوگا اس لیے کہ اس نے کبھی اللہ تعالےٰ کے حضور یہ نہ کہا الٰہی میری خطائیں قیامت کے دن معاف فرما دے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ جُدْعَانَ فِى الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيُطْعِمُ الْمَسَاكِيْنَ هَلْ ذَالِكَ نَافِعُهٗ؟

قَالَ لَا اِنَّهٗ لَمْ يَقُلْ رَبِّ اغْفِرْلِىْ خَطِيْئَتِىْ يَوْمَ الدِّيْنِ۔

اور قرآن پاک میں بھی صاف ارشاد ہے۔ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ۔ آگے حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم سے مخاطبہ ہے۔

" اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ۔ (اے محبوب) کیا نہ دیکھا آپ نے کہ اللہ نے پیدا فرمائے آسمان اور زمین حق کے ساتھ اگر چاہے تو ان سب کو لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے اور یہ اللہ پر کچھ مشکل اور دشوار نہیں"۔

یہ آسمان و زمین کی تخلیق ایسی شان حق ہے کہ اس میں بڑی حکمتیں ہیں اور ان کی پیدائش بے کار نہیں وہ اگر انہیں معدوم کر دے اور ان کی بجائے ایسی مخلوق لے آئے جو مطیع و فرمانبردار ہو تو اس کی قدرت کاملہ سے بعید نہیں جب وہ آسمان و زمین پیدا کر دینے پر قادر تھا تو ان سب کے فنا کر دینے پر بطریق اولیٰ قادر ہے غرضیکہ ہست کو نیست کر دینے اور نیست کو ہست کر دینا اسے کچھ مشکل نہیں۔

" وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا اور سب ظاہر ہوں گے خدا کے حضور تو کہیں گے وہ جو کمزور تھے ان سے جو متکبر تھے کہ ہم تو تمہارے پیرو تھے تو کیا تم ہمیں بے پرواہ کر سکتے ہو عذاب الٰہی سے کچھ کہیں گے وہ متکبر کافر اگر ہدایت کرتا ہمیں اللہ تو ہم تمہیں ہدایت کرتے تو (اب) برابر ہے ہمارے لیے بیقراری کریں یا صبر سے رہیں ہمیں کہیں پناہ نہیں"۔

بُرُوز۔ عربی محاورہ میں ظہور کے معنی میں مستعمل ہے تو یہاں چونکہ قبروں سے ظہور ہونا ہے اس لیے بَرَزُوْا فرمایا گیا۔ آلوسی فرماتے ہیں۔ وَالْمُرَادُ بِبُرُوْزِهِمْ لِلّٰهِ ظُهُوْرُهُمْ مِّنْ قُبُوْرِهِمْ لِلّٰهِ اَىْ لِاَجَلِ حِسَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

اور ضعفاء سے مراد وہ بیوقوف ضعیف الرائے لوگ مراد ہیں جو دولتمند متکبرین کفار کے پیروکار تھے

آج وہ انہیں ملامت کرتے ہوئے کہیں گے کہ تم تو ڈوبے تھے صنم ہم کو بھی تم لے ڈوبے دنیا میں تم نے ہمیں اپنا پیرو کار رکھا گمراہ کیا راہ حق سے روکا اور بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے رہے اب تمہارا وہ غرور و تکبر و تعلیاں کہاں گئیں۔ اب جو عذاب ہم پر تمہاری بدولت ہوا اسے کچھ تو کم کرو۔

تو وہ خبثاء حمقاء متکبر جواب دیں گے کہ اللہ نے جب ہمیں ہدایت نہ دی گمراہ کیا تو تمہیں کیسے ہدایت کر سکتے تھے آج خلاصی کی کوئی راہ نہیں نہ ہم لوگوں کے لیے ہمارا کوئی شفیع ہے آؤ ہم تم مل جل کر صبر کریں چنانچہ حدیث میں ہے کہ پانچ سو برس تک صبر کرتے رہیں جب اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو تو کہیں آؤ تم ہم مل کر روئیں تو پانچ سو برس روتے رہیں گے جب اس سے بھی کام نہ ہوگا تو کہیں گے سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ۔ اصل حدیث یہ ہے۔

اَخْرَجَہٗ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَالطَّبَرَانِیُّ وَابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِکٍ رَفَعَہٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یُظُنُّ اٰیَۃً قَالَ یَقُوْلُ اَھْلُ النَّارِ ھَلُمُّوْا فَلْنَصْبِرْ فَیَصْبِرُوْنَ خَمْسَمِائَۃِ عَامٍ فَلَمَّا رَاَوْا ذَالِکَ لَا یَنْفَعُھُمْ قَالُوْا ھَلُمُّوْا فَلْنَجْزَعْ فَیَبْکُوْنَ خَمْسَمِائَۃِ عَامٍ فَلَمَّا رَاَوْا ذَالِکَ لَا یَنْفَعُھُمْ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ۔

محیص عربی میں عام مایوسی کے معنی میں بولتے ہیں چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں۔ وَالْمَعْنٰی لَیْسَ لَنَا مَحَلٌّ نَنْجُوْا فِیْہِ مِنْ عَذَابِہٖ۔ اَوْلَا نَجَاۃَ لَنَا مِنْ ذَالِکَ وَالْمَحِیْصُ مِنْ حَاصَ حَادَ وَفَرَّ وَھُوَ اِسْمُ مَکَانٍ کَالْمَبِیْتِ وَالْمَصِیْفِ اَوْ مَصْدَرٌ مِیْمِیٌّ کَالْمَغِیْبِ وَالْمَشِیْبِ۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع۔ سورۃ ابراہیم۔ پ ۱۳

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ

اور کہے گا شیطان جب فیصلہ ہو چکے گا بے شک اللہ نے تم کو وعدہ دیا سچا اور میں نے وعدہ دیا تم کو وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا تھا اور نہیں تھا میرا تم کو قابو مگر اتنا کہ میں نے تم کو بلایا تم نے میری مان لی تو نہ ملامت کرو مجھے اور ملامت کرو اپنے کو نہ میں تمہاری مدد کو پہنچ سکوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو میں منکر ہوں اس سے جو تم نے مجھے شریک ٹھہرایا ہے بے شک ظالموں کے لیے دردناک

اَلِیْمٌ ۝ وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ۝ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ اِۨجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ یُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ ۙ وَ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ۝

عذاب ہے۔

اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ رہیں ان میں اپنے رب کے حکم سے ان کا اکرام اس میں سلام ہے۔
کیا تم نے نہ دیکھا کیسی مثال دی اللہ نے مثال پاکیزہ بات کی مثل پاکیزہ درخت کے ہے جس کی جڑ قائم ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں دیتا ہے اپنا پھل ہر وقت رب کے حکم سے اور مثال دیتا ہے اللہ لوگوں کے لیے تاکہ وہ سمجھیں۔
اور مثال گندی بات کی مثل گندے درخت کے ہے کہ کاٹ دیا گیا زمین کے اوپر سے نہیں اسے کوئی قرار۔
اللہ ثابت رکھتا ہے انہیں جو ایمان لائے قول ثابت پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور گمراہ کرتا ہے اللہ ظالموں کو اور کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے۔

حلِ لغات چوتھا رکوع سورۃ ابراہیم پ ۱۳

وَقَالَ۔ اور کہے گا	الشَّیْطٰنُ۔ شیطان	لَمَّا۔ جب	قُضِیَ۔ فیصلہ ہو جائے گا
الْاَمْرُ۔ کام کا	اِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ نے	وَعَدَكُمْ۔ وعدہ دیا تم کو
وَعْدَ۔ وعدہ	الْحَقِّ۔ سچا	وَوَعَدْتُّكُمْ۔ اور میں نے وعدہ دیا تم کو	
فَاَخْلَفْتُكُمْ۔ تو خلاف کیا	وَمَا۔ اور نہیں	كَانَ۔ تھا	لِیَ۔ میرا
عَلَیْكُمْ۔ تم پر	مِّنْ سُلْطٰنٍ۔ کوئی غلبہ	اِلَّآ اَنْ۔ مگر یہ کہ	دَعَوْتُكُمْ۔ میں نے تمہیں بلایا
فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ۔ تو تم نے میرا کہا مانا		فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ۔ تو نہ ملامت کرو مجھے	
وَلُوْمُوْۤا۔ اور ملامت کرو	اَنْفُسَكُمْ۔ اپنے آپ کو	مَاۤ اَنَا۔ نہیں ہوں میں	بِمُصْرِخِكُمْ۔ بچانے والا
تم کو۔	وَمَا۔ اور نہیں	اَنْتُمْ۔ تم	بِمُصْرِخِیَّ۔ بچانے والے مجھ کو

اِنِّیْ۔ بے شک میں نے	کَفَرْتُ۔ انکار کیا	بِمَا۔ اس کا	اَشْرَکْتُمُوْنِ۔ جو شریک بنایا
تم نے مجھے	مِنْ قَبْلُ۔ پہلے	اِنَّ۔ بے شک	الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالم
لَهُمْ۔ ان کے لیے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے	اَلِیْمٌ۔ دردناک	وَاُدْخِلَ۔ اور داخل کیے جائینگے
الَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَعَمِلُوا۔ اور عمل کیے	الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے
جَنّٰتٍ۔ باغوں میں	تَجْرِیْ۔ چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا۔ انکے نیچے	الْاَنْهٰرُ۔ نہریں
خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے ہیں		فِیْهَا۔ اس میں	بِاِذْنِ۔ ساتھ حکم
رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کے	تَحِیَّتُهُمْ۔ ان کا تحفہ	فِیْهَا۔ اس میں۔	سَلٰمٌ۔ سلام ہوگا۔
اَلَمْ۔ کیا نہ	تَرَ۔ دیکھا تو نے	کَیْفَ۔ کس طرح	ضَرَبَ۔ بیان کی
اللّٰهُ۔ اللہ نے	مَثَلًا۔ مثال	کَلِمَةً۔ کلمے	طَیِّبَةً۔ پاک کی
کَشَجَرَةٍ۔ جیسے درخت	طَیِّبَةٍ۔ پاک	اَصْلُهَا۔ اسکی جڑ	ثَابِتٌ۔ ثابت ہے
وَفَرْعُهَا۔ اور اس کی شاخ	فِی السَّمَآءِ۔ آسمان میں ہے	تُؤْتِیْ۔ دیتا ہے	اُکُلَهَا۔ اپنا پھل
کُلَّ۔ ہر	حِیْنٍ۔ وقت	بِاِذْنِ۔ ساتھ حکم	رَبِّهَا۔ اپنے رب کے
وَیَضْرِبُ۔ اور بیان کرتا ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	الْاَمْثَالَ۔ مثالیں	لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے
لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ	یَتَذَکَّرُوْنَ۔ نصیحت حاصل کریں		وَمَثَلُ۔ اور مثال
کَلِمَةٍ۔ کلمے	خَبِیْثَةٍ۔ گندے کی	کَشَجَرَةٍ۔ جیسے درخت	خَبِیْثَةٍ۔ گندا جو
نِ اجْتُثَّتْ۔ کاٹ لیا گیا	مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ۔ زمین کے اوپر سے		مَا لَهَا۔ نہیں ہے اس کو
مِنْ قَرَارٍ۔ کوئی ثبات	یُثَبِّتُ۔ ثابت رکھتا ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	الَّذِیْنَ۔ ان کو
اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے	بِالْقَوْلِ۔ ساتھ بات	الثَّابِتِ۔ ثابت کے	فِی الْحَیٰوةِ۔ زندگی
الدُّنْیَا۔ دنیا میں	وَفِی۔ اور بیچ	الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کے	وَیُضِلُّ۔ اور گمراہ کرتا ہے
اللّٰهُ۔ اللہ	الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالموں کو	وَیَفْعَلُ۔ اور کرتا ہے	اللّٰهُ۔ اللہ
مَا یَشَآءُ۔ جو چاہے۔			

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ ابراہیم پ ۱۳

وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ۔ اور شیطان کہے گا جب فیصلہ ہو چکے گا بے شک اللہ نے تمہیں سچا

وعدہ دیا تھا اور میں نے جو تم کو وعدہ دیا تھا وہ میں نے جھوٹا کیا تھا اور میرا تم پر کچھ قابو نہ تھا مگر یہ کہ میں نے تم کو بلایا تم نے قبول کیا تو اب مجھ پر ملامت نہ کرو اور ملامت کرو اپنے نفس کو اب میں نہ تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو"۔

یعنی جب میدان حشر میں حساب و کتاب سے فیصلہ ہو جائے گا اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو دوزخی شیطان پر ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ کمبخت تو نے ہمیں گمراہ کر کے اس مصیبت میں پھنسایا تو وہ جواب دے گا کہ اگرچہ میں نے تمہیں یہ کہا تھا کہ مرنے کے بعد نہ نشر ہے نہ جزا و سزا جنت ہے نہ دوزخ مگر اللہ تعالے کا وعدہ بھی تو تمہارے کانوں تک پہنچ چکا تھا جس میں تمہیں بتا دیا گیا تھا کہ مرنے کے بعد پھر اٹھنا ہے اور آخرت میں نیکی بدی کا بدلہ دیا جائے گا تو اللہ کا وعدہ سچا تھا سچا ہوا میں جھوٹا تھا میرا بیان بھی جھوٹا ہوا۔

پھر میں نے تمہیں کہا ہی تو تھا میں تمہیں مجبور تو نہ کرتا تھا۔ علاوہ ازیں میرے بیانات بلا حجت و برہان تھے محض وساوس اور خواہشات نفسانی کے موافق تھے تو یہ تمہاری غلطی تھی کہ بلا حجت و برہان دعاوی کو تم نے مان لیا اور معجزات و بینات سے جو انبیا و رسل کے بیانات تھے وہ تم نے قبول نہ کیے تو اب تم اپنے اوپر ملامت کرو اس لیے کہ اللہ تعالے تمہیں برابر فرما رہا تھا کہ شیطان کے بہکانے میں نہ آنا وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے مجھ پر ملامت بیکار ہے۔

تم میں جو انبیاء و رسل آئے انھوں نے حجتیں پیش کیں براہین قائم فرمائے مگر تم نے ان کی نہ سنی ان کے خلاف ہوئے اور میں چونکہ تمہاری خواہشات کے مطابق تمہیں غلط راہ پر بلاتا تھا تم میری سنتے تھے تو یہ تمہاری غلطی تھی جس کا آج خمیازہ بھگت رہے ہو پھر میں نہ دنیا میں تمہاری کسی مصیبت میں فریاد کو پہنچا نہ آج پہنچ سکتا ہوں اس لیے کہ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا کا اعلان تمہیں اللہ تعالی کی طرف سے ہو رہا تھا اس بنا پر تو تمہیں سمجھنا چاہیے تھا کہ جو تمہارا دشمن ہے وہ تمہاری بھلائی کیسے چاہ سکتا ہے دشمن سے خیر اندیشی کی امید رکھنا حماقت ہی ہے۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ۔ اَیْ اُحْکِمَ وَفُرِغَ مِنْہُ وَھُوَ الْحِسَابُ وَدَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ الْجَنَّۃَ وَاَھْلُ النَّارِ النَّارَ خَطِیْبًا فِیْ مَحْفَلِ الْاَشْقِیَاءِ مِنَ الثَّقَلَیْنِ۔

حساب و کتاب کے بعد جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو شیطان اشقیاء کے مجمع میں کھڑا ہو کر بطور خطیب بولے گا۔

اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَغَیْرُہٗ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ قَامَ اِبْلِیْسُ خَطِیْبًا عَلٰی

مِنْبَرٍ مِّنْ نَّارٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ وَعَدَکُمْ وَعْدَ الْحَقِّ۔ قیامت کے دن شیطان ناری منبر پہ خطیب بن کر کھڑا ہوا اور کہے اِنَّ اللّٰہَ وَعَدَکُمْ وَعْدَ الْحَقِّ۔ الخ

وَعَنْ مُقَاتِلٍ اِنَّ الْکُفَّارَ یَجْتَمِعُوْنَ عَلَیْہِ فِی النَّارِ بِالْمَلَامَۃِ فَیَرْقٰی مِنْبَرًا مِّنْ نَّارٍ فَیَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ وَعَدَکُمْ الخ۔

کفار آگ میں شیطان کو ملامت کرتے ہوئے گھیریں گے تو وہ آگ کے منبر پر کھڑا ہو کر جواب دے گا اِنَّ اللّٰہَ وَعَدَکُمْ الخ

اَخْرَجَ الطَّبْرَانِیُّ وَابْنُ الْمُبَارَکِ فِی الزُّھْدِ وَابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ عَسَاکِرَ لٰکِنْ بِسَنَدٍ ضَعِیْفٍ مِنْ حَدِیْثِ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ یَرْفَعُہٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْکُفَّارَ حِیْنَ یَرَوْا شَفَاعَۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتُوْنَ اِبْلِیْسَ فَیَقُوْلُوْنَ لَہٗ قَدْ وَجَدَ الْمُؤْمِنُوْنَ مَنْ یَّشْفَعُ لَھُمْ فَقُمْ اَنْتَ فَاشْفَعْ لَنَا فَاِنَّکَ اَضْلَلْتَنَا فَیَقُوْمُ فَیَثُوْرُ مِنْ مَجْلِسِہٖ اَنْتَنُ رِیْحٍ شَمَّھَا اَحَدٌ فَیَقُوْلُ مَا قَصَّ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

کفار جب حضور کی شفاعت مومنین کے لیے دیکھیں گے تو شیطان کے پاس سب جمع ہو کر آئیں اور کہیں ایمان والوں نے تو اپنی شفاعت کرنے والا پالیا تو اب کھڑا ہو اور ہماری شفاعت کر اس لیے کہ تو نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو اس کی مجلس سے ایسی بدبو پھیلے گی کہ ایسی بدبو کبھی کسی انسان نے نہ سونگھی ہوگی تو پھر وہ کچھ بیان کرے گا جو اللہ نے فرمایا ہے

لہذا آج نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں مَا اَنَا بِمُصْرِخِکُمْ یعنی مَا اَنَا بِمُغِیْثِکُمْ مِمَّا اَنْتُمْ فِیْہِ مِنَ الْعَذَابِ محاورہ میں بولتے ہیں اِسْتَصْرَخَنِیْ فَاَصْرَخْتُہٗ یعنی اِسْتَغَاثَنِیْ فَاَغَثْتُہٗ مجھ سے فریاد کی میں اس کی فریاد کو پہنچا۔

پھر تم نے مجھے اللہ کا شریک مانا اور میں اس عقیدے سے بیزار تھا اور اب بھی بیزار ہوں لیکن تم نے مجھے اپنی خواہشات کے ماتحت خدا کا شریک ٹھہرایا تو اب میں تمہیں کہتا ہوں

اِنِّیْ کَفَرْتُ بِمَا اَشْرَکْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ میں انکار کرتا ہوں اس سے جو تم نے مجھے خدا کا شریک ٹھہرایا اس سے پہلے بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

یعنی اللہ تعالٰے کی عبادت میں تم نے جو مجھے شریک ٹھہرایا اس سے میں بیزار ہوں اور اس کی پیش گوئی قرآن کریم میں پہلے ہی فرمادی گئی تھی وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ

وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ۔ اور داخل کیے جائیں گے وہ جو ایمان لائے

اور اچھے عمل کیے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے اپنے رب کے حکم سے ان کا اکرام ملتے وقت سلام ہے"۔

یعنی جنتوں میں داخل ہونے کے بعد ان کے اکرام میں اللہ تعالےٰ اور ملائکہ کی طرف سے آپس میں ملتے وقت سلام کیا جائے گا اور وہ آپس میں خوش وخرم سلام سلام کے ساتھ ہی ایک دوسرے سے ملیں گے۔

"اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ کیا آپ نے اے محبوب نہ دیکھا کہ اللہ کیسی مثال بیان فرماتا ہے پاک بات کی"

یعنی کلمہ طیبہ کی یا توحید کی یہ مخاطبہ سید المخاطبین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ مخاطبہ ہر اس مسلمان سے ہے جو اپنے اعمال کی اصلاح کر چکا ہو۔

"كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان میں ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے"۔

یعنی ایسی ہی کلمۂ ایمان کی کیفیت ہے کہ اس کی جڑ قلب مومن میں مضبوط ہو جاتی ہے اور اس کی شاخیں یعنی اعمال آسمان میں پہنچتے ہیں اور اس کے پھل یعنی برکت اور ثواب ہر وقت حاصل ہوتے ہیں علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں، کلمہ طیبہ سے مراد قرآن کریم ہے كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ الْاَصَمِّ

ایک قول ہے کہ اس سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں دعوت اسلام مراد ہے۔

ایک قول ہے کہ اس سے مراد تسبیح وتنزیہ ہے۔

عبد الرزاق اور ترمذی شعیب بن حجاب سے راوی ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے تو ہمارے پاس ایک تازہ کھجوروں کا طبق لایا گیا۔ حضرت انس نے فرمایا كُلْ يَا اَبَا الْعَالِيَةِ فَاِنَّ هٰذَا مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِیْ ذَكَرَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِیْ كِتَابِهٖ۔

ابو العالیہ کھاؤ اس لیے کہ یہ اس درخت کا پھل ہے جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ۔

اور ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم بسند صحیح انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِّنْ بُسْرٍ فَقَالَ مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ حَتّٰى بَلَغَ كَلِمَةٍ قَالَ هِیَ النَّخْلَةُ۔ حضور کے سامنے کھجوروں کی کھڑ لائی گئی تو حضور نے آیہ کریمہ مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ

طَيِّبَةٍ ۔ کُلَّ حِيْنٍ تک پڑھی اور فرمایا وہ کھجور ہے۔

ابن مردویہ ابن عباس سے راوی ہیں کہ اِنَّھَا جَوْزُ الْھِنْدِ وہ اخروٹ کا درخت ہے۔

اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم ابن عباس رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں اِنَّھَا شَجَرَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ وہ ایک درخت ہے جنت ہیں۔

اور ایک قول ہے کُلُّ شَجَرَۃٍ مُثْمِرَۃٍ طَيِّبَۃِ الثِّمَارِ ۔ اس سے مراد ہر وہ درخت ہے جو پھل دار ہو اور اس کا پھل اچھا ہو۔

" وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ سمجھیں اور ایمان لاکر اپنی عاقبت درست کریں اور مثالیں دے کر سمجھانے سے یہ مقصد ہے کہ سننے والے کے ذہن میں اچھی طرح آجائے۔

" وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ اور گندی بات کی مثال اس درخت خبیث کی سی ہے جو زمین کے اوپر سے اکھیڑ دیا گیا اور اسے کوئی قیام نہیں"

کلمہ خبیثہ سے مراد کلام کفر ہے۔ اِجْتُثَّتْ ۔ اَیْ اُقْتُلِعَتْ مِنْ اَصْلِھَا وَحَقِيْقَۃُ الْاِجْتِثَاثِ اَخْذُ الْجُثَّۃِ ۔ اِجْتُثَّتْ کے معنی اکھیڑ دینے کے ہیں یعنی جڑ سے اسے اکھاڑ ڈالا ہو کہ پھر اسے کھڑے رہنے کا سہارا ہی نہ رہے۔ مَا لَھَا مِنْ قَرَارٍ ۔ اسے نہ ہو کسی قسم کا قرار وَالْمُرَادُ بِھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ الْمَنْعُوْتَۃِ الْحَنْظَلَۃُ اس سے مراد درخت حنظل ہے جسے اناری بھی کہتے ہیں اور اندرائن بھی پنجاب میں کرطوی تونبی بھی کہتے ہیں۔ یہ مزہ میں تلخ ہوتا ہے بو اس کی ناگوار اور اس کی جڑیں زمین میں ثابت و مستحکم نہیں ہوتیں اور اس کی شاخیں بلند بھی نہیں ہوتیں۔

ضحاک کہتے ہیں اس سے مراد درخت کثوث ہے

زجاج کہتے ہیں اس سے مراد درخت ثوم یعنی لہسن ہے۔

ایک قول ہے کل درخت کانٹے دار اس سے مراد ہیں۔

ایک قول ہے اس سے مراد طحلب یعنی کائی ہے۔

ایک قول ہے اس سے مراد کھمبی ہے جو موسم بارش میں زمین سے سفید رنگ کی چھتری سی نکلتی ہے

ایک قول ہے کُلُّ شَجَرٍ لَا يَطِيْبُ لَہٗ ثَمَرٌ ہر وہ درخت مراد ہے جس میں پھول پھل نہ ہوں

ابن عباس فرماتے ہیں اِنَّھَا شَجَرَۃٌ لَمْ تُخْلَقْ عَلَی الْاَرْضِ ۔ وہ ایسا درخت ہے کہ زمین پر پیدا ہی نہیں ہوا

شجرہ طیبہ اور شجرہ خبیثہ پر آلوسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہما

سے تفسیر شجرۃ الخبیثہ میں بنی امیہ بھی مراد لیے ہیں۔ لیکن علامہ آلوسی نے اس پر ایک نقل فرما کر محاکمہ کیا ہے وہو ہذا۔

اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنْ عَدِیِّ بْنِ الْحَاتِمِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَلَّبَ الْعِبَادَ ظَہْرًا وَّبَطْنًا فَکَانَ خَیْرُ عِبَادِہٖ الْعَرَبَ وَقَلَّبَ الْعَرَبَ ظَہْرًا وَّبَطْنًا فَکَانَ خَیْرُ الْعَرَبِ قُرَیْشًا وَہِیَ الشَّجَرَۃُ الْمُبَارَکَۃُ الَّتِیْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِہٖ مَثَلُ کَلِمَۃٍ طَیِّبَۃٍ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ۔ لِاَنَّ بَنِیْ اُمَیَّۃَ مِنْ قُرَیْشٍ وَاَخْبَارُ الطَّائِفَتَیْنِ فِیْ ہٰذَا الْبَابِ رَکِیْکَۃٌ وَاَحْوَالُ بَنِیْ اُمَیَّۃَ الَّتِیْ یَسْتَحِقُّوْنَ بِہَا مَا یَسْتَحِقُّوْنَ غَیْرُ خَفِیَّۃٍ عِنْدَ الْمُوَافِقِ وَالْمُخَالِفِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بندوں کو اللہ تعالٰے نے پشت اور بطن سے منتقل فرمایا تو خیر عباد اللہ میں عرب ہوئے۔ پھر عرب ظہراً وبطناً جب بدلے گئے تو خیر العرب قرار پائے قریش اور یہ شجرہ مبارکہ ہے یہ وہ ہیں جن کی صفت اللہ تعالٰے نے اپنی پاک کتاب میں فرمائی اور کہا مَثَلُ کَلِمَۃٍ طَیِّبَۃٍ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اور بنی امیہ بھی قریش سے ہیں اور اخبار شیعہ وسنّی اس بحث میں نہایت رکیک ہیں۔

پھر بنی امیہ کے حالات ایسے بھی ہیں جن پر خیال کرتے ہوئے یَسْتَحِقُّوْنَ مَا یَسْتَحِقُّوْنَ ہی کہا جائے گا اور وہ ہر دو فریق پر روشن ہیں تو وہ حدیث جو حضرت علی اور سیدہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس کی صحت پر ہمیں تامل ہے۔ اور یہی صواب ہے

اور شجرۂ خبیثہ کی تحقیق میں اکثر محققین اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد حنظل ہے یا وہ جھاڑ ہے جس میں تنہ ہی نہیں بعض نے درخت کثوث کہا ہے۔

اور امام رازی رحمہ اللہ نے اس موضع پر جو کہا وہ بھی ملخصاً بیان کر دینا غیر مناسب معلوم نہیں ہوتا اور وہ یہ ہے۔

اِنَّہٗ تَعَالٰی ذَکَرَ فِی الْمَثَلِ الْاَوَّلِ شَجَرَۃً مَوْصُوْفَۃً بِاَرْبَعِ صِفَاتٍ ثُمَّ شَبَّہَ الْکَلِمَۃَ الطَّیِّبَۃَ بِہٰذِہِ الصِّفَۃِ

اَلْاُوْلٰی کَوْنُہَا (طَیِّبَۃً) وَذٰلِکَ یَحْتَمِلُ کَوْنُہَا طَیِّبَۃَ الْمَنْظَرِ۔ وَکَوْنُہَا طَیِّبَۃَ الرَّائِحَۃِ وَکَوْنُہَا طَیِّبَۃَ الثَّمَرَۃِ بِمَعْنٰی کَوْنُہَا لَذِیْذَۃً مُسْتَطَابَۃً۔

وَالثَّانِیْ کَوْنُ (اَصْلُہَا ثَابِتٌ) وَہُوَ صِفَۃُ کَمَالٍ لَہَا لِاَنَّ الشَّیْءَ الطَّیِّبَ اِذَا کَانَ فِیْ مَعْرِضِ الزَّوَالِ فَہُوَ۔

وَاِنْ کَانَ یَحْصُلُ الْفَرَحُ بِوِجْدَانِہٖ اِلَّا اَنَّہٗ یَعْظُمُ الْحُزْنُ بِالْخَوْفِ مِنْ زَوَالِہٖ وَاَمَّا اِذَا

لَمْ یَکُنْ کَذٰلِکَ فَاِنَّہٗ یُعَظِّمُ السُّرُوْرَبِہٖ مِنْ غَیْرِ مَا یُنَغِّصُ ذٰلِکَ۔
وَالثَّالِثَۃُ کَوْنُ فَرْعِھَا فِی السَّمَآءِ) وَھُوَ اَیْضًا صِفَۃُ کَمَالٍ لَّھَا لِاَنَّھَا مَتٰی کَانَتْ مُرْتَفِعَۃً کَانَتْ بَعِیْدَۃً عَنْ عُفُوْنَۃِ الْاَرْضِ وَقَاذُوْرَاتِ الْاَبْنِیَۃِ فَکَانَتْ ثَمَرَتُھَا نَقِیَّۃً خَالِصَۃً عَنْ جَمِیْعِ الشَّوَائِبِ۔
وَالرَّابِعَۃُ کَوْنُھَا دَائِمَۃَ الثَّمَرِ) کَمَا قَالَ اُکُلُھَا دَائِمٌ۔ لِاَنَّ ثَمَرَھَا حَاضِرٌ فِیْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ دُوْنَ بَعْضٍ۔ وَھُوَ صِفَۃُ کَمَالٍ اَیْضًا اِذِ الْاِنْتِفَاعُ غَیْرُ مُنْقَطِعٍ حِیْنَئِذٍ۔

ترجمہ رازی قدس سرہ العزیز

اللہ تعالیٰ نے پہلی مثال میں شجرۂ موصوفہ کو چار صفات پر متصف فرما کر اسے کلمۃ الطیبہ سے ممثل فرمایا۔

(۱) پہلی صفت یہ ہے کہ وہ (طیبہ) ہو یہ صفت اس امر کی محتمل ہے کہ وہ دیکھنے میں بھی طیبۃ المنظر ہو۔ اور طیبۃ الرائحہ یعنی اس کی خوشبو بھی پاک ہو اس کا پھل بھی پاک ہو یعنی لذیذ اور دل خوش کرنے والا اور اس کی تغذّی بھی طیبۃ الثمرۃ ہو یعنی اس کے کھانے سے کھانے والے کو نفع ہی زیادہ ہو اور یہ خوبی یا کھجور کے درخت میں یا کلمہ طیبہ میں۔

(۲) دوسری صفت یہ ہے کہ وہ (اصلھا ثابت) کا مصداق ہو اور یہ صفت بھی اس کے کمال پر دال ہے اس لیے کہ پاک شے اگر معرض زوال میں ہو تو اگرچہ اس سے فرحت و جدانی حاصل ہو گی مگر حزن و خوف بھی لاحق ہو گا اس کے زوال کے خطرے سے اور اگر وہ اصل ثابت کے ساتھ ہے تو سرور ہی سرور حاصل ہو گا اور خطرہ زوال سے طبیعت منغص نہ ہو گی۔

(۳) تیسری صفت یہ ہے کہ وہ (فرعھا فی السماء) کے ساتھ ہو اور یہ صفت بھی اس کے کمال کی ہے اس لیے کہ جب وہ بلند ہو گا تو عفونت ارضی سے اور قاذورات ردّیہ سے محفوظ رہے گا پھر اس کا پھل بھی خالص نقی اور ستھرا ہو گا جمیع شوائب سے

(۴) چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ دائمۃ الثمر ہو (جیسا کہ فرمایا اکلھا دائم) اس لیے کہ جس کا پھل کبھی ہو اور کبھی نہیں جیسے فصول کے پابند پھل تو ان سے نفع بھی کبھی ہو گا اور کبھی نہیں اور دائم الثمر وہی ہو گا جس سے انتفاع غیر منقطع ہو۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ان صفات کے ساتھ انسان کو متّصف ہونا لازمی ہے۔

یعنی جہاں تک ممکن ہو اسے چاہئے کہ اپنے کو اطاعت الٰہی میں ثابت کرے اور اس میں تساہل نہ برتے

پھر یہ سمجھ لے کہ اس شجرہ میں چار صفات ہیں۔

پہلی صفت انسان حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ معرفت الٰہی کے ساتھ جو ہر نفس ناطقہ کو نرم نہ کر لے اور روح قدسیہ کو جلا نہ دے لے تو اس میں خوشبو پیدا ہوگی۔

اور اس کے پھلوں کی لذت یہ ہے کہ بدن کو ملائم کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اصل شجرہ معرفت اللہ اکمل اقویٰ کر لے تو پھر اس کی جڑیں جو ہر نفس قدسیہ میں راسخ ہوں گی۔

اور جو ہر نفس قدسیہ اور جو ہر مجردہ کون و فساد سے مامون ہو جائے گا اور جب اس درجہ پر آجائے گا تو تغیر اور فنا سے بعید ہو جائے گا۔

اور جب یہاں تک پہنچ جائے گا تو وہ مورد ہوگا تجلی سبحان کا یہ لوازم ہیں اس کی ذات میں نور النور کے ظہور کے اور مبادیات ظہور کے۔

تیسری صفت اس شجرہ طیبہ میں فرعہا فی السماء کی یوں ہوگی کہ جیسے اس کی اغصان اور شاخیں آسمان پر ہیں ایسی ہی شجرۂ معرفت کی شاخیں ہواء عالم الٰہی میں ہوں گی اور اس کی ڈالیں ہواء عالم جسمانی میں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا التعظیم لامر اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایسی محبت الٰہی اور تشویق ذات اور مواظبت ذکر جل شانہ اور انقطاع ماسواہ کی کیفیت پیدا ہو کہ اسی کو ہر لمحہ ہر آن دیکھے اور اس کے تصور میں سب سے منقطع ہو جائے۔

پھر جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا والشفقۃ علی خلق اللہ مومن کا شعار ہے۔ تو اس تصور سے اس میں رافت و رحمت اور صفح اور تجاوز عن الاساءۃ سرایت کر جائے انتہی مختصراً۔

چنانچہ بعض محققین نے فرمایا مَنْ اٰثَرَ الْعِرْفَانَ لِلْعِرْفَانِ فَقَدْ وَقَعَ بِالسَّاحِلِ وَمَنْ اٰثَرَ الْعِرْفَانَ لَا لِلْعِرْفَانِ بَلْ لِلْمَعْرُوْفِ فَقَدْ خَاضَ لُجَّۃَ الْوُصُوْلِ۔

جس نے عرفان چاہا عرفان حاصل کرنے کو وہ ساحل پر رہا اور جس نے عرفان چاہا صرف اس ذات کے لیے جو معروف ہے اس نے لجۂ وصول میں غوطہ لگایا۔

مفصل بحث روح المعانی میں دیکھنا چاہئے۔

ایسے ہی شجرہ خبیثہ کا حال اسے بھی تین صفتوں سے متصف فرمایا ہے۔

(۱) پہلی صفت اس کا خبیث ہوتا ہے اور یہ صفت محتمل ہے اس امر کی کہ اس میں بو بھی خبیث ہو۔

ذائقہ بھی خبیث ہو صورت بھی خبیث ہو۔

(۲) دوسری صفت یہ ہے کہ وہ زمین سے ایسے معلق ہو جیسے کاہی سڑے پانی پر۔

(۳) تیسری صفت یہ ہے کہ اسے قرار کہیں نہ ہو اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالے کے ساتھ جاہل ہو کہ اشراک باللہ بھی اس میں ہوگا اور یہ پہلی آفت اور عنوانات مخافات اور راس الشقاوات ہے پھر اس کا خبث ظاہر ہوگا۔

مختصر یہ کہ ایسے خبائث سے احتراز و اجتناب لازمی ہے آگے ارشاد ہے۔

"یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ۔ اللہ قائم رکھتا ہے ایمان والوں کو قول ثابت پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور گمراہ کرتا ہے اللہ ظالموں کو اور اللہ جو چاہے کرے"۔

یعنی اللہ تعالے ایمان والوں کو ایمان پر قائم و ثابت رکھتا ہے حیوۃ دنیا اور آخرت میں اور ہر ابتلاء و مصائب کے وقت انہیں صبر و استقامت عطا فرماتا ہے۔ راہ حق اور دین قویم سے وہ کسی مصیبت اور شدت میں نہیں ہٹتے حتی کہ ان کی حیات کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے جیسے صحابہ کرام اور ان سے پہلے اصحاب اخدود جن کا ذکر سورہ بروج میں ہے۔

اور جرجیس، شمسون اور حضرت بلال، صہیب رومی وغیرہ اور جسے گمراہ کرتا ہے وہ دنیا میں بھی ذلیل اور آخرت میں بھی ذلیل ہوتا ہے۔

چنانچہ قبر جو اول منزل آخرت ہے اس میں جب منکر و نکیر آکر اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے۔ تمہارا دین کیا ہے اور حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے پوچھتے ہیں مَا كُنۡتَ تَقُوۡلُ فِیۡ هٰذَا الرَّجُلِ اس ہستی مقدس کی شان میں تو کیا کہتا تھا تو یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کے مصداق وہاں بھی اتنے مضبوط اور پختہ ہوں گے کہ اس ہول میں بھی ثابت قدم رہ کر جواب دینگے۔

مَنۡ رَّبُّكَ کا جواب رَبِّیَ اللّٰہُ ہوگا

مَا دِیۡنُكَ پر دِیۡنِیَ الۡاِسۡلَامُ جواب دیں گے

مَا كُنۡتَ تَقُوۡلُ فِیۡ هٰذَا الرَّجُلِ کے موقعہ پر کفن چاک کرکے نور ایمان سے حضور کو پہچان کر قدموں پر لوٹ جائے اور کہے هٰذَا حَبِیۡبِیۡ وَمَحۡبُوۡبِیۡ وَسَیِّدِیۡ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ یہ اللہ کے محبوب میرے آقا ہیں اللہ کے بندے اور عالم کے آقا ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہو کہ اس کی قبر وسیع کردی جائے اس میں جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آنے لگیں اور ایمان کے نور سے قبر منور ہو۔

پھر آسمان سے ندا آئے کہ تمہارے سوالوں کے جواب میں میرا بندہ سچا نکلا۔

اس مضمون کی اصل علامہ آلوسی روح المعانی میں اس سند سے فرماتے ہیں۔

اَیْ یُثَبِّتُہُمْ بِالْبَقَاءِ عَلٰی ذَالِکَ مُدَّۃَ حَیَاتِہِمْ فَلَا یَزَالُوْنَ اِذَا افْتُتِنُوْا لَہُمْ مَنْ یَفْتِنُہُمْ وَیُجَادِلُ زَلَلَہُمْ عَنْہُ کَمَا جَرٰی لِاَصْحَابِ الْاُخْدُوْدِ وَلِجُرْجِیْسَ وَشَمْعُوْنَ وَکَمَا جَرٰی بِبِلَالٍ وَکَثِیْرٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ۔

"وَفِی الْاٰخِرَۃِ" اَیْ بَعْدَ الْمَوْتِ وَذَالِکَ فِی الْقَبْرِ الَّذِیْ ھُوَ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِّنْ مَّنَازِلِ الْاٰخِرَۃِ وَفِیْ مَوَاقِفِ الْقِیَامَۃِ فَلَا یَتَلَعْثَمُوْنَ اِذَا سُئِلُوْا عَنْ مُعْتَقَدِہِمْ ھُنَاکَ وَلَا تُدْھِشُہُمُ الْاَحْوَالُ وَالْاَھْوَالُ۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّہٗ قَالَ فِی الْاٰیَۃِ التَّثْبِیْتُ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا اِذَا جَاءَ الْمَلَکَانِ اِلَی الرَّجُلِ فِی الْقَبْرِ فَقَالَا لَہٗ مَنْ رَّبُّکَ قَالَ رَبِّیَ اللّٰہُ قَالَا وَمَا دِیْنُکَ قَالَ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ قَالَا وَمَنْ نَبِیُّکَ قَالَ نَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَالْمُرَادُ مِنَ (الْاٰخِرَۃِ) یَوْمُ الْقِیَامَۃِ۔

وَاَخْرَجَ الطَّبَرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ (یُثَبِّتُ اللّٰہُ) فِی الْاٰخِرَۃِ الْقَبْرُ وَعَلٰی ھٰذَا فَالْمُرَادُ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مُدَّۃُ الْحَیٰوۃِ وَاِلٰی ذَالِکَ ذَھَبَ جُمْھُوْرُ الْعُلَمَاءِ وَاخْتَارَہُ الطَّبَرِیُّ نَعَمْ اِخْتَارَ بَعْضُہُمْ اَنَّ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا مِنْ حَیَاتِہِمْ وَالْاٰخِرَۃُ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ وَالْعَرْضِ۔

اور بعض محققین اس طرف گئے ہیں کہ ثابت رہنا دنیا میں فتح و نصرت پانا ہے اور آخرت میں جنت اور ثواب ہے۔

"وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ" یعنی جن کی پیدائش میں ضلال عن الحق ہے اسے اللہ گمراہ ہی کرتا ہے اس کا حشر یہ ہے کہ وہ قبر میں منکر نکیر کو جواب صحیح نہیں دے سکے گا ہر سوال پر اس کے منہ سے یہی نکلے گا ھَاھَا لَا اَدْرِیْ۔ افسوس افسوس میں نہیں جانتا اس پر آسمان سے ندا آئے گی کہ یہ جھوٹا ہے اس کے لیے آگ کا فرش بچھاؤ اسے دوزخ کا لباس پہناؤ اور جہنم کی طرف اس کی مرقد کا دروازہ کھول دو پھر اسے دوزخ کی گرمی اور لپٹ پہنچتی ہے اور اس کی قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف آجاتی ہیں عذاب کے فرشتے اس پر مسلط کر دیے جاتے ہیں وہ اسے لوہے کے گرزوں سے مارتے ہیں۔

مضمون بالا سے اس کی اصل ملتی ہوئی علامہ آلوسی اس طرح فرماتے ہیں۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَّابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَالْبَیْهَقِیُّ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّ الْکَافِرَ اِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ تَنَزَّلُ عَلَیْهِ الْمَلٰٓئِکَةُ یَضْرِبُوْنَ وَجْهَهٗ وَدُبُرَهٗ فَاِذَا دَخَلَ قَبْرَهٗ اُقْعِدَ فَیُقِیْلُ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَلَمْ یَرْجِعْ اِلَیْهِمْ شَیْئًا وَاَنْسَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی ذِکْرَ ذٰلِكَ وَاِذَا قِیْلَ لَهٗ مَنِ الرَّسُوْلُ الَّذِیْ بُعِثَ اِلَیْکُمْ لَمْ یَهْتَدِ لَهٗ وَلَمْ یَرْجِعْ اِلَیْهِمْ شَیْئًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی یُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ وَیَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ ابراہیم پ ۱۳

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ کُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۙ
جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ؕ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۞

کیا نہ دیکھا تم نے انہیں جنہوں نے بدل دی نعمت اللہ کی کفر سے اور اپنی قوم کو اتارا تباہی کے گھر۔ جہنم میں اس کے اندر جائیں گے اور بری ہے ٹھہرنے کی جگہ۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ
قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَکُمْ اِلَی النَّارِ ۞
قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۞

اور کیا انہوں نے اللہ کے برابر تاکہ گمراہ کردیں راہ سے فرما دیجئے کچھ دن رہ لو تمہارا لوٹنا آگ ہیں ہے۔
فرمائیے میرے بندوں کو جو ایمان لائے نماز قائم رکھیں اور خرچ کریں ہمارے دیے میں سے پوشیدہ اور ظاہر پہلے اس سے کہ آئے ان پر وہ دن جس میں نہ بیع ہوگی نہ یارانہ۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْهٰرَ ۞
وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۞
وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا

اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین اور اتارا آسمان سے پانی تو نکالے اس سے پھل تمہارے کھانے کو اور مسخر کیا تمہارے لیے کشتی کو تاکہ چلے دریا میں اس کے حکم سے اور مسخر کیں تمہارے لیے نہریں۔
اور مسخر کیے تمہارے سورج اور چاند برابر چل رہے ہیں اور مسخر کیا تمہارے لیے رات اور دن۔
اور دیا تمہیں ہر اک وہ جو تم نے مانگا اور اگر گنو نعمتیں

نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۠	اللہ کی نہ شمار کر سکو گے بے شک انسان ظالم اور بڑا ناشکرا ہے۔

حلِّ لُغات رکوع پانچواں سُورۃ ابراہیم پ ۱۳

اَلَمْ ۔ کیا نہیں	تَرَ ۔ دیکھا تو نے	اِلَی ۔ طرف	الَّذِیْنَ ۔ ان کی جنہوں نے
بَدَّلُوْا ۔ بدل دیا	نِعْمَتَ ۔ نعمت	اللّٰہِ ۔ الٰہی کو	کُفْرًا ۔ ناشکری میں
وَاَحَلُّوْا ۔ اور اتارا انہوں نے	قَوْمَھُمْ ۔ اپنی قوم کو	دَارَ ۔ گھر	الْبَوَارِ ۔ ہلاکت میں
جَهَنَّمَ ۔ جہنم ہے	یَصْلَوْنَھَا ۔ داخل ہوں گے اس میں		وَبِئْسَ ۔ اور برا ہے
الْقَرَارُ ۔ ٹھکانا	وَجَعَلُوْا ۔ اور بنائے انہوں نے	لِلّٰہِ ۔ اللہ کے	اَنْدَادًا ۔ شریک
لِیُضِلُّوْا ۔ تاکہ گمراہ کرے	عَنْ سَبِیْلِهٖ ۔ اس کی راہ سے		قُلْ ۔ کہہ
تَمَتَّعُوْا ۔ فائدہ اٹھاؤ	فَاِنَّ ۔ تو بے شک	مَصِیْرَکُمْ ۔ تمہارا لوٹنا	اِلَی ۔ طرف
النَّارِ ۔ آگ کی	قُلْ ۔ کہہ	لِعِبَادِیَ ۔ میرے بندوں کو	الَّذِیْنَ ۔ جو
اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے	یُقِیْمُوا ۔ کہ قائم کریں	الصَّلٰوۃَ ۔ نماز	وَیُنْفِقُوْا ۔ اور خرچ کریں
مِمَّا ۔ اس سے	رَزَقْنٰھُمْ ۔ جو دیا ہم نے انکو	سِرًّا ۔ پوشیدہ	وَّعَلَانِیَةً ۔ اعلانیہ
مِنْ قَبْلِ ۔ پہلے	اَنْ ۔ اس سے	یَّاْتِیَ ۔ کہ آئے	یَوْمٌ ۔ [illegible]
لَا بَیْعٌ ۔ کہ نہیں ہے تجارت	فِیْهِ ۔ اس میں	وَلَا ۔ اور نہیں	خِلٰلٌ ۔ دوستی
اَللّٰهُ ۔ اللہ	الَّذِیْ ۔ وہ ہے	خَلَقَ ۔ جس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں کو
وَالْاَرْضَ ۔ اور زمین کو	وَاَنْزَلَ ۔ اور اتارا	مِنَ السَّمَآءِ ۔ آسمان سے	مَآءً ۔ پانی
فَاَخْرَجَ ۔ تو نکالا	بِهٖ ۔ اس کے ساتھ	مِنَ الثَّمَرٰتِ ۔ پھلوں سے	
رِزْقًا ۔ رزق	لَّکُمْ ۔ تمہارے لیے	وَسَخَّرَ ۔ اور تابع کیا	لَکُمُ ۔ تمہارے لیے
الْفُلْکَ ۔ کشتیوں کو	لِتَجْرِیَ ۔ تاکہ چلیں	فِی الْبَحْرِ ۔ سمندر میں	بِاَمْرِهٖ ۔ اس کے حکم سے
وَسَخَّرَ ۔ اور تابع کیا	لَکُمُ ۔ تمہارے	الْاَنْهٰرَ ۔ نہروں کو	وَسَخَّرَ ۔ اور تابع کیا
لَکُمُ ۔ تمہارے	الشَّمْسَ ۔ سورج	وَالْقَمَرَ ۔ اور چاند	دَآئِبَیْنِ ۔ پھرنے والے
وَسَخَّرَ ۔ اور تابع کیا	لَکُمُ ۔ تمہارے	الَّیْلَ ۔ رات	وَالنَّهَارَ ۔ اور دن کو

وَاٰتٰكُمْ۔ اور دیا اس نے تم کو | مِنْ كُلِّ۔ ہر | مَا۔ اس چیز سے
سَاَلْتُمُوْهُ۔ جو تم نے اس سے مانگا | وَاِنْ۔ اور اگر | تَعُدُّوْا۔ شمار کرو تم
نِعْمَتَ۔ نعمت | اللّٰهِ۔ الٰہی کو | لَا تُحْصُوْهَا۔ تو تم نہ گن سکو گے۔
اِنَّ۔ بے شک | الْاِنْسَانَ۔ انسان | لَظَلُوْمٌ۔ بڑا ظالم | كَفَّارٌ۔ بڑا ناشکرا ہے

مختصر تفسیر اُردو پانچواں رکوع سورہ ابراہیمؑ پ ۱۳

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا۔ کیا نہ دیکھا آپ نے انہیں جنہوں نے بدل ڈالی اللہ کی نعمت کفر سے اور اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر وہ جہنم ہے پہنچیں گے اس میں اور وہ بری جگہ ہے ٹھہرنے کی" یہ تعجیبا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مخاطبہ ہے۔

وَالْمُرَادُ بِهِمْ اَهْلُ مَكَّةَ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ اَسْكَنَهُمْ حَرَمَهٗ وَجَعَلَهُمْ قُوَّامَ بَيْتِهٖ وَاَكْرَمَهُمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَفَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ بَدَلَ مَا اَلْزَمَهُمْ مِنَ الشُّكْرِ الْعَظِيْمِ اَوْ اَصَابَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالنِّعْمَةِ وَالسَّعَةِ لِاِيْلَافِهِمُ الرِّحْلَتَيْنِ فَكَفَرُوْا نِعْمَتَهٗ سُبْحَانَهٗ فَضَرَبَهُمْ جَلَّ جَلَالُهٗ بِالْقَحْطِ سَبْعَ سِنِيْنَ وَقُتِلُوْا وَاُسِرُوْا يَوْمَ بَدْرٍ فَحَصَلَ لَهُمُ الْكُفْرُ بَدَلَ النِّعْمَةِ وَبَقِيَ ذَالِكَ طَوْقًا فِيْ عُنُقِهِمْ۔

اس سے مراد اہل مکہ ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حرم میں سکونت پذیر کیا اور بیت اللہ کا متولی کیا اور انہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ باعزت کیا تو انہوں نے کفران نعمت کیا باوجود آنکہ ان پر شکر عظیم لازم تھا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نعمتوں میں وسعتیں دیں تو انہوں نے اپنا رجحان نعمت کے بدلہ میں کفران نعمت کی طرف کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات سال کا قحط مسلط کیا اور وہ قتل کیے گئے اور قید ہوئے بدر والے دن تو انہیں کفر ملا نعمت کے بدلے اور لعنت کا طوق ان کی گردنوں میں پڑا۔

وَاَخْرَجَ الْحَاكِمُ وَصَحَّحَهٗ وَابْنُ جَرِيْرٍ وَالطَّبَرَانِيُّ وَغَيْرُهُمْ مِنْ طُرُقٍ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ اَنَّهٗ قَالَ فِيْ هٰؤُلَاءِ الْمُبَدِّلِيْنَ هُمَا الْاَفْجَرَانِ مِنْ قُرَيْشٍ بَنُوْ اُمَيَّةَ وَبَنُو الْمُغِيْرَةِ فَاَمَّا بَنُو الْمُغِيْرَةِ فَقَطَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى دَابِرَهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ وَاَمَّا بَنُوْ اُمَيَّةَ فَمُتِّعُوْا اِلٰى حِيْنٍ۔

فرماتے ہیں یہ نعمت بدلنے والے وہ دو فجار قریش سے ہیں بنو امیہ اور بنو مغیرہ۔ پھر بنو مغیرہ کو تو اللہ تعالےٰ نے قطع ہی فرما دیا یوم بدر کے ساتھ اور بنو امیہ کچھ دن زندگی آرام و عیش سے گذارتے رہے۔

"وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔ اور بنایا انہوں نے اللہ کے لیے برابر والا کہ اس کی راہ سے گمراہ کریں فرما دیجئے اے محبوب کچھ دن آرام کرو تو تمہارا لوٹنا آگ کی طرف ہے"۔

یعنی انہوں نے بتوں کو اللہ کا مثل بنایا۔ نِدٌّ عربی میں شریک کو کہتے ہیں اور ہر شریک مثل ہی ہوتا ہے

"لِیُضِلُّوْا تاکہ وہ بہکا دیں سبیل قویم سے جو توحید ہے تو انہیں فرما دیجئے یہ حضور کو ارشاد ہے تَمَتَّعُوْا آرام سے گذار لو جن شہوات ولذائذ میں تم ہو تو بے شک اس کے بعد تمہارا لوٹنا آگ کی طرف ہے گویا یہ جواب منکرین و مشرکین کو تہدیدًا دیا گیا۔

"قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ فرما دیجئے میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیے ہوئے میں سے کچھ خرچ کریں خفیہ اور ظاہر اس سے پہلے کہ آئے وہ دن جس میں نہ سودا ہو نہ یارانہ"۔

وَلَا خِلَالٌ۔ بقول اخفش جمع خلیل کی ہے جیسے اخلاء و اخلّہ۔

وَالْمُرَادُ وَاحِدٌ وَهُوَ نَفْيُ اَنْ يَّكُوْنَ هُنَاكَ خَلِيْلٌ يَّنْتَفِعُ بِهٖ بِاَنْ يَّشْفَعَ لَهٗ اَوْ يُسَامِحُهٗ۔ خلال خلیل کی جمع ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہاں کوئی ایسا دوست نہ ہوگا جس سے نفع پہنچے یا وہ سفارش کر سکے۔ دوسرے مقام پر بھی ارشاد ہے۔

اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ۔ سورہ بقرہ میں ہے مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ۔

خلاصہ یہ کہ مومن کے لیے تین باتیں اپنے عمل میں مضبوطی سے اختیار کرنی ضروری ہیں "نماز پنجگانہ قائم رکھیں۔ اور جو اللہ نے انہیں رزق اور مال سے عطا فرمایا ہے اسے پوشیدہ دیں۔ تیسرے بوقت ضرورت علانیہ بھی دیں اور اس دن سے پہلے یہ کام کرنا ضروری ہے کہ جس دن بیع و شراء تجارت اور دوستی کام نہ آئیں گے۔

"اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ اللہ وہ ہے جس نے پیدا فرمائے آسمان اور زمین اور نازل کیا آسمان سے پانی تو اس سے نکالے کچھ پھل تمہارے کھانے کو اور تمہارے لیے کشتی مسخر کی کہ وہ چلے

دریا میں اس کے حکم سے اور مسخر کیں تمہارے لیے نہریں اور مسخر کیے تمہارے لیے سورج اور چاند جو برابر چل رہے ہیں اور مسخر کیے رات اور دن"۔

دَائِبَیْنِ کا ترجمہ دَائِمَیْنِ ہے یعنی ہمیشہ مسخر ہی رہیں گے۔

بعض نے اس کی تفسیر کی وَاَصْلُ الدَّاْبِ اَلْعَادَةُ الْمُسْتَمِرَّةُ۔ دآب عادت مستمرہ کے معنی میں ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فرما کر یہ معنی مراد لیے کہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَمَا فِیْهِمَا مِنَ الْاَجْرَامِ الْعَلْوِیَّۃِ وَالْاَرْضَ وَمَا فِیْهَا مِنْ اَنْوَاعِ الْمَخْلُوْقَاتِ۔ آسمان پیدا فرمائے اور جو کچھ اس میں اجرام علویہ ہیں سب اور زمین بھی پیدا فرمائی معہ انواع مخلوقات کے۔

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً۔ اَلسَّمَاءُ السَّحَابُ یعنی آسمان سے ابر مراد لے کر فرمایا کہ ابروں سے پانی اتارا کیونکہ ایک قسم بارش کی وہ ہے جسے مطر کہتے ہیں اور سحاب کو سماء اس لیے فرمایا کہ ہم سے بلند ہوتے ہیں وَکُلُّ مَا عَلَاکَ فَھُوَ سَمَاءٌ اور جو ہم سے بلند اور اونچا وہ محاورہ میں سماء ہے

ایک قول یہ بھی ہے کہ اَلْمُرَادُ مِنَ السَّمَاءِ الْفَلَکُ الْمَعْلُوْمُ فَاِنَّ الْمَطَرَ مِنْہُ یَبْتَدِیُٔ اِلَی السَّحَابِ وَمِنَ السَّحَابِ اِلَی الْاَرْضِ۔ سماء سے مراد وہ آسمان ہے جو ہمیں نظر آرہا ہے اور مطر اسی سے سحاب یعنی ابر میں آتا ہے اور ابر سے زمین کی طرف برستا ہے۔

عام اس سے کہ وہ شعاع شمسیہ کے ذریعے سمندر سے بخار بن کر اعلیٰ کو چڑھ کر ابر بنے یا بخارات علویہ ہی سے ابر تیار ہو اس میں نزاع تحقیقی ہے سائنس والوں کی۔ جہاں تک نظر و تحقیق ہوئی انہوں نے اس پہ حصر کر لیا اور اس کے خلاف قرآن کریم میں یوں ہے کہ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ ہی فرمایا ہے اور یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ مینہ برستا اوپر سے ہے۔ خواہ وہ سمندر سے بخار بن کر ابر بنے خواہ بخارات عالیہ سے ہی ابر بن کر برس جائے۔ اس کے بعد اس کا فائدہ فرمایا کہ

"فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّکُمْ۔ اسی مینہ کے ذریعہ تمہاری معاش اور خورد و نوش کے لیے پھل نکالے کہ تم اسے کھاؤ۔ گویا فرمایا تَعِیْشُوْنَ بِہٖ وَھُوَ بِمَعْنَی الْمَرْزُوْقِ مُرَادًا بِہٖ الْمَعْنَی اللُّغَوِیِّ وَھُوَ کُلُّ مَا یُنْتَفَعُ بِہٖ فَیَشْمَلُ الْمَطْعُوْمَ وَالْمَلْبُوْسَ۔ اس میں حیات کے ضروریات سب داخل ہیں یعنی جس سے انتفاع حاصل ہو اس پر رِزْقًا لَّکُمْ حاوی ہے تو مطعوم اور ملبوس دونوں کا بیان اس میں آگیا۔

یعنی مینہ سے پھل کھانے کے بھی نکالے اور پہننے کے مثل روئی۔ سن۔ ریشم وغیرہ بھی پیدا فرمائے

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ ۔ اور کشتی تمہارے لیے مسخر کی کہ اس کے بنانے اور استعمال کرنے دونوں کی قوتیں تمہیں عطا کیں۔

لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۔ تاکہ جہاں چاہو جدھر چاہو سمندر میں چلو اللہ کے حکم و مشیت سے وَ کَنَ انْتِسْخِیْرُ الرِّیَاحِ ۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۔ اور نہریں تمہارے لیے مسخر فرمائیں کہ ان سے پانی پیو اور اپنے باغ اور کھیتیوں کو پلاؤ۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۔ اور سورج چاند بھی تمہارے لیے مسخر کیے جو دائمین فی الحرکۃ ہیں۔ ہمیشہ چلتے رہیں گے حتیٰ کہ عمر دنیا ختم ہو جائے۔

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَّاَبُو الشَّیْخِ فِی الْعَظَمَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَلشَّمْسُ بِمَنْزِلَةِ السَّاقِیَةِ تَجْرِیْ بِالنَّهَارِ فِی السَّمَآءِ فِیْ فَلَكِهَا فَاِذَا غَرَبَتْ جَرَتْ بِاللَّیْلِ فِیْ فَلَكِهَا تَحْتَ الْاَرْضِ حَتّٰی تَطْلُعَ مِنْ مَشْرِقِهَا وَكَذٰلِكَ الْقَمَرُ ۔ سورج اپنی منزل چلتا ہے دن میں آسمان پر اپنے محور میں اور جب غروب ہوتا ہے رات میں چلتا ہے اپنے محور میں زمین کے اندر حتی کہ اپنے مشرق سے طلوع ہو جاتا ہے۔

اور فلاسفر کی تحقیق علیحدہ ہے اسے ہم یہاں نقل نہیں کرتے مَنْ شَآءَ فَلْیَنْظُرْ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۔ اور رات دن تمہارے لیے مسخر کیے کہ ایک کے پیچھے ایک آ رہا ہے

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۔ اور جو کچھ تم نے مانگا اور چاہا ہم نے اس میں سے تمہیں دیا جو مصلحت و حکمت کے موافق تھا۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۔ اور اگر اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے لَا تُحْصُوْهَا حَصْرَهَا ۔ تم میں قوت و طاقت ہی نہیں کہ ان کا حصر کر سکو چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ نِعْمَةَ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ اِلَّا فِیْ مَطْعَمِهٖ وَمَشْرَبِهٖ فَقَدْ قَلَّ عِلْمُهٗ وَحَضَرَ عَذَابُهٗ جو اللہ کی نعمت کھانے پینے سے زیادہ نہیں جانتا وہ علم میں کم ہے اور اس پر عذاب ہے کفران نعمت کا۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۔ بے شک انسان بڑا ظالم ناشکرا ہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہاں انسان سے مراد ابو جہل ہے

زجاج فرماتے ہیں کہ انسان اسم جنس ہے اور یہاں اس سے ہر کافر مراد ہے اور اس کی تصریح کی کہ

اَلْ جو انسان پر ہے وہ جنس کے لیے ہے یعنی الف لام جنسی ہے بنا بر ایں جنس کا فرمراد ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ ابراہیم۔ پ۱۳

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝

اور یاد فرمائیں (جب ابراہیمؑ نے عرض کی اے میرے رب کر دے اس شہر کو امن والا اور بچا مجھے اور میرے بیٹوں کو اس سے کہ پوجیں بتوں کو۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے میرے رب بے شک ان بتوں نے گمراہ کر دئے بہت لوگ تو جو میرا پیرو ہوا تو وہ تو میرا ہے اور جو نافرمان ہوا تو تو ہی بے شک بخشنے والا مہربان ہے

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝

اے میرے رب میں بسا رہا ہوں اپنی کچھ اولاد کو ایک نالے میں جو غیر مزروع ہے تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے میرے رب تاکہ وہ نماز قائم رکھیں تو کر دے ان کے دل ان کی طرف مائل اور انہیں دے کھانے کو کچھ پھل تاکہ وہ شکر گزار ہوں۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۝

اے میرے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپائیں اور ظاہر کریں اور نہیں چھپا ہوا اللہ پر کچھ زمین میں نہ آسمان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝

سب خوبیاں اللہ کو ہیں جس نے عطا کیا مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحاق بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ۝

اے اللہ مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند بنا اور دعا قبول فرما

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝

اے رب میرے بخش مجھے اور میرے والدین اور سب ایمان والوں کو جس دن حساب قائم ہو۔

حلِّ لغات چھٹا رکوع۔ سورۃ ابراہیم۔ پ ۱۳

وَاِذْ۔ اور جب — قَالَ۔ کہا — اِبْرٰهِيْمُ۔ ابراہیم نے — رَبِّ۔ اے میرے رب
اجْعَلْ۔ بنادے — هٰذَا۔ اس — الْبَلَدَ۔ شہر کو — اٰمِنًا۔ امن والا
وَاجْنُبْنِيْ۔ اور بچا مجھ کو — وَبَنِيَّ۔ اور میرے بیٹوں کو — اَنْ۔ یہ کہ — نَعْبُدَ۔ عبادت کریں ہم
الْاَصْنَامَ۔ بتوں کی — رَبِّ۔ اے میرے رب — اِنَّهُنَّ۔ بیشک انہوں نے — اَضْلَلْنَ۔ گمراہ کیا ہے
كَثِيْرًا۔ بہت سے — مِنَ النَّاسِ۔ لوگوں کو — فَمَنْ۔ پھر جس نے — تَبِعَنِيْ۔ میری پیروی کی
فَاِنَّهٗ۔ تو وہ — مِنِّيْ۔ مجھ سے ہے — وَمَنْ۔ اور جس نے — عَصَانِيْ۔ میری نافرمانی کی
فَاِنَّكَ۔ تو بیشک تو — غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا — رَّحِيْمٌ۔ مہربان ہے — رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب
اِنِّيْ۔ بیشک میں نے — اَسْكَنْتُ۔ آباد کیا — مِنْ ذُرِّيَّتِيْ۔ اپنی کچھ اولاد کو
بِوَادٍ۔ ایسے نالے میں — غَيْرِ۔ جو نہیں ہے — ذِيْ زَرْعٍ۔ کھیتی والا — عِنْدَ۔ نزدیک
بَيْتِكَ۔ تیرے گھر — الْمُحَرَّمِ۔ عزت والے کے — رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب — لِيُقِيْمُوا۔ تاکہ قائم کریں
الصَّلٰوةَ۔ نماز — فَاجْعَلْ۔ تو بنادے — اَفْئِدَةً۔ دل — مِنَ النَّاسِ۔ لوگوں کے
تَهْوِيْ۔ کہ جھک آئیں — اِلَيْهِمْ۔ انکی طرف — وَارْزُقْهُمْ۔ اور رزق دے انکو — مِنَ الثَّمَرٰتِ۔ پھلوں کا
لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ — يَشْكُرُوْنَ۔ شکر کریں — رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب — اِنَّكَ۔ بیشک تو
تَعْلَمُ۔ جانتا ہے — مَا۔ جو — نُخْفِيْ۔ ہم چھپائیں — وَمَا۔ اور جو
نُعْلِنُ۔ ظاہر کریں — وَمَا۔ اور نہیں — يَخْفٰى۔ چھپی رہتی — عَلَى اللّٰهِ۔ اللہ پر
مِنْ شَيْءٍ۔ کوئی چیز — فِي الْاَرْضِ۔ زمین میں — وَلَا۔ اور نہ — فِي السَّمَآءِ۔ آسمان میں
اَلْحَمْدُ۔ سب تعریف — لِلّٰهِ۔ اللہ کی ہے — الَّذِيْ۔ جس نے — وَهَبَ۔ دیا
لِيْ۔ مجھے — عَلَى۔ اوپر — الْكِبَرِ۔ بڑھاپے کے — اِسْمٰعِيْلَ۔ اسمٰعیل
وَاِسْحٰقَ۔ اور اسحق — اِنَّ۔ بیشک — رَبِّيْ۔ میرا رب — لَسَمِيْعُ۔ سننے والا ہے
الدُّعَآءِ۔ دعائیں — رَبِّ۔ اے میرے رب — اجْعَلْنِيْ۔ بنا مجھ کو — مُقِيْمَ۔ قائم کرنے والا
الصَّلٰوةِ۔ نماز کا — وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ۔ اور میری اولاد کو بھی — رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب
وَتَقَبَّلْ۔ اور قبول کر — دُعَآءِ۔ دعاء

مختصر تفسیر اُردو چھٹا رکوع سورۃ ابراہیم۔ پ ۱۳

"وَاِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ۔ اور یاد فرمائیں جب عرض کیا ابراہیم نے اے میرے رب کر دے اس شہر کو امن والا اور مجھے اور بیٹوں کو بچا اس سے کہ پوجیں بتوں کو اے میرے رب بے شک ان بتوں نے بہت لوگ بہکا دیے تو جس نے میرا اتباع کیا تو وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مکہ معظّمہ کے لیے کی تھی کہ اتنا امن رکھ کہ قیامت قائم ہونے تک یہ شہر پُرامن رہے اور ویران نہ ہو اور اس کے رہنے والے امن میں رہیں اللہ تعالےٰ نے حضرت خلیل علیہ السلام کی یہ دعا قبول فرمائی۔ چنانچہ آج تک اور آج سے قیامت تک یہ شہر بلد امین ہے۔ حملے بھی ہوئے چڑھائیاں بھی ہوئیں لیکن اسے کوئی بھی ویران نہ کر سکا اور قیامت تک کوئی اسے ویران نہ کر سکے گا اور اس کی خصوصیات میں یہ بات ہے کہ یہ حرم ہے۔

اس میں نہ کسی انسان کا خون بہانے کی اجازت ہے نہ کسی پر ظلم کرنے کی حتیٰ کہ حدود حرم میں شکار مارنے سبزہ کاٹنے تک کی اجازت نہیں اور وَاجْنُبْنِیْ میں اپنی ذات کو بھی جو شریک کیا وہ تواضع وانکسار کے لیے ہے ورنہ ہر نبی معصوم ہے اور بت پرستی تو اکبر کبائر ہے وہ تو صغائر سے بھی معصوم ہے گویا آپ نے دعا میں یوں عرض کیا کہ تو نے اپنے کرم و رحمت سے مجھے معصوم فرمایا ہے لیکن باوجود اس عصمت کے میں تیرے حضور دست احتیاج پھیلاتا ہوں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ میں مفعول فعل محذوف ہے اس لحاظ سے اس کے معنی یہ ہوئے اُذْکُرْ ذَالِکَ الْوَقْتَ وہ وقت یاد فرمائیں۔ دوسرا دعا یہ تھی وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اس کے معنی ہیں بَعِّدْنِیْ وَاِیَّاھُمْ دور کر مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے ان کی عبادت سے وَاَصْلُ التَّجَنُّبِ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّجُلُ فِیْ جَانِبِ غَیْرِ مَا عَلَیْہِ غَیْرُہٗ ثُمَّ اُسْتُعْمِلَ بِمَعْنَی الْبُعْدِ۔ تجنب کہتے ہیں اس کو کہ آدمی ایک جانب رہے پھر اس کا استعمال بُعد کے معنی میں ہو گیا۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاِنْ کَانَ یَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَعْصِمُہٗ مِنْ عِبَادَۃِ الْاَصْنَامِ اِلَّا اَنَّہٗ ذَکَرَ ذَالِکَ ھَضْمًا لِنَفْسِہٖ وَاِظْھَارًا لِلْحَاجَۃِ۔

رَبِّ اِنَّھُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا۔ اے میرے رب ان بتوں نے بہت لوگ گمراہ کر دیے فَمَنْ تَبِعَنِیْ

فَاِنَّہٗ مِنِّیْ "تو جو میرا متبع ہوا وہ تو میرا ہے اور جو نا فرمان ہوا تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے"۔
یعنی بت بہت لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوئے گویا سبب ضلالت یہ ہوئے ورنہ وہ تو جماد محض ہیں تو چونکہ سبب ضلالت وہ بت ہیں اس لیے انہیں اَضْلَلْنَ فرمایا۔
اور میرے پیرو وہ ہیں جو میرے فرمانبردار ہیں اور جو نافرمان ہیں وہ تیرے سپرد ہیں تو چاہے تو انہیں فرما کر توفیق توبہ عطا فرما دے آگے ارشاد ہے۔
"رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ۔ اے میرے رب میں نے بسائی کچھ اپنی اولاد ایک نالے میں جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے عزت والے گھر کے پاس"۔
یعنی اس وادی میں جہاں اب مکہ مکرمہ ہے اور ذریت سے مراد صرف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔ آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں نہیں ہوئی بلکہ آپ سرزمین شام میں حضرت ہاجرہ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے ہیں
حضرت ہاجرہ ام اسمٰعیل علیہما السلام قبط سے تھیں اور اَمہ حضرت سارا تھیں انہیں حضرت سارا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دیا تھا۔
حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت ہو گئی تو حضرت سارا کو اپنی اولاد نہ ہونے اور حضرت ہاجرہ سے صاحبزادہ ہونے پر غبطہ ہوا حضرت سارا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا آپ ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو میرے پاس سے علیحدہ کر دیجئے۔ حکمت الٰہی نے یہ ایک سبب پیدا کیا۔
چنانچہ حضرت خلیل اللہ کو وحی ہوئی کہ ہاجرہ اور اسمٰعیل کو اس سرزمین میں لے جائیں آپ بہ حکم رب العالمین ہاجرہ اور اسمٰعیل کو ملک شام سے سرزمین حرم میں لے آئے اور کعبہ مقدسہ کے نزدیک اتارا اس وقت اس جنگل میں کوئی آبادی نہ تھی اور نہ یہاں کوئی چشمہ نہ کنواں۔
پھر آپ ایک توشہ دان میں کھجوریں اور ایک برتن میں انہیں پانی دے کر واپس چلے گئے اور ان کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ حضرت ہاجرہ نے عرض کیا آپ کہاں جا رہے ہیں اور ہمیں اس جنگل بیابان میں بے رفیق و انیس چھوڑ رہے ہیں آپ نے اس کا بھی جواب نہ دیا اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی طرف التفات بھی نہ کیا۔ حضرت ہاجرہ نے جب دیکھا کہ آپ کی طرف سے جواب بھی نہیں ہے تو آپ سمجھیں کہ اس میں کوئی راز ہے۔
تو حضرت ہاجرہ نے عرض کیا حضرت کیا آپ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ حکم ہے۔؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اشارہ سے فرمایا کہ ہاں۔
یہ سمجھ کر آپ نے اطمینان کیا اور فرمایا اِذًا لَّا یُضَیِّعُنَا اللہُ بس اب ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لے گئے اور چلتے ہوئے بارگاہ متعال میں رَبَّنَا اِنِّیۤ اَسۡکَنۡتُ
اس کے بعد فرما کر دعا کی۔

حضرت ہاجرہ اپنے فرزند ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دودھ پلانے لگیں۔ اس جنگل میں گرمی کی شدت تھی جو پانی تھا وہ ختم ہوگیا۔ اب حضرت ذبیح اللہ کا حلق پیاس سے خشک ہوگیا تو آپ پانی کی جستجو میں آبادی کی تلاش کے لیے صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر چڑھیں اور درمیانی راہ دوڑ کر طے فرمائی۔

یہ ادھر سے اُدھر دوڑنا ہی اصل ہے سعی صفا و مروہ کی جو حاجی کرتے ہیں اور یہ سنت ہاجرہ اس طرح قیامت تک کے لیے جاری ہوگئی۔

ساتویں بار جب آپ کی نظر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر پڑی تو وہاں پانی کا چشمہ بہ رہا تھا۔ یہ چشمہ فرشتہ کے پَر مارنے یا حضرت ذبیح علیہ السلام کی ایڑیوں کے رگڑنے سے جاری ہوا۔
یہ چشمہ اس پتھریلی خشک زمین میں جب ابلنے لگا تو حضرت ہاجرہ اس کے چاروں طرف مٹی جمع کرتی جاتی تھیں اور فرماتی جاتی تھیں زمزم زمزم۔ اس کے معنی تھم تھم ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ بھی ایک شعر میں فرماتے ہیں۔ ع

اس میں زمزم ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم ہے کہ بیش

آیہ کریمہ میں عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ جو فرمایا اس سے مراد بیت اللہ شریف ہے۔
یہ طوفان نوح (علیہ السلام) سے قبل کعبہ مقدسہ اس جگہ تھا اور طوفان کے وقت آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ آپ کے آگ میں ڈالے جانے کے بعد ہوا۔
ایک لطیف بات اس قصہ سے یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ جب آپ آگ میں ڈالے گئے تو آپ نے قطعًا دعا نہ فرمائی اور اس وقت آپ نے دعا فرمائی اس میں یہ راز ہے کہ اگرچہ دعا نہ کرنا اور کارسازی حق پر اعتماد رکھنا بھی ایک درجہ توکل ہے جو اپنی منزل و مقام میں بہتر ہے۔
لیکن اس مقام سے جب بلند مقام پر عارف پہنچتا ہے تو دعا کرنا ہی اس کے لیے افضل ہوتا ہے۔
حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے درجات جب پہلے مقام سے بلندی پر آئے تو آپ نے دعا فرمائی اور

اس سے ادنیٰ درجہ پر دعا کے لیے لب بند رکھے۔

اس واقعہ کو علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں

وَذَالِكَ اِنَّ هَاجَرَ اُمَّ اِسْمٰعِيْلَ كَانَتْ اَمَةً مِّنَ الْقِبْطِ لِسَارَةَ فَوَهَبَتْهَا مِنْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا وَلَدَتْ اِسْمٰعِيْلَ غَارَتْ فَلَمْ تُقَارِّهِ عَلٰى كَوْنِهٖ مَعَهَا فَاَخْرَجَهَا وَابْنَهَا اِلٰى اَرْضِ مَكَّةَ فَوَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِىْ اَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيْهِ مَاءٌ ثُمَّ قَفّٰى مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ هَاجَرُ فَقَالَتْ يَا اِبْرَاهِيْمُ اَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهٰذَا الْوَادِى الَّذِىْ لَيْسَ فِيْهِ اَنِيْسٌ وَلَا شَيْءٌ۔

قَالَتْ لَهٗ ذَالِكَ مِرَارًا وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ اِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهٗ۔

آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا؟

قَالَ نَعَمْ۔

قَالَتْ اِذًا لَّا يُضَيِّعُنَا۔

ثُمَّ رَجَعَتْ وَانْطَلَقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهٗ وَاسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ وَكَانَ اِذْ ذَاكَ مُرْتَفِعًا مِّنَ الْاَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَاْتِيْهِ السُّيُوْلُ فَتَاْخُذُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ ثُمَّ دَعَا بِهٰذِهِ الدَّعَوَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ رَبَّنَا اِنِّىْ اَسْكَنْتُ (اِلٰى) لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔

ثُمَّ اِنَّهَا جَعَلَتْ تُرْضِعُ اِبْنَهَا وَتَشْرَبُ مِمَّا فِى السِّقَاءِ حَتّٰى اِذَا نَفِدَ عَطِشَتْ وَعَطِشَ اِبْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَيْهِ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ يَلِيْهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِىَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ فَهَبَطَتْ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْوَادِىَ رَفَعَتْ طَرْفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْىَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتْهُ ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا وَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ فَفَعَلَتْ ذَالِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَلِذَالِكَ سَعَى النَّاسُ بَيْنَهُمَا سَبْعًا۔

فَلَمَّا اَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ صَهٍ تُرِيْدُ نَفْسَهَا ثُمَّ سَمِعَتْ فَسَمِعَتْ اَيْضًا فَقَالَتْ قَدْ اَسْمَعْتَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ۔

فَاِذَا هِىَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهٖ حَتّٰى ظَهَرَ الْمَاءُ فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهٗ

وَتَعْرِفُ مِنْهُ فِیْ سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ فَشَرِبَتْ وَاَرْضَعَتْ وَلَدَهَا فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ لَا تَخَافِی الضَّيْعَةَ فَاِنَّ هٰهُنَا بَيْتُ اللّٰهِ تَعَالٰی يَبْنِيْهِ هٰذَا الْغُلَامُ وَاَبُوْهُ وَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَا يُضِيْعُ اَهْلَهٗ۔

وہ فرشتہ جس کے ذریعہ چشمہ زمزم جاری ہوا اس نے حضرت ہاجرہ سے کہا آپ کسی قسم کا خوف نہ کریں یہاں بیت اللہ ہے اور اس کی تعمیر اس بچے اور اس کے باپ کے ہاتھوں ہوگی اور اللہ تعالٰی خلیل کے اہل کو ضائع نہیں فرمائے گا۔

اس کے بعد کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام اس جنگل میں تھے کہ قبیلہ بنی جرہم کے کچھ آدمی ادھر سے گذرے انہوں نے یہاں کچھ پرندے اڑتے دیکھے انہوں نے کہا پرندے تو اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک اس جگہ پانی نہ ہو چنانچہ انہوں نے آدمی بھیجا کہ معلوم کرے یہاں پانی کس جگہ ہے اس آنے والے نے تلاش کرتے کرتے پانی پالیا آخر وہ آئے اور انہوں نے کہا۔

اگر آپ اجازت دیں تو ہم بھی یہاں اس پانی میں شرکت کرلیں اور ہمارے مویشیوں کے دودھ میں ہم آپ کو شریک کرلیں گے۔

مختصر یہ کہ اس طرح مکہ معظمہ کی آبادی شروع ہوئی پھر انہوں نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے اپنی لڑکی بیاہ دی۔ باقی طویل قصہ ہے جو کتب سیر میں ملاحظہ کریں۔ بقیہ عبارت قصہ مذکورہ کی یہ ہے

ثُمَّ اِنَّهٗ مَرَّتْ بِهَا رُفْقَةٌ مِّنْ جُرْهُمَ فَرَاَوْا طَائِرًا عَائِفًا فَقَالُوْا لَا يَطِيْرُ اِلَّا عَلَی الْمَاءِ فَبَعَثُوْا رَسُوْلَهُمْ فَنَظَرَ فَاِذَا بِالْمَاءِ فَاَتَاهُمْ فَقَصَدُوْهُ وَاُمُّ اِسْمٰعِيْلَ عِنْدَهٗ فَقَالُوْا اَشْرِكِيْنَا فِیْ مَائِكِ نُشْرِكُكِ فِیْ اَلْبَانِنَا فَفَعَلَتْ فَلَمَّا اَدْرَكَ اِسْمَاعِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ زَوَّجُوْهُ اِمْرَاَةً مِّنْهُمْ وَتَمَامُ الْقِصَّةِ فِیْ كُتُبِ السِّيَرِ۔

بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ اس سے مراد وادی مکہ شرفہا اللہ تعالٰی مراد ہے اور غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ اس لیے فرمایا کہ مکہ معظمہ کی زمین میں اس امر کی صلاحیت ہی نہ تھی کہ اس میں کھیتی کیاری ہوسکے اور ایسی بنجر پتھریلی زمین میں مرکز عبادت اور مقام ختم المرسلین مقرر فرمانے میں یہ حکمت تھی کہ یہاں سے توحید کے چشمہ پھوٹنے پر سوائے تعجب کوئی یہ نہ کہہ سکے گا کہ وہاں سے سلسلہ تبلیغ ہونا ہی تھا اس لیے کہ وہ تجارت کا مرکز تھا۔ پھل اور پھولوں کا خزانہ تھا۔ پیداوار کا معدن تھا ہر طرف سے تاجروں کا وہاں آنا جانا تھا اس وجہ سے تبلیغ مکمل ہوئی۔

اب یہی کہا جائے گا کہ کوہستانی گھاٹیوں میں سنگلاخ جنگل میں جہاں نہ زراعت تھی نہ باغ حتیٰ کہ

خرموں کے درخت بھی اس سے دور دور ہیں وہاں آوازہ حق بلند فرماکر چاردانگ عالم میں توحید کا ڈنکا بجادینا بہ صرف اور صرف اس نبی الطحی امی لقبی کی معجز نمائی اور تائید الٰہی تھی۔ ورنہ اسباب ظاہری تو بالکل ایسی جگہ سے ایسے کارہائے نمایاں کی امید ہی نہیں کرسکتے۔ آگے ارشاد ہے۔

" رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ۔ اے ہمارے رب اس لیے کہ وہ قائم رکھیں نماز تو تو کردے دل لوگوں کے ان کی طرف مائل"۔

یعنی حضرت اسمٰعیل اور ان کی اولاد اس وادیٔ غیر ذی زرع میں تیرے ذکر و عبادت میں مشغول ہوں اور تیرے بیت حرم کے پاس اکناف عالم اور اطراف بلاد سے لوگ آئیں ان کے دل اس مکان مطہر کے شوق زیارت میں کھنچیں۔

اس آیۂ کریمہ میں اہل ایمان کے لیے یہ دعا ہے کہ انہیں حج بیت اللہ میسر ہو اور سکان مکہ مکرمہ کے لیے اور ان کی اولاد کے واسطے یہ دعا کہ جب باہر کے ممالک کے لوگ زیارت و حج کے لیے آئیں گے تو یہاں کے رہنے والے ان سے منتفع ہوں گے۔ مختصر یہ کہ اس دعا میں دینی و دنیوی دونوں برکات مضمر ہیں۔

اور خلیل اللہ کی یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ قیامت تک یہ زائرین کا مرکز بن گیا۔ ایام حج اور غیر ایام حج ہر موسم میں طواف بیت اللہ بھی بارہ مہینہ ہوگا اور ہوتا رہتا ہے اور زائرین بھی ہر موسم میں یہاں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔

مختصراً اس قصہ کا آخر واقعہ یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ کا وصال ہوگیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بنی جرہم کے ساتھ سکونت پذیر رہے۔

" وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ اور انہیں پھلوں میں سے روزی عطا فرما تاکہ وہ شکر گذار ہوں"۔

" رَبَّنَا اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ۔ اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور نہیں کچھ مخفی اللہ پر زمین اور آسمان میں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ۔

یعنی اپنے فضل سے ایسے جنگل غیر ذی زرع میں یہاں کے رہنے والوں کو ہر قسم کے پھلوں سے متمتع فرما۔ اس دعا کو اللہ تعالےٰ نے ایسی شان سے مستجاب فرمایا کہ مکہ معظمہ میں ہر قسم کے پھل تازہ اب تک ملتے ہیں۔ آلوسی فرماتے ہیں۔ یہ دعائیں حضرت نے فرمائیں۔

وَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ۔ اور دوسری دعا

وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ۔ چنانچہ اس مقام مقدسہ کے لیے قلوب مومنین کا رجحان اتنا بڑھا کہ

ہر ملک ہر اقلیم کا آدمی یہاں کی زیارت کو حاضر آتا ہے اور پھلوں کی افراط کا یہ عالم ہے کہ حتیٰ انہ یجتمع فی مکۃ المکرمۃ البواکیر والفواکہ المختلفۃ الازمان من الربیعیۃ والصیفیۃ والخریفیۃ فی یوم واحد۔

مکہ مکرمہ میں ربیع و خریف صیف و شتا کے تمام پھل ایک ہی دن میں حاصل ہوتے ہیں۔

اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن محمد بن مسلم الطائفی۔ ان الطائف کانت من ارض فلسطین فلما دعا ابراھیم علیہ السلام بھذہ الدعوۃ رفعھا اللہ تعالیٰ ووضعھا حیث وضعھا رزقا للحرم۔

طائف ارض فلسطین سے تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی تو اللہ تعالےٰ نے اٹھایا اور مکہ مکرمہ کے قریب کر دیا تاکہ ہر قسم کے پھل اہل مکہ کو ملتے رہیں۔

وفی روایۃ ان جبرائیل علیہ السلام اقتلعھا فجاء وطاف حول البیت سبعا ولذا سمیت الطائف ثم وضعھا قریب مکۃ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ طائف کو اکھاڑ کر اٹھایا اور روح الامین علیہ السلام نے بیت اللہ کے سات طواف کر کے طائف کو مکہ معظمہ کے قریب رکھ دیا اسی وجہ سے اس کا نام طائف رکھا گیا۔

وروی نحو ذالک عن ابن عباس رضی اللہ عنھما۔ ایسا ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

واخرج ابن ابی حاتم عن الزھری ان اللہ نقل قریۃ من قری الشام فوضعھا بالطائف لدعوۃ ابراھیم علیہ السلام۔

اللہ تعالےٰ نے شام کے قریوں میں سے ایک قریہ طائف سے ملا کر دعاء ابراہیم علیہ السلام مستجاب فرمائی۔

اور ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن پر آلوسی نقل فرماتے ہیں۔

اخرج ابن ابی حاتم عن ابراھیم النخعی ان مرادہ ما نخفی من حب اسمٰعیل وامہ وما نعلن لسارۃ من الجفاء لھما

آیۂ کریمہ میں جو فرمایا ربنا انک تعلم ما نخفی اس سے مراد محبت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہیں اور وما نعلن سے حضرت سارہ نے جو غیرت اولاد کا مظاہرہ کیا وہ ہے۔

بہر حال آگے خود ہی فرمایا وما یخفی علی اللہ من شیء فی الارض ولا فی السماء اور اللہ تعالےٰ پر

کوئی شے زمین و آسمان کی مخفی نہیں۔

گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان دعاؤں کے بعد یہ بھی ظاہر فرمانا ضروری تھا کہ تیرے حضور جو دعائیں کر رہا ہوں یہ صرف اظہار عبودیت اور خشوع و خضوع تیری عظمت سے کر رہا ہوں ورنہ تیرے علم سے کچھ مخفی نہیں۔

وَقِیْلَ اَرَادَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّكَ اَعْلَمُ بِاَحْوَالِنَا وَمَصَالِحِنَا وَاَرْحَمُ بِنَا مِنْ اَنْفُسِنَا فَلَا حَاجَۃَ لَنَا اِلَی الطَّلَبِ لٰكِنْ نَدْعُوْكَ لِاِظْهَارِ الْعُبُوْدِیَّۃِ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس گذارش میں یہ ارادہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے حضور یہ عرض بھی ہو جائے اور دعا بھی کہ الٰہی تو ہمارے حالات اور ہماری بہبود و سود سے واقف ہے اور رحم کرنے والا ہماری جانوں پر اگرچہ تیرے حضور طلب کی ضرورت نہیں لیکن میں اس لیے مانگ رہا ہوں کہ اپنی عبودیت کا اظہار کر سکوں۔

اس پر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رباعی میں بتایا کہ ظہور حال مستغنی عن السوال ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

وَیَمْنَعُنِی الشَّكْوٰی اِلَی النَّاسِ اَنَّنِیْ عَلِیْلٌ وَمَنْ اَشْكُوْ اِلَیْہِ عَلِیْلٌ
وَیَمْنَعُنِی الشَّكْوٰی اِلَی اللہِ اَنَّہٗ عَلِیْمٌ بِمَا اَشْكُوْہُ قَبْلَ اَقُوْلُ

لوگوں سے یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں اس لیے مجھے منع کیا کہ جس کی طرف میں یہ شکوہ کر رہا ہوں وہ خود بھی علیل ہے۔

اور اللہ کے حضور شکوے سے مجھے یوں منع کیا کہ وہ میرے عرض سے پہلے اس حال سے واقف ہے جس کا شکوہ کر رہا ہوں۔

اس کے بعد بارگاہ الوہیت میں حمد فرمائی۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ۔ اس کے وجہ منیر کو حمد ہے جس نے کبر سنی اور بڑھاپے میں جب کہ میں اولاد کی طرف سے ناامید ہو چکا تھا تو لڑکے دو صاحبزادے اسمٰعیل اور اسحاق عطا فرمائے حضرت اسمٰعیل ننانوے سال کی عمر میں اور حضرت اسحاق ایک سو بارہ سال کی عمر میں پیدا ہوئے۔

"اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَاءِ۔ بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے"۔ اور دعا آپ نے یہ کی تھی کہ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔

اس کے بعد آپ نے بارگاہ حق میں عرض کیا۔

"رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ۔ اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو۔"

اس لیے کہ آپ کی ذریت میں بعض کے متعلق باعلام و اخبار الٰہی معلوم ہو چکا تھا کہ وہ کافر ہوں گے اس لیے آپ نے دعا میں وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ فرمایا اور مِن تبعیضیہ لگایا تاکہ سب ذریت کے لیے نہیں بلکہ بعض ذریت کے لیے پابندی نماز اور محافظت کی دعا ہے۔

"رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ۔ اے ہمارے رب میری دعا سن لے قبول فرما لے۔"

"رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ۔ اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو جس دن حساب قائم ہو۔"

آلوسی فرماتے ہیں وَکَانَتْ اُمُّہٗ عَلٰی مَارَوَی الْحَسَنُ مُؤْمِنَةً فَلَا اِشْکَالَ فِیْ اِسْتِغْفَارِ لَھَا وَاَمَّا الْاِسْتِغْفَارُ لِاَبِیْہِ فَقَدْ قِیْلَ فِی الْاِعْتِذَارِ عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ قَبْلَ اَنْ یَّتَبَیَّنَ لَہٗ اَنَّہٗ عَدُوٌّ لِّلّٰہِ سُبْحَانَہٗ۔

آپ کی والدہ مومنہ تھیں تو ان کے لیے تو کوئی اشکال استغفار میں نہیں۔ اور استغفار باپ کے لیے اس پر اعتذار ہو چکا کہ وہ اس امر سے قبل کی دعا تھی جب تک آپ پر یہ ظاہر نہ ہوا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ اور اس پر مفسرین کے چند اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس دعا میں آپ نے اپنے والد نوح علیہ السلام مراد لیے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس دعا میں حضرت آدم و حوا مراد ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۂ ابراہیم پ ۱۳

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ ۙ	اور نہ گمان کرنا کہ اللہ غافل ہے ظالموں کے کام سے انہیں تو مہلت دی ہے صرف اس دن تک کہ اس میں آنکھیں پھرا جائیں گی۔
مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ	بے تحاشا دوڑتے نکلیں گے اپنے سر اٹھائے ہوئے نہ پلٹ سکیں گے اس طرف اپنی پلک اور ان کے دل اڑ رہے ہوں۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝

اور ڈرا لوگوں کو اس دن سے جب آئے ان پر عذاب تو کہیں وہ جو ظالم ہیں اے ہمارے رب مؤخر کر دے ہمیں تھوڑی مدت کہ ہم تیری دعوت قبول کریں اور رسولوں کی پیروی کریں تو کیا تم قسم نہ کھا چکے تھے پہلے کہ نہیں تمہیں دنیا سے ہٹ کر جانا۔

وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝

اور تم ان کے گھروں میں بسے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تمہیں کھل گیا کہ ہم نے کیا کیا ان کے ساتھ اور ہم نے تمہیں مثالیں دے کر تمہیں بتایا۔

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝

اور بے شک انہوں نے مکر کیا اپنا اور اللہ کے پاس ان کے مکر کا جواب ہے اگرچہ ہو ان کا مکر ایسا کہ پہاڑ ٹل جائیں۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

اور نہ گمان کرو کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلاف کرے گا بے شک اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

وہ دن جب کہ بدل دی جائے زمین اس زمین کے سوا اور آسمان اور نکلیں اللہ کے لیے جو ایک غالب ہے۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝

اور تم مجرموں کو دیکھو گے اس دن کہ بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوں۔

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

ان کے کرتے رال کے ہوں اور ان کے منہ آگ چھپا لے تاکہ بدلہ دیا جائے ہر جان کو اس کے عمل کا بیشک اللہ حساب لینے میں جلدی کرتا ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

یہ حکم پہنچانا ہے لوگوں کو اور ڈرانا اس سے تاکہ جان لیں کہ بے شک اللہ ہی ایک ہے اور تاکہ نصیحت مانیں عقل والے۔

حلِ لغات ساتواں رکوع سورہ ابراہیم۔ پ ۱۳

وَلَا۔ اور نہ	تَحْسَبَنَّ۔ خیال کر	اللّٰهَ۔ اللہ کو	غَافِلًا۔ غافل
عَمَّا۔ اس سے	يَعْمَلُ۔ جو کرتے ہیں	الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالم	اِنَّمَا۔ سوائے اسکے نہیں
يُؤَخِّرُهُمْ۔ مہلت دیتا ہے ان کو		لِيَوْمٍ۔ اس دن کے لیے کہ	تَشْخَصُ۔ جھک جائیں
فِيْهِ۔ اس میں	الْاَبْصَارُ۔ آنکھیں	مُهْطِعِيْنَ۔ دوڑتے ہونگے	مُقْنِعِيْ۔ اٹھاتے ہوئے
رُءُوْسِهِمْ۔ اپنے سروں کو	لَا يَرْتَدُّ۔ نہیں لوٹیں گی	اِلَيْهِمْ۔ ان کی طرف	طَرْفُهُمْ۔ انکی نگاہیں
وَاَفْئِدَتُهُمْ۔ اور ان کے دل		هَوَآءٌ۔ اڑتے ہونگے	وَاَنْذِرِ۔ اور ڈرا
النَّاسَ۔ لوگوں کو	يَوْمَ۔ جس دن	يَاْتِيْهِمُ۔ آئے گا انکے پاس	الْعَذَابُ۔ عذاب
فَيَقُوْلُ۔ پھر کہیں گے	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	ظَلَمُوْا۔ ظالم ہیں	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب
اَخِّرْنَا۔ مہلت دے ہمیں	اِلٰى۔ طرف	اَجَلٍ۔ مدت	قَرِيْبٍ۔ قریب کی
نُجِبْ۔ ہم قبول کریں	دَعْوَتَكَ۔ تیری پکار	وَنَتَّبِعِ۔ اور پیروی کریں	الرُّسُلَ۔ رسولوں کی
اَوَلَمْ۔ کیا نہیں	تَكُوْنُوْا۔ تھے تم	اَقْسَمْتُمْ۔ قسمیں کھاتے	مِّنْ قَبْلُ۔ پہلے
مَا لَكُمْ۔ کہ نہیں ہے تمہیں	مِّنْ زَوَالٍ۔ کوئی زوال	وَسَكَنْتُمْ۔ اور بستے تم	فِيْ مَسٰكِنِ۔ گھروں میں
الَّذِيْنَ۔ ان کے جنہوں نے	ظَلَمُوْا۔ ظلم کیا	اَنْفُسَهُمْ۔ اپنی جانوں پر	وَتَبَيَّنَ۔ اور ظاہر ہوگیا
لَكُمْ۔ تمہارے لیے	كَيْفَ۔ کس طرح	فَعَلْنَا۔ کیا ہم نے	بِهِمْ۔ انکے ساتھ
وَضَرَبْنَا۔ اور بیان کیں ہم نے		لَكُمُ۔ تمہارے لیے	الْاَمْثَالَ۔ مثالیں
وَقَدْ۔ اور بیشک	مَكَرُوْا۔ مکر کیا انہوں نے	مَكْرَهُمْ۔ اپنا مکر	وَعِنْدَ۔ اور اللہ کے
اللّٰهِ۔ پاس ہے	مَكْرُهُمْ۔ ان کا مکر	وَاِنْ۔ اور بے شک	كَانَ۔ تھا
مَكْرُهُمْ۔ ان کا مکر	لِتَزُوْلَ۔ کہ ٹل جائیں	مِنْهُ۔ اس سے	الْجِبَالُ۔ پہاڑ
فَلَا۔ پھر نہ	تَحْسَبَنَّ۔ خیال کر	اللّٰهَ۔ اللہ کو	مُخْلِفَ۔ خلاف کرنے والا
وَعْدِهٖ۔ اپنے وعدے کا	رُسُلَهٗ۔ اپنے رسولوں سے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ
عَزِيْزٌ۔ غالب ہے	ذُو انْتِقَامٍ۔ بدلہ لینے والا۔		يَوْمَ۔ جس دن
تُبَدَّلُ۔ بدل جائے گی	الْاَرْضُ۔ زمین	غَيْرَ۔ سوائے	الْاَرْضِ۔ زمین کے۔

وَالسَّمٰوٰتُ ۔ اور آسمان بھی   وَبَرَزُوْا ۔ اور نکلیں گے   لِلّٰهِ ۔ اللہ
الْوَاحِدِ ۔ اکیلے   الْقَهَّارِ ۔ زبردست کیلئے   وَتَرَى ۔ اور دیکھے گا تو   الْمُجْرِمِيْنَ ۔ مجرموں کو
يَوْمَئِذٍ ۔ اس دن   مُقَرَّنِيْنَ ۔ جکڑے ہوئے   فِي الْاَصْفَادِ ۔ زنجیروں میں
سَرَابِيْلُهُمْ ۔ ان کے کرتے   مِّنْ قَطِرَانٍ ۔ رال کے ہوں گے
وَتَغْشٰى ۔ اور ڈھانپے گی وُجُوْهَهُمُ ۔ ان کے چہروں کو   النَّارُ ۔ آگ
لِيَجْزِيَ ۔ تاکہ بدلہ دے   اللّٰهُ ۔ اللہ   كُلَّ ۔ ہر   نَفْسٍ ۔ آدمی کو
مَّا ۔ جو   كَسَبَتْ ۔ اس نے کمایا   اِنَّ ۔ بے شک   اللّٰهَ ۔ اللہ
سَرِيْعُ ۔ جلدی لینے والا ہے   الْحِسَابِ ۔ حساب   هٰذَا ۔ یہ   بَلٰغٌ ۔ پہنچانا ہے
لِلنَّاسِ ۔ لوگوں کو   وَلِيُنْذَرُوْا ۔ اور تاکہ وہ ڈرائے جائیں   بِهٖ ۔ اس کے ساتھ
وَلِيَعْلَمُوْا ۔ اور تاکہ جانیں وہ کہ   اِنَّمَا ۔ سوائے اسکے نہیں   هُوَ ۔ وہ
اِلٰهٌ ۔ معبود ہے   وَّاحِدٌ ۔ ایک   وَلِيَذَّكَّرَ ۔ اور تاکہ نصیحت لیں   اُولُوْا ۔ صاحب
الْاَلْبَابِ ۔ عقل لوگ ۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع ۔ سورۃ ابراہیم ۔ پ ۱۳

" وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اور نہ گمان کرنا کہ اللہ غافل ہے ظالموں کے کام سے انہیں تو مہلت دی ہے صرف اس دن تک کہ آنکھیں پتھرا جائیں گی بے تحاشا دوڑتے نکلیں گے اپنے سر اٹھائے ہوئے نہ پلٹ سکیں گی اس وقت اپنی پلک اور ان کے دل اڑ رہے ہوں گے اور ڈراؤ لوگوں کو اس دن سے جب آئے ان پر عذاب تو کہیں ظالم لوگ اے ہمارے رب مؤخر کردے ہمیں ایک قریب مدت تک عذاب ۔ ہم تیری دعوت قبول کرلیں اور رسولوں کی پیروی کیا تم نہ تھے قسم کھانے والے اس سے قبل تم کہ تمہیں دنیا میں کوئی زوال نہیں اور بسے رہے تم ظالموں کے گھروں میں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور ظاہر ہوگیا تمہیں کہ ہم نے کیا کیا ان کے ساتھ اور ہم نے مثالیں دے کر تمہیں بتایا ۔"

یہ خطابہ ان کی طرف ہے جو اس وہم میں تھے کہ معاذ اللہ ۔ اللہ تعالٰے غافل ہو سکتا ہے انہیں فرمایا گیا کہ یہ گمان نہ رکھنا البتہ یہ ہے کہ انہیں ڈھیل دی گئی ہے اس دن تک جس دن تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ہوگا ۔

شخص بصر پر راغب فرماتے ہیں مِنْ هَوْلِ مَا يَرَوْنَنَا ۔ دہشت زدہ آدمی کی نظر جس حال میں ہو جاتی ہے اسے شخص بصر کہتے ہیں۔

حضرت قتادہ سے عبد بن حمید راوی ہیں شَخَصَتْ فِيْهِ اَبْصَارُهُمْ فَلَا تَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ ۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ آنکھیں چڑی کی چڑی رہ جانا ۔ پتھرا جانا حیرت و استعجاب میں جو حال ہوتا ہے حیرت زدہ ٹکتا رہ جاتا ہے۔

مُهْطِعِيْنَ ۔ مُسْرِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِیْ ایسے دوڑنا جیسے مجرم آواز پڑنے پر حاکم کی طرف دوڑتا ہے۔

احمد بن یحییٰ کہتے ہیں اَلْمُهْطِعُ الَّذِیْ يَنْظُرُ فِیْ ذُلٍّ وَّخُشُوْعٍ ۔ مہطع اس دیکھنے والے کو کہتے ہیں جو ذلت اور خوف کے وقت دیکھے۔

ابن انباری کہتے ہیں اَلْاِهْطَاعُ اَلتَّجْمِيْعُ وَهُوَ قَبْضُ الرَّجُلِ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ ۔ اہطاع دوڑ کر آگے کی چیز کو پکڑنا ہے۔

مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ ۔ اچک اچک کر خوف زدہ ہو کر دیکھنا۔

لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۔ لَا يُبْقِیْ اَعْيُنُهُمْ وَتَارَةً يَتِيْهُوْنَ فَلَا تَطْرِفُ اَبْصَارُهُمْ مبہوت ہو کر ایک طرف بت بن جانا ۔ اِدھر اُدھر نظر نہ پھیر سکنا۔

وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ۔ اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں ۔ یعنی خالی عقل و فہم فرط حیرت و دہشت میں۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ یعنی اے محبوب ڈرائیں لوگوں کو خطاب سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علامہ اِنَّ تَاخِيْرَ عَذَابِهِمْ لِمَاذَا وَاَمَرَكَ بِاِنْذَارِهِمْ وَتَخْوِيْفِهِمْ مِنْهُ فَالْمُرَادُ بِالنَّاسِ الْكُفَّارُ الْمُعَبَّرُ عَنْهُمْ بِالظَّالِمِيْنَ ۔ اور فرما دیجئے کہ عذاب میں تاخیر کیوں ہے اس لیے کہ تمہیں ہدایت اور انذار کی ہدایت کی گئی ہے ۔ چنانچہ ناس سے مراد وہی کفار ہیں جنہیں ظالم کہا گیا ہے۔

يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ ۔ اس دن سے جس دن ان پر عذاب آئے گا اس سے مراد قیامت ہے یا موت کا دن مراد ہے جس میں سکرات کے وقت ملائکہ عذاب اسے نظر آئیں گے۔

فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۔ تو اس وقت کہیں گے وہ جو ظالم ہیں

رَبَّنَا اَخِّرْنَا ۔ الٰہی موخر کر دے ہم سے عذاب اور وہ دنیا میں بھیجے جانے کی آرزو کریں۔

اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ تھوڑی مدت تک یعنی وہ طلب کریں گے مدت لیسیرتا کہ
نُجِبْ دَعْوَتَکَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ۔ مانیں ہم تیرے وعدہ کو اور رسولوں کی پیروی کریں۔ تو انہیں فرمایا جائے گا۔

اَوَلَمْ تَکُوْنُوْا اَقْسَمْتُمْ مَا لَکُمْ مِنْ زَوَالٍ۔ کیا تم نے قسمیں کھا کر نہیں کہا تھا کہ تمہیں کوئی زوال نہیں۔ انہیں عیش و آرام میں تمہیں ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے اور نہ قبر میں کچھ ہو گا نہ قبر سے نشر اور حشر میں جانا ہے۔

ذَکَرَ الْبَیْہَقِیُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ کَعْبٍ الْقُرَظِیِّ اِنَّہٗ قَالَ لِاَھْلِ النَّارِ خَمْسُ دَعَوَاتٍ یُجِیْبُھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ اَرْبَعٍ مِّنْھَا فَاِذَا کَانَتِ الْخَامِسَۃُ لَمْ یَتَکَلَّمُوْا بَعْدَھَا اَبَدًا۔

یَقُوْلُوْنَ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَھَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ۔

فَیُجِیْبُھُمُ اللّٰہُ ذٰلِکُمْ بِاَنَّہٗ اِذَا دُعِیَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ کَفَرْتُمْ وَاِنْ یُّشْرَکْ بِہٖ تُؤْمِنُوْا فَالْحُکْمُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ۔

ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ۔ رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ۔

فَیُجِیْبُھُمْ۔ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا۔

ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ۔ رَبَّنَا اَخِّرْنَا اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَکَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ۔

فَیُجِیْبُھُمْ۔ اَوَلَمْ تَکُوْنُوْا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَکُمْ مِّنْ زَوَالٍ۔

ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ۔ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ۔

فَیُجِیْبُھُمْ۔ اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ مَنْ تَذَکَّرَ وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ۔

یَقُوْلُوْنَ۔ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَکُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ۔

فَیُجِیْبُھُمْ۔ اِخْسَئُوْا فِیْھَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ۔

فَلَا یَتَکَلَّمُوْنَ بَعْدَھَا اِنْ ھُوَ اِلَّا زَفِیْرٌ وَّشَھِیْقٌ۔ وَعِنْدَ ذٰلِکَ انْقَطَعَ رَجَاؤُھُمْ۔

علامہ بیہقی فرماتے ہیں جہنمیوں کی پانچ بار دعائیں ہوں۔
اللہ تعالیٰ انہیں چار بار جواب عطا فرمائے۔
جب پانچویں بار وہ پکاریں تو اس کے بعد وہ کبھی نہ بول سکیں گے۔

پہلی بار پکاریں۔ رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ۔ اے ہمارے رب تو نے ہمیں دوبارہ مردہ کیا اور دوبارہ زندہ کیا تو اب ہم اعتراف کرتے ہیں اپنے گناہوں کا تو کیا اس عذاب سے نکلنے کی کوئی راہ ہے۔

تو اس کا جواب رب العزت فرمائے ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ۔ یہ اس پر ہوا کہ جب اللہ ایک پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر اس کا شریک ٹھہرایا جاتا تو تم ایمان لاتے تو حکم اللہ کے لیے ہے جو سب سے بلند اور بڑا ہے۔

دوبارہ پھر جہنمی پکاریں اور عرض کریں۔

رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ۔ اے ہمارے رب ہم نے دیکھا اور سنا ہمیں پھیر کہ نیک کام کریں ہم کو یقین آگیا۔

اس کا جواب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملے۔ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا۔ تو اب چکھو بدلا اس کا کہ تم اس دن کی حاضری بھولے ہوئے تھے۔

پھر سہ بارہ وہ پکاریں اور عرض کریں۔

رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ۔ اے ہمارے رب موخر کر ہمیں عذاب تھوڑی دیر کہ ہم تیری دعوت مانیں اور رسولوں کا اتباع کریں۔

اس کا جواب ملے اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مَّا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ۔ تو کیا نہ تھے تم قسم کھانے والے کہ تمہیں دنیا سے ہٹ کر کہیں جانا نہیں۔

پھر چوتھی بار وہ پکاریں۔

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ۔ اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے۔

اس کا جواب ملے اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ۔ تو کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لینا جسے سمجھنا ہو۔

پھر پانچویں بار پکاریں۔

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ۔ اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب

آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔

تو اس کا جواب ملے اِخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ دھتکارے پڑے رہو اور مجھ سے کوئی کلام نہ کرو۔

تو اس کے بعد وہ نہ بول سکیں مگر زفیر و شہیق اور اس کے ساتھ ہی ان کی امید منقطع ہو جائے اور آپس میں ایک دوسرے پر منہ کے بل گریں اور جہنم بند کر دیا جائے۔

اَللّٰهُمَّ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَنَعُوْذُ بِكَنَفِكَ مِنْ عَذَابِكَ وَنَسْأَلُكَ التَّوْفِيْقَ لِلْعَمَلِ الصَّالِحِ فِیْ يَوْمِنَا لِغَدِنَا وَالتَّقَرُّبَ اِلَيْكَ بِمَا يُرْضِيْكَ قَبْلَ اَنْ يَخْرُجَ الْاَمْرُ مِنْ يَدِنَا۔

" وَسَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ۔ اور تم ان کے گھروں میں بسے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا" اور وَجَوَّزَ اَنْ يَّكُوْنَ الْمَعْنٰى وَقَرَرْتُمْ فِیْ مَسَاكِنِهِمْ مُطْمَئِنِّيْنَ سَائِرِيْنَ سِيْرَتَهُمْ فِی الظُّلْمِ بِالْكُفْرِ وَالْمَعَاصِیْ۔ گویا پہلی قومیں اپنے کفر و عناد سے جو ہلاک کی گئیں ان کی جگہ اب تم بسے۔

" وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ اور تم پر ظاہر ہو گیا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا کیا"۔ اہلاک و عذاب سے ان کے کرنے کا بدلہ کس طرح دیا۔

" وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ۔ اور ہم نے مثالیں دے کر تمہیں بتایا"۔ انبیاء کرام کی زبان سے اور قرآن کریم میں ان کے حال اور ان کے کوتک بیان کیے۔

" وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ اور بے شک انہوں نے خفیہ چالیں چلیں"۔ ابطال حق کے لیے پوری چالیں اور سرکشی میں حد سے متجاوز ہو گئے۔

" وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ۔ اور اللہ کے پاس ان کی خفیہ چالوں کا جواب ہے" گویا یہ عبارت یوں ہوئی۔ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ يَعْنِیْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى جَزَاءُ مَكْرِهِمْ۔

یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ایک مکر ہے عربی زبان میں اور ایک ہے اردو محاورہ میں۔

عربی میں مکر کہتے ہیں کسی کے مقابلہ میں خفیہ تدبیر کرنا خواہ وہ ابطال حق کے لیے ہو یا احقاق حق کے لیے۔

اردو میں مکر مقام مذموم میں مستعمل ہے۔ عوام اپنے محاورہ میں مکر اسی کو کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں جو مکر آیا ہے جیسے اس آیہ کریمہ میں اس کے علاوہ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ وَ

مَکَرُوْا مَکْرًا کُبَّارًا وغیرہ یہاں مکر بمعنی خفیہ تدبیر ہے۔

علاوہ برایں عرف میں اس کے معنی ہی یوں کیے جاتے ہیں جس سے اس خفیہ تدبیر کا انتساب بھی حق تعالے شانہ پر نہیں ہوتا۔

جیسے وَمَکَرُوْا اور کفار اور منافقین نے خفیہ تدبیریں ابطال حق کے لیے کیں تو مَکَرَ اللّٰہُ یعنی اللہ تعالے نے ان کی خفیہ تدبیر کو بیکار کر دیا وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ اور اللہ بہترین خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

ایسے ہی اس آیۂ کریمہ میں فرمایا وَقَدْ مَکَرُوْا مَکْرَھُمْ فِیْ اِبْطَالِ الْحَقِّ وَتَقْرِیْرِ الْبَاطِلِ مَکْرَھُمُ الْعَظِیْمَ اور بے شک انہوں نے خفیہ تدبیر کی اپنی طرف سے پوری خفیہ ابطال حق کے لیے یعنی انہوں نے مکر عظیم کیا۔

"وَاِنْ کَانَ مَکْرُھُمْ لِتَزُوْلَ مِنْہُ الْجِبَالُ۔ یعنی اگرچہ ان کا مکر اپنی غایت شدت میں ایسا تھا کہ اس سے پہاڑ بھی ٹل جائیں"۔

اس میں مفسرین سے بعض اس طرف گئے کہ اِنْ کَانَ میں اِنْ نافیہ ہے اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ انہوں نے سخت سے سخت تدبیریں حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آیات الٰہی اور شرع مصطفائی کے ابطال کے لیے کیں لیکن وہ بمنزلہ پہاڑ کے تھیں انہیں وہ ٹلا نہ سکے نہ ہلا سکے۔ ان کی حیلہ اور خفیہ تدبیریں سب رکھی کی رکھی رہ گئیں۔

اَلْمَکْرُ صَرْفُ الْغَیْرِ عَمَّا یَقْصِدُہٗ بِحِیْلَۃٍ وَذَالِکَ ضَرْبَانِ۔

مَکْرٌ مَحْمُوْدٌ وَذَالِکَ اَنْ یَتَحَرّٰی بِذَالِکَ فِعْلٌ جَمِیْلٌ وَعَلٰی ذَالِکَ قَالَ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔

وَمَذْمُوْمٌ وَھُوَ اَنْ یَّتَحَرّٰی بِہٖ فِعْلٌ قَبِیْحٌ۔ قَالَ وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ۔ وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ مَکْرِھِمْ۔

وَقَالَ فِی الْاَمْرَیْنِ وَمَکَرُوْا مَکْرًا وَّمَکَرْنَا مَکْرًا۔

وَقَالَ بَعْضُھُمْ مِنْ مَکْرِ اللّٰہِ اِمْھَالُ الْعَبْدِ وَتَمْکِیْنُہٗ مِنْ اَعْرَاضِ الدُّنْیَا۔

وَلِذَالِکَ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَنْ وُّسِّعَ عَلَیْہِ دُنْیَاہُ وَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّہٗ مَکْرُ اللّٰہِ فَھُوَ مَخْدُوْعٌ عَنْ عَقْلِہٖ۔

مکر دو قسم پر ہے محمود۔ جو من جانب اللہ ہو۔ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔

اور مذموم وہ ہے جو کہ فعل قبیح کے لیے خفیہ تدبیر کی جائے۔ (مفردات راغب اصفہانی)

"فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَہٗ ۔ تو ہرگز خیال نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے وعدہ خلاف کرے گا بے شک اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔"

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ جو آپ سے وعدہ کیا ہے کہ ظالموں کو عذاب ہوگا وہ ہو کر رہے گا۔ اور وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا اپنے رسولوں کی مدد ضرور فرمائے گا ان کے دین کو غلبہ دے گا ان کے دشمنوں کو ہلاک فرمائے گا وہ غالب اور قادر ہے (روح)

"یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ ۔ جس دن بدل جائے زمین اس زمین کے سوا اور آسمان اور نکلیں لوگ اللہ واحد قہار کے لیے۔"

زمین و آسمان کی تبدیلی کے لیے مفسرین کے دو قول ہیں۔ (روح المعانی)

ایک یہ کہ ان کے اوصاف بدل دیے جائیں مثلاً زمین کی ایک سطح ہو جائے نہ اس پر پہاڑ ہوں نہ ٹیلے نہ غار نہ درخت نہ عمارت اور آسمان پر نہ ستارے رہیں نہ آفتاب و ماہتاب۔ یہ تبدیلی ذات کی نہیں اوصاف کی ہے۔ اس کے متعلق آلوسی نے چودہ پندرہ قول نقل فرمائے ہیں۔ مختصراً انہیں پر ہی اکتفا کیا گیا۔ اسی طرح برزخ کے معنی میں کئی قول ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آسمان و زمین کی ذات ہی بدل دی جائے زمین کی جگہ دوسری زمین چاندی کی ہو جس پر نہ کبھی خون بہایا گیا ہو نہ کوئی معصیت کی گئی ہو۔ اور آسمان سونے کا۔

یہ دونوں قول اگرچہ بظاہر متضاد معلوم ہوتے ہیں مگر دونوں صحیح ہیں اس کی وجہ جمع یہ ہے کہ اول تبدیلی صفات ہو اس کے بعد حساب و کتاب ہو کر تبدیلی شان بھی ہو جائے۔

"وَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ۔ اور اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اصفاد یعنی بیڑیوں میں بندھے ہوں"

اصفاد۔ صفد کی جمع ہے جو قید کے وقت گلے۔ گردن۔ پیروں میں ڈالی جاتی ہیں اسے اردو میں بیڑی کہتے ہیں (روح)

"سَرَابِیْلُھُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ ۔ ان کے پیرہن رال کے ہوں"

قَطِرَانٌ ھُوَمَا یُحْلَبُ مِنْ شَجَرَةِ الْاَبْھَلِ فَیُطْبَخُ وَتُھْنَأُ بِہِ الْاِبِلُ الْجَرْبٰی فَیُحْرِقُ الْجَرَبَ

قطران۔ ابہل درخت سے نچوڑ کر پکاتے ہیں اور اونٹ کھاج پر ملتے ہیں۔ یہ رال ہی ہے (روح) اس پر بھی تین چار قول ہیں۔

ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ قِطْرَانٍ دو کلمہ ہیں قطر پگھلا ہوا تانبہ اور آن بمعنی شدید الحرارت ہیں۔

وَتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ۔ اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی تاکہ اللہ بدلہ دے ہر جان کو اس کی کرنی کا بے شک اللہ حساب میں دیر نہیں کرتا یہ پہنچانا ہے حکم لوگوں کو تاکہ وہ ڈریں اور جانیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت پکڑیں"۔

یہ وہ آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالے کی توحید کی دلیلیں ہیں انہیں پڑھیں اور نصیحت حاصل کریں

یہ آخر آیت حضرت صدیق اکبر کے حق میں نازل ہوئی۔

بحمد اللہ سورۂ ابراہیم ختم ہوئی۔

سُوْرَۃُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ

اس میں ۹۹ آیتیں اور ۶ رکوع ۶۵۴ کلمے دو ہزار سات سو ساٹھ حرف ہیں۔

اس سورۂ مبارکہ کے متعلق ابن مردویہ سید المفسرین حضرت ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں اِنَّهَا نَزَلَتْ بِمَكَّةَ۔ یہ سورہ مبارکہ مکہ میں نازل ہوئی۔

اور ایسا ہی قتادہ اور مجاہد مجمع البیان میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اِنَّهَا مَكِّيَّةٌ اِلَّا قَوْلَهٗ تَعَالٰى وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ وَقَوْلَهٗ تَعَالٰى كَمَا اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ۔

مجمع البیان میں حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ مکی ہے مگر ایک آیت وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ دوسری كَمَا اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ مدنی ہیں۔ آگے فرماتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔ سورہ حجر۔ پ ۱۴

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ یہ آیتیں ہیں کتاب اور روشن قرآن کی۔

حلِّ لغات پہلا رکوع۔ سورۂ حجر۔ پ ۱۳

الٓرٰ	تِلْكَ۔ یہ	اٰیٰتُ۔ آیتیں ہیں
اَلْكِتٰبِ۔ کتاب	وَقُرْاٰنٍ۔ اور قرآن	مُّبِیْنٍ۔ روشن کی

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع۔ سورۂ حجر۔ پ ۱۳

"الٓرٰ قف تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝ یہ آیتیں ہیں کتاب اور روشن قرآن کی"
یہاں تِلْكَ اسم اشارہ لاکر اس سے مراد تِلْكَ السُّوْرَةُ لی ہے یعنی یہ سورت مبارک کامل حقیق ہے
بعض اس طرف گئے کہ فَالْمُرَادُ بِہٖ جَمِیْعُ الْقُرْاٰنِ۔ اس سے مراد تمام قرآن کریم ہے۔ جو حضور پر نازل ہوا۔

الٓرٰ:۔ قَدْ تَقَدَّمَ الْكَلَامُ فِیْہِ۔ اس کے متعلق اول بیان ہو چکا یہاں بھی اس کے معنی تاویلی اَنَا اللّٰہُ اَرٰی ہوتے ہیں۔ اس کے بعد

بحمدہٖ تعالیٰ تیرہواں پارہ ختم ہوا اور چودہواں پارہ شروع ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پارہ ۱۴

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔ سورہ حجر پ ۱۴

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝

بہت سے کافر آرزو کرینگے کہ کاش ہوتے ہم مسلمان

ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝

چھوڑ دو انہیں کہ کھائیں اور کچھ متمتع ہولیں اور مشغول کردے انہیں کھیل تو عنقریب جان لیں گے۔

وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝

اور جو بستی ہم نے ہلاک کی اس کا ایک معلوم شدہ نوشتہ تھا۔

مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝

کوئی سبقت نہیں کرے کوئی گروہ اپنے وعدہ سے نہ پیچھے ہٹے۔

وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْكَ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝

اور بولے کہ اے وہ جس پہ نازل ہوا قرآن بے شک تم مجنون ہو۔

لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

کیوں نہیں لاتے فرشتے ہمارے پاس اگر ہو تم سچے۔

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝

اور ہم نہیں اتارتے فرشتے مگر کسی کام کے لیے اور جو اتر آئیں تو انہیں مہلت نہ ملے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

بے شک ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝

اور بے شک بھیجے ہم نے آپ سے پہلے پہلی جماعتوں میں۔

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ

اور نہیں آیا ان کے پاس رسول مگر اس سے استہزاء

یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝
کرتے رہے۔

كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝
ایسے ہی ہم اس تمسخر کے ان مجرموں کے دلوں میں راہ دیں۔

لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ ۝
نہیں وہ ایمان لاتے اور بے شک پہلی پرانوں کی راہ گذر چکی ہے۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ ۝
اور اگر ہم کھولیں ان پر دروازہ آسمان سے تو یوں وہ اس میں چڑھتے۔

لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝
جب بھی کہتے ہماری نگاہیں نشہ میں ہیں۔ بلکہ ہم پر جادو ہوا ہے۔

حلِ لغات پہلا رکوع۔ سورہ حجر۔ پ ۱۴

الٓرٰ۔	تِلْكَ۔ یہ	اٰیٰتُ۔ آیتیں ہیں	الْكِتٰبِ۔ کتاب
وَقُرْاٰنٍ۔ اور قرآن	مُّبِیْنٍ۔ روشن کی	رُبَمَا۔ بہت دفعہ	یَوَدُّ۔ خواہش کریگے
الَّذِیْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہوئے	لَوْ۔ کاش	كَانُوْا۔ وہ ہوتے
مُسْلِمِیْنَ۔ مسلمان	ذَرْهُمْ۔ چھوڑ ان کو کہ	یَاْكُلُوْا۔ کھائیں	وَیَتَمَتَّعُوْا۔ استفادہ لیں
وَیُلْهِهِمُ۔ اور غافل کرے ان کو		الْاَمَلُ۔ امید	فَسَوْفَ۔ پھر جلدی
یَعْلَمُوْنَ۔ جانیں گے	وَمَا۔ اور نہیں	اَهْلَكْنَا۔ ہلاک کی ہم نے	مِنْ قَرْیَةٍ۔ کوئی بستی
اِلَّا۔ مگر	وَلَهَا۔ واسطے اسکے	كِتَابٌ۔ نوشتہ ہے	مَّعْلُوْمٌ۔ مقرر
مَا۔ نہیں	تَسْبِقُ۔ آگے بڑھتی	مِنْ اُمَّةٍ۔ کوئی امت	اَجَلَهَا۔ اپنی مدت سے
وَمَا۔ اور نہ	یَسْتَاْخِرُوْنَ۔ پیچھے رہتی	وَقَالُوْا۔ اور بولے	یٰۤاَیُّهَا۔ اے
الَّذِیْ۔ وہ کہ	نُزِّلَ۔ اتارا گیا ہے	عَلَیْهِ۔ تجھ پر	الذِّكْرُ۔ قرآن
اِنَّكَ۔ یقیناً تو	لَمَجْنُوْنٌ۔ دیوانہ ہے	لَوْمَا۔ کیوں نہیں	تَاْتِیْنَا۔ لاتا تو ہمارے پاس
بِالْمَلٰٓىِٕكَةِ۔ فرشتے	اِنْ۔ اگر	كُنْتَ۔ ہے تو	مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔ سچے
لوگوں سے	مَا۔ نہیں	نُنَزِّلُ۔ اتارتے ہم	الْمَلٰٓىِٕكَةَ۔ فرشتے

اِلَّا۔ مگر	بِالْحَقِّ۔ ساتھ حق کے	وَمَا۔ اور نہ	کَانُوْا۔ ہوں گے
اِذًا۔ اس وقت	مُنْظَرِیْنَ۔ مہلت دیے گئے	اِنَّا۔ یقیناً	نَحْنُ۔ ہم نے
نَزَّلْنَا۔ اتارا	الذِّکْرَ۔ قرآن کو	وَاِنَّا۔ اور یقیناً ہم ہی	لَہٗ۔ اس کی
لَحٰفِظُوْنَ۔ حفاظت کرینگے	وَلَقَدْ۔ اور بے شک	اَرْسَلْنَا۔ بھیجے ہم نے	مِنْ قَبْلِكَ۔ تجھ سے پہلے
فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ۔ پہلے گروہوں میں		وَمَا۔ اور نہیں	یَاْتِیْهِمْ۔ آیا انکے پاس
مِنْ رَّسُوْلٍ۔ کوئی رسول		اِلَّا۔ مگر	کَانُوْا۔ تھے وہ
بِہٖ۔ اس کے ساتھ	یَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ٹھٹھا کرتے		كَذٰلِكَ۔ اسی طرح
نَسْلُكُهٗ۔ چلاتے ہیں ہم اس کو		فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ۔ مجرموں کے دلوں میں	
لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ نہیں ایمان لاتے		بِہٖ۔ ساتھ اس کے	وَقَدْ۔ اور بے شک
خَلَتْ۔ گزر چکا	سُنَّةُ۔ طریقہ	الْاَوَّلِیْنَ۔ پہلوں کا	وَلَوْ۔ اور اگر
فَتَحْنَا۔ کھولیں ہم	عَلَیْهِمْ۔ ان پر	بَابًا۔ دروازہ	مِّنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے
فَظَلُّوْا۔ پھر ہوں	فِیْهِ۔ اس میں	یَعْرُجُوْنَ۔ چڑھتے	لَقَالُوْا۔ تو کہیں
اِنَّمَا۔ صرف یہ ہے	سُكِّرَتْ۔ کہ نشہ میں ہیں	اَبْصَارُنَا۔ ہماری نگاہیں	بَلْ۔ بلکہ
نَحْنُ۔ ہم	قَوْمٌ۔ قوم ہیں	مَسْحُوْرُوْنَ۔ جادو کی گئی۔	

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع۔ سورۂ حجر پ ۱۴

* رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔ اکثر آرزو کریں گے کافر کہ کاش مسلمان ہوتے۔ چھوڑ دو انہیں تاکہ وہ کھائیں اور (حیوۃ دنیا سے) نفع حاصل کریں اور کھیل میں ڈالے انہیں امید تو عنقریب یہ لوگ جان لیں گے۔

یہ آرزوئیں کرنے کے دو وقت ہو سکتے ہیں۔

یا بوقت نزع روح ملائکہ عذاب کو دیکھ کر کافر آرزو کرے گا کہ کاش میں مسلمان ہوتا تو یہ مصیبت نہ آتی۔ اب گمراہی کا بدلہ ہی ملنا ہے۔

یا یوم آخرت۔ بروز قیامت شدائد و اہوال قیامت سے سراسیمہ ہو کر اپنا انجام وہاں دیکھ کر۔ زجاج کہتے ہیں کہ کافر کی یہ آرزو بعد مرگ دوامی ہوگی جب مسلمانوں پر رحمت اور اپنے اوپر زحمت دیکھے گا تو چلائے گا اور کہے گا یٰلَیْتَنِیْٓ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ کبھی مایوس ہو کر کہے گا۔

يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَابًا۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد ہے اے محبوب ذَرْہُمْ انہیں چھوڑ دیجئے تاکہ یہ دنیا کی عارضی عیش و عشرت میں پڑ کر خدا کو بھول جائیں اور یہاں کے راگ و رنگ انہیں ملاہی و مزامیر عیاشی و بد معاشی میں مبتلا رکھیں اور یہاں کے عارضی تنعم و تلذذ اور طول حیات میں منہمک رہیں اور ایمان سے محروم ہوں۔

پھر بعد چندے انہیں پتہ لگ جائے گا کہ اس غفلت و حسد اور جحد اور کفر کا انجام کیا ہے اس ارشاد میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ طول امل یعنی لمبی امیدوں میں گرفتار رہنا دنیاوی لذائذ اور طلب دنیا میں غرق ہو جانا ایمان کے خلاف ہے۔

حضرت مولائے کائنات اسد اللہ شیر خدا فرماتے ہیں لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں اور اتباع ہوا و ہوس حق سے روک دیتا ہے۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں اس مضمون کو ذرا وضاحت اور تفصیل سے بیان فرماتے ہیں وھو ھذا۔

اَخْرَجَ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُمْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّهُمَا تَذَاكَرَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَقَالَا هٰذَا حَيْثُ يَجْمَعُ اللّٰهُ تَعَالٰى بَيْنَ اَهْلِ الْخَطَايَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الْمُشْرِكُوْنَ مَا اَغْنٰى عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ فَيَغْضَبُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُمْ فَيُخْرِجُهُمْ بِفَضْلِهٖ وَرَحْمَتِهٖ۔

جب گنہگاران امت میں سے مشرکین جہنم کے ساتھ جمع ہوں تو مشرکین ان سے کہیں کہ تمہاری توحید پرستی نے بھی تمہیں عذاب سے نہیں بچایا تو غضب الٰہی مشرکین پر ہوا اور گنہگاران امت اللہ کے فضل و رحمت سے جہنم سے نکال دیے جائیں۔

وَاَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ نَاسًا مِنْ اُمَّتِيْ يُعَذَّبُوْنَ بِذُنُوْبِهِمْ فَيَكُوْنُوْنَ فِي النَّارِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنُوْا ثُمَّ يُعَيِّرُهُمْ اَهْلُ الشِّرْكِ فَيَقُوْلُوْنَ مَا نَرٰى مَا كُنْتُمْ فِيْهِ مِنْ تَصْدِيْقِكُمْ نَفَعَكُمْ فَلَا يَبْقٰى مُوَحِّدٌ اِلَّا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ۔

حضور فرماتے ہیں کچھ لوگ میری امت میں سے اپنے گناہوں کے عذاب کی وجہ میں جہنم میں ہوں تو مشرکین انہیں طعن کریں اور کہیں ہم تو تمہاری تصدیق توحید کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیکھتے تو اللہ کی رحمت

کوئی موحد جہنم میں نہ رہے سب جہنم سے نکال لیے جائیں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اور لفظ ربما۔ رُبَّ بضم الراء وتشدید الباء بھی ہے اور رَب بفتح الراء بھی ہے۔ اس لفظ کا استعمال سترہ طریقہ پر ہے مَنْ شَاءَ فَلْيَنْظُرْ فِي رُوْحِ الْمَعَانِيْ۔ اس کے معنی سب سے کم کیے گئے ہیں۔ یعنے بہت سے۔ جیسے رُبَّ شَيْءٍ يَوَدُّهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔

آگے ارشاد ہے۔

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا۔ اس کے معنی ہیں اُتْرُكْهُمْ یعنی انہیں چھوڑو وَالْمُرَادُ مِنَ الْاَمْرِ التَّخْلِيَةُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ شَهَوَاتِهِمْ اِذْ لَمْ تَنْفَعْهُمُ النَّصِيْحَةُ وَالْاِنْذَارُ۔ یعنی اس امر سے مراد علیحدہ ہونا ہے ان میں اور ان کی شہوات میں اس لیے کہ جب انھیں نصیحت نفع نہیں دیتی اور انذار سے وہ بے پروا ہیں تو کھائیں۔ پئیں اور حیات دنیا سے تمتع حاصل کریں۔

وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ وَيُشْغِلُهُمُ التَّوَقُّعُ لِطُوْلِ الْاَعْمَارِ۔ اور انہیں مشغول رہنے دو امیدوں میں عمروں کی زیادتی میں اس خیال پر کہ بعد مرنے کے عاقبت میں ایمان و طاعت کا بدلہ کچھ نہ ملے گا۔

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ وہ عنقریب اپنی بداعمالی و بداعتقادی کا نتیجہ جان لیں گے دنیا میں تو ذلت قتل و قید اور آخرت میں عذاب سرمدی۔

عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اِنَّمَا اَخْشٰى عَلَيْكُمُ اثْنَتَيْنِ طُوْلَ الْاَمَلِ وَاتِّبَاعَ الْهَوٰى فَاِنَّ طُوْلَ الْاَمَلِ يُنْسِي الْاٰخِرَةَ وَاتِّبَاعَ الْهَوٰى يَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ۔

حضرت اسد اللہ نے فرمایا مجھے دو باتوں کا تم پر خوف ہے اول امیدوں کا لمبا ہونا دوسرے خواہشات کا پیرو ہونا۔ اس لیے کہ امید دراز کرنے سے انسان آخرت کو بھول جاتا ہے اور اتباع حرص وہوا حق کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔

وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ فِي الزُّهْدِ وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا رَفَعَهٗ قَالَ صَلَاحُ اَحْوَالِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِالزُّهْدِ وَالْيَقِيْنِ وَاِهْلَاكُ اٰخِرِهَا بِالْبُخْلِ وَالْاَمَلِ۔

اس امت کی بہتری زہد و یقین میں ہے اور آخر ہلاکت اس امت کی بخل اور طول امل یعنی امیدوں کی درازی میں ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

" وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ۔ اور جو ہلاک کی ہم نے کوئی بستی مگر اس کے لیے ایک مقررہ نوشتہ تھا کوئی آگے نہیں بڑھتا اپنی مدت سے نہ پیچھے ہٹے "۔

یعنی جس قوم اور جماعت پر جو ہلاکت یا عذاب نازل ہوا اور ہو گا وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوتا ہے وہ اسی وقت ہلاک کیا جاتا ہے۔

"وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي اور کافر بولے کہ اے وہ جس پر قرآن اترا بے شک تم مجنون ہو۔"

یہ جملہ کفار مکہ نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو مخاطب کر کے کہا تھا اور ساتھ ہی وہ کہنے لگے۔

"لَوْمَا تَأْتِينَا بِالْمَلٰئِكَةِ - کیوں نہیں لاتے ہمارے پاس فرشتے اگر تم سچے ہو۔"

یہ بطور تمسخر واستہزاء کفار مکہ نے کہا جیسے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہا تھا اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ۔ اور ثبوت دعوی پر بھی یہ مطالبہ تھا گویا انہوں نے حضور کی تصدیق نبوت معجزات و براہین سے نہیں مانی بلکہ یہ مطالبہ کیا کہ فرشتہ آئے اور آپ کے رسول ہونے اور قرآن کریم کے کتاب الٰہی ہونے کی گواہی دے تو ہم تسلیم کر سکتے ہیں اس کا جواب اللہ تعالے کی طرف سے یہ ملا کہ۔

"مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰئِكَةَ ہم نازل نہیں فرمایا کرتے بے کار طریقہ پر اپنے فرشتوں کو اور جب وہ اترتے ہیں تو منکروں کو مہلت نہیں ملتی۔"

یعنی جب تک فرشتے نازل نہیں ہوتے اسی وقت تک تم باتیں بھی بنا رہے ہو اور تکذیب کر رہے ہو لیکن جب فرشتہ نازل ہو گا تو تم میں دم ہی نہ رہے گا۔ ذرا سی مخالفت اور انکار کے ساتھ ہی تم پر نزول عذاب بھی ہو جائے گا۔

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ بے شک ہم نے نازل فرمایا ذکر (قرآن) اور بیشک ہم ہی اس کے محافظ ہیں"

یعنی اس قرآن پاک کے محافظ ہم ہی ہیں یہی وجہ ہے کہ اس میں تحریف و تبدیلی کمی و زیادتی کی کسی کو گنجائش ہی نہیں۔

تمام جن و انس اور ساری مخلوق میں سے کسی کو مقدور نہیں کہ اس میں ایک حرف کی کمی بیشی کر سکے یا تغیر و تبدل کرے اور اس حفاظت کے لیے اللہ تعالے نے اس قرآن کریم کے متعلق فرمایا۔ توریت۔ انجیل زبور باآنکہ کتاب اللہ ہیں لیکن ان کے متعلق وعدۂ محافظت نہیں فرمایا یہ خصوصیت صرف اور صرف قرآن کریم کی ہے۔ اس حفاظت کی چند صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ اللہ تعالے نے قرآن کریم کو ایسا معجز بنایا کہ کلام بشر اس سے مل ہی نہیں سکتا۔

دوسرے یہ کہ اس کلام پاک کو اللہ تعالیٰ نے معارضہ اور مقابلہ سے ایسا محفوظ فرمایا کہ کوئی اس کے مثل کلام بنانے پر قادر نہ ہو سکا۔

تیسرے یہ کہ تمام مخلوق اس کے مٹانے اور معدوم کرنے سے عاجز کی گئی۔ کفار باوجود کمال عداوت کے اس مقدس کتاب کو مٹا نہ سکے۔ آگے مشرکین کے مجنون کہنے اور حضور کے ساتھ استہزاء کرنے پر تسلی فرمائی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ ۔ اور بے شک ہم نے تم سے پہلے اگلی جماعتوں میں رسول بھیجے اور ان کے پاس نہیں آیا کوئی رسول مگر اس سے تمسخر کرتے ہیں ایسے ہی ہم نے اس تمسخر کو ان کے دلوں میں جو مجرم ہیں راہ دی ہے"۔

اس آیۂ کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ کفار مکہ کی یہ نئی حماقت و جہالت نہیں ہے کہ آپ سے تمسخر کرتے اور مجنون ہونے کا عیب لگاتے ہیں آپ سے پہلے نبیوں۔ رسولوں کے ساتھ بھی ایسے ہی استہزاء اور تمسخر کیے گئے ہیں اور یہ بات ان کے حسد و عناد اور جہالت کی وجہ میں ہم نے ان کے دلوں میں ڈال دی ہے۔ اور اس پر مزید یہ کہ وہ باوجود معجزات و آیات دیکھنے پر بھی ایمان نہیں لاتے چنانچہ ارشاد ہے۔

"لَا یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور اگلوں کے طریقہ پر پڑ گئے ہیں"۔

یعنی سید الانس والجان اور قرآن پر ایمان لانے سے منحرف ہیں اور یہی طریقہ ان سے پہلے جاہلوں کا تھا۔ کہ انبیاء کرام کی تکذیب کرتے تھے آخر ش عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئے آگے ارشاد ہے۔

"وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ۔ اور اگر ہم ان پر دروازہ آسمان کا کھول دیں کہ ان میں اس سے چڑھ جائیں جب بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نگاہ باندھ دی گئی بلکہ ہم پر جادو ہوا ہے"۔

ظَلَّ کے معنی حدیث سے ملتے ہیں فَظَلَّ الْمَلٰٓئِكَۃُ۔ فَظَلُّوْا اَیْ فِیْ ذٰلِكَ الْبَابِ یَعْرُجُوْنَ اَیْ یَصْعَدُوْنَ یعنی وہ دن میں اس دروازے سے چڑھیں۔

یعنی ان کفار کا عناد اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ اگر ان کے لیے آسمان میں دروازہ کھول دیا جائے اور انہیں اس میں چڑھنا میسر ہو جاتا اور دن میں اس سے گزرتے اور آنکھوں سے آنا جانا دیکھتے جب بھی نہ مانتے اور کہہ دیتے ہماری نظر بندی کی گئی ہے اور ہم پر جادو ہوا ہے تو ایسے ضدی ہٹیلے جاہلوں کے لیے ملائکہ آکر اگر شہادت دیں تو انہیں ہدایت کیونکر ملے گی۔ لہذا ذَرْهُمْ یَاْكُلُوْا وَیَتَمَتَّعُوْا وَیُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ حجر پ ۱۴

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَیَّنّٰھَا لِلنّٰظِرِیْنَ ۝
اور بے شک بنائے ہم نے آسمان میں برج اور اسے مزین کیا دیکھنے والوں کے لیئے۔

وَحَفِظْنٰھَا مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ۝
اور محفوظ کیا ہم نے اسے ہر شیطان مردود سے۔

اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَہٗ شِھَابٌ مُّبِیْنٌ ۝
مگر جو چوری چھپے سننے جائے تو پیچھے لگتا ہے اس کے شعلہ روشن۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰھَا وَاَلْقَیْنَا فِیْھَا رَوَاسِیَ وَاَنْبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝
اور زمین پھیلائی ہم نے اور ڈالے اس میں لنگر اور اگائی ہم نے اس میں ہر شئے اندازے سے۔

وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَہٗ بِرٰزِقِیْنَ ۝
اور کیں ہم نے اس میں روزیاں اور وہ کر دیے جنہیں تم نہیں دیتے روزی۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝
اور کوئی شئے نہیں مگر ہمارے پاس اس کے خزانہ ہیں اور نہیں اتارتے ہم اسے مگر ایک مقدار معلوم سے۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰکُمُوْہُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَہٗ بِخٰزِنِیْنَ ۝
اور بھیجیں ہم نے ہوائیں بادلوں کو بارور کرنے والیاں تو اتارا ہم نے آسمان سے پانی تو پلایا اسے تمہیں اور نہیں تم اس کے خزانچی۔

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝
اور بے شک ہم جلاتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْکُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ ۝
اور بے شک ہمیں معلوم ہیں آگے بڑھنے والے تم میں سے اور بے شک ہم جانتے ہیں جو تم میں پیچھے رہے۔

وَاِنَّ رَبَّکَ ھُوَ یَحْشُرُھُمْ اِنَّہٗ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ ۝
اور تیرا رب انکو اکٹھا کرے گا وہ یقیناً حکمت والا علم والا ہے۔

حل لغات دوسرا رکوع سورۃ حجر پ ۱۴

وَلَقَدْ۔ اور بے شک جَعَلْنَا۔ بنائے ہم نے فِی السَّمَآءِ۔ آسمان میں بُرُوْجًا۔ برج

وَزَیَّنّٰهَا۔ اور زینت دی ہم نے اسے		لِلنّٰظِرِیْنَ۔ دیکھنے والوں کے لیے	
وَحَفِظْنٰهَا۔ اور محفوظ کیا ہم نے اس کو		مِنْ كُلِّ۔ ہر ایک	شَيْطٰنٍ۔ شیطان
رَّجِيْمٍ۔ مردود سے	اِلَّا۔ مگر	مَنِ۔ جس نے	اسْتَرَقَ۔ چوری لگائے
السَّمْعَ۔ کان	فَاَتْبَعَهٗ۔ تو پیچھے لگا اسکے	شِهَابٌ۔ شعلہ	مُّبِيْنٌ۔ ظاہر
وَالْاَرْضَ۔ اور زمین	مَدَدْنٰهَا۔ پھیلایا ہم نے اس کو		وَاَلْقَيْنَا۔ اور ڈالے ہم نے
فِيْهَا۔ اس میں	رَوَاسِيَ۔ لنگر	وَاَنْۢبَتْنَا۔ اور اگائی ہم نے	فِيْهَا۔ اس میں
مِنْ كُلِّ۔ ہر ایک	شَيْءٍ۔ چیز	مَّوْزُوْنٍ۔ اندازے سے	وَجَعَلْنَا۔ اور بنائی ہم نے
لَكُمْ۔ تمہارے لیے	فِيْهَا۔ اس میں	مَعَايِشَ۔ روزی	وَمَنْ۔ اور اسکی
لَّسْتُمْ۔ کہ نہیں تم	لَهٗ۔ اس کو	بِرٰزِقِيْنَ۔ روزی دینے والے	وَاِنْ۔ اور نہیں
مِّنْ۔ کوئی	شَيْءٍ۔ چیز	اِلَّا۔ مگر	عِنْدَنَا۔ ہمارے پاس
خَزَآئِنُهٗ۔ اسکے خزانے ہیں	وَمَا۔ اور نہیں	نُنَزِّلُهٗ۔ اتارتے ہم اسکو	اِلَّا۔ مگر
بِقَدَرٍ۔ ایک اندازے	مَّعْلُوْمٍ۔ مقرر سے	وَاَرْسَلْنَا۔ اور بھیجیں ہم نے	الرِّيٰحَ۔ ہوائیں
لَوَاقِحَ۔ رس بھری	فَاَنْزَلْنَا۔ پھر اتارا ہم نے		مِنَ السَّمَآءِ۔ بلندی سے
مَآءً۔ پانی	فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ۔ پھر وہ پلایا ہم نے تم کو		وَمَا۔ اور نہیں
اَنْتُمْ۔ تم	لَهٗ۔ اس کے	بِخٰزِنِيْنَ۔ خزانچی	وَاِنَّا۔ اور بیشک
لَنَحْنُ۔ ہم ہی	نُحْيٖ۔ زندہ کرتے ہیں	وَنُمِيْتُ اور مارتے ہیں	وَنَحْنُ۔ اور ہم ہی
الْوٰرِثُوْنَ۔ وارث ہیں	وَلَقَدْ۔ اور بیشک	عَلِمْنَا۔ جانتے ہیں ہم	الْمُسْتَقْدِمِيْنَ۔ آگے بڑھنے
والوں کو	مِنْكُمْ۔ تم سے	وَلَقَدْ۔ اور بیشک	عَلِمْنَا۔ ہم جانتے ہیں
الْمُسْتَاْخِرِيْنَ۔ پیچھے رہنے والوں کو۔		وَاِنَّ۔ اور بیشک	رَبَّكَ هُوَ۔ تیرا رب وہ
يَحْشُرُهُمْ۔ انکو اکٹھا کریگا	اِنَّهٗ بے شک وہ	حَكِيْمٌ۔ حکمت والا	عَلِيْمٌ۔ جاننے والا ہے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۂ حجر۔ پ ۱۴

"وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا۔ اور بے شک بنائے ہم نے آسمان میں برج اور آراستہ کیا ہم نے اسے دیکھنے والوں کے لیے اور اسے ہم نے محفوظ کیا ہر شیطان مردود سے مگر جو چوری چھپے سننے جائے تو اس کے پیچھے لگتا ہے روشن شعلہ۔"

بروج کواکب و سیارگان کی منازل کو کہتے ہیں یہ بارہ ہیں۔
حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت۔
اور احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آسمان میں محل بھی ہیں باغ بھی ہیں وہاں چار دیواریاں بھی ہیں۔
فَقَدْ اَخْرَجَ عِنْدَ ابْنِ اَبِیْ حَاتِمٍ اَنَّہٗ قَالَ جَعَلْنَا قُصُوْرًا فِی السَّمَآءِ فِیْہِمُ الْحَرَسُ۔ یعنی جَعَلْنَا فِی السَّمَاءِ بُرُوْجًا کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے آسمان میں محل بنائے اور ان کے لیے چوکیدار رکھوالے بھی ہیں۔
اور بروج سے بڑے ستارے بھی مراد لیے ہیں۔
وَاَخْرَجَ اَبُوْ صَالِحٍ اِنَّ الْمُرَادَ بِالْبُرُوْجِ الْکَوَاکِبُ الْعِظَامُ۔ کہ بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں۔
اور سید المفسرین ابن عباس تفسیر ذَالِکَ بِالْبُرُوْجِ الْاِثْنٰی عَشَرَ الْمَشْہُوْرَۃِ وَھِیَ سِتَّۃٌ شِمَالِیَّۃٌ ثَلٰثَۃٌ رَبِیْعِیَّۃٌ وَثَلَاثَۃٌ صَیْفِیَّۃٌ وَاَوَّلُھَا الْحَمَلُ وَسِتَّۃٌ جُنُوْبِیَّۃٌ ثَلَاثَۃٌ خَرِیْفِیَّۃٌ وَثَلَاثَۃٌ شِتَائِیَّۃٌ وَاَوَّلُھَا الْمِیْزَانُ۔
بارہ برجیں مشہور ہیں اور وہ چھ شمال میں ہیں تین ربیعی اور تین صیفی اور پہلا ان کا حمل ہے اور چھ جنوبی ہیں تین خریفی تین شتائی اور پہلا ان کا میزان ہے۔
بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اَصْغَرُ النُّجُوْمِ کَالْجَبَلِ الْعَظِیْمِ۔ سب سے چھوٹا ستارہ ایک بھاری پہاڑ کے برابر ہے۔
"وَزَیَّنّٰھَا لِلنّٰظِرِیْنَ اور اسے ہم نے دیکھنے والوں کے لیے مزین کیا" ستاروں اور شمس و قمر کے ساتھ۔
"وَحَفِظْنٰھَا مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ۔ اور اسے ہم نے محفوظ رکھا ہر شیطان مردود سے۔"
رَجِیْم۔ کے معنی ایک تو یہ کہ وہ مطرود عن الخیر ہے اور رجم کا اطلاق رمی بالرجام پر ہوتا ہے یعنی پتھروں سے مارا گیا تو اس جگہ فَالْمُرَادُ بِالرَّجِیْمِ الْمَرْمِیُّ بِالنُّجُوْمِ ہے۔ رجیم یعنی مارا گیا نجوم سماویہ سے اور رجم کا اطلاق اہلاک اور قتل پر بھی ہوتا ہے۔ آگے استثناء کرکے فرمایا۔
"اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَہٗ شِہَابٌ مُّبِیْنٌ۔ مگر جو چوری چھپے سننے جائے تو اس کے پیچھے لگتا ہے روشن شعلہ"۔

وَالاِسْتِرَاقُ اِفْتِعَالٌ مِنَ السَّرِقَةِ وَهُوَ اَخْذُ الشَّیْءِ بِخُفْیَةٍ شَبَّهَ بِهٖ خَطْفَهُمُ الْیَسِیْرَةَ مِنَ الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَهُوَ الْمَذْکُوْرُ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ۔

اِسْتِرَاق۔ بوزن افتعال سرقہ سے ہے اور سرقہ کہتے ہیں خفیہ طریق سے کسی شے کے اٹھانے کو یہ مشابہ خطفہ کے ہے جو ملاءِ اعلیٰ سے شیاطین کرتے تھے جیساکہ قرآن کریم میں ہے اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ۔ یہ تمام قرآن کریم میں صرف ایک ہی جگہ ہے پارہ ۲۳۔ رکوع ۵ جس کے معنی ہیں مگر جو اچک لے چلا ایک آدھ بار۔

اور شہاب کی تعریف میں علامہ راغب کہتے ہیں۔

اَلشُّعْلَةُ السَّاطِعَةُ مِنَ النَّارِ الْمُوْقَدَةِ وَیُطْلَقُ عَلَی الْکَوْکَبِ لِبَرِیْقِهٖ کَشُعْلَةِ النَّارِ
چمکتا شعلہ دھکائی ہوئی آگ کا اور اس کا اطلاق اس تارے پر بھی کیا جاتا ہے جو چمک میں شعلہ نار کی طرح ہوتا ہے۔

وَاَصْلُهٗ مِنَ الشُّهْبَةِ وَهِیَ بَیَاضٌ۔ فَیَقُوْلُوْنَ فَرَسٌ اَشْهَبُ۔ اصل اس کی شہبہ سے ہے جو سپیدی ہے۔ چنانچہ گھوڑا اگر سبزہ ہو یعنی مثل کاغذ کے سپید ہو تو اسے فرس اشہب کہتے ہیں۔

اس کے اثرات پر علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

فَحَکَی الْقُرْطُبِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الشِّهَابَ یَجْرَحُ وَیُحْرِقُ وَلَا یَقْتُلُ۔ شہاب زخمی کر دیتا ہے اور جلا دیتا ہے مگر قتل نہیں کرتا۔

عَنِ الْحَسَنِ وَطَائِفَةٍ اَنَّهٗ یَقْتُلُ۔ ایک جماعت اس طرف ہے کہ وہ ہلاک کر دیتا ہے۔

وَنَقَلَ غَیْرُ وَاحِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ الشَّیَاطِیْنَ یَرْکَبُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا یَسْتَرِقُوْنَ السَّمْعَ مِنَ الْمَلٰئِکَةِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ فَیُرْمَوْنَ بِالْکَوَاکِبِ فَلَا تُخْطِیْ اَبَدًا فَمِنْهُمْ مَنْ تَقْتُلُهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ تُحْرِقُ وَجْهَهٗ اَوْ جَنْبَهٗ اَوْ یَدَهٗ اَوْ حَیْثُ یَشَاءُ اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَنْ تُخَبِّلُهٗ فَیَصِیْرُ غُوْلًا فَیُضِلُّ النَّاسَ فِی الْبَوَادِیْ۔

شیاطین ایک پر ایک آسمان دنیا کی طرف چڑھتے ہیں کہ ملائکہ کی گفتگو اڑائیں تو فرشتے انہیں کواکب مارتے ہیں اور وہ کبھی خالی نہیں جاتا۔ بعض اس سے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا منہ یا پہلو یا ہاتھ جھلس جاتا ہے اور بعض اس سے بدحواس ہو جاتے ہیں وہ غول بیابانی بن جاتے ہیں جسے اردو میں چھلاوہ کہتے ہیں یہ لوگوں کو جنگل میں راہ سے بھٹکا دیتا ہے۔

اور فلاسفہ قدیم نے اسے بنظر مادی اور طرح تحقیق کیا وہ کہتے ہیں۔

اِنَّ الْاَرْضَ اِذَا سَخُنَتْ بِالشَّمْسِ اِذْ تَفَعَ مِنْهَا بُخَارٌ يَابِسٌ فَاِذَا بَلَغَ كُرَةَ النَّارِ الَّتِيْ دُوْنَ الْفَلَكِ اِحْتَرَقَ بِهَا فَتِلْكَ الشُّعْلَةُ هِيَ الشِّهَابُ۔

زمین جب شعاع شمس سے سخت ہو جاتی ہے تو اسے بخارات یابس اٹھ لیے جاتے ہیں تو جب وہ کرۂ نار کے اندر پہنچ جاتا ہے جو آسمان سے نیچے ہے تو وہ جل جاتا ہے۔ یہ شعلہ شہاب ہے۔

نجوم یا شہاب ثاقب کے متعلق زمانۂ جاہلیت کے اعتقادات و نظریات

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جن آسمان کی طرف چڑھتے اور وحی سنتے تو جو کچھ سنتے اس میں کچھ اپنی طرف سے بڑھا کر اپنے کاہنوں سے کہتے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو تمام شیاطین روک دیے گئے حضور سے قبل رمی نجوم نہ تھا جب ایسا ہوا کہ ان پر شہاب ثاقب مارے گئے تو شیطان کہنے لگا یہ بلا وجہ روک نہیں ہوئی لازمی طور پر کوئی بات نئی ہونے والی ہے۔

ابی بن کعب سے مروی ہے کہ جب تک عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء ہوا نجم کی رمی نہ تھی یہاں تک کہ حضور کی بعثت ہوئی تو یہ رمی علی الشیاطین ہونے لگی تو قریش نے دیکھ کر کہا یہ ایسی بات ہے کہ اس سے پہلے نہیں ہوئی۔

چنانچہ روایت ہے کہ رمی بالنجوم کے سبب سب سے پہلے جو قبیلہ گھبرایا وہ بنی ثقیف تھا چنانچہ یہ ایک شخص کے پاس آئے جسے عمرو بن امیہ کہتے تھے یہ بنی علاج کا ایک آمر تھا اس نے یہ واقعہ بیان کیا تو اس نے وہی خبر دی جو حدیث شریف میں آئی ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ قریش نے جانوروں کو چارے ڈالے۔ غلام آزاد کیے اور گمان کیا کہ اب فنا کا زمانہ آگیا یا کوئی نئی بات ظہور میں آنے والی ہے تو وہ انتظار کرتے رہے۔

تو عمرو بن امیہ سے جب بات کی تو اس نے بھی یہی کہا کہ اگر برائے چند ہے جلتے ہے پھر بالآخر یا ایسا جب ہوتا ہے جب کسی نبی کا ظہور ہونے والا ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ زمین آسمان کے مابین پانچسو برس کی راہ ہے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ اِذْ رُمِيَ بِنَجْمٍ فَاسْتَنَارَ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِذَا حَدَثَ مِثْلُ هٰذَا۔ حضور اپنے اصحاب میں جلوہ افروز تھے کہ تارا ٹوٹا اور خوب روشن ہوا تو حضور نے انہیں فرمایا تم جہالت کے زمانہ میں ایسی صورت رونما ہونے

پر کیا کہتے تھے۔ سب نے عرض کیا حضور ہم کہا کرتے تھے کہ کسی بادشاہ کی ولادت ہوئی یا کوئی صاحب سلطنت مرا ہے۔

تو حضور نے فرمایا فَإِنَّهَا لَا تُرْمٰى لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهٖ وَلٰكِنْ رَبُّنَا تَعَالٰى إِذَا قَضَى الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ سَبَّحَتْ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ سَبَّحَ أَهْلُ السَّمَاءِ وَيُسَبِّحُ أَهْلُ كُلِّ سَمَاءٍ حَتّٰى يَنْتَهِيَ التَّسْبِيْحُ إِلٰى هٰذِهِ السَّمَاءِ وَيُخْبِرُوْنَ أَهْلُ السَّمَاءِ حَمَلَةَ الْعَرْشِ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ فَيُخْبِرُوْنَهُمْ وَلَا يَزَالُ حَتّٰى يَنْتَهِيَ الْخَبَرُ إِلٰى هٰذِهِ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الْجِنُّ فَيُرْمَوْنَ فَمَا جَاءُوْا بِهٖ فَهُوَ حَقٌّ وَلٰكِنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ فِيْهِ۔

حضور نے فرمایا یہ رمی نہ کسی کی موت پر ہے نہ کسی کی پیدائش پر لیکن رب تبارک وتعالیٰ جب کوئی حکم نافذ فرماتا ہے تو حملۃ العرش تسبیح کرتے ہیں پھر اس کے نیچے کے ملائکہ تسبیح کرتے ہیں پھر تمام آسمانوں میں وہ تسبیح کی جاتی ہے حتیٰ کہ اس آسمان تک وہ تسبیح آتی ہے تو آسمان دنیا کے فرشتے پوچھتے ہیں حملۃ العرش سے اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہوا؟ تو انہیں وہ خبر دیتے ہیں پھر یہ خبر ہمارے اس آسمان تک آتی ہے تو جن اس خبر کو اچک لیتے ہیں تو ان پر شہاب ثاقبہ مارے جاتے ہیں تو وہ جن جو خبر لاتا ہے وہ صحیح ہوتی ہے مگر وہ اس میں کچھ اور بڑھا دیتے ہیں۔

بحث طویل کے بعد ایک قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے اِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَانُوْا لَا يُحْجَبُوْنَ عَنِ السَّمٰوَاتِ فَلَمَّا وُلِدَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مُنِعُوْا مِنْ ثَلَاثِ سَمَاوَاتٍ وَلَمَّا وُلِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنِعُوْا مِنَ السَّمَاوَاتِ كُلِّهَا۔

شیاطین آسمانوں میں داخل ہو کر وہاں کی خبریں کاہنوں کے پاس لاتے تھے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو شیاطین تین آسمانوں سے روک دیئے گئے اور پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو تمام آسمانوں سے منع کر دیے گئے۔

"وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا اور پھیلا دی ہم نے زمین اور اس میں لنگر ڈالے اور اگائی ہم نے ہر چیز اس میں اندازے سے۔"

مَدَدْنَاهَا کے معنی بَسَطْنَاهَا ہیں یعنی ہم نے زمین کو پھیلایا۔

قَالَ الْحَسَنُ اَخَذَ اللّٰهُ تَعَالٰى طِيْنَةً فَقَالَ لَهَا انْبَسِطِيْ فَانْبَسَطَتْ۔ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو اٹھا کر فرمایا پھیل جا تو وہ پھیل گئی۔

عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ قَالَ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ اُمَّ الْقُرٰى مَكَّةُ وَمِنْهَا دُحِيَتِ الْاَرْضُ وَبُسِطَتْ

فرماتے ہیں کہ ام القریٰ مکہ معظمہ ہے اور یہیں سے تمام زمین پھیلائی گئی اور یہیں سے وہ پھیل کر عام ملکوں تک گئی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ بَسَطْنَاھَا عَلٰی وَجْہِ الْمَاءِ۔ وَالْاَرْضَ مَدَدْنَاھَا کے یہ معنی ہیں کہ پانی پر زمین کو ہم نے پھیلایا۔

وَقِیْلَ یَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ الْمُرَادُ جَعَلْنَاھَا مُمْتَدَّۃً فِی الْجِھَاتِ الثَّلَاثِ الطُّوْلِ وَالْعَرْضِ وَالْعُمْقِ۔ ایک قول یہ ہے کہ وَالْاَرْضَ مَدَدْنَاھَا سے یہ مراد ہے کہ ہم نے زمین کو جہات ثلاثہ طول، عرض اور عمق میں پھیلایا۔

"وَاَلْقَیْنَا فِیْھَا رَوَاسِیَ" اَیْ جِبَالًا ثَوَابِتَ اور ڈالا ہم نے اس پر لنگر، یعنی پہاڑ قائم کیے۔ رَوَاسِی جمع ہے راسیہ کی۔ اور اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ بھی دوسری جگہ فرمایا۔ تو اس ڈالنے کی حکمت یہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمَّا بَسَطَ الْاَرْضَ عَلَی الْمَاءِ مَالَتْ کَالسَّفِیْنَۃِ فَاَرْسَاھَا بِالْجِبَالِ الثِّقَالِ لِئَلَّا یَمِیْلَ بِاَھْلِھَا۔ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پانی پر پھیلایا تو وہ کشتی کی طرح ادھر ادھر حرکت کرنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر بھاری پہاڑ رکھ دیے تاکہ وہ حرکت نہ کرے۔

"وَاَنْبَتْنَا فِیْھَا" اور اگائے ہم نے اس میں یعنی زمین میں اور پہاڑوں میں۔ فیہا کی ضمیر پہاڑ اور زمین دونوں طرف ہے۔

"مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ" ہر چیز اندازے سے یعنی ایسی مقدار معین سے کہ جسے موزون بھی کہا جائے اور اقتضاء حکمت بھی پورا ہو جائے۔ موزون کے معنی تناسب اور معتدل کے محاورہ میں مستعمل ہوتے ہیں۔

"وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ اور کر دیں ہم نے تمہارے لیے اس میں روزیاں" مثل گندم، جو، باجرہ، جوار، مکی وغیرہ کے اور پھلوں میں تمام انواع و اقسام فواکہ کھجور، سیب، کیلا، انار، انگور یہ سب معایش میں داخل ہیں۔

"وَمَنْ لَّسْتُمْ لَہٗ بِرٰزِقِیْنَ" اور وہ بھی ہم نے پیدا فرمائے جنہیں تم رزق نہیں دیتے۔ یعنی ایک تو وہ جنہیں روزی دینا، جن کے لیے معاش بہم پہنچانا تمہارے سپرد ہے جیسے عیال۔ مملوک۔ دواب خانگی اور مثل اس کے۔ دوسرے وہ کہ جن کی معاش تمہارے ذمہ نہیں جیسے وحوش و طیور دواب و انعام وغیرہ۔

"وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ۔ اور نہیں کوئی چیز مگر اس کے ہمارے پاس خزانہ ہیں اور ہم نہیں اتارتے مگر ایک معلوم انداز سے۔"

یہاں خزانے سے مراد اقتدار و اختیار ہے اور اِنْ نافیہ ہے اور مِنْ مزید تاکید کے لیے لایا گیا۔ اس کی عبارت گویا یوں ہوئی۔ مَا شَیْءٌ مِّنَ الْاَشْیَاءِ الْمُمْکِنَۃِ یعنی اشیاء ممکنہ میں سے کوئی شے ایسی نہیں جو ہمارے اختیار و اقتدار میں نہ ہو۔

"وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰکُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ اور ہم نے ہوائیں بھیجیں بادلوں کو بار ور کرنے والی تو اتارا ہم نے آسمان سے پانی تو وہ سیراب کرتا ہے اور تم کچھ اس کے خزانچی نہیں"۔

یعنی ہواؤں کے ذریعہ ہم نے پانی بادلوں میں بھر کر تمہاری آبادیوں کو سیراب کیا اور وہ پانی تمہارے اختیار میں نہیں اگرچہ تم اس پر قبضہ کرنے کو تمام اسباب مہیا کرتے ہو علیحدہ علیحدہ ہیڈ بناتے ہو پانی کو روک کر اسے تقسیم کرتے ہو لیکن بایں ہمہ وہ تمہارے قبضہ میں نہیں جب مشیت الٰہی تمہارے نظام کے خلاف ہو جائے تو وہ سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور پانی تمہارے قبضہ میں نہیں رہتا جسے تم سیلاب اور طوفان کے نام سے ظاہر کرتے ہو۔ اور پھر تم اللہ تعالےٰ کے فضل کے ہی محتاج ہوتے ہو۔ یہ تمام امور تمہارے عجز اور اللہ تعالےٰ کے قادر مطلق ہونے پر دال ہیں۔

لَوَاقِح۔ عربی محاورہ میں ملاقح کے معنی میں مستعمل ہے جو ملحقہ کی جمع ہے اس سے مراد ابر وں کا ملحق ہو کر برسنا ہے۔ آلوسی لکھتے ہیں وَالْمُرَادُ مُلْحِقَاتٌ لِلشَّجَرِ۔ فَیَکُوْنُ قَدْ اُسْتُعِیْرَ اللَّقْحُ لِصَبِّ الْمَطَرِ فِی السَّحَابِ اَوِ الشَّجَرِ۔

آگے فرماتے ہیں۔ رِیَاحٌ لَوَاقِحُ ایک قسم کی ہوا ہے جسے ریح جنوب کہتے ہیں کَمَا رَوَاهُ ابْنُ اَبِی الدُّنْیَا عَنْ قَتَادَۃَ مَرْفُوْعًا۔

فَاَسْقَیْنٰکُمُوْهُ۔ یَعْنِیْ جَعَلْنَاهُ لَکُمْ سُقْیًا تَسْقُوْنَ بِهٖ مَزَارِعَکُمْ وَمَوَاشِیَکُمْ۔

"وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ اور بے شک ہم ہی جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں اور بے شک ہم جانتے ہیں تم میں آگے بڑھنے والوں کو اور بے شک ہم جانتے ہیں تم میں پیچھے رہنے والوں کو"۔

اس آیۂ کریمہ سے یہ ثابت ہوا کہ مخلوقات کا کام ہی حادث و فانی ہے اور ہر مدعی ملک کی ملک ضائع ہونے والی ہے اور وارث مطلق وہی ایک ذات ہے جو رب اول ہے وہی ہے اور وہی رہیگا

اور اس کے علم میں ہے کہ پہلے انبیاء کرام کی امتیں اور سب سے پچھلی امت مرحومہ محمدیہ میں کیا فرق ہے اور ان میں سے کون اطاعت۔ ریاضت۔ عبادت میں سبقت کرنے والی ہے اور کون دنی الحوصلہ پست بن کر پیچھے رہ گئی ہے۔

اس آیۂ کریمہ کا شان نزول حضرت ربیع بن انس سے مروی ہے۔

عَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ فِي الصَّلٰوةِ فَازْدَحَمَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَكَانُوْا بَنُوْ عُذْرَةَ دُوْرُهُمْ قَاصِيَةٌ عَنِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا نَبِيْعُ دُوْرَنَا وَنَشْتَرِيْ دُوْرًا قَرِيْبَةً مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى الْاٰيَةَ۔

حضور نے صف اول میں جماعت کے ساتھ پڑھنے کے فضائل بیان فرمائے تو صحابہ کا اژدحام صف اول کی طرف ہونے لگا اور قبیلہ بنی عذرہ کے لوگ وہ تھے جن کے مکان مسجد نبوی سے بُعد پر تھے۔ انہوں نے کہا ہم اپنے مکان بیچ کر مسجد نبوی کے قریب مکان بنا لیں گے تاکہ صف اول کی فضیلت سے محروم نہ رہیں۔

اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور انہیں تسلی دی گئی کہ ثواب نیتوں پر موقوف ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اللہ تعالے اگلوں کو بھی جانتا ہے اور جو بہ عذر پیچھے رہ گئے او نہیں جانتا ہے اس سے کچھ مخفی نہیں ہے۔

ابن ماجہ۔ احمد۔ ترمذی اور حاکم اپنی صحیح میں اور بیہقی اپنی سنن میں طریق ابی الجوزاء سے بروایت ابن عباس راوی ہیں کہ كَانَتْ اِمْرَاَةٌ تُصَلِّيْ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْنَاءُ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَكَانَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَتَقَدَّمُ حَتّٰى يَكُوْنَ فِي الصَّفِّ الْاَوَّلِ لِئَلَّا يَرَاهَا وَيَسْتَاْخِرُ بَعْضُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ فَاِذَا رَكَعَ نَظَرَ مِنْ تَحْتِ اِبْطَيْهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ۔

ایک خاتون نہایت حسینہ جمیلہ تھیں اور حضور کے پیچھے نماز کو آتی تھیں تو صحابہ میں بعض تو وہ تھے کہ آگے بڑھ کر صف اول میں اس غرض سے مل جاتے تھے کہ انہیں وہ خاتون نظر ہی نہ آسکیں اور بعض وہ تھے کہ صفوف میں پیچھے شرکت کرتے اور جب رکوع میں جاتے تو اپنی بغل کے تلو سے انہیں دیکھتے رہتے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی کہ پیچھے رہنے والوں کی بدنیت بھی ہمارے علم میں ہے اور آگے بڑھنے والوں کی صفاء قلب بھی ہمارے علم میں ہے۔ ہم پر کچھ مخفی نہیں وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰى نیت پر جزاء عمل ہے اور ہر شخص کی جو نیت ہے ویسا ہی اس کا بدلہ ہے۔

"وَاِنَّ رَبَّکَ ھُوَ یَحْشُرُھُمْ اور بے شک تمہارا رب۔ انہیں محشور فرمائے گا (بروز قیامت) بیشک وہ حکمت والا علم والا ہے۔"

یعنی جس حال میں ان کا خاتمہ ہوا ہے اسی کے مطابق ان کا انجام ہے۔

با محاورہ ترجمہ تیسرا رکوع۔ سورہ حجر۔ پ ۱۴

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۚ
اور بے شک پیدا کیا ہم نے انسان کو بجتی مٹی سے جو ایک خمیر دار گارا تھی۔

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝
اور جنوں کو پیدا کیا ہم نے اس سے قبل دھکی ہوئی آگ سے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝
اور یاد فرمائیں جب فرمایا تمہارے رب نے فرشتوں کو میں پیدا کرنے والا ہوں ایک بشر بجتی مٹی خمیر شدہ گارے سے۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝
تو جب میں اسے برابر کر لوں اور پھونک دوں اس میں اپنی خاص روح تو گر جانا تم اس کے لیے سجدہ میں۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝
تو سجدہ کیا سب فرشتوں نے جمع ہو کر۔

اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ۝
مگر شیطان نہ مانا اس نے یہ کہ ہوتا وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ۔

قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا لَکَ اَلَّا تَکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ۝
فرمایا اے شیطان کیا ہوا تجھے کہ نہ ہوا تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ۔

قَالَ لَمْ اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝
بولا مجھے زیبا نہ تھا کہ بشر کو سجدہ کروں تو نے اسے بنایا بجتی مٹی خمیر کی ہوئی گارے سے۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ ۝
ارشاد ہوا نکل جا (جنت سے) تو بیشک مردود ہے۔

وَّاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۝
اور بے شک تجھ پر لعنت ہے قیامت کے دن تک۔

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝
عرض کرنے لگا میرے رب مجھے مہلت دے اس دن

	تک جب اٹھائے جائیں۔
قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝	فرمایا بے شک تو مہلت دیے ہوؤں سے ہے۔
اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝	وقت مقررہ تک۔
قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝	عرض کی اے میرے رب قسم ہے مجھے اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں انہیں خوشگوار بجاؤں گا زمین میں اور بہکاؤں گا سب کو۔
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝	مگر تیرے خاص بندے چنے ہوئے۔
قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۝	ارشاد ہوا یہ راہ ہے میری سیدھی۔
اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝	بے شک میرے بندوں پر تیرا قابو نہ پہنچیگا مگر جو تیری اتباع میں گمراہ ہوں۔
وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝	اور بے شک جہنم ان کا وعدہ ہے سب کا
لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۝	اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کیلئے ان میں سے ایک حصہ ہے تقسیم کیا ہوا۔

حل لغات تیسرا رکوع۔ سورہ حجر۔ پ ۱۴

وَلَقَدْ۔ اور بے شک خَلَقْنَا۔ پیدا کیا ہم نے الْاِنْسَانَ۔ انسان کو مِنْ صَلْصَالٍ۔ بجنے والی مٹی مِنْ حَمَاٍ۔ کیچڑ مَسْنُوْنٍ۔ بدبودار سے وَالْجَآنَّ۔ اور جن خَلَقْنٰهُ۔ پیدا کیا ہم نے اس کو مِنْ قَبْلُ۔ پہلے مِنْ نَّارِ۔ آگ کے السَّمُوْمِ۔ شعلہ سے وَاِذْ۔ اور جب قَالَ۔ کہا رَبُّكَ۔ تیرے رب نے لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔ فرشتوں سے اِنِّيْ۔ بیشک میں خَالِقٌ۔ پیدا کرنے والا ہوں بَشَرًا۔ انسان کو مِنْ صَلْصَالٍ۔ بجنے والی مٹی مِنْ حَمَاٍ۔ کیچڑ مَسْنُوْنٍ۔ بدبودار سے فَاِذَا۔ پھر جب سَوَّيْتُهٗ۔ میں برابر کرلوں اسے وَنَفَخْتُ۔ اور پھونکوں فِيْهِ۔ اس میں مِنْ رُّوْحِيْ۔ اپنی روح فَقَعُوْا۔ تو گر پڑو لَهٗ۔ اسکے لیئے سٰجِدِيْنَ۔ سجدہ کرتے فَسَجَدَ۔ پھر سجدہ کیا الْمَلٰٓئِكَةُ۔ فرشتوں نے

كُلُّهُمْ۔ تمام کے　اَجْمَعُوْنَ۔ تمام نے　اِلَّآ۔ مگر　اِبْلِيْسَ۔ ابلیس نے

اَبٰى۔ انکار کیا　اَنْ۔ یہ کہ　يَّكُوْنَ۔ ہو　مَعَ۔ ساتھ

السّٰجِدِيْنَ۔ سجدہ کرنے والوں کے　قَالَ۔ کہا　يٰٓاِبْلِيْسُ۔ اے ابلیس

مَا لَكَ۔ کیا ہے تجھے　اَلَّا۔ یہ کہ نہ　تَكُوْنَ۔ ہوا تو　مَعَ۔ ساتھ

السّٰجِدِيْنَ۔ سجدہ کرنے والوں کے　قَالَ۔ کہا　لَمْ اَكُنْ۔ نہیں ہوں میں

لِاَسْجُدَ۔ کہ سجدہ کروں　لِبَشَرٍ۔ بشر کو　خَلَقْتَهٗ۔ کہ پیدا کیا تو نے اس کو

مِنْ صَلْصَالٍ۔ بجنے والی مٹی　مِّنْ حَمَاٍ۔ کیچڑ　مَّسْنُوْنٍ۔ بدبودار سے

قَالَ۔ کہا　فَاخْرُجْ۔ نکل جا　مِنْهَا۔ اس سے　فَاِنَّكَ۔ یقیناً تو

رَجِيْمٌ۔ مردود ہے　وَّاِنَّ۔ اور بے شک　عَلَيْكَ۔ تجھ پر　اللَّعْنَةَ۔ لعنت ہے

اِلٰى۔ طرف　يَوْمِ۔ دن　الدِّيْنِ۔ قیامت کے　قَالَ۔ بولا

رَبِّ۔ اے میرے رب　فَاَنْظِرْنِیْٓ۔ مہلت دے مجھے　اِلٰى۔ طرف　يَوْمِ۔ دن کی کہ

يُبْعَثُوْنَ۔ اٹھائے جائیں　قَالَ۔ فرمایا　فَاِنَّكَ۔ یقیناً تو　مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ۔ مہلت

دیا گیا ہے　اِلٰى۔ طرف　يَوْمِ۔ دن　الْوَقْتِ۔ وقت

الْمَعْلُوْمِ۔ مقرر کے　قَالَ۔ کہا　رَبِّ۔ اے میرے رب　بِمَآ۔ بوجہ اس کے کہ

اَغْوَيْتَنِیْ۔ تو نے گمراہ کیا　لَاُزَيِّنَنَّ۔ میں زینت دونگا　لَهُمْ۔ ان کے لیے　فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں

وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ۔ اور میں گمراہ کروں گا ان　اَجْمَعِيْنَ۔ سب کو　اِلَّا۔ مگر

عِبَادَكَ۔ بندے تیرے　مِنْهُمُ۔ ان میں سے　الْمُخْلَصِيْنَ۔ خالص　قَالَ۔ فرمایا

هٰذَا۔ یہ ہے　صِرَاطٌ۔ راہ　عَلَیَّ۔ مجھ پر　مُسْتَقِيْمٌ۔ سیدھی

اِنَّ۔ بیشک　عِبَادِیْ۔ میرے بندے　لَيْسَ۔ نہیں ہے　لَكَ۔ تیرا

عَلَيْهِمْ۔ ان پر　سُلْطٰنٌ۔ کوئی غلبہ　اِلَّا۔ مگر　مَنِ۔ جس نے

اتَّبَعَكَ۔ پیروی کی تیری　مِنَ الْغٰوِيْنَ۔ گمراہوں میں سے　وَاِنَّ۔ اور بیشک

جَهَنَّمَ۔ جہنم　لَمَوْعِدُهُمْ۔ وعدہ ہے ان　اَجْمَعِيْنَ۔ سب کا　لَهَا۔ اس کے

سَبْعَةُ۔ سات　اَبْوَابٍ۔ دروازے ہیں　لِكُلِّ۔ ہر ایک　بَابٍ۔ دروازے کا

مِّنْهُمْ۔ ان میں سے　جُزْءٌ۔ حصہ ہے　مَّقْسُوْمٌ۔ تقسیم کیا ہوا۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع۔ سورہ حجر۔ پ ۱۴

" وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔ اور بے شک بنایا ہم نے انسان کو بجتی مٹی سیاہ سڑی ہوئی گارے سے"۔

عربی میں صلصال سوکھی ہوئی کیچڑ کی پپڑی کو کہتے ہیں جو بجنے لگتی ہے کما قال الآلوسی۔ مِنْ صَلْصَالٍ اَیْ طِیْنٍ یَابِسٍ یَتَصَلْصَلُ اَیْ یُصَوِّتُ اِذَا نُقِرَ۔ اَخْرَجَہٗ اِبْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ قَتَادَۃَ وَنَقَلَہٗ فِی الْوُرْدِ الْمَصْنُوْنِ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ وَنَقَلَ عَنْہُ اَبُوْ حَیَّانَ اِنَّہٗ قَالَ ھُوَ الطِّیْنُ الْمَخْلُوْطُ بِالرَّمْلِ وہ ریتا ملی مٹی ہے۔

مِنْ حَمَاٍ۔ حما اس مٹی کو کہتے ہیں جو پانی کے نیچے بیٹھ کر متغیر اللون ہو کر کالی ہو جاتی ہے۔ جیسے خمیر کی ہوئی یا سڑی مٹی کہتے ہیں۔ حَیْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِیُّ مِنْ حَمَاٍ مِّنْ طِیْنٍ تَغَیَّرَ وَاسْوَدَّ مِنْ مُّجَاوَرَۃِ الْمَاءِ۔

مَسْنُوْنٍ۔ قَالَ قَتَادَۃُ وَمَعْمَرٌ اَلْمَسْنُوْنُ الْمُنْتِنُ۔ سڑی ہوئی بدبودار مٹی کو مسنون کہتے ہیں۔

" وَالْجَانَّ خَلَقْنٰہُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔ اور قوم جن کو پیدا کیا اس سے پہلے بے دھوئیں کی آگ سے"۔

جانّ سے مراد ابوالجنّ ہے علامہ طبرسی فرماتے ہیں وَہُوَ اِبْلِیْسُ۔ اس سے مراد ابلیس ہے۔ وَرُوِیَ عَنِ الْحَسَنِ وَقَتَادَۃَ اِنَّہٗ ھُوَ اَبُو الْجِنِّ۔ ابلیس ابوالجن ہے۔ یعنی ابوالبشر آدم علیہ السلام ہیں اور ابوالجن ابلیس ہے۔ اس کی تخلیق مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ سے ظاہر فرمائی ہے نار سموم ایسی گرم ہوا کو کہتے ہیں جو ہلاک کر دے۔

ابن عباس فرماتے ہیں وَاَکْثَرُ مَا تَہُبُّ فِی النَّہَارِ وَقَدْ تَہُبُّ لَیْلًا وَسُمِّیَتْ سَمُوْمًا لِاَنَّہَا بِاَلْطَفِہَا تَنْفُذُ فِیْ مَسَامِ الْبَدَنِ وَمِنْہُ سَمُّ الْقَاتِلِ۔

یہ ہوا اکثر صبح چلتی ہے اور کبھی کبھی شام کو بھی اور سموم کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ اتنی لطیف ہوتی ہے کہ مسام بدن میں نفوذ کر جاتی ہے اور اسی سے سم قاتل ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اَلسَّمُوْمُ نَارٌ لَا دُخَانَ لَہَا وَمِنْہَا تَکُوْنُ الصَّوَاعِقُ۔ سموم وہ آگ ہے

جس میں دھواں نہ ہو اور صواعق محرقہ بھی اسی سے ہیں۔
ایک قول ہے کہ وَاکْثَمُ اُدْمِنَ النَّارِ الْمُفْرِطَۃُ الْحَرَارَۃِ۔ اس سے مراد ہر وہ آگ ہے جس کی حرارت مفرط ہو۔
ایک قول میں حدیث سے یہ تعریف کی گئی کہ اِنَّ النَّارَ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْھَا الْجَانُّ اَشَدُّ حَرَارَۃً مِّنَ النَّارِ الْمَعْھُوْدَۃِ۔ جس آگ سے جن بنائے گئے وہ سخت ترین ہے اس عام آگ سے۔

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِیْنَ جُزْأً مِنَ النُّبُوَّۃِ وَھٰذِہِ النَّارُ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِیْنَ جُزْءً مِنَ السَّمُوْمِ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْھَا الْجَانُّ وَتَلَا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاٰیَۃَ۔

مومن کا خواب مقام نبوت سے سترواں حصہ ہے اور یہ آگ ستر درجہ کم ہے نار سموم سے جس کے ساتھ جن پیدا کئے گئے پھر وَالْجَانَّ خَلَقْنٰہُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ تلاوت فرمائی۔
فلاسفہ اگرچہ اپنی مادی نگاہ کے ماتحت وجود جن سے انکار بھی کر چکے ہیں اور بعض نے انہیں اجسام ہوائیہ یا ناریہ بھی مانا۔ لیکن جمہور ارباب ملل واصحاب روحانیات ان کے وجود کے قائل ہیں اور وہ انہیں ارواح سفلیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں مفصل بحث روح المعانی میں دیکھی جائے۔
وَاَخْرَجَ الْبَیْھَقِیُّ فِی الْاَسْمَاءِ وَاَبُوْنُعَیْمٍ وَالدَّیْلَمِیُّ وَغَیْرُھُمْ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ کَمَا قَالَ الْعِرَاقِیُّ عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ مَرْفُوْعًا اَلْجِنُّ ثَلَاثَۃُ اَصْنَافٍ۔
فَصِنْفٌ لَّھُمْ اَجْنِحَۃٌ یَطِیْرُوْنَ فِی الْھَوَاءِ۔
وَصِنْفٌ حَیَّاتٌ وَکِلَابٌ۔
وَصِنْفٌ یَحِلُّوْنَ وَیَظْعَنُوْنَ۔

جن تین قسموں پر ہیں۔
ایک قسم ہے جس کے پر ہیں وہ ہوا میں اڑتے ہیں۔
دوسری قسم سانپ اور کتوں کی شکل میں ہے۔
تیسری قسم اتنی لطیف ہے کہ وہ اجسام انسانی میں چلتے پھرتے ہیں۔
بہرحال قرآن کریم میں سورۂ جن میں ان کا تذکرہ مفصل ہے پھر متعدد مقامات پر اس قوم کا ذکر فرمایا گیا بنابریں ہمیں اس سے انکار کرنے کی مجال نہیں کہ جن کا وجود نہیں لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ

جن ہیں اور ضرور ہیں فضاء ہوا ئیہ میں اڑتے ہوں یا سانپ کتے کی شکل میں پھرتے ہوں یا اجسام میں حلول کرتے ہوں۔

علاوہ ازیں کاہنوں کی کیفیت جن احادیث سے ملتی ہے ان میں بھی جنوں کا وجود واضح ہے بنا بریں ہمیں اس مقام پر ان احادیث کا بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جن میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا تذکرہ لسان الجنّہ سے واضح ہوتا ہے۔ علامہ یوسف نبہانی اپنی کتاب حجۃ اللہ علی العالمین میں نقل فرماتے ہیں۔ وہو ہذا۔

فصل چہارم۔ حجۃ اللہ علی العالمین۔

عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن وقاص حاکم قادسیہ کو حکم بھیجا کہ نضلہ بن معاویہ کو حلوان بھیج دو کہ وہ اطراف عراق فتح کریں۔

چنانچہ حضرت سعد نے تین سو سواروں کے ساتھ حضرت نضلہ کو حلوان بھیج دیا۔ آپ نے وہاں فتح حاصل کی اور وہاں کے غنائم ہمراہ لے کر واپس آرہے تھے کہ راستہ میں ایک پہاڑ کے قریب شام ہو گئی حضرت نضلہ نے نماز مغرب کے لیے اذان دی۔

جب آپ نے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا تو غیبی آواز آئی کَبَّرْتَ كَبِيْرًا يَا نَضْلَةُ۔ جب آپ نے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا تو آواز آئی هٰذِهٖ كَلِمَةُ الْاِخْلَاصِ جب آپ نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا تو آواز آئی هٰذَا دِيْنٌ صَادِقٌ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ صَادِقٌ یہی دین سچا ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں ہمیں عیسیٰ بن مریم علیہا السلام نے ان کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ انہی کی امت پر دنیا کا خاتمہ ہوگا۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

جب حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ کہا تو آواز آئی کہ اسے خوشخبری ہے جو نماز کی طرف آئے اور اس پر مداومت کرے۔ جب حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہا تو آواز آئی اس نے فلاح پائی جس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا جب آخر اذان پر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا تو آواز آئی كَبَّرْتَ كَبِيْرًا پھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا تو آواز آئی یہ کلمہ اخلاص ہے اے نضلہ اللہ نے تجھ پر جہنم حرام کیا۔

حضرت نضلہ فرماتے ہیں کہ اذان سے فارغ ہو کر میں بولا اے شخص اللہ تجھ پر رحم کرے تو کون ہے فرشتہ ہے یا جن؟ جیسے تو نے مجھے آواز سنائی ہے تو اپنی زیارت سے بھی مشرف کر ہم اللہ کے رسول کے وفد میں سے ہیں۔

پھر یکایک وہ پہاڑ چکی کی طرح گھوما اور شق ہوا اور ایک بزرگ سفید ریش پشمینہ پہنے ظاہر ہوئے

اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ فرما کر بیٹھے ہم نے جواب سلام دے کر پوچھا۔
آپ کون ہیں؟
فرمایا میں زریب ابن مرتملہ ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتی ہوں مجھے اس پہاڑ میں رہنے کا حکم تھا اور اس کی مدت یہ فرمائی گئی ہے کہ جب تک میں آسمان سے نزول نہ کروں تجھے یہیں رہنا ہے اس وقت تک مجھے زندہ رہنے کی دعا بھی فرمائی گئی۔
جب وہ نازل ہوں گے خنزیر قتل کریں گے صلیب توڑیں گے اور نصاریٰ نے جو انہیں ابن اللہ کہا اس سے بیزاری کا اظہار فرمائیں گے۔
پھر اس شخص نے پوچھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟
میں نے کہا وفات ہو گئی۔
یہ سنتے ہی وہ گریہ کرنے لگے اور دیر تک روتے رہے حتیٰ کہ آنکھ سے متواتر سے ریش مبارک تر ہو گئی اس کے بعد انہوں نے پوچھا حضور کے جانشین خلیفہ کون ہیں؟
میں نے کہا حضرت صدیق ابو بکر تھے رضی اللہ عنہ اور وہ بھی انتقال فرما گئے
اس نے پوچھا ان کے بعد کون خلیفہ ہیں؟
میں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔
یہ سن کر زریب ٹھنڈا سانس لے کر بولے خیر حضور کی زیارت میری قسمت میں نہ تھی۔ اب عہد فاروقی ہے ان کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دینا اور عرض کرنا حضور ہر کام میں راست روی اور اعتدال اختیار فرمائیں۔ قیامت قریب ہے اس کی علامتیں یہ ہیں جو امت مرحومہ میں عام ہو جائیں گی ان سے اجتناب فرمانا اول علامت یہ ہے کہ۔
مرد مرد آپس میں لواطت یعنی بدفعلی کرنے لگیں گے۔
عورت عورت کے ساتھ چپٹی کھیلے گی۔
نسب بدلنے میں سعی ہوگی۔
اپنے سردار کو چھوڑ کر اغیار کی غلامی اختیار کریں گے۔
بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں چھوٹے بڑوں کا وقار ترک کر دیں۔
امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر ترک ہو جائے۔
علم دین درہم ودنانیر کے عوض بکنے لگے۔

بارش عذاب کی صورت میں برسے۔
اولاد والدین کے رنج کا موجب ہو۔
منبر اونچے اونچے بنائے جائیں۔
قرآن مجید کا اتنا ہی احترام رہ جائے کہ اسے چاندی سونے سے سجایا جائے۔
مساجد ظاہری زیب و زینت سے مزین ہوں مگر نمازی کم ہوں۔
رشوت خوری عام ہو۔
مکان نہایت شاندار بنائے جائیں
ہر ایک نفسانی خواہشات کا متبع ہو جائے۔
دین۔ دنیا کے بدلے بیچا جائے۔
خونریزی عام ہونے لگے۔
رشتہ داروں میں باہمی رنجشیں ہوں یعنی قطع رحمی منقطع ہو جائے۔
فتوے پیسے کے بدلے مستفتی کی مرضی سے لکھے جائیں۔
باہمی قتل و قتال کا نام جہاد ہو جائے۔
اہل علم و فضل، ادنیٰ مالدار و جاہل حکمران کی تعظیم کریں۔
عورتیں گھوڑوں پر سوار ہو کر ہوا خوری کریں۔
یہ باتیں کہتے کہتے وہ نظر سے غائب ہو گئے۔

یہ خبر جب عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔ آپ نے حضرت سعد کو لکھا کہ وہ مہاجرین و انصار کو ہمراہ لے کر اس پہاڑ پر جائیں اور ان سے ملاقات کر کے ہمارا سلام انہیں پہنچائیں مجھے حضور نے فرمایا تھا کہ جانب عراق ایک پہاڑ ہے اس میں بعض مردان خدا رہتے ہیں جنہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میری سنت کی وصیت فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت سعد چار ہزار پیادہ و سوار کے ساتھ اس پہاڑ پر تشریف لائے اور چالیس دن پنجگانہ اذان دی مگر ملاقات نہ ہوئی۔

اسی حجۃ اللہ میں بروایت ابن سعد اور ابو نعیم حضرت عامر بن ربیعہ سے مروی ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل مکہ معظمہ سے حرا کی طرف جا رہے تھے۔ راہ میں مجھ سے ملاقات ہوئی۔ فرمایا مکہ سے میرا نکلنا اس وجہ سے ہوا کہ مجھ سے میری قوم مخالف ہو گئی ہے۔ اس مخالفت کے چند وجوہ ہیں۔

اول یہ کہ میں نے بتوں کی پوجا سے انکار کیا اور یہ ان کے آبائی معبود تھے۔

دوم یہ کہ میں مذہب ابراہیمی کا پیرو بن کر اس نبی آخر الزمان کے انتظار میں ہوں جو اولاد اسمٰعیل سے عبد المطلب کی اولاد سے ہوں گے۔ ان کا نام احمد صلے اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ مگر مجھے امید نہیں کہ میں ان کا زمانہ پاؤں لیکن میں ان پر غائبانہ ایمان لا چکا ہوں۔ اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور اس امر پر گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ اگر تمہاری عمر میں وہ تمہیں ملیں تو ان کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا دینا۔ میں تمہیں ان کی علامات ظاہر کیے دیتا ہوں تاکہ تمہیں ان کے جاننے میں شک وشبہ نہ ہو۔

وہ درمیانہ قدو قامت کے ہوں گے۔

وہ بال بھی درمیانہ درجہ کے رکھتے ہوں گے۔

ان کی چشم سحر آفریں سے سرخ ڈورا ہر وقت نظر آئے گا۔

ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی۔

ان کا نام احمد صلے اللہ علیہ وسلم ہو گا۔

وہ اسی شہر مکہ میں پیدا ہوں گے۔

وہ اسی شہر میں اپنی نبوت کا اعلان فرمائیں گے۔

جب ان کی قوم ان کی ہدایت سے برہم ہو گی تو وہ ہجرت فرما کر طیبہ تشریف لے جائیں گے وہاں ان کی نبوت کا اثر زور پر ہو گا اور چند دنوں میں وہ سب پر غالب ہو جائیں گے۔ خبردار انہیں دھوکہ نہ دینا۔ ان پر ایمان لانا۔

وہ آخری نبی ہوں گے ان کا دین آخری دین حق ہو گا ان کے بعد قیامت تک کوئی بھی سچا نبی نہ ہو گا۔

حضرت عامر فرماتے ہیں کہ جب بموجب خبر حضرت زید میں نے حضور کو مکہ معظمہ میں دعوت نبوت کرتے دیکھا اور مذکورہ صفات حضور میں پائیں تو میں ایمان لے آیا اور تمام قصہ حضرت زید کا حضور کے سامنے عرض کیا۔ حضور نے ان کے لیے دعاء رحمت فرمائی اور فرمایا میں انہیں جنت میں چلتا پھرتا دیکھتا ہوں ان کے دامن قبا دراز ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت آدمی کو جاتے دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص زمانۂ جاہلیت میں یا تو ہمارے دین پر تھا اور یا پھر کاہن۔ اسے ذرا بلاؤ جب وہ حاضر آیا آپ نے فرمایا۔ کیا زمانۂ جاہلیت میں تو کاہن تھا؟

اس نے عرض کیا "ہاں"۔

آپ نے فرمایا "اس زمانہ کی تعجب خیز کوئی بات سنا جو تیرا جن لایا ہو"۔

وہ کہنے لگا ایک دن بازار میں میرا جن گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الْجِنِّ وَاِبْلَاسِہَا وَیَاسِہَا مِنْ بَعْدِ اِنْکَاسِہَا وَلُحُوْقِہَا بِالْقِلَاصِ وَاَحْلَاسِہَا۔ کیا نہ دیکھا تو نے جنوں کو اور ان کی حیرت و ناامیدی کو آسمان کی خبریں سننے کے بعد لوٹ کر آنے آسمان سے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سچ ہے۔

میں بھی ایام جاہلیت میں ایک بت کے پاس تھا۔ سو گیا کہ ایک بچھڑا لایا گیا جسے اس بت پر ذبح کیا گیا کہ اچانک ایک آواز آئی جو اس سے پہلے کبھی سننے میں نہ آئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

یَا جَلِیْحُ اَمْرٌ نَجِیْحٌ رَجُلٌ فَصِیْحٌ یَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔

اے خبر پوچھنے والے حیرت زدہ ایک کام ظاہر ہونے والا ہے نجات کا ایک مرد فصیح کہہ رہا ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر تو۔

اس آواز سے لوگ وحشت زدہ ہو کر بھاگے مگر میں نے کہا میں ہرگز نہ ہٹوں گا جب تک تحقیق نہ کر لوں کہ یہ کون بولنے والا ہے کہ اچانک پھر آواز آئی۔ جو وہی تھی۔

یَا جَلِیْحُ اَمْرٌ نَجِیْحٌ رَجُلٌ فَصِیْحٌ یَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

یہ سن کر میں بھی چل دیا چند ہی دن گذرے کہ عام چرچا شروع ہو گیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں۔

ابو الہیثم بن تیہان قضاعی قبیلہ بنی عبد الاشہل کے حلیف موحد تھے وہ فرماتے ہیں میں نے انسانوں سے ہی نہیں بلکہ جنوں سے بھی حضور کے فضائل سنے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ چاندنی رات میں چلتے چلتے مجھے اونٹنی پر نیند آگئی کہ یک لخت اونٹنی چمکی۔ میں چونک پڑا تو دیکھا مثل ستاروں کے بہت سی آگ جگہ جگہ چمک رہی ہے میں نے ان چنگاریوں کی طرف اونٹنی ہانکی جب میں قریب پہنچا تو وہ چنگاریاں جمع ہو گئیں اور اس کے گرد اگرد میں نے ایسے آدمی دیکھے جو عجیب الخلقت تھے اور ان میں کچھ شور ہو رہا تھا۔ میں خائف ہوا۔ اونٹنی بھی وہاں سے کودی۔ میں اونٹنی سے اترا تو چند نیلگوں رنگ کے آدمی عجیب و غریب حلیہ میں میرے سامنے آئے مجھے ان سے اتنا خوف آیا کہ میں چیخا اور پکارا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور ان جنوں کے سردار سے کہ ان میں سے چند آدمی مجھے اشارہ سے اپنی طرف

بلانے لگے۔

پھر ان میں سے چند آدمیوں نے مجھ سے پوچھا کہاں جانا چاہتے ہو؟ اور چار آدمی میرے آگے آئے اور سلام علیک کہا۔ پھر بیٹھ گئے ان کی شکلیں بھی ہیبت ناک تھیں وہ مجھ سے پوچھنے لگے تم کہاں کے آدمی ہو؟

میں نے کہا میں قبیلہ بنی غسان سے ہوں یہ قبیلہ بنی قیلہ کی شاخ ہے۔

انہوں نے مجھ سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟

میں نے گھبرا کر کہا کیا میں یہاں جنوں کے حاکم کی امان میں نہیں ہوں؟

انہوں نے کہا تم کسی سے نہ ڈرو بے شک تم امن میں ہو۔

میں نے کہا میں یمن جانا چاہتا ہوں وہاں ایک کاہن ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے اس لیے کہ ہم لوگ کاہنوں پر یقین رکھتے ہیں۔ آج کاہن کی بجائے میں تم سے ہی مل گیا لہذا اب تم بھی مجھے کچھ مستقبل کی خبریں سنا دو۔

انہوں نے آپس میں کچھ باتیں کر کے مجھ سے پوچھا تم کس کے باپ ہو؟

میں نے کہا میں ابو عامر ہوں۔

اس نے ایک مقفی مسجع خوشنما عبارت میں مجھے حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی اور جب میں نے مزید سوالات کیے تو انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کر دیا اور بتایا کہ۔

ان کا رنگ کھلا ہوا ہوگا۔

وہ درمیانہ قد و قامت کے ہوں گے۔

کنکھیوں سے زیادہ ملاحظہ فرمائیں گے۔

جو انہیں ستائے گا اس سے درگذر فرمائیں گے۔

ان کی چشم مخمور نہایت کشادہ خوشنما ہوں گی۔

ان کے دونوں شانوں کے مابین مہر نبوت ہوگی۔

وہ آسان اور سیدھا راستہ بتائیں گے۔

وہ خوش نصیب ہے جو ان کی پیروی کرے۔

یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور میں شب بھر وہیں رہ کر صبح روانہ ہوا۔

حضرت خزیمہ فرماتے ہیں کہ ابو عامر راہب تو روانہ ہو گئے اور میں قصبۃ الیمامۃ کی نشستگاہ میں بیٹھ گیا کہ ایک آدمی جو وہاں بیٹھا تھا مجھ سے کہنے لگا کہ میں ہوذہ بادشاہ کے پاس تھا کہ دربان نے عرض کیا دمشق کا راہب حاضری کی اجازت چاہتا ہے

ہوذہ نے اجازت دی وہ آگیا۔ ادھر ادھر کی باتیں کرتے راہب نے کہا آپ کے ملک کے شہر بہت خوبصورت ہیں۔

ہوذہ نے کہا ہاں ہمارے شہر عرب کے لیے موجب فخر و مباہات ہیں۔

راہب بولا تمہارے شہروں میں وہ کونسا شہر ہے جس میں نبی آخر الزمان کی ولادت ہو گی اور وہاں سے ہجرت فرما کر دوسرے شہر میں ہجرت فرما کر اپنے دین کی طرف دعوت عام دیں گے۔

ہوذہ نے کہا اسے یثرب کہتے ہیں وہ ہم سے نزدیک ہے۔

ان کا فرمان مجھے آچکا ہے وہ اپنے دین کی طرف مجھے بلا رہے ہیں مگر میں نے ابھی ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔

راہب نے کہا کیوں قبول نہ کیا؟

ہوذہ بولا محبت سلطنت کی وجہ سے مجھے خوف ہے کہ مجھے اس دین کے قبول کرنے کے بعد میری قوم مجھے معزول نہ کر دے۔

راہب نے کہا اگر تو ان کی اطاعت کر لیتا تو وہ تجھے تیرے تخت پر ہی رکھتے تیری بھلائی ان کی پیروی میں ہے وہ بے شک نبی آخر الزمان ہیں وہ وہ ہیں جن کی تشریف آوری کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی انجیل میں ان کے اوصاف مذکور ہیں۔

ہوذہ نے راہب سے پوچھا تم نے ان کی اطاعت کیوں نہ کی؟

راہب بولا مجھے شراب نوشی کی عادت ہے اور وہ شراب حرام فرمائیں گے۔

ہوذہ نے کہا میرا ارادہ تو ان کی اطاعت کر لینے کا ہے اور میرا ان سے یہی سوال ہو گا کہ مجھے میرے ملک پر بدستور قائم رکھیں اس کا وعدہ مجھ سے ان کے قاصد کر گئے ہیں۔

اس کے بعد ہوذہ نے اپنے منشی کو بلا کر عریضہ لکھوایا اور کچھ ہدایا ساتھ کر کے انہیں حضور کی خدمت میں روانہ کیا۔

یہ خبر جب رعایا کو ملی وہ بادشاہ سے بگڑی اور معزول کر دینے کی دھمکی دی۔ قاصد ڈر گیا اور روانگی ملتوی کر دی۔

کچھ مدت بعد وہ راہب ملک شام آیا تو حضرت خزیمہ فرماتے ہیں کہ اس شخص نے راہب سے دریافت کیا کہ ہوذہ سے تو نے جو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق گفتگو کی تھی وہ صحیح تھی ؟

راہب نے کہا ہاں صحیح تھی تجھے چاہیئے کہ ان کی پیروی کرے انہوں نے راہب سے یہ سن کر اپنے گھر آکر بارگاہ رسالت میں حاضری کا انتظام کیا اور ایمان لے آیا۔

اسی حجۃ اللہ میں حضرت عروہ بن مسعود ثقفی کا واقعہ اس طرح ہے۔

کہ جب طائف کا محاصرہ ہوا اور اسے حضور نے فتح کر لیا تو واپسی کے موقعہ پر غیلان بن سلمہ سے ملے۔ اور کہا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا کام بہت بلند ہو گیا ہے اور گروہ کے گروہ ان کا اتباع کر رہے ہیں۔

غیلان نے کہا ہاں اب یہ بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے ؟

عروہ فرماتے ہیں میں نے کہا اہل عرب اپنے کو عقلمند سمجھتے ہیں لیکن اگر ہم نے اس وقت حضور کا اتباع نہ کیا تو ہم سے زیادہ بیوقوف کوئی نہ ہوگا۔

غیلان کہنے لگا عروہ ایسی باتیں تم سے سننا مجھے پسند نہیں۔ تم سردار قوم ہو اگر ایسے خیال ظاہر کرو گے تو تم ہلاک کر دیے جاؤ گے۔

میں نے کہا سچی بات پر اگر جان جاتی ہے تو جائے۔

میں صاف کہتا ہوں کہ حضور کے سچے نبی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ میں نے آج تک کسی سے وہ واقعہ بیان نہیں کیا جو مجھ پر گذر چکا ہے آج تمہیں سناتا ہوں۔

میں بغرض تجارت نجران جا رہا تھا یہ وہ زمانہ تھا جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نہ ظہور ہوا تھا نہ کسی نے حضور کی مخالفت کی تھی۔

اثناء راہ میں قافلہ سے علیحدہ میں ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا۔ کہ دو لڑکیاں میری طرف آتی نظر آئیں۔ حتی کہ وہ میرے پاس بیٹھ گئیں۔ میں نے لیٹے لیٹے آنکھیں بند کر لیں اور ان دونوں لڑکیوں میں گفتگو شروع ہوئی۔

لڑکی :- یہ کون شخص ہے۔ ؟

دوسری :- یہ عروہ بن مسعود ثقفی اپنی قوم کا سردار ہے جو سب پر غالب ہے اور اتنا سخی ہے کہ اکثر تنگدست رہتا ہے۔

لڑکی :- یہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا ؟

دوسری :- طائف کے قبیلہ بنی ثقیف سے آیا ہے اور نجران جا رہا ہے جہاں کے لوگ اس کے

مخالف ہیں۔

لڑکی:۔ اس سفر میں اس کی بہتری ہے یا نہیں؟

دوسری:۔ اس پر راستہ آسان ہو گا اور یہ سب پر غلبہ پائے گا۔

لڑکی:۔ آخر انجام کیا ہو گا؟

دوسری:۔ یہ سردار ہی رہے گا اور ایک نبی آخر الزمان کا پیرو بن کر بڑا رتبہ پائے گا۔

لڑکی:۔ وہ نبی کون ہیں اس نے کہا۔

دَاعٍ مُجَابٌ لَہٗ اَمْرٌ عُجَابٌ یَاٰتِیْہِ مِنَ السَّمَآءِ کِتَابٌ یُبْہِرُ الْاَلْبَابَ وَیَقْہَرُ الْاَرْبَابَ۔

وہ اللہ کی طرف سے اللہ کی طرف ایک بلانے والا ہے جس کی دعوت قبول ہو گی اور امور عجیب اس سے ظاہر ہوں گے آسمان سے اس کے پاس ایک کتاب اترے گی جو اہل عقل کے عقلوں کو روشن کر دے گی اور سرداروں کی گردنیں نیچی ہو جائیں گی۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ وہ لڑکیاں نہ معلوم کہاں گئیں اور میں ایسا سویا کہ جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو میں اٹھا۔ طائف گیا اور وہاں سے

جب میں واپس نجران پہنچا تو بڑے پادری سے ملا جو میرا دوست تھا۔ اس نے بھی مجھ سے کہا عروہ یہ زمانہ نبی آخر الزمان کے ظہور کا ہے جو تمہارے حرم مکہ سے ظہور فرما کر حق کی راہنمائی کریں گے۔

یہ سن کر میں نے راہب سے کہا تمہاری اس میں کیا رائے ہے؟

راہب نے کہا قسم مسیح کی بے شک وہ سچے نبی ہیں سب نبیوں سے افضل و اعلیٰ ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کسی نبی کا ظہور نہ ہو گا اگر تمہارے زمانہ میں وہ تشریف لے آئیں تو تم ضرور ان کی پیروی کر لینا اس میں تمہاری نجات ہے۔

یہ سن کر میں نے اس راز کو بھی مخفی رکھا اور راہب کو تاکید کر دی کہ وہ بھی کسی پر اس امر کا اظہار نہ کرے۔

آخر میں نے دیکھا کہ قبیلہ بنی ثقیف کا تشدد حضور کی مخالفت میں بڑھ گیا اور میں خود بھی انہیں میں تھا۔ آخر شب میں بارگاہ رسالت میں حاضر آیا اور ایمان کامل سے مشرف ہوا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب و غریب قصہ حجۃ اللہ میں مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور کی معیت میں ایک روز میں مدینہ طیبہ سے باہر گیا کہ اچانک ایک ضعیف العمر لکڑی ٹیکتا آیا

حضور نے اس کی چال سے اندازہ فرما کر بتایا کہ اس بڈھے کی چال تو جنوں کی سی ہے اتنے میں وہ حاضر ہوا اور سلام عرض کر کے بیٹھ گیا۔

اس نے حضور سے گفتگو شروع کی تو حضور نے فرمایا تیرا طرز تکلم تو جنوں کا سا ہے۔

اس نے عرض کیا حضور میرا نام ہامہ ہے اور میرے باپ کا نام ہام تھا اور ہام لاقیس کا بیٹا تھا اور لاقیس ابلیس کا بیٹا تھا۔

حضور نے فرمایا تو تم میں اور ابلیس میں دو ہی پشت ہیں۔؟

عرض کیا بے شک

حضور نے فرمایا تیری عمر کتنی ہے ہامہ؟

حضور میں طویل زمانے دیکھ چکا ہوں۔ قابیل نے جب حضرت ہابیل کو قتل کیا تھا میں اس وقت چند سال کا تھا اور اکثر ٹیلوں پر چڑھ کر شکار کرتا آئندہ و رونده کو خرابی میں ڈالتا تھا۔

حضور: تو برے کام میں رہتا تھا۔

ہامہ: پھر حضور میں حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لایا اور جب آپ نے اپنی قوم کے لیے بد دعا فرمائی تو میں نے حضرت نوح علیہ السلام پر اظہار ناراضگی کیا آپ اس سے نادم ہو کر رونے لگے حتی کہ میں بھی رو پڑا۔

پھر حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ بھی ان کے بد دعا کرنے پر میرا ایسا ہی معاملہ ہوا۔

پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ان پر ایمان لایا اور جب انہیں آتش نمرود میں ڈالا گیا میں ان کے ساتھ تھا۔

اسی طرح جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو میں ان سے پہلے کنوئیں میں اتر گیا تھا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہا۔

پھر حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام پر ایمان لایا انھوں نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اگر تو زمانہ خاتم الانبیاء کا پائے تو میرا سلام عرض کرنا

حضرت انس فرماتے ہیں یہ سب سن کر جواب سلام پر حضور نے عَلَیْکَ وَعَلَیْہِ یَا ہَامَہ فرما کر ارشاد فرمایا ہامہ اب اپنا مدعا کہو۔

ہامہ نے عرض کیا حضور موسیٰ علیہ السلام نے مجھے توریت پڑھائی تھی اور

عیسٰی علیہ السلام نے انجیل پڑھائی۔
اب میری آرزو ہے کہ حضور مجھے قرآن کریم پڑھائیں
چنانچہ حضور نے ہامہ کو سورۂ واقعہ۔ عم یتساءلون۔ اذا الشمس کورت۔ قل یاایہا الکافرون۔ سورۂ اخلاص۔ فلق۔ ناس۔ سکھا کر رخصت کیا
اس کے بعد اس کے انتقال کی خبر حضور سے ہم نے نہیں سنی۔ میرا گمان ہے کہ ابھی تک وہ زندہ ہوں گے۔

بتوں سے بھی جنوں کی آوازیں ان کے پجاریوں نے سنیں۔
خصائص کبرٰی سے علامہ نبہانی نقل فرماتے ہیں کہ راشد بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بُت جس کا نام سواع تھا۔ مقام معلاۃ میں چند قبائل کا معبود بنا ہوا تھا۔
ان میں سے قبیلہ بنی ظفرہ نے میرے ہاتھ سواع کے لیے بھینٹ بھیجی میں صبح کے وقت اس بت کے پاس پہنچا کہ اس کے جوف سے میں نے یہ آواز سنی۔
اَلْعَجَبُ کُلَّ الْعَجَبِ مِنْ خُرُوْجِ نَبِیٍّ مِّنْ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یُحَرِّمُ الزِّنَا وَالرِّبٰوا وَالذَّبْحَ لِلْاَصْنَامِ وَحُرِسَتِ السَّمَاءُ وَرُمِیْنَا بِالشُّهُبِ۔
انتہائی تعجب ہے کہ بنی عبدالمطلب سے ایک نبی کے ظہور پر جو زنا اور بیاج کو حرام کرے گا۔ اور ذبح للاصنام ممنوع قرار دے گا اور روک دیا گیا آسمانوں سے خبریں سننا اور ہم پر شعلے پھینکے گئے۔
میں یہ آواز سن کر متحیر تھا کہ دوسرے بت سے جس کا نام ضمار تھا آواز آئی۔
تُرِكَ الضِّمَارُ وَكَانَ يُعْبَدُ وَخَرَجَ اَحْمَدُ نَبِیٌّ یُصَلِّی الصَّلٰوۃَ وَیَاْمُرُ بِالزَّکٰوۃِ وَالصِّیَامِ وَالْبِرِّ وَالصِّلَۃِ لِلْاَرْحَامِ۔
ضمار ترک کر دیا گیا جو پوجا جاتا تھا اور ظاہر ہو گئے احمد نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو نماز پڑھاتے اور زکوٰۃ دلاتے اور روزہ رکھاتے ہیں اور بھلائی، اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔
کہ اتنے میں تیسرے بت سے یہ آواز آئی۔
اِنَّ الَّذِیْ وَرِثَ النُّبُوَّۃَ وَالْهُدٰی۔ بَعْدَ ابْنِ مَرْیَمَ مِنْ قُرَیْشٍ مُهْتَدٰی۔ نَبِیٌّ یُخْبِرُکُمْ بِمَا سَبَقَ وَمَا یَکُوْنُ غَدًا۔
نبوت وہدایت کے جو مالک ہیں۔ بعد ابن مریم قریش سے ہدایت دینے ہیں وہ نبی وہ ہیں جو خبر دیتے ہیں گذشتہ کی اور جو کل ہونے والا ہے اس کی۔

راشد فرماتے ہیں میں نے سواع بت کو دیکھا کہ اس کے گرد جو بھینٹ کا گوشت پڑا ہوا تھا اسے لومڑیاں کھا رہی تھیں اور سواع کو چاٹتے چاٹتے اس پر چڑھیں اور پیشاب کرنے لگیں میں نے برجستہ اسی وقت یہ شعر کہا ؎

اَرَبٌّ يَبُوْلُ الثُّعْلُبَانُ بِرَاْسِهٖ ۔ لَقَدْ ذَلَّ مَنْ بَالَتْ عَلَيْهِ الثَّعَالِبُ

کیا وہ رب ہو سکتا ہے جس کے سر پر لومڑیاں موتیں۔ بے شک وہ ذلیل ہے جس پر لومڑیاں موتیں

آخرش یہ حال دیکھ کر میں مدینہ منورہ گیا اور شرف اسلام سے مشرف ہوا۔

اس کے بعد میں نے حضور سے ایک قطعہ زمین طلب کی حضور نے عطا فرمائی اور ایک برتن میں پانی بھر کر اس میں اپنا لعاب دہن ڈال کر مجھے عطا فرمایا اور حکم دیا کہ اس پانی کو اس زمین پر چھڑک دے تیری ضرورت پوری ہوگی اور اس سے ایک چشمہ نکلے گا اسے اپنی ضرورت میں خرچ کرنا اور زائد سے لوگوں کو نہ روکنا۔

چنانچہ اس زمین سے ایسا چشمہ ابلا کہ تمام زمین میں خرما لگا کر خوب پھلے پھولے اس چشمہ کا نام آج تک ماء الرسول ہے اس سے جو بیمار غسل کرتے ہیں شفایاب ہوتے ہیں۔

اور بروایت حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں دوپہر کے وقت اپنی اونٹنیاں چرا رہا تھا کہ ایک شخص سپید پوش شترمرغ پر سوار نمودار ہوا اور مجھ سے کہنے لگا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی السَّمَآءِ قَدْ تَعِبَ حُرَّاسُهَا ۔ وَاِنَّ الْحَرْبَ قَدْ حُرِّقَتْ اَنْفَاسُهَا

وَاِنَّ الْخَيْلَ قَدْ وُضِعَتْ اَحْلَاسُهَا ۔ وَاِنَّ الَّذِیْ نَزَلَ عَلَيْهِ الْبِرُّ وَالتَّقْوٰی

صَاحِبُ النَّاقَةِ الْقَصْوٰی

کیا تو نے نہ دیکھا آسمان کی طرف کہ رنج و تعب ہے آسمان سے خبریں اڑا کر لانے والوں کو اور خانہ جنگیوں سے جانیں جل گئیں اور گھوڑوں کے پالان اتر گئے اور بے شک وہ ہستی جس پر احسان اور پرہیزگاری کا نزول ہوا وہ قصوٰی اونٹنی والا ہے۔

یہ سن کر میں گھبرایا ہوا اپنے بت کے پاس آیا جسے ضمار کہتے تھے اور میں نے اسے چوما۔ سجدہ کیا کہ ناگاہ اس میں سے یہ آواز آنے لگی۔

قُلْ لِلْقَبَائِلِ مِنْ سُلَيْمٍ كُلِّهَا ۔ اُوْدِیَ ضِمَارُ وَعَاشَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ

اِنَّ الَّذِیْ وَرِثَ النُّبُوَّةَ وَالْهُدٰی ۔ بَعْدَ ابْنِ مَرْيَمَ مِنْ قُرَيْشٍ مُهْتَدِیْ

اُوْدِیَ ضِمَارُ كَانَ يُعْبَدُ مَرَّةً ۔ قَبْلَ الْكِتَابِ اِلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ

بنی سلیم کے تمام قبائل کو کہہ دے۔ ضمار مارا گیا مسجدیں آباد ہو گئیں۔
نبوت و ہدایت کے وارث تشریف لے آئے۔ بعد ابن مریم قریش میں ہدایت دینے
ضمار خطرہ میں ہے جو پوجا جا رہا تھا کتاب اللہ سے قبل جسے نبی آخر الزمان محمد صلے اللہ علیہ وسلم
لائے۔

فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے ضمار توڑ دیا اور اپنی قوم بنی حارثہ کو ساتھ لے کر حضور سید الکل فی الکل کی خدمت میں پہنچا۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا حضور نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور فرمایا عباس کس چیز نے تمہیں اسلام کی طرف مائل کیا؟

میں نے واقعہ گذشتہ سنا دیا۔ حضور نے تصدیق سنائی اور مجھے داخل اسلام کیا۔

حضرت مازن قصہ یہ فرماتے ہیں کہ عمان کے قریب بادر نامی بت کا میں پجاری تھا۔ ایک دن اس کی بھینٹ کے لیے بکرا ذبح کر رہا تھا کہ اس میں سے یہ آواز آنے لگی۔

یَا مَازِنُ اِسْمَعْ تُسَرَّ۔ ظُهُوْرُ خَیْرِ الْبَشَرِ۔ بُعِثَ نَبِیٌّ مِّنْ مُّضَرٍ۔ یَدِیْنُ بِدِیْنِ اللّٰهِ الْکَبَرِ فَدَعْ نَحِیْتًا مِّنْ حَجَرٍ۔ تَسْلَمْ مِنْ حَرِّ سَقَرٍ

اے مازن سن اور خوش ہو خیر البشر کے ظہور سے۔ بنی مضر سے نبی کا ظہور ہو گیا۔ دین الٰہی لے کر بھلائی اور احسان کر رہا ہے تو اب چھوڑ دے گھڑے ہوئے پتھروں کو نجات پا جائے جہنم کی آگ سے

حضرت مازن فرماتے ہیں کہ اس آواز سے میں متحیر خوفزدہ تھا کہ پھر اس میں سے آواز آنے لگی۔

اَقْبِلْ اِلَیَّ اَقْبِلْ۔ تَسْتَمِعُ مَا لَا تَجْهَلْ۔ هٰذَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ جَاءَ الْحَقُّ فَنَزَلَ۔

دیکھ دیکھ میری طرف اور سن جہالت نہ کر یہ نبی مرسل آئے ہیں حق کی طرف سے نازل ہوئے ہیں

مختصر یہ کہ حجاز سے آنے والوں کی زبانی سنا کہ وہاں نبی مرسل احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے ہیں۔ وہ سب کو اللہ واحد قہار کے احکام سناتے ہیں۔ بس میں اپنی اونٹنی پہ سوار ہو کر خدمت عالی میں پہنچا اور جاتے ہوئے اس بت کے ٹکڑے کر دیے۔ حضور سے سب قصہ عرض کیا اور یہ اشعار میں نے سنائے۔

کَسَرْتُ بَادِرًا جُذَاذًا وَکَانَ لَنَا	رَبًّا نَطِیْفُ بِهٖ حِیْنًا بِتَضْلَالٖ
بِالْهَاشِمِیِّ هُدِیْنَا مِنْ ضَلَالَتِنَا	وَلَمْ یَکُنْ دِیْنُهٗ شَیْئًا عَلٰی بَالٖ
یَا رَاکِبًا بَلِّغَنْ عَمْرًا وَاِخْوَتَهَا	اِنِّیْ لِمَا قَالَ رَبِّیْ بَادِرُ قَالٖ

میں نے بادر کے ٹکڑے کر ڈالے ہیں جو میرا رب بنا ہوا تھا اور میں اس کا ہمیشہ طواف کرتا تھا۔

اے ہاشمی سرکار تم نے ہدایت فرمائی میری گمراہیوں سے اور نہ رہا وہ دین میری نظر میں جس پر میرا ایمان و یقین تھا۔

اے جانے والے سوار عمرو اور اس کے بھائیوں کو یہ خبر دے دے میں نے جو کچھ کیا بادر کے حکم سے ہی کیا ہے۔

اس کے بعد میں نے اسلام قبول کیا اور اس بارگاہ میں اپنے عیب ظاہر کئے چنانچہ میں نے عرض کیا حضور میں گانے بجانے کا شوقین ہوں۔ شرابخوری کی مجھے عادت ہے۔ زناکاری کا مجھ میں عیب ہے قحط سالی نے مجھے مفلس قلاش کر دیا ہے۔ میرا تمام کنبہ تباہ ہو چکا ہے۔ میری اولاد کوئی نہیں ہے۔ اب سوالی ہوں کہ اللہ مجھ سے میرے عیب دور فرما دے اور اولاد بھی عطا فرمائے اور شرم وحیا بھی دے۔

آپ نے اس کے حق میں یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَبْدِلْهُ بِالطَّرَبِ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ وَبِالْحَرَامِ الْحَلَالَ وَبِالْخَمْرِ رِيًّا لَا اِثْمَ فِيْهِ وَبِالْعَهْرِ الْعِفَّةَ وَاٰتِهٖ بِالْحَيَاءِ وَهَبْ لَهٗ وَلَدًا۔

الٰہی اس کے گانے بجانے کو قراءت قرآن سے بدل دے اور حرامکاری کی بجائے حلال کی توفیق عطا فرما اور شراب کی جگہ اسے تروتازگی بخش جس میں کوئی گناہ نہ ہو اور بجائے زنا کے اسے عفت اور پارسائی دے اور حیا عطا فرما اور اولاد صالح نصیب کر۔

اس دعا کی برکت سے میرے سب عیب جاتے رہے اور کئی حج کیے۔ قرآن کریم یاد کیا اور چار عورتیں میرے نکاح میں آئیں میرے اردگرد تک کی سب آبادیاں سرسبز اور شاداب ہوئیں اور حسان جیسا نیک بیٹا عطا فرمایا۔ انتہی مختصراً۔

بحث اجنہ کے ماتحت منقول میں مضمون طویل ہو گیا پھر یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ جس کا ذکر قرآن کریم فرما چکا ہو اس کے وجود کا انکار بھی دیر پا ہو۔

فلاسفہ قدیم بھی انکار کرتے کرتے آخر اجسام ہوائیہ کی صورت میں مان کر ہی رہے۔

آج تک فلاسفہ جدید بھی منکر رہے لیکن اب تو فرانسیسی ڈاکٹر نہ صرف مان رہا ہے بلکہ دکھانے کا بھی دعویدار ہے۔

اور عربی کی لغات میں ایک لطافت بھی ایسی ہے کہ اس کے اعتبار سے جن کا نظر سے مخفی ہونا لازم ہو جاتا ہے یہ مسلمہ اصول ہے کہ جس لغت کے اول جیم اور اس کا مابعد نون ہو وہ اسی چیز کا نام

ہوگا جو مخفی عن البصر ہو۔ مثلاً
جنین اس بچے کو کہتے ہیں جو رحم مادر میں مخفی ہو۔
جنان اس باغ کو کہا جائے گا جو دیواروں سے مخفی ہو۔ یا جنان دل کو کہا جائے گا جو نظروں سے پوشیدہ ہے۔
جنت وہ باغیچہ کہلائے گا جسے دیواریں مخفی رکھیں۔
جن وہ مخلوق ہے جو آنکھ سے نظر نہ آئے۔
جنون وہ مرض ہے جس کا سدّہ نبض کے ذریعہ بھی محسوس نہ ہو۔
جُنّہ اس ڈھال کو کہتے ہیں جس سے اپنے کو حملہ سے محفوظ کرسکے۔
بہر حال لطیفہ زبان سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جن ایسی ناری مخلوق ہے جس کو نظر دیکھنے سے قاصر ہے۔
ایسے ہی ف ۔ ر جس لغت کے اول میں ہو وہ اس چیز کے لیے استعمال ہوگا جو کودنے والا بھاگنے والا ہو جیسے فرس گھوڑا۔ فرار۔ پارہ۔ فراست۔ پرواز عقل۔ وقس علی ہذا
یہ بحث ما نحن فیہ میں طویل کرنے سے اصل مقصد کو فوت کرنے والا ہے۔ اس لیے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اب آگے تفسیر آیت کی طرف ملتفت ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔
"وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ۔ اور یاد فرمائیں) جب آپ کے رب نے فرمایا فرشتوں سے کہ میں بنانے والا ہوں آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے جو خمیر شدہ سیاہ گارا ہوگی تو جب میں برابر کرلوں اور پھونک دوں اس میں اپنی روح سے تو گر جانا تم اس کے لیے سجدہ میں۔ تو سجدہ کیا تمام فرشتوں نے مگر ابلیس نے کہ انکار کیا اس سے کہ ہو وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ"۔
نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ کے معنی حیات عطا کرنے کے ہیں۔
فَقَعُوْا لَهٗ۔ یعنی اس کی تعظیم و تکریم کے لیے سجدہ ین۔ سجدہ کرنا۔ آلوسی فرماتے ہیں
اَمَرَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى وَجْهِ التَّحِيَّةِ وَالتَّعْظِيْمِ اَوْ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَنْزِلَةِ الْقِبْلَةِ۔
اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو سجدہ کا آدم علیہ السلام کے لیے جو حکم دیا وہ تحیت و تعظیم آدم کے لیے تھا یا سجدہ، اللہ تعالیٰ کے لیے تھا اور آدم بمنزلہ قبلہ تھے۔

علاوہ بریں یہ بحث ہم اول مفصل کر چکے ہیں جس میں اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ سجدۂ تحیت و تعظیم شرائع آدم و یوسف علیہما السلام میں غیر اللہ کے لیے جائز تھا اور سجدۂ عبودیت صرف اللہ تعالٰے کے لیے تھا لیکن شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سجدۂ تعظیم بھی غیر اللہ کے لیے حرام ہو گیا بنا بریں اب سجدہ کسی قسم کا بھی غیر اللہ کے لیے جائز نہیں۔

اور یہ سجدہ بصورت انحنا جو بعض نے لکھا وہ صحیح نہیں اس لیے کہ ملائکہ مامور بالسجدہ تھے۔ اس لیے کہ حکم فَقَعُوْا ہوا اور قَعُوْا بمعنی سقوط ہے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ مجرد انحناء سے تعمیل حکم نہیں ہوئی بلکہ سجدہ ہی کیا گیا۔

كَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِیُّ۔ وَفِیْ اَمْرِهِمْ بِالْوُقُوْعِ اَیِ السُّقُوْطِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ لَیْسَ الْمَامُوْرُ بِهٖ مُجَرَّدُ الْاِنْحِنَاءِ كَمَا قِیْلَ بَلِ السُّجُوْدُ بِالْمَعْنَی الْمُتَبَادِرِ۔ چنانچہ ارشاد ہے

"فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِیْسَ"۔ بِحَیْثُ لَمْ یَتَاَخَّرْ فِیْ ذٰلِكَ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ اَحَدٍ بَلْ اَوْقَعُوا الْفِعْلَ مُجْتَمِعِیْنَ فِیْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ۔

یہ سجدہ ایسی حیثیت میں ہوا کہ ملائکہ میں سے ایک بھی مقدم مؤخر نہ رہا بلکہ سب نے اجتماعی سجدہ بیک وقت کیا سوا ابلیس کے اس نے خود بینی کی اور ملائکہ کے ساتھ سجدہ میں نہ گرا۔

اور اِلَّآ اِبْلِیْسَ میں استثناء منفصل ہے اس لیے کہ وہ ملائکہ سے نہ تھا بلکہ وہ جن تھا اسے یہاں تغلیبًا بیان فرمایا گیا۔

حَیْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِیُّ اِلَّآ اِبْلِیْسَ اِسْتِثْنَاءٌ مُّتَّصِلٌ لِاَنَّهٗ كَانَ جِنِّیًّا مُفْرَدًا مَغْمُوْرًا بِالْاُلُوْفِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ نَعُدُّ مِنْهُمْ تَغْلِیْبًا۔

اور قرآن کریم میں اسے قوم جن سے ہی بتایا گیا كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ۔ آگے ارشاد ہے۔

"قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ فرمایا (اللہ تعالٰے نے) اے ابلیس کیا ہوا تجھے کہ نہ ہوا تو سجدہ والوں کے ساتھ۔ بولا مجھ سے زیبا نہ تھا کہ میں بشر کو سجدہ کرتا جسے تو نے بنایا بجتی مٹی سے جو سیاہ خمیر شدہ گارے سے تھی۔ فرمایا نکل جا تو اس (جنت) سے کہ تو مردود ہے اور بیشک تجھ پر لعنت ہے قیامت تک"۔

یعنی اللہ تعالٰے کی طرف سے امتثال امر نہ کرنے پر اس سے مطالبہ ہوا تو نے سجدہ کیوں نہ کیا تو اس نے جواب دیا میں بشر کو جو جسم کثیف رکھتا ہے کس طرح سجدہ کرتا با آنکہ میں جسم ناری سے ہوں۔ اس

گستاخانہ جواب پر اسے جنت سے نکال دیا گیا اور طوق لعنت ڈال دیا گیا جو قیامت تک رہے گا۔ اس کے بعد بروز قیامت ہمیشگی کے عذاب میں مبتلا ہو گا جس سے کبھی خلاصی نہ ہو گی یہ فیصلہ پاکر شیطان عرض کرنے لگا۔

"قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ۔ بولا اے میرے رب تو مجھے مہلت دے اس دن تک جب سب اٹھائے جائیں"۔

یعنی قیامت تک اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دنیا کی زندگی میں قیامت تک زندہ رہے اس لیے کہ قیامت کے بعد تو کوئی نہ مرے گا اور قیامت تک کی اس نے مہلت مانگ لی۔ چنانچہ اس کی عرض قبول ہوئی اور ارشاد ہوا۔

"قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ فرمایا تو مہلت دیا گیا ہے وقت مقرر تک"۔

وقت مقررہ وہ نفخۂ اولی ہے جس میں تمام مخلوق مر جائے گی اور شیطان بھی نفخۂ اولی سے نفخۂ ثانیہ تک ضرور مرے گا اور یہ مدت نفخۂ اول سے ثانیہ تک چالیس سال ہے اور اسے یہ مہلت دینا بھی اس کی تشفی کی حد ہے نہ کہ اکراماً اس مہلت کی وجہ میں اس پر عذاب بھی شدید ہو گا۔

آلوسی فرماتے ہیں یَمُوْتُ عِنْدَ النَّفْخَۃِ الْاُوْلٰی وَبَیْنَھَا وَبَیْنَ نَفْخَۃِ الثَّانِیَۃِ الَّتِیْ یَقُوْمُ فِیْھَا الْخَلْقُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَرْبَعُوْنَ سَنَۃً۔

اور احنف بن قیس علیہ الرحمۃ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں۔ قَدِمْتُ الْمَدِیْنَۃَ اُرِیْدُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ فَاِذَا اَنَا بِحَلْقَۃٍ عَظِیْمَۃٍ وَکَعْبُ الْاَحْبَارِ فِیْھَا یُحَدِّثُ وَھُوَ یَقُوْلُ لَمَّا حَضَرَ اٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ الْوَفَاۃُ قَالَ یَارَبِّ سَیَشْمَتُ بِیْ عَدُوِّیْ اِبْلِیْسُ اِذَا رَاٰنِیْ مَیِّتًا وَھُوَ مُنْظَرٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَاُجِیْبَ اَنْ یَا اٰدَمُ اِنَّکَ سَتُرَدُّ اِلَی الْجَنَّۃِ وَیُؤَخَّرُ اللَّعِیْنُ اِلَی النَّظْرَۃِ لِیَذُوْقَ اَلَمَ الْمَوْتِ بِعَدَدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔

حضرت احنف فرماتے ہیں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضری کی غرض سے مدینہ منورہ آیا تو میں نے ایک جم غفیر دیکھا جس میں حضرت کعب احبار تقریر فرما رہے تھے آپ اس وقت بیان کر رہے تھے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی اے میرے رب میرا دشمن شیطان طعنہ دیگا جب وہ مجھے میت دیکھے گا اور وہ مہلت دیدیا گیا ہے قیامت تک کے لیے تو انہیں جناب باری کی طرف سے جواب ملا اے آدم آپ کو تو ہم جنت میں

واپس لا رہے ہیں اور اس لعین کو اس کی مہلت میں چھوڑ رہے ہیں تاکہ وہ اولین و آخرین کا الم موت کا عذاب چکھے۔

ثُمَّ قَالَ لِمَلَكِ الْمَوْتِ صِفْ لِيْ كَيْفَ تُذِيْقُهُ الْمَوْتَ فَلَمَّا وَصَفَهُ قَالَ يَارَبِّ حَسْبِيْ فَضَجَّ النَّاسُ وَقَالُوْا يَا اَبَا اِسْحٰقَ كَيْفَ ذَالِكَ۔

پھر ملک الموت سے آدم علیہ السلام نے فرمایا مجھ سے بیان کر تو کس طرح اسے موت کا ذائقہ دیگا جب ملک الموت نے اس کی تفصیل بیان کر دی تو آپ نے عرض کی اے میرے رب اب مجھے کافی ہے۔ تو لوگ چیخ پڑے اور کہنے لگے اے ابو اسحق یہ کیسے ہوگا۔

تو آدم علیہ السلام نے اس کی تفصیل بیان کرنے سے انکار فرمایا تو لوگوں نے الحاح و عجز سے پوچھا آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ ملک الموت کو فرمائے گا نفخہ الاولی کے بعد کہ میں نے تجھے تمام اہل سموات وارضین کی موت عطا کی اور آج میں تجھے لباس غضب وغصہ سے ملبوس کرتا ہوں تو اب نکل میرے غضب کے ساتھ میرے رد کیے ہوئے ابلیس کی طرف اور اسے ذائقہ موت دے۔ اور ڈال اس پر اولین و آخرین کی تلخیاں اور رہوں گے تیرے ساتھ ستر ہزار اژدھے جو غیظ و غضب میں بھرے ہوں پھر اس کی روح خبیث ستر ہزار کتوں کے قبضہ میں ہو۔ پھر مالک جہنم کو آواز پڑے کہ وہ جہنم کا دروازہ کھولے پھر اس پر فرشتہ ایسی صورت میں آئے کہ اگر اسے آسمان والے یا زمین والے دیکھ لیں تو مر جائیں اور اس کے ہول اور دہشت کی برداشت نہ کریں۔

پھر حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے کہا جائے آج اپنے دشمن کا حال دیکھ لو تو وہ عرض کریں الٰہی تو نے اپنی نعمتیں ہم پر پوری کر دیں۔ روح المعانی۔ اس کے بعد ارشاد ہے

"قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ۔ شیطان بولا اے میرے رب تو نے مجھے جس وجہ میں گمراہ کیا مجھے قسم ہے کہ اسے زمین میں خوشگوار زندگی دکھا کر ضرور انہیں گمراہ کروں گا مگر جو تیرے بندے ان میں سے چنے ہوئے ہیں۔ فرمایا یہ راستہ میری طرف سیدھا ہے بے شک میرے بندوں پر تجھے کچھ قابو نہیں مگر جو تیری پیروی کریں وہ گمراہوں سے ہیں اور بیشک جہنم ان کا وعدہ ہے اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک حصہ تقسیم کیا ہوا ہے"۔

لَاُزَيِّنَنَّ میں لام قسمیہ ہے یعنی مجھے قسم ہے کہ میں ذریت آدم علیہ السلام کی نظر میں دنیا کی زینت دکھا کر سب کو گمراہی کی طرف مائل کروں گا۔ سوا ان کے جو تیری توحید و عبادت کے لیے برگزیدہ ہیں ان پر میرا مکر و کید کارگر نہ ہوگا۔

"قَالَ هٰذَا۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہوا یہ میرا راستہ حق ہے سیدھا ہے اس میں انحراف کی گنجائش نہیں۔

اِنَّ عِبَادِیْ بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔ اگر وہ ایماندار ہیں اِلَّامَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ۔ مگر وہ جو تیرے پیرو ہو کر گمراہ ہو جائیں اور تیری اتباع کی طرف جھک جائیں تو ان کے لیے۔

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ۔ بے شک جہنم ان کا وعدہ ہے جہاں ابلیس کا مقام ہے وہاں ہی وہ بھی جائیں گے۔

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ۔ اس کے سات دروازے ہیں جس سے ہر ایک اپنے اپنے جرم کے مطابق جائے گا۔ كَمَا رَوٰى عِكْرِمَةُ وَقَتَادَةُ وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ فِي الزُّهْدِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْبَعْثِ وَغَيْرُهُمَا مِنْ طُرُقٍ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ اَنَّهُ قَالَ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ سَبْعَةٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ فَيُمْلَأُ الْاَوَّلُ ثُمَّ الثَّانِي ثُمَّ الثَّالِثُ حَتّٰى تُمْلَاَ كُلُّهَا۔

جہنم کے سات دروازے ایک پر ایک ہے تو پہلا جب پر ہو جائے تو پھر دوسرا پھر تیسرا حتی کہ تمام جہنم بھر جائے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِي حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّهَا جَهَنَّمُ۔ وَالسَّعِيْرُ وَاللَّظٰى وَالْحُطَمَةُ۔ وَالسَّقَرُ وَالْجَحِيْمُ وَالْهَاوِيَةُ وَهِيَ اَسْفَلُهَا۔ وہ دروازے سات ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ جہنم۔ سعیر۔ لظی۔ حطمہ۔ سقر۔ جحیم۔ ہاویہ۔ اور یہ جہنم کا نیچے والا دروازہ ہے۔

لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ۔ ہر دروازہ ہر جماعت کے لیے مقرر ہے جس فریق کے جرم کے قابل جو ہے اسے اس سے داخل کیا جائے گا۔

۱:۔ فَبَابٌ لِلْمُوَحِّدِيْنَ الْعُصَاةِ۔ ایک دروازہ نافرمان موحدین کے لیے ہے۔

۲:۔ وَبَابٌ لِلْيَهُوْدِ۔ ایک دروازہ یہودیوں کے لیے جنہوں نے حضرت عزیر کو ابن اللہ کہا۔

۳:۔ وَبَابٌ لِلنَّصَارٰى۔ ایک دروازہ نصارے کے لیے ہے جنہوں نے مسیح ابن مریم کو خدا یا خدا کا بیٹا کہا۔

۴:۔ وَبَابٌ لِلصَّابِئِيْنَ۔ ایک دروازہ صابیوں کے لیے ہے جو دین اسلام سے منحرف ہو کر نیا دین گھڑتے ہیں۔

۵:۔ وَبَابٌ لِلْمَجُوْسِ۔ ایک دروازہ مجوس آتش پرستوں کے لیے ہے۔

۶:۔ وَبَابٌ لِلْمُشْرِكِيْنَ۔ ایک دروازہ بت پرست مشرکوں کے لیے ہو۔
۷:۔ وَبَابٌ لِلْمُنَافِقِيْنَ۔ ایک دروازہ منافقوں کے لیے ہو

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ حجر پ ۱۴

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ؕ
بے شک پرہیزگار باغوں میں اور چشموں میں ہیں۔

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ؕ
ان میں داخل ہو سلامتی کے ساتھ امن میں۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ؕ
اور کھینچ لیے ہم نے جو کچھ ان کے سینوں میں کینے تھے آپس میں بھائی بھائی تختوں پر روبرو۔

لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ؕ
نہ پہنچے انہیں اس میں کچھ تکلیف اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں۔

نَبِّئْ عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ؕ
خبر دو میرے بندوں کو کہ میں بے شک بخشنے والا مہربان ہوں

وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ؕ
اور بے شک میرا عذاب دردناک ہے۔

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ؕ
اور سناؤ انہیں حال مہمانانِ ابراہیم کا۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ؕ
جب وہ داخل ہوئے اس کے پاس تو بولے سلام فرمایا میں تم سے خائف ہوں۔

قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ؕ
وہ بولے نہ خوف کرو ہم آپ کو ایک لڑکے علم والے کی بشارت دیتے ہیں۔

قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ؕ
فرمایا تم مجھے بشارت دیتے ہو اس پر کہ مجھے پیری آ چکی ہے اب کیا بشارت دیتے ہو

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ
بولے ہم بشارت دیتے ہیں آپ کو حق کی تو نہ ہوں آپ ناامید

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ
فرمایا کون ناامید ہے رحمت رب سے مگر گمراہ

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ؕ
فرمایا تو تمہارا کام کیا ہے اے بھیجے ہوئے فرشتو۔

قَالُوْا اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۙ	بولے ہم بھیجے گئے ہیں قوم مجرمین کی طرف۔
اِلَّا اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ	مگر آل لوط انہیں ہم سب کو بچا لیں گے تمام کو
اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَا ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۙ	مگر ان کی بیوی کے لیے ہم لازم کر چکے ہیں وہ پیچھے رہ جانے والی ہے۔

حلِّ لُغات چوتھا رکوع۔ سورہ حجر۔ پ ۱۴

اِنَّ۔ بے شک
اَلْمُتَّقِيْنَ۔ پرہیزگار لوگ ہوں گے
فِيْ۔ بیچ
جَنّٰتٍ۔ باغوں
وَّعُيُوْنٍ اور چشموں ہیں
اُدْخُلُوْهَا۔ داخل ہو جا اس میں
بِسَلٰمٍ۔ سلامتی سے
اٰمِنِيْنَ۔ امن والے
وَنَزَعْنَا۔ اور کھینچ لیا ہم نے
مَا۔ جو کچھ
فِيْ صُدُوْرِهِمْ۔ انکے سینوں میں ہے
مِّنْ غِلٍّ۔ کینہ سے
اِخْوَانًا۔ بھائی بھائی
عَلٰى۔ اوپر
سُرُرٍ۔ تختوں کے
مُّتَقٰبِلِيْنَ۔ روبرو
لَا يَمَسُّهُمْ۔ نہیں پہنچے گی ان کو
فِيْهَا۔ اس میں
نَصَبٌ۔ کوئی تکلیف
وَمَا۔ اور نہ
هُمْ۔ وہ
مِّنْهَا۔ اس سے
بِمُخْرَجِيْنَ۔ نکالے جائینگے
نَبِّئْ۔ خبر دو
عِبَادِيْٓ۔ میرے بندوں کو
اَنِّيْٓ۔ کہ بے شک میں
اَنَا۔ میں ہی
الْغَفُوْرُ۔ بخشنے والا
الرَّحِيْمُ۔ مہربان ہوں
وَاَنَّ۔ اور بیشک
عَذَابِيْ۔ میرا عذاب
هُوَ۔ وہ
الْعَذَابُ۔ عذاب ہے
الْاَلِيْمُ۔ دردناک
وَنَبِّئْهُمْ۔ اور خبر دے انکو
عَنْ ضَيْفِ۔ مہمانوں
اِبْرٰهِيْمَ۔ ابراہیم کی
اِذْ۔ جب
دَخَلُوْا۔ داخل ہوئے
عَلَيْهِ۔ اس پر
فَقَالُوْا۔ تو بولے
سَلٰمًا۔ سلام
قَالَ۔ فرمایا
اِنَّا۔ بیشک ہم
مِنْكُمْ۔ تم سے
وَجِلُوْنَ۔ خوفزدہ ہیں
قَالُوْا۔ بولے
لَا تَوْجَلْ۔ نہ ڈر
اِنَّا۔ ہم
نُبَشِّرُكَ۔ خوشخبری دیتے ہیں تجکو
بِغُلٰمٍ۔ ایک لڑکے
عَلِيْمٍ۔ جاننے والے کی
قَالَ۔ فرمایا
اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ۔ کیا خوشخبری دیتے ہو مجھے
عَلٰٓى۔ اوپر
اَنْ۔ اس کے کہ
مَّسَّنِيَ۔ پہنچا مجھے
الْكِبَرُ۔ بڑھاپا
فَبِمَ۔ پھر کس کی
تُبَشِّرُوْنَ۔ خوشخبری دیتے ہو مجھے۔
قَالُوْا۔ بولے
بَشَّرْنٰكَ۔ خوشخبری دی ہم نے تجھ کو
بِالْحَقِّ۔ سچی

فَلَا ۔ پھر نہ	تَكُنْ ۔ ہو تو	مِّنَ الْقَانِطِيْنَ ۔ نا امیدوں سے	
قَالَ ۔ فرمایا	وَمَنْ ۔ اور کون	يَقْنَطُ ۔ نا امید ہوتا ہے	مِنْ رَّحْمَةِ ۔ رحمت
رَبِّهٖ ۔ اپنے رب سے	اِلَّا ۔ سوائے	الضَّآلُّوْنَ ۔ گمراہوں کے	قَالَ ۔ فرمایا
فَمَا ۔ پھر کیا	خَطْبُكُمْ ۔ کام ہے تمہارا	اَيُّهَا ۔ اے	الْمُرْسَلُوْنَ ۔ بھیجے ہوؤ
قَالُوْا ۔ بولے	اِنَّا ۔ بیشک ہم	اُرْسِلْنَا ۔ بھیجے گئے ہیں	اِلٰى ۔ طرف
قَوْمٍ ۔ قوم	مُّجْرِمِيْنَ ۔ مجرموں کی	اِلَّا ۔ مگر	اٰلَ ۔ آل
لُوْطٍ ۔ لوط	اِنَّا ۔ کہ ہم	لَمُنَجُّوْهُمْ ۔ انکو نجات دینے والے ہیں	
اَجْمَعِيْنَ ۔ سب کو	اِلَّا ۔ مگر	امْرَاَتَهٗ ۔ اس کی بیوی	قَدَّرْنَا ۔ اندازہ کیا ہمنے
اِنَّهَا ۔ کہ وہ ہے	لَمِنَ ۔ یقینا	الْغٰبِرِيْنَ ۔ پیچھے رہنے والوں سے	

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع ۔ سورۂ حجر پ ۱۴

"اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۔ بے شک پرہیزگار باغوں میں اور چشموں میں ہیں ۔ داخل ہوں ان میں سلامتی سے امن کے ساتھ"۔

یعنی پرہیزگاروں کا مستقر باغوں چشموں میں ہے ۔ متقین سے مراد بقول کشاف بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما پرہیزگار ہیں اَلَّذِيْنَ اتَّقَوُا الْكُفْرَ وَالْفَوَاحِشَ وَلَهُمْ ذُنُوْبٌ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَغَيْرُهَا ۔ جو کفر سے بچیں اور فواحش سے مجتنب رہیں اور ان کے ایسے گناہ ہوں جن کا کفارہ نماز وغیرہ ہو جائیں۔

وَنَقَلَ الْاِمَامُ عَنْ جَمْهُوْرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ اِنَّ الْمُرَادَ بِهِمُ الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ الشِّرْكَ ۔ ثُمَّ قَالَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ الصَّحِيْحُ۔

اور جمہور صحابہ و تابعین کی یہی رائے ہے کہ متقی سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک باللہ سے پرہیز رکھیں اور یہی حق و صحیح ہے (روح المعانی)

اس کے بعد آیۂ کریمہ کا ظاہر مفہوم فرماتے ہیں۔

ظَاهِرُ الْاٰيَةِ يَقْتَضِىْ حُصُوْلَ الْجَنّٰتِ وَالْعُيُوْنِ لِكُلِّ مَنِ اتَّقٰى عَنْ ذَنْبٍ وَّاحِدٍ اِلَّا اَنَّ الْاُمَّةَ مُجْتَمِعَةٌ عَلٰى اَنَّ التَّقْوٰى عَنِ الْكُفْرِ شَرْطٌ فِىْ حُصُوْلِ هٰذَا الْحُكْمِ۔

(روح المعانی)

توظاہر آیت حصول جنت اور عیون ہر اس شخص کے لیے مقتضی ہے جو ایک گناہ سے بھی پرہیز کرے۔ اس لیے کہ جمہور علماء امت اس امر پر مجتمع ہیں کہ کفر سے تقوی اس حکم کے حصول کی شرط ہے۔ (روح المعانی)

بعض نے یہاں تک فرمایا وَالظَّاهِرُ فَثَبَتَ اَنَّ الْحُكْمَ الْمَذْكُوْرَ يَتَنَاوَلُ جَمِيْعَ الْقَائِلِيْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ كَانُوْا مِنْ اَهْلِ الْمَعْصِيَةِ۔ وَهٰذَا تَقْرِيْرٌ بَيِّنٌ وَكَلَامٌ ظَاهِرٌ۔

ظاہر مفہوم منطوق تو یہ ثابت کرتا ہے کہ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ کا حکم ہر اس شخص پر متناول ہے جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے والا ہے اگرچہ وہ عصیان کار ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ تقریر بین اور فرمان ظاہر ہے (روح المعانی)

آگے فرماتے ہیں کہ وَاِخْرَاجُ الْعُصَاةِ مِنَ النَّارِ ثَابِتٌ بِنُصُوْصٍ اُخَرَ۔ سیاہ کاران امت کا جہنم سے نکالنا بھی دوسری نصوص سے ثابت ہے۔

اور ایسے ہی اِدْخَالُ التَّائِبِيْنَ الْجَنَّةَ بَلْ غَيْرِهِمْ اَيْضًا۔ ثابت ہے کہ توبہ کرنے والے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

وَاَلْ۔ لِلْاِسْتِغْرَاقِ وَهُوَ اِمَّا مَجْمُوْعِيٌّ فَيَكُوْنُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنَ الْمُتَّقِيْنَ جَنَّةٌ وَّعَيْنٌ

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ میں الف لام استغراقی ہے یا تو پھر مجموعی ہے تو ہر ایک متقی کے لیے جنت اور چشمہ علیحدہ علیحدہ مانا جائے گا۔

اَوْ اِفْرَادِيٌّ فَيَكُوْنُ لِكُلٍّ جَنَّاتٌ وَّعُيُوْنٌ۔ یا افرادی ہے تو جنات وعیون سب کے لیے ایک ہی ہوگا۔

آگے عیون یعنی چشموں کی تحقیق پر فرماتے ہیں۔

وَالْمُرَادُ بِالْعُيُوْنِ يُحْتَمَلُ كَمَا قِيْلَ اَنْ يَكُوْنَ الْاَنْهَارُ الْمَذْكُوْرَةُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَا اَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى۔ وَيُحْتَمَلُ اَنْ يَكُوْنَ مَنَابِعُ مُتَغَايِرَةٌ لِتِلْكَ الْاَنْهَارِ وَهُوَ الظَّاهِرُ۔

عیون سے مراد ہو سکتا ہے کہ وہ نہریں ہوں جیسا کہ فرمایا جنت کی مثال جس کا وعدہ متقیوں کے لیے ہوا یہ ہے کہ اس میں نہریں ہوں گی ایسے پانی کی جو گندہ نہ ہو اور دودھ کی نہریں ہوں جس کا ذائقہ خراب

نہ ہو سکے اور شہد کی نہریں ہوں جو صاف ستھرا ہو۔

اور ان نہروں کے منبع ہوں جو انہیں نہروں سے بہتے ہوں اور ظاہر ایسا ہی ہے۔

وَ یُمْکِنُ اَنْ تَجْرِیَ الْعُیُوْنُ مِنْ بَعْضِہِمْ اِلٰی بَعْضٍ لِاَنَّہُمْ مُطَہَّرُوْنَ عَنِ الْحِقْدِ وَالْحَسَدِ

اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی نہر ہر نعمت کی بہتی تمام جنتوں میں پہنچے اس لیے کہ اہل جنت حقد و حسد سے پاک ہوں گے۔ تو انہیں اپنے جنتی بھائی سے اس امر کی جلن نہیں ہوگی کہ اسے وہی نعمت کیوں ملی جو اسے ملی ہے۔

اُدْخُلُوْھَا۔ یہ متقیوں کو من جانب اللہ امر ہے۔

بِسَلٰمٍ۔ یعنی ہر آفت و زوال سے محفوظ رہتے ہوئے۔

اٰمِنِیْنَ۔ مِنْ طَرْدٍ۔ یعنی اب اس سے نکلنے کا بھی تمہیں امن ہے۔ یہ نعمت تمہارے لیے دوامی اور غیر فانی ہے۔

اس کے بعد ایک خاص بات اہل جنت کے لیے ہے جس کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

"وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ۔ اور کھینچ لیے ہم نے جو کچھ ان میں ان کے سینوں میں کینے اور حسد تھے"۔

غِلّ۔ عربی محاورہ میں کپڑے پر جو میل کچیل ہوتا ہے اسے کہتے ہیں۔ پھر اس سے استعارہ کیا حقد و حسد سے یعنی کینہ اور بغض۔ تو اب اس کا استعمال ہر بری خصلت پر ہونے لگا۔ کَالْحِقْدِ وَالْحَسَدِ وَغَیْرِھِمَا۔

وَھٰذَا النَّزْعُ قِیْلَ فِی الدُّنْیَا۔ اور یہ حسد و کینہ نکال لینے کے متعلق ایک قول ہے کہ دنیا میں ہی انہیں اس عیب سے پاک کر دیا گیا ہے (روح)

آیۂ کریمہ کا شان نزول

فَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَابْنُ عَسَاکِرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ جَعْفَرٍ اَنَّ فُلَانًا حَدَّثَنِیْ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اِنَّ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَاَیْتُ فِیْ بَعْضِ النُّسَخِ زِیَادَۃً وَعُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت صدیق و فاروق اور اسد اللہ کی شان میں نازل ہوئی۔ اور بعض نسخوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے۔

آپ نے اس آیت کی تلاوت فرما کر قسم کھائی اور فرمایا۔

وَاللّٰهِ رَبِّنَا لَفِیْهِمْ اُنْزِلَتْ وَفِیْمَنْ تُنَزَّلُ اِلَّا فِیْهِمْ۔ قسم بخدا یہ آیت انہیں چاروں کے لیے نازل ہوئی اور ان کے علاوہ اور کس کے حق میں نازل ہو سکتی تھی۔

قُلْتُ اَیُّ غِلٍّ هُوَ قَالَ غِلُّ الْجَاهِلِیَّةِ اِنَّ بَنِیْ تَیْمٍ وَبَنِیْ عَدِیٍّ وَبَنِیْ هَاشِمٍ کَانَ بَیْنَهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَلَمَّا اَسْلَمَ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ تَحَابُّوْا فَاَخَذَتْ اَبَا بَکْرٍ الْخَاصِرَةُ فَجَعَلَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ یُسَخِّنُ یَدَهٗ فَیَکْوِیْ بِهَا خَاصِرَةَ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ۔

میں نے عرض کیا وہ کیا غل تھا فرمایا زمانۂ جاہلیت میں بنی عدی۔ بنی تیم۔ بنی ہاشم ان میں جاہلیت کے زمانہ میں بڑی کشیدگی تھی جب یہ اسلام لے آئے تو باہمی وداد و محبت کے مجسمہ ہو گئے۔

وَیُشْعِرُ بِذٰلِكَ عَلٰی مَا قِیْلَ مَا اَخْرَجَهٗ سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَالْحَاکِمُ وَغَیْرُهُمْ مِنْ طُرُقٍ عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَّهٗ قَالَ لِابْنِ طَلْحَةَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَنَا وَاَبُوْكَ مِنَ الَّذِیْنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ۔

فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ اس آیت کا مورد میں اور تمہارے والد ہوں۔

وَقِیْلَ اِنَّ ذٰلِكَ فِی الْاٰخِرَةِ بَعْدَ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آخرت میں بعد دخول جنت ہوگا۔

فَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدَوَیْهِ مِنْ طَرِیْقِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ یَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ عَلٰی مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ فِی الدُّنْیَا مِنَ الشَّحْنَاءِ وَالضَّغَائِنِ حَتّٰی اِذَا اَتَوْا وَتَقَابَلُوْا عَلَی السُّرُرِ نَزَعَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ فِی الدُّنْیَا مِنْ غِلٍّ۔

ابو امامہ فرماتے ہیں جنتی جب جنت میں داخل ہوں تو ان میں جو کچھ حیات دنیا میں کینہ و حسد تھا وہ سب ہوگا۔ حتی کہ جب وہ تخت نشین ہوں تو اللہ تعالے سب کچھ ان کے دلوں سے کھینچ لے جو غل و غش تھا۔

تو آیہ کریمہ کے یہ معنی ہوئے طَهَّرَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ مِنْ اَنْ یَّتَحَاسَدُوْا عَلَی الدَّرَجَاتِ فِی الْجَنَّةِ وَنَزَعَ سُبْحَانَهٗ مِنْهَا کُلَّ غِلٍّ وَاَلْقٰی فِیْهَا التَّوَادُدَ وَالتَّحَابَّ۔

اللہ تعالے جنتیوں کے دل حسد سے پاک کر دے گا تاکہ وہ جنتیوں کے اعلیٰ و ادنیٰ درجات پر حسد نہ کریں اور ان کے دلوں میں مودت و محبت ڈال دے گا۔

"اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ۔ بھائی بھائی تخت نشین ہوں روبرو بیٹھے ہوئے"۔
سُرُر: بضمتین۔ سریر کی جمع ہے اور یہ سرور سے مشتق ہے۔ اہل نعمت و وسعت کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

وَاِطْلَاقُہٗ عَلٰی سَرِیْرِ الْمَیِّتِ لِلتَّشْبِیْہِ فِی الصُّوْرَۃِ وَلِلتَّفَاؤُلِ بِالسُّرُوْرِ الَّذِیْ یَلْحَقُ الْمَیِّتَ بِرُجُوْعِہٖ اِلٰی جَوَارِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَخَلَاصِہٖ مِنْ سِجْنِہِ النَّادِیَّۃِ بِمَا جَاءَ فِیْ بَعْضِ الْاٰثَارِ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ۔

اور میت کے لیے سریر میّت کا اطلاق تشابہ صوری کے اعتبار سے ہے اور اس میں تفاول ہے اس سرور سے جو میت کو جوار الٰہی سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ بعض احادیث میں ہے اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ۔ دنیا مومن کا جیل خانہ ہے اور جنت ہے کافر کی۔

وَیُجْمَعُ عَلٰی اَسِرَّۃٍ وَھِیَ عَلٰی مَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا مِنْ ذَھَبٍ مُکَلَّلَۃٍ بِالْیَوَاقِیْتِ وَالزَّبَرْجَدِ وَالدُّرِّ وَسَعَتُہٗ کُلُّ سَعَۃٍ مَا بَیْنَ صَفَاءٍ اِلَی الْجَابِیَۃِ۔

اور اسے بعض بنی کلب اور بنی تمیم نے بفتح را پڑھا ہے وہ اس روایت کی بنا پر ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ تخت سونے کے جڑاؤ ہوں گے یاقوت اور زبرجد اور موتیوں سے اور ان کا عرض و طول اتنا ہو گا جتنا صفا سے جابیہ تک ہے۔

وَفِیْ کَوْنِھِمْ عَلٰی سُرُرٍ اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّھُمْ فِیْ رِفْعَتِھِمْ وَکَرَامَتِھِمْ تَامَّۃٌ۔ اور سریر کی طرف اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے کہ وہ رفعت و کرامت پر علی وجہ الکمال پہنچے ہوئے ہوں گے۔

مُتَقٰبِلِیْنَ کے معنی متساوین کے ہیں کہ وہ ہر پہلو سے منصب و نعمت میں مساوی ہوں۔
چنانچہ بعض حدیثوں میں ہے اِنَّ الْمُؤْمِنَ فِی الْجَنَّۃِ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّلْقٰی اَخَاہُ الْمُؤْمِنَ سَارَ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمْ اِلٰی صَاحِبِہٖ فَیَلْتَقِیَانِ وَیَتَحَدَّثَانِ۔ مومن جنت میں جب اپنے بھائی مومن سے ملنے کا ارادہ کرے گا تو ہر ایک معہ تخت و زیبائش کے ملے گا تو وہ اپنے اپنے تخت سے ملیں گے اور گفتگو کریں گے۔

" لَا یَمَسُّھُمْ فِیْھَا نَصَبٌ وَّمَا ھُمْ مِّنْھَا بِمُخْرَجِیْنَ۔ انہیں جنت میں کوئی تکلیف نہ پہنچے نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں"۔

نَصَب کے معنی تعب کے ہیں اور اس پر تنوین تنکیر ہے یعنی تعب یا کسی قسم کی بھی تکلیف

نہیں ہوگی۔

چنانچہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اِنَّ قُوَّۃَ الْوَاحِدِ مِنْھُمْ اَدْ بَعِیْنَ رَجُلًا مِّنْ رِجَالِ الدُّنْیَا۔ ایک جنتی میں دنیا کے چالیس آدمیوں کی طاقت ہوگی۔ اور وہ ہمیشہ اس نعمت سے متمتع رہیں۔

"نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ خبر دے دیجئے میرے بندوں کو کہ میں بخشنے والا مہربان ہوں اور بیشک میرا عذاب دردناک ہے"۔

یعنی میرے متقی بندوں کو خبر دو کہ میں بخشنے والا مہربان ہوں اور کافروں مشرکوں کے لیے میرا عذاب بھی دردناک ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ گنہگار متقی عن الکفر والشرک کے لیے غفور رحیم کی بشارت ہے اور کفار و مشرکین کے لیے المناک عذاب چنانچہ

اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ مَرْدَوَیْہِ مِنْ طَرِیْقِ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رِبَاحٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِطَّلَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَابِ وَنَحْنُ فِیْہِ بَنُوْ شَیْبَۃَ فَقَالَ اَلَا اَرَاکُمْ تَضْحَکُوْنَ ثُمَّ اَدْبَرَ حَتّٰی اِذَا کَانَ عِنْدَ الْحِجْرِ رَجَعَ اِلَیْنَا الْقَھْقَرٰی فَقَالَ اِنِّیْ لَمَّا خَرَجْتُ جَاءَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِمَ تُقَنِّطُ عِبَادِیْ نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ وَفِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی سَبْقِ الرَّحْمَۃِ۔

ایک صحابی اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں سے فرماتے ہیں کہ باب بنی شیبہ پر حضور جلوہ فرما ہوئے اور ہم سے فرمایا کیا میں تمہیں ہنستا خوش ہوتا نہیں دیکھتا پھر تشریف لے گئے حتی کہ جب ہم حجر اسود کے پاس تھے تو حضور واپس لوٹ کر تشریف لائے اور فرمایا میں جب جا رہا تھا تو جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور بولے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو کیوں مایوس کرتے ہو انہیں مطلع کردو کہ میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لیے ہوئے ہے غَلَبَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ۔

فَقَدْ اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَجَمَاعَۃٌ عَنْ قَتَادَۃَ اَنَّہٗ قَالَ فِی الْاٰیَۃِ بَلَغَنَا اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ یَعْلَمُ الْعَبْدُ قَدْرَ عَفْوِ اللّٰہِ تَعَالٰی لَمَا تَوَرَّعَ مِنْ حَرَامٍ وَلَوْ یَعْلَمُ قَدْرَ عَذَابِہٖ لَبَخَعَ نَفْسَہٗ۔

اس آیت کریمہ کے متعلق حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا اگر بندہ اللہ تعالےٰ کی بخشش اور رحمت کا اندازہ کرے تو تورع و تقویٰ ترک کر دے اور اگر شان عذاب جان لے تو تو اپنی جان ہلاک کر دے۔

اَخْرَجَ الشَّيْخَانِ وَغَيْرُهُمَا عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحٰنَهٗ خَلَقَ الرَّحْمَةَ يَوْمَ خَلَقَهَا مِائَةَ رَحْمَةٍ فَاَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ رَحْمَةً وَاَرْسَلَ فِيْ خَلْقِهٖ كُلِّهِمْ رَحْمَةً وَّاحِدَةً فَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ بِكُلِّ الَّذِيْ عِنْدَهٗ مِنَ رَحْمَةٍ لَمْ يَيْاَسْ مِنَ الرَّحْمَةِ وَلَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ بِكُلِّ الَّذِيْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الْعَذَابِ لَمْ يَاْمَنْ مِنَ النَّارِ۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے رحمت پیدا فرما کر اسے سو حصہ کیا اور اپنے پاس ننانوے حصے رحمت رکھی اور ایک حصہ رحمت کا تمام مخلوق کو دیا تو اگر کافر جان لے کہ اللہ تعالےٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو وہ ہرگز مایوس نہ ہو اور اگر مومن جان لے جتنا اس کے یہاں المناک عذاب ہے تو اپنے کو مامون من العذاب نہ سمجھے۔

اس بنا پر حضور نے ارشاد فرمایا اَلْاِيْمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ۔ ایمان امید و خوف کے مابین ہے ؎

واں نہ رحمت میں کمی یاں نہ گناہوں میں قصور
جتنی رحمت ہے بس اتنا ہی گنہگار ہوں میں

اب قصہ ضیف ابراہیم علیہ السلام کا دوبارہ تذکرہ مختصراً فرمایا گیا۔ اس کی تصریح ہم پہلے کر چکے ہیں۔ جو سورہ ابراہیم (علیہ السلام) میں بیان ہو چکا۔ یہاں اسے اجمالاً پھر دہرایا گیا ہے اور ارشاد ہوا۔

"وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ۔ اور خبر دو انہیں مہمان ابراہیم کی جب وہ داخل ہوئے ان پر تو بولے سلام ہے۔ فرمایا میں تم سے خائف ہوں۔ فرشتے بولے آپ خوف نہ کریں ہم آپ کو خوشخبری دیتے ہیں ایک علم والے صاحبزادے کی۔ فرمایا (ابراہیم نے) کیا ایسی حالت میں بشارت دیتے ہو کہ مجھے ضعیفی پیرانہ سالی آچکی ہے تو کس لیے ایسی بشارت دیتے ہو فرشتوں نے عرض کی ہم آپ کو حق بشارت دے رہے ہیں آپ ناامید نہ ہوں۔"

یعنی یہ مہمان فرشتے تھے آپ نے ان کے لیے دفت آنے اور ان کے آگے بھنی ران رکھی تو نہ

کھانے سے آپ کو خوف ہوا کہ یہ اجنبی کون ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت دی تو آپ کو اسباب ظاہری کے لحاظ سے تعجب ہوا اس لیے کہ آپ کی عمر مبارک ایک سو بیس برس تک پہنچ چکی تھی اور آپ کی زوجہ حضرت سارہ ننانوے سال کی ہوگئی تھیں تو آپ نے جو فرمایا اپنی اور بیوی کی پیرانہ سالی کے باعث فرمایا۔

مَسَّنِیَ الْکِبَرُ۔ مجھے بڑھاپا آگیا اب یہ بشارت کیسی ہے؟

تو فرشتوں نے یقین دلانے کی غرض سے عرض کیا بَشَّرْنٰکَ بِالْحَقِّ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ۔ یہ بشارت اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے آپ ناامید نہ ہوں قضاء الٰہی اس پر جاری ہو چکی ہے کہ آپ کے ایک صاحب زادہ ایسا ہو جس سے آپ کی ذریت پھیلے تو آپ نے فرمایا

" قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَۃِ رَبِّہٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ۔ فرمایا کون ہے جو رحمت الٰہی سے مایوس ہو مگر گمراہ لوگ"۔

اس لیے کہ اس کی رحمت سے ناامید تو کافر ہی ہے البتہ جو سنت الٰہیہ ہے اس کے لحاظ سے یہ بشارت تعجب خیز ہے پھر آپ نے فرمایا۔

"قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ اَیُّھَا الْمُرْسَلُوْنَ۔ تو فرمایا تمہارا یہاں آنے میں اور کیا کام ہے بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں مگر اولاد لوط ان سب کو ہم بچالیں گے مگر اس کی عورت کے لیے ہم مقرر کر چکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والی ہے"۔

یعنی آپ نے فرمایا اس بشارت کے علاوہ تمہارا اور کیا کام ہے انہوں نے عرض کیا ہم قوم لوط پر عذاب لائے ہیں اسے ہلاک کریں گے مگر ان کی اولاد جو ایماندار ہے اسے بچالیں گے اور ان کی کافرہ بیوی بھی اس عذاب میں ہلاک کی جائے گی۔

وَجِل۔ عربی میں اضطراب نفس کو کہتے ہیں جو کسی خوف کی بنا پر ہو۔

وَکَانَ الْعَادَۃُ اِنَّ الضَّیْفَ اِذَا لَمْ یَاْکُلْ مِمَّا یُقَدَّمُ لَہٗ ظَنُّوْا اَنَّہٗ لَمْ یَجِیْٔ بِخَیْرٍ۔

وہاں کی قوم میں یہ رواج تھا کہ جب مہمان پیش کیے ہوئے کھانے کو نہ کھائے تو سمجھتے تھے کہ یہ کسی خیر کے ماتحت نہیں آیا۔

اور انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچھڑا تلا ہوا پیش کیا تو انہوں نے نہیں کھایا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے فَلَمَّا رَآٰ اَیْدِیَھُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْہِ نَکِرَھُمْ وَاَوْجَسَ مِنْھُمْ خِیْفَۃً۔ اور ایسی بشارتیں ہو چکی ہیں کما قال فَنَادَتْہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ

بِیَحْیٰی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو بشارت ہوئی۔
اور حضرت مریم علیہا السلام کو لِاَھَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ فرمایا وغیرہ وغیرہ

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع۔ سورہ حجر پ ۱۴

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ — تو جب لوط کے گھر والوں میں بھیجے ہوئے (فرشتے) آئے۔

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ — کہا تم قوم بے گانہ ہو۔

قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ — بولے بلکہ ہم تو لائے ہیں تمہارے پاس وہ جس میں یہ شک کرتے ہیں۔

وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ — اور لائے ہیں ہم آپ کے پاس سچا حکم اور ہم بے شک سچے ہیں۔

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۝ — تو روانہ ہو جائیں آپ اپنے اہل کے ساتھ رات میں اور آپ سب کے پیچھے رہیں اور نہ دیکھے تم میں سے کوئی اور چلے جاؤ جہاں کا حکم ہے۔

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۝ — اور فیصلہ کر دیا ہم نے اس سے کام کا کہ صبح اس قوم کی جڑ کٹ جائے گی۔

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ — اور آئے بستی والے خوشیاں مناتے۔

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۝ — کہا لوط نے یہ میرے مہمان ہیں مجھے شرمندہ نہ کرو۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ۝ — اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔

قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ — بولے کیا ہم نے تمہیں منع نہ کیا تھا اوروں میں دخل دینے سے۔

قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ — فرمایا یہ میری قوم کی لڑکیاں ہیں اگر تم کرنا چاہو۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ — آپ کی جان کی قسم (اے محبوب) وہ بے شک اپنے نشہ میں اندھے ہوئے

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝	تو پکڑا انہیں ایک چنگھاڑ نے صبح ہوتے۔
فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝	تو کیا ہم نے اس بستی کا بلند نیچے اور برسایا ہم نے ان پر کنکروں کا مینہ۔
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝	بیشک اس میں نشانیاں ہیں اہل فراست کیلئے۔
وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝	اور بیشک وہ بستی اس راہ پہ ہے جو اب تک چلتی ہے۔
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝	بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔
وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۝	اور بے شک تھے جھاڑی والے ظالم۔
فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝	تو ہم نے بدلہ لیا ان سے اور بے شک یہ بستیاں کھلے راہ ہیں۔

حلِّ لغات پانچواں رکوع سورہ حجر پ ۱۴

فَلَمَّا۔ پھر جب	جَاءَ۔ آئے	اٰلَ۔ آل	لُوْطٍ۔ لوط کے پاس
الْمُرْسَلُوْنَ۔ بھیجے ہوئے	قَالَ۔ فرمایا	اِنَّكُمْ۔ تم	قَوْمٌ۔ قوم ہو
مُّنْكَرُوْنَ۔ بیگانہ	قَالُوْا۔ بولے	بَلْ۔ بلکہ	جِئْنٰكَ۔ لائے ہیں ہم
تیرے پاس	بِمَا۔ جو	كَانُوْا۔ تھے وہ	فِيْهِ۔ اس میں
يَمْتَرُوْنَ۔ شک کرتے	وَ۔ اور	اَتَيْنٰكَ۔ اور آئے ہم تیرے پاس	
بِالْحَقِّ۔ حق لے کر	وَاِنَّا۔ اور ہم یقیناً	لَصٰدِقُوْنَ۔ بے شک سچے ہیں	
فَاَسْرِ۔ پھر لے جا	بِاَهْلِكَ۔ اپنے گھر والوں کو	بِقِطْعٍ۔ ایک ٹکڑے سے	مِّنَ الَّيْلِ۔ رات میں
وَاتَّبِعْ۔ اور پیچھے رہ	اَدْبَارَهُمْ۔ ان کے	وَلَا۔ اور نہ	يَلْتَفِتْ۔ پیچھے پھر کر
دیکھے۔	مِنْكُمْ۔ تم میں سے	اَحَدٌ۔ کوئی	وَّامْضُوْا۔ اور چلے جاؤ
حَيْثُ۔ جہاں	تُؤْمَرُوْنَ۔ حکم دیے جاتے ہو تم		وَقَضَيْنَا۔ اور فیصلہ کیا
اِلَيْهِ۔ اس کی طرف	ذٰلِكَ۔ اس	الْاَمْرَ۔ بات کا	اَنَّ۔ کہ بیشک

دَابِرَ۔ جڑ　هٰٓؤُلَآءِ۔ ان کی　مَقۡطُوۡعٌ۔ کاٹی جائے گی　مُّصۡبِحِيۡنَ۔ صبح کے وقت
وَجَآءَ۔ اور آئے　اَهۡلُ۔ رہنے والے　الۡمَدِيۡنَةِ۔ شہر کے　يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ۔ خوش ہو کر
قَالَ۔ فرمایا　اِنَّ۔ بے شک　هٰٓؤُلَآءِ۔ یہ لوگ　ضَيۡفِىۡ۔ میرے مہمان ہیں
فَلَا۔ تو نہ　تَفۡضَحُوۡنِ۔ ذلیل کرو تم مجھے۔　وَاتَّقُوا۔ اور ڈرو
اللّٰهَ۔ اللہ سے　وَلَا۔ اور نہ　تُخۡزُوۡنِ۔ رسوا کرو مجھے　قَالُوۡا۔ بولے
اَوَلَمۡ۔ کیا نہیں　نَنۡهَكَ۔ روکا ہم نے تجھے　عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ۔ دوسرے لوگوں سے
قَالَ۔ فرمایا　هٰٓؤُلَآءِ۔ یہ　بَنٰتِىۡۤ۔ میری بیٹیاں ہیں　اِنۡ۔ اگر
كُنۡتُمۡ۔ ہو تم　فٰعِلِيۡنَ۔ کرنے والے　لَعَمۡرُكَ۔ تیری زندگی کی قسم
اِنَّهُمۡ۔ یقیناً وہ　لَفِىۡ۔ بیچ　سَكۡرَتِهِمۡ۔ اپنی مستی کے　يَعۡمَهُوۡنَ۔ اندھے ہیں
فَاَخَذَتۡهُمُ۔ پھر پکڑ لیا ان کو　الصَّيۡحَةُ۔ چنگھاڑ نے　مُشۡرِقِيۡنَ۔ صبح ہوتے
فَجَعَلۡنَا۔ پھر بنایا ہم نے　عَالِيَهَا۔ اس کے اوپر کو　سَافِلَهَا۔ اس کا نچلا　وَاَمۡطَرۡنَا۔ اور بارش برسائی ہم نے
عَلَيۡهِمۡ۔ ان پر　حِجَارَةً۔ پتھر　مِّنۡ سِجِّيۡلٍ۔ کنکریوں کے　اِنَّ۔ بیشک
فِىۡ ذٰ لِكَ۔ اس میں　لَاٰيٰتٍ۔ البتہ نشانی ہے　لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ۔ ایمان والوں کے لیے
وَاِنۡ۔ اور بیشک　كَانَ۔ تھے　اَصۡحٰبُ الۡاَيۡكَةِ۔ جھاڑی والے
لَظٰلِمِيۡنَ۔ یقیناً ظالم　فَانۡتَقَمۡنَا۔ تو ہم نے بدلہ لیا ان سے　مِنۡهُمۡ۔ ان سے
وَاِنَّهُمَا۔ اور بیشک وہ دونوں　لَبِاِمَامٍ۔ راہ　مُّبِيۡنٍ۔ کھلی پر ہیں

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورہ حجر پ ۱۴

"فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوۡطِ ۨالۡمُرۡسَلُوۡنَ۔ تو جب آئے لوط کے گھر والوں میں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے"
یہ فرشتے خوبصورت نوجوان لڑکوں کی شکل میں متمثل ہو کر آئے۔ لوط علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر خطرہ محسوس فرمایا کہ قوم بدعادت اور بد خصلت ہے ان کے حسن کی طرف اگر ان کا میلان ہوا تو میں انہیں کیسے روک سکوں گا تو آپ نے فرمایا۔

"قَالَ اِنَّكُمۡ قَوۡمٌ مُّنۡكَرُوۡنَ۔ کہا تم بیگانی قوم سے ہو۔"
نہ تو میں تمہیں اس ملک کا باشندہ جانتا ہوں اور نہ مسافر سمجھ سکتا ہوں اس لیے کہ تم میں مسافروں

صَیْحَہ۔ عربی میں ابن منذر اور ابن جریج کے نزدیک مثل صاعقہ آواز کو کہتے ہیں یا پھر اس آواز کو جس سے قوم ہلاک ہو جائے۔ اردو میں اس کو چنگھاڑ کہہ سکتے ہیں۔

" قَالُوْا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ" کا مفہوم آلوسی فرماتے ہیں اَیْ عَنْ اِجَارَةِ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَحَيْلُوْلَتِكَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ۔ جس کا خلاصہ وہی ہے جو ہم لکھ چکے ہیں۔

" قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْ۔" يَعْنِيْ نِسَاءَ الْقَوْمِ یعنی قوم کی لڑکیاں اور اس پر سورۂ ہود میں مفصل بیان ہو چکا۔

"لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ۔" قَسَمٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِعُمْرِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَلٰى مَا عَلَيْهِ جُمْهُوْرُ الْمُفَسِّرِيْنَ۔

وَاَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّلَائِلِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ وَغَيْرُهُمْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا ذَرَأَ وَمَا بَرَأَ اَكْرَمَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا سَمِعْتُ اللّٰهَ سُبْحٰنَهٗ قَسَمَ بِحَيَاةِ اَحَدٍ غَيْرِهٖ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالے نے کوئی جان پیدا ہی نہ فرمائی حضور سے اکرم و اعلیٰ اور ہم نے اللہ تعالے کی طرف سے سوا حضور کے کسی کی حیات کی قسم نہ سنی۔

اور بعض نے جو اقوال اس کے علاوہ کہے ہیں ان کا آلوسی نے خود ہی رد فرما دیا ہے

وَقِيْلَ هُوَ الْقَسَمُ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بِعُمْرِ لُوْطٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ مَعَ مُخَالَفَتِهٖ لِمَا نُوْرِدُ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قسم ملائکہ نے عمر لوط علیہ السلام کی لی۔ مگر یہ مخالف ماثور ہے وغیرہ۔ اور "لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ۔" کے معنی ابن عباس نے لِلنَّاظِرِيْنَ فرمائے۔

وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِلْمُتَفَرِّسِيْنَ۔ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ نے معنی اہل فراست کیے ہیں۔

مجاہد نے لِلْمُعْتَبِرِيْنَ فرمائے یعنی عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے۔

وَذَكَرُوْا اَنَّ اَصْلَهُ التَّثَبُّتُ وَالتَّفَكُّرُ مَاخُوْذٌ مِّنَ الْوَسْمِ وَهُوَ التَّاَثِيْرُ بِحَدِيْدَةٍ مُّحْمَاةٍ فِيْ جِلْدِ الْبَعِيْرِ۔ تثبت و تفکر یہ وسم سے ماخوذ ہے اور وہ لوہا گرم کر کے اونٹ پر نشان لگانے کو کہتے ہیں۔ تو یہاں بھی وہ علامت خاص مہلکین مجرمین کی سب کے لیے ہے۔

"لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ"۔ اَیْ طَرِيْقٍ ثَابِتٍ يَسْلُكُهُ النَّاسُ وَيَرَوْنَ اٰثَارَهَا۔ وہ ہلاک شدگان کے کھنڈر شاہراہ پر ہیں کہ وہاں سے گذرنے والے ان کا حال دیکھ سکیں۔

"وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ لَظٰلِمِیْنَ"۔ اصحاب ایکہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو فرمایا گیا ہے اور ایکہ اصل میں درخت کو کہتے ہیں جو جھاڑی کی شکل میں ہو۔

بعض نے بیری کی جھاڑی فرمائی ۔

" وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ"۔ اور وہ دونوں یعنی قوم لوط اور قوم شعیب علیہما السلام بطریق واضح راستہ میں رہگذر عام پر ہلاک شدہ موجود ہیں۔

با محاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۂ حجر۔ پ۱۴

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ — اور بے شک جھٹلایا حجر والوں نے رسولوں کو۔

وَاٰتَیْنٰهُمْ اٰیٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ۝ — اور ہم نے دیں انہیں اپنی نشانیاں تو وہ ان سے منہ پھیرنے والے ہوئے۔

وَكَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا اٰمِنِیْنَ ۝ — اور وہ تراشتے تھے پہاڑوں میں گھر بے خوف۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُصْبِحِیْنَ ۝ — تو انہیں پکڑا صیحہ نے صبح ہوتے۔

فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ — تو نہ مستغنی کر سکی ان کی محنت۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ۝ — اور ہم نے نہیں پیدا کیا آسمان و زمین اور جو کچھ اس میں ہے مگر حق کے ساتھ اور بے شک قیامت آنے والی ہے تو تم درگذر کرو اچھی طرح۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝ — بے شک تمہارا رب ہی پیدا کرنے والا جاننے والا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ۝ — اور بے دیں ہم نے تمہیں سات آیتوں والی جو دہرائی جاتی ہے اور قرآن عظمت والا۔

لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ — اور نہ دراز کرو اپنی آنکھ اس طرف جو ہم نے برتنے کو جوڑوں میں سے دی اور غم نہ کرو اور جھکا لو اپنے بازو ایمان والوں کے لیے۔

وَقُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ۝ — اور فرما دو میں ہوں کھلا ڈر انے والا اس عذاب سے (

كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ ۝ — جیسا ہم نے نازل کیا بانٹنے والوں پر۔

اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَسْــَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ | جنہوں نے کلام الٰہی کے تکے بوٹی کر دیے۔ تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور پوچھیں گے ان سب کو۔

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ | جو کچھ وہ کرتے تھے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ | تو دو ٹوک سنا دو جس کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے اعراض کرو۔

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ | بے شک ہم کافی ہیں ان مسخروں سے۔

الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ | وہ جو اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ٹھہراتے ہیں تو جلدی جان لیں گے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝ | اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی طرف سے دل تنگ ہیں جو وہ بکواس کرتے ہیں۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ | تو تسبیح کرو اپنے رب کی اور ہو جاؤ سجدہ والے

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ | اور اللہ کی عبادت کرو مرتے دم تک۔

حلِ لغات چھٹا رکوع۔ سورۂ حجر۔ پ۱۴

وَلَقَدْ۔ اور بے شک	كَذَّبَ۔ جھٹلایا	اَصْحٰبُ۔ اصحاب	الْحِجْرِ۔ حجر نے
الْمُرْسَلِيْنَ۔ پیغمبروں کو	وَاٰتَيْنٰهُمْ۔ اور دیں ہم نے انکو	اٰيٰتِنَا۔ اپنی نشانیاں	فَكَانُوْا۔ پھر تھے وہ
عَنْهَا۔ اس سے	مُعْرِضِيْنَ۔ منہ پھیرنے والے	وَكَانُوْا۔ اور تھے وہ	يَنْحِتُوْنَ۔ کھودتے
مِنَ الْجِبَالِ۔ پہاڑوں سے	بُيُوْتًا۔ گھر	اٰمِنِيْنَ۔ بے خوف	فَاَخَذَتْهُمُ۔ تو پکڑا ان کو
الصَّيْحَةُ۔ چنگھاڑ نے	مُصْبِحِيْنَ۔ صبح ہوتے	فَمَا۔ تو نہ	اَغْنٰى۔ کفایت کی
عَنْهُمْ۔ ان سے	مَّا۔ جو	كَانُوْا۔ تھے وہ	يَكْسِبُوْنَ۔ کماتے
وَمَا۔ اور نہیں	خَلَقْنَا۔ پیدا کیا ہم نے	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کو	وَالْاَرْضَ۔ اور زمین کو
وَمَا۔ اور جو	بَيْنَهُمَا۔ ان کے درمیان ہے	اِلَّا۔ مگر	بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ
وَاِنَّ۔ اور بیشک	السَّاعَةَ۔ قیامت	لَاٰتِيَةٌ۔ آنے والی ہے	فَاصْفَحِ۔ تو درگزر کر

اَلصَّفْحَ ۔ درگزر کرنا   اَلْجَمِیْلَ ۔ اچھا   اِنَّ ۔ بے شک   رَبَّكَ ۔ تیرا رب
هُوَ ۔ وہی ہے   اَلْخَلّٰقُ ۔ پیدا کرنے والا   اَلْعَلِیْمُ ۔ جاننے والا   وَلَقَدْ ۔ اور بیشک
اٰتَیْنٰكَ ۔ دیں ہم نے تجھ کو   سَبْعًا ۔ سات آیتیں   مِّنَ الْمَثَانِیْ ۔ بار بار پڑھی
جانے والیں   وَالْقُرْاٰنَ ۔ اور قرآن   الْعَظِیْمَ ۔ باعظمت   لَا تَمُدَّنَّ ۔ نہ دراز کر
عَیْنَیْكَ ۔ اپنی آنکھیں   اِلٰی ۔ طرف   مَا ۔ اسکی   مَتَّعْنَا ۔ جو فائدہ دیا ہم نے
بِہٖ ۔ اس کا   اَزْوَاجًا ۔ جوڑے جوڑے   مِّنْهُمْ ۔ ان میں سے   وَلَا ۔ اور نہ
تَحْزَنْ ۔ غم نہ کھا   عَلَیْهِمْ ۔ ان پر   وَاخْفِضْ ۔ اور جھکا دے   جَنَاحَكَ ۔ اپنے بازو
لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۔ ایمان والوں کے لیے   وَقُلْ ۔ اور کہہ   اِنِّیْ ۔ بے شک میں
اَنَا ۔ میں ہی ہوں   النَّذِیْرُ ۔ ڈرانے والا   الْمُبِیْنُ ۔ ظاہر   كَمَا ۔ جس طرح
اَنْزَلْنَا ۔ ہم نے اتارا   عَلَی ۔ اوپر   الْمُقْتَسِمِیْنَ ۔ تقسیم کرنے والوں کے
الَّذِیْنَ ۔ وہ جنھوں نے   جَعَلُوْا ۔ بنایا   الْقُرْاٰنَ ۔ قرآن کو   عِضِیْنَ ۔ ٹکڑے
فَوَرَبِّكَ ۔ سو تیرے رب کی قسم   لَنَسْئَلَنَّهُمْ ۔ ہم ضرور پوچھیں گے ان سے
اَجْمَعِیْنَ ۔ سب سے   عَمَّا ۔ اس سے   كَانُوْا ۔ جو تھے   یَعْمَلُوْنَ ۔ وہ کماتے
فَاصْدَعْ ۔ سو تو کر   بِمَا ۔ جو   تُؤْمَرُ ۔ حکم دیا جاتا ہے تو   وَاَعْرِضْ ۔ اور منہ پھیرلے
عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۔ مشرکوں سے   اِنَّا ۔ بیشک ہم   كَفَیْنٰكَ ۔ کفایت کریں
گے تجھے   الْمُسْتَهْزِءِیْنَ ۔ ٹھٹھا کرنے والوں سے   الَّذِیْنَ ۔ وہ جو
یَجْعَلُوْنَ ۔ بناتے ہیں   مَعَ ۔ ساتھ   اللّٰهِ ۔ اللہ کے   اِلٰهًا ۔ معبود
اٰخَرَ ۔ دوسرا   فَسَوْفَ ۔ تو جلدی   یَعْلَمُوْنَ ۔ جانیں گے   وَلَقَدْ ۔ اور بے شک
نَعْلَمُ ۔ جانتے ہیں ہم   اَنَّكَ ۔ کہ تیرا   یَضِیْقُ ۔ تنگ ہوتا ہے   صَدْرُكَ ۔ سینہ
بِمَا ۔ اس سے جو   یَقُوْلُوْنَ ۔ کہتے ہیں   فَسَبِّحْ ۔ سو تسبیح بیان کر   بِحَمْدِ ۔ ساتھ حمد
رَبِّكَ ۔ رب اپنے کے   وَكُنْ ۔ اور ہو   مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ۔ سجدہ کرنے والوں سے
وَاعْبُدْ ۔ اور عبادت کر   رَبَّكَ ۔ اپنے رب کی   حَتّٰی ۔ یہاں تک کہ   یَاْتِیَكَ ۔ آئے تیرے پاس
الْیَقِیْنُ ۔ یقین (موت)

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع۔ سورہ حجر۔ پ ۱۴

"وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ۔ اور بے شک حجر والوں نے جھٹلایا رسولوں کو اور ہم نے انہیں نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرے رہے اور وہ تراشتے تھے پہاڑوں سے گھر بے خوف تو انہیں صبحہ نے پکڑ لیا صبح ہوتے اور انہیں ان کی محنت مستغنی نہ کر سکی"۔

حجر ایک وادی ہے مدینہ منورہ اور شام کے مابین اس میں قوم ثمود رہتی تھی انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی اور چونکہ ایک نبی کی تکذیب تمام انبیاء کرام کی تکذیب ہے اس لیے مرسلین کی تکذیب فرمادیا گیا اس لیے کہ ہر نبی تمام نبیوں پر ایمان لانے کی دعوت دیتا رہا ہے انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے پہاڑ کی چٹان سے ناقہ ظاہر ہونا طلب کیا تھا جو بہت سے عجائب پر مشتمل تھا۔

مثلاً اس کا عظیم الجثہ ہونا۔ پیدا ہوتے ہی بچہ جننا۔ کثرت سے دودھ دینا بلکہ اتنا دودھ دینا کہ تمام قوم ثمود کو کافی تھا۔ یہ معجزہ حضرت صالح علیہ السلام سے ظاہر ہوا اور قوم ثمود کے لیے اللہ تعالے کی نشانیوں میں تھا۔ لیکن وہ ایمان نہ لائے۔

اس کا مفصل حال سورۂ شمس میں آئے گا اور اعراف میں گذر چکا۔

آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ حَيْثُ كَذَّبُوْا رَسُوْلَهُمْ صَالِحًا عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِنَّ مَنْ كَذَّبَ وَاحِدًا مِّنْ رُّسُلِ اللّٰهِ سُبْحٰنَهٗ فَكَاَنَّمَا كَذَّبَ الْجَمِيْعَ لِاِتِّفَاقِ كَلِمَتِهِمْ عَلَى التَّوْحِيْدِ وَالْاُصُوْلِ الَّتِيْ لَا تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْاُمَمِ۔ اس کا مفہوم بھی وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے۔

وَالْحِجْرُ وَادٍ بَيْنَ الْحِجَازِ وَالشَّامِ كَانُوْا يَسْكُنُوْنَهٗ۔ جو ایک جنگل ہے مابین حجاز اور شام میں یہ قوم آباد تھی۔

وَقَدْ نَهٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهٗ كَمَا فِيْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ مِنَ الدُّخُوْلِ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنُوْا بَاكِيْنَ حَذَرًا اَنْ يُّصِيْبَهُمْ مِّثْلُ مَا اَصَابَهُمْ۔

حضور نے اپنے صحابہ کو منع فرمایا کہ اس ہلاک شدہ قوم پر نہ جاؤ اور اگر جاؤ تو غضب الٰہی سے ڈرتے روتے جاؤ تاکہ جو ان پر گذری تم اس سے محفوظ رہو کما فی صحیح البخاری۔

وَجَاءَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّاسَ عَامَ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اِسْتَقَوْا مِنْ مِيَاهِ

الْاٰبَارِ الَّتِیْ کَانَتْ تَشْرَبُ مِنْهَا ثَمُوْدُ وَ عَجَنُوْا مِنْهَا وَنَصَبُوا الْقُدُوْرَ بِاللَّحْمِ فَاَمَرَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاِهْرَاقِ الْقُدُوْرِ وَاَنْ یَعْلِفُوا الْاِبِلَ الْعَجِیْنَ وَاَمَرَهُمْ اَنْ یَسْتَقُوْا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِیْ کَانَتْ تَرِدُ لَهَا النَّاقَةُ۔

لوگ غزوۂ تبوک کے سال انہیں کنوؤں سے پانی لینے لگے جس سے قوم ثمود پانی پیتی تھی تو ان لوگوں نے اس سے پانی لے کر آٹا گوندھا اور ہانڈیاں پکائیں جن میں گوشت تھا تو حضور نے وہ گوشت پھینکنے کا حکم دیا اور آٹا اونٹوں کو کھلا دینے کی ہدایت فرمائی اور اونٹ جہاں سے پانی پیتے تھے وہ پانی استعمال کرنے کا حکم دیا (روح المعانی)

بعض روایتوں میں ہے کہ ناقہ کے اندر سے پانچ معجزے ظاہر ہوئے۔ چٹان سے اس کا نکلنا اور فوراً بچہ دینا۔ اور اس کا عظیم الجثہ ہونا کہ اس کے مشابہ کوئی ناقہ ہی نہ تھا۔ اور اتنا دودھ دینا کہ تمام قوم کو مکتفی ہو۔

وَاٰتَیْنٰهُمْ اٰیٰتِنَا میں اس کی طرف اشارہ فرمایا گیا اگرچہ اس کے علاوہ اور بھی معجزات تھے لیکن ذکر نہ کرنا ہمارے لیے مضر نہیں اس لیے اجمالاً بیان کر دینے میں اتنا ہی کافی ہے پھر فرمایا۔

"فَکَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ"۔ قوم نے خود ہی یہ معجزہ طلب کیا اور پھر خود ہی اس سے منحرف ہوئے اور اپنی حفاظت کے لیئے۔

"وَکَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا اٰمِنِیْنَ"۔ پہاڑوں میں اپنے لیے مکان تراشتے تاکہ عذاب سے مامون رہیں اس پر چند قول ہیں۔

(۱) یہ مکان نزول عذاب سے محفوظ و مامون رہنے کے لیے انہوں نے بنائے۔

(۲) موت سے بچنے کے لیے انہوں نے ایسا کیا۔

(۳) مکان منہدم ہونے کے خوف سے اور چوروں کی نقب زنی کے خطرہ سے بچنے کو ایسا کیا۔

(۴) ابن عطیہ کہتے ہیں صحیح یہ ہے جو مجھے ظاہر ہوا کہ وہ انجام آخرت سے محفوظ رہنے کے لیے یہ سب کچھ کرتے تھے۔

تو ان پر عذاب ہی ایسا آیا کہ کہیں بھی انہیں پناہ نہ ملی چنانچہ ارشاد ہے۔

"فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُصْبِحِیْنَ"۔ تو انہیں پکڑ لیا صیحہ نے صبح کے وقت اور صیحہ اور رجفہ مترادف المعنی ہے سورہ اعراف میں فاخذتھم الرجفۃ آیا ہے۔

اور حاصل مفہوم یہ ہے کہ صیحہ دن میں ہوا رات میں نہیں تو اس چنگھاڑ یا صاعقہ سے۔

"فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" وہ مستغنی نہ ہو سکے جو کچھ انہوں نے کیا تھا یعنی پہاڑ تراش کر مکان بنانا اس میں محفوظ رہنا سب بیکار گیا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں میں ہے عبث مگر حق طریقہ پر اور بیشک قیامت آنے والی ہے تو تم اے محبوب اچھی طرح درگزر فرمائیں۔ بیشک تمہارا رب ہی بڑا خالق اور علم والا ہے۔

یعنی جو کچھ ہم نے پیدا کیا ہے وہ ملتبس بہ حق ہے اور باحکمت ہے اور اسی حکمت کے مقتضیات سے یہ قوموں کی ہلاکت بھی ہے۔ اس کے علاوہ قیامت آئے گی اور ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا و سزا ملے گی۔ اس میں حضور کو تسلی کے لیے فرمایا کہ اے محبوب آپ مخالفین کی ایذاؤں پر صبر و تحمل فرمائیں۔

(نوٹ) مضمون آیۂ کریمہ ناسخ قتال نہیں ہے اور صبر و تحمل کی ہدایت سے یہ صبر و تحمل کا حکم بھی منسوخ نہیں۔

بلکہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں اور منصب مصطفی کی بلندی دکھاتے ہیں وہو ہذا۔

وَفَسَّرَ الرَّاغِبُ الصَّفْحَ بِتَرْكِ التَّثْرِيْبِ ۔ صفح عربی میں کسی کو کسی فعل پر ملامت کرنے سے رکنے کو کہتے ہیں۔

وَذَكَرَ اَنَّهٗ اَبْلَغُ مِنَ الْعَفْوِ وَفِيْ اَمْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَادِرٌ عَلَى الْاِنْتِقَامِ مِنْهُمْ فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ اَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَحَمَّلْ اَذِيَّتَهُمْ وَلَا تَعْجَلْ بِالْاِنْتِقَامِ مِنْهُمْ وَعَامِلْهُمْ مُعَامَلَةَ الصَّفُوْحِ الْحَلِيْمِ ۔ وَحَاصِلُ ذٰلِكَ اَمْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمُخَالَقَتِهِمْ بِخُلُقٍ مَّرْضِيٍّ وَحِلْمٍ وَتَاَنٍّ بِاَنْ يُّنْذِرَهُمْ وَيَدْعُوَهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى قَبْلَ الْقِتَالِ ثُمَّ يُقَاتِلَهُمْ وَعَلٰى هٰذَا فَالْاٰيَةُ غَيْرُ مَنْسُوْخَةٍ ۔

صفح۔ عفو کا بلند درجہ ہے اور حضور سیدنا صلے اللہ علیہ وسلم کو فاصفح الصفح الجمیل کے ساتھ جو حکم ہوا وہ اس بنا پر کہ حضور کو ان سے انتقام لینے کی قدرت حاصل تھی تو گویا یہ فرمایا گیا کہ اے محبوب ان سے چشم پوشی فرمائیں اور ان کی ایذا کا تحمل کرو اور انتقام لینے میں عجلت نہ فرمائیں بلکہ ان سے ایسا برتاؤ رکھیں جیسے ایک حلیم چشم پوشی کرنے والا برتاؤ کرتا ہے۔

تو خلاصہ مضمون یہ ہوا کہ حضور کے ساتھ مشرکین کی مخالفتیں جو تھیں ان کا جواب خلق پسندیدہ اور بردباری سے دیں تاکہ انہیں انذار و تنذیر بھی ہو اور آپ کی دعا بھی جہاد و قتال سے قبل ان کی ہدایت کے لیے ہو۔ اس کے بعد پھر جہاد و مقاتلہ ہو۔

اسی بنا پر یہ آیۂ کریمہ منسوخ بہ آیات القتال نہیں ہوئی۔ اگرچہ ابن عباس۔ قتادہ۔ مجاہد۔ ضحاک کہتے ہیں کہ انہا منسوخۃ بِاٰیۃِ السَّیفِ۔ یہ منسوخ بہ آیات السیف ہے۔ بہرحال حضور کے صاحب خلق عظیم ہونے کے ساتھ پہلا مضمون مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

"وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ اور بے شک دی ہم نے آپ کو سات آیتیں جو دہرائی جائیں اور قرآن عظمت والا۔"

یعنی سبع مثانی الحمد شریف کا نام بھی ہے۔ اور یہ نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے اور بخاری مسلم میں اس سے مراد الحمد شریف ہی ہے۔

اور اس کے تقریباً سترہ نام احادیث میں ملتے ہیں وہ یہ ہیں۔

سورۃ الحمد[1]۔ اس لیے کہ اس کی ابتداء حمد سے ہے۔

سورۃ الشکر[2]۔ اس لیے کہ حمد بنیاد شکر ہے جس نے حمد کا طریقہ جان لیا اسے قواعد شکر بھی آ گئے۔

سورۃ الکنز[3]:۔ حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا نَزَلَتْ سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ۔ یہ سورہ مبارکہ اس خزانہ سے نازل ہوئی جو کنز عرش سے ہے۔ اس بنا پر اس کا نام سورۃ الکنز ہو گیا۔

سورۃ المناجات[4]:۔ اس لیے کہ بندہ اس کے ذریعہ بارگاہ متعال میں مناجات کرتا ہے۔

سورۃ التفویض[5]:۔ بندہ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کہہ کر اپنے تمام امور اپنے رب کے سپرد کر دیتا ہے جیسا کہ حضور نے فرمایا اَللّٰهُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ وَلَا تَكِلْنِیْ عَلٰی اِخْتِیَارِیْ

سورۃ الفاتحہ[6]:۔ پنجگانہ صلوۃ مفروضہ اور نافلہ میں ابتداء اسی سورۃ مبارکہ سے ہوتی ہے۔

سورۃ الوافیہ[7]:۔ اس کا پڑھنے والا کافی و وافی اجر پاتا ہے۔

سورۃ الشافیہ[8]:۔ حضور نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ شِفَاءٌ لِّكُلِّ دَاءٍ اور فرمایا فَاتِحَۃُ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ۔ الحمد تمام امراض کے لیے شفاء ہے۔ اسی بنا پر اس کا نام شافیہ ہے۔

سورۃ الرقیہ[9]:۔ رقیہ کہتے ہیں منتر پڑھ کر دم کرنے کو جس سے مریض کا مرض دفع ہوتا ہے۔ ایک صحابی نے مرگی والے پر یہ سورہ مبارکہ پڑھ کر دم کیا وہ شفایاب ہو گیا۔

ایک صحابی نے حالت سفر میں مارگزیدہ کے لیے پانی پڑھ کر دم کیا اور پلایا وہ شفا پا گیا۔

سورۃ الاساس[10]:۔ نماز کی بنیاد اسی سورۃ پر ہے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْكِتَابِ بنا بریں اسے سورۃ الاساس فرمایا۔

سورۃ الصلوٰۃ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جان مزکی سید الطیبہ علیہ التحیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے مابین تقسیم کیا ہے۔

جب بندہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے تو اللہ تعالے ملائکہ سے فرماتا ہے میرے بندے نے مجھے یاد کیا۔

جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالے فرماتا ہے میرا بندہ میری خوبیاں بیان کر رہا ہے۔

جب اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے تو ارشاد باری ہوتا ہے میرے بندے نے میری عظمت بیان کی ہے۔

جب مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہتا ہے ارشاد ہوتا ہے اب یہ میری ملکیت تام ظاہر کر رہا ہے۔

جب اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے یہ قول میرے اور بندے کے مابین مشترک ہے۔ عبادت میرا حق ہے اور استعانت بندہ کا حق ہے اس نے ایاک نعبد کہہ کر میرا حق ادا کیا اور ایاک نستعین کہہ کر اپنا حق مجھ سے طلب کیا۔

جب بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ تو حضرت جلت مجدہ فرماتا ہے یہ مضمون تمام بندے کے حق میں ہے۔

میں اس کا مطالبہ پورا کروں گا۔ سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ مغضوب علیہم سے بچاؤں گا۔ گمراہی سے محفوظ رکھوں گا۔

بنابرایں اس سورۂ مبارکہ کا نام سورۃ الصلوٰۃ ہوا۔

سورۃ سبع مثانی: چونکہ اس سورۂ مبارکہ میں سات آیت ہیں بنابرایں سبعہ ہوئی اور مثانی اس لیے کہ فرائض و نوافل میں اس کا پڑھنا واجب ہے فرضوں میں ابتدائی دو رکعتوں میں پڑھنا واجب ہے۔ مقتدی ہو تو اس کا حکم آگے آرہا ہے اور منفرد پر واجب ہے یوں یہ سبع مثانی کہی گئی۔

بعض نے فرمایا رب جل وعلا کی راہ کے سات راستہ ہیں اور ہر راستہ کے دروازے کی کنجی الحمد ہے۔ ہر آیت ہر اک دروازہ کی کنجی ہے۔

جب مصلی اس سورۂ مبارکہ کو پڑھ لیتا ہے تو ساتوں راستہ کے دروازے کھل جاتے ہیں وہ سات دروازے یہ ہیں۔

باب[1] ذکر۔ باب[2] شکر۔ باب[3] رجا۔ باب[4] خوف۔ باب[5] اخلاص۔ باب[6] دعا۔ باب[7] انس۔

سورۃ[13] قرآن عظیم:۔ اس لیے اس کا نام ہے کہ سب سے اول یہ سورت قرآن کریم میں آتی ہے اور اس سورۃ مبارکہ کا اجر عظیم ہے۔

سورۃ[14] تعلیم المسئلہ:۔ اس لیے اس کا نام ہے کہ اس میں اللہ تعالےٰ نے بندے کو سوال کرنے کے آداب بتلائے ہیں۔

سورۃ[15] کافیہ:۔ اس لیے نام ہے کہ اس سورۃ مبارکہ کی قراءت اجر میں تمام قرآن پاک کے برابر ہے۔ اور نماز کی قراءت میں کافی ہے۔

سورۃ[16] ام الکتاب:۔ اس لیے فرمایا کہ تمام قرآن کریم اس سورۃ مبارکہ میں ہے جیسے تمام انسان بطن اُمّ میں ہوتا ہے۔

سورۃ[17] ام القرآن:۔ بھی اس کا نام مذکورہ وجہ سے ہوا۔

سورۃ[18] الرحمۃ:۔ یہ سورۃ مجمعہٗ رحمت اس وجہ میں ہے کہ اس میں وہ سات حروف نہیں جو سات عذابوں کے لیے بیان ہوئے یعنی

ث۔ جیم۔ خا۔ زا۔ شین۔ ظا۔ فا۔

(۱) ث:۔ سے عذاب ثبور ہے یعنی ہلاکت

(۲) ج:۔ سے جحیم ہے۔

(۳) خ:۔ سے خزی یعنی ہر طرح کا خسران۔

(۴) ز:۔ سے زفیر جو آواز اعلیٰ جہنم ہے یا زقوم جو اہل جہنم کی غذا ہے۔

(۵) ش:۔ سے مراد شہیق اہل نار ہے جیسا کہ ارشاد ہے لہم فیہا زفیر و شہیق

(۶) ظ:۔ سے مراد لظٰی ہے کہ طبقہ جہنم کا نام ہے۔

(۷) ف:۔ سے مراد فراق کہ ہر جہنمی علیحدہ علیحدہ قید تنہائی میں ہو۔

مختصر فضائل سورۃ مبارکہ

جو شخص اس سورت مبارکہ کو بخشوع و خضوع تلاوت کرتا ہے وہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے ساتوں قسم کے عذاب سے محفوظ و مصئون رہتا ہے۔

انسان میں تین چیزیں ایسی ہیں کہ شیطان ان کی مدد سے انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔

اول:۔ شہوت کہ اس کی وجہ سے ہر ظلم اس کے لیے جرم محسوس نہیں ہوتا۔

دوم غضب :۔ کہ اس کی وجہ سے وہ غیر پر ظلم روا سمجھتا ہے۔
سوم حرص :۔ اس کی وجہ سے انسان اپنے رب کی نافرمانی کر گذرتا ہے۔
جو شخص اس سورۂ مبارکہ کو بہ نیت دعا پڑھتا رہے وہ ان تینوں بلاؤں سے محفوظ رہے۔
علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ وَاِطْلَاقُ ذَالِكَ عَلَى الْفَاتِحَةِ لِاَنَّهَا تُكَرَّرُ قِرَاءَتُهَا فِي الصَّلٰوةِ

اسے سبع مثانی اس وجہ میں کہا گیا ہے کہ اس کا نماز میں دوبارہ پڑھنا لازم و واجب ہے۔
اور ایک قول حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے اور مجاہد بھی کہتے ہیں اِنَّ اِطْلَاقَ الْمَثَانِي عَلَى الْفَاتِحَةِ لِاَنَّ اللّٰهَ سُبْحٰنَهٗ اِسْتَثْنَاهَا وَادَّخَرَهَا لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ۔
اس سورۂ مبارکہ پر مثانی کا اطلاق اس وجہ میں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مستثنیٰ کر کے اس امت کے لیے محفوظ رکھا۔ فَلَمْ يُعْطِهَا لِغَيْرِهِمْ۔ تو یہ سورت سوائے امت مرحومہ کے اور کسی کو نہیں عطا کی گئی ہے۔

اور قرآن عظیم اس کے بعد جو فرمایا اس کے متعلق بخاری ابو سعید بن معلی سے راوی ہیں قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ۔ اَلَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا۔
باقی احکام قراءۃ الفاتحہ اور فاتحہ خلف الامام کی مفصل بحث ہم سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں لکھ چکے ہیں۔ من شاء فلینظر۔ اب آگے ارشاد ہے۔

"لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ نہ اٹھائیں آپ اپنی دونوں آنکھیں اس کی طرف جو ہم نے متمتع ہونے کو دی کچھ جوڑوں کو انسانوں میں سے اور نہ غم فرمائیں ان پر اور جھکا لیجئے اپنے رحمت کے بازو مومنین کے لیے"۔

یعنی اے محبوب ہم نے آپ کو وہ نعمتیں عطا فرمائیں جن کے مقابل تمام دنیائے فانی کی نعمتیں حقیر ہیں تو آپ متاع دنیا سے مستغنی رہیں اور جو ہماری طرف سے چند روزہ نعمت دنیا یہود و نصاریٰ و مشرکین کو ملی ہیں ان کی طرف ممد داعین نہ فرمائیں یعنی انہیں مومنین للچائی ہوئی نگاہ سے نہ دیکھیں چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم میں کوئی نہیں جو قرآن کریم کی برکات کی وجہ سے دنیا کی ہر عیش سے مستغنی نہ ہوا اور حقیقتاً قرآن کریم ایسی نعمت لازوال ہے جس کے سامنے تمام دنیا کی نعمتیں ہیچ ہیں بشرطیکہ ایمان میں جلا ہو اور جلا میں نور ایقان ورنہ فَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ کسی دنیوی انعمے

کے لیے کبھی موجب اطمینان نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ حرص و آز کے چشمہ سے ہر چیز کو دیکھے گا اور یہاں چشمۂ ایمان و نور ایقان کی ضرورت ہے اور آیت میں مخاطبہ بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ایمان والوں سے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

كِنَايَةٌ عَنِ التَّوَاضُعِ لَهُمْ وَالرِّفْقِ بِهِمْ وَاَصْلُ ذَالِكَ اَنَّ الطَّائِرَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَضُمَّ فَرْخَهٗ اِلَيْهِ بَسَطَ جَنَاحَيْهِ لَهٗ وَالْجَنَاحَانِ مِنْ اِبْنِ اٰدَمَ جَانِبَاهُ۔

کنایہ ہے تواضع سے مومنین کے لیے اور ان کی حفاظت سے اور اصل اس کی یہ ہے کہ پرند جب چاہتا ہے کہ اپنے بچے کو چمٹالے تو اپنے پر اس کے لیے پھیلاتا ہے اور انسان کے دونوں پر اس کے دونوں پہلو ہیں۔

گویا حضور کو فرمایا کہ آپ ایمان والوں کو اپنے ساتھ لگائے رہیں تاکہ ان کا حوصلہ بڑھا رہے اور آپ فرما دیجئے۔

"وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ اور فرما دیجئے میں ہی ڈر سنانے والا کھلم کھلا اس عذاب سے جیسا ہم نے نازل کیا بانٹنے والوں پر جنہوں نے قرآن تقسیم کر ڈالا حق و باطل میں"۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہُمْ اَہْلُ الْكِتَابِ جَزَّءُوْهُ اَجْزَاءً فَاٰمَنُوْا بِبَعْضِهٖ وَكَفَرُوْا بِبَعْضِهٖ وہ اہل کتاب یہود و نصاری ہیں جنہوں نے جز جز کر کے بعض پر ایمان لائے اور بعض سے کفر کیا۔

اَيْ قَسَّمُوْهُ اِلٰى حَقٍّ وَبَاطِلٍ حَيْثُ قَالُوْا عِنَادًا وَعَدَاوَةً بَعْضُهٗ حَقٌّ مُوَافِقٌ لِلتَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَبَعْضُهٗ بَاطِلٌ مُخَالِفٌ لَّهُمَا۔

یعنی انہوں نے قرآن کریم کو حق و باطل میں عناد اور عداوت سے تقسیم کر ڈالا اور کہا بعض حصہ اس قرآن کا حق ہے انجیل و توریت کے موافق ہے اور بعض باطل اور مخالف توریت ہے۔ اور مخالف انجیل۔

فَقَدْ اَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ عَنِ الْخَيْرِ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَاَيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى قَالَ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ۔ مَا عِضِيْنَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنُوْا بِبَعْضٍ وَكَفَرُوْا بِبَعْضٍ اور اِقْتَسَمُوْهُ لِاَنْفُسِهِمْ اِسْتِهْزَاءً بِهٖ۔

ایک شخص نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ كَمَا اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ کس جماعت کے لیے ہے تو حضور نے فرمایا اس سے مراد یہود و نصاری ہیں عرض کیا حضور اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ

عِضِین بمعنی عِضِینَ سے کیا مراد ہے تو حضور نے فرمایا بعض قرآن پر ایمان اور بعض سے کفر وہ تقسیم کرتے تھے استہزاء کرنے کے لیے چنانچہ حضرت عکرمہ سے مروی ہے۔

اِنَّ بَعْضَھُمْ کَانَ یَقُوْلُ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ لِیْ وَبَعْضُھُمْ سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرَانَ لِیْ وَھٰکَذَا۔ یہود و نصاریٰ میں ایسے بازاری مذاق ہوتے تھے کہ ایک کہتا سورۃ بقرہ میرے لیے ہے اور دوسرا کہتا آل عمران میرے لیے ہے۔

وَجُوِّزَ اَنْ یُّرَادَ بِالْمُقْتَسِمِیْنَ جَمَاعَۃٌ مِّنْ قُرَیْشٍ وَھُمْ اِثْنَا عَشَرَ وَقَالَ ابْنُ السَّائِبِ سِتَّۃَ عَشَرَ رَجُلًا۔

اور بعض نے کہا کہ مقتسمین سے مراد ایک جماعت قریش مکہ ہے اور وہ بارہ ہیں ابن السائب فرماتے ہیں سولہ آدمی ہیں۔

حنظلہ بن ابی سفیان۔ عتبہ۔ شیبہ ابنا ربیعہ۔ ولید بن مغیرہ۔ ابوجہل۔ عاص بن ہشام۔ ابوقیس بن اسید۔ قیس بن فاکہہ۔ زہیر بن امیہ۔ ہلال بن عبدالاسود۔ سائب بن الصیفی۔ نضر بن حارث۔ ابوالبختری بن ہشام۔ زمعہ بن حجاج۔ امیہ بن خلف۔ اوس بن مغیرہ۔

اور اوس بن مغیرہ نے ولید بن مغیرہ کو ایام موسم حج میں اس غرض سے مقرر کیا کہ وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے راہ پر رہے تاکہ جو باہر سے آئیں انہیں نفرت دلائے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے روکے۔

چنانچہ ان میں سے علیحدہ علیحدہ مداخل طرق مکہ پر ٹھہرے رہتے تو جو آتا اس سے کہتے لَا تَغْتَرُّوْا بِالْخَارِجِ فَاِنَّہٗ سَاحِرٌ دھوکے میں نہ آنا وہ جادوگر ہے۔

وَیَقُوْلُ بَعْضُھُمْ لِلْاٰخَرِ کَذَّابٌ وَالْاٰخَرُ شَاعِرٌ اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ۔ بعض کہتے وہ جھوٹا ہے کوئی کہتا شاعر ہے اسی قسم کی بہکی بہکی باتیں کہتے۔

فَاَھْلَکَھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ بَدْرٍ وَقَبْلَہٗ بِاٰفَاتٍ تو اللہ تعالےٰ نے ان کو بدر میں ہلاک کیا۔ اور قبل بدر بہت سی آفتوں سے مارا۔

چنانچہ ولید بن مغیرہ اور اسود قبل بدر ہی ہلاک کیے گئے۔

ایک قول ہے اَلْعِضَۃُ فِیْ لُغَۃِ قُرَیْشٍ اَلسِّحْرُ یَقُوْلُوْنَ لِلسَّاحِرِ عَاضِۃٌ وَلِلسَّاحِرَۃِ عَاضِھَۃٌ عِضَۃٌ قریشی لغت میں سحر کو کہتے ہیں اور ساحر کو عاضہ اور ساحرہ کو عاضہہ بولتے ہیں۔

اور ابن عدی نے اپنی کامل میں اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں ایک حدیث نقل کی ہے جس سے

مذکورہ لغت کے معنی کی تصدیق ہوتی ہے لَعَنَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْعَاضِھَۃَ وَالْمُسْتَعْضِھَۃَ۔ اللہ کی لعنت جادو کرنے والی اور جادو کرانے والی پر۔ آگے ارشاد ہے۔

"فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّھُمْ اَجْمَعِيْنَ تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور پوچھیں گے ان سب سے جو کچھ وہ کرتے تھے تو آپ علانیہ دو ٹوک فرمادیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا اور مشرکوں سے اعراض فرمائیں بے شک ہم کافی ہیں تمہیں ان ہنسنے والوں پر جو اللہ کے ساتھ بناتے ہیں دوسرے معبود تو عنقریب وہ جان لیں گے"۔

یعنی اے محبوب بروز قیامت ان سب سے ان کی اعمالی حالت کا جائزہ لیا جائے گا اور آپ پرواہ نہ کریں انہیں بکنے دیں جو کچھ یہ قرآن اور آپ کی شان میں بکتے ہیں۔

علامہ کلبی صدع کے معنی فرماتے ہیں اَیْ اَظْھِرْہُ وَاَجْھِرْہُ یُقَالُ صَدَعَ بِالْحُجَّۃِ اِذَا تَکَلَّمَ جِھَارًا۔ یعنی صاف ظاہر فرمادیں ان پر اور علانیہ حکم پہنچائیں۔ صَدَعَ بِالْحُجَّۃِ بولتے ہی اس وقت ہیں جب علانیہ کلام کیا جائے۔

دوسرا قول ہے وَجَوَّزَ اَنْ یَکُوْنَ اَمْرًا مِنْ صَدْعِ الزُّجَاجَۃِ وَھُوَ تَفْرِیْقُ اَجْزَائِھَا اَیْ اَفْرِقْ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ۔ اور یہاں صدع سے مراد دو ٹوک حکم دینے کے ہیں صَدْعُ الزُّجَاجَۃِ محاورہ میں جب بولتے ہیں جب شیشہ ٹوٹ کر علیحدہ علیحدہ ہوجائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ حق و باطل میں صاف فرق فرمادیں۔

چنانچہ ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ جو حکم قرآن کریم میں ہے اسے صاف فرمادیں۔

وَیُحْکٰی اَنَّ بَعْضَ الْعَرَبِ سَمِعَ قَارِئًا یَقْرَؤُھَا فَسَجَدَ فَقِیْلَ لَہٗ فِیْ ذٰالِكَ فَقَالَ سَجَدْتُ لِبَلَاغَۃِ ھٰذَا الْکَلَامِ وَلَمْ یَزَلْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْفِیًا کَمَا رُوِیَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَبْلَ نُزُوْلِ ذٰالِكَ فَلَمَّا نَزَلَتْ خَرَجَ ھُوَ وَاَصْحَابُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

روایت ہے کہ عرب کا ایک شخص کسی پڑھنے والے سے اس آیت کو سن کر سجدہ میں گر گیا تو اسے کہا گیا یہ کیوں ایسا کیا بولا میں نے اس کلام کی بلاغت پر سجدہ کیا اور اس وقت تک حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مخفی طور پر تبلیغ فرماتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ اس آیۂ کریمہ کے نزول سے قبل مخفی تبلیغ تھی جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ علانیہ تبلیغ کو نکل آئے۔

اور اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ کے یہ معنی ہیں کہ لَا تَلْتَفِتْ اِلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَلَا تُبَالِ بِھِمْ۔

آپ ہرگز ان کی بکواس کی طرف التفات نہ فرمائیں اور ان کی کچھ پرواہ نہ کریں۔
فَلَيْسَتِ الْآيَةُ مَنْسُوْخَةً۔ تو اس آیہ کریمہ کا آیات سیف سے منسوخ ہونا لازم نہیں آتا اگرچہ ایک قول یہ بھی ہے کہ آیات سیف سے یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ لیکن ابن حاتم و ابو داؤد فی ناسخہ۔ یہ سب اس کے نسخ پر ہیں۔
وَقِيْلَ هِيَ مِنْ اٰيَاتِ الْمُهَادَنَةِ الَّتِيْ نَسَخَتْهَا اٰيَةُ السَّيْفِ۔ بہرحال اس کے منسوخ ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہے۔
"اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ بے شک ہم تمہیں کافی ہیں ان ہنسنے والوں پر جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو عنقریب وہ جان لیں گے کہ تم دل تنگ ہوتے ہو ان کی بکواس سے تو اللہ تعالٰے کی تسبیح کرتے رہو اور سجدہ والوں میں ہو جاؤ اور اس کی عبادت کرتے رہو مرتے دم تک"۔
یعنی آپ کے ساتھ یا قرآن کے ساتھ جو استہزاء کرتے ہیں اور اللہ کے ساتھ وہ عنقریب اس کا بدلہ پا لیں گے اور ان کے قلع قمع کا وقت آرہا ہے۔
یہ پیشگوئی من جانب اللہ مشرکین مکہ کے لیے ہوئی۔ چنانچہ طبرانی اوسط میں اور بیہقی اور ابونعیم دلائل میں اور ابن مردویہ بسند حسن فرماتے ہیں۔
اَلْمُسْتَهْزِؤُنَ اَلْوَلِيْدُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ۔ وَالْاَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ يَغُوْثَ وَالْاَسْوَدُ بْنُ الْمُطَّلِبِ وَالْحٰرِثُ بْنُ عَيْطَلِ السَّهْمِيُّ وَالْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ۔
فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَشَكَاهُمْ اِلَيْهِ فَاَرَاهُ الْوَلِيْدَ فَاَوْمَأَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى الْحَلِهِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ كُفِيْتَكَهُ۔
ثُمَّ اَرَاهُ الْاَسْوَدَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاَوْمَأَ اِلَى عَيْنَيْهِ فَقَالَ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ كُفِيْتَكَهُ۔
ثُمَّ اَرَاهُ الْحٰرِثَ فَاَوْمَأَ اِلَى بَطْنِهِ فَقَالَ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ كُفِيْتَكَهُ۔
ثُمَّ اَرَاهُ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ فَاَوْمَأَ اِلَى اَخْمَصِهِ فَقَالَ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ كُفِيْتَكَهُ۔
فَاَمَّا الْوَلِيْدُ فَمَرَّ بِرَجُلٍ مِنْ خُزَاعَةَ وَهُوَ يَرِيْشُ نَبْلًا فَاَصَابَ الْحَلَهُ فَقَطَعَهَا۔
وَاَمَّا الْاَسْوَدُ بْنُ الْمُطَّلِبِ فَنَزَلَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَجَعَلَ يَقُوْلُ يَا بَنِيَّ اَلَا تَدْفَعُوْنَ عَنِّيْ قَدْ هَلَكْتُ اُطْعَنُ بِالشَّوْكِ فِيْ عَيْنِيْ فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ مَا نَرٰى شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ حَتّٰى

عَمِيَتْ عَيْنَاهُ۔
وَاَمَّا الْاَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ يَغُوْثَ فَخَرَجَ فِيْ رَاْسِهٖ قُرُوْحٌ فَمَاتَ مِنْهَا۔
وَاَمَّا الْحٰرِثُ فَاَخَذَ الْمَاءُ الْاَصْفَرُ فِيْ بَطْنِهٖ حَتّٰى خَرَجَ رَجِيْعُهٗ مِنْ فِيْهِ فَمَاتَ مِنْهُ۔
وَاَمَّا الْعَاصُ فَرَكِبَ الطَّائِفَ فَرَبَضَ عَلٰى شَبْرَقَتِهٖ فَدَخَلَ فِيْ اَخْمَصِ قَدَمِهٖ شَوْكَةٌ فَقَتَلَتْهُ۔

خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ کفار قریش کے پانچ سردار ولید بن مغیرہ۔ اسود بن عبد یغوث۔ اسود بن مطلب حرث بن عیطل سہمی۔ عاص بن وائل تھے۔

یہ لوگ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سخت خلاف تھے آپ کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کرتے رہتے تھے۔ جب جبریل امین حضور کی خدمت میں ہوئے آپ نے فرمایا ان لوگوں نے مخالفت میں تو حد کر دی ہے۔

ایک روز حضور مسجد حرام میں رونق افروز تھے کہ یہ پانچوں آئے اور حسب سابق طعن و تمسخر کرنے لگے اس کے بعد طواف کعبہ میں مشغول ہو گئے کہ روح الامین حاضر ہوئے اور آپ نے

١ ولید بن مغیرہ کی پنڈلیوں کی طرف نظر ڈالی۔
٢ اور اسود بن مطلب کی آنکھ پر نگاہ کی۔
٣ پھر اسود بن عبد یغوث کو دیکھا۔
۴ پھر حرث کے پیٹ پر نظر کی۔
۵ پھر حرث بن عیطل کی طرف توجہ فرمائی۔

چنانچہ تھوڑی دیر میں یہ سب اندھے ہو کر۔ زخمی ہو کر۔ منہ سے نجاست ڈال کر۔ بدحواس ہو کر۔ کانٹے سے پاؤں میں زخم ہو جانے سے ہلاک ہو گئے۔

اور اسود بن عبد یغوث کو استسقاء ہوا۔ غرضیکہ سب ہلاک ہو کر جہنم میں گئے۔ اور باقی ماندہ دشمن سردار قریش کے بھی ہلاک کر دیے گئے اور قرآنی پیشگوئی پوری ہوئی۔

ان باتوں سے حضور تنگدل ہو رہے تھے۔

اور کرمانی شرح بخاری میں ہے کہ اِنَّ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ هُمُ السَّبْعَةُ الَّذِيْنَ اَلْقَوُا الْاَذٰى وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ كَمَا جَاءَ فِيْ حَدِيْثِ الْبُخَارِيِّ وَهُمْ عَمْرُو بْنُ هِشَامٍ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ وَاُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ وَعُقْبَةُ بْنُ

مُعَیْطٍ۔ وَعَمَّارُبْنُ الْوَلِیْدِ۔

وَفِی الْاَعْلَامِ لِلسُّهَیْلِیِّ اِنَّهُمْ قُذِفُوْا بِقَلِیْبِ بَدْرٍ۔

یہ استہزاء کرنے والے سات مذکورہ افراد تھے۔ جن کے انجام کو اعلام میں سہیلی فرماتے ہیں کہ یہ سب قلیب بدر میں ڈال دیے گئے۔

اور درمنثور میں ان کی ہلاکت کی تفصیل بہت طویل بیان کی گئی ہے۔

آگے تصریح کی گئی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب زیادہ غمگین ہوتے تو نماز کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے۔ وَقَدْ کَانَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْزَنَهٗ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَی الصَّلٰوةِ۔

اور صحیح حدیث میں حضور نے دنیا سے تین چیزیں ہی پسند فرمائی ہیں۔ حَیْثُ قَالَ حُبِّبَ لِیْ مِنْ دُنْیَاکُمُ النِّسَاءُ وَالطِّیْبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ۔

تمہاری دنیا سے میرے لیے تین چیزیں محبوب کردی گئیں۔ خواتین۔ اور خوشبو اور آنکھوں کے لیے ٹھنڈک کی گئی نماز میں۔

"وَاعْبُدْ رَبَّکَ" یَعْنِیْ دُمْ عَلَیْهِ عَلٰی مَا اَنْتَ عَلَیْهِ مِنْ عِبَادَتِکَ سُبْحَانَهٗ۔ یعنی ہمیشہ عبادت الٰہی میں رہو جیسے کہ آپ ابھی ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے وَالْمَعْنٰی دُمْ عَلَی الْعِبَادَةِ مَادُمْتَ فِیْهِمَا مِنْ غَیْرِ اِخْلَالٍ "حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ"۔ اَیِ الْمَوْتُ حتیٰ کہ آئے موت۔

وَقَالَ ابْنُ بَحْرٍ الْیَقِیْنُ النَّصْرُ عَلَی الْکَافِرِیْنَ الَّذِیْنَ وَعَدَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یعنی یقین سے مراد وہ فتح ہے جس کا حضور سے وعدہ کیا گیا۔

وَقَالُوْا اِنَّ الْعَبْدَ مَتٰی حَصَلَ لَهٗ ذٰلِکَ سَقَطَ عَنْهُ التَّکْلِیْفُ بِالْعِبَادَةِ۔ بعض نے کہا جب کیفیت موت طاری ہو جاتی ہے۔ تو اس پر سے تکلف عبادت ساقط ہو جاتا ہے۔ اس لیے حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ۔ فرمایا۔

سُوْرَةُ النَّحْلِ

سورۂ نحل مکیہ ہے مگر فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ سے آخر سورۃ تک جو آیتیں ہیں وہ

مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں اور اس میں اقوال کا اختلاف ہے اس میں ۱۶ رکوع ایک سو اٹھائیس آیتیں دو ہزار آٹھ سو چالیس کلمے سات ہزار سات سو سات حرف ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ نحل۔ پ ۱۴

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝

آتا ہے اللہ کا حکم تو نہ جلدی کرو پاکی اور برتری ہے اسے ان سے کہ جو شریک بنا رہے ہو۔

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓىٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝

نازل کرتا ہے فرشتوں کو حکم کی جان کے ساتھ اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں پر تاکہ ڈر سناؤ کہ میرے سوا کوئی نہیں تو ڈرتے رہو

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝

پیدا کئے آسمان اور زمین حق کے ساتھ برتر ہے ان سے جنہیں شریک ٹھہراتے ہیں۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝

پیدا کیا انسان کو ایک صاف بوند سے تو جبھی وہ کھلا جھگڑالو ہے۔

وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝

اور چار پائے پیدا کیے تمہارے لیے ان میں گرم لباس ہے اور بہت سے نفع اور ان میں سے کھاتے ہو۔

وَ لَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَ حِیْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝

اور تمہارے لیے ان میں تجمل ہے جب شام واپس لاتے ہو اور جب چرنے کو چھوڑتے ہو۔

وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝

اور اٹھاتے ہیں تمہارا بوجھ شہر کی طرف کہ نہیں تم وہاں پہنچ سکتے مگر اپنی جان مشقت میں ڈال کر بے شک تمہارا رب مہربان، رحم والا ہے۔

وَّ الْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِیْنَةً ؕ وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے اور پیدا کرے گا جس کی تمہیں خبر نہیں۔

وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَ مِنْهَا جَآىٕرٌ ؕ

اور اللہ پر بیچ کی راہ ہے اور اس میں ٹیڑھ بھی ہے

وَلَوْ شَاءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اور اگر چاہتا تو تم سب کو راہ پر لاتا۔

حلّ لغات پہلا رکوع۔ سورۃ نحل۔ پ ۱۴

اَتٰی۔ آتا ہے	اَمْرُ۔ حکم	اللّٰہِ۔ اللہ کا	فَلَا۔ تو نہ
تَسْتَعْجِلُوْہُ۔ جلدی کرو تم اس کی		سُبْحٰنَہٗ۔ وہ پاک ہے	وَتَعٰلٰی۔ اور بلند ہے
عَمَّا۔ اس سے	یُشْرِکُوْنَ۔ جو شرک کرتے ہیں	یُنَزِّلُ۔ اتارتا ہے	الْمَلٰٓئِکَۃَ۔ فرشتوں کو
بِالرُّوْحِ۔ روح کے ساتھ	مِنْ اَمْرِہٖ۔ اپنے حکم سے	عَلٰی۔ اوپر	مَنْ۔ جس کے
یَّشَآءُ۔ چاہتا ہے	مِنْ عِبَادِہٖ۔ اپنے بندوں سے	اَنْ۔ یہ کہ	اَنْذِرُوْٓا۔ ڈراؤ
اَنَّہٗ۔ بے شک	لَآ اِلٰہَ۔ نہیں کوئی معبود	اِلَّآ اَنَا۔ مگر میں	فَاتَّقُوْنِ۔ تو مجھ سے ڈرو
خَلَقَ۔ پیدا کیا	الْاِنْسَانَ۔ انسان کو	مِنْ نُّطْفَۃٍ۔ نطفہ سے	فَاِذَا۔ تو ناگہاں
ھُوَ۔ وہ	خَصِیْمٌ۔ جھگڑالو ہے	مُّبِیْنٌ۔ ظاہر	وَالْاَنْعَامَ۔ اور چارپائے
خَلَقَہَا۔ پیدا کیا ان کو	لَکُمْ۔ تمہارے لیے	فِیْہَا۔ اس میں	دِفْءٌ۔ آرام ہے
وَّمَنَافِعُ۔ اور منافع	وَمِنْہَا۔ اور اس سے	تَاْکُلُوْنَ۔ کھاتے ہو تم	وَلَکُمْ۔ اور تمہارے لیے
فِیْہَا۔ اس میں	جَمَالٌ۔ خوبصورتی ہے	حِیْنَ۔ جب	تُرِیْحُوْنَ۔ چرا کر لاتے ہو
وَّحِیْنَ۔ اور جب	تَسْرَحُوْنَ۔ چرنے کو لیجاتے ہو	وَتَحْمِلُ۔ اور اٹھاتے ہیں	اَثْقَالَکُمْ۔ تمہارے بوجھ
اِلٰی۔ طرف	بَلَدٍ۔ شہر کی	لَّمْ تَکُوْنُوْا۔ کہ نہیں تھے تم	بٰلِغِیْہِ۔ وہاں پہنچنے والے
اِلَّا۔ مگر	بِشِقِّ۔ ساتھ مشقت	الْاَنْفُسِ۔ نفس کے	اِنَّ۔ بیشک
رَبَّکُمْ۔ تمہارا رب	لَرَءُوْفٌ۔ مہربان ہے	رَّحِیْمٌ۔ رحمت والا	وَّالْخَیْلَ۔ اور گھوڑے
وَالْبِغَالَ۔ اور خچر	وَالْحَمِیْرَ۔ اور گدھے	لِتَرْکَبُوْہَا۔ تاکہ تم ان پر سوار ہو۔	
وَزِیْنَۃً۔ اور زینت	وَیَخْلُقُ۔ اور پیدا کرے گا	مَا لَا۔ جو نہیں	تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے تم
وَعَلَی۔ اور اوپر	اللّٰہِ۔ اللہ کے ہے	قَصْدُ۔ درمیانی	السَّبِیْلِ۔ راہ
وَمِنْہَا۔ اور اس سے	جَآئِرٌ۔ ٹیڑھے بھی ہیں	وَلَوْ۔ اور اگر	شَآءَ۔ چاہتا
لَہَدٰکُمْ۔ تو ہدایت دیتا تم	اَجْمَعِیْنَ۔ سب کو۔		

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع۔ سورۃ نحل۔ پ۱۴

اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ الخ

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ

کفار مکہ نے عذاب موعود کے نزول اور قیامت قائم ہونے سے تکذیب کرنے کو استہزائً جلدی کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں فرمایا گیا کہ جس کی تم جلدی کر رہے ہو وہ آیا ہی جانو اس کا وقت بہت قریب ہے اور وہ اپنے وقت پر یقیناً ظاہر ہوگا اور یہ بھی سمجھ لو کہ جب وہ واقع ہوجائے گا تو تمہیں اس سے خلاصی کی کوئی راہ نہ ملے گی اور وہ بت جنہیں تم پوج رہے ہو اس وقت وہ تمہارے کام نہ آئیں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ جب اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ نازل ہوئی تو کفار اپنے آپ میں کہنے لگے کہ یہ گمان کر رہے ہیں کہ قیامت بہت قریب آگئی تو اس خوف سے وہ ان باتوں سے رک گئے جو آپس میں کرتے تھے حتیٰ کہ انتظار کا زمانہ موخر ہوگیا تو کہنے لگے مَا نَرٰی شَیْئًا ہم تو ابھی تک کچھ نہیں دیکھتے۔

پھر یہ آیہ کریمہ نازل ہوا اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمْ تو وہ اس سے اور زیادہ خائف ہوئے اور پھر انتظار کرنے لگے جب اس پر بھی امتداد زمانہ ہوگیا تو سب مل کر حضور سے عرض کرنے لگے مَا نَرٰی شَیْئًا مِمَّا تُخَوِّفُنَا حضور جس سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں ہم تو اس کی کوئی علامت نہیں دیکھتے۔

تو پھر یہ آیت نازل ہوئی اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَوَثَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ النَّاسُ رُؤُسَھُمْ تو اس پر حضور اچھل پڑے اور لوگوں نے سر اٹھا کر دیکھنا شروع کیا تو نازل ہوا فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ تو لوگوں کو اطمینان ہوا۔

پھر حضور نے فرمایا بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ وَاَشَارَ بِاُصْبَعَیْہِ اِنْ کَادَتْ لَتَسْبِقُنِیْ میں مبعوث ہوا ہوں اور قیامت یہ سامنے ہے اور اپنی انگشت مبارک سے ایسا اشارہ کیا جیسے کہ قیامت آرہی ہے۔

اور بعض فضلاء کا قول ہے کہ اس سے مراد مومنین کو خبر دینا تھا۔ جیسا کہ ابن مردویہ سے راوی ہیں لَمَّا نَزَلَتْ اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ۔ ذُعِرَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی نَزَلَتْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ فَسَکَنُوْا۔ جب اتی امر اللہ نازل ہوئی تو اصحاب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم خائف ہوئے اور بہت گھبرائے یہاں تک کہ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ نازل ہوئی تو سکون ہوا۔

"اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ آ بھی گیا حکم تو اللہ کا تو تم جلدی نہ کرو پاکی اور بلندی سے اسے ان سے جنہیں شریک ٹھہرا رہے ہیں"۔

اس لیے کہ وہ وَاحِدٌ اور اَحَدٌ ہے۔ لا شریک لہ ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں۔

"یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ۔ نازل فرماتا ہے ملائکہ کو روح یعنی وحی کی جان کے ساتھ اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں پر کہ ڈر سناؤ اور یہ کہ کوئی معبود نہیں مگر میں تو ڈرو مجھ سے اس نے پیدا فرمائے آسمان اور زمین حق کے ساتھ۔ بلند و بالا ہے ان کے شرک سے۔ اس نے پیدا کیا انسان کو ایک صاف قطرہ سے تو وہ کھلم کھلا جھگڑالو ہے اور چوپائے پیدا کیے تمہارے لیے ان میں گرم لباس (کا سامان) ہے اور بہت نفع اور ان میں تم کھاتے ہو اور تمہارے لیے ان میں تجمل ہے جب انہیں شام کو لاتے ہو اور جب چرنے کو چھوڑتے ہو اور وہ اٹھاتے ہیں تمہارا بوجھ اس شہر کی طرف کہ تم نہیں اس تک پہنچنے والے مگر جان کی تکلیفوں سے بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے"۔

"یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ۔ نازل کرتا ہے ملائکہ کو جان احکام یعنی وحی لے کر اپنے جس بندے پر چاہے"۔

اور نبوت سے نوازے یعنی حضور خاتم النبیین سے قبل لاکھوں کو نبوت سے نوازا اور اب صرف اور صرف خاتم الانبیاء حبیب کبریا یہ ہی وحی ہے کیونکہ قَدِ انْقَطَعَتِ النُّبُوَّۃُ وَالرِّسَالَۃُ۔ نبوت و رسالت حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہو چکی فَلَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدَہٗ۔

اور خود حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے ناتح۔ قاطع۔ جامع۔ مانع فیصلہ فرمانے کو یہ اعلان فرمادیا اَنَا خَاتِمُ الْاَنْبِیَآءِ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ اور ان انبیاء علیہم السلام کا کام یہ تھا کہ بذریعہ وحی جو اوامر و احکام ہوں۔

"اَنْ اَنْذِرُوْا اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ۔ تاکہ ڈر سناؤ اور فرماؤ کہ کوئی معبود نہیں مگر میں تو مجھ سے ہی ڈرو"۔

میری ہی عبادت کرو میرے سوا کسی کو نہ پوجو کیونکہ میں خالق کل قادر کل ہوں کہ

"خَلَقَ السَّمٰوٰتِ۔ آسمان اور زمین میں نے بنائے حق کے ساتھ"۔

جنہیں اللہ تعالے کی قدرت کاملہ اور بے مثال خلاقی اور توحید کے بے شمار دلائل ہیں۔

"تَعٰالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ وہ بلند ہے ان کے شریکوں سے اس نے آدمی کو ایک صاف بوند سے بنایا تو اب وہ کھلا جھگڑالو ہے اور چوپائے پیدا فرمائے ان میں تمہارے لیے گرم لباس کے لیے اون بنایا اور بہت سے منافع ہیں اور ان میں سے کھاتے ہو اور تمہاری شان تجمل ان میں ہے جب انہیں واپس لاتے

اور جب چرنے کو چھوڑتے ہو۔"

یعنی قطرہ مصفی منی سے انسان کو بنایا جس میں نہ حس ہے نہ حرکت پھر اسے اپنی قدرت مطلقہ سے انسان بنایا قوت و طاقت بخشی۔ دوسری جگہ فرمایا۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ۔

ہلاک ہو جائے انسان کیا ناشکرا ہے کہ باوجود بے نہایت احسانوں اور بے گنت نعمتوں کے وہ سرکش ہے وہ کس چیز سے بنایا گیا ایک صاف ستھری بوند سے اسے پیدا کیا پھر اسے اس کی راہ آسان کی پھر اسے موت دی پھر قبر میں رکھا پھر جب چاہا اسے باہر نکالا۔

گویا اس قدرت کے باوجود بھی وہ ہمارے قبضۂ اقتدار میں ہے اس پر وہ جھگڑالو بنا ہوا ہے۔ اور یہ بھی ہم نے اسے بتادیا ہے کہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا۔ کوئی زمین پر چلنے والا نہیں مگر ہم اس کی چوٹی پر قبضہ رکھتے ہیں۔ ایک جھٹکے میں جان ختم کر دیتے ہیں۔ باوجود اس کے وہ جھگڑالو ہے۔

اس آیۂ کریمہ کا شان نزول امیہ بن خلف کے حق میں ہے یہ وہ خبیث الخبیث تھا کہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کو نہیں مانتا تھا ایک روز مردے کی گلی ہڈی وہ اٹھا لایا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا حضور آپ کے خیال میں اللہ تعالےٰ اس ہڈی کو زندہ کر دے گا اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں اپنے دلائل قدرت ظاہر فرمائے کہ ہڈی کا زندہ ہونا اسی طرح خلاف عقل نہیں جس طرح ایک قطرہ سے آدمی بننا۔ تو اگر ہڈی زندہ نہیں ہو سکتی تو اس قطرہ سے اتنا لحیم شحیم ثمین انسان کیونکر بن گیا اور اگر ایک قطرہ سے بنانے والا انسان بنا سکتا ہے انڈے میں بے حس و بیجان زردی اور سپیدی سے چوزہ نکال سکتا ہے تو گلی ہڈی میں اسے جان ڈال دینا کس عقل میں خلاف عقل ہے۔

پھر دابۃ الارض چوپایوں پر اون پیدا ہوتی ہے اسے تم کاٹ کر گرم لباس بنا لیتے ہو تو اس جانور پر وہ اون دوبارہ کیسے آجاتی ہے اور اس کے علاوہ اس کے خون کے اجزا سے سفید و شفاف دودھ تم کیسے نکالتے ہوا نہیں ذبح کر کر تم کھائے جارہے ہو لیکن پھر حلال جانور کے برابر اور جانوروں میں وہ کثرت نہیں ہوتی باآنکہ بکری دو یا تین انتہا چار بچے دیتی ہے لیکن کتا آٹھ۔ خنزیر بارہ تک دیتا ہے وہ اسکے بالمقابل کم ہیں اور بکری روزانہ ہر شہر ہزاروں ذبح ہونے کے باوجود ہر جگہ اور ہر شہر میں ہر وقت کافی دستیاب ہو سکتی ہے۔

حکومت کی طرف سے کبھی کبھی کتے مارنے کا انتظام ہوتا ہے تو اس پر ہی کتا بعض شہر میں خال خال نظر آنے لگتا ہے یا آنکہ وہ چار سے آٹھ تک بچے دیتا ہے یہ سب اس کے کمال قدرت کے دلائل ہیں اور انہیں چار پایوں میں اونٹ۔ گھوڑا۔ بیل ہیں جو تمہارے لیے پانی نکالتے ہیں۔ جوتنے، بالوں سے دانہ نکالنے میں مدد دیتے ہیں۔

اور انہیں جب اپنے دروازے پر لاکر باندھتے ہو تو اس سے تمہارا تجمل۔ تمہاری شان نظر آتی ہے۔ صبح چرنے کو بھیجنے میں ایک شان معلوم ہوتی ہے اور واپس گھر لانے میں علیحدہ ہی شان معلوم ہوتی ہے۔

پھر اپنا سامان ایک بستی سے دوسری بستی میں لے جانے کے لیے ان کی مدد کے تم محتاج ہو آج جبکہ سائنس پورے فروغ پر ہے مہینوں کی راہ گھنٹوں میں طے کر لیتے ہو۔ زمین پر۔ ہوا میں۔ دریا میں ہر جگہ چل رہے ہو لیکن با ایں ہمہ سہولت ہے آج بھی بیل۔ اونٹ۔ گدھے۔ خچر بغیر تمہارا کام نہیں چل سکا۔ اس لیے فرمایا۔

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ اور وہ چارپائے تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں ایک ایسی بستی میں کہ تم اس تک بغیر ان کے نہیں پہنچ سکتے مگر اپنی جانیں مشقت میں ڈال کر وہاں نہ جیپ کار بکار آتی ہے نہ کار کار آمد ہوتی ہے نہ بسیں وہاں پہنچ سکتی ہیں نہ ایروپلین نہ ریل گاڑی غرضیکہ سب کچھ ترقی اور مادی عروج حاصل کرنے کے باوجود تم اللہ تعالے کی پیدا کردہ سواری کے بہرحال محتاج ہو پہاڑوں پر۔ تنگ گلیوں میں تمہاری یہ سواریاں بیکار ہیں۔

بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے کہ اس نے تمہارے آرام اور نفع کے لیے۔ "وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً" گھوڑے، خچر، گدھے۔ اونٹ پیدا فرمائے تاکہ جہاں تم کار۔ بس۔ لاری، جیپ۔ ایروپلین۔ سائیکل۔ موٹر سائیکل ریل وغیرہ کامیاب نہ ہو سکو تو وہاں ان سے مدد لو۔

"اور ان پر سوار ہو اور یہ تمہاری زینت کے لیے ہیں"۔

پھر فرمادیا کہ یہ سب مشین۔ انجن کی سواریاں ان کا نقشہ ان کے بنانے کا طریقہ بھی تو ہماری ہی قدرت کاملہ کے ذریعہ تمہاری حس مشترک میں آیا۔ اور انہیں سواریوں پر بس نہیں ہے "وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" اور وہ پیدا کرے گا۔ تمہاری حس مشترک میں اس کا نقشہ کھینچ کر یا کسی اور طریقہ سے ایسی ایسی سواریاں جنہیں تم ابھی تک نہیں جانتے۔

چنانچہ آج سے سو برس قبل ہمارے علم میں موٹر سائیکل۔ بس۔ ٹرک۔ لاریاں۔ ایرو پلین کہاں تھے۔ اس خلاقِ عالم نے ہمارے ہاتھوں یہ سب بنوا دیے۔ اور نہ معلوم ان کے علاوہ کیا کیا بنوائے گا یا بنائے گا۔ جیسے برقی مشینیں۔ آلات جہیر الصوت۔ ریڈیو۔ ٹیلی ویژن اور کیا کیا۔

"وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ اور اللہ پر بیچ کی راہ ہے اور کوئی ٹیڑھی راہ اور اگر چاہتا تو تم سب کو راہ دے دیتا۔"

اور صراط مستقیم اور دین اسلام پر لے آتا۔ اور جائر راہ ویسی ہے جس پر چلنے والا منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔

تُرِيْحُوْنَ کے معنی اَیْ تَرُدُّوْنَهَا بِالْعَشِيِّ مِنَ الْمَرْعٰى اِلٰى مَرَاحِهَا۔ یعنی چراگاہ سے واپس آکر آرام لینے کی جگہ۔

تَسْرَحُوْنَ کے معنی تُخْرِجُوْنَهَا غُدْوَةً مِّنْ حَظَائِرِهَا۔ صبح اپنے باڑہ سے نکل کر چرنے کو جانا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ کے معنی مَشَقَّتِهَا وَتَعَبِهَا۔ سخت تکلیف اور محنت ہیں۔

قَصْدُ السَّبِيْلِ میں قصد مصدر ہے بمعنی فاعل يُقَالُ سَبِيْلٌ قَصْدٌ وَّقَاصِدٌ اَیْ مُسْتَقِيْمٌ جَائِرٌ اَیْ عَادِلٌ عَنِ الْمَحَجَّةِ مُنْحَرِفٌ عَنِ الْحَقِّ۔ حجج شرعی سے منحرف اور دلائل حقہ کے خلاف

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع۔ سورہ نحل۔ پ ۱۴

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ۔

وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے پانی تمہارے لیے جس سے پینا اور اس سے درخت ہیں جن سے چراتے ہو۔

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اگاتا ہے تمہارے لیے اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل بے شک اس میں نشانی ہے فکر و غور کرنے والوں کے لیے۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ ۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

اور مسخر کیے تمہارے لیے رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستارے بندھے ہوتے ہیں اللہ کے حکم سے بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں

کے لیے

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝

اور جو کچھ تمہارے لیے پیدا کیا زمین میں مختلف ہیں رنگ اس میں نشانی ہے یاد کرنے والوں کے لیے۔

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور وہی ہے جس نے مسخر کیا دریا تاکہ کھاؤ اس سے گوشت تازہ اور نکالو اس سے زیور جو پہنتے ہو اور دیکھتے ہو کشتیاں چیرتی ہیں ان کے لیے تاکہ تلاش کرو اللہ کا فضل تاکہ شکر گزار ہو۔

وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

اور ڈالے اس نے زمین میں لنگر کہ کہیں تمہیں لے کر نہ کانپے اور ندیاں اور راستے تاکہ تم راہ پاؤ۔

وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝

اور علامتیں اور ستاروں سے وہ راہ پاتے ہیں۔

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

تو کیا جو بنائے وہ ایسا ہو جائے گا جو نہ بنائے تو نصیحت نہیں مانتے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو اسے شمار نہ کر سکو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝

اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝

اور وہ جنہیں پوجتے ہیں اللہ کے سوا نہیں پیدا کر سکتے کچھ اور وہ پیدا کیے گئے ہیں۔

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝

مردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

حلِ لغات دوسرا رکوع۔ سورۂ نحل پ ۱۴

هُوَ۔ وہ اللہ	اَلَّذِیْ۔ وہ ہے جس نے	اَنْزَلَ۔ اتارا	مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے
مَآءً۔ پانی	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مِنْهُ۔ اس میں	شَرَابٌ۔ پینا ہے۔

وَفِيْهِ ۔ اور اس میں | شَجَرٌ ۔ درخت ہیں | فِيْهِ ۔ کہ ان میں | تُسِيْمُوْنَ ۔ تم چراتے ہو
يُنْبِتُ ۔ اگاتا ہے | لَكُمْ ۔ تمہارے لیے | بِهِ ۔ اس کے ساتھ | الزَّرْعَ ۔ کھیتی
وَالزَّيْتُوْنَ ۔ اور زیتون | وَالنَّخِيْلَ ۔ اور کھجور | وَالْاَعْنَابَ ۔ اور انگور | وَمِنْ كُلِّ ۔ اور ہر طرح کے
الثَّمَرَاتِ ۔ میوے | اِنَّ ۔ بیشک | فِيْ ذٰلِكَ ۔ اس میں | لَاٰيَةً ۔ یقیناً نشانی ہے
لِقَوْمٍ ۔ اس قوم کے لیے | يَّتَفَكَّرُوْنَ ۔ جو غور و فکر کرتے ہیں | وَسَخَّرَ ۔ اور تابع کیا
لَكُمْ ۔ تمہارے | الَّيْلَ ۔ رات کو | وَالنَّهَارَ ۔ اور دن کو | وَالشَّمْسَ ۔ اور سورج
وَالْقَمَرَ ۔ اور چاند | وَالنُّجُوْمُ ۔ اور ستارے | مُسَخَّرَاتٌ ۔ تابع ہیں | بِاَمْرِهٖ ۔ اسکے حکم سے
اِنَّ ۔ بیشک | فِيْ ذٰلِكَ ۔ اس میں | لَاٰيَاتٍ ۔ البتہ نشانیاں ہیں | لِقَوْمٍ ۔ اس قوم کے لیے
يَّعْقِلُوْنَ جو سمجھیں | وَمَا ۔ اور جو | ذَرَاَ ۔ پیدا کیا اس نے | لَكُمْ ۔ تمہارے لیے
فِي الْاَرْضِ ۔ زمین میں | مُخْتَلِفًا ۔ مختلف ہیں | اَلْوَانُهٗ ۔ اس کے رنگ | اِنَّ ۔ بے شک
فِيْ ذٰلِكَ ۔ اس میں | لَاٰيَةً ۔ البتہ نشان ہے | لِقَوْمٍ ۔ اس قوم کے لیے | يَّذَّكَّرُوْنَ ۔ جو نصیحت لیں
وَهُوَ ۔ اور وہ | الَّذِيْ ۔ وہ ہے جس نے | سَخَّرَ ۔ تابع کیا | الْبَحْرَ ۔ دریا کو
لِتَاْكُلُوْا ۔ تاکہ کھاؤ | مِنْهُ ۔ اس سے | لَحْمًا ۔ گوشت | طَرِيًّا ۔ تازہ
وَتَسْتَخْرِجُوْا ۔ اور نکالو | حِلْيَةً ۔ زیور | تَلْبَسُوْنَهَا ۔ کہ جسے تم پہنو
وَتَرَى ۔ اور دیکھتا ہے تو | الْفُلْكَ ۔ کشتیوں کو | مَوَاخِرَ ۔ چیرنے والی پانی کو | فِيْهِ ۔ اس میں
وَلِتَبْتَغُوْا ۔ اور تاکہ تم تلاش کرو | مِنْ فَضْلِهٖ ۔ اس کا فضل | لَعَلَّكُمْ ۔ تاکہ تم
تَشْكُرُوْنَ ۔ شکر کرو | وَاَلْقٰى ۔ اور ڈالے | فِي الْاَرْضِ ۔ زمین میں | رَوَاسِيَ ۔ لنگر
اَنْ ۔ یہ کہ | تَمِيْدَ ۔ نہ حرکت کرے | بِكُمْ ۔ تمہارے ساتھ | وَاَنْهٰرًا ۔ اور نہریں
وَسُبُلًا ۔ اور راستے | لَعَلَّكُمْ ۔ تاکہ تم | تَهْتَدُوْنَ ۔ راہ پاؤ | وَعَلٰمٰتٍ ۔ اور نشان
وَبِالنَّجْمِ ۔ اور ستاروں سے | هُمْ ۔ وہ | يَهْتَدُوْنَ ۔ راہ پاتے ہیں | اَفَمَنْ ۔ کیا جو
يَّخْلُقُ ۔ پیدا کرتا ہے | كَمَنْ ۔ اس جیسا ہے | لَا يَخْلُقُ ۔ جو نہیں پیدا کرتا | اَفَلَا ۔ کیا پھر نہیں
تَذَكَّرُوْنَ ۔ نصیحت لیتے تم | وَاِنْ ۔ اور اگر | تَعُدُّوْا ۔ تم گنو | نِعْمَةَ ۔ نعمتیں
اللّٰهِ ۔ اللہ کی | لَا تُحْصُوْهَا ۔ تو نہ گن سکو تم ان کو | اِنَّ ۔ بیشک
اللّٰهَ ۔ اللہ | لَغَفُوْرٌ ۔ بخشنے والا | رَّحِيْمٌ ۔ مہربان ہے | وَاللّٰهُ ۔ اور اللہ
يَعْلَمُ ۔ جانتا ہے | مَا تُسِرُّوْنَ ۔ جو تم چھپاتے ہو | وَمَا ۔ اور جو

مِنْ دُوْنِ۔ سوائے — یَدْعُوْنَ۔ پکارتے ہیں — وَالَّذِیْنَ۔ اور وہ جو — تُعْلِنُوْنَ۔ تم ظاہر کرتے ہو
اللّٰہِ۔ اللہ کے — لَا یَخْلُقُوْنَ۔ وہ نہیں پیدا کرتے — شَیْئًا۔ کچھ بھی
وَھُمْ۔ اور وہ — یُخْلَقُوْنَ۔ پیدا کیے گئے ہیں — اَمْوَاتٌ۔ مُردے ہیں — غَیْرُ۔ نہیں ہیں
اَحْیَآءٍ۔ زندہ — وَمَا۔ اور نہیں — یَشْعُرُوْنَ۔ جانتے — اَیَّانَ۔ کب
یُبْعَثُوْنَ۔ اٹھائے جائیں گے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع۔ سورۂ نحل۔ پ۱۴

"ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔ وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے پانی تمہارے لیے پینے کو اور اس سے درخت پیدا کیے جن سے چراتے ہو۔ اگاتا ہے تمہارے لیے اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل بے شک اس میں نشان ہے فکر و غور کرنے والوں کے لیے"۔

اب دوسری نعمتوں کے ساتھ دلائل توحید واضح فرمائے اور نزول ماء کی صورت میں بارش سے ظاہر فرمائی اور ابروں سے ظاہر فرمائی اور بتایا کہ یہ سب کچھ تمہارے لیے ہے پھر وہ پانی تمہارے پینے کے لیے بھی ہوتا ہے اور تمہارے باغوں کو سرسبز و شاداب کرنے کے لیے بھی۔

اور شجر سے تسیمون بھی فرمایا جس کے استعاری معنی چرلنے کے ہیں اس لیے کہ مَا تَاکُلُہُ الْاِبِلُ فَتَسْمَنُ اَسْنِمَتُہَا وہ پتے درختوں کے اونٹ کھا کر فربہ ہوتے ہیں اسی بنا پر صاحب نہایہ نے فرمان سید اکرم نقل فرمایا وَلَا تَاکُلُوْا ثَمَنَ الشَّجَرِ فَاِنَّہٗ سُحْتٌ۔ سُحْتٌ درخت کے پتوں کی قیمت نہ کھاؤ کہ وہ سحت ہے اور سحت حرام ہے اس پر آلوسی فرماتے ہیں۔

فِیْہِ تُسِیْمُوْنَ اَیْ تَرْعَوْنَ۔ یُقَالُ اَسَامَ الْمَاشِیَۃَ وَسَوَّمَھَا جَعَلَھَا تَرْعٰی وَسَامَتْ بِنَفْسِھَا فَھِیَ سَائِمَۃٌ وَسَوَامٌ رَعَتْ حَیْثُ شَآءَتْ یعنی چراتے ہو۔ محاورہ میں اَسَامَ الْمَاشِیَۃَ وَسَوَّمَھَا بولتے ہیں یعنی جانور کو چرنے کے لیے چھوڑ دینا تاکہ وہ چر کر فربہ ہو جائے اور اس سے سائمہ اور سوام ہے جو ایسے جانور پر بولتے ہیں جو جہاں چاہے چرے۔

علامہ زجاج فرماتے ہیں اَلسُّوْمَۃُ وَھِیَ مَا سَمَّتُہُ الْعَلَامَۃُ لِاَنَّ الْمَوَاشِیْ تُؤَثِّرُ عَلَامَاتٍ فِی الْاَرْضِ وَالْاَمَاکِنِ الَّتِیْ تَرْعَاھَا۔

سومۃ نشان لگا ہوا جانور ہے کہ اس علامت کے بعد وہ زمین میں جہاں چاہے چرتا پھرے

"یُنۡۢبِتُ لَکُمۡ بِہِ الزَّرۡعَ۔ اس پانی سے تمہارے لیے کھیتی بڑھاتا ہے اور زیتون اور کھجورا ور انگور اور ہر قسم کے پھل مختلف صورت اور رنگ ہیں"۔

اور مختلف رنگ اور مزے کے ساتھ خاصیت اور مزاج بھی مختلف ہیں اور سب ایک ہی پانی سے پیدا ہوتے ہیں اور اوصاف ہیں ایک دوسرے سے جدا ہیں یہ بھی اللہ تعالے کی شان قدرت کی ایک دلیل ہے۔

ان انواع پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں اِنَّہٗ مُخۡتَلِفۃُ اَیۡ اَنۡوَاعٌ حَتّٰی سَمِعۡتُ اَنَّہٗ عَلٰی خَمۡسِیۡنَ صِنۡفًا کَثِیۡرُ النَّخۡمِ وَکَثِیۡرُ اللَّوۡنِ وَالطَّبۡعِ وَاَنَّہٗ سَمِعَ فِیۡ مِصۡرَ مِنۡ اَصۡنَافِ التَّمۡرِ مَا یَقۡرُبُ مِنۡ ثَلٰثِمِائَۃِ صِنۡفٍ۔ مصر میں تو کھجوریں تین سو قسم تک ہیں چنانچہ مدینہ منورہ میں بموقع حج ہیں نے خود برنی۔ حلوہ، عجوہ شلبی وغیرہ کھجوریں دیکھیں۔

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے کہ یہ کئی قسم پر منقسم ہیں اور انگور بڑا چھوٹا موٹے چھلکے والا اور منہ میں گھل جانے والا غرض اس کی بھی کئی قسمیں ہیں۔

"اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ۔ بے شک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو"۔
اس کی حکمت وقدرت اور وحدانیت پر۔

"وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیۡلَ وَالنَّہَارَ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ اور اس نے مسخر کیے رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستارے جو بندھے ہوئے ہیں اس کے حکم سے اس میں بے شک نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے"۔
جو ان میں غور کر کے سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالے فاعل حقیقی اور مختار مطلق ہے اور تمام علویات وسفلیات سب اس کے تحت قدرت ہیں۔

"وَمَا ذَرَاَ لَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اور جو کچھ تخلیق کیا رنگ رنگ کا بیشک اس میں نشانی ہے یاد کرنے والوں کو"
یہ رنگ خواہ حیوانوں میں ہوں یا درختوں میں نقاش ازل کی قدرت کے مظاہر ہیں اور صبغۃ اللہ پر دلیل۔ اور اس کا ثبوت کہ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبۡغَۃً آگے ارشاد ہے۔

"وَھُوَ الَّذِیۡ سَخَّرَ الۡبَحۡرَ اور وہی صناع مطلق ہے کہ جس نے دریا مسخر کیا"۔
کہ اس میں کشتیوں پر سوار ہو کر سفر کرو آگ بوٹ اور لانچ میں جہاں چاہو جاؤ اور غوطہ زنی کر کے غوطہ زن کشتیوں میں دریا کی تہ تک پہنچو اور شکار کر کے لاؤ۔

"لِتَاۡکُلُوۡا مِنۡہُ لَحۡمًا طَرِیًّا۔ تاکہ تم کھاؤ اس سے تازہ گوشت اور اس میں سے زیورات نکالو جسے تم پہنو اور آپ دیکھیں گے کہ کشتیاں پانی کو چیر کر چلتی ہیں اور تاکہ تم تلاش کرو اس کا فضل اور احسان مانو"

زیورات کے لیے موتی مرجان بھی دریا سے ملتے ہیں مچھلی کا گوشت بھی اسی دریا سے حاصل ہوتا ہے یہ سب نعمتیں جتا کر احسان مند بنایا گیا۔ لحم طری پر آلوسی فرماتے ہیں۔

وَیَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ اللَّحْمِ الطَّرِیِّ لَحْمُ السَّمَکِ اور ہوسکتا ہے کہ تازہ گوشت سے مراد مچھلی کا گوشت ہو۔

اور احناف میں مچھلی کے سوا دریائی جانوروں میں سے کوئی نہیں کھاتے کَمَا قَالَ وَلَا یُؤْکَلُ عِنْدَنَا حَیْوَانُ الْبَحْرِ اِلَّا السَّمَکُ۔

وَتَرَی الْفُلْکَ مَوَاخِرَ فِیْہِ۔ اس کے معنی کشتیاں تم دیکھتے ہو پانی چیر کر چلتی ہیں اس لیے کیے گئے کہ جَوَارِیْ فِیْہِ اس کا ترجمہ ہے چلتی ہیں اس پانی میں۔ ماخرہ کی جمع مواخرہ ہے اور ماخرہ کے معنے جاریہ کے ہیں۔ وَاَصْلُ الْمَخْرِ الشَّقُّ۔ مخر کے اصلی معنی چیرنے کے ہیں۔ محاورہ میں بولتے ہیں مَخَرَ الْمَاءُ الْاَرْضَ اِذَا شَقَّھَا۔ پانی نے چیر دیا زمین کو جبکہ وہ زمین کو پھاڑ دے۔

"وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اور اس نے زمین میں ڈالے لنگر کہ کہیں تمہیں لے کر جھک جھولے نہ کھائے۔ اَنْ تَمِیْدَ کے معنی جھک جھولے ہے اور یہی محاورہ میں ہوسکتے ہیں اس لیے کہ وَالْمَیْدُ اِضْطِرَابُ الشَّیْءِ الْعَظِیْمِ۔ مید عربی میں کسی بڑی چیز کے اضطراب کو کہتے ہیں۔

اس لیے کہ زمین بھی مثل کشتی کے پانی پر ہے اور جہاز اور کشتیاں چھوٹے ہوں یا بڑے اگر انہیں لنگر ڈال کر نہ روکا جائے تو وہ ضرور اتنا مضطرب ہوگا کہ ادھر ادھر جھوکے کھانے لگے گا اسی طرح اگر زمین پر پہاڑوں کے لنگر نہ ہوں تو ضرور ہلنے لگے اور ادھر سے ادھر جھک جائے۔

"وَاَنْھٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ اور ندیاں اور راستے تاکہ تم راہ پاؤ" اور اپنے مقصود کی طرف پہنچ سکو۔

وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ ھُمْ یَھْتَدُوْنَ۔ اور علامتیں رکھیں اور ستارے سے وہ راہ پاتے ہیں۔"

علامات سے مراد ہواؤں کے رخ سے یہ جاننا کہ بارش آرہی ہے یا آندھی ہوا گرم ہے یا سرد بلکہ بعض لوگ ایسا صحیح شامہ رکھتے ہیں کہ مٹی سونگھ کر نیچے کا پانی بتا دیتے ہیں کہ یہاں میٹھا اور یہاں کھاری پانی ہے آلوسی فرماتے ہیں۔

وَحُکِیَ اَنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَشَمُّ التُّرَابَ فَیَعْرِفُ بِشَمِّہِ الطَّرِیْقَ وَاِنَّھَا مَسْلُوْکَۃٌ اَوْ غَیْرُ مَسْلُوْکَۃٍ وَلِہٰذَا الْمَسَافَۃُ مَسَافَۃٌ اَخْذُ السَّوْفِ بِمَعْنَی الشَّمِّ۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ راستہ کی مٹی سونگھ کر راستہ جان لیتے ہیں اور بتا دیتے ہیں کہ یہ راستہ جاتا ہے یا نہیں اور اس مسافت

کو مسافت کہا گیا کہ وہ ماخوذ ہے سوف سے اور سوف شمّ کو کہتے ہیں۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَغَيْرُهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهَا مَعَالِمُ الطُّرُقِ بِالنَّهَارِ۔ علامات سے مراد راستہ جاننے کے ذرائع ہیں جیسے سنگ میل وغیرہ کہ دن میں اس کے راہ مقصود تک پہنچا جاتا ہے وعلی ہذا القیاس۔

وَعَنِ الْكَلْبِيِّ اَنَّهَا الْجِبَالُ۔ کلبی کے نزدیک علامات سے مراد پہاڑ ہیں

وَعَنْ قَتَادَةَ اَنَّهَا النُّجُوْمُ۔ قتادہ کہتے ہیں کہ وہ ستارے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عِيْسٰى۔ اَلْمُرَادُ مِنْهَا الْاُمُوْرُ الَّتِيْ يُعْلَمُ بِهَا مَا يُرَادُ مِنْ خَطٍّ اَوْ لَفْظٍ اَوْ اِشَارَةٍ اَوْ هَيْئَةٍ۔ اس سے مراد وہ تمام امور ہیں جو خطوط اور الفاظ و اشارات سے ظاہر ہوں یا ہیئت راستہ کے

"وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ بِاللَّيْلِ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ ستاروں سے راہ خشکی اور تری دریا اور میدان میں پاتے ہیں۔

وَالْمُرَادُ بِالنَّجْمِ الْجِنْسُ فَيَشْمَلُ الْجِنْسَ وَغَيْرَهَا مِمَّا يُهْتَدٰى بِهٖ۔ نجم سے مراد ہر وہ ستارہ ہے جسے دیکھ کر راہ مل جاتی ہے۔

وَعَنِ السُّدِّيِّ تَخْصِيْصُ ذٰلِكَ بِالثُّرَيَّا وَالْفَرْقَدَيْنِ وَبَنَاتِ النَّعْشِ وَالْجَدِّيِّ۔ سدی کہتے ہیں کہ نجم سے یہاں مخصوص طور پر ثریا اور فرقدین اور بنات النعش اور جدی مراد ہیں۔

وَعَنِ الْفَرَّاءِ تَخْصِيْصُهٗ بِالْجَدِّيِّ وَالْفَرْقَدَيْنِ۔ جدی اور فرقدین سے مراد لی جاتی ہے۔

حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جدی ستارہ ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ هُوَ الْجَدِّيُّ۔

اور جنگلوں میں رات اور دن کے لیے ایسی علامتیں ہوتی ہیں جس کے ذریعہ سمت قبلہ اور راستہ معلوم کیا جاتا ہے آگے ارشاد ہے جس میں بت پرستوں سے استفہام انکاری ہے۔

"اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ۔ تو کیا جو پیدا فرماتا ہے وہ اس کی مثل ہے جو کچھ نہ بنا سکے تو کیوں نہیں نصیحت حاصل کرتے تم"

یعنی اللہ تعالے جو خالق کل اور مالک کل ہے وہ اور یہ جان بت جو جماد محض ہیں جن میں پیدا کرنے کی طاقت تو کہاں اپنی مکھی بھی اڑانے کی سکت نہیں دونوں کو برابر مانتے ہو۔ لہذا ہوش کرو اور نصیحت حاصل کرو۔

"وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ اور اگر اللہ کی نعمتیں گنتا چاہو تو تم ان کا شمار نہ کر سکو گے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

اللہ تعالےٰ کی نعمتیں عالم میں نہیں صرف جسم انسان میں اتنی بے گنتی اور بے شمار ہیں کہ ان کا احصاء انسان کی قوت سے بالا ہے مثلاً کان۔ ناک۔ آنکھ ہاتھ۔ پیر۔ امعاء۔ گردہ۔ پھیپھڑا۔ دل۔ دماغ جگر۔ انگلیاں ناخن۔ بال۔ چہرہ۔ دانت۔ زبان۔ حلق۔ نرخرہ۔ گردن۔ پسلیاں۔ پنڈلیاں۔ ایڑیاں۔ ران۔ کمر پیٹھ اور کیا کیا ان میں سے ہر ایک نعمت ہے کہ جب وہ نہیں ہوتی تو اس کی قدر آتی ہے۔

ایک سیر کی روایت میں ہے کہ ایک شخص کسی عارف کامل کے حضور جب آتا تو یہی درخواست کرتا کہ حضور میرے لیے اتنی تو دعا ہو جائے کہ میں نان جویں کا محتاج نہ رہوں۔

رہنے کو گھر نہیں بسنے کو مقام نہیں پہننے کو کپڑا نہیں بیوی نہیں بچہ نہیں تو بقول غالب ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے۔

اس کے وہ عارف کامل اسے تسلی دیتے اور فرماتے میاں یہ تمہاری ناشکری ہے۔ اگر تم غور سے دیکھو گے تو تم پر واضح ہو جائے گا کہ کچھ نہ ہوتے بھی تم ایک ایک ایسی نعمت سے متمتع ہو کہ اس کے بدلے تم ایک سلطنت منظور نہ کرو۔ وہ سن کر خاموش ہو جاتا اور سوچتا کہ وہ کونسی ایسی نعمت ہے جس کے بدلے میں سلطنت ٹھکرا دوں۔

آخر ش وقت آگیا کہ وہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت کا عرفان حاصل کرے۔ تنگدستی نے گھبرا وطن چھوڑا یا۔ مسافرت میں نکلا۔ ایک شہر میں پہنچا کہ وہاں کے والی سلطنت کی ایک آنکھ تھی۔ حکماء وقت نے دوسری آنکھ لگانے کا اس شرط پر وعدہ کیا تھا کہ کوئی آنکھ دینا منظور کرے تو ہم وہ نکال کر لگا دیں گے۔

یہ حضرت بھی پہنچے وہاں کی حکومت ظالم جابر نہ تھی انہیں غریب الوطن۔ غریب مفلس دیکھ کر دربار شاہی میں پیش کیا۔ بادشاہ نے ان سے کہا ہمیں آپ کی ایک چیز درکار ہے اور اس کے معاوضہ میں ہم آپ کو اپنی آدھی سلطنت کا مالک بناتے ہیں آپ منظور کر لیجئے۔ اس مسافر نے کہا وہ کیا چیز ہے جو آپ مجھ سے آدھی سلطنت کے عوض طلب کر رہے ہیں۔

بادشاہ نے کہا میری ایک آنکھ ہے۔ آپ دو آنکھوں کے مالک ہیں میں آپ کی صرف ایک آنکھ لے کر اپنی آنکھ میں لگانا چاہتا ہوں اور اس کے بدلے میں آپ کو آدھی سلطنت کا مالک بناتا ہوں اس نے کہا صاحب یہ تو مجھے منظور نہیں۔

اس کے بعد اسے اس عارف کا قول یاد آیا کہ تیرے پاس ایسی ایسی نعمتیں ہیں کہ سلطنت اس کی قیمت میں تجھے منظور نہ ہو۔

تو فوراً عرفان عطاء معطی ہوا اور وہ دنیا سے مستغنی ہو گیا۔ اسی لیے ارشاد ہوا وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔

"وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو"۔

یعنی اعتقادیات ایسے امور ہیں جو عموماً خفیہ ہوتے ہیں۔ زبان سے ظاہر کیے بغیر واضح نہیں ہوتے۔

اور بت پرستی ایسی چیز ہے کہ عام طور پر ظاہر ہو جاتی ہے تو اللہ تعالے دونوں کیفیتوں کا عالم ہے ظاہر ہو یا مخفی ہو۔

"وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اور وہ جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں بے جان مردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں شعور نہیں کہ کس دن بعث و حشر اور نشر ہو گا۔

تحقیق تَدْعُوْا

اس کا مبدأ اشتقاق دعا ہے یہ مثل ندا کے ہے مگر ندا کبھی یا کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی آیا کے ساتھ ہوتی ہے اس کی تفصیل ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں لیکن مزید معلومات کے لیے یہاں بھی بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس کا استعمال متعدد مواقع پر ہے جس کے معنی ہر موقعہ پر علیحدہ علیحدہ کیے جاتے ہیں۔

بمعنی تَسْمِيَه:۔ یعنی کسی کا نام لے کر بلانا دُعَا وہاں استعمال ہوتی ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ اس میں حضور کی تعظیم و تکریم کی تعلیم ہے۔ یعنی ہمارے حبیب کو ایسے نہ پکارو جیسے آپس میں تم ایک دوسرے کو پکار لیتے ہو یعنی یا محمد کہہ کر نہ پکارو بلکہ تَبَالَغُوْا فِيْ تَعْظِيْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مثل یَا نَبِیَّ اللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰهِ وغیرہ کہہ کر پکارو۔

بمعنی سوال و استغاثہ:۔ استعمال ہوتا ہے جیسے قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا۔ يَعْنِيْ اُدْعُ يَعْنِيْ سَلْهُ۔ سوال کریں اللہ سے۔

بمعنی استغاثہ:۔ استعمال ہوتا ہے قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَتَاكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ۔ جب تم پر اللہ کا عذاب آئے تو اللہ کے سوا کسی سے استغاثہ کرو گے بَلْ اِيَّاهُ

تَدْعُوْنَ۔ بلکہ یقیناً تم اللہ سے ہی استغاثہ کرو گے۔

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ مدد لو اللہ سے خوف اور امید کے ساتھ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ۔ جب انسان کو مصیبت آتی ہے تو اللہ سے استغاثہ کرتا ہے۔

بمعنی تأسف: بھی استعمال ہوتا ہے لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا بمعنی یا حسرتا یا لہفیٰ۔

بمعنی دعوۃ: یعنی بلانے کے معنی میں بھی مستعمل ہے رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ۔ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ۔ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ۔

بمعنی ضرورۃ و عبادۃ: بھی استعمال ہوتا ہے وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور وہ جو پوجتے ہیں اللہ کے سوا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں اَیْ وَالْاٰلِهَةُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَهُمْ اَيُّهَا الْكُفَّارُ یعنی ان معبودوں کو جنہیں تم پوجتے ہو اے کافرو۔

بمعنی دعا: بھی استعمال ہوتا ہے جیسے وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اس کے بعد عقلی نظریہ ظاہر فرمایا کہ خالق کے مقابلہ میں غیر خالق کی پوجا بے عقلی ہے اور پھر غیر خالق بھی وہ جو خود بے جان جماد محض ہیں یعنی بت جنہیں اس کا شعور نہیں کہ حشر و نشر اور بعث کب ہوگا اس لیے کہ اپنی تکلیف و آسائش کا شعور نہیں انہیں اور کسی چیز کا شعور کب ہو سکتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع۔ سورہ نحل۔ پ۱۴

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝	تمہارا خدا ایک خدا ہے تو وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہیں اور وہ متکبر ہیں۔
لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝	حقیقتاً اللہ جانتا ہے ان کا چھپا اور ظاہر بیشک اللہ نہیں پسند کرتا متکبروں کو۔
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝	اور جب کہا جائے ان سے کیا نازل کیا تمہارے رب نے بولیں پہلوں کی کہانیاں ہیں۔

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝

تاکہ اٹھائیں پورے بوجھ اپنے قیامت کے دن اور کچھ بوجھ ان کے جنہیں انہوں نے گمراہ کیا اپنی جہالت سے خبردار برا بوجھ ہے جو اٹھا رہے ہیں۔

حلِّ لغات تیسرا رکوع سورۂ نحل۔ پ ۱۴

اِلٰهُكُمْ۔ خدا تمہارا	اِلٰهٌ۔ خدا	وَّاحِدٌ۔ ایک ہے	فَالَّذِيْنَ۔ پھر وہ جو
لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان نہیں لاتے		بِالْاٰخِرَةِ۔ آخرت پر	قُلُوْبُهُمْ۔ ان کے دل
مُّنْكِرَةٌ۔ منکر ہیں	وَهُمْ۔ اور وہ	مُّسْتَكْبِرُوْنَ۔ متکبر ہیں	لَا جَرَمَ۔ حقیقتاً
اَنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	يَعْلَمُ۔ جانتا ہے	مَا۔ جو
يُسِرُّوْنَ۔ وہ چھپاتے ہیں	وَمَا۔ اور جو	يُعْلِنُوْنَ۔ وہ ظاہر کرتے ہیں	اِنَّهٗ۔ بیشک
	لَا يُحِبُّ۔ نہیں پسند کرتا	الْمُسْتَكْبِرِيْنَ۔ تکبر کرنے والوں کو	
وَاِذَا۔ اور جب	قِيْلَ۔ کہا جاتا ہے	لَهُمْ۔ ان کو	مَّاذَا۔ کیا
اَنْزَلَ۔ اتارا	رَبُّكُمْ۔ تمہارے رب نے	قَالُوْا۔ تو کہتے ہیں	اَسَاطِيْرُ۔ کہانیاں
الْاَوَّلِيْنَ۔ پہلوں کی	لِيَحْمِلُوْا۔ تاکہ اٹھائیں	اَوْزَارَهُمْ۔ اپنے بوجھ	كَامِلَةً۔ پورے
يَوْمَ۔ دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے	وَمِنْ اَوْزَارِ۔ اور کچھ بوجھ	الَّذِيْنَ۔ ان کے
يُضِلُّوْنَهُمْ۔ جن کو گمراہ کرتے ہیں		بِغَيْرِ۔ بغیر	عِلْمٍ۔ علم کے
اَلَا۔ خبردار	سَآءَ۔ برا ہے	مَا۔ جو	يَزِرُوْنَ۔ بوجھ اٹھاتے ہیں

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۂ نحل۔ پ ۱۴

"اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ۔ تمہارا خدا ایک خدا ہے تو جو آخرت پر ایمان نہیں لائے ان کے دل منکر ہیں اور وہ متکبر ہیں"۔

اللہ عزوجل ایک ہے اور ایسا ایک ہے کہ اس ایک کی تجزی محال ہے جس طرح عددی ایک وہ ہے جس کا نصف بھی ہو جاتا ہے اور چوتھائی بھی اس سے نکل آتا ہے ذات واجب تعالیٰ شانہ کے ایک ہونے

کی یہ شان ہے کہ وہ عددی ایک سے بھی بالا ہے۔ اپنی ذات وصفات میں نظیر وشریک وندیم وضد سے بھی پاک ہے لاشریک لہ ہے اس کی وحدانیت تسلیم کرنے سے جو انکاری ہیں ان کے دل منکر ہیں اور باوجود اس کے کہ ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے وہ از روئے تکبر اتباع نہیں کرتے۔

"لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ حقیقتاً اللہ تعالےٰ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں بے شک اللہ نہیں پسند فرماتا متکبروں کو"۔

لا جرم کے معنی حق اور واضح ہیں۔ یعنی واضح امر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے دلوں کے حال اور ظاہری اعمال سب جانتا ہے۔

یحییٰ بن سلام فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ هٰهُنَا بِمَا يُسِرُّوْنَ تَشَاوُرُهُمْ فِيْ دَارِ النَّدْوَةِ فِيْ قَتْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اس سے مراد ان کے وہ مشورے ہیں جو دار الندوۃ میں حضور کے قتل کے متعلق کفار مکہ کرتے تھے۔

اور علانیہ یہ کہ ان کے سرکش اور ظلم قرآن کریم کا استہزاء کرتے۔

" وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ اور جب ان سے کہا جائے کیا اتارا تمہارے رب نے تو کہیں اگلوں کی کہانیاں ہیں"۔

یعنی جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے لوگ آتے تو راستہ میں عوام پوچھتے تو بیچ میں یہ سرکشوں کے سرغنے کہہ دیتے کچھ نہیں پہلی کہانیاں ہیں۔

چنانچہ اس کا شان نزول نضر بن حارث کے متعلق ہے اس نے بہت سی کہانیاں یاد کر رکھی تھیں۔ تو جب کوئی قرآن کریم کی نسبت صحابہ سے سوال کرتا کہ آج کیا حکم نازل ہوا تو وہ باوجود اس کے کہ جانتا اور سمجھتا تھا کہ قرآن پاک کی معجز بیانی اور اس کے حق ہونے میں کوئی شک نہیں مگر اپنی گمراہی سے دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کے لیے یہی بکواس کرتا اور کہتا ایسی کہانیاں مجھے بہت یاد ہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس کے اساطیر الاولین کہنے سے ہمارا کلام معجز نظام اساطیر الاولین نہیں ہو سکتا۔

"لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ تاکہ اٹھائیں بوجھ پورا قیامت کے دن اور کچھ بوجھ ان کے جنہیں جہالت سے گمراہ کرتے ہیں خبردار بہت بُرا ہے وہ بوجھ جو اٹھا رہے ہیں"۔

یعنی خود گمراہ ہو کر اپنی گمراہی کا بوجھ اٹھاتے ہیں پھر گمراہ گری کا بوجھ علیحدہ اپنے سر لیتے ہیں جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهٗ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ

غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا۔ جو کسی اچھے کام کا طریقہ جاری کرے اسے اس کا اجر ہے اور جو اس کی تحریک پر چلے ان کے برابر بھی ثواب ہو گا بلا نقص اجر عاملین اور جو برا طریقہ جاری کرے اسے اس کا گناہ ہو گا اور ان کا جو اس کی تحریک سے گمراہ ہو بلا نقص وزر یعنی گمراہ ہونے والوں کو علیحدہ عذاب ہو گا اور اس محرک کو سب کے برابر

با محاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ نحل پ ۱۴

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ○

بے شک فریب کیا تھا ان سے پہلوں نے تو اللہ نے آلیا ان کی تعمیر کو بنیاد وں سے تو گری ان پر چھت اوپر سے اور آیا ان پر عذاب ایسے حال میں کہ وہ بے خبر تھے۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○

پھر قیامت کے دن رسوا کرے گا انہیں اور فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن میں تم جھگڑتے تھے کہیں گے وہ جنہیں علم دیا گیا بیشک رسوائی آج کے دن اور برائی ان پر ہے جو کافر ہیں۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

وہ جنہیں موت دیتے ہیں فرشتے جو ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر تو آب ڈالیں گے صلح کہ نہیں تھے ہم عمل کرتے برائی کا کیوں نہیں بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے تھے۔

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ○

تو داخل ہو جہنم کے دروازے سے ہمیشہ رہنے والے ہیں اس میں تو یقیناً برا ٹھکانا ہے متکبروں کا۔

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ○

اور کہا گیا ان سے جو پرہیز گار تھے کیا کچھ نازل کیا تمہارے رب نے بولے بہتری ان کے لیے جو بھلا کام کر گئے اس دنیا میں وہ بھلائی میں ہیں اور گھر آخرت کا بہتر ہے اور اچھا ہے گھر پرہیز گاروں کا۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝

باغ آباد ہیں جن میں وہ داخل ہوں جاری ہیں نیچے ان کے نہریں ان کے لیے اس میں ہیں جو چاہیں ایسا ہی اللہ بدلہ دیتا ہے پرہیزگاروں کو۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

جنہیں وفات دیتے ہیں فرشتے عمدگی کے ساتھ کہتے ہو سلام تم پر داخل ہو جنت میں بدلہ تمہارے عملوں کا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

کیا انتظار ہے یہی کہ آئیں ان پر فرشتے یا آئے حکم الٰہی تیرے رب کا ایسے ہی کرتے رہے وہ جو ان سے پہلے تھے اور نہیں ظلم کرتا اللہ مگر وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

تو پہنچا انہیں عذاب ان کے عمل کا اور گھیر لیا انہیں جس پر وہ ہنستے تھے۔

حلّ لغات چوتھا رکوع سورہ نحل پ۱۴

قَدْ۔ بیشک	مَکَرَ۔ فریب کیا	الَّذِیْنَ۔ ان لوگوں نے	مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جو ان سے پہلے تھے
فَاَتَی۔ تو آیا	اللّٰهُ۔ اللہ	بُنْیَانَهُمْ۔ انکی تعمیروں کو	مِنَ الْقَوَاعِدِ۔ بنیادوں سے
فَخَرَّ۔ تو گر پڑا	عَلَیْهِمُ۔ ان پر	السَّقْفُ۔ چھت	
مِنْ فَوْقِهِمْ۔ ان کے اوپر سے	وَاَتٰهُمُ۔ اور آیا ان کے پاس	الْعَذَابُ۔ عذاب	
مِنْ حَیْثُ۔ ایسی جگہ سے کہ	لَا یَشْعُرُوْنَ۔ وہ نہیں سمجھتے تھے۔		
ثُمَّ۔ پھر	یَوْمَ۔ دن	الْقِیٰمَةِ۔ قیامت کے	یُخْزِیْهِمْ۔ ان کو ذلیل کریگا
وَیَقُوْلُ۔ اور کہے گا	اَیْنَ۔ کہاں ہیں	شُرَکَآءِیَ۔ میرے شریک	الَّذِیْنَ۔ وہ
کُنْتُمْ۔ کہ تھے تم	تُشَآقُّوْنَ۔ جھگڑتے	فِیْهِمْ۔ ان کے متعلق	قَالَ۔ تو کہیں گے
الَّذِیْنَ۔ وہ جنہیں	اُوْتُوا۔ دیا گیا	الْعِلْمَ۔ علم	اِنَّ۔ بیشک
الْخِزْیَ۔ رسوائی	الْیَوْمَ۔ آج کے دن	وَالسُّوْٓءَ۔ اور برائی	عَلَی الْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں پر ہے

الَّذِیْنَ ۔ وہ کہ
تَتَوَفّٰھُمُ ۔ فوت کرتے ہیں انکو
الْمَلٰٓئِکَۃُ ۔ فرشتے
ظَالِمِیْ ۔ کہ وہ ظلم کرنیوالے ہیں
اَنْفُسِھِمْ ۔ اپنی جانوں پر
فَاَلْقَوُا ۔ تو وہ ڈالیں گے
السَّلَمَ ۔ صلح
مَا کُنَّا ۔ نہیں تھے ہم
نَعْمَلُ ۔ عمل کرتے
مِنْ سُوْٓءٍ ۔ بُرے
بَلٰٓی ۔ کیوں نہیں
اِنَّ ۔ بیشک
اللّٰہَ ۔ اللہ
عَلِیْمٌ ۔ جانتا ہے
بِمَا ۔ جو
کُنْتُمْ ۔ تھے تم
تَعْمَلُوْنَ ۔ عمل کرتے
فَادْخُلُوْٓا ۔ تو داخل ہو جاؤ
اَبْوَابَ ۔ دروازوں
جَھَنَّمَ ۔ جہنم میں
خٰلِدِیْنَ ۔ ہمیشہ رہنے والے
فِیْھَا ۔ اس میں
فَلَبِئْسَ ۔ تو بُرا ہے
مَثْوَی ۔ ٹھکانہ
الْمُتَکَبِّرِیْنَ ۔ متکبروں کا
وَقِیْلَ ۔ اور کہا جائے
لِلَّذِیْنَ ۔ ان کو
اتَّقَوْا ۔ جو پرہیزگار ہیں
مَاذَآ ۔ کیا
اَنْزَلَ ۔ اتارا
رَبُّکُمْ ۔ تمہارے رب نے
قَالُوْا ۔ بولے
خَیْرًا ۔ بھلائی
لِلَّذِیْنَ ۔ ان کے لیے
اَحْسَنُوْا ۔ جو نیک ہیں
فِیْ ۔ بیچ
ھٰذِہِ ۔ اس
الدُّنْیَا ۔ دنیا کے
حَسَنَۃٌ ۔ بھلائی ہے
وَلَدَارُ ۔ اور یقیناً گھر
الْاٰخِرَۃِ ۔ آخرت کا
خَیْرٌ ۔ بہتر ہے
وَلَنِعْمَ ۔ اور اچھا ہے
دَارُ ۔ گھر
الْمُتَّقِیْنَ ۔ پرہیزگاروں کا
جَنّٰتُ ۔ باغ ہیں
عَدْنٍ ۔ ہمیشہ کے
یَدْخُلُوْنَھَا ۔ داخل ہونگے
اس میں
تَجْرِیْ ۔ چلتی ہیں
مِنْ تَحْتِھَا ۔ انکے نیچے
الْاَنْھٰرُ ۔ نہریں
لَھُمْ ۔ ان کے لیے ہے
فِیْھَا ۔ اس میں
مَا ۔ جو کچھ
یَشَآءُوْنَ ۔ وہ چاہیں
کَذٰلِکَ ۔ اسی طرح
یَجْزِی ۔ بدلہ دیتا ہے
اللّٰہُ ۔ اللہ
الْمُتَّقِیْنَ ۔ پرہیزگاروں کو
الَّذِیْنَ ۔ وہ کہ
تَتَوَفّٰھُمُ ۔ فوت کرتے ہیں انکو
الْمَلٰٓئِکَۃُ ۔ فرشتے
طَیِّبِیْنَ ۔ عمدگی سے
یَقُوْلُوْنَ ۔ کہتے ہیں
سَلٰمٌ ۔ سلام ہو
عَلَیْکُمُ ۔ تم پر
اُدْخُلُوا ۔ داخل ہو جاؤ
الْجَنَّۃَ ۔ جنت میں
بِمَا ۔ بدلہ اس کا کہ
کُنْتُمْ ۔ تھے تم
تَعْمَلُوْنَ ۔ عمل کرتے
ھَلْ ۔ کیا
یَنْظُرُوْنَ ۔ انتظار کرتے ہیں
اِلَّآ ۔ مگر
اَنْ ۔ یہ کہ
تَاْتِیَھُمُ ۔ آئیں انکے پاس
الْمَلٰٓئِکَۃُ ۔ فرشتے
اَوْ ۔ یا
یَاْتِیَ ۔ آئے
اَمْرُ ۔ فیصلہ
رَبِّکَ ۔ تیرے رب کا
کَذٰلِکَ ۔ اسی طرح
فَعَلَ ۔ کیا
الَّذِیْنَ ۔ انہوں نے
مِنْ قَبْلِھِمْ ۔ جو ان سے پہلے تھے۔
وَمَا ۔ اور نہیں
ظَلَمَھُمُ ۔ ظلم کیا ان پر
اللّٰہُ ۔ اللہ نے
وَلٰکِنْ ۔ اور لیکن
کَانُوْٓا ۔ تھے وہ
اَنْفُسَھُمْ ۔ اپنی جانوں پر
یَظْلِمُوْنَ ۔ ظلم کرتے
فَاَصَابَھُمْ ۔ تو پہنچائی ان کو
سَیِّاٰتُ ۔ برائی
مَا عَمِلُوْا ۔ اس کی جو عمل کیے انہوں نے
وَحَاقَ ۔ اور گھیرا
بِھِمْ ۔ ان کو

مَا۔ اس نے كَانُوا۔ جو تھے وہ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ٹھٹھا کرتے

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورہ نحل پ ۱۴

"قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" بے شک فریب کاری کی انہوں نے جو ان سے پہلے تھے تو لیا اللہ نے ان کی عمارتوں کو بنیادوں سے تو گر ی ان پر چھت اوپر سے اور آیا ان پر عذاب ایسے حال میں کہ وہ بے خبر تھے"۔

مکر کی تعریف میں علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ وَالْمَكْرُ صَرْفُ الْغَيْرِ عَمَّا يَقْصُدُهُ بِحِيْلَةٍ۔ مکر کہتے ہیں پلٹانا کسی اور کی طرف اس بات کو جو اس کے لیے تھی کسی حیلہ سے۔

جیسے قوم لوط نے حضرت لوط علیہ السلام کو ہلاک کرنا چاہا تو اللہ تعالے نے ان کا ہی طبقہ الٹ دیا اور ہلاک کر دیا یا جیسے مشرکین مکہ نے حضور کے قتل کے لیے خفیہ تدابیر کیں اللہ تعالے نے ان کی بنیادیں اکھاڑ دیں اور ظاہر ہے کہ بنیادیں اکھڑ جاتی ہیں تو چھت قائم نہیں رہ سکتی تو وہ ان کی چھت ان پر ہی پڑی۔

علامہ راغب فرماتے ہیں بنیان جمع ہے مثل شعیر اور شعیرہ اور تمر اور تمرہ اور نخل اور نخلہ اور یہ تذکیر و تانیث دونوں پر مستعمل ہوتا ہے تو اس کا اطلاق ہر اس کیفیت پر ہوتا ہے جو موجب ہلاکت ہو تو اسے یوں سمجھنا چاہیئے کہ کفار کی طرف سے ہمیشہ خفیہ تدابیر و حیل کی عمارتیں تعمیر ہوتی رہیں ہمارے رسل و انبیاء کی مخالفت میں لیکن اللہ تعالے نے ان کی بنیادیں ہلا دیں اور ان کی اس تعمیر کی چھت ان پر ہی آ پڑی کہ انھیں شعور بھی نہ ہوا۔

یہ ایک تمثیل ہے کہ پچھلی امتوں نے اپنے رسولوں کے ساتھ فریب کرنے کے لیے کچھ منصوبے بنائے تھے اللہ تعالے نے انہیں منصوبوں میں ہلاک کر دیا ان کا حال ایسا ہوا جیسے کسی قوم نے کوئی بلند عمارت بنائی پھر وہ عمارت ان پر گر پڑی اور وہ ہلاک ہو گئی اسی طرح کفار اپنی مکاریوں سے خود برباد ہو گئے جیسے ضرب المثل ہے مَنْ حَفَرَ لِاَخِيْهِ جُبًّا وَقَعَ فِيْهِ مُكِبًّا۔

فارسی میں بولتے ہیں چاہ کن را چاہ درپیش۔ چنانچہ بعض نے یوں بھی کہا اِنَّ الْمُرَادَ اَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی خیالی عمارت جتنی بنائی گر گئی ان کے عمل حبط ہو گئے۔

وَقِيْلَ الْكَلَامُ مَبْنِيٌّ عَلَى الْحَقِيْقَةِ وَذٰلِكَ اِنَّ نَمْرُوْدَ بْنَ كِنْعَانَ بَنٰى صَرْحًا بِبَابِلَ لِيَصْعَدَ

بِزَعْمِہٖ اِلَی السَّمَآءِ وَیَعْرِفُ اَمْرَھَا وَیُقَاتِلُ اَھْلَھَا وَاَفْرَطَ فِیْ عُلُوِّہٖ فَکَانَ طُوْلُہٗ فِی السَّمَآءِ عَلٰی مَا حَکَی النَّقَّاشُ وَرُوِیَ عَنْ کَعْبٍ فَرْسَخَیْنِ۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ عبارت منصوصہ مبنی علی الحقیقۃ ہے اور یہ اس طرح کہ نمرود بن کنعان نے بابل میں ایک منارہ بنایا کہ اس پر چڑھ کر اپنے گمان میں آسمان پر جائے اور وہاں کے حالات سے آگاہ ہو کر وہاں کے رہنے والوں کو ہلاک کر دے تو اس کا طول نقاشی اور حضرت کعب کی روایت کے مطابق دو فرسخ تھا۔

اور بقول ابن عباس اور وہب کَانَ اِرْتِفَاعُہٗ خَمْسَۃَ اٰلَافِ ذِرَاعٍ وَعَرْضُہٗ ثَلَاثَۃَ اٰلَافِ ذِرَاعٍ فَبَعَثَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ رِیْحًا فَھَدَمَتْہُ وَخَرَّ سَقْفُہٗ عَلَیْہِ وَعَلٰی اَتْبَاعِہٖ فَھَلَکُوْا۔
اس عمارت کی بلندی پانچ ہزار گز اور عرض تین ہزار گز تھا تو اللہ تعالے نے آندھی بھیجی جس سے وہ گری اور اس کی چھت اس پر اور اس کے متبعین پر آئی جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔

وَقِیْلَ ھَدَمَہٗ جِبْرِیْلُ بِجَنَاحِہٖ۔ ایک قول ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنے پر سے اسے ہلاک کیا۔

اور یہ مصیبت اس پر اور اس کی قوم پر آئی تو بو کھلا کر انواع واقسام کی آوازوں میں وہ چیخنے لگے جسے عربی میں تبلبلت کہتے ہیں۔

فَتَکَلَّمُوْا یَوْمَئِذٍ بِثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ لِسَانًا فَلِذٰلِکَ سُمِّیَتْ بَابِلُ وَکَانَ قَبْلَ ذٰلِکَ لِسَانُ النَّاسِ السُّرْیَانِیَّۃُ۔

تو اس دن لوگوں میں تہتر زبانوں کا استعمال ہوا جو از خود رفتگی میں وہ بلبلا کر بول رہے تھے اسی وجہ میں اس آبادی کا نام بابل ہو گیا اور اس سے قبل ان کی زبان سریانی تھی۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس روایت کے خلاف بھی ایک مشہور قصہ ہے کہ
اِنَّ مُوْجِبَہٗ اَنَّ ھِلَاکَ نَمْرُوْدَ کَانَ بِمَا ذَکَرُوْا الْمَشْھُوْرُ اَنَّہٗ عَاشَ بَعْدَ قِصَّۃِ الصَّرْحِ وَاَھْلَکَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِبَعُوْضَۃٍ وَصَکَّتْ لِدِمَاغِہٖ اِظْھَارًا لِکَمَالِ خِسَّتِہٖ وَعَجْزِہٖ۔

ہلاک نمرود کا ایک واقعہ تو وہ ہے جو بیان ہو چکا اور دوسرا یہ بھی مشہور ہے کہ اس عمارت کے بعد وہ زندہ رہا پھر اللہ تعالے نے اس کے دماغ میں مچھر پہنچایا اور اس سے پریشان رہ کر عاجز آ کر ہلاک ہوا اس میں اس کی انتہائی بے بسی اور کمزوری دکھانی مقصود تھی کہ دعوائے خدائی کرنے والے کا یہ حشر ہوا۔

معجم البلدان میں ہے کہ بابل کا اصل نام نوید سیف الجبار تھا اور پھر نام مشتری ستارہ سے مشتق تھا لِاَنَّ بَابَلَ بِاللِّسَانِ الْبَابَلِیِّ الْاَوَّلِ اِسْمٌ لِلْمُشْتَرِیْ۔ اس لیے کہ زبان بابلی میں بابل مشتری ستارے کو کہتے ہیں۔

"ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ۔ پھر قیامت کے روز وہ رسوا کیے جائیں" اور اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے "اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ۔ کہاں ہیں میرے وہ شریک جن میں جھگڑتے تھے" جیسے دوسری جگہ فرمایا اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ یعنی وہ کہاں ہیں میرے شریک جنہیں تمہارا گمان تھا یا تم نے گھڑ رکھے تھے اور ان کی حمایت میں مسلمانوں سے جھگڑتے تھے۔

"قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ کہیں گے علم والے آج ساری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے"۔ یعنی ان امتوں کے انبیاء اور علماء جو انہیں دنیا میں ایمان کی دعوت دیتے اور نصیحت کرتے تھے اور یہ لوگ ان کی نصیحت نہ مانتے تھے وہ کہیں گے آج جو عذاب تم پہ ہے وہ تمہارے جحد و انکار اور کفر کی وجہ میں ہے اور اس رسوائی کا سبب بھی تمہاری گمراہی ہے۔

"اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وہ کہ فرشتے ان کی جان نکالتے ہیں اس حال پر کہ وہ اپنی جان پر ظلم کر رہے تھے"۔

یعنی کفر میں مبتلا تھے لیکن جب وہ عذاب میں پکڑے جائیں گے تو

"فَاَلْقَوُا السَّلَمَ۔ اب صلح ڈالیں گے (اور کہیں گے) ہم تو کوئی عمل برا نہ کرتے تھے"۔ اور صاف مکر جائیں گے اور کہہ دیں گے کہ ہم نے ایسے کام نہ کیے تھے۔ اس کا جواب من جانب اللہ یہ ہوگا کہ

بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ ہاں کیوں نہیں بے شک اللہ خوب جانتا ہے تمہارے کوتکوں کو"۔

یعنی آج تمہارا انکار تمہیں بری کرنے والا نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے وہ خوب تمہارے اعمال و افعال کا جاننے والا ہے بس اب اس کا جواب صرف یہ ہے کہ تمہیں فرشتے دے رہے ہیں "فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ۔ اب داخل ہو دروازۂ جہنم میں ہمیشہ اس میں رہو تو بہت برا ٹھکانا ہے مغرور و متکبر لوگوں کا"۔

آج تمہارا عذر مسموع نہیں اس لیے کہ آج دار الجزاء میں ہو دار العمل سے تم آچکے ہو اور اس آیۂ کریمہ سے یہ امر بھی ثابت ہو گیا کہ مشرکین کفار جبکہ اسی کفر و شرک میں مر گئے ان کے لیے اس نص صریح سے خلود

جہنم اور تابد بالعذاب ثابت ہو گیا۔ اسی حکم میں مرتدین اور خلاف اسلام منکرین مرنے والے بھی داخل ہیں۔

"وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ اور کہا گیا انہیں جو پرہیزگار ہیں کہ تمہارے رب نے کیا اتارا بولے بہتری انہیں جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی ان کے لیے بے شک پچھلا گھر سب سے بہتر ہے اور یقیناً دار آخرت بہت اچھا گھر ہے پرہیزگاروں کا۔"

یعنی ایمان والوں کو کہا جائے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا اور کیا بدلہ دیا تو وہ کہیں گے ہمارا بدلہ بہترین ہے اس لیے کہ قرآن کریم تمام خوبیوں کا جامع اور حسنات و برکات کا منبع ہے دینی و دنیوی اور ظاہری و باطنی کمالات کا سرچشمہ ہے۔

اس آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ

قبائل عرب ایام حج میں حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات کی تحقیقات کے لیے مکہ مکرمہ میں قاصد بھیجتے تھے یہ قاصد جب مکہ مکرمہ آتے تو انہیں پہلے شہر کے کناروں پہ کفار کے قاصد کارندے ملتے جیسا کہ اس سے پہلے رکوع میں بیان ہو چکا ان سے یہ قاصد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کرتے چونکہ یہ لوگ بہکانے پر مامور تھے لہٰذا ان میں سے کوئی حضور کو ساحر کہتا کوئی کاہن بتاتا کوئی شاعر کہتا کوئی کذاب کوئی مجنون کہہ دیتا اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا کہ خبردار تم ان سے نہ ملنا۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے اس پر وہ قاصد جواب دیتے۔ کہ

اگر ہم نکے پہنچ کر ان سے ملے بغیر اپنی قوم کے پاس گئے تو ہم ان کو کیا جواب دیں گے اور قاصد کے فرض منصبی کے یہ بات بالکل خلاف ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم جہاں جائیں اپنے بیگانوں سے ملیں ان کے حالات کی تحقیقات کریں پھر جو کچھ معلومات حاصل ہوں وہ بلا کم و کاست اپنی قوم کو واپس جا کر بتائیں (روح)

چنانچہ قاصد لوگ ان مشرکین کے کارندوں سے باتیں کر کے اصحاب رسول سے ملتے ان سے حضور کے حالات معلوم کرتے صحابہ کرام حضور کے کمالات، صداقت نبوت کے دلائل سناتے قرآن کریم کے مضامین سے مطلع کرتے اس کا ذکر اس آیہ کریمہ میں کیا گیا ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ ان پرہیزگاروں کے لیے جنت ہیں۔

"جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا بسنے کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے ان کے نیچے نہریں رواں ہیں انہیں اس میں جو چاہیں ملے گا ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اللہ پرہیزگاروں کو انہیں وہ فرشتے جو جان نکالتے ہیں پاکی سے کہتے ہیں کہ سلام تم پر داخل ہو جنت میں بدلہ اپنے عمل (خیر) کا۔"

طیبین سے مراد یہ ہے کہ وہ شرک و کفر سے پاک ہوتے ہیں اور ان کے اقوال و افعال اور اخلاق و خصائل

پاکیزہ ہوتے ہیں اور ان کا دامن محرمات و ممنوعات کے داغوں سے پاک ہوتا ہے انہیں قبض روح کے وقت جنت اور رضوان اور رحمت و کرامت کی بشارتیں دی جاتی ہیں اس حال میں انہیں موت خوشگوار معلوم ہوتی ہے اور ان کی جان فرح و سرور کے ساتھ اس جسم خاکی سے نکلتی ہے اور ملائکہ عزت و حرمت سے اس کا خیر مقدم سلام کے ساتھ کرتے ہیں (خازن)

بیہقی محمد بن کعب قرظی سے راوی ہیں۔ اِذَا اسْتَنْقَعَتْ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ جَاءَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاوَلِيَّ اللهِ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَبَشَّرَهُ بِالْجَنَّةِ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ موت کے وقت بندۂ مومن کے پاس فرشتۂ رحمت آکر کہتا ہے کہ اے اللہ کے دوست تجھ پر سلام اور اللہ تبارک و تعالےٰ تجھ پر سلام فرماتا ہے اس کے ساتھ ہی کفار کے لیے ارشاد ہے (روح المعانی)

"هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ کیا انتظار کر رہے ہیں یہی نا کہ آئیں ان پر فرشتے یا آئے ان پر تمہارے رب کا عذاب"۔

یعنی کفار کیوں ایمان نہیں لاتے وہ کس کا انتظار کر رہے ہیں یہی انتظار کہ ان پر عذاب کے فرشتے آئیں یا روح قبض کرنے وقت یا بروز قیامت۔

"كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ایسا ہی کیا انہوں نے جو ان سے پہلے تھے اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے تو ان کی بری کمائیاں ان پر پڑیں اور انہیں گھیر لیا اس نے جس پر وہ ہنستے تھے"۔

یعنی پہلی امتوں کے کفار نے بھی ایسا ہی کفر کیا اور اپنے کفر و تکذیب پر اڑے رہے تو انہوں نے اپنے اعمال خبیثہ کی سزا پائی۔

وَحَاقَ بِهِمْ کے معنی آلوسی فرماتے ہیں اَيْ اَحَاطَ بِهِمْ وَاَصْلُ مَعْنَى الْحَيْقِ اَلْاِحَاطَةُ مُطْلَقًا ثُمَّ خُصَّ فِي الْاِسْتِعْمَالِ بِاِحَاطَةِ الشَّرِّ۔

حاق کے معنی گھیرنے کے ہیں حیق کے اصل معنی محض احاطہ کے ہیں پھر اس کا استعمال خصوصی احاطۂ شریہ ہو گیا۔

با محاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ نحل پ۱۴

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

اور بولے شرک کرنے والے اگر اللہ چاہتا تو نہ پوجتے اس کے سوا کسی شے کو ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ حرام ٹھہراتے ہم اس کے حکم کے خلاف کچھ ایسا ہی کیا انہوں نے جو ان سے پہلے تھے تو کیا ہے رسولوں پر مگر صاف تبلیغ۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

اور بے شک بھیجے ہم نے ہر امت میں ایک رسول کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے اجتناب کرو تو ان میں سے اللہ نے کسی کو ہدایت کی اور ان میں سے کسی پر پختہ ہوئی گمراہی تو سیر کرو زمین میں تو دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا۔

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

اگر تم حرص کرو ان کی ہدایت کی تو بے شک ہدایت نہیں دیتا اللہ جسے گمراہ کرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور انہوں نے قسم کھائی اللہ کی کوشش سے اپنی حلف میں کہ نہ اٹھائے گا اللہ اس کو جو مر چکا ہاں کیوں نہیں وعدہ اللہ پر ہے سچا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ۝

اس لیے کہ انہیں ظاہر کر دے جس بات میں جھگڑتے ہیں اور اس لیے کہ جان لیں وہ جو کافر ہیں کہ وہ جھوٹے ہیں۔

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

ہمارا فرمانا کسی شے کا جب ارادہ کریں یہی ہوتا ہے کہ ہم کہیں ہو جا تو ہو جاتی ہے۔

حلِّ لُغات پانچواں رکوع سورہ نحل پ۱۴

وَقَالَ۔اور کہا	الَّذِيْنَ۔انہوں نے جو	اَشْرَكُوْا۔مشرک ہوئے	لَوْ۔اگر
شَاءَ۔چاہتا	اللّٰهُ۔اللہ	مَا۔تو نہ	عَبَدْنَا۔عبادت کرتے ہم
مِنْ دُوْنِهٖ۔اس کے سوا	مِنْ شَيْءٍ۔کسی چیز کی	نَحْنُ۔ہم	وَلَآ۔اور نہ
اٰبَآؤُنَا۔ہمارے باپ دادا	وَلَا۔اور نہ	حَرَّمْنَا۔حرام کرتے ہم	مِنْ دُوْنِهٖ۔اس کے سوا
مِنْ شَيْءٍ۔کوئی چیز	كَذٰلِكَ۔اسی طرح	فَعَلَ۔کیا	الَّذِيْنَ۔انہوں نے جو
مِنْ قَبْلِهِمْ۔ان سے پہلے تھے	فَهَلْ۔تو کیا ہے	عَلَى۔اوپر	الرُّسُلِ۔رسولوں کے
اِلَّا۔مگر	الْبَلٰغُ۔پہنچانا	الْمُبِيْنُ۔ظاہر	وَلَقَدْ۔اور بیشک
بَعَثْنَا۔بھیجے ہم نے	فِيْ كُلِّ۔ہر ایک	اُمَّةٍ۔امت میں	رَّسُوْلًا۔رسول
اَنِ۔یہ کہ	اعْبُدُوا۔عبادت کرو	اللّٰهَ۔اللہ کی	وَاجْتَنِبُوا۔اور بچو
الطَّاغُوْتَ۔شیطان سے	فَمِنْهُمْ۔تو بعض ان سے	مَنْ۔وہ ہیں جن کو	هَدَى اللّٰهُ۔ہدایت دی اللہ نے
وَمِنْهُمْ۔اور بعض ان سے	مَّنْ۔وہ ہیں کہ	حَقَّتْ۔حق ہوئی	عَلَيْهِمْ۔ان پر
الضَّلٰلَةُ۔گمراہی	فَسِيْرُوْا۔تو پھرو	فِي الْاَرْضِ۔زمین میں	فَانْظُرُوْا۔پھر دیکھو
كَيْفَ۔کیسا	كَانَ۔ہوا	عَاقِبَةُ۔انجام	الْمُكَذِّبِيْنَ۔جھٹلانے والوں کا
اِنْ۔اگر	تَحْرِصْ۔تو حرص رکھے	عَلٰى۔اوپر	هُدٰىهُمْ۔ان کی ہدایت کے
فَاِنَّ۔تو بے شک	اللّٰهَ۔اللہ تعالے	لَا يَهْدِيْ۔نہیں ہدایت دیتا	مَنْ۔اسے جو
يُّضِلُّ۔گمراہ کرے	وَمَا۔اور نہیں	لَهُمْ۔ان کے لیے	مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔کوئی مددگار
وَاَقْسَمُوْا۔اور قسم کھائی انہوں نے	بِاللّٰهِ۔اللہ کی	جَهْدَ۔مضبوط	اَيْمَانِهِمْ۔اپنی قسمیں
لَا يَبْعَثُ۔نہیں اٹھائیگا	اللّٰهُ۔اللہ	مَنْ۔اسے جو	يَّمُوْتُ۔مرے گا
بَلٰى۔کیوں نہیں	وَعْدًا۔وعدہ ہے	عَلَيْهِ۔اس پر	حَقًّا۔سچا
وَّلٰكِنَّ۔اور لیکن	اَكْثَرَ۔اکثر	النَّاسِ۔لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ۔نہیں جانتے
لِيُبَيِّنَ۔تاکہ بیان کرے	لَهُمُ۔ان کے لیے	الَّذِيْ۔وہ جس میں	يَخْتَلِفُوْنَ۔اختلاف کرتے ہیں
فِيْهِ۔اس میں	وَلِيَعْلَمَ۔اور جلدی جانیں گے	الَّذِيْنَ۔وہ جو	كَفَرُوْا۔کافر ہوئے

اِنَّھُمْ۔ بیشک وہ — کَانُوْا۔ تھے — کَاذِبِیْنَ۔ جھوٹے — اِنَّمَا۔ اسکے سوا نہیں
قَوْلُنَا۔ کہ ہمارا کہنا — لِشَیْئٍ۔ کسی چیز کو — اِذَا۔ جب — اَرَدْنَاہُ۔ ارادہ کریں ہم اس کا
اَنْ۔ یہ کہ — نَقُوْلَ۔ ہم کہیں — لَہٗ۔ اس کو — کُنْ۔ ہو جا
فَیَکُوْنُ۔ تو ہو جاتی ہے۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورہ نحل پ۱۴

"وَقَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا۔ اور بولے وہ شرک کر رہے تھے اگر چاہتا اللہ تو نہ پوجتے ہم اس کے سوا کسی چیز کو نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ حرام ٹھہراتے اس کے حکم کے خلاف کسی چیز کو"۔

یہ وہ الفاظ ہیں جو مشرکین کی طرف سے نکلتے رہے ہیں جیسے سورہ انعام میں بھی ان کے تذکرہ میں فرمایا سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْشَاءَ اللّٰہُ الخ اور سورۂ زخرف میں بھی فرمایا وَقَالُوْا لَوْشَاءَ اللّٰہُ لَاَنْزَلَ مَلٰئِکَۃً اس کے جواب میں ارشاد ہو چکا ہے قُلْ فَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ۔ فرما دیجئے اللہ کے لیے اس کی حقانیت پر حجت بالغہ ہے۔

وہی ان کے جملوں کو یہاں دہرا کر فرمایا جس کے یہ معنی ہیں لَوْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَدَمَ عِبَادَتِنَا لِشَیْئٍ غَیْرَہٗ سُبْحٰنَہٗ کَمَا تَقُوْلُ مَا عَبَدْنَا ذٰلِکَ۔ یعنی اگر اللہ چاہتا کہ ہم سوا اس کے کسی کی عبادت نہ کریں جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں تو ہم کبھی اس کے غیر کی پوجا نہ کرتے۔

اور ہم ہی نہیں ہمارے اجداد و آباء بھی نہ پوجتے اور نہ حرام ٹھہراتے اس کے حکم کے خلاف بحیرہ سائبہ اور حام وغیرہ کو۔

اسی لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ حالانکہ اس میں محض مشیت پر عدم اور وجود ہے حضور نے یہ نہیں فرمایا وَمَاشَاءَ عَدَمَ کَوْنِہٖ لَمْ یَکُنْ بلکہ یہ فرمایا۔ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ۔ جس چیز کا وجود نہ چاہے نہیں ہو سکتی نہ یہ کہ جو فعل انسان کرے اس کا عدم بھی ضروری ہے (روح المعانی)

اسی وجہ میں وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی ہمارا عقیدہ ہے یعنی ہم اللہ تعالےٰ کو خالق خیر و شر تسلیم کرتے ہیں۔ دنیا میں دنیا کی تمام برائیاں بنانے والا اور دنیا میں دنیا کی تمام بھلائیاں بنانے اور پیدا کرنے کی نسبت اس ذات کی طرف ہے اس لیے کہ وہ صناع مطلق ہے اچھی سے اچھی چیز اچھے

سے اچھا فعل بھی اسی نے پیدا فرمایا ہے اور بری سے بری چیز اور برے سے برا فعل بھی اسی نے پیدا کیا ہے۔

اگر خالق خیر و شر اسے نہ مانا جائے تو اس کے قادر مطلق ہونے میں نقص لازم آتا ہے۔

خنزیر، درندے، زقوم۔ سم الفار۔ بول و براز افعال میں زنا۔ حرام۔ چوری۔ ڈاکہ اور تمام افعال قبیحہ وعادات رذیلہ کا وہی خالق ہے اسی طرح

حسین وجمیل اشیاء طیبہ سیب۔ انگور۔ حلال جانور ہرن۔ بکرا دنبہ۔ حلوا اور حامض نیکی وعبادت حق اس کا بھی وہی خالق ہے۔

توخالق خیر و شر ہوتا تو اس کا لازمی ہے لیکن ہر بری چیز کی برائی پر مطلع کرنے کے لیے اپنے رسولوں کا بھیجنا بس اسی کا فعل ہے تاکہ ہمیں معلوم ہوسکے کہ فلاں چیز اللہ تعالے بنا کر اس کی برائی سے ہمیں انبیاء کرام کے ذریعہ مطلع فرمادیا اس سے اجتناب کا حکم دیا اور ہمیں اپنے افعال پر اختیار بھی اسی نے دیا اور برے افعال پر سزا نیک افعال پر جزا بھی مرتب فرمادی۔

نیک وبد سے تجھ کو ماہر کردیا اب تو اپنے فعل کا مختار ہے اور قصیدہ بدء الامالی میں ہے جو کہ عقائد کی کتاب ہے ؎

مُرِیْدُ الْخَیْرِ وَالشَّرِّ الْقَبِیْحِ ۔۔۔ وَلٰکِنْ لَیْسَ یَرْضٰی بِالْمُحَالِ

وہ بھلائی اور بدترین برائی کا ارادہ کرنے والا ہے لیکن وہ برائی اور تکبر کو پسند نہیں کرتا۔

یہ عقیدہ جبریوں کا ہے کہ ہم سے ہر فعل ہوگا جو اللہ چاہے گناہ چاہے نیکی چاہے نیکی اور یہ عقیدہ باطل ہے۔ جبریہ قدریہ عقیدہ والے اسی وجہ میں گمراہ مانے گئے ہیں۔

چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں کہ مشرکین کا یہ کہنا کہ لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ باطل تھا اور اس کہنے سے ان کی مراد تکذیب رسل الکرام تھی اور ان کی شان میں طعن مقصود تھی کہ اگر اللہ تعالے چاہتا کہ ہم موحد بنیں اور شرک نہ کریں اور جسے اس نے حرام کیا اسے حلال نہ بنائیں تو ہم ایسا ہی کرتے مگر چونکہ اللہ تعالے نے ہی ایسا چاہا تو اس کے مطابق ہم نے کفر وشرک کیا۔ تو اس پر ارشاد الٰہی ہوا۔

"کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ ایسا ہی ان سے پہلے کر گئے ہیں"۔

یعنی ایسے اقوال شنیعہ افعال رذیلہ پہلی امتیں کر چکی ہیں اور ہمارے رسولوں سے مجادلہ کرکے باطل پر مصر رہ چکی ہیں اور یہ نہ سمجھیں کہ

" فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ رسولوں پر کیا ذمہ ہے یہی کہ وہ کھلا حکم پہنچا دیں"۔

بُرے بھلے کی خبر دیدیں آلوسی فرماتے ہیں۔

اَیْ لَیْسَتْ وَظِیْفَتُهُمْ اِلَّا الْاِبْلَاغُ لِلرِّسَالَةِ الْمُوْضِحِ طَرِیْقَ الْحَقِّ وَالْمُظْهِرِ اَحْکَامِ الْوَحْیِ الَّتِیْ مِنْهَا تَحَتُّمُ تَعَلُّقِ مَشِیْئَتِهٖ تَعَالٰی بِاِهْتِدَاءِ مِنْ صَرْفِ قُدْرَتِهٖ وَاِخْتِیَارِهٖ اِلٰی تَحْصِیْلِ الْحَقِّ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

انبیاء کرام کے ذمہ سوائے تبلیغ حق اور واضح طور پر طریق حق اور احکام وحی پہنچا دیں اور کچھ نہیں ہے رہا ہدایت ملنا یہ اللہ تعالٰے کی طرف سے ہے چنانچہ ارشاد باری ہے جو لوگ ہماری طرف رجوع کرتے ہیں کوشاں ہیں انہیں یقیناً ہم اپنی راہ کا راستہ بتا دیتے ہیں۔

فَاِنَّ الرُّسُلَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ لَیْسَ شَاْنُهُمْ اِلَّا تَبْلِیْغُ الْاَوَامِرِ وَالنَّوَاهِیْ۔ اس لیے کہ انبیاء کی شان ارفع یہی ہے کہ وہ تبلیغ اوامر و نواہی فرمائیں۔

وَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَا یَشَاءُ الشِّرْکَ وَالْمَعَاصِیَ بِالْبَیَانِ وَالْبُرْهَانِ وَیُطْلِعُوْا عَلٰی بُطْلَانِ الشِّرْکِ وَقُبْحِهٖ وَبَرَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ اَفْعَالِ الْعِبَادِ وَاَنَّهُمْ فَاعِلُوْهَا بِقَصْدِهِمْ وَاِرَادَتِهِمْ وَاِخْتِیَارِهِمْ وَاللّٰهُ تَعَالٰی بَاعِثُهُمْ عَلٰی جَمِیْلِهَا وَمُوَفِّقُهُمْ لَهٗ وَزَاجِرُهُمْ عَنْ قَبِیْحِهَا وَمُوْعِدُهُمْ عَلَیْهِ اِلٰی اٰخِرِ مَا قَالَ مِمَّا هُوَ عَلٰی هٰذَا الْمِنْوَالِ۔

اور اللہ تعالٰے کبھی شرک اور معاصی نہیں چاہتا اس کے لیے بیان و برہان کے ذریعہ اس کا بطلان ظاہر فرما دیا اور بتا دیا کہ شرک قبیح ہے اور اللہ تعالٰے اس سے بیزار ہے ایسے افعال کے مرتکبوں پر زجر فرمائی گئی اور آخرت میں اس کی سزا پر مواعید آئے۔ چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

" وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اور بے شک بھیجا ہم نے ہر امت میں ایک رسول کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو تو ان میں سے کسی کو اللہ نے راہ دکھائی اور کسی کو گمراہی پسند آئی تو سیر کرو زمین میں اور دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا"۔

یعنی گذشتہ امتوں میں رسول تشریف لائے انہوں نے ہدایت کی اور کہا صرف ایک اللہ کو پوجو اور طاغوت سے اجتناب کرو ورنہ عاد و ثمود اور ہامان و قارون کا سا حشر ہو گا۔

آلوسی طاغوت کی تعریف میں فرماتے ہیں هُوَ کُلُّ مَا یَدْعُوْا اِلَی الضَّلَالَةِ۔ ہر وہ چیز جو گمراہی کی طرف بلائے وہ طاغوت ہے۔

قَالَ الْحَسَنُ هُوَ الشَّیْطَانُ۔ حسن بصری فرماتے ہیں اس سے مراد شیطان ہے۔

وَالْمُرَادُ مِنْ اِجْتِنَابِہٖ اِجْتِنَابُ مَایَدْعُوْا اِلَیْہِ۔ اجتناب سے مراد یہی ہے کہ ہر اس بات سے بچا جائے جس کا مقتضی گمراہی ہو۔

تو ان میں سے بعض تو وہ نکلے جو حق کی طرف راہ پا گئے اللہ کی اطاعت و عبادت کی طرف جھکے طاغوت سے مجتنب رہے اللہ نے انہیں اس کی توفیق دی اور ان میں سے بعض وہ تھے جنہیں گمراہی لازم نظر آئی حَقَّتْ کا ترجمہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں ثَبَتَتْ وَوَجَبَتْ اِذْ لَمْ یُوَفِّقْهُمْ وَلَمْ یُرِدْ هِدَایَتَهُمْ ان پہ گمراہی قائم ہوئی اور ضلالت لازم ہو گئی اس لیے کہ ہدایت ان کی رفیق نہ ہوئی اور ان پر ان کی ہدایت وارد نہ ہوئی۔

اور امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں اِنَّ الْمُشْرِكِیْنَ اَرَادُوْا مِنْ قَوْلِهِمْ ذٰلِكَ اِنَّهٗ لَمَّا كَانَ الْكُلُّ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی كَانَ بِعْثَةُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ عَبَثًا۔ مشرکین کا یہ خیال کہ افعال صالحہ اور طالحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتے ہیں یوں بھی صحیح نہیں اگر یہی ہے تو بعثت انبیاء علیہم السلام عبث ہو جاتی ہے اور فِعْلُ الْحَكِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ کے مطابق اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل عبث نہیں ہو سکتا۔

پھر یہ کہ ہدایت یافتہ امت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے گمراہ پیدا ہی کیوں کیے اس کے دو جواب ہیں اول تو یہ کہ تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِهَا حقیقت اشیاء اضداد کے وجود سے ہی جانی جاتی ہے تو مومن کی عظمت کفار کے وجود میں ہی جانی جاسکتی تھی اس لیے ان کا ہونا بھی ضروری تھا جیسے دن کی قدر رات ہونے سے آتی ہے صحت کی قدر بیمار ہونے پر ہوتی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اِذْ لِلّٰهِ سُبْحٰنَهٗ اَنْ یَّفْعَلَ فِیْ مُلْكِهٖ مَا یَشَاءُ وَیَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ لَهٗ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا وَلِمَ لَمْ تَفْعَلْ ذٰلِكَ۔

جب کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے تو مالک اپنے ملک میں جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے۔ اس کے دربار عزت میں یہ جائز ہی نہیں ہے کہ اس کے حضور کہا جاوے یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا۔

تو زمین پھر کر سیر کر کے دیکھو کہ ان گمراہوں کا انجام کیا ہوا انہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا ان کے ویران شہر اور ان کی بستیاں ان کی ہلاکت پہ آج تک مرثیہ خواں ہیں انہیں دیکھ کر عبرت حاصل کرو اور سمجھ لو کہ اگر تم بھی ایسا کر و گے اور اپنے کفر پہ مصر رہے تو تمہارا بھی یہی انجام ہو گا۔ آگے ارشاد ہے "اِنْ تَحْرِصْ عَلٰی هُدٰىهُمْ۔ اگر تم اے محبوب ان کی ہدایت کی حرص کرو تو بیشک اللہ ہدایت نہ دیگا

اسے جو اس کی طرف سے گمراہ کیا گیا اور ان کا کوئی مددگار نہیں"۔

حرص عربی میں فرط ارادہ کو کہتے ہیں۔

یعنی اے محبوب عالم و عالمیاں اگر آپ ان کے ایماندار ہونے حرص فرمائیں تو جو اپنی گمراہی میں ثابت ہو گئے ہیں اور ان کی شقاوت ازلی ہے انہیں کسی طرح ہدایت نہ ہو گی جیسا کہ پہلے پارہ کے پہلے رکوع میں ارشاد ہو اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ جو شقی ازلی اور کافر ہیں برابر ہے کہ انذار و تنذیر کریں یا نہ کریں وہ ایماندار نہیں ہوں گے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر اللہ تعالے نے مہر فرما دی ہے جس کی وجہ سے وہ اندر کا کفر باہر نہیں نکال سکتے اور ایمان قبول نہیں کر سکتے اور نہ ان کا کوئی مددگار ہے۔

"وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ اور انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر اپنی حلف کو مضبوط کر لیا ہے کہ اللہ مردے نہ اٹھائے گا"۔

"بَلٰى ہاں کیوں نہیں وعدہ اس کا سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے تاکہ ان پر روشن ہو جائے جس بات پر وہ جھگڑتے ہیں اور اختلاف کرتے ہیں اور اس لیے کہ جان لیں وہ جو کافر ہیں کہ وہ جھوٹے تھے ہمارا قول تو یہی ہوتا ہے کہ کسی چیز کو جب ہم چاہیں فرما دیں ہو جا وہ ہو جاتی ہے"۔

شان نزول آیۂ کریمہ کا یہ ہے کہ

ایک مشرک مسلمان کا مقروض تھا۔ مسلمان نے اس سے تقاضا کیا دوران گفتگو میں اس نے اس طرح اللہ تعالے کی قسم کھائی کہ مجھے اس کی قسم جس سے میں مرنے کے بعد ملنے کی تمنا رکھتا ہوں اس پر مشرک بولا یہ تمہارا کیا خیال ہے کیا تو سمجھتا ہے کہ مرنے کے بعد اٹھے گا۔

تو اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ مشرک یہ قسم کھاتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد نہ اٹھے گا یہ غلط ہے وہ ضرور اٹھایا جائے گا۔

اور اس کی حکمت یہ ہے کہ منکروں کو معلوم ہو جائے کہ وہ جھوٹے تھے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورہ نحل۔ پ۱۴

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا

اور جنہوں نے ہجرت کی اس دین الٰہی کی خاطر بعد اس کے کہ مظلوم ہوئے انہیں ہم جگہ دیں گے اس

حَسَنَةً ۚ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا
يَعْلَمُوْنَ ۝
اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ
فَاسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۗ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ
لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ
يَتَفَكَّرُوْنَ ۝
اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ
يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ
مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝
اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝
اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ۚ فَاِنَّ رَبَّكُمْ
لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝
اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا
ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ
وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝
وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝
يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ
مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

دنیا میں اچھی اور بے شک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے اگر وہ جانیں۔

وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ کیا۔

اور نہیں بھیجے ہم نے تم سے پہلے مگر مرد جن کی طرف ہم وحی کرتے ہیں تو پوچھ لو اہل ذکر سے اگر تم خود نہیں جانتے۔

روشن دلیلوں اور کتابوں سے اور نازل کیا ہم نے تمہاری طرف اے محبوب ذکر تاکہ بیان کرو لوگوں کو جو نازل ہوا ان پر تاکہ فکر کریں۔

کیا امن میں ہیں جو مکر کرتے ہیں گناہوں کے اس سے کہ دھنسا دے اللہ انہیں زمین میں یا لے آئے ان پر عذاب ایسی جگہ سے کہ انہیں خبر بھی نہ ہو۔

یا پکڑے انہیں چلتے پھرتے تو نہیں وہ عاجز کر سکتے۔

یا انہیں پکڑ لے کسی خوف پر تو بیشک تمہارا رب مہربان رحم والا ہے۔

کیا نہ دیکھا ان کا حال جو پیدا کی اللہ نے کہ پرچھائیاں ان کی جھکتی ہیں دائیں بائیں سجدہ کرتی اللہ کو اور وہ اس کے آگے ذلیل ہیں۔

اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں چلنے والے اور فرشتے اور وہ غرور نہیں کرتے۔

ڈرتے ہیں اپنے رب سے اوپر سے اور کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

حلِ لغات چھٹا رکوع سورہ نحل پ ۱۴

وَالَّذِیْنَ۔ اور وہ جنہوں نے هَاجَرُوْا۔ ہجرت کی فِی اللّٰہِ۔ اللہ کی راہ میں مِنْ بَعْدِ۔ پیچھے

مَاظُلِمُوْا۔ اسکے جو ظلم کیے گئے لَنُبَوِّئَنَّهُمْ۔ ہم ضرور جگہ دیں گے انہیں فِی الدُّنْیَا۔ دنیا میں

حَسَنَةً۔ اچھی وَلَاَجْرُ۔ اور یقیناً اجر الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کا اَکْبَرُ۔ بہت بڑا ہے

لَوْکَانُوْا۔ کاش وہ یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے ہوں اَلَّذِیْنَ۔ وہ جنہوں نے صَبَرُوْا۔ صبر کیا

وَعَلٰی۔ اور اوپر رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کے یَتَوَکَّلُوْنَ۔ وہ بھروسہ کرتے ہیں وَمَا۔ اور نہیں

اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے مِنْ قَبْلِكَ۔ تجھ سے پہلے اِلَّا۔ مگر رِجَالًا۔ مرد

نُوْحِیْ۔ وحی کرتے ہم اِلَیْهِمْ۔ انکی طرف فَسْئَلُوْا۔ تو پوچھو اَهْلَ الذِّکْرِ۔ علم والوں سے

اِنْ۔ اگر کُنْتُمْ۔ تم ہو لَاتَعْلَمُوْنَ۔ نہیں جانتے بِالْبَیِّنٰتِ۔ ساتھ دلائل

وَالزُّبُرِ۔ اور کتابوں کے وَاَنْزَلْنَا۔ اور اتارا ہم نے اِلَیْكَ۔ تیری طرف الذِّکْرَ۔ ذکر

لِتُبَیِّنَ۔ تاکہ تم بیان کرو لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے مَانُزِّلَ۔ جو اتارا گیا اِلَیْهِمْ۔ ان کی طرف

وَلَعَلَّهُمْ۔ اور تاکہ وہ یَتَفَکَّرُوْنَ۔ سوچیں اَفَاَمِنَ۔ کیا مطمئن ہیں الَّذِیْنَ۔ وہ جنہوں نے

مَکَرُوا۔ فریب کیے السَّیِّاٰتِ۔ برے اَنْ۔ یہ کہ یَّخْسِفَ۔ غرق کر دے

اللّٰہُ۔ اللہ بِهِمُ۔ ان کو الْاَرْضَ۔ زمین میں اَوْ۔ یا

یَاْتِیَهُمُ۔ آئے انکے پاس الْعَذَابُ۔ عذاب مِنْ حَیْثُ۔ ایسی جگہ سے لَایَشْعُرُوْنَ۔ کہ نہ سمجھیں

اَوْ۔ یا یَاْخُذَهُمْ۔ پکڑے انکو فِیْ تَقَلُّبِهِمْ۔ ان کے چلنے پھرنے میں

فَمَا۔ پھر نہیں هُمْ۔ وہ بِمُعْجِزِیْنَ۔ عاجز کرنے والے اَوْ۔ یا

یَاْخُذَهُمْ۔ پکڑے انکو عَلٰی تَخَوُّفٍ۔ ڈرنے پر فَاِنَّ۔ پھر بیشک رَبَّکُمْ۔ تمہارا رب

لَرَءُوْفٌ۔ مہربان ہے رَّحِیْمٌ۔ رحم کرنے والا اَوَلَمْ۔ کیا نہیں یَرَوْا۔ دیکھا انہوں نے

اِلٰی۔ طرف مَا۔ اس کی جو خَلَقَ۔ پیدا کیا اللّٰہُ۔ اللہ نے

مِنْ شَیْءٍ۔ کوئی بھی چیز یَتَفَیَّؤُا۔ تو جھکتے ہیں ظِلٰلُهٗ۔ ان کے سائے عَنِ الْیَمِیْنِ۔ دائیں

وَالشَّمَائِلِ۔ اور بائیں سے سُجَّدًا۔ سجدہ کرتے لِلّٰہِ۔ اللہ کو وَهُمْ۔ اور وہ

دَاخِرُوْنَ۔ ذلیل ہو (کر) وَلِلّٰہِ۔ اور اللہ کے لیے یَسْجُدُ۔ سجدہ کرتی ہے مَا۔ جو چیز

فِی السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں میں ہے وَمَا۔ اور جو فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں ہے
مِنْ دَآبَّۃٍ۔ جاندار وَالْمَلٰٓئِکَۃُ۔ اور فرشتے وَھُمْ۔ اور وہ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ۔ نہیں
تکبر کرتے یَخَافُوْنَ۔ ڈرتے ہیں رَبَّھُمْ اپنے رب سے مِنْ فَوْقِھِمْ اپنے اوپر سے
وَیَفْعَلُوْنَ۔ اور کرتے ہیں مَا۔ جو یُؤْمَرُوْنَ۔ حکم دیے جاتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع۔ سورۂ نحل پ۱۴

"وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِی اللّٰہِ اور جنہوں نے ہجرت کی اللہ کی راہ میں بعد مظلوم ہونے کے انہیں ضرور ہم اچھی جگہ دیں گے دنیا میں اور بے شک آخرت کا اجر بڑا ہے اگر وہ جانیں جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

شان نزول

آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیۂ کریمہ ان صحابہ کرام کی شان میں نازل ہوئی جن پر اہل مکہ نے بہت ظلم کیے اور آخر انہیں دین اسلام کی خاطر وطن چھوڑنا ہی پڑا۔ بعض ان میں سے حبشہ چلے گئے اور وہاں سے مدینہ منورہ آئے اور بعض مدینہ منورہ ہی آگئے۔ انہوں نے مدینہ طیبہ کو جسے اللہ تعالےٰ نے ان کے لیے دار الہجرۃ بنایا تھا دار الاقامۃ اور اپنا مامن بنا لیا۔

اور لو کانوا یعلمون انہیں فرمایا جو کافر ہی رہے یا مومن تو تھے مگر ہجرت نہ کرسکے۔ اگر جان لیتے کہ اس ہجرت کا اجر کتنا عظیم ہے تو ضرور ہجرت کر لیتے اور جو کفار کی اذیتوں پر صبر کرکے اللہ کے بھروسہ پر وطن گھر بار سب کو خیر باد کہہ کر آگئے ان کے مقامات بہت بلند ہیں۔

اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ ھُمْ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ظَلَمَھُمْ اَھْلُ مَکَّۃَ فَاَخْرَجُوْھُمْ مِنْ دِیَارِھِمْ حَتّٰی لَحِقَ طَوَائِفُ مِنْھُمْ بِاَرْضِ حَبْشَۃَ ثُمَّ بَوَّاَھُمُ اللّٰہُ تَعَالَی الْمَدِیْنَۃَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَجَعَلَ لَھُمْ وَعَدَ سُبْحَانَہٗ بِقَوْلِہٖ جَلَّ وَعَلَا لَنُبَوِّئَنَّھُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً اَیْ مُبَاءَۃً حَسَنَۃً وَکَذَا قِیْلَ لَنُنْزِلَنَّھُمْ فِی الدُّنْیَا مَنْزِلًا حَسَنًا۔

یہ حضور کے صحابہ تھے جن پر اہل مکہ نے ظلم کئے تو وہ اپنے گھروں سے نکل کر ایک جماعت حبشہ کی طرف چلی گئی پھر اللہ تعالےٰ نے انہیں مدینہ منورہ میں ایسے آباد فرمایا جیسا کہ ان سے وعدہ کیا تھا یعنی

دنیا میں انہیں منازل حسن عطا فرمائے۔

وَعَنِ الْحَسَنِ دَارًا حَسَنَةً حسن بصری فرماتے ہیں اس سے مراد اچھے گھر ہیں۔

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ عَلٰى مَعْنٰى لَنُعْطِيَنَّهُمْ مَنْزِلَةً حَسَنَةً۔ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ کے معنی ہیں ضرور ہم عطا فرمائیں گے انہیں اچھے مکان۔

وَعَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ التَّقْدِيْرَ مَعِيْشَةً حَسَنَةً اَىْ رِزْقًا حَسَنًا۔ مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد اچھی زندگی اور اچھا رزق ہے۔

وَيُفَسَّرُ بِذٰلِكَ بِكُلِّ شَيْءٍ حَسَنٍ نَالَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ فِي الدُّنْيَا یوں بھی اس کی تفسیر کی گئی کہ ہر شے جو مہاجرین سے مشرکین نے لی دنیا میں اس سے بہتر ملے گی۔

وَقَدْ تُعْتَبَرُ هٰذِهِ التَّبْوِئَةُ بِحَيْثُ تَشْمَلُ اِعْطَاءَ كُلِّ شَيْءٍ صَارَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ عَلٰى نَحْوِ السَّابِقِ اور اس سے یہ بھی مراد لی گئی کہ انہیں ہجرت سے قبل جو کچھ ملا ہوا تھا وہ سب عطا ہو۔

وَنُقِلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ صُهَيْبٍ وَبِلَالٍ وَعَمَّارٍ وَخَبَّابٍ وَعَابِسٍ وَ جُبَيْرٍ وَاَبِيْ جَنْدَلِ بْنِ سُهَيْلٍ اَخَذَهُمُ الْمُشْرِكُوْنَ فَجَعَلُوْا يُعَذِّبُوْنَهُمْ لِيَرُدُّوْهُمْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَاَمَّا صُهَيْبٌ فَقَالَ لَهُمْ اَنَا رَجُلٌ كَبِيْرٌ اِنْ كُنْتُ مَعَكُمْ لَمْ اَنْفَعْكُمْ وَاِنْ كُنْتُ عَلَيْكُمْ لَمْ اَضُرَّكُمْ فَافْتَدٰى مِنْهُمْ بِمَالِهٖ وَهَاجَرَ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَبِحَ الْبَيْعُ يَا صُهَيْبُ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نِعْمَ الْعَبْدُ صُهَيْبٌ۔

یہ آیت ان سات کے حق میں نازل ہوئی جنہیں مشرکین نے پکڑ کر سخت تکلیفیں دیں تاکہ یہ اسلام سے منحرف ہو جائیں چنانچہ حضرت صہیب نے تو انہیں یہ کہا دیکھو میں کبیر السن ضعیف ہوں اگر تمہارے ساتھ رہوں تو تمہیں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتا اور اگر میں تمہارے مقابلہ میں آؤں تو تمہیں کچھ نقصان نہیں دے سکتا لہٰذا میرا مال رکھ لو اور مجھے چھوڑ دو۔ چنانچہ انہوں نے ان کا مال لے کر انہیں رہا کر دیا اور یہ ہجرت کر کے مدینہ آ گئے جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور حال سنا فرمایا صہیب سود ا نفع والا کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا صہیب اچھا بندہ خدا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مہاجر عام جو بھی دین کے لیے ہجرت کرے یا کر چکا اول کے ہوں یا آخر کے سب کے لیے یہ عام بشارت ہے اس لیے کہ اَلْعِبْرَةُ لِعُمُوْمِ الْاَلْفَاظِ لَا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ یہ اصول مقرر ہے کہ عام الفاظ کا لحاظ ہوتا ہے نہ کہ خاص سبب کا۔

اور وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ کے ماتحت بعض نے فرمایا مِمَّا نُعَجِّلُ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا۔ دنیا میں جو

کچھ انہیں فراخی ملے اس پہ آخرت کا اجر بہت بڑا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا اَعْطَی الرَّجُلَ مِنَ الْمُہَاجِرِیْنَ عَطَاءً یَقُوْلُ لَہٗ خُذْ بَارَکَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَکَ ھٰذَا مَا وَعَدَکَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الدُّنْیَا وَمَا اَخَّرَ لَکَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَفْضَلُ ثُمَّ یَقْرَأُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ۔

جب کوئی مہاجر کو کچھ دے تو اسے کہتے یہ لے اللہ برکت کرے تیرے لیے جو تجھ سے تیرے رب نے وعدہ کیا یہ دنیا میں ہے اور جو آخرت میں ہے وہ افضل ترین ہے پھر یہ آیۂ کریمہ پڑھتے۔ آگے ارشاد ہے جس میں کفار قریش کا رد ہے جو انہوں نے حضور کی رسالت سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ

اَللّٰہُ اَعْظَمُ اَنْ یَکُوْنَ رَسُوْلُہٗ بَشَرًا ھَلَّا بَعَثَ اِلَیْنَا مَلَکًا۔ اللہ کی ذات اس سے بالا ہے کہ اس کا رسول بشر کی بشریت میں ہو کیوں نہ بھیجا اس نے ہماری طرف فرشتہ رسول بنا کر۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ۔ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے مگر مرد جن کی طرف وحی کی ہم نے"۔

اَیْ جَرَتِ السُّنَّۃُ الْاِلٰھِیَّۃُ حَسْبَمَا اقْتَضَتْہُ الْحِکْمَۃُ بِاَنْ لَّا یَبْعَثَ لِلدَّعْوَۃِ الْعَامَّۃِ اِلَّا بَشَرًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ بِوَاسِطَۃِ الْمَلَکِ فِی الْاَغْلَبِ الْاَوَامِرِ وَالنَّوَاھِیْ لِیُبَلِّغُوْھَا وَیَتَمَیَّزُ بِاللّٰہِ الْعَامَّۃِ عَنْ بَعْثِ الْمَلَکِ لِلْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ لِلتَّبْلِیْغِ اَوْ بَعْثِہٖ کَبَعْثَۃٍ لَّمْ یَرَ لِلْمُبَشَّارَۃِ۔

یعنی سنت الٰہی اسی میں جاری ہے جو مقتضائے حکمت بھی ہے کہ دعوت عامہ کے لیے سوائے بشر کے کسی کو وحی نہ ہو جو اکثر بواسطۂ ملک اوامر و نواہی پہنچائے جاتے ہیں اور دعوت عامہ میں فرشتہ کی بعثت سے احتراز فرمایا گیا بلکہ اگر کسی فرشتہ کے ذریعہ بشارت بھی دی گئی تو اسے بھی متشکل بہ بشر کر کے مبعوث فرمایا جیسے حضرت مریم علیہا السلام کو یا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام کو۔

پھر دوسری جگہ صاف ارشاد بھی فرمایا گیا وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ۔ اس کے ساتھ حکم فرمایا کہ اگر تم اس حال سے جاہل ہو تو۔

"فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ تو پوچھ لو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے"۔

یعنی اہل کتاب سے جو یہود اور نصاریٰ ہیں ہیں۔

مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد توریت ہے جیسا کہ ارشاد ہوا وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ فَاهْلُهُ الْيَهُودُ تو اہل ذکر سے مراد یہود ہوتے ہیں۔

اور وہ اہل کتاب جو اسلام نہیں لائے انہیں یہاں یوں فرمایا کہ إِنَّهُمُ الَّذِينَ لَا يَتَّهِمُونَ عِنْدَ أَهْلِ مَكَّةَ فِي إِخْبَارِهِمْ بِأَنَّ الرُّسُلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ كَانُوا رِجَالًا فَإِخْبَارُهُمْ بِذَٰلِكَ حُجَّةٌ عَلَيْهِمْ یعنی مشرکین مکہ اون کی بات پر یقین رکھتے ہیں جو اہل کتاب سے ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور انہیں خبر دینے میں انہوں نے ابھی متہم نہیں کیا تھا اور وہ بھی یہی کہیں گے کہ رسول علیہ السلام مرد ہی تھے تو ان کی خبر ان پر حجت ہو گی۔

اور اعمش اور ابن عیینہ اور ابن جبیر فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ مَنْ اَسْلَمَ مِنْهُمْ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَسَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔ اس سے مراد جو مسلمان ہو گئے تھے وہ ہیں جیسے ابن سلام اور سلمان فارسی۔

اور ابو جعفر اور ابن زید کا قول ہے اِنَّ الْمُرَادَ مِنَ الذِّكْرِ الْقُرْاٰنُ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى سَمَّاهُ ذِكْرًا فِي مَوَاضِعَ مِنْهَا وَاَهْلُ الذِّكْرِ عَلٰى هٰذَا الْمُسْلِمُوْنَ مُطْلَقًا۔ ذکر سے مراد قرآن کریم ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو بہت مواقع پر ذکر فرمایا ہے اور اہل ذکر سے مراد اس صورت میں مطلقاً مسلمان ہیں۔

اور رمانی اور زجاج اور زہری فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ بِاَهْلِ الذِّكْرِ عُلَمَاءُ اَخْبَارِ الْاُمَمِ السَّالِفَةِ كَائِنًا مَّنْ كَانَ فَالذِّكْرُ بِمَعْنَى الْحِفْظِ۔ اہل ذکر سے مراد وہ عالم ہیں جو گذشتہ امتوں کے حالات جانتے ہیں اور یہاں ذکر سے مراد حفظ ہے۔

جبائی کہتے ہیں اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لَمْ يُبْعَثُوْا اِلَى الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اِلَّا مُتَمَثِّلِيْنَ بِصُوَرِ الرِّجَالِ۔ ملائکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف بھی نہیں آئے مگر متمثل بصورت انسان ہو کر۔ اور ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی روح الامین کو ان کی اصلی صورت میں صرف دو بار ہی ملاحظہ فرمایا۔

اور امام قاضی سے ناقل ہیں کہ جبائی کا یہ کہنا اس معنی میں ہے کہ انبیاء کرام کی خدمت میں ان کی امت کی حاضری کے اندر کوئی فرشتہ اصلی صورت میں نہیں آیا مگر انسانی صورت میں متمثل ہو کر جیسا کہ روایت ہے اِنَّ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَضَرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَحْضَرٍ مِّنْ

اَصْحَابِہٖ فِیْ صُوْرَۃِ دِحْیَۃَ الْکَلْبِیِّ وَفِیْ صُوْرَۃِ سُرَاقَۃَ بْنِ مَالِكٍ وَفِیْ صُوْرَۃِ اَعْرَابِیٍّ لَمْ یَعْرِفُوْہُ
جبریل علیہ السلام صحابہ کی موجودگی میں جب حضور کی خدمت میں حاضر آئے تو تین شکلوں میں آئے۔ کبھی بصورت دحیہ کلبی یا بصورت سراقہ یا بصورت اعرابی کہ کوئی اسے نہیں جانتا تھا۔

وَاسْتَدَلَّ بِھَا اَیْضًا عَلٰی وُجُوْبِ الْمُرَاجَعَۃِ لِلْعُلَمَاءِ فِیْمَا لَا یَعْلَمُ۔ اس سے مراجعت للعلماء کا وجوب ثابت ہوا ان کے لیے جو نہیں جانتے۔

وَفِی الْاِکْلِیْلِ لِلْجَلَالِ السُّیُوْطِیِّ اَنَّہٗ اِسْتَدَلَّ بِھَا عَلٰی جَوَازِ تَقْلِیْدِ الْعَامِیِّ فِی الْفُرُوْعِ۔ سیوطی نے اس سے جواز تقلید پر فروع میں استدلال کیا۔

اور جلال المحلی نے کہا اِنَّہٗ یَلْزَمُ غَیْرَ الْمُجْتَھِدِ عَامِیًّا کَانَ اَوْ غَیْرَہٗ اَلتَّقْلِیْدُ لِلْمُجْتَھِدِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ غیر مجتہد پر تقلید لازم ہے تعلیم یافتہ ہو یا غیر تعلیم یافتہ اس آیت کریمہ کے مفہوم کے مطابق۔

اور علامہ سبکی نے تو صاف فرما دیا کہ اِنَّ مُخَالِفَ الْاَرْبَعَۃِ کَمُخَالِفِ الْاِجْمَاعِ۔ ائمہ اربعہ کا مخالف ایسا ہے جیسا اجماع کا مخالف۔

حدیث میں ہے کہ جہل کے مرض کی شفا علماء سے سوال کرکے معلومات حاصل کرنا ہے چنانچہ وہ بتادیں گے کہ سنت الٰہیہ یہی ہے کہ اس کے رسول مرد ہی ہوں۔

"بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ روشن دلیلوں اور کتابوں کے ذریعہ اور اے محبوب نازل کیا ہم نے تمہاری طرف ذکر تاکہ تم واضح طور پر بیان فرما دو جو ان کی طرف اترا تاکہ وہ فکر کریں"۔

یہاں ذکر سے مراد قرآن کریم ہے چنانچہ علامہ آلوسی اس کی تفسیر ان الفاظ میں فرما رہے ہیں اَیْ بِالْمُعْجِزَاتِ وَالْکُتُبِ وَالْاَدِلَّۃِ الدَّالَّۃِ عَلَی الصِّدْقِ۔ یعنی بالبینات سے مراد معجزات ہیں اور زبر سے مراد کتب ہیں توریت۔ انجیل۔ زبور۔ قرآن کریم تو اوّل دلائل باہرہ اور معجزات قاہرہ تعدد کے لیے ہیں۔

وَالثَّانِیْ لِبَیَانِ الشَّرَائِعِ وَالتَّکَالِیْفِ اور دوسرے احکام شرعی اور اس پر پابند رہنے میں مکلف فرمانا۔

"وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّکْرَ" اَیِ الْقُرْاٰنَ وَھُوَ مِنَ التَّذْکِیْرِ اِمَّا بِمَعْنَی الْوَعْظِ اَوْ بِمَعْنَی الْاِیْقَاظِ مِنْ سِنَۃِ الْغَفْلَۃِ۔

یعنی نازل کیا ہم نے تمہاری طرف ذکر یعنی قرآن اور وہ تذکیر سے ہے خواہ بمعنی وعظ و نصیحت

ہو خواہ بمعنی جگانے کے ہو غفلت کی نیند سے۔

"لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ" لِلنَّاسِ كَافَّةً وَيَدْخُلُ فِيْهِمْ اَهْلُ مَكَّةَ دُخُوْلًا اَوَّلِيًّا مَا نُزِّلَ فِيْ ذَالِكَ الذِّكْرِ مِنَ الْاَحْكَامِ وَالشَّرَائِعِ وَغَيْرِ ذَالِكَ مِنْ اَحْوَالِ الْقُرُوْنِ الْمُهْلَكَةِ بِاَفَانِيْنِ الْعَذَابِ حَسْبَ اَعْمَالِهِمْ مَعَ اَنْبِيَائِهِمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ الْمُوْجِبَةِ لِذَالِكَ عَلٰى وَجْهِ التَّفْصِيْلِ بَيَانًا شَافِيًا كَمَا يُنْبِئُ عَنْهُ۔

یعنی اس قرآن پاک سے تمام لوگوں کو حقیقت حقانیت واضح کر دی جائے اور اس حکم میں اہل مکہ اول داخل ہیں جو کچھ اس میں نازل ہوا احکام اور شرائع اعنی احوال ماضیہ اور ہلاکت منکرین کا حال عذاب سے ان کے اعمال کے موجب جو انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کیے علی وجہ التفصیل بیان شافی تاکہ وہ فکر و تدبر کر کے اپنے کو راہ راست پر لائیں۔ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ اس کے بعد ارشاد ہے

"اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ۔ کیا بے خوف ہیں وہ لوگ جو گناہوں میں مکر کرتے ہیں"

"اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اس سے کہ دھنسا دے اللہ انہیں زمین میں"

"اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ یا انہیں وہاں سے عذاب آئے جہاں سے انہیں شعور بھی نہ ہو یا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے تو وہ (اللہ) کو عاجز نہیں کر سکتے"۔

قارون کا خسف زندہ نظیر ہے اسے زمین میں دھنسایا گیا اور اسے پتہ بھی نہ چلا کہ کس طرح دھنسایا گیا۔ اور تقلبہم کے معنی یہ آلوسی فرماتے ہیں۔

اَیْ حُرُوْكِهِمْ اِقْبَالًا وَّاِدْبَارًا وَالْمُرَادُ مَا اَخْرَجَهُ ابْنُ جَرِيْرٍ وَغَيْرُهُ عَنْ قَتَادَةَ وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ اَسْفَارِهِمْ وَحَمْلُهُ عَلٰى ذَالِكَ قَالَ الْاِمَامُ مَاخُوْذٌ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ وَالْمُرَادُ فِيْ حَالِ مَا يَتَقَلَّبُوْنَ فِيْ فَضَاءِ مَكْرِهِمْ وَالسَّعْيِ فِيْ تَنْفِيْذِهٖ وَقِيْلَ الْمُرَادُ فِيْ حَالِ تَقَلُّبِهِمْ عَلَى الْفُرُشِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا۔

اس سے مراد ان کی وہ کروٹیں ہیں جو دائیں بائیں لیتے ہیں۔

ابن جریر۔ قتادہ ابن عباس سے راوی ہیں کہ صبح کے وقت جب آدمی سونے سے اٹھ کر کروٹیں لیتا ہے وہ مراد ہے۔

امام فرماتے ہیں کہ یہ مضمون اسی آیت سے ماخوذ ہے جو فرمایا لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ۔ اے سننے والے نہ دھوکہ دے تجھے کھلے بندوں پھرنا کافروں کا شہروں میں۔

وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ بھی آیا ہے

جس کے یہ معنی ہیں اور ہم ان کی دائیں بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کتا پھیلائے ہوئے ہے اپنی کلائیاں غار کی چوکھٹ پر۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ تقلبہم اور فی تقلبہم کے یہ معنی ہیں کہ وہ بے فکر کروٹیں لیتے رہیں گے اور ہمارا عذاب انہیں پکڑلے گا۔

"اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ" اَیْ بِالْمَخَافَۃِ وَحَذَرٍ مِنَ الْهِلَاكِ وَالْعَذَابِ بِاَنْ یُّهْلِكَ قَوْمًا قَبْلَهُمْ اَوْ یُحْدِثَ حَالَاتٍ یُّخَافُ مِنْهَا غَیْرَ ذَالِكَ كَالرِّیَاحِ الشَّدِیْدِ وَالصَّوَاعِقِ وَالزَّلَازِلِ فَیَتَخَوَّفُوْا فَیَاْخُذَهُمْ بِالْعَذَابِ۔

ایسے خوفناک اور ڈرانے والے امور ظاہر ہوں جس سے پہلی قومیں ہلاک ہو چکی ہیں مثل سخت آندھی یا کڑک یا زلزلوں کے تو اس میں وہ مبتلا ہو کر عذاب سے ہلاک ہوں۔

"فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ بیشک تمہارا رب مہربان اور رحم کرنے والا ہے"۔ اور عذاب نازل فرمانے میں جلدی نہیں کرتا۔

"اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ جو چیز اللہ نے پیدا کی اس کی پرچھائیں دائیں اور بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتی اور وہ اس کے حضور ذلیل ہیں اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے خوف کرتے ہیں اپنے رب کا اپنے اوپر اور وہ ہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو"

سجدہ کی بحث ہم اول کر چکے ہیں مختصر طور پر یہاں بھی دہراتے ہیں۔

سجدہ دو صورتوں پر ہے ایک سجدۂ اطاعت یہ عبادت ہے جیسا کہ مسلمانوں کا سجدہ اللہ تعالٰی کے لیے ہے۔

دوسرا سجدہ انقیاد و خضوع کے لیے جیسا کہ سایہ دار درخت اور سایہ کا سجدہ یہ ہر چیز کا سجدہ اس کی حسب حیثیت ہے۔ مکانوں اور ملائکہ کا سجدہ سجدہ اطاعت ہے اور یہ عبادت میں داخل ہے۔ اور اس کے ماسوا جو سجدے ہیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں آیا ہے وہ سجدۂ انقیاد و خضوع ہے اور یہ بھی مخصوص بذات الٰہی ہے غیر کے لیے نہیں۔

اور یفعلون ما یومرون سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ ملائکہ بھی انسان کی طرح مکلف بالاحکام ہیں۔

اور جب یہ واضح ولائح ہو گیا کہ آسمان زمین کی کل کائنات اللہ کے حضور خاضع و خاشع اور متواضع ہے تو سب ایک ہی ذات کے عابد و مطیع ہوئے تو سب اسی کے مملوک اور اس کے تحت قدرت و

تصرف ثابت ہوئے تو اس کے غیر کے حضور کسی قسم کا سجدہ کرنا قطعاً ناروا ہوا اور اسی لیے شرک سے منع کیا گیا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۂ نحل پ۱۴

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ۝

اور فرما دیا اللہ نے نہ ٹھہراؤ دو خدا وہ تو ایک ہی خدا ہے تو مجھ ہی سے ڈرو۔

وَلَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصِبًا ۚ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝

اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کے دین کے فرمانبرداری لازم ہے تو اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرو گے۔

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ۝

اور جو کچھ تمہارے پاس ہے نعمت سو وہ اللہ کی طرف سے ہے پھر جب پہنچتی ہے تمہیں کوئی تکلیف تو اسی کی پناہ میں جاتے ہو۔

ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ یُشْرِكُوْنَ ۝

پھر جب کھول دیتا ہے تم سے برائی کو تو تمہارا ایک فریق اپنے رب سے شرک کرنے لگتا ہے

لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوْا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

تاکہ ناشکری کرے ہمارے دیے ہوئے سے تو برت لو کچھ دن تو عنقریب جان لوگے۔

وَیَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۚ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝

اور کرتے ہیں ان کے لیے جنہیں نہیں جانتے حصہ ہمارے دیے ہوئے رزق سے قسم بخدا کہ تم ضرور پوچھے جاؤ گے جو کچھ تم جھوٹ باندھتے ہو۔

وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا یَشْتَهُوْنَ ۝

اور بناتے ہیں اللہ کی بیٹیاں اسے پاکی ہے اور اپنے لیے جو چاہتے ہیں۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِیْمٌ ۝

اور جب انہیں بشارت دی جائے بیٹی کی تو دن میں اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے۔

یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ

چھپا تا پھرتا ہے قوم سے بری بشارت کی وجہ میں

بِہٖ ط اَیُمْسِکُہٗ عَلٰی ھُوْنٍ اَمْ یَدُسُّہٗ	کیا اسے گاڑ دے ذلت کے ساتھ یا دبا دے گا مٹی
فِی التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ہ	میں خبردار برا ہے جو فیصلہ کیا ہے۔
لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ مَثَلُ السَّوْءِ	ان کا جو ایمان نہ لائے آخرت میں ان کا برا حال ہے
وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی ط وَھُوَ الْعَزِیْزُ	اور اللہ کے لیے سب بلند شان ہے اور وہ عزت
الْحَکِیْمُ ہ	و حکمت والا ہے۔

حلِّ لغات ساتواں رکوع سورۂ نحل پ۱۴

وَقَالَ۔ اور فرمایا	اللّٰہُ۔ اللہ نے	لَا تَتَّخِذُوْا۔ نہ بناؤ	اِلٰھَیْنِ۔ خدا
اثْنَیْنِ۔ دو	اِنَّمَا۔ اسکے سوا نہیں	ھُوَ۔ وہ	اِلٰہٌ۔ خدا
وَّاحِدٌ۔ ایک ہے	فَاِیَّایَ۔ تو خاص مجھ سے	فَارْھَبُوْنِ۔ ڈرو	وَلَہٗ۔ اور اسی کا ہے
مَا۔ جو	فِی السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں میں ہے		وَالْاَرْضِ۔ اور زمین میں
وَلَہٗ۔ اور اسی کا	الدِّیْنُ۔ دین	وَاصِبًا۔ لازم ہے	اَفَغَیْرَ۔ کیا سوائے
اللّٰہِ۔ اللہ کے	تَتَّقُوْنَ۔ ڈرتے ہو	وَمَا۔ اور جو بھی	بِکُمْ۔ تمہارے پاس
مِّنْ نِّعْمَۃٍ۔ نعمت ہے	فَمِنَ اللّٰہِ۔ وہ اللہ سے ہے	ثُمَّ اِذَا۔ پھر جب	مَسَّکُمُ۔ پہنچی ہے تمہیں
الضُّرُّ۔ تکلیف	فَاِلَیْہِ۔ تو اسی کی	تَجْئَرُوْنَ۔ پناہ لیتے ہو	ثُمَّ اِذَا۔ پھر جب
کَشَفَ۔ کھولتا ہے	الضُّرَّ۔ تکلیف	عَنْکُمْ۔ تم سے	اِذَا۔ تو ناگہاں
فَرِیْقٌ۔ ایک فریق	مِّنْکُمْ۔ تم میں سے	بِرَبِّھِمْ۔ اپنے رب سے	یُشْرِکُوْنَ۔ شرک کرتے ہیں
لِیَکْفُرُوْا۔ تاکہ انکار کریں	بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ۔ اس کا جو دیا ہم نے انہیں		فَتَمَتَّعُوْا۔ تو فائدہ اٹھاؤ
فَسَوْفَ۔ تو جلدی	تَعْلَمُوْنَ۔ جانو گے تم	وَیَجْعَلُوْنَ۔ اور بناتے ہیں	لِلّٰہِ۔ اللہ کے لیے
الْبَنٰتِ۔ بیٹیاں	سُبْحٰنَہٗ۔ وہ پاک ہے	وَلَھُمْ۔ اور انکے لیے ہے	مَّا۔ جو
یَشْتَھُوْنَ۔ وہ چاہیں	وَاِذَا۔ اور جب	بُشِّرَ۔ خبر دیا جاتا ہے	اَحَدُھُمْ۔ کوئی ان کا
بِالْاُنْثٰی۔ لڑکی کی	ظَلَّ۔ تو ہو جاتا ہے	وَجْھُہٗ۔ اس کا منہ	مُسْوَدًّا۔ سیاہ
وَھُوَ۔ اور وہ ہوتا ہے	کَظِیْمٌ۔ غصہ میں بھرا ہوا	یَتَوَارٰی۔ چھپتا ہے	مِنَ الْقَوْمِ۔ قوم سے
مِنْ سُوْءِ۔ برائی	مَا۔ اس کی سے	بُشِّرَ۔ جو خبر دیا گیا	بِہٖ۔ اس کی

اَیُمْسِکُہٗ۔ کیا روک رکھے اسے
اَمْ۔ یا
یَدُسُّہٗ۔ گاڑ دے اسے
فِی التُّرَابِ۔ مٹی میں
سَآءَ۔ برا ہے
مَا۔ جو
یَحْکُمُوْنَ۔ فیصلہ کرتے ہیں
لِلَّذِیْنَ۔ ان کے لیے
لَایُؤْمِنُوْنَ۔ جو نہیں ایمان لاتے
بِالْاٰخِرَۃِ۔ آخرت پر
مَثَلُ۔ مثال ہے
السَّوْءِ بری
وَلِلّٰہِ۔ اور اللہ کے لیے
الْمَثَلُ۔ مثال ہے
الْاَعْلٰی۔ بلند
وَھُوَ۔ اور وہ
الْعَزِیْزُ۔ غالب ہے
الْحَکِیْمُ۔ حکمت والا۔
عَلٰی۔ اوپر
ھُوْنٍ۔ ذلت کے
اَلَا۔ خبردار

مختصر تفسیر اُردو ساتواں رکوع سورۃ نحل پ۱۴

وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰھَیْنِ اثْنَیْنِ۔ اور فرمایا اللہ نے نہ ٹھہراؤ دو خدا وہ تو ایک ہی خدا ہے تو مجھی سے ڈرو اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کی فرمانبرداری لازم ہے تو کیا سوا اللہ کے کسی غیر سے ڈرو گے"۔

یہ اعلان اس بنا پر کیا گیا کہ دو خدا کا تصور ممتنع العقل ہے چنانچہ قرآن کریم میں برہان قاطع کے بیان میں فرمایا گیا۔ لَوْکَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا۔ اگر ایک خدا کے سوا چند خدا ہوتے تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا۔

اس لیے کہ ہر خدا اپنی مشیت وارادہ میں دوسرے خدا کا پابند نہیں ہوتا اگر ہوتا تو پھر ایک ہی خدا الٰہ الحق رہ جاتا اور اگر من حیث ہو ہو یہ دوسرا خدا بھی قادر ہوتا تو جب ایک خدا کسی شے کو بنانا چاہتا ممکن ہے کہ دوسرا خدا اسے مٹانا چاہتا ایک زندہ کرتا دوسرا مار دیتا بنا بریں فرمایا گیا لَفَسَدَتَا فساد عام ہو جاتا لہٰذا عقل اس امر کی متقاضی ہے کہ قادر وقیوم محی وممیت خالق ورازق ایک ہی ہو دو ہونا خلاف عقل ہے۔

"اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وہ تو ایک ہی خدا ہے تو مجھی سے ڈرو"

فَارْھَبُوْنِ۔ رہب سے ہے یعنی خوف تو اس کے معنی یہ ہوئے اِنْ رَھِبْتُمْ شَیْئًا فَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ اگر تم کسی شے سے ڈرتے ہو تو مجھی سے ڈرو۔

"وَلَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسی کا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے"۔

"وَلَہُ الدِّیْنُ وَاصِبًا۔ اور اسی کی فرمانبرداری لازم ہے"۔

"اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَتَّقُوْنَ"۔ وَلَہُ الدِّیْنُ وَحْدَہٗ اَیِ الطَّاعَۃُ وَالْاِنْقِیَادُ وَاصِبًا اَیْ وَاجِبًا لَازِمًا لَا زَوَالَ لَہٗ۔

لَہُ الدِّیْنُ کے معنی اطاعت وانقیاد ہے اور وَاصِبًا کے معنی وَاجِبًا کے معنی ہیں یعنی واجب ولازم اطاعت جس کا کبھی زوال ہی نہیں صرف اور صرف اسی کی ہے۔

اور ربیع بن انس نے واصبًا کے معنی خالِصًا کے کیے ہیں

اور فراء نے کہا اَلْوَاصِبُ الدَّائِمُ۔

آگے اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَتَّقُوْنَ۔ یہ ہمزہ انکار کے لیے ہے اور فَ تعقیب کے لیے یعنی جب یہ کائنات اسی کے تحت تصرف ہے اور اسی کی اطاعت خالص دوامی اور لازم وواجب ہے تو کیا پھر بھی اس کے غیر سے ڈروگے یعنی اسی سے ڈرنا لازم ہے۔

"وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ یعنی کوئی ایسی نعمت نہیں جو تمہیں ملی مگر وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ثُمَّ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْہِ تَجْئَرُوْنَ پھر پہنچتی ہے تمہیں کوئی برائی تو اسی کی طرف جئر اور صیاح کرتے ہو"۔

یعنی تضرع اور زاری اسی کی طرف کہتے ہو تجئرون جؤار سے ہے اور جؤار اصل میں صیاح الوحش یعنی جنگلی جانوروں کی چیخ کو کہتے ہیں اس کا استعمال محاورہ عرب میں رفع صوت بالدعا میں ہوگیا جس کے حاصل معنی تضرع وزاری کے ہوگئے۔

"ثُمَّ اِذَا کَشَفَ الضُّرَّ عَنْکُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْکُمْ بِرَبِّہِمْ یُشْرِکُوْنَ پھر جب کھول دی تمہاری تکلیف تم سے تو تم میں ایک فریق وہ ہے جو اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے تاکہ کفران نعمت کریں ان سے جو ہم نے انہیں عطا کیا۔ فتمتعوا تو کچھ دن متمتع ہولو پھر عنقریب جان لوگے"۔

چند روز آرام عیش کے ساتھ زندگی گذار لو اس کے بعد اس ناشکری کا نتیجہ پالوگے"۔

"وَیَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا اور کرتے ہیں ان کے لیے جنہیں نہیں جانتے حصے ہمارے دیے ہوئے رزق سے۔ تَاللّٰہِ قسم بخدا تم سے ضرور سوال ہونا ہے اس سے جو جھوٹ باندھتے ہو"۔

یعنی بتوں کے نام کا حصہ لات ومنات کا حصہ جن کے متعلق انہیں ان کا نافع وضار ہونا معلوم ہی نہیں مگر ان کے لیے چڑھاوے اور بھینٹ نکالتے ہو ان کے متعلق تم پوچھے جاؤگے اور ضرور تم سے بازپرس ہوگی کہ یہ افترا پردازی تم نے کس سے سیکھی اور کیوں کی۔

"وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ الْبَنٰتِ اور بناتے ہیں اللہ کے لیے بیٹیاں سُبْحٰنَہٗ اس کے لیے پاکی ہے اور اپنے

لیے جو جی چاہتا ہے کرتے ہو اور جب خوشخبری دی جائے بیٹی ہونے کی تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے چھپتا پھرتا ہے قوم سے اس بشارت کے بری ہونے کے باعث کیا اسے ردکے رکھے گا ذلت پر یا اسے دبا دے گا مٹی میں خبردار برا ہے جو تم نے فیصلہ کیا"۔

ظَلَّ۔ اَیْ صَارَ۔ یعنی ہو جاتا ہے وَاَصْلُ مَعْنَی الظِّلِّ اَقَامَ نَهَارًا۔ یعنی دن بھر

وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا مِنَ الْكَاٰبَةِ وَالْحَيَاءِ مِنَ النَّاسِ۔ دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے رنج اور لوگوں سے شرم کے باعث وَاِسْوِدَادُ الْوَجْهِ كِنَايَةٌ عَنِ الْعَبُوْسِ وَالْغَمِّ وَالْفِكْرَةِ وَالنُّفْرَةِ الَّتِيْ لَحِقَتْهُ بِوِلَادَةِ الْاُنْثٰى۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار مکہ میں خوف شماتت اور شرم خاوند کے باعث ان کے یہاں لڑکی کا ہونا معیوب و منحوس سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ جب بچہ پیدا ہوتا معلوم کرتے کیا ہوا۔ اگر بیٹا ہوتا تو معلوم کر کے خوشی اور مسرت کرتے اور اگر معلوم ہوتا کہ بیٹی ہوئی ہے تو اس کا گلا کھونٹ کر اسے دفنا دیتے یا زندہ ہی گاڑ آتے اور اس کی خبر بھی دینا موجب شرم سمجھتے۔

وَهُوَ كَظِيْمٌ اَیْ مَمْلُوٌّ غَيْظًا وَاَصْلُ الْكَظْمِ مَخْرَجُ النَّفْسِ۔ کظم کے معنی غصہ سے بھر جانے کے ہیں اور اصل میں کظم سانس نکالنے کو کہتے ہیں اور کظم الغیظ کے معنی فیصلہ کرنے اور روکنے کے بھی ہیں تو یہاں یہ معنی ہوئے کہ ٹھنڈی سانس لے کر اپنے غصہ کو دباتا ہے۔

اور جہالت پر جہالت یہ تھی کہ پیدا ہونا من جانب اللہ ہوتا ہے خواہ لڑکی یا لڑکا اس میں عورت کا کوئی قصور نہیں لیکن مشرکین مکہ عورت پر ناراض ہوتے تھے کہ اس نے لڑکی کیوں جنی۔

چنانچہ اصمعی سے مروی ہے کہ ایک عورت نے لڑکی جنی اس کا نام زلفاء رکھا اس کے خاوند کو جب علم ہوا تو اس نے اسے چھوڑ دیا تو اس نے اس پر رباعی کہی ؎

مَا لِاَبِيْ الزَّلْفَاءِ لَا يَاْتِيْنَا ۔۔۔ يَظَلُّ فِي الْبَيْتِ الَّذِيْ يَلِيْنَا

يَوَدُّ اَنْ لَّا نَلِدَ الْبَنِيْنَا ۔۔۔ وَاِنَّمَا نَاْخُذُ مَا يُعْطِيْنَا

زلفاء کے باپ کو کیا ہوا کہ ہمارے گھر نہیں آیا۔ دن بھر اس گھر میں رہا جو ہمارے ہی قریب ہے۔

ایسا انتظام کر دے کہ ہم منفرد رہیں اور ہم اولاد نہ جنیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہم تو وہی لیں گے جو ہمیں دیا جائے گا۔

اور فرماتے ہیں وَالْفَقِيْرُ قَدْ رَاَيْتُ مَنْ طَلَّقَ زَوْجَتَهٗ لِاَنَّهَا وَلَدَتْ اُنْثٰى۔ ایک فقیر کو میں نے دیکھا کہ اپنی بیوی کو اس نے اس وجہ سے طلاق دیدی کہ اس نے لڑکی جنی۔

تو اللہ تعالےٰ تعریضاً فرماتا ہے کہ تم ہمارے لیے تو لڑکیاں فرشتوں کو ستاروں کو سورج کو بناتے ہو اور اپنے لیے لڑکی اتنی معیوب سمجھتے ہو کر۔

"یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ چھپتا پھرتا ہے قوم سے بشارت کے بری ہونے پر" یتوارٰی کے معنی یَسْتَخْفِیْ کے ہیں یعنی چھپانے کے۔

وَیُرْوٰی اَنَّ بَعْضَ الْجَاهِلِیَّةِ یَتَوَارٰی فِیْ حَالِ الطَّلْقِ فَاِنْ اُخْبِرَ بِذَکَرٍ اِبْتَهَجَ اَوْ بِاُنْثٰی حَزِنَ وَبَقِیَ مُتَوَارِیًا اَیَّامًا یُدَبِّرُ فِیْهَا مَا یَصْنَعُ۔

روایت ہے کہ بعض اہل جاہلیت ایام حمل کے گذرنے پر جب وضع حمل کے دن آتے تو چھپ جاتے پھر اگر لڑکے کی خبر پاتے تو خوش ہوتے اور اگر لڑکی کی اطلاع پاتے تو غمگین ہو کر لوگوں سے اپنے کو چھپاتے پھرتے اور سوچتے کہ اس کا کیا کریں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"اَیُمْسِکُهٗ عَلٰی هُوْنٍ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا" یعنی اَیْ یَتْرُکُهٗ وَیُرَبِّیْهِ عَلٰی هُوْنٍ اَیْ ذُلٍّ۔ یعنی اسے ذلت کے ساتھ چھوڑے گا۔

"اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ یا اسے مٹی میں دبا دے گا۔"

یَدُسُّهٗ اَیْ یُخْفِیْهِ فِی التُّرَابِ وَالْمُرَادُ یَئِدُهٗ وَیَدْفِنُهٗ حَیًّا حَتّٰی یَمُوْتَ۔ وَاِلٰی هٰذَا ذَهَبَ السُّدِّیُّ وَقَتَادَةُ وَابْنُ جُرَیْجٍ وَغَیْرُهُمْ وَقِیْلَ الْمُرَادُ اِهْلَاکُهٗ سَوَآءٌ کَانَ بِالدَّفْنِ حَیًّا اَمْ بِاَمْرٍ اٰخَرَ فَقَدْ کَانَ بَعْضُهُمْ یُلْقِی الْاُنْثٰی مِنْ شَاهِقٍ۔

رُوِیَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا اَجِدُ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَقَدْ کَانَتْ لِیْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ بِنْتٌ وَاَمَرْتُ امْرَاَتِیْ اَنْ تُزَیِّنَهَا وَاَخْرَجْتُهَا فَلَمَّا انْتَهَیْتُ اِلٰی وَادٍ بَعِیْدِ الْقَعْرِ اَلْقَیْتُهَا فَقَالَتْ یَا اَبَتِ قَتَلْتَنِیْ فَلَمَّا ذَکَرْتُ قَوْلَهَا لَمْ یَنْفَعْنِیْ شَیْءٌ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَقَدْ هَدَمَهُ الْاِسْلَامُ وَمَا فِی الْاِسْلَامِ یَهْدِمُهُ الْاِسْتِغْفَارُ وَکَانَ بَعْضُهُمْ یُغْرِقُهَا وَبَعْضُهُمْ یَذْبَحُهَا۔

یَدُسُّهٗ کے معنی مٹی میں چھپانے کے ہیں اور اس سے مراد زندہ درگور کر دینا ہے جسے موؤدہ کہتے ہیں یا دفن کر دینا زندہ کا حتی کہ مر جائے اور یہی تحقیق سدی اور قتادہ اور ابن جریج وغیرہم کی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یدسّہ کے معنی ہلاک کر دینے کے ہیں عام اس سے کہ دفن کیا یا نہیں دفن ہو یا کسی اور طریقہ سے، چنانچہ بعض لڑکی کو گڑھے میں ڈال دیتے تھے بعض شاہق یعنے پہاڑ سے

لڑھکا دیتے تھے۔

ایک روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا حضور قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں نے ایمان کی حلاوت جب سے میں مسلمان ہوا نہیں پائی اس لیے کہ جاہلیت میں میری بیٹی تھی میں نے اپنی بیوی کو کہا اسے سجا پہنا جب اس نے اسے اچھے لباس سے مزین کر دیا تو میں اسے لے کر چلا یہاں تک کہ میں نے اسے ایک جنگل میں لے جا کر ایک گہرے گڑھے میں ڈال دیا اور وہ پکارتی رہی ابا جان! کیا مجھے مارنا چاہتے ہو کیا مجھے ہلاک کرنا ہے تو جب تک اس کے یہ کلمے میں سنتا رہا مجھ پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا بیان سن کر فرمایا جو کچھ جاہلیت میں کیا اسے اسلام نے مٹا دیا اور جو گناہ اسلام لانے کے بعد ہوا اسے استغفار مٹا دے گی۔

اور اہل جاہلیت میں یہ رواج اتنا عام تھا کہ کوئی تو پانی میں غرق کر دیتا اور کوئی اپنی بیٹی کو ذبح کر ڈالتا۔

"اَلَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ۔ خبردار بہت برا ہے تمہارا محاکمہ"۔

کہ اللہ تعالٰے کے لیے بیٹیاں ثابت کرتے ہو اور اپنے لیے اسے اتنا معیوب سمجھتے ہو۔

"لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ - ان کے لیے جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر ان کا حال برا ہے اور اللہ کی شان سب سے بلند و بالا ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے"۔

اور وہ والد و ولد سے پاک ہے اور منزہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ جمیع صفات جلال و کمال سے متصف ہے۔

مَثَلُ السَّوْءِ یَعْنِیْ صِفَةُ السَّوْءِ الَّتِیْ هِیَ کَالْمَثَلِ الْقَبِیْحِ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی اَیِ الصِّفَةُ الْعَجِیْبَةُ الشَّانِ الَّتِیْ هُوَ مَثَلٌ فِی الْعُلُوِّ تَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۂ نحل پ ۱۴

وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَکَ عَلَیْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰکِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ

اور اگر اللہ گرفت کرتا لوگوں کو ان کے ظلم پر تو نہ چھوڑتا زمین پر کوئی چلنے والا لیکن مہلت دیتا ہے انہیں ایک مقررہ وقت تک تو جب ان کا

لَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ

وقت آئے گا نہ پیچھے ہٹیں ایک ساعت اور نہ آگے بڑھیں۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ٥

اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے لیے وہ جو اپنے لیے کراہت کرتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں زبان سے جھوٹی کہ ان کے لیے بھلائی ہے تو لازم ہوئی ان کے لیے آگ اور وہ حد سے گذرے ہوئے ہیں۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ٥

قسم بخدا بیشک بھیجے ہم نے کئی امتوں کی طرف تم سے پہلے رسول تو بھلے کر دکھلائے ان کے لیے شیطان نے ان کے کام تو وہی ان کا رفیق ہے آج اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ٥

اور نہیں اتاری ہم نے تم پر عذاب مگر اس لیے کہ ظاہر کر دو ان پہ جو اختلاف کر رہے ہیں اس میں اور ہدایت ورحمت ہے ایمان والوں کے لیے۔

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ٥

اور اللہ نے نازل کیا آسمان سے پانی تو زندہ کیا اس سے زمین کو بعد مرنے کے بیشک اس میں نشانی ہے سننے والوں کو۔

حلِّ لغات آٹھواں رکوع سورہ نحل پ ۱۴

وَلَوْ۔ اور اگر	يُؤَاخِذُ۔ پکڑے	اللّٰهُ۔ اللہ	النَّاسَ۔ لوگوں کو
بِظُلْمِهِمْ۔ انکے ظلم پر	مَّا۔ تو نہ	تَرَكَ۔ چھوڑتے	عَلَيْهَا۔ اس پر
مِنْ دَآبَّةٍ۔ کوئی چلنے والا	وَلٰكِنْ۔ اور لیکن	يُؤَخِّرُهُمْ۔ وہ مہلت دیتا ہے انکو	
اِلٰى۔ طرف	اَجَلٍ۔ وقت	مُّسَمًّى۔ مقرر کی	فَاِذَا۔ تو جب
جَآءَ۔ آجاتا ہے	اَجَلُهُمْ۔ ان کا وقت	لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ تو نہیں پیچھے ہٹتے	
سَاعَةً۔ ایک گھڑی	وَلَا۔ اور نہ	يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ آگے بڑھتے ہیں	

وَیَجْعَلُوْنَ اور بناتے ہیں	لِلّٰهِ ۔ اللہ کے لیے	مَا ۔ جو	یَکْرَهُوْنَ ۔ برا جانتے ہیں
وَتَصِفُ ۔ اور بیان کرتی ہیں	اَلْسِنَتُهُمُ ۔ ان کی زبانیں	الْکَذِبَ ۔ جھوٹ	اَنَّ ۔ کہ بیشک
لَهُمُ ۔ ان کے لیے	الْحُسْنٰی ۔ بھلائی ہے	لَاجَرَمَ ۔ لازمًا	اَنَّ ۔ یقینًا
لَهُمُ ۔ ان کے لیے	النَّارَ ۔ آگ ہے	وَاَنَّهُمْ ۔ اور بیشک وہ	مُفْرَطُوْنَ ۔ حد سے بڑھتے ہیں
تَاللّٰهِ ۔ خدا کی قسم	لَقَدْ ۔ بیشک	اَرْسَلْنَا ۔ بھیجے ہم نے	اِلٰی ۔ طرف
اُمَمٍ ۔ امتوں کی	مِّنْ قَبْلِكَ ۔ تجھ سے پہلے	فَزَیَّنَ ۔ تو خوشنما بنائے	لَهُمُ ۔ ان کے لیے
الشَّیْطٰنُ ۔ شیطان نے	اَعْمَالَهُمْ ۔ ان کے عمل	فَهُوَ ۔ تو وہ	وَلِیُّهُمُ ۔ ان کا دوست ہے
الْیَوْمَ ۔ آج کے دن	وَلَهُمْ ۔ اور انکے لیے	عَذَابٌ ۔ عذاب ہے	اَلِیْمٌ ۔ دردناک
وَمَا ۔ اور نہیں	اَنْزَلْنَا ۔ اتاری ہم نے	عَلَیْكَ ۔ تجھ پر	الْکِتٰبَ ۔ کتاب
اِلَّا ۔ مگر	لِتُبَیِّنَ ۔ تاکہ تو ظاہر کرے	لَهُمُ ۔ ان کے لیے	الَّذِی ۔ وہ کہ
اخْتَلَفُوْا ۔ اختلاف کرتے ہیں	فِیْهِ ۔ اس میں	وَهُدًی اور ہدایت	وَّرَحْمَةً اور رحمت
لِقَوْمٍ ۔ واسطے قوم	یُّؤْمِنُوْنَ ۔ مومن کے	وَاللّٰهُ ۔ اور اللہ نے	اَنْزَلَ ۔ اتارا
مِنَ السَّمَآءِ ۔ آسمان سے	مَآءً ۔ پانی	فَاَحْیَا ۔ تو زندہ کیا	بِهٖ ۔ اس سے
الْاَرْضَ ۔ زمین کو	بَعْدَ ۔ بعد	مَوْتِهَا ۔ اس کی موت کے	اِنَّ ۔ کہ بے شک
فِیْ ۔ بیچ	ذٰلِكَ ۔ اس کے	لَاٰیَةً ۔ البتہ نشانی ہے	لِقَوْمٍ ۔ واسطے قوم کے
یَّسْمَعُوْنَ ۔ جو سنتے ہیں			

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع سورہ نحل پ۱۴

"وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ ۔ اور اگر گرفت کرتا اللہ لوگوں کو انکے ظلم پر نہ چھوڑتا زمین پر کوئی چلنے والا اور لیکن مہلت دیتا ہے ایک مقرر وقت تک تو جب ان کا وقت آئے گا نہ پیچھے ہٹے ایک ساعت نہ آگے بڑھے"۔

آیت کریمہ کا مفہوم منطوق یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالے اپنے بندوں کا مواخذہ فرماتے ہیں اگر عجلت کرتا اور ان کی گرفت ان کی معصیت شعاری پر کرتا تو سب کو ہلاک کر دیتا جو زمین پر چلنے والے ہیں۔

زمین پر چلنے والوں سے مراد یا کافر ہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔

یا یہ معنی ہیں کہ زمین پر چلنے والوں میں سے کسی کو نہ چھوڑتا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو زمین پر رہا وہ ہلاک کر دیا گیا صرف وہی محفوظ رہے جو آپ کے ساتھ کشتی میں تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ زمین پر چلنے والے ظالم ہلاک کر دئیے جاتے ان کی نسلیں منقطع ہو جاتیں۔ اور ان میں سے کوئی باقی نہ رہتا۔

"وَلٰكِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لیکن انہیں مہلت دیتا ہے ایک مقررہ وعدے تک" لینے ان کے لیے دنیا کی زندگی کی ایک مقررہ مدت ہے جس میں انہیں مہلت دے دی گئی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر رحم و کرم ہے وہ مقررہ مدت ان کی عمر کے دن ہیں یا قیامت۔

"فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ تو جب وہ وقت مقررہ آجائے گا نہ موخر ہو گی ایک ساعت نہ آگے بڑھے گی اور اللہ کے لیے وہ کرتے ہیں جو اپنے لیے مکروہ جانتے ہیں" (یعنی بیٹیاں اور شریک)

جب ان کے لیے بیٹی ہو تو منہ کالا ہو جاتا ہے اپنی قوم سے چھپتے پھرتے ہیں اور اس لڑکی کو جب تک ہلاک نہ کر دیں انھیں چین نہیں آتا اور اپنے ملک میں شریک بھی گوارا نہیں مگر ہمارے لیے دونوں بناتے ہیں لڑکیاں بھی اور شریک بھی۔

"وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى اور تعریف کرتی ہیں ان کی زبانیں جھوٹ کہ ان کے لیے بھلائی ہے یعنی جنت"۔

کفار باوجود اپنے کفر و شرک اور افتراء کے کہ اللہ کی بیٹیاں ہیں اس کا شریک ہے یہ کہہ کر بھی گمان کرتے ہیں اور کہتے ہیں اِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ صَادِقٌ فِی الْبَعْثِ فَلَنَا الْجَنَّةُ بِمَا نَحْنُ عَلَیْهِ۔ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اس بات میں کہ مرنے کے بعد خلقت اٹھائی جائے گی تو جنت ہمیں کو ملے گی کیونکہ ہم حق پر ہیں اسی کا رد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ تو لازمی طور پر ان کے لیے آگ ہے اور وہ اپنی ضد میں مفرط ہیں"۔

لَا جَرَمَ۔ اَیْ حَقًّا یعنی حق ہے اَنَّ لَهُمْ مَكَانَ مَا زَعَمُوْهُ مِنَ الْحُسْنٰى النَّارُ الَّتِیْ لَیْسَ وَرَآءَ عَذَابِهَا عَذَابٌ۔ کہ ان کے لیے جنت کے بجائے جس کا انہیں گمان ہے آگ ہے اور ایسی آگ ہے

کہ اس کے بعد اور اس سے زیادہ عذاب ہی نہیں۔ اس میں لا رد کلام کے لیے کفار پر فرمایا اور جرم بمعنی کسب ہے وَاِلٰی ھٰذَا ذَھَبَ الزَّجَاجُ۔

وَقَالَ قُطْرُبُ جَرَمَ بِمَعْنٰی ثَبَتَ وَوَجَبَ قطرب کے نزدیک جرم کے معنی ثابت ہو گیا اور لازم ہوا کے ہیں۔

ایک قول میں لَاجَرَمَ کے معنی حَقًّا کے ہیں۔

اور قراءت حسن اور عیسٰی بن عمر میں اِنَّ لَھُمُ النَّارُ ہے۔

"وَاَنَّھُمْ مُفْرَطُوْنَ" اَیْ مُقَدَّمُوْنَ مُعَجَّلُ بِھِمْ اِلَیْھَا۔ یعنی حد سے بڑھنے والے اور جلدی جانے والے۔

مجاہد اور ابن جبیر اور ابن ہند کہتے ہیں اَیْ مُتْرَکُوْنَ فِی النَّارِ مَنْسِیُّوْنَ فِیْھَا اَبَدًا مِنْ اَفْرَطْتُ فُلَانًا خَلْفِیْ اِذَا تَرَکْتَہٗ وَنَسِیْتَہٗ۔ مُفْرَطُوْنَ کے معنی چھوڑ دیے گئے جہنم میں اور اس میں ڈال کر بھلا دیے گئے ہیں کہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں۔

محاورہ میں ہے اَفْرَطْتُ فُلَانًا خَلْفِیْ۔ بولتے ہیں جب ترک کرکے بھلا دیں

اور ابن عباس۔ ابن مسعود اور ابو رجاء اور شیبہ۔ نافع اور اکثر قراء مدینہ مُفْرِطُوْنَ بکسر الراء پڑھتے ہیں یعنی اسم فاعل کے ساتھ مِنْ اِفْرَاطِ اللَّازِمِ اِذَا تَجَاوَزَ۔ لازمی افراط کے معنی ہیں جبکہ وہ متجاوز ہو جائے یَعْنِیْ مُتَجَاوِزُوا الْحُدُوْدِ فِیْ مَعَاصِیِ اللّٰہِ تَعَالٰی حدود حکم سے نکل کر اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں بڑھ جانے والے۔

اور ابو جعفر مُفَرِّطُوْنَ بتشدید الراء وکسرہ پڑھتے ہیں جس کے معنی مُقَصِّرُوْنَ فِیْ طاعۃ اللہ کے ہوتے ہیں یعنی اللہ کی اطاعت میں قاصر رہنے والے اور مُقَدَّمُوْنَ اِلَی النَّارِ اور جہنم کی طرف بڑھنے والے۔

"تَاللّٰہِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ۔ (اے محبوب) قسم بخدا ہم نے بھیجے کتنی امتوں کی طرف (اپنے رسول) فَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ تو بھلے کر دکھلائے انہیں شیطان نے ان کے عمل"

یعنی انہوں نے اپنی بداعمالیوں کو نیکی سمجھ لیا اور ہمارے رسولوں کی ہدایت سے انحراف کیا اور دنیا میں شیطان کے کہے پر چلے۔

"فَھُوَ وَلِیُّھُمُ الْیَوْمَ تو آج کے دن وہی ان کا رفیق اور دوست ہے اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے"

ولی کی تفصیل ہم پہلے مفصل بیان کر چکے ہیں یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ میں وہاں دیکھی جائے تو یہاں فرمایا کہ وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہو کر ذلیل و خوار ہوں گے۔

اور ولی اس جگہ بمعنی ناصر استعمال ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ لَا نَاصِرَ لَهُمْ فِي ذَالِكَ الْيَوْمِ تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ آج ان کا معین و مددگار شیطان ہے لیکن آخرت میں شیطان کے سوا ان کا کوئی رفیق نہ ہوگا اور وہ خود گرفتار عذاب ہوگا اس دن وہ ان کی کچھ مدد نہ کر سکے گا۔

"وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ اور نہ اتاری ہم نے تم پر یہ کتاب مگر اس لیے کہ تم روشن اور واضح کر دو لوگوں پر جس بات میں وہ اختلاف کریں اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے"

"وَاللّٰهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً اور اللہ نے نازل فرمایا آسمان سے پانی"

"فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا تو اس سے زندہ کیا زمین کو اس کے مرجانے کے بعد بیشک اس میں نشانی ہے ان کو جو گوش قبول سے سنیں"۔

آیہ کریمہ میں الکتاب سے مراد قرآن کریم ہے اور لتبین سے مراد وضاحت احکام وامور دین ہیں اور اَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ سے مراد روئیدگی۔ سرسبزی و شادابی ہے اور زمین کی موت سے مراد خشک سالی اور بے سبزہ و بے گیاہ ہو جانا ہے اور لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ سے وہ لوگ مراد ہیں جو گوش قبول سے سنکر سمجھتے ہیں غور کرتے ہیں کہ حی۔ قادر وقیوم نے زمین کو اس کی موت یعنی بنجر ہو جانے کے بعد قوت نامیہ بخشی جو درحقیقت زندہ کرنے کے حکم میں ہے وہ انسان کو مرنے کے بعد زندہ کرنے پر کیوں نہ قادر ہوگا۔

یسمعون کے معنی مولی ابن کمال فرماتے ہیں أُرِيدَ بِهِ السَّمْعُ الْقَبُولُ۔ سمع سے یہاں مراد سمع قبول ہے اب موت کے معنی محاورہ عرب میں جیسے ہیں وہ مفردات امام راغب اور منجد سے ہم اس جگہ پیش کرتے ہیں۔

(منجد) مَاتَ يَمُوتُ مَوْتًا۔ حَلَّ بِهِ الْمَوْتُ وَفَارَقَتِ الرُّوحُ جَسَدَهُ۔ جب موت حائل ہو جائے تو روح جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔

مَاتَتِ الرِّيحُ سَكَنَتْ۔ ہوا کا مرنا اس کا سکون ہے۔

مَاتَتِ النَّارُ۔ بَرَدَ رَمَادُهَا۔ آگ مرگئی یعنی اس کی راکھ سرد ہوگئی۔

مَاتَ الْحَرُّ۔ أَيْ زَالَ۔ گرمی مرگئی یعنی زائل ہوگئی۔

مَاتَ الْبَرْدُ۔ سردی کے ازالہ پر مستعمل ہے۔

مَاتَتِ الْخَمْرُ۔ سَكَنَ غَلَيَانُهَا۔ جبکہ اس کا جوش سکون پر آجائے

مَاتَ الثَّوْبُ۔ بَلِيَ۔ کپڑا گل جائے تو بولتے ہیں۔

مَاتَ الْمَكَانُ - خَلَا مِنَ الْعِمَارَةِ - جب کہ اس کی عمارت نہ رہے اور اس کے رہنے والے سے خالی کر دیں۔

مَاتَ فَوْقَ الرَّحْلِ - اَیْ اِسْتَثْقَلَ فِیْ نَوْمِہٖ - سواری پر چلتے سو گیا۔

مَاتَ اللَّحْمُ - بَالَغَ فِیْ نُضْجِہٖ - جبکہ پکا کر اسے ریشہ ریشہ کر دیا جائے۔

مَاتَ الْقَلْبُ - اِذَا ضَعُفَ - دل مر گیا جبکہ ضعف آجائے

اَلْمَوْتُ وَالْمَوْتَۃُ - زَوَالُ الْحَیَاتِ عَمَّنْ کَانَتْ فِیْہِ -

راغب اصفہانی مفردات میں کہتے ہیں۔

مَوْت :- اَنْوَاعُ الْمَوْتِ بِحَسْبِ اَنْوَاعِ الْحَیَاتِ - موت کی قسمیں بموجب اقسام حیات ہوتی ہیں۔

فَالْاَوَّلُ مَا ھُوَ بِاِزَاءِ الْقُوَّۃِ النَّامِیَۃِ الْمَوْجُوْدَۃِ فِی الْاِنْسَانِ وَالْحَیْوَانَاتِ وَالنَّبَاتَاتِ نَحْوُ یُحْیِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا - اَحْیَیْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا -

موت کی قسمیں قوت نامیہ کی کیفیت پر منقسم ہیں۔ انسان حیوان اور نباتات میں جیسے اَحْیَیْنَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا اور اَحْیَیْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا - اس میں قوۃ نامیہ کے زوال پر موت کا لفظ مستعمل ہوا۔

۲ زوال قوت حاسہ کے معنی ہیں جیسے یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا اور اَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا۔

۳ اَلثَّالِثَۃُ زَوَالُ الْقُوَّۃِ الْعَاقِلَۃِ وَھِیَ الْجَھَالَۃُ نَحْوُ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ - اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی - یعنی تم بے عقلوں کو نہیں سنا سکتے۔

اَلرَّابِعُ الْحُزْنُ الْمُکَدِّرُ لِلْحَیَاۃِ جیسے وَیَاْتِیْہِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّمَا ھُوَ بِمَیِّتٍ زندگی تلخ ہونے کے معنی میں بھی موت کا استعمال ہوتا ہے۔

اَلْخَامِسُ الْمَنَامُ نیند کے معنی میں قِیْلَ اَلنَّوْمُ مَوْتُ الْخَفِیْفُ وَالْمَوْتُ نَوْمٌ ثَقِیْلٌ جیسے وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ - اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا - وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ -

زَوَالُ الْقُوَّۃِ الْحَیْوَانِیَّۃِ وَاِبَانَۃُ الرُّوْحِ عَنِ الْجَسَدِ - قوت حیوانیہ کے زوال اور روح کا جسم سے علیحدہ ہونا بھی موت ہے جیسے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ یہ تو زوال قوت نامیہ کے معنے

میں ہے۔
تخلل کے معنی ہیں اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ہے یعنی سَتَمُوْتُ عنقریب تم کو مرنا ہے اس
لیے کہ لَابُدَّ لِاَحَدٍ بَعْدَ الْمَوْتِ ۔ ہر ایک کے لیے کسی نہ کسی قسم کی موت لازمی ہے یہاں موت
میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ موت ابانت روح عن الجسد نہیں ہے بَلْ هُوَ اِشَارَةٌ اِلٰى مَا
يَعْتَرِى الْاِنْسَانَ فِىْ كُلِّ حَالٍ مِنَ التَّخَلُّلِ وَالنَّقْصِ فَاِنَّ الْبَشَرَ مَادَامَ فِى الدُّنْيَا يَمُوْتُ
جُزْءً فَجُزْءًا۔

اسی بنا پر میّت اور مائت میں فرق کیا گیا ہے چنانچہ اَلْمَائِتُ هُوَ الْمُتَخَلِّلُ۔ میّت مائت سے
متخلل کے معنی میں ہے اور میّت میتہ سے موت کے معنی دیتا ہے۔
عدم تخفر کے معنی میں مستعمل ہے سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَيِّتٍ۔ بَلْدَةً مَّيْتًا۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع سورہ نحل پ ۱۴

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا
فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا
خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝

اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں عبرت
حاصل ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس سے جو اس
کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون سے دودھ خالص
گلے سے آسان اترتا پینے والوں کے لیے۔

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ
مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

اور پھلوں سے کھجور اور انگور کے کہ بناتے ہو
اس سے نبیذ اور اچھا رزق بے شک اس میں
نشانی ہے عقل والوں کے لیے۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ
الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝
ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ
رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ
مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ
اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

اور الہام کیا تمہارے رب نے مکھی کو یہ کہ بنائے
پہاڑوں میں گھر اور درختوں اور چھتوں میں۔
پھر کھا ہر قسم کے پھلوں سے تو چل اپنے رب کی
راہیں جو تیرے لیے نرم و آسان ہیں نکلتا ہے اس
کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز جس کے مختلف رنگ
ہیں اس میں شفاء ہے لوگوں کے لیے بے شک اس

يَتَفَكَّرُوْنَ ٥ — میں نشانی ہے غور کرنے والوں کو۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۫ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ٥

اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں وفات دی اور تم میں وہ بھی ہے جو پھیرا جاتا ہے ذلیل عمر کی طرف تاکہ نہ جانے بعد جاننے کے کچھ اور بیشک اللہ جاننے والا قادر ہے۔

حلِ لغات نواں رکوع سورہ نحل۔ پ ۱۴

وَاِنَّ۔ اور بے شک لَكُمْ۔ تمہارے لیے فِی۔ بیچ الْاَنْعَامِ۔ چارپایوں کے

لَعِبْرَةً۔ یقیناً عبرت ہے نُسْقِيْكُمْ۔ پلاتے ہیں ہم تمہیں مِمَّا۔ اس سے

فِیْ بُطُوْنِهٖ۔ جو اس کے پیٹوں میں ہے مِنْۢ بَيْنِ۔ درمیان فَرْثٍ۔ گوبر

وَّدَمٍ۔ اور خون سے لَّبَنًا۔ دودھ خَالِصًا۔ خالص سَآئِغًا۔ خوشگوار

لِّلشّٰرِبِيْنَ۔ پینے والوں کے لیے وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ۔ اور کھجور کے پھلوں

وَالْاَعْنَابِ اور انگور سے تَتَّخِذُوْنَ۔ بناتے ہو مِنْهُ۔ اس سے سَكَرًا۔ نبیذ

وَّرِزْقًا۔ اور رزق حَسَنًا۔ اچھا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ۔ بے شک اس میں

لَاٰيَةً۔ البتہ نشانی ہے لِّقَوْمٍ۔ واسطے قوم يَّعْقِلُوْنَ۔ عقلمند کے وَاَوْحٰى۔ اور وحی کی

رَبُّكَ۔ تیرے رب نے اِلَى۔ طرف النَّحْلِ۔ شہد کی مکھی کے اَنِ۔ یہ کہ

اتَّخِذِیْ۔ بنا مِنَ الْجِبَالِ۔ پہاڑوں میں بُيُوْتًا۔ گھر وَّمِنَ الشَّجَرِ۔ اور درختوں پہ

وَمِمَّا۔ اور اس سے جو يَعْرِشُوْنَ۔ مکان بناتے ہیں ثُمَّ۔ پھر كُلِیْ۔ کھا

مِنْ كُلِّ۔ ہر طرح کے الثَّمَرٰتِ۔ پھل فَاسْلُكِیْ۔ پھر چل سُبُلَ راستوں پہ

رَبِّكِ۔ اپنے رب کے ذُلُلًا۔ نرمی سے يَخْرُجُ۔ نکلتا ہے مِنْۢ بُطُوْنِهَا۔ اس کے پیٹوں

میں سے شَرَابٌ۔ شربت مُّخْتَلِفٌ۔ مختلف ہیں اَلْوَانُهٗ۔ اس کے رنگ

فِيْهِ۔ اس میں شِفَآءٌ۔ شفاء ہے لِّلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے اِنَّ۔ بیشک

فِیْ ذٰلِكَ۔ اس میں لَاٰيَةً۔ نشانی ہے لِّقَوْمٍ۔ واسطے قوم يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ سمجھ دار کے

وَاللّٰهُ۔ اور اللہ نے خَلَقَكُمْ۔ تمہیں پیدا کیا ثُمَّ۔ پھر يَتَوَفّٰىكُمْ۔ تمہیں مارے گا

وَمِنْكُمْ۔ اور بعض تم سے	مَنْ۔ وہ ہے جو	يُرَدُّ۔ پھیرا جاتا ہے	اِلٰى۔ طرف
اَرْذَلِ۔ نکمی	الْعُمُرِ۔ عمر کے	لِكَيْ لَا۔ تاکہ نہ	يَعْلَمَ۔ جانے
بَعْدَ۔ بعد	عِلْمٍ۔ جاننے کے	شَيْئًا۔ کچھ بھی	اِنَّ۔ بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ	عَلِيْمٌ۔ جاننے والا ہے	قَدِيْرٌ۔ قدرت والا۔	

مختصر تفسیر اُردو نواں رکوع۔ سورہ نحل پ ۱۴

"وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً۔ اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں سبق عبرت ہے"۔

آلوسی فرماتے ہیں اَیْ مَعْبَرًا يُعْبَرُ بِهٖ مِنَ الْجَهْلِ اِلَى الْعِلْمِ وَاَصْلُ مَعْنَى الْعِبَرِ وَالْعُبُوْرِ التَّجَاوُزُ مِنْ مَحَلٍّ اِلٰى اٰخِرِهٖ۔ یعنی چوپایوں کے حالات دیکھنے سے ایسا سبق عبرت ملتا ہے کہ انسان جہل سے علم کی طرف آجاتا ہے۔

وَاَصْلُ مَعْنَى الْعِبَرِ وَالْعُبُوْرِ۔ عبر اور عبور کے اصل معنی تجاوز کے ہیں ایک مقام سے دوسرے مقام پر۔

وَقَالَ الرَّاغِبُ اَلْعُبُوْرُ يَخْتَصُّ بِتَجَاوُزِ الْمَاءِ بِسِبَاحَةٍ وَّنَحْوِهَا۔ راغب کہتے ہیں عبور کہتے ہیں پانی سے پار ہونے کو تیر کر یا کسی طرح۔

وَالْمَشْهُوْرُ عُمُوْمُهٗ فَاِطْلَاقُ الْعِبْرَةِ عَلٰى مَا يُعْتَبَرُ بِهٖ۔ اور مشہور معنی اطلاق پر ہیں یعنے ایسے دلائل جس سے عبرت حاصل ہو۔ تو

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً کے معنی یہ ہوئے کہ تمہارے لیے چوپایوں میں سبق عبرت ہے اگر تم غور کرو تو بہتر نتائج حاصل کر سکتے ہو اور تم پر حکومت الٰہیہ کے عجائب و غرائب کا انکشاف ہو سکتا ہے کہ۔

"نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ آسانی سے اترتا پینے والوں کے لیے"

ایسا خالص دودھ جس میں کسی دوسری چیز کی آمیزش بھی نہیں باآنکہ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ حیوان کے جسم میں ایک ہی مقام ہے جہاں چارا گھاس بھوسہ وغیرہ پہنچتا ہے اور اسی چارے

سے دودھ۔ خون۔ گوبر پیدا ہوتا ہے لیکن دودھ گوبر سے علیحدہ اور خون دودھ سے علیحدہ رہتا ہے حتیٰ کہ خون کا رنگ اور گوبر کی بوتک اس میں نہیں ہوتی ہر چیز اپنی اپنی کیفیت میں خالص اور بے لوث نکلتی ہے اس سے اس صناع مطلق کی عجیب کاری واضح ہوتی ہے۔

اس مضمون سے قبل پہلے رکوع میں مسئلہ بعثت کا بیان ہو چکا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مردوں کو زندہ اٹھائے جانے سے جو کفار مکہ منکر ہیں اس انکار کی وجہ ان کے دو شبہے ہیں۔

ایک یہ کہ "جو چیز فاسد ہو گئی اور اس کی حیات جاتی رہی اس میں دوبارہ پھر زندگی کس طرح آسکتی ہے" اس شبہ کا ازالہ تو فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا فرما کر کر دیا گیا اور بتا دیا کہ مردہ زمین پر محض بارش کر کے بغیر کسی بیج کے ہم اسے سرسبز کر دیتے ہیں۔ پہلے اس میں سے کیفیت تخضر و نمو جاتی رہی تھی لیکن وہ پھر سرسبز ہوئی تو اگر تم گوش قبول سے سنو تو تمہارے شبہ کے ازالہ کے لیے یہی ایک مثال کافی ہے اور تم سمجھ سکتے ہو کہ فیض قدرت قادر یہ شان رکھتا ہے پھر کسی مردہ کے جسم کے اجزاء منتشرہ کو پھر جمع کر کے حیات تازہ بخش دینا ہمارے لیے کیوں مشکل ہو۔

پھر اسی رکوع میں پہلی آیت میں ظاہر فرمایا کہ گوبر خون میں سے خالص دودھ پلا دینے پر ہم ہی قادر ہیں اور ہماری یہ قدرت روزانہ تمہارے مشاہدہ میں ہے کہ غذا کے مخلوط اجزاء میں سے خالص دودھ تمہیں ملتا ہے اور اس کے قرب و جوار میں جو چیزیں ہیں ان کی آمیزش تو کہاں اس کا رنگ و بو بھی اس میں کبھی نہیں آسکتا۔

پھر اس حکیم مطلق کی حکمت مطلقہ سے کیا بعید ہے کہ انسانی جسم کے اجزاء کو منتشر ہونے کے بعد پھر مجتمع فرما دے۔

شقیق بلخی فرماتے ہیں کہ قدرت کاملہ کا مظاہرہ علی وجہ الکمال یہی ہے کہ چارا گھاس جس سے گوبر خون بن رہا ہے اسی سے صاف دودھ ایسا آئے کہ کسی چیز کی بو اور رنگ بھی نہ آئے ہمیں چاہئے تو یہ تھا کہ جیسے اس نے ہمیں دودھ گوبر خون سے علیحدہ کر کے صاف ستھرا عطا فرمایا ہم بھی اپنی طرف سے اس کی عبادت ایسی خالص کریں کہ اس میں بوئے ریا اور نجاست ہوا و حرص کا شائبہ بھی نہ ہوتا کہ شرف قبول سے مشرف ہوں لیکن اس کی خالص نعمتوں کے شکر میں ہم مخلصانہ اطاعت سے بھی محروم ہیں

فرث کی تعریف علامہ آلوسی یوں کرتے ہیں اَلْفَرْثُ عَلٰی مَا فِی الصِّحَاحِ السِّرْجِیْنُ مَا دَامَ فِی الْکَرِشِ وَالْجَمْعُ فُرُوْثٌ۔ فرث بروایات صحیحہ سرگین یعنی گوبر ہے جب تک وہ اوجڑی میں ہے اور اس کی جمع فروث ہے۔

وَفِي الْبَحْرِ كَثِيفٌ مَّا يَبْقَى مِنَ الْمَأْكُولِ فِي الْكَرِشِ وَالْمِعَى۔ فرث وہ فضلہ ہے جو ہضم کے بعد اوجھڑی اور امعاء میں رہ جاتا ہے۔

وَرَوَى ذَالِكَ الْكَلْبِيُّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ الْبَهِيمَةَ إِذَا اعْتَلَفَتْ وَانْضَجَ الْعَلَفُ فِي كَرِشِهَا كَانَ أَسْفَلُهُ فَرْثًا وَأَوْسَطُهُ لَبَنًا وَأَعْلَاهُ دَمًا۔ جانور جب چرتا ہے اور وہ چرا ہوا معدہ میں پکتا ہے تو اس کا نیچے کا حصہ تو گوبر بن جاتا ہے اور اس کے اوسط میں دودھ اور اوپر خون بن جاتا ہے۔

فخر الدین رازی کہتے ہیں اَللَّبَنُ وَالدَّمُ لَا يَتَوَلَّدَانِ فِي الْكَرِشِ وَالدَّلِيلُ عَلَيْهِ الْحِسُّ فَإِنَّ الْحَيَوَانَاتِ تُذْبَحُ دَائِمًا وَلَا يُرَى فِي كَرِشِهَا شَيْءٌ مِنْ ذَالِكَ وَلَوْ كَانَ تَوَلُّدُ مَا ذُكِرَ فِيهِ لَوَجَبَ أَنْ يُشَاهَدَ فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ۔

دودھ اور خون کرش یعنی اوجھڑی میں پیدا نہیں ہوتا اور اس کی دلیل مشاہدہ ہے اس لیے کہ حیوانات ہمیشہ ذبح ہوتے ہیں اور کبھی اس کی اوجھڑی میں ایسا نہ دیکھا گیا اور اگر ایسا ہوتا تو لازمی طور پر کبھی تو دیکھا جاتا اس کے بعد کہتے ہیں۔

بَلِ الْحَقُّ إِنَّ الْحَيَوَانَ إِذَا تَنَاوَلَ الْغِذَاءَ وَصَلَ إِلَى مِعْدَتِهِ وَإِلَى كَرِشِهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْأَنْعَامِ وَغَيْرِهَا فَإِذَا طُبِخَ وَحَصَلَ الْهَضْمُ الْأَوَّلُ فِيهِ فَمَا كَانَ مِنْهُ صَافِيًا انْجَذَبَ إِلَى الْكَبِدِ وَمَا كَانَ كَثِيفًا نَزَلَ إِلَى الْأَمْعَاءِ ثُمَّ ذَالِكَ الَّذِي يَحْصُلُ فِي الْكَبِدِ يَنْضَجُ وَيَصِيرُ دَمًا وَذَالِكَ هُوَ الْهَضْمُ الثَّانِي وَيَكُونُ ذَالِكَ مَخْلُوطًا بِالصَّفْرَاءِ وَالسَّوْدَاءِ وَزِيَادَةِ الْمَائِيَّةِ

صحیح تحقیق یہ ہے کہ حیوان جب غذا کھاتا ہے وہ معدہ اور اوجھڑی میں جاتی ہے اگر وہ چوپایہ ہو یا کوئی اور تو جب وہ پک جاتی ہے اور ہضم اول شروع ہو جاتا ہے تو جو اس میں صاف ہوتی ہے وہ تو جگر میں جذب ہو جاتی ہے اور جو حصہ کثیف ہوتا ہے وہ امعاء میں چلا جاتا ہے۔

پھر اس سے جو حاصل ہوتا ہے وہ جگر میں جا کر پکتا ہے اور خون بن جاتا ہے یہ ہضم ثانی ہے اور یہ صفراء کے ساتھ مخلوط ہو کر اس کی تلچھٹ سودا بن جاتی ہے اور زائد اجزاء مائیہ ہو جاتے ہیں۔

وَأَمَّا الصَّفْرَاءُ فَتَذْهَبُ إِلَى الْمَرَارَةِ وَالسَّوْدَاءُ إِلَى الطِّحَالِ وَالْمَاءُ إِلَى الْكُلْيَةِ وَمِنْهَا إِلَى الْمَثَانَةِ۔ اور صفراء مرارہ (پتہ) میں چلا جاتا ہے اور سوداء طحال یعنی تلی میں اور پانی گردہ میں اور اس سے مثانہ تک پہنچتا ہے۔

وَأَمَّا ذَالِكَ الدَّمُ فَإِنَّهُ يَدْخُلُ فِي الْأَوْرِدَةِ وَالْعُرُوقِ النَّابِتَةِ مِنَ الْكَبِدِ وَهُنَاكَ

يَحْصُلُ الْهَضْمُ الثَّالِثُ: اور یہ خون داخل ہو جاتا ہے وریدوں اور عروق ثابتہ میں جگر سے اس مقام پر حاصل ہوتا ہے ہضم ثالث۔

وَبَيْنَ الْكَبِدِ وَالضَّرْعِ عُرُوْقٌ كَثِيْرَةٌ فَيَنْصَبُّ الدَّمُ مِنْ تِلْكَ الْعُرُوْقِ إِلَى الضَّرْعِ وَالضَّرْعُ لَحْمٌ غُدَدِيٌّ رِخْوَةٌ بِيْضٌ فَيُقَلِّبُ اللّٰهُ الدَّمَ فِيْهِ إِلٰى صُوْرَةِ اللَّبَنِ۔

اور جگر اور تھنوں میں بہت سی رگیں ہیں تو خون ان عروق سے گرتا ہے تھنوں میں اور تھن یا پستان ایک غددی گوشت ہے نرم سفید تو اللہ تعالے خون کو اس میں دودھ کی شکل کے ساتھ بدل دیتا ہے۔

اب ایک اعتراض پیدا کر کے دفع دخل مقدر کرتے ہیں۔

لَا يُقَالُ إِنَّ هٰذَا الْمَعْنٰى حَاصِلَةٌ فِي الْحَيَوَانِ الذَّكَرِ فَلِمَ لَمْ يَحْصُلْ مِنْهُ اللَّبَنُ۔

لِأَنَّا نَقُوْلُ۔ یہ نہ کہا جائے کہ اس معنی سے حیوان نر بھی مادہ کی طرح ہے تو پھر نر سے دودھ کیوں نہیں پیدا ہوتا اس بنا پر ہم کہتے ہیں۔

الْحِكْمَةُ الْإِلٰهِيَّةُ اقْتَضَتْ تَدْبِيْرَ كُلِّ شَيْءٍ عَلَى الْوَجْهِ اللَّائِقِ بِهِ الْمُوَافِقِ لِمَصْلَحَتِهِ فَأَوْجَبَتْ مِزَاجَ الذَّكَرِ حَارًّا يَابِسًا وَمِزَاجَ الْأُنْثٰى بَارِدًا رَطْبًا۔ فَإِنَّ الْوَلَدَ إِنَّمَا يَتَوَلَّدُ فِيْ دَاخِلِ بَدَنِ الْأُنْثٰى فَكَانَ اللَّائِقُ بِهَا اخْتِصَاصُهَا بِالرُّطُوْبَةِ لِتَصِيْرَ دَمًا لِلتَّوَلُّدِ وَسَبَبًا لِقَبُوْلِ التَّمَدُّدِ فَتَتَّسِعُ لِلْوَلَدِ ثُمَّ إِنَّ تِلْكَ الرُّطُوْبَةَ بَعْدَ انْفِصَالِ الْجَنِيْنِ تَنْصَبُّ إِلَى الضَّرْعِ فَتَصِيْرُ مَادَّةً لِغِذَائِهِ كَمَا كَانَتْ كَذٰلِكَ قَبْلُ فِي الرَّحِمِ۔

حکمت الٰہیہ کا مقتضا ہے کہ ہر شئے کی تدبیر اس کے لائق فرماتے اور مصلحت موافق پر رکھے تو لازم ہوا کہ نر کا مزاج حار یابس ہو اور مادہ کا مزاج بارد رطب۔

اس لیے کہ بچہ مادہ کے بدن میں پیدا ہوتا ہے تو اس کے لیے رطوبت پیدا فرما دی جو تولّد کے لیے سبب ہو اور اس میں قبولیت کا مادہ ہو تو بچہ کے لیے وہ رطوبت موجب توسیع رحم ہوتی ہے پھر جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہی رطوبت تھنوں میں پہنچ کر دودھ کی شکل میں بدل جاتی ہے تاکہ اس کی غذا کا کام دے جیسے قبل حمل تھی۔

تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ

إِنَّ إِذَا وَرَدَ الْغِذَاءُ الْكَرِشَ انْطَبَخَ فِيْهِ وَتَمَيَّزَتْ مِنْهُ أَجْزَاءٌ لَطِيْفَةٌ تَنْجَذِبُ إِلَى الْكَبِدِ فَيَنْطَبِخُ فِيْهَا فَيَحْصُلُ الدَّمُ فَتَسْرِيْ أَجْزَاءٌ مِنْهُ إِلَى الضَّرْعِ وَيَسْتَحِيْلُ لَبَنًا بِتَدْبِيْرِ

الْحَكِيْمِ الْعَلِيْمِ۔

جب غذا اوجڑی میں وارد ہو کر پک جاتی ہے اور اس سے اجزاء لطیفہ ممیز ہو جاتے ہیں تو وہ جگر میں جا کر جذب ہوتے ہیں اور اس میں پکتے ہیں تو خون بن جاتے ہیں پھر وہ خون تھنوں میں پھیل کر دودھ کی شکل میں متشکل ہو جاتا ہے یہ اس حکیم و علیم کی تدبیر ہے۔

"خَالِصًا" يَعْنِيْ مُصَفًّى عَمَّا يَصْحَبُهٗ مِنَ الْاَجْزَاءِ الْكَثِيْفَةِ بِتَضْيِيْقِ مَخْرَجِهٖ اَوْ صَافِيًا لَا يَسْتَصْحِبُهٗ لَوْنُ الدَّمِ وَلَا رَائِحَةُ الْفَرْثِ۔

یعنی ایسا صاف کہ اجزاء کثیفہ سے اپنے تنگ مخارج سے نکلتا ہے یا ایسا صاف کہ اس میں خون کا رنگ بھی نہیں اور گوبر کی بو بھی نہیں ہوتی اور۔

"سَائِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ" يَعْنِيْ سَهْلَ الْمُرُوْرِ فِيْ حَلْقِهِمْ لِذُهْنِيَّتِهٖ۔ آسانی سے حلق سے اتر جانے والا اپنی دہنیت کی وجہ سے۔

اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنْ يَحْيَى ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا شَرِبَ اَحَدٌ لَبَنًا فَشَرِقَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی دودھ نہیں پیتا تو روشن ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا دودھ خالص آسانی سے حلق میں اتر جانے والا پینے والوں کو۔

"وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا۔ اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ اس سے نبیذ بناتے ہو اور اچھا رزق بے شک اس میں نشانی ہے عقل والوں کو۔

یعنی سرکہ۔ رُبّ اور خرما اور مویز۔

اس کے متعلق فقہا نے لکھا ہے کہ۔

مویز اور انگور وغیرہ کا رس جب اس قدر پکا لیا جائے کہ دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی باقی رہے تو اس کو نبیذ کہتے ہیں یہ اگر نشہ نہ لائے تو شیخین کے نزدیک حلال ہے۔ اور اس حکم کا ماخذ فقہاء نے اسی آیۂ کریمہ کو اور احادیث کو مانا ہے۔

وَفَسَّرُوا الرِّزْقَ الْحَسَنَ بِالْخَلِّ وَالرُّبِّ وَالتَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ۔ اور رزق حسن کی تفسیر میں سرکہ اور رُبّ اور کھجور اور کشمش فرمائے ہیں۔

اور سکر لغت حبشیہ میں سرکہ کو کہتے ہیں۔ عَلِيٌّ مَاوَرْدِيْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ السَّكَرَ هُوَ الْخَلُّ

بِلُغَتِ الْحَبَشِيَّةِ اَوْ عَلٰى مَا نُقِلَ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ اَنَّ السَّكَرَ الْمَطْعُوْمُ الْمُتَفَكَّهَةِ۔ اور سکر کھانے کی چیز ہے جو پھلوں سے بنائی جاتی ہے

ذَهَبَ الْحَنَفِيُّوْنَ وَقَالُوْا اَلْمُرَادُ بِالسَّكَرِ مَا لَا يُسْكِرُ مِنَ الْاَنْبِذَةِ۔ احناف اس طرف گئے ہیں کہ سکر سے مراد وہی نبیذ ہے جو نشہ نہ لائے۔

وَاسْتَدَلُّوْا عَلَيْهِ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِمْتَنَّ عَلٰى عِبَادِهٖ بِمَا خَلَقَ لَهُمْ مِّنْ ذَالِكَ وَلَا يَقَعُ الْاِمْتِنَانُ اِلَّا بِمُحَلَّلٍ فَيَكُوْنُ ذَالِكَ دَلِيْلًا عَلٰى جَوَازِ شُرْبِ مَا دُوْنَ الْمُسْكِرِ مِنَ النَّبِيْذِ فَاِذَا اِنْتَهٰى اِلَى السُّكْرِ لَمْ يَجُزْ۔

اور احناف نے اسی آیۂ کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے بندوں پر احسان فرمایا اس پر جو ان کے لیے پیدا فرمایا ان اشیاء سے اور اللہ کا احسان حلال ہی چیز پر ہو سکتا ہے بنا بریں یہ آیت دلیل ہے جواز شرب نبیذ پر نشہ آور ہونے سے درے درے جب وہ نشہ تک پہنچ جائے۔ پھر حلال نہیں۔

چنانچہ حرمت مسکرات پر حدیث ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْخَمْرَ بِعَيْنِهَا اَلْقَلِيْلَ مِنْهَا وَالْكَثِيْرَ وَالسُّكْرُ بِضَمِّ السِّيْنِ مِنْ كُلِّ شَرَابٍ۔ اللہ تعالے نے خمر کم زیادہ مقدار پر مطلقاً حرام فرمائی اور سُکر بضم سین ہر قسم کی شراب پر عائد ہے۔

اَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِىُّ وَالْحَاصِلُ شُرْبُ النَّبِيْذِ مَا لَمْ يَصِلْ اِلَى الْاِسْكَارِ۔ نبیذ تمر جب تک اس میں نشہ نہ آجائے حلال ہے۔

ذَهَبَ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِىُّ وَاَبُوْ جَعْفَرٍ الطَّحَاوِىُّ وَكَانَ اِمَامَ زَمَانِهٖ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ وَهُوَ مِمَّنْ نَعْلَمُ وَكَانَ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ يَشْرَبُهٗ كَمَا ذَكَرَ ذَالِكَ الْقُرْطُبِىُّ فِىْ تَفْسِيْرِهٖ۔ ابو جعفر طحاوی اور سفیان ثوری جن کے شاگرد ابو جعفر ہیں فرماتے ہیں کہ آپ نبیذ پیا کرتے تھے اور یہ امام تھے اپنے زمانے کے۔

تمام بحث کا خلاصہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ نبیذ تمر وہ پی سکتا ہے جسے اس کی وہ مدت معلوم ہو جب اس میں نشہ آجاتا ہے اور جسے نہ معلوم ہو وہ اگر نہ پیئے تو احتیاط اسی میں ہے۔

چنانچہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ اس کی حلت و حرمت میں متردد ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں اِنَّ السَّكَرَ وَاِنْ كَانَ مُبَاحًا فَهُوَ مِمَّنْ يَحْسُنُ اِجْتِنَابُهٗ۔ سکر اگرچہ مباح ہے لیکن بہتر اجتناب ہی ہے۔

"وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ۔ اور الہام کیا تیرے رب نے مکھی کو۔"

روح المعانی میں آلوسی فرماتے ہیں اور اَوْحٰی کا ترجمہ الہام کرتے ہیں حَیْثُ قَالَ اَلْهَمَهَا وَاَلْقٰی فِیْ رُوْعِهَا وَعَلَّمَهَا بِوَجْهٍ لَا یَعْلَمُهٗ اِلَّا اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔ وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ۔ یعنی الہام فرمایا اس کو اور اس کے دل میں ڈالا اور اسے (اقلیدس کا قاعدہ) ایسا سکھایا کہ اس کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر وہ لطیف وخبیر۔

وَفَسَّرَ بَعْضُهُمُ الْاِیْحَاءَ بِتَسْخِیْرِهَا لِمَا اُرِیْدَ مِنْهَا۔ اور بعض نے تفسیر کی کہ اس کی طرف ایحاء فرمایا اس کام کا جو اس سے لینے کا ارادہ کیا۔

وَمَنَعُوْا اَنْ یَّكُوْنَ الْمُرَادُ حَقِیْقَةَ الْاِیْحَاءِ اِنَّمَا یَكُوْنُ لِلْعُقَلَاءِ وَلَیْسَ النَّحْلُ مِنْهَا۔ اس سے ممانعت کی گئی کہ یہاں اوحیٰ سے مراد ایحاء حقیقی لی جائے۔ اس لیے کہ ایحاء اہل عقول پر ہوتا ہے اور مکھی ان میں سے نہیں

اس کا جواب آلوسی دے کر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ

وحی جو اصطلاح شرعی میں ہے وہ محض عاقل پر ہی نہیں ہوتی اور مکھی کو اس اعتبار سے لاالعقل کہنا بھی صحیح نہیں اس لیے کہ اس سے ایسے افعال صادر و وارد ہوتے ہیں جس سے اس طرف خیال جاتا ہے کہ وہ ذوی العقول سے ہے اور اتنی فضیلت رکھتی ہے کہ اس کے اکثر حالات کے سمجھنے سے ذی عقل بھی قاصر ہیں۔

فَتَرَاهَا یَكُوْنُ بَیْنَهَا وَاحِدٌ كَالرَّئِیْسِ هُوَ اَعْظَمُهَا جُثَّةً یَكُوْنُ نَافِذَ الْحُكْمِ عَلٰی سَائِرِهَا وَالْكُلُّ یَخْدِمُوْنَهٗ وَیَحْمِلُوْنَ عَنْهُ وَسُمِّیَ الْیَعْسُوْبُ وَالْاَمِیْرُ۔ تم دیکھو گے ان کے اندر ایک مکھی ہوتی ہے وہ مثل بادشاہ کے ہے وہ ان سب سے جسم میں بڑی ہوتی ہے اس کا حکم نافذ العمل ہوتا ہے تمام مکھیاں اس کی پیروہوتی ہیں اس کا نام یعسوب ہے یا امیر النحل۔

وَذَكَرُوْا اَنَّهَا اِذَا نَفَرَتْ عَنْ وَكْرِهَا ذَهَبَتْ بِجَمْعِیَّتِهَا اِلٰی مَوْضِعٍ اٰخَرَ فَاِذَا اَرَادُوْا عَوْدَهَا اِلٰی وَكْرِهَا ضَرَبُوْا لَهَا الطُّبُوْلَ وَاٰلَاتِ الْمُوْسِیْقِیْ وَرَدُّوْهَا بِوَاسِطَتِهٖ تِلْكَ الْاَلْحَانِ اِلٰی وَكْرِهَا۔ اور کہتے ہیں کہ وہ بادشاہ جب ان سے ناراض ہو جاتا ہے تو ان کا چھتہ چھوڑ کر کسی دوسرے چھتہ پر چلا جاتا ہے تو جب یہ مکھیاں اسے منا کر لانا چاہتی ہیں تو طبل اور موسیقی کے الحان وکر یا اسکے آگے بجاتی ہیں اس ذریعہ سے اسے اپنے چھتے میں لاتی ہیں۔

وَهِیَ تَبْنِی الْبُیُوْتَ الْمُسَدَّسَةَ مِنْ اَضْلَاعٍ مُتَسَاوِیَةٍ وَالْعُقَلَاءُ لَا یُمْكِنُهُمْ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْاٰلَاتِ مِثْلَ الْمِسْطَرَةِ وَالْفِرْجَارِ وَتَخْتَارُهَا عَلٰی غَیْرِهَا مِنَ الْبُیُوْتِ الْمُشَكَّلَةِ

بِاَشْكَالٍ اُخْرَىٰ كَالْمُثَلَّثَاتِ وَالْمُرَبَّعَاتِ وَالْمُخَمَّسَاتِ وَغَيْرِهَا۔ وَفِيْ ذَالِكَ سِرٌّ لَطِيْفٌ فَاِنَّهُمْ قَالُوْا ثَبَتَ فِي الْهِنْدَسَةِ اِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مُشَكَّلَةً بِاَشْكَالٍ اُخْرَىٰ يَبْقَىٰ فِيْمَا بَيْنَهَا بِالضَّرُوْرَةِ فُرَجٌ خَالِيَةٌ ضَائِعَةٌ وَلَهَا اَحْوَالٌ عَجِيْبَةٌ غَيْرُ ذَالِكَ قَدْ شَاهَدَهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَ سُبْحَانَ مَنْ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى۔

وہ مکھی اپنے گھر مسدستہ الاضلاع بناتی ہے پھر وہ اضلاع متساوی ہوتے ہیں عقلاء کے لیے یہ ممکن نہیں مگر آلات کی مدد سے جیسے مسطرہ خط کھینچنے کا رول یا مسطر اور پرکار لیکن مکھی ان آلات کی مدد کے بغیر بناتی ہے۔ پھر اپنے گھر اشکال مشکلہ کی دوسری شکلوں میں بھی بناتی ہے جیسے مثلث یا مربع یا مخمس وغیرہ کے۔

پھر اس میں بھی ایک لطیف راز ہے جیسے کہا گیا کہ فن ہندسہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ اگر اشکال مشکلہ بنائی جاتی ہیں تو ان کے مابین ضرور فرج خالیہ ضائع رہتی ہے۔

لیکن اس مکھی کی بنائی ہوئی شکلوں میں یہ بات نہیں ہے اس کے علاوہ اس کے بہت سے عجیب وغریب احوال ہیں جو لوگوں نے مشاہدہ کیے۔ بس اسی کی ذات کے لیے پاکی ہے جس نے ہر شئے کو ایسی عجیب چیزیں بنانے کی راہ دی۔

اَقُوْلُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ

کشمیر سرینگر میں نشاط باغ کے پاس ایک شخص کا مکان ہے جسے بابا کمالا کہتے ہیں اس کے یہاں ایک پورا شہر مکھیوں کا آباد ہے اور اس میں صندوقوں کے اندر علیحدہ علیحدہ محلے آباد ہیں۔

ہم جب اس کے پاس شہد لینے گئے تو اس نے دریافت کیا کہ آپ کو کس پھول کا شہد چاہیئے؟ اس نے ایسی عجیب بات سنائی جسے ہم سن کر محو حیرت ہو گئے۔

اس نے کہا میرے یہاں نیم کے شہد کی مکھی ہے وہ صرف نیم سے ہی شہد بناتی ہے اور اگر وہ نیم کے علاوہ کسی اور پھول کا شہد لے آتی ہے تو ان کے یہاں اس کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ اس نے صندوق میں دکھایا چند مکھیاں کٹی ہوئی دو دو ٹکڑے ہوئی پڑی تھیں اس نے کہا یہ مکھی اپنے مخصوص پھول کے علاوہ کسی اور پھول کا شیرہ لائی اور ماردی گئی۔ ان کا بادشاہ اسے سزائے موت سے درے اور کوئی سزا نہیں دیتا۔

چنانچہ اس نے کہا میرے پاس اس آبادی میں نیم کے شہد کی مکھی ہے۔ گلاب کے پھول والی ہے۔ زعفران والی ہے۔ بنفشہ والی ہے۔ نرگس والی ہے۔ نیلوفر والی ہے۔ گڑھل والی ہے۔ کنیر والی ہے پپیا با لشہ والی ہے۔ خیار شنبر والی ہے۔

ہم نے پہلے گلاب والی مکھی کا شہد طلب کیا تو اس میں یقیناً گلاب کی خوشبو تھی
پھر زعفران کا شہد مانگا اس میں قطعی زعفران مہک رہی تھی۔
دوسرے روز ہم نے نیم کا شہد طلب کیا اس میں فی الواقع نیم کی بو تھی اور تلخی بھی۔
ایک روز میرے ساتھی انجینیر میر حبیب اللہ کو زکام ہوا بنفشہ کا شہد طلب کیا اس نے ہمیں زیادہ سریع الاثر تھا۔

حسب موقع ہم نے بھی اپنا مشاہدہ عرض کر دیا جس سے علامہ آلوسی کے بیان کردہ فضائل کی مزید توثیق اور تصدیق ہوتی ہے۔

اور اسی بابا کمالا نے اس امر کی بھی تصدیق کی کہ جب ان کا بادشاہ ناراض ہو جاتا ہے تو یہ نہایت دلآویز نغمہ بجا کر اسے راضی کرتی ہیں جن ایام میں ہم سرینگر تھے اس وقت یعسوب غالباً ان سے خوش تھا ہمیں وہ موسیقاری سننی میسر نہ ہوئی۔

اب جس دن معطی حقیقی اپنے خاصوں کے صدقے میں اس خطہ کو پاکستان میں دے دیگا تو انشاء اللہ پھر بابا کمالا یا اس کی اولاد سے مل کر مزید معلومات عجیبہ حاصل ہوں گی وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ اب حسب موقع وحی کی لغوی و شرعی تحقیق بھی ملاحظہ کریں۔

علامہ راغب اصفہانی مفردات میں فرماتے ہیں
وَحی:۔ اَصْلُ الْوَحْیِ الْاِشَارَۃُ السَّرِیْعَۃُ الْمُتَضَمِّنُ السُّرْعَۃَ۔ اصل میں وحی اشارہ سریعہ کو کہتے ہیں یا اس حکم کو جو متضمن سرعت ہو۔

(۱) قِیْلَ اَمْرٌ وَحْیٌ۔ وَذَالِکَ یَکُوْنُ بِالْکَلَامِ عَلٰی سَبِیْلِ الرَّمْزِ وَالتَّعْرِیْضِ کہا جاتا ہے حکم دیا مجھے وحی سے اور یہ کبھی اشارات میں کلام کرنے کے موقعہ پر ہوتا ہے یا بطریق تعریض۔

(۲) وَقَدْ یَکُوْنُ بِصَوْتٍ مُجَرَّدٍ عَنِ التَّرْکِیْبِ وَبِاِشَارَۃٍ بِبَعْضِ الْجَوَارِحِ وَبِالْکِنَایَۃِ اور کبھی یہ مجرد آواز میں ہوتا ہے جو مجرد عن الترکیب ہو یا جسم کے کسی اشارہ اور کبھی کنایہ کے طور پر ہوتا ہے۔

(۳) وَقَدْ حُمِلَ عَلٰی ذَالِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی۔ عَنْ زَکَرِیَّا فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِہٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰی اِلَیْھِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا۔ کبھی وحی اللہ تعالٰے کی طرف سے محمول ہوتی ہے جیسے ارشاد باری ہے۔ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِہٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰی اِلَیْھِمْ الخ کہ وہ نکلے عبادت خانہ سے اپنی قوم کی طرف تو وحی کی ان کی طرف۔

(۴) فَقَدْ قِيْلَ رَمْزٌ وَقِيْلَ اِعْتِبَارٌ وَقِيْلَ كُتُبٌ وَعَلٰى هٰذِهِ الْوُجُوْهِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔ اور ایسے ہی کیا ہم نے ہر نبی کا دشمن شیاطین انس کو کہ خفیہ منصوبے کرتے ہیں از روئے تکبر۔

وَقَوْلُهٗ وَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰى اَوْلِيَائِهِمْ۔ اور بے شک شیاطین اپنے حامیتیوں سے خفیہ باتیں کرتے ہیں۔

یہ دونوں مثالیں وحی بمعنی توسوس شیطانی پر ہیں جس پر قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ فرمایا گیا۔ فرما دیجئے پناہ لوگوں کے رب کی اور مالک کی اور خدا کی شرِّ وسواس شیطانی سے۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَاِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً اَلْخَبَرِ اور شیطان کے اشارہ ہوتے ہیں بھلائی کی شکل کے اندر۔

(۵) وَيُقَالُ لِلْكَلِمَةِ الْاِلٰهِيَّةِ الَّتِيْ تُلْقٰى اِلٰى اَنْبِيَائِهٖ وَاَوْلِيَائِهٖ وَحْيٌ وَذٰلِكَ اَضْرُبٌ حَسْبَمَا دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا۔

وَذٰلِكَ اِمَّا بِرَسُوْلٍ مُشَاهِدٍ تُرٰى ذَاتُهٗ وَيُسْمَعُ كَلَامُهٗ كَتَبْلِيْغِ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلنَّبِيِّ فِيْ صُوْرَةٍ مُعَيَّنَةٍ وَاِمَّا بِسَمَاعِ كَلَامٍ مِنْ غَيْرِ مُعَايَنَةٍ كَسَمَاعِ مُوْسٰى كَلَامَ اللّٰهِ وَاِمَّا بِاِلْقَاءٍ فِي الرَّوْعِ كَمَا ذَكَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رَوْعِيْ وَاِمَّا بِاِلْهَامٍ نَحْوُ وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى اَنْ اَرْضِعِيْهِ وَاِمَّا بِتَسْخِيْرٍ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَوْ بِمَنَامٍ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنْقَطَعَ الْوَحْيُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ۔ فَالْاِلْهَامُ وَالتَّسْخِيْرُ وَالْمَنَامُ دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ اِلَّا وَحْيًا۔

اور رسول سے جو کلام ہوتا ہے وہ یا تو ایسی صورت میں کہ وہ مشاہدۂ ذات کرتا ہے یا کلام سنتا ہے مثل تبلیغ جبریل کے کہ نبی کو کسی صورت معین میں۔ یا روح القدس دل میں ڈالتا ہے یا بطریق الہام جیسے وحی کی ہم نے موسی کی والدہ کو کہ دودھ پلاؤ یہ الہام تھا یا بطور تسخیر جیسے واوحی ربک الی النحل وحی یعنے الہام کیا تیرے رب نے مکھی کو یا بذریعہ خواب جس پر حضور نے فرمایا وحی منقطع ہے میرے بعد اور مبشرات باقی ہیں جو مومن کے خواب ہیں تو الہام تسخیر اور الہام منام دلالت کرتے ہیں قول حق پر اِلَّا وَحْيًا۔

(۶) وَسِمَاعُ الْكَلَامِ مُعَايَنَةً۔ دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ۔ یا کلام معاینہ یعنی سننا بدوں

یہ من وراء حجاب پر دلالت کرتا ہے۔

(۷) وَتَبْلِيغُ جِبْرِيلَ فِي صُورَةٍ مُعَيَّنَةٍ دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ اَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ اور یا بھیجا جا دے رسول یہ دلالت کرتا ہے جبریل کے ذریعہ پر۔

(۸) وَقَوْلُهُ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ فَذَالِكَ لِمَنْ يَدَّعِيْ شَيْئًا مِّنْ اَنْوَاعِ مَاذَكَرْنَاهُ مِنَ الْوَحْيِ اَيَّ نَوْعٍ اِدَّعَاهُ مِنْ غَيْرِ اَنْ حَصَلَ لَهُ

اور غیر نبی اگر دعوی وحی کرے تو اظلم ترین خلق ہے اور جھوٹا مدعی ہے یہ دعوی وہی کرے گا جسے کچھ حاصل نہ ہو اور محض جھوٹ بکتا پھرے کہ مجھے وحی ہوئی جیسے مرزا غلام احمد قادیانی۔

(۹) قَوْلُهُ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ الْاٰيَةَ فَهٰذَا الْوَحْيُ هُوَ عَامٌّ فِيْ جَمِيْعِ اَنْوَاعِهِ۔ اور نہیں بھیجا ہم نے تم سے قبل مگر اسے وحی فرمائی۔

وَذَالِكَ اَنَّ مَعْرِفَةَ وَحْدَانِيَّةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَعْرِفَةَ وُجُوْبِ عِبَادَتِهِ لَيْسَتْ مَقْصُوْرَةً عَلَى الْوَحْيِ الْمُخْتَصِّ بِاُولِي الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ بَلْ يُعْرَفُ ذَالِكَ بِالْعَقْلِ وَالْاِلْهَامِ كَمَا يُعْرَفُ بِالسَّمْعِ فَالْقَصْدُ مِنَ الْاٰيَةِ تَنْبِيْهٌ اَنَّهُ مِنَ الْمُحَالِ اَنْ يَكُوْنَ رَسُوْلًا لَا يَعْرِفُ وَحْدَانِيَّةَ اللّٰهِ وَوُجُوْبَ عِبَادَتِهِ۔

یہ اس لیے ہے کہ معرفت وحدانیت الٰہی اور معرفت وجوب عبادت وحی پر منحصر نہیں ہوتا اس لیے کہ انبیاء اولوالعزم معرفت الٰہی اور وجوب اطاعت عقل سے ہی جانتے ہیں اور الہام سے جو جانے وہ غیر رسول ہوگا اس لیے کہ انبیاء کے لیے عدم عرفان حق محال ہے۔

(۱۰) وَقَوْلُهُ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيِّيْنَ فَذَالِكَ وَحْيٌ بِوَسَاطَةِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَوْلُهُ وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ فَذَالِكَ وَحْيٌ اِلَى الْاُمَمِ بِوَسَاطَةِ الْاَنْبِيَاءِ وَمِنَ الْوَحْيِ الْمُخْتَصِّ بِالنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِتَّبِعْ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ۔

اور جب وحی کی ہیں نے حواریوں کی طرف یہ وحی بوساطت عیسٰی علیہ السلام تھی اور وحی کی ہم نے اچھے کام کرنے کی یہ وحی اللہ کی طرف سے بوساطت انبیاء علیہم السلام ہے اور وحی جو مخصوص بنی علیہ السلام کو ہوئی وہ ان اتبع الا ما یوحی الی۔ اور یوحی الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد یہ خاص وحی انبیاء ہے۔ غیر نبی کو نہیں ہوسکتی۔

(۱۱) وَقَوْلُهُ وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ۔ فَوَحْيُهُ اِلٰى مُوْسٰى بِوَسَاطَةِ جِبْرِيْلَ۔ اور وحی کی ہم نے

موسیٰ اور ان کے بھائی کو بوساطت جبریل۔

(۱۲) وَوَحْيُهٗ تَعَالٰى اِلٰى هٰرُوْنَ بِوَسَاطَةِ جِبْرِيْلَ وَمُوْسٰى۔ اور ہارون علیہ السلام کو وحی بوساطت جبریل و موسیٰ تھی۔

(۱۳) وَقَوْلُهٗ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّىْ مَعَكُمْ فَذٰلِكَ وَحْىٌ اِلَيْهِمْ بِوَسَاطَةِ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ فِيْمَا قِيْلَ۔ یہ وحی بوساطت لوح و قلم ہوئی۔

(۱۴) وَقَوْلُهٗ وَاَوْحٰى فِىْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا فَاِنْ كَانَ الْوَحْىُ اِلٰى اَهْلِ السَّمَآءِ فَقَطْ فَالْمُوْحٰى اِلَيْهِمْ مَحْذُوْفٌ ذِكْرُهٗ كَاَنَّهٗ قَالَ اَوْحٰى اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ لِاَنَّ اَهْلَ السَّمَآءِ هُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَيَكُوْنُ كَقَوْلِهٖ اِذْ يُوْحِىْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ۔

اور وحی تمام آسمانوں سے مراد یا اہل سماء ملائکہ ہیں جیسا کہ دوسری جگہ ہے جب وحی کی تمہارے رب نے فرشتوں کو یا محض القاء تسخیر ہے۔

اور منجد میں وحی لغوی اور شرعی کی تحقیق یہ ہے۔

(۱) وَحٰى يَحِىْ وَحْيًا۔ اِلٰى فُلَانٍ اَشَارَ اِلَيْهِ اَرْسَلَ اِلَيْهِ رَسُوْلًا۔ فلاں کی طرف اشارہ کیا یا فلاں کی طرف قاصد بھیجا۔

(۲) وَحٰى اِلَيْهِ كَلَامًا كَلَّمَهٗ سِرًّا اَوْ كَلَّمَهٗ بِمَا يُخْفِيْهِ عَنْ غَيْرِهٖ۔ اسے وحی کی گفتگو سے یا ایسا کلام کیا جو غیر سے مخفی ہو۔

(۳) اَللّٰهُ فِىْ قَلْبِهٖ كَذَا۔ اَلْهَمَهٗ اِيَّاهُ۔ اللہ تعالیٰ نے دل میں یہ ڈالا۔ كَذَا اَلْهَمَهٗ ایسے ہی الہام کیا۔

(۴) اَلْكِتَابَ۔ كَتَبَ الذَّبِيْحَةَ ذَبَحَهَا بِسُرْعَةٍ۔ لکھنا کسی کو کہ جلدی ذبح کر دے۔

(۵) وَحْيًا وَوَحًى وَوَحَاءً وَتَوَحّٰى۔ اَسْرَعَ۔ جلدی کی۔

(۶) اَوْحٰى اِيْحَاءً۔ اِلٰى فُلَانٍ۔ اَشَارَ وَاَوْمَاءَ كَلَّمَهٗ بِكَلَامٍ يُخْفِيْهِ عَنْ غَيْرِهٖ۔ اشارۃً کسی کو کہنا کہ غیر سے مخفی ہو۔ بَعَثَهُ اللّٰهُ اَلْهَمَهٗ

(۷) اَلْوَحْىُ اَلْمَكْتُوْبُ وَالرِّسَالَةُ اَلْقَيْتَهٗ اِلٰى غَيْرِكَ لِيَعْلَمَهٗ ثُمَّ غَلَبَ فِىْ مَا يُلْقِيْهِ اللّٰهُ اِلٰى اَنْبِيَائِهٖ۔

(۸) اَلْوَحْىُ۔ اَلصَّوْتُ اَلْعَجَلَةُ۔

(۹) مُوْتَةٌ وَحِىٌّ۔

(۱۰) اَلْاَدُحِی۔ اَلْاَسْرَعُ۔

"اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں اور چھتوں میں"۔

اس پر ابو حیان فرماتے ہیں کہ یہاں وحی سے مراد اجماعًا الہام ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ نَظْرًا اِلَّا اَنَّ الْوَحْیَ هٰهُنَا بِمَعْنَی الْاِلْهَامِ اِجْمَاعًا۔

"بُیُوْتًا" اَوْکَارًا۔ یعنی اپنے چھتے بنا۔

"مِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ" درخت سے اور چھتوں سے۔

کَمَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ زَیْدٍ وَغَیْرِہٖ اَوْ سُقُوْفٍ کَمَا نُقِلَ عَنِ الطَّبْرِیِّ اَوْ اَعَمُّ مِنْهُمَا کَمَا قَالَ الْبَعْضُ۔ وَمِنْ فِی الْمَوَاضِعِ الثَّلَاثَۃِ لِلتَّبْعِیْضِ بِحَسَبِ الْاَفْرَادِ وَبِحَسَبِ الْاَجْزَاءِ فَاِنَّ النَّحْلَ لَا یَبْنِیْ کُلَّ شَجَرٍ وَکُلَّ جَبَلٍ وَکُلَّ مَا یَعْرِشُوْنَ وَلَا فِیْ کُلِّ مَکَانٍ۔

مِن تبعیضیہ یہاں اس لیے لایا گیا کہ تین مقاموں پر اسے چھتے بنانے کا الہام ہوا شجر، جبل اور چھت مگر وہ ہر پہاڑ اور ہر درخت اور ہر چھت پر اپنے چھتے نہیں بناتی۔ بلکہ محفوظ مقام کا انتخاب کرتی ہے پھر حکم ہوا۔

"ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا" پھر ہر قسم کے پھلوں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل کہ تیرے لیے نرم و آسان ہیں"۔

یعنی پھلوں کی تلاش کے لیے چل اور یہ تیرے لیے آسان کیا گیا یعنی وہ کتنی ہی دور نکل جائے راہ نہ بھٹکے گی اور اپنے مقام پر واپس آجائے گی۔

وَقَالَ الْاِمَامُ رَاَیْتُ فِیْ کُتُبِ الطِّبِّ اَنَّهٗ تَعَالٰی دَبَّرَ هٰذَا الْعَالَمَ عَلٰی وَجْهٍ یَحْدُثُ فِی الْهَوَاءِ طَلٌّ لَطِیْفٌ فِی اللَّیَالِیْ وَیَقَعُ عَلٰی اَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ فَقَدْ تَکُوْنُ تِلْكَ الْاَجْزَاءُ لَطِیْفَۃً صَغِیْرَۃً مُنْفَرِقَۃً عَلَی الْاَوْرَاقِ وَالْاَزْهَارِ وَقَدْ تَکُوْنُ کَثِیْرَۃً بِحَیْثُ یَجْتَمِعُ مِنْهَا اَجْزَاءٌ مَحْسُوْسَۃٌ وَهٰذَا مِثْلُ التَّرَنْجَبِیْنِ فَاِنَّهٗ طَلٌّ یَنْزِلُ مِنَ الْهَوَاءِ وَیَجْتَمِعُ عَلَی الْاَطْرَافِ فِیْ بَعْضِ الْبُلْدَانِ۔

امام فرماتے ہیں میں نے کتب طب میں دیکھا کہ اللہ تعالٰی اس عالم کی تدبیر ایسی شان سے فرماتا ہے کہ ہوا میں بھی شبنم سے لطیف چیز راتوں میں پیدا کرتا ہے جو درختوں کے پتوں پر گر کر خشک ہوتی ہے اور چھوٹے چھوٹے اجزاء کی شکل میں پھولوں پتوں پر جم جاتی ہے اور کبھی کافی گرتی ہے اور شکل ترنجبین کے ملتی ہے بعض ملکوں میں یہ کافی ہوتی ہے۔

تو اس کی قسم اول بالہام الٰہی یہ مکھی لے جاتی ہے۔ پھولوں پتوں سے اور کھاتی ہے اور جب شکم سیر ہو جاتی ہے تو اسے لا کر چھتے میں جمع کر لیتی ہے تاکہ چاندنی راتوں میں اسے کھلائے فَاِنَّ طَبِیْعَۃَ التَّرَنْجَبِیْنِ قَرِیْبَۃٌ مِّنَ الْعَسَلِ فِی الطَّعْمِ وَالشَّکْلِ وَلَا شَکَّ اِنَّہٗ طَلٌّ یَحْدُثُ فِی الْھَوَاءِ ترنجبین کا مزاج شہد سے قریبی ہے ذائقہ میں بھی یہ شہد کے مشابہ اور وہ یقیناً ہوا سے اوس بن کر تیار ہوتی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت ہے کہ اس نے ایک مکھی کو اتنی عقل اور دانائی عطا فرمائی اور اتنی باریک صنعتکاری پر قادر کیا۔

"فَاسْلُکِیْ" اَیِ اسْلُکِیْ فِیْ تِلْکَ الْمَسَالِکِ یعنے چل سَلَکَ یَسْلُکُ کے چلنا چلانا ہی معنی ہوتے ہیں۔

"ذُلُلًا" اَیْ مُذَلَّلَۃً ذَلَّلَھَا اللہُ وَسَھَّلَھَا۔ آسانی کے معنی میں مستعمل ہے۔

یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِھَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ فِیْہِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ. نکلتی ہے اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے بے شک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو۔"

یعنی پینے کی چیز شہد جو نکلتی ہے اس کے رنگ ابیض۔ اصفر۔ احمر۔ اسود ہوتے ہیں۔ اور یہ رنگ بھی مکھی کی عمر کے اعتبار سے ہوتے ہیں۔

فَالْاَبْیَضُ لِفَتِیِّھَا وَالْاَصْفَرُ لِکَھْلِھَا وَالْاَحْمَرُ لِمُسِنِّھَا وَالْاَسْوَدُ لِلطَّاعِنِ فِیْ ذَالِکَ جِدًّا سپید شہد جوان مکھی کا ہوگا اور زرد ادھیر عمر والی کا اور لال بوڑھی مکھی کا اور کالا اس کا ہوگا جو اس سے زائد عمر میں پہنچ کر محنت کرے۔

فِیْہِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے اِمَّا بِنَفْسِہٖ کَمَا فِی الْاَمْرَاضِ الْبَلْغَمِیَّۃِ اَوْمَعَ غَیْرِہٖ کَمَا فِیْ سَائِرِ الْاَمْرَاضِ اِذْ قَلَّمَا یَکُوْنُ مَعْجُوْنٌ لَا یَکُوْنُ فِیْہِ عَسَلٌ فَلَہٗ دَخْلٌ فِیْ اَکْثَرِ مَا بِہِ الشِّفَاءُ مِنَ الْمَعَاجِیْنِ وَالتَّرَاکِیْبِ۔

یا تو اس شفاء سے مراد خالص شہد میں جو ہے وہ ہے جیسے امراض بلغمیہ میں اس کا استعمال مفید ہوتا ہے۔

یا مع غیرہ تمام امراض میں شفاء ہے اس لیے کہ بہت کم ایسی معجونیں ہیں جن میں شہد شامل نہ ہو تو اسے اس کے شفاء ہونے کے بعد تمام معجون اور مرکبات میں داخل رکھا گیا۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ تو کسی زخم یا دنبل کا علاج شہد کے سوا کسی اور چیز سے نہ فرمایا کرتے تھے۔

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ لَایَشْکُوْ قَرْحَۃً وَلَا شَیْئًا اِلَّا جَعَلَ عَلَیْہِ عَسَلًا حَتّٰی الدُّمَّلِ اِذَا کَانَ بِہٖ طَلَا عَسَلًا فَقُلْنَا لَہٗ تُدَاوِی الدُّمَّلَ بِالْعَسَلِ فَقَالَ اَلَیْسَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَقُوْلُ فِیْہِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ وَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّہٗ لَا بَاْسَ بِمُدَاوَاۃِ الدُّمَّلِ بِالْعَسَلِ فَقَدْ ذَکَرَ الْاَطِبَّاءُ اَنَّہٗ یَنْقِی الْجُرُوْحَ وَیُدَمِّلُ وَیَاْکُلُ اللَّحْمَ الزَّائِدَ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی زخم یا کوئی تکلیف نہ ہوتی مگر شہد استعمال فرماتے حتیٰ کہ پھوڑا بھی اگر ہوتا تو شہد کا طلا کرتے تو ایک بار ہم نے سوال کیا کہ حضرت آپ دنبل پر بھی شہد استعمال فرماتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کیا اللہ تعالیٰ نے فیہ شفاء للناس نہیں فرمایا۔

اور یہ امر مسلم ہے کہ شہد کا استعمال دمل پر مفید ہے اس لیے کہ اطباء نے شہد کے خواص میں لکھا ہے کہ وہ زخم پاک کرتا اور مندمل کرتا ہے اور زائد گوشت کھا لیتا ہے۔

اَخْرَجَہٗ اَحْمَدُ وَالْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ وَابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَجُلًا اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اَخِیْ اِسْتَطْلَقَ بَطْنُہٗ فَقَالَ اسْقِہٖ عَسَلًا فَسَقَاہُ عَسَلًا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ سَقَیْتُہٗ عَسَلًا فَمَا زَادَ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا قَالَ اذْھَبْ فَاسْقِہٖ عَسَلًا فَسَقَاہُ عَسَلًا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ مَا زَادَہٗ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَکَذَبَ بَطْنُ اَخِیْکَ اِذْھَبْ فَاسْقِہٖ عَسَلًا فَذَھَبَ فَسَقَاہُ فَبَرَأَ۔

ایک شخص بارگاہ شفاء میں حاضر آئے اور عرض کی حضور میرے بھائی کو دست آرہے ہیں فرمایا اسے شہد پلا اس نے پلایا پھر حاضر آیا اور عرض کی شہد سے کوئی فائدہ نہیں ہوا فرمایا جا شہد ہی پلا اس نے پھر شہد پلایا اور حاضر ہو کر عرض کی حضور دست بدستور ہیں حضور نے فرمایا جا وہی شہد پلا وہ گیا اور شہد پلایا پھر حاضر ہوا اور عرض کی حضور اس سے دست اور زیادہ ہو گئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے جا وہی شہد پلا وہ گیا اور شہد پلایا اسے آرام ہو گیا۔

آلوسی فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آدمی کا علم تھا کہ یہ دست شہد سے ہی جائیں گے اس لیے کہ اس مریض کے معدہ میں رطوبات لزجہ غلیظہ جمی ہوئی تھیں تو جب قابض دوا پہنچائی جاتی تو اسے فائدہ نہ ہوتا اور وہ پھسل کر دستوں میں آجاتی اور دست بدستور رہتے تو اس شہد نے جلاء معدہ کر کے دستوں کو بند کر دیا۔

اسی قسم کا ایک واقعہ عہد ماموں میں ہوا کہ ثمامہ عبسی خواص ماموں سے تھا اسے ایک رات دن میں سو بار دست آئے اور اطباء عاجز آ گئے آخر یزید بن یوحنا طبیب ماموں بلایا گیا اس نے مسہل ہی دیا وہ شفایاب ہو گیا۔

حالانکہ دوسرے اطباء کا یہ گمان تھا کہ دستوں پر اس کمزوری میں اگر اور دست کرائے گئے تو یہ مر جائے گا۔

ماموں نے یزید بن یوحنا سے پوچھا کہ آپ نے کیا تشخیص کر کے مسہل دیا اس نے کہا اس کے جوف میں کیموس فاسد بڑھ گیا تھا تو غذا اور دوا کو داخل ہونے کی راہ نہ ملتی تو میں نے سمجھا جب تک اسے صاف نہ کیا جائے صحت مشکل ہے۔ چنانچہ میں نے اسہال کرائے۔ آگے ارشاد ہے۔

"وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ۔ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرے گا اور تم میں وہ بھی ہیں جو سب سے ناقص اور حقیر عمر میں پھیر دیے جاتے ہیں کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے بے شک اللہ علم اور قدرت والا ہے۔"

ارذل عمر سے مراد اَخَسُّهٗ وَاَحْقَرُهٗ وَهُوَ وَقْتُ الْهَرَمِ الَّذِيْ تَنْتَقِصُ فِيْهِ الْقُوٰى وَتَفْسُدُ الْحَوَاسُّ۔ ذلیل و حقیر عمر ہے اور وہ وقت ساٹھ ستر سال سے زائد عمر یہ آتا ہے اس میں حواس بھی باختہ ہو جاتے ہیں اور نادان بچوں سے بھی زیادہ بہک جاتا ہے چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس عمر سے پناہ طلب فرمائی۔

اَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَيْرُهٗ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ لَمْ يُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ
جو قرآن پڑھے وہ ارذل عمر سے بچا رہے گا۔

اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنْ اَنَسٍ۔ كَانَ مِنْ دُعَائِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔

حضور کی دعا میں یہ لفظ ہوتے تھے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں بخل، کسل اور ارذل عمر اور عذاب قبر اور فتنہ دجال اور حیات کے فتنوں اور موت کے فتنوں سے۔
لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ کے یہی معنی ہیں کہ حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورۂ نحل پ۱۴

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ○

اور بڑائی دی اللہ نے تم میں ایک دوسرے کو رزق میں جو جسے فضیلت دی وہ نہیں لوٹا سکتے اپنا رزق اپنے غلاموں کو کہ وہ ان میں برابر ہو جائیں کیا اللہ کی نعمت سے منحرف ہوتے ہو۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ○

اور اللہ نے بنائیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں اور بنائے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے اور رزق دیا تمہیں پاک تو کیا باطل پر ایمان لائیں گے اور اللہ کی نعمت سے منکر ہوتے ہیں۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ○

اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا انہیں جو نہیں مالک روزی کے آسمان سے نہ زمین سے کچھ اور نہیں طاقت رکھتے۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

تو نہ بناؤ اللہ کی مثل بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا هَلْ يَسْتَوٗنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

مثال دیتا ہے اللہ اس بندے کی جو اس کی ملک میں نہیں مقدور رکھتا کچھ اور ایک وہ جسے ہم نے اچھی روزی دی تو وہ خرچ کرتا ہے اس سے خفیہ و علانیہ کیا دونوں برابر ہو جائیں گے سب حمد اللہ کو ہی ہے بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ

اور مثال دیتا ہے اللہ ان دو آدمیوں کی ایک ان کا گونگا ہے کسی بات پر قادر نہیں اور وہ بار ہے اپنے مالک پر جو بھیجا جائے کچھ بھلائی نہ لائے کیا برابر ہے وہ اور وہ جو انصاف کا حکم کرے اور وہ سیدھے

هُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ راہ پر ہے۔

حلِّ لغات دسواں رکوع سورہ نحل پ ۱۴

وَاللّٰہُ۔ اور اللہ نے فَضَّلَ۔ بزرگی دی بَعْضَکُمْ۔ بعض تمہارے کو عَلٰی۔ اوپر
بَعْضٍ۔ بعض کے فِی الرِّزْقِ۔ رزق ہیں فَمَا۔ پھر نہیں الَّذِیْنَ۔ وہ جو
فُضِّلُوْا۔ بزرگی دیے گئے بِرَادِّیْ۔ لوٹانے والے رِزْقِھِمْ۔ اپنا رزق عَلٰی۔ اوپر
مَا مَلَکَتْ۔ انکے جو مالک ہیں انکے اَیْمَانُھُمْ۔ دائیں ہاتھ فَھُمْ۔ تو وہ
فِیْہِ۔ اس ہیں سَوَآءٌ۔ برابر ہوں اَفَبِنِعْمَۃِ۔ تو کیا نعمت اللّٰہِ۔ الٰہی کا
یَجْحَدُوْنَ۔ وہ انکار کرتے ہیں وَاللّٰہُ۔ اور اللہ نے جَعَلَ۔ بنائیں
لَکُمْ۔ تمہارے لیے مِنْ اَنْفُسِکُمْ تمہاری جانوں ہیں سے اَزْوَاجًا۔ بیویاں
وَّجَعَلَ۔ اور بنائے لَکُمْ۔ تمہارے لیے مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ۔ تمہاری بیویوں سے
بَنِیْنَ۔ بیٹے وَحَفَدَۃً۔ اور پوتے وَّرَزَقَکُمْ۔ اور رزق دیا تم کو
مِّنَ الطَّیِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں کا اَفَبِالْبَاطِلِ۔ کیا باطل کے ساتھ
یُؤْمِنُوْنَ۔ وہ ایمان لاتے ہیں وَبِنِعْمَۃِ اور ساتھ نعمت اللّٰہِ۔ اللہ کے
ھُمْ۔ وہ یَکْفُرُوْنَ۔ انکار کرتے ہیں وَیَعْبُدُوْنَ۔ اور پوجتے ہیں
مِنْ دُوْنِ۔ سوائے اللّٰہِ۔ اللہ کے مَا لَا۔ انکو جو نہیں یَمْلِکُ۔ مالک ہیں
لَھُمْ۔ ان کے لیے رِزْقًا۔ رزق کے مِّنَ السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں سے
وَالْاَرْضِ اور زمین سے شَیْئًا۔ کسی چیز کے وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اور نہیں طاقت رکھتے
فَلَا۔ تو نہ تَضْرِبُوْا۔ بیان کرو لِلّٰہِ۔ اللہ کے لیے الْاَمْثَالَ۔ مثالیں
اِنَّ۔ تحقیق اللّٰہَ۔ اللہ یَعْلَمُ۔ جانتا ہے وَاَنْتُمْ۔ اور تم
لَا تَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے ضَرَبَ۔ بیان کی اللّٰہُ۔ اللہ نے مَثَلًا۔ مثال
عَبْدًا۔ بندے مَّمْلُوْکًا۔ غلام کی لَّا یَقْدِرُ۔ جو نہیں قادر عَلٰی شَیْءٍ۔ کسی چیز پر
وَّمَنْ۔ اور وہ جو رَّزَقْنٰہُ۔ رزق دیا ہم نے اسے مِنَّا۔ اپنی طرف سے رِزْقًا۔ رزق
حَسَنًا۔ اچھا فَھُوَ۔ تو وہ یُنْفِقُ۔ خرچ کرتا ہے مِنْہُ۔ اس سے

سِرًّا۔ پوشیدہ	وَجَهْرًا۔ اور ظاہر	هَلْ۔ کیا	يَسْتَوُوْنَ۔ برابر ہیں
اَلْحَمْدُ۔ سب تعریف	لِلّٰهِ۔ اللہ کے لیے ہے	بَلْ۔ بلکہ	اَكْثَرُهُمْ۔ اکثر ان کے
لَا يَعْلَمُوْنَ۔ نہیں علم رکھتے		وَضَرَبَ۔ اور بیان کی	اللّٰهُ۔ اللہ نے
مَثَلًا۔ مثال	رَّجُلَيْنِ۔ دو آدمیوں کی	اَحَدُهُمَا۔ ایک ان کا	اَبْكَمُ۔ گونگا ہے
لَا يَقْدِرُ۔ نہیں طاقت رکھتا		عَلٰی۔ اوپر	شَيْءٍ۔ کسی چیز کے
وَهُوَ۔ اور وہ	كَلٌّ۔ بوجھ ہے	عَلٰی۔ اوپر	مَوْلٰىهُ۔ اپنے مالک کے
اَيْنَمَا۔ جہاں بھی	يُوَجِّهْهُ۔ منہ کرے	لَا يَاْتِ۔ نہیں لاتا	بِخَيْرٍ۔ بھلائی
هَلْ۔ کیا	يَسْتَوِيْ۔ برابر ہے	هُوَ۔ وہ	وَمَنْ۔ اور وہ جو
يَاْمُرُ۔ حکم دیتا ہے	بِالْعَدْلِ۔ انصاف کا	وَهُوَ۔ اور وہ	عَلٰی۔ اوپر
صِرَاطٍ۔ راہ	مُّسْتَقِيْمٍ۔ سیدھی کے ہے۔		

مختصر تفسیر اردو دسواں رکوع سورہ نحل پ ۱۴

"وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ۔ اور اللہ نے فضیلت دی بعض تمہارے کو بعض پر تو نہیں ہیں وہ جنہیں فضیلت دی کہ وہ اپنا رزق اپنے غلاموں مملوکوں کی طرف پھیر دیں تو وہ اس میں برابر ہو جائیں تو کیا اللہ کی نعمت سے منکر ہو۔"

یعنی اللہ تعالےٰ نے کسی کو غنی اور کسی کو فقیر بنایا اور کسی کو مالک اور کسی کو مملوک تو انہیں یہ کب گوارا ہے کہ وہ اپنی روزی اپنی باندی غلاموں کو دے کر سب برابر کے ہو جائیں تو جب تم اپنے باندی غلاموں کو اپنا مساوی بنانا گوارا نہیں کرتے تو اللہ کی مخلوق کو اللہ کے مساوی قرار دینا تمہیں کیسے گوارا ہو گیا یہ مشرکین کے شرک کا نفیس رد ہے۔ آگے فرمایا تو کیا اللہ کی نعمتوں سے مکرتے اور منحرف ہوتے ہو اور غیر خدا کی پرستاری کہتے ہو۔ اور نعمت سے مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو مجسمہ فضل الٰہی ہیں اس سے منکر ہوتے ہو اور غیروں کی طرف جھکتے ہو۔

"وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا اور اللہ نے پیدا کیں تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں اور پیدا کئے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے۔"

حفدہ عربی محاورہ میں جمع ہے حافدہ کی۔ حافد بروزن کاتب حَفَدَ يَحْفِدُ حَفْدًا وَحُفُوْدًا وَ

حُفَدًا اَمَّا اِذَا اَسْرَعَ فِی الْخِدْمَتِنَا۔ خدمت میں جلدی کرنے والے۔ حدیث میں بھی ہے وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ۔

وَجَاءَ فِیْ لُغَةٍ كَمَا قَالَ اَبُوْعُبَیْدَةَ اَحْفَدَ اِحْفَادًا

وَالْمُرَادُ بِالْحَفَدِ، عَلٰی مَا رُوِیَ عَنِ الْحَسَنِ وَالْاَزْهَرِیِّ۔ وَجَاءَ فِیْ رِوَایَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاخْتَارَهُ اِبْنُ الْعَرَبِیِّ اَوْلَادُ الْاَوْلَادِ۔ پوتے کے معنی میں مستعمل ہے۔

"وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِكُ لَهُمْ اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا اسے جو نہیں مالک انہیں روزی دینے میں آسمان اور زمین سے کچھ تو اللہ کے لیے مثل نہ بناؤ بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔

یعنی اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر مخلوق کی پوجا کرتے ہو یعنی بت پرستی کرتے ہو جس کی روزی رسانی کی بھی قطعاً طاقت نہیں تو کسی غیر خدا کو خدا کے مثل نہ بناؤ وہی سب کچھ جانتا ہے اور تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔

" ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ مثال دی اللہ نے ایک بندہ ہے کسی کا مملوک جو کچھ مقدرت نہیں رکھتا اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرمائی تو وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے خفیہ اور علانیہ کیا وہ دونوں برابر ہیں۔ الحمد للہ تمام خوبیاں اللہ کے لیے ہیں بلکہ اکثر نہیں جانتے"۔

یعنی ایک خود مختار و متصرف دوسرا مجبور محض دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں جب نہیں ہو سکتے تو جس ذات مستجمع الصفات کے کوئی برابر نہیں تو مخلوق کو اس کے برابر ماننا کتنی بے عقلی اور جہالت ہے یہ آیت کریمہ بروایت ابن عساکر حضرت عباس کی تحقیق میں ہشام بن عمرو کے حق میں نازل ہوئی اور یہ وہ ہیں جو سرا و جہرا سخاوت کرتے اور ان کا غلام ابو الجوزاء اس قسم کی سخاوت کے خلاف تھا اور آپ کو منع کیا کرتا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت خلیفۃ المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ یہ آیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابو جہل لعین کے حق میں نازل ہوئی۔

"وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا اَبْكَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ اور مثال دیتا ہے اللہ ان دو

آدمیوں کی ایک گونگا جو کسی کام کی قدرت نہیں رکھتا وَھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلَاہُ اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے جدھر جائے کچھ بھلائی نہ لائے کیا برابر ہے وہ اور وہ انصاف کا حکم کرتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے

اَبْکَمْ، بکم سے ہے وَالْاَبْکَمُ الْاَخْرَسُ الْمُقَارِنُ لِلْخِلْقَۃِ وَبَیْنَہُمَا الصَّمَمُ فَصَاحِبُہٗ لَا یَفْہَمُ لِعَدَمِ السَّمْعِ وَلَا یُفْہِمُ غَیْرَہٗ لِعَدَمِ الْفَہْمِ وَالنُّطْقِ۔

ابکم۔ بکم سے ہے اور ابکم اس مادر زاد گونگے کو کہتے ہیں جس کے لیے بہرا ہونا لازمی ہو تو وہ بوجہ عدم سمع کچھ نہ سمجھ سکے اور غیر کو بوجہ عدم نطق کچھ نہ سمجھا سکے۔

وَھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلَاہُ۔ ثَقِیْلٌ وَعَیَالٌ عَلٰی مَنْ یَعُوْلُہٗ وَیَلِیْ اَمْرَہٗ۔ وہ بار ہو اپنے آقا پر جس کے ذمے اس کی خورد و نوش ہے۔

اَیْنَمَا یُوَجِّہْہُ اَیْ حَیْثُمَا یُرْسِلُہٗ مَوْلَاہُ فِیْ اَمْرِ الدِّیَانَاتِ بِنُجْحٍ وَکِفَایَۃِ مُہِمٍّ۔ جہاں اس کا آقا بھیجے کسی کام کو تو نہ لائے کوئی نتیجہ اور نہ امر مطلوبہ میں فائدہ مند ہو۔

تو گویا اس کے معنی یہ ہوئے کہ جیسے گونگا بہرا کسی کام کا نہیں اور اس کے مقابل مَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ یَعْنِیْ مَنْ ھُوَ مِنْطِیْقٌ ذُوْ فَہْمٍ ذُوْ رَأْیٍ وَرُشْدٍ۔ وہ ہے جو سمجھ کر بات کرے صاحب الرائے ہو نیک ہو اور سیدھی راہ پر ہو کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔

وَمَا رُوِیَ مِنْ اَنَّ الْاَبْکَمَ اُبَیُّ بْنُ خَلَفٍ وَالْاٰمِرُ بِالْعَدْلِ عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ۔ ایک روایت ہے کہ ایمان کی بات کہنے سننے سے گونگا بہرا ابوجہل تھا اور انصاف و عدل کا حکم دینے والے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تھے۔

ایک قول ہے کہ اَلْاَبْکَمُ اُبَیُّ بْنُ خَلَفٍ وَالْاٰمِرُ بِالْعَدْلِ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ۔ ابکم سے مراد ابی بن خلف ہے اور آمر بالعدل سے مراد عثمان بن مظعون ہیں۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ مذکورہ بالا ہر دو روایات کی سند مرتبہ صحت پر نہیں اور صحیح روایت یہ ہے

مَا اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ عَسَاکِرٍ وَغَیْرُھُمَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ فِیْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَمَوْلًی لَہٗ کَافِرٍ وَھُوَ اُسَیْدُ بْنُ اَبِی الْعِیْصِ کَانَ یَکْرَہُ الْاِسْلَامَ وَکَانَ عُثْمَانُ یُنْفِقُ عَلَیْہِ وَیَکْفِیْہِ الْمُؤْنَۃَ وَکَانَ الْاٰخَرُ یَنْہَاہُ عَنِ الصَّدَقَۃِ وَالْمَعْرُوْفِ فَنَزَلَتْ فِیْہِمَا۔

یہ آیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کا غلام آزاد شدہ کافر تھا جس کا نام اسید بن ابی العیص تھا یہ اسلام کو بنظر کراہت دیکھتا اور حضرت عثمان اللہ کی راہ میں خرچ فرماتے اور یہ آپ کو منع کرتا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
خلاصہ آیت یہ ہے کہ
مومن اور کافر برابر نہیں ہوسکتے وہ گونگا بہرہ ہے حکم حق سننے سے عاری اور حق سے بے بہرہ
اور مومن آمر بالعدل اور صراط مستقیم پر قائم ہے یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔

بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع سورہ نحل پ ۱۴

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

اور اللہ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں اور زمین کا اور نہیں معاملہ قیامت کا مگر مثل پلک جھپکنے کے یا اس سے بھی قریب تر بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْــٴًـا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور اللہ نے تمہیں نکالا شکمہائے مادر سے تم کچھ نہیں جانتے تھے اور بنائے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل تاکہ تم شکر گذار ہو۔

اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝

کیا نہیں دیکھتے پرندوں کو مسخر ہیں فضا میں آسمان کے نہیں روک سکتا انہیں کوئی مگر اللہ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا یَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ یَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ ۝

اور اللہ نے کیے تمہارے لیے گھر بسنے والے رہنے کو اور کیا تمہارے لیے کھالوں سے چوپایوں کے گھر جو تمہیں ہلکے ہوتے ہیں تمہارے سفر کے دن اور منزل پر ٹھہرنے کے دن اور ان اونوں سے اور پشمیوں سے اور بالوں سے گھر کا سامان اور ایک مدت تک متمتع ہوتا۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ

اور اللہ نے بنائے تمہارے لیے پیدا کیے ہوئے سے سایہ اور کیا تمہارے لیے پہاڑوں سے چھپنے کا مقام

سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ○

اور کیا تمہارے لیے ایسا پہناوا جو گرمی سے بچائے اور ایسا پہناوا جو لڑائی ہیں محفوظ کردے ایسے ہی تمام کرتا ہے اپنی نعمت تم پر تاکہ تم تسلیم کرو۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○

تو اگر منحرف ہو تو بے شک نہیں (اے محبوب) تم پر مگر پہنچا دینا واضح۔

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○

جانتے ہیں وہ اللہ کی نعمت پھر اس سے منکر ہوتے ہیں اور ان کے اکثر کافر ہیں۔

حلِّ لغات گیارہواں رکوع سورۂ نحل پ ۱۴

وَلِلّٰهِ اور اللہ کے لیے ہے	غَيْبُ۔ غیب	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین کا
وَمَا۔ اور نہیں	اَمْرُ۔ معاملہ	السَّاعَةِ۔ قیامت کا	اِلَّا۔ مگر
كَلَمْحِ۔ جیسے جھپکنا	الْبَصَرِ۔ آنکھ کا	اَوْ هُوَ۔ یا وہ	اَقْرَبُ۔ قریب تر ہے
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	عَلٰى۔ اوپر	كُلِّ۔ ہر
شَيْءٍ۔ چیز کے	قَدِيْرٌ۔ قادر ہے	وَاللّٰهُ۔ اور اللہ نے	اَخْرَجَكُمْ۔ نکالا تم کو
مِنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ۔ تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے		لَا تَعْلَمُوْنَ۔ نہیں جانتے تھے تم	
شَيْئًا۔ کچھ بھی	وَّجَعَلَ۔ اور بنائے	لَكُمُ۔ تمہارے لیے	السَّمْعَ۔ کان
وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں	وَالْاَفْـِٕدَةَ اور دل	لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ۔ شکر کرو
اَلَمْ۔ کیا نہیں	يَرَوْا۔ دیکھا انہوں نے	اِلَى۔ طرف	الطَّيْرِ۔ پرندوں کی
مُسَخَّرٰتٍ۔ کہ تابع ہیں	فِيْ جَوِّ۔ فضائے	السَّمَآءِ۔ آسمانی ہیں	مَا۔ نہیں
يُمْسِكُهُنَّ تھامتا انکو	اِلَّا۔ مگر	اللّٰهُ۔ اللہ	اِنَّ۔ بے شک
فِيْ ذٰلِكَ۔ اس ہیں	لَاٰيٰتٍ۔ البتہ نشانیاں ہیں	لِقَوْمٍ۔ واسطے قوم	يُّؤْمِنُوْنَ۔ مومن کے
وَاللّٰهُ۔ اور اللہ نے	جَعَلَ۔ بنائے	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مِنْ بُيُوْتِكُمْ۔ تمہارے
گھروں ہیں	سَكَنًا۔ سکون	وَّجَعَلَ۔ اور بنائے	لَكُمْ۔ تمہارے لیے
مِنْ جُلُوْدِ چمڑوں	الْاَنْعَامِ۔ جانوروں سے	بُيُوْتًا۔ گھر	تَسْتَخِفُّوْنَهَا۔ ہلکا پاتے ہو

تم ان کو　یَوْمَ۔ دن　ظَعْنِکُمْ۔ اپنے سفر کے　وَیَوْمَ۔ اور دن
اِقَامَتِکُمْ۔ اپنے ٹھہرنے کے　وَمِنْ اَصْوَافِهَا۔ اور بھیڑوں کی اون
وَاَوْبَارِهَا۔ اور اونٹوں کی پشم　وَاَشْعَارِهَا۔ اور بکریوں کے بالوں سے
اَثَاثًا۔ سامان ہے　وَّمَتَاعًا۔ اور فائدہ　اِلٰی۔ طرف　حِیْنٍ۔ ایک مدت کے
وَاللّٰهُ۔ اور اللہ نے　جَعَلَ۔ بنائے　لَکُمْ۔ تمہارے لیے　مِمَّا۔ اس سے جو
خَلَقَ۔ پیدا کیا　ظِلٰلًا۔ سائے　وَجَعَلَ اور بنائیں　لَکُمْ۔ تمہارے لیے
مِّنَ الْجِبَالِ۔ پہاڑوں سے　اَکْنَانًا۔ چھپنے کی جگہیں　وَّجَعَلَ اور بنایا　لَکُمْ۔ تمہارے لیے
سَرَابِیْلَ۔ لباس جو　تَقِیْکُمُ۔ بچاتا ہے تمہیں　الْحَرَّ۔ گرمی سے　وَسَرَابِیْلَ۔ اور لباس جو
تَقِیْکُمْ۔ بچاتا ہے تمہیں　بَاْسَکُمْ۔ تمہاری لڑائی سے　کَذٰلِكَ۔ اسی طرح　یُتِمُّ۔ پورا کرتا ہے
نِعْمَتَهٗ۔ اپنا احسان　عَلَیْکُمْ۔ تم پر　لَعَلَّکُمْ۔ تاکہ تم　تُسْلِمُوْنَ۔ تسلیم کرو
فَاِنْ۔ پھر اگر　تَوَلَّوْا۔ پھریں　فَاِنَّمَا۔ تو صرف　عَلَیْكَ۔ آپ کے ذمہ
الْبَلٰغُ۔ پہنچانا ہے　الْمُبِیْنُ۔ ظاہر　یَعْرِفُوْنَ۔ پہچانتے ہیں　نِعْمَتَ۔ نعمت
اللّٰهِ۔ خداوندی کو　ثُمَّ۔ پھر　یُنْکِرُوْنَهَا۔ انکار کرتے ہیں　وَاَکْثَرُهُمُ۔ اور انکے اکثر
الْکٰفِرُوْنَ۔ کافر ہیں۔

مختصر تفسیر اردو گیارہواں رکوع سورۂ نحل پ ۱۴

"وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ ہی کے لیے ہے علم غیب آسمانوں اور زمین کا اور نہیں معاملہ قیامت کا مگر مثل ایک پلک جھپکنے کے یا اس سے بھی قریب بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔"

یہاں غیب کی تعریف آلوسی یہ فرماتے ہیں۔
اَیْ جَمِیْعُ الْاُمُوْرِ الْغَائِبَةِ عَنْ عُلُوْمِ الْمَخْلُوْقِیْنَ بِحَیْثُ لَا سَبِیْلَ لَهُمْ اِلٰی اِدْرَاکِهَا حِسًّا وَلَا اِلٰی فَهْمِهَا عَقْلًا۔ یعنی تمام امور غائبہ علوم مخلوق سے اس حیثیت ہیں کہ اس کے ادراک کی قوت حس میں نہ ہو اور اس علم سے مراد علم حضوری ہے۔

پھر اس کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ علم حضوری اللہ تعالیٰ کے لیے جمیع غیوب کا ہے اور بعض نے کہا اس سے مراد علم قیامت ہے جیسا کہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ

عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ۔

ان پانچ چیزوں کے علم کو ہی علم خمس کہتے ہیں۔ یعنی

علم قیامت ۱ — علم ماذا تکسب غدًا ۲

علم انزال مطر ۳ — علم بای ارض تموت ۴

علم الارحام ۵

لیکن اس کے متعلق اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ علوم خمس اور ماسوائے اس کے تمام علوم ذاتی طور پر سوائے اس علام الغیوب کے کوئی نہیں جانتا نہ نبی بذاتہ کسی علم کا عالم نہ ولی نہ غوث نہ قطب۔ لیکن جب اللہ تعالے کسی پر کسی علم کا انکشاف فرمادے تو وہ جان سکتا ہے۔

بنابریں کم اور زیادہ اور جمیع علوم کے عطا ہونے میں اگر اللہ تعالے عطا فرمانا چاہے تو کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔

اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ جمیع علوم صرف اور صرف اللہ ہی کو ہیں اور معاذاللہ اللہ تعالے بھی قادر نہیں کہ کسی کو علم غیب عطا فرمادے تو یہ عقیدہ قرآن کریم کی نصوص کے خلاف ہوگا۔

اس لیے کہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ غیب کا جاننے والا اللہ ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر جسے پسندیدہ فرمائے اپنے رسولوں سے۔

عبادت کا مفہوم واضح ہے کہ اللہ تعالے غیب کا عالم ذاتی ہے اور اس صفت میں وہ منفرد ہے (خازن وبیضادی)

تو اس علم ذاتی کو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا یا اس علم پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنی کو اطلاع تام اور کشف کامل عطا فرماتا ہے جسے اس کے لیے پسند فرمائے۔

پھر یہ علم غیب بعطاء الٰہی جو ہوتا ہے وہ اس نبی کے لیے معجزہ ہوتا ہے اور ایسے ہی جو اولیاء پر انکشاف ہو وہ انبیاء کرام کے علم سے ادنیٰ ہوتا ہے۔ انبیاء کرام کا علم باعتبار کشف وانجلاء اولیاء کے علم سے بہت بلند وبالا ارفع واعلیٰ ہے اس لیے کہ اولیاء پر جو انکشاف ہوگا وہ بوساطت انبیاء ہی ہوتا ہے جو فیوض انبیاء کرام سے ہے۔

اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سید الرسل عالم السبل رحمت دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتضیٰ

رسولوں میں سب سے اعلیٰ واولیٰ ہیں اللہ تعالے نے آپ کو تمام اشیاء کے علوم سے نوازا چنانچہ یہ آیۂ کریمہ لعطاءِ الٰہی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام رسل مرتضیٰ کے لیے علم غیب ہونا ثابت کرتی ہے اور علم عطائی کلی اس وجہ میں واضح ہوتا ہے کہ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ میں ضمیر علم غیب کی طرف ہے۔

اور علم غیب بھی وہ علم غیب جس کا عالم ذاتی اللہ تعالے ہے تو فرق یہ نکلا کہ علم الٰہی ذاتی غیر عطائی حضوری ہے اور علم انبیاء واولیا عطائی حصولی ہیں گویا علم الٰہی ذاتی اور علم خلق عطائی ہے علم الٰہی واجب ہے اور علم خلق ممکن۔ علم الٰہی قدیم ازلی غیر منتہی ہے اور علم خلق حادث علم الٰہی نا مخلوق ہے اور علم خلق مخلوق علم الٰہی نا مقدور ہے اور علم خلق مقدور۔ علم انبیاء واولیاء حادث غیر قدیم عطائی منتہی ہے اور علم الٰہی ضروری البقاء ہے علم خلق جائز الفنا۔ علم الٰہی ممتنع التغیر علم خلق ممکن التبدل ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ علم خمس بھی کسی کو عطا ہوا یا نہیں؟

اس پر مندرجہ ذیل پیش کرتا ہوں جو آیۂ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے تاکہ شبہ میں پڑنے سے ہر ناظر مضمون محفوظ ہو جائے۔

سب سے پہلے لغوی تحقیق لفظ غیب کی ملاحظہ ہو مفردات راغب میں ہے

غَیْب۔ اَلْغَیْبُ مَصْدَرٌ۔ غیب مصدر ہے۔ محاورہ میں بولتے ہیں غَابَتِ الشَّمْسُ اِذَا اسْتَتَرَتْ عَنِ الْعَیْنِ۔ سورج غائب ہو گیا جبکہ وہ آنکھوں سے پوشیدہ ہو جائے۔

کَذَا قَالَ تَعَالٰی اَمْ کَانَ مِنَ الْغَائِبِیْنَ یا وہ غائب ہے۔ یہ مثال تو غائب عن النظر ہونے کی ہے۔

اور کبھی غائب کا لفظ اس پر بھی استعمال ہوتا ہے جو حواس انسانی اور علم انسان سے مخفی ہو جیسے فرمایا وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ آسمانوں اور زمین میں کوئی ایسا مخفی عن العلم والحواس نہیں مگر کتاب مبین میں ہے جو لوح محفوظ یا قرآن کریم ہے۔

اور کبھی غیب اور غائب کا استعمال باعتبار مخلوق انسانی ہوتا ہے نہ کہ اللہ تعالے کی ذات سے فَاِنَّهٗ لَا یَغِیْبُ عَنْهُ شَیْءٌ اس لیے کہ اس ذات پاک سے تو کوئی غائب ہی نہیں ہو سکتی لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ اسی لیے فرمایا کہ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ اَیْ مَا یَغِیْبُ عَنْكُمْ وَمَا تَشْهَدُوْنَهٗ۔ یعنی وہ عالم الغیب والشہادۃ بایں معنی ہے کہ جو تم سے غائب و مخفی ہے اور جو کچھ تم دیکھ رہے ہو۔

اور وہ غیب جس پر ہمیں ایمان کی تعریف میں فرمایا یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وہ ایمان لاتے ہیں غیب پر۔ وہ مَالَا یَقَعُ تَحْتَ الْحَوَاسِ ہے یعنی جو حواس کے تحت نہ آسکے۔ وَلَا تَقْتَضِیْہِ بَدَاھَۃُ الْعُقُوْلِ اور عقل کی روشنیاں اس کا ادراک نہ کرسکیں وَاِنَّمَا یُعْلَمُ بِخَبَرِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ وَبِنَفْیِہٖ یَقَعُ عَلَی الْاِنْسَانِ اِسْمُ الْاِلْحَادِ وہ صرف انبیاء کرام کے خبروں سے جانا جاسکتا ہے اور اس کے نہ ماننے سے انسان پر الحاد و زندقہ واقع ہوجاتا ہے۔

یہ ایمان باللہ بتعلم الانبیاء ہے جس کا ادراک عقل ودرایت اور حواس سے بالا ہے۔ انتہی مختصراً۔

اور ایمان عقلی جیسے خطیب الانبیا ابراہیم علیہ السلام کے حال میں مذکور ہے یہ محض ایمان بالغیب ہے نہ کہ ادراک غیب۔

تقریر مسئلہ علم غیب بموجب مذہب احناف اہلسنت

حضرت حق جلت و مجد عز اسمہ نے اپنے نبی مکرم تاجدار عرب و عجم مالک رقاب علم مظہر اتم جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ومرتضیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو جمیع اشیائے جملہ کائنات یعنی تمام ممکنات حاضرہ وغائبہ کا علم عطا فرمایا۔

بدأ الخلق سے لے کر دخول جنت ودوزخ تک سب حضور پر مثل کف دست روشن وظاہر ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ آیہ کریمہ سے صاف ظاہر و باہر ہے کہ حق تعالےٰ شانہ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ والتحیات کو قرآن کریم پڑھایا اور قرآن کریم تمام اشیاء کے بیان کا حامل ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ۔ تو جب کلام پاک ہر چیز کے بیان کا حامل ہے اور حضور ہادی سبل سید الکل فی الکل اس کے عالم تو بلاشبہ حضور جملہ اشیاء کے عالم ہوئے۔

چنانچہ ابن سراقہ سے کتاب الاعجاز میں ابوبکر بن مجاہد سے راوی ہیں کہ

اِنَّہٗ قَالَ یَوْمًا مَا مِنْ شَیْءٍ فِی الْعَالَمِ اِلَّا وَھُوَ فِیْ كِتَابِ اللّٰہِ فَقِیْلَ لَہٗ اَیْنَ ذِكْرُ الْخَانَاتِ فَقَالَ فِیْ قَوْلِہٖ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَۃٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ فَھِیَ الْخَانَاتُ

(تفسیر اتقان)

ابن سراقہ نے فرمایا کوئی چیز جہان میں ایسی نہیں جس کا ذکر قرآن پاک میں نہ ہو کسی نے کہا سراؤں کا ذکر قرآن میں کہاں ہے آپ نے فرمایا آیہ کریمہ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَۃٍ میں جو فرمایا وہ غیر مسکونہ گھر سرا نہیں تو کیا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ تمام اشیاء کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور جو کچھ قرآن پاک میں ہے حضور اس کے عالم

ہیں تو تمام عالم کی اشیاء کے حضور عالم ہوئے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ افہام عامہ اس کے فہم سے قاصر ہیں۔
ے وَکُلُّ الْعِلْمِ فِی الْقُرْاٰنِ لٰکِنْ تَقَاصَرَ عَنْہُ اَفْہَامُ الرِّجَالِ
آگے جو آیہ کریمہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ہے اس پر صاحب معالم التنزیل فرماتے ہیں
قَالَ ابْنُ کَیْسَانَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ یَعْنِیْ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ یَعْنِیْ بَیَانَ مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ۔

اور تفسیر حسینی میں ہے "یا بوجود آرد محمد صلے اللہ علیہ وسلم را و بیاموزا نید و ے را آنچہ بود و ہست و باشد" آیہ کریمہ کا مفہوم ہر دو تفاسیر کے بموجب قول یہ ہوا کہ اللہ تعالے نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرما کر علوم ماکان و مایکون سے سرفراز و ممتاز فرمایا

واضح رہے کہ اس عقیدہ میں ہم حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جمیع غیوب غیر متناہیہ کا علم نہیں ثابت کر رہے اور نہ جمیع معلوت الٰہیہ کا۔ بلکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔

یوں سمجھیے کہ جیسے ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں کہاں خالق اور کہاں مخلوق۔ مماثلت و مساوات کا تو ذکر ہی کیا۔

علم الٰہی کے حضور تمام مخلوق کے علوم سمجھانے کے لیے اقلّ قلیل یہ کہہ سکتے ہیں کہ علم الٰہی کے مقابل کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتے۔

اس پر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ بعطاء الٰہی ہمارے حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کو جمیع کائنات اور ماکان و مایکون کے علوم حاصل ہیں۔

ہم اپنے عقیدہ میں مماثلت و مساوات کے قائل نہ ہوتے ہوئے عطا آلہی اور فضائل رسالت پناہی کے منکر بھی نہیں ہیں۔

پھر ہم اپنے عقیدہ کے ثبوت میں مذکورہ آیات ہی پر اکتفا نہیں رکھتے بلکہ آیۂ کریمہ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ بھی ہمارے عقیدہ کی مؤید ہے جس کے یہ معنی ہیں اے محبوب تمہارے رب نے تمہیں تعلیم فرما دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ اور ارشاد ہے۔

وَمَاکَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ اور اللہ تعالے یوں نہیں کہ تمہیں مطلع کر دے غیب پر لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر

ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو تمہیں بڑا ثواب ہے۔

جمل میں ہے وَالْمَعْنٰی وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ اَیْ یَصْطَفِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ فَیُطْلِعُہٗ عَلَی الْغَیْبِ اور وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ - کے یہ معنی ہیں کہ چھانٹ لیتا ہے اور برگزیدہ فرماتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے تو مطلع کرتا ہے اسے غیب پر۔

عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ - عالم الغیب ہی عالم الغیب ہے تو کسی کو اپنے غیب پر مطلع نہیں فرماتا مگر جس کو مرتضیٰ کر لے رسولوں میں سے۔

محققین نے لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ پر بلاغت کلام معجز نظام کا اظہار فرمایا

چنانچہ فرماتے ہیں لَا یُظْهِرُ غَیْبَهٗ عَلٰی اَحَدٍ کیوں نہ فرمایا جس کے صاف معنی تھے کہ اللہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا اور فرمایا فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا۔

یہ اس لیے کہ اظہار غیب تو اولیاء کرام پر بھی ہوتا ہے جو بذریعہ انبیاء کرام ہے۔ تو پھر انبیاء و اولیاءؑ میں مابہ الامتیاز غیب ظاہر ہونے میں کوئی چیز نہ رہتی۔

اس لیے فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا فرمایا جس کے معنی یہ ہوئے کہ اپنے غیب پر کسی کو ظاہر غالب اور مسلط نہیں فرماتا مگر رسولوں میں سے مرتضیٰ رسولوں کو۔ اور دونوں بیانوں میں فرق عظیم واضح و لائح ہے۔

روح البیان جلد رابع میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں ہے۔

قَالَ ابْنُ الشَّیْخِ اِنَّہٗ تَعَالٰی لَا یُطْلِعُ عَلَی الْغَیْبِ الَّذِیْ یَخْتَصُّ بِہٖ عِلْمُہٗ اِلَّا الْمُرْتَضٰی الَّذِیْ یَکُوْنُ رَسُوْلًا وَمَا لَا یَخْتَصُّ بِہٖ یُطْلِعُ عَلَیْہِ غَیْرَ الرَّسُوْلِ۔

ابن شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالے اپنے غیب خاص پر جو اس کے ساتھ مختص ہے رسول مرتضیٰ کے سوا کسی کو مطلع نہیں فرماتا اور جو اس کے ساتھ خاص نہیں اس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرماتا ہے۔

وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ۔ نہیں ہے وہ غیب پر بخیل۔

ھُوَ کا مرجع یا اللہ تعالے ہے یا حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم یا قرآن کریم۔ ہمارے عقیدہ کی مؤید تینوں صورتیں ہیں۔

اس لیے کہ اگر اللہ تعالے ھُوَ کا مرجع ہے تو وہ سخی جتنا جس کو چاہے دے کسی کو مقدار معین کرنے کا حق ہی نہیں پہنچتا۔

اور اگر قرآن کریم کی طرف ضمیر ھُوَ ہے تو حضور اکرم کے لیے علم القرآن فرما ہی دیا گیا ہے۔

اور اگر ہُوَ کا مرجع حضور کو مانا جائے تو ہمارا مقصد بہر حال پورا ہوتا ہے۔

اب علم خمس پر مختصراً کچھ منقولات عرض ہیں۔

تفسیر احمدی میں ملا جیون علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ وَذَالِكَ اَنْ تَقُوْلَ اِنَّ عِلْمَ هٰذِهِ الْخَمْسَةِ وَاِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُهَا اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ لٰكِنْ يَجُوْزُ اَنْ يُعَلِّمَهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ مُحِبِّيْهِ وَاَوْلِيَائِهٖ بِقَرِيْنَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ بِمَعْنَى الْمُخْبِرِ۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اللہ تعالٰے اپنے محبین اور اولیاء میں سے جس کو چاہے امور خمسہ کا علم بھی تعلیم فرما دے اور خبیر بمعنی مخبر بھی آتا ہے

اور یہ ماننا پڑے گا کہ جتنی قرآنی آیات میں مذکور ہے کہ کوئی غیب نہیں جانتا ان سب کا مقصد یہی ہے کہ خود بخود بلا تعلیم الٰہی کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالٰے کی تعلیم سے جان سکتا ہے۔

جمع النہایہ فی بدء الخیر والغایہ میں علامہ شنوانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں لَا يَعْلَمُ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا اللّٰهُ فَلَا يَعْلَمُ ذَالِكَ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ قَالَ بَعْضُ الْمُفَسِّرِيْنَ لَا يَعْلَمُ هٰذِهِ الْخَمْسَ عِلْمًا لَدُنِيًّا ذَاتِيًّا بِلَا وَاسِطَةٍ اِلَّا اللّٰهُ فَالْعِلْمُ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ مِمَّا اخْتَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ اَمَّا بِوَاسِطَةٍ فَلَا يَخْتَصُّ بِهٖ تَعَالٰى۔

خلاصہ کلام شنوانی یہ ہے کہ امور خمسہ کا علم ذاتی لدنّی بے واسطہ اللہ تعالٰے کے سوا کسی کو نہیں لیکن علم بواسطہ یہ اللہ تعالٰے کے ساتھ مختص نہیں وہ قادر و مختار مطلق ہے جسے چاہے تعلیم فرما دے۔ اور اس نے جسے چاہا تعلیم فرمایا۔

چنانچہ شیخ محقق علامہ مدقق عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی کے مؤید ہیں حیث قال۔

" و مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقلی ہیچکس انہیا را نداند آنہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آں را نداند مگر آنکہ وے تعالٰے از نزد خود کسے را بوحی و الہام بداناند۔"

یعنی مراد یہ ہے کہ بے تعلیم الٰہی کوئی شخص ان امور کو اٹکل اور عقل کی مدد سے نہیں جان سکتا اس لیے کہ یہ امور غیب ہیں سوائے رب عزاسمہ کوئی اس کا جاننے والا نہیں مگر جس کو اللہ جل شانہ نے وحی یا الہام کے ذریعہ تعلیم فرمایا ہو۔

اس سے بحمدہ تعالٰے واضح لائح روشن ظاہر و باہر اظہر من الشمس بین من الامس ہو گیا کہ آیات شریفہ جتنی بھی قرآن کریم میں لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وغیرہ وارد ہیں

وہ سب نفی مطلق کی نہیں بلکہ بلا عطاء الٰہی کی ہیں کہ خود بخود اپنی عقل و درایت سے جاننے کی کسی شخص کو بھی طاقت نہیں۔

پھر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی شرح فقہ اکبر میں جو تکفیر عقیدہ فرما رہے ہیں۔ ثُمَّ اَعْلَمْ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یَعْلَمُوا الْمُغَیِّبَاتِ مِنَ الْاَشْیَاءِ اِلَّا مَا عَلَّمَهُمْ وہ بھی لامحالہ ذاتی علم پر ہے

وَذَکَرَ الْحَنَفِیَّۃُ تَصْرِیْحًا بِالتَّکْفِیْرِ بِاِعْتِقَادِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْلَمُ الْغَیْبَ لِمُعَارَضَۃِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔

یعنی اچھی طرح جان لے کہ انبیاء علم غیب خود نہ جانتے تھے مگر وہی جو تعلیم الٰہی ملا اور احناف نے صراحۃً تکفیر کی ہے اس اعتقاد کی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم (بلا عطاء الٰہی) غیب جانتے تھے اس لیے کہ یہ معارضہ ہے آیہ کریمہ قُلْ لَّا یَعْلَمُ الخ کی یعنی فرما دیجئے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کوئی نہیں جانتا جو آسمانوں اور زمین میں ہے (بالذات) غیب سے مگر اللہ۔

بالذات کی قید یہاں یوں لازم لگانی ضروری ہوئی کہ علم الٰہی ذاتی ہے تو علم الٰہی من حیث ہو ہو کی ہی نفی ہے اور اللہ تعالے کے لیے جو علم عطائی کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔

چنانچہ شرح جامع صغیر میں علامہ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ اس آیت میں بھی نفی علم ذاتی کی ہے علامہ مناوی فرماتے ہیں۔

اَمَّا قَوْلُہٗ لَا یَعْلَمُ فَمُفَسِّرٌ بِاَنَّہٗ لَا یَعْلَمُهَا اَحَدٌ بِذَاتِہٖ وَمِنْ ذَاتِہٖ اِلَّا ھُوَ۔ فرمان الٰہی لا یعلم خود اس امر کا مفسر ہے کہ کوئی اپنے آپ یا اپنی ذات سے نہیں جانتا مگر وہی علام الغیوب۔

امام نووی اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں۔ مسئلۃ مَا مَعْنٰی قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ وَاَشْیَاہُ ذٰلِکَ مَعَ اَنَّہٗ قَدْ عُلِمَ مَا فِیْ غَدٍ مِنْ مُعْجِزَاتِ النَّبِیِّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَفِیْ کَرَامَاتِ الْاَوْلِیَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ۔

سوال:۔ اس کے کیا معنی ہیں جو اللہ تعالے نے فرمایا لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ اور مثل اس کے اور آیتیں باآنکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کل ہونا ہے اسے اپنے معجزہ سے جانا اور کرامات اولیاء رضی اللہ عنہم میں ایسے واقعات ہیں۔

الجواب:۔ مَعْنَاہُ لَا یَعْلَمُ ذٰلِکَ اِسْتِقْلَالًا وَاَمَّا الْمُعْجِزَاتُ وَالْکَرَامَاتُ فَحَصَلَتْ بِاِعْلَامِ اللّٰہِ لَا اِسْتِقْلَالًا۔

اس کے معنی ہیں کہ مستقل بالذات کوئی نہیں جانتا لیکن معجزات وکرامات سے تو وہ باعلام اللہ حاصل ہیں نہ کہ بالاستقلال۔

ابن حجر مکی رحمہ اللہ اپنے فتاوی حدیثیہ میں بھی ایسا ہی فرما رہے ہیں۔

مَعْنَاهَا لَا يَعْلَمُ ذٰلِكَ اِسْتِقْلَالًا وَعِلْمَ اِحَاطَةٍ بِكُلِّ الْمَعْلُوْمَاتِ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَمَّا الْمُعْجِزَاتُ وَالْكَرَامَاتُ فَبِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَهُمْ عُلِمَتْ۔

لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ کے یہ معنی ہیں کہ کوئی نہیں جانتا آسمانوں اور زمین میں بالذات اور وہ علم جس کا احاطہ جمیع معلومات پہ ہے وہ صرف اور صرف اللہ تعالے کا ہے لیکن معجزات اور کرامات کے ذریعہ جو علم ہوتا ہے وہ باعلام الٰہی ہوتا ہے جس سے انہیں معلوم ہو جاتا ہے۔

علامہ خفاجی شرح شفا میں فرماتے ہیں هٰذَا لَا يُنَافِي الْاٰيَاتِ اِلَّا اللّٰهُ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِنَّ الْمَنْفِيَّ عِلْمُهٗ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ وَاَمَّا اِطِّلَاعُهٗ عَلَيْهِ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاَمْرٌ مُتَحَقِّقٌ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔

یہ آیہ کریمہ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اس امر کے منافی نہیں ہیں کہ انبیاء واولیاء کو علم نہیں ہوتا اس لیے کہ نفی علم اس علم کی ہے جو بلا واسطہ ہو لیکن اس پر مطلع کر دینا باعلام اللہ تعالے تو یہ متحقق ہے دوسری آیہ کریمہ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ ہے

اب اس کے بعد اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ کی مفصل تفسیر وتصریح عرض ہے۔

ترجمہ

بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم

اور اتارتا ہے مینہ

اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے

اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گا۔

اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گا۔

بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

اس آیۂ کریمہ کا نزول حارث بن عمرو کے معاملہ میں ہوا جس نے نبی کریم رؤف رحیم کے حضور حاضر ہو

کر دریافت کیا کہ قیامت کب ہو گی۔

میں نے کھیتی کی ہے فرمائیے بارش کب ہو گی۔

میری عورت حاملہ ہے اس کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی۔

یہ تو مجھے معلوم ہے کہ میں نے کل کیا کیا یہ بتائیں میں کل کیا کروں گا۔

مجھے یہ تو معلوم ہے کہ میں کہاں پیدا ہوا آپ بتائیں میں کہاں مروں گا۔

اس کے جواب میں یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اس میں بتایا گیا کہ ان چیزوں کا بالذات علم بلا واسطہ صرف اللہ تعالےٰ کے پاس ہے۔

اور وہی علم والا ہے اور بتلانے والا۔ جس کو چاہے اپنے اولیاء اور اپنے محبوبوں میں سے انہیں عطا فرما دے اور خبردار کر دے۔

اس آیہ کریمہ میں جن پانچ امور کی نسبت علم خصوصی اپنی ذات کی طرف مختص کیا اسی کو علم الخمس کہتے ہیں انہیں پانچ امور کی نسبت سورہ جن میں ارشاد ہوا

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ۔ جس کا مفہوم واضح ہے کہ وہ عالم الغیب ان علوم خمسہ پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر جسے اپنا مرتضیٰ و محبوب اور برگزیدہ بنا لیا اسے مطلع فرما دیتا ہے اور وہ بطریق معجزہ اور کرامت عطا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ علم غیب اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص ہے

جیسے علم ذاتی۔ دائم البقا۔ غیر حادث۔ قدیم ازلی۔ ابدی حضوری غیر منتہی کہتے ہیں۔

توجو علم عطائی۔ حصولی۔ منتہی ہو اس کا عطا ہونا اس اختصاص کے منافی نہیں اس پر ہم اول مختصر تقریر لکھ چکے ہیں۔

اور بارش کب ہو گی۔ حمل میں کیا ہے۔ کل کیا کرے گا۔ کہاں مرے گا۔ قیامت کب ہو گی ان کی خبریں بکثرت اولیاء انبیاء نے دی ہیں اور قرآن و احادیث سے ثابت ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے حضرت اسحٰق و یعقوب علیہما السلام کی بشارت دی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دی۔

حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی۔

تو ان فرشتوں کو بھی پہلے سے معلوم تھا کہ ان حملوں میں کیا ہے اور ان حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے مطلع کیا اور ان سب کا جاننا قرآن کریم سے ثابت ہے۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ آیہ کریمہ کے معنی قطعی یہی ہیں کہ بغیر اعلام الٰہی کوئی نہیں جانتا اور یہ واہمہ پیش کرنا کہ اللہ کے بتلانے سے بھی کسی کو معلوم نہیں ہے محض باطل اور خلاف نصوص قطعیہ ہے۔

اب اس مسئلہ میں تین مفروضے نکلتے ہیں۔

اول یہ کہ ان اشیاء کا علم بغیر تعلیم الٰہی کسی کو نہیں ہو سکتا۔

دوسرے یہ کہ ان اشیاء کا علم مخصوص بذات الٰہی ہے اور باعلام الٰہی بھی کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔

تیسرے یہ کہ اللہ تعالےٰ نے ان اشیاء کا علم اپنے لیے خاص رکھا ہے اور کسی کو بتایا ہی نہیں۔

تو نمبر ایک تو بلا خلاف مسلم ہے اس میں کسی کو کلام نہیں۔

اور نمبر دو کو صحیح ماننے والا سخت بے دین و ملحد ہے اس لیے کہ وہ نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ کا منکر ہے۔

نمبر تین بھی بالکل غلط اور دعویٰ بے دلیل ہے اس کے خلاف بہت سے دلائل ہیں۔

عِلْمُ السَّاعَۃِ

چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں کتاب الایمان کی پہلی حدیث میں ہے کہ

جب روح الامین نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو حضور نے مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ فرما کر یہی آیہ کریمہ تلاوت فرمائی۔ اس پر علامہ مدقق محدث محقق شیخ دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

"مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل اینہا را نداند آنہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالےٰ از نزد خود کسے را بوحی والہام بداناند۔"

علاوہ ازیں مقتضائے الفاظ جواب سے واضح ہوتا ہے کہ جواب جبریل میں حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نہیں جانتا بلکہ الفاظ کا مفہوم یہ بتا رہا ہے کہ حضور نے یہ فرمایا کہ تم کو بھی معلوم ہے اور مجھے بھی معلوم ہے لیکن ایسا جواب میں کیسے دوں جس کے اخفاء کا حکم ہے۔

چنانچہ اس کی تائید صاحب روح البیان جلد دوم میں فرماتے ہیں جو یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ کے تحت مرقوم ہے فَذَهَبَ بَعْضُ الْمَشَائِخِ اِلٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْرِفُ وَقْتَ السَّاعَۃِ بِاِعْلَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَھُوَ لَا یُنَافِیْ الْحَصْرَ فِی الْاٰیَۃِ کَمَا لَا یَخْفٰی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کا وقت باعلام الٰہی جانتے تھے اور وہ منافی حصر نہیں آیت میں جیسا کہ مخفی نہیں۔

فتوحات وہبیہ شرح اربعین نوویہ میں ہے فَاِنْ قِیْلَ قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ عِنْدَہٗ مِنْھَا عِلْمًا وَالْاٰیَاتُ تَقْتَضِیْ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مُتَفَرِّدٌ بِعِلْمِھَا فَالْجَوَابُ کَمَا قَالَ الْحَلَبِیُّ اَنَّ مَعْنَاہُ اَنَا النَّبِیُّ الْاٰخِیْرُ فَلَا یَلِیْنِیْ نَبِیٌّ اٰخَرُ وَاَنْ تَلِیَنِیْ الْقِیٰمَۃُ وَالْحَقُّ کَمَا قَالَ جَمْعٌ اِنَّ اللّٰہَ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی لَمْ یَقْبِضْ نَبِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ حَتّٰی اِطَّلَعَہٗ عَلٰی کُلِّ مَا اَبْھَمَہٗ عَنْہُ اِلَّا اَنَّہٗ اَمَرَہٗ بِکَتْمِ بَعْضٍ وَالْاِعْلَامِ بِبَعْضٍ۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالے نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ تمام علوم عطا فرما دیے جو آپ سے مبہم رکھے گئے تھے لیکن بعض علوم ظاہر فرمانے کی اجازت ملی اور بعض کے پوشیدہ رکھنے کی ہدایت تھی۔

مینہ کا علم

مشکوٰۃ میں طویل حدیث ترمذی سے نواس بن سمعان کی روایت سے باب العلامات بین یدے الساعۃ میں حضور کے یہ الفاظ مروی ہیں ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰہُ مَطَرًا لَا یَکُنُّ مِنْہُ بَیْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ فتنہ یاجوج وماجوج کے بعد اللہ تعالے ایک عالمگیر مینہ بھیجے گا جس سے کسی شہر اور گاؤں کا مکان خالی نہ رہے گا۔

دوسری حدیث میں اسی مشکوٰۃ کے اندر باب لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ میں عبداللہ بن عمر کی روایت میں ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰہُ مَطَرًا کَاَنَّہُ الطَّلُّ فَیَنْبُتُ مِنْہُ اَجْسَادُ النَّاسِ۔ ہے۔ یعنی جب آدمی مر جائیں گے تو اللہ تعالے مثل شبنم کے ایک بارش بھیجے گا جس سے مرے ہوئے لوگوں کے جسم اگیں گے۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ حضور سینکڑوں سال قبل بارش کی خبر سنا چکے ہیں۔

رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی ہے

اس کی خبر بھی حضور نے حضرت امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر دی اور اس وقت دی جبکہ حضرت امام مہدی کا استقرار نطفہ بھی نہیں ہوا

ایسے ہی حضور نے حضرت شہزادہ حسن رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے کی خبر دی چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہلبیت میں بروایت ام فضل منقول ہے کہ

آپ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا میں نے آج رات ایک نہایت ناپسندیدہ خواب دیکھا ہے حضور نے فرمایا وہ کیا دیکھا۔

عرض کیا میں نے دیکھا کہ گویا ایک ٹکڑا حضور کے جسم پاک کا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا۔ حضور نے فرمایا یہ خواب تو مبارک ہے ان شاء اللہ فاطمۃ الزہرا کے لڑکا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ الفاظ حدیث یہ ہیں۔

تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ غُلَامًا يَكُوْنُ فِيْ حِجْرِكِ۔

بستان المحدثین میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نقل فرماتے ہیں کہ۔

"والد ابن حجر را فرزند نمی زیست کشیدہ خاطر بحضور شیخ رسید۔ شیخ فرمود از پشت تو فرزندے خواہد برآمد کہ بعلم خود دنیا را پر کند"۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی تو نبی ہے ولی بھی رحم کی خبریں دیتے ہیں۔

کل کی بات جاننا

قلعہ خیبر پر لشکر اسلام ہے اور قلعہ فتح نہیں ہوا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل ضرور یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا کہ اللہ تعالے اس کے ہاتھ پر خیبر فتح کرے گا اور وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اسے دوست رکھتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا الفاظ حدیث مشکوۃ شریف میں یہ ہیں۔ سہل بن سعد فرماتے ہیں۔ باب مناقب علی بن ابی طالب۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

اور وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ۔ یوم بعاث کی لڑکیوں کو گاتے سن کر منع فرمایا حالانکہ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ صحیح تھا۔ اس کی وجہ وجیہ مرقاۃ میں بیان ہو چکی ہے۔ حَيْثُ قَالَ وَاِنَّمَا مَنَعَ الْقَائِلَةَ بِقَوْلِهَا وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ لِكَرَاهَةِ نِسْبَةِ عِلْمِ الْغَيْبِ اِلَيْهِ لِاَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّمَا يَعْلَمُ الرَّسُوْلُ مِنَ الْغَيْبِ مَا اَعْلَمَهٗ اَوْ لِكَرَاهَةِ اَنْ يُذْكَرَ فِيْ اَثْنَاءِ ضَرْبِ الدُّفِّ وَاَثْنَاءِ مَرْثِيَةِ الْقَتْلٰى لِعُلُوِّ مَنْصَبِهٖ عَنْ ذَالِكَ۔

یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لڑکیوں کو دو وجہ سے منع فرمایا۔

ایک تو یہ کہ انہوں نے غیب کی نسبت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی تھی حالانکہ حضور تعلیم الٰہی علوم غیبیہ کے عالم ہیں نہ کہ مطلقاً۔

دوسرے یہ کہ حضور نے اسے مکروہ جانا کہ دف کے ساتھ حضور کا ذکر کیا جائے یا مقتولین کے مراثی میں آپ کے مناقب گائے جائیں یہ امر حضور کے علو منصب کے خلاف تھا۔

کہاں اور کس زمین پر مرے گا۔

تفسیر عرائس البیان میں ہے۔

وَرُبَمَا قَالُوْا اِنِّیْ اَمُوْتُ بِمَوْضِعِ کَذَا وَمِنْهُمْ اَبُوْغَرِیْبِ الْاَصْفَهَانِیْ قَدَّسَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ مَرِضَ فِیْ شِیْرَازَ فِیْ زَمَانِ الشَّیْخِ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَفِیْفٍ قَدَّسَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ وَقَالَ اِذَا مِتُّ فِیْ شِیْرَازَ فَلَا تَدْفِنُوْنِیْ اِلَّا فِیْ مَقَابِرِ الْیَهُوْدِ فَاِنِّیْ سَاَلْتُ اللّٰهَ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ طَرْسُوْسِ فَبَرَأَ وَمَضٰی اِلٰی طَرْسُوْسَ وَمَاتَ بِهَا رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ۔

اکثر اولیاء اللہ نے فرمایا کہ ہم فلاں جگہ مریں گے اور انہی میں سے ابوغریب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں وہ شیراز میں ابوعبداللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں مریض ہوئے۔ فرمایا اگر میں شیراز میں مروں تو تم مجھے یہودیوں کے مقبرہ میں دفن کرنا۔

(اس لیے کہ یہود کی دعا مستر د ہے اور میں یہودی نہیں میری دعا کیوں مسترد ہو) میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ میں طرسوس میں مروں۔ چنانچہ آپ صحت یاب ہو کر طرسوس تشریف لے گئے۔ اور وہاں وفات پائی۔

خود سرور دو عالم ﷺ نے اپنی وفات اور مدفن بتایا۔ چنانچہ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو روانگی کے وقت فرمایا۔ اے معاذ قریب ہے کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو شاید تم میری اس مسجد اور قبر پر گذرو۔

معاذ یہ کلمۂ جانگداز سن کر آپ حضور کے فراق کے تصور میں بیقرار ہو کر رونے لگے۔ چنانچہ اصل الفاظ یہ ہیں۔ مشکوۃ شریف میں ہے

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَمَنِ خَرَجَ مَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْصِیْهِ وَمُعَاذٌ رَاکِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْشِیْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ یَا مُعَاذُ اِنَّکَ عَسٰی اَنْ لَّا تَلْقَانِیْ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا وَلَعَلَّکَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ هٰذَا وَقَبْرِیْ فَبَکٰی مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی اکمال فی اسماء الرجال میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں لکھتے ہیں۔

قَالَ الْمُزَنِیْ دَخَلْتُ عَلَی الشَّافِعِیِّ فِیْ عِلَّتِهِ الَّتِیْ مَاتَ فِیْهَا فَقُلْتُ کَیْفَ اَصْبَحْتَ قَالَ

اَصْبَحْتُ مِنَ الدُّنْیَا رَاحِلًا وَلِاِخْوَانِیْ مُفَارِقًا وَلِکَاْسِ الْمَنِیَّۃِ شَارِبًا وَبِسُوْءِ اَعْمَالِیْ مُلَاقِیًا وَعَلَی اللّٰہِ وَارِدًا۔

مزنی فرماتے ہیں ان ایام مرض میں حضرت امام شافعی سے میں ملا جس میں وہ فوت ہوئے میں نے عرض کیا کس حال میں صبح کی ہے۔ فرمایا اس حال میں کہ میں دنیا سے سفر کرنے والا ہوں اپنے بھائیوں سے جدا ہونے والا ہوں۔ موت کا جام پینے والا ہوں اپنے سوء اعمال سے ملنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور جانے والا ہوں۔

یہ مبحث اتنا وسیع ہے کہ اس پر دفتر کے دفتر لکھے جا سکتے ہیں لیکن بوجہ خوف طوالت اسی مضمون پر اکتفا کرتا ہوں اور تفسیر کے اصل مضمون کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔

"وَمَآ اَمْرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ ھُوَ اَقْرَبُ۔ اور نہیں معاملہ قیامت کا مگر مثل پلک جھپکنے کے بلکہ اس سے بھی قریب بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے"۔

اس لیے کہ پلک جھپکانے میں بھی حرکت ہے اور ہر حرکت میں دو زمانے اور دو سکون اور دو مقام و مکان لازمی ہیں۔ فلاسفہ نے حرکت کی تعریف میں کہا۔

اَلْحَرَکَۃُ کَوْنَانِ فِیْ اٰنَیْنِ فِیْ مَکَانَیْنِ۔ حرکت اس ہونے والی کو کہتے ہیں جو دو آن اور دو مکان میں ہو تو لمح بصر میں بھی زمانہ ہے اس لیے کہ بغیر زمانہ کے حرکت حاصل نہیں ہوتی۔ اس میں بھی جملہ شرائط فلاسفہ نے رکھے اور کہا۔

مبدا۔ منتہیٰ۔ زمان۔ محرک۔ متحرک۔ مقصد یہ امور حرکت میں لازمی ہیں اور واجب تعالیٰ شانہ کو یہ قدرت ہے کہ وہ کسی شے کو وجود میں لانا چاہے تو کُنْ فرما دے تو بلا زمان و مکان اس کا وجود میں آنا لازم ہے۔ اس لیے اَوْ ھُوَ اَقْرَبُ فرمایا کہ کلمح البصر بھی تمہارے افہام سے قریب کرنے کو کہا گیا ورنہ اس کی قدرت کاملہ اس کی بھی محتاج نہیں وہ جب چاہے اس سے قریب تر درجے اور دقیقے اور لمحے سے پہلے قیامت لے آئے اس لیے کہ وہ قادر علی الاطلاق ہے۔ سب کچھ کر سکتا ہے یہ شرائط عقل بھی اسی کی مخلوق ہیں اور حرکت بھی اسی نے پیدا فرمائی۔ اور

"وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا اور اسی اللہ جل و علا نے تمہیں نکالا شکم ہائے مادر سے اس وقت جبکہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور بنائے تمہارے لیے کان اور آنکھ اور دل تاکہ تم شکر کرو"۔

یعنی تم اپنی ابتداء پیدائش میں جاہل اور بے خبر اور اول فطرت میں علم و معرفت سے بے بہرہ تھے

پھر کان۔ آنکھ۔ دل ہم نے تمہیں دیئے تاکہ ان کے ذریعے اپنی پیدائش کے جہل کو دور کرو اور علم و عمل سے فیضیاب ہو کر اپنے منعم حقیقی اور محسن تحقیقی کا شکر کرتے ہوئے اس کی عبادت کرو اور اس کا حق نعمت ادا کرنے سے قاصر نہ رہو۔

آگے اپنی شیون قدرت کا شمہ ظاہر فرمایا۔ سید المفسرین ابن ن رضی اللہ عنہما اس کی تعبیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے تمہیں کان دیئے تاکہ تم مواعظ الٰہیہ سنو اور آنکھیں دیں کہ اس کے الغامات دیکھو اور بطون امہات سے نکل کر تم آدمی بنے اور عقلمند ہوئے اس سے عظمت شان قادر کا توازن کرو۔

"اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ کیا نہ دیکھے انہوں نے پرندے جو مسخر ہیں آسمان کی فضا میں مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ نہیں روک سکتا انہیں کوئی اللہ کے سوا بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے"۔

آلوسی نے بروایت کعب فرمایا کہ پرند اتنا مسخر بالحکم ہے کہ لَا تَرْتَفِعُ اَکْثَرَ مِنْ اِثْنَیْ عَشَرَ مِیْلًا۔ بارہ میل سے زائد وہ بلندی پر پرواز نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ اس سے آگے ہوا اتنی لطیف ہے کہ اس میں اس کی برداشت ہی نہیں ہے۔ تو اگر اس مقدار سے آگے بڑھنا چاہے تو لطافت ہوا اسے پرواز سے عاری کر کے گرا دے گی۔ اس کے جسم کا ثقل اس میں جانے کے قابل ہی نہیں رہتا اور اس حد میں بھی ثقل جسم بالطبع اس امر کا مقتضی ہے کہ وہ گرے لیکن اس حد تک انہیں جو سما میں جو پرواز کی طاقت عطا کی۔ اور خلاف طبیعت اس میں پرواز کی قوت بخشی اور اس سے آگے چونکہ حکم نہیں اس کی پرواز بھی روک دی گئی تو اس میں بھی ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

"وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ بُیُوْتِکُمْ سَکَنًا وَّجَعَلَ لَکُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا اور اللہ نے بنائے تمہارے لیے تمہارے گھر میں رہنے بسنے کی جگہ اور بنائے تمہارے لیے چوپایوں کی کھالوں سے کچھ ایسے گھر جو ہلکے پڑتے ہیں تمہیں تمہارے سفر کے دنوں میں اور منزلوں کے اندر ٹھہرے میں"۔

جیسے خیمے جو حجاز میں اکثر کھالوں کے ہوتے ہیں جنگل میں قیام و مقام کرتے ہیں انہیں وہ ہلکے پڑتے ہیں اور آسانی سے جہاں چاہیں لگائے جاتے ہیں اور جب چاہیں اٹھا لیے جاتے ہیں۔

ظَعَن کی تعریف آلوسی وَقْتَ تَرْحَالِکُمْ فِی النَّقْضِ وَالْحَمْلِ لکھتے ہیں یعنی سفروں میں لے جانے اور لگانے میں آسان ہوتے ہیں۔

ظعن۔ یقال ظَعَنَ یَظْعَنُ ظَعْنًا اِذَا شَخَصَ قَالَ یَوْمَ ظَعْنِکُمْ وَالظَّعِیْنَةُ اَلْهَوْدَجُ اِذَا کَانَ

فِيْهَا الْمَرْاَةُ اِنْ يُكَنّٰى بِهٖ عَنِ الْمَرْاَةِ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ فِى الْهَوْدَجِ۔

ظعن جگہ قیام کے بنانے کو کہتے ہیں اور ظعینہ ہودج کو کہتے ہیں جب اس میں عورت ہو پھر اس کے ٹھہرنے کی جگہ پر استعمال ہونے لگا اگرچہ اس میں عورت نہ ہو۔ تو پڑاؤ کی جگہ پر اس کا اطلاق مفہوم ہو گیا۔

" وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ اور ان کی اون سے اور بھری اور بالوں سے کچھ گھر کا سامان اور نفع حاصل کرنے کی چیزیں ایک وقت تک"۔

اون سے سویٹر اور پہننے کے لباس بھری اور بالوں سے غالیچہ۔ قالین۔ چادریں یہ گھر کا سامان ہے اس آیہ کریمہ سے کچھ مسائل بھی مستنبط ہوئے۔

یہ تفصیل اللہ تعالے نے اپنی نعمتوں کی کچھ بتا دی اور اس سے اشارتاً اس امر کا جواز بھی بیان کر دیا کہ اون اور پشمینہ اور بال پاک ہیں۔

لیکن بالوں کے پاک ہونے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ سور کے بال بھی اس طہارت میں داخل ہیں اس لیے کہ خنزیر نجس العین ہے اس کی ہر چیز شارع علیہ السلام نے حرام و نجس قرار دی ہے حتیٰ کہ ہر جانور حلال حرام میتہ کی کھال رنگ لینے کے بعد پاک ہو جاتی ہے مگر سور کی کھال بدستور نجس رہتی ہے حَيْثُ قَالَ۔ كُلُّ اِهَابٍ اِذَا دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ اِلَّا جِلْدُ الْاٰدَمِيِّ وَالْخِنْزِيْرِ۔ اور آدمی کی جلد کا اس بنا پر استعمال ناجائز قرار دیا گیا کہ ایسا کرنا اس کے احترام کے خلاف ہے۔

" وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ اور اللہ نے کیے تمہارے لیے اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے اور کیے تمہارے لیے پہاڑوں سے پناہ لینے کے مقام اور تمہارے لیے بنائے کچھ پہناوے کہ تمہیں گرمی سے بچائیں اور کچھ پہناوے کہ لڑائی میں تمہاری حفاظت کریں كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ۔ ایسے ہی پوری کرتا ہے اپنی نعمت تم پر تاکہ تم تسلیم کرو"۔

ظلال سے مراد وہ سائے ہیں جو مکانوں۔ دیواروں۔ درختوں اور ابر وغیرہ سے قدرتی ظاہر ہوتے ہیں اور چھتوں کے سائے وہ جس کے نیچے انسان آرام لیتا ہے۔

اور پہاڑوں میں اکنان غار وغیرہ گنجائشیں ہیں جن کے اندر امیر و غریب بوقت ضرورت آرام کرتے ہیں۔

اور سرابیل سربال کی جمع ہے یہ کرتہ ہے گرمی سے بچانے کے لیے ململ۔ ڈوریہ جیسے درحقیقت

اللہ تعالےٰ نے ہی بنایا اس لیے کہ اس نے آدمی میں قدرت پیدا فرمائی پھر ہمارے دماغوں میں اس سے انتفاع کے طریقے ڈالے ہم نے اس کا سوت باریک موٹا کاتا اس سے باریک موٹا دبیز سب کچھ قسم کا کپڑا ہم نے حاصل کر لیا۔

اور دوسرا کرتہ جیسے زرہ کہتے ہیں جوشن بکتر خود یہ جنگ میں ہمارے اوپر تیر و تلوار کے گھاؤ سے محفوظ رکھتے ہیں یہ سب تمہارے لیے تمہاری حوائج کا سامان ہے جس کی اصل اللہ تعالےٰ نے ہی پیدا فرمائی تو ان کو دیکھ کر اس کی نعمتوں کا اعتراف کر کے اسلام لاؤ یعنی گردن اطاعت جھکاؤ اور اس کو تسلیم کرو۔

" فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ تو اگر وہ انحراف کریں تو اے محبوب آپ پر تو صاف پہنچا دینا ہے یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ جانتے ہیں اللہ کی نعمتیں پھر اس سے منکر ہوتے ہیں اور ان میں سے اکثر کافر ہیں۔"

یعنی اے محبوب اس بیان کے بعد بھی اگر وہ آپ کی تصدیق اور اطاعت سے انحراف کریں اور اپنے کفر پر اڑے رہیں تو آپ کے ذمہ روشن ظاہر واضح لائح احکام پہنچا دینا ہے تو جب آپ نے پیغام پہنچا دیا تو آپ کا فرض پورا ہو گیا اور انحراف کرنے والوں پر ان کے انحراف کا وبال رہے گا اور وہ خود ان تمام نعمتوں کو جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہیں پھر بھی اگر شکر بجا نہ لائیں تو وہ جانیں اس کا وبال ان پر ہے۔

سدی کہتے ہیں کہ یہاں نعمت سے مراد ذات اقدس مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے یعنی یہ فرمایا کہ اے محبوب آپ کو وہ جانتے ہیں کہ آپ پیغمبر ہیں مگر حسد و عناد اور ضد و کد سے منحرف ہیں اور اسلام قبول کرنے کی بجائے کافر ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ بارہواں ۱۲ رکوع سورۂ نحل ۔ پ ۱۴

وَیَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ۝	اور جس دن ہم اٹھائیں گے ہر امت میں سے ایک گواہ پھر نہ اجازت ہوا نہیں جو کافر ہوئے اور نہ وہ منائے جائیں۔
وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا	اور جب دیکھیں وہ جو ظلم کرنے والے ہیں عذاب

يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○
وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا
رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا
نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ
الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○
وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ نِ السَّلَمَ وَضَلَّ
عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○
اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ
وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى
هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ
شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○

تو نہ ہلکا کیا جائے اور نہ مہلت دیے جائیں۔
اور جب دیکھیں وہ جو مشرک ہیں اپنے شریکوں کو بولیں اے ہمارے رب یہ ہیں ہمارے شریک کہ تھے ہم پوجتے تیرے سوا تو ڈالیں ان کی طرف اپنی بات کہ بیشک تم جھوٹے ہو۔
اور بولیں اللہ کی طرف جھکتے ہوئے اس دن دور جاتی رہیں گی ان سے جو افتراء کرتے تھے۔
وہ جو کافر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے ہم نے بڑھایا عذاب پر عذاب بدلہ ان کے فساد کا۔
اور جس دن اٹھائیں ہم ہر گروہ میں ایک گواہ ان پر انہی میں سے اور (اے محبوب) تمہیں لائیں ہم گواہ بنا کر ان پر اور نازل کیا ہم نے تم پر کتاب کو کہ بیان ہے ہر شے کا اور ہدایت و رحمت اور بشارت مسلمانوں کے لیئے

حلِ لُغات بارہواں رکوع سورہ نحل۔ پ ۱۴

وَيَوْمَ۔ اور جس دن	نَبْعَثُ۔ اٹھائیں گے ہم	مِنْ كُلِّ۔ ہر ایک	اُمَّةٍ۔ امت سے
شَهِيْدًا۔ گواہ	ثُمَّ۔ پھر	لَا يُؤْذَنُ۔ نہ اجازت دی جائے	لِلَّذِيْنَ۔ انکو جو
كَفَرُوْا۔ کافر ہیں	وَلَا هُمْ۔ اور نہ وہ	يُسْتَعْتَبُوْنَ۔ منائے جائیں	
وَاِذَا۔ اور جب	رَاَى۔ دیکھیں	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	ظَلَمُوْا۔ کافر ہیں
الْعَذَابَ۔ عذاب	فَلَا۔ تو نہ	يُخَفَّفُ۔ ہلکا کیا جائے	عَنْهُمْ۔ ان سے
وَلَا۔ اور نہ	هُمْ۔ وہ	يُنْظَرُوْنَ۔ مہلت دیے جائیں	وَاِذَا۔ اور جب
رَاَى۔ دیکھیں	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	اَشْرَكُوْا۔ مشرک ہیں	شُرَكَآءَهُمْ۔ اپنے شریکوں کو
قَالُوْا۔ تو کہیں	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	هٰٓؤُلَآءِ۔ یہ ہیں	شُرَكَآؤُنَا۔ ہمارے شریک

الَّذِیْنَ۔ وہ جو	کُنَّا۔ ہم	تَدْعُوْا۔ پکارا کرتے تھے	مِنْ دُوْنِكَ۔ تیرے سوا
فَاَلْقَوْا۔ تو وہ ڈالیں	اِلَیْہِمُ۔ انکی طرف	الْقَوْلَ۔ بات	اِنَّكُمْ۔ کہ تحقیق تم
لَکٰذِبُوْنَ۔ جھوٹ بولتے ہو		وَاَلْقَوْا۔ اور ڈالیں وہ	اِلَی۔ طرف
اللّٰہِ۔ اللہ کی	یَوْمَئِذِ۔ اس دن	السَّلَمَ۔ صلح کی بات	وَضَلَّ۔ اور بھول جائے
عَنْہُمْ۔ ان سے	مَّا۔ جو	کَانُوْا۔ تھے وہ	یَفْتَرُوْنَ۔ افتراء کرتے
اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے	وَصَدُّوْا۔ اور روکا	عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ خدا کی
راہ سے	زِدْنٰہُمْ۔ زیادہ دیں گے ہم ان کو		عَذَابًا۔ عذاب
فَوْقَ۔ اوپر	الْعَذَابِ۔ عذاب کے	بِمَا۔ بدلہ اس کا کہ	کَانُوْا۔ تھے وہ
یُفْسِدُوْنَ۔ فساد کرتے	وَیَوْمَ۔ اور جس دن	نَبْعَثُ۔ اٹھائیں ہم	فِیْ کُلِّ۔ ہر ایک
اُمَّۃٍ۔ امت میں	شَہِیْدًا۔ گواہ	عَلَیْہِمْ۔ ان پر	مِّنْ اَنْفُسِہِمْ۔ انکی جانوں سے
وَجِئْنَا۔ اور لائیں ہم	بِكَ۔ تجھ کو	شَہِیْدًا۔ گواہ	عَلٰی۔ اوپر
ہٰؤُلَآءِ۔ ان کے	وَنَزَّلْنَا۔ اور اتاری ہمنے	عَلَیْكَ۔ تجھ پر	الْکِتٰبَ۔ کتاب
تِبْیَانًا۔ بیان کرنے والی	لِّکُلِّ۔ ہر ایک	شَیْءٍ۔ چیز کو	وَّہُدًی۔ اور ہدایت
وَّرَحْمَۃً۔ اور رحمت	وَّبُشْرٰی۔ اور خوشخبری	لِلْمُسْلِمِیْنَ۔ مسلمانوں کے لیے۔	

مختصر تفسیر اردو بارہواں رکوع سورۂ نحل پ ۱۴

"وَیَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّۃٍ شَہِیْدًا ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَلَا ہُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ۔"
اور جس دن ہم اٹھائیں گے ہر امت میں سے ایک گواہ پھر کافروں کو نہ اجازت ہو اور نہ وہ منائے جائیں۔
یعنی قیامت کے دن ہر امت میں ایک گواہ یعنی ان کا نبی اٹھایا جائے جو انکی تصدیق و تکذیب اور ایمان و کفر کی شہادت دے گا اور وہ نہ منائے جائیں۔
یعنی ان سے اس وقت یہ نہ کہا جائے گا کہ تم اب بھی توبہ کر کے اپنا عذاب جو غضب الٰہی سے تم پر مسلط ہے کم کرا لو اس لیے کہ یہ واقعہ جب ہو گا جب آخرت میں دار الجزاء کے اندر وہ ہوں گے یہاں سے نہ رجوع الی الدنیا ممکن ہے نہ یہاں کوئی عمل ہے اس لیے کہ دار العمل تو دنیا تھی۔
اور اس کے معنی صاف ہیں کہ فَالْمُرَادُ بِالْاِسْتِعْتَابِ نَفْیُ الْاِسْتِعْتَابِ یہاں وہ انکار جو منع ہیں

ان کی طرف سے تھا وہ دائم و مستمر ہو گیا نہ کہ اس استمرار کے کسی پہلو سے نفی بھی ممکن ہو یعنی توبہ وغیرہ سے وہ دفع ہو سکے یہ نہ ہو گا۔

"وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ اور جب دیکھیں ظلم کرنے والے عذاب کو تو نہ کم اور ہلکا ہو وہ عذاب نہ انہیں مہلت ملے"۔

یعنی جب کفار عذاب دیکھیں تو وہ عذاب ان کی معذرت والحاح سے کم اور ہلکا نہ ہو وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ اَیْ یُمْهَلُوْنَ اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں۔ اگرچہ وہ عرض کریں کہ ہمیں دنیا میں بھیجا جائے تاکہ عمل و اتباع رسل کریں ان کی یہ عرض بھی مسموع نہ ہو جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ آج وہ دن ہے کہ نہ کلام کریں اور نہ انہیں اجازت ہو کہ اپنا عذر پیش کر سکیں۔

"وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جو شرک کرنے والے ہیں اپنے شریکوں کو کہیں گے اے ہمارے رب یہ ہیں ہمارے شریک جنہیں ہم پوجتے تھے تیرے سوا تو ڈالیں وہ ان پر اپنی بات کہ بے شک تم جھوٹے ہو اور پیش کریں اللہ کے حضور اس دن جھکتے ہوئے عاجزی اور بیکار جائیں وہ سب جو افترا کرتے تھے۔

یعنی جب مشرکین کے سامنے بت وغیرہ آئیں جنہیں وہ پوجتے تھے اَلَّذِیْنَ کَانُوْا یَزْعُمُوْنَهُمْ شُرَكَآءَ لِلّٰهِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰی وَیَعْبُدُوْنَهُمْ مَعَهٗ عَزَّ وَجَلَّ۔ جن کے متعلق ان کا گمان تھا کہ وہ اللہ کے شریک ہیں اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ ان کی پوجا کرتے تھے۔

اور اس سے مراد تمام وہ ہیں جن کی پوجا کی جاتی ہے صنم۔ وثن۔ شیطان۔ آدمی۔ فرشتہ سب یعنی بطریق شرک جسکو بھی وہ معبود ٹھہراتے تھے اور ان کے لیے اپنے مال میں سے حصہ نکالتے تھے جانوروں میں سے کھیتیوں میں سے تو انہیں دیکھ کر بولیں۔

رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِیْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ اے ہمارے رب یہ ہیں وہ جنہیں ہم پوجتے تھے جن کا ہم اتباع کرتے تھے فَاَلْقَوْا یعنی مشرک عاجزی سے کہیں الٰہی یہ ہیں ہمارے مفروضہ معبود تو اب ہم عاجزانہ طور پر جھکتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔ اور ان سے کہیں اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ بے شک تم جھوٹے معبود ہو وَضَلَّ عَنْهُمْ ضَاعَ وَبَطَلَ ان کی سب افترا پردازیاں ضائع اور باطل ہو جائیں۔

"اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وہ جو کفر کر چکے اور اللہ کی راہ سے روکتے رہے ہم نے انہیں عذاب پر عذاب بڑھایا بدلہ ان کے فساد کا"۔

یعنی ان پر دوہرا عذاب اس لیے ہے کہ ایک تو خود کفر کیا اور دوسروں کو خدا کی راہ سے روکا اور گمراہ کیا۔

ابن مردویہ اور خطیب براء بن عازب سے راوی ہیں اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ ذَالِكَ فَقَالَ عَقَارِبُ كَاَمْثَالِ النَّخْلِ الطِّوَالِ یَنْہَشُوْنَہُمْ فِیْ جَہَنَّمَ وَرَوٰی نَحْوَہُ الْحَاكِمُ وَصَحَّحَہٗ وَالْبَیْہَقِیُّ وَغَیْرُہٗ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ حضور عذاب پر دوسرا عذاب کیا ہوگا۔ فرمایا کھجور کے طویل درخت کی مثل بچھو مسلط ہوں جو جہنم میں ان کے ڈنک لگاتے رہیں۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ السُّدِّیِّ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ اَہْلَ النَّارِ اِذَا جَزِعُوْا مِنْ حَرِّہَا اسْتَغَاثُوْا بِضَحْضَاحٍ فِی النَّارِ فَاِذَا اَتَوْہُ تَلَقَّاہُمْ عَقَارِبُ كَاَنَّہُنَّ الْبِغَالُ الدُّہْمُ وَاَفَاعِیُّ كَاَنَّہُنَّ الْبَخَاتِیُّ فَتَلْدَغُہُمْ فَذَالِكَ الزِّیَادَۃُ۔

جہنمی جب آگ سے گھبرا کر تھوڑا سا پانی طلب کریں گے آگ میں تو ان کے پاس بچھو آئیں گے مثل شوخ خچروں کے اور زہریلے سانپ گویا کہ وہ بختی اونٹ ہیں اور انہیں ڈنک ماریں گے یہ ہے وہ زیادت۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اِنَّہَا اَنْہَارٌ مِّنْ صُفْرٍ مُذَابٍ یَسِیْلُ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ یُعَذَّبُوْنَ بِہَا۔ وہ گندھک کی نہر پگھلائی ہوئی عرش کے نیچے سے بہتی ہوئی ہو جس سے انہیں عذاب پر عذاب دیا جائے۔

وَعَنِ الزَّجَّاجِ یَخْرُجُوْنَ مِنْ حَرِّ النَّارِ اِلَی الزَّمْہَرِیْرِ فَیُبَادِرُوْنَ مِنْ شِدَّۃِ بَرْدِہٖ اِلَی النَّارِ

جہنمی شدت گرما سے آگ سے نکل کر زمہریر کی طرف آئیں اور یہاں کی برودت سے پریشان ہو کر پھر آگ کی طرف لپکیں۔

بِمَا كَانُوْا یُفْسِدُوْنَ اَیْ زِدْنَاہُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ الَّذِیْ یَسْتَحِقُّوْنَہٗ بِكُفْرِہِمْ بِسَبَبِ اسْتِمْرَارِہِمْ عَلَی الْاِفْسَادِ وَہُوَ الصَّدُّ عَنِ السَّبِیْلِ۔ یعنی عذاب پر عذاب وہ ہے جس کے وہ مستحق ہیں اپنے کفر کی وجہ اور ہمیشہ عذاب میں رہنا اس لیے ہے کہ وہ دوسروں کو بھی راہ حق سے روکتے تھے۔

"وَیَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّۃٍ شَہِیْدًا عَلَیْہِمْ مِّنْ اَنْفُسِہِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَہِیْدًا عَلٰی ہٰؤُلَاۗءِ۔ اور جس دن ہم ہر گروہ میں سے ایک گواہ اٹھائیں انہیں میں سے اور اے محبوب (لائیں تم کو شاہد بنا کر ان سب پر وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ اور ہم نے تم پر یہ کتاب (یعنی قرآن) اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور

ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو"۔

ہر امت میں جو انہیں میں سے گواہ اٹھائے جائیں گے یہ اس امت کے نبی علیہ السلام ہوں گے۔ اور ان امتوں اور شہادت کے لیے حضور سید الانبیاء علیہ السلام لائے جائیں گے جیسا کہ دوسری آیۂ کریمہ میں بھی اس کا ذکر ہو چکا۔ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا۔

آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ وَهُوَ كَمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَبِيُّهُمُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْهِمْ فِي الدُّنْيَا۔ یعنی ان کا وہ نبی جو دنیا میں ان کے اندر مبعوث ہو چکا تھا۔

اور مِنْ اَنْفُسِهِمْ پر فرماتے ہیں اِنَّهٗ مِنْهُمْ وَذٰلِكَ لِيَكُوْنَ اَقْطَعَ لِلْمَعْذِرَةِ یعنی وہ گواہ انہی میں سے ہوں تاکہ انکے عذر اور بہانہ کو قطع کرنے والے ہوں۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جو ابن عطیہ سے منقول ہے يَجُوْزُ اَنْ يَبْعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى شُهَدَاءَ مِنَ الصَّالِحِيْنَ مَعَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ گواہ صالحین میں سے اٹھائے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اَلْمُرَادُ بِالشَّهِيْدِ اَجْزَاءٌ مِنَ الْاِنْسَانِ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ تَعَالٰى يُنْطِقُ عَشَرَةَ اَجْزَاءٍ مِنْهُ وَهِيَ الْاُذُنَانِ وَالْعَيْنَانِ وَالرِّجْلَانِ وَالْيَدَانِ وَالْجِلْدُ وَاللِّسَانُ فَتَشْهَدُ عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ قَالَ فِيْ صِفَةِ الشَّهِيْدِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ اللہ تعالےٰ دس اجزاء سے شہادت دلائے شہید سے مراد انسانی اعضاء ہیں۔ دو کان۔ دو آنکھ۔ دو پیر۔ دو ہاتھ اور جلد اور زبان۔

اس پر کہا گیا ہے وَيَاْبٰى ذٰلِكَ اِذْ لَوْ يَصِحُّ وَصْفُ اٰحَادِ الْاَعْضَاءِ بِاَنَّهَا مِنَ الْاُمَّةِ اس روایت سے انکار کیا گیا ہے اس لیے کہ اعضاء کی صفت امت پر صحیح نہیں ہوتی۔

وَعِنْدَ اَكْثَرِ الْمُفَسِّرِيْنَ وَلَمْ يَسْتَبْعِدْ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُرَادُ بِهِمْ مَا يَشْمَلُ الْحَاضِرِيْنَ وَغَيْرَهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَاِنَّ اَعْمَالَ اُمَّتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ تُعْرَضُ عَلَيْهِ بَعْدَ مَوْتِهٖ۔ تُعْرَضُ عَلَيَّ اَعْمَالُكُمْ فَمَا رَاَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَمَا رَاَيْتُ مِنْ شَرٍّ اِسْتَغْفَرْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى لَكُمْ۔

اکثر مفسرین نے فرمایا یہ ہرگز مستبعد نہیں کہ اس سے مراد حاضرین میدان قیامت میں نبی بھی شامل ہوں اس لیے کہ اعمال امت حضور پر پیش ہوتے رہیں گے۔ قیامت تک بعد وفات بھی۔

چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حَيَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَيُحَدَّثُ لَكُمْ وَمَمَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ اَعْمَالُكُمْ فَمَا رَاَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَمَا رَاَيْتُ مِنْ

شَرٍّ اِسْتَغْفَرْتُ اللّٰہَ لَکُمْ۔

میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم جو چاہو کہہ لیتے ہو اور اس کا تمہیں جواب مل جاتا ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوتے رہیں گے تو جو نیک عمل میں دیکھوں گا اللہ کا شکر کروں گا اس پر اور جو برا عمل دیکھوں گا تو اللہ کے حضور بخشش طلب کروں گا تمہارے لیے۔ انتہی۔

آخر میں صاف لکھتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ شہداء صرف اور صرف انبیاء کرام ہی ہیں۔ اَلْمُرَادُ بِہِمْ شُہَدَاءُ الْاُمَمِ وَھُمُ الْاَنْبِیَاءُ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ بِعِلْمِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِعَقَائِدِہِمْ وَاسْتِجْمَاعِ شَرْعِہٖ لِقَوَاعِدِ ھٰؤُلَاءِ الْاُمَّۃِ لِاَنَّ کَوْنَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شَہِیْدًا عَلٰی اُمَّتِہٖ عُلِمَ مِمَّا تَقَدَّمَ فَالْاٰیَۃُ مَسُوْقَۃٌ لِشَہَادَتِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ۔

شہید سے مراد شہداء امم ہی ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام ہیں اس لیے کہ انہیں ان کے عقائد کا علم ہوتا ہے اور استجماع شرعیہ کا اس لیے کہ وہ امت کے لیے سب احکام دیتے رہے نہ کہ امتی امتی پر گواہ ہو اس لیے کہ حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی امت کے گواہ ہیں کہ وہ ان کے ما تقدم پر واقف ہیں اور سیاق آیت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت انبیاء پر ظاہر کرتا ہے۔

اور اس کی تائید وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُہَدَاءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا بھی کر رہی ہے۔

اَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ

آیہ کریمہ وَجِئْنَا بِکَ شَہِیْدًا عَلٰی ھٰؤُلَاءِ کے بعد ہی وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ فرمانا برائے دفع دخل مقدر معلوم ہوتا ہے۔ یعنی ممکن ہے معترض یہ کہہ دے کہ ظہور حضور پُر نور سے پہلے انبیاء اور امم ماضیہ پر حضور کی شہادت بلا رویت ہی ہو سکتی ہے اور جو شہادت بلا رویت وحصول علم اذعانی ہو اس کا فائدہ کچھ نہیں ہوتا تو حضور کی شہادت انبیاء اور امم ماضیہ پر جو ہوگی وہ مفید نہیں ہو سکتی۔

تو اس اعتراض کے دفع کے لیے ساتھ ہی فرما دیا کہ ہم نے اے ہمارے محبوب کتاب یعنی قرآن کریم نازل فرما کر عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ اور عَلَّمَہُ الْبَیَانَ فرما دیا کہ سید اکرم کو علم قرآن دیا پھر اس کے حقائق ودقائق کا بیان بھی سکھا دیا اور وہ کوئی تاریخ یا سیر کی کتاب نہیں جس پر کسی کو شبہ کرنے کی گنجائش ہو

بنابریں اس قرآن کے علم سے جو شہادت حضور کی ہوگی وہ قطعی یقینی اذعانی ہوگی اسے سماعی نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ عینی سے بھی بلند پایہ ہوگی۔

اس قرآن کریم میں تبیانا لکل شئی ہے ہر شے کا روشن بیان ہے۔ ماضیہ و مستقبلہ تمام حالات و کوائف قصص و واقعات سب اللہ تعالے نے فرمائے جن میں انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ مَنْ شَكَّ فَقَدْ كَفَرَ۔

تو یہاں مضمون ، اسبق کی تائید میں وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ فرمایا صحیح اور ضروری ہے پھر مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ بھی فرمادیا گیا

ترمذی کی حدیث ہے کہ حضور سرورعالم مالک رقاب امم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیش آنے والے فتنوں کی خبردی صحابہ نے ان سے خلاص کا طریقہ پوچھا حضور نے اس کے جواب میں فرمایا کتاب اللہ میں تم سے پہلے واقعات کی بھی خبر ہے اور تم سے بعد کے حالات کی بھی اور تمہارے موجودہ حالات کی بھی خبر ہے۔

حضرت ابن مسعود سے مروی ہے فرمایا جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کرلے اس میں اولین و آخرین کی خبریں ہیں۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا امت کے تمام علوم حدیث کی شرح ہیں اور حدیث پاک قرآن کی شرح ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حکم بھی دیا وہ وحی تھا جو آپ کو قرآن پاک سے مفہوم ہوا۔

حضرت ابوبکر بن مجاہد سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب اللہ میں مذکور نہ ہو۔ کسی نے سوال کیا سراؤں کا ذکر کہاں ہے؟ فرمایا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ میں بُيُوتٍ غیر مسکونہ سے مراد سرائے نہیں تو کیا ہے؟

ابوالفضل مرسی نے فرمایا اولین و آخرین کے تمام علوم قرآن پاک میں ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ قرآن سے وہی علوم نکال سکتا ہے جس پر انکشاف ہوجائے اور جس کی جتنی علمیت و ذہنیت ہے اتنا ہی وہ کلام پاک سے استفادہ کرسکتا ہے۔

علامہ آلوسی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ روح المعانی میں لکھتے ہیں۔

اِنَّهٗ قَالَ مَرَّةً بِمَكَّةَ۔ سَلُوْنِيْ عَمَّا شِئْتُمْ اُخْبِرُكُمْ عَنْهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ فَقِيْلَ مَا تَقُوْلُ فِي الْمُحْرِمِ يَقْتُلُ الزُّنْبُوْرَ۔ آپ نے ایک بار مکہ معظمہ میں اعلان فرمایا کہ مجھ سے جو چاہو دریافت

کروں میں تمہیں قرآن کریم سے جواب دونگا تو آپ سے عرض کیا گیا حضرت محرم کے لیے تتیا یعنی ڈیمو مارنے کا کیا حکم ہے؟

فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ اللہ تعالے فرماتا ہے جو حکم ہمارا رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِي اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ۔ حضرت حذیفہ حضور سے راوی ہیں کہ میرے بعد پیروی کرنا ابوبکر و عمر کی۔ گویا پیشگوئی فرمادی کہ میرے بعد ابوبکر اور ان کے بعد عمر میرے خلیفہ ہوں گے اور ان سے یہ حدیث ہے۔

حَدَّثَنَا مِسْعَرُ بْنُ كُدَامٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ اَمَرَ بِقَتْلِ الْمُحْرِمِ الزُّنْبُوْرَ۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا محرم کو کہ زنبور یعنی تتیا جسے بزبان پنجابی ڈیمو کہتے ہیں مار دے۔

تو حضور کا فرمان فرمانِ قرآن اور حضور کے خلفاء کا فرمان فرمان واجب الاذعان فرمان مصطفے بنا بریں تو فرمان خلفاء باتباع فرمان الٰہی ہوا۔

بخاری شریف میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ہے

لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ۔ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ۔

اللہ نے لعنت فرمائی جسم سوئی سے گدانے والی اور گودنے والی پر۔
اور بالوں میں بال بٹ کر بال لمبے کرانے والی اور بٹنے والی پر۔
اور دانتوں میں چھید کرا کر سونے کی کیل لگانے والی پر۔
اور اللہ تعالے نے جو قدرتی حسن دیا اسے متغیر کرنے والی پر۔

خواہ وہ پلاسٹک سے ہو یا پاؤڈر سے خواہ وہ لالی لگانے سے ہو خواہ بال کاٹنے سے وغیرہ وغیرہ من الخرافات۔

فَقَالَتْ لَهُ امْرَاَةٌ فِيْ ذٰلِكَ تو ایک عورت اس حال میں تھیں انہوں نے اس پر اعتراض کیا فَقَالَ مَالِيْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَهُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى

آپ نے فرمایا جس پر حضور لعنت فرمائیں ہم کیوں اس پر لعنت نہ کریں۔
تو وہ خاتون کہنے لگیں لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُّ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ۔ حضرت! میں نے یہ قرآن کریم جو ہمارے سامنے ہے پڑھا ہے مگر ہم نے تو اس میں وہ نہ پایا جو آپ فرمارہے ہیں قَالَ لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِّيْهِ أَمَا قَرَأْتِ مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو قرآن پڑھتی تو یقیناً پالیتی کیا تو نے مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ نہیں پڑھا۔
قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَإِنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَدْ نَهٰى عَنْهُ۔ خاتون نے عرض کیا بیشک پڑھا ہے فرمایا یہی حکم ہے کہ حضور نے ایسی بناوٹوں سے منع فرمایا ہے اور کلام حق ہے فرمان محمد۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔
اور شیخ اکبر قدس سرہ نے تو قرآن کریم سے حوادث کونیہ اتنے نکالے ہیں جن کا احصاء ممکن نہیں۔ وَقَدْ رَأَيْتُ جَدْوَلًا حَرْفِيًّا مَنْسُوْبًا إِلَى الشَّيْخِ كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهٗ يُعْرَفُ مِنْهُ حَوَادِثُ أَهْلِ الْمَحْشَرِ۔ ایک جدول حرفی شیخ اکبر قدس سرہ کا دیکھا جس سے حوادث اہل محشر معلوم ہو جاتے ہیں۔
اور ایک جدول دوسرا ہے جس سے حوادث اہل جنت واضح ہوتے ہیں۔
اور تیسرا ایک جدول ہے جس سے حوادث اہل نار روشن ہیں۔ وَكُلُّ ذٰلِكَ عَلٰى مَا يَزْعُمُوْنَ مُسْتَخْرَجٌ مِّنَ الْكِتَابِ الْكَرِيْمِ اور یہ سب کچھ انہوں نے قرآن کریم سے نکالنے کا دعوی فرمایا ہے۔
وَمِثْلُ ذٰلِكَ الْجَفْرُ الْجَامِعُ الْمَنْسُوْبُ إِلٰى أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ فَإِنَّهُمْ قَالُوْا إِنَّهٗ جَامِعٌ لِّمَا شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْحَوَادِثِ الْكَوْنِيَّةِ وَهُوَ أَيْضًا مُسْتَخْرَجٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ۔
اور ایسا ہی جفر جامع ہے جو حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہے اس میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ جامع حوادث کونیہ ہے اور یہ مستخرج من القرآن العظیم ہے۔ روح المعانی
وَقَدْ نَقَلَ جَلَالُ الدِّيْنِ السُّيُوْطِيُّ عَنِ الْمُرْسِيِّ أَنَّهٗ قَالَ جَمَعَ الْقُرْاٰنُ عُلُوْمَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ بِحَيْثُ لَمْ يُحِطْ بِهَا عِلْمًا حَقِيْقَةً إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَنْ فَضَّلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلَيْهِ ثُمَّ وَرِثَهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ سَادَاتُ الصَّحَابَةِ وَأَعْلَامُهُمْ مِثْلُ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ وَمِثْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ حَتّٰى قَالَ الْأَوَّلُ لَوْ ضَاعَ لِيْ عِقَالُ بَعِيْرٍ لَوَجَدْتُّهٗ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ۔

سیوطی علامہ مرسی سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا قرآن کریم جامع ہے علوم اولین و آخرین کا حتیٰ کہ اس کا احاطہ از روئے علم حقیقتا کوئی نہ کر سکا سوائے اللہ تعالےٰ کے پھر حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یا جن پر اللہ تعالےٰ کا فضل ہو۔

پھر اس علم کے وارث ہوئے سادات صحابہ اور ان میں سے جو ان پر حاکم ہیں مثل خلفاء اربعہ اور مثل ابن عباس اور ابن مسعود حتیٰ کہ اول درجے والے تو فرما گئے کہ اگر میرے اونٹ کا عقال بھی گم ہو جائے تو میں کتاب اللہ سے پالیتا ہوں۔

ثُمَّ وَرِثَهُمُ التَّابِعُوْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ ثُمَّ تَقَاصَرَتِ الْهِمَمُ وَفَتَرَتِ الْعَزَائِمُ وَتَضَاءَلَ اَهْلُ الْعِلْمِ وَضَعُفُوْا عَنْ حَمْلِ مَا حَمَلَهُ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ مِنْ عُلُوْمِهٖ وَسَائِرِ فُنُوْنِهٖ فَنَوَّعُوْا فُنُوْنَهٗ وَعُلُوْمَهٗ وَقَامَتْ كُلُّ طَائِفَةٍ بِفَنٍّ مِنْ فُنُوْنِهٖ۔

پھر ان کے علوم پر تابعین وارث ہوئے پھر ہمتیں قاصر ہو گئیں اور عزائم کمزور ہو گئے اور اہل علم پراگندہ خیال ہو گئے اور ضعیف الہمت ہو گئے اس بار کے اٹھانے میں جو صحابہ اور تابعین نے اٹھایا تھا ان کے علوم اور فنون سے تو انواع و اقسام کے علوم ایجاد کیے اور علیحدہ علیحدہ ایک جماعت ایک فن پر جم گئی اور وہ اس کے ماتحت چلنے لگ گئی۔

وَقِيْلَ لَا يَخْلُو الزَّمَانُ مِنْ عَارِفٍ بِجَمِيْعِ ذٰلِكَ وَهُوَ الْوَارِثُ الْمُحَمَّدِيُّ وَيُسَمّٰى الْغَوْثَ وَ قُطْبَ الْاَقْطَابِ وَالْمَظْهَرَ الْاَتَمَّ وَمَظْهَرَ الْاِسْمِ الْاَعْظَمِ اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ۔

اور یہ بھی ایک قول ہے کہ زمانہ کبھی عارف سے خالی نہیں ہوتا وہ تمام علوم پر حاوی ہوتا ہے اور وہ وارث محمدی ہوتا ہے اس کا نام غوث اور قطب الاقطاب اور مظہر اتم اور مظہر اسم اعظم ہوتا ہے۔

" وَهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔"

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِلْجَمِيْعِ بِقَرِيْنَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ وَحِرْمَانُ الْكَفَرَةِ مِنْ جِهَةِ تَفْرِيْطِهِمْ۔ ہدایت حضور کی ذات یا قرآن کریم سب کے لیے ہے بقرینہ آیہ کریمہ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ اور باوجود اس کے کافروں کی محرومی ان کی تفریط عقیدہ کفریہ شرکیہ کی بنا پر ہے۔

"وَبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ"۔ خَاصَّةً اور بشارت خصوصیت سے مومنین و مسلمین کے لیے ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ بشارت ان سب کے لیے ہے جو ہدایت و رحمت سے منتفع ہوں اس لیے کہ ہدایت دلالت موصولہ ہے اور رحمت رحمت تامہ۔

بامحاورہ ترجمہ تیرہواں رکوع سورۂ نحل پ۱۴

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝

بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور احسان اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے ہدایت فرماتا ہے تمہیں تاکہ تم یاد رکھو۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝

اور پورا کرو عہد اللہ کا جبکہ تم عہد کرلو اور نہ توڑو اپنا عہد قسم والا بعد موکد کر لینے کے اور کر چکے ہو تم اللہ کو لینے اوپر ضامن بے شک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللّٰهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

اور نہ ہو اس عورت کی طرح جس نے توڑ دیا اپنا سوت بعد مضبوط ہونے کے ریزہ ریزہ پکڑتے ہو اپنی قسمیں مداخلت باہمی کی وجہ سے کہ نہ ہو ایک گروہ دوسرے سے زیادہ اللہ تو اس سے تمہیں آزماتا ہے اور تم پہ ظاہر کردے گا قیامت کے دن جس بات پر تم اختلاف کرتے تھے۔

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

اور اگر چاہتا اللہ ضرور کرتا تمہیں ایک گروہ لیکن گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے اور ضرور تم پوچھے جاؤ گے اس سے جو تھے تم کرتے

وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا السُّوءَ بِمَا صَدَدْتُمْ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ۖ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

اور نہ پکڑو اپنی قسموں کو بہانہ اپنے آپس میں تو لغزش کرے قدم جم جانے کے بعد اور چکھو تم برائی بدلہ اس کا کہ روکتے تھے تم اللہ کی راہ سے اور تمہیں دردناک عذاب ہے۔

وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ إِنَّمَا

اور نہ لو اللہ کے عہد کے بدلے قیمت ذلیل بے شک

عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

وہ جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم جانو۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہے گا اور ضرور جزا دیں گے ہم انہیں جو صبر کریں ان کا بدلہ سب سے اچھا ہے جو ہیں وہ عمل کرتے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

جو عمل نیک کرے مرد اور عورت سے حال آنکہ وہ مومن ہو تو ہم ضرور اسے زندگی دیں گے زندگی اچھی اور انہیں جزا دیں گے اچھی بدلے سے جو ان کے عمل کے لائق ہو۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

تو جب پڑھو تم قرآن تو پناہ مانگو اللہ کی شیطان مردود سے

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

بے شک اس کا نہیں کوئی قابو ان پر جو ایمان والے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝

اس کا قابو تو ان پر ہے جو اس سے دوستی کریں اور وہ جو اسے شریک ٹھہراتے ہیں۔

حلِ لغات تیرہواں رکوع سورۂ نحل پ۱۴

اِنَّ۔ بے شک
اللّٰهَ۔ اللہ
يَاْمُرُ۔ حکم دیتا ہے
بِالْعَدْلِ۔ انصاف
وَالْاِحْسَانِ۔ اور نیکی
وَاِيْتَآئِ۔ اور دینے کا
ذِي الْقُرْبٰى۔ قرابت والوں کو
وَيَنْهٰى۔ اور روکتا ہے
عَنِ الْفَحْشَآءِ۔ بے حیائی سے
وَالْمُنْكَرِ۔ اور بری بات
وَالْبَغْيِ۔ اور سرکشی سے
يَعِظُكُمْ۔ نصیحت کرتا ہے تم کو
لَعَلَّكُمْ۔ تا کہ تم
تَذَكَّرُوْنَ۔ یاد رکھو
وَاَوْفُوْا۔ اور پورا کرو
بِعَهْدِ۔ عہد
اللّٰهِ۔ اللہ کا
اِذَا۔ جب
عَاهَدْتُّمْ۔ عہد کرو تم
وَلَا۔ اور نہ
تَنْقُضُوا۔ توڑو
الْاَيْمَانَ۔ قسمیں

بَعْدَ۔ بعد	تَوْکِیْدِھَا۔ مضبوط کرنے اسکے کے		وَقَدْ۔ اور بیشک
جَعَلْتُمُ۔ بنایا تم نے	اللّٰہَ۔ اللہ کو	عَلَیْکُمْ۔ اپنے اوپر	کَفِیْلًا۔ ضامن
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	یَعْلَمُ۔ جانتا ہے	مَا۔ جو
تَفْعَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو	وَلَا۔ اور نہ	تَکُوْنُوْا۔ ہو جاؤ تم	کَالَّتِیْ۔ اس عورت کی طرح
نَقَضَتْ۔ جس نے توڑ دیا	غَزْلَھَا۔ اپنا سوت	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	قُوَّۃٍ۔ مضبوط کرنے کے
اَنْکَاثًا۔ ٹکڑے ٹکڑے	تَتَّخِذُوْنَ۔ بناتے ہو تم	اَیْمَانَکُمْ۔ اپنی قسموں کو	دَخَلًا۔ مداخلت
بَیْنَکُمْ۔ آپس میں	اَنْ۔ یہ کہ	تَکُوْنَ۔ ہو	اُمَّۃٌ۔ ایک جماعت
ھِیَ۔ وہ	اَرْبٰی۔ زیادہ	مِنْ اُمَّۃٍ۔ دوسری سے	اِنَّمَا۔ سوائے اسکے نہیں
یَبْلُوْکُمْ۔ آزماتا ہے تمہیں	اللّٰہُ۔ اللہ	بِہٖ۔ اس سے	وَلَیُبَیِّنَنَّ۔ اور ظاہر کرے گا
لَکُمْ۔ تمہارے لیے	یَوْمَ۔ دن	الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے	مَاکُنْتُمْ۔ جو تھے تم
فِیْہِ۔ اس میں	تَخْتَلِفُوْنَ۔ اختلاف کرتے	وَلَوْ۔ اور اگر	شَآءَ۔ چاہے
اللّٰہُ۔ اللہ	لَجَعَلَکُمْ۔ تو بنا دے تم سب کو		اُمَّۃً۔ جماعت
وَّاحِدَۃً۔ ایک	وَّلٰکِنْ۔ اور لیکن	یُّضِلُّ۔ گمراہ کرتا ہے	مَنْ۔ جس کو
یَّشَآءُ۔ چاہے	وَیَھْدِیْ۔ اور ہدایت دیتا ہے	مَنْ۔ جس کو	یَّشَآءُ۔ چاہے
وَلَتُسْئَلُنَّ۔ اور ضرور پوچھے جاؤ گے تم		عَمَّا۔ اس سے	کُنْتُمْ۔ جو تھے تم
تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے	وَلَا۔ اور نہ	تَتَّخِذُوْا۔ بناؤ تم	اَیْمَانَکُمْ۔ اپنی قسموں کو
دَخَلًا۔ مداخلت کا سبب	بَیْنَکُمْ۔ آپس میں	فَتَزِلَّ۔ کہ پھسل جائیں	قَدَمٌ۔ قدم
بَعْدَ۔ بعد	ثُبُوْتِھَا۔ ثابت قدمی کے	وَتَذُوْقُوا۔ اور چکھو تم	السُّوْٓءَ۔ برائی
بِمَا۔ بدلے اسکے جو	صَدَدْتُّمْ۔ روکا تم نے	عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ خدا کی راہ سے	
وَلَکُمْ۔ اور تمہارے لیے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے	عَظِیْمٌ۔ بڑا	وَلَا۔ اور نہ
تَشْتَرُوْا۔ خریدو	بِعَھْدِ۔ عہد	اللّٰہِ۔ خداوندی سے	ثَمَنًا۔ قیمت
قَلِیْلًا۔ ذلیل	اِنَّمَا۔ بیشک جو	عِنْدَ۔ پاس	اللّٰہِ۔ خدا کے ہے
ھُوَ۔ وہ	خَیْرٌ۔ بہتر ہے	لَّکُمْ۔ تمہارے لیے	اِنْ۔ اگر
کُنْتُمْ۔ ہو تم	تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	مَا۔ جو	عِنْدَکُمْ۔ تمہارے پاس ہے
یَنْفَدُ۔ ختم ہو جائے گا	وَمَا۔ اور جو	عِنْدَ۔ پاس	اللّٰہِ۔ اللہ کے ہے

بَاقٍ۔ باقی رہنے والا ہے | وَلَنَجْزِيَنَّ۔ اور ضرور بدلہ دیں گے ہم | اَلَّذِيْنَ۔ ان کو
صَبَرُوْا۔ جو صابر ہیں | اَجْرَهُمْ انکے اجر کا | بِاَحْسَنِ۔ اچھا | مَا۔ اس سے
كَانُوْا۔ جو تھے وہ | يَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے | مَنْ۔ جو | عَمِلَ۔ عمل کرے
صَالِحًا۔ اچھے | مِّنْ ذَكَرٍ۔ مرد ہو | اَوْ اُنْثٰى۔ یا عورت | وَهُوَ۔ اور وہ
مُؤْمِنٌ۔ مومن ہو | فَلَنُحْيِيَنَّهٗ۔ تو ضرور زندگی دیں گے ہم اسکو | حَيٰوةً۔ زندگی
طَيِّبَةً۔ اچھی | وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ۔ اور بدلہ دیں گے ہم انکو | اَجْرَهُمْ۔ انکے اجر کا
بِاَحْسَنِ۔ اچھا | مَا۔ اس کا | كَانُوْا۔ جو تھے وہ | يَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے
فَاِذَا۔ پھر جب | قَرَاْتَ۔ پڑھے تو | الْقُرْاٰنَ۔ قرآن | فَاسْتَعِذْ۔ تو پناہ لے
بِاللّٰهِ۔ اللہ کی | مِنَ الشَّيْطٰنِ۔ شیطان | الرَّجِيْمِ۔ مردود سے | اِنَّهٗ۔ بیشک وہ
لَيْسَ۔ نہیں ہے | لَهٗ۔ اس کا | سُلْطٰنٌ۔ کوئی غلبہ | عَلَى۔ اوپر
الَّذِيْنَ۔ ان کے جو | اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے | وَعَلٰى۔ اور اوپر | رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کے
يَتَوَكَّلُوْنَ۔ وہ بھروسہ کرتے ہیں | اِنَّمَا۔ سوا اسکے نہیں | سُلْطٰنُهٗ۔ غلبہ اس کا | عَلَى۔ اوپر
الَّذِيْنَ۔ انکے ہے | يَتَوَلَّوْنَهٗ۔ جو اس سے دوستی کریں | وَالَّذِيْنَ۔ اور وہ
هُمْ۔ کہ وہ | بِهٖ۔ اس کو | مُشْرِكُوْنَ۔ شریک ٹھہرائیں

مختصر تفسیر اردو تیرہواں ۱۳ رکوع سورۂ نحل پ ۱۴

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ۔ بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور احسان اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔"

اس آیۂ کریمہ میں چھ باتوں کا حکم ہے۔

عدل۔ احسان ۲۔ ایتاء ۳ ذی القربیٰ۔ نہی عن ۴ الفحشاء۔ نہی عن ۵ المنکر۔ نہی عن ۶ البغی۔ اس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

عدل کی تعریف یہ ہے اَيِ الْمُرَاعَاةُ التَّوَسُّطِ بَيْنَ طَرَفَيِ الْاِفْرَاطِ وَالتَّفْرِيْطِ۔ افراط و تفریط سے بچ کر درجہ متوسط کو ملحوظ رکھنا۔

اَلْعَدْلُ عَلٰی مَارَوَاہُ عَنْہُ الْبَیْہَقِیُّ فِی الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ ۔ اسماء وصفات الٰہیہ میں عدل کہے وَابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَیْرُہُمْ وَضَمَّ اِلَیْہِ بَعْضُہُمُ الْقَوْلَ بِالْکَسْبِ الْمُتَوَسِّطِ بَیْنَ مَحْضِ الْجَبْرِ وَالْقَدْرِ وَمِنَ الْحِکَمِ الْعَمَلَ التَّعَبُّدُ بِاَدَاءِ الْوَاجِبَاتِ الْمُتَوَسِّطِ بَیْنَ الْبَطَالَۃِ وَتَرْکِ الْعَمَلِ لِزَعْمِ اَنَّہٗ لَا فَائِدَۃَ فِیْہِ اِذِ الشَّقِیُّ وَالسَّعِیْدُ مُتَعَیَّنَانِ فِی الْاَزَلِ کَمَا ذَہَبَ اِلَیْہِ بَعْضُ الْمَلَاحِدَۃِ وَالتَّرَہُّبِ بِتَرْکِ الْمُبَاحَاتِ تَشَبُّہًا بِالرُّہْبَانِ وَمِنَ الْحِکَمِ الْخُلُقِیَّۃِ الْجُوْدُ الْمُتَوَسِّطُ بَیْنَ الْبُخْلِ وَالتَّبْذِیْرِ ۔

عدل یہ ہے کہ عمل متوسط ہو اور جبر یہ قدریہ کے مسئلہ میں حد سے نہ بڑھے اور عملی حیثیت سے عبادت ادا و اجبات کے ساتھ ہو اور باطل طریقہ سے اجتناب ہو اس خیال کو دفع کرے کہ عمل کا کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ گمان ہے ملاحدہ کا کہ شقی اور سعید مقرر ہو چکے ہیں ازل میں ۔ یا جائز امور سے اجتناب کرنے لگے ۔ جیسے راہبوں کا طریقہ ہے اور اخلاقی کیفیت میں بخشش کرے تو ایسی کہ مبذر یعنی فضول خرچ بھی نہ ہو اور بخیل بھی نہ ہو ۔

وَعَنْ سُفْیَانَ بْنِ عُیَیْنَۃَ اَنَّ الْعَدْلَ اِسْتِوَاءُ السَّرِیْرَۃِ وَالْعَلَانِیَۃِ فِی الْعَمَلِ ۔ عدل خفیہ و علانیہ کے مابین عمل میں رہنا ہے یعنی ریا کے وہم میں اگر مقام خفی نہ ملے تو عبادت ہی ترک کر دے بلکہ عمل میں اپنے رب کے ساتھ خلوص ہو خواہ سری ہو یا علانیہ ۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ کَعْبِ الْقُرَظِیِّ اِنَّہٗ قَالَ دَعَانِیْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ فَقَالَ لِیْ صِفْ لِیَ الْعَدْلَ فَقُلْتُ بَخٍ سَاَلْتَ عَنْ اَمْرٍ جَسِیْمٍ ۔ کُنْ لِصَغِیْرِ النَّاسِ اَبًا وَلِکَبِیْرِہِمْ اِبْنًا وَلِلْمِثْلِ مِنْہُمْ اَخًا وَلِلنِّسَاءِ کَذٰلِکَ وَعَاقِبِ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ ذُنُوْبِہِمْ وَعَلٰی قَدْرِ اَجْسَادِہِمْ وَلَا تَضْرِبَنَّ لِغَضَبِکَ سَوْطًا وَاحِدًا فَتَکُوْنَ مِنَ الْعَادِیْنَ ۔

محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن عبد العزیز نے بلا کر فرمایا عدل کی تعریف بتلایئے ۔ میں نے کہا خوب سوال کیا تم نے یہ بہت بھاری بات ہے ۔

• چھوٹوں کے لیے آپ بمنزلہ باپ ہوں بڑوں کے سامنے بمنزلہ بیٹے کے ہوں ۔ برابر والوں میں بھائی کے موافق ہوں اور ایسا ہی عورتوں میں درجہ رہے اور کسی کو سزا نہ دیں مگر اس کے گناہ کے برابر اور اس کی جسمانی طاقت پر اور کسی کو غصہ کے اندر کوڑے نہ لگائیں ورنہ پھر آپ اللہ کے نافرمان ہو جائیں گے ۔ یہ ہے عدل ۔ آگے فرماتے ہیں ۔ شاید یہ تعریف سائل کے درجہ اور مقام کے موافق فرمائی تھی ۔ اس لیے کہ عمر بن عبد العزیز والی ملک خلیفۃ المسلمین تھے ۔

. توخلاصہ تعریف عدل کا یہ ہے۔

جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عدل یعنی انصاف یہ ہے کہ آدمی لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دے اور نیکیوں میں فرائض کا خاص خیال رکھے اور شرک سے مجتنب رہے۔

اور احسان کی تعریف یہ ہے کہ اعمال و عبادات میں مسابقت کرے جیسا کہ بخاری شریف میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ۔ عبادت کرتے وقت مومن اس خیال میں محو ہو جائے کہ گویا وہ اللہ کے حضور میں حاضر ہے اور اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ خیال پختہ نہ ہو تو کم از کم یہ تصور ضرور رہے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

فَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ النَّجَّارِ فِیْ تَارِیْخِہٖ مِنْ طَرِیْقِ الْعَکْلِیِّ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ مَرَّ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ بِقَوْمٍ یَتَحَدَّثُوْنَ فَقَالَ فِیْمَ اَنْتُمْ فَقَالُوْا نَتَذَاکَرُ الْمُرُوْءَۃَ فَقَالَ اَمَا کَفَاکُمُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ ذٰلِکَ فِیْ کِتَابِہٖ اِذْ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ فَالْعَدْلُ الْاِنْصَافُ وَالْاِحْسَانُ التَّفَضُّلُ فَمَا بَقِیَ بَعْدَ ھٰذَا۔

فرماتے ہیں حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ ایک جماعت میں گذرے جو گفتگو کر رہی تھی آپ نے فرمایا کس معاملہ میں گفتگو کر رہے ہو؟

انہوں نے عرض کیا مروّۃ پر گفتگو کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا کیا تمہیں فرمان الٰہی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ کافی نہیں ہے؟

فَالْعَدْلُ الْاِنْصَافُ تو عدل انصاف ہے وَالْاِحْسَانُ التَّفَضُّلُ ۔ یعنی دوسروں کے لیے وہی پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اگر وہ مومن ہو تو اس کے برکات ایمان کی ترقی تمہیں پسند ہو اور اگر کافر ہو تو تمہیں یہ پسند ہو کہ وہ تمہارا اسلامی بھائی ہو جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ عدل انصاف ہے اور انصاف توحید ہے اور احسان نیکی ہے اور نیکی اخلاص ہے

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ قَالَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّمَا الْاِحْسَانُ اَنْ تُحْسِنَ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ اِلَیْکَ لَیْسَ الْاِحْسَانُ اَنْ تُحْسِنَ اِلٰی مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْکَ

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اپنے ساتھ برائی کرنے والے سے چشم پوشی کرے یہ احسان نہیں کہ اپنے محسن کے ساتھ احسان کرے۔

وَلِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا بَعْدَ مَا فَسَّرَ الْعَدْلَ بِالتَّوْحِیْدِ فَسَّرَ الْاِحْسَانَ بِاَدَاءِ الْفَرَائِضِ

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عدل کی تفسیر توحید سے کرکے احسان کی تفسیر ادائے فرائض سے فرمائی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ عدل افعال میں ہوتا ہے اور احسان اقوال میں۔

"وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی" اَیْ اِعْطَاءُ الْاَقَارِبِ حَقَّهُمْ مِنَ الصِّلَةِ وَالْبِرِّ وَهٰذَا دَاخِلٌ فِی الْعَدْلِ اَوِ الْاِحْسَانِ۔ یعنی اقارب واعزّا کو ان کے حق دے کر صلہ رحمی کرنا اور بھلائی کرنا۔ یہ عدل میں داخل ہے یا احسان میں۔

وَالظَّاهِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِذِی الْقُرْبٰی مَا یَعُمُّ سَائِرَ الْاَقَارِبِ سَوَاءٌ کَانُوْا مِنْ جِهَةِ الْاُمِّ اَوْ مِنْ جِهَةِ الْاَبِ وَهٰذَا هُوَ الْمُرَادُ بِذَوِی الْاَرْحَامِ الَّذِیْنَ حَثَّ الشَّارِعُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی صِلَتِهِمْ عَلَی الْاَصَحِّ۔

اور ظاہر ہے ذوی القربی عام ہے تمام اقارب کے لیے عام اس سے کہ وہ ماں کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے اور یہ وہی ہیں جو ذوی الارحام کہلاتے ہیں اور ذوی الارحام وہی ہیں جن کی صلہ رحمی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تاکید فرمائی۔

ایک قول یہ ہے ذوی الارحام وہ اقارب ہیں جو ماں کی طرف سے ہوں۔

وَذَکَرَ الطَّبْرَسِیُّ اَنَّ الْمَرْوِیَّ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ اَنَّ الْمَرْوِیَّ مِنْ ذَوِی الْقُرْبٰی هٰهُنَا قَرَابَتُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُرَادُوْنَ فِیْ قَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ، فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی

طبرسی کہتے ہیں کہ بروایت جعفر ذوی القربی سے اس جگہ قرابت حضور صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہے جو فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی میں بیان ہوئی

"وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ" فحش باتوں سے روکتا ہے۔ اور وہ ہے اَلْاِفْرَاطُ فِیْ مُتَابَعَةِ الْقُوَّةِ الشَّهْوَانِیَّةِ کَالزِّنَا مَثَلًا۔ فحش جس کی جمع فحشاء ہے اس سے مراد شہوانی قوت کی طرف بطور افراط متوجہ ہونا ہے۔ جیسے زنا مثلاً۔

وَفَسَّرَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الْفَحْشَاءَ بِهٖ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس سے ہر بے حیائی مراد لیتے ہیں۔

"وَالْمُنْکَرِ"۔ مَا یُنْکَرُ عَلٰی مُتَعَاطِیْهِ مِنَ الْاِفْرَاطِ فِیْ اِظْهَارِ الْقُوَّةِ الْغَضَبِیَّةِ۔ اس سے قوت غضبانیہ کا اظہار مراد ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمُقَاتِلٍ تَفْسِیْرُهٗ بِالشِّرْکِ۔ اس سے مراد شرک ہے۔

وَعَنِ السَّائِبِ اِنَّهُ مَا وَعَدَ عَلَیْہِ بِالنَّارِ۔ ہر وہ کام جس پر جہنم کا وعدہ ہے۔
وَعَنِ ابْنِ عُیَیْنَۃَ اِنَّہُ مُخَالَفَۃُ السَّرِیْرَۃِ لِلْعَلَانِیَۃِ۔ ہر وہ عیب جو خفیہ کے خلاف علانیہ ہو وہ مراد ہے۔
وَقِیْلَ مَا لَا یُوْجِبُ الْحَدَّ فِی الدُّنْیَا لٰکِنْ یُّوْجِبُ الْعَذَابَ فِی الْاٰخِرَۃِ۔ دنیا میں اس کی سزا نہ ہو آخرت میں اس کا عذاب ضروری ہو۔
وَقَالَ الزَّمَخْشَرِیُّ مَا تُنْکِرُہُ الْعُقُوْلُ۔ جس سے عقل انکار کرے۔ لیکن اس پر ابن منیر نے اعتراض کیا ہے وہ کہتے ہیں یہ خیال اعتزالی یعنی معتزلہ کا یہ خیال ہے کہ جو کام عقل پسند نہ کرے وہ ہی منکر ہے۔ البتہ اگر یہ کہا جائے کہ اَلْمُنْکَرُ مَا اَنْکَرَہُ الشَّرْعُ لَوَافَقَ الْحَقَّ۔ منکر وہ ہے جس سے شریعت انکار کرے تو مسلّم ہو سکتا ہے۔

"وَالْبَغْیُ" یعنی لوگوں پر اپنی بلندی دکھانے کو جبر کرنا بغی ہے اور یہ آثار قوت وہمیہ شیطانیہ سے ہے بعض نے کہا اَلْبَغْیُ التَّطَاوُلُ بِالظُّلْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ بڑھنا ظلم اور سیاہ کاری کے ساتھ۔
وَالْحَاصِلُ اِنَّ الْعَدْلَ عِبَارَۃٌ عَنِ الْقَدْرِ الْوَاجِبِ مِنَ الْخَیْرَاتِ۔ عدل مقدار واجب ہے بھلائی کی۔
وَالْاِحْسَانُ عِبَارَۃٌ عَنِ الزِّیَادَۃِ فِی الطَّاعَاتِ بِحَسْبِ الْکَمِّیَّۃِ وَبِحَسْبِ الْکَیْفِیَّۃِ وَ بِحَسْبِ الدَّوَاعِیْ وَالصَّوَارِفِ وَبِحَسْبِ الْاِسْتِغْرَاقِ فِیْ شُھُوْدِ مَقَامِ الْعُبُوْدِیَّۃِ وَالرُّبُوْبِیَّۃِ احسان عبارت ہے طاعات میں زیادتی کرنے سے بمقدار کمیت وکیفیت اور دواعی و صوارف اور استغراق کی مقام عبودیت میں شہود مقام ربوبیت کا۔
اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس بشر کو چار قوی ودیعت فرمائے ہیں۔ قوائے شہوانیہ۔ قوائے بہیمیہ۔ قوائے غضبیہ سبعیہ اور قوائے وہمیہ شیطانیہ۔ یا عقلیہ ملکیہ۔
پھر عقلیہ ملکیہ تہذیب انسانی کا محتاج نہیں اس لیے کہ وہ جوہر ملائکہ سے ہے۔
اور قوت شہوانیہ تحصیل لذات شہوانیہ کرتی ہے۔
اور لذات شہوانیہ اذن شریعت سے خارج ہے اسی بنا پر اسے فحش فرمایا اور ینہی عن الفحشاء فرما کر اسے مہذب کیا۔
اور قوت غضبانیہ سبعیہ اس کی سعی ہمیشہ شر اور بلا اور ایذاء خلق کی طرف مائل کرنا ہے اس لیے و ینہی عن المنکر فرمایا۔

فَالْمُنْكَرُ عِبَارَةٌ عَنِ الْإِفْرَاطِ الْحَاصِلِ فِي اٰثَارِ الْقُوَّةِ الْغَضَبِيَّةِ۔ اور منکر عبارت ہے افراط حاصل قوت غضبانیہ سے۔

اور قوت وہمیہ شیطانیہ کوشش کرتی ہے ہمیشہ استعلاء علی الناس والترفع واظہار الریاسة والتقدم اس کے مہذب کرنے کے لیے نہی عن البغی فرمائی إِذْ لَا مَعْنٰى لَهٗ إِلَّا التَّطَاوُلُ وَالتَّرَفُّعُ عَلَى النَّاسِ اس لیے کہ تطاول وترفع علی الناس ایک بے معنی اور بغی محض ہے اس سے روکا گیا۔

كَمَا اَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ فِي الْاَدَبِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهٗ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اِجْتَمَعَ اٰيَةٌ لِلْخَيْرِ وَالشَّرِّ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیۂ کریمہ خیر وشر کے لیے جامع ہے۔

وَاَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنِ الْحَسَنِ نَحْوَ ذٰلِكَ۔ اور حسن سے اسی کے موافق روایت ہے۔

وَاَخْرَجَ الْمَاوَرْدِيُّ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِي مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ بَلَغَ اَكْثَمَ بْنَ صَيْفِيٍّ مَخْرَجُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرَادَ اَنْ يَّاْتِيَهٗ فَاَبٰى قَوْمُهٗ فَانْتَدَبَ رَجُلَانِ فَاَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا نَحْنُ رُسُلُ اَكْثَمَ يَسْاَلُكَ مَنْ اَنْتَ وَمَا جِئْتَ بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ۔ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تَلَا عَلَيْهِمْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ قَالُوْا رُدَّ عَلَيْنَا هٰذَا الْقَوْلَ فَرَدَّدَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِمْ حَتّٰى حَفِظُوْهُ فَاَتَيَا اَكْثَمَ فَاَخْبَرَاهُ فَلَمَّا سَمِعَ الْاٰيَةَ قَالَ اِنِّيْ لَاَرَاهُ يَاْمُرُ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَيَنْهٰى عَنْ مَذَامِّهَا فَكُوْنُوْا فِي هٰذَا الْاَمْرِ رُءُوْسًا وَلَا تَكُوْنُوْا اَذْنَابًا۔

اکثم بن صیفی حضور کی گذرگاہ پر پہنچا اور ارادہ کیا کہ وہ حضور کی خدمت میں حاضر آئے کہ اس کی قوم آگئی تو انہوں نے دو آدمی بطور وکیل مقرر کیے کہ وہ حضور کی خدمت میں جاکر باتیں کریں۔ چنانچہ یہ دونوں بطور مندوب پہنچے اور حضور سے عرض کیا ہم دونوں اکثم کے فرستادے ہیں یہ معلوم کرنے آئے ہیں کہ آپ کون ہیں اور کس تعلیم کو لے کر آپ تشریف لائے ہیں؟

حضور نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ خدا کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔

پھر حضور نے یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ۔

فرستادوں نے عرض کیا اس کلام کو پھر دہراؤ۔ حضور نے دوبارہ سنایا اور انہوں نے یاد کر لیا اور وہ اکثم کے پاس آئے اور وہی کلام سنایا۔

جب اکثم نے یہ آیت سنی تو بولا میں دیکھتا ہوں کہ وہ مکارم اخلاق اور نہی فحشاء ومنکرات فرما رہے ہیں تو تمہیں چاہیئے کہ اس ہستی مقدس کی حمایت میں تم آگے بڑھو اور اذناب یعنی سفلہ لوگوں کے ساتھ نہ رہو۔

تو آیۂ کریمہ اکثم کے لیے وہ ہوئی جس کے متعلق احمد اور طبرانی اور بخاری ادب المفرد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اِسْتَقَرَّ الْاِیْمَانُ فِیْ قَلْبِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ وَمَحَبَّتِہٖ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ یعنی اکثم کے لیے بھی وہ سبب ایمان بنی جیسے سبب ایمان بنی تھی عثمان بن مظعون کے لیے اور معہ حب حبیب محبت حضور سے۔

عثمان بن ابو العاص سے مروی ہے فرماتے ہیں کُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسًا اِذْ شَخَصَ بَصَرَہٗ فَقَالَ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَضَعَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ بِھٰذَا الْمَوْضِعِ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ الخ

میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ اچانک چشمہائے مبارک کھلی رہ گئیں پھر فرمایا ابھی جبریل آئے اور حکم دے گئے اس آیت کو اس جگہ رکھوں یعنی تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّلْمُسْلِمِیْنَ کے بعد اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ کو رکھی جائے۔

"یَعِظُکُمْ" اَیْ یُنَبِّھُکُمْ بِمَا یَاْمُرُ وَیَنْھٰی سُبْحَانَہٗ اَحْسَنَ تَنْبِیْہًا۔ یعنی تمہیں تنبیہ فرمادی ہے امر و نہی کی باری تعالٰے کی طرف سے۔ اچھی تنبیہ

"لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ طَلَبًا لِاَنْ تَتَّعِظُوْا بِذٰلِکَ وَتَنْتَبِھُوْا۔ تاکہ نصیحت حاصل کرو اور متنبہ رہو"

خلاصہ مفہوم آیۂ کریمہ یہ ہے کہ اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالٰے نے ہمیں تین چیزوں کا حکم دیا اور تین چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

اول عدل کا حکم دیا جس پر عمل کرنے سے انصاف و مساوات حاصل ہو گی جو اقوال و افعال پر عام ہے اس کے مقابل وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ فرما کر بے حیائی سے روک دیا جو اقبح اقوال و افعال ہے۔

پھر ہمیں دوسرا حکم احسان کا دیا یعنی ظالم کے ظلم کا انتقام لینے کی بجائے معاف کرنا برائی کرنیوالے کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔ اس سے آگے منکر ہے یعنی محسن کے احسان کا انکار۔

تیسرا حکم ہمیں دیا گیا وایتاء ذی القربٰی ہے یعنی رشتہ داروں سے حسن سلوک۔ صلہ رحمی شفقت و محبت کرنا اور اس کے مقابل تیسرے عیب یعنی بغی سے ہمیں روکا اور وہ تکبر ہے یعنی اپنے کو اونچا بنانا اپنے علاقہ والوں کے حقوق کرنا۔

اسی بنا پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت تمام خیر و شر کے بیان کی جامع ہے اور یہی آیت حضرت عثمان بن مظعون کے ایمان کی باعث ہوئی۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ اس آیت کا یہ اثر ہوا کہ ایمان میرے دل میں جگہ پکڑ گیا۔

اور ولید بن مغیرہ اور ابوجہل جیسے مجسمہ جہل و عناد بھی اس کی تعریف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور اکثم بن صیفی بھی ایمان کی طرف مائل ہو گیا۔

آگے حکم ہے ان کے حق میں جنہوں نے حضور سے اسلام پر بیعت کی تو مورد خاص ہوا لیکن اب حکم عام ہے ہر عہد کے پورا کرنے کے لیے جو جائز ہو اور ہر وعدہ جو اسلام کے خلاف نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا۔ اور پورا کرو عہد اللہ کا جب کہ تم نے عہد کیا اور نہ توڑو قسمیں بعد مؤکد مضبوط کرنے کے اور تم اللہ کو کر چکے ہو اپنے اوپر ضامن بیشک اللہ تمہارے کام جانتا ہے"۔

ایک شان نزول تو اول بیان ہو چکا۔ دوسرا قتادہ اور مجاہد سے مروی ہے۔

نَزَلَتْ فِيْمَا كَانَ مَنْ تَحَالَفَ الْجَاهِلِيَّةَ فِيْ اَمْرِ الْمَعْرُوْفِ اَوْ نَهْيٍ عَنْ مُنْكَرٍ۔ یہ آیہ کریمہ ان کے لیے نازل ہوئی جو جہالت کے دور میں امر بمعروف اور نہی عن منکر پر حلف لے چکے تھے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ مَزِيْدَةَ بْنِ جَابِرٍ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ بَيْعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مَنْ اَسْلَمَ بَايَعَ عَلَى الْاِسْلَامِ۔ اس حدیث کا ترجمہ پہلے شان نزول کے تحت بیان ہو چکا ہے۔

وَظَاهِرُهَا اَنَّهَا فِي الْبَيْعَةِ عَلَى الْاِسْلَامِ مُطْلَقًا۔ فَالْمُرَادُ بِعَهْدِ اللّٰهِ تِلْكَ الْبَيْعَةُ كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ غَيْرُ وَاحِدٍ۔ گویا اس آیۂ کریمہ کا ظاہر یہ ہے کہ یہ معاہدہ و بیعت اسلام کرنے والوں کے حق میں مطلقاً نازل ہوئی تھی تو اس سے مراد ہر اس مسلمان کا معاہدہ ہے جو اللہ تعالےٰ کے حضور کوئی معاہدہ کرے۔

چنانچہ اصولی دلیل کے ماتحت علامہ آلوسی بھی اسے عام فرما رہے ہیں۔

حَيْثُ قَالَ اِنَّ الظَّاهِرَ اَنَّهُ عَامٌّ فِيْ كُلِّ مُوَثَّقٍ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْتَضِيْهِ كَلَامُ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ وَسَبَبُ النُّزُوْلِ لَيْسَ مِنَ الْمُخَصَّصَاتِ وَلِذَا قَالُوْا۔ اَلْاِعْتِبَارُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ۔

اس آیۂ کریمہ میں ظاہر حکم عام ہے ہر وعدہ و قسم پر۔ اور نزول آیت بھی مخصصات سے نہیں ہے۔

چنانچہ اصول ہے کہ عموم الفاظ معتبر ہوتا ہے نہ کہ خصوصیت سبب۔ لہذا یہ حکم عام ہوا اگرچہ اصمؒ کے نزدیک یہ ہے۔ کہ اَلْمُرَادُ بِہٖ الْجِہَادُ وَمَا فُرِضَ فِی الْاَمْوَالِ مِنْ حَقٍّ۔ اس سے مراد جہاد ہے اور وہ جو اپنے اوپر فرض کر لیا جائے مال سے۔ حق الٰہی میں لیکن یہ جمہور کے مقابل ایک ہی رائے ہے۔

"اِذَا عَاھَدْتُّمْ" پر بھی دو قول ہیں لیکن اس کا جواب ہو جانے پر مسلک جمہور عموم پر ہے چنانچہ آلوسیؒ لکھتے ہیں۔

وَقِیْلَ اَلْمُرَادُ بِہٖ النَّذْرُ۔ ایک قول ہے اس سے مراد نذر مان کر پورا کرنے کی تاکید ہے

وَقِیْلَ اَلْیَمِیْنُ۔ ایک قول ہے کہ اس سے قسم پوری کرنا مراد ہے۔

لیکن امام فرماتے ہیں کہ اس جگہ فرمان الٰہی وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا میں تکرار اس لیے ہے کہ واضح ہو جائے کہ اِنَّ الْوَفَاءَ بِالْعَھْدِ وَالْمَنْعَ مِنَ النَّقْضِ مُتَقَارِبَانِ لِاَنَّ الْاَمْرَ بِالْفِعْلِ یَسْتَلْزِمُ النَّھْیَ عَنِ التَّرْکِ۔ عہد پورا کرنے کا حکم اور نہی اس کے نقض کے قریب قریب اس لیے بیان ہوئیں کہ امر بالفعل مستلزم نہی ہوتا ہے ترک سے۔

"وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا اور نہ توڑو قسمیں مضبوط کر کے وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰہَ عَلَیْکُمْ کَفِیْلًا اور تم اللہ کو کر چکے ہو اپنے اوپر ضامن اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ بے شک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو"

یعنی اس کے نام کی قسم کھا کر اس کے عہد کو نہ توڑو اس پر آلوسی فرماتے ہیں۔

لِاَنَّ الْمُرَادَ کَوْنُ الْعَقْدِ مُؤَکَّدًا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی لَا بِذِکْرِ غَیْرِہٖ کَمَا تَفْعَلُہُ الْعَامَّۃُ الْجَھَلَۃُ اس لیے کہ عقد یمین موکد بذکر اللہ ہے اور یہ لازمی ہے نہ کہ بذکر غیر اللہ جیسے عام جاہل لوگوں کی زبان زد ہوتا ہے جسے یمین لغو کہتے ہیں مثلاً لَا وَاللّٰہِ بَلٰی وَاللّٰہِ یا اردو میں مثلاً تجھ کو قسم تیرے سر کی قسم یہ یمین لغو ہے جس پر دوسری جگہ ارشاد ہے لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ اللہ تمہاری لغو قسموں کا مواخذہ نہیں کرتا چنانچہ آلوسی بھی فرماتے ہیں اَللَّغْوُ الْیَمِیْنُ لَیْسَتْ کَذٰلِکَ۔

اور توکید بمعنی توثیق ہے اور قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰہَ عَلَیْکُمْ کَفِیْلًا اَیْ شَاھِدًا رَقِیْبًا یعنے تم اللہ کو شاہد اور رقیب کر چکے ہو۔ اس لیے کہ رقیب مکفول کے حال پر نظر رکھنے والا ہوتا ہے اسی لیے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ بے شک جانتا ہے اللہ جو تم کرتے ہو فَیُجَازِیْکُمْ عَلٰی ذٰلِکَ تو وہ تمہارے عمل کا بدلہ دے گا۔ آگے مثال میں ایک معتوہ العقل عورت کی مثال دے کر ارشاد

الٰہی ہوتا ہے۔

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا" اور نہ ہو اس عورت کی طرح جس نے توڑ ڈالا اپنا سوت مضبوط کر کے ریزہ ریزہ کر ڈالا۔"

غَزَلَ يَغْزِلُ بِكَسْرِ الزَّاءِ وَهُوَ فِي الْجُرْمِ فَكُّ أَجْزَائِهِ بَعْضَهَا مِنْ بَعْضٍ يَعْنِي كَالْمَرْأَةِ الَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ إِبْرَامِهِ۔ غزل کے معنی اجزاء کا علیحدہ کرنا ہے۔

أَنكَاثًا جَمْعُ نِكْثٍ بِكَسْرِ النُّونِ وَهُوَ مَا يُنْكَثُ فَتْلُهُ۔ انکاثا جمع نکث کی ہے یہ اپنے الجھے ہوئے سوت کو سلجھا کر ریزہ ریزہ کرنا ہے۔

وَقِيلَ الْمُرَادُ الْمَرْأَةُ الْمَعْلُومَةُ عِنْدَ الْمُخَاطَبِينَ كَانَتْ تَغْزِلُ فَإِذَا بَرِمَتْ غَزْلَهَا تَنْقُضُهُ وَكَانَتْ تُسَمّٰى خَرْقَاءَ۔ بلکہ یہ ایک مشہور عورت تھی اس کا نام خرقاء تھا یہ سوت سلجھاتی جب ہاگے صاف نکل آتے تو توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالتی تھی۔

قَالَ ابْنُ الْأَنْبَارِيِّ كَانَ اسْمُهَا رَيْطَةُ بِنْتُ عَمْرٍو الْمُرِّيَّةُ تُلَقَّبُ الْحَفْرَاءَ۔ ابن انباری کہتے ہیں یہ عورت تھی اس کا نام ریطہ تھا یہ عمرو المریہ کی بیٹی تھی اس کا لقب حفراء تھا۔

وَقَالَ الْكَلْبِيُّ وَالْمُقَاتِلُ هِيَ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ اسْمُهَا رَيْطَةُ بِنْتُ سَعْدِ التَّيْمِيُّ اتَّخَذَتْ مِغْزَلًا قَدْرَ ذِرَاعٍ وَصَنَارَةً مِثْلَ إِصْبَعٍ وَفَلْكَةً عَظِيمَةً عَلَى قَدْرِهَا فَكَانَتْ تَغْزِلُ هِيَ وَجَوَارِيهَا مِنَ الْغَدَاةِ إِلَى الظُّهْرِ ثُمَّ تَأْمُرُهُنَّ فَتَنْقُضُ مَا غَزَلْنَ۔

یہ ایک عورت قریش سے تھی جس کا نام ریطہ بنت سعد تیمی تھا یہ سوت کاتا کرتی اور اپنی لونڈیوں سے بھی کتواتی صبح سے دوپہر تک پھر حکم دیتی کہ سب توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالو۔

وَرَوَى ابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنِ ابْنِ عَطَاءٍ أَنَّهَا شَكَتْ جُنُونَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلَبَتْ أَنْ يَدْعُوَ لَهَا بِالْمُعَافَاةِ فَقَالَ لَهَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ تَعَافَاكِ اللهُ تَعَالَى وَإِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَاحْتَسَبْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ فَاخْتَارَتِ الصَّبْرَ وَالْجَنَّةَ۔ اس عورت نے اپنے جنون کے لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی تھی حضور نے فرمایا اگر تو صحت چاہتی ہے تو دعا کر دیتا ہوں اور اگر تو چاہے تو صبر کر تو ثواب میں جنت ملے گی چنانچہ اس نے صبر منظور کیا اور جنت قبول کی۔

وَعَنْ مُجَاهِدٍ هٰذَا فِعْلُ نِسَاءِ نَجْدٍ تَنْقُضُ إِحْدَاهُنَّ غَزْلَهَا ثُمَّ تَنْفُشُهُ فَتَغْزِلُهُ بِالصُّوفِ۔ یہ نساء نجد کا فعل تھا کہ ایک سے عہد توڑ کر دوسرے سے عہد کر لیتی تھیں۔ اسکو سوت کات کر توڑنے سے تشبیہ دی

دوسرا قول یہ ہے کہ لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ ایک قوم سے حلف کرتے اور جب دوسری قوم اس سے زیادہ تعداد یا مال میں پاتے تو پہلی جماعت سے جو حلف کیا تھا اسے توڑ دیتے اور دوسرے سے حلف کر لیتے اللہ تعالے نے اس سے منع فرما کر ایفاء عہد کا حکم دیا اور فرمایا۔

"تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ اَنْ تَکُوْنَ اُمَّۃٌ هِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّۃٍ لیتے ہو اپنی قسمیں بے اصل بہانہ کر کے کہیں ایک جماعت دوسری جماعت سے زیادہ نہ ہو تو اللہ تمہیں اس سے آزماتا ہے اور ضرور تمہیں ظاہر فرما دے گا قیامت کے دن جس بات میں تم اختلاف کرتے تھے"

اَرْبٰی کے معنی اَزْیَدُ عَدَدًا اَوْ فَرَمَالًا کے ہیں یعنے تعداد میں زیادہ اور مال میں وافر۔

دوسرا ترجمہ اَرْبٰی کے یہ ہیں وَہُوَ الرَّبٰی بمعنی زیادۃ وہ اربو ہے بمعنی زیادہ

اور بروز قیامت تمہیں تمہارے ان اختلاف سے مطلع کر کے تمہیں اپنے اعمال کے بدلے ثواب و عذاب دے گا۔

" وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّلٰکِنْ یُّضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت کرتا لیکن اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے اور تم سے ضرور سوال ہوگا جو تم کر رہے ہو"۔

یعنی اے لوگو اگر اللہ چاہتا تو تم سب ایک دین اسلام پر متفق ہوتے لیکن اس نے اپنی حکمت کے ماتحت ایسا نہ چاہا بلکہ جسے چاہا گمراہ کیا اور گمراہی کے لیے پیدا فرمایا اور اس میں گمراہی کا مادہ ڈال دیا اور جسے چاہا ہدایت کے لیے پیدا فرمایا اس میں قبول ہدایت کا مادہ ڈال دیا۔

وَلَتُسْئَلُنَّ اور ضرور تم پوچھے جاؤ گے قیامت کے روز بطریق محاسبہ جو کچھ تم کرتے رہے دنیا میں۔

مفہوم آیت واضح ہے کہ مشیت الٰہی اسلام کی طرف ہی تھی لیکن اس نے چاہا کہ افتراق و اختلاف بھی ہو تا کہ حق و باطل کی امتیاز میں آسانی رہے اور تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا کا مقتضی بھی یہی تھا اور صناع مطلق ہونے کی بھی اسی میں شان نظر آتی ہے) تو ایمان و کفر۔ تصدیق و تکذیب پیدا فرمائے اس میں معتزلہ خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ گمراہی اللہ تعالے کی مشیت سے نہیں اور جو گمراہی ہے وہ خلاف مشیت الٰہی ہے۔

اس کا جواب علامہ زمخشری آیت کے مفہوم منطوق سے یہ دیتے ہیں کہ

لَوْ شَآءَ اللّٰہُ عَلٰی طَرِیْقَۃِ الْاِلْجَاءِ وَالْقَسْرِ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً مُّسْلِمَۃً فَاِنَّہٗ سُبْحٰنَہٗ قَادِرٌ عَلٰی ذٰلِکَ لٰکِنْ اِقْتَضَتِ الْحِکْمَۃُ اَنْ یُّضِلَّ وَیَخْذُلَ مَنْ یَّشَآءُ مِمَّنْ عَلِمَ سُبْحٰنَہٗ اِنَّہٗ یَخْتَارُ

اُلْكُفْرَ وَيُصِمُّهُ عَلَيْهِ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ بِاَنْ يَّلْطُفَ بِمَنْ عَلِمَ اَنَّهٗ يَخْتَارُ الْاِيْمَانَ۔

اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک جماعت مسلمہ پیدا فرماتا اس لیے کہ وہ قادر تھا اس پر لیکن اقتضاء حکمت ہی یہ تھا کہ جسے چاہے گمراہ کرکے ذلیل کرے اس نے کفر اختیار کیا اور حق سننے سے بہرا ہو گیا اور جسے چاہا وہ ہدایت پر آگیا اس پر اللہ کا لطف وکرم ہوا اس نے ایمان قبول کیا۔ انتہی مختصراً (روح المعانی)

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

اور نہ پکڑو اپنی قسمیں بہانہ بنا کر تو متزلزل ہو جائیں گے قدم بعد جمنے کے اور برائی چکھو گے بدلہ اس کا کہ روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور تمہیں عذاب ہوگا دردناک۔

یعنی قسم توڑنے سے راہ حق سے اور طریقہ اسلام سے تمہارے قدم متزلزل ہو جائیں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ذائقہ عذاب چکھو آخرت میں۔ اللہ کی راہ سے روکنے کے باعث اس پر تمہیں دردناک عذاب لازمی ہے۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ اور اللہ تعالے کے عہد کو ذلیل وقلیل رقم میں نہ بیچو۔ یعنی دنیا کے بدلے دین فروخت نہ کرو۔

اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ بے شک وہ جو اللہ کے پاس ہے تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ یعنی دنیا جو ناپائیدار ہے اس کے قلیل وذلیل نفع کے لالچ میں اللہ کے عہد کو توڑنا نا عاقبت اندیشی ہے اور آخرت کی جزاء وسزا جو ہے وہ قطعی ہے۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ۔ جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔

يَنْفَدُ کے معنی يَنْقُصُ وَيَفْنٰى ہے وَاِنْ جَمَّ عَدَدُهٗ وَطَالَ مَدَدُهٗ يُقَالُ نَفَدَ يَنْفَدُ نَفَادًا وَنُفُوْدًا اِذَا ذَهَبَ وَفَنٰى یعنی ختم ہو جانے والا اور فنا ہونے والا ہے اگرچہ کافی عدد میں ہو محاورہ میں نَفَدَ يَنْفَدُ نَفَادًا وَنُفُوْدًا بولتے ہیں جب جاتا رہے اور فنا ہو جائے اور ما عند اللہ سے مراد خزائن رحمت دنیویہ اور اخرویہ ہیں۔ بَاقٍ یعنی لَا نَفَادَ لَهٗ اسے فنا نہیں۔

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ جُبَيْرٍ اِنَّ الْمُرَادَ بِمَا عِنْدَ اللّٰهِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ الثَّوَابُ الْاُخْرَوِيُّ۔ ابن جبیر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ثواب اخروی ہے۔

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ اور ضرور ہم جزا دیں گے انہیں جو صبر کرنے والے ہیں ان کا

صلہ جو ان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو۔
یعنی جو مشرکین کی ایذاؤں پر صبر کریں گے یا احکام کی اتباع اور حفاظت کریں گے انہیں ہم اس کا ضرور بدلہ دیں گے۔
بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ اچھے کام کیا ہیں وَهُوَ الصَّبْرُ فَاِنَّهٗ مِنْ اَعْمَالِ الْقَلْبِيَّةِ اور سب سے بہترین کام یہ ہے کہ وہ دل کے عمل سے ہے۔ آگے اس پر فرمایا جو آئندہ آیت ہے۔
اور یہ بھی ہے کہ اس میں اس امر کی بشارت ہے کہ ان کے ادنیٰ سے عمل کی بھی ایسی جزا ہو گی جو وہ اپنی اعلیٰ نیکی پر پاتے (تفسیر ابو السعود)
مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو وہ مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی دینگے اور ضرور انہیں اس کا بدلہ دیں گے جو ان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہو۔
یعنی عمل نیک کے بدلے کا وہی مستحق ہے جو مومن ہو اس لیے کہ کفار کے اعمال تو اہ کتنے ہی صالح ہوں رائیگاں ہیں۔ عمل صالح کا موجب ثواب ہونا جب ہی ہو گا جبکہ اس میں ایمان ہو۔
حیات طیبہ سے مراد وہ حیات ہے جو جنت میں ہو گی چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں۔
وَالْمُرَادُ بِالْحَيٰوةِ الطَّيِّبَةِ الْحَيَاةُ الَّتِىْ تَكُوْنُ فِى الْجَنَّةِ اِذْ هُنَاكَ حَيٰوةٌ بِلَا مَوْتٍ وَغِنًى بِلَا فَقْرٍ وَصِحَّةٌ بِلَا سَقَمٍ وَمُلْكٌ بِلَا هَلَاكٍ وَسَعَادَةٌ بِلَا شَقَاوَةٍ۔
اس لیے کہ جنت کی زندگی بلا موت ہو گی اور وہاں کا غنیٰ بلا فقر اور صحت بلا مرض اور ملک بلا ہلاک اور سعادت بلا شقاوت حاصل ہو گی۔
اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَيْرُهُمَا عَنِ الْحَسَنِ قَالَ مَا نُطَيِّبُ الْحَيٰوةَ لِاَحَدٍ اِلَّا فِى الْجَنَّةِ۔ حیوۃ طیبہ کسی کو نہیں ملتی مگر جنت میں۔ حدیث میں ہے کہ پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے اپنے لیے غنیمت سمجھو۔

جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔
تندرستی کو بیماری سے پہلے۔
ثروت کو ناداری سے پہلے۔
فراغت کو شغل سے پہلے۔
زندگی کو موت سے پہلے۔

کسی نے خوب کہا ہے۔

لَا طِیْبَ لِلْعَیْشِ مَا دَامَتْ مُنَغَّصَۃً لَذَّاتُہٗ بِادِّکَارِ الْمَوْتِ وَالْھَرَمِ

یعنی زندگی میں مزا نہیں جب تک منہمک ہو اس کی لذتیں بے مزہ ہیں موت اور بڑھاپے کے خیال میں۔ وَقَالَ تُتَرِّبُکَ ھِیَ حَیَاۃٌ تَکُوْنُ فِی الْبَرْزَخِ۔

فَقَدْ جَاءَ اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ۔ قبر باغیچہ ہے جنت کے باغیچوں سے یا گڑھا ہے جہنم کے گڑھوں سے۔

اَخْرَجَ الْبَیْھَقِیُّ فِی الشُّعَبِ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَہٗ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَغَیْرُھُمْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ فَسَّرَھَا بِذٰلِکَ وَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْ اَللّٰھُمَّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاخْلُفْ عَلٰی کُلِّ غَائِبَۃٍ لِّیْ بِخَیْرٍ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر فرما کر کہا حضور صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اور ایک حدیث میں ہے اَلْقَنَاعَۃُ مَالٌ لَّا یَنْفَدُ۔ قناعت ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوتا۔

حضرات ابوبکر وراق سے ایک حدیث میں ہے۔ ھِیَ حَیٰوۃٌ یَصْحَبُھَا حَلَاوَۃُ الطَّاعَۃِ۔ حیات طیبہ وہ حیات ہے جس میں اطاعت کی شیرینی ہو۔

اَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ سُئِلَ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ الْحَیٰوۃُ الطَّیِّبَۃُ الرِّزْقُ الْحَلَالُ۔ آپ سے حیات طیبہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا حیات طیبہ رزق حلال ہے۔

ایک حدیث میں ہے اَیُّمَا لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِہٖ جو گوشت رشوت سے پلے اس سے آگ بہتر ہے۔ یعنی حرام سے پلا ہوا جسم آگ میں جلیگا اور رزق حرام گویا آگ ہے جو حرام خور پیٹ میں ڈالتا ہے۔

آلوسی نے اس پر بحث طویل فرمائی ہے۔ (روح المعانی)

اور حیات طیبہ کے یہ معنی ہیں کہ دنیا میں رزق حلال و قناعت عطا فرما کر اس کی دنیاوی زندگی موجب فرحت کریں گے اور آخرت میں جنت کی نعمتیں دے کر۔

بعض نے کہا اچھی زندگی سے مراد لذت عبادت ہے۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مومن اگرچہ فقیر ہو اس کی حیات دولتمند کافر کی عیش سے بہتر اور پاکیزہ ہے کیونکہ مومن جانتا ہے کہ اس کی روزی اللہ تعالے کی طرف سے ہے جو اس نے مقدر فرمائی ہے اس پر راضی رہتا ہے اور اس کا دل حرص کی پریشانی سے محفوظ رہ کر بے فکر ہو جاتا ہے اور کافر حریص ہوتا ہے ہمیشہ رنج و تعب اور تحصیل مال کے فکر میں پریشان رہتا ہے۔

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ تو جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان رجیم سے بے شک اس کا کوئی قابو نہیں ان پر جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

یعنی قرآن کریم کی تلاوت شروع کرتے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھا کرو یہ امر استحبابی ہے یعنی اعوذ پڑھنا اس امر سے مستحب ہے۔ اس کے مفصل مسائل ہم نے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں بیان کیے ہیں۔

اور شیطانی توسوس اگر ہو بھی تو اثر پذیر نہیں ہو سکتا اور اسے مومن قبول نہیں کرتا کَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِی کَیْلَا یُوَسْوِسُكَ فِی الْقِرَاءَۃِ۔

وَرَوَی الثَّعْلَبِیُّ وَالْوَاحِدِیُّ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ قَرَأَ عَلَیْہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ فَقَالَ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ قُلْ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ھٰکَذَا اَقْرَاَنِیْہِ جِبْرِیْلُ عَنِ الْقَلَمِ عَنِ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور کے سامنے پڑھا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ تو حضور نے فرمایا اے ابن ام عبد اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ کہہ ایسے ہی جبریل نے مجھے سنایا قلم سے اور لوح محفوظ سے۔

ہاں ابوداؤد اور بیہقی سے مروی ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ذکر افک کہتے ہوئے فرمایا۔ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَشَفَ عَنْ وَجْہِہٖ وَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ جَاؤُا بِالْاِفْكِ۔ الخ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے چہرۂ انور کھول کر فرمایا جبکہ ذکر افک ہوا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ اِنَّ الَّذِیْنَ جَاؤُا بِالْاِفْكِ عُصْبَۃٌ الخ (روح المعانی)

دونوں حدیثوں میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ تلاوت کلام پاک یا نماز میں وہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھی جائے اور اس کے علاوہ مواقع پر السمیع العلیم پڑھا سکتے ہیں۔

اِنَّمَا سُلْطَانُہٗ عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَہٗ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِہٖ مُشْرِکُوْنَ۔ اس کا قابو انہیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

اَیْ یَجْعَلُوْنَہٗ وَلِیًّا عَلَیْھِمْ فَیُحِبُّوْنَہٗ وَیُطِیْعُوْنَہٗ وَیَسْتَجِیْبُوْنَ دَعْوَتَہٗ۔ جو اسے اپنا دوست

بنا کر اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور اس کے اغوا پر پھنس کر اللہ کا شریک ٹھہرا لیتے ہیں

بامحاورہ ترجمہ چودھواں[۱۴] رکوع سورہ نحل پ ۱۴

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

اور جب ہم بدلیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے کافر کہتے ہیں تم تو دل سے بنا لائے ہو۔ بلکہ اکثر ان کے جاہل ہیں۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ ۝

فرما دیجئے نازل کیا ہے اسے روح قدس نے تمہارے رب کی طرف سے حق کہ ثابت قدم رکھے ایمان والوں کو اور ہدایت اور بشارت مسلمانوں کو

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ۝

اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں یہ تو کوئی بشر سکھاتا ہے اس کی زبان جس کی طرف الحاد کر رہے ہیں عجمی ہے اور یہ عربی زبان ہے روشن۔

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَا یَهْدِیْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

بے شک وہ جو ایمان نہیں لاتے اللہ کی آیتوں پر نہیں ہدایت دیتا انہیں اور انہیں دردناک عذاب ہے۔

اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝

افترا تو جھوٹا وہی کرتے ہیں جو نہ ایمان لائیں اللہ کی آیتوں پر یہ ہی جھوٹے ہیں۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝

جو کفر کرے اللہ سے ایمان لا کر مگر وہ جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل مطمئن ہو ایمان پر ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہوا تو اس پر غضب ہے اللہ کی طرف سے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۝

اور یہ اس لیے کہ انہوں نے پسند کی دنیا کی زندگی آخرت پر اور اس لیے کہ اللہ ہدایت نہیں دیتا کافروں کو۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝

یہ ہیں وہ جن کے مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر اور وہی غافل ہیں۔

لَاجَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ لازمی ہوا کہ وہ آخرت میں نقصان میں ہوں۔
ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ پھر بے شک تمہارا رب ان کے لیے جنہوں نے ہجرت کی بعد ستائے جانے کے پھر انہوں نے جہاد کیا بیشک تمہارا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

حلِ لغات چودھواں رکوع سورۂ نحل پ ۱۴

وَاِذَا۔ اور جب	بَدَّلْنَا۔ ہم بدلتے ہیں	اٰیَةً۔ ایک آیت	مَّكَانَ۔ جگہ
اٰیَةٍ۔ دوسری آیت کے	وَّاللّٰهُ۔ اور اللہ	اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے	بِمَا۔ جو
یُنَزِّلُ۔ اتارتا ہے	قَالُوْا۔ کہتے ہیں	اِنَّمَا۔ سوا اس کے نہیں	اَنْتَ۔ تو ہے
مُفْتَرٍ۔ جھوٹ بنانے والا	بَلْ۔ بلکہ	اَكْثَرُهُمْ۔ اکثر ان کے	لَا یَعْلَمُوْنَ۔ نہیں جانتے
قُلْ۔ آپ کہیں	نَزَّلَهٗ۔ اتارا ہے اسے	رُوْحُ۔ روح	الْقُدُسِ۔ القدس نے
مِنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب سے		بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ	لِیُثَبِّتَ۔ تاکہ ثابت رکھے
الَّذِیْنَ۔ ان کو	اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے	وَ۔ اور	هُدًى۔ ہدایت
وَ۔ اور	بُشْرٰى۔ خوشخبری	لِلْمُسْلِمِیْنَ۔ مسلمانوں کے لیے۔	
وَ۔ اور	لَقَدْ۔ یقینا	نَعْلَمُ۔ ہم جانتے ہیں۔	اَنَّهُمْ۔ کہ وہ
یَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	اِنَّمَا۔ سوا اس کے نہیں	یُعَلِّمُهٗ۔ سکھاتا ہے اسے	بَشَرٌ۔ ایک آدمی
لِسَانُ۔ زبان	الَّذِیْ۔ اس کی جو	یُلْحِدُوْنَ۔ نسبت کرتے ہیں	اِلَیْهِ۔ اس کی طرف
اَعْجَمِیٌّ۔ عجمی ہے	وَهٰذَا۔ اور یہ	لِسَانٌ۔ زبان	عَرَبِیٌّ۔ عربی ہے
مُّبِیْنٌ۔ ظاہر	اِنَّ۔ بے شک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ نہیں ایمان لاتے
بِاٰیٰتِ۔ آیات	اللّٰهِ۔ الٰہی پر	لَا یَهْدِیْهِمُ۔ نہیں ہدایت دیتا	اللّٰهُ۔ انہیں اللہ
وَلَهُمْ۔ اور ان کے لیے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے	اَلِیْمٌ۔ دردناک	اِنَّمَا۔ سوائے اسکے نہیں
یَفْتَرِی۔ بناتے ہیں	الْكَذِبَ۔ جھوٹ	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ نہیں ایمان لاتے
بِاٰیٰتِ۔ آیات	اللّٰهِ۔ الٰہی پر	اُولٰٓىِٕكَ۔ یہی	هُمُ۔ وہ لوگ ہیں
الْكٰفِرُوْنَ۔ کافر	مَنْ۔ جو	كَفَرَ۔ کفر کرے	بِاللّٰهِ۔ اللہ کے ساتھ
مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد	اِیْمَانِهٖۤ۔ اپنے ایمان کے	اِلَّا۔ مگر	مَنْ۔ وہ جو

اُکْرِہَ۔ مجبور ہو جائے	وَقَلْبُہٗ۔ اور اس کا دل	مُطْمَئِنٌّ۔ تسلی میں ہو	بِالْاِیْمَانِ۔ ایمان سے
وَلٰکِنْ۔ لیکن	مَنْ۔ وہ جو	شَرَحَ۔ کھل گیا	بِالْکُفْرِ۔ کفر کے ساتھ
صَدْرًا۔ اس کا دل	فَعَلَیْہِمْ۔ تو ان پر	غَضَبٌ۔ غضب ہے	مِّنَ اللّٰہِ۔ اللہ کا
وَلَھُمْ۔ اور ان کے لیے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے	عَظِیْمٌ۔ بہت بڑا	ذٰلِکَ۔ یہ
بِاَنَّھُمُ۔ اس لیے	اسْتَحَبُّوا۔ کہ پسند کیا انہوں نے	الْحَیٰوۃَ۔ زندگی	الدُّنْیَا۔ دنیا کو
عَلَی۔ اوپر	الْاٰخِرَۃِ۔ آخرت کے	وَاَنَّ۔ اور بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ
لَا یَھْدِی۔ نہیں ہدایت دیتا		الْقَوْمَ۔ قوم	الْکٰفِرِیْنَ۔ کافر کو
اُولٰٓئِکَ۔ یہ لوگ	الَّذِیْنَ۔ وہ ہیں جو	طَبَعَ۔ مہر کی	اللّٰہُ۔ اللہ نے
عَلٰی۔ اوپر	قُلُوْبِھِمْ۔ ان کے دلوں کے	وَسَمْعِھِمْ۔ اور ان کے کانوں کے	
وَاَبْصَارِھِمْ۔ اور ان کی آنکھوں کے		وَاُولٰٓئِکَ۔ اور یہ لوگ	ھُمُ۔ وہی ہیں
الْغٰفِلُوْنَ۔ غافل	لَاجَرَمَ۔ لازمًا	اَنَّھُمْ۔ وہی ہیں	فِی الْاٰخِرَۃِ۔ آخرت میں
ھُمُ۔ وہی	الْخٰسِرُوْنَ۔ خسارہ اٹھانے والے		ثُمَّ۔ پھر
اِنَّ۔ بے شک	رَبَّکَ۔ تیرا رب	لِلَّذِیْنَ۔ ان کو جنہوں نے	ھَاجَرُوْا۔ ہجرت کی
مِنْ بَعْدِ۔ بعد	مَا۔ اس کے	فُتِنُوْا۔ جو فتنے میں ڈالے گئے	ثُمَّ۔ پھر
جٰھَدُوْا۔ جہاد کیا	وَصَبَرُوْا۔ اور صبر کیا	اِنَّ۔ بیشک	رَبَّکَ۔ تیرا رب
مِنْ بَعْدِھَا۔ اس کے بعد		لَغَفُوْرٌ۔ بخشنے والا ہے	رَّحِیْمٌ۔ مہربان

مختصر تفسیر اردو چودہواں رکوع سورۃ نحل پ ۱۴

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ وَّاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ۔ اور جب بدلیں ہم کوئی آیت آیت کی جگہ اور اللہ خوب جانتا ہے جو نازل فرماتا ہے تو کہتے ہیں (کافر لوگ) تم تو دل سے بنا لاتے ہو۔ بلکہ اکثر ان کے جاہل ہیں۔

یعنی جب اپنی حکمت سے ہم ایک حکم منسوخ کر کے دوسرا حکم ہم دیتے ہیں تو مشرکین اپنی جہالت سے اس نسخ پر اعتراض کرتے اور کہتے ہیں یہ تو اپنے دل سے بنا لاتے ہیں۔

شان نزول یہ ہے

کہ مشرکین مکہ اپنے عناد و حسد و جہالت سے تبدل حکم پر اعتراض کرتے اور اس کی حکمت سے ناواقف

ہونے کے سبب اس کا تمسخر کرتے اور کہتے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز حکم دیتے ہیں اور دوسرے روز دوسرا حکم دے دیتے ہیں یہ سب کچھ وہ اپنے دل سے بنا لیتے ہیں اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اس میں فرمایا کہ کافروں کو کیا معلوم کہ تبدیل حکم میں کیا حکمت ہے اور اس میں بندوں کے لیے کیا مصلحت ہے

بدل کے معنی علامہ راغب مفردات میں فرماتے ہیں۔

بَدَل ۔ اَلْاِبْدَالُ وَالتَّبَدُّلُ وَالْاِسْتِبْدَالُ جَعْلُ شَیْءٍ مَکَانَ اٰخَرَ وَھُوَ اَعَمُّ مِنَ الْعِوَضِ۔ فَاِنَّ الْعِوَضَ اَنْ یَصِیْرَ لَکَ الثَّانِیْ بِاِعْطَاءِ الْاَوَّلِ۔

وَالتَّبْدِیْلُ قَدْ یُقَالُ لِلتَّغْیِیْرِ مُطْلَقًا وَاِنْ لَّمْ یَاْتِ بِبَدَلِہٖ قَالَ تَعَالٰی فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ۔ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا۔ وَقَالَ تَعَالٰی فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ۔ قِیْلَ ھُوَ اَنْ یَعْمَلُوْا اَعْمَالًا صَالِحَۃً تُبْطِلُ مَا قَدَّمُوْہُ مِنَ الْاِسَاءَۃِ وَقِیْلَ اَنْ یَعْفُوَ تَعَالٰی عَنْ سَیِّاٰتِھِمْ وَیَحْتَسِبُ بِحَسَنَاتِھِمْ وَقَالَ تَعَالٰی فَمَنْۢ بَدَّلَہٗ بَعْدَ مَا سَمِعَہٗ۔ وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ۔ وَبَدَّلْنٰھُمْ بِجَنَّتَیْھِمْ جَنَّتَیْنِ۔ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَکَانَ السَّیِّئَۃِ الْحَسَنَۃَ۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ اَیْ تُغَیَّرُ عَنْ حَالِھَا۔ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَکُمْ۔ وَمَنْ یَّتَبَدَّلِ الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ۔ وَقَوْلُہٗ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ اَیْ لَا یُغَیَّرُ مَا سَبَقَ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ تَنْبِیْھًا عَلٰی مَا عَلِمَہٗ اَنْ سَیَکُوْنَ یَکُوْنُ عَلٰی مَا قَدْ عَلِمَہٗ لَا یَتَغَیَّرُ عَنْ حَالِہٖ۔ وَقِیْلَ لَا یَقَعُ فِیْ قَوْلِہٖ خُلْفٌ وَعَلَی الْوَجْھَیْنِ قَوْلُہٗ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ۔ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ قِیْلَ مَعْنَاہُ اَمْرٌ وَھُوَ نَھْیٌ عَنِ الْخِصَاءِ۔ وَالْاَبْدَالُ قَوْمٌ صَالِحُوْنَ یَجْعَلُھُمُ اللّٰہُ مَکَانَ اٰخَرِیْنَ مِثْلَھُمْ مَاضِیْنَ وَحَقِیْقَتُہٗ ھُمُ الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا اَحْوَالَھُمُ الذَّمِیْمَۃَ بِاَحْوَالِھِمُ الْحَمِیْدَۃِ وَھُمُ الْمُشَارُ اِلَیْھِمْ بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ۔ وَالْبَادِلَۃُ مَا بَیْنَ الْعُنُقِ اِلَی التَّرْقُوَۃِ وَالْجَمْعُ الْبَآدِلُ۔

بدل ۔ ابدال ۔ تبدّل اور استبدال کے معنی کسی شے کا ایک جگہ سے دوسری جگہ کر دینا ہے اور اس میں اس کا عوض جاننا بھی ضروری ہے کہ اس جگہ دوسری چیز کو پہلی کے بدلہ میں کیا ہے۔

اور تبدیل کا لفظ کبھی مطلق تغییر پر بھی استعمال ہوتا ہے خواہ اس کی جگہ اس کا بدل لایا جائے یا نہیں۔

جیسے قرآن کریم میں بنی اسرائیل کے بیان میں فرمایا فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ۔ اور وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ یعنی اعمال صالحہ نے اعمال سیئہ باطل کر دیے یا یہ کہ سابقہ گناہ معاف کر کے اس پر نیکیوں کا اجر دے دیا۔

اور فَمَنْ بَدَّلَہٗ بَعْدَمَا سَمِعَہٗ اور وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ اور وَبَدَّلْنٰھُمْ بِجَنَّتَیْھِمْ جَنَّتَیْنِ اور ثُمَّ بَدَّلْنَا مَکَانَ السَّیِّئَۃِ الْحَسَنَۃَ اور یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ یہاں تغیر ہے ایک حال سے دوسرے حال میں اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَکُمْ۔ وَمَنْ یَّتَبَدَّلِ الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ اور وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ اور مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ یعنی جو لوح محفوظ میں ہے وہ نہیں بدلے گا اس میں تنبیہ ہے اس امر کی کہ جو ہوگا وہی ہوگا اس کے خلاف واقع نہ ہوگا۔

آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ مِنَ الْمَصَالِحِ فَکُلٌّ مِّنَ النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ یُنَزِّلُ حَسْبَمَا تَقْتَضِیْہِ الْحِکْمَۃُ وَالْمَصْلَحَۃُ فَاِنَّ کُلَّ وَقْتٍ لَہٗ مُقْتَضًی غَیْرُ مُقْتَضَی الْاٰخِرِ فَکَمْ مِنْ مَّصْلَحَۃٍ تَنْقَلِبُ مَفْسَدَۃً فِیْ وَقْتٍ اٰخَرَ لِاِنْقِلَابِ الْاُمُوْرِ الدَّاعِیَۃِ اِلَیْھَا۔

اور اللہ خوب جانتا ہے جو نازل فرماتا ہے اس کے معالح اور ہر ناسخ سے منسوخ کی وجہ تو نازل فرماتا ہے ویسا ہی جیسا اقتضاء حکمت و مصلحت ہوتا ہے اس لیے کہ ہر وقت کا مقتضی پہلے مقتضی کے غیر ہوگا اور بہت سے معالح بدلیں گے کسی مفسدہ کے ماتحت دوسرے وقت میں بوجہ انقلاب امور داعیہ آگے اس پر نظریات عقل پیش فرماتے ہیں۔

وَنَرَی الطَّبِیْبَ الْحَاذِقَ قَدْ یَاْمُرُ الْمَرِیْضَ بِشَرْبَۃٍ ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِکَ یَنْھَاہُ عَنْھَا وَیَاْمُرُہٗ بِضِدِّھَا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ طبیب حاذق حکم دیتا ہے مریض کو کسی شربت کا پھر اس سے منع کر کے اس کی ضد استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے۔

فَمَا الشَّرَائِعُ اِلَّا مَصَالِحُ لِلْعِبَادِ وَاَدْوِیَۃٌ لِاَمْرَاضِھِمُ الْمَعْنَوِیَّۃِ فَتَخْتَلِفُ حَسْبَ اِخْتِلَافِ ذٰلِکَ فِی الْاَوْقَاتِ۔ سُبْحَانَ الْحَکِیْمِ الْعَلِیْمِ اور احکام شرائع بھی درحقیقت بندوں کی اصلاح کے لیے ہیں اور مثل ادویہ ان کے امراض کے لیے اور علاج کے لیے احکام ہیں تو لازمی طور پر اوقات کے اختلاف کے ساتھ احکام مختلف ہوتے ہیں اسی کا نام ناسخ و منسوخ ہے۔

اور یہ نسخ اتنا ضروری ہے کہ حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ نے جامع کوفہ میں ایک شخص کو تفسیر قرآن کرتے دیکھا آپ نے اس سے دریافت کیا کیا تو ناسخ و منسوخ جانتا ہے اس نے انکار کیا آپ نے اسے مسجد سے نکال دیا اور حکم دیا کہ خبردار ہماری مساجد میں قطعا تفسیر بیان نہ کرنا کما نقل علامۃ ھبۃ اللّٰہ بن ابی القاسم فی رسالۃ الناسخ والمنسوخ۔

اسی میں ایک روایت ہے کہ حضور نے ایک آیت صحابہ کو سنائی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے یاد کر لیا اور

اپنی بیاض میں لکھ لیا صبح وہ مجھے یاد نہ رہی۔ بیاض میں دیکھا تو اس میں بھی نہ تھی میں نے عرض کیا تو حضور نے فرمایا نُسِخَتِ الْبَارِحَۃَ وہ آیت شام کو منسوخ ہو چکی ہے۔

پھر ظاہر ہے کہ اگر ناسخ و منسوخ نہ مانا جائے تو بہت سی آیتوں میں تعارض واقع ہو جائے گا مثلاً لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ۔ تمہارا دین تمہیں مبارک اور ہمارا دین ہمیں۔ اس کے مقابل یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ۔ تو اگر ہر ایک اپنے اپنے دین پر رہ سکتا ہے تو حضور کو جہاد کفار و منافقین کا حکم کیوں ہوا۔ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ۔ مشرکین سے مقاتلہ کرو حتیٰ کہ فتنۂ شرک نہ رہے اور خالص دین اسلام ہی اللہ کا رہ جائے اور اس قسم کی آیات جہاد اور آیات امن میں کیونکر تطبیق ہو گی۔

بہرحال یہی ماننا پڑے گا کہ ابتداء اسلام میں جہاد نہیں تھا اس وقت یہ حکم تھا جب اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا نازل ہوئی تو پہلی آیتیں منسوخ الحکم اور ماموراللتلاوۃ ہو گئیں۔

ایسے ہی جس عورت کا خاوند مر جائے اس کے لیے اس وقت تک یہ حکم تھا جب تک بیوی کے لیے میراث کا حکم نہیں آیا تھا کہ وَصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ پھر جب ازواج کی میراث کا حکم آگیا تو یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا کا حکم نافذ ہو گیا اور پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ آیات کا معاملہ یہ ہے کہ تلاوت میں داخل ہیں۔

اسی لیے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ کا جملہ توبیخ کفار کے لیے فرمایا گیا اور تنبیہ کی گئی کہ کفار جاہل ہیں کہ تبدیلی کی حکمت سے جاہل ہو کر ایسے لایعنی اعتراض تراشتے ہیں اور ہمارے حبیب پر افترا کرتے ہیں کہ وہ اپنی طرف سے گھڑ کر احکام سنا دیتے ہیں حالانکہ جس کلام کی مثل بنانا قدرت بشری سے باہر ہے وہ کسی انسان کا بنایا ہوا کیسے ہو سکتا ہے۔ خالق کا کلام مخلوق کے کلام سے کبھی مساوی نہیں ہو سکتا۔

وَقَدْ بَالَغُوْا قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ نِسْبَةِ الْاِفْتِرَاءِ اِلٰی حَضْرَةِ الصَّادِقِ الْمُصَدَّقِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَیْثُ وَجَّهُوا الْخِطَابَ اِلَیْهِ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اور مشرکین مردودین نے حضور کی طرف افتراء کی نسبت کرنے میں مبالغہ سے کام لیا اور اس ہستی صادق و مصدوق کو مخاطب کر کے اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ کہا جو ان کے کفر اور نزغات شیطانی کے اثر سے تھا اس لیے کہ وہی ان کا ولی تھا۔ بنا بریں حضور کو حکم ہوا کہ

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ۔ فرما دیجئے اسے روح القدس نے اتارا تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تاکہ ثابت قدم کرے ایمان والوں کو اور ہدایت اور بشارت مسلمانوں کو۔ اور بیشک

ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں یہ تو انہیں کوئی آدمی سکھاتا ہے جس کی زبان کی طرف ڈھالتے اور الحاد کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ روشن عربی زبان ہے۔"

اے حبیب فرما دیجئے کہ یہ قرآن مدلول علیہ بالآیہ ہے۔ وَقَالَ الطَّبْرَسِیُّ علامہ طبرسی فرماتے ہیں یہ ناسخ مدلول علیہ بما تقدم ہے یعنی اِذَا بَدَّلْنَا آیَۃً سے ہی ثابت ہے کہ ناسخ و منسوخ منصوص بالقرآن ہے۔

اور روح القدس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں وَاُطْلِقَ عَلَیْہِ ذٰلِکَ مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ یَنْزِلُ بِالْقُدُسِ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی اَیْ مِمَّا یُطَھِّرُ النُّفُوْسَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْحِکْمَۃِ وَالْفَیْضِ الْاِلٰھِیْ۔ یَعْنِیْ نَزَّلَہٗ رُوْحُ الْقُدُسِ فرما کر اطلاق اس لیے کیا گیا کہ جب اس کا نزول قدس کے ذریعہ اللہ تعالے کی طرف سے ہوا جب جب اس کا نزول قدس کے ذریعہ اللہ تعالے کی طرف سے ہوا جو نفوس کو پاک کرتا ہے قرآن سے اور حکمت وفیض الٰہی سے یعنی اس کو روح القدس (جبریل علیہ السلام) نے اتارا تو اس میں یعنی نزول میں شک کرنے والا وہی ہو سکتا ہے جو شیطان کا دوست ہو

وَقِیْلَ مُطَھَّرَۃٌ مِنَ الْاَدْنَاسِ الْبَشَرِیَّۃِ اور ایک قول میں یہ فرمانا اس لیے ہے کہ ادناس بشریت سے پاک جو ہے وہی اسے لایا ہے تو پھر بشریت کا التباس کیونکر ممکن ہے۔

لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَعْنِیْ عَلَی الْاِیْمَانِ بِمَا یَجِبُ الْاِیْمَانُ بِہٖ لِمَا فِیْہِ مِنَ الْحُجَجِ الْقَاطِعَۃِ وَالدَّلَائِلِ السَّاطِعَۃِ۔ یعنی تاکہ ایمان پر ثابت قدم رہیں اس کے حجج قاطعہ اور دلائل ساطعہ دیکھ کر۔

اَوْعَلَی الْاِیْمَانِ بِاَنَّہٗ کَلَامُہٗ تَعَالٰی فَاِنَّھُمْ اِذَا سَمِعُوا النَّاسِخَ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِیْہِ رِعَایَۃُ الْمَصَالِحِ رَسَخَتْ عَقَائِدُھُمْ وَاطْمَأَنَّتْ بِہٖ قُلُوْبُھُمْ۔ یعنی ایمان پر قائم ہوں گے جب یہ سمجھ لیں گے کہ یہ کلام الٰہی ہے تو جب وہ ناسخ کو سنیں گے اور غور کریں گے کہ اس میں کیا کیا مصالح ہیں ان کے عقیدہ راسخ ہوں گے اور دل مطمئن ہوں گے۔

" وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُہٗ بَشَرٌ۔ اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں انہیں کوئی بشر سکھاتا ہے"

یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بشر قرآن بتاتا ہے اس سکھلانے والے کے متعلق متعدد قول ہیں جس کی بنا پر مشرکین کی یہ بکواس تھی۔

قِیْلَ جَبْرُ الرُّوْمِیُّ غُلَامُ عَامِرِ بْنِ الْحَضْرَمِیِّ وَکَانَ قَدْ قَرَأَ التَّوْرَاۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَکَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْلِسُ اِلَیْہِ اِذَا اٰذَاہُ اَھْلُ مَکَّۃَ فَقَالُوْا مَا قَالُوْا۔

ایک قول تو یہ ہے کہ جبر رومی عامر بن حضرمی کا غلام تھا یہ توریت اور انجیل پڑھا کرتا تھا تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف تشریف فرما ہو جاتے تھے اس وجہ سے ان وہمیوں نے اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ کہہ کر

ایذادی اور جو کچھ کہا وہ کہا۔

وَرُوِيَ ذَالِكَ عَنِ السُّدِّيِّ۔ سدی سے ایسا ہی مروی ہے۔

وَقِيْلَ مَوْلٰى لِحُوَيْطِبِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى اِسْمُهٗ عَائِشُ اَوْ يَعِيْشُ كَانَ يَقْرَأُ الْكُتُبَ وَقَدْ اَسْلَمَ وَحَسُنَ اِسْلَامُهٗ قَالَهُ الْفَرَّاءُ وَالزَّجَّاجُ۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ایک غلام آزاد شدہ حویطب بن عبد العزی کا تھا اس کا نام عائش یا یعیش تھا یہ توریت و انجیل پڑھا کرتا تھا اور بعد میں وہ اسلام لایا اور اچھے عقیدہ کا مسلمان ہوگیا۔ یہ روایت فراء اور زجاج سے ہے

وَقِيْلَ اَبَا فُكَيْهَةَ مَوْلٰى لِامْرَأَةٍ مَكَّةَ قِيْلَ اِسْمُهٗ يَسَارٌ وَكَانَ يَهُوْدِيًّا قَالَهُ مُقَاتِلٌ وَابْنُ جُبَيْرٍ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَقُلْ كَانَ يَهُوْدِيًّا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ابا فکیہ غلام آزاد شدہ مکہ کی ایک عورت کا تھا اس کا نام یسار کہا جاتا ہے۔ یہ یہودی تھا مقاتل کی روایت سے اور یہ روایت ابن جبیر سے بھی ہے مگر انہوں نے یہودی نہیں کہا۔

وَاَخْرَجَ اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ وَالْبَيْهَقِيُّ وَجَمَاعَةٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ كَانَ لَنَا عَبْدَانِ نَصْرَانِيَّانِ مِنْ اَهْلِ عَيْنِ التَّمْرِ يُقَالُ لِاَحَدِهِمَا يَسَارٌ وَلِلْاٰخَرِ جَبْرٌ وَكَانَا يَصْنَعَانِ السُّيُوْفَ بِمَكَّةَ وَكَانَا يَقْرَاٰنِ الْاِنْجِيْلَ فَرُبَّمَا مَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمَا يَقْرَاٰنِ فَيَقِفُ وَيَسْتَمِعُ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنَّمَا يَتَعَلَّمُ مِنْهُمَا۔

چوتھا قول یہ ہے جسے عبد اللہ بن مسلم حضرمی نے کہا کہ ہمارے دو غلام نصرانی تھے عین التمر کے رہنے والے ایک کو یسار کہتے تھے اور دوسرے کو جبر یہ مکہ میں تلواریں بناتے تھے اور انجیل پڑھا کرتے تھے تو اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے گذرتے اور وہ انجیل پڑھ رہے ہوتے تو حضور وہاں ٹھہر کر استماع فرماتے تو مشرکوں نے کہنا شروع کر دیا یہ تو ان دونوں نصرانیوں سے سیکھتے ہیں۔

وَفِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ اَنَّهٗ قِيْلَ لِاَحَدِهِمَا اِنَّكَ تُعَلِّمُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا بَلْ هُوَ يُعَلِّمُنِيْ۔

پانچواں قول یہ ہے کہ مشرکین نے ان کے ایک سے پوچھا کیا تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پڑھاتا ہے تو اس نے کہا نہیں بلکہ وہ مجھے سکھاتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ كَانَ بِمَكَّةَ غُلَامٌ اَعْجَمِيٌّ رُوْمِيٌّ لِبَعْضِ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهٗ بَلْعَامُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُ الْاِسْلَامَ فَقَالَتْ قُرَيْشٌ

هٰذَا يُعَلِّمُ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ جِهَةِ الْأَعَاجِمِ۔

چھٹا قول یہ ہے کہ جیسے ابن عباس نے فرمایا کہ مکہ میں ایک عجمی رومی غلام تھا قریش کے کسی آدمی کے پاس جسے بلعام کہتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے اسلام کے احکام سکھاتے تھے تو قوم قریش بکنے لگ گئی کہ یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو عجمی تعلیم دیتا ہے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ الضَّحَّاكِ اَنَّهٗ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَضَعَّفَ هٰذَا بِاَنَّ الْاٰيَةَ مَكِّيَّةٌ وَسَلْمَانُ اَسْلَمَ بِالْمَدِيْنَةِ۔

ساتواں قول یہ ہے کہ وہ عجمی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے لیکن اس کی تضعیف اس لیے کی گئی کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور سلمان فارسی مدینہ منورہ میں اسلام لائے تھے۔

وَفِي رِوَايَةٍ اَنَّهٗ اَسْلَمَ بِمَكَّةَ وَاشْتَرَاهُ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَعْتَقَهٗ بِهَا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ مکہ معظمہ میں اسلام لائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کیا۔

وَقَدْ اَخْبَرَنِيْ مَنْ اَثِقُ بِهٖ عَنْ بَعْضِ النَّصَارٰى اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ كَانَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَرَدَّدُ اِلَيْهِ فِيْ غَارِ حِرَاءٍ رَجُلَانِ نَصْرَانِيَّانِ وَيَهُوْدِيٌّ يُعَلِّمَانِهٖ۔

آٹھواں قول ایک نصاری کے مخبر نے کہا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم غار حراء میں دو آدمیوں کا تردد فرمایا کرتے تھے ایک نصرانی تھا ایک یہودی جو حضور کو پڑھایا کرتے تھے۔ معاذ اللہ اس کا جواب یہ ہے کہ

وَلَمْ اَجِدْ هٰذَا عَنْ اَحَدٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَهُوَ كَذِبٌ بُهْتٌ لَا مَنْشَاَ لَهٗ وَبَحْتٌ مَحْضٌ لَا شُبْهَةَ فِيْهِ۔ اور کبھی کسی مشرک سے ہم نے یہ افتراء نہ سنا جو اس نصرانی نے کہا یہ کذب خالص اور ایسا بہتان ہے کہ اس کا سر پیر نہیں اس کے دروغ بے فروغ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اور حضور کی ذات اقدس کو کسی بشر سے سیکھنے اور پڑھنے کی کیوں حاجت ہوتی مَعَ كَوْنِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَعْدَنًا لِعُلُوْمِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ۔ جبکہ حضور کو اللہ تعالے نے معدن علوم اولین والآخرین بنایا (روح المعانی)

"لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ۔ اس کی زبان جس کی طرف ان کا گمان ہے عجمی ہے وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ اور اس قرآن کی زبان عربی روشن ہے۔"

الحاد عربی میں جھکنے اور مائل ہونے کو کہتے ہیں۔ حَيْثُ قَالَ الْاِلْحَادُ وَالْمَيْلُ يُقَالُ لَحَدَ وَاَلْحَدَ اِذَا مَالَ عَنِ الْقَصْدِ وَمِنْهُ لَحْدُ الْقَبْرِ لِاَنَّهٗ حُفْرَةٌ مَائِلَةٌ عَنْ وَسَطِهٖ وَالْمُلْحِدُ لِاَنَّهٗ اَمَالَ

مَذْهَبَهٗ عَنِ الْاَدْیَانِ کُلِّهَا۔ بولتے ہیں لَحَدَ وَاَلْحَدَ جبکہ اپنے قصد سے ایک طرف جھکے یا مائل ہو اور اسی سے الحاد مائل ہونا ہے۔ قبر کی لحد ہے اس لیے کہ وہ قبر میں ایک ایسا حفرہ کھودا جاتا ہے جو ایک طرف اس کے وسط سے ہو اور ملحد اسی کو کہتے ہیں جو بے مذہب ہو کر آزادی کی طرف جھک جائے۔

اَلْاَعْجَمِیُّ اَلْغَیْرُ الْمُبَیِّنُ۔ اعجمی کھلے ہوئے غیر کو کہتے ہیں قَالَ اَبُو الْفَتْحِ الْمُوْصَلِیُّ تَرْکِیْبُ ع ج م فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ اَلْاِبْهَامُ وَالْاِخْفَاءُ وَضِدُّ الْبَیَانِ وَالْاِیْضَاحِ۔ ابو الفتح موصلی عجمی کے لفظ کا استعمال ابہام اور اخفاء کے معنی میں لکھتا ہے اور اس کی ضد بیان و ایضاح بتاتا ہے۔

وَمِنْهُ قَوْلُهُمْ رَجُلٌ اَعْجَمُ وَامْرَاَۃٌ عَجْمَاءُ اِذَا کَانَا لَا یُفْصِحَانِ۔ اور محاورہ میں رجل اعجم اور امرأۃ عجماء جب بولیں گے جبکہ فصاحت کے خلاف بولیں۔

وَسَمُّوْا صَلٰوۃَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ الْعَجْمَاوَیْنِ لِاَنَّ الْقِرَاءَۃَ فِیْهِمَا سِرٌّ۔ ظہر عصر کی نمازوں کو عجماوین کہتے ہیں اس لیے کہ ان میں قراءت سرّی ہوتی ہے۔

اور لکنت کے معنی میں عجم بولتے ہیں۔

اسی لیے آگے فرمایا وَهٰذَا یَعْنِی الْقُرْاٰنَ الْکَرِیْمَ لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ یَعْنِیْ ذُوْ بَیَانٍ وَفَصَاحَۃٍ اور یہ قرآن کریم زبان عربی میں فصیح و بلیغ ہے۔

اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن کریم کی نورانیت، علوم اور حلاوۃ بیان جب تسخیر قلوب کرنے لگی اور مشرکین نے دیکھا کہ دنیا اس کی طرف مائل ہو رہی ہے اور اس کی مخالفت میں ہماری تمام تدابیر بیکار ہو چکی ہیں تو انہوں نے اس قسم کی افتراء پردازیاں اٹھانی شروع کر دیں جنہیں حرکات مذبوحی سے تعبیر کر سکتے ہیں کبھی کہا۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ یہ کچھ نہیں مگر جادو ہے کبھی کہہ دیا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ یہ کچھ نہیں مگر پہلے قصے ہیں۔ جب اس سے بھی اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت نہ روک سکے تو کہنے لگے اِنَّمَا اَنْتَ مُفْتَرٍ۔ تم تو اسے بنا لاتے ہو۔

غرضیکہ ہزار کوششیں کیں کہ کسی طرح لوگ اس پاک کتاب سے بدظن ہوں اور ان کی مکاریوں میں آئیں لیکن ان کا کوئی مکر بھی کارگر نہ ہوا آخر انہوں نے اڑانی شروع کی اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ایک آدمی انہیں یہ کلام پاک سکھاتا ہے جس کا ذکر ہم بیان کر چکے اس کے ردّ میں خود قرآن عظیم نے یہ عظیم رد فرمادیا اور سنایا کہ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ یہ تو زبان عربی میں فصیح و بلیغ کلام ہے کہ عجمی تو عجمی تمہارے وہ فصحاء بھی اس کے مقابل نہ

ٹھہر سکے جو میدان فصاحت میں کوس لِمَنِ الْمُلْكُ بجاتے اور هَلْ مِنْ فَصِيْحٍ ۔ هَلْ مِنْ شَاعِرٍ کے آوازے لگاتے تھے۔ تمہارے فصحاء و بلغاء جنہیں اپنی زبانوں پر ناز اور فخر تھا وہ تو اس کلام معجز نظام کو سن کر دبے بجھے رہ گئے حیران و ششدر ہو گئے اور انہوں نے کہہ دیا کہ یہ کلام ایسا کلام ہے کہ انسان سے اس کا مقابلہ محال ہے تو ایک عجمی کی طرف اس کی نسبت کرنا کس قدر بے شرمی ہے اور کتنا باطل دعوی ہے پھر جس کی طرف تم نسبت تلمذ کر رہے تھے وہ خود بھی حلقہ بگوش غلام ہو گیا اور بارگاہ رسالت میں زانوئے ادب طے کر چکا۔ اسے بھی اس کلام پاک نے اپنی طرف ایسا کھینچا کہ آج وہ صدق و اخلاص کے ساتھ مومن ہے۔ لہذا اب ہمارا فیصلہ ہے کہ۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ بیشک وہ جو ایمان نہیں لاتے اللہ کی آیتوں پر انہیں راہ نہیں دے گا اللہ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جھوٹ اور افتراء وہی کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ آپ ہی جھوٹے ہیں"۔

یعنی جو حسد اور عناد کے ماتحت ایمان نہیں لاتے اور تصدیق نہیں کرتے اور اس پر انہیں تکذیب اور انکار کی وجہ سے دردناک عذاب ہو گا اور حقیقت بھی یہ ہے کہ جھوٹ بولنا اور افتراء پردازی کرنا بے ایمانوں کا کام ہے۔ آگے حکم عام سنایا اور فرمایا

"مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ جو ایمان لا کر اللہ کے ساتھ کفر کرے مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل مطمئن بالایمان ہو"، وہ مغضوب نہیں آیہ کریمہ کا شان نزول آگے بیان ہو گا۔

وَاسْتَدَلَّ بِالْاٰيَةِ عَلٰى اَنَّ الْاِيْمَانَ هُوَ التَّصْدِيْقُ بِالْقَلْبِ وَالْاِقْرَارُ لَيْسَ رُكْنًا فِيْهِ۔ اس آیۂ کریمہ سے ایمان کے لیے استدلال کیا گیا کہ ایمان نام ہے تصدیق قلب کا اور محض اقرار اس میں رکن نہیں ہے بلکہ اس تصدیق کی اطلاع اقرار باللسان ہے اسی لیے اقرار باللسان و تصدیق بالقلب کہا گیا۔

"وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ ہاں البتہ وہ جس کا دل کفر کے ساتھ کھلا ہو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے زبردست عذاب ہے"۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں اور شان نزول ظاہر کرتے ہیں کہ

رُوِيَ اَنَّ قُرَيْشًا اَكْرَهُوْا عَمَّارًا وَاَبَوَيْهِ يَاسِرًا وَسُمَيَّةَ عَلَى الْاِرْتِدَادِ فَاَبَوْا فَرَبَطُوْا سُمَيَّةَ بَيْنَ بَعِيْرَيْنِ وَوُجِئَ بِحَرْبَةٍ فِيْ قُبُلِهَا وَقَالُوْا اِنَّمَا اَسْلَمْتِ مِنْ اَجْلِ الرِّجَالِ فَقَتَلُوْهَا وَقَتَلُوْا يَاسِرًا وَهُمَا اَوَّلُ قَتِيْلَيْنِ فِي الْاِسْلَامِ۔

قریش نے اجبار و اکراہ کا بار حضرت عمار اور ان کے باپ یاسر اور ان کی والدہ حضرت سمیہ پر ڈالا اور جبر کیا لیکن انہوں نے مرتد ہونے سے انکار کر دیا تو حضرت سمیہ کو دو اونٹوں میں باندھ کر برچھے سے آپ کو شہید کر ڈالا اور وہ برچھا آپ کی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں مارا اور کہا تو لوگوں کے رجحان کو دیکھ کر مسلمان ہوئی ہے پھر حضرت یاسر کو بھی شہید کر دیا۔ یہ دونوں اسلام میں پہلے شہید ہیں۔

وَاَمَّا عَمَّارٌ فَاَعْطَاهُمْ بِلِسَانِہٖ مَا اَکْرَهُوْا عَلَیْہِ۔ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ عَمَّارًا کَفَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلَّا اِنَّ عَمَّارًا مُلِئَ اِیْمَانًا مِّنْ قَرْنِہٖ اِلٰی قَدَمِہٖ وَاخْتَلَطَ الْاِیْمَانُ بِلَحْمِہٖ وَدَمِہٖ۔ اب عمار رہ گئے تھے آپ نے زبان سے وہ کہہ دیا جو وہ بطریق اکراہ کہلانا چاہتے تھے تو حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا حضور عمار نے کفر قبول کر لیا۔ حضور نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا عمار کے سر سے پیر تک ایمان مملو ہے اور اس کے گوشت اور خون میں ایمان مل چکا ہے۔

اس کے بعد ان سے پیچھا چھڑا کر حضرت عمار بارگاہ رسالت میں روتے ہوئے آئے۔ حضور نے فرمایا کیا ہوا حضرت عمار نے عرض کیا حضور بہت ہی برا ہوا اور میری زبان سے مشرکین نے بہت برے کلمے نکلوائے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تیرے دل کا کیا حال تھا؟ عرض کیا دل تو مطمئن بالایمان تھا۔ حضور نے اپنے دست اقدس سے ان کے آنسو پونچھے اور نہایت شفقت و رحمت سے فرمایا عمار اگر پھر ایسا اتفاق ہو تو یہی کرنا چاہیے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی (روح المعانی)

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ بحالت اکراہ کلمۂ کفر کہہ دینا جائز ہے تاکہ جان بچ جائے بشرطیکہ دل مطمئن بالایمان ہو اور اگر کلمۂ کفر نہ کہے اور اپنی جان دے دے تو وہ شہید ہوگا اور اکراہ پر صبر کرنے کا اسے اجر ملے گا۔

چنانچہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اکراہ پر صبر کیا اور وہ سولی پر شہید کر دیے گئے جب نوک سنان جگر سے پار ہو رہی تھی تو آپ روضۂ مقدس کے رخ یعنی مدینہ کی طرف منہ کر کے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

اَلَا لَا اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا   عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ

اور ایک روایت میں ہے۔

اِنَّهُمْ اَخَذُوْهُ فَلَمْ یَتْرُکُوْهُ حَتّٰی سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذَکَرَ اٰلِهَتَهُمْ بِخَیْرٍ ثُمَّ تَرَکُوْهُ فَلَمَّا اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا وَرَاءَكَ شَرٌّ مَا تُرِکْتُ حَتّٰی نِلْتُ مِنْكَ وَذَکَرْتُ اٰلِهَتَهُمْ بِخَیْرٍ قَالَ کَیْفَ تَجِدُ قَلْبَكَ قَالَ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ عَادُوْا فَعُدْ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَۃُ۔

مشرکین نے آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک آپ سے حضور کے لیے گالیاں نہ کہلوالیں اور اپنے بتوں کے لیے اچھے کلمات۔ جب آپ نے ان کی ضد پوری کر دی تو آپ کو چھوڑا۔ جب آپ بارگاہِ رسالت میں حاضر آئے تو حضور نے فرمایا کیا کر آئے۔ عرض کیا حضور بہت ہی برا ہوا مجھ سے ان کے معبودوں کے لیے کلمات خیر نکلوائے۔ فرمایا تیرے دل کا کیا حال تھا؟ عرض کیا حضور دل تو ایمان پر جما ہوا تھا فرمایا اگر پھر ایسا ہو تو ایسا کر لینا پرواہ نہ کرنا۔

دوسرا واقعہ اور ہے

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ عَنِ الْحَسَنِ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ عَنْ مَعْمَرٍ، اَنَّ مُسَیْلَمَۃَ الْکَذَّابَ اَخَذَ رَجُلَیْنِ فَقَالَ لِاَحَدِھِمَا مَا تَقُوْلُ فِیْ مُحَمَّدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ فَمَا تَقُوْلُ فِیَّ فَقَالَ اَنْتَ اَیْضًا فَخَلَّاہُ وَقَالَ لِلْاٰخَرِ مَا تَقُوْلُ فِیْ مُحَمَّدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ فَمَا تَقُوْلُ فِیَّ قَالَ اَنَا اَصَمُّ فَاَعَادَ عَلَیْہِ ثَلَاثًا فَاَعَادَ فِیْ جَوَابِہٖ فَقَتَلَہٗ فَبَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَبَرُھُمَا فَقَالَ اَمَّا الْاَوَّلُ فَقَدْ اَخَذَ بِرُخْصَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَمَّا الثَّانِیْ فَقَدْ صَدَعَ بِالْحَقِّ فَھَنِیْئًا لَہٗ۔

مسیلمہ کذاب نے دو آدمی مکہ کے پکڑے ایک سے پوچھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تو کیا کہتا ہے اس نے کہا اللہ کا رسول تو کہنے لگا میرے حق میں کیا کہتا ہے اس نے کہا تجھے بھی تو اسے چھوڑ دیا۔

پھر دوسرے سے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیا کہتا ہے اس نے کہا اللہ کا رسول ؐ نبا ہوں۔ مسیلمہ نے کہا میرے متعلق کیا کہتا ہے اس نے کہا میں بہرا ہوں تین بار اس نے سوال کیا انہوں نے مسیلمہ کے متعلق وہی جواب دیا آخر وہ شہید کر دیے گئے۔

پہلا واقعہ حضور کی خدمت میں پہنچا تو حضور نے فرمایا پہلا تو وہ ہے جس نے اللہ تعالے کی رخصت پر عمل کیا اور دوسرا وہ ہے جس نے حق کے ساتھ جان دیدی تو اسے مبارک ہو۔

وَاسْتَدَلَّ بِاِبَاحَۃِ التَّلَفُّظِ بِالْکُفْرِ عِنْدَ الْاِکْرَاہِ عَلٰی اِبَاحَۃِ سَائِرِ الْمَعَاصِیْ۔ اس تلفظ بالکفر کے جواز سے استدلال کیا بوقت اکراہ اور تمام معاصی کا جواز بھی اس سے عندالاکراہ قرار دیا گیا مثل شرب خمر، اکل میتہ اور لحم خنزیر وغیرہ کے۔ اور جو آدمی دل سے کفر کرے اس پر زبردست عذاب اس لیے ہے کہ۔

"ذٰلِکَ بِاَنَّھُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ وَاَنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ

یہ اس لیے کہ وہ دنیا کی زندگی پسند کرتا ہے آخرت پر اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

یعنی وہ اس سے محبت کرتا ہے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس کام کی جس سے ایمان مضبوط ہو اور بقول ثانی ایسے کاموں کی ہدایت نہیں فرماتا جس سے جنت کا مستحق ہو جائے۔

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ یہی وہ ہیں جن پر مہر کی اللہ نے ان کے دلوں پر ان کے کانوں پر ان کی آنکھوں پر اور یہی لوگ ہیں غفلت والے۔

یعنی اپنے انجام وعاقبت کار کو نہیں سوچتے اور وہ تدبر نہیں کرتے اور نہ مواعظ و نصائح پر کان دھرتے ہیں نہ طریق رشد و صواب دیکھتے ہیں۔

"لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ لازمی طور پر یہ آخرت میں نقصان و خسران میں ہیں" یعنی ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔

"ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ پھر بیشک تمہارا رب ان کے لیے جنہوں نے ہجرت کی بعد اس کے کہ ستائے گئے پھر جہاد کیا اور صبر کیا بیشک تمہارا رب اس کے بعد بخشنے والا مہربان ہے"۔

هَاجَرُوْا سے مراد مکہ معظمہ سے مدینہ کو ہجرت کرنا ہے مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا۔ کفار نے ان پر سختیاں کیں انہیں کفر پر مجبور کیا جیسے حضرمی کہ مجبوراً مرتد ہوئے پھر اسلام لائے اور ہجرت کر کے مدینہ آئے یا جیسے عمار بن یاسر پھر انہوں نے تمام مصائب پر صبر کیا اور ہجرت کے بعد جہاد کیا اس آیت کا نزول حضرت عمار اور ان جیسوں کے حق میں ہوا۔ لیکن

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ آیۂ کریمہ عیاش بن ابی ربیعہ اور ولید بن ابی ربیعہ اور ولید بن ولید کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

اس پر ابن عطیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمار کے حق میں ہی یہ آیت نازل ہوتی معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ یہ بلند درجے والے ہیں اور ابن اسحٰق نے جن کے نام بتائے یہ وہ ہیں کہ اسلام چھوڑ کر کفر کے ساتھ ملے پھر اللہ تعالیٰ نے باب توبہ ان پر کھولا۔

وَنُقِلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهَا نَزَلَتْ فَكَتَبَ بِهَا الْمُسْلِمُوْنَ اِلٰى مَنْ كَانَ اَسْلَمَ بِمَكَّةَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ جَعَلَ لَكُمْ مَخْرَجًا فَخَرَجُوْا فَلَحِقَهُمُ الْمُشْرِكُوْنَ فَقَاتَلُوْهُمْ حَتّٰى نَجَا مَنْ نَجَا وَقُتِلَ مَنْ قُتِلَ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی تو ان مسلمانوں کو لکھا جو مکہ میں اسلام

لائے تھے کہ اللہ تعالٰے نے تمہارے نکلنے کی راہ یعنی ہجرت نکال دی ہے چنانچہ وہ مکہ سے نکل رہے تھے کہ مشرکین نے انہیں گھیر لیا آخر مقابلہ ہوا پھر جو بچ کر آگیا وہ بچ گیا اور جو شہید ہو گیا وہ ہو گیا۔

بامحاورہ ترجمہ پندرہواں ۱۵ رکوع سورۂ نحل پ۱۴

يَوْمَ تَأْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

جس دن آئے گی ہر جان جھگڑتی اپنی ہی جان سے اور دیا جائے گا ہر جان کو اس کا بدلہ اور وہ ظلم نہ کیے جائیں گے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝

اور مثال دی اللہ نے ایک بستی کی کہ امان و اطمینان سے تھی آتا تھا اسے اس کا رزق بھرپور ہر طرف سے تو انہوں نے ناشکری کی اللہ کی نعمتوں سے تو چکھایا اللہ نے انہیں لباس بھوک اور خوف کا پہنا کر بدلہ ان کے کیے کا۔

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

اور بیشک آئے ان کے پاس رسول ان میں سے تو جھٹلایا انہیں تو پکڑا انہیں عذاب نے اور وہ ظالم تھے۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

تو کھاؤ اللہ کی دی ہوئی حلال و پاکیزہ اور شکر کرو نعمت الٰہی کا اگر ہو تم اسے پوجنے والے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

تم پر تو یہی حرام کیا مردار اور خون اور گوشت سور کا اور وہ جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ تو جو مضطر ہو بلا نافرمانی کے نہ سرکشی کرتا تو بے شک بخشنے والا ہے مہربان۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اور نہ کہو اسے جو بیان کرتی ہیں تمہاری زبانیں یہ حلال ہے اور یہ حرام تاکہ افتراء کرو اللہ پر جھوٹ بیشک وہ جو افتراء کرتے ہیں اللہ پر جھوٹا وہ کامیاب نہ ہوں گے۔ نفع بس تھوڑے دن اور ان کے لیے عذاب ہے دردناک۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ

اور ان پر جو یہودی ہیں ہم نے حرام کیا ان چیزوں کو

مِنْ قَبْلُ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝	جن کا بیان کر دیا پہلے اور ہم نے ظلم نہ کیا ان پر لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔
ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْۤا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	پھر بے شک تمہارا رب ان کے لیے جو برے عمل کرتے ہیں اپنی جہالت سے پھر توبہ کریں بعد اس کے اور سنور جائیں بے شک تمہارا رب اس کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

حلِ لغات پندرہواں رکوع سورہ نحل پ ۱۴

يَوْمَ۔ جس دن — تَاْتِيْ۔ آئے گی — كُلُّ۔ ہر ایک — نَفْسٍ۔ جان

تُجَادِلُ۔ جھگڑا کرے گی — عَنْ نَّفْسِهَا۔ اپنی ہی جان سے — وَتُوَفّٰى۔ اور پورا دیا جائیگا

كُلُّ۔ ہر ایک — نَفْسٍ۔ آدمی — مَّا۔ جو — عَمِلَتْ۔ اس نے کمایا

وَهُمْ۔ اور وہ — لَا يُظْلَمُوْنَ۔ ظلم نہ کیے جائیں گے — ضَرَبَ۔ بیان کی

اللّٰهُ۔ اللہ نے — مَثَلًا۔ مثال — قَرْيَةً۔ ایک بستی کی — كَانَتْ۔ جو تھی

اٰمِنَةً۔ امن و — مُّطْمَئِنَّةً۔ اطمینان والی — يَّاْتِيْهَا۔ آتا تھا اس کے پاس — رِزْقُهَا۔ اس کا رزق

رَغَدًا۔ بافراغت — مِّنْ كُلِّ۔ ہر ایک — مَكَانٍ۔ جگہ سے — فَكَفَرَتْ۔ تو کفر کیا اس نے

بِاَنْعُمِ۔ نعمت — اللّٰهِ۔ الٰہی کا — فَاَذَاقَهَا۔ تو چکھایا اسکو — اللّٰهُ۔ اللہ نے

لِبَاسَ۔ لباس — الْجُوْعِ۔ بھوک — وَالْخَوْفِ۔ اور خوف کا — بِمَا۔ بدلہ اس کا کہ

كَانُوْا۔ تھے وہ — يَصْنَعُوْنَ۔ کرتے — وَلَقَدْ۔ اور بیشک — جَآءَهُمْ۔ آیا انکے پاس

رَسُوْلٌ۔ رسول — مِّنْهُمْ۔ انہی سے — فَكَذَّبُوْهُ۔ تو انہوں نے جھٹلایا اس کو

فَاَخَذَهُمُ۔ تو پکڑ لیا ان کو — الْعَذَابُ۔ عذاب نے — وَهُمْ۔ اور وہ

ظٰلِمُوْنَ۔ ظالم تھے — فَكُلُوْا۔ تو کھاؤ — مِمَّا۔ اس سے جو — رَزَقَكُمُ۔ رزق دیا تمہیں

اللّٰهُ۔ اللہ نے — حَلٰلًا۔ حلال — طَيِّبًا۔ پاک — وَّاشْكُرُوْا۔ اور شکر کرو

نِعْمَتَ۔ نعمت — اللّٰهِ۔ الٰہی کا — اِنْ۔ اگر — كُنْتُمْ۔ ہو تم

اِيَّاهُ۔ خاص اس کی — تَعْبُدُوْنَ۔ عبادت کرتے — اِنَّمَا۔ سوا اس کے نہیں — حَرَّمَ۔ حرام کیا اس نے

عَلَيْكُمُ۔ تم پہ — الْمَيْتَةَ۔ مردار — وَالدَّمَ۔ اور خون — وَلَحْمَ۔ اور گوشت

اَلْخِنْزِیْرِ۔ سور کا	وَمَا۔ اور جو	اُھِلَّ۔ پکارا گیا	لِغَیْرِ۔ واسطے سوا
اللّٰہِ۔ اللہ کے	فَمَنِ۔ پھر جو	اضْطُرَّ۔ مجبور ہو جائے	غَیْرَ۔ نہ ہو
بَاغٍ۔ سرکش	وَّلَا۔ اور نہ	عَادٍ۔ حد سے بڑھنے والا	فَاِنَّ۔ تو بیشک
اللّٰہَ۔ اللہ	غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا	رَّحِیْمٌ۔ مہربان ہے	وَلَا۔ اور نہ
تَقُوْلُوْا۔ کہو	لِمَا۔ جو	تَصِفُ۔ بیان کریں	اَلْسِنَتُکُمُ۔ تمہاری زبانیں
الْکَذِبَ۔ جھوٹ	ھٰذَا۔ یہ	حَلٰلٌ۔ حلال ہے	وَّھٰذَا۔ اور یہ
حَرَامٌ۔ حرام	لِّتَفْتَرُوْا۔ تاکہ باندھو	عَلَی۔ اوپر	اللّٰہِ۔ اللہ کے
الْکَذِبَ۔ جھوٹ	اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَفْتَرُوْنَ۔ باندھتے ہیں
عَلَی۔ اوپر	اللّٰہِ۔ اللہ کے	الْکَذِبَ۔ جھوٹ	لَا۔ نہیں
یُفْلِحُوْنَ۔ کامیاب ہوتے	مَتَاعٌ۔ فائدہ ہے	قَلِیْلٌ۔ تھوڑا سا	وَّلَھُمْ۔ اور واسطے ان کے
عَذَابٌ۔ عذاب ہے	اَلِیْمٌ۔ دردناک	وَعَلَی۔ اور اوپر	الَّذِیْنَ۔ ان کے جو
ھَادُوْا۔ یہودی ہوئے	حَرَّمْنَا۔ ہم نے حرام کیا	مَا۔ جو	قَصَصْنَا۔ بیان کیا ہم نے
عَلَیْکَ۔ تجھ پر	مِنْ قَبْلُ۔ پہلے سے	وَمَا۔ اور نہیں	ظَلَمْنَا۔ ظلم کیا ہم نے
ھُمْ۔ ان پر	وَلٰکِنْ۔ لیکن	کَانُوْا۔ تھے وہ	اَنْفُسَھُمْ۔ اپنی جانوں پر
یَظْلِمُوْنَ۔ ظلم کرتے	ثُمَّ۔ پھر	اِنَّ۔ بیشک	رَبَّکَ۔ تیرا رب
لِلَّذِیْنَ۔ ان کو جنہوں نے	عَمِلُوا۔ عمل کیے	السُّوْٓءَ۔ برے	بِجَھَالَۃٍ۔ جہالت سے
ثُمَّ۔ پھر	تَابُوْا۔ توبہ کی انہوں نے	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	ذٰلِکَ۔ اس کے
وَاَصْلَحُوْٓا۔ اور درستی کی	اِنَّ۔ بیشک	رَبَّکَ۔ تیرا رب	مِنْ بَعْدِھَا۔ اس کے بعد
لَغَفُوْرٌ۔ یقیناً بخشنے والا	رَّحِیْمٌ۔ مہربان ہے۔		

مختصر تفسیر اردو پندرہواں رکوع سورۂ نحل پ ۱۴

"یَوْمَ تَاْتِیْ کُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِھَا۔ جس دن آئے گی ہر جان جھگڑتی اپنی جان سے اور بھرپور دیا جائے اس کے عمل کا بدلہ اور وہ ظلم نہ کیے جائیں"۔

سیدالمفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگوں میں باہمی جھگڑا ہوگا۔ حتی کہ روح اور جسم کے مابین بھی خصومت ہوگی۔ روح کہے گی یا رب نہ میرے

ہاتھ تھے کہ میں کسی کو پکڑتی نہ پاؤں تھے کہ چلتی نہ آنکھ تھی کہ دیکھتی۔

جسم عرض کرے یا رب میں تو لکڑی کی طرح تھا نہ میرا ہاتھ پکڑ سکتا تھا نہ پاؤں چل سکتا تھا نہ آنکھ دیکھ سکتی تھی جب یہ روح اپنی شعاع مجھ پر ڈالتی تھی تو میں زبان سے بولتا تھا۔ آنکھ سے دیکھتا تھا پاؤں سے چلتا تھا لہٰذا جو کچھ کیا اس روح نے کیا۔

تو اللہ تعالےٰ ان پر ایک مثال بیان فرمائے کہ ایک اندھا اور ایک لولا دونوں ایک باغ میں گئے۔ اندھے کو تو پھل نظر نہ آتے تھے اور لولا ان پھلوں تک ہاتھ نہ پہنچا سکتا تھا۔ تو اندھے نے اس لولے کو اپنے اوپر سوار کر لیا اس طرح انہوں نے پھل توڑے تو ایسی صورت میں دونوں سزا کے مستحق ہوئے کیونکہ ارتکاب جرم دونوں نے مل کر کیا۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں ابن عباس سے منقولہ بالا کی اصل اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ هٰذِهِ الْمُجَادَلَةَ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ يَقُوْلُ الْجَسَدُ بِكَ نَطَقَ لِسَانِيْ وَاَبْصَرَتْ عَيْنِيْ وَمَشَتْ رِجْلِيْ وَلَوْلَاكَ كُنْتُ خَشَبَةً مُلْقَاةً۔

وَتَقُوْلُ الرُّوْحُ اَنْتَ كَسَبْتَ وَعَصَيْتَ لَا اَنَا وَاَنْتَ كُنْتَ الْحَامِلُ وَاَنَا الْمَحْمُوْلُ۔

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَضْرِبُ لَكُمَا مَثَلًا اَعْمٰى حَمَلَ مُقْعَدًا اِلٰى بُسْتَانٍ فَاَصَابَا مِنْ ثِمَارِهٖ فَالْعَذَابُ عَلَيْكُمَا۔

چنانچہ اس آیت کریمہ میں شان تخویف ہے اور اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ وہ دن جسے قیامت کہتے ہیں ایسا ہوگا کہ ہر جان اپنی خلاصی چاہے گی۔ چنانچہ خطیب الانبیا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زبان مبارک پر بھی یہ لفظ ہوں رَبِّ نَفْسِيْ نَفْسِيْ لَا اَسْاَلُكَ الْيَوْمَ اِلَّا نَفْسِيْ الٰہی میں اپنی جان کی امن چاہتا ہوں اور تیرے حضور میرا اور کوئی سوال نہیں۔

پھر حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا میں ابن عطیہ کہتے ہیں۔

اَلنَّفْسُ الْاُوْلٰى هُوَ الْمَعْرُوْفَۃُ وَالثَّانِيْ هُوَ الْبَدَنُ۔ پہلا نفس تو روح معروفہ ہے اور دوسرا نفس بدن ہے۔

عسکری کہتے ہیں اَلْاِنْسَانُ يُسَمّٰى نَفْسًا تَقُوْلُ الْعَرَبُ مَا جَاءَنِيْ اِلَّا نَفْسٌ وَاحِدَةٌ اَیْ اِنْسَانٌ وَاحِدَةٌ۔ انسان کو نفس کہا جاتا ہے۔ عرب کا محاورہ ہے وہ کہتے ہیں میرے پاس نہیں آیا مگر ایک نفس یعنی ایک انسان۔ اور

وَتُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ یَعْنِیْ تُعْطٰی وَافِیًا کَامِلًا۔ یَعْنِیْ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ کے یہ معنی ہیں کہ ہر جان کو دیا جائے پورا پورا کامل مَا عَمِلَتْ اَیْ جَزَاءَ عَمَلِهَا۔ یعنی اس کے عمل کا بدلہ اَلَّذِیْ عَمِلَتْهُ اِنْ خَیْرًا فَخَیْرًا وَاِنْ شَرًّا فَشَرًّا جو اس نے کیا اگر اچھا کیا تو اچھا اور اگر برا کیا تو برا بدلہ دیا جائے وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہ ہو یعنی عذاب میں بلا قصور کچھ زیادتی نہ ہو۔

"وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ۔ اور اللہ تعالے نے مثال دی اس قریہ کی کہ رہتے تھے اس میں امن و اطمینان سے آتا تھا رزق اس کا کثرت سے اور ہر طرف سے تو کفران نعمت کیا انہوں نے اللہ کی نعمتوں سے تو چکھائی اللہ نے لباس میں بھوک اور خوف کی سزا کہ جیسا وہ کرتے تھے۔"

یعنی اللہ تعالے نے مثال بیان فرمائی ایسے لوگوں کے لیے جن پر انعام کیا تو وہ اس نعمت سے متکبر و مغرور ہو گئے اور ناشکری کرنے لگے حتی کہ کافر ہوئے یہ سبب اللہ تعالے کی ناراضگی کا ہوا۔ انکی مثال ایسی سمجھو جیسے مکہ مکرمہ کے رہنے والے امان و اطمینان سے رہتے تھے نہ اس بستی پر غنیم کا خطرہ تھا نہ وہاں کے لوگ قتل و قید کے مصائب سے آشنا تھے۔ ان پر بدعائے ابراہیم وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ کا یہ اثر تھا کہ ہر طرف سے رزق روزی پھل پھول رغداً وسیع طور پر آتا تھا تو انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو ان پر سات سال متواتر حضور کی بددعا سے قحط اور خشک سالی کی ایسی مصیبت آئی کہ مردار کھاتے اور امن و امان کی بجائے خوف و ہراس طاری ہو گیا اور ہر وقت مسلمانوں کے حملے اور لشکر کشی کے اندیشے میں رہنے لگے اور جیسے انسان کے جسم سے لباس لپٹا ہوتا ہے ان پر قحط۔ جوع۔ خوف و ہراس مثل لباس لپٹ گیا اور یہ بدلہ ان کی کرنی کا تھا۔

"وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ اور بے شک آئے ان کے پاس ایک رسول تو انہوں نے جھٹلایا تو پکڑ لیا انہیں عذاب نے اور وہ ظالم بے انصاف تھے۔"

یَعْنِیْ وَلَقَدْ جَآءَ اَهْلَ تِلْكَ الْقَرْیَةِ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ اَیْ مِنْ جِنْسِهِمْ یَعْرِفُوْنَهٗ بِاَصْلِهٖ وَنَسَبِهٖ یعنی اس بستی میں تشریف لائے ایک رسول جو انہیں میں سے تھے اور وہ لوگ ان کے اصل و نسب کو جانتے تھے تو انہیں جھٹلانے لگ گئے تو فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ ظالم تھے اخذ عذاب کی ترتیب سنت الٰہی کے مطابق ہی ہوتی ہے کہ فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ چنانچہ کفار مکہ کے فسادیوں نے جب تکذیب میں اتنا مبالغہ کیا کہ انواع و اقسام کے الزام کذاب، مفتری، مجنون کے لگائے تو حضور نے بددعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰی مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَیْهِمْ

سِنِيْنَ كَسِنِیْ يُوْسُفَ فَاَصَابَهُمْ مِّنْ جَرْبٍ شَدِيْدٍ وَّاَزْمِنَةٍ مَّا عَلَيْهَا مَزِيْدٌ فَاضْطَرُّوْا اِلٰى اَكْلِ الْجِيْفَةِ وَالْكِلَابِ الْمَيْتَةِ وَالْعِظَامِ الْمُحْرُوْقَةِ وَالْعِلْهِزِ۔

وَالْعِلْهِزُ هُوَ طَعَامٌ يُتَّخَذُ فِيْ سِنِي الْمَجَاعَةِ مِنَ الدَّمِ وَالْوَبَرِ۔

وَكَانَ اَحَدُهُمْ يَنْظُرُ اِلَى السَّمَآءِ فَيَرٰى شِبْهَ الدُّخَانِ مِنَ الْجُوْعِ وَقَدْ ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ مِنْ سَرَايَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَانُوْا يُغِيْرُوْنَ عَلٰى مَوَاشِيْهِمْ وَعِيْرِهِمْ وَقَافِلَتِهِمْ ثُمَّ اَخَذَهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ مَّا اَخَذَهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ هٰذَا مَا اخْتَارَهُ شَيْخُ الْاِسْلَامِ۔

اس دعا کے بعد وہ مردار اور کتے اور ہڈیاں اور علہز کھانے پر مجبور ہو گئے۔

علہز قحط میں بھوک سے تنگ آ کر جنگل سے کھنب لے کر خون کے ساتھ پکا کر کھاتے ہیں۔ اسے علہز کہتے ہیں۔

پھر حرام اور خبیث اموال جو کھایا کرتے تھے یعنی لوٹ، غصب اور مکاسب خبیثہ سے حاصل کیے ہوئے مال علیحدہ تھے۔

آلوسی فرماتے ہیں کہ اس آیۂ کریمہ میں مخاطب مسلمان ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مخاطب مشرکین مکہ ہیں۔

کلبی کہتے ہیں کہ جب اہل مکہ قحط کے سبب بھوک سے پریشان ہوئے اور برداشت کی طاقت نہ رہی تو ان کے سرداروں نے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور عرض کیا کہ آپ سے دشمنی تو مرد کرتے ہیں۔ عورتوں بچوں کو جو تکلیف پہنچ رہی ہے اس کا خیال فرمائیں اس پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے لیے کھانا وغیرہ لے جایا جائے۔ چنانچہ اس آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے۔ خازن اور روح المعانی میں بھی اسی طرح ہے۔

رَوَاهُ الْاِمَامُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ثُمَّ نَقَلَ الْكَلْبِيُّ مَا يَسْتَدْعِيْ اَنَّ الْخِطَابَ لِاَهْلِ مَكَّةَ حَيْثُ قَالَ اِنَّ رُؤَسَاءَ مَكَّةَ كَلَّمُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ جَهِدُوْا وَقَالُوْا عَادَيْتَ الرِّجَالَ فَمَا بَالُ الصِّبْيَانِ وَالنِّسَآءِ وَكَانَتِ الْمِيْرَةُ مَا قَدْ قُطِعَتْ عَنْهُمْ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنَ فِي الْحَمْلِ اِلَيْهِمْ فَحُمِلَ الطَّعَامُ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا۔

اس وقت ان کا یہ حال ہوا کہ جب ان میں سے کوئی آسمان کی طرف دیکھتا تو اسے بھوک کی وجہ سے

آسمان پردھواں سا نظر آتا اور ان پر زمین تنگ ہوگئی ان سرایا کے باعث جو حضور نے بھیجے اور وہ جہاں کہیں تھے انکے مویشی اور انکے قافلوں کی صورتیں بھی بدل گئیں پھر وہ مشرکین بدر والے دن عذاب میں مبتلا ہوئے اور یہاں رسول سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

"فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ حَلٰلًا طَيِّبًا۔ تو کھاؤ اس سے جو اللہ تمہیں دے حلال اور طیب وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ اور شکر کرو نعمتوں کا جو اللہ کی ہیں اگر تم اسے پوجتے ہو"

علامہ نسفی فرماتے ہیں کہ گندہ خواری سے نجات پاکر پاک چیزیں کھاؤ اور مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ جو اللہ تعالے نے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمہیں دیا اس لیے کہ حضور نے خود فرمایا وَاللهُ هُوَ الْمُعْطِي وَاَنَا الْقَاسِمُ دینے والا اللہ ہی ہے مگر تقسیم والے ہم ہیں۔ چنانچہ آلوسی بھی اس سے ملتا جلتا بیان دے رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں

فَانْتَهُوْا عَمَّا اَنْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ كُفْرَانِ النِّعَمِ وَتَكْذِيْبِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْلَا يَحِلَّ بِكُمْ مَا حَلَّ بِهِمْ وَاعْرِفُوْا حَقَّ نِعَمِ اللهِ تَعَالٰى وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِىْ اَمْرِهٖ وَنَهْيِهٖ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ تَعَالٰى حَالَ كَوْنِهٖ حَلٰلًا طَيِّبًا وَذَرُوْا مَا تَفْتَرُوْنَ مِنْ تَحْرِيْمِ الْبَحَائِرِ وَنَحْوِهَا وَاشْكُرُوْا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ وَاعْرِفُوْا حَقَّهَا وَلَا تُقَابِلُوْهَا بِالْكُفْرَانِ۔

تو باز آؤ جس حال پر تم ہو اس سے کفران نعمت اور تکذیب نبی صلے اللہ علیہ وسلم تاکہ تمہیں وہی حلال ہے جو حلال ہے اور سمجھو نعمت الٰہی کا حق اور اتباع کرو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا احکام میں امر و نہی میں اور کھاؤ جو رزق دے اللہ تمہیں جو حلال اور پاک ہے اور چھوڑو افتراء پردازی اور بحیرہ سائبہ کے حرام کر لینے سے اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو اور اس کا حق پہچانو اور کفر کے ساتھ مقابلہ کرو اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ۔

"اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ۔ تم پر یہی حرام کیا ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے"۔

یعنی یہ چار چیزیں حرام ہیں تم پر مردار، خون۔ سور کا گوشت اور اہلال لغیر اللہ کا ذبیحہ۔

اہلال لغیر اللہ سے مراد یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللهِ۔ اَللهُ اَكْبَرُ کی بجائے بِاسْمِ فُلَان کہہ کر ذبح کیا جائے۔ چنانچہ مفسرین نے اس امر کی تصریح فرمائی کہ اہلال کہتے ہی ان الفاظ کو ہیں جو عند الذبح بولے جائیں۔ چنانچہ مشرکین مکہ بتوں پر جو جانور ذبح کرتے وہاں اہلال اس بت کے ساتھ کرتے جس کے سامنے

وہ جانور ذبح کرتے۔ ہُبَل کے سامنے بِاسْمِ ہُبَل کہتے لَات کے سامنے بِاسْمِ لَات عُزّٰی کے آگے بِاسْمِ عُزّٰی

چنانچہ اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ وقت ذبح اگر بِاسْمِ مُحْیِ الدِّین یا بِاسْمِ مُعِیْنِ الدِّیْن حتی کہ باسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھی کہہ کر ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہے وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ کا یہی مفہوم ہے۔ اس کی توضیح ہم اس آیت کریمہ کے تحت پارہ وَلَوْ اَنَّنَا میں کر چکے ہیں۔

اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر عزیزی کے پہلے ڈھائی پاروں میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اس زمانہ میں جو بدعات و منکرات ہوتے تھے وہ سب لکھ کر مسئلہ کا لب لباب یوں بیان کیا۔

"وکنہہ ایں مسئلہ آنست کہ جان را برائے غیر جان آفرین نیاز کردن روا نیست"۔ اس مسئلہ کی جڑ صرف یہ ہے کہ جان دینا جان آفرین کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں۔

پھر آگے فرماتے ہیں۔ "لیکن معنیش ہمیں است کہ دادن جان برائے خدا ثوابے کہ دارد بآں مردہ بخشیدہ شود نہ آنکہ ذبح برائے مردہ کردہ آید" یعنی جو ذبح کرتے ہیں اس کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ جان دینا خدا کے لیے بھی ایک ثواب رکھتا ہے تو وہ ثواب جو جان دینے کا اسے مل رہا ہے وہ ہی موتی کو بخش رہا ہے اور اس سے یہ مطلب نہیں کہ ذبح مردے کے لیے کر رہا ہے۔

اسی لیے قرآن کریم میں مَا اُهِلَّ تقریبًا چار جگہ وارد ہے مگر سب جگہ مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ ہی فرمایا گیا اور مَا اُهِلَّ بِغَيْرِ اللّٰهِ کہیں نہ فرمایا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لغیر اللہ اور بغیر اللہ میں بون بعید ہے بغیر اللہ کے معنی ہو جاتے ہیں غیر خدا کے نام کے ساتھ ذبح کرنا اور ذبح کے وقت جان خدا کے نام پر دینا اور لغیر اللہ کے معنی ہوتے ہیں کہ اس کا ذبح بھی غیر اللہ کے لیے اور جان بھی غیر اللہ کے لیے یہ حرام ہے۔

پھر اُہِلَّ باعتبار لغت محض ذبح پر محمول کرنا صحیح نہیں اس لیے کہ اِہْلَال ہِلَال پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور اِہْلَال نوزائیدہ بچے پر بھی بولا جاتا ہے اور اِہْلَال تلبیۂ حج پر بھی مستعمل ہے۔

چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں ہے اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ لَوْ اَنَّ مُسْلِمًا ذَبَحَ ذَبِیْحَةً وَقَصَدَ بِذَبْحِهَا التَّقَرُّبَ اِلٰی غَیْرِ اللّٰهِ صَارَ مُرْتَدًّا۔ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اگر مسلمان ذبیحہ ذبح کرتے وقت تقرب لغیر اللہ کا قصد کرے تو مرتد ہے۔

اور عام ذبیحے جو بزرگوں کو ثواب پہنچانے کو ہوتے ہیں ان میں یہ بات نہیں بلکہ وہ اللہ کے نام پر ذبح کر کے اور جان دینے کا ایک مستقل ثواب جو ہے وہ بھی میت کے حق میں بخشتے ہیں اور گوشت کا

ثواب علیحدہ یہی وجہ ہے کہ گیارھویں اور عام فاتحہ میں ذبح کنندہ بازاری گوشت پر فاتحہ کرنے میں خوش نہیں ہوتا اس لیے کہ اس میں موتی کو ثواب فقط گوشت کا پہنچتا ہے اور اگر وہ ذبح خود کرے تو جان جان آفرین کو نذر کرنے کا جو ثواب مل رہا ہے وہ بھی یہ موتی کو پیش کرتا ہے تو دہرا ثواب مل جاتا ہے۔

جیسے قربانی میں صرف جان جان آفرین کو پیش کرنے کے بعد اسے ثواب مل جاتا ہے اب گوشت وہ جتنا غربا میں تقسیم کرے گا ماجور ہوگا۔

یہاں نیازوں میں جان اور گوشت دونوں کا ثواب پیش ہو جاتا ہے لیکن بموجب تصریح شاہ صاحب اس امر کا لحاظ لازمی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

"آرے نام خدا براں جانور وقتے فائدہ میدہد کہ قصد تقرب بغیر خدا از دل دور کردہ"

بنابراین محض ذبیحہ کسی کے نام زد کر دینے سے حرام کیسے ہو سکتا ہے۔ بہرحال جانور خریدتے وقت مشتری کا نام رکھا جاتا ہے وہ فروخت ہوگا جس کی وہ اس کی ملک ہے اس کا نام اس پر لیا جائے گا۔ قربانی کا بکرا۔ دنبہ۔ بھیڑ۔ گائے بھی ہو ذبح سے پہلے اور ذبح کے بعد بھی یہی کہا جاتا ہے کہ یہ بکرا فلاں کا ہے یہ گائے فلاں کی ہے۔

تو اگر بغرض ایصال ثواب جانور خرید کر کہہ دیا کہ یہ جانور غوث پاک کا ہے یا یہ دنبہ غریب نواز کا ہے جس کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ اس کا ایصال ثواب انہیں کے پیش ہوگا۔

تو اس سے علت وحرمت لازم نہیں آتی البتہ عند الذبح اگر غیر خدا کا نام لے کر چھری پھیری جائے تو کسی کے نام پر بھی وہ ذبح ہو سوا خدا عزوجل کے سب کے نام کا ذبیحہ حرام اور مردار ہوگا۔

پھر یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ حرام صرف یہی چار نہیں ہیں اور انہی پر حصر نہیں ہے بلکہ اور بھی ہیں یہ حصر محض حصر اضافی ہے۔ ورنہ

اَلْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ یہ تو میتہ میں داخل ہیں اور وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ یہ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے تحت ہیں۔

"فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ تو جو ایسا مضطر ہو کہ نافرمانی نہ کرے نہ سرکشی کرے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

اگر ایسا اضطرار و مخمصہ ہو کہ کھانا حرام و مردار کا لازم ہو جائے تو بقدر ضرورت و سد رمق کھا سکتا ہے اور اللہ اس قصور کو بخشنے والا مہربان ہے اَیْ لَا یُؤَاخِذُ سُبْحٰنَہٗ بِذٰلِکَ یعنی اگرچہ یہ سب حرام قطعی ہیں لیکن ایسی اضطراری حالت میں کہ اس کے بغیر جان بچانا مشکل ہو تو معاف ہے بشرطیکہ بقدر

ضرورت وسدّ رمق استعمال کرے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ۔ اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ پر جھوٹا افتراء کرو بیشک جو افترا کرتے ہیں اللہ پر جھوٹا وہ فلاح نہیں پائیں گے۔"

زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام کرلیا کرتے تھے اور اس حلت وحرمت کی نسبت اللہ تعالے کی طرف کر دیا کرتے تھے اس کی مخالفت کی گئی اور فرمایا گیا یہ خالص اللہ تعالی پر افتراء ہے۔

جیسے فی زماننا بھی ایسا کیا جاتا ہے کہ اہلال لغیر اللہ کا برقع اوڑھ کر گیارہویں شریف کے فاتحہ بزرگان دین کا ایصال ثواب، میلاد پاک کی شیرینی، عرس مبارک کا تبرک، ایصال ثواب کے کھانے کو بلا ثبوت مدعی حرام کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اس کی حرمت شریعت میں وارد نہیں۔ انہیں توبیخ کر کے فرمایا لَا یُفْلِحُوْنَ ایسے لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔ کیونکہ وہ بلا ثبوت افترا کرتے ہیں۔

چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں۔

اَیْ لَا تَقُوْلُوْا فِیْ شَانِ الَّذِیْ تَصِفُہٗ اَلْسِنَتُکُمْ مِنَ الْبَھَائِمِ بِالْحِلِّ وَالْحُرْمَۃِ فِیْ قَوْلِکُمْ مَا فِیْ بُطُوْنِ ھٰذِہِ الْاَنْعَامِ خَالِصَۃٌ لِّذُکُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰی اَزْوَاجِنَا۔ یعنی نہ کہو اس کے معاملہ میں جو تمہاری زبانیں کہہ دیتی ہیں جانوروں سے حرام وحلال جیسے مشرکین کہہ دیا کرتے تھے کہ جو بچہ اس جانور کے پیٹ میں ہے وہ خالص مردوں کے لیے حلال ہے اور ہماری عورتوں پر حرام۔

اس پر مفصل تقریر فرما کر آخر میں خلاصہ کرتے ہیں۔

وَحَاصِلُ مَعْنَی الْاٰیَۃِ عَلٰی مَا نَصَّ عَلَیْہِ الْعَسْکَرِیُّ لَا تُسَمُّوْا مَا لَمْ یَاْتِکُمْ حِلُّہٗ وَحُرْمَتُہٗ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَلَالًا وَّلَا حَرَامًا فَتَکُوْنُوْا کَاذِبِیْنَ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی لِاَنَّ مَدَارَ الْحِلِّ وَالْحُرْمَۃِ لَیْسَ اِلَّا حُکْمُہٗ سُبْحٰنَہٗ۔

خلاصہ معنی آیہ کریمہ کا یہ ہے کہ تم ہرگز حلال وحرام نہ کہو جب تک حلت وحرمت اللہ تعالے اور اس کے رسول جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حلال وحرام نہ ہو اگر ایسا کرو گے تو تم اللہ تعالی پر جھوٹ بولنے والے ہو جاؤ گے اس لیے کہ حلت وحرمت کا مدار سوائے حکم الٰہی کسی چیز پر نہیں۔

چنانچہ حضرت ابو نضرہ فرماتے ہیں۔ لَمْ اَزَلْ اَخَافُ الْفُتْیَا مُنْذُ سَمِعْتُ اٰیَۃَ النَّحْلِ اِلٰی یَوْمِیْ ھٰذَا

میں فتویٰ دینے میں اب خائف رہتا ہوں جب سے میں نے آیۂ سورۂ نحل سنی یعنی لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ۔

قَالَ ابْنُ الْعَرَبِیِّ كَرِهَ مَالِكٌ وَقَوْمٌ اَنْ یَّقُوْلَ الْمُفْتِیْ هٰذَا حَلٰلٌ وَهٰذَا حَرَامٌ فِی الْمَسَائِلِ الْاِجْتِهَادِیَّةِ۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ امام مالک اور ان کی جماعت اسے مکروہ سمجھتی تھی کہ مفتی حلال و حرام مسائل اجتہادیہ میں کہے۔

لَا یُفْلِحُوْنَ کے معنی لَا یَفُوْزُوْنَ بِمَطْلُوْبٍ ہیں یعنی وہ اپنے مقصود کو نہیں پہنچیں گے۔

"مَتَاعٌ قَلِیْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ چند روز تمتع حاصل کرلیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے" یعنی دنیا کی چند روزہ آسائش ہے جو مٹ جانے والی ہے ہمیشہ نہیں رہے گی اور آخرت میں ان کے لیے عذاب دردناک ہے۔

"وَعَلَى الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ اور ان پر جو یہودی ہیں ہم نے حرام فرمائیں وہ چیزیں جو بیان کر چکے ہم تم پر پہلے اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہ کیا لیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے"۔

"ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ۔ پھر بے شک تمہارا رب ان کے لیے جو عمل کر بیٹھے برے اپنی جہالت سے۔ پھر توبہ کریں اس کے بعد اور اپنی اصلاح کرلیں بے شک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے"۔ سورۂ انعام میں یہودیوں پر خاص حرمت نازل ہو چکی ہے حَیْثُ قَالَ

وَعَلَى الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ۔ یعنی ہم نے یہودیوں پر حرام کیا ہر ناخون دار جانور۔ یہ حرمت ان کے ظلم کا بدلہ ہے جو انہوں نے اپنی جانوں پر کیا۔ بغاوت و معصیت کا ارتکاب کرکے اس کی سزا میں بہت سی چیزیں ان پر حرام ہوئیں جیسا کہ فرمایا فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ۔

اور جنہوں نے جہالت سے برے عمل کرلیے بعد میں توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلی اور نیک خصائل اور پسندیدہ اخلاق اور حمیدہ صفات حاصل کرلیے تو ضرور اللہ ان کی بخشش فرمادے گا۔

بامحاورہ ترجمہ سولھواں ۱۶ رکوع سورۂ نحل پ ۱۴

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ؕ وَلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ

بے شک ابراہیم ایک امام تھا نیک خصائل اللہ کا فرمانبردار اور سب سے جدا اور مشرک نہ تھا۔

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

شکر کرنے والا اللہ کی نعمتوں پر چن لیا اسے اور ہدایت کی اسے سیدھے راہ کی۔

وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اور دی ہم نے اسے دنیا میں بھلائی اور بیشک وہ آخرت میں صالحین سے ہے۔

ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

پھر ہم نے وحی کی تمہاری طرف کہ تتبع ہو ملت ابراہیم کے کہ وہ سب سے علیحدہ ہے اور نہیں وہ مشرک۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

ہفتہ تو کیا تھا انہی پر جو اختلاف میں پڑ گئے تھے اور بیشک تمہارا رب فیصلہ کر دے گا قیامت کو جس بات میں وہ اختلاف میں ہیں۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

بلاؤ اپنے رب کی راہ پر حکمت اور احسن نصیحت سے اور بحث کرو ان سے ایسے طریقہ پر جو سب سے بہتر ہو بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو گمراہ ہوا اس کی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝

اور اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف دی تھی اور اگر تم صبر کرو تو وہ بہتر ہے صبر والوں کو۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝

اور (اے محبوب) صبر کرو تم اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور نہ ہو دل تنگ ان کے مکروں سے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

بے شک اللہ ساتھ ہے ان کے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں۔

حلِ لغات سولھواں (١٦) رکوع سورۃ نحل پ ۱۴

اِنَّ ۔ بیشک	اِبْرَاهِیْمَ ۔ ابراہیم	کَانَ ۔ تھا	اُمَّةً ۔ امام
قَانِتًا ۔ فرمانبردار	لِلّٰهِ ۔ اللہ کے لیے	حَنِیْفًا ۔ ایک رخ	وَلَمْ ۔ اور نہیں
یَكُ ۔ تھا وہ	مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ مشرکوں سے		شَاکِرًا ۔ شکر گذار
لِاَنْعُمِهٖ ۔ اسکی نعمتوں کا	اِجْتَبٰهُ ۔ چن لیا اسے	وَهَدٰهُ ۔ اور ہدایت دی اسے	اِلٰی ۔ طرف

صِرَاطٍ۔ راہ مُّسْتَقِيْمٍ۔ سیدھی کی وَاٰتَيْنٰهُ۔ اور دیا ہم نے اسکو فِي الدُّنْيَا۔ دنیا میں
حَسَنَةً۔ بھلا وَاِنَّهٗ۔ اور بیشک وہ فِي الْاٰخِرَةِ۔ آخرت میں لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ یقیناً
نیکوں سے ہے ثُمَّ۔ پھر اَوْحَيْنَا۔ وحی کی ہم نے اِلَيْكَ۔ تیری طرف
اَنِ۔ یہ کہ اتَّبِعْ۔ پیروی کر مِلَّةَ۔ مذہب اِبْرٰهِيْمَ۔ ابراہیم
حَنِيْفًا۔ حنیف کی وَمَا۔ اور نہیں كَانَ۔ تھا وہ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ شرک
کرنے والوں سے اِنَّمَا۔ سوائے اسکے نہیں جُعِلَ۔ بنایا گیا السَّبْتُ۔ ہفتہ
عَلَى۔ اوپر الَّذِيْنَ۔ ان کے جنہوں نے اخْتَلَفُوْا۔ اختلاف کیا فِيْهِ۔ اس میں
وَاِنَّ۔ اور بیشک رَبَّكَ۔ تیرا رب لَيَحْكُمُ۔ ضرور فیصلہ کرے گا بَيْنَهُمْ۔ ان میں
يَوْمَ۔ دن الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے فِيْمَا۔ اس میں كَانُوْا۔ جو تھے
فِيْهِ۔ اس میں يَخْتَلِفُوْنَ۔ اختلاف کرتے اُدْعُ۔ بلاؤ اِلٰى۔ طرف
سَبِيْلِ۔ راہ رَبِّكَ۔ اپنے رب کی بِالْحِكْمَةِ۔ حکمت وَالْمَوْعِظَةِ۔ اور نصیحت
الْحَسَنَةِ۔ اچھی سے وَجَادِلْهُمْ۔ اور بحث کرو ان سے بِالَّتِيْ۔ ایسی طرح
هِيَ۔ کہ وہ اَحْسَنُ۔ بہت اچھی ہو اِنَّ۔ بیشک رَبَّكَ۔ تیرا رب
هُوَ۔ وہ اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے بِمَنْ۔ اس کو جو ضَلَّ۔ گمراہ ہوا
عَنْ سَبِيْلِهٖ۔ اس کی راہ سے وَهُوَ۔ اور وہ اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے
بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ ہدایت پانے والوں کو وَاِنْ۔ اور اگر عَاقَبْتُمْ۔ سزا دو تم
فَعَاقِبُوْا۔ تو سزا دو بِمِثْلِ۔ مثل مَا۔ اس کے جو عُوْقِبْتُمْ۔ تم سزا دیے گئے
بِهٖ۔ اس کے ساتھ وَلَئِنْ۔ اور اگر صَبَرْتُمْ۔ تم صبر کرو لَهُوَ۔ تو وہ
خَيْرٌ۔ بہتر ہے لِّلصّٰبِرِيْنَ۔ صبر کرنے والوں کے لیے وَاصْبِرْ۔ اور صبر کر
وَمَا۔ اور نہیں ہے صَبْرُكَ۔ تیرا صبر اِلَّا۔ مگر بِاللّٰهِ۔ ساتھ اللہ کے
وَلَا۔ اور نہ تَحْزَنْ۔ غم کھا عَلَيْهِمْ۔ ان پر وَلَا۔ اور نہ
تَكُ۔ ہو تو فِيْ ضَيْقٍ۔ تنگی میں مِّمَّا۔ اس سے جو يَمْكُرُوْنَ۔ تدبیر کرتے ہیں
اِنَّ۔ بیشک اللّٰهَ۔ اللہ مَعَ۔ ساتھ الَّذِيْنَ۔ انکے ہے جو
اتَّقَوْا۔ پرہیزگار ہیں وَّالَّذِيْنَ۔ اور وہ هُمْ۔ کہ وہ مُحْسِنُوْنَ۔ نیکی کرنے والے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو سولھواں ۱۶ رکوع سورۂ نحل ۔ پ ۱۴

"اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِّلّٰہِ حَنِیْفًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ بیشک ابراہیم ایک امام تھے۔ فرمانبردار اللہ کے سب سے جدا اور وہ مشرک نہ تھے۔ شکر گزار اللہ کی نعمتوں پر اسے چن لیا اور اسے سیدھی راہ دکھائی اور ہم نے اسے دنیا میں دی بھلائی اور بے شک وہ آخرت میں صالحین سے ہے"۔

اس پر علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَیْ کَانَ عِنْدَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ الْخَیْرِ مَا کَانَ عِنْدَ اُمَّۃٍ وَّھِیَ الْجَمَاعَۃُ الْکَثِیْرَۃُ۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اتنی بھلائیاں تھیں جتنی ایک امت کے پاس ہوں اور امت جماعت کثیر کو کہتے ہیں۔

فَاُطْلِقَ فِیْھَا عَلَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِاِسْتِجْمَاعِہٖ کَمَالَاتٍ لَا تَکَادُ تُوْجَدُ اِلَّا مُتَفَرِّقَۃً فِیْ اُمَّۃٍ جَمَّۃٍ۔ اور آپ کی ذات پر اطلاق امت اس وجہ میں کیا گیا کہ آپ نے کمالات اتنے جمع فرمائے کہ ایک میں وہ جمع ہونے ممکن نہیں تھے سوائے متفرق جماعتوں کثیرہ کے۔

وَلَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکِرٍ اَنْ یَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ

اور اللہ تعالے کی قدرت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ وہ عالم ایک میں جمع فرمادے۔

وَھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَئِیْسُ الْمُوَحِّدِیْنَ وَقُدْوَۃُ الْمُحَقِّقِیْنَ الَّذِیْ نَصَبَ اَدِلَّۃَ التَّوْحِیْدِ وَرَفَعَ اَعْلَامَھَا وَخَفَضَ رَایَاتِ الشِّرْکِ وَجَزَمَ بِمُتَوَاتِرِ الْحُجَجِ ھَامَھَا۔ اور وہ صلے اللہ علیہ وسلم رئیس الموحدین اور قدوۃ المحققین اس شان کے تھے کہ توحید کے دلائل مخالفین پر قائم فرمادیے اور علمہائے اسلام بلند کر کے شرک کے جھنڈے نگونسار کر دیے اور متواتر حجج قاطعہ بیان کر کے انکے سر کچل ڈالے۔

وَقَالَ مُجَاھِدٌ سُمِّیَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اُمَّۃً لِاِنْفِرَادِہٖ بِالْاِیْمَانِ فِیْ وَقْتِہٖ مُدَّۃً مَّا۔ اور حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت خلیل کو امت اس لیے کہا گیا کہ آپ اپنے وقت میں ایک مدت تک تنہا ایمان پر تھے۔

وَفِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لِسَارَۃَ لَیْسَ عَلَی الْاَرْضِ الْیَوْمَ مُؤْمِنٌ غَیْرِیْ وَغَیْرُکِ۔ بخاری میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلیل علیہ السلام نے حضرت سارہ کو فرمایا آج کے دن کوئی مومن روئے زمین پر نہیں سوا میرے اور تمہارے۔

وَذَكَرَ فِي الْقَامُوْسِ اِنَّ مِنْ مَعَانِي الْاُمَّةِ مَنْ هُوَ عَلَى الْحَقِّ مُخَالِفٌ لِسَائِرِ الْاَدْيَانِ اور صاحب قاموس کہتے ہیں کہ امت کے معنی یہ ہیں کہ جو حق پر ہو تمام مذاہب کے خلاف۔

وَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ مَجَازٌ بِجَعْلِهٖ اُمَّةً كَاَنَّهٗ جَمِيْعُ ذٰلِكَ الْعَصْرِ لِاَنَّ الْكَفَرَةَ بِمَنْزِلَةِ الْعَدَمِ اور ظاہر ہے کہ مجازاً آپ ہی اس زمانہ میں جماعت تھے۔ اس لیے کہ کفار بمنزلہ عدم تھے۔

وَقِيْلَ الْاُمَّةُ هُنَا فُعْلَةٌ بِمَعْنٰى مَفْعُوْلٍ كَالرُّحْلَةِ بِمَعْنَى الْمَرْحُوْلِ اِلَيْهِ وَالنُّخْبَةُ بِمَعْنَى مُنْتَخَبٍ مِنَ اللّٰهِ اِذَا قَصَدَهٗ اَوْ اِقْتَدٰى بِهٖ اَیْ كَانَ مَامُوْرًا اَوْ مُؤْتَمًّا بِهٖ فَاِنَّ النَّاسَ يَقْصُدُوْنَهٗ لِلْاِسْتِفَادَةِ وَيَقْتَدُوْنَهٗ بِسِيْرَتِهٖ۔ یعنی آپ کی پیروی سب پر لازم تھی۔

وَقَالَ ابْنُ الْاَنْبَارِیْ هٰذَا مِثْلُ قَوْلِ الْعَرَبِ فُلَانٌ رَحْمَةٌ وَعَلَّامَةٌ وَنَسَّابَةٌ يَقْصُدُوْنَ بِالتَّانِيْثِ التَّنَاهِیْ فِی الْمَعْنَی الْمَوْصُوْفِ۔ ابن انباری کہتے ہیں یہ محاورہ عرب کے ماتحت امۃ کہا گیا جیسے کہتے ہیں فلاں رحمۃ ہے علامہ ہے نسابہ ہے اس میں مراد تانیث تناہی ہے اور معنی موصوف میں لیتے ہیں۔

اور یہاں حضرت خلیب ۔ بیہ ۔ خلیل اللہ علیہ السلام کا تذکرہ مذاہب مشرکین کی تردید اور ان کے منصب نبوت پر طعن کرنے اور جیسے اللہ نے حلال فرمایا اس کے حرام کر لینے کے بعد ۔ حاصل یہ کیا گیا کہ حقیقت دین اسلام اور بطلان شرک ثابت ہو جائے اور اس میں قریش کے دعوی کا بھی رد ہے جو کہ انہوں نے گمان اور زعم باطل کیا تھا کہ ہم دین ابراہیم پر ہیں۔ اور یہودیوں نے علیحدہ دعوی کیا تھا تو اس بیان کا یہ فائدہ ہوا کہ آپ کے حال اور مشرکین کے احوال کی کیفیت صاف کھل کر سامنے آگئی۔ اس سے آگے فرمایا۔

"قَانِتًا لِلّٰهِ" اَیْ مُطِيْعًا لَهٗ سُبْحَانَهٗ قَائِمًا بِاَمْرِهٖ تَعَالٰى "حَنِيْفًا" مَائِلًا عَنْ كُلِّ دِيْنٍ بَاطِلٍ اِلَى الدِّيْنِ الْحَقِّ غَيْرَ زَائِلٍ عَنْهُ۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالے کے مطیع اور اس کے حکم پر قائم تھے ایسے حنیف تھے کہ تمام ادیان و ملل سے علیحدہ اور ہر باطل دین سے جدا تھے اور دین حق پر قائم غیر زائل تھے۔

"وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" فِیْ اَمْرٍ مِنْ اُمُوْرِ الدِّيْنِ اَصْلًا وَّفَرْعًا۔ اور آپ ہرگز مشرک نہ تھے کسی امر میں اپنے دین سے اصول و فروع میں۔

وَقِيْلَ رَدًّا عَلٰى كُفَّارِ قُرَيْشٍ فِیْ قَوْلِهِمْ نَحْنُ عَلٰى مِلَّةِ اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ۔ اور یہ قول بھی ہے کہ کفار قریش کے اس قول کا رد بھی ہے جو انہوں نے کہا تھا ہم اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں

وَقِیْلَ لِذٰلِكَ وَلِلرَّدِّ عَلَی الْیَھُوْدِ الْمُشْرِکِیْنَ بِقَوْلِھِمْ عُزَیْرُ بْنُ اللّٰہِ۔ اور اس میں یہود کا بھی رد کیا گیا ہے جو شرک کر کے بھی دین ابراہیم پر اپنے آپ کو کہتے اور ساتھ ہی حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا بھی مانتے تھے۔

چنانچہ دوسرے مقام پر صاف فرمایا مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔

گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت فرما کر قَانِتًا لِّلّٰہِ اور حَنِیْفًا فرما کر تیسری صفت فرمائی۔ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ۔ اللہ کی نعمتوں پر شکر کرنے والے۔

چنانچہ بعض احادیث سے ثابت ہے اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ كَانَ لَا یَتَغَدّٰی اِلَّا مَعَ ضَیْفٍ فَلَمْ یَجِدْ ذَاتَ یَوْمٍ ضَیْفًا فَاَخَّرَ غَدَاءَہٗ فَاِذَا ھُوَ بِفَوْجٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ فِیْ صُوْرَةِ الْبَشَرِ فَدَعَاھُمْ اِلَی الطَّعَامِ فَخُیِّلُوْا اَنَّ بِہِمْ جُذَامًا فَقَالَ الْاٰنَ وَجَبَتْ مُوَاكَلَتُكُمْ شُكْرًا لِّلّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی اَنَّہٗ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكُمْ بِہٖ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ عادت کریمہ تھی کہ آپ صبح کا کھانا بغیر مہمان کے تناول نہ فرماتے تھے۔ ایک روز کوئی مہمان نہ آیا تو آپ نے کھانے کا وقت موخر فرما دیا کہ ایک جماعت ملائکہ صورت بشری میں آئی۔ آپ نے انہیں کھانے پر بلایا کہ آپ کو گمان ہوا ان میں سے جذام والے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ اب تو مجھ پر واجب ہو گیا تمہارا کھلانا اس وجہ میں کہ میں اللہ کا شکر کروں کہ مجھے اس مرض سے محفوظ رکھا جس میں تم مبتلا ہو۔

"اِجْتَبٰىهُ یَعْنِیْ اِخْتَارَہٗ وَاصْطَفَاہُ لِلنُّبُوَّةِ۔ یعنی اسے اختیار کیا اور برگزیدہ فرمایا نبوت کے لیے وَاَصْلُ الْاِجْتِبَاءِ الْجَمْعُ عَلٰی طَرِیْقِ الْاِصْطِفَاءِ وَیُطْلَقُ عَلٰی تَخْصِیْصِ اللّٰہِ تَعَالَی الْعَبْدَ بِفَیْضٍ اِلٰھِیٍّ یَتَحَصَّلُ لَہٗ مِنْہُ اَنْوَاعٌ مِّنَ النِّعَمِ بِلَا سَعْیٍ مِّنْہُ وَیَكُوْنُ لِلْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ وَمَنْ یُّقَارِبُھُمْ۔

اجتباء اصل میں چن لینا ہے بطریق اصطفاء اور اس کا اطلاق اللہ تعالے کی طرف سے تخصیص پر ہے جب وہ اپنے بندے کو فیض الٰہی اور ان کے نعمتوں کے لیے منتخب فرمائے جو بلا سعی حاصل ہوں اور یہ عموماً انبیاء علیہم السلام کے لیے ہوتا ہے۔

"وَھَدٰىهُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ"۔ اور ہدایت دی اسے سیدھی راہ کی طرف جو موصل الی اللہ ہو۔ اور وہ ملت اسلامیہ ہے۔

"وَاٰتَیْنٰہُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ اور دی ہم نے اسے دنیا میں بھلائی اور بے شک وہ آخرت میں صالحین سے ہے"۔

دنیا میں حسنہ یعنی بھلائی یہ دی کہ رسالت اور اموال و اولاد اور ثنائے حسن اور قبولیت عامہ ایسی بخشی کہ تمام فرقے اور جماعتیں مسلمان، یہودی، نصاریٰ اور مشرکین عرب سب ان کی عظمت کرتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں۔

آلوسی بھی یہی کہتے ہیں بِاَنْ حَبَّبَہٗ اِلَی النَّاسِ حَتّٰی اَنَّ جَمِیْعَ اَھْلِ الْاَدْیَانِ یَتَوَلَّوْنَہٗ وَ یُثْنُوْنَ عَلَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَسْبَمَا سَاَلَ بِقَوْلِہٖ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔

وَرُوِیَ ھٰذَا عَنْ قَتَادَۃَ وَغَیْرِہٖ عَنِ الْحَسَنِ۔ اَلْحَسَنَۃُ النُّبُوَّۃُ۔ حسنہ سے مراد نبوت ہے۔

وَقِیْلَ الْاَوْلَادُ الْاَبْرَارُ عَلَی الْکِبَرِ۔ ایک قول ہے کہ حسنہ سے مراد نیک اولاد ہے ضعیف العمر میں

وَقِیْلَ الْمَالُ یَصْرِفُہٗ فِیْ وُجُوْہِ الْخَیْرِ وَالْبِرِّ۔ ایک قول ہے کہ حسنہ سے مراد مال ہے جسے آپ نے خرچ کیا بھلائی اور نیکیوں میں۔

وَقِیْلَ عُمُرُہُ الطَّوِیْلُ فِی السَّعَۃِ وَالطَّاعَاتِ۔ حسنہ سے مراد طویل عمر، فراخ دستی اور اطاعت حق کے ساتھ۔ اور

"وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ" یہ بھی انہی درجات علیا میں سے ہے جیسے کہ آپ کی دعا بھی تھی وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔

وَاَرَادَ مِنْہُ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ۔ اور صالحین سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں۔

صالحین قرآن کریم میں متعدد مواقع پر ہے۔

کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔

وَتَکُوْنُوْا مِنْ بَعْدِہٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ۔

وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔

وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔

حضرت صالح یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ ھٰذَا۔

اس میں ایک تو صالح وہ ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو چاہ کنعان میں ڈال کر اپنے کو صالح بنانے کے لیے مشہور کیا اور تَکُوْنُوْا مِنْ بَعْدِہٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ۔ کہا

اور ایک صالح وہ ہیں جس میں دعا کی گئی کہ صالحین میں مجھے ملا۔

اور صالح وہ ہیں جو صفت انبیاء میں کہا گیا اور وہ مخصوص نبی کے لیے ہے:
ایک صالح اسم گرامی ہے نبی صالح علیہ السلام کا۔
اور پہلا کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ یہ بھی انبیاء کرام کے حق میں فرمایا گیا۔
بہرحال صلح سے صالح جو ہے وہ ضد فساد ہے یعنی فساد فی الارض کو روک کر صلاحیت کی طرف اپنا میلان کرنا۔

اور سیاسی صالحین کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے ہمیں اس کا پتہ نہیں ملا۔

"ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ پھر وحی کی ہم نے تیری طرف کہ اتباع کرو ملت ابراہیم کی جو حنیف اور ہر باطل سے الگ ہے اور وہ مشرک نہ تھے"۔

یہاں وحی کی تصریح اس لیے ضروری نہیں کہ ہم اس سے پہلے وحی پر سیر حاصل تبصرہ کر چکے ہیں۔ اب اتبع ملة ابراہیم سے یہاں مراد اتباع عقائد و اصول دین ابراہیم میں موافقت کرنا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس ملت کی اتباع کا حکم ہوا۔ اس میں آپ کی رفعت درجت اور اعلی منزلت کا اظہار ہے کہ آپ کا دین ابراہیمی سے موافقت کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے خاص شرف و فضیلت کا موجب ہے اس لیے کہ حضور اکرم الاکرمین افضل الاولین والآخرین ہیں۔

حدیث میں ہے کہ تمام انبیاء کرام اور جمیع خلائق سے حضور کا مرتبہ افضل و اعلی ہے۔

سب سے اعلی و اولیٰ ہمارے نبی   سب سے بالا و والا ہمارے نبی

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مثل یہود و نصاریٰ نہ مشرک تھے اور نہ ہی آپ نے کسی کو اللہ تعالے کا شریک مانا۔

"اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ۔ ہفتہ تو انہیں پر رکھا گیا تھا جو اس میں اختلاف کرتے تھے اور بیشک تمہارا رب فیصلہ کرے گا ان میں بروز قیامت جس بات میں وہ اختلاف کرتے تھے"

یعنی شنبہ کی تعظیم اور اس دن کا شکار ترک کرنے کا حکم دے کر اس وقت کو عبادت کے لیے مخصوص کرنا یہودیوں پر فرض کیا گیا تھا اور اس کا واقعہ مفصل پہلے بیان ہو چکا۔

مختصرا یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں جمعہ کی تعظیم کا حکم فرمایا تھا اور کہا تھا کہ ہفتہ میں ایک دن اللہ تعالے کی عبادت کے لیے خاص کرو اور اس دن کچھ کام نہ کرو اس میں انہوں نے اختلاف کیا اور کہا وہ دن جمعہ نہیں بلکہ سنیچر یعنی ہفتہ ہے سوا ایک چھوٹی سی جماعت کے جو بموجب حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام جمعہ پر ہی راضی ہو گئی تھی اللہ تعالے نے یہود کو سنیچر کا ہی حکم دیا اور اس دن شکار بھی حرام فرما

دیا۔ اس میں ان پر یہ ابتلاء ہوا کہ ان سے اس دن پر بھی صبر نہ ہوا اور اس دن بھی وہ خلاف حکم شکار کسی بہانہ سے کرنے لگے آخر ش ان کی صورتیں مسخ ہوگئیں۔

سورۂ اعراف میں اس کی تفصیل آچکی ہے (روح المعانی) قیامت کے دن مطیع کو ثواب اور عاصی کو عقاب فرمائے گا۔

"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ بلاؤ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے اور بحث کرو ان سے اس طریقہ پر جو سب سے بہتر ہو بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے اسے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو"۔

اس آیۂ کریمہ میں حضور کو خطاب ہے کہ خلق کو دین اسلام کی طرف دعوت دو بالحکمۃ یعنی ایسی دلیل محکم سے جو حق کو واضح کر کے شبہات زائل کر دے اور اچھی نصیحت یعنی ترغیب و ترہیب کے ساتھ ایسے طریقہ سے کہ ہیَ اَحْسَنُ جو بہتر طریقہ ہو۔

اس سے یہ امر بھی واضح ہوا کہ دعوت حق اور اظہار حقانیت کے لیے مناظرہ مشروع ہے لیکن موجودہ زمانہ کا مناظرہ جس میں ہر شخص احقاق حق کی بجائے محض مکابرہ اور مجادلہ کرتا ہے وہ مشروع نہیں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

رُوِیَ اَنَّ الْاٰیَةَ مَنْسُوْخَةٌ بِاٰیَةِ السَّیْفِ۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ آیت آیت سیف سے منسوخ ہے لیکن مفہوم آیت کے اعتبار سے یہ منسوخ نہیں ہو سکتی اس لیے کہ دعوت الی سبیل الحق اور دفع شبہات کے بعد ہی آیات سیف کا نفاذ ہوتا ہے۔ اور جہاد کا حکم جب ہی ہوتا ہے جبکہ وہ دلائل اور دعوت حق کو قبول نہ کریں۔

"وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ اور اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف دی تھی اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر والوں کو صبر سب سے اچھا ہے اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا اجر اللہ ہی کی توفیق سے ہے"۔

یعنی سزا بقدر جنایت یعنی قصور کے مطابق ہو اس سے زائد نہ ہو۔ کَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ۔

اس آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے۔ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَالْاٰیَةُ نَزَلَتْ فِیْ شَانِ التَّمْثِیْلِ بِحَمْزَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَوْمَ اُحُدٍ فَقَدْ صَحَّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلٰی حَمْزَةَ یَوْمَ اسْتُشْهِدَ فَنَظَرَ اِلٰی مَنْظَرٍ لَمْ یَنْظُرْ اِلٰی شَیْءٍ قَطُّ

كَانَ اَوْجَعُ لِقَلْبِهٖ مِنْهُ وَنَظَرَ اِلَيْهِ قَدْ مُثِّلَ بِهٖ فَقَالَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ فَاِنْ كُنْتَ مَا عَلِمْتُ وَصُوْلًا لِلرَّحِمِ فَعُوْلًا لِلْخَيْرَاتِ وَلَوْلَا حُزْنَ مَنْ بَعْدَكَ عَلَيْكَ سَرَّنِيْ اَنْ اَتْرُكَكَ حَتّٰى يَحْشُرَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ اَزْوَاجٍ شَتّٰى اَمَا وَاللّٰهِ لَاُمَثِّلَنَّ بِسَبْعِيْنَ مِنْهُمْ مَكَانَكَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ ۔

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ

یہ آیۂ کریمہ حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ اوران کے ہمراہیوں کے معاملہ میں نازل ہوئی۔ جنگ احد میں کفار نے مسلمانوں کے شہداء کے چہرے زخمی کرکے ان کی شکلیں تبدیل کر ڈالی تھیں۔ ان کے شکمہائے مبارک چاک کرکے ان کے اعضاء کاٹے تھے ان ہی میں حضور کے پیارے چچا حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضور نے جب آپ کا یہ حال دیکھا تو بہت صدمہ محسوس کیا اور حضور نے قسم کھائی کہ ایک حمزہ کا بدلہ ستر کافروں سے لونگا اور ان ستر کا یہی حال کروں گا اس پر یہ حکم نازل ہوا کہ ایک کے بدلے ایک کو سزا دینا صحیح ہے اور صرف حمزہ کے بدلے ستر سے بدلہ لینا صحیح نہیں۔ چنانچہ حضور نے وہ ارادہ ترک فرمایا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔ اسلام میں یہ حکم ہے کہ مُثلہ کرنا یعنی ناک کان وغیرہ کاٹ کر کسی کی ہیئت تبدیل کرنا حرام ہے۔ خواہ وہ مشرک ہو یا یہودی۔ آگے ارشاد ہے۔

" وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ اور اے محبوب اس کا غم نہ کیجئے اور (مشرکین) کے مکروں فریبوں سے دلتنگ نہ ہوں بے شک اللہ انکے ساتھ ہے جو پرہیزگار رہیں اور وہ جو نیکیاں کرتے ہیں ہو

یعنی ان شہداء کا غم کرکے ان سے انتقام نہ لیں ان کے فریب اور مکاریاں اگر ایسی ہی رہیں اور ایمان نہ لائے تو ہماری اعانت و نصرت آپ کے ساتھ ہے اور ہم آپ کے معین و ناصر ہیں۔

الحمدللہ چودھواں پارہ ختم ہوا۔

پارہ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ ۱۵

سورہ بنی اسرائیل مکیہ ہے اس میں ایک سو گیارہ آیتیں ہیں اور بارہ رکوع۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝
شروع اللہ کے نام سے جو بخشنے والا مہربان ہے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝
پاکی ہے اسے جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ دکھائیں ہم اسے اپنی نشانیاں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

وَ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَ جَعَلۡنٰہُ ہُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِیۡ وَکِیۡلًا ۝
اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور کیا اسے ہدایت بنی اسرائیل کے لیے کہ نہ ٹھہراؤ میرے سوا کسی کو کارساز

ذُرِّیَّۃَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ؕ اِنَّہٗ کَانَ عَبۡدًا شَکُوۡرًا ۝
ان کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا بیشک تھا وہ بندہ شکر گذار

وَ قَضَیۡنَاۤ اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ فِی الۡکِتٰبِ لَتُفۡسِدُنَّ فِی الۡاَرۡضِ مَرَّتَیۡنِ وَ لَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا کَبِیۡرًا ۝
اور حکم دیا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں کہ ضرور تم فساد کرو گے زمین میں دو بار اور ضرور تکبر کرو گے تکبر کرنا بڑا۔

فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰىہُمَا بَعَثۡنَا عَلَیۡکُمۡ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیۡ بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَ کَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا ۝
تو جب آیا وعدہ پہلی بار بھیجے ہم نے تم پر اپنے بندے سخت لڑائی والے تو تلاش کو گھسے اندر شہروں کے اور تھا وعدہ ایسا کہ پورا ہونا تھا۔

ثُمَّ رَدَدۡنَا لَکُمُ الۡکَرَّۃَ عَلَیۡہِمۡ وَ اَمۡدَدۡنٰکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّ بَنِیۡنَ وَ جَعَلۡنٰکُمۡ اَکۡثَرَ نَفِیۡرًا ۝
پھر ہم نے لوٹایا تمہارا حملہ ان پر اور مدد کی ہم نے تمہاری مالوں اور بیٹوں سے اور کر دیا تمہیں بڑے جتھے والا۔

اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِکُمۡ ۟ وَ اِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَہَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَۃِ لِیَسُوۡٓءٗا وُجُوۡہَکُمۡ
اگر تم بھلائی کرو تو اپنا بھلا کرو گے اور اگر برائی کرو تو اپنے لیے تو جب آیا وعدہ آخری تاکہ بگاڑیں دشمن

وَلِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ کَمَا دَخَلُوْہُ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّ لِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا ○
عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ ج وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا م وَجَعَلْنَا جَہَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا ○

تمہارا منہ اور مسجد میں داخل ہوں جیسے داخل ہوئے تھے پہلی بار اور تباہ کر دیں جس پر قابو پائیں تباہ کرنا۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم شرارت پھر کرو گے تو ہم بھی پھر سزا دیں گے اور کیا ہے ہم نے جہنم کافروں کا قید خانہ۔

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا ○
وَّاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ○

بے شک یہ قرآن ہدایت کرتا ہے انھیں جو سب سے سیدھی راہ ہے اور بشارت دیتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔
اور یہ کہ جو ایمان نہ لائیں آخرت پر تیار کیا ہے ان کے لیے عذاب دردناک۔

حلِّ لغات پہلا رکوع سورۃ بنی اسرائیل پ۱۵

سُبْحٰنَ۔ پاک ہے	الَّذِیْ۔ وہ جس نے	اَسْرٰی۔ سیر کرائی	بِعَبْدِہٖ۔ اپنے بندے کو
لَیْلًا۔ مختصر رات میں	مِّنَ الْمَسْجِدِ۔ مسجد	الْحَرَامِ۔ حرام سے	اِلَی۔ طرف
الْمَسْجِدِ۔ مسجد	الْاَقْصَا۔ اقصیٰ کے	الَّذِیْ۔ وہ کہ	بٰرَکْنَا۔ برکت رکھی ہم نے
حَوْلَہٗ۔ اس کے گرداگرد	لِنُرِیَہٗ۔ تاکہ دکھائیں ہم اسے	مِنْ اٰیٰتِنَا۔ اپنی نشانیاں	اِنَّہٗ۔ بے شک وہ
ھُوَ۔ وہی ہے	السَّمِیْعُ۔ سننے والا	الْبَصِیْرُ۔ دیکھنے والا	وَاٰتَیْنَا۔ اور دی ہم نے
مُوْسَی۔ موسیٰ کو	الْکِتٰبَ۔ کتاب	وَجَعَلْنٰہُ۔ اور بنایا ہم نے اسکو	ھُدًی۔ ہدایت
لِبَنِیْ۔ واسطے بنی	اِسْرَآئِیْلَ۔ اسرائیل کے	اَلَّا۔ یہ کہ نہ	تَتَّخِذُوْا۔ پکڑو
مِنْ دُوْنِیْ۔ میرے سوا	وَکِیْلًا۔ کوئی کارساز	ذُرِّیَّۃَ۔ اولاد	مَنْ۔ اسکی جو
حَمَلْنَا۔ اٹھایا ہم نے	مَعَ۔ ساتھ	نُوْحٍ۔ نوح کے	اِنَّہٗ۔ بیشک وہ
کَانَ۔ تھا	عَبْدًا۔ بندہ	شَکُوْرًا۔ شکر گزار	وَقَضَیْنَا۔ اور فیصلہ کیا ہم نے
اِلٰی۔ طرف	بَنِیْ۔ بنی	اِسْرَآئِیْلَ۔ اسرائیل کے	فِی الْکِتٰبِ۔ کتاب میں
لَتُفْسِدُنَّ۔ ضرور فساد کروگے تم		فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں	مَرَّتَیْنِ۔ دوبار
وَلَتَعْلُنَّ۔ اور بڑائی کروگے	عُلُوًّا۔ بڑائی	کَبِیْرًا۔ بہت بڑی	فَاِذَا۔ پھر جب

جَاءَ۔ آیا	وَعْدُ۔ وعدہ	اُوْلٰهُمَا۔ پہلا دونوں سے	بَعَثْنَا۔ تو بھیجے ہم نے
عَلَيْكُمْ۔ تم پر	عِبَادًا۔ بندے	لَّنَا۔ اپنے	اُولِيْ بَاْسٍ۔ لڑائی
شَدِيْدٍ۔ سخت والے	فَجَاسُوْا۔ تو وہ گھس گئے	خِلٰلَ۔ اندر	الدِّيَارِ۔ گھروں کے
وَكَانَ۔ اور تھا	وَعْدًا۔ وعدہ	مَّفْعُوْلًا۔ پورا ہونے والا	ثُمَّ۔ پھر
رَدَدْنَا۔ لوٹایا ہم نے	لَكُمُ۔ تمہارے لیے	الْكَرَّةَ۔ حملہ	عَلَيْهِمْ۔ ان پر
وَاَمْدَدْنٰكُمْ۔ اور مدد دی ہم نے تمہیں		بِاَمْوَالٍ۔ مالوں	وَّبَنِيْنَ۔ اور بیٹوں سے
وَجَعَلْنٰكُمْ۔ اور بنایا ہم نے تمہیں		اَكْثَرَ۔ زیادہ	نَفِيْرًا۔ جتھے والا
اِنْ۔ اگر	اَحْسَنْتُمْ۔ تم نیکی کرو	اَحْسَنْتُمْ۔ تو نیکی کروگے	لِاَنْفُسِكُمْ۔ اپنی جانوں کیلئے
وَاِنْ۔ اور اگر	اَسَاْتُمْ۔ تم برائی کرو	فَلَهَا۔ تو اسی کے لیے ہے	فَاِذَا۔ پھر جب
جَاءَ۔ آیا	وَعْدُ۔ وعدہ	الْاٰخِرَةِ۔ پچھلا	لِيَسُوْٓءٗا۔ تاکہ بگاڑیں
وُجُوْهَكُمْ۔ تمہارے منہ	وَلِيَدْخُلُوا۔ اور تاکہ داخل ہوں	الْمَسْجِدَ۔ مسجد میں	كَمَا۔ جیسے
دَخَلُوْهُ۔ داخل ہوئے تھے	اَوَّلَ۔ پہلی	مَرَّةٍ۔ مرتبہ	وَّلِيُتَبِّرُوْا۔ اور تاکہ برباد کریں
مَا عَلَوْا۔ جس پر غالب آئیں	تَتْبِيْرًا۔ برباد کرنا	عَسٰى۔ قریب ہے	رَبُّكُمْ۔ تمہارا رب
اَنْ۔ یہ کہ	يَّرْحَمَكُمْ۔ رحم کرے تم پر	وَاِنْ۔ اور اگر	عُدْتُّمْ۔ پھر کروگے
عُدْنَا۔ ہم پھر سزا دینگے	وَجَعَلْنَا۔ اور بنایا ہم نے	جَهَنَّمَ۔ دوزخ کو	لِلْكٰفِرِيْنَ۔ کافروں کا
حَصِيْرًا۔ قید خانہ	اِنَّ۔ بیشک	هٰذَا۔ یہ	الْقُرْاٰنَ۔ قرآن
يَهْدِيْ۔ ہدایت دیتا ہے	لِلَّتِيْ۔ اس راہ کی	هِيَ۔ کہ وہ	اَقْوَمُ۔ بہت سیدھی ہے
وَيُبَشِّرُ۔ اور خوشخبری دیتا ہے	الْمُؤْمِنِيْنَ۔ مومنوں کو	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	يَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے ہیں
الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے	اَنَّ۔ بیشک	لَهُمْ۔ ان کے لیے	اَجْرًا۔ اجر ہے
كَبِيْرًا۔ بہت بڑا	وَّاَنَّ۔ اور بیشک	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ نہیں ایمان لاتے
بِالْاٰخِرَةِ۔ ساتھ آخرت کے	اَعْتَدْنَا۔ تیار کیا ہم نے	لَهُمْ۔ ان کے لیے	عَذَابًا۔ عذاب
اَلِيْمًا۔ دردناک			

مختصر تفسیر اردو۔ رکوع اول سورۃ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

اس سورۃ کا نام بنی اسرائیل۔ سورۃ اسراء۔ سورۃ وسبحان ہے۔ یہ سورت مکی ہے۔ لیکن اس میں بقول قتادہ

آٹھ آیتیں وَاِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ سے نَفِیْرًا تک مکی نہیں ہیں۔

قاضی بیضاوی کے نزدیک تمام کی تمام سورۃ مکی ہے۔ کما قال روح المعانی

اس سورۃ میں بارہ رکوع اور ایک سو دس آیتیں بصری ہیں اور ایک سو گیارہ آیتیں کوفی ہیں اور تین ہزار چار سو ساٹھ حرف ہیں۔

"سُبْحٰنَ"۔ پاکی ہے اسے۔ یعنی اس کی ذات ہر عیب اور نقص اور مجبوری سے پاک اور منزہ ہے۔

آلوسی فرماتے ہیں سُبْحَانَ مَصْدَرُ سَبَّحَ تَسْبِیْحًا بِمَعْنٰی نَزَّهَ تَنْزِیْهًا۔ لَا بِمَعْنٰی قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ۔ سبحان مصدر ہے سَبَّحَ تَسْبِیْحًا کا اس کا معنی ہے "پاک ہے پاک ہونا"

عقد الفرید میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَفْسِیْرِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقَالَ تَنْزِیْهٌ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَنْ کُلِّ سُوْءٍ۔ حضور سے سبحان اللہ کی تفسیر دریافت کی تو فرمایا پاکی ہے اللہ تعالےٰ کو ہر قسم کی برائی سے۔

طیبی فرماتے ہیں۔ فِیْ قَوْلِ الزَّمَخْشَرِیِّ اَنَّهٗ دَلَّ عَلَی التَّنْزِیْهِ الْبَلِیْغِ عَنْ جَمِیْعِ الْقَبَائِحِ الَّتِیْ یُضِیْفُهَا اِلَیْهِ اَعْدَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ یہ جملہ اللہ تعالےٰ کی ذات کو منزہ ظاہر کرتا ہے تمام قبائح سے جو دشمن الٰہی اس کی طرف لگاتے ہیں۔

"اَلَّذِیْٓ اَسْرٰی۔ وہ ذات جس نے سیر کرائی"۔ وَالْاِسْرَاءُ السَّیْرُ بِاللَّیْلِ خَاصَّةً۔ اَسْرٰی محاورہ عرب میں رات کی سیر کو کہتے ہیں۔

وَقَالَ اللَّیْثُ یُقَالُ اَسْرٰی لِاَوَّلِ اللَّیْلِ۔ لیث کے نزدیک اَسْرٰی رات کی ابتدائی سیر کو کہتے ہیں۔

"بِعَبْدِهٖ۔ اپنے بندے کو"۔

عَنْ اَبِی الْقَاسِمِ سُلَیْمَانَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا وَصَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الدَّرَجَاتِ الْعَالِیَةِ وَالْمَرَاتِبِ الرَّفِیْعَةِ اَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ یَا مُحَمَّدُ بِمَ نُشَرِّفُكَ قَالَ بِنِسْبَتِیْ اِلَیْكَ بِالْعُبُوْدِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ۔

جب حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم درجات عالیہ اور مراتب رفیعہ پر فائز ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے وحی کی اور فرمایا اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کس نام سے آپ کو مشرف کروں؟ حضور نے عرض کیا اس نسبت سے جو میری تیرے پاس ہے عبودیت کی تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ۔

اور حدیث میں بھی وارد ہے قُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔

اللہ کے بندے ہیں بندوں کے مگر مولےٰ ۔۔۔ یہ شان نرالی ہے یہ شان ہے بس اعلےٰ

اس صفت کے ساتھ حضور کو متصف کرنے میں یہ حکمت بھی ہے کہ نصاری حضرت عیسٰی علیہ السلام کو غلو عقیدہ میں آخر ابن اللہ کہنے لگے تو یہاں ایسے اعتقادیات کا سدّباب بھی مقصود تھا۔

پھر اس قسم کے مقام رفیعہ عطا فرمانے میں اللہ تعالےٰ نے صفت عبدیت کسی کو عطا بھی نہیں فرمائی۔ چنانچہ موسٰی علیہ السلام کے لیے فرمایا وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا اور حضور کے لیے ارشاد ہوا۔ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ۔

اس سے حبیب اور کلیم کا فرق بھی ظاہر ہو گیا۔ بہرحال عبدیت ہی وہ مقام ہے کہ جب وہ تقرب خاص میں پہنچ جاتا ہے تو پرتو ذات اس پر اتنے وارد و صادر ہوتے ہیں کہ اس بندے کے ہاتھ خدا کے ہاتھ اس کی آنکھ خدا کی آنکھ اس کے پیر خدائی پیر ہو جاتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہو چکا ہے تو وہاں اِذَا تَقَرَّبَ عَبْدِی ہی فرمایا گیا۔

تو معلوم ہوا تمام مدارج تقرب میں درجہ عبدیت ہی ایک ایسا خاص مقام ہے کہ اس سے بلند مقام بندے کا اور کوئی نہیں اور اس کے علاوہ جتنے خطابات ہیں اور جتنے بھی مناصب ہیں وہ سب اس سے ادنی اور فروتر ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

"لَیْلاً۔ رات کے تھوڑے حصہ میں"۔

یہ ظرف ہے اَسْرٰی کا۔ اور لَیْل پر تنوین تنکیر اور تقلیل کے لیے لائی گئی اور مدت اسری کی تقلیل اور بعض اجزاء لیل ظاہر فرمائی گئی۔ چنانچہ قراءت عبداللہ اور حذیفہ مِنَ اللَّیْلِ بھی ہے جس کے معنی ہوتے ہیں بعض حصہ رات سے جیسے مِنَ اللَّیْلِ فَتَہَجَّدْ فرمایا گیا۔

معراج کے معنی کی تحقیق

یہ لفظ عروج سے مشتق ہے جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔

چونکہ احادیث میں تذکرۂ معراج کے موقعہ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عُرِجَ بِیْ فرمایا یعنی میں چڑھایا گیا

پیغمبران اولوالعزم کی روحانی رفعتوں میں ایک درجۂ خاص

واقعات انبیاء کرام علیہم السلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آغاز نبوت سے کسی وقت خاص میں یہ منصب رفیع قرب خاص کی صورت میں روحانیات کے ذریعہ اپنے مقام و تقرب کے اعتبار سے ضرور ملتا ہے اور وہ وقت کچھ ایسی شانِ خاص رکھتا ہے کہ ان کی چشم حق بین کے سامنے سے تمام مادی حجاب اٹھا دیے جاتے ہیں اور اسباب سماعت کے جملہ اعتباری قوانین ان کے حق میں منسوخ قرار پاتے ہیں حتی کہ قیود زمانی و مکانی کی بھی زنجیریں کٹ جاتی ہیں۔ آسمان و زمین کے تمام مناظر خفیہ بے حجاب ان کے سامنے آتے اور وہ حلۂ نور زیب تن

فرما کر بارگاہ احدیت میں پیش ہوتے ہیں اور اپنے اپنے مدارج کے مطابق قرب بارگاہ حاصل کر کے فیوض ربانی سے معمور اور نور عرفانی سے منور ہو کر مسرور ہوتے ہیں۔

حتیٰ کہ ان مقربان خاص میں سے ایک ہستی اخص الخواص وہ بھی ہے جسے علو درجت میں اتنا بلند کیا کہ محبوب حق ہو کر جلوہ گاہ قدس میں معہ جسد و روح بار یابی ملی اور ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی دو چلّہ کمان سے بھی زیادہ نزدیک ہو کر اپنے منصب کا فرمان خاص لے کر اپنے کاشانۂ عالی پر دم زدن میں واپس آئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جلوۂ حق کا پر تو دیکھ کر ایک درجہ کی معراج حاصل فرماتے ہیں اور یہ معراج ان کی شایان شان تھی اور اس جلوہ کی بھی تاب نہ لا کر بیہوش ہو گئے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو جمال　　　تو عین ذات می نگری در تبسمی

یوحنا رسول کا مکاشفہ

مجموعہ انجیل میں مفصل موجود ہے کہ آپ کو بذریعہ خواب بہت سے مناظر دکھائے گئے حتی کہ تمثیلی رنگ میں واقعات قیامت بھی ان کے سامنے پیش ہوئے اس مکاشفہ کی تفصیل بائیس باب میں ختم ہوئی ہے۔ اس میں آثار قیامت جزا میں جنت سزا میں دوزخ وغیرہ کے متعلق اکثر ایسی باتیں لکھی گئی ہیں جو قرآن کریم سے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔

انہی واقعات کے تتبع میں مجوس نے زردشت کے لیے بدھ دھرم نے بدھ کے لیے اور کس کس نے اپنے اپنے مفروضہ رشی مہاتماؤں کے لیے بہت سے واقعات اختراع کر کے اپنی مذہبی کتابوں میں لکھ ڈالے لیکن اصل اصل ہی ہے اور نقل نقل ہی ہے۔

حضرت خطیب الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب منصب نبوت پر سرفراز فرمایا گیا تو اس کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ یعنی اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھائی۔ یہ سیر ملکوت یعنی آسمان و زمین کی بادشاہی کا مشاہدہ کیا تھا حقیقتاً اگر دیکھا جائے تو یہ بھی ایک معراج تھی۔

اس تمہید سے یہ ثابت ہوا کہ سیر ملکوت انبیاء کرام کو ہمیشہ کرائی گئی۔ عام اس سے کہ روحانی ہو یا جسمانی۔ ہر ایک نے اپنے منصب کے مطابق مشاہدات فرمائے۔

مگر جس طرح آفتاب کا منورکن جمال کواکب کے دعاوی حسن کو توڑ دیتا ہے اور جس طرح صباحت

یوسفی مصر کے مغروران زیبائی کو شرمندہ کر دیتا ہے اسی طرح مدنی تاجدار کے ملاحت حسن کے حضور کنعانی صباحت کو سر نیاز خم کرنا پڑتا ہے۔ ایسے ہی کائنات کے سلسلۂ لیل و نہار کی تمام زیب وزینت والے اوقات حبیب و محبوب کے شب وصال کے حضور سر بگریباں ہیں۔

اگرچہ عہد نبوت کے حق نما وقائع اس قدر کثیر ہیں کہ مجلدات کبار بھی ان کو حاوی نہیں ہو سکتیں۔ لیکن بعض اعجاز نما کوائف اپنے ساتھ کچھ ایسی دلآویزی اور تجلیاں رکھتے ہیں کہ وہ حیطۂ تحریر میں آنے سے قبل ہی اپنی حقانیت و صداقت کے سکے صفحات قلوب پر جما دیتے ہیں انہی میں سے یہ واقعہ عظیمہ جلیلہ شریفہ ہے جو ابتداء سورہ بنی اسرائیل میں آپ کے پیش نظر ہے جس کی وجہ سے اس سورہ مبارکہ کا نام سورۂ اسریٰ بھی ہے اور سورۂ سبحان بھی اور بنی اسرائیل بھی۔

اور درحقیقت یہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہے کہ مجموعہ لیل و نہار کی ورق گردانی اگر کی جائے تو ایسا مرقعہ نظر نہ آئے گا جو لیل اسریٰ کی رنگینی کا مقابلہ کر سکے۔

فلسفی تاریکیاں

جو اوہام باطلہ فاسدہ کاسدہ سے متولد ہوتی ہیں حقیقت بینی سے محروم رہ کر اس واقعہ عظیمہ میں چہ میگوئیاں کر رہے ہیں اور قدرت قادر کے کرشمہ جو روزمرہ بیشمار نگاہوں کے سامنے آتے رہتے ہیں عقل نابینا کو حیرت جلوہ گری بنا کر ششدر کر دیا کرتے ہیں اور حکمت الٰہیہ کے دقائق غامضہ تک جب وہ عقل کج خرام نہیں پہنچ سکتی تو انکار بھی کر بیٹھتے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حقیقت قدرت قادر تک یہ عقل کا ٹٹو پہنچ ہی کہاں سکتا ہے۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم | چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور جب یہ عقل تیرہ اس حد تک پہنچنے کے قابل ہی نہیں تو یہ قصور عقل کا ہے نہ کہ اس کمال قدرت کا۔ نصف النہار میں ضعف بصارت یا شپرہ چشمی اگر دور کی اشیاء یا نقش و نگار کے دقیقہ کا مطالعہ و مشاہدہ نہ کرنے دے تو وہ اشیاء و نقوش باطل اور معدوم نہیں ہو سکتے۔

اس عقل اور اس آنکھ کو علاج کی ضرورت ہے تاکہ وہ حقائق کا ادراک کر سکے اسے ایمانی عینک کی ضرورت ہے تاکہ وہ کمال قدرت کا معائنہ کر سکے۔

غرضیکہ اوہام باطلہ کے اعتراضات خود باطل ہیں اور خیال باطل کی بنا پر کسی شے کو باطل کہہ دینا باطل ہی ہوگا۔

جنہیں فیاض حقیقی نے اپنے مبدأ فیض سے ایمانی انوار عطا کیے وہ دیکھتے ہی تصدیق کرتے بلکہ سنتے ہی ایمان لے آتے ہیں

ابتداء مضمون میں ہم نے چند نظائر پیش کیے تھے کہ حسب درجہ و منصب موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام کو بھی ایک قسم کی روحانی معراج ہوئی۔

لیکن چونکہ حضور سید یوم النشور سرور عالم رحمت مجسم سرور انبیاء محبوب خدا باعث وجود آدم موجب تخلیق عالم صلے اللہ علیہ وسلم منصب میں سب سے بالا ہیں نبوت میں سب سے اعلیٰ ہیں اس لیے آپ کو اس قادر سبحان نے اس حظیرۂ قدس اور بارگاہ لامکان میں معہ جسم و روح بلایا اور وہ درجہ عطا فرمایا جہاں کسی بھی فرزند آدم کی رسائی نہیں ہوئی نہ قیامت تک ہو۔ حتیٰ کہ ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین کی وسعت نگاہ اور حد نظر سے وراء الورا ہے۔ بہ مقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی۔

اب یہاں مسئلہ معراج پر ایک تقریر پیش کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے جسے پڑھ کر الجھے خیال اوندھے اطوار اندھی عقلیں بینا ہوسکیں اور الجھنے والے سلجھ سکیں۔

"مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک"۔

اس پر آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

اَلظَّاهِرُ اِنَّ الْمُرَادَ بِالْمَسْجِدِ الْمَشْهُوْرُ بَيْنَ الْخَاصِ وَالْعَامِ بِعَيْنِهٖ فَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ ذَاكَ فِى الْحَجَرِ مِنْهُ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مسجد سے مراد وہی مسجد مشہور ہے جسے عوام و خواص مسجد حرام کہتے ہیں یہاں سے یہ معراج شروع ہوتی ہے اور اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم حجر کے پاس تھے۔

فَقَدْ اَخْرَجَ الشَّيْخَانِ وَالتِّرْمِذِىُّ وَالنَّسَائِىُّ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا فِى الْحَجَرِ۔ مالک بن صعصعہ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ ہم حجر میں تھے۔

ایک روایت ہے کہ فِى الْحَطِيْمِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ اِذْ اَتَانِىْ اٰتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِىْ فَغَسَلَهٗ ثُمَّ اُعِيْدَ ثُمَّ اُتِيْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ الْحَدِيْثَ۔

دوسری روایت ہے کہ حضور حطیم میں سونے جاگنے کی کیفیت میں تھے کہ کوئی آنے والا آیا اس نے سینہ سے شق کرکے دل نکالا اور اسے غسل دیا پھر اسی جگہ رکھ دیا پھر ایک چارپایہ خچر سے چھوٹا گدھے سے بڑا لایا گیا سفید رنگ کا جسے براق کہا گیا پھر ہمیں اس پر سوار کیا۔ الیٰ آخر الحدیث۔

بعض روایات میں ہے۔ اَنَّہٗ جَآءَ جِبْرِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ وَھُوَ مُضْطَجِعٌ فِی الْحِجْرِ بَیْنَ عَمِّہٖ حَمْزَۃَ وَابْنِ عَمِّہٖ جَعْفَرٍ فَاحْتَمَلَتْہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ وَجَاءُوْا بِہٖ اِلٰی زَمْزَمَ فَاَلْقَوْہُ اِلٰی ظَھْرِہٖ وَشَقَّ جِبْرِیْلُ صَدْرَہٗ مِنْ ثُغْرَۃِ نَحْرِہٖ اِلٰی اَسْفَلِ بَطْنِہٖ بِغَیْرِ اٰلَۃٍ وَلَا سَیَلَانِ دَمٍ وَلَا وُجُوْدِ اَلَمٍ ثُمَّ قَالَ لِمِیْکَائِیْلَ ائْتِنِیْ بِطَسْتٍ مِّنْ مَّآءِ زَمْزَمَ فَاَتَاہُ بِہٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبَہُ الشَّرِیْفَ وَغَسَلَہٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَعَادَہٗ اِلٰی مَکَانِہٖ وَمَلَأَہٗ اِیْمَانًا وَّحِکْمَۃً وَّخَتَمَ عَلَیْہِ ثُمَّ خَرَجَ بِہٖ اِلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ فَاِذَا بِالْبُرَاقِ مُسْرَجًا مُلْجَمًا فَرَکِبَہٗ اَلْخَبَرَ۔

جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام حضور کی خدمت میں آئے اور حضور حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما کے درمیان آرام گزین تھے مقام حجر میں تو ملائکہ نے حضور کو وہاں سے اٹھایا اور زمزم پہ لاکر پشت کے اوپر لٹایا اور جبریل نے سینۂ مبارک ایسے شق فرمایا کہ نہ کوئی آلہ تھا اور نہ خون بہا اور نہ کوئی تکلیف ہوئی۔ پھر میکائیل کو فرمایا طشت میں زمزم کا پانی لاؤ وہ لائے پھر قلب مبارک نکالا اور اسے تین بار غسل دیا پھر اسے اس کی جگہ رکھ کر ایمان وحکمت سے مملو کر کے مہر کی پھر مسجد حرام کے دروازہ پر لائے۔ تو وہاں براق زین لگام کسا ہوا کھڑا تھا اس پر حضور کو سوار کیا۔ آخر حدیث تک

اور ہر دو روایات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ حجر ہو یا حطیم دونوں سے مراد حرم ہے اور وَکَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ دَارِ فَاخِتَۃَ اُمِّ ھَانِیٍٔ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ اور حضور حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر تھے۔

اس واقعہ کے بعد حضور مسجد میں تشریف لائے وَاَخْبَرَ بِہٖ قُرَیْشًا فَمِنْ مُصَفِّقٍ وَّوَاضِعٍ یَدَہٗ عَلٰی رَاْسِہٖ تَعَجُّبًا وَّاِنْکَارًا وَارْتَدَّ نَاسٌ مِمَّنْ اٰمَنَ بِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَسَعٰی رِجَالٌ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ اِنْ کَانَ ذَالِکَ لَقَدْ صَدَقَ قَالُوْا اَتُصَدِّقُہٗ عَلٰی ذَالِکَ قَالَ اِنِّیْ اُصَدِّقُہٗ عَلٰی اَبْعَدِ مِنْ ذَالِکَ اُصَدِّقُہٗ بِخَبَرِ السَّمَآءِ غُدْوَۃً اَوْ رَوْحَۃً فَسُمِّیَ الصِّدِّیْقُ۔

حضور نے جب اس واقعہ کی خبر دی تو وہ تالیاں بجانے لگے اور بعض سر پر ہاتھ رکھ کر تعجب کرنے لگے اور انکار کر گئے اور اکثر مرتد ہو گئے اور بعض اس واقعہ کے بعد ایمان لائے اور مشرکین دوڑے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ نے فرمایا اگر ایسا ہوا ہے تو یقیناً سچ ہے۔

مشرکین بولے آپ اس پر تصدیق کر رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس تصدیق پر متعجب ہو میں نے اس سے ابعد امور کی تصدیق کی ہے یعنی صبح وشام جو آسمانی خبریں آتی ہیں میرا ایمان ان پر بھی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ صدیق کے

نام سے موسوم ہو گئے۔

اس کے بعد قوم میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس دیکھ چکے تھے فَاسْتَنْعَتُوْهُ اِيَّاهُ تو انہوں نے وہاں کی تعریف وکیفیت معلوم کرنی چاہی فَجُلِّیَ لَہٗ فَطَفِقَ یَنْظُرُ اِلَیْہِ وَیَنْعَتُہٗ لَہُمْ۔ اللہ نے آپ کے سامنے وہ متجلی فرما دیا تو آپ اس کی طرف نظر ڈال کر اس کے حالات فرمانے لگے یعنی انہوں نے در معلوم کیے حضور نے گن کر بتا دیے ستون پوچھے سب فرما دیے۔

اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اب دیکھ دیکھ فرمانے لگے اور اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی شے کا دیکھنا دو حال سے خالی نہیں ہوتا ایک دیکھنا سرسری طور پر ہوتا ہے وہ یقیناً دیکھنا ہوتا ہے لیکن اس کی تفصیل سرسری نظر سے دیکھ کر نہیں بتائی جاسکتی۔

مثلاً شالامار باغ

لاہور کا کونسا ایسا رہنے والا ہے جس نے نہ دیکھا ہو لیکن عام دیکھنے والے سوال پر یہ جواب نہیں دے سکیں گے کہ اس میں فوارے کتنے ہیں اس کی وہ نہر جو دروازے سے بارہ دری تک ہے اس میں کتنے فوارے ہیں اور دوسرے طبقہ کے حوض میں کتنے تو اس کا جواب نہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو جواب نہ دے سکا اس نے شالامار دیکھا ہی نہیں۔

ایک دیکھنا تفصیلی ہوتا ہے

وہ لازمی طور پر یہ بتا سکے گا کہ اس میں کیا کیا ہے اور کس مقدار و تعداد میں ہے حتیٰ کہ انجنیرلوں کے اوورسیر تو اس کی اینٹیں بھی بتا سکیں گے کہ ایک دیوار میں اتنی اینٹ اور اتنا مصالحہ لگا ہے۔

تو مشرکین اپنی حاسدانہ نظر سے وہ سوال کر رہے تھے جو سرسری دیکھنے کے بعد بتانا ممکن نہ تھا اور اس پر ان کی نیت تردید کرنے کی تھی اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب لبیب کے سامنے تمام بیت المقدس ہی متجلی فرما دیا تاکہ منکرین کو کوئی رخنہ انکار کے لیے نہ ملے۔ آخر تفصیلی جواب سن کر مشرکین کو کہنا پڑا۔

اَمَّا النَّعْتُ فَقَدْ اَصَابَ۔ نقشہ بیان کرنے میں تو آپ صائب ہیں۔ لیکن

اَخْبِرْنَا عَنْ عِيْرِنَا فَهِیَ اَهَمُّ اِلَیْنَا هَلْ لَقِیْتَ مِنْهَا شَیْئًا۔ ہمارا قافلہ بھی بیت المقدس کو جا رہا ہے اس کی خبر دیجئے۔ آپ کو ملا یا نہیں۔ حضور نے فرمایا۔

نَعَمْ مَرَرْتُ بِعِیْرِ بَنِیْ فُلَانٍ وَهِیَ بِالرَّوْحَاءِ وَقَدْ اَضَلُّوا الْبَعِیْرَ لَهُمْ وَهُمْ فِیْ طَلَبِہٖ وَفِیْ رِحَالِهِمْ قَدَحٌ مِنْ مَّاءٍ فَعَطِشْتُ فَاَخَذْتُهٗ وَشَرِبْتُهٗ وَوَضَعْتُهٗ كَمَا كَانَ فَاسْئَلُوْا هَلْ وَجَدُوا الْمَاءَ فِی الْقَدَحِ حِیْنَ رَجَعُوْا قَالُوْا هٰذِهٖ اٰیَۃٌ۔

حضور نے فرمایا ہاں ہم بنی فلاں کے قافلہ سے گذرے وہ روحاء میں تھا ان کا اونٹ گم گیا تھا وہ اس کی تلاش میں تھے ان کے کجاوہ میں ایک پیالہ پانی تھا مجھے پیاس تھی میں نے اس پیالہ کا پانی پیا اور اسے وہیں رکھ دیا جہاں رکھا تھا تم اس قافلہ سے پوچھو کہ جب وہ لوٹ کر آئے تو انہوں نے پیالہ میں پانی پایا یا نہیں مشرکین یہ سنکر بولے البتہ یہ ایک نشانی ہے ہم تحقیق کریں گے۔

حضور نے فرمایا میں ایک قافلہ نہیں بلکہ مَرَرْتُ بِعِيْرِ بَنِىْ فُلَانٍ وَفُلَانٍ وَفُلَانٍ رَاكِبَانِ قَعُوْدًا فَنَفَرَ بَعِيْرٌ لَّهُمَا مِنِّىْ فَانْكَسَرَ فَاسْأَلُوْهُمَا عَنْ ذَالِكَ قَالُوْا هٰذِهٖ اٰيَةٌ اُخْرٰى۔

ہم بنی فلاں اور فلاں کے قافلے سے گذرے وہ اونٹوں پر سوار تھے کہ ایک اونٹ ان کا ہماری سواری سے چمکا اور قافلہ سے ٹوٹ گیا یہ بھی ان لوگوں سے پوچھو۔ مشرکین بولے یہ دوسری نشانی ہے۔

ثُمَّ سَأَلُوْهُ عَنِ الْعِدَّةِ وَالْاَحْمَالِ وَالْهَيْئَاتِ فَمُثِّلَتْ لَهُ الْعِيْرُ فَاَخْبَرَهُمْ عَنْ كُلِّ ذَالِكَ۔ پھر مشرکین نے کہا پہلے قافلہ میں کتنے آدمی تھے اور کتنے سامان کے اونٹ تھے اور ان کی ہیئتیں کیا تھیں تو اللہ تعالے نے ان کی کیفیت کا نقشہ بھی حضور کو دکھا دیا۔ چنانچہ حضور نے ان کی تعداد اور سامان کے اونٹ اور ان کی کیفیت سب مفصل بتا دی۔

پھر اس واقعہ کی تاریخ اور دن میں بھی مختلف اقوال ہیں۔

ذَكَرَ النَّوَوِيُّ فِىْ رَوْضَةِ الْاَخْبَارِ اَنَّهٗ كَانَ بَعْدَ النُّبُوَّةِ بِعَشْرِ سِنِيْنَ وَثَلَاثَةِ اَشْهُرٍ۔ یہ واقعہ نبوت کے دس سال تین ماہ بعد ہوا۔

وَفِى الْفَتَاوٰى اَنَّهٗ كَانَ سَنَةَ خَمْسٍ اَوْ سِتٍّ مِّنَ النُّبُوَّةِ۔ یہ واقعہ نبوت سے پانچ چھ سال کے بعد ہوا۔

وَنَقَلَ عَنْهُ الْفَاضِلُ الْمُلَّا اَمِيْنُ الْعُمَرِيُّ فِىْ شَرْحِ الشِّفَا۔ اَلْجَزْمُ بِاَنَّهٗ كَانَ فِى السَّنَةِ الثَّانِيَةِ عَشَرَةَ مِنَ الْبِعْثَةِ۔ پختہ تحقیق ملا امین کی یہ ہے کہ معراج بعثت کے بارہویں سال ہوئی

ایک قول یہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نے ہجرت سے تین سال قبل انتقال فرمایا اور یہ واقعہ ایک سال پانچ ماہ قبل ہجرت ہوا یا ایک سال تین ماہ قبل ہجرت۔

اور محی السنۃ وغیرہ نے شہور و ایام کے اختلافات اس طرح بیان کیے

فَقَالَ النَّوَوِيُّ فِىْ فَتَاوٰى كَانَ فِىْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ۔ امام نووی نے اس واقعہ کو ماہ ربیع الاول میں بتایا ہے۔

وَقَالَ فِىْ شَرْحِ مُسْلِمٍ تَبَعًا لِلْقَاضِىْ عِيَاضٍ فَاِنَّهٗ شَهْرُ رَبِيْعِ الْاٰخِرِ۔ یہ واقعہ ربیع الآخر میں ہوا۔

وَجَزَمَ فِي الرَّوْضَةِ بِاَنَّهٗ رَجَبٌ ۔ اور صاحب روضہ نے قطعی فیصلہ رجب کے متعلق دیا۔

وَقِيْلَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ ۔ ایک قول ہے کہ رمضان المبارک میں معراج ہوئی۔

وَقِيْلَ فِيْ شَوَّالَ ۔ ایک قول ہے کہ شوال میں ہوئی۔

ایک قول ہے کہ جو بھی مہینہ ہو وہ ہو وہ ستائیسویں شب تھی اور ہفتہ کی رات تھی۔

ایک قول بروایت واقدی بھی اسی طرح ہے۔

ایک قول ہے كَانَتْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ لِمَكَانِ فَضْلِهَا وَفَضْلِ الْاِسْرَاءِ وہ جمعہ کی رات تھی۔

وَرَدَ بِاَنَّ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلّٰى بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ يَوْمٍ بَعْدَ الْاِسْرَاءِ الظُّهْرَ وَلَوْ كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لَمْ يَكُنْ فَرْضُ الظُّهْرِ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعد معراج پہلے دن ظہر ادا فرمائی اور اگر جمعہ ہوتا تو ظہر فرض ادا نہ ہوتی۔

اور محمد بن عمر السفیری فرماتے ہیں اور علامہ عمری نے شرح ذات الشفا میں بھی فرمایا اِنَّ الْجُمُعَةَ وَالْجَنَازَةَ وَجَبَتَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ الْخَمْسِ۔ جمعہ اور جنازہ تو واجب ہوئی ہیں پنجوقتہ نمازوں کی فرضیت کے بعد۔

وَفِيْ شَرْحِ الْمِنْهَاجِ لِلْعَلَّامَةِ ابْنِ حَجَرٍ اَنَّ صَلٰوةَ الْجُمُعَةِ فُرِضَتْ بِمَكَّةَ وَلَمْ تُقَمْ بِهَا لِفَقْدِ الْعَدَدِ اَوْ لِاَنَّ شِعَارَهَا الْاِظْهَارُ وَكَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا مُسْتَخْفِيًا وَاَوَّلُ مَنْ اَقَامَهَا بِالْمَدِيْنَةِ قَبْلَ الْهِجْرَةِ اَسْعَدُ بْنُ زُرَارَةَ بِقَرْيَةٍ عَلٰى مِيْلٍ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ۔

علامہ ابن حجر شرح منہاج میں فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ مکہ میں فرض ہوئی مگر وہ بوجہ فقدان عدد معلین قائم نہ ہو سکی یا یہ کہ جمعہ کے لیے اس کا اظہار شعار میں تھا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم مخفی طور پر ادا فرماتے تھے۔

اور سب سے پہلے جس نے یہ جمعہ قائم کیا وہ مدینہ منورہ میں قبل ہجرت اسعد بن زرارہ نے ایک میل مدینہ سے دور قائم کیا۔

وَنَقَلَ الدَّمِيْرِيُّ عَنِ ابْنِ الْاَثِيْرِ اَنَّهٗ قَالَ الصَّحِيْحُ عِنْدِيْ اَنَّهَا كَانَتْ لَيْلَةَ الْاِثْنَيْنِ۔ علامہ دمیری ابن اثیر سے راوی ہیں کہ معراج شریف پیر کے روز ہوئی

وَاخْتَارَهُ ابْنُ الْمُنِيْرِ۔ ابن منیر نے بھی اسی کو اختیار کیا۔

وَفِي الْبَحْرِ قِيْلَ اِنَّ الْاِسْرَاءَ كَانَ فِيْ سَبْعٍ عَشْرِيْنَ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ۔ معراج سترہ ربیع الاول کو ہوئی وَالرَّسُوْلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ اِحْدٰى وَخَمْسِيْنَ سَنَةً وَتِسْعَةَ اَشْهُرٍ وَثَمَانِيَةَ وَعِشْرِيْنَ يَوْمًا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اکاون سال نو ماہ ۱۸ یوم تھی۔

ایک روایت یہ بھی ہے اِنَّهَا لَيْلَةُ السَّابِعِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاٰخِرِ۔ وہ ستائیسویں شب

ربیع الآخر تھی۔

یہ نو اقوال اختلافی ہیں لیکن نفس معراج کا ان میں کوئی منکر نہیں۔

اور پھر ربیع الاول۔ ربیع الآخر۔ شوال۔ رمضان کی اگرچہ روایات ہیں لیکن ان میں صاحب روضہ کی روایت میں جو جزمی حتمی فیصلہ ہے وہ رجب ہی کا ہے۔

اس کی تائید ابن قتیبہ، دینوری اور علامہ ابن عبدالبر وغیرہ بھی کر رہے ہیں اور متاخرین میں امام رافعی امام نووی بھی اسی کو بہ نظر یقین دیکھ رہے ہیں۔

علامہ عبدالغنی محدث مقدسی بھی رجب کے مؤید ہیں بلکہ ستائیس تاریخ کی بھی تصریح فرماتے ہیں۔ پھر علامہ زرقانی بھی اسی ۲۷ رجب کے مؤید ہیں۔

تو خلاصۂ بحث یہ ہوا کہ قدیم روایات کا بڑا حصہ اس معراج کو ہجرت سے پہلے تسلیم کر رہا ہے اور رجب کی ستائیس تاریخ ہی قابل ترجیح ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ یہ معراج نومی تھی یا یقظی؟ اس میں بھی اختلافی قول ہیں۔

حَیْثُ قَالَ وَاخْتُلِفَ اَیْضًا اَنَّہٗ فِی الْیَقْظَۃِ اَوْ فِی الْمَنَامِ فَعَنِ الْحَسَنِ اَنَّہٗ فِی الْمَنَامِ۔ ایک قول حسن سے ہے کہ یہ نومی تھی۔

اور حضرت صدیقہ عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ کا جو قول ہے وَاللّٰہِ مَا فُقِدَ جَسَدُ النَّبِیِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ وَلٰکِنْ عُرِجَ بِرُوْحِہٖ وَعَنْ مُعَاوِیَۃَ مِثْلُہٗ۔ آپ نے فرمایا قسم بخدا میں نے جسد اطہر سید عالم کو اپنے سے گم نہ کیا مگر آپ کو روحانی طور پر لے جایا گیا اور حضرت امیر معاویہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

اس پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں وَلَعَلَّہٗ لَمْ یَصِحَّ عَنْہُمَا کَمَا فِی الْبَحْرِ۔ غالبًا یہ روایت قطعًا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ کَانَتْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اِذْ ذَاکَ صَغِیْرَۃً وَلَمْ تَکُنْ زَوْجَتَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَکَانَ مُعَاوِیَۃُ کَافِرًا یَوْمَئِذٍ۔ حضرت ام المومنین اس وقت اتنی صغیر السن تھیں کہ حضور کی زوجیت میں نہیں آئی تھیں اور امیر معاویہ اس دن تک مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے وہ بحالت کفر تھے۔

پھر عمدۃ الصحائف نے مشکوۃ جلد ثانی باب الولی فصل اول سے نقل کیا

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَہَا وَھِیَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَزُفَّتْ اِلَیْہِ وَھِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ۔ حضور نے حضرت صدیقہ سے عقد سات سالہ عمر میں فرمایا اور آپ کی رخصت نو سال کی عمر میں ہوئی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ کا عقد معراج سے دو سال قبل شوال کے مہینہ میں ہوا۔ اور مکہ معظمہ میں ہی آپ جلوہ آرا تھے۔ کہ صدیقہ رخصت ہو کر تشریف لائیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب دو سال بعد آپ رخصت ہو کر آئیں وہ ماہ شوال تھا تو دو سال بعد ماہ شوال ہی میں تشریف لائیں تو اس سے واضح ہوا کہ معراج کے چار ماہ بعد آپ تشریف لائیں۔

پھر قرینہ بھی اس پر صاف ہے کہ اگر حضرت ام المومنین تشریف لائے ہوئے ہوتیں تو حضور حجر یا حطیم میں ام ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان پر استراحت پذیر کیوں ہوتے۔ بہرحال سیدہ ام المومنین کے یہاں سے ہی معراج ہوئی ہوتی۔

اور اگر مان بھی لیں کہ سیدہ رخصت ہو کر آ چکی تھیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ معراج حضرت ام ہانی کے یہاں سے کیوں ہوئی اور اگر یہ بھی مان لیں کہ حضرت ام ہانی کے یہاں ہی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں تو اب مشکل یہ واقع ہوتی ہے کہ آیت کا مفصلہ بیان قرآن فوت ہوتا ہے وہاں وہ اسری جو مسجد حرام سے بیت المقدس یا مسجد اقصیٰ تک ہوا وہ یقیناً جسم مع الروح سے تھا۔

اس لیے کہ اَسْریٰ بِعَبْدِہٖ فرمایا گیا ہے اور عبد کا اطلاق جسم مع الروح پر ہوتا ہے حیث قال الآلوسی وَاَیْضًا اَلْعَبْدُ ظَاھِرٌ فِی الرُّوْحِ وَالْبَدَنِ۔ اس میں عبد ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق روح او بدن پر ہوتا ہے نہ کہ فقط روح پر۔

پھر جمہور کا فیصلہ آلوسی نقل فرماتے ہیں۔ وَذَھَبَ الْجُمْھُوْرُ اِلٰی اَنَّہٗ فِی الْیَقْظَۃِ بِبَدَنِہٖ وَرُوْحِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالرُّؤْیَا تَکُوْنُ بِمَعْنَی الرُّؤْیَۃِ فِی الْیَقْظَۃِ وَقَالَ الْوَاحِدِیُّ اَنَّھَا دُوْنِیَّۃُ الْیَقْظَۃِ لَیْلًا۔

اور جمہور اس طرف گئے ہیں کہ یہ جاگتے ہوئے معراج ہوئی بدن اور روح صلے اللہ علیہ وسلم کو اور رؤیا کا اطلاق ہی رویت فی الیقظہ یعنی جاگتے ہوئے دیکھنے پر ہی مستعمل ہوتا ہے۔ اور واحدی بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ معراج رات کے کچھ حصہ میں جاگتے ہوئے ہوئی۔

پھر ایک نہایت واضح اور مدلل بحث نقل فرماتے ہیں اَنَّہٗ قَالَ وَاحْتَجَّ الْجُمْھُوْرُ لِذٰلِکَ بِاَنَّہٗ لَوْکَانَ مَنَامًا مَا تَعَجَّبَ مِنْہُ قُرَیْشٌ وَلَا اسْتَحَالُوْہُ لِاَنَّ النَّائِمَ قَدْ یَرٰی نَفْسَہٗ فِی السَّمَاءِ وَیَذْھَبُ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَی الْمَغْرِبِ وَلَا یَسْتَبْعِدُہٗ اَحَدٌ۔

جمہور اس امر کو بھی حجت لاتے ہیں کہ اگر یہ معراج منام وخواب ہی میں ہوئی تھی تو قریش نے کیوں تعجب کیا اس لیے کہ خواب کے مشاہدات کو وہ محال نہیں جانتے تھے اس لیے کہ سوتے ہوئے انسان اپنے کو

آسمانوں میں دیکھتا ہے اور مشرق سے مغرب تک پہنچا ہوا پاتا ہے اور اسے کسی نے مستبعد نہیں کہا۔
پھر یہ بھی صورت تطبیق پیش کرتے ہیں کہ

وَ تَصْحِيْحُ الْحَدِيْثَيْنِ فِيْ ذَالِكَ بِاَنَّ الْاِسْرَاءَ كَانَ مَرَّتَيْنِ اِحْدَاهُمَا فِيْ نَوْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ فَاُسْرِيَ بِرُوْحِهٖ تَوْطِئَةً وَتَيْسِيْرًا لِمَا يَضْعُفُ عَنْهُ قُوَى الْبَشَرِ۔ ثُمَّ اُسْرِيَ بِرُوْحِهٖ وَبَدَنِهٖ بَعْدَ النُّبُوَّةِ قَالَ فِي الْكَشْفِ وَهٰذَا هُوَ الْحَقُّ وَبِهٖ يَحْصُلُ الْجَمْعُ بَيْنَ الْاَخْبَارِ۔

دونوں حدیثوں کی تطبیق و تصحیح یہ ہے کہ حضور کو اسراء دوبار ہوا ایک بار خواب میں قبل نبوت تو آپ کو سوتے ہوئے سیر کرائی گئی تا کہ آپ کو باقتضاء قوی بشری آسان ہو جائے پھر دوسری بار روح و بدن کے ساتھ آپ کو سیر کرائی گئی بعد نبوت کے۔ کشف میں فرماتے ہیں یہی کشف حق ہے اور اس سے جمع بین الاخبار حاصل ہو جاتا ہے۔

اور باب الاشارات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ سے علامہ آلوسی نقل فرماتے ہیں۔
وَنَقَلَ الشَّيْخُ قُدِّسَ سِرُّهٗ اَنَّ الْاِسْرَاءَ وَقَعَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِيْنَ مَرَّةً۔ اسراء روحانی تو حضور کو تیس بار ہوئی۔

وَفِيْ كَلَامِ الشَّيْخِ عَبْدُ الْوَهَّابِ الشَّعْرَانِيْ فرماتے ہیں۔
اِنَّ اِسْرَاءَاتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَتْ اَرْبَعًا وَثَلَاثِيْنَ وَاحِدٌ بِجِسْمِهٖ وَالْبَاقِيْ بِرُوْحِهٖ۔ حضور کو اسراء تو چونتیس بار ہوا ایک بجسد و روح اور باقی روحانی۔

اور خصائص صغری میں ہے۔
وَخُصَّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِالْاِسْرَاءِ وَمَا تَضَمَّنَهٗ مِنْ خَرْقِ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَالْعُلُوِّ اِلٰى قَابَ قَوْسَيْنِ وَوَطِئَهٖ مَكَانًا مَا وَطِئَهٗ نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ وَلَا مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَاِنَّ قَطْعَ الْمَسَافَةِ الطَّوِيْلَةِ فِي الزَّمَنِ الْقَصِيْرِ مِمَّا يَكُوْنُ كَرَامَةً لِّلْوَلِيِّ لِيَحْيٰى ذَالِكَ بِطَيِّ الْمَسَافَةِ وَهُوَ مِنْ اَعْظَمِ خَوَارِقِ الْعَادَاتِ۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خصوصیت عطا کی گئی۔ اس اسراء میں خرق سماوات سبع اور علو الی قاب قوسین عطا ہوا اور ان مقامات خاص پر آپ کے قدم نوری پہنچے جہاں نبی مرسل اور ملک مقرب کو رسائی نہ ہوا اور مسافت طویلہ تھوڑے سے وقت میں طے فرمانا یہ کرامت ولایت ہے اور اسے طے مسافت کہتے ہیں اور خارق عادات امور کا بڑا مقام ہے۔

مزید براں صاحب تمہید علامہ ابوشکور سالم محمد بن عبد السعید بن شعیب کبشی رحمہ اللہ نے اس حدیث

کی نہایت ہی نفیس توجیہ فرمائی۔ حیث قال

اَلْجَوَابُ عَنْ هٰذَا اِنَّ يَقُوْلَ اِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا فُقِدَ جَسَدُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ يَعْنِيْ مَا فُقِدَ جِسْمُهٗ عَنِ الرُّوْحِ بَلْ كَانَ مَعَ رُوْحِهٖ وَالْمِعْرَاجِ مَا كَانَ لِلرُّوْحِ بَلْ كَانَ لَهُمَا۔ وَاَمَّا خَبْرُ مُعَاوِيَةَ اَنَّهٗ قَالَ كَانَتْ رُؤْيَا صَالِحَةً اَرَادَ لَهُمَا الْيَقْظَةَ وَكَانَ قَدْ رَاٰى بِعَيْنِهٖ بِدَلِيْلِ اِنَّ الرُّؤْيَا مَصْدَرٌ لِاَنَّهٗ يُقَالُ رَاٰى رُؤْيًا فَكَانَ هٰذَا رُؤْيَا بِالْعَيْنِ۔

وَلِاَنَّهٗ لَوْ كَانَ فِي الْمَنَامِ لَمْ يُنْكِرْهَا اَحَدٌ لِاَنَّ كُلَّ جُحُوْدٍ وَكَافِرٍ وَعَاصٍ يَرَى الرُّؤْيَا فِي الْمَنَامِ فَلَمْ يَظْهَرْ تَخْصِيْصُ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضِيْلَةً وَّمَعْنًى فَدَلَّ اِنَّ هٰذَا كَانَ فِي الْيَقْظَةِ وَ كَذَالِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنَاكَ اَرَادَ بِهِ الرُّؤْيَا بِالْعَيْنِ فِي الْيَقْظَةِ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ يَعْنِيْ اَبَا جَهْلٍ وَّمَنْ تَابَعَهٗ لِاَنَّهٗ اَنْكَرَ حَيْثُ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ فِي النَّارِ قَالَ كَيْفَ تَبْقَى الشَّجَرَةُ وَكَثِيْرٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِرْتَدُّوْا بِسَبَبِ الْمِعْرَاجِ وَاَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهٗ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

اس قول کا جواب صاف یہ ہے جو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نہیں مفقود ہوا جسد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج میں یعنی آپ کا جسم مبارک روح سے مفقود نہیں ہوا بلکہ جسد روح کے ساتھ تھا اور وہ معراج روحانی نہ تھی بلکہ جسد و روح سے تھی۔

اور معاویہ والی حدیث جس میں انہوں نے کہا وہ رویا صالحہ تھا اس سے ان کا مقصد جاگتے ہوئے مشاہدہ فرمانے کا ہے اور ہے بھی یہی بات کہ حضور نے یہ چشمہائے سر تمام مشاہدہ فرمایا۔

اس پر یہ دلیل واضح ہے کہ رویا مصدر ہے۔ اسی لیے تو کہتے ہیں رَاٰی رُؤْیًا۔ تو یہ رویا بالعین ہوتا ہے۔

اور اگر یہ رویا سوتے میں ہوا ہوتا تو ہرگز کوئی انکار ہی نہ کرتا اس لیے کہ جحود۔ کافر، عاصی نہ معلوم کیا کیا خواب میں دیکھتے ہیں (اور اس زمانہ میں تو معبرین دکانیں لگاکر تعبیر خواب دینے کو بیٹھے ہوتے تھے اور عجیب عجیب خواب جو بالکل خلاف عقل ہوتے تھے سنتے اور تعبیر دیتے تھے) پھر اگر یہ معراج خواب اور منام میں ہی تھی تو حضور کے اس خواب کی مخالفت کے کیا معنی ہوتے۔

دوسرے اس بیان میں حضور کی ذات اقدس کی کچھ تخصیص بھی ظاہر نہ ہوتی اور نہ اس میں فضیلت معراج ہی کچھ نظر آتی نہ اس مخالفت کے کوئی معنی حاصل ہوتے۔

تو ثابت ہوا یہ رویا جاگتے ہوئے ہوا تھا اور اسی لیے قرآن پاک میں ارشاد ہوا وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا

الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ اس میں مقصد ارشاد ہی یہ ہے کہ رویا بالعین تھا اور جاگتے ہوئے مشاہدہ کرایا گیا تھا کہ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ امتحان ہو جائے لوگوں کا یعنی ابوجہل اور اس کے متبعین کا اس لیے کہ انہوں نے انکار کیا جبکہ حضور نے فرمایا کہ تھوہر کا درخت جہنم میں ہے۔

ابوجہل کہنے لگا تھوہر کا درخت جہنم میں کیسے رہا اور بہت سے کمزور ایمان والے مرتد ہو گئے محض واقعہ معراج کو سنکر۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ضرور جاگتے ہوئے تھی اور روح مع الجسم تھی اس کی سب سے پہلے جس نے تصدیق کی وہ حضرت صدیق اکبر تھے۔ رضی اللہ عنہ

اب یہ سوال بصورت اعتراض قدرتاً پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بار تو فرمایا کہ ہم ام ہانی کے مکان میں تھے دوسرے بیان میں فرمایا ہم حجر میں تھے تیسرے موقع پہ فرمایا ہم حطیم میں تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے۔

اور قرآن کریم فرماتا ہے مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

تو یہ مختلف مقامات کے ساتھ ارشاد اصل واقعہ کو مشکوک کر دیتا ہے اور مشکوک روایات حجت نہیں ہو سکتیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بوجہ قرب و بلا صفت و مجاورت کے یا اتحاد مکان و شہرت کے ایک ہی شے کو مختلف ناموں سے تعبیر کرنے کے باوجود ایک ہی شے مراد ہوتی ہے۔

مثلاً کوئی کہے

مرکزی جمعیۃ العلماء میں گیا تھا دوسرا کہے دواخانہ قادری میں گیا تھا۔ تیسرا کہے حکیم صاحب قادری کے پاس گیا تھا۔ چوتھا کہے ابوالحسنات سے مل کر آیا ہوں۔ پانچواں کہے صدر جمعیت سے ملا تھا چھٹا کہے مفتی صاحب کے پاس اکبری منڈی گیا تھا۔ ساتواں کہے خطیب مسجد وزیر خاں سے ملا تھا۔ آٹھواں کہے صدر مجلس عمل سے باغیچی صمدو میں مل کر آیا ہوں۔ تو یہ آٹھوں بیان ایک ہی سے ملنے کے معنی دیں گے اس میں اختلاف عنوان سے اصل کا رد نہیں ہو گا۔

اسی طرح چونکہ حجر، حطیم، بیت ام ہانی، بیت فاختہ، مسجد حرام سب حرم میں ہیں یا ملحق و مجاور۔ اس لیے حضور نے حجر فرمایا ہو یا مسجد حرام، حطیم بتایا ہو یا حجر یا بیت ام ہانی سب چونکہ ایک ہی مقام پر ہیں لہذا روایت کو اس سے ضعف نہیں پہنچتا۔

چنانچہ منجد اور منتہی الارب میں صاف موجود ہے "حطیم دیوار خانہ کعبہ جانب مغرب کہ در انجا ناؤدان کعبہ است و در زمان حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام داخل کعبہ بود و حجر دیوار کعبہ گرد اگرد جانب شمال

اندرونِ حطیم"۔

صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں حضرت ام ہانی کا مکان حرم میں تھا اور تحقیق یہ ہے کہ آپ ام ہانی کے مکان میں استراحت پذیر تھے کہ حضرت جبریل نے حاضر ہو کر حضور کو جگایا۔

اور منجد میں ہے۔ حَطِيْمٌ جِدَارُ حِجْرِ الْكَعْبَةِ۔ وَقِيْلَ مَا بَيْنَ الرُّكْنِ وَزَمْزَمَ وَالْمَقَامِ۔ تو ثابت ہوا کہ حجر، حطیم، بیت ام ہانی، مسجد حرام ان سب سے مقصود حرم ہی ہے۔ جہاں سے معراج ہوئی تو تعدد اسم مکانی بوجہ اتحاد حقیقی ایک ہی پر اطلاق ہے تو اعتراض معترض حجت نہیں۔

اب معراج کے متعلق عقیدہ اہلسنت کیا ہے۔ یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے۔

علامہ ابو شکور سالمی رحمہ اللہ اپنی تمہید شریف میں معراج کے متعلق اعتقاد کی یوں تصریح فرماتے ہیں ثُمَّ الْكَلَامُ فِي الْمِعْرَاجِ فِي حَدِّ الشُّهْرَةِ مَنْ اَنْكَرَ يَصِيْرُ مُبْتَدِعًا فَاسِقًا وَاِنْ لَمْ يَكُنْ كَافِرًا۔

معراج کے معاملہ میں جو حد شہرت ہے اس سے جو انکار کرے گا وہ مبتدع فاسق ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ کافر نہ ہو گا۔

وَاَجْمَعْنَا عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ الْمِعْرَاجَ اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ يَصِيْرُ كَافِرًا۔ اور اس پر اجماع ہے کہ جو بیت المقدس تک کی بھی معراج کا منکر ہو وہ کافر ہے۔

ثُمَّ هٰهُنَا ثَلٰثَةُ اَشْيَاءَ۔

اَلْاِسْرَاءُ۔ وَالْمِعْرَاجُ وَالْاِعْرَاجُ۔

فَاَمَّا الْاِسْرَاءُ مِنْ مَكَّةَ اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَهٰذَا اِمَّا لَا يُنْكِرُهُ الْمُعْتَزِلَةُ وَمَنْ اَنْكَرَ يَصِيْرُ كَافِرًا لِاَنَّ هٰذَا اُثْبِتَ بِالنَّصِّ بِدَلِيْلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا۔ تفسیر خازن میں ہے۔ وَلَفْظُ الْعَبْدِ عِبَارَةٌ عَنْ مَجْمُوْعِ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

اسراء وہ ہے جو مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک ہوا یہ وہ ہے کہ اس سے معتزلہ بھی انکار نہیں کرتے اور جو اس سے منکر ہو وہ کافر ہو جائے گا۔ اس لیے کہ یہ نص قطعی سے ثابت ہے سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ۔

وَالْمِعْرَاجُ مَا كَانَ مِنَ الْاَرْضِ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ۔

معراج زمین سے ساتویں آسمان تک ہے۔ جو اقتضاء النص سے ثابت ہے فَلَا اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۔

وَالْاِعْرَاجُ۔ مِنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ اِلَى الْعَرْشِ۔

اور اعراج ساتویں آسمان سے عرش تک ہے۔ اس کے آگے جو معراج ہے اس کے لیے ارشاد ہے لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی۔ اس پر سید المفسرین ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ھُوَ الرَّفْرَفُ۔ آیات ربہ الکبری سے مراد رفرف ہے۔

معراج جسمانی بنظر تفلسف

فلاسفہ قدیم معراج جسمانی کے استحالہ پر یوں اڑے ہوئے ہیں کہ ان کی مادی نظریں جسم ثقیل کے صعود کو عقلاً محال دیکھ رہی ہیں۔

دوسری وجہ یہ بھی ان کے ماننے میں حائل ہے کہ خرق والتیام سما عقلاً ممنوع ہے۔

تیسرے کرۂ ناری جو مابین السماء والارض ہے اس سے عبور محال ہے۔

بنابرایں وہ کہتے ہیں کہ جب حضور کو یہ معراج بجسد وروح ہوئی تھی اور آپ معہ جسم وروح آسمانوں پر تشریف لے گئے تو کرۂ ناری کی مزاحمت سے کیسے محفوظ رہے۔

اس کے جواب میں اولاً باعتبار دلائل نقلی وعقلی ہمیں کچھ الزامی جواب عرض کرتے ہیں۔ اس کے بعد اصول فلاسفہ کی روشنی میں جواب عرض کیا جائے گا۔

وَھَا اَنَا اَشْرَعُ فِی الْمَقْصُوْدِ

اول یہ سمجھنا ضروری ہے کہ حضرت ابوالبشر آدم صفی اللہ علیہ السلام اسی جسم عنصری کے ساتھ یقیناً بہشت میں تھے اور حضرت حوا بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ پھر جب اِھْبِطُوْا مِنْھَا جَمِیْعًا کا حکم ہوا تو جیسے جانے میں حیلولہ حائل ہونا چاہیئے ویسے آنے میں بھی کرۂ ناری کی مزاحمت لازمی تھی۔ مگر آپ جنت سے سراندیپ تشریف لائے اور حضرت حوا جدہ اتریں تو ان کے اترنے میں بھی خرق والتیام ہوا یا نہیں؟ اور کرۂ ناریہ حائل ہوا یا بغیر مزاحمت آپ آ گئے۔

اگر کہا جائے کہ آپ بلا خرق والتیام اترے تو ہم کہیں گے حضور بھی بلا خرق والتیام تشریف لے گئے اور اگر کہا جائے کہ اترتے ہوئے آسمان میں دروازے تھے جس سے آپ اترے تو ہمارا جواب بھی وہی ہے کہ انہیں دروازوں سے حضور تشریف لے گئے۔

رہی مزاحمت کرۂ نار جیسے ان کے ساتھ نہ ہوئی ایسے ہی حضور کے ساتھ بھی نہ ہوئی اور یہ عقیدہ کہ جس جنت سے آدم علیہ السلام نکلے وہ پہلے ہی ارض فلسطین میں تھی یہ صرف معتزلہ کا عقیدہ ہے۔

جمہور اہل سنت اس اعتقاد کو گمراہی جانتے ہیں۔ اور مفہوم منطوق قرآن مجید بھی اس کے خلاف ہے۔
دوسرے ہمارے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام آسمان دوم پر یہود کی دست برد سے بچانے کے لیے پہنچائے گئے تو خرق والتیام اور کرہ نار بہر حال آئے تو جو صورت وہاں ہوئی وہی صورت اس معراج کے موقعہ پر ہوئی ہوگی۔
رہا مرزائی عقیدہ تو اس سے مسلمانوں پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہ قانون حکومت کے اعتبار سے مسلمان ہیں نہ کہ قانون اسلامی کے اعتبار سے۔
اسلام تو انہیں قطعاً یقیناً حتماً اذعاناً مرتد کہتا ہے اس لیے کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کے معنی میں تاویلات بعیدہ کرتے ہیں۔
جنہیں اسلام نہیں مانتا۔ یہی حال لاہوری مرزائیوں کا ہے کہ وہ اس کو مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ جو دعوی نبوت کر چکا ہے۔
اسلام تو ہر اس شخص کو مرتد کہتا ہے جو حضور کے بعد کسی کو نبی تسلیم کرے یا دعوی نبوت کرنے والے کو مجدد یا بھلا مانس مانتے۔
بہر حال یہ نظیر بھی ہمارے دعوی کی موید ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان دوم تک پہنچے ہمارے حضور بھی ویسے ہی تمام طبقات سماویہ تک پہنچ کر واپس تشریف لائے۔
حضرت الیاس علیہ السلام بھی آسمانوں پر ہیں۔
حضرت اخنوخ بھی آسمان پر ہیں۔
پھر جملہ ارواح بھی بعد قبض آسمانوں سے ہو کر اپنے برزخ میں آتی ہیں۔
پھر ہماری نظریں آنکھ اٹھاتے ہی فلک الافلاک سے ٹکرا کر واپس آتی ہیں اور ان سے کوئی شے مزاحم نہیں ہوتی۔
سورج چوتھے آسمان سے نور بیزی کرتا ہے اور اس کے انوار معہ قرص خورشید ہمارے مشاہدے میں آتے ہیں یہ کیسے؟
باآنکہ ہیئت والے آفتاب کو زمین سے ۱۶۷ گنا بتاتے ہیں بلکہ چوتھا اور آٹھواں حصہ اور کہتے ہیں جیسا کہ التصریح میں ہے۔
اور بحساب تذکرہ ۱۶۶ مثل اور بقول بعض ۱۶۵ مثل ہے۔
اور غیاث الدین جمشید کاشی نو ۳۲۶ مثل کہہ رہا ہے۔

تو عقلی گھوڑے دوڑانے والے تو جو کہیں وہ سب صحیح اور جو مشاہدہ فرما کر تاج نبوت سے آراستہ ہو کر بتائیں ان کے ماننے میں عقلی حیلولہ حائل ہیں۔

بنابرایں اگر وہ ماہ نبوت

خورشید رسالت کوکب محبوبیت اقل قلیل مدت میں قاب قوسین تک جا کر دم زدن میں واپس تشریف لے آئے تو کیا استبعاد ہے۔

پھر یہ بھی غور طلب امر ہے کہ جسم ثقیل کا عدم صعود اور خرق والتیام سما کا استحالہ یہ مسئلہ عدم قبول حرکت زمینیہ پر مبنی ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آسمان یہ حرکت قبول نہیں کرتا۔ مگر اس سے امتناع اس کا اجزاء فلک کے لیے لازم نہیں آتا۔ اس لیے کہ اگر ہم فرض کر لیں کہ جزو فلک ایسے دائرہ پر ہے جس کا مرکز مرکز عالم ہے اور وہ وہاں سے حرکت کرے تو اس کی حرکت تحت و فوق کی طرف جو فلک سے محدود ہیں واقع ہو گی اور ان کی تقدیم محدد کے فلک پر لازم نہ آئے گی۔

اور یہ کہنا کہ کلام حرکت طبعی میں ہے محض ناتمام ہے۔ اس لیے کہ بطلان قاسر پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔

علاوہ برایں آمد و رفت ملائکہ زمین پر بہ اتفاق عقلاء ثابت ہے۔

تو اگر جسم ثقیل کا صعود محال ہی رکھا جائے تو ملائکہ جو جسم لطیف رکھتے ہیں ان کا نزول بھی محال ماننا پڑے گا اور یہ شرعاً و عقلاً باطل ہے۔

پھر ضیاء خورشید تو چوتھے آسمان سے آ رہی ہے۔

اور ضیاء مشتری چھٹے آسمان سے زمین تک پہنچ رہی ہے۔

اور نظر سیکنڈ کے اقل قلیل درجہ میں بلا شکست شیشہ پار ہو جاتی ہے۔

تو اگر وہ جسم نوری جو ملائکہ و آفتاب و مشتری اور نظر سے لطیف بلکہ الطف ہے بے خرق سما متجاوز ہو گیا تو کیا استحالہ لازم آتا ہے۔

علاوہ بریں معترض کو معلوم ہونا چاہئے کہ خرق والتیام کا وہاں اڑنگا لگ سکتا ہے جہاں آمد و رفت کی راہ نہ ہو۔

اور شریعت مطہرہ میں تو آسمان کے دروازے قرآن و حدیث سے ثابت ہیں وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا۔ قرآن کریم بتا رہا ہے۔

اور احادیث سے ثابت ہے کہ روح الامین نے خازن سما سے دروازہ کھلوایا جس سے حضور داخل ہو کر آسمان اول و دوم تک پہنچے تو خرق والتیام کی بحث تو یہاں لانی ہی فضول ہے۔

اب یہ اعتراض باقی رہ جاتا ہے

کہ حضور سید یوم النشور سیاح این آں شہسوار لامکاں جب تشریف لے گئے تو بعد تقرب الٰہی اور حصول نعمائے غیر متناہی تمام عجائب وغرائب ارضی وسماوی جنت و دوزخ وغیرہ دیکھتے بھالتے اس سرعت سے واپس تشریف لائے کہ آلوسی بعض احادیث سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ

اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَجَعَ وَجَدَ فِرَاشَہٗ لَمْ یَبْرُدْ مِنْ اَثَرِ النَّوْمِ۔ وَقِیْلَ اِنَّ غُصْنَ شَجَرَۃٍ اَصَابَہٗ بِعَمَامَتِہٖ فِیْ ذَھَابِہٖ فَلَمَّا رَجَعَ وَجَدَہٗ بَعْدُ یَتَحَرَّکُ۔

حضور جب واپس تشریف لائے تو بستر مبارک گرم تھا اور عمامہ اقدس سے ایک درخت کی ڈالی جو اٹک کر ہلی تھی وہ ہلتی ہوئی ملی۔

تو اس سرعت سیر میں تمام مشاہدہ محال ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حرکت کے سریع اور بطی ہونے کی کوئی حد اور انتہا نہیں۔

چنانچہ آج وائرلیس ٹیلیفون۔ لاسلکی پیام کے ذرائع ہزار ہا میل کی خبریں سیکنڈ سے بھی کم مدت میں لاتے لے جاتے ہیں۔

ایروپلین آواز کی رفتار تک تو ایجاد ہو چکا اور وہ بھی مادیات کی قوت سے اور وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کی بشارت ہے۔

قرآن کریم میں بلقیس شہزادی کا تخت ملک سبا سے چشم زدن میں پیش کر دینا یہ قرآن کریم بتا رہا ہے تو یہاں بھی عقل کا ٹٹو حائل ہو کر قرآن کا منکر ہو جائے گا۔

تو اس عقلی گھوڑدوڑ کی پیروی میں

ہم اسلام۔ قرآن۔ رسول۔ احکام سب کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

پھر یہ تمام دعاوی بھی وہ ہیں جو محض استقرائی ہیں۔ عقلاء کی جماعت کسی دعوی پر آج تک قائم و ثابت نہیں رہی۔ کل جو بات کہی آج اس کے خلاف خود ہی بول پڑے۔

پھر یہ تمام استحالے اگر حادی بھی ہیں تو مخلوق کے افعال و حرکات پر حادی ہیں۔ یہاں تو مسئلہ معراج میں رب العزت جلت و مجد وعز اسمہ نے پہلے دفع دخل مقدر فرمانے کے لیے سُبْحَانَ کہہ کر مضمون معراج بیان کیا ہے۔

اور بتا دیا ہے کہ یہ حرکت جسے فلاسفہ اٹھائے پھر رہے ہیں اس کی تعریف ہدیہ سعیدیہ میں یہ ہے
اَلْحَرْکَۃُ کَوْنَانِ فِیْ اٰنَیْنِ فِیْ مَکَانَیْنِ۔
حرکت نام ہے اس ہونے والی کا جو دو آن اور دو مکان میں ختم ہو۔
اس میں چند شرطیں بھی ہیں یعنی حرکت کے لیے۔
محرک، متحرک، مدۃ حرکت، مبدأ حرکت، منتہائے حرکت، مقصد حرکت کا ہونا بھی ضروری ہے۔
چنانچہ قرآن کریم نے ان عقلی دیوانوں کے وجود سے پہلے ہی یہ تمام امور واضح کر دیے۔ اور بتا دیا کہ حرکت میں سب سے اول محرک کو سمجھنا ضروری ہے کہ وہ کون ہے۔
چنانچہ فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی۔ پاک ہے ہر قسم کے عجز اور عیب اور مجبوری اور نقص سے وہ ذات جو لے گئی۔ اور وہ محرک اول ہے۔
"بِعَبْدِہٖ"۔ اپنے بندے کو۔ یہ متحرک ہیں۔
"لَیْلًا" تھوڑے سے حصہ میں رات کے یہ زمان حرکت ہے اس پر تنوین تقلیل اس لیے لگائی گئی کہ رات کا اقل قلیل حصہ ثابت ہو جائے۔
"مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" یہ مبدأ حرکت ہے یعنی مسجد حرام سے۔
"اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا" یہ منتہائے حرکت ہے یعنی مسجد اقصیٰ تک۔
اس پر آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔
وَھُوَ بَیْتُ الْمُقَدَّسِ۔ اور وہ بیت المقدس ہے۔
وَوَصَفَہٗ بِالْاَقْصٰی اَیِ الْاَبْعَدِ بِالنِّسْبَۃِ اِلٰی مِنَ الْحِجَازِ۔ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اقصیٰ بعید ترین مقام حجاز سے مراد ہے۔
وَقَالَ غَیْرُ ذٰلِکَ اَنَّہٗ سُمِّیَ بِہٖ لِاَنَّہٗ اَبْعَدُ الْمَسَاجِدِ الَّتِیْ تُزَارُ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَبَیْنَھُمَا نَحْوُ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً۔ اس حد کو مقرر کرنے سے یہ مراد ہے کہ مسجد حرام سے بعید ترین مسجد بتا دی جائے جس کے سفر کے لیے چالیس رات لازم ہیں۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ لِاَنَّہٗ لَیْسَ وَرَاءَہٗ مَوْضَعُ عِبَادَۃٍ فَھُوَ اَبْعَدُ مَوَاضِعِھَا۔ یعنی وہ مسجد جس کے بعد موضع عبادت ہی نہ ہو اور وہ بعید ترین ہے۔
اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ۔ اس کی تفسیر آگے بیان ہو گی۔
لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ تاکہ دکھائیں ہم اسے اپنی نشانیوں سے۔ یہ مقصد حرکت ہے۔

اس تفصیل سے یہ امر واضح ہو گیا کہ جانے آنے والا اگر بندہ ہے تو اس پر یہ استحالے لازم آسکتے ہیں اس لیے کہ اس پر ہی قیود عقل صادق ہوتی ہیں۔ اور حبیب

لے جانے والا وہ ہو جسے قادر علی الاطلاق کہا جاتا ہے جس کی صفت ہی سبحان ہے جو ہر قسم کی عقلی مادی پابندیوں سے منزہ و مبترا ہے۔

جس نے عقل اور مادہ پیدا فرمایا جو خالق روح اور صانع جسم کثیف و لطیف ہے تو اس پر یہ قیود عقلی عائد نہیں اور اس نے خود فرمادیا اَلَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ۔

وہ لے گیا اپنے بندے کو۔ اس نے سیر کرائی اپنے بندے کو۔ اس نے مشاہدہ کرایا اپنی نشانیوں کا۔ تو سیر کرانے والا سبحٰن۔ سیر کرنے والا حبیب رحمن۔ پھر عقلی استحالوں کا اس پر کیا اثر۔ تعالی اللہ عما یصفون۔

اب بقیہ کوائف معراج مختصراً پیش کر کے تفسیر آیہ کریمہ شروع ہوگی۔

وَذَکَرَ الْعَلَائِیُّ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ اَنَّہٗ کَانَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ الْاَسْرَاءِ خَمْسَۃُ مَرَاکِبِ

تفسیر علائی میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے لیلۃ الاسراء میں پانچ سواریاں تھیں۔

پہلی سواری براق تھا جو بیت المقدس تک لے گیا۔

دوسری سواری معراج جس کے ذریعہ بیت المقدس سے سماء دنیا تک فائزی ہوئی

تیسری سواری اجنحۃ الملائکہ تھے جنہوں نے سماء دنیا سے سماء سابع تک پہنچایا۔

چوتھی سواری جناح رسول الملائکہ جبریل تھے۔ جس کے ذریعہ حضور سماء سابع سے سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے۔

پانچویں سواری رفرف تھا جس نے سدرۃ المنتہیٰ سے قاب قوسین تک پہنچایا۔ پھر آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ سواریوں کا تعین محض اظہار کرامت و رفعت منزلت کے لیے تھا ورنہ

فَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّوْصِلَہٗ اِلٰی اَیِّ مَوْضِعٍ اَرَادَ فِیْ اَقَلِّ مِنْ طَرْفَۃِ الْعَیْنِ

اللہ تعالی قادر مطلق تھا وہ چاہتا تو چشم زدن سے پہلے جہاں تک چاہتا لے جاتا۔

وَقَدْ کَانَ لَہٗ عَشْرُ مَرَاقٍ سَبْعَۃٌ اِلَی السَّمٰوٰتِ وَالثَّامِنُ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی وَالتَّاسِعُ اِلَی الْمُسْتَوٰی الَّذِیْ سَمِعَ فِیْہِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ وَالْعَاشِرُ اِلَی الْعَرْشِ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

اور حضور کے لیے دس زینے تھے۔

سات۔ ہفت سماوات تک۔

آٹھواں زینہ سدرۃ المنتہی پر
نواں زینہ اس مقام مستوی پر جہاں صریف قلم مسموع ہو رہے تھے
اور دسواں زینہ عرش الٰہی پر
وَذَکَرَ مَوْلَانَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الدَّشْتِیْ ثُمَّ الْجَامِیْ اَنَّ الْمِعْرَاجَ اِلَی الْعَرْشِ بِالرُّوْحِ وَالْجَسَدِ وَ اِلٰی مَا وَرَاءَ ذَالِکَ بِالرُّوْحِ وَاَنْشَدَ بِالْفَارِسِیَّۃِ۔
مولانا عبدالرحمن جامی فرماتے ہیں کہ معراج مع الروح والجسد عرش معلی تک ہوئی اور اس کے ماوراء تمام سیر روحانی تھی۔ چنانچہ جامی علیہ الرحمۃ نے فارسی میں فرمایا ہے۔

چو رفرف شد مشرف از وجودش — گرفت از دست رفرف عرش زودش
بدست عرش تن چوں خرقہ بگذاشت — علم بر لامکاں بے خرقہ افراشت
گلے بروائد ازیں دہلیز ہیئت — بداں درگاہ والا دست بردست
جہت را بہرہ از ششدر رہانید — مکاں را مرکب از تنگی جہانید
مکانے یافت خالی وز مکاں نیز — کہ تن محرم نبود آں جا و جاں نیز

آگے آلوسی فرماتے ہیں۔ وَکَاَنَّہٗ لَاحَظَ اِنَّ الْعُرُوْجَ فَوْقَ الْعَرْشِ بِالْجَسَدِ یَسْتَدْعِیْ مَکَانًا
جامی نے گویا یہ دیکھا کہ عروج فوق العرش مع الجسد والروح ممکن تھا۔ اس لیے کہ جسم کے لیے مکان کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن آلوسی اسے درست نہیں مانتے اس لیے کہ اس کے لیے آثار میں سے کوئی سند نہیں ہے۔
وَقَدْ تَقَرَّرَ عِنْدَ الْحُکَمَاءِ اَنَّ مَا وَرَاءَ الْعَرْشِ لَاخَلَاءَ وَلَا مَلَاءَ وَبِہٖ تَنْتَہِی الْاَمْکِنَۃُ وَتَنْقَطِعُ الْجِہَاتُ۔ اور حکماء کی یہ تحقیق ہے کہ ماوراء عرش عظیم نہ خلا ہے نہ ملا اور اسی جگہ امکانات ختم ہو جاتے ہیں اور جہات منقطع۔

اس کے بعد آلوسی فرماتے ہیں۔
قَالَ بَعْضُہُمْ اَمْرُ الْمِعْرَاجِ اَجَلُّ مِنْ اَنْ یُّکَیَّفَ وَمَاذَا عَسٰی یُقَالُ سِوٰی اَنَّ الْقَادِرَ الَّذِیْ لَا یُعْجِزُہٗ شَیْءٌ دَعَا حَبِیْبَہُ الَّذِیْ خَلَقَہٗ مِنْ نُوْرِہٖ اِلٰی زِیَارَتِہٖ وَاَرْسَلَ اِلَیْہِ مَنْ اَرْسَلَ مِنْ خَوَاصِ مَلَائِکَتِہٖ فَکَانَ جِبْرِیْلُ ہُوَ الْاٰخِذُ بِرِکَابِہٖ وَمِیْکَائِیْلُ الْاٰخِذُ بِزِمَامِ دَابَّتِہٖ اِلٰی اَنْ وَصَلَ اِلٰی مَا وَصَلَ۔

مسئلہ معراج اتنا عظیم الشان مسئلہ ہے کہ اس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی البتہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ محب قادر وہ ہے جو کسی شے سے عاجز نہیں اس نے اپنے حبیب کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور اپنی زیارت کے

لیے بلایا اور آپ کی طرف جنہیں بھیجا وہ اخص الخواص ملائکہ تھے۔
چنانچہ جبریل علیہ السلام جو رسول ملائکہ ہیں ان کے ذمہ یہ خدمت لگی کہ وہ سرکار مدینہ کی رکاب تھامے چلیں اور میکائیل علیہ السلام باگ پکڑے ہوئے چلیں حتی کہ وہاں پہنچے جہاں تک پہنچے۔
حبیب اللہ تعالے نے اپنے حبیب سے ولائی شان کا مظاہرہ فرمایا حتی کہ حضور اس منزل تک پہنچے۔ پھر کتنی ہی مسافت ہو اس کے حبیب کے لیے طویل نہیں اور کوئی جسم ہو وہ منزل دنی پہنچنے سے نہیں رک سکتا اور یہ مع خالص جسد نور تھا کسی نے خوب کہا ہے۔

قصہ بیرنگ معراج از من بے دل مپرس　　قطرہ دریا گشت و پیغمبر نمیدانم چہ شد

شقّ صدر کی بحث

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تفسیر اَلَمْ نَشْرَحْ میں لکھا ہے کہ حضور کا شق صدر چار مرتبہ ہوا۔
پہلا شق صدر۔ اس وقت ہوا جبکہ آپ کی عمر مبارک چار سال کی تھی اس شق کی وجہ یہ تھی کہ حضور کے قلب مبارک سے وہ مادہ نکال دیا جائے جو کھیل کود سے مانوس کرتا ہے اور باقتضائے طفولیت یہ ایام طفولیت میں ہوتا ہے۔

دوسرا شقّ صدر

ابتداء شباب میں ہوا تا کہ وہ تمام خواہشات جو باقتضاء شباب ہوتی ہیں دور کر دی جائیں۔

تیسرا شقّ صدر

قریب نزول وحی چالیس سال کی عمر میں ہوا تا کہ آپ میں قوت تحمل وحی آجائے۔

چوتھا شقّ صدر

اظہار نبوت سے بارہویں سال ہوا تا کہ آپ میں استعداد قوت مشاہدہ عجائب سماوی و ارضی روحی ملکوتی جبروتی پیدا ہو جائے اور معائنہ تجلیات ذاتی و صفاتی و لاہوتی حاصل ہو اور در حقیقت یہ شق صدر مبادیات معراج جسمانی تھا۔

اس لیے کہ روح مجرد عن المادہ ہوتی ہے اس کے لیے شق صدر کی حاجت ہی نہ تھی۔
لیکن چونکہ جسم کے ساتھ معراج منظور تھی تو اس شق صدر سے جسم و جسمانیات کو اس مشاہدہ کے قابل کرنا مقصود تھا۔

چلا وہ سروِ چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتے رہے وہ کب کے سب ابن و آں سے گزر چکے تھے
جھلک سی اک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کے پھر نہ پائی
سواری دلہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے
جلو میں جو مرغِ عقل اڑے تھے عجب برے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیور آگئے تھے
خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرنے والے
پڑے ہیں خود جہت کے لالے کسے بتائیں کدھر گئے تھے
سراغ اَین و مَتیٰ کہاں تھا نشان کیف و اِلیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے
محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل!
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں اترے تھے
وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے

معراج رات میں ہونے کا فلسفہ

ہماناپیر داغ ملگجا تھا۔ اٹھا دیا فرش چاندنی کا
ہجوم تارنگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے

آلوسی فرماتے ہیں۔

وَاِنَّمَا اُسْرِیَ بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلًا لِمَزِیْدِ الْاِحْتِفَالِ بِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فَاِنَّ اللَّیْلَ وَقْتُ الْخَلْوَۃِ وَالْاِخْتِصَاصِ وَمُجَالَسَۃِ الْمُلُوْکِ وَلَا یَکَادُ یَدْعُوا الْمَلِکُ لِحَضْرَتِہٖ لَیْلًا اِلَّا مَنْ ھُوَ خَاصٌّ عِنْدَہٗ وَقَدْ اَکْرَمَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْہِ قَوْمًا مِّنْ اَنْبِیَائِہٖ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ بِاَنْوَاعِ الْکَرَامَاتِ وَھُوَ کَالْاَصْلِ لِلنَّہَارِ۔

حضور کی سیر رات میں مزید احتفال کے لیے ہوئی اس لیے کہ رات اوقات خلوت اور خصوصیت کے لیے ہوتی ہے اور شاہوں کے دربار میں رات عام اجازت نہیں ہوتی مگر اسی کے لیے جو اخص الخواص ہو اور

اللہ تعالے نے حضور کو کرم خاص کے ساتھ تمام انبیاء میں خصوصی اعزاز بخشا۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ

اِنَّ الْمُسَافِرَ يَقْطَعُ فِي اللَّيْلِ مَا لَا يَقْطَعُ فِي النَّهَارِ وَهٰهُنَا جَاءَ عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ فَإِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ مَا لَا تُطْوٰى بِالنَّهَارِ۔

مسافر رات میں جتنی منزل طے کر لیتا ہے اتنی دن میں طے نہیں کر سکتا اور اس جگہ یہ سیر دُلجہ میں یعنی اول شب میں ہوئی اس لیے کہ زمین رات میں جتنی طے ہو جاتی ہے دن میں نہیں ہوتی۔

تیسری حکمت ابن جوزی سے ہے

فِي ذٰلِكَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَاجٌ وَالسِّرَاجُ لَا يُوْقَدُ اِلَّا لَيْلًا وَبَدْرٌ وَمَسِيْرَةُ الْبَدْرِ فِي الظُّلَمِ اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْحِكَمِ الَّتِي لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى۔

اس میں یہ حکمت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سراج منیر ہیں اور چراغ سوا شب کے روشن نہیں ہوتا اور حضور بدر ہیں اور چاند کی سیر اندھیری رات میں ہی ہوتی ہے۔

"اَلَّذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ۔ وہ مسجد جسے برکت دی ہم نے اس کے گرد۔"

اس میں وہ صفت ہے جو اشتراک عارض کی مزیل ہے۔ اور اس میں سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ وہ مقام خصوصیت سے انبیاء کی عبادت گاہ ہے اور سب کا وہی قبلہ ہے اور اس کے گرد نہریں اور اشجار کافی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

اِنَّهٗ تَعَالٰى بَارَكَ فِيْمَا بَيْنَ الْعَرِيْشِ اِلَى الْفُرَاتِ وَخَصَّ فِلَسْطِيْنَ بِالتَّقْدِيْسِ۔

اللہ تعالے نے برکت دی ہے عریش اور فرات کے مابین اور مختص کیا فلسطین کو تقدیس میں۔

وَقِيْلَ بَرَكَتُهٗ اَنْ جَعَلَ سُبْحَانَهٗ مِيَاهَ الْاَرْضِ كُلَّهَا تَتَفَجَّرُ مِنْ تَحْتِ صَخْرَاتِهَا۔

ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالے نے روئے زمین کا پانی یہاں سے ہی منفجر فرمایا جو صخرہ کے نیچے ہی بہ رہا ہے۔

وَهُوَ اَحَدُ الْمَسَاجِدِ الثَّلَاثِ الَّتِيْ تُشَدُّ اِلَيْهَا الرِّحَالُ۔

اور بیت المقدس ان مساجد ثلاثہ سے ایک مسجد ہے جہاں کے لیے شدّ رحال مشروع ہے۔

وَالرَّابِعُ الَّتِيْ يُمْنَعُ مِنْ دُخُوْلِهَا الدَّجَّالُ۔

اور ان چار مقام سے ایک مقام ہے جہاں دجال کا داخلہ نہیں ہو سکتا۔

فَقَدْ اَخْرَجَ اَحْمَدُ فِي الْمُسْنَدِ اَنَّ الدَّجَّالَ يَطُوْفُ الْاَرْضَ اِلَّا اَرْبَعَةَ مَسَاجِدَ۔ مَسْجِدًا

اَلْمَدِيْنَةِ وَمَسْجِدُ مَكَّةَ وَالْمَسْجِدُ الْاَقْصٰى وَالطُّوْرُ وَالصَّلٰوةُ فِيْهَا مُضَاعَفَةٌ۔

دجال روئے زمین میں پھر جائے گا مگر چار مسجدوں میں نہ جا سکے گا۔ مسجد مدینہ۔ مسجد مکہ، مسجد اقصیٰ اور طور اور یہاں نمازوں کا ثواب مضاعف ہے۔

وَرَوٰى بَعْضَهٗ اَبُوْدَاؤُدَ۔ وَهُوَ ثَانِىْ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِى الْاَرْضِ بِخَبَرِ اَبِىْ ذَرٍّ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِى الْاَرْضِ اَوَّلًا قَالَ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ اَىٌّ قَالَ اَلْمَسْجِدُ الْاَقْصٰى قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً۔

یہ دوسری مسجد ہے جو روئے زمین میں بنی حضرت ابوذر کی حدیث کے مطابق فرماتے ہیں میں نے عرض کیا حضور کونسی مسجد زمین میں پہلے تعمیر ہوئی فرمایا مسجد حرام عرض کیا پھر کونسی فرمایا مسجد اقصیٰ میں نے عرض کیا ان دونوں کے مابین کتنی مدت تھی فرمایا چالیس سال؟

اِنَّهٗ اَسَّسَهٗ يَعْقُوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ بِنَاءِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْكَعْبَةَ۔

اسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے کعبہ کی بنا کے بعد تعمیر کیا۔

"لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيَاتِنَا اَىْ لِنَرْفَعَهٗ اِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى يَرٰى مَا يَرٰى مِنَ الْعَجَائِبِ الْعَظِيْمَةِ۔ یعنی آسمان پر اٹھانے کے بعد ہم نے دکھائے عجائب عظیمہ جو حضور نے ملاحظہ کیے۔ چنانچہ ایک حدیث ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔

اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رَاٰى لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ فِىْ مَمْلَكَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى خَلْقًا كَهَيْئَةِ الرِّجَالِ عَلٰى خَيْلٍ بُلْقٍ شَاكِيْنَ السِّلَاحِ طُوْلُ الْوَاحِدِ مِنْهُمْ اَلْفُ عَامٍ وَالْفَرَسُ كَذٰلِكَ يَتْبَعُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لَا يُرٰى اَوَّلُهُمْ وَلَا اٰخِرُهُمْ فَقَالَ يَا جِبْرِيْلُ مَنْ هٰؤُلَاءِ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَهٗ تَعَالٰى وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ فَاَنَا اَهْبِطُ وَاَصْعَدُ اَرَاهُمْ هٰكَذَا يَمُرُّوْنَ لَا اَدْرِىْ مِنْ اَيْنَ يَجِيْئُوْنَ وَلَا اَيْنَ يَذْهَبُوْنَ وَقَدْ صَلّٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِىْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ المعراج مملکت الٰہی دیکھتے ہوئے ایک مخلوق مثل آدمیوں کی صورت کے ملاحظہ فرمائی ابلق گھوڑوں پر ہتھیار لگائے ہوئے جن میں ایک قطار کا طول ہزار سال کے طول مسافت کا تھا اور گھوڑے بھی اسی شان سے تھے ایک کے پیچھے دوسرا جا رہا تھا مگر نہ ان کی ابتداء نظر آئی نہ انتہاء۔ حضور نے فرمایا جبریل یہ کون ہیں روح الامین نے عرض کیا وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ۔ کیا یہ حضور نے نہیں پڑھا۔

میں آسمان سے اترتا بھی ہوں اور چڑھتا بھی ہوں انہیں ایسے ہی گذرتے دیکھ رہا ہوں مجھے نہیں معلوم

یہ کہاں سے آرہے ہیں اور کہاں جارہے ہیں۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں انبیاء کرام کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور انبیاء کرام کی سات صفت تھیں۔

تین مرسلوں کی اور باقی ملائکہ کی صفیں تھیں۔ اور هٰذَا مِنْ خَصَائِصِہٖ عَلَيْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اور یہ حضور کے خصائص میں سے ہے۔

وَكَانَتْ صَلٰوتُہٗ بِہِمْ رَكْعَتَيْنِ قَرَأَ فِي الْاُوْلٰى قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّانِيَةِ الْاِخْلَاص۔

اور حضور نے دو رکعت ادا فرمائیں۔ پہلی میں سورہ کافرون اور دوسری میں اخلاص پڑھی۔

اور اس میں حکمت یہ تھی کہ

اَنْ يَّظْهَرَ اَنَّہٗ اِمَامُ الْكُلِّ عَلَيْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔ اس امر کو ظاہر کر دیا جائے کہ حضور امام الکل فی الکل ہیں۔ سبحان اللہ کیا نفیس فرمایا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنے اول و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

اس کے بعد علامہ آلوسی بھی اہلسنت وجماعت کا عقیدہ معراج کے متعلق واضح کر رہے ہیں جو بعینہ صاحب تمہید علامہ ابوشکور سالمی کے موافق ہے وہو ہذا۔

قَالُوْا الْاِسْرَاءُ اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ قَطْعِيٌّ ثَبَتَ بِالْكِتَابِ فَمَنْ اَنْكَرَہٗ فَهُوَ كَافِرٌ۔ اسرا بیت المقدس تک قطعی ہے جو کتاب سے ثابت ہے جو اس سے انکار کرے وہ کافر ہے۔

وَالْمِعْرَاجُ لَيْسَ كَذٰلِكَ فَمَنْ اَنْكَرَہٗ فَلَيْسَ بِكَافِرٍ بَلْ مُبْتَدِعٌ۔ اور معراج کا مسئلہ اس اہمیت کا نہیں تو جو اس کا انکار کرے وہ کافر نہیں مگر وہ مبتدع ہے۔

"اِنَّہٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ" قَالَ الطِّيْبِيُّ اَنَّہٗ هُوَ السَّمِيْعُ لِاَقْوَالِ ذٰلِكَ الْعَبْدِ الْبَصِيْرُ بِاَفْعَالِہٖ بِكَوْنِہَا مُهَذَّبَةً خَالِصَةً عَنْ شَوَائِبِ الْهَوٰى مَقْرُوْنَةً بِالصِّدْقِ وَالصَّفَاءِ مُسْتَاهِلَةً لِلْقُرْبِ وَالزُّلْفٰى۔ یعنی وہ ذات واجب تعالےٰ شانہٗ سمیع ہے اپنے حبیب بندے کے اقوال کا اور بصیر ہے اس کے افعال پر کہ وہ مہذب بے شوائب ہوا ہے اور بہ صدق و صفا ہے اور اس میں اہلیت ہے قرب خاص کی۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ

كون الضمير للنبي صلى الله عليه وسلم۔ كما نقله ابو البقاء عن بعضهم وقال اي السميع لكلامنا البصير لذاتنا۔ یعنی ہمارے حبیب ہمارے کلام کے سننے والے اور ہماری ذات غیر مدرک کے دیکھنے والے ہیں۔

دوسرا قول ہے قال الحلبي انه لا يبعد۔ والمعنى عليه ان عبدي الذي شرفته بهذا التشريف هو المستاهل له فانه السميع لاوامري ونواهي العامل بها البصير الذي ينظر بنظرة العبرة في مخلوقاتي۔

یعنی ہمارے عبد خاص کو ہم نے اس درجہ شرافت عطا فرمائی کہ وہ اس امر کا اہل ہے کہ ہمارے احکام و مناہی سنکر عمل کرے اور ہماری مخلوق کو بنظر عبرت ملاحظہ کرے۔

تیسرا قول یہ ہے انه البصير بالآيات التي اريناه اياه۔ كقوله ما زاغ البصر وما طغى۔ وہ دیکھنے والے ہیں ان تمام نشانیوں کے جو ہم نے انہیں بالخصوص دکھائیں جیسا کہ فرمان الٰہی ہے کہ آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

چوتھا قول یہ ہے وقيل للاشارة الى اختصاصه صلى الله عليه وسلم بالمنح والزلفى وغيبوبته مشهوده في عين بي يسمع وبي يبصر ولا يمتنع اطلاق السميع والبصير على غيره تعالى۔

یہ بھی کہا گیا کہ اس میں خصوصیت کی طرف اشارہ ہے اس عطاء خاص اور تقرب کی طرف اور شہود و غیب پر جو چشم مبارک میں اس طرح روشن ہوا جیسے حدیث میں تقرب خاص کے موقعہ پر فرمایا بي يسمع وبي يبصر۔ وہ میری ہی قوت سے سنتا اور دیکھتا ہے اور ایسی صورت میں غیر اللہ کے لیے اطلاق سمیع و بصیر ممتنع نہیں۔

پانچواں قول علامہ طیبی فرماتے ہیں۔ لعل السر في مجيء الضمير محتملا للامرين الاشارة الى انه صلى الله عليه وسلم انما راى رب العزة وسمع كلامه به سبحانه كما في الحديث المشار اليه انفا فهو يسمع ويبصر۔

یہ ضمیر دو امور پر مشتمل ہے اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور اس کا کلام سنا جیسا کہ مذکورہ حدیث کے مطابق سمع و بصر کا حال ہے۔

چھٹا قول یہ ہے کہ وزعم ابن عطية ان قوله تعالى انه هو السميع البصير وعيد للكفار على تكذيبهم النبي صلى الله عليه وسلم في امر الاسراء اي انه هو السميع لما تقولون ايها المكذبون البصير لما تفعلون فيعاقبكم على ذالك۔

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ میں کفار کے لیے وعید شدید ہے ان کی تکذیب پر جو انہوں نے اسرا میں حضور کو جھٹلایا یعنی یوں فرمایا وہ سمیع ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو اے جھٹلانے والو اور بصیر ہے جو تم کر رہے ہو تو تمہیں اس کی سزا دیگا۔

"وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب" یعنی توریت "وَجَعَلْنٰہُ اور کیا ہم نے اسے" یعنی اسی کتاب توریت کو "ھُدًی ہدایت عظیم لِبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا۔ بنی اسرائیل کے لیے کہ نہ پکڑیں میرے سوا کسی کو وکیل و کارساز۔ ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ ان کی وہ اولاد جسے ہم نے سوار کیا نوح کے ساتھ"۔ کشتی میں۔ "بیشک وہ بڑا شکر گذار بندہ تھا"۔

۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کثیر الشکر تھے جب کچھ کھاتے پیتے پہنتے اللہ تعالےٰ کی حمد کرتے تو اب بنی اسرائیل کا فرض ہے کہ وہ اپنے جد محترم کے طریقہ پر چلیں۔

تطبیق مضمون ماسبق سے اس طرح ہے کہ

موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بلا کر توریت عطا فرمائی اور یہ ان کے لیے بمنزلہ معراج تھی اس لیے کہ انہیں کلام سے مشرف فرما کر کلیم بنایا اور اس مرتبہ سے انہیں مشرف فرمایا۔ تو ان میں ایک جماعت نے حضرت عزیر کو ابن اللہ مان لیا۔ دوسری جماعت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا ابن اللہ کہہ ڈالا۔

اسی طرح معراج مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی رنگینیوں سے نگاہ ایمان خیرہ کر کے تم کچھ نہ کر بیٹھنا اور اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللہ کی بیماری میں نہ پڑنا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی تو یہ شان شکر تھی کہ۔

اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَّابْنُ الْمُنْذِرِ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَہٗ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ کَانَ نُوْحٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِذَا لَبِسَ ثَوْبًا اَوْ طَعِمَ طَعَامًا حَمِدَ اللہَ تَعَالٰی فَسُمِّیَ عَبْدًا شَکُوْرًا

یعنی آپ کھاتے پہنتے شکر الٰہی بجالاتے اسی وجہ میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو عبد شکور فرمایا۔

وَاَخْرَجَ عَبْدُ اللہِ بْنُ اَحْمَدَ فِیْ زَوَائِدِ الزُّھْدِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ شُکْرُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ یُسَمِّیْ اِذَا اَکَلَ وَیَحْمِدُ اللہَ تَعَالٰی اِذَا فَرَغَ۔ آپ کھانے سے قبل بسم اللہ کہتے اور کھانے کے بعد شکر الٰہی بجالاتے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُھَنِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا سَمَّی اللہُ تَعَالٰی نُوْحًا عَبْدًا شَکُوْرًا لِاَنَّہٗ کَانَ اِذَا اَمْسٰی وَاَصْبَحَ قَالَ سُبْحٰنَ اللہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْھِرُوْنَ۔

اللہ تعالے نے نوح علیہ السلام کا نام عبد شکور اس لیے رکھا کہ وہ جب شام ہوتی یا صبح تو فرماتے سُبْحَانَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ اِلٰی وَحِیْنَ تُظْہِرُوْنَ۔

وَاَخْرَجَ الْبَیْہَقِیُّ وَغَیْرُہٗ عَنْ عَائِشَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ نُوْحًا لَمْ یَقُمْ عَنْ خَلَاءٍ قَطُّ اِلَّا قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذَاقَنِیْ لَذَّتَہٗ وَاَبْقٰی فِیَّ مَنْفَعَتَہٗ وَاَذْہَبَ عَنِّیْ اَذَاہٗ۔ آپ خلا سے فارغ ہوتے وقت مذکورہ الفاظ میں شکر ادا فرماتے۔ ترجمہ یہ ہے

اس اللہ کی تمام تعریفیں ہیں جس نے مجھے کھانے کی لذت چکھائی اور اس کا نفع بخش حصہ میرے اندر رکھا اور اسکی تکلیف مجھ سے دور کر دی۔

"وَقَضَیْنَا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ۔ اور ہم نے حکم دیا بنی اسرائیل کو کتاب میں کہ ضرور تم فساد کرو گے زمین میں دو بار"۔

اس سے زمین شام اور بیت المقدس مراد ہے۔ (روح المعانی)

دوسری روایت ہے وَالْمُرَادُ فَسَادَیْنِ اُوْلَاہُمَا عَلٰی مَا نَقَلَ السُّدِّیُّ عَنْ اَشْیَاخِہٖ قَتْلُ ذَکَرِیَّا عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ اس سے دو فساد مراد ہیں ان کا پہلا فساد بہ روایت سدّی عن المشائخ حضرت زکریا علیہ السلام کا قتل ہے۔ وَرُوِیَ ذٰلِکَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ۔

اور تیسری روایت یہ ہے۔

وَذٰلِکَ اَنَّہٗ لَمَّا مَاتَ صَدِیْقَۃُ مُلْکِہِمْ تَنَافَسُوْا عَلَی الْمُلْکِ وَقَتَلَ بَعْضُہُمْ بَعْضًا وَلَمْ یَسْمَعُوْا مِنْ ذَکَرِیَّا فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ قُمْ فِیْ قَوْمِکَ رُوْحٌ عَلٰی لِسَانِکَ فَلَمَّا فَرَغَ مِمَّا اُوْحِیَ عَلَیْہِ عَدُّوْا عَلَیْہِ لِیَقْتُلُوْہُ فَہَرَبَ فَانْفَلَقَتْ لَہٗ شَجَرَۃٌ فَدَخَلَ فِیْہَا وَاَدْرَکَہُ الشَّیْطَانُ فَاَخَذَ ہُدْبَۃً مِّنْ ثَوْبِہٖ فَاَرَاہُمْ اِیَّاہَا فَوَضَعُوْا الْمِنْشَارَ فِیْ وَسَطِ الشَّجَرَۃِ حَتّٰی قَطَعُوْہُ فِیْ وَسْطِہَا۔

جب حضرت صدیقہ مریم علیہا السلام کا انتقال ہو گیا تو آپس میں ملک کے معاملہ میں ایک دوسرے پر الزامات لگانے لگے اور بعض نے بعض کو قتل کرنا شروع کیا اور انہوں نے حضرت زکریاؑ کی کچھ نہ سنی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ وہ اپنی قوم میں کھڑے ہو کر اپنی زبان سے فیصلہ فرمائیں پس جب آپ اس امر سے جو انہیں وحی کیا گیا سے فارغ ہوئے تو ایک دشمن نے انکو قتل کرنا چاہا تو آپ وہاں سے چلے تو آپکے لیے ایک درخت پھٹا آپ اس میں داخل ہو گئے اور شیطان نے آپ کے کپڑے کا ایک پلا درخت سے نکال لیا اور قوم کو دکھایا کہ جس کی تمہیں تلاش ہے وہ اس درخت میں ہیں لوگوں نے آری لے کر اسے چیرا آپ اس سے شہید ہو گئے۔

چوتھا قول یہ بھی ہے کہ آپ کے شہید کرنے کا سبب یہ ہوا کہ آپ کو متہم کیا حضرت صدیقہ مریم علیہا السلام کے ساتھ اور اس کے بعد منشار یعنی آرے سے قتل کر ڈالا۔

پانچویں روایت یہ ہے وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ هِیَ قَتْلُ شَعْیَا عَلَیْهِ السَّلَامُ وَقَدْ بُعِثَ بَعْدَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا بَلَغَهُمُ الْوَحْیُ اَرَادُوْا قَتْلَهٗ فَهَرَبَ فَقُتِلَ وَهُوَ صَاحِبُ الشَّجَرَةِ وَزَكَرِیَّا عَلَیْهِ السَّلَامُ مَاتَ مَوْتًا وَلَمْ یُقْتَلْ۔

ابن اسحاق کہتے ہیں درخت میں قتل حضرت شعیا علیہ السلام کا ہوا وہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے تھے جب قوم کو معلوم ہوا تو ارادہ قتل کیا آپ ان سے بھاگے اور درخت میں چھپے وہاں شہید ہوئے اور زکریا علیہ السلام نے اپنی موت سے انتقال فرمایا آپ قتل نہیں کیے گئے۔

چھٹا قول کشاف میں اس طرح ہے کہ

اُوْلَاهُمَا قَتْلُ زَكَرِیَّا وَحَبْسُ اَرْمِیَا وَالْاٰخِرَةُ قَتْلُ یَحْیٰی وَقَصْدُ قَتْلِ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَهٰذَا اِفِیْمَنْ جَعَلَ هِلَاكَ زَكَرِیَّا قَبْلَ یَحْیٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَهُوَ رِوَایَةُ ابْنِ عَسَاكِرَ فِیْ تَارِیْخِهٖ عَنْ عَلِیٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهٗ۔

پہلا فساد قتل زکریا اور حبس ارمیا ہے اور آخری قتل یحییٰ اور قصد قتل عیسیٰ علیہ السلام ہے اور قتل عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام سے قبل ہوا۔

پھر اس پر یہ بھی دکھایا ہے کہ ارمیا زمانۂ بخت نصر بابلی میں تھے اور حضرت زکریا اور ارمیا کے مابین دو سو سال سے زیادہ مدت کا تفاصل ہے۔

ساتواں قول یہ ہے۔ وَاخْتَارَ بَعْضُهُمْ وَقِیْلَ اِنَّهُ الْحَقُّ اِنَّ الْاُوْلٰی تَغْیِیْرُ التَّوْرَاةِ وَعَدَمُ الْعَمَلِ بِهَا وَحَبْسُ اَرْمِیَا وَجُرْحِهٖ اِذْ وَعَظَهُمْ وَبَشَّرَهُمْ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ بَشَّرَ بِهٖ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَعْدَ بِشَارَةِ التَّوْرَاةِ وَالْاُخْرٰی قَتْلُ زَكَرِیَّا وَیَحْیٰی عَلَیْهِمَا السَّلَامُ۔

بعض نے کہا صحیح یہ ہے کہ پہلا فساد تحریف توریت اور اس پر عمل نہ کرنے سے اور حضرت ارمیا کے قید کرنے اور زخمی کرنے سے ہوا جبکہ آپ لوگوں کو وعظ فرماتے اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دیتے اور حضرت ارمیا پہلے نبی تھے جنہوں نے تورات کی بشارت کے بعد حضور کی بشارت قوم کو دی۔ اور دوسرا فساد قتل زکریا و یحییٰ علیہما السلام ہے۔

وَمَنْ قَالَ اِنَّ زَكَرِیَّا مَاتَ عَلٰی فِرَاشِهٖ وَاقْتَصَرَ عَلٰی یَحْیٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ اور بعض وہ ہیں جو حضرت زکریا کا انتقال مانتے ہیں اور حضرت یحییٰ کی ہی شہادت تسلیم کرتے ہیں۔

بہرحال تاریخی حیثیت کا یہی مقتضا ہے کہ اس میں اختلاف ہوں اس لیے کہ جتنے منہ اتنے بیان۔ اس کی تحقیق تو اسماء رجال کے فن کے ذریعہ ہو سکی جس کا فائدہ ہمیں احادیث میں ملا۔ یہ سب تاریخی بیانات ہیں۔ چنانچہ ایک قول انہی اختلافات کے بیان کے ساتھ اور جسے اکثر ارباب سیر نے لکھا اور ترجیح دی ہے۔ حیث قال۔

قَوْلٌ ثَامِنٌ۔ وَاخْتُلِفَ فِیْ سَبَبِ قَتْلِہٖ فَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَیْرِہٖ اِنَّ سَبَبَ ذٰلِكَ اَنَّ مَلِكًا اَرَادَ اَنْ یَّتَزَوَّجَ مَنْ لَا یَجُوْزُ لَہٗ تَزَوُّجُہَا فَنَہَاہُ یَحْیٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَکَانَ الْمَلِكُ قَدْ عَوَّدَ تِلْكَ الْمَرْأَۃَ اَنْ یُّقْضٰی لَہَا کُلَّ عِیْدٍ مَّا تُرِیْدُ مِنْہُ فَعَلَّمَتْہَا اُمُّہَا اَنْ تَسْأَلَہٗ دَمَ یَحْیٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ بَعْضِ الْاَعْیَادِ فَسَأَلَتْہُ فَاَبٰی فَاَلَحَّتْ عَلَیْہِ فَدَعَا بِطَسْتٍ فَذَبَحَہٗ فِیْہِ فَنَدَرَتْ قَطْرَۃٌ عَلَی الْاَرْضِ فَلَمْ تَزَلْ تَغْلِیْ حَتّٰی قُتِلَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَلٰی صِحَّۃِ الْحَالِ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل میں بھی اختلاف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک بادشاہ تھا وہ اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا تھا جس سے شرعاً جائز نہ تھا۔ اس پر اس نے چڑ کر آپ کو شہید کر ڈالا اس میں سے ایک قطرہ خون جوش زن ہوا اور اس کے بعد ستر ہزار مارے گئے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

نواں قول ربیع بن انس سے یہ ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نہایت حسین وجمیل تھے تو بادشاہ کی بیوی آپ کی طرف مائل ہو گئی۔ آپ نے اسے جواب دے دیا تو اس نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اپنے باوا سے یحییٰ علیہ السلام کا سر مانگ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس پر باپ نے آپ کو شہید کر دیا۔

جیانی کا قول ہم ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فساد فی الارض دوبار فرمایا ہے تو دوبار فساد ہوا جس طرح بھی ہوا۔

"وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا"۔ تَسْتَکْبِرُنَّ عَنْ طَاعَۃِ اللّٰہِ اَوْلَتَغْلِبُنَّ النَّاسَ بِالظُّلْمِ وَالْعُدْوَانِ وَتُفْرِطُنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِفْرَاطًا مُّجَاوِزًا لِّلْحَدِّ۔

اور تم تکبر کرو گے اطاعت الٰہی سے اور لوگوں پر ظلم وسرکشی سے غالب ہو گے اور اس میں تمہاری افراط و تفریط حد سے متجاوز ہو جائے گی۔

علو کے معنی اصل میں ارتفاع وبلندی کے ہیں اور وہ ضد سفل ہے۔ وَتُجُوِّزَ بِہٖ عَنِ التَّکَبُّرِ وَالْاِسْتِیْلَاءِ عَلٰی وَجْہِ الظُّلْمِ۔ اور اس کا استعمال تکبر و استیلاء بطریق ظلم پر ہونے لگا۔

"فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰهُمَا" تو جب آیا پہلا وعدہ۔ یعنی اس فساد کا پہلا دور جب آیا۔ یعنی فَاِذَا حَانَ وَقْتُ حُلُوْلِ الْعَذَابِ الْمَوْعُوْدِ جب عذاب نازل ہونے کا وقت آگیا۔

"بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا اُولِیْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ۔ بھیجے ہم نے اپنے بندے جو سخت تکلیف دینے والے تھے"۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے اس ملک میں ایسے لوگ بھیجے جو بڑی قوت والے اور انتقام لینے میں ذو بطش اور لڑائی میں سخت تھے۔

راغب اصفہانی کہتے ہیں اَلْبُؤْسُ وَالْبَاْسُ وَالْبَاْسَاءُ کے معنی شدت مکروہ کے ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ وہ ذی بطش و قوت لوگ کون بھیجے گئے۔

ابن عباس و قتادہ کہتے ہیں هُمْ جَالُوْتُ الْجَزَرِيُّ وَجُنُوْدُهٗ۔ یہ جالوت جزری اور اس کا لشکر تھا۔

ابن جبیر اور ابن اسحٰق کہتے ہیں۔ هُمْ سَنْحَارِيْبُ مَلِكُ بَابِلَ وَجُنُوْدُهٗ۔ ابن جبیر اور ابن اسحاق کہتے ہیں وہ سنحاریب ملک بابل اور ان کا لشکر تھا۔

وَقِيْلَ هُمُ الْعَمَالِقَةُ۔ بعض نے کہا وہ عمالقہ کی جماعت ہے۔

وَفِیْ اِعْلَامِ الشُّهَيْلِيِّ هُمْ بُخْتُ نَصَّرَ عَامِلُ لِهْرَاسِفَ اَحَدِ مُلُوْكِ الْفُرْسِ الْكِيَانِيَّةِ عَلٰى بَابِلَ وَالرُّوْمِ وَجُنُوْدُهٗ بُعِثُوْا عَلَيْهِمْ حِيْنَ كَذَّبُوْا اَرْمِيَا وَجَرَحُوْهُ وَحَبَسُوْهُ قِيْلَ وَهُوَ الْحَقُّ۔

وہ بخت نصر عامل ہراسف ملوک فارس کیانی کا بابل اور روم پر تھا۔ اور ان کا لشکر ان پر بھیجا گیا جب انہوں نے ارمیا علیہ السلام کی تکذیب کی اور انہیں زخمی کیا اور اس سے پہلے قید کیا۔ اور یہی صحیح ہے۔

"فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ۔ تو وہ ان کے تجسس میں ان کے ملک کے اندر گئے"۔

جَاسُوا الدِّيَارَ پر راغب کہتے ہیں توسّطوھا وترددوھا۔ قَالَ اَبُوْ زَيْدٍ الْجَوْسُ وَالْحَوْسُ طَلَبُ الشَّیْءِ۔ جوس اور حوس کسی شے کی طلب کو کہتے ہیں۔

"وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا۔ اور یہ وعید پورا ہونا تھا"

وَالْجُمْهُوْرُ اَنَّ فِیْ هٰذِهِ الْبَعْثَةِ خَرَّبَ هٰؤُلَاءِ الْعِبَادُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ وَوَقَعَ الْقَتْلُ الذَّرِيْعُ وَالْجَلَاءُ وَالْاَسْرُ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ۔

اس بعثت میں ان لوگوں نے بیت المقدس کو خراب کیا اور اس میں گلا گھونٹ کر لوگ مارے گئے اور شہر بدر کیے گئے اور بنی اسرائیل میں قید بھی کیے گئے۔

وَحُرِّقَتِ التَّوْرَاةُ۔ اور توریت جلائی گئی اور علماء قتل کیے گئے تو بقول بیضاوی ستر ہزار مارے گئے۔

"ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا۔ پھر ہم نے ان پر الٹ کر تمہارا حملہ کر دیا اور تم کو مدد دی ہم نے مالوں اور بیٹوں سے اور تمہاری جمعیت کو زیادہ کر دیا"۔

یعنی جب تم نے توبہ کر لی۔ اور تکبر و فساد سے باز آ گئے تو ہم نے تمہیں دولت اور اولاد اور رکنے کی ترقی سے ان پر غلبہ دیا جو تم پر مسلط ہو چکے تھے۔

"اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ۔ اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنے ہی لیے بھلا کرو گے"۔ یعنی تمہیں ہی تمہارے کاموں کی جزا ملے گی۔

"وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا۔ اور اگر برا کرو گے تو ان کے لیے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ۔ تو جب آیا دوسری بار کا وعدہ کہ دشمن تمہارا منہ بگاڑ دیں اور مسجد میں داخل ہوں جیسے پہلی بار داخل ہوئے تھے"۔

یعنی تم نے اگر پھر فساد کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا اور اپنی طرف اٹھا لیا اور تم نے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے تم پر اہل فارس اور روم کو مسلط کیا کہ تمہارے وہ دشمن تمہیں قتل کریں۔ قید کریں اور تمہیں شہر بدر کریں کہ رنج و پریشانی کے آثار تمہارے چہروں سے ظاہر ہوں۔

"وَلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ۔ اور جس چیز پر قابو پائیں تباہ کر کے برباد کر دیں قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا اور اگر پھر شرارت کرو تو ہم پھر عذاب کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے"۔

یعنی بیت المقدس میں فساد برپا کر کے اسے ویران کریں۔ اور تیسری بار پھر ایسا ہی کرو تو ہمارا عذاب بھی تمہارے لیے تیار ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب انہوں نے پھر اپنی شرارت اٹھائی اور زمانہ سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم میں حضور کی تکذیب کی تو قیامت تک کے لیے ان پر ذلت لازم کر دی گئی اور مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دیا جیسا کہ قرآن کریم میں یہود کے لیے فرمایا ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ الآیہ۔ باآنکہ آج

انگریز ان کی حمایت فلسطین میں کر رہا ہے لیکن وہ ذلت جو مخالفت سے لازم آتی ہے وہ ان پر بھی ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

"اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ بے شک یہ قرآن راہ دکھاتا ہے ان کے لیے جو سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ ان کے لیے بڑا ثواب ہے وَاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ۔ اور یہ کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے لیے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

ایمان والوں کے لیے اجر کبیر اور بے ایمانوں کے لیے عذاب الیم کا وعید شدید اس آیۂ کریمہ میں بیان فرمایا گیا۔

با محاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝

اور دعا کرتا ہے انسان برائی کے لیے جیسے اس کی دعا بھلائی مانگنے کی تھی اور ہے آدمی بڑا جلد باز۔

وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ۝

اور بنایا ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں تو مٹا ہم نے نشانی رات کی اور کی ہم نے نشانی دن کی دکھانے والی تاکہ تلاش کرو فضل سے اپنے رب کے اور تاکہ جانو گنتی برسوں کی اور حساب اور ہر شے جدا جدا ہم نے مفصل رکھی۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝

اور ہر انسان کے لازم کی ہم نے قسمت اس کی اس کے گلے میں اور نکالیں گے ہم اس کے لیے قیامت کے روز نوشتہ اس کا کھلا ہوا۔

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ۝

(اور حکم ہوگا) پڑھ اپنا لکھا ہوا کافی ہے تو ہی آج کے دن اپنا محتسب۔

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ

جو ہدایت پر ہوا تو وہ اپنے ہی حق میں ہدایت یافتہ ہے اور جو گمراہ ہوا تو اپنی جان پر اور نہ اٹھائے کوئی بوجھ دوسرے کا اور ہم نہیں عذاب کرنے والے

حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝

حتی کہ بھیجیں رسول۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝

اور جب چاہیں ہم یہ کہ ہلاک کریں کسی بستی کو حکم دیتے ہیں ہم ان کے خوشحالوں کو تو فسق کرتے ہیں ان میں تو لازم ہو جاتا ہے ان پر ہمارا فرمان تو تباہ کرتے ہیں ہم اسے برباد کر کے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝

اور کتنی ہلاک کی ہم نے سنگتیں نوح کے بعد اور کافی ہے تمہارا رب گناہوں سے اپنے بندوں کے کہ وہ خبردار دیکھنے والا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝

جو ہے کہ چاہے جلدی جلدی دیتے ہیں ہم اس میں جو چاہیں جسے چاہیں پھر کر دیں اس کے لیے جہنم کہ جائے اس میں مذمت کیا ہوا دھکے کھاتا۔

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝

اور جو چاہے آخرت اور کوشش کرے اس کے لیے اور وہ مومن ہو تو انہی کی کوشش ہو گی ٹھکانے لگی ہوئی۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝

سب کو ہم مدد دیتے ہیں ان کو بھی اور ان کو بھی عطا ہے تمہارے رب کی اور نہیں تمہارے رب کی بخشش پر روک۔

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝

دیکھو کس طرح بڑائی دی ہم نے بعض کو بعض پر اور بے شک آخرت کا بڑا درجہ ہے فضیلت میں۔

لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝

(اے سننے والے) نہ ٹھہرا اللہ کے ساتھ دوسرا خدا تو بیٹھ رہے گا تو مذمت کیا ہوا بے کس۔

حل لغات دوسرا رکوع سورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

وَ۔ اور — يَدْعُ۔ مانگتا ہے — اَلْاِنْسَانُ۔ انسان — بِالشَّرِّ۔ برائی

دُعَاءَہٗ۔ جیسے مانگتا ہے	بِالْخَیْرِ۔ بھلائی	وَکَانَ۔ اور ہے	اَلْاِنْسَانُ۔ انسان
عَجُوْلًا۔ جلد باز	وَ۔ اور	جَعَلْنَا۔ بنایا ہم نے	اللَّیْلَ۔ رات
وَالنَّهَارَ۔ اور دن کو	اٰیَتَیْنِ۔ دو نشان	فَمَحَوْنَا۔ پھر مٹا دی ہم نے	اٰیَۃَ۔ نشانی
اللَّیْلِ۔ رات کی	وَجَعَلْنَا۔ اور بنائی ہم نے	اٰیَۃَ۔ نشانی	النَّهَارِ۔ دن کی
مُبْصِرَۃً۔ روشن	لِتَبْتَغُوْا۔ تاکہ ڈھونڈو	فَضْلًا۔ فضل	مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ اپنے رب کا
وَلِتَعْلَمُوْا۔ اور تاکہ جانو	عَدَدَ۔ گنتی	السِّنِیْنَ۔ سالوں کی	وَالْحِسَابَ۔ اور حساب
وَکُلَّ۔ اور ہر چیز	شَیْءٍ کو	فَصَّلْنٰہُ۔ بیان کیا ہم نے	تَفْصِیْلًا۔ کھول کر
وَکُلَّ۔ اور ہر ایک	اِنْسَانٍ۔ انسان	اَلْزَمْنٰہُ۔ لگا دی ہم نے اسکو	طٰٓئِرَہٗ۔ اس کی قسمت
فِیْ عُنُقِہٖ۔ اس کی گردن میں		وَنُخْرِجُ۔ اور نکالیں گے ہم	لَہٗ۔ اس کے لیے
یَوْمَ۔ دن	الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے	کِتٰبًا۔ لکھا ہوا	یَّلْقٰہُ۔ پائے گا اسکو
مَنْشُوْرًا۔ کھلا ہوا	اِقْرَاْ۔ پڑھ	کِتٰبَکَ۔ اپنا لکھا ہوا	کَفٰی۔ کافی ہے
بِنَفْسِکَ۔ تیری اپنی ہی جان		الْیَوْمَ۔ آج	عَلَیْکَ۔ تجھ پر
حَسِیْبًا۔ حساب لینے والی	مَنِ۔ جو	اهْتَدٰی۔ ہدایت پائے تو	فَاِنَّمَا۔ سوائے اسکے نہیں
یَهْتَدِیْ۔ ہدایت پائیگا	لِنَفْسِہٖ۔ اپنی جان کیلئے	وَمَنْ۔ اور جو	ضَلَّ۔ گمراہ ہوا تو
فَاِنَّمَا۔ سوا اسکے نہیں	یَضِلُّ۔ گمراہی	عَلَیْهَا۔ اسی پر ہے	وَلَا۔ اور نہیں
تَزِرُ۔ اٹھائے گی	وَازِرَۃٌ۔ کوئی اٹھانے والی	وِّزْرَ۔ بوجھ	اُخْرٰی۔ دوسرے کا
وَمَا۔ اور نہیں	کُنَّا۔ ہیں ہم	مُعَذِّبِیْنَ۔ سزا دینے والے	
حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	نَبْعَثَ۔ بھیجیں ہم	رَسُوْلًا۔ رسول	وَاِذَآ۔ اور جب
اَرَدْنَا۔ ارادہ کرتے ہیں ہم	اَنْ۔ یہ کہ	نُّهْلِکَ۔ ہلاک کریں	قَرْیَۃً۔ کسی بستی کو
اَمَرْنَا۔ تو حکم کرتے ہیں ہم	مُتْرَفِیْهَا۔ اس کے دولتمندوں کو		فَفَسَقُوْا۔ تو وہ برائی کرتے ہیں
فِیْهَا۔ اس میں	فَحَقَّ۔ تو حق ہو جاتی ہے	عَلَیْهَا۔ اس پر	الْقَوْلُ۔ بات
فَدَمَّرْنٰهَا۔ پھر تباہ کرتے ہیں ہم اس کو		تَدْمِیْرًا۔ پورا تباہ کرنا	وَکَمْ۔ اور کتنی
اَهْلَکْنَا۔ ہلاک کیں ہم نے	مِنَ الْقُرُوْنِ۔ بستیاں	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	نُوْحٍ۔ نوح کے
وَکَفٰی۔ اور کافی ہے	بِرَبِّکَ۔ تیرا رب	بِذُنُوْبِ۔ گناہوں	عِبَادِہٖ۔ اپنے بندوں سے
خَبِیْرًا۔ خبردار	بَصِیْرًا۔ دیکھنے والا	مَنْ۔ جو	کَانَ۔ ہے

يُرِيْدُ۔ چاہتا	اَلْعَاجِلَةَ۔ جلدی کو	عَجَّلْنَا۔ جلدی دیتے ہیں ہم	لَهٗ۔ اس کو
فِيْهَا۔ اس میں	مَا۔ جو	نَشَآءُ۔ چاہیں ہم	لِمَنْ۔ جس کے لیے
نُرِيْدُ۔ چاہیں ہم	ثُمَّ۔ پھر	جَعَلْنَا۔ بنائیں گے ہم	لَهٗ۔ اس کے لیے
جَهَنَّمَ۔ جہنم	يَصْلٰهَا۔ داخل ہوگا اس میں	مَذْمُوْمًا۔ ملامت کیا ہوا	مَّدْحُوْرًا۔ دھتکارا ہوا
وَمَنْ۔ اور جو	اَرَادَ۔ چاہے	الْاٰخِرَةَ۔ آخرت	وَسَعٰى۔ اور کوشش کرے
لَهَا۔ اس کے لیے	سَعْيَهَا۔ اپنی پوری کوشش	وَهُوَ۔ اور وہ ہو	مُؤْمِنٌ۔ مومن
فَاُولٰٓئِكَ۔ تو یہ لوگ	كَانَ۔ ہے	سَعْيُهُمْ۔ ان کی کوشش	مَّشْكُوْرًا۔ ٹھکانے لگی
كُلًّا۔ ہر ایک کو	نُمِدُّ۔ مدد دیتے ہیں ہم	هٰٓؤُلَآءِ۔ ان کو بھی	وَ۔ اور
هٰٓؤُلَآءِ۔ ان کو بھی	مِنْ عَطَآءِ۔ عطا سے	رَبِّكَ۔ تیرے رب کی	وَمَا۔ اور نہیں
كَانَ۔ ہے	عَطَآءُ۔ عطاء	رَبِّكَ۔ تیرے رب کی	مَحْظُوْرًا۔ بند ہونے والی
اُنْظُرْ۔ دیکھ	كَيْفَ۔ کس طرح	فَضَّلْنَا۔ بزرگی دی ہم نے	بَعْضَهُمْ۔ ان کے بعض کو
عَلٰى۔ اوپر	بَعْضٍ۔ بعض کے	وَلَلْاٰخِرَةُ۔ اور البتہ آخرت	اَكْبَرُ۔ بہت بڑی ہے
دَرَجٰتٍ۔ درجے میں	وَّاَكْبَرُ۔ اور بہت بڑی ہے	تَفْضِيْلًا۔ بزرگی میں	لَا۔ اور نہ
تَجْعَلْ۔ بنا	مَعَ۔ ساتھ	اللّٰهِ۔ اللہ کے	اِلٰهًا۔ خدا
اٰخَرَ۔ دوسرا	فَتَقْعُدَ۔ پھر بیٹھے گا تو	مَذْمُوْمًا۔ ملامت کیا ہوا	مَّخْذُوْلًا۔ رسوا

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع۔ سورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

"وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا۔ اور دعا کرتا ہے انسان برائی کی جیسے بھلائی کی دعا مانگتا ہے۔ اور ہے انسان بڑا جلد باز"۔

یعنی انسان اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے اپنے مال کے لیے اور اولاد کے لیے غصہ میں آکر ان سب کو کوستا ہے اور ان کے لیے بد دعائیں کرتا ہے تو اس کی جلد بازی کے مطابق اگر اللہ تعالیٰ اس کی یہ بد دعا قبول کرے تو وہ شخص یا اس کے اہل و مال ہلاک ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل و کرم سے اس بد دعا کو قبول نہیں کرتا۔

آلوسی فرماتے ہیں۔

مَا رُوِيَ عَنِ الْحَسَنِ وَمُجَاهِدٍ فَالْمَعْنٰى عَلَى الْاَوَّلِ اِنَّ الْقُرْاٰنَ يَدْعُوا الْاِنْسَانَ اِلَى الْخَيْرِ

الَّذِیْ لَا خَیْرَ فَوْقَہٗ مِنَ الْاَجْرِ الْکَبِیْرِ وَ یُحَذِّرُہٗ مِنَ الشَّرِّ الَّذِیْ لَا شَرَّ وَرَائَہٗ مِنَ الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ وَ ھُوَ اَیْ بَعْضُ اَفْرَادِہٖ اَعْنِیْ الْکَافِرَ یَدْعُوْا لِنَفْسِہٖ بِمَا ھُوَ الشَّرُّ مِنَ الْعَذَابِ الْمَذْکُوْرِ اِمَّا بِلِسَانِہٖ حَقِیْقَۃً کَدَابِ مَنْ قَالَ مِنْھُمْ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ وَمَنْ قَالَ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الصَّادِقِیْنَ۔

وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم انسان کو اس بھلائی کی طرف بلاتا ہے جس سے زاید بھلائی نہیں ثواب کبیر ہیں اور اس برائی سے ڈراتا ہے جس کے بعد کوئی عذاب دردناک نہیں اور وہ یعنی بعض افراد کفار اپنی جان کے لیے وہ دعا کرتے تھے عذاب کے لیے زبان سے جیسے نضر بن حارث نے کہا اور ان کے شریروں کے لیے بھی بد دعا ہوئی کہ الٰہی اگر یہ حق پر ہیں تیری طرف سے تو برسا دے ہم پر پتھر آسمان سے یا لا ہم پر کوئی عذاب دردناک لے آ جیسے کہا اگر آپ سچے ہیں تو جو آپ ہمارے لیے کہتے ہیں وہ لے آئیں۔ چنانچہ نضر بن حارث مارا گیا اور اس کی بد دعا اس کے حق میں قبول ہوئی۔

چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہیں ہدایت فرمائی کہ تم اپنے اوپر اپنی اولاد کے اوپر اپنے مال پہ بد دعا نہ کیا کرو۔ تاکہ کہیں وہ بد دعا ساعت مستجاب میں نہ ہو جائے اور تمہاری منہ مانگی بلا تم پر نازل نہ ہو حیث قال۔

فَقَدْ اَخْرَجَ اَبُوْدَاؤُدَ وَالْبَزَّارُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَوْلَادِکُمْ لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَمْوَالِکُمْ لِئَلَّا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی سَاعَۃً فِیْھَا اِجَابَۃٌ فَیَسْتَجِیْبُ لَکُمْ۔ اسی لیے فرمایا اللہ تعالٰے نے کہ انسان بہت جلد باز ہے۔

" وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّھَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَا اٰیَۃَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَا اٰیَۃَ النَّھَارِ مُبْصِرَۃً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ وَکُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰہُ تَفْصِیْلًا

اور کیا ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں تو مٹائی ہم نے نشانی رات کی اور کی ہم نے نشانی دن کی دکھانے والی تاکہ تلاش کرو اپنے رب کا فضل اور جانو گنتی برسوں کی اور حساب اور ہر شے ہم نے خوب جدا جدا ظاہر فرما دی "۔

یعنی رات دن کی نشانیاں اللہ تعالٰے کے قادر علی الاطلاق ہونے پر دو نشانیاں ہیں چنانچہ رات کی نشانی میں تاریکی ڈال کر اسے تمہارے آرام کے لیے رکھا اور دن کی نشانی میں روشنی ڈالی

تاکہ تم ہر چیز کو دیکھو اور کسب معاش آسانی سے کر سکو اور اس کے بعد رات آجانے سے دن گن کر برسوں کے حساب جانو اور مہینوں برسوں کے حساب یاد رکھو۔ مزدوروں کی مزدوری میں غلطی نہ کرو اور ہر شے کی تفصیل ہم نے مفصل بیان کر دی۔ اسی لیے فرمایا مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ہم نے اس کتاب میں تمام امور بیان کر دیے اور کچھ نہ چھوڑا۔

دوسری جگہ فرمایا وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ مختصر یہ کہ کتاب وہ ہے جس میں جمیع اشیاء کا بیان ہے۔

"وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۔ اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے سے لگا دی اور نکالیں گے اس کے لیے بروز قیامت ایک نوشتہ جو کھلا ہوا ہوگا۔ (اسے حکم ہوگا) پڑھ اپنے اعمال نامہ کو آج تیری جان ہی کافی ہے اپنا حساب کرنے کو"۔

اس کا یہ مطلب ہے کہ جو اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے خیر ہو یا شر سعادت ہو یا شقاوت وہ اسے ایسے لازم ہوگا جیسے گلے کا ہار جہاں جائے جدھر جائے اس کے ساتھ ہو کبھی جدا نہ ہو۔

مجاہد کہتے ہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ ہر انسان کے گلے میں اس کی سعادت و شقاوت کا نوشتہ ڈال دیا جائے اور حکم ہوا اپنا نامہ اعمال پڑھ لے تو ہی اپنے حساب کے لیے کافی ہے۔

"مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کو راہ پر آیا وَمَنْ ضَلَّ اور جو بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں"۔

یعنی ہدایت یافتہ کا ثواب ہدایت یافتہ کو ملے گا اور گمراہ کا گناہ اسی پر ہوگا اور کوئی اپنے گناہ کے سوا کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور عذاب سے اول ہم رسول بھیجتے ہیں وہ امت کو اس کے فرائض سے آگاہ فرماتے اور راہ حق ان پر واضح فرماتے ہیں اور حجت شرعی قائم ہونے کے بعد پھر بصورت مخالفت ان پر عذاب بھیجتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اَنَّهَا نَزَلَتْ فِي الْوَلِيْدِ بْنِ مُغِيْرَةَ لَمَّا قَالَ اكْفُرُوْا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ اَوْزَارُكُمْ۔ یہ آیۂ کریمہ ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی جب اس نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرو اور اس کا گناہ مجھ پر ہے۔

یہاں وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کے مقابلہ میں دوسری آیۂ کریمہ سے شبہ ہوتا ہے کہ یہاں کسی کا

بوجھ نہ اٹھائے گی فرمایا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا۔ یعنی جو سفارش کرے اچھی اس کے لیے اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لیے اس میں سے حصہ ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ تاکہ اٹھائیں اپنے بوجھ پورے قیامت کے دن اور کچھ بوجھ ان کے جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ وَلَا يُنَافِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ۔ یہ آئتیں وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کے منافی نہیں ہیں اس لیے کہ ان آیتوں میں ان لوگوں کے عمل کا بوجھ ان پر ڈالا گیا ہے جو دوسروں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرتے رہتے ہیں تو ان کی گمراہی ان گمراہوں کی وجہ سے ہوئی اس لیے وہ ماخوذ ہوں گے۔ یہ جزاء اضلال ہے نہ کہ جزاء ضلال۔

جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ۔ میت عذاب دی جاتی ہے اس کے اہل کے رونے سے اس پر اس کی وجہ فرماتے ہیں۔ وَاُجِيْبَ بِاَنَّ الْحَدِيْثَ مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَا اِذَا اَوْصَى الْمَيِّتُ بِذٰلِكَ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ التَّعْذِيْبُ مِنْ قَبِيْلِ جَزَاءِ الْاِضْلَالِ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس مرنے والے پر محمول ہے جو میت اپنے بعد رونے کی وصیت کر مرے تو یہ تعذیب بھی از قبیل جزاء اضلال ہے۔

"وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کہ رسول مبعوث نہ کرلیں"۔

اس بیان میں عنایت ربانی ہے گویا یہ فرمایا گیا کہ جب تک ہمارا رسول ہدایت حق اور نہی عن الضلال نہ کرے اس وقت تک ہماری حجت قائم نہیں ہوتی جب ہمارے مرسلین کرام کا اتباع کرنے سے انحراف ہوجائے اور براہین ساطعہ و معجزات باہرہ کے بعد بھی اتباع کی طرف نہ جھکیں تو پھر ہم عذاب نازل فرماتے ہیں۔

"وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا اور جب ہم ارادہ فرماتے ہیں اس کا کہ ہلاک کریں کسی بستی کو اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا احکام بھیجتے ہیں اس بستی کے خوشحالوں پہ تو وہ خلاف ورزی کرتے ہیں تو اس پہ بات پوری ہوجاتی ہے تو ہم اسے تباہ کرکے برباد کردیتے ہیں"۔

یعنی جس بستی کو ہلاک کرنا مشیت الٰہی میں ہو اس پر اتمام حجت یوں کیا جاتا ہے کہ اس بستی کے سرداروں خوش حالوں پر احکام بھیجے جاتے ہیں تو وہ اس کی اتباع سے نافرمانی کر کے فسق کرتے ہیں۔ مُتْرَفِیْهَا یَعْنِیْ مُتَنَعِّمِیْهَا وَجَبَّارِیْهَا وَمُلُوْكِهَا وَخَصَّهُمْ بِالذِّكْرِ مَعَ تَوَجُّهِ الْاَمْرِ اِلَى الْكُلِّ لِاَنَّهُمْ اَئِمَّةُ الْفِسْقِ وَرُؤَسَاءُ الضَّلَالِ۔

ان کے مالدار اور ارباب اختیار اور ان پر حکمرانوں کی طرف حکم بھیجکر سب کے لیے عذاب اس بنا پر محقق کیا گیا کہ وہ ان کے فسق و فجور میں امام اور گمراہی کے ذمہ دار ہوتے ہیں فَفَسَقُوْا فِیْهَا اَیْ خَرَجُوْا عَنِ الطَّاعَةِ وَتَمَرَّدُوْا یعنی وہ اطاعت سے باہر ہوتے اور سرکشی کرتے ہیں تو ہم اس بستی کو تباہ کر کے برباد کر دیتے ہیں۔

"وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ۔ اور کتنی ہلاک کر دیں بستیاں ہم نے نوح کے بعد اور تمہارا رب کافی ہے گناہوں کی خبر رکھنے میں اپنے بندوں کے جو دیکھنے والا ہے"۔

یعنی عاد و ثمود کی مثل جو قومیں حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد ہلاک ہوئیں وہ وہی تھیں جن کے ظاہر و باطن اللہ تعالےٰ پر روشن اور ظاہر تھے اور وہ ظاہر و باطن کا عالم ہے اس سے کچھ مخفی نہیں کیا جا سکتا وہ علام الغیوب ہے۔

اب اس کے بعد طالب دنیا اور طالب عقبیٰ کا فرق بیان ہوتا ہے اور ان کا نتیجہ اور مرتبہ واضح ہو رہا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

"مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ جو ایسا ہو کہ جلدی چاہے کہ ہم اسے اس دنیا میں جلدی دیدیں جو چاہیں جسے چاہیں پھر اس کے لیے جہنم کر دیں۔ کہ جلے اس میں مذمت کیا ہوا دھکے کھاتا وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ اور جو چاہے آخرت اور اس کے لیے اس کی سی کوشش کرے اور ہو وہ مومن تو یہی وہ ہیں جن کی کوشش مقبول ہوگی"۔

یعنی طالب دنیا تو یہی چاہتا ہے کہ اس کی مرضی کے موافق دنیا میں ہم دیدیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ طالب دنیا کی ہر خواہش پوری کی جائے اور اسے اس کی خواہش کے موافق دیا جائے ایسا نہیں بلکہ ان میں سے جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں دیتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ بہت چاہتا ہے اور ہم کم دیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مانگنے والا عیش چاہتا ہے تو ہم تکلیف دیتے ہیں ان حالتوں میں کافر دنیا و آخرت دونوں کے نقصان میں رہا۔ اور اگر دنیا میں اسے اس کی پوری مراد دے دی گئی تو آخرت کی بدنصیبی اور شقاوت اس کے لیے ہے برخلاف مومن کے جو آخرت کا طالب ہے اگر اسے دنیا میں بھی فضل

الٰہی سے اس کو عیش ملا تو دونوں جہان میں کامیاب رہا۔
غرضیکہ مومن ہر حال میں کامیاب ہے اور کافر اگر دنیا میں آرام پا بھی لے تو بھی کیا کیونکہ اس کے لیے پھر جہنم ہے وہ اس میں مذموم یعنی مذمت کیا گیا اور مدحور یعنی دھکے کھاتا ہوا جائے گا اور جو آخرت کا چاہنے والا نیک عمل کرنے والا ایمان واعتقاد صحیح رکھنے والا جو بھی ہے اس کے عمل کی کوشش مشکور ہو گی یعنی ٹھکانے لگے گی اس آیت سے معلوم ہوا کہ عمل کی قبولیت کے لیے تین چیزیں درکار ہیں۔
ایک طالب آخرت ہونا یعنی نیت نیک رکھنا اور اپنا رابطہ اپنے رب سے رکھنا۔
دوسرے سعی یعنی عمل کو باہتمام اس کے حقوق کے ساتھ ادا کرنا فرض کو فرض کی جگہ سنت کو سنت کی جگہ مستحب کو مستحب کی جگہ۔
تیسرے ایمان جو سب سے مقدم ہے اور اساس اعمال ہے۔
"كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ۔ ہم سب کو مدد دیتے ہیں ان کو بھی اور ان کو بھی تمہارے رب کی عطاء سے اور نہیں تمہارے رب کی عطا کو کوئی روکنے والا"
یعنی دنیا چاہنے والا اور آخرت کا طالب سب کو اللہ روزی پہنچاتا ہے اور سب کا انجام اس کے عمل کے حسب حال ہے وہی سب کو روزی دینے والا ہے دنیا میں سب اسی کی عطا سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ نیک ہوں یا بد۔
"اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ دیکھو ہم نے ان میں ایک کو ایک پر کیسی بڑائی دی وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا۔ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا تو بیٹھ رہے گا مذمت کیا ہوا۔ مخذولا بے کسی میں۔
مال ومنال کمال اور جاہ وثروت میں اور جو اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ٹھہرائے وہ بے یارومددگار رہ جائے گا۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع۔ سورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا	اور حکم فرمایا تمہارے رب نے یہ کہ نہ پوجو مگر اسی کو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک یا دونوں تو نہ کہنا ان سے اُف اور نہ جھڑکنا اور کہنا ان سے تعظیم کی بات۔

كَرِيمًا ۝

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝

اور ان کے لیے بچھا بازو عاجزی کا نرم دلی سے اور عرض کر اے میرے رب رحم کر ان دونوں پر جیسے پالا انہوں نے مجھے بچپن میں۔

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۚ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا ۝

تمہارا رب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر ہو تم صالح تو بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝

اور دے رشتہ داروں کو ان کا حق اور مسکین اور مسافر کو اور نہ فضول خرچ کر فضول۔

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۝

بے شک فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور ہے شیطان اپنے رب کا ناشکرا۔

وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُل لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝

اور تو منہ پھیر لے ان سے بامید رحمت اپنے رب کی طرف امید کرتا ان سے تو کہہ ان سے آسان بات۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝

اور نہ کر اپنا ہاتھ بندھا ہوا گردن تک اور نہ پورا کھول کھولنے میں کہ تو بیٹھ رہے ملامت کرکے تھکا ہوا۔

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝

بے شک تمہارا رب کشادہ کرتا ہے روزی جسے چاہے اور تنگ کرتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا ہے۔

حل لغات تیسرا رکوع۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

وَقَضٰی۔ اور حکم دیا	رَبُّكَ۔ تیرے رب نے	اَنْ۔ یہ کہ	لَا تَعْبُدُوْا۔ نہ پوجو
اِلَّا۔ مگر	اِيَّاهُ۔ اسی کو	وَبِالْوَالِدَيْنِ۔ اور ساتھ ماں باپ کے	
اِحْسَانًا۔ احسان کرنا	اِمَّا۔ اگر	يَبْلُغَنَّ۔ پہنچ جائیں	عِنْدَكَ۔ تیرے پاس
اَلْكِبَرَ۔ بڑھاپے کو	اَحَدُهُمَا۔ ایک ان سے	اَوْ۔ یا	كِلَاهُمَا۔ دونوں
فَلَا۔ تو نہ	تَقُلْ۔ کہہ	لَهُمَا۔ ان کو	اُفٍّ۔ اُف بھی

وَلَا۔ اور نہ   تَنْهَرْهُمَا۔ جھڑکی دے ان کو   وَقُلْ۔ اور کہہ

لَّهُمَا۔ ان کو   قَوْلًا۔ بات   كَرِيمًا۔ اچھی   وَ۔ اور

اخْفِضْ۔ نیچے رکھ   لَهُمَا۔ ان کے لیے   جَنَاحَ۔ بازو   الذُّلِّ۔ نرمی کے

مِنَ الرَّحْمَةِ۔ رحمت سے   وَقُلْ۔ اور کہہ   رَّبِّ۔ اے میرے رب

ارْحَمْهُمَا۔ رحم کر ان دونوں پر   كَمَا۔ جیسے   رَبَّيَانِي۔ پرورش کیا انہوں نے مجھے

صَغِيرًا۔ بچپن میں   رَبُّكُمْ۔ تمہارا رب   أَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے   بِمَا۔ جو کچھ

فِي نُفُوسِكُمْ۔ تمہارے دلوں میں ہے   إِنْ۔ اگر   تَكُونُوا۔ ہو گے تم

صَالِحِينَ۔ نیک   فَإِنَّهُ۔ تو وہ   كَانَ۔ ہے   لِلْأَوَّابِينَ۔ توبہ کرنے

والوں کو   غَفُورًا۔ بخشنے والا   وَآتِ۔ اور دے   ذَا الْقُرْبَىٰ۔ قرابت والوں کو

حَقَّهُ۔ ان کا حق   وَالْمِسْكِينَ۔ اور مسکین   وَابْنَ السَّبِيلِ۔ اور مسافر کو

وَلَا۔ اور نہ   تُبَذِّرْ۔ فضول خرچ کر   تَبْذِيرًا۔ فضول   إِنَّ۔ بیشک

الْمُبَذِّرِينَ۔ فضول خرچ کرنے والے   كَانُوا۔ ہیں   إِخْوَانَ۔ بھائی

الشَّيَاطِينِ۔ شیطانوں کے   وَكَانَ۔ اور ہے   الشَّيْطَانُ۔ شیطان

لِرَبِّهِ۔ اپنے رب کا   كَفُورًا۔ ناشکرا   وَإِمَّا۔ اور اگر   تُعْرِضَنَّ۔ منہ پھیرے تو

عَنْهُمُ۔ ان سے   ابْتِغَاءَ۔ چاہتا ہوا   رَحْمَةٍ۔ رحمت   مِنْ رَبِّكَ۔ اپنے رب کی

تَرْجُوهَا۔ جو امید ہے تجھے   فَقُلْ۔ تو کہہ   لَهُمْ۔ ان سے   قَوْلًا۔ بات

مَيْسُورًا۔ نرم   وَلَا۔ اور نہ   تَجْعَلْ۔ کر   يَدَكَ۔ اپنا ہاتھ

مَغْلُولَةً۔ بند کیا ہوا۔   إِلَىٰ۔ طرف   عُنُقِكَ۔ اپنی گردن کے   وَلَا۔ اور نہ

تَبْسُطْهَا۔ پھیلا دے تو انکو   كُلَّ۔ پورا   الْبَسْطِ۔ پھیلانا

فَتَقْعُدَ۔ تو بیٹھے گا تو   مَلُومًا۔ ملامت کیا ہوا   مَحْسُورًا۔ تھکا ہوا   إِنَّ۔ بیشک

رَبَّكَ۔ تیرا رب   يَبْسُطُ۔ پھیلاتا ہے   الرِّزْقَ۔ رزق   لِمَنْ۔ جس کے لیے

يَشَاءُ۔ چاہے   وَيَقْدِرُ۔ اور تنگ کرتا ہے   إِنَّهُ۔ بیشک وہ   كَانَ۔ ہے

بِعِبَادِهِ۔ اپنے بندوں سے   خَبِيرًا۔ خبردار   بَصِيرًا۔ دیکھنے والا۔

مختصر تفسیر اُردو تیسرا رُکوع۔ سُورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

"وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ اور حکم فرماتا ہے تیرا رب یہ کہ نہ پوجو مگر اسی کو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو"۔

اس آیۂ کریمہ میں دو حکم ہیں پہلا حکم عبادت الٰہی میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ دوسرا حکم والدین کے ساتھ حسن سلوک۔ گویا حقوق والدین حق معبود کے ساتھ ساتھ ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان کی عمر کے حصۂ اخیرہ کے لیے حکم ہے۔

"اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا۔ اگر پہنچ جائیں تیرے سامنے ایک یا دونوں بڑھاپے کو یعنی ضعف کی عمر میں ان پر ضعف کا غلبہ ہو جائے اعضاء میں قوت نہ رہے اور جس طرح بچپن میں تو ان کے پاس بے طاقت تھا ایسے ہی وہ آخر عمر میں تیرے پاس ناتواں ہو جائیں تو

"فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا۔ ان کے سامنے اف بھی نہ کرنا اور نہ جھڑکنا"۔

یعنی کوئی ایسا کلمہ زبان سے نہ نکالنا جس سے ان کی دلشکنی ہو اور وہ یہ سمجھ بیٹھیں کہ ہماری اولاد کی محبت میں ہماری طرف سے گرانی ہے بلکہ وہ ہمیں ذلیل دیکھتی ہے بلکہ حسن ادب کے ساتھ ان سے مخاطبہ کرنا اسی بنا پر فقہاء نے آداب والدین میں لکھا کہ ماں باپ کو ان کا نام لے کر پکارنا بھی بے ادبی ہے۔ اور ان کی دل آزاری ہے۔ البتہ اگر وہ سامنے نہ ہوں تو ان کا تذکرہ ان کے نام کے ساتھ جائز ہے۔ آداب والدین میں یہ بھی حکم ہے کہ ان سے کلام ایسے کرے جیسے غلام اپنے آقا سے ہم کلام ہوتا ہے چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

"وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا"۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔ اور ان دونوں کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسے ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا"۔

یعنی نرمی اور تواضع سے ان سے پیش آ اور ان کے ضعف و پیری کے وقت شفقت و محبت کا برتاؤ کر کہ انہوں نے تیری مجبوری کے وقت تجھے محبت سے پرورش کیا تھا اور جو کچھ انہیں درکار ہو اس کے بہم پہنچانے میں دریغ نہ کر۔

مدعاء حکم یہ ہے کہ دنیا میں والدین کے ساتھ اولاد کتنی بھی خدمت اور سلوک کرے اور ان کے

ساتھ تواضع میں کتنا ہی مبالغہ کرے لیکن ان کے احسان کا حق ادا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ بندہ پر ان کے احسانات ربوبیت کے اتنے ہیں کہ وہ بھی گنے نہیں جا سکتے۔ لہذا بارگاہ حق میں دعا کرکے عرض کرے کہ یارب میری خدمتیں ان کے احسانات کا بدلہ اور جزا نہیں ہو سکتیں لہذا تو ان پر کرم کر۔

اس سے یہ مسئلہ بھی ملتا ہے کہ والدین اگر کافر ہوں تو ان کے لیے ہدایت و ایمان کی دعا کرے کہ یہ ان کے حق میں رحمت ہے۔

حدیث میں ہے کہ "والدین کی رضا میں اللہ تعالٰے کی رضا اور ان کی ناراضی میں اللہ تعالٰے کی ناراضگی ہے"۔ یہ حدیث شرط مسلم پر صحیح ہے جو ابن حبان اور حاکم نے روایت کی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رِضَا اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْ رِضَاءِ الْوَالِدَیْنِ وَ سَخَطُ اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْ سَخَطِ الْوَالِدَیْنِ

ایک روایت میں ہے اِنَّ رَجُلًا جَاءَ یَسْتَاذِنُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْجِہَادِ مَعَہٗ فَقَالَ اَحَیٌّ وَالِدَاکَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِیْہِمَا فَجَاہِدْ۔ ایک شخص حضور کی خدمت میں آیا اجازت لینے کے لیے کہ جہاد میں آپ کی معیت کرے تو حضور نے فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں عرض کیا ہاں۔ فرمایا ان میں ہی رہ کر جہاد کر۔

ایک حدیث میں ہے کہ والدین کا فرمانبردار جہنم میں نہ جائے گا اور ان کا نافرمان کتنے ہی عمل کرے ضرور معذب ہوگا۔

اور ایک حدیث ہے حضور نے فرمایا والدین کی نافرمانی سے بچو اس لیے کہ جنت کی خوشبو ہزار برس کی راہ تک آئے گی اور والدین کا نافرمان وہ خوشبو نہ پائے گا۔

اور قطاع الرحم اور بوڑھا زناکار اور تکبر سے اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا بھی اس خوشبو سے محروم رہے گا۔

"رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے"۔ یعنی والدین کی خدمت و اطاعت کا ارادہ اور ذوق خدمت یہ اللہ تعالٰے کے علم میں ہے۔

"اِنْ تَکُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا۔ اگر تم صالح ہو گئے تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے"۔ یعنی والدین کی خدمت میں جو تم سے کوتاہی ہو گئی تو توبہ کرنے سے اللہ تعالی اسے معاف کر دے گا۔

"وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا۔ اور رشتہ داروں کو ان کا حق اور مسکین اور مسافر کو اور فضول خرچ میں نہ اڑا دو"۔

"اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ کَفُوْرًا۔ بے شک فضول خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے"۔
یعنی میراث کے حقداروں سے صلہ رحمی کرو عام رشتہ داروں سے محبت اور میل جول رکھو حسن معاشرت کا مقتضی یہ ہے کہ ان کی خبر گیری کرو اور ضرورت کے موقع پر ان کی مدد کرو اور مساکین کی اعانت اور مسافروں کی معاونت کرتے ہوئے تبذیر نہ کرو یعنی ناجائز کاموں میں خرچ نہ کرو۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تبذیر ناجائز کاموں میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں اور ناجائز کام میں خرچ کرنے والے اخوان الشیاطین اس وجہ میں ہیں کہ وہ ان کی راہ پر چلتے ہیں اور چونکہ شیطان کفران نعمت ہی کی وجہ سے ابلیس ہوا اس وجہ میں اس کے پیروؤں کو اخوان الشیاطین فرمایا گیا۔

شان نزول آیہ کریمہ کا یہ ہے کہ حضرت مہجع، اور بلال اور صہیب، اسلم اور خباب اصحاب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر وقتاً فوقتاً اپنی حوائج وضروریات کے لیے سوال کرتے تو حضور ان کی حاجت روائی فرماتے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضور حیا فرماتے ہوئے بجائے اس کے کہ انہیں جواب دیتے اعراض فرما کر خاموش رہتے کہ اللہ تعالےٰ دے گا تو انہیں دیں گے تو اس پہ یہ حکم نازل ہوا۔
"وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا۔ اور اگر آپ ان سے اعراض کریں اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی آپ کو انتظار ہے تو ان سے بطریقۂ میسور یعنی نرم اور آسان طرح بات فرمائیں"۔ یعنے ان کے لیے بہ خندہ پیشانی وعدہ فرمائیں یا ان کے حق میں دعا کر دیں۔
"وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا۔ اور اپنا ہاتھ اپنی گردن میں بندھا ہوا نہ رکھئے اور نہ پورا کھول دیجئے کہ پھر بیٹھے رہ جائیں ملامت کیے ہوئے تھک کر"۔

یہ مغلول العنق ایک تمثیل عرف ہے۔ اس سے انفاق یعنی خرچ میں اعتدال ملحوظ رکھنے کی تعلیم فرمائی گئی اور یہ بتایا گیا کہ نہ تو اس طرح ہاتھ روکیے کہ بالکل خرچ ہی نہ کریں اور ایسا معلوم ہو کہ گویا ہاتھ گلے سے بندھا ہوا ہے دینے کے لیے ہل ہی نہیں سکتا ایسا کرنا سبب ملامت ہے اس لیے کہ بخیل برا ہوتا ہے اور نہ ایسا ہاتھ کھولیے کہ اپنی ضروریات کے لیے بھی کچھ باقی نہ رہے۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول

ایک صحابیہ کے سامنے ایک یہودیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سخاوت کا بیان کیا اور اس حد تک مبالغہ کیا کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دی اور کہا کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سخاوت اس انتہا کو پہنچی ہوئی تھی کہ اپنی ضروریات کے علاوہ جو کچھ بھی ان کے پاس ہوتا سائل کو دے دینے سے دریغ نہ فرماتے"۔

یہودیہ کا یہ طرز تکلم ان کو ناگوار گذرا۔ انہوں نے کہا کہ "انبیاء علیہم السلام سب صاحب فضل وکمال ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جود و نوال میں کچھ شبہ نہیں لیکن سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے"۔

یہ کہہ کر انہوں نے چاہا کہ اس یہودیہ کو حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جود و کرم کی آزمائش کرادی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی لڑکی کو بھیجا کہ حضور سے قمیص مانگ لائے۔ یہ جب قمیص کا سوال کرنے گئی اس وقت حضور کے پاس ایک ہی قمیص تھی اور وہ حضور کے زیب تن تھی۔ حضور نے وہ قمیص اتار کر عطا فرمادی اور حضور دولت سرائے عالی میں تشریف فرما رہے شرم کی وجہ سے باہر تشریف نہ لائے۔ حتی کہ اذان ہوئی صحابہ انتظار کرتے رہے آپ تشریف نہ لائے صحابہ کو فکر ہوئی حال معلوم کرنے کے لیے دولت سرائے اقدس پر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ قمیص نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ علامہ آلوسی روح المعانی میں اتنا واقعہ شان نزول میں نقل فرماتے ہیں۔

وَفِی الْکَشَّافِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ اِذْ اَتَاہُ صَبِیٌّ فَقَالَ اِنَّ اُمِّیْ تَسْتَکْسِیْکَ دِرْعًا فَقَالَ مِنْ سَاعَۃٍ اِلٰی سَاعَۃٍ یَظْھَرُ فَعُدْ اِلَیْنَا فَذَھَبَ اِلٰی اُمِّہٖ فَقَالَتْ قُلْ لَہٗ اِنَّ اُمِّیْ تَسْتَکْسِیْکَ الدِّرْعَ الَّذِیْ عَلَیْکَ فَدَخَلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَارَہٗ وَنَزَعَ قَمِیْصَہٗ وَاَعْطَاہُ وَقَعَدَ عُرْیَانًا وَاَذَّنَ بِلَالٌ وَانْتَظَرَ فَلَمْ یَخْرُجْ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَنَزَلَتْ۔

حضور تشریف فرما تھے کہ ایک بچہ حاضر ہوا اور عرض کیا میری ماں نے پہننے کو چادر طلب کی ہے حضور نے فرمایا تھوڑی دیر میں آنا وہ اپنی ماں کے پاس واپس آیا پھر ماں نے کہا پھر جا اور عرض کر میری ماں وہ چادر طلب کرتی ہے جو حضور پر ہے تو حضور اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے اور قمیص مبارک اتار کر اسے دیدی اور بلا قمیص گھر میں جلوہ افروز رہے اور حضرت بلال نے اذان دی اور حضور کا انتظار کیا۔ مگر حضور تشریف نہ لائے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن ولی الدین عراقی فرماتے ہیں کہ کتب احادیث میں ان

الفاظ سے ہم نے یہ حدیث نہیں پائی۔

لیکن ابن مردویہ عبداللہ بن مسعود سے راوی ہیں قَالَ جَاءَ غُلَامٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمِّیْ تَسْاَلُکَ کَذَا وَکَذَا فَقَالَ مَا عِنْدَنَا الْیَوْمَ شَیْءٌ قَالَ فَتَقُوْلُ لَکَ اکْسِنِیْ قَمِیْصَکَ فَخَلَعَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَمِیْصَہٗ فَدَفَعَہٗ اِلَیْہِ وَجَلَسَ فِی الْبَیْتِ حَاسِرًا فَنَزَلَتْ۔

ایک لڑکا حضور کی خدمت میں حاضر آیا اور عرض کیا میری ماں حضور سے یہ سوال کررہی ہے حضور نے فرمایا آج ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اس نے عرض کیا کہ اپنا قمیص ہی دے دیجئے۔ حضور نے قمیص مبارک اتار کراسے دے دیا اور خود اندر تشریف فرما ہوگئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ عطا فرمائے اور عیینہ بن حصن فزاری کو بھی سو اونٹ عطا فرمائے تو عباس بن مرداس نے آکر چند شعر پڑھے جس میں حضور سے شکوہ کیا تھا کہ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن فزاری کو آپ نے زیادہ بخشش فرمائی اور ابن مرداس کو اتنا نہ دیا تو حضور نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فرمایا یَا اَبَا بَکْرٍ اِقْطَعْ لِسَانَہٗ عَنِّیْ اَعْطِہٖ مِائَۃً مِّنَ الْاِبِلِ۔ اے صدیق اس کی زبان میری طرف سے کاٹ دو اور اُسے بھی سو اونٹ دیدو اور یہ سب مؤلفۃ القلوب سے تھے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع۔ سورۃ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَھُمْ کَانَ خِطْاً کَبِیْرًا ۝	اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے ہم رزق دیتے ہیں انہیں اور تمہیں۔ بے شک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔
وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ۝	اور نہ قریب جاؤ زنا کے بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت بری راہ
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا ۝	اور نہ قتل کرو اس جان کو جسے اللہ نے حرام کیا مگر حق سے اور جو مارا جائے از روئے ظلم تو بیشک اس کے ولی کو کیا ہے ہم نے مختار تو وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے ضرور اس کی مدد ہوگی۔
وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ	اور نہ قریب جاؤ مال یتیم کے مگر اس راہ سے جو

اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ○

سب سے بھلی ہو حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور عہد پورا کرو بے شک عہد کے متعلق باز پرس ہوگی

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ○

اور پورا کرو پیمانہ جب ماپو اور وزن کرو صحیح ترازو سے یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ○

اور نہ پیچھے لگ اس بات کے جس کا تجھے علم نہیں بے شک کان اور آنکھ اور دل سب سے سوال ہونا ہے۔

وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○

اور نہ چل زمین میں اترا کر بے شک تو ہرگز زمین کو نہ چیر سکے گا اور ہرگز نہ پہنچ سکے گا پہاڑوں کی بلندی کو۔

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ○

یہ سب کچھ برائیاں ہیں تیرے رب کے نزدیک سخت ناپسندیدہ۔

ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ○

یہ وہ وحی ہے جو تمہاری طرف تمہارے رب نے کی حکمت کی باتوں سے اور اے سننے والے نہ ٹھہرا اللہ کے ساتھ دوسرا خدا کہ تو جہنم میں پھینکا جائے گا ملامت کیا ہوا دھکے کھاتا۔

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ○

کیا تمہارے رب نے تمہیں بیٹے چن دیئے اور اپنے لیے فرشتوں کو بیٹیاں بنایا بے شک تم بولتے ہو بڑا بول۔

حل لغات چوتھا رکوع۔ سورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

وَلَا۔ اور نہ	تَقْتُلُوْا۔ قتل کرو	اَوْلَادَكُمْ۔ اپنی اولاد کو	خَشْيَةَ۔ ڈر
اِمْلَاقٍ۔ خرچ سے	نَحْنُ۔ ہم	نَرْزُقُهُمْ۔ انکو رزق دیتے ہیں	وَاِيَّاكُمْ۔ اور تمہیں بھی
اِنَّ۔ بیشک	قَتْلَهُمْ۔ ان کا قتل	كَانَ۔ ہے	خِطْاً۔ گناہ
كَبِيْرًا۔ بڑا	وَلَا۔ اور نہ	تَقْرَبُوا۔ نزدیک جاؤ	الزِّنٰىٓ۔ زنا کے
اِنَّهٗ۔ بے شک وہ	كَانَ۔ ہے	فَاحِشَةً۔ بے حیائی	وَسَآءَ۔ اور برا

سَبِیْلًا۔ رستہ	وَلَا۔ اور نہ	تَقْتُلُوْا۔ قتل کرو	النَّفْسَ۔ جان
الَّتِیْ۔ ایسی کو جس کو	حَرَّمَ۔ حرام کیا	اللّٰهُ۔ اللہ نے	اِلَّا۔ مگر
بِالْحَقِّ۔ ساتھ حق کے	وَمَنْ۔ اور جو	قُتِلَ۔ قتل کیا گیا	مَظْلُوْمًا۔ ظلم سے
فَقَدْ۔ تو بیشک	جَعَلْنَا۔ بنایا ہم نے	لِوَلِیِّهٖ۔ اسکے وارث کو	سُلْطٰنًا۔ مختار
فَلَا۔ تو نہ	یُسْرِفْ۔ زیادتی کرے	فِی الْقَتْلِ۔ قتل میں	اِنَّهٗ۔ بیشک وہ
کَانَ۔ ہے۔	مَنْصُوْرًا۔ مدد دیا گیا	وَلَا۔ اور نہ	تَقْرَبُوْا۔ قریب جاؤ
مَالَ۔ مال	الْیَتِیْمِ۔ یتیم کے	اِلَّا۔ مگر	بِالَّتِیْ۔ ایسی طرح
هِیَ۔ کہ وہ	اَحْسَنُ۔ اچھی ہو	حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	یَبْلُغَ۔ پہنچے
اَشُدَّهٗ۔ اپنی جوانی کو	وَاَوْفُوْا۔ اور پورا کرو	بِالْعَهْدِ۔ عہد	اِنَّ۔ بیشک
الْعَهْدَ۔ عہد	کَانَ۔ ہے	مَسْئُوْلًا۔ پوچھا گیا	وَاَوْفُوا۔ اور پورا کرو
الْکَیْلَ۔ ماپ	اِذَا۔ جب	کِلْتُمْ۔ ماپو تم	وَزِنُوْا۔ اور تولو
بِالْقِسْطَاسِ۔ ساتھ ترازو		الْمُسْتَقِیْمِ۔ سیدھی کے	ذٰلِکَ۔ یہ
خَیْرٌ۔ بہتر ہے	وَّاَحْسَنُ۔ اور اچھا ہے	تَاْوِیْلًا۔ انجام میں	وَلَا۔ اور نہ
تَقْفُ۔ پیچھے لگ	مَا۔ اس چیز کے جو	لَیْسَ۔ نہیں ہے	لَکَ۔ تجھ کو
بِهٖ۔ اس کا	عِلْمٌ۔ کوئی علم	اِنَّ۔ بیشک	السَّمْعَ۔ کان
وَالْبَصَرَ۔ اور آنکھ	وَالْفُؤَادَ۔ اور دل	کُلُّ۔ ہر ایک	اُولٰٓئِکَ۔ ان میں سے
کَانَ۔ ہے	عَنْهُ۔ اسکے سے	مَسْئُوْلًا۔ سوال کیا گیا	وَلَا۔ اور نہ
تَمْشِ۔ چل	فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں	مَرَحًا۔ اکڑ کر	اِنَّکَ۔ بیشک تو
لَنْ۔ ہرگز نہ	تَخْرِقَ۔ پھاڑے گا	الْاَرْضَ۔ زمین کو	وَلَنْ۔ اور ہرگز نہ
تَبْلُغَ۔ پہنچے گا	الْجِبَالَ۔ پہاڑوں کو	طُوْلًا۔ بلندی میں	کُلُّ۔ ہر ایک
ذٰلِکَ۔ اس سے	کَانَ۔ ہے	سَیِّئُهٗ۔ اسکی برائی	عِنْدَ۔ نزدیک
رَبِّکَ۔ تیرے رب کے	مَکْرُوْهًا۔ ناپسندیدہ	ذٰلِکَ۔ یہ	مِمَّا۔ اس سے ہے جو
اَوْحٰی۔ وحی کی	اِلَیْکَ۔ تیری طرف	رَبُّکَ۔ تیرے رب نے	مِنَ الْحِکْمَةِ۔ حکمت سے
وَلَا۔ اور نہ	تَجْعَلْ۔ بنا	مَعَ۔ ساتھ	اللّٰهِ۔ اللہ کے
اِلٰهًا۔ خدا	اٰخَرَ۔ دوسرا	فَتُلْقٰی۔ تو ڈالا جائے گا	فِیْ جَهَنَّمَ۔ جہنم میں

مَلُوْمًا۔ ملامت کیا ہوا | مَّدْحُوْرًا۔ دھکے کھاتا | اَفَاَصْفٰکُمْ۔ کیا چن کر دیے تمہیں
رَبُّکُمْ۔ تمہارے رب نے | بِالْبَنِیْنَ۔ بیٹے | وَاتَّخَذَ۔ اور پکڑا | مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ فرشتوں
کو | اِنَاثًا۔ بیٹیاں | اِنَّکُمْ۔ بیشک تم | لَتَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہو
قَوْلًا۔ بات | عَظِیْمًا۔ بڑی

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع۔ سورۃ بنی اسرائیل۔ پ۱۵

"وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ اِنَّ قَتْلَھُمْ کَانَ خِطْاً کَبِیْرًا۔ اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے ہم رزق دیتے ہیں انہیں اور تمہیں بے شک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔"

اِملاق۔ فقر کو کہتے ہیں اس آیہ کریمہ کے ظاہر لفظ میں نہی تمام انواع قتل اولاد کی ہے وہ ذکور سے ہو یا اناث سے خوف فقر و فاقہ سے۔ لیکن رُوِیَ اَنَّ مِنْ اَھْلِ الْجَاھِلِیَّۃِ مَنْ کَانَ یَئِدُ الْبَنَاتِ مَخَافَۃَ الْعَجْزِ عَنِ النَّفَقَۃِ عَلَیْھِنَّ فَنُھِیَ فِی الْاٰیَۃِ عَنْ ذَالِکَ (روح المعانی)

روایت ہے کہ اہل جاہلیت لڑکیوں کو زندہ درگور اس لیے کرتے تھے کہ انہیں ان کے اخراجات سے عجز محسوس ہوتا تھا۔ تو اس آیت میں اس سے ممانعت کی گئی اور فرمایا گیا

نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ یَعْنِیْ نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ لَا اَنْتُمْ فَلَا تَخَافُوا الْفَقْرَ بِنَاءً عَلٰی عِلْمِکُمْ بِعَجْزِکُمْ عَنْ تَحْصِیْلِ رِزْقِھِمْ۔ ہم انہیں رزق دیں گے اور تمہیں بھی یعنی ہم رزاق ہیں نہ کہ تم تو فقر و فاقہ کا خوف اپنے اس وہم میں کہ ان کے لیے رزق حاصل کرنا تمہیں مشکل ہے یہ خیال غلط ہے۔

وَجَوَّزَ شَیْخُ الْاِسْلَامِ کَوْنَ ذَالِکَ لِاَنَّ الْبَاعِثَ عَلَی الْقَتْلِ ھُنَاکَ الْاِمْلَاقُ النَّاجِزُ وَلِذَالِکَ قِیْلَ مِنْ اِمْلَاقٍ وَھٰھُنَا الْاِمْلَاقُ الْمُتَوَقَّعُ وَلِذَالِکَ قِیْلَ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ فَکَاَنَّمَا قِیْلَ نَرْزُقُھُمْ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ رِزْقِکُمْ شَیْءٌ۔

شیخ الاسلام اس پر فرماتے ہیں کہ اولاد کے قتل کا باعث اس جگہ املاق یعنی فقر و فاقہ ہو اس لیے مِنْ اِملاق فرمایا گیا اور یہاں متوقع جو ہے وہ املاق ہے اس لیے خشیۃ املاق فرمایا گیا گو یا یہ جواب دیا گیا کہ ہماری طرف سے انھیں جو رزق ملے گا وہ تمہارے رزق کے علاوہ ہو گا جب ہم یہ اپنے ذمہ کہہ چکے تو

"اِنَّ قَتْلَھُمْ کَانَ خِطْاً کَبِیْرًا۔ بے شک ان کا قتل کرنا قطع تناسل اور قطع نوع کرنا منکر عظیم اور خطاً

کبیرہ ہے تو آیۂ کریمہ میں پہلا حکم یہ ہے کہ اولادیں خوف فقر سے اور وہم فاقہ سے قتل نہ کرو یہ بڑا گناہ ہے دوسرا حکم یہ ہے۔

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اور نہ قریب جاؤ زنا کے"۔

وَفَتَرَ الرَّاغِبُ بِوَطْئِ الْمَرْأَةِ مِنْ غَيْرِ عَقْدٍ شَرْعِيٍّ۔ اس لیے کہ زنا نام ہے غیر عورت سے وطی کا بغیر عقد شرعی کے"۔

اور پچھلے حکم پر عطف اس لیے کیا گیا کہ قتل اولاد اضاعت انساب ہے اور ایسے طریقہ سے اضاعت نطفہ کرنا بھی اضاعت نسب ہے جس طریقہ کی پیدائش سے نسب ثابت نہ ہو تو وہ بھی حکما میت ہے اور ولد الحرام مجہول النسب کس کے ورثہ کا مالک ہو سکتا ہے لہذا میت کے حکم میں ہوا چنانچہ فرمایا گیا۔

"اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيْلًا۔ وہ بے حیائی اور قبیح ہے اور برا راستہ ہے"۔

اس لیے کہ بِئْسَ السَّبِيْلُ سَبِيْلًا بِمَا فِيْهِ مِنْ اِخْتِلَالِ اَمْرِ الْاَنْسَابِ وَهَيْجَانِ الْفِتَنِ۔ راستوں میں برا راستہ وہ ہے جس سے انساب میں اختلال ہو اور فتنوں میں ہیجان پیدا ہو۔ چنانچہ شیخین وغیرہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا زانی زنا نہیں کرتا جب وہ زنا کرے تو مومن بھی ہو۔

دوسری روایت میں ہے اِنَّهٗ اِذَا زَنَى الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِيْمَانُ فَكَانَ فَوْقَ رَاْسِهٖ كَالظُّلَّةِ فَاِنْ تَابَ وَنَزَعَ رَجَعَ اِلَيْهِ وَهُوَ مِنَ الْكَبَائِرِ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل کر اس کے سر پر سایہ کی طرح رہتا ہے سو اگر وہ توبہ کر لیتا ہے اور اس فعل سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو ایمان واپس لوٹ آتا ہے اور زنا گناہوں میں اکبر کبائر سے ہے اس کے بعد تیسرا حکم یہ ہے کہ۔

"وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ اور نہ مارو کسی جان کو جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے اور جو قتل کیا جائے مظلوم او رناحق تو بے شک ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو نہ حد سے بڑھے قتل میں بے شک اس کی مدد ہوتی ہے۔

اس تنبیہ میں ناحق قتل کی ممانعت فرمائی اور ناحق قتل سے مراد یہ ہے کہ جس کا قتل اللہ تعالی نے حرام فرمایا اسلام کی وجہ سے یا معاہدہ کی بنا پر اور اِلَّا بِالْحَقِّ فرما کر قصاص قائم فرمایا چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے ہے۔

لَا يَحِلُّ دَمُ امْرَأٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلَاثٍ اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالثَّیِّبُ الزَّانِیْ وَالتَّارِكُ لِدِیْنِهٖ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ۔ کسی اس آدمی کا خون حلال نہیں جو کلمہ شہادت کے ساتھ مجھے اللہ کا رسول مانے مگر تین باتوں میں سے ایک بات پر کسی کے قتل کر دینے پر قصاص میں اور شادی شدہ زانی کا رجم اور مرتد ہو جانے کی صورت میں۔

"وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطَانًا۔ اور جو قتل کیا جائے ناحق تو بے شک ہم نے اس کے ولی کو حق دیا ہے"۔

لِوَلِیِّهٖ کی تفسیر میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ لِمَنْ یَلِیْ اَمْرَهٗ مِنَ الْوَارِثِ اَوِ السُّلْطَانِ عِنْدَ عَدَمِ الْوَارِثِ یعنی وہ جو قریب ہو وراثت میں اور اگر وارث نہ ہو تو حاکم اسلام مجاز ہوتا ہے قصاص لینے میں یا دیت میں اس آیۂ کریمہ میں قصاص کا حکم ثابت ہے اس پر مندرجہ ذیل مسائل نکلتے ہیں۔

اول آیۂ کریمہ سے ثابت ہوا کہ قصاص لینے کا حق ولی کو ہے اور وہ بہ ترتیب عصبات ہیں۔

دوسرے یہ بھی مسئلہ نکلا کہ جس مظلوم مقتول کا وارث نہ ہو اس کا وارث اور ولی سلطان اسلام ہے "فَلَا یُسْرِفْ فِی الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا۔ تو وہ (یعنی ولی یا سلطان) قتل میں حد سے نہ بڑھے ضرور اس کی مدد ہوتی ہے"۔

زمانۂ جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا کہ ایک مقتول کے بدلے کئی کئی قتل کر دیے جاتے یا بجائے قاتل کے اس کی قوم اور جماعت کے آدمی قتل کیے جاتے اس کی ممانعت فرمائی گئی کہ قاتل کے سوا کسی مقتول کسی کو قتل نہ کرے۔ اب جو تھا حکم فرمایا جاتا ہے۔

"وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ۔ اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طرح جو اس کے لیے اچھی ہو حتی کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے"۔

یعنی مال یتیم کے قریب جانا ایسے کہ اسے خرد برد کر دیا جائے یہ ممنوع ہے مگر ایسے طریقہ پر کہ اس کا مال بڑھے اس کی حفاظت ہو۔ یبلغ اشدہ سے مراد اس کا بلوغ ہے اور وہ اٹھارہ سال کی عمر ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہی مختار و مفتی بہ ہے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مدت اس کے لیے ہے جس پہ آثار بلوغ ظاہر نہ ہوں تو انتہائے مدت بلوغ میں اس سے تمسک کر کے اٹھارہ سال قرار دی (تفسیر احمدی) پانچواں حکم یہ ہے۔

"وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا۔ اور پورا کرو عہد بے شک عہد پر سوال کیا جائیگا"۔ اس عہد سے مراد اللہ تعالیٰ سے جو عہد ہو وہ بھی ہے اور جو بندوں سے معاہدہ ہو وہ بھی۔ مقبول

کے متعلق مواخذہ ہے۔ چھٹا حکم یہ ہے۔

"وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ اور پورا کرو پیمانہ جب مالو اور وزن کرو برابر ترازو سے یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے"۔

جب خریدار کو پیمانہ میں ماپ کر کچھ دو تو پورا دو اور وزن کر کے دو تو صحیح وزن کرو۔ قسطاس بقول اسحٰق شامی لغت میں قرسطون ہے اور زجاج کہتے ہیں قسطاس ترازو کو کہتے ہیں چھوٹی ہو یا بڑی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عربی زبان کا لغت ہے اور میزان کے معنی دیتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ قسطاس دو کلموں سے مرکب ہے۔ قسط بمعنی عدل۔ طاس ترازو کا پلڑا تو یہ قسط طاس تھا ایک طا حذف کر دی گئی تخفیف کے لیے تو قسطاس رہ گیا۔

ذٰلِكَ خَيْرٌ۔ یہ بہتر ہے دنیا میں اس لیے کہ یہ سبب ہے لوگوں کی رغبت کا۔ جب کسی پر اطمینان ہو جائے کہ یہ صحیح وزن کرتا ہے تو اس کی طرف عوام کا رجحان زیادہ ہوتا ہے اور اس کی تجارت ترقی کرتی ہے۔ اور انجام نیک اس لیے کہ آخرت میں اس نیک نیتی کا ثواب ملتا ہے۔ اب ساتواں حکم ارشاد ہوتا ہے۔

"وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ اور اس بات کے پیچھے نہ لگ جس کا تجھے علم نہیں بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے جواب طلب ہونا ہے"۔

یعنی جس چیز کا علم نہ ہو جسے نہ دیکھا ہو اس کا پیچھا کرنا یا یہ کہہ دینا کہ میں نے دیکھا ہے یا جو بات نہ سنی ہو اسے کہہ دینا کہ میں نے سنی ہے۔

حضرت امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جھوٹی گواہی نہ دو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی پر بغیر دیکھے الزام نہ لگاؤ۔

آلوسی فرماتے ہیں اَیْ لَا تَتَّبِعْ مَا لَا عِلْمَ لَكَ بِهٖ مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ کسی کے قول اور فعل کا تتبع نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَّابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ اِنَّ الْمُرَادَ بِهِ النَّهْيُ عَنْ شَهَادَةِ الزُّوْرِ۔ اس سے مراد شہادت زور کی ممانعت ہے۔

وَقِيْلَ الْمُرَادُ النَّهْيُ عَنِ الْقَذْفِ وَرَمْيِ الْمُحْصَنِيْنَ وَالْمُحْصَنَاتِ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قذف محصنات کی ممانعت ہے یعنی بلا تحقیق کسی پاک دامن پر الزام لگانا منع کیا گیا۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نَحْنُ نَحْکُمُ بِالظَّاھِرِ وَاللّٰہُ تَعَالٰی یَتَوَلّٰی سَرَائِرَھُمْ۔ ہم تو ظاہر پر حکم لگا دیں گے اور مخفی امور کا اللہ تعالےٰ مالک ہے۔ بے شک آنکھ۔ کان۔ دل سب سے قیامت کے روز جواب طلب ہوگا۔ اس کے بعد آٹھواں حکم نافذ ہوا جو اصلاح اخلاق کے لیے ہے۔

"وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا کُلُّ ذٰلِکَ کَانَ سَیِّئُہٗ عِنْدَ رَبِّکَ مَکْرُوْھًا۔ اور نہ چل زمین میں اترا کر بے شک تو ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز نہ پہنچ سکے گا پہاڑوں کی بلندی کو یہ سب کچھ بُرا ہے اور تیرے رب کے نزدیک مکروہ"

یعنی تکبر و خود نمائی اور غرور سے زمین پر چلنا اللہ تعالےٰ کو ناپسند ہے۔ آلوسی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اَیْ فَخْرًا وَکِبْرًا۔

راغب کہتے ہیں اَلْمَرَحُ شِدَّۃُ الْفَرَحِ وَالتَّوَسُّعُ فِیْہِ۔ مرح انتہاء فرح اور اس میں چوڑا ہونا ہے جس کا خلاصہ تکبر و نخوت و غرور ہی ہو سکتے ہیں۔

اور اس تکبر و غرور میں کتنا ہی لمبا اور چوڑا ہو کر لیکن زمین اپنے قدموں سے نہیں چیر سکتا اور اکڑتے ہوئے پہاڑوں کی بلندی کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہ طریق اور ہر قسم کی متکبرانہ شانیں تمہارے لیے تمہارے رب کے نزدیک ناپسند ہیں۔ یہ آٹھ باتیں بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے جو صحت عقل اور اصلاح نفس سے متعلق ہے۔

"ذٰلِکَ مِمَّا اَوْحٰی اِلَیْکَ رَبُّکَ مِنَ الْحِکْمَۃِ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَتُلْقٰی فِیْ جَھَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ یہ ان وحیوں میں سے ہے جو تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجی حکمت سے وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ۔ اور (اے سننے والے) نہ کر اللہ کے ساتھ دوسرا خدا کہ تو ڈالا جائے گا جہنم میں پھینکا جائے گا ملامت کیا ہوا دھکے دیا ہوا"۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ ان آیات کا حاصل توحید اور نیکیوں اور طاعتوں کا حکم دینا ہے اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت دلانا مقصود ہے۔

"اَفَاَصْفٰکُمْ رَبُّکُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ اِنَاثًا اِنَّکُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا۔ کیا تمہارے رب نے تمہیں بیٹے چن دیے اور بنائیں اپنے لیے فرشتوں کو بیٹیاں بے شک تم بڑا بول بول رہے ہو"۔

جو خلاف حکمت باتیں کر رہے ہو اور اللہ تعالےٰ کے لیے اولاد ثابت کرتے ہو۔ آلوسی فرماتے ہیں وَالْمَلُوْمُ ھُوَ الَّذِیْ یُقَالُ لَہٗ لِمَ فَعَلْتَ مِثْلَ ھٰذَا الْفِعْلِ وَمَا الَّذِیْ حَمَلَکَ عَلَیْہِ

وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمَخْذُوْلِ وَالْمَدْحُوْرِ اَنَّ الْمَخْذُوْلَ عِبَارَةٌ عَنِ الضَّعِيْفِ وَالْمَدْحُوْرُ الْمَطْرُوْدُ

ملوم وہ ہے جسے کہا جائے یہ کام کیوں کیا یا اس کام پر کس چیز نے تجھے آمادہ کیا۔

اور مخذول و مدحور میں یہ فرق ہے کہ مخذول ضعیف کیفیت پر مستعمل ہوتا ہے اور مدحور دھکے دیا ہوا ہوتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۝

اور بے شک جمع کیے ہم نے اس قرآن میں مختلف بیان تاکہ وہ سمجھیں اور نہیں بڑھتی انہیں مگر نفرت۔

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ۝

فرما دیجئے اگر ہوتے اس کے ساتھ اور خدا جیسے یہ کہتے ہیں تو نکال لیتے عرش کے مالک کی طرف راہ۔

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝

اسے پاکی ہے اور وہ بلند ہے اس سے جو یہ کہتے ہیں بڑی برتری۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝

تسبیح کرتے ہیں اس کے لیے آسمان ساتوں اور زمین اور جو اس میں ہیں اور کوئی شے نہیں جو نہ تسبیح کرے اور اس کی حمد لیکن تم نہیں سمجھتے ان کی تسبیح بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝

اور جب تم نے (اے محبوب) قرآن پڑھا ہم نے تم میں اور ان میں جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر ایک پوشیدہ پردہ کر دیا ہے۔

وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِى الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝

اور کیا ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کہ نہ سمجھ سکیں اور بہرہ پن ان کے کانوں میں اور جب ذکر کرتے ہو تم اپنے رب کا قرآن میں توحید کے ساتھ تو وہ پشت پھیر کر نفرت کرتے ہیں۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ

ہم جانتے ہیں جس کے لیے وہ سنتے ہیں جب آپ

اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰىٓ اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝

کی طرف کان لگاتے ہیں اور جب وہ مشورہ کرتے ہیں آپس میں جب کہتے ہیں ظالم تم نہ چلے ان کے پیچھے مگر آدمی کے جو مسحور ہے۔

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝

دیکھیے کیسی تشبیہیں دیں انہوں نے آپ کے ساتھ تو گمراہ ہوئے کہ راہ نہیں پاسکتے۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝

اور کہتے ہیں کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے کیا ہم اٹھائے جائیں گے نئی پیداوار میں۔

قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝

فرمادیجیے کہ ہوجاؤ پتھر یا لوہا۔

اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ط قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ج فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ط قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ۝

یا کوئی اور مخلوق جسے تم بڑی خیال کرو اپنے دلوں میں تو اب کہیں گے ہمیں کون پھر پیدا کرے گا فرمادیجیے وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تو اب مسخر پن کرتے ہوئے آپ کی طرف سر ماریں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا فرمادیجیے شاید نزدیک ہی ہو۔

يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

جس دن وہ بلائے گا تمہیں تو تم اس کے حمد کرتے آؤ گے اور یہ گمان کروگے کہ نہیں ٹھہرے تم مگر تھوڑے دن۔

حلِ لغات پانچواں رکوع سورہ بنی اسرائیل سپ ۱۵

وَلَقَدْ۔ اور بیشک	صَرَّفْنَا۔ طرح طرح بیان کیا	فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ۔ اس قرآن میں	
لِيَذَّكَّرُوْا۔ تاکہ نصیحت پکڑیں		وَمَا۔ اور نہیں	يَزِيْدُهُمْ۔ زیادہ ہوتی انکو
اِلَّا۔ مگر	نُفُوْرًا۔ نفرت	قُلْ۔ کہہ	لَوْ۔ اگر
كَانَ۔ ہوتے	مَعَهٗ۔ ساتھ اسکے	اٰلِهَةٌ۔ خدا	كَمَا۔ جیسے
يَقُوْلُوْنَ۔ وہ کہتے ہیں	اِذًا۔ تو اس وقت	لَّابْتَغَوْا۔ البتہ ڈھونڈتے	اِلٰى۔ طرف
ذِي الْعَرْشِ۔ عرش والے کی		سَبِيْلًا۔ راہ	سُبْحٰنَهٗ۔ پاک ہے وہ

وَتَعٰلٰى۔ اور بلند ہے　عَمَّا۔ اس سے جو　يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں　عُلُوًّا۔ بلند

كَبِيْرًا۔ بہت　تُسَبِّحُ۔ تسبیح بیان کرتے ہیں　لَهٗ۔ اسکی　السَّمٰوٰتُ۔ آسمان

السَّبْعُ۔ ساتوں　وَالْاَرْضُ۔ اور زمین　وَمَنْ۔ اور جو　فِيْهِنَّ۔ ان میں ہے

وَاِنْ۔ اور نہیں　مِّنْ شَيْءٍ۔ کوئی چیز　اِلَّا۔ مگر　يُسَبِّحُ۔ تسبیح کرتی ہے

بِحَمْدِهٖ۔ اسکی حمد کے ساتھ　وَلٰكِنْ۔ لیکن　لَّا تَفْقَهُوْنَ۔ تم نہیں سمجھ سکتے

تَسْبِيْحَهُمْ۔ ان کی تسبیح کو　اِنَّهٗ۔ بیشک وہ　كَانَ۔ ہے

حَلِيْمًا۔ حوصلے والا　غَفُوْرًا۔ بخشنے والا　وَاِذَا۔ اور جب　قَرَاْتَ۔ پڑھتا ہے تو

الْقُرْاٰنَ۔ قرآن　جَعَلْنَا۔ تو بناتے ہیں ہم　بَيْنَكَ۔ تیرے درمیان　وَبَيْنَ۔ اور درمیان

الَّذِيْنَ۔ ان کے　لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ جو نہیں ایمان لاتے　بِالْاٰخِرَةِ۔ آخرت پر

حِجَابًا۔ پردہ　مَّسْتُوْرًا۔ پوشیدہ　وَ۔ اور　جَعَلْنَا۔ بنائے ہم نے

عَلٰى۔ اوپر　قُلُوْبِهِمْ۔ انکے دلوں کے　اَكِنَّةً۔ پردے　اَنْ۔ یہ کہ

يَّفْقَهُوْهُ۔ سمجھیں اس کو　وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ۔ اور ان کے کانوں میں　وَقْرًا۔ بوجھ ہے

وَاِذَا۔ اور جب　ذَكَرْتَ۔ ذکر کرتا ہے تو　رَبَّكَ۔ اپنے رب کا　فِي الْقُرْاٰنِ۔ قرآن میں

وَحْدَهٗ۔ اکیلے کا　وَلَّوْا۔ تو پھر جاتے ہیں　عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ۔ اپنی پیٹھوں پر

نُفُوْرًا۔ نفرت کرتے　نَحْنُ۔ ہم　اَعْلَمُ۔ خوب جانتے ہیں　بِمَا۔ جو کچھ

يَسْتَمِعُوْنَ۔ سنتے ہیں　بِهٖ۔ اس کو　اِذْ۔ جب　يَسْتَمِعُوْنَ۔ وہ سنتے ہیں

وَاِذْ۔ اور جب　هُمْ۔ وہ　نَجْوٰى۔ مشورہ کرتے ہیں　اِذْ۔ جب

يَقُوْلُ۔ کہتے ہیں　الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالم　اِنْ۔ نہیں　تَتَّبِعُوْنَ۔ پیروی کرتے تم

اِلَّا۔ مگر　رَجُلًا۔ آدمی　مَّسْحُوْرًا۔ سحر زدہ کی　اُنْظُرْ۔ دیکھ

كَيْفَ۔ کس طرح　ضَرَبُوْا۔ بیان کرتے ہیں　لَكَ۔ تیرے لیے　الْاَمْثَالَ۔ مثالیں

فَضَلُّوْا۔ تو گمراہ ہوئے　فَلَا۔ پھر نہیں　يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ طاقت رکھتے　سَبِيْلًا۔ راہ کی

وَقَالُوْٓا۔ اور کہتے ہیں　ءَاِذَا۔ کیا جب　كُنَّا۔ ہو جائیں گے ہم　عِظَامًا۔ ہڈیاں

وَّرُفَاتًا۔ اور بوسیدہ　ءَاِنَّا۔ کیا ہم　لَمَبْعُوْثُوْنَ۔ اٹھائے جائینگے　خَلْقًا۔ پیدائش

جَدِيْدًا۔ نئی میں　قُلْ۔ کہہ　كُوْنُوْا۔ ہو جاؤ　حِجَارَةً۔ پتھر

اَوْ۔ یا　حَدِيْدًا۔ لوہا　اَوْ۔ یا　خَلْقًا۔ کوئی مخلوق

مِمَّا ۔ جو　یَکْبُرُ ۔ بڑی ہو　فِیْ صُدُوْرِکُمْ ۔ تمہارے دلوں میں
فَسَیَقُوْلُوْنَ ۔ تو جلدی کہیں گے　مَنْ ۔ کون　یُّعِیْدُنَا ۔ لوٹائے گا ہمیں
قُلِ ۔ کہہ دیجئے　الَّذِیْ ۔ وہ جس نے　فَطَرَکُمْ ۔ پیدا کیا تمہیں　اَوَّلَ ۔ پہلی
مَرَّۃٍ ۔ مرتبہ　فَسَیُنْغِضُوْنَ ۔ تو جلدی حرکت دیں گے　اِلَیْکَ ۔ تیری طرف
رُءُوْسَہُمْ ۔ اپنے سروں کو　وَیَقُوْلُوْنَ ۔ اور کہیں گے وہ　مَتٰی ۔ کب ہے
ھُوَ ۔ وہ　قُلْ ۔ کہہ دیجئے　عَسٰی ۔ ممکن ہے　اَنْ ۔ یہ کہ
یَّکُوْنَ ۔ ہو وہ　قَرِیْبًا ۔ قریب　یَوْمَ ۔ جس دن　یَدْعُوْکُمْ ۔ بلائے گا تمہیں
فَتَسْتَجِیْبُوْنَ ۔ تو جواب دو گے تم　بِحَمْدِہٖ ۔ اسکی حمد کے ساتھ　وَ ۔ اور
تَظُنُّوْنَ ۔ خیال کرو گے　اِنْ ۔ نہیں　لَّبِثْتُمْ ۔ ٹھہرے تم　اِلَّا قَلِیْلًا ۔ مگر تھوڑا

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵

"وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّکَّرُوْا وَمَا یَزِیْدُھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۔ اور بے شک ہم نے جمع کیے اس قرآن میں مختلف بیان تاکہ وہ سمجھیں اور اس سے نہیں بڑھتی انہیں مگر نفرت"۔

یعنی قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے دلیلوں ۔ مثالوں اور حکمتوں ۔ عبرتوں سے جا بجا یہ مضمون توحید انواع واقسام کے پیرایوں میں بیان فرمایا تاکہ یہ لوگ سمجھیں مگر ان میں کچھ نہ بڑھا سوائے نفرت کے اور حق سے دور ہی رہے۔

"قُلْ لَّوْ کَانَ مَعَہٗۤ اٰلِھَۃٌ کَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا ۔ فرما دیجئے اگر اس کے ساتھ اور خدا ہوتے جیسے یہ کہتے ہیں جب تو وہ ڈھونڈ نکالتے عرش کے مالک کی طرف کوئی راہ"۔

اور اس سے بر سر مقابلہ ہوتے جیسا کہ بادشاہوں کا طریقہ ہے کہ جب ان کے مقابلہ میں حریف ہوتا ہے تو اس سے جنگ کر کے یا خود مٹ جاتے ہیں یا اسے مٹا دیتے ہیں اسی بنا پر اسے برہان تمانع کہتے ہیں جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے۔

لَوْ کَانَ فِیْھِمَاۤ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا ۔ یہ بھی برہان تمانع ہے ۔ گویا اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ جل مجدہ کے سوا اور بھی خدا ہوتا تو لازمی طور پر وہ بھی مختار علی الاطلاق ہی ہوتا اس لیے کہ اگر وہ اپنے اختیار میں محدود ہوتا تو پھر خدا نہ ہوتا اور جب وہ اختیار میں مختار مطلق ہوتا تو جو کام ایک خدا کرنا چاہے

ضروری نہیں کہ دوسرے خدا کو اس سے اتفاق ہو بہر حال باہمی کشاکشی ہو کر تمام نظام میں فساد ہونا ضروری ہے اسی لیے لَفَسَدَتَا فرمایا اور یہی یہاں ارشاد ہوا کہ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا۔ جب تو وہ ڈھونڈ نکالتے عرش کے مالک کی طرف کوئی راہ۔ چنانچہ اسی کا رد فرمایا گیا۔

"سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِیْرًا۔ اسے پاکی اور برتری ہے ان کی ان باتوں سے بڑی بلندی"۔ اس لیے کہ وہ ذات اولاد اور اپنی ضد اور اپنے مقابل سے بلند و بالا ہے۔ قصیدہ بدء الامالی میں ہے ؎

وَمُسْتَغْنٍ اِلٰهِیْ عَنْ نِسَاءٍ وَاَوْلَادٍ اِنَاثٍ وَالرِّجَالِ
كَذَا عَنْ كُلِّ ذِیْ عَوْنٍ وَّنَصْرٍ تَفَرَّدَ ذُو الْجَلَالِ وَذُو الْمَعَالِیْ

اور میرا رب ذو الجلال مستغنی ہے عورتوں اور اولاد نر و مادہ ہے۔

ایسے ہی وہ مستغنی ہے ہر طرح کے یار و مددگار سے بیگانہ ہے بلند شان والا بے نیاز ہے۔

"تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ۚ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا۔ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر تسبیح کرتی ہے اس کی پاکی سے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے"۔

یہ تسبیح کرنا زبان حال سے اس طرح ہے کہ وہ اشیاء وجود صانع پر اور اس کی قدرت و حکمت پر دلالت کرتے ہیں۔

اور زبان قال سے یوں کہ اپنی اپنی زبان اور آوازیں چہکتے اور نغمہ سرائی کرتے ہیں۔ چنانچہ جمادات اور نباتات و حیوانات جتنی بھی مخلوق ہے وہ ایک آواز دیتی ہے چنانچہ

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور ہر شئے کی زندگی اس کی حسب حیثیت ہے۔

چنانچہ مفسرین فرماتے ہیں کہ دروازہ کھلنے کی آواز چھت کی کڑیوں کے چٹخنے کی کیفیت یہ بھی ان کی اپنی آوازیں تسبیح کرنا ہے اور ان سب کی تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتہائے مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوئے ہم نے دیکھے اور یہ بھی ہم نے دیکھا کہ کھاتے وقت کھانا تسبیح کرتا تھا (بخاری شریف)

حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھے میری بعثت کے زمانہ میں سلام کرتا تھا (مسلم شریف)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم لکڑی کے ایک ستون سے تکیہ لگا کر خطبہ فرمایا کرتے تھے جب منبر بنایا گیا اور حضور منبر پر جلوہ فرما ہوئے تو وہ ستون رویا حضور نے اس ستون پر دست کرم پھیرا اور شفقت فرمائی اسے تسکین دی (بخاری شریف)

اس واقعہ کو مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ بھی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

استنِ حنّانہ در ہجر رسول ۔۔۔ نالہ می زد ہمچو ارباب عقول

اس سے ثابت ہوا کہ جماد کلام اور تسبیح کرتے ہیں اور لٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ. لیکن تم نہیں سمجھ سکتے ان کی تسبیح۔ بہ ظاہر ہے کہ ہم جماد و نبات وحیوان کی تسبیح کیا سمجھ سکتے ہیں جبکہ ابناء جنس کی زبان سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کہیں اختلاف لغات حائل ہوتے ہیں کہیں دشواری ادراک مانع ہو جاتا ہے ایک کابلی ہم سے اپنا مقصد بغیر ترجمان ظاہر نہیں کر سکتا۔ ایک پنجابی ہندوستانی آسانی سے ایک تُرک سے بات کرنے میں معذور ہے ایک یورپین ایک انڈین سے اس وقت تک گفتگو نہیں کر سکتا جبتک اس کی زبان نہ جان لے یا وہ اس کی زبان نہ سمجھ لے تو پھر جمادات و نباتات کی تو دنیا ہی اور ہے۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں ہمارے دعوی کی تائید میں فرماتے ہیں۔

وَمَنْ تَتَبَّعَ الْاَحَادِيْثَ وَالْاٰثَارَ رَاٰى فِيْهَا مَا يَشْهَدُ بِمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ هٰذَا الْبَعْضُ شَهَادَةً لَّا تَكَادُ تَقْبَلُ التَّاوِيْلَ فَقَدْ صَحَّ سِمَاعُ تَسْبِيْحِ الْحَصَا فِيْ كَفِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

احادیث و آثار کے تتبع سے یہ شہادتیں ملتی ہیں جن کی تاویل نہیں ہو سکتی چنانچہ صحیح حدیث سے کنکریوں کی تسبیح دست مصطفی میں ثابت ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَاَخْرَجَ اَبُو الشَّيْخِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ ثَرِيْدٍ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا الطَّعَامَ يُسَبِّحُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَتَفْقَهُ تَسْبِيْحَهٗ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ لِرَجُلٍ اَدْنِ هٰذِهِ الْقَصْعَةَ مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ فَاَدْنَاهَا فَقَالَ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الطَّعَامُ يُسَبِّحُ فَقَالَ اَدْنِهَا مِنْ اٰخَرَ فَاَدْنَاهَا مِنْهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الطَّعَامُ يُسَبِّحُ ثُمَّ قَالَ رُدَّهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اُمِرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ جَمِيْعًا الخ۔

حضور کی خدمت میں ثرید لایا گیا حضور نے فرمایا یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے تو صحابہ نے عرض کیا حضور

آپ اس کی تسبیح سمجھ رہے ہیں فرمایا ہاں پھر ایک آدمی کو فرمایا یہ پیالہ اس آدمی سے اس آدمی کے قریب کرا انہوں نے سن کر عرض کیا ہاں حضور یہ تسبیح کر رہا ہے۔ الی آخر الحدیث

ابن مردویہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں قَالَ كُنَّا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعُدُّ الْاٰيَاتِ بَرَكَةً وَاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِيْفًا بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مَعَنَا مَاءٌ فَقَالَ لَنَا اُطْلُبُوْا مَنْ مَعَهُ فَضْلُ مَاءٍ فَاُتِيَ بِمَاءٍ فَوَضَعَهُ فِيْ اِنَاءٍ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ فِيْهِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَشَرِبْنَا مِنْهُ۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا نَسْمَعُ صَوْتَ الْمَاءِ وَتَسْبِيْحَهُ وَهُوَ يُشْرَبُ۔

فرماتے ہیں ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آیات کریمہ جمع کرتے تھے برکت کے لیے اور تم جمع کرتے ہو خوف کے لیے۔ ایک دن ہم حضور کی معیت میں تھے کہ ہمارے پاس پانی نہ رہا تو حضور نے فرمایا قافلہ کے جس جس آدمی کے پاس بچا ہوا پانی ہو وہ لاؤ۔ تو ہم نے تھوڑا سا پانی جمع کر کے ایک برتن میں بھر لیا اور حضور نے اپنا دست مبارک اس برتن میں ڈال دیا تو اس سے پانی انگلیوں سے جاری ہو گیا پھر فرمایا آؤ پاک مبارک اور برکت یہ جو اللہ تعالے سے ہے تو ہم نے اس پانی سے پیا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پانی میں سے تسبیح کی آواز سن رہے تھے اور پانی پی رہے تھے۔

ابن مردویہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ الضِّفْدَعِ وَقَالَ نَقِيْقُهَا تَسْبِيْحٌ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مینڈک مارنے کو منع فرمایا اور فرمایا اس کی ٹرجیسے نقیق کہتے ہیں تسبیح ہے۔

وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ فِي الزُّهْدِ وَاَبُو الشَّيْخِ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ مِنْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ اِنَّ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَتَى الْبَحْرَ فِيْ سَاعَةٍ فَصَلّٰى فَنَادَتْهُ ضِفْدَعٌ يَا دَاوٗدُ اِنَّكَ حَدَّثَتْ نَفْسُكَ اَنَّكَ قَدْ سَبَّحْتَ فِيْ سَاعَةٍ لَيْسَ يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهَا غَيْرُكَ وَاِنِّيْ فِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفِ ضِفْدَعٍ كُلُّهَا قَائِمَةٌ عَلٰى رِجْلٍ تُسَبِّحُ اللّٰهَ وَتُقَدِّسُهُ۔

داؤد علیہ السلام ایک ساعت کے لیے دریا پر تشریف لائے اور آپ نے نماز ادا کی تو ایک مینڈک پکارا حضور آپ آج ایک ساعت کو یہاں تشریف لائے اور تسبیح کی۔ آپ کے سوا کسی کو ذکر کرتے نہ دیکھا اور میں ستر ہزار مینڈکوں میں ہوں جو اپنے قدموں پر قائم ہیں اور ہم سب اللہ تعالے کی

حمد اور تقدیس بیان کرتے ہیں۔

اَخْرَجَ الْخَطِیْبُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ قَالَ کُنَّا عِنْدَ عَلِیِّ ابْنِ الْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فَمَرَّ بِنَا عَصَافِیْرُ یُصِحْنَ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا تَقُوْلُ ھٰذِہِ الْعَصَافِیْرُ قُلْنَا لَا قَالَ اَمَا اِنِّیْ مَا اَقُوْلُ اِنَّا نَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلٰکِنْ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہٗ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الطَّیْرَ اِذَا اَصْبَحَتْ سَبَّحَتْ رَبَّھَا وَسَاَلَتْہُ قُوْتَ یَوْمِھَا وَاِنَّ ھٰذِہٖ تُسَبِّحُ رَبَّھَا وَتَسْاَلُہٗ قُوْتَ یَوْمِھَا۔

فرماتے ہیں ہم حضرت شہزادہ گلگون قبا کی خدمت میں حاضر تھے تو ہم پر سے چڑیاں چہچہاتی ہوئی اڑیں تو آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے یہ چڑیاں کیا کہتی گذری ہیں ہم نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ میں علم غیب جانتا ہوں بلکہ میں نے اپنے والد ماجد سے سنا فرماتے تھے میں نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ہر پرندہ جب صبح کرتا ہے اپنے رب کی تسبیح کرکے اس دن کا رزق طلب کرتا ہے اور یہ چڑیاں تسبیح کرتی ہیں اپنے رب کی اور اس دن کا رزق طلب کرتی ہیں۔

وَاَخْرَجَ اَبُو الشَّیْخِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ وَابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مِثْلَ ذٰلِكَ

ایسا ہی حضرت ابو درداء سے ابو الشیخ راوی ہیں اور ابن مردویہ ابن مسعود سے۔ آگے چند اور احادیث بیان فرما کر آلوسی فرماتے ہیں۔

اِلٰی مَا لَا یَکَادُ یُحْصٰی مِنَ الْاَخْبَارِ وَالْاٰثَارِ وَھِیَ بِمَجْمُوْعِھَا مُتَعَاضِدَةٌ فِی الدَّلَالَةِ عَلٰی اَنَّ التَّسْبِیْحَ قَالِیٌّ کَمَا لَا یَخْفٰی وَھُوَ مَذْھَبُ الصُّوْفِیَّةِ وَذَکَرُوْا اَنَّ السَّالِكَ عِنْدَ وُصُوْلِہٖ اِلٰی بَعْضِ الْمَقَامَاتِ یَسْمَعُ تَسْبِیْحَ الْاَشْیَاءِ بِلُغَاتٍ شَتّٰی۔

حتیٰ کہ اخبار و آثار اس مبحث میں اتنے ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے اور وہ تمام مضامین ایک دوسرے سے متعاضد ہیں دلائل میں اس دعوی پر کہ یہ تسبیحات تمام قالی ہیں اور یہی مذہب صوفیاء کا ہے۔ اور وہ تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ سالک جب بعض مقامات حاصل کر لیتا ہے تو وہ اشیاء سے خود تسبیح مختلف لغات میں سنتا ہے۔

پھر امراض کو مخاطب فرما کر حضور کا حکم دینا کہ تو اس کے جسم سے نکل جا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ امراض بھی سنتے سمجھتے ہیں حیث قال۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ فِیْ دُعَائِہٖ لِلْحُمّٰی یَا اُمَّ مِلْدَمٍ اِنْ کُنْتِ اٰمَنْتِ بِاللّٰہِ تَعَالٰی فَلَا تَاْکُلِی اللَّحْمَ وَلَا تَشْرَبِی الدَّمَ وَلَا تَفُوْرِیْ مِنَ الْفَمِ وَانْتَقِلِیْ اِلٰی مَنْ

يَزْعُمُ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اُخْرٰى فَاَنْتَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بخار کے لیے مذکورہ دعا فرماتے تھے اس میں بخار کو مخاطب فرمایا اور یا ام ملام فرمایا۔

پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان دریائے نیل کے نام جاری فرمانا بھی مروی ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمین کو درّہ سے مارنا بھی ثابت ہے جبکہ وہ زلزلہ کی شکل میں حرکت کرنے لگی اور اسے فرمایا کہ اِنِّیْ اَعْدِلُ عَلَیْكِ میں تجھ پہ عدل کرتا ہوں پھر کیوں لرزتی ہے اور ایسی ایسی کتنی احادیث وروایات ہیں۔

قطع نظر اس کے آج ہم سائنسی کرشمے دیکھتے ہیں کہ

مٹی کی جنس سے چپڑی کی پلیٹ ایک انسان کی آواز اپنے اندر محفوظ کرکے بولنے لگتی ہے جو عام طور پر گراموفون میں دنیا سنتی ہے۔

تانبہ کا تار، سرمہ دونوں جماد اس پہ نوشادر اور کاربن اور زنگ کا جو تودہ جماد ہیں ایک ترکیبی اثر ایسا ہوتا ہے کہ ہزارہا میل ہماری آواز پہنچا دیتا ہے اس میں میگنٹ مشین جو ہوتی ہے وہ بھی جماد محض ہوتی ہے تو جماد جماد سے مل کر ایک جماد کی ترکیب سے وہ کام کرتا ہے کہ انسان نہیں کرسکتا مگر اسے انسان سے منصرف علی الاصوات بنا دیا گیا۔

ایروپلین تانبہ پیتل اور پٹرول سے ہوامیں اڑ رہا ہے

ریل گاڑی پانی۔ لوہا۔ تانبہ۔ پیتل سے ہزارہا آدمیوں کو ادھر سے ادھر لے جاتی ہے۔

ٹیلی ویژن لندن کی خبریں اور بولنے والے کی تصویر بلا کسی انسانی اعانت کے آپ کے گھر میں دکھا دیتا ہے۔

ٹیلی پرنٹر روزناموں کے دفتروں میں جا کر دیکھیں کہ وہ کیا کرشمہ دکھا رہا ہے۔

پھر یہ سب کچھ صرف اور صرف انسان کے دماغی اختراع کا نتیجہ ہے تو خاصان حق اگر اپنے اندر ایسی لطافت روحانی حاصل کرلیں کہ وہ سب کچھ سن کر سمجھنے لگیں تو استعجاب کیوں۔

آج تو وہ سائنسی ترقیاں کرشمہ دکھا رہی ہیں کہ انسان حیرت جلوہ گری بن کر رہ جاتا ہے۔ آپ جو بات کریں جس سے گفتگو کریں تقریر کریں سننے والے کا ذہن تمام کی تمام گفتگو اور تقریر کا حافظ نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ مشین جو برقی قوت سے لگا دی جاتی ہے وہ اپنے اندر آپ کا ایک ایک لفظ محفوظ رکھتی ہے

بلکہ جب آپ سننا چاہیں وہ سنا سکتی ہے۔
اس کے بعد بھی وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ پر عقل کے اندھے تسلیم کرنے میں متامل ہوں تو اللہ ہی ہدایت فرمانے والا ہے۔ آگے منکروں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔
"وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَکَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِہِمْ اَکِنَّۃً اَنْ یَّفْقَہُوْہُ وَفِیْٓ اٰذَانِہِمْ وَقْرًا" اور اے محبوب! جب پڑھا تم نے قرآن کر دیا ہم نے تم میں اور ان میں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک پردہ پوشیدہ اور کیا ہم نے ان کے دلوں پر غلاف تاکہ نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں ٹینٹ ٹھوس دیئے کہ سن نہ سکیں پردہ مخفی اس لیے کہ وہ حضور کو بنظر ایمان نہ دیکھ سکیں۔

اس آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ
جب سورہ تبت یدا نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی پتھر لے کر آئی اور حضور مع صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تشریف فرما تھے لیکن اس حجاب مستور کی وجہ سے وہ حضور کو نہ دیکھ سکی اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی تمہارے رسول کہاں ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے میری ہجو کی ہے۔ حضرت صدیق نے فرمایا "وہ کوئی شاعر نہیں جو تیری ہجو کرتے"۔
وہ یہ کہتی ہوئی واپس چلی گئی کہ "میں ان کا سر کچلنے کو یہ پتھر لائی تھی"
صدیق نے حضور سے عرض کیا "تعجب ہے وہ حضور کو نہ دیکھ سکی"
فرمایا "اللہ تعالے نے میرے اور اس کے مابین ایک فرشتہ حائل کر دیا تھا" اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
اور اکنۃ کے معنی اغطیہ ہیں یعنی غلاف یہ کنان کی جمع ہے
اور وَقْرًا کے معنی صمم و ثقل عظیم مراد ہے جو مانع سماعت ہوتا ہے۔
اور جبائی کہتے ہیں اِنَّ الْمُرَادَ بِالْحِجَابِ مَا یَحْجُبُہُمْ عَنْ اِیْذَاءِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذٰلِکَ اَنَّہُمْ کَانُوْا یَقْصُدُوْنَہٗ اِذَا قَرَءَ لِیُؤْذُوْہُ فَامَنَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی حجاب سے مراد وہ ہے جو حضور کو کفار کی ایذاء سے محفوظ کرے بر اس وجہ میں کہا کہ جب حضور قرآن کریم تلاوت فرماتے تو مشرکین قصد ایذاء دہی کرتے تو اللہ تعالے نے آپ کو اس سے امن میں رکھا۔
اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اَلْمُرَادُ حِجَابٌ مَّنَعَہُمْ رُؤْیَتَہٗ شَخْصِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حجاب سے مراد حضور کے دیکھنے سے مانع ہے۔

فَقَدْ اَخْرَجَ اَبُوْ یَعْلٰی وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَہٗ وَابْنُ مَرْدَوَیْہِ وَالْبَیْہَقِیُّ مَعًا فِی الدَّلَائِلِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَہَبٍ وَّتَبَّ اَقْبَلَتِ الْعَوْرَاءُ اُمُّ جَمِیْلٍ وَلَہَا وَلْوَلَۃٌ وَفِیْ یَدِہَا فِہْرٌ وَہِیَ تَقُوْلُ۔

مُذَمَّمًا اَبَیْنَا۔ وَدِیْنَہٗ قَلَیْنَا۔ وَاَمْرَہٗ عَصَیْنَا

ہم نے مذمم (محمد) کی نافرمانی کی۔ اور اس کے دین کو اکھاڑ پھینکا اور ان کے احکام کے ہم مخالف ہیں۔

اور حضور تشریف فرما تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور کے پہلو میں تھے۔ صدیق نے عرض کیا حضور ام جمیل آئی تو مجھے خوف ہوا کہ اس بھینگی کے ہاتھ میں پتھر تھا اور سورۃ تبت یدا نازل ہوئی تھی۔ کہیں یہ حضور کو دیکھ نہ لے۔ حضور نے فرمایا وہ ہمیں ہرگز نہ دیکھ سکتی تھی۔ اس نے آکر کہا اور حضور کو نہ دیکھ سکی کہنے لگی یَا اَبَا بَکْرٍ بَلَغَنِیْ اَنَّ صَاحِبَکَ ھَجَانِیْ۔ اے ابوبکر مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے میری ہجو کی ہے۔

فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ لَا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ مَا ھَجَاکِ۔ صدیق نے فرمایا رب کعبہ کی قسم آپ نے تیری ہجو نہیں فرمائی۔

فَانْصَرَفَتْ وَہِیَ تَقُوْلُ قَدْ عَلِمَتْ قُرَیْشٌ اَنِّیْ بِنْتُ سَیِّدِھَا۔ تو وہ واپس ہوگئی یہ کہتی ہوئی کہ قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں۔

ایک روایت میں ہے قَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّہَا لَمْ تَرَکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَالَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہَا جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ صدیق نے عرض کیا حضور کو وہ نہ دیکھ سکی حضور نے فرمایا میرے اور اس کے مابین جبریل حائل تھے۔

"وَاِذَا ذَکَرْتَ رَبَّکَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَہٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ نُفُوْرًا۔ اور تم قرآن میں اپنے تنہا رب کی یاد کرتے ہو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں نفرت کرتے"۔

"نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِہٖٓ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ وَاِذْ ھُمْ نَجْوٰٓی اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۔ ہم جانتے ہیں جس لیے وہ اسے سنتے ہیں جب آپ کی طرف وہ کان لگاتے ہیں اور جب آپس میں مشورہ کرتے ہیں تو ظالم کہتے ہیں تم پیچھے نہیں لگتے مگر ایک ایسے مرد کے جس پر جادو ہوا ہے"۔

یعنی آپ کی تلاوت قرآن مشرکین جب سنتے ہیں تو تمسخر اور تکذیب کرنے کے لیے مسخری کرتے

واپس لوٹتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے حضور کو مجنون مسحور کہتے ہیں۔ بعض جادوگر اور کاہن کہہ کر مخالفت کرتے ہیں بعض شاعر کہہ دیتے ہیں۔

"اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۔ دیکھو کیسی تشبیہیں دیں تمہیں تو گمراہ ہوئے راہ نہیں پا سکتے"۔

"وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا۔ اور بولے کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم اٹھیں گے نئی پیدا وار سے"۔

گویا مشرکین بڑے تعجب سے بولے اور مر کر خاک میں مل جانے کے بعد زندہ کیے جانے کو بہت بعید سمجھا۔ اس کا رد اللہ تعالے نے فرمایا اور جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا۔ اور رُفات ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو ٹوٹ کر گل جائے یہ بروزن دُقاق وفُتات ہے۔

"قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا۔ فرما دیجیے کہ پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا اور کوئی مخلوق جو بڑی ہو تمہارے خیال میں تو اب کہیں گے ہمیں کون پھر پیدا کرے گا۔ فرما دیجیے وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تو اب تمسخر کرتے تمہاری طرف سر ہلا کر کہیں گے یہ کب ہو گا فرما دیجیے شاید کہ وہ ہو جائے عنقریب"

یعنی پتھر لوہا یا ایسی کسی مخلوق میں ہو جاؤ جو حیات سے دور ہو اور جان اس سے کبھی متعلق نہ ہوئی ہو تب بھی اللہ تعالے تمہیں تمہاری پہلی حالت میں واپس کرے گا چہ جائے کہ ہڈیاں اور اس جسم کے ذرات زندہ فرمانا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے یہ استبعاد عقل مخلوق کے لیے ہے نہ کہ خالق کے لیے اور ان ہڈیوں سے تو روح پہلے متعلق رہ چکی ہے۔

پھر تعجب میں جاہل کہتے ہیں کہ اسے کون واپس زندہ کرے گا انہیں فرما دیجیے وہی پیدا کریگا جس نے تمہیں نیست سے ہست کیا تو اس کے جواب سنکر سَيُنْغِضُوْنَهَا هُوَ لَكَ اِسْتِهْزَاءً۔ سر ہلاتے اور تمسخر کرتے ہیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور آپ نے نَغَضَ كَنَصَرَ وَضَرَبَ نَغْضًا وَّنُغُوْضًا وَّنَغَضَانًا کی مثال پر قول شاعر فرمایا۔

اَنُنْغِضُ فِيْ يَوْمِ الْفِخَارِ وَقَدْ تَرٰى ‏ ‏ خُيُوْلًا عَلَيْهَا كَالْاُسُوْدِ ضَوَارِبَا

دوسرا شعر اور فرمایا۔

اَيُنْغِضُ نَحْوِيْ رَاْسَهٗ وَاَقْنَعَا ‏ ‏ كَاَنَّهٗ يَطْلُبُ شَيْئًا اَطْمَعَا

ترجمہ:۔ کیا ہم فخر کے دن اپنے سر جھکا دیں گے حالانکہ تو دیکھتا ہے کہ گھوڑے ہیں اور ان پر شیروں جیسے جنگی سوار ہیں۔

کیا وہ میری طرف اپنا سر جھکاتا ہے اور نیچا کرتا ہے۔ گویا کہ وہ کوئی بڑی لالچ کی چیز طلب کرتا ہے۔
قاموس میں ہے نَغَضَ کَنَصَرَ وَضَرَبَ۔ نَغْضًا وَ نُغُوْضًا وَ نَغَضَانًا مُحَرَّکَتَیْنِ تَحَرَّکَ وَ اضْطَرَبَ کَاَنْغَضَ وَ تَحَرَّکَ۔

وَفَسَّرَ الْفَرَّاءُ اَنَّ نَغَاضَ بِتَحْرِیْکِ الرَّاْسِ بِارْتِفَاعٍ وَانْخِفَاضٍ۔
وَقَالَ اَبُو الْهَیْثَمِ مَنْ اُخْبِرَ بِشَیْءٍ فَحَرَّکَ رَاْسَہٗ اِنْکَارًا لَہٗ فَقَدْ اَنْغَضَ رَاْسَہٗ فَکَاَنَّہٗ یُحَرِّکُوْنَ رُؤُسَھُمْ اِنْکَارًا۔

خلاصۂ تحقیق لغوی یہ ہے کہ کسی شے کی خبر سن کر سر ہلانا انکار کرنا ہے اس خبر سے تو یہی انغاض راس کے معنی ہیں گویا یہ معنی ہوئے کہ اب وہ سر ہلائیں گے انکار کرتے ہوئے۔

اور ان کا یہ کہنا کہ مَتٰی ہُوَ یہ بھی تمسخر واستہزاء کے لیے ہے لہذا فرما دیجئے شاید عنقریب ہو۔
"یَوْمَ یَدْعُوْکُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِہٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا۔ جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے چلے آؤ گے اور گمان کرو گے کہ نہ رہے ہم (دنیا میں) مگر تھوڑے (دن)"
یعنی وہ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ قیامت کب ہوگی اور مردے کب اٹھائے جائیں گے تو آپ فرما دیجئے اس دن قیامت آئے گی جس دن وہ تمہیں بلائے گا اور تم اس کی آواز پر اپنی قبروں سے موقف قیامت کی طرف اپنے سروں سے خاک جھاڑتے اور سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ کہتے اور اقرار کرتے اٹھو گے کہ اللہ ہی پیدا کرنے والا اور مرنے کے بعد اٹھانے والا ہے اور دنیا میں یا قبر میں ہم نہیں رہے مگر بہت کم دن۔

با محاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۂ بنی اسرائیل۔ پ۱۵

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَھُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ہ

اور فرما دیجئے میرے بندوں کو کہ کہیں وہ بات جو سب سے اچھی ہو بیشک شیطان فساد ڈالتا ہے ان کے آپس میں بے شک شیطان آدمی کے لیے کھلا دشمن ہے۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ط اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ وَاِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ط وَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ٥

تمہارا رب خوب جانتا ہے تمہیں اگر چاہے رحم کرے تم پر اور اگر چاہے عذاب دے تمہیں اور ہم نے تمہیں ان پر وکیل بنا کر نہیں بھیجا۔

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ٥

اور تمہارا رب خوب جانتا ہے انہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور بے شک ہم نے فضیلت دی بعض نبیوں کو بعض پر اور دی ہم نے داؤد کو زبور۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ٥

فرما دیجئے پکارو انہیں جنہیں اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو نہیں اختیار انھیں تم سے تکلیف دور کرنے کا اور نہ پھیرنے کا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ط اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ٥

وہ جنہیں یہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا وہ خود چاہتے ہیں اپنے رب کی طرف وسیلہ کہ کون ہے زیادہ قریب اور امید کرتے ہیں اپنے رب کی رحمت کی اور خائف ہیں اس کے عذاب سے بیشک عذاب تیرے رب کا ہے ڈرنے کی چیز۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ط كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ٥

اور کوئی بستی نہیں مگر ہم اسے ہلاک کر دیں گے پہلے قیامت سے یا عذاب دیں گے سخت عذاب یہ ہے یہی کتاب میں لکھا ہوا۔

وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ط وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ط وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ٥

اور نہیں روکا اس سے کہ بھیجیں ایسی نشانیاں مگر یوں ہے کہ جھٹلایا انھیں پہلوں نے اور دیا ہم نے ثمود کو ناقہ آنکھیں کھولنے کو تو ظلم کیا انہوں نے اس پر اور نہیں بھیجتے ہم نشانیاں مگر ڈرانے کے لیئے۔

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ط وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْ

اور جب ہم نے فرمایا تمہیں کہ بیشک تمہارا رب محیط ہے لوگوں پر اور نہ کیا ہم نے وہ دکھاوا جو

اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ؕ

تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کے امتحان کے لیے اور وہ شجر ملعونہ قرآن میں اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو انہیں بڑھتی مگر سرکشی۔

حل لغات چھٹا رکوع۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

وَقُلْ۔ اور کہہ | لِعِبَادِيْ۔ میرے بندوں کو | يَقُوْلُوْا۔ کہ کہیں | الَّتِيْ وہ بات

هِيَ۔ کہ وہ | اَحْسَنُ۔ بہتر ہو | اِنَّ۔ بیشک | الشَّيْطَانَ۔ شیطان

يَنْزَغُ۔ فساد ڈالتا ہے | بَيْنَهُمْ۔ ان کے درمیان | اِنَّ۔ بیشک | الشَّيْطَانَ۔ شیطان

كَانَ۔ ہے | لِلْاِنْسَانِ۔ انسان کا | عَدُوًّا۔ دشمن | مُّبِيْنًا۔ کھلا ہوا

رَبُّكُمْ۔ تمہارا رب | اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے | بِكُمْ۔ تم کو | اِنْ۔ اگر

يَّشَاْ۔ چاہے تو | يَرْحَمْكُمْ۔ رحم کرے تم پر | اَوْ اِنْ۔ یا اگر | يَّشَاْ۔ چاہے تو

يُعَذِّبْكُمْ۔ سزا دے تم کو | وَمَا۔ اور نہ | اَرْسَلْنٰكَ۔ بھیجا ہم نے تمہیں | عَلَيْهِمْ۔ ان پر

وَكِيْلًا۔ کارساز | وَرَبُّكَ۔ اور تیرا رب | اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے | بِمَنْ۔ ان کو جو

فِي السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں میں ہے | وَالْاَرْضِ۔ اور زمین میں | وَلَقَدْ۔ اور بیشک

فَضَّلْنَا۔ بزرگی دی ہم نے | بَعْضَ۔ بعض | النَّبِيّٖنَ۔ نبیوں کو | عَلٰى۔ اوپر

بَعْضٍ۔ بعض کے | وَاٰتَيْنَا۔ اور دی ہم نے | دَاوٗدَ۔ داؤد کو | زَبُوْرًا۔ زبور

قُلِ۔ کہہ | ادْعُوا۔ پکارو | الَّذِيْنَ۔ جن کو | زَعَمْتُمْ۔ خیال کرتے ہو تم

مِّنْ دُوْنِهٖ۔ ان کے سوا | فَلَا۔ پھر نہیں | يَمْلِكُوْنَ۔ اختیار رکھتے | كَشْفَ۔ کھولنے

الضُّرِّ۔ تکلیف کا | عَنْكُمْ۔ تم سے | وَلَا۔ اور نہ | تَحْوِيْلًا۔ پھیرنے کا

اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ | الَّذِيْنَ۔ وہ ہیں | يَدْعُوْنَ۔ جو پکارتے ہیں | يَبْتَغُوْنَ۔ ڈھونڈتے ہیں

اِلٰى۔ طرف | رَبِّهِمُ۔ اپنے رب کی | الْوَسِيْلَةَ۔ وسیلہ | اَيُّهُمْ۔ کہ کون ان میں سے

اَقْرَبُ۔ زیادہ قریب ہے | وَيَرْجُوْنَ۔ اور امید رکھتے ہیں | رَحْمَتَهٗ۔ اسکی رحمت کا

وَيَخَافُوْنَ۔ اور ڈرتے ہیں | عَذَابَهٗ۔ اسکے عذاب سے | اِنَّ۔ بیشک | عَذَابَ۔ عذاب

رَبِّكَ۔ تیرے رب کا | كَانَ۔ ہے | مَحْذُوْرًا۔ ڈرنے کی چیز اور | وَاِنْ۔ نہیں

مِّنْ قَرْيَةٍ۔ کوئی بستی	اِلَّا۔ مگر	نَحْنُ۔ ہم	مُهْلِكُوْهَا۔ ہلاک کرنے والے
ہیں اس کو	قَبْلَ۔ پہلے	يَوْمِ۔ دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے
اَوْ۔ یا	مُعَذِّبُوْهَا۔ سزا دینے والے ہیں اسکو		عَذَابًا۔ سزا
شَدِيْدًا۔ سخت	كَانَ۔ ہے	ذٰلِكَ۔ یہ	فِي الْكِتٰبِ۔ کتاب ہیں
مَسْطُوْرًا۔ لکھا ہوا	وَمَا۔ اور نہ	مَنَعَنَا۔ روکا ہمیں	اَنْ۔ یہ کہ
نُّرْسِلَ۔ بھیجیں ہم	بِالْاٰيٰتِ۔ نشانیاں	اِلَّآ اَنْ۔ مگر یہ کہ	كَذَّبَ۔ جھٹلایا
بِهَا۔ ان کو	الْاَوَّلُوْنَ۔ پہلوں نے	وَاٰتَيْنَا۔ اور دی ہمنے	ثَمُوْدَ۔ ثمود کو
النَّاقَةَ۔ اونٹنی	مُبْصِرَةً۔ دکھانے والی	فَظَلَمُوْا۔ توظلم کیا انہوں نے	بِهَا۔ اس پر
وَمَا۔ اور نہیں	نُرْسِلُ۔ بھیجتے ہم	بِالْاٰيٰتِ۔ نشانیاں	اِلَّا۔ مگر
تَخْوِيْفًا۔ ڈرانے کو	وَاِذْ۔ اور جب	قُلْنَا۔ کہا ہمنے	لَكَ۔ تجھ کو
اِنَّ۔ بیشک	رَبَّكَ۔ تیرے رب نے	اَحَاطَ۔ گھیر لیا ہے	بِالنَّاسِ۔ لوگوں کو
وَمَا۔ اور نہ	جَعَلْنَا۔ بنائی ہم نے	الرُّءْيَا۔ خواب	الَّتِيْ۔ وہ جو
اَرَيْنٰكَ۔ دکھائی تھی ہمنے تجھے		اِلَّا۔ مگر	فِتْنَةً۔ امتحان
لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے	وَالشَّجَرَةَ۔ اور درخت	الْمَلْعُوْنَةَ۔ ملعون	فِي الْقُرْاٰنِ۔ قرآن ہیں
وَنُخَوِّفُهُمْ۔ اور ہم ڈراتے ہیں ان کو		فَمَا۔ تو نہیں	يَزِيْدُهُمْ۔ بڑھتی ان کو
اِلَّا۔ مگر	طُغْيَانًا۔ سرکشی	كَبِيْرًا۔ بڑی	

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع۔ سورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

"وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا۔ اور فرما دیجئے میرے بندوں کو کہیں وہ بات جو سب سے اچھی ہو۔ بیشک شیطان فساد ڈالتا ہے ان کے آپس ہیں بے شک شیطان آدمی کے لیے کھلا دشمن ہے"۔

یعنی ہمارے مومن بندوں کو یہ تہذیب ہو کہ وہ جب مشرکین یا کسی گمراہ فرقے سے گفتگو کریں تو اچھے محاوروں ہیں کریں خشونت اور بدکلامی سے نہ کریں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اہل کتاب سے مجادلہ نہ کرو مگر ایسی گفتگو کرد

کہ وہ اچھی ہو نرم اور پاکیزہ ہو ادب اور تہذیب کی ہو ارشاد و ہدایت کی ہو اگرچہ کفار و مشرکین بیہودہ طریق سے بولیں انہیں جواب ان کے انداز کلام میں نہ دیا جائے۔

شان نزول آیۂ کریمہ کا یہ ہے۔

جب مشرکین مسلمانوں کے ساتھ بدکلامیاں کرتے انھیں ایذائیں دیتے تو وہ بارگاہ رسالت میں حاضر آکر اس امر کی شکایت کرتے اس پر مومنین کو یہ حکم آیات جہاد سے قبل نازل ہوا اور مومنین کو ہدایت کی گئی کہ وہ کفار کی جاہلانہ باتوں کا ویسا ہی جواب نہ دیں بلکہ یَہْدِیْکُمُ اللّٰہُ کہہ کر ٹال دیں بعدازاں اس حکم کا نسخ اس آیۂ کریمہ سے ہوا یَااَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت فاروق اعظم خلیفۃ المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ایک مشرک نے آپ کی شان میں بیہودہ کلمہ زبان سے نکالا تھا اللہ تعالےٰ نے آپ کو تلقین صبر فرما کر معاف فرمانے کا حکم دیا۔

اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْزَغُ بَیْنَھُمْ۔ کی تفسیر علامہ آلوسی کرتے ہیں اَیْ یُفْسِدُ وَیُھَیِّجُ الشَّرَّ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُشْرِکِیْنَ بِالْمُخَالَفَۃِ۔ یعنی شیطان فساد ڈال کر مومن و مشرک میں شر برانگیختہ کرتا ہے اور غضب و غصہ پھیلاتا ہے اور وہ انسان کا کھلا دشمن ہے۔

"رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِکُمْ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْکُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْکُمْ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْھِمْ وَکِیْلًا۔ تمہارا رب تمہیں جانتا ہے وہ چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تمہیں عذاب کرے اور ہم نے تمہیں ان پر وکیل بنا کر نہ بھیجا"

یعنی توفیق ایمان کا علم اللہ تعالےٰ کو ہے اگر وہ چاہے تمہیں عذاب دے اور کفر پر ہی تمہاری موت ہو۔ اس لیے کہ عَلِّقُوْا اَمْرَھُمْ عَلٰی مَشِیَّۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَا تُصَرِّحُوْا بِاَنَّہٗ مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَاِنَّہٗ مِمَّا یُھَیِّجُھُمْ عَلَی الشَّرِّ مَعَ اَنَّ الْخَاتِمَۃَ مَجْھُوْلَۃٌ لَّا یَعْلَمُھَا غَیْرُہٗ تَعَالٰی فَلَعَلَّہٗ سُبْحٰنَہٗ یَھْدِیْھِمْ اِلَی الْاِیْمَانِ۔ سب کے معاملہ مشیت الٰہی پر معلق کرو اور اس امر کی تصریح نہ کرو کہ وہ اہل نار سے ہے سوا اس کے جو شر اٹھانے میں پیش پیش ہو اس پر گمان کیا جاتا ہے باآنکہ پھر بھی اس کا خاتمہ مجہول ہوتا ہے کوئی نہیں جانتا سوا اللہ تعالےٰ کے تو ممکن ہے کہ شاید اللہ تعالےٰ اسے ایمان کی طرف ہدایت فرما دے۔

چنانچہ آخر میں فرما دیا وَمَا اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْھِمْ وَکِیْلًا۔ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا ان پر وکیل بنا کر۔

آلوسی فرماتے ہیں ای موکولا و مفوضا الیک امرھم تقسرھم علی الاسلام و تجبرھم علیہ وانما ارسلنٰک بشیرا و نذیرا فدارھم وامر اصحابک بمداراتھم و تحمل اذیتھم و ترک المشاقۃ معھم وھذا قبل نزول اٰیۃ السیف۔

یعنی ان کا ہر معاملہ آپ کی سپردگی میں نہیں کہ آپ اسلام لانے پر جبر فرمائیں بلکہ ہم نے آپ کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تو اپنے اصحاب کو ان کی مدارات پر مائل فرمائیں اور ان کی اذیتوں پر برداشت کی تعلیم دیں۔ یہ حکم آیۂ سیف سے قبل تک رہا۔

"وربک اعلم بمن فی السمٰوٰت والارض۔ اور تمہارا رب خوب جانتا ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں"۔

اور ان کے احوال ظاہری و باطنی کا اسی کو علم ہے وہ ان میں سے جسے چاہے نبوت کے لیے اور جسے چاہے ولایت کے لیے اختیار فرمائے۔ جس کی طرف حکمت الٰہیہ نے اہلیت کا توازن فرمایا اسے اسی منصب پر فائز کر دیا۔ وھو رد علیھم اذ قالوا بعید ان یکون یتیم ابن ابی طالب نبیا۔ یہ مشرکین کا اس وقت رد کیا گیا جبکہ انہوں نے کہا کہ یہ بعید ہے کہ یتیم ابن ابی طالب نبی کیا جائے وان یکون العراۃ الجوع کصھیب و بلال و خباب و غیرھم اصحابہ دون ان یکون ذالک من الاکابر والصنادید۔ اور ان کے اصحاب بھوکے ننگے مثل صہیب و بلال و خباب کے ہوں اور اکابر و صنادید نہ ہوں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ من فی السمٰوٰت بغرض ابطال قول مشرکین فرمایا جو انہوں نے کہا لولا انزل علینا الملٰئکۃ اور والارض ان کے اس قول کے رد میں ارشاد ہوا جو انہوں نے کہا تھا لولا نزل ھذا القراٰن علی رجل من القریتین عظیم۔ آگے ارشاد ہے۔

"ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض واٰتینا داود زبورا۔ اور بے شک فضیلت دی ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر اور عطا فرمائی ہم نے داؤد کو زبور"۔

یعنی انبیاء کرام کو ان کے مخصوص فضائل کے ساتھ ہم نے فضیلت عطا فرمائی جیسے حضرت ابراہیم خلیل کو فضیلت خلت سے نوازا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ بنایا اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو حبیب اللہ کا منصب دیا اور حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرما کر اعزاز بخشا۔

زبور کے متعلق یہ امر مسلم ہے کہ وہ کتاب الٰہی تھی۔ اس میں ایک سو پچاس سورتیں تھیں اور سب میں دعا تھی اور اللہ تعالےٰ کی ثنا اور اس کی تحمید و تمجید۔ اس میں حلال و حرام کا بیان نہ تھا اور نہ اس میں

فرائض وحدود و احکام تھے۔

اس آیۂ کریمہ میں خصوصیت سے حضرت داؤد علیہ السلام کا نام مبارک لے کر فرمانے پر مفسرین نے چند وجوہ بیان کی ہیں۔

اول یہ کہ اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ انبیاء کرام میں اللہ تعالے نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا کی یا آنکہ آپ کو نبوت کے ساتھ ملک بھی عطا فرمایا تھا لیکن اس کا ذکر نہ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالے کے نزدیک جو فضیلت علم کی ہے وہ مال و ملک کی نہیں تو جو چیز موجب فضیلت تھی اس کا تذکرہ فرما دیا اور نبوت کی نعمت سے تو سب ہی ممتاز ہیں لہذا اس کا علم تفضیل حاصل تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالے نے زبور میں فرمایا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ان کی امت خیر الامم ہے۔ اسی سبب سے آیۂ کریمہ میں حضرت داؤد علیہ السلام اور زبور کا ذکر خصوصیت سے فرمایا گیا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ یہود کا گمان تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں اور توریت کے بعد کوئی کتاب نہیں اس آیۂ کریمہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمانے کا تذکرہ فرما کر یہود کی تکذیب فرمادی اور ان کا دعوی باطل کر دیا۔

غرضکہ یہ آیۂ کریمہ حضور سید یوم النشور خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثنا کی فضیلت کبری پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی میں بھی یہی فرماتے ہیں۔

بَيَانٌ بِحَيْثِيَّتِهِ تَفْضِيْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاِنَّهٗ بِاٰيَاتِهِ الزَّبُوْرَ لَا بِاٰيَاتِهِ الْمُلْكَ وَالسَّلْطَنَةَ وَفِيْهِ اِيْذَانٌ بِتَفْضِيْلِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ كَوْنَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ خَاتِمَ الْاَنْبِيَاءِ وَاُمَّتُهٗ خَيْرُ الْاُمَمِ مِمَّا تَضَمَّنَهُ الزَّبُوْرُ۔ اس کا مفہوم اوپر بیان ہو چکا ہے۔

وَقَدْ اَخْبَرَ سُبْحٰنَهٗ عَنْ ذٰلِكَ بِقَوْلِهٖ عَزَّ قَائِلًا وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِى الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ يَعْنِىْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمَّتَهٗ۔

اور اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالے نے خبر دی کہ ہم نے زبور میں لکھ دیا بعد ذکر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت ہے۔

تحقیق لفظ زبور

وَالزَّبُوْرُ فِی الْاَصْلِ وَصْفٌ لِلْمَفْعُوْلِ کَالْحَلُوْبِ اَوْ مَصْدَرٌ کَالْقَبُوْلِ نَعَمْ هٰذَا الْوَزْنُ فِی الْمَصَادِرِ قَلِیْلٌ وَالْاَکْثَرُ ضَمُّ الْفَاءِ وَبِهٖ قَرَأَ حَمْزَةُ۔ زبور اصل میں وصف للمفعول ہے جیسے حلوب یا مصدر ہے مثل قبول البتہ یہ وزن مصادر میں کم ہے اور اکثر نے بضم فاء پڑھا ہے اور حمزہ نے اسی قراءة پر پڑھا۔ یعنی زُبور۔

وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی هٰذِهِ الْقِرَاءَةِ جَمْعَ زِبْرٍ بِکَسْرِ الزَّاءِ بِمَعْنٰی مَزْبُوْرٍ ثُمَّ جُعِلَ عَلَمًا لِلْکِتٰبِ الْمَخْصُوْصِ وَلَیْسَ فِیْهِ مِنَ الْاَحْکَامِ شَیْءٌ۔ یہ ایک علمی مجموعہ ہے اور اس میں احکام وغیرہ کچھ نہ تھے۔

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ الرَّبِیْعِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ الزَّبُوْرُ ثَنَاءٌ عَلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَدُعَاءٌ وَتَسْبِیْحٌ۔ زبور اللہ تعالٰے کی ثناء اور دعاء اور تسبیح کا ذخیرہ ہے۔

وَاَخْرَجَ هُوَدُبْنُ جَرِیْرٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ کُنَّا نُحَدِّثُ اَنَّ الزَّبُوْرَ دُعَاءٌ عُلِّمَهٗ دَاوٗدُ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَتَحْمِیْدٌ وَتَمْجِیْدٌ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَیْسَ فِیْهِ حَلَالٌ وَلَاحَرَامٌ وَلَا فَرَائِضُ وَلَاحُدُوْدٌ۔ زبور دعا ہے جو داؤد علیہ السلام کو سکھائی گئی اور تحمید و تمجید اللہ عزوجل کا خزینہ ہے اس میں حلال وحرام اور فرائض وحدود کا ذکر نہیں۔

ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں اِنَّهٗ مَکْتُوْبٌ فِیْهِ۔ اس میں بھی لکھا تھا

اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مَلِكُ الْمُلُوْكِ قُلُوْبُ الْمُلُوْكِ بِیَدَیَّ فَاَیُّمَا قَوْمٍ کَانُوْا عَلٰی طَاعَتِیْ جَعَلْتُ الْمُلُوْكَ عَلَیْهِمْ رَحْمَةً وَاَیُّمَا قَوْمٍ کَانُوْا عَلٰی مَعْصِیَتِیْ جَعَلْتُ الْمُلُوْكَ عَلَیْهِمْ نِقْمَةً فَلَا تَشْغَلُوْا اَنْفُسَکُمْ بِسَبِّ الْمُلُوْكِ وَلَا تَتُوْبُوْا اِلَیْهِمْ وَتُوْبُوْا اِلَیَّ اُعَطِّفْ قُلُوْبَهُمْ عَلَیْکُمْ۔

میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں مگر میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ شاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں تو جو قوم میری اطاعت میں رہے ان کے بادشاہوں کو ان کے لیے رحمت بنا دیتا ہوں۔ اور جو قوم معصیت شعار ہو ان کے حکمرانوں کو ان پر عذاب بنا دیتا ہوں تو تم سب و شتم حکمرانوں میں اپنے نفسوں کو مشغول نہ کرو اور ان کی طرف توبہ نہ کرو بلکہ میری طرف توبہ کرو میں ان کے دل تمہاری طرف مائل کر دونگا

"قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا" فرما دیجئے انہیں کہ پکارو انہی کو جنہیں اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور

کرنے کا اور نہ پھیر دینے کا"۔

شانِ نزول آیہ کریمہ یہ ہے کہ اِنَّ الْمُشْرِکِیْنَ اَصَابَہُمْ قَحْطٌ شَدِیْدٌ اَکَلُوْا فِیْہِ الْکِلَابَ وَالْجِیَفَ فَاسْتَغَاثُوْا بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیَدْعُوَ لَہُمْ فَنَزَلَتْ۔

جب کفارِ مکہ پر قحط شدید آیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ کتے اور مردار کھا گئے۔ حتیٰ کہ بارگاہ رحمت پناہ میں فریاد لے کر آئے اور آپ سے دعا کی التجا کی۔ اس پر جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوا کہ آج یہ آپ کے حضور استغاثہ کرنے آئے ہیں انہیں فرما دیجئے کہ جب تم بتوں کو معبود مانتے ہو تو انہیں کو پکارو تاکہ وہ تمہاری مدد کریں اور جب تم جانتے ہو کہ وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے تو انہیں اللہ کے سوا کیوں خدا مانتے ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام اور اولیاء کرام اور ملائکہ یہ سب وہ ہمارے مقرب بندے ہیں کہ

"اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا - یہ وہ بندے ہیں جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں کہ وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اور اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈر والا ہے"۔

اور مقربین خاص میں سے فرشتے انبیاء اولیاء ذاتی اختیار نہیں رکھتے کہ وہ اپنی ذاتی قوت سے تمہاری تکلیف دور کر دیں بلکہ وہ وسیلہ اس کا خود ڈھونڈتے ہیں کہ اللہ تعالے کے ساتھ کون قریب ہے - جیسے آدم علیہ السلام نے اپنی دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کیا اور عرض کیا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ بِحُرْمَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت ایک جماعت عرب کے حق میں نازل ہوئی جو جنات کے ایک گروہ کو پوجتے تھے اور وہ جن جب اسلام لے آئے اور ان کے پوجنے والے اس سے بےخبر رہے تو اللہ تعالے نے انہیں عار دلائی اور فرمایا کہ جنہیں تم پوج رہے ہو وہ ہمارے حضور سربسجود ہیں اور ہماری طرف ہمارے مقربوں کا وسیلہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ اس سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ مقربان بارگاہ الٰہی کا وسیلہ لینا جائز ہے بلکہ اللہ کے مقربوں کا یہ طریقہ ہے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اس پر عنقریب بحث آئے گی جس میں ابتغاء وسیلہ اور امید رحمت اور خوف عذاب کو مؤید ثابت کیا جائے گا کہ یہ عقلاء کے لیے ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام عزیر علیہ السلام اور بت جو محض لایعقل ہیں وہ اس کے بھی اہل نہیں ہیں۔ آلوسی روح المعانی۔

اور دعا مثل ندا ہے اور وہ یَا۔ اَیَا۔ ھَیَا۔ اَیْ وغیرہ کے ساتھ ہے بغیر اس کے کہ اس لفظ ندا میں کوئی نام ملایا جائے اور یہ ممکن نہیں اس لیے کہ محض یَا۔ لَئے اور اَیَا بغیر اسم ملائے بیکار ہوتا ہے۔ چنانچہ یا فلان کہہ کر ہی ندا ہو سکتی ہے اور اسی طرح عام طور پر اس کا استعمال ہے۔ تو یہاں مراد انہیں پکارنے سے کشف الضرّ ہی ہے اور وہ جلب منفعت سے بھی اولیٰ ہے اور توجہ قلب منادی کی طرف اس لیے ہے کہ وہ کشف ضرّ کرنے والا ہے۔

تو اس کا جواب دے دیا گیا فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ ان میں ذاتی طاقت نہیں کہ وہ کشف ضرّ کر سکیں مثل مرض۔ فقر، قحط وغیرہ کے اور نہ وہ اسے لوٹا سکتے ہیں کسی غیر کی طرف تو جو اس قابل نہیں وہ مستحق عبادت بھی نہیں اس لیے کہ مستحق عبادت وہ ہے جس میں یہ قدرت تام اور کامل ہو اور دفع ضرر پر قادر ہو۔

اور توسل یہ ہے کہ اس کا قرب اللہ تعالےٰ سے اتنا ہو کہ اس کے ذریعہ اپنی دعا اپنا مقصد پورا کرانا چاہے یہ مشروع اور جائز ہے اور ایسا سلف صالحین کرتے رہے۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں وَالتَّقْدِيْرُ اَيُّهُمْ هُوَ اَقْرَبُ وَهُوَ مِمَّا لَا بَاْسَ وَلَا يُنَافِيْ ذٰلِكَ جَمْعُ يَرْجُوْنَ وَيَخَافُوْنَ۔ ایسے توسل کرنا کہ تقرب الی اللہ کے لیے کسی مقرب سے توسّل ہو اس میں مضائقہ نہیں اور رجع کر یعنی اسکے مخالف نہیں۔ اور یہ جائز ہے۔

"وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا۔ اور کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ ہم اسے ہلاک کریں گے قیامت سے پہلے یا اسے سخت عذاب دیں گے یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

چنانچہ اس پر مقاتل اور مجاہد اور جبائی ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ اَلْهَلَاكُ لِلصَّالِحَةِ وَالْعَذَابُ لِلطَّالِحَةِ۔ وَقَالَ اَيْضًا وَجَدْتُّ فِيْ كِتَابِ الضَّحَّاكِ بْنِ مُزَاحِمٍ فِيْ تَفْسِيْرِهَا اَمَّا مَكَّةُ فَتُخَرِّبُهَا الْحَبَشَةُ وَتَهْلِكُ الْمَدِيْنَةُ بِالْجُوْعِ وَالْبَصْرَةُ بِالْغَرَقِ وَالْكُوْفَةُ بِالتُّرْكِ وَالْجِبَالُ بِالصَّوَاعِقِ وَالرَّوَاجِفِ وَاَمَّا خُرَاسَانُ فَهَلَاكُهَا ضُرُوْبٌ ثُمَّ ذَكَرَ بَلَدًا بَلَدًا۔ صالحین موت سے ہلاک ہوں اور طالحین و فجار پر عذاب اور فرمایا میں نے کتاب ضحاک بن مزاحم کی تفسیر میں پایا کہ مکہ معظمہ حبشہ سے ہلاک ہو اور مدینہ منورہ بھوک سے اور بصرہ غرق سے اور کوفہ ویران ہو کر یا ترکیوں کے ہاتھ اور پہاڑ بجلیوں اور بھونچال سے اور خراسان کی ہلاکت مزلوں سے پھر شہر شہر کا تذکرہ فرمایا۔

اور وہب بن منبہ سے مروی ہے۔ اِنَّ الْجَزِیْرَۃَ اٰمِنَۃٌ مِّنَ الْخَرَابِ حَتّٰی تَخْرَبَ اَرْمِیْنِیَّۃُ وَاَرْمِیْنِیَّۃُ اٰمِنَۃٌ حَتّٰی تَخْرَبَ مِصْرُ وَمِصْرُ اٰمِنَۃٌ حَتّٰی تَخْرَبَ الْکُوْفَۃُ وَلَا تَکُوْنُ الْمَلْحَمَۃُ الْکُبْرٰی حَتّٰی تَخْرَبَ الْکُوْفَۃُ فَاِذَا کَانَتِ الْمَلْحَمَۃُ الْکُبْرٰی فُتِحَتْ قُسْطُنْطُنِیَّۃُ عَلٰی یَدِ رَجُلٍ مِّنْ بَنِیْ هَاشِمٍ وَخَرَابُ الْاَنْدُلُسِ مِنْ قِبَلِ الزَّنْجِ وَخَرَابُ اِفْرِیْقِیَّۃَ مِنْ قِبَلِ الْاَنْدُلُسِ وَخَرَابُ مِصْرَ مِنِ انْقِطَاعِ النِّیْلِ وَاخْتِلَافِ الْجُیُوْشِ فِیْهَا وَخَرَابُ الْعِرَاقِ مِنَ الْجُوْعِ وَخَرَابُ الْکُوْفَۃِ مِنْ قِبَلِ عَدُوٍّ یَحْصُرُهُمْ وَیَمْنَعُهُمُ الشُّرْبَ مِنَ الْفُرَاتِ وَخَرَابُ الْبَصْرَۃِ مِنْ قِبَلِ الْعِرَاقِ وَخَرَابُ الْاُبُلَّۃِ مِنْ عَدُوٍّ یَحْصُرُهُمْ بَرًّا وَّبَحْرًا وَخَرَابُ الرَّیِّ مِنَ الدَّیْلَمِ وَخَرَابُ خُرَاسَانَ مِنْ قِبَلِ التُّبْتِ وَخَرَابُ التُّبْتِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ وَخَرَابُ الْهِنْدِ وَالْیَمَنِ مِنْ قِبَلِ الْجَرَادِ وَالسُّلْطَانِ وَخَرَابُ مَکَّۃَ مِنَ الْحَبَشَۃِ وَخَرَابُ الْمَدِیْنَۃِ مِنَ الْجُوْعِ۔

خلاصہ یہ کہ آرمینیہ سے قبل جزیرہ ویران نہیں ہوگا۔ اور آرمینیہ مصر کی تباہی سے پہلے خراب نہ ہوگا اور مصر کوفہ کے خراب ہونے سے قبل محفوظ رہے گا اور بڑی جنگ کوفہ کے خراب ہونے سے پہلے نہ ہوگی۔ جب بڑی جنگ ہوگی تو قسطنطنیہ بنی ہاشم کے ایک آدمی کے ہاتھ سے فتح ہوگا اور اندلس حبشیوں کے ہاتھوں اور افریقیہ اندلس کی وجہ سے اور مصر نیل کے منقطع ہونے سے اور افواج میں بغاوت ہونے سے اور عراق بھوک سے تباہ ہو اور کوفہ محصور ہوگا اور فرات سے ان پر پانی روکا جائے گا اور بصرہ عراق کی طرف سے اور ابلہ کی بربادی دشمنوں سے ہوگی وہ برّی و بحری راستوں سے ان کا محاصرہ کریں گے اور رَے کی تباہی دیلمیوں سے ہوگی۔ حتیٰ کہ خراسان وچین تباہ ہوں اور ہند و یمن ٹڈی اور سلاطین جابرہ سے تباہ ہوگا اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھی قحط اور بھوک سے ہلاک ہوگا۔ چنانچہ فرمایا اٰخِرُ قَرْیَۃٍ فِی الْاِسْلَامِ خَرَابًا اَلْمَدِیْنَۃُ۔ آخر اسلامی شہروں میں مدینہ کی خرابی ہے۔

پھر ایک جماعت حضرت مہدی علیہ السلام کے ساتھ ہو کر جہاد کو نکلے گی ادھر دجال کا خروج ہوگا جس کے فتنہ سے بچنے کے لیے بعض مخلص بیت المقدس اپنے امام کے پاس چلے جائیں گے اور باقی جو رہیں گے وہ ایک خوشگوار ہوا کے ذریعہ ہلاک ہو جائیں گے ایسے ایسے بہت سے واقعات جب ہو چکیں گے تو ایک وقت ایسا آئے گا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر انتقال فرما جائیں گے کہ پھر شرار الناس کے سوا کوئی نہ رہے گا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

وَقَدْ صَحَّ اَنَّہٗ بَعْدَ مَوْتِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَجِیْءُ رِیْحٌ بَارِدَۃٌ مِنْ قِبَلِ الشَّامِ

فَلَا تَبْقٰی عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ اِیْمَانٍ اِلَّا تَبْقَضْتُہٗ فَیَبْقٰی شَرَارُ النَّاسِ وَعَلَیْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ۔

یہ صحیح ہے کہ بعد موت عیسیٰ علیہ السلام ایک ٹھنڈی ہوا شام کی طرف سے چلے تو جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا وہ بھی انتقال کر جائے گا تو روئے زمین پر شرار الناس رہ جائیں گے اور انہی پر قیامت آئے گی۔

آخر یہ کہ حضر موت یا دریائے حضر موت سے ایک آگ نکلے قبل قیامت جس سے سب لوگ یک جا جمع ہوں۔

"كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا۔ یعنی لوح محفوظ میں مسطور ہے۔"

"وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ۔ اور نہیں روکا ہمیں ایسی نشانیاں بھیجنے سے مگر یہ کہ جھٹلایا انہیں اگلوں نے۔"

احمد اور نسائی اور حاکم و طبرانی وغیرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ سَاَلَ اَهْلُ مَكَّةَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّجْعَلَ لَهُمُ الصَّفَا ذَهَبًا وَاَنْ یُّنَحِّیَ عَنْهُمُ الْجِبَالَ فَیَزْدَرِعُوْا فَقِیْلَ لَهٗ اِنْ شِئْتَ اَنْ تَسْتَاْنِیَ بِهِمْ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تُؤْتِیَهُمُ الَّذِیْ سَاَلُوْا فَاِنْ كَفَرُوْا اُهْلِكُوْا كَمَا اُهْلِكَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْاُمَمِ فَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا بَلْ اَسْتَاْنِیْ بِهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْاٰیَةَ۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ اہل مکہ نے حضور سے مطالبہ کیا تھا کہ صفا پہاڑ سونا کر دیا جائے اور پہاڑوں کو ہٹا دیا جائے کہ وہ میدانوں میں کاشت کریں تو حضور کو ارشاد الٰہی ہوا کہ اے محبوب اگر آپ چاہتے ہیں تو ان کے اس مطالبہ کو رد کر دیا جائے اور اگر چاہتے ہیں تو ان کا مطالبہ پورا کر دیا جائے لیکن اس کے بعد بھی یہ کافر رہے تو ہلاک کر دیئے جائیں گے جیسے امم ماضیہ ہلاک کر دی گئیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا نہیں ان کا مطالبہ ٹال دیا جائے تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

اور آیۂ کریمہ کے معنی یہ ہوئے اِنَّا لَا نُرْسِلُ الْاٰیَاتِ الْمُقْتَرَحَةَ لِعِلْمِنَا بِاَنَّهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ عِنْدَهَا كَمَا لَمْ یُؤْمِنْ بِهَا مَنِ اقْتَرَحُوْهَا قَبْلَهُمْ فَیَكُوْنُ اِرْسَالُهَا عَبَثًا لَا فَائِدَةَ فِیْهِ وَالْحَكِیْمُ لَا یَفْعَلُهٗ۔ یعنی ہم ایسی نشانیاں نہیں بھیجیں گے جو ہمارے علم میں انہیں ایمان کی طرف مائل نہ کریں جیسے پہلے ایمان نہیں لائے تو ایسے معجزات بھیجنا عبث ہے جن کا کوئی فائدہ نہیں اور حکیم مطلق فعل عبث نہیں کر سکتا۔ فِعْلُ الْحَكِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ۔ (روح المعانی۔ آلوسی)

"وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا۔ اور ہم نے ثمود کو ناقہ دیا آنکھیں کھولنے کو تو انہوں نے ظلم کیا اس پر اور ہم نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو"۔

اَیْ مَا نُرْسِلُهَا اِلَّا تَخْوِيْفًا وَاِنْذَارًا بِعَذَابِ الْاٰخِرَةِ۔ یعنی ایسے معجزات ڈرانے اور خوف عذاب آخرت دلانے کے لیے ظاہر کیے جاتے ہیں

وَاسْتَظْهَرَ اَبُوْ حَيَّانَ كَوْنَ الْمُرَادِ بِهَا الْاٰيَاتُ الَّتِيْ مِعْيَارُ الْهِلَالِ كَالْخُسُوْفِ وَالْكُسُوْفِ وَشِدَّةِ الرَّعْدِ وَالْبَرْقِ وَالرِّيَاحِ وَالزَّلَازِلِ وَغُوْرِ مَاءِ الْعُيُوْنِ وَزِيَادَتِهَا عَلَى الْحَدِّ حَتّٰى يَغْرِقَ مِنْهَا بَعْضُ الْاَرْضِيْنَ۔

ابوحیان فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عذاب سے اول جہلت دی جاتی ہے۔ اس میں خسوف کسوف اور رعد شدید اور بجلی اور ہوائیں زلزلے اور چشموں کا ابلنا اس حد تک کہ اس سے بعض زمین والے غرق ہو جائیں

اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُخَوِّفُ النَّاسَ بِمَا شَاءَ مِنْ اٰيَاتِهٖ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ اَوْ يَتَذَكَّرُوْنَ وَيَرْجِعُوْنَ۔ اللہ تعالے لوگوں کو اپنی نشانیوں سے جیسے چاہے ڈراتا ہے تاکہ وہ تذکیر حاصل کریں اور کفر سے لوٹ آئیں۔

وَذَكَرَ ابْنُ عَطِيَّةَ اِنَّ اٰيَاتِ اللّٰهِ تَعَالَى الْمُعْتَبَرَ بِهَا ثَلٰثَةُ اَقْسَامٍ

قِسْمٌ عَامٌّ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ۔

فَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ لَهٗ اٰيَةٌ   تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ وَاحِدٌ

وَهُنَاكَ فِكْرَةُ الْعُلَمَاءِ۔

آیات الٰہی کا تین قسموں پر اعتبار ہے۔

ایک قسم عام ہے ہر شے میں۔

فَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ لَهٗ اٰيَةٌ   تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ وَاحِدٌ

اور یہاں علماء کا فکر ہی کام کرتا ہے۔

وَقِسْمٌ مُعْتَادٌ كَالرَّعْدِ وَالْكُسُوْفِ وَهُنَاكَ فِكْرَةُ الْجَهَلَةِ۔

اور ایک قسم معتاد ہے مثل رعد اور کسوف کے اور یہاں عوام جہلاء کا فکر ہوتا ہے۔

وَقِسْمٌ خَارِقُ الْعَادَةِ۔

اور ایک قسم خارق عادات امور سے ہے۔

آلوسی فرماتے ہیں وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ بِاقْتِرَاحِهِمْ عَلٰى نَبِيِّهِمْ صَالِحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَخْرَجْنَاهَا لَهُمْ مِنَ الصَّخْرَةِ۔ یعنی قوم ثمود کو ناقہ ان کے مطالبہ کے موجب ان کے نبی حضرت صالح علیہ السلام پر بھیجا اور اسے پہاڑ کی چٹان سے نکالا۔ تاکہ ان کی آنکھیں کھلیں اور گمراہی کے اندھیرے سے باہر نکلیں۔

فَظَلَمُوْا بِهَا اَیْ فَكَفَرُوْا بِهَا وَجَحَدُوْا كَوْنَهَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِتَصْدِيْقِ رَسُوْلِهٖ تو انہوں نے ظلم کیا اس کے ساتھ اور اسے اللہ تعالے کی طرف سے ماننے سے منکر ہو گئے اور اپنے رسول کی تصدیق سے انکار کیا۔ اور ہم ایسی نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو جلد آنے والے عذاب سے۔ آگے فرماتے ہیں۔

اَیْ لَمْ يَكْتَفُوْا بِمُجَرَّدِ الْكُفْرِ بِهَا بَلْ فَعَلُوْا بِهَا مَا فَعَلُوْا مِنَ الْعَقْرِ اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ وَعَرَّضُوْهَا لِلْهَلَاكِ بِسَبَبِ عَقْرِهَا۔ انہوں نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ وہ کچھ کیا جو کیا۔ کونچیں کاٹ کر اپنی جانوں پر ظلم کیا اور ہلاکت کے لیے اپنے کو پیش کر دیا۔

تو اگر ہم نے قریش مکہ اور کفار تہامہ کا مطالبہ پورا کر دیا اور وہ پھر بھی ایمان نہ لائیں جیسا کہ ہم جانتے ہیں تو یہ سب ہلاک ہی کیے جائیں لہذا ایسا ہم نہیں چاہتے۔

"وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ۔ اور ہم نے کہا آپ کو کہ بے شک تمہارا رب سب لوگوں پر محیط ہے"۔

اور وہ سب پر غالب ہے اور اس کے قبضۂ قدرت میں سب عالم ہے آپ تکلیف تبلیغ فرماتے رہیں اور کسی کا خوف نہ کریں اللہ تعالے آپ کا نگہبان ہے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فَلَا يَخْفٰى عَلَيْهِ سُبْحَانَهٗ شَیْءٌ مِّنْ اَحْوَالِهِمْ وَاَفْعَالِهِمُ الْمَاضِيَةِ وَالْمُسْتَقْبِلَةِ مِنَ الْكُفْرِ وَالتَّكْذِيْبِ تو اللہ تعالے پر ان کے احوال و افعال ماضیہ اور مستقبلہ کفر و تکذیب میں روشن ہے۔

"وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِیْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا۔ اور ہم نے نہ کیا وہ مشاہدہ جو آپ نے کیا مگر فتنہ و آزمائش لوگوں کے لیے اور وہ درخت لعنت کیا گیا قرآن میں اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو انہیں کچھ زیادہ نہیں ہوتا مگر سرکشی بڑی"۔

یعنی وہ معائنہ عجیبہ تو شب معراج بحالت بیداری آپ نے کیا نہیں تھا مگر اہل مکہ کی آزمائش

تھا۔ چنانچہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کو واقعۂ معراج کی خبر دی تو انہوں نے اس کی تکذیب کی اور ان کے ساتھ بعض مسلمان بھی مرتد ہو گئے اور تمسخر کرتے ہوئے عمارت بیت المقدس کا نقشہ دریافت کرنے لگے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سارا نقشہ بتا دیا تو اس پر کفار مکہ آپ کو ساحر کہنے لگ گئے۔

بعض ابوجہل جیسے وہ تھے جو زقوم کے درخت کا سن کر کہ وہ جہنم میں ہے انکاری ہوئے اور ابوجہل تو یہ بھی کہنے لگ گیا کہ ادھر جہنم کی آگ سے ہمیں ڈرایا جا رہا ہے اور ادھر زقوم کے درخت کی نشو و نما آگ میں بتائی جا رہی ہے جو چیز انسان کو جلا دے گی وہ درخت کو کیسے چھوڑ سکتی ہے اسے عقل نہیں مانتی۔

حالانکہ وہ آگ جو دنیا میں انسان کو جلا دیتی ہے اس میں سمندل کیڑا پیدا ہوتا ہے اور آگ ہی میں رہتا ہے۔ بلاذرک میں اس کی اون کے تولیے بنائے ہیں جو میلے ہونے پر آگ میں صاف کر لیے جاتے ہیں۔

شترمرغ کے متعلق مشہور ہے کہ انگارے کھاتا ہے اور وہ اس کی غذا ہوتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ نے کشف المحجوب میں آتش فشاں پہاڑوں کا تذکرہ فرما کر لکھا کہ اس آتش فشاں پہاڑ میں چوہا دیکھا گیا جو آگ میں زندہ رہتا ہے اور باہر نکالو تو مر جاتا ہے کشف المحجاب احدعشر۔ تو آگ میں درخت کی نشو و نما کر دینا قادر قیوم کی قدرت کاملہ سے کیا بعید ہے۔

تو ارشاد ہے ہم نے انھیں دینی و دنیوی امور سے ڈرایا تو ان کی سرکشی بڑھتی ہی گئی۔ اور ہدایت قبول نہ کی۔ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَالْمُرَادُ بِالرُّؤْيَا مَا عَايَنَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ مِنَ الْعَجَائِبِ السَّمَاوِيَّةِ وَالْاَرْضِيَّةِ كَمَا اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَجَمَاعَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ رویا سے مراد وہ ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیلۃ اسرے میں عجائبات سماویہ وارضیہ کا معاینہ فرمایا۔

وَهِيَ عِنْدَ اَكْثَرِ بِمَعْنَى الرُّؤْيَةِ مُطْلَقًا۔ اکثر کے نزدیک رویا بمعنی مطلق رویت ہے۔

وَقَالَ بَعْضٌ هِيَ حَقِيْقَةٌ فِي رُؤْيَا الْمَنَامِ وَرُؤْيَا الْيَقْظَةِ لَيْلًا وَالْمَشْهُوْرُ اخْتِصَاصُهَا لُغَةً بِالْمَنَامِيَّةِ وَبِذٰلِكَ تَمَسَّكَ مَنْ زَعَمَ اَنَّ الْاِسْرَاءَ كَانَ مَنَامًا وَفِي الْاٰيَةِ مَا يُرَدُّ عَلَيْهِ وَالْقَائِلُوْنَ بِهٰذَا الْمَشْهُوْرِ السَّنَاهِبُوْنَ اِلٰى اَنَّهٗ كَانَ يَقْظَةً كَمَا هُوَ الصَّحِيْحُ۔

بعض نے کہا یہ حقیقت ہے کہ رویا منام اور رویا یقظہ کے ساتھ رات کے اقل قلیل حصہ میں ہے

اور مشہور از روئے لغت رویا مخصوص منام کے لیے ہے اس سے ان لوگوں نے تمسک کیا جن کا یہ گمان ہے کہ اسراء نومی تھی اور آیت اس پر رد کر رہی ہے۔
اور بڑی جماعت مشہور یہی کہتی ہے کہ یہ سیر جاگتے ہوئے ہی ہوئی اور یہی صحیح ہے۔
اور شجر ملعونہ کا عطف رویا پر ہے اور اس سے مراد کَمَا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَخَلْقٌ کَثِیْرٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ وَالْمُرَادُ بِلَعْنِهَا لَعْنُ طَاعِمِیْهَا مِنَ الْکَفَرَةِ کَمَا رُوِیَ عِنْدَ الْبُخَارِیِّ۔ اور تھوہر کے درخت کو ملعون کہنے سے مراد کافر ہیں جو اسے کھائیں گے۔
وَیُرَادُ بِاللَّعْنِ مَعْنَاهُ اللُّغَوِیُّ وَهُوَ الْبُعْدُ فَهِیَ لِکَوْنِهَا فِیْ اَبْعَدِ مَکَانٍ مِّنَ الرَّحْمَةِ وَهُوَ اَصْلُ الْجَحِیْمِ الَّذِیْ نَبَتَتْ فِیْهِ مَلْعُوْنَةٌ حَقِیْقَةً۔
اور لعنت سے یہاں مراد معنی لغوی ہیں اور وہ بعد ہے تو وہ چونکہ رحمت سے بعید ترین ہوں گے اور وہ جہنم میں ہوں گے تو وہ ملعون حقیقی ہوئے۔
وَقِیْلَ تَقُوْلُ الْعَرَبُ لِکُلِّ طَعَامٍ مَّکْرُوْهٍ ضَارٍّ مَلْعُوْنٌ اور ایک قول یہ ہے کہ محاورہ عرب میں ہر بدذائقہ مضر و مکروہ چیز کو ملعون بول دیتے ہیں اس لیے اسے بھی ملعون کہا گیا۔
اور اس سے بعض ضعیف الایمان گمراہ اور مرتد ہو گئے وہ عقلی مکابرہ کرنے لگ گئے باآنکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ اَلنَّعَامَةُ تَبْتَلِعُ الْجَمْرَ وَقِطَعَ الْحَدِیْدِ الْمُحَمَّاةِ الْحُمْرِ فَلَا تَضُرُّهَا شترمرغ انگارے نگل جاتا ہے اور لوہا سرخ ٹکڑے کر کے کھا جاتا ہے اور اسے وہ نقصان نہیں دیتا۔
وَالسَّمَنْدَلُ یُتَّخَذُ مِنْ وَّبَرِهٖ مَنَادِیْلُ تُلْقٰی فِی النَّارِ اِذَا اتَّسَخَتْ فَیَذْهَبُ الْوَسَخُ وَتَبْقٰی سَالِمَةً وَمِنْ اَمْثَالِهِمْ فِیْ کُلِّ شَجَرَةٍ نَارٌ۔ اور سمندل آگ میں پیدا ہو کر پرورش پاتا ہے اس کی اون لے کر تولیہ بنایا جاتا ہے اور جب وہ میلا ہو جاتا ہے تو اسے آگ میں ڈال دیا جاتا ہے تو اس سے میل جل جاتا ہے اور وہ صاف ستھرا نکال لیا جاتا ہے اور مثل اس کی ہر درخت میں آگ ہوتی ہے۔ اور یہ سب کچھ حضور کی تسلی کے لیے فرمایا ہے۔
اور بعض اس طرح تاویل کرتے ہیں کہ اَلرُّؤْیَا بِمَا رَاٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ مِنْ مَصَارِعِهِمْ کَمَا صُرِّحَ بِهٖ فِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ وَصَحَّ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَرَدَ مَاءَ بَدْرٍ کَانَ یَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مَصَارِعِ الْقَوْمِ وَهُوَ یَضَعُ یَدَهُ الشَّرِیْفَةَ عَلَی الْاَرْضِ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَیَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَهُوَ ظَاهِرٌ فِیْ کَوْنِ ذَالِکَ مَنَامًا۔
صحیح روایت میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب کہ بدر پر تشریف لائے تو فرما رہے تھے

خدا کی قسم گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کفار کے مصارع اور حضور دست اقدس زمین پر رکھ کر فرما رہے تھے یہ فلاں کے تڑپنے کا مقام ہے یہ فلاں کے تڑپنے کا اور وہ بظاہر ایسا تھا کہ حضور نے خواب میں ملاحظہ فرمایا ہو۔ چنانچہ

یُرْوٰی اَنَّ قُرَیْشًا سَمِعَتْ بِمَا اُوْحِیَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ شَاْنِ بَدْرٍ وَمَا اَرٰی فِیْ مَنَامِہٖ مِنْ مَصَارِعِھِمْ فَکَانُوْا یَضْحَکُوْنَ وَیَسْخَرُوْنَ وَھُوَ الْمُرَادُ بِالْفِتْنَۃِ۔ مروی ہے کہ قریش نے سنا جو وحی ہوئی حضور کی طرف بدر کے معاملہ میں اور وہ خواب نہ تھا جس میں مشرکین کے تڑپنے کے مقامات ملاحظہ فرمائے تو مشرکین ہنستے اور تمسخر کرتے تھے۔ تو فتنہ سے یہ مراد ہے۔

اس کے علاوہ اور روایات بھی جو بنی امیہ کے متعلق ہیں بخوف طوالت وہ نہیں لکھی گئیں۔ مَنْ شَاءَ فَلْیَنْظُرْ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا ۚ

اور یاد کرو جب ہم نے فرمایا فرشتوں کو کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے بولا کیا سجدہ کروں میں اسے جسے تو نے پیدا کیا مٹی سے۔

قَالَ اَرَءَیْتَکَ ھٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَاَحْتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَہٗٓ اِلَّا قَلِیْلًا ۝

بولا دیکھ تو نے یہ جو مجھ سے معزز کیا تو نے۔ اگر تو نے مجھے مہلت دی قیامت تک تو ضرور میں پیس ڈالوں گا اس کی اولاد کو مگر تھوڑے۔

قَالَ اذْھَبْ فَمَنْ تَبِعَکَ مِنْھُمْ فَاِنَّ جَھَنَّمَ جَزَآؤُکُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝

فرمایا چلتا بن جو تیرے پیرو ہوں ان میں سے تو بے شک جہنم ان کا بدلہ ہے بدلہ پورا۔

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْھُمْ بِصَوْتِکَ وَاَجْلِبْ عَلَیْھِمْ بِخَیْلِکَ وَرَجِلِکَ وَشَارِکْھُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْھُمْ ؕ وَمَا

اور انہیں پھسلا جس پر تو قدرت پائے ان میں سے اپنی آواز سے اور کھینچ لا ان پر اپنے سوار اور پیادے اور ساجھی ہو ان کے مالوں میں اور اولاد میں۔ اور

يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝

وعدہ دے انھیں اور نہیں شیطان کا وعدہ مگر نرا فریب۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ ۝ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ۝

بیشک میرے بندے ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کارساز۔

رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۝ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ۝

تمہارا رب وہ ہے کہ رواں کرتا ہے کشتی دریا میں تمہارے لیے تاکہ تلاش کرو اس کا فضل بے شک وہ ہے تم پر مہربان۔

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۝ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۝ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝

اور جب پہنچے تمہیں دریا میں مصیبت تو بھول جاتے ہو اسے جسے پوجتے ہو مگر اسی کو تو جب نجات دیتا ہے وہ تمہیں خشکی کی طرف تو منہ پھیر لیتے ہو اور آدمی بڑا ناشکرا ہے۔

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ۝

کیا تم بے خوف ہو اس سے کہ پھیر لے جائے تمہیں دوبارہ دریا میں تو بھیجے توڑنے والی آندھی تم پر ہوا سے تو غرق کر دے تمہیں کفر کے سبب پھر نہ پاؤ اپنے لیے کوئی ایسا جو ہمارا پیچھا کرے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ۝

اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی اور سوار کیا انہیں خشکی تری میں اور رزق دیا انہیں پاک چیزوں سے اور افضل کیا ہم نے انھیں بہت سی مخلوق سے فضیلت والا۔

حل لغات ساتواں رکوع سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵

وَاِذْ۔ اور جب	قُلْنَا۔ کہا ہم نے	لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔ فرشتوں کو کہ	اسْجُدُوْا۔ سجدہ کرو
لِاٰدَمَ۔ آدم کو	فَسَجَدُوْا۔ تو سجدہ کیا انہوں نے	اِلَّا۔ مگر	اِبْلِیْسَ۔ ابلیس نے
قَالَ۔ بولا	ءَاَسْجُدُ۔ کیا سجدہ کروں میں	لِمَنْ۔ اس کو جسے	خَلَقْتَ۔ پیدا کیا تو نے

طِيْنًا۔ مٹی سے قَالَ۔ بولا اَرَاَيْتَكَ۔ کیا دیکھا تو نے هٰذَا۔ اس
الَّذِيْ۔ شخص کو جو كَرَّمْتَ۔ بزرگی دی تو نے اسکو عَلَيَّ۔ مجھ پر لَئِنْ۔ اگر
اَخَّرْتَنِ۔ مہلت دی تو نے مجھے اِلٰى۔ طرف يَوْمِ۔ دن
الْقِيَامَةِ۔ قیامت کے لَاَحْتَنِكَنَّ۔ تو میں ضرور بیس ڈالوں گا ذُرِّيَّتَهٗ۔ اسکی اولاد کو
اِلَّا۔ مگر قَلِيْلًا۔ تھوڑے لوگوں کو قَالَ۔ فرمایا اذْهَبْ۔ چلا گیا
فَمَنْ۔ پھر جو تَبِعَكَ۔ پیچھے لگے گا تیرے مِنْهُمْ۔ ان میں سے فَاِنَّ۔ تو بیشک
جَهَنَّمَ۔ دوزخ جَزَاؤُكُمْ۔ بدلہ ہے تمہارا جَزَاءً۔ بدلہ مَوْفُوْرًا۔ پورا
وَاسْتَفْزِزْ۔ اور پھسلا مَنِ۔ جسے اسْتَطَعْتَ۔ تو طاقت رکھتا ہے
مِنْهُمْ۔ ان میں سے بِصَوْتِكَ۔ اپنی آواز سے وَاَجْلِبْ۔ اور کھینچ لا عَلَيْهِمْ۔ ان پر
بِخَيْلِكَ۔ اپنے سوار وَرَجِلِكَ۔ اور اپنے پیادے وَشَارِكْهُمْ۔ اور شرکت کر ان سے
فِي الْاَمْوَالِ۔ مالوں میں وَالْاَوْلَادِ۔ اور اولاد میں وَعِدْ۔ اور وعدہ دے
هُمْ۔ ان کو وَمَا۔ اور نہیں يَعِدُهُمُ۔ وعدہ دیتا هُمُ۔ ان کو
الشَّيْطٰنُ۔ شیطان اِلَّا۔ مگر غُرُوْرًا۔ فریب کا اِنَّ۔ بیشک
عِبَادِيْ۔ میرے بندے لَيْسَ۔ نہیں ہے لَكَ۔ تیرا عَلَيْهِمْ۔ ان پر
سُلْطٰنٌ۔ کوئی غلبہ وَكَفٰى۔ اور کافی ہے بِرَبِّكَ۔ تیرا رب وَكِيْلًا۔ کارساز
رَبُّكُمُ۔ تمہارا رب الَّذِيْ۔ وہ ہے يُزْجِيْ۔ جو چلاتا ہے لَكُمُ۔ تمہارے لیے
الْفُلْكَ۔ کشتیاں فِي الْبَحْرِ۔ دریا میں لِتَبْتَغُوْا۔ تاکہ تلاش کرو مِنْ فَضْلِهٖ۔ اس کا فضل
اِنَّهٗ۔ بیشک وہ كَانَ۔ ہے بِكُمْ۔ تم پر رَحِيْمًا۔ مہربان
وَاِذَا۔ اور جب مَسَّكُمُ۔ پہنچتی ہے تمہیں الضُّرُّ۔ کوئی تکلیف فِي الْبَحْرِ۔ دریا میں
ضَلَّ۔ بھول جاتے ہو مَنْ۔ جسے تَدْعُوْنَ۔ پکارتے ہو تم اِلَّا۔ مگر
اِيَّاهُ۔ خاص اسکو فَلَمَّا۔ پھر جب نَجّٰىكُمْ۔ نجات دیتا ہے تمہیں اِلَى۔ طرف
الْبَرِّ۔ خشکی کی اَعْرَضْتُمْ۔ منہ پھیرتے ہو تم وَكَانَ۔ اور ہے الْاِنْسَانُ۔ انسان
كَفُوْرًا۔ ناشکرا اَفَاَمِنْتُمْ۔ کیا مطمئن ہو تم اَنْ۔ یہ کہ يَّخْسِفَ۔ غرق کردے
بِكُمْ۔ تمہیں جَانِبَ۔ کنارے الْبَرِّ۔ خشکی پر اَوْ۔ یا
يُرْسِلَ۔ بھیجے عَلَيْكُمْ۔ تم پر حَاصِبًا۔ پتھروں کا مینہ ثُمَّ۔ پھر

لاَ تَجِدُوْا۔ نہ پاؤ گے تم لَكُمْ۔ اپنے لیے وَكِيْلًا۔ کارساز اَمْ۔ کیا
اَمِنْتُمْ۔ تم مطمئن ہو اَنْ۔ یہ کہ يُّعِيْدَكُمْ۔ لوٹائے تمہیں فِيْهِ۔ اس میں
تَارَةً۔ ایک مرتبہ اُخْرٰى۔ اور فَيُرْسِلَ۔ پھر بھیجے عَلَيْكُمْ۔ تم پر
قَاصِفًا۔ توڑنے والی مِّنَ الرِّيْحِ۔ ہوا فَيُغْرِقَكُمْ۔ تو غرق کر دے تم کو
بِمَا۔ بہ سبب كَفَرْتُمْ۔ کفر تمہارے کے ثُمَّ۔ پھر لاَ تَجِدُوْا۔ نہ پاؤ گے تم
لَكُمْ۔ اپنے لیے عَلَيْنَا۔ ہم پر بِهٖ۔ اس کا تَبِيْعًا۔ پیچھا کرنے والا
وَلَقَدْ۔ اور بے شک كَرَّمْنَا۔ بزرگی دی ہم نے بَنِيْٓ اٰدَمَ۔ آدم کی اولاد کو
وَحَمَلْنٰهُمْ۔ اور اٹھایا ہم نے ان کو فِي الْبَرِّ۔ خشکی میں وَالْبَحْرِ۔ اور دریا میں
وَرَزَقْنٰهُمْ۔ اور رزق دیا ہم نے ان کو مِّنَ الطَّيِّبٰتِ۔ پاکیزہ چیزوں سے
وَفَضَّلْنٰهُمْ۔ اور بزرگی دی ہمنے ان کو عَلٰى كَثِيْرٍ۔ بہتوں پر مِّمَّنْ۔ ان سے جو
خَلَقْنَا۔ پیدا کیا ہمنے تَفْضِيْلًا۔ بزرگی دینا۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع سورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

"وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا۔
اور جب ہم نے فرمایا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم (علیہ السلام) کو تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے بولا کیا میں سجدہ کروں اسے جسے تو نے پیدا کیا مٹی سے"۔
اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ پر آلوسی فرماتے ہیں تَحِيَّةً وَتَكْرِمَةً لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ یہ سجدہ تحیت تھا اور تکریم آدم علیہ السلام اس میں مقصود تھی۔
وَقِيْلَ الْمَعْنٰى اِجْعَلُوْهُ قِبْلَةَ سُجُوْدِكُمْ لِلّٰهِ تَعَالٰى۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آدم علیہ السلام کو اپنے سجدہ کا قبلہ بناؤ اور بناؤ اپنے سجدہ کو اللہ تعالٰے کے لیے۔
فَسَجَدُوْا۔ تو سجدہ کیا تمام فرشتوں نے سوا ابلیس کے امتثال امر الٰہی میں اور ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا اور بولا میں کیسے سجدہ کروں اسے جسے تو نے مٹی سے پیدا فرمایا۔ گویا اس نے قیاس فاسد کر کے کہا ءَاَسْجُدُ لَهٗ وَهُوَ طِيْنٌ اَيْ اَصْلُهٗ طِيْنٌ یعنی مٹی کو سجدہ کیسے کروں۔
قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ

اِلَّا قَلِیْلًا۔ بولا اے میرے رب یہ جو تو نے اسے عزت بخشی مجھ پر اگر تو مہلت دے مجھے قیامت تک تو ضرور میں پیس ڈالوں اس کی اولاد کو مگر تھوڑوں کو۔

آلوسی فرماتے ہیں اَخْبِرْنِیْ عَنْ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَهٗ عَلَیَّ لِمَ كَرَّمْتَهٗ عَلَیَّ وَاَنَا اَكْرَمُ مِنْهُ اس کے یہ معنی ہیں کہ شیطان نے بارگاہ حق میں عرض کی کہ الٰہی مجھے اس حقیقت سے تو مطلع فرما کہ یہ پتلۂ خاکی ہے جسے تو نے عزت بخشی مجھ پر تو کس وجہ میں عزت بخشی تو نے مجھ پر باآنکہ میں اس سے عزت والا ہوں۔ اس لیے کہ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ۔ میں آدم سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔

آگے فرماتے ہیں وَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ الْمُقَرَّرَ فِیْ اَرَاَیْتَ بِمَعْنٰی اَخْبِرْنِیْ۔ یعنی اَرَاَیْتَ بمعنی اَخْبِرْنِیْ ہے یعنی مجھے بتا کے معنی میں۔

لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ اگر تو مجھے مہلت دے قیامت تک۔ اور لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗ یعنی انھیں جڑ سے اکھاڑ ڈالوں گا۔

خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ لَئِنْ اَخَّرْتَنِیْ اَبْقَیْتَنِیْ حَیًّا اور اَخَّرْتَ مَوْتِیْ اگر تو مجھے زندہ چھوڑ دے قیامت تک یا زندہ باقی رکھے یا میری موت مؤخر کر دے لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗ تو آدم کی ذریت کو لَاَسْتَاْصِلَنَّهُمْ وَاُهْلِكَنَّهُمْ بِالْاِغْوَاءِ جڑ سے اکھاڑ دوں گا اور اسے ہلاک کر ڈالوں گا گمراہ کر کے۔

محاورہ میں بولتے ہیں اِحْتَنَكَ الْجَرَادُ الْاَرْضَ اِذَا اَهْلَكَ نَبَاتَهَا۔ فنا کر دیا ٹڈی نے زمین کو جبکہ وہ کھیت چاٹ جائے وَاحْتَنَكَ فُلَانٌ مَالَ فُلَانٍ اِذَا اَخَذَهٗ وَاَكَلَهٗ۔ ہلاک کر دیا فلاں نے فلاں کا مال جب کہ اسے لے کر سب کھائے۔ شعراء نے بھی کہا۔

نَشْكُوْ اِلَیْكَ سَنَةً قَدْ اَجْحَفَتْ جُهْدًا اِلٰی جُهْدِنَا فَاَضْعَفَتْ

وَاحْتَنَكَتْ اَمْوَالَنَا وَاَجْحَفَتْ

"اِلَّا قَلِیْلًا سے مراد مِنْهُمْ وَهُوَ الْعِبَادُ الْمُخْلَصُوْنَ الَّذِیْنَ جَاءَ اِسْتِثْنَاءُ هُمْ فِیْ اٰیَةٍ اُخْرٰی۔ اس سے مراد اللہ کے مخلص بندے ہیں جَعَلَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی وَاِیَّاكُمْ مِنْهُمْ۔ اللہ تعالےٰ نے شیطان لعین کے اس کلام پر بے نیازی کا مظاہرہ فرمایا اور جواب دیا۔

"قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَّوْفُوْرًا۔ فرمایا چل بن تجھے نفخہ اولیٰ تک مہلت دی گئی) تو جو تیری پیروی کرے گا تو بے شک ان سب کا بدلہ جہنم ہے پوری سزا۔

آیۂ کریمہ میں اِذْهَبْ بمعنی ذہاب نہیں بلکہ اس سے تخلیہ و اہانت مراد ہے جیسے دوسری جگہ

فرمایا۔ اُخْرُجْ فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ۔ نکل تو دھتکارا ہوا ہے یہ خروج بمعنی طرد وتخلیہ ہے اور ارشاد ہوا "وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَیْهِمْ بِخَیْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۔ اور بہکا پھسلا دے ان میں سے جس پر تو قدرت پائے اپنی آواز سے اور جمع کر ان پر اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کو اور ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں اور انہیں وعدہ دے اور وعدہ نہیں دیتا انہیں مگر بڑا فریب"۔

اِسْتَفْزِزْ۔ فزّ سے ہے وَاَصْلُ مَعْنَی الْفَزِّ الْقَطْعُ وَمِنْهُ تَفَزَّزَ الثَّوْبُ اِذَا انْقَطَعَ۔ فزّ کے اصل معنی قطع کرنے کے ہیں محاورہ میں بولتے ہیں تَفَزَّزَ الثَّوْبُ جبکہ وہ قطع کر دیا جائے اور یُقَالُ اِسْتَفَزَّهٗ اِذَا اسْتَخَفَّهٗ فَخَدَعَهٗ وَاَوْقَعَهٗ فِیْمَا اَرَادَ مِنْهُ۔ اِسْتَفَزَّهٗ اس جگہ بولتے ہیں جب کسی کو مخفی کر کے دھوکہ دیں اور جو اس سے ارادہ رکھیں اس میں اسے ڈال دیں۔

اور بِصَوْتِكَ کے معنی بِدُعَائِكَ اِلٰی مَعْصِیَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَوَسْوَسَتِكَ وَعُوِّضَ الدُّعَاءُ بِالصَّوْتِ تَحْقِیْرًا لَهٗ حَتّٰی كَاَنَّهٗ لَا مَعْنٰی لَهٗ كَصَوْتِ الْحِمَارِ۔ بِصَوْتِكَ کے یہاں معنی ہیں اس بے معنی آواز کے جو خدا تعالٰے کی معصیت کی طرف بلائے اور اس سے تحقیر و توہین مراد ہے کہ صوت حمار یعنی گدھے کے رینگنے کے معنی میں فرمایا گیا۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ جَرِیْرٍ وَغَیْرُهُمَا عَنْ مُجَاهِدٍ تَفْسِیْرَهٗ بِالْغِنَاءِ وَالْمَزَامِیْرِ وَاللَّهْوِ وَاللَّعِبِ وَالْبَاطِلِ۔ یہاں صوت سے مراد گانا بجانا اور لہو لعب ہے۔

وَذَكَرَ الْغَزْنَوِیُّ اَنَّ اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَسْكَنَ وُلْدَ هَابِیْلَ عَلٰی جَبَلٍ وَوُلْدَ قَابِیْلَ اَسْفَلَهٗ وَفِیْهِمْ بَنَاتٌ حِسَانٌ فَزَمَرَ الشَّیْطٰنُ فَلَمْ یَتَمَالَكُوْا اَنِ انْحَدَرُوْا وَاقْتَرَنُوْا۔ غزنوی کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے ہابیل کو پہاڑ کی بلندی پر ٹھہرایا اور دوسرے بیٹے قابیل کو نچلے حصہ پر اور ان میں حسین لڑکیاں تھیں تو شیطان نے مزامیر شروع کیا تو وہ بلندی سے نیچے اترنے اور اس کے قریب ہونے پر قادر نہ ہو سکے۔ چنانچہ ارشاد ہوا وَاَجْلِبْ عَلَیْهِمْ جمع کر ان پر۔

ابن اعرابی کہتے ہیں اَیْ صِحْ عَلَیْهِمْ مِنَ الْجَلَبَةِ وَهِیَ الصِّیَاحُ۔ یعنی چیخ ان پر اپنی چیخ سے اور اونچی آواز سے۔

وَقَالَ الزَّجَّاجُ اَجْلَبَ عَلَی الْعَدُوِّ جَمَعَ عَلَیْهِ الْخَیْلَ۔ یعنی دشمن پر اپنے گھوڑے جمع کیے وَقَالَ ابْنُ السِّكِّیْتِ جَلَبَ عَلَیْهِ۔ اَعَانَ عَلَیْهِ۔ ابن سکیت کہتے ہیں جَلَبَ عَلَیْهِ یعنی مدد کی اس کی وَقَالَ ابْنُ الْاَعْرَابِیِّ اَجْلَبَ عَلَی الرَّجُلِ اِذَا تَوَاعَدَهُ الشَّرَّ وَجَمَعَ عَلَیْهِ الْجَمْعَ۔ اَجْلَبَ کے

معنی کسی پر شر کی تیاری کرنا اور جماعتوں کو مجتمع کرنا ہے۔

بِخَیْلِكَ وَرَجِلِكَ وَالْخَیْلُ یُطْلَقُ عَلَی الْاَفْرَاسِ خیل کا اطلاق گھوڑوں پر ہوتا ہے جیسے بعض غزوات میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا یَا خَیْلَ اللّٰہِ اِرْکَبِیْ جس کے معنی یہ ہوئے اے خدا کے لشکرو سوار ہو جاؤ۔ اور وَرَجِلِكَ۔ پیادہ۔ سوار چنانچہ مروی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا وَقَتَادَۃَ قَالُوْا۔ اِنَّ لَہٗ خَیْلًا وَرَجِلًا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فَمَا کَانَ مِنْ رَاکِبٍ یُقَاتِلُ فِیْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ مِنْ خَیْلِ اِبْلِیْسَ وَمَا کَانَ مِنْ رَاجِلٍ یُقَاتِلُ فِیْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ مِنْ رَجِلِ اِبْلِیْسَ۔

شیطان کے سوار اور پیادہ جن و انس سے ہیں تو جو سوار معصیت الٰہی میں مقابلہ کریں وہ خیل ابلیس ہیں اور جو پیادہ یا معصیۃ اللہ میں مقابلہ کریں وہ پیادہ فوج شیطان سے ہیں۔

چنانچہ بعض نے صاف فرمادیا کہ لَیْسَ لِلشَّیْطَانِ خَیْلٌ وَلَا رِجَالَۃٌ وَاِنَّمَا ھُمَا کِنَایَتَانِ عَنِ الْاَعْوَانِ وَالْاَتْبَاعِ مِنْ غَیْرِ مُلَاحَظَۃٍ لِکَوْنِ بَعْضِہِمْ رَاکِبًا وَبَعْضِہِمْ مَاشِیًا۔

شیطان کے سوار اور پیادہ نہیں بلکہ اس میں کنایہ ہے اس کے مددگار اور پیروکاروں کی طرف بلالحاظ تو سوار بھی ان میں ہیں اور پیادہ پا بھی۔

وَشَارِکْھُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ سے مراد یہ ہے کہ انہیں آمادہ کرکسب مَالَا یَنْبَغِیْ کی طرف اور خرچ میں بھی مالاینبغی کی طرف مائل کر۔ کسب مالاینبغی سود، جوا، چوری، ڈاکہ، رشوت، دھوکے بازی اور تمام حرام طریقہ سے کمانا اور مال جمع کرنا ہے۔

اور صرف مالاینبغی، زنا، گانا بجانا، کنجریاں نچانا، سینما میں روپیہ برباد کرنا، غیر خدا کے نام پہ ذبح کرنا۔ سوائب و بحائر بنا کر چھوڑنا وغیرہ وغیرہ مالاینبغی خرچ کرنا ہے اور یہ سب بقول زجاج شیطان لعین کی شرکت سے ہیں۔

اولاد میں شرکت اس طرح کہ حرام طریقے سے اولاد حاصل کرنا۔

اور عدہم۔ انہیں وعدہ دینا اپنی پیروی کے معاوضہ میں۔

• وَمَا یَعِدُھُمُ الشَّیْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا۔ اور نہیں شیطان کے وعدے مگر نرے فریب"۔

کہ آج وہ سبز باغ دکھا کر گمراہ کررہا ہے، میدان حشر میں کہہ دے گا فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَکُمْ مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنی جانوں کو ملامت کرو کہ تم نے میری مانی اور قرآن کی اور صاحب قرآن کی نہ مانی۔ اب آگے ارشاد ہے۔

"اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا۔ بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور اے محبوب آپ کا رب کام بنانے والا ہے وہی آپ کو کافی ہے"۔

وہی خاص بندوں کو محفوظ رکھے گا اور مکائد شیطانی اور مکا ئد دفع فرمائے گا۔

سلطان کے معنی تسلط و قدرت کے ہیں اور

وَکِیْلًا میں کاف تخاطب کا اَیُّهَا النَّبِیُّ اور اَیُّهَا الْاِنْسَانُ وَکِیْلًا کے معنی دیتا ہے فَهُوَ جَلَّ جَلَالُهٗ یَدْفَعُ کَیْدَ الشَّیْطَانِ وَیَحْفَظُ مِنْهُ۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَاسْتَدَلَّ بِالْاٰیَةِ عَلٰی اَنَّ الْمَعْصُوْمَ مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاَنَّ الْاِنْسَانَ لَا یُمْکِنُهٗ اَنْ یَّحْتَرِزَ بِنَفْسِهٖ عَنْ مَوَاقِعِ الضَّلَالِ وَاِلَّا لَقِیْلَ وَکَفٰی بِالْاِنْسَانِ وَکِیْلًا لِنَفْسِهٖ۔

اس آیت سے استدلال کیا ہے اس امر پر کہ معصوم عصمت الٰہی سے ہی ہے اور انسان اسے ممکن نہیں کہ اپنے نفس امارہ سے بچ سکے اور گمراہی سے محفوظ رہے اور اگر ایسا ہوتا تو یوں کہا جاتا کَفٰی بِالْاِنْسَانِ وَکِیْلًا لِنَفْسِهٖ۔ انسان کے لیے اس کا نفس ہی وکیل کافی ہے۔ لیکن ایسا نہیں فرمایا۔ بلکہ کَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا ارشاد ہوا۔ آگے ارشاد ہے

"رَبُّکُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْکَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا۔ تمہارا رب وہ ہے کہ تمہارے لیے رواں کرتا ہے کشتی دریا میں کہ ڈھونڈو اس کے فضل سے بے شک وہ تم پر مہربان ہے"

یُزْجِیْ، ازجاء سے ہے وَاَصْلُ الْاِزْجَاءِ السَّوْقُ حَالًا بَعْدَ حَالٍ وَالْمُرَادُ بِهِ الْاِجْرَاءُ۔ ازجاء ایک حال سے دوسرے پر چلانا ہے۔

تو اس کے حاصل معنی یہ ہوئے هُوَ الَّذِیْ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی الْقَادِرُ الْحَکِیْمُ الَّذِیْ یُجْرِیْ لِنَفْعِکُمُ السُّفُنَ فِی الْبَحْرِ بِالرِّیْحِ اللَّیِّنَةِ وَبِالْاٰلَاتِ۔ وہ ذات پاک قادر حکیم جاری کرتی ہے تمہارے نفع کے لیے کشتیاں دریا میں نرم ہوا سے اور آلات سے۔ جیسے کشتی بادبانی لانچ، دخانی جہاز وغیرہ۔

لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ تاکہ اس سے دریا عبور کر کے اپنے تجارتی منافع ڈھونڈو اور فراخی حاصل کرو اور حج اور غزوات میں جاؤ۔

اِنَّهٗ کَانَ۔ وہ ازل سے ابد تک تم پر مہربان ہے حتی کہ ہر وہ چیز تمہارے لیے مہیا فرماتا ہے جس کی تمہیں ضرورت ہو اور اس کا فضل اس کی صفات سے ایسا عام ہے کہ رحیم اور رحمٰن دنیا میں ہے یا رحمان دنیا میں اور رحیم آخرت میں۔

"وَاِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِیَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰکُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَکَانَ الْاِنْسَانُ

کَفُوْرًا۔ اور جب تمہیں پہنچے مصیبت دریا میں تو بھول جاتے ہو انہیں جنہیں پوجتے ہو مگر وہی ایک اللہ تو جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہو اور آدمی بڑا ناشکرا ہے"۔

ضلّ کا محاورہ عرب میں متعدد معنی کے اندر استعمال ہوتا ہے۔ اس کی تصریح ہم پہلے کر چکے ہیں۔ اور یہاں بھی مختصراً پھر بیان کر دیتے ہیں۔

ضَلَّ۔ اَیْ ذَهَبَ عَنْ خَوَاطِرِكُمْ كُلُّ مَنْ تَدْعُوْنَهٗ وَتَرْجُوْنَ نَفْعَهٗ فَلَا تَذْكُرُوْنَهٗ۔ یعنی تمہارے ذہنوں سے وہ سب نسیاً منسیاً ہو جاتے ہیں جنہیں اللہ کے سوا پوجتے پکارتے تھے اور ان سے امید نفع رکھتے تھے ایسی مصیبت کے وقت وہ یاد نہیں آتے اِلَّا اِیَّاہُ مگر صرف وہی جل وعلا یاد رہتا ہے تو ضَلَّ کے معنی بھولنے، گم کرنے، بے خبر ہونے، رائیگاں اور عبث ہونے، گمراہ ہونے وغیرہ کے ہوتے ہیں ایسے ہی۔

دَعَا۔ دَعْوٰی۔ تَدْعُوْا۔ اُدْعُوْا۔ تَدْعُوْا کی تصریح بھی گذر چکی ہے جو پکارنے، پوجنے، جمع کرنے بلانے وغیرہ کے معنی میں مستعمل ہے تو اس مصیبت سے جب تمہیں نجات مل جاتی ہے اور خشکی میں آجاتے ہو تو پھر وہی پتھر کے بت تمہارے سامنے ہوتے ہیں اور انہی کو پوجنے لگتے ہو۔ اور یہ انسان کی جبلی ناشکری ہے۔

"اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًاo کیا تم بے خوف ہوا اس سے کہ وہ تمہیں خشکی کے کسی کنارہ کے ساتھ دھنسا دے یا تم پر پتھراؤ بھیجے پھر تم اپنا حمایتی نہ پاؤ"۔

خسف کہتے ہیں اعماق ارضیہ میں غائب ہونے کو کَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِیْ اَنْ یُّغَیِّبَہٗ اللّٰہُ تَعَالٰی وَیُبْذَهِبَ بِہٖ فِیْ اَعْمَاقِ الْاَرْضِ۔

وَفِی الْقَامُوْسِ خَسَفَ اللّٰہُ بِفُلَانٍ الْاَرْضَ غَیَّبَہٗ فِیْھَا۔ فلاں کو اللہ نے دھنسا دیا زمین میں یعنی غائب کر دیا اس میں۔

وَھُوَ الْمَخْسُوْفُ لِاَنَّہٗ تُغَیَّبُ تَحْتَ التُّرَابِ كَمَا اِنَّ الْغَرَقَ تُغَیَّبُ تَحْتَ الْمَاءِ۔ خسف میں انسان مٹی میں غائب ہو جاتا ہے جیسے غرق ہونے والا پانی میں غائب ہو جاتا ہے۔

"وَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا"۔ اور بھیجے تم پر کنکریوں کی بارش"۔

اَخْرَجَ اِبْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ ھُوَ مَطَرُ الْحِجَارَۃِ اَیْ مَطَرًا یَّحْصِبُكُمْ اَیْ یَرْمِیْكُمْ بِالْحَصْبَاءِ وَھُوَ صِغَارُ الْحِجَارَۃِ۔ ابن عباس فرماتے ہیں حاصب کنکروں کی بارش ہے یعنی وہ بارش جو کنکریاں

مارے اور حصباء چھوٹے کنکروں کو کہتے ہیں

وَقَالَ الْفَرَّاءُ اَلْحَاصِبُ الرِّیْحُ الَّتِیْ تَرْمِیْ بِالْحَصْبَاءِ۔ فراء صاحب اس آندھی کو کہتے ہیں جو کنکریاں پھینکتی چلے۔

وَقَالَ الزَّجَّاجُ۔ هُوَ التُّرَابُ الَّذِیْ فِیْهِ الْحَصْبَاءُ۔ اس سے وہ مٹی مراد ہے جس میں چھوٹے چھوٹے سنگریزے ہوں۔

فرزدق ابوالفراس کہتا ہے ؎

مُسْتَقْبِلِیْنَ شَمَالَ الشَّامِ تَضْرِبُهُمْ بِحَاصِبٍ كَنَدِیْفِ الْقُطْنِ مَنْثُوْرٍ

وہ شام کی شمالی ہوا کے رخ چلتے ہیں تو وہ ان پہ کنکریاں پھینکتی ہے جیسے کپاس کے بنولے جو پھیلے ہوئے ہوں۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ اوپر سے ایسی آندھی کا آنا جس میں سنگریزے اڑ کر آئیں وہ غرق سے بھی زیادہ شدید ہے۔

علامہ خفاجی فرماتے ہیں فِیْ وَصْفِ الرِّیْحِ بِالرَّمْیِ بِالْحَصْبَاءِ اِنَّهٗ عِبَارَةٌ عَنْ شِدَّتِهَا۔ ریح سے مراد وہ شدید آندھی ہے جو کنکر اڑا کر مار رہی ہو۔

جیسے قارون کو دھنسایا گیا، مقصد یہ ہے کہ خشکی و تری سب تحت قدرت الٰہی ہے جیسے وہ سمندر میں غرق کرنے اور بچانے پر قادر ہے خشکی میں بھی زمین کے اندر دھنسا دینے اور محفوظ رکھنے پر قادر ہے۔ قوم لوط کا عذاب بھی اس کی نظیر ہے۔ بہرحال خشکی اور تری ہر جگہ بندہ اس کی رحمت کا محتاج ہے۔ آگے ارشاد ہے "اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰی فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا۔ یا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ لے جائے تمہیں دوبارہ اسی دریا میں پھر تم پر آندھی توڑنے والی بھیجے تو غرق کر دے تمہیں تمہارے کفر کے سبب پھر نہ پاؤ تم ہمارے مقابلہ میں کوئی اپنا ناصر و مددگار"۔

قَاصِفٌ۔ وَهِیَ الرِّیْحُ الشَّدِیْدَةُ الَّتِیْ تَقْصِفُ مَا تَمُرُّ بِهٖ مِنَ الشَّجَرِ۔ قاصف وہ ہوا ہے جو اپنی شدت کے سبب درختوں کو ٹکرا دیتی ہے۔

اَوِ الَّتِیْ لَهَا قَصِیْفٌ وَهُوَ الصَّوْتُ الشَّدِیْدُ كَاَنَّهَا تَتَقَصَّفُ اَیْ تَتَكَسَّرُ۔ یا اسے قاصف کہتے ہیں جس ہوا میں سخت مہیب آواز ہوتی ہے اور وہ توڑ ڈالتی ہے ہر چیز کو ٹکرا کر۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَّابْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ الْقَاصِفُ مِنَ الرِّیْحِ

اَلرِّیْحُ الَّتِیْ تُغْرِقُ۔ قاصف اس طوفانی آندھی کو کہتے ہیں جو غرق کر دے۔

وَقِیْلَ الرِّیْحُ الْمُھْلِکَۃُ فِی الْبَرِّ حَاصِبٌ وَالرِّیْحُ الْمُھْلِکَۃُ فِی الْبَحْرِ قَاصِفٌ وَالْعَاصِفُ کَالْقَاصِفِ

ایک قول یہ ہے کہ خشکی میں ہلاک کرنے والی آندھی عاصف ہے اور دریا میں غرق کر دینے والا طوفان قاصف اور عاصف اور قاصف ہم معنی ہیں۔

ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ عَلَیْنَا بِہٖ تَبِیْعًا۔ اَیْ نَصِیْرًا۔ ہمارے مقابل تمہیں تمہارا کوئی ناصر نہ ملے۔

"وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا۔ اور بے شک عزت دی ہم نے اولاد آدم کو اور سوار کیا ہم نے انہیں خشکی اور تری میں اور رزق دیا ہم نے انہیں پاک چیزوں سے اور افضل کیا ہم نے انھیں بہت سی مخلوق سے فضیلت ہیں"۔

کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ پر بارہ اقوال ہیں۔

۱:۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا کَرَّمَھُمْ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بِالْعَقْلِ۔ اللہ تعالےٰ نے بنی آدم کو عقل کے ساتھ عزت دی۔

۲:۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ بِتَنَاوُلِھِمُ الطَّعَامَ بِاَیْدِیْھِمْ لَا بِاَفْوَاھِھِمْ۔ ہاتھ سے کھانا کھانے سے عزت دی کہ انسان منہ سے نہیں کھاتا جانوروں کی طرح۔

۳:۔ وَعَنِ الضَّحَّاکِ بِالنُّطْقِ۔ کلام سے عزت دی۔

۴:۔ وَعَنْ عَطَاءٍ بِتَعْدِیْلِ الْقَامَۃِ وَامْتِدَادِھَا۔ قد کا اعتدال پر رکھنا اور اس کے بڑھنے سے عزت دی۔

۵:۔ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ بِالْمَطَاعِمِ وَاللَّذَّاتِ۔ کھانے اور لذیذ اشیاء سے عزت دی۔

۶:۔ وَعَنْ یَمَانٍ بِحُسْنِ الصُّوْرَۃِ۔ اچھی صورت عطا فرما کر عزت دی۔

۷:۔ وَعَنِ ابْنِ جَرِیْرٍ بِالتَّسَلُّطِ عَلٰی غَیْرِھِمْ مِّنَ الْخَلْقِ وَتَسْخِیْرِہٖ۔ اپنے سے غیر پر تسلط اور اس کے مسخر کرنے سے عزت دی۔

۸:۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ کَعْبٍ بِجَعْلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْھُمْ۔ حضور کی ذات اقدس کو انسان میں سے بنا کر عزت دی۔

۹:۔ وَقِیْلَ بِخَلْقِ اللہِ تَعَالٰی اَبَاھُمْ اٰدَمَ بِیَدَیْہِ۔ آدم علیہ السلام ابو البشر کو ید قدرت سے تخلیق فرما کر عزت دی

۱۰:۔ وَقِیْلَ بِتَدْبِیْرِ الْمَعَاشِ وَالْمَعَادِ۔ تدبیر معاش و معاد سکھا کر عزت دی۔

۱۱:۔ وَقِيلَ بِالخَطِّ۔ چہرہ پر خط مزین فرما کر عزت دی

۱۲:۔ وَقِيلَ بِاللِّحْيَةِ لِلرَّجُلِ وَالذَّوَائِبِ لِلْمَرْأَةِ۔ مرد کو ڈاڑھی سے اور عورت کو گیسوؤں سے عزت دی

وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ قِيلَ الْمُرَادُ مِنْ حَمْلِهِمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ جَعْلُهُمْ قَادِرِينَ فِيهِمَا بِأَنْ لَمْ يَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ وَلَمْ يُغْرِقْهُمْ بِالْمَاءِ۔ اس سے یہ مراد ہے خشکی اور تری زمین اور دریا میں انہیں ایسے گذار اکہ زمین میں خسف نہیں ہوتے اور دریا میں غرق نہیں ہوتے۔

وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ أَيْ فُنُونِ النِّعَمِ وَضُرُوبِ الْمُسْتَلَذَّاتِ مِمَّا يَحْصُلُ بِصُنْعِهِمْ وَبِغَيْرِ صُنْعِهِمْ مِنَ الْمَأْكُولَاتِ وَالْمَلْبُوسَاتِ وَالْمَفْرُوشَاتِ الْمُقْتَنَيَاتِ وَغَيْرِ ذَالِكَ۔ یعنی نعماء الٰہی اور النعمۃ لذیذہ سے رزق دیا گیا جس میں وہ اپنی صنعتوں سے اور بلا صنعت کھانے کی پہننے کی بچھانے کی۔ سجانے کی اشیاء حاصل کرتا ہے اور اسے تمام مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی۔

اس آیۂ کریمہ میں پہلے تکریم پھر تفضیل فرمائی گئی۔ آلوسی فرماتے ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے بیان فرمانے سے فَلَابُدَّ مِنْ فَرْقٍ بَيْنَ التَّكْرِيمِ وَالتَّفْضِيلِ لِئَلَّا يَلْزَمَ التَّكْرَارُ۔ لازمی فرق ہونا چاہیے تکریم اور تفضیل میں تاکہ تکرار لازم نہ آئے۔ پھر اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔

إِنَّهُ تَعَالَى فَضَّلَ الْإِنْسَانَ عَلَى سَائِرِ الْحَيَوَانَاتِ بِأُمُورٍ خَلْقِيَّةٍ طَبْعِيَّةٍ ذَاتِيَّةٍ مِثْلَ الْعَقْلِ وَالنُّطْقِ وَالْخَطِّ وَالصُّورَةِ الْحَسَنَةِ وَالْقَامَةِ الْمَدِيدَةِ ثُمَّ إِنَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَرَّضَهُ بِوَاسِطَةِ الْعَقْلِ وَالْفِعْلِ لِاكْتِسَابِ الْعَقَائِدِ الْحَقَّةِ وَالْأَخْلَاقِ الْفَاضِلَةِ۔

اللہ تعالےٰ نے انسان کو تمام حیوانات پر امور خلق طبعی ذاتی میں فضیلت عطا فرمائی عقل، نطق اور خط اور صورت حسن قامت موزون کے ساتھ اور بواسطہ عقل و فہم سے اکتساب عقائد حقہ اور اخلاق فاضلہ کی توفیق دی۔

وَالثَّانِي هُوَ التَّفْضِيلُ اور دوسری تفضیل ہے جس کے ذریعہ وہ نجات اخروی اور قرب حق حاصل کرتا ہے تو اس نعمت کے سبب اس پر لازم ہے کہ شکر گذار ہو اور شرک سے اجتناب کرے اور اس امر پر غور کرے کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے پیدا فرمایا کیوں پیدا فرمایا پھر اللہ تعالےٰ کی توحید میں رہے اور شرک سے اجتناب رکھے۔ انتہی مختصراً

" عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا۔ انہیں اکثر مخلوق سے افضل کیا "

حسن کہتے ہیں کہ یہاں کثیر سے مراد کل ہے اس لیے کہ اکثر کا لفظ کل کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اس کی نظیریں موجود ہیں وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ اور وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا۔ یہاں بھی اکثر بمعنے کل

ہے۔ لہذا ملائکہ بھی اس میں داخل ہیں اور خواص بشر یعنی انبیاء علیہم السلام خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور صلحاء بشر عوام ملائکہ سے۔

حدیث میں ہے کہ مومن اللہ کے نزدیک ملائکہ سے زیادہ کرامت رکھتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتے اطاعت پر مجبول ہیں کیونکہ ان کی جبلت اور سرشت ہی اطاعت ہے۔ ان میں نہ عقل ہے نہ شہوت اور بہائم میں شہوت ہے عقل نہیں اور آدمی شہوت و عقل دونوں کا جامع ہے تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ بہائم سے بدتر ہے۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝

جس دن ہم بلائیں گے ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ تو جو دیا گیا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں تو یہ لوگ پڑھیں گے اپنا اعمال نامہ اور نہ ظلم کیا جائے گا ان پر دھاگے برابر۔

وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۝

اور جو ہو اس زندگی میں اندھا تو وہ آخرت میں اندھا ہے اور بہت زیادہ گمراہ۔

وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ ۖ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا ۝

اور وہ تو قریب تھا کہ تمہیں لغزش دیتے اس سے جو وحی کی ہم نے تمہیں کہ تم ہماری طرف افترا کرو اس کے سوا اور اگر ایسا ہوتا تو وہ تمہیں اپنا دوست بنا لیتے۔

وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۝

اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف تھوڑے جھکتے۔

إِذًا لَأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ۝

اور اگر ایسا ہوتا تو تم کو دوچند زندگی اور دوچند موت کا مزہ دیتے پھر نہ پاتے تم ہم پر اپنا کوئی مددگار۔

وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا ۖ وَإِذًا لَا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

اور بے شک قریب تھا کہ وہ تمہیں لغزش دیتے اس زمین سے تاکہ تمہیں اس سے باہر کر دیں اور ایسا ہوتا تو وہ تمہارے پیچھے نہ ٹھہرتے مگر تھوڑا۔

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ؏

طریقہ ان کا جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور تم نہ پاؤ گے ہمارا دستور بدلتا ہوا۔

حلّ لُغات آٹھواں رکوع۔ سورۂ بنی اسرائیل پ ۱۵

يَوْمَ ۔ جس دن	نَدْعُوْا ۔ بلائیں گے ہم	كُلَّ ۔ ہر	اُنَاسٍ ۔ آدمی کو
بِاِمَامِهِمْ ۔ ان کے امام کے ساتھ		فَمَنْ ۔ پھر جو	اُوْتِيَ ۔ دیا گیا
كِتٰبَهٗ ۔ اپنا اعمال نامہ	بِيَمِيْنِهٖ ۔ اپنے دائیں ہاتھ میں	فَاُولٰٓئِكَ ۔ تو یہ لوگ	يَقْرَءُوْنَ ۔ پڑھیں گے
كِتٰبَهُمْ ۔ اپنی کتاب	وَلَا ۔ اور نہ	يُظْلَمُوْنَ ۔ ظلم کیے جائینگے	فَتِيْلًا ۔ دھاگے برابر
وَمَنْ ۔ اور جو	كَانَ ۔ ہے	فِيْ هٰذِهٖٓ ۔ اس دنیا میں	اَعْمٰى ۔ اندھا
فَهُوَ ۔ تو وہ ہوگا	فِي الْاٰخِرَةِ ۔ آخرت میں	اَعْمٰى ۔ اندھا	وَاَضَلُّ ۔ اور گمراہ تر
سَبِيْلًا ۔ رستے میں	وَاِنْ ۔ اور بیشک	كَادُوْا ۔ قریب تھے	لَيَفْتِنُوْنَكَ ۔ کہ آپ کو
بچلا دیں	عَنِ الَّذِيْٓ ۔ اس سے	اَوْحَيْنَآ ۔ جو وحی کی ہم نے	اِلَيْكَ ۔ تیری طرف
لِتَفْتَرِيَ ۔ تاکہ افترا کرے تو	عَلَيْنَا ۔ ہم پر	غَيْرَهٗ ۔ اس کے سوا	وَاِذًا ۔ اور اس وقت
لَّاتَّخَذُوْكَ ۔ بنالیں تجھے	خَلِيْلًا ۔ دوست	وَلَوْلَآ ۔ اور اگر نہ ہوتا	اَنْ ۔ یہ کہ
ثَبَّتْنٰكَ ۔ ثابت رکھتے ہم تجھے	لَقَدْ ۔ تو یقینا	كِدْتَّ ۔ قریب تھا تو کہ	تَرْكَنُ ۔ مائل ہو جاتا
اِلَيْهِمْ ۔ ان کی طرف	شَيْـًٔا ۔ کچھ	قَلِيْلًا ۔ تھوڑا سا	اِذًا ۔ تو اس وقت
لَّاَذَقْنٰكَ ۔ چکھاتے ہم تجھے	ضِعْفَ ۔ دگنا عذاب	الْحَيٰوةِ ۔ زندگی میں	وَضِعْفَ ۔ اور دگنا
الْمَمَاتِ ۔ موت میں	ثُمَّ ۔ پھر	لَا تَجِدُ ۔ نہ پائے گا تو	لَكَ ۔ اپنے لیے
عَلَيْنَا ۔ ہم پر	نَصِيْرًا ۔ کوئی مددگار	وَاِنْ ۔ اور بیشک	كَادُوْا ۔ قریب تھے
لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ ۔ کہ پھسلا دیں تجھے		مِنَ الْاَرْضِ ۔ زمین سے	لِيُخْرِجُوْكَ ۔ تاکہ نکالیں تجھے
مِنْهَا ۔ اس سے	وَاِذًا ۔ اور اس وقت	لَّا يَلْبَثُوْنَ ۔ نہ ٹھہریں گے	خِلٰفَكَ ۔ تیرے پیچھے
اِلَّا ۔ مگر	قَلِيْلًا ۔ تھوڑا	سُنَّةَ ۔ طریقہ ہے	مَنْ ۔ ان کا جن کو
قَدْ ۔ یقینا	اَرْسَلْنَا ۔ بھیجا ہم نے	مِنْ قَبْلِكَ ۔ تجھ سے پہلے	مِنْ رُّسُلِنَا ۔ اپنے رسولوں سے
وَلَا ۔ اور نہ	تَجِدُ ۔ پائے گا تو	لِسُنَّتِنَا ۔ ہمارے طریقہ میں	تَحْوِيْلًا ۔ کوئی تبدیلی

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع۔ سورۃ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

"یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ۔ جس دن بلائیں گے ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ تو جو دیا گیا اپنا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں تو یہ لوگ پڑھیں گے اپنا نامۂ عمل اور وہ ظلم نہ کیے جائیں گے دھاگے برابر"۔

قیامت کے دن تمام جماعتیں ان کے ساتھ بلائی جائیں گی جن کا اتباع وہ دنیا میں کرتے تھے۔ حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْاٰیَةِ یُدْعٰی كُلُّ قَوْمٍ بِاِمَامِ زَمَانِهِمْ وَكِتَابِ رَبِّهِمْ وَسُنَّةِ نَبِیِّهِمْ۔ یعنی ہر قوم کو بلایا جائے گا ان کے زمانہ کے امام اور ان کے رب کی کتاب اور ان کے نبی کی سنت کے ساتھ۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَیْرُهُمَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اِمَامُ هُدًی وَاِمَامُ ضَلَالَةٍ۔ اس سے وہ امام زمان مراد ہے جس کی دعوت پر دنیا میں لوگ چلے خواہ اس نے حق کی دعوت دی ہو یا باطل کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر قوم اپنے اس سردار کے پاس جمع ہو گی جس کے حکم پر دنیا میں چلتی رہی اور انہیں اس کے نام سے پکارا جائے گا جیسا کہ ابن جریر بہ طریق ابن عوفی راوی ہیں اِمَامُهُمْ كِتَابُ اَعْمَالِهِمْ فَیُقَالُ یَا اَصْحَابَ كِتَابِ الْخَیْرِ یَا اَصْحَابَ كِتَابِ الشَّرِّ۔ یعنی اے فلاں کی اتباع کرنے والو اے کتاب الخیر والو۔ اے کتاب الشر والو۔

تو وہ جو نیک ہوں گے اور دنیا میں صاحب بصیرت تھے اور راہ راست پر رہے انہیں ان کا اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ اس میں نیکیاں اور طاعتیں دیکھیں گے اور شوق سے پڑھیں گے۔

اور جو بدعمل کفار ہیں ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے وہ انھیں دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور خوف عذاب سے اتنے بدحواس ہوں گے کہ پوری طرح پڑھنے پر بھی قادر نہ ہوں گے۔

وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا۔ اور وہ دھاگے برابر یا کھجور کی گٹھلی کی جھلی برابر ظلم نہ کیے جائیں گے یعنی ان کے ثواب اعمال میں ان سے ذرہ بھر کمی نہ ہو گی۔

فتیل کی تعریف آلوسی فرماتے ہیں هُوَ الْقِشْرُ الَّذِیْ فِیْ شَقِّ النَّوَاةِ سُمِّیَ بِذٰلِكَ عَلٰی هَیْئَتِهِ الشَّیْءِ الْمَفْتُوْلِ وَقِیْلَ هُوَ مَا تَفْتِلُهُ بَیْنَ اَصَابِعِكَ مِنْ خَیْطٍ اَوْ وَسَخٍ وَیُضْرَبُ بِهِ الْمَثَلُ فِی الشَّیْءِ الْحَقِیْرِ

وہ کھجور کی گٹھلی پر جو جھلی سی ہوتی ہے اسے فتیل بولتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ دھاگہ جو انگلی سے بیٹتے وقت نوچ کر پھینکتے ہیں یا میل اور یہ مثال ہیں شے حقیر کے لیے مستعمل ہے۔

اور بامامہم پر جو اقوال مختلفہ ہیں وہ یہ ہیں۔

وَلَعَلَّ وَجْهَهٗ كَوْنُ ذٰلِكَ اِمَامَهُمْ اَنَّهُمْ مُتَّبِعُوْنَ لِمَا يَحْكُمُوْنَ بِهٖ مِنْ جَنَّةٍ اَوْ نَارٍ۔ جنت و دوزخ کے حکم پر اتباع کرنے والے مراد ہیں۔

وَقَالَ الضَّحَّاكُ وَابْنُ زَيْدٍ هُوَ كِتَابُهُمُ الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِمْ۔ اس سے مراد وہ متبعین کتاب ہیں جو ان پر نازل ہوئی۔

وَاخْتَارَ ابْنُ عَطِيَّةَ عُمُوْمَ الْاِمَامِ۔ عام ائمہ مراد ہیں

وَقِيْلَ الْمُرَادُ الْقُوَى الْحَامِلَةُ لَهُمْ عَلٰى عَقَائِدِهِمْ وَاَفْعَالِهِمْ كَالْقُوَّةِ النَّظَرِيَّةِ وَالْعَمَلِيَّةِ وَالْقُوَّةِ الْغَضَبِيَّةِ وَالشَّهْوِيَّةِ سَوَاءٌ كَانَتِ الشَّهْوَةُ شَهْوَةَ النُّقُوْدِ اَوِ الضِّيَاعِ اَوِ الْجَاهِ وَالرِّيَاسَةِ وَلِاِتِّبَاعِهِمْ لَهَا دُعِيَتْ اِمَامًا۔ اس سے مراد وہ قوتیں ہیں جو ان کو عقائد و افعال پر آمادہ کرتی ہیں جیسے قوت نظری و عملی اور قوت غضبی و شہوی۔ برابر ہے کہ وہ شہوت روپے پیسے کی ہو یا زمین کی یا جاہ اور ریاست کی چونکہ وہ اس کا اتباع کرتے ہیں اس لیے اسے امام کہا گیا۔

وَفِى الْكَشَّافِ اِنَّ مِنْ بِدَعِ التَّفَاسِيْرِ اَنَّ الْاِمَامَ جَمْعُ اُمٍّ كَخُفٍّ وَخِفَافٍ وَاِنَّ النَّاسَ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاُمَّهَاتِهِمْ۔ ماؤں کے نام کے ساتھ پکارے جائیں گے وغیر ذالک۔

ایک حدیث میں ہے اِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَسْمَائِكُمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِكُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَاءَكُمْ۔ قیامت کے دن تم اپنے نام اور اپنے باپ دادا کے نام سے پکارے جاؤ گے تو اپنے نام اچھے نام رکھا کرو۔ یعنی غلام محمد۔ غلام حسین۔ غلام نبی۔ عبدالرحمن۔ عبدالنبی۔ عبدالسلام۔ عبدالمنان۔ عبدالحمید اور خلیل احمد وغیرہ اور منتھا۔ چنا۔ ساجہ۔ ہاجہ۔ عیدا۔ جھنگا۔ منگا وغیرہ نام رکھ کر اپنے کو ذلیل نہ کرو۔

"وَمَنْ كَانَ فِىْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا۔ اور جو اس زندگی میں اندھا وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور زیادہ گمراہ ہے"۔

یعنی جو دنیا میں معائنہ حق سے اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور گمراہی کی راہ پر اس کے معنی یہ ہیں کہ جو دنیا میں کافر اور گمراہ رہا وہ آخرت میں بھی گمراہ ہوگا کیونکہ دنیا میں توبہ مقبول ہوتی ہے اور آخرت میں بدلہ اور جزاء عمل ہی ہے تو جیسا دنیا سے گیا ویسا ہی آخرت میں اسے بدلہ ملے گا۔

"وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِىْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِىَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا

اور وہ (یعنی مشرک) قریب تھا کہ تمہیں کچھ لغزش دیتے ہماری وحی سے جو ہم نے تمہیں وحی کی کہ تم ہماری طرف کچھ اور نسبت کردو اور ایسا ہوتا تو وہ تم کو اپنا دوست بنا لیتے"۔

شان نزول اس آیۂ کریمہ کا یہ ہے کہ

قبیلہ بنی ثقیف کا ایک وفد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر آیا اور کہنے لگا اگر آپ تین باتیں منظور کرلیں تو ہم لوگ آپ کی بیعت کرسکتے ہیں۔

اول نماز میں سجدہ بھی نہ ہو اور رکوع بھی نہ ہو محض قیام رہے۔

دوسرے یہ کہ اپنے بت ہمارے ہاتھوں توڑے جائیں۔

تیسرے یہ کہ لات کو اگرچہ ہم نہ پوجیں گے مگر ایک سال تک اس پر جو چڑھاوے آئیں انہیں حاصل کریں گے۔

حضور نے فرمایا جس دین میں سجدہ اور رکوع نہیں اس میں کچھ بھلائی نہیں۔

اور بتوں کو تم توڑو یا نہ توڑو میں تمہیں مجبور نہیں کرتا مگر

لات و عزیٰ کے چڑھاوے لے کر نفع حاصل کرنے کی میں اجازت ہرگز نہ دوں گا۔

پھر وہ بولے حضور ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی طرف سے ہمیں ایسا اعزاز ملے جو دوسروں کو نہ ملا ہو تاکہ ہم فخر کرسکیں۔

اس میں اگر حضور کو اندیشہ ہو کہ عرب شکایت کریں گے تو آپ انھیں فرمادیں کہ اللہ کا حکم ہی ایسا تھا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

چنانچہ علامہ آلوسی اس کے شان نزول میں چند روایتیں نقل فرماتے ہیں

وَنَقَلَہُ الزَّمَخْشَرِیُّ بِزِیَادَۃٍ وَنَقَلَ غَیْرُہٗ اَنَّھُمْ طَلَبُوْا ثَلَاثَ خِصَالٍ۔ عَدَمُ التَّجْبِیَۃِ فِی الصَّلٰوۃِ وَکَسْرُ اَصْنَامِھِمْ بِاَیْدِیْھِمْ وَتَمَتُّعِھِمْ بِاللَّاتِ سَنَۃً مِنْ غَیْرِاَنْ یَّعْبُدُوْھَا بَلْ لِیَاْخُذُوْا مَا یُھْدٰی لَھَا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاخَیْرَ فِیْ دِیْنٍ لَارُکُوْعَ فِیْہِ وَلَاسُجُوْدَ وَاَمَّاکَسْرُ اَصْنَامِکُمْ بِاَیْدِیْکُمْ فَذَالِکَ لَکُمْ وَاَمَّا الطَّاغِیَۃُ اللَّاتُ فَاِنِّیْ غَیْرُ مُمَتِّعِکُمْ بِھَا۔

یہاں تک تو وہ مضمون ہے جو بیان ہوچکا اس کے آگے یہ امر ہے۔

وَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَابَالُکُمْ اٰذَیْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ لَایَدَعُ الْاَصْنَامَ فِیْ اَرْضِ الْعَرَبِ فَمَازَالُوْا بِہٖ

حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی

یہ جواب دے کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا کہ تم حضور کو ستاتے ہو یہ کہہ کر کہ ارض عرب میں تم بتوں کو نہ چھوڑو گے آخر ش وہ اسی حال میں رہے۔ اور یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ قِیْلَ نَزَلَتْ فِیْ ثَقِیْفٍ قَالُوْا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا نَدْخُلُ فِیْ اَمْرِكَ حَتّٰى تُعْطِیَنَا خِصَالًا نَفْتَخِرُ بِهَا عَلَى الْعَرَبِ لَا نُعْشَرُ وَلَا نُحْشَرُ فِی الصَّلٰوةِ وَكُلُّ رِبًا لَنَا فَهُوَ لَنَا وَكُلُّ رِبًا عَلَیْنَا فَهُوَ مَوْضُوْعٌ عَنَّا وَتُمَتِّعُنَا بِاللَّاتِ سَنَةً وَاَنْ تُحَرِّمَ وَادِیَنَا وَجًّا كَمَا حَرَّمْتَ مَكَّةَ فَاِنْ قَالَتِ الْعَرَبُ لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ فَقُلْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَرَنِیْ۔

قبیلہ بنی ثقیف نے کہا کہ ہم تمہارے دین میں اس وقت تک داخل نہ ہوں گے جب تک آپ ہمارے لیے چند ممتاز خصلتیں نہ دیں جن پر ہم عرب کے مقابلہ میں فخر کریں نہ ہم عشر دیں نہ نمازوں میں آئیں اور ہمارا رب ہمارا رہے اور جو ہم پر رب مقرر ہو وہ ہمیں موضوع ہو اور ہم ایک سال لات سے متمتع رہیں اور ہمارے جنگلوں کو ایسے ہی محفوظ کیا جائے جیسے مکہ کی حرمت رکھی ہے اگر آپ سے عرب کہیں ایسا آپ نے کیوں کیا تو فرما دیجئے اللہ کا ایسا ہی حکم ملا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

" وَلَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْئًا قَلِیْلًا اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا۔ اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھک جاتے اور ایسا ہوتا تو ہم تمہیں دگنی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے"۔

یعنی ان خیشاء حمقاء مشرکین کے مقابل آپ کا ثابت قدم رہنا ہماری طرف سے توفیق عینیہ سے تھا ورنہ انہوں نے تو اپنا داؤں چلا لیا تھا۔

تَرْكَنُ۔ رکون سے ہے جو ادنیٰ میلان کے معنی دیتا ہے تو اس کے حاصل معنی یہ ہوئے اَیْ لَوْلَا ذٰلِكَ لَقَارَبْتَ اَنْ تَمِیْلَ اِلَیْهِمْ شَیْئًا یَسِیْرًا مِنَ الْمَیْلِ الْیَسِیْرِ لِقُوَّةِ خَدْعِهِمْ اگر ہماری طرف سے حفاظت نہ ہوتی تو تم قریب تھا کہ ان کی طرف تھوڑے سے ضرور مائل ہو جاتے ان کی وہ دھوکہ بازی کی قوت سے کہ وہ بڑی زبردست تھی

اور یہ حقیقت ہے کہ عصمت الٰہی کا ہی یہ اثر تھا کہ حضور ان کی طرف قطعاً مائل نہ ہوئے اور حضور کی شایان شان بھی یہی تھا۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں وَاسْتَدَلَّ بِالْاٰیَةِ عَلٰی اَنَّ الْعِصْمَةَ بِتَوْفِیْقِ اللّٰهِ وَ

عتابِ نبیہ ۔

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا کہ عصمت انبیاء علیہم السلام بتوفیق الٰہی اور اس کی عنایت سے ہے جب اِذًا لَّاَذَقْنٰکَ ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ نازل ہوئی تو حضور نے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ ۔

اور ضعف الحیوۃ اور ضعف الممات پر آلوسی فرماتے ہیں وَفِیْ ھٰذِہٖ الشَّرْطِیَّۃِ اِجْلَالٌ عَظِیْمٌ بِمَکَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَنْبِیْہٌ عَلٰی اَنَّ الْاَقْرَبَ اَشَدُّ خَطْرًا وَذَالِکَ اَنَّہٗ اُوْعِدَ بِضِعْفِ الْعَذَابِ عَلٰی مُقَارَبَتِہٖ اَدْنٰی رُکُوْنٍ ۔

خلاصہ یہ کہ قرب کے اعتبار سے ادنٰی میلان الی الغیر بھی موجب عتاب ہوتا ہے اور یہ حضور کی شان ارفع واعلیٰ کے شایان ہے جیسے امہات المومنین سے خطاب ہوا یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ یُّضٰعَفْ لَھَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ فرمایا۔ بقول شاعر

غصہ میں بھی ہے مرتبہ دانی وہی ان کی … وہ مجھ پہ ستم ہے جو ستم سب کے سوا ہو

"وَاِنْ کَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَکَ مِنَ الْاَرْضِ لِیُخْرِجُوْکَ مِنْھَا وَاِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَکَ اِلَّا قَلِیْلًا سُنَّۃَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا۔ اور بے شک قریب تھا کہ وہ تمہیں اس زمین سے اتنا تنگ کردیں اور اکھاڑ دیں کہ تمہیں اس سے باہر کردیں اور ایسا ہوتا تو وہ تمہارے پیچھے نہ ٹھہرتے مگر تھوڑا۔ دستور ان کا جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور تم ہمارا قانون بدلتا نہ پاؤ گے"۔

یَسْتَفِزُّوْنَکَ کے معنی ہیں یُزْعِجُوْنَکَ وَیَسْتَخِفُّوْنَکَ بِعَدَاوَتِھِمْ وَمَکْرِھِمْ ۔

لغت میں صاحب منجد لکھتے ہیں زَعَجَہٗ ۔ زَعْجًا ۔ اَقْلَعَہٗ وَقَلَعَہٗ مِنْ مَکَانِہٖ طَرَدَہٗ یعنی اکھاڑ دینا اور نکال دینا اس کے معنی ہوتے ہیں۔ گویا زمین عرب سے نکال دینے کی طرف اشارہ فرمایا گیا اور وہ مکہ معظمہ کی زمین مراد ہے۔

وَکَانَ ھٰذَا الْاِسْتِفْزَازُ بِمَا فَعَلُوْا مِنْ حَصْرِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الشِّعْبِ وَالتَّضْیِیْقِ عَلَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَوَقَعَ ذَالِکَ بَعْدَ نُزُوْلِ الْاٰیَۃِ کَمَا فِی الْبَحْرِ وَصَارَ سَبَبًا لِخُرُوْجِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُھَاجِرًا ۔

اور یہ استفزاز وہی ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب میں گھیر کر تنگ کیا اور یہ بعد نزول آیۂ کریمہ ہوا اور یہی سبب ہجرت ہوا۔

چنانچہ اس کا شان نزول خازن میں یوں ہے کہ مشرکین نے اتفاق کرکے یہ فیصلہ کیا کہ حضور سرور عالم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرزمین عرب سے باہر کریں لیکن اللہ تعالے نے ان کا ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔
اس کے بعد حضور کی ہجرت بحکم الٰہی ہوئی چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں وَقَدْ خَرَجَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُهَاجِرًا بِاَمْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَهٰذَا هُوَ التَّفْسِيْرُ الْمَرْوِيُّ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ اَرَادَتْ قُرَيْشٌ ذٰلِكَ وَلَمْ تَفْعَلْ لِاَنَّ سُبْحَانَهٗ اَرَادَ اسْتِبْقَاءَهَا وَعَدَمَ اِسْتِيْصَالِهَا لِيُسْلِمَ مِنْهَا وَمِنْ اَعْقَابِهَا مَنْ يُّسْلِمُ فَاَذِنَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالْهِجْرَةِ فَخَرَجَ بِاِذْنِهٖ لَا بِاِخْرَاجِ قُرَيْشٍ وَقَهْرِهِمْ۔
چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت بحکم الٰہی ہوئی اور یہی تفسیر مجاہد ہے وہ فرماتے ہیں کہ قریش نے حضور کے نکالنے کا ارادہ کیا مگر وہ نہ نکال سکے اس لیے کہ مشیت الٰہی حضور کو باقی رکھنے اور وہاں سے قریش کے ہاتھوں نہ نکالنے کی تھی۔ بعد میں حضور کو ہجرت کا حکم ہوا تو حضور بہ حکم الٰہی مکہ سے مدینہ تشریف لائے نہ کہ قریش کے نکالنے اور ان کے قہر کرنے سے۔
"وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ اور ایسا ہوتا تو وہ تمہارے پیچھے نہ ٹھیرتے مگر تھوڑا۔"
خِلٰفَكَ۔ يَعْنِيْ بَعْدَكَ اِلَّا قَلِيْلًا اَيْ زَمَانًا قَلِيْلًا یعنی تھوڑے دن بعد ہی وہ ہلاک کر دیے جاتے رہے جنھوں نے اپنے رسول کا استفزاز کیا یعنی استیصال مقام کیا۔
اور یہاں چونکہ وہ حضور کے ساتھ ایسا نہ کر سکے بلکہ خود حضور بحکم الٰہی مکہ سے مدینہ تشریف لائے اس لیے ان کی ہلاکت نہیں ہوئی۔ آلوسی فرماتے ہیں اَيْ لَوْ اَخْرَجُوْكَ لَاسْتُؤْصِلُوْا عَلٰى بَكْرَةِ اَبِيْهِمْ وَلَمْ يُخْرِجُوْهُ بَلْ هَاجَرَ بِاَمْرِ رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ الْمُقَدَّمُ لِاَنَّ الْاِكْرَاهَ عَلَى الْخُرُوْجِ مُبَاشَرَةً وَقَدْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهَاجِرًا بِاَمْرِ رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ فَلَمْ يَصِحَّ الثَّانِيْ آگے ارشاد ہے۔
"سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا۔ دستور ان کا جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور تم نہ پاؤ گے ہمارا قانون بدلتا ہوا۔"
آلوسی فرماتے ہیں وَهِيَ اَنَّ كُلَّ اُمَّةٍ تَسْتَفِزُّ رَسُوْلَهَا لِتُخْرِجَهٗ مِنْ بَيْنِ ظَهْرَيْهَا لَا تَلْبَثُ بَعْدَهٗ اِلَّا قَلِيْلًا۔ قانون الٰہی یہ ہے کہ اس جماعت کو جو اپنے رسول کو نکلنے پر مجبور کرے وہ چند دنوں میں ہلاک کر دی گئی یا وہاں سے نکالی گئی۔
اور اس قانون کے متعلق فرمایا لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا۔ اَيْ لَا تَجِدُ لِمَا اَجْرَيْنَا بِهِ الْعَادَةَ تَغْيِيْرًا اَيْ لَا يُغَيِّرُهٗ اَحَدٌ یعنی جو قانون ہم نے جاری کیا ہے اس میں تم تغیر و تبدل نہ پاؤ گے۔
اس بیان میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی دی گئی کہ ع دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر است

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع سورہ بنی اسرائیل پ۱۵

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۚ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝

قائم رکھو نماز سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور صبح کا قرآن بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ زیادہ ہے تمہارے لیے قریب ہے کہ کھڑا کرے تمہارا رب ایسی جگہ تمہیں جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝

اور عرض کرو اے میرے رب داخل کر مجھے سچائی کے طور اور نکال مجھے سچائی سے اور کر میرے لیے اپنی طرف سے مددگار غالب۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝

اور فرما دیجیے حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝

اور اتارتے ہیں ہم قرآن سے وہ چیز جو شفا ہے اور رحمت ایمان والوں کے لیے اور نہیں بڑھتا ظالموں کو مگر نقصان۔

وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ۝

اور جب ہم انعام کریں انسان پر منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے برائی پہنچے تو مایوس ہو جاتا ہے۔

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝

فرما دیجیے سب اپنے اپنے طریقہ پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کون زیادہ راہ پر ہے۔

حلِ لغات نواں رکوع سورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

اَقِمِ۔ قائم کر	الصَّلٰوۃَ۔ نماز	لِدُلُوْكِ۔ واسطے ڈھلنے	الشَّمْسِ۔ سورج کے
اِلٰی۔ طرف	غَسَقِ۔ اندھیرے	الَّیْلِ۔ رات کے	وَقُرْاٰنَ۔ اور قرآن پڑھنا
اَلْفَجْرِ۔ فجر کا	اِنَّ۔ بیشک	قُرْاٰنَ۔ قرآن پڑھنا	اَلْفَجْرِ۔ فجر کا
کَانَ۔ ہے	مَشْهُوْدًا۔ حاضر کیا گیا	وَمِنَ الَّیْلِ۔ اور رات کے کچھ حصہ میں	
فَتَهَجَّدْ۔ بیدار ہو	بِهٖ۔ قرآن کے ساتھ	نَافِلَةً۔ یہ زیادہ ہے	لَّكَ۔ تیرے لیے
عَسٰی۔ قریب ہے	اَنْ۔ یہ کہ	یَّبْعَثَكَ۔ کھڑا کرے تجھے	رَبُّكَ۔ تیرا رب
مَقَامًا۔ مقام	مَّحْمُوْدًا۔ محمود میں	وَقُلْ۔ اور کہہ	رَّبِّ۔ اے میرے رب
اَدْخِلْنِیْ۔ داخل کر مجھے	مُدْخَلَ۔ داخل کرنا	صِدْقٍ۔ سچائی کا	وَّاَخْرِجْنِیْ۔ اور نکال مجھے
مُخْرَجَ۔ نکالنا	صِدْقٍ۔ سچائی کا	وَاجْعَلْ۔ اور بنا	لِّیْ۔ میرے لیے
مِنْ لَّدُنْكَ۔ اپنی طرف سے		سُلْطٰنًا۔ مددگار	نَّصِیْرًا۔ غالب
وَقُلْ۔ اور کہہ	جَآءَ۔ آیا	الْحَقُّ۔ حق	وَزَهَقَ۔ اور مٹ گیا
اَلْبَاطِلُ۔ باطل	اِنَّ۔ بیشک	اَلْبَاطِلَ۔ باطل	كَانَ۔ ہے
زَهُوْقًا۔ مٹنے والا	وَنُنَزِّلُ۔ اور اتارتے ہیں ہم	مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ قرآن سے	مَا۔ جو
هُوَ۔ وہ	شِفَآءٌ۔ شفاء	وَّرَحْمَةٌ۔ اور رحمت ہے	لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کیلئے
وَلَا۔ اور نہیں	یَزِیْدُ۔ زیادہ کرتا	الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالموں کو	اِلَّا۔ مگر
خَسَارًا۔ نقصان	وَاِذَآ۔ اور جب	اَنْعَمْنَا۔ انعام کرتے ہیں ہم	عَلَی۔ اوپر
الْاِنْسَانِ۔ انسان کے	اَعْرَضَ۔ منہ پھیرتا ہے	وَنَاٰ۔ اور دور کرتا ہے	بِجَانِبِهٖ۔ اپنی کروٹ
وَاِذَا۔ اور جب	مَسَّهُ۔ پہنچے اسے	الشَّرُّ۔ برائی	كَانَ۔ تو ہوتا ہے
یَـُٔوْسًا۔ ناامید	قُلْ۔ کہہ	كُلٌّ۔ ہر ایک	یَّعْمَلُ۔ عمل کرتا ہے
عَلٰی۔ اوپر	شَاكِلَتِهٖ۔ اپنی طرز کے	فَرَبُّكُمْ۔ تو رب تمہارا	اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے
بِمَنْ۔ اس کو	هُوَ۔ جو وہ	اَهْدٰی۔ زیادہ ہدایت والا ہے	سَبِیْلًا۔ راہ میں

مختصر تفسیر اردو نواں رکوع سورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔
قائم رکھو نماز سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور صبح کا قرآن بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں"۔

اس حکم میں ظہر سے عشاء تک چار نمازیں آگئیں اور قرآن الفجر سے صبح کی نماز مراد ہے۔ اسے قرآن اس لیے فرمایا گیا کہ قراءت ایک رکن ہے جو جزء نماز ہے اور جزء سے کل تعبیر کیا جاتا ہے جیسے قرآن کریم میں رکوع و سجود سے مراد لی گئی ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قراءت رکن نماز ہے۔

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا سے یہ مراد ہے کہ نماز فجر میں رات کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے بھی آجاتے ہیں۔

اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَاهُ وَجَمَاعَةٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ تَفْسِيْرِ ذٰلِكَ تَشْهَدُهُ مَلٰئِكَةُ الَّيْلِ وَمَلٰئِكَةُ النَّهَارِ وَفِي الصَّحِيْحَيْنِ تَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ الَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ۔ ثُمَّ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ وَالْمَلَائِكَةُ الْمُرَادُ بِهٰؤُلَاءِ الْكَتَبَةُ وَالْحَفَظَةُ فَتَنْزِلُ مَلَائِكَةُ النَّهَارِ وَتَصْعَدُ مَلَائِكَةُ الَّيْلِ وَتَلْتَقِي الطَّائِفَتَانِ فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ۔

اس سے مراد نامہ اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے مراد ہیں جو صبح کی نماز میں اکٹھے ہو جاتے ہیں رات کے فرشتے جو جانے والے ہیں اور دن کے فرشتے جو ڈیوٹی پر حاضر ہوتے ہیں۔

وَاَصْلُ مَادَّةِ دلك تَدُلُّ عَلَى الْاِنْتِقَالِ مَعَ الزَّوَالِ اِنْتِقَالٌ مِّنْ دَائِرَةِ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى مَا يَلِيْهَا وَفِي الْغُرُوْبِ اِنْتِقَالٌ مِّنْ دَائِرَةِ الْاُفُقِ اِلٰى مَا تَحْتَهَا۔ مادہ دلک انتقال پر دلالت کرتا ہے تو زوال میں انتقال دائرہ نصف النہار سے اس کے قریب تک ہے۔ اور غروب میں انتقال دائرہ افق سے اس کے ماتحت تک ہے۔

وَقَالَ الْمُبَرِّدُ دُلُوْكُ الشَّمْسِ مِنْ لَّدُنْ زَوَالِهَا اِلٰى غُرُوْبِهَا فَالْاَمْرُ بِاِقَامَةِ الصَّلٰوةِ لِدُلُوْكِهَا اَمْرٌ بِصَلٰوتَيْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ۔ مبرد کے نزدیک دلوک شمس زوال کے قریب سے غروب شمس تک ہے تو نماز قائم کرنے کا حکم دلوک سے دو نمازوں ظہر و عصر کا ملتا ہے۔

اور اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ کے معنی ہیں اَیْ اِلٰی شِدَّۃِ ظُلْمَتِہٖ کَمَا قَالَ الرَّاغِبُ وَغَیْرُہٗ وَھُوَ وَقْتُ الْعِشَاءِ یعنی شدت ظلمت شب تک نماز کا حکم ہے۔ جیسا کہ راغب وغیرہ نے کہا کہ وہ وقت عشاء ہے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ الْاَنْبَارِیِّ فِی الْوَقْفِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَافِعَ بْنَ الْاَزْرَقِ قَالَ لَہٗ اَخْبِرْنِیْ مَا الْغَسَقُ فَقَالَ دُخُوْلُ الَّیْلِ بِظُلْمَتِہٖ۔ وَھُوَ عِنْدَ وَقْتِ الْمَغْرِبِ۔

نافع بن ازرق نے ابن عباس سے پوچھا غسق کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا رات کا ظلمت کے ساتھ داخل ہو جانا اور وہ وقت مغرب سے ہے۔

وَقِیْلَ الْمُرَادُ مِنْ غَسَقِ الَّیْلِ مَا یَعُمُّ وَقْتَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَھُوَ مُمْتَدٌّ اِلَی الْفَجْرِ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مراد غسق اللیل سے عموماً دونوں وقت مغرب اور عشاء سے ہے اور وہ ممتد فجر تک ہے تو چار وقت یہ ہو گئے اور پانچواں قرآن فجر تو یہ پانچوں اوقات مفصل آ گئے۔

"وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ اور کچھ رات کے حصہ میں تہجد کر دیہ خاص آپ کے لیے زیادہ ہے قریب ہے کہ آپ کو آپ کا رب اس مقام پر کھڑا کرے جہاں سب آپ کی حمد کریں"۔

تہجد کہتے ہیں نماز کے لیے نیند چھوڑ کر اٹھنے یا بعد نماز عشاء سونے کے بعد جو نماز پڑھی جائے اسے تہجد کہتے ہیں۔ اور مِنَ الَّیْلِ میں مِن تبعیضیہ ہے رات کے کچھ گزرنے کے معنی دیتا ہے۔ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَالتَّھَجُّدُ عَلٰی مَا نُقِلَ عَنِ اللَّیْثِ الْاِسْتِیْقَاظُ مِنَ النَّوْمِ لِلصَّلٰوۃِ وَیُطْلَقُ عَلٰی نَفْسِ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الْقِیَامِ مِنَ النَّوْمِ لَیْلًا یُقَالُ تَھَجَّدَ اَیْ صَلّٰی فِی الَّیْلِ بَعْدَ الْاِسْتِیْقَاظِ کَکَذَا ھَجَدَ وَھٰذَا یَقْتَضِیْ سَابِقِیَّۃَ النَّوْمِ فِیْ تَحْقِیْقِ التَّھَجُّدِ فَلَوْ لَمْ یَنَمْ وَصَلّٰی مَا شَاءَ لَا یُقَالُ لَہٗ تَھَجَّدَ وَھُوَ الْمَرْوِیُّ عَنْ مُجَاھِدٍ۔

لیث کا قول ہے کہ تہجد سو کر نماز کے لیے اٹھنے کو کہتے ہیں اور اس کا اطلاق مطلقاً اس نماز پر ہوتا ہے جو سونے کے بعد اٹھ کر رات میں ادا کی جائے محاورہ میں بولتے ہیں تہجّد یعنے رات میں سو کر اٹھ کر نماز پڑھی گویا تہجد میں متقدم سونا لازمی ہے اور اگر سویا ہی نہ ہوا اور جتنی چاہے نماز پڑھتا رہے تو اسے تہجد نہیں کہیں گے البتہ وہ نوافل کہے جا سکتے ہیں۔

اور مبرد کہتے ہیں ھُوَ السَّھَرُ لِلصَّلٰوۃِ اَوْ لِذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ وہ نماز یا ذکر الٰہی کے لیے جاگنا ہے اور ایک قول یہ ہے اَلسَّھَرُ لِلطَّاعَۃِ وَظَاھِرُہٗ عَدَمُ اشْتِرَاطِ سَابِقِیَّۃِ النَّوْمِ فِیْ تَحَقُّقِہٖ۔ وہ رات کا جاگنا ہے اطاعت الٰہی کے لیے اور ظاہر ہے کہ اس میں پہلے سونا شرط نہیں۔

اور مشہور قول یہ ہے کہ اِنَّ ذَالِكَ يُسَمّٰى قِيَامًا وَمَا بَعْدَ النَّوْمِ فَيُسَمّٰى تَهَجُّدًا۔ بغیر سوئے ہوئے جو شب بیداری کرے نفلیں پڑھے وہ قیام لیل کہا جاتا ہے اور سونے کے بعد اٹھ کر جو نوافل ادا کرے وہ تہجد ہے۔

اور حجاج بن عمر مازنی نے صاف فیصلہ دے دیا وہ فرماتے ہیں اَيَحْسَبُ اَحَدُكُمْ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى حَتّٰى يُصْبِحَ اَنَّهٗ قَدْ تَهَجَّدَ اِنَّمَا التَّهَجُّدُ الصَّلٰوةُ بَعْدَ الرُّقَادِ ثُمَّ صَلٰوةٌ اُخْرٰى بَعْدَ رَقْدَةٍ ثُمَّ صَلٰوةٌ اُخْرٰى بَعْدَ رَقْدَةٍ هٰكَذَا كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ شام سے صبح تک نفلیں پڑھنے والا تہجد ادا کرنے والا ہے۔ تہجد تو وہی نماز ہے جو سونے کے بعد ادا کی جائے پھر لیٹے پھر نماز پڑھے پھر لیٹے پھر نماز کرے ایسے ہی حضور کی رات کی نماز تھی۔

اور قاموس میں ہے بِاَنَّهٗ مِنَ الْاَضْدَادِ اَيْضًا۔ تہجد لغات ذات الاضداد میں سے ہے۔

چنانچہ اَلْهُجُوْدُ النَّوْمُ وَيُسْتَعْمَلُ اِسْتَيْقَظَ۔ ہجود سونے کو بھی کہتے ہیں اور تہجد جاگنے کو بھی

ابن اعرابی بھی اسی طرف ہیں وہ کہتے ہیں تَهَجَّدَ الرَّجُلُ صَلّٰى مِنَ اللَّيْلِ وَهَجَدَ نَامَ بِاللَّيْلِ۔ هَجَدَ الرَّجُلُ کے معنی رات میں نماز پڑھنے کے بھی ہیں اور ہجد کے معنی سونے کے بھی ہیں۔

ابوعبیدہ بھی یہی کہتے ہیں اَلْهَاجِدُ النَّائِمُ وَالْمُصَلِّیْ۔ ہاجد سونے اور رات میں نماز پڑھنے میں مستعمل ہے۔

وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ اَنَّ الْمَعْرُوْفَ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ كَوْنُ الْهُجُوْدِ بِمَعْنَى النَّوْمِ وَفَسَّرَ التَّهَجُّدَ بِتَرْكِ الْهُجُوْدِ اَيِ النَّوْمِ عَلٰى اَنَّ التَّفَعُّلَ لِلسَّلْبِ كَالتَّاَثُّمِ وَالتَّحَنُّثِ۔ بعض نے کہا کلام عرب میں ہجود بمعنی نوم یعنی سونے میں مستعمل ہے اور تہجد ترک ہجود یعنی سونا چھوڑ دینے کے معنی دیتا ہے اس لیے کہ باب تفعل سلب کے لیے ہے جیسے تاثم اور تحنث۔

وَيَجُوْزُ اَنْ يُّقَالَ اَنَّ التَّفَعُّلَ لِلتَّكَلُّفِ اَيْ تَكَلُّفُ الْهُجُوْدِ بِمَعْنَى الْيَقْظَةِ۔ یہ بھی جائز ہے کہ کہا جائے کہ تفعل تکلف کے لیے ہے تو تکلف ہجود بمعنی یقظہ یعنی جاگنے کا فائدہ دیگا۔ انتہی مختصرا

احادیث میں نماز تہجد کے بہت سے فضائل ہیں۔

بقول جمہور نماز تہجد ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی اور امت مرحومہ کے لیے سنت۔

چنانچہ ابن عطیہ فرماتے ہیں هُوَ عَائِدٌ عَلَى الْوَقْتِ الْمُقَدَّرِ فِي النَّظْمِ الْكَرِيْمِ اَيْ قُمْ وَقْتًا مِّنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ فِيْهِ نَافِلَةً لَّكَ فَرِيْضَةً زَائِدَةً عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ الْمَفْرُوْضَةِ خَاصَّةً لَّكَ دُوْنَ الْاُمَّةِ۔

تہجد کی کم از کم دو رکعتیں ہیں۔ متوسط چار اور زیادہ آٹھ۔

سنت یہ ہے کہ تہجد دو دو رکعت کی نیت سے ادا کی جائے۔

اور یہ پانچ وقت نمازوں کے وہی ہیں جو اوقات عبادت انبیاء رہے۔

چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں ھٰذہٖ اَوْقَاتُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِكَ فَاِنَّہٗ ظَاهِرٌ فِیْ اَنَّهُمْ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ كَانُوْا یُصَلُّوْنَهَا۔ یہ اوقات انبیاء علیہم السلام ہیں تم سے پہلے انبیاء علیہم السلام عبادت کرتے تھے لیکن پانچوں وقت کسی نبی نے مجتمع صورت میں نہیں ادا کیے سوا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیث قال غَایَتُهٗ مَا فِی الْبَابِ اَنَّہٗ عَلَى الْقَوْلِ بِاَنَّهَا لَمْ تَجْتَمِعْ لِغَیْرِ نَبِیِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّحِیْحُ بلکہ ان میں ہر نبی کا ایک وقت عبادت تھا حیث ورد۔

اِنَّ الصُّبْحَ لِاٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ صبح کی نماز آدم علیہ السلام کے لیے تھی۔

وَالظُّهْرَ لِدَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِاِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ اور ظہر حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے تھی ایک روایت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ظہر تھی۔

وَالْعَصْرَ لِسُلَیْمَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِیُوْنُسَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ اور عصر حضرت سلیمان علیہ السلام یا یونس علیہ السلام کے لیے تھی۔

وَالْمَغْرِبَ لِیَعْقُوْبَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِعِیْسٰى عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ اور مغرب کی نماز حضرت یعقوب یا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے لیے تھی۔

وَالْعِشَاءَ لِیُوْنُسَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَمُوْسٰى عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ اور عشا حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت موسٰی علیہ السلام کے لیے تھی۔

تو یہ پانچوں نمازیں امت مرحومہ کے لیے باتباع کتب انبیاء مقرر ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص تہجد چھٹی فرض ہوئی۔ جو کسی نبی پر نہیں تھی۔

اس کے متعلق چند مسائل یاد رکھنے ضروری ہیں۔

اگر آدمی شب کی ایک تہائی عبادت کرنا چاہے اور دو تہائی سونا تو شب کے تین حصے کرے۔ درمیانی تہائی میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

اور اگر چاہے کہ آدھی رات سوئے اور آدھی رات عبادت کرے تو نصف آخر افضل ہے

جو شخص نماز تہجد کا عادی ہو اس کے لیے تہجد ترک کرنا مکروہ ہے۔ کما فی البخاری ومسلم۔ رد المحتار

اور مقام محمود مقام شفاعت ہے۔

اس مقام پر حضور فائز ہو کر تمام اولین و آخرین سے اپنی حمد سنیں گے۔ کما علیہ الجمہور۔ یہ وہ مقام رفیع ہے کہ اس کے لیے حضور نے ہر اذان کے بعد اپنی امت کو دعا تعلیم فرمائی جو بعد اذان اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

وَاَخْرَجَ النَّسَائِیُّ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَہٗ وَجَمَاعَةٌ عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ یُجْمَعُ النَّاسُ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ یُسْمِعُھُمُ الدَّاعِیْ وَیَنْفُذُھُمُ الْبَصَرُ حُفَاةً عُرَاةً کَمَا خُلِقُوْا فِیَامًا لَا تَکَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ فَیُنَادِیْ یَا مُحَمَّدُ فَیَقُوْلُ۔

لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْكَ وَالْمَھْدِیُّ مَنْ ھَدَیْتَ وَعَبْدُكَ بَیْنَ یَدَیْكَ وَبِكَ وَاِلَیْكَ لَا مَنْجَا وَلَا مَلْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَیْتِ فَھٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ۔

قیامت کے دن سب عریاں حالت میں ایک مٹی سے جب اٹھائے جائیں تو وہ ایک ندا دینے والے کو سنیں مگر بلا اذن الٰہی کوئی نہ بول سکے پھر ندا ہو اے محمد تو حضور اس کا جواب دیں۔

"میں حاضر ہوں اور بھلائی تیری حاضری میں ہے اور بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور برائی تیری طرف سے نہیں ہے اور ہدایت والا وہ ہے جسے تو ہدایت دے اور تیرا بندہ تیرے سامنے کھڑا ہے اور تیرے ساتھ قائم ہے اور تیری طرف رجوع ہے کوئی پناہ کی جگہ تجھ سے نہیں مگر تیری ہی جناب تو برکت والا اور بلند ہے اے بیت اللہ کے رب تو پاک ہے"

تو یہ ہے مقام محمود

وَاَخْرَجَ الطَّبْرَانِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ فِی الْاٰیَةِ فِیْ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَیَشْفَعُ لِاُمَّتِہٖ فَذٰلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی امت کی شفاعت فرمائیں تو وہ مقام محمود ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا۔ اور کہو کہ اے میرے رب مجھے سچائی میں داخل کر اور سچائی میں ہی باہر لے جا اور کر میرے لیے اپنی طرف سے غلبہ مددگار کا۔"

مفہوم آیۂ کریمہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے حضور کو یہ دعا تعلیم دی گئی کہ الٰہی جہاں بھی میں ہوں اور جہاں داخل ہوں اور جہاں سے بھی باہر آؤں وہ کوئی مکان ہو یا منصب یا کام ہر جگہ مجھے صداقت پر

خاتم مکہ۔ علاوہ اس کے سات قول ہیں وہو ہذا۔

۱:۔ اَخْرَجَ الزُّبَیْرُ بْنُ بَکَّارٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ اَنَّ الْمُرَادَ اِدْخَالُ الْمَدِیْنَۃِ وَالْاِخْرَاجُ مِنْ مَکَّۃَ۔ اس سے مراد مدینہ میں داخل ہونا اور مکہ سے نکلنا ہے۔

۲:۔ دوسرا قول یہ ہے جو اسی کا مؤید ہے اَخْرَجَہٗ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَہٗ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَہٗ وَجَمَاعَۃٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ ثُمَّ اُمِرَ بِالْھِجْرَۃِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَقُلْ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَبَدَاَ بِالْاِدْخَالِ لِاَنَّہٗ اَھَمُّ حضور مکہ معظمہ میں تھے کہ ہجرت کا حکم ہوا اور یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور اس میں شروع دخول سے کیا گیا ہے اس لیے کہ یہ اہم تھا۔

۳:۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اِنَّہُ الْاِدْخَالُ فِی الْقَبْرِ وَالْاِخْرَاجُ مِنْہُ۔ اس سے مراد قبر میں داخل کرنا اور اس سے نکالنا ہے۔

۴:۔ چوتھا قول یہ ہے جو محمد بن منکدر سے ہے اِدْخَالُہُ الْغَارَ وَاِخْرَاجُہٗ مِنْہُ غار میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کی طرف اشارہ ہے۔

۵:۔ پانچواں قول یہ ہے ادخال جنت اور اخراج مکہ مراد ہے۔

۶:۔ چھٹا قول نماز میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کی طرف ارشاد ہے۔

۷:۔ ساتواں قول ماموراتُ کی اتباع میں داخل ہونے اور منہیات سے نکلنا مراد ہے۔

" وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا۔ اور فرمائیں حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے والا ہے"۔

یعنی اسلام آیا جو حق ہے اور کفر مٹ گیا جو باطل ہے یا قرآن آیا اور شیطان ہلاک ہوا اور حقیقت ہے کہ باطل اگرچہ کسی وقت صولت وفروغ کسی وقت تک حاصل کر لیتا ہے لیکن اسے پائیداری حاصل نہیں ہوتی اس کا انجام بربادی وخواری ہوتا ہے۔ چنانچہ

اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ وَجَمَاعَۃٌ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ وَحَوْلَ الْکَعْبَۃِ سِتُّوْنَ وَثَلٰثُمِائَۃِ نُصُبٍ فَجَعَلَ یَطْعَنُھَا بِعُوْدٍ فِیْ یَدِہٖ وَیَقُوْلُ جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم روز فتح مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ بت قائم تھے (جو لوہے اور رانگ سے مضبوط کیے گئے تھے) سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں ایک لکڑی تھی حضور آیۂ کریمہ جاء الحق وزہق الباطل پڑھتے جاتے تھے اور اس

لکڑی سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے وہ گرتا جاتا تھا۔

دوسری روایت طبرانی اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ وَمَعَہٗ قَضِیْبٌ فَجَعَلَ یَھْوِیْ بِہٖ اِلٰی کُلِّ صَنَمٍ فَیَخِرُّ لِوَجْھِہٖ فَیَقُوْلُ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ حَتّٰی مَرَّ عَلَیْھَا کُلِّھَا۔

" وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں وہ چیز جو شفا اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے"۔

آیۂ کریمہ کے ایک معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ اس قرآن کریم میں سورتیں اور آیتیں وہ بھی ہیں جو امراض ظاہرہ مثل بخار ودرد وغیرہ کو شفا دیتی ہیں اور وہ بھی ہیں جو امراض باطنیہ گمراہی۔ جہالت۔ حسد وکینہ بغض وعناد واخلاق رذیلہ اور اعتقاد باطلہ کو شفا دیتی ہیں اور معارف الٰہیہ۔ عقائد حقہ۔ صفات حمیدہ۔ اخلاق پسندیدہ پیدا کرتی ہیں اس لیے کہ یہ کتاب مجید ایسے دلائل اور علوم پر مشتمل ہے جو تمام ظلمتوں کو خواہ وہ وہمانی ہوں یا شیطانی اپنی انوار سے نیست ونابود کر دیتے ہیں اور اس کا ایک ایک حرف برکات کا خزینہ اور شفا کا گنجینہ ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ مَنْ لَّمْ یَسْتَشْفِ بِالْقُرْاٰنِ فَلَا شَفَاہُ اللّٰہُ۔ جو قرآن کریم سے شفا نہ حاصل کرے اسے اللہ شفا نہ دے۔

مِنَ الْقُرْاٰنِ میں مِنْ تبعیض کے لیے ہے وَمَعْنَاہُ عَلٰی مَا فِی الْکَشَّافِ وَنُنَزِّلُ مَا ھُوَ شِفَآءٌ اَیْ تَدَرَّجَ فِیْ نُزُوْلِہٖ شِفَآءً فَشِفَآءً۔ یعنی تدریجاً اس کے نزول میں شفاء ہی شفاء رکھی گئی روحانی۔ جسمانی اخلاقی وہمانی اور شیطانی تمام امراض کے لیے شفا ہے۔

چنانچہ مِنَ الْبَعْضِ الْاَوَّلِ الْفَاتِحَۃُ۔ اول ہی میں سورۃ الفاتحہ ہے جس کے لیے ارشاد ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ شِفَاءٌ لِّکُلِّ دَاءٍ۔ الحمد شریف تمام بیماریوں کے لیے شفا ہے جیسے ہم تفسیر فاتحہ میں لکھ چکے ہیں۔

اور آیات شفا کے متعلق بھی احادیث موجود ہیں۔ وہ آیات شفا چھ ہیں۔

وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ۔ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ۔ فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ۔ قُلْ ھُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھُدًی وَّشِفَآءٌ۔

قَالَ السُّبْکِیُّ وَقَدْ جَرَّبْتُ کَثِیْرًا۔ علامہ سبکی فرماتے ہیں میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا۔

علامہ قشیری فرماتے ہیں۔ اِنَّہٗ مَرِضَ لَہٗ وَلَدٌ اَیِسَ مِنْ حَیَاتِہٖ فَرَاٰہُ اللّٰہَ تَعَالٰی فِیْ مَنَامِہٖ فَشَکٰی لَہٗ سُبْحَانَہٗ بِذٰلِکَ فَقَالَ لَہٗ اِجْمَعْ اٰیَاتِ الشِّفَا وَاقْرَاْھَا عَلَیْہِ اَوْ اکْتُبْھَا فِیْ اِنَاءٍ وَّاسِعَۃٍ

رقیہ مَا مُحِبَتْ بِہٖ فَفَعَلَ فَشَفَاهُ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

علامہ قشیری فرماتے ہیں کہ انکا ایک بچہ بیمار ہوا حتی کہ اس کی زندگی سے مایوسی ہو گئی تو اللہ تعالے نے انھیں خواب دکھایا۔ انہوں نے اس بیماری کا شکوہ کیا تو انہیں کہا گیا کہ آیات شفا جمع کر کے مریض پر پڑھو اور ایک پلیٹ پر لکھ کر دھو کر پلاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالے نے اسے شفا عطا فرمائی۔

وَالْاَطِبَّاءُ مُعْتَرِفُوْنَ بِاَنَّ مِنَ الْاُمُوْرِ وَالرُّقٰی مَا یَشْفِیْ بِخَاصِیَّۃٍ رُوْحَانِیَّۃٍ کَمَا نَقَلَہُ الْاُنْدُلُسِیُّ فِیْ مُفْرَدَاتِہٖ وَکَذَا دَاؤُدُ فِی الْجِلْدِ الثَّانِیْ مِنْ تَذْکِرَتِہٖ۔

اور معالجین اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ امراض ہیں دم جھاڑ سے روحانی طریقہ پر موجب شفا ہوتے ہیں جیسے کہ علامہ اندلسی اپنی مفردات ہیں اور حکیم داؤد انطاکی اپنے تذکرہ کی دوسری جلد ہیں بیان کر چکے ہیں۔

وَقَالَ مَالِکُ لَابَاْسَ بِتَعْلِیْقِ الْکُتُبِ الَّتِیْ فِیْہَا اَسْمَاءُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی اَعْنَاقِ الْمَرْضٰی عَلَی التَّبَرُّکِ بِہَا۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ مریض کے گلے ہیں اسماء الٰہیہ لکھ کر ڈالنے ہیں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی تصریح ہے مَنْ شَاءَ فَلْیَنْظُرْ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ۔

"وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ اور اس قرآن کریم سے ظالموں کو کچھ نہیں مگر نقصان ہی زیادہ ہوتا ہے"۔ آلوسی فرماتے ہیں۔

اَیْ لَا یَزِیْدُ الْقُرْاٰنُ کُلُّہٗ اَوْکُلُّ بَعْضٍ مِنْہُ الْکَافِرِیْنَ الْمُکَذِّبِیْنَ الْوَاضِعِیْنَ لِلْاَشْیَاءِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِہَا مَعَ کَوْنِہٖ فِیْ نَفْسِہٖ شِفَاءً لِمَا فِی الصُّدُوْرِ مِنْ اَدْوَاءِ الرَّیْبِ وَاَسْقَامِ الْاَوْہَامِ اِلَّا خَسَارًا اَیْ ہِلَاکًا بِکُفْرِہِمْ وَتَکْذِیْبِہِمْ وَزِیَادَتِہِمْ مِنْ حَیْثُ اِنَّہُمْ کُلَّمَا جَدَّدُوا الْکُفْرَ وَالتَّکْذِیْبَ بِالْاٰیَۃِ النَّازِلَۃِ تَدْرِیْجًا ازْدَادُوْا بِذٰلِکَ ہِلَاکًا۔

یعنی خلاصہ یہ سمجھیے کہ کافروں کو جو اس قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہیں وہ اس کی آیتوں سے بجائے فائدہ اٹھانے کے اس ہیں تحریف کر کے انواع و اقسام کے وہم پیدا کر کے ہلاکت ہی کی طرف جاتے ہیں اور بجائے طاعت و شکر کے کفر کی طرف ہی مائل ہوتا ہے۔

" وَاِذَا اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِہٖ وَاِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ کَانَ یَئُوْسًا۔ قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ فَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ ہُوَ اَہْدٰی سَبِیْلًا۔ اور جب ہم انعام فرماتے ہیں انسان پر منہ پھیر لیتا ہے اور ہٹ جاتا ہے اپنی طرف اور جب پہنچتی ہے اسے برائی تو ناامید ہو جاتا ہے۔ فرما دیجیے ہر ایک اپنے اپنے طریقہ پر کام کرتا ہے تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ راہ پر ہے"۔

یعنی انسان ہیں یہ عیب ہے کہ جب ہم اسے صحت اور وسعت رزق سے نوازتے ہیں تو ہماری طرف

سے منحرف ہو کر ایسا مستغنی ہو جاتا ہے کہ گویا اسے ہم سے کبھی واسطہ ہی نہ تھا۔ عربی میں نای کے معنی بُعد کے ہیں تو نای کے معنی ہوئے دور ہو جاتا ہے یہ کنایہ ہے تکبر سے۔

اور جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس پر انتہا درجہ کا مایوس ہو جاتا ہے۔ حالانکہ مومن کو چاہیئے کہ اگر قبولیت دعا میں تاخیر ہو تو مایوس نہ ہو اور اللہ تعالٰی کی رحمت کا امیدوار رہے جیسا کہ حضور فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْخَیْرَ بِیَدَیْكَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْكَ۔

غرضکہ انہیں اے محبوب فرما دیجئے کہ ہم اپنے طریقہ پر ہیں۔ تم اپنے طریقہ پر رہو۔ جس کا جوہر شریف و طاہر ہے اس سے افعال جمیلہ اور اخلاق شریفہ صادر ہوں گے اور جس کا نفس خبیث ہے اس سے افعال خبیثہ خسیسہ رذیلہ سرزد ہوں گے۔

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورۂ بنی اسرائیل پ ۱۵

وَیَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۝

اور پوچھتے ہیں آپ سے روح کو فرما دیجئے روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا سا۔

وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًا۝

اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے پھر تم کوئی نہ پاتے کہ ہم پر تمہارے لیے وکالت کرتا۔

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا۝

مگر تمہارے رب کی رحمت بے شک اس کا فضل تم پر بڑا ہے۔

قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۝

فرما دیجئے اگر آدمی اور جن سب جمع ہوں اس بات پر کہ آئیں مثل اس قرآن کے تو نہ لاسکیں گے اس کا مثل اگرچہ ان میں سے ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ٘ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا۝

اور بے شک ہم نے طرح طرح سے انسان کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال رکھی ہے تو انکار کرتے ہیں اکثر آدمی مگر ناشکری کو۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۙ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۙ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۙ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۧ

اور بولے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے تم پر حتیٰ کہ تم ہمارے لیے زمین سے چشمہ بہاؤ۔ یا ہو تمہارے لیے باغ کھجور اور انگور کا تو بہتی ان میں نہریں ہوں۔ یا گرا دو آسمان جیسا تم دعوی کرتے ہو ٹکڑے ٹکڑے کر کے یا لاؤ اللہ اور فرشتوں کو ضامن بنا کر۔ یا ہو تمہارے پاس گھر سونے کا یا چڑھو تم آسمان میں تو ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے تمہارے چڑھنے پر بھی جب تک ایک کتاب ہم پر نہ اتارو جو ہم پڑھیں۔ فرما دیجیے پاک ہے میرا رب نہیں ہوں میں مگر آدمی رسول۔

حلِ لغات دسواں رکوع سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ۔ اور پوچھتے ہیں تجھ سے		عَنِ الرُّوْحِ۔ روح کے متعلق	قُلِ۔ کہہ
الرُّوْحُ۔ روح	مِنْ اَمْرِ۔ حکم ہے	رَبِّيْ۔ میرے رب کا	وَمَآ۔ اور نہیں
اُوْتِيْتُمْ۔ دیے گئے تم	مِّنَ الْعِلْمِ۔ علم	اِلَّا۔ مگر	قَلِيْلًا۔ تھوڑا
وَلَئِنْ۔ اور اگر	شِئْنَا۔ چاہیں ہم	لَنَذْهَبَنَّ۔ تو لے جائیں	بِالَّذِيْٓ۔ وہ جو
اَوْحَيْنَا۔ وحی کی ہم نے	اِلَيْكَ۔ تیری طرف	ثُمَّ۔ پھر	لَا تَجِدُ۔ نہ پائے تو
لَكَ۔ اپنے لیے	بِهٖ۔ اسکے متعلق	عَلَيْنَا۔ ہم پر	وَكِيْلًا۔ کوئی وکیل
اِلَّا۔ مگر	رَحْمَةً۔ رحمت	مِّنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب کی	اِنَّ۔ بیشک
فَضْلَهٗ۔ اس کا فضل	كَانَ۔ ہے	عَلَيْكَ۔ تجھ پر	كَبِيْرًا۔ بڑا
قُلْ۔ کہہ	لَئِنِ۔ اگر	اجْتَمَعَتِ۔ جمع ہوں	الْاِنْسُ۔ انسان
وَالْجِنُّ۔ اور جن	عَلٰٓى۔ اوپر	اَنْ۔ اس بات کے کہ	يَّاْتُوْا۔ لائیں
بِمِثْلِ۔ مثل	هٰذَا۔ اس کی	الْقُرْاٰنِ۔ قرآن کی	لَا۔ تو نہ
يَاْتُوْنَ۔ لا سکیں	بِمِثْلِهٖ۔ اس کی مثل	وَلَوْ۔ اگرچہ	كَانَ۔ ہو

بَعْضُهُمْ۔ بعض ان کا
صَرَّفْنَا۔ طرح طرح سے بیان کیں ہم نے
الْقُرْاٰنِ۔ قرآن میں
اَكْثَرُ۔ اکثر
وَقَالُوْا۔ اور بولے
حَتّٰى۔ یہاں تک کہ
يَنْبُوْعًا۔ چشمہ
جَنَّةٌ۔ باغ
الْاَنْهٰرَ۔ نہریں
تُسْقِطَ۔ گرائے تو
عَلَيْنَا۔ ہم پر
بِاللّٰهِ۔ اللہ
يَكُوْنَ۔ ہو
اَوْ۔ یا
نُّؤْمِنَ۔ ایمان لائیں گے ہم
عَلَيْنَا۔ ہم پر
سُبْحَانَ۔ پاک ہے
اِلَّا۔ مگر

لِبَعْضٍ۔ بعض کے لیے
مِنْ كُلِّ۔ ہر طرح کی
النَّاسِ۔ لوگوں نے
لَنْ۔ ہرگز نہیں
تَفْجُرَ۔ پھاڑے تو
اَوْ۔ یا
مِّنْ نَّخِيْلٍ۔ کھجور
خِلٰلَهَا۔ اس میں
السَّمَآءَ۔ آسمان
كِسَفًا۔ ٹکڑے کر کے
وَالْمَلٰٓئِكَةِ۔ اور فرشتوں کو
لَكَ۔ تیرا
تَرْقٰى۔ چڑھے تو
لِرُقِيِّكَ۔ تیرے چڑھنے پر
كِتٰبًا۔ کتاب
رَبِّيْ۔ میرا رب
بَشَرًا۔ آدمی

ظَهِيْرًا۔ مددگار
لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے
مَثَلٍ۔ مثالیں
اِلَّا۔ مگر
نُّؤْمِنَ۔ ایمان لائیں گے ہم
لَنَا۔ ہمارے لیے
تَكُوْنَ۔ ہو
وَّعِنَبٍ۔ اور انگور کا
تَفْجِيْرًا۔ جاری کرنا
كَمَا۔ جیسے
اَوْ۔ یا
قَبِيْلًا۔ سامنے
بَيْتٌ۔ گھر
فِي السَّمَآءِ۔ آسمان میں
حَتّٰى۔ یہاں تک کہ
نَقْرَؤُهٗ۔ جو پڑھیں ہم اس کو
هَلْ۔ نہیں
رَسُوْلًا۔ رسول

وَلَقَدْ۔ اور بے شک
فِيْ هٰذَا۔ اس
فَاَبٰى۔ تو انکار کیا
كُفُوْرًا۔ ناشکری کا
لَكَ۔ تجھ پر
مِنَ الْاَرْضِ۔ زمین سے
لَكَ۔ تیرے لیے
فَتُفَجِّرَ۔ پھر جاری کرے تو
اَوْ۔ یا
زَعَمْتَ۔ تو خیال کرتا ہے
تَاْتِيَ۔ لائے تو
اَوْ۔ یا
مِّنْ زُخْرُفٍ۔ سونے کا
وَلَنْ۔ اور ہرگز نہ
تُنَزِّلَ۔ اتارے تو
قُلْ۔ کہہ
كُنْتُ۔ ہوں میں

مختصر تفسیر اردو دسواں رکوع۔ سورۃ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

"وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ اور آپ سے پوچھتے ہیں روح کے متعلق۔ فرما دیجئے روح میرے رب کے امر سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا"۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول علامہ آلوسی تحریر فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَرْبٍ

الْمَدِیْنَۃِ وَھُوَ مُتَّکِئٌ عَلٰی عَسِیْبٍ فَمَرَّ بِقَوْمٍ مِّنَ الْیَھُوْدِ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْہُ عَنِ الرُّوْحِ وَقَالَ بَعْضُھُمْ لَا تَسْأَلُوْہُ۔ فَسَأَلُوْہُ فَقَالُوْا یَا مُحَمَّدُ مَا الرُّوْحُ فَمَا زَالَ مُتَکِئًا عَلَی الْعَسِیْبِ فَظَنَنْتُ اَنَّہٗ یُوْحٰی اِلَیْہِ فَلَمَّا نَزَلَ الْوَحْیُ قَالَ (وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے ساتھ مدینہ کے ویرانہ میں چل رہا تھا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر ایک کھجور کے تنہ پر تشریف فرما ہوئے ایک جماعت یہودیوں کی ادھر سے گذری اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگی ان سے روح کے متعلق پوچھو۔ چنانچہ انہوں نے حضور سے عرض کیا کہ روح کیا ہے ابھی حضور تکیہ لگائے ہوئے تھے کہ ہمیں گمان ہوا کہ وحی آرہی ہے جب وحی آچکی تو حضور نے وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ۔ آخر آیت تک تلاوت فرمائی۔

وَقَالَ بَعْضُھُمْ لِقُرَیْشٍ کَمَا اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَاہُ وَابْنُ حِبَّانَ وَجَمَاعَۃٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ قُرَیْشٌ لِلْیَھُوْدِ اَعْطُوْنَا شَیْئًا نَسْأَلُ ھٰذَا الرَّجُلَ فَقَالُوْا سَلُوْہُ عَنِ الرُّوْحِ فَسَأَلُوْہُ فَنَزَلَتْ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ۔

اور سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش نے یہود سے کہا ہمیں کچھ بتاؤ کہ ہم ان سے یعنی حضور سے پوچھیں تو یہودیوں نے کہا ان سے روح کے متعلق سوال کرو انہوں نے حضور سے سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ۔ الآیہ

ایک روایت سیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ اِنَّ قُرَیْشًا بَعَثَتِ النَّضْرَ بْنَ الْحَارِثِ وَعُقْبَۃَ ابْنَ اَبِیْ مُعَیْطٍ اِلٰی اَحْبَارِ الْیَھُوْدِ بِالْمَدِیْنَۃِ وَقَالُوْا لَھُمْ سَلُوْھُمْ مُحَمَّدًا فَاِنَّھُمْ اَھْلُ کِتَابٍ عِنْدَھُمْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَیْسَ عِنْدَنَا فَخَرَجَا حَتّٰی قَدِمَا الْمَدِیْنَۃَ فَسَأَلُوْھُمْ فَقَالُوْا سَلُوْہُ عَنْ اَصْحَابِ الْکَھْفِ وَعَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ وَعَنِ الرُّوْحِ فَاِنْ اَجَابَ عَنْھَا اَوْ سَکَتَ فَلَیْسَ بِنَبِیٍّ وَاِنْ اَجَابَ عَنْ بَعْضٍ وَسَکَتَ عَنْ بَعْضٍ فَھُوَ نَبِیٌّ۔ فَجَاءُ وْا وَسَأَلُوْہُ فَبَیَّنَ لَھُمْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقِصَّتَیْنِ وَاَبْھَمَ اَمْرَ الرُّوْحِ وَھُوَ مُبْھَمٌ فِی التَّوْرَاۃِ۔

کہ قریش نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو احبار یہود کی طرف مدینہ بھیجا اور کہا ان سے دریافت کرو چند سوال جو حضور سے کریں اس لیے کہ وہ اہل کتاب ہیں ان کے پاس وہ علم ہے جو ہمارے پاس نہیں یہ دونوں مدینہ منورہ آئے اور یہود کے احبار یعنی علماء سے پوچھا انہوں نے کہا اصحاب کہف کا قصہ ذوالقرنین کا حال اور روح کی کیفیت ان سے پوچھو اگر یہ اس کے جواب سے عاجز ہوں یا سکوت کریں تو پھر یہ نبی نہیں ہیں اور اگر یہ بعض کا جواب دیں اور بعض میں سکوت کریں تو وہ نبی ہیں۔ چنانچہ یہ آئے اور حضور سے پوچھا

حضور نے اصحاب کہف اور ذی القرنین کے متعلق جواب دے دیا اور روح کے جواب میں ابہام فرمایا اور مسئلہ روح تورات میں بھی مبہم تھا۔

تعریف روح

اَلظَّاھِرُ عِنْدَ الْمُنْصِفِ اِنَّ السُّوَالَ کَانَ عَنْ حَقِیْقَۃِ الرُّوْحِ الَّذِیْ ھُوَ مَدَارُ الْبَدَنِ الْاِنْسَانِیِّ وَمَبْدَأُ حَیَاتِہٖ لِاَنَّ ذَالِکَ مِنْ اَدَقِّ الْاُمُوْرِ الَّتِیْ لَا یَسَعُ اَحَدًا اِنْکَارُھَا۔

روح بظاہر یہ ہے کہ یہ وہ شے ہے جس پہ مدار بدن انسان ہے اور وہ مبدأ حیات ہے اور روح کی حقیقت معلوم کرنا مشکل ترین کام ہے لیکن اس کا انکار نہیں ہو سکتا مختصراً

وَزَعَمَ ابْنُ الْقَیِّمِ اِنَّ الْمَسْئُوْلَ عَنْہُ الرُّوْحُ الَّذِیْ اَخْبَرَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فِیْ کِتَابِہٖ اَنَّہٗ یَقُوْمُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَعَ الْمَلٰٓئِکَۃِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ قَالَ لِاَنَّھُمْ اِنَّمَا یَسْاَلُوْنَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ اَمْرٍ لَا یُعْرَفُ اِلَّا بِالْوَحْیِ وَذَالِکَ ھُوَ الرُّوْحُ الَّذِیْ عِنْدَ اللہِ تَعَالٰی لَا یَعْلَمُہُ النَّاسُ۔

ابن قیم کا خیال ہے کہ جس روح کے متعلق سوال ہوا وہ وہی روح ہے جس کی خبر قرآن کریم میں ہے کہ وہ ملائکہ کے ساتھ کھڑی ہوگی (یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا) وہ کہتے ہیں کہ سوال جو حضور سے کیا گیا وہ اسی سے تھا جسے کوئی نہ جانتا تھا مگر وحی کے ذریعہ اور یہ وہی روح ہے جو اللہ تعالے کے علم میں ہے جسے لوگ نہیں جانتے وَاَمَّا اَرْوَاحُ بَنِیْٓ اٰدَمَ فَلَیْسَتْ مِنَ الْغَیْبِ۔ اور ارواح بنی آدم یہ غیب سے نہیں ہے اس پر طویل بحث کی گئی ہے

اور ابن قیم نے جو کہا وہ بعض سلف سے مروی بھی ہے فَقَدْ اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَاَبُو الشَّیْخِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ اَلرُّوْحُ خَلْقٌ مِّنْ خَلْقِ اللہِ تَعَالٰی وَصَوَّرَھُمْ عَلٰی صُوْرَۃِ بَنِیْٓ اٰدَمَ وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ مَلَکٌ اِلَّا وَمَعَہٗ وَاحِدٌ مِّنَ الرُّوْحِ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ۔ یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا۔

روح ایک مخلوق ہے اللہ تعالے کی مخلوق سے اور اس کی صورت ہے بنی آدم کی صورت پر اور آسمان سے جو فرشتہ نازل ہوتا ہے اس کے ساتھ ایک روح ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا۔

وَاَخْرَجَ اَبُو الشَّیْخِ وَغَیْرُہٗ عَنْ عَطَاءٍ عَنْہُ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ الرُّوْحُ الْمَسْئُوْلُ عَنْہُ ھُوَ مَلَکٌ وَاحِدٌ لَّہٗ عَشْرَۃُ اٰلَافِ جَنَاحٍ۔ جَنَاحَانِ عَنْھُمَا مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَہٗ اَلْفُ وَجْہٍ

لِكُلِّ وَجْهٍ لِسَانٌ وَعَيْنَانِ وَشَفَتَانِ يُسَبِّحُ اللهَ تَعَالٰى بِذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

روح مسئول ایک فرشتہ ہے جس کے دس ہزار بازو ہیں دو بازو اس میں سے مابین مشرق و مغرب ہیں اس کے ہزار منہ ہیں ہر منہ میں زبان اور دو آنکھیں اور دو ہونٹ ہیں وہ اللہ کی تسبیح اس سے کرتا رہتا ہے۔ قیامت تک۔

ان روایتوں پر یہ بھی کہا گیا کہ یہ صحیح نہیں اور اس پر امام علیہ الرحمتہ نے سب کچھ فرمایا ہے جو فرمایا ہے

وَاَخْرَجَ اِبْنُ الْاَنْبَارِیُّ فِیْ کِتَابِ الْاَضْدَادِ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ قَالَ۔ اَلرُّوْحُ خَلْقٌ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لَا يَرَاهُمُ الْمَلٰئِکَةُ كَمَا لَا تَرَوْنَ اَنْتُمُ الْمَلَائِكَةَ۔

روح ایک ایسی مخلوق ہے ملائکہ سے کہ انھیں ملائکہ نہیں دیکھ سکتے جیسے تم ملائکہ کو نہیں دیکھ سکتے۔

اور حسن و قتادہ فرماتے ہیں۔ اَلرُّوْحُ هُوَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ سُمِّيَ رُوْحًا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ۔ روح سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں انھیں کا نام روح قرآن کریم میں رکھا گیا۔ جیسا کہ فرمایا نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ۔

اور بعض نے کہا هُوَ الْقُرْاٰنُ وَقَدْ سُمِّيَ رُوْحًا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔

اور فلسفۂ الٰہیات کی روشنی میں روح کے مفہوم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عالم کی دو قسم ہیں۔ عالم امر اور عالم کون (خلق)

عالم امر وہ ہے جو مخلوق ضرور ہے

اور اسی میں روح ہے

اور عالم کون میں زمین، آسمان۔ درخت۔ حجر۔ طیور وجود میں مگر یہ ابدی نہیں بلکہ حادث ہیں تو سوال یہود پر جواب میں اَلرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ فرمایا گیا۔

گو روح عالم امر سے ہے اور عالم امر کی حقیقت پر تمہارا علم حاوی نہیں۔ کیونکہ تمہیں علم کم دیا گیا ہے تو روح حادث ہے اور تم ابدی نہیں مگر حادث ہو۔

لہٰذا باقتضاء ابدیت اس کا قیام و بقا ابدی ہے یہی وجہ ہے کہ جسم حادث حدوث میں آکر اگرچہ فنا ہو جائے لیکن روح موجود رہتی ہے اسی وجہ میں عذاب قبر سوال و جواب نکیرین سب اس پر مرتب ہوتے ہیں۔

اور جسم چونکہ حادث ہے لہٰذا جو جسم حادث ہے اس پر حدوث و تغیر ہوتا رہے گا۔ مگر جواب طلبی

سے وہ آزاد نہیں اس لیے کہ روح ابدی موجود ہے۔ بنابریں قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کا مفہوم منقول و معقول دونوں صورت میں صحیح ہو گیا۔

علامہ آلوسی بھی قریب قریب یہی فلاسفی بیان فرما رہے ہیں۔

وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا وَمَبْنٰی هٰذَا اَیْضًا الْفَرْقُ بَیْنَ عَالَمِ الْاَمْرِ وَعَالَمِ الْخَلْقِ وَقَدْ سَمِعْتَ مَا فِیْهِ وَحَاصِلُ الْجَوَابِ عَلَی الثَّانِیْ اَنَّهٗ حَادِثٌ حَصَلَ بِفِعْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَتَکْوِیْنِهٖ وَاِیْجَادِهٖ وَجَعَلَ قَوْلَهٗ تَعَالٰی وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ یہ بیان اس فرق پر مبنی ہے جو عالم امر اور عالم خلق کے مابین ہے۔

پھر یہ بھی فرماتے ہیں مَعْنٰی کَوْنِ الرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ تَعَالٰی اَنَّهٗ مِنَ الْاِبْدَاعِیَّاتِ الْکَائِنَةِ بِالْاَمْرِ التَّکْوِیْنِیِّ مِنْ غَیْرِ تَحَصُّلٍ مَادَّةٍ وَتَوَلُّدٍ مِنْ اَصْلٍ کَالْجَسَدِ الْاِنْسَانِ فَالْمُرَادُ مِنَ الْاَمْرِ وَاحِدُ الْاَوَامِرِ اَعْنِیْ کُنْ وَالسُّوَالُ عَنِ الْحَقِیْقَةِ وَالْجَوَابُ اِجْمَالٌ وَمَا لُهٗ اَنَّ الرُّوْحَ مِنْ عَالَمِ الْاَرْضِ مُبْدَعَةٌ مِنْ غَیْرِ مَادَّةٍ لَا مِنْ عَالَمِ الْخَلْقِ وَهُوَ مِنَ الْاُسْلُوْبِ الْحَکِیْمِ۔

معنی یہ ہیں کہ روح امر سے ہے امر الٰہی سے بایں طور کہ وہ پیدا ہے امر سے نہ کہ وہ تحصیل مادہ سے ہو اور اس کا تولد مثل انسان کے نہیں۔

تو عالم امر سے مراد یہ ہے کہ اوامر الٰہی سے ایک حکم کُن میں اس کا وجود ہے۔

اب سوال یہود حقیقت سے تھا تو اس کا جواب اجمال دیا گیا۔

خلاصہ یہ نکلا کہ روح عالم ارض سے بغیر مادہ پیدا شدہ ہے اور وہ عالم خلق سے نہیں ہے بلکہ اسلوب حکیم مطلق پر اس کی تخلیق ہے اور

اِنَّمَا هُوَ فِی الْاَکْثَرِ مِنْ اِحْسَاسِ الْجُزْئِیَّاتِ وَلِذَالِكَ قِیْلَ مَنْ فَقَدَ حِسًّا فَقَدْ فَقَدَ عِلْمًا وَلَعَلَّ اَکْثَرَ الْاَشْیَاءِ لَا یُدْرِکُهُ الْحِسُّ لِکَوْنِهٖ غَیْرَ مَحْسُوْسٍ اَوْ مَحْسُوْسًا مَنَعَ مِنْ اِحْسَاسِهٖ مَانِعٌ کَالْغَیْبَةِ مَثَلًا۔ اور اکثر احساس جزئیات ہوتے ہیں اس بنا پر کہا گیا جس کا حس مفقود ہو گیا یقیناً اس کا علم بھی مفقود ہو جاتا ہے اور شاید اکثر اشیاء ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا ادراک حس نہیں کر سکتا اس وجہ سے کہ وہ غیر محسوس ہیں۔ یا محسوس ہیں لیکن ان کا احساس ممنوع عقلی ہوتا ہے جیسے غیب۔

وَفَرَّقَ الْخَفَاجِیُّ بِاَنَّ بَیَانَ الرُّوْحِ مُمْکِنٌ بِخِلَافِ کُنْهِ الذَّاتِ الْاَقْدَسِ وَفِی الْکَشْفِ اَنَّ سَبِیْلَ مَعْرِفَةِ الرُّوْحِ اِزَالَةُ الْغِشَاءِ عَنْ اَبْصَارِ الْقُلُوْبِ بِاِجْتِلَاءِ کُحْلِ الْجَوَاهِرِ مِنْ کَلَامِ عَلَّامِ الْغُیُوْبِ فَهُوَ عِنْدَ الْمُکْتَحِلِیْنَ اَجْلٰی جَلِیٍّ وَعِنْدَ الْمُشْتَغِلِیْنَ اَخْفٰی خَفِیٍّ۔

علامہ خفاجی بیان روح کو ممکن فرماتے ہیں بخلاف کنہ ذات اقدس کے۔ اور کشف میں ہے کہ معرفت روح کی راہ ابصار قلبی سے پردہ ہٹانے کے بعد ملتی ہے اور وہ پردہ کلام علام الغیوب کا کحل جواہر لگانے سے ہٹتا ہے تو وہ متحلین کے لیے روشن تر ہے اور مشتغلین کے لیے خفی تر ہے۔

عبداللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرما گئے مگر روح کا علم نہ ملا اس پر آلوسی فرماتے ہیں۔

لَعَلَّ عَبْدُ اللهِ هٰذَا اَيَزْعَمُ اَنَّهَا يَمْتَنِعُ الْعِلْمُ بِهَا وَاِلَّا فَلَمْ يُقْبَضْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى عَلِمَ كُلَّ شَيْءٍ يُمْكِنُ الْعِلْمُ بِهٖ كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ مَا اَخْرَجَهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَسُئِلَ الْبُخَارِيُّ عَنْهُ فَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنِّيْ قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِيْ فَنَعَسْتُ فِيْ صَلٰوتِيْ حَتَّى اسْتَثْقَلْتُ فَاِذَا اَنَا بِرَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ لَا اَدْرِيْ رَبِّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ لَا اَدْرِيْ رَبِّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ لَا اَدْرِيْ رَبِّ فَرَاَيْتُهٗ وَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَيْنَ صَدْرِيْ وَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ الْحَدِيْثَ۔ (اٰلُوْسِيْ رَحِمَهُ اللهُ)

فرماتے ہیں کہ عبداللہ کا شاید یہ گمان ہے کہ حضور کو روح کے علم سے منع کیا گیا ورنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے رحلت نہ فرمائی حتی کہ ہر شے کا علم جو ممکن العلم ہے حاصل فرما لیا جیسا کہ احمد ترمذی اور بخاری سے حدیث صحیح مروی ہے کہ حضور نے فرمایا ایک رات میں نے قیام فرمایا اور جتنی میرے مقدر میں تھی نماز پڑھی کہ نماز میں نیند غالب ہوئی تو میں نے اپنے رب کو احسن ترین صورت میں دیکھا اور مجھے تین بار فرمایا اے محمد صلے اللہ علیک وہ کون سے عمل ہیں جنہیں لے جانے میں ملائکہ جھگڑتے ہیں میں نے تینوں بار عرض کیا اے میرے رب میں نہیں جانتا تو میں نے دیکھا کہ اللہ تعالے نے اپنا کف رحمت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا حتی کہ اس کی برودت میں نے اپنے سینہ میں پائی اور ہر شے مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے سب کچھ جان لیا۔ الی آخر الحدیث۔

مفصل شان نزول یہ ہے کہ

قریش نے مشورہ کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہم میں رہے کبھی انھیں صدق و امانت میں کمزور نہ پایا اور کبھی ان پر تہمت لگانے کا ہمیں موقعہ نہ ملا۔ اب انہوں نے دعویٰ نبوت کر ڈالا ہے اس دعوے کے جھٹلانے کے لیے ان کی سیرت ان کے کردار اور روزمرہ کی زندگی میں تو ہمارے پاس کوئی ایسا حربہ نہیں جس

سے ہم یہ کہہ سکیں کہ نبی کے شایان شان یہ چیز نہیں لہذا ان کا دعوی غلط ہے۔ صدوق الامین وہ ہیں اور صاحب خلق عظیم وہ۔ رؤف و رحیم ان کی صفت جو قرآن نے بیان کی وہ پوری ہے کریم و حلیم وہ ہیں۔ لہذا اب یہود سے ہی مدد لیں وہ صاحب کتاب ہیں اور ہم سے زیادہ علم بھی رکھتے ہیں اگرچہ وہ بھی ہمارے خلاف ہیں لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں تو وہ بھی ہمارے ساتھ ہیں تو اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ کے اعتبار سے ہمیں ان سے کوئی ایسی بات معلوم کرنی چاہیئے جو حضور کو جواب دینے میں ساکت کر دے۔ چنانچہ یہ یہود کے احبار سے ملے انہوں نے کہا تم ان سے تین سوال کرو اگر وہ تینوں کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لینا کہ وہ نبی نہیں ہیں۔

اور اگر تینوں سوالوں کا جواب دیدیں تو بھی سمجھ لینا وہ نبی نہیں ہیں

اور اگر دو کا جواب دیدیں اور ایک کا نہ دیں تو سمجھ لینا وہ یقیناً نبی ہیں۔

وہ تین سوال یہ ہیں

اصحاب کہف کا واقعہ کیا ہے؟

ذوالقرنین کا قصہ کیونکر ہے؟

اور روح کیا چیز ہے؟

چنانچہ قریش نے حضور سے یہ سوال کیے

آپ نے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے حالات و واقعات تو بیان فرما دیئے اور روح کا معاملہ ابہام میں رکھا جیسا کہ توریت میں مبہم رکھا گیا تھا۔

علامہ آلوسی اس پر فرماتے ہیں وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ میں سوال کے دو پہلو تھے۔

اَلْاَوَّلُ كَوْنُهٗ سُؤَالًا عَنِ الْمَاهِيَّةِ۔ پہلا یہ کہ یہود کا سوال ماہیت روح کے متعلق ہو

وَالثَّانِيْ سُؤَالًا عَنِ الْقِدَمِ وَالْحُدُوْثِ۔ دوسرا یہ کہ ان کا سوال قدم و حدوث روح سے ہو۔

وَحَاصِلُ الْجَوَابِ عَلَى الْاَوَّلِ اَنَّهَا جَوْهَرٌ بَسِيْطٌ مُجَرَّدٌ مُحْدَثٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَكْوِيْنِهٖ وَتَاثِيْرُهٗ زَمَانُ الْحَيٰوةِ لِلْجَسَدِ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ عَدَمِ الْعِلْمِ بِحَقِيْقَتِهِ الْمَخْصُوْصَةِ فَاِنَّ اَكْثَرَ حَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ مَاهِيَّاتُهَا مَجْهُوْلَةٌ وَلَمْ يَلْزَمْ مِنْ كَوْنِهَا مَجْهُوْلَةً نَفْيُهَا وَاُشِيْرَ اِلَيْهِ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔

پہلے سوال کا حاصل جواب یہ ہے کہ روح جوہر بسیط مجرد محدث ہے جو بامر الٰہی وجود میں آئی۔ اور اس کے وجود میں آنے اور اس کی تاثیر کا یہ فائدہ ہے کہ وہ جسد کے حیات کا موجب ہے۔

اس کے علاوہ روح پر اور بھی اقوال ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں۔
وَقِيْلَ اِنَّ الْاِنْسَانَ هُوَ الرُّوْحُ الَّذِیْ فِی الْقَلْبِ۔ ایک قول یہ ہے کہ انسان کے قلب میں جو ہے وہی روح ہے۔
وَقِيْلَ اِنَّهٗ جُزْءٌ لَا يَتَجَزَّأُ فِی الدِّمَاغِ۔ ایک قول ہے کہ وہ دماغ میں ایک جزو لا تجزأ ہے۔
وَقِيْلَ اِنَّهٗ اَجْزَاءٌ نَارِيَّةٌ مُخْتَلِطَةٌ بِالْاَرْوَاحِ الْقَلْبِيَّةِ وَالدِّمَاغِيَّةِ وَهِیَ الْمُسَمَّاةُ بِالْحَرَارَةِ الْغَرِيْزِيَّةِ۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اجزاء ناریہ ہیں جو مخلوط بالارواح قلب و دماغ ہیں اور ان کا نام حرارت غریزیہ ہے۔
پھر ایک قول ہے کہ هُوَ الدَّمُ الْحَالُّ فِی الْبَدَنِ۔ وہ خون جو جسم میں حلول کیے ہوئے ہے اسی کا نام روح ہے۔
اور کیا کیا اقوال ہیں جن کی تعداد ہزار تک ہے۔
البتہ محققین کے دو قول ہیں۔
اَلْاَوَّلُ اِنَّ الْاِنْسَانَ عِبَارَةٌ عَنْ جِسْمٍ نُوْرَانِیٍّ عَلَوِیٍّ حَیٍّ مُتَحَرِّكٍ مُخَالِفٍ بِالْمَاهِيَّةِ لِهٰذَا الْجِسْمِ الْمَحْسُوْسِ سَارٍ فِيْهِ سَرَيَانَ الْمَاءِ فِی الْوَرْدِ وَالدُّهْنِ فِی الزَّيْتُوْنِ وَالنَّارِ فِی الْفَحْمِ لَا يَقْبَلُ التَّحَلُّلَ وَالتَّبَدُّلَ وَالتَّفَرُّقَ وَالتَّمَزُّقَ يُفِيْدُ لِلْجِسْمِ الْمَحْسُوْسِ الْحَيَاةَ وَتَوَابِعَهَا مَا دَامَ صَالِحًا لِقَبُوْلِ الْفَيْضِ لِعَدَمِ حُدُوْثِ مَا يَمْنَعُ مِنَ السَّرَيَانِ كَالْاَخْلَاطِ الْغَلِيْظَةِ وَمَتٰى حَدَثَ ذٰلِكَ حَصَلَ الْمَوْتُ لِانْقِطَاعِ السَّرَيَانِ۔
وَالرُّوْحُ عِبَارَةٌ عَنْ ذٰلِكَ الْجِسْمِ۔
وَالثَّانِیْ اِنَّهٗ لَيْسَ بِجِسْمٍ وَلَا جِسْمَانِیٍّ وَهُوَ الرُّوْحُ وَلَيْسَ بِدَاخِلِ الْعَالَمِ وَلَا خَارِجِهٖ وَلَا مُتَّصِلٍ لَهٗ وَلَا مُنْفَصِلٍ عَنْهُ وَلٰكِنَّهٗ مُتَعَلِّقٌ بِالْبَدَنِ تَعَلُّقَ التَّدْبِيْرِ وَالتَّصَرُّفِ وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ الْاِلٰهِيِّيْنَ مِنَ الْفَلَاسِفَةِ۔
پہلا قول یہ ہے کہ انسان عبارت ہے ایک نورانی علوی۔ زندہ اور متحرک جسم سے جو اس ظاہری جسم کی ماہیت کے مخالف ہے وہ اس جسم میں اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے جیسے پانی گلاب کے پھول میں اور تیل زیتون میں اور آگ کوئلے میں نہ تو وہ تحلیل ہوتا ہے نہ تبدیل نہ متفرق ہوتا ہے نہ ٹکڑے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ ظاہری جسم کو زندگی اور اس کے لوازمات بخشتا ہے جب تک کہ اس میں فیض قبول کرنے کی صلاحیت ہو اور کوئی ایسی چیز پیدا نہ ہو جو سرایت کرنے کے منافی ہو مثلاً اخلاط غلیظہ اور جب یہ رکاوٹ پیدا ہو تو اس وقت موت

واقع ہو جاتی ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

وہ نہ جسم ہے اور نہ جسمانی اور وہ روح ہے جو نہ عالم میں داخل ہے نہ اس سے خارج اور نہ اس سے منفصل ہے نہ علیحدہ جیسے تدبیر اور تصرف کا تعلق ہوتا ہے ویسے ہی اس کا تعلق بدن سے ہے اور فلاسفہ میں سے اکثر الاہیین کا یہی قول ہے۔

اور حدوث و قدم روح پر اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّہٗ حَادِثٌ حُدُوْثًا زَمَانِیًّا کَسَائِرِ اَجْزَاءِ الْعَالَمِ اِلَّا اَنَّھُمْ اِخْتَلَفُوْا فِیْ اَنَّہٗ ھَلْ ھُوَ حَادِثٌ قَبْلَ الْبَدَنِ اَمْ بَعْدَہٗ فَذَھَبَ طَائِفَۃٌ اِلَی الْحُدُوْثِ قَبْلَ الْبَدَنِ۔ مِنْھُمْ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمَرْوَزِیُّ وَاَبُوْ مُحَمَّدِ بْنُ حَزْمِ الظَّاھِرِیُّ وَحَکَاہُ اِجْمَاعًا وَقَدِ افْتَرٰی۔

وَاسْتَدَلَّ بِذٰلِکَ بِمَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ مِنْ حَدِیْثِ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْھَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْھَا اخْتَلَفَ۔

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ روح حادث زمانی ہے مثل اجزاء عالم کے مگر اس میں اختلاف ہے کہ آیا وہ قبل بدن حادث ہے یا بعد بدن تو ایک جماعت تو قبل بدن حدوث کی قائل ہے۔ ان میں محمد بن نصر مروزی اور ابو محمد بن حزم ظاہری ہیں اور انہوں نے تو اس پر اجماع بتایا ہے مگر یہ محض افتراء ہے اور اس پر صحیحین کی حدیث سے استنا دکرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روحیں لشکر کے لشکر منظم ہیں تو جو روح ان میں سے متعارف ہے وہ مانوس ہوتی ہے اور جو عالم ارواح میں ہی اجنبی رہے وہ دنیا میں بھی اختلاف کرتی ہے۔

اور حدیث ابو ہریرہ سے قصہ الراس میں جو بیان ہے وہ ہمارے بیان کا مؤید ہے اور علامہ نسفی بحر الکلام میں بھی فرماتے ہیں۔

جُعِلَ الْاَرْوَاحُ عَلٰی اَرْبَعَۃِ اَقْسَامٍ۔ اَرْوَاحُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ تَخْرُجُ مِنْ جَسَدِھَا وَیَصِیْرُ مِثْلَ صُوْرَتِھَا مِثْلَ الْمِسْکِ وَالْکَافُوْرِ وَتَکُوْنُ فِی الْجَنَّۃِ تَاْکُلُ وَتَشْرَبُ وَتَتَنَعَّمُ وَتَاْوِیْ اِلٰی قَنَادِیْلَ مُعَلَّقَۃٍ تَحْتَ الْعَرْشِ۔

وَاَرْوَاحُ الشُّھَدَاءِ تَخْرُجُ مِنْ جَسَدِھَا وَتَکُوْنُ فِیْ اَجْوَافِ الطَّیْرِ الْخُضْرِ فِی الْجَنَّۃِ تَاْکُلُ وَتَتَنَعَّمُ وَتَاْوِیْ اِلٰی قَنَادِیْلَ کَاَرْوَاحِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ۔

وَاَرْوَاحُ الْمُطِیْعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِرَبَضِ الْجَنَّۃِ لَا تَاْکُلُ وَلَا تَتَمَتَّعُ وَلٰکِنْ تَنْظُرُ اِلَی الْجَنَّۃِ۔

وَاَرْوَاحُ الْعُصَاةِ مِنْهُمْ تَكُوْنُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فِي الْهَوَاءِ۔
وَاَمَّا اَرْوَاحُ الْكُفَّارِ فَفِيْ سِجِّيْنٍ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ سُوْدٍ تَحْتَ الْاَرْضِ السَّابِعَةِ وَهِيَ تَحْتَ الْاَرْضِ السَّابِعَةِ وَهِيَ مُتَّصِلَةٌ بِاَجْسَادِهَا فَتُعَذَّبُ الْاَرْوَاحُ وَتَتَاَلَّمُ مِنْ ذَالِكَ الْاَجْسَادُ۔

علامہ نسفی فرماتے ہیں کہ ارواح چار قسم پر ہیں۔

ارواح انبیاء علیہم السلام اجسام سے نکل کر اپنی صورت میں مشک اور کافور کی طرح ہوتی ہیں اور وہ جنت میں کھاتی پیتی ہیں اور نعمتوں میں متمتع رہتی ہیں اور رات میں ان قندیلوں میں رہتی ہیں جو عرش کے نیچے معلق ہیں۔

اور ارواح شہداء جسم سے نکل کر سبز پرندوں کے جوف میں جنت میں کھاتی اور نعمتوں سے متمتع رہتی ہیں اور قنادیل میں مثل ارواح انبیاء رہتی ہیں۔

اور ارواح مطیعین مومنین جنت کے کناروں یا جھولوں میں بغیر کھانے اور بغیر متمتع ہونے کے رہتے ہیں لیکن جنت دیکھتے رہتے ہیں۔

اور ارواح سیہ کاران امت محمدیہ ان میں سے آسمان کے اور زمین کے مابین ہوا میں رہتے ہیں۔

اور ارواح کفار وہ سجین میں سیاہ پرندوں کے جوف میں زمین کے نیچے ساتویں طبقہ میں اپنے اجسام کے ساتھ رہتی ہیں اور ان پر عذاب اور تکلیف انھیں جسموں پر ہوتا ہے۔

قریش یہ سوال کر کے نادم ہوئے۔

اس میں اختلاف ہے کہ ان کا سوال حقیقت روح سے تھا یا اس کی مخلوقیت سے چنانچہ مذکورہ روایات میں دونوں باتیں بہ تفصیل بیان ہو چکیں۔

پھر آیۂ کریمہ میں اس حقیقت پر بھی روشنی ڈال دی گئی کہ مخلوق کا علم علم الٰہی کے سامنے قلیل ہے یا آنکہ ما اوتیتم کا خطاب صرف یہود کے ساتھ خاص ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

" وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۔ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۔ اور اگر ہم چاہتے تو ضرور لے جاتے اسے جو ہم نے وحی فرمائی تمہاری طرف پھر تم نہ پاتے اپنے لیے اس میں ہم پر وکیل۔ مگر یہ رحمت ہے تمہارے رب کی بے شک تم پر اس کا فضل بڑا ہے"۔

یعنی قرآن کریم جو بذریعہ وحی نازل کیا گیا اور اسے تمہارے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کیا گیا ہے وہ محو بھی کیا جا سکتا ہے مگر چونکہ اللہ کا فضل تم پر ہے اس وجہ میں وہ قیامت تک تم میں رکھا جائے گا اور

اور ہر قسم کے تبدل و تغیر سے محفوظ رہے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ قرآن پاک خوب پڑھو اس سے پہلے کہ قرآن اٹھا لیا جائے کیونکہ قیامت قائم نہ ہوگی جبتک قرآن کریم نہ اٹھا لیا جائے۔ آگے ارشاد ہے۔

"قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ فرما دیجئے اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ آپس میں ایک دوسرے کا مددگار ہو جائے"۔

شان نزول میں یہود یا قریش کے اس امر کا تذکرہ ہے جو

رُوِیَ اَنَّ طَائِفَةً مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ قَالُوْا اَخْبِرْنَا یَا مُحَمَّدُ بِهٰذَا الْحَقِّ الَّذِیْ جِئْتَ بِهٖ اَحَقٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَاِنَّا لَا نَرَاهُ مُتَنَاسِقًا كَتَنَاسُقِ التَّوْرَاةِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمْ اَمَا وَاللّٰهِ اِنَّكُمْ لَتَعْرِفُوْنَهٗ اِنَّهٗ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی قَالُوْا اِنَّا نَجِیْئُكَ بِمِثْلِ مَا تَاْتِیْ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی هٰذِهِ الْاٰيَةَ۔

ایک جماعت یہود نے حضور کی خدمت میں حاضر آکر عرض کیا حضور ہمیں یہ بتایئے کہ جو آپ لائے ہیں کیا وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے ہم تو اس میں توریت کا سا نسق نہیں دیکھتے۔ حضور نے فرمایا قسم بخدا تم ضرور سمجھتے ہو کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے بولے ہم خود بھی اس جیسا قرآن بنا سکتے ہیں اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی (روح المعانی)

ایک روایت میں ہے کہ قریش کی ایک جماعت نے حضور سے آکر کہا کہ ہم اس قرآن کے علاوہ آیت لائے ہیں اور ہم یقیناً اس آیت لانے پر قادر ہیں تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

اور فرمایا اگر تم سب اس امر پر متفق ہو جاؤ تو اس کے مثل نہیں لا سکو گے اگرچہ ثقلین جن و انس سب ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔

چنانچہ مسیلمہ کذاب نے دعوی نبوت کیا اور اس کے بعد اپنی وحیوں میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کلام الٰہی کے مقابل پیش کرے لیکن ہمیشہ منہ ہی کی کھاتا رہا۔ چنانچہ اس کی وحی میں والعادیات کے مقابل یہ آیتیں بنائی گئیں جو بلاغت کلام پاک کے مقابل رکھی گئیں اور ذلت اٹھائی۔

وَالزَّارِعَاتِ زَرْعًا وَالْحَاصِدَاتِ حَصْدًا وَالذَّارِيَاتِ قَمْحًا وَالطَّاحِنَاتِ طَحْنًا وَالْخَابِزَاتِ خُبْزًا وَالثَّارِدَاتِ ثَرْدًا وَاللَّاقِمَاتِ لَقْمًا اِهَالَةً وَسَمْنًا لَقَدْ فُضِّلْتُمْ عَلٰى اَهْلِ الْوَبَرِ وَمَا سَبَقَكُمْ اَهْلُ الْمَدَرِ۔ رِيْفَكُمْ فَامْنَعُوْهُ وَالْمُعِيْنَ فَاٰوُوْهُ وَالْبَاغِيَ

فَتَاوُدُہٗ۔

(ترجمہ) قسم کھیتی کرنے والوں کی اور قسم کھیتی کاٹنے والوں اور بھوسہ نکالنے والوں کی جو گندم ہوا میں اڑاتے ہیں اور قسم ہے آٹا پیسنے والوں اور روٹی پکانے والوں کی اور قسم ہے سالن پکانے والوں اور تیل گھی کے لقمہ کھانے والوں کی تمہیں ریشم پہننے والے جنگل میں رہنے والے عربوں پر فضیلت دی گئی اور مٹی کے مکان بنانے والے شہری عرب بھی تم سے بڑھ کر نہیں۔ تم اپنی روکھی سوکھی روٹی کی پوری حفاظت کرو۔ عاجز و درماندہ کو پناہ دو اور ضرورت مند مانگنے والے کو اپنے پاس ٹھہراؤ۔

سورۃ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ کے مقابل یہ وحی بنائی گئی۔

اَلْفِیْلُ۔ مَا الْفِیْلُ۔ لَہٗ ذَنَبٌ ذَبِیْلٌ وَّخُرْطُوْمٌ طَوِیْلٌ اِنَّ ذَالِکَ مِنْ خَلْقِ رَبِّنَا الْجَلِیْلِ۔

ہاتھی اور وہ ہاتھی کیا ہے۔ اس کی بدنما دم ہے اور لمبی سونڈ ہے بے شک یہ ہمارے رب جلیل کی مخلوق ہے۔

ایک وحی مینڈک والی بھی گھڑ ڈالی۔

یَا ضِفْدَعُ بِنْتُ ضِفْدَعٍ نَقِّیْ مَا تَنَقِّیْنَ اَعْلَاکِ فِی الْمَاءِ وَاَسْفَلُکِ فِی الطِّیْنِ لَا الشَّارِبَ تَمْنَعِیْنَ وَلَا الْمَاءَ تُکَدِّرِیْنَ۔

اے مینڈکی۔ بیٹی مینڈکی کی تو کتنی پاک صاف ہے تیرا بالائی حصہ پانی میں ہے اور نچلا حصہ مٹی میں نہ تو پانی پینے والے کو روکتی ہے اور نہ پانی گدرا کرتی ہے۔

اس قسم کی بہت سی خرافات بھی سامنے لانے کی جرأتیں ہوئیں مگر کلام حق کلام حق ہی رہا۔

مختصر یہ کہ وہ زمانہ وہ تھا کہ بلاغت وفصاحت کے میدان میں کوس لمن الملک بجانے والا گھر گھر میں موجود تھا اور انہیں میں لَایَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ کا اعلان ہوا انہیں میں کہا گیا کہ تم سب مل کر ایک آیت ہی بنا لاؤ مگر نہ لا سکے اور اس کے مقابلہ سے عاجز ہوئے اور آج چودھویں صدی گذر رہی ہے آج تک بھی کوئی مقابلہ کے لیے نہ اٹھ سکا۔ آگے ارشاد ہے۔

"وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓی اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا۔ اور بے شک ہم نے طرح طرح کے بیان لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر مثال سے واضح کیے تو انکار کیا اکثر آدمیوں نے مگر ناشکری ہی کا" اور ہر پہلو سے منکر ہی رہے

شانِ نزول

جب قرآن کریم کا اعجاز ظاہر و باہر ہو گیا اور معجزات واضحہ سے حجت قائم ہو گئی اور کفار نابکار کے

لیے کوئی عذر کا موقعہ باقی نہ رہا تو وہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے اور بہانہ سازی کرنے کے لیے طرح طرح کی نشانیاں طلب کرنے لگے اور کہنے لگے جو آئندہ آیات کریمہ میں مذکور ہے۔

"وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا۔ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِيْلًا۔ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔

اور بولے مشرک ہم ایمان ہرگز نہ لائیں گے تم پر حتیٰ کہ بنا دو ہمارے لیے زمین میں چشمہ یا ہو تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا باغ پھر تم رواں کر و اس کے اندر بہتی نہریں یا تم ہم پر آسمان گرا دو جیسا تم دعویٰ کرتے ہو ٹکڑے ٹکڑے یا چڑھ جاؤ تم آسمان میں تو بہر حال ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے تمہارے چڑھ جانے پر حتیٰ کہ نہ اتار و ہم پر کتاب جو ہم پڑھیں۔ فرما دیجئے پاکی ہے میرے رب کو میں کیا ہوں مگر ایک آدمی اللہ کا رسول"۔

یعنی مشرکین کی ضد و فدح اتنی بڑھی کہ کہنے لگے ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ جبتک ہمارے مطالبات پورے نہ ہوں۔ مروی ہے کہ

نَزَلَ فِيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اُمَيَّةَ۔ یہ آیت عبداللہ بن ابی امیہ کے معاملہ میں نازل ہوئی ہے

وَاَخْرَجَ ابْنُ اِسْحَاقَ وَجَمَاعَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ عُتْبَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَيْ رَبِيْعَةَ وَاَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ وَالْاَسْوَدَ بْنَ مُطَّلِبٍ وَزَمْعَةَ بْنَ الْاَسْوَدِ وَالْوَلِيْدَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ وَاَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اُمَيَّةَ وَاُمَيَّةَ بْنَ خَلْفٍ وَنَاسًا اٰخَرَ اِجْتَمَعُوْا بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اِبْعَثُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ فَكَلِّمُوْهُ حَتّٰى تُعْذِرُوْا فِيْهِ فَبَعَثُوْا اِلَيْهِ فَجَاءَهُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيْعًا وَهُوَ يَظُنُّ اَنَّهُمْ قَدْ بَدَا لَهُمْ فِيْ اَمْرِهٖ بَدَاءٌ وَكَانَ عَلَيْهِمْ حَرِيْصًا يُحِبُّ رُشْدَهُمْ وَيَعِزُّ عَلَيْهِ عَنَتُهُمْ حَتّٰى جَلَسَ اِلَيْهِمْ فَقَالُوْا۔ الخ

مذکورہ سرداران قریش جمع ہو کر حضور کی خدمت میں آخری فیصلے کے لیے جمع ہوئے اور حضور نے ان کا جمع ہو کر آنا پسند فرمایا اور فوراً حضور تشریف لے آئے اس لیے کہ حضور ان کی ہدایت پر آنے کو بہت پسند فرماتے تھے چنانچہ انہوں نے عرض کیا۔ کہ

ہم نے آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ آج گفتگو کر کے آپ سے معاملہ طے کر لیں تاکہ ہم پھر آپ کے حق میں معذور سمجھے جائیں۔ عرب میں کوئی ایسا نہیں جس نے قوم پر وہ شدائد اکٹھے کیے ہوں جو آپ نے کیے ہیں

آپ نے ہمارے باپ دادا کو برا کہا۔ ہمارے دین میں عیب نکالے۔ ہمارے دانشمندوں کو کم عقل اور بیوقوف کہا۔ ہمارے معبودوں کی توہین کی۔ ہماری جماعتوں میں تفرقہ ڈالا۔ غرضیکہ کوئی ایسا الزام نہیں جو آپ نے ہم پر نہ لگایا ہو۔ ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے آپ کی غرض کیا ہے؟

اگر آپ اس طریقہ سے مال حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ روبہ چھوڑ دیجئے ہم آپ کو مال جمع کر دیتے ہیں اور اتنا مال دیتے ہیں کہ آپ ہماری قوم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں۔

اگر آپ اعزاز چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنانے کو تیار ہیں۔

اگر ملک و سلطنت کی خواہش ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کیے لیتے ہیں ہم ہر طرح آپ سے مصالحت کے متمنی ہیں۔

اگر آپ کو کوئی دماغی عارضہ ہے تو ہم آپ کا علاج اپنے خرچ سے کرنے کو موجود ہیں۔

یہ سب کچھ سن کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَابِیْ مَا تَقُوْلُوْنَ مَا جِئْتُکُمْ بِمَا جِئْتُکُمْ بِهٖ اَطْلُبُ اَمْوَالَکُمْ وَلَا اَشْرَفُ فِیْکُمْ وَلَا الْمُلْکُ عَلَیْکُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی بَعَثَنِیْ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا وَاَنْزَلَ عَلَیَّ کِتَابًا وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَکُوْنَ لَکُمْ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا فَبَلَّغْتُکُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ فَاِنْ تَقْبَلُوْا مِنِّیْ مَا جِئْتُکُمْ بِهٖ فَهُوَ حَظُّکُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاِنْ تَرُدُّوْهُ عَلَیَّ اَصْبِرْ لِاَمْرِ اللّٰهِ حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰهُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ۔

ان میں سے کوئی بات نہیں اور میں مال و سلطنت و سرداری کسی چیز کا طلب گار نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ اللہ تعالے نے مجھے رسول بنا کر بھیجا اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور مجھے حکم دیا کہ میں تمہیں اس کے ماننے پر بشارت دوں اور انکار کرنے پر عذاب الٰہی کا خوف دلاؤں میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی اگر تم اسے قبول کرو تو یہ تمہارے لیے دنیا و آخرت کی خوش نصیبی ہے اور نہ مانو تو صبر کروں گا حتی کہ اللہ میرے تمہارے مابین فیصلہ کر دے۔

اس پر وہ بولے کہ اے محمد صلی اللہ علیک اگر آپ ہماری پیشکش قبول نہیں کرتے تو ان پہاڑوں کو ہٹا دیجئے اور میدان صاف نکال دیجئے۔ نہریں جاری کر دیجئے۔ ہمارے مرے ہوئے آباؤ اجداد کو زندہ کر دیجئے تاکہ ہم ان سے پوچھیں کہ آپ جو کچھ فرما رہے ہیں کیا وہ سب کچھ سچ ہے اگر وہ کہہ دیں گے تو ہم مان لیں گے۔

اس پر بھی حضور نے وہی جواب دیا اور فرمایا

مَا بِهٰذَا بُعِثْتُ اِنَّمَا جِئْتُکُمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی بِمَا بَعَثَنِیْ بِهٖ فَقَدْ بَلَّغْتُکُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ

اِلَیْکُمْ فَاِنْ تَقْبَلُوْہُ فَھُوَ حَظُّکُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاِنْ تَرُدُّوْہُ عَلَیَّ اَصْبِرْ لِاَمْرِ اللہِ تَعَالٰی حَتّٰی یَحْکُمَ اللہُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ۔

حضور نے فرمایا میں ان باتوں کے لیے نہیں بھیجا گیا جو پہنچانے کے لیے میں بھیجا گیا تھا وہ میں نے پہنچا دیا اب اگر تم مان لو تو تمہارا نصیب اور اگر نہ مانو تو میں صبر کر کے خدائی فیصلہ کا اپنے اور تمہارے لیے انتظار کروں گا۔

اس پر کفار نے کہا پھر آپ اپنے رب سے عرض کر کے ایک فرشتہ ہی بلوا لیجیے جو آپ کی باتوں کی تصدیق کرے۔

اور اپنے لیے باغ اور محل اور سونے چاندی کے خزانہ طلب کیجیے۔

حضور نے اس کے جواب میں بھی یہی فرمایا کہ میں اس لیے نہیں آیا میں تو صرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

تو آخر برہم ہو کر کہنے لگے کہ اچھا پھر ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیجیے اور بعض کہنے لگے کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ اللہ اور فرشتے ہمارے سامنے نہ لے آئیں۔

اس پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس سے اٹھ آئے تو عبداللہ بن امیہ بھی حضور کے ساتھ اٹھا اور بکنے لگا خدا کی قسم! میں کبھی آپ پر ایمان نہ لاؤں گا جبتک سیڑھی لگا کر آپ آسمان پر نہ چڑھیں اور میری نظروں کے سامنے وہاں سے ایک کتاب اور فرشتوں کی ایک جماعت لے کر نہ آئیں اور خدا کی قسم اگر ایسا بھی آپ کر دیں تو میں پھر بھی ایمان نہ لاؤں گا۔

جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے عناد اور ضد کو اس درجہ پر دیکھا کہ حق سے دشمنی حد سے گذر گئی ہے تو قلب اقدس کو صدمہ ہوا اس پر یہ آیۃ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا۔

"قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ اے محبوب فرما دیں میں کیا ہوں مگر ایک آدمی اور اللہ تعالے کا رسول"۔

میرا کام اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے وہ میں پہنچا چکا۔ معجزات و آیات یقین و اطمینان کے لیے اللہ تعالے نے میرے ذریعہ دکھا دیے، میں معاذ اللہ بازی گر یا تماشہ دکھانے والا نہیں کہ تمہارے مطالبہ کی تعمیل ہی کرتا ہوں۔ اب حجت الٰہی قائم ہو چکی اب اللہ تعالے کے فیصلہ کا انتظار کرو اور دیکھو اس کا کیا انجام ہونا ہے

بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع ۔ سورۂ بنی اسرائیل پ۱۵

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

اور کسی بات نے نہ روکا لوگوں کو یہ کہ ایمان لائیں جبکہ ان کے پاس ہدایت آئی مگر یہ کہ بولے کیا بھیجا اللہ نے بشر کو رسول۔

قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝

فرما دیجئے اگر ہوتے زمین میں فرشتے چلتے چین سے اطمینان سے تو اتارتے ہم ان پر بھی رسول فرشتے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ۝

فرما دیجیے کافی ہے اللہ گواہ میرے تمہارے مابین بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اور دیکھتا ہے۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۚ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۚ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝

اور جو ہدایت پر اللہ کی طرف سے وہی راہ پر ہے اور جو گمراہ ہو تو نہیں پاؤ گے ان کے لیے کوئی حمایتی اس کے سوا اور ہم انھیں اٹھائیں گے قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اندھا۔ گونگا۔ بہرا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب بھی وہ بجھنے پر آئے ہم اسے دھکا دیں گے۔

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝

یہ ان کی سزا ہے اس کی کہ انہوں نے کفر کیا ہماری آیتوں سے اور کہا کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں اور ریزہ ریزہ تو سچ مچ ہم اٹھائے جائیں گے نئے پیدا ہو کر۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۚ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝

کیا وہ دیکھتے نہیں کہ وہ اللہ جس نے بنائے آسمان اور زمین وہ قادر ہے اس پر کہ پیدا کر دے ان کی مثل اور کی ہے ان کے لیے ایک میعاد مقرر کہ جس میں شبہ نہیں تو انکار کرتے ہیں ظالم مگر ناشکری کا۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّىْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۚ وَ

فرما دیجیے اگر تم مالک ہو جاؤ خزانوں میرے رب کی رحمت کے تو یقیناً بخل کرتے تم اس خوف سے کہ خرچ

كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝ نہ ہو جائے اور انسان بڑا بخیل ہے۔

حل لغات گیارہواں رکوع۔ سورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

وَمَا۔ اور نہیں	مَنَعَ۔ روکا	النَّاسَ۔ لوگوں کو	اَنْ۔ یہ کہ
يُؤْمِنُوْا۔ ایمان لائیں	اِذْ۔ جب	جَآءَهُمُ۔ آئی انکے پاس	الْهُدٰى۔ ہدایت
اِلَّا۔ مگر	اَنْ۔ یہ کہ	قَالُوْا۔ کہا انہوں نے	اَبَعَثَ۔ کیا بھیجا
اللّٰهُ۔ اللہ نے	بَشَرًا۔ آدمی	رَّسُوْلًا۔ رسول	قُلْ۔ کہہ
لَوْ۔ اگر	كَانَ۔ ہوتے	فِي الْاَرْضِ۔ زمین میں	مَلٰٓئِكَةٌ۔ فرشتے
يَمْشُوْنَ۔ چلتے پھرتے	مُطْمَئِنِّيْنَ۔ آرام سے	لَنَزَّلْنَا۔ تو اتارتے ہم	عَلَيْهِمْ۔ ان پر
مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	مَلَكًا۔ فرشتہ	رَّسُوْلًا۔ رسول	قُلْ۔ کہہ
كَفٰى۔ کافی ہے	بِاللّٰهِ۔ اللہ	شَهِيْدًا۔ گواہ	بَيْنِيْ۔ میرے
وَبَيْنَكُمْ۔ اور تمہارے درمیان	اِنَّهٗ۔ بے شک وہ	كَانَ۔ ہے	بِعِبَادِهٖ۔ اپنے بندوں سے
خَبِيْرًا۔ خبردار	بَصِيْرًا۔ دیکھنے والا	وَمَنْ۔ اور جسے	يَّهْدِ۔ ہدایت دے
اللّٰهُ۔ اللہ	فَهُوَ۔ تو وہی	الْمُهْتَدِ۔ ہدایت والا ہے	وَمَنْ اور جسے
يُّضْلِلْ۔ گمراہی میں چھوڑے	فَلَنْ۔ تو ہرگز نہ	تَجِدَ۔ پائے گا تو	لَهُمْ۔ انکے لیے
اَوْلِيَآءَ۔ کوئی دوست	مِنْ دُوْنِهٖ۔ اسکے سوا	وَنَحْشُرُهُمْ۔ اور اٹھائیں گے ہم ان کو	
يَوْمَ۔ دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے	عَلٰى وُجُوْهِهِمْ۔ انکے موہنوں کے بل	
عُمْيًا۔ اندھے	وَّبُكْمًا۔ اور گونگے	وَّصُمًّا۔ اور بہرے	مَاْوٰىهُمْ۔ انکا ٹھکانہ
جَهَنَّمُ۔ جہنم ہے	كُلَّمَا۔ جب بھی	خَبَتْ۔ وہ بجھے گی	زِدْنٰهُمْ۔ ہم زیادہ کرینگے انکو
سَعِيْرًا۔ بھڑکانا	ذٰلِكَ۔ یہ	جَزَآؤُهُمْ۔ بدلہ ہے ان کا	بِاَنَّهُمْ۔ کہ انہوں نے
كَفَرُوْا۔ کفر کیا	بِاٰيٰتِنَا۔ ہماری آیتوں کا	وَقَالُوْا۔ اور کہنے لگے	ءَاِذَا۔ کیا جب
كُنَّا۔ ہو جائیں گے ہم	عِظَامًا۔ ہڈیاں	وَّرُفَاتًا۔ اور بوسیدہ	ءَاِنَّا۔ کیا ہم
لَمَبْعُوْثُوْنَ۔ اٹھائے جائیں گے		خَلْقًا۔ پیدائش	جَدِيْدًا۔ نئی میں
اَوَلَمْ۔ کیا نہ	يَرَوْا۔ دیکھا انہوں نے	اَنَّ۔ کہ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ

الَّذِیْ۔ وہ ہے جس نے	خَلَقَ۔ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَالْاَرْضَ۔ اور زمین کو
قَادِرٌ۔ وہ قادر ہے	عَلٰی۔ اوپر	اَنْ۔ اس کے کہ	یَّخْلُقَ۔ پیدا کرے
مِثْلَهُمْ۔ ان کی مثل	وَجَعَلَ۔ اور بنائی	لَهُمْ۔ ان کے لیے	اَجَلًا۔ ایک مدت
لَّا رَیْبَ۔ جو نہیں شک	فِیْهِ۔ اس میں	فَاَبٰی۔ تو انکار کیا	الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالموں نے
اِلَّا۔ مگر	کُفُوْرًا۔ ناشکری کا	قُلْ۔ کہہ	لَّوْ۔ اگر
اَنْتُمْ۔ تم	تَمْلِکُوْنَ۔ مالک ہوتے	خَزَائِنَ۔ خزانے	رَحْمَةِ۔ رحمت
رَبِّیْ۔ رب میرے کے	اِذًا۔ تو تب	لَّاَمْسَکْتُمْ۔ روک لیتے تم	خَشْیَةَ۔ ڈر
الْاِنْفَاقِ۔ ختم ہونے سے	وَکَانَ۔ اور ہے	الْاِنْسَانُ۔ انسان	قَتُوْرًا۔ بخیل

مختصر تفسیر اردو گیارہواں رکوع۔ سورۃ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

"وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ اور نہیں روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جب آئی ان کے پاس ہدایت مگر یہی کہ کہنے لگے کیا اللہ نے آدمی کو بھیجا رسول بنا کر"۔

یعنی وہ رسولوں کو بشر ہی جانتے رہے اور ان کے مناصب کو نہیں جانا اور عطیات الٰہیہ اور کمالات کے مقر اور معترف نہ ہوئے۔ یہی ان کے کفر کی اصل تھی اور اسی لیے وہ کہتے تھے کہ ہم پر کوئی فرشتہ کیوں نہ بھیجا اس پر اللہ تعالٰے کی طرف سے جواب عطا ہوا جو اپنے حبیب کے ذریعہ دیا گیا۔

"قُلْ لَّوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوْلًا۔ فرما دیجئے اگر زمین میں فرشتے ہوتے وہی چلتے پھرتے اطمینان سے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ بنا کر بھیجتے"

اس لیے کہ زمین میں جو قوم ہے جو چلتی پھرتی ہے اس کی مجانست کے لحاظ سے ہی ہم نے رسول بھیجے۔ موسٰی و عیسٰی۔ نوح و یحیٰی بھی تو انسان ہی تھے کیونکہ انسانوں میں مبعوث ہوئے۔ معلوم ہوا کہ رسول کا قوم کی جنس سے ہونا ضروری ہے۔ جب زمین میں آدمی بستے ہیں تو ان میں رسول ملائکہ کی جنس سے طلب کرنا انکی بے عقلی ہے۔ بنابریں یہ مطالبہ ہی بے معنی ہے۔

"قُلْ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ اِنَّهٗ کَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا۔ فرما دیجئے کافی ہے اللہ گواہ میرے تمہارے مابین بیشک وہ اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا ہے"۔

اور وہ ہی جانتا ہے میرے صدق اور ادائے فرض رسالت کو اور تمہارے کذب و عداوت کو "وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا۔ اور جسے اللہ ہدایت دے وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز نہ پاؤ گے ان کے لیے حمایتی اس کے سوا اور ہم انہیں قیامت کے دن اٹھائیں گے ان کے منہ کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے انکا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جب بھی وہ بجھنے پر آئے گی ہم اسے اور بھڑکا دیں گے"۔

"ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْآ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا۔ یہ ان کی سزا ہے اس پر کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور کہنے لگے کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو واقعی ہم نئے بن کر اٹھائے جائیں گے"۔

ہدایت من جانب اللہ جسے ملی وہ تو اپنی منزل مقصود کو پہنچا اور جو جبلی گمراہ ہوا وہ اپنا مددگار سوا اللہ تعالٰے کے کسی کو نہ پائے گا جو اسے طریق حسن کی طرف رہنمائی کرے یا اسے مطالب دنیوی و اخروی یا طریق نجات پر عذاب کے راستہ سے لائے اور فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مبالغۃً فرمایا گیا اس لیے کہ جب اولیاء اسے نفع نہ پہنچا سکیں گے تو ایک مددگار کے وجود کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے اور نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یعنی وہ قبور سے جب اٹھیں گے قیامت کے دن تو منہ کے بل چلیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے۔ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ قَالَ الَّذِيْ اَمْشَاهُمْ عَلٰى اَرْجُلِهِمْ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهُمْ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ۔

حضرت انس فرماتے ہیں حضور سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ لوگ کس طرح منہ کے بل اٹھیں گے فرمایا وہ جو انہیں پیروں کے بل چلا رہا ہے اس امر پر قادر ہے کہ انھیں چہروں کے بل چلائے اور یہ حشر کفار کے لیے مخصوص ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں ہے۔

اَخْرَجَ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهٗ وَابْنُ جَرِيْرٍ وَغَيْرُهُمْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَصْنَافٍ صِنْفٌ مُشَاةٌ اَيْ عَلَى الْعَادَةِ وَصِنْفٌ رُكْبَانٌ وَصِنْفٌ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ۔

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَمْشُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ قَالَ اِنَّ الَّذِيْ اَمْشَاهُمْ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهُمْ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَنَّهُمْ يَتَّقُوْنَ بِوُجُوْهِهِمْ كُلَّ حَدَبٍ وَّشَوْكٍ۔ وَاَمَّا سَحْبَانُ نُجُرُّهُمْ الْمَلٰٓئِكَةُ مُكِبِّيْنَ عَلَيْهَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز جو لوگ محشور ہوں گے وہ تین قسم کے ہوں گے۔

ایک وہ ہوں گے جو اپنے طریقہ پر چلیں گے۔

ایک وہ ہوں گے جو سواریوں پر جا رہے ہوں گے۔

ایک وہ ہوں گے جو منہ کے بل چل رہے ہوں گے۔

عرض کیا گیا حضور منہ کے بل کیسے چل رہے ہوں گے؟

فرمایا جس نے پیروں سے چلایا وہ اس امر پر قادر ہے کہ منہ کے بل چلائے وہ اپنے منہ بچاتے ہوئے چلیں گے ٹیلے اور کانٹے سے۔

اور سحبان وہ ہوں گے جنہیں فرشتے گھسیٹیں گے اوندھا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ۔

اسی کی موید دوسری حدیث ہے۔

مَا اَخْرَجَهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّهُ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ فَقَالَ حَدَّثَنِي الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّاسَ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَفْوَاجٍ۔

فَوْجٌ طَاعِمِيْنَ۔ كَاسِيْنَ۔ رَاكِبِيْنَ۔

وَفَوْجٌ يَمْشُوْنَ وَيَسْعَوْنَ۔

وَفَوْجٌ تَسْحَبُهُمُ الْمَلٰئِكَةُ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ۔

مضمون ہر دو احادیث کا وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا۔

اور کُلَّمَا خَبَتْ میں خَبَتْ پر لغوی تحقیق یہ ہے۔

خَبُتُ النَّارِ۔ سُکُوْنُ اللَّهَبِ۔ آگ مرجھانے کے معنی میں مستعمل ہے۔

قَالَ فِي الْبَحْرِ۔ يُقَالُ خَبَتِ النَّارُ تَخْبُوْا اِذَا سَكَنَ لَهَبُهَا وَصَارَ عَلَيْهَا خِبَاءٌ مِنْ رَمَادٍ اَيْ غِشَاءٌ۔

خَبَتِ النَّارُ کا معنی ہے شعلے ختم ہو گئے اور آگ پر راکھ کی جھلی چڑھ گئی۔

وَفِي الْقَامُوْسِ تَفْسِيْرُ خَبَتْ بِسَكَنَتْ وَطَفِئَتْ وَتَفْسِيْرُ طَفِئَتْ يَذْهَبُ لَهَبُهَا۔

خَبَتْ۔ آگ ٹھنڈی ہونے اور آگ پر بھوبل چڑھ آنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

اور سَعِيْرًا کا لہب ہے حَيْثُ قَالَ وَالسَّعِيْرُ اللَّهَبُ۔ سعیر لہب (شعلہ) کو کہتے ہیں۔

ابن جریر، ابن منذر وغیرہما ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔
انہ قال فی الایۃ ان الکفرۃ وقود النار فاذا احرقتہم فلم یبق شیٔ صارت جمرا تتوھج فذالک خبوھا فاذا ابدلوا خلقا جدیدا عادتہم۔
کافر آگ کا ایندھن ہیں جب آگ انکو جلادے گی اور کوئی چیز باقی نہ رہے گی تو وہ چمکتے انگارے بن جائے گی تو یہ ہے آگ کا ٹھنڈا ہونا تو پھر جب ان کو نئی پیدائش ملے گی تو شعلے اٹھیں گے۔
ذالک جزاؤھم بانہم کفروا۔
"قالوا ءاذا کنا عظاما ورفاتا ءانا لمبعوثون خلقا جدیدا" کہنے لگے کیا جب ہم ہڈی ہو کر ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا ہم واقعی نئی پیداوار میں اٹھائے جائیں گے"۔
رفات کی لغوی تحقیق اول بھی بیان ہوچکی ہے مزید یہ کہ قال الراغب کالفتات ما تکسر وتفرق
راغب اصفہانی رفات بروزن فتات بتاتے ہیں۔ جو چیز ٹوٹ کر علیحدہ علیحدہ ہو جائے۔ تو ریزہ ریزہ ہی حاصل معنی ہوئے۔

"اولم یروا ان اللہ الذی خلق السموات والارض قادر علی ان یخلق مثلہم وجعل لہم اجلا لاریب فیہ فابی الظالمون الا کفورا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے آسمان وزمین بنائے قادر ہے اس پر کہ ان لوگوں کی مثل بنا دے اور اس نے ان کے لیئے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جس میں کوئی شک نہیں تو ظالم نہیں مانتے ناشکری کیے بغیر"۔
یعنی منکروں کو معلوم ہے کہ خالق مطلق اپنی شان تخلیق جیسے چاہے دکھا سکتا ہے ان کا ہڈی اور ریزہ ریزہ جمع کرکے بنا دینا کیا مشکل ہے جبکہ وہ آسمان وزمین بنانے والا ہے تو وہ انھیں بھی جیسے چاہے بنا سکتا ہے۔

تو جو سب اشیاء کو نیست سے ہست کرسکتا ہے تو کیف لا یقدر علی اعادتہم وھی اھون علیہ جل وعلا۔ وہ کیسے انہیں پھر پیدا کرنے پر قادر نہیں بلکہ یہ تو اس سے آسان تر ہے۔
"قل لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربی اذا لامسکتم خشیۃ الانفاق وکان الانسان قتورا۔ فرما دیجئے اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک بھی ہوجاتے تو اسے بھی امساک کے ساتھ روک رکھتے اس خوف سے کہ خرچ نہ ہوجائیں اور ایسے آدمی بڑے بخیل ہوتے ہیں"۔
یعنی اگر مکہ کی زمین پر نہریں اور باغات اور سونا چاندی سب کچھ بھی ہوجائے تو بھی تمہاری کنجوسی اور بخل بدستور رہے گا تمہیں اس میں سے بھی خرچ کرنے کی ہمت نہ ہوگی تم تو پیدا ہی کیے گئے ہو بخیل

کنجوس، ممسک۔ تمہارے لیے وسعت رزق اور تنگی دونوں برابر ہیں تم اپنی جبلت نہیں بدل سکتے۔
قَتُور مبالغہ ہے بخل میں وَجَاءَ الْقَتْرُ بِمَعْنَى تَقْلِيلِ النَّفَقَةِ۔ قتر، خرچ میں کمی کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ يُقَالُ قَتَرْتُ الشَّيْءَ وَاَقْتَرْتُهٗ وَقَتَّرْتُهٗ اَيْ قَلَّلْتُهٗ وَفُلَانٌ مُقْتِرٌ فَقِيْرٌ وَقَالَ الرَّاغِبُ مِنَ الْقَتَارِ وَالْقُتَرِ وَهُوَ الدُّخَانُ۔ اسی طرح کنجوسی اور بخل اس کے حاصل معنی ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ بارہواں رکوع۔ سورۃ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝

اور بے شک ہم نے دیں موسیٰ کو نو نشانیاں کھلی ہوئی تو پوچھ بنی اسرائیل سے جب وہ ان کے پاس آیا تو اس سے فرعون بولا اے موسیٰ میرا گمان ہے کہ تم پر جادو ہوا ہے۔

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝

فرمایا موسیٰ نے تو خوب جانتا ہے کہ انہیں نہ اتارا مگر آسمانوں اور زمین کے پروردگار نے دل کی آنکھیں کھولنے کو اور میں خیال کرتا ہوں تجھے اے فرعون ہلاک ہونے والا۔

فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۝

تو فرعون نے ٹھانا کہ انہیں نکال دے زمین سے تو ہم نے غرق کر دیا اسے اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو۔

وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝

اور فرمایا ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل کو کہ رہو بسو اس زمین میں تو جب آئے گا وعدہ آخرت تو لائیں گے ہم تم کو ملا جلا۔

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝

اور ہم نے حق کے ساتھ قرآن اتارا اور وہ حق کے ساتھ ہی اترا اور (اے محبوب) ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر بشیر و نذیر۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ

اور قرآن جدا جدا کرکے ہم نے اس لیے اتارا کہ تم

عَلٰی مُکْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ۝ | اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں پر پڑھو اور اسے اتارا ہم نے اتار نے کے طریقہ پر بتدریج۔

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ | فرما دیجئے تم لوگ ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بے شک وہ جنہیں اس کے اترنے سے قبل علم ملا جب وہ ان پر پڑھا جاتا ہے گر پڑتے ہیں ٹھوڑی کے بل سجدہ کرتے ہوئے۔

وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ | اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے رب کو بیشک وعدہ ہمارے رب کا پورا ہونا ہی تھا۔

وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝ | اور گرتے ہیں وہ ٹھوڑی کے بل روتے ہوئے اور بڑھاتا ہے یہ قرآن ان کے خشوع اور عاجزی کو۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۝ | فرما دیجئے تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جس نام سے پکارو سب اسی کے نام پاکیزہ ہیں اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ۔ ان دونوں کے درمیان راہ رکھو۔

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ۝ | اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو ہیں جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی نہیں اور اس کی بڑائی بتلانے کو تکبیر کہو۔

حلِ لغات بارہواں رکوع سورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

وَلَقَدْ۔ اور بے شک	اٰتَیْنَا۔ دیں ہم نے	مُوْسٰی۔ موسیٰ کو	تِسْعَ۔ نو
اٰیٰتٍ۔ نشانیاں	بَیِّنٰتٍ۔ کھلی	فَسْئَلْ۔ تو پوچھ	بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ بنی اسرائیل کو
اِذْ۔ جب	جَآءَهُمْ۔ آیا انکے پاس	فَقَالَ۔ تو کہا	لَهٗ۔ اسکو
فِرْعَوْنُ۔ فرعون نے	اِنِّیْ۔ بیشک میں	لَاَظُنُّكَ۔ خیال کرتا ہوں تجھے	یٰمُوْسٰی۔ اے موسیٰ

مَسْحُوْرًا۔ جادو کیا ہوا	قَالَ۔ فرمایا	لَقَدْ۔ یقیناً	عَلِمْتَ۔ تو جانتا ہے
مَا۔ کہ نہیں	اَنْزَلَ۔ اتارا	هٰۤؤُلَآءِ۔ ان کو	اِلَّا۔ مگر
رَبُّ۔ پروردگار	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَالْاَرْضِ۔ اور زمین کے لئے	بَصَآئِرَ۔ آنکھیں کھولنے کو
وَاِنِّیْ۔ اور بیشک میں	لَاَظُنُّكَ۔ خیال کرتا ہوں تجھے	یٰ۔ اے	فِرْعَوْنُ۔ فرعون
مَثْبُوْرًا۔ ہلاک ہونے والا	فَاَرَادَ۔ پھر ارادہ کیا	اَنْ۔ یہ کہ	یَّسْتَفِزَّهُمْ۔ وہ بچلا دے
ان کو	مِّنَ الْاَرْضِ۔ زمین سے	فَاَغْرَقْنٰهُ۔ تو غرق کر دیا ہم نے اسکو	
وَمَنْ۔ اور ان کو جو	مَّعَهٗ۔ اس کے ساتھ تھے	جَمِیْعًا۔ سب کو	وَّقُلْنَا۔ اور کہا ہم نے
مِنْۢ بَعْدِهٖ۔ اس کے بعد	لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ۔ بنی اسرائیل کو		اسْكُنُوا۔ بسو تم
الْاَرْضَ۔ زمین میں	فَاِذَا۔ تو جب	جَآءَ۔ آیا	وَعْدُ۔ وعدہ
الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کا	جِئْنَا۔ لائیں گے ہم	بِكُمْ۔ تم کو	لَفِیْفًا۔ لپیٹ کر
وَبِالْحَقِّ۔ اور حق کے ساتھ	اَنْزَلْنٰهُ۔ ہم نے اسے اتارا	وَبِالْحَقِّ۔ اور حق کے ساتھ	نَزَلَ۔ اترا
وَمَا۔ اور نہیں	اَرْسَلْنٰكَ۔ بھیجا ہم نے تجھ کو		اِلَّا۔ مگر
مُبَشِّرًا۔ خوشخبری دینے والا	وَّنَذِیْرًا۔ اور ڈرانے والا	وَقُرْاٰنًا۔ اور قرآن	فَرَقْنٰهُ۔ جدا جدا کیا ہم نے اسے
لِتَقْرَاَهٗ۔ تاکہ پڑھے تو اسے	عَلَى۔ اوپر	النَّاسِ۔ لوگوں کے	عَلٰى۔ اوپر
مُكْثٍ۔ آہستگی کے	وَّنَزَّلْنٰهُ۔ اور اتارا ہم نے اسے آہستہ آہستہ		تَنْزِیْلًا۔ آتارنا
قُلْ۔ کہہ	اٰمِنُوْا۔ ایمان لاؤ	بِهٖۤ۔ اس پر	اَوْ۔ یا
لَا تُؤْمِنُوْا۔ نہ ایمان لاؤ	اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	اُوْتُوا۔ دیئے گئے
الْعِلْمَ۔ علم	مِنْ قَبْلِهٖۤ۔ اس سے پہلے	اِذَا۔ جب	یُتْلٰى۔ پڑھی جاتی ہیں
عَلَیْهِمْ۔ ان پر	یَخِرُّوْنَ۔ تو گرتے ہیں	لِلْاَذْقَانِ۔ ٹھوڑیوں پر	سُجَّدًا۔ سجدہ کرتے
وَّیَقُوْلُوْنَ۔ اور وہ کہتے ہیں		سُبْحٰنَ۔ پاک ہے	رَبِّنَاۤ۔ ہمارا رب
اِنْ۔ بے شک	كَانَ۔ ہے	وَعْدُ۔ وعدہ	رَبِّنَا۔ ہمارے رب کا
لَمَفْعُوْلًا۔ پورا ہونے والا	وَیَخِرُّوْنَ۔ اور گرتے ہیں	لِلْاَذْقَانِ۔ ٹھوڑیوں پر	یَبْكُوْنَ۔ روتے ہوئے
وَیَزِیْدُهُمْ۔ اور زیادہ کرتا ہے ان کو		خُشُوْعًا۔ عاجزی	قُلِ۔ کہہ
ادْعُوا۔ پکارو	اللّٰهَ۔ اللہ کو	اَوِ۔ یا	ادْعُوا۔ پکارو
الرَّحْمٰنَ۔ رحمٰن کو	اَیًّا مَّا۔ جس کو بھی	تَدْعُوْا۔ پکارو	فَلَهُ۔ تو اس کے

اَلْاَسْمَاءُ۔ نام ہیں	اَلْحُسْنٰی۔ اچھے	وَلَا۔ اور نہ	تَجْهَرْ۔ بلند کر کے پڑھ
بِصَلٰوتِكَ۔ اپنی نماز	وَلَا۔ اور نہ	تُخَافِتْ۔ آہستہ کر	بِهَا۔ اس کو
وَابْتَغِ۔ اور چاہو	بَيْنَ۔ درمیان	ذٰلِكَ۔ ان کے	سَبِيْلًا۔ راہ
وَقُلِ۔ اور کہہ	اَلْحَمْدُ۔ سب تعریف	لِلّٰهِ۔ اللہ کی ہے	الَّذِیْ۔ جس نے
لَمْ يَتَّخِذْ۔ نہ پکڑی	وَلَدًا۔ اولاد	وَلَمْ۔ اور نہیں	يَكُنْ۔ ہے
لَهٗ۔ اس کا	شَرِيْكٌ۔ کوئی شریک	فِی الْمُلْكِ۔ ملک میں	وَلَمْ۔ اور نہیں
يَكُنْ۔ ہے	لَهٗ۔ اس کا	وَلِیٌّ۔ کوئی حمایتی	مِّنَ الذُّلِّ۔ کمزوری سے

وَكَبِّرْهُ۔ اور بڑائی کر اس کی تَكْبِيْرًا۔ پوری بڑائی۔

مختصر تفسیر اردو بارہواں رکوع۔ سورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵

"وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا۔ اور بے شک دیں ہم نے موسیٰ کو نو نشانیاں کھلی ہوئی تو پوچھ بنی اسرائیل سے جب وہ ان کے پاس آیا تو اس سے فرعون بولا اے موسیٰ میرا گمان ہے کہ تم پہ جادو ہوا ہے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ نو نشانیاں یہ تھیں۔

عصا ① یدِ بیضا ② وہ عقدہ جو آپ کی زبان میں لکنت کراتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے کھولا ③ دریا کا پھٹنا اور اس میں سے راستے نکلنا ④ طوفان ⑤ ٹڈی ⑥ جوئیں ⑦ مینڈک ⑧ خون ⑨

ان میں سے چھ نویں پارہ کے آخر میں فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ۔ چھٹے رکوع میں یہ آیت موجود ہے۔

فرعون نے آپ کے معجزات باہرہ دیکھ کر بجائے ایمان لانے کے کہا کہ معاذ اللہ آپ کا دماغ جادو سے خراب ہو گیا ہے اور عقل بجا نہیں رہی ہے یا مسحور بمعنی ساحر ہے یعنی آپ یہ عجائبات جو دکھلا رہے ہیں یہ سب جادو کے کرشمے ہیں اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا

"قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا۔ فرمایا موسیٰ نے تو خوب جانتا ہے کہ انہیں نہ اتارا مگر آسمانوں اور زمین کے پروردگار نے دل کی آنکھیں

رکھولنے کو اور میں خیال کرتا ہوں تجھے اے فرعون ہلاک ہونے والا۔"

مَثْبُوْرًا۔ اَیْ ھَالِکًا کَمَا رُوِیَ عَنِ الْحَسَنِ وَمُجَاھِدٍ عَلٰی اَنَّہٗ ثَبَرَ اللَّازِمُ بِمَعْنٰی ھَلَكَ۔ مثبور کا معنی ہلاک ہونے والا ہے اور حسن و مجاہد کہتے ہیں ثبر بمعنی ہلک آتا ہے۔

یہ فرعون کو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ اس نے آپ کو مسحور کہا تھا جو سراسر کذب و افترا تھا اور وہ خود بھی جانتا تھا مگر اس کے عناد نے اس سے یہ کہلایا اور آپ کا جواب حق تھا اور ایسا ہی ہوا۔

اور نو معجزات جو موسیٰ علیہ السلام کو ملے ان میں بھی اختلاف ہے وہ کہتے ہیں۔ لِاَنَّ تَخْصِیْصَ الْعَدَدِ بِالذِّکْرِ لَا یَدُلُّ عَلٰی نَفْیِ الزَّائِدِ کَمَا حُقِّقَ فِی الْاُصُوْلِ۔ تخصیص عدد کے ساتھ ذکر نفی زائد پر دلالت نہیں کرتا جیسا کہ اصول والوں کے یہاں محقق ہے۔

فَفِیْ بَعْضِ التَّفَاسِیْرِ ھِیَ کَمَا فِی التَّوْرَاۃِ۔ بعض تفاسیر میں ہے اور توراۃ میں بھی ہے۔

اَلْعَصَا ثُمَّ الدَّمُ ثُمَّ الضِّفْدَعُ ثُمَّ الْقُمَّلُ ثُمَّ مَوْتُ الْبَھَائِمِ ثُمَّ نُزُوْلُ النَّارِ الْمُضْطَرِ مَتٰی اَھْلَکَتْ مَا مَرَّتْ بِہٖ مِنْ نَبَاتٍ وَحَیَوَانٍ ثُمَّ جَرَادٌ ثُمَّ ظُلْمَۃٌ ثُمَّ مَوْتٌ عَمَّ کِبَارَ الْاٰدَمِیِّیْنَ وَجَمِیْعَ الْحَیَوَانَاتِ۔

عصا۔ خون۔ مینڈک۔ جوئیں۔ پھر جانوروں کی موت۔ پھر آگ کا نزول جس میں ہلاک ہوگئے ہر وہ چیز جس پر وہ گذری سبزہ ہو یا حیوان۔ پھر ٹڈی۔ پھر ظلمت عام۔ پھر تمام معمر لوگوں کی موت اور حیوانات کی ہلاکت۔

اور عبد الرزاق۔ سعید بن منصور اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم متعدد طریقہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ

اِنَّمَا الْعَصَا وَالْیَدُ الْبَیْضَاءُ وَالطُّوْفَانُ وَالْجَرَادُ وَالْقُمَّلُ وَالضَّفَادِعُ وَالدَّمُ وَالسِّنِیْنَ وَنَقْصٌ مِّنَ الثَّمَرَاتِ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ نو آیات بینات یہ ہیں۔ عصا۔ ید بیضا۔ طوفان۔ جراد یعنی ٹڈیاں۔ جوئیں۔ مینڈک۔ خون۔ قحط۔ ہلاکت جان و مال۔

"فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّھُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا۔ تو فرعون نے چاہا کہ انھیں زمین سے نکال دے تو ہم نے غرق کر دیا اسے اور جو اس کے ساتھی تھے سب کو اور فرمایا ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل کو کہ رسو بسو زمین میں تو جب آئے گا وعدہ آخرت تو لائیں گے ہم تم کو ملا جلا۔"

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس پیشگوئی کا اثر فرعون نے یہ لیا کہ آپ کو معہ آپ کی قوم کے زمین سے نکالنا چاہا چنانچہ اَنْ یَّسْتَفِزَّھُمْ کے معنی نکالنے کے ہوتے ہیں حَیْثُ قَالَ الْاَلُوْسِیْ اَصْلُ الْاِسْتِفْزَازِ

اُلِازْعَاجُ وَهُوَ كِنَايَةٌ اِخْرَاجِهِمْ ۔ استفزاز اصل میں ازعاج ہے اور یہ کنایہ ہے اخراج سے اور ارض سے مراد ارض مصر ہے۔

چنانچہ اجمالاً بیان فرما دیا گیا کہ تمام قصہ کے بعد اسے مع اس کے لشکریوں کے ہم نے بحیرۂ قلزم میں غرق کر دیا اور اس کے بعد امت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا جو بنی اسرائیل کہلاتے تھے کہ اُسْكُنُوا الْاَرْضَ اب تم اس زمین شام میں رہو کما فی الخازن و قرطبی۔

اور جب وعدۂ آخرت یعنی قیامت آئے گا تو تم سب کو ملا جلا اٹھا کر موقف قیامت میں سعداء اور اشقیاء کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیں گے۔

لفیف پر آلوسی فرماتے ہیں اَیْ مُخْتَلِطِیْنَ اَنْتُمْ وَهُمْ ثُمَّ نَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَنُمَيِّزُ سُعَدَاءَكُمْ مِنْ اَشْقِيَاءِكُمْ ۔ یعنی مخلوط اور ملا جلا اٹھا کر پھر ہم تم میں اور ان میں محاکمہ فرمائیں گے اور سعید و شقی علیحدہ علیحدہ کر دیں گے پھر فرماتے ہیں ۔ اَللَّفِیْفُ الْجَمَاعَةُ مِنْ قَبَائِلَ شَتّٰی ۔ لفیف وہ جماعت ہے جو مختلف قبائل پر مشتمل ہو۔ آگے ارشاد ہے۔

”وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۔ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۔ اور ہم نے حق کے ساتھ قرآن اتارا اور وہ حق کے ساتھ اترا اور اے محبوب! ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر بشیر و نذیر اور قرآن جدا جدا کر کے ہم نے اس لیے اتارا کہ تم اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں پر پڑھو اور اسے اتارا ہم نے اتارنے کے طریقہ پر بتدریج“

”قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۔ فرما دیجئے تم لوگ ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بے شک وہ جنہیں اس کے اترنے سے قبل علم ملا جب وہ ان پر پڑھا جاتا ہے گر پڑتے ہیں ٹھوڑی کے بل اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے رب کو بے شک وعدہ ہمارے رب کا پورا ہونا ہے اور گرتے ہیں وہ ٹھوڑی کے بل روتے ہوئے اور بڑھاتا ہے یہ قرآن ان کے خشوع اور عاجزی کو“۔

یعنی قرآن کریم حق ہی کے ساتھ نازل ہوا اور حق ہی کے لیے اترا یعنی شیاطین کے اختلاط سے محفوظ رہا اور کسی تغیر و تبدل نے اس میں باہر سے راہ نہ پائی یہ شان قرآن بیان فرما کر اپنے حبیب لبیب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبہ ہے اور آیۂ کریمہ میں بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ فرما کر بِالْحَقِّ نَزَلَ جو فرمایا اس میں بھی حق سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

خواص آیۂ کریمہ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ۔ الآیۃ

حضرت محمد بن سماک بیمار ہوئے۔ آپ کے متوسلین قارورہ لے کر ایک نصرانی طبیب کے پاس بہ غرض علاج گئے راہ میں ایک بزرگ ملے جو نہایت نورانی چہرہ اور خوش لباس تھے ان کے جسم سے نہایت پاکیزہ خوشبو آرہی تھی انہوں نے فرمایا کہاں جارہے ہو؟

انہوں نے عرض کیا ابن سماک بیمار ہیں ان کا قارورہ فلاں نصرانی طبیب کو دکھانے جارہے ہیں۔

انہوں نے فرمایا اللہ کے ولی کے لیے اللہ کے دشمن کے پاس مدد لینے جارہے ہو پھینک دو قارورہ اور واپس جاکر مقام درد پر ہاتھ رکھ کر پڑھو وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ یہ فرمایا اور وہ بزرگ نظروں سے غائب ہوگئے۔

ان لوگوں نے حسب ہدایت قارورہ پھینک کر خدمت سماک میں حاضر ہوکر سب حال سنادیا۔

حضرت محمد بن سماک رحمہ اللہ نے مقام درد پر ہاتھ رکھ کر پڑھنا شروع کیا علی الفور آرام ہوگیا۔

معتقدین نے پوچھا حضور وہ بزرگ کون تھے؟

فرمایا وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

صاحب تبیان فرماتے ہیں کہ آیات قرآن شفاء للناس ہیں اور یہ آیت یقینی طور پر شفاء امراض ہے۔

اور آگے فرمایا اے محبوب ہم نے آپ کو بشیر مبشر خوشی سنانے والا اور نذیر ڈرانے والا عذاب الٰہی سے بناکر بھیجا ہے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ مطیع کو ثواب کی بشارت دیں اور عاصی کو عذاب سے ڈرائیں فَلَا عَلَيْكَ اِلَّا التَّبْشِيْرُ وَالْاِنْذَارُ لَا هِدَايَةُ الْكَفَرَةِ الْمُقْتَرِحِيْنَ وَاِكْرَاهُهُمْ عَلَى الدِّيْنِ۔

"وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا۔ اور قرآن ہم نے جدا جدا کرکے اتارا فرمایا تاکہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے بتدریج اتارا"

چنانچہ تیئس سال کے عرصہ میں اس کا نزول ہوا کہ سننے والے اس کے مضامین بہ آسانی سمجھ کر یاد کرلیں اور مصالح و حکمت بھی اسی تدریج کے مقتضی تھے۔

نزول قرآن کریم کے متعلق چند ایک روایات ہیں۔

وَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَابْنُ الْاَنْبَارِيِّ وَغَيْرُهُمَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اِلَى السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَنَجَّمَتْهُ السَّفَرَةُ عَلٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَنَجَّمَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِيْنَ سَنَةً۔

وَفِیْ رِوَایَتٍ اَنَّہٗ اُنْزِلَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِیْ رَمَضَانَ وَوُضِعَ فِیْ بَیْتِ الْعِزَّۃِ فِی السَّمَاءِ الدُّنْیَا ثُمَّ اُنْزِلَ نُجُوْمًا فِیْ عِشْرِیْنَ۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ فِیْ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً

وَفِیْ اُخْرٰی فِیْ خَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ وَھٰذَا الْاِخْتِلَافُ عَلٰی مَا فِی الْبَحْرِ مَبْنِیٌّ عَلَی الْاِخْتِلَافِ فِیْ سِنِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

قرآن من عند اللہ لوح محفوظ سے سفرۃ الکرام کی طرف سماء دنیا میں نازل ہو کر بیس رات میں روح الامین علیہ السلام پر آیا پھر بہ حکم رب العالمین روح الامین نے حضور پر بیس سال میں پیش کیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک میں نازل ہو کر بیت العزۃ میں آسمان دنیا پر نازل ہوا پھر نجماً نجماً بیس سال میں حضور پر آیا۔

ایک روایت ہے کہ تیئیس سال میں نازل ہوا۔

ایک روایت ہے کہ پچیس سال میں نازل ہوا۔

اور یہ اختلاف بر بناء سن مبارک ہے کما فی البحر۔

ایک قول ہے کہ اٹھارہ سال میں مکمل ہوا۔ اَخْرَجَ ابْنُ الضُّرَیْسِ مِنْ طَرِیْقِ قَتَادَۃَ عَنِ الْحَسَنِ کَانَ یَقُوْلُ اَنْزَلَ اللّٰہُ الْقُرْاٰنَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ثَمَانَ عَشَرَۃَ سَنَۃً ثَمَانُ سِنِیْنَ بِمَکَّۃَ وَعَشْرٌ بَعْدَ مَا ھَاجَرَ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم حضور پر اٹھارہ سال میں نازل فرمایا۔ آٹھ سال مکہ معظمہ میں اور دس بعد ہجرت۔

لیکن صحیح یہی ہے کہ تیئیس سال میں پانچ پانچ آیتیں نازل ہوئیں کما قال الآلوسی۔

وَاعْتَمَدَ جَمْعٌ اَنَّ بَیْنَ اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ ثَلَاثًا وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً وَکَانَ یَنْزِلُ بِہٖ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلٰی مَا قِیْلَ خَمْسَ اٰیَاتٍ۔

اور اسی کی تائید علامہ بیہقی بھی شعب الایمان میں فرماتے ہیں حیث قال۔

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ خَمْسَ اٰیَاتٍ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَنْزِلُ بِہٖ خَمْسًا خَمْسًا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پانچ پانچ آیتیں قرآن کریم سے پڑھا کرو اس لیے کہ جبریل علیہ السلام بھی پانچ پانچ آیتوں کے ساتھ نازل ہوتے تھے۔

عَلٰی مُکْثٍ کے معنی پر آلوسی فرماتے ہیں اَیْ تُؤَدَۃٍ وَّتَاَنٍّ فَاِنَّہٗ اَیْسَرُ لِلْحِفْظِ وَاَعْوَنُ عَلَی الْفَہْمِ۔

یعنی محبت اور آرام سے کہ وہ حفظ میں آسان ہو اور سمجھنے میں مدد دے۔
وَنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا - عَلٰی حَسْبِ الْحَوَادِثِ وَالْمَصَالِحِ اس کو ہم نے نازل فرمایا حسب ضرورت۔
"قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ - فرما دیجئے تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ اس پر بیشک وہ جنہیں علم دیا گیا اس سے پہلے جب ان پر پڑھا جاتا ہے يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا تو گر جاتے ہیں ٹھوڑی کے بل وَيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا - اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے رب کو بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونا تھا"
یعنی تم اپنے لیے نعمت آخرت اختیار کرو یا عذاب جہنم۔ جو ایمان لائے اور منکر ہونے پر وہ اہل کتاب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ہی حضور کے منتظر تھے اور آپ کی جستجو میں تھے جیسے سلمان فارسی۔ زہیر بن عمرو بن نفیل۔ ابوذر وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تو وہ آیات قرآنی سنتے ہی ٹھوڑی کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں (اذقان ذقن کی جمع ہے۔ جو ٹھوڑی کو کہتے ہیں)
اور کہتے ہیں سبحان اللہ یہ تو وعدہ تھا توریت و انجیل میں پیشگوئی تھی وہ آیا اور آنا ہی تھا بلکہ
"وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا۔ اور وہ ٹھوڑی کے بل گر پڑتے ہیں روتے ہوئے اور ان کا خشوع و خضوع زیادہ ہوتا ہے"
خرور کے معنی سقوط بسرعت ہیں اور وَالظَّاهِرُ اَنَّ هٰهُنَا خُرُوْرًا وَسُجُوْدًا عَلَى الْحَقِيْقَةِ۔ خرور بھی درحقیقت سجدہ کے ہی معنی دیتا ہے۔
اور اس بکاء کی مدحت میں جو خشیۃ الٰہی سے ہو احادیث وارد ہیں۔
اَخْرَجَ الْحَكِيْمُ التِّرْمِذِيُّ عَنِ النَّضْرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ عَبْدًا بَكٰى فِيْ اُمَّةٍ لَاَنْجَى اللّٰهُ تَعَالٰى تِلْكَ الْاُمَّةَ مِنَ النَّارِ بِبُكَاءِ ذٰلِكَ الْعَبْدِ وَمَا مِنْ عَمَلٍ اِلَّا لَهٗ وَزْنٌ وَثَوَابٌ اِلَّا الدَّمْعَةُ فَاِنَّهَا تُطْفِئُ بُحُوْرًا مِنَ النَّارِ وَمَا اغْرَوْرَقَتْ عَيْنٌ بِمَائِهَا مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى جَسَدَهَا عَلَى النَّارِ فَاِنْ فَاضَتْ عَلٰى خَدِّهٖ لَمْ يَرْهَقْ وَجْهَهٗ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ
اگر امت کا کوئی بندہ بھی جب روتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسے جہنم سے نجات دیتا ہے اور جو آنکھ آنسو اللہ تعالےٰ کی خشیۃ میں تر ہو اس کے جسم پر اللہ آگ جہنم کی حرام فرما دیتا ہے اور اس کا آنسو ثواب میں وزن نہیں کیا جاتا بلکہ اور وہ آتش جہنم ٹھنڈی کرتا ہے اور وہ آنسو جو رخساروں پر بہے اس کی برکت سے اللہ اسے ذلت و خواری سے محفوظ رکھتا ہے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَیْنَانِ لَا تَمَسُّھُمَا النَّارُ عَیْنٌ بَکَتْ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَعَیْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔
آنکھیں وہ ہیں جنہیں جہنم کی آگ نہیں پہنچے گی ایک آنکھ جو خوف الٰہی میں روئے دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں رات کے اندر پاسبانی کرے۔ آگے ارشاد ہے۔

"قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی وَلَا تَجْہَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِہَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا۔"

فرمادیجئے تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جس نام سے پکارو سب اسی کے نام پاکیزہ ہیں اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ ان دونوں کی درمیانی راہ رکھو اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو ہیں جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی نہیں اور اس کی بڑائی بتانے کو تکبیر کہو۔"

شان نزول آیۂ کریمہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شب سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے طویل سجدہ فرمایا اور اپنے سجدہ میں یا اللہ یا رحمٰن فرماتے رہے کہ ابو جہل نے بھی سن لیا کہنے لگا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں تو کئی معبودوں کی پوجا سے منع فرماتے ہیں اور خود دو معبودوں کو پکارتے ہیں ایک اللہ کو ایک رحمٰن کو (معاذ اللہ) اس کے جواب میں آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ اللہ اور رحمٰن دونوں ایک ہی معبود برحق کے نام پاک ہیں خواہ کسی نام سے پکارو۔

اصل روایت علامہ آلوسی نے نقل کی ہے۔

اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلّٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ ذَاتَ یَوْمٍ فَدَعَا اللّٰہَ تَعَالٰی فَقَالَ فِیْ دُعَائِہٖ یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ فَقَالَ الْمُشْرِکُوْنَ اُنْظُرُوْا اِلٰی ھٰذَا الصَّابِیِٔ یَنْہَانَا اَنْ نَّدْعُوَ اِلٰہَیْنِ وَھُوَ یَدْعُوْ اِلٰہَیْنِ۔

اور دوسری روایت یہ ہے۔

عَنِ الضَّحَّاکِ قَالَ قَالَ اَھْلُ الْکِتٰبِ لِلرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ لَتُقِلُّ ذِکْرَ الرَّحْمٰنِ وَقَدْ اَکْثَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی التَّوْرَاۃِ ھٰذَا الْاِسْمَ فَنَزَلَتْ۔

یہود نے حضور سے عرض کیا آپ رحمٰن کا بہت کم ذکر فرماتے ہیں اور اللہ تعالے نے توریت میں اکثر

اس نام کا ذکر فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَالْمُرَادُ عَلَى الْاَوَّلِ التَّسْوِيَةُ بَيْنَ اللَّفْظَيْنِ بِاَنَّهُمَا عِبَارَتَانِ عَنْ ذَاتٍ وَّاحِدٍ وَّاِنِ اخْتَلَفَ الْاِعْتِبَارُ وَالتَّوْحِيْدُ اِنَّمَا هُوَ لِلذَّاتِ الَّذِيْ هُوَ الْمَعْبُوْدُ وَهُوَ يُلَائِمُ قَوْلَهٗ تَعَالٰى فِيْمَا بَعْدُ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ۔

اللہ اور رحمٰن دونوں سے عبارت ذات واحد ہی ہے اور یہ باعتبار توحید صرف اسی ذات کے لیے ہے جو معبود مطلق ہے۔

وَعَلَى الثَّانِي التَّسْوِيَةُ فِيْ حُسْنِ الْاِطْلَاقِ وَالْاِفْضَاءِ اِلَى الْمَقْصُوْدِ فَاِنَّ اَهْلَ الْكِتَابِ فَهِمُوْا اَحْسَنِيَّةَ الرَّحْمٰنِ لِكَوْنِهٖ اَحَبَّ اِلَيْهِ تَعَالٰى اِذْ اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ فِيْ كِتَابِهِمْ وَقَالَ حِكْمَةُ ذٰلِكَ اَنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ غَضُوْبًا كَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْاٰثَارُ فَاَكْثَرَ لَهٗ مِنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ لِيُعَامِلَ اُمَّتَهٗ بِمَزِيْدِ الرَّحْمَةِ لِاَنَّ الْاَنْبِيَاءَ يَتَخَلَّقُوْنَ بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

دوسری توجیہ یہ ہے اس نام پاک سے حسن الطلاق و افضاء الی المقصود مراد ہے اس لیے کہ اہل کتاب احسنیۃ الرحمن کو سمجھتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کو وہ محبوب ہے اس نام کا زیادہ ذکر اور اس میں حکمت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہایت غضب ناک مزاج رکھتے تھے جیسا کہ آثار سے ثابت ہے تو اللہ تعالےٰ نے ذکر رحمٰن زیادہ فرمایا تاکہ آپ رحمت و محبت کے ساتھ عمل فرمائیں اس لیے کہ انبیاء کرام متخلق باخلاق اللہ تعالےٰ ہوتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

"اور اپنی نماز بہت بلند آواز سے نہ پڑھو" یعنی متوسط آواز سے پڑھو جسے مقتدی با آسانی سن سکیں۔

شان نزول آیۂ کریمہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ میں جب اپنے اصحاب کی امامت فرماتے تو قرأت بلند آواز سے فرماتے مشرکین سنتے تو قرآن پاک کو اور اس کے نازل فرمانے والے کو اور جس پر نازل ہوا ان سب کو گالیاں دیتے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا۔

"اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو ہیں جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا اور اس کی سلطنت و بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی نہیں اور اس کی بڑائی بولنے کو تکبیر کہو۔"

وَيَدُلُّ عَلٰى تَخْصِيْصِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ الْاَسْمَاءِ بِاَنَّهُ الْاِسْمُ الْاَعْظَمُ فَقَدْ رُوِيَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا وَّهُوَ يَدْعُوْ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ بِاَنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ فَقَالَ

عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ سَأَلَ اللّٰهَ تَعَالٰى بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِيْ اِذَا دُعِيَ بِهٖ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى۔

بعض اسماء الٰہی کی تخصیص پر یہ دلیل ہے کہ حضور نے اللہ و رحمٰن کو اسم اعظم فرمایا اور روایت ہے کہ حضور نے ایک شخص کو دعا کرتے دیکھا تو وہ اپنی دعا میں وہ الفاظ کہہ رہا تھا جو ذکر ہو چکے تو حضور نے فرمایا بیشک تو نے اللہ تعالےٰ کے اسم اعظم کے ذریعہ دعا کی جو ایسے ہیں کہ جو ان کے ساتھ دعا کرے مستجاب ہوتی ہے اور جب اس سے مانگا جائے تو ملتا ہے۔

وَرُوِيَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ وَ الٓمّٓ۔ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہیں۔ الٰہکم الٰہ واحد اور شروع آل عمران کی آیت ہیں۔

اس آیۂ کریمہ کے اثرات پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔
مَا اَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّلَائِلِ مِنْ طَرِيْقِ نَهْشَلِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ الضَّحَّاكِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى
قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ الاية
هُوَ اَمَانٌ مِّنَ السَّرَقِ وَاَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ حِيْنَ اَخَذَ مَضْجَعَهٗ فَدَخَلَ عَلَيْهِ سَارِقٌ فَجَمَعَ مَا فِي الْبَيْتِ وَحَمَلَهٗ وَالرَّجُلُ لَيْسَ بِنَائِمٍ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَى الْبَيْتِ فَوَجَدَهٗ مَرْدُوْدًا فَوَضَعَ الْكَارَةَ وَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَضَحِكَ صَاحِبُ الدَّارِ ثُمَّ قَالَ اِنِّيْ اَحْصَنْتُ بَيْتِيْ۔

آیہ کریمہ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى۔ یہ امن میں رکھتی ہے سرقہ سے۔

چنانچہ ایک شخص مہاجرین میں سے تھے وہ جب سونے لگے تو چور آیا اور تمام گھر کا سامان باندھ کر گٹھڑ اٹھا کر لے چلا اور یہ شخص جاگ رہا تھا جب وہ دروازہ پر آیا تو مہاجر نے دیکھا واپس لوٹ رہا ہے تین بار وہ چور گیا آیا آخر وہ گٹھڑ رکھ کر چلا تو صاحب خانہ ہنسا اور کہا میاں میں نے اپنے گھر کو قلعہ بنا لیا تھا۔

اور وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ اس کا شان نزول احمد بخاری مسلم و ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان وغیرہ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں۔
نَزَلَتْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ فَكَانَ اِذَا صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ رَفَعَ صَوْتَهٗ بِالْقُرْاٰنِ فَاِذَا سَمِعَ الْمُشْرِكُوْنَ سَبُّوا الْقُرْاٰنَ وَمَنْ اَنْزَلَهٗ وَمَنْ جَاءَ بِهٖ فَقَالَ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ صَلَّى

اللہ علیہ وسلم۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تھے تو جب حضور اپنے صحابہ کے ساتھ نماز پڑھتے تو تلاوت میں آواز اونچی ہو جاتی تو جب مشرکین سنتے تو قرآن اور صاحب قرآن اور حضور کو سب وشتم کرتے تو اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ فِی الْمُصَنَّفِ عَنْ سَعِیْدٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْفَعُ صَوْتَہٗ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَکَانَ مُسَیْلَمَۃُ قَدْ سُمِّیَ الرَّحْمٰنَ فَکَانَ الْمُشْرِکُوْنَ اِذَا سَمِعُوْا ذٰلِکَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا قَدْ ذُکِرَ مُسَیْلَمَۃُ اِلٰـہَ الْیَمَامَۃِ ثُمَّ عَارَضُوْا بِالْمُکَاءِ وَالتَّصْدِیَۃِ وَالصَّفَرِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمن الرحیم بہ آواز بلند پڑھتے اور مسیلمہ کذاب نے اپنا نام رحمٰن رکھا ہوا تھا تو مشرکین جب حضور سے سنتے تو کہتے آپ نے یمامہ کے خدا کا ذکر کیا پھر تالیاں سیٹیاں بجاتے تو حضور کو اللہ تعالے کی طرف سے یہ حکم ملا۔

اور ایک روایت میں ہے۔

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ الرَّبِیْعِ قَالَ کَانَ اَبُوْبَکْرٍ اِذَا صَلّٰی مِنَ اللَّیْلِ خَفَضَ صَوْتَہٗ جِدًّا وَکَانَ عُمَرُ اِذَا صَلّٰی مِنَ اللَّیْلِ رَفَعَ صَوْتَہٗ جِدًّا فَقَالَ عُمَرُ یَا اَبَا بَکْرٍ لَوْ رَفَعْتَ مِنْ صَوْتِکَ شَیْئًا فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ یَا عُمَرُ لَوْ خَفَضْتَ مِنْ صَوْتِکَ شَیْئًا فَاَتَیَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَاہُ بِاَمْرِھِمَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالَی الْاٰیَۃَ فَاَرْسَلَ اِلَیْہِمَا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ یَا اَبَا بَکْرٍ اِرْفَعْ مِنْ صَوْتِکَ شَیْئًا وَقَالَ لِعُمَرَ اَخْفِضْ مِنْ صَوْتِکَ شَیْئًا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رات میں جب نماز ادا فرماتے تو نہایت ہی دبی آواز سے پڑھتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب رات میں نماز ادا کرتے تو بلند آواز سے قرات کرتے۔

تو حضرت عمر نے صدیق کو فرمایا اگر آپ قرات میں کچھ اونچی آواز کریں تو بہتر ہے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آپ اپنی قرات کچھ نیچی آواز سے کریں تو بہتر ہے۔

پھر دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر آئے اور اپنا اپنا خیال ظاہر کیا تو اللہ تعالے نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی جس میں صدیق و فاروق دونوں کی رائے صائب ظاہر کی گئی۔

چنانچہ حضرت صدیق کو حضور نے کچھ اونچی اور فاروق کو کچھ نیچی قرات کا حکم فرمادیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیق سے پوچھا آپ اتنی آہستہ قرات کیوں کرتے ہیں تو عرض کیا

اُنَاجِیْ رَبِّیْ وَقَدْ عَرَفَ حَاجَتِیْ میں اپنے رب سے مناجات کرتا ہوں اور وہ میری حاجت سے واقف ہے
پھر حضرت فاروق اعظم سے سوال ہوا کہ آپ اتنی بلند آواز سے کیوں قراءت کرتے ہیں عرض کیا
اَطْرُدُ الشَّیْطَانَ وَاُوْقِظُ الْوَسْنَانَ۔ حضور شیطان کو بھگاتا ہوں اور سوتوں کو بیدار کرتا ہوں۔
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نقشبندی جو ذکر و مراقبہ کرتے ہیں وہ سنت صدیقی پر کرتے ہیں اور چشتی قادری فاروقی پر ہیں اور عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ کے ماتحت دونوں تینوں مطابق سنت سنیہ ہیں ان پر اعتراض معترض محض زائد ہے۔
وَقِیْلَ الصَّلٰوۃُ بِمَعْنَی الدُّعَاءِ لِمَا اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ وَغَیْرُہُمَا عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ اِنَّمَا نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ وَلَا تَجْھَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِھَا فِی الدُّعَاءِ۔
ایک قول یہ ہے کہ صلوٰۃ بمعنی دعا ہے چنانچہ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ یہ آیت کریمہ دعا کے حکم پر نازل ہوئی ہے۔
اور اس کے علاوہ بہت روایتیں ہیں مَنْ شَاءَ فَلْیَنْظُرْ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ۔
وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَكَبِّرْہُ تَكْبِیْرًا۔
اس میں یہود و نصاریٰ کا رد ہے کہ وہ حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ مانتے ہیں اور ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔
اور كَبِّرْہُ تَكْبِیْرًا پر آلوسی فرماتے ہیں وَالتَّکْبِیْرُ اَبْلَغُ لَفْظَۃٍ لِلْعَرَبِ فِیْ مَعْنَی التَّعْظِیْمِ وَالْاِجْلَالِ
تکبیر عرب کے محاورہ میں تعظیم و اجلال کے موقعہ پر بلیغ ترین لفظ ہے

آیات متلوہ کے فضائل میں چند حدیثیں

رَوٰی غَیْرُ وَاحِدٍ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَانَ یُعَلِّمُ الْغُلَامَ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِذَا اَفْصَحَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْہُ تَكْبِیْرًا سَبْعَ مَرَّاتٍ وَسَمَّاھَا عَلَیْہِ السَّلَامُ كَمَا اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِیُّ اٰیَۃَ الْعِزِّ۔
حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد المطلب کے ایک بچے کو تعلیم دی کہ سات مرتبہ روزانہ پڑھا کرے اور اس کا نام آیت عزت رکھا۔ گویا تسخیر خلائق کے لیے یہ بہترین عمل ہے۔
وَاَخْرَجَ اَبُوْ یَعْلٰی وَابْنُ السُّنِّیِّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ خَرَجْتُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیَدِیْ فِیْ یَدِہٖ۔ میں حضور کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ایک طرف نکلا تو ایک ضعیف و کمزور پر سے گذرا حضور نے فرمایا اے فلاں تجھے کیا ہوا؟ عرض کیا حضور بیمار ہوں۔ فرمایا اے ہم تجھے چند کلمات بتاتے

ہیں وہ پڑھا کر تمام تکالیف اور مرض دفع ہو جائیں گے پھر حضور نے اسے بتایا تَوَکَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۔ پھر اس کے بعد حضور نے اسے دیکھا کہ حالت اچھی ہوگئی۔ فرمایا اب کیسا حال ہے۔ عرض کیا حضور اس دن سے برابر میں وہ آیتیں پڑھتا ہوں جو حضور نے سکھائیں۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ السُّنِّيِّ وَالدَّيْلَمِيُّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ کہ انہیں حضور نے فرمایا جب سونے لگو تو پڑھا کرو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْكَافِيْ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْاَعْلٰى حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى مَا شَاءَ اللّٰهُ قَضٰى سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا لَيْسَ مِنَ اللّٰهِ مَلْجَأٌ وَلَا وَرَاءَ اللّٰهِ الْمُلْتَجٰى تَوَكَّلْتُ عَلٰى رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۔

پھر فرمایا جو کوئی مسلمان سوتے وقت یہ پڑھ کر سوئے تو شیاطین و ہوام اسے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے

سورۃ الکہف ۱۸

قَالَ جَلَالُ الدِّيْنِ السُّيُوْطِيُّ فِيْ ذٰلِكَ اِنَّ الْيَهُوْدَ وَالْمُشْرِكِيْنَ سَاَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَلٰثَةِ اَشْيَاءَ عَنِ الرُّوْحِ وَعَنْ قِصَّةِ اَصْحَابِ الْكَهْفِ وَعَنْ قِصَّةِ ذِي الْقَرْنَيْنِ

یہود و مشرکین نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے تین چیزوں کے متعلق سوال کیا۔ روح۔ قصہ اصحاب کہف۔ قصہ ذوالقرنین۔

تو جواب سوال اول اس سے پہلی سورت کے دسویں رکوع میں دے دیا گیا۔
باقی رہے دو سوال ان کا جواب اس سورۃ مبارکہ میں دیا گیا ہے اس بنا پر اس کا اتصال سورۃ بنی اسرائیل سے مناسب متصور ہوا۔

فضائل سورۃ الکہف

وَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا مَنْ قَرَاَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ سَطَعَ لَهٗ نُوْرًا مِّنْ قَدَمِهٖ اِلٰى عَنَانِ السَّمَاءِ يُضِيْءُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَغُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ ۔

جو اس سورہ مبارکہ کو جمعہ کے روز پڑھے اللہ تعالے اس کے قدموں سے عنان سما تک نور چمکاتا ہے اور وہ قیامت تک منور رہتا ہے اور اس کے دو جمعوں کے مابین کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ مَرْفُوْعًا۔ اَلْبَیْتُ الَّذِیْ تُقْرَأُ فِیْہِ سُوْرَۃُ الْکَھْفِ لَا یَدْخُلُہٗ شَیْطَانٌ تِلْکَ اللَّیْلَۃَ۔ جس گھر میں سورۃ کہف پڑھی جائے اس گھر میں اس رات شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔

وَاَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہٗ عَنْہُ مَرْفُوْعًا اِنَّ مَنْ قَرَأَ الْخَمْسَ الْاَوَاخِرَ مِنْھَا عِنْدَ نَوْمِہٖ بَعَثَہُ اللّٰہُ اَیَّ اٰیَۃٍ شَاءَ وَقَدْ جَرَّبْتُ مِرَارًا فَلْیَحْفَظْہُ۔ جو آخر کہف کی پانچ آیتیں سوتے وقت پڑھے اللہ کوئی نشانی جو چاہے دکھائے۔

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ کہف ہے۔

یہ سورۃ مبارکہ مکی ہے اور با اختلاف رواۃ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ جو آیت ہے وہ مدنی ہے (قتادہ) لیکن با خبار مشہورہ تمام کی تمام سورۃ مکی ہے۔

اور مقاتل کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے مگر اول سے جُرُزًا تک اور اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا سے آخر سورۃ تک مدنی ہے۔

اس سورۃ مبارکہ میں بصریوں کے نزدیک ۱۱۱۔ آیتیں ہیں

اور کوفیوں نے ۱۱۰۔ مانی ہیں۔

اور شامیوں کے نزدیک ۱۰۶ ہیں۔

اور حجازیوں کے نزدیک ۱۰۵ ہیں۔

اس میں ایک ہزار پانچ سو ستر کلمے اور چھ ہزار تین سو ساٹھ حرف ہیں اور بارہ رکوع۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

با محاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ کہف۔ پ۱۵

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ — سب خوبیاں اس اللہ کو ہیں جس نے اپنے بندے

الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝
قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ
يُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ
اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝
مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝
وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝
مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ
كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ
اِلَّا كَذِبًا ۝
فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ
يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝
اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ
اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝
وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ
كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝
اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَا
اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ
اَمْرِنَا رَشَدًا ۝
فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ
عَدَدًا ۝
ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى
لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا ۝

پر نازل کی کتاب اور اس میں کچھ کجی نہ رکھی۔
عدل والی۔ ڈرانے والی کتاب اللہ کی سخت عذاب
سے اور بشارت دینے والی ایمان والوں کو جو
نیک کام کریں کہ ان کے لیے اچھا ثواب ہے۔
رہیں گے اس میں ہمیشہ۔
اور انھیں ڈرائے جو کہتے ہیں اللہ نے اولاد بنائی۔
نہیں انھیں کچھ علم اور نہ ان کے آباواجداد کو بڑا بول
نکالتے ہیں اپنے مونہوں سے نہیں بولتے مگر نرا
جھوٹ۔
تو شاید کھیل جاؤ گے تم جان سے ان کے پیچھے اگر
نہ ایمان لائیں اس بات پر غم سے۔
بے شک ہم نے جو زمین پر ہے آرائش کی تاکہ انھیں آزمائیں
کہ کون ان میں اچھے عمل والا ہے۔
اور ہم بے شک جو اس پر ہے ضرور کریں گے اسے
پٹ پر میدان۔
کیا تمہیں معلوم ہے کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے
کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔
جب آئے یہ جوان غار میں تو بولے اے ہمارے رب
ہمیں دے اپنے پاس سے رحمت اور پیدا کر دے
ہمارے لیے ہمارے کام میں راہ نیک۔
تو ہم نے ان کے کانوں میں غار کے اندر گنتی کے
کئی برس لگا دیے۔
پھر ہم نے انھیں اٹھایا تاکہ دیکھیں کہ کونسا گروہ دونوں
میں ٹھہرنے کی مدت صحیح بتاتا ہے۔

حل لغات پہلا رکوع سورہ کہف۔ پ۱۵

اَلْحَمْدُ۔ سب تعریفیں	لِلّٰہِ۔ اللہ کے لیے ہیں	الَّذِیْ۔ وہ جس نے	اَنْزَلَ۔ اتارا
عَلٰی۔ اوپر	عَبْدِہٖ۔ اپنے بندے کے	الْکِتٰبَ۔ کتاب کو	وَلَمْ۔ اور نہیں
یَجْعَلْ۔ بنائی	لَّہٗ۔ اس میں	عِوَجًا۔ کوئی کجی	قَیِّمًا۔ عدل والی
لِیُنْذِرَ۔ تاکہ ڈرائے	بَاْسًا۔ عذاب	شَدِیْدًا۔ سخت سے	مِّنْ لَّدُنْہُ۔ اسکی طرف سے
وَیُبَشِّرَ۔ اور خوشخبری دے	الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کو	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے ہیں
الصّٰلِحٰتِ۔ نیک	اَنَّ۔ بیشک	لَھُمْ۔ ان کے لیے	اَجْرًا۔ اجر ہے
حَسَنًا۔ اچھا	مَاکِثِیْنَ۔ رہنے والے ہیں	فِیْہِ۔ اس میں	اَبَدًا۔ ہمیشہ
وَّیُنْذِرَ۔ اور ڈرائے	الَّذِیْنَ۔ ان کو جو	قَالُوا۔ بولے	اتَّخَذَ۔ بنائی
اللہُ۔ اللہ نے	وَلَدًا۔ اولاد	مَا۔ نہیں	لَھُمْ بِہٖ۔ ان کو اس کا
مِنْ عِلْمٍ۔ کوئی علم	وَّلَا۔ اور نہ	لِاٰبَآئِھِمْ۔ انکے باپ دادا کو	کَبُرَتْ۔ بڑی
کَلِمَۃً۔ بات ہے	تَخْرُجُ۔ جو نکلتی ہے	مِنْ اَفْوَاھِھِمْ۔ ان کے مونہوں سے	
اِنْ۔ نہیں	یَّقُوْلُوْنَ۔ کہتے	اِلَّا۔ مگر	کَذِبًا۔ جھوٹ
فَلَعَلَّکَ۔ پھر شائد تو	بَاخِعٌ۔ ہلاک کرنے والا ہے	نَّفْسَکَ۔ اپنی جان کو	عَلٰی۔ اوپر
اٰثَارِھِمْ۔ انکے قدموں کے	اِنْ۔ اگر	لَّمْ یُؤْمِنُوْا۔ نہ ایمان لائیں	بِھٰذَا۔ ساتھ اس
الْحَدِیْثِ۔ بات کے	اَسَفًا۔ افسوس سے	اِنَّا۔ بیشک ہم نے	جَعَلْنَا۔ بنایا ہے
مَا۔ جو کچھ	عَلَی۔ اوپر	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	زِیْنَۃً۔ زیبائش
لَّھَا۔ اس کے لیے	لِنَبْلُوَھُمْ۔ تاکہ آزمائیں ان کو	اَیُّھُمْ۔ کون ان میں سے	اَحْسَنُ۔ اچھا ہے
عَمَلًا۔ عمل میں	وَاِنَّا۔ اور بیشک ہم	لَجٰعِلُوْنَ۔ بنانے والے ہیں	مَا۔ جو کچھ
عَلَیْھَا۔ اس پر ہے	صَعِیْدًا۔ میدان	جُرُزًا۔ صاف	اَمْ۔ کیا
حَسِبْتَ۔ خیال کیا تو نے	اَنَّ۔ کہ بیشک	اَصْحٰبَ الْکَھْفِ۔ غار والے	
وَالرَّقِیْمِ۔ اور جنگل والے	کَانُوْا۔ تھے	مِنْ اٰیٰتِنَا۔ ہماری نشانیوں سے	عَجَبًا۔ عجیب
اِذْ۔ جب	اَوَی۔ جگہ پکڑی	الْفِتْیَۃُ۔ جوانوں نے	اِلَی۔ طرف

اَلْکَھْفِ۔ غار کی فَقَالُوْا۔ تو بولے رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب اٰتِنَا۔ دے ہم کو
مِنْ لَّدُنْکَ۔ اپنی طرف سے رَحْمَۃً۔ رحمت وَھَیِّئْ۔ اور تیار کر
لَنَا۔ ہمارے لیے مِنْ اَمْرِنَا۔ ہمارے کام میں رَشَدًا۔ بھلائی فَضَرَبْنَا۔ تو لگایا ہم نے
عَلٰی۔ اوپر اٰذَانِہِمْ۔ ان کے کانوں کے فِی الْکَھْفِ۔ غار میں سِنِیْنَ۔ کئی سال
عَدَدًا۔ گنتی کے ثُمَّ۔ پھر بَعَثْنٰھُمْ۔ اٹھایا ہم نے ان کو لِنَعْلَمَ۔ تاکہ ہم جانیں
اَیُّ۔ کون الْحِزْبَیْنِ۔ دونوں فریق سے اَحْصٰی۔ زیادہ گننے والا ہے لِمَا۔ اس کو
لَبِثُوْا۔ جو ٹھہرے اَمَدًا۔ مدت سے

مختصر تفسیر اردو سورہ کہف۔ پہلا رکوع۔ پ ۱۵

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا۔ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمْ اَجْرًا حَسَنًا مَّاکِثِیْنَ فِیْہِ اَبَدًا وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا۔"

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے نازل فرمائی اپنے بندے پر کتاب اور نہ رکھی اس میں اصلا کجی۔ عدل والی کتاب کہ ڈرائے سخت عذاب سے اللہ کی طرف سے اور خوشخبری دے مومنین کو جو نیک کام کریں اس کی کہ ان کے لیے ثواب اچھا ہے جس میں رہیں گے ہمیشہ اور ڈرائے انہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے لیے بچہ۔"

اس سورۃ مبارکہ کو حمد سے شروع کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حمد ہمیشہ کسی خوبی اور نعمت محمود پر ہوتی ہے تو اس سورۃ مبارکہ میں چونکہ اللہ تعالےٰ نے اس امر کا اظہار فرمایا کہ ہم نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل فرمائی جس میں اس کی صفات کمال میں سے بہت سی صفات مذکور ہیں اور بندوں کے لیے نجات ابدی کی بشارت ہے اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے۔ بنابریں حمد سے اس سورۃ کی ابتدا فرمائی اور لَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا فرما کر اس سے بھی مطلع کیا کہ یہ کتاب اپنے کمال ذاتی میں اتنی اکمل و اکمل ہے کہ اس میں کسی طرف سے بھی اعوجاج کو گنجائش نہیں۔

عوج کہتے ہیں کسی اس شے کو جس میں اختلاف لفظ اعراب کی جہت سے یا فصاحت و بلاغت کے خلاف ہونے سے مضمون ناہموار ہو جائے اور اس سے معنی متناقض پیدا ہوں۔

اور لغوی اعتبار سے عِوَج انحراف عن الاستقامِ المعنوی کو بھی کہتے ہیں جیسے کہ عِوَج الدین اور اور عِوَج کلام وغیرہ۔

اور انحراف عن الاستقامۃ الحسیّہ کو بھی عَوَج کہتے ہیں جسے نظر سے انسان محسوس کرے جیسے عَوَج حائط دیوار کا ٹیڑھا ہونا۔ عوج العود لکڑی میں بل ہونا جیسے قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا۔

تو خلاصہ مضمون آیت یہ ہوا کہ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایسی کتاب یعنی قرآن فرمایا جس میں کسی قسم کی کچھ کجی نہیں اس کی ہر بات عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور اس صرف یہی وصف نہیں ہے بلکہ وہ قیّم بھی ہے یعنی بنی آدم کی سعادتِ دارین کے لیے کسوٹی اور راہ راست اور ان کے تمام مصالح اخروی و دنیوی کی متکفل اس لیے کہ قیم اسے بھی کہا جاتا ہے کہ جو مصالح انسان کا متکفل ہو۔ اور قیم کے لیے دو باتیں ضرور ہونی چاہئیں۔

اول یہ کہ جس کا وہ قیم ہو اسے اس کے مستقبل کی ہلاکت و بہبود سے مطلع کرے اور ڈرائے۔

دوسرے اس کے فوائد و ثمرات۔ اعمال حسنہ اور تدابیر برجستہ کا نیک بدلہ بھی بتا دے تاکہ وہ اعمال مذمومہ سے متنفر ہو کر تدابیر حسنہ اور اعمال محمودہ کی طرف راغب ہو۔

قیم کی تعریف میں علامہ آلوسی چھ قول نقل فرماتے ہیں۔

۱:۔ اَیْ مُسْتَقِیْمًا کَمَا اَخْرَجَہٗ اِبْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ الضَّحَّاکِ وَرُوِیَ اَیْضًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ ابن عباس اور ضحاک اس کا "سیدھی" بتاتے ہیں۔

۲:۔ وَالْمُرَادُ مِمَّا قِیْلَ اِنَّہٗ لَا خَلَلَ فِیْ لَفْظِہٖ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے الفاظ میں کوئی خلل نہیں۔

۳:۔ وَالْمُرَادُ مِنْ ھٰذَا اِنَّہٗ مُعْتَدِلٌ لَّا اِفْرَاطَ فِیْمَا اشْتَمَلَ عَلَیْہِ مِنَ التَّکَالِیْفِ حَتّٰی یَشُقَّ عَلَی الْعِبَادِ وَلَا تَفْرِیْطَ فِیْہِ بِاِھْمَالِ مَا یُحْتَاجُ اِلَیْہِ حَتّٰی یُحْتَاجَ اِلٰی کِتَابٍ اٰخَرَ کَمَا قَالَ سُبْحٰنَہٗ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ وَلِذَا کَانَ اٰخِرُ الْکُتُبِ الْمُنَزَّلِ عَلٰی خَاتَمِ الرُّسُلِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔ قیم سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے اعتدال پر ہے کہ اس میں افراط نہیں ہے جس سے بندوں کو تکلیف ہو حتی کہ شاق گذرے بندوں پر اور نہ ایسی تفریط و اہمال ہے کہ کسی دوسری کتاب کی احتیاج رہے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ہم نے اس کتاب میں کچھ کمی نہ چھوڑی۔ اسی لیے یہ آخری کتاب ہے جو آخری رسول علیہ الصلوۃ والسلام پر اتاری گئی۔

۴:۔ وَقِیْلَ الْمُرَادُ مِنْہُ مَا اُرِیْدَ مِنَّا قَبْلَہٗ۔ اس سے مراد وہی ہے جو پہلی کتابوں میں ہے۔

۵:۔ وَقَالَ الْفَرَّاءُ اَلْمُرَادُ قَيِّمًا عَلٰى سَائِرِ الْكُتُبِ السَّمَاوِيَّةِ شَاهِدًا الِلصُّحُفِ۔ قیم تمام کتب سماویہ اور صحف پر گواہ۔

۶:۔ وَقَالَ اَبُو مُسْلِمٍ اَلْمُرَادُ قَيِّمًا بِمَصَالِحِ الْعِبَادِ مُتَكَفِّلًا بِهَا۔ یہ کتاب قیم ہے تمام کتب سماویہ اور مصالح کے قیام پر۔ چنانچہ آیۂ کریمہ ہیں۔

لِيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ اور وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ فرمایا۔ یعنی یہ قرآن لوگوں کو برے اعمال سے جو ہلاکت وعذاب کا موجب ہیں ڈراتا اور عاد و ثمود اور لوط کے انجام بتا کر عبرت دلاتا ہے اور ایمان والوں کو بشارت دیتا ہے لیکن چونکہ ایمان محض بلا اعمال صالح سعادت اخرویہ کا مستحق نہیں بناتا اس لیے اَلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ آگے بڑھایا۔

لیکن ایمان اور اعمال صالح دو امور کا چونکہ اظہار فرمایا تھا اس وجہ میں ان کے دو ثواب بھی علیحدہ علیحدہ ہونے ضرور تھے اس لیے فرمایا اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ان کے لیے اچھا بدلہ ہے جو حیات ابدی بہشت کی ہے۔ دوسری مَاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ہے یعنی وہ اس اجر کی بدولت ہمیشہ بہشت میں رہیں گے یہ نہیں کہ چند روز رہ کر وہاں سے نکال دیے جائیں۔

" وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۔ اور ڈرائے انہیں جو کہتے ہیں کہ پکڑا اللہ نے بیٹا۔ نہیں انھیں اس معاملہ میں کچھ علم نہ ان کے آباؤ اجداد کو کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ وہ نہیں کہتے مگر نرا جھوٹ"۔

سیاق مضمون سے یہ واضح ہے کہ اول عوام کو عام معصیت شعاری سے خائف کیا اور لِيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا فرمایا۔

اور مشرکین عرب فرشتوں اور ارواح غیر مرئیہ کو اپنے عقائد فاسدہ کا سندہ میں اللہ تعالےٰ کی اولاد تصور کرکے ان کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ان کی منتیں مانتے نذر نیاز کرتے۔ عیسٰی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے اور اب تک بھی اسی عقیدہ پہ قائم ہیں۔ یہود حضرت عزیر علیہ السلام کے متعلق ابنیت کی نسبت کا عقیدہ رکھتے ہیں تو مشرکین عرب۔ عیسائی اور یہودی ہر سہ فرق ضالہ کے رد میں وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا فرما کر سرزنش کی۔

اور یہ بھی بتایا کہ اس عقیدہ باطل پر ان کے پاس تو کیا ان کے آباؤ اجداد کے پاس بھی کوئی سند نہیں محض توہم باطل ہے۔ چنانچہ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ فرما کر تہدید کی محاورہ عرب

ہیں یہ لفظ بڑے اور سخت بیان کی تہدید پر استعمال ہوتا ہے پھر فرمایا اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا۔ ان کی یہ بکواس کچھ نہیں مگر نرا جھوٹ۔

اور چونکہ حضور رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لیے رحمت ہو کر تشریف لائے تو آپ باوجود اس امر کے ان لوگوں کو اس عقیدہ فاسدہ پر اڑے دیکھ کر ان کا انجام خراب ملاحظہ فرما کر رحمت و شفقت کے مقتضیات سے ان پر غم فرماتے تو اللہ تعالے کی طرف سے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے ارشاد فرمایا گیا۔

"فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔ تو شاید آپ اپنی جان پر کھیل جائیں گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں افسوس کرتے ہوئے"۔

بَاخِعٌ کے معنی میں آلوسی فرماتے ہیں۔ بَاخِعٌ اَیْ قَاتِلٌ وَفِیْ مَعْنَاہُ مَا فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ مُھْلِكٌ بَاخِعٌ کے قَاتِلٌ معنی ہیں اور صحیح بخاری میں ہلاک ہونے والے کے معنی ہیں۔

وَھُوَ مِنْ بَخَعَ الْاَرْضَ بِالزِّرَاعَۃِ جَعَلَھَا ضَعِیْفَۃً کَمَا قَالَ الْکِسَائِیُّ۔ بخع ارض کے معنی ہیں کہتے ہیں کھیتی کے اندر پیداوار کمزور ہونے کے جیسا کہ کسائی نے کہا۔

اور زمخشری کہتے ہیں اِنَّ الْبَخْعَ اَنْ یَّبْلُغَ الذَّبْحُ الْبِخَعَ وَھُوَ عِرْقٌ مُسْتَبْطِنُ الْقَفَاءِ۔ بخع یہ ہے جو ذبح میں شہ رگ کٹنے میں پیدا ہو۔

"عَلٰٓى اٰثَارِھِمْ" یَعْنِیْ مِنْ بَعْدِ تَوَلِّیْھِمْ عَنِ الْاِیْمَانِ وَتَبَاعُدِھِمْ عَنْہُ۔ یعنی کفار کے انحراف اور بُعد پر غم کھانا اس کے حاصل معنی ہوتے ہیں۔

چنانچہ ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں جس میں شان نزول اس طرح لکھتے ہیں۔

اِنَّ عُتْبَۃَ بْنَ رَبِیْعَۃَ وَشَیْبَۃَ بْنَ رَبِیْعَۃَ وَاَبَا جَھْلِ بْنَ ھِشَامٍ وَالنَّضْرَ بْنَ الْحَارِثِ وَاُمَیَّۃَ بْنَ خَلْفٍ وَالْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ وَالْاَسْوَدَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاَبَا الْبَخْتَرِیِّ فِیْ نَفَرٍ مِّنْ قُرَیْشٍ اِجْتَمَعُوْا وَکَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ کَبُرَ عَلَیْہِ مَا یَرٰی مِنْ خِلَافِ قَوْمِہٖ اِیَّاہُ وَاِنْکَارِھِمْ مَّا جَاءَ بِہٖ مِنَ النَّصِیْحَۃِ فَاَحْزَنَہٗ حُزْنًا شَدِیْدًا فَاَنْزَلَ اللہُ تَعَالٰی۔

عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل، نضر بن حارث اور امیہ۔ عاص بن وائل اور اسود۔ ابوالبختری قریش کی ایک جماعت کے ساتھ جمع ہوئے اور جب وہ اسلام وایمان کے خلاف ہی رہے تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کا یہ انکار بار ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغایت غمگین ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔ یعنی شاید آپ جان پر کھیل جائیں گے اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کے پیچھے غم میں رہیں گے کہ وہ اس کلام پاک پر کیوں نہیں ایمان لائے"۔

آپ کو ایسا نہ کرنا چاہیئے اس لیے کہ ہدایت ہمارے ہاتھ ہے آپ کا جو کام تھا وہ آپ کر چکے۔
دوسرے ان کی بے ایمانی کے باوجود اور اس اعتقاد پر رہتے ہوئے کہ عیسیٰ و عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ ملائکہ بنات اللہ ہیں۔ وہ دولتمند ہیں ان میں ہر طرح کی فراخی ہے باغ اور بلند عمارتیں اور ہر قسم کی سواریاں موجود ہیں اور شراب کباب میں محو اور مخمور رہتے ہیں۔ نعمتوں سے متمتع ہیں اور جو متقی پرہیزگار ہیں جو اہل طہارت ہیں اللہ کے ماننے اور اس کی عبادت کرنے والے ہیں وہ تنگ دست و نادار ہیں۔ اس آیۂ کریمہ میں حضور کی تسلی کے بعد انھیں بھی تسلی دی گئی۔ اور فرمایا۔

"اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا۔ بے شک ہم نے کیا جو زمین پر ہے زینت اس کے لیے تاکہ ہم انھیں آزمائیں کہ ان میں کس کے کام بہتر ہیں اور بے شک ہم نے کرنا ہے جو کچھ اس پر ہے ایک دن چٹیل میدان چھوڑ دیں گے"۔

عربی میں جرز کے معنی لَا نَبَاتَ فِيْهِ جس زمین پر سبزہ نہ ہو وہ ارض جرز ہے اور صعید خاک کے معنی میں مستعمل ہے كَمَا قَالَ الرَّاغِبُ اَلصَّعِيْدُ وَجْهُ الْاَرْضِ۔

اور اَحْسَنُ عَمَلًا پر ایک حدیث ہے سَأَلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاَحْسَنِ عَمَلًا كَمَا اَخْرَجَ ذٰلِكَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَالْحَاكِمُ فِي التَّارِيْخِ عَنْهُ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَحْسَنُكُمْ عَقْلًا وَاَوْرَعُ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَسْرَعُكُمْ فِيْ طَاعَتِهٖ جَمِيْعًا۔

احسن عمل وہ ہے جو عقیل و فہیم ہو اور محارم اللہ سے مجتنب اور اطاعت الٰہی میں سرعت کرنے والا۔
درمنثور میں ہے اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَقْلًا وَاَوْرَعُ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ۔ جو تم میں سے عقیل ہو اور حرام سے بچنے والا۔

خلاصہ یہ ہے کہ زمین پر جو سامان ہم نے پیدا کیا یہ سب دنیا کی زینت ہے اور دنیا اور اس کی حیثیت چند روزہ ہے یہ زینت ہم نے ہمیشہ کے لیے نہیں کی بلکہ چند روز کے لیے ہے اس میں اچھے اور برے دن کا نکھار ہوتا ہے پھر یہ سب زینت مٹ جائے گی اور صعید جرز بن کر رہ جائے گی یعنی سب مٹ کر چٹیل میدان رہ جائے گا۔

نہ وہ عمارات رفیعہ رہیں گی نہ وہ دیدہ زیب باغات نہ وہ نعمتیں اور مال و منال ہوگا نہ اسباب عیش

وعشرت۔ آج ان کا نام خلد منزل رکھو یا کاشانۂ عبرت یا خلوت کدہ عشرت اس دن وہی کامیاب و کامران اور فائز المرام نظر آئیں گے جو اصحاب کہف کی طرح دنیا کی چند روزہ عیش و عشرت سے منہ موڑ کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے۔

وہ اس دن پریشان و پشیمان ہوں گے جو دقیانوس بادشاہ کو دنیا طلبی میں خدا ملنتے اور اسے پوجتے تھے اور وہ جنہیں اصحاب کہف کہا گیا وہ اللہ کی امان اور حفاظت میں اس غار کے اندر ہیں اور بروز قیامت وہ فائز المرام وشادکام اٹھیں گے۔

اب یہاں تک تمہیدی بیان فرماکر قصہ اصحاب کہف کا بیان شروع ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ پہاڑ کی غار اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک انوکھی اور عجیب و غریب نشانی تھے"۔

رقیم اس آبادی کا نام ہے جو کہف کے ساتھ ہو۔

اس قصہ کے بیان فرمانے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ یہود نے تین سوال مشرکین کے ذریعہ حضور سے کیے تھے روحؔ اور غارؔ اور ذوالقرنینؔ۔

اس بنا پر اصحاب کہف کے واقعہ کو كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا فرماکر بیان کیا اور بتایا کہ بعض پڑھے لکھے آزاد چھوٹے دماغ کے سفہاء احلام کو خوش کرنے کے لیے اپنے کلام میں آیات عجیبہ الٰہیہ کو معمولی حیثیت دے کر بیان کر چکے ہیں حالانکہ یہ معمولی حیثیت کا واقعہ نہیں بلکہ ہماری نشانیوں سے ایک عجیب و غریب واقعہ ہے جس کے سمجھنے کے لیے محض افہام عوام کافی نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے لیے ایمان اور صحیح ایمان کی ضرورت ہے اور احسن عقل اور اورع عن محارم اللہ کی حاجت ہے۔

یہ صرف اتنا واقعہ نہیں ہے کہ چند نیک لوگ اپنی جان و ایمان کی حفاظت کے لیے اس غار میں جا چھپے اور ان کا فرمانبردار کتا بھی ان کے ہمراہ جا سویا۔

نہیں بلکہ وہ ایک اجنبی کتا تھا اور ان کے پرتوِ صحبت سے ان کا ہم سفر ہوا اور ان کے ساتھ ہو لیا۔ سعدی نے خوب کہا ہے۔

سگِ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد

جیسے نضر بن حارث کہ اپنی قوم کے بیوقوف نوجوان اشقیاء کو رستم و اسفندیار کے قصہ سنا کر محوِ حیرت کیا کرتا تھا۔ ایسے ہی آجکل کے اکثر نضر بن حارث اور مغربی مفکرین بے معنی مورخین کے مضامین سنا کر قرآن کریم کے مفسروں محققوں پر زبان دراز کر کے کہہ دیتے ہیں کہ رازی اسے نہ سمجھ سکا۔ ابن کثیر

در منثور میں صحیح تحقیق نہیں ہوئی۔

میں اس کی صحیح تحقیق بتاتا ہوں ادھر ادھر کے چند تاریخی نمکین چٹپٹی سطریں لکھ ماریں اور تمام محققین پر حرف زنی کی جرأت کر ڈالی۔ آیات کے مفہوم غلط نکال کر سفہاء قوم کے دماغ کی حد تک مضمون کا نقشہ کھینچ دیا اور بس یہ خیال نہ کیا کہ آیات بینات کا مضمون واقعہ کی کیا اہمیت دکھلا رہا ہے چند اوچھے خیال کے بوالہوسوں کو خوش کر لینے سے قرآن کریم پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ اور محققین تو ایک طرف رہے خود جناب باری تعالےٰ عزاسمہ کی آیات کی کیا اہمیت باقی رہ جائے گی۔

اور ایک وجہ یہ ہے کہ انسان زینت دنیا میں منہمک ہو کر عقبیٰ کو بھول جاتا ہے اور اللہ کے خاص بندوں کو اپنا ہم خیال نہ سمجھ کر گری نظر سے دیکھنا ان کی ایذا رسانی کے لیے موذی منصوبے بھی گانٹھتا ہے۔ اور اصحاب کہف پر ایسا ہی واقعہ گذرا تو کفار قریش کو غیرت دلانے کے لیے یہ قصہ بیان کیا۔

خلاصہ تمام قصہ کا یہ ہے جو قوی اقوال سے اقتباس کیا گیا ہے!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اہل انجیل کی حالت ابتر ہو گئی حتی کہ وہ بت پرستی اور شرک میں مبتلا ہو گئے اور جو لوگ ان کے اوہام باطلہ سے متفق نہ ہوتے انہیں سنگسار کر دیتے۔

ان میں دقیانوس بادشاہ ملک شام میں بڑا جابر تھا اور ان بت پرستوں میں اپنے مذہب شرک پر سخت گیر تھا چنانچہ جو اس کے مذہب سے متفق نہ ہوتا اسے قتل کر ڈالتا۔ اصحاب کہف شہر افسوس کے شرفاء اور بادشاہ کے خواص تھے اور ایک روایت میں شہر طرطوس ملتا ہے۔ یہ نہایت درجہ ایمان میں کامل تھے دقیانوس نے انہیں مجبور کیا اور قتل کی دھمکی دی۔ آخرش اپنا ایمان اور اپنی جان بچانے کو طرطوس یا افسوس شہر سے نکل پڑے اور آبادی سے علیحدہ پہاڑ میں ایک غار کے اندر جسے عربی میں کہف کہتے ہیں چلے گئے وہاں جاتے ہی اللہ تعالےٰ نے فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِہِمْ فِی الْکَہْفِ سِنِیْنَ کا مظاہرہ فرمایا حتی کہ سو گئے اور اسی حالت میں انھیں تین سو برس سے زیادہ عرصہ گذر گیا۔

دقیانوس ان کی جستجو میں رہا اسے معلوم ہوا کہ غار کے اندر چلے گئے ہیں۔

دقیانوس نے حکم دیا کہ اس غار کے دہانہ پر ایک سنگین دیوار کھینچ کر انہیں بند کر دو تاکہ وہ اس میں مر کر رہ جائیں اور یہ غار ان کی قبر ہو جائے۔ یہی ان کی سزا ہو جائے گی۔

انجینیروں میں سے جس کے سپرد یہ کام ہوا وہ نیک آدمی تھا اس نے دیوار تو چنی مگر ان کے نام معلوم کر کے ایک تختی پر کندہ کرائے اور تانبہ کے صندوق میں رکھ کر دیوار کی بنیاد میں رکھ کر چن دیا یہ بھی روایت ہے کہ ایک تختی خزانہ شاہی میں بھی رکھ دی۔

انقلاب لیل ونہار نے دقیانوس کی گردن پر بھی اپنی سلطنت بنالی اور اسی طرح کئی سلطنتیں تبدیل ہوئیں، حتیٰ کہ تاجدار سلطنت بیدروس نامی حکمران ہوا اور مسلسل اڑسٹھ سال حکومت کرتا رہا یہ نیک دل حکمران تھا اسی حالت میں رعایا میں فرقہ بندی کی بیماری پھوٹ پڑی ایک جماعت کا یہ تصور ہو گیا کہ مرنے کے بعد اٹھنے کا خیال خام اور لغو ہے قیامت کا اعتقاد غلط اور بے اصل ہے۔

ایک جماعت اس کے خلاف کھڑی ہو گئی۔

بیدروس تاجدار طرطوس یا افسوس جو ملک شام میں ہے نے یہ کیفیت دیکھ کر افسوس کیا اور ایک تنہا مکان میں ٹاٹ پہن کر دربند ہو کر خاک پر بیٹھا اور رب حقیقی کے حضور تضرع وزاری سے دعا شروع کر دی اور عرض کیا الٰہی مجھ پر میری رعایا پر ایسی نشانی ظاہر فرما کہ جس سے ان کے توہمات باطلہ دفع ہو جائیں اور سب بعث ونشر تسلیم کر لیں۔

اس دعا کی قبولیت اس طرح ظہور میں آئی کہ ایک چرواہے نے اپنی بکریوں کے لیے دوپہر گزارنے کو یہ غار منتخب کیا اور یہاں آکر وہ دیوار گرادی۔ دیوار منہدم ہوتے ہی اس پر معہ اس کے ہمراہیوں کے ایک نفسیاتی خوف طاری ہوا۔ گرانے والے بھاگ گئے۔ ادھر کرشمہ قدرت یوں رونما ہوا کہ وہ خوابیدگان کہف فرحاں وشاداں اٹھے ان کے چہرے شگفتہ طبیعتیں بشاش اور زندگی تروتازگی موجود۔

ایک نے دوسرے کو سلام کیا نماز کے لیے کھڑے ہوئے بعد الفراغ انہوں نے یملیخا سے کہا آپ جائیں اور بازار سے کچھ کھانے کو لائیں اور اس امر کا پتہ بھی لگائیں کہ دقیانوس یا دقیانوس ظالم بادشاہ کا ہم لوگوں کی نسبت کیا خیال ہے۔

یملیخا بازار گئے اور مکسلمینا۔ مرطونس۔ بینوس۔ ساری نونس۔ ذونوانس۔ کشفیط۔ طنوٹس غار میں ٹھہرے رہے ان کے کتے کا نام قطمیر تھا۔

یملیخا ساتویں ساتھی شہر پناہ کے دروازے پر پہنچے تو اسلامی علامتیں دیکھیں اور نئے نئے لوگ نظر آئے اور انہیں حضرت عیسیٰ کا نام لیتے سنا انھیں تعجب ہوا اور سوچنے لگے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ کل تو یہاں جو اپنا ایمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ظاہر کرتا قتل کر دیا جاتا تھا آج اسلامی علامتیں شہر پناہ پر ظاہر ہیں لوگ بے خطر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کی قسمیں کھاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ حضرت یملیخا نانبائی کی دوکان پر پہنچے اور اسے کھانا خریدنے کے لیے وہی دقیانوسی سکہ دیا اور آج اس سکہ کا رواج صدیوں سے بند ہو چکا تھا۔ بلکہ اس سکے کا دیکھنے والا بھی کوئی نہیں رہا تھا بازار کے لوگوں نے خیال کیا اس شخص کے ہاتھ کوئی پرانا خزانہ آگیا ہے۔ انھیں پکڑ لیا اور حاکم

وقت کے پیش کر دیا۔ حاکم نیک تھا اس نے بیان لیتے ہوئے پوچھا کہ خزانہ کہاں ہے حضرت یملیخا نے جواب دیا کہ خزانہ کہیں نہیں۔ یہ روپیہ ہمارا اپنا ہے حاکم بولا تمہارے اس بیان پر کیسے یقین ہو سکتا ہے اس سکے پر جو سنہ ہے وہ تین سو برس کا ہے تم نوجوان ہو ہم لوگ معمر ہیں ہم نے تو یہ سکہ کبھی دیکھا نہیں اور تم کہتے ہو یہ سکہ ہمارا اپنا ہے۔

حضرت یملیخا نے فرمایا میں آپ سے جو دریافت کروں اس کا جواب مجھے صاف صاف دو تا کہ یہ عقدہ حل ہو جائے۔

حاکم نے کہا کہو کیا دریافت طلب امور ہیں۔

حضرت یملیخا نے فرمایا پہلے یہ بتائیں کہ دقیانوس کس حال و خیال میں ہے۔

حاکم نے کہا آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں۔ صدیاں گذر گئیں کہ ایک ظالم جابر بے ایمان حکمران اس نام کا گذرا تھا۔

حضرت یملیخا نے فرمایا مجھے آپ کے بیان پر تعجب ہے کل کی بات ہے کہ ہم لوگ اس کے خوف سے اپنی جان بچا کر بھاگے ہیں اور شب گذار کر بازار میں اپنے ساتھیوں کے لیے کھانا لینے آئے ہیں آپ صدیاں گذرنا فرما رہے ہیں

ہمارے ساتھی قریب کے اس پہاڑ میں ایک غار کے اندر روپوش ہیں چلئے میں آپ کو ان سے ملائے دیتا ہوں۔

یہ سنتے ہی حاکم اور شہر کے عمائدین مع انبوہ کثیر ان کے ہمراہ اس غار کی طرف چلے جب یہ لوگ سر غار پر آ گئے تو یملیخا کا انھیں انتظار تھا۔ لوگوں کی آوازیں سن کر خوفزدہ ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ یملیخا گرفتار ہو گئے اور یہ دقیانوسی فوج ہماری جستجو میں آئی ہے۔

یہ لوگ سربسجود ہو کر رحمن و رحیم کے حضور دست بدعا ہوئے اور شکر بجا لائے۔

اتنے میں حاکم و عمائدین و عوام اندر پہنچ گئے اور حضرت یملیخا بھی ساتھ ہی پہنچے اور سرگذشت سنانے لگے۔ اصحاب کہف کو قصہ سن کر یقین ہوا کہ جس مدت کو ہم يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ سمجھ رہے تھے وہ بحکم الٰہی اتنے طویل زمانہ کے گذرنے پر اس قادر و قیوم نے ہمیں دکھائی۔

اور حاکم افسوس یا طرسوس سمجھا کہ حکمران ملک کی دعا اللہ نے قبول فرمائی اور عملی صورت میں ثابت کر دیا کہ اتنی طویل مدت سلا کر جو اٹھانے پر قادر ہے وہ بعد موت بعثت و نشر و حشر پر کیوں نہ قادر ہو۔ یہ مرنے کے بعد اٹھانے کی بین دلیل اور واضح برہان ہے۔

حاکم سرِ غار آیا تو اسے ایک صندوق مٹی ملا اسے کھولا تو اس میں سے ایک تختی نکلی جس پر ان سب کے نام اور کتے کا نام لکھا تھا اور

یہ بھی لکھا تھا کہ یہ جماعت اپنے دین کی حفاظت اور ایمان کی حمایت میں دقیانوس کے خوف سے اس غار میں پناہ گزین ہے۔

اور دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار کے ذریعہ انھیں اس غار میں بند کر دینے کا حکم دیا تھا ہم یہ حال اس لیے لکھتے ہیں کہ جب کبھی یہ غار کھلے تو اس وقت کے لوگ ان کے حال سے مطلع ہو جائیں۔

یہ لوح پڑھ کر لوگ متعجب ہوئے اور اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا بجالائے کہ اس نے ہماری ہدایت کے لیے یہ نشانی ظاہر فرمائی جس سے موت کے بعد اٹھنے کا ہمیں یقین ہوا۔

حاکم نے اپنے تاجدار بیدروس کو اس واقعہ کی اطلاع دی وہ معہ امراء سلطنت حاضر ہوا اصحاب کہف نے بادشاہ سے معانقہ کیا اور وصیت کی کہ ہم تمہیں اللہ تعالےٰ کے سپرد کرتے ہیں وہ تیری اور تیرے ملک کی حفاظت فرمائے۔

ابھی بیدروس کھڑا ہوا ان کی دعا سن رہا تھا کہ وہ حضرات اپنی خوابگاہوں کی طرف واپس ہو کر مصروف خواب ہو گئے اور اللہ تعالےٰ نے انکو وفات دیدی۔ بادشاہ نے انھیں سونے کے صندوقوں میں دفنانا چاہا مگر اصحاب کہف نے بذریعہ بشارت منع کر دیا۔

پھر بادشاہ نے انہیں سال کے صندوقوں میں محفوظ کر کے وہیں دفنا دیا اور اللہ تعالےٰ نے انکی محافظت کے لیے رعب مسلط کیا اب کسی کی ہمت نہیں کہ سرِ غار تک پہنچ سکے۔

بادشاہ نے ان کی یادگار میں مسجد بنوائی اور ایک دن مقرر کیا کہ لوگ وہاں آئیں اور عید کی طرح ہر سال اجتماع ہو کما فی الخازن و روح اور یہ تو تھا قصہ اصحاب کہف کا خلاصہ اور

اب مفصل تفسیر آیۂ کریمہ کے ماتحت بیان ہوگی جس کی ابتداء ان کی دعا سے ہے آلوسی نے اسے روح المعانی میں اس طرح بیان فرمایا جس کی اصل عبارت یہ ہے۔

وَرُوِيَ اَنَّہٗ بَعْدَ اَنْ ضَرَبَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی اٰذَانِ الْفِتْیَۃِ وَمَضٰی دَھْرٌ طَوِیْلٌ لَمْ یَبْقَ اَحَدٌ مِّنْھُمُ الَّذِیْنَ اِعْتَزَلُوْھُمْ وَجَاءَ غَیْرُھُمْ وَکَانَ مَلِکُھُمْ مُسْلِمًا فَاخْتَلَفَ اَھْلُ مَمْلَکَتِہٖ فِیْ اَمْرِ الْبَعْثِ حَشْرًا فَصْلًا فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَی الْمَلِکِ فَانْطَلَقَ فَلَبِسَ الْمُسُوْحَ وَجَلَسَ عَلَی الرَّمَادِ ثُمَّ دَعَا اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ اَیْ رَبِّ قَدْ تَرٰی اِخْتِلَافَ ھٰؤُلَاءِ فَابْعَثْ لَھُمْ اٰیَۃً تُبَیِّنُ لَھُمْ۔

فَقَیَّضَ اللّٰہُ تَعَالٰی دَاعِیَ الْغَنَمِ اَدْرَکَہُ الْمَطَرُ فَلَمْ یَزَلْ یُعَالِجُ مَا سَدَّ بِہٖ دَقْیَانُوْسُ بَابَ

الكهف حتى فتحه وادخل غنمه فلما كان الغد بعثوا من نومهم فبعثوا احدهم ليشتري لهم طعاما فدخل السوق فجعل ينكر الوجوه ويعرف الطرق ورأى الايمان ظاهرا بالمدينة فانطلق وهو مستخف فاتهمه بكنز وقال لتدلني عليه او لادفعنك الى الملك فقال هي من ضرب الملك الیس ملككم فلانا۔

فقال الرجل لا بل ملكنا الفلان وكان اسمه بندوسيس فاجتمع الناس وذهبوا به الى الملك وهو خائف فساله عن شانه فقص عليه القصة وكان قد سمع ان فتية قد خرجوا على عهد دقيانوس فدعا مشيخة اهل مدينته وكان رجل منهم عنده اسماؤهم وانسابهم فساله فاخبره بذلك وسال الفتى فقال صدق ثم قال الملك ايها الناس هذه اية بعثه الله تعالى لكم۔

ثم خرج هو واهل المدينة ومعهم الفتى فلما راوا الملك الفتية اعتنقهم وفرح بهم وراهم جلوسا مشرقة وجوههم لم تبل ثيابهم فتكلموا معه واخبروه بما لقوا من دقيانوس فبينما هم بين يديه قالوا له نستودعك الله تعالى والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته حفظك الله تعالى وحفظ ملكك ونعيذك بالله تعالى من شر الانس والجن۔ ثم رجعوا الى مضاجعهم فتوفاهم الله تعالى

یہاں تک کے مضمون کو ہم اردو میں لکھ چکے ہیں آگے یہ ہے۔

فقام الملك اليهم وجعل ثيابه عليهم وامر ان يجعل كل منهم في تابوت من ذهب فلما كان الليل ونام اتوه في المنام فقالوا اردت ان تجعل كل منا في تابوت من ذهب فلا تفعل ودعنا في كهفنا فمن التراب خلقنا واليه نعود فجعلهم في توابيت من ساج وبنى على باب الكهف مسجدا۔

بادشاہ کھڑا ہوا اور ان پر کپڑے ڈال کر حکم دیا کہ سونے کے تابوت بنوا کر ان میں انہیں علیحدہ علیحدہ رکھا جائے جب شام ہوئی اور وہ سویا تو خواب میں اصحاب کہف کی زیارت کی انہوں نے فرمایا سونے کے تابوتوں میں ہمیں نہ رکھ بلکہ ہماری لاشیں غار میں رہنے دے کہ ہم مٹی سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور اسی میں جائیں گے۔ آخرش بادشاہ نے سال کے تابوت بنوا کر ان میں انھیں رکھایا اور دروازۂ غار پر یا بالائے غار ایک مسجد تعمیر کرائی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے۔

فلما اتوا باب الكهف قال الفتى دعوني حتى ادخل على اصحابي فابشرهم فانهم اذا

دَاوٗا کُمْ مَعِیَ دُعِبُوْا قَدْ خَلَ فَبَشَّرَهُمْ وَقَبَضَ اللّٰہُ اَرْوَاحَھُمْ وَعُمِّیَ عَلَی الْمَلِكِ وَمَنْ مَّعَہٗ اَثَرُھُمْ فَلَمْ یَهْتَدُوْا اِلَیْهِمْ فَبَنَوْا عَلَیْهِمْ مَسْجِدًا۔

جب وہ غار کے دروازے پر آئے تو ملیخا نے کہا آپ مجھے اپنے ساتھیوں کے پاس جانے دیں تاکہ میں انھیں خوشخبری سناؤں کیونکہ اگر وہ تم کو میرے ساتھ دیکھ لیں گے تو خوفزدہ ہو جائیں گے چنانچہ وہ اندر گیا اور ان کو بشارت سنائی اس کے بعد اللہ نے ان کی روحیں قبض کرلیں اور بادشاہ اور ان کے ساتھیوں کو انکا نشان نہ ملا نہ وہاں پہنچ سکے تو انہوں نے وہاں ایک مسجد بنا دی۔

"اِذْ اَوَی الْفِتْیَةُ اِلَی الْکَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا فَضَرَبْنَا عَلٰۤی اٰذَانِهِمْ فِی الْکَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا۔ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا۔ جب آئے جوان غار میں تو عرض کرنے لگے لے ہمارے رب دے ہمیں اپنے پاس سے رحمت اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہنمائی فرما تو تھپک دیا ہم نے ان کے کانوں کو غار میں کئی برس گنتی کے پھر اٹھایا ہم نے انھیں تاکہ جانیں دو گروہوں میں کون ٹھیک ان کے ٹھہرنے کی مدت بتاتا ہے"۔

ضَرَبَ عَلَی الْاٰذَانِ پر آلوسی فرماتے ہیں۔

اَیْ ضَرَبْنَا عَلَیْهَا حِجَابًا یَمْنَعُ السَّمَاعَ وَالْمُرَادُ اَنَمْنَاھُمْ اِنَامَةً ثَقِیْلَةً لَا تُنَبِّهُهُمْ فِیْهَا الْاَصْوَاتُ بِاَنْ یُّجْعَلَ الضَّرْبُ عَلَی الْاٰذَانِ کِنَایَةً عَنِ الْاِنَامَةِ الثَّقِیْلَةِ۔ یعنی ان کے کانوں پر ایسا حجاب کر دیا کہ سماعت کو مانع ہوا اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے انھیں سلا دیا نوم ثقیل میں تاکہ باہر کی آوازیں انھیں بیدار نہ کر سکیں۔

فِتْیَةٌ جمع قلت ہے فتی کی اور ابن سراج کہتے ہیں اِنَّہٗ اِسْمُ جَمْعٍ ابن سراج فتیۃ کو اسم جمع کہتے ہیں۔

یعنی جوان لوگ انہوں نے غار میں داخل ہو کر یہ دعا کی "الٰہی ہمیں اپنے پاس سے رحمت عظیم عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کے سامان کر"

تو ہم نے انہیں نوم ثقیل کے ساتھ سلا دیا۔

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ اَیْ اَیْقَظْنَاھُمْ وَاَثَرْنَاھُمْ مِّنْ نَوْمِهِمْ۔ پھر جگایا ہم نے انہیں اور انہیں نیند سے بیدار کیا۔

لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَیْ مِنْهُمْ وَھُمُ الْقَائِلُوْنَ لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ وَالْقَائِلُوْنَ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ۔ کہ دیکھیں کون دو گروہوں میں ان کے ٹھہرنے کی مدت ٹھیک بتاتا ہے اس لیے کہ ان میں سے ایک گروہ کہتا تھا ہم ایک دن رہے یا دن سے کم۔ اور دوسرا گروہ کہنے لگا تمہارا رب

ہی خوب جانتا ہے جتنی مدت تم یہاں رہے۔

اس لیے کہ وہ غار میں طلوع کے وقت داخل ہوئے تھے اور جب اٹھے تو آفتاب غروب ہونے کو تھا تو انہوں نے ایک دن یا کم مدت سمجھی۔ دوسروں نے ناخن بڑھے دیکھ کر۔ بالوں کو بڑھا ہوا پاکر قیاس کیا کہ صبح سے اس وقت تک ایک دن میں ناخنوں کا اتنا نمو اور بالوں کی اتنی درازی کیوں کر ممکن ہے۔ تو انہوں نے سمجھا کہ مدت دراز گذر چکی ہے تو کہنے لگے رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ۔

اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا۔ اَیْ ضَبْطُ مُدَّةِ قِيَامٍ۔ یعنی مدت قیام کی مقدار۔

اَمَدًا کی تعریف میں علامہ راغب کہتے ہیں۔ وہ مدت جس کی حد ہو۔ یعنی اصحاب کہف کے غار میں ٹھہرنے کی مدت بتلانے والا۔

شروع قصہ اصحاب کہف

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۂ کہف۔ پ۱۵

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۖۗ

ہم ان کا قصہ سناتے ہیں تم پر ٹھیک۔ وہ کچھ جوان تھے کہ ایمان لائے اپنے رب پر اور بڑھائی ہم نے ان کو ہدایت۔

وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا

اور مضبوط کیا ہم نے ان کا دل جب کھڑے ہوئے اور بولے ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے ہم ہرگز نہ پوجیں گے کسی کو سوا اس کے اور اگر ایسا ہو تو ہم کہنے والے ہوں گے حد سے زیادہ بات کہنے والے۔

هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۔

یہ وہ ہماری قوم ہے کہ اس نے پکڑے اللہ کے سوا اور خدا کیوں نہیں لاتے اس پر کوئی دلیل بین تو کون ظالم ترین ہے اس سے جو جھوٹ باندھے اللہ پر۔

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا

اور جب تم علیحدہ ہو جاؤ ان سے جو اللہ کے سوا پوجتے

اللّٰهَ فَأْوٗا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝
وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝

ہیں تو آؤ تم غار کی طرف تو پھیلا دے گا تمہارے لیے تمہارا رب اپنی رحمت اور سامان کر دے گا تمہارے لیے تمہارے معاملہ میں آسانی۔
اور (اے محبوب) تم سورج کو دیکھو گے کہ جب طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے بچ جاتا ہے دہنی طرف اور جب غروب ہوتا ہے تو کترا جاتا ہے بائیں طرف حالانکہ وہ کھلے میدان میں ہیں اس غار کے یہ اللہ کی نشانیوں سے ہے جسے اللہ ہدایت دے وہ ہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز نہ پاؤ گے اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا۔

حلِ لغات دوسرا رکوع۔ سورہ کہف۔ پ ۱۵

نَحْنُ۔ ہم	نَقُصُّ۔ بیان کرتے ہیں	عَلَيْكَ۔ تجھ پر	نَبَاَهُمْ۔ ان کی خبر
بِالْحَقِّ۔ ساتھ حق کے	اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ	فِتْيَةٌ۔ جوان تھے	اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے
بِرَبِّهِمْ۔ اپنے رب پر	وَزِدْنٰهُمْ۔ اور زیادہ دی ہم نے انکو		هُدًى۔ ہدایت
وَرَبَطْنَا۔ اور مضبوط کیا ہم نے	عَلٰى۔ اوپر	قُلُوْبِهِمْ۔ دل انکے	اِذْ۔ جب
فَقَامُوْا۔ وہ کھڑے ہوئے	فَقَالُوْا۔ تو بولے	رَبُّنَا۔ ہمارا رب	رَبُّ۔ رب ہے
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَالْاَرْضِ۔ اور زمین کا	لَنْ نَّدْعُوَا۔ کبھی نہ پکاریں گے ہم	
مِنْ دُوْنِهٖ۔ اسکے سوا	اِلٰهًا۔ کوئی خدا	لَقَدْ۔ بیشک	قُلْنَا۔ کہی ہم نے
اِذًا۔ اس وقت	شَطَطًا۔ بات زیادتی کی	هٰٓؤُلَاۗءِ۔ یہ	قَوْمُنَا۔ ہماری قوم ہے
اتَّخَذُوْا۔ کہ بنالئے انہوں نے	مِنْ دُوْنِهٖ۔ اس کے سوا	اٰلِهَةً۔ اور خدا	لَوْلَا۔ کیوں نہیں
يَاْتُوْنَ۔ لاتے	عَلَيْهِمْ۔ ان پر	بِسُلْطٰنٍ۔ کوئی دلیل	بَيِّنٍ۔ روشن
فَمَنْ۔ پھر کون	اَظْلَمُ۔ ظالم تر ہے	مِمَّنِ۔ اس سے جو	افْتَرٰى۔ باندھے
عَلٰى۔ اوپر	اللّٰهِ۔ اللہ کے	كَذِبًا۔ جھوٹ	وَاِذِ۔ اور جب

اِعْتَزَلْتُمُوْهُمْ۔ تم ان سے الگ ہو جاؤ	وَمَا۔ اور انسے جو		يَعْبُدُوْنَ۔ پوجا کرتے ہیں
اِلَّا۔ سوا	اللّٰهَ۔ اللہ کے	فَاْوٗا۔ تو جگہ پکڑو	اِلَى۔ طرف
الْكَهْفِ۔ غار کی	يَنْشُرْ۔ پھیلائے گا	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	رَبُّكُمْ۔ تمہارا رب
مِنْ رَّحْمَتِهٖ۔ اپنی رحمت	وَيُهَيِّئْ۔ اور تیار کریگا	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مِنْ اَمْرِكُمْ۔ تمہارے
کام میں	مِرْفَقًا۔ آسانی	وَتَرَى۔ اور دیکھے گا تو	الشَّمْسَ۔ سورج کو
اِذَا۔ جب	طَلَعَتْ۔ چڑھتا ہے	تَزٰوَرُ۔ کترا جاتا ہے	عَنْ كَهْفِهِمْ۔ انکی غار سے
ذَاتَ الْيَمِيْنِ۔ دائیں جانب		وَاِذَا۔ اور جب	غَرَبَتْ۔ غروب ہوتا ہے
تَّقْرِضُهُمْ۔ کاٹ جاتا ہے ان کو		ذَاتَ الشِّمَالِ۔ بائیں جانب	
وَهُمْ۔ اور وہ	فِيْ فَجْوَةٍ۔ کھلے میدان میں ہیں		مِّنْهُ۔ اس سے
ذٰلِكَ۔ یہ ہے	مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ۔ اللہ کی نشانیوں سے		مَنْ۔ جسے
يَّهْدِ ى۔ ہدایت دے	اللّٰهُ۔ اللہ	فَهُوَ۔ تو وہی ہے	الْمُهْتَدِ۔ ہدایت پانے والا
وَمَنْ۔ اور جسے	يُّضْلِلْ۔ گمراہ کرے	فَلَنْ۔ تو کبھی نہ	تَجِدَ۔ پائے گا تو
لَهٗ۔ اس کے لیے	وَلِيًّا۔ حمایتی	مُّرْشِدًا۔ راہ دکھانے والا	

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۂ کہف۔ پ ۱۵

"نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا هٰۤؤُلَاۤءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۔

ہم سناتے ہیں تمہیں ان کی خبر صحیح وہ چند نوجوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے زیادہ کیا ان پر ہدایت کو اور مضبوط کیا ان کا دل جبکہ وہ کھڑے ہوئے اور بولے ہمارا رب رب السماء والارض ہے ہم ہرگز نہ پوجیں گے اس کے سوا کسی خدا کو اگر ایسا ہو تو ہم حد سے گذرے ہوئے ہوں گے یہ لوگ ہماری قوم کے وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور خدا پکڑے کاش یہ لاتے اپنے دعوی پر کوئی روشن دلیل تو کون ظالم ہے زیادہ اس سے جو افترا کرے اللہ پر جھوٹا۔"

اول قصہ اصحاب کہف اجمالاً بیان فرما کر اب تفصیلی طور پر ارشاد ہے۔ یہ فصاحت و بلاغت کے لوازم سے ہے۔

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ۔ یہ چند جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور بت پرستی جو اس عہد میں عام وبا کی طرح پھیلی ہوئی تھی اس سے بیزار ہوئے وَزِدْنٰهُمْ هُدًى۔ ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کیا تاکہ وہ امتحان میں ثابت قدم رہیں۔ وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور مضبوط کیا ہم نے ان کا دل۔ اب اس کی تفصیل بیان فرمائی۔ کہ

اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ وہ جب کھڑے ہوئے تو بولے ہمارا رب رب السموات والارض ہے۔ یہ بت ہمارے خدا نہیں ہمارا خدا تو وہی ہے جو زمین و آسمان کا خدا ہے "لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا۔ ہم ہرگز اس کے سوا کسی معبود کو نہ پوجیں گے اگر ایسا کریں تو ہم حد سے گذری بات کہنے والے ہوں"۔

لہٰذا ہم توحید کے سوا کسی اصولی مذہب کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ شطط پر آلوسی فرماتے ہیں قَوْلًا ذَا شَطَطٍ اَیْ بُعْدٍ عَنِ الْحَقِّ مُفْرِطٍ اَوْ قَوْلًا هُوَ عَيْنُ الشَّطَطِ وَالْبُعْدِ الْمُفْرِطِ عَنِ الْحَقِّ۔

"هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً۔ اس ہماری قوم نے اللہ کے سوا جو خدا بنائے ہیں" وہ دعوی بلادلیل ہیں محض وہم پرستی ہے۔

"لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ۔ کیوں نہیں لاتے یہ کوئی روشن دلیل"۔ ان کی حقیقت واضح ہے کہ یہ انہیں ہاتھوں کی تراشی ہوئی صورتیں ہیں انھیں اللہ تعالے کی ذات و صفات میں شریک ماننا کسی طرح معقول نہیں۔

"فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۔ تو اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ تعالے پر جھوٹا افترا باندھے"۔ وہ ذات تو وہ ہے کہ نہ اس کا کوئی رشتہ دار نہ شریک نہ اس بے چون و بے چگون کے لیے کوئی صورت پھر ان صنمکدوں کی تصاویر سے اس کا کیا تعلق ہے۔ اس تقریر پر بادشاہ جو جابر و ظالم تھا ان پر غضب ناک ہوا اور حکم دیا کہ تقریر کرنا فضول ہے بس ہمارا حکم ہے کہ بتوں کو سجدہ کرو یا پھر قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

اس زمانہ میں قیصران روم اپنے احکام کی مخالفت پر یا قتل کر دیتے تھے یا روئی میں لپیٹ کر جلا دیتے تھے۔ ان نوجوانوں پر جب یہ جابرانہ حکم لگا تو انھوں نے مہلت طلب کی۔ بادشاہ نے مہلت کی منظور کر لی۔ تو یہ ایک جگہ آکر جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے۔

"وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗا اِلَى الْكَهْفِ۔ تو جب وہ ان سے علیحدہ ہوئے اور جسے وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے ان سے بیزار رہے تو آگئے وہ غار کی طرف"۔

آپس میں بولے کہ جب ہم اس قوم اور اس کے معبودوں سے علیحدہ ہو چکے تو ہمیں چاہئے کہ ہم کسی غار میں پناہ گزین ہو جائیں۔

"يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔ تو اللہ تعالٰے تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلائے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان مہیا کرے گا"۔ اس پر انہیں کامل یقین تھا اور اللہ تعالٰے نے ان کے خیال و یقین کے مطابق ایسا ہی کیا۔

اب باقتضاء بلاغت قصہ آئندہ چھوڑ کر وتری الشمس سے قصہ شروع کیا۔

درمیانی واقعہ یہ ہے کہ وہ اس غار میں آکر روپوش ہو گئے اور اللہ تعالٰے نے ان پر ایسی نیند طاری فرمائی کہ کئی سو برس تک سوتے رہے۔

ادھر بادشاہ اور ارکان دولت ان کی تلاش میں مصروف ہوا آخرش پتہ چلا کہ کئی میل آبادی سے دور جو غار ہے اور وہ نہایت تنگ و تاریک ہے اس میں یہ چلے گئے ہیں اور اس کے اندر جا کر ان کا پکڑنا مشکل ہے بادشاہ نے کہا ہمارا مقصد ان کا قتل ہے وہ اب بھی حاصل ہے اس غار کا منہ بند کر دیا جائے تاکہ وہ اندر کے اندر ہی مر کھپ جائیں اور ان کے نام رجسٹر میں لکھ لیے جائیں اور ان کی سرکشی کا حال بھی درج کیا جائے۔

چنانچہ غار کے آگے ایک مستحکم دیوار چنی گئی اور بادشاہ مطمئن ہو گیا۔

جس انجینیر نے دیوار چنوائی اس نے اس کی دیوار میں ان کے نام کی تختی مس یا رصاص یعنی سکہ کی کندہ کرا کر رکھ دی۔

اور علاوہ اس کے روایات مختلفہ ہیں جو بخوف طوالت نقل نہ کی گئیں۔

بہر حال سر غار دیوار چنانا سب مان رہے ہیں اختلاف صرف اس میں ہے کہ وہ کس طرح دیوار چننے کی طرف مائل ہوا۔ اور یہ امر بھی متفق علیہ ہے کہ شہر افسوس یا طرسوس کا اس وقت بادشاہ دقیانوس تھا اور بڑا جابر و ظالم تھا۔

مختصر یہ کہ وہ جو اصحاب کہف کے نام سے مشہور ہیں یہی اہل ایمان ہیں۔

آلوسی فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ وُقُوْفُهُمْ بَيْنَ يَدَيِ الْجَبَّارِ دَقْيَانُوْسَ وَذَالِكَ اَنَّهُمْ قَامُوْا بَيْنَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَعَاهُمْ اِلٰى عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ الخ وہ اس ظالم دقیانوس کے سامنے کھڑے ہوئے

جبکہ اس نے بت پرستی کی طرف انھیں دعوت دی اور انہوں نے صاف جواب دیا کہ ہم توحید الٰہی میں کسی کو شریک ملانے کو تیار نہیں پھر جب اس نے ان کو قتل کی دھمکی دی تو انہوں نے مہلت مانگی۔ دقیانوس نے مہلت دے دی یہ الگ جگہ جمع ہوئے اور فیصلہ کرکے غار میں روپوش ہو گئے۔

اِعْتِزَالٌ، عربی محاورہ میں تَجَنُّبُ الشَّئِ بِالْبَدَنِ اَوْ بِالْقَلْبِ کے معنی دیتا ہے یعنی جسم یا دل سے کسی سے علیحدہ ہونا۔

ابو نعیم، عطا خراسانی سے راوی ہیں کَانَ قَوْمُ الْفِتْيَةِ يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ وَيَعْبُدُوْنَ مَعَہٗ اٰلِهَةً شَتّٰى فَاعْتَزَلَتِ الْفِتْيَةُ۔ یہ نوجوانوں کا ایک گروہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اور دوسرا گروہ متعدد خداؤں کا پرستار تھا تو موحد گروہ ان سے معتزل و مجتنب ہو گیا۔

اور مِرْفَقًا کے معنی آلوسی کرتے ہیں مَاتَرْتَفِقُوْنَ وَتَنْتَفِعُوْنَ۔ جس سے رفاقت کرے یا نفع حاصل کرے۔ آگے ارشاد ہے۔

" وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا۔ اور اے محبوب آپ دیکھیں گے سورج کو کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار سے داہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں یہ اللہ کی نشانیوں سے ہے جسے اللہ ہدایت کرے وہ ہی راہ یافتہ ہے اور جسے گمراہ کرے تو نہ پائیں گے آپ کوئی رہنما حمایتی اس کے لیے"۔

تَزٰوَرُ، زَوْر سے ہے جس کے معنی میل کے ہیں۔ مِنَ الزَّوْرِ بِفَتْحَتَيْنِ مَعَ التَّخْفِيْفِ وَهُوَ الْمَيْلُ وَمِنْهُ زَارَهٗ اِذَا مَالَ اِلَيْهِ۔

اور تَقْرِضُهُمْ۔ اَیْ تَعْدِلُ عَنْهُمْ پلٹ جاتا ہے۔

وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ۔ حَالًا مُبَيِّنَةً تَكُوْنُ مَاذُكِرَ اَمْرًا بَدِيْعًا كَاَنَّهٗ قِيْلَ تَرَى الشَّمْسَ تَمِيْلُ عَنْهُمْ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا وَّلَا تَحُوْمُ حَوْلَهُمْ مَعَ كَوْنِهِمْ فِيْ مُتَّسَعٍ مِّنَ الْكَهْفِ مُعَرَّضٍ لِاِصَابَتِهَا۔

فجوۃ۔ فراخ میدان کے معنی میں مستعمل ہے۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ امور بدیعہ سے تھا کہ سورج ان سے دائیں بائیں کترا کر گذرتا تھا اور ان کے ماحول کو گرم نہ کرتا تھا باآنکہ وہ غار کے کھلے اور وسیع میدان میں تھے۔

اَیْ فِيْ مُتَّسَعٍ مِّنَ الْكَهْفِ وَهِيَ عَلٰى مَاقِيْلَ مِنَ الْفَجَا وَهُوَ تَبَاعُدُ مَا بَيْنَ الْفَخِذَيْنِ يُقَالُ

رَجُلٌ اَفْجٰی وَاِمْرَاَۃٌ فَجْوٰی وَتُجْمَعُ عَلٰی فِجَارٍ وَفُجًا وَفَجَوَاتٍ وَحَاصِلُ الْجُمْلَتَیْنِ اِنَّھُمْ کَانُوْا لَا تُصِیْبُھُمُ الشَّمْسُ اَصْلًا فَتُؤْذِیْھِمْ وَھُمْ فِیْ وَسْطِ الْکَھْفِ بِحَیْثُ یَنَالُھُمْ رَوْحُ الْھَوَاءِ وَلَا یُؤْذِیْھِمْ کَرْبُ الْغَارِ وَلَا حَرُّ الشَّمْسِ۔

یعنی وہ کھلے حصہ میں غار کے تھے۔ محاورہ میں فجا دونوں رانوں کے مابین حصہ کو بولتے ہیں رجل افجی اور امرأۃ فجواء وغیرہ بولتے ہیں تو اس کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ وہ ایسے حال میں غار کے اندر تھے کہ انھیں سورج قطعاً پہنچ کر ایذا نہ دے سکتا تھا گویا وہ وسط غار میں تھے کہ لطیف ہوا پہنچتی تھی اور غار کی تنگی اور سورج کی تمازت انہیں نہ ستاتی تھی۔

اور عبداللہ بن مسلم اور ابن عطیہ کہتے ہیں کَانَ فِیْ مُقَابَلَۃِ بَنَاتِ النَّعْشِ وَاَقْرَبُ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ اِلٰی مُحَاذَاتِہٖ مَشْرِقُ رَأْسِ السَّرْطَانِ وَمَغْرِبُہٗ وَالشَّمْسُ اِذَا کَانَ مَدَارُھَا مَدَارَہٗ تَطْلُعُ مَائِلَۃً عَنْہُ مُقَابِلَۃً لِجَانِبِ الْاَیْمَنِ۔ وہ غار بنات النعش کے مقابلہ میں تھی اور قریب ترین مشرق اور مغرب اس کے برابر میں تھے یعنی برج سرطان کا مشرق اور مغرب اور جب سورج کا مدار سرطان کا مدار ہو تو وہ دائیں جانب جھک کر طلوع ہوتا ہے۔

اسی بنا پر فرمایا کہ مادہ پرست تو اس میں اوندھی سیدھی وہم پرستی کو دخل دیں گے مگر مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِ۔ جسے اللہ ہدایت دے وہ ہدایت یافتہ ہوئے۔ ذٰلِکَ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ اس کو اللہ تعالٰی کی نشانیوں سے سمجھے گا۔

اور اگر ظاہری معنی بھی لیے جائیں تو بھی یہ اللہ تعالٰی کی نشانیوں سے ایک نشان یقینی ہے یعنی یہ سمجھ لیا جائے کہ اصحاب کہف غار میں ایسے موقع پر جا کر سوئے کہ طلوع کے وقت آفتاب کی دھوپ ان کی داہنی طرف سے ہو کر گذر جاتی اور غروب کے وقت بلکہ پچھلے پہر بائیں طرف رہ جاتی اور وہ اس غار میں آرام سے لیٹے رہے اور کروٹیں بدلتے رہے۔

اس قسم کے مکان کا نقشہ جس میں دھوپ دائیں بائیں سے گذر جائے علماء نے چند طریقہ سے بتایا ہے۔

اول یہ کہ غار کا منہ شمالی جانب ہو کہ طلوع کے وقت ان کے دائیں سے دھوپ گذر جائے اور غروب کے وقت بائیں سے ڈھل جائے اور یہ شمال رویہ مکانوں میں ہوتا ہے۔

دوسرے قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے دروازۂ غار کو بنات النعش ستاروں کے نیچے قرار دے کر بقواعد ہیئت ثابت کیا ہے کہ ایسے موقعہ پر دھوپ نہیں آسکتی جیسا کہ ہم ابھی ابن عطیہ کے اقوال سے

نقل کر چکے ہیں۔
تیسرا قول یہ ہے کہ غار کا رخ کسی طرف ہی ہو اور کسی برج کے مقابلہ میں مانا جائے جب یہ معاملہ آیات الٰہیہ سے تھا تو وہ قادر مطلق ہر پہلو سے دھوپ روکنے پر قادر تھا۔
اسی وجہ میں ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ فرما کر منکروں، عقلی سواروں، مادہ پرستوں، کوتاہ بینوں کو تہدید فرما دیا۔
"مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا" جسے اللہ ہدایت دے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کے لیے تو نہ پائے گا حمایتی راہنما۔ کَمَا قَالَ الْمُتَرْجِمُ۔
آئندہ رکوع میں ان کی کروٹیں بدلنا اپنا فعل ظاہر کیا گیا جو اہل مادہ کے لیے اور بھی حیرتناک ہے

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۂ کہف ۔ پ ۱۵

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ○

اور تم انہیں گمان کرو گے جاگتا حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم بدلتے ہیں ان کی دائیں بائیں کروٹیں اور ان کا کتا اپنے بازو پھیلائے درۂ غار پر ہے اے سننے والے اگر تو انہیں جھانکے تو ضرور منہ پھیر کر ان سے بھاگے اور بھر جائے تو ان سے رعب میں۔

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ○

اور ایسے ہی ہم نے انھیں جگایا تاکہ پوچھیں آپس میں۔ بولا ان میں سے ایک بولنے والا تم کتنی دیر یہاں رہے بولے رہے ہم ایک دن یا دن سے کم۔ دوسرے بولے تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے تو بھیجو ایک کو یہ سکہ دے کر شہر کی طرف تو وہ دیکھ کر اچھا کھانا لائے ہمارے تمہارے کھانے کو اور چاہئے کہ نرمی کرے اور نہ اطلاع دے تمہاری کسی کو۔

اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْا اِذًا اَبَدًا ۝

بے شک اگر وہ تم پر غالب آگئے تو تمہیں پتھروں سے ماردیں گے یا پھیر لیں گے تمہیں اپنے دین میں اور ایسا ہوا تو ہرگز کبھی فلاح نہ پاؤ گے۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝

اور ایسے ہی اطلاع کردی ہم نے ان کی کہ جان لیں کہ بے شک وعدۂ الٰہی حق ہے اور بیشک قیامت میں کوئی شبہ نہیں جب جھگڑنے لگے لوگ آپس میں ان کے معاملہ پر تو بولے ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ۔ ان کا رب خوب جانتا ہے انہیں بولے وہ جو غالب آئے اس معاملہ میں قسم ہے ہم تو ضرور ان پر مسجد بنائیں گے۔

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ڣ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاۗءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝

اب کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور کچھ کہیں گے پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے بے دیکھے غائبانہ تیر چلاتے ہیں اور کچھ کہیں گے سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ آپ فرما دیجئے میرا رب ان کی تعداد خوب جانتا ہے انھیں سب نہیں جانتے مگر کم لوگ تو نہ بحث کرو ان میں مگر اتنی جو تم پر ظاہر ہو چکی اور نہ سوال کرو کسی کتابی سے ان کے متعلق۔

حلِّ لغات تیسرا رکوع۔ سورہ کہف۔ پ ۱۵

وَتَحْسَبُهُمْ۔ اور خیال کرے گا تو ان کو — اَيْقَاظًا۔ جاگتے — وَهُمْ۔ حالانکہ وہ

رُقُوْدٌ۔ سوئے ہوئے ہیں — وَنُقَلِّبُهُمْ۔ اور بدلتے ہیں ہم ان کی کروٹیں — ذَاتَ الْيَمِيْنِ۔ دائیں جانب

وَذَاتَ الشِّمَالِ۔ اور بائیں جانب — وَكَلْبُهُمْ۔ اور ان کا کتا

بَاسِطٌ۔ پھیلائے ہوئے — ذِرَاعَيْهِ۔ اپنے بازو — بِالْوَصِيْدِ۔ غار کے در پر — لَوِ۔ اگر

اطَّلَعْتَ۔ تو جھانکے — عَلَيْهِمْ۔ ان پر — لَوَلَّيْتَ۔ تو منہ پھیرے — مِنْهُمْ۔ ان سے

فِرَارًا۔ بھاگتے ہوئے — وَلَمُلِئْتَ۔ اور بھر جائے تو — مِنْهُمْ۔ ان سے — رُعْبًا۔ ڈر میں

وَكَذٰلِكَ۔ اور اسی طرح	بَعَثْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو اٹھایا		لِيَتَسَآءَلُوْا۔ تاکہ پوچھیں
بَيْنَهُمْ۔ آپس میں	قَالَ۔ بولا	قَآئِلٌ۔ ایک بولنے والا	مِّنْهُمْ۔ ان میں سے
كَمْ۔ کتنا	لَبِثْتُمْ۔ ٹھہرے تم	قَالُوْا۔ بولے	لَبِثْنَا۔ ہم ٹھہرے
يَوْمًا۔ ایک دن	اَوْ۔ یا	بَعْضَ۔ کچھ حصہ	يَوْمٍ۔ دن کا
قَالُوْا۔ بولے	رَبُّكُمْ۔ تمہارا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا۔ جتنا
لَبِثْتُمْ۔ تم ٹھہرے	فَابْعَثُوْا۔ تو بھیجو	اَحَدَكُمْ۔ اپنے ایک کو	بِوَرِقِكُمْ اپنا روپیہ دے کر
هٰذِهٖٓ۔ یہ	اِلَى۔ طرف	الْمَدِيْنَةِ۔ شہر کی	فَلْيَنْظُرْ۔ تو چاہئے کہ دیکھے
اَيُّهَا۔ کون سا	اَزْكٰى۔ زیادہ پاکیزہ	طَعَامًا۔ کھانے والا ہے	فَلْيَاْتِكُمْ۔ تو چاہئے کہ
لائے تمہارے پاس	بِرِزْقٍ۔ کھانا	مِّنْهُ۔ اس سے	وَلْيَتَلَطَّفْ۔ اور چاہئے
کہ نرمی برتے	وَلَا۔ اور نہ	يُشْعِرَنَّ۔ بتلائے	بِكُمْ۔ تمہارے متعلق
اَحَدًا۔ کسی کو	اِنَّهُمْ۔ یقیناً وہ	اِنْ۔ اگر	يَّظْهَرُوْا۔ غالب آگئے
عَلَيْكُمْ۔ تم پر	يَرْجُمُوْكُمْ۔ تو سنگسار کریں گے تمہیں		اَوْ۔ اور یا پھر
يُعِيْدُوْكُمْ۔ لوٹا لیں گے تمہیں		فِىْ مِلَّتِهِمْ۔ اپنے دین میں	وَلَنْ۔ اور کبھی نہ
تُفْلِحُوْٓا۔ خلاصی پاؤ گے تم	اِذًا۔ اس وقت	اَبَدًا۔ ہمیشہ تک	وَكَذٰلِكَ۔ اور اسی طرح
اَعْثَرْنَا۔ خبر دی ہم نے	عَلَيْهِمْ۔ ان کی	لِيَعْلَمُوْٓا۔ تاکہ وہ جانیں	اَنَّ۔ کہ بیشک
وَعْدَ۔ وعدہ	اللّٰهِ۔ اللہ کا	حَقٌّ۔ سچا ہے	وَّاَنَّ۔ اور بیشک
السَّاعَةَ۔ قیامت	لَا رَيْبَ۔ نہیں شک	فِيْهَا۔ اس میں	اِذْ۔ جب
يَتَنَازَعُوْنَ۔ وہ جھگڑتے تھے		بَيْنَهُمْ۔ آپس میں	اَمْرَهُمْ۔ اپنے کام میں
فَقَالُوا۔ تو بولے	ابْنُوْا۔ بناؤ	عَلَيْهِمْ۔ ان پر	بُنْيَانًا۔ ایک عمارت
قَالَ۔ بولے	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	غَلَبُوْا۔ غالب آئے	عَلٰٓى۔ اوپر
اَمْرِهِمْ۔ اپنے کام کے	لَنَتَّخِذَنَّ۔ کہ ضرور بنائیں گے ہم		عَلَيْهِمْ۔ ان پر
مَّسْجِدًا۔ مسجد	سَيَقُوْلُوْنَ۔ جلدی کہیں گے	ثَلٰثَةٌ۔ تین ہیں	رَّابِعُهُمْ۔ چوتھا ان کا
كَلْبُهُمْ۔ ان کا کتا ہے	وَيَقُوْلُوْنَ۔ اور کہیں گے	خَمْسَةٌ۔ پانچ ہیں	سَادِسُهُمْ۔ چھٹا ان کا
كَلْبُهُمْ۔ ان کا کتا ہے	رَجْمًا۔ پتھر پھینکتے ہیں	بِالْغَيْبِ۔ بن دیکھے	وَيَقُوْلُوْنَ۔ اور کہیں گے
سَبْعَةٌ۔ سات ہیں	وَّثَامِنُهُمْ۔ اور آٹھواں ان کا	كَلْبُهُمْ۔ ان کا کتا ہے	قُلْ۔ آپ کہہ دیں

رَبِّيْ۔ میرا رب	اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے	بِعِدَّتِهِمْ۔ ان کی گنتی	مَا۔ نہیں
يَعْلَمُهُمْ۔ جانتے ان کو	اِلَّا۔ مگر	قَلِيْلٌ۔ تھوڑے	فَلَا۔ تو نہ
تُمَارِ۔ جھگڑا کر	فِيْهِمْ۔ ان میں	اِلَّا۔ مگر	مِرَاءً۔ بحث
ظَاهِرًا۔ کھلی ہوئی	وَلَا۔ اور نہ	تَسْتَفْتِ۔ پوچھ	فِيْهِمْ۔ انکے متعلق
مِّنْهُمْ۔ ان میں سے	اَحَدًا۔ کسی کو۔		

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع۔ سورۂ کہف۔ پ ۱۵

"وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ۔ اور تم انہیں گمان کرو گے جاگتا حالانکہ وہ سوتے ہیں"۔

رُقُوْدٌ۔ رَاقِدٌ کی جمع ہے اور یہ نائم بمعنی سونے والے کو کہتے ہیں۔ کما قال الآلوسی رُقُوْدٌ۔ جَمْعُ رَاقِدٍ اَیْ نَائِمٍ۔

اور حُسبان کی تعریف پر فرماتے ہیں یَحْتَمِلُ اَنْ یَحْسَبَ الرَّائِیْ ذَالِکَ لِشِدَّۃِ الْحِفْظِ الَّذِیْ کَانَ عَلَیْہِمْ وَقِلَّۃِ التَّغَیُّرِ وَذَالِکَ لِاَنَّ الْغَالِبَ عَلَی النِّیَامِ اِسْتِرْخَاءٌ وَّھَیْئَاتٌ تَقْتَضِیْھَا النَّوْمُ فَاِذَا لَمْ تَکُنْ لِنَائِمٍ یَحْسَبُہُ الرَّائِیْ یَقْظَانَ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالے نے ان کی ایسی ہیئت سے حفاظت فرمائی کہ ان کے قریب کوئی جا ہی نہیں سکتا وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا کے معنی پر دیکھنے والے کو مخاطب کرتا ہے کہ اے دیکھنے والے تو جب انھیں دیکھے بیدار ہی جانے اس لیے کہ ان کی کروٹیں بدلنے اور آنکھیں کھلی رہنے سے ہر ایک کا گمان یہی ہوگا کہ وہ جاگ رہے ہیں۔

اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے جو تاریخی تتبع کے ماتحت بعض آزاد اہل کلام کر گئے کہ وہ اس غار میں گوشہ نشین رہ کر مر گئے اور جس حال میں مرے اس شکل میں ان کے ڈھانچے محفوظ رہے اور ان کی کروٹیں دائیں بائیں ہوا سے بدلتی رہیں۔ یہ مفہوم قرآن کریم کے بالکل مغایر ہے۔ قرآن تو یہ فرماتا ہے کہ تو انہیں جاگتا محسوس کرے گا اگر دیکھے گا مگر وہ سو رہے ہیں۔

رقود کے معنی میت کسی مفسر نے نہیں کیے اور اہل عرب بھی رقود سے میت ہرگز مراد نہیں لیتے بہرحال جو قادر علی الاطلاق مردہ خاک کو زندگی بخشنے پر قادر ہے وہ بے خورد و نوش جسے جب تک چاہے زندہ بھی رکھ سکتا ہے۔ پھر آگے صاف ارشاد ہے کہ ان کے ڈھانچے ہوا سے نہیں ہلتے بلکہ وہ زندہ

سو رہے ہیں اور
" وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ اور ہم بدلتے ہیں ان کی دائیں بائیں کروٹیں اور ان کا کتا اپنے بازو پھیلائے چوکھٹ پر پڑا ہے"۔
یعنی غار کے منہ پر ہے۔ وَصِید کے معنی علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔
بِمَوْضِعِ الْبَابِ وَمَحَلِّ الْعُبُوْرِ مِنَ الْكَهْفِ۔ وصید سے دروازہ اور غار میں جانے کا راستہ مراد ہے۔

اور یہ کروٹیں ڈھانچوں کا ہلنا نہیں بلکہ ہم انہیں دائیں بائیں کروٹ دلاتے ہیں۔
اور ان کا کتا بازو پھیلائے غار کے دہانہ پر پڑا ہے وَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ نَامَ كَمَا نَامُوْا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ بھی سو رہا ہے جیسے وہ سو رہے ہیں۔
اور ان کے تنگ و تاریک غار میں رہنے سے بال اور ناخون اتنے بڑھ گئے کہ مہیب شکل ہو چکی ہے دیکھنے والا ڈر کر بھاگ جاتا ہے اور انسانی فطرت کا مقتضا بھی یہی ہے کہ اس کی روح منور مہیب نقشے سے گھبراتی ہے۔
" لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا۔ اگر تو دیکھے انہیں تو پیٹھ دے کر بھاگنے کی ٹھانے اور ہیبت زدہ ہو جائے"۔
اس میں فصاحت کے لحاظ سے ایک طرف خطاب فرما کر عام مراد لی ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ حضور سے مخاطبہ کر کے یہ بتایا ہے کہ معاذ اللہ حضور ڈر کر بھاگ جائیں۔
چنانچہ عہد امیر معاویہ میں جب امیر معاویہ روم پر چڑھائی کرنے گئے اور اس غار کے پاس پہنچے تو اس غار کے اندر آدمی بھیجنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مشورہ دیا کہ آپ آدمی نہ بھیجیں اور لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا۔ فرمانِ حق کا خیال کریں مگر آپ نہ مانے اور چند آدمی اندر بھیجے وہ جیسے ہی اندر گئے ایک سخت لپٹ گرم ہوا کی ایسی آئی کہ وہ جل کر مر گئے۔
ان کی مدت قیام کہف پر صاف قرآن کریم کا ارشاد ہے وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا۔ یعنی وہ اپنے غار میں تین سو برس اور نو سال زائد ٹھہرے جس کی تفسیر اس سے اگلے رکوع میں آئے گی۔

یہاں اتنا سمجھ لینا ضروری ہے کہ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ پر آلوسی فرما رہے ہیں اَحْيَاءً مَضْرُوْبًا عَلٰى اٰذَانِهِمْ۔ اصحاب کہف تین سو سال مَضْرُوْبٌ عَلٰى اٰذَانِهِمْ زندہ رہے۔ مَضْرُوْبٌ عَلٰى

آذانہم کے معنی ہم اول لکھ چکے ہیں۔
خلاصہ یہ کہ وہ تین سو نو سال تک زندہ سوتے رہے آئندہ رکوع میں اس آیۂ کریمہ کے ماتحت مفصل تفسیر بیان ہوگی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والی اصلی روایت یہ ہے جس کا خلاصہ ہم اول بیان کر چکے ہیں۔

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ مُعَاوِیَۃَ غَزْوَۃَ الْمَضِیْقِ نَحْوَ الرُّوْمِ فَمَرَرْنَا بِالْکَھْفِ الَّذِیْ فِیْہِ اَصْحَابُ الْکَھْفِ الَّذِیْنَ ذَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ لَوْکُشِفَ لَنَا عَنْ ھٰؤُلَاءِ فَنَظَرْنَا اِلَیْہِمْ فَقَالَ لَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍ لَیْسَ ذَالِکَ لَکَ قَدْ مَنَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی ذَالِکَ مَنْ ھُوَ خَیْرٌ مِّنْکَ فَقَالَ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْہِمْ لَوَلَّیْتَ مِنْہُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْہُمْ رُعْبًا فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ لَا اَنْتَہِیْ حَتّٰی اَعْلَمَ عِلْمَہُمْ فَبَعَثَ رِجَالًا وَّقَالَ اذْھَبُوْا فَادْخُلُوا الْکَھْفَ وَانْظُرُوْا فَذَھَبُوْا فَلَمَّا دَخَلُوْہُ بَعَثَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ رِیْحًا فَاَخْرَجَتْہُمْ۔

اتنا اس میں اور ہے کہ جب وہ غار میں داخل ہوئے تو اللہ تعالے نے ان پر ہوا بھیجی جس نے انہیں غار سے نکال دیا۔
فَاَخْرَجَتْہُمْ کے یہ معنی ہیں اور فَاَحْرَقَتْہُمْ اگر پڑھا جائے تو جلانے کے معنی ہوں گے
اور ابن ابی حاتم شہر بن حوشب سے ایک دوسری روایت بیان کرتے ہیں کہ گذشتہ زمانہ میں ایک شخص ضدی تھا جب وہ غار کی طرف سے گذرا تو بولا میں کبھی باز نہ آؤں گا جب تک انہیں نہ دیکھ لوں اسے کہا گیا البیانہ کہ قرآن کریم میں تو نے لَوِاطَّلَعْتَ عَلَیْہِمْ لَوَلَّیْتَ کیا نہیں پڑھا اس نے انکار کیا اور اس غار میں جھانکا تو اس کی آنکھیں سپید ہو گئیں اور اس کے بالوں کا رنگ بدل گیا اس نے لوگوں سے کہا وہ سات اصحاب تھے۔

"وَکَذٰلِکَ بَعَثْنٰہُمْ لِیَتَسَآءَلُوْا بَیْنَہُمْ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْہُمْ کَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ۔ اور ایسے ہی ہم نے انہیں جگایا کہ وہ سوال کریں تو بولا ان میں سے ایک بولنے والا تم یہاں کتنی دیر رہے کچھ بولے ایک دن رہے یا دن سے کم" دوسرے بولے تمہارا رب ہی جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے جو آئندہ آیتوں میں بیان ہوگا۔
یعنی جیسے ہم نے ایک مدت طویل انھیں سلایا ایسے ہی جگایا تو آپس میں پوچھنے لگے چنانچہ ان میں سب سے بڑے مکسلمینا تھے اور خورد و نوش کے منتظم بھی تھے تو مکسلمینا نے فرمایا کَمْ اَقَمْتُمْ نَائِمِیْنَ اور یہ سوال اپنی حالت کے تغیر کی وجہ سے کیا ایک قول میں نمازیں جو قضا ہوئیں ان کے ادا کرنے کے خیال

سے سوال کیا۔

توبعض بولے کہ ایک دن یا اس سے بھی کم ہم ٹھہرے ہیں اس لیے کہ جب ہم آئے تھے تو طلوع کا وقت تھا اور اب غروب قریب ہے۔ ان میں بعض نے اپنے ناخن اور بال بڑھے دیکھ کر کہا کہ تمہیں معلوم ہی نہیں کہ ہم یہاں کتنی مدت رہے۔

وَاِنَّمَا یَعْلَمُہَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ، یہ تو اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے۔ مگر بھوک لگ رہی ہے۔ لہٰذا "فَابْعَثُوْا اَحَدَکُمْ بِوَرِقِکُمْ ھٰذِہٖۤ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ۔ تو اپنے میں سے ایک کو بھیجو اپنے سکوں کے ساتھ اس شہر میں"۔

بِوَرِقِکُمْ۔ اَیْ بِدَرَاھِمِکُمُ الْمَضْرُوْبَۃِ۔ یعنی ٹھپے ہوئے سکوں کے ساتھ

وَقِیْلَ اَلْوَرَقُ اَلْفِضَّۃُ مَضْرُوْبَۃٌ اَوْغَیْرُ مَضْرُوْبَۃٍ۔ ورق۔ چاندی ہے خواہ سکے والی ہو یا سادہ اور اس ترجمہ کی سند حدیث عرفجہ سے بھی ملتی ہے۔

اَنَّہٗ لَمَّا قُطِعَ اَنْفُہٗ اِتَّخَذَ اَنْفًا مِّنْ وَّرِقٍ فَاَنْتَنَ فَاَخَذَ اَنْفًا مِّنْ ذَھَبٍ۔ حضرت عرفجہ کی ناک کٹ گئی تھی تو آپ نے چاندی کے پترہ کی ناک بنوائی۔ مگر وہ متعفن ہو گئی تو آپ نے سونے کی ناک بنوا کر لگوائی۔

تو اس سے ظاہر ہوا کہ ورق کا اطلاق بغیر ٹھپے ہوئے نقرئی پترے پر بھی ہوتا ہے اور ٹھپے ہوئے پر بھی اور یہ دقیانوسی سکے وہ چلتے وقت اپنے ہمراہ لائے تھے۔

" فَلْیَنْظُرْ اَیُّھَا اَزْکٰی طَعَامًا فَلْیَاْتِکُمْ بِرِزْقٍ مِّنْہُ تو وہ دیکھے کہ کونسا کھانا زیادہ ستھرا ہے تو لائے لیے اس میں سے کھانا"۔ یعنی ازکی طعام وہ ہے جس میں شبہ حرمت نہ ہو۔

چنانچہ یملیخا اس کام کے لیے منتخب ہوئے یہ اس غار سے تقریباً تین میل شہر طرسوس جسے شہر افسوس بھی کہتے ہیں چل کر پہنچے انھیں چلتے وقت یہ بھی سمجھا دیا گیا تھا کہ

" وَلْیَتَلَطَّفْ وَلَا یُشْعِرَنَّ بِکُمْ اَحَدًا اِنَّھُمْ اِنْ یَّظْھَرُوْا عَلَیْکُمْ یَرْجُمُوْکُمْ اَوْ یُعِیْدُوْکُمْ فِیْ مِلَّتِھِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْا اِذًا اَبَدًا۔ اور لازمی ہے کہ نہایت نرمی سے جائے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے بیشک اگر وہ تمہیں جان گئے تو تمہیں پتھراؤ کریں گے یا اپنے دین میں پھیر لیں گے اور اگر ایسا ہوا تو تم کبھی بھی فلاح نہ پاؤ گے"۔

اصحاب کہف نے یہ گفتگو بایں خیال کی کہ انکے نزدیک ابھی تک عہد دقیانوسی تھا اور وہی اس کی رعایا تھی جو شرک و کفر کرتی تھی۔

غرضکہ یملیخا پچتے بچاتے شہر کے دروازہ پر آئے تو دیکھ کر حیران رہ گئے اس لیے کہ شہر کی حالت ہی اور تھی۔ رعایا کی کیفیت بھی بدلی ہوئی تھی۔ دوسرے دروازہ پر آئے تو نقشہ ہی بدلا ہوا پایا۔ بازار دیکھا تو دوکاندار بھی نئے تھے اور مذہب بھی وہ ہی ظاہر ہوا جو دقیانوس کے بالکل خلاف تھا یعنی دقیانوسی حکومت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لینے والے کو قتل کر ڈالتی تھی اور یہ سب مسیحی مذہب کے لوگ تھے اور غار کے قرب و جوار میں اور کوئی شہر بھی نہ تھا جس سے خیال ہوتا کہ راستہ بھول کر ادھر آنکلے ہوں

مختصر یہ کہ ایک دوکاندار کے پاس جا کر اسے وہ سکہ دیا اور کھانا مانگا۔

یا بروایت دیگر کسی کے ہاتھ سکہ دے کر کھانا منگایا۔

دوکاندار سکہ دیکھ کر متحیر ہوا اور کہنے لگا یہ سکہ کس زمانہ کا ہے۔ پھر اس نے دوسرے دوکان والے کو دکھایا اس نے دو چار کو آواز دی سب جمع ہو کر سکہ دیکھنے لگے غرضکہ اچھا خاصہ اجتماع ہو گیا۔

لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس شخص کے ہاتھ کوئی دفینہ لگا ہے اس کا یہ سکہ ہے۔

ایک اجنبی کو جیسے انوکھی صورت میں دیکھ کر تنگ کیا کرتے ہیں حضرت یملیخا کو بھی تنگ کرنا شروع کیا اور بھانت بھانت کی بولیاں ٹھولیاں بولی جانے لگیں۔

مجمع دیکھ کر پولیس بھی آگئی۔ واقعہ سن کر انھیں پکڑ کے حاکم کے روبرو لے گئے۔

حاکم نے نہایت متانت سے بیان لیا اس میں حضرت یملیخا نے اپنی سرگذشت سنادی اور بتادیا کہ ہم دقیانوس کے خوف سے اس غار میں روپوش ہوئے ہیں اور یہ سکہ کسی دفینہ کا نہیں ہمارا اپنا ہے۔

ہم لوگوں کے یہ یہ نام ہیں ہماری ابھی آنکھ کھلی ہے تو ہم کھانا لینے بازار کی طرف آئے تھے۔

لوگوں نے مجھے اجنبی دیکھا اور سکہ بھی غیر متعارف آخر پکڑ کر آپ تک پہنچا دیا۔

بادشاہ نے تسلی دی اور کہا دقیانوس اگرچہ اسی ملک کا ایک ظالم جابر بادشاہ تھا مگر اسے کئی سو برس گذر چکے ہیں اب میں مذہب عیسوی کا بادشاہ ہوں۔

حکم دیا پرانے کاغذات میں سے انکا حال نکالو چنانچہ نکلا اور ان کے نام بھی ملے بادشاہ نے سمجھ لیا کہ یہ سچے ہیں۔

میری قوم میں چونکہ مرنے کے بعد اٹھنے میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا اللہ تعالےٰ نے اس طرح سے اس اختلاف کو مٹایا اور دکھایا کہ مرنے کے بعد ایسے ہی زندہ کیا جائے گا جیسے صدیوں سلانے کے بعد ان کو اٹھا دیا۔

پھر بادشاہ معہ اعیان دولت اور ارکان سلطنت اس غار پر آیا۔

حضرت یملیخا نے فرمایا پہلے مجھے جانے دو تاکہ وہ مجمع دیکھ کر خوفزدہ نہ ہوں۔

چنانچہ یملیخا غار میں گئے اور ایک روایت کے مطابق یہ ہے کہ پھر وہ باہر نہ آئے اور بادشاہ نے ہرچند کوشش کی مگر اندر نہ جا سکا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ بیدروس بادشاہ ان سے ملا۔ معانقہ کیا اور پھر رخصت ہو کر واپس آیا جیسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اس کے بعد ان کا انتقال غار ہی میں ہو گیا۔

چنانچہ ان کے غار میں تشریف لے جانے اور صدیوں بعد سلا کر اٹھانے میں جو حکمت تھی اسے واضح فرمایا جاتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا۔ اور اسی طرح اطلاع کر دی ہم نے کہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ نہیں جب جھگڑ رہے تھے ان کے معاملہ میں لوگ تو کہنے لگے ان کی غار پر کوئی عمارت بناؤ"۔

اَیْ کَمَا اَنَمْنَاهُمْ وَبَعَثْنَاهُمْ فَالْاِشَارَةُ فِيْهِ اِلَى الْاِنَامَةِ وَالْبَعْثِ۔

وَقَالَ الْعِزُّ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ فِيْ اَمَالِيْهِ اَلْاِشَارَةُ اِلَى الْبَعْثِ الْمَخْصُوْصِ وَهُوَ الْبَعْثُ بَعْدَ تِلْكَ الْاِنَامَةِ الطَّوِيْلَةِ۔

وَاَصْلُ الْعُثُوْرِ كَمَا قَالَ الرَّاغِبُ السُّقُوْطُ لِلْوَجْهِ يُقَالُ عَثَرَ عُثُوْرًا وَّعِثَارًا اِذَا سَقَطَ لِوَجْهِهٖ فَجَعَلَهُ الْعُذْرِيُّ حَقِيْقَةً فِي الْاِطِّلَاعِ عَلٰى اَمْرٍ كَانَ خَفِيًّا۔

اَیْ وَكَذٰلِكَ اَطْلَعْنَا النَّاسَ عَلَيْهِمْ۔

خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ سلانے کے بعد جگا کر لوگوں کو کسی کے حال سے مطلع کرنا عثور ہے اور لغوی حیثیت سے عثر منہ کے بل گرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور یہ گرنا اپنی جگہ کی اطلاع دینا ہوتا ہے اس لیے حاصل معنی اطلاع دینے کے ہی لیے گئے۔

تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ جس طرح اپنی قدرت کاملہ سے انھیں سلا کر اٹھایا اسی طرح انہی لوگوں پر ہم نے ظاہر فرما دیا تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

اس لیے کہ ان کا اتنی طویل مدت تک سو کر جاگنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مر کر زندہ ہو۔ چنانچہ قوم نے اس امر کا منشا معلوم کر لیا کہ تین سو نو برس بعد جو روح کو جسم کے متعلق کر دینے پر قادر رہے وہ تمام عالم کو ایک

مدت مدید کے بعد اٹھانے پر کیوں نہ قادر ہو۔

اور یہ مشاہدہ اسی موقعہ پر کرایا گیا جب وہ اس امر میں جھگڑ رہے تھے کہ حشر ابدان ہو گا یا حشر ارواح بعض تو اس تصور پر قائم تھے کہ روح جو ایک جوہر لطیف ہے محشور ہو گی بعض کا اعتقاد تھا کہ جسم معہ روح اٹھیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ اصحاب کہف کے متعلق بھی یہ خیال تھا کہ وہ غار میں مر چکے ہیں۔ بعض کہتے تھے وہ ابھی تک سو رہے ہیں۔

ایک قول ہے کہ وہ اس امر پہ جھگڑ رہے تھے کہ اس غار پر عمارت بنے کہ لوگ اس میں آکر ٹھہریں۔ بعض کہتے تھے کہ عبادت گاہ بنائی جائے۔

بہر حال آگے کا مضمون بتاتا ہے کہ عمارت والے کامیاب نہ ہوئے اور بیدروس اور اس کے ارباب سلطنت جو عبادت گاہ بنانے کی رائے رکھتے تھے وہ کامیاب ہو گئے جیسا کہ ارشاد ہے۔

"رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا۔ ان کا رب خوب جانتا کہ وہ سو گئے یا مر گئے۔ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے وہ بولے جو غالب رہے ان کے اس کام میں کہ ہم ضرور ان پر مسجد بنائیں گے"۔

یعنی اس امر کا علم اللہ ہی کو ہے کہ وہ سو رہے ہیں یا کیا۔

اور انکی وفات کے بعد ان کے گرد عمارت کی تجویز میں اختلاف ہوا اور شاہ طرطوس بیدروس اور اس کے اعیان دولت غالب رہے انہوں نے فیصلہ کیا کہ یہاں مسجد تعمیر کی جائے گی تاکہ لوگ نمازیں پڑھیں اور اصحاب کہف کے قرب کی برکت حاصل کریں (مدارک)

فائدہ

اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ بزرگوں کے مزارات پر نہیں بلکہ ان کے قریب مسجدیں بنانا پہلے مسلمانوں کا طریقہ مستمرہ ہے اور قرآن کریم میں اس کا ذکر لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا فرمایا کرنا اور اس سے اول یا آخر اس طریقہ کا رد نہ فرمانا اس فعل کے مباح اور جائز ہونے کی دلیل ہے۔

دوسرے یہ امر بھی اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ بزرگوں کا قرب و جوار حاصل کرنے سے برکت حاصل ہوتی ہے تو اہل اللہ کے مزارات پر عوام مسلمین کا اجتماع بغرض حصول برکت جانا جائز اور زیارت قبور سنت اور موجب ثواب ہے۔

چنانچہ حدیث سے بھی ثابت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اول ابتداء اسلام میں مصلحتاً زیارة

قبور کی ممانعت فرمادی تھی کہ کہیں بت پرستی کرتے کرتے قبر پرستی نہ کرنے لگ جائیں لیکن جب قبر و مقبور اور مسجود و معبود میں عوام کی نظریں امتیاز کرنے لگ گئیں تو فرمایا نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْهَا۔ ہم نے تمہیں زیارت قبور سے منع فرمایا تھا۔ خبردار رہو اب زیارت کو جایا کرو (مشکوٰۃ شریف)

اور اس میں صاحب سعادت لکھتے ہیں زِيَارَةُ الْقُبُوْرِ مُسْتَحَبٌّ فَاِنَّهٗ يُوْرِثُ رِقَّةَ الْقَلْبِ وَيُذَكِّرُ الْمَوْتَ وَالْبَلٰى اِلٰى غَيْرِ ذَالِكَ مِنَ الْفَوَائِدِ وَالْعُمْدَةُ فِىْ ذَالِكَ الدُّعَاءُ لِلْمَيِّتِ وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ وَبِذَالِكَ وَرَدَتِ السُّنَّةُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِىْ بِالْبَقِيْعِ وَيُسَلِّمُ عَلٰى اَهْلِهَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمْ وَاَمَّا الْاِسْتِمْدَادُ بِاَهْلِ الْقُبُوْرِ فِىْ غَيْرِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَقَدْ اَنْكَرَهٗ كَثِيْرٌ مِّنَ الْفُقَهَاءِ وَاَثْبَتَهُ الْمَشَائِخُ الصُّوْفِيَّةُ قَدَّسَ اللّٰهُ اَسْرَارَهُمْ وَبَعْضُ الْفُقَهَاءِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَذَالِكَ اَمْرٌ مُّقَرَّرٌ عِنْدَ اَهْلِ الْكَشْفِ وَالْكَمَالِ مِنْهُمْ۔

وَلَاشَكَّ فِىْ ذَالِكَ عِنْدَهُمْ حَتّٰى اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ حَصَلَ لَهُمُ الْفُيُوْضُ مِنَ الْاَرْوَاحِ وَتُسَمّٰى هٰذِهِ الطَّائِفَةُ اُوَيْسِيَّةً فِىْ اِصْطِلَاحِهِمْ۔

زیارت قبور مستحب ہے اس سے رقت قلب اور موت کی یاد حاصل ہوتی ہے اس کے علاوہ اور بہت سے فائدے ہیں سب سے زیادہ فائدہ یہ ہے کہ میت کے واسطے دعا اور استغفار ہو جاتی ہے اسی وجہ میں احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بقیع تشریف لاتے اور اہل قبور پر سلام فرماتے ان کے لیے استغفار بھی فرماتے۔

لیکن استمداد اہل قبور سوا ذات سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کے اس سے بہت سے فقہاء نے انکار کیا ہے لیکن مشائخ صوفیہ قدست اسرارہم اور بعض فقہاء نے اسے ثابت کیا اور اپنے مکاشفات کے ذریعہ فرمایا کہ اس میں شک نہیں کہ کافی مدد چاہنے والے فیض حاصل کرتے ہیں اور ان کی روحیں یقیناً مدد کرتی ہیں اس طبقہ کو اویسی طبقہ کہتے ہیں۔

قَالَ الْاِمَامُ الشَّافِعِىُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَبْرُ مُوْسَى الْكَاظِمِ تِرْيَاقٌ مُّجَرَّبٌ لِاِجَابَةِ الدُّعَاءِ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبر امام موسیٰ کاظم مقبولیت دعا کے لیے تریاق مجرب ہے۔

قَالَ حُجَّةُ الْاِسْلَامِ مُحَمَّدٌ الْغَزَالِىُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ مَنْ يُّسْتَمَدُّ فِىْ حَيَاتِهٖ يُسْتَمَدُّ بَعْدَ مَمَاتِهٖ وَ اٰدَابُ الزِّيَارَةِ اَنْ يَّقُوْمَ مُسْتَقْبِلَ الْقَبْرِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ حَذَاءَ الْوَجْهِ وَاَنْ يُّسَلِّمَ وَلَا يَمْسَحَ

اَلْقَبْرَ وَلَا یُقَبِّلُہٗ وَلَا یَنْحَنِیْ۔

حضرت شیخ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں جس سے زندگی میں مدد ہو وہ بعد وفات بھی مدد کرے گا اور زیارت قبور کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی طرف پشت کرے۔ قبر کی سمت رخ کرے اور میت کے چہرے کے برابر کھڑا ہو اور سلام کرے۔ قبر کو ہاتھ نہ لگائے۔ نہ اسے چومے نہ جھکے۔

وَالزِّیَارَۃُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اَفْضَلُ خُصُوْصًا فِیْ اَوَّلِہٖ۔ زیارت قبور جمعہ کے روز قبل از نماز جمعہ افضل ہے۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَّہٗ یُعْطٰی لِلْمَیِّتِ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ الْاِدْرَاکُ اَکْثَرَ مِمَّا لَا یُعْطٰی فِیْ سَائِرِ الْاَیَّامِ میت کو جمعہ کے دن ادراک اور ایام سے زیادہ ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث ہے جو ابن ماجہ سے مشکوٰۃ میں منقول ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنْتُ نَہَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْھَا فَاِنَّھَا تُزَھِّدُ فِی الدُّنْیَا وَتُذَکِّرُ الْاٰخِرَۃَ۔

ہم نے تمہیں زیارت قبور سے منع فرمایا تھا تو اب زیارت کیا کرو کہ اس سے زہد فی الدنیا حاصل ہوتا ہے اور آخرت کی یاد بڑھتی ہے۔ اور لَعَنَ اللّٰہُ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ پر فرماتے ہیں۔

قَدْ رَاٰی بَعْضُ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنَّ ھٰذَا کَانَ قَبْلَ اَنْ یُّرَخِّصَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَلَمَّا رَخَّصَ دَخَلَ فِیْ رُخْصَتِہِ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ۔

جو عورتیں زیادہ زیارت قبور کریں ان پر اللہ کی لعنت ہے

اس پر بعض اہل علم کی یہ رائے ہے کہ یہ حکم اجازت سے اول تھا اور جب اجازت دے دی تو اس اجازت میں عورت مرد سب داخل ہیں۔ ایسا ہی مرقاۃ میں ہے۔

علامہ آلوسی لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْہِمْ مَّسْجِدًا پر فرماتے ہیں۔

وَاسْتَدَلَّ بِالْاٰیَۃِ عَلٰی جَوَازِ الْبِنَاءِ عَلٰی قُبُوْرِ الصُّلَحَاءِ وَاتِّخَاذِ مَسْجِدٍ عَلَیْہَا وَجَوَازِ الصَّلٰوۃِ فِیْ ذَالِکَ (روح المعانی) اس آیت کریمہ سے جواز بناء اور تعمیر مسجد قبور صلحاء پر جائز ہونے کا استدلال کیا ہے اور اداء نماز علی القبور کی اباحت مانی ہے۔

اس کے بعد علامہ آلوسی نے احادیث و اقوال فقہا سے مقابر پر نماز ادا کرنے اور مقابر پر چراغ وغیرہ جلانے کی ممانعت کرکے آخر میں لکھا ہے۔

اِنَّ اِتِّخَاذَھُمُ الْمَسْجِدَ عَلَیْہِمْ لَیْسَ عَلٰی طَرْزِ اِتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ الْمَنْہِیِّ عَنْہُ الْمَلْعُوْنِ فَاعِلُہٗ وَاِنَّمَا

هُوَ اتِّخَاذُ مَسْجِدٍ عِنْدَهُمْ وَقَرِيْبًا مِّنْ كَهْفِهِمْ وَقَدْ جَاءَ التَّصْرِيْحُ بِالْعِنْدِيَّةِ فِي رِوَايَةِ الْقِصَّةِ عَنِ السُّدِّيِّ وَوَهْبٍ وَمِثْلُ هٰذَا الْاِتِّخَاذِ لَيْسَ مَحْظُوْرًا اِذْ غَايَةُ مَا يَلْزِمُ عَلٰى ذَالِكَ اَنْ يَّكُوْنَ نِسْبَةُ الْمَسْجِدِ اِلَى الْكَهْفِ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ كَنِسْبَةِ الْمَسْجِدِ النَّبَوِيِّ اِلَى الْمَرْقَدِ الْمُعَظَّمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

وَيَكُوْنُ قَوْلُهُمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا۔ اَيْ ذَالِكَ الْاِتِّخَاذُ كَانَ عَلَى الْكَهْفِ فَوْقَ الْجَبَلِ الَّذِيْ هُوَ فِيْهِ

ان اصحاب کہف پر مسجد بنانا اس طرح نہیں تھا جیسا کہ قبروں پر مسجدیں بنانا منع ہے اور ایسی مسجد بنانے والا لعنتی ہے بلکہ یہ مسجد ان کے غار کے قریب بنائی گئی تھی کیونکہ دہب اور سدی کی روایت میں صاف لفظ ہیں کہ وہ ان کے قریب بنائی گئی تھی اور اس طرح مسجد بنانا منع نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس مسجد کی نسبت غار کی طرف ہے جیسا کہ مسجد نبوی کی نسبت قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی طرف ہے۔

اور ان کا یہ کہنا کہ ہم ان پر مسجد بنائیں گے یعنی مسجد بنانا غار پر پہاڑ کے اوپر جس پہاڑ کی غار میں اصحاب کہف تھے۔

اور اس طرح مسجد کا بنانا محظور وممنوع نہیں اس لیے کہ یہ مسجد غار کے پاس ایسی ہی بنائی گئی تھی۔ جیسے مسجد نبوی قبر مطہر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بنائی گئی ہے۔

وَيَكْفِيْكَ فِيْ مَعْرِفَةِ الْحَقِّ تَتَبُّعُ مَا صَنَعَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَبْرِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَهُوَ اَفْضَلُ قَبْرٍ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ بَلْ اَفْضَلُ مِنَ الْعَرْشِ۔

حق بات سمجھنے کے لیے کافی ہے اس امر کا تتبع جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر اطہر پر کیا اور وہ روئے زمین کی قبروں سے افضل ہے بلکہ عرش عظیم سے بھی برتر ہے۔

چنانچہ قبر پر مجرد اسم مقبور لکھنا خصوصًا قبور انبیاء وصلحاء مستحب ہے کیونکہ یہ طریقہ یادگار کے لیے مستحب ہے۔

وَنَدْبُ كِتَابَةِ اِسْمِهِ الْمُجَرَّدِ وَالتَّعْرِيْفِ بِهٖ عَلٰى طُوْلِ السِّنِيْنَ لَاسِيَّمَا قُبُوْرِ الْاَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ لِاَنَّهٗ طَرِيْقٌ لِلْاِعْلَامِ الْمُسْتَحَبِّ۔

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ یہ غار کہاں ہے اس پر آلوسی لکھتے ہیں۔

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّهُمْ اِخْتَلَفُوْا فِيْ تَعْيِيْنِ مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ وَالْكَهْفِ وَقَدْ مَرَّتْ عَلَيْكَ بَعْضُ

الْاَقْوَالِ - موضع مسجد کہف میں اختلاف ہے اس پر اول بھی کچھ بیان ہو چکا ہے۔

وَفِی الْبَحْرِ اَنَّ فِی الشَّامِ کَھْفًا فِیْہِ مَوْتٰی وَیَزْعَمُ مُجَاوِرُوْہُ اَنَّھُمْ اَصْحَابُ الْکَھْفِ وَعَلَیْھِمْ مَسْجِدٌ وَبِنَاءٌ یُسَمّٰی الرَّقِیْمُ - وَمَعَھُمْ کَلْبٌ رِمَّۃٌ -

شام میں ایک غار ہے جس میں کچھ میتیں ہیں اس کے مجاور گمان کرتے ہیں کہ یہی اصحاب کہف ہیں ان پر مسجد اور عمارت ہے جسے رقیم کہتے ہیں اور ان کے ساتھ کتا بھی ہے۔

وَبِالْاَنْدَلُسِ فِیْ جِھَۃِ الْغَرْنَاطَۃِ بِقُرْبِ قَرْیَتِہٖ تُسَمّٰی لُوْشَۃَ کَھْفٌ فِیْہِ مَوْتٰی وَمَعَھُمْ کَلْبٌ رِمَّۃٌ وَاَکْثَرُھُمْ قَدِ انْجَرَدَ لَحْمُہٗ وَبَعْضُھُمْ مُتَمَاسِکٌ وَقَدْ مَضَتِ الْقُرُوْنُ السَّالِفَۃُ وَلَمْ نَجِدْ مَنْ عَلِمَ شَانَھُمْ وَیَزْعَمُ نَاسٌ اَنَّھُمْ اَصْحٰبُ الْکَھْفِ۔

غرناطہ جہت میں اندلس کے قریب ایک گاؤں ہے جسے لوشہ کہف کہتے ہیں ان میں کچھ میتیں ہیں اور ان کے ساتھ کتا بھی ہے اور ان میں سے اکثر لاشوں کا گوشت الگ ہو چکا ہے اور بعض کا گوشت ساتھ ان پر کتنی صدیاں گذر چکی ہیں اور ہمیں کوئی ایسا نہ ملا جو ان کی تحقیق جانتا ہو اگرچہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہی اصحاب کہف ہیں۔

اس قسم کی اور مختلف روایات ہیں مَنْ شَاءَ فَلْیَنْظُرْ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ۔

اور یہ واقعہ کب ہوا اس پر حسن وغیرہ فرماتے ہیں۔

اِنَّھُمْ کَانُوْا قَبْلَ بَعْثَۃِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ لِذَالِکَ اِنَّ لَھُمْ عِلْمًا فِی الْجُمْلَۃِ بِاَحْوَالِھِمْ وَھُوَ یَسْتَلْزِمُ اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمْ ذِکْرُھُمْ فِی التَّوْرَاۃِ - یہ بعثت موسیٰ علیہ السلام سے قبل کا واقعہ معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ یہود کو اس کا علم تھا اس سے لازم آتا ہے کہ یہ ذکر توریت میں ہے۔

لیکن جب ان کا ذکر ہوتا ہے تو ایک قول بیان نہیں کرتے بلکہ

کوئی کہتا ہے کہ وہ تین تھے اور چوتھا کتا تھا اور کوئی کہتا ہے پانچ تھے چھٹا کتا ہے یہ اٹکل کے جھاڑے ہیں جسے عربی محاورہ میں رجما بالغیب کہتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے

"سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَۃٌ رَّابِعُھُمْ کَلْبُھُمْ - اب کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے"۔ یہ نصاریٰ نجران میں سید اور عاقب کا قول تھا۔

"وَیَقُوْلُوْنَ خَمْسَۃٌ سَادِسُھُمْ کَلْبُھُمْ - اور کچھ کہیں گے پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے"۔ بے دیکھے رجما بالغیب اٹکل کے جھاڑے دیتے ہیں یہ قول عرب نصاریٰ کا تھا۔ دونوں قولوں کا رد رجما بالغیب فرما کر کر دیا گیا اور بتا دیا کہ یہ محض قیاس آرائی ہے۔

اور تیسرا قول اہل اسلام کا جو تھا وہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتانے سے تھا۔ چنانچہ فرمایا۔
"وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ۔ اور مسلمان کہتے ہیں وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا ہے"
اس پر ارشاد ہوا کہ اے حبیب فرما دیجئے کہ جہانوں کی تفصیل اور ماضی و مستقبل کے حالات تو میرا رب ہی خوب جانتا ہے اور تھوڑے بندے اس کی تعلیم سے جانتے ہیں انہی میں اہل اسلام ہیں قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ۔
چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے نام تبلائے اور فرمایا یہ بادشاہ کے دائیں بائیں کے خواص اور مصاحب تھے۔
دائیں طرف کے خواص ہیں یملیخا۔ مکشلمینا۔ شلینا تھے۔
اور بائیں طرف کے خواص ہیں زمرنوش۔ برنوش۔ شاذنوش تھے۔
اور ساتواں وہ چرواہا تھا جو راستہ میں ان کے ساتھ ہولیا تھا جس کا نام کشفیططونس تھا اور ان کے کتے کا نام قطمیر تھا اور اس شہر کا نام جس میں یہ غار تھا افسوس یا طرطوس تھا (بیضاوی)
خلاصہ یہ کہ جب اللہ تعالے کی طرف سے ان کا حال بیان ہو چکا تو اب کسی کہنے والے یا رجماً بالغیب کرنے والے سے تحقیق کرنا تحصیل حاصل ہے۔ چنانچہ فرمادیا یہ اختلافی اقوال محض اٹکل کے جھاڑے ہیں۔
" فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِنْهُمْ أَحَدًا۔ تو ان کے بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی جو تم پر ظاہر ہو چکی اور ان کے متعلق کسی کتابی نصرانی و یہودی سے کچھ نہ پوچھو"
جو آپ سے سوال کرے اسے قرآن کے بیان کردہ حالات سنادو اور یہود و نصاری کی تجہیل و تردید نہ کرو اور کسی سے ان کا حال دریافت نہ کرو۔ یہ بحث و تحیص مکارم اخلاق نبوت کے شایاں نہیں۔ راغب کہتے ہیں اَلْمُحَاجَّةُ فِيمَا فِيهِ مِرْيَةٌ اَیْ تَرَدُّدٌ۔

مزید توضیح و تشریح تاریخی روشنی میں

شہر افسوس یا افس جسے طرطوس بھی کہتے ہیں ایشیا کوچک کا ایک شہر ہے اسی شہر میں ارتمیس ایک دیوی کا مندر تھا جو عجائبات عالم میں شمار کیا جاتا تھا اس مندر کو کسی شخص نے اس رات جلا ڈالا جس رات سکندر رومی پیدا ہوا تھا۔
پھر اس مندر کو دوبارہ اسی طرح بنا دیا گیا۔

اس شہر میں تین کوس کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے اس کے اندر وہ غار ہے جس میں اصحاب کہف روپوش ہوئے یہ غار کئی میل عریض ہے اس میں کئی شاخیں اور ہیبت ناک درے ہیں۔

یہ شہر قیاصرۂ روم کے عہد میں بہت با رونق تھا۔ اب ویران ہے

اس غار پر ایک خانقاہ ہے جسے عیسائی اور مسلمان دونوں عظمت کی نظر سے دیکھتے ہیں تواریخ منطبق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی خانقاہ ہے جس کے لیے فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا اور لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ۔ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

اور یہ بیدروس کے عہد میں اصحاب کہف کے ظاہر ہونے کے بعد بنائی گئی معلوم ہوتی ہے۔

اور اصحاب کہف کا واقعہ ڈیشیش یعنی دقیانوس کے عہد میں ہوا۔

یہ قیصر روم کے عہد میں ہوا ہے۔ چنانچہ مورخین بتلاتے ہیں کہ ۲۴۹ء کے بعد جب قیصر فیلبوس کی جگہ ڈیشیش یعنی دقیانوس تخت نشین ہوا تو یہ سخت ظالم اور سفاک تھا۔

سلطنت روم اس زمانہ میں بہت وسیع تھی ان کا پایۂ تخت ملک روم تھا۔

یہ لوگ بت پرست تھے اور بالخصوص جوپیٹر کی پرستش ان کے یہاں قانونًا فرض تھی اس حکم کے خلاف کرنے اور عدول حکمی میں اول فہمائش ہوتی تھی پھر قتل کیا جاتا یا درندوں کے آگے ڈالا جاتا یا آگ میں جلایا جاتا یا لوہے کے گرم ستون سے باندھ دیا جاتا۔ یہ عیسائیوں کی تواریخ کلیسا میں تصریح موجود ہے۔

واقعہ اصحاب کہف لارڈ ولیم میور اپنی تاریخ کلیسا کے چھٹے باب کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

کہتے ہیں افسس کے رہنے والے سات جوان ڈیشیش (یعنی دقیانوس) کے ظلم کی سختی سے شہر چھوڑ کر پاس ہی کسی غار میں جا چھپے تھے وہاں دوسو برس تک برابر سوتے رہے پھر جب جاگے اور ان میں سے ایک شہر میں گیا تو وہاں تمام حاکم و محکوم کو پورا عیسائی دیکھ کر نہایت تعجب میں آیا یہ نقل اصحاب کہف کی قرآن میں بھی بہت سی خیالی باتوں کے ساتھ مل کر مذکور ہے۔

اس میں اس خواب کے ایام بجائے دوسو برس کے تین سو نو برس لکھے ہیں پس اس کو جس طرح بھی سمجھیں مبالغہ صاف ہے۔

غرض کہ واقعہ کی ابتداء دوسو پچاس عیسوی میں ہے۔

اور تین سو نو برس سوتے رہے تو ان کی بیداری ۵۵۹ء میں ہوئی۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۵۷۰ء میں ہے۔

اس حساب سے اصحاب کہف کی بیداری تخمینًا بارہ تیرہ سال پیشتر حضور کی ولادت سے ہوئی۔

اور مزید تاریخی تحقیق برائے وسعت معلومات

تفسیر ابن جریر۔ جغرافیہ بائیبل۔ ارض قرآن۔ طبری۔ نیو انسائیکلو پیڈیا ایچ۔ جی لنڈن معجم البلدان احسن التفاسیر للمقدسی کے اقتباس کرکے ہم پیش کر رہے ہیں۔

جس سے ناظرین کرام سمجھ سکیں گے کہ واقعہ اصحاب کہف کتنا مشہور اور مہتم بالشان ہے۔

اصحاب الکھف والرقیم۔ رقیم ایک سلاع یا پڑاؤ۔ عقبہ سے ۹۰ میل مسافت پر واقع ہے۔ نیو انسائیکلو پیڈیا۔ ایچ۔ جی او سٹیل لنڈن

(۲) رقیم اس وادی کا نام ہے جو عسفان اور ایلہ کے مابین فلسطین کے اوپر واقع ہے یہ وادی ایلہ کے قریب ہے کما قال ابن جریر جلد ۱۰۔ اَلرَّقِیْمُ وَادٍ بَیْنَ عُسْفَانَ وَاَیْلَۃَ دُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا

(۳) رقیم کے شمالی رخ بیس میل پر بحر میت کی جھیل ہے اور شرقی جانب شمالی عرب کا ریگستان ہے اور سامنے ارض ادوم اور سلسلۂ جبال ہے۔ جغرافیہ بائیبل

(۴) رقیم بیضوی شکل پر ہے اور نشیب میں واقع ہے یہاں کی عمارتیں پہاڑ تراش کر بنائی گئی ہیں اور نہایت شاندار ہیں۔ رقیم تک جانے کے لیے ایک سنگ درہ ہے۔ جس کا نام شق ہے۔ جغرافیہ بائیبل

(۵) اس کی ابتدائی تاریخ چوتھی صدی سنہ ق۔ م سے شروع ہے اس کا بانی مدین کا بادشاہ رقیم تھا۔ ارض القرآن۔ یوسیفوس یہودی مورخ ۷۰۰ء

(۶) مدیانی قوت کے اضمحلال کے بعد بنو ادوم مسلط ہو گئے اور عرصہ تک حکمران رہے۔ آخر ش ادومی فنا ہدار کے زمانہ میں رومیوں اور بنی اسرائیل میں سخت معرکہ آرائی ہوئی ۹۰۰ ق۔ م میں اموجیا شاہ یہود نے رقیم فتح کیا پھر بعد چندے یہود کو زوال ہوا تو اہل سیریا برسر اقتدار آئے مگر میڈیا کے غلبہ سے فائدہ اٹھا کر انباط بنو اسمعیل نے اس پر قبضہ کر لیا اور رقیم ان کا صدر مقام ہوا۔ یہ تجارت عالم کا مرکز بھی تھا اور وادیٔ موسیٰ دنیا کی مشہور ترین شاہراہ امام المبین کے نام سے مشہور تھی۔ یہی ارض ثمود کے مرکز حجر پر بھی قابض تھے اور یہیں کے لوگ اصحاب الحجر کہلاتے تھے۔

رقیم کا آخری بادشاہ انباط حارث رابع جو معاصر حضرت یحییٰ علیہ السلام تھا ہوا۔ اس نے یہودی بادشاہ ہیروڈولس قاتل حضرت یحییٰ پر فوج کشی کی اور اسے مار بھگایا اور دولت انباط

ادومہ کی قوت سے تاب مقاومت نہ لاسکے اور ہمیشہ کے لیے اپنی آزادی کھو بیٹھے (طبری جلد اول)

(۷) ۲۵۰ ق.م میں اصحاب کہف کا واقعہ ہوا۔ ۲۶۰ ق.م عہد دقیانوس تھا۔ سکندر مقدونی نے بھی اس جگہ حملہ کیا اور ۱۰۶ ق.م میں قیصر ٹراجن شاہ روم کے زیر نگین آیا۔

۴۵۰ء میں اصحاب کہف سو کر دو سو برس بعد شاہ تھوڈس کے زمانہ میں جاگے یا دوبارہ زندہ ہوئے پھر اسلام کے عہد میں رقیم کو عروج نہ ہوا اب وہاں کھنڈرات ہیں علامہ یعقوب حموی کہتے ہیں کہ لوگ اسی مقام کو اصحاب کہف کا وطن بتلاتے ہیں (معجم البلدان جلد ۴)

(۸) رقیم کا حال علامہ اصطخری متوفی ۳۴۰ھ اور علامہ بشاری مقدسی متوفی ۳۸۰ھ نے لکھا ہے۔ احسن التقاسیم للمقدسی۔

(۹) کہف (غار) جو شہر افسوس دریائے ایچیسن کے کنارے پر واقع تھا اس شہر سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔

(۱۰) قزوینی آثار البلاد میں کہتے ہیں کہ شہر افسوس روم میں مشہور شہر ہے۔ یہ دقیانوس ظالم بادشاہ کا شہر ہے جس کے خوف سے اصحاب کہف روپوش ہوئے کہف اور شہر میں چھ میل کا فاصلہ ہے۔ اور کہف کا منہ بنات النعش ستاروں کی طرف تھا اس میں دھوپ نہیں جاتی تھی۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع۔ سورۂ کہف۔ پ ۱۵

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۙ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۚ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝

اور ہرگز نہ کہنا کسی بات کے لیے کہ میں یہ کل کر دوں گا۔ مگر یہ کہ ان شاء اللہ کہو اور یاد کرو اپنے رب کو جب بھول جاؤ اور کہو قریب ہے کہ اللہ مجھے راہ دے نزدیک اس سے راستے کی۔

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ۝ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۫ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ۝

اور وہ ٹھہرے اس غار میں تین سو برس اور نو اوپر۔ فرما دیجئے اللہ خوب جانتا ہے وہ جتنی مدت ٹھہرے اسی کے لیے ہے غیب آسمانوں اور زمین کا۔ وہ خوب دیکھتا اور سنتا ہے نہیں ان کا اس کے سوا کوئی والی اور نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی کو۔

وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۖ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝

اور پڑھو وہ جو وحی ہوئی تمہاری طرف تمہارے رب کی کتاب نہیں بدلنے والا کوئی اس کی باتوں کو اور ہرگز نہ پاؤ گے تم اس کے سوا پناہ ۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ۝

اور رابطہ رکھو اپنی جان کا ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام چاہتے ہیں اس کی رضا اور نہ تجاوز کریں تمہاری آنکھیں ان سے کیا چاہتے ہو زینت حیات دنیا اور نہ پیروی کرو اس کی جسے ہم نے غافل دل دیا اپنے ذکر سے اور جو متبع ہوا اپنی حرص کا اور اس کا معاملہ حد سے متجاوز ہو گیا۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۝

اور فرما دیجئے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے ہم نے تیار کی ہے ظالموں کے لیے وہ آگ جس کی دیواریں انھیں گھیر لیں گی اور اگر وہ پکاریں پانی کے لیے تو دیا جائے گا انھیں وہ پانی جو کھولتا ہوا ہو جھلس دے گا ان کے منہ بہت برا پینا ہے اور ٹھہرنے کی جگہ بہت بری ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ۝

بے شک وہ جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے بے شک ہم نہیں ضائع کریں گے بدلہ اس کا جو اچھے عمل کرے۔

أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝

یہ ہی ہیں کہ ان کے لیے جنت ہیں باغ ہیں جس کے نیچے نہریں رواں ہیں زیور ہیں اس میں کنگن سونے کے اور پہنیں کپڑے سبز کریب اور قناویز کے بیٹھے ہوں گے تکیہ لگائے ان میں تختوں پر اچھا بدلہ ہے اور بہترین جگہ ہے آرام کی۔

حلِ لُغات چوتھا رکوع سُورۃ کہف۔ پ ۱۵

وَلَا۔ اور نہ	تَقُوْلَنَّ۔ کہہ	لِشَایْءٍ۔ کسی چیز کے متعلق	اِنِّیْ۔ کہ میں
فَاعِلٌ۔ کرنے والا ہوں	ذٰلِكَ۔ یہ کام	غَدًا۔ کل	اِلَّا۔ مگر
اَنْ۔ یہ کہ	یَّشَآءَ۔ چاہے	اللّٰہُ۔ اللہ	وَاذْكُرْ۔ اور یاد کر
رَّبَّكَ۔ اپنے رب کو	اِذَا۔ جب	نَسِیْتَ۔ تو بھول جائے	وَقُلْ۔ اور کہہ
عَسٰٓی۔ قریب ہے	اَنْ۔ یہ کہ	یَّهْدِیَنِ۔ راہ دکھائے مجھے	رَبِّیْ۔ میرا رب
لِاَقْرَبَ۔ قریب	مِنْ هٰذَا۔ اس سے	رَشَدًا۔ بھلائی کی	وَلَبِثُوْا۔ اور ٹھہرے وہ
فِیْ كَهْفِهِمْ۔ اپنی غار میں		ثَلٰثَ مِائَةٍ۔ تین سو	سِنِیْنَ۔ برس
وَازْدَادُوْا۔ اور زیادہ کیے انہوں نے		تِسْعًا۔ نو برس	قُلِ۔ کہہ
اللّٰہُ۔ اللہ ہی	اَعْلَمُ۔ بہتر جانتا ہے	بِمَا۔ جتنا	لَبِثُوْا۔ وہ ٹھہرے
لَهٗ۔ اسی کے لیے ہے	غَیْبُ۔ غیب	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَالْاَرْضِ۔ اور زمین کا
اَبْصِرْ بِهٖ۔ وہ کتنا اچھا دیکھتا	وَاَسْمِعْ۔ اور سنتا ہے	مَا لَهُمْ۔ نہیں ان کے لیے	مِّنْ دُوْنِهٖ۔ اس کے سوا
مِنْ وَّلِیٍّ۔ کوئی حمایتی	وَلَا۔ اور نہیں	یُشْرِكُ۔ شریک کرتا	فِیْ حُكْمِهٖٓ۔ اپنی حکومت میں
اَحَدًا۔ کسی کو	وَاتْلُ۔ اور پڑھ	مَا۔ جو	اُوْحِیَ۔ وحی کی گئی
اِلَیْكَ۔ تیری طرف	مِنْ كِتَابِ۔ کتاب	رَبِّكَ۔ تیرے رب کی	لَا۔ نہیں
مُبَدِّلَ۔ کوئی بدلنے والا	لِكَلِمٰتِهٖ۔ اس کی باتوں کو	وَلَنْ۔ اور کبھی نہ	تَجِدَ۔ پائے گا تو
مِنْ دُوْنِهٖ۔ اس کے سوا	مُلْتَحَدًا۔ کوئی پناہ	وَاصْبِرْ۔ اور روک	نَفْسَكَ۔ اپنی جان کو
مَعَ۔ ساتھ	الَّذِیْنَ۔ ان کے	یَدْعُوْنَ۔ جو پکارتے ہیں	رَبَّهُمْ۔ اپنے رب کو
بِالْغَدٰوةِ۔ صبح	وَالْعَشِیِّ۔ اور شام	یُرِیْدُوْنَ۔ چاہتے ہیں	وَجْهَهٗ۔ اس کی رضا
وَلَا۔ اور نہ	تَعْدُ۔ پھیر	عَیْنٰكَ۔ اپنی آنکھیں	عَنْهُمْ۔ ان سے
تُرِیْدُ۔ تو چاہتا ہے	زِیْنَةَ۔ زینت	الْحَیٰوةِ۔ زندگی	الدُّنْیَا۔ دنیا کی
وَلَا۔ اور نہ	تُطِعْ۔ کہا مان	مَنْ۔ اس کا کہ	اَغْفَلْنَا۔ غافل کر دیا ہم نے
قَلْبَهٗ۔ اس کے دل کو	عَنْ ذِكْرِنَا۔ اپنی یاد سے	وَاتَّبَعَ۔ اور پیچھے لگا	هَوٰىهُ۔ اپنی خواہش کے

وَكَانَ۔ اور ہے　اَمْرُهٗ۔ اس کا کام　فُرُطًا۔ حد سے گزرنا　وَقُلِ۔ اور کہہ
اَلْحَقُّ۔ حق ہے　مِنْ رَّبِّكُمْ۔ تمہارے رب کی طرف سے　فَمَنْ۔ پھر جو
شَآءَ۔ چاہے　فَلْيُؤْمِنْ۔ ایمان لائے　وَمَنْ۔ اور جو　شَآءَ۔ چاہے
فَلْيَكْفُرْ۔ کفر کرے　اِنَّآ۔ بیشک ہم نے　اَعْتَدْنَا۔ تیار کی　لِلظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں
کے لیے　نَارًا۔ آگ　اَحَاطَ۔ گھیر لیں گے　بِهِمْ۔ ان کو
سُرَادِقُهَا۔ اسکے شعلے　وَاِنْ۔ اور اگر　يَّسْتَغِيْثُوْا۔ وہ پانی مانگیں گے
يُغَاثُوْا۔ تو دیئے جائینگے　بِمَآءٍ۔ پانی　كَالْمُهْلِ۔ کھولتا　يَّشْوِى۔ بھلس دے گا
الْوُجُوْهَ۔ چہروں کو　بِئْسَ۔ برا ہے　الشَّرَابُ۔ پینا　وَسَآءَتْ۔ اور برا ہے
مُرْتَفَقًا۔ ٹھکانا　اِنَّ۔ بے شک　الَّذِيْنَ۔ وہ جو　اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے
وَعَمِلُوا۔ اور عمل کیے　الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے　اِنَّا۔ بیشک ہم　لَا نُضِيْعُ۔ نہیں ضائع کرتے
اَجْرَ۔ اجر　مَنْ۔ اس کا　اَحْسَنَ۔ جو اچھے کرے　عَمَلًا۔ عمل
اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ　لَهُمْ۔ انکے لیے ہے　جَنّٰتُ۔ باغ　عَدْنٍ۔ جنت کے
تَجْرِىْ۔ چلتی ہیں　مِنْ تَحْتِهِمُ۔ انکے نیچے　الْاَنْهٰرُ۔ نہریں　يُحَلَّوْنَ۔ پہنائے جائینگے
فِيْهَا۔ اس میں　مِنْ اَسَاوِرَ۔ کنگن　مِنْ ذَهَبٍ۔ سونے کے　وَيَلْبَسُوْنَ۔ اور پہنیں گے
ثِيَابًا۔ کپڑے　خُضْرًا۔ سبز رنگ کے　مِّنْ سُنْدُسٍ۔ کریب　وَّاِسْتَبْرَقٍ۔ اور مخمل کے
مُّتَّكِئِيْنَ۔ تکیہ لگائے ہوں گے　فِيْهَا۔ اس میں　عَلَى الْاَرَآئِكِ۔ تختوں پر
نِعْمَ۔ اچھا ہے　الثَّوَابُ۔ بدلہ　وَحَسُنَتْ۔ اور اچھا ہے　مُرْتَفَقًا۔ ٹھکانہ

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع۔ سورۃ کہف۔ پ ۱۵

"وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّىْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا۔ اور ہرگز نہ کہنا کسی بات پر کہ میں کرنے والا ہوں یہ کل مگر یہ کہ انشاء اللہ کہہ کر اور اپنے رب کو یاد کرو جب بھول جاؤ اور کہو کہ عنقریب میرا رب مجھے اس سے نزدیک تر راہ دکھائے گا راستی کی"۔

مفہوم آیت صاف ہے کہ مسلمان کو اس امر کی ہدایت کی کہ وہ کسی بات پر کل کا دعوی اور وعدہ

بغیر انشاء اللہ کہے نہ کہے۔

شان نزول آیۂ کریمہ یہ ہے کہ

اہل مکہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف کا حال جب دریافت کیا تو حضور نے بامید وحی فرمایا کل بتاؤں گا اور انشاء اللہ نہیں فرمایا۔

اس کے بعد کئی روز وحی نہ آئی اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا جب آپ کسی سے کل کے لیے وعدہ فرمائیں تو انشاء اللہ ضرور فرمایا کریں۔

اور اگر یاد نہ رہے تو بقول حسن جب یاد آئے اس وقت کہہ لے۔

ایک قول یہ ہے کہ جس مجلس میں وعدہ کیا ہو اس سے برخواست ہوانے سے پہلے کہہ لے۔

آیۂ کریمہ کی چند تفاسیر ہیں۔

بعض مفسروں نے کہا اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر نماز بھول گیا تو یاد آتے ہی ادا کرلے (بخاری مسلم)

ایک شان نزول یہ ہے کہ جب

قریش نے حضور سے اصحاب کہف۔ ذوالقرنین اور روح کا حال دریافت کیا تو حضور نے بلا انشاء اللہ کہے کل کا وعدہ فرمالیا اس پر پندرہ روز تک وحی نہ آئی اور بقول بعض چالیس روز تک وحی نہ ہوئی پھر یہ حکم نازل ہوا۔

پھر جب حضور نے ان کا حال سنایا تو قریش متعجب ہوئے آپ کو حکم ہوا فرمادیجئے۔

"وَقُلْ عَسٰى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا۔ فرمادیجئے یہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اللہ تعالے مجھے خبریں دے گا۔"

چنانچہ بے گنتی اسرار غیبیہ سے حضور کو مطلع کیا گیا۔

علامہ آلوسی بھی یہی شان نزول بیان فرماتے ہیں۔ جیسے قال

فَاِنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ حِيْنَ سَاَلَتْ قُرَيْشُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرُّوْحِ وَاَصْحَابِ الْكَهْفِ وَذِي الْقَرْنَيْنِ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ غَدًا اُخْبِرُكُمْ وَلَمْ يَسْتَثْنِ فَاَبْطَاَ عَلَيْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا عَلٰى مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ وَقِيْلَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَقِيْلَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ وَكَذَّبَتْهُ قُرَيْشٌ۔ وَحَاشَاهُ۔

جب قریش نے اصحاب کہف۔ ذوالقرنین اور روح کے متعلق حضور سے سوال کیا تو حضور نے فرمایا میں اس کی خبر کل دوں گا اور انشاء اللہ نہ کہا تو حضور پر وحی پندرہ دن تک رک گئی بقول ابن اسحاق اور

ایک قول ہے تین دن رکی رہی۔
ایک قول ہے کہ چالیس دن رک گئی۔
تو حضور پر یہ شاق ہوا اور کفار قریش جھٹلانے لگ گئے حالانکہ حضور کی ذات اقدس اس سے مبرّا ہے۔ پھر یہ حکم آیا۔ جس میں اس امر کی ہدایت کی گئی کہ ان شاء اللہ کہے بغیر وعدہ فردا نہیں ہونا چاہئے۔ اور عَسٰی اَنْ یَّھْدِیَنِیْ رَبِّیْ قریب ہے کہ میرے رب نے صرف اصحاب کہف کے ہی حالات سے مجھے سرخرو نہیں فرمایا بلکہ عنقریب وہ مجھے وہ وہ معجزات عطا فرمائے گا جو میری نبوت پر اس سے بھی زیادہ دلالت ظاہر کریں گے۔
منجملہ ان کے انبیاء کرام کے احوال کا بیان اور علوم غیبیہ اور وہ علم جو قیامت تک پیش آئیں گے۔ اور حوادث و وقائع کا بیان اور شق القمر اور حیوانات کا شہادت دینا وغیرہ (خازن۔جمل) اور جب اس کے بعد آیۂ کریمہ
وَلَبِثُوْا فِیْ کَہْفِہِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا۔ نازل ہوئی جس کے یہ معنی ہیں "اور وہ غار میں ٹھہرے تین سو برس اور نو برس زائد"۔ تو نجرانی نصاری بولے تین سو تو ٹھیک ہیں لیکن یہ نو سال کی زیادتی کی گئی ہے اس کا ہمیں علم نہیں اس پر ارشاد ہوا۔
"قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَہٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِہٖ وَاَسْمِعْ مَا لَہُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖ اَحَدًا اے محبوب آپ فرمادیں اللہ خوب جانتا ہے وہ جتنا ٹھہرے اس کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کے تمام غیب وہ خوب دیکھتا ہے اور خوب سنتا ہے اس کے سوا ان کا کوئی والی نہیں اور وہ اپنے حکم و سلطنت میں کسی کو شریک نہیں کرتا"۔
وَلَبِثُوْا پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔
اَحْیَاءً مَضْرُوْبًا عَلٰی اٰذَانِہِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا۔ یعنی وہ ٹھہرے سوتے ہوئے زندہ تین سو نو سال
اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ مر گئے تھے جیسا کہ بائبل اور عیسائی کتابوں میں ہے یا جیسے بعض آزاد منش لکھ گئے اور لَبِثَ کا اطلاق مردہ پر نہیں ہوسکتا۔ علامہ راغب اصفہانی مفردات میں فرماتے ہیں۔
لَبِثَ بِالْمَکَانِ اَقَامَ بِہٖ مُلَازِمًا لَہٗ۔ لبث کے معنی کسی جگہ ٹھہرنے کے معنی دیتا ہے۔
فَلَبِثَ فِیْہِمْ اَلْفَ سَنَۃٍ وہ رہے اس قوم میں ایک ہزار سال اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا مگر پچاس برس کم حضرت نوح علیہ السلام کے حال میں ارشاد ہے۔

فَلَبِثَ سِنِیْنَ ۔ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ۔ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۔ كَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰهَا ۔ كَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۔ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ منجد میں ہے لَبِثَ لُبْثًا بِالْمَكَانِ مَكَثَ وَاَقَامَ فِیْهِ وَیُقَالُ مَا لَبِثَ اَنْ فَعَلَ كَذَا اَیْ مَا اَبْطَاَ اَوْمَا تَاَخَّرَ عَنْ فِعْلِهٖ ۔ لَبِثَ لُبْثًا ۔ کسی مکان میں ٹھہرنا اور اس میں قیام کرنا ۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے مَا لَبِثَ یعنی نہ ٹھہرا اور تاخیر نہ کی اپنے فعل میں ۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے لَبِثَ حین حیات پر ہی مستعمل ہے ۔

آلوسی تین سو نو سال پر تحقیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

فَقِیْلَ هُوَ اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّهَا ثَلٰثُمِائَةٍ بِحِسَابِ اَهْلِ الْكِتَابِ وَاِعْتِبَارِ السَّنَةِ الشَّمْسِیَّةِ وَثَلٰثُ مِائَةٍ وَتِسْعٌ بِحِسَابِ الْعَرَبِ وَاعْتِبَارِ السَّنَةِ الْقَمَرِیَّةِ ۔

تین سو سال اہل کتاب کے یہاں سن شمسی کے اعتبار سے ہے

اور تین سو نو عرب میں بحساب سن قمری ہے ۔

اور اس پر منجمانہ تحقیق سے ایک لاکھ ستاسی دن اور تیرہ ساعت اور چار دقیقہ ظاہر کیے ہیں ۔ جو تین سو سال چوبیس دن اور گیارہ ساعات سولہ دقیقہ ہوتے ہیں ۔

اور ایک حساب سے تین سو نو سال تہتر دن نو ساعات اڑتالیس دقیقہ بنتے ہیں ۔

اور یہ تمام حساب شمسی ہے قرآن کریم قمری حساب سے تین سو نو سال فرمارہا ہے (روح المعانی)

" وَاتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۔ اور تلاوت فرمائیے جو تمہارے رب کی کتاب تم پر وحی ہوئی کوئی بدلنے والا نہیں اسکے کلمات اور ہرگز تم نہ پاؤگے اس کے سوا پناہ "۔

کتاب سے مراد قرآن کریم ہے جس میں تبدل و تغیر کی کسی میں قوت نہیں ۔

اُتْلُ ۔ صیغہ امر ہے تلوٌ اسے بمعنی اتباع یعنی وَاتْلُ اَیْ اِتَّبِعْ مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَالْزِمِ الْعَمَلَ بِهٖ پیروی کرو اس کی جو آپ کی طرف وحی ہوئی اور اس پر عمل لازم رکھو ۔

اور بعض اس طرف گئے کہ جب اللہ تعالے نے فَلَا تُمَارِ فِیْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا وَّلَا تَسْتَفْتِ فِیْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا فرماکر منع فرمادیا کہ اصحاب کہف کے قصہ میں یہود و نصاری سے مستغنی رہئے ان سے کچھ نہ پوچھئے ۔ فَكَاَنَّهٗ قِیْلَ اِقْرَأْ مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ اَمْرِهِمْ وَاسْتَغْنِ بِهٖ وَلَا تَتَعَرَّضْ لِاَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ ۔ گویا حکم دے دیا گیا کہ جو وحی ہوئی ہے اس کی پیروی فرمائیے اور باقی معاملہ میں مستغنی ہو

کر اس سے زیادہ تعرض نہ کیجئے۔

لَامُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ۔ اَیْ لَا یَقْدِرُ اَحَدٌ عَلٰی تَبْدِیْلِهَا وَتَغْیِیْرِهَا غَیْرُہٗ یعنی کوئی اس پر قادر ہی نہیں جو ہمارے فرمان میں تبدل و تغیر کر سکے۔

وَاَمَّا هُوَ سُبْحَانَهٗ فَقُدْرَتُهٗ شَامِلَةٌ لِكُلِّ شَيْءٍ۔ اور حضرت جلت مجدہ عز اسمہ کی قدرت ہر شے پر حاوی ہے۔ اور

وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۔ ملتحدا کے معنی آلوسی فرماتے ہیں۔ قَالَ الْاِمَامُ فِی الْبَیَانِ وَالْاِرْشَادِ وَاَصْلُهٗ مِنَ الْاِلْتِحَادِ۔ بِمَعْنَی الْمَیْلِ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِذَا کَانَ الْمَعْنِیُّ بِالْخِطَابِ سَیِّدُ الْمُخَاطِبِیْنَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَالْکَلَامُ مَبْنِیٌّ عَلَی الْفَرْضِ وَالتَّقْدِیْرِ اِذْ هُوَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَلْ خُلَّصُ اُمَّتِهٖ لَا تَحَدِّثُهُمْ اَنْفُسُهُمْ بِطَلَبِ مُلْجَاٍ غَیْرِهٖ تَعَالٰی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس میں مخاطبہ حضور سے کر کے امت مراد لی ہے اور فرمایا ہے کہ کسی کا ملجا و ماویٰ غیر خدا نہیں ہے۔ لہٰذا اسی کی طرف رجوع رکھو۔

"وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔

اور اپنی جان کو انہی سے وابستہ رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری نظریں انھیں چھوڑ کر اور طرف متجاوز نہ ہوں کیا زینت دنیا چاہو گے اور نہ پیروی کرنا ان کی جن کا دل ہم نے غافل کر دیا اپنی یاد سے اور وہ اپنی خواہش کے پیرو ہو گئے اور ان کا کام حد سے گذر گیا ہے۔"

شان نزول آیہ کریمہ جو

علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

ابو نعیم حلیہ میں اور بیہقی شعب الایمان میں سلمان رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

قَالَ جَاءَتْ مُؤَلَّفَةُ قُلُوْبُهُمْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عُیَیْنَةُ بْنُ بَدْرٍ وَالْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ جَلَسْتَ فِیْ صَدْرِ الْمَجْلِسِ وَتَغَیَّبْتَ عَنْ هٰؤُلَاءِ وَاَرْوَاحِ جِبَابِهِمْ یَعْنُوْنَ سَلْمَانَ وَاَبَا ذَرٍّ وَفُقَرَاءَ الْمُسْلِمِیْنَ وَکَانَتْ عَلَیْهِمْ جِبَابُ الصُّوْفِ

جَالَسْنَاكَ اَوْحَدَّثْنَاكَ وَاَخَذْنَا عَنْكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَیْكَ مِنْ کِتَابِ رَبِّكَ ۔اِلٰی قَوْلِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۔ یَتَھَدَّدُھُمْ بِالنَّارِ۔

عیینہ بن بدر اور اقرع بن حابس مؤلفۃ القلوب کے لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور اگر آپ سلمان اور ابو ذر اور فقراء مسلمین کو علیحدہ کرکے ہمیں تشریف فرما ہوں تو ہم آپ کی سنیں اور تعلیم لیں ان کے منہ اور کپڑوں کی بو ہمیں تکلیف پہنچاتی ہے۔

اس پر یہ آیۂ کریمہ وَاتْلُ مَا اُوْحِيَ سے اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا تک نازل ہوئی جس میں انھیں جہنم کی آگ سے تہدید فرمائی گئی۔

چنانچہ ابو الشیخ سلمان سے راوی ہیں اِنَّھَا لَمَّا نَزَلَتْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْتَمِسُھُمْ حَتّٰی اَصَابَھُمْ فِیْ مُؤَخَّرِ الْمَسْجِدِ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یُمِتْنِیْ حَتّٰی اَمَرَنِیْ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَ رِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِیْ مَعَکُمُ الْحَیَاتُ وَالْمَمَاتُ۔

جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی تو حضور فقراء صحابہ کو ڈھونڈنے کے لیے اٹھے تو انہیں مسجد کے پیچھے اللہ کا ذکر کرتے پایا فرمایا اللہ تعالے کا شکر ہے جس نے مجھے موت سے قبل حکم دیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ وابستہ رہوں اور میری موت وحیات تمہارے ساتھ ہے۔

ابن عمر اور مجاہد فرماتے ہیں ھِیَ شُھُوْدُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ ۔اس سے مراد پانچوں نمازوں میں حاضر ہونا مراد ہے۔

وَعَنْ قَتَادَۃَ شُھُوْدُ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ۔ اس سے مراد صبح اور عصر کی نمازوں میں حاضری دینا مراد ہے۔

وَفِیْمَا تَقَدَّمَ مَا یُؤَیِّدُنَا فِی الْاَقْوَالِ وَفِیْمَا بَعْدُ مَا یُؤَیِّدُ ظَاھِرَہٗ اَلْاٰیَۃُ اَنَّھَا مُتَبَرِّجَۃٌ اِلٰی وَالْمُرَادُ بِالْمَوْصُوْلِ فُقَرَاءُ الصَّحَابَۃِ عَمَّارٌ وَصُھَیْبٌ وَسَلْمَانُ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَبِلَالٌ وَاَضْرَابُھُمْ قَالَ کُفَّارُ قُرَیْشٍ کَاُمَیَّۃَ بْنِ خَلَفٍ وَغَیْرِہٖ مِنْ صَنَادِیْدِ اَھْلِ مَکَّۃَ لَوْ اَبْعَدْتَ ھٰؤُلَاءِ عَنْ نَفْسِكَ لَجَالَسْنَاكَ فَاِنَّ رِیْحَ جِبَابِھِمْ تُؤْذِیْنَا ۔ فَنَزَلَتِ الْاٰیَۃُ۔

فقراء صحابہ مثل حضرت عمار وصہیب وسلمان وابن مسعود اور بلال رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر رہتے تھے تو امیہ بن خلف وغیرہ صنادید مکہ نے عرض کیا ان لوگوں کو اگر علیحدہ فرمادیں تو ہم لوگ حضور کے پاس حاضر آکر بیٹھیں اس لیے کہ ان کے جبوں کی بو ہمیں اذیت پہنچاتی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور حکم ہوا کہ غرباء قوم کو امراء قوم کی خاطر ہرگز نہ چھوڑیں اور اس سے بلیغ تر حکم سورۂ انعام میں آ چکا ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ اَيْ بِذَالِكَ اللّٰهَ عَلَيْهِ يُرِيْدُوْنَ رِضَاهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى دُوْنَ الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ۔

"وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ اَيْ لَا تَصْرِفْ عَيْنَاكَ النَّظْرَ عَنْهُمْ اِلٰى اَبْنَاءِ الدُّنْيَا۔ یعنی آپ کی نظریں ان غرباء سے ہٹ کر امراء قوم کی طرف نہیں اٹھنی چاہئیں کہ وہ دنیا کی سبزی میں

" تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ کیا آپ بھی زینت دنیا چاہتے ہیں"۔ تو تَعْدُ کے معنی یہ ہی ہوئے فَتَكُوْنُ بِمَعْنٰى جَاوَزَ وَتَرَكَ۔

قاموس میں ہے يُقَالُ عَدَا الْاَمْرَ وَعَنْهُ جَاوَزَهٗ وَتَرَكَهٗ۔

اور مفردات راغب میں ہے عَدَا حَقِيْقَتُهٗ مَعْنَاهُ تَجَاوَزَ۔

تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اَيْ تَطْلُبُ مُجَالَسَةَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مِثْلَهُمْ مِنَ الْاَغْنِيَاءِ وَاَصْحَابِ الدُّنْيَا۔ یعنی ان کی مجالست کا خیال جو ان غرباء کے برابر خدا ترس نہیں مثل اغنیاء اور اہل دنیا کے ایسا نہ کریں اور

"وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔ اور ان کی پیروی نہ کرو جن کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ متبع حرص وہوا ہیں اور ان کا کام حد سے گذر گیا ہے"۔

یعنی جو اتنے بعید ہو چکے ہیں کہ ان کے دلوں کو ہم نے غافل کر دیا اپنی یاد سے اور ان میں استعداد ہی نہیں رہی قبول حق کی۔ اور ابلہ و بیوقوف ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اَغْفَلْنَا کے معنی اَغْفَلَ فُلَانٌ اَبْلَهَ کے ہیں۔

"وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فِيْ طَلَبِ الشَّهَوَاتِ اور پیرو ہوا اپنی خواہشات کا طلب شہوات میں۔

" وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا اور اس کا معاملہ حد سے متجاوز ہو چکا ہے"۔ فُرُطًا اَيْ ضِيَاعًا عَلٰى مَا قَالَهُ ابْنُ زَيْدٍ مُخَالِفًا لِلْحَقِّ۔

"وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ۔ اور فرما دیجئے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے"۔ جو اس نے وحی نازل فرمائی ہے اور حق و باطل واضح ہو چکا۔ تو

"فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ۔ تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے"۔ میں ان فقراء مسلمین کو اپنی مجلس سے ہرگز جدا نہ کروں گا اور ان کی محض غربت کے باعث تمہاری دلجوئی مجھے

منظور نہیں تمہارے لیے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

"اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا۔ بے شک ہم نے ظالموں کے لیے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے پردے انھیں گھیر لیں گے اور اگر وہ فریاد کریں پانی کے لیے تو ان کی فریاد رسی اس پانی سے ہوگی جو دھات کی طرح چرخ دیا ہوا ہو ان کے منہ جھلس دے گا برا پینا ہے اور بری جگہ ٹھہرنے کی"۔

سُرَادِقُ پر آلوسی فرماتے ہیں ای فُسْطَاطُهَا شَبَّهَهٗ بِهٖ مَا یُحِیْطُ بِهِمْ مِنْ لَهَبِهَا الْمُنْتَشِرِ مِنْهَا فِی الْجِهَاتِ۔ سُرادق سے مراد خیمہ کے پردے ہیں جو آگ کی لپیٹ سے ہر سمت سے ان کو گھیرے ہوئے ہوں۔

وَقِیْلَ السُّرَادِقُ الْحُجُرُ الَّتِیْ تَكُوْنُ حَوْلَ الْفُسْطَاطِ۔ سرادق سے وہ گھیرا مراد ہے جو خیمہ کو گھیرے ہو۔

وَالْمَرْوِیُّ عَنْ قَتَادَةَ بِمَجْمُوْعِ الْاَمْرَیْنِ اللَّهَبُ وَالدُّخَانُ۔ آگ کی لپٹ اور دھواں مراد ہے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ حَائِطٌ مِّنْ نَّارٍ۔ وہ آگ کی دیوار ہے۔

وَحَكَی الْكَلْبِیُّ اَنَّهٗ عُنُقٌ یَخْرُجُ مِنَ النَّارِ فَیُحِیْطُ بِالْكُفَّارِ۔ وہ ایک گردن ہوگی جو جہنم سے نکل کر کفار کو گھیرے گی۔

عَنْ یَعْلَی بْنِ اُمَیَّةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْبَحْرَ هُوَ مِنْ جَهَنَّمَ ثُمَّ تَلَا نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دریا جہنم کا ہوگا پھر تلاوت فرمایا نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا۔

ارباب لغت لکھتے ہیں۔ وَالسُّرَادِقُ قَالَ الرَّاغِبُ فَارِسِیٌّ مُعَرَّبٌ۔ سرادق فارسی معرب ہے اس لیے کہ عربی میں ایسا اسم مفرد نہیں جس کا تیسرا حرف الف ہو اور اس کے بعد دو حرف ہوں وَلَیْسَ مِنْ كَلَامِهِمْ اِسْمٌ مُفْرَدٌ ثَالِثُهٗ اَلِفٌ وَبَعْدَهٗ حَرْفَانِ۔

ثُمَّ اِنَّهٗ مُعَرَّبُ سَرَاپَرْدَهْ اَیْ سِتْرُ الدِّیْوَانِ۔ یہ سراپردہ سے معرب ہوا ہے جو دیوان خانہ کے پردہ کو کہتے ہیں۔

ابو حیان اور بعض نے کہا مُعَرَّبْ سَرَادِرْ وَ هُوَ الدَّهْلِيْزُ۔

وَ فَسَّرَهُ فِي النِّهَايَةِ بِكُلِّ مَا اَحَاطَ بِمَوْضَعٍ مِّنْ حَائِطٍ۔ سرادق ہر وہ پردہ جو دیوار کی طرح احاطہ کرلے۔

اور بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ پر ابن جریر وغیرہ ابن عباس سے فرماتے ہیں مَاءٌ غَلِيْظٌ كَدُرْدِي الزَّيْتِ مہل وہ غلیظ پانی ہے جو تیل یا تلچھٹ کی طرح ہو۔

بیہقی۔ احمد۔ ترمذی ابو سعید خدری سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا كَالْمُهْلِ قَالَ كَعَكَرِ الزَّيْتِ فَاِذَا قَرُبَ اِلَيْهِ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهِ فِيْهِ وَقَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ هُوَ مَا اُذِيْبَ مِنَ النُّحَاسِ۔ تیل کی تلچھٹ آگ میں پکتی ہوئی کو مہل کہتے ہیں جب وہ منہ کے قریب کی جائے گی تو چہرے رخسار سے اس میں گر جائیں گے۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پگھلے ہوئے تانبے کو مہل کہتے ہیں اور ایک قول ہے کہ تانبہ جب چرخ دیا جائے تو اسے مہل کہتے ہیں۔

يَشْوِى الْوُجُوْهَ۔ يَنْضِجُهَا اِذَا قُدِّمَ لِيُشْرَبَ مِنْ فَرْطِ حَرَارَتِهٖ حَتّٰى اَنَّهٗ يُسْقِطُ جُلُوْدَهَا وُجُوْهٌ۔ وجہ کی جمع ہے۔ جب وہ پینے کو منہ کے قریب کیا جائے تو فرط حرارت سے اس کے منہ کی تمام جلد گر جائے۔

«وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا اَيْ مُتَّكَأً» وہ برا تکیہ ہے۔

قَالَ اَبُوْعُبَيْدَةَ وَرُوِيَ عَنِ السُّدِّيِّ اَصْلُ الْاِرْتِفَاقِ كَمَا قِيْلَ الْاِتِّكَاءُ۔ سہارا لینے اور تکیہ لگانے کے معنی میں مستعمل ہے۔

اس کے بعد بموجب اسلوب بیان قرآن اب جہنمیوں کا ذکر فرمایا گیا تو جنتیوں کا بیان ضروری تھا چنانچہ ارشاد ہے۔

«اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا۔ بے شک وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیئے ہم ان نیک عملوں کا بدلہ ضائع نہیں کریں گے ان کے لیے باغ بسنے والے ہیں۔ ان کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ زیور ہیں اس میں کنگن سونے کے پہنائے جائیں گے اور پہنیں گے کپڑے سبز کریب اور قنادیز کے تکیہ لگائے ہوں گے تختوں پر کیا ہی اچھا ثواب ہے اور بہترین آرام گاہ۔»

جنّات۔ جنّت کی جمع ہے یہ ایسے باغ کے معنی میں مستعمل ہے جس کے چاروں طرف دیوار ہو۔
عدن۔ اِنَّ الْعَدْنَ بِمَعْنَی الْاِقَامَۃِ وَالْاِسْتِقْرَارِ یُقَالُ عَدَنَ بِالْمَکَانِ اِذَا اَقَامَ فِیْہِ وَاسْتَقَرَّ۔ عدن۔ اقامت و استقرار کے معنی میں مستعمل ہے محاورہ میں عَدَنَ بِالْمَکَانِ بولتے ہیں جب کوئی اس مکان میں جا رہے اور قرار پکڑے۔

یحلون۔ آراستہ کے معنی میں ہیں یعنی وہ مزین ہوں گے مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ وَالْاَسَاوِرُ جَمْعُ اَسْوِرَۃٍ۔ جَمْعُ سِوَارٍ بِالْکَسْرِ وَبِالضَّمِّ وَھُوَ مَا فِی الذِّرَاعِ مِنَ الْحُلِیِّ وَھُوَ عَرَبِیٌّ۔
اساور اور اسورہ جمع ہے سوار کی بکسر سین اور بضم سین یہ عربی ہے اسے بازو میں پہنتے ہیں۔ اس کی اردو کنگن ہے۔

قاموس میں ہے اَلسِّوَارُ کَکِتَابٍ۔

ابن مردویہ سعد سے راوی ہیں عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اطَّلَعَ فَبَدَتْ اَسَاوِرُہٗ لَطَمَسَ ضَوْءُہٗ ضَوْءَ الشَّمْسِ کَمَا تَطْمِسُ ضَوْءُ النُّجُوْمِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر جنت کا کوئی جھانکے (یعنی دنیا کی طرف آسمان سے) اور اس کا کنگن ظاہر ہو جائے تو اس کی روشنی کے مقابل سورج کی چمک ماند پڑ جائے جیسے سورج سے ستارے ماند پڑ جاتے ہیں

ابن منذر حضرت عکرمہ سے راوی ہیں قَالَ اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ یُحَلَّوْنَ اَسْوِرَۃً مِّنْ ذَھَبٍ وَّلُؤْلُؤٍ وَّفِضَّۃٍ ھِیَ اَخَفُّ عَلَیْہِمْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِنَّمَا ھِیَ نُوْرٌ۔ جنتی لوگ سونے، موتی اور چاندی کے زیورات پہنیں گے وہ ہر شے سے وزن میں ہلکے ہوں گے اس لیے کہ وہ نورانی ہوں گے
"وَیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا۔ وہ سبز لباس پہنیں گے"۔
لِاَنَّ الْخُضْرَۃَ اَحْسَنُ الْاَلْوَانِ وَالرُّوْحُ تَنْبَسِطُ بِہَا اَکْثَرَ مِنْ غَیْرِھَا۔ اس لیے کہ سبز رنگ تمام رنگوں سے بہتر ہے اور اس سے روح منبسط ہوتی ہے۔
وَرُوِیَ فِیْ اَثَرٍ اَنَّہَا تَزِیْدُ فِیْ ضَوْءِ الْبَصَرِ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سبز رنگ آنکھ کی روشنی بڑھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنکھ بنانے کے بعد سبز پردہ ہی آنکھ پر رکھا جاتا ہے۔ سبز چشمہ بھی آنکھ کے لیے مفید ہے۔

ایک قول ہے ثَلَاثَۃٌ مُّذْھِبَۃٌ لِلْحُزْنِ اَلْمَاءُ وَالْخُضْرَۃُ وَالْوَجْہُ الْحَسَنُ۔ تین چیزیں غم دور کرتی ہیں پانی اور سبز رنگ اور حسین صورت۔

مِنْ سُنْدُسٍ ۔ هُوَ رَقِيقُ الدِّيْبَاجِ بِالْفَارِسِيَّةِ فَهُوَ مُعَرَّبٌ۔ سُنْدُس دیبا باریک ہے اور یہ فارسی کا لفظ معرّب کر لیا گیا ہے اور یہی صاحب قاموس نے تعریف کی ہے۔ اسی کو کریب کہتے ہیں۔

وَاِسْتَبْرَقٍ ۔ اَخْرَجَ اِبْنُ جَرِيْرٍ وَغَيْرُهُ عَنْ قَتَادَةَ وَعِكْرِمَةَ اَنَّهُ غَلِيْظُ الدِّيْبَاجِ۔ استبرق وہی دیبا ہے لیکن یہ غف (موٹا) ہوتا ہے۔

اور ابن بحر کہتے ہیں هُوَ دِيْبَاجٌ مَنْسُوْجٌ بِالذَّهَبِ۔ دیبا وہ دیبا ہے جو سونے کے تاروں سے بنا ہوا ہو جسے کمخواب کہتے ہیں۔

وَفِي الْقَامُوْسِ هُوَ الدِّيْبَاجُ الْغَلِيْظُ اَوْ دِيْبَاجٌ يُعْمَلُ بِالذَّهَبِ۔ وہ غف (موٹا) کپڑا ہے جو سونے سے بنا ہو۔ اَوْ ثِيَابُ حَرِيْرٍ اَوْ حَمْرَاءُ۔ یا وہ ریشمی کپڑا ہے جس سے سرخی جھلکتی ہو جسے قنادیز کہتے ہیں۔

"مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَائِكِ: تکیہ لگائے تخت پر بیٹھے ہوں گے"

اَرَائِكُ: جَمْعُ اَرِيْكَةٍ وَهُوَ السَّرِيْرُ فِي الْحَجَلَةِ۔ اریکہ وہ تخت ہے جو حجلہ میں ہو۔ اور ارائک۔ اریکہ کی جمع ہے۔

"نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا۔ بہترین ثواب ہے اور بہترین آرام کی جگہ ہے۔ اور وہ جنت ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع۔ سورۂ کہف۔ پ ۱۵

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۞

اور دیں انہیں مثال دو مردوں کی کہ ان میں ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیئے اور ڈھانپ لیا انہیں کھجوروں نے اور کی ہم نے ان کے درمیان کھیتی۔

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۞

یہ دونوں باغ لائے پھل اور اس سے کچھ کمی نہ کی اور جاری کی دونوں کے بیچ میں نہر۔

وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ

اور تھا وہ پھل والا تو بولا اپنے ساتھی سے اور

هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝

وہ اس سے رو در ہو کر لڑتا تھا کہ میں زیادہ ہوں تجھ سے مال میں اور زیادہ عزت والا ہوں کنبہ کی وجہ سے۔

وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۝

اور گیا اپنے باغ میں اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا بولا میں نہیں سمجھتا یہ کہ فنا ہو یہ کبھی۔

وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝

اور نہیں گمان کرتا میں قیامت کا اور اگر میں لوٹایا گیا اپنے رب کی طرف تو ضرور پاؤں اس سے اچھی پلٹنے کی جگہ۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝ؕ

بولا اس کا ساتھی اس سے اور وہ جواب سوال کر رہا تھا کہ کیا تو کفر کرتا ہے اس کے ساتھ جس نے تجھے پیدا کیا مٹی سے پھر نطفہ سے پھر ٹھیک کیا تجھے مرد۔

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ۝

لیکن میں تو اسی اللہ کو اپنا رب کہتا ہوں اور نہیں شریک کرتا میں اس کا کسی کو۔

وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ۚ

اور کیوں نہ ہوا جب تو داخل ہوا اپنے باغ میں تو کہتا جو چاہے اللہ کوئی قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے اگر دیکھتا ہے تو مجھے اپنے سے کم مال اور اولاد میں۔

فَعَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۝ۙ

تو قریب ہے میرا رب مجھے دے بہتر تیرے باغ سے اور بھیجے تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں تو وہ رہ جائے صبح کو مٹی کا چوپٹ میدان۔

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۝

یا ایسی صبح کرے کہ اس کا پانی زمین میں دھنس جائے تو ہرگز تو اسے لانے کی طاقت نہ رکھے۔

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ

اور گھیر لیے جائیں اس کے پھل تو صبح اپنے ہاتھ ملتا رہ جائے۔ اس لاگت پر جو خرچ کی اس میں

عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ — اور وہ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا اور کہے اے کاش میں شریک نہ کرتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو۔

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝ — اور نہ ہوئی اس کے لیے کوئی جماعت جو مدد کرے اس کی اللہ کے سوا اور نہیں وہ بدلہ لینے والا۔

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ۝ — یہاں کھلتا ہے کہ اختیار اللہ کو ہے سچا وہ سب سے بہتر بدلہ دیتا ہے اور بہترین انجام۔

حلِّ لغات پانچواں رکوع سورۂ کہف پ ۱۵

وَاضْرِبْ۔ اور بیان کر	لَهُمْ۔ ان کے لیے	مَثَلًا۔ مثال	
رَّجُلَيْنِ۔ دو مردوں کی	جَعَلْنَا۔ بنائے ہم نے	لِاَحَدِهِمَا۔ ان میں سے ایک کے لیے	
جَنَّتَيْنِ۔ دو باغ	مِنْ اَعْنَابٍ۔ انگوروں سے	وَحَفَفْنٰهُمَا۔ اور گھیرا ہم نے	
ان دونوں کو۔	بِنَخْلٍ۔ کھجوروں سے	وَجَعَلْنَا۔ اور بنائی ہم نے	بَيْنَهُمَا۔ انکے درمیان
زَرْعًا۔ کھیتی	كِلْتَا۔ یہ	الْجَنَّتَيْنِ۔ دونوں باغ	اٰتَتْ۔ لاتے
اُكُلَهَا۔ اپنا پھل	وَلَمْ۔ اور نہ	تَظْلِمْ۔ کم کرتا	مِنْهُ۔ اس سے
شَيْئًا۔ کچھ بھی	وَفَجَّرْنَا۔ اور پھاڑی بہنے	خِلٰلَهُمَا۔ ان دونوں کے درمیان	نَهَرًا۔ نہر
وَكَانَ۔ اور تھا	لَهٗ۔ اسکے لیے	ثَمَرٌ۔ پھل	فَقَالَ۔ تو کہا اس نے
لِصَاحِبِهٖ۔ اپنے ساتھی کو	وَهُوَ۔ اور وہ	يُحَاوِرُهٗ۔ اس سے جھگڑتا تھا	اَنَا۔ میں
اَكْثَرُ۔ زیادہ ہوں	مِنْكَ۔ تجھ سے	مَالًا۔ مال میں	وَّاَعَزُّ۔ اور عزت والا ہوں
نَفَرًا۔ کنبہ میں	وَدَخَلَ۔ اور گیا	جَنَّتَهٗ۔ اپنے باغ میں	وَهُوَ۔ اور وہ
ظَالِمٌ۔ ظلم کرنے والا تھا	لِّنَفْسِهٖ۔ اپنی جان پر	قَالَ۔ بولا	مَا۔ نہیں
اَظُنُّ۔ خیال کرتا میں	اَنْ۔ یہ کہ	تَبِيْدَ۔ ہلاک ہو	هٰذِهٖٓ۔ یہ باغ
اَبَدًا۔ کبھی بھی	وَّمَا۔ اور نہیں	اَظُنُّ۔ خیال کرتا میں	السَّاعَةَ۔ قیامت کو
قَآئِمَةً۔ قائم ہونے والی	وَّلَئِنْ۔ اور اگر	رُّدِدْتُّ۔ میں لوٹایا گیا	اِلٰى۔ طرف

رَبِّیْ۔ اپنے رب کی	لَاَجِدَنَّ۔ تو ضرور پاؤنگا میں	خَیْرًا۔ بہتر	مِّنْهَا۔ اس سے
مُنْقَلَبًا۔ جگہ پلٹنے کی	قَالَ۔ کہا	لَهٗ۔ اسکو	صَاحِبُهٗ۔ اسکے ساتھی نے
وَهُوَ۔ اور وہ	یُحَاوِرُهٗ۔ جھگڑتا تھا اس سے	اَكَفَرْتَ۔ کیا کفر کیا تو نے	بِالَّذِیْ۔ اس کا جس نے
خَلَقَكَ۔ تجھ کو پیدا کیا		مِنْ تُرَابٍ۔ مٹی سے	ثُمَّ۔ پھر
مِنْ نُّطْفَةٍ۔ نطفہ سے	ثُمَّ۔ پھر	سَوّٰىكَ۔ برابر کیا تجھے	رَجُلًا۔ مرد
لٰكِنَّا۔ لیکن	هُوَ۔ وہ	اللّٰهُ۔ اللہ	رَبِّیْ۔ میرا رب ہے
وَلَا۔ اور نہ	اُشْرِكُ۔ شریک کرونگا میں	بِرَبِّیْٓ۔ اپنے رب کے ساتھ	اَحَدًا۔ کسی کو
وَلَوْلَآ۔ اور کیوں نہ	اِذْ۔ جب	دَخَلْتَ۔ تو داخل ہوا	جَنَّتَكَ۔ اپنے باغ میں
قُلْتَ۔ کہا تو نے	مَا۔ جو	شَآءَ۔ چاہے	اللّٰهُ۔ اللہ
لَا قُوَّةَ۔ نہیں طاقت	اِلَّا۔ مگر	بِاللّٰهِ۔ اللہ سے	اِنْ۔ اگر
تَرَنِ۔ تو دیکھتا ہے مجھے	اَنَا۔ کہ میں	اَقَلَّ۔ بہت کم ہوں	مِنْكَ۔ تجھ سے
مَالًا۔ مال	وَّوَلَدًا۔ اور اولاد میں	فَعَسٰى۔ تو قریب ہے	رَبِّیْٓ۔ میرا رب
اَنْ۔ یہ کہ	یُّؤْتِیَنِ۔ دے مجھے	خَیْرًا۔ بہتر	مِّنْ جَنَّتِكَ۔ تیرے
باغ سے	وَیُرْسِلَ۔ اور بھیجے	عَلَیْهَا۔ اس پر	حُسْبَانًا۔ بجلی
مِّنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	فَتُصْبِحَ۔ تو ہو جائے وہ	صَعِیْدًا۔ میدان	زَلَقًا۔ چٹیل
اَوْ۔ یا	یُصْبِحَ۔ ہو جائے	مَآؤُهَا۔ اس کا پانی	غَوْرًا۔ گہرا
فَلَنْ۔ تو ہرگز نہ	تَسْتَطِیْعَ۔ طاقت رکھے تو	لَهٗ۔ اسکو	طَلَبًا۔ ڈھونڈنے کی
وَاُحِیْطَ۔ اور گھیرا گیا	بِثَمَرِهٖ۔ اس کا پھل	فَاَصْبَحَ۔ تو ہو گیا وہ	یُقَلِّبُ۔ ملتا تھا
كَفَّیْهِ۔ اپنی ہتھیلیاں	عَلٰى۔ اوپر	مَآ۔ اسکے جو	اَنْفَقَ۔ خرچ کیا
فِیْهَا۔ اس میں	وَهِیَ۔ اور وہ	خَاوِیَةٌ۔ گری تھی	عَلٰى۔ اوپر
عُرُوْشِهَا۔ اپنے چھتوں کے	وَیَقُوْلُ۔ اور کہتا تھا	یٰلَیْتَنِیْ۔ ہائے افسوس	لَمْ۔ نہ
اُشْرِكْ۔ شریک بناتا میں	بِرَبِّیْٓ۔ اپنے رب سے	اَحَدًا۔ کسی کو	وَلَمْ۔ اور نہ
تَكُنْ۔ ہوئی	لَّهٗ۔ اسکی	فِئَةٌ۔ کوئی جماعت	یَّنْصُرُوْنَهٗ۔ جو مدد کرے اسکی
مِنْ دُوْنِ۔ سوا	اللّٰهِ۔ اللہ کے	وَمَا۔ اور نہ	كَانَ۔ ہوا وہ
مُنْتَصِرًا۔ بدلہ لینے والا	هُنَالِكَ۔ اس جگہ	الْوَلَایَةُ۔ بادشاہی	لِلّٰهِ۔ اللہ کی ہے

اَلْحَقِّ۔ سچی   ھُوَ۔ وہ۔   خَیْرٌ۔ بہتر ہے   ثَوَابًا۔ ثواب ہیں
وَ خَیْرٌ۔ اور بہتر ہے   عُقْبًا۔ انجام ہیں۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع۔ سورۂ کہف۔ پ۱۵

"وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا۔ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا

اور دو انہیں مثال ان دو آدمیوں کی کہ دیے ہم نے ان میں سے ایک کو دو باغ انگوروں کے اور ڈھانپ لیا انھیں کھجوروں نے اور کی ہم نے ان کے درمیان کھیتی اور دونوں باغ لائے پھل اور ان میں سے کچھ کمی نہ کی اور دونوں کے درمیان جاری کی نہر اور تھا وہ پھل والا تو بولا اپنے ساتھی سے اور وہ جھگڑ رہا تھا میں تجھ سے مال اور اولاد میں زیادہ ہوں"۔

اس پر علامہ آلوسی کا ایک بیان تو یہ ہے۔ وَضَرْبُ الْمَثَلِ لَا يَقْتَضِي وُجُوْدَهُمَا۔ مثال دینے میں یہ لازم نہیں کہ ان دو آدمیوں کا وجود بھی ہو۔ مثال تو مثال ہی ہوتی ہے۔

اور اگر دونوں موجود بھی مانے جائیں تو اس پر چھ قول مفسرین کے ہیں۔

۱۔ فَقِيْلَ هُمَا أَخَوَانِ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَحَدُهُمَا كَافِرٌ اِسْمُهُ خُرْطُوْسُ وَقِيْلَ اِسْمُهُ قُطْفِيْرُ وَالْآخَرُ مُؤْمِنٌ اِسْمُهُ يَهُوْذَا فِيْ قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ پہلا قول یہ ہے کہ وہ دونوں بھائی بنی اسرائیل سے تھے ایک کافر تھا اس کا نام خرطوس یا قطفیر تھا۔ اور دوسرا مومن تھا اس کا نام بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما یہوذا تھا۔

۲۔ دوسرا قول مقاتل یہ ہے کہ اس کا نام تملیخا تھا۔

۳۔ تیسرا قول ابن عباس یہ ہے کہ إِنَّهُمَا أَبْنَاءُ مَلِكٍ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَنْفَقَ أَحَدُهُمَا مَالَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَكَفَرَ الْآخَرُ وَاشْتَغَلَ بِزِيْنَةِ الدُّنْيَا وَتَنْمِيَةِ مَالِهِ۔ یہ دونوں بنی اسرائیل کے بادشاہ کی اولاد تھے ایک نے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور دوسرا کافر تھا اس نے زینت دنیا اور اس کے بڑھانے میں مال لگا دیا۔

۴۔ چوتھا قول یہ ہے إِنَّهُمَا كَانَا حَدَّادَيْنِ كَسَبَا مَالًا۔ یہ دونوں لوہار تھے اور مال کما کر ایک نے دنیا

میں لگا یا دوسرے نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔

۵:۔ اور پانچواں قول مفصل یہ ہے اَنَّہُمَا وَرِثَا مِنْ اَبِیْہِمَا ثَمَانِیَۃَ اٰلَافِ دِیْنَارٍ فَتَشَاطَرَاھَا فَاشْتَرٰی الْکَافِرُ اَرْضًا بِاَلْفٍ فَقَالَ الْمُؤْمِنُ اَللّٰھُمَّ اَنَا اَشْتَرِیْ مِنْکَ اَرْضًا فِی الْجَنَّۃِ بِاَلْفٍ فَتَصَدَّقَ بِہٖ۔ یہ دونوں اپنے باپ کے متروکہ سے آٹھ ہزار دینار کے مالک ہوئے دونوں نے آدھا آدھا تقسیم کرلیا۔

کافر نے ایک ہزار دینار میں زمین خریدی اور مومن نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا یا اللہ میں تجھ سے جنت میں ایک ہزار دینار کی زمین خریدتا ہوں اور ایک ہزار دینار صدقہ کردیے۔

ثُمَّ بَنٰی اَخُوْہُ دَارًا بِاَلْفٍ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْتَرِیْ مِنْکَ دَارًا فِی الْجَنَّۃِ بِاَلْفٍ فَتَصَدَّقَ بِہٖ

پھر اس کافر بھائی نے ایک ہزار دینار میں مکان بنایا تو مومن بھائی نے کہا الٰہی میں تجھ سے جنت میں ایک ہزار دینار کے بدلہ مکان لیتا ہوں۔ اور ہزار دینار صدقہ کردیے۔

ثُمَّ تَزَوَّجَ اَخُوْہُ اِمْرَاَۃً بِاَلْفٍ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ جَعَلْتُ الْفًا صِدَاقًا لِلْحُوْرِ فَتَصَدَّقَ بِہَا

پھر کافر بھائی نے ایک ہزار دینار میں شادی کی تو مومن بھائی نے ہزار دینار صدقہ کرکے عرض کیا الٰہی میں ہزار دینار جنت کی حور کا مہر ادا کرتا ہوں۔

ثُمَّ اشْتَرٰی اَخُوْہُ خَدَمًا وَّمَتَاعًا بِاَلْفٍ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْتَرِیْ مِنْکَ الْوِلْدَانَ الْمُخَلَّدِیْنَ بِاَلْفٍ فَتَصَدَّقَ بِہٖ۔ پھر کافر بھائی نے خادم اور سامان ایک ہزار دینار کا خریدا تو مومن بھائی نے عرض کیا الٰہی میں تجھ سے ولدان مخلدین ہزار دینار میں خریدتا ہوں اور ہزار دینار صدقہ کردیے۔

ثُمَّ اَصَابَتْہُ حَاجَۃٌ فَجَلَسَ لِاَخِیْہِ عَلٰی طَرِیْقِہٖ فَمَرَّ فِیْ حَشَمِہٖ فَتَعَرَّضَ لَہٗ فَطَرَدَہٗ وَوَبَّخَہٗ عَلَی التَّصَدُّقِ بِمَالِہٖ۔ پھر اسے متروکہ اب تصدق کردینے کے بعد ضرورت لاحق ہوئی تو وہ اپنے بھائی کے لیے راستہ میں بیٹھ گیا تو وہ مع اپنے جاہ وحشم کے گذرا اس نے اسے دیکھا اس نے جھڑک دیا اور سب مال صدقہ کردینے کی ملامت کی۔

۶:۔ اور چھٹا قول یہ ہے ھُمَا اَخَوَانِ مِنْ بَنِیْ مَخْزُوْمٍ کَافِرٌ ھُوَ الْاَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ الْاَسَدِ وَمُؤْمِنٌ ھُوَ اَبُوْسَلَمَۃَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْاَسَدِ۔ قبیلہ بنی مخزوم سے ایک کافر تھا اسود بن عبدالاسد اور ایک مومن تھا ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد۔

اور بعض کی یہ رائے ہے کہ یہ مثال ہے دو فریقوں کی۔ مومن اور کافر کی۔ اور یہ کسی خاص آدمی کے متعلق واقعہ نہیں ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

"جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ وَهُوَ الْكَافِرُ: ان دو میں سے ایک کو ہم نے دو باغ دیے اور یہ کافر تھا"۔

اسے جو دو باغ دئے اس کی جگہ متعین نہیں فرمائی گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمثیلاً ہی بیان فرمایا گیا ہے۔

وَذَكَرَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْقَاسِمِ الْكَاتِبُ فِىْ كِتَابِ عَجَائِبِ الْبِلَادِ اَنَّ بُحَيْرَةَ كَانَتَا هَاتَيْنِ الْجَنَّتَيْنِ فَجَرٰى مَا جَرٰى فَغَرَّقَهُمَا اللّٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ۔ یہ دونوں باغ جیرہ میں تھے تو پھر وہ واقعہ گذرا جو گذرا اللہ تعالےٰ نے ان دونوں باغوں کو ایک ہی رات میں تباہ کر دیا۔

مِنْ اَعْنَابٍ۔ دونوں باغ انگوروں کے تھے

وَحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ۔ اور دونوں کو کھجوروں نے ڈھانپ رکھا تھا۔

اَىْ جَعَلْنَا النَّخْلَ مُحِيْطَةً بِهِمَا مُطِيْفَةً بِجَوَانِبِهِمَا۔ اَىْ جَانِبَيْهِمَا مُؤَزَّرًا بِهَا كُرُوْمُهُمَا يُقَالُ حَفَّهُ الْقَوْمُ اِذَا طَافُوْا بِهٖ وَحَفَفْتُهٗ بِهِمْ اِذَا جَعَلْتُهُمْ حَافِّيْنَ حَوْلَهٗ۔ یعنی وہ باغ کھجوروں سے گھرا ہوا تھا۔ حفّ کے معنی ہوتے ہیں چھپانے کے۔ گھیرنے کے اور لدا ہونے کے

اور قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ۔ اور آپ ملائکہ کو دیکھیں گے کہ انہوں نے عرش کو گھیر رکھا ہے

"وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا۔ اور کیا ہم نے ان کے بیچ میں کھیتی کو" یعنی چاروں طرف انگور کے کھجور چھائی ہوئی تھی اور باغ کے درمیانی حصہ میں کھیتی تھی۔

"كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا۔ دونوں باغ بار آور اور پھل دیتے تھے اور ان میں کسی قسم کی کمی نہ تھی اور بیچ میں ان باغوں کے نہر جاری تھی"۔

"وَكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ۔ اور اس کے اندر فراوانی تھی ہر قسم کے پھلوں کی"۔

قاموس میں ہے يُقَالُ ثَمَّرَ اِذَا تَمَوَّلَ۔ ثمر مالدار ہونے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

"فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا۔ تو بولا کافر اپنے بھائی مسلمان سے رد و قدح کرتے ہوئے کہ میں زیادہ ہوں تجھ سے مال میں اور زیادہ زوردار ہوں حشمت و عزت اور اولاد میں"۔

یہ بیان اس کا تکبر و نخوت سے تھا اور یُحَاوِرُہٗ کے معنی یُخَاصِمُہٗ کے ہیں یعنی جھگڑا کرتے ہوئے بات کرنا۔

" وَدَخَلَ جَنَّتَہٗ وَھُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ۔ اور داخل ہوا وہ کافر اپنی جان پر (غرور و نخوت سے اترانا) جو اپنی جان پر ظلم کرنے کے مترادف تھا" اور اپنے مسلمان بھائی کا ہاتھ پکڑ کر بطریق استکبار ہر طرف لے گیا اور

" قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ ھٰذِہٖٓ اَبَدًا وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَۃَ قَآئِمَۃً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰی رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْھَا مُنْقَلَبًا۔ کہنے لگا مجھے گمان نہیں کہ یہ (باغ و بہار) کبھی فنا ہو اور میں یقین نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہو اور اگر میں لوٹایا جاؤں اپنے رب کی طرف تو یقیناً اس باغ سے بہتر جگہ پاؤں گا"

تَبِیْدَ اَیْ تَھْلِکَ وَتَفْنٰی یُقَالُ بَادَ یَبِیْدُ بَیْدًا اَوْ بُیُوْدًا وَبَیْدُوْدَۃً اِذَا ھَلَکَ۔ اَنْ تَبِیْدَ کے معنی یہ کہ ہلاک و فنا ہو یہ باغ کے ہیں۔ اس لیے کہ تبید کے معنی ہلاک ہونے کے ہیں۔

یعنی اس نے تکبر کرتے ہوئے کہا کہ یہ باغیچہ کبھی ہلاک اور فنا نہیں ہو سکتا اور قیامت کا جو تصور مسلمانوں میں ہے میں اسے صحیح نہیں جانتا اور اگر صحیح ہو بھی تو میرا یہاں سے لوٹنا ہی بہتر رہے گا جیسے دنیا میں مجھے بہتر جگہ ملی ہے آخرت اگر ہے تو وہاں بھی مجھے بہتر ہی مقام ملے گا۔

اَبَدًا۔ تابید سے ہے جس کے معنی طول حیات یا تابید سے طولِ مکث یعنی ایک معین مدت تک رہنے کے ہیں۔

" قَالَ لَہٗ صَاحِبُہٗ وَھُوَ یُحَاوِرُہٗٓ۔ بولا اس کا ساتھی (جو مومن تھا) اس سے مخاطبہ و مخاصمہ کرتے ہوئے اور اس کی بات کا رد کرتے"

" اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ سَوّٰکَ رَجُلًا۔ کیا تو کفر کرتا ہے اس کے ساتھ جس نے تجھے پیدا کیا مٹی سے پھر نطفہ سے پھر تجھے سڈول مرد کیا"

اور عقل و بلوغ اور قوت و طاقت عطا کی اور ان نعمتوں سے سرفراز کیا۔ تو اس کا شکر نہیں کرتا بلکہ کافر ہو گیا۔

" لٰکِنَّا ھُوَ اللّٰہُ رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِکُ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا۔ لیکن میں تو اسی اللہ کو اپنا رب کہتا ہوں اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا"

یہاں لٰکِنَّا در اصل لٰکِنْ اَنَا ہے۔

تحقیق لٰکنّ

قَالَ الْفَرَّاءُ لٰکِنَّ مُرَکَّبَۃٌ مِّنْ لٰکِنْ وَاَنَا فَطُرِحَتِ الْھَمْزَۃُ لِلتَّخْفِیْفِ وَقِیْلَ مِنَ الَّا وَاَنْ

وَالْكَافُ زَائِدَةٌ۔

وَقِيْلَ اَصْلُهُ اَنَّ وَالْكَافُ وَاللَّامُ زَائِدَتَانِ۔

وَقَدْ يُحْذَفُ نُوْنُهُ لِلضَّرُوْرَةِ وَهُوَ قَبِيْحٌ كَقَوْلِهِ وَلَاكِ اَسْقِنِيْ اِنْ كَانَ مَاؤُكَ ذَا فَضْلٍ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ۔ يُقَالُ اَصْلُهُ لٰكِنْ اَنَا فَحُذِفَتِ الْاَلِفُ فَالْتَقَتِ النُّوْنَانِ فَجَاءَ التَّشْدِيْدُ لِذٰلِكَ وَيُحْذَفُ اِسْمُهَا كَقَوْلِهِ ع

فَلَوْ كُنْتَ حَبَشِيًّا عَرَفْتَ قَرَابَتِيْ　　وَلٰكِنَّ زَنْجِيٌّ عَظِيْمُ الْمَشَافِرِ

اَيْ وَلٰكِنَّكَ زَنْجِيٌّ۔

وَلٰكِنْ سَاكِنَةُ النُّوْنِ ضَرْبَانِ مُخَفَّفَةٌ مِّنَ الثَّقِيْلَةِ وَهِيَ حَرْفُ اِبْتِدَاءٍ لَا لِعَمَلٍ لِاَنَّهَا تَقَعُ عَلَى الْاَسْمَاءِ وَالْاَفْعَالِ خِلَافًا لِلْاَخْفَشِ وَيُوْنُسَ فَاِنْ وَلِيَهَا كَلَامٌ فَهُوَ حَرْفُ اِبْتِدَاءٍ لِمُجَرَّدِ اِفَادَةِ الْاِسْتِدْرَاكِ وَلَيْسَتْ عَاطِفَةً بِالْوَاوِ اُسْتُعْمِلَتْ نَحْوُ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ اَوْ بِدُوْنِهَا كَقَوْلِ زُهَيْرٍ ع

اِنَّ ابْنَ وَرْقَاءَ لَا تُخْشٰى بَوَادِرُهُ　　لٰكِنْ وَقَائِعُهُ فِي الْحَرْبِ تُنْتَظَرُ

وَقِيْلَ بِالْوَاوِ عَاطِفَةٌ وَاِنْ وَلِيَهَا مُفْرَدٌ فَهِيَ عَاطِفَةٌ بِشَرْطَيْنِ اَحَدُهُمَا اَنْ يَتَقَدَّمَهَا نَفْيٌ اَوْ نَهْيٌ نَحْوُ مَا قَامَ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو وَلَا يَقُمْ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو۔

وَالثَّانِيْ اَنْ لَّا يَقْتَرِنَ بِالْوَاوِ وَقَالَ قَوْمٌ لَا يَكُوْنُ مَعَ الْمُفْرَدِ اِلَّا بِالْوَاوِ۔

بقول فراء لٰکنّ مرکب ہے لٰکِنْ اور اَنَا سے۔ ہمزہ تخفیف کے لیے گرایا گیا ہے۔

یہ کلمہ اَلّا اور اَنْ سے مرکب ہے اور کاف زائد ہے۔

اس کا اصل اَنَّ ہے اور کاف اور لام زائد ہیں۔

اور کبھی نون ضرورت کے حذف کر دیا جاتا ہے اور وہ معیوب ہے جیسے وَلَاکِ اَسْقِنِیْ الخ اگر تیرے پاس زائد پانی ہو تو مجھے پلا دے۔

اور اللہ تعالے کے اس قول لٰکِنَّا ہُوَ اللّٰہُ رَبِّیْ کا اصل بقول بعض لٰکِنْ اَنَا ہے۔ الف حذف ہوا تو دو نون اکٹھے ہوئے اس لیے مشدد ہو گیا اور اس کا اسم محذوف ہوتا ہے جیسا کہ اس شعر میں ہے۔

اگر تو حبشی ہوتا تو تو میری قرابت کو جانتا لیکن تو زنگی ہے کھلی باچھوں والا۔

یہاں لٰکِنَّکَ کی بجائے لٰکِنَّ آیا ہے اور کاف اسم لٰکِنَّ محذوف ہے۔

اور لٰکِنْ ساکن نون والا دو قسم ہے ایک ثقیلہ سے مخففہ اور یہ حرف ابتداء ہے یہ عمل نہیں کرتا

کیونکہ وہ اسماء و افعال دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ اخفش اور یونس کا اس میں اختلاف ہے۔ اگر اس کے ساتھ کلام آکر ملے تو وہ حرف ابتدا ہے اور صرف استدراک کا فائدہ دیتا ہے اور عاطفہ نہیں رہتا خواہ واؤ کے ساتھ استعمال ہو جیسے وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ خواہ واؤ کے سوا جیسے زہیر کا یہ شعر ۔
ابن ورقاء کی تباہ کاریوں کا ڈر نہیں لیکن میدان جنگ میں اس کی لڑائی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے
بقول بعض واؤ کے ساتھ عطف کے لیے ہے اگر کلمہ مفرد آکر ملے تو وہ شرطوں کے ساتھ عطف کے لیے ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے نفی ہو یا نہی جیسے مَا قَامَ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرًوا ۔ اور لَا يَقُمْ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ واو کے ساتھ نہ ہو۔

اور بقول بعض مفرد کے ساتھ واو کے بغیر استعمال نہیں ہوتا۔

ابن مسعود کہتے ہیں نُقِلَ حَرَكَةُ هَمْزَةِ اَنَا اِلٰى نُوْنِ لٰكِنَّ فَحُذِفَتِ الْهَمْزَةُ ثُمَّ حُذِفَتِ الْحَرَكَةُ ثُمَّ اُدْغِمَتِ النُّوْنُ فِي النُّوْنِ۔ ہمزہ اَنَا کی حرکت نون لکن کی طرف نقل کی گئی اور ہمزہ حذف کر دیا پھر حرکت حذف کر کے نون کو نون میں مدغم کر دیا۔ اور یہ تکلف خلاف قیاس ہے

اور مسلمان بھائی اپنے کافر بھائی سے کہنے لگا۔

"وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا۔ اور کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں گیا تو کہتا مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یعنی اگر تو باغ میں جا کر اس کی فراوانی دیکھ کر ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کہتا اور اس کی عطا کا اعتراف کرتا اور سمجھتا کہ تمام نعمتیں اور ہر قسم کے منافع اللہ کی مشیت اور اس کے فضل سے ہیں اور لا قوۃ الا باللہ کسی میں قوت نہیں مگر اللہ تعالےٰ کی عطا سے اسی کے اختیار میں ہے چاہے رکھے چاہے مٹائے تو یہ تیرے حق میں بہتر ہوتا۔

"اِنْ تَرَنِ۔ اگر تو مجھے اپنے سے مال اور اولاد میں کم دیکھتا ہے تو دیکھ مگر اس وجہ میں تکبر نہ کر اور اپنے کو مغرور نہ بنا اس لیے کہ۔

"فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا۔ قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے اچھا دے (دنیا میں یا عقبیٰ میں) تیرے باغوں سے اور تیرے باغ پر عذاب اتارے آسمان سے (بجلیوں کا) تو وہ باغ وبہار چٹیل میدان ہو کر صبح تجھے ملے۔

حُسبان پر ابن جریر سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ نافع بن ازرق نے پوچھا اَخْبِرْنِیْ عَنْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی حُسْبَانًا فَقَالَ نَارًا وَاَنْشَدَ قَوْلَ حَسَّانَ ؎

بَقِیَّۃُ مَعْشَرٍ صُبَّتْ عَلَیْہِمْ　شَآبِیْبُ مِنَ الْحُسْبَانِ شُبُّ

آپ سے سوال ہوا کہ حسبان کے معنی بیان فرمائیے۔ فرمایا آگ ہے اور حضرت حسان کا شعر سنایا جس میں حسبان دھکتے شعلے کے معنی میں استعمال کیا ہے اور

زَلَقًا کے معنی آلوسی فرماتے ہیں اَیْ اَرْضًا لَیْسَ فِیْہَا نَبَاتٌ ۔صعید زلق اس زمین کو کہتے ہیں کہ جس میں گھاس نہ ہو۔

وَقِیْلَ الزَّلَقُ مِنْ زَلَقَ رَاْسَہٗ بِمَعْنٰی حَلَقَہٗ ۔ایک قول میں زلق منڈے ہوئے سر کے معنی دیتا ہے۔

"اَوْ یُصْبِحَ مَاؤُہَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَہٗ طَلَبًا ۔ یا اسے صبح ایسے حال میں ہو کہ اس باغ کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تو ہرگز اس کی تلاش بھی نہ کر سکے"۔

یعنی آسمانی بلا سے ہلاکت ہو تو بجلی کی آگ آئے اور آفت ارضی اگر آئے تو دھو غور ما ئہا فَیَتْلَفُ کُلُّ مَا فِیْہَا مِنَ الشَّجَرِ وَالزَّرْعِ ۔ وہ پانی کا نیچے اتر جانا ہے جو ہر درخت اور کھیتی کو تلف کر دے یہ دونوں قسم کے عذاب ایسے ہیں کہ انسان ان کے دفع کی طاقت نہیں رکھتا تو جو سبزہ جل گیا یا خشک ہو گیا اسے دوبارہ سرسبز نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کے تکبر و غرور کا بدلہ اس کافر کو اس طرح ملا کہ۔

٭ وَاُحِیْطَ بِثَمَرِہٖ فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ کَفَّیْہِ عَلٰی مَآ اَنْفَقَ فِیْہَا وَہِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِہَا وَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِکْ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا ۔ اس کے پھل گھیر لیے گئے اور صبح وہ ہاتھ ملتا رہ گیا اس سے جو اس نے اس باغ میں خرچ کیا تھا اور وہ انگور کے درخت گرے پڑے تھے اپنی ٹٹیوں پر اور وہ کافر کہہ رہا تھا کاش میں شریک نہ بناتا اپنے رب کا کسی کو"۔

اُحِیْطَ کے معنی ہیں اُہْلِکَ اَمْوَالُہٗ ۔جب اس نے اپنے کفر کی سزا پائی تو اسے اپنے مومن بھائی کی نصیحت یاد آئی اب افسوس کرنے لگا۔ لیکن کسی کا ہندی دوہرا ہے اور خوب ہے ؎

آگے کے دن پاچھے گئے اور پی سے کیا نہ ہیت　اب پچھتاوے کا ہوت ہے جب چڑیا چگ گئی کھیت

عروش جمع عرش کی ہے ٹٹی جس پر انگور کی بیلیں چڑھی ہوتی ہیں۔

یہی حال قیامت کے دن عام کفار کا ہوگا یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا ہر ایک کہے گا کاش میں مٹی

ہوتا۔ گویا انسان بنا کے کیوں میری مٹی خراب کی۔

"وَلَمْ تَكُنْ لَّهُ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا۔ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا۔ اور نہ تھی اس کے لیے کوئی جماعت جو اللہ کے حضور اس کی مدد کرتی اللہ کے سوا اور نہ وہ بدلہ لینے کے قابل تھا ایسے وقت کھلتا ہے کہ اختیار تمام اللہ کو ہے جو سچا ہے اس کا ثواب سب سے بہتر اور اسے ماننے کا انجام ہی بہتر ہے۔"

اس میں واضح فرمایا کہ کافر کی مدد اور سفارش و شفاعت کوئی نہیں کر سکتا برخلاف مومنین کے کہ ان کی سفارش و شفاعت حضور کریں گے اور مصائب و آلام میں مقربین خاص اعانت فرماتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں یہ قوت عطا فرمائی ہے۔

اور اگر اولیاء مقربین کی کسی قوت کو ان کی ذاتی قوت بلا عطا حق کوئی مانے تو یہ بھی شرک خالص ہے اور اگر تعطلِ الٰہی بھی نہ مانے تو قدرت کاملہ کا منکر ہونے کی بنا پر کافر ہے۔

با محاورہ ترجمہ چھٹا رکوع۔ سورۂ کہف۔ پ ۱۵

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۝

اور مثال بیان کرو انہیں دنیا کی زندگانی کی جیسے ایک پانی ہم نے نازل کیا آسمان سے تو اس سے مل کر سبزہ اگا زمین سے تو صبح سوکھی گھاس ہو گیا جسے اڑا دیا ہواؤں نے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا۝

مال اور بیٹے یہ زینت ہیں زندگی دنیا کی اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تمہارے رب کے پاس ان کا ثواب ہے اور بہتر امید والا ہے۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا۝

اور جس دن چلائیں ہم پہاڑوں کو اور تم دیکھو زمین کو کھلی ہوئی اور ہم اٹھائیں گے انھیں تو نہ چھوڑیں گے کسی کو ان میں سے۔

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ

اور پیش کیے جائیں گے تمہارے رب کے حضور صفیں

جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ○

باندھے ہوئے۔ بیشک تم آئے ہمارے حضور ویسے ہی جیسے پہلے پیدا کیا تمہیں بلکہ تمہارا گمان تھا کہ تم ہرگز کسی وعدہ پر نہیں۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ○

اور نامۂ اعمال رکھا جائے گا تو تم دیکھو گے مجرموں کو کہ ڈرتے ہوں گے اس سے جو اس میں ہوگا۔ اور کہیں گے ہائے افسوس کیا ہے یہ لکھا ہوا کہ نہ چھوڑا کوئی چھوٹا نہ بڑا گناہ مگر اس میں جمع ہے۔ اور پایا انہوں نے جو عمل کیا سامنے اور نہیں ظلم کرتا تمہارا رب کسی پر۔

حلِ لغات چھٹا رکوع۔ سورۂ کہف۔ پ۱۵

وَاضْرِبْ۔ اور بیان کر	لَهُمْ۔ ان کے لیے	مَثَلَ۔ مثال	الْحَيٰوةِ۔ زندگی
الدُّنْيَا۔ دنیا کی	كَمَآءٍ۔ جیسے پانی	اَنْزَلْنٰهُ۔ اتارا ہم نے اس کو	
مِنَ السَّمَآءِ۔ بلندی سے	فَاخْتَلَطَ۔ تو مل گئی	بِهٖ۔ اسکے ساتھ	نَبَاتُ۔ سبزی
الْاَرْضِ۔ زمین کی	فَاَصْبَحَ۔ تو ہوگئی	هَشِيْمًا۔ چورا چورا	تَذْرُوْهُ۔ اڑاتی ہیں اسے
الرِّيٰحُ۔ ہوائیں	وَكَانَ۔ اور ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	عَلٰى۔ اوپر
كُلِّ۔ ہر	شَيْءٍ۔ شے کے	مُّقْتَدِرًا۔ قادر	اَلْمَالُ۔ مال
وَالْبَنُوْنَ۔ اور بیٹے	زِيْنَةُ۔ زیبائش ہیں	الْحَيٰوةِ۔ زندگی	الدُّنْيَا۔ دنیا کی
وَالْبٰقِيٰتُ۔ اور باقی رہنے والی		الصّٰلِحٰتُ۔ نیکیاں	خَيْرٌ۔ بہتر ہیں
عِنْدَ۔ نزدیک	رَبِّكَ۔ تیرے رب کے	ثَوَابًا۔ بدلہ میں	وَّخَيْرٌ۔ اور بہتر ہیں
اَمَلًا۔ امید میں	وَيَوْمَ۔ اور جس دن	نُسَيِّرُ۔ ہم چلائیں گے	الْجِبَالَ۔ پہاڑوں کو
وَتَرَى۔ اور دیکھے گا تو	الْاَرْضَ۔ زمین کو	بَارِزَةً۔ کھلی ہوئی	وَ۔ اور
حَشَرْنٰهُمْ۔ ہم انکو اکٹھا کرینگے		فَلَمْ نُغَادِرْ۔ پھر ہم نہ چھوڑیں گے	
مِنْهُمْ۔ ان میں سے	اَحَدًا۔ کسی کو	وَعُرِضُوْا۔ اور وہ پیش کیے جائینگے۔	

عَلٰی۔ اوپر	رَبِّكَ۔ تیرے رب کے	صَفًّا۔ صف بنا کر	لَقَدْ۔ بیشک
جِئْتُمُوْنَا۔ آئے تم	كَمَا۔ جیسے	خَلَقْنٰكُمْ۔ پیدا کیا ہم نے تم کو	
اَوَّلَ۔ پہلی	مَرَّةٍ۔ بار	بَلْ۔ بلکہ	زَعَمْتُمْ۔ خیال کیا تم نے
اَلَّنْ۔ یہ کہ ہرگز نہ	نَّجْعَلَ۔ بنائیں گے ہم	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مَّوْعِدًا۔ کوئی وعدہ
وَوُضِعَ۔ اور رکھی جائیگی	الْكِتٰبُ۔ کتاب	فَتَرَى۔ تو دیکھے گا تو	الْمُجْرِمِيْنَ۔ مجرموں کو
مُشْفِقِيْنَ۔ ڈرتے	مِمَّا۔ اس چیز سے جو	فِيْهِ۔ اس میں ہے	وَيَقُوْلُوْنَ۔ اور کہیں گے
يٰوَيْلَتَنَا۔ ہائے افسوس ہم پر		مَالِ۔ کیا ہے	هٰذَا۔ اس
الْكِتٰبِ۔ کتاب کو	لَا يُغَادِرُ۔ نہیں چھوڑتی	صَغِيْرَةً۔ کوئی چھوٹا گناہ	وَّلَا۔ اور نہ
كَبِيْرَةً۔ بڑا	اِلَّا۔ مگر	اَحْصٰهَا۔ گن رکھا اسکو	وَوَجَدُوْا۔ اور پائینگے
مَا۔ جو	عَمِلُوْا۔ عمل کیے انہوں نے	حَاضِرًا۔ حاضر	وَلَا۔ اور نہیں
يَظْلِمُ۔ ظلم کرے گا	رَبُّكَ۔ تیرا رب	اَحَدًا۔ کسی پر	

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع۔ سورہ کہف۔ پ ۱۵

"وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۔ اور بیان کرو انھیں دنیا کی زندگی کی مثال جیسے پانی ہم نے نازل کیا آسمان سے تو مخلوط ہو کر اس سے سبزہ اگا زمین میں تو صبح کی سبزہ نے اس حال میں کہ خشک گھاس ہو کر ہوائیں اسے اڑا لئے لگیں اور اللہ تعالٰے ہر ایک شئے پر قادر ہے"۔

یعنی دنیا کی نضارت اور اس کی خزاں کی کیفیت انہیں مثال میں فرمائیں کہ حیات دنیا بھی ایسی ہی دل آویز اور دیدہ زیب ہے لیکن اسے پائیداری اور ثبات نہیں وہ بالکل اس حقیقت کے مشابہ ہے جیسے آسمان سے بارش ہوئی۔ سبزہ پر تازگی آگئی۔ سبزہ زار آنکھوں کو تازگی بخشنے لگا پھر فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ یعنی فَاشْتَبَكَ وَخَالَطَ بَعْضُهَا بَعْضًا لِكَثْرَتِهٖ۔ وہ پانی گھاس میں گیا اور اس سے ایک قسم کا سبزہ نہیں اگا بلکہ مخلوط سبزہ زمین سے اگا۔ بیلا چنبیلی۔ گلاب نسرین ونسترن۔ اسی سبزہ ہیں۔ نرگس۔ شہلا۔ نسترن۔ گیندہ بھی جھک پڑا۔ ہر طرف رنگ برنگ کے

پھول سبزہ پر کھل گئے کہ
فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا۔ اچانک لو کے جھونکے آئے۔ رات بھر بادسموم چلی صبح جو دیکھا تو وہی سبزہ زار جس میں بہجت و نضارت تھی سب خشک ہو کر
تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ ہوا کے جھونکے اسے علیحدہ علیحدہ اڑا رہے ہیں تَذْرُوْهُ يَعْنِيْ تُطَيِّرُهٗ ہشیم۔ خشک۔
"وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۔ اللہ کی قدرت ہر شے پر کامل متصرف ہے۔
اب آگے مال و منال اور اولاد وغیرہ کی حقیقت کا مظاہرہ فرمایا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ جو بھی مال و منال دنیا پر فخر کرتا ہے جیسے اس مومن کے کافر بھائی نے فخر کیا تھا جس کا ذکر ہم بیان کر چکے ہیں۔ وہی حقیقت پھر بیان فرمائی جاتی ہے اور اسے دوسری مثال میں سمجھایا جاتا ہے۔
"اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ مال اور اولاد یہ زندگی دنیا کی زینت ہے"۔
اور حیوۃ دنیا کی زینت سریع الزوال ہے تو اس کا صغریٰ کبریٰ یوں ہوا۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ سَرِيْعُ الزَّوَالِ وَكُلُّ مَا كَانَ سَرِيْعُ الزَّوَالِ يَقْبَحُ لِلْعَاقِلِ اَنْ يَّفْتَخِرَ بِهِمَا يُنْتِجُ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ يَقْبَحُ لِلْعَاقِلِ اَنْ يَّفْتَخِرَ بِهِمَا۔ مال و اولاد سریع الزوال ہے اور ہر وہ چیز جو سریع الزوال ہو عاقل کے لیے قبیح ہے کہ اس پر فخر کرے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مال و اولاد پر عاقل کے لیے فخر کرنا قبیح ہے۔ اور
"وَالْبَاقِيَاتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا۔ اور باقی رہنے والے نیک عمل ان کا ثواب تیرے رب کے پاس بہتر اور امید میں سب سے بھلا ہے"۔
باقیات الصالحات سے اعمال خیر مراد ہیں جن کے ثمرے انسان کے لیے باقی رہتے ہیں جیسے صلوٰۃ پنجگانہ اور تسبیح و تحمید۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری سے ہے
اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْتَكْثِرُوْا مِنَ الْبَاقِيَاتِ الصّٰلِحٰتِ قِيْلَ وَمَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلتَّكْبِيْرُ وَالتَّهْلِيْلُ وَالتَّسْبِيْحُ وَالتَّحْمِيْدُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ حضور نے فرمایا باقیات الصالحات زیادہ جمع کرو عرض کیا گیا وہ کیا ہے فرمایا تکبیر، تہلیل، تسبیح، تحمید اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

اور حضرت ابودرداء فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ باقیات الصالحات ہیں اور یہ خطاؤں کو مٹا دیتے اور ایسے گرا دیتے ہیں جیسے درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں اور یہ جنت کے خزانوں سے ہے اس کا اجر اللہ تعالیٰ

کے پاس بہترین ہے۔

اور خَیْرٌ اَمَلًا کے معنی ہیں حَیْثُ یَنَالُ بِهَا صَاحِبُهَا فِی الْاٰخِرَةِ مَا یُؤَمِّلُهٗ بِهَا فِی الدُّنْیَا۔ خیر اَمل وہ ہے جس کا بدلہ آخرت میں بندہ حاصل کرے۔

" وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۔ اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم دیکھو گے زمین کو صاف کھلی ہوئی اور ہم انہیں محشور کریں گے اور ہرگز نہ چھوڑیں گے ان میں سے کسی کو"۔

اس میں نقشہ قیامت کا دکھایا گیا ہے چنانچہ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ کے معنی یہ ہیں یَوْمَ نَقْلَعُ الْجِبَالَ مِنْ اَمَاکِنِهَا وَنُسَیِّرُهَا فِی الْجَوِّ کَالسَّحَابِ۔ جس دن ہم پہاڑوں کو ان کی جگہ سے اکھاڑ ڈالیں گے اور فضاء ہوائی میں وہ ابروں کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔

اور اسی کے ہم معنی دوسری جگہ بھی ارشاد ہے وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ اور ایک مقام پر وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَکَانَتْ هَبَاءً مُّنْۢبَثًّا۔ بھی فرمایا گیا ہے۔ اور لَمْ نُغَادِرْ کے معنی لَمْ نَتْرُکْ ہیں یعنی نہ چھوڑیں گے ہم۔

" وَعُرِضُوْا عَلٰی رَبِّکَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ اَنْ لَّنْ نَّجْعَلَ لَکُمْ مَّوْعِدًا ۔ اور سب پیش ہوں گے تمہارے رب کے حضور صف باندھے ہوئے بیشک تم ہمارے حضور ویسے ہی پیش ہوگئے جیسے پہلی بار ہم نے پیدا فرمایا تھا۔ بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم ہرگز تمہارے لیے کوئی وعدہ کا وقت نہ رکھیں گے"۔

یعنی ہر امت کی جماعتیں صف بستہ علیحدہ علیحدہ پیش ہوں گی اور وہ برہنہ تن ہوں گی جیسے کہ پیدا ہونے والے دن تھیں۔ انھیں جو حشر کے قائل نہ تھے انہیں فرمایا جائے گا کہ تم اس گمان میں تھے کہ تمہارے لیے حشر کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ آج دیکھو تم ہمارے سامنے موجود ہو۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُنَادِیْ یَا عِبَادِیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ وَاَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ وَاَسْرَعُ الْحَاسِبِیْنَ اَحْضِرُوْا حُجَّتَکُمْ وَیَسِّرُوْا اَجْوَابًا فَاِنَّکُمْ مَسْئُوْلُوْنَ مُحَاسَبُوْنَ یَا مَلٰئِکَتِیْ اَقِیْمُوْا عِبَادِیْ صُفُوْفًا عَلٰی اَطْرَافِ اَنَامِلِ اَقْدَامِهِمْ لِلْحِسَابِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ندا فرمائے گا اے میرے بندو میں تمہارا خدا ہوں جس کے کوئی معبود نہیں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہوں سب سے بڑا حاکم ہوں اور جلدی حساب لینے والا ہوں لاؤ اپنی

عذر خواہی اور تم پر جواب آسان ہوگا تم سوال کیسے جاؤ گے حساب لیسے جاؤ گے۔

اے میرے فرشتو! میرے بندوں کی صفیں ان کے پیروں کے بل حساب کے لیے کھڑی کرو۔

وَفِیْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ اَهْلُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ صَفًّا اَنْتُمْ مِنْهَا ثَمَانُوْنَ

جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اور اسی صفیں حضور کے امتیوں کی ہوں گی۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۔

اور اعمال نامہ رکھا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے ڈرتے ہوں گے اس سے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے افسوس اس اعمال نامہ کو کیا ہوا کہ نہ چھوڑا اس نے کوئی گناہ چھوٹا اور نہ بڑا مگر سب پر حاوی ہے اور پائیں گے ہر وہ عمل جو کیا تھا اپنے سامنے اور نہیں ظلم کرتا تمہارا رب کسی پر۔

کتاب سے مراد صحیفۂ اعمال ہے۔ مُشْفِقِیْنَ یعنی خائفین ڈرتے ہوئے دیکھ کر کہیں کہ یہ اعمال نامہ تو عجیب ہے جس میں ہمارے چھوٹے بڑے تمام جرائم جمع ہوں۔ اَحْصٰهَا۔ اس نے ہمارے سب عمل گھیر لیے ہیں۔

اور وہ اپنے اعمال اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

با محاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۂ کہف۔ پ ۱۵

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا۝ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا۝

اور یاد کرو جب ہم نے ملائکہ کو فرمایا سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے قوم جن سے تھا تو نکل گیا اپنے رب کے حکم سے تو کیا بنانے ہو اسے اور اس کی اولاد کو دوست میرے سوا اور وہ تمہارے دشمن ہیں اور برا ہے ظالموں کا بدلہ نہیں نے انہیں موجود رکھا آسمانوں اور زمین کے بنانے وقت اور نہ خود ان کے اپنی جانوں کے پیدا کرتے وقت اور نہیں میری شان کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنی قوت بازو کرلوں۔

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًاo

اور جس دن فرمائے گا کہ پکارو میرے شریکوں کو جنھیں تم گمان کرتے تھے تو پکاریں گے انھیں۔ تو نہ جواب دیں گے انھیں اور ہم ان کے مابین ایک ہلاکت کا میدان کر دیں گے۔

وَرَاَى الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًاo

اور دیکھیں گے قوم مجرم تو یقین کریں گے کہ انہیں اس میں گرنا ہے اور نہ پائیں گے اس سے بھاگنے کی راہ۔

حلِّ لغات ساتواں رکوع سورۂ کہف۔ پ۱۵

وَاِذْ۔ اور جب	قُلْنَا۔ کہا ہم نے	لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔ فرشتوں کو	اسْجُدُوْا۔ سجدہ کرو
لِاٰدَمَ۔ آدم کو	فَسَجَدُوْٓا۔ تو سجدہ کیا انہوں نے	اِلَّآ۔ مگر	اِبْلِيْسَ۔ ابلیس نے
كَانَ۔ تھا وہ	مِنَ الْجِنِّ۔ جنوں سے	فَفَسَقَ۔ تو نکل گیا	عَنْ اَمْرِ۔ حکم
رَبِّهٖ۔ اپنے رب سے	اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ۔ کیا تم اسے بناتے ہو		وَذُرِّيَّتَهٗٓ۔ اور اسکی اولاد کو
اَوْلِيَآءَ۔ دوست	مِنْ دُوْنِيْ۔ میرے سوا	وَهُمْ۔ اور وہ	لَكُمْ۔ تمہارے
عَدُوٌّ۔ دشمن ہیں	بِئْسَ۔ برا ہے	لِلظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں کے لیے	بَدَلًا۔ بدلہ
مَآ۔ نہیں	اَشْهَدْتُّهُمْ۔ موجود رکھا ان کو میں نے		خَلْقَ۔ پیدائش
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَالْاَرْضِ۔ اور زمین کے وقت	وَلَا۔ اور نہ	خَلْقَ۔ پیدائش
اَنْفُسِهِمْ۔ انکی جانوں کے وقت	وَمَا۔ اور نہیں	كُنْتُ۔ ہوں میں	مُتَّخِذَ۔ بنانے والا
الْمُضِلِّيْنَ۔ گمراہ کرنے والوں کو		عَضُدًا۔ مددگار	وَيَوْمَ۔ اور جس دن
يَقُوْلُ۔ کہے گا	نَادُوْا۔ بلاؤ	شُرَكَآءِيَ۔ میرے شریکوں کو	الَّذِيْنَ۔ وہ جنہیں
زَعَمْتُمْ۔ تم نے گمان کیا	فَدَعَوْهُمْ۔ تو وہ ان کو پکاریں گے		فَلَمْ۔ تو نہ
يَسْتَجِيْبُوْا۔ جواب دیں گے وہ انکو		لَهُمْ۔ ان کو	وَجَعَلْنَا۔ اور بنائینگے ہم
بَيْنَهُمْ۔ ان کے درمیان	مَّوْبِقًا۔ ہلاکت کا میدان	وَرَاَى۔ اور دیکھیں گے	الْمُجْرِمُوْنَ۔ مجرم
النَّارَ۔ آگ کو	فَظَنُّوْٓا۔ تو یقین کرینگے کہ	اَنَّهُمْ۔ وہ	مُّوَاقِعُوْهَا۔ گرنے والے

ہیں اس ہیں — وَلَمْ ۔ اور نہ — یَجِدُوْا ۔ پائیں گے — عَنْهَا ۔ اس سے
مَصْرِفًا ۔ پھرنے کی جگہ

مختصر تفسیر اردو ستاتواں رکوع سورہ کہف ۔ پ ۱۵

"وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۔ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۔"

وَاِذْ قُلْنَا اَیْ اُذْکُرْ وَقْتَ قَوْلِنَا ۔ یعنی وہ وقت یاد فرمائیں جب ہم نے فرمایا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ کُلِّھِمْ تمام ملائکہ کو عام اس سے کہ ملائکہ سماویہ ہوں یا ملائکہ ارضیہ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سُجُوْدَ تَحِیَّۃٍ وَّاِکْرَامٍ سجدہ کرو آدم کو سجدۂ تحیۃ واکرام اَوِاسْجُدُوْا تَحِیَّۃً عَلٰی مَعْنٰی اِتَّخِذُوْہُ قِبْلَۃً لِسُجُوْدِکُمْ لِلّٰہِ تَعَالٰی ۔ یا آدم علیہ السلام کو قبلہ کے قائم مقام بنا کر ان کی طرف سجدہ کرو اور وہ تمہارا سجدہ خالص اللہ تعالےٰ کو ہو۔
فَسَجَدُوْا کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ اِمْتِثَالًا لِّلْاَمْرِ اِلَّآ اِبْلِیْسَ لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ۔ تو تمام ملائکہ بموجب حکم الٰہی سجدہ میں گر گئے مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا اس لیے کہ وہ ملائکہ سے نہ تھا ۔ بلکہ کَانَ مِنَ الْجِنِّ وہ قوم جن سے تھا۔

اس پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں فَکَاَنَّہٗ قِیْلَ مَا لَہٗ لَمْ یَسْجُدْ فَقِیْلَ کَانَ اَصْلُہٗ جِنِّیًّا وَّھٰذَا ظَاھِرٌ فِیْ اَنَّہٗ لَیْسَ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ ۔ گویا یوں فرمایا کہ اس کے سجدہ نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی اصل جنی تھی اور یہ ظاہر ہے کہ وہ ملائکہ سے نہ تھا۔

ابن جریر نے سعد بن مسعود سے روایت کیا ۔ کَانَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ تُقَاتِلُ الْجِنَّ فَسُبِیَ اِبْلِیْسُ وَکَانَ صَغِیْرًا فَکَانَ مَعَ الْمَلٰٓئِکَۃِ فَتَعَبَّدَ بِالسُّجُوْدِ مَعَھُمْ ۔ ملائکہ نے جن قتل کر دیے اور ابلیس کو قید کر دیا یہ چھوٹا تھا ۔ ملائکہ کے ساتھ مل کر عبادت کرنی شروع کر دی ۔ ان کی معیت میں سجدہ بھی کرتا رہا۔
اور جو لوگ ابلیس کو قوم ملائکہ سے ماننے والے ہیں ان کے لیے ابن منذر اور ابن ابی حاتم فرماتے ہیں ۔ قَاتَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَقْوَامًا زَعَمُوْا اَنَّ اِبْلِیْسَ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ ۔ اللہ اس قوم کو ہلاک کرے جن کا یہ گمان ہے کہ ابلیس ملائکہ سے تھا وَاللّٰہُ تَعَالٰی یَقُوْلُ کَانَ مِنَ الْجِنِّ ۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ وہ جن تھا۔

اور ابن جریر اور ابن الانباری اور ابوالشیخ فرماتے ہیں۔ مَا كَانَ اِبْلِيْسُ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاِنَّهٗ لَاَصْلُ الْجِنِّ كَمَا اَنَّ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَصْلُ الْاِنْسِ۔ ابلیس کبھی ایک پل کے لیے بھی ملائکہ سے نہ ہوا بلکہ وہ جنی الاصل تھا جیسے حضرت آدم علیہ السلام اصل انسان سے تھے۔

فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَىْ خَرَجَ عَنْ طَاعَتِهٖ سُبْحَانَهٗ۔ یعنی وہ اطاعت حکم سے سرتابی کر بیٹھا باآنکہ وہ ما مور بالاطاعت تھا۔ مگر سجدہ نہ کیا تو اس واقعہ کو سنا کر ارشاد ہے کہ اے بنی آدم۔

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا۔ کیا تم اسے اور اس کی ذریت کو اپنا دوست بناتے ہو میرے سوا حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں کتنا برا ہے ظالموں کا یہ بدلا۔

یعنی ایسے سرکش کا اتباع کرتے ہو اپنے رب حقیقی کے سوا یہ برا بدلا ہے کہ اللہ تعالے کی اطاعت کرنے کی بجائے شیطان کے مطیع بنتے ہو حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ

" مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا۔ نہیں میں نے انھیں اپنے پاس بٹھایا زمین آسمان بناتے وقت اور نہ خود ان کے بناتے وقت اور نہ میری یہ شان کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا بازو بناؤں"۔

یعنی اشیاء کے پیدا کرنے میں صرف اور صرف میں ہی خالق منفرد اور یگانہ ہوں نہ میرا کوئی شریک عمل نہ مشیر کار پھر میرے سوا کسی کی عبادت وولایت کس طرح صحیح ہو سکتی ہے۔

" وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا وَرَاَى الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا۔ اور جس دن فرمائے گا (اللہ تعالے) کہ پکارو میرے شریکوں کو جو تم گمان کرتے تھے تو انہیں پکاریں گے تو وہ جواب نہ دیں گے اور کر دیں گے ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان اور دیکھیں گے مجرم جہنم کو تو یقین کرلیں گے کہ انہیں اس میں گرنا ہے اور نہ پائیں گے اس سے بچنے کی کوئی جگہ"۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مَوْبِق جہنم کی ایک وادی کا نام ہے اور ارباب لغت کہتے ہیں کہ موبق اسم مکان ہے وَبَقَ وَبُوْقًا سے جیسے وَثَبَ وَثُوْبًا اِذَا هَلَكَ اَىْ هَلَكَ ہلاکت کے معنی میں مستعمل ہے۔

اور ابن عمر اور انس بن مالک اور مجاہد فرماتے ہیں اِنَّہٗ وَادٍ فِیْ جَہَنَّمَ یَجْرِیْ بِدَمٍ وَّصَدِیْدٍ موبق یہ جہنم میں ایک وادی ہے جس میں خون اور پیپ بہتی ہے۔

وَعَنْ عِکْرِمَۃَ اَنَّہٗ نَہْرٌ فِی النَّارِ یَسِیْلُ نَارًا عَلٰی حَافَتَیْہِ حَیَّاتٌ اَمْثَالُ الْبِغَالِ الدُّھْمِ۔ وہ ایک نہر ہے جہنم میں جس میں آگ چلتی ہے اور کناروں پر اژدھے مثل سیاہ خچروں کے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورہ کہف پ۱۵

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ○

اور بے شک ہم نے پھیر پھیر کر اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں اور آدمی ہر شے سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ○

اور کس چیز نے روکا آدمیوں کو اس سے کہ ایمان لائیں جب آ چکی ان کے پاس ہدایت اور بخشش مانگیں اپنے رب سے مگر یہ کہ آئے ان کے اوپر وہی طریقہ پہلوں کا یا آئے ان پر عذاب قسم قسم کا۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَۚ وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ○

اور نہیں بھیجتے ہم رسول مگر خوشی سناتے اور ڈراتے اور جھگڑتے ہیں وہ جو کافر ہیں باطل کے ساتھ تاکہ ہٹائیں اس سے حق کو اور پکڑا انہوں نے آیتوں کو جو ڈرانے والی باتیں ہیں تمسخر۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًاؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ یَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ○

اور اس سے ظالم تر کون ہے جس کے آگے ذکر کی جائیں آیتیں ان کے رب کی تو منہ پھیریں ان سے اور بھول جائے وہ جو اپنے عمل آگے بھیج چکا ہم نے کر دیے ان کے دلوں پر غلاف کہ نہ سمجھ سکیں ان کو اور ان کے کانوں میں ثقل سماعت اور اگر تم بلاؤ انھیں ہدایت کی طرف تو ہرگز ہدایت نہ

پائیں گے کبھی۔

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ط لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ط بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ○

اور تمہارا رب بخشنے والا رحم والا ہے اگر وہ انھیں پکڑے ان کے کیے پر تو جلد بھیجے ان پر عذاب بلکہ ان کے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے ہرگز نہ پائیں گے اس کے مقابل اس کے سوا پناہ۔

وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ○

اور یہ بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جب انہوں نے ظلم کیا اور ان کی ہلاکت کا ایک وعدہ رکھا ہے۔

حلِّ لغات آٹھواں رکوع۔ سورہ کہف۔ پ ۱۵

وَلَقَدْ۔ اور بیشک صَرَّفْنَا۔ طرح طرح سے بیان کیں ہم نے فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ۔ اس قرآن میں

لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے مِنْ كُلِّ۔ ہر طرح کی مَثَلٍ۔ مثالیں

وَكَانَ۔ اور ہے الْاِنْسَانُ۔ انسان اَكْثَرَ۔ اکثر شَيْءٍ۔ چیزوں سے

جَدَلًا۔ جھگڑالو وَمَا۔ اور نہ مَنَعَ۔ روکا النَّاسَ۔ لوگوں کو

اَنْ۔ یہ کہ يُّؤْمِنُوْا۔ ایمان لائیں اِذْ۔ جب جَآءَهُمُ۔ آئی انکے پاس

الْهُدٰى۔ ہدایت وَيَسْتَغْفِرُوْا۔ اور بخشش مانگیں رَبَّهُمْ۔ اپنے رب سے

اِلَّآ۔ مگر اَنْ۔ یہ کہ تَاْتِيَهُمْ۔ آئے ان کے پاس

سُنَّةُ۔ طریقہ الْاَوَّلِيْنَ۔ پہلوں کا اَوْ۔ یا يَاْتِيَهُمُ۔ آئے انکے پاس

الْعَذَابُ۔ عذاب قُبُلًا۔ سامنے وَمَا۔ اور نہیں نُرْسِلُ۔ بھیجتے ہم

الْمُرْسَلِيْنَ۔ پیغمبروں کو اِلَّا۔ مگر مُبَشِّرِيْنَ۔ خوشخبری دینے والے

وَمُنْذِرِيْنَ۔ اور ڈرانے والے وَيُجَادِلُ۔ اور جھگڑتے ہیں الَّذِيْنَ۔ وہ جو

كَفَرُوْا۔ کافر ہیں بِالْبَاطِلِ۔ باطل کے ساتھ لِيُدْحِضُوْا۔ تاکہ ہٹائیں

بِهٖ۔ اسکے ساتھ الْحَقَّ۔ حق کو وَاتَّخَذُوْٓا۔ اور پکڑا انہوں نے

اٰيٰتِيْ۔ میری آیتوں کو وَمَآ۔ اور جس سے اُنْذِرُوْا۔ ڈرائے گئے هُزُوًا۔ ٹھٹھا

وَمَنْ۔ اور کون اَظْلَمُ۔ زیادہ ظالم ہے مِمَّنْ۔ اس سے جو ذُكِّرَ۔ نصیحت کیا گیا

بِاٰیٰتِ۔ ساتھ آیات	رَبِّہٖ۔ اپنے رب کے	فَاَعْرَضَ۔ تو منہ پھیرا	عَنْہَا۔ اس سے
وَنَسِیَ۔ اور بھول گیا	مَا۔ جو	قَدَّمَتْ۔ آگے بھیجا	یَدٰہُ۔ اسکے ہاتھوں نے
اِنَّا۔ بیشک	جَعَلْنَا۔ ہم نے کیا	عَلٰی۔ اوپر	قُلُوْبِہِمْ۔ انکے دلوں کے
اَکِنَّۃً۔ پردہ	اَنْ۔ یہ کہ	یَّفْقَہُوْہُ۔ سمجھیں اسکو	وَفِیْٓ اٰذَانِہِمْ۔ اور انکے
کانوں میں	وَقْرًا۔ بوجھ	وَاِنْ۔ اور اگر	تَدْعُہُمْ۔ تو انہیں بلائے
اِلَی۔ طرف	الْہُدٰی۔ ہدایت کی	فَلَنْ۔ تو ہرگز نہ	یَّہْتَدُوْٓا۔ ہدایت پائیں
اِذًا۔ اس وقت	اَبَدًا۔ کبھی بھی	وَرَبُّکَ۔ اور تیرا رب	الْغَفُوْرُ۔ بخشنے والا
ذُو الرَّحْمَۃِ۔ رحمت کرنے والا ہے		لَوْ یُؤَاخِذُہُمْ۔ اگر ان کو پکڑے	
بِمَا۔ ساتھ اسکے	کَسَبُوْا۔ جو کمایا انہوں نے	لَعَجَّلَ۔ تو جلدی کرے	لَہُمُ۔ ان کے لیے
الْعَذَابَ۔ عذاب	بَلْ۔ بلکہ	لَّہُمْ۔ ان کے لیے	مَّوْعِدٌ۔ وعدہ ہے
لَنْ۔ ہرگز نہ	یَّجِدُوْا۔ پائیں گے	مِنْ دُوْنِہٖ۔ اس کے سوا	مَوْئِلًا۔ پناہ کی جگہ
وَتِلْکَ۔ اور یہ	الْقُرٰٓی۔ بستیاں ہیں	اَہْلَکْنٰہُمْ۔ کہ ہم نے ہلاک کیا ان کو	
لَمَّا۔ جب	ظَلَمُوْا۔ ظلم کیا انہوں نے	وَجَعَلْنَا۔ اور بنایا ہمنے	لِمَہْلِکِہِمْ۔ انکی ہلاکت کیلئے
مَّوْعِدًا۔ وعدہ کا وقت			

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع سورۂ کہف۔ پ ۱۵

"وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ہٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَہُمُ الْہُدٰی وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّہُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَہُمْ سُنَّۃُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَہُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا۔

اور بے شک ہم نے لوٹ پھیر کر اس قرآن میں لوگوں کے لیے بہت سی مثالیں بیان فرمائیں۔ اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے اور کس چیز نے روکا انسان کو ایمان لانے سے جب آ چکی اس کے پاس ہدایت اور بخشش مانگنا اپنے رب سے مگر یہ کہ ان پر طریقہ پہلوں کا آئے یا ان پر قسم قسم کا عذاب۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا کا مفہوم کَرَّرْنَا وَاَوْرَدْنَا عَلٰی وُجُوْہٍ کَثِیْرَۃٍ ہے یعنی بار بار متعدد مثالوں سے ہم نے اس قرآن کریم میں بیان فرمایا لیکن انسان اپنی جبلت سے ہر شئے پر جھگڑالو ہی واقع ہوا ہے۔

حَیْثُ قَالَ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔ اس پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔
وَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ لَیْسَ الْمُرَادُ اِنْسَانًا مُّعَیَّنًا۔ ظاہر آیت سے بھی مستفاد ہوتا ہے کہ یہ ہر انسان کے لیے فرمایا گیا اس میں انسان معین مراد نہیں اور
وَقِیْلَ الْمُرَادُ بِهِ النَّضْرُ بْنُ الْحَارِثِ۔ ایک قول ہے اس سے مراد نضر بن حارث ہے۔
وَقِیْلَ اِبْنُ الزِّبَعْرٰی۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد ابن زبعری ہے۔
وَقَالَ اِبْنُ السَّائِبِ اُبَیُّ بْنُ خَلَفٍ وَکَانَ جِدَالُهٗ فِی الْبَعْثِ اَتٰی بِعَظْمٍ قَدْ رَمَّ فَقَالَ اَیَقْدِرُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی اِعَادَةِ هٰذَا وَفَتَّهٗ بِیَدِهٖ۔ اور ابن سائب کا قول ہے کہ وہ ابی بن خلف ہے ان کا جھگڑا مرنے کے بعد زندہ ہونے پر تھا۔ چنانچہ یہ ایک گلی ہوئی ہڈی لایا اور ہتھیلی سے مل کر بولا کیا اللہ تعالیٰ اس کے زندہ کرنے پر قادر ہے۔

"وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰی۔ اور کس بات نے روکا لوگوں کو اس سے کہ ایمان لائیں جب کہ ان کے پاس ہدایت آگئی"۔
یعنی قرآن کریم اور نبی رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہدایت اور فنون معانی سے آچکے تو ان پر لازم تھا کہ یہ ایمان لاتے۔ یہاں مَا استفہامیہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اَیُّ شَیْءٍ مَنَعَهُمْ کیا چیز ہے جس نے انہیں ایمان لانے سے روکا۔

"وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ"۔ اور توبہ کر کے اپنے رب سے خطاؤں کی معافی مانگتے۔
"اِلَّا اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ۔ مگر یہ کہ پہلے ہی طریقہ کا انتظار کر رہے ہیں یعنی وَهُمْ مَنْ هَلَكَ مِنَ الْاُمَمِ السَّالِفَةِ۔ وہی ہلاکت جس سے پہلی امتیں ہلاک ہوئیں۔ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ سے مراد اِهْلَاكٌ بِعَذَابِ الْاِسْتِیْصَالِ ہے۔
"اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا۔ یا آئے ان پر عذاب قسم قسم کا"۔ قُبُلًا۔ قُبُل سے ہے اَیْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ اَنْوَاعًا وَاَلْوَانًا۔ قبل کے معنی ہیں انواع والوان کا عذاب آنا۔
"وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ۔ اور نہیں بھیجتے ہم رسولوں کو مگر خوشی سناتے اور ڈراتے" یعنی مومنین کو بشارت جنت دیتے ہیں اور کافر و عصیان شعار کو عذاب کا ڈر سناتے۔
"وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ۔ اور جھگڑتے ہیں وہ جو کافر ہیں باطل پر تاکہ ہٹا دیں ان سے حق"۔
لِیُدْحِضُوْا کے معنی ہیں لِیُزِیْلُوْا اَوْ یُبْطِلُوْا۔ تاکہ وہ ہٹا دیں حق سے باطل پرستی کر کے اور اس کی اصل

یعنی اِدْحَاض کی اِزْلَاق ہے یعنی پھسلا دینا وَالـدَّحْضُ الطِّیْنُ الَّـذِیْ یَزْلِقُ فِیْہ۔ دحض کیچڑ میں پھسلنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

"وَاتَّخَذُوْا اٰیٰتِیْ وَمَا اُنْذِرُوْا ھُزُوًا۔ اور وہ میری آیتوں کا اور ان احکام کا جو ڈر سنانے والی ہیں مذاق بنلاتے ہیں"۔

کہیں انبیاء کو اپنے جیسا بشر کہہ کر استہزاء کرتے ہیں کہ بشر نہ کہیں تو کیا کہیں۔ مشرکین یہی کہتے تھے مَا ھٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ۔ وغیرہ وغیرہ اور اس امر پر غور نہ کیا کہ نبی من حیث النبی نبی ہے۔ اور وہ تمام غیوب پر خبردار ہی نہیں بلکہ خبر دینے والا ہے اس لیے کہ نبی نبا سے ہے اور نبا خبر کو کہتے ہیں تو نبی خبر دینے والا ہوا تو اگر سمجھتے تو یہی فرق ایمان والے کے لیے کم نہیں۔

علاوہ ازیں خود نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرق ظاہر فرمایا مَنْ مِنْكُمْ مِّثْلِیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔ تم میں میرا مثل کون ہے۔ میں اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ بھی فرمایا کہ میرے رب کے ساتھ میرا وقت خاص ہے جس میں ملک مقرب اور نبی مرسل تک کی رسائی نہیں۔ یہ جانے کہ جاہل اپنی جہالت سے لوگوں کو جہالت کا شکار بنا کر حق سے ادحاض وازلاق چاہتے ہیں اور مجنونانہ استہزاء کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کو وعید شدید فرمایا۔

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ فَاَعْرَضَ عَنْھَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰہُ۔ اور کون ظالم ترین ہے اس سے جسے اس کے رب کی آیتیں یاد کرائی جائیں تو وہ ان سے اعراض و انحراف کرے اور بھول جائے وہ جو اس کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں"۔

یعنی اس سے ظالم تر کون ہو سکتا ہے جو آیات کلام الٰہی سن کر اعراض کرے اور اپنا کفر اور بداعمالیاں بھول جائے جن کا بدلہ اس کے نامۂ اعمال میں جمع ہے۔

"اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَھُوْہُ وَفِیْ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا۔ ہم نے کر دیے ان کے دلوں پر غلاف تاکہ قرآن نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں ثقل ہے"۔

اکنہ کے معنی اَغْطِیَہ کے ہیں یہ کنان کی جمع ہے اور اَغْطِیَہ غطا کی جمع ہے۔ اور غطا پردہ یا غلاف کو کہتے ہیں اور وَقْر ثقل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی بہرے پن کو وقر کہتے ہیں۔

"وَاِنْ تَدْعُھُمْ اِلَی الْھُدٰی فَلَنْ یَّھْتَدُوْا اِذًا اَبَدًا۔ اور اگر آپ انھیں بلائیں ہدایت کی طرف

تو ہرگز راہ نہ پائیں گے کبھی"۔

بلکہ اپنی گمراہی پر ہی جمے رہیں گے اس لیے کہ ان کی جبلت ہی کفر پہ ہے یہ ان کافروں کے لیے وعید شدید ہے جن کا علم اللہ میں ایمان قبول کرنا ہی مقدر نہیں ہے حیث قال الآلوسی

وَالْاٰیَۃُ فِیْ اُنَاسٍ عَلِمَ اللّٰہُ تَعَالٰی مُوَافَاتَہُمْ عَلَی الْکُفْرِ مِنْ مُّشْرِکِیْ مَکَّۃَ۔

اب قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ایسے مشرکوں کا اسی وقت قلع قمع کیوں نہ فرمایا گیا اس کا جواب بطور دفع دخل مقدر ارشاد ہے۔

"وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا۔ اور تمہارا رب بخشنے والا۔ رحم والا ہے اگر وہ انہیں ان کے کرتوت پر گرفت کرتا تو جلد ان پر عذاب لاتا بلکہ ان کے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے۔ جب ہرگز وہ اس کے سوا کوئی پناہ نہ پائیں گے"۔

مَوْئِلًا۔ کے معنی ہیں فراء کہتے ہیں اَی مَلْجَأً یعنی نجات۔ محاورہ میں کہتے ہیں وَاَلَتْ نَفْسُ فُلَانٍ اَیْ نَجَتْ فلاں کی جان بچ گئی یعنی نجات پا گئی۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں ھُوَ الْمَلْجَأُ یُقَالُ وَاَلَ فُلَانٌ اِلٰی کَذَا یَئِلُ وَاْلًا وَّوُؤُلًا اِذَا لَجَأَ وَتَفْسِیْرُہٗ بِالْمَلْجَأِ۔ بہرحال نجات اور خلاصی کے معنی میں اس کا استعمال ہے۔

"وَتِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا۔ اور یہ بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جب انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کا ایک وعدہ رکھا تھا"۔

جیسے قوم لوط۔ ثمود۔ عاد۔ ایکہ۔ قوم نوح وغیرہ وغیرہ۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع۔ سورہ کہف۔ پ ۱۵

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا۔	اور یاد کرو جب کہا موسیٰ نے اپنے خادم سے میں باز نہ رہوں گا جب تک نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملتے ہیں یا گزرتا چلا جاؤں گا قرنوں۔
فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ	تو جب وہ دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے بھول گئے اپنی مچھلی اور پکڑی اس نے اپنی راہ دریا میں

سَرَبًا ۝

سرنگ بنا کر

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝

تو جب وہاں سے گزر گئے فرمایا اپنے خادم کو لاؤ ہمارا ناشتہ بے شک پایا ہم نے اپنے اس سفر میں مشقت کو

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۝

تو بولا خادم دیکھئے جب ہم آئے اس چٹان کے پاس تو بھول گئے ہم مچھلی اور نہیں بھلایا مجھے مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر کروں اور اس نے سمندر میں اپنی راہ حیرتناک صورت میں بنا لی۔

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝

فرمایا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں پر نشان دیکھتے۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝

تو پایا دونوں نے ایک بندہ ہمارے بندوں میں سے جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝

کہا موسیٰ نے اسے کیا میں تمہاری اتباع میں رہوں اس شرط پر کہ تم سکھاؤ مجھے اس سے جو تعلیم ہوئی تمہیں نیکی کی۔

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝

بولا تم ہرگز نہیں طاقت رکھتے میرے ساتھ صبر کی۔

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝

اور کیسے صبر کریں گے آپ اس پر جس پہ آپ کا علم محیط نہیں۔

قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝

کہا عنقریب پائیں گے آپ اگر اللہ نے چاہا صبر کرنے والا اور نہ خلاف کروں گا آپ کی کسی حکم میں۔

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْــَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝

کہا آپ اگر میری پیروی کریں تو نہ پوچھیں مجھ سے کچھ جب تک کہ میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

حلِ لغات نواں رکوع۔ سورۂ کہف۔ پ ۱۵

وَاِذْ۔ اور جب	قَالَ۔ کہا	مُوْسٰی۔ موسیٰ نے	لِفَتٰىهُ۔ اپنے خادم سے
لَآ اَبْرَحُ۔ میں ہمیشہ چلونگا	حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	اَبْلُغَ۔ میں پہنچوں	مَجْمَعَ۔ ملنے
الْبَحْرَيْنِ۔ دو سمندروں کے	اَوْ۔ یا	اَمْضِيَ۔ چلا جاؤں میں	حُقُبًا۔ کئی حقبے
فَلَمَّا۔ پھر جب	بَلَغَا۔ پہنچے وہ دونوں	مَجْمَعَ۔ جگہ ملنے	بَيْنِهِمَا۔ ان دونوں کے
نَسِيَا۔ تو بھول گئے	حُوْتَهُمَا۔ اپنی مچھلی	فَاتَّخَذَ۔ اور بنایا اس نے	سَبِيْلَهٗ۔ اپنا رستہ
فِي الْبَحْرِ۔ سمندر میں	سَرَبًا۔ سرنگ بنا کر	فَلَمَّا۔ پھر جب	جَاوَزَا۔ گزرے
قَالَ۔ کہا موسیٰ نے	لِفَتٰىهُ۔ اپنے خادم کو	اٰتِنَا۔ لاؤ ہمارے پاس	غَدَآءَنَا۔ ہمارا کھانا
لَقَدْ۔ بیشک	لَقِيْنَا۔ پہنچی ہمیں	مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا۔ اپنے اس سفر سے	
نَصَبًا۔ مشقت	قَالَ۔ بولا	اَرَءَيْتَ۔ کیا دیکھا آپ نے	
اِذْ۔ جب	اَوَيْنَا۔ جگہ پکڑی ہم نے	اِلَى۔ طرف	الصَّخْرَةِ۔ پتھر کی
فَاِنِّيْ۔ تو بیشک میں	نَسِيْتُ۔ بھول گیا	الْحُوْتَ۔ مچھلی کو	وَمَا۔ اور نہ
اَنْسٰنِيْهُ۔ بھلائی مجھے وہ مچھلی		اِلَّا۔ مگر	الشَّيْطٰنُ۔ شیطان نے
اَنْ۔ یہ کہ	اَذْكُرَهٗ۔ میں ذکر کروں اس کا	وَاتَّخَذَ۔ اور پکڑا اس نے	سَبِيْلَهٗ۔ اپنا رستہ
فِي الْبَحْرِ۔ سمندر میں	عَجَبًا۔ عجب طرح	قَالَ۔ فرمایا	ذٰلِكَ۔ یہی تھی
مَا۔ وہ جگہ	كُنَّا۔ جس کو ہم	نَبْغِ۔ ڈھونڈتے تھے	فَارْتَدَّا۔ تو واپس ہوئے
عَلٰٓى۔ اوپر	اٰثَارِهِمَا۔ اپنے قدموں کے	قَصَصًا۔ کھوج لگاتے	فَوَجَدَا۔ تو پایا ان دونوں
نے	عَبْدًا۔ ایک بندہ	مِّنْ عِبَادِنَآ۔ ہمارے بندوں سے	
اٰتَيْنٰهُ۔ کر دی ہم نے اس کو		رَحْمَةً۔ رحمت	مِّنْ عِنْدِنَا۔ اپنے پاس سے
وَعَلَّمْنٰهُ۔ اور سکھایا ہم نے اس کو		مِنْ لَّدُنَّا۔ اپنے پاس سے	عِلْمًا۔ علم
قَالَ۔ فرمایا	لَهٗ۔ اسے	مُوْسٰی۔ موسیٰ نے	هَلْ۔ کیا
اَتَّبِعُكَ۔ پیروی کروں میں تیری		عَلٰٓى۔ اس پر	اَنْ۔ یہ کہ
تُعَلِّمَنِ۔ سکھائے تو مجھ کو		مِمَّا۔ اس چیز سے	عُلِّمْتَ۔ جو تو سکھایا گیا

رُشْدًا ۔ بھلائی	قَالَ ۔ بولا	اِنَّكَ ۔ یقیناً آپ	لَنْ ۔ کبھی نہ
تَسْتَطِیْعَ ۔ کرسکیں گے	مَعِیَ ۔ میرے ساتھ	صَبْرًا ۔ صبر	وَكَیْفَ ۔ اور کیسے
تَصْبِرُ ۔ صبر کریں گے آپ	عَلٰی ۔ اوپر	مَا ۔ اس کے	لَمْ تُحِطْ ۔ جو نہ گھیرا تم نے
بِہٖ ۔ اسکو	خُبْرًا ۔ علم سے	قَالَ ۔ فرمایا	سَتَجِدُنِیْ ۔ جلدی پاؤ گے تم
مجھ کو	اِنْ ۔ اگر	شَآءَ ۔ چاہا	اللّٰہُ ۔ اللہ نے
صَابِرًا ۔ صبر کرنے والا	وَلَآ ۔ اور نہ	اَعْصِیْ ۔ نافرمانی کروں گا	لَكَ ۔ تیری
اَمْرًا ۔ کسی کام میں	قَالَ ۔ بولا	فَاِنِ ۔ تو اگر	اتَّبَعْتَنِیْ ۔ آپ پیروی کریں
میری	فَلَا ۔ تو نہ	تَسْئَلْنِیْ ۔ سوال کرنا مجھ سے	
عَنْ شَیْءٍ ۔ کسی چیز کا	حَتّٰی ۔ یہاں تک کہ	اُحْدِثَ ۔ میں بیان کروں	لَكَ ۔ آپ کے لیے
مِنْہُ ۔ اس کا	ذِكْرًا ۔ تذکرہ		

مختصر تفسیر اُردو نواں رکوع ۔ سورہ کہف ۔ پ ۱۵

"وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىہُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ۔ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِہِمَا نَسِیَا حُوْتَہُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَہٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ۔ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىہُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا ۔

اور یاد کیجیے جب کہا موسیٰ نے اپنے خادم سے میں باز نہ رہوں گا جبتک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں چلا جاؤں گا ۔ تو جب دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے اور اس مچھلی نے سمندر میں راہ پکڑی سرنگ بناتے ہوئے تو جب دونوں وہاں سے آگے نکلے تو موسیٰ نے خادم سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ بے شک ہمیں اس سفر میں مشقت ہوئی"۔

یہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں جو بقول اصح بنی اسرائیل کے نبی تھے ۔ اگرچہ اہل کتاب یہودی اور عیسائیوں نے اختلاف کیا ہے ۔

اور فتیٰ سے مراد خادم ہے اس لیے کہ عرب خادم کو فتیٰ بولتے ہیں ۔
ایک قول ہے وہ یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف علیہ السلام تھے ۔
ایک قول ہے ابن اخت یعنی موسیٰ علیہ السلام کے بھانجے تھے ۔

ایک قول ہے کہ وہ یوشع علیہ السلام کے بھائی تھے۔
بہرحال یوشع بن نون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کرتے تھے اور آپ کے شاگرد بھی تھے۔ ان سے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔
لَآ اَبْرَحُ ۔ میں کبھی باز نہ رہوں گا۔ بَرِحَ افعال ناقصہ سے ہے جیسے زَالَ یَزَالُ ۔ اس کے معنے لَا اَزَالُ یعنی ہمیشہ کوشش کروں گا ہوتے ہیں۔
" حَتّٰۤی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ۔ یعنی میں اپنا سفر ختم نہ کروں گا حتیٰ کہ مجمع البحرین تک نہ پہنچوں چاہے اس کوشش میں حقب ہی کیوں نہ گذر جائیں"۔
حقب ۔ زمانہ طویل کو بھی کہتے ہیں گویا اس کے معنی یہ ہوئے اَیْ لَا اَزَالُ اَسِیْرُ فِیْ کُلِّ حَالٍ حَتّٰی اَبْلُغَ اِلَّا اَنْ اَمْضِیَ زَمَانًا اَتَیَقَّنُ فَوَاتَ الْمَجْمَعِ ۔ یعنی ہمیشہ سفر کرتا رہوں گا جبتک نہ پہنچوں یا یہ کہ زمانہ طویل گذر جائے۔
وَالْحُقُبُ بِضَمَّتَیْنِ یَعْنِیْ ح قا دونوں پر پیش ہے
اور ایک قول ہے کہ ح مضموم اور ق ساکن ہے۔
وَفِی الْقَامُوْسِ جَمْعُہٗ اَحْقَابٌ وَّاَحْقُبٌ وَفِی الصِّحَاحِ اِنَّ الْحُقْبَ بِالضَّمِّ یُجْمَعُ عَلٰی حِقَابٍ مِثْلُ قُفٍّ وَقِفَافٍ ۔
وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ ثَمَانُوْنَ سَنَۃً ۔ حقب اسی برس کا ہوتا ہے۔
وَعَنِ الْحَسَنِ اَنَّہٗ سَبْعُوْنَ سَنَۃً ۔ حسن کے نزدیک ستر سال کا حقب ہے
اور قاموس میں ہے اَلْحِقْبَۃُ بِالْکَسْرِ مِنَ الدَّھْرِ مُدَّۃٌ لَا وَقْتَ لَھَا ۔ حقبہ بالکسر زمانہ ہے جس کی مدت کے اختتام کا کوئی وقت نہ ہو۔
اور اس واقعہ کی وجہ یہ ہوئی کَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ :
اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ قَامَ خَطِیْبًا فِیْ بَنِیْۤ اِسْرَاۤئِیْلَ فَسُئِلَ اَیُّ النَّاسِ اَعْلَمُ فَقَالَ اَنَا فَعَتَبَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ اِذْ لَمْ یَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَیْہِ سُبْحٰنَہٗ فَاَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَیْہِ اَنَّ لِیْ عَبْدًا بِمَجْمَعِ الْبَحْرَیْنِ ھُوَ اَعْلَمُ مِنْکَ الحدیث
حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے تھے کہ آپ سے سوال ہوا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عالم کون ہے؟ آپ نے فرمایا میں۔
تو اس پر آپ کے مرتبہ کے موافق عتاب ہوا اس لیے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو

اس کا علم ہے۔

چنانچہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے وحی کی کہ ایک ہمارا بندہ مجمع البحرین میں تم سے زیادہ عالم ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا اور عرض کی۔

اَیْ رَبِّ اِنْ کَانَ فِیْ عِبَادِکَ اَحَدٌ ھُوَ اَعْلَمُ مِنِّیْ فَدُلَّنِیْ عَلَیْہِ فَقَالَ لَہٗ نَعَمْ فِیْ عِبَادِیْ مَنْ ھُوَ اَعْلَمُ مِنْکَ ثُمَّ نَعَتَ لَہٗ مَکَانَہٗ وَاَذِنَ لَہٗ فِیْ لُقْیَاہٗ۔

الٰہی! اگر تیرے بندوں میں کوئی مجھ سے زیادہ عالم ہے تو مجھے اس کا پتہ دے تو جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوا ہاں میرے بندوں میں تجھ سے زیادہ عالم ہیں پھر ان کا پتہ دیا اور ملاقات کی اجازت ہوئی۔

ایک روایت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ خیال تھا کہ ان سے زیادہ عالم ان کے زمانہ میں کوئی نہیں تو آپ نے بارگاہ حق میں عرض کی۔ یَا رَبِّ فَھَلْ فِی الْاَرْضِ اَحَدٌ اَعْلَمُ مِنِّیْ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَیْنَ ھُوَ قِیْلَ لَہٗ عِنْدَ الصَّخْرَۃِ الَّتِیْ عِنْدَھَا الْعَیْنُ فَخَرَجَ مُوْسٰی یَطْلُبُہٗ حَتّٰی کَانَ مَا ذَکَرَ اللہُ تَعَالٰی۔

آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی الٰہی زمین میں کوئی مجھ سے زیادہ عالم ہے؟ ارشاد ہوا ہاں۔ عرض کی وہ کہاں ہے۔ ارشاد ہوا اس چٹان کے پاس جس کے قریب چشمہ ہے چنانچہ آپ اس کی تلاش میں نکلے جیسا کہ ارشاد ہے۔

"فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِھِمَا نَسِیَا حُوْتَھُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَہٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا۔ تو جب دونوں پہنچے دو سمندروں کے ملنے کی جگہ اپنی مچھلی بھول گئے اور راہ لی مچھلی نے دریا میں سرنگ بنا کر۔

اور اس کی اصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جب فرمایا کہ موسیٰ وہ میرا بندہ جو زیادہ عالم ہے وہ مجمع بحرین میں ہے تو آپ نے عرض کی، یَا رَبِّ کَیْفَ لِیْ بِہٖ الٰہی تو کس طرح میری اس سے ملاقات ہوگی تو ارشاد ہوا۔

تَاْخُذُ مَعَکَ حُوْتًا فَتَجْعَلُہٗ فِیْ مِکْتَلٍ فَحَیْثُمَا فَقَدْتَ الْحُوْتَ فَھُوَ ثَمَّ۔ تم اپنے توشہ دان میں ایک مچھلی رکھ لو اور چلو تو جہاں وہ مچھلی تمہارے توشہ دان سے نکل جائے وہی اس بندے کا مقام ہے۔

فَاَخَذَ حُوْتًا وَجَعَلَہٗ فِیْ مِکْتَلٍ ثُمَّ انْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَہٗ فَتَاہُ حَتّٰی اَتَیَا الصَّخْرَۃَ وَکَانَتْ عِنْدَ مَجْمَعِ الْبَحْرَیْنِ وَضَعَا رُؤُسَھُمَا فَنَامَا وَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فِی الْمِکْتَلِ فَخَرَجَ مِنْہُ فَسَقَطَ فِی الْبَحْرِ۔

تو آپ نے مچھلی توشہ دان میں رکھی اور روانہ ہوئے اور وہ خادم یا شاگرد حضرت یوشع علیہ السلام بھی آپ کے ساتھ ہو لیے حتیٰ کہ اس صخرہ کے پاس آئے اور دونوں مجمع بحرین کے پاس سو گئے اور مچھلی توشہ دان سے تڑپ کر دریا میں چلی گئی۔

اور ایک روایت میں ہے رَوَاہُ الشَّیْخَانِ وَغَیْرُہٗ اِنَّ اللہَ تَعَالٰی قَالَ لِمُوْسٰی خُذْ نُوْنًا مَّیِّتًا

بِحَيْثُ هُوَ يَنْفَخُ فِيهِ الرُّوحَ فَاَخَذَ ذَالِكَ فَجَعَلَهُ فِي مِكْتَلٍ فَقَالَ لِفَتَاهُ لَا أُكَلِّفُكَ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنِي بِحَيْثُ يُفَارِقُكَ الْحُوتُ قَالَ مَا كَلَّفْتَ كَثِيرًا فَبَيْنَمَا هُمَا فِي ظِلِّ صَخْرَةٍ إِذَا اضْطَرَبَ الْحُوتُ حَتَّى دَخَلَ الْبَحْرَ وَمُوسَى نَائِمٌ فَقَالَ فَتَاهُ لَا أُوقِظُهُ حَتَّى إِذَا اسْتَيْقَظَ نَسِيَ أَنْ يُخْبِرَهُ۔

اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایک مچھلی رکھ لو تو جب اس میں جان آجائے تو وہاں تمہیں وہ بندہ ملے گا۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور اپنے خادم کو فرمایا کہ میں تمہیں زیادہ تکلیف نہیں دیتا مگر یہ کہ مچھلی کا خیال رکھو جب یہ زندہ ہو کر تم سے علیحدہ ہو جائے تو مجھے خبر دو۔

حضرت یوشع نے عرض کیا حضور یہ بھی کوئی تکلیف ہے۔ میں ضرور اسکی نگرانی کروں گا۔

تو جب وہ دونوں اس چٹان کے پاس پہنچے تو وہ مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی اور موسیٰ علیہ السلام اس وقت خواب استراحت میں تھے۔ حضرت یوشع نے خیال کیا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو جب بیدار ہوں گے کہہ دوں گا۔

لیکن جب آپ بیدار ہوئے تو حضرت یوشع اس کا تذکرہ کرنا بھول گئے

اور مسلم شریف کی روایت میں اس طرح ہے کہ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لَهُ آيَةُ ذَالِكَ أَنْ تَزَوَّدَ حُوتًا مَالِحًا فَهُوَ حَيْثُ تَفْقِدُهُ۔ فَفَعَلَ حَتَّى إِذَا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ وَانْطَلَقَ مُوسَى يَطْلُبُ وَوَضَعَ فَتَاهُ الْحُوتَ عَلَى الصَّخْرَةِ فَاضْطَرَبَ وَدَخَلَ الْبَحْرَ فَقَالَ فَتَاهُ إِذَا جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ تَعَالٰى حَدَّثْتُهُ فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ۔

اللہ تعالے نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام کو اس بندہ کی نشانی معلوم کرنے کے لیے اپنے ناشتہ دان میں ایک مچھلی نمکین تل کر رکھو جہاں وہ مچھلی ناشتہ دان سے نکل جائے وہی اس کا مقام ہے۔

چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ اس چٹان کے پاس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بندہ کی تلاش کے لیے نکلے اور خادم نے وہ مچھلی چٹان پر رکھ دی وہاں سے وہ مچھلی تڑپ کر دریا میں چلی گئی۔ خادم نے کہا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو ان سے عرض کروں گا پھر شیطان نے اسے بھلا دیا۔

اور اس مقام پر اس مچھلی کے زندہ ہونے کا سبب یہ تھا جو آلوسی فرماتے ہیں۔

وَسَبَبُ حَيٰوةِ الْحُوتِ عَلٰى مَا فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ الصَّخْرَةِ مَاءُ الْحَيٰوةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ خَلَدَ وَلَا يُقَارِبُهُ مَيِّتٌ إِلَّا حَيَّ فَأَصَابَ شَيْءٌ مِنْهُ الْحُوتَ فَحَيِيَ

ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس چٹان کے پاس چشمہ ماء الحیوۃ تھا جو اس سے پی لیتا وہ ہمیشہ زندہ رہتا

اور اس چشمہ کے پاس سے کوئی میت نہیں گذری مگر زندہ ہو گئی تو اس مچھلی کو بھی کچھ اس پانی سے پہنچا تو وہ زندہ ہو گئی۔

چنانچہ ایک روایت ہے کہ حضرت یوشع نے اس پانی سے وضو کیا تو اس کا چھینٹا اس مچھلی کو پہنچ گیا جس سے وہ زندہ ہو گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یوشع نے اس مچھلی میں سے دو وقت کھایا باقی جو بچی وہ زندہ ہو کر

"فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا۔ اس نے اپنا راستہ سرنگ کی صورت میں پکڑا۔"

اور اس کی تشریح حدیث شیخین اور ترمذی اور نسائی وغیرہ میں اس طرح ہے اِنَّ اللّٰهَ اَمْسَكَ عَنْ جَرْيَةِ الْمَاءِ فَصَارَ عَلَيْهِ مِثْلَ الطَّاقِ۔ اللہ تعالےٰ نے دریا کے بہاؤ کو روکا اور محراب نما راستہ بنا دیا۔

اس مچھلی کی نسل سے ابوحامد اندلسی نے ملاحظہ فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں۔

رَاَيْتُ سَمَكَةً بِقُرْبِ مَدِيْنَةِ سَبْتَةَ مِنْ نَسْلِ الْحُوْتِ الَّذِىْ تَزَوَّدَهٗ مُوْسٰى وَفَتَاهُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَاَكَلَا مِنْهُ وَهِىَ سَمَكَةٌ طُوْلُهَا اَكْثَرُ مِنْ ذِرَاعٍ وَعَرْضُهَا شِبْرٌ وَاَحَدُ جَنْبَيْهَا شَوْكٌ وَعِظَامٌ وَجِلْدٌ رَقِيْقٌ عَلٰى اَحْشَائِهَا وَلَهَا عَيْنٌ وَاحِدٌ وَرَاْسُهَا نِصْفُ رَاْسٍ مَتٰى رَاٰهَا مِنْ هٰذَا الْجَانِبِ اِسْتَقْذَرَهَا حَيْثُ اِنَّهَا مَاْكُوْلَةٌ مَيِّتَةٌ وَنِصْفُهَا الْاٰخَرُ صَحِيْحٌ وَالنَّاسُ يَتَبَرَّكُوْنَهَا وَيُهْدُوْنَهَا اِلَى الْاَمَاكِنِ الْبَعِيْدَةِ۔

میں نے یہ مچھلی سبتہ شہر کے قریب دیکھی جو اسی نسل سے تھی جسے حضرت موسیٰ اور یوشع علیہما السلام نے تل کر ناشتہ میں رکھا تھا اس کا طول شرعی گز یعنی ۱۲ گرہ تھا اور عرض ایک بالشت تھا۔

ایک پہلو میں ہڈی کانٹے تھے اور ایک طرف باریک کھال آنتوں پر تھی۔ اس کی ایک آنکھ اور نصف سر تھا۔ اسے دیکھنے والا مری ہوئی گمان کر سکتا تھا۔ لیکن آدھا حصہ صحیح ہے لوگ اسے تبرکاً ہدیوں میں دور دور بھیجتے ہیں۔

اور ایسا ہی ابوشجاع کہتے ہیں۔

"فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۔ تو جب وہاں سے گذر گئے تو فرمایا اپنے خادم کو لاؤ ہمارا ناشتہ بیشک آج کے اس سفر میں ہمیں بہت تکان ہوئی۔"

اس لیے کہ یہاں سے بقیہ دن اور رات چلے جب دوسرے دن صبح ہوئی اور دن چڑھ گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھوک محسوس فرمائی۔ تو آتنا غداءنا فرمایا یعنی وہ ناشتہ لاؤ جو ہمارے ساتھ توشہ دان

میں ہے۔ نصب کے معنی تعب۔ محنت اور تکان کے ہیں۔ اس لیے کہ اس سے پہلے جتنا سفر کیا اس میں تکان نہیں ہوئی تھی۔ حیث قال

فَقَدْ صَحَّ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ یَجِدْ مُوْسٰی شَیْئًا مِّنَ النَّصَبِ حَتّٰی جَاوَزَ الْمَکَانَ الَّذِیْ اُمِرَبِہٖ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس صخرہ تک قطعاً تکان نہیں ہوئی جہاں تک کا ان کو حکم تھا۔ اور اس صخرہ تک آپ چالیس روز میں تشریف لائے اس مدت میں آپ کو بھوک بھی نہیں لگی۔ کَمَا قَالَ اَبِیْ بَکْرِبْنِ غَالِبِ بْنِ عَطِیَّۃَ۔

تو اس وقت حضرت یوشع علیہ السلام کو وہ مچھلی کا نکلنا اور پانی میں جانا یاد آیا تو عرض کیا۔

قَالَ اَرَاَیْتَ اِذْ اَوَیْنَا اِلَی الصَّخْرَۃِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ وَمَا اَنْسٰنِیْہُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْکُرَہٗ وَاتَّخَذَ سَبِیْلَہٗ فِی الْبَحْرِ عَجَبًا۔ دیکھئے جب ہم آئے اس چٹان کے پاس تو میں بھول گیا مچھلی اور نہیں بھلایا مجھے مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر کروں اور راہ لی دریا میں اس مچھلی نے عجیب طرح۔

اَوَیْنَا کے معنی اِلْتَجَأْنَا اِلَیْھَا وَاَقَمْنَا عِنْدَھَا۔ یعنی سہارا لینا اور اس کے پاس قیام کرنا ہیں۔

اور اِذْ اَوَیْنَا کے ساتھ گذشتہ مقام اس لیے یاد دلایا کہ اس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواب فرمایا تھا۔ وَذَکَرَ ھٰذِہِ الصَّخْرَۃَ قَرِیْبَۃً مِّنْ نَّھْرِ الزَّیْتِ وَھُوَ نَھْرٌ مَّعِیْنٌ عِنْدَہٗ کَثِیْرٌ مِّنَ الشَّجَرِ الزَّیْتُوْنِیَّۃِ۔ اور یہ صخرہ نہر زیت کے قریب ہے اور وہ نہر میٹھے پانی کی ہے جس کے نزدیک زیتون کے درخت ہیں۔

تو حضرت یوشع علیہ السلام نے عرض کیا کہ جب آپ استراحت میں تھے اس وقت وہ مچھلی تڑپی اور دریا میں چلی گئی میں نے خیال کیا کہ آپ کو نہ جگاؤں بعد میں عرض کر دوں گا پھر شیطان نے ایسا بھلایا کہ یاد ہی نہ رہا یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

"قَالَ ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓی اٰثَارِھِمَا قَصَصًا۔ فرمایا یہی وہ ہے جو ہم چاہتے تھے۔

فَارْتَدَّا اَیْ رَجَعَا تو پلٹے اپنے پیروں پر یعنی الٹے لوٹے اپنی اسی راہ" جس سے آگے آئے تھے۔

قَصَصًا کے معنی یَتَّبِعَانِھَا اِتِّبَاعًا فَھُوَ مِنْ قَصَّ اَثَرَہٗ اِذَا تَبِعَہٗ۔ یعنی جن قدموں سے صخرہ سے آگے آئے تھے انھیں قدموں کے نشان پر واپس لوٹے۔

"فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا۔ تو پایا ان دونوں نے ایک بندہ ہمارے بندوں میں سے"۔

جمہور کی یہی تحقیق ہے کہ وہ خضر علیہ السلام تھے۔

ایک قول ہے کہ وہ حضرت یسع تھے۔

ایک قول ہے کہ وہ حضرت الیاس تھے۔

ایک قول ہے کہ وہ فرشتہ تھا فرشتوں میں سے۔ لیکن یہ تمام اقوال غریب ہیں۔ بلکہ باطل ہیں۔ كَمَا فِي شَرْحِ مُسْلِمٍ۔ وَالْحَقُّ الَّذِيْ تَشْهَدُ لَهُ الْأَخْبَارُ الصَّحِيْحَةُ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْخَضِرُ لَقَبُهُ۔ روایات صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ پہلا قول صحیح ہے۔

خَضِرٌ۔ بِفَتْحِ فَاءٍ وَقَدْ تُكْسَرُ وَكَسْرِ الضَّادِ وَقَدْ تُسَكَّنُ۔

كَمَا أَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ جَلَسَ عَلٰى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ آپ تشریف فرما تھے فروہ پر اور فروہ وجہ ارض کو کہتے ہیں تو وہ زمین لہلہا کر سرسبز و شاداب ہو گئی۔ اس وجہ میں آپ کو خضر کہا گیا۔

وَأَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرٍ وَجَمَاعَةٌ عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ لُقِّبَ بِذٰلِكَ لِأَنَّهُ إِذَا صَلّٰى اخْضَرَّ مَا حَوْلَهُ۔ آپ کو خضر اس لیے کہا گیا کہ آپ جہاں نماز ادا فرماتے تو ماحول سبز ہو جاتا۔

وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ ذٰلِكَ لِأَنَّهُ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِيْ مَكَانٍ اخْضَرَّ مَا حَوْلَهُ وَكَانَتْ ثِيَابُهُ خُضْرًا۔ جہاں آپ تشریف فرما ہوتے اس کا ماحول سبز ہو جاتا اور آپ کا لباس بھی سبز ہی ہوتا تھا۔

علامہ نووی فرماتے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو العباس ہے اور اسم شریف بَلْیَا بموحدہ مفتوحہ و لام ساکنہ۔

ایک قول ہے کہ آپ کا نام عامر ہے۔

ایک قول ہے کہ آپ کا نام احمد ہے۔ اور ابن دحیہ فرماتے ہیں احمد ہرگز نام نہیں اسلیے کہ حضور سے قبل یہ نام کسی کا نہیں ہوا۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں إِنَّ أُمَّهُ رُوْمِيَّةٌ وَأَبَاهُ فَارِسِيٌّ وَلَمْ يَذْكُرْ اِسْمَهُ۔ آپ کی والدہ روم کی تھیں اور آپ کے والد فارس کے اور نام کا ذکر نہیں کیا۔

اس کے متعلق اور بھی متعدد روایات علامہ آلوسی نے نقل کی ہیں جو بخوف طوالت نقل نہیں کی گئیں۔

اب اس بحث پر تبصرہ ضروری ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی اور آپ کی ملاقات کس حال میں ہوئی۔

چنانچہ حدیث بخاری سے ثابت ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور یوشع علیہما السلام واپس ہوئے اور صخرہ تک آئے تو ایک بزرگ چادر اوڑھے ملے جس کا ایک کنارہ سر کے نیچے اور دوسرا کنارہ پیروں کے نیچے تھا۔

اور مسلم شریف میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس اس جزیرہ پر آئے تو حضرت خضر علیہ السلام کو نماز پڑھتے پایا جو ایک سبز بوریے پر تھے۔ طنفسۃ خضراء کے معنی سبز بوریے کے ہوتے ہیں اور یہ سبز بوریا پانی کی سطح پر تھا اور آپ سبز لباس میں تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اِذْ سَبِیْلَ الْحُوْتِ عَادَ حَجَرًا مچھلی جس راستے سے پانی میں گئی تھی وہ راستہ پتھر کا ہو گیا تھا۔ جب یہاں تشریف لائے تو وہاں چٹان پر چلے یہاں تک کہ اس جزیرہ پر پہنچ گئے جہاں حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

اور جب وہاں پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سَلَامٌ عَلَیْكَ فرمایا تو حضرت خضر نے فرمایا۔ وَاَنّٰی بِاَرْضِكَ السَّلَامُ۔ تمہاری زمین میں سلام کہاں؟ پھر موسیٰ نے فرمایا اَنَا مُوْسٰی خضر نے فرمایا مُوْسٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فرمایا جی ہاں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وَمَا اَدْرَاكَ بِیْ وَمَنْ اَخْبَرَكَ اَنِّیْ نَبِیُّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔ آپ نے کیسے جانا اور کس نے آپ کو یہ خبر دی کہ میں نبی بنی اسرائیل ہوں

حضرت خضر نے جواب دیا اَلَّذِیْ اَدْرَاكَ بِیْ وَدَلَّكَ عَلَیَّ۔ جس نے تمہیں میرا پتہ دیا۔

پھر فرمایا۔ یَا مُوْسٰی اَمَا یَكْفِیْكَ اَنَّ التَّوْرَاةَ بِیَدِكَ وَاَنَّ الْوَحْیَ یَاْتِیْكَ۔ موسیٰ کیا آپ کو یہ کافی نہ ہوا کہ توریت آپ کے ہاتھ میں ہے اور وحی آپ پر آتی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ رَبِّیْ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْكَ لِاَتَّبِعَكَ وَاَتَعَلَّمَ مِنْ عِلْمِكَ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ میں آپ کی پیروی کروں اور آپ کے علم سے کچھ سیکھوں۔

عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا پر جو تنوین ہے وہ تفخیم کے لیے ہے اور عِبَادِنَا سے تشریف اور اختصاص مراد ہے گویا اس کے معنی یہ ہوئے۔

اَیْ عَبْدًا جَلِیْلَ الشَّاْنِ مِمَّنْ اُخْتُصَّ بِنَا وَشُرِّفَ بِالْاِضَافَةِ اِلَیْنَا یعنی وہ بندہ ایسا جلیل الشان ہے جسے ہم نے اپنے ساتھ مختص کر کے شرافت عطا کی ہے۔

وَاٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا جسے ہم نے رحمت اپنے پاس سے عطا کی۔

اس سے مراد رزق حلال اور خاطر خواہ عیش ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اَلْعُزْلَةُ عَنِ النَّاسِ وَعَدَمُ الْاِحْتِیَاجِ اِلَیْهِمْ۔ لوگوں سے عزلت اور

ان سے استغنا مراد ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ طُوْلُ الْحَیَاۃِ مَعَ سَلَامَۃِ الْبِنْیَۃِ۔ طول حیات کے ساتھ سلامتی منافع مراد ہے

وَالْجُمْهُوْرُ عَلٰی اَنَّهَا الْوَحْیُ وَالنُّبُوَّۃُ۔ جمہور کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام پر رحمت نبوت اور وحی تھی۔

وَاَخْرَجَ ذٰلِكَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهٰذَا قَوْلُ مَنْ یَّقُوْلُ بِنُبُوَّتِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَفِیْهِ اَقْوَالٌ ثَلٰثَۃٌ۔ ابن عباس کے قول کے مطابق آپ نبی تھے۔ اس پر تین قول ہیں۔

پہلا قول۔ فَالْجُمْهُوْرُ عَلٰی اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ نَبِیٌّ وَلَیْسَ بِرَسُوْلٍ۔ جمہور اس طرف ہیں کہ حضرت علیہ السلام نبی تھے رسول نہ تھے۔

دوسرا قول هُوَ رَسُوْلٌ۔ وہ رسول تھے۔

تیسرا قول۔ هُوَ وَلِیٌّ وَعَلَیْهِ الْقُشَیْرِیُّ۔ وہ ولی تھے۔ علامہ قشیری اسی تحقیق پر ہیں آگے فرماتے ہیں کہ کَمَا وَقَعَ الْخِلَافُ فِیْ نُبُوَّتِهٖ وَقَعَ الْخِلَافُ فِیْ حَیَاتِهِ الْیَوْمَ۔ جیسے اختلاف حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت میں ہے ایسے ہی آپ کے آج تک زندہ ہونے میں بھی اختلاف ہے۔

چنانچہ اول ہم وہ دلائل نقل کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ آج زندہ نہیں ہیں اس کے بعد وہ دلائل صوفیاء نقل کریں گے جن سے ثابت ہوگا کہ حضرت خضر علیہ السلام آج تک زندہ ہیں فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔

حضرت خضر علیہ السلام آج زندہ نہیں ہیں

۱:۔ فَذَهَبَ جَمْعٌ اِلٰی اَنَّهٗ لَیْسَ بِحَیٍّ الْیَوْمَ۔ ایک جماعت اس طرف ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام آج زندہ نہیں ہیں۔

۲:۔ وَسُئِلَ الْبُخَارِیُّ عَنْهُ وَعَنْ اِلْیَاسَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ هَلْ هُمَا حَیَّانِ فَقَالَ كَیْفَ یَكُوْنُ هٰذَا وَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیْ قَبْلَ وَفَاتِهٖ لَا یَبْقٰی عَلٰی رَاْسِ الْمِائَۃِ مِمَّنْ هُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت خضر و الیاس علیہما السلام زندہ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا یہ کیونکر ممکن ہے جبکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو آپ نے قبل وفات فرمایا کہ سو سے اوپر روئے زمین پر جو بھی پیدا ہوا ہے کوئی عمر نہیں پائے گا۔

۳:۔ وَالۡکِنۡ نِیۡ فِیۡ صَحِیۡحِ مُسۡلِمٍ عَنۡ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَبۡلَ مَوۡتِہٖ مَامِنۡ نَفۡسٍ مَّنۡفُوۡسَۃٍ یَاۡتِیۡ عَلَیۡھَا مِائَۃُ سَنَۃٍ وَّھِیَ یَوۡمَئِذٍ حَیَّۃٌ وَھٰذَا اَبۡعَدُ عَنِ التَّاوِیۡلِ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور نے فرمایا اپنے انتقال سے قبل کہ کوئی جان سانس لینے والی نہیں کہ اس پہ سو سال آئے ہوں اور وہ آج تک زندہ ہو۔ اور یہ قول تاویل سے بہت دور ہے

۴:۔ وَسُئِلَ عَنۡ ذَالِکَ غَیۡرُ مِّنَ الۡاَئِمَّۃِ فَقَرَأَ وَمَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ الۡخُلۡدَ اَفَائِنۡ مِّتَّ فَھُمُ الۡخَالِدُوۡنَ۔ اور علاوہ ان کے دیگر ائمہ سے سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی وَمَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ الۡخُلۡدَ اَفَائِنۡ مِّتَّ فَھُمُ الۡخَالِدُوۡنَ۔ اور نہیں بنائی ہم نے کسی بشر کے لیے دنیا میں ہمیشگی تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ تو کیا یہ ہمیشہ رہیں گے۔

اگرچہ اس کا شان نزول کفار مکہ کے رد میں ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم حوادث و انقلاب کا انتظار کر رہے ہیں وہ وقت دور نہیں کہ حضور انتقال فرمائیں پھر ہم جو چاہیں گے کریں گے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو انتظار وفات کر رہے ہیں تو کیا یہ ہمیشہ زندہ رہیں گے کل نفس ذائقۃ الموت ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے لیکن بہر حال بشر کی زندگی دوامی نہیں اس اعتبار سے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات پہ یہ آیت وارد ہو سکتی ہے۔

۵:۔ وَسُئِلَ عَنۡہُ شَیۡخُ الۡاِسۡلَامِ ابۡنُ تَیۡمِیَّۃَ فَقَالَ لَوۡ کَانَ الۡخَضِرُ حَیًّا لَوَجَبَ عَلَیۡہِ اَنۡ یَّاۡتِیَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَیُجَاھِدَ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَیَتَعَلَّمَ مِنۡہُ۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق سوال ہوا تو کہا اگر خضر زندہ ہوتے تو ان پر واجب تھا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر آتے اور آپ کے ماتحت جہاد میں شرکت کرتے اور حضور سے تعلیم لیتے۔

۶:۔ وَقَدۡ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَوۡمَ بَدۡرٍ اَللّٰھُمَّ اِنۡ تُھۡلِکۡ ھٰذِہِ الۡعِصَابَۃَ لَا تُعۡبَدُ فِی الۡاَرۡضِ وَکَانُوۡا ثَلٰثَمِائَۃٍ وَّثَلٰثَۃَ عَشَرَ رَجُلًا مَّعۡرُوۡفِیۡنَ بِاَسۡمَائِھِمۡ وَاَسۡمَاءِ اٰبَائِھِمۡ وَقَبَائِلِھِمۡ فَاَیۡنَ کَانَ الۡخَضِرُ حِیۡنَئِذٍ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر والے دن بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تھا الٰہی اگر یہ چھوٹی سی جماعت تو نے ہلاک کر دی تو روئے زمین پہ تو نہ پوجا جائے گا اور یہ جماعت تین سو تیرہ مردان حق کی تھی جن کے نام بھی مشہور ہیں ان کے آباؤ اجداد اور قبائل بھی معلوم ہیں تو اس وقت حضرت خضر علیہ السلام کہاں تھے۔

۷:۔ اور قاضی ابو یعلی آپ کی موت کے ثبوت میں حضور کے صحابہ کے اقوال نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ۔ کَیْفَ یُعْقَلُ وُجُوْدُ الْخَضِرِ وَلَا یُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَۃَ وَالْجَمَاعَۃَ وَلَا یَشْھَدُ مَعَہُ الْجِھَادَ مَعَ قَوْلِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَّا وَسِعَہٗ اِلَّا اَنْ یَّتَّبِعَنِیْ ۔ تو کیسے عقل مان سکتی ہے حضرت خضر کے وجود کو حالانکہ وہ حضور کے ساتھ نہ جمعہ میں شریک ہوئے نہ جماعت میں اور نہ کسی جہاد میں حاضر آئے باآنکہ حضور کا ارشاد ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں بلا میری اطاعت کے گنجائش نہ تھی۔

۸:۔ وَقَوْلُہٗ عَزَّوَجَلَّ ۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ۔

اور یاد کیجئے جب اللہ نے لیا عہد تمام نبیوں سے جو میں تم کو کتاب و حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پہ ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کیا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

تو آیۂ کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ جب ہر جنس نبی کو اتباع مصطفی علیہ التحیہ والثناء لازم تھی تو حضرت خضر اس سے کیونکر مستثنیٰ ہو سکتے تھے اور جب مستثنیٰ نہیں تو انھیں اتباع میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا۔

۹:۔ وَثُبُوْتُ اَنَّ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اِذَا نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ یُصَلِّیْ خَلْفَ اِمَامِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَلَا یَتَقَدَّمُ عَلَیْہِ ۔ اور یہ بھی ثبوت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب زمین کی طرف نازل ہوں گے تو وہ اس امت کے امام کی اقتداء کریں گے اور خود امام نہ ہوں گے۔

۱۰:۔ وَعِنْدَنَا مِنَ الْمَعْقُوْلِ وُجُوْہٌ عَلٰی عَدَمِ حَیَاتِہٖ ۔ اور ہمارے پاس بہت سی وجوہات عدم حیات خضر پر ہیں۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ جو حیات خضر کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر آدم علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور یہ خیال دو وجہ سے باطل ہے۔

اول یہ کہ اگر اسے مان لیا جائے تو آپ کی عمر چھ ہزار سال سے زیادہ ہونی چاہئے اور یہ عادات

بشریہ کے خلاف ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر آپ کے بیٹے صلبی یا چوتھے درجہ میں اولاد سے ہوں جیسا کہ بعض کا خیال ہے کہ وہ ذوالقرنین کے وزیر تھے تو ان کا قد وقامت عام مخلوق سے زیادہ ہونا ضروری ہے جیسا کہ صحیحین میں ابوہریرہ نے حضور سے بیان کیا۔

اَنَّہٗ قَالَ خُلِقَ اٰدَمُ طُوْلُہٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فَلَمْ یَزَلِ الْخَلْقُ یَنْقُصُ بَعْدَہٗ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ذراع تھا اور ایک ذراع ۲ ۱/۲ گرہ کا ہوتا ہے تو ۱۵۰ گز لمبا قد ہونا ضروری ہے پھر پیداوار میں قد کم ہوتے چلے جائیں گے۔

تواب سوال یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اگر قبل نوح علیہ السلام تھے تو لازماً وہ بڑی کشتی میں سوار ہوتے ہوں گے مگر اس کا کہیں ذکر نہیں۔

۱۱:۔ حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی ساڑھے نو سو سال قرآن پاک میں مذکور ہے تو حضرت خضر علیہ السلام کا تذکرہ کیوں نہیں۔ اس لیے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر بھی خارق عادات امور سے تھی اور حضرت خضر کی عمر اس سے زیادہ خارق عادت ہے۔

۱۲:۔ پھر نوح علیہ السلام کی عمر مبارک جیسے قرآن کریم سے ثابت ہے ایسے ہی حضرت خضر علیہ السلام کی عمر مبارک قرآن یا حدیث یا اجماع امت سے ثابت ہونی چاہیئے فَھٰذَا کِتَابُ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاَیْنَ فِیْہِ حَیَاۃُ الْخَضِرِ وَھٰذِہٖ سُنَّۃُ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَیْنَ فِیْھَا مَا یَدُلُّ عَلٰی ذٰالِکَ بِوَجْہٍ وَھٰؤُلَاءِ عُلَمَاءُ الْاُمَّۃِ فَمَتٰی اَجْمَعُوْا عَلٰی حَیَاتِہٖ۔ تو کتاب و سنت سے اور اجماع امت سے کہیں بھی حیات خضر علیہ السلام پر کوئی دلیل نہیں۔

۱۳:۔ اب غایت ما فی الباب یہ ہے کہ حیات خضر علیہ السلام پر جو تمسک کیا گیا ہے وہ حکایات منقولہ سے ہے کہ ایک آدمی نے کہہ دیا کہ میں نے حضرت خضر کی زیارت کی۔

لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ دیکھنے والا حضرت خضر علیہ السلام پر کوئی علامت نہیں بتا سکتا۔ تو جسے دیکھا اس نے اگر کہہ دیا کہ میں خضر ہوں اس بیان سے خضر کا یقین کیسے صحیح ہو سکتا ہے اور دیکھنے والے کو اس خبر سے کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بیان میں صادق ہے۔

۱۴:۔ پھر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے تو ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِکَ فرما کر مفارقت اختیار کی تو وہ کسی غیر سے ملنا کیسے گوارا فرما سکتے تھے۔

۱۵:۔ اکثر جہال کے یہ دعوے ہوتے ہیں اور وہ کہتے ہیں قَالَ لِیَ الْخَضِرُ۔ جَاءَنِی الْخَضِرُ۔ اَوْصَانِی الْخَضِرُ۔

فَيَا عَجَبًا لَهٗ يُفَارِقُ الْكَلِيْمَ وَيَدُوْرُ عَلٰى صُحْبَةِ جَاهِلٍ لَا يَصْحَبُهٗ اِلَّا الشَّيْطَانُ الرَّجِيْمُ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

عام طور پر جاہل لوگ یہ کہتے ہیں کہ مجھے خضر علیہ السلام نے کہا۔ خضر میرے پاس آئے۔ خضر نے مجھے وصیت کی وغیرہ۔ تو وہ خضر جو موسیٰ علیہما السلام کے ساتھ نہ رہے اور الگ ہو گئے وہ ان جاہلوں کے ساتھ کیسے رہ سکتے ہیں۔ ان کے ساتھ تو شیطان ہی رہتا ہوگا۔ بہرحال یہ حضرت خضر کی ملاقات ایک بہت بڑا بہتان ہے۔

مندرجہ بالا پندرہ اقوال کے علاوہ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اور بھی احتمالات نقل کیے ہیں اور روایات بھی نقل کی ہیں۔

اب اقوال صوفیائے کرام نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔

۱:۔ وَذَهَبَ جُمْهُوْرُ الْعُلَمَاءِ اِلٰى اَنَّهٗ حَيٌّ مَوْجُوْدٌ بَيْنَ اَظْهُرِنَا وَذَالِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عِنْدَ الصُّوْفِيَّةِ قُدِّسَتْ اَسْرَارُهُمْ۔ اور جمہور علماء صوفیہ اس طرف ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں ہمارے اندر موجود ہیں اور یہ دعوی متفق علیہ ہے صوفیائے کرام قدست اسرارہم کا کما قالہ النووی۔

نقل اقوال صوفیاء کرام حیات خضر علیہ السلام پر!

۲:۔ وَنُقِلَ عَنِ الثَّعْلَبِيِّ الْمُفَسِّرِ اَنَّ الْخَضِرَ نَبِيٌّ مُعَمَّرٌ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَقْوَالِ مَحْجُوْبٌ عَنْ اَبْصَارِ اَكْثَرِ الرِّجَالِ۔ ثعلبی کہتے ہیں کہ حضرت خضر نبی معمر موجود ہیں صوفیاء کے تمام اقوال کے مطابق لیکن عوام کی نظروں سے محجوب ہیں۔

۳:۔ قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ هُوَ حَيٌّ اَلْيَوْمَ عِنْدَ جَمَاهِيْرِ الْعُلَمَاءِ وَالْعَامَّةُ مَعَهُمْ فِيْ ذَالِكَ وَاِنَّمَا ذَهَبَ اِلٰى اِنْكَارِ حَيَاتِهٖ بَعْضُ الْمُحَدِّثِيْنَ وَاسْتَنَدُوْا عَلٰى ذَالِكَ بِاَخْبَارٍ كَثِيْرَةٍ مِنْهَا مَا اَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ فِي الْاَفْرَادِ وَابْنُ عَسَاكِرٍ عَنِ الضَّحَّاكِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ۔ اَلْخَضِرُ ابْنُ اٰدَمَ لِصُلْبِهٖ وَنُسِئَ لَهٗ فِيْ اَجَلِهٖ حَتّٰى يُكَذِّبَ الدَّجَّالَ وَمِثْلُهٗ لَا يُقَالُ مِنْ قِبَلِ الرَّاْيِ۔

جماہیر علماء کے نزدیک حضرت خضر زندہ ہیں آج تک۔

اور جو انکار حیات کرنے والے ہیں وہ بعض محدثین ہیں اور وہ دار قطنی اور ابن عساکر کی روایتوں پر فیصلہ دیتے ہیں جو ضحاک سے مروی ہیں۔

۴:۔ اور ابن عساکر ابن اسحاق سے راوی ہیں کہ ہمارے اصحاب راوی ہیں۔
اِنَّ اٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا حَضَرَہُ الْمَوْتُ جَمَعَ بَنِیْہِ فَقَالَ یَا بَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مُنْزِلٌ عَلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ عَذَابًا فَلْیَکُنْ جَسَدِیْ مَعَکُمْ فِی الْمَغَارَۃِ حَتّٰی اِذَا ھَبَطْتُمْ فَابْعَثُوْنِیْ وَ ادْفِنُوْنِیْ بِاَرْضِ الشَّامِ فَکَانَ جَسَدُہٗ مَعَھُمْ فَلَمَّا بَعَثَ اللّٰہُ تَعَالٰی نُوْحًا ذَالِکَ الْجَسَدَ وَاَرْسَلَ اللّٰہُ بِطُوْفَانٍ عَلَی الْاَرْضِ فَغَرِقَتْ زَمَانًا فَجَاءَ نُوْحٌ حَتّٰی نَزَلَ بَابِلَ وَاَوْصٰی بَنِیْہِ الثَّلٰثَۃَ اَنْ یَذْھَبُوْا بِجَسَدِہٖ اِلَی الْمَغَارِ الَّذِیْ اَمَرَھُمْ اَنْ یَدْفِنُوْہُ بِہٖ فَقَالُوا الْاَرْضُ وَحْشَۃٌ لَا اَنِیْسَ بِھَا وَلَا نَھْتَدِی الطَّرِیْقَ وَلٰکِنْ کُفَّ حَتّٰی یَاْمَنَ النَّاسُ وَیَکْثُرُوْا فَقَالَ لَھُمْ نُوْحٌ اِنَّ اٰدَمَ قَدْ دَعَا اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یُطِیْلَ عُمْرَ الَّذِیْ یَدْفِنُہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ فَلَمْ یَزَلْ جَسَدُ اٰدَمَ حَتّٰی کَانَ الْخَضِرُ الَّذِیْ تَوَلّٰی دَفْنَہٗ فَاَنْجَزَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ مَا وَعَدَہٗ فَھُوَ یَحْیَا اِلٰی مَا شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ اَنْ یَحْیٰی وَفِیْ ھٰذَا سَبَبُ طُوْلِ بَقَائِہٖ۔ خلاصہ یہ ہے کہ دعاء نوح علیہ السلام سے حضرت خضر علیہ السلام کی عمر طویل ہوئی۔

۵:۔ فَالْمَشْھُوْرُ فِیْہِ اَنَّہٗ شَرِبَ مِنْ عَیْنِ الْحَیٰوۃِ حِیْنَ دَخَلَ الظُّلْمَۃَ مَعَ ذِی الْقَرْنَیْنِ
آپ نے حضرت ذوالقرنین کے ساتھ بحر ظلمات میں پہنچ کر آب حیات نوش فرمایا تھا اس وجہ میں عمر طویل ہو گئی۔

۶:۔ اور ایک روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے جیسے حضرت علی شیر خدا اسد اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو غلاف کعبہ سے لپٹے ہوئے دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے۔
یَا مَنْ لَا یَشْغَلُہٗ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ وَیَا مَنْ لَا تُغَلِّطُہُ الْمَسَائِلُ وَیَا مَنْ لَا یَتَبَرَّمُ بِاِلْحَاحِ الْمُلِحِّیْنَ اَذِقْنِیْ بَرْدَ عَفْوِکَ وَحَلَاوَۃَ رَحْمَتِکَ۔
میں نے کہا اے اللہ کے بندے اپنے کلمات پھر لوٹا۔ وہ بولے کیا آپ نے میرے کلمات سن لیے میں نے کہا ہاں تو وہ بولے وَالَّذِیْ نَفْسُ الْخَضِرِ بِیَدِہٖ وَکَانَ الْخَضِرُ لَا یَقُوْلُھُنَّ عَبْدٌ دُبُرَ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ اِلَّا غُفِرَتْ ذُنُوْبُہٗ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ رَمْلِ عَالِجٍ وَعَدَدِ الْمَطَرِ وَوَرَقِ الشَّجَرِ
قسم اس کی جس کے ید قدرت میں جان خضر ہے اور وہ حضرت خضر تھے۔ بندہ ہر فرض نماز کے بعد یہ جملے نہ کہے گا مگر اللہ اسکے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ اگرچہ وہ ریت کے ذرات کے برابر اور قطرات بارش

کی مقدار اور اوراق اشجار کی گنتی میں ہوں"۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حج بھی فرمایا۔

۸:۔ اور ثعلبی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور ہم لوگ غسل کے لیے حضور کو لائے تو ہاتف غیبی پکارا اور بلند آواز سے کہنے لگا لَا تَغْسِلُوْا مُحَمَّدًا فَاِنَّہٗ طَاھِرٌ مُطَھَّرٌ فَوَقَعَ فِیْ قَلْبِیْ شَیْءٌ مِّنْ ذَالِکَ قُلْتُ وَیْلَکَ مَنْ اَنْتَ فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِھٰذَا اَمَرَنَا وَھٰذِہٖ سُنَّتُہٗ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل نہ دو وہ پاک کرنے والے پاک ہیں تو میرے دل میں کچھ شبہ پیدا ہوا میں نے کہا تجھے خدا کی مار تو کون ہے منع کرنے والا حالانکہ حضور نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے اور یہ انکی سنت سنیہ ہے کہ

اِذَا بِھَاتِفٍ اٰخَرَ یَھْتِفُ بِیْ مِنْ زَاوِیَۃِ الْبَیْتِ بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ اَغْسِلُوْا مُحَمَّدًا فَاِنَّ الْھَاتِفَ الْاَوَّلَ کَانَ اِبْلِیْسُ الْمَلْعُوْنُ حَسَدَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّدْخُلَ قَبْرَہٗ مَغْسُوْلًا فَقُلْتُ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا قَدْ اَخْبَرْتَنِیْ بِاَنَّ ذَالِکَ اِبْلِیْسُ فَمَنْ اَنْتَ قَالَ اَنَا الْخِضْرُ حَضَرْتُ جَنَازَۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

کہ اچانک دوسری آواز یہ ندائے بلند آئی باب عالی کے ایک گوشہ سے ضرور غسل دو پہلا پکارنے والا ابلیس ملعون تھا۔ حضور کے حسد میں وہ چاہتا تھا کہ بلا غسل دفنا یا جائے۔

میں نے کہا اللہ تمہیں جزائے خیر دے کہ آپ نے بتا دیا کہ وہ ابلیس تھا اب یہ بتائیں کہ آپ کون ہیں فرمایا میں خضر ہوں۔ حضور کے جنازہ میں آیا ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت خضر جنازہ مبارک میں بھی شریک تھے۔

۹:۔ حاکم مستدرک میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ جب حضور کی وفات ہوئی۔ اور صحابہ جمع ہو گئے تو ایک شخص چمکتی ریش والے بھاری جسم نمکین حسن۔ گورے رنگ کے تشریف لائے تو سب کی گردنیں ان کے آگے جھک گئیں وہ روئے پھر صحابہ کرام کی طرف ملتفت ہو کر فرمانے لگے۔ اللہ تعالے ہر مصیبت کا بدلہ اور عوض دیتا ہے اور ضائع شدہ کا نعم البدل عطا فرماتا ہے۔

لیکن یہ مصیبت وہ ہے کہ اس کا جبر نقصان نہیں۔ پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

۱۰:۔ اور ابن عساکر روایت کرتے ہیں اِنَّ اِلْیَاسَ وَالْخَضِرَ یَصُوْمَانِ شَهْرَ رَمَضَانَ فِیْ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ وَیَحُجَّانِ فِیْ کُلِّ سَنَةٍ وَیَشْرَبَانِ مِنْ زَمْزَمَ شَرْبَةً تَکْفِیْهِمَا اِلٰی مِثْلِهَا مِنْ قَابِلٍ۔
حضرت الیاس وخضر علیہما السلام رمضان شریف بیت المقدس میں گذارتے اور ہر سال حج کرتے ہیں اور زمزم سے اتنا پانی نوش فرماتے ہیں کہ آئندہ سال تک کو کافی ہو۔ اس روایت سے حج اور صوم بھی ثابت ہوگیا۔

۱۱:۔ ابن عساکر، عقیلی، دار قطنی افراد میں سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خضر اور الیاس ہر سال موسم حج میں ملتے ہیں اور حلق آپس میں ایک دوسرے کا کر کے متفرق ہو جاتے ہیں اور یہ کلمات کہتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

اس روایت سے حلق بھی ثابت ہوگیا۔

۱۲:۔ ابن عساکر اپنی سند سے ابن منکدر سے راوی ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک جنازہ پڑھنے کہ غیبی آواز آئی لَا تَسْبِقْنَا بِالصَّلٰوةِ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ۔ اللہ تم پر رحم کرے نماز جنازہ میں تم جلدی نہ کرو چنانچہ آپ منتظر رہے حتیٰ کہ صف اول میں ایک صاحب آکر ملے پھر تکبیر کہی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی تکبیر کہی پھر غیبی آواز آئی۔ اِنْ تُعَذِّبْهُ فَکَثِیْرًا عَصَاكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهٗ فَفَقِیْرٌ اِلٰی رَحْمَتِكَ۔ تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اور صحابہ نے انھیں دیکھا جب دفن میت کر چکے اور مٹی برابر کر دی گئی تو وہ فرمانے لگے طُوْبٰی لَكَ یَا صَاحِبَ الْقَبْرِ اِنْ لَمْ تَکُنْ عَرِیْفًا اَوْ جَابِیًا اَوْ خَازِنًا اَوْ کَاتِبًا اَوْ شُرْطِیًّا فَقَالَ عُمَرُ خُذُوْا اِلَی الرَّجُلِ نَسْاَلُهٗ عَنْ صَلٰوتِهٖ وَکَلَامِهٖ هٰذَا عَمَّنْ هُوَ فَتَوَارٰی عَنْهُمْ فَنَظَرُوْا فَاِذَا اَثَرُ قَدَمَیْهِ ذِرَاعٌ فَقَالَ عُمَرُ هٰذَا وَاللّٰهِ حَدَّثَنَا عَنْهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْاِسْتِدْلَالُ بِهٰذَا مَبْنِیٌّ عَلٰی اَنَّهٗ عَنٰی بِالْمُحَدَّثِ عَنْهُ الْخَضِرَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

مبارک اے قبر والے اگر تو منجم نہیں ہے۔ شہوت پرست یا کاتب یا پولیس والا نہیں ہے۔ تو حضرت فاروق نے فرمایا اس شخص کو روکو ہم اس سے دریافت کریں کہ وہ نظروں سے غائب ہو گئے تو ان کے جانے کی راہ پر نظر کی تو نشان قدم ایک گز کا تھا تو حضرت فاروق نے فرمایا خدا کی قسم ان کی بابت حضور فرما چکے ہیں اور اس سے استدلال حضرت خضر علیہ السلام کا کیا۔ اس حدیث سے عام نماز جنازہ میں شرکت ثابت ہوگئی۔

۱۳:۔ حضرت شہاب الدین سہروردی سر المکتوم میں فرماتے ہیں حضرت خضر علیہ السلام سے تین سو احادیث مروی ہیں، جو انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں۔

۱۴:۔ اِنَّ الْخِضَرَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَاْتِیْہِ وَیَتَعَلَّمُ مِنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لٰکِنْ عَلٰی وَجْہِ الْخَفَاءِ لِعَدَمِ کَوْنِہٖ مَامُوْرًا بِاِتْیَانِ الْعَلَانِیَۃِ لِحِکْمَۃٍ اِلٰہِیَّۃٍ اِقْتَضَتْ ذٰالِکَ۔
حضرت خضر علیہ السلام حضور کی خدمت میں حاضر آتے اور تعلیم بھی حاصل کی لیکن خفیہ طور پر کہ حکمت الٰہی کا مقتضا ہی ایسا تھا۔

۱۵:۔ ابن بشکوال کتاب المستغیثین باللہ میں عبد اللہ بن مبارک سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں تھا تو میرا گھوڑا مر کر گر گیا۔
تو میں نے ایک حسین طیب الرائحۃ بزرگ کو دیکھا کہ مجھے فرماتے ہیں اَتُحِبُّ اَنْ تَرْکَبَ فَرَسَکَ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ اپنے گھوڑے پر سواری کرے میں نے عرض کیا ہاں۔
تو انہوں نے اس مرے ہوئے گھوڑے کے منہ سے دم تک ہاتھ پھیرا اور یہ پڑھا اَقْسَمْتُ عَلَیْکِ اَیَّتُہَا الْفَرَسُ بِعِزَّۃِ عِزَّۃِ اللّٰہِ وَبِعَظَمَۃِ عَظَمَۃِ اللّٰہِ وَبِجَلَالِ جَلَالِ اللّٰہِ وَبِقُدْرَۃِ قُدْرَۃِ اللّٰہِ وَبِسُلْطَانِ سُلْطَانِ اللّٰہِ وَبِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَبِمَا جَرٰی بِہِ الْقَلَمُ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَبِلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اِلَّا انْتَعَشْتِ۔
تو وہ گھوڑا کودا اور اللہ کے حکم سے کھڑا ہو گیا۔ پھر ان بزرگ نے اس کی باگ تھامی اور مجھے فرمایا سوار ہو جا میں سوار ہو کر اپنے ساتھیوں میں جا ملا۔
جب دوسرا دن ہوا اور ہم دشمن پر غالب آئے تو وہ بزرگ ہمارے آگے تھے میں نے عرض کیا اَلَسْتَ صَاحِبِیْ بِالْاَمْسِ قَالَ بَلٰی۔ کیا آپ کل والے نہیں فرمایا بے شک تو میں نے عرض کیا۔ میں آپ سے اللہ کے لیے سوال کرتا ہوں آپ کون ہیں۔
فَوَثَبَ قَائِمًا فَاهْتَزَّتِ الْاَرْضُ تَحْتَہٗ خَضْرَاءَ۔ تو وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے تو ان کے پیروں کی زمین لہلہا کر سرسبز ہو گئی اور فرمایا میں خضر ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام جہاد میں بھی شریک ہوتے ہیں۔

۱۶:۔ اور قرن سابع میں رتنی بابا ابن عبد اللہ الہندی تبریزی ظاہر ہوئے یہ حضور کی صحبت میں رہنے کے مدعی ہیں اور ان سے صوفیاء میں حدیثیں بھی مروی ہیں۔

۱۷:۔ اور اگر حضرت خضر علیہ السلام سے کوئی حدیث بھی مروی نہ ہوتی تو اس سے یہ لازم نہیں آسکتا کہ

وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھے۔ چنانچہ خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ حضور کی خدمت میں حاضر نہ آسکے اور جہاد میں بھی شرکت نہ کرسکے اور حضور سے بلاواسطہ کچھ تعلیم نہ پاسکے اور ایسا ہی حضرت نجاشی کا حال ہے کما نقل الآلوسی فی روح المعانی۔ گویا ایسے بہت سے مومنین صحابہ ہیں کہ حضور کا زمانہ پانے کے باوجود حضور کی فیض صحبت سے مستفید نہ ہوسکے۔

اصل عبارت علامہ آلوسی کی یہ ہے جو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے جواب میں ہے فکم من مؤمن بہٖ صلی اللہ علیہ وسلم فی زمانہ لم یأتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فھذا خیر التابعین اویس القرنی رضی اللہ عنہ لم یتیسر لہ الاتیان والموا فقۃ فی الجھاد ولا التعلیم من غیر واسطۃ وکذا النجاشی رضی اللہ عنہ علی انا نقول۔ ان الخضر علیہ السلام کان یأتیہ ویتعلم منہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اب اس کے آگے ارشاد ہے

" وعلمناہ من لدنا علما۔ اور سکھایا ہم نے اسے اپنے پاس سے علم"

ای علما لا یکتنہ کنھہ ولا یقادر قدرہ وھو علم الغیوب واسرار العلوم الخفیۃ یعنی وہ علم جس کی کنہہ معلوم کرنے پہ کوئی قادر نہیں اور وہ علم غیوب اور اسرار علوم خفیہ ہیں۔

تو اس کے معنی یہ ہوئے علما یختص بنا ولا یعلم الا بتوفیقنا۔ ہم نے وہ علم اس بندے کو سکھایا جو ہمارے ساتھ مختص ہے اور اسے کوئی نہیں جانتا مگر ہماری طرف سے جب توفیق ہو جائے۔

یہ علم خفی یا تو بواسطہ وحی ملتا ہے جو زبان ملک سے مسموع ہوتا ہے اور اقسام وحی کی پہلی قسم ہے جیسے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اخبار غیب میں بذریعہ قرآن کریم وغیرہ ہوئیں۔

اور کبھی اس طرح وحی ہوتی ہے کہ ملکی اشارہ بغیر بیان یا کلام ہو یہ قسم ثانی وحی کی ہے اسے نفث بالروع کہتے ہیں۔ جیسے حدیث میں مذکور ہے ان روح القدس نفث فی روعی۔ انہ لن تموت نفس حتی تستکمل رزقھا فاتقوا اللہ تعالیٰ۔

دل میں القاء ہونا اسے نفث فی الروع کہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا۔

" قال لہ موسیٰ ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا۔ کہا موسیٰ نے اسے کیا میں آپ کی اتباع میں رہوں اس بات پہ کہ آپ سکھائیں مجھے اس علم سے جو سکھایا گیا آپ کو نیکی سے"۔

گویا یہ استیذان موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے بشرط تعلیم تھا۔

اور وہ اس علم کی تعلیم حاصل کرنا مقصود تھی جو حضرت خضر علیہ السلام کو حاصل تھا اور موسیٰ علیہ

السلام من حیث النبی اس کے عالم نہ تھے۔

وَمِمَّا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ لِمُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ عِلْمًا لَیْسَ عِنْدَ الْخَضِرِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا اَخْرَجَہُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا اَنَّ الْخَضِرَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ یَا مُوْسٰی اِنِّیْ عَلٰی عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَّمَنِیْہِ لَا تَعْلَمُہٗ اَنْتَ وَاَنْتَ عَلٰی عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَا عَلَّمَکَ اللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ لَا اَعْلَمُہٗ۔

بخاری و مسلم، ترمذی اور نسائی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ وہ علم جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھا وہ حضرت خضر کو نہ تھا اور جو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ تھا۔ چنانچہ خضر علیہ السلام نے بھی عرض کیا حضور میں اس علم پر ہوں جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا آپ اس کو نہیں جانتے اور ایسے وہ علم جو اللہ تعالے نے آپ کو سکھایا وہ میں نہیں جانتا۔

چنانچہ حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ کسی نبی کو حقیقت و شریعت کا علم مکمل نہیں دیا گیا سوا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے باقی تمام انبیاء کو ایک علم عطا ہوا۔

حضور چونکہ مامور بہ تبلیغ حقیقت و شریعت تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں علوم مکمل عطا ہوئے۔ حیث قال السیوطی۔

مَا جَمَعَتِ الْحَقِیْقَۃَ وَالشَّرِیْعَۃَ اِلَّا نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَکُنْ لِلْاَنْبِیَاءِ اِلَّا اَحَدُھُمَا

اسی بنا پر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔

"قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا وَکَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ خُبْرًا۔ خضر نے کہا آپ ہرگز طاقت نہیں رکھتے میرے ساتھ صبر کی اور آپ کیسے صبر کریں گے اس پر جس پر آپ کا علم محیط نہیں"۔

اس لیے کہ آپ صاحب شریعت ہیں اور احکام شرعیہ اعمال ظاہری پر دارو ہوتے ہیں لا سیما صَاحِبُ الشَّرِیْعَۃِ لَا یَتَمَالَکُ اَنْ یَّشْمَئِزَّ عِنْدَ مُشَاھِدَتِہَا۔ اس وجہ میں کہ صاحب شریعت اعمال حقیقت کے مشاہدہ پر چشم پوشی نہیں کر سکتا۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

"قَالَ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّلَا اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا۔ فرمایا قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہ کروں گا"۔ تو خضر نے جواب دیا

"قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اُحْدِثَ لَکَ مِنْہُ ذِکْرًا۔ فرمایا اگر آپ میری پیروی کریں تو نہ پوچھیں مجھ سے کچھ جب تک میں خود اس کا ذکر آپ سے نہ کروں"۔

یعنی مجھ سے جو افعال سرزد ہوں آپ خاموشی سے ملاحظہ کریں اور اس کے متعلق کچھ نہ پوچھیں حتی کہ میں خود آپ سے اس کی حکمت بیان کروں۔ بقیہ واقعہ آئندہ رکوع میں آتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورہ کہف۔ پ۱۵

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔـا اِمْرًا ۝

تو دونوں چلے حتی کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس کشتی کو (خضر نے) پھاڑ ڈالا۔ موسی نے کہا کیا چیر ڈالا تم نے اسے اس لیے کہ اس سواروں کو ڈبا دے بیشک کی تم نے یہ بری بات۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ۝

کہا خضر نے کیا نہیں کہا تھا میں نے تم سے کہ تم ہرگز میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے۔

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِىْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِىْ مِنْ اَمْرِىْ عُسْرًا ۝

فرمایا موسی نے نہ گرفت کرو میری اس پر جو میں بھول گیا اور نہ مشکل ڈالو میرے کام میں۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔـا نُّكْرًا ۝

تو دونوں چلے حتی کہ جب ملے دونوں ایک لڑکے کو تو قتل کر ڈالا اسے۔ موسی بولے کیا قتل کر ڈالی تم نے ایک ستھری جان بغیر کسی جان کے قصاص کے بے شک تم نے بہت بری بات کی۔

حلِ لغات دسواں رکوع۔ سورہ کہف۔ پ۱۵

فَانْطَلَقَا۔ تو وہ دونوں چلے | حَتّٰى۔ یہاں تک کہ | اِذَا۔ جب
رَكِبَا۔ وہ دونوں سوار ہوئے فِى السَّفِيْنَةِ۔ کشتی میں | خَرَقَهَا۔ چیر دیا اسکو | قَالَ۔ کہا
اَخَرَقْتَهَا۔ پھاڑ دیا تو نے اس کو | لِتُغْرِقَ۔ تاکہ غرق کردے | اَهْلَهَا۔ کشتی والوں کو
لَقَدْ۔ بیشک | جِئْتَ۔ لایا تو | شَيْـًٔـا۔ چیز بری | اِمْرًا۔ بری
قَالَ۔ کہا | اَلَمْ۔ کیا نہیں | اَقُلْ۔ کہا تھا میں نے | اِنَّكَ۔ کہ تحقیق تو

لَنْ - ہرگز نہ	تَسْتَطِیْعَ - طاقت رکھے گا تو	مَعِیَ - میرے ساتھ	صَبْرًا - صبر کی
قَالَ - کہا	لَا تُؤَاخِذْنِیْ - نہ گرفت کر تو مجھ پر		بِمَا - اس کی جو
نَسِیْتُ - میں بھول گیا	وَلَا - اور نہ	تُرْهِقْنِیْ - مشکل ڈال مجھ پر	مِنْ اَمْرِیْ - میرے کام میں
عُسْرًا - تنگی سے	فَانْطَلَقَا - تو وہ دونوں چلے		حَتّٰی - یہاں تک کہ
اِذَا - جب	لَقِیَا - ملے	غُلٰمًا - ایک لڑکے کو	فَقَتَلَهٗ - تو قتل کر ڈالا اسے
قَالَ - کہا	اَقَتَلْتَ - کیا قتل کیا تو نے	نَفْسًا - ایک جان	زَکِیَّةً - پاک کو
بِغَیْرِ - بغیر	نَفْسٍ - کسی جان کے	لَقَدْ - بیشک	جِئْتَ - آیا تو
شَیْئًا - بات	نُکْرًا - بری کو		

مختصر تفسیر اردو دسواں رکوع - سورۂ کہف - پ ۱۵

"فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا -

تو دونوں چلے حتی کہ جب سوار ہوئے کشتی میں تو چیر ڈالا کشتی کو تو موسیٰ نے کہا کیا تم نے اس کشتی کو اس لیے چیرا کہ اس کے اہل غرق ہو جائیں - یہ کام آپ نے برا کیا"

یعنی باہمی گفتگو ہو کر موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام چلے - دریا کے کنارے آئے کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بلا کسی معاوضہ کے کشتی میں سوار کر لیا -

حضرت خضر نے کشتی میں سوار ہوتے ہی بسوے یا کلہاڑے سے اس کا ایک تختہ یا دو تختے اکھاڑ ڈالے - اس کے بعد چاہیئے تو یہ تھا کہ کشتی غرق ہو جاتی لیکن باوجود اس کے اس کشتی میں پانی نہ آیا - مگر شرعی حکم کے اعتبار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام خن گوئی کے بغیر نہ رہ سکے اور فوراً اعتراض کر بیٹھے کہ ایک تو کشتی والوں نے یہ احسان کیا کہ بلا معاوضہ آپ کو کشتی میں سوار کیا اس کا بدلہ آپ نے یہ دیا کہ ان کی کشتی شکستہ کر دی تاکہ وہ غرق ہو جائیں - آپ نے یہ کام اخلاقاً اور شرعاً اچھا نہیں کیا -

شَیْئًا اِمْرًا کے معنی آلوسی فرماتے ہیں - اَیْ دَاهِیًا مُنْکَرًا - بمعنی زیادتی اس کا استعمال ہے -

اور آیۂ کریمہ میں فَانْطَلَقَا فرمایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خضر و موسیٰ علیہما السلام ہی روانہ ہوئے اس کی وجہ یہ ہے جو آلوسی فرماتے ہیں -

فَانْطَلَقَا اَیْ مُوْسٰی وَالْخَضِرُ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ وَلَمْ یُضَمَّ یُوْشَعُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِاَنَّہٗ فِیْ حُکْمِہِ التَّبَعِ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت یوشع علیہ السلام بہ حیثیت خادم تھے اس لیے ان کا تذکرہ ضروری نہ تھا۔

تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کا یہ فعل دیکھا تو نہ رہا گیا اور فرما ہی دیا اَخَرَقْتَہَا لِتُغْرِقَ اَہْلَہَا۔ آپ نے یہ کشتی اس لیے پھاڑ دی کہ اس کے مالک غرق ہو جائیں۔

تو حضرت خضر علیہ السلام نے یاد دلایا۔

"اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ برداشت نہ کر سکیں گے"۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی اور فرمایا۔

"قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْہِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا۔ فرمایا میری گرفت نہ فرمائیں میں بھول گیا۔ اور میرے معاملہ میں سختی سے کام نہ لیں۔

اَیْ لَا تُغْشِنِیْ وَلَا تُحَمِّلْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ وَہُوَ اتِّبَاعُہٗ اِیَّاہُ عُسْرًا اَیْ مَعْصُوْبَۃً۔

اس کے معنی یہ ہوئے لَا تُعَسِّرْ عَلَیَّ مُتَابَعَتَکَ وَیَسِّرْہَا عَلَیَّ بِالْاِغْضَاءِ۔ یعنی آپ میری بھول پر اتنا تشدد نہ کریں کہ آپ کا اتباع مجھ پر مشکل ہو جائے بلکہ آسانی اور چشم پوشی فرمائیں۔

پہلا معاملہ تو یوں ختم ہوا۔ اب دوسرا معاملہ یہ ہوا۔

"فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا لَقِیَا غُلَامًا فَقَتَلَہٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃً بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُکْرًا۔ تو حضرت موسیٰ و خضر معہ حضرت یوشع علیہم السلام کے چلے یہاں تک کہ ملے ایک لڑکے سے تو اسے قتل کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا قتل کر دیا آپ نے ایسی جان کو جو گناہ سے پاک تھی اور اس پر کوئی قصاص نہ تھا یہ کام تو بہت ہی برا آپ نے کیا"۔

واقعہ یہ ہے کہ کشتی سے دونوں اترے اور دریا کے کنارے کنارے چلے حتیٰ کہ ایک گاؤں میں آئے تو ایک غلام یعنی لڑکے کو دیکھا۔

بخاری شریف میں ہے اِنَّ اِسْمَہٗ جَیْسُوْرُ۔ اس کا نام جیسور تھا۔

اور ایک روایت سے حیسور تھا۔

اور ایک روایت ہے کہ اس کا نام جنبتور تھا۔

اور ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک جگہ بچے کھیل رہے تھے اور یہ دس بچے تھے جس بچے کو آپ نے قتل کیا وہ سب سے زیادہ حسین تھا۔ آپ نے پکڑکر مار دیا۔

بخاری میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے پکڑا اور گردن توڑ دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ اسے پکڑ کر لٹا یا اور چھری سے ذبح کر ڈالا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا سر دیوار سے ٹکرا کر مار دیا۔

ایک قول ہے کہ اس کے سر پر پتھر مارا اور وہ مر گیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے اپنی انگلیاں اس کی ناف میں ڈال کر کھینچا تو وہ مر گیا۔

اور بعض نے کہا اس کا سر دیوار پر مارا اس پر اسے لٹا کر چھری سے ذبح کر دیا پھر اس کا سر اکھاڑ لیا۔

اور یہ لڑکا بالغ نہ تھا۔

ایک قول ہے کہ بالغ تھا۔

اور ابن ابی حاتم سعید بن عبد العزیز سے راوی ہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ ابْنَ عِشْرِيْنَ سَنَةً۔ وہ بیس سال کی عمر کا لڑکا تھا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمانا اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ اَیْ طَاهِرَةً مِّنَ الذُّنُوْبِ اور بغیر نفس سے یہ مراد ہے کہ اَیْ بِغَيْرِ حَقٍّ قِصَاصٍ لَكَ عَلَيْهَا فَاِنَّ الصَّبِیَّ لَا قِصَاصَ عَلَيْهِ۔ آپ نے بلا قصور اس لڑکے کو مار ڈالا۔

"لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا" مُنْكَرًا جِدًّا۔ یہ کام آپ نے بہت ہی بے جا کیا۔

تَمَّتْ پَارَهْ خَمْسَةَ عَشَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ

فقیر قادری ابو الحسنات

سید محمد احمد قادری چشتی اشرفی عفی عنہ

۳ مارچ ۱۹۵۵ء

مفسر قرآن فقیہ اعظم غازی کشمیر امام اہلسنت رہبر شریعت حضرت علامہ ابو الحسنات رحمۃ اللہ علیہ

جب دنیا میں جبر و استبداد کی یورش سے انسانیت پامال ہوتی ہے اور کفر و شرک کے دبیز پردے ہنگاموں کو ابدی حقیقتوں سے محجوب کر دیتے ہیں تو انسان انسان کا دشمن بھائی بھائی کا قاتل اور دوست دوست کا بدترین مخالف بن جاتا ہے ایسی فضا میں قومیں تباہ ہوتی ہیں۔ ملک برباد ہوجاتے ہیں اور تقدیریں ذلتوں کی سیاہی سے بدنما ہوجایا کرتی ہیں مگر اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو چند سفاک انسانوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا کرتا۔ بلکہ جب بھی ظلم اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور کفر و شرک سے لوگ اندھے ہوجاتے ہیں تو ذات باری ایسے عظیم و جلیل انسان کو پیدا کرتی ہے جو اسلام کی آفاقی تعلیمات کے ذریعے ظلم و استبداد کے نشانات مٹا دیں اور کفر و شرک کے پردوں کو تار تار کر کے رکھ دیں ایسے ہی انسان قوموں کی تقدیریں پلٹتے ہیں اور انہی کے فکر و عمل سے انسانیت کو پناہ نصیب ہوتی ہے۔ غازی کشمیر حضرت علامہ ابو الحسنات رحمۃ اللہ علیہ انہی عظیم انسانوں میں نمایاں مقام رکھتے ہیں

حضرت علامہ ابو الحسنات رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان سادات مشہد سے ہجرت کر کے ہندوستان کی معروف ریاست الور میں آیا اور یہیں اقامت پذیر ہوگیا اس حسنی حسینی خاندان نے اپنی تابندہ روایات کے مطابق یہاں عوام کو اسلام کی عظمتوں سے روشناس کرایا۔ ان کا فکری جھوٹ توڑا اور ان کے پیراہن عمل کو جرم و گناہ کی نجاستوں سے پاک کیا۔ چنانچہ ہندوستان کے مسلم اکابرین نے ریاست الور میں اس عظیم دینی انقلاب کو دیکھ کر ہی فرمایا تھا کہ ریاست الور سیدوں کی برکت سے اسلام کا گہوارہ بن چکا ہے یہاں کے گھریلو قسم کے انسان اسلام کے سر بکف مجاہد اور نکتہ دان مبلغ بن کر ہندوستان میں بہت بڑا انقلاب بپا کر دیں گے۔

حضرت علامہ ابو الحسنات رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹۶ء میں ریاست الور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا قطب زمانہ حضرت شاہ سید نثار علی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنی آغوش ولایت میں لیا۔ جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ نے استاذ الحفاظ حافظ عبد الحکیم مفتی زین الدین سے قرآن حفظ کیا اور شیخ القراء حضرت قاری قادر بخش سے تجوید و قراءت کے فنون کی تربیت حاصل کی۔ درس نظامی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی، فارسی وار دو ادب میرزا احمد بیگ سے پڑھا تفسیر، حدیث، فقہ، اصول اور منطق و فلسفہ کے فنون استاذ العلماء، صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور اعلیحضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے۔ آپ نے صرف درس نظامی کی تعلیم پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ نے طب، انجینئرنگ نقاشی اور خطاطی کی تعلیم و تربیت بھی حاصل کی چنانچہ فن طب مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے دادا استاد جناب حامی الدین مراد آبادی سے دیگر فنون مشہور فنکار

نواب محمد یار خاں الوری سے حاصل کیے۔ ان تمام وفنون کی روشنی میں دیکھا جائے تو حضرت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ ایک متدین عالم دین۔ مبلغ اسلام۔ بے مثال مفتی۔ عظیم مفکر۔ قابل طبیب اور محقق ادیب تھے علوم ظاہری کے علاوہ آپ نے علوم باطنی میں بھی کمال حاصل کیا۔ اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی اعلیٰحضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی۔ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کی خدمت میں حاضری دی اور طویل عرصہ تک مجاہدات و چلہ کشی کے ذریعے سلوک و طریقت کی کٹھن منزلیں طے کیں۔ چنانچہ مذکورہ مشائخ ہند نے اس عظیم طالب صادق کو سلسلہ ہائے قادریہ چشتیہ۔ اشرفیہ اور رضویہ میں خلافتیں تفویض فرمائیں۔ آپ نے روحانی طور پر گم کردگان راہ کو جادۂ مستقیم پر گامزن کیا۔ جے پور۔ آگرہ۔ متھرا۔ گوبند پور۔ دہلی۔ فیروزپور۔ لاہور و دیگر علاقوں میں آپ کے مریدوں کی اکثریت ہے۔

تبلیغ اسلام

حضرت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے الور میں تحفظ حقوق المسلمین کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جو ایک طرف ہندوؤں کے مشرکانہ عقاید و رسوم کے خلاف جہاد کرتی اور دوسری طرف مسلمانوں کو متعصب ہنود کی ستم کاریوں کو مٹانے میں مصروف رہتی اس تنظیم کے عملی اقدامات کا یہ اثر ہوا کہ ریاست کا سخت گیر حکمران راجہ جے سنگھ بوکھلا اٹھا اور آپ کو دربار میں بلایا سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ بالآخر راجہ آپ کے ٹھوس دلائل کے سامنے جھک گیا اور اس سے مسلمانوں کے حقوق کو تسلیم کر کے ان کے تحفظ کا عہد کر لیا۔ آپ نے ریاستی مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرنے کے بعد اپنے والد محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آگرہ بمبئی کا رخ کیا سوہاں تبلیغ کا دائرہ وسیع کیا جس کے نتیجے میں ہزاروں ہندو آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ شدھی تحریک میں آپ کا مجاہدانہ کردار ناقابل فراموش ہے۔ ہندوستان کا کوئی شہر ایسا نہیں جہاں آپ نے اسلام کی روح پرور تبلیغ سے ہندوؤں کو مسلمان۔ مسلمانوں کو منظم اور شدھی تحریک کی شدت کو ختم کرنے کی کامیاب کوشش نہ کی ہو۔ اسی دوران آپ دارالعلوم حزب الاحناف کے سالانہ جلسے میں تشریف لائے۔ اہل پنجاب آپ کی مدلل تقریر اور شعلہ بیانی سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے آپ کو واپس جانے نہ دیا۔ جامع مسجد وزیر خاں کے متولی میر ظفر علی کی پیشکش پر آپ ۱۹۲۶ء میں مسجد وزیر خاں میں خطیب اور مفتی کی حیثیت سے فرائض تبلیغ انجام دینے میں مصروف ہو گئے۔

۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں منعقد کی جس میں برصغیر کے علماء و مشائخ شریک ہوئے اس عظیم الشان کانفرنس میں مسلم لیگ کی حمایت اور تحریک پاکستان کی واضح طور پر تائید کی گئی۔ علماء و مشائخ اہل سنت نے سنی کانفرنس کے بعد پورے ہندوستان میں طوفانی دورے کیے اور مسلمانوں کو تحریک

پاکستان میں شریک کیا۔ مسلمان مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر متحد ہوئے اور انہوں نے قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں بیش بہا قربانیاں دے کر آزاد خود مختار پاکستان حاصل کر لیا۔

جہاد کشمیر ۱۹۴۸ء میں حریت پسندوں نے کشمیر کی آزادی کے لیے جنگ شروع کی حضرت علامہ ابوالحسنات نے اس جنگ آزادی کو جہاد قرار دیا اور جہاد کا فتویٰ صادر فرما دیا۔ اپنے ملک میں دورے کیے مجاہدین تیار کیے انہیں جہاد کشمیر میں تیار کیا آپ خود محاذ پہ گئے وہاں ان کی راہنمائی فرمائی اور انہیں ضروری سامان فراہم کیا جس کے نتیجے میں قوم نے آپ کو غازی کشمیر کا خطاب دیا آپ نے اپنی وصیت میں آزادی کشمیر کی جدوجہد جاری رکھنے کی تلقین فرمائی۔

قرارداد مقاصد قیام پاکستان کے ابتدائی سال تو مہاجرین کی آبادکاری پر صرف ہوئے لیکن جونہی وقت فراغت نصیب ہوا آپ نے اسلامی آئین کے نفاذ کے لیے جدوجہد شروع کر دی چنانچہ ۱۹۵۰ء میں آپ نے مولانا شبیر احمد عثمانی ممبر قومی اسمبلی کے تعاون سے اسلامی آئین کی منظوری کے لیے قرارداد مقاصد پاس کرائی مگر بدقسمتی سے وطن دشمن عناصر نے ملکی فضا مکدر کر ڈالی اور یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

تحریک ختم نبوت قیام پاکستان کا مقصد ایک ایسے مثالی معاشرے کی تشکیل تھا جس کی بنیاد کتاب و سنت کے مطابق استوار ہو اس کے لیے ضروری تھا کہ حکومت کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ آئے جو خدائے واحد کی توحید اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و ختم المرسلینی پر کامل یقین رکھتے ہوں وہ لوگ علی وجہ البصیرت اسلامی نظام کی روح کو سمجھتے ہوں مگر بدقسمتی سے قیام پاکستان کے بعد ختم نبوت کے منکرین کلیدی اسامیوں پر براجمان ہوئے اور انہوں نے اسلامی نظام کی راہ میں جابجا رکاوٹیں کھڑی کیں۔ آپ نے اسکو شدت سے محسوس کیا اور ملک میں تحریک ختم نبوت کا آغاز کر دیا۔ تمام مکاتب فکر کے لوگ آپ کی قیادت میں جمع ہو گئے۔ تحریک چلی بالآخر حکومت نے آپ کو قید کر دیا۔ حکومت نے اس کو دبانے کی کوشش کی مگر عوام کے غیظ و غضب کے سامنے پیش نہ چلی اسیری کے حوصلہ شکن ایام میں کسی نے آپ کو اطلاع دی کہ آپ کے لخت جگر امین الحسنات خلیل احمد قادری شہید ہو گئے ہیں آپ اپنے اکلوتے بیٹے کی موت کی خبر سن کر سجدے میں گر گئے اور لب کشا ہوئے کہ الٰہی میرے لخت جگر کی قربانی کو قبول فرما۔

انتقال جیل کی چار دیواری میں ہی آپ کو ذیابیطس کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا عمر کے ساتھ ساتھ مرض بھی بڑھتا گیا۔ چنانچہ ۱۹۶۱ء میں آپ اسی مرض میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ آپ کو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے آغوش میں اندرونی احاطہ میں دفن کیا گیا۔ انتقال سے چند ساعتیں قبل آپ نے یہ شعر کہا تھا ؎

کائناتِ عشق بس اتنی مریضِ غم کی تھی ! ایک ہچکی میں طلسم آرزو باطل ہوا
حافظِ رند زندہ باش مرگ کجا و تو کجا ! تو شدہ فنا حمد۔ حمد بود بقائے تو !

پَارَہ (۱۶)

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورۂ کہف پ۱۶

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝

کہا خضر نے میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ بے شک آپ ہرگز میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۝

موسیٰ نے کہا اگر سوال کروں میں کسی شے کا تو نہ رہنا میرے ساتھ بے شک پہنچ گیا میری طرف سے پورا عذر۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝

تو دونوں چلے حتیٰ کہ جب آئے ایک گاؤں والوں کے پاس کہ کھانا مانگیں اس گاؤں کے رہنے والوں سے تو انکار کیا انہوں نے مہمان نوازی سے تو دونوں نے پائی اس گاؤں میں ایک دیوار کہ گرا چاہتی تھی تو اسے خضر نے قائم کر دیا۔ موسیٰ بولے اگر آپ چاہتے تو لیتے ان سے اس محنت پر مزدوری۔

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝

خضر بولے بس اب یہ میری آپ کی جدائی ہے۔ اب میں بتاتا ہوں تمہیں ان تمام باتوں کی حکمت جن سے آپ صبر نہ کر سکے۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۝

وہ جو کشتی تھی وہ تھی چند مساکین کی کہ کام کرتے تھے دریا میں تو میں نے چاہا کہ اس کشتی کو عیب دار کر دوں اور تھا ان کے پیچھے ایک بادشاہ کہ ہر سالم کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَاۤ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۝

اور وہ لڑکا تو تھے والدین اس کے مومن تو ہمیں خوف ہوا کہ وہ چڑھا دے انہیں سرکشی اور کفر پہ

فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝

توہم نے چاہا کہ بدل دے ان دونوں کو رب بہتر اس سے ستھرا اور مہربانی میں قریب ہونے والا۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۝

اور وہ دیوار بستی کے دو یتیم لڑکوں کی تھی گاؤں میں اور اس کے نیچے خزانہ تھا ان دونوں کا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝

تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں آپ کے رب کی رحمت سے اور نہیں کیا میں نے اپنے حکم۔ یہ ہے تاویل ان کی جس پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

حلِ لغات دسواں رکوع سورۂ کہف۔ پ ۱۶

قَالَ۔ کہا	اَلَمْ۔ کیا نہیں	اَقُلْ۔ کہا تھا میں نے	لَّكَ۔ آپ سے
اِنَّكَ۔ کہ بیشک آپ	لَنْ۔ ہرگز نہ	تَسْتَطِيْعَ۔ طاقت رکھیں گے	مَعِيَ۔ میرے ساتھ
صَبْرًا۔ صبر کی	قَالَ۔ کہا	اِنْ۔ اگر	سَاَلْتُكَ۔ میں نے آپ
سے سوال کیا	عَنْ شَيْءٍ۔ کسی چیز کے متعلق	بَعْدَهَا۔ اسکے بعد	فَلَا۔ تو نہ
تُصَاحِبْنِيْ۔ ساتھ رہنا میرے	قَدْ۔ بیشک	بَلَغْتَ۔ پہنچا تو	مِنْ لَّدُنِّيْ۔ میری طرف سے
عُذْرًا۔ عذر کو	فَانْطَلَقَا۔ تو چلے دونوں	حَتّٰى۔ یہاں تک کہ	اِذَا۔ جب
اَتَيَا۔ آئے	اَهْلَ قَرْيَةِ۔ ایک بستی والوں کے پاس		اِسْتَطْعَمَا۔ تو کھانا مانگا
انہوں نے	اَهْلَهَا۔ بستی والوں سے	فَاَبَوْا۔ تو انکار کیا انہوں نے	اَنْ۔ یہ کہ
يُّضَيِّفُوْهُمَا۔ مہمان بنائیں انکو		فَوَجَدَا۔ تو پایا دونوں نے	فِيْهَا۔ اس میں
جِدَارًا۔ ایک دیوار کو	يُّرِيْدُ۔ جو چاہتی تھی	اَنْ۔ یہ کہ	يَّنْقَضَّ۔ گر جائے
فَاَقَامَهٗ۔ تو اسے کھڑا کر دیا	قَالَ۔ کہا	لَوْ۔ اگر	شِئْتَ۔ تو چاہتا
لَاتَّخَذْتَ۔ تو لے لیتا	عَلَيْهِ۔ اس پر	اَجْرًا۔ مزدوری	قَالَ۔ کہا
هٰذَا۔ یہ ہے	فِرَاقُ۔ جدائی	بَيْنِيْ۔ میرے	وَبَيْنِكَ۔ اور آپ کے درمیان

سَاُنَبِّئُكَ۔ جلدی بتاؤں گا میں آپ کو		بِتَاْوِیْلِ۔ مقصد	مَالَمْ۔ ان کا کہ نہ
تَسْتَطِعْ۔ طاقت رکھی آپ نے	عَلَیْهِ۔ اس پر	صَبْرًا۔ صبر کرنے کی	اَمَّا۔ وہ جو
السَّفِیْنَةُ۔ کشتی تھی	فَكَانَتْ۔ وہ تھی	لِمَسَاكِیْنَ۔ کچھ مسکینوں کی	یَعْمَلُوْنَ۔ جو کام کرتے تھے
فِی الْبَحْرِ۔ دریا میں	فَاَرَدْتُّ۔ تو ارادہ کیا میں نے	اَنْ۔ یہ کہ	اَعِیْبَهَا۔ عیب دار کردوں اسے
وَكَانَ۔ اور تھا	وَرَآءَهُمْ۔ ان سے آگے	مَلِكٌ۔ ایک بادشاہ	یَّاْخُذُ۔ جو پکڑ لیتا
كُلَّ۔ ہر ایک اچھی	سَفِیْنَةٍ۔ کشتی	غَصْبًا۔ چھین کر	وَاَمَّا۔ اور وہ جو
الْغُلٰمُ۔ لڑکا تھا	فَكَانَ۔ سو تھے	اَبَوٰهُ۔ اسکے ماں باپ	مُؤْمِنَیْنِ۔ مومن
فَخَشِیْنَا۔ تو ڈرے ہم	اَنْ۔ یہ کہ	یُّرْهِقَهُمَا۔ چڑھ جائے ان پر	طُغْیَانًا۔ سرکشی
وَّكُفْرًا۔ اور کفر سے	فَاَرَدْنَا۔ تو ارادہ کیا ہم نے	اَنْ۔ یہ کہ	یُّبْدِلَهُمَا۔ بدل دے انکو
رَبُّهُمَا۔ ان کا رب	خَیْرًا۔ بہتر	مِّنْهُ۔ اس سے	زَكٰوةً۔ ستھرا
وَّاَقْرَبَ۔ اور بہت قریب	رُحْمًا۔ مہربانی میں	وَاَمَّا۔ اور وہ جو	الْجِدَارُ۔ دیوار تھی
فَكَانَ۔ وہ تھی	لِغُلٰمَیْنِ۔ دو لڑکوں	یَتِیْمَیْنِ۔ یتیم کی	فِی الْمَدِیْنَةِ۔ شہر میں
وَكَانَ۔ اور تھا	تَحْتَهٗ۔ اس کے نیچے	كَنْزٌ۔ خزانہ	لَّهُمَا۔ ان کا
وَكَانَ۔ اور تھا	اَبُوْهُمَا۔ ان کا باپ	صَالِحًا۔ نیک	فَاَرَادَ۔ تو ارادہ کیا
رَبُّكَ۔ تیرے رب نے	اَنْ۔ یہ کہ	یَّبْلُغَآ۔ پہنچیں وہ	اَشُدَّهُمَا۔ اپنی جوانی کو
وَیَسْتَخْرِجَا۔ اور نکالیں	كَنْزَهُمَا۔ اپنا خزانہ	رَحْمَةً۔ رحمت تھی	مِّنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب کی
وَمَا۔ اور نہیں	فَعَلْتُهٗ۔ کیا میں نے اسکو	عَنْ اَمْرِیْ۔ اپنی مرضی سے	ذٰلِكَ۔ یہ
تَاْوِیْلُ۔ مقصد تھا	مَالَمْ۔ انکا جو نہ	تَسْطِعْ۔ طاقت رکھی تو نے	عَلَیْهِ۔ اس پر
صَبْرًا۔ صبر کی			

مختصر تفسیر اردو دسواں رکوع۔ سورہ کہف۔ پ ۱۶

"قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔ کہا خضر نے میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ صبر نہ کرسکیں گے"۔

یہ تیسری بار کا واقعہ ہے۔ اس پہ حضرت خضر علیہ السلام نے تاکید کے لیے لَ کاف بڑھایا اور برہم ہو اب دیا۔ غالبًا اس سے اردو محاورہ میں لام۔ کاف بولتے ہیں جب کسی سے گفتگو میں شدت اور برہمی کی

نوبت آجائے تو بولتے ہیں کہ لام۔ کاف تک بات بڑھ گئی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر معذرت اور فیصلہ کن عہد فرمایا اور

"قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا۔ کہا موسیٰ نے اگر کچھ پوچھوں آپ سے اس کے بعد تو پھر مصاحبت نہ کرنا بے شک میری طرف سے عذر پورا ہو چکا۔"

یہاں سے آگے چلے جیسا کہ ارشاد ہے۔

"فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ اِۨسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا۔ پھر دونوں چلے حتیٰ کہ آئے ایک گاؤں میں اور ان سے کھانا مانگا انہوں نے دعوت دینے سے انکار کر دیا۔"

اس قریہ کے متعلق آلوسی فرماتے ہیں اَلْجُمْهُوْرُ عَلٰى اَنَّهَا اَنْطَاكِيَةُ وَحَكَاهُ الثَّعْلَبِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ابن عباس اور جمہور کی تحقیق یہ ہے کہ وہ انطاکیہ تھا۔

اور ابن ابی حاتم بطریق قتادہ لکھتے ہیں اِنَّهَا بُرْقَةُ وَهِيَ كَمَا فِي الْقَامُوْسِ اِسْمٌ لِمَوَاضِعَ وَفِي الْمَوَاهِبِ اَنَّهَا قَرْيَةٌ بِاَرْضِ الرُّوْمِ۔ وہ گاؤں برقہ تھا۔ اور قاموس میں ہے کہ یہ نام ہے کسی مواضع کا اور مواہب میں ہے کہ ارض روم میں ایک قریہ تھا۔

اور ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ گاؤں نواحی آرمینیہ میں تھا۔

اور محمد بن سیرین کہتے ہیں وہ اَیْلَہ تھا۔ یعنی ہمزہ اور یاء موحدہ اور لام مشددہ سے۔

اور ایک قول ہے کہ وہ ساحل بحر پر ایک گاؤں تھا جس کا نام ناصرہ تھا اور اس کا والی ایک نصرانی تھا

ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ یہ گاؤں جزیرہ خضراء میں تھا جو ارض اندلس میں تھا۔

"فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ۔ تو پائی دونوں نے اس قریہ میں ایک دیوار کہ گرا ہی چاہتی ہے۔"

اَنْ يَّنْقَضَّ پر آلوسی لکھتے ہیں اَيْ يَّسْقُطَ۔ وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهُ السُّقُوْطُ بِسُرْعَةٍ كَانْقِضَاضِ الْكَوْكَبِ وَالطَّيْرِ۔ يَنْقَضُّ کے معنی گرنے والی کے ہیں اور مشہور معنی ہیں جلدی گرنا جیسے ستارہ ٹوٹنے پر انقضاض کوکب اور پرندہ کے گرنے پر انقضاض طیر بولتے ہیں تو حضرت خضر علیہ السلام نے اسے کرامت سے قائم فرما دیا۔

وَذٰلِيَ اَنَّهُمَا اِلْتَجَاۤ اِلَيْهِ حَيْثُ لَمْ يَجِدَا مَاْوٰى وَكَانَتْ لَيْلَتُهُمَا لَيْلَةً بَارِدَةً وَكَانَ عَلٰى شَارِعِ الطَّرِيْقِ۔ خضر و موسیٰ اور یوشع علیہم السلام کوئی پناہ کی جگہ کے متلاشی تھے اس لیے کہ یہ رات ٹھنڈی تھی۔ اور شارع عام تھا۔

"فَاَقَامَهٗ۔ تو آپ نے اسے قائم فرما دیا۔"

مَسَحَہٗ بِیَدِہٖ فَقَامَ۔ آپ نے اسے ہاتھ پھیر کر قائم فرما دیا۔ کَمَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ جُبَیْرٍ۔ وَقَالَ الْقُرْطُبِیُّ اَنَّہٗ ھُوَ الصَّحِیْحُ وَھُوَ اَشْبَہُ بِاَحْوَالِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ۔ احوال انبیاء علیہم السلام سے اشبہ تر ہے کہ مس ید سے قائم فرما دیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس گراؤ دیوار کو منہدم کر کے پھر اسے قائم فرمایا۔

وَکَانَ طُوْلُ ھٰذَا الْجِدَارِ اِلَی السَّمَاءِ عَلٰی مَا نَقَلَ النَّوَوِیُّ عَنْ وَھْبِ بْنِ مُنَبِّہٍ مِائَۃَ ذِرَاعٍ۔ وہ دیوار سو گز بھی شرعی گز کے حساب سے۔

اور ثعلبی کے قول کے مطابق اس کا طول پانچ سو گز تھا اور عرض پچاس گز اور لوگ جب اس کے سایہ میں گذرتے تو خائف رہتے۔

بہرحال جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ گاؤں والوں نے ضیافت بھی نہیں کی اور ٹھہرنے کو جگہ بھی نہ دی اور ان کی دیوار بھی تعمیر کر دی تو اپنا جائز حق کیوں نہ لیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

"قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْہِ اَجْرًا۔ اگر آپ چاہیں تو ان سے اس دیوار کی مزدوری وصول فرما لیں"۔

اس لیے کہ اس وقت ضرورت ہے اور یہ کام مفت کیوں کیا جائے تو اس پر خضر علیہ السلام نے جواب دیا۔

"قَالَ ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِکَ سَاُنَبِّئُکَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَیْہِ صَبْرًا۔ کہا خضر نے یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے۔ عنقریب میں آپ کو ان باتوں کی تاویل بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا"۔

یعنی مجھ سے جو ہر سہ امور ظاہر ہوئے ان کے راز سے آپ کو مطلع کروں گا۔ اور وہ یہ ہے

"اَمَّا السَّفِیْنَۃُ فَکَانَتْ لِمَسَاکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَھَا وَکَانَ وَرَاءَھُمْ مَلِکٌ یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَۃٍ غَصْبًا۔ کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند مساکین کی تھی جو دریا میں اس سے مزدوری کرتے تھے تو میں نے اسے عیب دار اس لیے کر دیا کہ ان کے پیچھے ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر ایک سالم کشتی کو غصب کر لیتا تھا"۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کشتی جسے میں نے چیر دیا وہ چند مساکین کی تھی جن میں پانچ تو اپاہج تھے اور پانچ میں کام کرنے والے اور نابالغ تھے۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لِمَسَاکِیْنَ کی جگہ بہ تشدید لِمَسَّاکِیْنَ پڑھا ہے۔ مسّاک عربی میں ملّاح

کو کہتے ہیں۔

ایک قول کے مطابق مساک دباغ جلود کو بھی کہتے ہیں یعنی کھال رنگنے والے۔

يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ کے معنی ہیں يَتَعَيَّشُوْنَ بِمَا يَحْصُلُ لَهُمْ۔ یعنی وہ دریا میں ملاحی کر کے معاش حاصل کرتے تھے۔ تو ہیں نے یہ چاہا کہ ان کی معاش بادشاہ کے غصب کر لینے سے بند نہ ہو جائے۔

"فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا۔ تو ہیں نے اسے عیب دار کر دینا پسند کیا" تاکہ کشتی غرق تو نہ ہو۔ مگر اس کا تختہ اکھڑا ہوا دیکھ کر بادشاہ غصب نہ کرے جو اس تاک میں رہتا تھا۔

"وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا۔ یعنی ان کے پیچھے ایک بادشاہ لگا ہوا تھا اس کا نام معدور بن بدر تھا اور یہ کافر تھا۔

ایک قول ہے کہ غسان کا بادشاہ تھا اس کا نام جلندی ابن کرکر تھا۔

ایک قول ہے کہ اس کا نام منواد بن الجلندی بن سعید ازدی تھا اور یہ جزیرہ اندلس کا تھا:

"يَاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا۔ وہ ہر سالم اور صحیح کشتی پر بطور غصب قبضہ کر لیتا تھا"

اور پھر واپس نہ دیتا تھا۔ اور اس کا علم حضرت خضر علیہ السلام کو تھا اور موسیٰ علیہ السلام ظاہر فعل پہ معترض تھے اور کشتی کے جو مالک تھے انہیں آپ نے بتا دیا تھا کہ کشتی کے عیب دار کرنے میں تمہاری بہتری ہے اور آپ سے اتنی عقیدت رکھتے تھے کہ اس پر وہ راضی بھی تھے انہیں اول اس بادشاہ کا علم بھی نہ تھا کہ وہ صحیح و سالم کشتی پر قبضہ کر لیتا ہے اور عیب دار کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو گویا آپ کا یہ فعل محمود تھا جو بظاہر اچھا معلوم نہ ہوتا تھا۔

دوسرے واقعہ کی حقیقت یہ ہے

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا۔ اور وہ جو لڑکا تھا اس کے والدین مسلمان تھے تو ہمیں خوف ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر نہ چڑھا دے تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر اور پاکیزہ اور اس سے زیادہ مہربانی میں قریب عطا فرمائے"۔

اور اس لڑکے کا حال یہ ہے کہ ہمیں بہ اعلام الٰہی یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ لڑکا کافر پیدا ہوا ہے تو ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ اس کی محبت میں اس کے والدین دین سے پھر کر گمراہ نہ ہو جائیں۔

مسلم شریف میں ہے کہ وہ کافر ہی پیدا ہوا تھا۔

علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ احوال باطن جان کر قتل کر دینا حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ خاص تھا۔

انھیں اس کی اجازت تھی برخلاف کسی ولی کے اگر وہ باطن کا حال بذریعہ کشف والہام جان لے تو اسے قتل جائز نہیں۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بموجب احکام ظاہر ناگوار گزرنا ہی تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کندھا توڑ کر دیکھا تو لکھا ہوا تھا۔ کافر ہے کبھی اللہ تعالے پر ایمان نہ لائے گا۔ (جمل)

اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اِنّهما اُبدِلَا جَارِيَةً فَوَلَدَتْ نَبِيًّا۔ پھر ان سے ایک لڑکی ہوئی جو اللہ تعالے نے اس لڑکے کے بدلے میں عطا کی جس سے نبی پیدا ہوا۔ اور ثعلبی کے روایت سے ہے کہ انہوں نے عہد یونس بن متی میں اس لڑکی کی نبیوں میں سے کسی نبی کے ساتھ اس کا رشتہ کر دیا اس سے نبی پیدا ہوا جس سے اللہ تعالے نے ایک امت کو ہدایت دی۔ بہرحال اور بھی روائتیں ہیں۔

یہاں اس امر پر ہمارا ایمان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ فرمانا بھی صحیح تھا۔

اور حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھ سے مشیت الٰہی میں یہ قتل اپنی حکمت بالغہ کے ماتحت کرانا تھا اس کی تاویل جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر نے سنائی صحیح ہے۔ اور صرف اور صرف انہیں کے ذریعہ ایسا کرانا مقدر تھا یہ وہ مشروع فعل نہیں جس پر اہل باطن سند پکڑ کہ آج بھی ایسا کریں اگر کوئی اس سے سند لے کر آج بھی کرے گا تو شرعًا ضرور مجرم ہو گا۔

اب تیسری بات دیوار والی اس کی تاویل فرمائی گئی۔

"وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا۔

اب رہی وہ دیوار وہ دو یتیم بچوں کی اس شہر سے تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں آپ کے رب کی رحمت سے اور یہ جو کچھ میں نے کیا یہ ہے تاویل ان کی جس پر آپ صبر نہ کر سکے"۔

یہ دونوں غلام اصرم اور صریم تھے۔

بخاری میں ہے وہ مال سونا چاندی مدفون تھا۔

ابن جبیر ابن مردویہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعا اور بزار حضرت ابو ذر سے اور خرائطی سید المفسرین ابن عباس سے موقوفا راوی ہیں۔ کہ

اِنَّہٗ کَانَ لَوْحًا مِّنْ ذَھَبٍ مَّکْتُوْبًا فِیْہِ۔
عَجِبْتُ لِمَنْ یُّؤْمِنُ بِالْقَدْرِ کَیْفَ یَحْزَنُ۔
وَعَجِبْتُ لِمَنْ یُّؤْمِنُ بِالرِّزْقِ کَیْفَ یَتْعَبُ۔
وَعَجِبْتُ لِمَنْ یُّؤْمِنُ بِالْمَوْتِ کَیْفَ یَفْرَحُ۔
وَعَجِبْتُ لِمَنْ یُّؤْمِنُ بِالْحِسَابِ کَیْفَ یَغْفُلُ۔
وَعَجِبْتُ لِمَنْ یَعْرِفُ الدُّنْیَا وَتَقَلُّبَھَا بِاَھْلِھَا کَیْفَ یَطْمَئِنُّ اِلَیْھَا۔
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

وہ سونے کی تختی تھی اس پر کندہ تھا۔
اس کا حال عجیب ہے جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے تو کیسے غمگین ہوتا ہے۔
اس کا حال عجیب ہے جو اپنے مقررہ رزق پر ایمان رکھتا ہے وہ کیسے تعب میں پڑتا ہے۔
اور اس کا حال عجیب ہے جو حساب پر یقین رکھتا ہے وہ کیسے غفلت میں رہتا ہے۔
اور اس کا حال عجیب ہے جو موت کو یقینی جانتا ہے وہ کیسے فرح و سرور میں ہے۔
اور اس کا حال عجیب ہے جو دنیا اور اس کے تغیرات کو جانتا ہے کیونکر مطمئن ہے۔
اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

اور بروایت عطا ابن عباس سے دوسری روایت میں ہے۔
اِنَّہٗ مَکْتُوْبٌ فِیْ اَحَدِ شِقَّیْہِ۔ اس کے ایک پہلو پر تھا
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اور اوپر والی عبارت
وَفِیْ شِقِّ الْاٰخَرِ۔ اور دوسرے پہلو پر لکھا تھا۔
اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ لَا شَرِیْکَ لِیْ خَلَقْتُ الْخَیْرَ وَالشَّرَّ فَطُوْبٰی لِمَنْ خَلَقْتُہٗ لِلْخَیْرِ وَاَجْرَیْتُہٗ عَلٰی یَدَیْہِ وَالْوَیْلُ لِمَنْ خَلَقْتُہٗ لِلشَّرِّ وَاَجْرَیْتُہٗ عَلٰی یَدَیْہِ۔

میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں مگر میں۔ میں ایک ہوں میرا کوئی شریک نہیں۔ میں نے خیر اور شر کو پیدا کیا۔ مبارک ہے وہ آدمی جسے میں نے بھلائی کے لیے پیدا کیا اور میں نے اس کے ہاتھوں پر اس کو جاری کیا۔ اور تباہی ہے اسے جسے شر کے لیے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر شر کو جاری کیا۔

اوران لڑکوں کے باپ کا نام کاشح تھا اور ماں کا نام دہن

اَنْ یَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا قِیْلَ اَیِ الْحُلُمَ وَکَمَالَ الرَّاْیِ وَفِی الصِّحَاحِ الْقُوَّۃُ وَھُوَ مَا بَیْنَ ثَمَانِیْ عَشَرَ اِلٰی ثَلَاثِیْنَ۔ اپنی جوانی کو پہنچیں اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنی رلٹے میں کامل ہو جائیں۔

اور صحاح میں ہے کہ وہ اپنی قوت پر آئیں اور اٹھارہ سال سے تیس سال تک کی عمر ہے۔

وَیَسْتَخْرِجَا کَنْزَھُمَا مِنْ تَحْتِ الْجِدَارِ وَلَوْلَا اَنِّیْ اَقَمْتُہٗ لَانْقَضَّ وَخَرَجَ الْکَنْزُ مِنْ تَحْتِہٖ قِیْلَ اِقْتِدَارُھُمَا عَلٰی حِفْظِہٖ وَالْاِنْتِفَاعُ بِہٖ۔

اور وہ دونوں اپنا خزانہ نکال لیں اور اگر میں اس دیوار کو قائم نہ کرتا تو وہ گر جاتی اور خزانہ نکل جاتا اس دیوار کے نیچے سے ان کے اقتدار پر آنے سے پہلے۔

" رَحْمَۃً مِّنْ رَّبِّکَ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی جو آپ کا میرا سب کا رب ہے"۔

" وَمَا فَعَلْتُہٗ عَنْ اَمْرِیْ اور میں نے یہ کام اپنی مرضی اور خواہش سے نہیں کیا" بلکہ بامر الٰہی کیا۔

ذٰلِکَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْہِ صَبْرًا۔ یہ تاویل ہے ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا"

تَوْضِیْحٌ مَزِیْدٌ لِاِفْہَامِ الْبَلِیْدِ

واقعہ مذکورہ کو پڑھ کر اکثر بلید الذہن نا فہم لوگ ولی کو نبی پر فضیلت دے کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ نبی پر ایمان لانے کے بعد مرتبہ ولایت ہوتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ولی نبی پر فائز ہو جائے۔

پھر حضرت خضر علیہ السلام کے نبی اور ولی ہونے میں اختلاف ہے جمہور اسی طرف ہیں کہ حضرت خضر نبی ہیں جیسا کہ ہم اول بیان کر چکے ہیں تو یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ کسی ولی کو نبی پر فضیلت دینا کفر جلی ہے اور اَلْوَلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ کے معنی ہیں کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت کو بلند کر دیتی ہے نہ کہ ولی نبی پر بلند ہو۔

علاوہ بریں اہل کتاب کی تحقیق تو یہ بتاتی ہے کہ یہ حضرت موسیٰ ابن عمران نبی نہ تھے بلکہ جو حضرت خضر کے پاس حاضر آئے وہ موسیٰ بن ماثان تھے (مدارک)

اور حضرت خضر و الیاس کا زندہ ہونا پہلے بیان میں ہم ثابت کر چکے ہیں اور اس پر جمہور علماء و صلحاء کا اتفاق ہے

رکوع متعلقہ میں جو تین فعل حضرت خضر علیہ السلام کے ہیں اس میں امت کے لیے عبرت کی تعلیم ہے

اول کشتی کا تختہ توڑ کر عیب دار بنا دینا تاکہ ظالم غاصب بادشاہ کی دستبرد سے حفاظت ہو جائے اس میں امت کو تعلیم دی گئی ہے کہ تھوڑا نقصان بسا اوقات عظیم مفاد کا موجب ہوتا ہے اور بے صبری اور ناشکری سے اجتناب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حکمت پر نظر رکھنا چاہیئے۔

دوسرے غلام کا قتل اس میں یہ حکمت الٰہیہ ہے کہ ایسے بدبخت کی ہلاکت جو دنیا و آخرت میں ننگ کا موجب ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک بدلہ کی امید رکھنا چاہیئے۔ جیسے اَللّٰهُمَّ اخْلُفْنِیْ خَیْرًا مِّنْهَا کی تعلیم ہر صدمہ اور فوتیدگی پر تعلیم دیا گیا۔

اس غلام کے بعد جو صاحبزادی تھیں وہ نہایت مبارک تھیں جیسا کہ ہم اول بیان کر چکے ہیں۔

تیسرے دیوار سے واضح ہے کہ گر جاتی تو ان بچوں کا حق ضائع ہو جاتا اللہ تعالیٰ نے اپنے ولی یا نبی کے ہاتھ سے اس کی حفاظت کرا دی۔

اب تیسرے قصہ حضرت ذوالقرنین کا خلاصہ بیان فرمایا جاتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع سورہ کہف۔ پ ۱۶

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ؕ

اور سوال کرتے ہیں آپ سے ذوالقرنین کے متعلق فرما دیجئے میں پڑھ کر سناتا ہوں اس کا ذکر۔

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ۙ

بیشک ہم نے اسے زمین میں قابو دیا اور ہر قسم کا سامان عطا فرمایا۔

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ‏

تو وہ پیچھے لگا اسباب کے۔

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِىْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ

یہاں تک کہ جب پہنچا سورج ڈوبنے کی جگہ تو اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتا پایا اور پائی وہاں ایک قوم۔

قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ‏

ہم نے فرمایا اے ذوالقرنین یا تو تم اسے سزا دو یا یہ کہ کرو ان کے اندر بھلائی۔

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا

غرض کی وہ جس نے ظلم کیا اسے تو میں سزا دوں گا پھر پھیر اجائے گا اپنے رب کی طرف وہ اسے عذاب

نُّكْرًا ○

دے گا برا عذاب۔

وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَىٰ ۖ وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ○

اور جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو اس کے لیے بدلہ بھلا ہے۔ اور ہم اسے کہیں گے آسان کام۔

ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا ○

پھر ایک سامان کے پیچھے چلا۔

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَل لَّهُم مِّن دُونِهَا سِتْرًا ○

حتی کہ جب پہنچا سورج نکلنے کی جگہ پایا اسے نکلتا ہوا ایسی قوم پر کہ نہیں کیا ہم نے ان کے لیے سورج سے کوئی آڑ۔

كَذَٰلِكَ ۖ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ○

اور یہی بات ہے اور انکے حال پر ہمارا علم محیط ہے۔ ہمیں سب کی خبر ہے۔

ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا ○

پھر ایک سامان کے پیچھے لگا۔

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِن دُونِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا ○

حتی کہ پہنچا دو پہاڑوں کے بیچ پائی وہاں ہر دو سے پرے کچھ ایسی قوم کہ نہیں سمجھتے تھے کوئی بات۔

قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَن تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ○

انہوں نے کہا اے ذوالقرنین بیشک یاجوج وماجوج زمین میں فساد کر رہے ہیں تو کیا ہم کر دیں آپ کے لیے خرچ کا نظام اس شرط پر کہ آپ ہم میں اور ان میں ایک دیوار بنا دیں۔

قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ○

فرمایا جتنا مجھے قابو دیا ہے میرے رب نے بہتر ہے تو میری مدد کرو طاقت سے میں بنا دوں گا تم میں اور ان میں آڑ۔

آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انفُخُوا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ○

لاؤ میرے پاس لوہے کے تختے یہاں تک کہ برابر ہو جائے یہ دیوار دونوں پہاڑوں کی چوٹی تک۔ فرمایا اب دھونکو حتی کہ جب ہو گیا وہ آگ فرمایا لاؤ میں اس پر گھلا ہوا تانبہ انڈیل دوں۔

فَمَا اسْطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ○

تو نہ چڑھ سکے یاجوج وماجوج اس پر اور نہ نقب ہی لگا سکے۔

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۝

فرمایا یہ رحمت ہے میرے رب کی تو جب آئے وعدہ میرے رب کا اسے کر دے گا پاش پاش اور میرے رب کا وعدہ سچا۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۝

اور چھوڑ دیں گے ہم ان کے بعض کو ایک دن کہ ریلا کرتا آئے گا ایک گروہ پر اور صور پھونکا جائے گا تو جمع کریں گے ہم سب کو۔

وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ۝ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۝

اور لائیں گے ہم جہنم کو اس دن کافروں کے لیے واضح وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا اور حق بات نہ سن سکتے تھے۔

حلِّ لغات گیارہواں رکوع سورۂ کہف۔ پ ۱۶

وَيَسْئَلُوْنَكَ۔ اور پوچھتے ہیں آپ سے — عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ۔ ذوالقرنین کے متعلق

قُلْ۔ کہہ	سَاَتْلُوْا۔ جلدی پڑھونگا	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	مِّنْهُ۔ اس کا
ذِكْرًا۔ ذکر	اِنَّا۔ بیشک ہم نے	مَكَّنَّا۔ قابو دیا	لَهٗ۔ اس کو
فِي الْاَرْضِ۔ زمین میں	وَاٰتَيْنٰهُ۔ اور دیا اسکو ہم نے	مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔ ہر طرح کا	سَبَبًا۔ سامان
فَاَتْبَعَ۔ تو پیچھے لگا وہ	سَبَبًا۔ اسباب کے	حَتّٰى۔ حتی کہ	اِذَا۔ جب
بَلَغَ۔ پہنچا	مَغْرِبَ۔ جگہ غروب ہونے	الشَّمْسِ۔ سورج کی تو	وَجَدَهَا۔ پایا اسے
تَغْرُبُ۔ غروب ہوتا	فِيْ عَيْنٍ۔ چشمہ	حَمِئَةٍ۔ سیاہ کیچڑ میں	وَّوَجَدَ۔ اور پائی
عِنْدَهَا۔ اس کے پاس	قَوْمًا۔ ایک قوم	قُلْنَا۔ ہم نے کہا	يٰذَا الْقَرْنَيْنِ۔ اے ذوالقرنین
اِمَّا۔ یا تو	اَنْ۔ یہ ہے کہ	تُعَذِّبَ۔ سزا دے تو	وَاِمَّا۔ اور یا
اَنْ۔ یہ کہ	تَتَّخِذَ۔ پکڑے تو	فِيْهِمْ۔ ان میں	حُسْنًا۔ بھلائی
قَالَ۔ کہا	اَمَّا۔ پھر	مَنْ۔ جس نے	ظَلَمَ۔ ظلم کیا
فَسَوْفَ۔ تو جلدی	نُعَذِّبُهٗ۔ سزا دینگے ہم اسے	ثُمَّ۔ پھر	يُرَدُّ۔ لوٹایا جائے گا
اِلٰى۔ طرف	رَبِّهٖ۔ اپنے رب کی	فَيُعَذِّبُهٗ۔ تو وہ سزا دیگا اسے	عَذَابًا۔ سزا

نُكْرًا۔ بڑی سخت　وَاَمَّا۔ اور وہ　مَنْ۔ جو　اٰمَنَ۔ ایمان لایا
وَعَمِلَ۔ اور عمل کیے　صَالِحًا۔ اچھے　فَلَهٗ۔ تو اسکے لیے　جَزَآءَ۔ بدلہ ہے
نِ الْحُسْنٰى۔ اچھا　وَسَنَقُوْلُ۔ اور ہم کہینگے　لَهٗ۔ اس کے لیے　مِنْ اَمْرِنَا۔ اپنے کام میں
يُسْرًا۔ آسانی　ثُمَّ۔ پھر　اَتْبَعَ۔ پیچھے لگا　سَبَبًا۔ سامان کے
حَتّٰى۔ یہانتک کہ　اِذَا۔ جب　بَلَغَ۔ پہنچا　مَطْلِعَ۔ چڑھنے
الشَّمْسِ۔ سورج کے　وَجَدَهَا۔ پایا اسکو　تَطْلُعُ۔ چڑھتا　عَلٰى قَوْمٍ۔ ایسی قوم پہ
لَمْ نَجْعَلْ۔ کہ نہیں بنایا ہمنے　لَهُمْ۔ انکے لیے　مِنْ دُوْنِهَا۔ اس کے آگے　سِتْرًا۔ آڑ
كَذٰلِكَ۔ اسی طرح　وَقَدْ۔ اور بیشک　اَحَطْنَا۔ گھیر لیا ہم ہے　بِمَا۔ اسکو
لَدَيْهِ۔ جو اسکے پاس ہے　خُبْرًا۔ خبر سے　ثُمَّ۔ پھر　اَتْبَعَ۔ پیچھے لگا
سَبَبًا۔ راستے کے　حَتّٰى۔ یہانتک کہ　اِذَا۔ جب　بَلَغَ۔ پہنچا
بَيْنَ۔ درمیان　السَّدَّيْنِ۔ دو دیواروں کے　وَجَدَ۔ پایا　مِنْ دُوْنِهِمَا۔ انکے سوا
قَوْمًا۔ ایک قوم کو　لَا يَكَادُوْنَ۔ نہیں قریب تھے　يَفْقَهُوْنَ۔ کہ سمجھیں　قَوْلًا۔ بات کو
قَالُوْا۔ بولے　يٰذَا الْقَرْنَيْنِ۔ اے ذوالقرنین　اِنَّ۔ بیشک　يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ۔ یاجوج
اور ماجوج　مُفْسِدُوْنَ۔ فساد کرنے والے ہیں　فِي الْاَرْضِ۔ زمین میں
فَهَلْ۔ تو کیا　نَجْعَلُ۔ بنائیں ہم　لَكَ۔ تیرے لیے　خَرْجًا۔ خرچ
عَلٰى۔ اوپر　اَنْ۔ اس کے کہ　تَجْعَلَ۔ بنا دے تو　بَيْنَنَا۔ ہمارے درمیان
وَبَيْنَهُمْ۔ اور انکے درمیان　سَدًّا۔ دیوار　قَالَ۔ بولا　مَا۔ جو
مَكَّنِّيْ۔ طاقت دی ہے مجھے　فِيْهِ۔ اس میں　رَبِّيْ۔ میرے رب نے　خَيْرٌ۔ وہ بہتر ہے
فَاَعِيْنُوْنِيْ۔ تو تم مدد کرو میری　بِقُوَّةٍ۔ قوت سے　اَجْعَلْ۔ بناؤں گا میں
بَيْنَكُمْ۔ تمہارے　وَبَيْنَهُمْ۔ اور انکے درمیان　رَدْمًا۔ روک　اٰتُوْنِيْ۔ دو مجھے
زُبَرَ۔ چادریں　الْحَدِيْدِ۔ لوہے کی　حَتّٰى۔ یہانتک کہ　اِذَا۔ جب
سَاوٰى۔ برابر کیا　بَيْنَ۔ درمیان　الصَّدَفَيْنِ۔ دو پہاڑوں کے　قَالَ۔ کہا
انْفُخُوْا۔ دھونکو　حَتّٰى۔ یہانتک کہ　اِذَا۔ جب　جَعَلَهٗ۔ بنایا اسکو
نَارًا۔ آگ کی طرح　قَالَ۔ تو کہا　اٰتُوْنِيْ۔ لاؤ میرے پاس　اُفْرِغْ۔ ڈالوں میں
عَلَيْهِ۔ اس پہ　قِطْرًا۔ پگلا ہوا تانبہ　فَمَا۔ تو نہ　اسْطَاعُوْا۔ طاقت رکھی

اَنْ۔ یہ کہ — یَّظْهَرُوْهُ۔ چڑھیں اس پر — وَمَا۔ اور نہ — اسْتَطَاعُوْا۔ طاقت رکھی
انہوں نے — لَهٗ۔ اسکو — نَقْبًا۔ نقب لگانے کی — قَالَ۔ کہا
هٰذَا۔ یہ — رَحْمَةٌ۔ رحمت ہے — مِّنْ رَّبِّیْ۔ میرے رب کی — فَاِذَا۔ توجب
جَآءَ۔ آئے گا — وَعْدُ۔ وعدہ — رَبِّیْ۔ میرے رب کا — جَعَلَهٗ۔ کردے گا اسے
دَكَّآءَ۔ ریزہ ریزہ — وَكَانَ۔ اور ہے — وَعْدُ۔ وعدہ — رَبِّیْ۔ میرے رب کا
حَقًّا۔ سچا — وَتَرَكْنَا۔ اور چھوڑا ہم نے — بَعْضَهُمْ۔ انکے بعض کو — يَوْمَئِذٍ۔ اس دن
يَّمُوْجُ۔ غلبہ کرتے — فِيْ بَعْضٍ۔ بعض پر — وَّنُفِخَ۔ اور پھونکا جائے گا — فِي الصُّوْرِ۔ کرنا میں
فَجَمَعْنٰهُمْ۔ تو جمع کریں گے ہم ان کو — جَمْعًا۔ سب کو — وَّعَرَضْنَا۔ اور پیش کرینگے ہم
جَهَنَّمَ۔ جہنم — يَوْمَئِذٍ۔ اس دن — لِّلْكٰفِرِيْنَ۔ کافروں کے لیے — عَرْضًا۔ سامنے لاکر
الَّذِيْنَ۔ وہ جو — كَانَتْ۔ تھیں — اَعْيُنُهُمْ۔ انکی آنکھیں — فِيْ غِطَآءٍ۔ پردے میں
عَنْ ذِكْرِيْ۔ میری یاد سے — وَكَانُوْا۔ اور تھے وہ — لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ نہ طاقت رکھتے تھے
سَمْعًا۔ بات سننے کی۔

مختصر تفسیر اردو گیارہواں رکوع سورۂ کہف۔ پ ۱۶

خلاصہ تعارف۔ حضرت ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ

ذوالقرنین کا نام اسکندر ہے۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ انہوں نے اسکندریہ بنایا اور اس کا نام اسکندریہ رکھا۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کے وزیر اور صاحب لوا تھے۔ دنیا میں اس شان کے چار بادشاہ ہوئے ہیں جو تمام دنیا پر حکمران ہوئے۔

ان میں دو مومن اور دو کافر تھے۔

مومن تاجدار حضرت ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں

اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر بابلی ہے

اور پانچویں بادشاہ مومن اس امت سے ہونے والے ہیں جن کا اسم گرامی حضرت امام مہدی ہے ان کی حکومت بھی تمام دنیا پر ہوگی۔

حضرت ذوالقرنین کی نبوت میں اختلاف ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ وہ نبی نہیں تھے اور فرشتے بھی نہ تھے البتہ اللہ سے محبت کرنے والے بندے تھے اللہ نے انھیں محبوب بنایا۔

اور مفصل حالات و تحقیق یہ ہے

جیسے علامہ آلوسی تحریر فرماتے ہیں قِیْلَ هُوَاِسْکَنْدَرُ الْیُوْنَانِیُّ اِبْنُ فِیْلَقُوْسَ۔ ذوالقرنین کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ اسکندر یونانی فیلقوس کا بیٹا ہے۔

اور ابن کثیر کہتے ہیں هُوَابْنُ فِیْلَبْسَ بْنِ مَعْزِیْمَ بْنِ هَرْمَسَ ہے اور ہرمس میطون کا بیٹا ہے اور ابن رومی بن لیلی بن یونان بن یافث بن نونہ ابن شرخون بن تولط بن یوفیل بن رومی بن اصفر بن عزیز بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم الخلیل علیہ السلام ہے۔

یہ تینتیس سال زندہ رہے اور ان کی حکومت بارہ سال رہی۔

ایک قول ہے کہ چھتیس سال زندہ رہے اور حکومت ۱۶ سال کی۔

بہرحال اسکندر ذوالقرنین جنہوں نے اسکندریہ بنایا یہی ہیں اور یہ ارسطو کے شاگرد تھے اور ارسطو کے پاس ایتھنز میں ان کے والد چھوڑ آئے تھے۔ یہاں یہ ارسطو کے پاس پانچ سال رہے اور فلسفہ وغیرہ علوم حاصل کیے۔

اسی بنا پر مورخین ارسطو کو بھی مذہب حق کا تبع کہتے ہیں۔

اور بعض کہتے ہیں لَمْ یَکُنْ مَبْعُوْثًا اِلَیْهِ رَسُوْلٌ فَاِنَّهٗ کَانَ قَبْلَ مَبْعَثِ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ بِنَحْوِ ثَلٰثِمِائَةِ سَنَةٍ وَکَانَ الْاَنْبِیَاءُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ اِذْ ذَاکَ مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ وَمَبْعُوْثِیْنَ اِلَیْهِمْ وَلَمْ یَکُنْ هُوَ مِنْهُمْ فَکَانَ حُکْمُهٗ حُکْمُ اَهْلِ الْفَتْرَةِ۔

ان کی طرف کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بعثت سے تین سو سال قبل تھے اور اس وقت انبیاء کرام بنی اسرائیل سے ہو کر انہیں میں مبعوث ہوتے تھے اور ذوالقرنین بنی اسرائیل سے نہ تھے تو ان کا حکم اہل فترۃ کے حکم میں تھا (روح المعانی)

بعض کا خیال ہے کہ وہ اسکندر جو غالب آیا اور ملک فارس بھی جس کا تابع فرمان ہوا وہ اسکندر ذوالقرنین ہیں۔

اور جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے اس پر بعض کا خیال ہے کہ وہی ہیں اور بعض کہتے ہیں وہ نہیں ہیں۔

اور وہ جیسے اسکندر ملوک سالفہ سے کہتے ہیں یہ دو ہیں اور ان دونوں کے مابین دو ہزار سال کا فرق

ہے اور ان میں وہ اسکندر رومی ذوالقرنین کے نام سے مشہور ہیں اور اسکندر یونانی یہ وہ ہے جو ایک زمانہ طویل تک زندہ رہا۔ چنانچہ بعض کہتے ہیں ایک ہزار چند سو سال زندہ رہا اور بعض کہتے ہیں دو ہزار اور بعض کے نزدیک تین ہزار سال زندہ رہا مگر ان روایتوں میں سے کوئی بھی صحیح روایت نہیں ہے۔

البتہ ابوریحان بیرونی منجم اپنی کتاب میں جو لکھتے ہیں اس میں ذوالقرنین کا نام هُوَ اَبُوْكَرْبِ سَهِيُّ بْنُ عُمَيْرِ بْنِ اَفْرِيْقِيْسَ الْحِمْيَرِيُّ۔ عمیری بتا کر لکھتے ہیں کہ یہ وہ ہیں جن پر تبع یمانی فخر کرتے ہیں اور اپنی رباعی میں لکھتے۔ منقول از کتاب اٰثَارُ الْبَاقِيَةُ عَنِ الْقُرُوْنِ الْخَالِيَةِ

قَدْ كَانَ ذُوالْقَرْنَيْنِ جَدِّيْ مُسْلِمًا　　مَلِكًا عَلَا فِي الْاَرْضِ غَيْرُ مُفَنَّدِ
بَلَغَ الْمَغَارِبَ وَالْمَشَارِقَ يَبْتَغِيْ　　اَسْبَابَ مُلْكٍ مِّنْ حَكِيْمٍ مُّرْشِدِ
فَرَاٰى مَغِيْبَ الشَّمْسِ عِنْدَ غُرُوْبِهَا　　فِيْ عَيْنِ ذِيْ خُلُبٍ وَثَاطٍ حَرْمَدِ

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ذوالقرنین یہی ہوں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے۔

اور ان کا دار الخلافہ مقدونیا تھا۔

وَكَانَ سَرِيْرُ مُلْكِهٖ مَقْدُوْنِيَا وَهِيَ بَلْدَةٌ مِّنْ بِلَادِ الرُّوْمِ الْغَرْبِيِّ دَارُ السَّلْطَنَةِ السَّنِيَّةِ قُسْطُنْطُنِيَّةُ الْمَحْمِيَّةُ بَيْنَهُمَا مِنَ الْمَسَافَةِ قَدْرُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا اَوْ نَحْوُ ذَالِكَ عِنْدَ مَدِيْنَةِ شِيْرُوْزَ۔

ذوالقرنین کا دار الخلافہ مقدونیہ تھا اور وہ بلاد روم کا ایک شہر ہے جو غربی دار السلطنت قسطنطنیہ کا ہے۔ مقدونیہ اور قسطنطنیہ کے مابین پندرہ دن کا بعد مسافت ہے اور ایسے اس کے قریب شہر شیروز ہے۔ روح المعانی۔

ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ

وَاِنَّمَا سُمِّيَ ذُوالْقَرْنَيْنِ لِمُلْكِهٖ طَرَفَيِ الْاَرْضِ اَوْ شُجَاعَتِهٖ وَاسْتَدَلَّ بِهٰذَا الْقَوْلِ بِاَنَّ الْقُرْاٰنَ دَلَّ عَلٰى اَنَّ الرَّجُلَ بَلَغَ مُلْكُهٗ اِلٰى اَقْصَى الْمَغْرِبِ وَاَقْصَى الْمَشْرِقِ وَجِهَةَ الشِّمَالِ وَذَالِكَ عَلٰى تَمَامِ الْمَعْمُوْرِ مِنَ الْاَرْضِ۔

ذوالقرنین نام رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کی حکومت تمام اطراف زمین پر ہوئی۔ مشرقی سمت کی انتہا تک اور مغربی حصہ کی انتہا تک اور شمال کے تمام حوالی پر۔ یہ گویا تمام معمورات ارضی پر مسلط ہوئے

(روح المعانی)

اور وہ بادشاہ جو کتب تواریخ میں مشہور ہے کہ اس کی سلطنت اتنی وسیع ہو چکی تھی وہ یہی اسکندر ہیں۔ اس لیے کہ جب ان کے والد نے انتقال کیا تو انہوں نے ملوک مصر اور مغربی بادشاہوں کو فتح کر کے سب کو اپنی زیر سلطنت کیا اور بحر اخضر تک حکومت قائم کر کے واپس ہوئے اور مصر آکر اسکندریہ شہر تعمیر کیا پھر شام میں داخل ہو کر بنی اسرائیل کی طرف رخ کیا اور بیت المقدس پر آکر قربانی دی۔ پھر آرمینیا اور باب الابواب کی طرف پہنچ کر عراقیوں اور قبطیوں اور قوم بربر پر قبضہ کیا پھر ہند کی طرف رخ کرتے ہوئے چین اور رود رود ر کی جماعتوں کو فتح کرتے ہوئے خراسان پہنچ کر یہاں بہت سے شہر آباد کیے پھر عراق کی طرف واپس آئے۔

اور پھر شہر شیروز میں بیمار ہو کر انتقال کیا۔

ایک قول ہے کہ رومیۃ المدائن میں انتقال کیا اور ان کی لاش کو سونے کے تابوت میں رکھ کر شہر اسکندریہ لے گئے۔

اور یہ تیسرے سوال کا جواب ہے جو اہل کتاب کے سمجھانے سے قریش مکہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ چنانچہ روح پر ارشاد ہوا وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ جس کی تفصیل بیان ہو چکی اب ارشاد ہے "وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا۔ اور آپ سے (ابوجہل و کفار مکہ) ذوالقرنین کو پوچھتے ہیں۔ فرما دیجئے میں تمہیں عنقریب پڑھ کر سناتا ہوں اس کا ذکر"۔

"اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا فَاَتْبَعَ سَبَبًا۔ بے شک ہم نے اسے زمین پر متمکن کیا اور ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا"۔

جس کی دنیا میں دنیا کو حاجت ہوتی ہے اور فاتحوں کو دیار و امصار فتح کرنے اور دفاع میں دشمن سے محاربہ کرنے میں ضرورت ہوتی ہے وہ سب عطا کیا جس کے ذریعہ وہ مشرق سے مغرب تک فتح کرتے چلے گئے اگرچہ اس امر کی تاریخ تفصیل نہیں دیتی کہ وہ سامان کیا کیا دیا گیا۔

مگر ظاہر ہے کہ اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا کا مفہوم کہہ رہا ہے کہ اس وقت کے تمام اسباب انکے لیے مہیا تھے۔ آج کے دور میں ریل، انجن، موٹر سائیکل، ایروپلین جہاز، غوطہ زن کشتیاں، مشین گن، توپ ٹینک، ایٹم بم ہیں، ایر کرافٹ گن، انواع و اقسام کے گیس جیسے بشر گیس، سوئی گیس، سنون گن وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اس زمانہ کے لحاظ سے بھی بہت سی چیزیں حرب و ضرب کی ہوتی ہوں گی وہ سب مہیا تھیں چنانچہ اس وقت کی عجیب و غریب صنعتیں جتنی بھی تھیں وہ ... ہیں کہ آثار قدیمہ کے خرابات کھودنے سے ان کے

نشان ملتے ہیں۔

تو فَاَتْبَعَ سَبَبًا فرما کر ظاہر کیا کہ وہ ان اسباب کے پیچھے لگا اور سفر کا سامان تیار کیا چنانچہ وہ پہلے سمت مغرب چلا تو چلتے چلتے وہاں پہنچا جہاں آفتاب سمندر کے گرم اور سیاہ پانی میں ڈوبتا نظر آیا جیسا کہ ارشاد ہے۔

"حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا۔ حتی کہ جب وہ پہنچا سورج ڈوبنے کی جگہ تو پایا اس سورج کو ڈوبتا ہوا ایک سیاہ کیچڑ کے چشمہ میں اور اس کے پاس ایک قوم ملی۔"

حَمِئَةٍ ذَاتَ حِمَاءٍ۔ اَلْحِمَاءُ الطِّیْنُ الْاَسْوَدُ۔ حَامِیَةٌ اَیْ حَارَّةٌ۔ یعنی گرم اور سیاہ کیچڑ

آلوسی بھی یہی فرماتے ہیں اَیْ ذَاتُ حِمَاءٍ وَهِیَ الطِّیْنُ الْاَسْوَدُ مِنْ حَمِئَتِ الْبِئْرُ۔ یعنی حمۃ کے معنی گرم کے ہیں اور حمات کالے کیچڑ کو کہتے ہیں جو کنوئیں کے اندر سے نکلتی ہے۔

اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آفتاب آسمان پر ہے۔

مگر غروب کے وقت پانی کے کنارے کھڑے ہونے والے کو پانی میں اور پہاڑ کے سامنے والے کو پہاڑ میں غروب ہوتا معلوم ہوتا ہے اور حمۃ اور بقراءۃ ابن عامر و حمزہ حامئۃ کا فرق یہی بتاتا ہے کہ شاہ ذوالقرنین جہاں تک پہنچے وہ ظلمات کی حد تھی اور سیاہ دلدل وہاں غروب شمس یقیناً اسی دلدل میں معلوم ہوا ہوگا۔

تو وہاں آپ کو ایک قوم ملی جس کے متعلق آلوسی فرماتے ہیں۔

اَیْ عِنْدَ تِلْكَ الْعَیْنِ عَلٰی سَاحِلِ الْبَحْرِ قَوْمًا لِبَاسُهُمْ عَلٰی مَا قِیْلَ جُلُوْدُ السِّبَاعِ وَ طَعَامُهُمْ مَا لَفَظَتْهُ الْبَحْرُ۔ وہاں چشمہ کے پاس ساحل بحر پر ایک قوم تھی جس کا لباس درندوں کی کھالوں کا تھا اور ان کی غذا جو سمندر سے موجوں کے ذریعہ باہر آتا تھا وہ تھی۔

قَالَ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ هُمْ قَوْمٌ یُقَالُ لَهُمْ نَاسِكٌ لَا یُحْصِیْهِمْ كَثْرَةً اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰی۔ وہ ایک قوم تھی جسے ناسک کہا جاتا تھا انکی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

وَقَالَ اَبُوْ زَیْدِ السُّهَیْلِیُّ هُمْ قَوْمٌ مِّنْ نَسْلِ ثَمُوْدَ كَانُوْا یَسْكُنُوْنَ جَابَرْسَا وَهِیَ مَدِیْنَةٌ عَظِیْمَةٌ لَهَا اِثْنَا عَشَرَ بَابًا وَیُقَالُ لَهَا بِالسُّرْیَانِیَّةِ جَرْجِیْسَا۔

ابوزید سہیلی فرماتے ہیں کہ وہ قوم ثمود کی نسل سے تھی جو جابرسا میں رہتی تھی یہ ایک بڑا شہر ہے جس کے بارہ دروازے ہیں اسے سریانی زبان میں جرجیسا کہتے ہیں۔

اور ابن جریج سے بھی روایت ہے اور ابن سائب کا خیال ہے اِنَّهُ كَانَ فِیْهِمْ مُؤْمِنُوْنَ وَكَافِرُوْنَ

وَالَّذِیْ عَلَیْہِ الْجُمْھُوْرُ اَنَّھُمْ کَانُوْا کُفَّارًا فَخَیَّرَ اللّٰہُ تَعَالٰی بَیْنَ اَنْ یُّعَذِّبَھُمْ بِالْقَتْلِ وَاَنْ یَّدْعُوْھُمْ اِلَی الْاِیْمَانِ۔ اس آبادی میں مومن اور کافر دونوں آباد تھے۔

اور جس طرف جمہور گئے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ سب کافر تھے تو اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو اختیار دیا کہ وہ یا انہیں قتل کر دیں یا دعوت ایمان دیں۔

واقعہ یوں ہے جو مفسرین نے لکھا ہے کہ ذوالقرنین نے کتابوں میں دیکھا تھا کہ اولاد سام میں سے ایک شخص چشمہ حیات سے پانی پیئے گا اسے موت نہ آئے گی۔ یہ دیکھ کر وہ چشمۂ حیات کی جستجو میں مشرق و مغرب میں پھرے آپ کے ساتھ حضرت خضر بھی تھے۔ وہ تو چشمۂ حیات تک پہنچ گئے اور انہوں نے پی بھی لیا۔ مگر ذوالقرنین کے مقدر میں نہ تھا انہیں وہ چشمہ نہ ملا یا آنکہ اس سفر میں جانب مغرب روانہ ہوئے تو جہاں تک آبادی ہے اس کے سب منازل قطع کر ڈالے اور سمت مغرب میں وہاں تک پہنچے جہاں سے آگے آبادی کا نام ونشان ہی نہ تھا وہاں انہوں نے آفتاب کو غروب کے وقت اس حال میں دیکھا کہ گویا وہ سیاہ چشمہ میں ڈوب رہا ہے جیسے دریائی سفر کرنے والوں کو پانی میں سورج ڈوبتا معلوم ہوتا ہے یہاں سے آگے وہ قوم پائی جو جانوروں کے چمڑے پہنے ہوئے تھی اور انکی غذا مردہ جانور تھے یہ لوگ سب کافر تھے۔ اب آگے ارشاد ہے

• قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا۔ ہم نے فرمایا اے ذوالقرنین اگر تو چاہے انہیں سزا دے یا ان کے ساتھ احسان کر۔"

یعنی جو اسلام نہ لائے اسے قتل کر دے اور جو ایمان لے آئے اسے احکام شرعی کی تعلیم دے یہ تو دنیا کے ساتھ معاملہ ہے۔

اور آخرت میں بے ایمانوں کے لیے جہنم اور ایمان والوں کے لیے جنت مقرر ہے چنانچہ حضرت ذوالقرنین نے بھی یہی فیصلہ کیا۔ اور کہا

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ﹰالْحُسْنٰى وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا۔ عرض کی ذوالقرنین نے کہ وہ جس نے ظلم کیا اسے تو عنقریب ہم سزا دیں گا پھر وہ پھیرا جائے گا اپنے رب کی طرف تو وہ اسے سخت عذاب دے گا اور جو ایمان لایا اور نیک کام کیے تو اس کا بدلہ اچھا ہے اور عنقریب ہم بھی اسے آسان کام کہوں گا"

یعنی جس نے شرک پر اصرار کیا اور ایمان قبول نہ کیا اسے دنیا کی سزا دے کر اللہ تعالیٰ کے عذاب اخروی کی طرف پھیر دوں گا اور جو ایمان قبول کرے گا اور نیک عملوں کی طرف مائل ہو گا اسے ایسے احکام دونگا جو اس پر آسان ہوں اس کے بعد حضرت ذوالقرنین کی نسبت ارشاد ہے۔

"ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا كَذٰلِكَ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا۔ پھر ذو القرنین ایک سامان کے پیچھے چلا حتی کہ جب سورج نکلنے کی جگہ پہنچا اسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کے لیے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی۔ بات یہی ہے اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب کو ہمارا علم محیط ہے"۔

یعنی اپنے ساز و سامان کے ساتھ دوسرا سفر بلاد مشرقیہ کی طرف شروع کیا حتی کہ ایسی قوم تک پہنچے جن کے پاس آفتاب سے بچنے کے لیے کوئی خیمہ پہاڑ وغیرہ نہ تھے نہ وہاں کوئی عمارت قائم ہو سکتی تھی۔ ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ طلوع کے وقت غاروں میں گھس جاتے اور زوال کے بعد نکل کر اپنا کاروبار کرتے اور ان کے حالات پر بھی ہمارا ہی علم محیط ہے کیونکہ ہم علام الغیوب ہیں۔

کَذٰلِکَ فرما کر گویا فرمایا کہ الحق بات یہی ہے۔

اور ایک قول لفظ کَذٰلِکَ پر یہ بھی ہے کہ ذو القرنین نے جیسا مغربی قوم کے ساتھ کیا ایسا ہی مشرقیوں کے ساتھ بھی کیا۔ کیونکہ یہ لوگ بھی مغربیوں کی طرح کا فر تھے تو جو ان میں سے ایمان لائے ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور جو مصر علی الکفر رہے انھیں تعذیب کی

اب تیسرا سفر ذو القرنین کا بیان ہے۔

"ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا۔ پھر اپنے ساز و سامان کے ساتھ چلے حتی کہ جب پہنچے دو پہاڑوں کے بیچ میں ان سے ادھر کچھ ایسی قوم پائی کہ نہیں سمجھ سکتی تھی کوئی بات"۔

کیونکہ انکی زبان عجیب و غریب تھی ان کے ساتھ اشاروں کی مدد سے یہ مشکل بات کی جا سکتی تھی انہوں نے اشاروں سے کہا

"قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا۔ بولے اے ذو القرنین بیشک یاجوج و ماجوج زمین میں فساد کرتے ہیں تو کیا ہم آپ کو کچھ خرچ دیدیں اس شرط پر کہ آپ ہم میں اور ان میں ایک دیوار بنا دیں"۔

یاجوج ماجوج کی تحقیق

یاجوج ماجوج یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے ایک فسادی گروہ ہے اور اس کی تعداد بہت

ہے۔ زمین میں فساد کرتے کرتے موسم ربیع میں نکلتے تو کھیتیاں اور سبزہ زار تمام کھا جاتے اور خشک اشیاء لاد کرلے جاتے حتی کہ آدمیوں اور درندوں اور وحشی جانوروں سانپ اور بچھوؤں تک کو کھا جاتے تو ان لوگوں نے حضرت ذوالقرنین سے شکوہ کیا اور کچھ مال جمع کرکے دینا چاہا

نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا پر آلوسی ابن جبیر انطاکی اور حمزہ وکسائی سے نقل فرماتے ہیں۔

خَرَاجًا بِالْفٍ بَعْدَ الرَّاءِ۔ وَقِيْلَ الْخَرْجُ الْمَصْدَرُ عَلَى الْخَرَاجِ يُطْلَقُ۔ خرج۔ خراج کے معنی میں مستعمل ہے اور خرج دینے کے معنی دینا ہے۔

اور سَدًّا۔ حاجز کے معنی میں مستعمل ہے يَعْنِي حَاجِزًا يَمْنَعُهُمْ مِنَ الْوُصُوْلِ إِلَيْنَا۔ یعنی ایسا پردہ جو انہیں ہماری طرف آنے سے روکے اس پر ذوالقرنین نے فرمایا۔

○ قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيْهِ رَبِّي خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِي بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا۔ اٰتُوْنِي زُبَرَ الْحَدِيْدِ۔ فرمایا جتنی قوت اس معاملہ میں میرے رب نے دی ہے وہ بہتر ہے تم میری اعانت کرو قوت سے میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط آڑ بنا دوں گا"۔

رَدْمًا۔ اَيْ حَاجِزًا حَصِيْنًا وَحِجَابًا مَنِيْعًا۔

آلوسی لکھتے ہیں اس کے معنی مضبوط آڑ اور پردہ کے ہی ہوتے ہیں۔

اٰتُوْنِي زُبَرَ الْحَدِيْدِ۔ لاؤ میرے پاس لوہے کے تیرے یا تختے۔

زُبر۔ جمع زبرہ ہے وَهِيَ الْقِطْعَةُ الْعَظِيْمَةُ۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَافِعَ ابْنَ الْاَزْرَقِ سَاَلَهٗ عَنْ زُبَرِ الْحَدِيْدِ فَقَالَ الْقِطْعَةُ۔ ابن عباس سے نافع بن ازرق نے زبر الحدید کا مطلب پوچھا تو فرمایا قطعات حدید مراد ہے۔

حضرت ذوالقرنین مستغنی اور رعایا پرور تھے۔ آپ نے فرمایا میں تمہاری درخواست منظور کرتا ہوں مال معاونت کی حاجت نہیں مجھے خدا نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ ایسی سلطنتیں بھی آئندہ وجود میں آئیں گی جو ٹیکس پر ٹیکس لگا کر رعایا کا خون بھی پی جائیں گی۔ میرے ساتھ تم اتنی مدد کرو کہ جنگل سے لوہا جمع کردو۔ چنانچہ وہ لوہا لے آئے اس کی چادریں بنائی گئیں اور دونوں پہاڑوں کی چوٹی تک درے کو لوہے اور پتھر سے بند کردیا۔ پھر کیا ہوا۔

○ حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِي اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا۔ حتی کہ جب دونوں پہاڑوں کے کناروں کے برابر کردیا فرمایا اسے دھونکو حتی کہ جب اسے آگ کردیا فرمایا لاؤ میں اس پر گلا ہوا تانبہ انڈیل دوں"۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ آپ نے بنیاد پانی تک کھدوائی پھر اس میں پتھر پگھلائے ہوئے تانبہ سے جمائے گئے اور لوہے کے تختے اوپر نیچے چن کر ان کے بیچ میں لکڑی اور کوئلہ بھروا دیا اور آگ دے دی اس طریق سے یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کر دی گئی اور دونوں پہاڑوں کے مابین کوئی خلا نہ چھوڑی۔ اس کے اوپر تانبہ پگھلا کر دیوار کو پلا دیا یہ سب مل کر ایک جسم ہو گئی۔

ساوی کے معنی فَلَمْ يَزَلْ يَبْنِي شَيْئًا فَشَيْئًا حَتّٰى اِذَا جَعَلَ مَا بَيْنَ جَانِبَيِ الْجَبَلَيْنِ مِنَ الْبُنْيَانِ مُسَاوِيًا لَّهُمَا فِي الْعُلُوِّ کرتے ہیں۔ یعنی تھوڑا تھوڑا چننا شروع کر دیا جب دونوں پہاڑوں کے مابین دیوار برابر ہو گئی اور بلندی میں اس کے مساوی بن گئی تو فرمایا

اب آگ دھکاؤ جب وہ پگھل کر مثل آگ ہو گیا تو وہ پگھلا ہوا تانبہ اس پر انڈیل دیا۔ آگے ارشاد ہے "فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا۔ تو یاجوج ماجوج کو استطاعت نہ ہوئی کہ وہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ یہ طاقت ہوئی کہ اس میں سوراخ کر کے نکل آئیں"

فَمَا اسْطَاعُوْا بہ حذف تاء استعمال کیا گیا یہ بھی باب افتعال سے ہے لیکن تخفیفاً اور حذراً عن تلاقی متقاربین بلا تاء استعمال ہوا۔

تتمۂ تحقیق یاجوج و ماجوج

قَبِيْلَتَانِ مِنْ وُلْدِ يَافِثَ بْنِ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَبِهٖ جَزَمَ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ وَغَيْرُهٗ۔ یہ دو قبیلے ہیں یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے اور اسی پر وہب بن منبہ وغیرہ نے جزم کیا ہے۔ اور اسی پر متاخرین نے اعتماد کیا ہے۔

اور کسائی عرائس میں فرماتے ہیں اِنَّ يَافِثَ سَارَ اِلَى الْمَشْرِقِ فَوُلِدَ لَهٗ هُنَاكَ خَمْسَةُ اَوْلَادٍ جومر وبنرش واشار واسقويل ومياشم

یافث مشرق کی طرف گیا تو اس سے پانچ بیٹے ہوئے جو بیان ہو چکے۔

تو جومر سے تمام اقوام صقالبہ اور روم اور ان کے ہم جنس پیدا ہوئے۔

اور میاشح سے تمام اصناف عجم ہوئے۔

اور اشار سے یاجوج و ماجوج اور ان کے ہم جنس ہوئے

اور اسقویل سے تمام ترک ہوئے۔

اور بنبرش سے ففجق اور یونان والے پیدا ہوئے۔

اور ایک حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔

اس میں اس طرح ہے وُلِدَ لِنُوْحٍ سَامٌ وَحَامٌ وَیَافَثُ
تو سام سے عرب۔ فارس اور روم ہوئے۔
اور حام سے قبط اور بربر اور سوڈان ہوئے
اور یافث سے یاجوج ماجوج اور ترک اور صقالیہ ہوئے۔
پھر حضرت ذوالقرنین نے فرمایا
"قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا۔ یہ میرے رب کی رحمت ہے تو جب آئے گا وعدہ میرے رب کا تو کر دے گا اس دیوار کو پاش پاش اور میرے رب کا وعدہ حق ہے"۔
دَكَّآءَ پر آلوسی فرماتے ہیں اَیْ اَرْضًا مُّسْتَوِیَةً۔ ہموار زمین ہو جائے گی۔
خلاصہ یہ کہ یاجوج و ماجوج کے خروج کا وقت جب آپہنچے گا تو یہ دیوار پاش پاش ہو کر زمین ہموار ہو جائے گی اور ایسا قرب قیامت پر ہو گا۔
اب یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ یہ دیوار کہاں ہے اور اس کے علاوہ ایسی اور دیواریں بھی ہیں یا نہیں؟
اس کی تحقیق حال کے جغرافیہ اور کرۂ زمین کے ان نقشوں سے تو نہیں ملتی جو سرکاری مدارس میں پڑھاتے ہیں اور نہ ان میں یاجوج ماجوج کا تذکرہ ہے
ممکن ہے آج ان کے نام متعارف لفظوں میں بدلے ہوئے ہوں جیسے ملکوں اور شہروں کے نام ہی بدلے ہوئے نہیں بلکہ قوموں کے نام بھی بدلے ہوئے ملتے ہیں۔
اس دیوار کے متعلق مورخین اسلام لکھتے ہیں کہ یہ دیوار تخمیناً ڈیڑھ سو گز کی ہے جو نہایت بلند اور مستحکم دو پہاڑوں کے درمیان ہے۔
اور قدیم جغرافیے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بطلیموس کے جغرافیہ سے لے کر اپنے سفرنامہ میں دیکھے ہوئے مقامات کو بھی نہایت تشریح سے بیان کیا ہے۔
اور انہیں پر موجودہ جغرافیوں کی بنیاد اور تقسیم اقالیم و جزائر ہے۔
اگرچہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جو سہولتیں سفر کرنے کی آج مہیا ہیں اور جو ذرائع ممالک کے حالات معلوم کرنے کے لیے آج موجود ہیں وہ پہلے نہ تھے۔
مگر دوسری تیسری صدی میں جبکہ مسلمانوں کی فتوحات مشرق و مغرب تک پھیلی اور فاتحان

اسلام با وجود صعوبت سفر کے اندلس اور جبل الطارق سے لے کر چین کے کنارہ تک پہنچ گئے اور وہاں کے حالات نہایت احتیاط سے قلمبند کرگئے تو ان کی لکھی ہوئی تاریخوں میں اس قسم کے بہت سے جغرافیے اب تک موجود ہیں جن سے ایشیا اور افریقہ کے ملکوں کا۔ مقاموں کا۔ شہروں کا بڑی تشریح سے حال معلوم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ کتاب المسالک والممالک۔ مولفہ ابو القاسم بن حوقل مطبوعہ لیڈن۔ مطبوعہ بریل ۱۸۷۳ء اس کے لیے قابل مطالعہ ہے اور میں بھی جو تحقیق پیش کر رہا ہوں وہ ایسی ہی کتابوں سے مستنبط ہوگی۔

"الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ" تالیف ابو ریحان محمد بن احمد بیرونی خوارزمی مطبوعہ جرمن ۱۸۷۸ء یہ شخص بڑا حکیم و منجم گذرا ہے عہد محمود غزنوی میں تھا۔

"مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع"۔ مولفہ یاقوت حموی مطبوعہ فرانس۔

"مسالک الممالک"۔ تالیف ابی اسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی کرخی ۱۸۷۰ء

"مقدمہ ابن خلدون"۔ آٹھویں صدی کا مورخ اور محقق حکیم ہے۔ اس نے اپنے جغرافیہ میں بطلیموس کے جغرافیہ کی تمام روشنی داخل کی ہے۔ چنانچہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں چند مقامات پر اس دیوار کا ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتا ہے۔

وَفِی الْجُزْءِ التَّاسِعِ مِنْ ھٰذَا الْاِقْلِیْمِ الْخَامِسِ فِی الْجَانِبِ مِنْهُ بِلَادُ خَفْشَاخ وَھُمْ قَفْجَاق بِجَوَارِ ھَا جَبَلُ تُوْقِیَا حِیْنَ یَنْعَطِفُ مِنْ شِمَالِہٖ عِنْدَ الْبَحْرِ الْمُحِیْطِ وَیَذْھَبُ فِیْ وَسْطِہٖ اِلَی الْجَنُوْبِ بِانْحِرَافٍ اِلَی الْمَشْرِقِ فَیَخْرُجُ فِی الْجُزْءِ التَّاسِعِ مِنَ الْاِقْلِیْمِ السَّادِسِ وَیَمُرُّ مُعْتَرِضًا فِیْہِ وَفِیْ وَسْطِہٖ ھُنَالِکَ سَدُّ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَقَدْ ذَکَرْنَاہُ

وَفِی النَّاحِیَۃِ الشَّرْقِیَّۃِ مِنْ ھٰذَا الْجُزْءِ اَرْضُ یَاجُوْجَ وَرَاءَ جَبَلِ قُوْقِیَا عَلَی الْبَحْرِ قَلِیْلَۃُ الْعَرْضِ مُسْتَطِیْلَۃٌ اَحَاطَتْ بِہٖ مِنْ شَرْقِہٖ وَشِمَالِہٖ اِنْتَھٰی۔

یعنی اس اقلیم کے نویں حصہ میں ایک گوشہ پر خفشاخ کی آبادی اور شہر ہے جسے خفچاق کہتے ہیں اس پر سے جبل قوقیا گذرتا ہے اور وہ بحر محیط کے پاس سے ہو کر شمال کی طرف مڑ جاتا ہے۔

تھوڑا مشرق کی طرف مائل ہو کر وہ پہاڑ اقلیم سادس کے نویں حصہ تک نکل جاتا ہے اور یہیں سے مڑتا ہوا وہاں تک پہنچتا ہے جس کے وسط میں یاجوج ماجوج والی دیوار ہے۔ جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

اور اس حصہ کے مشرقی کنارہ پر ملک یاجوج وماجوج ہے یہ جبل قوقیا کے بڑے سمندر کے رخ ایک

مستطیل ٹکڑا ہے۔

قوقیا جس پہاڑ کا نام ہے غالبًا اسی کو جبل الطائی کہتے ہیں۔

اور اسی کے موڑ پر ایک جگہ ایسی ہے جہاں وہ دیوار ہے اور کوہ طے کی پرلی طرف منچوریا اور منگولیا مغلوں کی قومیں ہیں انہی کو یاجوج و ماجوج سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ لوگ سخت خونخوار اور وحشی درندے اور کافر تھے ان کا پیشہ شکار رہا ہے۔

کسی زمانہ میں یہ لوگ چین کے ملک پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے جن کے روکنے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً ۲۲۵ سال قبل فغفور چین نے دیوار بنائی تھی۔ اس دیوار کی لمبائی اندازاً بارہ سو میل سے لے کر پندرہ سو میل کی تھی۔

اس دیوار کی پوری کیفیت تاریخ چین سے معلوم ہوتی ہے اور وہ اب تک موجود ہے۔ اور عجائبات میں شمار کی جاتی ہے۔

دوسری طرف یہ سفاک قوم اس پہاڑ کے درہ سے گذر کر ترکستان پر دھاوا کرتی تھی۔

اس بیان سے واضح ہو گیا ہو گا کہ اس قسم کی دیواریں کئی ہیں۔

(۱) اول ملک چین کے شمالی حصہ میں ہے جسے دیوار چین کہتے ہیں۔ اسے مورخین نے لکھا ہے کہ یہ دیوار فغفور چین چی وانگٹی نے بنائی تھی۔

(۲) دوسری دیوار جبل طے کے درے کو بند کرنے کے لیے بنائی گئی اسی کو ابن خلدون اور دیگر مورخین نے سد یاجوج و ماجوج لکھا ہے۔

اس کی تحقیق خلفاء عباسیہ کے عہد میں کی گئی۔

چنانچہ ابو ریحان البیرونی اپنی کتاب آثار الباقیہ مطبوعہ جرمن میں لکھتے ہیں۔

فَاَمَّا الرَّدْمُ الْمَبْنِيُّ بَيْنَ السَّدَّيْنِ فَاِنَّ ظَاهِرَ الْقِصَّةِ فِي الْقُرْاٰنِ لَا يَنُصُّ عَلٰى مَوْضِعِهٖ مِنَ الْاَرْضِ وَقَدْ نَطَقَتِ الْكُتُبُ الْمُشْتَمِلَةُ عَلٰى ذِكْرِ الْبِلَادِ وَالْمُدُنِ بُجْغْرَافِيَا وَمَا كُتِبَ الْمَسَالِكُ وَالْمَمَالِكُ عَلٰى اَنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ اَعْنِيْ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ هُمْ صِنْفٌ مِنَ الْاَتْرَاكِ الْمَشْرِقِيَّةِ السَّاكِنَةِ فِيْ مَبَادِي الْاَقَالِيْمِ الْخَامِسِ وَالسَّادِسِ۔

وَمَعَ هٰذَا حَكٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْجَرِيْرِ الطَّبْرِيُّ فِيْ كِتَابِ التَّارِيْخِ اَنَّ صَاحِبَ اٰذَرْبِيْجَانَ اَيَّامَ فَتْحِهَا وَجَّهَ اِنْسَانًا اِلَيْهِ مِنْ نَاحِيَةِ الْخَزَرِ فَشَاهَدَهٗ وَوَصَفَهٗ بِبِنَاءٍ مَا سَبَقَ سَامِرَاَسْوَدَ وَرَاءَ خَنْدَقٍ وَثِيْقٍ مَنِيْعٍ۔

وَحَكَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ خَرَادٍ عَنِ التَّرْجُمَانِ الْبَابِ الْخَلِيْفَةِ اَنَّ الْمُعْتَصِمَ رَاٰى فِى الْمَنَامِ اِنَّ هٰذَا الرَّدْمُ قَدْ فُتِحَ فَوَجَّهَ بِخَمْسِيْنَ نَفَرًا اِلَيْهِ لِيُعَايِنُوْهُ فَسَلَكُوْا مِنْ طَرِيْقِ بَابِ الْاَبْوَابِ وَاللَّانِ وَالْخَزْرِ حَتّٰى بَلَغُوْا اِلَيْهِ وَشَاهَدُوْهُ مَعْمُوْلًا مِنْ لَبِنِ حَدِيْدٍ مُشَدَّدًا بِالنُّحَاسِ الْمُذَابِ وَعَلَيْهِ بَابٌ مُقْفَلٌ وَحَفَظَةٌ مِنْ اَهْلِ الْبُلْدَانِ الْقَرِيْبَةِ مِنْهَا وَاَنَّهُمْ رَجَعُوْا فَاَخْرَجَهُمْ اِلَى الْبِقَاعِ الْمُحَاذِيَّةِ بِسَمَرْقَنْدَ۔

ردم کا حال جو سدین میں ہے اس کا قصہ تو ظاہر ہے مگر قرآن کریم میں اس کا مقام و محل بیان نہیں ہوا البتہ کتب تواریخ و جغرافیہ کہتی ہیں کہ یاجوج ماجوج شرقی علاقے کے ترکوں تھے ہیں ان کا نام یاجوج و ماجوج من حیث القوم ہے جو اقلیم خامس و سادس کے مشرق میں آباد ہیں۔

اور محمد بن جریر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ والی آذربائیجان نے جب یہ ملک فتح کیا تو کسی کو اس کو دیکھنے کو بھیجا جو بحیرہ خزر کی راہ سے دیکھنے گیا اور واپس آیا اور مفصل بیان کیا۔

اور عبداللہ بن خراد نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ معتصم نے خواب میں اس دیوار کو ٹوٹا ہوا دیکھا تو اس کی تحقیق کے لیے پچاس آدمی روانہ کیئے یہ باب الابواب اور لان اور خزر کی راہ سے لے گئے واپس آکر انہوں نے بیان کیا کہ وہ ایک دیوار مستحکم ہے جو لوہے کی اینٹوں سے بنائی گئی ہے اور اسے تانبہ پگھلا کر اس کے جوڑ مضبوط کیے ہیں اور اس میں ایک دروازہ بھی ہے جس پر قفل لگا ہوا ہے۔

پھر یہ رہبر کی رہبری سے سمرقند کے محاذ پر آ نکلے۔

اور احسن التقسیم فی معرفۃ الاقالیم میں یہی حال بڑی تفصیل سے مذکور ہے۔ مگر معتصم کی جگہ انہوں نے واثق باللہ عباسی کی طرف اس قصہ کو منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ واثق نے اس جماعت کا سرگروہ محمد بن خوارزم منجم کو بنایا تھا اور سامان سفر بھی انہیں کافی دیا تھا اور راستہ میں جو بادشاہ پڑتے تھے ان کے نام فرمان بھی لکھ دیے تھے۔

پھر یہ جماعت طرخان کے ملک سے ہوتی ہوئی اس مقام پر پہنچی جہاں یہ دیوار ہے۔

انہوں نے واپس آکر بتایا اور مفصل بیان کیا کہ ڈیڑھ سو گز درہ دو پہاڑوں کے مابین ہے۔

اس کے دونوں طرف پندرہ پندرہ گز کے دو پائے لوہے کی اینٹوں سے چن کر اس پر تانبہ پگھلا کر ان کی درزیں ملائی ہیں۔

بیچ میں ایک مستحکم دروازہ بنا کر لوہے کے مضبوط کواڑ لگائے ہیں۔

اور کتاب المسالک والممالک۔ مؤلفہ ابوالقاسم بن جوقل میں ترمذ و بخارا کی مسافت بیان کرکے فرماتے

میان کال۔ ماتیرغ۔ لنف۔ سونج۔ ویرکی۔ کندک۔ باب الحدید کی منازل بیان کی ہیں۔

اس کے علاوہ تاریخ تیموریں تیمور کا کسی جنگ میں جانا اور باب الحدید تک پہنچنا بھی مذکور ہے۔

ابن سے زاید اور سیاحوں نے بھی اس پہاڑ پر اس دربند کا معائنہ کیا ہے۔

اور نقشہ سے بھی یہ امر واضح ہوتا ہے کہ جبل انطے" منگولیا اور منچوریا میں حائل ہے۔ اور اس پہاڑ کے درمیان ایک درہ تھا جسے ذوالقرنین نے بند کرایا جو اب تک موجود ہے۔

اور یقیناً وہ یہی سد ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔

اور حضرت ذوالقرنین کا حمیری ہونا بھی کتاب المسالک والممالک سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں

وَيَزْعُمُ النَّاسُ اَنَّ تُبَّعًا بَنٰى مَدِيْنَتَهَا وَاَنَّ ذُوالْقَرْنَيْنِ تَمَّمَ بَعْضَ بِنَائِهَا وَرَاَيْتُ عَلٰى بَابِهَا الْكَبِيْرِ صَحِيْفَةً مِّنْ حَدِيْدٍ وَعَلَيْهَا كِتَابَةٌ زَعَمَ اَهْلُهَا الْحِمْيَرِيَّةُ۔

بعض مورخوں کا خیال ہے کہ تبع حمیری نے شہر سمرقند آباد کیا اور اس کے بعد ذوالقرنین نے اس کی بعض عمارتیں مکمل کیں اور اس کے بڑے دروازہ پر لوہے کی تختی دیکھی جس پر کچھ لکھا ہوا ہے وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ حمیری خط ہے۔

(۳) پھر تیسری دیوار آذربائیجان میں بحیرہ طبریہ کے کنارہ جبل قبق کی گھاٹیاں بند کرنے کے لیے بنائی گئی چنانچہ مراصد الاطلاع میں ہے وَبَابُ الْاَبْوَابِ فَهُوَ دَرْبَنْدُ اَنُوْشِيْرَوَانَ وَبَابُ الْاَبْوَابِ مَدِيْنَةٌ عَلٰى بَحْرِ طَبَرِسْتَانَ وَبَحْرِ الْخَزَرِ الخ۔

وَسُمِّيَتْ بَابُ الْاَبْوَابِ لِاَنَّهَا اَفْوَاهُ شِعَابٍ فِىْ جَبَلِ الْقَبْقِ فِيْهَا حُصُوْنٌ كَثِيْرَةٌ وَلَهَا حَائِطٌ بَنَاهُ اَنُوْشِيْرَوَانُ بِالصَّخْرِ وَالرَّصَاصِ وَعَلَاهَا ثَلٰثُمِائَةِ ذِرَاعٍ وَجَعَلَ عَلَيْهِ اَبْوَابًا مِّنْ حَدِيْدٍ لِاَنَّ الْخَزَرَ كَانَتْ تُغِيْرُ فِىْ سُلْطَانِ فَارِسَ حَتّٰى تَبْلُغَ هَمْدَانَ وَالْمَوْصِلَ فَبَنَاهُ لِيَمْنَعَهُمُ الْخُرُوْجَ مِنْهَا

باب الابواب یہ دربند نوشیرواں ہے اور باب الابواب دربند بحر خزر پر ایک شہر ہے اور اسے بحر طبرستان اور بحر الخزر سے تعلق ہے۔

اور اس کا نام باب الابواب اس لیے رکھا گیا کہ یہاں جبل قبق کی بہت سی گھاٹیاں ہیں اور بہت سے قلعے ہیں اور وہاں ایک دیوار ہے جو پتھر اور سیسے سے بنی ہے جس کی بلندی تین سو گز ہے اس میں لوہے کے دروازے ہیں اسے انوشیرواں نے اس لیے بنایا کہ قوم خزر اس کے ملک میں آکر ہمدان و موصل تک غارتگری کرتی تھی ان کے روکنے کے لیے یہی طریقہ احسن تھا۔

اس کا تذکرہ کتاب البلدان کا مصنف ابن الفقیہ بھی کئی جگہ کرتا ہے۔

بیضاوی وغیرہ بعض علماء نے اسی کو وہ دیوار بتایا ہے جس کا قرآن پاک میں ذکر ہے۔

(۴) جو تھی دیوار تبت کے پہاڑوں میں بمقام راست بنائی گئی اس کی نسبت نزہۃ المشتاق میں اس کا اس طرح ذکر ہے۔

وَالرَّاسْتُ اَقْصٰی خُرَاسَانَ مِنْ ذَالِكَ الْوَجْهِ وَهِيَ مَدِيْنَةٌ بَيْنَ جَبَلَيْنِ كَانَ هُنَا مَدْخَلٌ لِلتُّرْكِ اِلَى الْغَارَةِ فَاَغْلَقَ الْفَضْلُ بْنُ يَحْيَى ابْنِ خَالِدِ ابْنِ بَرْمَكَةَ هُنَاكَ بَابًا۔

راست یہ وہ شہر ہے جو خراسان کے اخیر کنارہ پر دو پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے یہاں ایک راستہ ہے یہاں سے ترک دھاوا کر کے لوٹ اور غارت کیا کرتے تھے۔ اسے فضل بن یحیی بن خالد بن برمکی نے دروازہ لگا کر بند کر دیا۔

یہ دیوار بالاتفاق وہ دیوار نہیں ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے اس لیے کہ نزول قرآن کے بعد یہ بنائی گئی ہے۔

(۵) پانچویں دیوار بحر شامی یا بحر روم کے مشرقی کنارہ پر ہے جو شام سے ملا ہوا ہے اس میں چند جزیرے ہیں جو ایشیائے کوچک سے مل جاتے ہیں۔

ان میں ایک جزیرہ روڈس اور ایک بلونس ہے جسے ہزار میل کی دوری سے دریا گھیرے ہوئے ہے اس کا ایک راستہ خشک چھ میل لمبا ہے۔

اسے کسی قیصر روم نے دیوار بنا کر بند کر دیا ہے۔ چنانچہ نزہۃ المشتاق میں ہے۔

اَلْجُزْءُ الرَّابِعُ مِنَ الْاِقْلِيْمِ الرَّابِعِ تَضَمَّنَ قِطْعَةً مِّنَ الْبَحْرِ الشَّامِيِّ فِيْهَا اَعْدَادُ جَزَائِرَ مِنْ جَزَائِرِ الرُّمَّانِيَّةِ وَجَزِيْرَةُ بَلْبُوْنَسْ جَزِيْرَةٌ يُحِيْطُ بِهَا الْبَحْرُ الْعَظِيْمُ وَلَيْسَ لَهَا مَنْفَذٌ اِلَى الْبَرِّ الْاَعْظَمِ فِيْ مِقْدَارِ سِتَّةِ اَمْيَالٍ وَقَدْ كَانَ اَحَدُ الْقَيَاصِرَةِ مِنَ الرُّوْمِ بَنٰى عَلَيْهِ سُوْرًا طُوْلُهٗ هٰذِهِ الْمَسَافَةُ وَهِيَ سِتَّةُ اَمْيَالٍ۔

جزء رابع اقلیم رابع ایک ٹکڑا بحر شامی سے ملا ہوا ہے۔ اس میں متعدد جزیرے ہیں جزائر رمانیہ اور جزیرہ بلبونس یہ جزیرہ ایسا ہے اس کے چاروں طرف ایک ہزار میل تک دریا گھیرے ہوئے ہے اور اس میں کوئی راہ نہیں جس سے خشکی پر آیا جائے مگر ایک چھوٹا سا منہ چھ میل کا ہے تو قیاصرہ روم نے اس پر ایک دیوار بنادی ہے جو چھ میل لمبی ہے۔

اب معلوم نہیں کہ یہ دیوار اب بھی ہے کہ نہیں۔ لیکن یہ بھی بالاتفاق مسلم ہے کہ یہ وہ دیوار نہیں جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے۔

(۶) اور چھٹی دیوار جسے بعض علماء نے ملک اندلس کے پہاڑوں میں لکھا ہے۔ یہ بھی وہ نہیں جس کا تعلق ہماری تفسیر سے ہے۔
اب کلام ہے تو صرف اول اور دوم اور سوم دیوار میں ہے کہ ان میں کونسی دیوار ہے۔
اخبار علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۷ رجون ۱۸۹۰ء میں کسی مشہور مفکر و محقق نے ایک مضمون شائع کیا تھا جس کا عنوان تھا۔

"اِزَالَۃُ الْغَیْنِ عَنْ قِصَّۃِ ذُوالْقَرْنَیْنِ"

اس میں اول تو اس نے امام رازی پر بہت کچھ لے دے کی تھی۔ اور وجہ تسمیہ پر خوب الجھا ہے حالانکہ رازی نے وجہ تسمیہ پر چند اقوال نقل کیے ہیں مگر ان کی صحت کا ذمہ نہیں لیا اور ان اقوال کو انہوں نے اپنا قول بھی نہیں بتایا۔
مگر آزاد منش مغربی مفکرین اسی کو اپنا شاہکار سمجھتے ہیں کہ متقدمین کا مذاق اڑا کر استہزاء کر کے اپنے قول کو محقق قرار دیں۔
چنانچہ انہوں نے اس کی تغلیط بہ [illegible] ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور صاف بلا دلیل حکم لگا دیا ہے۔ کہ ذوالقرنین کے نام کو سکندر بن فیلقوس [illegible] غلط ہے۔
اور اسے حمیری بادشاہ ماننا بھی لغو ہے۔
اور سکندر رومی کو ذوالقرنین تسلیم کرنا بھی غلط کہہ دیا ہے۔
اور لطف یہ کہ مفسرین پر عتاب کرتے ہوئے اپنے دعوی پر بھی کوئی صحیح دلیل پیش نہیں کی اب سب کی تغلیط کرنے کے بعد ان پر لازم تھا کہ وہ صحیح چیز پیش کرتے۔
تو ادھر ادھر دیکھ کر آدھر کی بات منہ سے کہہ دی کہ
"وہ دیوار چین کے سوا اور کوئی دیوار نہیں"
حالانکہ تاریخ چین کو جب دیکھا گیا تو اس دیوار کا بانی چی وانگٹی فغفور ملتا ہے
مگر "ہمچوں من دیگرے نیست" کا جرثومہ جب دماغ میں پڑ جاتا ہے تو پھر چھوٹے بڑے کا لحاظ بھی نہیں رہتا۔ گویا اس کے نزدیک چی وانگٹی ہی ذوالقرنین ہیں۔
چنانچہ ذوالقرنین سے اس کے دو زمانے مراد لیے۔
ایک اسباب و ذرائع جمع کرنے کا اور دوسرا فتوحات کا۔
اور اس کا مشرقی سفر بحر ہما دریا پہنچنا قرار دیا اور مغربی سفر خلیج بنگال میں آفتاب کو چشمہ سیاہ میں ڈوبتا

قرار دے دیا۔

اور ایمان لانا جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ الخ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا سے مراد فرمانبرداری کرنا اور ظلم سے نافرمانی قرار دے دیا۔

مختصر یہ کہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی کچھ نہ کر سکا۔ اور بَیْنَ السَّدَّیْنِ کی کچھ توجیہ نہ بن پڑی۔

تو ساوی کی توجیہ کر ڈالی کہ اس سے مراد سیدھا پن ہے نہ کہ دونوں پہاڑوں کی چوٹیاں۔

حالانکہ آیۂ قرآنی سے صاف واضح ہے کہ وہ دیوار پہاڑوں کی چوٹی کے برابر بنائی گئی۔

پھر یہ دیوار چین تو بارہ سو میل یا تخمیناً پندرہ سو میل طویل ہے۔

پھر دیوار چین پہاڑوں پر اور میدانوں اور دریاؤں پر برابر بٹتی چلی گئی ہے۔

اور حضرت ذوالقرنین والی دیوار صرف دو پہاڑوں کے درمیان بنی ہے۔

اور یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ وانگشی فغفور مسلمان نہ تھا اور ذوالقرنین ایک باخدا اور موحد تھے جو قرآن کریم کے متعدد لفظوں سے واضح ہوتا ہے۔

دوسرے سدّ ذوالقرنین کا بانی جمہور اہل اسلام کے نزدیک وہی ہے جس کا بانی فغفور چین نہیں اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ذوالقرنین حمیر کے بادشاہ نہ تھے بلکہ وہ عرب کے رہنے والے تھے سکندر رومی بھی نہیں تھے

اور ذوالقرنین عربی لفظ ہے اور زمانہ قدیم میں ذُو کے ساتھ یعنی بادشاہ ملقب ہوتے رہے ہیں جیسے ذو نواس۔ اور ذوالنون۔ ذو رعین۔ ذو یزن۔ ذو جدن وغیرہ۔

اور قرن عربی لفظ ہے یہ سینگ کے معنی دیتا ہے اور قرن زمانہ کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

اب ہم تفسیر سورۂ کہف کے ماتحت تمام واقعات کا خلاصہ اور اس کا تجزیہ۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سورۂ کہف میں تیسرا واقعہ جو بیان کیا گیا ہے وہ ذوالقرنین کا ہے۔

اور اس پر تمام مفسرین متفق ہیں کہ

روح اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین۔ یہ تینوں سوال یہودیوں نے مشرکین مکہ کے ذریعہ حضور سے کیے یا کر دلئے۔ اور سورۂ مبارکہ بھی مکی ہے۔

پہلے دو سوالات پر سیر حاصل بحث ہو چکی۔ اب ہمیں ذوالقرنین کی نسبت وہ خلاصہ بیان کرنا ہے جو قرآن کریم نے فرمایا۔

اس پر من حیث المجموع اگر نظر ڈالی جائے تو مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں۔

اوّل یہ کہ جس شخصیت کی نسبت سوال کیا گیا وہ یہودیوں میں ذوالقرنین کے نام سے مشہور تھا۔ جس کے صاف معنی یہ نکلتے ہیں کہ ذوالقرنین قرآن کریم نے کسی کا نام نہیں رکھا بلکہ سوال کرنے والوں نے اس نام سے سوال کیا۔ اس لیے فرمایا گیا۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ۔

دوسرے یہ کہ جس کے متعلق سوال کر رہے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حکمران تھا اور اس کے پاس ہر قسم کے ساز و سامان مہیا تھے اور جو کچھ ایک حکمران کے لیے ہو سکتے تھے سب ہی کچھ اس کے پاس تھے کوئی کمی نہ تھی۔

تیسرے یہ کہ اس کی بڑی تین مہمیں تھیں۔

پہلی ممالک مغربی کی فتح۔ دوسری ممالک مشرقی کی فتح۔ تیسری ایسی فتوحات جو اس مقام پر ختم ہوئی جہاں پہاڑی درہ تھا اور اس کی دوسری طرف سے یاجوج و ماجوج آ کر لوٹ مار کیا کرتے تھے۔

چوتھے اس مقام پر پہنچ کر ذوالقرنین نے ایک مضبوط و مستحکم سد تعمیر کی جس سے یاجوج و ماجوج کی راہ آمد و رفت بند ہو گئی۔

پانچویں ذوالقرنین عام حکمرانوں کی طرح ظالم جابر نہیں تھے بلکہ ایک عادل خدا ترس حکمران تھے۔ جب وہ مغرب کی طرف فتوحات حاصل کرتے دور تک چلے گئے تو ایک قوم ملی جس نے خیال کیا کہ دنیا کے عام بادشاہوں کی طرح ذوالقرنین بھی ظلم و تشدد کریں گے۔ لیکن ذوالقرنین نے اعلان کر دیا کہ بے گناہ قوم کے لیے کوئی اندیشہ نہیں بلکہ ان کے لیے میری طرف سے ان کی نیکیوں پر انعام و اکرام ہو گا۔

البتہ انھیں خوفزدہ ہونا ضروری ہے جو بداعمال اور مجرم ہیں۔

چھٹے یہ کہ ذوالقرنین خدا پرست راستباز آدمی تھے انھیں حیات اخروی پر یقین و ایمان تھا۔

ساتویں وہ نفس پرست بادشاہوں کی طرح طامع اور حریص نہ تھا اسے جوع الارض کا مرض نہ تھا وہ محکوم رعایا کا خون پینے والا اور ٹیکس پر ٹیکس لگا کر رعایا کو کمزور کرنے والا حکمران نہ تھا بلکہ رعایا کی آواز پر غور کرنے اور اس کی تکلیف رفع کرنے کا خوگر تھا۔ چنانچہ جب ایک قوم نے یاجوج و ماجوج کا شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہم پر حملہ آور ہوتے اور ہماری کھیتیاں اجاڑ جاتے اور ہمیں پریشان کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ ہمارے اور ان کے مابین ایک سد یعنی فصیل تعمیر کر دیں ہم آپ کو خراج دیں گے۔

تو حضرت ذوالقرنین نے عام حریص حکمرانوں کی طرح ان سے خراج مقرر نہ کیا بلکہ فرمایا مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ جو کچھ میرے رب نے مجھے دیا ہے وہی میرے لیے بہتر ہے میں تمہارے خراج کا طامع نہیں۔ اور

تمہارا مطالبہ خراج کے لالچ میں نہیں پورا کروں گا بلکہ اپنا فرض سمجھ کر جو تم چاہتے وہ کروں گا اس لیے کہ رعایا پروری میرے فرائض سے ہے۔

البتہ میں تم سے جسمانی مدد لوں گا تا کہ ایبر میں مجھے آسانی رہے تو فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اور وہ خدمت یہ ہے کہ آتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ لوہے کے ٹکڑے جمع کر و اور لاؤ۔

آٹھویں ذوالقرنین نے اپنے لفظوں میں مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فرما کر بتا دیا کہ میرے عقیدہ میں میرے رب نے جو کچھ دیا۔ ہے وہی بہتر ہے علل و اسباب کا میں بندہ نہیں ہوں۔

نویں جو اللہ کے فرمانبردار بندے ہیں ان پر میری طرف سے کوئی زیادتی نہیں کیونکہ میں خود اللہ تعالے کا فرمانبردار بندہ ہوں۔

دسویں نافرمانوں پر اللہ تعالے کا بھی غضب ہے میں بھی اسے معاف نہ کروں گا۔

یہ ہے خلاصہ شخصیت ذوالقرنین کا

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان اوصاف کا حامل اور ایسے نیک خیال کا مالک جو ہو وہ تاریخ قدیم میں ذوالقرنین تھا۔

مگر یہ کون تھا اور کہاں کا رہنے والا تھا

اسی لیے مفسرین نے سب سے پہلے تو ذوالقرنین پر بحث کی ہے کہ یہ لقب عربی زبان کا ہے یا عبرانی کا۔ تو چونکہ قرن کے صاف معنی سینگ کے ہیں اور استعاری معنی زمانہ اور مدت کے بھی لے لیے۔

اور تاریخ میں کسی ایسے بادشاہ کا سراغ نہیں ملتا جس کا یہ لقب ہو اس بنا پر بعض مفسرین تتبع کرتے کرتے وسعت فتوح اور مشرقی و مغربی حکمرانی دیکھ کر کہہ گئے کہ ذوالقرنین سکندر مقدونی ہے حتیٰ کہ امام رازی بھی ذوالقرنین سکندر مقدونی کو مان چکے ہیں۔ اگرچہ مورخین کے اعتراضات بھی نقل کر دیے ہیں جو سکندر مقدونی کے ماننے میں ہوتے ہیں۔

حالانکہ تاریخ کی روشنی میں سکندر مقدونی کی طرح ذوالقرنین نہیں ہے۔ اس لیے کہ سکندر مقدونی نہ تو خدا پرست تھا نہ عادل اور نہ مفتوح اقوام کے لیے فیاض اور اس نے کوئی سد بھی تعمیر نہیں کی۔

اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن کریم یہودیوں کے سوال کی حد تک جواب دے چکا ہے۔ اور اس سے اسے بحث نہ تھی کہ وہ بلا وجہ یہ بھی بتائے کہ وہ کون تھا اور کہاں کا رہنے والا تھا۔

اس کی تحقیق میں اور بھی بہت سے محقق سرگرداں ہیں

چنانچہ ایک مفکر زمانہ دانیال نبی کے خواب سے تعبیر لے کر۔ کتاب دانیال کو سامنے رکھ کر حضرت

دانیال علیہ السلام کا خواب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کہ آپ نے ندی کے کنارے ایک مینڈھا دو سینگ والا دیکھا اور وہ سینگ اونچے تھے اور ایک سینگ دوسرے سینگ سے بڑا تھا اور وہ پچھم، اتر اور دکھن کی طرف سینگ مار رہا ہے اور اس کے سامنے کوئی جانور نہیں ٹھہرتا۔ مختصر یہ کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر تعبیر دی کہ دو سینگوں سے مراد مادہ اور فارس کی سلطنت ہے۔

اس خواب میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر سوچ رہا تھا کہ پچھم کی طرف سے ایک بکرا آیا جو تمام روئے زمین میں پھر گیا اس بکرے کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک عجیب قسم کا سینگ ہے وہ اس سینگوں والے مینڈھے کے سامنے آیا اور غضب ناک ہوا اس کے ٹکر ماری جس سے اس کے دونوں سینگ ٹوٹ گئے۔

تو حضرت جبریل نے فرمایا

"وہ بکرا حکومت یونان ہے"

اس سے واضح ہوا کہ مادہ یعنی میڈیا اور فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں سے تشبیہ دی گئی تھی اور چونکہ یہ دونوں مملکتیں ملکر ایک شہنشاہی بننے والی تھیں اس لیے شہنشاہ میڈیا اور فارس کو دو سینگوں والے مینڈھے کی شکل میں ظاہر کیا گیا۔

پھر جس بکرے نے اس مینڈھے کو شکست دی وہ یونان کا سینگ سکندر مقدونی تھا جس نے فارس پر حملہ کرکے کیانی شہنشاہی کو ختم کر دیا۔

اسی بنا پر میڈیا اور فارس کو دو مملکتوں کو دو سینگوں سے تشبیہ دے کر خیال کیا کہ فارس کے شہنشاہ کے لیے یہودیوں میں ذوالقرنین کا تصور پیدا ہو گیا ہو گا۔

اور اسی بنا پر اسے ذوالقرنین کہا گیا

لیکن اس کی تائید میں تاریخ کی شہادت نہیں ملتی۔ تو اس فیصلہ کو قیاسی تخیل سے زیادہ اہمیت نہیں دی جا سکتی تھی۔

لیکن ۱۸۳۸ء کے ایک انکشاف نے اس قیاسی تخیل کو تاریخی حقیقت بنا دیا

اور معلوم ہو گیا کہ درحقیقت شہنشاہ سائرس کا لقب ہی ذوالقرنین تھا اور یہ یہود کا کوئی مذہبی تخیل نہ تھا بلکہ خود سائرس اور باشندگان فارس کا یہ مجوزہ و پسندیدہ نام تھا۔

چنانچہ سائرس کا جو مجسمہ اصطخر کے کھنڈروں میں دستیاب ہوا اس میں سائرس کا جسم اس طرح دکھایا

گیا ہے کہ اس کے
دونوں طرف عقاب کی طرح پر نکلے ہوئے ہیں اور سر پر مینڈھے کی طرح دو سینگ ہیں۔
اس کے اوپر جو کتبہ تھا اس کا زیادہ حصہ ٹوٹ چکا ہے مگر جتنا باقی ہے وہ بھی تمثال کی شخصیت واضح کرنے کو کافی ہے۔
اس سے واضح ہو گیا کہ میڈیا اور فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں سے تشبیہ دینے کا تصور ایک مقبول اور دیرینہ تخیل تھا۔
اور سائرس ہی وہ تھا جسے ذوالقرنین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔
اور تمثال میں دونوں پہلوؤں پر پروں کا بھی نقشہ دکھایا گیا ہے۔
اس سے ذوالقرنین کی ملکوتی صفات اور ان کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔
اور ذوالقرنین کا شہنشاہ فارس سے ہونا یوں بھی یقین دلاتا ہے کہ سابقہ شاہان فارس انبیاء بنی اسرائیل سے عقیدت رکھنے والے تھے۔
بنا بر این یونانی مورخوں کے بیان کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین کا جو حال قرآن کریم نے بیان کیا وہ ہو بہو یہی ہے۔

محققین تاریخ نے فارس کی تاریخ کو تین زمانوں پر تقسیم کیا ہے۔
پہلا زمانہ حملۂ اسکندر سے پہلے کا ہے۔
دوسرا پارتھوی یا ملوک الطوائف کا ہے۔
تیسرا زمانہ سلاطین ساسان کا ہے۔
فارس کی شہنشاہی کی عظمت کا اصلی عہد وہی ہے جو حملۂ اسکندر سے قبل گزر چکا
اور اس کی تاریخ سائرس کے ظہور سے شروع ہوتی ہے اور اسی کو ذوالقرنین کہا جاتا ہے
لیکن آج اس عہد کے حالات مکمل معلوم کرنے کے ذرائع مفقود ہیں
سوا تین انگریز مورخوں کے
جو یونانی تحریروں سے ماخوذ کر کے کچھ لکھ گئے ہیں اور وہ تین مورخ یہ ہیں، ہیروڈوٹس۔ ٹی سیاز۔ زینوفن

تو تمام مباحث سے نتیجہ یہ نکلا کہ سائرس ہی ذوالقرنین تھے اور سکندر اعظم ذوالقرنین نہیں ہے اور یہ مسلم ہے کہ سکندر اعظم کو ارسطو کی تعلیم و تربیت نے تیار کیا تھا اور بلا شبہ بڑا فاتح تھا مگر وہ اپنے فاتحانہ اقدام میں انسانیت و اخلاق کا کوئی گوشہ فتح نہ کر سکا۔

برخلاف سائرس کے کہ اس نے کسی ارسطو سے تعلیم نہیں پائی اور ملک فتح کرنے کے ساتھ ساتھ انسانیت و مملکت کے فضائل کو بھی مسخر کیا۔

سکندر کی تمام فتوحات کی عمر اتنی ہی تھی جتنی خود اس کی عمر تھی۔

لیکن سائرس کی فتوحات نے جو بنیادیں جمائی تھیں وہ دو سو برس تک نہ ہل سکیں۔

سکندر کے دم توڑتے ہی اس کی مملکت کے ٹکڑے ہو گئے۔

لیکن سائرس نے جب دنیا چھوڑی تو اس کی مملکت روز بروز وسیع و مستحکم ہوتی رہی۔

سکندر کی فتوحات صرف جسم کی فتوحات تھیں جو قہر و طاقت سے سر ہوئی تھیں۔

لیکن سائرس کی فتوحات روح و دل کی فتوحات تھیں جنہیں انسانیت و فضیلت نے سر کیا تھا۔

سائرس فتح بابل کے بعد دس سال تک زندہ رہا اس کی حکومت عرب سے لے کر بحر اسود تک اور ایشیائے کوچک سے بلخ تک پھیلی ہوئی تھی اور ایشیا کی تمام قومیں اس کے ماتحت آچکی تھیں۔

پھر تاریخی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس تمام عرصہ میں بغاوت اور سرکشی کا ایک حادثہ بھی نہیں ہوا۔ چنانچہ زینوفن لکھتا ہے۔

"وہ صرف بادشاہ ہی نہ تھا بلکہ انسانوں کا شفیق اور مربّی اور قوموں کا رحیم باپ تھا اور رعایا سخت گیر حکمرانوں سے بغاوت کر سکتی ہے لیکن اولاد اپنے شفیق باپ سے باغی نہیں ہو سکتی۔"

بہرحال ہماری تمام تر تحقیق سے یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ ذوالقرنین سائرس ہیں اور سکندر اعظم وغیرہ کی جو روایتیں ہیں وہ ذوالقرنین کی صفات پر منطبق نہیں اس لیے ان کے تسلیم کی طرف ہمارا میلان نہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

" وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا۔ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا۔ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا۔

اور چھوڑیں گے ہم ان (یاجوج ماجوج) کے ایک گروہ کو اس دن جو ریلے کی طرح دوسرے پر آئے گا۔ اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو جمع کریں گے یکجا اور سامنے لائیں گے ہم جہنم ان کافروں کے جن کی

آنکھوں پر پردہ پڑا تھا میری یاد سے اور حق بات سن ہی نہ سکتے تھے"۔
آیہ کریمہ کے مفہوم سے اول یہ امر ثابت ہوا کہ یاجوج و ماجوج کا خروج قرب قیامت میں ہوگا اور نفخ صور کے وقت وہ ظاہر ہوں گے اور وہی وہ وقت ہوگا جب تمام خلق عذاب و ثواب کے لیے جمع کی جائے گی اسی کو روز قیامت کہتے ہیں۔
اور اس دن سرکش منکر اور کفار مشرک جہنم کو صاف دیکھیں گے جو آیات الٰہیہ اور قرآن و ہدایت اور بیان و دلائل اور قدرت الٰہی پر ایمان لانے سے اندھے بنے ہوئے تھے اور آواز حق سے بہرے تھے۔

بامحاورہ ترجمہ بارہواں ۱۲ رکوع۔ سورۂ کہف۔ پ۱۶

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ۝

تو کیا گمان کرتے ہیں وہ جو کافر ہیں کہ بنالیں گے میرے بندوں کو حمایتی میرے سوا بے شک ہم نے تیار کر رکھی ہے جہنم کو ان کی مہمانی۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝

فرما دیجئے کیا ہم تمہیں بتا دیں سب سے زیادہ ناقص عمل والے۔

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝

جن کی رائیگاں گئی کوشش دنیا کی زندگی میں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ۝

یہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کی آیتوں سے اور ملنا نہ مانا تو ان کا کیا سب رائیگاں گیا تو نہ قائم کریں گے ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن۔

ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ۝

یہ بدلہ ہے ان کا جہنم ان کے کفر کا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں سے مذاق کا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝

بے شک وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے باغ فردوس کے ہیں مہمانی۔

خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝

ہمیشہ رہیں ان میں بستے اور وہ جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۝

فرما دیجئے اگر ہوں سمندر میرے رب کے کلمات کے لیے سیاہی تو سمندر ختم ہو جائیں گے اللہ کے کلمات ختم ہونے سے پہلے اور اگرچہ ویسے ہی اس کی مدد کو اور لے آئیں۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا۝

فرما دیجئے میں (ظاہری صورت میں) بشر ہوں تمہارے جیسا وحی آتی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جو امید رکھے اللہ کے ملنے کی تو چاہیئے نیک عمل کرے اور نہ شریک کرے بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو۔

حلّ لغات بارہواں رکوع۔ سورۂ کہف۔ پ۱۶

اَفَحَسِبَ۔ کیا خیال کرتے ہیں
الَّذِيْنَ۔ وہ جو
كَفَرُوْا۔ کافر ہیں
اَنْ۔ یہ کہ
يَتَّخِذُوْا۔ بنا لیں گے
عِبَادِيْ۔ میرے بندوں کو
مِنْ دُوْنِيْۤ۔ میرے سوا
اَوْلِيَآءَ۔ حمایتی
اِنَّاۤ۔ بیشک ہم نے
اَعْتَدْنَا۔ تیار کی
جَهَنَّمَ۔ دوزخ
لِلْكٰفِرِيْنَ۔ کافروں کی
نُزُلًا۔ مہمانی
قُلْ۔ کہہ
هَلْ۔ کیا
نُنَبِّئُكُمْ۔ خبر دیں ہم تم کو
بِالْاَخْسَرِيْنَ۔ زیادہ خسارہ والے لوگوں کی
اَعْمَالًا۔ عمل میں
اَلَّذِيْنَ۔ وہ جو
ضَلَّ۔ گم ہوئی
سَعْيُهُمْ۔ انکی کوشش
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ دنیا کی زندگی میں
وَهُمْ۔ اور وہ
يَحْسَبُوْنَ۔ خیال کرتے ہیں
اَنَّهُمْ۔ کہ وہ
يُحْسِنُوْنَ۔ اچھے کرتے ہیں
صُنْعًا۔ کام
اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ
الَّذِيْنَ۔ وہ ہیں
كَفَرُوْا۔ جو منکر ہوئے
بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کی آیتوں سے
وَلِقَآئِهٖ۔ اور اس کی ملاقات سے
فَحَبِطَتْ۔ تو ضائع ہوئے
اَعْمَالُهُمْ۔ انکے عمل
فَلَا۔ تو نہ
نُقِيْمُ۔ قائم کریں گے ہم
لَهُمْ۔ انکے لیے
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے دن
وَزْنًا۔ تول
ذٰلِكَ۔ یہ
جَزَآؤُهُمْ۔ انکا بدلہ ہے
جَهَنَّمُ۔ دوزخ
بِمَا۔ بدلہ اسکا جو
كَفَرُوْا۔ کفر کیا انہوں نے
وَاتَّخَذُوْٓا۔ اور بنا لیا

ایٰاتِیْ۔ میری آیتوں	وَرُسُلِیْ۔ اور میرے رسولوں کو	هُزُوًا۔ مذاق	اِنَّ۔ بیشک
الَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَعَمِلُوا۔ اور عمل کیئے	الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے
کَانَتْ۔ ہے	لَهُمْ۔ ان کیلئے	جَنّٰتُ۔ باغ	الْفِرْدَوْسِ۔ فردوس کے
نُزُلًا۔ مہمانی	خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے ہیں		فِیْهَا۔ اس میں
لَا یَبْغُوْنَ۔ نہیں وہ چاہیں گے		عَنْهَا۔ اس کو	حِوَلًا۔ بدلنا
قُلْ۔ کہہ	لَّوْ۔ اگر	كَانَ۔ ہو جائیں	الْبَحْرُ۔ سمندر
مِدَادًا۔ سیاہی	لِّكَلِمٰتِ۔ واسطے کلمات	رَبِّیْ۔ رب میرے کے	لَنَفِدَ۔ تو ختم ہو جائیں
الْبَحْرُ۔ سمندر	قَبْلَ۔ پہلے	اَنْ۔ اس سے کہ	تَنْفَدَ۔ ختم ہوں
كَلِمٰتُ۔ کلمات	رَبِّیْ۔ رب میرے کے	وَلَوْ۔ اور اگرچہ	جِئْنَا۔ لائیں ہم
بِمِثْلِهٖ۔ اسکی مثل	مَدَدًا۔ مدد کو	قُلْ۔ کہہ	اِنَّمَا۔ اسکے سوا نہیں کہ
اَنَا۔ میں بھی	بَشَرٌ۔ آدمی ہوں	مِّثْلُكُمْ۔ تمہارے جیسا	یُوْحٰۤى۔ وحی کی جاتی ہے
اِلَیَّ۔ میری طرف	اَنَّمَا۔ کہ بیشک	اِلٰهُكُمْ۔ تمہارا خدا	اِلٰهٌ۔ خدا
وَّاحِدٌ۔ ایک ہے	فَمَنْ۔ تو جو	كَانَ۔ ہے	یَرْجُوْا۔ امید رکھتا
لِقَآءَ۔ ملاقات	رَبِّهٖ۔ اپنے رب کی	فَلْیَعْمَلْ۔ تو چاہیئے کہ عمل کرے	عَمَلًا۔ عمل
صَالِحًا۔ نیک	وَّلَا۔ اور نہ	یُشْرِكْ۔ شریک کرے	بِعِبَادَةِ۔ عبادت
رَبِّهٖ۔ رب اپنے کی میں	اَحَدًا۔ کسی کو بھی		

مختصر تفسیر اردو بارہواں رکوع۔ سورۃ کہف پ ۱۶

"اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْۤ اَوْلِیَآءَ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا۔ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآىٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا۔ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ رُسُلِیْ هُزُوًا۔

یعنی بطور استفہام انکاری فرمایا کہ کیا یہ کافر یہ سمجھ رہے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا ولی وکارساز و حاجت روا بنا لینا ان کے لیے کافی ہے حالانکہ میرے بندوں سے حاجت روائی کی دعا کرانا

بھی جب ہی فائدہ مند ہو سکتا ہے جب میری رضا ہو ورنہ وہ بھی دعا نہیں کر سکتے بقول شخصے

بے رضا پیروں کا کب ہلتا ہے لب

بلکہ حقیقتاً اگر دیکھا جائے تو وہ خود میری عطا کے محتاج ہیں۔ ان کا مقرب و برگزیدہ ہونا تمہارے حق میں اتنا ہی فائدہ مند ہے کہ وہ مستجاب الدعوات ہیں جیسے عیسیٰ و موسیٰ علیہم السلام اور اولیاء عظام لیکن انہیں مستقل بالذات بلا رضاء الٰہی کارساز ماننا یہ جہالت خالص ہے ایسے خیال والوں کے لیے ہمارے یہاں جہنم کی مہمانی ہے۔

نزل کے معنی اترنے کی جگہ کے ہیں اور اس کے حاصل معنی مہمانی ہے اس لیے فرمایا۔

"اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ نُزُلًا۔ ہم نے ان کے لیے بجائے نجات کے جہنم تیار کر رکھا ہے۔ یہ ان کی وہاں مہمانی ہے"۔

دنیا میں جو کچھ انہوں نے میرے سوا غیر اللہ کی عبادتیں کیں۔ انہیں معبود بنایا۔ ان پر چڑھاوے چڑھائے۔ باآنکہ وہ پتھر کے صنم تھے اور اس پر اس قدر مصر ہوئے کہ اہل حق سے لڑے۔ حق کے مٹانے میں جان مال خرچ کیے اور اسے موجب فلاح دنیا و آخرت سمجھتے رہے۔

یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ چڑھاوا چڑھانا اور ہے اور بزرگوں کی فاتحہ اور جو بزرگوں کے نام کی فاتحہ کو بھی چڑھاوا سمجھے وہ جاہل ہے یا گمراہ اس لیے کہ چڑھاوا پتھروں پر چڑھا کر رائیگاں کرنا ہے۔

اور ایصال ثواب اور فاتحہ رائیگاں کرنا نہیں بلکہ اس کا ثواب اس صاحب مزار کی روح کو پہنچتا ہے۔ اس پر مفصل بحث ہم کسی جگہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی حضور اکرم کو حکم ہوا

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا۔ ان سے فرما دیجئے کہ کیا میں تبا دوں تمہیں کہ کون زیاں کار اور خسارہ والے ہیں باوجودیکہ عمل کر رہے ہیں"

یعنی مسلمان ایصال ثواب جیسے کرتے ہیں مشرکین و کفار بھوگ لگاتے اور بتوں پر چڑھاتے ہیں ان میں فرق کیا ہے۔

"اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔ ان کی تمام ترکوششیں رائیگاں ہیں"۔ جو دنیا میں زندہ رہ کر کر رہے ہیں۔

"وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ اور گمان کرتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں" پاربتی اور سیتا کے بتوں پر چڑھاوا چڑھا کر ہم آخرت کے لیے ذخیرہ بنا رہے ہیں حالانکہ ضَلَّ سَعْیُهُمْ

ان کی یہ سب سعی بے حاصل ہے نہ پتھر کو کچھ فائدہ نہ انھیں کچھ اس کا بدلہ۔ بلکہ
اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ
وَزْنًا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتیں جھٹلائیں اور اس کا ملنا نہ مانا۔

اور رسول وقرآن پر ایمان نہ لائے۔ بعث وحساب وکتاب اور عذاب وثواب کے منکر ہوئے تو
تو ان کا کیا دھرا سب اکارت ہے۔ تو ہم ان کے لیے قیامت کے دن ان کے اعمال کا کوئی وزن نہ رکھیں گے۔"
حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ بروز قیامت مشرکین ایسے اعمال پیش کریں گے جن پر ان کا گمان
ہوگا کہ مکہ کے پہاڑوں سے زیادہ وزنی ہیں لیکن میزان میں ان کا کچھ وزن نہ ہوگا۔ یہ وہی عمل ہوں گے جو
اپنی رائے سے نیک تصور کر کے کیے ہوں اور اسلامی تعلیم کے بالکل خلاف ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر عمل وہی عمل ہے جو اتباع سنت سے ہو۔ ورنہ نہیں
چنانچہ اول مشرکین اور بت پرستوں کی عملی کیفیت اور اس کا رائیگاں ہونا بیان فرما کر حسب اسلوب
بیان قرآن نیکو کاروں کی حقیقت اور ان کا مقام بیان ہوتا ہے۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔ خٰلِدِیْنَ
فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا۔

بے شک جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے ہمیشہ ان میں رہیں گے
ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ سے
مانگو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ سب جنتوں کے بیچ میں ہے اور سب سے بلند ہے اور اس پر عرش الرحمن ہے
اور اس سے جنت کی نہریں جاری ہوئی ہیں (روح المعانی)

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں فردوس جنتوں میں سب سے اعلیٰ ہے اس میں نیکیوں کا حکم کرنے
والے اور برائیوں سے روکنے والے رہیں گے۔

اور لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا کے یہ معنی ہیں کہ جیسے دنیا میں انسان بہتر سے بہتر مقام پر بھی ہو تو
اسے اس سے بھی اعلیٰ وارفع کی حرص رہتی ہے۔ یہ بات وہاں نہ ہوگی بلکہ جہاں بھی وہ ہوں گے اسے اپنے
رب کا فضل جانیں گے اور اس میں خوشی خوشی رہیں گے۔ آگے ارشاد ہے۔

" قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ
مَدَدًا۔ فرما دیجئے اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لیے سیاہی ہوں تو ضرور سمندر ختم ہو جائیں گے اور میرے

رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی سمندر اور اس کی مدد کے لیے لے آئیں"۔

یعنی اگر اللہ تعالے کی حکمت و علم کے کلمات لکھے جائیں اور ان کے لیے سمندروں کا پانی سیاہی بنا دیا جائے اور تمام خلق لکھنے لگے تو وہ کلمات ختم نہ ہوں اور وہ تمام سمندروں کا پانی ختم ہو جائے اور اتنا ہی اور تیار کیا جائے تو وہ بھی ختم ہو جائے۔ اس بیان سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالے کی حکمت و علم کی نہایت نہیں۔

شان نزول آیۂ کریمہ یہ ہے کہ

یہود نے بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کیا۔ حضور آپ کا خیال ہے کہ ہمیں حکمت دی گئی اور آپ کی کتاب میں ہے مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی۔ پھر اسی قرآن میں یہ ہے وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ اور تم علم نہیں دیے گئے مگر تھوڑا۔

اور ہمیں توریت دی گیا اور اس میں ہر شئے کا علم ہے۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ

انھیں فرما دیجئے کہ علم کل بھی علم الٰہی کے مقابلہ میں کم ہے۔ بلکہ اتنی نسبت بھی نہیں رکھتا جتنی سمندر کو قطرے سے۔

اب اس کے بعد ارشاد ہوا کہ

"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ فرما دیجئے میں بشریت کے اعتبار سے تمہارا مثل ہوں"۔

اور ظاہر البشر ہی ہوں بلکہ مجھ پر بھی بشری امراض و اعراض طاری ہوتے ہیں مگر صورت خاصہ میں کوئی بھی میرا مثل نہیں اس لیے کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ اگر ہر بشر پر وحی آنا ممکن ہوتا تو مجھے وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ نہ فرمایا گیا ہوتا۔

مگر چونکہ قیامت تک مجھ جیسا کوئی نہ ہوگا اسی لیے میرے سر پر تاج ختم نبوت آراستہ ہوا۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالے نے حضور کو حسن و صورت میں بھی سب سے اعلیٰ و بالا بنایا اور حقیقت روح و باطن کے اعتبار سے بھی سب سے بلند کیا اگرچہ انبیاء کرام علیہم السلام اوصاف بشری سے اعلیٰ ہیں۔

جیسا کہ شفا قاضی عیاض میں صراحتًا بیان ہوا۔

اور شیخ محقق علامہ مدقق عبد الحق محدث دہلوی بھی شرح مشکوۃ میں فرما گئے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام و ظواہر تو حدّ بشریت پر چھوڑے گئے مگر ان کی ارواح و بواطن بشریت سے بالا اور ملأ اعلیٰ سے متعلق ہیں۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر سورۂ ضحیٰ میں فرماتے ہیں کہ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ کے یہ معنی ہیں کہ

"آپ کی بشریت کا وجود اصلا نہ رہے اور غلبۂ انوار حق آپ پر علی الدوام حاصل ہو"

علامہ آلوسی اس پر بحث کرتے کرتے جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی کے چند شعر لکھ کر بحث پوری فرماتے ہیں۔ حیث قال

وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ۔ اِشَارَۃٌ اِلٰی جِھَتَیْ مُشَارَکَتِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلنَّاسِ وَجِھَتِہٖ اِمْتِیَازِہٖ وَلَوْلَا تِلْکَ الْمُشَارَکَۃُ مَا حَصَلَتِ الْاِفَاضَۃُ وَلَوْلَا ذَالِکَ الْاِمْتِیَازُ مَا حَصَلَتِ الْاِسْتِفَاضَۃُ۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ میں، اور یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ میں اشارہ ہے کہ مخلوق میں مشارکت اس حد تک ہے کہ جو سب کا خدا ہے وہی میرا خدا ہے۔

اور وجہ امتیاز یہ ہے کہ حضور پر وحی آتی ہے تو اگر یہ مشارکت بالمخلوق نہ ہو تو افاضۂ فیض حاصل نہ ہو اور یہ امتیاز نہ ہو تو استفاضہ کرنا بے کار ہو۔

وَقَدْ اَشَارَ مَوْلَانَا جَلَالُ الدِّیْنِ الْقُوْنَوِیُّ قُدِّسَ سِرُّہٗ اِلٰی ذَالِکَ۔

اور اسی طرف مولانا جلال الدین قونوی رومی نے اشارہ فرمایا۔

گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم ۔۔۔ رہ رواں را شمع و شیطاں را رجوم
ہر کسے را گر نظر بودے ز دور ۔۔۔ کو گرفتے ز آفتاب چرخ نور
کے ستارہ حاجتے بود لمے ذلیل ۔۔۔ کے بُدے بر نور خورشید او دلیل
ماہ میگوید با برو خاک ۔۔ فے ۔۔۔ من بشرم من مثلکم یوحی الی
چوں شما تاریک بودم در نہاد ۔۔۔ وحی خورشیدم چنیں نورے بداد
ظلمتے دارم بہ نسبت با شموس ۔۔۔ نور دارم بہر ظلمات نفوس
زاں ضعیفم تا تو تابے آوری ۔۔۔ کہ نئی مرد نے فتاب انوری

آگے ارشاد ہے۔

"فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا۔

تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی بندگی میں

کسی کو شریک نہ کرے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ظاہری صورت بشریہ کے بیان کا حکم بغرض تواضع ہوا (خازن)

بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ قَدْ تَمَّ الْجُزْءُ الثَّالِثُ مِنْ تَفْسِيْرِ الْحَسَنَاتِ بِاٰيَاتٍ بَيِّنٰتٍ وَ يَلِيْهِ الْجُزْءُ الرَّابِعُ وَاَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى اِتْمَامَهٗ وَاِنْجَاحَهٗ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

۲۷ مارچ ۱۹۵۵ء

وَهَا اَنَا عَبْدُهُ الضَّعِيْفُ
اَبُو الْحَسَنَاتِ غُفِرَ لَهٗ

تاریخ وصال

صابر و شاکر مفسر عالم دین متین
فکر تھی تاریخ کی آئی ندا احمد لکھو

بے نظیر و بے مثال ولا جواب و لا کلام
واصلِ حق ہو گئے وہ ہادیٔ ذی احترام
۱۳۸۰ھ

حضرت علامہ مرحوم و مغفور کی تصانیف

کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب: سلطان الاولیاء سید العارفین مرکز تجلیات حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کی نایاب تصنیف کشف المحجوب کا جامع اور بسیط ترجمہ جس کی تکمیل کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت داتا صاحب کی خواب میں زیارت ہوئی اور حضرت داتا صاحب کے آغوش میں ہمیشہ کے لیے چلے گئے علمی جامع معارف کا خزینہ ہے۔

اوراق غم: اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء خلفاء راشدین سیدۂ زہرا شہزادہ گلگوں قبا شہید دشت کربلا کے زندگی کے واقعات پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے۔ واقعات شہادت پر مفصل تحقیقی بحث کی گئی ہے واعظوں خطیبوں، اہل علم کے لیے تاریخی مضامین کا بہترین ذخیرہ ہے نفیس کتابت حسین طباعت

قصیدہ بردہ شریف: حضرت علامہ خرپوتی شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وہ ہدیہ عقیدت ہے جو بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا گیا اس قصیدہ کو حضور رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود مولف کی زبانی گوش گذار فرما کر اظہار مسرت فرماتے ہوئے قبول فرمایا حضرت علامہ ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ نے عشق رسول کے جذبہ سے اس قصیدہ کا اردو میں ترجمہ و تشریح لکھی ہے حل لغات اور مفصل تشریح فرمائی ہے یہ قصیدہ عاشقان رسول کے لیے روح کی غذا ہے۔

۱۔ **اسلام کے بنیادی عقائد:** تبلیغی سلسلہ کا یہ پہلا نمبر ہے اس میں بنیادی عقائد پر سوال و جواب کی صورت میں نہایت جامع انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے

۲۔ **احوال محشر (قیامت کے دن کیا ہوگا)** حشرات محشر اور علامات قیامت پر مفصل بحث کی گئی ہے ضرور مطالعہ کیجیے تاکہ قرب قیامت کی علامات سے آگاہی ہو سکے اہلسنت وجماعت کے عقیدے کے مطابق جامع بحث کی گئی ہے

۳۔ **مسلم خواتین اور اسلامی پردہ:** قرآن کریم، احادیث نبویہ کی روشنی میں پردہ پر مفصل بحث کی گئی ضرور مطالعہ کیجیے المعروف گھریلو پرائیویٹ خاتون اور مولانا تاکہ پردہ کی حقیقت، اہمیت سے آگاہی حاصل کی جا سکے

ضروری گذارش

اہل علم حضرات کی خدمت میں مودبانہ گذارش ہے کہ اگر کسی جگہ عبارت یا کتابت کی کوئی غلطی محسوس کریں تو برائے مہربانی ادارہ کو فوراً مطلع کریں اگرچہ خاصی محنت سے تصحیح کی گئی ہے لیکن ممکن ہے کہ کسی مقام پر سہواً کوئی بات رہ گئی ہو تو انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح کردی جائے گی۔

عبدالرشید ارشد
ناظم دار التبلیغ اہل سنت مکتبہ حسنات

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

تفسیر الحسنات

علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

پارہ

۱۶ - ۲۰

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی
پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ

تفسیر الحسنات

جلد چہارم

علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

پارہ

۱۶ تا ۲۰

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

نام کتاب	تفسیر الحسنات (جلد چہارم)
مفسر	علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
ایڈیشن	بارِ ہفتم
تاریخ اشاعت	جنوری 2014ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	QT24

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔37221953 فیکس:۔042-37238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔37225085-37247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔021-32210212-32212011-32630411

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

جامعہ حسنات العلوم کے تمام اراکین تہہ دل سے محترم سلیم شاہد صاحب، والدین وعزیز واقارب (مبشر الیکٹرک سٹور نشتر روڈ لاہور) کے مشکور ہیں کہ انہوں نے تفسیر الحسنات کے سلسلہ میں جامعہ حسنات العلوم کے ساتھ تعاون کیا اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقہ میں ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین۔ دعا گو

ناظم اعلیٰ جامع حسنات العلوم

الحاج عبدالقیوم قادری اشرفی

فہرست مضامین

آغاز وشان نزول سورۂ مریم	36
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۂ مریم پ ۱۶	37
حل لغات رکوع اول سورۂ مریم پ ۱۶	38
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۂ مریم پ ۱۶	39
کٓھٰیٰعٓصٓ کی تفسیر	39
عمر مبارک پر مختلف اقوال	40
حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا خوشخبری اور تعجب	41
حمل کی نشانی۔ سَوِیًّا کی تشریح	42
سَبِّحُوْا کی تشریح	43
حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش اور اوصاف	43
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۂ مریم پ ۱۶	45
حل لغات دوسرا رکوع سورۂ مریم پ ۱۶	47
مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۂ مریم پ ۱۶	49
انبیاء علیہم السلام کے تذکرے	49
تفسیر رکوع دوم سورۂ مریم	50
عمران دو ہیں	50
حضرت حنہ کی منت	50
حضرت مریم کی پیدائش	50
بے موسم پھلوں کا ملنا	51
حضرت حنہ کی منت پوری کرنا بیت المقدس پر چڑھانا	51
حضرت زکریا علیہ السلام کا قرعہ میں نام نکلنا	51
حضرت زکریا کی اولاد کے لئے دعا	51
حضرت مریم کی عمر مبارک پر بحث	51
یہود کا قبلہ۔ حضرت مریم کا غسل کے دوران اجنبی انسان کا دیکھنا اور پناہ مانگنا	52
فرشتہ کا بیٹے کی بشارت دینا	52
حضرت مریم کا اس بشارت پر تعجب کرنا	53
اللہ عزوجل کی قدرت کاملہ	53
حضرت مریم اور حضرت یحییٰ کا مصر جانا	53
حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سولی کا منصوبہ اور ان کی ناکامی	54
فَاَجَآءَهَا کی تحقیق۔ مخاض کی تحقیق	54
مدت حمل میں اختلاف	55
جنگل میں چشمہ جاری کرکے منگل کردیا	55
رطب کی مفصل بحث	55
قوم کے اعتراض کا جواب معجزانہ طور پر	56
حضرت مریم پر تہمت کا معجزانہ جواب اور اس پر بحث	56
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں قوم سے خطاب کیا	57
حضرت مریم کی پاکدامنی	57
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا توحید کا اعلان اور شرک کی مذمت	58
عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نصاریٰ کے فرقے	58
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۂ مریم پ ۱۶	60
حل لغات تیسرا رکوع سورۂ مریم پ ۱۶	61
مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۂ مریم پ ۱۶	62
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ	62
نبی علیہ السلام کی تعریف وتحقیق	63
باپ کو نصیحت	64
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت	64
حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی	

پیدائش	65	موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے آیات	
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۂ مریم پ ۱۶	66	قرآن سے دلائل	82
حل لغات چوتھا رکوع سورۂ مریم پ ۱۶	67	ارشادات نبوی ﷺ سے دلائل	83
مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۂ مریم پ ۱۶	69	نادر لغات کی تشریح	83
حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ کلیم اللہ کا شرف	69	نیک و بد جہنم سے گزرے گا لیکن مومن پر جہنم سرد ہو	
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ایفائے وعدہ	70	جائے گا	85
حضرت اسمٰعیل اور حضرت ادریس و دیگر انبیاء علیہم		علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی مفصل بحث	85
السلام کا تذکرہ	71	علامہ راغب اور علامہ طیبی رحمہم اللہ کی بحث	86
حضرت ادریس علیہ السلام نے موت کا مزہ چکھا	71	جہنم سے ہر وہ شخص نجات پائے گا جس کے دل میں	
جنت دوزخ کا مشاہدہ کیا مفصل واقعہ	73	ذرہ بھر نیکی ہوگی	86
حضرت ادریس علیہ السلام اور ملک الموت کی گفتگو	73	نَدِیًّا پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	86
وہ جن پر اللہ عزوجل نے نبیوں میں سے احسان کیا	74	لغات نادرہ پر بحث	87
جنہیں اللہ تعالیٰ نے شریعت کی شرح اور حقیقت		مہلت کا ذکر	87
کے کشف کے لئے چن لیا	74	شان نزول۔ جناب خباب بن الارت رضی اللہ عنہ	
استحباب سجدہ پر استدلال کیا	74	کا واقعہ	88
آیات اسراء میں سجدہ میں پڑھنے کی دعا	75	لفظ کلا قرآن کریم میں تینتیس مقام پر آیا ہے	89
آیات تنزیلیہ میں سجدہ میں پڑھنے کی دعا	75	مفصل بحث	89
ناخلف آنے والوں کا ذکر	75	جنت کے حالات	91
غی کی تعریف۔ اس پر بحث	75	بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۂ مریم پ ۱۶	91
جنات عدن کی تعریف۔ مفصل بحث	75	حل لغات	93
وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ پر بحث	76	مختصر تفسیر اردو	93
جنت کا بیان۔ اس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	78	چند لغات نادرہ	93
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چند دن وحی روکی گئی	79	جنتی طائفہ کے متعلق چند احادیث	96
مشرکین نے اعتراض کیا	79	بلا حساب کتاب جن کا داخلہ جنت میں ہوگا	96
جبریل امین علیہ السلام کی دربار رسول مکرم ﷺ		حضور علیہ السلام نے فرمایا جنت میں میری امت سے	
میں وضاحت	79	ستر ہزار ایسے ہیں جن سے حساب کتاب نہ ہوگا	96
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۂ مریم پ ۱۶	79	شفاعت کا درجہ کس کو حاصل ہوگا	97
حل لغات پانچواں رکوع سورۂ مریم پ ۱۶	81	شرک کی مذمت، ذکر الٰہی عزوجل کی فضیلت	99
مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورۂ مریم پ ۱۶	82	خالق و مخلوق کا فرق۔ رحمان کو زیبا نہیں کہ وہ اولاد	

پکڑے 99

جب اللہ عزوجل بندے کو محبوب بناتا ہے تو آسمانوں پر ندا دی جاتی ہے اور اس کے لئے زمین پر محبت پھیلا دی جاتی ہے 101

شان نزول 101

سورۃ طٰہٰ۔ متعلقات سورۃ 102

ملائکہ علیہم السلام کی سورۃ طٰہٰ و یٰسین پر امت کو مبارکباد 103

قرآن کریم میں کل سورتیں ۱۱۴ ہیں 103

مروت کی علامات 104

سورۂ طٰہٰ کی تشریحات 105

با محاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ طٰہٰ پ ۱۶ 105

حل لغات پہلا رکوع سورۃ طٰہٰ پ ۱۶ 107

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ طٰہٰ پ ۱۶ 108

ابو جہل۔ نضر بن حارث وغیرہ کا جواب 109

شان نزول 109

تعریف عرش 110

تعریف استواء علی العرش 112

غزالی رحمہ اللہ کا منظوم جواب 112

قاضی ابو العلا بن محمد۔ حضرت امام ابو یوسف امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کا حتمی فیصلہ 113

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 113

مخبر صادق حضور علیہ السلام کے قریش کے شیخ کے سوالات اور آپ کے جواب 114

ایک طویل حدیث: قاضی بیضاوی رحمہ اللہ کا جواب 115

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مصر کی طرف روانہ ہونا 116

صاحبزادہ کی پیدائش 116

آگ لینے کے لئے جانا 116

عناب کے سرسبز درخت میں دیکھنا 117

جنگل طویٰ کی بشارت 117

موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کا خطاب 117

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کی بشارت 118

نماز قائم کرو میری یاد کے لئے علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 118

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا واقعہ 119

عصا سانپ بن گیا 120

فَاعْبُدْنِي کی تفسیر 121

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي کی بحث 121

با محاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ طٰہٰ پ ۱۶ 122

حل لغات 124

خلاصہ مفہوم رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي کی تفسیر 126

مختصر تفسیر اردو 127

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ رب العزت میں دعا 127

حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے عہدۂ وزارت کی دعا 128

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے نام کی تحقیق 129

سید المفسرین ابن عباس علیہم رضوان کا قول 130

صندوق کا بنانا۔ دریا سے باہر نکالنے کا حال 130

حضرت آسیہ زوجہ فرعون کا صندوق نکالنا 130

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت سے آسیہ کو ایمان ملا۔ حدیث پاک 132

صندوق کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا تعاقب 132

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 132

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دوسری عورتوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔ 132

آپ کی بہن کا والدہ کی نشاندہی کرنا 133

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا آنا دودھ پلانا 133

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ڈاڑھی کو پکڑ کر کھینچا 133

طمانچہ سے دربار کے آدمی کا مرجانا	136
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح	136
مدین میں قیام کی مدت پر چند اقوال	136
فرعون کا ہامان سے ایمان لانے کے متعلق مشورہ	136
ایک خاص لغت لَعَلَّ کا حل	137
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدد کا اطمینان دلایا گیا	137
بنی اسرائیل قوم قبط کی غلامی میں رکھے گئے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	138
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ طٰہٰ پ ۱۶	139
حل لغات	141
مختصر تفسیر اردو	143
جادوگروں سے مقابلہ کا دن مقرر ہو گیا	144
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خطاب	144
جادوگروں کی تعداد پر بحث	145
جادوگروں کا سجدہ میں گر جانا	147
سجدہ میں جنت ودوزخ کا مشاہدہ کرایا گیا	147
فرعون کی دھمکیاں	147
عصا موسیٰ علیہ السلام کے سونے کے وقت پہرہ دیتا تھا۔	148
فرعون کا وہ گاؤں جس میں اس نے شیر پال رکھے تھے	149
فرعون کا دروازہ کھٹکھٹانا	149
فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو	150
حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام سے چھوٹے ہیں لیکن فضیلت میں بلند ہیں۔	150
آخر وحی آئی کہ موسیٰ وقت مقرر کرلو۔ فرعون نے چالیس دن مقرر کیے	151
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات	151
لغات نادرہ	151
صوم یوم عاشورہ میں عمرہ کی فضیلت	152
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ طٰہٰ پ ۱۶	154
حل لغات	154
مختصر تفسیر اردو	155
جادوگر مغلوب ہوگئے	156
عصا مارنے کا تذکرہ	156
جسد یوسف علیہ السلام نکال کر لے گئے	157
قبر یوسف علیہ السلام کی نشان دہی ایک بڑھیا نے کی	157
بندگان فرعون نے فرعون کی لاش دیکھ کر یقین کیا	157
من وسلویٰ پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	157
ہویٰ کی تحقیق	157
اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو سامری کی فتنہ پردازی سے مطلع کیا	160
تحقیق سامری	160
سامری کی پیدائش	160
ایک قبیلہ کا نام سامرہ تھا	161
جمہور کا قول۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرف واپسی	161
تورات ہزار سورتوں پر مشتمل ہے	162
جب آل فرعون غرق نیل ہوگئے	162
غنائم ان پر حلال نہ تھے۔ شریعت مصطفیٰ ﷺ سے قبل	163
جبریل علیہ السلام کے مرکب (سواری) کے سم کی خاک کا قصہ	164
قوم نے آگ جلا کر اس میں زیور اور سامان ڈال دیا	164
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ طٰہٰ پ ۱۶	165
حل لغات	167
مختصر تفسیر اردو	168
موسیٰ علیہ السلام کا سامری سے دریافت کرنا	168
تفسیر کا خلاصہ	168
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت ہارون علیہ السلام	

سے باز پرس	169
سامری کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو	169
سامری کے فتنہ پر چند احادیث	171
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سامری کو خطاب	173
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ طٰہٰ پ ۱۶	173
حل لغات	174
مختصر تفسیر اردو	175
خلاصہ مفہوم وتفسیر	177
شان نزول	177
خلاصہ تفسیر اردو	178
پہاڑوں کا حال	178
جس دن پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے	178
احوال قیامت	179
آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے اور ستارے جھڑ جائیں گے	180
حکایت عجیب العبرت	181
عرش الٰہی عزوجل کے حضور سجدہ فرمائیں گے	181
علوم خلق معلومات الٰہیہ کا احاطہ نہیں کر سکتے	181
قرآن کریم کا عربی میں نازل ہونا	182
ایک بزرگ بے علم کی تفسیر اور مایوسی اور اس کا رد	183
اس کا شان نزول	183
سعید بن منصور اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت	183
آدم علیہ السلام بھول گئے لیکن ان کا عزم نہ تھا	183
بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ طٰہٰ پ ۱۶	184
حل لغات	186
مختصر تفسیر	187
شیطانی وسوسہ	187
شجرۃ الخلد سے علیحدہ رہنے کا حکم	187
مختصر تفسیر اردو	188
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی تفسیر واقوال	188
شجرۂ ممنوعہ سے احتراز کا حکم	189
وسوسہ پر امام راغب رحمہ اللہ کی بحث	189
بھول کا نتیجہ	189
خلاصہ مسئلہ اکل شجرۂ ممنوعہ	190
جنت چھوڑنی پڑی	192
مومن اپنی قبر میں سرسبز باغیچہ میں ہوگا مفصل واقعہ	193
بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ طٰہٰ پ ۱۶	195
حل لغات	196
خلاصہ تفسیر اردو	197
امم ماضیہ کی ہلاکت	197
مختصر تفسیر اردو	198
بعض کے نزدیک اجل مسمّٰی سے مراد یوم بدر ہے	198
ابوسفیان بن حرب اموی کو رئیس مقرر کیا اس نے قسم کھائی کہ سر میں تیل نہ ڈالوں گا جب تک مقتولین بدر کا بدلہ نہ لے لوں گا	199
۳ ہجری میں غزوۂ احد مفصل واقعہ	200
نماز عصرین کی تاکید۔ فجر عصر کی نمازوں کی	200
نمازوں کے اوقات مغرب عشاء	201
امت کی بخشش کی دعا	201
دنیا فانی ہے	201
دنیا ملعون ہے تو جالے اللہ محبوب ہے	202
نماز کی اہمیت۔ مشکلات کا حل نماز	203
مشرکین کے لایعنی مطالبات کا رد	203
انتظار کرو۔ اپیل	203
سورۃ الانبیاء	205
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ الانبیاء پ ۱۷	205
حل لغات	206

مختصر خلاصہ تفسیر 207
اس سورۃ مبارکہ میں توحید و نبوت اور عالم آخرت کا
بیان 207
شان نزول 207
نبوت بشر کو ہی ملتی ہے۔ مفصل بحث 207
مشرکین کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف
منصوبے 208
افادہ مزید 209
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ الانبیاء پ ۱۷ 209
حل لغات 211
خلاصہ تفسیر 213
نافرمانی کی سزا۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ 214
وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون 214
خلقت انسانی کا مقصد معرفت حق ہے 214
آسمان و زمین میں دو خدا ہوتے تو فنا ہو جاتے 215
مختصر تفسیر اردو 216
بخت نصر بابلی کی چڑھائی 216
سرکشی کا انجام کار۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 221
دنیا کھیل کے لئے نہیں بنائی گئی 222
نادر لغات کی تشریح 223
زمانہ فترۃ پر بحث 223
جس پر جمہور کا اتفاق ہے مفصل بحث 224
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ الانبیاء پ ۱۷ 224
حل لغات 225
خلاصہ تفسیر 226
مشرکین کے اوہام باطلہ کا رد 226
ان آیات میں ابتدائے آفرینش عالم کی بحث 227
ایک شبہ کا ازالہ دفع دخل مقدر 228
فلکیات پر بحث۔ آسمان سات ہیں۔ ماہتاب سے
برسات 229
آپ علت تکوین عالم ہیں 229
مختصر تفسیر اردو 230
جاندار پانی سے پیدا ہوا اس سے مراد نطفہ ہے 230
آسمان اور زمین ایک تھے اللہ عزوجل نے انہیں
علیحدہ علیحدہ کر دیا 231
پہاڑوں کو ہم نے قائم کیا لنگر یا میخ کی طرح 232
رات اس لئے بنائی کہ اس میں سکون حاصل کریں 233
دن اس لئے کہ تلاش معاش ہو 233
ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ موت کی تعریف 234
موت پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 235
تکلیف و درد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مولائے
کائنات کے اقوال 235
چند اقوال مفسرین 235
قیامت کی تشریح چند اقوال 236
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ الانبیاء پ ۱۷ 237
حل لغات 238
خلاصہ تفسیر 238
سید المفسرین سیدنا عباس۔ علامہ سیوطی حضرت
عکرمہ علیہم رضوان کے اقوال 239
مختصر تفسیر اردو 240
حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قول 241
علماء کی موت پر بحث 243
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 243
علامہ قرطبی کا قول 243
انبیاء کرام علیہم السلام بغیر حساب کتاب جنت میں
داخل ہوں گے 245
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ الانبیاء پ ۱۷ 245
حل لغات 246
248

خلاصہ تفسیر	250
رشد پر مفسرین کے اقوال	250
حالات حضرت ابراہیم علیہ السلام	250
ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام	251
ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی بھائی تھا	251
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت	251
مختصر تفسیر اردو	252
رشد کے معانی	252
رشد پر اقوال	252
بت پرستی پر مناظرہ	253
تمہارے بتوں کے خلاف خفیہ تدبیر کروں گا	254
انی سقیم پر بحث	254
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	254
ان بتوں کی مخالفت میں اس کا نام ابراہیم ہے	256
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود کو جواب	256
مناظرہ حق وباطل میں غور کرنا	257
تبلیغ میں مبلغ کو شائستہ بیان ہونا چاہئے	257
نکس پر مفصل بحث	257
نار نمرودی کی تجویز	259
جس شخص نے نار نمرودی کی تجویز کی اس پر زمین میں دھنسنے کا عذاب	259
آپ کو نار میں ڈالنے کی تدبیر شیطان نے بتائی	260
چالیس دن تک لکڑیاں جمع کیں	260
ملائکہ نے حضرت ابراہیم کی مدد کی اجازت بارگاہ الٰہی میں چاہی	260
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب	261
اللہ تعالیٰ نے نار نمرود کو گلزار بنا دیا	261
مختلف روایات	262
نمرود ایک منارہ پر چڑھ کر یہ منظر دیکھ رہا تھا	262
نمرود کا قوت الٰہی عزوجل کا اعتراف۔ چار ہزار گائیں قربان کیں	262
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سولہ سال تھی	262
مختلف روایات	262
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے ہجرت کی تو آپ کے ساتھ حضرت لوط، سارہ بنت ہاران الاکبر تھے	263
حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر۔ شام میں مقام سبع میں مقیم ہوئے جو فلسطین کا حصہ ہے	264
قوم لوط کی دس خصلتیں جن کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئی	265
با محاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ الانبیاء پ ۱۷	265
حل لغات	267
خلاصہ تفسیر	269
حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کا خلاصہ	269
حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی رائے عالی	270
حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق جو نعمتیں ہیں ان کا ذکر	271
جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھے	272
حضرت ابن سکینہ کے ایک مرید کا واقعہ عجوبہ	273
تمثیلات	273
حضرت ایوب علیہ السلام کا مفصل واقعہ	276
حضرت ایوب علیہ السلام کا امتحان	277
اللہ تعالیٰ عزوجل نے ہلاک شدہ کنبہ زندہ کیا	277
کس زمانہ میں تھے اس میں اختلاف	277
وہب بن منبہ رحمہ اللہ کا قول	277
آپ کو ذوالکفل کہنے کی وجہ	278
حضرت ذوالنون علیہ السلام کا واقعہ	278
حضرت زکریا علیہ السلام کا اولاد کے لئے دعا کرنا	279

مختصر تفسیر اردو 279
حضرت آدم ثانی (نوح) علیہ السلام کا شجرۂ نسب 280
ایک کھیتی کا جھگڑا 280
عمر مبارک سو سال تھی سلطنت چالیس سال رہی صاحبزادے بارہ تھے۔ 281
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت 281
علامہ آلوسی رحمہ اللہ اس طرح بیان کرتے ہیں اس کھیتی والے واقعہ کو 281
فیصلہ داؤد وتجویز سلیمان علیہ السلام دونوں اجتہادی تھے 282
حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ کے پتھر اور پرندے تسبیح کرتے تھے 283
زرہ سازی ہم نے عطا کی 283
حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ تسبیح کرتے تھے وہ تسبیح صرف حضرت داؤد علیہ السلام ہی سنا کرتے تھے 283
چند اقوال 284
لوہا نرم کردیا جس سے آپ زرہ بناتے تھے 284
حضرت سلیمان علیہ السلام کا مسکن شام تھا 285
سلیمانی سواری کی کیفیت۔روایات کتب سیر سے 285
نماز عصر کا قضا ہونا قیمتی گھوڑے ذبح کرڈالنا 286
حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کی ایجادات 287
حضرت ایوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہیں 288
آپ کا شجرۂ نسب 288
آپ کا حلیہ مبارک 288
حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ ابتلاء 289
ابلیس کا آپ کی بیوی کو دھوکہ دینا 290
حضرت ایوب علیہ السلام نے بیوی کو شفا کے بعد سو کوڑوں کی سزا مقرر کی اور بیوی کے ہاتھوں کا کھانا حرام کرلیا 290
اور سجدہ میں دعا کی 290
دعا کے قبول ہونے کی بشارت 291
شفایاب ہونے کا واقعہ 292
ہم نے دعا قبول کی اور مرض دفع کردیا 292
صحت یابی کے بعد آپ کی بیوی کا آپ کی خدمت میں آنا مفصل واقعہ 291
بوقت غسل سونے کی ٹڈیاں گریں 292
حضرت اسمٰعیل، ادریس، ذوالکفل علیہم السلام کا واقعہ 292
مختلف اقوال 293
بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کا واقعہ 294
مختلف اقوال 294
حضرت ذوالنون علیہ السلام کا تذکرہ 294
ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مفصل بحث 295
حضرت یونس علیہ السلام کا مفصل واقعہ 295
کشتی کا طوفان میں گھرنا، قرعہ اندازی میں آپ کا نام نکلنا 295
آپ کا نینوئی میں تشریف لانا، علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 296
آیت کریمہ کی فضیلت 296
حضرت زکریا علیہ السلام کا دعا کرنا 296
حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے 296
بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ انبیاء پ ۱۷ 297
حل لغات 298
خلاصہ تفسیر 300
چند نادر لغات 300
خلاصہ تفسیر 301

عقائد باطلہ کا رد	301
حکومت سے غلبہ اسلام مقصود ہے	302
مختصر تفسیر اردو	303
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی مفصل بحث	303
یاجوج ماجوج کا واقعہ	304
ما اور من کا لطیف فرق	305
ما۔ من کا حضور علیہ السلام نے فرق بیان کر کے ابن زبعری کو ساکت کر دیا	305
ناریوں کا انجام کار	306
اہل ایمان کو بشارت۔ علامہ آلوسی کی بحث	306
قیامت یا مبادیات ساعت کا بیان	307
اللہ تعالیٰ عزوجل نے زمین پر اجساد انبیاء علیہم السلام حرام فرما دیئے ہیں	308
زبور اور ذکر کا فرق۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	309
صالحین کی تعریف	310
حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث پاک	310
اللہ تعالیٰ عزوجل کا وعدہ غلبہ دین کے لئے	310
بے شک یہ قرآن کافی ہے عبادت والوں کو اس پر چند قول	311
اللہ تعالیٰ عزوجل عطا فرمانے والا اور ہم تقسیم کرنے والے ہیں	312
عالم جسم ہے اور اس کی روح نبوت ہے	312
ادری۔ درایت پر مفصل بحث	314
سورۃ الحج بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع پ ۱۷	315
حل لغات	316
خلاصہ تفسیر	318
علامہ قرطبی کی مفصل بحث علوم خمسہ مذکورہ ہیں	319
اس روز حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے	320
روز محشر کے حالات	320
اہل ایمان روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہے گا	321
حیات بعد الموت	321
مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ الحج پ ۱۷	322
زلزلہ قیامت زبردست شے ہے	322
صاحب تفسیر نسفی علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	322
زلزلہ کیوں آتا ہے اس کے علل و اسباب کیا ہیں	323
فلاسفہ کہتے ہیں	323
اسباب زلزلہ حدیث سے بھی واضح ہیں	323
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	324
ذات حمل کی قاموس میں تعریف	324
شان نزول۔ دلائل بعث بعد الموت	324
دلائل بعثت علامہ نسفی کی بحث	326
تخلیق انسانی	326
دوسری دلیل۔ بیشک اللہ اٹھائے گا انہیں زندہ کر کے جو قبروں میں ہیں	327
خلاصہ تفسیر، وہ احیاء موتی پر قادر ہے	327
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ حج پ ۱۷	329
حل لغات	330
خلاصہ تفسیر شان نزول	333
مفصل بحث	333
مختصر تفسیر اردو	334
شان نزول پر چند روایات	335
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	335
جنتیوں کا ذکر	336
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	337
صاحب نسفی کی بحث	338
دین کل پانچ ہیں چار شیطان ایک رحمانی	338
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	339
صابیہ۔ نصاریٰ اور مجوس کی بحث	339

آتشکدے زردشت سے پہلے کے ہیں اور وہ تیرہ تھے	340	مناسک حج۔طواف کا حکم،حلال جانور	361
		بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ حج پ ۱۷	362
لفظ مجوس کی تحقیق	340	حل لغات	363
شان نزول	341	حل نادر لغات	364
کھولتا پانی جہنمیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا	342	خلاصہ تفسیر	364
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ حج پ ۱۷	343	ہر قوم میں قربانی جاری تھی	365
حل لغات	343	قربانی کی تعریف	365
خلاصہ تفسیر	344	فلسفہ قربانی	366
نافرمان فرقہ کے چند اوصاف	344	مختصر تفسیر اردو	367
مسجد حرام پر مسلم حقوق کی مساوات	345	مخبت کے معانی پر بحث	367
مختصر تفسیر اردو	345	علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ کا قول	368
مومنین کا حسن حال	345	بدن پر بحث	368
اہل جنت کا احوال	346	بدن پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ارشاد	369
شان نزول	347	صاحب مؤلف کا تذکرہ	369
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی مفصل بحث	348	عہد رسالت میں نحر کا طریقہ	370
حد حرم پر مفصل بحث	348	قانع کی تعریف	370
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ حج پ ۱۷	350	مشرکین کی رسوم کارد	370
حل لغات	351	بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ حج پ ۱۷	371
نادر لغات	352	حل لغات	372
خلاصہ تفسیر	353	نادر لغات	374
ایک منفعت دنیا جس کے ذرائع حج کے ذریعے ہیں	354	خلاصہ تفسیر	374
ایام معلومات سے مراد عشرہ ذی الحجہ ہے	355	شان نزول	375
فلسفہ حج	355	مختصر تفسیر اردو	376
مختصر تفسیر اردو	357	علامہ نسفی رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی	378
بناء کعبہ کی مکمل تاریخ	357	حضور علیہ السلام کو تسلی دی گئی	379
اعلان کرو لوگوں میں حج کے لئے	359	قوم نے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا	379
اعلان حج	359	حضر موت کی تعریف	380
سواری پر حاجی کو ستر نیکیاں اور پیدل سات سو نیکیاں ملتی ہیں	360	بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ حج پ ۱۷	381
		حل لغات	382

خلاصہ تفسیر	383
خواب۔ حضور علیہ السلام کو ہجرت کی بشارت	384
خواب میں حلق قصر کی بشارت	384
مختصر تفسیر اردو	384
نادر آیات کا ترجمہ اور اس پر بحث	385
رسول۔ نبی کے معانی کی تشریح	385
متعدد اقوال	386
نبی رسول کا فرق	386
رسول پر مفصل بحث	387
حضرت حسان کا قول	387
مشرکین کے اعتراض اور ان کے جواب	388
علامہ نسفی رحمہ اللہ کی وضاحت	389
ایک گھڑی ہوئی روایت کی تصریح	389
امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی تشریح	391
شیخ ابو المنصور ماتریدی رحمہ اللہ کا ارشاد	391
قرآن کریم حق ہے اور منزل من اللہ ہے	392
بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ حج پ ۱۷	393
حل لغات	393
خلاصہ تفسیر	394
شان نزول	394
مختصر تفسیر اردو	396
شان نزول	398
شان نزول پر علامہ امام طیبی رحمہ اللہ کا قول	398
بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع سورۃ حج پ ۱۷	399
حل لغات	400
خلاصہ تفسیر	401
حیات بعد الموت	401
عبادت کا طریقہ	402
اطاعت رسول ﷺ اللہ عزوجل کی اطاعت ہے	
مفصل بحث	403
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات معلم کتاب ہے	403
قرآن کریم اعلان عام فرما کر ہر مسلمان کو اتباع مطلق رسول اکرم کی دعوت دے رہا ہے	404
حدیث نبوی قرآن کی تفسیر ہے	405
صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ تفسیر قرآن ہے	405
عبادت جانی اور عبادت مالی کا حکم	406
قربانی کے متعلق صحاح کی چند حدیثیں	406
حضور ﷺ نے قربانیاں کی ہیں۔ قربانی کے احکام	407
مختصر تفسیر اردو	408
آسمان کو گرنے سے روک رکھا ہے	408
فلاسفہ کی آسمان پر بحث	408
بے شک انسان ہماری نعمتوں سے منکر اور ناشکرا ہے	409
ذبح کا طریقہ	410
اپنے رب کی طرف بلاؤ ان جھگڑنے والوں کو	411
بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورۃ حج پ ۱۷	412
حل لغات	413
خلاصہ مفہوم	414
اگر سب مل کر مکھی بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے نہ ہی مکھی سے لے جائی ہوئی چیز حاصل کر سکتے ہیں	414
رسول پیام الٰہی عزوجل بندوں کی طرف لانے والا ہوتا ہے	415
جہاد کا حکم	416
مختصر تفسیر اردو	416
جبرائیل، میکائیل وغیرہ ملائکہ علیہم السلام کے رسول چنے گئے	417
عہد اول میں نماز بلا رکوع و سجود کے تھی	418
اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جہاد	418
زکوٰۃ کے احکام	419

سورۂ مومنون مکیہ	419
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۂ مومنون پ ۱۸	420
حل لغات	421
خلاصہ تفسیر	423
سات صفات مکارم اخلاق ہیں	423
حیات بعد الموت پر دلائل	423
طرائق پر بحث	425
مختصر تفسیر اردو	426
مومن کی تعریف	426
نماز کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث	427
خشوع پر بحث	427
شرمگاہوں کی حفاظت کے احکام	429
متعہ کی حرمت	429
متعہ کے احکام احادیث کی روشنی میں	430
متعہ کی حرمت کا واقعہ	430
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی مفصل بحث	431
مومنین کو بشارت عظمیٰ	432
حضرت ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا کے بیٹے کو شہادت کے بعد جنت اعلیٰ کی بشارت	433
تخلیق انسانی کا فلسفہ	434
تخلیق انسانی کے درجات	434
بعد الموت زندہ ہونے کے دلائل	435
طور سینا کی مفصل بحث	436
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۂ مومنون پ ۱۸	437
حل لغات	438
خلاصہ تفسیر	439
مختصر تفسیر اردو	440
حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ	441
حضرت نوح علیہ السلام اور متعلقین کو کشتی پر سوار ہونے کا واقعہ	441
یہ تنور کہاں تھا اس پر بحث	442
بعض نے کہا کہ موصل میں تھا	442
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۂ مومنون پ ۱۸	443
حل لغات	445
لغات نادرہ	446
خلاصہ تفسیر	447
نبی کی دعا	448
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا نشان ہیں	448
مختصر تفسیر اردو	448
حیات بعد الموت پر بحث	449
عذاب کا وقت مقرر ہے	450
بعد غرق بنی اسرائیل کو توریت عطا کی گئی	451
ابن مریم کو اور اس کی والدہ کو نشانی بنایا	451
ربوہ کی تعریف وتشریح	452
مفصل بحث	453
قتل عیسیٰ علیہ السلام پر بحث	454
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۂ مومنون پ ۱۸	454
حل لغات	456
لغات نادرہ	459
خلاصہ تفسیر	459
انبیاء علیہم السلام کے بعد امتوں میں مختلف فرقے بن گئے	460
مخالفین کو ڈرایا جاتا ہے	461
قرآن کریم پر غور وفکر نہیں کرتے	461
مختصر تفسیر اردو	462
شداد بن اوس کی بہن رضی اللہ عنہا نے دودھ کا پیالہ	

حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا حضور علیہ السلام نے واپس کر دیا مفصل واقعہ 463
حلال وحرام میں 463
اللہ عزوجل اس شخص کی عبادت قبول نہیں فرماتا جس کے شکم میں لقمہ حرام ہو 463
ایمان والوں کی تعریف 465
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 466
یہ کلام حق ہے اس کی تصدیق لازم ہے 466
ذکر حق سے مراد قرآن کریم ہے علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 467
کفار و مشرکین کی ہٹ دھرمی کا ذکر 468
حضور علیہ السلام کی بددعا سے سات برس قریش مکہ قحط میں مبتلا ہونا 468
ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا 469
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۂ مومنون پ ۱۸ 470
حل لغات 471
خلاصہ تفسیر 472
انعامات ربی کا ذکر اور انسان کی ناشکری 472
کون مالک ہے آسمان اور زمین اور عرش عظیم کا 473
مختصر تفسیر اردو 474
نعمتوں کا ذکر۔ کان۔ آنکھ۔ دل 474
دل کا حال علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 475
براہین قاطعہ 475
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۂ مومنون پ ۱۸ 477
حل لغات 479
خلاصہ مفہوم 481
دعا کا طریقہ اور اس کی حکمت 481
کافر دنیا میں آنے کی آرزو کرے گا 482
نفخ پر بحث۔ عذاب جہنم کی تشریح الامان والحفیظ 483
خاصان بارگاہ کی فضیلت 484
میرے بندوں کی ایک جماعت بچے گی 484
مختصر تفسیر اردو 485
توحید کی شہادت دے اور شرک کی مذمت کرے 485
ہمزات عربی میں وساوس کو کہتے ہیں مفصل بحث۔ 486
اس کا علاج 487
علامہ آلوسی کی مفصل بحث 487
برزخ سے مراد موت کے وقت سے بعثت تک ہے یا قیامت تک ہے علامہ آلوسی کی بحث 488
جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو جمع فرمائے گا 489
انساب کے ساتھ فخر نہ ہو سکے گا 489
جہنمی لوگ داروغہ جہنم کو چالیس برس تک پکاریں گے۔ چند اقوال 490
جہنمی پانچ بار اپنے رب کو پکاریں گے چار بار جواب ملے گا پانچویں بار وہ اس قابل ہی نہ رہیں گے 491
پانچویں بار جواب ملے گا کہ پڑے رہو خسران میں دھتکارے ہوئے 492
دعا کرنے والوں کے متعلق مختلف اقوال 492
تمسخر کے معانی۔ تمسخر نے تمہارے دلوں کو یاد الٰہی عزوجل بھلا دی 492
قیام دنیا کی مدت کو بھول جائیں گے 493
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث۔ عرش عظیم کی تعریف 494
فضائل آیات آخر سورۃ مبارکہ اور دعا 495
سورۃ النور 495
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ نور پ ۱۸ 495
حل لغات 496
خلاصہ تفسیر 498
زانیہ عورت نہ نکاح کرے مگر زانی یا مشرک سے 499

تعریف زنا	499	عفت کے لئے چھ شرطیں	510
اسلام میں قرآن پاک نے متعدد جگہ زنا کی برائی بیان کی	499	عبداللہ بن صوریا نے آیات رجم پر ہاتھ رکھ دیا تھا	510
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں زنا کی سزا	500	حدود اللہ عزوجل میں سفارش کو رد فرمایا	511
عیسوی شریعت میں زنا پر کوئی حد نہیں ملتی	500	طائفہ سے مراد جماعت ہے	511
باندی غلام کی سزائیں نصف بحکم قرآن بحال رکھیں	501	رمی محصنہ کا قانون	513
بعد مباشرت زنا فعل شنیع کا مرتکب ہو جائے تو ضرور سنگسار ہوگا۔	501	قانون لعان	514
زانی اپنی مزنیہ سے نکاح کر سکتا ہے	501	گواہ نہ لانے کی صورت میں قسم کھانی ہوگی	514
پارسا عورتوں سے بدکار مردوں کا نکاح ممنوع ہے	501	بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ نور پ ۱۸	515
پارسا عورت پر تہمت لگانے اور ثبوت چار گواہ نہ ملنے پر تہمت لگانے والے کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے	502	حل لغات	516
اس کی گواہی ہمیشہ کے لئے مردود ہوگی مفصل بحث		خلاصہ تفسیر	517
تمام ائمہ کرام اس پر متفق ہیں کہ غلام لونڈی پر نصف سزا یعنی چالیس درے ہوں گے	503	افک عربی میں بہتان کو کہتے ہیں	517
بیوی پر تہمت لگانے کا حکم	503	آپ ﷺ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے گاہے گاہے دریافت فرمالیتے تھے	518
لعان	503	حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کی آیات کا نزول	518
عویمر بن عدی نے اپنی بیوی کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مسئلہ دریافت کیا	504	سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں اٹھارہ آیات نازل ہوئیں	519
شان نزول آیت	504	مختصر تفسیر اردو	520
مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ نور پ ۱۸	505	تمام قرآن کریم میں اس لغت افک سے مشتق تین مقام آئے ہیں	521
زانی زانیہ کے مارنے کا درہ اور اس کی نوعیت	505	ہار گم ہونے کا مفصل واقعہ	521
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عدالت میں ایک مجرم۔ نشہ کی حالت میں سزا کے احکام	506	حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تاثرات	522
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	507	مرض کی شدت	523
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اقدام رجم	508	والدہ ماجدہ کی تسلی تشفی	523
قرآن سے رجم کے احکام	509	حضور پرنور ﷺ کا بریرہ سے مشورہ	524
اقرار جرم پر رجم کیا گیا	510	منبر اقدس پر ارشادات گرامی	524
		حضرت سعد بن معاذ انصاری اور دیگر حضرات کے بیان	525
		سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان	525

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لانا اور ارشادات فرمانا	525
حضور علیہ السلام کے ارشادات کے بعد حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے آنسو رک گئے	526
وحی کا نازل ہونا	527
علامہ آلوسی رحمہ الہ فرماتے ہیں	530
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا ذکر اچھے الفاظ میں کرتی تھیں	530
حضور علیہ السلام کو تسلی دی گئی کہ آپ کے حق میں خیر عظیم ہے	530
جس کسی نے جرم کیا سب نے سزائیں پائیں	530
حضرت صفوان کا حضرت حسان رضی اللہ عنہما پر تلوار کے وار سے حملہ حضور علیہ السلام نے صلح کرا دی	531
حسن ظن رکھنے کا حکم	531
اتہام سے بچنے کا مومنین کو حکم	532
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ نور پ ۱۸	533
حل لغات	534
خلاصہ تفسیر	535
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ عزوجل نے اولوالفضل فرمایا	536
امہات المومنین کی صفت	536
گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے	537
فضل فی حکم سب ازواج النبی ﷺ	538
مختصر تفسیر اردو	538
آیت کا شان نزول	540
ابن عباس اور ضحاک رضی اللہ عنہما کی روایت	540
حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بری ثابت ہوتے ہیں	541
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اولوالفضل تھے	541
قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دیدے	541
جو ازواج مطہرات میں سے کسی ایک پر رمی کرے اس کی توبہ قبول نہیں	542
اعضاء کی گواہی کے بعد اس کا بدلہ دیا جائے گا	542
قاضی ابوالسائب رحمہ اللہ نے ایک واقعہ بیان کیا	543
علامہ آلوسی رحمہ اللہ آیات بینات پر فرماتے ہیں	544
رزق کریم سے مراد جنت ہے	545
ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں	545
بامحاورہ چوتھا رکوع سورۃ نور پ ۱۸	547
حل لغات	548
خلاصہ تفسیر	551
نور کی بحث	551
گھروں میں بغیر اجازت داخل نہ ہو	552
گھر میں داخل ہونے سے قبل تین بار اجازت طلب کریں ورنہ واپس ہو جائیں	552
غیر مسکونہ مکان وہ ہے جسے سٹور کہتے ہیں	552
مومنین کو حکم کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں	553
زینت تین قسم کی ہے	554
احکام نکاح تین قسم ہیں	555
مختصر تفسیر اردو	555
مکان میں داخل ہونے کے آداب احادیث کی روشنی میں	556
ایک شخص نے عرض کی کہ والدہ کے پاس بھی جائیں تو اجازت طلب کریں۔ فرمایا ضرور اجازت لیا کرو	557
علامہ طبرانی کی حضرت امام مالک رحمہما اللہ سے روایت کہ کسی گھر میں نہ داخل ہو جب تک اجازت لے کر سلام نہ کرے	558
آگ بجھانے۔ چور پکڑنے یا مال محفوظ کرنے کی صورت میں اجازت کی ضرورت نہیں	559

غیر مسکونہ گھروں کی تصریح واحکام	560	اکراہ علی الزنا کی رسم اور شان نزول	573
شان نزول۔ پہلی نظر معاف	560	بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ نور پ ۱۸	574
تمام حوادث کا مبدا نظر ہے	561	حل لغات	575
حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا تھے امہات		خلاصہ تفسیر	576
المومنین کو ان سے پردہ کرنے کا حکم فرمایا مفصل		لغات نادرہ	576
حدیث	562	وہ دن ایسا ہوگا کہ ہر دل الٹ رہا ہوگا اور ہر آنکھ پلٹی	
آزاد عورت کا تمام بدن عورت ہے سوا خاوند کے	562	ہوگی	578
الا ماظھر منھا کی مزید تصریح پردہ اٹھنے کی منتظر		عرصات محشر میں کافر کا حال زار	578
ہے نگاہ	563	نور ہادی ہے نور کی مفصل بحث	579
کتاب الجہاد کی ایک حدیث	564	بحث سوم مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ	581
صحابیات خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پردہ کرتی		اس بحث میں پانچ قول ہیں	581
تھیں	564	مختصر تفسیر اردو	582
عورت اپنے ہاتھوں میں مہندی لگائے	565	وہی ذات ہے جس نے سورج کو روشن بنایا اور قمر کو	
جیٹھ دیور سے اس طرح بچو جیسے موت سے بچتے ہو	565	نور کیا	582
آیات حجابات	565	مصباح یعنی چراغ روشن ہے	583
احادیث سے پردہ کا حکم	566	زیتون کے تیل کی فضیلت	584
اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان عورتیں پردہ کریں		زیتون کے خواص مفصل بحث	584
حتیٰ کہ مسلمان عورتیں مسلمان عورتوں کے سامنے		نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ۔ مشکوٰۃ سے سینہ انور مراد ہے	586
بے حجاب نہ ہوں	567	قلب اجود قلب مومن ہے	587
نادر لغات	567	قوائے خمسہ	588
زینت آرائش کو کہتے ہیں مفصل بحث	568	بیوت سے مراد تمام مساجد عالم ہیں	589
زینت ظاہری زینت باطنی	568	مسجد نبوی۔ مسجد قبا کو حضور علیہ السلام نے تعمیر کرایا	589
نکاح کے لئے حکم تا کہ بقاء نوع میں معاونت ہو	569	آداب مساجد	590
اس سے نکاح جس میں صلاحیت ہو	570	غدو و آصال کی تحقیق	591
ولی پر واجب نہیں کہ کنیز یا غلام کا عقد کرے	570	اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ	592
ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں فقر و فاقہ کی		شان نزول	593
شکایت لایا تو حضور علیہ السلام نے اسے نکاح کرنے		بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ نور پ ۱۸	593
کا حکم دیا	571	حل لغات	595
احکام مکاتب غلام لونڈی	572	خلاصہ تفسیر	596

ربط آیات	597
چھ کنکریوں نے کلمہ پڑھا۔	597
استوانہ حنانہ۔ معجزات مصطفیٰ ﷺ	598
اور تمام کو اسی واجب تبارک وتعالیٰ کی طرف واپس جانا ہے	598
بلاغت کلام	599
چند گمراہ ازلی جو ظلمات میں پھنسے ہوئے ہیں	600
مختصر تفسیر اردو	601
دوسرا مخاطبہ شان کیا نہ دیکھا اے محبوب	602
آسمان سے اولوں کی بارش فلاسفہ نے طویل بحث کی	603
پانی پر حیات احیاء کا موقوف ہونا ضروری ہے	603
بشر منافق کے معاملہ میں نازل ہوئی	604
دوسرا شان نزول	604
دربار رسالت پناہ میں جانے سے انکار	605
بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ نور پ ۱۸	606
حل لغات	607
خلاصہ تفسیر	608
ملک کی خلافت وحکومت عطا فرمائے گا	609
معاشرہ کی خرابیاں	610
مختصر تفسیر اردو	611
شان نزول	612
دین اسلام کو تمام ادیان وملل پر غالب کیا جائے گا	612
زمانہ مدت خلافت راشدہ	613
بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ نور پ ۱۸	613
حل لغات	614
خلاصہ تفسیر	616
پہلا حکم، دوسرا حکم، تین اوقات میں خصوصیت سے اجازت لیں	616
تیسرا حکم۔ شان نزول	618
مختصر تفسیر اردو	619
مملوک غلام کے لئے اجازت کے احکام	619
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی رائے	619
اگر بہن کے گھر جائیں تو بھی اجازت لیں	621
شان نزول	622
اعزہ کے گھر کھانا کھانے کی اجازت	623
جب مسجد میں داخل ہوں اور کوئی نہ ملے تو کہنا چاہئے السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین	623
بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع سورہ نور پ ۱۸	624
حل لغات	625
خلاصہ تفسیر	626
مختصر تفسیر اردو	626
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	627
تو خلاصہ یہ نکلا کہ	628
علامہ نسفی رحمہ اللہ کی بحث	629
شان نزول	629
سورۃ الفرقان	630
ربطة السورة بالسورة الاولیٰ	630
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ فرقان پ ۱۸	631
حل لغات	632
خلاصہ تفسیر	633
بت پرستی کا رد	634
نضر بن حارث رأس المشرکین اور منافقین کے اوہام باطلہ	635
مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی کا جواب	635
مشرکین مکہ کے اوہام باطلہ	636
خلاصہ تفسیر اردو	637
شان تخلیق	638
فاتوا بسورة من مثله	639

توہمات کا جواب 640
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ فرقان پ ۱۸ 641
حل لغات 642
خلاصہ تفسیر 643
جہنم دیکھ کر جوش مارے گی 644
جس دن اللہ تمام مشرکوں اور ان کے ساتھیوں کو محشور
فرمائے گا 645
نضر بن حارث وغیرہ کا جواب 645
مختصر تفسیر اردو 646
علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں 646
مکان بعید کی مقدار پر تین قول 647
جب قیامت قائم ہوگی 648
حضرت سیدنا ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام امان
طلب کریں 648
سرکار دو عالم ﷺ عرض کریں کہ مجھے صرف امت
مطلوب ہے 649
سب سے پہلے حلہ نار شیطان کو پہنایا جائے گا 649
فرشتے عرض کریں الٰہی انہیں جنت عدن میں داخل
فرما 650
لغت بوراً کی تشریح 651
شان نزول 652
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ فرقان پ ۱۹ 653
حل لغات 654
خلاصہ تفسیر 655
نادر لغات 655
حل لغات کے بعد خلاصہ تفسیر 656
عام بشر کی حد یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے
واسطہ سے اللہ عزوجل کے احکام سنیں 657
نحن اقرب الیہ من حبل الورید کی تشریح 658
ظالموں کی آرزو 658
مشرکین کے اعتراض کا جواب 659
مختصر تفسیر تیسرا رکوع 660
رجاو لقاپر اقوال کی نقل 660
یہ کلام انسانی کلام نہیں۔ انسانی قوت سے باہر ہے 661
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی تشریح 662
نادر لغات کی تشریح 662
علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے واضح تعریف کی 663
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی تشریح 664
احوال قیامت 665
عقبہ بن ابی معیط کا سفر سے آنا اور اہل مکہ کو کھانا کھلانا
مفصل واقعہ 666
عقبہ بن ابی معیط مرتد ہوگیا۔ اس کے قتل کرنے کا
حکم 667
اُبی بن خلف کی حضور علیہ السلام کو قتل کی دھمکی 668
صحبت میں بڑا اثر ہے اگرچہ وہ ایک ساعت ہی کی
ہو 668
توریت اٹھارہ سال میں نازل ہوئی ہے 669
ورتلناہ ترتیلا پر چند قول ہیں 669
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ فرقان پ ۱۹ 671
حل لغات 671
خلاصہ تفسیر 673
خلاصہ مضمون 673
رس میں مفسرین کے مختلف قول ہیں 674
جتنی قومیں گزریں سب کی مثال دے کر سمجھایا 675
مختصر تفسیر اردو 676
مفہوم آیت 677
اصحاب رس بت پرس تھے 677
ان پر عذاب ہلاکت 679

قریش مکہ کو ارشاد	679	تکبر مکروہ ہے	705
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ فرقان پ ۱۹	681	مومنوں کی تیسری صفت	706
حل لغات	683	اسراف کی تعریف	707
خلاصہ تفسیر	685	کسی جان کو قتل نہ کریں	708
چند دلائل توحید اور کمال قدرت کے نظائر	685	زنا کی تعریف	708
نبوت بارش روحانی ہے	686	عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جہنم میں ایک جنگل ہوگا	
انسان مرج البحرین ہے	687	جس میں زانی ہوں گے	709
حضور علیہ السلام کو تسلی دی جاتی ہے	687	ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارک	709
مختصر تفسیر اردو	688	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا بہت سے	
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی مفصل بحث	688	لوگ قیامت کے دن ایسے ہوں گے جو گناہ زیادہ	
سبات کو موت کے معنی میں جائز رکھا	690	پیش کرنے کی خواہش کریں گے تا کہ نیکی سے تبدیل	
باران رحمت پر ثعلبی رحمہ اللہ کا قول	691	ہو جائیں	710
اللہ تعالیٰ خالق الامطار ہے	691	صفات مومنین سے نویں صفت کا بیان	710
مرج کے معانی علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	693	مومن شرک کی تصدیق نہیں کرتا	711
نسب اور صہر کا فرق	693	علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی تصریح	711
صفت حی ہے اس پر چند اقوال	694	بلند درجہ بلند محل بہترین جگہ ٹھہرنے کی	712
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ فرقان پ ۱۹	694	سورۃ الشعراء	713
حل لغات	696	بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ الشعراء پ ۱۹	714
خلاصہ تفسیر	698	حل لغات	714
بروج کی مفصل بحث	699	خلاصہ تفسیر	715
بروج منازل کواکب سیارہ۔ بارہ بروج	700	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دی گئی	715
نو خواص مومنین کے	701	طٰسٓمٓ کی تفسیر	716
اسراف کی تعریف	701	یہ آیتیں روشن کھلی کتاب کی ہیں	717
مومن وہ ہیں جو اپنے رب عزوجل کے حضور دعا		مختصر تفسیر	717
کرتے ہیں	702	وہ مومن نہیں ہوتے جو کتاب پر ایمان نہیں لاتے کیا	718
مختصر تفسیر اردو	703	غور نہیں کرتے عجائب قدرت الٰہی عزوجل میں	719
بروج کتنی قسم پر منقسم ہیں	703	بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ شعراء پ ۱۹	720
اس فن کا موجد ہرمس ہے	704	حل لغات	721
عبادت کی تفصیلی تعریف	705	خلاصہ تفسیر	723

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کے یہاں پرورش 723
فرعون کے دربار میں موسیٰ علیہ السلام کے دلائل 724
موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوت معجزات کا زور ظاہر کیا 725
فرعونی جیل خانہ 726
مختصر تفسیر اردو 726
اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا 727
قتل قبطی 728
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے تابوت میں لٹا کر دریائے نیل میں چھوڑ دیا تابوت فرعون کے ہاتھ آ گیا۔ 729
موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس تیس سال رہے 729
مدین میں دس سال رہے تبلیغ تیس سال کی 729
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی مفصل تشریح 730
حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے طمانچہ کی قوت سے بے خبر تھے 730
ضالین سے مراد احکام شرعیہ سے بے خبری مرد ہے 730
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 731
نجومیوں کے توہمات اور اس کا رد 732
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وضاحت 732
فرعون کا دعوائے الوہیت 734
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا اٹھایا 735
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ شعراء پ ۱۹ 735
حل لغات 736
خلاصہ تفسیر 738
فرعون لعین معجزہ عصا و ید بیضا دیکھ کر بھی ایمان نہ لایا 738
موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی شان 739
مختصر تفسیر اردو 740
ارجہ کے معنی 740
جادوگر سجدہ میں گر گئے 742
عصا سارے جادو کا لقمہ کر کے عصا کی صورت میں لوٹ آیا 742
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ شعراء پ ۱۹ 744
حل لغات 744
خلاصہ تفسیر 745
واورثناھا کی تفسیر اور دفع مغالطہ 746
مختصر تفسیر اردو 747
موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے لشکر کو ہجرت کا حکم 748
موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چھ لاکھ بیس ہزار آدمی تھے 748
نادر لغات 749
مقام کریم 750
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی تشریح 750
دریا شق ہو گیا بنی اسرائیل اس سے پار ہو گئے 751
جب موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل دریا تک آ گئے 753
عصا کا ثعبان مبین ہونا 754
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ شعراء پ ۱۹ 754
حل لغات 756
خلاصہ تفسیر 758
انبیاء سابقین بھی دوسری زندگی کے معتقد تھے جنت دوزخ تسلیم کرتے تھے 758
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بابل اور اس کے اطراف میں تھی 759
نوٹ: نبی من حیث النبی معصوم ہوتا ہے 760
مختصر تفسیر اردو 761
سماع بمعنی اجابت 762
اہل سنت کا عقیدہ پانچ دعائیں 762
حکم سے مراد طلب ثبات ہے 763
حضور علیہ السلام کے علاوہ کوئی نبی اس مدت میں

نہیں آیا 764
جب بندہ فرض نمازوں کا پورا وضو کر کے گھر سے مسجد کی طرف آئے 765
خذلان جس پر آپ نے دعا کی اس پر چند قول ہیں 766
علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں 767
قلب سلیم وہ جو عقائد فاسدہ سے پاک ہو 768
حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں 768
ازلاف اور ابراز کا فرق 768
جنت آسمان میں ہے جہنم زمین کے نیچے 769
علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں 769
جہنم بروز قیامت لایا جائے گا ستر ہزار لگاموں میں 770
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ شعراء پ۱۹ 771
حل لغات 772
خلاصہ تفسیر 773
اسلام غریبوں سے شروع ہوا اور غریبوں میں ہی آجائے گا 774
مختصر تفسیر اردو 774
میں تمہارے لئے رسول امین ہوں 775
مسئلہ کفایت میں فقہاء نے تصریح کی 776
بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ شعراء پ۱۹ 777
حل لغات 778
خلاصہ تفسیر 779
علامہ نسفی کی مفصل بحث 780
مختصر تفسیر اردو 780
حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ نے انہیں ریح صرصر کے ذریعہ ہلاک کر دیا 782
بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ شعراء پ۱۹ 782
حل لغات 783
خلاصہ مختصر تفسیر 784
قوم ثمود نے رسولوں علیہم السلام کو جھٹلایا 785
مختصر تفسیر اردو 786
نہایت کاریگری سے پہاڑوں میں پتھر تراش کر مکان بناتے تھے 787
انبیاء کو اپنے جیسا کہنے والے مشرکین ہوں گے 787
ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں علامہ آلوسی رحمہ اللہ 788
بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع سورۃ شعراء پ۱۹ 789
حل لغات 790
خلاصہ تفسیر 791
قوم لوط نے رسولوں علیہم السلام کو جھٹلایا 791
مختصر تفسیر اردو 792
جو اللہ عزوجل نے پیدا کیں تمہاری بیویاں تم حد سے گزر جانے والی قوم ہو 793
ایک سوال کا مدلل جواب 794
بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع سورۃ شعراء پ۱۹ 795
حل لغات 795
خلاصہ تفسیر 797
مختصر تفسیر اردو 798
چار نصیحتیں سن کر وہ بجائے جھکنے کے اکڑ گئے اور جواب دیا 798
قصہ عذاب اصحاب الایکہ 799
بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع سورۃ شعراء پ۱۹ 800
حل لغات 801
خلاصہ تفسیر 803
قرآن کریم رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اسے لے کر روح الامین علیہ السلام آئے 803
نزول قرآن کی کیفیت 804
مشرکین کو نہایت متین جواب 805
حضور علیہ السلام کی دعوت حق کوہ صفا پر 806

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک مصلین مراد ہیں ساجدین سے	807
حضور علیہ السلام نے فرمایا میں جیسے آگے دیکھتا ہوں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں	807
لغویادہ گوشعراء کی مذمت	808
ایسی شاعری عبادت ہے جس میں توحید الٰہی نعت رسالت پناہی ہو	808
مختصر تفسیر اردو	809
مشرکین کا رد	809
نزول کا قلب اقدس کے ساتھ مختص فرمایا	810
علامہ نووی رحمہ اللہ شرح مسلم کی تفسیر	811
حضور علیہ السلام کے قلب اقدس کو بھی آنکھیں عطا فرمائی ہیں	811
ایک واقعہ نزول کوثر کا	811
حضور علیہ السلام کا سونا جاگنا برابر ہے	812
قرآن کریم معجزہ ہے	813
مشرکین خیال باطلہ کا رد	814
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی وضاحت	814
نسب کے لئے چھ طبقات ہیں	815
وانذر عشیرتک الاقربین کی تفسیر	816
اے قریش کے لوگو اپنی جانیں آگ سے بچاؤ	816
میں بالذات تمہارے ضرر و نفع کا مالک نہیں ہوں	816
حضور علیہ السلام نے بنی عبدالمطلب کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ اہل تشیع کی روایات کا رد	817
توکل پر مفصل بحث اور اس کے درجات	818
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک مومن ہیں	819
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی مفصل بحث	819
حضور علیہ السلام سے کاہنوں کے متعلق سوال	820
شہاب ثاقب میں تین حالتیں ہو جاتی ہیں	820
شان نزول	822
مہذب ترین شعراء کا استثناء فرمادیا گیا	822
جو شعر ایسا ہو جس سے اللہ عزوجل کی یاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہو وہ یقیناً ذکر الٰہی عزوجل ہے	823
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی رائے	823
بعض شعر حکمت والے ہوتے ہیں	824
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی مدد حضرت جبریل علیہ السلام نے کی	824
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کلام	825
حضرت زین العابدین حضرت فاروق اعظم حضرت عثمان غنی حضرت علی المرتضیٰ حضرت سیدہ زہرا علیہم رضوان کا کلام	825
لغو، فحش کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا	826
سورۃ نمل	827
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ نمل پ ۱۹	827
حل لغات	828
خلاصہ تفسیر	829
مختلف آیات کے معانی	830
منکرین آخرت پر وعید شدید	831
مادہ پرست حضرات کا رد	831
مختصر تفسیر اردو	833
طٰسٓ۔ یہ فواتح کلام کے مقطعات سے لایا گیا	833
مشرکین کا اخروی حال بیان کیا گیا	834
موسیٰ علیہ السلام مقام مدین سے وادی طویٰ میں	835
صلوٰۃ عربی میں آگ کے قریب ہونے کو کہتے ہیں	836
انبیاء علیہم السلام سے قبل نبوت اور بعد نبوت قصداً صغیرہ کبیرہ گناہ کسی قسم کا ارتکاب نہیں ہو سکتا	837
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ نمل پ ۱۹	838

حل لغات 839
خلاصہ تفسیر 841
حکومت سلیمان علیہ السلام میں تین طرح کے لشکر
تھے ایک جنوں کا۔دوسرا آدمیوں کا اور تیسرا پرندوں کا 842
چیونٹی کی آواز حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسموع
فرمائی اور تبسم فرمایا 842
ہدہد کا دربار سے غائب ہونا اور مشروط سزائے موت 843
ملک سباء کی حقیقت از تاریخ ابوالفداء 844
حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس ملکہ سباء کو نامہ 845
مختصر تفسیر اردو 845
حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بیشک علماء انبیاء علیہم
السلام کے وارث ہیں 846
منطق الطیر کے متعلق روایتیں 847
بلقیس ملکہ سبا کب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں 849
سلیمانی دربار کی یہ شان تھی 849
سلیمانی لشکر کا عرض وطول جو آپ کے ساتھ چلتا تھا 850
ہوائی سواری کی رفتار 850
چھ لاکھ کرسیاں سونے چاندی کی لگائی جاتی تھیں 851
انبیاء سنہری کرسیوں پر اور علماء چاندی کی کرسیوں پر
ہوتے 851
چیونٹی کی آواز تین میل کے بعد سے سنی 852
علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں 852
دربار میں ہدہد کی غیر حاضری اور اس کی سزا 854
عربی کتابت کا رواج 855
ہدہد کی دربار سلیمانی میں حاضری اور ملک سبا کی
بشارت 856
بلقیس کی تخت نشینی کی داستان بھی بڑی عجیب ہے 856
بلقیس پورے ملک کی حکمران بن گئی 857
تخت عظیم بلقیس کا تھا وہ سونے کا تھا اس کے پائے
جواہرات کے تھے۔موتی جڑے تھے نہایت حسین
تھا 857
نامہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کے ذریعہ
بھیجا 859
خوابگاہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا نامہ ملا 859
حضرت جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی تفسیر اتقان
میں ترتیب نزول 860
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ نمل پ ۱۹ 861
حل لغات 862
خلاصہ تفسیر 864
ملکہ سبا کا تحفہ تحائف کے ساتھ ایلچی بھیجنا 865
تخت بلقیس کی حفاظت اور دربار سلیمان میں لانے کا
واقعہ 866
بلقیس کا تخت کو پہچاننا اور اسلام قبول کرنا 867
صحن میں شیشہ پانی کا فرش 867
بلقیس نے اخلاص کے ساتھ اسلام قبول کرلیا اور
خالص اللہ عزوجل کی عبادت اختیار کی 867
مختصر تفسیر اردو 868
تفسیر رکوع سوم 869
ہدایا کی تفصیل 870
ملکہ بلقیس نے ہدایات کے ساتھ اپنے ایلچی کو بھیجا
بارگاہ سلیمانی میں۔بلقیس کا نامہ پیش کیا اور ایک
موتی اور ایک گھونگا پیش کیا۔ 871
حضرت سلیمان نے تحائف واپس کردیئے اور اسلام
کی دعوت دی علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 872
آپ کی مجلس احکام صبح سے ہر روز ظہر تک ہوتی تھی 873
عفریت نے وقت مانگا تخت لانے کے لئے اور
عاصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے قبل حاضر کرنے
کی پیشکش کی 873

اسم اعظم کی مفصل بحث 874
حضرت بلقیس کے ذہن کا امتحان اور اسلام لانے کا اقرار 875
جنوں کی سازش اور بلقیس کے متعلق غلط فہمی پھیلانے کی کوشش 875
بلقیس کے اسلام لانے کے بعد کے حالات میں اختلاف۔ مہر میں بعلبک شہر دیا تھا 876
مختلف روایات 877
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ نمل پ ۱۹ 877
حل لغات 879
خلاصہ تفسیر 880
نو آدمی بدمعاش تھے انہوں نے معاہدہ کیا 881
مکر کی تعریف 882
پہلی چال دھوکے کے معنی میں ہے دوسری چال اس کی سزا کے بیان میں ہے 882
قصہ لوط علیہ السلام کا شروع فرمایا 882
حضرت لوط علیہ السلام کو ہجرت کا حکم 883
مختصر تفسیر اردو 883
توجہات باطلہ کا رد، مدینہ کو شہر کو کہتے ہیں 885
جماعت کی تعریف۔ نو رؤسائے قوم تھے ہر ایک کے ساتھ جماعت تھی 885
ناقہ صالح علیہ السلام کی کونچیں کاٹیں 886
حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ 886
چٹان نے ڈھانپ لیا 887
ایک چنگھاڑ سے سب کے کلیجہ پھٹ گئے اور ہلاک ہو گئے 887
جو ایمان لائے ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ حضر موت پہنچتے ہی حضرت صالح علیہ السلام کا وصال ہو گیا 888
حضرت لوط علیہ السلام کا مختصراً بیان 888
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی مفصل بحث 889
بحمدہ تعالیٰ انیسواں پارہ ختم ہوا اور بیسواں شروع 890
پارہ بیس 891
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ نمل پ ۲۰ 891
حل لغات 892
خلاصہ تفسیر 893
کوئی اور الٰہ ہے؟ 894
علم غیب پر مختصر تقریر 895
مختصر تفسیر اردو 895
یعدلون۔ عدل سے علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 896
ایک سمندر کے دو ذائقے شیریں، تلخ 897
تمہیں زمین کا وارث بنایا تا کہ اس میں تصرف کرو 897
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی تشریح 898
اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بریلوی کی تحقیق 899
لاتقنطوا من رحمة الله 900
اپنے رسولوں علیہم السلام میں سے جسے چاہے چن لیتا ہے 900
علم کی تقسیم دو طرح ہے 901
دوسری تفصیل یہ ہے کہ تمام مفہومات میں سے کوئی چیز علم الٰہی عزوجل سے باہر نہیں 902
اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی در غیر متناہی ہے 903
جتنا عرفان بڑھتا جائے گا اتنا مرتبہ بڑھتا جائے گا 903
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم عطائی ہے 904
ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے 905
اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے 906
ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی 907
اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور مخلوق کا علم عطائی 907
امام واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں 908
امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں 909

علوم انبیاء میں سے ان کے غیر جانتے ہیں مگر تھوڑا 910

حضور علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں فجر سے غروب تک بیان فرما کر جو کچھ ہو چکا تھا اور جو ہونا تھا سب کچھ بیان کر دیا 910

امام بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں 911

امام ابن الحاج مکی نے اور امام قسطلانی رحمہم اللہ نے فرمایا 912

وہ ہر علم والے کے اوپر علم والا ہے 913

وہ ہر چیز کا تبیان ہے 914

جب کوئی آیت یا سورت اترتی تو نبی ﷺ کے علموں پر اور علم بڑھاتی حتیٰ کہ قرآن کا نزول پورا ہو گیا 915

یہ پانچ باتیں جس کی تفصیل قرآن کریم میں ہے 915

اس حدیث سے سات قسم کے غیب ثابت ہوئے 917

وارث تمہارے دو بھائی دو بہنیں ہیں حسب فرائض الٰہی عزوجل تقسیم کر لیں 917

کل ضرور یہ علم ہم اس آدمی کو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ عزوجل فتح کرائے گا 918

دوسرے دن حضور ﷺ نے وہ علم حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو دے دیا۔ 918

علامہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں 919

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ نمل پ ۲۰ 920

حل لغات 921

خلاصہ تفسیر اردو 923

یعنی لوح محفوظ یا قرآن کریم میں جو واضح بیان کرنے والا ہے 924

حضور علیہ السلام قلیب بدر پر تشریف لائے 925

کوہ صفا سے دابۃ الارض نکلے گا 926

موت کے اقسام بموجب انواع حیات 927

مختصر تفسیر اردو 927

اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ ہے 928

تمہارا رب عزوجل جانتا ہے جو ان کے سینوں میں مخفی ہے اور جو علانیہ کرتے ہیں 929

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں 930

یہود بھی گمراہ ہوئے 931

ان کے دل ایسے مر چکے ہیں کہ انہیں قبول حق کا شعور ہی نہیں رہا 932

طواف اس سے پہلے بکثرت کرو کہ خانہ کعبہ اٹھ جائے 933

تلاوت قرآن اس کے اٹھنے سے پہلے بکثرت رکھو 933

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دابۃ الارض نکلے گا اس کے ساتھ عصائے موسیٰ اور خاتم سلیمان علیہم السلام ہوں گے 933

قیامت کی اول نشانی مغرب سے آفتاب طلوع ہوگا 934

حضرات شیعہ کی روایت جس میں دابہ سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں 934

علامہ آلوسی اور صاحب تفسیر نسفی رحمہما اللہ کی بحث 935

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ نمل پ ۲۰ 936

حل لغات 937

خلاصہ تفسیر 939

علامات قیامت کے بعد حشر کی کیفیت کا بیان 940

داخرین کے معنی صاغرین ہیں۔ 940

پہاڑ ابر کی طرح چل رہے ہوں گے 941

فرما دیجئے مجھ کو تو یہی حکم ہے کہ میں پرستش کروں اس شہر مکہ کے رب کی جس نے اسے محترم کیا 941

مختصر تفسیر اردو 942

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں 943

نفخ صور کی تحقیق اور صور کی حقیقت 944

لحہ اولیٰ وثانیہ کی بحث	944
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	944
پہلے لحہ سے دوسرے لحہ کے مابین مدت کا فاصلہ	946
قرآن کریم نے اس کا نقشہ متعدد لفظوں میں کھینچا	947
جب موت ذبح کردی جائے گی	948
سورۃ القصص	949
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ قصص پ ۲۰	949
حل لغات	951
خلاصہ تفسیر اردو	952
کتاب اللہ عزوجل اپنی صداقت پر آپ ہی گواہی ہے	953
ملک شام میں ہی بنی اسرائیل سردار بنائے گئے	953
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اصل قصہ شروع ہوتا ہے	954
جب تابوت کھولا تو اس میں حسین لڑکا دیکھا	955
فرعون پریشان ہوا کہ بچہ کی پرورش کیسے ہو	955
مختصر تفسیر	956
شیعہ جماعت کو کہتے ہیں فرعون نے اپنے شرفاء کے لئے علیحدہ علیحدہ جماعتیں بنادیں	957
فرعون نے خواب دیکھا	958
والدہ موسیٰ علیہ السلام کے نام میں اختلاف ہے	958
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	959
جاسوس زیادہ کوشاں ہوئے	960
فرعون کی ایک لڑکی تھی اور اولاد نہ تھی	961
فرعون مصر کے بادشاہ کو کہا جاتا ہے	961
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تابوت سے نکالا گیا	961
تابوت فرعون کے محل میں پہنچ گیا	961
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ قصص پ ۲۰	964
حل لغات	965
خلاصہ مختصر تفسیر اردو	966
تیس گھر طوفان نوح کے بعد آباد ہوئے	967
قبطی کے قتل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خائف ہوجانا	968
مختصر تفسیر اردو	969
استواء کی مفصل بحث	969
قبطی فرعون کا باورچی تھا	970
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوئی معصیت سرزد نہیں ہوئی آپ نے ایک ظالم کو ظلم سے روکا تھا	971
اچھے انجام برے انجام کے بارے میں سوچنا	972
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ قصص پ ۲۰	973
حل لغات	974
خلاصہ تفسیر	976
حضرت شعیب علیہ السلام اس بستی میں رہتے تھے ان کی دو صاحبزادیاں تھیں	976
ایک صاحبزادی حضرت شعیب علیہ السلام سے عرض کرنے لگی	977
مختصر تفسیر اردو	977
ایک قول ہے کہ حضرت موسیٰ حضرت شعیب علیہم السلام کے مابین قرابت تھی	978
ایک کا نام لیا تھا اور دوسری کا نام صفورا تھا	978
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث	979
جلدی آنے کی وجہ حضرت شعیب علیہ السلام نے دریافت کی	980
حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی سے دریافت کیا کہ انہیں قوی کیسے جانا	982
تحقیق حق مہر شرعی	983
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ قصص پ ۲۰	983

حل لغات 984

خلاصہ تفسیر 987

سرسبز وشاداب درخت سے آگ کا نکلنا 987

ید بیضا۔ عصا کا معجزہ عطا ہوا 988

فرعون کے مقابل آنے کا تذکرہ اور اس کا انجام 989

فرعون کی ہٹ دھرمی 989

نادر لغات 990

اصل تفسیر 990

نبی جب کوئی وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے 991

اس امر کی تحقیق کہ وہ ندا کیسی تھی 992

آپ کلیم اللہ کے خطاب سے ممتاز ہوئے 992

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 993

ردءًا کے معنی علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 994

موسیٰ علیہ السلام بعد غرق فرعون مصر وشام پر حکمران رہے 995

محل کی تعمیر 996

تکبر اور بلندی میری چادر ہے عظمت وحشمت میرا ستر ہے 996

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ قصص پ ۲۰ 997

حل لغات 998

خلاصہ تفسیر 1000

تحقیق لفظ قرن 1001

ہماری رحمت سے آپ پر تمام غیبی امور منکشف ہوئے 1001

مختصر تفسیر اردو 1003

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 1004

جانب غربی کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا میقات تھا 1004

ان میں کوئی نبی حضور ﷺ سے قبل مبعوث ہی نہیں ہوا 1006

موسیٰ علیہ السلام کو توریت کے صحیفے مل گئے 1007

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ قصص پ ۲۰ 1007

حل لغات 1009

خلاصہ تفسیر 1010

تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو دوہرے اجر ملیں گے 1011

حضرت ابوطالب کے ایمان پر بحث 1012

شان نزول 1012

مختصر تفسیر اردو 1014

جو حضور علیہ السلام پر قبل بعثت ہی انجیل کی خبروں سے ایمان لا چکے تھے 1014

تمام فتنہ شرک وکفر کے شہادت لا الٰہ الا اللہ سے دفع ہو جاتے ہیں 1016

حضور علیہ السلام کا ابوطالب کو اسلام کی دعوت پیش کرنا 1017

ابوطالب کے اسلام نہ لانے پر سب بنی ہاشم سے مخالفت 1018

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ قصص پ ۲۰ 1019

حل لغات 1020

خلاصہ تفسیر 1023

جن پر عذاب واجب ہو چکا ہے یہ وہی ائمہ کفر و ضلالت تھے 1023

جو شرک سے توبہ کر لے 1024

مختصر تفسیر اردو 1025

شان نزول 1025

کہیں گے کاش ہم ہدایت قبول کر لیتے تو اچھا ہوتا 1027

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں 1027

شان نزول 1028
بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ قصص پ ۲۰ 1029
حل لغات 1030
خلاصہ تفسیر 1032
پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو 1032
قارون اور اس کے گھر والوں کا حشر 1034
جب حکم زکوٰۃ نافذ ہوا تو قارون گھبرایا 1034
قیامت تک ایسے ہی دھنستا رہے گا 1036
مختصر تفسیر اردو 1036
قارون حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام سے حسد کرنے لگا 1037
عصبہ جماعت کثیر کو کہتے ہیں 1038
عصبہ کی تعداد اور اس کی مفصل بحث 1038
قارون کے خزانے کی کنجیاں ستر خچروں پر لادی جاتی تھی 1039
وہ علم کیا تھا اس پر مختلف اقوال 1039
حضرت علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی مفصل بحث 1040
قارون کی ہلاکت کا قصہ 1041
مومنین کی جماعت نے یہ آرزو کی 1042
قارون نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا 1043
موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگانا 1043
بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع سورہ قصص پ ۲۰ 1044
حل لغات 1045
تفسیر نواں رکوع 1046
شان نزول 1047
مختصر تفسیر اردو 1047
علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں 1049
ہجرت کی طرف ضمناً اشارہ 1050
حضور علیہ السلام نے معاد کی تفسیر جنت فرمائی 1050
سورۃ العنکبوت 1051
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ عنکبوت پ ۲۰ 1052
حل لغات 1053
خلاصہ تفسیر 1055
چار شان نزول 1055
اعمال سیئہ سے مراد شرک اور بدکاریاں ہیں 1056
نیک عمل کرنے والا صالحین یعنی انبیاء کرام کے ساتھ محشور ہوگا 1057
مختصر تفسیر اردو 1058
ابوجہل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو سزائیں دیتا تھا 1059
شان نزول 1060
یرجوا کی مفصل بحث 1060
شان نزول 1061
حضرت عیاش رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا 1063
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 1063
شان نزول 1064
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ عنکبوت پ ۲۰ 1065
حل لغات 1066
خلاصہ تفسیر 1068
نوح علیہ السلام نے ایک ہزار پچاس سال کی عمر پائی تھی 1069
خطیب الانبیاء نوح علیہ السلام کی عمر چودہ سو برس تھی 1069
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دلائل پیش کیے 1070
مختصر تفسیر اردو 1071
علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث 1072

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک	1072	خلاصہ تفسیر	1089
خلیب الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قوم کو		اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے	1090
دعوت حق دینا	1074	حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ	1090
زمین میں سفر کر کے دیکھو	1075	عاد، ثمود، قارون فرعون اور ہامان کو سزا	1092
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ عنکبوت پ ۲۰	1075	مختصر تفسیر اردو	1093
حل لغات	1076	اہل سے مراد متبعین لوط علیہ السلام ہیں	1094
خلاصہ تفسیر	1078	فسق و فجور کے بدلے میں عذاب ہوگا	1095
آگ میں ڈالنے کا فیصلہ	1078	عاد ثمود کے حالات	1096
لوط علیہ السلام کا قصہ	1079	علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی بحث اور تین سرکشوں کا بیان	1096
مختصر تفسیر	1081	قوم عاد آندھی سے ہلاک ہوئے	1097
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ عنکبوت پ ۲۰	1086	ان کی ہلاکت عناصر اربعہ میں سے ایک سے ہوئی	1098
حل لغات	1087	مکڑی دو قسم کی ہوتی ہے	1099

تقریظ

منجانب استاد العلماء شیخ الحدیث مفتی ابوالعلا محمد عبداللہ قادری اشرفی رضوی برکاتی
ناظم دار العلوم جامعہ حنیفہ رجسٹرڈ قصور، پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حامداً و مصلیاً ومسلماً

1۔ امابعد: ''تفسیر الحسنات'' حقیقت میں ایک جامع اور مدلل اور مفصل تفسیر ہے جو مسلک حقہ اہل سنت والجماعۃ کی باحسن وجوہ اور باکمل طرق! صحیح معنوں میں ترجمان ہے۔ میں نے بفضلہٖ تعالیٰ بنظر غور وتبصرہ اس کا مطالعہ اور مشاہدہ اور معائنہ کیا تفسیر کی جہت اور حیثیت سے اس کو کامل اور مکمل اور اکمل پایا اور مسائل اختلافیہ کے حل میں احسن انداز یہ ہوتا ہے کہ دلائل مسلک حقہ کی بھرمار کر دی ہے کہ خصم کو لب کشائی کی مجال نہیں اور دوبارہ کسی اعتراض کی گنجائش نہیں۔

2۔ بکرم اللہ العزیز! ہر مسئلہ کو علم کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ علامہ السید میر شریف علیہ الرحمۃ اور علامہ سعد التفتازانی علیہ الرحمۃ کی طرح ہر بحث کو شرح وبسط۔ تحقیق وتدقیق اور توضیح وتلویح، تنقیح وتوشیح، تزئین وتکمیل سے بیان کیا ہے۔ نیز منطقیانہ فلسفیانہ طریق کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ غرضیکہ دلائل منقولات کے ساتھ ساتھ دلائل معقولات کو بھی پیش کیا گیا ہے جس سے مخاطبین اور سامعین اور قارئین حضرات کو علمی چاشنی کا ذوق حاصل ہوتا ہے۔

3۔ تفسیر الحسنات میں میں نے خصوصی چیز یہ دیکھی ہے کہ عنوان اور معنون۔ موضوع اور بحث دعویٰ اور دلائل کلام اور نتیجہ میں تقریب تام کو ملحوظ رکھا گیا ہے مجھے کہیں بھی اجمال اور اشکال اور اخفاء اور اشتباہ نظر نہیں آیا۔

4۔ مفسر لبیب محقق نجیب علامہ ابوالحسنات (علیہ الرحمۃ) مسئلہ توحید باری، صداقت نبوت اور مسئلہ علم غیب، مسئلہ میلاد النبی، مبحث ختم نبوت، مسئلہ معراج النبی (جسمانی) مسئلہ حدوث ارواح، رویت باری للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی لیلۃ المعراج سماع موتی، حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ورد مذاہب باطلہ وغیرہا اور مہتم بالشان مسائل اور موضوعات کے حل میں مفسر قرآن مجدد دوزمان علامہ ''امام رازی'' علیہ الرحمۃ کی عکاسی فرما رہے ہیں جو آپ کے رازیٔ وقت ہونے کی بین دلیل ہے۔

5۔ نظم قرآن (الفاظ قرآن) کے نفس معانی! بامحاورہ پیش کرنے کے لئے علم ادب (لغات عرب) مقولات فصحاء عدنان و بلغاء قحطان اور عرب العرباء اور مسلم شعرائے عرب کے کلام سے استناد واستشہاد واستنباط فرمایا گیا ہے۔

6۔ تفسیر الحسنات! فاضل مفسر حبر مدقق، جید محقق علامہ ابوالحسنات السید محمد احمد الشاہ قادری اشرفی نور اللہ مرقدہ بانوارہ القدسیہ نے تنہائی وتاریکی کے مقام پر تصور صدیق اور تصدیق رسول کے ساتھ لکھی ہے بلکہ میں یوں محسوس کر رہا ہوں کہ الحاضر عندالمدرک کے اعلیٰ مفہوم عین الیقین اور حق الیقین کے مراتب کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضوریٔ صدیق اور حضوریٔ رسول میں یہ تفسیر لکھی گئی ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

7۔ پھر امتیازی حیثیت یہ کہ اس تفسیر الحسنات پر حضرت علام امین الحسنات کشاف الدقائق صاحبزادہ السید خلیل احمد شاہ صاحب قادری اشرفی دامت برکاتہم العالیہ مہتمم ادارہ جامعہ حسنات العلوم وخطیب پاکستان مرکزی جامع مسجد وزیر خاں لاہور نے مہتمم بالشان حاشیہ انیقہ جمیلہ جلیلہ کفیلہ ثمینہ لگا کر الولد سر لابیہ کی حقیقت کا اظہار فرمایا اور اس تفسیر کی علمی وجاہت اور تحقیقی مقام کو اور زیادہ حسن وجمال اور زیبائش وکمال بخشا۔

8۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے محبوب کے صدقہ جلیلہ میں ان کو دین ودنیا میں مقام علیا عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل، امر وعمر۔ عظمت وجلالت کرامت وشرافت، عزت ووقار اعزاز واقرار عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بحرمۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم فقط والسلام۔

ذوالمجد والاحترام سلمکم الرحمن الی یوم القیام

المقر ظ فقیر ابوالعلاء محمد عبداللہ قادری اشرفی خادم الحدیث والافتاء وناظم دارالعلوم جامعہ حنفیہ رجسٹرڈ قصور پاکستان۔

اظہار تشکر

تفسیر الحسنات بآیات بینات کے سلسلہ میں میرے جن مخلص کرم فرماؤں نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا ان میں فاضل جلیل حضرت علامہ قاری پروفیسر محمد مشتاق احمد صاحب قادری نقشبندی ایم اے نے تمام جلدوں کی نظر ثانی اور آخری جلد کے پاروں کے مرتب کرنے میں کامل تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے آمین۔

استاذ العلماء فاضل جلیل حضرت علامہ عبدالغنی صاحب عثمانی نے بڑی کاوش اور محنت سے تمام جلدوں کی تصحیح کا کام انجام دیا۔ آخری جلد کے پاروں کی کتابت کے اخراجات میں میرے کرم فرما الحاج چوہدری عبداللطیف صاحب محترم ملک خلیل احمد صاحب اشرفی، الحاج محمد افضال صاحب اور الحاج محمد ارشد صاحب نعیم نے تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ان کی خدمت قبول فرمائے اور سرمائے آخرت بنائے۔

جلد اول تا پانچویں جلد کے پاروں کی کتابت کے اخراجات میں جناب الحاج عبدالرشید صاحب ارشد مرحوم جناب الحاج سید ناصر علی صاحب شمس مرحوم، جناب الحاج محمد امین صاحب مرحوم، جناب الحاج محمد ابراہیم صاحب اشرفی جناب صوفی بشیر احمد صاحب نے تعاون فرمایا۔ محترم جناب صاحبزادہ حفیظ البرکات شاہ صاحب مکتبہ ضیاء القرآن نے طباعت و اشاعت کا انتظام کر کے تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس تعاون کو سرمائے آخرت بنائے اور اس تفسیر کو عوام وخواص کے لئے فیوضات وبرکات سے نوازے۔

آمین بحرمت النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

فقیر قادری امین الحسنات خلیل احمد قادری اشرفی

خطیب جامع مسجد وزیر خاں وامیر جامعہ حسنات العلوم لاہور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمدلله القديم الذى ارسل الى خلقه من عظيم الاقدار سهاما و حكم عليهم بالموت والفناء فلم يترک الموت لاحد منهم دماما وشتت بها ذم اللذات شملا وفرق نظاما فتركوا الحلائل ارامل والاولاد ايتامًا۔ احمده سبحانه و تعالٰى واشكره شكرا انال به فضلا و انعاما واشهد ان لااله الا الله وحده لاشريک له شهادة من شهدها نال بها عزا و كراما واشهد ان سيدنا ونبينا مولانا محمدا عبده ورسوله الذى كان يشفى بريقه الشريف اسقاما وزلاما صلى الله عليه وعلٰى اله وصحبه وازواجه واحبائه و علماء امته اجمعين۔

اما بعد: فقیر حقیر در ماندۂ نفس شریر ابوالحسنات قادری خطیب مسجد وزیر خان صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان خلف حضرت امام اہل سنت ماحی بدعت حامیٔ سنت محدث اعظم فقیہ اتم مولانا سید ابومحمد دیدار علی حنفی قادری نقشبندی رضوی نوراللہ مرقدہ امیر حزب الاحناف زمانۂ تحریک ختم نبوت میں جبکہ اپنے رفقاء کے ساتھ ۲۶، ۲۷ فروری ۱۹۵۳ء کی درمیانی شب کو کراچی میں رات کے تین بجے ناظم الدین حکومت نے سیکورٹی ایکٹ کے ماتحت گرفتار کر کے ایک سال کے لئے کراچی جیل میں نظر بند کر دیا تو خیال آیا کہ اس اسیری کے لیل ونہار خدمت دین میں ہی گزار لئے جائیں۔ چنانچہ کافی غور وخوض کے بعد فیصلہ کیا کہ دور حاضر میں احناف کے لئے کوئی مفصل مدلل جامع تفسیر قرآن کریم اردو میں عوام کے سامنے پیش نہیں ہو سکی لہٰذا مجھے اس دور فرصت میں اس کام کو انجام دینا چاہئے۔

لیکن چونکہ ہمیں سی کلاس میں رکھا گیا تھا اور یہ کام بھی معمولی نہ تھا اس وجہ سے قید وبند کے دو تین ماہ اسی شش و پنج، لیت و لعل میں گذر گئے۔ ادھر لخت جگر نور بصر اعز الاخص حکیم سید محمد خلیل احمد قادری صانہ اللہ عن شر حاسد اذا حسد بھی لاہور میں جامع مسجد وزیر خاں سے تحریک کی قیادت کرتے ہوئے شاہی قلعہ لاہور میں ایسے مخفی ہوئے کہ ان کی موت وحیات سے بھی لاعلمی رہی حتیٰ کہ مختلف افواہوں اور پریشان کن خبروں سے پریشانی میں اضافہ ہوتا رہا اور تفسیر کا کام شروع نہ ہو سکا۔ بالآخر کراچی جیل سے ہم کو بمعہ رفقاء سکھر جیل میں منتقل کر دیا گیا جہاں ۱۲۵ ڈگری گرمی پڑ رہی تھی۔ آخرش فقیر نے عزم صمیم کے ماتحت اس کام کو شروع کر دیا اور اس کا نام تفسیر الحسنات بآیات بینات خلاصہ تفسیر آیات باقوال حسنات رکھا گیا۔ ایک سال کے بعد جس میں بفضلہ تعالیٰ آٹھ پارے مکمل کر لئے گئے تھے۔ لاہور میں انکوائری کے سلسلہ میں آنا پڑا اور لاہور ہائی کورٹ نے ہیبس کارپس کے ذریعہ ہماری نظر بندی کو حبس بیجا قرار دے کر ہم کو بمعہ رفقاء رہا کر دیا۔ میں نے بعد رہائی بھی اس فریضہ کو جاری رکھا اور باوجود پریشانیوں کے بحمدہ تعالیٰ اس وقت چوبیس پارے مکمل کر چکا ہوں۔ بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ مولا کریم اس اہم کام کو پورا کرے اور مقبول عام فرمائے۔

آمین بحرمۃ النبی الامین

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

روز نامہ ''امروز'' لاہور کا تفسیر الحسنات پر تبصرہ

تفسیر الحسنات بآیات بینات

مفسر: حضرۃ علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (نوراللہ مرقدہ)

ناشر: مرکزی دارالتبلیغ اہل سنت، مکتبۂ حسنات اکبری گیٹ، لاہور

حضرت علامہ سید محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے نہ صرف اندرون ملک بلکہ عالم اسلام میں بھی کسی تفصیلی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ایسی گرانمایہ شخصیتیں بطور نعمت اللہ کی طرف کسی قوم یا ملک کو عطا کی جاتی ہیں جن کی زندگی کا ایک ایک لحہ دوسروں کے لئے عمل اور روشنی کا ایک مینارہ ہوتا ہے مولانا ابوالحسنات قادری علیہ الرحمۃ عالم قرآن و حدیث ہی نہ تھے بلکہ عامل بالقرآن و عالم بالحدیث بھی تھے ان میں ایک سرفروش مجاہد کی خو بھی کام کر رہی تھی دین حق کی تبلیغ و اشاعت میں انہوں نے ہر نوع کی سختیاں اٹھائیں اور تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) کے دوران قید خانے کی صعوبتوں کو بھی خندہ پیشانی اور صبر سے لبیک کہا۔ مولانا مرحوم عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے بھی سرشار تھے اور اتباع سنت میں فرد فرید، زیر تبصرہ قرآن پاک کی تفسیر حضرت مرحوم نے دور اسیری ہی میں قلمبند فرمائی اور ایک سال کے اندر اندر اٹھارہ پاروں کی تفسیر مکمل کر لی۔ رہائی کے بعد بھی یہ پاکیزہ شغل جاری رہا۔ یہاں تک کہ اللہ نے حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کے قلم سے قرآن کریم کی یہ بے مثل نوری تفسیر تیار کرادی۔

پہلی جلد پانچ پاروں کی تفسیر پر مشتمل ہے اور اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اہل علم کے ساتھ ساتھ کم تعلیم یافتہ افراد بھی اسے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اور اپنے اپنے ظرف و ذوق کے مطابق نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ اہل علم حضرات کے لئے یہ تفسیر علم کا ایک خزینہ ہے۔ مفسر نے ہر آیت اور ہر لفظ کا اردو ترجمہ کیا اور پھر عام فہم سلیس انداز میں اس کی تشریح فرمائی۔ اس جامع تفسیر میں تحقیق و حل لغات، شان نزول، تاریخی واقعات، اقوال مفسرین، معارف قرآن، فضائل اور تمام سورتوں کے خواص نہایت جامعیت، اختصار اور حسن عبارت سے تحریر کئے گئے ہیں۔

سُوْرَۃُ مَرْیَم پ۱۶

فَقَدْ اَخْرَجَ الطِّبْرَانِیُّ وَاَبُوْ نُعَیْمَ وَالدَّیْلَمِیُّ مِنْ طَرِیْقِ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وُلِدَتْ لِیَ اللَّیْلَۃَ جَارِیَۃٌ فَقَالَ وَاللَّیْلَۃَ اُنْزِلَتْ عَلَیَّ سُوْرَۃُ مَرْیَمَ۔

’’طبرانی، ابونعیم اور دیلمی نے نقل کی ہے ابومریم غسانی اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آج رات میرے ہاں لڑکی ہوئی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا اور آج ہی رات ہم پر سورہ مریم نازل ہوئی ہے۔‘‘

اور مقاتل فرماتے ہیں کہ یہ سورہ مبارکہ مکہ میں نازل ہوئی۔ مگر اس میں سے آیت سجدہ جو ہے وہ مدینہ میں نازل ہوئی۔

یہ سورۃ بعد ہجرت حبشہ نازل ہوئی۔

اور تفسیر اتقان میں ہے کہ وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا مکی نہیں ہے۔

اس میں عراقی اور شامیوں کے نزدیک ۹۸ آیات ہیں۔

اور مکیوں کے نزدیک ۹۹ آیات ہیں۔

اور مدنیوں میں دونوں قول ہیں۔

اور سورۂ کہف کے ساتھ اس کی ترتیب کی وجہ یہ ہے کہ اس میں جیسے حالات عجیبہ ہیں ایسے ہی اس میں بھی عجیب حالات ہیں۔

جیسے قصۂ ولادت یحییٰ علیہ السلام اور قصۂ ولادت عیسیٰ علیہ السلام۔

اس لئے اسے سورۂ کہف کے ساتھ بیان کیا۔

ایک قول ہے کہ اصحاب کہف قبل قیامت زندہ ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر شہادت دیں گے۔

بقول جمہور یہ سورۂ مبارکہ مکی ہے اس سورۂ مبارکہ میں ۹۸ آیات اور ۶ رکوع ہیں اور ۷۸۰ کلمات اور ان سورتوں میں جو کچھ بیان ہے اس سے مقصد یہ ہے کہ خدا پرستوں پر ہمیشہ دُنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور عنایت ہوا کرتی ہے وہ اپنے مخلصین کو مستجاب الدعوات بنا تا ہے۔ اس سورۂ مبارکہ میں پہلا تذکرہ

حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے یہ شہر یروشلم کے رہنے والے بنی اسرائیل میں بیت المقدس کے امام اور نبی تھے۔

یہ اس زمانہ میں نبی ہوئے جب یہود کی سلطنت ختم ہو چکی تھی اور شاہان روم ان پر حکمران تھے اور ان کا ایک نائب یہاں ہوا کرتا تھا جس کا نام ہیرودلیس تھا۔ یہ نام ان کا خاندانی تھا۔

اور ہیرودلیس یہودیوں میں سے نہیں تھا بلکہ غیر قبائل سے تھا۔

بیت المقدس کئی بربادیوں کے بعد از سرنو بطرز سابق تعمیر ہوا تھا۔ اس میں متعدد کمرے اور کئی ایک منزلیں تھیں اور دو منزلیں مکانات بھی تھے۔

حضرت زکریا علیہ السلام معمر اور ضعیف ہو چکے تھے ان کی بیوی الشیع حضرت مریم کی خالہ تھیں اور بانجھ تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اپنی قوم اور اقارب کا خوف ہوا کہ وہ ملت اسلامیہ کی اتباع نہ کریں گے اس لئے

آپ نے بارگاہ حق عزوجل میں اولاد کی دعا فرمائی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔سورۂ مریم۔پ ۱۶

كٓهٰيٰعٓصٓ ۚ﴿۱﴾ ذِكۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّكَ عَبۡدَهٗ زَكَرِيَّا ۚ﴿۲﴾ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾	كٓهٰيٰعٓصٓ۔ یہ ذکر ہے تیرے رب کی رحمت کا جو اس کے بندہ زکریا پر ہوئی جب اس نے پکارا اپنے رب کو خفیہ آواز سے۔
قَالَ رَبِّ اِنِّىۡ وَهَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّىۡ وَاشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ شَيۡبًا وَّلَمۡ اَكُنۡۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾	کہا اے میرے رب میرے بدن کی ہڈیاں نرم ہوگئیں اور چمک پڑا سر پر بڑھاپا اور نہیں میں تجھ سے مانگ کر اے میرے رب محروم۔
وَاِنِّىۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِىَ مِنۡ وَّرَآءِىۡ وَكَانَتِ امۡرَاَتِىۡ عَاقِرًا فَهَبۡ لِىۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا ﴿۵﴾	اور میں اپنے بعد ڈرتا ہوں اقارب سے اور میری بیوی بانجھ ہے تو بخش دے مجھے اپنی رحمت سے ایک وارث۔
يَّرِثُنِىۡ وَيَرِثُ مِنۡ اٰلِ يَعۡقُوۡبَ ۖ وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾	جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو اور بنا دے اسے میرے رب مقبول۔
يٰزَكَرِيَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨاسۡمُهٗ يَحۡيٰى ۙ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾	(تو ہم نے فرمایا) اے زکریا ہم بشارت دیتے ہیں تمہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحیٰی ہے نہیں کیا اس سے پہلے اس نام کا۔
قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوۡنُ لِىۡ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امۡرَاَتِىۡ عَاقِرًا وَّقَدۡ بَلَغۡتُ مِنَ الۡكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾	عرض کی اے میرے رب کہاں سے میرے لڑکا ہوگا جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور پہنچ چکا میں بڑھاپے سے سوک جانے کی حالت کو۔
قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَّقَدۡ خَلَقۡتُكَ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ تَكُ شَيۡئًا ﴿۹﴾	فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ فرمایا تمہارے رب کو آسان ہے اور تمہیں اس سے پہلے پیدا کیا جبکہ تم کچھ نہ تھے۔
قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّىۡۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾	عرض کی اے میرے رب کر میرے لئے کوئی نشانی فرمایا تیرے لئے یہ نشانی ہے کہ نہ بول سکو گے برابر تین دن رات۔
فَخَرَجَ عَلٰى قَوۡمِهٖ مِنَ الۡمِحۡرَابِ فَاَوۡحٰۤى اِلَيۡهِمۡ اَنۡ سَبِّحُوۡا بُكۡرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾	تو نکلے قوم پر عبادت گاہ سے تو وحی کی انہیں کہ تسبیح کرو اپنے رب کی صبح شام۔
يٰيَحۡيٰى خُذِ الۡكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡحُكۡمَ صَبِيًّا ۙ﴿۱۲﴾	(جب یحیٰی پیدا ہوگئے) فرمایا اے یحیٰی کتاب قوت سے پکڑو اور دی ہم نے انہیں نبوت بچپن میں۔

وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۗ وَكَانَ تَقِيًّا ۝١٣ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝١٤

اپنی رحمت سے اور بھی رحمت کی اور وہ ڈرنے والا تھا اور بھلائی کرنے والا ماں باپ سے اور نہیں تھا وہ جابر و سرکش۔

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝١٥

اور سلام اس پر جب پیدا ہوا اور جب انتقال کرے اور جب زندہ اٹھے۔

حل لغات رکوع اول۔سورۃ مریم۔پ ۱۶

كٓهٰيٰعٓصٓ	ذِكْرُ۔ یہ ذکر ہے	رَحْمَتِ۔ رحمت	رَبِّكَ۔ تیرے رب کا
عَبْدَهٗ۔ اپنے بندے	زَكَرِيَّا۔ زکریا پر	اِذْ۔ جب	نَادٰى۔ پکارا اس نے
رَبَّهٗ۔ اپنے رب کو	نِدَآءً۔ پکارنا	خَفِيًّا۔ آہستہ	قَالَ۔ کہا
رَبِّ۔ اے میرے رب	اِنِّیْ۔ بے شک میں	وَهَنَ۔ کمزور ہوگئیں	الْعَظْمُ۔ ہڈیاں
مِنِّیْ۔ میری	وَاشْتَعَلَ۔ اور سفید ہوگیا	الرَّاْسُ۔ سر	شَيْبًا۔ بڑھاپے سے
وَّلَمْ۔ اور نہیں	اَكُنْۢ۔ ہوں میں	بِدُعَآئِكَ۔ تیری پکار سے	رَبِّ۔ اے میرے رب
شَقِيًّا۔ بدبخت	وَاِنِّیْ۔ اور بے شک میں	خِفْتُ۔ ڈرتا ہوں	الْمَوَالِیَ۔ وارثوں سے
مِنْ وَّرَآءِیْ۔ اپنے پیچھے	وَكَانَتِ۔ اور ہے	امْرَاَتِیْ۔ میری عورت	عَاقِرًا۔ بانجھ
فَهَبْ۔ تو عنایت کر	لِیْ۔ مجھے	مِنْ لَّدُنْكَ۔ اپنی طرف سے	وَلِيًّا۔ وارث جو
يَّرِثُنِیْ۔ وارث بنے میرا	وَيَرِثُ۔ اور وارث ہو	مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ۔ یعقوب کے گھرانے کا	
وَاجْعَلْهُ۔ اور بنا اسے	رَبِّ۔ اے میرے رب	رَضِيًّا۔ پسندیدہ	يٰٓ۔ اے
زَكَرِيَّآ۔ زکریا	اِنَّا۔ بے شک ہم	نُبَشِّرُكَ۔ خوشخبری دیتے ہیں تجھے	
بِغُلٰمِ ایک لڑکے کی	اسْمُهٗ۔ کہ نام اس کا	يَحْيٰى۔ یحیٰ ہے	لَمْ نَجْعَلْ۔ نہیں بنایا ہم نے
لَّهٗ۔ اس کا	مِنْ قَبْلُ۔ اس سے پہلے	سَمِيًّا۔ کوئی ہم نام	قَالَ۔ کہا
رَبِّ۔ اے میرے رب	اَنّٰى۔ کیسے	يَكُوْنُ۔ ہوگا	لِیْ۔ میرے ہاں
غُلٰمٌ۔ لڑکا	وَّكَانَتِ۔ اور ہے	امْرَاَتِیْ۔ میری عورت	عَاقِرًا۔ بانجھ
وَّقَدْ۔ اور بے شک	بَلَغْتُ۔ میں پہنچا	مِنَ الْكِبَرِ۔ بڑھاپے	عِتِيًّا۔ انتہائی کو
قَالَ۔ کہا	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	قَالَ۔ کہا	رَبُّكَ۔ تیرے رب نے
هُوَ۔ وہ	عَلَیَّ۔ مجھ پر	هَيِّنٌ۔ آسان ہے	وَّقَدْ۔ اور بے شک
خَلَقْتُكَ۔ میں نے پیدا کیا تجھے	مِنْ قَبْلُ۔ پہلے اس سے	وَلَمْ۔ اور نہ	تَكُ۔ تھا تو
شَيْئًا کوئی چیز	قَالَ۔ کہا	رَبِّ۔ اے میرے رب	اجْعَلْ۔ بنا
لِّیْ۔ میرے لئے	اٰيَةً۔ نشانی کوئی	قَالَ۔ کہا	اٰيَتُكَ۔ تیری نشانی

آلَّا۔ یہ ہے کہ	تُكَلِّمَ۔ نہ بول سکے گا تو	النَّاسَ۔ لوگوں سے	ثَلٰثَ۔ تین
لَيَالٍ۔ راتیں	سَوِيًّا۔ برابر	فَخَرَجَ۔ تو نکلا	عَلٰى۔ اوپر
قَوْمِهٖ۔ اپنی قوم کے	مِنَ الْمِحْرَابِ۔ عبادت گاہ سے		فَاَوْحٰى۔ تو اشارہ کیا
اِلَيْهِمْ۔ ان کی طرف	اَنْ۔ یہ کہ	سَبِّحُوْا۔ تسبیح کرو	بُكْرَةً۔ صبح
وَّعَشِيًّا۔ اور شام	يٰيَحْيٰى۔ اے یحییٰ	خُذِ۔ پکڑ	الْكِتٰبَ۔ کتاب
بِقُوَّةٍ۔ قوت سے	وَاٰتَيْنٰهُ۔ اور دی ہم نے اس کو	الْحُكْمَ۔ نبوت	صَبِيًّا۔ بچپن میں
وَّحَنَانًا۔ اور نرم دل	مِّنْ لَّدُنَّا۔ ہماری طرف سے	وَزَكٰوةً۔ اور پاکباز	وَكَانَ۔ اور تھا
تَقِيًّا۔ پرہیزگار	وَّبَرًّا۔ اور نیکی کرنے والا	بِوَالِدَيْهِ۔ اپنے ماں باپ سے	وَلَمْ۔ اور نہیں
يَكُنْ۔ تھا	جَبَّارًا۔ سرکش، سختی والا	عَصِيًّا۔ نافرمان	وَسَلٰمٌ۔ اور سلام ہے
عَلَيْهِ۔ اس پر	يَوْمَ۔ جس دن	وُلِدَ۔ پیدا ہوا	وَيَوْمَ۔ اور جس دن
يَمُوْتُ۔ مرے گا	وَيَوْمَ۔ اور جس دن	يُبْعَثُ۔ اٹھایا جائے گا	حَيًّا۔ زندہ کر کے

مختصر تفسیر اردو رکوع اول۔سورۂ مریم۔پ ۱۶

كٓهٰيٰعٓصٓ۔ یہ حروف مقطعات کہلاتے ہیں ان کے متعلق ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ ان کی مراد حقیقی اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا جس ہستی پاک پر یہ کلام پاک نازل ہوا وہ جانتی ہے۔

لیکن معنی تاویلی جسے ہم پہلے اس قسم کی آیتوں کے بیان کر چکے ہیں وہ یہاں بھی بیان کرتے ہیں۔ ورنہ **اللہ اعلم بمرادہ** کہنا ہی صحیح ہے۔

چنانچہ ابن مردویہ کلبی سے راوی ہیں کہ ان سے ان حروف کے معنی دریافت کئے گئے تو انہوں نے ابو صالح سے اور انہوں نے ام ہانی سے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے معنی یہ ہیں: **كَافٍ۔ هَادٍ۔ عالمٌ۔ صَادِقٌ۔ اللہ** کافی۔ ہادی۔ عالم۔ صادق ہے۔

اور اس میں روایات مختلف ہیں چنانچہ ابن عباس نے فرمایا:

کٓ سے مراد کریم ہے اور ہاؔ سے مراد ہادی ہے اور یاؔ سے مراد حکیم ہے اور عینؔ سے مراد عالم ہے اور صٓ سے مراد صادق۔

ایک روایت میں ہے کہ

کٓ سے مراد کبیر ہے ہاؔ سے مراد ہادی۔ الفؔ سے مراد امین ہے اور عٓ سے مراد عزیز صٓ سے مراد صادق ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

وہ قسم ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرمائیں اپنے اسماء حسنیٰ سے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كٓهٰيٰعٓصٓ۔ اور يٰسٓ اور حٰمٓ اور مثل اس کے جہاں جہاں ایسے مقطعات ہیں وہ سب اسماء اعظم ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اور ان سے ذات واجب تعالیٰ شانہ کی موانست حاصل ہوتی ہے۔

چنانچہ عثمان بن سعید الدارمی اور ابن ماجہ ابن جریر میں فاطمہ بنت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ قَالَتْ کَانَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ یَقُوْلُ یَا کٓهٰیٰعٓصٓ اِغْفِرْلِیْ۔

حضرت مولاء کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے اے کٓهٰیٰعٓصٓ مجھے بخش دے۔

سیدنا ابن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کٓهٰیٰعٓصٓ یہ ہجا مقطع ہے۔

کاف سے ملک ہا سے اللہ یا اور عین سے عزیز صاد سے مصور مراد ہے۔

اور محمد بن کعب سے ایسا ہی مروی ہے مگر انہوں نے ص کے متعلق کچھ نہ فرمایا وَقَالَ الصَّادُ مِنَ الصَّمَدِ اور صاد سے مراد صمد لیا۔

بہر حال اس میں جو معنی مضمر ہیں اور جو علم حقیقی ہے اس پر آلوسی بھی یہی فرماتے ہیں:

وَفَوَّضَ الْبَعْضُ عِلْمَ حَقِیْقَتِهٖ ذَالِکَ اِلٰی حَضْرَةِ عَلَّامِ الْغُیُوْبِ۔ اور یہ بحث سورۂ بقرہ کے ابتداء میں گزر چکی وہاں دیکھنی چاہئے۔ آگے ارشاد ہے:

"ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا۔ یہ ذکر ہے تمہارے رب کی اس رحمت کا جو اپنے بندے زکریا پر کی۔"

اور وہ رحمت جو حضرت زکریا علیہ السلام پر کی وہ یہ ہے کہ ان کی دعا فوراً قبول ہوئی اور اس قبولیت پر جب علامت طلب کی تو وہ بھی ظاہر فرمادی جیسا کہ آگے کے مضمون سے ظاہر ہوگا تو وہ رحمت حضرت زکریا علیہ السلام پر کیا ہوئی جبکہ انہوں نے اپنے رب عزوجل کے حضور دعا کی جس کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

"اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ③ جب وہ پکارا اپنے رب کو آہستہ۔"

تاکہ خفا کی وجہ سے ریا بھی نہ رہے اور ایسی دعا اخلاص سے معمور ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نداء خفی میں دعا مانگنا اس وجہ میں تھا کہ اس وقت آپ کی عمر پچھتر سال یا اس سے بھی زائد ہو چکی تھی چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں:

کَانَ سِنُّهٗ حِیْنَئِذٍ سِتِّیْنَ سَنَةً وَقِیْلَ خَمْسًا وَّسِتِّیْنَ وَقِیْلَ سَبْعِیْنَ وَقِیْلَ خَمْسًا وَّسَبْعِیْنَ وَقِیْلَ ثَمَانِیْنَ وَقِیْلَ خَمْسًا وَّثَمَانِیْنَ وَقِیْلَ اِثْنَتَیْنِ وَتِسْعِیْنَ وَقِیْلَ تِسْعًا وَّتِسْعِیْنَ وَقِیْلَ مِائَةً وَّعِشْرِیْنَ ۔ وَهُوَ اَوْفَقُ بِالتَّعْلِیْلِ الْمَذْکُوْرِ۔

آپ کی عمر مبارک میں نو قول ہیں:

"ایک قول ہے کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک ساٹھ سال کی تھی۔

ایک قول ہے کہ پینسٹھ سال کی تھی۔

ایک قول ہے کہ ستر سال کی عمر تھی۔

ایک قول ہے کہ پچھتر سال کی تھی۔

ایک قول ہے کہ اسی سال کی عمر تھی۔

ایک قول ہے کہ پچاسی سال کی تھی۔

ایک قول ہے کہ بانوے سال عمر تھی۔

ایک قول ہے کہ ننانوے سال تھی۔

اور ایک قول ہے کہ ایک سو بیس سال کی عمر تھی یہ زیادہ اوفق معلوم ہوتی ہے۔

تو اس پیرانہ سالی میں اولاد کا طلب کرنا اس امر کا احتمال رکھتا ہے کہ عوام اس پر استہزاء اور ملامت کریں گے تو اس خیال سے بھی آپ نے مخفی طور پر دعا کی۔

ایک قول یہ ہے کہ ضعف پیری سے آپ کی آواز ہی ضعیف ہوگئی تھی۔ کما فی الخازن و المدارک

اس وقت آپ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا جس کا ذکر فرمایا:

''قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىٕكَ رَبِّ شَقِیًّا۔ عرض کی اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی اور سر سے بڑھاپا مشتعل ہوگیا اور نہیں ہوں میں تجھ سے طلب کرنے میں نامراد۔''

یعنی دعا میں آپ نے عرض کیا کہ پیرانہ سالی کا ضعف اپنی غایت کو پہنچ گیا ہے۔ حتیٰ کہ ہڈی جو جسم میں مضبوط عضو ہے اس میں بھی وہن یعنی سستی کمزوری ہوگئی ہے اور بڑھاپے کا رنگ سپید مشتعل ہو چکا ہے۔ یعنی سر سفید ہوگیا ہے۔

لیکن باوجود ان تمام مایوس کن اسباب کے میں تیری بارگاہ سے مایوس ہو کر نامراد نہیں ہو سکتا تو نے میری دعا ہمیشہ قبول کی ہے اور تو نے مجھے مستجاب الدعوات کیا ہے۔

اور اس دعا کی مجھے یوں ضرورت پیش آئی کہ مجھے میرے چچازادوں سے اچھی امید نہیں وہ شر پسند لوگ ہیں اگر میرا ولی قریب مجھے نہ ملا تو خطرہ ہے کہ وہ دین وملت میں میرے بعد رخنہ اندازی کریں گے اس لئے کہ بنی اسرائیل سے ایسا ہی مشاہدہ میں آیا ہے۔ چنانچہ عرض کیا:

''وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ﳓ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا۔ اور مجھے خوف ہے اپنے قرابتیوں سے اپنے بعد اور میری عورت بانجھ ہے تو بخش مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا ولی (جو میرا کام اٹھالے) اور میرا وارث اور اولاد یعقوب کا وارث ہو اور کردے اے میرے رب پسندیدہ''۔

یعنی مجھے اپنے اقربا کا خوف ہے جیسا پہلے بیان ہو چکا اور اسباب ظاہر یہ ہیں کہ میری بیوی بھی عاقرہ یعنی بانجھ ہیں تو اب تو اپنی رحمت اور خزانہ غیب سے ایسی اولاد دے جو میرے علم کی حامل ہو اور تیرے فضل سے اسے رحمت و نبوت عطا ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا مستجاب فرمائی اور فرمایا:

''یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ﹰاسْمُهٗ یَحْیٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا۔ اے زکریا ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحیٰی ہے نہیں کیا اس سے پہلے اس نام والا کوئی۔''

اجابت دعا کا در کھلا اور حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک صاحبزادے کی بشارت ملی اور ان کا نام بھی یحیٰی فرما دیا گیا اور یہ بھی بتادیا کہ یہ نام پہلا ہی نام ہے۔ یحیٰی بھی پہلے نبی ہیں اور اس نام کے یہی ایک نبی ہیں یعنی یحیٰی نام والے یہی ایک ہیں اگرچہ ان سے پہلے بنی اسرائیل میں بڑے بڑے اولوالعزم نبی آچکے ہیں لیکن باعتبار اسم یحیٰی یہی ایک ہیں۔

تو اس بشارت پر آپ نے بارگاہ میں باعتبار ماحول عرض کیا نہ کہ بطریق استبعاد یعنی قدرت الٰہی اپنا کرشمہ قدرت جوانی

دوبارہ عطا فرما کر دکھائے گا۔ یا اسی حالت میں اپنی شان کا مظاہرہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے عرض کیا۔

"قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا۔ عرض کیا اے میرے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا جبکہ میری بیوی عاقرہ یعنی بانجھ ہے اور میں پہنچ چکا کبیر السن ہو کر جانے کی حد کو۔"

عتی پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْعِتِيّ من عَتى يَعْتُوا اَلْيُبْسُ وَالصُّحُوْلُ فِي الْمَفَاصِلِ وَالْعِظَامِ عِتِي۔ عتی یعتو سے خشکی کے معنی میں مستعمل ہے اور مفاصل وعظام کے ڈھیلے ہونے کا مفہوم دیتا ہے۔ گویا یہ عرض کیا کہ الٰہی تیری بشارت صحیح اس لئے کہ تو سچا ہے لیکن ظاہر اسباب کے لحاظ سے مجھے بتا کہ کیسے لڑکا ہوگا جب کہ میں پیرانہ سالی کی وجہ سے نحیف ونزار ہوں اور میری بیوی پہلے ہی سے عاقرہ یعنی بانجھ ہیں تو ارشاد ہو:

"قَالَ كَذٰلِكَ - ذَكَرَ ابْنَهٗ۔ ایسا ہی ہوگا۔"

اور تمہیں دونوں سے لڑکا پیدا فرمانا ہم منظور فرما چکے ہیں اور اس پر تمہیں تعجب بھی نہیں کرنا چاہئے چنانچہ فرمایا جاتا ہے:

"قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا۔ فرمایا تیرے رب نے کہ وہ مجھ پر آسان ہے اور میں نے اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا جب تو کچھ بھی نہ تھا۔"

اور الحق یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس نے معدوم کو موجود کر دیا جو ایک قطرہ سے انسان بنانے ایک خشخاش کے دانہ کے برابر بیج سے زبردست درخت بنا دینے پر قادر ہے اسے پیرانہ سالی باپ اور عقیمہ ماں سے اولاد پیدا کر دینا کیوں دشوار ہو۔ تو اپنے اطمینان قلبی کے لئے عرض کیا:

"قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً۔ الٰہی مجھے کوئی نشانی دے دے۔"

جس سے میں اپنی بیوی کے حاملہ ہونے کو سمجھ لوں اور مطمئن ہو جاؤں۔ تو فرمایا:

"قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا۔ فرمایا تیرے لئے یہ نشان ہے کہ تو تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کر سکے گا بھلا چنگا ہو کر۔" اس سے اس شریعت میں روزہ رکھنا مراد ہے۔

یعنی کسی قسم کے مرض سے نہیں بلکہ تندرست رہتے ہوئے آپ کلام نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ تین رات دن لوگوں سے کلام کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔ البتہ جب ذکر الٰہی عزوجل کرنا چاہتے تو زبان کھل جاتی۔

سَوِيًّا کے معنی آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں حَالٌ مِّنْ فَاعِلِ تُكَلِّمُ مُفِيْدٌ لِكَوْنِ اِنْتِفَاءِ التَّكَلُّمِ بِطَرِيْقِ الْاِعْجَازِ وَخَرْقِ الْعَادَةِ لَا لِاِعْتِقَالِ اللِّسَانِ بِمَرَضٍ اَیْ يَتَعَذَّرُ عَلَيْکَ تَكْلِيْمَهُمْ وَلَا تُطِيْقُهُ حَالَ كَوْنِکَ سَوِيَّ الْخَلْقِ سَلِيْمَ الْجَوَارِحِ مَابِکَ مِنْ شَيْءٍ بُكْمٌ وَلَا خَرَسٌ۔

اعجاز وخرق عادت سے انتفاء تکلم زکریا علیہ السلام تھا اور یہ عدم تکلم کسی مرض یا گونگے پن سے نہ تھا۔ چنانچہ اسی پر جمہور ہیں۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی مروی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ سَوِيًّا عَائِدٌ اِلَى اللَّيَالِيْ اَیْ كَامِلَاتٍ مُّسْتَوِيَاتٍ۔ سویا کے معنی ہیں مکمل تین رات دن کلام نہ کر سکے۔ اس کے بعد

"فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ تو نکلے آپ اپنی قوم پر محراب سے۔"

محراب سے مراد مصلّٰی یعنی جائے عبادت ہے۔

اور ابن زید رحمہ اللہ محراب کے معنی غرفہ یعنی کھڑکی کے کرتے ہیں۔

اور طبری رحمہ اللہ مجلس اشراف بتاتے ہیں۔ یعنی شہ نشین

اور محراب کی اصل بھی عبادت فرما کر وجہ تسمیہ لکھتے ہیں:

اِنَّ الْعَابِدَ کَالْمُحَارِبِ لِلشَّیْطَانِ فِیْہِ۔ " اس لئے کہ عابد محاربہ اور جنگ کرتا ہے شیطان سے اس لئے اسے محراب کہا گیا۔"

بہر حال اس وقت باہر تشریف لائے جب قوم آپ کے ساتھ نماز کے لئے منتظر تھی۔

" فَاَوْحٰٓی اِلَیْھِمْ تو آپ نے انہیں اشارہ سے فرمایا۔"

اَوْحٰی۔ اس جگہ اَوْمَا کے معنی میں ہے یعنی اَوْمَا وَ اَشَارَ۔ آپ نے اشارہ سے حکم دیا کہ

" اَنْ سَبِّحُوْا بُکْرَۃً وَّ عَشِیًّا۔ کہ تم لوگ صبح و شام عبادت کرتے رہو۔"

عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ کَتَبَ عَلٰی وَرَقَۃٍ وَجَاءَ اِطْلَاقُ الْوَحْیِ عَلَی الْکِتَابَۃِ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ۔

" آپ نے لکھ کر حکم دیا اس لئے کہ اَوْحٰی کا اطلاق لکھنے پر بھی آتا ہے۔"

اور سَبِّحُوْا پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ بِالتَّسْبِیْحِ الصَّلٰوۃُ مَجَازًا بِعَلَاقَۃِ الْاِشْتِمَالِ وَھُوَ الْمَرْوِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَتَادَۃَ وَجَمَاعَۃٍ وَبُکْرَۃً وَّعَشِیًّا ظَرْفَا زَمَانٍ لَہٗ۔ بکرۃ وعشیاً ظرف زمانی ہے عبادت کے لئے اور تسبیح سے مراد نماز ہے۔

اور ابن ابی حاتم ابوالعالیہ سے راوی ہیں کہ ھِیَ صَلٰوۃُ الْفَجْرِ وَصَلٰوۃُ الْعَصْرِ کہ وہ فجر کی اور عصر کی نماز تھی۔

اور صاحب تحریر و تحبیر فرماتے ہیں میرے خیال میں اس کے ایک معنی لطیف ہیں وہ یہ کہ تسبیح کے ساتھ تخصیص کے یہ معنی ہیں کہ جب کوئی امر عجیب دیکھتا ہے تو سبحان اللہ۔ سبحان الخالق جل جلالہ کہتا ہے تو جب دیکھا کہ ایک کبیر السن اور عاقرہ سے یہ ولادت ہوئی تو خود حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی تسبیح فرمائی اور لوگوں کو بھی تسبیح کا حکم دیا۔

تو انہیں تسبیح فرمانے کا حکم اس بنا پر ہوا کہ انہوں نے یہ عجیب شان دیکھی۔ اس کے بعد منجانب اللہ ارشاد ہوا۔ جب حضرت یحیٰی پیدا ہو چکے اور کچھ عمر پا گئے تو فرمایا:

" یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ۔ اے یحیٰی کتاب کو قوت سے تھام لو۔"

یعنی توریت۔ ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے۔ اس لئے کہ انجیل اس وقت موجود ہی نہ تھی یا اس سے مراد صحف ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

چنانچہ آپ کو طفولیت میں ہی حکم یعنی حکمت اور فہم و دانائی اور حنان یعنی نرم دل اور زکوٰۃ یعنی طہارت ظاہری و باطنی عطا کی گئی۔ جس کا ذکر آگے ہے۔

" وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ﴿۱۲﴾ وَّ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَکٰوۃً ؕ وَکَانَ تَقِیًّا ﴿۱۳﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَیْہِ وَلَمْ یَکُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا۔ اور دیا ہم نے یحیٰی کو حکمت اور فہم و دانائی بچپن میں ہی اور وَّ حَنَانًا نرم دل اور زَکٰوۃً طہارت ظاہری و باطنی اپنی

رحمت سے اور تھا یحییٰ پرہیزگار اور والدین کے ساتھ بھلائی کرنے والا اور نہ تھا وہ جبار سرکش و نافرمان۔"

یہ اوصاف حمیدہ آیۂ کریمہ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بیان فرمائے گئے جو انہیں ایام طفولیت میں ہی عطا کئے گئے۔ صاحب حکمت، حنان نہایت مہربان رقیق القلب۔ زکوٰۃ ظاہر و باطن میں پاک اور ستھرے تقی۔ پرہیزگار خداترس۔ والدین کے فرمانبردار اور جبار و سرکش نہ تھے۔ عصی نافرمان نہ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ کو فہم و ذکاء اور عبادت نفلی سات سال کی عمر میں حاصل تھی۔

دوسری روایت میں مرفوعاً ہے کہ قَالَ الْغِلْمَانُ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا اِذْهَبْ بِنَا نَلْعَبُ فَقَالَ اَللَّعِبَ خُلِقْنَا اِذْهَبُوْا نُصَلِّيْ۔ "بچوں نے حضرت یحییٰ سے کہا ہمارے ساتھ آؤ تاکہ کھیلیں تو آپ نے فرمایا کیا کھیل کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں چلو نماز پڑھیں۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ اور سلام اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ ہو کر اٹھے گا۔"

پھر اس میں اختلاف ہے کہ آپ کو نبوت کس عمر میں ملی؟ اس پر فرماتے ہیں کہ

اکثر انبیاء کرام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی قَالُوْا اُوْتِيَهَا وَهُوَ ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو نبوت سات سالہ عمر میں ملی۔

یا تین سال کی عمر میں عطا ہوئی۔

یا دو سال کی عمر میں آپ نبی ہوئے۔

پھر اس امر کی تصریح کی گئی کہ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ کے معنی بقول طبری رحمہ اللہ امان ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

يَوْمَ وُلِدَ۔ سے اس امر کی امان کہ شیطان مثل عام بنی آدم وقت ولادت شریک نہ ہو سکا۔

وَيَوْمَ يَمُوْتُ۔ سے وحشت فراق دنیا اور ہول عذاب قبر سے امن مراد ہے۔

وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ سے امن ہول قیامت اور امن عذاب نار مراد ہے۔

علامہ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّ عِيْسٰى وَيَحْيٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اِلْتَقَيَا وَهُمَا اِبْنَا الْخَالَةِ فَقَالَ يَحْيٰى لِعِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اُدْعُ اللّٰهَ تَعَالٰى لِيْ فَاَنْتَ خَيْرٌ مِّنِّيْ فَقَالَ لَهٗ عِيْسٰى بَلْ اَنْتَ اُدْعُ لِيْ فَاَنْتَ خَيْرٌ مِنِّيْ سَلَّمَ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَاِنَّمَا سَلَّمْتُ عَلٰى نَفْسِيْ۔

"حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کی ملاقات ہوئی یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ میرے لئے دعا فرمائیں اس لئے کہ آپ مجھ سے افضل ہیں۔"

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بلکہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ آپ مجھ سے بہتر ہیں آپ پر اللہ نے سلام فرمایا اور میں نے وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ کہہ کر اپنے اوپر خود سلام کیا۔

بہر حال اس سے ہر دو نبیوں علیہما السلام کا اخلاص ظاہر ہے۔
دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام سے عمر میں چھوٹے تھے جس کا مفصل واقعہ آئندہ رکوع میں آرہا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع ۔ سورۂ مریم ۔ پ ۱۶

دربیان ولادت عیسیٰ علیہ السلام

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾
اور ذکر فرمائیں کتاب میں مریم کا جب الگ جگہ اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف گئی۔

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾
تو ان سے ادھر پردہ کر لیا تو بھیجا ہم نے اس کی طرف روح الامین کو۔ تو وہ آدمی کے مثل اس کے سامنے ظاہر ہوا۔

قَالَتْ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾
بولی میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں رحمٰن کی اگر ہے تو خدا سے ڈرنے والا۔

قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾
بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾
بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ نہیں ہاتھ لگایا مجھے کسی آدمی نے اور نہ میں بدکار رہوں۔

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾
کہا ایسا ہی ہے کہا تیرے رب نے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لئے کہ ہم اسے نشانی کریں لوگوں کے لئے اور اپنی رحمت اور یہ کام ہونے والا ہے۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾
تو حاملہ ہو گئیں تو اسے لئے ہوئے ایک دور کی جگہ چلی گئیں۔

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾
تو اسے آ گیا جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں بولی ہائے میں مر گئی ہوتی اس سے پہلے اور ہو جاتی بھولی بسری۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾
تو اسے ہم نے اس کے تلے سے پکارا یہ کہ غم نہ کر بیشک تیرے رب نے تیرے نیچے نہر جاری کی ہے۔

وَ هُزِّيْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾
اور ہلا اپنی طرف جڑ کھجور کی گرائے گی تم پر تازہ پکی کھجوریں۔

فَكُلِیْ وَ اشْرَبِیْ وَ قَرِّیْ عَیْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ۚ ﴿۲۶﴾

تو کھا اور پی اور ٹھنڈی رکھ آنکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے نذر مانی ہے رحمٰن کے لئے روزے کی تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾

تو آئی اسے گود میں لئے قوم میں بولے اے مریم تو بہت بری بات لائی۔

یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ۚۖ ﴿۲۸﴾

اے ہارون کی بہن نہیں تھا تیرا باپ برا آدمی اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔

فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾

تو مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۛؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۙ ﴿۳۰﴾

کہا اس بچے نے میں اللہ کا بندہ ہوں دی ہے اس نے مجھے کتاب اور کیا ہے مجھے نبی غیبی خبر دینے والا۔

وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۪ۖ ﴿۳۱﴾

اور کیا ہے مجھے برکت والا جہاں بھی میں ہوں اور حکم دیا ہے مجھے نماز و زکوٰۃ کا جب تک زندہ رہوں۔

وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾

اور اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کروں اور نہیں کیا مجھے جابر بدبخت۔

وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾

اور سلامتی ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔

ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾

یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا وہ حق بات جس میں شک کرتے ہیں۔

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ؕ ﴿۳۵﴾

نہیں زیبا اللہ کو کہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے پاک ہے وہ جب کسی کام کا حکم فرمائے تو صرف فرماتا ہے اسے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۳۶﴾

اور بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے تو پوجو اسی کو یہ راہ سیدھی ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۳۷﴾

تو مختلف ہوگئیں جماعتیں آپس میں تو خرابی ہے انہیں جو کافر ہوئے ایک بڑے دن کی حاضری سے۔

اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ ۙ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾

کتنا سنیں گے اور کتنا دیکھیں گے جس دن آئیں گے ہمارے حضور مگر ظالم کھلی گمراہی میں ہیں آج کے دن۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾	اور ڈر سناؤ انہیں حسرت والے دن سے جب فیصلہ ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔
31 اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع	بے شک ہم وارث ہیں زمین کے اور جو کچھ اس پر ہے اور وہ ہماری طرف پھریں گے۔

حل لغات دوسرا رکوع - سورۂ مریم - پ ۱۶

وَاذْكُرْ - اور ذکر کر	فِي الْكِتٰبِ - کتاب میں	مَرْيَمَ - مریم کا	اِذِ - جب
اِنْتَبَذَتْ - الگ ہوگئی وہ	مِنْ اَهْلِهَا - اپنے گھر والوں سے		مَكَانًا - جگہ
شَرْقِيًّا - مشرقی میں	فَاتَّخَذَتْ - تو بنالیا اس نے		مِنْ دُوْنِهِمْ - ان کے آگے
حِجَابًا - پردہ	فَاَرْسَلْنَآ - تو بھیجا ہم نے	اِلَيْهَا - اس کی طرف	رُوْحَنَا - اپنی روح کو
فَتَمَثَّلَ - تو شکل اختیار کی اس نے		لَهَا - اس کے لئے	بَشَرًا - آدمی
سَوِيًّا - تندرست کی	قَالَتْ - بولی	اِنِّيْٓ - بے شک میں	اَعُوْذُ - پناہ لیتی ہوں
بِالرَّحْمٰنِ - رحمٰن کی	مِنْكَ - تجھ سے	اِنْ - اگر	كُنْتَ - ہے تو
تَقِيًّا - پرہیزگار	قَالَ - کہا	اِنَّمَآ - سوائے اس کے نہیں	اَنَا - میں
رَسُوْلُ - ایلچی ہوں	رَبِّكِ - تیرے رب کا	لِاَهَبَ - تا کہ دوں میں	لَكِ - تجھے
غُلٰمًا - ایک لڑکا	زَكِيًّا - پاکیزہ	قَالَتْ - بولی	اَنّٰى - کیسے
يَكُوْنُ - ہوگا	لِيْ - میرے ہاں	غُلٰمٌ - لڑکا	وَّلَمْ - اور نہیں
يَمْسَسْنِيْ - چھوا مجھے	بَشَرٌ - کسی آدمی نے	وَّلَمْ - اور نہیں	اَكُ - ہوں میں
بَغِيًّا - بدکار	قَالَ - کہا	كَذٰلِكِ - ایسا ہی	قَالَ - کہا ہے
رَبُّكِ - تیرے رب نے	هُوَ - کہ وہ	عَلَيَّ - مجھ پر	هَيِّنٌ - آسان ہے
وَلِنَجْعَلَهٗٓ - اور تا کہ بنائیں ہم اس کو		اٰيَةً - نشانی	لِّلنَّاسِ - لوگوں کے لئے
وَرَحْمَةً - اور رحمت	مِّنَّا - ہماری طرف	وَكَانَ - اور ہے	اَمْرًا - کام
مَّقْضِيًّا - فیصلہ شدہ	فَحَمَلَتْهُ - تو اٹھایا اس نے اسے		فَانْتَبَذَتْ بِهٖ - تو الگ ہوگئی
اس کے ساتھ	مَكَانًا - جگہ	قَصِيًّا - دور میں	فَاَجَآءَهَا - تو لے آیا اسے
الْمَخَاضُ - جننے کا درد	اِلٰى - طرف	جِذْعِ - تنے	النَّخْلَةِ - کھجور کی
قَالَتْ - بولی	يٰلَيْتَنِيْ - ہائے افسوس	مِتُّ - مرجاتی میں	قَبْلَ - پہلے
هٰذَا - اس سے	وَكُنْتُ - اور ہوجاتی میں	نَسْيًا - بھولی	مَّنْسِيًّا - بھلائی
فَنَادٰىهَا - تو آواز دی اسے	مِنْ تَحْتِهَآ - اس کے نیچے سے	اَلَّا - یہ کہ	تَحْزَنِيْ - نہ غم کھا

قَدْ۔ بیشک	جَعَلَ۔ بنایا ہے	رَبُّكِ۔ تیرے رب نے	تَحْتَكِ۔ تیرے نیچے
سَرِيًّا۔ چشمہ	وَهُزِّيْٓ۔ اور ہلا	اِلَيْكِ۔ اپنی طرف	بِجِذْعِ۔ تنہ
النَّخْلَةِ۔ کھجور کا	تُسٰقِطْ۔ گرائے گی	عَلَيْكِ۔ تجھ پر	رُطَبًا۔ کھجوریں
جَنِيًّا۔ تازہ	فَكُلِيْ۔ تو کھا	وَاشْرَبِيْ۔ اور پی	وَقَرِّيْ۔ اور ٹھنڈی کر
عَيْنًا۔ آنکھ	فَاِمَّا۔ پھر اگر	تَرَيِنَّ۔ تو دیکھے	مِنَ الْبَشَرِ۔ آدمی
اَحَدًا۔ کوئی بھی	فَقُوْلِيْٓ۔ تو کہہ	اِنِّيْ۔ بے شک میں نے	نَذَرْتُ۔ نذر مانی ہے
لِلرَّحْمٰنِ۔ اللہ کے لئے	صَوْمًا۔ روزے کی	فَلَنْ۔ تو کبھی نہ	اُكَلِّمَ۔ بولوں گی میں
الْيَوْمَ۔ آج	اِنْسِيًّا۔ کسی انسان سے	فَاَتَتْ۔ تو لائی	بِهٖ۔ اس کو
قَوْمَهَا۔ اپنی قوم کے پاس	تَحْمِلُهٗ۔ اٹھا کر	قَالُوْا۔ بولے	يٰمَرْيَمُ۔ اے مریم
لَقَدْ۔ بے شک	جِئْتِ۔ لائی تو	شَيْـًٔا۔ چیز	فَرِيًّا۔ بڑی عجیب
يٰٓاُخْتَ۔ اے بہن	هٰرُوْنَ۔ ہارون کی	مَا كَانَ۔ نہیں تھا	اَبُوْكِ۔ تیرا باپ
امْرَاَ۔ آدمی	سَوْءٍ۔ برا	وَّمَا۔ اور نہیں	كَانَتْ۔ تھی
اُمُّكِ۔ تیری ماں	بَغِيًّا۔ بدکار	فَاَشَارَتْ۔ تو اشارہ کیا	اِلَيْهِ۔ اس کی طرف
قَالُوْا۔ بولے	كَيْفَ۔ کیسے	نُكَلِّمُ۔ کلام کریں ہم	مَنْ۔ اس سے جو
كَانَ۔ ہے	فِي الْمَهْدِ۔ پالنے میں	صَبِيًّا۔ بچہ	قَالَ۔ اس نے کہا
اِنِّيْ۔ بے شک میں	عَبْدُ۔ بندہ ہوں	اللّٰهِ۔ اللہ کا	اٰتٰىنِيَ۔ دی اس نے مجھے
الْكِتٰبَ۔ کتاب	وَجَعَلَنِيْ۔ اور بنایا مجھے	نَبِيًّا۔ نبی	وَّجَعَلَنِيْ۔ اور بنایا مجھے
مُبٰرَكًا۔ برکت والا	اَيْنَ مَا۔ جہاں بھی	كُنْتُ۔ ہوں	وَاَوْصٰنِيْ۔ اور حکم دیا اس
نے مجھے	بِالصَّلٰوةِ۔ نماز	وَالزَّكٰوةِ۔ اور زکوٰۃ کا	مَادُمْتُ۔ جب تک رہوں میں
حَيًّا۔ زندہ	وَّبَرًّا۔ اور نیکی کرنے والا	بِوَالِدَتِيْ۔ اپنی ماں سے	وَلَمْ۔ اور نہیں
يَجْعَلْنِيْ۔ بنایا اس نے مجھے	جَبَّارًا۔ سرکش	شَقِيًّا۔ بدبخت	وَالسَّلٰمُ۔ اور سلامتی ہے
عَلَيَّ۔ مجھ پر	يَوْمَ۔ جس دن	وُلِدْتُّ۔ میں پیدا ہوا	وَيَوْمَ۔ اور جس دن
اَمُوْتُ۔ میں مروں گا	وَيَوْمَ۔ اور جس دن	اُبْعَثُ۔ اٹھایا جاؤں	حَيًّا۔ زندہ
ذٰلِكَ۔ یہ ہے	عِيْسَى۔ عیسیٰ	ابْنُ۔ بیٹا	مَرْيَمَ۔ مریم کا
قَوْلَ۔ بات	الْحَقِّ۔ سچی	الَّذِيْ۔ وہ کہ	فِيْهِ۔ اس میں
يَمْتَرُوْنَ۔ شک کرتے ہیں	مَا۔ نہیں	كَانَ۔ ہو	لِلّٰهِ۔ اللہ کی شان
اَنْ۔ یہ کہ	يَّتَّخِذَ۔ بنائے	مِنْ وَّلَدٍ۔ اولاد	سُبْحٰنَهٗ۔ وہ پاک ہے
اِذَا۔ جب	قَضٰٓى۔ فیصلہ کرتا ہے	اَمْرًا۔ کسی کام کا	فَاِنَّمَا۔ تو صرف

یَقُوْلُ۔ کہہ دیتا ہے	لَهٗ۔ اس کو	كُنْ۔ ہو جا	فَيَكُوْنُ۔ تو وہ ہو جاتی ہے
وَ اِنَّ۔ اور بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ ہی	رَبِّيْ۔ میرا رب ہے	وَرَبُّكُمْ۔ اور تمہارا رب بھی
فَاعْبُدُوْهُ۔ تو اسی کو پوجو	هٰذَا۔ یہ	صِرَاطٌ۔ رستہ ہے	مُّسْتَقِيْمٌ۔ سیدھا
فَاخْتَلَفَ۔ تو اختلاف کیا	الْاَحْزَابُ۔ لشکروں نے	مِنْۢ بَيْنِهِمْ۔ ان میں سے	فَوَيْلٌ۔ تو ہلاکت ہے
لِّلَّذِيْنَ۔ ان کے لئے	كَفَرُوْا۔ جو کافر ہیں	مِنْ مَّشْهَدِ۔ حاضر ہونے سے	
يَوْمٍ۔ دن	عَظِيْمٍ۔ بڑے میں	اَسْمِعْ۔ کتنا سنیں گے	بِهِمْ۔ وہ
وَاَبْصِرْ۔ اور کتنا دیکھیں گے	يَوْمَ۔ جس دن	يَاْتُوْنَنَا۔ آئیں گے ہمارے پاس	
لٰكِنِ۔ لیکن	الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالم	الْيَوْمَ۔ آج کے دن	فِيْ ضَلٰلٍ۔ گمراہی
مُّبِيْنٍ۔ ظاہر میں ہیں	وَاَنْذِرْهُمْ۔ اور ڈرا ان کو	يَوْمَ۔ دن	الْحَسْرَةِ۔ حسرت سے
اِذْ۔ جبکہ	قُضِيَ۔ فیصلہ کیا جائے گا	الْاَمْرُ۔ کام کا	وَهُمْ۔ اور وہ
فِيْ غَفْلَةٍ۔ غفلت میں ہیں	وَّهُمْ۔ اور وہ	لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ نہیں ایمان لاتے	اِنَّا۔ بے شک
نَحْنُ۔ ہم	نَرِثُ۔ وارث ہیں	الْاَرْضَ۔ زمین کے	وَمَنْ۔ اور جو
عَلَيْهَا۔ اس پر ہے	وَاِلَيْنَا۔ اور ہماری طرف ہی	يُرْجَعُوْنَ۔ لوٹائے جائیں گے	

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع ۔ سورۂ مریم ۔ پ ۱۶

اس سورۂ مبارکہ میں پہلا تذکرہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کا حال بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا تذکرہ حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت کا ہے۔

تیسرا تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔

چوتھا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔

پانچواں ذکر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ہے۔

اور چھٹا ذکر حضرت ادریس علیہ السلام کا ہے۔

پانچویں رکوع میں ان ناخلفوں کا اعتقاد بیان کیا گیا ہے جو عموماً منکرین حشر ونشر تھے۔

چھٹے رکوع میں بھی انہی کے معتقدات باطلہ کا رد ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت اور ان کے تورع وتقویٰ کی بحث اس سے پہلے رکوع میں بیان ہو چکی ہے۔

اب حضرت مریم علیہا السلام کا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔

اس رکوع میں بیان کو جس شان سے شروع کر کے ختم کیا ہے اس میں قریب قریب تمام حکمتیں مضمر ہیں۔ اور جو جو فتنے ظہور پذیر ہونے والے تھے سب ہی اس میں اشارۃً بیان کر دیا ہے۔

تفسیر رکوع دوم۔ سورۃ مریم۔ پ ۱۶

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ۔ اور بیان فرمائیے (اے محبوب) کتاب میں سے مریم کا قصہ۔"

اس قصہ کا ابتدائی حصہ یہاں نہیں بیان کیا گیا۔ بلکہ سورۂ آل عمران میں اس کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اور اس کی تفسیر اسی جگہ بیان ہو چکی ہے وہاں یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ عمران دو ہیں:

ایک عمران بن یصہر بن ناہث بن لاوی بن یعقوب ہیں یہ تو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے والد ہیں۔

دوسرے عمران بن ماثان ہیں یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم کے والد ہیں اور ان دونوں عمرانوں میں ایک ہزار آٹھ سو برس کا فاصلہ ہے۔

اور اس آیۂ کریمہ میں دوسرے عمران کا ذکر ہے اور ان کی بیوی صاحبہ کا نام حنہ تھا جو فاقوذا کی بیٹی اور حضرت مریم کی والدہ ہیں۔

عمران ثانی کی بیوی حضرت حنہ بڑی نیک تھیں اور حضرت زکریا علیہ السلام کی سالی تھیں انہوں نے نذر مانی تھی کہ یہ جو میرا حمل ہے اگر اس سے لڑکا ہوا تو میں تیری بارگاہ میں نذر کروں گی۔

ایسی نذریں یہود میں قدیم سے مروج تھیں۔

چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد سے پہلے صموئیل علیہ السلام کو بھی ان کی والدہ نے خداعزوجل کے لئے نذر مانا تھا اور حسب دستور عبادت خانہ میں انہیں چڑھا دیا تھا۔

اب منت تو حضرت حنہ نے مان لی لیکن جب لڑکی جنی یعنی حضرت مریم پیدا ہوئیں تو آپ کو افسوس ہوا کہ اب میں لڑکی کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے کیسے چڑھاؤں۔ چنانچہ اسی کا ذکر قرآن کریم میں ہے:

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

"تو جب اسے جنا بولی اے میرے رب یہ تو میں نے لڑکی جنی ہے اور اللہ کو خوب علم ہے جو کچھ وہ جنی اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی جیسا نہیں اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے (اور مریم کے معنی عابدہ ہیں) اور میں انسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے۔"

اس کے یہ معنی ہیں کہ اگرچہ یہ لڑکی ہے مگر فضل الٰہی عزوجل سے یہ فرزند سے زیادہ فضیلت رکھنے والی ہے۔ اور حقیقت بھی یہی تھی اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے اجمل اور افضل تھیں اور اللہ تعالیٰ نے لڑکے کی جگہ حضرت مریم کو ہی قبول فرمالیا چنانچہ ارشاد ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا۔ "تو اسے اللہ نے قبول فرمایا قبول حسن کے ساتھ اور اسے پروان چڑھایا اور حضرت زکریا علیہ السلام کی نگہبانی میں دیا گیا۔" كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا۔ "تو جب زکریا اس کے پاس اس کی عبادت گاہ میں جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے۔" كُلَّمَا

دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا۔ ''کہا زکریا نے اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا تو فرمایا وہ اللہ کے پاس سے ہے۔''

مختصر یہ کہ حضرت حنہ نے کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں احبار کے سامنے رکھ دیا اور احبار حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور بیت المقدس میں ان کا منصب ایسا تھا جیسا کہ کعبہ شریف میں حجبہ کا ہے۔

حضرت مریم ان کے امام اور صاحب قربان کی صاحبزادی تھیں اور ان کا خاندان بنی اسرائیل میں بہت اعلیٰ مرتبہ تھا اور یہ گھرانہ اہل علم کا مسلم تھا۔

یہ احبار ستائیس ہوتے تھے۔ جب حضرت مریم کو اس خاندان سے نذر میں آتے دیکھا سب نے ان کی کفالت کرنے کی رغبت کی۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا میں اس لڑکی کا سب سے زیادہ حقدار ہوں کیونکہ ان کی خالہ میری بیوی ہیں۔ غرضکہ قرعہ اندازی پر فیصلہ ٹھہرا آخرش قرعہ میں بھی حضرت زکریا علیہ السلام کا نام آیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام یعنی حضرت مریم کے خالو نے ان کی پرورش شروع کی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت مریم کی نشوونما ایک دن میں اتنی ہوتی تھی جیسی عام نشوونما ایک سال میں ہو۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے لئے بیت المقدس کے مکانات میں سے ایک مکان علیحدہ تجویز کر دیا اور وقت پر کھانا پانی پہنچانے لگے۔

چنانچہ ایک بار حضرت زکریا علیہ السلام جب ان کے پاس گئے تو دیکھا مریم کے آگے بے فصل کے میوے، بے موسم کے پھل رکھے ہوئے ہیں۔ تعجب سے پوچھا بیٹی یہ کہاں سے تمہیں ملا۔

حضرت مریم نے جواب دیا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ اللہ کی طرف سے یہ آئے ہیں۔

چنانچہ دیکھ کر اسی وقت حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے لئے بھی بے موسمی اولاد کے لئے دعا کی۔ جس کا قصہ بیان ہو چکا۔

آخرش جب حضرت مریم جوان ہو گئیں اور عمر مبارک دس سال یا تیرہ سال ہو گئی جس کے متعلق علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

وَاخْتَلَفُوْا فِیْ سِنِّهَا اِذْ ذَاكَ فَقِيْلَ ثَلَاثَ عَشَرَةَ سَنَةً۔ تیرہ سال کی عمر تھی۔

وَ عَنْ وَهْبٍ وَّ مُجَاهِدٍ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً۔ پندرہ سال کی عمر تھی۔

وَقِيْلَ اَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً۔ چودہ سال کا بھی قول ہے۔

وَ قِيْلَ اِثْنَا عَشَرَ سَنَةً۔ بارہ سال کا بھی قول ہے۔

وَقِيْلَ عَشْرَ سِنِيْنَ۔ اور ایک قول دس سال کا ہے۔

وَقَدْ كَانَتْ حَاضَتْ حَيْضَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ تَحْمِلَ۔ اور حمل سے قبل دو حیض ہو چکے تھے۔

وَ حَكٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْهَيْصَمِ رَئِيْسُ الْهَيْصَمِيَّةِ مِنَ الْكَرَامِيَّةِ اَنَّهَا لَمْ تَكُنْ حَاضَتْ بَعْدُ۔ محمد بن الہیصم طبقہ کرامیہ والے سے حکایت ہے کہ اس کے بعد آپ حائضہ نہیں ہوئیں۔

وَقِيْلَ اِنَّهَا عَلَيْهَا السَّلَامُ لَمْ تَكُنْ تَحِيْضُ اَصْلاً بَلْ كَانَتْ مُطَهَّرَةً مِّنَ الْحَيْضِ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ قطعاً حائضہ نہیں ہوئیں بلکہ آپ حیض سے پاک رہیں۔

"اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا۔ جب الگ ہو گئیں اپنے گھر والوں سے شرقی مکان کی طرف۔"

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَیْ اِعْتَزَلَتْ وَانْفَرَدَتْ مِنْ اَهْلِهَا وَاَتَتْ مَكَاناً شَرْقِيًّا مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ اَوْ مِنْ دَارِهَا لِتَتَخَلّٰى هُنَاكَ لِلْعِبَادَةِ۔ یعنی وہ تنہا ہوئیں اپنے رشتہ والوں سے اور تشریف لائیں شرقی مکان میں بیت المقدس سے یا اپنے گھر سے تاکہ تخلیہ حاصل کریں عبادت کے لئے۔

وَ قِيْلَ قَعَدَتْ فِىْ مَشْرُفَةٍ لِتَغْتَسِلَ مِنَ الْحَيْضِ بِحَجْبَةٍ بِحَائِطٍ اَوْ بِجَبَلٍ عَلٰى مَارُوِىَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَوْ بِثَوْبٍ۔ ایک قول ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے وہ بیٹھیں ایک بلند جگہ تاکہ حیض سے غسل کریں اور دیوار کا پردہ لیں یا پہاڑ کا یا کپڑے کا حجاب بنائیں۔

اور عیسائیوں کا قبلہ بھی اسی وجہ میں ہوا یعنی شرق میں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَى الْبَيْتِ وَالْحَجُّ اِلَيْهِ وَمَا صَرَفَهُمْ عَنْهُ اِلَّا قِيْلُ رَبِّكَ فَانْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا فَلِذَالِكَ صَلُّوْا قِبَلَ مَطْلَعِ الشَّمْسِ۔

اہل کتاب کی نماز بھی اور حج بھی بیت المقدس کی طرف مقرر ہوا اور جس چیز نے انہیں اس طرف سے پھیرا وہ اِنْتِبَاذ مِنْ اَهْلِهَا ہے یعنی تنہائی حاصل کرنا حضرت مریم کا اسی وجہ میں وہ سورج طلوع ہونے کے رخ نماز پڑھتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

"فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔ تو کیا مریم نے ان سے پردہ اور ہم نے بھیجا اس کی طرف اپنا روح القدس کو کہ وہ اس کے سامنے ایک تندرست جوان کی شکل ظاہر ہوا۔"

یہ جبریل امین تھے حضرت مریم ایک اجنبی انسان کو سامنے دیکھ کر گھبرائیں اس لئے کہ آپ نہایت پاک دامن تھیں اور بولیں:

"قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا۔ بولیں میں پناہ مانگتی ہوں رحمٰن کی تجھ سے اگر تو ہے خدا سے ڈرنے والا۔"

تو روح الامین بولے میں صرف مثل بہ بشریت ہوں اور بولا:

"قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ میں تو تمہارے رب کا فرستادہ ہوں تاکہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔"

گویا یہاں یہ بھی بتا دیا کہ اللہ جس سے چاہے بیٹا دلوا دے ولی، غوث، قطب اپنی طاقت سے نہیں دے سکتے مگر اللہ چاہے تو دے سکتے ہیں جس طرح حضرت روح الامین بحکم رب العالمین حاضر ہوئے۔ اور لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا فرمایا۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ بحکم الٰہی عز و جل آنے والا بخشنے کے فعل کو اپنی طرف منسوب کرنے کا مجاز ہے۔

اگرچہ حقیقتاً وہ دینا اس دینے والے کے قبضہ میں ہرگز نہیں مگر جب دینے کی طاقت اللہ تعالیٰ دے دے تو وہ لِاَهَبَ لَكِ کہنے کا مجاز ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں فرمایا گیا۔ آگے ارشاد ہے:

"قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا۔ مریم بولیں میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا اور میں بدکار بھی نہیں۔"

حضرت مریم کو یہ بات سن کر سخت حیرت ہوئی اور فرمایا میرے لڑکا کیونکر ہوسکتا ہے میرا نہ کسی سے نکاح ہوا اور نہ میں بدچلن ہوں۔

بَغِيّ – هِيَ الزَّانِيَةُ الَّتِيْ تَبْتَغِي الرِّجَالَ – بغیّ اس عورت کو کہتے ہیں جو زانیہ ہو اور مردوں کو چاہے۔ قَالَ الْمُبَرِّدُ اَصْلُهٗ بَغُوِيٌّ وَقَالَ ابْنُ الْجُنِّيْ بَغِيٌّ فَعِيْلٌ وَلَمَّا كَانَ الْبِغَاءُ غَالِبًا فِي النِّسَاءِ دُوْنَ الرِّجَالِ۔ بغی عورات زانیہ کو ہی کہتے ہیں مردوں کو نہیں۔ آگے ارشاد ہے:

"قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ (جبریل بولے) یونہی ہے۔ فرمایا ہے تیرے رب نے کہ یہ مجھے آسان ہے اور یہ کہ نشان بنائیں ہم اسے لوگوں کے لئے اور رحمت اپنی طرف سے اور ہو چکا ہے یہ معاملہ طے شدہ۔"

اس آیت میں اس امر کا اظہار فرمایا گیا کہ عیسیٰ بن مریم کے متعلق ان کی امت میں ایک قوم ناصرہ کی رہنے والی نصرانی ہوگئی جو انہیں اس معجزانہ ولادت کی وجہ سے خدا یا خدا کا بیٹا کہنے لگی ان پر ان کا کتم عدم سے منصۂ شہود پر آنا اس امر کی دلیل اور نشانی ہوگی کہ یہ جب مخلوق ہیں تو مخلوق خدا نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم کی تجزی محال ہے اس بنا پر یہ خدا کے بیٹے بھی نہیں ہوسکتے اس لئے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا مانا جائے تو حضرت مریم کو خدا کی بیوی ماننا لازم ہوگا۔ معاذ اللہ

قصیدہ آمالی میں خوب لکھا ہے۔

وَ مُسْتَغْنٍ اِلٰهِيْ عَنْ نِّسَآءٍ . وَ اَوْلَادٍ اِنَاثٍ وَالرِّجَالِ

اور مدعیان کذاب ایسے بھی ہونے والے ہیں جو اپنے کو مسیح موعود کہیں گے ان کے لئے بھی وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ ہم نے لوگوں کے واسطے نشانی رکھ دی ہے کہ مسیح موعود وہ ہے جو صرف والدہ سے متولد ہوا ہے تو جو مدعی کذاب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے اس سے اس نشانی کو پیش کر کے پوچھو کہ تیرا باپ ہے یا نہیں اگر تو باپ اور ماں کے جوڑے سے پیدا ہوا ہے تو مفتری کذاب ہے۔ قرآن کریم نے عیسیٰ علیہ السلام کا محض والدہ سے پیدا کرنا اسی حکمت کے ماتحت منظور فرمایا کہ لوگوں کے لئے قیامت تک نشانی رہے۔

اور ماں باپ سے نکلنے والا دہقانی بادیہ نشین اپنے مراق میں اگر دعویٰ کر بھی بیٹھے تو لوگ سمجھ لیں کہ یہ جھوٹا مفتری مراقی کذاب احمق ہے اور

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ – رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ – اَكْرَمُ الْمُكْرَمِيْنَ۔ سے اول اور آخر باپ والا مسیح موعود ہونے میں اس نشانی کے مقابل نہ آسکے۔ آگے ارشاد ہے:

"فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا۔ تو مریم حاملہ ہوگئیں اور اسے لئے علیحدہ ہوگئیں ایک دور جگہ۔"

تو جبریل نے ان کے گریبان میں دم کر دیا اور وہ حاملہ ہوگئیں۔

تو حضرت مریم وہاں سے چلیں اور لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک مقام پر جا رہیں۔

تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریم کا چچازاد بھائی یوسف حضرت مریم کو معہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بخوف یہود اور ہیرددوس جس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کردیا تھا مصر لے گئے اور ہیرددوس کے مرنے تک وہیں رہے پھر ہیرددوس کے مرنے کے بعد ایک گاؤں ناصرہ آ گئے۔

یہاں کے لوگ آپ کے متبع ہوئے اور انہیں اسی وجہ سے نصرانی کہا جاتا ہے۔

کیونکہ یہاں آپ نے اہل قریہ کو وعظ و پند کرنی شروع کردی تھی اور معجزات بھی پیش کیے جوق در جوق لوگ آنے لگے اور آپ کے حبالۂ بیعت میں داخل ہونے لگے۔

آخرش یہود کو حسد ہوا انہوں نے اس عہد کے حاکم کو کہا یہ قیصر کا باغی ہے۔ چنانچہ آپ کی گرفتاری ہوئی اور سزائے بغاوت پر سولی کا حکم ہوگیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مکر سے محفوظ کیا اور زندہ و سالم آسمان پر اٹھالیا اور سولی پر آپ کی شباہت کا ایک شخص کردیا گیا وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اسی کی طرف ارشاد ہے اسے سولی دے دی گئی۔ اور جناب تعالیٰ شانہ نے فرمادیا:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔ وہ نہ قتل ہوئے نہ سولی دیئے گئے لیکن ایک انہیں میں سے شبہ پر سولی دے دیا گیا اور وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وہ یقیناً قتل نہ ہوئے بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔

آپ کے رفع الی السماء کے بعد حضرت مریم کا انتقال ہوگیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روبرو ہی ہیرددوس کے ظلم سے شہید ہوچکے تھے۔ مختصر بیان کے بعد ارشاد ہے۔

"فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا۔ تو اسے لے آیا جننے کا درد ایک کھجور کے تنہ کی طرف تو بولیں کاش میں اس سے پہلے مرجاتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔"

فَاَجَآءَهَا کی تحقیق یہ ہے۔ فَاَجَاءَ يُقَالُ جَاءَ وَاَجَاءَ لُغَتَانِ بِمَعْنًى وَاحِدٍ اَیْ اَلْجَاءَ هَا وَاضْطَرَّهَا اَلْمَخَاضُ مَصْدَرٌ وَهُوَ بِمَعْنَى الْوَلَادَةِ عِنْدَ الْجَمْهُوْرِ بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَقُرِئَ بِكَسْرِهَا

اَجَاءَ اور جَاءَ دونوں لغت ایک معنی میں مستعمل ہیں اس کے معنی مضطرب کرنے کے ہوتے ہیں۔

مخاض مصدر ہے اور وہ بمعنی ولادت آتا ہے۔ جمہور کے نزدیک اور مخاض بفتح میم ہے اور بکسر میم بھی پڑھا گیا ہے۔

آپ کی مدت حمل میں بھی اختلاف ہے چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَكَذَا اخْتَلَفُوْا فِيْ مُدَّةِ حَمْلِهَا۔ جیسے حیض کے متعلق اختلاف ہے ایسا ہی حمل میں بھی اختلاف ہے۔

فَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهَا تِسْعَةُ اَشْهُرٍ كَمَا فِيْ سَائِرِ النِّسَاءِ۔ بقول ابن عباس نو مہینہ بعد وضع ہوا جیسا کہ عام عورتوں کا ہوتا ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى عَنْهُ اَنَّهَا كَانَتْ سَاعَةً وَاحِدَةً كَمَا حَمَلَتْهُ نَبَذَتْهُ۔ ایک روایت ہے کہ حمل اور وضع حمل میں ایک گھنٹہ گزرا۔

اس پر یہ دلیل بھی پیش کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ فَاِنَّهٗ ظَاهِرٌ فِيْ اَنَّهٗ

عَزَّوَجَلَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ فَلَا يُتَصَوَّرُ فِيْهِ مُدَّةُ الْحَمْلِ۔ عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک مثل آدم کے ہے اسے مٹی سے پیدا کیا اور کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی فرمایا ہو جا تو وہ ہو گئے اس میں مدت حمل متصور نہیں ہو سکتی۔

اس کے علاوہ اور بھی اختلافی قول ہیں۔

عطا ابو العالیہ اور ضحاک رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ سات مہینہ مدت حمل رہی۔

ایک قول ہے چھ ماہ مدت رہی۔

اور ایک قول وہی ہے کہ حَمَلَتْهُ فِيْ سَاعَةٍ وَّوَضَعَتْهُ فِيْ سَاعَةٍ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ مِنْ يَوْمِهَا۔ ایک ساعت میں حمل ہوا اور ایک ساعت میں صورت بنی اور ایک ساعت میں وضع حمل ہوا جبکہ سورج ڈھل رہا تھا ایک ہی دن میں۔

بہر حال قرآن کریم آپ کے حمل وولادت کو معجزانہ صورت میں خارق عادت دکھا رہا ہے اس بنا پر حمل ووضع علی الفور ہی تسلیم کرنا سیاق مضمون کے مقتضا کے تحت صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اور یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کلام الٰہی میں آیت کا اطلاق اس جگہ عموماً فرمایا گیا ہے جہاں محض اظہار قدرت کاملہ مقصود ہو اور اسباب ظاہری کے علاوہ جب کوئی امر دکھایا گیا ہو۔ چنانچہ اصحاب کہف کے کہف پر ناقۂ صالح علیہ السلام پر یا ولادت عیسیٰ علیہ السلام پر۔

پھر آدم علیہ السلام سے مسیح علیہ السلام کو تشبیہ دینا اسی وجہ میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بغیر ماں باپ پیدا ہوئے اور یہ بغیر باپ تو ان کی ولادت بھی معجزانہ انداز پر ہی ہوئی ہوگی۔ عام طریقہ عادیہ سے مختلف ہونی ضروری ہے کیونکہ لِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ فرمایا گیا ہے۔

"فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا۔ تو آواز دی (فرشتہ نے) کہ گھبراؤ نہیں کر دی ہے تمہارے رب نے تمہارے نیچے نہر یا چشمہ۔"

سَرِيًّا۔ اَلسَّرِيُّ - النَّهْرُ الصَّغِيْرُ وَالْجَدْوَلُ لِاَنَّ الْمَاءَ يَسْرِيْ فِيْهَا۔ سری، چھوٹی نہر کو اور جدول کو کہتے ہیں اس لئے کہ پانی اس پر چلتا ہے۔

یہ بھی ایک آیت آیات الٰہی سے تھی کہ جنگل میں چشمہ جاری فرما کر منگل فرما دیا اور فرمایا۔

"وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا۔ اور جھکاؤ اپنی طرف ڈالی کھجور کی گرائے گی تم پر تازہ کھجور تو کھاؤ اور پیو اور آنکھ ٹھنڈی کرو۔"

وَالْهَزُّ تَحْرِيْكٌ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا۔ عربی میں ہز دائیں بائیں ہلانے کو کہتے ہیں۔

رطب۔ جنی تازہ پکی کھجور کو کہتے ہیں۔ رطب تازہ، جنی، صالح، عمدہ کے معنی میں آتا ہے۔

وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ۔ اَيْ مَا يَسُرُّ النَّفْسَ سَكَنَتْ اِلَيْهِ مِنَ النَّظَرِ۔ جب دیکھے تو اس سے دل خوش ہو اور آنکھوں میں سکون آئے اور یہ اولاد پر مستعمل ہوتا ہے جیسے قرۃ العین بیٹے کو کہتے ہیں۔

اس میں حضرت مریم کو تسکین دی گئی ہے جو ایسی ولادت سے آپ محزون ہوئی تھیں اس کا ازالہ کیا گیا۔ اب آگے اس

خطرہ کا ازالہ کیا گیا ہے جو قوم دیکھ کر کہتی۔ چنانچہ فرمایا:

''فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا۔ تو اگر تو کسی آدمی کو دیکھے اور وہ اس بچے کے متعلق دریافت کرے تو کہہ دینا میں نے آج نذر مانی ہے روزے کی اللہ کے لئے تو آج کے دن میں ہرگز کسی سے بات نہ کروں گی۔

عہد موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام میں بولنے اور کلام کرنے کا بھی روزہ ہوتا تھا۔ ہماری شریعت میں کھانے پینے اور مجامعت کرنے کا روزہ ہے اور بولنے اور کلام کرنے کا روزہ منسوخ ہو گیا اور حضرت مریم کو سکوت کی نذر ماننے کا اس لئے حکم دیا گیا تا کہ ایک نشانی یہ بھی معجزانہ ظاہر ہو جائے کہ شیر خوارگی میں کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں۔

آپ کے بعد جو اپنے کو مسیح موعود کہے وہ اپنی پیدائش کے بعد مہد مادر میں کلام کرنے کی شہادت بھی پیش کرے اور جو ایام رضاعت میں عام بچوں کی کیفیت میں رہا ہو وہ اپنے دعویٰ میں مسیح کذاب ہے وہ اس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور اس کے متبع متبعین کذاب ہی ہو سکتے ہیں۔

دوسری یہ حکمت بھی تھی کہ مہد مادر میں خود کلام فرمانے سے حجت قویہ قائم ہو جائے اور جو تہمت حضرت مریم علیہا السلام پر لگانے والے لگا رہے تھے اس کا ازالہ ہو جائے۔

چنانچہ آپ نے قوم کو اشارے سے فرمایا دیا کہ میں کلام نہیں کروں گی۔ اس لئے کہ میں نے اللہ کے لئے روزہ کی نیت کر رکھی ہے۔

اس کے بعد کیا ہوا وہ ارشاد ہے:

''فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ۝۲۷ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا۔ تو لائیں اسے قوم کے سامنے گود میں لے کر بولے اے مریم بے شک تم بہت بری بات لائیں اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور تیری ماں بھی بدچلن نہ تھی۔''

جب لوگوں نے حضرت مریم کی گود میں بچہ دیکھا تو روئے اور نہایت غمگین ہوئے کیونکہ حضرت مریم صالحین کے گھرانہ سے تھیں اور ہارون یہ نام یا تو حضرت مریم کے بھائی کا ہے یا بنی اسرائیل میں کوئی نہایت بزرگ اور صالح تھا جس کے تقویٰ اور پرہیزگاری سے تشبیہ دینے کے لئے ان لوگوں نے حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہا۔

یا حضرت ہارون موسیٰ علیہ السلام کے بھائی کی طرف نسبت کی۔ مگر یہ محض بنی اسرائیل ہونے کی وجہ میں نسبت ہو سکتی ہے اس لئے کہ ان کا زمانہ بہت بعید ہے۔ ان میں اور ان میں ہزار برس کا فرق ہے مگر چونکہ انہی کی نسل سے حضرت مریم تھیں۔ اس وجہ میں اخت ہارون کہہ دیا جیسا عرب کا محاورہ ہے کہ بنی تمیم کو اخا تمیم کہتے ہیں۔ چاند کو ابن اللیل بولتے ہیں۔ مسافر کو ابن السبیل۔ اخ العرب عرب برادری کو بولتے ہیں اور اخا ہمدان۔

اور بغی کے معنی زانیہ کے ہیں اور فریاً کے معنی عجیب کے ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

''فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا۔ تو مریم نے ادھر اشارہ کر دیا بولے ہم کیسے اس سے بات کریں جو پالنے میں بچہ ہے۔''

جب حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو ان سے پوچھو تو اس پر قوم کے لوگوں کو غصہ آیا اور کہنے لگے کہ ہم اس بچہ سے کیسے بات کریں جو مہد یعنی گود میں شیر خوار ہے اور مہد و سریر اس کو بھی کہتے ہیں جس پر بچہ لٹایا جائے اور طفل رضیع یا شیر خوار سے کلام کرنا امور عادیہ کے خلاف ہے اس لئے انہوں نے استبعاد عقلی مانا اور اس جواب سے تعجب میں رہ گئے۔ لیکن یہ بھی معجزانہ شان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی کہ آپ نے دودھ پینا چھوڑا اور اپنے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر قوم کی طرف بہ انداز خطیبانہ داہنے دست مبارک سے اشارہ فرماتے ہوئے اس طرح کلام شروع فرمایا حیث قال اللہ تبارک و تعالیٰ۔

"قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۛ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۙ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا۔ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا اور اس نے مجھے برکت والا کیا میں کہیں بھی ہوں اور مجھے تاکید کی ہے نماز اور زکوٰۃ کی جب تک جیوں اور اپنی ماں سے حسن سلوک کرنے والا رہوں اور نہیں کیا مجھے سخت بدبخت جابر۔"

اس کلام سے قوم کی نظر میں حضرت مریم بری ہو گئیں اور آپ کی طہارت کا یقین ہو گیا یہ فرما کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاموش ہو گئے اور پھر کلام نہ فرمایا حتیٰ کہ آپ اس عمر کو پہنچے جس میں بچے بولنے لگتے ہیں (خازن)۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں:

رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانَ یَرْضَعُ فَلَمَّا سَمِعَ مَا قَالُوْا تَرَكَ الرَّضَاعَ وَاَقْبَلَ عَلَیْهِمْ بِوَجْهِهٖ وَ اتَّكَاَ عَلٰی یَسَارِهٖ فَقَالَ مَا قَالَ۔ آپ دودھ پی رہے تھے جب آپ نے سنا جو انہوں نے کہا تو آپ نے چھاتیاں چھوڑیں اور قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی بائیں طرف تکیہ لگا کر فرمایا جو مذکور ہو چکا۔

اسی روایت میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب بولنا چاہا تو سب سے اول اپنی عبودیت ظاہر کی اور یہ سالکین مسالک کے مقامات کا مقتضی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے بولنے میں اس امر کا رد تھا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کی ربوبیت کا گمان کرتا ہے اور جو حضرت مریم کو متہم کرتا ہے انہیں واضح کر دیا جائے کہ جسے اللہ تعالیٰ اپنا رسول چنے وہ مطہر و اطہر اور معصوم ہوتا ہے۔ اور یہ کلام فرمانا مسلمان سے ہے کہ اس کے ذریعہ شان مریم علیہا السلام ظاہر ہوئی۔ (روح المعانی)

آپ کی تواضع وانکسار کی یہ شان تھی کہ یَاْكُلُ الشَّجَرَ وَیَلْبَسُ الشَّعْرَ وَیَجْلِسُ عَلَی التُّرَابِ وَلَمْ یَتَّخِذْ مَسْكَنًا وَكَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ سَلُوْنِیْ فَاِنِّیْ لَیِّنُ الْقَلْبِ صَغِیْرٌ فِیْ نَفْسِیْ۔ درخت سے نوش فرماتے تھے کملی پہنتے تھے زمین پر بیٹھتے آپ نے کوئی مکان نہ بنایا اس پر یہ غنیٰ تھا کہ آپ فرمایا کرتے مانگو مجھ سے کہ میں نرم دل صغیر سنی سے ہوں۔

"وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔ اور سلامتی ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔"

گویا یہ بتایا گیا ہے کہ جس ہستی کو یہود ساحر کذاب کہتے ہیں (معاذ اللہ) اور نصاریٰ خدا اور خدا کا بیٹا اور بعض ثالث

مانتے رہے ہیں وہ ولادت سے وفات اور بعثت تک صاحب برکت اللہ عزوجل کے مقرب بندے اور مخلوق ہیں۔ آگے ارشاد ہوتا ہے:

"ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ

یہ ہیں عیسیٰ مریم کے صاحبزادے اس سچی بات میں شک کرتے ہیں۔ اللہ کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بچہ بنائے۔ پاکی ہے اس کو جب کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو یہ کہ اسے فرماتا ہے ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتی ہے اور (فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے) بیشک اللہ میرا رب اور تمہارا رب ہے تو اسی کو پوجو یہ راہ سیدھی ہے۔"

اب ارشاد ہوا کہ یہ ہیں وہ عیسیٰ علیہ السلام جن کے متعلق یہودی کیا کیا بکتے ہیں اور نصرانی کیا کیا کہہ رہے ہیں اور سچ بات میں شک کر کے مذبذب ہو رہے ہیں اور ابنیت ماں کی طرف منسوب کر کے یہ بھی بتا دیا کہ یہ ابن مریم ہیں وَ اَطْلَقَهٗ عَلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَعْنَى اَنَّهٗ خُلِقَ بِقَوْلِ كُنْ فَيَكُوْنُ مِنْ غَيْرِ اَب۔ ابن مریم کا اطلاق کر کے واضح کر دیا کہ وہ حکم کن سے پیدا ہوئے بلا باپ کے۔

جس میں تم افتراء کر رہے ہو۔ یمترون کے معنیٰ اَیْ یَشُکُّوْنَ اَوْیُنَازِعُوْنَ فَیَقُوْلُ الْیَھُوْدُ ھُوَ سَاحِرٌ وَ حَاشَاہُ وَ یَقُوْلُ النَّصَارٰی ابْنُ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ۔ شک کرتے ہیں آپس میں جھگڑتے ہیں یہودی کہتے ہیں وہ ساحر ہیں معاذ اللہ اور نصاریٰ ابن اللہ کہتے ہیں حالانکہ ایسی صفتوں سے اللہ عزوجل بلند ہے۔

پھر خود ہی جواب دیا کہ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ لائق ہی نہیں کہ کسی کو بیٹا مانے وہ ایسی باتوں سے پاک ہے وہ جب حکم کرتا ہے کسی بات کا تو یہی فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔

اب عیسیٰ علیہ السلام کا قول بیان ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

"بیشک اللہ میرا رب اور تمہارا رب ہے۔"

ایک قول ہے کہ یہ مخاطبہ سید المخاطبین سے ہے یعنی ارشاد ہے قُلْ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔ اے محبوب اعلان فرما دیجئے کہ میرا تمہارا رب ایک اللہ ہے۔ اسی کو پوجو یہ سیدھا راستہ ہے: جس پر چلنے والا گمراہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد اختلاف کا تذکرہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔

"فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ تو جماعتیں آپس میں مختلف ہو گئیں تو خرابی ہے کافروں کے لئے بڑے دن کی حاضری سے۔"

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں نصاریٰ کے اندر کئی فرقے ہو گئے۔

ایک یعقوبیہ ہے جو کہتا ہے کہ عیسیٰ ہی خدا ہے جو زمین پر اترا اور پھر آسمان پر چڑھ گیا۔

ایک نسطوریہ ہے ان کا قول ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اللہ نے جب تک چاہا زمین پر رکھا جب چاہا اٹھا لیا۔

اور انہیں میں ایک فرقہ ملکانیہ ہے جو کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے مخلوق ہیں نبی ہیں۔ یہ آج کل نہیں ہیں یہ موحد و مومن

تھے۔(مدارک)

اور مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ سے مراد قیامت کا دن ہے۔اس کے بعد ارشاد ہے:

"اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ۔

کہاں تک سنیں گے اور کتنا دیکھیں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے مگر آج کے دن ظالم کھلی گمراہی میں ہیں اور انہیں ڈر سنایئے حسرت والے دن کا جب سب کام کا فیصلہ ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے بے شک ہم مالک ہیں زمین اور اس کے اوپر کی ہر چیز کے اور وہ ہماری ہی طرف پھیرے جائیں گے۔"

اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ ۔ پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ تَعْجِيْبٌ مِنْ حِدَّةِ سَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ يَوْمَئِذٍ وَ مَعْنَاهُ اِسْمَاعُهُمْ وَ اِبْصَارُهُمْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لِلْحِسَابِ وَالْجَزَاءِ اَیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ یہ ان کی گرمی سماعت و بصارت پر تعجب کے طور پر ارشاد ہے۔آج اس کے معنی اسماع و ابصار کے ہیں۔یعنی اس دن سن لیں گے جب حساب روز جزا کے لئے قیامت کو آئیں گے۔

اور بعض نے کہا اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ معناً دونوں تعجب کے صیغہ ہیں جو لفظاً امر کے صیغہ ہیں یعنی مَا اَسْمَعَهُمْ وَمَا اَبْصَرَهُمْ بِهِمْ یعنی آپ کتنا سنائیں گے اور کتنا دکھائیں گے قیامت کے دن انہیں سب نظر آجائے گا۔

تو فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ فرما کر اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ اس لئے فرمایا کہ منکروں کو بڑے دن یعنی قیامت کی حاضری میں بڑی تباہی ہے۔اس دن ان کی وہ آنکھیں جو آج اندھی ہیں اور وہ کان جو آج بہرے ہیں یہاں تو ان کے ظاہر و باطن سب اندھے بہرے ہیں۔

اس دن خوب آنکھیں بھی کھل جائیں گی اور کان بھی۔وہاں دیکھ کر حسرت ہی حسرت ہوگی۔

چنانچہ یہی مضمون سورۂ ق میں بھی ہے لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۔ بے شک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے۔"وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ۔انہیں اے محبوب ڈراؤ حسرت کے دن سے۔"یوم حسرت کی مزید توضیح فرمائی گئی۔ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ جب سب کام کا فیصلہ ہو چکا ہوگا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔"

کہ یکایک ان کے لئے عذاب کا حکم دیا جائے گا اس لئے کہ دنیا میں غفلت میں رہ کر جب عذاب سے چونک پڑیں گے تو وہ ان کے لئے یوم حسرت ہوگا۔

آخر فیصلہ فرمایا جاتا ہے۔

"اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ۔ بیشک ہم وارث ہیں زمین کے اور جو اس پر ہے اور ہماری طرف ہی سب کو پلٹنا ہے۔"

چنانچہ حدیث میں ہے کہ انسان اپنی آرزوؤں کو پورا کرنے میں محو ہوتا ہے کہ یکایک اجل آجاتی ہے تو اسے حسرت

ہوتی ہے اور کہتا ہے لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ کیوں نہ مؤخر کیا مجھے ایک تھوڑی مدت کو کہ میں صدقہ دیتا تو صبر کی تصدیق کرتا اور نیکوں میں ہو جاتا۔

بہر حال دنیا میں دنیادار جو کچھ دنیا سے حاصل کرتا ہے سب یہیں رہ جاتا ہے اور وارث حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع - سورۂ مریم - پ ۱۶

وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ۝۴۱

اور ذکر فرمایئے کتاب میں ابراہیم کا بے شک وہ صدیق تھا نبی غیب کی خبریں بتاتا۔

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْــٴًـا ۝۴۲

جب کہا اس نے اپنے باپ سے اے میرے باپ کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو سنے نہ دیکھے اور کچھ تیرے کام نہ آئے۔

یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا ۝۴۳

اے میرے باپ بیشک آیا میرے پاس وہ علم جو نہیں آیا تجھے تو تو میری اتباع کر میں ہدایت کروں گا تجھے سیدھے راستے کی۔

یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا ۝۴۴

اے میرے باپ نہ پوج شیطان کو بیشک شیطان ہے رحمٰن کا نافرمان۔

یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا ۝۴۵

اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں اس سے کہ پہنچے تجھے رحمٰن کا عذاب تو تو ہو جائے شیطان کا رفیق۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَىٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ۝۴۶

بولا اس کا باپ کیا تو میرے خداؤں سے تنفر کرتا ہے اے ابراہیم بے شک اگر تو باز نہ آیا تو خود تجھ پر پتھراؤ کروں گا اور مجھ سے ایک زمانہ کے لئے علیحدہ ہو جا۔

قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ۝۴۷

فرمایا ابراہیم نے بس اب سلام ہے تجھے قریب ہے کہ میں تیرے لئے اپنے رب سے بخشش مانگوں بیشک وہ مجھ پر مہربان ہے۔

وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ ۫ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ۝۴۸

اور میں کنارہ کش ہو جاؤں گا تم سے اور جس کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اور میں اپنے رب کو پوجوں گا قریب ہے کہ میں نہ بنوں اپنے رب کی پوجا سے بدبخت۔

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ۝۴۹

تو جب کنارہ کش ہوا ان سے اور جنہیں وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا تو ہم نے اسے اسحاق و یعقوب دیئے اور ہر ایک کو کیا ہم نے نبی غیب بتانے والا۔

وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾

اور ہم نے بخشی انہیں اپنی رحمت اور کی ان کے لئے سچی ناموری اور بلندی

حل لغات تیسرا رکوع ۔ سورۂ مریم ۔ پ ۱۶

وَاذْكُرْ۔اور ذکر کرو	فِي الْكِتٰبِ۔کتاب میں	اِبْرٰهِيْمَ۔ابراہیم کا	اِنَّهٗ۔بے شک وہ
كَانَ۔تھا	صِدِّيْقًا۔صدیق	نَّبِيًّا۔نبی	اِذْ۔جب
قَالَ۔کہا	لِاَبِيْهِ۔اپنے باپ سے	يٰۤاَبَتِ۔اے میرے باپ	لِمَ۔کیوں
تَعْبُدُ۔پوجتا ہے تو	مَا لَا۔اس کو کہ نہ	يَسْمَعُ۔سنے	وَلَا۔اور نہ
يُبْصِرُ۔دیکھے	وَلَا۔اور نہ	يُغْنِيْ۔کام آئے	عَنْكَ۔تیرے
شَيْـًٔا۔کچھ بھی	يٰۤاَبَتِ۔اے میرے باپ	اِنِّيْ۔بیشک	قَدْ۔یقیناً
جَآءَنِيْ۔آیا میرے پاس	مِنَ الْعِلْمِ۔وہ علم	مَا لَمْ۔جو نہیں	يَاْتِكَ۔آیا تیرے پاس
فَاتَّبِعْنِيْٓ۔تو تو پیروی کر میری	اَهْدِكَ۔دکھاؤں گا میں تجھے	صِرَاطًا۔راستہ	سَوِيًّا۔سیدھا
يٰۤاَبَتِ۔اے میرے باپ	لَا تَعْبُدِ۔نہ پوجا کر	الشَّيْطٰنَ۔شیطان کی	اِنَّ۔بے شک
الشَّيْطٰنَ۔شیطان	كَانَ۔ہے	لِلرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کا	عَصِيًّا۔نافرمان
يٰۤاَبَتِ۔اے میرے باپ	اِنِّيْۤ۔میں	اَخَافُ۔ڈرتا ہوں	اَنْ۔یہ کہ
يَّمَسَّكَ۔پہنچے تجھ کو	عَذَابٌ۔عذاب	مِّنَ الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن سے	فَتَكُوْنَ۔تو ہو جائے تو
لِلشَّيْطٰنِ۔شیطان کا	وَلِيًّا۔ساتھی	قَالَ۔بولا	اَرَاغِبٌ۔کیا تو منہ پھیرتا ہے
اَنْتَ۔خود آپ	عَنْ اٰلِهَتِيْ۔میرے خداؤں سے		يٰۤاِ۔اے
اِبْرٰهِيْمُ۔ابراہیم	لَئِنْ۔اگر	لَّمْ۔نہ	تَنْتَهِ۔باز آیا تو
لَاَرْجُمَنَّكَ۔تو میں پتھراؤ کروں گا تجھ پر		وَاهْجُرْنِيْ۔اور چھوڑ مجھے	مَلِيًّا۔ایک مدت
قَالَ۔کہا	سَلٰمٌ۔سلام ہو	عَلَيْكَ۔تجھ پر	سَاَسْتَغْفِرُ۔جلدی بخشش
مانگوں گا میں	لَكَ۔تیرے لئے	رَبِّيْ۔اپنے رب سے	اِنَّهٗ۔بے شک وہ
كَانَ۔ہو	بِيْ۔مجھ پر	حَفِيًّا۔مہربان	وَ۔اور
اَعْتَزِلُكُمْ۔میں چھوڑ دوں گا تم کو		وَمَا۔اور ان کو	تَدْعُوْنَ۔جو پکارتے ہو
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔اللہ کے سوا	وَاَدْعُوْا۔اور میں پکاروں گا	رَبِّيْ۔اپنے رب کو	عَسٰۤى۔قریب ہے
اَلَّاۤ۔یہ کہ	اَكُوْنَ۔نہ ہوں میں	بِدُعَآءِ۔ساتھ پکار	رَبِّيْ۔اپنے رب کے
شَقِيًّا۔بدبخت	فَلَمَّا۔پھر جب	اعْتَزَلَهُمْ۔چھوڑ دیا ان کو	وَمَا۔اور جس کی
يَعْبُدُوْنَ۔وہ پوجا کرتے تھے		مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔اللہ کے سوا تو	وَهَبْنَا۔عطا کیا ہم نے

ہو جاتا ہوں۔

اور حَفِيًّا پر کہتے ہیں قَالَ الْكِسَائِيُّ حَفِي بِي حَفَايَةً اَیْ اِعْتَنٰی بِيْ وَ بَالَغَ فِيَّ وَ قَدْ يَجِيْئُ بِمَعْنَى الْمُسْتَفْنِيْ فِي السُّوَالِ وَ مِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى كَانَ بِيْ حَفِيًّا۔

اب تفسیر آیات عرض ہے۔

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا۔ اور ذکر فرمائیں کتاب میں ابراہیم کا بے شک وہ صدیق نبی غیب کی خبریں بتانے والا تھا۔"

یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا تذکرہ قرآن کریم میں سے انہیں سنایئے وہ صدیق اور نبی تھے۔

صدیق کے معنی کثیر الصدق بھی ہیں اور مفسرین کے نزدیک کثیر التصدیق مراد ہے۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت اور اس کے انبیاء و رسل علیہم السلام اور بعث بعد الموت کی تصدیق کرے اور احکام الٰہی بجالائے وہ صدیق ہے۔

اور نبی۔ نبأ سے مشتق ہے جو خبر کے معنی میں مستعمل ہے جیسے عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ وغیرہ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

تو نبی کے معنی خبر دینے والا ہوئے اور خبر مفید للخبر وہی ہے جو سامع سے غائب ہو جس سے سامع بے خبر ہو تو وہ یقیناً سامع سے غیب میں ہوئی تو نبیا کے معنی یقیناً یہ ہوئے کہ غیب کی خبر بتانے والا۔ جنت، دوزخ، حور، غلمان، حشر، نشر، عذاب قبر، قیامت، مدارج جنت، قبض روح، درود ملائکہ و نزول کرام کاتبین یہ سب غیب ہیں ان کی خبریں نبی کے ہی ذریعہ ہم تک پہنچیں۔ بنابرایں نبی کے معنی وہ صحیح ہیں جو ہم نے بیان کئے۔ اس کے بعد چار باتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیان فرمائیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْــٴًـا۔ جب کہا اپنے باپ سے اے میرے باپ کیوں اس چیز کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے۔"

یہ پہلی ہدایت ہے جو آپ نے آزر کو فرمائی اس میں عقلی دلیل سے واضح کیا کہ پوجا اس کی کرنی چاہئے جو سننے والا سمیع ہو اور دیکھنے والا بصیر ہو اور اس کے پکارنے اور اس سے مانگنے میں وہ دینے والا اور دعا قبول کرنے والا ہو۔

اور یہ حقیقت بھی ہے کہ عبادت، معبود کی غایت تعظیم ہے اس کا وہی مستحق ہو سکتا ہے جو اوصاف کمال اور ولی نعم ہو نہ کہ بت جیسی ناکارہ مخلوق۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی واحد ہے اور وہی لاشریک لہ ہے اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں۔

دوسری ہدایت یہ فرمائی:

"يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا۔ اے میرے باپ بے شک میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا تو تجھے میرے پیچھے چلنا چاہئے تاکہ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں۔"

آپ نے فرمایا مجھے معرفت الٰہی حاصل ہے تو میرا اتباع کر اور میرا دین قبول کر جس سے تو قرب الٰہی حاصل کر کے منزل مقصود تک پہنچ سکے۔

تیسری ہدایت یہ فرمائی:

لَہٗ۔اس کو	اِسْحٰقَ۔اسحاق	وَيَعْقُوْبَ۔اور یعقوب	وَكُلًّا۔اور ہرایک کو
جَعَلْنَا۔بنایا ہم نے	نَبِيًّا۔نبی	وَوَهَبْنَا۔اور دی ہم نے	لَهُمْ۔ان کو
مِّنْ رَّحْمَتِنَا۔اپنی رحمت سے		وَجَعَلْنَا۔اور بنائی ہم نے	لَهُمْ۔ان کے لئے
لِسَانَ۔زبان	صِدْقٍ۔سچی	عَلِيًّا۔بلند	

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع۔سورۃ مریم۔پ ۱۶

اس رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے جس میں ان کی ثابت قدمی اور خدا پرستی کا نقشہ دکھایا ہے جبکہ آپ ابتداء شباب ہی سے بت پرستی سے متنفر تھے اور اپنے باپ کو بھی اس سے منع فرماتے تھے۔حتیٰ کہ جب باپ نہ مانے تو آپ نے حِسبۃً للہ اپنے شفیق باپ کی مرافقت ترک کردی اگرچہ محبت پدری کے ماتحت آپ نے اس کے لئے استغفار کی اور وعدہ کیا کہ میں تیرے لئے دعا ضرور کروں گا۔

پھر مہاجرت فرمائی اس حق پرستی اور محبت الٰہی عزوجل کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسحاق علیہ السلام جیسا فرزند عطا فرمایا اور اسحاق علیہ السلام سے یعقوب علیہ السلام جیسا پوتا بخشا۔علاوہ برایں اور بہت سی صفتوں سے نوازا۔

لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا کا منصب بھی بخشا تاکہ لوگ آپ کی صفت وثنا کرتے رہیں اور لسان صدق اور ثناء حسن اور ذکر جمیل یہ سب زبان سے متعلق ہیں اسی وجہ میں لِسَانَ صِدْقٍ فرمایا۔

اور آپ کی دعا بھی۔ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا تھی۔چنانچہ وہی آپ کو ملی۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج تک تخمیناً دوثلث سے زیادہ بنی آدم آپ کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔

یہودی عیسائی بھی آپ علیہ السلام کو بزرگ مان کر یاد کرتے ہیں اور مسلمان پنج وقتہ نمازوں میں جب اپنے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں وہاں اسی درود میں انہیں اور ان کی آل کو بھی شامل رکھتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔یہ وہ درود ہے جو نمازوں کے فرائض سے لے کر نوافل تک میں ماثور و معمول ہے اس میں آل کہہ کر حضرت اسحٰق و اسمٰعیل و یعقوب علیہم السلام سب کو بھی شریک کیا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت حق تعالیٰ شانہٗ عرب کے مشرکین کو بھی مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ فرما کر ہدایت فرماتا ہے کہ تم باپ دادا کی تقلید میں شرک نہ کرو بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جنہیں تم بھی اپنا بزرگ مانتے ہو ان کی تقلید کرو اور چونکہ انہوں نے خلاف توحید اپنے باپ کو دیکھ کر علیحدگی اختیار کی تم بھی بہ تقلید ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ دادا کو چھوڑ دو اور ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد اسحٰق و یعقوب و اسمٰعیل کا اتباع کرو۔

اگرچہ ایک مدت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے لئے استغفار کا وعدہ کیا اور اس کے مطابق بخشش طلب کی مگر جب معلوم ہوا کہ اس بخشش طلب کرنے میں اللہ عزوجل راضی نہیں تو پھر آپ نے محبت الٰہی عزوجل کے مقابلہ میں باپ کی محبت سے تبری ظاہر کردی۔

اس رکوع میں لفظ حَفِيٌّ آیا ہے اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا اس کے معنی کسائی فرماتے ہیں اَوَلَا اَعْتَزِلُ یعنی میں تجھ سے الگ

"یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا۔ اے میرے باپ شیطان کا پجاری نہ بن۔ بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔"

اس میں فرمایا اباجان شیطان کی فرمانبرداری کر کے کفر وشرک میں مبتلا نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ چوتھی نصیحت یہ فرمائی:

"یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا۔ اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں اس سے کہ تجھے کوئی رحمٰن کا عذاب پہنچے اور تو رفیق شیطان بنے۔"

یعنی لعنت وعذاب میں اس کا ساتھی ہو۔ اس لطف آمیز نصیحت اور دلپذیر ہدایت سے آزر نے نفع نہ اٹھایا بلکہ اس کے خلاف بولا:

"قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَىٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِیْ مَلِیًّا۔ بولا (آزر) کیا منحرف ہے تو میرے خداؤں سے اے ابراہیم بے شک اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھراؤ کروں گا تو مجھ سے زمانہ دراز تک علیحدہ ہو جا۔"

مَلِیًّا۔ پر آلوسی رحمہ اللہ دھراً طویلاً فرماتے ہیں اور حسن ومجاہد رحمہم اللہ اور ایک جماعت اس معنی کی حامی ہے۔ سدی کہتے ہیں ابداً ہمیشہ کے معنی ہیں۔ اور ملوان اللیل والنھار کے معنی کے اعتبار سے ہیشگی کے ہی معنی میں مستعمل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آزر بجائے قبول ہدایت اور برانگیختہ ہو گیا اور صاف کہہ دیا کہ بتوں کی مخالفت اور ان کو برا کہنے اور ان کے عیوب نکالنے سے اگر تم باز نہ آئے تو مجھ سے دور ہو جاؤ تا کہ تم میرے ہاتھ اور زبان سے امن میں رہو۔ اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے سلام متارکہ ہوا اور آپ نے جواب دیا:

"قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا۔ فرمایا بس اب سلام ہے تجھے قریب ہے کہ میں تیرے لئے اپنے رب سے بخشش طلب کروں بے شک وہ مجھ پر مہربان ہے۔"

حَفِیًّا پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بَلِیْغًا فِی الْبِرِّ وَالْاِكْرَامِ یُقَالُ حَفٰی بِهٖ اِذَا اعْتَنٰی بِاِكْرَامِهٖ۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ اللہ کے حضور میں تیرے حق میں توفیق توبہ کی دعا کروں گا تا کہ تیری بخشش ہو۔

اس کے بعد آپ نے شہر بابل کی طرف ہجرت فرمائی اور شام میں تشریف لے آئے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

"وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ٘ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا۔ اور میں تم سے علیحدہ ہو کر ایک کنارے ہو جاؤں گا تم سے اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو اور میں اپنے ہی رب کو پوجوں گا قریب ہے کہ میں اپنے رب کی بندگی سے بدبخت وشقی نہ ہوں گا۔"

شقی محاورہ میں خائب اور ضائع السعی کو کہتے ہیں اور اعتزال تباعد کے معنی میں مستعمل ہے جس کے حاصل معنی مہاجرت اور علیحدگی کے ہیں۔

رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ هَاجَرَ اِلَی الشَّامِ وَ قِیْلَ اِلٰی حَرَّانَ وَ هُوَ قَرِیْبٌ مِنْ ذَالِکَ وَ كَانُوْا بِاَرْضِ كُوْثَا وَ فِیْ هِجْرَتِهٖ هٰذِهٖ تَزَوَّجَ سَارَةَ وَلَقِیَ الْجَبَّارَ الَّذِیْ اَخْدَمَ سَارَةَ هَاجَرَ۔ مروی ہے کہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت فرمائی اور اس کے قریب مقام حران میں قیام کیا جو شام سے قریب ہے اور اس ہجرت میں حضرت سارہ سے عقد ہوا تھا۔ چنانچہ آپ ظالم جابر حاکم کے ساتھ ملے جس نے ہاجرہ کو سارہ کی خدمت کے لئے دیا۔ المختصر یہ رشتہ ہوا اور وہاں سے ہجرت فرمائی۔

اور بوقت ہجرت تعریضاً فرمادیا کہ جیسے تم بتوں کی پوجا کر کے بدنصیب ہوئے خدا کے پرستار کے لئے یہ بدبختی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اس کا پوجنے والا شقی اور ضائع السعی اور محروم نہیں ہوسکتا۔ اب آگے ارشاد ہے:

"فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔ تو جب ان سے اور ان کے معبودوں سے کنارہ کر گیا اللہ کے سوا ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہر ایک کو کیا ہم نے نبی (غیب) کی خبریں بتانے والا۔"

یعنی جب آپ ارض مقدسہ کی طرف ہجرت فرما کر آزر سے علیحدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام عطا فرمائے اور ہر ایک کو نبی بنایا اور نبی کے معنی میں چوں کہ غیبی خبر دینا مضمر ہے بنا بر ایں دونوں غیب دان اور غیب بتانے والے ہوئے۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک کبیر السنی تک پہنچ چکی تھی لیکن باوجود درازی عمر کے آپ کو فرزند ہی نہ ملا بلکہ آپ نے پوتے یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی دیکھا۔

اس آیۂ کریمہ میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ اللہ عزوجل کے لئے ہجرت کرنے والا اور اپنا گھر بار چھوڑنے والا محروم نہیں رہتا بلکہ اسے دنیا میں بھی جزا ملتی ہے جیسی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا اور پوتا عطا فرمایا اور دوسرے مقام پر تو اور بھی وضاحت ہے کہ مہاجر فی اللہ پر ہمارا احسان خاص ہوتا ہے اور دشمنوں کی ملکیتیں اللہ عزوجل مہاجرین کو عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ پارہ بستم کے چوتھے رکوع میں ہے۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۙ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ۔

بے شک فرعون نے زمین میں غلبہ پایا اور اس کے رہنے والوں کو اپنا تابع بنایا ان میں ایک گروہ کو کمزور دیکھ کر ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا بے شک وہ فسادی تھا۔ اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور انہیں پیشوا بنائیں اور ان کی ملک ومال کا انہیں کو وارث بنائیں اور انہیں زمین پر قبضہ دیں۔

اور وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا کا مفہوم یہ ہے کہ اتنی رحمت فرمائی کہ اموال واولاد بکثرت عطا کئے۔

اور وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا سے یہ مراد ہے کہ ان کی مقبولیت اتنی عام کی گئی کہ ہر دین والا، مسلمان ہو خواہ یہودی، عیسائی ہو یا نصرانی سب ان کی ثناء کرتے ہیں اور مسلمانوں کو تو نمازوں میں بھی ان پر سلام ان کی آل پر درود پڑھنے کا حکم ہے کما مرّ۔

رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قَصَدَ الشَّامَ اَتٰی اَوَّلًا حَرَّانَ وَ تَزَوَّجَ سَارَةَ وَ وَلَدَتْ لَهٗ اِسْحٰقَ وَوُلِدَ

لِاِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ۔ روایت ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب شام کا قصد کیا تو اول مقام حران تشریف لائے اور حضرت نے سارہ علیہا السلام سے عقد کیا آپ سے حضرت اسحاق ہوئے اور ان سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے۔

وَ قَالَ الْکَلْبِیُّ عَلٰی تَفْسِیْرِ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا هِیَ الْمَالُ وَالْوَلَدُ۔ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا سے مراد مال واولاد ہے۔

وَ قِیْلَ هُوَ الْکِتَابُ۔ اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد صحف ابراہیم ہیں۔

اور وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا۔ پر آلوسی فرماتے ہیں تَفْتَخِرُ بِهِمُ النَّاسُ وَ یُثْنُوْنَ عَلَیْهِمْ۔ اس کا مطلب اول بیان ہو چکا۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع۔سورۂ مریم۔پ ۱۶

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾
اور ذکر فرمائیے موسیٰ کا کتاب میں بے شک وہ چنا ہوا تھا اور تھا وہ رسول نبی غیب بتانے والا

وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾
اور ہم نے اسے ندا فرمائی طور کی دائیں جانب سے اور قریب کیا اسے اپنا راز رکھنے کو

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾
اور عطا کیا ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی غیب کی خبریں بتانے والا

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾
اور ذکر فرمائیے کتاب میں اسمٰعیل کا بے شک وہ تھا وعدہ کا سچا اور تھا وہ رسول نبی غیب بتانے والا

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾
اور تھا وہ اپنے گھر والوں کو حکم کرتا نماز کا اور زکوٰۃ کا اور تھا اس کے رب کے نزدیک پسندیدہ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾
اور ذکر فرمائیے کتاب میں ادریس کا بے شک وہ تھا صدیق نبی غیب کی خبریں بتانے والا

وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾
اور بلند کیا ہم نے اس کا مکان

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۠ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾
یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے کیا انعام غیب کی خبریں بتانے والوں سے ذریت سے آدم کے اور ان میں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور اولاد سے ابراہیم و یعقوب کے اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت کی اور چن لیا۔ جب پڑھی جائیں ان پر آیتیں رحمٰن کی گر پڑتے ہیں سجدے کرتے

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُواْ ٱلشَّهَوَٰتِۖ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾

تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف ہوئے جنہوں نے ضائع کیں نمازیں اور متبع ہوئے خواہشوں کے تو عنقریب ملیں گے دوزخ کے جنگل غی میں

إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَأُوْلَٰٓئِكَ يَدۡخُلُونَ ٱلۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُونَ شَيۡـًٔا ﴿٦٠﴾

مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کیے تو یہ ہیں کہ داخل ہوں گے جنت میں اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔

جَنَّٰتِ عَدۡنٍ ٱلَّتِي وَعَدَ ٱلرَّحۡمَٰنُ عِبَادَهُۥ بِٱلۡغَيۡبِۚ إِنَّهُۥ كَانَ وَعۡدُهُۥ مَأۡتِيًّا ﴿٦١﴾

بسنے والے باغ وہ جن کا وعدہ رحمٰن نے کیا بندوں سے غائبانہ بے شک ہے اس کا وعدہ آنے والا

لَّا يَسۡمَعُونَ فِيهَا لَغۡوًا إِلَّا سَلَٰمًاۖ وَلَهُمۡ رِزۡقُهُمۡ فِيهَا بُكۡرَةً وَعَشِيًّا ﴿٦٢﴾

نہیں سنیں گے اس میں کوئی لغو بات مگر سلام اور انہیں اس میں ان کا رزق ہے صبح و شام

تِلۡكَ ٱلۡجَنَّةُ ٱلَّتِي نُورِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَن كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾

یہ وہ باغ ہیں جس کا وارث ہم کریں گے اپنے بندوں سے انہیں جو پرہیز گار ہیں

وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمۡرِ رَبِّكَۖ لَهُۥ مَا بَيۡنَ أَيۡدِينَا وَمَا خَلۡفَنَا وَمَا بَيۡنَ ذَٰلِكَۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾

اور بولے جبریل ہم نہیں اترتے مگر حضور کے رب کے حکم سے اس کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو پیچھے اور اس کے مابین ہے اور نہیں تمہارا رب بھولنے والا

رَّبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا فَٱعۡبُدۡهُ وَٱصۡطَبِرۡ لِعِبَٰدَتِهِۦۚ هَلۡ تَعۡلَمُ لَهُۥ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾

رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو شے اس کے بیچ میں ہے تو اسے ہی پوجو اور اس کی بندگی میں ثابت رہو کیا جانتے ہو اس کے نام کا دوسرا

حل لغات چوتھا رکوع۔سورۃ مریم۔پ ۱۶

وَاذۡكُرۡ۔اور ذکر کرو	فِي الۡكِتٰبِ۔کتاب میں	مُوۡسٰٓى۔موسیٰ کا	اِنَّهٗ۔بے شک وہ
كَانَ۔تھا	مُخۡلَصًا۔خالص	وَّكَانَ۔اور تھا	رَسُوۡلًا۔رسول
نَّبِيًّا۔نبی	وَنَادَيۡنٰهُ۔اور پکارا ہم نے اس کو		مِنۡ جَانِبِ۔جانب
الطُّوۡرِ۔طور کی	الۡاَيۡمَنِ۔دائیں سے	وَقَرَّبۡنٰهُ۔اور قریب کیا ہم نے	
نَجِيًّا۔سرگوشی کرتے ہوئے سے	وَوَهَبۡنَا۔اور بخشا ہم نے	لَهٗ۔اس کو	مِنۡ رَّحۡمَتِنَآ۔اپنی رحمت
	اَخَاهُ۔اس کا بھائی	هٰرُوۡنَ۔ہارون	نَبِيًّا۔نبی بنا کر
وَاذۡكُرۡ۔اور ذکر کرو	فِي الۡكِتٰبِ۔کتاب میں	اِسۡمٰعِيۡلَ۔اسمٰعیل کا	اِنَّهٗ۔بے شک وہ
كَانَ۔تھا	صَادِقَ۔سچا	الۡوَعۡدِ۔وعدے کا	وَكَانَ۔اور تھا
رَسُوۡلًا۔رسول	نَّبِيًّا۔نبی	وَكَانَ۔اور تھا	يَاۡمُرُ۔حکم کرتا

اَهْلَهٗ۔اپنے گھر والوں کو	بِالصَّلٰوةِ۔نماز	وَالزَّكٰوةِ۔اور زکوٰۃ کا	وَكَانَ۔اور تھا
عِنْدَ۔نزدیک	رَبِّهٖ۔اپنے رب کے	مَرْضِيًّا۔پسندیدہ	وَاذْكُرْ۔اور ذکر کرو
فِي الْكِتٰبِ۔کتاب میں	اِدْرِيْسَ۔ادریس کا	اِنَّهٗ۔بے شک وہ	كَانَ۔تھا
صِدِّيْقًا۔سچا	نَّبِيًّا۔نبی	وَّرَفَعْنٰهُ۔اور اٹھایا ہم نے اس کو	
مَكَانًا۔جگہ	عَلِيًّا۔بلند میں	اُولٰٓئِكَ۔یہ لوگ	الَّذِيْنَ۔وہ جو
اَنْعَمَ۔انعام کیا	اللّٰهُ۔اللہ نے	عَلَيْهِمْ۔ان پر	مِّنَ النَّبِيّٖنَ۔نبیوں سے
مِنْ ذُرِّيَّةِ۔اولاد	اٰدَمَ۔آدم سے	وَمِمَّنْ۔اور ان سے جو	حَمَلْنَا۔اٹھائے ہم نے
مَعَ۔ساتھ	نُوْحٍ۔نوح کے	وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ۔اور اولاد	اِبْرٰهِيْمَ۔ابراہیم
وَاِسْرَآءِيْلَ۔اور یعقوب سے	وَمِمَّنْ۔اور ان سے	هَدَيْنَا۔جو ہدایت دی ہم نے	وَاجْتَبَيْنَا۔اور چن لیا
اِذَا۔جب	تُتْلٰى۔پڑھی جاتی ہیں	عَلَيْهِمْ۔ان پر	اٰيٰتُ۔آیتیں
الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کی	خَرُّوْا۔گر پڑتے ہیں	سُجَّدًا۔سجدہ کرتے	وَّبُكِيًّا۔اور روتے ہوئے
فَخَلَفَ۔تو پیچھے آئے	مِنْ بَعْدِهِمْ۔ان کے بعد	خَلْفٌ۔نالائق	اَضَاعُوا۔ضائع کیں انہوں
نے	الصَّلٰوةَ۔نمازیں	وَاتَّبَعُوا۔اور پیروی کی	الشَّهَوٰتِ۔خواہشوں کی
فَسَوْفَ۔تو جلدی	يَلْقَوْنَ۔ملیں گے	غَيًّا۔غی کو	اِلَّا۔مگر
مَنْ۔جس نے	تَابَ۔توبہ کی	وَاٰمَنَ۔اور ایمان لایا	وَعَمِلَ۔اور عمل کئے
صَالِحًا۔اچھے	فَاُولٰٓئِكَ۔تو یہ لوگ	يَدْخُلُوْنَ۔داخل ہوں گے	الْجَنَّةَ۔جنت میں
وَلَا۔اور نہ	يُظْلَمُوْنَ۔ظلم کئے جائیں گے	شَيْـًٔا۔کچھ بھی	جَنّٰتِ۔باغ
عَدْنِ۔ہمیشہ کے	الَّتِيْ۔وہ جو	وَعَدَ۔وعدہ کیا	الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن نے
عِبَادَهٗ۔اپنے بندوں سے	بِالْغَيْبِ۔غیب سے	اِنَّهٗ۔بیشک وہ	كَانَ۔ہے
وَعْدُهٗ۔اس کا وعدہ	مَاْتِيًّا۔آنے والا	لَا يَسْمَعُوْنَ۔نہ سنیں گے	فِيْهَا۔اس میں
لَغْوًا۔بیہودہ بات	اِلَّا۔مگر	سَلٰمًا۔سلام	وَلَهُمْ۔اور ان کے لئے
رِزْقُهُمْ۔ان کا رزق ہے	فِيْهَا۔اس میں	بُكْرَةً۔صبح	وَّعَشِيًّا۔اور شام
تِلْكَ۔یہ	الْجَنَّةُ۔جنت	الَّتِيْ۔وہ ہے	نُوْرِثُ ۔ کہ ہم وارث
بناتے ہیں	مِنْ عِبَادِنَا۔ہم اپنے بندوں میں سے		مَنْ۔اس کو جو
كَانَ۔ہو	تَقِيًّا۔پرہیز گار	وَمَا۔اور نہیں	نَتَنَزَّلُ۔اترتے ہم
اِلَّا۔مگر	بِاَمْرِ۔ساتھ حکم	رَبِّكَ۔رب تیرے کے	لَهٗ۔اسی کا ہے
مَا۔جو	بَيْنَ۔ہمارے	اَيْدِيْنَا۔آگے ہے	وَمَا۔اور جو
خَلْفَنَا۔ہمارے پیچھے ہے	وَمَا۔اور جو	بَيْنَ۔درمیان	ذٰلِكَ۔اس کے ہے

وَمَا۔ اور نہیں	كَانَ۔ ہے	رَبُّكَ۔ تیرا رب	نَسِيًّا۔ بھولنے والا
رَبُّ۔ رب ہے	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کا	وَالْاَرْضِ۔ اور زمین کا	وَمَا۔ اور جو
بَيْنَهُمَا۔ ان کے درمیان ہے	فَاعْبُدْهُ۔ تو عبادت کر اس کی	وَاصْطَبِرْ۔ اور صبر کر	لِعِبَادَتِهٖ۔ اس کی عبادت پر
هَلْ۔ کیا	تَعْلَمُ۔ جانتا ہے تو	لَهٗ۔ اس کا	سَمِيًّا۔ کوئی ہم نام

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع۔ سورۃ مریم۔ پ ۱۶

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى ۫ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا۔ اور ذکر فرمائیں کتاب میں موسیٰ کا بیشک وہ چنا ہوا تھا اور تھا وہ رسول نبی غیب کی خبریں بتانے والا اور اسے ہم نے ندا فرمائی طور کی داہنی جانب سے اور اسے قریب کیا ہم نے اپنا راز کہنے کو۔"

قصہ زکریا علیہ السلام اور ولادت یحییٰ علیہ السلام کے بعد حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر فرما کر چوتھا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان ہو رہا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر پکارا اور فرمایا اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ۔ میں خدا ہوں اس کی تفصیل آئندہ کسی رکوع میں آئے گی۔ بہر حال طور پر موسیٰ علیہ السلام کو کلام فرما کر مشرف کیا اس کو مفصل سورۂ شعراء میں پڑھیں وہاں تین چار رکوع میں آپ ہی کا تذکرہ ہے یہاں تو مختصراً اس رکوع میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمانے اور آپ کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو آپ کی مدد کے لئے نبوت عطا فرمانے اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں ان کی فضیلت اور ان کے صادق الوعد ہونے اور ان کے رسول و نبی ہونے کا ذکر فرما کر چھٹا قصہ حضرت ادریس علیہ السلام کا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا تھے جن کا شجرۂ نسب یہ ہے نوح بن لمک بن متوشلخ بن حنوک یا اخنوخ۔

اخنوخ حضرت ادریس علیہ السلام کا اسم گرامی ہے اور ادریس لقب اس وجہ سے ہوا کہ صحف سماوی کا درس آپ نے بکثرت دیا اور آپ کی صداقت پر سند صدیق لگائی اور آپ کو نبی بھی کیا۔ گویا سورۂ مریم میں چوتھے رکوع میں چند نبیوں علیہم السلام کے ذکر فرمائے گئے۔

اب تفسیر آیت ملاحظہ ہو۔ اس رکوع میں اول حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرما کر بتایا اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا۔ وہ موحد اور ایسے موحد تھے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شائبۂ شرک اور ریا نہ آنے دیتے تھے۔ اور وہ رسول تھے اللہ کی طرف سے مخلوق کے لئے تبلیغ احکام فرمانے کو اور نبیا فرما کر یہ بتایا کہ بہت سے رسولوں علیہم السلام سے رفیع القدر یا تمام لوگوں میں رفیع القدر تھے۔ چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فَالنَّبِيُّ مِنَ النُّبُوَّةِ بِمَعْنَى الرِّفْعَةِ۔ تو نبی نبوہ سے بمعنی رفعت و بلندی متصف کیا گیا۔

وَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ مِنَ النَّبَا وَاَصْلُهٗ نَبِيٌّ اَيِ الْمُنْبِئُ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالتَّوْحِيْدِ وَالشَّرَائِعِ۔ اور یہ بھی جائز ہے اگر ہو نبا سے اور اس کی اصل نبیٔ ہے یعنی خبر دینے اور متنبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام توحید والشرائع کے۔

وَ حَكَى الْاَزْهَرِيُّ عَنِ الْكِسَائِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ الطَّرِيْقُ وَالْاَنْبِيَاءُ طُرُقُ الْهُدٰى۔ ازہری کسائی سے ناقل

ہیں کہ نبی بمعنی طریق ہے اور انبیاء ہدایت کے طریقے والوں کو کہتے ہیں۔

وَ لِذَالِکَ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَسْتُ بِنَبِیِّ اللّٰہِ تَعَالٰی بِالْھَمْزَۃِ وَلٰکِنْ نَبِیُّ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ میں نبیٔ سے نبی نہیں لیکن اللہ کا نبی ہوں۔

بِنَاءً عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ اَرْسَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَی الْخَلْقِ فَاَنْبَأَ ھُمْ عَنْہُ سُبْحَانَہٗ۔ اس بنا پر اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف انبیاء کو بھیجا تو وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ امور سے امت کو مطلع فرماتے ہیں۔

''وَنَادَیْنٰہُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ۔ اور ہم نے اسے ندا دی طور کے داہنے رخ سے۔''

اَلطُّوْرُ جَبَلٌ بَیْنَ مِصْرَ وَمَدْیَنَ وَالْاَیْمَنُ صِفَۃٌ لِجَانِبِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی فِیْ اٰیَۃٍ اُخْرٰی جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ اَیْ نَادَیْنَاہُ مِنْ نَاحِیَۃِ الْیُمْنٰی مِنَ الْیَمِیْنِ الْمُقَابِلِ لِلْیَسَارِ۔ طور ایک پہاڑ ہے مصر و مدین کے مابین اور ایمن اس پہاڑ کی ایک جانب کی صفت ہے گویا فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو داہنے رخ سے ندا دی جو بائیں رخ کے مقابل تھی۔

''وَقَرَّبْنٰہُ نَجِیًّا۔ اور اسے ہم نے قریب کیا نَجِیًّا بروزن فعیل ہے بمعنی مفاعل جیسے جلیس بمعنی مجالس آتا ہے۔ جو رازداری کے معنی میں آتا ہے۔

فَقَدْ اَخْرَجَ سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ اَنَّ جِبْرَائِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَرْدَفَہٗ حَتّٰی سَمِعَ صَرِیْرَ الْقَلَمِ وَالتَّوْرَاۃُ تُکْتَبُ لَہٗ اَیْ کِتَابَۃً ثَانِیَۃً۔

جب موسیٰ علیہ السلام کو قرب خاص ملا تو جبرائیل علیہ السلام ان کے ردیف یعنی پیچھے سوار تھے حتیٰ کہ آپ نے صریر قلم کی آوازیں سنیں اس وقت توریت دوبارہ لکھی جارہی تھی۔

گویا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مرتبہ کی معراج تھی نہ وہ معراج جو ہمارے حضور ﷺ کی تھی۔ آگے ارشاد ہے:

''وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا۔ اور بخشا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون بوجہ دعاء موسیٰ علیہ السلام جو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں کی تھی۔

وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هٰرُوْنَ اَخِی اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ۔ لِاَنَّ ھٰرُوْنَ کَانَ اَکْبَرَ مِنْ مُّوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ سِنًّا۔ اس لئے کہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے از روئے عمر بڑے تھے اور وہ بہ حیثیت وزیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملے اور انہیں بھی نبی بنایا گیا۔

پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر علیحدہ فرمایا۔

''وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ۔ اور ذکر فرمایئے کتاب میں اسمٰعیل کا۔''

جمہور کے نزدیک یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اور یہی صحیح ہے اور آپ کا تذکرہ حضرت ابراہیم اور آپ کے بھائی سے علیحدہ فرمانا ابراز کمال اور اعتناء بالامر کی وجہ میں ہے۔

وَ قِیْلَ اِنَّہٗ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ حِزْقِیْلَ بَعَثَہُ اللّٰہُ اِلٰی قَوْمِہٖ۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اسمٰعیل بن حزقیل علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔

لیکن قول اول صحیح ہے۔

"اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا۔ بے شک وہ وعدے کے سچے تھے اور وہ رسول اور غیب بتانے والے نبی تھے۔"

چنانچہ آپ کے صادق الوعد ہونے پر بعض احادیث میں ہے اِنَّهٗ وَعَدَ رَجُلًا اَنْ يُّقِيْمَ الْمَكَانَ فَغَابَ عَنْهُ حَوْلًا فَلَمَّا جَاءَهٗ قَالَ لَهٗ مَا بَرِحْتَ مِنْ مَّكَانِكَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ لِاُخْلِفَ مَوْعِدِیْ۔ ایک شخص سے آپ نے وعدہ فرمایا کہ میں یہاں ٹھہرتا ہوں وہ آپ سے رخصت ہو کر ایک سال تک واپس نہ آیا۔ جب وہ آیا تو اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے عرض کیا آپ یہاں سے ہٹے ہی نہیں آپ نے فرمایا نہیں اس لئے کہ میں وعدہ خلاف نہیں۔

وَ قِيْلَ غَابَ عَنْهُ اِثْنَیْ عَشَرَ يَوْمًا۔ ایک قول ہے کہ بارہ روز وہ واپس نہ آیا۔

وَ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ يَوْمًا وَاللَّيْلَةَ۔ ایک رات ایک دن۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کے لئے لازم نہیں کہ وہ صاحب شریعت ہو اور اولاد ابراہیم علیہ السلام اپنی شریعت پر تھے۔ اس لئے آپ کی شان میں رَسُوْلًا نَّبِیًّا فرمایا گیا۔ كَذَا فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ۔

"وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ ۪ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا۔ اور تھا وہ حکم کرنے والا اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا اور تھا وہ اپنے رب کے حضور پسندیدہ۔"

قَالَ الْحَسَنُ الْمُرَادُ بِاَهْلِهٖ اُمَّتُهٗ اَیْ اُمَّةُ الْاِجَابَةِ لِكَوْنِ النَّبِیِّ بِمَنْزَلَةِ الْاَبِ لِاُمَّتِهٖ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ۔ سے مراد امت اجابت ہے یعنی وہ امتی جو ایمان لا چکے تھے۔ اس لئے کہ نبی بمنزلہ والد کے ہوتا ہے۔

پانچواں قصہ اسماعیل علیہ السلام کا بیان فرما کر چھٹا تذکرہ حضرت ادریس علیہ السلام کا فرمایا جاتا ہے۔

"وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِدْرِیْسَ۔ اور ذکر فرمایئے کتاب میں ادریس کا۔"

یہ قبل نوح علیہ السلام نبی گزرے ہیں اور ان میں اور نوح علیہ السلام میں بروایت مستدرک عن ابن عباس ایک ہزار سال کا تفاوت ہے اور یہ اخنوخ ہیں۔

كَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِیُّ هُوَ نَبِیٌّ قَبْلَ نُوْحٍ وَ بَيْنَهُمَا عَلٰی مَا فِی الْمُسْتَدْرِكِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلْفُ سَنَةٍ وَ هُوَ اُخْنُوْخُ۔

اور ان کا شجرۂ نسب یہ ہے اخنوخ بن یرد بن مہلائیل بن انوش بن قینان بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

اور وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے ہے اِنَّهٗ جَدُّ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهٗ جَدُّ اَبِيْهِ فَاِنَّهٗ ابْنُ اللَّمِكِ بْنِ مَتُوْشَلَخَ بْنِ اُخْنُوْخَ۔

اور ادریس علیہ السلام ہی وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے نجوم اور حساب میں نظر فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے معجزات سے آپ کو نوازا۔ اور آپ ہی سب سے پہلے وہ ہیں۔

جس نے قلم سے لکھا اور کپڑے سیے اور آپ ہی فن خطاطی کے موجد ہیں۔

وَ كَانُوْا قَبْلُ يَلْبَسُوْنَ الْجُلُوْدَ۔ آپ سے پہلے لوگ کھالیں پہنا کرتے تھے۔

اور بعد آدم آپ ہی پہلے رسول ہیں وَ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْهِ ثَلاثِیْنَ صَحِیْفَةً۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے تیس صحیفے نازل فرمائے۔

وَ اَوَّلُ مَنِ اتَّخَذَ الْمَوَازِیْنَ وَالْمَکَایِیْلَ وَالْاَسْلِحَةَ فَقَاتَلَ بَنِیْ قَابِیْلَ۔ اور سب سے پہلے آپ ہی نے ترازو ایجاد کی۔ پیمانے بنائے اور اسلحہ بھی آپ ہی نے ایجاد کئے اور بنی قابیل سے آپ ہی نے مقاتلہ کیا۔

"اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ﴿۵۶﴾ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا۔ وہ صدیق اور نبی تھے اور ہم نے انہیں مکان رفیع پر اٹھایا۔"

رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا۔ سے مراد شرف نبوت بھی ہوسکتا ہے اور تقرب خاص بھی۔

کعب، حسن اور جبائی اور ابو مسلم عن انس و ابی سعید الخدری و کعب و مجاہد کہتے ہیں رَفَعْنَاهُ اِلَی السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ۔ آپ کو چوتھے آسمان پر اٹھالیا۔

وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ والضِّحَاکِ اَلسَّمَاءِ السَّادِسَةُ۔ ابن عباس اور ضحاک چھٹے آسمان پر اٹھایا جانا فرماتے ہیں۔

وَ عَنِ الْحَسَنِ اَلْجَنَّةُ لَاشَیْءَ اَعْلَا مِنَ الْجَنَّةِ۔ حسن فرماتے ہیں اس سے مراد جنت ہے اس لئے کہ اس سے اعلیٰ کچھ نہیں۔

اور اس پر نابغہ جعدی کا واقعہ لاتے ہیں اِنَّهٗ لَمَّا اَنْشَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرَ الَّذِیْ اٰخِرُهٗ۔

بَلَغْنَا السَّمَاءَ مَجْدُنَا وَ سَنَاؤُنَا وَ اِنَّا لَنَرْجُوْا فَوْقَ ذَالِکَ مَظْهَرًا

جب انہوں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اشعار سنائے تو آخری شعر جب یہ پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِلٰی اَیْنَ الْمَظْهَرُ یَا اَبَا لَیْلٰی قَالَ اِلَی الْجَنَّةِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ ابو لیلیٰ وہ کہاں تک مظہر ہے؟ عرض کی حضور جنت تک۔

قَالَ اَجَلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اگر اللہ چاہے۔

وَ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَیَعْبُدُ اللّٰهَ مَعَ الْمَلٰئِکَةِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ فِی السَّمَآءِ السَّابِعَةِ وَیَرْتَعُ تَارَةً فِی الْجَنَّةِ حَیْثُ شَاءَ۔

قتادہ کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ ساتویں آسمان میں عبادت کر رہے ہیں اور کبھی کبھی جنت کے پھل جہاں سے چاہیں کھاتے ہیں۔ اور کتب الٰہیہ کی کثرت درس و تدریس کے باعث آپ کا نام ادریس ہوا۔

آپ کے آسمان پر اٹھانے کا سبب یہ ہے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے ایک روز ملک الموت سے فرمایا میں موت کا مزہ چکھنا چاہتا ہوں۔ تم میری روح قبض کرو انہوں نے تعمیل حکم کی اور بعد قبض روح اسی وقت لوٹا دی۔ آپ نے زندہ ہو کر فرمایا اب مجھے جہنم دکھاؤ تا کہ خوف اس سے زیادہ ہو۔ چنانچہ ملک الموت نے مالک جہنم کو دروازہ کھولنے کا حکم دیا اور فرمایا ہم اس پر سے گزرنا چاہتے ہیں۔ پھر آپ نے ملک الموت سے فرمایا اب مجھے جنت دکھادو وہ آپ کو جنت میں لے گئے

آپ اس میں داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد ملک الموت نے عرض کی اب تشریف لے چلیں۔ فرمایا میں یہاں سے اب کہیں نہ جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ تو میں موت کا مزہ چکھ چکا ہوں۔

اور فرمایا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ ہر شخص تم میں سے جہنم پر گزرے گا۔ یہ بھی ہو گیا۔

اور اب میں جنت میں ہوں اور جنت میں آنے کے بعد وعدہ ہے وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ وہ جنت سے نکالے نہ جائیں گے۔ لہٰذا اب تم مجھے کیسے نکال سکتے ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملک الموت کو اطلاع دی گئی کہ ادریس نے جو کچھ کیا وہ میرے ہی اذن سے کیا اب انہیں جنت میں چھوڑ دو یہ اس میں رہیں چنانچہ آپ وہیں آج تک آباد ہیں۔ یہ قصہ مفصل بعبارت طویل آلوسی رحمۃ اللہ نے روح المعانی میں نقل کیا ہے۔

اس قصہ میں حضرت ملک الموت کی وسعت علم ونظر اور تصرف کا بھی ایک واقعہ ہے جو ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ جب ایک اس فرشتہ کی یہ وسعت علم و نظر ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں علیہم السلام کو کتنی وسعت علم عطا کی ہوگی اور جب نبیوں علیہم السلام کی وسعت علم اتنی ہوگی تو نبی الانبیاء جناب مصطفیٰ ﷺ کی وسعت علم کتنی ہوگی چنانچہ آلوسی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

فَقَالَ لَهٗ (اِدْرِيْسُ) اِنَّكَ مَعِيْ هٰذِهِ الْمُدَّةَ لَمْ تَقْبِضْ رُوْحَ اَحَدِ الْخَلْقِ قَالَ بَلٰى اِنِّيْ مَعَكَ وَاِنِّيْ اَقْبِضُ نَفْسَ مَنْ اُمِرْتُ بِقَبْضِ نَفْسِهٖ فِيْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبِهَا وَمَا الدُّنْيَا كُلُّهَا عِنْدِيْ اِلَّا كَمَائِدَةٍ بَيْنَ يَدَيِ الرَّجُلِ يَتَنَاوَلُ مِنْهَا مَاشَاءَ مِنْهُ۔ اس کے بعد پھر دوزخ جنت میں جانے کا واقعہ ہے جو مذکور ہو چکا۔

عبارت بالا کا ترجمہ یہ ہے:

حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت کو فرمایا کہ تم اس مدت تک ہمارے ساتھ رہے اس میں تم نے کوئی روح قبض نہیں کی ملک الموت نے عرض کی کیوں نہیں میں آپ کی معیت میں رہ کر بھی روح قبض کرتا رہا ہوں جس کا مجھے حکم ملا مشرق و مغرب سے اور دنیا ہمارے سامنے ساری مثل ایک دسترخوان ہے جو آدمی کے آگے بچھا ہوا ہوتا ہے۔

کہ اس میں سے جو چاہے اٹھائے۔ اسی طرح میں اگرچہ آپ کے حضور حاضر رہا مگر تمام عالم مثل دسترخوان میرے سامنے نہیں تھا بلکہ اس پر میرا تصرف بھی تھا اور اب بھی ہے۔

پھر حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا يَا مَلَكَ الْمَوْتِ اَسْاَلُكَ بِالَّذِيْ اَحْيَيْتَنِيْ لَهٗ وَفِيْهِ اِلَّا قُضِيَتْ لِيْ اَسْاَلُكَهَا — فَقَالَ سَلْنِيْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَقَالَ اُحِبُّ اَنْ تُذِيْقَنِي الْمَوْتَ ثُمَّ تَرُدَّ عَلَيَّ رُوْحِيْ اِلَى اٰخِرِهٖ۔ یہ کہ آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے موت کا ذائقہ چکھا کر پھر میری روح مجھ پر واپس کر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ مذکور ہو چکا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِصِحَّتِهٖ وَهٰذَا الرَّفْعُ لِاِقْتِضَائِهٖ عُلُوَّ الشَّانِ وَرَفْعَةَ الْقَدْرِ۔ اس کی صحت حال کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے بظاہر یہ رفع علو شان اور رفعت مکان کے اقتضاء کے لحاظ سے تھا۔

ورنہ مجرد رفع مکان عالی کی طرف حسی طور پر کچھ نہیں ہے اس لئے کہ

فَالنَّارُ يَعْلُوْهَا الدُّخَانُ وَ رُبَّمَا يَعْلُو الْغُبَارُ عَمَائِمَ الْفُرْسَانِ

آگ کی بلندی سے دھواں اونچا ہو جاتا ہے اور اکثر غبار گھوڑے سواریوں کی پگڑیوں سے اونچا چلا جاتا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ۔ یہ ہیں وہ جن پر اللہ نے احسان فرمایا غیب دان نبیوں میں سے اولاد آدم علیہ السلام سے اور ان میں سے جن کو سوار کیا تھا ہم نے نوح کے ساتھ۔"

خلاصہ یہ ہوا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے دینی نعمتوں اور دنیوی فنون سے نوازا۔

اور علاوہ ادریس علیہ السلام کے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام سے قبل تھے مگر ابراہیم علیہ السلام بالاجماع ذریت سام بن نوح علیہ السلام ہیں۔

"وَمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۫ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا۔ اور ذریت ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے اور ان میں سے جنہیں ہم نے راہ دکھائی اور چن لیا ان کو جب ان پر پڑھی جائیں آیتیں رحمٰن کی تو گر پڑتے اور روتے ہیں۔"

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب حضرت موسیٰ حضرت ہارون حضرت زکریا حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ صلوات اللہ علیہم وسلامہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے شرح شریعت اور کشف حقیقت کے لئے چن لیا اور ان کا خشوع وخضوع اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جب ان پر آیات الٰہیہ عزوجل پڑھی جاتیں تو خشوع میں روتے اور خضوع وخوف سے سجدے میں گر جاتے تھے۔

اس آیت کریمہ سے استحباب سجدہ پر استدلال کیا ہے تلاوت آیات سجدہ پر۔

وَ قَدْ اَخْرَجَ اِبْنُ مَاجَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ رَاهُوَيْهِ وَالْبَزَّارُ فِيْ مُسْنَدَيْهِمَا مِنْ حَدِيْثِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ مَرْفُوْعاً اُتْلُوا الْقُرْاٰنَ وَابْكُوْا فَاِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكُوْا – وَ قِيْلَ اَلْمُرَادُ مِنَ السَّجْدَةِ سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مرفوعاً فرماتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھتے ہوئے رونا چاہئے۔ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنانا چاہئے۔

ایک قول ہے کہ اس آیہ کریمہ میں سجدہ سے مراد سجود تلاوت ہیں۔

وَ نَقَلَ جَلَالُ السُّيُوْطِيُّ عَنِ الرَّازِيِّ اَنَّهُ اِسْتَدَلَّ بِالْاٰيَةِ عَلٰى وُجُوْبِ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ۔ اس آیت سے وجوب سجدۂ تلاوت پر استدلال کیا ہے۔

اور آیات سجدہ میں ساجد کو چاہئے کہ سجدہ میں مفہوم آیت کے مطابق دعا کرے چنانچہ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا پر سجدہ کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِکَ الْمُنْعَمُ عَلَیْھِمِ الْمُھْتَدِیْنَ السَّاجِدِیْنَ لَکَ الْبَاکِیْنَ عِنْدَ تِلَاوَۃِ اٰیٰتِکَ۔

اور آیات اسراء میں سجدہ پر یہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْبَاکِیْنَ اِلَیْکَ الْخَاشِعِیْنَ لَکَ۔

اور آیات تنزیل سجدہ میں یہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ السَّاجِدِیْنَ لِوَجْھِکَ الْمُسَبِّحِیْنَ بِحَمْدِکَ وَرَحْمَتِکَ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ۔

اس کے بعد اب یہود و نصاریٰ کے متعلق ہے:

"فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝٥٩ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۝٦٠ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا۔

تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور اپنی خواہشوں کے پیرو ہوئے تو عنقریب وہ غی سے ملیں گے مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور ان پر ظلم نہ ہوگا کچھ بھی بسنے والے باغ جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ فرمایا بے شک اس کا وعدہ آنے والا ہے۔"

قرآنی محاورہ میں غی جہنم کے ایک جنگل کا نام ہے۔ چنانچہ ابن جریر اور طبرانی رحمہم اللہ حدیث امامہ سے مرفوعاً راوی ہیں کہ

اِنَّهٗ نَهْرٌ فِيْ اَسْفَلِ جَهَنَّمَ يَسِيْلُ فِيْهِ صَدِيْدُ اَهْلِ النَّارِ – وَ فِيْهِ لَوْ اَنَّ صَخْرَةً زِنَةَ عَشْرِ عَشْرَ اَدَاتٍ قُذِفَ بِهَا مِنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ مَا بَلَغَتْ قَعْرَهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفاً ثُمَّ تَنْتَهِيْ اِلٰى غَيٍّ۔

یہ اسفل جہنم میں ایک نہر ہے جس میں جہنمیوں کی پیپ بہتی ہے اس میں اگر ایک بھاری پتھر بھی پھینکا جائے تو ستر خریف پر عبور کر کے پھر غی تک پہنچے۔

ایک جماعت سے مروی ہے بطریق ابن مسعود رضی اللہ عنہ اِنَّهٗ قَالَ:

اَلْغَيُّ نَهْرٌ اَوْ وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ مِنْ قَيْحٍ بَعِيْدِ الْقَعْرِ خَبِيْثِ الطَّعْمِ يُقْذَفُ فِيْهِ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ۔ غی ایک نہر یا جنگل ہے۔ جہنم میں گندگی کا بہت گہرا خبیث الطعم اس میں وہ ڈالے جائیں گے جو شہوات کے پیچھے لگنے والے ہیں۔

وَ حَكَى الْكِرْمَانِيُّ اَنَّهٗ اٰبَارٌ فِيْ جَهَنَّمَ يَسِيْلُ اِلَيْهَا الصَّدِيْدُ وَالْقَيْحُ۔ وہ کنویں ہیں جہنم میں جس میں گندگی اور راد پیپ بہتی ہے۔

اور ابن ابی حاتم قتادہ رحمہما اللہ سے راوی ہیں۔

اِنَّ الْغَيَّ الشَّرُّ۔ غی نام ہے سخت سے سخت تکلیف کا۔

جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ بدل ہے جنت سے بدل البعض۔

یعنی وہ باغ وہ جنت جس میں خوشگوار رہنا ہو۔
تو آٹھوں جنت کی قسموں میں یہ جنت سب سے بہتر وافضل ہوگی۔
مَاْتِیًّا- اَیْ یَاْتِیْهِ مَنْ وَعَدَ لَهٗ لَا مُحَالَةَ وَقِیْلَ مَاتِیًّا مَفْعُوْلٌ بِمَعْنٰی فَاعِلٍ اَیْ اٰتِیًا۔ یعنی ضرور آنے والا جس کے لئے وعدہ کیا جائے لامحالہ۔
اور ایک قول ہے کہ ماتیا مفعول بمعنی فاعل ہے یعنی ضرور آنے والا۔ تفسیر آیت یہ ہے۔
یعنی آیہ متلوہ میں ارشاد ہوا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ ان ہستیوں کے بعد ایسے ناخلف نکلے کہ شہوات کی اتباع میں انہوں نے نمازیں ضائع کر ڈالیں چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں محض یہود و نصاریٰ ہی نہیں آتے۔ بلکہ اِنَّ فِیْ قَوْمٍ مُّسْلِمِیْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مَرْوِیٌّ عَنْ مُجَاهِدٍ وَقَتَادَةَ وَ عَطَا وَغَیْرِهِمْ۔
اس میں آج کا مسلمان بھی داخل ہے جیسے کہ مجاہد اور قتادہ اور عطار حمہم اللہ وغیرہ سے مروی ہے۔
قَالُوْا اِنَّهُمْ یَاْتُوْنَ عِنْدَ ذَهَابِ الصَّالِحِیْنَ یَتَبَادَرُوْنَ بِالزِّنَا یَنْزُوْ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاَزِقَّةِ كَالْاَنْعَامِ لَا یَسْتَحْیُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَخَافُوْنَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی۔
فرمایا وہ صلحاء امت کے بعد دوڑنے لگ گئے زنا اور بدکاری کی طرف اور ان میں سے بعض بعض پر بدکاری میں جانوروں کی مثل ہو گئے اور لوگوں سے حیا بھی نہ رہی اور خوف خدا بھی جاتا رہا۔
وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ۔ اور منہمک ہو گئے معاصی میں۔
وَ فِی الْبَحْرِ - اَلشَّهَوَاتُ عَامٌّ فِیْ كُلِّ مُشْتَهًی یُشْغِلُ عَنِ الصَّلٰوةِ وَعَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ شہوات ہر اس مشتہی کو کہا جائے گا جو نماز سے غافل کر دے۔ اللہ کے ذکر کو بھلا دے۔
عام اس سے کہ وہ سینما ہو یا ٹی پارٹی۔ گلگشت ہو یا تاش یا شطرنج کی بازی۔ گانا بجانا ہو یا آتش بازی یا مثل اس کے لغویات۔
اور یہود و نصاریٰ کے لئے اگر رکھا جائے تو بھی صحیح ہے۔
اس کے بعد استثنیٰ فرمایا گیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ فساق و فجار بدکردار سیہ کار حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ اور جمیع اشرار اگر توبہ کر کے نیک عمل کی طرف جھک جائیں اور ایمان صحیح کر لیں تو وہ جنت کے حق دار ہیں اور انہیں پھر بھی سزا دینا چونکہ ظلم ہے لہٰذا ہمارا وعدہ ہے کہ ان پر ظلم نہ ہوگا بلکہ جنت اور جنت بھی وہ جنت جو ہمیشہ کے لئے خوش گوار ہو، انہیں ملے گی۔ یہ غائبانہ وعدہ یقیناً پورا ہوگا۔ آگے اس کی صفت ارشاد ہے:
"لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا۔ نہ سنیں گے وہ اس جنت میں کوئی لغویات مگر سلام ہی سلام اور ان کے لئے ان کا رزق ہے صبح و شام"۔
یعنی جیسے حیات دنیا میں کسی کی برائی بھلائی۔ کسی پر الزام کسی کے خلاف بکواس کسی کو سب وشتم یہ اس جنت میں تم نہ سنو گے مگر سلامتی کی باتیں۔ دل خوش کن گفتگو اور ملائکہ علیہم السلام بھی آپس میں سلام سلام ہی کرتے رہتے ہیں اور ان کے لئے رزق ہے صبح و شام۔ یہ جو فرمایا وہ ہمارے سمجھنے کے لئے ورنہ جنت میں صبح و شام نہیں وہاں کے نوری اوقات ہوں گے۔ طلوع د

غروب دنیا میں ہے۔

یا اس سے یہ مراد ہے کہ جس نعمت کو جب چاہیں حاصل کریں وہ وہاں محنت و مشقت نہیں پائیں گے تو دن کی مقدار سے دوبار جنتیوں کے آگے ان کے لئے دستر خوان لگے گا۔ ویسے مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ۔ وہاں حاصل ہے۔

اَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ يَحْيٰى بْنِ كَثِيْرٍ قَالَ كَانَتِ الْعَرَبُ فِيْ زَمَانِهَا اِنَّمَا لَهَا اُكْلَةٌ وَاحِدَةٌ فَمَنْ اَصَابَ اُكْلَتَيْنِ سُمِّيَ فُلَانُ النَّاعِمُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذَا يُرَغِّبُ عِبَادَهٗ فِيْمَا عِنْدَهٗ وَرُوِيَ نَحْوَذَا لِكَ عَنِ الْحَسَنِ۔

وَ قِيْلَ اَلْمُرَادُ دَوَامُ رِزْقِهِمْ وَدَوْرُهٗ وَاِلَّا فَلَيْسَ فِي الْجَنَّةِ بُكْرَةٌ وَّلَا عَشِيٌّ لٰكِنْ جَاءَ فِيْ بَعْضِ الْاٰثَارِ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَعْرِفُوْنَ مِقْدَارَ اللَّيْلِ بِاِرْخَاءِ الْحُجُبِ وَاِغْلَاقِ الْاَبْوَابِ وَيَعْرِفُوْنَ مِقْدَارَ النَّهَارِ بِرَفْعِ الْحِجَابِ وَفَتْحِ الْاَبْوَابِ۔

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ عرب اپنے زمانہ میں ایک وقت کھانے کا رکھتے تھے اور جو دو وقت کا کھانا مقرر کرتا اسے ناعم یعنی فراخ دست اور نعمتوں والا کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مذاق کے مطابق بُكْرَةً وَّعَشِيًّا فرمایا تاکہ انہیں رغبت ہو۔

اور حسن رحمہ اللہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

اور ایک قول ہے کہ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا کی مراد رزق دوام ہے ورنہ جنت میں صبح و شام نہیں۔

بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل جنت مقدار لیل و نہار جانیں گے رفع حجاب و فتح ابواب سے۔

وَاَخْرَجَ الْحَكِيْمُ التِّرْمِذِيُّ فِيْ نَوَادِرِ الْاُصُوْلِ مِنْ طَرِيْقِ اَبَانَ عَنِ الْحَسَنِ وَاَبِيْ قِلَابَةَ قَالَا جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ لَيْلٍ قَالَ وَمَا هَيَّجَكَ عَلٰى هٰذَا قَالَ سَمِعْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى يَذْكُرُ فِي الْكِتَابِ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا فَقُلْتُ اللَّيْلُ مِنَ الْبُكْرَةِ وَالْعَشِيِّ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ هُنَاكَ لَيْلٌ وَاِنَّمَا هُوَ ضَوْءٌ وَنُوْرٌ يَرِدُ الْغُدُوُّ عَلَى الرَّوَاحِ وَالرَّوَاحُ عَلَى الْغُدُوِّ وَتَاْتِيْهِمْ طَرَفُ الْهَدَايَا مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِمَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ الَّتِيْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْهَا فِي الدُّنْيَا وَتُسَلِّمُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔

نوادر الاصول میں حکیم ترمذی سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر آیا اور عرض کی کیا جنت میں رات بھی ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خیال تجھے کیوں آیا عرض کیا قرآن کریم میں ہے وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا تو مجھے خیال ہوا کہ صبح تو رات کے ساتھ ہوتی ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں رات نہیں بلکہ ضو اور نور کی تبدیلی سے رات دن ہوں گے اور یہ بھی اس لئے کہ جنت میں اوقات نماز پر جنتی لوگوں کو تحفے تحائف ملا کریں گے۔

اور اس پر ملائکہ علیہم السلام سلام بھیجیں گے۔

آگے ارشاد ہے:

" تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا۔ یہ وہ باغ ہے جس کا وارث اپنے بندوں میں سے اسے

کریں گے جو پرہیزگار ہے"۔

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ شَوْذُبٍ قَالَ لَیْسَ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَهٗ فِی الْجَنَّةِ مَنْزِلٌ وَّ اَزْوَاجٌ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ وَرَّثَ اللّٰهُ تَعَالٰی الْمُؤْمِنَ کَذَا وَ کَذَا مَنْزِلاً مِّنْ مَنَازِلِ الْکُفَّارِ وَذَالِکَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا۔

کوئی ایسا نہیں جس کے لئے جنت میں مکان نہ ہو اور ان کے لئے بیویاں نہ ہوں تو جب قیامت ہوگی تو اللہ تعالیٰ مومنین کو ان کے مقامات عطا فرما کر کفار کے نام کے منازل بھی انہیں عطا فرمائے گا اور تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا میں یہی ارشاد مقصود ہے۔

اس روایت پر آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِنْ صَحَّ فِیْهِ اَثَرٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَی الْعَیْنِ وَالرَّاْسِ وَاِلَّا فَقَدْ قِیْلَ عَلَیْهِ اِنَّهٗ ضَعِیْفٌ۔ اگر یہ روایت حضور سے ہے تو سر آنکھوں پر ورنہ اس کے ضعیف ہونے پر بھی کہا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ سے مراد جنت عدن ہے جس کا وعدہ من جانب الرحمٰن ہے وہ متقی اور پرہیزگار نیکوکار بندوں کے لئے ہے۔

اور غیر متقی سیہ کار بداعمال کے لئے بھی جنت ہے بشرطیکہ وہ ایمان وتقویٰ میں پورا ہو جائے حیث قال وَوَعْدُ غَیْرِ الْمُؤْمِنِ التَّقِیِّ مَشْرُوْطٌ بِالْاِیْمَانِ وَالتَّقْوٰی۔

آگے ارشاد ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جبریل علیہ السلام کا جواب ہے:

"وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَیْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا۔

(اور جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا) ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے حکم سے اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رب بھولنے والا نہیں۔ وہ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے اور مالک ہے جو کچھ اس کے بیچ میں ہے سب کا تو اسی کی پوجا کرو اور بندگی پر قائم رہو کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو۔"

اس کا شان نزول ترمذی ونسائی اور بخاری شریف میں ہے حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا مَا یَمْنَعُکَ اَنْ تَزُوْرَنَا اَکْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا۔ کیا وجہ ہے کہ آپ ہمارے پاس زیادہ نہیں آتے؟ تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی جس میں جبریل علیہ السلام کی طرف سے جواب دیا گیا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت میں قول جبریل علیہ السلام بطور حکایت بیان فرمایا فَقَدْ رُوِیَ اَنَّهٗ اِحْتَبَسَ عَنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَیَّامًا حِیْنَ سُئِلَ عَنْ قِصَّةِ اَصْحَابِ الْکَهْفِ وَذِی الْقَرْنَیْنِ وَالرُّوْحِ فَلَمْ یَدْرِ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کَیْفَ یُجِیْبُ حَتّٰی حَزِنَ وَاشْتَدَّ عَلَیْهِ ذَالِکَ وَقَالَ الْمُشْرِکُوْنَ اِنَّ رَبَّهٗ وَدَعَهٗ وَقَلَاهُ فَلَمَّا نَزَلَ قَالَ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَا جِبْرِیْلُ اِحْتَبَسْتَ عَنِّیْ حَتّٰی سَاءَ ظَنِّیْ وَاشْتَقْتُ

اِلَیۡکَ قَالَ اِنِّیۡ کُنۡتُ اَشۡوَقُ وَلٰکِنِّیۡ عَبۡدٌ مَّامُوۡرٌ اِذَا بُعِثۡتُ نَزَلۡتُ وَاِذَا حُبِسۡتُ اِحۡتَبَسۡتُ۔

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چند دن وحی روکی گئی جب قصہ اصحاب کہف اور ذوالقرنین اور روح کا سوال کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتظار شدید میں غمگین ہوئے اور مشرکین بکنے لگے کہ ان کے رب نے انہیں چھوڑ دیا تو جب نازل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل علیہ السلام! بہت دن آپ رکے رہے حتیٰ کہ میرا گمان کچھ اور ہو گیا جبریل علیہ السلام نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خود بہت زیادہ شوق حاضری تھا لیکن میں عبد مامور ہوں جب حکم ملتا ہے حاضر آتا ہوں اور جب نہیں ملتا نہیں آ سکتا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

جس میں بتایا گیا کہ تمام اماکن عالم کا وہی مالک ہے اور ہم اس کے حکم کے بغیر نقل و حرکت کے مجاز نہیں اور وہ غفلت و نسیان سے منزہ ہے۔

"فَاعۡبُدۡہُ۔ یَعۡنِیۡ فَاَقۡبِلۡ عَلٰی عِبَادَتِہٖ۔ اسی کی پوجا کی طرف جھکے رہو"

وَ اصۡطَبِرۡ۔ عَلٰی مَشَاقِّھَا وَلَا تَحۡزَنۡ بِاِبۡطَاءِ الۡوَحۡیِ وَکَلَامِ الۡکَفَرَۃِ فَاِنَّہٗ سُبۡحَانَہٗ یُرَاقِبُکَ وَیُرَاعِیۡکَ وَیُلۡطِفُ بِکَ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ۔ اور اس میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اس کی مشیت و مرضی پر راضی رہو اور آپ کو چاہئے کہ وحی کے رکنے سے غمگین نہ ہوں اور کفار کی بکواس کی پرواہ نہ کریں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حفاظت میں رکھنے والا اور آپ پر لطف خاص دنیا و آخرت میں فرمانے والا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع ۔ سورۂ مریم ۔ پ ۱۶

وَ یَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ ءَ اِذَا مَا مِتُّ لَسَوۡفَ اُخۡرَجُ حَیًّا ﴿۶۶﴾	اور کہتا ہے آدمی کیا جب میں مر جاؤں گا تو ضرور عنقریب نکالا جاؤں گا زندہ
اَوَ لَا یَذۡکُرُ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰہُ مِنۡ قَبۡلُ وَ لَمۡ یَکُ شَیۡئًا ﴿۶۷﴾	کیا یاد نہیں آدمی کو کہ ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے حالانکہ وہ کچھ نہ تھا
فَوَ رَبِّکَ لَنَحۡشُرَنَّہُمۡ وَ الشَّیٰطِیۡنَ ثُمَّ لَنُحۡضِرَنَّہُمۡ حَوۡلَ جَہَنَّمَ جِثِیًّا ﴿۶۸﴾	تو قسم ہے تمہارے رب کی ہم ضرور انہیں محشور کریں گے اور شیطانوں کو سب کو حاضر کریں گے جہنم کے گرد مجموعی طور پر گھٹنوں کے بل
ثُمَّ لَنَنۡزِعَنَّ مِنۡ کُلِّ شِیۡعَۃٍ اَیُّہُمۡ اَشَدُّ عَلَی الرَّحۡمٰنِ عِتِیًّا ﴿۶۹﴾	پھر نکالیں گے ہم ہر جماعت سے جو سخت ہو گا رحمٰن سے نافرمانی کرنے والا
ثُمَّ لَنَحۡنُ اَعۡلَمُ بِالَّذِیۡنَ ہُمۡ اَوۡلٰی بِہَا صِلِیًّا ﴿۷۰﴾	پھر ہم خوب جانتے ہیں انہیں جو زیادہ اس آگ میں پہنچنے کے لائق ہے
وَ اِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُہَا ۚ کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتۡمًا	اور نہیں تم میں سے کوئی مگر دوزخ سے گزرے گا یہ ہے

مَقْضِيًّا ۚ ﴿٧١﴾

تمہارے رب کا قطعی فیصلہ

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

پھر نجات دیں گے ہم ڈروالوں کو اور چھوڑ دیں گے ہم ظالموں کو اس آگ میں گھٹنوں کے بل

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوْا لِلَّذِينَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾

اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں کہتے ہیں وہ جو کافر ہیں ان سے جو ایمان لائے کون سے گروہ کا بہتر مقام اور اچھی مجلس ہے

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا ﴿٧٤﴾

اور کتنے ہلاک کر دیئے ہم نے ان سے پہلے گروہ وہ بہتر تھے سامان اور نمود میں

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾

فرما دیجئے جو ہے گمراہی میں تو ڈھیل دیتا ہے رحمٰن اسے خوب ڈھیل۔ یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں اسے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا تو عذاب یا قیامت تو اب جان لیں گے کہ کس کا برا مقام ہے اور کس کی فوج کمزور ہے

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾

اور ہدایت زیادہ کرتا ہے اس کی اللہ جس نے ہدایت پائی صحیح ہدایت اور باقی رہنے والی نیک باتوں کا بہتر ہے تیرے رب کے پاس ثواب اور بہتر انجام ہے

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ ؕ

تو کیا تم نے دیکھا اسے جو منکر ہوا ہماری آیتوں کا اور کہتا ہے مجھے ضرور ملے گا مال اور اولاد

اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ ۙ

کیا نوشتۂ غیب دیکھ آیا ہے یا لے چکا ہے رحمٰن کے پاس سے عہد

كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ ۙ

ہرگز نہیں عنقریب ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور لمبا کریں گے ہم اس کے لئے عذاب ہے لمبا

وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾

اور ہم ہی وارث ہوں گے اس کے جو وہ کہتا ہے اور آئے گا ہمارے پاس تنہا

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ ۙ

اور بنائے انہوں نے اللہ کے سوا بہت سے معبود تا کہ وہ عزت والا ہو

كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾

ہرگز نہیں عنقریب منکر ہوں گے ان کی پوجا سے اور ہو جائیں گے ان کے مخالف

حل لغات پانچواں رکوع-سورۃ مریم-پ ۱۶

وَيَقُوْلُ-اور کہتا ہے	الْاِنْسَانُ-انسان	ءَاِذَا مَا-کیا جبکہ	مِتُّ-میں مرجاؤں گا
لَسَوْفَ-تو جلدی	اُخْرَجُ-نکالا جاؤں گا	حَيًّا-زندہ کرکے	اَوَلَا-کیا نہیں
يَذْكُرُ-یاد کرتا	الْاِنْسَانُ-انسان	اَنَّا-کہ ہم نے	خَلَقْنٰهُ-پیدا کیا اسے
مِنْ قَبْلُ-پہلے	وَلَمْ-اور نہیں	يَكُ-تھا	شَيْـًٔا-کوئی چیز
فَوَرَبِّكَ-توقسم ہے تیرے رب کی		لَنَحْشُرَنَّهُمْ-ضرور ہم اکٹھا کریں گے ان کو	
وَالشَّيٰطِيْنَ-اور شیطانوں کو	ثُمَّ-پھر	لَنُحْضِرَنَّهُمْ-حاضر کریں گے ہم ان کو	
حَوْلَ-گرد	جَهَنَّمَ-جہنم کے	جِثِيًّا-زانو کے بل گرے ہوئے	
ثُمَّ-پھر	لَنَنْزِعَنَّ-ہم ضرور کھینچ لیں گے		مِنْ كُلِّ-ہر ایک
شِيْعَةٍ-فرقے سے	اَيُّهُمْ-کہ کون سا ان کا	اَشَدُّ-زیادہ سخت ہے	عَلَى-اوپر
الرَّحْمٰنِ-رحمٰن کے	عِتِيًّا-سرکشی میں	ثُمَّ-پھر	لَنَحْنُ-ہم
اَعْلَمُ-خوب جانتے ہیں	بِالَّذِيْنَ-ان کو	هُمْ-کہ وہ	اَوْلٰى-زیادہ حقدار ہیں
بِهَا-اس میں	صِلِيًّا-داخل ہونے کے	وَاِنْ-اور نہیں ہے	مِّنْكُمْ-تم میں سے کوئی
اِلَّا-مگر	وَارِدُهَا-گزرنے والا اس پر	كَانَ-ہے	عَلٰى-اوپر
رَبِّكَ-تیرے رب کے	حَتْمًا-فیصلہ	مَّقْضِيًّا-کیا گیا	ثُمَّ-پھر
نُنَجِّى-نجات دیں گے ہم	الَّذِيْنَ-ان کو جو	اتَّقَوْا-پرہیزگار ہوئے	وَّنَذَرُ-اور چھوڑیں گے ہم
الظّٰلِمِيْنَ-ظالموں کو	فِيْهَا-اس میں	جِثِيًّا-زانو کے بل گرے ہوئے.	وَاِذَا-اور جب
تُتْلٰى-پڑھی جاتی ہیں	عَلَيْهِمْ-ان پر	اٰيٰتُنَا-ہماری آیتیں	بَيِّنٰتٍ-ظاہر
قَالَ-کہا	الَّذِيْنَ-انہوں نے جو	كَفَرُوْا-کافر ہوئے	لِلَّذِيْنَ-ان کو جو
اٰمَنُوْٓا-ایمان لائے	اَيُّ-کون سا	الْفَرِيْقَيْنِ-دو فرقوں میں سے	خَيْرٌ-بہتر ہے
مَّقَامًا-جگہ میں	وَّاَحْسَنُ-اور اچھا ہے	نَدِيًّا-مجلس میں	وَكَمْ-اور کتنے
اَهْلَكْنَا-ہلاک کئے ہم نے	قَبْلَهُمْ-ان سے پہلے	مِّنْ قَرْنٍ-کتنے زمانے	هُمْ-وہ
اَحْسَنُ-اچھا ہے	اَثَاثًا-سامان	وَّرِءْيًا-اور آرائش میں	قُلْ-کہہ
مَنْ-جو	كَانَ-ہے	فِي الضَّلٰلَةِ-گمراہی میں	فَلْيَمْدُدْ-تو ڈھیل دے
لَهُ-اسے	الرَّحْمٰنُ-رحمٰن	مَدًّا-ڈھیل دینا	حَتّٰٓى-یہاں تک کہ
اِذَا-جب	رَاَوْا-دیکھیں گے	مَا-جو	يُوْعَدُوْنَ-وعدہ دیے جاتے ہیں
اِمَّا-یا تو	الْعَذَابَ-عذاب	وَاِمَّا-اور یا	السَّاعَةَ-قیامت
فَسَيَعْلَمُوْنَ-تو جلدی جان لیں گے		مَنْ-کہ کون ہے	هُوَ-وہ

شَرًّا۔برا	مَّكَانًا۔جگہ میں	وَّاَضْعَفُ۔اور کمزور	جُنْدًا۔لشکر میں
وَيَزِيْدُ۔اور زیادہ کرتا ہے	اللّٰهُ۔اللہ	الَّذِيْنَ۔ان کو جنہوں نے	اهْتَدَوْا۔ہدایت پائی
هُدًى۔ہدایت	وَالْبٰقِيٰتُ۔اور باقی رہنے والی	الصّٰلِحٰتُ۔نیکیاں	خَيْرٌ۔بہتر ہیں
عِنْدَ۔نزدیک	رَبِّكَ۔تیرے رب کے	ثَوَابًا۔ثواب میں	وَّخَيْرٌ۔اور بہتر ہیں
مَّرَدًّا۔انجام میں	اَفَرَءَيْتَ۔کیا دیکھا تو نے	الَّذِيْ۔اس کو جس نے	كَفَرَ۔کفر کیا
بِاٰيٰتِنَا۔ہماری آیتوں کا	وَقَالَ۔اور کہا	لَاُوْتَيَنَّ۔میں دیا جاؤں گا ضرور ضرور	
مَالًا۔مال	وَّوَلَدًا۔اور اولاد	اَطَّلَعَ۔کیا جھانکا اس نے	الْغَيْبَ۔غیب کو
اَمِ۔یا	اتَّخَذَ۔پکڑا	عِنْدَ۔نزدیک	الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کے
عَهْدًا۔عہد	كَلَّا۔ہرگز نہیں	سَنَكْتُبُ۔جلدی لکھیں گے ہم	مَا۔جو
يَقُوْلُ۔کہتا ہے	وَنَمُدُّ۔اور لمبا کریں گے ہم	لَهٗ۔اس کے لئے	مِنَ الْعَذَابِ۔عذاب
مَدًّا۔لمبا	وَّنَرِثُهٗ۔اور وارث ہوں گے ہم اس کے		مَا۔جو
يَقُوْلُ۔کہتا ہے	وَيَاْتِيْنَا۔اور آئے گا ہمارے پاس		فَرْدًا۔اکیلا
وَاتَّخَذُوْا۔اور بنائے انہوں نے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔سوائے اللہ کے		اٰلِهَةً۔معبود
لِّيَكُوْنُوْا۔تا کہ ہوں	لَهُمْ۔ان کے لئے	عِزًّا۔غلبے کا سبب	كَلَّا۔ہرگز نہیں
سَيَكْفُرُوْنَ۔جلدی انکار کریں گے		بِعِبَادَتِهِمْ۔ان کی عبادت کا	وَيَكُوْنُوْنَ۔اور ہوں گے
عَلَيْهِمْ۔ان کے	ضِدًّا۔مخالف		

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع۔سورۂ مریم۔پ ۱۶

"وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ۝٦٦ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا۔اور کہتا ہے آدمی کیا جب میں مرجاؤں گا تو عنقریب ضرور زندہ اٹھایا جاؤں گا۔کیا آدمی کو یاد نہیں کہ ہم نے اسے پیدا کیا اس سے پہلے حالانکہ وہ کچھ نہ تھا۔"

یہ قول ان انسان نما حیوانوں کا نقل فرمایا گیا جو موت کے بعد زندہ کئے جانے کے منکر تھے جیسے امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ، ان کے رد میں یہ ارشاد ہوا اور یہی اس کا شان نزول ہے۔

چنانچہ جواب میں ارشاد ہوا اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ کیا انسان کو یاد نہیں کہ اسے ایسے حال میں پیدا کیا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا تو جو معدوم کو موجود کر دینے پر قادر ہے وہ خدا مردہ کو زندہ کر دینے پر کیوں قادر نہ ہوگا۔

اور ابن منذر ابن جریج رحمہما اللہ سے راوی ہیں کہ یہ آیت کریمہ عاص بن وائل کے عقیدۂ فاسدہ کے رد میں نازل ہوئی۔

وَعَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِي الْوَلِيْدِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ۔یہ آیت ولید بن مغیرہ کے معاملہ میں نازل ہوئی۔

وَقِيْلَ فِي اَبِي جَهْلٍ۔ایک قول ہے کہ یہ ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی۔

وَ عَنِ الْکَلْبِیِّ اَنَّھَا فِی اُبَیِّ بْنِ خَلْفٍ اَخَذَ عَظْمًا بَالِیًا فَجَعَلَ یُفَتِّتُہٗ بِیَدِہٖ وَیُذْرِیْہِ فِی الرِّیَاحِ وَیَقُوْلُ زَعَمَ فُلَانٌ اِنَّا نُبْعَثُ بَعْدَ اَنْ نَّمُوْتَ وَنَکُوْنَ مِثْلَ ھٰذَا۔

ابی بن خلف ایک بوسیدہ ہڈی ہاتھوں سے ملتا ہوا آیا اور اس کا بور ہوا میں اڑا کر کہنے لگا فلاں کا گمان ہے کہ ہم اس حالت میں خاک ہونے کے بعد پھر زندہ ہوں گے۔

تو اس کا جواب وَیَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا میں دیا گیا۔

ایک قول ہے کہ اَلْاِنْسَانُ فرما کر کافروں کی جماعت مراد لی ہے جو بعث بعد الموت کے منکر تھے۔

بعض مفسرین کے نزدیک الف لام الانسان میں جنسی ہے جو جنس انسان کے لئے مستعمل ہے پھر مشرکین منکرین بعث کو جو جواب دیا وہ یہ ہے۔

"اَوَلَا یَذْکُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَکُ شَیْئًا۔ کیا انسان کو یاد نہیں کہ ہم نے اسے پیدا فرمایا اس حال میں کہ وہ نہ رتی تھا نہ کچھ تھا۔"

یعنی جب ہم کتم عدم سے منصۂ شہود پر لانے پر قدرت رکھتے ہیں تو تمہارے مٹی ہو جانے کے بعد تمہیں پیدا کر دینے پر کیوں قادر نہ ہوں۔

ظاہر مثال یوں سمجھی جاسکتی ہے کہ وجود شے سے موجود کرنا آسان ہے معدوم کو وجود میں لانے سے۔

اب آگے اپنے ربوبیت عالیہ کی اقسام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف فرما کر تفخیم شان مصطفیٰ کے لئے فرمایا۔

"فَوَرَبِّکَ۔ اے محبوب تیرے رب کی قسم۔"

یہاں شان ربوبیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف فرمانا اس امر کے اظہار کے لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی رب ہے بلکہ وہ تو رب العالمین ہے لیکن رفع منزلت سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی ربوبیت صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف فرمائی تاکہ عظمت ذات مصطفیٰ واضح ہو جائے۔

"لَنَحْشُرَنَّھُمْ۔ اَیْ لَنَجْمَعَنَّ الْقَائِلِیْنَ۔ ضرور ہم اس قسم کی بکواس کرنے والوں کو جمع کریں گے۔"

"وَالشَّیٰطِیْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّھُمْ حَوْلَ جَھَنَّمَ جِثِیًّا۔ اور جمع کریں گے انہیں بھی جو شیاطین ان کافروں کو ایسے خیالات پر پختہ کرتے رہتے ہیں اور مومنین بھی محشور ہوں گے جن کے دلوں میں وہ شیطان توسوس پیدا کرتا رہا تھا۔"

چنانچہ صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وُکِّلَ بِہٖ قَرِیْنُہٗ مِنَ الْجِنِّ قَالُوْا وَاِیَّاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاِیَّایَ اِلَّا اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَعَانَنِیْ عَلَیْہِ فَاَسْلَمَ فَلَا یَاْمُرُنِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ۔ تم سے کوئی نہیں مگر شیطان تمہارا قرین ہے۔ صحابہ علیہم رضوان نے عرض کیا کیا حضور ﷺ کا قرین بھی شیطان ہے۔ فرمایا ہاں مگر اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور وہ اسلام لے آیا تو مجھے کچھ نہیں کہتا مگر بھلی بات۔

اس آیۂ کریمہ میں محشور کرنے کی خبر کے ساتھ حَوْلَ جَھَنَّمَ جِثِیًّا فرمایا ہے۔

اس کے معنی آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَارِکِیْنَ عَلَی الرُّکَبِ۔ یعنی جِثِیًّا کہتے ہیں گھٹنوں کے بل چلنے کو۔

اور اس کی اصل جُثُووا ہے دو واؤ کے ساتھ تو اجتماع واوین ثقیل تھے بعد ضمہ کے تو ثا کو تخفیف کے لئے کسرہ دیا اور پہلی واؤ کوی سے بدل دیا اور ی کوی میں مدغم کر دیا اور جیم کو باتباع مابعد کسرہ دے دیا تو جِثِیًّا ہو گیا۔

علامہ راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کفار کا حال ہوگا کہ وہ ذلیل ہو کر گھٹنوں کے بل آئیں گے اور کھڑے ہونے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔

بعض کا یہ خیال ہے کہ اِنَّ الْمُحَاسَبَةَ تَكُوْنُ حَوْلَ جَهَنَّمَ فَيَجْثُوْنَ لِمُخَاصَمَةِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا ثُمَّ يَتَبَرَّأُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ۔ محاسبہ کفار سے جہنم کے گرد ہوگا تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے مخاصمہ کرنے میں گھٹنوں کے بل گریں گے اور ایک دوسرے سے تبری کرتا ہوگا۔

سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں يَجْثُوْنَ لِضِيْقِ الْمَكَانِ بِهِمْ۔ جگہ کی تنگی سے وہ گھٹنوں کے بل گریں گے۔

"ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا۔ پھر ہم ضرور نکالیں گے ہر جماعت سے جو بھی ہوگا رحمٰن پر سختی سے منکر۔"

عِتِی۔ عربی میں بیباک اور بے خوف کو کہتے ہیں اور یہ بیبا کی مشرکین ومنکرین میں ہوگی۔

اِنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى اَشَدُّ عِتِيًّا تُفِيْضُ اِشْتِرَاكَ الْكُلِّ فِى الْعَتِيِّ بَلْ فِىْ اَشَدِّيَّتِهٖ وَهُوَلَا يُنَاسِبُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اشد عتیا کا مقتضی اشتراک کل پر ہے عتی میں جو سخت ترین اور بے خوف تھے دنیا میں یہ مومنین کی شان نہیں ہوسکتی۔

"ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا۔ پھر ہم خوب جانتے ہیں کہ اس آگ میں بھوننے کے لائق زیادہ کون ہے۔"

صِلِيًّا۔ پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِتَصْلِيَةِ هٰٓؤُلَاۤءِ وَهُمْ اَوْلٰى بِالصَّلْيِ مِنْ سَائِرِ الصَّالِيْنَ وَدَرَكَاتُهُمْ اَسْفَلُ وَعَذَابُهُمْ اَشَدُّ۔ یعنی ہم جانتے ہیں بھوننے جھلنے کے قابل لوگوں کو اگرچہ آگ میں جھلسیں گے سب کو مگر ان کے درجات ہوں گے سب سے نیچے اور ان کا عذاب سخت سے سخت ہوگا۔

راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ يُقَالُ صَلٰى بِالنَّارِ اَىْ بَلِىَ۔ یہ محاورہ میں صلی بالنار جھلنے بھوننے کے معنی دیتا ہے کلبی رحمہ اللہ صلی کے معنی دخول فی النار کے لیتے ہیں۔

"وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا اَىْ مَا مِنْكُمْ۔ ان نافیہ سے فرمایا تم میں کوئی نہیں مگر گزرے گا جہنم سے، ہے یہ تمہارے رب کا قطعی فیصلہ۔"

جیسے دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ۔ تم اور جسے تم پوجتے ہو اللہ کے سوا حَصَب یعنی ایندھن ہیں جہنم کے۔ تم ضرور اس میں وارد ہو گے۔

اس میں کلام ہے کہ اِنْ مِّنْكُمْ عام ہے تو کیا کافر اور مومن سب داخل ہوں گے اس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْحَكِيْمُ التِّرْمِذِىُّ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهٗ وَجَمَاعَةٌ عَنْ اَبِىْ سُمَيَّةَ قَالَ اِخْتَلَفْنَا فِى الْوُرُوْدِ فَقَالَ بَعْضُنَا لَا يَدْخُلُهَا مُؤْمِنٌ وَقَالَ اٰخَرُ يَدْخُلُوْنَهَا جَمِيْعًا ثُمَّ يُنَجِّى اللّٰهُ تَعَالَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَلَقِيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ وَاَهْوٰى بِاِصْبَعَيْهِ اِلٰى

اُذُنَيْهِ صُمَّتَا اِنْ لَّمْ اَكُنْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَبْقٰى بَرٌّوَلَا فَاجِرٌ اِلَّا دَخَلَهَا فَتَكُوْنُ عَلَى الْمُؤْمِنِ بَرْدًا وَّ سَلَامًا كَمَا كَانَتْ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى اِنَّ لِلنَّارِ ضَجِيْجًا مِنْ بَرْدِهِمْ ثُمَّ يُنَجِّى اللّٰهُ تَعَالَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا۔

اس میں اختلاف ہے کہ ورود جہنم میں سب کا ہے یا نہیں،ایک جماعت اس طرف ہے کہ مومن اس میں داخل نہ ہوں گے اور دوسری جماعت اس طرف ہے کہ سب داخل ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ مومنین متقین کو نجات دے گا۔

پھر ابوسمیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ملا اور یہ تذکرہ کیا تو آپ نے انگلیاں کانوں پر رکھ کر فرمایا کہ میں نے بایں صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا مگر یہ کہ آپ نے فرمایا نیک و بد کوئی نہیں مگر جہنم پر سے گزرے گا تو مومن پر جہنم بردو سلام ہو جائے گا جیسے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام پر ہوا حتیٰ کہ جہنم میں برودت کی آواز پیدا ہو جائے گی پھر اللہ تعالیٰ نیکوں کو اس سے نجات دے گا۔

اور امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس دخول کے متعدد فوائد نقل فرمائے ہیں اور عبد بن حمید اور ابن الانباری بیہقی میں حسن سے راوی ہیں کہ اَلْوُرُوْدُ وَالْمُرُوْرُ عَلَيْهَا مِنْ غَيْرِ دُخُوْلٍ۔ورود سے مراد محض مرور ہے نہ کہ دخول۔

اور ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ مرور علی النار ایسا ہوگا کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد سوال کریں گے کہ الٰہی وعدہ حتمی تھا کہ جہنم سے گزرے بغیر کوئی جنت میں نہ جائے گا لیکن ہم تو جنت میں آ گئے اور جہنم ہمیں نہ ملا حَيْثُ قَالَ۔

عَنِ الْخَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّهِ الْجَنَّةِ قَالُوْا رَبَّنَا اَلَمْ تَعِدْنَا اَنْ نَرِدَ النَّارَ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ مَرَرْتُمْ عَلَيْهَا وَهِيَ خَامِدَةٌ۔جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو عرض کریں گے الٰہی کیا تیرا وعدہ نہ تھا کہ ہمیں جہنم سے گزارے گا۔ارشاد ہوگا بے شک وعدہ تھا مگر جب تم اس پر سے گزرے تو سرد ہو گئی تھی۔

اور ایک روایت میں ہے ابن امیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّهٗ تَقُوْلُ النَّارُ لِلْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جُزْ يَا مُؤْمِنُ فَقَدْ اَطْفَاَ نُوْرُكَ لَهَبِىْ۔آگ مومن سے بعالم حال کہے گی قیامت کے دن جلدی گزر جا اے مومن تحقیق تیرے نور نے میرے اشتعال کو سرد کر دیا۔

اور ابن ابی حاتم زید رحمہما اللہ سے راوی ہیں اِنَّهٗ قَالَ فِي الْاٰيَةِ وُرُوْدُ الْمُسْلِمِيْنَ الْمُرُوْرُ عَلَى الْجَسَرِ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهَا وَوُرُوْدُ الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا۔آیہ کریمہ پر فرمایا مومنین کا ورود مرور ہوگا جہنم کے پل سے اور ورود مشرکین یہ ہے کہ وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔

حَتْمًا مَّقْضِيًّا۔کے معنی آلوسی رحمہ اللہ کرتے ہیں اَمْرًا وَاجِبًا قُضِيَ بِوُقُوْعِهِ اَلْبَتَّةَ۔یعنی لازمی امر ہے کہ ایسا ہوگا جس کا حکم ہو چکا ہے۔

"ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا۔پھر ہم نجات دیں گے پرہیز گاروں کو اور ڈالیں گے ہم ظالموں کو اس جہنم میں گھٹنوں کے بل۔"

آلوسی فرماتے ہیں عَلٰى رُكَبِهِمْ كَمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ مُجَاهِدٍ وَقَتَادَةَ وَابْنِ زَيْدٍ - وَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ظَاهِرَةٌ عِنْدِىْ فِىْ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْوُرُوْدِ الدُّخُوْلُ فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ نُنَجِّى هٰؤُلَاءِ وَنَتْرُكُ

هٰؤُلَاءِ عَلٰى حَالِهِمُ الَّذِىْ اُحْضِرُوْا فِيْهِ جَاثِيْنَ وَلَا بُدَّ عَلٰى هٰذَا مِنْ اَنْ يَكُوْنَ التَّقْدِيْرُ فِىْ حَوَالِيْهَا۔اھ

یہ آیت بظاہر میرے نزدیک یہ فرماتی ہے کہ یہاں ورود سے مراد دخول ہے۔

تو گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ پرہیزگار نجات پائیں گے اور یہ مشرکین اپنے حال پر جہنم میں گھٹنوں کے بل جہنم میں چھوڑ دیئے جائیں گے اور یہی بات لابدی ہے کہ وہ اس میں رہیں۔

گویا مومن و مشرک میں امتیاز اس طریقہ سے کیا جائے۔

علامہ راغب رحمہ اللہ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ پر محاورہ فرماتے ہیں:

يُقَالُ فُلَانٌ يَذَرُ الشَّيْءَ اَىْ يَقْذِفُهٗ لِقِلَّةِ اِعْتِدَادِهٖ بِهٖ۔ جب کہا جاتا ہے فلاں نے چھوڑ دی فلاں شے اس کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ اسے پھینک دیا۔

تو نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ کے معنی ہوئے اور پھینک دیں گے ہم ظالموں مشرکوں کو جہنم میں جِثِيًّا گھٹنوں کے بل۔

چنانچہ علامہ طیبی طیب اللہ ثراہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالَّذِىْ تَقْتَضِيْهِ الْاٰثَارُ الْوَارِدَةُ فِىْ عُصَاةِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يُّقَالَ اِنَّ التَّنْجِيَةَ الْمَذْكُوْرَةَ لَيْسَتْ دَفْعِيَّةً بَلْ يَحْصِلُ اَوَّلًا فَاَوَّلًا عَلٰى حَسْبِ قُوَّةِ التَّقْوٰى وَضُعْفِهَا حَتّٰى يَخْرُجَ مِنَ النَّارِ مَنْ فِىْ قَلْبِهٖ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ وَذَالِكَ بَعْدَ الْعَذَابِ حَسْبَ مَعْصِيَةٍ۔

عصاۃ مومنین کے لئے جو آثار و احادیث وارد ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ حسب معصیت عذاب اول درجے دوسرے درجہ پر ہوگا اور حسب قوت تقویٰ وضعف تقویٰ حتیٰ کہ جہنم سے ہر وہ نجات پائے گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی نیکی ہو گی اور ایسا گناہوں کے حساب سے عذاب کے بعد ہوگا۔

''وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا ۙ اَىُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا۔ اور جب ان پر پڑھی جاتی ہیں ہماری کھلی آیتیں کہتے ہیں وہ جو کافر ہیں ان سے جو مسلمان ہیں کون سا فریق ہے جس کا مقام اچھا اور بہتر مجلس ہے۔''

نَدِيًّا کا ترجمہ آلوسی رحمہ اللہ کرتے ہیں اَىْ مَجْلِسًا وَّ مُجْتَمَعًا یعنی بیٹھنے کی جگہ اور جمع ہونے کا مقام۔

اور بحر میں ہے هُوَ الْمَجْلِسُ الَّذِىْ يُجْتَمَعُ فِيْهِ لِحَادِثَةٍ اَوْ مَشْوَرَةٍ۔ ندی اس مجلس کو کہتے ہیں جہاں کسی حادثہ کی وجہ میں یا مشورہ کے لئے جمع ہوں۔

خلاصہ یہ کہ كَاَنَّهُمْ قَالُوْا لَوْ كُنْتُمْ عَلَى الْحَقِّ وَكُنَّا عَلَى الْبَاطِلِ كَانَ حَالُكُمْ فِى الدُّنْيَا اَحْسَنَ وَاَطْيَبَ مِنْ حَالِنَا لِاَنَّ الْحَكِيْمَ لَا يَلِيْقُ بِهٖ اَنْ يُّوْقِعَ اَوْلِيَاءَهٗ الْمُخْلَصِيْنَ فِى الْعَذَابِ وَالذُّلِّ واعداءهٗ الْمُعْرِضِيْنَ عَنْ خِدْمَتِهٖ فِى الْعِزِّ وَالرَّاحَةِ – لٰكِنَّ الْكُفَّارَ كَانُوْا فِى النِّعْمَةِ وَالرَّاحَةِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ كَانُوْا بِعَكْسٍ. ذَالِكَ فَعُلِمَ اَنَّ الْحَقَّ لَيْسَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَهٰذَا مَعَ ظُهُوْرِ اَنَّهٗ قِيَاسٌ عَقِيْمٌ نَاشِئٌ مِنْ رَاْىٍ سَقِيْمٍ نَقَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَبْطَلَهٗ بِقَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ۔

گویا کفار نے کہا اگر تم حق پر ہوتے اور ہم باطل پر تو تمہارا حال دنیا میں ہمارے حال سے بہتر ہوتا۔ اور دنیا میں تم ہم

سے افضل ہوتے اس لئے کہ حکیم کو یہ لائق وزیبا نہیں کہ وہ اپنے دوستوں کو عذاب اور ذلت میں رکھے اور اس کے وہ دشمن جو اس کی اطاعت سے معرض ومنحرف ہیں انہیں عزت اور راحت دے اور ظاہر ہے کہ کفار نعمت و راحت میں ہیں اور مومنین کا حال اس کے برعکس ہے تو اس سے جانا گیا کہ حق مومنین کے ساتھ نہیں اور یہ بیان مشرکین وکفار کا ان کی رائے سقیم کی وجہ سے تھا۔ اسی وجہ میں ان کے دعویٰ کا ابطال آئندہ آیات میں اس طرح فرمایا گیا۔

"وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا۔ اور ہم نے ہلاک کر دیں سنگتیں ان سے پہلے کہ وہ ان سے بھی زیادہ ساز وسامان اور نمود میں بہتر تھیں۔"

تو محض دنیاوی وسعت پر پھول کر خدا عز وجل کو بھولنے والے جاہل ہیں۔ وہ عاد وثمود اور ان کی مثل اقوام کو دیکھیں کہ ان کا مال ومنال سب رکھا رہ گیا تو جسے وہ نعمت وعزت راحت وفرحت جان رہے ہیں یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ یہاں کی نعمت یہاں کا مال یہاں کی عزت یہاں کی دولت یہاں کی حکومت سب بے ثبات ہے۔

قَرْنٍ۔ عربی میں زمانہ کی آبادی کو کہتے ہیں۔

اور اثاث عربی میں متاع بیت فرش وفروش اور لباس کو کہتے ہیں۔

رِءْيًا۔ رئ سے ہے المنظر۔ یعنی نام ونمود کے معنی میں مستعمل ہے اور بعض نے نضارت اور حسن کے معنی میں بھی استعمال کیا۔ چنانچہ دنیاوی زیب وزینت عیش وعشرت کو باطل قرار دے کر ارشاد ہے:

"قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا۔ فرما دیجئے جو گمراہی میں ہو تو اسے رحمٰن کی طرف سے خوب ڈھیل دی جائے گی حتیٰ کہ جب وہ دیکھیں گے وہ چیز جس کا وعدہ دیا گیا یا عذاب یا قیامت تو عنقریب جان لیں گے کہ کس کا مقام خراب اور پر از شر ہے اور کس کی فوج کمزور ہے۔"

اس میں ان کے فخر وتکبر کا جواب ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو تمہارے ساز وسامان تمہارے لشکر اور زیبائش ہے سب فانی ہیں تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا ابھی ہم تمہیں آزادی دیتے ہیں۔

مَدًّا۔ کے اصل معنی امہال ہیں یعنی ڈھیل دینا یا رسی دراز کرنا۔

تو جب عذاب یا قیامت دیکھیں گے تو کہیں گے يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا کاش ہم بھی اطاعت کرتے اللہ اور اس کے رسول کی اس کے ساتھ ہدایت یافتہ مومنین کے لئے فرمایا:

"وَ يَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا۔ اور بڑھائے گا اللہ انہیں جنہوں نے ہدایت پائی ان کی ہدایت اور باقی رہنے والی نیکیاں بہترین ہیں تیرے رب کے پاس بہتر ثواب اور بہتر انجام ہیں۔

مَّرَدًّا۔ کے معنی مرجعاً کے ہیں یعنی لوٹنے، پلٹ کر جانے کا مقام یا نعیم مقیم۔

اس لئے ایک مقام پر فرمایا اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ۔ یہ نعیم مقیم بہتر ہے یا یہ دنیاوی زیب و زینت جو پلک جھپکنے پر فنا ہو جاتی ہے۔

اور باقیات صالحات نیک اعمال صدقات وخیرات یہ اجر وثواب میں بہترین ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں جمع ہیں اور ان کا انجام وعاقبت بھلا ہے۔

"اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا۔ تو کیا تم نے اسے دیکھا جو ہماری آیتوں سے منکر ہوا اور کہتا ہے مجھے ضرور ملے گا مال واولاد۔"

شانِ نزول آیۂ کریمہ

اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالطَّبَرَانِیُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَغَیْرُهُمْ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ كُنْتُ رَجُلاً قَیْنًا وَ كَانَ لِیْ عَلَی الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَیْنٌ فَاَتَیْتُهٗ اَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا اَقْضِیْكَ حَتّٰی تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا اَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثُ قَالَ فَاِنِّیْ اِذَا مِتُّ ثُمَّ بُعِثْتُ جِئْتَنِیْ وَلِیْ ثَمَّ مَالٌ وَوَلَدٌ فَاُعْطِیْكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا۔

بخاری ومسلم اور ترمذی اور طبرانی اور ابن حبان وغیرہ رحمہم اللہ خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں عاص بن وائل کا قرض خواہ تھا جب میں اس کے پاس تقاضا کو گیا تو عاص نے کہا میں تمہارا قرض ادا نہ کروں گا جب تک تم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منحرف نہ ہو جاؤ اور کفر اختیار نہ کرو۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اسے جواب دیا کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا حتیٰ کہ تو مرجائے اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھے۔ عاص کہنے لگا کیا میں مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر اٹھوں گا۔ حضرت خباب نے فرمایا ہاں۔ تو عاص بولا تو پھر مجھے چھوڑ و حتیٰ کہ میں مرجاؤں اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں اور مجھے مال واولاد ملے جب ہی تمہارا قرض ادا کروں گا۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا:

"اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّ نَرِثُهٗ مَا یَقُوْلُ وَ یَاْتِیْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّیَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا سَیَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَیَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾۔

کیا غیب پر مطلع ہو چکا ہے یا رحمٰن سے کوئی عہد لے چکا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اب عنقریب ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور اسے خوب لمبا عذاب دیں گے اور وارث ہوں گے ہم ان چیزوں کے جو وہ کہہ رہا ہے اور آئے گا ہمارے پاس تنہا۔ اور انہوں نے اللہ کے سوا اور خدا بنائے تاکہ ہوں وہ اس کے لئے زور اور عزت دینے والے۔ ہرگز نہیں عنقریب منکر ہوں گے ان کی عبادت سے اور ہو جائیں گے ان کے مخالف۔"

اَطَّلَعَ الْغَیْبَ۔ یعنی کیا وہ غیب سے مطلع ہو گیا ہے اور اس نے لوحِ محفوظ کا معائنہ کر لیا ہے۔ یہ رد ہے عاص بن وائل کے دعویٰ کا جو اس نے کہا تھا کہ مر کر جب اٹھوں گا تو مجھے مال بھی ملے گا اور اولاد بھی تو كَلَّا فرما کر اسے زجر فرمائی اور دعویٰ کا رد کیا گیا۔

اور قرآن کریم میں لفظ كَلَّا یہاں پہلی بار لایا گیا ہے۔

اور تمام قرآن کریم میں یہ لفظ تینتیس جگہ آیا ہے۔

فراء کہتا ہے یہ کَلَّا چار طرح استعمال ہوا ہے۔

پہلا یہ کہ **ما یحسن الوقف علیه و یحسن الابتداء به** یعنی جس پر وقف مستحسن رکھا گیا اور ابتداء اس پر مستحسن رکھی گئی۔

یہ تمام قرآن پاک میں دس جگہ ہے:

۱- اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۔

۲- لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۔

۳- لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۔

۴- الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ۔

۵- اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ۔

۶- اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا ۔

۷- صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ۔

۸- رَبِّيْۤ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ كَلَّا ۔

۹- اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾ كَلَّا ۔

۱۰- ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ۔

ان تمام مقامات پر رد قول ماقبل فرمایا گیا اور تنبیہ و زجر کیا گیا۔

دوسری قسم یہ ہے کہ **یحسن الوقف علیه و یحسن الابتداء به** ۔اس پر وقف تو مستحسن رکھا گیا مگر اس پر ابتداء کلام مستحسن نہ رکھا۔ یہ تمام قرآن کریم میں دو جگہ ہے۔

۱- فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ كَلَّا ۔

۲- اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۔

تیسری قسم یہ ہے کہ **یحسن الابتداء به ولا یحسن الوقف علیه** ۔ابتداء اس سے مستحسن رکھی گئی مگر اس پر وقف مستحسن نہ رکھا۔

یہ تمام کلام پاک میں 19 جگہ آیا ہے۔

۱- كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۔

۲- كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَالصُّبْحِ اِذَاۤ اَسْفَرَ ۔

۳- كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۔

۴- كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ۔

۵- كَلَّا لَا وَزَرَ ۔

۶- كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ۔

۷- كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ۔

۸- كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ۔

۹- كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

۱۰- كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ۔

۱۱- كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ۔

۱۲- كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۔

۱۳- كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ۔

۱۴- كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا۔

۱۵- كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى۔

۱۶ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ۔

۱۷- كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔

۱۸- كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔

۱۹- كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ۔

اور چوتھی قسم یہ ہے کہ ما لا یحسن فی شیء من الامرین جس میں دونوں میں سے یعنی ابتداء اور وقف سے کسی کو مستحسن نہ رکھا گیا۔ یہ دو جگہ ہے۔

۱- ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔

۲- ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ۔

اس میں وقف ثم پر مستحسن نہ رکھا۔

یہ کل مقامات تینتیس ہیں۔

اس کے بعد سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ فرما کر ظاہر کیا کہ ہم عنقریب ظاہر فرما دیں گے جو وہ کہتا ہے کہ مجھے اس وقت مال و اولاد ملے گی۔ اور فرمایا:

''وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾'' مَكَانَ مَا يَدَّعِيْهِ لِنَفْسِهٖ مِنَ الْاِمْدَادِ بِالْمَالِ وَالْوَلَدِ اَیْ نُطَوِّلُهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَا يَسْتَحِقُّهٗ اَوْ نَزِيْدُ عَذَابَهٗ وَ نُضَاعِفُ لَهٗ مِنَ الْمَدِّ وَيُقَالُ مَدَّهٗ وَامَدَّهٗ۔

یعنی اس کا عذاب طویل کریں گے اور دو چند سزا دیں گے۔

''وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ'' اَیْ نَسْلُبُ ذَالِكَ وَنَاْخُذُ بِمَوْتِهٖ اَخْذَ الْوَارِثِ مَا يَرِثُهٗ۔ یعنی جو اس کا خیال ہے اسے ہم سلب فرمائیں گے اور اس کی موت کے بعد اس کا سب ورثہ سلب کر لیں گے۔

''وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا۔'' لائیں گے ہم اسے تن تنہا۔ لَا يَصْحَبُهٗ مَالٌ وَّلَا وَلَدٌ۔ نہ اس کے ساتھ مال ہوگا نہ اولاد۔ اور

یہ قول اس امر پر مبنی ہے کہ
لَا تَوَالُدَ فِي الْجَنَّةِ۔ کہ جنت میں توالد نہ ہوگا۔
وَ قَدْ اَخْرَجَ جَمَاعَةٌ مِّنْ اَهْلِ السُّنَّةِ مِنْ قَوْلِهٖ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَنَا فِيْهَا اَزْوَاجٌ اَوْ مِنْهُنَّ مُصْلِحَاتٌ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُصْلِحَاتُ لِلْمُصْلِحِيْنَ تُلَذِّذُوْنَهُنَّ وَيُلَذِّذُنَكُمْ مِثْلَ لَذَّاتِكُمْ فِي الدُّنْيَا غَيْرَ اَنْ لَّا تَوَالُدَ۔
راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں ہماری بیویاں ہوں گی اور ان سے اولادیں بھی ہوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصلحات مصلحین کے لئے ہوں گی اور ان سے لذت حاصل ہوگی اور وہ تم سے لذت لیں گی جیسے دنیا میں حاصل کرتے ہو مگر توالد و تناسل نہ ہوگا۔
اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا يَكُوْنُ لَهُمْ وَلَدٌ۔ جنتیوں کی اولاد نہ ہوگی۔
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ اِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهٗ وَوَضْعُهٗ وَسِنُّهٗ فِيْ سَاعَةٍ وَّاحِدَةٍ كَمَا يَشْتَهِيْ۔
جنت میں مومن جب اولاد کی خواہش کرے گا تو اس کا حمل اور وضع حمل اور عمر ایک ساعت میں پورا ہو جائے گا اور وہ جیسی اولاد چاہے گا وہ ملے گی۔ (روح المعانی)
ان احادیث سے واضح ہوا کہ مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ کے ماتحت جو کچھ جنت میں جنتی چاہے گا۔ وہ اس کو ضرور ملے گا۔ حتیٰ کہ کاشتکار اگر کھیتی کرنا چاہے گا تو بلا مشقت اسے کھیتی حاصل ہو جائے گی آگے ارشاد ہے:
"وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾۔
اور اللہ کے سوا انہوں نے جو اور خدا بنائے اور بتوں کو پوجنے لگے تاکہ انہیں ان کے ذریعہ حمایت حاصل ہو۔ ہرگز نہیں۔ عنقریب وہ ان کی بندگی سے خود منکر و منحرف ہو جائیں گے اور ان کی مخالفت کریں گے۔"
چنانچہ بروز قیامت یہ پرستاران اصنام ان پتھروں اور بتوں پر خود لعنت کریں گے اور بتوں کو اللہ تعالیٰ بولنے کی قوت دے گا وہ بھی اپنے پرستاروں کو ملازمت کریں گے اور بارگاہ حق میں کہیں گے کہ یارب انہیں اس باطل پرستی کے بدلے عذاب دے۔
چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ سَتَجْحَدُ الْاٰلِهَةُ عِبَادَةَ اُولٰٓئِكَ الْكَفَرَةِ اِيَّاهَا وَيُنْطِقُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ لَّمْ يَكُنْ نَاطِقًا مِّنْهَا فَتَقُوْلُ جَمِيْعًا مَّا عَبَدْتُّمُوْنَا۔
اور قرآن کریم میں ہے۔ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع ۔ سورۂ مریم ۔ پ ۱۶

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ	کیا تم نے نہ دیکھا کہ ہم نے بھیجے شیاطین کافروں پر کہ وہ

تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾
انہیں خوب ابھارتے ہیں عصیان شعاری پر

فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾
تو تم جلدی نہ کرو ان پر ہم تو ان کی گنتی پوری کرتے ہیں

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾
جس دن محشور کریں گے ہم پرہیز گاروں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر

وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾
اور ہانکیں گے ہم مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾
نہیں مالک شفاعت کا کوئی مگر وہی جنہوں نے رحمٰن سے عہد کر رکھا ہے

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾
اور بولے کافر رحمٰن نے اولاد بنالی

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿٨٩﴾
بے شک تم لائے ہو بھاری بات

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾
قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اس سے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں دہل کر

اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾
اس پر کہ انہوں نے دعویٰ کیا رحمٰن کی اولاد کا

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾
اور نہیں زیبا رحمٰن کو کہ اولاد اختیار کرے

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾
نہیں کوئی آسمان اور زمین میں مگر حاضر ہوں گے رحمٰن کے حضور بندے ہو کر

لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾
بے شک وہ ان کا شمار جانتا ہے اور اس نے گن رکھا ہے ایک ایک کر کے

وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾
اور ہر ایک ان کا آئے گا قیامت کے روز تنہا

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾
بے شک وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے عنقریب ان کے لئے کرے گا رحمٰن محبت کرنے والا

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾
تو ہم نے آسان کیا یہ قرآن تمہاری زبان میں کہ تم خوشخبری دو پرہیز گاروں کو اور ڈراؤ اس سے جھگڑالوؤں کو

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾
اور کتنے ہم نے ہلاک کئے ان سے پہلے زمانہ والے کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی بھنک سنتے ہو

حل لغات چھٹا رکوع۔ سورۂ مریم۔ پ ١٦

اَلَمْ۔ کیا نہ — تَرَ۔ دیکھا تو نے — اَنَّآ۔ کہ ہم نے — اَرْسَلْنَا۔ بھیجا
الشَّيٰطِيْنَ۔ شیطانوں کو — عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ کافروں پر کہ — تَؤُزُّهُمْ۔ ابھارتا ہے ان کو
اَزًّا۔ ابھارنا — فَلَا۔ تو نہ — تَعْجَلْ۔ جلدی کر — عَلَيْهِمْ۔ ان پر

اِنَّمَا۔سوائے اس کے نہیں	نَعُدُّ۔گنتے ہیں	لَهُمْ۔ہم ان کو	عَدًّا۔گننا
يَوْمَ۔جس دن	نَحْشُرُ۔اکٹھا کریں گے ہم	الْمُتَّقِيْنَ۔پرہیزگاروں کو	اِلَى الرَّحْمٰنِ۔طرف رحمٰن کی
وَفْدًا۔مہمان بنا کر	وَنَسُوْقُ۔اور ہانکیں گے ہم	الْمُجْرِمِيْنَ۔مجرموں کو	اِلٰى۔طرف
جَهَنَّمَ۔جہنم کی	وِرْدًا۔پیاسے	لَا يَمْلِكُوْنَ۔نہیں اختیار رکھتے	الشَّفَاعَةَ۔سفارش کا
اِلَّا۔مگر	مَنِ۔جس نے	اتَّخَذَ۔پکڑا	عِنْدَ۔نزدیک
الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کے	عَهْدًا۔عہد	وَقَالُوا۔اور بولے	اتَّخَذَ۔بنائی
الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن نے	وَلَدًا۔اولاد	لَقَدْ۔بے شک	جِئْتُمْ۔لائے تم
شَيْئًا۔چیز	اِدًّا۔بھاری	تَكَادُ۔قریب ہے	السَّمٰوٰتُ۔آسمان
يَتَفَطَّرْنَ۔پھٹ جائیں	مِنْهُ۔اس سے	وَتَنْشَقُّ۔اور شق ہو جائے	الْاَرْضُ۔زمین
وَتَخِرُّ۔اور گر پڑیں	الْجِبَالُ۔پہاڑ	هَدًّا۔کانپ کر	اَنْ۔یہ کہ
دَعَوْا۔پکارا انہوں نے	لِلرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کے لئے	وَلَدًا۔بیٹا	وَمَا۔اور نہیں
يَنْۢبَغِيْ۔لائق	لِلرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کو	اَنْ۔یہ کہ	يَّتَّخِذَ۔پکڑے
وَلَدًا۔اولاد	اِنْ۔نہیں ہے	كُلُّ۔ہر ایک	مَنْ۔جو
فِي السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَالْاَرْضِ۔اور زمین میں ہے	اِلَّآ۔مگر	اٰتِي۔آنے والا ہے
الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کے پاس	عَبْدًا۔بندے ہو کر	لَقَدْ۔بے شک	اَحْصٰهُمْ۔اس نے گنا ان کو
وَعَدَّهُمْ۔اور شمار کیا	عَدًّا۔شمار کرنا	وَكُلُّهُمْ۔اور وہ سارے	اٰتِيْهِ۔آئیں گے اس کے پاس
يَوْمَ۔دن	الْقِيٰمَةِ۔قیامت کے	فَرْدًا۔تنہا	اِنَّ۔بے شک
الَّذِيْنَ۔وہ جو	اٰمَنُوْا۔ایمان لائے	وَعَمِلُوا۔اور کام کئے	الصّٰلِحٰتِ۔اچھے
سَيَجْعَلُ۔جلدی بنائے گا	لَهُمْ۔ان کے لئے	الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن	وُدًّا۔محبت کرنے والا
فَاِنَّمَا۔سوائے اس کے نہیں	يَسَّرْنٰهُ۔آسان کیا اس کو ہم نے		بِلِسَانِكَ۔تیری زبان میں
لِتُبَشِّرَ۔کہ تو خوشخبری دے	بِهِ۔اس کے ساتھ	الْمُتَّقِيْنَ۔پرہیزگاروں کو	وَتُنْذِرَ۔اور ڈرائے
بِهٖ۔اس کے ساتھ	قَوْمًا۔قوم	لُدًّا۔جھگڑالو کو	وَكَمْ۔اور کتنے
اَهْلَكْنَا۔ہم نے ہلاک کئے	قَبْلَهُمْ۔ان سے پہلے	مِّنْ قَرْنٍ۔زمانے	هَلْ۔کیا
تُحِسُّ۔محسوس کرتا ہے	مِنْهُمْ۔ان سے	مِّنْ اَحَدٍ۔کسی کو	اَوْ۔یا
تَسْمَعُ۔سنتا ہے	لَهُمْ۔ان کے لئے	رِكْزًا۔کوئی آہٹ	

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع۔سورۂ مریم۔پ ۱۶

اس آخری رکوع میں چند لغات نادر ہیں۔تفسیر سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا حل پیش کر دیا جائے۔

تَؤُزُّهُمْ اَزًّا۔تُهَيِّجُهُمْ عَلَى الْمَعَاصِيْ تَهْيِيْجًا شَدِيْدًا بِاَنْوَاعِ التَّسْوِيْلَاتِ وَالْوَسَاوِسِ۔برانگیختہ

کرتے ہیں انہیں شدید انگیخت کے ساتھ۔

اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا۔ نَعُدُّهَا عَدًّا۔ اَیْ قَلِیْلَةً۔ كَمَا قِيْلَ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةً۔ ان کی قلیل عمر گنی ہوئی ہے جیسے دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةً کے معنی قلیل وذلیل رقم کے ہیں۔

وَفْدًا۔ اَیْ رُكْبَانًا كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلِ الْوَفْدُ اِلَّا الرَّكْبُ۔ سوار۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وفد نہیں مگر سوار۔ 6

وِرْدًا۔ اَیْ عِطَاشًا۔ پیاسے کے معنی میں مستعمل ہے۔

اِدًّا۔ قَالَ الرَّاغِبُ اَلْاَدُّ الْمُنْكَرُ۔ نہایت بری بات اَلْخِطَابُ عَنْ كَمَالِ السُّخْطِ وَشِدَّةِ الْغَضَبِ۔ انتہائی غضب وشدت سے مخاطبہ کرتے وقت بولتے ہیں۔

هَدًّا۔ تَخِرُّ۔ مَهْدُوْدَةً۔ منہدم ہونا۔ گرنا۔

اَحْصٰهُمْ۔ حَصَرَهُمْ وَاَحَاطَ بِهِمْ۔ نگاہ میں رکھنا اوران پر محیط ہونا۔

وَعَدَّهُمْ عَدًّا۔ اَیْ عَدَّ اَشْخَاصَهُمْ وَاَنْفَاسَهُمْ وَاَفْعَالَهُمْ۔ نگاہ میں رکھنا ان کی حرکات اور سانس اور افعال کو۔

فَرْدًا۔ اَیْ مُنْفَرِدًا۔ تنہا۔ اکیلا۔

وُدًّا۔ اَیْ مَوَدَّةً فِی الْقُلُوْبِ۔ دلوں میں محبت پیدا کرنا۔

قَوْمًا لُّدًّا۔ قَالَ الرَّاغِبُ اَلْخَصِمُ الشَّدِيْدُ وَ عَنْ قَتَادَةَ اَللُّدَدُ۔ ذُو الْجَدَلِ۔ جھگڑالو اور سخت مخالف۔

هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ۔ هَلْ بِمَعْنٰى مَا۔ یعنی نہیں مَا تَشْعُرُ بِاَحَدٍ مِنْهُمْ۔ نہیں دیکھتا تم میں سے انہیں کوئی۔

رِكْزًا۔ اَیْ صَوْتًا خَفِيًّا۔ ہلکی بھنک یا کسکساہٹ۔

"اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾۔ اے محبوب کیا نہ دیکھا آپ نے کہ ہم نے شیطان بھیجے کافروں پر جو ابھارتے ہیں انہیں پوری طرح کفر ومعصیت پر تو آپ ان پر عجلت نہ فرمائیں ہم نے ان کی قلیل مدت عمر گن رکھی ہے۔"

• تَؤُزُّهُمْ اَزًّا پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شیاطین ان پر مسلط کر دیئے ہیں کہ تُغْرِيْهِمْ وَ تُهَيِّجُهُمْ عَلَى الْمَعَاصِیْ تَهْيِيْجًا شَدِيْدًا بِاَنْوَاعِ التَّسْوِيْلَاتِ وَالْوَسَاوِسِ۔ انہیں ابھارتے رہتے ہیں معاصی کے لئے پورا ابھارنا انواع وساوس کے ساتھ۔

فَاِنَّ الْاَزَّ وَالْهَزَّ وَالْاِسْتِفْزَازَ اَخَوَاتٌ مَعْنَاهَا شِدَّةُ الْاِزْعَاجِ۔ از اور ہز اور استفزاز یہ مترادف المعنی ہیں جو سختی سے ابھارنے کے معنی دیتے ہیں۔

وَ فِيْهَا تَسْلِيَةٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اوراس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ ان کے انکار اور تشدد پر آپ پرواہ نہ فرمائیں ان کی زندگی کی ساعتیں ہم گن رہے ہیں عنقریب یہ ہلاک ہوں گے۔

اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا۔ بَيَانٌ اِقْتِرَابِ هِلَاكِهِمْ فَاِنَّهُ لَمْ يَبْقَ لَهُمُ الْاَيَّامُ وَاَنْفَاسٌ نَعُدُّهَا عَدًّا اَیْ قَلِيْلَةً كَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةً۔ ہم ان کی ساعتیں گن رہے ہیں عنقریب ان کی ہلاکت ہوگی کچھ دن باقی ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ کَانَ اِذَا قَرَأَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ بَکٰی۔آپ جب یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے تو رو پڑتے۔

ابن سماک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مامون کے پاس تھے تو جب یہ آیت کریمہ پڑھی تو مامون نے کہا جب سانس بھی گنے ہوئے ہیں اوران میں کچھ بھی سانس بڑھ نہیں سکتے تو پھر عمر بڑھانے کی آرزو کرنا بے معنی ہے۔کسی نے خوب کہا ہے:

اِنَّ الْحَبِیْبَ مِنَ الْاَحْبَابِ مُخْتَلَسٌ لَایَمْنَعُ الْمَوْتَ بَوَّابٌ وَلَا جَرَسٌ
وَ کَیْفَ یَفْرَحُ بِالدُّنْیَا وَلَذَّتِھَا فَتٰی یُعَدُّ عَلَیْہِ اللَّفْظُ وَالنَّفَسُ

دوست دوستوں سے مل جل کر بیٹھے ہوتے ہیں کہ وہ موت کو چوکیدار اور نگران سے نہیں روک سکتے پھر کیوں دنیا اور اس کی لذتوں سے خوش ہو جبکہ ایک جوان کی زندگی کی گھڑیاں گنی ہوئی ہیں۔

بقول شاعر

غنیمت جان رل مل کے بیٹھنے کو ! جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

خلاصہ یہ کہ اِنَّمَا نَعُدُّ اَعْمَالَھُمْ لِنُجَازِیَھُمْ عَلَیْھَا۔ان کے عمل گنے ہوئے ہیں تا کہ ہم انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیں۔

"یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا۔جس دن ہم محشور کریں گے پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف سواریوں پر۔"

وفد کے معنی رکبان کے ہیں یعنی سوار۔کَمَا اَخْرَجَہٗ جَمَاعَۃٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِی الدُّنْیَا فِیْ صِفَۃِ الْجَنَّۃِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدَوَیْہِ مِنْ طُرُقٍ عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلِ الْوَفْدُ اِلَّا الرَّکْبُ فَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّھُمْ اِذَا خَرَجُوْا مِنْ قُبُوْرِھِمْ اُسْتُقْبِلُوْا بِنُوْقٍ بِیْضٍ لَھَا اَجْنِحَۃٌ وَ عَلَیْھَا رِحَالُ الذَّھَبِ شَرْکُ نِعَالِھِمْ نُوْرٌ یَتَلَالَاُ کُلُّ خُطْوَۃٍ مِّنْھَا مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ وَیَنْتَھُوْنَ اِلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ۔اَلْحَدِیْثَ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضور! صلی اللہ علیک وسلم وفد رکب ہی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مومنین جب قبروں سے نکلیں گے تو سفید چمکتے براق کی طرف جائیں گے جن کے بازو ہوں گے اوران پر سونے کے جھول ہوں گے ان کے سموں سے نور پھیلتا ہوگا۔منتہائے نظر تک حتیٰ کہ وہ جنت میں پہنچیں گے۔

وَاَصْلُ الْوَفْدِ جَمْعُ وَافِدٍ کَالْوُفُوْدِ وَالْاَوْفَادِ وَالْوَفْدُ مِنْ وَفَدَ اِلَیْہِ وَ عَلَیْہِ یَفِدُ وَفَدَاءً وَّ وُفُوْدًا وَّ وَفَادَۃً وَّاِفَادَۃً۔قَدِمَ۔آنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

"وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَھَنَّمَ وِرْدًا۔اور ہانکیں گے ہم مجرموں مشرکوں کو جہنم کی طرف پیاسا۔"

وِرْدًا۔بمعنی عطاش یعنی پیاسے کے ہیں۔

اور صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جنتی طائفہ کے متعلق چند احادیث ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ بلاحساب و کتاب جن کا داخلہ ہوگا ان کی علیحدہ علیحدہ شانیں ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ۔

يَمُرُّ النَّبِيُّ مَعَهُ رَجُلٌ۔

وَالنَّبِيُّ مَعَهُ رَجُلَانِ۔

وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ۔

وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّهْطُ۔

فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا فَرَجَوْتُ اَنْ يَّكُوْنَ اُمَّتِيْ فَقِيْلَ هٰذَا مُوْسٰى وَقَوْمُهٗ۔

ثُمَّ قِيْلَ اُنْظُرْ فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا فَقِيْلَ هٰؤُلَاءِ اُمَّتُكَ وَ مَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

فَتَفَرَّقَ النَّاسُ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَاكَرَ اَصْحَابُهٗ فَقَالُوْا اَمَّا نَحْنُ فَوُلِدْنَا فِي الشِّرْكِ وَلٰكِنْ قَدْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰؤُلَاءِ اَبْنَاؤُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ اَلْحَدِيْث۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہم پر جلوہ افروز ہوئے تو فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۔

تو نبی تشریف لے جا رہے تھے اور ان کے ساتھ ایک امتی تھا۔

اور نبی جا رہے تھے ان کے ساتھ دو امتی تھے۔

اور نبی جا رہے تھے مگر ان کے ساتھ کوئی امتی نہ تھا۔

اور نبی جا رہے تھے ان کے ساتھ ایک جماعت تھی۔

کہ میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی تو میں نے خیال کیا کہ شاید یہ میری امت ہے تو مجھے کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے۔

پھر مجھے کہا گیا ملاحظہ فرمایئے تو میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی اور مجھے کہا گیا یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار وہ ہیں جو جنت میں بلاحساب داخل ہوں گے۔

پھر لوگ متفرق ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ظاہر نہ فرمایا کہ وہ ستر ہزار کون ہوں گے۔

پھر صحابہ علیہم رضوان میں ان کا مذاکرہ ہو رہا تھا کہ ہم وہ ہیں کہ شرک میں ہماری پیدائش ہوئی البتہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کو ماننے والے ہیں اور یہ ہماری اولاد ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نجوم کے ذریعہ استراق نہیں کرتے اور آئندہ کے حالات نہیں نکالتے

اور طیرہ یعنی چھوت چھات نہیں مانتے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ الی آخر الحدیث۔

اور ترمذی میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے ہے:

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَعَدَنِيْ رَبِّيْ اَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفًالَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ اَلْفٍ سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَثَلَاثُ حَثَيَاتٍ مِّنْ حَثَيَاتِ رَبِّيْ۔

فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ جنت میں میری امت سے ستر ہزار ایسے داخل ہوں گے جن سے نہ حساب ہوگا نہ عذاب اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار علیحدہ ہیں اور تین انجھلے (مشت بھر) اور جنت میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے انجھلوں میں سے۔ انجھلا اردو میں وہی ہے جسے پنجابی میں بک کہتے ہیں۔

اس پر بروایت عمر رضی اللہ عنہ واضح کیا ہے کہ بک یعنی انجھلا اللہ تعالیٰ کا وہ ہے جس کا توازن اور اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

قَالَ هِشَامُ هٰذَا مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَا يُدْرٰى مَا عَدَدُهٗ۔

بعض اخبار میں مذکور ہے کہ من يدخل الجنة بغير حساب۔ وہ کوئی جو بلا حساب جنت میں جائیں گے وہ یہ ہیں:

۱- حَامِدِيْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ اللہ کی حمد خوشی وغم میں کرنے والے۔

۲- وَالَّذِيْنَ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ۔ اور وہ جن کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ رہیں۔

۳- وَالَّذِيْنَ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ اور وہ جنہیں تجارت اور بیع اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے۔

۴- وَالَّذِيْنَ يَمُوْتُ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ ذَاهِبًا اَوْ رَاجِعًا۔ اور وہ جو مکہ آتا یا جاتا مرے۔

۵- وَطَالِبُ الْعِلْمِ۔ اور طالب علم دین۔

۶- وَالْمَرْاَةُ الْمُطِيْعَةُ لِزَوْجِهَا۔ اور وہ عورت جو اپنے خاوند کی مطیع ہو۔

۷- وَالْوَلَدُ الْبَارُّ بِوَالِدَيْهِ۔ اور وہ اولاد جو والدین کی فرمانبردار ہو۔

۸- وَالرَّحِمِ الصَّبُوْرِ۔ اور رحم کرنے والا۔ مصائب پر صبر کرنے والا۔ (مبحث الشفاعت)

''لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔ کوئی شفاعت کے مالک نہیں مگر وہ جنہوں نے رحمان کے پاس سے عہد لے لیا ہے۔''

اس کے یہ معنی ہیں لَا يَمْلِكُ الْعِبَادُ اَنْ يَّشْفَعُوْا لِغَيْرِهِمْ اِلَّا مَنِ اتَّصَفَ مِنْهُمْ بِمَا يَسْتَاهِلُ مَعَهٗ اَنْ يُّشْفَعَ وَهُوَ الْمُرَادُ بِالْعَهْدِ۔ وَفَسَّرَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ بِشَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالتَّبَرِّيْ مِنَ الْحَوْلِ وَالْقُوَّةِ عَدَمُ رَجَاءِ اَحَدٍ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى۔

بندوں میں سے کوئی مجاز و مختار نہیں کہ کسی کی سفارش کر سکے۔

مگر جو ان میں سے اہل ہو وہ شفاعت کرے گا اور اس سے مراد عہد ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی تفسیر سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمائی:

کہ وہ اہل ہے جو لا الہ الا اللہ کی شہادت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں طاقت وقوت بالذات نہ مانے۔

اور مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ میں بھی استثناء ہے یعنی کون ہے وہ جو سفارش کرے اللہ تعالیٰ کے حضور مگر

اس کی اجازت سے ایک شفاعت تو یہ ہے جو بعد اذن حاصل ہو۔ اور دوسری شفاعت وہ ہے جس کے متعلق ارشاد ہے:
وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ۔ اور نہیں نفع دے گی شفاعت اس کے حضور مگر اس کی جسے اذن مل چکا ہے جیسے ہمارے حضور سید یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ اول سے ہی ماذون بالشفاعت ہیں اور اولیاء، انبیاء، اصفیا، حفاظ و علماء حتیٰ کہ شیر خوار اطفال رضیع حتیٰ کہ ساقط شدہ بچے ان کی شفاعت بھی مفید ہوگی مگر بعد اذن الٰہی عزوجل۔ چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ باب شفاعت اس وقت تک نہ کھلے جب تک حضور ﷺ جلوہ آرائے مسند شفاعت نہ ہوں۔ (حدیث)

اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ نے ایک حدیث کا مضمون شعر میں فرمایا ہے وھو ھذا۔

خلیل و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ مِنْ اُمَّتِيْ لَيَشْفَعُ لِلْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَشْفَعُ لِلرَّجُلِ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا ایک آدمی جماعتوں کو سفارش کر کے جنت میں لے جائے اور ایک آدمی، آدمی کی سفارش کرے اور اس کے گھر والوں کی اور ان کی بخشش کرا کر جنت میں لے جائے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو آیۂ کریمہ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا نازل ہو چکی ہے۔

اب آگے یہود و نصاریٰ اور کفار عرب کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

"وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا۔ اور بولے نصاریٰ و یہودی کہ رحمٰن نے اولاد پکڑی۔"

یہ تذکرہ ہے یہود و نصاریٰ کا کہ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہا اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہا اور ملائکہ علیہم السلام کو بنات اللہ قرار دیا تَعَالٰى شَانُهٗ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

حالانکہ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ فرما کر یہ ثابت فرما دیا گیا کہ جو بندے ہیں وہ بیٹے نہیں ہو سکتے چنانچہ اس کے جواب میں کمال سخط و شدت غضب کا اظہار ہے حَيْثُ قَالَ۔

"لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا۔ بے شک تم لائے ہماری طرف زبردست بری بات۔ قریب ہے کہ آسمان ان باتوں سے پھٹ پڑے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ منہدم ہو جائیں تمہاری اس بکواس پر کہ اللہ کی اولاد ہے۔"

اس میں جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا فرما کر ان کے قول کا ابطال فرمایا گیا اور مخاطبہ میں کمال سخط اور شدت غضب سے ان کے قول پر تشنیع و تقبیح فرمائی اور ان کی نہایت ووقاحت اور جرأت پر اظہار ناراضگی فرمایا گیا اس لئے کہ اِدًّا کے معنی منکر کے ہیں یا اِدًّا امر عجیب یا منکر شدید پر بولا جاتا ہے۔

پھر تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ فرما کر اور بھی نفرت کا مظاہرہ فرما دیا اور وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا سے اس کی وضاحت کر دی گئی۔

پھر حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی آسمان و زمین کے متعلق واضح ہوتا ہے کہ وہ حساس ہیں۔ اَخْرَجَ اِبْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ الشِّرْکُ فَزِعَتْ مِنْهُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَجَمِیْعُ الْخَلَائِقِ اِلَّا الثَّقَلَیْنِ وَکَوْنُ اَنْ یَزَلْنَ مِنْهُ تَعْظِیْمًا لِلّٰهِ تَعَالٰی وَ فِیْهِ اِثْبَاتُ الْفَهْمِ لِتِلْکَ الْاَجْرَامِ وَالْاَجْسَامِ لَائِقٌ بِهِنَّ۔

فرماتے ہیں شرک سے آسمان اور زمین اور پہاڑ اور جمیع مخلوقات گھبراتی ہیں سوائے ثقلین کے اور قریب ہے کہ وہ متزلزل ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں اور اس میں اس امر کا ثبوت ہے کہ انہیں باوجود اجرام و اجسام ہونے کے فہم ہے جتنا ان کے لائق ہے۔

اور درمنثور میں آیہ کریمہ پر ابن منصور اور ابن مبارک اور ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ اور ابن ابی حاتم سے اور طبرانی و بیہقی سے شعب الایمان میں طریق عون سے عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے قَالَ اِنَّ الْجَبَلَ لَیُنَادِی الْجَبَلَ بِاِسْمِهٖ یَا فُلَانُ هَلْ مَرَّبِکَ الْیَوْمَ اَحَدٌ ذَاکِرٌ لِلّٰهِ تَعَالٰی فَاِذَا قَالَ نَعَمْ اِسْتَبْشَرَ۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہاڑ پہاڑ کو نام لے کر پکارتا ہے اے فلاں! کیا آج کوئی تجھ پر سے ذاکر الٰہی گزرا تو اگر وہ کہتا ہے ہاں تو وہ خوشی مناتا ہے۔

اور اس پر قرآنی دلیل لائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ۔ چنانچہ ابن الصلت بھی باوجود کافر ہونے کے کہہ گیا:

وَ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَهٗ اٰیَةٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ

اور جو اللہ تعالیٰ کی اولاد کا عقیدہ رکھتا ہے وہ کیا یہ سمجھتا ہے کہ وہ ذات خالق قادر علیم حکیم ہے اور جو خالق ہے وہ مخلوق کو بیٹا کیسے بنا سکتا ہے جو قادر ہے وہ مقدور کو اولاد کیونکر کہہ سکتی ہے معبود کا ولد عابد کیسے ہو سکتا ہے۔ تَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ (روح المعانی) چنانچہ

"اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا" فرمایا۔ یعنی تمہارے اس کہنے سے، کہ اللہ کی اولاد ہے، آسمان و زمین لرز رہے ہیں۔

"وَمَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ ۔ اور رحمٰن کو زیبا ہی نہیں کہ وہ اولاد پکڑے۔" اس لئے کہ

"اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب رحمٰن کے حضور بندے ہیں اور وہ گنے ہوئے ہیں۔"

اور ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ۔ کوئی چیز نہیں مگر تسبیح اور حمد کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی مگر تم اس تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔

اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اَیْ مَا مِنْهُمْ اَحَدٌ مِّنَ الْمَلٰئِکَةِ وَالثَّقَلَیْنِ۔ یعنی کوئی نہیں ملائکہ سے اور ثقلین سے۔

اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا اَیْ اِلَّا وَهُوَ مَمْلُوْکٌ لَهٗ تَعَالٰی یَاْوِیْ اِلَیْهِ عَزَّوَجَلَّ بِالْعُبُوْدِیَّةِ وَ الْاِنْقِیَادِ

لِقَضَائِہٖ وَقَدْرِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی۔ مگر آئے گا رحمٰن کے حضور بندہ ہو کر یعنی وہ مملوک ہوگا اور آئے گا اللہ تعالیٰ کے حضور عبودیت کے ساتھ اور تسلیم کرتا ہوا اس کی قضا وقدر کو۔

لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ ۔حَصَرَهُمْ وَاَحَاطَ بِهِمْ بِحَيْثُ لَايَكَادُ يَخْرُجُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ مِنْ حِيْطَةِ عِلْمِهٖ وَ قَبْضَةِ قُدْرَتِهٖ جَلَّ جَلَالُهٗ۔ اَیْ عَدَّ اَشْخَاصَهُمْ وَاَنْفَاسَهُمْ وَاَفْعَالَهُمْ فَاِنَّ كُلَّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ تَعَالٰى بِمِقْدَارٍ۔ انہیں محصور کر رکھا ہے اور ان کا احاطہ ایسے طور پر ہے کہ ممکن نہیں کہ کوئی نکل سکے مخلوق میں سے اس کے حیطۂ علم، قبضۂ قدرت سے اور گنے ہوئے ہیں ان کی ذاتیں اور سانس اور افعال تو یقیناً ہر شے اس کے حضور ایک مقدار میں ہے۔

وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ ۔اَیْ مُنْفَرِدًا مِّنَ الْاَتْبَاعِ وَالْاَنْصَارِ مُنْقَطِعًا اِلَيْهِ تَعَالٰى غَايَةَ الْاِنْقِطَاعِ مُحْتَاجًا اِلٰى اِعَانَتِهٖ وَرَحْمَتِهٖ عَزَّوَجَلَّ فَكَيْفَ يُجَانِسُهٗ وَيُنَاسِبُهٗ يَتَّخِذُهٗ وَلَدًا۔

اور سب اس کے حضور تنہا اور منفرد آئیں گے اپنے اتباع و انصار سے منقطع اور قطعی منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و اعانت کے محتاج ہو کر تو کس طرح مجانست و مناسبت ہوگی کہ وہ اولاد پکڑے اور اپنا شریک بنائے۔ تَعَالٰى عَمَّا يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

ایک قول یہ ہے کہ آیۂ کریمہ کا مفہوم یوں ہے:

اَیْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْعَابِدِيْنَ وَالْمَعْبُوْدِيْنَ اٰتِيْهِ عَزَّوَجَلَّ مُنْفَرِدًا عَنِ الْاٰخَرِ فَيَنْفَرِدُ الْعَابِدُوْنَ عَنِ الْاٰلِهَةِ زَعَمُوْا اَنَّهَا اَنْصَارٌ وَ شُفَعَاءُ وَالْمَعْبُوْدُوْنَ عَنِ الْاَتْبَاعِ الَّذِيْنَ عَبَدُوْهُمْ وَذٰلِكَ يَقْتَضِيْ عَدَمَ النَّفْعِ وَ يَنْتَفِيْ بِذَالِكَ الْمُجَانَسَةُ لِمَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى۔

یعنی ہر ایک اہل سماوات و ارض خواہ وہ عابد ہوں خواہ معبود سب تنہا ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں اور وہ عابد جو اپنے دنیاوی معبودوں کو گمان کرتے تھے کہ یہ ہمارے مددگار اور شفیع ہیں ان سے علیحدہ ہو کر آئیں اور وہ اتباع جنہیں پوجتے تھے علیحدہ ہوں۔

اس سے واضح ہو جائے گا کہ ان سے نفع نہیں حاصل ہوا اور یہ امر بھی منتفی ہوگا کہ ذات ملک الملک کے ساتھ مجانست قطعاً نہیں۔

آگے مومنین رحمہم اللہ کا تذکرہ حسب اسلوب بیان قرآن فرمایا جاتا ہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ بے شک وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے عنقریب کرے گا رحمٰن ان کے لئے چاہنے والے۔"

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَیْ مَوَدَّةً فِي الْقُلُوْبِ لِاِيْمَانِهِمْ وَعَمَلِهِمُ الصَّالِحِ وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّ ذَالِكَ الْجَعْلَ فِي الدُّنْيَا۔ یعنی لوگوں کے دلوں میں ان کے ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے محبت ہوگی اور مشہور قول یہ ہے کہ یہ دنیا میں مومنین کے لئے کیا جائے گا۔

بخاری و مسلم، ترمذی، عبد بن حمید وغیرہ رحمہم اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ تَعَالٰی عَبْدًا انادٰی جِبْرَئِیْلَ اِنِّیْ قَدْ اَحْبَبْتُ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ فِیُنَادِیْ فِی السَّمَاءِ ثُمَّ تَنْزِلُ لَہُ الْمَحَبَّۃُ فِی الْاَرْضِ ذٰلِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ کسی بندے کو محبوب بناتا ہے جبریل علیہ السلام کو ارشاد ہوتا ہے میں نے فلاں بندے کو محبوب بنایا تو تو بھی اسے محبوب رکھ تو آسمانوں میں ندا دی جاتی ہے پھر اس کے لئے محبت زمین پر نازل ہوتی ہے۔ یہ ہے آیہ کریمہ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔

شانِ نزول آیہ کریمہ یہ ہے

ذُکِرَ اَنَّ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِی الْمُھَاجِرِیْنَ اِلَی الْحَبْشَۃِ مَعَ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَعَدَ سُبْحٰنَہٗ اَنْ یَجْعَلَ لَھُمْ مَحَبَّۃً فِیْ قَلْبِ النَّجَاشِیِّ۔

یہ آیہ کریمہ مہاجرین حبشہ کی شان میں اتری ہے جبکہ وہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ ان کی محبت قلب نجاشی میں ڈال دی جائے گی۔

وَ اَخْرَجَ اِبْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّہٗ لَمَّا ھَاجَرَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ وَجَدَ فِیْ نَفْسِہٖ عَلٰی فِرَاقِ اَصْحَابِہٖ بِمَکَّۃَ مِنْھُمْ شَیْبَۃُ بْنُ رَبِیْعَۃَ وَ عُتْبَۃُ بْنُ رَبِیْعَۃَ وَ اُمَیَّۃُ بْنُ خَلْفٍ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ۔

جب مہاجرین نے مدینہ منورہ کو ہجرت کی تو ان کے فراق کا اثر شیبہ، عتبہ اور امیہ کے دل میں پیدا ہوا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور جبائی رحمہ اللہ اس طرف گئے کہ اس آیت کا نتیجہ آخرت میں ملے گا کہ جنت میں تمام اہل جنت بھائی بھائی ہوں گے اور آمنے سامنے تخت نشین ہوں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ سب کی نیکیاں سب کے سامنے کم زیادہ پیش ہوں گی اور ان میں کسی قسم کا شک نہ ہوگا۔

"فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰہُ بِلِسَانِکَ لِتُبَشِّرَ بِہِ الْمُتَّقِیْنَ وَ تُنْذِرَ بِہٖ قَوْمًا لُّدًّا۔ تو ہم نے یہ قرآن کریم اے محبوب آپ کی زبان میں نازل فرما کر آسان کیا تا کہ آپ اس سے پرہیز گاروں کو بشارت دیں اور جھگڑالو، ضدی ہٹیلی قوم کو ڈرائیں۔"

قَوْمًا لُّدًّا سے مراد عاند جاحد مراد ہے وَاللُّدُّ جَمْعُ الْاَلَدِّ وَھُوَ کَمَا قَالَ الرَّاغِبُ الْخَصْمُ الشَّدِیْدُ۔ لُد کی جمع الد ہے۔ وہ سخت جھگڑالو ہے۔

"وَکَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ ھَلْ تُحِسُّ مِنْھُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَھُمْ رِکْزًا۔ یعنی ہم نے بہت سے لوگ ان سے پہلے ہلاک کر ڈالے جن کے وجود کو تم محسوس بھی نہیں کرتے اور ان کی بھنبھناہٹ بھی نہیں سنتے۔"

رِکْزًا۔ اَیْ صَوْتًا خَفِیًّا۔ باریک آواز کے معنی میں مستعمل ہے ھَلْ تُحِسُّ اَیْ مَا تَشْعُرُ بِاَحَدٍ مِّنْھُمْ۔ یعنی انہیں ان میں سے کسی کا شعور بھی نہیں۔

سُوْرۃ طٰهٰ

متعلقات سورۃ

اس سورۂ مبارکہ کو سورۂ کلیم بھی کہتے ہیں۔ کما ذکر السخاوی فی جمال القرآن۔

اسے مکی بتاتے ہیں کما اخرجه ابن مردویه عن ابن عباس و ابن الزبیر رضی اللہ عنہم۔

اور بعض نے فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ کو اس سے مستثنیٰ رکھا ہے۔

اور جلال الدین سیوطی اس کے بعد کی آیت کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں اور اس پر بزار اور ابو یعلیٰ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں۔ جو ابو رافع سے مروی ہے:

قَالَ اَضَافَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَیْفًا فَاَرْسَلَنِیْ اِلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْیَهُوْدِ اَنْ اَسْلِفْنِیْ دَقِیْقًا اِلٰی هِلَالِ رَجَبَ فَقَالَ لَا اِلَّا بِرَهْنٍ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَمِیْنٌ فِی السَّمَاءِ اَمِیْنٌ فِی الْاَرْضِ فَلَمْ اَخْرُجْ مِنْ عِنْدِهٖ حَتّٰی نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ اَلْاٰیَةَ۔

ابو رافع فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ مہمان آئے تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے پاس آٹا لینے بھیجا اور رجب تک کا قرض کہا۔ یہودی بولا یوں نہیں مگر رہن کے ذریعہ میں دونگا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی خبر دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم بخدا ہم آسمان اور زمین میں امین ہیں ابھی میں وہاں سے نہ اٹھا تھا کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ الخ

اسی بنا پر علامہ دوانی ایک سو چوبیس آیتیں شامی اور پینتیس آیتیں کوفی اور چار آیتیں حجازی بتاتے ہیں اور دو آیتیں بصری کہتے ہیں۔

تو گویا سورۂ طٰہٰ کی ۱۶۰، آیتیں ہیں اور آٹھ رکوع۔

اور چونکہ سورۂ مریم میں اور قصص میں انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ بسط و اختصار سے بیان کیا گیا ہے جیسے حضرت زکریا، یحیٰ، عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر ہو چکا یا جیسے ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اور اجمالاً موسیٰ علیہ السلام کا بھی تذکرہ ہوا۔

تو اس سورۂ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کو ذرا بسط سے بیان کیا گیا تا کہ اجمال کی تصریح ہو جائے۔

اور سورۂ مریم کا افتتاح جس طرح حروف مقطعات سے کیا تھا اسی طرح سورۂ طٰہٰ کو بھی مقطعات سے شروع کیا ہے۔

اور بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ سورۂ مبارکہ سورۂ مریم کے بعد ہی نازل ہوئی ہے۔

اس کی فضیلت میں دارمی، ابن خزیمہ، طبرانی، بیہقی، توحید، اوسط، شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی قَرَاَ طٰهٰ وَیٰسٓ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِاَلْفَیْ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ قَالَتْ طُوْبٰی لِاُمَّةٍ یَنْزِلُ عَلَیْهَا هٰذَا وَ طُوْبٰی لِاَجْوَافٍ تَحْمِلُ هٰذَا وَطُوْبٰی لِاَلْسِنَةٍ تَتَكَلَّمُ بِهٰذَا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل طٰہٰ اور یٰس کی قرأت فرمائی جب ملائکہ نے اس قرأت کو سنا تو کہنے لگے اس امت کو مبارک جس پر یہ سورتیں نازل ہوں اور سینوں کو مبارک جن میں یہ سورتیں محفوظ ہوں اور ان زبانوں کو مبارک جو ان مبارک سورتوں کو پڑھیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام قرآن اہل جنت سے اٹھالیا جائے گا تو وہ قرآن سے کچھ نہ پڑھیں گے مگر سورۂ طٰہٰ اور یٰس کہ یہ دونوں سورتیں جنت میں بھی پڑھیں گے۔

آیات شامی، کوفی، بصری، مکی، مدنی کی تحقیق

جو آیتیں اور سورتیں مکہ میں نازل ہوئی انہیں مکیہ کہتے ہیں۔

جو آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں وہ مدنیہ کہلاتی ہیں۔

اور بعض نے یہ اصطلاح مقرر کی ہے کہ

جو کچھ ہجرت سے پہلے نازل ہوا خواہ وہ مکہ میں یا طائف میں اترا ہو خواہ کسی اور جگہ وہ سب مکی ہیں۔

اور جو بعد ہجرت نازل ہوا خواہ وہ مدینہ میں اترا یا قبا یا راستہ میں یا خیبر میں یا تبوک میں یا سفر میں وہ سب مدنی ہے۔

متاخرین نے قرآن کریم کی ہر سورۃ کے اول اس کا بیان لکھ دیا ہے کہ یہ مکی ہے یا مدنی اور اس کی اس قدر آیات ہیں۔

پھر موسم سرما میں نازل ہوئی یا گرما میں صبح نازل ہوئی یا شام کو، دن میں آئی یا رات میں، سفر میں اتری یا حضر میں اس کی تصریح کچھ ضروری نہیں تھی۔ لیکن بعض محدثین نے آیات صیفی وشتائی۔ لیلی ونہاری، سفری وحضری کو بھی جداگانہ بیان کردیا ہے۔

غرضکہ نزول آیات وسور کی ترتیب اصلی قرار دینے کے لئے ہر رمضان میں جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دور کرنے کے لئے حاضر آتے اور آخری رمضان میں دوبار دور فرمایا تاکہ نزول قرآن کی تقدیم وتاخیر کو درست کر دیا جائے۔

چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور لوح محفوظ کے مطابق قرآن کریم کو ترتیب فرمادیا جو آج تک اہل اسلام میں موجود ہے اور قیامت تک رہے گا کما فی تفسیر الاتقان۔

قرآن مجید میں کل ۱۱۴ سورتیں ہیں۔

اور آیات کی تعداد میں اہل کوفہ، اہل شام اور اہل بصرہ اور اہل مکہ اور اہل مدینہ کا اختلاف ہے۔

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جس گروہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وقف فرماتے دیکھا انہوں نے اسے آیت سمجھ لیا اور جس گروہ نے وصل کرتے دیکھا انہوں نے دونوں کو ایک آیت سمجھ لیا۔

اسی وجہ میں اہل کوفہ کے نزدیک چھ ہزار دو سو چھتیس آیتیں ہیں۔ مدنیوں کے نزدیک ۶۲۱۴ آیتیں ہیں اکثر کے نزدیک ۶۶۶۶ آیتیں ہیں۔

متاخرین نے ہر آیات پر کہیں شامی کہیں کوفی لکھ دیا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ آیت کوفہ یا شام میں نازل ہوئی ہے۔

بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ علماء کوفہ نے اسے آیت مانا اور علماء شام نے اسے آیت کہا ہے اور یہی کچھ بصرہ وغیرہ سے مراد ہے۔

چنانچہ ''ۃ'' یہ پانچ آیتوں کی علامت ہے جو کوفیوں اور بصریوں کے نزدیک یا صرف کوفیوں کے نزدیک ہیں۔
''ع'' سے عشرہ مراد ہے یہ علامت دس آیتوں کی ہے جیسے ''ۃ'' سے خمسہ مراد لیا گیا۔
''عب''۔ میں ''ع'' سے عشرہ اور ''ب'' سے بصرہ مراد ہے یعنی بصریوں کے نزدیک دس آیتیں۔
''خب'' سے ختم اور ''ب'' سے بصرہ مراد ہے یعنی بصریوں کے نزدیک پانچ آیتیں یہاں ختم ہیں۔
''تب'' سے مراد یہ ہے کہ یہ آیت بصریین کے نزدیک ہے ''ت'' آیت کی ''ب'' بصریین کی۔
''لب'' لا لیس کا گویا یہ بتانا مقصود ہے کہ یہاں اہل بصرہ آیت نہیں مانتے (انتہی مختصراً)۔

اب طٰہٰ میں ''ط'' اور ہ اور الف ہے۔

اس کے تاویلی معنی تو ویسے ہی کئے جا سکتے ہیں جیسے ہم نے سورۂ بقرہ کے شروع میں کئے ہیں۔ یعنی ''ط'' کے عدد نو اور ''ہ'' کے عدد ۵ جمع چودہ ہوئے۔

اور چودہ تاریخ کا چاند کامل ہوتا ہے تو اس پر باب الاشارہ میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قِيْلَ طٰهٰ فِي الْحِسَابِ اَرْبَعَةَ عَشَرَ وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلٰى مَرْتَبَةِ الْبَدْرِيَّةِ فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ يَا بَدْرَسَمَاءِ عَالَمِ الْاِمْكَانِ۔ طٰہٰ کے چودہ عدد ہوتے ہیں اس میں اشارہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ بدریت کی طرف گویا کہا گیا اے سماء عالم امکان کے چاند!

علاوہ اس کے اور بھی چند توجیہ فرماتے ہیں حَيْثُ قَالَ:

طٰهٰ۔ يَا طَاهِرًا يَا هَادِيًا اِلَيْنَا۔ اے ہمارے جلوہ کے ساتھ پاک اور ہماری طرف ہدایت فرمانے والے محبوب!

اَوْ يَا طَائِفَ كَعْبَةِ الْاَحَدِيَّةِ فِيْ حَرَمِ الْهُوِيَّةِ وَ هَادِى الْاَنْفُسِ الزَّكِيَّةِ اِلٰى مَقَامَاتِ الْعَلِيَّةِ۔ اس کا یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے اے طائف کعبہ احدیت حرم ہویت میں اور اے ہادی نفس زکی عالی مقامات کی طرف!

وَ قِيْلَ اِنَّ ط لِكَوْنِهَا بِحِسَابِ الْجُمَلِ تَسْعَةٌ وَاِذَا جُمِعَ مَا انْطَوَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْاَعْدَادِ اَعْنِىْ وَاحِدٌ وَالْاِثْنَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ وَ هٰكَذَا اِلَى التِّسْعَةِ بَلَغَ خَمْسَةٌ وَّاَرْبَعِيْنَ – اِشَارَةٌ اِلٰى اٰدَمَ لِاَنَّ اَعْدَادَ حُرُوْفِهٖ كَذٰلِكَ وه لِكَوْنِهَا بِحِسَابِ الْجُمَلِ خَمْسَةٌ وَمَا انْطَوَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْاَعْدَادِ تَبْلُغُ خَمْسَةَ عَشَرَ اِشَارَةٌ اِلٰى حَوًّا بِلَا هَمْزَةٍ وَالْاِشَارَةُ بِمَجْمُوْعِ الْاَمْرَيْنِ اِلٰى اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُو الْخَلِيْقَةِ۔

فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ يَا مَنْ تَكَوَّنَتْ مِنْهُ الْخَلِيْقَةُ وَقَدْ اَشَارَ اِلٰى ذَالِكَ الْعَارِفُ بْنُ الْفَارِضِ قُدِّسَ سِرُّهٗ بِقَوْلِهٖ عَلٰى لِسَانِ الْحَقِيْقَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ۔

وَاِنِّىْ وَاِنْ كُنْتُ بْنُ اٰدَمَ صُوْرَةً فَلِيْ مِنْهُ مَعْنٰى شَاهِدٌ بِاَبُوَّتِىْ

وَقَالَ فِيْ ذَالِكَ الشَّيْخُ عَبْدُالْغَنِيِّ نَابَلْسِيُّ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ۔

طٰهٰ النَّبِيُّ تُكُوِّنَتْ مِنْ نُوْرِهٖ كُلُّ الْبَرِيَّةِ ثُمَّ لَوْ تَرَكَ الْقَطَا

الف ندا کا اور چاند سے استعارہ ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا کیا گیا ہے۔ تو گویا فرمایا گیا اے ماہ کامل!

علاوہ ازیں آلوسی رحمہ اللہ اس پر لکھتے ہیں کہ

قَالَ السُّدِّی اَلْمَعْنٰی یَا فُلَانُ۔ اس کے معنی ہیں اے فلاں!

وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ ابن عباس بھی یہی فرماتے ہیں۔

حسن، جبیر، عطا، عکرمہ، مجاہد سے کہتے ہیں اِنَّ الْمَعْنٰی یَا رَجُلُ۔ اس کے معنی "اے مرد کامل" کے ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہ لغت نبطی ہے یا حبشی، عبرانی ہے یا سریانی، بعض کہتے ہیں یہ لغت عکل سے ہے اور بعض نے کہا یہ لغت عک سے ہے۔

اور کلبی کہتے ہیں اگر لغت عک میں یا رجل پکارا جائے تو جواب نہ ملے گا حتیٰ کہ طاہا کہا جائے اور طبری نے اس پر متمم بن نویرہ کا قول بھی کیا ہے۔

دَعَوْتُ بِطَاهَا فِی الْقِتَالِ فَلَمْ یُجِبْ فَخِفْتُ عَلَیْهِ اَنْ یَکُوْنَ مَوَائِلًا

اور ابن منذر اور ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اِنَّهٗ قَسَمٌ اَقْسَمَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ وَ هُوَ مِنْ اَسْمَائِهٖ سُبْحٰنَهٗ۔ یہ قسم ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء سے قسم یاد فرمائی۔

اور ابو جعفر کہتے ہیں اِنَّهٗ مِنْ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسماء مبارک سے ہے۔

اور ایک جماعت قراء جیسے ابوحنیفہ، حسن، عکرمہ ورش طٰہٰ کو بفتح طا و سکون ہا پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہے اَنْ یَّطَأَ الْاَرْضَ بِقَدَمَیْهِ۔ کہ آپ اپنے دونوں پائے اقدس سے زمین کھوندیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز کو قیام فرماتے تو ایک پیر پر قیام فرمایا کرتے تو اللہ تعالیٰ نے طٰہٰ فرمایا کہ دونوں قدموں پر قیام فرمائیں۔

اس سورۃ میں ۸ رکوع، ایک سو پینتیس (۱۳۵) آیات، ۱۶۴۱ کلمات اور ۵۲۴۲ حروف ہیں۔

اب اس کے بعد رکوع شروع ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو رحم کرنے والا مہربان ہے

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع – سورۂ طٰہٰ – پ ۱۶

طٰهٰ ﴿۱﴾ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤی ﴿۲﴾ — اے ماہ کامل نہ اتارا تم پر قرآن اس لئے کہ تم مشقت میں پڑو

اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ﴿۳﴾ — مگر نصیحت اسے جو ڈرے

تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ﴿۴﴾ — اتارا ہوا اس کا جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانوں کو

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ﴿۵﴾ — وہ رحمٰن ہے عرش پر استواء فرمانے والا (جیسا کہ اس کی شایان شان ہے)

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَ
مَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿۶﴾
وَ اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ
اَخْفٰى ﴿۷﴾
اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿۸﴾
وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۹﴾
اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ
نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى
النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾
فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ؕ ﴿۱۱﴾
اِنِّيْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ
الْمُقَدَّسِ طُوًى ؕ ﴿۱۲﴾
وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾
اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ
الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾
اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ
نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾
فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ
فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾
وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾
قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى
غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾
قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾
فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾
قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ ٚ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا
الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾
وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ

اسی کا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو ان کے بیچ میں ہے اور جو اس گیلی مٹی کے نیچے ہے ۔

اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ جانتا ہے بھید اور زیادہ پوشیدہ

اللہ ہے نہیں کوئی معبود مگر وہی اسی کے ہیں نام اچھے

اور کیا تمہیں آئی خبر موسیٰ کی

جب اس نے ایک آگ دیکھی تو بولا اپنی بیوی سے ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر آ رہی ہے شاید میں لا سکوں اس میں سے کوئی چنگاری یا پاؤں آگ پر راہ

تو جب آئے اس کے پاس تو ندا دی گئی اے موسیٰ

اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں تو تم اتار ڈالو جوتیاں بے شک تم پاک جنگل طویٰ میں ہو

اور ہم نے تمہیں پسند کیا تو اب سنو جو تمہیں وحی ہو

بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھے پوجو اور قائم رکھ نماز میری یاد کے لئے

بے شک قیامت آنے والی ہے ممکن تھا کہ میں اسے چھپا تا سب سے تا کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے

تو نہ روکے تجھے اس سے جو ایمان نہیں لاتا اور پیرو ہوا اپنی خواہش کا تو وہ ہلاک ہوگا

اور کیا ہے یہ تیرے سیدھے ہاتھ میں اے موسیٰ

عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور جھاڑتا ہوں اس سے اپنی بکریوں پر اور میرے اس میں اور بھی کام ہیں

فرمایا ڈال دے اسے اے موسیٰ

تو ڈال دیا اس نے تو وہ دوڑتا ہوا سانپ ہو گیا ۔

فرمایا پکڑ لے اور نہ خوف کر کہ عنقریب ہم اسے لوٹا دیں گے پہلی حالت میں

اور ملا اپنا ہاتھ طرف اپنے بازو کے خوب سپید نکلے گا بلا

غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۲﴾ — کسی مرض کے دوسری نشانی
لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾ — تا کہ ہم دکھائیں تجھے اپنی نشانیاں بڑی بڑی
اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾ — جا فرعون کی طرف بے شک اس نے سرکشی کی

حل لغات پہلا رکوع ۔ سورۃ طٰهٰ ۔ پ ۱۶

طٰهٰ	مَا۔ نہیں	اَنْزَلْنَا۔ اتارا ہم نے	عَلَيْكَ۔ تجھ پر
الْقُرْاٰنَ۔ قرآن	لِتَشْقٰٓى۔ کہ تو مشقت اٹھائے	اِلَّا۔ مگر	تَذْكِرَةً۔ نصیحت
لِّمَنْ۔ اس کے لئے جو	يَّخْشٰى۔ ڈرے	تَنْزِيْلًا۔ اتارا گیا ہے	مِّمَّنْ۔ اس اللہ سے جس نے
خَلَقَ۔ پیدا کیا	الْاَرْضَ۔ زمین	وَالسَّمٰوٰتِ۔ اور آسمانوں	الْعُلٰى۔ بلند کو
اَلرَّحْمٰنُ۔ رحمٰن نے	عَلَى۔ اوپر	الْعَرْشِ۔ عرش کے	اسْتَوٰى۔ قرار پکڑا
لَهٗ۔ اسی کا ہے	مَا۔ جو	فِي۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے
وَمَا۔ اور جو	فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	وَمَا۔ اور جو
بَيْنَهُمَا۔ ان کے درمیان ہے	وَمَا۔ اور جو	تَحْتَ۔ نیچے	الثَّرٰى۔ گیلی مٹی کے ہے
وَاِنْ۔ اور اگر	تَجْهَرْ۔ ظاہر کرے تو	بِالْقَوْلِ۔ بات	فَاِنَّهٗ۔ تو بے شک وہ
يَعْلَمُ۔ جانتا ہے	السِّرَّ۔ پوشیدہ	وَاَخْفٰى۔ اور بہت آہستہ کو	اَللّٰهُ۔ اللہ
لَآ اِلٰهَ۔ نہیں کوئی معبود	اِلَّا۔ مگر	هُوَ۔ وہی	لَهُ۔ اس کے
الْاَسْمَآءُ۔ نام ہیں	الْحُسْنٰى۔ اچھے	وَهَلْ۔ اور کیا	اَتٰىكَ۔ آئی تیرے پاس
حَدِيْثُ۔ بات	مُوْسٰى۔ موسیٰ کی	اِذْ۔ جب	رَاٰ۔ اس نے دیکھی
نَارًا۔ آگ	فَقَالَ۔ تو کہا	لِاَهْلِهِ۔ اپنی بیوی سے	امْكُثُوْٓا۔ ٹھہرو
اِنِّيْٓ۔ بے شک میں نے	اٰنَسْتُ۔ دیکھی ہے	نَارًا۔ آگ	لَّعَلِّيْٓ۔ تا کہ میں
اٰتِيْكُمْ۔ لاؤں تمہارے پاس	مِّنْهَا۔ اس سے	بِقَبَسٍ۔ انگارا	اَوْ۔ یا
اَجِدُ۔ پاؤں میں	عَلَى۔ اوپر	النَّارِ۔ آگ کے	هُدًى۔ رستہ
فَلَمَّآ۔ پھر جب	اَتٰىهَا۔ آیا اس کے پاس	نُوْدِيَ۔ پکارا گیا	يٰمُوْسٰى۔ اے موسیٰ
اِنِّيْٓ۔ بے شک	اَنَا۔ میں	رَبُّكَ۔ تیرا رب ہوں	فَاخْلَعْ۔ سو اتار لے
نَعْلَيْكَ۔ اپنی جوتیاں	اِنَّكَ۔ بے شک تو	بِالْوَادِ۔ جنگل	الْمُقَدَّسِ۔ پاک
طُوًى۔ طویٰ میں ہے	وَاَنَا۔ اور میں نے	اخْتَرْتُكَ۔ چن لیا تجھے (نبوت کے لئے)	
فَاسْتَمِعْ۔ تو سن	لِمَا۔ وہ جو	يُوْحٰى۔ وحی کی جاتی ہے	اِنَّنِيْٓ۔ بے شک
اَنَا۔ میں	اَللّٰهُ۔ اللہ ہوں	لَآ اِلٰهَ۔ نہیں معبود	اِلَّآ۔ مگر
اَنَا۔ میں	فَاعْبُدْنِيْ۔ سو تو عبادت کر میری	وَاَقِمِ۔ اور قائم کر	الصَّلٰوةَ۔ نماز کو

لِذِكْرِيْ۔ میری یاد کے لئے	اِنَّ۔ بے شک	السَّاعَةَ۔ قیامت	اٰتِيَةٌ۔ آنے والی ہے
اَكَادُ۔ قریب ہے کہ میں	اُخْفِيْهَا۔ چھپاؤں اسے	لِتُجْزٰى۔ تاکہ بدلہ دیا جائے	كُلُّ۔ ہر
نَفْسٍ۔ آدمی	بِمَا۔ جو	تَسْعٰى۔ اس نے کوشش کی	فَلَا۔ تو نہ
يَصُدَّنَّكَ۔ روک دے تجھ کو	عَنْهَا۔ اس سے	مَنْ لَّا۔ وہ جو نہیں	يُؤْمِنُ۔ ایمان لاتا
بِهَا۔ اس پر	وَاتَّبَعَ۔ اور پیروی کی	هَوٰىهُ۔ اپنی خواہش کی	فَتَرْدٰى۔ تو تجھے تردد میں
نہ ڈالے	وَمَا۔ اور کیا ہے	تِلْكَ۔ یہ	بِيَمِيْنِكَ۔ تیرے دائیں
ہاتھ میں	يٰمُوْسٰى۔ اے موسیٰ	قَالَ۔ کہا	هِيَ۔ یہ
عَصَايَ۔ میری لاٹھی ہے	اَتَوَكَّؤُا۔ ٹیک لگاتا ہوں میں	عَلَيْهَا۔ اس پر	وَاَهُشُّ۔ اور پتے جھاڑتا ہوں
بِهَا۔ اس کے ساتھ	عَلٰى۔ اوپر	غَنَمِيْ۔ اپنی بکریوں کے	وَلِيَ۔ اور میرے
فِيْهَا۔ اس میں	مَاٰرِبُ۔ فائدے ہیں	اُخْرٰى۔ اور بھی	قَالَ۔ فرمایا
اَلْقِهَا۔ ڈال دے اس کو	يٰمُوْسٰى۔ اے موسیٰ	فَاَلْقٰهَا۔ تو ڈال دیا اس نے اس کو	
فَاِذَا۔ تو ناگہاں	هِيَ۔ وہ	حَيَّةٌ۔ سانپ تھا	تَسْعٰى۔ دوڑتا ہوا
قَالَ۔ فرمایا	خُذْهَا۔ پکڑ اس کو	وَلَا۔ اور نہ	تَخَفْ۔ ڈر
سَنُعِيْدُهَا۔ جلدی لوٹائیں گے ہم اس کو		سِيْرَتَهَا۔ اس کی حالت	الْاُوْلٰى۔ پہلی میں
وَاضْمُمْ۔ اور ملا	يَدَكَ۔ اپنا ہاتھ	اِلٰى۔ طرف	جَنَاحِكَ۔ اپنے بازو کی
تَخْرُجْ۔ نکلے گا	بَيْضَآءَ۔ سفید	مِنْ غَيْرِ۔ بغیر کسی	سُوْٓءٍ۔ تکلیف کے
اٰيَةً۔ یہ نشانی ہے	اُخْرٰى۔ دوسری	لِنُرِيَكَ۔ تاکہ دکھائیں ہم تجھ کو	
مِنْ اٰيٰتِنَا۔ اپنی نشانیاں	الْكُبْرٰى۔ بڑی بڑی	اِذْهَبْ۔ جا	اِلٰى۔ طرف
فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی	اِنَّهٗ۔ بے شک اس نے	طَغٰى۔ سرکشی کی	

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع۔ سورۂ طٰہٰ۔ پ ۱۶

"طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى۔ اے ماہ کامل! ہم نے نہیں اتارا تم پر یہ قرآن کریم کہ تم مشقت میں پڑو۔ مگر یہ اس کے لئے نصیحت ہے جو ڈرے۔"

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ ہے۔ تو گویا مقصد ارشاد یہ ہوا:

مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لِتَتْعَبَ بِالْمُبَالَغَةِ فِيْ مُكَابَدَةِ الشَّدَائِدِ فِيْ مُقَاوَلَةِ الْعُتَاةِ وَ مُجَاوَرَةِ الطُّغَاةِ وَ فَرْطِ التَّاَسُّفِ عَلٰى كُفْرِهِمْ بِهٖ وَالتَّحَسُّرِ عَلٰى اَنْ يُؤْمِنُوْا بِهٖ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بَلْ لِتُبَلِّغَ وَ تُذَكِّرَ وَقَدْ فَعَلْتَ فَلَا عَلَيْكَ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا وَغَيْرِ ذَالِكَ۔

خلاصہ یہ ہوا کہ یہ قرآن آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ محنت میں پڑ جائیں اور جو ایمان نہ لائے ان کے افسوس میں رہیں اور اسی آرزو میں لیل و نہار گزار دیں کہ یہ سب ایمان لائیں بلکہ آپ پر تبلیغ حکم ہے اور یہ آپ فرما چکے اب آپ کے

ذمہ نہیں کہ وہ ایمان ہی لائیں۔

اگر ایمان قبول نہ کریں تو عذاب پائیں گے۔ چنانچہ ابن مردویہ رحمہ اللہ علی کرم اللہ وجہہ سے اس کا مفہوم اسی طرح بیان فرماتے ہیں جو سابقہ مفہوم کے ہی موافق ہے۔

اَیْ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ لِتَتْعَبَ نَفْسَکَ وَ حَمْلَهَا عَلَی الرِّیَاضَاتِ الشَّاقَّةِ وَالشَّدَائِدِ الْقَادِحَةِ وَمَا بُعِثْتَ اِلَّا بِالْحَنِیْفِیَّةِ السَّمْحَةِ ۔ یہ قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت کرتے کرتے اپنی جان ہلاک فرمائیں اور ریاضات شاقہ میں پڑیں آپ کو نرم اور صاف دین کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔

مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابو جہل اور نضر بن حارث اور مطعم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت عبادت کی طرف مائل پایا کہ **اِنَّکَ لَتَشْقٰی بِتَرْکِ دِیْنِنَا وَاِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلَیْکَ لِتَشْقٰی بِهٖ فَرَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ ذَالِکَ** ۔ یا ماہ کامل **مَا اَنْزَلْنَاهُ عَلَیْکَ کَمَا قَالُوْا** ۔ کہ یہ قرآن آپ پر مشقت میں ڈالنے کو نازل ہوا اور آپ ہمارا دین چھوڑ کر مشقت میں پڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ ہم نے یہ قرآن تم پر اس لئے نازل نہیں کیا جیسا کہ ابو جہل اور نضر بن حارث بک رہے ہیں۔

اور تشقیٰ ۔ شقاء سے ہے اور شقاء عربی محاورہ میں ضد سعادت کی جگہ مستعمل ہے یعنی مشکل اور سختی اور محنت کی جگہ اس لغت کا استعمال ہوتا ہے۔

تو خلاصہ مفہوم آیت یہ ہوا کہ

اے ماہ کامل! محبوب عالم! ہم نے تم پر یہ قرآن اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ تم مشقت میں پڑو اور تمام شب قیام کی تکلیف برداشت کرو۔

چنانچہ شان نزول میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت الٰہی عزوجل میں اتنی جہد فرماتے کہ تمام شب قیام میں گزارتے حتیٰ کہ پائے اقدس متورم ہو جاتے۔

اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی اور روح الامین نے بحکم رب العالمین حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ اپنے نفس پاک کو بھی کچھ راحت دیں اس لئے کہ **عَلَیْکَ لِنَفْسِکَ حَقٌّ** ۔ آپ پر آپ کی جان کا بھی حق ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ جب حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے کفر اور ان کے ایمان سے محروم رہنے پر بہ غایت متاسف و متحسر رہتے تھے اور خاطر اقدس میں اس سبب سے رنج و ملال رہا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا کہ اے محبوب! آپ رنج و ملال کی کوفت نہ اٹھائیں یہ قرآن کریم آپ کو مشقت میں ڈالنے اور رنج و حسرت میں رکھنے کے لئے نازل نہیں ہوا۔

"اِلَّا تَذْکِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۔ مگر یہ نصیحت ہے اس کے لئے جو خوف و خشیت رکھتا ہو۔"

وہ اس سے متمتع ہو گا اور ہدایت پائے گا۔

"تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ۝ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی ۔ اتارا ہوا ہے اس کا جس نے بنائے زمین اور بلند آسمان اور رحمٰن نے عرش

پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔اس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان کے مابین ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹی کے نیچے ہے۔

تعریف عرش

وَالْعَرْشُ فِي اللُّغَةِ سَرِيْرُ الْمَلِكِ۔عرش لغت میں تخت شاہی کو کہتے ہیں۔

وَ فِي الشَّرْعِ سَرِيْرٌ ذُوْقَوَائِمِ لَهُ حَمَلَةٌ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَوْقَ السَّمٰوَاتِ مِثْلَ الْقُبَّةِ وَيَدُلُّ عَلٰى اَنَّ لَهُ قَوَائِمٌ۔

كَمَا اَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ لُطِمَ وَجْهُهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِكَ قَدْ لَطَمَ وَجْهِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوْهُ فَقَالَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ مَرَرْتُ بِالسُّوْقِ وَهُوَ يَقُوْلُ وَالَّذِيْ اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْبَشَرِ۔

فَقُلْتُ يَا خَبِيْثُ وَعَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَتْنِيْ غَضْبَةٌ فَلَطَمْتُهُ۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاِنَّ النَّاسَ يُصْعَقُوْنَ وَاَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ يُفِيْقُ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ اَفَاقَ قَبْلِيْ اَمْ جُوْزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّوْرِ۔

وَ عَلٰى اَنَّ لَهُ حَمَلَةٌ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَوْلُهُ تَعَالٰى اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ۔

اور عرش اصطلاح شرع میں وہ تخت ہے جس کے پائے ہیں اور اسے حاملان عرش ملائکہ علیہم السلام آسمانوں کے اوپر مثل قبہ اٹھائے ہوئے ہیں۔

اور اس پر صحیحین کی وہ حدیث دلیل لاتے ہیں جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا جس کے منہ پر طمانچہ لگا ہوا تھا۔

اس نے عرض کیا حضور! صلی اللہ علیک وسلم آپ کے ایک صحابی نے میرے منہ پر طمانچہ مارا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اسے بلاؤ۔چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اس کے طمانچہ کیوں مارا۔

عرض کیا حضور! صلی اللہ علیک وسلم میں بازار سے گزر رہا تھا کہ یہ کہہ رہا تھا اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو بشر میں برگزیدہ کیا۔

میں نے کہا او خبیث! کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر برگزیدہ کیا تو اس نے مجھے غضب ناک ہو کر پکڑا تو میں نے اس کے طمانچہ مار دیا۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء میں فضیلتیں نہ دیا کرو اس لئے کہ لوگ جب ہول محشر میں ہوں تو میں سب سے اول لوگوں کی خبر گیری کرنے آؤں تو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے دیکھوں گا۔

میں نہیں جانتا کہ یہ مقام انہیں اس وقت سے پہلے مل چکا ہوگا یا صاعقہ طور کے بعد عطا ہوا ہوگا اور اس عرش پر حاملان عرش ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ۔

وَمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اُذِنَ لِیْ اَنْ اُحَدِّثَ عَنْ مَلَکٍ مِنْ مَّلٰئِکَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ اِنَّ مَا بَیْنَ اُذُنَیْهِ اِلٰی عَاتِقِهٖ مَسِیْرَةُ سَبْعِ مِائَةِ سَنَةٍ وَعَلٰی اَنَّهٗ فَوْقَ السَّمٰوَاتِ مِثْلَ الْقُبَّةِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اجازت دی گئی کہ میں حملہ عرش کے اس فرشتہ سے گفتگو کرلوں جس کے دونوں کانوں کے درمیان کندھے تک سات سو برس کی بعد مسافت ہے اور آسمانوں سے اوپر وہ مثل قبہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

اور امیہ بن ابی الصلت کے اشعار میں بھی صفت عرش یہی بیان ہوئی ہے۔

مَجِّدُوا اللّٰهَ فَهُوَ لِلْمَجْدِ اَهْلٌ رَبُّنَا فِی السَّمَاءِ اَمْسٰی کَبِیْرًا
بِالْبِنَاءِ الْعَالِی الَّذِیْ بِهِ النَّا سُ وَسَوّٰی فَوْقَ السَّمَاءِ سَرِیْرًا
شَرْجَعًا لَاقِیًا لَهٗ طَرَفُ الْعَ یْنِ تَرٰی حَوْلَهُ الْمَلَائِکَ صُوْرًا

شرجعاً۔ یَعْنِیْ عَالِیًا۔ صوراً جَمْعُ اَلصُّوَرِ وَهُوَ الْمَائِلُ الْعُنُقِ لِنَظْرِهٖ اِلَی الْعُلُوِّ۔

اللہ تعالیٰ کی حمد کرو کہ وہ حمد کا اہل ہے۔ ہمارا رب ہے آسمانوں میں سب سے بڑا۔

بلند عمارت ایسی کہ لوگ اس بلندی کو نہ پہنچ سکیں جس نے آسمانوں پر استواء فرمایا تخت تک۔

اتنا بلند کہ آنکھ اس کے معائنہ سے معذور اور تو دیکھے گا اس کے گرد ملائکہ کی صورتیں ہیں۔

اور ایک جماعت اہل کلام کی اس طرف ہے کہ

وہ مستدیر ہے اور ہر جانب سے عالم پر محیط ہے اور وہ محدود الجہات اور اکثر نے اسی کو فلک اطلس اور فلک تاسع کہا ہے۔

اور ایک قول کسی حبر کا ہے کہ اَلْعَرْشُ کِنَایَةٌ عَنِ الْمُلْکِ وَالسُّلْطَانِ۔ عرش کنایہ ہے مملکت اور حکومت سے۔

اس پر بعض محققین نے کہا کہ یہ صریح تحریف کلام الٰہی ہے۔ اس لئے کہ وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰی اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ وَهُوَ یَقُوْلُ اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْمُلْکِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ عرش کا پایا پکڑے ہوئے تھے تو کیا اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ملک کا ایک پایا پکڑے ہوئے تھے۔

اور وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ کے معنی بھی یہی ہوں گے کہ ملائکہ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی مملکت اس دن اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

اور یہ جو حدیث میں ہے کہ اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ۔ تو اس کے معنی بھی یہی لئے جائیں گے کہ مملکت رحمٰن اور سلطنت ہل گئی۔

حالانکہ یہ مراد ہرگز نہیں اور نہ کوئی ایسا کہہ سکتا ہے جسے ادنیٰ فہم وذوق ہوگا۔ (روح المعانی)

یہ قول بھی تو صرف ایک حبر کا ہے اس پر تو یقین اہل کتاب ہی کر سکتے ہیں ہمیں اس سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔

البتہ ہمارا عقیدہ یہ ہوسکتا ہے جو ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب صفۃ العرش میں لکھا اور حاکم نے اپنی مستدرک میں شرط شیخین پر سعید بن جبیر سے اور ابن عباس سے نقل کیا قَالَ الْكُرْسِيُّ مَوْضَعُ الْقَدَمَيْنِ وَالْعَرْشُ لَا يُقَدِّرُ قَدْرَهُ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى۔ کرسی موضع قدمین ہے اور عرش اس کی مقدار کوئی نہیں بتا سکتا مگر اللہ تعالیٰ۔

تَعْرِيفُ اِسْتِوَاءٍ عَلَى الْعَرْشِ

وَالْإِسْتِوَاءُ عَلَى الشَّيْءِ جَاءَ بِمَعْنَى الْإِرْتِفَاعِ وَالْعُلُوِّ عَلَيْهِ۔ اور استواء علی العرش بمعنی ارتفاع اور علو آیا ہے۔

و بمعنی الاستقرار کما فی قوله تعالیٰ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ۔ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ۔ یہ استواء ذات واجب تعالیٰ شانہ کے لئے محال ہے۔

تو یہاں استواء بمعنی استیلاء ہی مانا جاسکتا ہے جیسے محاورہ میں بولتے ہیں اِسْتَوَاء بَشْرٌ عَلَى الْعِرَاقِ۔ وَتُعُقِّبَ بِاَنَّ الْإِسْتِيْلَاءَ مَعْنَاهُ حُصُوْلُ الْغَلْبَةِ بَعْدَ الْعِجْزِ وَذَالِكَ مُحَالٌ فِيْ حَقِّهٖ تَعَالٰى۔ ایسا استیلاء وغلبہ بعد عجز کے ہوتا ہے اور یہ حق تعالیٰ شانہ کے لئے محال ہے۔

چنانچہ علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اس استحالہ کو اس طرح اٹھایا ہے کہ۔

استیلاء کی تفسیر اقتدار فرمائی۔ چنانچہ فرمایا اِذَا فُسِّرَ الْإِسْتِيْلَاءُ بِالْإِقْتِدَارِ زَالَتْ هٰذِهِ الْمَطَاعِنُ بِالْكُلِّيَّةِ۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَمَّا كَانَ الْإِسْتِوَاءُ عَلَى الْعَرْشِ وَهُوَ سَرِيْرُ الْمَلِكِ لَا يَحْصِلُ إِلَّا مَعَ الْمُلْكِ جَعَلُوْهُ كِنَايَةً عَنِ الْمُلْكِ فَقَالُوْا اِسْتَوٰى فُلَانٌ عَلَى الْعَرْشِ يُرِيْدُوْنَ مَلِكَ وَ اِنْ لَمْ يَقْعُدْ عَلَى الْعَرْشِ اَلْبَتَّةَ۔

استواء علی العرش۔ تخت نشینی کے معنی میں آتا ہے اگرچہ وہ تخت پر قطعاً نہ بیٹھا ہو۔ یہ ایسے ہی محاورہ ہے جیسے يَدُ فُلَانٍ مَبْسُوْطَةٌ۔ و يَدُ فُلَانٍ مَغْلُوْلَةٌ۔ کہہ کر جواد و بخیل مراد لیتے ہیں۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ نے امام غزالی رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کے کیا معنی ہیں تو آپ نے منظوم جواب دیا جو یہ ہے:

حكاية طريفه

رُوِيَ اَنَّ الزَّمَخْشَرِيَّ سَاَلَ الْإِمَامَ الْغَزَالِيَّ بِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى فَاَجَابَ بِقَوْلِهٖ۔ اَشْعَار

قُلْ لِّمَنْ يَّفْهَمُ عَنِّيْ مَا اَقُوْلُ ‏ اُتْرُكِ الْبَحْثَ قَدْ اَشْرَحُ بِطُوْلٍ
ثُمَّ سِرٌّ غَامِضٌ مِّنْ دُوْنِهٖ ‏ قَصُرَتْ وَاللّٰهِ اَعْنَاقُ الْفُحُوْلِ

اَنْتَ لَا تَعْرِفُ اِیَّاکَ وَلَا تَدْرِیْ مَنْ اَنْتَ وَلَا کَیْفَ الْوُصُوْلُ
لَا وَلَا تَدْرِیْ صِفَاتًا رُکِّبَتْ فِیْکَ حَارَتْ فِیْ خَفَایَاهَا الْعُقُوْلُ
اَیْنَ مِنْکَ الرُّوْحُ فِیْ جَوْهَرِهَا هَلْ تَرَاهَا اَوْ تَرٰی کَیْفَ تَجُوْلُ
هٰذِهِ الْاَنْفَاسُ قَدْ تَحْصُرُهَا لَا وَلَا تَدْرِیْ مَتٰی عَنْکَ تَزُوْلُ
تَاکُلُ الْخُبْزَ وَلَا تَعْرِفُهٗ کَیْفَ یَجْرِیْ فِیْکَ اَمْ کَیْفَ تَبُوْلُ
فَاِذَا کَانَتْ طَوَایَاکَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ بِهَا اَنْتَ الْجَهُوْلُ
کَیْفَ تَدْرِیْ مَنْ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی لَاتَقُلْ کَیْفَ اسْتَوٰی کَیْفَ الْوَصُوْلُ
فَهُوَ لَا کَیْفَ وَلَا اَیْنَ لَهٗ هُوَ رَبُّ الْکَیْفِ وَالْکَیْفُ یَحُوْلُ
وَهُوَ فَوْقَ الْفَوْقِ لَا فَوْقَ لَهٗ وَ هُوَ فِیْ کُلِّ النَّوَاحِیْ لَا یَزُوْلُ
جَلَّ ذَاتًا وَّ صِفَاتًا وَ عَلَا وَ تَعَالٰی رَبُّنَا عَمَّا تَقُوْلُ

اور قاضی ابو العلا صاعد بن محمد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الاعتقاد میں حضرت امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کا قول نقل کر کے فیصلہ ہی کر دیا۔

اِنَّهٗ قَالَ لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَّنْطِقَ فِی اللّٰهِ تَعَالٰی بِشَیْءٍ مِّنْ ذَاتِهٖ وَلٰکِنْ یَصِفُهٗ بِمَا وَ صَفَ سُبْحٰنَهٗ بِهٖ نَفْسَهٗ وَلَا یَقُوْلُ بِرَاْیِهٖ شَیْئًا تَبَارَکَ اللّٰهُ تَعَالٰی رَبُّ الْعَالَمِیْنَ۔

کسی کو بھی یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر اپنی طرف سے کچھ کلام کرے۔

بلکہ اُس کی صفت اتنی ہی کرے جتنی اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی اور اپنی رائے سے کچھ نہ کہے اس لئے کہ وہ برکت والی ذات بلند و بالا ہے اور تمام عالموں کا رب ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بحث استواء پر مبسوط لکھا ہے ہم اس کا خلاصہ عرض کر دیتے ہیں۔

اِسْتَوٰی۔ قَالَ ثَعْلَبُ وَالزَّجَاجُ اَلْاِسْتِوَاءُ الْاِقْبَالُ عَلَی الشَّیْءِ وَ قِیْلَ هُوَ کِنَایَةٌ عَنِ الْعِزِّ وَ الْمُلْکِ وَ السُّلْطَانِ۔

وَاَمَّا الْاِسْتِوَاءُ بِمَعْنٰی اِسْتَقَرَّ فَلَمْ یَثْبُتْ وَالْاَرْجَحُ اِسْتِوَاءٌ یَلِیْقُ بِهٖ صفاته تَعَالٰی وَ کَیْفِیَّةٌ مَجْهُوْلَةٌ۔

عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی پر آریوں نے بھی بہت سے اعتراضات گھڑے اور اس سے اللہ تعالیٰ کو مجسم قرار دے کر عرش پر متمکن بتاتے ہیں۔

اور یہ عقیدہ ذات واجب تعالیٰ شانہ کی تقدیس کے خلاف ہے۔

اور مفسرین کے اقوال پر غور کئے بغیر ایسے خیالات فاسدہ کاسدہ پیدا ہوتے ہیں۔

غرضکہ جملہ مفسرین اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی پر استوٰی مان کر بھی لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْش صحیح ہے لیکن اس کی کیفیت مجہول ہے ہم اس استوٰی کی کوئی نوعیت بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

تو آیت کریمہ کے یہ معنی ہوئے کہ رحمٰن نے عرش پر استوٰی فرمایا جیسا اس کی شان کے شایان ہے۔

نہ وہ استوٰی جو اس کی شان کے خلاف ہے۔

متاخرین کہتے ہیں کہ عرش سے مراد کوئی لکڑی یا سونے چاندی کا تخت نہیں کہ معاذ اللہ اس پر اللہ تعالیٰ بیٹھا ہو وہ اس سے منزہ و مبرا ہے بلکہ اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ سے کنایہ ہے تخت حکومت کا جس پر وہ مسلط و متصرف ہے۔

اس نے مخلوق کو پیدا کیا آسمان و زمین سب بنائے پھران پر حکومت و تصرف فرمایا ان کی تدبیر و ترتیب کی۔

اور عرش سے مراد وہ آسمان لیا جاتا ہے جو سب کے اوپر اور سب کو محیط ہو جس نے عالم ناسوت کا احاطہ کرلیا ہے۔

پھر اس کے اوپر عالم ملکوت و ناسوت اور لاہوت ہے جہاں ملائکہ مقربین ہیں اور سب سے وراء الوراء ہے۔ اسے شریعت نے بطور کنایہ بادشاہ کا تخت بتا کر اس کے حضور میں ملائکہ کی حاضری اور آٹھ فرشتوں کا اسے سر پر اٹھائے ہوئے رہنے سے تعبیر کیا ہے۔

اور در حقیقت یہ ایسے باریک اسرار و استعارے ہیں کہ ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں ان پر ظاہر الفاظ لے کر اعتراضات کرنا الحاد و زندقہ ہے۔

دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر ماہم چناں در اول وصف تو ماندہ ایم

”وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى۔“

ثری پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَیْ مَاتَحْتَ الْاَرْضِ السَّابِعَةِ۔ ثری ساتویں طبقہ ارضیہ کے نیچے کا حصہ ہے۔

مَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَخْرَجَهُ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ وَاَخْرَجَ عَنِ السُّدِّیِّ اَنَّهُ الصَّخْرَةُ الَّتِیْ تَحْتَ الْاَرْضِ السَّابِعَةِ وَهِیَ صَخْرَةٌ خَضْرَاءُ۔ وہ ایک صخرہ ہے ساتویں زمین کے نیچے سبز رنگ کا۔

وَاَخْرَجَ اَبُوْيَعْلٰى عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ مَا تَحْتَ الْاَرْضِ قَالَ الْمَاءُ قِيْلَ فَمَا تَحْتَ الْمَاءِ قَالَ ظُلْمَةٌ قِيْلَ فَمَا تَحْتَ الظُّلْمَةِ قَالَ الْهَوَاءُ قِيْلَ فَمَا تَحْتَ الْهَوَاءِ قَالَ الثَّرٰى قِيْلَ فَمَا تَحْتَ الثَّرٰى قَالَ انْقَطَعَ عِلْمُ الْمَخْلُوْقِيْنَ عِنْدَ عِلْمِ الْخَالِقِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ زمین کے نیچے کیا ہے؟

فرمایا پانی۔ عرض کیا پانی کے نیچے کیا ہے؟

فرمایا ظلمت۔ عرض کیا ظلمت کے نیچے کیا ہے؟

فرمایا ہوا۔ عرض کیا ہوا کے نیچے کیا ہے؟

فرمایا ثریٰ۔ عرض کیا ثریٰ کے نیچے کیا ہے؟

فرمایا مخلوق کا علم خالق کے علم تک منقطع ہوگیا۔

ایک طویل حدیث ابن مردویہ رحمہ اللہ سے ہے اس میں ثریٰ کی تعریف فرمائی گئی۔ اَلثَّرٰى اَلتُّرَابُ النَّدٰى۔ ثریٰ گیلی مٹی ہے جو لَمْ يَصِرْ طِيْنًا۔ جو کیچڑ نہیں ہوتی۔

”وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى۔ اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ سر و خفی اور اخفی کو بھی جانتا ہے۔“

وَاِنْ تَجْهَرْ۔ میں مخاطبہ تمام کائنات سے ہے اور بحر میں ہے کہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اس سے

مراد امت مرحومہ ہے اور بعض نے اس خطاب کو عام رکھا ہے گویا ارشاد ہے: **ان ترفع صوتک ایھا الانسان بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى**۔ اگر تو اے انسان آواز بلند سے پکارے تو بھی وہ جانتا ہے۔ **ای ما اسررته الی غیرک و لم ترفع صوتک به**۔ اگر تو مخفی رکھے اور بھید میں رکھے تو بھی وہ جانتا ہے۔

سر۔ عربی میں بھید کو کہتے ہیں اور بھید وہ ہے جسے آدمی پوشیدہ رکھتا اور چھپاتا ہے اور اس سے زیادہ پوشیدہ وہ ہے جسے انسان کرنے والا ہوتا ہے مگر وہ خود بھی نہیں جانتا اور اس سے ابھی اس کا ارادہ بھی متعلق نہیں ہوا اور اس کے خیال میں وہ کام نہیں آیا۔

ایک قول یہ ہے کہ بھید اس کو کہتے ہیں جسے انسان چھپاتا ہے اور اس سے زیادہ اخفی وہ وسوسہ ہے جو اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ بھید اسے کہتے ہیں جسے بندہ اور اس کا رب جانے اور کوئی نہ جانے اس سے زیادہ اخفی وہ اسرار ربانی ہیں جنہیں اللہ ہی جانتا ہے اور بندہ بھی نہیں جانتا۔

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

یہاں قول سے مراد ذکر الٰہی ہے یا دعا اور اس میں اس امر کو واضح فرمایا کہ دعا میں جہر اللہ تعالیٰ کو سنانے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ ذکر الٰہی کو نفس میں راسخ کرنے اور اسے غیر کے ساتھ مشغول ہونے سے روکنے کے لئے ہوتا ہے۔

''اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے لئے ہیں سب اچھے نام۔''

وہ ذات مستجمع جمیع صفات واحد بالذات ہے اور اسماء وصفات محض عبارات ہیں اور تعدد عبارات تعدد معنی کو مقتضی نہیں ہوتا۔ بعینہٖ تعدد عبارات سے اس کی توحید ذاتی توحید میں رہے گی تعدد عبارات سے توحید ذات کے معنی میں تعدد لازم نہیں آ سکتا۔

''وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى۔ اور کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔''

اس میں استفہام تقریری ہے اور ایک قول ہے کہ ہل بمعنی قد ہے اور بعض نے کہا استفہام انکاری ہے۔

بہر کیف قصہ موسیٰ علیہ السلام کا علم حضور ﷺ کو تھا اسی وجہ میں اجمالاً اور اختصاراً واقعہ بیان فرمایا جا رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تفصیل سے اسے ظاہر فرما رہے ہیں۔

كَمَا رُوِىَ اَنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِسْتَاذَنَ شُعَيْبًا عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْخُرُوْجِ مِنْ مَدْيَنَ اِلٰى مِصْرَ لِزِيَارَةِ اُمِّهٖ وَاَخِيْهِ وَقَدْ طَالَتْ مُدَّةُ جَنَايَتِهٖ بِمِصْرَ وَرَجَا خَفَاهُ اَمْرَهٗ فَاَذِنَ لَهٗ۔

وَكَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَجُلًا غَيُوْرًا فَخَرَجَ بِاَهْلِهٖ وَلَمْ يَصْحَبْ رُفْقَةً لِئَلَّا تُرٰى اِمْرَاَتُهٗ وَكَانَتْ عَلٰى اَتَانٍ وَعَلٰى ظَهْرِهَا جَوَالِقٌ فِيْهَا اَثَاثُ الْبَيْتِ وَ مَعَهٗ غَنَمٌ لَّهٗ وَاَخَذَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى غَيْرِ الطَّرِيْقِ مَخَافَةً مِّنْ مُّلُوْكِ الشَّامِ فَلَمَّا وَافٰى وَادِىْ طُوٰى وَ هُوَ بِالْجَانِبِ الْغَرْبِيِّ مِنَ الطُّوْرِ وُلِدَ لَهٗ اِبْنٌ فِىْ لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ شَاتِيَةٍ مُّثَلَّجَةٍ وَكَانَتْ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ وَقَدْ ضَلَّ الطَّرِيْقَ وَتَفَرَّقَتْ مَاشِيَتُهٗ وَلَا مَاءَ عِنْدَهٗ

وَقَدَحَ فَصْلُهٗ زَنْدُهٗ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَالِكَ اِذْرَاٰى نَارًا عَلٰى يَسَارِ الطَّرِيْقِ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ۔

موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر کی طرف بہ اجازت حضرت شعیب علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ حضرت یوحانز اور اپنے بھائی حضرت ہارون سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے آپ اس واقعہ کی طرف سے مدت مدید گزر جانے کی وجہ سے، بے فکر ہو چکے تھے جو مصر میں داروغہ مطبخ فرعون کے طمانچہ مارا تھا اور وہ بقضائے الٰہی عزوجل مر گیا تھا۔

آپ کے اہل بیت بھی ہمراہ تھے اور شاہان شام کے اندیشہ سے راہ چھوڑ کر جنگل جنگل قطع مسافت کر رہے تھے آپ کے ساتھ ایک گدھی تھی اس کی پشت پر جولقین یعنی زنبیلیں تھیں جس میں اثاث البیت تھا اور ایک بکری بھی آپ کے ساتھ تھی۔

گزرتے گزرتے جب آپ وادی طویٰ میں آئے تو آپ کی بیوی صاحبہ جو حاملہ تھی ان کو دردزہ شروع ہو گیا۔

اور آخرش جانب غربی میں جاتے ہوئے رات کے وقت سردی میں جب کہ برف پڑ رہی تھی اور اندھیری رات تھی۔

شب جمعہ کو صاحبزادے پیدا ہوئے اور آپ کو ایک درخت سے آگ چمکتی نظر آئی اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے:

''اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى جب دیکھی روشن آگ تو کہا اپنی بیوی سے ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے۔ شاید میں تمہارے لئے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں یا آگ پر راستہ پاؤں۔''

امْكُثُوْٓا۔ يَعْنِىْ اَقِيْمُوا مَكَانَكُمْ۔ یہ امر ہے۔ اب اس خطاب میں ایک قول تو یہ ہے کہ بیوی، بچہ اور خادم کے لئے جمع کے صیغہ میں مخاطبہ فرمایا مافوق الاثنین چونکہ جمع ہوتا ہے اس لئے امْكُثُوْٓا فرمایا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ صرف بیوی صاحبہ کو ہی فرمایا اور جمع کے صیغہ سے مخاطبہ تفخیم کے لئے ہے۔

اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا۔ کے یہ معنی ہیں کہ اَبْصَرْتُهَا اِبْصَارًا بَيِّنًا لَا شُبْهَةَ فِيْهِ وَمِنْ ذَالِكَ اَنْسَانُ الْعَيْنِ وَالْاِنْسُ خِلَافُ الْجِنِّ۔ میں نے دیکھا ہے آگ کو کھلم کھلا روشن طریقہ سے جس میں کوئی شبہ نہیں اور اس سے انسان آنکھ کی پتلی کو بھی کہتے ہیں اور انس جنس جن کے خلاف ہے۔

وَ قِيْلَ الْاِيْنَاسُ خَاصٌّ بِاِبْصَارِ مَا يُؤَنَّسُ بِهٖ۔ ایک قول یہ ہے کہ ایناس مخصوص آنکھ کے معائنہ کا ترجمہ دیتا ہے۔

وَ قِيْلَ بِمَعْنَى الْوِجْدَانِ۔ ایک قول ہے کہ اٰنَسْتُ بمعنی وجدان ہے۔

''لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا۔'' اَیْ اَجِیْئُكُمْ مِّنَ النَّارِ۔ میں لاتا ہوں تمہارے لئے اس آگ سے۔''

بِقَبَسٍ۔ بِشُعْلَةٍ مُّقْتَبَسَةٍ تَكُوْنُ عَلٰى رَاْسِ عُوْدٍ۔ یعنی لکڑی کے کنارے جو چنگاری ہوتی ہے وہ مقتبسہ ہوتی ہے یعنی چنی ہوئی۔

''اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى۔ هَادِيًا يَدُلُّنِیْ عَلَى الطَّرِيْقِ۔ یا پاؤں گا وہاں سے آگ کے لئے راہ یعنی وہاں ایسا کوئی مل جائے گا جو آگ کا راستہ اور ہمارا بھولا ہوا راستہ بتا دے گا۔''

اس لئے کہ جنگل جنگل جاتے آپ راستہ بھول گئے تھے۔ كَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِىُّ عَنِ الزُّجَاجِ اِنَّ الْمُرَادَ هَادِيًا يُّدُلُّنِیْ عَلَى الْمَاءِ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْضَلَّ عَنِ الْمَاءِ۔

''فَلَمَّآ اَتٰهَا۔ پھر جب آیا آگ کے پاس۔''

فِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ شَجَرَۃِ عُنَّابٍ خَضْرَاءَ۔ وہ آگ آپ نے عناب کے سرسبز درخت میں دیکھی تھی۔

وَاَخْرَجَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ فِی الزُّھْدِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ وَھْبِ بْنِ مُنَبِّہٍ قَالَ لَمَّا رَاٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ النَّارَ اِنْطَلَقَ یَسِیْرُ حَتّٰی وَقَفَ مِنْھَا قَرِیْبًا فَاِذَا ھُوَ بِنَارٍ عَظِیْمَۃٍ تَفُوْرُ مِنْ وَرَقِ شَجَرَۃٍ خَضْرَاءَ شَدِیْدَۃِ الْخُضْرَۃِ۔

آپ نے وہاں ایک درخت سرسبز وشاداب دیکھا جو اوپر سے نیچے تک نہایت روشن تھا۔ آپ کو ندا فرمائی گئی کما قال اللہ تعالیٰ۔

"نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی ﴿۱۱﴾ اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى۔ اے موسیٰ بے شک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار ڈال بے شک تو پاک جنگل طویٰ میں ہے۔"

جوتے اتارنے کا حکم تعلیم تواضع اور احترام وادی اور خاک طویٰ سے برکت لینے کے لئے تھا۔ طویٰ اس وادی مقدس کا نام ہے جہاں یہ واقعہ ہوا۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَقَدْرُوِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا نُوْدِیَ یَا مُوْسٰی قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنِ الْمُتَکَلِّمُ فَقَالَ تَعَالٰی اَنَا رَبُّکَ فَوَسْوَسَ اِلَیْہِ اِبْلِیْسُ اللَّعِیْنُ لَعَلَّکَ تَسْمَعُ کَلَامَ الشَّیْطَانِ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَا عَرَفْتُ اَنَّہٗ کَلَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی بِاَنِّیْ اَسْمَعُہٗ مِنْ جَمِیْعِ الْجِھَاتِ بِجَمِیْعِ الْاَعْضَاءِ۔

موسیٰ علیہ السلام کو جب ندا ہوئی یا موسیٰ تو آپ نے کہا یہ کون بولنے والا ہے تو باری تعالیٰ عزاسمہ نے فرمایا میں تیرا رب ہوں تو شیطان لعین نے توسوس کرنا چاہا کہ شاید آپ یہ آواز شیطانی سن رہے ہیں تو آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ کلام یقیناً اللہ تعالیٰ کا ہے اس لئے کہ یہ ندا میں اپنے ہر بن مو سے سن رہا ہوں اور اس ندا کے لئے میری قوت سامعہ ایسی عام ہوئی کہ تمام جسم کان بن گیا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا کلیم اللہ کے خطاب سے مشہور ہونے کا باعث۔

اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَغَیْرُہٗ عَنْ وَھْبٍ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا اشْتَدَّ عَلَیْہِ الْھَوْلُ نُوْدِیَ مِنَ الشَّجَرَۃِ فَقِیْلَ یَا مُوْسٰی فَاَجَابَ سَرِیْعًا وَ مَا یَدْرِیْ مَنْ دَعَاہُ وَمَا کَانَتْ سُرْعَۃُ اِجَابَتِہٖ اِلَّا اِسْتِیْنَاسًا بِالْاُنْسِ فَقَالَ لَبَّیْکَ مِرَارًا اِنِّیْ لَاَسْمَعُ صَوْتَکَ وَاَحِسُّ حِسَّکَ وَلَا اَرٰی مَکَانَکَ فَاَیْنَ اَنْتَ۔

جب موسیٰ علیہ السلام پر اس آگ کے عجیب وغریب طور پر نظر آنے سے خوف طاری ہو گیا تو آپ کو مخاطب کیا گیا یٰمُوْسٰی۔

تو آپ نے گھبرا کر جلدی سے جواب دیا اور آپ یہ نہ جان سکے کہ آپ کو پکارنے والا کون ہے اور جلدی سے آپ کا جواب دینا غایت محبت میں تھا چنانچہ آپ نے چند بار لبیک، لبیک، لبیک کہہ کر عرض کیا میں یقیناً تیری آواز سن رہا ہوں مگر تیرا مقام میں نہیں دیکھ سکا تو مجھے بتا دے تو کہاں ہے۔

قَالَ اَنَا فَوْقَکَ وَمَعَکَ وَاَمَامَکَ وَ خَلْفَکَ وَاَقْرَبُ اِلَیْکَ مِنْ نَّفْسِکَ۔ فرمایا میں تیرے اوپر

اور تیرے ساتھ اور تیرے آگے اور پیچھے ہوں اور میں تیرے قریب تیری جان سے بھی زیادہ ہوں۔

فَلَمَّا سَمِعَ هٰذَا مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلِمَ اَنَّهٗ لَا یَنْبَغِیْ ذَالِکَ اِلَّا لِلّٰهِ تَعَالٰی فَاَتْقَنَ بِهٖ۔

تو جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا تو جان لیا کہ ان صفات کے ساتھ سوا اللہ تعالیٰ کے اور کون متصف ہوسکتا ہے تو یقین کر کے عرض کیا:

اَنْتَ یَا اِلٰهِیْ فَکَلَامَکَ اَسْمَعُ اَمْ رَسُوْلِکَ قَالَ بَلْ اَنَا الَّذِیْ اُکَلِّمُکَ – وَ لَا یَخْفٰی تَخْرِیْجُ هٰذَا الْاَثْرِ عَلٰی مَذْهَبِ السَّلْفِ وَ مَذْهِبِ الصُّوْفِیَةِ۔

اے میرے رب تو ہے تو میں کلام جو سن رہا ہوں وہ تیرا ہے یا تیرے بھیجے ہوئے فرشتہ کا تو جواب ملا نہیں بلکہ میں ہی ہوں جو تجھ سے کلام کررہا ہوں اور اس اثر کی تخریج میں کوئی اخفاء نہیں ہوسکتا تھا یعنی مذہب سلف صالحین اور صوفیاء کا ہے۔

آگے فرماتے ہیں ثُمَّ اِنَّ هٰذَا الْاَثْرَ ظَاهِرٌ فِیْ اَنَّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ سَمِعَ الْکَلَامَ اللَّفْظِیْ مِنْهُ تَعَالٰی بِلَاوَاسِطَةٍ وَلِذَا اُخْتُصَّ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِاِسْمِ الْکَلِیْمِ وَ هُوَ مَذْهَبُ جَمَاعَةٍ مِّنْ اَهْلِ السُّنَّةِ۔

پھر اس اثر سے ظاہر ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کلام لفظی بلا واسطہ سننے کے قابل ہو گئے اور اسی وجہ سے آپ کلیم اللہ کے نام سے مختص ہو گئے یہی مذہب ایک جماعت اہل سنت کا ہے۔

"فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ" خلع نعل کی حکمت اول بیان ہو چکی۔

مزید برآں مندرجہ ذیل حدیث حسن ومجاہد اور سعید بن جبیر وابن جریج رحمہم اللہ سے بھی مروی ہے:

اِنَّهُمَا کَانَتَا مِنْ جِلْدِ بَقَرَةٍ ذُکِّیَتْ وَلٰکِنْ اُمِرَ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِخَلْعِهَا لِیُبَاشِرَ بِقَدَمَیْهِ اَرْضَ فَتُصِیْبُهٗ بَرَکَةُ الْوَادِی الْمُقَدَّسِ۔

نعلین مبارک گاؤ کی رنگی ہوئی کھال کی تھیں جوتی اتار کر ننگے پیر چلنے میں یہ حکمت تھی کہ وادی مقدس کی زمین آپ کے قدموں کو اپنی برکت دے۔

"وَ اَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی ﴿۱۳﴾ اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَکَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰی ﴿۱۵﴾ ۔

اور میں نے تجھے پسند فرمایا تو سن جو تجھے وحی ہوتی ہے۔ بے شک میں ہی ہوں اللہ میرے سوا کوئی معبود نہیں مگر تو بندگی کر میری اور قائم رکھ نماز میری یاد کے لئے بے شک قیامت آنے والی ہے ممکن تھا کہ میں اسے سب سے پوشیدہ رکھتا تا کہ بدلہ پائے ہر جان اپنی کوشش کا۔"

اَنَا اخْتَرْتُکَ۔ فرما کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بشارت دی گئی کہ میں نے تجھے تیری قوم میں سے نبوت و رسالت کے لئے اور شرف کلام سے مشرف فرمانے کو پسند کر لیا ہے۔ اب میرے احکام وحی کے ذریعہ سنو۔

"وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ۔ اور نماز قائم رکھو میری یاد کے لئے۔"

تا کہ تم مجھے یاد کرو اور اس یاد میں اخلاص اور میری رضا مقصود ہو اور ریا کا اس میں قطعی دخل نہ ہو۔

دوسری صورت معنی کی یہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ نماز قائم رکھو تا کہ میں تمہیں اپنی رحمت سے یاد کروں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں خُصَّتِ الصَّلٰوۃُ بِالذِّکْرِ وَاُفْرِدَتْ بِالْاَمْرِ مَعَ اِنْدِرَاجِھَا فِی الْاَمْرِ بِالْعِبَادَۃِ لِفَضْلِھَا وَ اِنَا فَتِھَا عَلٰی سَائِرِ الْعِبَادَاتِ بِمَا نِیْطَتْ بِہٖ مِنْ ذِکْرِ الْمَعْبُوْدِ وَشُغْلِ الْقَلْبِ وَاللِّسَانِ بِذِکْرِہٖ وَقَدْ سَمَّاھَا اللّٰہُ تَعَالٰی اِیْمَانًا فِیْ قَوْلِہٖ سُبْحَانَہٗ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِیْ کُفْرِ تَارِکِھَا کَسْلًا کَمَا فُصِّلَ فِیْ مَحَلِّہٖ۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ میں نماز کو ذکر کرکے ساتھ مخصوص فرما کر امر میں اقرار فرمایا با آنکہ امر میں عبادت عام ہے اس کی وجہ عبادت نماز کی فضیلت ظاہر کرنا مقصود تھی تمام عبادتوں پر کہ اس میں ذکر معبود حقیقی اور دل اور زبان کا اس کے ذکر میں مشغول رکھنا ہے یہی وجہ ہے کہ اس نماز کا نام اللہ تعالیٰ نے ایمان بھی رکھا ہے جیسے کہ فرمایا مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ اور علماء میں اس پر اختلاف ہے کہ تارک نماز کسل کی وجہ سے اگر ہو تو وہ کافر ہے یا نہیں۔

چنانچہ لِذِکْرِیْ کے لام کو ابو جعفر لام وقتیہ یا تعلیلیہ فرما کر بتاتے ہیں وَالْمُرَادُ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ عِنْدَ ذِکْرِھَا اَوْلِاَجَلِ تَذَکُّرِھَا۔

"اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخْفِیْھَا۔ بے شک قیامت آنے والی ہے قریب ہے کہ میں اسے چھپا رکھوں۔"

گویا یہ فرمایا کہ اگر عبادت پنجگانہ ادا کرتے رہے تو قیامت کے دن ذلت سے محفوظ رہو گے۔ یہ بات ہم مخفی رکھتے ہیں۔

"لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰی ۔تا کہ ہر جان کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے۔"

چنانچہ اَلْمُرَادُ الْاِخْبَارُ بِاَنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُخْفِیْ وَقْتَ اِتْیَانِھَا۔ بیان ساعت فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس کے آنے کا وقت مخفی رکھا۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مخاطبہ ہے بعض نے کہا یہ مخاطبہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے الفاظ میں اور باعتبار معنی تمام امت سے مخاطبہ ہے حیث قال۔

"فَلَا یَصُدَّنَّکَ عَنْھَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِھَا وَاتَّبَعَ ھَوٰىہُ فَتَرْدٰی۔ تو ہرگز تجھے اس کے ماننے سے وہ باز نہ رکھے جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا تو تو ہلاک ہو جائے۔"

صاحب مدارک کہتے ہیں کہ یہ خطاب بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے اور مراد اس سے امت موسیٰ علیہ السلام ہے۔ یعنی جو قیامت پر ایمان نہ لائے تو وہ یقیناً ہلاک ہوگا۔ فَتَرْدٰی کے معنی فتھلک ہیں یعنی تو ہلاک ہوگا۔

اس کے بعد اصل قصہ موسیٰ علیہ السلام شروع ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی۔ اور کیا ہے یہ تیرے سیدھے ہاتھ میں اے موسیٰ۔"

اس سوال میں یہ حکمت تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے عصا کو دیکھ لیں اور ان کے دل میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ یہ یقیناً عصا ہے تا کہ جب وہ سانپ کی شکل میں قدرت الٰہیہ سے آئے تو آپ کی خاطر اقدس پر کوئی پریشانی نہ ہو۔

بعض نے اس سوال کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ آپ مانوس ہو جائیں تا کہ مہابت مکالمت سے خائف نہ ہوں۔ (مدارک)

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ عصا حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس تھا آپ نے بکریاں چرانے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا اور یہ آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے جب آپ اترے تھے اور یہ شجر آس کا تھا۔

وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ عوسج کا تھا اور یہ دس گز شرعی لمبا تھا۔ آپ کے قد کے مطابق اور اس کے اوپر کی سمت دو شاخ تھیں اور اس کا نام نبعہ تھا کما روی عن مقاتل۔

ایک قول ہے کہ بارہ ذراع لمبا تھا تو آپ نے جواب میں عرض کیا:

"قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ۔ یہ میرا عصا ہے۔ میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور بھی کام ہیں۔"

مثل توشہ اور پانی اٹھانے۔ موذی جانوروں کو دفع کرنے اور دشمن سے محاربہ میں مقابلہ کرنے۔ یہ محامد آپ نے بطریق شکر نعمت بیان کئے۔

هَشَّ يَهُشُّ هَشَاشَةً اِذَا مَالَ اَیْ اُمِیْلُ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ بِمَا يُصْلِحُهَا مِنَ السُّوْقِ وَاِسْقَاطِ الْوَرَقِ لِتَاكُلَهٗ – هَشَّ الْوَرَقُ وَالْكَلَاءُ وَالنَّبَاتُ اِذَا جَفَّ – كَمَا قَالَ اَبُو النَّسْفِيُّ۔

هَشَّ يَهُشُّ هَشَاشَةً۔ محاورہ میں ڈالی جھکانے اور جانور کے کھانے کو پتہ گرانے میں مستعمل ہے۔ تا کہ وہ کھا سکے اور هَشَّ الْوَرَقُ جب بولتے ہیں جب چارہ گھاس خشک ہو جائے اور اسے جھاڑا جائے۔

جب موسیٰ علیہ السلام اس عصا کے فوائد تحدیث نعمت کے طور پر عرض کر چکے تو حکم ہوا:

"قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ۔ فرمایا اے موسیٰ اسے ڈال دو۔"

لِتَرٰی مِنْ شَاْنِهَا مَا تَرٰی وَالْاِلْقَاءُ الطَّرْحُ عَلَی الْاَرْضِ۔ تا کہ ہماری شیون قدرت کا معائنہ کرو۔ عربی محاورہ میں القاء پھینکنے کو کہتے ہیں جو زمین پر پھینکا جائے۔

"فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ۔ تو موسیٰ نے وہ ڈال دیا زمین پر تو اچانک وہ سانپ دوڑنے والا ہو گیا۔"

موسیٰ علیہ السلام نے بہ تعمیل حکم جب اسے زمین پر ڈالا تو وہ عصا جو ہاتھ میں رہتا اور راستے کام آتا تھا۔ اب اچانک وہ ایک ہیبت ناک اژدھا بن گیا۔ یہ دیکھ کر آپ کو خوف آیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا اے موسیٰ۔

"قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ۔ فرمایا اسے اٹھا لے اور خوف نہ کر ہم اسے پھر پہلی طرح کر دیں گے۔"

اس لئے کہ یہ معجزہ جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ظاہر ہوا اس کا فاعل حقیقی وہی رب تعالیٰ شانہ تھا تو گویا یہ فرمایا کہ اسے ہم نے اژدھا بنا کر تمہیں دکھایا ہے ہم ہی اسے واپس پہلی صورت میں کر دیں گے۔ یہ سنتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ خوف جو باقتضاء بشریت تھا جاتا رہا اور آپ نے اس کے منہ میں اپنا دست اقدس ڈال دیا اور وہ مثل سابق عصا بن گیا۔ پھر ارشاد ہوا:

"وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ۔ اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا۔"

یعنی کف دست راست بائیں بازو سے بغل کے نیچے ملا کر نکال لے" تو آفتاب کی طرح چمکتا نگاہوں کو خیرہ کرتا سپید بغیر

کسی مرض کے نکلے گا یہ دوسرا معجزہ اور نشانی ہے۔"

یہ کس لئے دو معجزے مخصوص عطا ہوئے فرماتے ہیں:

"لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۚ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔ تاکہ ہم تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ فرعون کی طرف جا (اور رسولوں کی طرح اسے تبلیغ کر) اس نے سر اٹھایا ہے۔"

یعنی کفر و سرکشی میں حد سے گزر گیا ہے اور خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اس کے سامنے یہ معجزات پیش فرما کر اسے نگونسار بنایئے اور دعوت حق دیجئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اصول دین تعلیم فرمائے۔

اول اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا۔ میں ہی ایک اللہ ہوں میرے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں۔ یہ توحید خالص کی تعلیم ہے۔

دوسرے فَاعْبُدْنِيْ۔ تو میری ہی عبادت کرنا۔ عبادت عام ہے ذکر ہو یا مراقبہ، دعا ہو یا استمداد حاجات میں ندا ہو۔ زکوٰۃ مفروضہ ہو یا خیرات وصدقات، یا صلوٰۃ مفروضہ یا تہجد یا حج یہ احکام عشرہ تھے جن کی بابت تاکید پر تاکید ہوئی۔

تیسرے وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔

چوتھے اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ۔قیامت ضرور قائم ہونے والی ہے جسے میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں اور اس کا سال اور وقت مقررہ نہیں بتاتا۔ تاکہ خدا پرستوں کو ہر وقت کھٹکا لگا رہے۔

اس میں شریعت وعبادت کے حکم کے بعد قیامت کی خبر دینا اس بات پر تنبیہ ہے کہ یہ غیب کا کام نہیں۔ اس کے ثمرات اور ثواب دوسری زندگانی میں جو جاودانی ہے ضرور ملیں گے۔

پانچویں فَلَا يَصُدَّنَّكَ اس پر قائم رہنا کسی جبار منکر، نفس کے مرید کے اثر اور روک سے باز نہ آنا یہ استقامت اور ثابت قدمی ہے جو دین کے لئے ضروری ہے۔

اور یہ تاکید اس لئے بھی موسیٰ علیہ السلام کو ضروری تھی کہ انہیں ایک جبار مغرور دنیا پرست کے پاس پیغام لے کر جانا تھا جسے فرعون کہا جاتا تھا۔

اس کے بعد اس کے پاس پہنچنے کی تمہید شروع فرمائی اور ارشاد فرمایا:

"وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى۔ یہ تمہارے سیدھے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ۔"

یہ تو ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ کیا ہے اور وہ جب علام الغیوب ہے تو وہ علام حضور تو بطریق اولیٰ ہونا ہی چاہئے۔ لیکن چونکہ اس عصا میں معجزہ دینا تھا اس لئے اول پوچھ کر انہیں اس امر کا یقین دلایا کہ وہ محض عصا ہونے کے باوجود اژدھا بھی بنے گا۔

چنانچہ آپ نے اس کا نام عصا بتا کر عرض کیا اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى۔ اس سے تکیہ بھی لگالیتا ہوں۔ بکری کو پتے بھی جھاڑ لیتا ہوں اور ایسے ایسے بہت سے کام لیتا ہوں۔

حکم ہوا اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى۔ موسیٰ اسے زمین پر ڈال دو آپ نے بہ تعمیل حکم ڈال دیا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى۔ تو وہ پھن پھناتا

سانپ ہوگیا اور باقتضائے بشریت حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے تو ارشاد ہوا:

"خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَى۔ اسے پکڑ لو اور بالکل خوف نہ کرو ہم اسے پہلی ہی صورت میں لوٹا دیں گے۔"

چنانچہ آپ نے اٹھالیا تو وہ عصا کا عصا رہ گیا۔ یہ ایک معجزہ تھا جو ملا۔ پھر فرمایا:

"وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَى۔ اپنی بغل میں اپنا ہاتھ دبا کر نکالو تو بغیر کسی تکلیف کے سفید براق آفتاب کی طرح چمکتا ہوا نکلے گا یہ دوسرا معجزہ ہے۔"

آپ کی صداقت نبوت کے یہ دونشان ہیں پہلے میں شان جبروتی کا اظہار ہے جو فرعون جیسے سرکش کے لئے لازمی تھا۔ اور دوسرے میں روشنی اور ہدایت کی طرف اشارہ ہے جو مقصود انبیاء علیہم السلام ہے۔

اس کے بعد حکم دیا گیا کہ اب فرعون کی طرف جایئے وہ بہت سرکش ہوگیا ہے۔

جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے ہم کلام ہوکر شرف نبوت پا چکے تو آپ نے چار چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ سے طلب کیں۔ جس کا خلاصہ آئندہ رکوع میں مذکور ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع۔سورۂ طٰہٰ۔پ ۱۶

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿۲۵﴾	عرض کی اے میرے رب میرے لئے کھول دے میرا سینہ
وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿۲۶﴾	اور آسان کر میرے لئے میرا کام
وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي ﴿۲۷﴾	اور کھول دے گرہ میری زبان کی
يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿۲۸﴾	کہ وہ سمجھیں میری بات
وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي ﴿۲۹﴾	اور کردے میرا وزیر میرے گھر والوں سے
هَارُونَ أَخِي ﴿۳۰﴾	میرا بھائی ہارون
اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿۳۱﴾	کہ مضبوط ہو اس سے میری کمر
وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿۳۲﴾	اور شریک کر اسے میرے کام میں
كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿۳۳﴾	تاکہ ہم تیری تسبیح بکثرت بولیں
وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿۳۴﴾	اور ہم یاد کریں تیری کثرت سے
إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿۳۵﴾	بے شک تو ہی ہمارا نگران ہے
قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَى ﴿۳۶﴾	فرمایا دی گئی تیری مانگ تجھے اے موسیٰ
وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَى ﴿۳۷﴾	اور بے شک احسان فرمایا ہم نے تجھ پر دوسری بار
إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّكَ مَا يُوحَى ﴿۳۸﴾	جب وحی کی ہم نے تیری ماں کو بطور الہام
أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ	یہ کہ رکھ اس بچے کو صندوق میں تو ڈال اسے دریا میں تو
فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِي وَعَدُوٌّ	ڈالے دریا اسے کنارہ پر کہ اٹھالے اسے میرا دشمن اور اس

لَّهٗ ؕ	کا دشمن
وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ۚ	اور ڈالی میں نے تجھ پر اپنی محبت اپنی طرف سے
وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَيْنِیْ ﴿۳۹﴾	اور اس لئے کہ تیار ہو تو ہماری نگرانی میں
اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ	جب چلی تیری بہن تو بولی کیا میں تمہیں وہ لوگ بتا دوں جو اس بچہ کی پرورش کر سکیں گے
فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤی اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ	تو لوٹایا ہم نے تجھے تیری ماں کی طرف تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم نہ کر
وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫	اور قتل کی تو نے ایک جان تو ہم نے تجھے نجات دی غم سے اور امتحان ہوا تیرا پورا
فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِیْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ يّٰمُوْسٰی ﴿۴۰﴾	تو تو کئی برس مدین والوں میں رہا پھر تو آیا ایک ٹھہرائے ہوئے وعدہ پر اے موسیٰ
وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ ﴿۴۱﴾ ۚ	اور میں نے تجھے بنایا خاص اپنے لئے
اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِیْ وَلَا تَنِيَا فِیْ ذِكْرِیْ ﴿۴۲﴾	جا تو اور تیرا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ اور نہ سستی کرنا میری یاد میں
اِذْهَبَاۤ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ﴿۴۳﴾ ۚ	جاؤ دونوں فرعون کی طرف بیشک اس نے سرکشی کی ہے۔
فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰی ﴿۴۴﴾	تو کہنا اس سے نرم بات اس امید پر کہ شاید وہ دھیان کرے یا ڈرے
قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰی ﴿۴۵﴾	دونوں نے عرض کی اے ہمارے رب بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت اٹھائے
قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰی ﴿۴۶﴾	فرمایا نہ ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا ہوں
فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬	تو اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو جا کر ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو بھیج بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ
وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ﴿۴۷﴾	اور انہیں تکلیف نہ دے بے شک ہم لائے ہیں نشانی تیرے رب کی طرف سے اور سلام اسے جو پیرو ہوا ہدایت کا
اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَيْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۴۸﴾	بے شک ہماری طرف وحی ہوئی کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے
قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰی ﴿۴۹﴾	بولا کون ہے تمہارا رب اے موسیٰ

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ﴿۵۰﴾

کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی ﴿۵۱﴾

بولا تو اگلی سنگتوں کا کیا حال ہے

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَی ﴿۵۲﴾

فرمایا اس کا علم میرے رب کے پاس ہے ایک کتاب میں میرا رب نہ بہکے نہ بھولے

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی ﴿۵۳﴾

وہ جس نے کیا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور چلائیں تمہارے لئے راہیں اور اتارا آسمان سے پانی تو نکالے ہم نے اس سے جوڑے قسم قسم کی سبزیوں سے

كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی ﴿۵۴﴾

کھاؤ اور چراؤ مویشیوں کو بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو۔

حل لغات دوسرا رکوع۔سورۂ طٰہٰ۔پ ۱۶

قَالَ۔کہا	رَبِّ۔اے میرے رب	اشْرَحْ۔کھول دے	لِیْ۔میرے لئے
صَدْرِیْ۔میرا سینہ	وَیَسِّرْ۔اور آسان کر	لِیْٓ۔میرے لئے	اَمْرِیْ۔میرا کام
وَاحْلُلْ۔اور کھول دے	عُقْدَةً۔گرہ	مِّنْ لِّسَانِیْ۔میری زبان کی	یَفْقَهُوْا۔کہ سمجھیں وہ
قَوْلِیْ۔میری بات	وَاجْعَلْ۔اور بنا	لِّیْ۔میرے لئے	وَزِیْرًا۔وزیر
مِّنْ اَهْلِیْ۔میرے گھر والوں میں سے		هٰرُوْنَ۔ہارون	اَخِی۔میرے بھائی کو
اشْدُدْ۔مضبوط کر	بِهٖٓ۔اس کے ساتھ	اَزْرِیْ۔میری پشت	وَاَشْرِكْهُ۔اور شریک کر اس کو
فِیْٓ اَمْرِیْ۔میرے کام میں	كَیْ۔تاکہ	نُسَبِّحَكَ۔تسبیح کریں ہم تیری	كَثِیْرًا۔بہت
وَّنَذْكُرَكَ۔اور یاد کریں تجھے	كَثِیْرًا۔بہت	اِنَّكَ۔بے شک تو	كُنْتَ۔ہے
بِنَا۔ہم کو	بَصِیْرًا۔دیکھنے والا	قَالَ۔کہا	قَدْ۔بے شک
اُوْتِیْتَ۔تو دیا گیا	سُؤْلَكَ۔اپنا سوال	یٰمُوْسٰی۔اے موسیٰ	وَلَقَدْ۔اور بے شک
مَنَنَّا۔احسان کیا ہم نے	عَلَیْكَ۔تجھ پر	مَرَّةً۔ایک مرتبہ	اُخْرٰٓی۔اور
اِذْ۔جب	اَوْحَیْنَآ۔وحی کی ہم نے	اِلٰٓی۔طرف	اُمِّكَ۔ماں تیری کی
مَا۔جو	یُوْحٰٓی۔وحی کی گئی	اَنِ۔یہ کہ	اقْذِفِیْهِ۔ڈال اس کو
فِی التَّابُوْتِ۔صندوق میں	فَاقْذِفِیْهِ۔پھر ڈال اس کو	فِی الْیَمِّ۔دریا میں	فَلْیُلْقِهِ۔پھر ڈالے اسے
الْیَمُّ۔دریا	بِالسَّاحِلِ۔کنارے پر	یَاْخُذْهُ۔پکڑے گا اس کو	عَدُوٌّ۔دشمن
لِّیْ۔میرا	وَعَدُوٌّ۔اور دشمن	لَّهٗ۔اس کا	وَاَلْقَیْتُ۔اور ڈالی میں نے
عَلَیْكَ۔تجھ پر	مَحَبَّةً۔محبت	مِّنِّیْ۔اپنی طرف سے	وَلِتُصْنَعَ۔اور تاکہ تیری

پرورش ہو | عَلٰی عَیْنِیْ۔ میری نگرانی میں | اِذْ۔ جب | تَمْشِیْٓ۔ چلتی تھی
اُخْتُكَ۔ تیری بہن | فَتَقُوْلُ۔ تو کہتی تھی | هَلْ۔ کیا | اَدُلُّكُمْ۔ بتاؤں میں تم کو
عَلٰی۔ وہ | مَنْ۔ جو | یَّكْفُلُهٗ۔ پرورش کرے اس کی | فَرَجَعْنٰكَ۔ تو لوٹایا ہم نے
تجھ کو | اِلٰٓی۔ طرف | اُمِّكَ۔ ماں تیری کی | كَیْ۔ تاکہ
تَقَرَّ۔ ٹھنڈی رہیں | عَیْنُهَا۔ اس کی آنکھیں | وَلَا۔ اور نہ | تَحْزَنَ۔ غم کھائے
وَقَتَلْتَ۔ اور قتل کیا تو نے | نَفْسًا۔ ایک جان کو | فَنَجَّیْنٰكَ۔ تو نجات دی ہم نے تجھ کو
مِنَ الْغَمِّ۔ غم سے | وَفَتَنّٰكَ۔ اور آزمایا ہم نے تجھ کو | فُتُوْنًا۔ آزمانا
فَلَبِثْتَ۔ تو ٹھہرا تو | سِنِیْنَ۔ کئی سال | فِیْٓ۔ بیچ | اَهْلِ مَدْیَنَ۔ مدین والوں کے
ثُمَّ۔ پھر | جِئْتَ۔ آیا تو | عَلٰی۔ اوپر | قَدَرٍ۔ اندازے کے
یٰمُوْسٰی۔ اے موسیٰ | وَاصْطَنَعْتُكَ۔ اور میں نے چن لیا تجھ کو | لِنَفْسِیْ۔ اپنے لئے
اِذْهَبْ۔ جا | اَنْتَ۔ تو | وَاَخُوْكَ۔ اور تیرا بھائی | بِاٰیٰتِیْ۔ میری آیتوں کے ساتھ
وَلَا۔ اور نہ | تَنِیَا۔ سستی کرنا | فِیْ ذِكْرِیْ۔ میری یاد میں | اِذْهَبَآ۔ جاؤ
اِلٰی۔ طرف | فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی | اِنَّهٗ۔ بے شک اس نے | طَغٰی۔ سرکشی کی
فَقُوْلَا۔ تو کہو | لَهٗ۔ اس کو | قَوْلًا۔ بات | لَّیِّنًا۔ نرم
لَّعَلَّهٗ۔ شاید کہ وہ | یَتَذَكَّرُ۔ نصیحت پکڑے | اَوْ۔ یا | یَخْشٰی۔ ڈرے
قَالَا۔ بولے | رَبَّنَآ۔ اے ہمارے رب | اِنَّنَا۔ بے شک ہم | نَخَافُ۔ ڈرتے ہیں
اَنْ۔ یہ کہ | یَّفْرُطَ۔ زیادتی کرے | عَلَیْنَآ۔ ہم پر | اَوْ۔ یا
اَنْ۔ یہ کہ | یَّطْغٰی۔ سرکشی کرے | قَالَ۔ فرمایا | لَا تَخَافَآ۔ نہ ڈرو
اِنَّنِیْ۔ بے شک میں | مَعَكُمَآ۔ تمہارے ساتھ ہوں | اَسْمَعُ۔ میں سنتا | وَاَرٰی۔ اور دیکھتا ہوں
فَاْتِیٰهُ۔ تو جاؤ اس کے پاس | فَقُوْلَآ۔ پھر کہو | اِنَّا۔ بے شک ہم | رَسُوْلَا۔ رسول ہیں
رَبِّكَ۔ تیرے رب کے | فَاَرْسِلْ۔ تو بھیج دے | مَعَنَا۔ ہمارے ساتھ | بَنِیْٓ۔ بنی
اِسْرَآءِیْلَ۔ اسرائیل کو | وَلَا۔ اور نہ | تُعَذِّبْهُمْ۔ سزا دے ان کو | قَدْ۔ بے شک
جِئْنٰكَ۔ لائے ہم تیرے پاس | بِاٰیَةٍ۔ نشانی | مِّنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب سے
وَالسَّلٰمُ۔ اور سلامتی | عَلٰی۔ اوپر | مَنِ۔ اس کے ہے جو | اتَّبَعَ۔ پیروی کرے
الْهُدٰی۔ ہدایت کی | اِنَّا۔ بے شک | قَدْ۔ تحقیق | اُوْحِیَ۔ وحی کی گئی
اِلَیْنَآ۔ ہماری طرف | اَنَّ۔ بے شک | الْعَذَابَ۔ عذاب | عَلٰی۔ اوپر
مَنْ۔ اس کے ہے جو | كَذَّبَ۔ جھٹلائے | وَتَوَلّٰی۔ اور منہ پھیرے | قَالَ۔ بولا
فَمَنْ۔ پھر کون ہے | رَّبُّكُمَا۔ رب تم دونوں کا | یٰمُوْسٰی۔ اے موسیٰ | قَالَ۔ کہا

رَبُّنَا۔ ہمارا رب	الَّذِیْٓ۔ وہ ہے جس نے	اَعْطٰی۔ دی	کُلَّ۔ ہر
شَیْءٍ۔ چیز کو	خَلْقَهٗ۔ اس کی پیدائش	ثُمَّ۔ پھر	هَدٰی۔ راہنمائی کی
قَالَ۔ بولا	فَمَا۔ پھر کیا	بَالُ۔ حال ہے	الْقُرُوْنِ۔ زمانوں
الْاُوْلٰی۔ اگلوں کا	قَالَ۔ فرمایا	عِلْمُهَا۔ اس کا علم	عِنْدَ۔ نزدیک
رَبِّیْ۔ رب میرے کے ہے	فِیْ كِتٰبٍ۔ کتاب میں	لَا یَضِلُّ۔ نہیں بھٹکتا	رَبِّیْ۔ میرا رب
وَلَا۔ اور نہیں	یَنْسَی۔ بھولتا	الَّذِیْ۔ وہ جس نے	جَعَلَ۔ بنایا
لَكُمُ۔ تمہارے لئے	الْاَرْضَ۔ زمین کو	مَهْدًا۔ بچھونا	وَّسَلَكَ۔ اور چلائے
لَكُمْ۔ تمہارے لئے	فِیْهَا۔ اس میں	سُبُلًا۔ رستے	وَّاَنْزَلَ۔ اور اتارا
مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	مَآءً۔ پانی	فَاَخْرَجْنَا۔ تو نکالے ہم نے	بِهٖٓ۔ اس کے ساتھ
اَزْوَاجًا۔ جوڑے	مِّنْ نَّبَاتٍ۔ سبزی	شَتّٰی۔ مختلف کے	كُلُوْا۔ کھاؤ
وَارْعَوْا۔ اور چراؤ	اَنْعَامَكُمْ۔ اپنے مویشیوں کو	اِنَّ۔ بے شک	فِیْ ذٰلِكَ۔ اس میں
لَاٰیٰتٍ۔ البتہ نشانیاں ہیں	لِّاُولِی النُّهٰی۔ عقل مندوں کے لئے		

خلاصہ مفہوم رکوع دوم

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام شرف ہم کلامی سے مشرف ہو چکے اور آپ کو دو معجزے مقابلہ فرعون کے لئے خاص عطا کئے گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے چار چیزیں طلب کیں:

اول رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۔ یعنی شرح صدر۔ اس لئے کہ نبی کو اصلاح عالم فرمانے میں انواع واقسام کی سختیاں اٹھانی پڑتی ہیں۔ روحانی احکام کی تعلیم اور اخلاق حمیدہ کی ترغیب دینا اور دنیاوی تجمل کو اس کی نظر میں حقیر ثابت کرنا ہوتا ہے ان امور کی قوت کے لئے شرح صدر کی حاجت ہوتی ہے تاکہ اس کے دل سے حجاب ظلمانی اٹھ جائیں اور ہر کام اسے آسان ہو جائے۔ چنانچہ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ کی تشریح میں وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ۔ بھی ہے۔ کہ آسان کر دے مجھ پر میرا کام۔

دوسرا مطالبہ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ تھا۔ یہ دعا ظاہری اصلاح واستعداد کی تھی۔ پہلی دعاء باطن سے تعلق رکھتی ہے یہ ظاہر سے تعلق رکھی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک میں لکنت تھی۔

بعض کہتے ہیں یہ لکنت پیدائشی تھی۔

بعض کہتے ہیں بچپن میں آپ کھیلتے ہوئے فرعون کو لکڑی مار بیٹھے۔

ایک قول ہے کہ اس کی داڑھی جو موتیوں سے پر تھی نوچ ڈالی اس پر فرعون کو شبہ پیدا ہوا کہ یہ بچہ ضرور وہی ہے جس کی منجموں نے خبر دی ہے کہ وہ تیری ہلاکت اور تیری سلطنت کے غارت کا موجب ہوگا۔

چنانچہ اس نے سیاف کو بلا کر قتل کا حکم دے دیا کہ اس کی بیوی حضرت آسیہ بنت مزاحم نے سفارش کر کے روکا اور کہا بچہ ہے اس پر ایسا ہی شبہ ہے تو نبی یاقوت اور آگ میں تمیز رکھتا ہے اور بچہ آگ اور یاقوت میں تفریق نہیں کر سکتا۔

چنانچہ ایک طرف آگ رکھی گئی ایک طرف یاقوت رکھ دیئے اور موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑا گیا آپ اپنی جبلت نبوت کے ماتحت یاقوت کی طرف چلے کہ روح الامین نے آپ کو آگ کی طرف کر دیا اور آپ کے ہاتھ میں ایک انگارہ دے دیا جس سے ہاتھ جلا اور منہ میں حرکات اطفال کے مطابق دے دیا جس سے زبان جل گئی اس سے یہ لکنت تھی بہرحال لکنت ضرور تھی وہ کیسے ہی تھی۔ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شہزادہ گلگوں قبا، سید الشہداء امام حسین شہید کربلا کے دہن اقدس میں بھی لکنت تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّہٗ وَرِثَهَا مِنْ عَمِّهٖ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ یہ انہیں ورثہ ملا ہے اپنے چچا موسیٰ علیہ السلام کا۔ كَمَا قَالَ الْآلُوسِيُّ فِي رُوحِ الْمَعَانِي۔

تیسرا سوال تھا وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ۔ کر دے میرا وزیر میرے اہل میں سے ہارون میرے بھائی کو اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ یہ اس کی تشریح ہے کہ بھائی کے وزیر ہونے سے میری قوت بازو بڑھ جائے گی۔

چوتھی عرض یہ تھی وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ۔ اور ہارون کو مرتبۂ نبوت بھی عطا فرما دے تاکہ وہ میرے معاملات میں شریک بن سکے۔

ان چاروں مطالبات کو اللہ تعالیٰ نے منظور فرما کر بشارت دی کہ
قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى۔ موسیٰ تمہارے چاروں سوال پورے کر دیئے گئے۔

اور یہ ہمارا احسان دوبارہ ہے۔

پہلا احسان وہ جبکہ تم فرعون کے گھر پرورش پا رہے تھے اور ہم آپ کے نگران تھے اس کے بعد آپ کی والدہ کو جو الہام ہوا جسے وحی فرمایا اس لئے کہ وحی رویا بھی ہوتی ہے اور وحی الہام بھی ہوتی ہے۔ جو نبی اور غیر نبی میں مشترک ہوتی ہے اور وحی پیام و مکالمہ حق کی صورت میں ہوتی ہے وہ مختص ہے خاص انبیاء کرام کے لئے۔

چنانچہ اِذْ اَوْحَيْنَآ سے لے کر وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ تک وہی بیان ہے اور تفصیل کے ساتھ ولادت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے محل میں پرورش پانا اور ایک قبطی کو مار کر مدین کو چلا جانا اور وہاں شادی ہونا اس حال کو ہم مفصل سورہ بقرہ میں بیان کر چکے ہیں جو پہلے پارہ کے چوتھے رکوع سے شروع ہے۔

یہاں بعد ولادت سے صندوق میں بند کرنا اور دریا میں ڈالنا اور فرعون کے ہاتھ آ جانا وغیرہ کا بیان ہے جو بالتفصیل اس رکوع کی تفسیر میں آ رہا ہے اب تفسیر رکوع دوم ملاحظہ فرمائیں۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع۔ سورۂ طٰہٰ۔ پ ۱۶

"قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾۔

عرض کیا موسیٰ علیہ السلام نے اے میرے رب کھول دے میرے لئے میرا سینہ اور آسان کر دے میرا کام اور کھول دے گرہ میری زبان سے کہ وہ میرا کلام سمجھ سکیں اور کر دے میرے لئے وزیر میرے اہل میں سے ہارون میرے بھائی کو مضبوط کر

اس سے میری کمر اور شریک کردے اسے میرے کام میں تا کہ تیری تسبیح کافی کریں اور تیری یاد کافی کریں اور تو ہمارا نگران ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب جان لیا کہ امر ذہاب فرعون کی طرف جو ہوا ہے وہ معمولی کام نہیں بلکہ ایک زبردست فریضہ ہے اس کے ادا کرنے کے لئے شرح صدر مقدم ہے اور عقد لسان کا کھلنا ضروری ہے ورنہ لکنت کی حالت میں میری گفتگو عوام کیسے سمجھ سکیں گے۔

علامہ راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں اصلُ الشرح البسطُ شرح اصل میں کھلنے اور کشادہ ہونے کو کہتے ہیں وَنَشْرَحُ الصَّدْرِ بَسْطُهُ بِنُوْرٍ اِلٰهِيّ وَ سَكِيْنَةٌ مِّنْ جِهَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ رُوْحٌ مِّنْهُ عَزَّوَجَلَّ اور شرح صدر کشادگی ہے نور الٰہی سے اور اطمینان وسکون ہے منجانب اللہ تعالیٰ اور روح وریحان من اللہ عزوجل ہے۔

"چنانچہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی یہ عرض کہ اے میرے رب میرے لئے میرا سینہ کھول دے"۔ اور اسے حمل بار نبوت ورسالت کے لئے وسیع فرمادے اور میرے لئے میرا کام آسان کردے۔"

"وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔"

جو خوردسالی میں آگ کا انگارہ منہ میں رکھ لینے سے پڑ گئی ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ بچپن میں آپ ایک روز فرعون کی گود میں تھے اور برسر دربار وہ خدائی تعلیاں مار رہا تھا آپ نے اس کی داڑھی پکڑ کر اس کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا کہ اس کا منہ پھر گیا اس پر وہ غضب ناک ہوا اور آپ کے قتل کا حکم دے دیا حضرت آسیہ جو اس کی بیوی تھیں بولیں بادشاہ یہ بے سمجھ بچہ ہے اسے تیری باتوں سے کیا تعلق اگر چاہے تو تجربہ کرلے۔

چنانچہ ایک طشت میں آگ اور ایک طشت میں یاقوت سرخ آپ کے سامنے رکھ دیئے آپ نے یاقوت لینے چاہے مگر فرشتہ نے آپ کا ہاتھ انگاروں پر رکھ دیا اور ایک انگارہ آپ کے منہ میں دے دیا اور آپ کی زبان مبارک جل گئی اسی کی وجہ سے لکنت پیدا ہوگئی آپ نے وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ میں اسی لکنت کے لئے عرض کیا تھا۔

اور اس کا فائدہ عرض کیا "يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ تا کہ وہ میری بات سمجھیں۔"

"وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَ اَشْرِكْهُ فِيْۤ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا۔ اور کردے میرے لئے ایک وزیر میرے گھر والوں میں سے ہارون میرے بھائی کو تا کہ میری کمر مضبوط کردے اور اسے میرے کام میں شریک کر تا کہ ہم تیری تسبیح کثرت سے کریں اور تیری یاد کثرت سے کریں بے شک تو ہمارا نگران ہے۔"

حضرت ہارون علیہ السلام کو عہدۂ وزارت کے لئے اس وجہ میں مانگا کہ وزیر معاون اور معتمد ہوتا ہے اور کلام میں شریک آپ جب ہی ہو سکتے تھے جبکہ خود بھی مسند آراء نبوت ہوتے اس لئے عرض کیا کہ انہیں میرے امور نبوت وتبلیغ رسالت میں میرا معاون بنادے۔ تا کہ پھر ہم نمازوں میں اور خارج نماز تیری تسبیح کثرت سے کریں اور تیری یاد بھی بکثرت کریں اور تو ہمارے احوال کا عالم ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے سوال پر ارشاد فرمایا:

"قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى۔ ہم نے تیرا سوال پورا کیا اور جو تم نے مانگا وہ دیا اے موسیٰ" (علیک السلام)

یعنی ہارون کو نبی اور وزیر بھی کیا اور عقدۂ لسان بھی کھول دیا۔ شرح صدر بھی فرمادیا اور یہ چار مطالبہ ہی نہیں بلکہ۔

''وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ۔ یقیناً ہم نے تم پر ایک بار اور بھی احسان فرمایا تھا۔''

اور وہ یہ کہ

''إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ۔ جب ہم نے تیری ماں کو الہام کیا جو الہام کیا۔''

جب یوخانذ آپ کی والدہ کو خوف ہوا کہ فرعون جہاں اور لڑکے قتل کروا رہا ہے وہ آپ کو بھی ضرور قتل کر دے گا۔

''إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ۔ جب الہام کیا ہم نے تمہاری ماں کو جو الہام کیا۔''

وَالْمُرَادُ بِالْإِيحَاءِ عِنْدَ الْجُمْهُورِ مَا كَانَ بِالْهَامٍ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَىٰ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ۔ اور أَوْحَىٰ سے یہاں مراد عند الجمہور وہ ایحاء ہے جو دل میں بطور الہام القا ہو جیسا دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ۔ یہاں القاء فی القلب مراد ہے جو مکھیوں کے دل مین ڈال دیا گیا کہ وہ اپنے گھر پہاڑوں اور اونچے جنگل کے درختوں میں بنائیں۔

بہر حال وحی کا جہاں استعمال غیر نبی کے لئے ہو وہاں سے مراد دل میں ڈالنا۔ القاء کرنا یا کشف فرمانا یا خواب میں بتانا ہے اور جہاں نبی کے لئے وحی کا لفظ استعمال ہو وہ قطعاً وحی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے نام کی تحقیق

وَاخْتُلِفَ فِي اِسْمِ اُمِّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ آپ کی والدہ ماجدہ کے نام میں اختلاف ہے۔

وَالْمَشْهُورُ اَنَّهُ يُوحَانَذُ۔ مشہور قول یہی ہے کہ آپ کا نام یوحانذ تھا۔

وَ فِي الْاَتْقَانِ هِيَ مِحْيَانَةُ بِنْتُ يَصْهَرَ بْنِ لَاوِىْ۔ تفسیر اتقان میں ہے کہ آپ کا نام محیانہ بنت یصہر بن لاوی ہے۔

وَ قِيْلَ بِارْخَا۔ ایک قول ہے کہ ارخا نام تھا۔

وَ قِيْلَ بَاذْخَتُ۔ ایک قول ہے کہ باذخت نام ہے۔

وَمَا اشْتَهَرَ مِنْ خَاصِيَّتِهِ فَتْحُ الْاَقْفَالِ بِهِ بَعْدَ رِيَاضَةٍ مَّخْصُوْصَةٍ لَّهُ مِمَّا تَجِدُ فِيْهِ اَثْرًا وَلَعَلَّهُ حَدِيْثُ خُرَافَةٍ۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ اس نام کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اس کی زکوٰۃ دے دی جائے تو اس نام سے قفل کھل جاتے ہیں اس کے متعلق ہم نے کوئی اثر نہ پایا بلکہ ہمارا گمان تو یہ ہے کہ شاید یہ حدیث لغو ہی ہے۔

''أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ۔ کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر اس صندوق کو دریا میں ڈال دے تو وہ دریا اسے کنارہ پر ڈالے (تاکہ) اسے وہ پکڑ لے جو میرا دشمن اور اس کا دشمن ہے۔''

اقْذِفِيهِ سے مراد القاء اور طرح ہے یعنی صندوق ڈالنا اور صندوق کو دریا میں پھینکنا مراد ہے۔

بحر میں ہے کہ يَمّ هُوَ اِسْمٌ لِلْبَحْرِ الْعَذْبِ – وَ قِيْلَ اِسْمٌ لِلنِّيْلِ۔ یم میٹھے پانی کے دریا پر بولتے ہیں اور ایک قول ہے کہ یہ دریائے نیل کا نام ہے۔

اور عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ سے مراد حضرت جل مجدہٗ وعز اسمہٗ اور موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اس لئے کہ فرعون توحید کا دشمن

اورمخالف تھا۔ستارہ پرست قوم میں تھااور حضرت موسیٰ علیہ السلام کااس لئے دشمن اورمخالف تھا کہ آپ دعوت توحید دینے کے لئے مبعوث ہوئے اور یہ شان قدرت دکھانی مقصود تھی کہ دشمن کی گود میں مبلغ توحید کی پرورش کرائی جائے۔چنانچہ ارشاد ہے:

”وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ۔اورڈال دی میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت۔“

حضرت سید المفسرین ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کواللہ تعالیٰ نے محبوب بنایا اوراپنا محبوب بنا کر خلق کامحبوب کردیا۔

اس لئے کہ جسے اللہ تعالیٰ اپنی محبوبیت سے نوازتا ہے اس کی محبت خلائق کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

تو یہی شان حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تھی کہ جوآپ کودیکھتا آپ پر فریفتہ ہوجاتا۔

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں کچھ ایسی کشش اور ملاحت تھی جسے دیکھ کر ہر دیکھنے والا فریفتہ ہوجاتا اوراس کے دل میں آپ کی محبت جوش زن ہوجاتی۔

صندوق کابنانااوراس کی کیفیت اوراسے دریا سے باہر نکالنے کاحال

رُوِیَ اُمُّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ حِیْنَ اُوْحِیَ اِلَیْهَا مَا اُوْحِیَ جَعَلَتْهُ فِی تَابُوْتٍ مِّنْ خَشَبٍ وَقِیْلَ مِنْ بروی عَمِلَهٗ مُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَسَدَّتْ خُرُوْقَهٗ وَ فَرَشَتْ نِطَعًا - وَ قِیْلَ قطنا مملوجا فَسَدَّتْ فَمَهٗ وَ جَصَّصَتْهُ وَقَیَّرَتْهُ وَاَلْقَتْهُ فِی الْیَمِّ فَبَیْنَمَا فِرْعَوْنُ فِیْ مَوْضِعٍ یُّشْرِفُ عَلَی النِّیْلِ وَامْرَاَتُهٗ مَعَهٗ اِذْرَاَی التَّابُوْتَ عِنْدَ السَّاحِلِ فَاَمَرَ بِهٖ فَفُتِحَ فَاِذَا صَبِیٌّ اَصْبَحُ النَّاسِ وَجْهًا فَاَحَبَّهٗ هُوَ وَامْرَاَتُهٗ حُبًّا شَدِیْدًا۔

روایت ہے کہ جب آپ کی والدہ کوالہام ہواجوہواتو آپ کالکڑی کاصندوق ایک فرعون کے آدمی سے بنوایااوراس کی درزیں بندکیں اوراس میں روئی وغیرہ بچھا کرنرم کیااوراس کامنہ بندکر کے چونہ کی ٹیپ کردی اور پھراسے دریامیں ڈال دیا۔
جب یہ صندوق بہتا جارہا تھاتو فرعون اوراس کی بیوی آسیہ ایک بلندجگہ دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔جب یہ صندوق نظر پڑا کہ ساحل دریاپرآ گیاہےاس نے حکم دیا کہ اسے لےکرکھولا جائےتواس میں ایک نہایت حسین وجمیل بچہ چندےآفتاب چندے ماہتاب نظرآیا۔

اورچارنظریں ہوتے ہی فرعون اوراس کی بیوی آپ پرفریفتہ اورشیدا ہوگئے۔

وَ قِیْلَ اِنَّ التَّابُوْتَ جَاءَ فِی الْمَاءِ اِلَی الْمَشْرَبَةِ الَّتِیْ كَانَتْ جَوَارِیْ اِمْرَاَةِ فِرْعَوْنَ یَسْتَقِیْنَ مِنْهَا الْمَاءَ فَاَخَذْنَ التَّابُوْتَ وَ جِئْنَ بِهٖ اِلَیْهَا وَهُنَّ یَحْسِبْنَ اَنَّ فِیْهِ مَالًا فَلَمَّا فَتَحْنَهٗ رَاَتْهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَحَبَّتْهُ وَاَعْلَمَتْ فِرْعَوْنَ وَطَلَبَتْ مِنْهُ اَنْ یَّتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ قَالَتْ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ فَقَالَ لَهَا یَكُوْنُ لَكِ وَاَمَّا اَنَا فَلَاحَاجَةَ لِیْ فِیْهِ۔

ایک قول یہ ہے کہ جب تابوت پانی میں بہتا ہوااس ساحل پرآیا جوحضرت آسیہ فرعون کی بیوی کے ہمسایہ عورتوں کا گھاٹ تھاجہاں سے وہ پانی لیا کرتی تھیں تو انہوں نے وہ تابوت پکڑلیااوراسے لےکرآسیہ کے پاس آئیں ان کا یہ گمان تھا کہ اس میں مال ہے جب کھولاتواس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کوپایا جیسے ہی آسیہ کی نظرآپ پرپڑی توسوجان سے فریفتہ ہو

گئی۔ جب فرعون کو معلوم ہوا تو اس نے وہ صندوق منگوایا۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا کہ اسے متبنیٰ کر لے اور کہا یہ تیری اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور روشنی ہے اسے قتل نہ کرا۔

فرعون بولا یہ تیری ہی آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ رہا میں تو مجھے بیٹا بنا کر رکھنے کی حاجت نہیں۔

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ نسائی اور ایک جماعت محدثین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

وَالَّذِیْ یُحْلَفُ بِہٖ لَوْ اَقَرَّ فِرْعَوْنُ بِاَنْ یَکُوْنَ قُرَّۃُ عَیْنٍ لَّہٗ کَمَا قَالَتْ اِمْرَاَتُہٗ لَھَدَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِہٖ کَمَا ھَدٰی بِہٖ اِمْرَاَتَہٗ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَہٗ ذَالِکَ۔

اگر فرعون بھی اقرار کر لیتا کہ یہ میرے لئے بھی قرۃ العین ہے جیسے اس کی بیوی نے کہا تو ضرور اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرما دیتا جس طرح حضرت آسیہ کو ہدایت ہوئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر ہدایت حرام فرما دی تھی۔ اور **سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ ءَاَنْذَرْتَہُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ** پوری طرح سے متحقق ہو چکا تھا۔

اس کے علاوہ اور بھی چند روایتیں علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے نقل فرمائیں جو بخوف طوالت نہیں لکھی گئیں آگے ارشاد ہے:

"**وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ**۔ اور اس لئے کہ تو میری نگرانی میں پروان چڑھے۔"

یعنی حفاظت الٰہی عزوجل میں خانہ عدو کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش ہو۔ عربی محاورہ میں تصنع استعارہ تمثیلیہ ہے محافظت سے۔

اور ایک قول ہے الصنع الاحسان۔ بعض نے کہا صنع بمعنی احسان ہے۔

علامہ نحاس کہتے ہیں **یُقَالُ صَنَعْتُ الْفَرَسَ اِذَا اَحْسَنْتَ اِلَیْہِ** جب گھوڑے کو اچھی طرح سدھایا جائے اور اس کی اچھی پرورش ہو تو **صَنَعْتُ الْفَرَسَ** کہتے ہیں۔ اب آگے اس حفاظت کا نظام اور حسن انتظام ظاہر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے:

"**اِذْ تَمْشِیْٓ اُخْتُکَ**۔ جب چلی تیری بہن۔"

قَالَ الْحَوْفِیُّ وَغَیْرُہٗ عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ بِہٖ وَقْتٌ وَقَعَ فِیْہِ مَشْیُ الْاُخْتِ وَمَا تَرَتَّبَ عَلَیْہِ مِنَ الْقَوْلِ وَالتَّرَجُّعِ اِلٰی اُمِّہَا وَتَرْبِیَتِہَا لَہٗ بِالْحَنُوِّ وَ ھُوَ الْمِصْدَاقُ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَ لِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ اِذْلَا شَفَقَۃَ اَعْظَمُ مِنْ شَفَقَۃِ الْاُمِّ۔

علامہ حوفی وغیرہ فرماتے ہیں اس سے وہ واقعہ ہی مراد ہے جبکہ حضرت کلیم اللہ کو صندوق میں رکھ کر دریا میں چھوڑا تو آپ کی بہن کنارے کنارے دریا کے اسے دیکھتی چلیں اور وہاں جب دایہ کی تلاش شروع ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

"**فَتَقُوْلُ ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَنْ یَّکْفُلُہٗ** کہا کیا میں بتاؤں جو اس بچہ کی پرورش کرے۔"

یہ آپ کی بہن نے کہا تھا اور آپ کی بہن کا نام مریم تھا۔ یہ اس غرض سے اس تابوت کے پیچھے چلتی تھیں کہ اپنے بھائی کا پتہ رکھیں کہ وہ کس کے ہاتھ آئے۔ چنانچہ آپ نے دیکھا کہ وہ صندوق فرعون کے ہاتھ آ گیا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دودھ پلانے والی دایاں تلاش کر رہا ہے اب تک جتنی دودھ پلانے والی دایاں آئیں آپ نے کسی کی چھاتی کو منہ نہ لگایا تو آپ کی بہن نے اس کی پریشانی بھی محسوس فرمائی تو اسے کہا **ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَنْ یَّکْفُلُہٗ** کیا میں بتا دوں جو اس بچہ کی پرورش

کر سکے چنانچہ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ آلوسی صاحب روح المعانی اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

اَخْرَجَ جَمَاعَةٌ مِّنْ خَبَرٍ طَوِيْلٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

اِنَّ اٰسِيَةَ حِيْنَ اَخْرَجَتْ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ التَّابُوْتِ وَاسْتَوْهَبَتْهُ مِنْ فِرْعَوْنَ فَوَهَبَهُ لَهَا اَرْسَلَتْ اِلٰى مَنْ حَوْلَهَا مِنْ كُلِّ اِمْرَأَةٍ لَهَا لَبَنٌ لِتَخْتَارَ لَهُ ظِئْرًا فَلَمْ يَقْبَلْ ثَدْيَ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ حَتّٰى اَشْفَقَتْ اَنْ يَمْتَنِعَ مِنَ اللَّبَنِ فَيَمُوْتَ فَاَحْزَنَهَا ذَالِكَ فَاَمَرَتْ لَهُ فَاُخْرِجَ اِلَى السُّوْقِ۔الخ

(مکمل ترجمہ یہ ہے) جب حضرت آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کو تابوت سے نکالا اور فرعون سے ان کی جان بخشی چاہی اور فرعون نے انہیں حضرت آسیہ کو دے دیا تو آسیہ نے شہر کی دودھ والیاں جمع کیں تاکہ ان میں سے کسی کا دودھ آپ قبول فرمائیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ قبول نہ فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دوسری عورتوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔

یہ حال دیکھ کر آسیہ خائف ہوئیں کہ جب یہ کسی کا دودھ نہیں لیتے تو آخر یہ مر جائیں گے۔

تو اس حال کی خبر آپ نے فرعون کو دی تو اس نے آپ کو بازار میں بھیجا لوگ جمع ہو گئے ان کی عورتیں اپنا اپنا دودھ دینے کو آ گئیں مگر آپ نے کسی کا دودھ نہ لیا (اور اس کا سبب قرآن کریم میں موجود ہے حیث قال وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ)

ادھر آپ کی والدہ والہانہ صبح اٹھیں اور مریم ہمشیرہ موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگیں بیٹی تم اس تابوت کے پیچھے جاؤ اور معلوم کرو شاید کسی کو معلوم ہوا ہو کہ وہ بچہ زندہ ہے یا کسی جانور نے اسے کھا لیا۔ پورا پتہ کر کے آؤ۔

اور آپ وہ بات بھول گئیں جو الہاماً اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا (اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ) تو آپ نے یعنی موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے ان کے پاس پہنچ کر خوشی سے کہا میں تمہیں ایسا گھرانہ بتاتی ہوں جو اس بچے کو پرورش کرے گا اور وہ اس کا خیر خواہ ہو گا۔

تو فرعون نے ان کو پکڑ لیا اور کہا تو نے کیسے یقین کر لیا کہ وہ گھرانہ خیر اندیش ہے اور آپ پر شک کیا اس گفتگو پر آپ نے فرمایا:

میں نے جو کہا ہے وہ بادشاہ کی رضا جوئی کے لئے کہا ہے اور اس میں میری طرف سے خیر خواہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے تو درباریوں نے آپ کو چھوڑ دیا اور اس گھر کا پتہ پوچھا۔

"فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ۔ تو واپس کیا ہم نے تمہیں تمہاری والدہ کے پاس کہ ٹھنڈی ہو اس کی آنکھ اپنے نور عین سے اور غم نہ کرے۔"

حضرت مریم ہمشیرہ موسیٰ علیہ السلام انہیں ساتھ لے کر ام موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ گئیں۔

چنانچہ وہ لوگ حضرت یوحانذ کو ہمراہ لے کر پہنچے۔

آخرش جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی گود میں ڈالا تو آپ اپنی والدہ کی چھاتیوں کی طرف دیکھنے لگے جب آپ نے چھاتی منہ میں دی تو موسیٰ علیہ السلام چسکی لینے لگے حتیٰ کہ آپ کی کوکھ بھر گئی اور آپ خوش خوش نظر آئے۔

تو حضرت آسیہ کو خوشخبری دی گئی کہ ہم نے آپ کے بچے کی دایہ کو پا لیا ہے۔ آسیہ نے آپ کو بلایا اور دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اس کی گود میں خوش ہیں۔

حضرت آسیہ نے فرمایا تم یہاں رہو اور دودھ پلاؤ اس میرے نورچشم کو۔ اس لئے کہ مجھے اس سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے۔

حضرت یوحانذ نے فرمایا میں گھر چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی اگر آپ کو گوارا ہو تو یہ بچہ میرے حوالہ کردیں میں اسے لے جاؤں گی اور اپنے گھر میں اس کی نگرانی کروں گی۔

اور اگر یہ منظور نہیں تو میں اپنا گھر نہیں چھوڑ سکتی۔

پھر آپ کو وہ وعدۂ حق یاد آیا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔

تو حضرت آسیہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتنی مفارقت بھی گوارا نہ تھی۔

اور حضرت یوحانذ ام موسیٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ اِنَّا رَآدُّوْهُ وعدۂ الٰہی ہے یہ ضرور پورا ہوگا۔

چنانچہ وہ مع موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر آئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی نشو ونما کا اس طرح کا نظام فرمایا۔

فَلَمَّا تَرَعْرَعَ۔ یعنی جب آپ جوان ہونے پر آئے تو حضرت آسیہ نے فرمایا میرے لخت جگر کو مجھے دکھا چنانچہ ایک روز مقرر کیا کہ اس دن میں لے کر آؤں گی۔

حضرت آسیہ نے اس دن کے لئے خزانچی اور پاسبان (قہارمہ پاسبان کو کہتے ہیں۔ قہرمہ اس کا واحد قہارمہ جمع ہے) سب کو حکم دیا کہ جب حضرت یوحانذ آئیں تو سب کا فرض ہے کہ ان کے سامنے ہدایا اور تحائف کے ساتھ آنا۔

چنانچہ سب تحفہ تحائف لے کر منتظر قدوم موسیٰ علیہ السلام تھے۔

مختصر یہ کہ آپ موسیٰ علیہ السلام کو لے کر آئیں اور حضرت آسیہ نے بھی رضاعت کا معاوضہ کافی پیش کردیا۔

پھر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لے کر فرعون کے پاس آئیں۔ فرعون نے آپ کو گود میں لیا کہ آپ نے اس کی داڑھی (جو موتیوں سے بھری ہوئی تھی) پکڑ کر کھینچی۔

پھر سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا کا کیا مطلب ہے۔

آپ نے فرمایا یہ قصہ بہت طویل ہے۔

اس کے بعد آپ کا فرعون کی داڑھی کھینچنا۔ پھر آپ کے طمانچہ سے بنی اسرائیل کے آدمی کا مرجانا اور داڑھی کھینچنے پر فرعون کا غضب ناک ہونا اور آپ کے قتل کا حکم دینا۔

پھر حضرت آسیہ کی سفارش پر انگارے اور یاقوت سامنے رکھنا۔ پھر قتل قبطی پر آپ کا مدین کی طرف آنا اور حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچنا۔ پھر حضرت شعیب کا اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ۔ فرمانا۔ پھر ایک صاحبزادی سے عقد ہونا سب کچھ بیان فرمایا (کمافی روح المعانی)

آگے فرمایا ثُمَّ عَوْدُهٗ اِلٰى مِصْرَ وَاِخْطَاءُ الطَّرِيْقِ فِي اللَّيْلَةِ الْمُظْلِمَةِ وَتَفَرُّقُ غَنَمٍ فِيْهَا۔ پھر آپ کا مصر کی طرف لوٹنا اور راستہ بھول جانا اندھیری رات میں اور بکریوں کا منتشر ہونا۔ یہ بیان فرما کر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا هٰذِهٖ مِنَ الْفُتُوْنِ يَا ابْنَ جُبَيْرٍ۔ یہ ہیں وہ فتنے اے ابن جبیر آگے ارشاد ہے:

"وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا۔ اور قتل کردیا تم نے ایک جان کو تو ہم نے تمہیں نجات دی غم

سے اور تمہیں خوب امتحان میں ڈالا۔"

سید المفسرین فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک ابھی بارہ سال کی تھی کہ ایک قبطی آپ کے عقیدت کیش سبطی کو بیگار میں پکڑ کر اس کی لکڑیوں کا گٹھا جبراً لا د رہا تھا۔ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ۔ تو اس نے آپ سے استغاثہ کیا۔ آپ نے اس کی حمایت کی اور فرمایا لکڑیاں اس کی ہیں تجھے کوئی حق نہیں کہ بلا وجہ چھینے۔

وہ کہنے لگا میں شاہی داروغہ ہوں مجھے حق ہے کہ میں لکڑیاں لے لوں۔

آپ کو غصہ آیا اور اس غیر منصفانہ طریق عمل پر آپ نے اس کے طمانچہ مار دیا۔ اسے بھلا ایک پیغمبر کلیم اللہ ہونے والے کے طمانچہ کی کہاں برداشت ہوتی وہ مر گیا۔

باری تعالیٰ فرماتے ہیں: "فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ تو ہم نے تمہیں نجات دی غم سے۔"

یعنی فکروں محنتوں میں ڈال کر خلاصی بخشی اور آپ کو شہر مدین کی راہ دکھائی۔ مدین مصر سے آٹھ منزل دور ایک شہر ہے۔ جس میں حضرت شعیب علیہ السلام رہتے تھے تو جب آپ مدین میں تشریف لے آئے اور حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جس کا مفصل قصہ سورۂ قصص میں آئے گا۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام نے سب قصہ سنا تو فرمایا تھا لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (قصص رکوع سوم)

"فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔ تو تم رہے کئی سال مدین میں پھر آئے تم ایک مقررہ وعدے پر اے موسیٰ (علیہ السلام) اور ہم نے تمہیں خاص اپنے لئے بنایا جاؤ تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا جاؤ دونوں فرعون کی طرف بے شک اس نے سر اٹھایا ہے۔"

مدین میں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس کئی سال رہے حتیٰ کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے آٹھ سال خدمت لینے کے معاوضہ میں اپنی صاحبزادی حضرت صفورا (رضی اللہ عنہا) سے نکاح کر دیا۔

"ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى۔ یعنی اپنی وحی آنے کی عمر میں آپ وہاں آئے جہاں اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ کی بشارت دی گئی تھی اور وہ مقرر عمر چالیسواں سال ہے۔

یہ وہ سن ہے کہ انبیاء کرام کی طرف اس ہی سن میں وحی ہوتی رہی ہے اور وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ یعنی ہم نے تمہیں اپنی وحی و رسالت کے لئے بنایا ہے تاکہ میری مشیت اور محبت پر آپ کا تصرف ہو اور میری محبت پر آپ قائم رہیں اور آپ میرے اور مخلوق کے مابین واسطہ بنیں میرا خطاب پہنچانے میں اور میری نشانیاں یعنی معجزات لے کر آپ دونوں بھائی فرعون کی طرف جائیں اس نے بہت سرکشی کی ہے۔

آپ کے مدین میں قیام کی مدت میں چند قول ہیں:

وَ هِيَ فِيْمَا قِيْلَ عَشْرَ سِنِيْنَ۔ ایک قول سے دس سال مدت قیام ہے۔

وَ قَالَ وَهْبٌ ثَمَانٌ وَّ عِشْرُوْنَ سَنَةً اَقَامَ فِيْ عَشْرٍ مِّنْهَا يَرْعٰى غَنَمَ شُعَيْبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَهْرًا لِاِبْنَتِهٖ وَ فِيْ ثَمَانَ عَشَرَةَ مَعَ زَوْجَتِهٖ وَوُلِدَ لَهٗ فِيْهَا وَ هُوَ الْاَوْفَقُ بِكَوْنِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيَّ عَلٰى رَاْسِ

الْاَرْبَعِیْنَ۔

اِذَا قُلْنَا بِاَنَّ سِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ حِیْنَ خَرَجَ اِلٰی مَدْیَنَ اِثْنَتَا عَشَرَۃَ سَنَۃً وَ مَدْیَنُ بَلَدُ شُعَیْبٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلٰی ثَمَانِ مَرَاحِلَ مِنْ مِّصْرَ۔

دس سال آپ مدین میں مقیم رہے۔

اور وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اٹھائیس سال مدین میں قیام فرمایا۔ اس میں دس سال بکریاں چرائیں شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت صفورا کے مہر میں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ (سورہ قصص)

اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ۔ (رکوع ۳)

اور وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اٹھارہ سال اپنی بیوی حضرت صفورا کے ساتھ مدین میں رہے اور وہاں ہی بچہ ہوا تو بارہ سال اور دس سال بائیس سال یہ ہوئے اور اٹھارہ سال بیوی کے ساتھ رہے کل چالیس سال ہوئے اور یہی وہ سال عموماً ہوتا ہے جس میں نبوت سے سرفراز فرمایا جائے۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم کہہ چکے ہیں کہ مدین کی طرف آپ بارہ سال کی عمر میں روانہ ہوئے تھے اور مدین شہر ہے حضرت شعیب علیہ السلام کا جو آٹھ منزل پر ہے مصر سے آگے ارشاد ہے جس میں طریق تبلیغ کی تعلیم ہے۔

"فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى۔ تو کہنا اس سے نرم بات شاید کہ وہ نصیحت پکڑے یا خائف ہو جائے۔"

یعنی فرعون سے نرم طریقہ سے نصیحت کی باتیں کرنا اور یہ حکم اس لئے تھا کہ فرعون نے آپ کے عہد طفولیت میں خدمت کی تھی۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ نرم کلام سے مراد یہ ہے کہ اس سے آپ وعدہ فرمائیں کہ وہ ایمان قبول کرے گا تو تمام عمر جوان رہے گا کبھی شیب یعنی پیری اس پر مسلط نہ ہوگی اور اس کے مرتے دم تک اس کی سلطنت باقی رہے گی اور کھانے پینے اور نکاح کی لذتیں تادم مرگ اس سے سلب نہ ہوں گی اور بعد موت جنت میں داخل ہو کر جملہ انعمہ واطعمہ اور حور وغلمان میں رہے گا۔

فرعون نے جب یہ باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سنیں تو بہت خوش ہوا۔

چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ مذکورہ روایت کو مولائے کائنات شیر خدا اسد اللہ اور ابن عباس اور سفیان ثوری اور آپ کے ساتھ چار اور ہیں جن سے یہ روایت مروی ہے ابو الولید، ابو مصعب، ابو العباس، ابو مرہ فرماتے ہیں: عَدَاہُ شَبَابًا لَا یَھْرِمُ بَعْدَہٗ وَمُلْکًا لَا یُنْزَعُ مِنْہُ اِلَّا بِالْمَوْتِ وَاَنْ یَبْقٰی لَہٗ لَذَّۃُ الْمَطْعَمِ وَالْمَشْرَبِ وَالْمَنْکَحِ اِلٰی حِیْنِ مَوْتِہٖ۔

دوسری روایت میں حسن سے یہ اور زیادہ ہے قُوْلَا لَہٗ اِنَّ لَکَ رَبًّا وَاِنَّ لَکَ ...... وَاِنَّ بَیْنَ یَدَیْکَ جَنَّۃً وَ نَارًا فَاٰمِنْ بِاللّٰہِ تَعَالٰی یُدْخِلْکَ الْجَنَّۃَ وَ تَقِیْکَ عَذَابَ النَّارِ۔ ایک علیحدہ روایت میں ہے۔

فرعون آمادہ ہو چکا تھا کہ ایمان لے آئے لیکن چونکہ وہ کوئی کام بغیر مشورہ ہامان کے نہیں کرتا تھا اس وجہ میں ہامان کے انتظار میں رہا جب وہ آ گیا تو فرعون نے کہا کہ موسیٰ یہ یہ وعدہ کر رہے ہیں میرا خیال ہے کہ میں ان پر ایمان لے آؤں۔

ہامان کہنے لگا فرعون میں تو تجھے عقل مند سمجھتا تھا لیکن آج ظاہر ہوا کہ تو قطعی بے وقوف ہے اور سفلہ خوش پوشاک ہے تو عابد بن رہا ہے با آنکہ آج تو معبود ہے تو جو آج رب ہے اب بندہ بننا چاہتا ہے۔

فرعون نے کہا تو ٹھیک کہتا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے۔ لِلصُّحْبَةِ تَاَثُّرٌ وَلَوْ كَانَ سَاعَةً۔ صحبت کی تاثیر ہوتی ہے اگرچہ ایک ساعت ہی کیوں نہ ہو۔

بہرحال صحبت ہامان نے اسے مردود کا مردود ہی رکھا۔

اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ حضرت ہارون کے پاس آئیں اور ہارون علیہ السلام پہلے ہی مصر میں تھے۔

ادھر حضرت ہارون کو وحی کی گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملیں چنانچہ آپ نے ایک منزل چل کر موسیٰ علیہ السلام کا استقبال کیا اور جو وحی آپ کی طرف ہوئی تھی اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مطلع کیا۔

ایک خاص لغت لَعَلَّ کا حل

ذَهَبَ اِلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِّنْهُمُ الْاَخْفَشُ وَالْكِسَائِيُّ بَلْ حَكَى الْبَغَوِيُّ عَنِ الْوَاقِدِيِّ اَنَّ جَمِيْعَ مَا فِي الْقُرْاٰنِ مِنْ لَعَلَّ فَاِنَّهَا لِلتَّعْلِيْلِ اِلَّا قَوْلُهٗ تَعَالٰى لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ فَاِنَّهَا لِلتَّشْبِيْهِ كَمَا فِي صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ۔

لعل کے معنی میں ایک جماعت اسی طرف ہے ان میں سے اخفش، کسائی اور بغوی، واقدی کہتے ہیں کہ تمام قرآن کریم میں جہاں لعل آیا ہے وہ تعلیل کے لئے ہے سوا ایک جگہ کے لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ کہ یہاں تشبیہ کے لئے ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

حالانکہ نحویوں نے لعل کو ترجی کے لئے مانا ہے

جیسا کہ بحر میں ہے اِنَّهَا لِلتَّرَجِّيْ۔

وَ قِيْلَ اِنَّ التَّرَجِّيَ مَجَازٌ عَنْ مُطْلَقِ الطَّلَبِ وَ هُوَ رَاجِعٌ اِلَيْهِ عَزَّوَجَلَّ وَالَّذِيْ لَا يُصِحُّ مِنْهُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ التَّرَجِّيْ حَقِيْقَةً وَالْمُحَقِّقُوْنَ عَلَى الْاَوَّلِ۔

بحر میں ہے کہ ترجی کے لئے لعل مجازاً مطلق طلب کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بھی راجع ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے صحیح یہ ہے وہ ترجی جو بہ معنی حقیقی ہے اور محققین پہلے قول پر متفق ہیں۔

وَاَخْرَجَ اِبْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ مِنْ طَرِيْقِ السُّدِّيْ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ قَالَ لَعَلَّ فِي الْقُرْاٰنِ بِمَعْنٰى كَيْ غَيْرَ اٰيَةٍ فِي الشُّعَرَآءِ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ – فَاِنَّ الْمَعْنٰى كَاَنَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ۔

قرآن کریم میں لعل بمعنی کی یعنی تاکہ کے معنی میں ہے سوا آیت شعراء کے لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ یہ تشبیہ کے لئے ہے یعنی یہاں معنی

كَانَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ کے ہیں۔

اور فرعون کے لئے خشیۃ وہدایت کا نفع ہی اس کی تقدیر میں نہ تھا حتیٰ کہ غرق کے وقت آمنت کہنا بھی اس کے حق میں مفید نہ ہوا۔ آگے ارشاد ہے:

''قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَاۤ اَوْ اَنْ یَّطْغٰى۔ موسیٰ وہارون نے عرض کیا اے رب ہمارے ہم خائف ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔''

یعنی ہم تو اسے نرمی سے تبلیغ کریں گے لیکن اگر وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے تو ہمارے لئے کیا حکم ہے جبکہ ہم معجزات دکھانے بھی نہ پائیں۔

فرط۔ عربی میں کہتے ہیں مسابقت اور جلدی کو محاورہ میں بولتے ہیں فَرَسِیْ فَارِطٌ یَسْبِقُ الْخَیْلَ۔ میرا گھوڑا تمام گھوڑوں سے سبقت لے گیا۔

اَوْ اَنْ یَّطْغٰى۔ وَالْمُرَادُ اَوْ اَنْ یَزْدَادَ طُغْیَانًا۔ اِلٰى اَنْ یَّقُوْلَ فِیْ شَانِکَ مَا لَا یَنْبَغِیْ لِکَمَالِ جُرْاَتِهٖ وَ قَسَارَتِهٖ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی سرکشی اور زیادہ بڑھ جائے گی۔ حتیٰ کہ وہ تیری شان میں ناگفتہ بہ بکواس کر بیٹھے اپنی جرأت سے۔ تو اس کے جواب میں تسلی کی گئی اور ارشاد ہوا:

''قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰى۔ فرمایا نہ ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا ہوں۔''

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے اطمینان دلایا کہ میری مدد تمہارے ساتھ ہے اور وَاللّٰهُ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ۔ اور ہر حال میں اس کے قول کو سنتا ہوں اور اس کے افعال کو دیکھتا ہوں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَاَجَابَهُمْ سُبْحٰنَهٗ بِقَوْلِهٖ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰى اَیْ اَسْمَعُ كَلَامَكُمَا فَاُسَخِّرُهٗ لِلْاِسْتِمَاعِ وَاَرٰى اَفْعَالَهٗ فَلَا اَتْرُكُهٗ یَفْعَلُ بِكُمَا مَاتَكْرَهَانِهٖ۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَاَنَّهٗ قِیْلَ اَنَا حَافِظٌ لَكُمَا وَنَاصِرٌ وَ سَامِعٌ مُبْصِرٌ وَاِذَا كَانَ الْحَافِظُ وَالنَّاصِرُ كَذٰلِكَ تَمَّ الْحِفْظُ۔

گویا یہ فرمایا گیا ہم تم دونوں کے محافظ وناصر ہیں اور سنتے دیکھتے ہیں اور حافظ وناصر ایسا ہو تو محافظت مکمل ہوگئی چنانچہ ارشاد ہوا کہ بے خوف ہو کر جاؤ۔ کما قال تعالیٰ:

''فَاْتِیٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾

تو اس کے پاس جاؤ اور کہو ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو چھوڑ دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو یعنی اولاد یعقوب کو اور انہیں تکلیف نہ دے بے شک ہم تیرے پاس آئے ہیں تیرے رب کی طرف سے نشانیوں کے ساتھ اور سلام اسے جو ہدایت کی پیروی کرے بے شک ہماری طرف وحی ہوئی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور انحراف کرے۔''

یعنی فرعون کے پاس جا کر کہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد جو بنی اسرائیل ہے انہیں اپنی بندگی اور اسیری سے رہا

کردے اور ہمارے ساتھ ملک شام بھیج دے اور اس سے محنت ومشقت کے سخت کام لینے سے باز آ۔
علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل قوم قبط کی غلامی میں رکھے گئے تھے وہ ان سے خدمتیں لیتے۔ محنت شاقہ کراتے۔ گڑھے کھدواتے پتھر اٹھواتے اور اولاد نرینہ قتل کر دیتے اور عورتوں سے خدمتیں لیتے اور آپ کا پہلے بنی اسرائیل کو طلب کرنا اور قوم طاغی کے متعلق کچھ نہ فرمانا یہ ایک طرح کی تدریج تھی۔
دوسرے مومنین کی خلاصی کافروں کے قبضہ سے مقدم رکھی کہ وہ اہم تھی دعوت کفار سے۔
اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بنی اسرائیل ایمان لائے ہوئے تھے موسیٰ علیہ السلام پر باطنی طور سے یا وہ کسی نبی کو ماننے والے تھے انبیاء کرام میں سے۔
اور اول ان کی رہائی کا مطالبہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ مومنین کی خلاصی دعوت کفار پر بہر حال مقدم ہے۔
چنانچہ آپ نے قبطیوں میں تبلیغ اول نہیں فرمائی بلکہ سبطیوں کو جو بنی اسرائیل تھے اپنے ساتھ ملک شام لے جانے کا مطالبہ کیا۔
اور وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى سے یہ مراد ہے کہ عذاب سے دارین میں سلامتی اسی کو ہے جو ہدایت مانے اور اتباع کرے۔
اور ہم تیرے پاس یونہی نہیں آئے ہیں بلکہ ہمارے پاس معجزات و آیات الٰہی ہیں جو ہماری تصدیق نبوت کرتی ہیں اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ عذاب الٰہی کا وہی مورد ہے جو آیات بینات کا مشاہدہ کر کے بھی جھٹلائے اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کی رٹ لگا تار ہے اور حق سے منحرف ہو۔
تو فرعون نے کہا وہ کیا معجزات ہیں تو فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ۚ وَّ نَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ۔ آپ نے اپنا عصا ڈال دیا وہ خونخوار اژدھا بن کر پھن پھنانے لگا۔ پھر آپ نے اپنا دست اقدس اٹھایا وہ اتنا روشن تھا کہ آنکھیں چندھیا گئیں۔
اس پر فرعون نے سوال کیا جس کا ذکر آیات میں ہے:
"قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى۔ فرعون بولا آپ کا کون رب ہے اے موسیٰ۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی۔"
یعنی وہ خالق مطلق وہ ہے جس نے ہر عضو کو اس کے مطابق بنا کر قوت بخشی۔ ہاتھ کو پکڑنے کی، پاؤں کو چلنے کی، زبان کو بولنے کی، آنکھ کو دیکھنے کی، کان کو سننے کی قوت بخشی پھر اسے راہ دکھائی یعنی معرفت اشیاء عطا فرما کر حیات دنیا اور سعادت آخرت بخشی جسے انسان سمجھ کر اپنے رب کا شکر گزار بندہ بنتا ہے۔ تو پھر فرعون بولا:
"قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى۔ بولا تو پہلی سنگتوں کا کیا حال ہے۔"
یعنی جو امتیں آپ سے پہلے گزر چکی ہیں جیسے قوم نوح قوم عاد قوم ثمود جو سب کی سب بت پرست تھیں اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کی منکر تھیں ان پر عذاب ہوا یا کیا۔
اس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود اس کے کہ ان کو ان کا علم تھا لیکن اس کا جواب ان کے ذمہ لازم نہ تھا

اس لئے آپ نے اسے علم اللہ کے سپرد کر کے فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿٥٤﴾ ۔

فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے کہ ان کا علم میرے پاس نہیں بلکہ میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے یعنی لوح محفوظ میں ان کے تمام احوال مکتوب ہیں اور بروز قیامت انہیں ان کے اعمال کی پوری پوری سزا و جزا ملے گی۔

"وہ رب تعالیٰ شانہ وہ میرا رب ہے کہ نہ بہکے نہ بھولے۔"

یہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب ختم ہو گیا اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل مکہ کو ارشاد ہے جو اس جواب کا تتمہ ہے۔ حیث قال۔

"الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا۔ وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لئے اس میں چلتی راہیں رکھیں اور اس نے پانی نازل کیا تو ہم نے اس سے طرح طرح کے سبزے کے جوڑے نکالے۔" یعنی انواع و اقسام کے سبزے مختلف رنگوں طرح طرح کی خوشبوؤں کے پھول اگائے۔

"تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے" یعنی وہ سبزے تمہارے لئے بھی ہیں اور تمہارے مویشیوں کا چارہ بھی ہیں۔

یہاں كُلُوْا فرما کر امر اباحت فرمایا اور اس میں تذکیر نعمت بھی ہے۔

زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں دَعَتِ الدَّابَةُ رَعْيًا وَ رَعَاهَا صَاحِبُهَا رَعَايَةً اِذَا اَسَامَهَا وَ سَرَحَهَا وَ اَرَاحَهَا۔ یہ لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ رَعَتِ الدَّابَةُ۔ جانور نے چرا اور رعاھا خیال رکھا اس کا جبکہ اس کے خورد و نوش اور آرام کو ملحوظ رکھا جائے۔

نُهٰى۔ جَمْعُ نُهْيَةٍ بِضَمِّ نُوْنٍ سُمِّيَ بِهِ الْعَقْلُ لِيَنْهٰى عَنْ اِتِّبَاعِ الْبَاطِلِ وَارْتِكَابِ الْقَبِيْحِ۔ یہ عقل کی جگہ مستعمل ہے کہ وہ اتباع باطل سے روکتی اور ارتکاب قبیح سے منع کرتی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع - سورۂ طٰہٰ - پ ۱۶

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾	اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور نکالیں گے اس سے تمہیں دوبارہ
وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾	اور بے شک دکھائیں ہم نے اسے اپنی ساری نشانیاں تو اس نے جھٹلایا اور نہ مانا
قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾	بولا کیا تم آئے ہو ہمارے پاس تاکہ ہمیں نکال دو ہماری زمین سے اپنے جادو کے ذریعہ اے موسیٰ

فَلَنَاْتِیَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾

تو ہم بھی ضرور لائیں گے تمہارے آگے ایسا ہی جادو تو کر تو ہم میں اور اپنے میں ایک وعدہ جس سے نہ خلاف کر سکیں ہم اور تم ایک ہموار جگہ کے لئے

قَالَ مَوْعِدُكُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ وَ اَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾

فرمایا موسیٰ نے تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ جمع ہو جائیں لوگ دن چڑھے

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَیْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾

تو فرعون لوٹ کر گیا اور اپنے مکر جمع کئے پھر آیا

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَیُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾

ان سے فرمایا موسیٰ نے تمہیں خرابی ہو نہ افتراء کرو اللہ پر جھوٹا تو وہ ہلاک کر دے تمہیں عذاب سے اور یقیناً وہ نامراد ہوا جس نے افترا کیا

فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾

تو تنازع کرنے لگے اپنے کام میں اور پوشیدہ مشورہ کیا

قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ یَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾

بولے بے شک دونوں ضرور جادوگر ہیں یہ چاہتے ہیں یہ کہ نکال دیں تمہیں تمہاری زمین سے جادو کے ذریعے اور لے جائیں تمہارا اچھا دین

فَاَجْمِعُوْا كَیْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَ قَدْ اَفْلَحَ الْیَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾

تو جمع کر لو پکا کر کے اپنا مکر پھر صف بستہ آؤ۔ اور یقیناً وہی مراد کو پہنچا جو غالب رہا

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾

بولے اے موسیٰ یا تو تم ڈالو اور یا یہ کہ ہم ڈالیں اول

قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾

فرمایا موسیٰ نے بلکہ تم ڈالو تو ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے خیال میں ان کے جادو سے دوڑتی معلوم ہوئیں

فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾

تو اپنے جی میں موسیٰ نے خوف محسوس کیا

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾

ہم نے فرمایا ڈر نہیں بے شک تو ہی بلند رہے گا

وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾

اور ڈال دے جو تیرے سیدھے ہاتھ میں ہے نگل جائے جو انہوں نے بنایا ہے وہ بنا کر نہیں لائے مگر جادو کا فریب اور نہیں بھلا ہو گا جادوگر کا کہیں سے آئے

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ﴿۷۰﴾

تو گر گئے سب جادوگر سجدہ کرتے ہوئے۔ بولے ایمان لائے ہم رب ہارون و موسیٰ پر

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ

بولا فرعون تم ایمان لائے اس پر میری اجازت سے پہلے بے شک یہ تمہارا وہ بڑا ہے جس نے سکھایا تمہیں

اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ﴿٧١﴾

جادو تو ضرور میں قطع کروں گا تمہارے ہاتھ اور پیر مختلف رخ سے اور ضرور تمہیں کھجور کے جھنڈ پر سولی دوں گا اور ضرور تم جان لو گے کہ ہم میں کس کا عذاب سخت ہے اور دیرپا

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾

بولے ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے اس پر جو آئیں ہمارے پاس روشن دلیلوں سے اور ہمیں قسم اس کی جس نے ہمیں پیدا کیا تو تو فیصلہ دے جو دینا چاہے سوا اس کے نہیں تیرا فیصلہ کیا ہوگا کہ حیات دنیا میں تو کر سکے گا

اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿٧٣﴾

ہم ایمان لائے ہیں اپنے اس رب پر جو بخش دے گا ہمیں ہماری خطائیں اور جو تو نے ہمیں مجبور کیا جادو کرنے پر اور اللہ بہتر ہے اور ہمیشہ باقی ہے

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿٧٤﴾

بے شک جو آئے اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر تو بے شک اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ مرے گا نہ زندہ رہے گا

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾

اور جو آئے اس پر ایمان کے ساتھ اور نیک عمل کرے تو یہ وہ ہیں جن کے لئے درجے ہیں بلند

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾

بسنے والے باغ جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور یہ بدلہ ہے اس کا جو پاک ہو

حل لغات تیسرا رکوع - سورۃ طٰہٰ - پ ۱۶

مِنْهَا۔ اسی سے | خَلَقْنٰكُمْ۔ پیدا کیا ہم نے تم کو | وَفِيْهَا۔ اور اسی میں
نُعِيْدُكُمْ۔ لوٹائیں گے ہم تم کو | وَمِنْهَا۔ اور اسی سے | نُخْرِجُكُمْ۔ نکالیں گے ہم تم کو | تَارَةً۔ ایک بار | اُخْرٰى۔ اور | وَلَقَدْ۔ اور بے شک
اَرَيْنٰهُ۔ دکھائیں ہم نے اس کو | اٰيٰتِنَا۔ اپنی آیتیں | كُلَّهَا۔ ساری
فَكَذَّبَ۔ تو اس نے جھٹلایا | وَاَبٰى۔ اور انکار کیا | قَالَ۔ بولا | اَجِئْتَنَا۔ کیا آیا ہے تو ہمارے پاس
لِتُخْرِجَنَا۔ تا کہ نکالے تو ہم کو | مِنْ اَرْضِنَا۔ ہماری زمین سے
بِسِحْرِكَ۔ اپنے جادو کے ساتھ | يٰمُوْسٰى۔ اے موسیٰ | فَلَنَاْتِيَنَّكَ۔ تو ضرور لائیں گے ہم تیرے مقابل
بِسِحْرٍ۔ جادو | مِّثْلِهٖ۔ اسی جیسا | فَاجْعَلْ۔ تو کر | بَيْنَنَا۔ ہمارے
وَبَيْنَكَ۔ اور اپنے درمیان | مَوْعِدًا۔ وعدہ | لَّا نُخْلِفُهٗ۔ نہ خلاف کریں اس کا

نَحۡنُ۔ہم	وَلَآ۔اور نہ	اَنۡتَ۔تو	مَكَانًا۔جگہ ہو
سُوًى۔درمیان	قَالَ۔فرمایا	مَوۡعِدُكُمۡ۔تمہارا وعدہ	يَوۡمُ۔دن ہے
الزِّيۡنَةِ۔میلے کا	وَاَنۡ۔اور یہ کہ	يُّحۡشَرَ۔اکٹھے کئے جائیں	النَّاسُ۔لوگ
ضُحًى۔چاشت کے وقت	فَتَوَلّٰى۔پھر منہ پھیرا	فِرۡعَوۡنُ۔فرعون نے	فَجَمَعَ۔پھر جمع کیا
كَيۡدَهٗ۔اپنا مکر	ثُمَّ۔پھر	اَتٰى۔آیا	قَالَ۔کہا
لَهُمۡ۔ان کو	مُّوۡسٰى۔موسیٰ نے	وَيۡلَكُمۡ۔تم پر افسوس	لَا تَفۡتَرُوۡا۔نہ باندھو
عَلَى۔اوپر	اللّٰهِ۔اللہ کے	كَذِبًا۔جھوٹ	فَيُسۡحِتَكُمۡ۔وہ برباد کردے گا
تم کو	بِعَذَابٍ۔ساتھ عذاب کے	وَقَدۡ۔اور بے شک	خَابَ۔نامراد ہو
مَنِ۔جس نے	افۡتَرٰى۔جھوٹ باندھا	فَتَنَازَعُوۡۤا۔تو وہ جھگڑے	اَمۡرَهُمۡ۔اپنے کام میں
بَيۡنَهُمۡ۔آپس میں	وَاَسَرُّوا۔اور پوشیدہ کیا انہوں نے		النَّجۡوٰى۔مشورہ
قَالُوۡۤا۔بولے	اِنۡ۔بے شک	هٰذٰنِ۔یہ دونوں	لَسٰحِرٰنِ۔یقیناً جادوگر ہیں
يُرِيۡدٰنِ۔چاہتے ہیں	اَنۡ۔یہ کہ	يُّخۡرِجٰكُمۡ۔نکالیں تم کو	مِّنۡ اَرۡضِكُمۡ۔تمہاری زمین سے
بِسِحۡرِهِمَا۔اپنے جادو سے	وَيَذۡهَبَا۔اور لے جائیں	بِطَرِيۡقَتِكُمُ۔تمہارا طریقہ	الۡمُثۡلٰى۔اچھا
فَاَجۡمِعُوۡا۔تو جمع کرو	كَيۡدَكُمۡ۔اپنے مکر	ثُمَّ۔پھر	ائۡتُوۡا۔آ جاؤ
صَفًّا۔صف باندھ کر	وَقَدۡ۔اور بے شک	اَفۡلَحَ۔کامیاب ہوا	الۡيَوۡمَ۔آج
مَنِ۔جو	اسۡتَعۡلٰى۔غالب آیا	قَالُوۡا۔بولے	يٰمُوۡسٰٓى۔اے موسیٰ
اِمَّاۤ۔یا	اَنۡ۔یہ کہ	تُلۡقِىَ۔تو ڈالے	وَاِمَّاۤ۔اور یا
اَنۡ۔یہ کہ	نَّكُوۡنَ۔ہم ہوں	اَوَّلَ۔پہلے	مَنۡ۔وہ جو
اَلۡقٰى۔ڈالیں	قَالَ۔فرمایا	بَلۡ۔بلکہ	اَلۡقُوۡا۔ڈالو
فَاِذَا۔تو ناگہاں	حِبَالُهُمۡ۔ان کی رسیاں	وَعِصِيُّهُمۡ۔اور ان کی لاٹھیاں	يُخَيَّلُ۔خیال ہوتا
اِلَيۡهِ۔موسیٰ کو	مِنۡ سِحۡرِهِمۡ۔ان کے جادو سے		اَنَّهَا۔کہ وہ
تَسۡعٰى۔دوڑتی ہیں	فَاَوۡجَسَ۔تو چھپایا	فِىۡ نَفۡسِهٖ۔اپنے دل میں	خِيۡفَةً۔ڈر
مُّوۡسٰى۔موسیٰ نے	قُلۡنَا۔ہم نے کہا	لَا تَخَفۡ۔نہ ڈر	اِنَّكَ۔یقیناً تو
اَنۡتَ۔تو ہی	الۡاَعۡلٰى۔غالب ہے	وَاَلۡقِ۔اور ڈال	مَا۔جو
فِىۡ يَمِيۡنِكَ۔تیرے دائیں ہاتھ میں ہے		تَلۡقَفۡ۔نگل جائے گا	مَا۔جو
صَنَعُوۡا۔بنایا انہوں نے	اِنَّمَا۔سوا اس کے نہیں	صَنَعُوۡا۔بنایا انہوں نے	كَيۡدُ۔مکر
سٰحِرٍ۔جادوگر کا	وَلَا۔اور نہیں	يُفۡلِحُ۔کامیاب ہوتا	السَّاحِرُ۔جادوگر
حَيۡثُ۔جہاں بھی	اَتٰى۔آئے	فَاُلۡقِىَ۔تو گر گئے	السَّحَرَةُ۔جادوگر

سُجَّدًا۔ سجدے میں — قَالُوْٓا۔ بولے — اٰمَنَّا۔ ایمان لائے ہم — بِرَبِّ۔ ساتھ رب

هٰرُوْنَ۔ ہارون — وَمُوْسٰى۔ اور موسیٰ کے — قَالَ۔ بولا — اٰمَنْتُمْ۔ ایمان لائے تم

9 لَهٗ۔ اس پر — قَبْلَ۔ پہلے — اَنْ۔ اس سے — اٰذَنَ۔ کہ اجازت دوں میں

لَكُمْ۔ تم کو — اِنَّهٗ۔ بے شک وہ — لَكَبِیْرُكُمْ۔ تمہارا بڑا ہے — الَّذِیْ۔ وہ جس نے

عَلَّمَكُمُ۔ سکھایا تم کو — السِّحْرَ۔ جادو — فَلَاُقَطِّعَنَّ۔ تو ضرور کاٹوں گا میں

اَیْدِیَكُمْ۔ تمہارے ہاتھ — وَاَرْجُلَكُمْ۔ اور تمہارے پاؤں — مِّنْ خِلَافٍ۔ الٹ سے

وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ۔ اور ضرور سولی دوں گا میں تمہیں — فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ۔ کھجور کے تنوں پر

وَلَتَعْلَمُنَّ۔ اور ضرور جان لوگے تم — اَیُّنَآ۔ کہ کون ہم میں سے — اَشَدُّ۔ زیادہ سخت ہے

عَذَابًا۔ عذاب میں — وَّاَبْقٰى۔ اور زیادہ باقی رہنے والا — قَالُوْا۔ بولے

لَنْ۔ ہرگز نہ — نُّؤْثِرَكَ۔ ترجیح دیں گے تجھ کو — عَلٰى۔ اوپر

مَا۔ اس کے جو — جَآءَنَا۔ آیا ہمارے پاس — مِنَ الْبَیِّنٰتِ۔ کھلے نشانات سے

وَالَّذِیْ۔ قسم اس کی جس نے — فَطَرَنَا۔ ہمیں پیدا کیا — فَاقْضِ۔ تو تو فیصلہ کر — مَآ۔ جو

اَنْتَ۔ تو — قَاضٍ۔ فیصلہ کرنے والا ہے — اِنَّمَا۔ سوائے اس کے نہیں — تَقْضِیْ۔ فیصلہ کرے گا تو

هٰذِهِ۔ اس — الْحَیٰوةَ۔ زندگی — الدُّنْیَا۔ دنیا کا — اِنَّآ۔ بے شک ہم

اٰمَنَّا۔ ایمان لائے — بِرَبِّنَا۔ اپنے رب پر — لِیَغْفِرَ۔ تاکہ بخشے — لَنَا۔ ہم کو

خَطٰیٰنَا۔ ہمارے گناہ — وَمَآ۔ اور جو — اَكْرَهْتَنَا۔ مجبور کیا تو نے ہم کو

عَلَیْهِ۔ اس پر — مِنَ السِّحْرِ۔ جادو سے — وَاللّٰهُ۔ اور اللہ — خَیْرٌ۔ بہتر ہے

وَّاَبْقٰى۔ اور باقی رہنے والا — اِنَّهٗ۔ بے شک — مَنْ۔ جو — یَّاْتِ۔ آیا

رَبَّهٗ۔ اپنے رب کے پاس — مُجْرِمًا۔ مجرم ہوکر — فَاِنَّ۔ تو بے شک — لَهٗ۔ اس کے لئے

جَهَنَّمَ۔ دوزخ ہے — لَا یَمُوْتُ۔ نہ مرے گا — فِیْهَا۔ اس میں — وَلَا۔ اور نہ

یَحْیٰى۔ زندہ رہے گا — وَمَنْ۔ اور جو — یَّاْتِهٖ۔ آیا اس کے پاس — مُؤْمِنًا۔ مومن ہوکر

قَدْ۔ بے شک — عَمِلَ۔ عمل کئے اس نے — الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے — فَاُولٰٓئِكَ۔ تو یہ لوگ

لَهُمُ۔ ان کے لئے — الدَّرَجٰتُ۔ درجے ہیں — الْعُلٰى۔ بلند — جَنّٰتُ۔ باغ ہیں

عَدْنٍ۔ بسنے کے — تَجْرِیْ۔ چلتی ہیں — مِنْ تَحْتِهَا۔ اس کے نیچے — الْاَنْهٰرُ۔ نہریں

خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے ہیں — فِیْهَا۔ اس میں — وَذٰلِكَ۔ اور یہ

جَزٰٓؤُا۔ بدلہ ہے — مَنْ۔ اس کا جو — تَزَكّٰى۔ پاک ہوا

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع۔ سورۂ طٰہٰ۔ پ ۱۶

"مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَ

آبی۔اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا فرمایا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی میں تمہیں دوبارہ نکالیں گے اور بے شک ہم نے فرعون کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں تو اس نے جھٹلایا اور انکاری ہوا۔"

یعنی تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کو اس مٹی سے پیدا کر کے تمہاری موت کے بعد دفن کے وقت اسی میں لوٹایا اور بروز قیامت اسی زمین سے تمہیں ہم زندہ کر کے نکالیں گے۔اور فرعون لعین کو ہم نے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے ذریعہ نو معجزات دکھائے مگر اس سرکش نے انہیں جادو کہا اور انکاری ہو گیا اور کہنے لگا:

"قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾۔

بولا کیا تم لائے ہو یہ ہمارے لئے اس واسطے کہ ہمیں نکال دو ہماری زمین سے اپنے جادو کے ذریعے اے موسیٰ۔تو ضرور ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ویسا ہی جادو لائیں گے تو کر لو ہم میں اور اپنے میں ایک وعدہ جس سے نہ ہم خلاف کریں اور نہ تم ایک ہموار میدان میں۔"

فرعون مشاہدۂ معجزات سے ایمان قبول کرنے کی بجائے کہنے لگا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ تم نے جادو سے جو کیا ہے وہ اس لئے کیا ہے کہ ہمیں تم مصر کی سرزمین سے نکال کر اپنا قبضہ اور حکومت جتانا چاہتے ہو تا کہ تم یہاں کے بادشاہ بن جاؤ۔

لہٰذا اب ہمیں بھی آپ کا مقابلہ کرنا ہے ہم بھی جادوگر جمع کرتے ہیں اس کے لئے ایک دن قطعی مقرر کر لو کہ اس دن کوئی وعدہ کے خلاف نہ ہو تم بھی آجاؤ اور ہم بھی آجائیں اور یہ مقابلہ میدان میں ہو گا۔

آپ نے خیال فرمایا کہ یہ خبیث معجزہ کو جادو خیال کر رہا ہے۔لہٰذا اس مقابلہ کے لئے وہ دن رکھا جائے جو ان میں ان کی شوکت و زینت کا خاص دن ہو۔جس میں اطراف و جوانب کے لوگ بھی جمع ہوں تا کہ حق و باطل سب پر منکشف ہو جائے۔چنانچہ فرعونیوں کا ایک دن عام میلہ کا آتا تھا جسے یہ يَوْمُ الزِّيْنَةِ کہتے تھے۔یہ ان کی عید کا خاص دن ہوتا تھا۔چنانچہ آپ نے فرمایا۔

"قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى۔فرمایا موسیٰ نے تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ مقابلہ اس دن روشن دن میں ہو اور لوگ دن چڑھے جمع کر لئے جائیں۔"

چنانچہ دن مقرر ہو گیا۔سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اتفاق سے یہ میلہ کا دن دسویں محرم کو تھا اور شنبہ کا دن تھا چنانچہ

"فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى۔تو فرعون واپس ہوا تو اپنے مکر یعنی جادوگر جمع کر لئے اور انہیں ساتھ لے کر یوم مقررہ پر آ گیا۔"

اور خوب روشن دن میں اس مقابلہ کی ٹھہر گئی۔

جادوگروں نے اپنے بیر منانے شروع کئے۔پونا چمیاری بھیروں کی دہائی دینی شروع کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

"قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى۔فرمایا ان

سے موسیٰ نے تمہیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو۔''
اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ کہ '' وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کر دے گا اور بے شک نامراد رہا جس نے اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا۔''

یہ ہدایت کا کلام سن کر ان میں سے ایک جماعت جادوگروں کی کہنے لگی یہ باتیں جادوگر نہیں کہہ سکتا۔ اسے تو اللہ کے سوا کس کس کو اپنا حقیقی معاون ماننا ہوتا ہے اور یہ ایسے خیال سے روکتے ہیں اور ایک گروہ کہنے لگا ابھی تو یہ ہمیں ہمارے جیسے جادوگر نظر آتے ہیں غرضیکہ ان میں دو گروہ ہو گئے۔ اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے:

'' فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ یَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ ۔

'' تو ان میں مختلف ہو گئے ان کے خیال'' یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں کسی کا خیال ہوا کہ ساحر ہیں کسی نے کہا ایسی باتیں جادوگر نہیں کہہ سکتا۔

'' وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى۔ اور اپنے مشورے چھپ کر کرنے لگے۔''

'' قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ۔ بولے یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں۔''

یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام۔

'' یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا۔ چاہتے ہیں یہ کہ نکال دیں تمہیں تمہاری زمین سے اپنے سحر کے ذریعہ۔''

یعنی مصر سے تمہیں نکال کر یہ دونوں یہاں کے تاجدار بن جائیں اور اپنا پیرو کر لیں۔

'' وَ یَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى۔ اور تمہارا اچھا دین لے جائیں۔''

یعنی وہ مذہب جس پر تم ہو اور وہ تمام مذاہب سے افضل ہے۔ یہ مقولہ قوم فرعون کے ارباب منصب کا تھا حَیْثُ قَالَ الْآلُوْسِی۔

وَ كَاَنَّهُمْ اَرَادُوْا بِهٰؤُلَاءِ الْوُجُوْهِ اَلْوُجُوْهُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَرْبَابُ الْمَنَاصِبِ وَاَصْحَابُ التَّصَرُّفِ وَالْمَرَاتِبِ وَيَكُوْنُوْا قَدْ حَذَّرُوْهُمْ بِالْاِخْرَاجِ مِنْ اَوْطَانِهِمْ۔

چنانچہ انہیں وطن سے نکالے جانے کا خوف دلا کر جادوگروں کو برانگیختہ کیا اور کہا:

'' فَاَجْمِعُوْا كَیْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا۔ تو تم اپنے داؤں پکے کر لو پھر پرا باندھ کر ان دونوں کے مقابل آؤ۔''

'' وَ قَدْ اَفْلَحَ الْیَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى۔ اور یقیناً آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب آجائے۔''

قِيْلَ كَانُوْا سَبْعِيْنَ اَلْفًا مَعَ كُلِّ مِّنْهُمْ حَبْلٌ وَّ عَصًا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِقْبَالَةً وَّاحِدَةً۔

ساحروں کی تعداد پر ایک قول تو یہ ہے کہ وہ ستر ہزار تھے اور ہر ایک رسی اور عصا لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تن تنہا بہ نفس نفیس ان کے مقابل تھے۔

ایک قول ہے کہ كَانُوْا اِثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ سَاحِرًا اِثْنَانِ مِنَ الْقِبْطِ وَالْبَاقِيْ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ۔ وہ بہتر

جادوگر تھے دو قوم قبط سے اور باقی بنی اسرائیل سے۔

ایک قول ہے کہ تِسۡعُ مِائَةٍ ثَلٰثُمَائَةٍ مِّنَ الۡفُرۡسِ وَثَلٰثُمِائَةٍ مِّنَ الرُّوۡمِ وَ ثَلٰثُمِائَةٍ مِّنَ الۡاَسۡکَنۡدَرِیۡۃِ نو سو تھے۔ تین سو سوار تین سو رومی تین سو اسکندریہ کے۔

ایک قول ہے کہ خَمۡسَةَ عَشَرَ اَلۡفًا۔ پندرہ ہزار تھے۔

ایک قول ہے بِضۡعَةٌ وَّ ثَلَاثِیۡنَ اَلۡفًا۔ کچھ اور تیس ہزار تھے۔

اختلاف روایات پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وَلَا یَخۡفٰی حَالُ الۡاَخۡبَارِ فِیۡ ذَالِکَ وَالۡقَلۡبُ لَا تَمِیۡلُ اِلَی الۡمُبَالَغَةِ – وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعۡلَمُ۔

اور اخبارات کا حال مخفی نہیں خبریں خبریں ہی ہوتی ہیں اور دل مبالغہ کی طرف مائل نہیں ہوتا اور حقیقت حال کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

بہر کیف یہ مقابلہ ضرور ہوا عام اس سے کہ ستر ہزار سے ہوا یا بہتر سے یا نو سو سے ہوا یا پندرہ ہزار سے یا چند اور تیس ہزار سے بہر حال ہوا ضرور۔

لہٰذا اختلاف اخبار کی بنا پر منصوص قطعی کا انکار نہیں ہو سکتا اور وہ منصوص قطعی یہ ہے کہ حضرت کلیم اللہ بحکم حضرت حق جل و علا فرعون کی طرف مع حضرت ہارون علیہ السلام تشریف لائے اور اس نے آپ سے مقابلہ کرنے کی تاریخ مانگی اور اس دن مقابلہ ضرور ہوا اور جادوگر ایمان لائے۔ سجدے میں گرے اور جادوگروں میں جس طبقہ کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں بلکہ مرسل الٰہی ہیں انہوں نے بوقت مقابلہ ادب ملحوظ رکھا اور اول اجازت طلب کی جیسا کہ ارشاد ہے:

"قَالُوۡا یٰمُوۡسٰۤی اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنۡ نَّکُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَلۡقٰی۔ جادوگر بولے اے موسیٰ یا تو آپ ڈالیں (اپنا عصا) یا ہم پہلے ڈالیں۔"

یعنی اگر حضرت حکم دیں تو ہم اپنا سامان جو پھیلا ہوا ہے اس پر منتر ڈالیں یا حضور اپنا معجزہ ظاہر فرمائیں۔ جیسی حضرت کی رائے عالی ہو۔ یہ ساحروں نے ادباً عرض کیا تھا اور اس ادب کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت ایمان عطا فرمائی۔ اس واقعہ کو تفصیل سے آگے ان شاء اللہ بیان کیا جائے گا۔ آپ نے جواب دیا:

"قَالَ بَلۡ اَلۡقُوۡا ۚ فَاِذَا حِبَالُہُمۡ وَ عِصِیُّہُمۡ یُخَیَّلُ اِلَیۡہِ مِنۡ سِحۡرِہِمۡ اَنَّہَا تَسۡعٰی۔ فرمایا بلکہ تمہیں ڈالو۔"

اور ابتداء ان کی طرف سے ہونے کی اجازت حضرت کلیم اللہ نے اس لئے دی کہ جادو کے مکر و کید اول وہ ظاہر کر چکیں اس کے بعد جب بینہ قاہرہ کا ظہور ہوگا تو وہ ان کے تمام باطل چھانٹ دے گا اس سے دیکھنے والوں کو بصیرت و عبرت حاصل ہوگی۔

"تو انہوں نے اپنے منتر پھونکے تو وہ رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے منتروں سے ان کے خیال میں دوڑتی معلوم ہوئیں۔" اور نظر بندی اتنی مستولی ہوئی کہ۔

"فَاَوۡجَسَ فِیۡ نَفۡسِہٖ خِیۡفَۃً مُّوۡسٰی۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے جی میں خوف محسوس فرمایا۔"

کہ ارشاد ہوا۔

"قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی ﴿۶۸﴾ وَ اَلۡقِ مَا فِیۡ یَمِیۡنِکَ تَلۡقَفۡ مَا صَنَعُوۡا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوۡا کَیۡدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا

يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتٰى۔ ہم نے فرمایا موسیٰ نہ ڈرو بے شک تم ہی بلند و بالا رہو گے۔ اور ڈال دو جو تمہارے سیدھے ہاتھ میں ہے نگل جائے گا جو انہوں نے بنایا ہے وہ کچھ نہیں جو بنایا ہے وہ مکر ہے جادوگر کا اور جادوگر فلاح نہیں پا سکتا جیسے بھی سامنے آئے۔"

اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا کہ میدان سانپوں اژدھوں سے بھر گیا ہے اور میلوں تک میدان میں سانپ ہی سانپ دوڑ رہے ہیں اور دیکھنے والے اس باطل نظر بندی سے مسحور ہیں کہ فرمان الٰہی عزوجل آیا:

"وَ اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى۔ جو عصا آپ کے سیدھے ہاتھ میں ہے ڈال دیجئے۔ نگل جائے گا ان کی نظر بندی کے کرتب کو۔ جز ایں نیست کہ وہ دھوکہ جادوگر کا ہے اور جادوگر کسی صورت سے مقابل آئے کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

چنانچہ آپ نے اپنا عصا مبارک ڈال دیا اس نے تمام جادو کے فریب کا لقمہ کر لیا اور لوگ اس منظر سے اتنے خائف ہوئے کہ سراسیمہ و پریشان ہو گئے۔

آخرش آپ نے اسے پکڑ لیا تو وہ عصا کا عصا ہی تھا۔

یہ دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہو گیا کہ یہ قطعاً جادو نہیں بلکہ معجزہ ہے اور ایسا معجزہ ہے کہ جس کا جادو مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اللہ اللہ! حق حق ہی ہوتا ہے اب ساحروں کا یہ حال تھا کہ جہاں کفر و شرک کی حمایت میں رسیاں لکڑیاں پھیلائے ہوئے تھے یہ شان حق نما دیکھتے ہی سب سر بسجود ہو گئے چنانچہ ارشاد ہے:

"فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى۔ تو سب سجدے میں گرا دیے گئے اور کہنے لگے ہم ایمان لائے رب ہارون و موسیٰ (علیہما السلام) پر۔"

ایک روایت ہے کہ اس سجدہ میں انہیں جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کرایا گیا انہوں نے جنت میں اپنے مقامات بھی دیکھ لئے تاکہ ان کا ایمان کسی مصیبت و ایذاء اور امتحان سے متزلزل نہ ہو۔ آگے ارشاد ہے:

"قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى۔ بولا فرعون تم ایمان تو لائے ان پر میری اجازت سے قبل (مگر میں بھی سمجھ گیا ہوں) کہ بے شک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا تو مجھے بھی قسم ہے میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تمہیں کھجور کے جھنڈ پر سولی چڑھاؤں گا اور ضرور تم جان لو گے کہ ہم میں کس کا عذاب سخت اور دیرپا ہے۔"

فرعون بجائے ایمان لانے کے اس گمراہی میں پڑا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہنے لگا کہ تم سب کا بڑا یہ ہے اور یہ تمہارا استاد کامل ہے اور معاذ اللہ تم نے گویا پہلے ملی بھگت کر رکھی تھی۔ اب تم میرے ہاتھ سے بچ کر کہاں جا سکتے ہو۔ میں تمہارے ایک طرف سے ہاتھ اور دوسری طرف سے پیر کاٹوں گا اور تمہارے لئے سولی کھجور کے جھنڈ تجویز کروں گا تاکہ تم سمجھ سکو کہ جس خدا کو تم نے مانا ہے اس کا عذاب سخت ہے یا میرا۔ یہ متکبرانہ طور پر اس نے بکواس کی۔ اس پر جادوگروں نے کہا۔

فرعون! تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے تو نے دیکھا نہیں کہ ید بیضا اور عصائے موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت نے باطل کو باطل

کر دکھلایا اور اپنی حقانیت اس شان سے دکھائی کہ عصا نے اژدھا بن کر رسیوں لکڑیوں کو لقمہ کر لیا اگر وہ جادو ہوتا تو ان کا وجود باقی رہنا ضروری تھا۔

لیکن ان کا وجود ہی نہ رہنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ قطعی معجزہ تھا اور یہ تیری بد دماغی ہے کہ اتنی کھلی نشانی دیکھنے کے بعد بھی تو انہیں جادوگروں کا معلم کہتا ہے۔

اور تیرا یہ ڈراوا دینا کہ ہاتھ پیر کاٹ کر کھجور پر سولی دے گا اس کا ہم پر اب کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہمیں موسیٰ علیہ السلام کے رب نے ہماری آخرت کی منزلیں دکھادی ہیں چنانچہ سب نے جو کہا وہ اللہ تعالیٰ بتاتا ہے:

''قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ﴿۷۲﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ مَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾۔

تائب جادوگر بولے فرعون ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے ان روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئیں ہمیں قسم ہے اس کی جس نے ہمیں پیدا کیا تو کر جو کرنا چاہتا ہے (ہمارے قدم اب استقامت علی الحق سے نہیں ڈگمگا سکتے) ہاں تیرا بس چل سکتا ہے اور جو کچھ تو حکم دے سکتا ہے دنیا کی زندگی تک دے سکتا ہے۔ ہم بے شک اپنے رب پر ایمان لائے ہیں کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور وہ جو تو نے ہمیں مجبور کیا جادو پر اور اللہ بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا اس کے حضور جو مجرم بن کر حاضر آئے تو ضرور اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ مرے نہ جیے۔

اور جو اس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے اور اچھے عمل کرنے تو اسے وہ بلند درجے عطا فرماتا ہے بسنے والے باغ جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور یہ بدلہ ہے اس شخص کا جو گناہوں سے ستھرا ہوا۔''

مِنَ الْبَيِّنٰتِ سے مراد ید بیضا اور عصا ہے یعنی انہوں نے فرعون کو جواب دیا کہ تو جو چاہے کر ہمیں اس کی پرواہ نہیں اس لئے کہ ہم نے توبہ کے بعد سجدہ میں سب کچھ دیکھ لیا اور کھلا معجزہ ید بیضا اور عصا تھا۔

جو تیرے دل میں ہو وہ حکم دے اور ہمیں مصیبتوں میں ڈال لے۔ تیری کرنی حیات دنیا تک ہے آگے تیری مجال ہی نہیں۔ آخرت میں تجھے ذلت ہے اور ہمیں عزت۔ دنیا میں تیرا قبضہ ہے اس کی ہمیں پرواہ نہیں۔

ایک روایت ہے کہ جب جادوگروں کو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے بلایا تو انہوں نے کہا ہم موسیٰ کو سویا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سوتا ہوا پایا اور دیکھا کہ عصائے مبارک پہرہ دے رہا ہے۔

جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ وہ جادوگر نہیں ہیں اس لئے کہ جادوگر جب سو جاتا ہے تو اس کا جادو بھی سو جاتا ہے۔ اور یہ سوئے ہوئے تھے مگر ان کا عصا ان کی محافظت کر رہا تھا۔

لیکن فرعون اپنی ضد پر جما رہا اور انہیں جادو کی تیاری کرنے پر مجبور کیا اس حال کو یہاں بیان کیا اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا

لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۔

آگے انہوں نے کہا وہ غفار وستار فرمانبرداروں کو اجر دے گا۔ نافرمانوں پر عذاب فرمائے گا۔

یعنی جس کا ایمان پر خاتمہ ہوا اسے کوئی خطرۂ آخرت نہیں۔

اور جو کفر میں ہلاک ہوا اس کے لئے عذاب سے رستگاری نہیں۔

آخرش ان پر جو جو سختیاں کیں ان تمام کوائف کا مفصل نقشہ علامہ آلوسی اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ وھو ھذا۔

وَجَاءَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُمَا لَمَّا اُمِرَا بِاِيْتَانِهٖ وَ قَوْلِ مَا ذُكِرَ لَهٗ جَاءَ ا جَمِيْعًا اِلٰى بَابِهٖ مَا قَامَا حِيْنًا لَا يُؤْذَنُ لَهُمَا بَعْدَ حِجَابٍ شَدِيْدٍ فَدَخَلَا وَ كَانَ مَا قَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس آنے کا حکم ہوا اور فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا کا حکم بھی ملا تو دونوں جمع ہو کر اس کے دروازے پر تشریف لائے اور بہت دیر منتظر رہے مگر اس نے اجازت نہ دی۔ آخرش بہت سے حجاب کے بعد اجازت دی تو آپ داخل ہوئے پھر وہ کچھ ہوا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے۔

وَ اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَغَيْرُهٗ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا اَمَرَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَا اَمَرَ اَقْبَلَ اِلٰى فِرْعَوْنَ فِيْ مَدِيْنَةٍ قَدْ جَعَلَ حَوْلَهَا الْاَسَدَ فِيْ غَيْضَةٍ۔ (الخ بطولہ)

(پوری روایت کا مفصل ترجمہ)

وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو من جانب اللہ حکم ہوا تو آپ فرعون کی طرف اس گاؤں میں تشریف لائے جس کے گرداگرد فرعون نے پالتو شیر رکھ چھوڑے تھے اور ان کے نگران ان پر جو تھے وہ جس پر حملہ کا اشارہ کرتے یہ اسے کھا جاتے۔

اور اس گاؤں کے چار دروازے چھوٹے تھے اور ایک دروازہ بڑا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام بڑے دروازے سے داخل ہوئے اور فرعون دیکھ رہا تھا تو جب شیروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو لومڑیوں کی طرح وہ چیخنے لگے۔ شیروں کے نگرانوں نے انہیں خوفزدہ آواز سے روکا۔

مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دروازۂ شاہی پر پہنچ گئے اور عصا مبارک سے دروازہ کھٹکھٹایا اس وقت جبہ اونی اور سروانی زیب تن فرمائی ہوئی تھی۔

دربان نے جب دیکھا آپ کی اس جرأت پر تعجب کیا اور آگے جانے سے روک دیا اور کہا تمہیں معلوم ہے کس کے دروازے کو تم نے کھٹکھٹایا ہے یہ دروازہ آپ کے سردار کا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو اور میں اور فرعون ادنیٰ غلام ہیں میرے رب کے اور وہ میرا ناصر و مددگار ہے آخر دربان نے اپنے قریب کے درباری کو خبر دی اس نے اگلے کو اسی طرح ستر دربانوں تک اطلاع پہنچائی گئی اور یہ دربان وہ تھے جن کے تحت حکم ایک ایک لشکر تھا۔

مختصر یہ کہ فرعون تک خبر پہنچ گئی اس نے کہا اچھا اسے میرے سامنے لاؤ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے سامنے پہنچے دیکھتے ہی کہنے لگا ہاں میں نے تمہیں جان لیا۔

آپ نے فرمایاہاں کیا جان لیا وہ بتا۔

کہنے لگا اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا۔ کیا میں نے تمہیں بچپن میں پرورش نہیں کیا۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ردفرمایا اور کہا تو کیا پرورش کرتا میرے رب نے تجھ سے خدمت لی ورنہ تو کیا پرورش کرتا اس پر فرعون کو غصہ آ گیا حکم دیا انہیں پکڑلو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دربانوں کے پکڑنے کو آنے سے پہلے اپنا عصاء مبارک ڈال دیا وہ ایک اژدھا خونخوار ہو کر پھن پھنانے لگا۔

یہ دیکھ کر حاضرین دربار ایک پر ایک گرتے پڑتے اپنے ہی پیروں سے پہلے کو کھوندتے ہوئے بھاگ پڑے اس بھگدڑ اور سراسیمگی میں پچیس ہزار آدمی مر گئے۔

اور فرعون اپنا خدائی دعویٰ بھول کر بھاگا اور گھر میں پناہ لی۔

اور وہاں سے کہلایا کہ میرے آپ کے درمیان ایک مدت مقرر ہو جائے تا کہ اس دن آپ سے جادوگروں کا مقابلہ ہو جائے۔

آپ نے فرمایا میں مدت مقرر نہیں کرتا تو ہی مقرر کر۔

آخر وحی آئی کہ موسیٰ وقت مقرر کرلو۔ اور اس سے فرمادو کہ تو وقت مقرر کر۔

فرعون نے چالیس دن مقرر کئے لیکن ہر روز چالیس بار رائے بدلتا رہا۔

اور موسیٰ علیہ السلام اس بستی سے باہر تشریف لے آئے جب ان شیروں کے پاس سے گزرے تو وہ دم ہلا کر مشایعت کرنے والوں کی طرح آپ کو ادب سے رخصت کرتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو توبہ کی تلقین کی اور جنت کا وعدہ کیا تھا۔ جس کا ہم اول ذکر کر چکے ہیں۔

چنانچہ فرعون نے حضرت آسیہ سے مشورہ کیا انہوں نے فرمایا آدمی کو ہر بات کا رد کرنا نہیں چاہئے بعض مشورہ مفید بھی ہوتا ہے۔

فرعون عادی تھا مشورہ ہامان پر چلنے کا اس نے ہامان سے استشارہ کیا۔ ہامان سنتے ہی چڑ گیا اور کہنے لگا فرعون میں تو اپنے خیال میں تجھے عقل والا جانتا تھا۔ بھلا سوچ تو سہی آج مالک ہو کر مملوک بننا گوارہ کرے گا۔ رب ہو کر مربوب بننا پسند کرے گا۔ خبردار ہرگز موسیٰ کی بات پر ملتفت نہ ہو۔ چنانچہ فرعون اپنی اسی خباثت پر جما رہا۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ کی روایت کا پورا ترجمہ ختم ہوا اب آگے ملاحظہ کریں۔

اس واقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت میں مقدم رکھنا اس امر کی دلیل ہے کہ فضیلت تابع سن وعمر نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے مختص فرمائے وہی افضل ہے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام عمر میں حضرت ہارون علیہ السلام سے چھوٹے ہیں لیکن فضیلت میں حضرت ہارون سے بلند ہیں۔ حیث قال الالوسی۔

وَ فِيْ تَقْدِيْمِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ اَنَّهٗ اَصْغَرُ سِنًّا عَلٰى هٰرُوْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ اَنَّهُ الْاَكْبَرُ

عَلٰی اَنَّ الْفَضْلَ غَیْرُ تَابِعٍ لِلسِّنِّ فَاللّٰہُ تَعَالٰی یَخْتَصُّ بِفَضْلِہٖ مَنْ یَّشَاءُ۔

اور عصا مبارک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خودنہیں ڈالا بلکہ فرعون کے مطالبہ پر ڈالا تھا چنانچہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ اَرَیْنَاہُ اٰیٰتِنَا حِیْنَ قَالَ لِمُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" بے شک ہم نے اسے دکھائیں اپنی نشانیاں۔" جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا" اگر آپ نشانیوں کے ساتھ آئے ہیں تو لایئے وہ نشان دکھایئے اگر فی الواقع سچے ہیں۔

تو حضرت کلیم اللہ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ اژدھا بن کر پھن پھنا اٹھا۔

اور بغل سے ہاتھ نکالا تو وہ سفید چمکتا ہوا تھا دیکھنے والوں کے لئے۔"

چنانچہ روایت ہے کہ۔

اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا اَلْقَاھَا اِنْقَلَبَتْ ثُعْبَانًا اَشْعَرَ فَاغِرٌ فَاہُ بَیْنَ لَحْیَیْہِ ثَمَانُوْنَ ذِرَاعًا وَضَعَ لَحْیَہُ الْاَسْفَلَ عَلَی الْاَرْضِ وَالْاَعْلٰی عَلٰی سُوْرِ الْقَصْرِ فَتَوَجَّہَ نَحْوَ فِرْعَوْنَ فَھَرِبَ وَاَحْدَثَ فَانْھَزَمَ النَّاسُ مُزْدَحِمِیْنَ فَمَاتَ مِنْھُمْ خَمْسَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ اَلْفًا مِّنْ قَوْمِہٖ فَصَاحَ فِرْعَوْنُ یَا مُوْسٰی اَنْشُدُکَ بِالَّذِیْ اَرْسَلَکَ اِلَّا اَخَذْتَہٗ فَاَخَذَہٗ فَعَادَ عَصًا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا مبارک ڈالا وہ عصا سے اژدھا بن گیا اور اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان اسی گز کا فاصلہ تھا اس نے ایک جبڑا زمین میں گاڑ دیا اور اوپر کا جبڑہ فرعون کے محل کے کنگروں پر رکھ دیا فرعون کی طرف دیکھا تو فرعون گوز مارتا ہوا بھاگا۔ اور لوگ اژدحام کے ساتھ جو سراسیمگی میں بھاگے تو ان میں سے پچیس ہزار مر گئے۔

تو فرعون چیخا اے موسیٰ تمہیں اس کی ذات کی قسم جس نے تمہیں مبعوث فرمایا ہے اسے پکڑ لیجئے آپ نے فوراً پکڑ لیا تو وہ عصا ہو کر آپ کے دست حق پرست میں آ گیا۔ پھر جو ہوا وہ پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اِنَّھَا اِنْقَلَبَتْ حَیَّةً اِرْتَفَعَتْ فِی السَّمَاءِ قَدْرِ مِیْلٍ ثُمَّ انْحَطَّتْ مُقْبِلَةً نَحْوَ فِرْعَوْنَ وَ جَعَلَتْ تَقُوْلُ یَا مُوْسٰی مُرْنِیْ بِمَا شِئْتَ وَ یَقُوْلُ فِرْعَوْنُ اَنْشُدُکَ۔ الخ

وہ عصا سانپ بن کر ایک میل آسمان کی طرف اڑا پھر فرعون کی طرف اترا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرنے لگا۔ موسیٰ جو آپ چاہیں حکم دیں۔ اس کے بعد فرعون بدحواس ہو کر قسم دے کر عرض پیرا ہوا کہ پکڑ لیجئے اس کو۔

اور وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا سے مراد آیات موسیٰ علیہ السلام التسع ۔ وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا سے مراد وہ نو معجزات ہیں جو آپ کو عطا ہوئے۔ وہ معجزات

فلق بحر، نتق الجبل، حجر الذی انفجرت منها العیون ہیں وہ عصا کا اژدھا ہونا، ید بیضا کا ظہور، دریا کا پھٹ جانا، پہاڑ اٹھا کر ان پر رکھ دینا اور پتھر سے بارہ چشمے جاری ہونا وغیرہ ہیں۔

اور نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى پر ابن ابی حاتم زید سے راوی ہیں اَیْ مَکَانًا مُسْتَوِیًا مِّنَ الْاَرْضِ لَا وَعْرَ فِیْہِ وَلَا جَبَلَ وَلَا اَکَمَةَ وَلَا مُطْمَئِنٌّ بِحَیْثُ یَسْتَتِرُ الْحَاضِرِیْنَ فِیْہِ۔

مَکَانًا سُوًی۔ سے مراد ایسا میدان ہے کہ جس میں نہ گڑھا ہو نہ پہاڑ نہ ٹیلا نہ وہاں چھپنے کی کوئی جگہ ہو کہ اس میں وہاں آئے ہوئے لوگ چھپ سکیں۔

اور قَالَ مَوْعِدُکُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ هُوَ یَوْمُ عِیْدٍ کَانَ لَهُمْ فِیْ کُلِّ عَامٍ یَتَزَیَّنُوْنَ فِیْهِ وَ یُزَیِّنُوْنَ اَسْوَاقَهُمْ کَمَا رُوِیَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَقَتَادَةَ وَ قِیْلَ یَوْمُ النَّیْرُوْزِ وَکَانَ رَأْسُ سَنَتِهِمْ۔

قَالَ مَوْعِدُکُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ۔ سے مراد ان کی عید کا روز تھا جو ہر سال وہ منایا کرتے تھے اس میں لباس فاخرہ سے مزین ہو کر آتے اور بازاروں کو مزین کرتے جیسا کہ مجاہد وقتادہ روایت کرتے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ وہ دن نوروز کا تھا جو ہر سال کے شروع میں آتا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّهٗ یَوْمُ عَاشُوْرَاءَ۔ وہ عشرۂ محرم کا دن تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن کو یوم الزینہ فرمایا۔ حیث قال۔

مَنْ صَامَ یَوْمَ الزِّیْنَةِ اَدْرَکَ مَا فَاتَهٗ مِنْ صِیَامِ تِلْکَ السَّنَةِ وَمَنْ تَصَدَّقَ یَوْمَئِذٍ بِصَدَقَةٍ اَدْرَکَ مَا فَاتَهٗ مِنْ صَدَقَةِ تِلْکَ السَّنَةِ۔ جو یوم زینت میں روزہ رکھے گا یعنی عشرہ کے دن تو وہ پالے گا جو اس سال کے روزوں کی فضیلت کھو چکا ہے اور جو صدقہ دے اس دن کوئی صدقہ وہ پالے گا جو صدقات کا ثواب کھو چکا ہے اس سال سے۔

فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی۔ ایجاس عربی میں اخفاء کو کہتے ہیں وَالْخِیْفَةُ الْخَوْفُ۔ خیفہ خوف ہے۔

تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا۔ یہ لقف سے ہے اس کے معنی نَالَهٗ۔ یعنی لے گا۔ ہاتھ سے یا منہ سے۔

اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی۔ میں ہارون کو موسیٰ پر مقدم اس لئے کیا کہ جادوگروں کو علم تھا کہ ہارون عمر میں موسیٰ سے بڑے ہیں کَمَا فِیْ شَرْحِ الْمِفْتَاحِ اِنَّ مُوْسٰی اَکْبَرُ مِنْ هَارُوْنَ سَهْوٌ۔ یہ صاحب شرح المفتاح کی بھول ہے جو انہوں نے ہارون سے موسیٰ کو عمر میں زیادہ بتایا۔

لَنْ نُّؤْثِرَکَ۔ یَعْنِیْ لَنْ نَخْتَارَکَ بِالْاِیْمَانِ۔ ہم تجھے ایمان کے مقابل اختیار نہ کریں گے۔

وَالَّذِیْ فَطَرَنَا۔ اَیْ اَبْدَعَنَا وَاَوْجَدَنَا۔ یعنی جس نے ہمیں پیدا کیا اور ایجاد فرمایا۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع - سورۂ طٰہٰ - پ ۱۶

وَ لَقَدْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰۤی ۙ۬ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَکًا وَّلَا تَخْشٰی ﴿۷۷﴾

اور بے شک ہم نے وحی کی موسیٰ کو کہ راتوں رات چل میرے بندوں کو لے کر اور مار ان کے لئے عصا کہ راستہ نکلے دریا میں خشک تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون آلے اور نہ خطرہ

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَهُمْ ﴿۷۸﴾

تو ان کے پیچھے لگا فرعون مع لشکر کے اور انہیں گھیر لیا دریا نے جیسا کہ ڈھانپ لیا

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰی ﴿۷۹﴾

اور گمراہ کیا فرعون نے اپنی قوم کو اور راہ پر نہ چھوڑا

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾

اے بنی اسرائیل بے شک ہم نے نجات دی تمہیں تمہارے دشمن سے اور وعدہ کیا ہم نے طور کی داہنی طرف اوراتارا ہم نے تم پر من اورسلوٰی

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾

کھاؤ پاک جو ہم نے تمہیں روزی دی اوراس میں زیادتی نہ کرو کہ تم پر اترے میرا غضب اور جس پر میرا غضب اترا وہ بے شک گمراہ ہوا۔

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

اور بے شک میں بخشنے والا ہوں اسے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر ہدایت پر رہے

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾

اورکس وجہ سے تو نے جلدی کی اپنی قوم سے اے موسیٰ

قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾

عرض کی وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور جلدی کی میں نے تیری طرف اے میرے رب تا کہ تو راضی ہو

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾

فرمایا تو ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو امتحان میں ڈالا اور گمراہ کیا انہیں سامری نے

فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۗ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾

تو پلٹے موسیٰ قوم کی طرف غصہ سے افسوس کرتے فرمایا اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہ کیا تھا کیا تم پر طویل ہو گیا تھا عہد یا تم نے چاہا یہ کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب کا تو تم نے وعدہ خلافی کی

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾

بولے ہم نے آپ کا وعدہ اپنے اختیار سے خلاف نہ کیا لیکن ہم سے کچھ بوجھ اٹھوائے گئے اس قوم کے زیورات کے تو ہم نے اسے پھینک دیا پھر اسی طرح سامری نے ڈال دیا۔

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾

تو اس نے نکالا ان کے لئے بچھڑا بے جان اس میں گائے کے بولنے کی آواز تھی تو کہا یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا خدا تو ہم بھول گئے

اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾

کیا نہیں دیکھتے کہ انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور ان کے کسی برے بھلے کا اختیار نہیں رکھتا

حل لغات چوتھا رکوع۔سورۂ طٰہٰ۔پ ۱۶

وَلَقَدْ۔اور بے شک	اَوْحَيْنَآ۔وحی کی ہم نے	اِلٰى۔طرف	مُوْسٰى۔موسیٰ کی
اَنْ۔یہ کہ	اَسْرِ۔رات کو لے جا	بِعِبَادِیْ۔میرے بندوں کو	فَاضْرِبْ۔تو مار
لَهُمْ۔ان کے لئے	طَرِيْقًا۔راستہ	فِی الْبَحْرِ۔سمندر میں	يَبَسًا۔خشک
لَا تَخٰفُ۔نہ ڈرے تو	دَرَكًا۔پالینے سے	وَّلَا۔اور نہ	تَخْشٰى۔خوف کھائے
فَاَتْبَعَهُمْ۔تو پیچھے لگا ان کے	فِرْعَوْنُ۔فرعون	بِجُنُوْدِهٖ۔اپنا لشکر لے کر	فَغَشِيَهُمْ۔تو ڈھانپ لیا ان کو
مِّنَ الْيَمِّ۔سمندر سے	مَا۔جس نے	غَشِيَهُمْ۔ڈھانپا	وَاَضَلَّ۔اور گمراہ کیا
فِرْعَوْنُ۔فرعون نے	قَوْمَهٗ۔اپنی قوم کو	وَمَا۔اور نہ	هَدٰى۔ہدایت دی
يٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔اے بنی اسرائیل		قَدْ۔بے شک	اَنْجَيْنٰكُمْ۔نجات دی ہم
نے تم کو	مِّنْ عَدُوِّكُمْ۔تمہارے دشمن سے		وَ وٰعَدْنٰكُمْ ۔ اور وعدہ دیا
ہم نے تم کو	جَانِبَ۔جانب	الطُّوْرِ۔طور کی	الْاَيْمَنَ۔دائیں
وَنَزَّلْنَا۔اور اتارا ہم نے	عَلَيْكُمُ۔تم پر	الْمَنَّ۔من	وَالسَّلْوٰى۔اور سلویٰ
كُلُوْا۔کھاؤ	مِنْ طَيِّبٰتِ۔پاکیزہ	مَا۔جو	رَزَقْنٰكُمْ۔رزق دیا ہم نے
تم کو	وَلَا۔اور نہ	تَطْغَوْا۔زیادتی کرو	فِيْهِ۔اس میں
فَيَحِلَّ۔کہ اترے گا	عَلَيْكُمْ۔تم پر	غَضَبِیْ۔میرا غضب	وَمَنْ۔اور جس پر
يَّحْلِلْ۔اترے	عَلَيْهِ۔اس پر	غَضَبِیْ۔میرا غضب	فَقَدْ۔سو بے شک
هَوٰى۔گر گیا	وَاِنِّیْ۔اور یقیناً میں	لَغَفَّارٌ۔بخشنے والا ہوں	لِّمَنْ۔اس کو جو
تَابَ۔تائب ہوا	وَاٰمَنَ۔اور ایمان لایا	وَعَمِلَ۔اور عمل کئے	صَالِحًا۔اچھے
ثُمَّ۔پھر	اهْتَدٰى۔ہدایت پائی	وَمَآ۔اور کیا چیز	اَعْجَلَكَ۔جلدی لائی تجھے
عَنْ قَوْمِكَ۔تیری قوم سے	يٰمُوْسٰى۔اے موسیٰ	قَالَ۔کہا	هُمْ۔وہ
اُولَآءِ۔یہ ہیں	عَلٰٓى اَثَرِیْ۔میرے پیچھے	وَعَجِلْتُ۔اور جلدی کی میں نے	
اِلَيْكَ۔تیری طرف	رَبِّ۔اے میرے رب	لِتَرْضٰى۔کہ تو راضی ہو	قَالَ۔فرمایا
فَاِنَّا۔ہم نے	قَدْ۔بے شک	فَتَنَّا۔آزمایا ہم نے	قَوْمَكَ۔تیری قوم کو
مِنْۢ بَعْدِكَ۔تیرے بعد	وَاَضَلَّهُمُ۔اور گمراہ کیا ان کو	السَّامِرِیُّ۔سامری نے	فَرَجَعَ۔تو لوٹے
مُوْسٰى۔موسیٰ	اِلٰى۔طرف	قَوْمِهٖ۔اپنی قوم کے	غَضْبَانَ۔غصے میں
اَسِفًا۔افسوس کھاتے	قَالَ۔کہا	يٰقَوْمِ۔اے میری قوم	اَلَمْ۔کیا نہ
يَعِدْكُمْ۔وعدہ دیا تم کو	رَبُّكُمْ۔تمہارے رب نے	وَعْدًا۔وعدہ	حَسَنًا۔اچھا
اَفَطَالَ۔کیا پھر لمبی ہوئی	عَلَيْكُمُ۔تم پر	الْعَهْدُ۔مدت	اَمْ۔یا

اَرَدْتُّمْ۔ چاہا تم نے	اَنْ۔ یہ کہ	يَّحِلَّ۔ اترے	عَلَيْكُمْ۔ تم پر
غَضَبٌ۔ غضب	مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ تمہارے رب کا	فَاَخْلَفْتُمْ۔ تو خلاف کیا تم نے	مَّوْعِدِيْ۔ میرے وعدے کا
قَالُوْا۔ بولے	مَآ۔ نہیں	اَخْلَفْنَا۔ خلاف کیا ہم نے	مَوْعِدَكَ۔ تیرے وعدے کا
بِمَلْكِنَا۔ اپنے اختیار سے	وَلٰكِنَّا۔ اور لیکن	حُمِّلْنَآ۔ اٹھوائے گئے ہم	اَوْزَارًا۔ بوجھ
مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ۔ قوم کی زینت کا		فَقَذَفْنٰهَا۔ تو ڈالا ہم نے اس کو	
فَكَذٰلِكَ۔ اور اسی طرح	اَلْقَى۔ ڈالا	السَّامِرِيُّ۔ سامری نے	فَاَخْرَجَ۔ تو نکالا
لَهُمْ۔ ان کے لئے	عِجْلًا۔ بچھڑے کا	جَسَدًا۔ جسم	لَّهٗ۔ اس کی
خُوَارٌ۔ آواز تھی گائے کی	فَقَالُوْا۔ تو بولے	هٰذَآ۔ یہ	اِلٰهُكُمْ۔ تمہارا خدا ہے
وَاِلٰهُ۔ اور خدا ہے	مُوْسٰى۔ موسیٰ کا	فَنَسِيَ۔ سو وہ بھول گیا	اَفَلَا۔ کیا پھر نہیں
يَرَوْنَ۔ دیکھتے	اَلَّا۔ کہ وہ نہیں	يَرْجِعُ۔ لوٹاتا	اِلَيْهِمْ۔ ان کی طرف
قَوْلًا۔ بات	وَّلَا۔ اور نہیں	يَمْلِكُ۔ مالک ہے	لَهُمْ۔ ان کے لئے
ضَرًّا۔ تکلیف کا	وَّلَا۔ اور نہ	نَفْعًا۔ نفع کا	

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع۔ سورۂ طٰہٰ۔ پ ۱۶

"وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى۔ اور بے شک ہم نے وحی کی موسیٰ کی طرف یہ کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر روانہ ہو اور ان کے لئے دریا میں عصا مار کر خشک راستہ نکال دے۔ تمہیں ڈرنا نہیں چاہئے کہ فرعون تمہارا ادراک کر کے تمہیں آلے اور کوئی خطرہ نہ کرو۔"

وحی کی تحقیق ہم اول کر چکے ہیں۔ اَنْ اَسْرِ۔ اسری کے مبحث میں مفصل بتا آئے ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل میں دیکھو کہ اسری عربی میں راتوں رات سفر کرنے کو کہتے ہیں۔

طَرِيْقًا۔ اضرب کا مفعول بہ ہے۔ اصل عبارت یہ بنتی ہے اِضْرِبِ الْبَحْرَ لِيَصِيْرَ لَهُمْ طَرِيْقاً۔ دریا میں مار تا کہ ان کے لئے راستہ ہو جائے۔

يَبَسًا۔ کے معنی یا بسا کے ہیں یعنی خشک۔ اور یہ چونکہ باعتبار اسباط متعدد تھے تو ان کے لئے ایک راستہ کافی نہ تھا چنانچہ بارہ راستے آپ نے عصا مار کر بنا دیئے۔

قاموس میں ہے اَلْيَبْسُ بِالْاِسْكَانِ مَا كَانَ اَصْلُهٗ رَطْبًا فَجَفَّ۔ یبس سکون باء کے ساتھ وہاں بولتے ہیں جہاں اول تری ہو پھر خشکی آئے۔

وَاَمَّا طَرِيْقُ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْبَحْرِ فَاِنَّهٗ لَمْ يُعْهَدْ طَرِيْقًا لَارَطْبًا وَّلَا يَابِسًا۔

وَرُوِيَ اَنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا ضَرَبَ الْبَحْرَ وَانْفَلَقَ حَتّٰى صَارَتْ فِيْهِ طُرُقٌ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى رِيْحَ الصَّبَا فَجَفَّفَ تِلْكَ الطُّرُقَ حَتّٰى يَبِسَتْ۔ ایک روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا مارا دریا

میں اور وہ پھٹا حتیٰ کہ اس میں راستے بن گئے تو اللہ تعالیٰ نے بادصبا کو بھیجا اس نے ان راستوں کو خشک کر دیا۔
اور یہ وحی مصر میں ہوئی کہ راتوں رات مصر سے نکل جاؤ۔ اور بحر قلزم جب راہ میں آئے تو اسے عصا مار کر پھاڑ دو اس میں راستے بن جائیں گے۔

واقعہ یوں ہے جو اجمالاً بیان فرمایا گیا

کہ جادوگر مغلوب ہو گئے اور آیات مفصلات یعنی طوفان، جراد، قمل، ضفادع، دم وغیرہ ان پر رونما ہوئے یہ حالات بیس سال میں پورے ہوئے۔ اسے مفصل دیکھنا ہو تو سورۂ اعراف کے بارہویں رکوع کے نصف سے اکیسویں رکوع کی تفسیر تک میں دیکھیں۔ اعراف نویں پارہ میں ہے یہاں اجمالاً اسے دہرایا گیا ہے۔

چنانچہ اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡبَحۡرَ۔ اسی دریا میں عصا مارنے کا تذکرہ ہے۔

لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخۡشٰى۔ درک کے معنی زجاج۔ ابوحیوۃ، طلحہ، اعمش رحمہم اللہ فرماتے ہیں دَرۡكًا بِسُكُوۡنِ الرَّاءِ وَ هُوَ اِسۡمٌ مِّنَ الۡاِدۡرَاكِ اَیِ اللُّحُوۡقَ كَالدَّرَكِ بِالتَّحۡرِيۡكِ۔ درک بسکون راء یہ اسم ادراک سے ہے جس کے معنی لحوق کے ہیں یعنی ملنے کے۔

اور راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلدَّرَكُ بِالتَّحۡرِيۡكِ فِی الۡاٰيَةِ مَا يَلۡحَقُ الۡاِنۡسَانَ مَنۡ تَبِعَهٗ۔ درک جیسا کہ آیت میں ہے یہ وہ ملنا ہے جو انسان کسی کا تعاقب کر کے ملے۔ تو لَّا تَخٰفُ دَرَكًا کے یہاں یہ معنی ہوں گے اَیۡ لَاتَخَافُ تَبِعَهٗ۔ تمہیں اس کا تعاقب خوفزدہ نہ کرے۔

وَالۡجَمۡهُوۡرُ عَلَى الۡاَوَّلِ اَیۡ لَا تَخَافُ اَنۡ يُّدۡرِكَكُمۡ فِرۡعَوۡنُ وَجُنُوۡدُهٗ مِنۡ خَلۡفِكُمۡ۔ جمہور اس کے یہی معنی کرتے ہیں کہ تمہیں خوف نہ ہو اس کا کہ فرعون اور اس کا لشکر تمہیں آلے تمہارے پیچھے سے۔

وَّلَا تَخۡشٰى۔ اور نہ ہو تمہیں اس کا خطرہ۔ اَنۡ يُّغۡرِقَكُمُ الۡبَحۡرُ مِنۡ قُدَّامِكُمۡ۔ اس کا کہ دریا تمہیں غرق نہ کر دے۔

''فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ بِجُنُوۡدِهٖ فَغَشِيَهُمۡ مِّنَ الۡيَمِّ مَا غَشِيَهُمۡ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ فِرۡعَوۡنُ قَوۡمَهٗ وَمَا هَدٰى۔ تو پیچھے لگا فرعون اپنے لشکر کے ساتھ تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسے ڈھانپ لیا اور فرعون نے گمراہ کیا اپنی قوم کو اور راہ نہ دکھائی۔''

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَیۡ تَبِعَهُمۡ وَ مَعَهٗ جُنُوۡدُهٗ عَلٰى اَنِ اتَّبَعَ۔ یعنی جب فرعون کو معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام ستر ہزار امتیوں کو لے کر روانہ ہو گئے تو فرعون بھی اپنے لشکر کے ساتھ چند لاکھ قبطیوں کو لے کر چلا۔

ایک روایت ہے کہ اول روانگی کا حکم ہوا پھر جب ساحل پر آئے تو پیچھے سے فرعونی لشکر آتا نظر آیا تو اس وقت فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِيۡقًا وحی ہوئی۔

رُوِیَ اَنَّ مُوۡسٰى عَلَيۡهِ السَّلَامُ خَرَجَ بِهِمۡ اَوَّلَ اللَّيۡلِ يُرِيۡدُ الۡقُلۡزَمَ وَ كَانُوۡا قَدِ اسۡتَعَارُوۡا مِنۡ قَوۡمِ فِرۡعَوۡنَ الۡحُلِیَّ وَالدَّوَابَّ لِعِيۡدٍ يَّخۡرُجُوۡنَ اِلَيۡهِ وَكَانُوۡا سِتَّمِائَةِ اَلۡفٍ وَ ثَلَاثَةَ الۡاٰفٍ وَّنَيۡفًا لَيۡسَ فِيۡهِمۡ اِبۡنُ سِتِّيۡنَ وَلَا عِشۡرِيۡنَ۔

کہ جب موسیٰ علیہ السلام اول رات بارادہ قلزم معہ اپنی جماعت بنی اسرائیل کے چلے تو انہوں نے قوم فرعون سے زیور اور سواریاں عید منانے کے لئے عاریتاً مانگی تھیں تو انہیں جب معلوم ہوا تو یہ چھ لاکھ تین ہزار کے اجتماع کے تعاقب میں چلا اور

اس جماعت میں ساٹھ سے کم اور بیس سے زیادہ عمر کے لوگ تھے۔
ایک قول ہے کہ یہ چھ لاکھ ستر ہزار قبطی تھے۔
اور اپنے ساتھ جسد یوسف علیہ السلام بھی نکال کر لے چلے تھے۔ اس لئے کہ ان کا معاہدہ تھا کہ جب یہ ہجرت کریں گے تو جسد یوسف علیہ السلام اپنے ساتھ لے جائیں گے۔
اور قبر یوسف علیہ السلام کی انہیں خبر نہ تھی تو ایک بڑھیا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ جنت میں مجھے اپنے ساتھ لیں گے۔ اور اس نے قبر کا پتہ بتایا۔ مختصر یہ کہ
فرعون کو اس کی خبر ملی تو اس نے لشکر جمع کیا اور ستر ہزار سوار آگے آگے دوڑائے۔
بعض روایتوں میں ہے کہ سات لاکھ سوار تھے۔
بعض کہتے ہیں پانچ لاکھ اور دس ہزار سوار تھے جو بنی اسرائیل کھوج لینے چلے۔
حتیٰ کہ انہوں نے آلیا۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل گھبرائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا دریا میں مارا تو اس میں بارہ راستے پھٹ گئے اور بنی اسرائیل کی جمعیت دوسرے کنارے نکل گئی۔
اور فرعون ایک خوبصورت گھوڑے پر جسے حصان کہتے ہیں آگے آگے تھا اور لشکر پیچھے پیچھے تو سب نے دریا دیکھا کہ اس میں راستے بنے ہوئے ہیں لوگوں کو اس پر تعجب ہوا فَقَالَ فِرْعَوْنُ لَهُمْ اِنَّمَا انْفَلَقَ مِنْ هَيْبَتِیْ۔ یہ دریا میرے رعب و داب سے پھٹا ہے۔
تو سب سے پہلے فرعون حصان پر اس راستے میں اترا اور اس کے آگے آگے روح الامین ایک چالاک اور تیز گھوڑی پر جا رہے تھے کہ آپ نے ملائکہ کو آواز دی جو تینتیس تھے اور حکم دیا کہ آ جاؤ۔ چنانچہ وہ آ گئے۔ اور جب بنی اسرائیل معہ موسیٰ علیہ السلام صحیح و سالم پار ہو گئے اور فرعون معہ لشکر وسط قلزم میں پہنچا تو فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ تو گھیر لیا دریا کی موجوں نے جو گھیرا اَیْ عَلَابِهِمْ وَغَمَرَهُمْ مَّا غَمَرَهُمْ پانی ان کے سر سے کھیل گیا۔
غرضکہ تمام کا تمام غرق دریا ہو گیا اور فرعون کی لاش ساحل پر موج نے پھینک دی۔ جیسا کہ ارشاد ہے فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً۔
اور اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ بقیہ بندگان فرعون کو اس امر کا یقین ہی نہ تھا کہ فرعون غرق دریا ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ ان کا خدا تھا۔
جب انہوں نے لاش دیکھ لی تو یقین ہوا کہ اس نے ہمیں بھی گمراہ کیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:
”وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰی۔ اور گمراہ کیا فرعون نے اپنی قوم کو اور راہ نہ دکھائی۔“
يَعْنِیْ سَلَکَ بِهِمْ مَسْلَكًا اَدَّاهُمْ اِلَى الْخُسْرَانِ فِی الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا مَعًا حَيْثُ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا۔ یعنی فرعون انہیں ایسے راستے لے گیا جو انہیں نقصان و خسران دینی و دنیاوی میں ڈالنے والا تھا جیسے کہ دنیا میں غرق ہوئے اور آخرت میں جہنم میں گئے۔
اب آگے اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو مخاطب فرما کر اپنے احسانات کا ذکر فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِیْهِ فَیَحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبِیْ ۚ وَ مَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾ ۔

اے بنی اسرائیل بے شک ہم نے تمہیں نجات دی تمہارے دشمن سے اور وعدہ کیا ہم نے تم سے طور کی داہنی طرف کا اور تم پر من وسلویٰ اتارا کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں روزی دیں اور اس میں زیادتی نہ کرو کہ میرا تم پر غضب اترے اور جس پر میرا غضب اترا بے شک وہ گرا اور ذلیل ہوا اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے پھر ہدایت پر رہے۔"

نجات دشمن سے دلانا فرعون اور اس کی قوم قبط سے ہے جو انہیں سخت عذاب دیتے ان کی اولاد نرینہ قتل کرتے لڑکیاں زندہ رکھتے۔

اور وعدہ طور کی داہنی جانب دینا یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا ہو گی جس پر عمل کیا جائے جب آپ مصر سے شام تشریف لائے اور مقام تیہ میں جو لق ودق وادی میں ہے جہاں کوئی ذریعہ روزی کا نہ تھا وہاں من وسلویٰ نازل فرمایا۔

منجد میں ہے۔ اَلْمَنُّ۔ مَنُّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ هُوَالَّذِیْ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ بِاُعْجُوْبَةٍ فِی الْعِبْرِیَّةِ لِیَقْتَاتُوْا بِهٖ۔ بنی اسرائیل پر جو من نازل ہوا وہ اللہ تعالیٰ نے جنگل میں عجیب طریقہ پر نازل فرمایا جس سے وہ غذا وغیرہ حاصل کرتے تھے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مَنّ۔ اَلتُّرَنْجِبِیْنُ وَالسَّمَانِیْ۔ سمانی پر صاحب منجد لکھتے ہیں:

اَلسَّمَانِیْ نَوْعٌ مِّنَ الطُّیُوْرِ الْقَوَاطِعِ لِلْوَاحِدِ وَهُوَ الْمَعْرُوْفُ فِیْ بِلَادِ الشَّامِ بِالْفَرِیِّ۔ سمانی ایک قسم کا پرندہ ہے جو بلاد شام میں فری کے نام سے مشہور ہے۔

حَیْثُ كَانَ یَنْزِلُ عَلَیْهِمُ الْمَنُّ وَ هُمْ فِی التِّیْهِ مِثْلَ الثَّلْجِ مِنَ الْفَجْرِ اِلَى الطُّلُوْعِ لِكُلِّ اِنْسَانٍ صَاعٌ وَ یَبْعَثُ الْجَنُوْبُ عَلَیْهِمُ السَّمَانِیْ فَیَاخُذُ الْوَاحِدُ مِنْهُمْ مَا یَكْفِیْهِ۔ من اس جنگل میں جسے تیہ کہا جاتا ہے برف کی طرح صبح سے آفتاب کے طلوع تک اتنا برستا کہ ہر انسان کے لئے ایک صاع جمع ہو جاتا اور صاع آدھ پاؤ کم دو سیر یا تین چھٹانک دو سیر وزن کو کہتے ہیں۔

اور شام کے وقت سمانی بٹیر کی طرح کا پرندہ ہے جو اڑ کر آتا اور ان کی ضرورت کے موافق وہ اسے پکڑ لیتے۔

اور صاحب تفسیر حقانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جب ان لق ودق بیابانوں میں کھانے کو کچھ نہ ملا تو خدا نے بنی اسرائیل پر من کو جو ایک قسم کی شیرینی اور خوش ذائقہ چیز ترنجبین کی مانند تھی جس کی تودوں پر روٹیاں پکا پکا کر کھاتے تھے۔

اور سلویٰ کو یعنی بٹیریں جو از خودرات کو ان کے خیموں میں آگرتی تھیں نازل کیا۔ اور ارشاد ہوا:

"كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ۔ کھاؤ پاک چیزوں سے جو ہم نے تمہیں روزی دی۔"

اَیْ مِنْ لَذَائِذِهٖ اَوْ حَلَالَاتِهٖ۔ یعنی حلال لذتیں اور حلال چیزیں کھاؤ۔

"وَلَا تَطْغَوْا اَیْ فِیْمَا رَزَقْنٰكُمْ۔ اور زیادتی نہ کرو اس میں جو ہم نے تمہیں روزی دی وہ زیادتی یہی کہ اس میں

سے بچا کر نہ رکھو۔ وَ قِیْلَ لَا تَدَّخِرُوْا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اَیْ لَا یَظْلِمُ بَعْضُکُمْ بَعْضاً فَیَاخُذُہٗ مِنْ صَاحِبِہٖ بِغَیْرِ حَقٍّ۔ آپس میں بعض تمہارا بعض پر ظلم کر کے بغیر حق کسی کا حق نہ دبائے اگر ایسا کیا تو 10B

''فَیَحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبِیْ۔ تو تم پر میرا غضب حلال ہو جائے گا۔ یا حلول کرے گا یا اترے گا۔''

وَاَصْلُہٗ مِنَ الْحُلُوْلِ ثُمَّ اسْتُعِیْرَ لِغَیْرِھَا وَ شَاعَ۔

''وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْہِ غَضَبِیْ فَقَدْ ھَوٰی۔ وَاَصْلُہُ الْوُقُوْعُ مِنْ عُلُوٍّ کَالْجَبَلِ ثُمَّ اسْتُعْمِلَ فِی الْھِلَاکِ۔

اور جس پر میرا غضب اترا بے شک وہ گرا یعنی ہلاک ہوا اور اصل میں بلندی سے گرنے میں یہ لغت تھا پھر اس کا استعمال اہل زبان نے ہلاکت کے معنی میں کرنا شروع کر دیا۔

وَ قِیْلَ اَیْ وَقَعَ فِی الْھَاوِیَۃِ وَاِلَیْہِ ذَھَبَ الزُّجَاجُ۔ اور ایک قول میں اس کے معنی ہیں ہاویہ جہنم میں گرا اور اسی طرف زجاج بھی گئے۔

وَ فِیْ بَعْضِ الْاٰثَارِ اِنَّ جَھَنَّمَ قَصْرًا یُرْمٰی الْکَافِرَ مِنْ اَعْلَاہُ فَیَھْوِیْ فِیْ جَھَنَّمَ اَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا قَبْلَ اَنْ یَّبْلُغَ الصَّلْصَالَ فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی فَقَدْ ھَوٰی۔

بعض احادیث میں ہے کہ جہنم میں ایک مکان ہے جس میں کافر اوپر سے پھینکا جائے گا تو وہ جہنم میں چالیس خریف گہرا گرے گا قبل اس کے کہ اسے صلصال حمیم پہنچیں یہ ہے منشاء کلام الٰہی فَقَدْ ھَوٰی کا۔

''وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾''

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ – کَثِیْرُ الْمَغْفِرَۃِ لِمَنْ تَابَ مِنَ الشِّرْکِ عَلٰی مَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ قِیْلَ مِنْہُ وَ مِنَ الْمَعَاصِیَ الَّتِیْ مِنْ جُمْلَتِھَا الطُّغْیَانُ فِیْمَا رُزِقَ وَاٰمَنَ بِمَا یَجِبُ الْاِیْمَانُ بِہٖ وَاقْتَصَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فِیْمَا یُرْوٰی عَنْہُ عَلٰی ذِکْرِ الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَ عَمِلَ صَالِحًا اَیْ عَمَلًا مُّسْتَقِیْمًا عِنْدَ الشَّرْعِ ثُمَّ اھْتَدٰی اَیْ لَزِمَ الْھُدٰی وَاسْتَقَامَ عَلَیْہِ اِلَی الْمُوَافَاۃِ۔

اور میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے شرک سے توبہ کی جیسا کہ ابن عباس فرماتے ہیں۔

اور ایک قول ہے شرک اور گناہوں سے توبہ کی اور ایمان لایا ہر اس چیز پر جو ایمان لانے کے لئے ضروری و واجب ہے۔

یا بقول ثانی اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور نیک عمل کئے شریعت مطہرہ پر قائم رہ کر جیسے فرض، سنت، نوافل۔

ثُمَّ اھْتَدٰی۔ پھر ہدایت اپنے لئے لازم کر لی اور اس پر استقامت کی۔

اب آگے وہ واقعہ بیان ہوتا ہے جو ستر آدمیوں کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام توریت لینے تشریف لے گئے اور طور پر آ کر کلام الٰہی کے شوق میں ان سے آگے بڑھ گئے اور انہیں پیچھے چھوڑ دیا اور فرمایا تم میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اس پر باری تعالیٰ عزاسمہ کی طرف سے ارشاد ہوا تھا:

''وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى اور کس چیز نے تجھے جلدی کرائی اپنی قوم سے اے موسیٰ۔ عرض کی وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور میں جلدی کر کے تیری طرف یوں حاضر ہوا

اے میرے رب تا کہ تو راضی ہو۔"

صاحب مدارک رحمہ اللہ اس آیت کریمہ سے اجتہاد کی مشروعیت ثابت کرتے ہیں اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام کو وعدہ دیا گیا تھا طور پر حاضر ہونے کا معہ منتخبہ امراء کے اور آپ ان سے آگے نکل آئے۔ جب فرمایا گیا کہ تم نے عجلت کیوں کی تو عرض کیا تیری رضا حاصل کرنے کو تو یہ موسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد تھا۔ اور اگر اجتہاد مشروع نہ ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام ایسا نہ کرتے۔

آگے جو ارشاد ہے اس میں بھی اس اجتہاد کا رد نہیں بلکہ بنی اسرائیل میں فتنہ برپا ہونے کی خبر دی گئی ہے۔

"قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا۔

فرمایا ہم نے تیری قوم کو فتنہ میں ڈالا اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام پلٹے قوم کی طرف غضب ناک اور افسوس کرتے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو سامری کی فتنہ پردازی سے مطلع فرما دیا اور بتا دیا کہ آپ کے آنے کے بعد سامری نے فتنہ برپا کیا اور وہ یہ کہ ان کے لئے ایک بچھڑے کا مجسمہ نکال کر قوم کو اس کی عبادت کی دعوت دی۔

وَ قِيْلَ قَالَ لَهُمْ بَعْدَ اَنْ غَابَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْهُمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً اَنَّهٗ قَدْ كَمُلَتِ الْاَرْبَعُوْنَ فَجَعَلَ الْعِشْرِيْنَ مَعَ اَيَّامِهَا اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً وَ لَيْسَ مِنْ مُّوْسٰى عَيْنٌ وَلَا اَثَرٌ وَلَيْسَ اِخْلَافُهٗ مِيْعَادَكُمْ اِلَّا لِمَا مَعَكُمْ مِنْ حُلِيِّ الْقَوْمِ وَ هُوَ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ فَجَمَعُوْهُ وَ كَانَ مِنْ اَمْرِ الْعِجْلِ مَا كَانَ۔

روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے بیس راتیں گزریں تو سامری نے قوم سے کہا کہ چالیس پورے ہو گئے اور بیس رات کے ساتھ بیس دن ملا کر چالیس رات بتا دیں اور کہہ دیا کہ موسیٰ تو طور پر گئے اور ان کی میعاد بھی پوری ہو گئی اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمہارے ساتھ قوم کے زیورات ہیں اور وہ تم پر حرام ہیں لہٰذا وہ جمع کر و اس کے بعد بچھڑا ڈھالنے کا واقعہ ہوا۔

اور سبطی چھ لاکھ جو تھے ان میں صرف بارہ ہزار وہ تھے جنہوں نے بچھڑا نہیں پوجا۔

گویا باری تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فرمایا گیا کہ موسیٰ تمہیں عجلت کر کے آگے نہ آنا چاہئے تھا اس لئے کہ تمہاری قوم ابھی نئی نئی تمہاری متبع ہوئی تھی اور وہ احمق اور بے وقوف اتنی ہے کہ مکر شیطانی ان پر مستولی ہو جاتا ہے۔

چنانچہ جس قوم پر آپ اپنے بھائی ہارون کو خلیفہ کر کے آئے ہیں وہ فتنہ میں مبتلا ہو گئی اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا۔

تحقیق سامری

کہ یہ کون تھا اور کہاں کا رہنے والا تھا۔

سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔

اس میں ایک قول ہے کہ منجا نام تھا۔

اس کی پیدائش کا واقعہ یہ ہے جو ابن جریر رحمہ اللہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔

اِنَّ اُمَّهٗ حِيْنَ خَافَتْ اَنْ يُذْبَحَ خَلَّفَتْهُ فِيْ غَارٍ وَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِ فَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَاْتِيْهِ فَيَغْذُوْهُ بِاَصَابِعِهٖ فِيْ وَاحِدِهٖ لَبَنًا وَ فِي الْاُخْرٰى عَسَلًا وَ فِي الْاُخْرٰى سَمَنًا وَ لَمْ يَزَلْ يَغْذُوْهُ حَتّٰى نَشَاَ

اس رکوع میں چند نادر لغات آئے ہیں اول انہیں سمجھ لینا ضروری ہے۔

يَنْسِفُهَا رَبِّيْ۔ يَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا۔ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا۔ وَّلَآ اَمْتًا۔ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ۔ لَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ۔ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا۔

يَنْسِفُهَا۔ يَجْعَلُهَا سُبْحَانَهٗ كَالرَّمْلِ ثُمَّ يُرْسِلُ عَلَيْهَا الرِّيَاحَ فَتُفَرِّقُهَا وَالْفَاءُ لِلْمُسَارَعَةِ اِلٰى اِزَالَةِ مَا فِيْ ذِهْنِ السَّائِلِ مِنْ بَقَاءِ الْجِبَالِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں مثل ریت کے کر دے گا۔ پھر ہوا بھیج کر انہیں اڑا دے گا۔ یہاں جواب کے موقع پر فَقُلْ۔ فاء تعقیب سے اس لئے فرمایا کہ ذہن سائل بقاء جبال پر قائم نہ رہے۔ مزید تفصیل تفسیر میں آئے گی۔

اور **يَذَرُهَا۔** یعنی ان پہاڑوں کے ظاہر اجسام اجزاء سافلہ کے ساتھ باقی رہیں گے۔

قَاعًا۔ مسطح ہو جائے گا۔ لِاَنَّ الْجِبَالَ اِذَا سُوِّيَتْ وَجُعِلَ سَطْحُهَا مُسَاوِيًا سُطُوْحَ اَجْزَاءِ الْاَرْضِ فَقَدْ جُعِلَ الْكُلُّ سَطْحًا وَّاحِدًا۔ اس لئے کہ جب پہاڑ برابر کر دیئے جائیں اور ان کی سطح سطح اجزاء ارض سے مساوی ہو جائے تو سب سطح ایک شکل ہو جائیں۔

ایک قول ہے کہ قاع۔ سہل یعنی گڑھوں کو کہتے ہیں کہ وہ بھی مساوی ہو جائیں۔

جوہری کہتا ہے اَلْمُسْتَوِيْ مِنَ الْاَرْضِ۔ قاع زمین کے ساتھ مستوی ہونے کو کہتے ہیں۔

ابن اعرابی رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلْاَرْضُ الْمَلْسَاءُ لَا نَبَاتَ فِيْهَا وَلَا بِنَاءَ۔ بنجر زمین کو قاع کہتے ہیں جس پر نہ گھاس ہو اور نہ کوئی عمارت۔

مکی رحمہ اللہ کہتے ہیں اِنَّهُ الْمَكَانُ الْمُنْكَشِفُ۔ کھلا میدان قاع کہلاتا ہے۔

ایک قول ہے اَلْمُسْتَوِيُّ الصَّلْبُ مِنَ الْاَرْضِ۔ سخت زمین ہموار کو قاع کہتے ہیں وَ جَمْعُهٗ اَقْوُعٌ وَاَقْوَاعٌ وَ قِيْعَانٌ۔

صَفْصَفٌ۔ اَلْاَرْضُ الْمُسْتَوِيَةُ الْمَلْسَاءُ كَاَنَّ اَجْزَائَهٗ صَفٌّ وَّاحِدٌ مِّنْ كُلِّ جِهَةٍ۔ وہ ہموار زمین جو بنجر ہو اور ہر طرف سے برابر ہو۔

ایک قول ہے اَلْاَرْضُ الَّتِيْ لَا نَبَاتَ فِيْهَا۔ وہ زمین جس پر گھاس نہ ہو۔

ابن عباس اور مجاہد رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جُعِلَ الْقَاعُ وَالصَّفْصَفُ بِمَعْنٰى وَاحِدٍ وَ هُوَ الْمُسْتَوِيْ۔ قاع اور صفصف کے ایک معنی ہیں وہ اس زمین کو کہتے ہیں جس پر سبزہ نہ ہو۔

لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا۔ نہ دیکھے گا تو اس میں نشیب و فراز۔ عوج کجی کے معنی دیتا ہے۔ نیچی اونچی زمین میں چونکہ کجی ہوتی ہے اس لئے اس کے حاصل معنی نشیب و فراز کے ہیں۔

وَّلَآ اَمْتًا۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عِوَجًا مَيْلًا وَلَا اَمْتًا اَثَرًا مِثْلَ الشِّرَاكِ۔ عوج کسی طرف جھکا ہوا ہونا اور امتاً ایک تسمہ برابر بھی کجی نہ ہونا۔

ایک روایت میں ہے عِوَجًا وَلَا اَدَبًا وَ لَا اَمْتًا رَأَيْتَهٗ۔ نہ جنگل رہیں نہ نہریں۔

کہ وہ ہمیں توریت عطا فرمائے گا جس میں ہدایت اور نور ہے جو ہزار سورتوں پر مشتمل ہے اور ہر سورت ایک ہزار آیت کی ہے۔

''اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ۔ کیا تم پر لمبی گزری وعدہ کی مدت یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب اترے تو تم نے میرا وعدہ خلاف کیا۔''

اور تم نے وہ ظلم کیا جسے شرک کہتے ہیں۔ اور گائے پوجنے لگ گئے تمہارا وعدہ تو مجھ سے یہ تھا کہ تم میرے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے میرے دین پر قائم رہو گے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الزَّمَانُ فَنَسِيتُمْ بِسَبَبِ ذَالِكَ فَاَخْلَفْتُمْ وَعْدَكُمْ اِيَّایَ بِالثُّبَاتِ عَلٰى دِيْنِيْ اِلٰى اَنْ اَرْجِعَ مِنَ الْمِيْقَاتِ نِسْيَانًا اَوْ تَعَمَّدْتُمْ فِعْلَ مَا يَكُوْنُ سَبَبًا لِحُلُوْلِ غَضَبِ رَبِّكُمْ عَلَيْكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ وَعْدَكُمْ اِيَّایَ بِذَالِكَ عَمَدًا۔

تو اس پر انہوں نے عرض کیا:

''قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ۔ بولے ہم نے آپ کا وعدہ اپنے اختیار سے خلاف نہ کیا لیکن ہم سے کچھ بوجھ اٹھوائے گئے اس قوم کے زیورات کے تو ہم نے انہیں ڈال دیا تو ایسے ہی ڈال دیا سامری نے۔''

مَلْكِنَا کے معنی سُلْطَانِنَا آلوسی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اِنَّ الْمُلْكَ بِالضَّمِّ وَالْفَتْحِ وَالْكَسْرِ بِمَعْنٰى مَلْكِنَا۔ بفتح میم، بکسر میم، بضم میم تینوں صورتوں میں ایک ہی معنی دیتا ہے یعنی اپنا اختیار وارادہ۔

- وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ میں لٰكِنَّا اِسْتِدْرَاكٌ عَمَّا سَبَقَ اَوْ اِعْتِذَارٌ عَمَّا فَعَلُوْا کے لئے ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ

قبطیوں سے بنی اسرائیل نے عاریتاً زیور لیا اور یوم زینت کی رسم جسے وہ عید کہتے تھے پوری کرنے کے بہانے مصر سے نکلنے سے پہلے یہ کام کیا جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

ایک قول ہے کہ انہوں نے شادی کے بہانہ زیورات مانگے تھے۔

پھر جب آل فرعون یعنی قبطی غرق بحیرہ قلزم ہو گئے تو یہ سب سامان غنیمت کے طور پر ان کے پاس تھا اور اس سے پہلے غنائم ان پر حلال نہ تھے۔

چنانچہ ظاہر حدیث سے ثابت ہے اِنَّ الْغَنَائِمَ سَوَاءٌ كَانَتْ مِنَ الْمَنْقُوْلَاتِ اَمْ لَا لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ غنائم عام اس سے کہ منقولات سے ہوں یا نہ ہرگز کسی کو حلال نہ تھے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل۔

لیکن ایک روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ زیور مستعار لینے کا حکم دیا تھا اور وہ زیورات مستعار ان کے پاس تھے۔ اسی بنا پر انہوں نے حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ کہا۔

اس کا فیصلہ اس روایت سے ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی سواریاں استعارۃً مانگنے کو فرمایا تھا چنانچہ

انہوں نے بہ تعمیل حکم وہ حاصل کیں اور انہیں پر سوار ہو کر مصر سے نکلے۔

وَ قَدْ يُقَالُ إِنَّ اَمْوَالَ الْقِبْطِ مُطْلَقًا بَعْدَ هِلَاكِهِمْ كَانَتْ حَلَالًا عَلَيْهِمْ كَمَا يَقْتَضِيْهِ ظَاهِرُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ كَذٰلِكَ ۚ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قبطیوں کے اموال ان کی ہلاکت کے بعد مطلقاً بنی اسرائیل پر حلال تھے کہ آیہ کریمہ کے دلالۃ النص سے ظاہر ہے۔ كَمْ تَرَكُوْا الخ کتنے چھوڑے قوم قبط نے باغیچے اور چشمے اور خزانے اور عزت والے مقام ایسے ہی ہوا اور وارث کیا ہم نے ان کا بنی اسرائیل کو۔

اور زیورات کے متعلق بھی ارشاد ہے وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا۔ اور لیا قوم موسیٰ نے موسیٰ کے بعد ان کے زیوروں سے ایک بچھڑے کا مجسمہ۔

اس میں اقتضاءً واضح ہوتا ہے کہ زیورات ملکیت بنی اسرائیل تھے۔

اور اس مخصوص صورت کے ماتحت وہ حدیث، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ، منافی نہیں۔

اس سے یہ مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ عَلٰى اَيِّ وَجْهٍ كَانَتْ وَلَمْ تَحِلَّ كَذٰلِكَ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ۔ اسی وجہ میں اسے اوزار کے نام سے بنی اسرائیل نے ظاہر کیا غنیمت نہیں بتایا۔ اور اسے حرام سمجھنا سامری کے گمراہ کرنے یا اپنی جہالت کی بنا پر تھا۔

پھر ان کا اس شبہ میں سامری کے بہکانے سے پڑنا خود ایک گناہ تھا اس لئے کہ احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حلت کا حکم حضرت ہارون علیہ السلام کی زبان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد دلوایا تھا حیث قال آلالوسی۔

وَ قَدْ جَاءَ فِيْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بَيَّنَ حُكْمَهٗ عَلٰى لِسَانِ هٰرُوْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ ذَهَابِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ تو

"فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ۔ ہم نے اسے ڈال دیا اور ایسے ہی سامری نے بھی ڈال دیا۔"

اب رہا یہ سوال کہ وہ کہاں ڈالا اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَيْ طَرَحْنَاهَا فِي النَّارِ كَمَا تَدُلُّ عَلَيْهِ الْاَخْبَارُ۔ یعنی اسے ہم نے آگ میں ڈال دیا اور سامری نے بھی ڈال دیا مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْهَا جو کچھ اس زیور سے اس کے پاس تھا۔

اور آگ میں ڈالنے کی تجویز سامری نے پیش کی تھی اور پہلے اس نے بچھڑے کا سانچہ ٹھپہ ایک جگہ دبا دیا تھا اِنَّهٗ قَالَ لَهُمْ اِنَّمَا تَاَخَّرَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْكُمْ لِمَا مَعَكُمْ مِّنْ حُلِيِّ الْقَوْمِ وَ هُوَ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ فَالرَّائِيْ اَنْ نَحْفِرَ حَفِيْرَةً وَ نُسَجِّرَ فِيْهَا نَارًا وَنَقْذِفَ فِيْهَا مَا مَعَنَا فَفَعَلُوْا وَ كَانَ صَنَعَ فِي الْحَفِيْرَةِ قَالِبَ عِجْلٍ۔ بنی اسرائیل کو سامری نے کہا موسیٰ علیہ السلام اسی وجہ سے تشریف نہیں لائے کہ قوم کے زیورات تمہارے پاس ابھی تک ہیں اور وہ تم پر حرام ہیں میری رائے یہ ہے کہ ہم ایک گڑھا کھودیں اور اس میں آگ جلائیں اور اس آگ میں جو کچھ ہمارے ساتھ

عَيْنٌ وَّلَا اَثَرٌ۔

وَلَقَدْ فَعَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اَقْسَمَ عَلَيْهِ۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا جیسی قسم فرمائی تھی۔

اور جب آپ سامری کے فتنہ کو مٹا چکے تو بنی اسرائیل سے مخاطبہ فرمایا:

"اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا تمہارا معبود تو وہی ہے جو اللہ ہے۔ جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وسیع ہے ہر شے پر اس کا علم۔"

یعنی تمہارا وہ معبود جو مستحق عبادت ہے وہ اللہ عزوجل ہے ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔

اس کے بعد جملہ مستانفہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ارشاد ہے:

"كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾۔

ہم ایسے ہی آپ کے سامنے خبریں گزشتہ سناتے ہیں اور ہم نے آپ کو اے محبوب اپنے پاس سے ایک ذکر عطا فرمایا۔ جو اس سے منحرف ہو تو وہ بے شک اپنے گناہوں کا بوجھ قیامت کے دن اٹھائے گا اور ہمیشہ اس میں رہے اور بہت برا ہے قیامت کے دن وہ بوجھ۔ جس دن صور پھونکا جائے گا اور محشور کریں گے ہم مجرموں کو اس دن ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی۔ اور آپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے ہم تم دنیا میں دس دن سے زائد نہ رہے۔ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جب کہ ان میں سب سے تیز رائے دینے والا کہے گا کہ تم صرف ایک دن ہی رہے تھے۔"

یعنی قرآن کریم وہ ذکر عظیم ہے کہ اس میں تمام قصص ماضیہ کا بیان ہے اور وہ ہم نے اے محبوب آپ کی طرف اپنے پاس سے نازل کیا ہے اس میں نجات اور برکتیں ہیں تو جو اس سے منحرف ہو اور ایمان نہ لائے اور اس کی ہدایتوں سے فائدہ نہ اٹھائے اس پر اس کے گناہ کا بوجھ اور بہت بھاری بوجھ ہوگا اور وہ ہمیشہ اس پر رہے گا۔

جب نفخ صور ثانی فرما کر ہم سب کو محشور کریں گے اور مجرمین سراسیمگی سے کالا منہ لئے نیلی آنکھوں سے اہوال قیامت سے خوفزدہ دنیا کی عارضی عیش یاد کر کے کہیں گے کہ ہم دنیا میں دس دن سے زائد نہ رہے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ احوال قیامت سے خوفزدہ ہو کر دنیا کے قیام کی مدت بھول جائیں گے اور کہیں گے ہم تو اب تک ایک دن دنیا میں رہے۔

يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ کے معنی يُخْفِضُوْنَ اَصْوَاتَهُمْ۔ آہستہ آہستہ کہیں گے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾

اور پوچھتے ہیں آپ سے پہاڑوں کو فرما دیجئے ریزہ ریزہ کر دے گا انہیں میرا رب اڑا کر

اور بعض مفسرین نے یہ بھی کہا کہ جبریل علیہ السلام کے لئے رسول کا اطلاق قرآن کریم میں نہیں اس لئے اس سے جبریل مراد نہیں ہو سکتے یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ میں رسول کریم کا اطلاق جبریل علیہ السلام پر ہو چکا ہے۔

بہر حال اس نے یہ فتنہ برپا کر کے بنی اسرائیل کو فتنہ میں ڈال دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے توبیخ فرماتے ہوئے اس کے لئے دو سزائیں تجویز کیں ایک حیات دنیا میں دوسری عقبیٰ میں اس کا آگے ذکر فرمایا گیا۔

''قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ۔ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اب تو چلتا ہوا ب تیرے لئے حیٰوۃ دنیا میں یہ سزا ہے تو کہتا رہے مجھے کوئی نہ چھوئے اور بے شک تیرے لئے ایک وعدہ کا وقت ہے جو خلاف نہ ہوگا۔''

یعنی دنیا میں اب تو ایسا راندہ ہوا رہے گا کہ تجھ سے جو بھی ملے گا وہ بخار اور شدید بخار میں مبتلا ہو جائے گا اور اس کے ساتھ تجھے بھی سخت بخار ہو جائے گا لہٰذا پکارتا رہ کہ مجھ سے کوئی نہ ملے۔ اس لئے کہ اب تجھ سے ملنا ملاقات کرنا اور مکالمت۔ خرید و فروخت ہر شے حرام ہے چنانچہ سامری جنگل میں یہی شور مچاتا پھرتا تھا کہ مجھ سے کوئی چھو نہ جائے۔ آخر ش وحشیوں اور درندوں میں بقیہ زندگی نہایت تلخ گزار رہا تھا۔ اور آخرت کا عذاب بعد میں علیحدہ ہے۔

چنانچہ علامہ ابوالسعو درحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَیْ اِنَّ لَکَ مُدَّةَ حَيَاتِکَ اَنْ تُفَارِقَ النَّاسَ مُفَارَقَةً كُلِّيَّةً لٰكِنْ بِحَسْبِ الْاِخْتِيَارِ بِمُوْجِبِ التَّكْلِيْفِ بَلْ بِحَسْبِ الْاِضْطِرَارِ الْمُلْجِئِ اِلَيْهَا وَ ذٰلِکَ اَنَّهٗ تَعَالٰى رَمَاهُ بِدَاءٍ عُقَامٍ لَايَكَادُ يَمَسُّ اَحَدًا اَوْ يَمَسُّهٗ اَحَدٌ كَائِناً مَنْ كَانَ اِلَّا حُمَّ مِنْ سَاعَتِهٖ حُمًّى شَدِيْدَةً فَتَحَامَى النَّاسَ وَ تَحَامُوْهُ وَكَانَ يَصِيْحُ بِاَقْصٰى صَوْتِهٖ لَا مِسَاسَ وَ حُرِّمَ عَلَيْهِمْ مُلَاقَاتُهٗ وَ مُكَالَمَتُهٗ وَ مُوَاكَلَتُهٗ وَ مُبَايَعَتُهٗ وَ غَيْرُ ذٰلِکَ مِمَّا يَعْتَادُ جَرْيَانُهٗ فِيْمَا بَيْنَ النَّاسِ مِنَ الْمُعَامَلَاتِ وَ صَارَ بَيْنَ النَّاسِ اَوْحَشَ مِنَ الْقَاتِلِ اِلَى الْحَرَمِ وَ مِنَ الْوَحْشِ النَّافِرِ فِي الْبَيْدَاءِ۔

(اس عبارت کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے۔)

چنانچہ کسی شاعر نے بھی اسے مثال میں بیان کیا:

فَاَصْبَحَ　ذٰلِکَ　كَالسَّامِرِيِّ　اِذْ قَالَ مُوْسٰى لَهٗ لَا مِسَاسَ

اور مساس کی لغوی تحقیق یہ ہے۔ وَالْمِسَاسُ مَصْدَرُ مَاسَّ كَقِتَالٍ مَصْدَرُ قَاتَلَ وَ هُوَ مَنْفِيٌّ بِلَاءِ الَّتِي لِنَفْيِ الْجِنْسِ وَاُرِيْدَ بِالنَّفْيِ النَّهْيُ اَیْ لَا تَمَسَّنِیْ وَلَا اَمَسُّکَ۔

وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ کے یہ معنی ہیں کہ لَنْ يُخْلِفَکَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذَالِکَ الْوَعْدَ۔ اللہ تعالیٰ کبھی آخرت کے عذاب کے وعدہ کے خلاف نہ فرمائے گا۔ آگے ارشاد ہے۔

''وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا۔ اور دیکھ اپنے معبود کو جس کے اوپر آسن مارے بیٹھا رہتا ہے قسم بہ خدا ہم ضرور اسے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہائیں گے۔''

لَنَنْسِفَنَّهٗ۔ اَیْ لَنُذْرِيَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا - مَصْدَرٌ مُّؤَكِّدٌ اَیْ لَنَفْعَلَنَّ بِهٖ ذَالِکَ بِحَيْثُ لَايَبْقٰى مِنْهُ

تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۚ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَآءِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ﴿٩٤﴾

ہارون نے کہا اے میری ماں جائے نہ پکڑ میری داڑھی اور میرے سر کے بال مجھے ڈر ہوا کہ تم کہو گے تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور نہ انتظار کیا تو نے میرے حکم کا

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾

فرمایا موسیٰ نے اب تیرا کیا حال ہے اے سامری۔

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ﴿٩٦﴾

بولا میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو میں نے ایک مٹھی فرشتہ کے نشان سے پکڑی تو اسے ڈال دیا میں نے اور میرے دل میں یہی اچھا معلوم ہوا

قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ ۖ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهُ ۚ وَانْظُرْ إِلَىٰ إِلٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۖ لَنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾

فرمایا موسیٰ نے تو چلتا بن اب تیرے لئے دنیا کی زندگی میں یہ ہے کہ تو کہے مجھے چھو نہ جائے اور بے شک تیرے لئے ایک وعدہ کا وقت ہے جو ہرگز خلاف نہ ہوگا اور دیکھ طرف اپنے معبود کی جس کا تو پڑی دے رہا ہے۔ قسم بخدا ہم اسے جلائیں گے پھر اسے ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہادیں گے

إِنَّمَآ إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِي لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

تمہارا معبود تو وہی ہے جو اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر شے پر وسیع ہے اس کا علم

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾

ایسے ہی ہم بیان فرماتے ہیں تم پر پچھلی خبریں جو گزر چکیں اور بے شک دیا ہم نے تمہیں اپنے پاس سے ایک ذکر

مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾

جو منحرف ہوا اس سے تو بے شک وہ قیامت کے دن اٹھائے گا اپنا بوجھ

خٰلِدِينَ فِيهِ ۖ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾

ہمیشہ اس میں رہے اور بہت برا ہے قیامت کے دن کا وہ بوجھ

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾

جس دن پھونکا جائے صور اور اٹھائیں ہم مجرموں کو اس دن وہ نیلی آنکھ والے ہوں گے

يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾

خفیہ آپس میں کہتے ہوں گے ہم تو دنیا میں نہ رہے مگر دس رات دن

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۝۱۰۴

ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جبکہ کہے ان میں بہتر رائے والا اتم نہ ٹھہرے مگر ایک دن

حل لغات پانچواں رکوع۔سورۃ طٰہٰ۔پ ۱۶

وَلَقَدْ۔اور بے شک	قَالَ۔کہا	لَهُمْ۔ان کو	هٰرُوْنُ۔ہارون نے
مِنْ قَبْلُ۔پہلے	يٰقَوْمِ۔اے میری قوم	اِنَّمَا۔یقیناً	فُتِنْتُمْ۔تم فتنہ میں پڑے
بِهٖ۔اس کے ساتھ	وَاِنَّ۔اور بے شک	رَبَّكُمُ۔تمہارا رب	الرَّحْمٰنُ۔بخشنے والا ہے
فَاتَّبِعُوْنِيْ۔تو تم میری پیروی کرو		وَاَطِيْعُوْٓا۔اور اطاعت کرو	اَمْرِيْ۔میرے حکم کی
قَالُوْا۔بولے	لَنْ۔ہرگز نہ	نَّبْرَحَ۔ٹلیں گے ہم	عَلَيْهِ۔اس پر
عٰكِفِيْنَ۔بیٹھے رہیں گے	حَتّٰى۔یہاں تک کہ	يَرْجِعَ۔لوٹے	اِلَيْنَا۔ہماری طرف
مُوْسٰى۔موسیٰ	قَالَ۔فرمایا	يٰهٰرُوْنُ۔اے ہارون	مَا۔کس نے
مَنَعَكَ۔روکا تجھ کو	اِذْ۔جب	رَاَيْتَهُمْ۔دیکھا تم نے ان کو	ضَلُّوْٓا۔کہ وہ گمراہ ہوئے
اَلَّا۔کیا نہ	تَتَّبِعَنِ۔پیروی کی تو نے میری		اَفَعَصَيْتَ۔کیا نافرمانی کی
تو نے	اَمْرِيْ۔میرے حکم کی	قَالَ۔فرمایا	يَبْنَؤُمَّ ۔ اے میری ماں
کے بیٹے	لَا تَاْخُذْ۔نہ پکڑ	بِلِحْيَتِيْ۔میری داڑھی	وَلَا۔اور نہ
بِرَاْسِيْ۔میرا سر	اِنِّيْ۔بے شک میں	خَشِيْتُ۔ڈرا	اَنْ۔یہ کہ
تَقُوْلَ۔تو کہے کہ	فَرَّقْتَ۔تفرقہ ڈال دیا تو نے	بَيْنَ۔درمیان	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۔ بنی
اسرائیل کے	وَلَمْ۔اور نہ	تَرْقُبْ۔انتظار کیا تو نے	قَوْلِيْ۔میرے حکم کا
قَالَ۔فرمایا	فَمَا۔پھر کیا	خَطْبُكَ۔حال ہے تیرا	يٰسَامِرِيُّ۔اے سامری
قَالَ۔بولا	بَصُرْتُ۔میں نے دیکھا	بِمَا۔وہ کچھ جو	لَمْ۔نہ
يَبْصُرُوْا۔دیکھا انہوں نے	بِهٖ۔اس کو	فَقَبَضْتُ۔تو پکڑی میں نے	قَبْضَةً۔ایک مٹھی
مِّنْ اَثَرِ۔نشان قدم	الرَّسُوْلِ۔رسول سے	فَنَبَذْتُهَا۔تو میں نے ڈال دیا اس کو	
وَكَذٰلِكَ۔اور اسی طرح	سَوَّلَتْ۔اچھا جانا	لِيْ۔میرے لئے	نَفْسِيْ۔میرے نفس نے
قَالَ۔فرمایا	فَاذْهَبْ۔جا	فَاِنَّ۔بے شک	لَكَ۔تیرے لئے
فِي الْحَيٰوةِ۔زندگی میں	اَنْ۔یہ کہ	تَقُوْلَ۔کہے تو	لَا مِسَاسَ۔نہ چھونا
وَاِنَّ لَكَ۔اور یقیناً تیرے لئے	مَوْعِدًا۔وعدہ ہے	لَّنْ۔ہرگز نہ تو	تُخْلَفَهٗ۔خلاف پائے گا اسے
وَانْظُرْ۔اور دیکھ تو	اِلٰٓى۔طرف	اِلٰهِكَ۔اپنے معبود کی	الَّذِيْ۔وہ جو
ظَلْتَ۔رہا تو	عَلَيْهِ۔اس پر	عَاكِفًا۔دھرنا مارتا	لَنُحَرِّقَنَّهٗ۔ہم جلا دیں گے

پھر حضرت ہارون علیہ السلام ان سے علیحدہ ہو گئے اور ان کے ساتھ بارہ ہزار وہ بھی چلے گئے جنہوں نے بچھڑا نہ پوجا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور سے واپس تشریف لائے تو آپ نے ان کی سرنائی قرنائی اور رقص وشہنائی کی آواز سن کر فرمایا۔ یہ فتنہ کی آواز ہے یہ لوگ اس ڈھلے ہوئے بچھڑے کے گرد ناچتے اور گاتے بجاتے تھے۔ آپ نے اپنے ہمراہی ستر آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام پر غیرت دینی میں عتاب کیا اور آپ کے سر کے بال اپنے داہنے ہاتھ میں اور داڑھی بائیں ہاتھ میں پکڑ کر کھینچی جیسا کہ دوسری جگہ مفصل ذکر ہے وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ۔ اور فرمایا جب تم نے انہیں گمراہی میں دیکھا تھا تو تم میری طرف کیوں نہ آ گئے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے عذر کیا اور کہا بھائی جان میں اس سے خائف ہوا کہ تم آ کر یہ کہتے کہ بنی اسرائیل میں تو نے تفرقہ ڈال دیا اور میرے آنے کا انتظار نہ کیا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تو نے یہ کیا کیا وہ بولا مجھے جبریل گھوڑے پر نظر آئے میں نے ان کے گھوڑے کے سم کی مٹی لے کر اس بچھڑے میں ڈال دی تھی۔ کیونکہ وہ فرس حیات تھا میرے خیال میں یہی آیا چنانچہ وہ بولنے لگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب تیرے بچھڑے کو ریزہ ریزہ کر کے دریا میں ڈالوں گا لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا۔ کا یہی مفہوم ہے اور تیری یہ سزا ہے کہ تو سب سے دور اور رسوا رہے گا جو تیرے پاس آئے گا اسے بھی اور تجھے بھی بخار چڑھ جائے گا۔

اور اس تکلیف سے تو خود ہی منادی کرتا پھرے گا لَا مِسَاسَ۔ مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ اور میرے پاس کوئی نہ آئے۔

وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ۔ اور آخرت کی سزا تیرے لئے علیحدہ ایک وقت معین پر ہوگی جس کے خلاف نہ ہوگا۔

اور پھر مخاطب کر کے فرمایا تمہارا معبود تو اللہ ہے جس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔ یہ تو رکوع پنجم کی تفسیر کا خلاصہ ہے۔ آخر میں ارشاد ہوا اسی طرح اے محبوب ہم گزشتہ لوگوں کے قصہ آپ کو سناتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنی طرف سے ذکر یعنی قرآن عطا فرمایا۔ تو جو اس سے انحراف کرے اور منہ پھیرے وہ قیامت کے دن اپنی گٹھڑی آپ اٹھائے گا۔

اور جس دن صور پھونکا جائے گا اور یہ زندہ محشور ہوں گے تو ان پر ایسی سراسیمگی طاری ہوگی کہ آنکھیں نیلی پڑ جائیں گی اور دنیا میں جو سالہا سال عیش اڑائے تھے وہ انہیں دس دن کے برابر سمجھیں گے بلکہ ان کے زیادہ سمجھدار تو ایک دن کے برابر جانیں گے اب ہر آیت کی علیحدہ تفسیر ملاحظہ ہو۔

جب حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں سامری کے فتنے سے مطلع فرما کر فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْۤا اَمْرِيْ فرمایا تو بنی اسرائیل نہ مانے اور صاف جواب دیا۔

"قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى۔ بولے ہم تو اب اسی بچھڑے کی عبادت پر قائم رہیں گے حتیٰ کہ ہماری طرف موسیٰ لوٹ کر آئیں۔"

گویا سامری نے جو انہیں کہہ دیا تھا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ فَنَسِيَ کہ یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے اور موسیٰ معاذ اللہ بھول گئے ہیں۔

اس کو	ثُمَّ۔ پھر	لَنَنْسِفَنَّهٗ۔ ضرور بہادیں گے اس کو	
فِی الْیَمِّ۔ دریا میں	نَسْفًا۔ بہانا	اِنَّمَآ۔ سوائے اس کے نہیں	اِلٰهُكُمُ۔ تمہارا معبود
اللّٰهُ۔ اللہ ہے	الَّذِیْ۔ وہ کہ	لَآ اِلٰهَ۔ نہیں کوئی معبود	اِلَّا۔ مگر
هُوَ۔ وہی	وَسِعَ۔ گھیرا اس نے	كُلَّ۔ ہر	شَیْءٍ۔ چیز کو
عِلْمًا۔ علم سے	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	نَقُصُّ۔ بیان کرتے ہیں ہم	عَلَیْكَ۔ تجھ پر
مِنْ اَنْۢبَآءِ۔ خبریں	مَا۔ جو	قَدْ۔ ضرور	سَبَقَ۔ پہلے گزر چکیں
وَقَدْ۔ اور بے شک	اٰتَیْنٰكَ۔ دیا ہم نے تجھے	مِنْ لَّدُنَّا۔ اپنے پاس سے	ذِكْرًا۔ قرآن
مَنْ۔ جو	اَعْرَضَ۔ منہ پھیرے گا	عَنْهُ۔ اس سے	فَاِنَّهٗ۔ تو وہ
یَحْمِلُ۔ اٹھائے گا	یَوْمَ۔ دن	الْقِیٰمَةِ۔ قیامت کے	وِزْرًا۔ بوجھ
خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہیں	فِیْهِ۔ اس میں	وَسَآءَ۔ اور برا ہے	لَهُمْ۔ ان کے لئے
یَوْمَ۔ دن	الْقِیٰمَةِ۔ قیامت کے	حِمْلًا۔ بوجھ	یَّوْمَ۔ جس دن
یُنْفَخُ۔ پھونکا جائے گا	فِی الصُّوْرِ۔ صور میں	وَنَحْشُرُ۔ اور اکٹھا کریں گے ہم	
الْمُجْرِمِیْنَ۔ مجرموں کو	یَوْمَىٕذٍ۔ اس دن	زُرْقًا۔ نیلی آنکھوں والے	یَّتَخَافَتُوْنَ۔ آہستہ بولیں گے
بَیْنَهُمْ۔ آپس میں	اِنْ۔ نہیں	لَّبِثْتُمْ۔ ٹھہرے تم	اِلَّا۔ مگر
عَشْرًا۔ دس روز	نَحْنُ۔ ہم	اَعْلَمُ۔ اچھا جانتے ہیں	بِمَا۔ جو
یَقُوْلُوْنَ۔ وہ کہیں گے	اِذْ۔ جب	یَقُوْلُ۔ کہے گا	اَمْثَلُهُمْ۔ بہتر ان کا
طَرِیْقَةً۔ راہ میں	اِنْ۔ نہیں	لَّبِثْتُمْ۔ ٹھہرے تم	اِلَّا۔ مگر
یَوْمًا۔ ایک دن			

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع۔ سورۂ طٰہٰ۔ پ ۱۶

"وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَ اَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ ۞ ۔ اور بے شک فرمایا ان سے ہارون نے اس سے قبل کہ اے میری قوم ضرور ہے کہ تم اس کے سبب فتنے میں مبتلا ہو گئے اور بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے تو میرے حکم کی پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔"

آیۂ کریمہ میں جملہ قسمیہ موکدہ سے بیان شروع فرمایا گیا گویا ارشاد ہے:

وَ بِاللّٰهِ لَقَدْ نَصَحَ لَهُمْ هٰرُوْنُ وَ نَبَّهَهُمْ عَلٰی كُنْهِ الْاَمْرِ مِنْ قَبْلِ رُجُوْعِ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَیْهِمْ۔ یعنی بہ قسم ارشاد ہے کہ بے شک ہارون علیہ السلام نے قوم کو ہدایت فرمائی اور حکم کی کنہ سے مطلع کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے سے قبل اور گوسالہ پرستی سے روکا تھا اور سمجھا دیا تھا مگر وہ نہ مانے۔

اب تمام رکوع کا خلاصہ اول سمجھ لینا ضروری ہے اس کے بعد ہر آیت کے ماتحت تفسیر ہوگی۔

اس بیان پر ان کے دل میں یہ بیج گیا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو اس بچھڑے کی پوجا پر متفق ہو جائیں گے۔ معاذ اللہ۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ جواب ان کے حمق سے تھا اور راست روی کے خلاف۔ چنانچہ ان کا یہ جواب سن کر بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام ان سے علیحدہ ہو گئے اور ان کی معیت میں بارہ ہزار بنی اسرائیل بھی آ گئے جنہوں نے بچھڑا پوجنا گوارہ نہ کیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام جب میقات سے واپس تشریف لائے تو فرمایا:

"قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ۔ اے ہارون کس چیز نے تمہیں روکا جبکہ تم نے انہیں گمراہ دیکھا تھا اس امر سے کہ تم میرے پیچھے آ جاتے کیا تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی۔" ابوحیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَنْ يَكُوْنَ الْمَعْنٰى مَا مَنَعَكَ مِنْ اَنْ تَلْحَقَنِيْ اِلٰى جَبَلِ الطُّوْرِ بِمَنْ اٰمَنَ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا کہ تم میرے پاس جبل طور پر معہ اس جماعت بنی اسرائیل کیوں نہ آ گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت ہارون مصریوں کے محبوب اور رئیس تھے اور موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ رئیس محبوب کی مفارقت قوم کے دلوں پر بہت شاق گزرا کرتی ہے اس وجہ میں فرمایا کہ تم علی الفور ان سے علیحدہ کیوں نہ ہو گئے کہ ان کے لئے وہ زجر و توبیخ کا کام کرتا اسی لئے میں سمجھا کر گیا تھا۔

اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ۔ تو تم نے میری نافرمانی کی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب دیا:

"قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَ لَا بِرَاْسِيْ۔ فرمایا اے میری ماں جائے میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑو۔"

رُوِيَ اَنَّهٗ اَخَذَ شَعْرَ رَاْسِهٖ بِيَمِيْنِهٖ وَ لِحْيَتَهٗ بِشِمَالِهٖ۔ آپ نے غصہ میں دائیں ہاتھ سے سر کے بال اور بائیں ہاتھ سے داڑھی پکڑ رکھی تھی اس لئے کہ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَدِيْدًا مُتَصَلِّبًا غَضُوْبًا لِلّٰهِ تَعَالٰى۔ آپ شرعی امور میں بہت سخت متصلب اور غضب ناک تھے تو جب قوم کا وہ حال دیکھا تو اسی کو مغضوب بنانا تھا جس پر زور تھا اور وہ ماں جایا بھائی ہو سکتا تھا۔ وَ غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ تَقْصِيْرُ هَارُوْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے گمان میں حضرت ہارون علیہ السلام کا قصور تھا وَ اِنْ لَمْ يَخْرُجْ عَنْ دَائِرَةِ الْعِصْمَةِ الثَّابِتَةِ لِلْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ اگرچہ یہ قصور ایسا نہ تھا جو موسیٰ علیہ السلام نے گمان کیا کہ وہ ہارون علیہ السلام کو دائرہ عصمت سے بھی خارج کر دیتا جو انبیاء کرام کے لئے ثابت ہے بلکہ تادیبا یہ اقدام موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھا۔

چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام نے معذرت میں فرمادیا:

"اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ مجھے یہ خوف ہوا کہ تم کہتے کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔"

حَيْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِيْ اَيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَهُمْ غَيْرَ مُرَاعٍ قَوْلِيْ۔

اس کے بعد آپ سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ۔ تو تیرا کیا حال ہے اے سامری۔" اور تو نے یہ شرارت کیوں کی تو وہ بولا:

"قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ۔ کہنے لگا عَلِمْتُ بِمَا لَمْ يَعْلَمْهُ الْقَوْمُ وَ فَطِنْتُ بِمَا لَمْ يَفْطَنُوْا لَهٗ۔ میں نے وہ جانا جو قوم نہیں جان سکی اور میرا گمان ادھر گیا جس طرف قوم کا گمان نہ گیا۔"

"فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ۔ وَاَثَرِ الْفَرَسِ التُّرَابَ الَّذِيْ تَحْتَ حَافِرِهٖ۔ تو میں ایک مٹھی جبریل کے گھوڑے کے سم کے نیچے سے اٹھالایا۔ اَيْ اَلْقَيْتُهَا فِي الْحُلِيِّ الْمُذَابِ وَ قِيْلَ فِيْ جَوْفِ الْعِجْلِ۔ تو میں نے وہ پگھلے ہوئے زیور میں ڈال دی ایک قول ہے کہ وہ میں نے بچھڑے کے سانچہ میں ڈال دی۔ فَكَانَ مَا كَانَ۔ تو وہ ہوگیا جو ہوگیا۔

ابن جریر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں:

رَاٰى جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ فَلْقِ الْبَحْرِ عَلٰى فَرَسِهٖ فَعَرَفَهٗ لِمَا اَنَّهٗ كَانَ يَغْذُوْهُ صَغِيْرًا حِيْنَ خَافَتْ عَلَيْهِ اُمُّهٗ فَاَلْقَتْهُ فِيْ غَارٍ فَاَخَذَ قَبْضَةً مِّنْ تَحْتِ حَافِرِ الْفَرَسِ وَاُلْقِيَ فِيْ رَوْعِهٖ اِنَّهٗ لَايُلْقِيْهَا عَلٰى شَيْءٍ فَيَقُوْلُ كُنْ كَذَا اِلَّا كَانَ۔

دریا پھٹنے والے دن سامری نے جبریل علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھا تو اس نے پہچان لیا کہ یہ وہی ہیں جو میرے لئے میری صغر سنی میں غذا دیتے تھے جبکہ اس کی ماں نے اس کے مارے جانے کے خوف سے ایک غار میں ڈال دیا تھا جس کا مفصل حال اول ہم بیان کر چکے ہیں۔

تو اس نے اس گھوڑے کے سم کی خاک اٹھالی اور اس کے دل میں القاء ہوا کہ یہ خاک کسی شے پر ڈال کر کہا جائے کہ یہ ہوجا تو وہ وہی شے ہوجائے گی۔

وَ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَّهٗ رَاٰهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَاكِبًا عَلٰى فَرَسٍ حِيْنَ جَاءَ لِيَذْهَبَ بِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى الْمِيْقَاتِ وَلَمْ يَرَهٗ اَحَدٌ غَيْرُهٗ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَخَذَ مِنْ مَوْطِئِ فَرَسِهٖ قَبْضَةً مِّنَ التُّرَابِ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

وَ فِيْ بَعْضِ الْاٰثَارِ اَنَّهٗ رَاٰهُ كُلَّمَا رَفَعَ الْفَرَسُ يَدَيْهِ اَوْ رِجْلَيْهِ عَلَى التُّرَابِ الْيَبْسِ يَخْرُجُ النَّبَاتُ فَعَرَفَ اَنَّ لَهٗ شَانًا فَاَخَذَ مِنْ مَوْطِئِهٖ حَفْنَةً وَ ذَالِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ۔

بعض احادیث سے ثابت ہے کہ سامری نے دیکھا کہ جب جبریل علیہ السلام کا گھوڑا اگلے اور پچھلے قدم اٹھاتا تو خشک مٹی سے گھاس اگ آتا اس نے سمجھ لیا کہ اس میں شان حیات ہے اسی کا تذکرہ آیۂ کریمہ میں ہے۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ۔ یعنی میں نے جبریل کے گھوڑے کے سم کی مٹی اٹھالی اور وہ اس میں ڈال دی اور یہ کام میں نے بلاکسی کے مشورہ کے کیا تھا۔ جیسا کہ آگے ذکر ہے۔

"وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ۔ ایسا ہی میرے جی میں آیا اور میرے گمان میں اچھا معلوم ہوا۔"

فَوَعِزَّتِکَ مَا اَضَلَّ قَوْمِیْ اَحَدٌ غَیْرُکَ قَالَ صَدَقْتَ یَا حَکِیْمَ الْحُکَمَاءِ لَا یَنْبَغِیْ لِحَکِیْمٍ اَنْ یَکُوْنَ اَحْکَمُ مِنْکَ۔

موسیٰ علیہ السلام جب اپنے رب کے حضور مشغول مناجات تھے تو آپ نے اپنی پشت کی طرف سے کچھ آوازیں سنیں۔ عرض کیا الٰہی میں کچھ آوازیں سن رہا ہوں۔ ارشاد ہوا موسیٰ تمہاری قوم گمراہ ہو گئی عرض کیا الٰہی اسے کس نے گمراہ کیا؟ فرمایا سامری نے عرض کیا وہ کس طرح؟ ارشاد ہوا اس نے ایک بچھڑا ڈھالا جس میں آواز بچھڑے کی ہے۔ عرض کیا الٰہی یہ بچھڑا تو سامری نے ڈھالا لیکن اس میں آواز کی روح کس نے ڈالی؟ فرمایا ہم نے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی تیری عزت و جلال کی قسم۔ میری قوم کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں مگر جب تو چاہے۔

ارشاد ہوا اے حکیم الحکماء تو نے سچ کہا اور یہ فیصلہ تو ہی کر سکتا تھا۔

''فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۚ فَنَسِیَ۔ تو سامری بولا خدا تو یہ ہے تمہارا اور موسیٰ کا وہ بھول گئے۔''

یَعْنِیْ فَغَفَلَ عَنْهُ مُوْسٰى وَ ذَهَبَ یَطْلُبُهٗ فِی الطُّوْرِ۔ معاذ اللہ موسیٰ خدا کو ڈھونڈنے طور پر گئے اور خدا یہاں بول رہا ہے لہٰذا تم اسے پوجو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فَاَظْهَرَ السَّامِرِیُّ النِّفَاقَ فَتَرَکَ مَا کَانَ فِیْهِ مِنْ اِسْرَارِ الْکُفْرِ۔ اب سامری نے اپنا نفاق ظاہر کیا اور کفر پر جو پردے ڈال رکھے تھے سب اٹھا دیئے اور قوم چوں کہ حدیث الایمان اور قدیم الشرک تھی اس کی پوجا کی طرف جھک گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّ لَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔ تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا انہیں کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا اور وہ ان کے برے بھلے کا قطعاً مالک نہیں۔''

یعنی بقول ان کے موسیٰ تو اپنے معبود کو بھول گئے اور بچھڑے کو یہاں چھوڑ کر طور پر آ گئے لیکن یہ بچھڑا ہی سامری نے قوم سے پجوایا وہ کسی قسم کے نفع وضرر میں متصرف بھی ہے؟ اور کیا انہیں جواب بھی دے سکتا ہے؟ اور جو خود اپنی مکھی بھی نہ اڑا سکے وہ کسی کے نفع وضرر کا کیسے مالک ہو سکتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

وَ لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَ اَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ ﴿۹۰﴾	اور بے شک فرما دیا تھا ہارون نے اس سے قبل ان کو کہ اے میری قوم یوں ہی ہے کہ تم فتنے میں پڑے اس کے سبب اور بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے تو میری پیروی کرو اور اطاعت کرو میرے حکم کی
قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْهِ عٰكِفِیْنَ حَتّٰى یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾	بولے ہم تو اسی حال میں ہمیشہ رہیں گے حتیٰ کہ لوٹ کر آئیں ہماری طرف موسیٰ
قَالَ یٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ ﴿۹۳﴾	فرمایا موسیٰ نے اے ہارون کس چیز نے تمہیں روکا جب دیکھا تم نے انہیں گمراہ ہوتے کہ میرے پیچھے آتے تو کیا

زیور ہے ڈال دیں چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا اور سامری پہلے سے اس گڑھے کی جگہ بچھڑے کا قالب بنا چکا تھا۔

جبریل علیہ السلام کے مرکب (سواری) کے سم کی خاک کا قصہ

وَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ اِسْحٰقَ وَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ لَمَّا فَصَلَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى رَبِّهٖ سُبْحٰنَهٗ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّكُمْ قَدْ حُمِّلْتُمْ اَوْزَارًا اَمِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ اَيْ فِرْعَوْنَ وَ اَمْتِعَتِهٖ وَ حُلِيًّا فَتَطَهَّرُوْا مِنْهَا فَاِنَّهَا رِجْسٌ وَاَوْقَدَ لَهُمْ نَارًا فَقَالَ لَهُمُ اقْذِفُوْا مَا مَعَكُمْ مِنْ ذَالِكَ فِيْهَا فَجَعَلُوْا يَاْتُوْنَ بِمَا مَعَهُمْ فَيَقْذِفُوْنَهٗ فِيْهَا فَجَاءَ السَّامِرِيُّ وَ مَعَهٗ تُرَابٌ مِّنْ اَثَرِ حَافِرِ فَرَسِ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَقْبَلَ اِلَى النَّارِ فَقَالَ لِهٰرُوْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَ اُلْقِيْ مَا فِيْ يَدِيْ فَقَالَ نَعَمْ وَلَا يَظُنُّ هَارُوْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَّا اَنَّهٗ كَبَعْضِ مَا جَاءَ بِهٖ غَيْرُهٗ مِنْ ذَالِكَ الْحُلِيِّ وَالْاَمْتِعَةِ فَقَذَفَهٗ فِيْهَا فَقَالَ كُنْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَكَانَ لِلْبَلَاءِ وَالْفِتْنَةِ۔

یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے حضور طور کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ہارون علیہ السلام نے قوم کو فرمایا تم جو بوجھ زینت قوم کا فرعون کی قوم سے لائے ہو زیور اور دوسرے سامان اس سے پاک ہو جاؤ کہ وہ رجس ہے۔ اور آگ دہکائی پھر فرمایا:

''اس میں سب کچھ ڈال دو'' تو بنی اسرائیل لاتے تھے اور اس میں ڈال رہے تھے کہ سامری بھی وہ مٹی ہمراہ لایا جو اس نے جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے سم کی اٹھائی تھی اور آگ کی طرف چلا اور حضرت ہارون علیہ السلام سے عرض کی یا نبی اللہ! میرے ہاتھ میں جو ہے وہ بھی ڈال دوں؟

آپ نے فرمایا ہاں اور حضرت ہارون علیہ السلام کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ اس میں کچھ دھوکہ ہے بلکہ آپ یہی سمجھ رہے تھے کہ جیسے اور لوگ اپنے اپنے زیورات لا رہے ہیں یہ بھی اپنے حصہ کا زیور اور سامان لایا ہے اور آگ میں ڈال رہا ہے۔ چنانچہ ڈال کا پکارا بچھڑا ہو جا مجسمہ کی صورت میں کہ آواز دے۔ تو یہ بلا اور فتنہ تھا جس کی ابتداء یوں ہوئی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد وہ زیورات جمع کرا کر رکھ دیئے اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو جیسا وہ حکم دیں گے اس پر عمل کیا جائے گا۔

ایک روایت یہ ہے کہ سامری نے اسے گلا کر بچھڑا ڈھال دیا اور اس میں کچھ ایسے سوراخ رکھے کہ ہوا کے آنے جانے پر آواز پیدا ہوتی تھی۔

اور خوار چونکہ بچھڑے کی آواز کو کہتے ہیں تو وہ آواز بچھڑے کی سی آتی تھی۔

اور ابن مردویہ کعب بن مالک سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا وَعَدَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ يُّكَلِّمَهٗ خَرَجَ لِلْوَقْتِ الَّذِيْ وَعَدَهٗ فَبَيْنَمَا هُوَ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ اِذْ سَمِعَ خَلْفَهٗ صَوْتًا فَقَالَ اِلٰهِيْ اِنِّيْ اَسْمَعُ خَلْفِيْ صَوْتًا قَالَ لَعَلَّ قَوْمَكَ ضَلُّوْا قَالَ اِلٰهِيْ مَنْ اَضَلَّهُمْ قَالَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ قَالَ فِيْمَ اَضَلَّهُمْ قَالَ صَاغَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهٗ خُوَارٌ قَالَ اِلٰهِيْ هٰذَا السَّامِرِيُّ صَاغَ لَهُمُ الْعِجْلَ فَمَنْ نَفَخَ فِيْهِ الرُّوْحَ حَتّٰى صَارَ لَهٗ خُوَارٌ قَالَ اَنَا قَالَ

فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾
لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿١٠٧﴾

تو چھوڑ دے گا اسے بنجر زمین مساوی السطح کہ تو اس میں نیچا اونچا نہ دیکھے گا

يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ
الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾

اس دن پیچھے دوڑیں گے پکارنے والے کے کہ اس میں کجی نہ ہوگی اور خوفزدہ ہوں گی آوازیں رحمٰن کے حضور تو تو نہ سنے گا مگر بھنبھناہٹ ۱۱

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ
الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾

اس دن نہ فائدہ دے گی کسی کی سفارش مگر اس کی جسے رحمٰن نے اذن دے دیا اور اس کی بات پسند کی

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ
بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾

وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور ان کا علم اس پر محیط نہیں ہو سکتا

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ
حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾

اور جھک جائیں گے سب منہ اس زندہ قائم رکھنے والے کے حضور اور بے شک نامراد رہا جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا
يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾

اور جس نے نیک عمل کئے اور وہ مومن تھا تو نہیں خوف اسے زیادتی کا اور نہ خوف ہے اسے نقصان کا

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ
الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ
ذِكْرًا ﴿١١٣﴾

اور ایسے ہی ہم نے اتارا قرآن عربی اور طرح طرح کے اس میں عذاب کے وعدے دیئے تا کہ وہ پرہیز گار بنیں یا پیدا ہو ان کے دلوں میں سوچ

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ
مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ
زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾

تو سب سے بلند ہے اللہ، سچا بادشاہ اور جلدی نہ کیا کیجئے قرآن میں اس سے قبل کہ پوری ہو جائے آپ پر وحی اور عرض کرتے رہیں میرے رب زیادہ کر مجھے علم

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ
نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿١١٥﴾

اور بے شک ہم نے تاکیدی حکم دیا تھا آدم کو اس سے پہلے تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا

حل لغات چھٹا رکوع - سورۂ طٰہٰ - پ ۱۶

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ - اور پوچھتے ہیں آپ سے
عَنِ الْجِبَالِ - پہاڑوں کے متعلق
فَقُلْ - آپ کہیں
يَنْسِفُهَا - اڑا دے گا ان کو
رَبِّيْ - میرا رب
نَسْفًا - اڑا دینا
فَيَذَرُهَا - پھر چھوڑ دے گا اس کو
قَاعًا - میدان
صَفْصَفًا - صاف
لَا تَرٰى - نہ دیکھے گا تو
فِيْهَا - اس میں
عِوَجًا - گہرائی
وَّلَآ - اور نہ
اَمْتًا - ٹیلہ
يَوْمَئِذٍ - اس دن
يَّتَّبِعُوْنَ - پیچھے لگیں گے
الدَّاعِيَ - پکارنے والے کے
لَا - نہیں ہوگی
عِوَجَ - کوئی ٹیڑھ
لَهٗ - اس میں

وَخَشَعَتِ۔اور خوفزدہ ہوں گی　الْاَصْوَاتُ۔آوازیں　لِلرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کے حضور

فَلَا۔پھر نہ　تَسْمَعُ۔سنے گا تو　اِلَّا۔مگر　هَمْسًا۔بھنبھناہٹ

111 يَوْمَئِذٍ۔اس دن　لَّا تَنْفَعُ۔نہ نفع دے گی　الشَّفَاعَةُ۔سفارش　اِلَّا۔مگر

مَنْ۔جو آدمی کہ　اَذِنَ۔اجازت دے　لَهُ۔اس کو　الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن

وَرَضِيَ۔اور پسند کرے　لَهٗ۔اس کے لئے　قَوْلًا۔بولنا　يَعْلَمُ۔جانتا ہے

مَا۔جو　بَيْنَ۔ان کے　اَيْدِيْهِمْ۔آگے ہے　وَمَا۔اور جو

خَلْفَهُمْ۔ان کے پیچھے ہے　وَلَا۔اور نہیں　يُحِيْطُوْنَ۔گھیرتے　بِهٖ۔اس کو

عِلْمًا۔علم سے　وَعَنَتِ۔اور جھک جائیں گے　الْوُجُوْهُ۔چہرے　لِلْحَيِّ۔زندہ

الْقَيُّوْمِ۔قائم رکھنے والے کے لئے　وَقَدْ۔اور بے شک　خَابَ۔نامراد ہوا

مَنْ۔جس نے　حَمَلَ۔اٹھایا　ظُلْمًا۔ظلم　وَمَنْ۔اور جو

يَّعْمَلْ۔عمل کرے　مِنَ الصّٰلِحٰتِ۔نیکیوں والے　وَهُوَ۔اور وہ

مُؤْمِنٌ۔مومن ہو　فَلَا۔تو نہ　يَخٰفُ۔ڈرے گا　ظُلْمًا۔ظلم سے

وَّلَا۔اور نہ　هَضْمًا۔نقصان سے　وَكَذٰلِكَ۔اور ایسے ہی　اَنْزَلْنٰهُ۔اتارا ہم نے اس کو

قُرْاٰنًا۔قرآن　عَرَبِيًّا۔عربی　وَّصَرَّفْنَا۔اور طرح طرح سے بیان کئے ہم نے

فِيْهِ۔اس میں　مِنَ الْوَعِيْدِ۔عذاب کے وعدے　لَعَلَّهُمْ۔تاکہ وہ

يَتَّقُوْنَ۔پرہیزگار ہوں　اَوْ۔یا　يُحْدِثُ۔پیدا ہو　لَهُمْ۔ان کے لئے

ذِكْرًا۔سوچ　فَتَعٰلَى۔تو بلند ہے　اللّٰهُ۔اللہ　الْمَلِكُ۔بادشاہ

الْحَقُّ۔سچا　وَلَا۔اور نہ　تَعْجَلْ۔جلدی کر　بِالْقُرْاٰنِ۔قرآن میں

مِنْ قَبْلِ۔پہلے　اَنْ۔اس سے کہ　يُّقْضٰٓى۔پوری کی جائے　اِلَيْكَ۔آپ کی طرف

وَحْيُهٗ۔اس کی وحی　وَقُلْ۔اور کہہ　رَّبِّ۔اے میرے رب　زِدْنِيْ۔زیادہ کر مجھے

عِلْمًا۔علم میں　وَلَقَدْ۔اور بے شک　عَهِدْنَآ۔عہد کیا ہم نے　اِلٰٓى۔طرف

اٰدَمَ۔آدم کی　مِنْ قَبْلُ۔پہلے سے　فَنَسِيَ۔تو وہ بھول گیا　وَلَمْ۔اور نہ

نَجِدْ۔پایا ہم نے　لَهٗ۔اس کا　عَزْمًا۔ارادہ

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع۔سورۃ طٰہٰ۔پ ۱۶

"وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا۔اور آپ سے سوال کرتے ہیں پہاڑوں کے متعلق۔فرما دیجئے ریزہ ریزہ کر دے گا انہیں میرا رب ریزہ کی صورت میں۔تو چھوڑے گا انہیں چٹیل ہموار کہ نہ دیکھے گا تو اس میں کوئی بھی نشیب و فراز۔"

اس کی پیدائش کے موقع پر جب اس کی ماں کو اس امر کا خوف ہوا کہ یہ بھی ذبح کر دیا جائے گا تو اسے ایک غار میں ڈال کر اس کا منہ بند کر آئی۔

تو حضرت روح الامین تشریف لائے اور اپنی انگلیوں سے اسے غذا پہنچائی۔ چنانچہ

ایک انگلی سے دودھ۔

دوسری سے شہد۔

تیسری سے گھی اسے پہنچتا رہا حتیٰ کہ یہ پل پل کر جوان ہو گیا۔

ایک قول ہے کہ سامری نے فتنہ برپا کرنے کا ارادہ کر لیا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام جائیں گے تو یہ فتنہ اٹھائے گا۔

وَ كَانَ عَظِيْمًا مِنْ عُظَمَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مِنْ قَبِيْلَةٍ تُعْرَفُ بِالسَّامِرَةِ وَ هُمْ اِلٰى هٰذِهِ الْغَايَةِ فِي الشَّامِ يُعْرَفُوْنَ بِالسَّامِرِيِّيْنَ۔

یہ بنی اسرائیل کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا ایک قبیلہ کا جو سامرہ کے نام سے مشہور تھا۔

اور وہ اسی وجہ سے شام میں سامریین کے نام سے مشہور ہیں۔

ایک قول ہے کہ وہ خالہ زاد بھائی تھا موسیٰ علیہ السلام کا۔

ایک قول ہے کہ یہ پھوپھی زاد بھائی تھا۔

ایک قول ہے کہ یہ کرمان کا حکیم تھا۔

ایک قول ہے کہ وہ اہل باجرما سے تھا یہ ایک قریہ ہے مصر کے قریب۔

یا موصل کے گاؤں میں سے کوئی گاؤں ہے۔

ایک قول ہے کہ وہ قوم قبط سے تھا اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بظاہر ایمان لا کر مصر سے نکلا تھا۔

ایک قول ہے کہ یہ گائے پوجنے والوں میں سے تھا جو مصر میں تھے۔ پھر یہ بنی اسرائیل میں بظاہر داخل ہو گیا اور دل میں وہی گوسالہ پرستی کا جذبہ تھا۔

چنانچہ اس کے متعلق کسی شاعر نے بھی کہا ہے:

فَمُوْسَى الَّذِيْ رَبَّاهُ جِبْرِيْلُ كَافِرٌ وَ مُوْسَى الَّذِيْ رَبَّاهُ فِرْعَوْنُ مُرْسَلٌ

ایک موسیٰ وہ ہے جسے جبریل نے پرورش کیا اور وہ کافر ہے اور ایک موسیٰ وہ ہے جسے فرعون نے پرورش کیا اور وہ اللہ کا رسول ہے۔

جمہور کا قول اس کے متعلق یہ ہے کہ یہ منافق تھا۔ بظاہر ایماندار اور بباطن کافر۔

"فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا۔ تو پلٹے موسیٰ اپنی قوم کی طرف غضب ناک اور افسوس کرتے ہوئے۔"

جب چالیس راتیں ذوالقعدہ اور عشرۂ ذی الحجہ کی پوری ہو گئیں۔

"قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا۔ فرمایا اے قوم کیا وعدہ تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہ فرمایا تھا۔"

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ عِوَجًا صَدَعًا وَلَا اَمْتًا اَكْمَةً۔ عوج بمعنی گڑھا امتا بمعنی ٹیلہ ہے۔

ایک قول ہے کہ اَلْاَمْتُ الشُّقُوْقُ۔ امت زمین میں درز نہ ہونے کو کہتے ہیں۔

خَشَعَتِ۔ خوفزدہ آواز کے معنی دیتا ہے۔

لَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔ نہ سنے تو مگر بھنبھناہٹ اَیْ صَوْتًا خَفِيًّا خَافِتًا۔

هَمْس بِقِرَاءَ ةِ اُبَيّ یہ معنی دیتا ہے فَلَا يَنْطِقُوْنَ اِلَّا هَمْسًا۔ وہ بول نہ سکیں گے مگر نہایت مخفی طور پر۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں هُوَ تَحْرِيْكُ الشِّفَاءِ بِغَيْرِ نُطْقٍ۔ ہونٹوں کا حرکت کرنا بغیر بولنے کے۔

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ۔ اَیْ ذَلَّتْ وَ خَضَعَتْ سِيْئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ چہروں کا ذلیل ہونا یا سیاہ ہونا یعنی کفار کے منہ کالے ہو جائیں گے۔

ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا۔ ظلم ثواب مستحق کو روکنا۔ وعدہ کے خلاف کرنا۔ اور ہضم۔ کسی کے بدلہ میں کمی کر دینا۔ اَیْ نَقَصَتْ مِنْهُ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں اِنَّ الْمَعْنٰى فَلَا يَخَافُ اَنْ يُظْلَمَ فَيُزَادَ فِىْ سَيِّئَاتِهٖ وَلَا اَنْ يُهْضَمَ فَيُنْقَصَ مِنْ حَسَنَاتِهٖ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہاں اس کا خوف نہ ہوگا کہ اس پر ظلم کیا جائے کہ اس کے گناہ بڑھا دیئے جائیں یا ہضم کہ اس کی نیکیاں کم کر دی جائیں۔

وَصَرَّفْنَا فِيْهِ۔ اَیْ كَرَّرْنَا فِيْهِ بَعْضَ الْوَعِيْدِ۔ بار بار بیان کرتے ہیں طرح طرح سے۔

خلاصۂ مفہوم و تفسیر چھٹا رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ کا شان نزول قبیلہ بنی ثقیف کے آدمی کے متعلق ہے۔ اس نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا کہ بروز قیامت سب پر انقلاب آئے گا تو ان پہاڑوں کا کیا ہوگا۔ اس پر ارشاد ہوا۔

"وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ۔ اے محبوب آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔"

کہ قیامت کے دن ان کا کیا حال ہوگا تو فوراً جواب دیجئے کہ میرا رب انہیں ریتا کر کے ہوا سے اڑا دے گا اور زمین قاع صفصف رہ جائے گی یعنی بنجر مسطح اور ایسی مسطح کہ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا تمہیں اس میں نشیب و فراز اور شقاق وغیرہ قطعاً نہ ملے گا۔

اس کے بعد احوال قیامت کا احوال بیان فرمایا گیا کہ اس روز بجز اس کے جسے شفاعت کا اذن مل چکا ہو اور اس کی بات پسندیدۂ حق ہوگی کسی کو شفاعت و سفارش کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ خواہ وہ فرضی گھڑے ہوئے بت ہوں جن کے متعلق وہ عقیدہ رکھتے اور کہتے ہیں هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ نہیں پوجتے ہیں۔

اور اسے ہر ایک کا اگلا پچھلا حال معلوم ہے اس کے علم کا مساوی نہ کسی کا علم وہی جانتا ہے کہ میدان حشر میں شفاعت و سفارش کرنے والا کون ہوگا۔ وہ دن وہ ہوگا کہ بڑے بڑے کجکلاہ متکبروں کی گردنیں اس کے حضور جھکی ہوں گی۔ اور ظالم و مشرک کا اپنے کفر و شرک کے باعث کالا منہ ہوگا۔ نیک اعمال والے نیکوکاروں کو ان کے عملوں کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

وہاں ظلم کے ماتحت بغیر کی ہوئی برائی کسی کے ذمہ نہ لگے گی اور نہ کسی کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کو ارشاد ہے کہ ایسے ہی ہماری طرف سے گزشتہ اقوام کے حالات اے محبوب آپ پر طرح طرح کے عنوانات سے عربی میں قرآن کے ذریعہ بیان ہوئے ہیں۔

اور اس قرآن پاک کے دو وصف ہیں ایک عربی زبان میں ہے تا کہ قوم عرب سمجھ سکے دوسرے صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ اس میں طرح طرح سے مواعید بیان ہوا ہے تا کہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا سمجھ بوجھ ان میں پیدا ہو۔

اس کے بعد ذات واجب تعالیٰ شانہ کی علو مرتبت اور ازلیت و ابدیت اور سچی ملکیت کا اظہار فرمایا گیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ہو جانے سے قبل تلاوت کلام پاک سے روکا گیا جیسا کہ انتیسویں پارہ کی سورۃ قیامہ میں بھی ارشاد ہوا ہے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ۔

پھر قرآن کریم میں ساتویں رکوع کے اندر چھٹی بار حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کے قصہ کو بیان فرمایا جس میں سجدہ کی بحث ہے۔ وہ رکوع ہفتم میں بیان ہوگی۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع - سورۃ طٰہٰ - پ ۱۶

”وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًا۔ اور پوچھتے ہیں آپ سے پہاڑوں کو تو فرما دیجئے ریزہ ریزہ کر دے گا انہیں میرا رب ریتے کی شکل میں تو چھوڑے گا انہیں پٹ پر میدان ہموار کہ نہ دیکھے گا تو اس میں کوئی نشیب و فراز نہ کوئی شقاق۔“

یہ سوال کرنے والے منکرین بعث و نشر تھے قریش سے جیسا کہ ابن المنذر ابن جریج سے راوی ہیں قَالُوْا عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِهْزَاءِ كَيْفَ يَفْعَلُ رَبُّكَ بِالْجِبَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ بطریق استہزاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کا رب قیامت کے روز پہاڑوں کا کیا کرے گا۔

وَ قِيْلَ جَمَاعَةٌ مِّنْ ثَقِيْفٍ۔ ایک قول ہے کہ قبیلہ بنی ثقیف کی ایک جماعت نے یہ سوال کیا تھا۔

وَ قِيْلَ اُنَاسٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ ایک قول ہے کہ مومنین کی ہی ایک جماعت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ استفسار کیا تھا۔

تو ارشاد ہوا فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا۔ يَجْعَلُهَا سُبْحٰنَهٗ كَالرَّمْلِ ثُمَّ يُرْسِلُ عَلَيْهَا الرِّيَاحَ فَتُفَرِّقُهَا۔ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ اسے مثل رمل کر دے گا پھر اس پر ایک ہوا بھیجے گا کہ وہ اس سے اڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

اور فَقُلْ۔ فاء تعقیب سے اس لئے فرمایا کہ فاء تعقیب مسارعت کے لئے آتی ہے تا کہ ذہن سائل میں بقاء جبال کا جو تصور تھا وہ زائل ہو جائے۔

بِنَاءً عَلٰى ظَنٍّ اَنَّ ذَالِكَ مِنْ تَوَابِعِ عَدَمِ الْحَشْرِ اَلَا تَرٰى اَنَّ مُنْكِرِي الْحَشْرِ يَقُوْلُوْنَ بِعَدَمِ تَبَدُّلِ هٰذَا النِّظَامِ الْمُشَاهَدِ فِي الْاَرْضِ وَالسَّمٰوَاتِ۔ یہ اس بناء پر ہے کہ مشرکین عدم حشر کے معتقد تھے اور منکرین حشر کہتے تھے کہ زمین و آسمان میں جو نظام ہے یہ متبدل نہیں ہوگا۔ تو اس کا جواب بعجلت دینا منظور ہوا اس لئے فاء تعقیب سے جواب ہوا اور نہ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ۔ پر بغیر فاء تعقیب جواب ہوا قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ۔

اور وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ۔ قُلِ الْعَفْوَ۔ میں بھی بلا فاء تعقیب جواب ہوا۔

اور يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ۔ میں بھی فاء تعقیب نہیں۔

اور وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ۔ میں بھی ایسا ہی ہے۔

اور يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ۔

اور يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ۔

اور يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا۔

چونکہ مسئلہ قیامت امہات مسائل و اصول دین سے تھا تو لازم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جائے کہ علی الفور جواب دیں۔ تو فاء تعقیب کے ساتھ عطف فرما کر گویا ارشاد ہوا۔

يَا مُحَمَّدُ اَجِبْ عَنْ هٰذَا السُّوَالِ فِي الْحَالِ مِنْ غَيْرِ تَاخِيْرٍ لِاَنَّ الْقَوْمَ يَعْتَقِدُ بِقِدَمِهَا اَوْ وُجُوْبِ بَقَائِهَا وَ هُوَ كُفْرٌ۔ اے محبوب اس سوال کا جواب بلا تاخیر ابھی دیجئے اس لئے کہ قوم ان کی قدامت اور وجوب بقاء کی معتقد ہے اور یہ کفر ہے۔

فَوَجَبَ اَنْ يَكُوْنَ مُمْكِنًا فِيْ حَقِّ كُلِّ الْجَبَلِ فَلَيْسَ بِقَدِيْمٍ وَلَا وَاجِبِ الْوُجُوْدِ لِاَنَّ الْقَدِيْمَ لَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ التَّغَيُّرُ وَ النَّسَفُ۔ تو اس جواب کے بعد لازم ہوگا کہ مانیں کہ ممکن کا اطلاق ہو ہر ایک پہاڑ پر اور وہ نہ قدیم ہے نہ واجب الوجود اس لئے کہ قدیم وہ ہے جس پر تغیر اور نسف جائز نہ ہو (روح المعانی)

" فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّ لَآ اَمْتًا۔ اس پہاڑ کو پٹ پڑ میدان کر کے چھوڑے گا کہ تو نہ دیکھے گا اس میں نشیب و فراز نہ شقاق۔"

" يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ۔ اس دن پیچھے دوڑیں گے پکارنے والے کے اس میں کجی نہ ہوگی۔"

یعنی جس دن پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور داعی سے مراد داعی اللہ عزوجل ہے جو محشر کی طرف بلائے گا اور وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو صور منہ میں لئے کھڑے ہیں اور لوگوں کو نفخۂ ثانیہ کے بعد پکاریں گے صخرۂ بیت المقدس پر اور ندا دیں گے اے گلی ہوئی ہڈیو اور سوکھی ہوئی کھال اور منتشر گوشت آ جاؤ۔ رب العزت کی پیشی میں تو سب اس آواز سے جمع ہو کر حاضر ہو جائیں۔ حیث قال آلالوسی۔

وَالْمُرَادُ بِالدَّاعِيْ دَاعِيُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِلَى الْمَحْشَرِ وَ هُوَ اِسْرَافِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَضَعُ الصُّوْرَ فِيْ فِيْهِ وَ يَدْعُو النَّاسَ عِنْدَ النَّفْخَةِ الثَّانِيَةِ قَائِمًا عَلٰى صَخْرَةِ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَ يَقُوْلُ اَيَّتُهَا الْعِظَامُ الْبَالِيَةُ وَالْجُلُوْدُ الْمُتَمَزِّقَةُ وَاللُّحُوْمُ الْمُتَفَرِّقَةُ هَلُمُّوا اِلَى الْعَرْضِ اِلَى الرَّحْمٰنِ فَيُقْبِلُوْنَ مِنْ كُلِّ صَوْبٍ اِلٰى صَوْتِهٖ۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِنِ الْقُرَظِيِّ قَالَ يَحْشُرُ اللّٰهُ تَعَالٰى النَّاسَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ ظُلْمَةٍ تُطْوَى السَّمَاءُ وَتَتَنَاثَرُ النُّجُوْمُ وَيَذْهَبُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَ يُنَادِيْ مُنَادٍ فَيَتْبَعُ

النَّاسُ یُؤْمُوْنَهٗ فَذٰلِکَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ۔

لوگ بروز قیامت اندھیرے میں محشور ہوں گے جب آسمان لپیٹ دیئے جائیں ستارے جھڑ پڑیں، سورج اور چاند جاتے رہیں اور منادی ندا دے تو سب لوگ آواز کے پیچھے چل پڑیں یہ ہے یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ کا مطلب۔

اور لَا عِوَجَ لَهٗ کے معنی اس میں کجی نہ ہوگی یَعْنِی اَیْ لِلدَّاعِیْ عَلٰی مَعْنٰی لَا یَعُوْجُ لَهٗ مَدْعُوٌّ وَلَا یَعْدِلُ عَنْهُ۔ یعنی پکارنے والے کی ندا پر کوئی کجی نہ کرے گا اور نافرمان نہ ہوگا۔

''وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔ اور خوفزدہ ہو جائیں آوازیں رحمٰن کے حضور اور اتنی پست کہ سنی ہی نہ جائے مگر ہمس یعنی گنگناہٹ۔''

هَمْسًا پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَیْ صَوْتًا خَفِیًّا خَافِتًا وہ آواز جو انتہا درجہ کی ہلکی ہو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ هُوَ تَحْرِیْکُ الشِّفَاءِ بِغَیْرِ نُطْقٍ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہمس محض جنبش لب کو کہا جاتا ہے جس میں آواز نہ ہو۔

فَالْمَعْنٰی سَکَتَ اَصْوَاتُهُمْ وَ انْقَطَعَتْ کَلِمَاتُهُمْ فَلَمْ یُسْمَعْ مِنْهُمْ اِلَّا خَفْقُ اَقْدَامِهِمْ۔ تو خلاصہ معنی یہ ہوئے کہ آوازیں ٹھہر جائیں اور کلمات منقطع ہو جائیں تو کچھ نہ سنا جائے مگر قدموں کی کسکساہٹ۔ (روح المعانی)

''یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا۔ اس دن کسی کی سفارش و شفاعت نفع نہ دے مگر اس کی جسے اذن دے دیا ہو رحمٰن نے اور راضی ہو گیا ہو اس کی بات سے۔''

وَالْمُرَادُ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ مِنَ الشُّفَعَاءِ اَحَدًا اِلَّا مَنْ اَذِنَ فِی الشَّفَاعَةِ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا اَیْ وَرَضِیَ لِاَجْلِهٖ قَوْلَ الشَّافِعِ اَوْرَضِیَ قَوْلَ الشَّافِعِ لِاَجْلِهٖ۔ اس سے یہ مراد ہے کہ کسی بت یا بھوت یا جن کی سفارش اس دن نفع نہ دے گی جنہیں مشرکین اپنا سفارشی مانے ہوئے ہیں سوا ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ ماذون بالشفاعت قرار دے دے۔ جیسا کہ پہلے پاروں میں ارشاد ہو چکا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ اور وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ وغیرہ۔

تو جس کا قول اللہ تعالیٰ نے پسند فرما لیا جیسے انبیاء کرام علیہم السلام اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیاء عظام، غوث، قطب، ابدال، اوتاد یا علماء باعمل یا حفاظ قرآن وغیرہ۔

لیکن یہ بھی اس وقت شفاعت میں مفید ہوں گے جب شفیع المذنبین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین شفاعت بالوجاہت کے لئے جلوہ افروز ہوں اور علم شفاعت اٹھائیں ورنہ کسی کی مجال ہی نہ ہوگی کہ کسی کے لئے کوئی شفاعت کی ہمت کر سکے۔

چنانچہ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وَ حَاصِلُ الْمَعْنٰی عَلَیْهِ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اَحَدًا اِلَّا مَنْ اَذِنَ الرَّحْمٰنُ فِیْ اَنْ یُّشْفَعَ لَهٗ وَ کَانَ مُؤْمِنًا۔ خلاصہ معنی یہ ہیں کہ کسی کی سفارش نفع نہ دے گی مگر جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے کہ اس کی سفارش کی جائے اور ہو وہ مومن ورنہ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِیْنَ آ چکا ہے۔ سفارش کرنے والوں کی سفارش انہیں نفع نہ دے گی۔

حکایت عجیب العبرت

میدان حشر میں جب سب پر سراسیمگی و پریشانی طاری ہو اور انبیاء کرام اپنے منابر نوری پر جلوہ افروز ہو کر بھی شان جبروتی سے لرزاں ہوں اور رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ کہہ رہے ہوں تو ایک جماعت مومنین اٹھے اور سب سے پہلے ابوالبشر صفی اللہ علیہ السلام کے حضور حاضر آ کر عرض کریں کہ

"حضور! اللہ نے آپ کو صفی اور ابوالبشر فرمایا ہے ذرا بارگاہ حق میں صرف یہ درخواست کریں کہ جس کے حق میں جو فیصلہ دینا ہے وہ دے دیا جائے۔ دبدہ میں جانوں پر بن گئی ہے۔"

تو حضرت ابوالبشر فرمائیں اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ کسی اور کے پاس جاؤ میں نے ایسا غضب وجلال اس سے پہلے نہیں دیکھا میں آج کچھ نہیں کرسکتا۔

پھر یہ وفد خلیل اللہ، نجی اللہ، کلیم اللہ علیہم السلام سب کی خدمت میں جائے اور سب سے یہی جواب اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ۔ سن کر روح اللہ علیہ السلام کے حضور آئے وہ فرمائیں تم کہاں بھٹک رہے ہو تمہیں معلوم نہیں کہ آج کوئی شفاعت نہیں کرسکتا۔ سوائے تاجدار شفاعت جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وہی آج محشر میں سب کے دولہا ہیں۔

ہم تو براتی ہیں اگر وہ علم شفاعت اٹھائیں تو ابھی سب کی بگڑی بن جاتی ہے تم ادھر جاؤ اور عرض کرو۔

چنانچہ شفیع المذنبین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین انیس الفقراء والمساکین محبوب رب العالمین کے حضور یہ وفد پہنچے اور عرض کرے کہ حضور جانوں پر بن گئی ہے اب ہمارا سہارا کہیں نہیں رہا۔ حضور دستگیری فرمائیں۔

تو سرکار ابد قرار رحمت دو عالم تاجدار عرب وعجم ان کی فریاد سنتے ہی ارشاد فرمائیں اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا۔ ہاں ہم اس کام کے لئے ہیں۔

اس کے بعد حضور سراپا نور باوجود ماذون شفاعت ہونے کے غایت ادب ملحوظ فرماتے ہوئے عرش الٰہی کے سامنے رب کے حضور سجدہ فرمائیں کہ دریائے رحمت جوش زن ہو اور ارشاد باری ہو۔

یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ سَلْ تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

اے محبوب سر مبارک اٹھائیں اور مانگئے آپ دیئے جائیں گے شفاعت منظور ہوگی آپ شفاعت کریں۔

اس کے بعد پھر شفاعت کے حقوق قائم ہوں اور ہر ایک اپنے اپنے وابستگان کی شفاعت کے لئے بارگاہ رحمت پناہ میں معروضات پیش کرے۔

چنانچہ پھر تو اطفال رضیع بھی اپنے والدین کی سفارش کریں بلکہ ساقط شدہ بچہ بھی بارگاہ حق میں مچل جائے اور والدین کی بخشش مانگے تو ارشاد ہو اَیُّهَا السِّقْطُ الْجَاحِدُ اِذْهَبْ بِاَبَوَیْکَ۔ اے ساقط شدہ ضدی بچے جا اپنے والدین کو لے جا۔ اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا

خلیل ونجی مسیح وصفی سبھی سے کہی کہیں بھی نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھرے کہاں کہاں تمہارے لئے

جامی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ محشر میں سیہ کاران امت بارگاہ رحمت میں عرض کریں۔

ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات
لطف فرما کہ ز حد میگذرد تشنہ لبی

آگے ارشاد ہے۔

’’يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا۔ وہی جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور نہیں احاطہ کر سکتا کسی کا علم اسے۔‘‘

یعنی تمام کائنات کا علم ذات الٰہی عزوجل کا احاطہ نہیں کر سکتا اس کی ذات کا ادراک علوم کائنات کی رسائی سے برتر ہے البتہ اپنے اسماء وصفات میں اور آثار قدرت وشیون حکمت سے پہچانا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی عارف نے ذات واجب تعالیٰ شانہ کی صفت ایک رباعی میں خوب بیان کی:

کجا در یابد او را عقل چالاک — کہ او بالا تر است از حد ادراک
نظر کن اندر اسماء و صفاتش — کہ واقف نیست کس از کنہ ذاتش

صاحب قصیدہ بدء الامالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرَاهُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَيْرِ كَيْفٍ — وَ اِدْرَاكٍ وَّ ضَرْبٍ مِّنْ مِّثَالٍ

اس ذات ستودہ صفات کو قیامت کے دن اہل ایمان بلا کیف اور بلا احاطہ ادراک اور بغیر مثال دیکھیں گے۔

بعض مفسرین نے اس آیہ کریمہ کا یہ مفہوم بیان کیا کہ

علوم خلق معلومات الٰہیہ کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ معنی کے اعتبار سے یہ بھی وہی مفہوم ہے جو پہلے بیان ہو چکا۔

’’وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا۔ اور سب منہ جھک جائیں گے اس زندہ قائم رکھنے والے کے حضور اور بے شک نامراد رہا جس نے بوجھ اٹھایا ظلم کا۔‘‘

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں جس نے شرک کیا وہ نقصان وخسران میں رہا اور وَالظُّلْمُ الشِّرْكُ اور ظلم سے مراد شرک ہے اور جو اس ظلم کے بوجھ اٹھائے ہوئے موقف قیامت میں آئے اس سے بڑھ کر نامراد کون ہو سکتا ہے عَنَتِ الْوُجُوْهُ کے معنی آلوسی رحمہ اللہ کرتے ہیں اَیْ ذَلَّتْ وَ خَضَعَتْ۔ خُضُوْعُ الْعُنَاةِ۔ یعنی بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے اور شان جبار سے خائف۔

بعض نے کہا سِیْئَتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔ کالے منہ ہو جائیں گے کافروں کے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وَ قَدْ خَابَ اَیْ خَسِرَ مَنْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ وَلَمْ يَتُبْ۔ وہ ٹوٹے میں رہا جس نے شرک کیا اور توبہ نہ کی۔

آگے بموجب اسلوب بیان قرآن اب صالحین کا تذکرہ فرمایا گیا۔

’’وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا۔ اور جو نیک عمل کرے اور ہو وہ مومن تو اسے نہ گناہ کی زیادتی کا خوف ہوگا اور نہ نیکی میں کمی کا۔‘‘

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ طاعت واتباع سب کی قبولیت مشروط بایمان ہے اگر ایمان نہیں تو کوئی عمل صالح موجب اجر نہیں اور بغیر ایمان ہر عمل رایگاں اور بے کار ہے۔

’’وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا۝

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ۔ اور ایسے ہی ہم نے اتارا قرآن کریم عربی میں اور بار بار دہرایا ہم نے وعیدوں کو تاکہ وہ پرہیزگار ہوں یا ان کے دلوں میں یاد پیدا ہو تو سب سے بلند ہے اللہ سچا بادشاہ۔''

یعنی قرآن کا عربی میں نازل ہونا اور مکرر سہ کرر عذاب کے وعدے دہرانا اسی لئے ہے کہ ان کو نیکیوں کی رغبت ہو اور بدی اور نافرمانیوں سے منافرت اور وہ پند پذیر ہوں اور نصیحت حاصل کریں اور وہ ذات مستجمع جمیع صفات وذات ہے جو اصل مالک اور سب سے بلند و بالا سچا بادشاہ ہے اس کے سب محتاج ہیں۔

''وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ اور قرآن میں عجلت نہ فرمائیں جب تک اس کی وحی پوری نہ ہولے اور آپ تو یہی عرض کریں کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ کر۔''

اس آیت کریمہ پر ایک بزرگ بے علم نے ایسی عجیب تفسیر بیان کی جو مجھے تو بہت پسند آئی۔ لیکن بلا ثبوت اسے تسلیم کر لینا بھی مشکل تھا اور ان حضرت کے پاس دو ایک تفسیروں کے نام تھے اور غالباً انہوں نے وہ دیکھی نہ تھیں۔ بہر حال اختراع مبارک اور عقیدت کی افراط سے مملو تھا ناظرین کی تفکہ طبع کے لئے نقل کرتا ہوں۔

وہ فرمانے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول سے قبل قرآن آتا تھا۔ چنانچہ جبریل جب وحی لاتے اور حضور کے سامنے اس کا ٹکڑا سناتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے پڑھنے لگ جاتے تو جبریل امین گھبرائے کہ یہ عجیب وغریب بندۂ محبوب ہے جسے سب کچھ آتا ہے اور اللہ تعالیٰ وہی وحی کے ذریعہ بھیجتا ہے جسے یہ پہلے سے ہی جانتے ہیں۔

آخرش جبریل نے بارگاہ حق میں عرض کیا ارشاد ہوا جبریل تیرے وجود سے قبل وہ ہمارا نبی تھا اور اب خاتم النبیین ہے اسے ہمارے تمام علوم پر عبور ہے وہ صرف قرآن ہی نہیں جانتا بلکہ اسے تو ماعبر و ماغبر کا علم ہے۔ طوبیٰ کا پتہ نہیں ہلتا مگر اسے علم ہوتا ہے زمین کا ذرہ نہیں چمکتا مگر وہ جانتا ہے اسے ہم نے علم ما کان وما یکون دیا ہے۔

لیکن تمہاری دلجوئی کے لئے ہم انہیں حکم دیتے ہیں کہ جب تک وحی پوری نہ ہولے آپ قرآن پڑھنے میں عجلت نہ فرمایا کریں چنانچہ یہی اس آیۂ کریمہ کا شان نزول ہے۔

مریدوں کی طرف سے آواز اٹھی حق حق حضور۔ یہ تو مولوی بے چارہ جان ہی نہیں سکتا یہ حضور ﷺ کے علم باطنی کا فیض ہے۔

مجھ سے نہ رہا گیا میں نے نہایت ادب سے عرض کیا حضرت یہ روایت کس تفسیر میں ہے؟

تو حضرت فرمانے لگے تعجب ہے تم مولوی ہو کر بے خبر ہو۔ کنز الدقائق اور بیضاوی میں موجود ہے یہ جواب سن کر نہایت درجہ مایوسی کے ساتھ وہاں سے رخصت ہو گیا۔

اب اس روایت میں بعض باتیں وہ ہیں جن کی اصل ہے اور بعض بالکل بے اصل محض اختراعی ہیں۔ لیکن جہالت کا بھلا ہو اور جاہل متوسلین کا بول بالا کہ وہ داد دینے والے اور وہ داد لینے والے۔

بہر حال یہ روایت ہم نے کسی معتبر اور غیر معتبر کتاب میں کہیں نہیں دیکھی خدا کرے کہ ہو اور کوئی ہمیں بھی اس کا ماخذ بتادے۔

ہماری نظر میں جو شان نزول ہے وہ یہ ہے کہ

جب حضرت روح الامین علیہ السلام قرآن کریم لے کر حاضر دربار رسالت ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ساتھ پڑھتے اور جلدی فرماتے تاکہ خوب یاد ہو جائے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں فرمایا گیا کہ آپ مشقت

میں نہ پڑیں۔

اور یہی حکم سورہ قیامہ انتیسویں پارہ میں بھی آیا لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ۔ اس میں جمع قرآن اور اس کے پڑھانے کا ذمہ خود لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ بھی یہی فرمارہے ہیں۔ حیث قال۔

وَ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَلْقٰى عَلَيْهِ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْقُرْاٰنَ يَتْبَعُهٗ عِنْدَ تَلَفُّظِ كُلِّ حَرْفٍ وَ كُلِّ كَلِمَةٍ خَوْفًا اَنْ يَسْمَعَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ لَمْ يَحْفَظْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُهِيَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ ذَالِكَ اِذْ رُبَمَا يُشْغِلُ التَّلَفُّظُ بِكَلِمَةٍ عَنْ سِمَاعِ مَا بَعْدَهَا وَنَزَلَ عَلَيْهِ اَيْضًا لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ الْاٰيَةَ وَاُمِرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِسْتِفَاضَةِ الْعِلْمِ وَاسْتِزَادَتِهٖ مِنْهُ وَ قِيْلَ قُلْ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا اَیْ سَلِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بَدْلَ الْاِشْتِمَالِ زِيَادَةَ الْعِلْمِ مُطْلَقًا۔

بلکہ اس آیت کریمہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت علم پر استدلال کیا گیا اس لئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کے زیادہ ہونے کے سوال کی تلقین فرمائی گئی تو یقیناً وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل بھی ہوا کما قال الالوسی۔

وَاسْتَدَلَّ بِالْاٰيَةِ عَلٰى فَضْلِ الْعِلْمِ حَيْثُ اُمِرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَلَبِ زِيَادَتِهٖ۔

چنانچہ ترمذی، ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَ عَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَ زِدْنِيْ عِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ۔ حضور یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اور سعید بن منصور عبد بن حمید ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ اِيْمَانًا وَفِقْهًا وَ يَقِيْنًا وَّ عِلْمًا۔ اور یہ فضیلت علم اور زیادتی علم کے لئے اظہر ہے۔ نَسْاَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يَرْزُقَنَا الزِّيَادَةَ فِيْهِ وَيُوَفِّقَنَا لِلْعَمَلِ بِمَا يَقْتَضِيْهِ۔ آگے ارشاد ہے:

"وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ اور بے شک ہم نے تاکیدی حکم دیا تھا آدم کو تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔"

یعنی شجر ممنوعہ کے پاس نہ جانے کا حکم وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ میں دیا تھا مگر وہ بھول گئے اور بھول معاف ہوتی ہے۔ البتہ اگر ہم ان کے عزم پاتے تو وہ قصور ہوتا۔ لہٰذا آپ کی ذات کے متعلق اکل شجر ممنوعہ پر قصور کا الزام لگانا قرآن کریم کی مخالفت ہے۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع ۔ سورۃ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾	اور یاد کیجئے اے محبوب جب ہم نے فرمایا ملائکہ کو کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدہ میں گر گئے مگر ابلیس اس نے نہ مانا
فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾	تو ہم نے کہا اے آدم بے شک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے تو وہ تمہیں جنت سے نہ نکلوا دے سو تم مشقت میں پڑو

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾	بے شک تیرے لئے وہ مقام ہے کہ نہ تو بھوکا ہو اس میں اور نہ ننگا
وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾	اور یہ کہ تجھے نہ پیاس لگے اس میں نہ دھوپ
فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾	تو وسوسہ دیا اسے شیطان نے کہا اے آدم کیا میں بتادوں تمہیں ہمیشگی والا درخت اور وہ مملکت کہ پرانی نہ پڑے
فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ٘ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾	تو کھالیا دونوں نے اس سے تو کھل گئیں ان کے لئے شرم کی چیزیں اور چپکانے لگے اپنے اوپر جنت کے پتے اور لغزش کی آدم نے اپنے رب سے تو جو چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی
ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾	سوچن لیا اسے اس کے رب نے تو رجوع فرمایا اس پر اپنی رحمت سے اور راہ دی اپنے قرب کی
قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾	فرمایا اترو تم دونوں جنت سے یکبارگی تم میں بعض تمہارا بعض کا دشمن ہے تو اگر تمہیں آئے میری طرف سے ہدایت تو جو پیروی کرے میری ہدایت کی وہ نہ بہکے گا اور نہ بدبخت ہوگا
وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾	اور جو انحراف کرے میرے ذکر سے تو بے شک اس کے تنگ معاش ہے اور ہم اسے محشور کریں گے دن قیامت کے اندھا
قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾	کہے گا اے میرے رب مجھے کیوں اندھا اٹھایا میں تو آنکھ والا تھا
قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾	فرمائے یونہی آئیں تیرے پاس ہماری نشانیاں تو بھلایا تو نے انہیں ایسے ہی آج کے دن تو بھلایا گیا
وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾	اور ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں ہم جو حد سے بڑھے اور ایمان نہ لائے اپنے رب کی آیتوں پر اور بے شک عذاب آخرت سخت تر اور دیرپا ہے
اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾	تو کیا اس سے راہ نہ ملی انہیں کہ ہم نے کتنی بستیاں ہلاک کردیں ان سے پہلے کہ یہ چلتے ہیں ان کے بسنے کی جگہ بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو

حل لغات ساتواں رکوع۔سورۂ طٰہٰ۔پ۱۶

وَاِذْ۔اور جب	قُلْنَا۔کہا ہم نے	لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔فرشتوں کو	اسْجُدُوْا۔سجدہ کرو
لِاٰدَمَ۔آدم کو	فَسَجَدُوْٓا۔تو سجدہ کیا سب نے		اِلَّآ۔مگر
اِبْلِیْسَ۔ابلیس نے	اَبٰی۔انکار کیا	فَقُلْنَا۔تو کہا ہم نے	یٰٓاٰدَمُ۔اے آدم
اِنَّ۔بے شک	هٰذَا۔یہ	عَدُوٌّ۔دشمن ہے	لَّكَ۔تیرا
وَلِزَوْجِكَ۔اور تیری بیوی کا	فَلَا۔تو نہ	یُخْرِجَنَّكُمَا۔نکال دے تم دونوں کو	
مِنَ الْجَنَّةِ۔جنت سے	فَتَشْقٰی۔سو تو مشقت میں پڑے گا		اِنَّ۔بے شک
لَكَ۔تیرے لئے ہے کہ	اَلَّا۔تو نہ	تَجُوْعَ۔بھوکا رہے	فِیْهَا۔اس میں
وَلَا۔اور نہ	تَعْرٰی۔ننگا	وَاَنَّكَ۔اور بے شک تو	لَا تَظْمَؤُا۔نہ پیاسا ہوگا
فِیْهَا۔اس میں	وَلَا۔اور نہ	تَضْحٰی۔دھوپ کھائے گا	فَوَسْوَسَ۔تو وسوسہ ڈالا
اِلَیْهِ۔اس کو	الشَّیْطٰنُ۔شیطان نے	قَالَ۔کہا	یٰٓاٰدَمُ۔اے آدم
هَلْ۔کیا	اَدُلُّكَ۔بتاؤں میں تجھے	عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ۔ہمیشگی کا درخت	
وَمُلْكٍ۔اور ایسا ملک	لَّا یَبْلٰی۔جو نہ پرانا ہو	فَاَكَلَا۔تو کھالیا دونوں نے	مِنْهَا۔اس سے
فَبَدَتْ۔تو ظاہر ہو گئیں	لَهُمَا۔ان کے لئے	سَوْاٰتُهُمَا۔ان کی شرم گاہیں	وَطَفِقَا۔اور شروع ہوئے
یَخْصِفٰنِ۔لپیٹنے لگے	عَلَیْهِمَا۔ان پر	مِنْ وَّرَقِ۔پتے	الْجَنَّةِ۔جنت کے
وَعَصٰی۔اور نافرمانی کی	اٰدَمُ۔آدم نے	رَبَّهٗ۔اپنے رب کی	فَغَوٰی۔تو وہ بہک گیا
ثُمَّ۔پھر	اجْتَبٰهُ۔چن لیا اس کو	رَبُّهٗ۔اس کے رب نے	فَتَابَ۔تو پھر آیا
عَلَیْهِ۔اس پر	وَهَدٰی۔اور راہ دکھائی	قَالَ۔کہا	اهْبِطَا۔اتر جاؤ
مِنْهَا۔اس سے	جَمِیْعًا۔سب	بَعْضُكُمْ۔بعض تمہارا	لِبَعْضٍ۔بعض کا
عَدُوٌّ۔دشمن ہے	فَاِمَّا۔پھر اگر	یَاْتِیَنَّكُمْ۔آئے تمہارے پاس	
مِّنِّیْ۔میری طرف سے	هُدًی۔ہدایت	فَمَنِ۔پھر جو	اتَّبَعَ۔پیروی کرے
هُدَایَ۔میری ہدایت کی	فَلَا۔تو نہ	یَضِلُّ۔گمراہ ہوگا	وَلَا۔اور نہ
یَشْقٰی۔بدبخت	وَمَنْ۔اور جو	اَعْرَضَ۔منہ پھیرے گا	عَنْ ذِكْرِیْ۔میری یاد سے
فَاِنَّ۔تو بے شک	لَهٗ۔اس کے لئے	مَعِیْشَةً۔معیشت ہے	ضَنْكًا۔تنگ
وَّنَحْشُرُهٗ۔اور اکٹھا کریں گے اسے		یَوْمَ۔دن	الْقِیٰمَةِ۔قیامت کے
اَعْمٰی۔اندھا	قَالَ۔کہے گا	رَبِّ۔اے میرے رب	لِمَ۔کیوں
حَشَرْتَنِیْ۔اٹھایا تو نے مجھے	اَعْمٰی۔اندھا	وَقَدْ۔اور بے شک	كُنْتُ۔میں تھا
بَصِیْرًا۔دیکھنے والا	قَالَ۔کہے گا	كَذٰلِكَ۔اسی طرح	اَتَتْكَ۔آئیں تیرے پاس

اٰیٰتُنَا۔ ہماری آیتیں	فَنَسِیْتَهَا۔ سوتو بھول گیا ان کو	وَكَذٰلِكَ۔ اور اسی طرح	اَلْیَوْمَ۔ آج
تُنْسٰى۔ تو بھلایا جائے گا	وَكَذٰلِكَ۔ اور اسی طرح	نَجْزِیْ۔ بدلہ دیتے ہیں ہم	مَنْ۔ اس کو جو
اَسْرَفَ۔ حد سے بڑھے	وَلَمْ۔ اور نہ	یُؤْمِنْ۔ ایمان لائے	بِاٰیٰتِ۔ آیات
رَبِّهٖ۔ اپنے رب کی پر	وَلَعَذَابُ۔ اور یقیناً عذاب	الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کا	اَشَدُّ۔ بہت سخت
وَاَبْقٰى۔ اور دیر پا ہے	اَفَلَمْ۔ کیا نہیں	یَهْدِ۔ راہنمائی کی	لَهُمْ۔ ان کی کہ
كَمْ۔ کتنے	اَهْلَكْنَا۔ ہلاک کئے ہم نے	قَبْلَهُمْ۔ ان سے پہلے	مِّنَ الْقُرُوْنِ۔ زمانے
یَمْشُوْنَ۔ چلتے ہیں وہ	فِیْ مَسٰكِنِهِمْ۔ ان کے گھروں میں		اِنَّ۔ بے شک
فِیْ ذٰلِكَ۔ اس میں	لَاٰیٰتٍ۔ البتہ نشانیاں ہیں	لِّاُولِی النُّهٰى۔ عقل مندوں کے لئے	

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع۔ سورۂ طٰہٰ۔ پ ۱۶

یہاں چھٹی بار حضرت آدم صفی علیہ السلام کا قصہ بطور تمہید لایا گیا جو ایک جملہ کے لئے بیان ہوا ہے اور وہ جملہ جو مقصود بالذات ہے یہ ہے فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ۔

تمہید اس طرح فرمائی گئی وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ اور یاد کیجئے وہ وقت جبکہ ہم نے بنی آدم کے جد امجد کے لئے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا تھا اور آدم صفی کو تاج خلافت سے نوازا۔

چنانچہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا۔ پھر ہم نے آدم کو ایک ایسے باغ میں رہنے کو جگہ دی جہاں کھانے پینے اور لباس کا سب کچھ انتظام تھا اور ہر قسم کی مشقتوں سے وہ محفوظ تھے۔

اور ساتھ ہی ہم نے کہہ دیا تھا کہ اس خبیث سے خبردار رہنا یہ تم دونوں کا دشمن ہے اس کے کہنے میں اگر تم آ گئے تو ہمیشہ کی مصیبت تمہارے سر پڑ جائے گی اور اس باغ جنت سے تمہیں نکلنا پڑے گا اور پھر خراب خستہ ہو جاؤ گے۔

آخرش وہ خبیث کسی طرح روپ بدل کر ان کے پاس پہنچ ہی گیا اور ناصح مشفق بن کر آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اگر تم اس عیش و راحت میں ہمیشہ رہنا چاہتے ہو تو میں تمہیں اس باغ میں ایسا درخت بتا دیتا ہوں جس کے کھانے سے ہمیشہ زندہ رہو اور بے زوال سلطنت کے تم مالک رہو۔

ورنہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کرم کیا ہے مگر تمہاری حیات دوام نہیں اور تمہارے ہمیشہ رہنے کا بھی کوئی ذمہ نہیں ہے۔

اور یہ درخت وہ ہے جس کا نام شجرۃ الخلد ہے۔ اور اسی کے کھانے سے تمہیں منع کیا ہے تاکہ جب چاہے تمہیں نکال سکے۔

اور اگر یہ پھل کھا لو گے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق تمہیں ہمیشہ ہی اس میں رکھے گا۔

تو ارشاد ہے کہ ہم نے اول ہی آدم سے عہد لیا تھا کہ یہ شجر ممنوعہ ہے اس کے کھانے کے بعد انسان اس جگہ رہنے کا اہل ہی نہیں رہتا۔ مگر فَنَسِیَ آدم بھول گئے اور ہمیشہ رہنے کا خیال غالب آ گیا تو لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ہم نے ان میں استقامت و مضبوطی نہیں پائی۔ یا بھولنے کی وجہ سے جو کچھ ہوا وہ ہوا۔ اس میں ان کا کوئی عزم و ارادہ نہ تھا۔

قتادہ رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اِنَّ الْمَعْنٰى لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا عَلٰى اَكْلِ الشَّجَرَةِ۔ یعنی درخت کا پھل کھانے کا ارادہ نہ تھا۔

اور ایک قول ہے جو ابن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اِنَّ الْمَعْنٰی لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا عَلَى الذَّنْبِ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَخْطَاَ النِّعْمَةَ۔

تو لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا گیا کہ بنی آدم اسی وجہ میں کمزور طبیعت اور بھول جانے والا واقع ہوا ہے۔

غرضیکہ آدم و حوا اور شیطان سب کے سب اس باغ سے نکالے گئے اور فرما دیا گیا کہ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ کہ تم میں ہر ایک دوسرے کا دشمن رہے گا۔ پھر آدم علیہ السلام نے توبہ کی اور بارگاہ مغفرت میں روئے تو توبہ قبول ہوئی اور پھر سرفرازی بخشی گئی اور ارشاد ہوا کہ تمہاری اولاد کے پاس ہماری طرف سے ہدایت آیا کرے گی۔ رسولوں کے ذریعہ اور کتابوں سے پھر اس ہدایت پر جو چلے گا وہ کامیاب ہوگا اور شقاوت و بدبختی سے محفوظ رہے گا۔

اور جو اس ہدایت و ذکر کے قبول سے انحراف کرے گا اسے دو سزائیں ہیں ایک دنیا میں فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا کہ اس کی معیشت تنگ ہوگی۔ ضَنْكًا کے معنی تنگی کے ہیں۔ جیسے مَنْزِلٌ ضَنْكٌ وَ عَيْشٌ ضَنْكٌ یعنی اس کی دنیاوی زندگی تنگ ہوگی۔

اگرچہ بظاہر کافر و منحرف مال و منال جاہ و جلال میں ہوتا ہے لیکن اس میں حرص و آز کا جرثومہ اتنا غالب ہوتا ہے کہ اس کے حصول مال میں فکر وسیع ہوتی ہے۔

کاسۂ چشم حریصاں پر نہ شد — تا صدف قانع نہ شد پر در نہ شد

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گفت چشم تنگ دنیا دار را — یا قناعت پر کند یا خاک گور

اور مومن کو حصول دنیا سے آزادی ہوتی ہے وہ قناعت پر قوت لایموت حاصل کرتا ہے باقی تمام تر فکر آخرت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ اسی لئے فرمایا اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَ جَنَّةُ الْكَافِرِ۔

اس لئے عارف کامل حافظ شیرازی رحمہ اللہ کہہ گئے

حجاب چہرۂ جاں مے شود غبار تنم — خوشا دمے کہ ازیں چہرہ پردہ بر فگنم
چنیں قفس نہ سزاء من خوش الحان ست — روم بگلشن رضواں کہ مرغ آں چمنم

اور پہلی قومیں بھی اسی قسم کے انحراف کی وجہ میں ہلاک کی گئیں۔ جس کی معاش دنیا بے فکری سے ہے اور حلال کی اسے پرواہ نہیں اسے بروز قیامت اندھا اٹھایا جائے گا۔ پھر وہ عرض کرے گا الٰہی میں تو انکھیارہ تھا مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟

تو جواب ملے گا دنیا میں تو ہمارے احکام سے اندھا تھا اب یہاں ہم تجھے ایسے حال میں محشور کر رہے ہیں کہ تو کسمپرسی کے عالم میں رہے۔ اب تفسیر رکوع بہ تفصیل آیات ملاحظہ کریں۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

"وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ ۔ اور یاد فرمایئے وہ وقت جب ہم نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب سجدہ میں گر گئے مگر ابلیس

اس نے انکار کیا تو ہم نے فرمایا اے آدم بے شک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے تو کہیں تم دونوں کے جنت سے نکلنے کا یہی موجب نہ ہو تو تم مشقت میں پڑو (یہاں تو) تمہارے لئے یہ ہے کہ نہ بھوکے رہو نہ ننگے اور یہ کہ تمہیں اس جنت میں نہ پیاس لگے نہ دھوپ۔''

یہ چھٹی بار قصہ آدم علیہ السلام کا بیان شروع ہے اس میں کیفیت نسیان اور فقدان عزم واستقلال کا تذکرہ ہے۔

اور اذ منصوب علی المفعولیت فرما کر مضمر طور پر لایا گیا۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ارشاد ہے۔

یَعْنِی اُذْکُرْ یَا مُحَمَّدُ وَقْتَ قَوْلِنَا لِلْمَلٰئِکَةِ الخ اے محبوب وہ وقت یاد فرمایئے جب ہم نے ملائکہ کو فرمایا کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب سجدہ میں گر گئے مگر ابلیس نے انکار کیا۔

اَبٰی۔ جملہ مستانفہ ہے اور ابا انکار کے معنی میں مستعمل ہے۔

اور مفعول محذوف اگر مانا جائے تو یہ معنی ہوں گے اَبَی السُّجُوْدَ۔ سجدہ سے انکار کیا۔

تو ہم نے اس کے انکار کے بعد آدم کو ناصحانہ طور پر فرمایا کہ اے آدم جسے آپ نے امتثال امر میں مخالف دیکھا یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے اور ابلیس کو حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے عداوت کی وجوہ میں اختلاف ہے۔ چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وَاخْتُلِفَ فِیْ سَبَبِ الْعَدَاوَةِ فَقِیْلَ مُجَرَّدُ الْحَسَدِ وَ هُوَ لَعَنَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ لَعَنَ اَتْبَاعَهٗ اَوَّلُ مَنْ حَسَدَ۔

ایک قول تو یہ ہے کہ اسے بلا وجہ حسد ہوا اور وہ اللہ کی رحمت سے بعید ہونے والا تھا اور اس کی پیروؤں پر بھی اللہ کی لعنت ہوا اور اول جس نے حسد کیا وہ یہی خبیث تھا اسی لئے اس کا نام ابلیس ہوا یہ ابلس سے ہے ابلس مایوس کو کہتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کَوْنُهٗ شَیْخًا جَاهِلًا وَ کَوْنُ اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ شَابًّا عَالِمًا وَالشَّیْخُ الْجَاهِلُ یَکُوْنُ اَبَدًا عَدُوًّا لِلشَّابِّ الْعَالِمِ بَلِ الْجَاهِلُ مُطْلَقًا عَدُوٌّ لِلْعَالِمِ کَذٰلِکَ کَمَا قِیْلَ عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَالْجَاهِلُوْنَ لِاَهْلِ الْعِلْمِ اَعْدَاءٌ۔

اس کا بڈھا ہو کر جاہل ہونا اور آدم علیہ السلام کا جوان عالم ہونا موجب عداوت تھا اس لئے کہ شیخ جاہل ہمیشہ جوان عالم کا دشمن ہوتا ہے بلکہ مطلقاً جاہل دشمن ہوتا ہے عالم کا جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جاہل لوگ ہمیشہ علماء کے دشمن ہوتے ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ تَنَافِی الْاَصْلَیْنِ فَاِنَّ اللَّعِیْنَ خُلِقَ مِنْ نَّارٍ وَ اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ خُلِقَ مِنْ طِیْنٍ وَ حَوَّاءَ خُلِقَتْ مِنْهُ۔ وَ قَدْ ذَکَرَ جَمِیْعًا ذَالِکَ الْاِمَامُ الرَّازِیْ۔

اصل میں منافات تھی اس لئے کہ ابلیس لعین آگ سے پیدا ہوا اور آدم علیہ السلام مٹی سے اور حضرت حوا آدم علیہ السلام سے۔ یہ ہر سہ اقوال امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے بیان کئے۔ آگے ارشاد ہوا کہ

''فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی۔ یہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔''

اس کے یہ معنی ہیں فَلَا یَکُوْنَنَّ سَبَبًا لِاِخْرَاجِکُمَا مِنَ الْجَنَّةِ۔ کہیں یہی خبیث سبب نہ بن جائے تمہارے جنت سے نکلنے کا تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے یَعْنِیْ فَتَعْبٌ بِمَتَاعِبِ الدُّنْیَا وَ هِیَ لَا تَکَادُ تُحْصٰی۔

کہیں یہ خبیث ہی سبب نہ بن جائے تمہارے جنت سے نکلنے کا تو تم مصیبت خانہ دنیا میں محنت و مشقت میں پڑ جاؤ جس کی گنتی اور شمار نہیں ہوسکتا۔

"اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى۔ یہاں تو تمہارے لئے یہ انعام ہے کہ نہ بھوک لگے نہ ننگے رہو وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى اور یہاں تمہارے لئے یہ کرم ہے کہ نہ پیاس لگے اس میں نہ دھوپ۔"

ظَمَأ۔ کہتے ہیں شدت کی پیاس کو۔ اور لَا تَضْحٰى۔ یعنی لَا تُصِيْبُكَ الشَّمْسُ۔ تمہیں سورج کی تیزی نہیں لگتی۔

چنانچہ عمرو بن ربیعہ کہتا ہے۔

رَاَتْ رَجُلًا رُبَمَا اِذَا الشَّمْسُ عَارَضَتْ فَيَضْحٰى وَ اَمَّا بِالْعَشِيِّ فَيَخْصَرُ

اور اس جگہ جسے جنت کہا گیا اول حضرت آدم صفی کو معہ حوا کے رہنے کا حکم ہوا اور شجر ممنوعہ سے احتراز کا بھی حکم ہو چکا تھا۔

كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَ يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ اے آدم رہ تو اور تیری بیوی جنت میں اور دونوں رچتا بچتا کھاؤ جہاں سے چاہو جو کچھ چاہو اور اس درخت کے قریب بھی نہ جانا نہیں تو تم اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے۔

تو اس کا اثر انسان پر یہ ہوا کہ اَلْاِنْسَانُ حَرِيْصٌ فِيْمَا مُنِعَ اسے جس چیز سے روکا جائے اس کی طرف حریص ہوتا ہے۔

اور حقیقت میں بات یہ تھی کہ یہ سارا انتظام ید قدرت کر چکی تھی۔ کیونکہ

عالم دنیا کی آبادی ہبوط آدم صفی پر موقوف رکھی گئی تھی۔ لیکن نوشتہ قدرت ہمیشہ مخفی ہوتا ہے اسی وجہ میں جو ہونا تھا وہ ہوا اور اس کا علم صرف اور صرف اسی عالم الغیوب کو تھا۔ اسی وجہ میں جنت سے تشریف لانا آدم و حوا کو بار گزرا اگر جانتے کہ ہمارے ہی قدوم میمنت لزوم پر دنیا کی آبادی موقوف ہے اور پروگرام علم اللہ میں ہے تو آدم و حوا غمگین ہی کیوں ہوتے۔

بہانہ تو سوس شیطان کا بنا اور آنا علم اللہ میں مقدر تھا۔ دوسرے دنیائے دنی مقام رنج و محن ہے اس لئے رنج و آلام بھی ہونے تھے۔ مہاجرت و مواصلت کے نقشے بھی ملاحظہ فرمانے تھے۔ مذوقات وصل اور جرعات فصل کے ذائقہ سے بھی واقف ہونا تھا چنانچہ اس پروگرام کی تکمیل اس طرح فرمائی گئی کہ

"فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى تو شیطان نے ان کے اندر وسوسہ ڈالا اور کہا اے آدم کیا میں تمہیں بتا دوں ہمیشہ رہنے والا درخت اور وہ سلطنت جو پرانی نہ پڑے۔"

وسوسہ پر راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلْوَسْوَسَةُ الْخَطْرَةُ الرَّدِيْئَةُ وَ اَصْلُهَا مِنَ الْوَسْوَاسِ وَ هُوَ صَوْتُ الْحُلِيِّ وَ الْهَمْسُ الْخَفِيُّ۔ وسوسہ خطرہ ردیہ کو کہتے ہیں اور اس کی اصل وسواس ہے اور وہ زیورات کی جھنکار اور کسکساہٹ باریک سے باریک ہے۔

علامہ لیث کے نزدیک اَلْوَسْوَسَةُ حَدِيْثُ النَّفْسِ وَ الْفِعْلُ۔ وسوسہ دل میں بات کرنا ہے اور کسی فعل کی طرف متوجہ ہونا۔

وَ ذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ اَنَّ وَسْوَسَ فِعْلٌ لَازِمٌ مَاخُوْذٌ مِنَ الْوَسْوَسَةِ وَ هِيَ حِكَايَةُ صَوْتٍ كَوَلْوَلَةِ الثَّكْلٰى وَ عَوْعَةِ الذِّئْبِ وَ قَوْقَةِ الدُّجَاجَةِ۔

اور اکثر کے نزدیک وسوس فعل لازم ہے جو وسوسہ سے ماخوذ ہے اور وہ بچہ گم ہونے کے غم میں مجموعی آواز ہے یا بھیڑیا کا پکارنا یا مرغی کا کٹ کٹ کرنا ہے۔

"قَالَ یٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ نَادَاهُ بِاِسْمِهٖ ثُمَّ عَرَضَ عَلٰى سَبِیْلِ الْاِسْتِفْهَامِ الَّذِیْ یُشْعِرُ بِالنُّصْحِ۔ پکارا اور آدم علیہ السلام کے نام سے ندا دے کر بطریق استفہام ایسے بولا کہ وہ خیر خواہ معلوم ہوا۔ اور بولا وہ شجرۂ خلد ہے۔

مَنْ اَكَلَ مِنْهَا خَلَدَ وَلَمْ یَمُتْ اَصْلًا سَوَاءٌ كَانَ عَلٰى حَالِهٖ اَوْبِاَنْ یَكُوْنَ مَلَكًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ۔ جو اسے کھائے ہمیشہ زندہ رہتا ہے اور کبھی نہیں مرتا۔ عام اس سے کہ وہ اپنے حال پر رہے یا فرشتہ ہو جائے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ مگر یہ کہ تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا تم ہمیشہ رہو۔

"وَمُلْكٍ لَّا یَبْلٰى۔" کے معنی یہ ہیں لَا یَفْنِیْ وَلَا یَصِیْرُ بَالِیًا خَلَقًا۔ کبھی فنا نہ ہو یا کبھی بوسیدہ اپنی پیدائشی کیفیت سے نہ ہو۔

پھر کیا ہوا اس کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے

"فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ"۔ تو کھالیا دونوں نے اس سے تو کھل گئے ان کے پردہ پوش لباس اور طَفِقَا لَزِمَ اور لازم کیا اپنے لئے یَخْصِفٰنِ۔ یہ خَصَفَ خَصْفًا وَاَخْصَفَ وَاخْتَصَفَ سے ہے۔ النَّعْلَ اَطْبَقَ عَلَیْهَا مِثْلَهَا وَ خَرَزَهَا بِالْمِغْصَفِ الشَّیْءَ عَلَى الشَّیْءِ اَلْصَقَهٗ۔ حاصل معنی پتہ پر پتہ رکھ کر بدن پر چپکانا۔ چنانچہ آیۂ کریمہ کے یہ معنی ہوئے۔ "اور اپنے اوپر چپکانے لگے جنت کے پتے۔"

"وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى۔ اور لغزش کی آدم نے اپنے رب کے حکم میں تو جو چاہا تھا اس سے وہ بہک گئے۔"

یعنی آپ نے چاہا تو یہ تھا کہ حیات خلد مل جائے وہ نہ ملی یَعْنِیْ ضَلَّ عَنْ مَطْلُوْبِهِ الَّذِیْ هُوَ الْخُلُوْدُ۔ اور غَوٰی کے معنی ہوئے اَیْ فَسَدَ عَلَیْهِ عَیْشُهٗ تو آپ کا جنت میں رہنا ختم ہو گیا جو عیش یہاں حاصل تھا اس میں فساد آ گیا۔ كَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِیُّ غَوٰی اَیْ فَسَدَ عَلَیْهِ عَیْشُهٗ۔

خلاصہ مسئلہ اکل شجرۃ الممنوعۃ

اَلْمَفْهُوْمُ مِنْ كَلَامِ الْاِمَامِ فَاِنْ كَانَ صُدُوْرُهٗ بَعْدَ الْبِعْثَةِ تَعَمُّدًا مِنْ غَیْرِ نِسْیَانٍ وَلَا تَاوِیْلٍ اَشْكَلَ عَلٰى مَا اتَّفَقَ عَلَیْهِ الْمُحَقِّقُوْنَ وَالْاَئِمَّةُ الْمُتْقِنُوْنَ مِنْ وُجُوْبِ عِصْمَةِ الْاَنْبِیَاءِ بَعْدَ الْبِعْثَةِ عَنْ صُدُوْرِ مِثْلِ ذٰلِكَ مِنْهُمْ۔

خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ اگر یہ اکل شجرہ بعد البعثت قصداً ہو جس میں کوئی نسیان اور تاویل نہ ہو تحقیق یہ ہے کہ محققین اور ائمہ مجتہدین وجوب عصمت انبیاء علیہم السلام بعد البعثۃ تسلیم کرنے کی بناء پر اسے ناجائز اور مشکل فرماتے ہیں۔ البتہ یہ عقیدہ خوارج کا ہے جو خود گمراہ ہیں۔

اور اگر اسے سہو و نسیان تسلیم کیا جائے تو آیہ کریمہ سے یہ عقیدہ منطبق ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: فَنَسِیَ وَلَمْ

نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔

وَالْاَحْوَط نَظْرًا اِلٰی مَقَامِ اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنْ یُقَالَ اِنَّ صُدُوْرَهٗ مَا ذُکِرَ مِنْهُ کَانَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ وَکَانَ سَهْوًا۔ اور بہتر تاویل منصب آدم صفی علیہ السلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ہے کہ کہا جائے کہ اکل شجرہ جس کا ذکر ہو چکا وہ قبل نبوت تھا اور وہ سہواً ہی تھا۔

اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابوعبداللہ مغربی سے راوی ہیں تَفَکَّرَ اِبْرَاهِیْمُ فِیْ شَانِ اٰدَمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ فَقَالَ یَا رَبِّ خَلَقْتَهٗ بِیَدِکَ وَ نَفَخْتَ فِیْهِ مِنْ رُوْحِکَ وَ اَسْجَدْتَّ لَهٗ مَلٰٓئِکَتَکَ ثُمَّ بِذَنْبٍ وَاحِدٍ مَلَاْتَ اَفْوَاهَ النَّاسِ مِنْ ذِکْرِ مَعْصِیَتِهٖ فَاَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ یَا اِبْرَاهِیْمُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ مُخَالَفَةَ الْحَبِیْبِ عَلَی الْحَبِیْبِ شَدِیْدَةٌ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شان آدم علیہ السلام پر غور فرما کر عرض کیا الٰہی تو نے آدم کو اپنے ید قدرت سے پیدا فرمایا اور اس میں اپنی طرف سے نفخ روح کیا اور اپنے ملائکہ کو اس کی طرف سجدہ کے لئے جھکایا پھر محض ایک لغزش کی بناء پر لوگوں کی زبان پر معصیت کا چرچا کروا دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی فرمائی اے ابراہیم کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حبیب کی مخالفت حبیب پر کتنی شدید ہوتی ہے۔

تو اس سے علو شان آدم اور فضیلت و عظمت ثابت ہوتی ہے اور حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ بھی فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے کسی نے خوب کہا ہے

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

آخر محاکمہ فرماتے ہیں لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَنْسِبَ اِلَیْهِ الْعِصْیَانَ۔ بہر حال آج کسی کو نہیں چاہئے کہ حضرت صفی اللہ علیہ السلام کی ذات کی طرف انتساب کیا جائے کہ اس سے اہانت نبی لازم آتی ہے اور وہ کفر ہے۔ یہ واقعہ جو کچھ ہوا وہ محض قضا و قدر کے مقتضا سے تھا اور اس میں وہی حکمت تھی جو ہم اول بیان کر آئے ہیں اس لئے سب کچھ فرما کر سب کچھ محو کیا جا رہا ہے اور ارشاد ہے۔

"ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰی۔ پھر چن لیا اسے اس کے رب نے تو اپنی رحمت سے اس پر رجوع فرمایا اور راہ دکھائی۔"

اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَیْ اِصْطَفَاهُ سُبْحَانَهٗ وَ قَرَّبَهٗ اِلَیْهِ بِاَکْمَلِ التَّوْبَةِ وَالتَّوْفِیْقِ لَهَا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں برگزیدہ بنا کر اپنا قرب خاص عطا فرمایا اور توبہ کی توفیق دی۔

اِجْتَبَی الشَّیْءَ جَبَاهُ لِنَفْسِهٖ اَیْ جَمَعَهٗ۔ محاورہ ہے کہ چن لی فلاں چیز یعنی مخصوص کر لی اپنے لئے یعنی جمع کر لیا ہے۔

"فَتَابَ عَلَیْهِ۔" اَیْ رَجَعَ عَلَیْهِ بِالرَّحْمَةِ وَ قَبِلَ تَوْبَتَهٗ حِیْنَ تَابَ وَذٰلِکَ حِیْنَ قَالَ هُوَ ذَا وِجْهَةٌ رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ فَتَابَ عَلَیْهِ کے یہ معنی ہیں کہ رجوع فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اور توبہ قبول کی جب آپ نے توبہ کی اور یہ وہ وقت تھا جب آپ نے معہ حوا کے بارگاہ حق میں عرض کیا۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔

"وَ هَدٰی۔" اِلَی الثُّبَاتِ عَلَی التَّوْبَةِ وَالتَّمَسُّکِ بِمَا یَرْضَی الْمَوْلٰی سُبْحٰنَهٗ وَ تَعَالٰی۔ یعنی راہ دکھائی توبہ پر ثابت رہنے کی اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اس پر تمسک کرنے کی۔

وَالنَّیسَا بُوْرِیُ فَسَّرَالْاِجْتِبَاءَ بِالْاِخْتِیَارِ لِلرِّسَالَةِ۔ نیشاپوری نے تفسیر کی کہ الاجتباء اختیار رسالت کے لئے اختیار فرمانے کو کہتے ہیں۔

وَجَعَلَ الْاٰیَةَ دَلِیْلًا عَلٰی اَنَّ مَاجَرٰی کَانَ قَبْلَ الْبِعْثَةِ۔ اور اس آیۂ کریمہ کو اس امر کی دلیل فرمایا کہ جو کچھ واقعہ ہوا وہ بعثت سے قبل کا تھا۔

اس کے بعد استیناف فرما کر بتایا گیا

اکل شجرۂ ممنوعہ کے بعد کیا ہوا فرمایا گیا ہم نے حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اس میں ہمارا زبردست پروگرام مضمر ہے چنانچہ ارشاد ہوا:

"قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِیْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰى۔ فرمایا اترو تم دونوں اس جنت سے یکبارگی بعض تمہارا بعض کا دشمن ہے تو اگر آئے میری طرف سے تم سب کو ہدایت تو جو اتباع کرے ہدایت کا تو وہ نہ بہکے نہ بدبخت ہو۔"

اهْبِطَا۔ کے معنی اَنْزِلَا کے ہیں یَعْنِیْ اَنْزِلَا مِنَ الْجَنَّةِ اِلَی الْاَرْضِ مُجْتَمِعِیْنَ۔ یعنی اترو تم دونوں جنت سے زمین کی طرف۔

وَ قِیْلَ الْخِطَابُ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ لِاِبْلِیْسَ عَلَیْهِ اللَّعْنَةُ فَاِنَّهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ بَعْدَ مَا قِیْلَ لَهٗ اُخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ لِلْوَسْوَسَةِ۔ یہ خطاب حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس علیہ اللعنۃ کے لئے ہوا اس لئے کہ وہ جنت میں داخل ہو گیا تھا وسوسہ ڈالنے کے لئے بعد اس کے کہ اسے حکم جنت سے خارج ہونے کا ہو چکا تھا۔

"بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ۔ بعض تمہارا بعض کا دشمن ہے۔"

لِمَا اَنَّهُمَا اَصْلُ الذُّرِّیَةِ وَ مَنْشَأُ الْاَوْلَادِ فَالتَّعَادِیُ فِی الْحَقِیْقَةِ بَیْنَ اَوْلَادِهِمَا۔ اس لئے کہ دونوں سے ذریت پیدا ہونی تھی اور یہ عداوت درحقیقت دونوں کی اولاد میں تھی۔

دوسری عداوت کی وجہ آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کی ظاہر تھی جو بیان ہو چکی۔

"فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى ۙ۔ تو اگر تم سب کو آئے میری طرف سے ہدایت۔"

یَعْنِیْ بِنَبِیٍّ اُرْسِلُهٗ اِلَیْكُمْ وَ كِتَابٍ اُنْزِلُهٗ عَلَیْكُمْ۔ یعنی نبی اور کتاب کے ذریعہ جو تمہیں بھیجے جائیں تو فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰى۔ تو جو پیروی کرے میری ہدایت کی وہ نہ بہکے نہ بدبخت ہو۔"

دنیا اور آخرت میں اس لئے کہ دنیا میں بھٹکنے کا نتیجہ آخرت سے محفوظ رہے گا۔ جیسا کہ ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ نے روایت کیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس کی تصحیح کی۔ بطریق ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

قَالَ اَجَارَ اللّٰهُ تَعَالٰی تَابِعَ الْقُرْاٰنِ مِنْ اَنْ یَّضِلَّ فِی الدُّنْیَا اَوْ یَشْقٰی فِی الْاٰخِرَةِ ثُمَّ قَرَأَ الْاٰیَةَ۔ اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا تابع قرآن کا کہ وہ بچے گا گمراہ ہونے سے دنیا میں اور بدبختی سے آخرت میں۔

دوسری حدیث مرفوع میں ہے مَنِ اتَّبَعَ كِتَابَ اللّٰهِ هَدَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الضَّلَالَةِ فِى الدُّنْيَا وَوَقَاهُ سُوْءَ الْحِسَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ جو کتاب اللہ کا متبع ہو اللہ اسے ہدایت دیتا ہے گمراہی سے دنیا میں اور سوء حساب سے محفوظ رہتا ہے قیامت میں۔ اور جو ذکر الٰہی سے اعراض وانحراف کرے اس کے لئے یہ وعید ہے۔ حیث قال۔

"وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا۔ اور جو اعراض کرے میری یاد سے تو بے شک اس کے لئے زندگی میں تنگی ہے اور وہ محشور ہوگا قیامت کے دن اندھا تو کہے گا اے میرے رب مجھے کیوں اٹھایا تو نے اندھا حالانکہ تھا میں تو آنکھ والا۔"

معیشت ضنک کا ترجمہ ضَيِّقَةً شَدِيْدَةً سخت تنگ۔ اور یہ تنگی معاش دنیا میں ہوگی رُوِىَ ذَالِكَ عَنْ عَطَاءٍ وَابْنِ جُبَيْرٍ وَ وَجْهُ ضِيقِ مَعِيْشَةِ الْكَافِرِ الْمُعْرِضِ فِى الدُّنْيَا اِنَّهٗ شَدِيْدُ الْحِرْصِ عَلَى الدُّنْيَا۔ تنگی معاش کی توجیہ عطا نے یہ کی کہ اس سے مراد کافر کی زندگی دنیاوی میں اس لئے کہ وہ دنیا کے لئے شدید الحرص ہوتا ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ تِلْكَ الْمَعِيْشَةَ لَهٗ فِى الْقَبْرِ بِاَنْ يُّعَذَّبَ فِيْهِ۔ بعض کہتے ہیں یہ معیشت ضنک عذاب قبر ہے۔

اور ابن مسعود اور ابو سعید خدری، ابو صالح اور ربیع اور سدی اور مجاہد بحر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ یہ آیت اسود بن عبد الاسد مخزومی کے حق میں نازل ہوئی اور وَالْمُرَادُ ضَغْطَةُ الْقَبْرِ حَتّٰى تَخْتَلِفَ اِلَيْهِ اَضْلَاعُهٗ۔ اس سے مراد ضغطہ قبر ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہوجائیں گی۔

اور ابن ابی الدنیا ذکر موت میں مرفوعاً اور حکیم ترمذی اور ابو یعلی اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن حبان اور ابن مردویہ حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ فِىْ قَبْرِهٖ فِىْ رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ وَيُرَحَّبُ لَهٗ – قَبْرُهٗ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا وَ يَضِيْئُ حَتّٰى يَكُوْنَ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ – هَلْ تَدْرُوْنَ فِيْمَ اُنْزِلَتْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا قَالُوْا اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ عَذَابُ الْكَافِرِ فِىْ قَبْرِهٖ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعِيْنَ تِنِّيْنًا – هَلْ تَدْرُوْنَ مَا التِّنِّيْنُ – تِسْعَةٌ وَ تِسْعُوْنَ حَيَّةً لِكُلِّ حَيَّةٍ سَبْعَةُ رُءُوْسٍ يَخْدُشُوْنَهٗ وَ يَلْسَعُوْنَهٗ وَ يَنْفُخُوْنَ فِىْ جِسْمِهٖ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔

مومن اپنی قبر میں سرسبز باغیچہ میں ہوگا اور اسے مرحبا کی آوازیں ستر گز سے آتی ہوں گی اور اس کی قبر چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگی۔ تمہیں معلوم ہے فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا کس لئے نازل ہوئی۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔ فرمایا یہ کافر کا عذاب ہے اس کی قبر میں اس پر ننانوے تنین مسلط ہوں گے۔ تمہیں معلوم ہے تنین کیا ہیں؟ یہ ننانوے سانپ ہوں گے ہر سانپ کے سات سر ہوں گے وہ اسے نوچیں، منہ سے بکٹے بھریں اور پھونکیں ماریں گے اس کے جسم میں قیامت تک۔

اس کے علاوہ اور بھی احادیث علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے نقل کی ہیں جو اس مضمون کی حامل ہیں۔

"وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى۔ اور اٹھائیں ہم اسے اندھا۔"

جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوا وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا قیامت کے دن اسے ہم اندھا، گونگا، بہرا اٹھائیں گے۔ تو وہ عرض کرے گا:

"قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا۔ الٰہی مجھے اندھا کس لئے محشور فرمایا حالانکہ میں آنکھ والا تھا" تو ارشاد ہوگا:

"قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى۔ ارشاد فرمائے اللہ تعالیٰ ایسے ہی ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں تو تو نے انہیں بھلا دیا ایسے ہی آج کے دن ہم نے تجھے بھلایا اور اندھا اٹھایا ہے۔"

خلاصہ یہ کہ دنیا میں تو ہماری آیتوں پر ایمان نہ لایا اور ہمارے احکام نسیاً منسیا کئے ایسے ہی آج ہم تجھے نسیاً منسیا کرتے ہیں اب آگ میں جلتا رہ۔

"وَ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ یُؤْمِنْۢ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰى۔ اور ایسا ہی ہم بدلہ دیتے ہیں اسے جو اسراف کرے اور حد سے بڑھ جائے اور ہماری آیتوں پر ایمان نہ آئے اور بے شک آخرت کا عذاب سب سے سخت تر اور دیرپا ہے۔"

یعنی جو رسولوں کی نہ مانے اور خواہشات نفسانیہ کی پیروی میں حد سے گزر جائے اس کا یہی بدلہ ہے۔

"اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾۔ تو کیا انہیں اس سے راہ نہ ملی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں کہ یہ اہل مکہ ان کے بسنے کی جگہوں میں چلتے پھرتے ہیں بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو۔"

نُہٰی۔ روکنے والی۔ چونکہ عقل برے کام سے روکتی ہے بنا بریں تغلیباً اس کے معنی عقل لئے گئے۔

اور وہ قومیں قرون سالفہ کی اصحاب، جو ثمود ولوط وغیرہ ہیں جن کے مساکن کے کھنڈرات آج تک ان پر مرثیہ خوان ہیں اور اہل مکہ جب شام وغیرہ کا سفر کرتے ہیں تو ان کے اماکن و مساکن کے کھنڈرات دیکھتے ہیں اگر عقل ہو تو عبرت حاصل کریں مگر پتھروں کے ساتھ سر پھوڑتے اور ان کی پوجا کرتے تھے اُولٰٓىٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ یہی لوگ تھے۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى ؕ ﴿۱۲۹﴾

اور اگر بات تمہارے رب کی مسابقت نہ کر چکی ہوتی تو ضرور لازم ہو جاتا ان پر عذاب اگر مدت مقررہ نہ ہوتی

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

تو صبر کرو اس پر جو وہ کہتے ہیں اور تسبیح کرتے رہو اور پاکی بولتے رہو اپنے رب کی سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے قبل اور رات کی گھڑیوں میں تسبیح کرو اور دن کے کناروں میں تاکہ تم راضی ہو

وَ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾

اور اے سننے والے اپنی آنکھیں دراز نہ کر اس طرف جو ہم نے تمتع کے لئے کافروں کو دیا جوڑوں سے تازگی دنیا کی تاکہ اس کے سبب فتنے میں پڑیں اور تیرے رب کا رزق بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والا

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

اور حکم کر اپنے گھر والوں کو نماز کا اور خود اس پر قائم رہ ہم تجھ سے نہیں مانگتے رزق ہم تمہیں رزق دیتے ہیں اور انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾

اور کافر بولے کہ کیوں نہیں لاتے ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب کی کیا اس میں اس کا بیان نہ آیا جو اگلے صحیفوں میں ہے

وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾

اور اگر ہم انہیں ہلاک کر دیتے کسی عذاب سے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول کہ پیروی کرتے ہم تیرے حکم کی قبل اس کے کہ ہم ذلیل ہوتے اور رسوا

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

فرما دیجئے سب راہ دیکھ رہے ہیں تو تم بھی راہ دیکھو تو عنقریب جان لوگے کہ کون سیدھی راہ والے ہیں اور کس نے راہ پائی

حل لغات آٹھواں رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ١٦

وَلَوْلَا۔ اور اگر نہ ہوتی	كَلِمَةٌ۔ بات جو	سَبَقَتْ۔ پہلے گزر چکی	مِنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب سے
لَكَانَ۔ تو ہوتا	لِزَامًا۔ لازم ہونے والا	وَّاَجَلٌ۔ اور مدت	مُّسَمًّى۔ مقرر
فَاصْبِرْ۔ تو صبر کرو	عَلٰى مَا۔ اس پر جو	يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	وَسَبِّحْ۔ اور تسبیح بیان کر
بِحَمْدِ۔ ساتھ حمد	رَبِّكَ۔ اپنے رب کے	قَبْلَ۔ پہلے	طُلُوْعِ۔ چڑھنے
الشَّمْسِ۔ سورج کے	وَقَبْلَ۔ اور پہلے	غُرُوْبِهَا۔ اس کے غروب ہونے کے	
وَمِنْ اٰنَآئِ۔ اور گھڑیوں	الَّيْلِ۔ رات میں	فَسَبِّحْ۔ تسبیح بول	وَاَطْرَافَ۔ اور کنارے
النَّهَارِ۔ دن میں	لَعَلَّكَ۔ تا کہ تو	تَرْضٰى۔ راضی ہو	وَلَا۔ اور نہ
تَمُدَّنَّ۔ دراز کر	عَيْنَيْكَ۔ اپنی آنکھیں	اِلٰى۔ طرف	مَا۔ اس کی جو
مَتَّعْنَا۔ فائدہ دیا ہم نے	بِهٖۤ۔ اس کے ساتھ	اَزْوَاجًا۔ جوڑے	مِّنْهُمْ۔ ان سے
زَهْرَةَ۔ تازگی	الْحَيٰوةِ۔ زندگی	الدُّنْيَا۔ دنیا کی	لِنَفْتِنَهُمْ۔ تا کہ ہم ان کو
آزمائیں	فِيْهِ۔ اس میں	وَرِزْقُ۔ اور رزق	رَبِّكَ۔ تیرے رب کا
خَيْرٌ۔ بہتر ہے	وَّاَبْقٰى۔ اور پائیدار	وَاْمُرْ۔ اور حکم دے	اَهْلَكَ۔ اپنے گھر والوں کو
بِالصَّلٰوةِ۔ نماز کا	وَاصْطَبِرْ۔ اور صبر کر	عَلَيْهَا۔ اس پر	لَا نَسْئَلُكَ۔ نہیں مانگتے ہم
تجھ سے	رِزْقًا۔ رزق	نَحْنُ۔ ہم	نَرْزُقُكَ۔ رزق دیتے ہیں

تجھ کو وَالْعَاقِبَةُ۔ اور انجام لِلتَّقْوٰى۔ پرہیز گاری کا ہے وَقَالُوْا۔ اور بولے
لَوْلَا۔ کیوں نہیں یَاْتِیْنَا۔ لاتا ہمارے پاس بِاٰیَةٍ۔ کوئی نشانی مِّنْ رَّبِّهٖ۔ اپنے رب سے
اَوَلَمْ۔ کیا نہیں تَاْتِهِمْ۔ آئی ان کے پاس بَیِّنَةُ۔ دلیل مَا۔ جو
فِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰى۔ پہلے صحیفوں میں ہے وَلَوْ۔ اور اگر اَنَّآ۔ ہم
اَهْلَكْنٰهُمْ۔ ہلاک کر دیتے ان کو بِعَذَابٍ۔ عذاب سے مِّنْ قَبْلِهٖ۔ اس سے پہلے
لَقَالُوْا۔ تو کہتے رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب لَوْلَآ۔ کیوں نہ اَرْسَلْتَ۔ بھیجا تو نے
اِلَیْنَا۔ ہماری طرف رَسُوْلًا۔ رسول فَنَتَّبِعَ۔ ہم پیروی کرتے اٰیٰتِكَ۔ تیری آیتوں کی
مِنْ قَبْلِ۔ پہلے اَنْ۔ اس سے کہ نَّذِلَّ۔ ہم ذلیل ہوتے وَنَخْزٰى۔ اور رسوا
قُلْ۔ کہہ كُلٌّ۔ ہر ایک مُّتَرَبِّصٌ۔ انتظار کرنے والا ہے
فَتَرَبَّصُوْا۔ تو انتظار کرو فَسَتَعْلَمُوْنَ۔ تو جلدی جان لو گے تم مَنْ۔ کون ہے
اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ۔ سیدھی راہ والا وَمَنِ۔ اور کس نے اهْتَدٰى۔ ہدایت پائی

خلاصہ تفسیر آٹھواں رکوع ۔ سورۂ طٰہٰ ۔ پ ۱۶

امم ماضیہ کی ہلاکت کی نظیر پیش فرمائی۔ ارشاد ہے:

کہ اگر توشتۂ قضاوقدر یہ نہ ہوتا کہ ہم انہیں ایک مقررہ وقت تک دنیا میں رکھیں گے تو ان پر بھی ویسے ہی عذاب آجاتے اور یہ اسی طرح ہلاک کر دیئے جاتے جیسے ثمود وعاد وقوم لوط وغیرہ ہلاک ہوئیں۔

اگر اے محبوب یہ عبرت حاصل نہیں کرتے اور ہدایت پر نہیں آتے تو صبر فرمایئے اور آخرت کی تیاری کرتے رہیئے تاکہ وہاں سب خوش وقت رہیں۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ سے مراد اکثر علماء کے نزدیک نماز پنجگانہ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قبل طلوع الشمس سے مراد نماز فجر ہے۔

اور قبل غروبہا سے مراد ظہر وعصر ہے۔

اور وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ سے مغرب وعشاء مراد ہے۔

اور ایک قول ہے کہ مِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ سے مراد مغرب وعشا ہے تو اَطْرَافَ النَّهَارِ سے فجر ومغرب مراد ہے۔

جیسے حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى سے مراد عصر ہے۔

اور وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ۔ المد۔ دراز کردن وکشیدن ہیں اور اس سے مراد رغبت اور حسرت کے ساتھ کسی کی نعمت پر نظر ڈالنے کے ہیں تو مخاطبہ حضور ﷺ سے فرما کر حکم امت کو دیا جاتا ہے۔

اور توشۂ عقبیٰ کی تیاری کی تعلیم نماز پنجگانہ اور عبادت نافلہ سے دی گئی۔

اس لئے کہ دنیا کے اسباب وآرائش وتجمل جو کفار دنیاداروں کو دیئے گئے ہیں۔ مکان، عمدہ لباس، حسین عورتیں، سواریاں، عیش وعشرت کے لوازمات ان کی طرف نظر ڈالنے کی ممانعت کی گئی کیونکہ یہ سب فتنہ ہیں ان کے ذریعہ جب ان کا امتحان ہوتا ہے تو فیل ہو جاتے ہیں اور حرص وآز دنیا پر اتنی غالب آتی ہے کہ آخرت کا انہیں خیال بھی نہیں رہتا۔ آخرش جب

یہاں سے جاتے ہیں تو خالی ہاتھ ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کی روح کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔ بلکہ ''چشمش نگران است کہ ملکش بدست دگران است''

اور حیات دنیا کی عیش و عشرت چند روزہ میں پھول کر خدا کو بھی بھول جاتے ہیں۔ ظلم وستم، بے انصافی، نا ہنجاری، بدکاری وغیرہ معاصی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم حق بین میں یہ سب ہیچ تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرما کر اوروں کو سنانا اس لئے مناسب تھا کہ سننے والا سمجھ سکے کہ اس ہستی سے ایسا مخاطبہ جسے ان چیزوں کی طرف کبھی التفات نہ ہوا خاص اہمیت رکھتا ہے۔

تو سمجھ دار پھر اس طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔ حرص ورغبت وحسرت کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

پھر وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا بھی اس وجہ سے فرمایا کہ حکم کی اہمیت ذہن نشین ہو جائے کہ جب معصوم و محبوب سید عالم مالک رقاب امم سید الکل فی الکل ہادی سبل صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شان تخاطب ہے تو ماوشما تو کسی شمار میں ہی نہیں ہو سکتے۔ حکم کے تیور اس کی اہمیت واضح کر رہے ہیں وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ یعنی اپنے گھر والوں کو حکم نماز دو اور دَاوِمْ عَلَيْهَا اور خود اس پر مداومت کرو اور صبر بھی مداومت کا مجاز مرسل ہے۔

پھر ارشاد ہوا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا۔ اس سے تمہارا رزق کم نہ ہوگا اس لئے کہ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ رزق تو ہم دیتے ہیں اور انجام کار پرہیزگاری میں ہے۔

اور مشرکین کا یہ کہنا کہ یہ اپنے رب کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے یہ ان کی محض بکواس ہے کیا صحف سماویہ سابقہ انھوں نے نہ دیکھے۔

اور اگر ہم نشانی دکھاتے اور عذاب نازل فرما دیتے رسول کی بعثت سے پہلے تو بھی کہتے کہ اگر اللہ ہمیں رسول کے ذریعہ احکام پہنچاتا تو ہم ذلیل وخوار ہونے سے پہلے ان کی پیروی کر لیتے۔

فرما دیجئے ایسے ہی ہر ایک انتظار یہ جملے کہتا رہا تم بھی انتظار کرو عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون صراط مستقیم پر ہے اور ہدایت یافتہ گمراہی سے بچا ہوا۔

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع - سورۂ طٰہٰ - پ ۱۶

''وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾ ۔ اور اگر حکم سابقت نہ کر چکا ہوتا تمہارے رب کا تو ضرور ہو جاتا لازم انہیں عذاب اگر نہ ہوتا ایک میعاد مقررہ کا وعدہ تو صبر فرمایئے ان کی باتوں پر اور تسبیح کرتے رہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ آفتاب کے طلوع سے پہلے اور آفتاب کے غروب سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اور دن کے کناروں پر تا کہ تم راضی ہو۔''

یعنی اگر قضاء وقدر میں یہ فیصلہ نہ ہو گیا ہوتا اور امت محمدیہ ﷺ کے عذاب میں ایک وقت معین تک تاخیر ہوگی تو ان پر عذاب لازم ہو جاتا اور امم سابقہ کی طرح یہ بھی ہلاک کر دیئے جاتے۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وَالْكَلِمَةُ السَّابِقَةُ هِيَ الْعِدَةُ بِتَاخِيْرِ الْعَذَابِ الْاِسْتِيْصَالِ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔ یہ یا تو اکرام ہے حضور ﷺ کا جیسا کہ فرمایا

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ۔ یا ان کی نسل سے ایمان لانے والے پیدا کرنے مقدر تھے۔ بہر حال وَلَوْلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ کا مفہوم مدت مقررہ تک عذاب میں تاخیر ہے۔

اِمَّا اِکْرَاماً لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا یُشْعِرُبِہِ التَّعَرُّضُ بِعُنْوَانِ الرَّبُوْبِیَّۃِ مَعَ الْاِضَافَۃِ اِلٰی ضَمِیْرِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ۔

اَوْ لِاَنَّ مِنْ نَّسْلِھِمْ مَنْ یُّؤْمِنُ۔

اَوْلِحِکْمَۃٍ اُخْرٰی اَللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِھَا – اَیْ لَوْلَا الْکَلِمَۃُ السَّابِقَۃُ وَالْعِدَۃُ بِتَاخِیْرِ الْعَذَابِ – اَیْ لَازِمًا لِھٰٓؤُلَاءِ الْکَفَرَۃِ بِحَیْثُ لَایَتَاَخَّرُ عَنْ جَنَایَاتِھِمْ سَاعَۃً۔

''لَکَانَ لِزَامًا''۔ تو یقیناً ان پر لازم ہو جاتا عذاب دنیا ہی میں۔

''وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّی۔ اگر نہ مقرر ہوتی ایک مدت معین یعنی قیامت کا دن۔ اَیْ لَوْلَا اَجَلٌ مُّسَمًّی لِعَذَابِھِمْ وَھُوَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ۔

بعض کے نزدیک اجل مسمی سے مراد یوم بدر ہے۔ لیکن بدر میں ان کا استیصال تو نہیں ہوا اس لئے کہ بدر کے ہی انتقام پر احد کی تیاری کر کے ابوسفیان دوسو سواروں کا دستہ لے کر خفیہ طور پر مدینہ منورہ کی طرف چلا تھا۔ خلاصہ واقعہ یہ ہے کہ

جب دشت بدر میں کفار کو باوجود کثرت تعداد اور قوت کے حضور سید عالم ﷺ کے نہتے، کمزور، روزہ دار، ناتواں جان بازوں کے ہاتھ ہزیمت وشکست کا منہ دیکھنا پڑا اور اپنی آتش انتقام میں جلنے لگے۔ اس لئے کہ ستر سورما قریش کے یہاں واصل جہنم ہوئے تھے۔

اس دن مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں ماتم نہ ہوا آخر قریش نے ابوسفیان بن حرب اموی کو اپنا رئیس منتخب کیا۔ اس نے عرب کی پرانی رسم کے مطابق قسم کھائی کہ جب تک مقتولین بدر کا بدلہ نہ لوں گا سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔ اور قریش کو جمع کر کے تلقین کی کہ بدر کے مقتولین پر ماتم ونوحہ محض لغو ہے بلکہ ان کا کام یہ ہے کہ ہمت نہ ہاریں اور شکست کے بعد اپنے حوصلہ کو اور بلند کریں۔ جنگ کے لئے سر بکف تیار ہوں۔

چنانچہ مکہ میں بجائے نوحہ وفغاں کے جنگ کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ اور ابوسفیان اپنے دوسو سواروں کے دستے کے ساتھ مدینہ پہنچا انہیں مدینہ سے باہر ٹھہرایا خود ابن مشکم کے یہاں شب باش رہا۔ یہ یہودی قبیلہ بنی نضیر کا تھا۔ اس سے مدینہ کے مسلمانوں کے حوصلے اسے معلوم ہو چکے تھے۔ اہل مدینہ پر حملہ کی ہمت نہ پڑی مدینہ سے تین میل ورے عریض نامی ایک قریہ تھا اس پر حملہ کر دیا تا کہ قسم پوری ہو جائے۔ اس حملہ میں سعید بن عمرو انصاری شہید ہو گئے۔

اس قریہ کے مکانات اور گھاس کے ذخائر سب جلا ڈالے۔

جب اس کی خبر حضور ﷺ تک پہنچی دوسو سوار جان نثار ہمراہ لے کر خود حضور ﷺ مدینہ سے نکلے ابوسفیان معہ اپنے ساتھیوں کے پہلے ہی نکل چکا تھا اور جب اسے تعاقب کا علم ہوا تو سر پر پاؤں رکھ کر سراسیمہ بھاگ پڑا اور راستہ میں جو ستو آٹا اپنے کھانے کو لایا تھا پھینکتا چلا گیا۔

تعاقب کرنے والے مسلمان اسے اٹھا لائے اسی وجہ میں اس غزوہ کا نام ہی غزوۂ سویق ہو گیا۔ اس لئے کہ سویق ستو کو

کہتے ہیں۔انتہی مختصراً۔

غرضیکہ بدر کے بعد مشرکین کی اگرچہ کمر ٹوٹ گئی تھی مگر ان کا استیصال نہیں ہوا تھا۔

اس کے بعد ۳ھ مطابق ۶۲۴ء میں تین ہزار شتر سوار دو سو گھوڑے سوار سات سو زرہ پوش پیادوں کی جمعیت سے ابوسفیان مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کو آیا تھا جسے غزوۂ احد کہا جاتا ہے۔

اس جنگ میں مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد معہ ابن ابی منافق کے تین سو آدمیوں کے ایک ہزار تھی جس میں سے عین وقت پر ابن ابی نے دھوکہ دیا اور اپنے آدمیوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ جان بازان اسلام اب سات سو رہ گئے تھے۔ غرضیکہ یہ مقابلہ بدر کے بعد ہوا۔ اس جنگ میں مشرکین کی حمایت میں حضرت خالد بن ولید بھی تھے۔

بہرحال وقت معہودہ اور اجل مسمّٰی سے مراد یوم قیامت ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اور بطور تسلیہ حضور کو ارشاد ہوا۔

"فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ مِنْ كَلِمَاتِ الْكُفْرِ۔ تو کفار کی بکواس پر آپ صبر فرمائیں۔"

اس لئے کہ فَاِنَّ عِلْمَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنَّهُمْ يُعَذَّبُوْنَ۔ حضور کو اس امر کا علم تھا کہ ان پر عذاب آنا ہے اور لامحالہ یہ ہلاک ہوں گے تو اس کے بعد فرمایا:

"وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى۔ اور تسبیح اور حمد اپنے رب کی کرو طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے اور رات کے اوقات میں تسبیح کرو اور دن کے کناروں پر تاکہ تم راضی ہو۔"

قبل طلوع شمس ظاہر ہے کہ نماز فجر ہی ہوسکتی ہے۔ اور فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ کی تفسیر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اَیْ صَلِّ وَاَنْتَ حَامِدٌ لِرَبِّکَ عَزَّوَجَلَّ۔ یعنی قبل طلوع شمس نماز پڑھو قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اَیْ صَلٰوةَ الْفَجْرِ۔

اور قبل غروب سے مراد نماز ظہر و عصر ہے۔

وَ قَدْ اَخْرَجَ تَفْسِيْرَ التَّسْبِيْحِ فِيْ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ بِمَا ذَكَرَ الطِّبْرَانِيُّ وَابْنُ عَسَاكِرَ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنْ جَرِيْرٍ مَرْفُوْعًا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

وَاَخْرَجَ الْحَاكِمُ عَنْ فُضَالَةَ بْنِ وَهْبِ نِ اللَّيْثِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ حَافِظْ عَلَى الْعَصْرَيْنِ قُلْتُ وَمَا الْعَصْرَانِ قَالَ صَلٰوةٌ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ۔

مرفوع حدیث سے ثابت ہے کہ فضالہ بن وہب لیثی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عصرین کی حفاظت کر میں نے عرض کیا حضور عصرین کیا ہیں فرمایا ایک نماز طلوع آفتاب سے قبل کی یعنی فجر اور ایک غروب سے قبل یعنی عصر۔

وَ قِيْلَ الْمُرَادُ بِالتَّسْبِيْحِ قَبْلَ غُرُوْبِهَا صَلَاتَا الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ لِاَنَّ وَقْتَ كُلٍّ مِنْهُمَا قَبْلَ غُرُوْبِهَا وَ بَعْدَ زَوَالِهَا وَ جَمَعَهُمَا لِمُنَاسَبَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ قَبْلَ الْغُرُوْبِ وَاِنْ كَانَ بِاِعْتِبَارِ مَعْنَى اللُّغَوِيِّ صَادِقًا عَلٰى وَقْتِ الظُّهْرِ وَ وَقْتِ الْعَصْرِ۔

ایک قول یہ ہے کہ تسبیح سے مراد قبل غروب دونوں نمازیں ظہر و عصر ہیں اس لئے کہ دونوں کا وقت قبل غروب ہی ہے اور ظہر کا بعد زوال ہے اور دونوں اس مناسبت سے جمع کی گئیں کہ قبل طلوع میں فجر کی نماز آ گئی اور تو جانتا ہے کہ قبل غروب باعتبار

معنی لغوی ظہر وعصر ہی ہے۔ان میں سے ایک دن کے زوال کے بعد دوسری قبل غروب ہے۔

''وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ۔اور رات کی گھڑیوں میں اس کی تسبیح کرو۔''یعنی مغرب وعشا کی نمازیں پڑھو۔

آناء جمع انی وانو کی ہے اور اِناء بکسر ہمزہ برتن کے معنی دیتا ہے۔

اور راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اناً بالکسر بھی وقت کے معنی میں مستعمل ہے جیسے فرمایا غَیْرَ نَاظِرِیْنَ اِنَاہُ اَیْ وَقْتَہٗ۔ نہ دیکھنے والے اس کے وقت کو۔

ثُمَّ یُقَالُ اٰنَیْتُ الشَّیْءَ اِیْنَاءً اَیْ اَخَّرْتُہٗ عَنْ اَوَانِہٖ وَ تَاَنَّیْتُ تَاَخَّرْتُ۔

وَ فِی الْمِصْبَاحِ اٰنَیْتُہٗ بِالْفَتْحِ وَالْمَدِّ اَخَّرْتُہٗ وَالْاِسْمُ اَنَاءٌ بِوَزْنِ سَلَامٍ مَنْصُوْبٌ عَلَی الظَّرْفِیَّۃِ۔

''فَسَبِّحْ'' اَیْ قُمْ بَعْضَ اٰنَاءِ الَّیْلِ۔تو قیام کر وبعض اوقات شب میں۔

وَالْمُرَادُ مِنَ التَّسْبِیْحِ فِیْ بَعْضِ اٰنَاءِ الَّیْلِ صَلٰوۃُ الْمَغْرِبِ وَصَلٰوۃُ الْعِشَاءِ۔اور تسبیح سے مراد بعض اوقات شب میں صلوۃ مغرب اور صلوۃ عشاء ہے۔

''وَاَطْرَافَ النَّهَارِ'' ۔عَلٰی مَا اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ قَتَادَۃَ صَلٰوۃُ الظُّهْرِ۔اور دن کے کناروں میں اس کے متعلق ابن جریر اور ابن منذر کہتے ہیں کہ قتادہ کے نزدیک اس سے مراد نماز ظہر ہے۔

''لَعَلَّكَ تَرْضٰی'' ۔تا کہ تم راضی ہو۔ اَیْ سَبِّحْ فِیْ هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ رِجَاءَ اَنْ تَنَالَ عِنْدَهٗ تَعَالٰی مَا تَرْضٰی بِهٖ نَفْسُکَ مِنَ الثَّوَابِ -- وَالْمُرَادُ لَعَلَّکَ تَرْضٰی فِی الدُّنْیَا بِحُصُوْلِ الظَّفَرِ وَانْتِشَارِ اَمْرِ الدَّعْوَۃِ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وعطا اور اس کے انعام واکرام سے یہ ہے کہ آپ کو شفیع امت بنا کر تمہاری شفاعت منظور فرمائی گئی اور بروز قیامت تمہیں بخشش امت کے ساتھ راضی فرمایا جائے جیسے وعدہ کیا گیا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کریمہ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ان نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ کو دنیا میں عطا فرمائیں۔

جیسے کمال نفس اور علوم اولین وآخرین اور غلبۂ کفار پر اور اعلائے کلمہ حق اور فتوحات عامہ جو عہد مبارک میں ہوئیں اور عہد خلفائے راشدین میں اور تا قیامت مسلمانوں کو ہوتی رہیں گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت عام ہونا۔وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔اور آپ کی تعلیم کے بعد اسلام کا مشارق ومغارب میں پھیلنا اور آپ کی امت کا خیر الامم ہونا۔

اور آخرت کی عزت وعظمت کو بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعت عام وخاص کا مختار بنایا مقام محمود پر فائز کیا۔

مسلم شریف میں ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس اٹھا کر اپنی امت کے لئے روتے ہوئے دعا فرمائی اور عرض کیا۔ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ تو جبریل امین کو حکم ہوا کہ ہمارے محبوب کے حضور حاضر ہو کر رونے کا سبب معلوم کرے چنانچہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے۔سبب معلوم کرنا چاہا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے غم کا اظہار فرمایا۔ جبریل نے حاضر آ کر قصہ پیش کیا۔باآنکہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔

لیکن اس استفسار میں حکمت یہ تھی کہ جبریل علیہ السلام پر بھی منصب تقرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم واضح ہو جائے پھر حکم ہوا کہ جا اور میرے حبیب کو بشارت دے کہ آپ امت کے لئے غم نہ کریں وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی جب تک تم راضی نہ ہو

جاؤ ہم بروز قیامت بس ہی نہ کریں گے۔

اس بشارت کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا: اِذًا لَا اَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ۔ اب میں بھی راضی نہ ہوں اگر ایک امتی بھی جہنم میں رہا۔

آگے ارشاد ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبہ ہے اور حکم امت کے لئے ہے۔

"وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ اور اے سننے والے اپنی آنکھیں للچائی ہوئی دراز نہ کر اس کی طرف جو ہم نے کافروں مرد و عورت کو برتنے کے لئے دی یہ صرف حسین دنیا کی تازگی ہے۔"

یعنی انواع و اقسام کی فراخیاں اور وسعتیں جو کفار یہود و نصاریٰ، گبرو ترسا کو دنیوی ساز و سامان سے دی ہیں ان پر تمہاری للچائی ہوئی حسرت بھری نظریں نہ پڑیں اس لئے کہ وہ صرف اور صرف دنیا کی تازگی اور خوشحالی ہے۔

حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا مومن کو چاہئے کہ دنیاوی طمطراق نہ دیکھے بلکہ یہ دیکھے کہ اس پر معصیت کی ذلت اس کی گردن کو دبا رہی ہے۔

اسی وجہ میں دوسری جگہ فرمایا کہ

وَلَوْلَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ زُخْرُفًا ؕ وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۵﴾ ۔

اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں اور کافروں کی عیش اور فراخی کو دیکھ کر سب کافر ہو جائیں تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لئے چاندی کی سیڑھیاں اور چھتیں بناتے جن پر چڑھتے اور ان کے گھروں کے لئے چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے اور انواع و اقسام کی دنیاوی آرائش دیتے اگرچہ دنیا اور اس کے سامان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ سریعۃ الزوال ہے اور یہ جو کچھ ہے حسین دنیا کا اسباب ہے اور ابدی و دوامی باقی رہنے والی نعمتیں تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لئے ہیں۔

آلوسی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ میں۔

وَ قِیْلَ الْخِطَابُ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَالْمُرَادُ اُمَّتُهٗ لِاَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَبْعَدُ شَیْءٍ عَنْ اِطَالَةِ النَّظْرِ اِلٰی زِیْنَةِ الدُّنْیَا وَ زَخَارِفِهَا وَاَعْلَقُ بِمَا عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ وَ هُوَ عَلَیْهِ السَّلَامُ الْقَائِلُ اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْهَا اِلَّا مَا اُرِیْدَ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰی ۔

اس آیت کریمہ میں خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے لیکن مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی طرف سے بہت بعید تھے اور زینت دنیا اور اس کی آسائشوں کو پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ فرماتے تھے دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر جو دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے وہ محبوب ہے۔

"زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ تازگی ہے محض حیات دنیا کی۔"

پھر کچھ نہیں اور اس دنیا کی فراخی کا نتیجہ یہ ہے یہ جتنی فراخ ہوتی ہے اتنا ہی اس کا صاحب سرکش و طاغی ولاغی ہو جاتا ہے

حتیٰ کہ سزائے آخرت کا سزاوار ہوتا ہے اسی لئے فرمایا:

"لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى۔ تاکہ ان وسعت دنیا کی وجہ سے ہم اسے فتنہ میں ڈالیں۔ اور اسے سرکش اور باغی وطاغی بنادیں۔ اور تیرے رب کا رزق سب سے بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا۔"

لہٰذا مومن کو چاہئے کہ وہ کام کرے جس کا ہم آپ کو حکم دیں اور وہ یہ ہے کہ

"وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۚ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ۚ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ یعنی حکم دیجئے اپنے گھر والوں کو نماز کا اور خود اس کی مداومت فرمایئے لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ہم تم سے کچھ روزی نہیں مانگتے بلکہ ہم تمہیں رزق دیتے ہیں اور انجام کار کی بھلائی پرہیز گاروں کو ہے۔"

یعنی مداومت علی الصلوٰۃ تمہیں تمہاری روزی میں نقصان نہیں دے گی اس لئے کہ رزق دینا تو ہمارا کام ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تنگی معاش میں نماز ہی فراخی رزق کا موجب ہوتی ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ مُطْلَقًا تَكُوْنُ لِاِدْرَارِ الرِّزْقِ وَ كَشْفِ الْهَمِّ۔ نماز مطلقاً رزق نازل کرنے اور غم مٹانے کا موجب ہوتی ہے۔

حضرت ابوعبید اور سعید بن منصور اور ابن المنذر اور طبرانی اوسط میں اور ابونعیم حلیہ میں اور بیہقی شعب الایمان میں بسند صحیح عبداللہ بن سلام سے راوی ہیں۔

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَزَلَتْ بِاَهْلِهٖ شِدَّةٌ اَوْ ضِيْقٌ اَمَرَهُمْ بِالصَّلٰوةِ وَتَلَا وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ۔ جب کوئی خانگی سختی تواتر سے آتی یا مشکل حائل ہوتی تو حضور ﷺ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھواتے۔ اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے۔

وَكَانَتِ الْاَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اِذَا نَزَلَ بِهِمْ اَمْرٌ فَزِعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ۔ انبیاء کرام پر جب کوئی امر لاحق ہوتا تو وہ نماز کی طرف رجوع کرتے۔ اسی لئے ارشاد ہوا۔

"وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ اور انجام کی بھلائی پرہیز گاروں کو ہے۔"

اب مشرکین کے اس لایعنی مطالبے یا اعتراض کا رد ہے جو وہ حاسدانہ طور پر کرتے تھے۔

"وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى۔ اور بولے کافر یہ اپنے رب کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے۔"

یعنی مشرکین بکتے تھے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے جو ان کی صدق نبوت کی دلیل ہو۔ باآنکہ ان کی آنکھوں نے بے گنتی معجزات دیکھے، شق قمر، نطق حجر، سلک شجر وغیرہ وغیرہ نکلی آنکھ کی صحت، ٹوٹی پنڈلی کی بحالی، کٹے ہوئے بازو کی درستی، مردہ گوہ کی زبان سے کلمہ شہادت، انگشت ہائے مبارک سے پانی کے چشموں کا اجراء الیٰ غیر النہایہ۔

چاند شق ہو، پیڑ بولیں، جانور سجدے کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہیں!

تو باری تعالیٰ کی طرف سے اجمالی جواب بے نیازانہ طرز سے دے دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

"اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى۔ اور کیا نہیں ہوا روشن بیان معجزات کا جو پہلے صحیفوں میں گزر گیا۔"

یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا ایسی شان سے نزول کہ بلغاء وفصحاء وادباء وخطبا حیران رہ گئے اس سے بڑا معجزہ اور کیا چاہتے ہو کہ ایک امی اور ایسے امی کہ آج تک کسی استاد کے آگے نہ گئے اور آپ نے کلام ایسا پیش کیا کہ دنیا نے دنیا میں دنیا کے آگے عاجزی سے گردنیں جھکا دیں۔

صحف سابقہ میں آپ کی تشریف آوری کی بشارت آپ ﷺ کی نبوت کا تاج تمام انبیاء علیہم السلام سے بلند وبالا واعلیٰ فرمایا گیا۔ اس کے باوجود بھی لَوْلَا يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ۔ کی رٹ لگاتے رہنا حسد وحقد وبخل وعناد ہے۔ اس کی سزا کا تمہیں انتظار ہے یا انقلابات کی انتظار ہے تو ہم زیادہ انتظار نہ کراتے مگر اس وجہ سے ہمارا عذاب رکا ہوا ہے کہ کہیں یہ نہ کہہ دو کہ اگر ہم پر رسول آتا تو ہم ضرور پیروی کرتے چنانچہ ارشاد ہے:

”وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى۔ اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو روز قیامت وہ کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کیوں نہ بھیجا کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل ورسوا ہوتے۔“

اس کا جواب اور مشرکین کے اس خیال کا رد کہ وہ کہتے تھے ہم زمانہ کے حوادثات اور انقلاب کے منتظر ہیں جب مسلمانوں پر وہ آئیں گے تو اپنے آپ ہی ان کا قصہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ جیسے تم انتظار کر رہے ہو مسلمان بھی منتظر ہیں اس دن تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون راہ راست پر ہے اور ہدایت یافتہ۔ چنانچہ ارشاد ہے:

”قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى۔ فرما دیجئے سب منتظر ہیں تو تم بھی انتظار کرو۔“ تربص کے معنی انتظار کے ہیں۔ ”تو عنقریب جان لو گے کہ کون اہل صراط مستقیم ہیں اور کون گمراہی سے ہدایت کی طرف آیا۔

حکم الٰہی عزوجل نافذ ہونے کی دیر ہے جب قیامت قائم ہو جائے گی تو سب کھل جائے گا اور تمہیں کہنا پڑے گا يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ

سولہواں پارہ پایہ تکمیل کو پہنچا

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین۔ بحرمت نبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

فقیر قادری

امین الحسنات سید خلیل احمد قادری الاشرفی

پارہ نمبر ۱۷

سورۂ اَنْبِیَاء

اس سورۂ مبارکہ میں ایک سو بارہ آیات ہیں اور سات رکوع اور ایک ہزار ایک سو چھیاسی کلمے اور چار ہزار آٹھ سو نوے حرف ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ ①	نزدیک ہے لوگوں کا حساب اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں
مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ۙ ②	نہیں آتی ان کے پاس کوئی نصیحت ان کے رب کی طرف سے مگر اسے سنتے ہیں کھیل بناتے
لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ③	ان کے دل لہو ولعب میں ہیں اور خفیہ مشوروں میں یہ ظالم کہتے ہیں کیا ہیں یہ مگر تم ہی جیسے بشر تو کیا جادو کی طرف دیدہ ودانستہ جاتے ہو
قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۫ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ④	نبی نے فرمایا میرا رب جانتا ہے ہر بات کو آسمان اور زمین میں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے
بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۖۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ⑤	بلکہ بولے پریشان خواب ہیں بلکہ محض وہ گھڑنت ہیں بلکہ وہ شاعر ہے تو لائے ہمارے پاس کوئی نشانی جیسے پہلے رسول لائے
مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ⑥	نہیں ایمان لائی ان سے پہلے کوئی بستی جسے ہم نے ہلاک کیا تو کیا یہ ایمان لائیں گے
وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ⑦	اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے مگر مرد جسے وحی کی ہم نے ان کی طرف تو پوچھ لو علم والوں سے اگر تم خود نہیں جانتے
وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ⑧	اور نہیں کیا ہم نے انہیں خالی بدن کہ نہ کھائیں کھانا اور نہ رہے وہ دنیا میں ہمیشہ
ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَ مَنْ نَّشَآءُ وَ اَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ⑨	پھر ہم نے سچا کر دکھایا وعدہ تو انہیں نجات دی اور جسے چاہا ہم نے اور ہلاک کیا ہم نے حد سے بڑھنے والوں کو
لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا	بے شک نازل کیا ہم نے تمہاری طرف قرآن کریم جس

تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰ — میں تمہارے لئے نصیحت ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں

حل لغات رکوع اول۔سورۂ انبیاء۔پ ۱۷

اِقْتَرَبَ۔قریب آگیا	لِلنَّاسِ۔لوگوں کے لئے	حِسَابُهُمْ۔ان کا حساب	وَهُمْ۔اور وہ
فِیْ غَفْلَةٍ۔غفلت میں	مُّعْرِضُوْنَ۔منہ پھیرنے والے ہیں		مَا۔نہیں
يَاْتِيْهِمْ۔آتا ان کے پاس	مِّنْ ذِكْرٍ۔کوئی ذکر	مِّنْ رَّبِّهِمْ۔ان کے رب سے	
مُّحْدَثٍ۔نیا	اِلَّا۔مگر	اسْتَمَعُوْهُ۔سنتے ہیں وہ اس کو	
وَهُمْ۔اور وہ	يَلْعَبُوْنَ۔کھیلتے ہیں	لَاهِيَةً۔کھیلتے ہیں	قُلُوْبُهُمْ۔ان کے دل
وَاَسَرُّوا۔اور چھپایا	النَّجْوَى۔مشورہ	الَّذِيْنَ۔انہوں نے	ظَلَمُوْا۔جو ظالم ہیں
هَلْ هٰذَآ۔نہیں یہ	اِلَّا۔مگر	بَشَرٌ۔آدمی ہے	مِّثْلُكُمْ۔تمہارے جیسا
اَفَتَاْتُوْنَ۔کیا آتے ہو تم	السِّحْرَ۔جادو کو	وَاَنْتُمْ۔اور تم	تُبْصِرُوْنَ۔دیکھتے ہو
قٰلَ۔فرمایا	رَبِّیْ۔میرا رب	يَعْلَمُ۔جانتا ہے	الْقَوْلَ۔بات
فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔آسمان اور زمین میں		وَهُوَ۔اور وہ ہے	السَّمِيْعُ۔سننے والا
الْعَلِيْمُ۔جاننے والا	بَلْ۔بلکہ	قَالُوْٓا۔بولے	اَضْغَاثُ۔پریشان
اَحْلَامٍ۔خیال ہیں	بَلِ۔بلکہ	افْتَرٰىهُ۔بنالایا ہے اس کو	بَلْ۔بلکہ
هُوَ۔وہ	شَاعِرٌ۔شاعر ہے	فَلْيَاْتِنَا۔چاہئے کہ لائے	بِاٰيَةٍ۔کوئی نشانی
كَمَآ۔جیسے	اُرْسِلَ۔بھیجے گئے	الْاَوَّلُوْنَ۔پہلے	مَآ۔نہ
اٰمَنَتْ۔ایمان لائی	قَبْلَهُمْ۔ان سے پہلے	مِّنْ قَرْيَةٍ۔کوئی بستی	اَهْلَكْنٰهَا۔جو ہلاک کیا ہم
نے اس کو	اَفَهُمْ۔کیا وہ	يُؤْمِنُوْنَ۔ایمان لائیں گے	وَمَآ۔اور نہیں
اَرْسَلْنَا۔بھیجا ہم نے	قَبْلَكَ۔تجھ سے پہلے	اِلَّا۔مگر	رِجَالًا۔مردوں کو
نُّوْحِیْٓ۔وحی کرتے ہم	اِلَيْهِمْ۔ان کی طرف	فَسْئَلُوْٓا۔تو پوچھو	اَهْلَ الذِّكْرِ۔علم والوں سے
اِنْ۔اگر	كُنْتُمْ۔ہو تم	لَا تَعْلَمُوْنَ۔نہ جانتے	وَمَا۔اور نہ
جَعَلْنٰهُمْ۔بنایا ہم نے ان کو	جَسَدًا۔وجود کہ	لَّا يَاْكُلُوْنَ۔نہ کھاتے ہوں	الطَّعَامَ۔کھانا
وَمَا۔اور نہ	كَانُوْا۔ہوئے وہ	خٰلِدِيْنَ۔ہمیشہ رہنے والے	ثُمَّ۔پھر
صَدَقْنٰهُمُ۔سچا کر دیا ہم نے ان سے		الْوَعْدَ۔وعدہ	فَاَنْجَيْنٰهُمْ۔پھر نجات دی ہم
نے ان کو	وَمَنْ۔اور جسے	نَّشَآءُ۔چاہا ہم نے	وَاَهْلَكْنَا۔اور ہلاک کیا
ہم نے	الْمُسْرِفِيْنَ۔زیادتی کرنے والوں کو		لَقَدْ۔بے شک
اَنْزَلْنَآ۔اتاری ہم نے	اِلَيْكُمْ۔تمہاری طرف	كِتٰبًا۔کتاب	فِيْهِ۔اس میں ہے

ذِكْرُكُمْ۔ تمہارا ذکر اَفَلَا۔ کیا نہیں تَعْقِلُوْنَ۔ سمجھتے تم

مختصر خلاصہ تفسیر رکوع اول - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

اس سورۂ مبارکہ میں بیشتر توحید و نبوت اور عالم آخرت کا بیان ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے عبرت ناک تذکرے ہیں اور نافرمان اُمتوں کا انجام دکھایا ہے۔ بروز قیامت بارگاہ قاضی حقیقی میں حساب دینے کی حاضری کا تذکرہ ہے چنانچہ ارشاد ہے:

"اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَاهِیَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖۗ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۔ نزدیک ہے لوگوں کا حساب اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ نہیں آتی ان کے پاس کوئی نصیحت ان کے رب کی طرف سے مگر اسے سنتے ہیں کھیل بناتے ہوئے۔ ان کے دل لہو ولعب میں ہیں اور خفیہ مشورہ میں ظالم کہتے ہیں کیا یہ ہیں مگر ہمارے جیسے بشر تو کیا جادو کی طرف دیدہ و دانستہ جاتے ہو۔"

حساب اعمال کا وقت قیامت کو ہے اور اسے بایں اعتبار قریب بتایا کہ ہر آنے والی چیز دن بدن قریب ہوتی جاتی ہے اور جانے والی دن بدن بعید ہوتی ہے۔

مَا اَقْرَبَ مَا هُوَ اٰتٍ وَمَا اَبْعَدَ مَا هُوَ فَاتٍ

شان نزول آیہ کریمہ یہ ہے کہ منکرین بعث مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنا نہیں مانتے تھے اس لئے اقترب گزرے ہوئے زمانہ کے اعتبار سے فرمایا اس لئے کہ آنے والا دن قریب ہوتا جاتا ہے اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور آنے والے وقت کے لئے کچھ تیاری کرنی لازمی ہے مگر مشرکین ہیں کہ احکام سن کر مذاق بناتے ہیں ان کے دل کھیل میں منہمک ہیں۔

"وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖۗ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ۔ ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورت کی اور بولے۔"

"هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ۔ یہ کون ہے ایک تمہیں جیسے بشر ہیں۔"

اس مشورت کو مخفی رکھنے میں کافی مبالغہ کیا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا راز فاش کر دیا کہ وہ حبیب کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ بشر نہیں تو کیا ہیں اور یہ مشرکوں کا ایک طریقہ تھا کہ لوگوں کے دل میں یہ بات جما دیتے کہ وہ تم جیسے ہی بشر ہیں ان پر ایمان لانا کیا معنی رکھتا ہے۔

لیکن یہ بات مشرکین علانیہ کہتے ڈرتے تھے۔

آج وہ دور ہے کہ بشریت مصطفیٰ کو موضوع تقریر بنا کر علانیہ کہتے ہیں کہ ہمارے جیسے بشر ہیں۔

حالانکہ حقیقت بھی یہی ہے کہ بشریت بغیر نبوت کسی جن وغیرہ کو نہیں ملتی۔ مگر یہ کہنا کہ ہمارے جیسے بشر ہیں یہ جہالت خالص ہے۔ اگر ہر بشر مورد وحی اور مہبط جبریل علیہ السلام ہو سکتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جیسے بشر ہیں ورنہ نقش و نگار بشریت میں نور ذات حق، ذات مصطفیٰ ہے اور اس سے زائد بحث فضول اور گمراہی ہے۔ جامی کہتے ہیں:

تو جان پاکی سربسر نے آب و خاک اے نازنیں والله زجاں ہم پاک تر روحی فداک اے نازنیں

"اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۳۔ کیا تم جادو کے پاس جاتے ہو دیدہ و دانستہ۔"

یعنی مشرکین زبانی طور پر معجزات و کمالات نبوت کو جادو سے تعبیر کرتے تھے۔ حالانکہ دل میں سمجھتے تھے کہ جو جادو ہے وہ اور ہے اور جو معجزہ ہے اس کی شان اور ہے اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ ہمارے کہنے سے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منحرف نہیں ہو سکیں گے اور کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اپنی مماثل بشریت کو تسلیم کر سکیں گے۔ یہ خفیہ باتیں انہوں نے کیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو تعجب میں رہ گئے کہ یہ گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کیسے پہنچی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب آگے مذکور ہے۔

"قُلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ نبی نے فرمایا میرا رب جانتا ہے ہر بات کو آسمانوں سے اور زمین سے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

اس سے کچھ مخفی نہیں تم چھپ کر مشورہ کرو یا علانیہ ہر چیز اس پر منکشف ہے۔ اور اس کلام دائمی کا مقابلہ جب نہ کر سکے تو دوسرا حربہ اختیار کیا وہ یہ کہ اس کلام پاک کو پریشان خواب اور من گھڑت بتانے لگے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہنے لگے اور باوجود براہین ساطعہ قاطعہ دیکھ لینے کے نشان طلب کرنے لگے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ۔ بلکہ بولے پریشان خواب ہیں بلکہ من گھڑت مضمون ہے بلکہ یہ شاعر ہیں تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں۔ جیسے اگلے رسول لے کر بھیجے گئے۔"

گویا جب قرآن کریم کی بلاغت و فصاحت سے یہ پریشان ہوئے اور ملک کے مایہ ناز بلغاء، فصحاء، خطباء، ادباء اتنے عاجز و متحیر ہوئے کہ اس کے مقابل دو چار آیتیں بھی اس کے مثل نہ لا سکے تو انہوں نے چند باتیں قرآن کریم کے متعلق گھڑیں۔

اور بولے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے کلام الٰہی اور وحی سمجھ گئے ہیں درحقیقت یہ دل سے نکالی ہوئی باتیں ہیں جسے پریشان خواب سے زیادہ تعبیر نہیں دی جا سکتی پھر سوچا یہ تو چسپاں نہیں ہوتی اس پر لوگ کہہ دیں گے تم بھی دل سے اتار کر لاؤ تو یہ الزام چھوڑ کر کہنے لگے۔

یہ بشر ہیں اور ہمارے جیسے ہیں پھر خیال ہوا کہ ان کی بشریت اپنے مماثل ہم کہیں گے تو لوگ کہیں گے کہ پھر تم ان کے کلام کا مقابلہ کرو اس لئے کہ وہ بھی بشر اور تم بھی بشر ہو چنانچہ اس سے بھی مایوس ہوئے تو پھر بولے کہ یہ شاعر ہے۔

غرضیکہ انواع و اقسام کی باتیں بناتے رہے اور خود ہی ان پر قائم نہ رہ سکے اور ایسا حال عموماً کذاب و باطل فرق ضالہ مضلہ کا رہا ہے۔

آخر جب ان تمام پہلوؤں پر خود ہی جم نہ سکے تو آخر میں بولے اچھا پہلے رسولوں کی طرح یہ بھی کوئی نشانی نہیں لاتے حالانکہ یہ ان کا اندھا پن تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزار ہا معجزات انہیں دکھا دیئے۔

شق قمر، سلک شجر، رجعت شمس، ابراء اکمہ، شکستہ ہڈی جوڑنا، کٹا ہاتھ اس کی جگہ واپس کر دینا، امساک باراں میں جل تھل کر دینا، ایک لوٹا پانی سے تمام قافلہ کو انگلیوں سے چشمہ بہا کے سیراب کرنا۔ مری گوہ کا زندہ ہو کر کلمہ پڑھنا، کنکریوں کا ابوجہل کی مٹھی میں کلمہ پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔

پھر بھی یہی رٹ لگائے جانا فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ یہ ان کے حسد و حقد اور عداوت و جحد پر ہونے کی باتیں تھیں چنانچہ جواب دیا کہ

مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ۔ نہیں ایمان لائیں بستیاں ان سے پہلے بھی جنہیں ہم نے ہلاک کیا تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے۔"

یعنی ان سے پہلے لوگوں کے پاس نشانیاں آئیں اور وہ پھر بھی ایمان نہ لائے اور تکذیب ہی کرتے رہے آخر ہلاک کر دیئے گئے تو یہ نشانیاں دیکھ کر ایمان لے آئیں گے باآنکہ ان کی سرکشی ان سے بھی زیادہ ہے اس میں ان کے سابقہ بکواسوں کا رد ہے اور بتایا ہے کہ انبیاء کرام کا صورت بشری میں ظہور فرمانا منافی نبوت سے نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام صورت بشری میں ہی جلوہ افروز ہوئے ہیں۔

"وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ۔ اور نہیں بھیجے ہم نے تم سے پہلے مگر مرد جنہیں ہم نے وحی فرمائی تو اے (منکرو) علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں اور ہم نے انہیں خالی بدن نہ بنایا کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہیں۔

اس لئے کہ جاہل ناواقف کو چارہ ہی نہیں کہ واقف سے دریافت کرے اور مرض جہل کا علاج بھی یہی ہے کہ جاننے والے سے سوال کرے اور اس کی تعلیم پر عالم ہو۔

اِفَادَۂ مَزِیْد

اس آیہ کریمہ سے تقلید کا وجوب ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ فَسْئَلُوْٓا امر ہے اور امر وجوبی ہے جو اہل علم سے پوچھنے اور معلوم کرنے کی طرف تکلف کرتا ہے اور فرمایا دریافت کرو کہ اللہ کے رسولوں کا ظہور صورت بشری میں ہوا یا نہیں اس سے تمہارا تردد ختم ہو جائے گا۔ پھر ارشاد ہوا۔

"ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ۔ پھر سچا کر دکھایا ہم نے اپنا وعدہ تو نجات دی ہم نے انہیں اور جن کو چاہا اور ہلاک کیا ہم نے حد سے بڑھنے والوں کو۔"

یعنی انبیاء کرام کے ماننے والوں کو نجات دی اور مکذبین کو ہلاک کر دیا۔ آگے قریش کو مخاطب فرما کر ارشاد ہے:

"لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ بے شک ہم نے تمہاری طرف (اے گروہ قریش) وہ کتاب اتاری جس میں تمہارا تذکرہ ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں۔"

یعنی اگر عقل رکھتے ہو تو اس پر عمل کرو یہ کتاب تمہاری زبان میں ہے۔

دوسرے پہلو پر یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ اس میں تمہارے لئے نصیحت ہے۔

تیسرے یہ معنی بنتے ہیں کہ اس میں تمہارے دینی و دنیوی امور اور ضروریات کا بیان ہے تو عقل سے کام لو اور ایمان لا کر عزت و کرامت اور سعادت حاصل کرو۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا — اور کتنی تباہ کر دیں ہم نے بستیاں کہ وہ زیادتی کرنے والی

بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾

تھیں اور پیدا کی ان کے بعد ہم نے دوسری قوم

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾

تو جب انہوں نے محسوس کیا ہمارا عذاب جبھی وہ اس سے بھاگنے لگے

لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَ
مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾

نہ بھاگو اور لوٹ آؤ طرف ان آسائشوں کی جو تمہیں دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف تاکہ تم پوچھے جاؤ

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾

بولے اے افسوس ہم ہی تھے ظلم کرنے والے

فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا
خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

تو وہ اسی حال میں پکارتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کر دیا انہیں کاٹا ہوا بجھا ہوا

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا
لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾

اور نہیں بنایا ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے عبث

لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ
اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

اگر ہم چاہتے کہ اسے کھیل بنائیں تو بناتے اپنی طرف سے اپنے اختیار سے اگر ہمیں کرنا ہوتا

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا
هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے تو جبھی وہ پٹ کر رہ جاتا ہے اور تمہارے لئے خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا
يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور اسی کے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور جو اس کے پاس والے ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکیں

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾

پاکی بولتے ہیں رات دن اور سستی نہیں کرتے

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ
يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

کیا انہوں نے بنائے خدا زمین میں کہ وہ کچھ پیدا کریں

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ
فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾

اگر ہوتے زمین و آسمان میں خدا اللہ کے سوا تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے تو پاکی ہے اللہ کو جو رب عرش ہے ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾

اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جائے گا

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا
بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ

کیا اس کے سوا اور خدا بنا رکھے ہیں فرما دیجئے لاؤ اپنی دلیل یہ قرآن ذکر ہے میرا معیت والوں کا اور ذکر ان کا

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾	جو مجھ سے پہلے ہیں بلکہ اکثر ان میں حق نہیں جانتے تو وہ منحرف ہیں
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾	اور نہ بھیجا ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول مگر وحی فرماتے ہیں اسے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ ہی کو پوجو
وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾	اور بولے رحمٰن نے بیٹا اختیار کیا پاک وہ بلکہ وہ بندے عزت والے ہیں
لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾	نہیں سبقت کرتے وہ کسی بات میں اس سے اور وہ اس کے حکم پر عامل ہیں
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾	وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کی جسے وہ پسند کرے اور وہ خائف ہیں اس سے
وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾	اور جو کہے ان سے میں اللہ ہوں اس کے سوا تو ہم اسے سزا جہنم کی دیں گے ہم ایسی سزا دیتے ہیں ظالموں کو

حل لغات دوسرا رکوع ۔ سورۂ انبیاء ۔ پ ۱۷

وَكَمْ ۔ اور کتنی	قَصَمْنَا ۔ ہلاک کیں ہم نے	مِنْ قَرْيَةٍ ۔ بستیاں	كَانَتْ ۔ جو تھیں
ظَالِمَةً ۔ ظالم	وَّاَنْشَاْنَا ۔ اور پیدا کیں ہم نے		بَعْدَهَا ۔ اس کے بعد
قَوْمًا ۔ قومیں	اٰخَرِيْنَ ۔ دوسری	فَلَمَّآ ۔ پھر جب	اَحَسُّوْا ۔ محسوس کیا انہوں نے
بَاْسَنَآ ۔ ہمارا عذاب تو	اِذَا ۔ ناگہاں	هُمْ ۔ وہ	مِّنْهَا ۔ اس سے
يَرْكُضُوْنَ ۔ بھاگنے لگے	لَا تَرْكُضُوْا ۔ نہ بھاگو	وَارْجِعُوْٓا ۔ اور لوٹ آؤ	اِلٰى مَآ ۔ طرف اس کی جو
اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ ۔ دولت دیئے گئے تم	وَمَسٰكِنِكُمْ ۔ اور اپنے گھروں کی طرف		لَعَلَّكُمْ ۔ تا کہ تم
تُسْئَلُوْنَ ۔ پوچھے جاؤ	قَالُوْا ۔ بولے	يٰوَيْلَنَآ ۔ اے افسوس	اِنَّا ۔ بے شک
كُنَّا ۔ ہم ہی تھے	ظٰلِمِيْنَ ۔ ظالم	فَمَا زَالَتْ ۔ تو ہمیشہ رہی	تِّلْكَ ۔ یہ
دَعْوٰىهُمْ ۔ ان کی پکار	حَتّٰى ۔ یہاں تک کہ	جَعَلْنٰهُمْ ۔ کر دیا ہم نے ان کو	حَصِيْدًا ۔ کٹے ہوئے
خٰمِدِيْنَ ۔ بجھے ہوئے	وَمَا ۔ اور نہیں	خَلَقْنَا ۔ پیدا کیا ہم نے	السَّمَآءَ ۔ آسمان کو
وَالْاَرْضَ ۔ اور زمین کو	وَمَا ۔ اور جو	بَيْنَهُمَا ۔ ان کے درمیان ہے	لٰعِبِيْنَ ۔ کھیل
لَوْ ۔ اگر	اَرَدْنَآ ۔ چاہتے ہم	اَنْ ۔ یہ کہ	نَّتَّخِذَ ۔ بنائیں ہم
لَهْوًا ۔ کھیل	لَّاتَّخَذْنٰهُ ۔ تو بناتے ہم اس کو	مِنْ لَّدُنَّآ ۔ اپنی طرف سے	اِنْ ۔ بے شک

كُنَّا۔ہم ہیں	فٰعِلِيْنَ۔کرنے والے	بَلْ۔بلکہ	نَقْذِفُ۔ڈالتے ہیں ہم
بِالْحَقِّ۔حق کو	عَلَى۔اوپر	الْبَاطِلِ۔باطل کے	فَيَدْمَغُهٗ۔تو وہ اس کا بھیجا
نکال دیتا ہے	فَاِذَا۔تو ناگہاں	هُوَ۔وہ	زَاهِقٌ۔برباد ہو جاتا ہے
وَلَكُمُ۔اور تم پر	الْوَيْلُ۔افسوس ہے	مِمَّا۔اس سے جو	تَصِفُوْنَ۔تم بیان کرتے ہو
وَلَهٗ۔اور اسی کا ہے	مَنْ۔جو	فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔آسمانوں اور زمین میں ہے	
وَمَنْ۔اور جو	عِنْدَهٗ۔اس کے پاس ہیں	لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔نہیں تکبر کرتے	
عَنْ عِبَادَتِهٖ۔اس کی عبادت سے		وَلَا۔اور نہیں	يَسْتَحْسِرُوْنَ۔تھکتے
يُسَبِّحُوْنَ۔تسبیح بیان کرتے ہیں		الَّيْلَ۔رات	وَالنَّهَارَ۔اور دن
لَا يَفْتُرُوْنَ۔نہیں کمی کرتے		اَمِ۔کیا	اتَّخَذُوْٓا۔بنائے انہوں نے
اٰلِهَةً۔خدا دوسرا	مِّنَ الْاَرْضِ۔زمین سے	هُمْ۔کہ وہ	يُنْشِرُوْنَ۔پیدا کرتے ہیں
لَوْ كَانَ۔اگر ہوتے	فِيْهِمَآ۔ان میں	اٰلِهَةٌ۔خدا دو	اِلَّا۔سوائے
اللّٰهُ۔اللہ کے	لَفَسَدَتَا۔تو بگڑ جاتے	فَسُبْحٰنَ۔تو پاک ہے	اللّٰهِ۔اللہ
رَبِّ۔رب	الْعَرْشِ۔عرش کا	عَمَّا۔اس سے جو	يَصِفُوْنَ۔بیان کرتے ہیں
لَا يُسْئَلُ۔نہیں پوچھا جاتا	عَمَّا۔اس سے جو	يَفْعَلُ۔کرتا ہے	وَهُمْ۔اور وہ
يُسْئَلُوْنَ۔پوچھے جائیں گے	اَمِ۔کیا	اتَّخَذُوْا۔بنائے انہوں نے	مِنْ دُوْنِهٖٓ۔اس کے سوا
اٰلِهَةً۔خدا	قُلْ۔کہہ	هَاتُوْا۔تو لے آؤ	بُرْهَانَكُمْ۔اپنی دلیل
هٰذَا۔یہ	ذِكْرُ۔ذکر ہے	مَنْ۔ان کا جو	مَّعِيَ۔میرے ساتھ ہیں
وَذِكْرُ۔اور ذکر ہے	مَنْ قَبْلِيْ۔ان کا جو مجھ سے پہلے ہیں		بَلْ۔بلکہ
اَكْثَرُهُمْ۔اکثر ان کے	لَا يَعْلَمُوْنَ۔نہیں جانتے	الْحَقَّ۔حق کو	فَهُمْ۔تو وہ
مُّعْرِضُوْنَ۔منہ پھیرتے ہیں	وَمَآ۔اور نہیں	اَرْسَلْنَا۔بھیجا ہم نے	مِنْ قَبْلِكَ۔تجھ سے پہلے
مِنْ رَّسُوْلٍ۔کوئی رسول	اِلَّا۔مگر	نُوْحِيْٓ۔وحی کرتے ہم	اِلَيْهِ۔اسی کی طرف
اَنَّهٗ۔کہ بے شک	لَآ اِلٰهَ۔نہیں کوئی معبود	اِلَّآ اَنَا۔مگر میں	فَاعْبُدُوْنِ۔تو عبادت کرو
میری	وَقَالُوا اتَّخَذَ۔اور بولے بنالی		الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن نے
وَلَدًا۔اولاد	سُبْحٰنَهٗ۔پاک ہے وہ	بَلْ۔بلکہ	عِبَادٌ۔بندے ہیں
مُّكْرَمُوْنَ۔عزت والے	لَا يَسْبِقُوْنَهٗ۔نہیں آگے بڑھتے اس سے		بِالْقَوْلِ۔بات میں
وَهُمْ۔اور وہ	بِاَمْرِهٖ۔اس کے حکم کی	يَعْمَلُوْنَ۔تعمیل کرتے ہیں	يَعْلَمُ۔جانتا ہے
مَا۔جو	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ۔ان کے آگے ہے	وَمَا۔اور جو	
خَلْفَهُمْ۔ان کے پیچھے ہے	وَلَا۔اور نہیں	يَشْفَعُوْنَ۔سفارش کرتے	اِلَّا۔مگر

لِمَنِ۔ اس کی جسے	ارْتَضٰى۔ وہ پسند کرے	وَهُمْ۔ اور وہ	مِّنْ خَشْيَتِهٖ۔ اس کے ڈرسے		
مُشْفِقُوْنَ۔ خوفزدہ ہیں	وَمَنْ۔ اور جو	يَّقُلْ۔ کہے			
مِنْهُمْ۔ ان میں سے کہ	اِنِّیْ۔ میں	اِلٰهٌ۔ خدا ہوں	مِّنْ دُوْنِهٖ۔ اس کے سوا		
فَذٰلِكَ۔ تو یہ	نَجْزِيْهِ۔ بدلہ دیں گے ہم اسے	جَهَنَّمَ۔ جہنم کا			
كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	نَجْزِی۔ بدلہ دیتے ہیں ہم	الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں کو			

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔ سورۂ انبیاء۔ پ ۱۷

وَكَمْ قَصَمْنَا۔ تفسیر کشاف میں ہے کہ قصم اس طرح توڑنے کو کہتے ہیں کہ ریزہ ریزہ ہو جائے بخلاف کسر وقضم کے کہ وہ محض توڑنے کے معنی دیتا ہے۔

پہلے رکوع میں ارشاد ہوا تھا کہ ہم نے مسرفین کو ہلاک کر دیا اب پھر اس کی تشریح فرمائی گئی کہ وہ مسرفین کون تھے اور ان کی عادت واطوار کیا تھے اور وہ کس طرح ہلاک ہوئے۔

تا کہ مشرکین کو معلوم ہو جائے کہ وہ انہیں کی طرح کافر و بدکار تھے۔

اور یہ سمجھ سکیں کہ جیسے ان پر عذاب آیا اور جیسے وہ ہلاک ہوئے ان پر بھی وہی آنا ہے لہٰذا یہ ڈریں۔

چنانچہ ارشاد ہوا۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ۔ ہم نے بہت سے شہر اور آبادیاں برباد و ہلاک کر دیں جن کے رہنے والے ظالم اور بدکار تھے اور ان کی جگہ دوسری نئی قوم آباد کر دی۔

چنانچہ جب یہ غارت ہونے والی قوم نے عذاب آتا محسوس کیا اور انبیاء کرام نے جو علامتیں بیان فرمائی تھیں وہ نظر آنے لگیں تو وہ اس سے بھاگنے کے لئے تیار ہوئے۔

اُرْكُضْ۔ عربی میں ایڑ لگانے کو کہتے ہیں جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کو اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ فرمایا تھا کہ اپنے پائے اقدس سے ایڑ لگائیں۔

تو جب انہیں عذاب آتا نظر آیا تو اپنی سواریوں پر سوار ہو کر انہیں ایڑ مار کر اپنے شہر و دیار و مساکن اور سامان عیش سب چھوڑ کر بھاگے۔

یا رکض سے مراد ان کا بسرعت بھاگنا بیان کیا گیا ہے تو ارشاد ہوا اور فرشتہ عذاب نے کہا:

لَا تَرْكُضُوْا۔ بھاگتے کیوں ہو اب تم بچ نہیں سکتے لہٰذا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝۱۳۔ اپنے مساکن و باغات اور نعمتوں کی طرف ہی واپس لوٹو جہاں تمہارے زن و فرزند اور محبوب عورتیں ہیں۔ جہاں تمہاری عیاشی اور رنگ رلیاں منانے کے اڈے ہیں تا کہ تم ان تمام چیزوں کو بچشم حسرت دیکھو اور اس حسرت اور مان کی دنیا میں جان دو۔

چنانچہ ارشاد ہے: فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ تو وہ ایسی حالت میں پکار رہے تھے کہ ہلاک ہو گئے۔ اس وقت پکار کیا رہے تھے اسے فرمایا کہ وہ کہہ رہے تھے اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ اے افسوس ہم ظالم تھے۔

لیکن اب ان کا پکارنا بیکار تھا آخرش بولتے اور پکارتے پکارتے ہلاک ہوگئے۔

دَعْوٰىهُمْ۔ دعویٰ مصدر ہے یعنی الدعوۃ پکارنا جیسے اہل جنت کی شان میں بھی فرمایا وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

حَصِيْدًا۔ کٹی ہوئی کھیتی کو کہتے ہیں۔ یعنی محصود

اور خٰمِدِيْنَ۔ الخمود بجھنا۔

یعنی ان کو ہم نے ایسا کر دیا جیسے کھیتی کٹی ہوئی یا انہیں بجھا دیا جب آگ لگ چکی ہو تو خاک بجھادی جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ انہیں ایسا برباد کر دیا کہ گویا تھے ہی نہیں۔

اس بستی کے متعلق جس کا ذکر اس رکوع میں ہے مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

ایک قول ہے کہ حضور اور سحول یمن کے دوشہر تھے جہاں کا کپڑا نہایت اعلیٰ مشہور تھا، اس پر عذاب آیا۔

ایک قول ہے کہ ملک شام میں سدوم وغیرہ قوم لوط کی بستیاں مراد ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَيْرُهٗ عَنِ الْكَلْبِيِّ اَنَّهَا حُضُوْرُ قَرْيَةٌ بِالْيَمَنِ۔ وَ اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ مِنْ طَرِيْقِهٖ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيًّا مِنْ حِمْيَرَ يُقَالُ لَهٗ شُعَيْبٌ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو قوم حمیر پر مبعوث فرمایا۔ جس بستی میں یہ تشریف لائے اس کا نام حضور تھا وہاں کے رہنے والے عرب تھے انہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی حتیٰ کہ ایک شخص نے بڑھ کر انہیں قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر بابلی کو مسلط کیا اس نے انہیں قتل کیا اور گرفتار کیا حتیٰ کہ ان کا کوئی آدمی اور ان کے اسباب عشرت کا کچھ باقی نہ رہا تو یہ بستی چھوڑ کر بھاگے تو ملائکہ علیہم السلام نے ان سے بطور طنز کہا لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْــَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ۔

پھر ارشاد ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ۔ مشرکین اور ان کے حمایتیوں کا یہ خیال تھا کہ انسان اور دیگر چیزیں آپ ہی پیدا ہوتی ہیں اور آپ ہی مٹ جاتی ہیں خدا کو انسان کے نیک وبد سے کیا غرض اور بعثت انبیاء کی اسے کیا حاجت۔

پھر جو کوئی قوم یا شہر برباد ہوا یا ہوتا ہے اس میں گناہ وثواب کو کیا دخل یہ سب اسباب ارضی وسماوی سے ہے اس کا جواب دیا گیا کہ آسمان وزمین اور ان کے اندر کی کائنات از خود تو پیدا ہو ہی نہیں سکتی بلکہ سب کے لئے ایک علت وسبب ہوتا ہے اور اس کی بحث کرتے کرتے بہرحال آخری مرحلہ میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کو ماننا پڑے گا۔ چنانچہ فرمایا کہ

جب ان سب کے ہم خالق ہیں تو باوجود اس علم وحکمت کے ہم نے ان چیزوں کو عبث اور بیکار تو پیدا کیا ہی نہیں بلکہ ہر مخلوق سے ایک غایت مطلوب ہے پھر جن اشیاء کو فی الجملہ اس غایت اور کمال کو حاصل کرنے کا اختیار بھی دیا گیا ہے۔

پھر وہ اختیار جو ملا ہے اسے کام میں نہ لائیں۔ جیسے خلقت انسانی کا مقصد وحید معرفت حق اور عبادت ودیگر مصالح ہیں جیسے صاف فرمادیا گیا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔

تو جب مقصد تخلیق کی طرف التفات نہ کریں گے تو نکمے کہلائیں گے اور نکمی چیز کا جو حشر ہوتا ہے وہ اس کا بھی ہونا ضروری

ہے جیسے سرسبز وشاداب درخت کا مقصد تخلیق نزہت اور سایہ اور ہوا ہے اگر یہ خشک ہو کر پتے گرا دے تو اس کا کاٹنا ضروری ہو جاتا ہے تاکہ اس کی جگہ دوسری شاخ پیدا ہو اور یہی فلسفہ وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ کا ہے۔ اور یہی مطلب وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ کا ہے۔

اور ہر اسباب ارضی وسماوی وہ بھی سب ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ اسباب کا پیدا کرنا ہمارا ہی کام ہے۔ خواہ وہ بربادی و ہلاکت کے لئے ہوں خواہ سعادت کے لئے۔ اس لئے کہ ہم خالق کل مالک کل اور رازق کل ہیں۔

اگر ہمیں دنیا پیدا کرنے سے کھیل تماشہ دکھانا ہی منظور ہوتا تو لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ تو ہم ہی اپنی طرف سے کرتے اس لئے کہ مجردات اور نورانیات جو ہمارے اسرار ربوبیت کا نمونہ ہیں کیا کم تھیں۔ بلکہ انبیاء ورسل بھیجنے سے ہماری حکمت ہی یہ تھی کہ توہمات باطلہ عاطلہ مٹیں اور حق غالب آئے۔ چنانچہ اس مضمون کو ایک خاص خوبی سے ادا فرمایا کہ

باطل کو مٹی کے خام برتن سے تشبیہ دی اور حق کو سخت پتھر سے کہ جب اسے اس برتن پر پھینک ماریں تو وہ فوراً ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور حق غالب آ جاتا ہے چنانچہ فرمایا بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ۔

اور اے منکرو مشرکو! وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ تم جو کہتے پھرتے ہو اس سے تمہیں خرابی ہے۔ وہ بیانات مشرکین کیا تھے یہ کہ فرشتے خدا عزوجل کی بیٹیاں ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام خدا عزوجل کے بیٹے حضرت عزیر علیہ السلام کے متعلق یہود کا واہمہ تھا کہ وہ بھی خدا کے بیٹے ہیں اس کا ابطال فرمایا گیا چنانچہ ارشاد ہوا:

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ زمین وآسمان میں جو کچھ بھی ہے اسی کی ملک ہے پھر اسے بیٹے کی کیا حاجت ہے اور جو اس کے پاس یعنی ملائکہ ہیں تو وہ خود رات دن ہماری عبادت کرتے ہیں، تھکتے نہیں اور تکبر بھی نہیں کرتے پھر اس کی بیٹیاں کیونکر ہیں۔

وہ تو ایسے جہل مرکب ہیں کہ زمین کی اشیاء کو انہوں نے خدا بنا لیا ہے اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ۔ لیکن ان سے یہ بھی تو کوئی پوچھے کہ جنہیں خدا بنا رکھا ہے کیا وہ کسی کو زندہ کر سکے یا وہ کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد صاف دلیل بیان فرمائی جسے اصولی برہان قاطع کہتے ہیں۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ اگر اللہ کے سوا آسمان وزمین میں دو خدا ہوتے تو آپس میں جھگڑ کر فنا ہو جاتے اور نہ آسمان رہتے نہ زمین۔ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ پس اللہ تعالیٰ کے وجہ کریم کو پاکی ہے جو رب عرش مجید ہے جسے کوئی پوچھ نہیں سکتا کہ کیا کر رہا ہے اور وہ پوچھے گا۔ وہ مذموم باتوں سے پاک ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے: لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ۔ اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جائے گا۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً۔ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ اس کا رد اس طرح پر فرمایا۔

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ۔ فرما دیجئے لاؤ تم اپنی کوئی دلیل اور اگر کوئی دلیل نہیں تو مان لو کہ یہ تمہارا وہم اور فاسد خیال ہے۔

دوسرا رد اس طرح کیا هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ کہ اگر تمہارے پاس دلیل عقلی نہیں ہے تو نقل پیش کرو۔ نقلی دلیل کتاب الٰہی ہے جو یہ ہے اور اس میں میری معیت والوں کا ذکر ہے اور جو مجھ سے پہلے گزرے ان کا تذکرہ ہے تم بھی اگر لا سکتے ہو تو لاؤ۔

موجودہ کتاب قرآن کریم ہے اور مجھ سے پہلے لوگوں کا تذکرہ توریت، انجیل، زبور اور صحف انبیاء میں سے کسی میں بھی اپنے معبودوں کا حال سنا دو۔

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ اکثر ان کے وہ ہیں جو حق کو نہیں جانتے اور منحرف ہوتے پھر رہے ہیں۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ اے محبوب آپ سے پہلے جس قدر انبیاء ہم نے بھیجے ہیں سب کی طرف یہی وحی کی گئی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو میری ہی عبادت کرو۔

عرب میں قبیلہ خزاعہ کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی معاذ اللہ بیٹیاں ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ۔ مشرکین کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا پاک ہے وہ ایسی باتوں سے۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ۔ البتہ جنہیں خدا کی اولاد کہتے ہیں وہ عزت والے بندے ہیں مگر حکم کے اتنے پابند ہیں کہ

لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ۔ اپنی طرف سے جملہ بھی نہیں کہتے جو حکم ملتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے آگے پیچھے کو جانتا ہے اور وہ شفاعت بھی اس کی کریں گے جس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی مرضی پائیں گے۔

وَهُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ۔ اور وہ اس کے جلال سے خائف رہتے ہیں اور جو کہے میں خدا ہوں اللہ کے سوا تو اسے جہنم کی سزا دی جائے گی اور ہم ہر ظالم و مشرک کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

"وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ۔ اور کتنی بستیاں ہم نے توڑ پھوڑ دیں کہ وہ ظالم و مشرک تھیں اور پیدا کی ہم نے ان کے بعد دوسری قوم۔"

اس آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے جو علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ فِي الْبَحْرِ اَنَّ هٰؤُلَاءِ كَانُوْا بِحَضُوْرَ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَعَثَ اِلَيْهِمْ نَبِيًّا فَقَتَلُوْهُ فَسَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بُخْتَنَصَرَ كَمَا سَلَّطَ عَلَى اَهْلِ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ بَعَثَ اِلَيْهِمْ جَيْشًا فَهَزَمُوْهُ ثُمَّ بَعَثَ اِلَيْهِمْ اٰخَرَ فَهَزَمُوْهُ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ بِنَفْسِهٖ فَهَزَمَهُمْ وَقَتَلَهُمْ۔

وَ عَنْ بَعْضِهِمْ اَنَّهٗ كَانَ اِسْمُ هٰذَا النَّبِيِّ مُوْسٰى بْنَ مِيْشَا۔

وَعَنِ ابْنِ وَهْبٍ اَنَّ الْاٰيَةَ فِيْ قَرْيَتَيْنِ بِالْيَمَنِ اِحْدَاهُمَا حَضُوْرُ وَالْاٰخَرُ قِلَابَةُ بَطَرَ اَهْلُهَا فَاَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى يَدِ بُخْتَ نَصَرَ۔

یہ لوگ قریہ حضور کے تھے ان میں اللہ تعالیٰ نے نبی مبعوث فرمایا ان سرکشوں نے انہیں شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر بابلی کو مسلط کیا جیسے اہل بیت المقدس پر مسلط کیا تھا۔

بخت نصر نے ان پر ایک لشکر بھیجا انہوں نے اسے بھگا دیا پھر دوسرا بھیجا اسے بھی بھگا دیا پھر خود بخت نصر بابلی لشکر لے کر ان پر آیا تو انہیں بھگایا اور قتل کیا۔

بعض روایتوں میں یہ ہے کہ یہ نبی موسیٰ بن میشا علیہ السلام تھے۔

ابن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت دو قریوں کے حق میں نازل ہوئی جو یمن میں تھے ایک کا نام حضور اور دوسری کا نام قلابہ تھا یہاں کے لوگ نہایت بدچلن آوارہ ہو گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بخت نصر بابلی کے ہاتھوں ہلاک کیا۔

ایک روایت ابن منذر وغیرہ میں کلبی سے ہے کہ اِنَّهَا حَضُوْرُ قَرْيَةٌ بِالْيَمَنِ۔ یہ قریہ یمن میں تھا اس کا نام حضور تھا۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ مِنْ طَرِيْقِهٖ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيًّا مِنْ حِمْيَرَ يُقَالُ لَهٗ شُعَيْبٌ فَوَثَبَ اِلَيْهِ عَبْدٌ فَضَرَبَهٗ بِعَصًا فَسَارَ اِلَيْهِمْ بُخْت نَصر فَقَاتَلَهُمْ فَقَتَلَهُمْ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ شَیْءٌ وَ فِيْهِمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَكَمْ قَصَمْنَا الاٰيَة۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حمیر سے ایک نبی مبعوث فرمائے جن کا نام شعیب تھا تو ایک غلام ان کے مقابل آ کودا اور اس نے اپنی لاٹھی سے انہیں شہید کر ڈالا۔

تو ان پر بخت نصر بابلی نے چڑھائی کی اور مقاتلہ کیا حتیٰ کہ مارتے مارتے ان میں سے کچھ نہ چھوڑا انہیں کے حق میں وَكَمْ قَصَمْنَا آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَالْقَوْلُ بِاَنَّهَا مِنْ قَبِيْلِ قَوْلِكَ كَمْ اَخَذْتُ مِنْ دَرَاهِمِ زَيْدٍ۔

جیسے کہا جائے كَمْ اَخَذْتُ مِنْ دَرَاهِمِ زَيْدٍ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کتنے درہم زید نے لے لئے۔ وَكَمْ قَصَمْنَا اسی قبیل سے ہے۔

وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ اَیْ لَيْسُوْا مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ تَنْبِيْهٌ عَلٰى اِسْتِيْصَالِ الْاَوَّلِيْنَ۔ اور پیدا کی ہے ان کے بعد دوسری قوم یعنی ان میں سے استیصال کے بعد کچھ نہ رہا اس کے بعد دوسری نئی قوم پیدا کی۔ اب اس کی تفصیل بیان فرمائی جاتی ہے۔

"فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ۔ تو جب محسوس کیا انہوں نے ہمارا عذاب۔"

"وَالْاِحْسَاسُ الْاِدْرَاكُ بِالْحَاسَّةِ اَیْ فَلَمَّا اَدْرَكُوْا بِحَاسَّتِهِمْ عَذَابَنَا الشَّدِيْدَ۔ احساس ادراک بالحاسہ کو کہتے ہیں یعنی جب انہوں نے اپنی حس میں پالیا ہمارا سخت عذاب۔"

"اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ۔ تو وہ اچانک بھاگنے لگے اس قریہ سے۔"

وَ رَكَضَ مِنْ بَابِ قَتَلَ بِمَعْنٰى ضَرْبِ الدَّابَّةِ بِرِجْلِهٖ وَ هُوَ مُتَعَدٍّ بِمِنْ وَقَدْ يَرِدُ لَازِمًا كَرَكَضَ الْفَرَسُ بِمَعْنٰى جَرٰى - رَكَضَ الْفَرَسَ۔ گھوڑے کو ایڑ لگانے کے وقت بولتے ہیں۔

وَالرَّكْضُ هٰهُنَا كِنَايَةٌ عَنِ الْهَرَبِ اَیْ فَاِذَا هُمْ يَهْرَبُوْنَ مُسْرِعِيْنَ رَاكِضِيْنَ دَوَابَّهُمْ۔ رکض یہاں بھاگنے کے معنی میں ہیں یعنی وہ جلدی جلدی ایڑ لگا کر اپنی سواریاں دوڑا رہے تھے۔ تو ان کی اس حالت پر ملائکہ عذاب نے بر سبیل استہزاء کہا:

"لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْۤا اِلٰى مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْــٴَـلُوْنَ۔ اے ظالمو اب نہ بھاگو لوٹ آؤ اپنے تلذذ و نعمت کی طرف۔"

اُتْرِفْتُمْ کے معنی کثرت نعمت کے ہیں یعنی اپنے عیش و آرام کی جگہ چھوڑ کر نہ بھاگو اور ان گھروں کو چھوڑ کر کہاں جا

رہے ہو جن پر تم فخر کرتے تھے۔ شاید تم سے تمہاری اماکن و مساکن اور نعمت و دولت حسین عورت محبوب فرزندو زن کے متعلق پوچھا جائے تو وہ یہی کہتے ہوئے بھاگے۔

"قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔ بولے ہائے افسوس ہم ہی ظالم تھے۔"

اَیْ بِاٰیَاتِ اللّٰہِ مُسْتَوْجِبِیْنَ لِلْعَذَابِ۔ اللہ کی آیتوں کے انکار سے مستوجب عذاب ہو گئے۔

"فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ۔ تو وہ پکارتے ہی رہے اور ان کے پکارتے حصید و خامد ہو گئے۔"

حَصِیْدٌ بِمَنْزِلَةِ النَّبَاتِ الْمَحْصُوْدِ۔ گویا کاٹے ہوئے کھیت کا چارہ بن کر رہ گئے۔

یا خٰمِدِیْنَ۔ آگ لگنے کے بعد جب اس کی راکھ ٹھنڈی ہو جاتی ہے ایسے وہ ہو گئے۔

صاحب کشاف رحمہ اللہ کہتے ہیں اَیْ جَعَلْنَاهُمْ مِثْلَ الْحَصِیْدِ كَمَا تَقُوْلُ جَعَلْنَاهُمْ رَمَادًا اَیْ مِثْلَ الرَّمَادِ۔ یعنی وہ حصید کی طرح کٹے ہوئے چارہ کی شکل یا راکھ کی صورت ہو گئے۔

"وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ۔ اور نہیں پیدا کئے ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے عبث اور کھیل۔"

اَیْ مَا سَوَّیْنَا هٰذَا السَّقْفَ الْمَرْفُوْعَ وَهٰذَا الْمِهَادَ الْمَوْضُوْعَ وَمَا بَیْنَهُمَا مِنْ اَصْنَافِ الْخَلَائِقِ مَنْعُوْتَةً بِضُرُوْبِ الْبَدَائِعِ وَالْعَجَائِبِ الَّتِیْ تُسَوِّی الْجَبَابِرَةُ سُقُوْفَهُمْ وَ فُرُشَهُمْ وَ سَائِرَ ذَخَارِفِهِمْ اللَّهْوَ وَاللَّعِبَ وَاِنَّمَا سَوَّیْنَاهَا لِلْفَوَائِدِ الدِّیْنِیَّةِ وَالْحِكَمِ الرَّبَّانِیَّةِ كَاَنَّ تَكُوْنُ سَبَبًا لِلْاِعْتِبَارِ وَدَلِیْلًا لِلْمَعْرِفَةِ مَعَ مَنَافِعِ لَا تُحْصٰی وَ حِكَمٍ تُسْتَقْصٰی۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے یہ بلند چھت اور بچھونا زمین کا اور جو کچھ اس میں انواع واقسام کی مخلوق ہے جس میں ہمارے بدائع صنائع اور عجائبات ہیں یہ سب ہم نے فضول اور عبث نہیں بنائے جیسے جابر حکام اور کجکلاہ حکمران، بیکار بلند چھتیں اور انواع واقسام کے فرش فروش اور اسباب عیش وعشرت بناتے ہیں جن کا فائدہ سوا لہو لعب کچھ نہیں ہوتا۔

ہم نے جو کچھ بنایا ہے وہ فوائد دینیہ کے لئے اور ان سے حکمت ربانیہ کے سمجھنے کے لئے بنایا ہے تا کہ ان تمام مکونات سے عبرت ہو اور یہ سب دلیل معرفت الٰہی ہوں اور ان سے بے گنتی بے شمار منافع حاصل ہوں اور ان سے حکمتیں بے شمار نظر آئیں۔

وَ حَاصِلُهٗ مَا خَلَقْنَا ذَالِكَ خَالِیًا عَنِ الْحِكَمِ وَالْمَصَالِحِ۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے یہ جو کچھ بنایا ہے یہ حکم و عبر اور مصالح سے خالی نہیں ہے۔

"لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِیْنَ۔ اگر ہم چاہتے کوئی بہلاوا اور کھیل تو اپنے پاس سے اختیار کرتے اگر ہمیں کرنا ہوتا۔"

وَ جَعَلَ حَاصِلَ الْمَعْنٰی اَنَّا لَوْاَرَدْنَا ذَالِكَ لَا تَّخَذْنَا فَاِنَّا قَادِرُوْنَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ اِلَّا اَنَّا لَمْ نُرِدْهُ لِاَنَّ الْحِكْمَةَ صَارِفَةٌ عَنْهُ۔ خلاصہ یہ کہ ہم اس پر بھی قادر تھے اگر چاہتے تو ایسا بھی کر سکتے تھے کہ سب کچھ لہو ولعب ہی ہو

مگر ہماری مشیت کا ہرگز یہ اقتضا نہیں اس لئے کہ عبث اور فضول حکمت الٰہی کے خلاف ہے اس واسطے کہ فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَايَخْلُوْ عَنِ الْحِكْمَةِ۔ حکیم مطلق کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا۔

گویا تحت قدرت الٰہی عزوجل یہ بھی ہے کہ وہ لہو پیدا کر دے۔ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وجہ میں فرمایا اِنَّ اِتِّخَاذَا اللَّهْوِ دَاخِلٌ تَحْتَ الْقُدْرَةِ۔

لیکن متکلمین نے فرمایا اِنَّهٗ مُمْتَنِعٌ عَلَيْهِ تَعَالٰى اِمْتِنَاعًا ذَاتِيًّا وَالْمُمْتَنِعُ لَا يُصْلِحُ مُتَعَلِّقًا لِلْقُدْرَةِ۔ یعنی لہو ولعب بنابراں اعتبار خلق وخالق خیر والشر ہے اور باعتبار فعل اس کا ہر فعل حکمت سے خالی نہیں اور جو فعل متعلق بہ حکمت ہو وہ لہو ولعب نہیں ہو سکتا۔ اور لہو ولعب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس کی ذات سے ممتنع ہے اور ممتنع میں صلاحیت نہیں کہ وہ متعلق قدرت ہو۔

تو اس بیان میں مقصود ان اوہام باطلہ کا رد ہے جو یہود ونصاریٰ کے توہمات میں تھے کہ عزیز ابن اللہ ہیں۔ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ مسیح ابن مریم خدا کے بیٹے ہیں اور حضرت مریم خدا کی بیوی ہیں۔ ان سب کا رد اس طرح فرمایا کہ اَللَّهْوُ طَلَبُ التَّرْوِيْحِ عَنِ النَّفْسِ ثُمَّ الْمَرْاَةُ تُسَمّٰى لَهْوًا وَكَذَا الْوَلَدُ لِاَنَّهٗ يَسْتَرِيْحُ بِكُلٍّ مِّنْهُمَا وَلِهٰذَا يُقَالُ لِاِمْرَاَةِ الرَّجُلِ وَوَلَدِهٖ رَيْحَانَتَاهُ وَالْمَعْنٰى لَوْاَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ اِمْرَاَةً ذَاتَ لَهْوٍ اَوْ وَلَدًا وَاللَّهْوُ لَاَتَّخَذْنَا مِنْ لَّدُنَّا اَیْ مِمَّا نَصْطَفِيْهِ وَ نَخْتَارُهٗ مِمَّا نَشَاءُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ۔

وَقَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ اَیْ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ۔

وَ هٰذَا رَدٌّ لِقَوْلِ الْيَهُوْدِ فِيْ عُزَيْرٍ وَقَوْلِ النَّصَارٰى فِی الْمَسِيْحِ وَاُمِّهٖ مِنْ كَوْنِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَدًا وَكَوْنُهَا صَاحِبَةً وَ مَعْنٰى مِنْ لَّدُنَّا مِنْ عِنْدِنَا بِحَيْثُ لَا يَجْرِیْ لِاَحَدٍ فِيْهِ تَصَرُّفٌ لِاَنَّ وَلَدَ الرَّجُلِ وَزَوْجَتَهٗ يَكُوْنَانِ عِنْدَهٗ لَاعِنْدَ غَيْرِهٖ اِنْتَهٰى ۔ فَافْهَمْ۔

چنانچہ آگے ارشاد فرمایا:

"بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝١٨ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝١٩ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝٢٠۔

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے تو وہ فوراً مٹ جاتا ہے اور تمہارے لئے خرابی ہے ان باتوں سے جو تم بناتے ہو اور اسی کی ملک ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اس کے پاس والے اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں۔ پاکی بولتے ہیں اس کی صبح وشام اور سستی نہیں کرتے۔"

قَذْف۔ اَصْلُ الْقَذْفِ الرَّمْیُ الْبَعِيْدُ۔ كَمَا قَالَ الرَّاغِبُ وَهُوَ مُسْتَلْزِمٌ لِصَلَابَةِ الرَّمْیِ وَقَدْ اُسْتُعِيْرَ لِلْاِيْرَادِ اَیْ نُوْرِدُ الْحَقَّ عَلَى الْبَاطِلِ۔ قذف کہتے ہیں دور سے مارنے کو۔ راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں اس مارنے میں صلابت اور سختی مستلزم ہے اور استعارۃً اس کے معنی وارد کرنے کے لئے گئے یعنی ہم حق وارد کرتے ہیں باطل پر۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِنَّ الْحَقَّ الْقُرْاٰنُ وَالْبَاطِلَ الشَّيْطَانُ۔ حق قرآن کریم ہے اور باطل شیطان رجیم ہے۔
وَ قِيلَ اَلْحَقُّ الْحُجَّةُ وَالْبَاطِلُ شُبُهُهُمْ۔ ایک قول ہے کہ حق حجت الٰہی ہے اور باطل شبہات کفار۔
"فَيَدْمَغُهٗ" اَیْ يَمْحَقُهٗ بِالْكُلِّيَّةِ كَمَا فَعَلْنَا بِاَهْلِ الْقُرَى الْمُحْكَمَةِ۔ وَاَصْلُ الدَّمْغِ كَسْرُ الشَّیْءِ الرَّخْوِ الْاَجْوَفِ وَقَدْ اُسْتُعِيرَ لِلْمَحْقِ۔ یدمغه کے معنی بالکل مٹانے کے ہیں جیسے اہل قریہ سے ہم نے کہا کہ مٹا دیا۔ اور دمغ محاورہ میں کسی پولی چیز کے توڑنے کو کہتے ہیں اور اس کے استعاری معنے مٹانے کے لئے گئے ہیں۔
"فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ" اَیْ ذَاهِبٌ بِالْكُلِّيَّةِ یعنی جانے والا کلیۃً۔
اِذَا۔ فجائیہ ہے بمعنی اچانک۔
"وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ" وَعِيدٌ لِقُرَيْشٍ اَوْ لِجَمِيعِ الْكُفَّارِ مِنَ الْعَرَبِ۔ یہ قریش یا تمام کفار مکہ کے لئے وعید شدید ہے۔
وَيْلٌ۔ مُسْتَقَرٌّ لَّكُمْ۔ اَلْوَيْلُ الْهَلَاكُ۔ مستقر کفار ویل ہے اور ویل ہلاکت کو کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے جو ایسی باتیں بناتے ہو جو اس کے لائق نہیں اس کے بدلہ میں تمہیں ہلاکت ہے۔
اور "وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اس کی ملک ہے جو آسمان اور زمین میں ہے۔"
"وَمَنْ عِنْدَهٗ" وَ هُمُ الْمَلٰئِكَةُ مُطْلَقًا عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ اور جو اس کے پاس ہیں۔ اس سے مطلقاً ملائکہ علیہم السلام مراد ہیں۔
اور یہ عندیت شرف ہے نہ کہ عندیت مکان وَالْمُرَادُ بِالْعِنْدِيَّةِ عِنْدِيَّةُ الشَّرْفِ لَا عِنْدِيَّةُ الْمَكَانِ۔
"لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ۔ وہ اللہ کی عبادت کے مقابل اپنے کو بڑا نہیں سمجھتے۔"
وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ۔ اور وہ نہیں تھکتے۔ اَیْ لَا يَكِلُّوْنَ وَلَا يَتْعَبُوْنَ يُقَالُ حَسَرَ الْبَعِيْرُ وَاسْتَحْسَرَ كَلَّ وَ تَعِبَ۔ محاورہ میں بولتے ہیں حَسَرَ الْبَعِيْرُ اونٹ تھک گیا۔
"يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ۔ تسبیح کرتے ہیں رات دن سستی نہیں کرتے۔"
وَالْمَعْنٰى يُنَزِّهُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ يُعَظِّمُوْنَهٗ وَ يُمَجِّدُوْنَهٗ فِي كُلِّ الْاَوْقَاتِ لَا يَتَخَلَّلُ تَسْبِيحُهُمْ فَتْرَةٌ اَصْلًا بِفَرَاغٍ اَوْ شُغْلٍ اٰخَرَ۔ وہ ملائکہ عظمت شان اور مجد حق ہر آن اور ہر لحہ کرتے ہیں ان کی تسبیح وتہلیل میں زمانہ کا تخلل واقع نہیں ہوتا۔
جیسے عیسیٰ علیہ السلام اور حضور سید انام صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین زمانہ فترۃ واقع ہوا یعنی وہ زمانہ جس میں نبی تشریف فرما نہ رہے۔ گویا خالی زمانہ تو لَا يَفْتُرُوْنَ کے معنی یہ ہوئے کہ تسبیح وتہلیل کرتے کرتے وہ سست نہیں ہوتے تو جو سست بھی نہ ہو وہ ترک تسبیح کیسے کر سکتا ہے۔ یعنی ان کی تسبیح وتہلیل ایسی ہے جیسے انسان کا سانس کہ کسی وقت رکتا ہی نہیں۔ اب آگے ارشاد ہے:
"اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ۔ کیا انہوں نے خدا بنا لئے زمین سے تو کیا وہ کچھ پیدا بھی کر سکتے ہیں۔"
یعنی مشرکین نے خدا زمین سے بنائے ہیں یعنی جواہر ارضیہ سے یعنی سونے چاندی سے یا پتھروں سے تو کیا وہ کچھ پیدا

بھی کرتے ہیں۔ظاہر ہے جب وہ خود بے جان اور جماد محض ہیں وہ کسی چیز کے آفریدگار کیوں کر ہو سکتے ہیں۔خود بے جان ہو کر کسی کو جان دینا کیوں کر مسلم ہو تو ایسے کو معبود ٹھہرانا کتنا کھلا باطل ہے اللہ عزوجل تو وہی ہو سکتا ہے جو ہر ممکن پر قادر ہو اور جو خود ہی جماد اور بے حس ہو وہ الہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

يُنْشِرُوْنَ۔ کے معنی پر قَالَ قُطْرُبُ هُوَ بِمَعْنٰى يَخْلُقُوْنَ وَ يُنْشِرُوْنَ يَبْعَثُوْنَ هُوَ الْمَشْهُوْرُ وَ عَلَيْهِ الْجَمْهُوْرُ۔ يُنْشِرُوْنَ کے معنی قطرب کے نزدیک پیدا کرنے کے ہیں اور يَبْعَثُوْنَ مر کر اٹھانے کے معنی مشہور ہیں جس پر جمہور کا اتفاق ہے۔

اس کے بعد اب وہ آیہ کریمہ بیان ہو رہی ہے جسے ارباب کلام برہان تمانع کہتے ہیں۔

''لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے تو پاکی ہے اللہ عرش کے مالک کو ان صفتوں سے جو مشرک بیان کرتے ہیں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اِبْطَالٌ لِتَعَدُّدِ الْاِلٰهِ۔ وَ ضَمِيْرُ فِيْهِمَا لِلسَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَالْمُرَادُ بِهِمَا الْعَالَمُ كُلُّهٗ عَلَوِيَّةٌ وَ سِفْلِيَّةٌ۔ اس آیہ کریمہ میں تعدد الہ کا ابطال ہے اور ضمیر ''فِيْهِمَا'' جو ہے وہ آسمان اور زمین کے لئے ہے اور اس سے تمام عالم مراد ہے علوی ہو یا سفلی۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اِنَّهٗ ظَرْفٌ لَا لِاٰلِهَةٍ عَلٰى حَدِّ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَقَوْلُهٗ سُبْحٰنَهٗ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ۔ اس میں آسمان وزمین فرما کر ظرف قرار دیا ایک الہ کے لئے جیسے فرمایا وہ ذات وہ ہے کہ آسمان کا بھی خدا ہے اور زمین کا بھی خدا ہے۔

اور فرمایا وہ اللہ وہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں ایک خدا ہے۔

اور شرح مقاصد میں اس کی تشریح یوں کی گئی:

وَهٰذَا الْبُرْهَانُ يُسَمّٰى بُرْهَانُ التَّمَانُعِ وَاِلَيْهِ الْاِشَارَةُ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ۔ اس آیہ کریمہ کو برہان تمانع کے نام سے موسوم کیا گیا اور اسی طرف اشارہ ہے لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا میں۔

تو اس کی تقریر اس طرح ہے اِنَّهٗ لَوْ تُعُدِّدَتِ الْاِلٰهُ لَكَانَ بَيْنَهُمَا التَّنَازُعُ وَالتَّغَالُبُ۔ اس لئے کہ اگر خدا سے وہ خدا مراد لئے جائیں جن کے بت پرست معتقد ہیں تو فساد عالم کا لزوم ظاہر ہے کیونکہ وہ جمادات ہیں اور تدبیر عالم پر اصلاً قدرت نہیں رکھتے۔

اور اگر تعمیم کی جائے تو بھی لزوم فساد یقینی ہے کیونکہ اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوں گے۔

یا وہ دونوں متفق ہوں گے۔

یا مختلف۔

اگر دونوں شے واحد پر متفق ہوئے تو لازم آئے گا کہ ایک چیز دونوں کے مقدور میں ہوا اور دونوں کی قدرت سے ظہور میں آئے اور یہ محال ہے۔

اور اگر مختلف ہوئے تو ایک شے کے متعلق دونوں کے ارادے یا معاً واقع ہوں گے بلکہ ایک ہی وقت میں موجود ومعدوم ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ ایک وجود کی طرف ہوگا تو دوسرا عدم کی طرف تو بنانے والا بنائے گا اور بگاڑنے والا اسی بنی ہوئی کو
مٹائے گا تو لَفَسَدَتَا۔ لازمی طور پر فساد ہوگا۔ 14

یا دونوں کے ارادے واقع نہ ہوں اور شے نہ موجود ہو نہ معدوم۔

یا ایک کا ارادہ واقع ہو دوسرے کا واقع نہ ہو یہ تمام صورتیں محال ہیں۔

تو ثابت ہوا کہ دونوں کے ماننے کے بعد فساد بہر تقدیر لازم ہے۔

اور یہ توحید کا نہایت قوی برہان ہے۔

اس بحث کو روح المعانی اور تفسیر کبیر میں نہایت بسط سے بیان کیا ہے اور آئمہ کلام کی کتابوں میں وضاحت سے یہ بحث کی گئی ہے۔ یہاں ہم نے ناظرین کے ذہن کے محدود ہونے کو ملحوظ رکھ کر انتشار کے خوف سے اختصار کو ہی مناسب تصور کیا۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ اَیْ نَزِّهُوْهُ اَکْمَلَ تَنْزِیْهٍ عَنْ اَنْ یَّکُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ تَعَالٰی اٰلِهَةٌ کَمَا یَزْعُمُوْنَ۔ کامل تنزیہ ہے اس واجب الوجود کو اس کے سوا دوسرے خدا ہونے سے۔

"لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ۔ وہ ایسا قادر ومختار ہے کہ اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا جو چاہے کرے اور ان کے بنائے ہوئے خدا پوچھے جائیں گے۔"

حتیٰ کہ مسیح علیہ السلام سے سوال ہوگا ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تو آپ علی الفور بارگاہ حق میں تبری عرض کریں گے۔

اور جو مالک حقیقی ہے اس سے سوال کرنے والا کون ہوسکتا ہے وہ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے جسے چاہے سعید کرے جسے چاہے شقی وہ سب پر مختار اور حاکم ہے اس پر کوئی مختار اور حاکم نہیں جو اس سے پوچھ سکے۔

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَمَنْ وَجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ۔ جو تم میں سے بھلائی پائے اسے چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور جو اس کے خلاف پائے تو وہ اپنے نفس ہی کو ملامت کرے۔

"اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَکُمْ۔ کیا اللہ کے سوا اور خدا بنا رکھے ہیں فرما دیجئے لاؤ اپنی دلیل۔"

یہ بطریق استفہام توبیخاً فرمایا کہ اللہ کے سوا انہوں نے اور خدا بنا رکھے ہیں تو اے حبیب آپ ان مشرکین سے فرمائیں کہ تم اپنے ان باطل دعوؤں پر کوئی دلیل دے کر حجت قائم کرو خواہ وہ عقلی دلیل ہو یا نقلی لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہارے پاس نہ دلیل عقلی ہے نہ نقلی۔

اس لئے کہ براہین عقلیہ تمہارے ابطال میں ہیں اور نقلی یوں نہیں کہ تمام کتب سماویہ میں توحید الٰہی کا بیان ہے اور سب میں شرک کے ابطال پر دلائل موجود ہیں۔

"هٰذَا ذِکْرُ مَنْ مَّعِیَ وَذِکْرُ مَنْ قَبْلِیْ ؕ بَلْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ یہ قرآن ذکر ہے میرے معیت والوں کا اور مجھ سے پہلوں کا تذکرہ بلکہ اکثر ان کے حق کو نہیں جانتے اور وہ منحرف ہیں۔"

معیت والوں سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے قرآن کریم میں اس کا ذکر اس طرح ہے کہ انہیں اس اطاعت کا کیا اجر ملے گا اور انحراف و نافرمانی پر کیا سزا ملے گی۔ اور ذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ سے مراد انبیاء سابقہ کی امتوں کا حال ہے کہ ان کے ساتھ دنیا میں کیا ہوا اور آخرت میں کیا کیا جائے گا۔

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ۔ سے مراد احکام و آیات پر غور و تامل نہ کرنا ہے اور انحراف سے مراد ایمان نہ لانا ہے جو ان کے لئے لازمی تھا۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں جو ہمارے مضمون کا مؤید ہے۔

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ۔ عَلٰى مَا تَدَّعُوْنَهٗ مِنْ جِهَةِ الْعَقْلِ الصَّرِيْحِ اَوِ النَّقْلِ الصَّحِيْحِ فَاِنَّهٗ لَا يُصِحُّ الْقَوْلُ بِمِثْلِ ذَالِكَ مِنْ غَيْرِ دَلِيْلٍ۔

هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ اِنَارَةٌ لِبُرْهَانِهٖ وَاِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّهٗ مِمَّا نَطَقَتْ بِهِ الْكُتُبُ الْاِلٰهِيَّةُ قَاطِبَةً۔

اَىْ هٰذَا الْوَحْىُ الْوَارِدُ فِىْ شَاْنِ التَّوْحِيْدِ الْمُتَضَمِّنُ لِلْبُرْهَانِ الْقَاطِعِ ذَكَرَ اُمَّتِىْ وَ عِظَتَهُمْ وَذَكَرَ الْاُمَمَ السَّالِفَةَ فَاَقِيْمُوْا اَنْتُمْ اَيْضًا بُرْهَانَكُمْ۔

پھر آگے مزید وضاحت فرماتے ہیں۔

وَ قِيْلَ الْمُرَادُ بِالذِّكْرِ الْكِتَابُ اَىْ هٰذَا كِتَابٌ اُنْزِلَ عَلٰى اُمَّتِىْ وَهٰذَا كِتَابٌ اُنْزِلَ عَلٰى اُمَمِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنَ الْكُتُبِ الثَّلَاثَةِ وَالصُّحُفِ فَرَاجِعُوْهَا وَانْظُرُوْا هَلْ فِىْ وَاحِدٍ مِنْهَا غَيْرَ الْاَمْرِ بِالتَّوْحِيْدِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْاِشْرَاكِ فَفِيْهِ بِتَكْذِيْبِهِمْ۔

''وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ''

اَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ صَاهَرَ الْجِنَّ فَكَانَتْ مِنْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔

وَالْاٰيَةُ مُشْنِعَةٌ عَلٰى كُلِّ مَنْ نَسَبَ اِلَيْهِ سُبْحَانَهٗ ذَالِكَ كَالنَّصَارٰى الْقَائِلِيْنَ عِيْسَى ابْنُ اللّٰهِ وَالْيَهُوْدِ الْقَائِلِيْنَ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

اب آگے جو آیتیں آرہی ہیں یہ بنی خزاعہ کے متعلق ہیں جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾۔

اور نہیں بھیجا ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول مگر ہم نے اسے وحی کی کہ نہیں کوئی سوا میرے تو مجھی کو پوجو۔ اور مشرک بولے رحمٰن نے بیٹا اختیار کیا پاک ہے ایسی باتوں سے بلکہ بندے ہیں عزت والے۔ نہیں سبقت کرتے اس سے کسی بات میں اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہیں۔''

سابقہ انبیاء کرام میں اور عزیر و عیسیٰ تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توحید کی وحی آئی۔ ان جاہلوں نے انہیں

خدا عزوجل کا بیٹا اور ملائکہ علیہم السلام کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا اس کا رد فرمایا کہ بیٹا بیٹی سے اللہ تعالیٰ کی ذات منزہ اور مبرا ہے۔ البتہ جنہیں یہ اللہ کا بیٹا کہہ کر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں وہ اللہ کے مقرب بندے اور اس کے مطیع ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کیا اور جو کچھ آئندہ کریں گے وہ حکم الٰہی کے ماتحت ہوا تھا اور ہوگا۔ اور ذات واجب تعالیٰ شانہ علام الغیوب اس شان سے ہے کہ

''يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ۔ وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ سفارش بھی نہیں کرتے مگر اس کے لئے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے اور وہ سب اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔''

یعنی انبیاء کرام اگرچہ شفاعت کے منصب پر ہیں لیکن اطاعت الٰہی عزوجل میں اتنے جھکے ہوئے ہیں کہ بلا رضاء حق کسی کے لئے شفاعت و سفارش کی بھی جرأت نہیں کرتے اور اس کے جباری و قہاری کی شان سے وہ خائف رہتے ہیں۔

''وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ۔ اور جو کہے ان میں سے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی جزا دیں گے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ظالم مشرکوں کو۔''

یہ کہنے والا نمرود و فرعون، ہامان و قارون، شداد و شیطان ہے جو اپنی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ ملائکہ یا انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کوئی نہیں جو ایسا دعویٰ کرتا۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع۔ سورۂ انبیاء۔ پ ۱۷

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۰

کیا نہ دیکھا انہوں نے جو کافر ہیں کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا اور کیا ہم نے پانی سے ہر شے کو زندہ تو کیوں نہیں ایمان لاتے

وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳۱

اور بنائے ہم نے زمین میں لنگر کہ ان کی وجہ سے نہ کانپے اور کر دیں ہم نے زمین میں کشادہ راہیں تاکہ وہ راہ پائیں

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۳۲

اور کیا ہم نے آسمان کو چھت محفوظ اور وہ اس کی نشانیوں سے منحرف ہیں

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۳۳

اور وہ اللہ وہ ہے جس نے بنائے رات دن اور سورج اور چاند ہر ایک ایک دائرہ میں تیر رہا ہے

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝۳۴

اور نہیں کیا ہم نے کسی بشر کو تم سے پہلے ہمیشہ دنیا میں رہنے والا تو کیا تم انتقال فرماؤ تو کیا وہ ہمیشہ رہیں گے

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝۳۵

ہر جان کو ذائقہ چکھنا ہے موت کا اور ہم آزمائش کرتے ہیں تمہاری برائی اور بھلائی سے جانچنے کو اور ہماری طرف ہی تمہیں لوٹنا ہے

وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ یَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾	اور جب دیکھتے ہیں تمہیں وہ جو کافر ہیں تو نہیں بناتے تم کو مگر تمسخر کیا یہ ہیں وہ جو ذکر کرتے ہیں تمہارے خداؤں کا اور وہ رحمٰن کی یاد سے منکر ہیں
خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾	آدمی پیدا کیا گیا جلد باز عنقریب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا مجھ سے جلد بازی نہ کرو
وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۸﴾	اور کہتے ہیں کب یہ وعدہ آئے گا اگر تم سچے ہو
لَوْ یَعْلَمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا حِیْنَ لَا یَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَ لَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾	کسی طرح کافر جانتے اس وقت کو جب نہ روک سکیں گے اپنے مونہوں سے آگ اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ وہ مدد کیے جائیں
بَلْ تَاْتِیْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾	بلکہ وہ ان پر اچانک آئے گی تو انہیں مبہوت کر دے گی اور نہ وہ پھیر سکیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے
وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع	اور بے شک استہزاء کیا گیا رسولوں کا آپ سے پہلے تو گھیر لیا مسخری کرنے والوں کو ان کے استہزاء نے

حل لغات تیسرا رکوع۔سورۃ انبیاء۔پ ۱۷

اَوَلَمْ۔کیا نہ	یَرَ۔دیکھا	الَّذِیْنَ۔انہوں نے جو	كَفَرُوْۤا۔کافر ہیں
اَنَّ۔کہ بے شک	السَّمٰوٰتِ۔آسمان	وَالْاَرْضَ۔اور زمین	كَانَتَا۔تھے دونوں
رَتْقًا۔بند	فَفَتَقْنٰهُمَا۔تو ہم نے ان کو جدا کر دیا		وَجَعَلْنَا۔اور کیا ہم نے
مِنَ الْمَآءِ۔پانی سے	كُلَّ۔ہر	شَیْءٍ۔شے کو	حَیٍّ۔زندہ
اَفَلَا۔کیا نہیں	یُؤْمِنُوْنَ۔ایمان لاتے	وَجَعَلْنَا۔اور بنایا ہم نے	فِی الْاَرْضِ۔زمین میں
رَوَاسِیَ۔میخیں	اَنْ۔یہ کہ	تَمِیْدَ بِهِمْ۔نہ کانپیں ان سے	وَجَعَلْنَا۔اور کر دیں ہم نے
فِیْهَا۔اس میں	فِجَاجًا۔گلیاں	سُبُلًا۔راہیں	
لَعَلَّهُمْ۔تاکہ وہ	یَهْتَدُوْنَ۔راہ پائیں	وَجَعَلْنَا۔اور بنایا ہم نے	السَّمَآءَ۔آسمان کو
سَقْفًا۔چھت	مَّحْفُوْظًا۔محفوظ	وَّهُمْ۔اور وہ	عَنْ اٰیٰتِهَا۔ہماری آیتوں سے
مُعْرِضُوْنَ۔منہ پھیرنے والے ہیں		وَهُوَ۔اور وہ	الَّذِیْ۔وہ ہے جس نے
خَلَقَ۔پیدا کیا	الَّیْلَ۔رات کو	وَالنَّهَارَ۔اور دن کو	وَالشَّمْسَ۔اور سورج کو
وَالْقَمَرَ۔اور چاند کو	كُلٌّ۔ہر ایک	فِیْ فَلَكٍ۔آسمان میں	یَّسْبَحُوْنَ۔تیرتے ہیں

وَمَا۔ اور نہیں جَعَلْنَا۔ بنایا ہم نے لِبَشَرٍ۔ کسی آدمی کے لئے مِّنْ قَبْلِكَ۔ تجھ سے پہلے
الْخُلْدَ۔ ہمیشہ رہنا اَفَاۡئِنْ۔ کیا اگر مِّتَّ۔ تو مر جائے فَهُمُ۔ تو وہ
الْخٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہیں گے كُلُّ۔ ہر نَفْسٍ۔ جان ذَآئِقَةُ۔ چکھنے والی ہے
الْمَوْتِ۔ موت کو وَنَبْلُوْكُمْ۔ اور آزماتے ہیں ہم تم کو بِالشَّرِّ۔ برائی
وَالْخَيْرِ۔ اور بھلائی سے فِتْنَةً۔ آزمانا وَاِلَيْنَا۔ اور ہماری طرف تُرْجَعُوْنَ۔ پھیرے جاؤ
گے تم وَاِذَا۔ اور جب رَاٰكَ۔ دیکھتے ہیں تجھے الَّذِيْنَ۔ وہ جو
كَفَرُوْٓا۔ کافر ہیں اِنْ۔ نہیں يَّتَّخِذُوْنَكَ۔ پکڑتے وہ آپ کو
اِلَّا۔ مگر هُزُوًا۔ تمسخر اَهٰذَا۔ کیا یہ الَّذِيْ۔ وہ ہے جو
يَذْكُرُ۔ ذکر کرتا ہے اٰلِهَتَكُمْ۔ تمہارے خداؤں کا وَهُمْ۔ اور وہ
بِذِكْرِ۔ ذکر الرَّحْمٰنِ۔ رحمٰن سے هُمْ۔ وہ كٰفِرُوْنَ۔ منکر ہیں
خُلِقَ۔ پیدا کیا گیا الْاِنْسَانُ۔ انسان مِنْ عَجَلٍ۔ جلد باز سَاُورِيْكُمْ۔ عنقریب دکھاؤں
گا میں تمہیں اٰيٰتِيْ۔ اپنی آیتیں فَلَا۔ تو نہ تَسْتَعْجِلُوْنِ۔ جلدی کرو تم
وَيَقُوْلُوْنَ۔ اور کہتے ہیں مَتٰى۔ کب ہے هٰذَا۔ یہ الْوَعْدُ۔ وعدہ
اِنْ۔ اگر كُنْتُمْ۔ ہو تم صٰدِقِيْنَ۔ سچے لَوْ يَعْلَمُ۔ اگر جانیں
الَّذِيْنَ۔ وہ جو كَفَرُوْا۔ کافر ہیں حِيْنَ۔ جب لَا يَكُفُّوْنَ۔ نہ روک سکیں گے
عَنْ وُّجُوْهِهِمُ۔ اپنے چہروں سے النَّارَ۔ آگ وَلَا۔ اور نہ
عَنْ ظُهُوْرِهِمْ۔ اپنی پیٹھوں سے وَلَا۔ اور نہ هُمْ۔ وہ
يُنْصَرُوْنَ۔ مدد دیئے جائیں بَلْ۔ بلکہ تَاْتِيْهِمْ۔ آئے گی ان کے پاس
بَغْتَةً۔ اچانک فَتَبْهَتُهُمْ۔ تو پریشان کر دے گی ان کو فَلَا۔ پھر نہ
يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ وہ طاقت رکھیں گے رَدَّهَا۔ اس کو واپس کرنے کی وَلَا۔ اور نہ
هُمْ۔ وہ يُنْظَرُوْنَ۔ مہلت دیئے جائیں وَلَقَدِ۔ اور بے شک
اسْتُهْزِئَ۔ ٹھٹھا کیا گیا بِرُسُلٍ۔ رسولوں سے مِّنْ قَبْلِكَ۔ تجھ سے پہلے فَحَاقَ۔ تو گھیر لیا
بِالَّذِيْنَ۔ ان کو جنہوں نے سَخِرُوْا۔ ٹھٹھا کیا تھا مِنْهُمْ۔ ان سے مَّا۔ جو
كَانُوْا۔ تھے وہ بِهٖ۔ اس کو يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ٹھٹھا کرتے

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔ سورۂ انبیاء۔ پ ۱۷

اس رکوع سے اول مشرکین کے اوہام باطلہ کا رد کیا تھا۔ اس رکوع میں انہیں جو تعدد الٰہ کے قائل تھے اور مخلوق میں سے کسی کو ابن اللہ بناتے یا بنات اللہ کہتے تھے دلائل کی روشنی میں بتایا جاتا ہے تا کہ ان پر غور کے بعد ان پر مدعا ثابت ہو جائے۔ چنانچہ اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا فرما کر خطاب کیا پھر فرمایا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا۔ رتق کرنا۔ بند

ہونا۔ فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ۔ فتق بالفتح۔ جدا کرنا۔ کھولنا ہے۔

چنانچہ مفسرین نے اس کے معنی چند طریقہ سے بیان کئے ہیں۔ مگر سید المفسرین ابن عباس اور حسن بصری اور اکثر مفسرین اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ آسمانوں کا بند ہونا مینہ کا ان پر نہ برسنا اور زمین کا بند ہونا اس سے سبزہ پیدا نہ ہونا ہے۔

اور آسمان کا کھلنا بارش ہے اور زمین کا کھلنا سبزہ اگنا ہے۔

تو فرمایا گیا کہ یہ کافر کیا نہیں دیکھ چکے بلکہ موسم صیف وشتا میں دیکھتے رہتے ہیں کہ بارش نہیں ہوتی زمین خاک اڑانے لگتی ہے گویا آسمان اور زمین بند ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے انہیں کھولتا ہے ادھر بارش آتی ہے ادھر ہر قسم کا سبزہ اگتا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ ان آیات میں ابتداء آفرینش عالم کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے۔

یہاں جمالاً بیان فرمایا کہ ایتھر سب ایک جگہ جمع تھا یعنی آسمانوں اور زمین کا مادہ مجتمع تھا اس میں سے ہم نے آسمان جدا کر دیئے اور زمین جدا بنادی۔

یعنی اس میں سے آسمان بنا کر زمین بنائی۔ پھر زمین کی مخلوقات حیوانات، نباتات کو زندہ کیا۔ كُلَّ شَيْءٍ سے بھی مراد مخلوقات ہے۔ اور یہی ایک قسم کی حیات ہے اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جمادات کا انعقاد بھی پانی سے ہی ہوا ہے اور ان کا اپنی صورت نوعیہ پر قائم ہونا یہ ان کی حیات ہے۔ چنانچہ اس کے بعد فرمایا:

''وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ''

صاحب تفسیر کشاف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جَعَلْنَا یا تو مفعول کی طرف متعدی ہوگا یا دونوں کی طرف۔

پہلی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ہم نے ہر حیوان کو پانی سے پیدا کیا جیسا کہ اور جگہ بھی ارشاد ہو چکا ہے۔

وَ اللّٰهُ خَلَقَ ذُرِّيَّةً مِّنْ مَّآءٍ۔ اس ماء سے مراد یا نطفہ ہے جس سے حیوانات پیدا ہوتے ہیں اور نطفہ بھی ایک قسم کا پانی ہے۔ یا انہیں پانی کی احتیاج ہوتی ہے۔ اس کے بغیر زندگی نہیں اس لئے ان کی زندگی کو پانی کی طرف منسوب کیا جیسے فرمایا۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ۔ انسان میں جلدی ہونے کو جلدی سے پیدا ہونے کے ساتھ تعبیر کیا۔ یہ عربی محاورہ میں بولا جاتا ہے۔

دوسری صورت میں یہ معنی ہوں گے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ

اَیْ بِسَبَبِ الْمَآءِ۔ ہر جاندار کو پانی سے زندہ کیا ہے مِنَ الْمَآءِ مفہوم ثانی كُلَّ شَيْءٍ۔ موصوف حَيٍّ۔ صفت مجموعہ مفعول اول۔ مفعول ثانی کا مقدم کرنا اہتمام شان کی وجہ سے ہوگا۔

اور بعض نے حَيًّا بالنصب بھی پڑھا ہے۔ انہوں نے اسے كُلَّ کی صفت قرار دی ہوگی جس کے معنی یہ ہوں گے کہ کل شے جو حی ہے اسے پانی سے پیدا کیا ہے۔

یا یہ مفعول ثانی ہوگا تو یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک شے کو پانی سے زندہ کیا۔

اس صورت میں ہر شے سے مراد حیوان یا نباتات ہوں گے۔

دفع دخل مقدر

اگر یہ شبہ کسی کے دل میں پیدا ہو کہ جن آگ سے پیدا ہوئے اور فرشتے نور سے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ۔ آدم علیہ السلام کے متعلق ہے۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام گارے سے پرند بنا کر اس میں پھونک مارتے وہ اڑنے لگتا تھا تو ثابت ہوا کہ سب جاندار پانی سے پیدا نہیں ہوئے۔

اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اَوَلَمْ يَرَ فرما کر اشیائے مرئی کی تخصیص فرمائی ہے اور جو نہیں نظر ہی نہیں آتیں وہ اس میں شامل نہیں۔

تو یہ اکثریت پر فرمایا گیا جسے محاورہ میں تغلیبا کلیہ کہہ دیتے ہیں۔

اور وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ۔ کے معنی یہ ہیں كَيْ لَا تَمِيْدَ۔ یہاں لا عدم التباس کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔ راسیہ زمین میں گڑی ہوئی شے کو کہتے ہیں اس کی جمع رواسی ہے جس سے مراد پہاڑ ہیں جو کرۂ ارضی پر جمے ہوئے ہیں اگر یہ نہ ہوتے اور ہوا پانی کی طرح سبک اور خفیف ہوتی تو (زمین) متحرک رہتی پھر اس پر مکان و مکین دونوں نہ رہتے یہ بہت بڑا انعام الٰہی عزوجل ہے۔

وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ۔ زمین میں تمہارے راہ پانے کو کشادہ راستے رکھے اگر اس کے برعکس سخت اور ناہموار اور دشوار گزار ہی تمام زمین ہوتی جیسے پہاڑ ہیں تو دنیا اس سہولت اور آرام و آسائش سے نہ بستی۔

اَلْفَجُّ۔ اَلطَّرِيْقُ الْوَاسِعُ۔ فج کی جمع فجاج ہے۔ کشادہ راستے کو کہتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا۔ میں آسمان کو چھت سے فوقیت کے لحاظ سے فرمایا اب رہا اس کا محفوظ ہونا۔ یہ چند وجوہ سے ہے۔

ایک یہ کہ وہ گرنے اور بوسیدہ ہونے سے محفوظ ہے۔ گھروں کی چھتوں کی طرح نہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا: وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

دوسرے وہ شیاطین کی آمد و شد سے محفوظ ہے جیسے فرمایا: وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ

تیسرے زمین گویا آنگن ہے اور آسمان چھت اس طرح یہ ایک محفوظ گھر ہے جس میں روشنی کے لئے آفتاب و ماہتاب کی قندیلیں ہیں اور اسی طرح ثوابت و سیارے۔

تو اس گھر میں جتنے مہمان ہیں سب اس کی نعمت کھا پی رہے ہیں تو ایسا وسیع گھر کس نے بنایا پھر آسمان کی گردش سے صدہا انقلابات ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خاص نشان ہیں جو اس کی سطوت و جبروت پر دلالت کرتے ہیں یہ کافر غور نہیں کرتے بلکہ وَهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ وہ ہماری نشانیوں سے انحراف ہی میں لیل و نہار گزار رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان تھوڑی دیر بھی ان عجائبات قدرت پر غور کرے جو اس نے آسمانوں میں رکھی ہیں تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس پردۂ زنگاری میں کوئی فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ نہ معلوم کیا کیا کار پردازیاں کر رہا ہے چنانچہ خود یہاں بھی ارشاد ہے جس سے چند نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾۔

اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند پیدا فرمائے جو اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں اور

یہ کافران سے سبق عبرت نہیں لیتے اوراعراض کرتے ہیں۔اول تو رات دن کا آگے پیچھے آنا جانا اس میں بے شمار فوائد ہیں۔ رات سونے کے لئے دن کام کرنے کے لئے رات تھکے دماغ کو تازہ کرنے کے لئے دن تلاش معاش کے واسطے۔ رات میں پھلوں کی نشوونما دن میں ان کا پکنا اس کے علاوہ ہزارہا فوائد ہیں۔

ایسے ہی ماہتاب کا گھٹنا بڑھنا، طلوع وغروب ہونا اس میں تواریخ اور تقویم عمر مرتب ہوتی ہے۔دنوں کے حساب بنتے ہیں۔

حکمائے قدیم کی ایک بڑی جماعت اس امر کو تسلیم کر چکی ہے کہ

آسمان سات ہیں اور آفتاب چوتھے آسمان پر ہے اور ماہتاب پہلے آسمان پر اور ان کی گردشیں گردش فلک کے ساتھ ہیں۔پھر فلک الافلاک کی گردش ان افلاک میں مختلف حرکات پیدا کرتی ہے۔انہیں حرکات کا اثر ہے کہ کہیں سردی کہیں گرمی کہیں مرطوب ہوا کہیں خشک پھر

فلک کو سب ہے سلیقہ ستم شعاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

پھر آفتاب و ماہتاب اور دیگر ارکان بیان فرما کر پھر انبیاء علیہم السلام سے لے کر تمام مخلوق کا ہمیشہ دنیا میں رہنا نہ رہنا بیان فرماتے ہوئے اصل کائنات، علت تخلیق عالم، موجب تکوین آدم ﷺ کی شان ارفع کا مظاہرہ فرمایا۔چنانچہ ارشاد ہوا:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ۔اور نہیں ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ دنیا میں قیام کیا۔اے محبوب آپ کو تو دنیا سے رحلت فرمانا ہوا اور وہ سب ہمیشہ دنیا میں رہ جائیں۔یعنی تمام انبیاء کرام کا دنیا میں ورود آپ کا صدقہ ہے۔آپ علت تکوین عالم اور سبب تخلیق آدم ہیں اور سب معلول ہیں تو وجود معلول وجود علت پر موقوف ہے تو جب علت ہی نہ رہے تو معلولات کیسے رہ سکتے ہیں۔بالفاظ دیگر گویا یہ فرمایا کہ آپ دولہا ہیں کائنات کے اور تمام براتی تو دولہا ہی جب نہ رہیں تو براتی کیسے رہ سکتے ہیں۔

تو یہ غافلین عذاب اور مفتونین دنیا بجائے اس کے کہ ہمارے حبیب کا اتباع کریں ہر وقت تمسخر اور استہزاء کرتے رہتے ہیں اور بار بار مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کی رٹ لگا رہے ہیں کہ وہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر سچے ہو تو جلدی قیامت لاؤ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِىْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ۔عنقریب میں اپنی نشانیاں تمہیں دکھاؤں گا جلدی نہ کرو۔"

اس وقت ان کے منہ جھلس رہے ہوں گے یہ اپنے منہ بچانے کی بھی استطاعت نہیں رکھیں گے اور نہ ان کی طرف سے مدد ہوگی۔

اور یہ عذاب اچانک ان پر آئے گا۔

رہا ان کا استہزاء کرنا یہ نئی بات نہیں آپ سے پہلے رسولوں کا بھی اے محبوب استہزاء ہوتا رہا ہے لیکن ان کے استہزاء نے انہیں کو گھیر لیا اور ہلاک کر دیا۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

"اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ۔ کیا نہ دیکھا انہوں نے جو کافر ہیں کہ آسمان وزمین بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا اور بنائی ہم نے ہر جاندار شے پانی سے تو کیا وہ ایمان نہ لائیں گے۔"

بند ہونے کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

یا یہ کہ زمین وآسمان ایک صورت میں ملے ہوئے تھے ان میں رتق یعنی تفاصل پیدا کیا اور انہیں کھولا۔

یا یہ معنی ہیں کہ آسمان بایں معنی بند تھا کہ وہ برستا نہ تھا اور زمین بایں معنی بند تھی کہ اس میں سبزہ نہ اگتا تھا۔

تو آسمان کا کھولنا بایں معنی ہوا کہ اس سے بارش کی اور زمین کا کھولنا بایں معنی ہوا کہ اس میں سبزہ اگایا۔

رتق اور فتق کے لغوی معنی بند ہونے اور کھلنے کے ہیں تفصیل آگے آئے گی۔

"وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" کے یہ معنی ہیں کہ پانی کو ہر جاندار شے کے لئے حیات کا سبب بنایا۔

بعض نے کہا ہر جاندار پانی سے پیدا کیا ہوا ہے۔

بعض کے نزدیک پانی سے نطفہ مراد ہے جس سے جاندار کی پیداوار ہے۔

چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا تَجْهِيْلٌ لَهُمْ بِتَقْصِيْرِهِمْ عَنِ التَّدَبُّرِ فِي الْاٰيَاتِ التَّكْوِيْنِيَّةِ الدَّالَّةِ عَلٰى عَظِيْمِ قُدْرَتِهٖ وَتَصَرُّفِهٖ وَكَوْنِ جَمِيْعِ مَاسِوَاهُ مَقْهُوْرًا تَحْتَ مَلَكُوْتِهٖ عَلٰى وَجْهٍ يَنْتَفِعُوْنَ بِهٖ وَيَعْلَمُوْنَ اِنَّ مَنْ كَانَ كَذٰلِكَ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُعْدَلَ عَنْ عِبَادَتِهٖ اِلٰى عِبَادَةِ حَجَرٍ اَوْ نَحْوِهٖ مِمَّا لَا يَضُرُّ وَلَا يَنْفَعُ وَالرُّؤْيَةُ قَلْبِيَّةٌ اَيْ اَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا وَلَمْ يَعْلَمُوْا۔

آیات کریمہ میں مشرکین کی مقہور تدبیر کی تجہیل ہے جو آیات تکوینیہ کی طرف خیال نہیں کرتے جو صاف قدرت قادر کی عظمت وتصرف پر دال ہے اور صاف واضح کرتی ہے سوائے ذات قادر سب اس کی قدرت کے آگے مقہور ہیں اور سب اسی ذات سے منتفع ہیں اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب قدرت قادر علی الاطلاق اس عظمت وجبروت والی ہے تو انہیں ایسا نہیں چاہئے کہ واجب الوجود اور پتھر دونوں کو برابر معبود ٹھہرائیں اور مثل اس کے ماسوائے حق جنہیں معبود سمجھ رہے ہیں وہ نفع وضرر کے مالک نہیں ہیں۔

اس لئے اَوَلَمْ يَرَوْا میں رویت قلبی مراد ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ کیا یہ غور نہیں کرتے اور نہیں سمجھتے کہ

"اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا۔ آسمان اور زمین دونوں رتق تھے تو ہم نے ان میں فتق فرمایا۔"

اَيْ ذَاتَيْ رَتْقٍ وَهُوَ فِي الْاَصْلِ الضَّمُّ وَالْاِلْتِحَامُ خِلْقَةً كَانَ اَمْ صَنْعَةً وَمِنْهُ الرَّتْقَاءُ الْمُلْتَحِمَةُ مَحَلُّ الْجِمَاعِ۔ یعنی ملے ہوئے تھے وہ۔ اصل میں ضم اور التحام کے معنی میں مستعمل ہے اور ضم والتحام ملنے کو کہتے ہیں۔ پیدائش میں ہوں یا بنانے میں۔ اور اس سے رتقاء ملتحمہ محل جماع میں بھی مستعمل ہے۔

فَفَتَقْنٰهُمَا اُرِيْدَ بِالْفَتْقِ وَاَصْلُهُ الْفَصْلُ۔ یہاں ارادہ فتق سے جدا کرنے کا ہے فرمایا جیسے فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ

الْاَرْضِ فرمایا۔ بِنَاءً عَلٰی اَنَّ الْفَطْرَ الشَّقُّ۔ اس لئے کہ فطر بمعنی پھاڑنا اور چیرنا ہے۔

علامہ کورانی رحمہ اللہ اپنی تالیف جلاء الفہوم میں اس کے معنی معدوم کے بھی کرتے ہیں تو اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا مَعْدُوْمَتَيْنِ فَاَوْجَدْنٰهُمَا۔ آسمان وزمین دونوں کتم عدم میں تھے تو ہم نے انہیں منصۂ شہود پر لا کر ظاہر فرمایا۔

وَجَاءَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِیْ رِوَايَةِ عِكْرِمَةَ وَالْحَسَنِ وَ قَتَادَةَ وَابْنِ جُبَيْرٍ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا شَيْئًا وَاحِدًا مُلْتَزِقَتَيْنِ فَفَصَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰی بَيْنَهُمَا وَرَفَعَ السَّمَاءَ اِلٰی حَيْثُ هِیَ وَاَقَرَّ الْاَرْضَ۔

آسمان اور زمین ایک تھے ملے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں علیحدہ علیحدہ کیا اور آسمان کو اتنا بلند کیا جتنا کہ اب ہے اور زمین کو قائم فرمایا۔

وَ قَالَ كَعْبٌ خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مُلْتَصِقَتَيْنِ ثُمَّ خَلَقَ رِيْحًا فَتَوَسَّطَتْهُمَا فَفَتَقَتْهُمَا۔ کعب احبار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان ملے ہوئے پیدا فرمائے پھر ہوا پیدا کی اس نے دونوں کے مابین حلول کیا تو دونوں علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

وَ عَنِ الْحَسَنِ خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی الْاَرْضَ فِیْ مَوْضَعِ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ كَهَيْئَةِ عَلَيْهَا دُخَانٌ مُلْتَصِقٌ بِهَا ثُمَّ اَصْعَدَ الدُّخَانَ وَ خَلَقَ مِنْهُ السَّمٰوَاتِ وَاَمْسَكَ الْفِهْرَ فِیْ مَوْضِعِهَا وَبَسَطَ مِنْهَا الْاَرْضَ وَ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا فَجَعَلَ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ وَكَذٰلِكَ الْاَرْضُ كَانَتْ مُرْتَقَةً طَبَقَةً وَاحِدَةً فَفَتَقْنٰهَا فَجَعَلَ سَبْعَ اَرْضِيْنَ۔

اللہ تعالیٰ نے زمین بیت المقدس میں مثل پتھر کے مکان کے پیدا فرمائی اس پر دھواں تھا جو اس چٹان سے ملا ہوا تھا پھر اس دھویں کو اڑا کر آسمان بنایا اور اس چٹان کو پھیلا کر اس سے زمین بنائی تو سات آسمان بنا کر ایسے ہی زمین ایک طبق تھی اس کے بھی سات طبقے فرمائے۔

"وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ" یہاں جَعَلْنَا کے معنی خَلَقْنَا کے ہیں۔ اور پیدا کیا ہم نے۔ تو خلاصہ معنی یہ ہوئے۔ خَلَقْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ حَيْوَانٍ۔ یعنی ہر جاندار کو ہم نے پانی سے پیدا فرمایا۔

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمَعْنٰی خَلَقْنَا كُلَّ نَامٍ مِّنَ الْمَاءِ فَيَدْخُلُ النَّبَاتُ وَيُرَادُ بِالْحَيٰوةِ النُّمُوُّ۔ خلاصہ معنی یہ ہیں کہ ہر بڑھنے والی چیز پانی سے پیدا فرمائی تو اس میں نباتات بھی داخل ہیں اور حیات سے مراد نمو یعنی بڑھنا ہیں۔

اور قطرب اور ایک جماعت اس طرف ہے اَلْمُرَادُ بِالْمَاءِ النُّطْفَةُ وَلَا بُدَّ مِنَ التَّخْصِيْصِ بِمَا سِوَی الْمَلٰٓئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالْجِنِّ اَيْضًا۔ پانی سے مراد نطفہ ہے اور لازمی طور پر یہاں ملائکہ اور جنوں کے علاوہ یہ پیدا اوار فرمائی گئی۔

اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ۔ تو یہ کیوں ایمان نہیں لاتے يَعْنِیْ يَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ یہ جان بوجھ کر ایمان کیوں

نہیں لاتے۔

"وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ۔ اور کیں ہم نے زمین میں میخیں۔"

اَیْ جِبَالًا ثَوَابِتَ جَمْعُ رَاسِيَةٍ مِنْ رَسَا الشَّيْءُ اِذَا ثَبَتَ وَرَسَخَ۔ یعنی پہاڑوں کو ہم نے قائم کیا۔ لنگریا میخ کی طرح رواسی راسیۃ کی جمع ہے۔ رَسَا الشَّيْءُ عرف میں جب بولتے ہیں جب کہ اسے قائم اور مضبوط کردیں۔

"اَنْ تَمِيدَ بِهِمْ۔ یہ کہ حرکت نہ کرے۔" اَيْ كِرَاهَةَ اَنْ تَتَحَرَّكَ وَ تَضْطَرِبَ بِهِمْ۔

"وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ۔ اور بنائے ہم نے اس زمین میں میدان اور راستے تاکہ وہ راہ پائیں۔"

فِجَاج۔ فج کی جمع ہے راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں دو پہاڑوں کے درمیانی میدان کو فج کہتے ہیں۔

زجاج رحمہ اللہ کے نزدیک ہر دو پہاڑوں کے مابین جو راستہ ہو وہ فج ہے۔

بعض کہتے ہیں ہر مطلق میدان فج ہے عام اس سے کہ دو پہاڑوں کے مابین ہو یا نہ ہو۔

"سُبُلًا۔" دوسری جگہ سورہ نوح میں بھی ارشاد ہے۔ لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا۔ دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ اگر کشادہ ہو تو سبل ہے اور گلی کی صورت میں ہو تو فج ہے جیسے فرمایا مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ۔ گہری گلیوں سے۔

"لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ۔ تاکہ ہماری کمال قدرت کا معائنہ کرکے راہ پائیں۔"

"وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا۔ اور ہم نے آسمان کو بنایا محفوظ چھت۔"

کہ اتنے طویل زمانہ میں اس پر کوئی تبدل وتغیر نہیں آیا اور وَلَا يُنَافِيهِ اَنَّهَا تُطْوٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ۔ اور آسمان کے پھٹنے کی خبر اس سقف محفوظ کے منافی نہیں اس لئے کہ جب تک یہ ہے محفوظ ہے جب لپیٹا جائے گا جب اور کیفیت ہوگی۔

فراء کے نزدیک سقف محفوظ سے مراد استراق سم بالرجوم شیاطین جب اڑ کر گفتگو ملائکہ کو چرانا چاہتے ہیں تو انہیں رجم کیا جاتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ اِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ اِنَّ السَّمَاءَ سَقْفٌ مَّرْفُوْعٌ وَ مَوْجٌ مَّكْفُوْفٌ تَجْرِيْ كَمَا يَجْرِي السَّهْمُ مَحْفُوْظَةٌ مِّنَ الشَّيَاطِيْنِ۔

"وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ۔ اور مشرک ہماری ان نشانیوں سے منحرف ہیں۔"

یعنی آسمانی کائنات۔ سورج۔ ستارے۔ چاند اور اپنے اپنے دائروں میں ان کی حرکات کی کیفیت اور اپنے اپنے مطالع سے ان کا طلوع وغروب اور ان کے احوال وعجائبات جو صانع مطلق کے وجود اور ان کی وحدت وکمال قدرت وحکمت پر دلالت کرتے ہیں کفار ان سب سے انحراف واعراض کرتے ہیں اور ان دلائل قدرت سے وجود باری کا اعتراف نہیں کرتے۔

حَيْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِيُّ:

بِاَنَّهٗ لَمَّا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّمَّا فِيهَا كَافِيًا فِي الدَّلَائِلِ عَلٰى وُجُوْدِ الصَّانِعِ وَصِفَاتِ كَمَا لِهٖ۔

"وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۔ اور وہی خدا قہار ہے جس نے

بنائے رات اور دن اور سورج اور چاند ہر ایک ایک دائرہ میں پھر رہا ہے۔''

رات اس لئے بنائی کہ اس میں آرام کریں۔ سکون لیں۔ تھکا دماغ بحال کریں اور دن اس لئے کہ اس میں تلاش معاش ہو اور اپنے لوازمات حیات حاصل کریں پھر اتنا مضبوط نظام کہ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ۔ سورج چاند کو نہیں پکڑ سکتا۔

اب اگلی آیت کا شان نزول یہ ہے کہ

دشمنان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ضلال و عناد میں یہ کہتے تھے کہ ہم حوادث زمانہ کے منتظر ہیں عنقریب وہ وقت آئے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگی اور یہ سب نظام درہم برہم ہو جائے گا اس کا جواب دیا گیا کہ

''وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝۳۴ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَیْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ اور نہیں کیا ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ دنیا میں رہنا تو کیا تم اگر دنیا سے انتقال فرماؤ گے تو یہ رہ جائیں گے۔ ہر جان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو اور پھر ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

خلد سے مراد خلود اور بقاء ہے دنیا میں جو حکمت تکوینیہ کے خلاف ہے اور اسی طرح حکمت تشریعیہ کے بھی مخالف ہے۔

وَقِیْلَ اَلخُلْدُ الْمُکْثُ الطَّوِیْلُ۔ ایک قول ہے کہ خلد سے مراد بہت لمبی عمر تک دنیا میں رہنا ہے۔

اور اس آیہ کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے حیات خضر کو بھی بعض نہیں مانتے اگرچہ اس پر بحث بھی کی گئی ہے اور استدلال کو صحیح قرار نہیں دیا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قانون تکوینیہ اور حکمت شرعیہ کے ماتحت اکثریہ فرمایا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کلیہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بھی ہاتھ اٹھالیا۔ باوجود قانون حکمت وتکوین کے وہ قادر علی الاطلاق ہے۔

چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ اٹھانا بھی حکمت تکوینیہ سے بالاتر تھا لیکن ایسا ہوا اور اس نے کیا اس پر کسی کو اعتراض کی مجال نہیں۔ آگے ارشاد ہے:

''اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ۔ کیا آپ کے انتقال کے یہ منتظر ہیں اور انہیں ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے۔''

كَاَنَّهٗ قِیْلَ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ حَتّٰی یَشْتِمُوْا بِمَوْتِکَ۔ گویا یہ فرمایا کہ اے محبوب آپ کے انتقال کا یہ جب انتظار کریں جبکہ خود ہمیشہ دنیا میں رہیں انہیں بھی اسی راستے جانا ہے تو باتیں بنانا اور بغلیں بجانا لغو ہے۔ اس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

تَمَنّٰی رِجَالٌ اَنْ اَمُوْتَ وَاِنْ اَمُتْ ۔۔۔ فَتِلْکَ سَبِیْلٌ لَّسْتُ فِیْهَا بِاَوْحَدٖ
فَقُلْ لِلَّذِیْ یَبْغِیْ خِلَافَ الَّذِیْ مَضٰی ۔۔۔ تَزَدَّدْ لِاُخْرٰی مِثْلِهَا فَكَاَنْ قَدٖ

لوگ میرے مرنے کی آرزو کرتے ہیں اگر میں مرگیا تو یہ وہ راستہ ہے کہ اس میں میں ہی تنہا جانے والا نہیں کہو اسے جو چاہتا ہے خلاف اس کے جو گزرا۔ جمع کر لے آخرت کے لئے مثل اس کے کہ اسے بھی وہ ہی راہ ہے۔ چنانچہ آگے فرمایا:

"كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔"

یہ برہان ہے ان پر جو اپنے خلود اور دوسروں کے انتقال کے منتظر ہیں۔ گویا وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ۔ پر تاکیداً ارشاد ہوا۔

اور موت شیخ اشعری کے نزدیک اس کیفیت وجودی کا نام ہے جو حیات کے متضاد ہو حیث قال۔

وَالْمَوْتُ عِنْدَ الشَّيْخِ الْاَشْعَرِيِّ كَيْفِيَّةٌ وُجُوْدِيَّةٌ تُضَادُّ الْحَيَاةَ۔

اور علامہ اسفرائنی فرماتے ہیں اِنَّهٗ عَدَمُ الْحَيٰوةِ عَمَّا مِنْ شَاْنِهِ الْحَيٰوةُ بِالْفِعْلِ فَيَكُوْنُ عَدَمُ تِلْكَ الْحَيٰوةِ كَمَا فِي الْعَمٰى الطَّارِئُ عَلَى الْبَصَرِ لَا مُطْلَقُ الْعَمٰى فَلَا يَلْزَمُ كَوْنُ عَدَمِ الْحَيَاةِ عَنِ الْجَنِيْنِ عِنْدَ اِسْتِعْدَادِهٖ لِلْحَيَاةِ مَوْتاً۔ وہ حیات کا عدم ہے شان حیات سے بالفعل تو ایسی حیات کا عدم ایسا ہے جیسے بصر پر عمی کا طاری ہو جانا نہ کہ مطلق عمی تو عدم حیات لازم نہیں آتی جبکہ اس جنین میں استعداد حیات ہوتی ہے جو ابھی شکم مادر میں ہے۔

وَ عَنِ الْاُسْتَاذِ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْمَوْتِ الْاٰخِرَةُ وَالْحَيَاتِ الدُّنْيَا۔ استاذ سے ایک قول ہے کہ موت سے مراد آخرت ہے اور حیات سے مراد دنیا ہے۔

اور افاضل فلاسفہ کے نزدیک موت کیا ہے اِنَّهٗ تَعَطُّلُ الْقُوٰى لِاِنْطِفَاءِ الْحَرَارَةِ الْغَرِيْزِيَّةِ الَّتِيْ هِيَ اٰلَتُهَا فَاِنْ كَانَ ذَالِكَ لِاِنْطِفَاءِ الرَّطُوْبَةِ الْغَرِيْزِيَّةِ فَهُوَ الْمَوْتُ الطَّبْعِيُّ وَاِلَّا فَهُوَ الْغَيْرُ الطَّبْعِيِّ۔ وَالنَّاسُ لَا يَعْرِفُوْنَ مِنَ الْمَوْتِ اِلَّا انْقِطَاعُ تَعَلُّقِ الرُّوْحِ بِالْبَدَنِ التَّعَلُّقُ الْمَخْصُوْصُ وَ مُفَارَقَتُهَا اِيَّاهُ۔

موت نام ہے قویٰ کے معطل ہونے کا بہ سبب انطفاء حرارت غریزی جو آلہ حیات ہے تو اگر یہ انقطاع رطوبت غریزیہ کا ہو تو وہ موت طبعی ہے ورنہ غیر طبعی۔

اور عامۃ الناس موت کو صرف اس طرح جانتے ہیں کہ اگر انقطاع تعلق روح بدن سے ہو جائے تو موت ہے ورنہ حیات ہے۔

پھر اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ ہر زندہ کے لئے موت ہے یا نہیں مثلاً ملائکہ اور حوران بہشتی کے تو اس پر بعض نے تو کہا اِنَّ الْكُلَّ يَمُوْتُوْنَ وَلَوْ لَحْظَةً لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔ سب کو مرنا ہے اگرچہ وہ ایک لحظہ اور آن کے لئے ہی کیوں نہ ہو بہ سبب فرمان الٰہی كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ کے۔

بعض کہتے ہیں اِنَّهُمْ لَا يَمُوْتُوْنَ لِدَلَالَةِ بَعْضِ الْاَخْبَارِ عَلٰى ذَالِكَ۔ ملائکہ اور حور نہیں مریں گے بدلیل اخبار جو اس پر وارد ہیں۔

اور وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ یہاں صعق کے متعلق کہتے ہیں۔ كُلُّ صَعْقٍ مَوْتٌ۔ ہر صعق موت ہے تو آسمان زمین میں جو بھی ہے وہ ضرور موت پائے گا۔ چنانچہ انبیاء کرام کا مرتبہ چونکہ ملائکہ سے بلند ہے ان کی موت پر اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں۔ منقول از حدائق بخشش۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

پھر مثل سابق دینی حیات جسمانی ہے

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اس پر بہت لمبی بحث کی ہے بقدر ضرورت ہم نے مختصر پر اکتفا کیا ہے۔ آگے ارشاد ہے:

"وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو اور ہماری ہی طرف لوٹنا ہے۔"

اور ہم آزمائش کرتے ہیں شر و خیر سے یعنی راحت و تکلیف تندرستی و بیماری اور ناداری اور دولتمندی سے نفع اور نقصان سے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ صبر کے موقع پر تم کیسے رہے صبر کیا یا نہیں اور شکر کے مدارج میں تمہارا کیا مقام ہے اور جب تم ہماری طرف لوٹو گے تو تمہیں جزا سزا مل جائے گی۔

خیر و شر پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ چند قول نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُمَا الشِّدَّةُ وَالرَّخَاءُ۔ خیر و شر سے مراد سختی اور فراخی ہے۔

وَ قَالَ الضَّحَّاکُ الْفَقْرُ وَالْمَرَضُ وَالْغِنٰی وَالصِّحَّةُ۔ خیر و شر سے مراد تنگ دستی اور بیماری اور وسعت و غنی اور صحت ہے۔

علامہ راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے کبھی آسانیاں رکھیں تاکہ شکر کریں اور کبھی مضار و تکالیف رکھیں تاکہ وہ صبر کریں۔

تو منح و کرم اور محنت و بلا دونوں امتحان ہیں۔

جب منح و کرم ہو تو اس کا امتحان ہوتا ہے کہ شاکر رہتا ہے یا دولت کی خوشی میں پھول کر ہم کو بھول جاتا ہے۔

اور محنت و بلا میں وہ صبر کرتا ہے یا کفور مبین ہو جاتا ہے۔

اور اگر دیکھا جائے تو محنت و بلا کے مقابل منح و کرم اعظم بلا ہے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بُلِيْنَا بِالضَّرَّاءِ فَصَبَرْنَا وَبُلِيْنَا بِالسَّرَّآءِ فَلَمْ نَصْبِرْ تکلیف میں جب ہمارا امتحان ہو تو ہم صبر کرتے ہیں اور فراخی و وسعت میں ہمارا امتحان ہو تو صبر نہیں کرتے۔

چنانچہ حضرت اسد اللہ شیر خدا کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں مَنْ وُسِّعَ عَلَيْهِ دُنْيَاهُ فَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّهُ قَدْ مُكِرَبِهٖ فَهُوَ مَخْدُوْعٌ عَنْ عَقْلِهٖ۔ جس پر دنیا وسیع ہو اور وہ نہیں جانتا کہ وہ دھوکے میں ہے تو اس کی عقل مخدوع ہے آگے ارشاد ہے:

"وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾۔

اور جب دیکھتے ہیں آپ کو کافر تو آپ کے ساتھ مذاق بناتے ہیں (اور بکتے ہیں) کیا یہی وہ ہیں جو تمہارے خداؤں کو برا کہتے ہیں اور وہ رحمٰن کی یاد سے منکر ہیں۔ آدمی بنایا گیا ہے جلد باز اب میں عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا تو جلد بازی نہ کرو اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔"

ان آیات میں پہلی آیت ابوجہل کے حال پر آئینہ داری فرماتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے

تھے تو ابوجہل نے دیکھا اور ہنسنے لگا۔ پھر بولا بنی عبد مناف کے نبی ہیں پھر آپس میں بکواس کرنے لگا کہ ہم رحمٰن کو تو نہیں جانتے اس جہل و ضلال پر مبتلا ہونے کے باوجود وہ آپ سے تمسخر کرتے ہیں شرماتے اور سوچتے نہیں کہ یہ تمسخر انہیں اپنے حال پر کرنا چاہئے کہ پتھروں درختوں اور اللہ کے بندوں کو معبود بنائے ہوئے ہیں۔

اور دوسری آیت خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ نضر بن حارث کے جواب میں ہے یہ کہتا تھا کہ عذاب جب واقعہ میں آنا ہے تو جلدی کیوں نہیں آتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتا کہ اگر آپ کی پیش گوئی صحیح ہے۔ تو مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ۔ کب تک وہ پوری ہوگی۔

اس پر ارشاد ہوا کہ انسان جلد باز ہی بنایا گیا ہے۔ ہم عنقریب انہیں دنیا میں اول اپنا عذاب دکھائیں گے چنانچہ بدر کا منظر ان کی نظر کے سامنے آ گیا۔

اور جلدی نہ کرو آخرت کا عذاب بھی عنقریب آیا ہی سمجھو۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَ سَبَبُ نُزُوْلِ الْاٰيَةِ عَلٰى مَا اَخْرَجَ ابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ عَنِ السُّدِىْ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى اَبِىْ سُفْيَانَ وَ اَبِىْ جَهْلٍ وَ هُمَا يَتَحَدَّثَانِ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْجَهْلٍ ضَحِکَ وَقَالَ لِاَبِىْ سُفْيَانَ هٰذَا نَبِىُّ بَنِىْ عَبْدِ مَنَافٍ فَغَضِبَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ مَا تُنْكِرُ اَنْ يَكُوْنَ لِبَنِىْ عَبْدِ مَنَافٍ نَبِىٌّ فَسَمِعَهَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ اِلٰى اَبِىْ جَهْلٍ فَوَقَعَ بِهٖ وَ خَوَّفَهٗ وَقَالَ مَا اَرَاکَ مُنْتَهِيًا حَتّٰى يُصِيْبَکَ مَا اَصَابَ عَمَّکَ الْوَلِيْدَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ وَقَالَ لِاَبِىْ سُفْيَانَ اَمَا اِنَّکَ لَمْ تَقُلْ مَا قُلْتَ اِلَّا حَمِيَّةً وَاَنَا اَرٰى اَنْ اَنْقَلِبَ لَايُثْلِجُ لِكَوْنِ هٰذَا سَبَبًا۔

اور یہ بھی کہا گیا کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ سے مراد نضر بن حارث ہے اور یہ آیت اسی کے حق میں نازل ہوئی جب اِسْتَعْجَلَ الْعَذَابَ بِقَوْلِهٖ اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ جبکہ اس نے عذاب مانگنے میں عجلت کی اور کہا الٰہی اگر یہ سچے ہیں تیری طرف سے تو برسا دے ہم پر پتھر آسمان سے یا لا کوئی دردناک عذاب۔

وَ قِيْلَ الْعَجَلُ الطِّيْنُ بِلُغَةِ حِمْيَرَ۔ وَاَنْشَدَ اَبُو عُبَيْدَةَ لِبَعْضِهِمْ۔

اَلنَّبْعُ فِى الصَّخْرَةِ الصَّمَّاءِ مُنْبَتَةٌ۔ وَالنَّخْلُ مُنْبَتَةٌ فِى الْمَاءِ وَالْعَجَلِ

چشمہ ٹھوس چٹان سے نکلتا ہے اور درخت کا نکلنا پانی اور کیچڑ میں سے ہے۔

تو محاورۂ حمیر سے عجل کے معنی کیچڑ کے ہیں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں يَكُوْنُ الْقَصْدُ عَلَيْهِ تَحْقِيْرُ شَانِ جِنْسِ الْاِنْسَانِ تَتْمِيْمًا لِمَعْنَى التَّهْدِيْدِ۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس میں انسان کی تحقیر شان مقصود ہے اور اس طرح اتمام تہدید فرمایا گیا چنانچہ فرمایا:

"سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِىْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ۔ وَالْخِطَابُ لِلْكَفَرَةِ الْمُسْتَعْجِلِيْنَ۔" عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا جلدی نہ کرو۔" اس میں ان کافروں کو خطاب ہے جو عذاب آنے میں جلدی کرتے تھے۔

وَ تِلْکَ الْاِرَاءَةُ فِى الْاٰخِرَةِ۔ اور یہ دکھانا آخرت میں ہوگا۔

وَ قِيلَ فِيهَا وَ فِي الدُّنيَا۔ ایک قول ہے کہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی انہیں دکھایا جائے گا۔

"وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔" اَىْ وَقْتَ وُقُوْعِ السَّاعَةِ الْمَوْعُوْدِ بِهَا وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ذَالِكَ اسْتِعْجَالًا بِمَجِيْئِهٖ بِطَرِيْقِ الْاِسْتِهْزَاءِ وَالْاِنْكَارِ۔ اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ پورا اگر تم سچے ہو۔" یعنی عذاب قیامت جس کا وعدہ ہے وہ کب آئے گی اور یہ کہنا ان کا استعجالا بطریق استہزاء اور انکار کے تھا چنانچہ اس کا جواب دیا گیا:

"لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ ۔ اگر جان لیتے کافر اس وقت کو جب کہ نہ روک سکیں گے اپنے چہروں سے آگ اور نہ اپنی پشت سے اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔"

یعنی اگر یہ کافر و منکرین اس عذاب کی کیفیت جان لیتے تو کفر پر قائم ہی نہ رہتے اور عذاب میں بھی جلدی نہ کرتے یہ عجلت اپنی جہالت کی بنا پر کر رہے ہیں وَهُوَ الْوَقْتُ الَّذِىْ تُحِيْطُ بِهِمُ النَّارُ فِيْهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ وَ تَخْصِيْصُ الْوُجُوْهِ وَالظُّهُوْرِ بِالذِّكْرِ بِمَعْنَى الْقُدَّامِ وَالْخَلْفِ لِكَوْنِهِمَا اَشْهَرَ الْجَوَانِبِ وَاسْتِلْزَامِ الْاِحَاطَةِ بِهِمَا۔

وہ ایسا وقت ہوگا کہ گھیر لے گی انہیں آگ ہر جانب سے اور ذکر میں تخصیص چہرے اور پشت کی بہ معنی آگے پیچھے ہیں اس وجہ میں منہ اور پشت جانب مشہور ہے اور اس سے احاطہ مستلزم ہے اس کے بعد اس عذاب کے آنے کا حال فرمایا جاتا ہے۔

"بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۔ (وہ اس عذاب کا وقت پوچھ رہے ہیں) بلکہ وہ ان کے پاس اچانک آئے گا اور ایسا آئے گا کہ انہیں مبہوت اور بدحواس اور متحیّر کر دے گا۔ کہ ان میں کوئی اسے رد کرنے کی قوت نہ رکھیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

بَغْتَةً کے معنی فَجَاءَةً ہیں۔ اور فجاءۃ اچانک بے خبری میں آنے کو کہتے ہیں۔

فَتَبْهَتُهُمْ کے معنی تُدْهِشُهُمْ وَ تُحَيِّرُ هُمْ کے ہیں تو انہیں مبہوت اور بدحواس اور متحیّر کر دے گا۔

وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ اَىْ لَا يُمْهَلُوْنَ لِيَسْتَرِيْحُوْا طَرْفَةَ عَيْنٍ۔ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ کے معنی نہ ڈھیل دیئے جائیں گے یعنی پلک جھپکنے کی مدت بھی انہیں استراحت و آرام نہ ملے گا جیسے دنیا میں مہلت ملی ہوئی ہے تو جہ کے لئے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے ان کے استہزاء اور جھٹلانے پر چنانچہ ارشاد ہے:

"وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ اور بے شک آپ سے قبل اگلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا تو گھیر لیا انہیں ان کے استہزاء نے انہی کو۔"

حَاقَ کے معنی اَحَاطَ یا حَلَّ کے ہیں یعنی گھیر لیا گیا ان پر عذاب۔ وَ الْحَيْقُ مَا يَشْتَمِلُ عَلَى الْاِنْسَانِ مِنْ مَكْرُوْهِ فِعْلِهٖ۔ ضیق وہ ہے جو انسان پر تکلیف کی صورت میں اس کے فعل کے بدلے میں ہو۔

خلاصہ معنی یہ ہیں

اَىْ فَنَزَلَ بِهِمْ جَزَاءُ اِسْتِهْزَائِهِمْ عَلٰى بِنَاءِ ظُهُوْرِ الْاَعْمَالِ۔ یعنی ان پر بدلہ استہزاء کا عذاب کی صورت میں نمودار ہو گیا۔

5B

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

قُلۡ مَنۡ یَّكۡلَـؤُكُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحۡمٰنِ ؕ بَلۡ هُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّهِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۴۲﴾

اے محبوب انہیں فرمائیے کہ کون نگہبانی کرتا ہے تمہاری رات دن رحمٰن سے بلکہ وہ اپنے رب کی یاد سے منحرف ہیں

اَمۡ لَهُمۡ اٰلِهَةٌ تَمۡنَعُهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِنَا ؕ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَ اَنۡفُسِهِمۡ وَلَا هُمۡ مِّنَّا یُصۡحَبُوۡنَ ﴿۴۳﴾

کیا ان کے چند خدا ہیں جو روکتے ہیں ان سے ہمارا عذاب حالانکہ وہ اپنی جان بھی نہیں بچا سکتے اور نہ وہ ہماری طرف سے اس کی یاری کریں

بَلۡ مَتَّعۡنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمۡ حَتّٰى طَالَ عَلَیۡهِمُ الۡعُمُرُ ؕ اَفَلَا یَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۴۴﴾

بلکہ ہم نے متمتع کیا ان کو اور ان کے باپ دادوں کو حتیٰ کہ دراز کی ان پر عمر ان کی کیا نہیں دیکھتے کہ ہم لا رہے ہیں زمین کو گھٹاتے ہوئے اس کے کناروں سے یعنی مسلمانوں کو فتح دے رہے ہیں تو کیا وہ غالب ہوں گے

قُلۡ اِنَّمَاۤ اُنۡذِرُكُمۡ بِالۡوَحۡیِ ۖ وَلَا یَسۡمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا یُنۡذَرُوۡنَ ﴿۴۵﴾

فرما دیجئے کہ میں تو صرف تمہیں ڈراتا ہوں وحی سے اور نہیں سنتے بہرے آواز جب ڈرائے جائیں

وَلَئِنۡ مَّسَّتۡهُمۡ نَفۡحَةٌ مِّنۡ عَذَابِ رَبِّكَ لَیَقُوۡلُنَّ یٰوَیۡلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیۡنَ ﴿۴۶﴾

اور اگر چھو جائے انہیں ہوا عذاب کی تمہارے رب کی طرف سے تو یقیناً کہیں ہائے خرابی ہم بے شک ظالم تھے

وَنَضَعُ الۡمَوَازِیۡنَ الۡقِسۡطَ لِیَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَیۡئًا ؕ وَاِنۡ كَانَ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ اَتَیۡنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِیۡنَ ﴿۴۷﴾

اور رکھیں گے ہم عدل کی ترازوئیں بروز قیامت تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر چہ ہو رائی کے دانے کے برابر تو ہم لائیں گے اسے اور ہم کافی ہیں حساب کو

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ الۡفُرۡقَانَ وَضِیَآءً وَّذِكۡرًا لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۴۸﴾

اور بے شک دیا ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ اور روشنی اور نصیحت ان پرہیزگاروں کو

الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَیۡبِ وَهُمۡ مِّنَ السَّاعَةِ مُشۡفِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾

جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بغیر دیکھے اور وہ قیامت سے خوفزدہ ہیں

وَهٰذَا ذِكۡرٌ مُّبٰرَكٌ اَنۡزَلۡنٰهُ ؕ اَفَاَنۡتُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ ﴿۵۰﴾

اور یہ ہے ذکر برکت والا کہ ہم نے اتارا تو کیا تم اس سے منکر ہو

حل لغات چوتھا رکوع - سورۃ انبیاء - پ ۱۷

قُلۡ - کہہ	مَنۡ - کون	یَّكۡلَـؤُكُمۡ - نگہبانی کرتا ہے تمہاری	
بِالَّیۡلِ - رات	وَالنَّهَارِ - اور دن	مِنَ الرَّحۡمٰنِ - رحمٰن سے	بَلۡ - بلکہ
هُمۡ - وہ	عَنۡ ذِكۡرِ - یاد	رَبِّهِمۡ - اپنے رب سے	مُّعۡرِضُوۡنَ - منہ پھیرنے

والے ہیں	اَمْ۔کیا	لَهُمْ۔ان کے	اٰلِهَةٌ۔خدا ہیں
تَمْنَعُهُمْ۔جو بچائیں ان کو	مِّنْ دُوْنِنَا۔ہمارے سوا	لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۔نہیں طاقت رکھتے وہ	
نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ۔اپنی جانوں کی مدد کی		وَلَا۔اور نہ	هُمْ۔وہ 15B
مِّنَّا۔ہم سے	یُصْحَبُوْنَ۔یاری کئے جائیں	بَلْ۔بلکہ	مَتَّعْنَا۔فائدہ دیا ہم نے
هٰۤؤُلَآءِ۔ان کو	وَاٰبَآءَهُمْ۔اور ان کے باپوں کو		حَتّٰى۔یہاں تک کہ
طَالَ۔لمبی ہوگئی	عَلَیْهِمْ۔ان پر	الْعُمُرُ۔عمر	اَفَلَا۔کیا نہیں
یَرَوْنَ۔دیکھتے کہ	اَنَّا۔ہم	نَاْتِی۔آتے ہیں	الْاَرْضَ۔زمین کو
نَنْقُصُهَا۔کم کرتے ہیں ہم اس کو		مِنْ اَطْرَافِهَا۔اس کے کناروں سے	
اَفَهُمُ۔کیا وہ	الْغٰلِبُوْنَ۔غالب ہوں گے	قُلْ۔کہہ	اِنَّمَآ۔سوائے اس کے نہیں
اُنْذِرُكُمْ۔ڈراتا ہوں میں تمہیں		بِالْوَحْیِ۔وحی سے	وَلَا۔اور نہیں
یَسْمَعُ۔سنتا	الصُّمُّ۔بہرا	الدُّعَآءَ۔پکار	اِذَا مَا۔جبکہ وہ
یُنْذَرُوْنَ۔ڈرائے جائیں	وَلَئِنْ۔اور اگر	مَّسَّتْهُمْ۔پہنچے ان کو	نَفْحَةٌ۔لپک
مِّنْ عَذَابِ۔عذاب	رَبِّكَ۔تیرے رب کی	لَیَقُوْلُنَّ۔تو ضرور کہیں گے	یٰوَیْلَنَآ۔ہائے افسوس
اِنَّا۔بے شک	كُنَّا۔ہم ہی	ظٰلِمِیْنَ۔ظالم تھے	وَنَضَعُ۔اور رکھیں گے ہم
الْمَوَازِیْنَ۔ترازو	الْقِسْطَ۔انصاف کی	لِیَوْمِ۔دن	الْقِیٰمَةِ۔قیامت کے
فَلَا تُظْلَمُ۔تو نہ ظلم کیا جائے گا	نَفْسٌ۔کوئی آدمی	شَیْـًٔا۔کچھ بھی	وَاِنْ۔اور اگرچہ
كَانَ۔ہو	مِثْقَالَ۔برابر	حَبَّةٍ۔ایک دانہ	مِّنْ خَرْدَلٍ۔رائی کے
اَتَیْنَا۔تو لائیں گے ہم	بِهَا۔اس کو	وَكَفٰى۔اور کافی ہیں	بِنَا۔ہم
حٰسِبِیْنَ۔حساب لینے والے	وَلَقَدْ۔اور بے شک	اٰتَیْنَا۔دیئے ہم نے	مُوْسٰى۔موسیٰ
وَهٰرُوْنَ۔اور ہارون کو	الْفُرْقَانَ۔معجزے	وَضِیَآءً۔اور روشنی	وَّذِكْرًا۔اور نصیحت
لِّلْمُتَّقِیْنَ۔پرہیزگاروں کے لئے		الَّذِیْنَ۔وہ جو	یَخْشَوْنَ۔ڈرتے ہیں
رَبَّهُمْ۔اپنے رب سے	بِالْغَیْبِ۔غیب سے	وَهُمْ۔اور وہ	مِّنَ السَّاعَةِ۔قیامت سے
مُشْفِقُوْنَ۔خوفزدہ ہیں	وَهٰذَا۔اور یہ	ذِكْرٌ۔ذکر ہے	مُّبٰرَكٌ۔برکت والا
اَنْزَلْنٰهُ۔اتارا ہم نے اس کو	اَفَاَنْتُمْ۔کیا تم	لَهٗ۔اس کے	مُنْكِرُوْنَ۔منکر ہو

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔سورۃ انبیاء۔پ ۱۷

یَكْلَؤُكُمْ۔اَیْ یَحْفَظُكُمْ مِنَ الرَّحْمٰنِ مِنْ بَاْسِهٖ۔یُصْحَبُوْنَ بِقَوْلِ مَازِنِیِّ اَصْبَحْتَ الرَّجُلَ اِذَا مَنَعْتَهٗ۔سے ہے یہاں صحبت کے معنی نہیں۔

بعض کا قول ہے کہ اگر صحبت کے معنی یہاں لئے جائیں تو نصرت و معونت کے معنی میں لیا جائے گا۔

خلاصہ

پہلے رکوع میں عذاب کا آگے پیچھے سے محیط ہونا فرمایا تھا جسے کفار روکنے کی استطاعت نہیں رکھیں گے۔اب فرمایا کہ اگر دنیا میں بھی رات دن میں ان پر کوئی بلا نازل ہو جائے تو اسے بھی یہ کب روک سکتے ہیں۔بجز رحمٰن و رحیم کے کہیں ان کا کوئی محافظ نہیں ہو سکتا تو ان سے پوچھئے کہ

مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ۔ يَعْنِيْ مَنْ يَحْفَظُكُمْ مِنَ الرَّحْمٰنِ مِنْ بَاْسِهٖ۔کوئی نگہبانی کرنے والا ہے عذاب رحمٰن سے تمہاری اور اس کا تمہیں بھی اقرار ہے کہ ہر عذاب سے نجات دینے والا اللہ ہی ہے۔

اور رحمٰن کے ساتھ اپنی ذات پاک کا تعارف کرانے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ محافظت محض اقتضاء رحمت سے ہے ورنہ تمہارے اعمال تو ایسے نہیں ہیں۔

دوسرے یہ بھی ظاہر فرمانا مقصود ہے کہ جنہیں تم پوجتے ہو ان میں کون ہے جو ہماری بھیجی بلا کو روک سکے۔

پھر اس امر کا اظہار فرمایا گیا کہ جنہیں تم پوج رہے ہو وہ تو اپنی حفاظت بھی کرنے کے قابل نہیں۔

تو ثابت ہوا کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں دیدہ و دانستہ کر رہے ہیں گویا بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ہماری یاد سے اعراض و انحراف کر رہے ہیں۔

پھر اس کی وجہ بھی بیان فرمائی گئی کہ ان کا یہ اعراض و تمرد کچھ نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے اس دار دنیا میں جس کا آنگن اور صحن زمین ہے جس کی چھت آسمان ہے جس کی قندیلیں چاند اور سورج ہیں۔ان کی پشتہا پشت کو اپنے فضل و کرم سے انواع و اقسام کی نعمتوں سے متمتع کیا جن سے تمتع حاصل کرتے کرتے یہ لوگ یہ سمجھنے لگ گئے کہ یہ سب کچھ ہمارے مساعی اور جدوجہد کا نتیجہ ہے اور ہمیشہ سے یہ نظام ایسے ہی چل رہا ہے اور اسی طرح چلتا رہے گا۔غرضیکہ ہماری نعمتیں کھا کر مست و مغرور ہو گئے ہیں۔

تو اب ہم انہیں مٹا دیں گے اور اپنے پرہیزگار بندوں کو غالب کریں گے اور اس پر آگے ارشاد ہوا:

اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا۔جس کے خلاصہ معنی یہی ہیں کہ متمردین و مشرکین جو عذاب مانگ رہے ہیں اور عجلت کر رہے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ سرزمین عرب کو ہم نے اس کے کناروں سے کم کرنا شروع کر دیا ہے حتیٰ کہ مکہ معظمہ کے اردگرد دور دور تک بڑے بڑے سرکش مر رہے ہیں اور اسلام ترقی کر رہا ہے زمین سے کفر و ضلالت کم ہوتی جا رہی ہے اسلام پھیل رہا ہے۔

سید المفسرین ابن عباس اور مقاتل و کلبی علیہم رضوان کہتے ہیں نَنْقُصُهَا سے مراد اسلام کے لئے شہروں کا فتح ہونا ہے۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لوگوں کے مرنے سے بستیوں کا برباد ہونا مراد ہے۔

اور ہر دو اقوال میں پہلے قول کو ترجیح ہے۔

لیکن ایک شبہ یہ ضرور پیدا ہوتا ہے کہ

اگر یہ سورہ مکی ہے تو جہاد بعد ہجرت فرض ہوا ہے اور زمین کفر میں کی بلا جہاد نہیں ہو سکتی۔

تو نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا کیونکر صحیح ہو گا اس کا جواب علامہ سیوطی نے اتقان میں یہ دیا ہے کہ یہ آیات مدنی ہیں۔

ایک بات یہ بھی واضح ہے کہ اگر معہ ان آیتوں کے تمام سورت مکی ہی ہو تو کیا اشکال ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے اور ہجرت سے پہلے دور میں اسلام مدینہ اور نواح مدینہ میں پھیل چکا تھا حتیٰ کہ حبشہ میں نجاشی کا اسلام اور دیگر قبائل کا مسلمان ہو جانا قبل ہجرت ثابت ہے تو زمین کفر، اسلام سے ترقی اور کفر سے تنزل میں آ رہی تھی۔ آگے ارشاد ہے:

کہ اے محبوب آپ فرما دیں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ میں تمہیں جو ڈراتا ہوں وہ وحی الٰہی کے ذریعے ہے جو تمہارا منعم حقیقی ہے اور جو بہرے ہیں ان کے کان حق نوش و حق نیوش نہیں وہ حق کی آواز جب سننا ہی نہ چاہیں تو انہیں پیام خوف سننا ہی میسر نہیں۔ وہ بہرے بایں معنی ہیں کہ کان رکھتے ہیں مگر گوش قبول سے کام نہیں لیتے اور عمداً بہرے بنے ہوئے ہیں۔

وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ۔ نفحہ عربی محاورہ میں نرم ہوا کو کہتے ہیں تو اس کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ شَیْءٌ قَلِیْلٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اور اگر انہیں تھوڑا سا بھی عذاب چھو جائے تو کہنے لگیں یٰوَیْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔ ہائے خرابی ہم ظالم تھے۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ۔ موازین، میزان کی جمع ہے اور میزان ترازو کو کہتے ہیں۔

اور قسط اگرچہ مفرد ہے مگر مصدر ہے اور مصدر جمع کی صفت ہو سکتا ہے۔

گویا فرمایا کہ قیامت کے روز جب ہم ترازوئیں انصاف کی رکھیں گے۔ قسط عدل و انصاف کو کہتے ہیں تو اس ترازو میں ایسا عدل ہوگا کہ کسی پر رائی برابر ظلم نہ ہو۔

مجاہد، ضحاک، قتادہ رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ترازو تشبیہ کے لئے فرمایا ہے حقیقت میں عمل تولنے کی ترازو نہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک کا حساب انصاف سے ہوگا۔

ابن جریر رحمہ اللہ بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسا ہی کہتے ہیں۔

البتہ ائمہ سلف فرماتے ہیں کہ لفظ کے جب تک معنی حقیقی بن سکیں مجاز کی طرف جانے کی حاجت نہیں۔

لہٰذا اگر اعمال کے توازن کے لئے ترازو ہی قائم کی جائے تو مستبعد نہیں البتہ یہ صحیح ہے کہ وہ ترازو ایسی نہیں جو دنیا میں ہوتی ہے بلکہ توازن اعمال کے لئے اللہ تعالیٰ کی میزان اس کے مناسب ہوگی جسے علام الغیوب ہی جانتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع ۔ سورۂ انبیاء ۔ پ ۱۷

"قُلْ مَنْ یَّكْلَؤُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ فرما دیجئے کون تمہاری نگہبانی شبانہ روز کرتا ہے رحمٰن سے بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا یُصْحَبُوْنَ۔ بلکہ وہ اپنے رب کی یاد سے منحرف ہیں کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو انہیں ہم سے بچاتے ہیں حالانکہ وہ اپنی جانیں بھی نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی مدد ہو۔"

قُلْ۔ یہ حضور ﷺ کو حکم ہے کہ مشرکین و منکرین سے پوچھیں جو استہزاء کرتے پھرتے ہیں کہ مَنْ یَّكْلَؤُكُمْ اَیْ یَحْفَظُكُمْ۔ جو تمہاری حفاظت و نگہبانی کرتا ہے بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ اَیْ مِنْ بَاْسِهٖ بِقَرِیْنَةِ الْحِفْظِ۔ شبانہ روز عذاب رحمٰن سے اور رات کو مقدم اس لئے کیا کہ مصائب و آلام اکثر و بیشتر رات میں ہوتے ہیں اور عذاب بھی

رات کے کسی حصہ میں آتے ہیں اور مِنَ الرَّحْمٰنِ۔ رحمانیت کے ساتھ اس لئے فرمایا کہ وہ ہوش کریں اور سمجھیں کہ حفاظت ان کے لئے اگر ہوتی ہے تو رحمت حق تعالیٰ سے ہوتی ہے ورنہ وہ اس حفاظت کے متعلق نہیں ہیں۔

"بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ بلکہ وہ اپنے رب کی یاد سے منحرف ہیں۔"

اور اس انحراف ہی کی وجہ سے ان کے دل عذاب الٰہی سے بے خوف ہیں اور اس انحراف کی بناء پر وہ اپنے محافظ حقیقی کو نہیں پہنچانتے۔

"اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا۔ کیا ان کے چند معبود ہیں جو انہیں ان کے خیال میں بچائے ہوئے ہیں ہمارے سوا ہم سے۔" حالانکہ وہ

"لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ۔ اتنی استطاعت بھی نہیں رکھتے کہ اپنی جانوں کو بھی بچا سکیں۔"

"وَ لَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ۔ کے معنی آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَيَدْفَعُوْا عَنْهَا مَا يَنْزِلُ بِهَا وَ لَا هُمْ مِنَّا يُصْحَبُوْنَ بِنَصْرٍ اَوْ بِمَنْ يَدْفَعُ عَنْهُمْ ذَالِكَ مِنْ جِهَتِنَا فَهُمْ فِيْ غَايَةِ الْعِجْزِ۔ اور نہ انہیں وہاں وہ ملیں جن کی صحبت ان کی مدد کر سکے اور وہ ان کے ذریعہ بلا و مصیبت کو دفع کر سکیں تو وہ غایت عجز اور مجبوری میں ہوں گے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّهَا لِلْكَفَرَةِ عَلٰى مَعْنٰى لَا يَسْتَطِيْعُ الْكُفَّارُ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ بِاٰلِهَتِهِمْ وَلَا يَصْحَبُهُمْ نَصْرٌ مِّنْ جِهَتِنَا۔ یہ حال کفار کا ہوگا کہ وہ اپنی جانوں کی بھی مدد نہ کر سکیں گے اور نہ اپنے معبودوں کی مدد انہیں کچھ فائدہ دے سکے گی یہ ان کی غلط فہمی کی بنا ہے کہ

"بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ہم نے انہیں اور ان کے آباء واجداد کو دنیاوی نعمتوں سے متمتع کیا حتیٰ کہ ان کی عمریں بھی دراز کیں۔"

تو یہ اس ورطہ تو ہم باطل کا شکار ہو گئے کہ ہمیشہ دنیا میں ہم اسی طرح رہیں گے اور ہماری صحت جسمانی اور عمارات بدن میں بھی کوئی فرق نہیں آئے گا اور اسی گمان میں وہ اعراض عن الحق کرنے لگ گئے اور خواہشات نفسانی کے پیرو بن گئے۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّهُمْ اَنَّمَا وَقَعُوْا فِيْ وَرْطَةِ ذَالِكَ التَّوَهُّمِ الْبَاطِلِ بِسَبَبِ اَنَّا مَتَّعْنَاهُمْ بِمَا يَشْتَهُوْنَ حَتّٰى طَالَتْ بِهِمْ اَعْمَارُهُمْ وَ اَبْدَانُهُمْ بِالْحَيٰوةِ فَحَسِبُوْا اَنَّ ذَالِكَ يَدُوْمُ فَاغْتَرُّوْا وَاَعْرَضُوْا عَنِ الْحَقِّ وَاَحَبُّوْا مَا سَوَّلَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ۔

"اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (۴۴)۔"

اَیْ اَلَا يَنْظُرُوْنَ فَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ اَیْ اَرْضَ الْكَفَرَةِ اَوْ اَرْضَهُمْ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا بِتَسْلِيْطِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَيْهَا وَ كَانَ الْاَصْلُ يَاْتِيْ جُيُوْشُ الْمُسْلِمِيْنَ۔

یعنی کیا وہ نہیں دیکھتے اور انہیں نظر نہیں آتا کہ زمین کفر یا کافروں کی بستیاں اپنے کناروں سے مسلمین کے تسلط سے کم ہوتی جا رہی ہیں اور ان کی بنیاد یہ ہے کہ مسلمانوں کے لشکر چاروں طرف سے بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔

پھر یہ بحث آتی ہے کہ یہ سورۃ مدینہ میں جہاد فرض ہونے کے بعد نازل ہوئی یا قبل فرضیت جہاد مکہ میں تو ظاہر ہے کہ سورۃ

مبارکہ مکیہ ہے اور جہاد بعد میں فرض ہوا۔ اس کا ایک جواب تو ہم خلاصہ تفسیر میں دے چکے ہیں۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ

اِنَّ الْمُرَادَ نَنْقُصُهَا بِاِذْهَابِ بَرْكَتِهَا كَمَا جَاءَ فِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

اَوْ بِتَخْرِيْبِ قُرَاهَا وَ مَوْتِ اَهْلِهَا كَمَا رُوِيَ عَنْ عِكْرِمَةَ۔

وَ قِيْلَ نَنْقُصُهَا بِمَوْتِ الْعُلَمَاءِ۔

بقول ابن عباس اس سے مراد برکت کا ختم ہو جانا ہے اور

بقول عکرمہ اس کا مطلب بستیوں کی تباہی اور ان کے باشندوں کی ہلاکت ہے

ایک قول ہے کہ اس سے مراد علماء کی موت ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نَنْقُصُهَا سے مراد ان میں سے برکت کا چلا جانا ہے جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد ان کی بستیوں کا خراب ہونا اور اس کے رہنے والوں کی موت ہے جیسے کہ حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ ان کے یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء کی موت مراد ہے آگے ارشاد ہے:

"اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔" عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُرَادُ اِنْكَارُ تَرْتِيْبِ الْعَالِيَةِ عَلٰى مَا ذُكِرَ مِنْ نَقْصِ اَرْضِ الْكَفَرَةِ بِتَسْلِيْطِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهَا۔

"کیا وہ غالب آسکتے ہیں۔" اللہ کے رسول اور مومنین پر۔ گویا تعریضاً ارشاد ہے کہ کیا تم اس وہم میں ہو کہ مسلمانوں پر غالب آسکو گے۔ پھر صاف ارشاد فرمانے کا حکم حضور کو ہو رہا ہے۔ جس میں ان سنتے ہوؤں کو بہرا فرمایا گیا۔

"قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ۔ فرما دیجئے میں تو تمہیں ڈرسنا تا ہوں وحی الٰہی کے ذریعہ اور تم بہرے ہو آوازۂ حق سننے سے جب تمہیں ڈرسنایا جائے۔"

اس پر آلوسی فرماتے ہیں اُمِرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاَنْ يَقُوْلَ لَهُمْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ مَّا تَسْتَعْجِلُوْنَهٗ مِنَ السَّاعَةِ بِالْوَحْيِ الصَّادِقِ النَّاطِقِ بِاِتْيَانِهَا وَ فَظَاعَتِهٖ مَا فِيْهَا مِنَ الْاَهْوَالِ اَيْ اِنَّمَا شَاْنِيْ اَنْ اُنْذِرَكُمْ بِالْاِخْبَارِ بِذٰلِكَ لَا بِاِتْيَانِ بِهَا فَاِنَّهٗ مُزَاحِمٌ لِلْحِكْمَةِ التَّكْوِيْنِيَّةِ وَالتَّشْرِيْعِيَّةِ فَاِنَّ الْاِيْمَانَ بُرْهَانِيٌّ لَا عَيَانِيٌّ۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ وہ فرمادیں کہ میں تمہیں جو ڈرسنا رہا ہوں جس کی تم عجلت کرتے ہو قیامت کے متعلق وہ سچی وحی بولنے والی ہے اس کا ثبوت اسی وحی سے ہے اور جو کچھ اس میں تمہارے لئے ذلت ہیں اور جو خوف ہیں اور میری شان تو یہ ہے کہ میں تمہیں اس کی خبر سے ڈراؤں اور بتاؤں کہ وہ حکمت تکوینیہ سے رکی ہوئی ہے اور یہ وعدۂ الٰہی شرعی کے تحت ابھی نہیں آئی اور ہمارا ایمان برہانی ہے نہ کہ عیانی۔

اور تمہارا بہرا پن ہدایت اور انذار سننے میں ہے اس سے تم نفع نہیں اٹھاتے بہروں کی طرح سننے سے قاصر ہو جب تمہیں ڈرسنایا جاتا ہے لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ

"وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ اگر انہیں عذاب کی ہوا بھی چھو جائے تمہارے رب کی طرف سے تو ضرور کہیں گے ہائے خرابی ہماری بے شک ہم ظالم تھے۔"

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر کان نہ لگایا اور اس پر ایمان نہ لائے آلوسی رحمہ اللہ اس پر فرماتے ہیں:

اَیْ وَبِاللّٰہِ لَئِنْ مَّسَّتْھُمْ اَدْنٰی شَیْءٍ مِّنْ عَذَابِہٖ تَعَالٰی۔ یعنی قسم ہے اگر انہیں ادنیٰ حصہ بھی عذاب الٰہی کا چھو جائے لَیَقُوْلُنَّ یٰوَیْلَنَآ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔

وَمَا فِی النَّفْحَۃِ مِنْ مَّعْنَی النَّزَارَۃِ فَاِنَّ اَصْلَہٗ ھُبُوْبُ رَائِحَۃِ الشَّیْءِ وَیُقَالُ نَفَحَتْہُ الدَّابَّۃُ ضَرَبَتْہُ بِجَدِّ حَافِرِھَا۔ ہوا کی ہلکی صورت میں سنکنا یا سواری کو ہلکی ایڑ سے ہانکنا۔ بہرحال نفحہ ہلکی ہوا کو کہتے ہیں۔ پھر یہ مس آخرت میں ہوگا یا دنیا میں اس پر دو قول ہیں۔

ثُمَّ الظَّاھِرُ اِنَّ ھٰذَا الْمَسَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ پھر یہ ظاہر ہے کہ یہ مس قیامت کے دن ہوگا۔

"وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا ؕ وَاِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِہَا ؕ وَکَفٰی بِنَا حٰسِبِیْنَ۔ اور رکھیں گے ہم ترازوئے عدل میں قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اگرچہ ہو کوئی عمل رائی کے دانہ برابر تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے میں۔"

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ وَ نُحْضِرُ الْمَوَازِیْنَ الْعَادِلَۃَ الَّتِیْ تُوْزَنُ بِہَا صَحَائِفُ الْاَعْمَالِ کَمَا یَقْتَضِیْ بِذٰلِکَ حَدِیْثُ السِّجِلَّاتِ وَالْبِطَاقَۃِ الَّتِیْ ذَکَرَہٗ مُسْلِمٌ وَغَیْرُہٗ۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ عدل کی ترازوئیں قائم کی جائیں گی جس میں اعمال نامہ وزن کئے جائیں گے جیسا کہ مسلم وغیرہ سے مسجلات عمل کے توازن کا ذکر ہے۔

اَوْ نَفْسُ الْاَعْمَالِ بِالنَّفْسِ۔ اعمال کا ظہور وزن کے معنی میں استعمال کیا گیا کہ بعض اعمال چمکتے دمکتے ہوں گے جیسے حسنات ابرار اور بعض تاریک ہوں گے جیسے سیئات۔

اور میزان کو جمع کر کے موازین فرمانے کی یہ حکمت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لِکُلِّ اُمَّۃٍ مِیْزَانٌ ہر امت کے لئے ایک ترازوئے عمل ہوگی۔ ایک موقعہ پر فرمایا لِلْمُؤْمِنِ مَوَازِیْنُ بِعَدَدِ خَیْرَاتِہٖ وَاَنْوَاعِ حَسَنَاتِہٖ ہر مومن کی ترازو ہوگی اس کی نیکیوں اور انواع حسنات کے اعتبار سے۔

وَالْاَصَحُّ الْاَشْھَرُ اَنَّہٗ مِیْزَانٌ وَّاحِدٌ لِجَمِیْعِ الْاُمَمِ وَلِجَمِیْعِ الْاَعْمَالِ۔ اور مشہور صحیح قول یہی ہے کہ تمام امتوں اور عملوں کی ایک میزان ہوگی۔

وَاَنْکَرَ الْمُعْتَزِلَۃُ الْمِیْزَانَ بِالْمَعْنَی الْحَقِیْقِیِّ وَقَالُوْا یَجِبُ اَنْ یُّحْمَلَ مَا وَرَدَ فِی الْقُرْاٰنِ مِنْ ذٰلِکَ عَلٰی رِعَایَۃِ الْعَدْلِ وَالْاِنْصَافِ وَ وَضْعُ الْمَوَازِیْنِ عِنْدَھُمْ تَمْثِیْلٌ لَا اِرْصَادُ الْحِسَابِ السَّوِیِّ وَالْجَزَاءُ عَلٰی حَسْبِ الْاَعْمَالِ۔

معتزلہ اس سے انکار کرتے ہیں کہ میزان کو بمعنی حقیقی مانا جائے وہ کہتے ہیں جو قرآن کریم میں وارد ہوا ہے وہ برعایت عدل وانصاف میزان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور وضع موازین ان کے نزدیک ایسے ہی ہے کہ حساب کی آخری میزان اور سزا و جزا کا آخری فیصلہ بحسب عمل ہو۔

لیکن ضحاک، قتادہ، مجاہد اور اعمش رحمہم اللہ کہتے ہیں وَلَا دَاعِیَ اِلَی الْعُدُوْلِ عَنِ الظَّاھِرِ کوئی وجہ جیہ نہیں کہ ہم ظاہر معنی کے خلاف جا کر بلاوجہ معنی تاویلی پر عمل کریں۔ جبکہ ظاہر معنی بھی ہو سکتے ہیں۔

اور افراد قسط کو جمع کرنا جائز ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں وَاِفْرَادُ الْقِسْطِ صِفَةُ الْجَمْعِ لِاَنَّهٗ مَصْدَرٌ وَوُصِفَ بِهٖ مُبَالَغَةً اور افراد قسط جمع کی صفت ہے کیونکہ وہ مصدر ہے اور مبالغہ کے ساتھ متصف ہے لہٰذا وہ موازین کی صفت ہو سکتا ہے جیسا کہ ہم اول لکھ چکے ہیں۔

فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا مِّنَ الظُّلْمِ فَلَا يُنْقَصُ ثَوَابُهَا الْمَوْعُوْدُ وَلَا يُزَادُ عَذَابُهَا الْمَعْهُوْدُ۔ اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمِيْزَانُ حَقٌّ وَلَا يَكُوْنُ فِيْ حَقِّ كُلِّ اَحَدٍ بِدَلِيْلِ الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلِ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ الْحَدِيْثَ۔

میزان حق ہے لیکن ہر مومن کے لئے میزن پر تو ازن عمل نہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ بروز قیامت ارشاد ہوگا اے محبوب! جنت میں اپنی امت کے ان لوگوں کو لے جائیں جن پر حساب نہیں ہے جنت کے باب ایمن سے۔

پھر انبیاء کرام بھی بلا حساب ہی داخل جنت ہوں گے۔

اور قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے: يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ مجرم پہچانے جائیں گے اپنی پیشانیوں سے تو وہ پکڑے جائیں گے چوٹیوں اور قدموں سے۔

پھر ارشاد ہے: فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔

اور پھر ارشاد ہے: وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔

وَاِنَّمَا يَبْقَى الْوَزْنُ لِمَنْ شَاءَ اللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ مِنَ الْفَرِيْقَيْنِ۔ وزن تو قائم ہوگا مگر اس کے عمل کا جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔

وَذَكَرَ الْقَاضِيْ مُنْذِرُ بْنُ سَعِيْدِنِ الْبَلُوْطِيُّ اَنَّ اَهْلَ الصَّبْرِ لَا تُوْزَنُ اَعْمَالُهُمْ وَاِنَّمَا يُصَبُّ لَهُمُ الْاَجْرُ صَبًّا۔ اہل صبر کے اعمال وزن نہ کئے جائیں گے بلکہ ان پر اجر و ثواب کا انصباب رحمت سے ہوگا۔

وَ ظَوَاهِرُ اَكْثَرِ الْاٰيَاتِ وَالْاَحَادِيْثِ تَقْتَضِيْ وَزْنَ اَعْمَالِ الْكُفَّارِ۔ اور اکثر آیات و احادیث کا ظاہر مقتضیٰ یہ ہے کہ اعمال کفار کا وزن ہوگا باقی کا جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔

"وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۔ اَيِ الْعَمَلَ الْمَدْلُوْلَ عَلَيْهِ بِوَضْعِ الْمِيْزَانِ فَلَا تُظْلَمُ جَزَاءُ عَمَلٍ مِّنَ الْاَعْمَالِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ وَالْمُرَادُ وَاِنْ كَانَ فِيْ غَايَةِ الْقِلَّةِ وَالْحِقَارَةِ فَاِنَّ حَبَّةَ الْخَرْدَلِ مَثَلٌ فِي الصِّغَرِ۔

"اگر چہ وہ عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو ہم لے آئیں گے اسے اور حساب کے لئے ہم کافی ہیں۔" یعنی ہر عمل میزان میں رکھا جائے گا اور اس کا بدلہ دینے میں رائی کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا جس کے صاف معنی ہیں کہ وہ عمل کتنا ہی قلیل و ذلیل کیوں نہ ہو اس لئے کہ رائی کے دانہ صغر میں مثل ہے۔

"وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ۔ اور بے شک ہم نے دیا موسیٰ و

ہارون کو فیصلہ دینے والا قانون اور روشنی اور پرہیز گاروں کو نصیحت۔ وہ جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے خوفزدہ ہیں اور یہ ہے ذکر برکت والا کہ ہم نے اتارا تو کیا تم اس کے منکر ہو۔"

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو توریت عطا فرمائی جو حق و باطل میں تفریق کرنے والی ہے۔ اور ایمان کے لئے روشنی جس سے راہ نجات نظر آتی ہے پرہیز گاروں کو اور وہ اس سے پند پذیر ہوتے ہیں اور امور دین کا علم حاصل کرتے ہیں اور یہ قرآن کریم مبارک ذکر ہے جو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا جو کثیر الخیر ہے اور مومنین کے لئے اس میں برکتیں ہیں تو تعجب ہے کہ تم اس قرآن سے بھی منکر ہو۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

وَلَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾	اور بے شک عطا کی ہم نے ابراہیم کو نیک راہ پہلے اس سے اور ہم تھے اس سے خبردار
اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾	جب کہا اس نے اپنے باپ اور قوم سے کیا ہیں یہ مورتیں جن کے آگے تم آسن مارے ہوئے ہو
قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾	بولے پایا ہم نے اپنے آباء واجداد کو ان کی پوجا کرتے
قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾	کہا بے شک تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی ہوئی گمراہی میں ہو
قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾	بولے کیا تم لائے ہو ہمارے پاس حق یا یوں ہی تم کھیل رہے ہو
قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾	کہا بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو رب سماوات اور ارض ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور میں اوپر اس کے گواہ ہوں
وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾	اور مجھے قسم ہے اللہ کی کہ میں خفیہ تدبیر کروں گا تمہارے بتوں سے بعد اس کے کہ تم پیٹھ پھیرو
فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾	تو کر دیا ان کو چورا مگر اس کو جو ان سب کا بڑا تھا شاید کہ وہ اس سے کچھ پوچھیں
قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾	بولے کس نے کیا ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام بے شک وہ ظالموں میں سے ہے
قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾	بولے ہم نے سنا ہے کہ ایک جوان کو جو انہیں برا کہتا ہے جسے ابراہیم کہتے ہیں
قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾	بولے تو اسے لاؤ لوگوں کے سامنے کہ وہ گواہی دیں

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝۶۲

بولے کیا تم نے کیا ہے یہ کام ہمارے خداؤں کے ساتھ اے ابراہیم

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝۶۳

فرمایا بلکہ ان کے بڑے نے کیا ہوگا یہ پوچھو ان سے اگر ہیں وہ بولنے والے

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۶۴

تو لوٹے اپنے جی میں (شرمندہ) اور کہنے لگے بے شک تم ہی ظالم ہو

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۝۶۵

پھر اپنے سروں کے بل اوندھائے گئے کہ بے شک تمہیں خود معلوم ہے کہ یہ بولنے والے نہیں

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ۝۶۶

فرمایا ابراہیم نے کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہیں کچھ نفع نہ دے سکے اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکے تف ہے

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۷

تم پر اور ان بتوں پر جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا نہیں عقل سے کام لیتے

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝۶۸

بولے نمرودی جلا ڈالو ابراہیم کو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر ہو تم کچھ کرنے والے

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝۶۹

فرمایا ہم نے اے آگ ہو جا سرد اور سلامتی والی ابراہیم پر

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۝۷۰

اور انہوں نے چاہا مکر کرنا تو کر دیا ہم نے انہیں زیاں کار

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝۷۱

اور نجات دی ہم نے ابراہیم کو اور لوط کو اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی جہاں والوں کے لئے

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝۷۲

اور بخشا ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب پوتا اور ہم نے ان سب کو اپنے قرب خاص کا سزاوار بنایا

وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝۷۳

اور بنایا ہم نے ان کو امام کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں اور وحی کی ہم نے ان کی طرف اچھے کام کرنے اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی اور تھے وہ ہمارے عابدین سے

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰۗىِٕثَ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝۷۴

اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی بے شک وہ بری قوم بے حکم والی تھی

وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۷۵

اور داخل کیا ہم نے اسے اپنی رحمت میں بے شک وہ

صالحین سے تھے

حل لغات پانچواں رکوع-سورۃ انبیاء-پ ۱۷

وَلَقَدْ۔اور بے شک	اٰتَیْنَآ۔دی ہم نے	اِبْرٰهِیْمَ۔ابراہیم کو	رُشْدَهٗ۔اس کی بھلائی
مِنْ قَبْلُ۔اس سے پہلے	وَكُنَّا۔اور تھے ہم	بِهٖ۔اس کو	عٰلِمِیْنَ۔جاننے والے
اِذْ۔جب	قَالَ۔کہا اس نے	لِاَبِیْهِ۔اپنے باپ	وَقَوْمِهٖ۔اور اپنی قوم کو
مَا هٰذِهِ۔کیا ہیں یہ	التَّمَاثِیْلُ۔مورتیاں	الَّتِیْٓ۔جو	اَنْتُمْ۔تم
لَهَا۔ان پر	عٰكِفُوْنَ۔دھرنا مارے ہو	قَالُوْا۔بولے	وَجَدْنَآ۔ہم نے پایا
اٰبَآءَنَا۔اپنے باپوں کو	لَهَا۔ان کی	عٰبِدِیْنَ۔پوجا کرتے	قَالَ۔کہا
لَقَدْ۔بے شک	كُنْتُمْ۔تھے	اَنْتُمْ۔تم	وَاٰبَآؤُكُمْ۔اور تمہارے باپ
فِیْ ضَلٰلٍ۔گمراہی	مُّبِیْنٍ۔ظاہر میں	قَالُوْٓا۔بولے	اَجِئْتَنَا۔کیا لایا تو ہمارے
پاس	بِالْحَقِّ۔حق	اَمْ۔یا ہے	اَنْتَ۔تو
مِنَ اللّٰعِبِیْنَ۔کھیلنے والوں میں سے		قَالَ۔کہا	بَلْ۔بلکہ
رَّبُّكُمْ۔تمہارا رب	رَبُّ۔رب ہے	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَالْاَرْضِ۔اور زمین کا
الَّذِیْ۔جس نے	فَطَرَهُنَّ۔ان کو پیدا کیا	وَاَنَا۔اور میں	عَلٰی۔اوپر
ذٰلِكُمْ۔اس کے	مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ۔گواہوں سے ہوں		وَتَاللّٰهِ۔اور اللہ کی قسم
لَاَكِیْدَنَّ۔ضرور تدبیر کروں گا		اَصْنَامَكُمْ۔تمہارے بتوں سے	
بَعْدَ۔بعد	اَنْ۔اس کے کہ	تُوَلُّوْا۔پھر تم	مُدْبِرِیْنَ۔پیٹھ دے کر
فَجَعَلَهُمْ۔تو کر دیا ان کو	جُذٰذًا۔ٹکڑے	اِلَّا۔مگر	كَبِیْرًا۔بڑا
لَّهُمْ۔ان کا	لَعَلَّهُمْ۔تاکہ وہ	اِلَیْهِ۔اس کی طرف	یَرْجِعُوْنَ۔لوٹیں
قَالُوْا۔بولے	مَنْ۔کس نے	فَعَلَ۔کیا	هٰذَا۔یہ
بِاٰلِهَتِنَآ۔ہمارے خداؤں سے		اِنَّهٗ۔بے شک وہ	لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ظالموں
سے ہے	قَالُوْا۔بولے	سَمِعْنَا۔ہم نے سنا ہے	فَتًی۔ایک جوان
یَّذْكُرُهُمْ۔جوان کا ذکر کرتا ہے		یُقَالُ۔کہا جاتا ہے	لَهٗ۔اس کو
اِبْرٰهِیْمُ۔ابراہیم	قَالُوْا۔کہنے لگے	فَاْتُوْا۔لاؤ	بِهٖ۔اس کو
عَلٰٓی۔اوپر	اَعْیُنِ النَّاسِ۔بندوں کی مجلس کے		لَعَلَّهُمْ۔تاکہ وہ
یَشْهَدُوْنَ۔گواہ رہیں	قَالُوْٓا۔کہنے لگے	ءَاَنْتَ۔کیا تو نے	فَعَلْتَ۔کیا ہے
هٰذَا۔یہ	بِاٰلِهَتِنَا۔ہمارے خداؤں سے		یٰٓاِبْرٰهِیْمُ۔اے ابراہیم

قَالَ-فرمایا بَلْ-بلکہ فَعَلَهٗ-کیا ہے یہ كَبِيْرُهُمْ-ان کا بڑا ہے
هٰذَا-یہ فَسْئَلُوْهُمْ-تو پوچھو ان سے اِنْ-اگر كَانُوْا-ہیں وہ
يَنْطِقُوْنَ-بولتے فَرَجَعُوْٓا-تو لوٹے اِلٰٓى-طرف اَنْفُسِهِمْ-اپنی جانوں کی
فَقَالُوْٓا-تو کہنے لگے اِنَّكُمْ-بے شک اَنْتُمُ-تم ہی الظّٰلِمُوْنَ-ظالم ہو
ثُمَّ-پھر نُكِسُوْا-الٹائے گئے عَلٰى رُءُوْسِهِمْ-اپنے سروں پر لَقَدْ-بے شک
عَلِمْتَ-تو جانتا ہے مَا-نہیں هٰٓؤُلَآءِ-یہ يَنْطِقُوْنَ-بولتے
قَالَ-فرمایا اَفَتَعْبُدُوْنَ-کیا پوجتے ہو مِنْ دُوْنِ-سوا اللّٰهِ-اللہ کے
مَا-جو لَا-نہیں يَنْفَعُكُمْ-نفع دے تمہیں شَيْئًا-کچھ بھی
وَّلَا-اور نہ يَضُرُّكُمْ-نقصان دے تمہیں اُفٍّ-تف ہے لَّكُمْ-تم پر
وَلِمَا-اور ان پر تَعْبُدُوْنَ-پوجتے ہو تم مِنْ دُوْنِ-سوا اللّٰهِ-اللہ
اَفَلَا-کیا نہیں تَعْقِلُوْنَ-تم سوچتے قَالُوْا-بولے حَرِّقُوْهُ-جلا دو اس کو
وَانْصُرُوْٓا-اور مدد کرو اٰلِهَتَكُمْ-اپنے خداؤں کی اِنْ-اگر كُنْتُمْ-ہو تم
فٰعِلِيْنَ-کرنے والے قُلْنَا-ہم نے فرمایا يٰنَارُ-اے آگ كُوْنِيْ-ہو جا
بَرْدًا-ٹھنڈی وَّسَلٰمًا-اور سلامتی والی عَلٰٓى-اوپر اِبْرٰهِيْمَ-ابراہیم کے
وَاَرَادُوْا-اور ارادہ کیا انہوں نے بِهٖ-اس سے كَيْدًا-تدبیر کرنے کا
فَجَعَلْنٰهُمُ-تو کر دیا ہم نے ان کو الْاَخْسَرِيْنَ-خسارے والے
وَنَجَّيْنٰهُ-اور نجات دی ہم نے اس کو وَلُوْطًا-اور لوط کو اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ-اس
زمین کی طرف کہ بٰرَكْنَا-برکت رکھی ہم نے فِيْهَا-اس میں لِلْعٰلَمِيْنَ-جہان والوں کیلئے
وَوَهَبْنَا-اور عطا کیا ہم نے لَهٗٓ-اس کو اِسْحٰقَ-اسحاق وَيَعْقُوْبَ-اور یعقوب
نَافِلَةً-پوتا وَكُلًّا-اور ہر ایک کو جَعَلْنَا-بنایا ہم نے صٰلِحِيْنَ-نیکوکار
وَجَعَلْنٰهُمْ-اور بنایا ہم نے ان کو اَئِمَّةً-امام يَّهْدُوْنَ-ہدایت دیتے
بِاَمْرِنَا-ہمارے حکم سے وَاَوْحَيْنَآ-اور وحی کی ہم نے اِلَيْهِمْ-ان کی طرف فِعْلَ-کام
الْخَيْرٰتِ-بھلائی کے وَاِقَامَ-اور قائم کرنا الصَّلٰوةِ-نماز کا وَاِيْتَآءَ-اور دینا
الزَّكٰوةِ-زکوٰۃ کا وَكَانُوْا-اور تھے وہ لَنَا-ہماری عٰبِدِيْنَ-عبادت کرتے
وَلُوْطًا-اور لوط اٰتَيْنٰهُ-دیا ہم نے اس کو حُكْمًا-حکم وَّعِلْمًا-اور علم
وَّنَجَّيْنٰهُ-اور نجات دی ہم نے اس کو مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ-اس بستی سے
كَانَتْ-کہ تھی وہ تَّعْمَلُ-کام کرتی الْخَبٰٓئِثَ-گندے اِنَّهُمْ-بے شک وہ
كَانُوْا-تھے قَوْمَ سَوْءٍ-بری قوم فٰسِقِيْنَ-بدکردار وَاَدْخَلْنٰهُ-اور داخل کیا ہم

نے اس کو فِیْ رَحْمَتِنَا۔ اپنی رحمت میں اِنَّهٗ۔ بے شک وہ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ نیکوں سے تھا

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

قرآن کریم میں یہ دوسری بار حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اس میں اس امر کو واضح کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ابتداء عمر سے ہی موحد تھے اور آپ اپنی قوم سے بت پرستی کی تحقیر فرمایا کرتے تھے۔

حتیٰ کہ جب وہ اپنی مفروضہ عید کے لئے جنگل کو نکل گئے تو آپ نے ان کے بت خانہ کے چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالا اور بڑے بت کے ہاتھ میں ہتھوڑا دے دیا تا کہ اگر بات چھڑے تو فرما سکیں کہ ان کے بڑے بت سے پوچھو اور جب وہ جواب دینے سے قاصر رہے گا تو وہ خود ذلیل ہو جائیں گے۔

مختصر یہ کہ جب وہ لاجواب ہو گئے اور ان پر بے جان کو معبود ماننا اور جہالت کرنا ثابت ہو گیا تو وہ غضب ناک ہو گئے تو آگ میں جلانا تجویز کیا۔

پھر رحمت الٰہی عزوجل نے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے پاک باز بندوں کے ساتھ رہتی ہے آپ کی معاونت کی اور آگ کو سرد کر دیا تو وہ سخت خجل اور منفعل ہوئے۔

اس میں مشرکین مکہ سے تعریض بھی ہے کہ تم کیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ہو انہوں نے بت شکنی فرمائی تھی اور تم وہی بت پرستی پر جمے ہوئے ہو اگر باپ دادا کی تقلید میں پائنا بول رہے ہو تو یہ بھی غلط ہے تمہارے جد امجد تو بت شکن تھے اور تم بت پرست ہو تو رکوع کے شروع پر ارشاد ہوا۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ۔ یہاں رشد سے مراد نبوت ہے جس پر كُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ کا قرینہ دلالت کرتا ہے۔

رشد پر مفسرین کے چند قول ہیں:

ایک قول ہے کہ رشد سے مراد نور ہدایت ہے یا باطنی روشنی ہے جس میں نبوت بھی آ گئی اور مِنْ قَبْلُ سے مراد موسیٰ علیہ السلام سے پیشتر ہے۔

بعض کا قول ہے کہ رشد سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا غار میں پوشیدہ پرورش پانے کا جو زمانہ تھا انہیں ایام میں آثار رشد ان میں نمایاں تھے۔

تماثیل۔ جمع تمثال کی ہے خواہ وہ آدمی کی ہو یا حیوان یا کسی چیز کی صورت جسم دار ہو خواہ وہ پیتل کی ہو خواہ لوہے، پتھر، لکڑی کی ہو جسے ہندی میں مورت کہتے ہیں۔

حالات حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

آپ شہر بابل یا اہواز کے باشندے تھے۔ اس عہد میں صابیوں کا مذہب مروج تھا جو ستاروں اور دیگر پیکر نورانی کی پرستش کیا کرتے تھے بعضوں کے مطابق ان کی مورتیں بنا کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے۔ خاص بابل شہر میں اس قوم کا ایک

عالیشان مندر تھا جس کی بلندی اور دیگر عمارات کا حال سن کر حیرت ہوتی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام لڑکپن سے ہونہار اور موحد قوم کے پیش رو ہونے والے علم الٰہی عزوجل میں مقرر ہو چکے تھے انہیں بت پرستی سے فطرتاً نفرت تھی۔

چنانچہ باپ اور اقارب سے اس معاملہ میں مناظرے ہونے لگے۔

آپ نے سب سے پہلے ستاروں کے طلوع وغروب سے ان کی الوہیت باطل کر کے قوم کو الزام دیا اور یہ بھی فرمادیا کہ میں تمہارے معبودوں کو بھی ٹھیک کردوں گا۔

چنانچہ جب سب لوگ شہر سے باہر اپنی رواجی عید منانے چلے گئے اور آپ اِنِّیْ سَقِیْمٌ فرما کر بہانہ مرض سے رہ گئے اور موقعہ پاکر ان کے بت خانہ میں جاکر ان کے چھوٹے چھوٹے بتوں کو توڑ دیا اور ایک بت جو سب سے بڑا تھا اسے نہ توڑا۔

جب قوم کے لوگ اپنے میلے سے واپس آئے تو اپنے معبودوں کا یہ حال دیکھ کر طیش میں آئے۔ تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ یہ کام ابراہیم علیہ السلام نے کیا ہے۔

اس لئے کہ وہی ساری قوم میں ان کی اہانت کرتے اور انہیں بنظر حقارت دیکھا کرتے تھے قرینہ سے سب نے سمجھ لیا کہ یہ کام انہی کا ہے لیکن قومی مجلس میں آپ کو بلاکر سوال کرنا باقی تھا چنانچہ وہ بھی کیا اور آپ سے سب کے سامنے پوچھا کہ یہ کام کس کا ہے۔

آپ نے فرمایا تمہارے عقیدہ میں یہ تمہارے معبود ہر قسم کی قدرت رکھتے ہیں لہٰذا انہیں سے دریافت کرو کہ یہ کام کس کا ہے اگر جواب دیں تو ٹھیک ہے اور اگر جواب دینے پر بھی قدرت نہ رکھیں تو اتنا سمجھ لو کہ جنہیں کسی نے توڑ ڈالا اور وہ کچھ نہ کر سکے تو انہیں معبود ماننا کس عقل سے ہے۔

یا یوں ہی سمجھ لو کہ ان میں باہمی جھگڑا ہوا ہو گا تو بڑے نے چھوٹوں کو توڑ دیا ہو گا۔

اس جواب سے وہ اور بھی نادم اور اپنے جی میں خجل اور شرمندہ ہوئے۔

اور بجائے اس کے کہ حق کو مانتے آپس میں عناد وحسد کی آگ میں جل کر مشورہ کیا کہ انہیں آگ میں جلادو اس لئے کہ اس قوم کی وحشت وبربریت میں جرم کی سزا یہی ہوتی تھی کہ آگ میں ڈال کر جلادیتے تھے۔

لیکن ان کا یہ مقصد بھی پورا نہ ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آگ کو گلزار کردیا اور آپ صحیح وسلامت اس آگ سے نکل آئے۔

اس معجز نما شان کو دیکھ کر انہیں اور بھی حیرت ہوئی۔

ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی بھائی تھا اور

حضرت لوط علیہ السلام اس کے بیٹے تھے۔ ہاران اپنے باپ تارو کے روبرو جسے آزر بھی کہتے ہیں وطن ہی میں مر گیا تھا۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بحکم رب العالمین وہاں سے ہجرت فرما کر روانہ ہوگئے۔

اور حضرت لوط علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور آپ پر ایمان لا چکے تھے آپ ہی کے ساتھ روانہ ہوگئے۔

جب ملک شام میں آئے تو دیکھا یہاں اللہ تعالیٰ نے پھلوں پھولوں اور انہار واثمار اور ہر قسم کی شادابی اس سرزمین میں

رکھی ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام جیسا فرزند عطا فرمایا اور پھر حضرت اسحاق علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام عطا ہوئے جنہیں نافلہ فرمایا ہے یعنی نفع میں اس لئے کہ آپ کی التجا بیٹے کے لئے تھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹا بھی ملا اور پوتا بھی۔

اور پھر ان کی نسل سے انبیاء علیہم السلام اور برگزیدہ لوگ پیدا ہوئے یہ درحقیقت دنیا میں خدا پرستی کا نتیجہ تھا۔

اور لوط علیہ السلام کو اس گندی جھیل کے پاس رہنے کا حکم ہوا جہاں کی آبادی قوم سدوم اور عمورہ وغیرہ سے تھی یہ بڑی ناپاک قوم تھی جس میں لواطت کا خاص عیب تھا۔

ان پر غضب الٰہی عزوجل نازل ہوا اور ہلاک کی گئی اور لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہاں سے سلامت نکال لیا۔ اب تفسیر مختصر اردو ملاحظہ ہو۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

"وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ۔ اور بے شک ہم نے عطا فرمائی ابراہیم کو اس کی نیک راہ اور ہم اس سے خبردار تھے۔"

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام قبل بلوغ ہی نیک راہ پر تھے اور بت پرستی وغیرہ کو پسند نہیں فرماتے تھے اور ہم نے انہیں جان لیا تھا کہ وہ ہدایت و نبوت کے اہل ہیں۔

آلوسی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اِبْرَاهِيْمَ رُشْدَهٗ اَیِ الرُّشْدَ اللَّائِقَ بِهٖ وَ بِاَمْثَالِهٖ مِنَ الْمُرْسَلِ الْكِبَارِ وَهُوَ الرُّشْدُ الْكَامِلُ اَعْنِی الْاِهْتِدَاءَ اِلٰی وُجُوْهِ الصَّلَاحِ فِی الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا بِالنَّوَامِيْسِ الْاِلٰهِيَّةِ وَ قِيْلَ اَلصُّحُفُ وَ قِيْلَ الْحِكْمَةُ وَ قِيْلَ التَّوْفِيْقُ لِلْخَيْرِ صَغِيْرًا۔

مِنْ قَبْلُ اَیْ مِنْ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ وَ قِيْلَ مِنْ قَبْلِ الْبُلُوْغِ حِيْنَ خَرَجَ مِنَ السِّرْبِ ۔ وَ قِيْلَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّوْلَدَ حِيْنَ كَانَ فِیْ صُلْبِ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ قِيْلَ مِنْ قَبْلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رشد عطا ہونے کے چار معنی ہو سکتے ہیں۔

اول وہ رشد جو آپ کے لائق تھا یا آپ کے مثل انبیاء و مرسل کبار کو ملا اور یہ رشد کامل ہے جس سے مراد صلاحیت کے ساتھ ہدایت دین و دنیا میں تعلیم الٰہی عزوجل کے مطابق۔

دوسرا قول ہے کہ رشد سے مراد صحیفوں کا عطا فرمانا ہے۔

تیسرا قول ہے کہ رشد سے مراد حکمت عطا ہونا ہے۔

چوتھا قول ہے کہ رشد سے مراد بھلائیوں کی توفیق عطا ہونا۔

مِنْ قَبْلُ۔ جو فرمایا اس سے بھی چار پہلو مراد ہیں۔

اول موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے قبل

دوسرا قول ہے کہ اس سے مراد قبل بلوغ ہے جبکہ آپ غار سے باہر تشریف لائے۔

تیسرا قول ہے کہ آپ کی ولادت سے قبل ہی آپ کو رشد عطا ہو چکا تھا جب کہ آپ ابھی صلب آدم علیہ السلام میں تھے۔

چوتھا قول ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ہی آپ رشد پر تھے۔

اور ایک قول یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس طرف کنایہ ہے جو آپ کے آگ میں ڈالنے کے وقت حضرت روح الامین علیہ السلام نے عرض کیا تھا۔ سَلْ مِنْ رَّبِّكَ۔ حضور اگر آپ ہماری مدد نہیں چاہتے تو آپ رب سے ہی مدد طلب کیجئے تو آپ نے فرمایا تھا عِلْمُهٗ بِحَالِيْ يُغْنِيْ عَنْ سُوَالِيْ اسے میرے حال کا علم ہے اور وہ میرے سوال سے مستغنی ہے۔

"اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ۔ جب فرمایا آپ نے اپنے باپ اور قوم کو کہ کیا ہیں یہ مورتیں جن کے آگے آسن مارے بیٹھے ہو۔"

اَوْرَدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا هٰذِهِ الْاَصْنَامُ اِلَّا اَنَّهٗ عَبَّرَ عَنْهَا بِالتَّمَاثِيْلِ تَحْقِيْرًا لِشَانِهَا فَاِنَّ التِّمْثَالَ الصُّوْرَةُ الْمَصْنُوْعَةُ مُشَبَّهَةً لِمَخْلُوْقٍ مِنْ مَخْلُوْقَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ حضرت کا مقصد اس سے ان کے بتوں کی مخالفت تھی مگر تماثیل سے تعبیر بغرض تحقیر فرمائی اس لئے کہ تمثال بنی ہوئی مورت کو کہتے ہیں جو مشابہ مخلوق الٰہی ہوں۔

وَ كَانَتْ عَلٰى مَا قِيْلَ صُوَرُ الرِّجَالِ يَعْتَقِدُوْنَ فِيْهِمْ وَقَدِ انْقَرَضُوْا وَ قِيْلَ كَانَتْ صُوَرُ الْكَوَاكِبِ صَنَعُوْهَا حَسْبَمَا تَخَيَّلُوْا۔ اور یہ مورتیں ان آدمیوں کی تھیں یعنی ان کی صورتوں پر ہوتی تھیں جن سے یہ عقیدہ رکھتے تھے اور ان کی شباہت پر تراشی ہوئی تھیں جو پہلے گزر چکے تھے۔

اور ایک قول ہے کہ ستاروں کی تصویریں تھیں وہ اپنے خیال کے مطابق بنا کر پوجتے تھے خواہ پتھر کی ہوں یا کسی اور دھات کی۔

وَالْعُكُوْفُ الْاِقْبَالُ عَلَى الشَّيْءِ وَ مُلَازَمَتُهٗ عَلٰى سَبِيْلِ التَّعْظِيْمِ لَهٗ۔ عکوف عربی میں کسی شے کے سامنے جانا۔ اور بر سبیل تعظیم اس کے سامنے بیٹھنے کو کہتے ہیں اس کے خلاصہ معنی یہ ہوتے ہیں عَاكِفُوْنَ عَلٰى عِبَادَتِهَا۔ اس کی عبادت پر جم کر بیٹھنا اس کو ہندی میں آسن مار کر بیٹھنا کہتے ہیں۔ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا:

"قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ۞ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ بولے ہم نے اپنے باپ دادا کو انہیں کی عبادت کرتے پایا۔" تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا ابطال فرمایا۔ "فرمایا بے شک تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے۔"

اس پر آپ کی قوم بولی:

"قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ۔ بولے کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یوں ہی ہم سے کھیلتے ہو۔"

اس لئے کہ ان کے گمان میں وہ اپنے طریقہ کو گمراہی نہیں جانتے تھے اور اس طریقہ سے انکار کرنے کو بری بات سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ جو مخالفت کر رہے ہیں کیا واقعی یہ صحیح ہے یا یوں ہی کھیل کے طور پر کہہ رہے ہیں اس کا جواب آپ نے جم کر دیا اور فرمایا:

"قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۞ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۞۔

فرمایا (میں مذاق اور کھیل نہیں کرتا) بلکہ تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارا رب رب سماوات اور رب ارض ہے اور وہ وہ ہے جس نے زمین آسمان بنائے اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں اور مجھے قسم میرے اللہ کی میں ضرور خفیہ تدبیر کروں گا تمہارے بتوں سے بعد اس کے کہ تم واپس جاؤ پیٹھ پھیر کر۔"

یعنی آپ نے جواب میں حضرت ملک علام کی ربوبیت اور الوہیت کا اظہار فرمایا اور انہیں بتایا کہ زمین وآسمان کا خالق وہ ایک ہے اور میں اس کی شہادت دیتا ہوں اور تمہارے بتوں کی حقیقت جب تم اپنے میلے سے واپس آؤ گے تو واضح کردوں گا۔

میلے کا واقعہ یہ ہے کہ اس قوم کا سالانہ ایک میلہ لگتا تھا جس کے لئے یہ سب مل کر جنگل میں جاتے اور صبح سے شام تک وہاں لہو ولعب میں مشغول رہتے تھے پھر واپس آتے ہوئے مندروں میں جا کر پوجا پاٹ کر کے پھر اپنے اپنے گھروں میں جایا کرتے تھے۔

چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی ایک جماعت سے بتوں کے معاملہ میں مناظرہ کیا تو ان لوگوں نے کہا کہ کل ہماری عید ہے آپ وہاں چلیں دیکھیں کہ ہمارے دین اور طریقے میں کیسی پرلطف بہاریں ہیں۔ چنانچہ جب میلے کا دن آیا اور آپ سے میلے میں چلنے کو کہا تو آپ عذر کر کے رہ گئے جس کا ذکر فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ۔ سورہ صٰفّت میں ہے۔

جب وہ لوگ چلے گئے اور کمزور ضعیف لوگ آہستہ آہستہ جا رہے تھے تو آپ نے انہیں فرمایا تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ۔ خدا کی قسم میں تمہارے بتوں سے خفیہ تدبیر کروں گا۔

اسے بعض نے سنا اور بعض اپنی دھن میں چلے گئے اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام بت خانہ کی طرف تشریف لائے اور "فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ۔ تو کیا ان کو پاش پاش مگر ایک بت کو جو ان سب سے بڑا تھا کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں اور پوچھیں۔"

اسے سالم رکھا اور اس کے ہاتھ میں تیشہ یا ہتھوڑا دے دیا یا اس کے کندھے پر رکھ دیا اور تشریف لے آئے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ۔ قسم بہ خدا میں کوشش کروں گے تمہارے بتوں کے توڑنے میں اَیْ لَاَجْتَهِدَنَّ فِيْ كَسْرِهَا ۔ وَاَصْلُ الْكَيْدِ الْاِحْتِيَالُ فِيْ اِيْجَادِ مَا يَضُرُّ مَعَ اَظْهَرَ خِلَافَهٗ۔ کید اصل میں اس حیلہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ نقصان پہنچ سکے۔

مَا رُوِیَ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ ذَالِکَ مِنْ حَيْثُ لَا يَسْمَعُوْنَ وَ قِيْلَ سَمِعَهٗ رَجُلٌ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ۔

وَ قِيْلَ قَوْمٌ مِّنْ ضَعَفَتِهِمْ مِمَّنْ كَانَ يَسِيْرُ فِيْ اٰخِرِ النَّاسِ يَوْمَ خَرَجُوْا اِلَى الْعِيْدِ وَكَانَتِ الْاَصْنَامُ سَبْعِيْنَ وَ قِيْلَ اثْنَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ ایسے طریقہ سے فرمایا کہ کوئی نہ سن سکے۔

ایک قول ہے کہ یہ جملہ ان کی قوم کے ایک آدمی نے سن لیا تھا۔

ایک قول ہے کہ آپ کی قوم کے ضعیف آدمی جو آہستہ آہستہ میلے کو جا رہے تھے انہوں نے سن لیا تھا۔

اور یہ بت مندر میں ستر تھے اور ایک قول ہے کہ بہتر تھے۔

فَوَلَّوْا فَاَتٰی اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ الْاَصْنَامَ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اَیْ قِطَعًا۔ وہ میلے میں گئے اور ابراہیم علیہ السلام بتوں کی طرف تشریف لائے اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جذاد کے معنی قطع کرنے کے ہیں۔ 168

اور ابن محیض ابن مقسم اور ابو حیوۃ وحمید اور اعمش رحمہم اللہ کی روایت میں جذاد بکسر جیم ہے اور ابن ہنیک ابن عباس اور ابو اسحاق علیہم رضوان جذاد بفتح جیم اور بضم جیم بتاتے ہیں۔

روایت ہے کہ آذر قوم کے ساتھ عید کے لئے نکلا تو پہلے مندر میں آ کر بتوں کو سجدہ کیا اور ان میں بھوگ رکھ کر چلا تا کہ جب واپس آئے تو اس بھوگ کو تبرکاً تقسیم کرے اور ابراہیم علیہ السلام بھی اس کے ساتھ تھے کہ راستہ میں بیٹھ گئے اور فرمایا اِنِّیْ سَقِیْمٌ مجھے تکلیف ہے جب سب چلے گئے تو آپ مندر میں بتوں پر تشریف لائے اور سب کو توڑ ڈالا۔

پھر ایک بڑا بت تھا جو مندر کے دروازے پر تھا اور سونے کا تھا اس کی آنکھیں ہیرے کی تھیں جو رات میں خوب روشن ہوتی تھیں آپ نے سب بت تو تیشہ سے توڑ ڈالے جو آپ کے ہاتھ میں تھا مگر یہ بڑا بت سالم رکھا اس کے گلے میں یا ہاتھ میں وہ تیشہ لٹکا دیا۔

چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ بھی یہی قصہ سناتے ہیں:

رُوِیَ اَنَّ اٰزَرَ خَرَجَ بِهٖ فِیْ عِیْدٍ لَّهُمْ فَبَدَءُوْا بِبَیْتِ الْاَصْنَامِ فَدَخَلُوْا فَسَجَدُوْا لَهَا وَ وَضَعُوْا بَیْنَهَا طَعَامًا خَرَجُوْا بِهٖ مَعَهُمْ وَ قَالُوْا اِلٰی اَنْ نَّرْجِعَ بَرَكَةُ الْاٰلِهَةِ عَلٰی طَعَامِنَا فَذَهَبُوْا فَلَمَّا كَانَ اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی الطَّرِیْقِ ثَنٰی عَزْمَهٗ عَنِ الْمَسِیْرِ مَعَهُمْ فَقَعَدَ وَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ فَدَخَلَ عَلَی الْاَصْنَامِ وَهِیَ مُصْطَفَّةٌ وَ ثَمَّ صَنَمٌ عَظِیْمٌ مُّسْتَقْبِلَ الْبَابِ وَكَانَ مِنْ ذَهَبٍ وَ فِیْ عَیْنَیْهِ جَوْهَرَتَانِ تَضِیْئَانِ بِاللَّیْلِ فَكَسَرَا لْكُلَّ بِفَاسٍ كَانَ فِیْ یَدِهٖ وَلَمْ یُبْقِ اِلَّا بِكَبِیْرٍ وَ عَلَّقَ الْفَاسَ فِیْ عُنُقِهٖ وَ قِیْلَ فِیْ یَدِهٖ۔

"لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ۔ تا کہ وہ لوٹیں۔"

اَیْ یَرْجِعُوْنَ اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا اِلٰی غَیْرِهٖ۔ یعنی وہ بتوں کی یہ حالت دیکھ کر دین ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹ آئیں۔

ایک قول ہے اَلضَّمِیْرُ لِلّٰهِ تَعَالٰی اَیْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَ تَوْحِیْدِهٖ۔ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے یعنی شاید وہ لوٹ آئیں اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کی توحید کی جانب۔

"قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ بولے یہ کام جس نے ہمارے خداؤں سے کیا بے شک وہ ظالموں سے ہے۔"

یعنی بے جا کام کرنے والا اس لئے کہ وَالظُّلْمُ بِمَعْنٰی وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِهٖ۔ ظلم غیر موضع پر شے رکھنے کو کہتے ہیں۔ تو مشرکین کے نزدیک بتوں کے ساتھ یہ کام بے مناسب تھا اس وجہ میں انہوں نے ایسے کام کرنے والے کو ظالم کہا۔

"قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًی یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِیْمُ۔ ان میں کے بعض بولے ہم نے ایک جوان کو کہتے سنا ہے ان

بتوں کی مخالفت میں اس کا نام ابراہیم ہے۔"

وہ کہہ رہا تھا لَاَ كِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ۔ میں ضرور تمہارے بتوں کے ساتھ خاص طور پر خفیہ تدبیر کر کے برا چاہوں گا جب تم میلے میں جاؤ گے۔

"قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝ بولے تو اسے لاؤ لوگوں کے روبرو تا کہ شہادت دیں کہ یہی وہ ہے۔"

چنانچہ آپ کو لایا گیا اور کہا:

"قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ۔ بولے کیا تو نے ہی کیا ہے یہ ہمارے خداؤں کے ساتھ اے ابراہیم۔"

"قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ۔ فرمایا بلکہ یہ کیا ہے ان کے بڑے نے تو پوچھو ان سے اگر وہ بولنے پر قادر ہیں۔"

اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ قَدْ سَلَکَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْجَوَابِ مَسْلَكًا تَعْرِيْضِيًّا يُؤَدِّيْ بِهٖ اِلٰى مَقْصَدِهِ الَّذِيْ هُوَ اِلْزَامُهُمُ الْحُجَّةَ عَلَى اَلْطَفِ وَجْهٍ وَاَحْسَنِهٖ يَحْمِلُهُمْ عَلَى التَّاَمُّلِ فِيْ شَانِ اٰلِهَتِهِمْ مَعَ مَا فِيْهِ مِنَ التَّرَقِّيْ مِنَ الْكِذْبِ فَقَدْ اَبْرَزَ الْكَبِيْرَ قَوْلًا فِيْ مَعْرَضِ الْمُبَاشِرِ لِلْفِعْلِ بِاِسْنَادِهٖ اِلَيْهِ كَمَا اَبْرَزَهٗ فِيْ ذَالِکَ الْمَعْرَضِ فِعْلًا يَجْعَلُ الْفَاسَ فِيْ عُنُقِهٖ اَوْ فِيْ يَدِهٖ۔

قوم کے سوال پر سیدنا خلیل علیہ السلام نے جواب میں تعریضی پہلو اس شان کا اختیار فرمایا جس سے نہایت لطیف طریقہ کا الزام تھا اور نہایت حسین پہلو تھا ان کے خداؤں کی شان عجز کے اظہار کا کہ تیشہ بتوں کے بڑے بت کی گردن یا ہاتھ میں ہے اور تم سوال مجھ سے کر رہے ہو۔ گویا یہ فرمایا فَعَلَهٗ هٰذَا الْكَبِيْرُ عَلٰى مُقْتَضٰى مَذْهَبِكُمْ تمہارے مذہب کے مطابق یہ کام اس بڑے خدا نے کیا ہے اس لئے کہ هٰذَا غَضِبَ اَنْ يُعْبَدَ مَعَهٗ هٰذِهٖ وَ هُوَ اَكْبَرُ مِنْهَا۔ یہ غصہ ہو گیا تھا تمہاری اس بات پر کہ اس کے ہوتے تم اوروں کو پوج رہے ہو حالانکہ یہ سب سے بڑا ہے۔

اس میں انہیں تنبیہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا غضب تم پر کیوں نہ آئے جب کہ تم اس کا شریک بتوں کو بنا رہے ہو۔

اب اگر یہ بول سکتا ہے تو اس سے پوچھو کہ واقعہ کیا ہے۔

دوسرا پہلو جواب یہ بھی تھا اَلْوَقْفُ عَلٰى كَبِيْرِهِمْ وَاَرَادَ بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَفْسَهٗ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ اَكْبَرُ مِنْ كُلِّ صَنَمٍ۔ کہ بڑائی کا لحاظ ہی اگر کیا جائے تو حضرت خلیل علیہ السلام نے اپنی ہی طرف اشارہ فرمایا اس لئے کہ انسان ہر بت سے بڑا ہے۔ اگرچہ اس توجیہ کو آلوسی نے پسند نہیں کیا۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ انسان سب سے افضل ہے۔

"فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ لا۔"

فَتَفَكَّرُوْا وَتَدَبَّرُوْا وَتَذَكَّرُوْا اِنَّ مَا لَا يَقْدِرُ عَلٰى دَفْعِ الْمَضَرَّةِ عَنْ نَفْسِهٖ وَلَا عَلَى الْاِضْرَارِ بِمَنْ كَسَرَهٗ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْهِ يَسْتَحِيْلُ اَنْ يَّقْدِرَ عَلٰى دَفْعِ مَضَرَّةٍ عَنْ غَيْرِهٖ اَوْ جَلْبِ مَنْفَعَةٍ لَّهٗ فَكَيْفَ يَسْتَحِقُّ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْبُوْدًا۔ تو وہ دل میں بولے اور دل ہی دل میں سوچنے لگے اور تدبر و تذکر کے ساتھ سوچنے

بیٹھے کہ جو دفع مضرت اپنی جان کے لئے بھی نہ کر سکے اور جو اسے نقصان پہنچے اس سے بدلہ لینے پر بھی قادر نہ ہو اور کسی طریقہ پر وہ انتقام کی قوت نہ رکھے اور کسی سے منفعت پر قادر نہ ہو وہ کیسے اس امر کا مستحق ہو سکتا ہے کہ اسے معبود بنایا جائے اور اس کی پرستش کی جائے چنانچہ وہ بول پڑے اور آپس میں ایک دوسرے کو کہہ بیٹھے جیسے قرآن کریم ان الفاظ میں ناطق ہے:

"فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾"

اَیْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ فِیْمَا بَیْنَهُمْ اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظَّالِمُوْنَ اَیْ بِعِبَادَةِ مَالَا یَنْطِقُ۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے سے کہنے پر مجبور ہو گیا کہ بے شک تم ہی بے جا کام کر رہے ہو کہ اسے معبود بنا رہے ہو جو بول لینے پر بھی قادر نہیں۔

"ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ پھر اوندھائے گئے اپنے سروں کے بل کہ تمہیں خوب علم ہے کہ یہ بولنے پر قادر نہیں۔"

یعنی کلمہ حق کہہ کر گو اعتراف حقیقت پر ان کے سر جھکے لیکن ان کی بدبختی ان پر سوار ہوئی اور وہ کفر کی طرف پلٹے اور بے جا مجادلہ و مکابرہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے کرنے پر آمادہ ہوئے۔

اور آج تک عموماً ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ

باطل جماعت جب اپنا پلہ ہلکا دیکھتی اور اپنے کو لاجواب پاتی ہے تو بجائے تسلیم کرنے کے ٹھوک بندی کی طرف اس کا میلان و رجحان ہوتا ہے جس کا نتیجہ فوجداری اور ضمانتوں تک ہوتا ہے۔ پھر مقدمہ بازی میں فریقین مدتوں خراب حال اور شکستہ مآل ہوتے ہیں۔

اس بنا پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے موجودہ دور کے مناظرہ کو حرام فرمایا اس لئے کہ حق کی حمایت کی بجائے اور تسلیم صدق کی جگہ اپنی اپنی پارٹیوں کی جنبہ داری غالب آجاتی ہے۔

ورنہ مناظرہ نام ہے حق و باطل میں بہ نظر انصاف غور کرنے کا۔ جس سے جدھر حق نظر آئے ادھر جھک جانا۔ اہل نظر اصحاب بصیرت کے لئے لازمی ہو جاتا ہے۔

آج مناظرہ کی بجائے مکابرہ و مجادلہ ہوتا ہے جس کا نتیجہ احقاق حق قطعی نہیں ہوتا بلکہ فساد بین المسلمین بڑھ جاتا ہے۔

لہٰذا دور موجودہ میں مہذب و معتدل پیرایہ سے تقریر و تحریر ہی بہتر ہے مناظرہ کے نام سے مجادلہ اور مکابرہ کا اکھاڑا قائم کرنا قرین عقل نہیں۔

تبلیغ میں مبلغ کو شائستہ بیان شستہ زبان سلجھے ہوئے بیان کا مالک ہونا چاہئے تاکہ سنانے والے کا دامن گندہ ذہنی سے پاک رہے اور سننے والے کا خیال صحیح اور صریح دلائل کا حامل ہو سکے۔

اور یہی سنت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہے

چنانچہ آپ کی طرف سے جو خطابت قوم کو ہوئی اس میں شستگی، شائستگی کے تمام پہلو ملحوظ تھے جیسا کہ آئندہ مضمون سے واضح ہوگا کہ آپ نے قوم کے آگے کس شان سے دلائل عقلی رکھے۔

اول نکس کی مفصل بحث سمجھ لیں۔

اَصْلُ النَّكْسِ قَلْبُ الشَّیْءِ بِحَیْثُ یَصِیْرُ اَعْلَاهُ اَسْفَلَهٗ۔ نکس اصل میں کسی شے کے بدلنے کو کہتے ہیں اس

حیثیت سے کہ اعلیٰ اسفل ہو جائے۔

وَقَدْ يُسْتَعْمَلُ النَّكْسُ لُغَةً فِيْ مُطْلَقِ قَلْبِ الشَّيْءِ مِنْ حَالٍ اِلٰى حَالٍ اُخْرٰى وَ بِذِكْرِ الرَّاْسِ لِلتَّصْوِيْرِ وَالتَّقْبِيْحِ۔ اور کبھی نکس لغوی حیثیت سے مطلق ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں کسی شے کو ایک حال سے دوسرے حال پر بدلیں اور سر کا ذکر تصویر حال اور تقبیح مآل کے لئے کیا گیا۔

اور علامہ زمخشری رحمہ اللہ نکس سے تین قسم کے معنی مراد لیتے ہیں۔

اول رجوع فکر مستقیمہ صالحہ سے اپنے ظلم نفس اور فکر کاسد میں غور کی طرف کرنا اور اصلاح کی طرف آنا۔

دوسرے جدال سے رجوع کر کے باطل کا ترک کر دینا۔

تیسرے نکس بمعنی مبالغہ استعمال ہو اور خجالت سے سر جھکا دینے میں اس کو لیا جائے۔

جیسے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے الزام دینے پر وہ خجل ہو کر دل میں غور و تدبر کرنے لگے کہ فی الواقع جس میں قوۃ نطق بھی نہیں اور اپنے مقابل سے طاقت مقاومت نہیں رکھتا اور مخالف کو ضرر اور موافق کو نفع بھی نہیں پہنچا سکتا وہ معبود کیونکر ہو سکتا ہے۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ان کی خجالت محسوس فرما کر اپنے دلائل پر اور زور دیا چنانچہ اس کا تذکرہ قرآن کریم اس طرح فرماتا ہے:

"قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾۔"

يَعْنِيْ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهُمْ اَفَتَعْبُدُوْنَ اَيْ تَعْلَمُوْنَ ذَالِكَ فَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَيْ مُجَاوِزِيْنَ عِبَادَتَهٗ تَعَالٰى مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا مِنَ النَّفْعِ شَيْئٌ وَلَا يَضُرُّكُمْ فَاِنَّ الْعِلْمَ بِحَالَةِ الْمُنَافِيَةِ لِلْاُلُوْهِيَّةِ فَمَا يُوْجِبُ الْاِجْتِنَابَ عَنْ عِبَادَتِهٖ قَطْعًا اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَضَجُّرٌ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ اِصْرَارِهِمْ عَلَى الْبَاطِلِ بَعْدَ اِنْقِطَاعِ الْعُذْرِ وَ وُضُوْحِ الْحَقِّ۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان صنم پرستوں کو فرمایا کہ کیا تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اور جانتے ہو کہ یہ بے حس جماد ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تجاوز کر کے ان اشیاء کی پوجا کرتے ہو جو ذرہ بھر تمہیں نفع نہ دے سکیں اور ان کے ترک کر دینے پر وہ کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں تو اس کا تمہیں علم ہے کہ ان کی کیفیت منافی الوہیت ہے اور ایسی حالت ہے کہ جس سے عقلاً اجتناب لازم آتا ہے تو تم پر افسوس ہے کہ ان حالات کے جاننے کے باوجود بھی تم ان کی پوجا پر مصر ہو اور باطل کی پرستش کرتے ہو۔

وَ اَصْلُ اُفٍّ صَوْتُ الْمُتَضَجِّرِ مِنْ اِسْتِقْذَارِ شَيْءٍ۔ اف اس آواز کا نام ہے جو کسی گندی چیز سے بچنے کے موقع پر نکالی جاتی ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اَيْ اَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ فَلَا تَعْقِلُوْنَ قُبْحَ صَنِيْعِكُمْ۔ کیا تم فکر اور غور سے کام نہیں لیتے اپنی ان قبیح حرکات پر۔

تو جب جواب دینے سے عاجز آ گئے اور اپنے افعال قبیحہ شنیعہ رذیلہ کی صحت پر حجت قائم نہ کر سکے اور حیلہ سازی کی راہیں ان پر بند ہو گئیں اور مبہوت ہو کر رہ گئے تو آپس میں ضد و کد کے ماتحت تجاویز شروع کیں چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ۔ بولے آپس میں انہیں جلا ڈالو اور انتقام میں اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر کچھ کرنا چاہتے ہو۔"

اس تجویز پر نمرود بن کنعان بن سنجاریب بن نمروذ بن کوس بن حام بن نوح علیہ السلام سب سے پہلے راضی ہوا۔

اور ابن جریر مجاہد سے راوی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر حضرت مجاہد نے یہ آیت تلاوت کی تو آپ نے فرمایا اَتَدْرِیْ یَا مُجَاهِدُ مَنِ الَّذِیْ اَشَارَ بِحَرِیْقِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِالنَّارِ قُلْتُ لَا قَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَعْرَابِ فَارِسَ یَعْنِی الْاَكْرَادَ۔

مجاہد تم جانتے ہو وہ کون تھا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ میں جلانے کی تجویز پیش کی تھی؟ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا نہیں تو فرمایا وہ ایک آدمی اعراب فارس سے تھا جو قبیلہ کرد سے متعلق تھا۔

علامہ محمود شکری اس کی تعلیقات پر لکھتے ہیں:

هٰذَا ظَاهِرٌ فِیْ اَنَّ الْاَكْرَادَ مِنَ الْفَارِسِ وَ قَدْ ذَهَبَ كَثِیْرٌ اِلٰی اَنَّهُمْ مِّنَ الْعَرَبِ وَ ذُكِرَ اَنَّ مِنْهُمْ اَبَا مَیْمُوْنَ جَابَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

یہ تو ظاہر ہے کہ کرد فارسی قوم میں سے ہیں لیکن اکثر اس طرف گئے ہیں کہ وہ عرب قوم سے تھا اور اسے حضرت ابا میمون صحابی سے نقل کیا گیا۔

اور جس شخص نے ایسا کیا اور نار نمرودی کی رائے دی اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور دھنستا ہی رہے گا قیامت تک اور اس کا نام

عَلٰی مَا اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ شُعَیْبِنِ الْجَبَّارِیْ ۔ هَیْوَنُ وَ قِیْلَ هَدِیْر وَ فِی الْبَحْرِ اَنَّهُمْ ذَكَرُوْا لَهٗ اِسْمًا مُخْتَلِفًا فِیْهِ لَا یُوْقَفُ مِنْهُ عَلٰی حَقِیْقَتِهٖ۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ اس کا نام ہیون اور بروایت ثانی ہدیر تھا۔

اور بحر میں ہے کہ اس کے نام پر مختلف روایات ہیں ایک نام صحیح نہیں مل سکا۔

مکمل و مفصل حالات احراق خلیل اللہ علیہ السلام

رُوِیَ اَنَّهُمْ حِیْنَ هَمُّوْا بِاِحْرَاقِهٖ حَبَسُوْهُ ثُمَّ بَنَوْا بَیْتًا كَالْحَظِیْرَةِ بِكُوْثٰی قَرْیَةٌ مِنْ قُرَی الْاَنْبَاطِ فِیْ حُدُوْدِ بَابِلَ فِی الْعِرَاقِ وَ ذَالِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ۔

جب قوم نمرود حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے جلانے اور آگ میں ڈالنے کے لئے آمادہ ہو گئی تو انہوں نے حضرت خلیل کو قید کر لیا پھر ایک مکان مثل حظیرہ کے مقام کوثی میں بنایا یہ ایک قریہ ہے جو انباط کے قریوں سے ہے اور انباط حدود بابل میں عراق کے قریب ہے۔

اسی واقعہ کو قرآن کریم میں فرمایا گیا ایک جگہ فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ تک فرمایا گیا ہے قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ۔ بولے سب بناؤ اس کے لئے ایک مکان تو ڈال دو انہیں آگ میں اور اس کے آگے اسی رکوع میں ارشاد ہے وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ۔ خلاصہ واقعہ اول پڑھ لیں پھر اصل روایت نقل کی جائے گی۔

نمرود اور اس کی قوم حضرت خلیل علیہ السلام کے جلانے پر متفق ہو گئی اور انہوں نے آپ کو ایک مکان میں قید کر دیا اور قریہ کوث یا کوثی میں ایک عمارت تعمیر کی جس میں چالیس دن تک لکڑیاں جمع کیں اور ایسی زبردست آگ جلائی کہ اس کی تپش سے ہوا میں پرواز کرنے والے پرند بھی جل کر گر جاتے تھے۔

پھر آپ کو آگ میں ڈالنے کی تدبیر شیطان نے بتائی کہ منجنیق قائم کیا جائے جسے اردو میں گوپیا کہتے ہیں اس میں آپ کو باندھ کر آگ کی طرف پھینکا اس حالت میں آپ کی زبان مبارک پر حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ جاری تھا۔

ملأ اعلیٰ میں اس منظر خونی سے کھلبلی تھی۔ ملائکہ بارگاہ بے نیاز میں عرض کر رہے تھے الٰہی تیری زمین میں یہی ایک بندہ ہے جو تیری پرستش کرتا ہے اور وہی صرف تیری اطاعت کی وجہ سے جلایا جا رہا ہے لہٰذا ہمیں اجازت دے کہ اس کی مدد کریں۔

حضرت بے نیاز کی طرف سے انہیں اجازت ملی اور حکم ہوا کہ اگر وہ تم میں سے کسی کی مدد چاہے تو جاؤ مدد کرو اور اگر وہ میرے سوا کسی کی اعانت نہ چاہے تو میں اس کی حالت جانتا ہوں اور میں ہی اس کا معاون ہوں تو میرے اور ابراہیم کے معاملہ میں دخل نہ دو۔

وہ یقیناً میرا خلیل ہے اور میرا کوئی خلیل اس کے سوا نہیں اور میں اس کا معبود ہوں میرے سوا اس کا کوئی معبود نہیں۔

غرضکہ اول خازن ریاح حاضر آیا پھر خازن میاہ آیا اجازت طلب کی آگ کے بجھا دینے اور اس کو اڑا دینے کی۔ خلیل علیہ السلام نے انہیں فرمایا لَا حَاجَةَ لِيْ اِلَيْكُمْ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ مجھے تمہاری مدد کی حاجت نہیں میرے لئے میرا اللہ جل وعلا کافی ہے اور وہ میرا بہترین وکیل ہے۔

اصل عبارت روح المعانی یہ ہے:

فَجَمَعُوْا لَهٗ اَصْلَابَ الْحَطَبِ مِنْ اَصْنَافِ الْخَشَبِ مُدَّةَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَاَوْقَدُوْا نَارًا عَظِيْمَةً لَا يَكَادُ يَمُرُّ عَلَيْهَا طَائِرٌ فِيْ اَقْصَى الْجَوِّ شِدَّةً وَهَجُهَا فَلَمْ يَعْلَمُوْا كَيْفَ يُلْقُوْنَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْهَا فَاَتٰى اَبْلِيْسُ وَ عَلَّمَهُمْ عَمَلَ الْمِنْجَنِيْقِ مُقَيَّدًا مَغْلُوْلًا فَصَاحَتْ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلٰهَنَا مَا فِيْ اَرْضِكَ اَحَدٌ يَعْبُدُكَ غَيْرَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاِنَّهٗ يُحْرَقُ فِيْكَ فَاْذَنْ لَنَا فِيْ نُصْرَتِهٖ فَقَالَ جَلَّ وَ عَلَا اِنِ اسْتَغَاثَ بِاَحَدٍ مِّنْكُمْ فَلْيَنْصُرْهُ وَاِنْ لَمْ يَدْعُ غَيْرِيْ فَاَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاَنَا وَ لِيُّهٗ فَخَلُّوْا بَيْنِيْ وَ بَيْنَهٗ فَاِنَّهٗ خَلِيْلِيْ لَيْسَ لِيْ خَلِيْلٌ غَيْرُهٗ وَاَنَا اِلٰهُهٗ لَيْسَ لَهٗ اِلٰهٌ غَيْرِيْ ۔ فَاَتَاهُ خَازِنُ الرِّيَاحِ وَ خَازِنُ الْمِيَاهِ يَسْتَاْذِنَانِهٖ فِيْ اِعْدَامِ النَّارِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا حَاجَةَ لِيْ اِلَيْكُمْ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

حضرت کعب رحمہ اللہ راوی ہیں جب آپ کو مضبوط باندھ دیا تا کہ آگ میں ڈالیں تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی زبان پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الْمُلْكُ لَا شَرِيْكَ لَكَ جاری تھا۔

پھر آپ کو آگ میں پھینکا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا يَا اِبْرَاهِيْمُ اَلَكَ حَاجَةٌ

اے ابراہیم آپ کچھ چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا۔ حاجت تو ہے مگر تجھ سے نہیں تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا فَاسْأَلْ رَبَّکَ تو آپ اپنے رب سے سوال کیجئے فَقَالَ حَسْبِیْ مِنْ سُوَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ۔ تو فرمایا وہ میرے سوال سے مستغنی ہے اور اسے میرے حال کا سب علم ہے۔

بعض روایتوں میں ہے اِنَّ الْوَزْغَ وَالْبَغْلَ وَالْخُطَّافَ وَالضِّفْدَعَ وَالْعَضْرَفُوْطَ کَانَ یَنْفُخُ فِی النَّارِ۔ کہ گرگٹ جسے بوقلمون بھی کہتے ہیں اور خچر اور چمگادڑ اور مینڈک وغیرہ نے آگ دھکانے میں پھونک ماری تھی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اس کے بعد پھر کیا ہوا اس کے متعلق علیحدہ علیحدہ روایتیں ہیں

فَلَمَّا وَصَلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ الْحَظِیْرَۃَ جَعَلَھَا اللّٰہُ بِبَرَکَۃِ قَوْلِہٖ رَوْضَۃً۔ جب آپ اس مکان میں پہنچے جہاں آگ دہک رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کی دعا کی برکت سے باغیچہ بنا دیا۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ۔ ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا سرد اور سلامتی والی ابراہیم پر۔"

اَیْ کُوْنِیْ ذَاتَ بَرْدٍ وَسَلَامٍ اَیْ اَبْرِدِیْ بَرْدًا غَیْرَ ضَارٍّ وَلِذَا قَالَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ فِیْمَا اَخْرَجَہٗ عَنْہُ اَحْمَدُ وَغَیْرُہٗ لَوْلَمْ یَقُلْ سُبْحٰنَہٗ وَسَلَامًا تَقْتُلُہٗ بَرْدُھَا۔ آگ کو حکم رب العزت ہوا کہ اے آگ ٹھنڈی ہو اور سلامتی سے ہو یعنی سرد غیر مضرت رساں ہو۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ وَسَلَامًا نہ فرماتا تو یقیناً سردی آپ کو ہلاک کر دیتی۔

رُوِیَ اَنَّ الْمَلٰئِکَۃَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ اَخَذُوْا بِضَبْعَیْ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَقْعَدُوْہُ عَلَی الْاَرْضِ فَاِذَا عَیْنُ مَاءٍ عَذْبٍ وَ وَرْدٌ اَحْمَرُ وَ نَرْجَسٌ وَلَمْ تُحْرِقِ النَّارُ اِلَّا وَثَاقَہٗ۔

روایت ہے کہ ملائکہ علیہم السلام آپ کا بازو تھامے ہوئے تھے تو انہوں نے زمین پر آپ کو بٹھا دیا کہ یک لخت شیریں چشمہ ابلنے لگا اور گلاب اور نرگس کے پھول کھل گئے اور آپ کے بندھن آگ نے جلا ڈالے اور آپ پر کچھ اثر نہ ہوا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آگ میں چالیس دن رہے یا پچاس دن رہے۔

وَ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا کُنْتُ اَطْیَبَ عَیْشًا مِنْ اِذْ کُنْتُ فِیْھَا۔ حضرت خلیل علیہ السلام فرماتے ہیں پاکیزہ عیش کبھی مجھے وہ حاصل نہ ہوا جیسا کہ ان چالیس یا پچاس دنوں میں حاصل ہوا۔

وَ بَعَثَ اللّٰہُ مَلَکَ الظِّلِّ فِیْ صُوْرَۃِ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ یُؤَنِّسُہٗ قَالُوْا وَ بَعَثَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِقَمِیْصٍ مِّنْ حَرِیْرِ الْجَنَّۃِ وَطَنْفَسَۃٍ فَاَلْبَسَہُ الْقَمِیْصَ وَاَقْعَدَہٗ عَلَی الطَّنْفَسَۃِ وَقَعَدَ مَعَہٗ یُحَدِّثُہٗ۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس کا نام ملک الظل تھا اور وہ شبیہ خلیل اللہ علیہما السلام میں تھا تاکہ آپ اس سے مانوس رہیں اور روح الامین علیہ السلام کو جنت کی ریشمی قمیص اور کرسی کے ساتھ بھیجا آپ نے حضرت کو وہ قمیص پہنا دیا اور آپ کو کرسی پر بٹھا دیا اور پھر جبریل آپ سے باتیں کرتے رہے۔

وَقَالَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا اِبْرَاھِیْمُ اِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ النَّارَ لَا تَضُرُّ اَحْبَابِیْ۔ پھر

حضرت جبریل علیہ السلام نے بشارت دی کہ اے ابراہیم آپ کا رب فرماتا ہے کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آگ میرے دوستوں کو نقصان نہیں پہنچاتی۔

ثُمَّ اَشْرَفَ نَمْرُوْدُ وَنَظَرَ مِنْ صَرْحٍ لَّهٗ۔ پھر نمرود اس منارہ پر چڑھا جو اس نے آپ کے اس منظر کو دیکھنے کے لئے بنوایا تھا اور آپ کو دیکھنے لگا تو نظر آیا کہ آپ ایک باغیچہ میں تشریف فرما ہیں اور ایک فرشتہ آپ کے پاس ہے اور آگ کی لپٹیں چاروں طرف ہیں تو

نمرود گھبرا کر پکارا یَا اِبْرَاهِیْمُ کَبِیْرٌ اِلٰهُکَ الَّذِیْ بَلَغَتْ قُدْرَتُهٗ۔ اے ابراہیم تمہارا رب بھی بڑی قوت والا ہے جس کی قدرت تم تک پہنچی۔ اور آگ کے اور تمہارے درمیان حائل ہوئی۔

ابراہیم کیا تم اس کی بھی طاقت رکھتے ہو کہ اس آگ سے نکل آؤ آپ نے فرمایا ہاں نمرود بولا کیا آپ اس سے خائف ہیں کہ اگر آپ اس باغیچہ میں سو جائیں تو یہ آگ نقصان دے گی فرمایا نہیں۔

تو نمرود نے کہا تو اچھا اٹھ کر آگ سے نکل کر دکھائیں۔

آپ اٹھے اور خراماں خراماں باہر تشریف لے آئے تو نمرود آپ کے سامنے آیا اور پوچھنے لگا ابراہیم وہ کون تھا جو آپ کا ہم شبیہ آپ کے پہلو میں بیٹھا تھا۔

فرمایا وہ فرشتہ تھا جسے ملک الظل کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے میرے پاس موانست کے لئے بھیجا تھا۔

نمرود کہنے لگا ابراہیم میں بھی آپ کے رب سے تقرب چاہتا ہوں کہ میں نے اس کی یہ قوت وقدرت دیکھی اور میں اس کے نام پر چار ہزار گائیں قربان کروں گا۔

تو حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے فرمایا اِنَّهٗ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْکَ مَا کُنْتَ عَلٰی دِیْنِکَ حَتّٰی تُفَارِقَهٗ وَ تَرْجِعَ اِلٰی دِیْنِیْ۔ اللہ تعالیٰ ہرگز قبول نہ فرمائے گا جب تک تو اپنا دین چھوڑ کر میرے دین پر نہ لوٹ آئے۔

تو نمرود کہنے لگا لَا اَسْتَطِیْعُ تَرْکَ مُلْکِیْ وَ لٰکِنْ سَوْفَ اَذْبَحُهَا لَهٗ فَذَبَحَهَا۔ مجھ میں یہ ہمت تو نہیں کہ میں اپنا ملک ترک کر دوں لیکن یہ قربانی ضرور دوں گا۔ چنانچہ اس نے وہ گائیں قربان کیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے اس نے ہاتھ روک لیا۔

وَ کَانَ اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِذْ ذَاکَ ابْنُ سِتَّةَ عَشَرَ۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام سولہ سالہ عمر میں تھے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جب نمرودیوں نے دیکھا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام پر آتش گلزار ہو گئی ہے تو وہ کہنے لگے یہ جادو ہے تو انہوں نے ایک بڈھے کو اس آگ میں پھینکا تو وہ علی الفور جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔

اخیر میں فرماتے ہیں علاوہ اس کے بہت سی روایتیں قصہ خلیل اللہ میں ہیں۔

لیکن وَالَّذِیْ صَحَّ هُوَ مَا ذَکَرَهٗ تَعَالٰی مِنْ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ اُلْقِیَ فِی النَّارِ فَجَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَرْدًا وَّ سَلَامًا۔ وہ واقعہ صحیح اور قطعی صحیح ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا کہ آپ آتش نمرود میں ڈالے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو بردوسلام کر دیا۔

اور یہ بھی نا قابل انکار حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ میں یہ قدرت ہے کہ دفع اذیٰ جس کے لئے چاہے فرمادے جیسے سمندر کیڑے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آگ میں ہی حیات رکھی ہے۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خلیل اللہ علیہ السلام پر آگ کا بردوسلام ہو جانا اعظم خوارق سے ہے **وَ قِيْلَ كَانَتْ عَلٰى حَالِهَا لٰكِنَّهٗ سُبْحٰنَهٗ جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ دَفَعَ اَذٰا هَا لِمَا تَرٰى فِي السَّمَنْدَرِ كَمَا يُشْعِرُ بِهٖ قَوْلُهٗ تَعَالٰى عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ۔**

اور اس قسم کے خوارق عادات امورامت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بطور کرامت بہ اتباع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہوئے ہیں اور ان کا مشاہدہ بعض منتسبین حضرت ولی کامل شیخ احمد رفاعی قدس سرہ سے ہوا ہے۔

پھر اکثر فساق وفجار بھی ایسا کرتے ہیں اور وہ اسے جادو بتاتے ہیں پھر وہ منتر جو پڑھے جاتے ہیں ان میں بعض کفر خالص ہوتے ہیں بعض محض الفاظ مجہولہ بے معنی کہتے ہوئے آگ میں چلے جاتے ہیں۔ اور بعض نے بتایا کہ وہ یہ الفاظ کہتے ہیں:

تَلْسَفُ تَلْسَفُ هَيْف هَيْف اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ تَعَالَى التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اَقْسَمْتُ عَلَيْكِ يَاۤاَيَّتُهَا النَّارُ۔ اور اگر تلوار وغیرہ کا مقابلہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں **اَيُّهَا السَّلَاحُ بِحَقِّ حَيٍّ حَيٍّ وَ نُوْرِ يَحْيٰ وَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَضُرِّىْ۔** یا دوسروں کے لئے ہو تو کہتے ہیں **لَا تَضُرُّ غُلَامَ الطَّرِيْقَةِ۔**

حالانکہ شیخ احمد رفاعی رحمہ اللہ کے زمانہ میں یہ باتیں نہ تھیں چنانچہ اب بھی اکثر اس خاندان کے بزرگ متبع سنت ہیں اور اس قسم کے مظنہ بدعت سے مجتنب ہیں۔

اور اکثر وہ ہیں کہ دخول نار کے وقت کچھ نہیں پڑھتے صرف یہ کرتے ہیں کہ جب آگ دہک جاتی ہے تو دف بجاتے ہوئے یہ پکارتے جاتے ہیں **يَا شَيْخ اَحْمَدُ يَا رَفَاعِىُ** اور آگ میں گھس جاتے ہیں اور ان پر آگ اثر نہیں کرتی۔

اسی قسم کے معائنہ سے اکثر عقیدت مند ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ استدراج وابتلاء ہے۔

اور اکثر دوائیں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ انہیں جہاں لگالیا جائے وہاں آگ اثر نہیں کرتی جیسے مینڈک کی چربی وغیرہ۔

بہرحال معجزانہ شان خاص ہوتی ہے اور شعبدات علیحدہ ہیں۔

"**وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ۔** اور انہوں نے زبردست مکر حضرت خلیل کے لئے چاہا تھا تو ہم نے انہیں نقصان اٹھانے والوں سے بھی زیادہ نقصان میں کر دیا۔"

اور اس قوم پر مچھر مسلط کر دیئے کہ جو ان کا گوشت اور خون کھا پی گئے اور انہیں ایسا ذلیل کیا کہ نمرود پر ایک مچھر ایسا مسلط کیا کہ اس کی جان ہی لے کر ٹلا لعنہ اللہ تعالیٰ۔ آگے ارشاد ہے:

"**وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝ۙ۔**

اور نجات دی ہم نے اسے اور لوط کو اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی جہان والوں کے لئے اور عطا فرمایا

ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب پوتا اور ہم نے سب کو بنایا صالح اور ہم نے کیا انہیں امام کہ ہدایت کریں ہمارے حکم کی اور ہم نے وحی کی انہیں اچھے کام کرنے کی اور نماز قائم رکھنے کی اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہماری بندگی کرنے والے تھے۔"

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بھتیجے ہاران کے فرزند حضرت لوط علیہ السلام انہیں دونوں کو نمرود اور ان کی قوم سے نجات دی۔

اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا۔ سے مراد ارض شام ہے۔

ایک قول ہے کہ ارض مکہ مراد ہے۔

ایک قول ہے کہ ارض مصر مراد ہے لیکن صحیح قول پہلا ہے۔

اس کی توصیف برکت سے اس لئے بھی صحیح ہے کہ زمین شام میں اکثر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے اور وہاں سے پھر منتشر ہو کر اپنی شریعتیں جاری کیں جو مبادی کمالات وخیرات تھیں اور جن سے منافع دینی ودنیوی حاصل ہوئے۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ خَرَجَ مِنَ الْعِرَاقِ وَ مَعَهٗ لُوْطٌ وَ سَارَةُ بِنْتُ عَمِّهٖ هَارَانَ الْاَكْبَرِ وَقَدْ كَانَا مُؤْمِنَیْنِ بِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَلْتَمِسُ الْفِرَارَ بِدِیْنِهٖ فَنَزَلَ حَرَّانَ فَمَكَثَ بِهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب عراق سے نکلے تو آپ کے ساتھ حضرت لوط اور سارہ بنت ہاران الاکبر تھے اور یہ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے۔ ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے تو یہ دونوں اپنے دین کی محافظت کے لئے یہاں سے نکل کر جانا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ حران میں جا کر ٹھہرے اور جب تک خدا نے چاہا وہاں رہے۔

وَ زَعَمَ بَعْضُهُمْ اَنَّ سَارَةَ بِنْتُ مَلِكِ حَرَّانَ تَزَوَّجَهَا عَلَیْهِ السَّلَامُ هُنَاكَ وَ شَرَطَ اَبُوْهَا اَنْ لَّا یُغَیِّرَهَا عَنْ دِیْنِهَا ۔ وَالصَّحِیْحُ الْاَوَّلُ۔

ثُمَّ قَدِمَ مِصْرَ ثُمَّ خَرَجَ مِنْهَا اِلَى الشَّامِ فَنَزَلَ السَّبْعَ فِیْ اَرْضِ فَلَسْطِیْنَ ۔ وَ نَزَلَ لُوْطٌ بِالْمُؤْتَفِكَةِ عَلٰى مَسِیْرَةِ یَوْمٍ وَّ لَیْلَةٍ مِّنَ السَّبْعِ اَوْ اَقْرَبُ۔

پھر آپ مصر تشریف لائے پھر مصر سے شام میں مقام سبع میں آ گئے جو فلسطین کی زمین میں ہے اور لوط علیہ السلام مؤتفکہ میں مقیم ہوئے جو سبع سے ایک دن رات کے بعد مسافت پر ہے۔

پھر آپ کی دعا کے بموجب حضرت اسحاق عطا کئے گئے۔

اور حضرت اسحاق کو حضرت یعقوب ملے جو ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے یہ نافلہ اس وجہ سے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور زائد بخشش ہوئی۔

اور كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ سے مراد حضرت ابراہیم اور لوط اور اسحاق و یعقوب علیہم السلام ہیں۔

اور صالحین سے مراد بِاَنْ وَفَّقْنَاهُمْ لِلصَّلَاحِ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا فَصَارُوْا كَامِلِیْنَ یعنی انہیں اللہ نے صلاحیت دی دین ودنیا کی اور وہ کاملین سے ہوئے۔

یہ صالحین بمعنی حقیقی صالحین ہیں اور بقیہ صالحین ظاہر ہے کہ کون ہیں اور کیسے ہیں۔

اور وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً اور ہم نے انہیں امام بنایا کہ امور دین میں ان کی اقتدا کی جائے۔ یَّهْدُوْنَ اور راہ پائیں حق کی طرف بِاَمْرِنَا ہمارے مرسلین سے حکم لے کر۔

"وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ۔ اور انہیں ہم نے وحی کی اچھے کام کرنے کی۔"

"وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ۔ اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی۔"

اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ امم سابقہ میں بھی نماز اور زکوٰۃ تھی۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فرض ہے اور وہ سب ہمارے پرستار تھے۔

"وَلُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىِٕثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَ ﴿۷۴﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ اور لوط کو ہم نے عطا کی حکومت اور علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات دی جو گندے کام کرتی تھی بے شک وہ برے لوگ فاسق تھے اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کیا بے شک وہ صالحین سے تھا۔"

وہ بستی جس میں گندے کام کرنے والی قوم تھی اس کا نام سدوم تھا۔

حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَقَدْ اَخْرَجَ اِسْحٰقُ بْنُ بَشِیْرٍ وَ الْخَطِیْبُ وَابْنُ عَسَاكِرٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَشْرُ خِصَالٍ عَمِلَتْهَا قَوْمُ لُوْطٍ بِهَا اُهْلِكُوْا۔ دس خصلتیں قوم لوط میں تھیں جس کی وجہ سے وہ ہلاک کی گئی۔

۱- اِتْیَانُ الرِّجَالِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔ یعنی اغلام بازی اور لواطت۔

۲- وَ رَمْیُهُمْ بِالْجَلَاهِقِ وَالْخَذْفِ۔ غلہ بازی یا ٹھیکریاں مارنا۔

۳- وَ لَعْبُهُمْ بِالْحَمَامِ۔ کبوتر بازی۔

۴- وَضَرْبُ الدُّفُوْفِ۔ دف طبلہ بجانا۔

۵- وَ شُرْبُ الْخُمُوْرِ۔ شراب نوشی۔

۶- وَ قَصُّ اللِّحْیَةِ۔ داڑھی چھوٹی کرنا جسے خشخاشی کہتے ہیں۔

۷- وَ طُوْلُ الشَّارِبِ۔ مونچھیں دراز کرنا۔

۸- وَالصَّفَرُ۔ منہ سے سیٹی بجانا۔

۹- وَالتَّصْفِیْقُ۔ صفقہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر تالیاں بجانا۔

۱۰- وَ لِبَاسُ الْحَرِیْرِ۔ ریشم پہننا۔

وَ تَزِیْدُهَا اُمَّتِیْ بِخُلْبَةٍ اِتْیَانُ النِّسَاءِ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا۔ اور اس سے زائد میری امت میں چپٹی کا بھی عیب ہوگا۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع - سورۃ انبیاء - پ ۱۷

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۶﴾

اور نوح جب اس نے پکارا اس سے پہلے تو ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی تو ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو

بڑی مصیبت سے نجات دی

وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

اور مدد کی ہم نے اس کی اس قوم کے مقابل جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا بے شک وہ بد کردار قوم تھی تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾

اور داؤد اور سلیمان جب فیصلہ کر رہے تھے ایک کھیتی کے متعلق کہ اس کو قوم کی بکریاں چر کر اجاڑ گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلے کے نگران تھے

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ۫ وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَ الطَّيْرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾

تو ہم نے وہ فیصلہ سلیمان کو سمجھایا اور ہر ایک کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا اور ہم نے فرمانبردار بنائے داؤد کے لئے پہاڑ وہ پہاڑ اور پرندے تسبیحات کہتے اور یہ ہمارے کام تھے

وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

اور ہم نے سکھائی اس کو صنعت اسلحہ سازی کی تا کہ بچائے تمہیں تمہاری لڑائی سے تو کیا تم شکر و کرو گے

وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ كُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾

اور سلیمان کے تابع کی تیز ہوا وہ چلتی تھی ان کے حکم سے اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں

وَ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَ يَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

اور جنوں میں سے کچھ وہ تھے جو اس کے لئے غوطہ لگاتے اور اس کے علاوہ اور کام بھی کرتے تھے اور ہم ان کی حفاظت کرنے والے تھے

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾

اور ایوب جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾

تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اس کی تکلیف کو دور کر دیا اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے اور عطا کئے اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور بندگی والوں کے لئے نصیحت

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِدْرِيْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر والے تھے

وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾

اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا بے شک وہ

ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں ہیں

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾

اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب چلا غصہ میں بھرا ہوا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے اور اندھیروں میں پکارا کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُــْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾

تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ایسے ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٨٩﴾

اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿٩٠﴾

تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا فرمایا اور اس کے لئے اس کی بی بی سنواری بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے تھے

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩١﴾

اور اس عورت کو جس نے اپنی پارسائی نگاہ رکھی تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور اسے اور اس کے بیٹے کو سارے جہان کے لئے نشانی بنایا

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ڮ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾

بے شک تمہارا دین یہ ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو میری عبادت کرو

وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾

اور اوروں نے اپنے کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے سب کو ہماری طرف پھرنا ہے

حل لغات چھٹا رکوع ۔ سورۃ انبیاء ۔ پ ۱۷

وَنُوْحًا ۔ اور نوح کو	اِذْ ۔ جب	نَادٰى ۔ اس نے پکارا	مِنْ قَبْلُ ۔ اس سے پہلے
فَاسْتَجَبْنَا ۔ تو ہم نے قبول کی	لَهٗ ۔ اس کی (دعا)	فَنَجَّيْنٰهُ ۔ تو ہم نے نجات دی اس کو	
وَاَهْلَهٗ ۔ اور اس کے گھر والوں کو		مِنَ الْكَرْبِ ۔ مصیبت	الْعَظِيْمِ ۔ بڑی سے
وَنَصَرْنٰهُ ۔ تو ہم نے مدد کی اس کی		مِنَ الْقَوْمِ ۔ اس قوم سے	الَّذِيْنَ ۔ جنہوں نے
كَذَّبُوْا ۔ جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا ۔ ہماری آیتوں کو	اِنَّهُمْ ۔ بے شک وہ	كَانُوْا ۔ تھے
قَوْمَ ۔ قوم	سَوْءٍ ۔ بری	فَاَغْرَقْنٰهُمْ ۔ تو ہم نے غرق کر دیا ان کو	
اَجْمَعِيْنَ ۔ سب کو	وَدَاوٗدَ ۔ اور داود	وَسُلَيْمٰنَ ۔ اور سلیمان	اِذْ ۔ جب

يَحْكُمٰنِ۔ فیصلہ کررہے تھے	فِي الْحَرْثِ۔ ایک کھیتی میں	اِذْ۔ جبکہ	نَفَشَتْ۔ رات کو چرگئیں
فِيْهِ۔ اس میں	غَنَمُ۔ بکریاں	الْقَوْمِ۔ قوم کی	وَكُنَّا۔ اور تھے ہم
لِحُكْمِهِمْ۔ ان کے فیصلے پر	شٰهِدِيْنَ۔ گواہ	فَفَهَّمْنٰهَا۔ تو ہم نے سمجھایا وہ مقدمہ	
سُلَيْمٰنَ۔ سلیمان کو	وَكُلًّا۔ اور ہر ایک کو	اٰتَيْنَا۔ دی ہم نے	حُكْمًا۔ حکمت
وَّعِلْمًا۔ اور علم	وَّسَخَّرْنَا۔ اور فرمانبردار کئے ہم نے		مَعَ۔ ساتھ
دَاوٗدَ۔ داؤد کے	الْجِبَالَ۔ پہاڑ	يُسَبِّحْنَ۔ تسبیح کہتے	وَالطَّيْرَ۔ اور پرندے
وَكُنَّا۔ اور تھے ہم	فٰعِلِيْنَ۔ کرنے والے	وَعَلَّمْنٰهُ اور سکھائی ہم نے اس کو	
صَنْعَةَ۔ صنعت	لَبُوْسٍ۔ لباس کی	لَّكُمْ۔ تمہارے لئے	لِتُحْصِنَكُمْ۔ تاکہ بچائے تم کو
مِّنْۢ بَاْسِكُمْ۔ تمہاری لڑائی سے		فَهَلْ۔ تو کیا	اَنْتُمْ۔ تم
شٰكِرُوْنَ۔ شکر کرنے والے ہو		وَلِسُلَيْمٰنَ۔ اور سلیمان کیلئے	الرِّيْحَ۔ ہوا
عَاصِفَةً۔ تیز (مسخر کی)	تَجْرِيْ۔ وہ چلتی	بِاَمْرِهٖۤ۔ اس کے حکم سے	اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ۔ اس
زمین کی طرف	بٰرَكْنَا۔ کہ برکت رکھی ہم نے	فِيْهَا۔ اس میں	وَكُنَّا۔ اور تھے ہم
بِكُلِّ۔ ہر	شَيْءٍ۔ چیز کو	عٰلِمِيْنَ۔ جاننے والے	وَ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ ۔ اور
شیطانوں میں سے	مَنْ۔ وہ بھی تھے جو	يَّغُوْصُوْنَ۔ غوطہ لگاتے	لَهٗ۔ اس کے لئے
وَيَعْمَلُوْنَ۔ اور کرتے	عَمَلًا۔ کام	دُوْنَ۔ سوائے	ذٰلِكَ۔ اس کے بھی
وَكُنَّا۔ اور تھے ہم	لَهُمْ۔ ان کی	حٰفِظِيْنَ۔ حفاظت کرتے	وَاَيُّوْبَ۔ اور ایوب
اِذْ۔ جب	نَادٰى۔ پکارا	رَبَّهٗۤ۔ اپنے رب کو	اَنِّيْ۔ بے شک
مَسَّنِيَ۔ پہنچی مجھے	الضُّرُّ۔ تکلیف	وَاَنْتَ۔ اور تو	اَرْحَمُ ۔ بہت رحم کرنے
والا ہے	الرّٰحِمِيْنَ۔ رحم کرنے والوں سے		فَاسْتَجَبْنَا۔ تو قبول کی ہم نے
لَهٗ۔ اس کی دعا	فَكَشَفْنَا۔ تو دور کی ہم نے	مَا بِهٖ۔ جو اسے	مِنْ ضُرٍّ۔ تکلیف تھی
وَّاٰتَيْنٰهُ۔ اور دیئے ہم نے اس کو		اَهْلَهٗ۔ اس کے گھر والے	وَمِثْلَهُمْ۔ اور ان کی مثل
مَّعَهُمْ۔ ان کے ساتھ	رَحْمَةً۔ رحمت	مِّنْ عِنْدِنَا۔ ہماری طرف سے	
وَذِكْرٰى۔ اور نصیحت	لِلْعٰبِدِيْنَ۔ عبادت گزاروں کو	وَاِسْمٰعِيْلَ۔ اور اسماعیل	وَاِدْرِيْسَ۔ اور ادریس
وَذَا الْكِفْلِ۔ اور ذوالکفل	كُلٌّ۔ سب	مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ۔ صبر کرنے والوں سے تھے	
وَاَدْخَلْنٰهُمْ۔ اور داخل کیا ہم نے ان کو		فِيْ رَحْمَتِنَا۔ اپنی رحمت سے	اِنَّهُمْ۔ بے شک وہ
مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ نیک لوگوں سے تھے		وَذَا النُّوْنِ۔ اور ذوالنون کو	اِذْ۔ جب
ذَّهَبَ۔ وہ گیا	مُغَاضِبًا۔ غصہ کی حالت میں	فَظَنَّ۔ تو اس نے خیال کیا	اَنْ۔ یہ کہ
لَّنْ نَّقْدِرَ۔ ہرگز نہ تنگی ڈالیں گے ہم		عَلَيْهِ۔ اس پر	فَنَادٰى۔ تو پکارا

فِی الظُّلُمٰتِ۔اندھیروں میں | اَنْ۔یہ کہ | لَآ اِلٰہَ۔نہیں کوئی معبود | اِلَّآ۔مگر
اَنْتَ۔تو | سُبْحٰنَکَ۔پاک ہے تو | اِنِّیْ۔بے شک میں ہی | کُنْتُ۔تھا
مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ظالموں میں سے | فَاسْتَجَبْنَا۔تو قبول کی ہم نے | لَہٗ۔اس کی دعا
وَنَجَّیْنٰہُ۔اور نجات دی ہم نے اس کو | مِنَ الْغَمِّ۔غم سے | وَکَذٰلِکَ۔اور اسی طرح
نُـْجِی۔نجات دیں گے ہم | الْمُؤْمِنِیْنَ۔مومنوں کو | وَزَکَرِیَّآ۔اور زکریا | اِذْ۔جب
نَادٰی۔پکارا اس نے | رَبَّہٗ۔اپنے رب کو | رَبِّ۔اے میرے رب | لَا تَذَرْنِیْ۔نہ چھوڑ مجھے
فَرْدًا۔اکیلا | وَّاَنْتَ۔اور تو ہے | خَیْرُ۔بہتر | الْوٰرِثِیْنَ۔وارث
فَاسْتَجَبْنَا۔تو ہم نے قبول کیا | لَہٗ۔اس کی دعا کو | وَوَھَبْنَا۔اور عطا کیا ہم نے | لَہٗ۔اس کو
یَحْیٰی۔یحیٰ | وَاَصْلَحْنَا۔اور درست کیا ہم نے | لَہٗ۔اس کے لئے
زَوْجَہٗ۔اس کی بیوی کو | اِنَّھُمْ۔بے شک وہ | کَانُوْا۔تھے | یُسٰرِعُوْنَ۔جلدی کرتے
فِی الْخَیْرٰتِ۔نیکیوں میں | وَیَدْعُوْنَنَا۔اور پکارتے تھے ہمیں | رَغَبًا۔امید
وَّرَھَبًا۔اور خوف سے | وَکَانُوْا۔اور تھے وہ | لَنَا۔ہم سے | خٰشِعِیْنَ۔ڈرنے والے
وَالَّتِیْٓ۔اور وہ عورت جس نے | اَحْصَنَتْ۔بچایا | فَرْجَھَا۔اپنی شرم گاہ کو
فَنَفَخْنَا۔تو پھونکی ہم نے | فِیْھَا۔اس میں | مِنْ رُّوْحِنَا۔اپنی روح | وَجَعَلْنٰھَا۔اور بنایا ہم
نے اس کو | وَابْنَھَآ۔اور اس کے بیٹے کو | اٰیَۃً۔نشانی | لِّلْعٰلَمِیْنَ۔جہان والوں
کے لئے | اِنَّ۔بے شک | ھٰذِہٖٓ۔یہ | اُمَّتُکُمْ۔تمہاری امت
اُمَّۃً۔امت | وَّاحِدَۃً۔ایک ہے | وَّاَنَا۔اور میں | رَبُّکُمْ۔تمہارا رب ہوں
فَاعْبُدُوْنِ۔تو عبادت کرو میری | وَتَقَطَّعُوْٓا۔اور ٹکڑے کیا انہوں نے
اَمْرَھُمْ۔اپنا کام | بَیْنَھُمْ۔آپس میں | کُلٌّ۔سب ہی | اِلَیْنَا۔ہماری طرف
رٰجِعُوْنَ۔رجوع کرنے والے ہیں

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع۔سورۃ انبیاء۔پ ۱۷

یہ تیسرا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

جب آپ کی قوم نے آپ کو تکلیفیں پہنچائیں تو انہوں نے رب تعالیٰ شانہ کے حضور کرب عظیم کی حالت میں پکارا جب آپ کی قوم نے آپ کو تکلیفیں پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے کنبے کے متبعین کو کشتی کے ذریعہ اس بلائے عظیم سے نجات دی اور سرکش و باغی و طاغی قوم کو اپنے قہر سے پانی میں غرق کر دیا۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قصہ سنا کر تسلی دی گئی ہے کہ آپ سے پہلی امتوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو ایسی ایسی تکلیفیں دی ہیں کہ غضب الٰہی عزوجل ان پر ٹوٹ پڑا اور وہ اس عذاب میں پکڑے گئے۔آپ کے مخالفین اس مہلت اور تاخیر

وتعویق عذاب سے بے خوف نہ ہوں۔

پھر چوتھا قصہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا بیان فرما کر یہ دکھلایا ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام کی نسل سے ایسے ایسے برگزیدہ اور صاحب تخت وتاج پیدا ہوئے اور یہ سب کچھ ان کی خدا پرستی کا پھل تھا۔

دوسرے یہ کہ کفار قریش اپنی تھوڑی سی آسودگی پر جو غرور اور سرکشی کرتے ہیں یہ ان کی کم ظرفی ہے انہیں حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کو دیکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی حکومت وثروت بخشی تھی کہ ہوا، پہاڑ، جن وشیاطین ان کے زیر حکومت تھے لیکن باوجود اس کے وہ خدا ترس اور خدا پرست تھے اور انصاف کے محور پر قائم تھے۔ جس کی ادنیٰ نظیر یہ ہے کہ

داؤد علیہ السلام سے باوجود نبی ہونے کے ایک فیصلہ میں لغزش ہوئی جو بکریوں کے کھیت میں نقصان کردینے کے متعلق تھا۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کے کہنے کو مان گئے۔

اور سلیمان علیہ السلام باوجود اس کے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے تھے لیکن غلط فیصلہ پر باپ کی پیروی نہ کی اور صاف جتادیا کہ یہ فیصلہ غلط ہے۔

تو ان مشرکین مکہ کو کیا ہو گیا کہ اپنے جاہل باپوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور ہوش نہیں کرتے۔ پھر آگے بکریوں کے چرنے کا قصہ فرمایا گیا۔

اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ۔ سے شروع ہوا۔

ابن سکیت رحمہ اللہ کہتے ہیں نفش عربی محاورہ میں بغیر چرواہے کے بکریوں کا چرنا ہے۔

یہ قصہ ابن مسعود، مقاتل رحمہما اللہ نے اس طرح نقل کیا ہے کہ

حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد حکومت میں ایک رات کسی چرواہے کی بے خبری میں بکریاں کسی کے انگور کے کھیت میں جا پڑیں بکریوں نے بیل چرلی اور انگوری خوشے خراب کردیئے۔

صبح یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے آیا۔ حضرت نے اس کے نقصان کا تخمینہ کرایا تو اس بکریوں کی مالیت سارے کھیت کی مالیت کے برابر ہوئی۔

آپ نے تمام بکریاں انگور والے کے سپرد کرادیں۔

فریقین جب باہر آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلے کی بابت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا فیصلہ سن کر آپ نے فرمایا کہ فریقین کے حق میں اس سے بہتر اور فیصلہ ہونا چاہئے تھا۔

یہ خبر حضرت داؤد علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے علی الفور حضرت سلیمان کو بلا کر فرمایا کہ اس سے بہتر فیصلہ کیا ہو سکتا تھا۔

سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا اس سے بہتر میری رائے میں یہ فیصلہ تھا کہ کھیت والے کو بکریاں دے کر حکم دیا جاتا کہ جب تک تیرا کھیت صحیح ہو کر اپنی حالت پر نہ آجائے ان کی اون اور ان کا دودھ تو استعمال کر اور بکری والا اس کے کھیت کی درستی کرے حتیٰ کہ وہ کھیت جب صحیح ہوجائے تو بکریاں بکری والے کو واپس مل جائیں اور کھیت کھیت والے کے سپرد ہو۔

اس پر فریقین نے بھی اظہار رضامندی کیا اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی بہت خوش ہوئے۔

آگے چل کر ان انعامات کا تذکرہ کیا گیا ہے جو منجانب اللہ عزوجل حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا ہوئے۔

پہاڑوں اور پرندوں کا آپ کے ساتھ تسبیح کرنا۔

مقاتل رحمہ اللہ راوی ہیں کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام جنگل میں تلاوت زبور فرماتے اور روتے تو آپ کے ساتھ پہاڑ اور پرند بھی تسبیح کرتے۔ 17B

کلبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تسبیح کی ہمنوائی سے یہ مطلب ہے کہ پہاڑ آپ کی تسبیح سے گونج جاتے اور پرندے پرے باندھ کر آپ کے گرد جمع ہو کر حمد وثنا کرتے تھے۔

داؤد علیہ السلام کو لوہا نرم کر کے زرہ بنانی سکھائی آپ سے پہلے زرہ بنانا کوئی نہ جانتا تھا حرب وجدال میں اس زرہ سے بہت مدد حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ نعمت داؤد علیہ السلام کے ذریعہ عطا فرمائی۔

آج کل کی دماغی اختراع میں توپ، مشین گن، ایٹم بم، ٹینک اور کیا کیا ایجاد ہوئے جو تمام کے تمام انسان کو ہلاک کرنے والے ہیں لیکن انسان کی محافظت کی کوئی چیز ایجاد نہ ہوسکی۔

اس لئے ارشاد ہوا صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ ہم نے زرہ بنانا سکھایا تا کہ تم محفوظ رہ سکو اور خدا تعالیٰ کا شکر کرو۔

پھر سلیمان علیہ السلام کے متعلق جو نعمتیں ہیں ان کا ذکر ہے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً۔ ہم نے سلیمان کے لئے ریح مسخر کی جس سے اپنی مرضی کے مطابق ملک شام کی سیر فرماتے تھے۔ سورہ صٓ میں اسی نعمت کا تذکرہ دوسرے الفاظ میں فرمایا فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ۔ اور سبا میں فرمایا وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ۔ سلیمان کے لئے ہم نے ہوا تابع کر دی تھی جس کی صبح وشام کی رفتار ایک ماہ کا راستہ تھا۔

سورہ صٓ میں ہوا کو نرم بتایا اور سورۂ انبیاء میں تند وتیز دکھایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہوا تیز ہی تھی لیکن اگر مرضی سلیمان ہوتو نرم بھی ہو جاتی تھی۔ جس میں آپ کو تکلیف نہ ہو۔

ان آیات میں یہ تذکرہ نہیں کہ آپ اس ہوا پر کس قسم کی سواری پر جاتے تھے۔

وہ کوئی تخت تھا جس پر تنہا تشریف فرما ہوتے تھے یا معہ مصاحبین اور وزراء کے جاتے تھے ایک ماہ کا راستہ کیسے صبح وشام طے ہوتا تھا۔ مقام اصطخر یا کسی مشرقی صوبہ سے سوار ہو کر دو پہر تک شام اور خاص یروشلم کیسے پہنچتے تھے۔

یہ کیفیت سفر مفسرین اسلام اور مؤرخین یہود میں مشہور اور مسلم ہے جس میں تذکرہ ہے کہ اس تخت کے چار کونوں پر وزراء اور بیچ میں آپ جلوہ افروز ہوتے تھے۔

علاوہ بریں اہل اسلام معجزے اور کرامت کو حق مانتے چلے آرہے ہیں بنابرایں آپ کی معجزانہ سواری ایسی ہو جیسے مفسرین ومؤرخین کا کہنا ہے تو عقلاً ممنوع یا محال نہیں۔

پھر یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سلیمان علیہ السلام نبی تھے اور نبی سے شان معجزانہ کا ظہور قطعی اور یقینی ہے انبیاء کرام سے ہر زمانہ میں عجائب وغرائب کا ظہور ہوتا رہا ہے۔

اور موجدین نے مادیات سے ایسے ایسے عجیب وغریب صنائع اختراع کئے کہ ان کے اب تذکرے دور از عقل اور محض

افسانہ بن کر رہ گئے ہیں۔

آج ایروپلین اور اس پر گریسن فورس اور مشین گن اور بم نائیٹروجن وائرلیس سے دنیا کے اس کنارے کی خبر اس کنارہ پر حاصل کرنا تمام ممالک سے دوسرے ممالک میں مقررین کی تقاریر، خطباء کے خطبہ، گویوں کے گانے براڈ کاسٹ ہونا گھروں میں بیٹھ کر ریڈیو کے ذریعہ تمام آوازیں جہاں سے چاہیں اور جہاں کی چاہیں سن لینا یہ بھی شاید ایک دور ایسا آئے کہ افسانہ کے طور پر سن کر مستبعد قرار دینا پڑے یا اتنی ترقی ہو جائے کہ اسے دقیانوسی ایجاد قرار دے دیا جائے۔

جیسے بیل گاڑی سے ترقی ہوئی تو ٹانگہ، فٹن، وکٹوریا نظر آنے لگیں۔ اس سے ترقی ہوئی تو سائیکل نے محو حیرت کر دیا۔ پھر اس سے ترقی ہوئی تو سائیکل وغیرہ لغو نظر آنے لگے۔ موٹر سائیکل سامنے آ گئی۔ ٹانگہ، فٹن، بیل گاڑی، رتھ، بہل، سگو دقیانوسی ایجاد ہو گئے اب موٹر کاریں نظر میں جچ گئیں۔

آئندہ معلوم نہیں کیا کیا یہ آنکھیں دیکھیں گی یا پہلی چیزوں کے دیکھنے کو ترسیں گی۔

بہر حال حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہوائی سواری کا نقشہ آج ایروپلین میں کچھ نظر آتا ہے۔ اس میں بھی لاسلکی پیام و کلام ہے۔ پائیلٹ بتاتا جاتا ہے کہ اب ہم زمین سے اتنی بلندی پر پرواز کر رہے ہیں ہوا کا یہ حال ہے وغیرہ وغیرہ۔

تو اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہر آبادی کا کلام فرداً فرداً ایک ایک کی گفتگو مسموع ہو گئی تو اس میں کوئی استبعاد عقلی نہیں۔

پھر جو لوگ معجزات و خرق عادات کو قصہ کہانی کہہ کر محض افسانہ کا درجہ دے دیتے ہیں وہ اپنی موجودہ ایجادات سے تو انکار کی جرأت نہیں کر سکتے۔

لیکن معجزہ سلیمانی کے متعلق انہیں جب کہیں سے تاویلی پہلو نہ ملا تو کتاب السلاطین کے پانچویں باب سے ایک افسانہ نکال کر معجزہ سے انکار کی جرأت کر ڈالی اور صاف کہہ دیا کہ قرآن تو صرف ہوا مسخر ہونا ہی بتاتا ہے۔

اور سلیمان علیہ السلام کا ایک جہازی بیڑہ تھا جسے جیرام شہر صور کے بادشاہ نے بیت المقدس کی تعمیر کے لئے لکڑیاں لانے کو بنایا تھا اور تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ لبنان کی طرف سے سمندر کی راہ سے وہ بیڑا یروشلم کی طرف آیا کرتا تھا۔

اور قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لیں۔

پھر وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ میں جو شیاطین یعنی جنوں کا تذکرہ ہے کہ یہ سب حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھے اور ان کی سرکشی کی وجہ میں انہیں بیڑیوں میں قید کر رکھا تھا۔ اور ان میں بہت سے جنوں کو مختلف کاموں پر لگا رکھا تھا۔ بعض کو سمندر میں غوطہ لگا کر موتی نکالنے کی خدمت پر مامور کیا ہوا تھا۔ یہ تمام تذکرہ سورہ سبا میں موجود ہے۔

اور یہ قوم محض قدرت خداوندی عزوجل سے سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں تھی۔ چنانچہ ارشاد ہے وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ۔ اور یہ حقیقت ہے کہ قوم جن آتشی مخلوق ہے۔ اسی وجہ سے وہ انسان سے قوی ہے اور ان کا قدرت خداوندی عزوجل سے کسی بابرکت انسان کے قبضہ میں آ کر اس کے حکم کے مطابق کام کرنا مستبعد نہیں۔

پھر عاملین کاملین کے عجائبات ایسے ایسے نادر ہیں کہ عقل ماننے میں تأمل کرتی ہے لیکن صحیح روایات کا کہاں تک رد کیا جائے چنانچہ ہم بعض عجائبات معتبر روایات سے پیش کرتے ہیں جسے امام اہل سنت مجدد ملیۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنی شاہکار تصنیف ''الدولۃ المکیۃ'' میں نقل فرمایا۔

اس میں بسط زمان پر عارف جامی قدس سرہ السامی سے تتمہ روایات پر بغرض افہام عوام فرماتے ہیں کہ بسط زمان کی قوت بعض اولیاء کرام کو حاصل ہو جاتی ہے تو برسہا برس کے کام لمحہ بھر میں کر لیتے ہیں چنانچہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کا ایک قصہ نقل فرماتے ہیں۔

اِنَّهُ كَانَ لِشَيْخِ الشُّيُوْخِ اِبْنِ سَكِيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مُرِيْدٌ صَائِغٌ وَكَانَتْ وَظِيْفَتُهُ اَنْ يَذْهَبَ بِسَجَّادَاتِ الصُّوْفِيَّةِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ وَ يَبْسُطَهَا فَاِذَا صُلِّيَتِ الْجُمُعَةُ جَاءَ بِهَا اِلَى الْخَانْقَاهِ۔الخ

پوری طرح مفصل ترجمہ

میزان کبریٰ میں عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عارف نامی سید عبدالرحمٰن جامی بسط زمان کے دلائل بیان کرتے ہوئے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ

ان کے زمانہ میں شیخ الشیوخ حضرت ابن سکینہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید رنگریز تھے ان کے ذمہ یہ خدمت تھی کہ صوفیاء کرام کے لئے جمعہ کے روز جامع مسجد میں جانمازیں لے جا کر بچھائیں اور جب وہ فارغ ہو جائیں تو تمام مصلے خانقاہ میں واپس لا کر محفوظ کر دیں۔

ایک جمعہ کا واقعہ ہے کہ مصلے جمع کر کے انہیں باندھ کر مسجد میں لے جا رہے تھے کہ جمعہ کے غسل کے لئے دجلہ پر آئے اور کپڑے اتار کر غوطہ مارا جب سر نکالا تو اس جگہ کے علاوہ کہیں اور تھے پوچھا یہ کیا جگہ ہے بتایا گیا یہ مصر ہے سخت متعجب ہو کر باہر نکلے تہ بند سے ہی شہر کی طرف آئے اور ایک رنگریز کی دکان دیکھ کر کھڑے ہو گئے اس رنگریز نے فراست سے جانا کہ شاید یہ بھی رنگریز ہے پوچھنے پر تصدیق ہوگئی کہ یہ رنگریزی کے فن کا ماہر ہے۔

دکاندار نے اسے احترام سے بٹھایا اور اپنے ساتھ گھر لے گیا اور اپنی لڑکی کا اس کے ساتھ عقد کر دیا۔ اس سے سات سال میں تین بچے ہوئے کہ

ایک روز دجلہ پر آیا اور غوطہ لگایا سر نکالا تو اپنے کو اسی مقام پر دجلہ کے پایا جہاں سے وہ مصر آیا تھا۔ اور سات سال گزار کر دریا پر نہانے آیا تو اس کے کپڑے ساحل پر ویسے ہی رکھے ہوئے تھے اس نے وہ کپڑے پہنے اور خانقاہ کی طرف آیا تو مصلوں کا وہی حال پایا جیسا کہ اس نے لپیٹا تھا۔

اور اس کے ساتھی کہنے لگے جلدی چلو کہ بعض لوگ جامع مسجد جا چکے ہیں یہ مصلے لے کر مسجد پہنچے نماز جمعہ پڑھی پھر خانقاہ پر آئے پھر جلدی جلدی گھر پہنچے تو بیوی کہنے لگیں آپ کے وہ مہمان کہاں ہیں جن کے لئے مچھلی آپ نے تلوائی تھی میں نے مچھلی تل رکھی ہے یہ ان مہمانوں کو ساتھ لے کر آئے اور مچھلی کھائی۔

پھر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر آ کر سب قصہ سنایا اور عرض کیا مصر میں سات سال گزار کر آیا ہوں وہاں میرے بچے بھی ہیں۔ حضرت ابن سکینہ رحمہ اللہ نے حکم دیا کہ مصر جا کر بیوی بچے لے آئے۔

چنانچہ یہ گئے وہاں سے معہ بیوی بچوں کے واپس آئے تو حضرت ابن سکینہ رحمہ اللہ نے تصدیق فرمائی اور پوچھا جس دن تو دجلہ سے مصر پہنچا تھا اس دن تیرے دل میں کیا وسوسہ تھا۔ عرض کیا حضور کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ سے میرے دل میں خلجان واقع ہو گیا تھا۔

حضرت ابن سکینہ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی کہ تیرا خلجان دفع فرما دیا اور تیرے ایمان کو صحیح کر دیا اسے بسط زمان کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ چاہے بسط زمان فرما دیتا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ چاہے قبض زمان کر دیتا ہے۔

پھر اس قسم کی دوسری حکایت فتوحات میں ہے کہ ایک جوہری اپنے گھر سے آٹا گوندھ کر تنور پر آیا اور اسے غسل جب کرنا تھا آٹا دے کر نیل پر آیا غوطہ لگایا سر نکالا تو سب بھول گیا اور دیکھا کہ وہ بغداد میں ہے۔ یہاں اس نے نکاح کیا اور چھ سال بغداد رہا بچے ہوئے پھر ایک دن دریا پر آیا غسل کیا کہ واپس نیل پر اپنے کو پایا اور کپڑے پہن کر تنور پر آیا اور روٹیاں لے کر گھر آ گیا۔

جب چند ماہ گزر گئے تو بغداد والی بیوی معہ بچوں کے آئی اور جوہری کا گھر پوچھتے پوچھتے آ پہنچی۔ جوہری نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ پہلی بیوی متعجب ہو کر کہنے لگی تم نے یہ عقد کب کیا تھا جوہری نے کہا چھ سال گزرے یہ دونوں روایتیں نفحات الانس فارسی سے نقل کی گئیں۔

ایسے ایسے چند عجیب وغریب واقعات اور بھی ہیں جو سبع سنابل وغیرہ سے منقول ہیں۔

منجملہ اس کے عہد سلطان ہمایوں کا ایک قصہ سیمیاوی کا بھی نقل کیا ہے جو شمس آباد میں ہوا کہ وہاں ایک شخص سیمیاوی تھا جو لوگوں کو عجائبات دکھایا کرتا تھا۔

ایک روز شیخ احمد فرملی اور شیخ احمد استاذ جو وہاں کے اجلہ علماء سے تھے دونوں اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا لوگوں کو عجائبات دکھاتا ہے ہمیں بھی کچھ دکھا اس نے انہیں بٹھایا۔

اور ایک سرکنڈا جسے پنجابی میں کانا کہتے ہیں لے کر اسے دروازہ کی طرح زمین میں گاڑ دیا اور کہا کہ حضرت فرملی آپ اس میں سے داخل ہوں۔

جب آپ نے اس سرکنڈے کے دائرہ میں قدم رکھا ان کے ذہن سے سب نسیاً منسیا ہو گیا اور خیال میں آیا کہ میں گجرات جانے کے لئے گھر سے چلا ہوں۔ مختصر یہ کہ طے مراحل وقطع منازل کرتے کرتے ایک مدت بعد گجرات آ گئے۔ یہاں ایک باغ نظر آیا آپ نے اس سے کچھ پھل چنے تھے کہ اچانک مالی آ گیا اس نے چیخنا شروع کیا کہ یہ باغ یہاں کے حاکم کا ہے تم نے بلا اجازت یہ پھل کیوں لئے آخر گرفتار کر لیا اور حاکم کے روبرو پیش کر دیا حاکم نے اپنی فراست سے سمجھا کہ یہ شریف آدمی ہیں۔

مالی کو دھمکایا۔ زجر وتوبیخ کیا اور حضرت شیخ فرملی رحمہ اللہ سے پوچھا آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں۔

حضرت فرملی رحمہ اللہ نے کہا میں ایک مسافر ہوں، فرملی ہوں۔ اس وقت میرا وطن قنوج ہے ادھر میں اس غرض سے آیا ہوں کہ ملازمت کروں۔ حاکم گجرات خوش ہوا اور کہا آپ میری مصاحبت میں رہیں آپ کو دو گھوڑے پیش کئے اور کھانا مقرر کر دیا مکان رہنے کو دے دیا۔

چنانچہ شیخ وہاں برسوں رہے اور نکاح بھی کیا اولاد بھی ہوئی اور سلطانی مصاحبوں میں رہے ایک روز شکار یا پولو کے لئے

بادشاہ کے ساتھ نکلے تو یہاں پانچ سال گزر چکے تھے حتیٰ کہ اب آپ کے بال بھی سفید ہو چکے تھے کہ اچانک گھوڑے پر سے آپ کو وہی سرکنڈا نظر آیا اس میں سے چند قدم آگے بڑھے کہ شیخ احمد استاذ رحمہ اللہ نظر آئے انہوں نے معانقہ کر کے پوچھا آپ گجرات کب آئے۔

استاذ نے فرمایا کیسی گجرات ہم تو شمس آباد میں ہیں۔ سیمیاوی کے گھر آئے تھے اور ابھی آپ اس سرکنڈے کے دروازے میں گئے تھے اور ابھی واپس آئے ہو۔ تو فرلی کو یاد آیا۔ پھر اپنے کو دیکھنے لگے تو ویسے ہی عنفوان شباب میں تھے۔

پھر ابریز شریف میں بھی ایسا ہی عجیب وغریب قصہ مذکور ہے۔ انتہی مختصراً

بہر حال یہ سب ایسے امور ہیں جن کے تسلیم کرنے کے لئے عقل آسانی سے تیار نہیں ہوتی۔ لیکن یہ سب کتابیں معتبر اور اتنی صحیح ہیں کہ اس کے مؤلفین پر گمان بھی ممکن نہیں۔

بہر حال یہ واقعات ہوں یا کرامات ومعجزات روشنی جدید کی تاریکیوں کی نابینا سفہاء الاحلام مادہ پرست افراد تو نہ مانتے ہیں نہ مانیں گے۔

ایک گریجویٹوں ابناء فرنگ کے سرا ور سردار نے تو اتنی سختی سے تاویلات رکیکہ پر زور دیا کہ یٰٓاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا کو بھی کہہ دیا کہ یہ ایک قوم تھی جس کا نام نمل تھا۔ عام اس سے کہ تاریخ وسیر میں نمل کسی قوم کا نام بھی نہ ملا ہو لیکن اسی تحریر پر مٹنا مرنا انگریزی زدہ افراد کے لئے لازمی ہے۔ با آنکہ انہیں انگلش زدہ افراد میں بڑے بڑے انگریزی خواں ایسے بھی ایمانی قوت کے شیر ہیں انہوں نے ان اندھوں کی آنکھوں میں تاریخی دلائل کا سرمہ ڈالا اور سمجھایا کہ آنکھیں کھول کر اس سرمہ کے ذریعہ روشنی پیدا کرو۔

ان میں سید سلیمان صاحب تاریخ رحمۃ للعالمین ہیں۔ اکبر الہ آبادی ہیں۔ اور ایسے ایسے بہت ہیں۔

لیکن جن کی آنکھوں میں نیچریت اور دہریت والحاد کے جالے چھا گئے ہیں وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت نہر فرات سے لے کر زمین فلسطین تک تھی ادھر مصر کی سرحد تک تھی اور دریا کے اس پار تفسح سے لے کر غرہ تک کے تمام حکمران تاجدار اور رؤسا آپ کے باجگذار تھے اور اس کی سند کتاب السلاطین کے چوتھے باب سے لیتے ہیں۔

اور جنوں کے چونکہ ماننے میں عقل کے ماتے تامل کرتے ہیں اس لئے کہ اس کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں کہ قوم عمالقہ کو اس کی سرکشی، تنومندی اور قوت کی وجہ سے کبھی جن کبھی شیاطین کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے آج کل بھی سرکش بدمعاش آدمی کو شیطان اور نہایت طاقتور انسان کو جن کہہ دیتے ہیں اسی طرح اس زمانہ کے قوی ہیکل آدمی کو جن اور بدمعاش کو شیطان کہتے تھے۔

اللہ عزوجل ہدایت دے اور عقل کے ناخون کاٹ دے تو انہیں یہ حقیقت تو غالباً ماننی پڑے گی کہ ایک اصل مسمیٰ ہوتا ہے اور ایک مشبہ بہ مسمیٰ۔ تو کیا جب بولا جاتا ہے کہ فلاں تو دیو ہے فلاں تو جن ہے فلاں بڑا شیطان ہے تو لوگ اسے اصل دیو یا جن یا شیطان سمجھ لیتے ہیں۔

ارباب معانی کے یہاں اسی وجہ میں معنی لازمہ بینہ کی تعریف میں مسمی کا نام لینے سے اس کا تصور ذہن میں آنا لکھتے ہیں۔

مثلاً جب آگ کہا جائے تو ذہن اس کی حرارت وتمازت کا نقشہ قبول کر لے اسے معنی لازمہ کہا جاتا ہے۔ جب برف کا نام لیا جائے تو اس کی برودت ذہن متحضر کر لے اس کو معنی لازمہ کہتے ہیں۔

چنانچہ حدیث میں بھی ایسی تشبیہات موجود ہیں جیسے ایک عورت اپنے خاوند کی تعریف کرتے ہوئے کہتی ہے:

زَوْجِیْ کَلَیْلِ تِھَامَۃِ لَا ھَامَئِۃِ وَلَا ئَامَۃِ لَا حَرِّ وَلَا قَرِّ

میرا خاوند مثل تہامہ کی رات کے معتدل ہے نہ موت ہے نہ بالکل برف نہ آگ ہے نہ ٹھنڈک۔

زَیْدٌ اَسَدٌ ۔ زَیْدٌ کَرِیْمٌ۔ زید شیر ہے اس کے یہ معنی کوئی نہیں لیتا کہ اس کی دم بھی ہے اور گوشت نوچنے کے ناخن بھی ہیں بلکہ محض جرأت اور شجاعت کے موقعہ پر شیر سے تشبیہ دیتے ہیں اور زید مثل راد پیپ کے ہے یعنی صفائی پسند نہیں۔

فلاں گندہ دہن ہے یعنی بدزبان ہے اسی طرح جب کہا جاتا ہے کہ فلاں دیو ہے فلاں جن ہے تو تنومند مراد لی جاتی ہے۔ فلاں شیطان ہے اس سے شرارت مراد لیتے ہیں۔ نہ یہ کہ جن شیطان بھی ایسے ہی ہیں جسے عنقا۔ عنقا کے متعلق مناطقہ نے تصریح کی ہے کہ وہ معلوم الاسم معدوم الجسم ہے۔

مگر جن شیطان وغیرہ معلوم الاسم معدوم الجسم نہیں ہے بلکہ آتشی مخلوق انسانی عام نظروں سے مخفی ہے۔

آگے پانچواں حصہ حضرت ایوب علیہ السلام کا ہے۔

اس میں اس امر کو دکھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاکباز بندوں کو ابتلاء ومصائب سے آزما کر عوام کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ وہ مقربین خاص محبین ذی اختصاص ہیں کہ ہر بلا ومصیبت پر بھی محور شکر واطاعت سے ان کی قدم متزلزل نہیں ہوتے۔

چنانچہ اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ آپ کی تعریف میں فرمایا گیا۔

آپ ایسے راسخ العقیدہ اور ثابت قدم تھے کہ

مال واسباب سب تباہ ہوا فقیر ہو گئے تو بھی شکر گزار رہے۔

تمام اولاد بیٹے بیٹیاں دفعۃً دب کر انتقال کر گئے تو بھی سجدۂ شکر ادا کرتے رہے۔

پھر خود پر شیطان نے کرموں کی شکل میں تسلط کیا تو بھی شکر ہی کرتے رہے۔

قوم نے فیصلہ دیا کہ یہ نبی نہیں ہیں۔ اگر نبی ہوتے تو یہ مرض لاحق نہ ہوتا بستی سے نکال دیا تب بھی شکر گزار رہے۔

جنگل میں ایک جھونپڑی میں مقیم رہ کر بھی شکر گزار رہے۔

اس واقعہ کو بائیبل کی کتاب ایوب میں بھی بیان کیا ہے اور اسلامی روایات میں بھی بیان کیا ہے۔ کہ

شیطان لعین نے بارگاہ حق تعالیٰ میں عرض کیا کہ ایوب علیہ السلام کو اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ جو فرمایا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہیں تو نے تمام نعمتوں سے نوازا ہے۔ پھر شکر گزار کیوں نہ ہو۔ بات تو جب ہے کہ ان پر مصائب وآلام لائیں اور پھر شکر گزار رہیں اور حرف شکایت زبان پر نہ لائیں تو میں بھی مان لوں گا کہ بے شک وہ عبد شکور وصبور ہیں۔

اس ذات بے نیاز نے اپنے شاکر وصابر کے امتحان دلانے کے لئے اس لعین کو اختیار دے دیا کہ تجھ سے جو کچھ ہوسکتا ہے وہ کر دیکھ میرا بندہ جو صابر ہے وہ صابر ہی رہے گا۔

آپ کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں کہ اچانک شیطان نے ایک دعوت میں ان پر چھت گرا دی وہ

سب شہید ہو گئے۔

آپ کی ملک میں سات ہزار بھیڑیں

تین ہزار اونٹ

پانچ سو جوڑی بیل

اور پانچ سو گدھیاں تھیں

ایک روز ایسا ہوا کہ ملک سبا کے لوگ آ پڑے اور سب چھین کر لے گئے اور آدمی مارے گئے جو باقی بچے ان پر آگ کا شعلہ آسمان سے آیا جس سے بچے ہوئے سب ہلاک ہو گئے۔

پھر ایک زور کی آندھی آئی جس نے تمام مکان اڑا دیئے۔

اور ان تمام حالات کی خبر ایک ہی وقت میں حضرت ایوب علیہ السلام کو ملی آپ نے سن کر سجدۂ شکر ادا فرمایا اور فرمایا میں شکم مادر سے ننگا آیا تھا اور قبر میں ننگا ہی جاؤں گا جس نے دیا تھا اسی نے لے لیا اس پر شکوہ کیسا ناشکری کیسی۔

شیطان نے اپنی حسد ورزی سے کہا کہ مال و منال ہی گیا ہے اس پر وہ شکر کیوں نہ کریں تندرستی ہزار نعمت ہے یہ بھی چھن جائے تو دیکھیں پھر صبر و شکر کیسے کرتے ہیں۔

ارشاد ہوا جا جسمانی صحت پر بھی تجھے جو کرنا ہے وہ کر لے میرا شاکر و صابر بندہ صابر و شاکر ہی رہے گا۔

چنانچہ شیطانی تسلط نے آپ کی صحت جسمانی پر بھی اثر ڈالا تمام بدن ایسا معلوم ہونے لگا کہ خارش سے خراب ہو گیا ہے۔ شیطان کی ذریت کیڑوں کی شکل میں جسم پر پھیلی۔ لوگوں کے طعن و تشنیع علیحدہ شروع ہوئی آخر ایک دن آپ نے بارگاہ حق میں رو کر عرض کیا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے:

وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔

اور وَاذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر رحمت فرمائی اور پہلی دولت و ثروت و نعمت سے دوگنی دولت و نعمت عطا فرما دی وَ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

مقاتل، قتادہ، ابن عباس اور ابن مسعود علیہم رضوان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلا ہلاک شدہ کنبہ زندہ کیا اور سات بیٹے تین بیٹیاں اور عطا فرمائیں۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا کے یہ معنی ہیں کہ ہر نعمت اولاد بیوی مال و منال بھیڑ، گائے، بیل، باغ و بہار سب دوچند عطا کیا۔

اس کے بعد آپ ایک سو چالیس سال زندہ رہے اپنی چار پشت دیکھیں یہ مضمون کتاب ایوب کے باب ۴۲ درس ۱۰ تا ۱۶ میں ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کس زمانہ میں تھے اس میں بھی اختلاف ہے۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حضرت رومی تھے انوص آپ کے والد کا نام تھا وہ عیص کے بیٹے تھے جو حضرت

اسحاق علیہ السلام کی نسل سے تھے۔

اور آپ کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقی پوتی تھیں جن کا نام رحمہ تھا۔

چونکہ عرب میں بنی اسماعیل جا کر بس گئے تھے اور حضرت ایوب علیہ السلام کی ان سے بہت قریب قرابت تھی اور آپ ان کے ہم زبان بھی تھے اس سے خیال کیا گیا ہے کہ آپ بھی عرب میں ہی مبعوث ہوئے تھے۔ لیکن یہ متعین نہیں ہو سکا کہ عرب کی کس بستی میں تھے۔

آپ کے ایام ابتلاء و مصائب میں بھی اختلاف ہے کسی نے سات برس بتائے کسی نے کم اور کسی نے زیادہ بھی لکھے ہیں چونکہ اس وقت کی تاریخ مکمل نہ تھی بنابرایں اس سے زیادہ تحقیق مشکل ہے۔

صاحب معالم وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام رومی تھے اور تیسری پشت میں عیص بن اسحاق علیہ السلام سے جا ملتے ہیں۔

اور صاحب انوار التنزیل سورۂ صٓ میں وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایوب حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور عیص کے بیٹے ہیں۔

بعض حضرت لوط علیہ السلام کا نواسہ لکھتے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک ان میں سے صابر تھا ان پر بھی مصائب ومحن آئے۔ اور حضرت اسماعیل اور حضرت ادریس کے حالات تو اپنے موقع پر آئیں گے۔

البتہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا تعارف یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے۔

حضرت زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں کفل حصہ کو بھی کہتے ہیں اور اس کپڑے کو بھی جو اونٹ کے پٹھوں پر ڈالتے ہیں۔

بہر حال اس میں مختلف بیان ہیں کہ آپ کو ذوالکفل کیوں کہا گیا۔

بعض کہتے ہیں ذوالکفل سے مراد حضرت زکریا علیہ السلام ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کو ہی ذوالکفل کہا گیا۔

اور اس قول میں باعتبار سند قوت معلوم ہوتی ہے کہ آپ کو الیاس علیہ السلام مانا جائے۔

آپ کو ذوالکفل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ

آپ نے بنی اسرائیل کا تکفل اپنے ذمہ لے لیا تھا۔

آپ غربا و مساکین کا تکفل فرمایا کرتے تھے۔

اس وجہ میں اس لقب سے مشہور ہو گئے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد با ہو ہے جو حضرت الیسع کے حکم سے بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا تھا جس نے بنی اسرائیل کی بت پرستی دور کی اور اس کا تکفل اس نے کیا تھا۔

یہ نیک بندہ تھا، بادشاہ تھا، نبی نہیں تھا۔

آگے حضرت ذوالنون علیہ السلام کا نواں قصہ ہے جو حضرت یونس علیہ السلام ہی ہیں۔

نون مچھلی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ مچھلی نے آپ کو نگل لیا تھا اس لئے آپ کو ذوالنون کہا جانے لگا۔

اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا۔ جب وہ غصہ ہو کر گئے قوم سے نہ کہ اللہ تعالیٰ عزاسمہ سے۔

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ۔ یہاں ظن بمعنی القضا ہے۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام کو یہ گمان ہوا کہ قوم پر من جانب اللہ سختی نہ ہوگی تو آپ قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کا مختصر حال یہ ہے کہ

آپ شہر نینوئ کی طرف بھیجے گئے تھے۔ یہاں کے لوگ بت پرست بدکار تھے انہوں نے جب حضرت یونس علیہ السلام کی ہدایت قبول نہ کی تو آپ نے عذاب الٰہی عزوجل ان پر نازل ہونے کی خبر دی اور بغیر حکم الٰہی عزوجل آپ نے اس عذاب کا وقت بھی مقرر فرما دیا۔

وہاں کے لوگوں کو جب آثار عذاب معلوم ہونے لگے تو سب مل کر صحرا کی طرف نکل گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری کے ساتھ توبہ کرنا شروع کر دی جس سے وہ عذاب ٹل گیا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے جو وقت عذاب کا فرمایا تھا اس وقت عذاب نہ آنے سے آپ کو شرمندگی ہوئی اور اسی شرم میں آپ وہاں سے چل نکلے راستہ میں دریا حائل تھا۔ آپ اول کشتی میں آئے پھر کشتی سے دریا میں کود پڑے اور مچھلی نے لقمہ کر لیا۔

مچھلی کی شکمی اندھیریوں میں جب آپ پھنس گئے اور فِي الظُّلُمٰتِ جمع کے صیغہ میں فرمانے کی یہ وجہ ہے کہ ایک تو مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، دوسرا دریائے شور کا اندھیرا، تیسرا رات کا اندھیرا۔

اور مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا اپنے رب عزوجل کے حضور عجز ظاہر کرنا تھا ورنہ درحقیقت نبی اس سے معصوم ہوتے ہیں مفصل حال اصل تفسیر میں آئے گا۔

پھر وَزَكَرِيَّآ فرما کر دسواں قصہ حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے جس میں اولاد کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یحییٰ علیہ السلام فرزند بخشے۔

اور وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا میں گیارہواں قصہ حضرت مریم علیہا السلام کا ہے وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ میں تصریح ہے کہ مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے جس میں قدرت حق کا اظہار تھا۔

اس کے بعد اہل اسلام کو فرمایا اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً

جس پر صاحب کشاف رحمہ اللہ کہتے ہیں امت بمعنی ملتاً ہے یہ بمعنی ملت اسلام ہے جس پر تم قائم ہو اور تمہیں اس پر قائم رہنا چاہئے یہی وہ ملت ہے جسے ملت واحدہ سے تعبیر کیا گیا۔

اس میں گویا یہ ہدایت مضمر ہے کہ تم میں اختلاف نہ ہونا چاہئے اور میں ہی تمہارا معبود ہوں سو تم میری ہی عبادت کرو۔

ایک قول میں اس امر کی تصریح ہے کہ اس سے مراد تمام انبیاء کرام ہیں کہ یہ سب ایک اصول پر قائم تھے۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع - سورۂ انبیاء - پ ۱۷

"وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝"۔

اور نوح کو جب اس نے پہلے ان سے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو زبردست

سختی سے نجات بخشی اور مدد دی ہم نے اس قوم پر جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں بے شک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔"

آلوسی رحمہ اللہ اس پر فرماتے ہیں اَیْ وَاذْکُرْ نُوْحًا وَ نَبَأَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ یاد فرمایئے۔

ایک قول میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قصہ ابراہیم علیہ السلام کا بیان فرما دیا تو وہ ابوالعرب تھے تو اس کے بعد قصہ ابوالبشر جو ابوالثانی ہیں بیان فرمانا ضروری تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام اب اول ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام اب ثانی ہیں یعنی طوفان کے بعد جو پیدا ہوئے وہ آپ کی ذریت ہی تھی۔

آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے

آپ متوشلخ بادشاہ کے بیٹے ہیں۔

اور متوشلخ اخنوخ یعنی ادریس علیہ السلام کا بیٹا تھا۔

اور آپ نے تمام انبیاء کرام میں طویل عمر پائی۔

مستدرک میں نوح کی وجہ تسمیہ کثرت بکا لکھی ہے۔

اور جوالیقی رحمہ اللہ کہتے ہیں لفظ نوح اعجمی ہے جو معرب کر لیا گیا ہے

کرمانی رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کے معنی سریانی میں ساکن کے ہیں۔

اور اِذْ نَادٰی یَعْنِیْ دَعَا اللّٰہَ تَعَالٰی آپ اپنے رب کو پکارے اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ میں دشمنوں میں مغلوب ہوں میری مدد فرما اور عرض کیا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔ الٰہی ان کافروں میں کسی کو زمین پر چلتا نہ چھوڑ۔ مِنْ قَبْلُ۔ یعنی جن کا ذکر ہم کر چکے ہیں ان سے پہلے۔ تو

"فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ۔" دُعَاءَہٗ۔ تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

فَنَجَّیْنٰہُ وَاَھْلَہٗ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ تو نجات دی ہم نے انہیں اور اہل ان کے کو کرب عظیم سے اور وہ طوفان تھا یا اذیت قوم وَاَصْلُ الْکَرْبِ الْغَمُّ الشَّدِیْدُ۔ کرب شدید غم کو کہتے ہیں۔

وَنَصَرْنٰہُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا۔ اور ہم نے مدد کی نوح کی اس قوم سے جس نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَنَصَرْنٰہُ کے معنی حَمَیْنَاہُ مِنْھُمْ بِاِھْلَاکِھِمْ ہیں یعنی محفوظ کر لیا ہم نے نوح کو ان سرکشوں سے انہیں ہلاک کر کے۔

بعض نے نصرت کے معنی اعانت کے لئے ہیں۔

اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ۔ بے شک وہ بری قوم تھی مُنْھَمِکِیْنَ فِی الشَّرِّ۔ شرارت میں منہمک تھی۔

فَاَغْرَقْنٰھُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ تو غرق کر دیا ہم نے سب کو۔ اس لئے کہ تکذیب حق اور انہماک فی الشر کا نتیجہ تو ہلاکت ہی ہے۔

"وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ۔ اور داؤد اور سلیمان کا قصہ یاد کرو جب وہ فیصلہ دیتے تھے ایک کھیتی کے جھگڑے کا۔"

یعنی حضرت داؤد بن ایشا بن عوبر بن باعر بن سلمون بن نحیشون بن عمر بن یارب بن حضرون بن فارض بن یہودا بن یعقوب علیہ السلام کا تذکرہ یاد دلایا گیا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سرخ رنگ، بڑا سر، گورا جسم، پوری داڑھی والے، گھونگھریالے بال رکھتے تھے اور آپ کی آواز نہایت دلکش تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ میں نبوت وملک اور سلطنت جمع فرمائے تھے كما قال آلوسى فى روح المعانى۔

اَحْمَرُ الْوَجْهِ ، بَسِيْطُ الرَّأْسِ ، اَبْيَضُ الْجِسْمِ ، طَوِيْلُ اللِّحْيَةِ فِيْهَا جُعُوْدَةٌ حَسَنُ الصَّوْتِ وَ جُمِعَ لَهُ بَيْنَ النُّبُوَّةِ وَالْمُلْكِ۔

وَ نَقَلَ النَّوَوِيُّ عَنْ اَهْلِ التَّارِيْخِ اِنَّهُ عَاشَ مِائَةَ سَنَةٍ وَ مُدَّةُ مُلْكِهٖ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً وَكَانَ لَهٗ اِثْنَا عَشَرَ اِبْنًا وَ سُلَيْمَانُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَحَدُ اَبْنَائِهٖ وَ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُشَاوِرُ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ اُمُوْرِهٖ مَعَ صِغَرِ سِنِّهٖ لِوُفُوْرِ عَقْلِهٖ وَ عِلْمِهٖ۔

نووی ارباب تاریخ سے ناقل ہیں کہ آپ کی عمر مبارک سو سال ہوئی اور آپ کی سلطنت چالیس سال رہی آپ کے بارہ صاحبزادے تھے ان میں حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ایک صاحبزادے تھے جن سے حضرت داؤد علیہ السلام اپنے امور مملکت میں مشورہ لیا کرتے تھے باآنکہ آپ صغیر السن تھے اس لئے کہ صغر سنی میں آپ کا علم اور عقل کا وفور تھا۔

اور آپ بھی بقول کعب سرخ وسفید جسیم ووسیم، حسین وضیع، خاشع متواضع تھے آپ کو اللہ عزوجل نے سلطنت تیرہ سال کی عمر میں عطا کی اور آپ کا انتقال ترپن سال میں ہو گیا۔

اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ۔ سے مراد وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے دیا پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے مشورہ سے اس فیصلہ کو بدلا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ مقدمہ انگور کے باغ کے متعلق تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ حرث مطلق کھیت کو کہتے ہیں۔

"اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ۔ جب پڑ گئیں رات میں بکریاں لوگوں کی اور ہم ان کے فیصلہ کے وقت موجود تھے۔"

نفش عربی محاورہ میں بغیر چرواہے کے رات میں بکریوں کے چرنے کو کہتے ہیں وَ كَانَ اَصْلُهُ الْاِنْتِشَارُ وَالتَّفَرُّقُ اَىْ اِذَا تَفَرَّقَتْ۔

واقعہ یہ ہے کہ عہد داؤد میں ایک قوم کی بکریاں بغیر چرواہے کی نگرانی کے کسی کھیت میں پڑ گئیں عام اس سے کہ وہ انگور کی بیلوں کا کھیت تھا یا کسی اور چیز کا۔ وہ چر گئیں اور انگور وغیرہ خراب کر گئیں۔

یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پیش ہوا آپ نے فیصلہ میں یہ تجویز کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں اس لئے کہ نقصان اس کھیت کا بکریوں کی مالیت کے برابر تھا۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ اس واقعہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

اَنْ دَخَلَ عَلٰى دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَجُلَانِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا اَنَّ غَنَمَ هٰذَا دَخَلَتْ فِيْ حَرْثِيْ لَيْلًا فَاَفْسَدَتْهُ فَقَضٰى لَهٗ بِالْغَنَمِ فَخَرَجَا فَمَرَّا عَلٰى سُلَيْمَانَ وَكَانَ يَجْلِسُ عَلَى الْبَابِ الَّذِيْ يَخْرُجُ مِنْهُ الْخُصُوْمُ۔

فَقَالَ كَيْفَ قَضٰى بَيْنَكُمَا اَبِيْ ۔ فَاَخْبَرَاهُ۔

فَقَالَ غَيْرَ هٰذَا اَرْفَقُ بِالْجَانِبَيْنِ فَسَمِعَهٗ دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ بِحَقِّ النُّبُوَّةِ وَالْاُبُوَّةِ اِلَّا اَخْبَرْتَنِيْ بِالَّذِيْ هُوَ اَرْفَقُ ۔

فَقَالَ اَرٰى اَنْ تَدْفَعَ الْغَنَمَ اِلٰى صَاحِبِ الْاَرْضِ يَنْتَفِعُ بِدَرِّهَا وَ نَسْلِهَا وَ صُوْفِهَا وَالْحَرْثَ اِلٰى صَاحِبِ الْغَنَمِ لِيَقُوْمَ عَلَيْهِ حَتّٰى يَعُوْدَ كَمَا كَانَ ثُمَّ لِيَتَرَادَّا۔

فَقَالَ الْقَضَاءُ مَا قَضَيْتَ وَاَمْضَى الْحُكْمَ بِذٰلِكَ وَكَانَ عُمْرُهٗ اِذْ ذَاكَ اِحْدٰى عَشَرَةَ سَنَةً وَ مَالَ كَثِيْرٌ اِلٰى اَنَّ حُكْمَهُمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ كَانَ بِالْاِجْتِهَادِ وَ هُوَ جَائِزٌ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ كَمَا بُيِّنَ فِي الْاُصُوْلِ۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں دو آدمی حاضر آئے ان میں سے ایک بولا کہ اس شخص کی بکریوں نے میرے کھیت میں داخل ہو کر رات کے وقت تمام کھیتی خراب کر ڈالی۔

آپ نے فیصلہ دیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں اس لئے کہ اس کا نقصان بکریوں کی قیمت کے برابر تھا فیصلہ سن کر دونوں فریق باہر آئے تو راہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام دروازہ پر تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا تم دونوں میں ابا جان نے کیا فیصلہ دیا۔

انہوں نے سب فیصلہ سنایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس کے علاوہ اگر اور فیصلہ کوئی ہوتا تو زیادہ مفید ہوتا۔

یہ خبر حضرت داؤد علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے فرمایا سلیمان کو بلاؤ جب آپ حاضر ہوئے تو فرمایا بیٹا تمہاری رائے میں کیا فیصلہ ہونا مناسب تھا۔

سلیمان علیہ السلام نے عرض کی میری رائے میں بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں کہ وہ ان کا دودھ پئے، اون اور بچوں سے فائدہ اٹھائے اور کھیتی بکری والے کے ذمہ کی جائے کہ وہ اسے درست کرے جب کھیتی اپنی اصلی حالت میں آجائے تو وہ کھیتی کھیتی والے کے سپرد کر دی جائے اور بکریاں بکری والے کو واپس کر دی جائیں۔

داؤد علیہ السلام نے فرمایا فیصلہ یہی ہے اس وقت آپ کی عمر مبارک گیارہ سال کی تھی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کا آپ کی طرف اتنا میلان ہو گیا کہ وہ فیصلہ میں ان کا مشورہ لیتے۔

یہ فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اجتہاداً سنایا تھا اور یہ اجتہاد انبیاء علیہم السلام کو جائز تھا چنانچہ اصول میں واضح کیا جا چکا ہے۔

درحقیقت فیصلہ داؤد علیہ السلام اور تجویز سلیمان علیہ السلام دونوں اجتہادی تھے۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں فیصلہ داؤدی اس مسئلہ کا حکم تھا اور تجویز سلیمانی میں صورت صلح کی تھی۔

اس لئے فرمایا کہ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا۔ اور دونوں کو ہم نے حکومت وعلم عطا فرمایا کہ اجتہاد وطریق دونوں جانتے تھے۔

اسی بناء پر یہ شرعی مسئلہ ہے کہ جن علماء کو اجتہاد کی اہلیت حاصل ہوانہیں ان امور میں اجتہاد کا حق ہے جن میں وہ کتاب و سنت کا حکم نہ پائیں۔ پھر اگر اجتہاد میں خطا بھی ہو جائے تو بھی ان پر مواخذہ نہیں۔

بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حکم کرنے والا اجتہاد کے ساتھ حکم کرے اور اس میں وہ مصیب ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو ایک اجر ہے چنانچہ فرمایا:

"فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا۔ ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو ہم نے حکومت وعلم عطا فرمایا۔" آگے ارشاد ہے:

"وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَ الطَّيْرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۞ وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ۔ اور مسخر فرما دیئے ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑ کہ تسبیح کرتے اور پرندے اور یہ ہمارے کام تھے اور ہم نے سکھائی اسے ایک پہناوے کی صنعت کہ بچائے تمہیں تمہاری لڑائی میں تو کیا تم شکر گزاری کرو گے۔"

اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کے پتھر اور پرندے آپ کے ساتھ ہمنوا ہو کر تسبیح کرتے اور زرہ سازی ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو سکھائی اس سے پہلے لوہے کی زرہ بنانا کوئی نہ جانتا تھا وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اسی وجہ میں دوسری جگہ فرمایا کہ ہم نے داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم کیا۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ شُرُوْعٌ فِيْ بَيَانِ مَا يَخْتَصُّ بِكُلٍّ مِّنْهُمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ مِنْ كِرَامَاتِهٖ تَعَالٰى يُسَبِّحْنَ يُقَدِّسْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى بِلِسَانِ الْقَالِ كَمَا سَبَّحَ الْحَصَا فِيْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ سَمِعَهُ النَّاسُ وَكَانَ عِنْدَ الْاَكْثَرِيْنَ يَقُوْلُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَكَانَ دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحْدَهٗ يَسْمَعُهٗ عَلٰى مَا قَالَ يَحْيَى بْنُ سَلَامٍ۔

وَ قِيْلَ يَسْمَعُهٗ كُلُّ اَحَدٍ۔

وَ قِيْلَ بِصَوْتٍ يَظْهَرُ لَهٗ مِنْ جَانِبِهَا۔

یعنی داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑ مسخر کئے ہم نے یہ اس بیان کا شروع ہے جو آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختص فرمایا آپ کے اعزاز میں زبانی قال سے پہاڑ تسبیح وتقدیس کرتے ہیں جیسے کنکریاں دست مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں تسبیح کرتی تھیں اور لوگ اس تسبیح کو سنتے تھے اور اکثر کا قول ہے کہ وہ سبحان اللہ تعالیٰ کہتی تھیں۔

اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ جو پہاڑ تسبیح کرتے تھے بقول یحییٰ بن سلام رحمہ اللہ وہ تسبیح صرف حضرت داؤد علیہ السلام ہی سنتے تھے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس تسبیح کو ہر ایک سنتا تھا۔

اور ایک قول ہے کہ آپ کے پہلو والے سنتے تھے۔

اور بعض نے کہا يُسَبِّحْنَ کے معنی يَسِرْنَ مِنَ السَّبَاحَةِ۔ يُسَبِّحْنَ کے معنی ساتھ چلنے کے ہیں یعنی اسے سباحت

سے لیا گیا اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا ہی کرشمہ قدرت تھا۔

آگے ارشاد ہے:

"وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ۔" اَیْ عَمَلُ الدِّرْعِ وَاَصْلُهٗ كُلُّ مَا يُلْبَسُ۔ "اور سکھایا اس کو ہم نے زرہ بنانا۔ لبوس محاورہ میں ہر اس لباس کو کہتے ہیں جو پہنا جائے۔

وَ قِيْلَ هُوَ اِسْمٌ لِلسَّلَاحِ كُلِّهٖ كَانَ دِرْعًا اَوْ غَيْرَهٗ۔ ایک قول ہے کہ لبوس نام ہے ہر سلاح کا عام اس سے کہ وہ زرہ ہو یا کچھ اور

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں كَانَ الدُّرُوْعُ قَبْلَ ذَالِکَ صَفَائِحُ فَاَوَّلُ مَنْ سَرَدَهَا وَ حَلَّقَهَا دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ پہلے زرہیں پتھروں کی ہوتی تھیں تو اول جس نے اسے بنا اور کڑیاں بنائیں وہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔

ایک روایت ہے اِنَّهٗ نَزَلَ مَلَكَانِ مِنَ السَّمَاءِ فَمَرَّا بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِلْاٰخَرِ نِعْمَ الرَّجُلُ دَاوٗدُ اِلَّا اَنَّهٗ يَاْكُلُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ فَسَاَلَ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يَرْزُقَهٗ مِنْ كَسْبِهٖ فَاَلَنَّ لَهُ الْحَدِيْدَ فَصَنَعَ مِنْهُ الدِّرْعَ۔ دو فرشتے آسمان سے اترے اور دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو ایک دوسرے سے کہنے لگا۔ داؤد بہت اچھے آدمی ہیں مگر یہ بیت المال سے کھاتے ہیں تو آپ نے باری تعالیٰ میں دعا کی کہ وہ کسب حلال سے روزی عطا فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے لوہا نرم فرمایا جس سے آپ زرہ بناتے۔

لِتُحْصِنَكُمْ تا کہ وہ زرہ تمہاری حفاظت کرے مِّنْۢ بَاْسِكُمْ۔ قِيْلَ اَیْ مِنْ حَرْبِ عَدُوِّكُمْ۔ دشمن کے مقابلہ میں اَیْ مِنْ اٰلَةِ بَاْسِكُمْ كَالسَّيْفِ۔ یعنی تکلیف دینے والے آلہ سے جیسے تلوار سے۔

"فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ۔ تو کیا تم شکر گزار ہو گے۔"

"وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ۔ اور سلیمان کے لئے تیز ہوا مسخر کر دی کہ اس کے حکم سے چلتی تھی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور ہم ہر شے جاننے والے ہیں۔"

اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَیْ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ فَاِنَّ تَسْخِيْرَ مَا سُخِّرَ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ بِطَرِيْقِ الْاِنْقِيَادِ وَالْكُلِّيِّ لَهٗ وَالْاِمْتِثَالِ بِاَمْرِهٖ وَنَهْيِهٖ۔ یعنی ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر کی۔ اس لئے کہ یہ تسخیر جو آپ کے لئے ہوئی وہ بطریق انقیاد کلی تھی آپ کے حکم کے ماتحت چلنے اور ٹھہرنے میں تھی۔

عَاصِفَةً۔ باوجود اس کے تیز و تند چلتی تھی۔

اور یہ تیزی کی صفت دوسرے بیان کے منافی نہیں جیسے فرمایا فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ كَبریٰ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً اس لئے کہ اس کا تیز و تند ہونا اور شدید الهبوب ہونا اس لئے تھا کہ قطع مسافت بعیدہ تھوڑی سی مدت میں کر سکے اور رُخَآءً کے معنی طیبة لینة کے ہیں تو فی نفسہا عاصف اور شدید الهبوب تھی اور طیبة لینة باعتبار ذہاب تھی جاتے وقت اور بصورت ایاب یعنی واپسی کے وقت سریع و شدید تھی۔ چنانچہ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً اس کا عاصف و رخاء ہونا بامر سلیمان علیہ السلام تھا۔

چنانچہ فرماتے ہیں اَیْ بِمَشِيْئَتِهٖ وَ عَلٰى وَفْقِ اِرَادَتِهٖ گویا وہ ہوا آپ کی مرضی کے ماتحت نرم و شدید چلتی تھی۔

جیسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی درخت کو اپنی طرف آنے کا حکم دیتے تو وہ بموجب حکم حاضر آتا تھا۔

سَلَکَ الشَّجَرُ نَطَقَ الْحَجَرُ شَقَّ الْقَمَرُ بِاِشَارَتِهٖ

اسی طرح اس زمین کی طرف جس میں اللہ تعالیٰ نے برکتیں رکھی تھیں۔ یعنی ملک شام

ابن عساکر سدی سے راوی ہیں وَ کَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَسْکَنُهٗ فِیْهَا وَالْمُرَادُ اَنَّهَا تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ اِلَی الشَّامِ رَوَاحًا سَارَتْ بِهٖ مِنْهَا بُکْرَةً۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا مسکن شام تھا تو آیۂ کریمہ میں یہ مراد ہے کہ وہ ہوائی سواری آپ کے حکم سے شام کی طرف شام کے وقت روانہ ہوتی اور صبح کے وقت وہاں سے چلتی تھی۔

وَ قِیْلَ کَانَ مَسْکَنُهٗ اِصْطَخر وَکَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَرْکَبُ الرِّیْحَ مِنْهَا فَتَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ اِلَی الشَّامِ۔

ایک قول ہے کہ آپ کا مسکن اصطخر تھا اور آپ ہوا پر سوار ہو کر ہوا کو حکم دے کر شام کی طرف روانہ ہوتے۔

ثُمَّ الظَّاهِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالرِّیْحِ هٰذَا الْعَنْصَرُ الْمَعْرُوْفُ الْعَالَمِ بِجَمِیْعِ اَصْنَافِهِ الْمَشْهُوْرَةِ وَ قِیْلَ الْمُرَادُ بِهَا الصَّبَا۔ ریح سے ظاہر مراد یہی عنصر ہے جو مشہور ہے اور بعض نے کہا اس سے مراد ریح صبا ہے۔

سلیمانی سواری کی کیفیت روایات کتب سیر سے

فِیْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ مَا ظَاهِرُهٗ ذَالِکَ۔

فَعَنْ مُقَاتِلٍ اَنَّهٗ قَالَ نَسَجَتْ لِسُلَیْمَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ الشَّیَاطِیْنُ بَسَاطًا مِّنْ ذَهَبٍ وَ اَبْرِیْسَم فَرْسَخًا فِیْ فَرْسَخٍ وَ وَضَعَتْ لَهٗ مِنْبَرًا مِّنْ ذَهَبٍ یَقْعُدُ عَلَیْهِ وَحَوْلَهٗ کَرَاسِیّ مِنْ ذَهَبٍ یَقْعُدُ عَلَیْهِ الْاَنْبِیَاءُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَ کَرَاسِیّ مِنْ فِضَّةٍ یَقْعُدُ عَلَیْهَا الْعُلَمَاءُ وَ حَوْلَهُمْ سَائِرُ النَّاسِ وَ حَوْلَ النَّاسِ الْجِنُّ وَالشَّیَاطِیْنُ وَالطَّیْرُ تَظِلُّهٗ مِنَ الشَّمْسِ وَ تَرْفَعُ رِیْحُ الصَّبَا الْبَسَاطَ مَسِیْرَةَ شَهْرٍ مِنَ الصَّبَاحِ اِلَی الرَّوَاحِ وَ مِنَ الرَّوَاحِ اِلَی الصَّبَاحِ۔

مقاتل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ شیاطین نے ایک چادر بنی سونے اور ریشم کے تاروں سے مربع ایک فرسخ کی عریض و طویل اس کے بیچ میں ایک سونے کا منبر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے رکھا اور اس کے گرد سونے کی کرسیاں رکھیں جس پر انبیاء کرام تشریف فرما ہوتے اور چاندی کی کرسیاں لگاتے جس پر علماء بیٹھتے اور ان کے گرد تمام لوگ اور جن و شیاطین ہوتے اور پرند پر ملا کر سورج سے سایہ کرتے۔

پھر باد صبا اس چادر کو اٹھا کر صبح کی سیر میں ایک ماہ کی بعد مسافت تک لے جاتی اور ایسے ہی شام کی سیر میں ایک ماہ کے بعد مسافت طے کرتی۔

بعض اوقات اس چادر کے ذریعہ آپ سیر فرماتے اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ آپ کا ایک مرکب لکڑی کا تھا جس میں ایک ہزار رکن تھے اور ہر رکن میں ایک ہزار گھر بنے ہوئے تھے۔

تو آپ کے ساتھ جن وانس سوار ہوتے اور ہر رکن میں ایک ہزار شیاطین ہوتے جو اس مرکب کو اوپر اٹھاتے پھر ہوا آتی جو نرم نرم طریقہ سے لے کر چلتی تو جو دیکھتا اسے نظر آتا کہ لشکر اور فوج آپ کو سایہ کئے جارہا ہے حیث قال۔

اِبْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ زَیْدٍ اَنَّهٗ قَالَ لِسُلَیْمَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَرْکَبٌ مِّنْ خَشَبٍ وَ کَانَ فِیْهِ اَلْفُ

رُکْنٍ فِیْ کُلِّ رُکْنٍ اَلْفُ بَیْتٍ یَرْکَبُ مَعَهٗ فِیْهِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ تَحْتَ کُلِّ رُکْنٍ اَلْفُ شَیْطَانٍ یَرْفَعُوْنَ ذَالِکَ الْمَرْکَبَ فَاِذَا ارْتَفَعَ اَتَتِ الرِّیْحُ الرُّخَاءُ فَسَارَتْ بِهٖ فَسَارُوْا مَعَهٗ فَلَا یَدْرِی الْقَوْمُ اِلَّا وَقَدْ اَظَلَّهُمْ مِنْهُ الْجُیُوْشُ وَالْجُنُوْدُ۔

اور یہ اکرام اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تسخیر ریاح سے یوں فرمایا کہ آپ نے گھوڑوں کے ملاحظہ میں انہماک فرماتے ہوئے عصر کے وقت کو تنگ کر دیا حتیٰ کہ عصر کی نماز فوت ہوگئی تو آپ نے تمام قیمتی گھوڑے ذبح کر ڈالے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس کے معاوضہ میں اس سے بہتر سواری عطا فرمائی جو سریع السیر اور راحت بخش تھی۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل فرماتے ہیں:

اِنَّ اِکْرَامَ اللّٰهِ تَعَالٰی لِسُلَیْمَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِتَسْخِیْرِ الرِّیْحِ لَمَّا فَعَلَ بِالْخَیْلِ حِیْنَ فَاتَتْهُ بِسَبَبِهَا صَلٰوةُ الْعَصْرِ وَذَالِکَ اَنَّهٗ تَرَکَهَا لِلّٰهِ تَعَالٰی فَعَوَّضَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ خَیْرًا مِّنْهَا مِنْ حَیْثُ السُّرْعَةِ مَعَ الرَّاحَةِ۔

اس کے بعد اپنے زمانہ کے اعتبار سے فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ سواری دی جس میں سرعت و راحت دونوں تھیں۔

آج اہل لندن اپنی جانیں ہلاک کر رہے ہیں اور ایسی کشتی کی ایجاد میں محو ہیں جو ہوا میں اڑے اور جہاں وہ چاہیں لے جائیں اور اس میں بخارات محتبس کر کے غبارہ کی شکل میں بنانا چاہ رہے ہیں آخر میں فرماتے ہیں وَلَا اَظُنُّهٗ یَتِمُّ حَسْبَ اِرَادَتِهِمْ۔ میرا گمان ہے کہ شاید وہ ارادہ میں کامیاب نہ ہوں۔

اَقُوْلُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ

آج اگر آلوسی ہوتے تو دیکھتے کہ مَنْ جَدَّ وَجَدَ کے اصول کے مطابق آج اہالیان لنڈن کامیاب ہو گئے اور انہوں نے آج ایروپلین بنا لیا جس میں ہوا کے اندر جہاں چاہیں اڑ کر پہنچ جاتے ہیں۔ اور یہ کُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ کا ظہور ہے۔ یعنی اس کے معنی یہ ہیں فَمَا اَعْطَیْنَاهُ مَا اَعْطَیْنَاهُ اِلَّا لِمَا نَعْلَمُهٗ مِنَ الْحِکْمَةِ یعنی ہم نہیں دیتے کسی کو جو کچھ دیتے ہیں وہ حکمت سے سکھا دیتے ہیں۔

تاکہ جو لوگ کرامت و معجزہ کے منکر ہیں وہ سمجھ سکیں کہ جب مادی قوتوں سے یہ کام کیا جا سکتا ہے اور کر لیا گیا تو روحانیات کی قوتوں سے بطریقہ اولیٰ ہو سکتا ہے اور ہوا۔

آگے ارشاد ہے:

"وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَیَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ۔ اور شیطانوں میں سے وہ بھی تھے جو غوطہ لگاتے اس کے لئے اور کام کرتے اس کے سوا اور ہم ان کے خود نگران تھے۔"

بعض شیاطین وہ بھی مسخر تھے جو سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ لگا کر آپ کے لئے جواہرات نکال کر لاتے اور اس کے علاوہ عجیب عجیب صنعتیں، عمارتیں، محل، برتن، شیشے کے ظروف اور اشیاء صابون وغیرہ بناتے اور چونکہ شیاطین تھے تو ان کی نگرانی اللہ تعالیٰ فرماتا تا کہ وہ سرکشی نہ کر سکیں۔

يَغُوْصُوْنَ۔ غوص سے ہے وَالْغَوْصُ الدُّخُوْلُ تَحْتَ الْمَاءِ وَاِخْرَاجُ شَیْءٍ مِّنْهُ۔ غوص پانی کے نیچے جا کر غوطہ لگا کر کسی شے کے لانے کو کہتے ہیں۔

وَ قَدْ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَاْمُرُهُمْ فَيَغُوْصُوْنَ فِی الْبِحَارِ وَ يَسْتَخْرِجُوْنَ لَهٗ مِنْ نَفَائِسِهٖ۔ حضرت 18
سلیمان علیہ السلام انہیں غوطہ لگانے کا حکم فرماتے تو وہ سمندروں میں غوطہ زنی کرتے اور عجیب و غریب و نفیس موتی اور جواہرات نکال کر لاتے۔

وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ۔ اس کے علاوہ اور کام بھی کرتے۔ شہر تعمیر کرنا، باغات بنانا اور مثل اس کے بہت سے صنائع عجیبہ ان سے بنوائے جاتے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے:

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ۔ وہ عمل کرتے جو حضرت سلیمان علیہ السلام چاہتے عمارتوں کی محرابیں، محراب کی جمع مَّحَارِيْبَ ہے اور مناظر، تَمَاثِيْلَ، تمثال کی جمع ہے وَ جِفَانٍ اور لگن كَالْجَوَابِ مثل حوضوں کے اور لنگر دار دیگیں۔

علاوہ اس کے اَنَّ الْحَمَّامَ وَالنُّوْرَةَ وَالطَّاحُوْنَ وَالْقَوَارِيْرَ وَالصَّابُوْنَ مِنْ اَعْمَالِهِمْ۔ غسل خانے، نورہ یعنی بال اڑانے کا پاؤڈر، طاحون چکیاں اور شیشے کے گلاس بوتلیں، صابن سازی یہ بھی ان کے کام تھے۔

اور قدیم صنعت سے صابون ہے۔ چنانچہ قِيْلَ وُجِدَ فِیْ كُتُبِ هَرْمَسَ وَ اَنْدُوْخِيَا وَ قِيْلَ مِنْ صَنَاعَةِ بُقْرَاطَ وَ جَالِيْنُوْسَ وَ قِيْلَ هُوَ مِنْ صَنَاعَةِ الْفَارَابِیْ وَ اَوَّلُ مَا صَنَعَهٗ فِیْ دِمَشْقَ الشَّامِ۔

کہا جاتا ہے کہ صابون کے نسخے ہرمس اور اندوخیا کی کتابوں سے ملے۔

ایک قول ہے کہ یہ بقراط اور جالینوس کی ایجاد ہے۔

ایک قول ہے کہ اس کا موجد ابونصر فارابی ہے اور سب سے پہلے یہ دمشق اور شام میں بنایا گیا۔

وَالشَّيَاطِيْنُ اَجْسَامٌ لَطِيْفَةٌ نَارِيَةٌ عَاقِلَةٌ وَ حُصُوْلُ الْقُدْرَةِ عَلَى الْاَعْمَالِ الشَّاقَّةِ فِی الْجِسْمِ اللَّطِيْفِ غَيْرُ مُسْتَبْعَدٍ فَاِنَّ ذَالِكَ نَظِيْرُ قَلْعِ الْهَوَاءِ الْاَجْسَامَ الثَّقِيْلَةَ۔

اور شیاطین چونکہ اجسام لطیفہ ناریہ عاقلہ تھے اور انہیں اعمال شاقہ پورے کرنے کی قدرت تھی اس لئے کہ جسم لطیف سے شاق سے شاق کام ہو جانا مستبعد نہیں چنانچہ ہوا پر اجسام ثقلیہ کا قلع آسان ہے۔

جبائی رحمہ اللہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان شیاطین کو اجسام کثیفہ خصوصیت سے عطا فرمائے اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا جب آپ وفات پا گئے تو انہیں اپنی خلقت اول میں تبدیل کر دیا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ شیاطین جو مسخر تھے وہ کافر تھے لِاَنَّ لَفْظَ الشَّيَاطِيْنِ اَكْثَرُ اِطْلَاقًا عَلَيْهِمْ اس لئے کہ شیاطین کا اطلاق کفار اجنہ پر ہی ہوتا ہے۔

اور اس کی تائید وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ سے بھی ہوتی ہے اَیْ مِنْ اَنْ يَّزِيْغُوْا عَنْ اَمْرِهٖ وَيُفْسِدُوْا یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی نگرانی اس لئے فرمائی کہ کہیں وہ اپنے کفر کی وجہ سے حکم سلیمان علیہ السلام سے سرتابی نہ کر سکیں اور نظام میں فساد نہ ڈال سکیں۔ آگے ارشاد ہے:

"وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ اور یاد فرمائیں واقعہ ایوب جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے پہنچی تکلیف اور تو بہت مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔"

حضرت ایوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

ارباب لغت نے تصریح کی ہے کہ اَلضُّرُّ بِالْفَتْحِ شَائِعٌ فِیْ کُلِّ ضَرَرٍ وَّ بِالضَّمِّ خَاصٌّ بِمَا فِی النَّفْسِ مِنْ مَرَضٍ وَّ هُزَالٍ وَ نَحْوِهِمَا۔ ضاد کی فتح سے ضر عام ہے ہر تکلیف کے لئے اور ضاد کے ضمہ سے خاص ہو جاتا ہے جو اپنی جان میں مرض اور کمزوری ہو۔

اور واؤ حالیہ سے عطف فرما کر اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ فرما کر یہ عرض کرنا مقصود تھا کہ اَنْتَ اَعْظَمُ رَحْمَةً مِّنْ کُلِّ مَنْ یُّتَّصَفُ بِالرَّحْمَةِ وَاِلَّا فَلَا رَاحِمَ فِی الْحَقِیْقَةِ سِوَاهُ جَلَّ شَانُهٗ وَ عَلَاهُ۔ تو ہی سب سے بڑا رحیم ہے اس سے جو بھی متصف بالرحمۃ ہے ورنہ حقیقتاً سوائے تیرے کوئی رحم کرنے والا نہیں ہے۔ بروایت ابن جریر

آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے

ایوب بن اموص بن زراح بن عیص بن اسحاق علیہ السلام

اور ابن عساکر رحمہ اللہ سے مروی ہے اِنَّ اُمَّهٗ بِنْتُ لُوْطٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاِنَّ اَبَاهُ مِمَّنْ اٰمَنَ بِاِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ آپ کی والدہ لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں اور آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں سے تھے۔

اسی بناء پر کہا گیا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھے۔

وَقَالَ ابْنُ جَرِیْرٍ کَانَ بَعْدَ شُعَیْبٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ آپ حضرت شعیب علیہ السلام کے بعد ہوئے۔

وَ قَالَ ابْنُ خَیْثَمَةَ کَانَ بَعْدَ سُلَیْمَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ ابن خیثمہ کہتے ہیں کہ آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد ہوئے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ عَنِ الْکَلْبِیِّ قَالَ اَوَّلُ نَبِیٍّ یُعِثَ اِدْرِیْسُ ثُمَّ نُوْحٌ ثُمَّ اِبْرَاهِیْمُ ثُمَّ اِسْمٰعِیْلُ وَ اِسْحٰقُ ثُمَّ یَعْقُوْبُ ثُمَّ یُوْسُفُ ثُمَّ لُوْطٌ ثُمَّ هُوْدٌ ثُمَّ صَالِحٌ ثُمَّ شُعَیْبٌ ثُمَّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنُ ثُمَّ اِلْیَاسُ ثُمَّ اَلْیَسَعُ ثُمَّ یُوْنُسُ ثُمَّ اَیُّوْبُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ۔

وَقَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ اَلصَّحِیْحُ اِنَّهٗ کَانَ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَلَمْ یَصِحَّ فِیْ نَسَبِهٖ شَیْءٌ اِلَّا اَنَّ اِسْمَ اَبِیْهِ اَمُوْصُ۔ صحیح یہ ہے کہ آپ بنی اسرائیل سے تھے اور آپ کے نسب میں صرف اتنا محقق ہوا ہے کہ آپ کے والد کا نام اموص ہے۔

آپ کا حلیہ مبارک

وَ کَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلٰی مَا اَخْرَجَ الْحَاکِمُ مِنْ طَرِیْقِ سَمُرَةَ عَنْ کَعْبٍ۔

طَوِیْلًا جَعْدَ الشَّعْرِ وَاسِعَ الْعَیْنَیْنِ حَسَنَ الْخُلْقِ قَصِیْرَ الْعُنُقِ عَرِیْضَ الصَّدْرِ غَلِیْظَ السَّاقَیْنِ

وَالسَّاعِدَيْنِ وَ كَانَ قَدِ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَبَسَطَ عَلَيْهِ الدُّنْيَا وَ كَثُرَ اَهْلُهُ وَ مَالُهُ فَكَانَ لَهُ سَبْعَةُ بَنِيْنَ وَ سَبْعُ بَنَاتٍ وَلَهُ اَصْنَافُ الْبَهَائِمِ وَ خَمْسُ مِائَةِ فَلَّاحُوْنَ يَتْبَعُهَا خَمْسُ مِائَةِ عَبْدٍ لِكُلِّ عَبْدٍ اِمْرَأَةٌ وَوَلَدٌ فَابْتَلَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِذَهَابِ وَلَدِهٖ بِهَدْمِ بَيْتٍ عَلَيْهِمْ وَ بِذَهَابِ اَمْوَالِهٖ وَبِالْمَرَضِ فِيْ بَدَنِهٖ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ سَنَةً اَوْ ثَلَاثَ عَشَرَ سَنَةً اَوْ سَبْعًا وَ سَبْعَةَ اَشْهُرٍ وَ سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَ سَبْعَ سَاعَاتٍ اَوْ ثَلَاثَ سِنِيْنَ۔

آپ طویل القامت گھونگریالے بال والے کشادہ آنکھوں والے تھے۔

نہایت خلیق درمیانہ گردن، چوڑا سینہ بھری ہوئی پنڈلیاں اور بازو والے تھے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی بنایا اور آپ پر دنیا کشادہ کی۔ اہل و مال بکثرت عطا فرمایا۔

آپ کے سات صاحبزادے سات صاحبزادیاں تھیں اور مویشیوں میں سے سب قسم کے جانور آپ کے پاس تھے۔

اور پانچ سو خدام کاشت کاری اور کھیت کیاری کرنے والے تھے۔

اور ہر کے تحت پانچ سو غلام تھے ہر غلام کے بیوی بچے تھے۔

کہ اللہ تعالیٰ نے امتحان میں ڈالکر یک لخت بیوی بچے ایک مکان کی چھت گرا کر ہلاک کر دیئے جس کی تفصیل ہم اول بیان کر چکے ہیں۔

اور مال و متاع تمام ضائع کر کے مرض بدن میں اٹھارہ سال مبتلا کیا۔

یا تیرہ سال یا سات سال سات مہینہ سات دن سات ساعت۔

یا تین سال۔

اور آپ کی عمر مبارک اس وقت ستر سال کی تھی۔

ایک قول ہے کہ اسی سال تھی۔

اور بعض نے اس سے بھی زیادہ عمر بتائی ہے۔

اور آپ کی تمام عمر بروایت طبرانی ترانوے سال کی تھی۔

اور بعض روایات سے اس سے بھی زائد تھی۔

اور آپ کی وہ بیوی جو ایام ابتلا میں آپ کی خدمت کرتی رہیں وہ ماخیہ بنت میشا بن یوسف علیہ السلام تھیں یا رحمہ بنت افراشیم بن یوسف تھی۔

انہوں نے ایک روز حضرت ایوب علیہ السلام سے عرض کیا:

لَوْ دَعَوْتَ اللّٰهَ تَعَالٰى۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا شفاء فرمائیں تو اللہ ضرور قبول فرمائے۔

فَقَالَ كَمْ كَانَتْ مُدَّةُ الرَّخَاءِ فَذَكَرَتْ مُدَّةً كَثِيْرَةً۔ آپ نے فرمایا آرام کی کتنی مدت تھی بیوی نے اس کی کافی مدت ظاہر کی۔

ایک روایت میں ہے کہ اسی سال بتائی۔ آپ نے فرمایا:

اَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ اَدْعُوَهٗ وَ مَا بَلَغْتُ مِنْ بَلَائِيْ مُدَّةَ رَخَائِيْ۔ مجھے شرم آتی ہے اللہ تعالیٰ سے کہ

میں اس سے عرض کروں حالانکہ میری مدت بلا مدت وسعت کے برابر نہیں پہنچی۔

ایک روایت میں ہے کہ ابلیس علیہ اللعنۃ آپ کی بیوی کے پاس آیا ایک حکمران کی ہیئت میں اور کہنے لگا: اَنَا اِلٰهُ الْاَرْضِ فَعَلْتُ بِزَوْجِكِ مَا فَعَلْتُ لِاَنَّهٗ تَرَكَنِيْ وَ عَبَدَ اِلٰهَ السَّمَآءِ فَلَوْ سَجَدَ لِيْ سَجْدَةً رَدَدْتُ عَلَيْهِ وَ عَلَيْكِ جَمِيْعَ مَا اَخَذْتُ مِنْكُمَا۔

میں زمین کا خدا ہوں تیرے خاوند کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ میں نے کیا ہے اس لئے کہ اس نے مجھے چھوڑ کر آسمان کے خدا کی پرستش شروع کر دی ہے اگر وہ مجھے سجدہ کرلے تو میں سب کچھ اسے واپس کر دوں جو میں نے تم دونوں سے لیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا اگر مجھے ایک سجدہ ایوب کرلیں تو میں ضرور ان کا مال اور ان کی اولاد سب واپس کر دوں اور تیرے خاوند کو شفا بخش دوں۔

تو حضرت رحمۃ یا ماخہ بنت میشا ایوب علیہ السلام کے پاس آئیں آپ بیت المقدس کے ایک کناسہ میں تھے (کناسہ اس مقام کو کہتے ہیں جہاں بھیڑ بکریاں بند کی جاتی ہیں یعنی باڑہ) کہ وہاں کوئی آپ کے قریب نہ جاتا تھا اور یہ سب قصہ سنایا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے سن کر فرمایا شاید تم بھی کسی امتحان میں مبتلا ہونے والی ہو یہ شیطانی باتیں ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا بخش دی تو میں تمہیں سو کوڑوں کی سزا دوں گا اور اب مجھ پر حرام ہے کہ تمہارے لائے ہوئے کھانے پینے سے کچھ کھاؤں۔

پھر آپ نے ان کو جھڑک کر نکال دیا اور تنہا اس کناسہ میں رہے کوئی آپ کا وہاں نہ نگران تھا نہ خبر گیر اسی حال میں آپ سجدہ میں گرے اور عرض کیا:

رَبِّ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

اے میرے رب مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

ابن عساکر حسن سے راوی ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام اسی حال میں تھے کہ دو آدمی گزرے اور کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ ان کی حاجت اور سوال کو پورا کرتا تو یہ اس حال کو نہ پہنچتے۔ یہ جملہ سن کر آپ نے سخت محسوس کیا اور جناب باری میں عرض کیا رَبِّ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ ایک بار جھکنے لگے کہ نماز میں رکوع کریں تو آپ نہ جھک سکے اس وقت آپ نے رَبِّ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ عرض کیا۔

نبی کسی ایسے مرض میں ہرگز مبتلا نہیں ہوتا جس سے لوگوں کو نفرت ہو یا وہ کسی کا محتاج ہو۔ جیسے پھوڑے پھنسی، مواد کا بہنا، کیڑوں کا پڑنا، نابینا ہونا، لیکن عارضی امتحان میں ایسا ہو تو مستبعد نہیں جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں میں بیاض آجانا یا جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کا امتحان میں ابتلا۔

چنانچہ ابن جریر وہب بن منبہ سے ناقل ہیں قَالَ كَانَ يَخْرُجُ فِيْ بَدَنِهٖ مِثْلُ ثَدْيِ النِّسَآءِ ثُمَّ يَتَفَقَّأُ۔ آپ کے جسم پر ایسے دنبل بنتے جو عورتوں کی چھاتیوں جیسے ہوتے پھر وہ پھوٹ کر مواد دیتے۔

وَ اَخْرَجَ اَحْمَدُ فِي الزُّهْدِ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهٗ قَالَ مَا كَانَ بَقِيَ مِنْ اَيُّوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَّا عَيْنَاهُ وَ

قَلْبُهٗ وَ لِسَانُهٗ فَكَانَتِ الدَّوَابُّ تَخْتَلِفُ فِيْ جَسَدِهٖ۔ آپ کے جسم مبارک میں سے سوا آنکھ اور دل اور زبان کے کوئی حصہ خالی نہ تھا اس پر کیڑے ادھر ادھر جسم پر پھرتے۔

وَاَخْرَجَ اَبُوْ نُعَيْمٍ وَابْنُ عَسَاكِرَ عَنْهُ اَنَّ الدُّوْدَةَ لَتَقَعُ مِنْ جَسَدِ اَيُّوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيُعِيْدُهَا اِلٰى مَكَانِهَا وَيَقُوْلُ كُلِيْ مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ جب کوئی کیڑا اجسد اطہر سے گر جاتا آپ اسے اٹھا کر وہیں رکھ دیتے جہاں سے گرا ہوتا اور فرماتے کھا اللہ کے رزق سے۔

ثُمَّ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا سَجَدَ فَقَالَ ذَالِكَ فَقِيْلَ لَهٗ اِرْفَعْ رَاْسَكَ فَقَدِ اسْتُجِيْبَ لَكَ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ فَرَكَضَ فَنَبَعَتْ مِنْ تَحْتِهٖ عَيْنُ مَآءٍ فَاغْتَسَلَ مِنْهَا فَلَمْ يَبْقَ فِيْ ظَاهِرِ بَدْنِهٖ دَابَّةٌ اِلَّا وَلَا جَرَاحَةٌ اِلَّا بَرِئَتْ۔

پھر جب ایوب علیہ السلام نے سجدہ کیا تو ارشاد ہوا ایوب سر اٹھایئے آپ کی دعا قبول ہوگئی اپنا پائے مبارک ماریئے چنانچہ آپ نے پائے اقدس مارا تو پیر کے نیچے سے ایک چشمہ گرم جاری ہوا آپ نے غسل فرمایا تو تمام بدن پر نہ کوئی کیڑا تھا نہ زخم انار کے دانہ کی طرح جسم مبارک ہوگیا۔

ثُمَّ رَكَضَ مَرَّةً اُخْرٰى فَنَبَعَتْ عَيْنٌ اُخْرٰى فَشَرِبَ مِنْهَا فَلَمْ يَبْقَ فِيْ جَوْفِهٖ دَاءٌ اِلَّا خَرَجَ وَ عَادَ صَحِيْحًا وَ رَجَعَ اِلَيْهِ شَبَابُهٗ وَ جَمَالُهٗ وَ ذَالِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى۔

پھر آپ نے دوبارہ پائے اقدس مارا تو سرد چشمہ جاری ہوگیا اس سے آپ نے پیا تو اندرون جسم سے سب تکلیف نکل گئی اور پھر سے آپ تندرست ہوگئے اور آپ کا شباب و جمال لوٹ آیا اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ۔ ہم نے ایوب کی دعا قبول کی اور جو اسے تکلیف تھی وہ کھول دی۔"

اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے حلیۂ اصطفاء سے نواز کر مقام بلند عطا فرما دیا اور آپ کی بیوی کو اس کا علم نہ تھا وہ آپ کی طرف سے اسی مرض کا گمان کر رہی تھیں۔

تو ان کے دل میں رقت آئی اور اپنے دل میں کہنے لگیں اگرچہ ایوب علیہ السلام نے مجھے دھتکار کر نکال دیا سہی لیکن اگر میں بھی ان کی پرواہ نہ کروں گی تو وہ بھوکوں مر جائیں گے اور انہیں کوئی درندہ کھا جائے گا مجھے چاہئے کہ میں ان کی خبر لوں۔

چنانچہ وہ کناسہ پر آئیں اور آپ کو وہاں نہ پایا اب یہ ادھر ادھر پھرنے لگیں اور وہ زار و قطار رو رہی تھیں اور لوگوں سے پوچھنے لگیں۔ اور اس سے خائف ہوئیں کہ ایوب علیہ السلام کہاں گئے۔

آخرش خود ایوب علیہ السلام نے انہیں بلا کر فرمایا مَا تُرِيْدِيْنَ يَا اَمَةَ اللّٰهِ اے اللہ کی بندی تو کیا چاہتی ہے؟ وہ رونے لگیں اور کہا اس کناسہ میں ایک مریض تھا میں اس کی تلاش میں ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرا اس سے کیا تعلق تھا تو آپ پھر روئیں اور فرمایا بَعْلِيْ وہ میرا خاوند تھا۔

حضرت نے فرمایا اَتَعْرِفِيْنَهٗ اِذَا رَاَيْتِيْهِ تو کیا تو اسے پہچان لے گی اگر دیکھے گی۔

وہ کہنے لگیں وَ هَلْ يَخْفٰى عَلَيَّ۔ ان کا کیا مجھ سے چھپا ہوا ہے۔

فَتَبَسَّمَ تو حضرت ایوب علیہ السلام متبسم ہوئے اور فرمایا اَنَا ذَالِكَ میں وہی ہوں فَعَرَفَتْهُ بِضِحْكِهٖ فَاعْتَنَقَتْهُ

تو آپ کے تبسم سے انہوں نے پہچانا اور معانق ہو گئیں۔ آگے ارشاد ہے:

''وَ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ۔ اور عطا فرمائے ہم نے اس کے گھر والے اور مثل ان کے اتنے ہی اور عطا کئے رحمت سے اپنی طرف سے اور نصیحت عبادت کرنے والوں کے لئے۔''

اس آیہ کریمہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰى اِمْرَاَتَهٗ اِلَیْهِ وَ زَادَ فِیْ شَبَابِهَا حَتّٰى وَلَدَتْ لَهٗ سِتًّا وَّ عِشْرِیْنَ ذَكَرًا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیوی عطا کی اور عمر شباب لوٹا دی یہاں تک کہ چھبیس لڑکے ان سے ہوئے۔

ابن مسعود، حسن اور قتادہ سے ہے اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَحْیٰى لَهٗ اَوْلَادَهُ الَّذِیْنَ هَلَكُوْا فِیْ بَلَائِهٖ وَ اُوْتِیَ مِثْلَهُمْ فِی الدُّنْیَا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ اولاد بھی زندہ فرمائی جو ابتلا میں ہلاک ہو گئی تھی اور اتنی ہی اور دنیا میں بخشی۔

اور ایک حدیث میں ہے اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانَ لَهٗ اَنْدَرَانِ اَنْدَرٌ لِلْقَمْحِ وَ اَنْدَرٌ لِلشَّعِیْرِ فَبَعَثَ اللّٰهُ سَحَابَتَیْنِ فَاَفْرَغَتْ اِحْدَاهُمَا فِیْ اَنْدَرِ الْقَمْحِ الذَّهَبَ حَتّٰى فَاضَ وَ اَفْرَغَتِ الْاُخْرٰى فِیْ اَنْدَرِ الشَّعِیْرِ الْوَرَقَ حَتّٰى فَاضَ۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے دو میدان کھلیان کے تھے ایک گندم اور ایک جو کا اللہ تعالیٰ نے دو ابر بھیجے جن سے گندم کے کھیت میں سونے کی گندم برسی اور جو کے کھیت میں چاندی برسی۔ اور وہ دونوں کھیت سونے چاندی سے بھر گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ بَیْنَمَا اَیُّوْبُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَغْتَسِلُ عُرْیَانًا خَرَّ عَلَیْهِ الْجَرَادُ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ اَیُّوْبُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَحْثِیْ فِیْ ثَوْبِهٖ فَنَادَاهُ رَبُّهٗ سُبْحٰنَهٗ یَا اَیُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَیْتُكَ عَمَّا تَرٰى قَالَ بَلٰى وَ عِزَّتِكَ لٰكِنْ لَا غِنٰى بِیْ عَنْ بَرَكَتِكَ ۔ وَ عَاشَ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْخَلَاصِ مِنَ الْبَلَاءِ عَلٰى مَارُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سَبْعِیْنَ سَنَةً۔

ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ آپ پر سونے کی ٹڈیاں گریں تو حضرت ایوب علیہ السلام انجھلے بھر بھر کر کپڑے میں ڈال رہے تھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوئی اے ایوب کیا ہم نے تمہیں غنی نہیں کر دیا اس سے جو تم دیکھ رہے ہو عرض کی بے شک اے میرے رب تیری عزت و جلال کی قسم لیکن میں تیری برکت سے بے نیاز ہونا نہیں چاہتا۔

اس کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام ستر سال زندہ رہے۔

یہ ہے رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا کا مفہوم وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ سے مراد اللہ تعالیٰ کے ماننے اور اس کی عبادت کرنے والوں کو ایسی ہدایت ہے کہ اسے پوجنے والے اس طرح رحمت سے متمتع ہوتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

''وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ۔ اور یاد فرمائیں قصہ اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو۔''

یہاں حضرت ذوالکفل کا تذکرہ سلک انبیاء کرام سے منسلک فرمایا حالانکہ اس میں مختلف روایات ہیں اور نام میں بھی اختلاف ہے۔

فَقِیْلَ بِشْرٌ وَ هُوَ ابْنُ اَیُّوْبَ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَعَثَهُ اللّٰهُ نَبِیًّا بَعْدَ اَبِیْهِ وَ سَمَّاهُ ذَا الْكِفْلِ وَ اَمَرَهٗ سُبْحَانَهٗ بِالدُّعَاءِ اِلَى التَّوْحِیْدِ وَ كَانَ مُقِیْمًا بِالشَّامِ عُمْرَهٗ وَ مَاتَ وَ هُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَّ سَبْعِیْنَ سَنَةً وَ اَوْصٰى

اِلٰی ابْنِہٖ عَیْدَانَ ثُمَّ بَعَثَ اللّٰہُ شُعَیْبًا۔

ایک قول ہے کہ یہ بشر تھے اور ایوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اللہ نے انہیں بعد ایوب علیہ السلام نبی کیا اور ان کا نام ذوالکفل رکھا اور انہیں توحید الٰہی کی طرف دعوت دینے کا حکم تھا اور آپ تمام عمر شام میں رہے آپ کا انتقال پچھتر سال کی عمر میں ہوا اور آپ نے اپنے بیٹے عیدان کو توحید کی وصیت کی ان کے بعد حضرت شعیب کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔

دوسرا قول: وَاَخْرَجَ ذَالِکَ الْحَاکِمُ عَنْ وَھْبٍ ۔ وَ قِیْلَ ھُوَ اِلْیَاسُ بْنُ یَاسِیْنَ بْنِ فَنْحَاصَ بْنِ عَیْزَارَ بْنِ ھٰرُوْنَ اَخِیْ مُوْسٰی بْنِ عِمْرَانَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ۔ ذوالکفل الیاس بن یاسین بن فنحاص بن عیزار بن ہارون برادر موسیٰ بن عمران علیہم السلام ہیں۔

تیسرا قول: وَ قِیْلَ یُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ وَ قِیْلَ اسْمُہٗ ذُوالْکِفْلِ۔ وہ یوشع بن نون ہیں کہا گیا ہے کہ انہیں کا نام ذوالکفل ہے۔

چوتھا قول: وَ قِیْلَ ھُوَ زَکَرِیَّا۔ ذوالکفل حضرت زکریا علیہ السلام کو ہی کہا گیا ہے یہ سب روایتیں کرمانی نے عجائب میں بیان کیں۔

پانچواں قول: وَ قِیْلَ ھُوَ الْیَسَعُ بْنُ اُخْطُوْبَ بْنِ الْعُجُوْزِ۔ ذوالکفل حضرت الیسع بن اخطوب بن عجوز ہیں۔

چھٹا قول: وَ زَعَمَتِ الْیَھُوْدُ اَنَّہٗ حِزْقِیَالُ وَجَاءَ تْہُ النُّبُوَّۃُ وَ ھُوَ وَسَطُ سَبْیِ بُخْت نَصَرَ عَلٰی نَھْرِ خُوْبَارَ۔ یہ اسرائیلی روایت ہے اور یہود کا گمان ہے کہ وہ حزقیل علیہ السلام ہیں جو نبی تھے اور جنہیں بخت نصر نے بابل میں نہر خوبار میں روکا تھا۔

ساتواں قول: ابو موسیٰ اشعری سے ہے اور مجاہد بھی اسی طرف ہیں کہ لَمْ یَکُنْ نَبِیًّا وَ کَانَ عَبْدًا صَالِحًا اِسْتَخْلَفَہُ الْیَسَعُ۔ ذوالکفل نبی نہیں تھے یہ ایک نیک آدمی تھے اور یہ خلیفہ حضرت الیسع ہیں۔

آٹھواں قول: اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ مُجَاھِدٍ اَلْیَسَعُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِشَرْطِ اَنْ یَصُوْمَ النَّھَارَ وَ یَقُوْمَ اللَّیْلَ وَلَا یَغْضَبَ فَفَعَلَ وَلَمْ یَذْکُرْ مُجَاھِدٌ اِسْمَہٗ۔ حضرت الیسع نے اس شرط پر اپنا نائب ذوالکفل کو کیا کہ صائم النہار اور قائم اللیل رہیں اور کسی پر غصہ نہ کریں تو آپ نے ایسا ہی کیا اور مجاہد نے نام کا ذکر نہیں کیا۔

نواں قول: اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ کَانَ قَاضِیًا فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَحَضَرَہُ الْمَوْتُ فَقَالَ مَنْ یَقُوْمُ مَقَامِیْ عَلٰی اَنْ لَّا یَغْضَبَ فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا یُسَمّٰی ذُوالْکِفْلِ۔ الخ۔ بنی اسرائیل میں ایک قاضی تھے جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے کہا میری جگہ کون قائم ہوتا ہے تو ایک شخص جس کا نام ذوالکفل تھا اس شرط کے ساتھ قائم ہوئے کہ وہ غضب ناک نہ ہوں گے۔

دسواں قول: اُخْرِجَ عَنِ ابْنِ حُجَیْرَۃِ الْاَکْبَرِ کَانَ مَلِکٌ مِنْ مُلُوْکِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَحَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ فَاَتَاہُ رَءُوْسُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَقَالُوا اسْتَخْلِفْ عَلَیْنَا مَلِکًا نَفْزَعُ اِلَیْہِ فَقَالَ مَنْ تَکَفَّلَ لِیْ بِثَلَاثٍ فَاُءَدِیْ اِلَیْہِ مُلْکِیْ فَلَمْ یَتَکَلَّمْ اِلَّا فَتًی مِّنَ الْقَوْمِ قَالَ اَنَا فَقَالَ اجْلِسْ ثُمَّ قَالَھَا ثَانِیَۃً فَلَمْ یَتَکَلَّمْ اَحَدٌ اِلَّا الْفَتٰی فَقَالَ تَکَفَّلْ لِیْ بِثَلَاثٍ وَ اُوْلٰئِکَ مُلْکِیْ تَقُوْمُ اللَّیْلَ فَلَا تَرْقُدُ وَ تَصُوْمُ فَلَا تُفْطِرُ وَ تَحْکُمُ فَلَا

تَغْضَبُ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَ لِيُتِكَ مُلْكِي۔

ایک بادشاہ بنی اسرائیل میں سے تھا جب اس کی موت کا وقت آیا تو سرداران بنی اسرائیل اس کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارے لئے کوئی اپنا خلیفہ مقرر کر دے اس نے کہا جو تین باتوں کا ذمہ لے اسے میں اپنے ملک پر مقرر کر دوں گا۔ اس پر کوئی نہ بولا سوائے ایک جوان کے اس نے کہا میں ذمہ لیتا ہوں اس نے اسے بیٹھنے کا حکم دیا اور دوبارہ پھر وہی شرطیں پیش کیں تو کوئی نہ بولا مگر وہی جوان تو بادشاہ نے کہا وہ تین شرطیں یہ ہیں جن پر میں اپنے ملک پر متولی کروں گا۔

قائم اللیل رہنا ہوگا رات میں قطعاً نہ سونا ہوگا۔

صائم الدہر ہونا ہوگا۔ دن میں کھانا قطعاً نہ ہو۔

اور قوم کے فیصلہ کرنے میں غضب ناک نہ ہو۔

جوان بولا مجھے منظور ہے۔ بادشاہ نے کہا میں نے اپنی مملکت کا تجھے متولی کیا۔ یہ ہیں ذوالکفل اور کفل کفالت سے ہے یا حصہ سے یا دو چند لینے سے۔ یہاں یہ نام اس بناء پر رکھا گیا کہ انہوں نے ہر سہ شرائط کا ذمہ پورا کیا۔

اور جس نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ذوالکفل کہا وہ اس بناء پر کہ آپ نے حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کا ذمہ لیا تھا۔

سب روایتیں نقل فرما کر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فِي تَسْمِيَةِ ذِي الْكِفْلِ اَقْوَالٌ مُّضْطَرِبَةٌ لَا تُصِحُّ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔ یعنی شخصے ع شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا۔ آگے ارشاد ہے:

"كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ یعنی ہر ایک ان میں سے صالح تھا۔"

یعنی شدائد و تکالیف و ابتلا کی برداشت میں۔

"وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا کہ وہ صالحین میں سے تھے۔"

یعنی وہ کامل تھے صلاح اور عصمت میں ذنوب سے۔ اس کے بعد حضرت ذوالنون کا تذکرہ ہے۔

"وَذَا النُّوْنِ۔" يَعْنِيْ اُذْكُرْ صَاحِبَ الْحُوْتِ يُوْنُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ابْنَ مَتّٰى وَ هُوَ اِسْمُ اَبِيْهِ عَلٰى مَا فِي صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ وَ غَيْرِهَا۔ اور یاد کیجئے ذکر صاحب حوت یونس بن متی علیہ السلام کو یہ نام متی حضرت یونس علیہ السلام کے والد کا ہے جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔"

وَالْيَهُوْدُ قَالُوْا بِمَا تَقَدَّمَ اِلَّا اَنَّهُمْ سَمُّوْهُ يُوْنَهُ ابْنُ بِيْتَا وَبَعْضُهُمْ يَقُوْلُ يُوْنَانَ ابْنُ اَمَاتِيْ وَالنُّوْنُ الْحُوْتُ كَمَا فِي الْقَامُوْسِ۔ اور یہود مذکورہ ناموں میں کہتے ہیں یونس بن متی کی جگہ یونہ ابن بیتا اور بعض کہتے ہیں یونان ابن اماتی اور نون مچھلی کو کہتے ہیں جیسا کہ قاموس میں ہے۔

"اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا۔" اَيْ غَضْبَانَ عَلٰى قَوْمِهٖ۔ اپنی قوم سے ناراض ہو کر گئے۔

وَ قِيْلَ غَضْبَانَ عَلَى الْمَلِكِ حِزْقِيْلَ۔ ایک قول میں ہے کہ آپ ملک حزقیل سے غضب ناک ہو کر گئے۔

ابن عساکر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں:

كَانَ يُونُسُ وَقَوْمُهُ يَسْكُنُوْنَ فَلَسْطِيْنَ فَغَزَاهُمْ مَلِكٌ وَ سَبٰى مِنْهُمْ تِسْعَةَ اَسْبَاطٍ وَ نِصْفًا فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى شَعْيَا النَّبِيِّ اَنِ اذْهَبْ اِلٰى حِزْقِيْلَ الْمَلِكِ وَقُلْ لَهٗ يُوَجِّهُ خَمْسَةً مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ لِقِتَالِ هٰذَا الْمَلِكِ وَوَجِّهْ يُوْنُسَ بْنَ مَتّٰى فَاِنَّهٗ قَوِيٌّ اَمِيْنٌ فَدَعَاهُ الْمَلِكُ (الٰى اخره)۔

اب مفصل ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

یونس علیہ السلام اور آپ کی قوم فلسطین میں رہتے تھے تو ایک بادشاہ نے ان پر چڑھائی کی اور بنی اسرائیل کے نو قبیلے پورے اور دسواں آدھا قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے شعیا نبی کی طرف وحی فرمائی کہ بادشاہ حزقیل کے پاس جاؤ اور اسے حکم دو کہ اس بادشاہ سے لڑائی کرنے کے لئے ایک ایسا لشکر روانہ کرے جس میں پانچ نبی بھی ہوں اور شعیا نے کہا کہ یونس بن متی کو ان میں ضرور شامل کرو کہ وہ طاقت ور اور امین ہے۔

تو بادشاہ نے یونس علیہ السلام کو بلایا اور لشکر کشی کا حکم دیا تو آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے متعلق حکم دیا ہے؟ بادشاہ نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے تو اس نے کہا نہیں تو یونس علیہ السلام نے فرمایا یہاں میرے علاوہ اور بھی کافی نبی ہیں۔

جب بادشاہ نے زیادہ اصرار کیا تو آپ غصے کی حالت میں وہاں سے نکل آئے۔ آپ بحیرۂ روم پر آئے تو یہاں انہوں نے دیکھا کچھ لوگ کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہونے والے ہیں آپ بھی ان کے ساتھ سوار ہو گئے جب گہرے سمندر میں پہنچے تو کشتی ہچکولے کھانے لگی اور غرق ہونے کے آثار نظر آنے لگے۔

تو ملاحوں نے کہا ہمارے ساتھ کوئی اپنے مالک سے بھاگا ہوا بے فرمان غلام ہے اور ہمارا یہ طریقہ ہے کہ جب ہم پر ایسی مصیبت آتی ہے تو ہم قرعہ ڈالتے ہیں پھر جس کے نام قرعہ نکلے ہم اس کو سمندر میں پھینک دیتے ہیں کہ ایک آدمی کا غرق ہو جانا ساری کشتی کے غرق ہونے سے بہتر ہے۔

پھر انہوں نے تین مرتبہ قرعہ ڈالا تو تینوں مرتبہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا تو آپ نے فرمایا میں ہی نافرمان اور بھاگا ہوا غلام ہوں تو آپ سمندر میں کود گئے ایک مچھلی نے آکر ان کو نگل لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی کہ ان کو ذرہ بھر بھی تکلیف نہ دینا ہم نے تیرا پیٹ ان کا قید خانہ بنایا ہے یہ تیرا کھانا نہیں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے پیٹ سے نجات دی اور اس نے آپ کو کنارے پر اگل دیا۔ آپ کی کھال بہت نرم ہو چکی تھی اللہ تعالیٰ نے کدو کی بیل آپ پر اگا دی آپ اس کے سایہ میں رہتے اور پھل کھاتے۔ پھر جب بیل خشک ہو گئی تو آپ غم ناک ہوئے تو وحی ہوئی کہ آپ کو ایک درخت کا غم تو ہوا لیکن وہ ایک لاکھ یا اس سے بھی زائد بندے جو دشمن کی قید میں ہیں ان کا آپ کو کچھ نہ ہوا اور آپ ان کی رہائی کے لئے گئے کہ وہ بھی آرام پاتے۔

مختصر یہ کہ آپ کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کی طرف جائیں۔ اس میں ارباب سیر نے بہت مختلف روایات لکھی ہیں آخر اس میں سب متفق ہیں کہ قوم آپ پر ایمان لائی اور جس عذاب سے آپ نے انہیں خوف دلایا تھا۔ وہ رک گیا اور سب کی توبہ قبول ہوئی۔

روایات اسرائیل سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نینوئی تشریف لائے اور یہاں آپ کی تبلیغ ہوئی اس تذکرہ کو اجمالاً فرمایا گیا۔

"فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ۔" کے معنی یہ ہیں کہ یونس یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اب قوم پر عذاب نہیں آئے گا تو ارشاد ہے اس نے سمجھا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے تو آخر خود شکم ماہی میں چلے گئے۔

"فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ۔ تو پکارا اندھیریوں میں کہ نہیں کوئی معبود سوا تیرے پاکی ہے تیری وجہ منیر کو بے شک میں بے جا طریق پر چلا۔"

"فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـنۡجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ۔ تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دی۔" یعنی مچھلی کو حکم دیا کہ وہ یونس علیہ السلام کو کنارۂ دریا پر اگل دے چنانچہ اس نے اگل دیا۔

"وَكَذٰلِكَ نُـنۡجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ۔ اور ہم ایسے ہی مومنین کو نجات دیتے ہیں۔"

اگر وہ ہمارے حضور فریاد کریں ہر قسم کی تکلیف اور مصیبتوں سے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دَعْوَةُ ذِی النُّوْنِ اِذْ هُوَ فِیْ بَطْنِ الْحُوْتِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ لَمْ یَدْعُ بِهَا مُسْلِمٌ رَبَّهٗ فِیْ شَیْءٍ قَطُّ اِلَّا اسْتَجَابَ لَهٗ۔ حضرت ذوالنون کی شکم ماہی میں جو دعا تھی وہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ تھی اس کا فائدہ قیامت تک یہ ہے کہ کوئی مسلمان اس آیت کریمہ کے ساتھ دعا نہیں کرتا مگر ضرور قبول ہوتی ہے۔

"وَزَكَرِيَّاۤ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرۡنِىۡ فَرۡدًا وَّاَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ ۚ ۝٨٩ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ وَوَهَبۡنَا لَهٗ يَحۡيٰى وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا يُسٰرِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ وَيَدۡعُوۡنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوۡا لَـنَا خٰشِعِيۡنَ ۝٩٠"
اور زکریا کا قصہ یاد کیجئے جب کہ وہ پکارا اپنے رب کو اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا فرمایا اور اس کے لئے اس کی بیوی سنواری بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے تھے۔"

یعنی حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ سے اولاد طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسے صاحبزادے عطا فرمائے۔ حالانکہ آپ کی بیوی آئسہ ہو چکی تھی۔ لیکن انہیں اس کی صلاحیت پیدا فرمائی کہ بچہ ہو۔

"وَالَّتِىۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰيَةً لِّـلۡعٰلَمِيۡنَ ۝٩١ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡنِ ۝٩٢ وَتَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ ؕ كُلٌّ اِلَـيۡنَا رٰجِعُوۡنَ ۝٩٣۔"
اور وہ خاتون جس نے اپنی پارسائی کو نگاہ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور اسے اور اس کے بیٹے کو تمام عالم کے لئے نشانی بنایا بے شک یہ دین تمہارا ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو میری ہی عبادت کرو اور اوروں نے اپنے کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے سب کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔"

یعنی حضرت مریم جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا پاک دامن رکھا کہ بغیر مرد کے مس کے آپ سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی صورت خاص میں صرف ماں سے عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا فرمانا یہ تمام جہان کے لئے ایک ایسی علامت بنا دی کہ جو مدعی مسیحیت نظر آئے قوم اس کی تصدیق و تکذیب آسانی سے کر سکے گی جب وہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا کرے۔ عام اس سے کہ

قادیاں ہو یا یونان یا مہدی سوڈانی اسے یہ دیکھو اس کا باپ ہے یا نہیں اگر باپ ہے تو وہ جھوٹا ہے دجال ہے۔ مفتری ہے کذاب ہے اور اگر صرف ماں سے ہے تو لوگ خود ہی فیصلہ کر سکیں گے کہ یہ محض والدہ سے اپنے کو کیسے کہہ رہا ہے۔

یہ درجۂ رفیع تو صرف اور صرف حضرت مسیح موعود کو ہی عطا ہوا کہ معجزانہ ولادت ہوئی اور قوم ورطۂ حیرت میں پڑنے کے بعد مطمئن بھی ہوگئی اور آج تک آپ کو بنظر عظمت دنیا جہان دیکھ رہا ہے اس کے بعد وحدت اسلامی کی تعلیم دے کر ارشاد ہے کہ یہود و نصاریٰ نے سب سے پہلے دین کے ٹکڑے کئے۔

آج جو اہل سنت متبع مصطفیٰ ہو کر دین کے ٹکڑے کرے۔ پرویز کی طرح حدیث مصطفیٰ کے خلاف آواز اٹھائے۔ چکڑالوی کی طرح قرآن پر ہی دار و مدار مذہب قائم کرے حضور ﷺ کے بعد بے انتہا نبی تسلیم کرے۔ خاتمیت کا منکر ہو۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ کو ملا کی رسم بتائے اس قسم کے سب فرقے مرتد اور اسلام کے دشمن ہیں انہیں روز قیامت اس کی سزا ملے گی۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع – سورۃ انبیاء – پ ۱۷

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَ اِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾

تو جو عمل کرے نیک اور ہو وہ مومن تو اس کی کوشش رائیگاں نہیں اور ہم اسے لکھ رہے ہیں۔

وَ حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾

اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کیا یقیناً وہ واپس نہ آئے گی

حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

حتیٰ کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج و ماجوج اور وہ ہر بلندی سے لڑھکتے ہوں گے

وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾

اور قریب آیا وعدہ سچا تو جبھی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی کافروں کی کہ ہائے افسوس بے شک ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ظالم تھے

اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾

تم اور جو پوجتے ہو اللہ کے سوا سب جہنم کے ایندھن ہو تمہیں اس میں جانا ہے

لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَ كُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾

اگر ہوتے یہ خدا تو جہنم میں نہ جاتے اور ان سب کو اس میں ہمیشہ رہنا ہے

لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ هُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

وہ اس میں رینگیں گے اور وہ اس میں کچھ بھی نہ سن سکیں گے

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

اور وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہے یہ اس سے دور رکھے جائیں گے

لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَ هُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

نہیں سنیں گے وہ اس کی کسکساہٹ اور وہ اپنی من مانی خواہشات میں رہیں گے ہمیشہ

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ

نہیں غم میں ڈالے گی انہیں بڑی گھبراہٹ اور ملیں گے انہیں

هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾

فرشتے پیشوائی میں یہ ہے تمہارا دن جس کا تم وعدہ دیے گئے

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٠٤﴾

وہ دن جب ہم آسمان لپیٹیں گے جیسے لپیٹتا ہے سجل نامہ اعمال کو جیسے پہلے بنایا تھا پیدائش میں لوٹا دیں گے ہم وعدہ ہے ہمارے ذمہ ہم ہیں کرنے والے

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿١٠٥﴾

اور بے شک لکھا ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے

اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿١٠٦﴾ ۭ

بے شک یہ قرآن کافی ہے عبادت والوں کو

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کی

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٨﴾

فرما دیجئے مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا ایک اللہ ہے تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰي سَوَاۗءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٩﴾

تو اگر انحراف کریں تو فرما دو کہ میں نے تمہیں برابر کا اعلان لڑائی میں دے دیا اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہو یا بعید جس کا تم سے وعدہ ہے

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿١١٠﴾

بے شک وہ جانتا ہے پکار والی آواز اور جانتا ہے جو پوشیدہ رکھتے ہو

وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١١١﴾

اور میں نہیں جانتا شاید وہ فتنہ اور متاع ہو ایک مدت کو

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ ﴿١١٢﴾

عرض کی نبی نے اے میرے رب فیصلہ کر دے حق اور میں اپنے رب رحمٰن ہی کی مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو کرتے ہو

حل لغات ساتواں رکوع ۔ سورۂ انبیاء ۔ پ ۱۷

فَمَنْ ۔ جو کوئی | يَّعْمَلْ ۔ عمل کرے | مِنَ الصّٰلِحٰتِ ۔ نیک | وَهُوَ ۔ اور وہ

مُؤْمِنٌ ۔ مومن ہو | فَلَا ۔ تو نہیں | كُفْرَانَ ۔ بے قدری | لِسَعْيِهٖ ۔ اس کی کوشش کی

وَاِنَّا ۔ اور ہم | لَهٗ ۔ اس کو | كٰتِبُوْنَ ۔ لکھنے والے ہیں | وَحَرٰمٌ ۔ اور حرام ہے

عَلٰى ۔ اوپر | قَرْيَةٍ ۔ بستی والوں کے | اَهْلَكْنٰهَآ ۔ کہ ہلاک کیا ہم نے اس کو

اَنَّهُمْ ۔ بے شک وہ | لَا يَرْجِعُوْنَ ۔ نہیں لوٹ کر آئیں گے | حَتّٰٓى ۔ یہاں تک کہ

اِذَا ۔ جب | فُتِحَتْ ۔ کھولے جائیں گے | يَاْجُوْجُ ۔ یاجوج | وَمَاْجُوْجُ ۔ اور ماجوج

وَهُمْ ۔ اور وہ | مِّنْ ۔ ہر | كُلِّ ۔ ایک | حَدَبٍ ۔ ٹیلے سے

يَّنْسِلُوْنَ ۔ لڑھکتے ہوں گے | وَاقْتَرَبَ ۔ اور قریب آیا | الْوَعْدُ ۔ وعدہ | الْحَقُّ ۔ سچا

فَإِذَا۔ تو اچانک　هِيَ۔ وہ　شَاخِصَةٌ۔ پھٹی ہوں گی　أَبْصَارُ۔ آنکھیں
الَّذِينَ۔ ان کی　كَفَرُوا۔ جو کافر ہیں　يٰوَيْلَنَا۔ ہائے افسوس　قَدْ۔ بے شک
كُنَّا۔ ہم تھے　فِي۔ بیچ　غَفْلَةٍ۔ غفلت کے　مِّنْ هٰذَا۔ اس سے
بَلْ۔ بلکہ　كُنَّا۔ ہم تھے　ظٰلِمِينَ۔ ظالم　إِنَّكُمْ۔ بے شک تم
وَمَا۔ اور جن کی　تَعْبُدُونَ۔ عبادت کرتے ہو تم　مِنْ دُونِ۔ سوائے　اللّٰهِ۔ اللہ کے
حَصَبُ۔ ایندھن ہو　جَهَنَّمَ۔ جہنم کا　أَنْتُمْ۔ تم　لَهَا۔ اس میں
وٰرِدُونَ۔ داخل ہو گے　لَوْ۔ اگر　كَانَ۔ ہوتے　هٰٓؤُلَآءِ۔ یہ
اٰلِهَةً۔ خدا　مَّا۔ تو نہ　وَرَدُوهَا۔ داخل ہوتے اس میں
وَكُلٌّ۔ اور سب　فِيهَا۔ اس میں　خٰلِدُونَ۔ ہمیشہ رہیں گے　لَهُمْ۔ ان کے لئے ہو گی
فِيهَا۔ اس میں　زَفِيرٌ۔ گدھے کی آواز　وَّهُمْ۔ اور وہ　فِيهَا۔ اس میں
لَا يَسْمَعُونَ۔ نہ سنیں گے　إِنَّ۔ بے شک　الَّذِينَ۔ وہ جو　سَبَقَتْ۔ پہلے ہو چکی
لَهُمْ۔ ان کے لئے　مِّنَّا۔ ہم سے　الْحُسْنٰى۔ بھلائی　أُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ
عَنْهَا۔ اس سے　مُبْعَدُونَ۔ دور رہیں گے　لَا يَسْمَعُونَ۔ نہ سنیں گے　حَسِيسَهَا۔ اس کی آہٹ
وَهُمْ۔ اور وہ　فِي۔ بیچ　مَا۔ اس کے جو　اشْتَهَتْ۔ چاہیں گی
أَنْفُسُهُمْ۔ ان کی جانیں　خٰلِدُونَ۔ ہمیشہ رہیں گے　لَا يَحْزُنُهُمُ۔ نہ غمناک کرے گی ان کو
الْفَزَعُ۔ گھبراہٹ　الْأَكْبَرُ۔ بڑی　وَتَتَلَقّٰهُمُ۔ اور استقبال کریں گے ان کا
الْمَلٰٓئِكَةُ۔ فرشتے　هٰذَا۔ یہ　يَوْمُكُمُ۔ تمہارا وہ دن ہے　الَّذِي كُنْتُمْ۔ جو
تُوعَدُونَ۔ تم وعدے دیئے گئے　يَوْمَ۔ جس دن　نَطْوِي۔ لپیٹیں گے ہم
السَّمَآءَ۔ آسمان کو　كَطَيِّ۔ مانند لپیٹنے　السِّجِلِّ۔ نامہ نویس کے　لِلْكُتُبِ۔ کتابوں کو
كَمَا۔ جیسے　بَدَأْنَا۔ شروع کی ہم نے　أَوَّلَ۔ پہلی　خَلْقٍ۔ پیدائش
نُّعِيدُهُ۔ لوٹائیں گے ہم اس کو　وَعْدًا۔ وعدہ ہے　عَلَيْنَا۔ ہم پر　إِنَّا۔ بے شک
كُنَّا۔ ہم ہی تھے　فٰعِلِينَ۔ کرنے والے　وَلَقَدْ۔ اور بے شک　كَتَبْنَا۔ لکھا ہم نے
فِي الزَّبُورِ۔ زبور میں　مِنْ بَعْدِ۔ بعد　الذِّكْرِ۔ نصیحت کے　أَنَّ۔ بے شک
الْأَرْضَ۔ زمین　يَرِثُهَا۔ وارث ہوں گے اس کے　عِبَادِيَ۔ میرے بندے
الصّٰلِحُونَ۔ نیک　إِنَّ۔ بے شک　فِي۔ بیچ　هٰذَا۔ اس کے
لَبَلٰغًا۔ تبلیغ ہے　لِّقَوْمٍ۔ واسطے قوم　عٰبِدِينَ۔ عبادت گزار کے　وَمَآ۔ اور نہیں
أَرْسَلْنٰكَ۔ بھیجا ہم نے تجھ کو　إِلَّا۔ مگر　رَحْمَةً۔ رحمت
لِّلْعٰلَمِينَ۔ واسطے جہان کے　قُلْ۔ کہہ　إِنَّمَا۔ سوائے اس کے نہیں　يُوحٰٓى۔ وحی کی گئی

اِلَیَّ ۔ میری طرف	اَنَّمَآ ۔ صرف یہ بات ہے	اِلٰـھُکُمْ ۔ کہ تمہارا معبود	اِلٰہٌ ۔ معبود ہے
وَّاحِدٌ ۔ ایک	فَھَلْ ۔ تو کیا	اَنْتُمْ ۔ تم	مُّسْلِمُوْنَ ۔ ماننے والے ہو
فَاِنْ ۔ پھر اگر	تَوَلَّوْا ۔ منہ پھیریں	فَقُلْ ۔ تو کہہ	اٰذَنْتُکُمْ ۔ اطلاع دی میں
نے تم کو	عَلٰی ۔ اوپر	سَوَآءٍ ۔ برابری کے	وَاِنْ ۔ اور نہیں
اَدْرِیْٓ ۔ جانتا میں	اَقَرِیْبٌ ۔ کیا قریب ہے	اَمْ ۔ یا	بَعِیْدٌ ۔ دور ہے
مَّا ۔ جو	تُوْعَدُوْنَ ۔ تم وعدہ دیئے جاتے ہو		اِنَّہٗ ۔ بے شک وہ
یَعْلَمُ ۔ جانتا ہے	الْجَھْرَ ۔ ظاہر	مِنَ الْقَوْلِ ۔ بات کو	وَیَعْلَمُ ۔ اور جانتا ہے
مَا ۔ جو	تَکْتُمُوْنَ ۔ تم چھپاتے ہو	وَاِنْ ۔ اور نہیں	اَدْرِیْ ۔ جانتا میں
لَعَلَّہٗ ۔ شاید وہ	فِتْنَۃٌ ۔ آزمائش ہو	لَّکُمْ ۔ تمہارے لئے	وَمَتَاعٌ ۔ اور سامان
اِلٰی ۔ طرف	حِیْنٍ ۔ ایک مدت کے	قٰلَ ۔ کہا	رَبِّ ۔ اے میرے رب
اُحْکُمْ ۔ فیصلہ کردے	بِالْحَقِّ ۔ حق کے ساتھ	وَرَبُّنَا ۔ اور ہمارا رب	الرَّحْمٰنُ ۔ رحمٰن ہی
الْمُسْتَعَانُ ۔ مدد چاہا گیا ہے		عَلٰی مَا ۔ اس پر جو	تَصِفُوْنَ ۔ تم بیان کرتے ہو

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع ۔ سورۂ انبیاء ۔ پ ۱۷

رکوع شروع ہوتا ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِہٖ ۚ وَاِنَّا لَہٗ کٰتِبُوْنَ اس رکوع میں۔

شَاخِصَۃٌ ۔ حَصَبُ ۔ زَفِیْرٌ ۔ حَسِیْسَھَا ۔ فَزَعُ اَکْبَرُ ۔ حِزْب ۔ نَطْوِی ۔ یَّنْسِلُوْنَ ۔ طَیِّ السِّجِلِّ ۔ خاص نادر لغت ہیں۔

شَخَصَ شُخُوْصًا الشَّیْءُ اِرْتَفَعَ ۔ کسی شے کا اونچا ہونا شَاخِصَۃٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔ آنکھیں پتھرا جائیں گی کافروں کی یا پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

حَصَبُ ۔ اَلْحِجَارَۃُ الصِّغَارَۃُ اَوْ کُلُّ مَا یُرْمٰی فِی النَّارِ ۔ کنکر، پتھر، لکڑی اور ہر وہ چیز جو آگ میں ڈالی جائے۔

زَفِیْرٌ ۔ ھُوَ صَوْتُ نَفَسِ الْمَغْمُوْمِ یَخْرُجُ مِنْ اَقْصَی الْجَوْفِ ۔ مغموم کے سانس کے ساتھ جو آواز جوف بطن سے نکلے۔

راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اَصْلُ الزَّفْرِ تَرْدِیْدُ النَّفَسِ حَتّٰی تَنْفُخَ مِنْہُ الضُّلُوْعُ ۔ دم گھٹنے میں جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے زفیر کہتے ہیں۔

حَسِیْس ۔ صَوْتُھَا الَّذِیْ یُحَسُّ مِنْ حَرْکَتِھَا ۔ گھنے کھسکنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے کسکساہٹ کہتے ہیں یا آہٹ۔

فَزَعٌ ۔ گھبراہٹ ۔ فَزِعَ فَزَعًا ۔ خَافَ ۔ خوف اور اس کی گھبراہٹ۔

حَدَبٌ ۔ ضِدُّ قَعْرٍ ۔ گڑھے کے خلاف ابھرا ہوا جسے ٹیلہ کہتے ہیں۔

نَطْوِی۔ طَوٰی یَطْوِیْ لپیٹنا۔

یَنْسِلُوْنَ۔ یَسْرَعُوْنَ۔ جلدی کرنا وَاَصْلُ النَّسْلَانِ الْخَطْوُ مَعَ الْاِسْرَاعِ۔ تیز قدم چلنا۔

سِجِلٌّ۔ کِتَابُ الْعُهُوْدِ۔ اعمال نامہ وَ قِیْلَ اِنَّ السِّجِلَّ اِسْمُ مَلَکٍ۔ ایک فرشتہ کا نام ہے۔ بعض نے کہا وہ موکل ہے۔ حَیْثُ قَالَ اِنَّهٗ مُوَکَّلٌ بِالصُّحُفِ فَاِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ رُفِعَ کِتَابُهٗ اِلَیْهِ فَطَوَاهُ وَرَفَعَهٗ اِلَی الْقِیٰمَةِ۔ یہ وہ موکل ہے جسے محافظ دفتر کہا جاسکتا ہے جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا اعمال نامہ اس کے پاس آتا ہے وہ اسے لپیٹ کر قیامت کے دن کے لئے رکھ دیتا ہے۔

اب خلاصہ تفسیر پڑھیے

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ جو کوئی نیک عمل کرے اور ہو وہ ایمان والا اس کی سعی کا بدلا ضرور ملے گا۔

وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ۔ یہاں خبر مقدم کر کے فرمایا کہ جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ مبتدا موخر کر کے فرمایا وہ کبھی دنیا میں لوٹ کر نہ آئیں گے۔

اور بعض نے لا کو زائد نہیں مانا اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ان کا واپس لوٹنا حرام ہے۔

حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ۔ حتیٰ کہ جب کھول دیئے جائیں یاجوج وماجوج۔ ان کی تحقیق ہم سورۂ کہف میں بالتفصیل بیان کر چکے ہیں اور جب وعدۂ قیامت قریب آ جائے اور ان کے گروہ بلندیوں سے پے در پے اترنا شروع ہوں۔

وَهُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ تو قیامت کا وعدۂ حق قریب آ جائے تو کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں اور پکاریں یٰوَیْلَنَا قَدْ کُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ کُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔ اے افسوس ہم تو غفلت میں ہی رہے بلکہ ہم پورے ظالم نکلے۔

یہاں سے منکرین معاد کے لئے مسئلہ معاد شروع فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ

انبیاء ومرسلین سلام اللہ علیہم اجمعین دنیا میں گمراہوں کی رہنمائی کے لئے آئے تاکہ وہ عذاب آخرت اور نعم باقیہ کی اطلاع دیں اور بتائیں کہ دنیا ایک معین وقت تک تمہارے تمتع حاصل کرنے کو ہے پھر یہ فنا ہو جائے گی۔

اور اس کے فنا ہونے کی ابتداء خروج یاجوج وماجوج سے ہے اس کے بعد وعدۂ قیامت بہت قریب آ جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ آج تم انکار کر لو استہزاء کر لو ہمارے انبیاء ومرسلین کی تکذیب کر لو اس وقت کی ہیبت وہول دیکھ کر تمہاری آنکھیں پتھرا جائیں گی یا حیرت میں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

پھر تم خود اقرار کرو گے اور کہو گے یٰوَیْلَنَا قَدْ کُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ کُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔ ہائے خرابی ہم اپنی شہوت پرستی میں غافل رہے بلکہ ہم ظالم ہی تھے۔

اور تم معہ اپنے حجر ومدر معبدوں کے جہنم کے ایندھن ہو گے اور جہنم میں داخل ہو جاؤ گے۔

لَوْ کَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۖ وَکُلٌّ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ اگر تمہارے معبود پتھر بت جماد واقع میں خدا ہوتے تو ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہ جاتے۔

البتہ بعض ہمارے عباد مکرمون کو بھی جو تم نے خدا بنا رکھا ہے وہ تمہارے ملامت کریں گے اور تمہارے باطل عقیدہ کو

مردود قرار دیں گے جیسے یہود کے عزیر علیہ السلام اور نصاریٰ کے عیسیٰ علیہ السلام اور جو ملائکہ علیہم السلام کو معبود بنا رہے ہیں وہ سب تمہارے عقائد باطلہ فاسدہ کاسدہ رذیلہ خبیثہ کا رد کریں گے اور تم ہمیشہ کے لئے جہنم میں جاؤ گے۔

لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُوْنَ۔ ان کے لئے جہنم میں جو شور ہوگا وہ بھی نہ سن سکیں گے۔ بے شک وہ جن کے لئے ہماری طرف سے بہتری مسابقت کر چکی ہے وہ اس جہنم سے دور رہیں گے اور جہنمیوں کے حال کی بھنک بھی وہ نہ سنیں گے اور اپنی من مانی نعمتوں اور خاطر خواہ عیشوں میں ہمیشہ رہیں گے نہیں پریشان کرے گی انہیں وہ حشر کی گھبراہٹ اور فرشتے ان سے ملیں گے اور کہیں گے کہ یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا۔

اس کے بعد قیامت کے قائم ہونے کا نقشہ کھینچا گیا جس میں ارشاد ہے:

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ۔ جس دن ہم لپیٹیں گے آسمانوں کو مثل لپیٹنے کاغذ کے مٹھے کے۔

یہاں سجل کے متعلق بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ وہ مؤکل فرشتہ ہے جس کے پاس اعمال نامے سب لوگوں کے ہوں گے۔

كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ۔ جیسے ہم نے اول پیدا وار کی تھی اسی طرح سب کو دوبارہ پیدا کریں گے اور یہ وعدہ ہمیں پورا کرنا ہے اور ہم ضرور ایسا کریں گے۔ آگے ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ۔ اس پر سعید بن جبیر، مجاہد اور کلبی و مقاتل اور ابن زید علیہم رضوان کہتے ہیں کہ زبور سے مراد وہ کتابیں ہیں جو دنیا میں انبیاء و رسل پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد لوح محفوظ ہے جہاں سے نقل ہو کر وہ کتابیں آئیں گویا یہ ارشاد ہے کہ ہم نے کتب منزلہ اور لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے اور زمین سے مراد جنت ہے جس میں بجز نیک بندوں کے کوئی وارث نہ ہوگا۔

اور قتادہ و شعبی کے نزدیک زبور سے قرآن کریم مراد ہے اور ذکر سے توریت مراد ہے۔

بعض اس طرف گئے کہ زبور سے مراد ہی زبور ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور ذکر سے قرآن کریم مراد ہے۔

اور بعض اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ میں زمین سے مراد دنیا کی حکومت کہتے ہیں اور حکومت سے غلبۂ اسلام مقصود ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ارض سے مراد بیت المقدس اور شام ہے چنانچہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں مومنین کے قبضہ میں آئیں۔

آج نہ عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ہیں نہ غلبہ مسلمانوں کا ہے۔

اس کے بعد صاف ارشاد ہے کہ منکروں کو فرما دیجئے:

"قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہے تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو اور اس کی وحدانیت مانتے ہو۔"

"فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اور اگر انحراف کریں تو فرما دیجئے میں تم سے برابر مقابلہ کا اعلان کرتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ تمہارا قریب پورا ہوگا یا دیر میں۔" نہ مجھے اس

کی ضرورت کہ میں تمہاری خاطر بتاؤں۔
وہ اللہ تعالیٰ علانیہ وخفیہ سب کا عالم ہے اور میں نہیں جانتا کہ شاید یہ تمہارا امتحان ہے اور چندروزہ تمتع ایک مدت کے لئے۔اس بے نیازانہ جواب کے بعد حضور بارگاہ میں عرض پیرا ہوئے جس کا تذکرہ فرمایا گیا۔ 19B
قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔عرض کی اے میرے رب ان کے انحراف وسرکشی کا حق حق فیصلہ فرمادے اور میرا رب رحمٰن ومددگار ہے تمہاری بکواسوں پر، یعنی تم پر لازماً بلا آئے گی اور تم پچھتاؤ گے۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع-سورۂ انبیاء-پ ۱۷

"فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ۔تو جو بھی عمل نیک کرے اور وہ مومن ہو تو اس کے عمل رائیگاں نہ ہوں گے اور ہم وہ اس کے لئے لکھنے والے ہیں۔"

اس میں من تبعیضیہ ہے جس کے یہ معنی ہوئے کہ جزاءِ عمل صالح خواہ بعض ہوں یا تمام بشرطیکہ عمل کرنے والا مومن ہو اس لئے کہ عمل صالح کافر ومشرک بھی کرسکتا ہے لیکن اگر وہ مومن وموحد نہ ہو تو اس کے لئے ارشاد فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ۔روئے زمین سونے سے بھر کر بھی اگر وہ خیرات کرے جو عمل صالح ہے تو وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ صالحات سے مقدم صلاحیت ایمان ہے ورنہ تمام صالحات کالعدم ہیں اول ایمان واجب ہے پھر اعمال کی قدر وقیمت ایمان کے صحیح ہونے کے بعد۔

فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ۔ارشاد ہے جس کے معنی ہیں لَا حِرْمَانَ لِثَوَابِ عَمَلِهٖ یعنی پھر وہ اپنے عمل کے بدلے سے محروم نہیں ہوگا وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ۔اَیْ لِسَعْيِهٖ مُثْبِتُوْنَ فِیْ صَحِيْفَةِ عَمَلِهٖ بِوَجْهٍ مَّا۔یعنی اس کی سعی ہمارے یہاں صحیفۂ اعمال میں بہر صورت موجود ہوگی۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَاسْتَدَلَّ بِالْاٰيَةِ عَلٰى اَنَّ قَبُوْلَ الْعَمَلِ الصَّالِحِ مُطْلَقًا مَشْرُوْطٌ بِالْاِيْمَانِ۔اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ قبول عمل صالح مطلقاً مشروط بالایمان ہے۔آگے ارشاد ہے:
"وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ" اَیْ عَلٰى اَهْلِ قَرْيَةٍ۔"اور حرام ہے ہر بستی پر۔" "اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۔جسے ہم نے ہلاک کیا وہ لوٹ کر آنے والی نہیں۔"

راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلْحَرَامُ الْمَمْنُوْعُ مِنْهُ۔حرام اسے کہتے ہیں جو ممنوع ہو اس کی پانچ صورتیں ہیں۔
اِمَّا بِنَسْخِهٖ۔یا وہ ممنوع ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ واپس آنا ممنوع کردیا ہو۔
اِمَّا بِمَنْعٍ قَهْرِیٍّ۔یا اللہ تعالیٰ کے قہر سے وہ ممنوع ہو۔
اِمَّا بِمَنْعٍ مِنْ جِهَةِ الْعَقْلِ۔یا ہلاک ہونے کے محال عقلی ہو۔
اَوْ مِنْ جِهَةِ الشَّرْعِ۔یا قانون شرع میں اس کا واپس آنا ممنوع ہو۔
اَوْ مِنْ جِهَةِ مَنْ يُّرْتَسَمُ اَمْرُهٗ۔یا اس کے لئے مرتسم ہوچکا ہے کہ وہ حکماً نہیں آسکتا جیسے مفسرین نے اس کے یہ

معنی بھی کئے ہیں کہ جس بستی کو ہم نے ہلاک کیا ان کا شرک و کفر سے واپس آنا محال ہے یہ معنی برایں تقدیر ہوں گے کہ لا کو زائد قرار دیا جائے۔

اور اگر لا زائد نہ مانا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ دار آخرت میں ان کا زندہ نہ ہونا ناممکن ہے اس میں منکرین بعثت کے دعاوی کا ابطال ہے اور اوپر جو ارشاد ہے کُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ اور لَا كُفْرَانَ لِسَعْیِهٖ یہ اس کی تاکید ہے (تفسیر کبیر)

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَا فِی الْمَنْفِیِّ اَیْ مُمْتَنِعٌ اَلْبَتَّةَ عَدَمُ رُجُوْعِهِمْ اِلَیْنَا لِلْجَزَاءِ۔ لانفی کا اس لئے لایا گیا کہ یہ معنی محقق ہو جائیں کہ یقیناً ان کا عدم رجوع الی الآخرت جزاء عمل کے لئے ممتنع ہے یعنی لازمی طور پر انہیں آنا ہے لِاَنَّهُمَ الْمُنْكِرُوْنَ لِلْبَعْثِ وَالرُّجُوْعِ اس لئے کہ کفار بعثت اور رجوع الی اللہ کے منکر تھے۔

اور مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی ہیں لَا یَرْجِعُوْنَ اِلَى الدُّنْیَا۔ دنیا میں واپس نہ آئیں گے۔

اَهْلَكْنٰهَآ۔ جسے ہم نے ہلاک کیا یا اس کی ہلاکت مقدر ہے یا ہم نے اس کی ہلاکت کا حکم دے دیا ہے۔

"حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ۔ حتیٰ کہ جب کھولے جائیں یاجوج و ماجوج اور وہ ہر بلندی سے پے در پے اترتے ہوں گے۔"

گویا ارشاد ہے کہ وہ اپنی بے دینی اور تمرد میں ہی ہوں گے سد یاجوج و ماجوج (جس کا مفصل تذکرہ ہم سورۂ کہف میں بیان کر چکے ہیں) جب کھل جائے اور انہیں آنے کا رستہ مل جائے۔

ایک قول ہے کہ یہ قوم انسان کی ہی جنس کے ہیں۔ ان میں چھوٹے بڑے قد والے لوگ ہیں یہ لوگ شرار الناس قوم ہیں۔

"مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ۔ ہر بلندی پہاڑوں ٹیلوں سے اتر آئیں گے۔"

یَّنْسِلُوْنَ۔ اَیْ یَسْرَعُوْنَ۔ تیز تیز قدم چل کر جلدی جلدی اتریں گے۔

وَاَصْلُ النَّسَلَانِ بِفَتْحَتَیْنِ مُقَارَبَةُ الْخَطْوِ مَعَ الْاِسْرَاعِ۔ قدم پر قدم رکھتے ہوئے تیزی سے آنے کو نسلان کہتے ہیں۔

"وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ۔ اَیْ قَرُبَ۔ قریب آ گیا سچا وعدہ۔"

اور یہ وعدۂ حق مابعد نفخہ ثانی اور بعث اور حساب اور بدلہ اعمال کے بعد ہوگا۔

"فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔ تو اچانک آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی کافروں کی۔"

قیامت کے ہول اور خوف سے اور کہیں گے۔ یہاں اذا مفاجات کے معنی میں ہے جیسے اِذَا هُمْ یَقْنَطُوْنَ بھی دوسری جگہ ارشاد ہے۔ پھر اس سراسیمگی اور پریشانی میں وہ پکاریں گے:

"یٰوَیْلَنَا قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔ ہائے خرابی بے شک ہم دنیا میں غفلت میں تھے بلکہ ہم ظالم تھے۔"

کہ ہم نے انبیاء و مرسلین کی بات نہ مانی اور انہیں جھٹلاتے رہے چنانچہ ارشاد ہے۔

"اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝۹۸ ۔ بے شک تم اور جو چیزیں تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو تمہیں اس میں جانا ہے۔"

یہاں مَااور مَنْ کالطیف فرق واضح ہے۔اس لئے کہ مشرک بتوں، پتھروں اور درختوں کے ہی پجاری تھے اور یہود عزیر علیہ السلام کو خدا مانتے اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ اور اللہ ماننے والے تھے جن کے حق میں دوسرے مقام پر بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ فرمایا ہے۔ 19A

تو یہاں اگر مَنْ استعمال ہوتا تو حصب جہنم ہونے میں سب داخل ہوتے اس لئے یہ بلاغت کلام ہے کہ مَاتَعْبُدُوْنَ فرمایا جس سے واضح ہو جائے کہ جماد و بے جان پتھر، درخت جنہیں یہ پوج رہے ہیں وہ ان کے ساتھ جہنم میں بہ غرض تذلیل ڈالے جائیں گے۔

اور انبیاء ورسل علیہم السلام کی زبان سے وہاں انہیں ملامت کرائی جائے گی وہ ان کے ایسے باطل معتقدات کا رد کریں گے۔اور انہیں فرمادیا بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ۔وہ ہمارے عزت والے بندے ہیں وہ حصب جہنم نہیں۔

چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں کہ لایعقل جماد کو جہنم میں ان کے ساتھ ڈال دیا جائے گا کہ وہ بے حس ہیں بے عقل ہیں۔فَلَا يَرِدُ اَنَّ عِيْسٰى وَ عُزَيْرًا وَالْمَلٰئِكَةَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَبَدُوْهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى جَلَّ جَلَالُهٗ۔

چنانچہ مشہور ہے کہ عبداللہ بن زبعری قرشی نے قبل اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی اعتراض کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا يَا غُلَامُ مَا اَجْهَلَكَ بِلُغَةِ قَوْمِكَ لِاَنِّيْ قُلْتُ وَمَا تَعْبُدُوْنَ وَمَا لِمَا لَمْ يَعْقِلْ وَلَمْ اَقُلْ وَمَنْ تَعْبُدُوْنَ۔

حضور پر ابن زبعری نے اعتراض کیا کہ خدا کے سوا جو پوجے جاتے ہیں کیا وہ سب جہنم کے ایندھن ہیں۔تو حضور نے فرمایا اے لڑکے! کیا تو اپنی قوم کے محاورہ سے بھی جاہل ہے میں نے تو مَاتَعْبُدُوْنَ کہا ہے اور مَا ہمیشہ جماد لایعقل پر استعمال ہوتا ہے میں نے من تعبدون تو نہیں کہا تھا بلکہ مَاتَعْبُدُوْنَ کہا ہے اور ظاہر ہے کہ ما کا اطلاق لایعقل اور غیر ذی روح پر ہوتا ہے۔

تو بت، حجر و مدر اور شجر کے لئے حَصَبُ جَهَنَّمَ فرمانا محقق ہوا۔اور جن نبیوں علیہم السلام کی جو قوم پرستار ہے وہ جہنمی ہے اور جنہیں پوج رہے ہیں وہ اس سے بری ہونے کی وجہ میں جہنم سے مبرا ہیں۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز کعبہ معظمہ میں تشریف لائے اس وقت قریش کے سردار حطیم میں جمع تھے اور کعبہ معظمہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے کہ نضر بن حارث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور بولا کہ یہ علی الاطلاق سب کو جہنم کا ایندھن بنایا گیا تو یہود و نصاریٰ عزیر و عیسیٰ کو پوجتے ہیں اور قبیلہ بنوخزاعہ ملائکہ کو پوجنے والا ہے تو کیا یہ بھی اسی حکم میں ہیں۔

اس کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے من اور ما کی بحث سے واضح فرما کر اسے ساکت کر دیا اور آیت کریمہ اِنَّكُمْ وَمَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ۔تلاوت فرمائی کہ تم اللہ کے سوا جو کچھ پوجتے ہو وہ سب جہنم کے ایندھن ہیں۔

اس پر عبداللہ بن زبعری آیا۔

اسے ولید بن مغیرہ نے اس گفتگو کی خبر دی وہ کہنے لگا قسم بخدا اگر میں ہوتا تو ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتا کہ جس کو لوگ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کیا وہ سب جہنم کے ایندھن ہیں۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے مدعو کیا اور ابن زبعری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جس جس کو لوگ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کیا وہ سب جہنم کے ایندھن ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔

تو ابن زبعری بولا یہود عزیر کو پوجتے ہیں نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش کرتے ہیں اور بنی ملیح یعنی قبیلہ بنی خزاعہ ملائکہ کو پوجتے ہیں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے جواب دیا إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنَىٰ الخ یعنی عزیر اور مسیح اور ملائکہ وہ ہیں جن کے لئے بھلائی کا وعدہ ہو چکا ہے اور وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ درحقیقت شیطان کو پوجتے ہیں اس لئے کہ اس کے توسوس اور اتباع میں عزیر و مسیح کو وہ معبود بناتے تھے حالانکہ انہوں نے اپنا اور ان کا معبود ایک اللہ تعالیٰ ہی کو بتایا تھا۔

ان جوابوں کے بعد ابن زبعری کو مجال دم زدن نہ رہی اور وہ ساکت ہو گیا اور درحقیقت اس کا اعتراض مبنی بر عناد تھا۔

پھر مَا عربی زبان میں غیر ذوی العقول کے لئے مستعمل ہے اور وہ یہ سمجھتا تھا لیکن اپنی جہالت اور اندھے پن سے معترض تھا جو اہل زبان پر واضح ولائح تھا۔ آگے جو ارشاد ہے:

"لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَمَا تَزْعُمُوْنَ اَيُّهَا الْعَابِدُوْنَ اِيَّاهَا مَا وَرَدُوْهَا۔ یعنی اے پوجنے والو غیر خدا کو اگر فی الواقع یہ خدا ہوتے تو جہنم میں نہ جاتے۔ چنانچہ اَلشَّيَاطِيْنُ الَّتِيْ تُعْبَدُ دَاخِلَةٌ فِيْ حُكْمِ النَّصِّ۔ شیاطین حکم نص سے اس میں داخل ہیں۔ یا اس سے مراد وہ تمام بت ہیں جو پوجے جاتے ہیں۔

"لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ۔ ان کے لئے ان میں رینگنا ہے اور اس جہنم میں کچھ نہ سنیں گے۔"

یعنی جہنم کے شدت جوش و خروش کی وجہ سے انہیں کچھ مسموع نہ ہوگا۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں جب جہنم میں وہ لوگ رہ جائیں گے جنہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے تو وہ آگ کے آہنی صندوقوں میں بند کئے جائیں گے اور وہ صندوق دوسرے صندوقوں میں اور پھر ان پر ایک اور آہنی صندوق رکھ کر ان میں آگ کی میخیں جڑ دی جائیں گی تو وہ کچھ نہ سنیں گے اور نہ کوئی دیکھے گا۔

حَيْثُ قَالَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَ جَمَاعَةٌ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا بَقِيَ فِي النَّارِ مَنْ يَخْلُدُ فِيْهَا جَعَلُوْا تَوَابِيْتَ مِنْ حَدِيْدٍ فِيْهَا مَسَامِيْرُ مِّنْ حَدِيْدٍ ثُمَّ جُعِلَتْ تِلْكَ التَّوَابِيْتُ فِيْ تَوَابِيْتَ مِّنْ حَدِيْدٍ ثُمَّ قُذِفُوْا فِيْ اَسْفَلِ الْجَحِيْمِ فَمَا يَرٰى اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ يُعَذَّبُ فِي النَّارِ۔

اب جنتیوں کا ذکر فرمایا۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ۔ بے شک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا پہلے ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔"

اس میں اہل ایمان کو بشارت ہے۔ حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَنَا مِنْهُمْ وَ اَبُوْبَكْرٍ عُمَرُ مِنْهُمْ وَ عُثْمَانُ مِنْهُمْ وَالزُّبَيْرُ مِنْهُمْ وَ طَلْحَةُ مِنْهُمْ وَ سَعْدٌ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ مِنْهُمْ كَذَا رَاَيْتُهٗ فِي الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ وَرَاَيْتُ فِيْ غَيْرِهٖ عَدَّ الْعَشْرَةَ الْمُبَشَّرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

فرمایا میں ان میں سے ہوں اور ابوبکر وعمر وعثمان وطلحہ وزبیر اور سعد اور عبد الرحمٰن بن عوف بھی ان میں سے ہیں ایسا ہی در منثور میں ہے اور دوسری کتابوں میں عشرہ مبشرہ تمام گنائے گئے ہیں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اور اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ۔ یہ اس سے دور رہیں گے لِاَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَ شَتَّانَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ النَّارِ۔ اس لئے کہ جنت اور جہنم میں بعد بہت ہوگا۔

"لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ۔ وہ اس کی بھنک بھی نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے۔"

یعنی جنتی ہمیشہ تنعم میں رہیں گے اور منازل جنت میں ان تک ان کی زفیر وشہیق کی آوازیں نہیں پہنچیں گی۔

"لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ انہیں غمگین نہ کریں گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کریں گے اور (کہیں گے) یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔"

فزع اکبر سے نفخہ صور ثانی مراد ہے اور ملائکہ علیہم السلام کی ملاقات اور پیشوائی قبروں سے نکلتے وقت ہوگی وہ مبارکباد دیتے، تہنیت پیش کرتے اور کہتے ہوئے ملیں گے کہ یہ وہ دن ہے جس کی بشارت تمہیں دی گئی تھی۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اس بشارت کی طرف اشارہ ہے جو ارشاد ہوا ہے نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔

ایک قول ہے تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰئِكَةُ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ بِالْهَدَايَا اَوْ بِالسَّلَامِ۔ ملائکہ دروازۂ جنت پر مبارک سلامت کہتے ملیں گے۔

اب نقشۂ قیامت یا مبادیات ساعت کا بیان شروع فرمایا جاتا ہے۔

"يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ۔ جس دن لپیٹیں گے ہم آسمان کو جیسے کاغذ کا مٹھا لپیٹتے ہیں یا جیسے سجل فرشتہ نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے جیسے پہلے اسے بنایا تھا وہی پھر کر دیں گے یہ وعدہ ہمارے ذمہ ہے ہمیں اسے ضرور کرنا ہے۔"

اَلطَّيُّ۔ ضِدُّ النَّشْرِ۔ بکھری ہوئی چیز کو مجتمع کرنے کے موقع پر کہتے ہیں۔ طی

وَ قِيْلَ الْاِفْنَاءُ وَالدِّرَاسَةُ۔ ایک قول ہے کہ طی کے معنی فنا کرنے اور مٹانے کے ہیں۔

كَطَيِّ السِّجِلِّ۔ وَ هُوَا لصَّحِيْفَةُ عَلٰى مَا اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَ غَيْرُهٗ عَنْ مُجَاهِدٍ وَ نَسَبَهٗ فِيْ مَجْمَعِ الْبَيَانِ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَتَادَةَ وَالْكَلْبِيِّ۔ كَطَيِّ السِّجِلِّ سے مراد اعمال نامہ کی طرح لپیٹنے کے ہیں۔

ایک قول ہے کہ اس سے مراد صحیفۂ عہد ہے۔

وَ قِيْلَ هُوَ فِي الْاَصْلِ حَجَرٌ يُكْتَبُ فِيْهِ ثُمَّ سُمِّيَ بِهٖ كُلُّ مَا يُكْتَبُ فِيْهِ مِنْ قِرْطَاسٍ۔

ایک قول ہے کہ سجل ایک پتھر ہے جس پر سب کچھ لکھا جاتا ہے۔ پھر سجل ہر اس کاغذ کو بھی کہا گیا ہے جس پر کچھ لکھا ہوا ہو۔

وَ اَخرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اِنَّ السِّجِلَّ اِسْمُ مَلَكٍ۔ سجل ایک فرشتے کا نام ہے۔

وَاَخرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَ غَيْرُهٗ عَنِ السُّدِّيِّ نَحْوَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ اِنَّهٗ مُوَكَّلٌ بِالصُّحُفِ فَاِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ دُفِعَ كِتَابُهٗ اِلَيْهِ فَطَوَاهُ وَرَفَعَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ وہ ایک مؤکل فرشتہ ہے جو تمام صحیفوں کا محافظ ہے۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا اعمال نامہ اسے مل جاتا ہے وہ لپیٹ کر قیامت کے دن کے لئے رکھ دیتا ہے۔

" كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ۔ یعنی ہم نے جیسے پہلے عدم سے منصۂ شہود پر ظاہر کیا تھا ویسے ہی معدوم کرنے کے بعد پھر پیدا کریں گے۔"

قَالَ الطَّالَقَانِيُّ مَذْهَبُ الْاَكْثَرِيْنَ اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يُعْدِمُ لِذَوَاتِ بِالْكُلِّيَّةِ ثُمَّ يُعِيْدُهَا وَ هُوَ قَوْلُ اَهْلِ السُّنَّةِ۔ اہل سنت اور اکثر کا مذہب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ذوات کو معدوم فرما کر پھر زندہ فرمائے گا۔

وَ قَالَ بَعْضُهُمْ اَلْحَقُّ وُقُوْعُ الْاَمْرَيْنِ جَمِيْعًا اِعَادَةُ مَا انْعَدَمَ بِعَيْنِهٖ وَ اِعَادَةُ مَا تَفَرَّقَ بِاَعْرَاضِهٖ۔ الحق اس میں کوئی شک نہیں کہ قدرت الٰہی کے تحت دونوں باتیں ہیں معدوم بالکلیہ فرما کر بھی وہ لوٹا سکتا ہے اور انعدام اعراض کے بعد بھی لوٹانے پر قادر ہے۔

وَ اَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ الْاَخْبَارَ صَحَّتْ بِبَقَاءِ عَجْبِ الذَّنْبِ مِنَ الْاِنْسَانِ فَاِعَادَةُ الْاِنْسَانِ لَيْسَتْ كَبَدْئِهٖ وَ كَذَا رُوِيَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ وَ هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ عِنْدَ ابْنِ الْعَرَبِيِّ وَ قَالَ غَيْرُهٗ صَحِيْحٌ۔

اور یہ تو جانتا ہے کہ بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ عجب الذنب میت کی باقی رہتی ہے تو انسان کا واپس لوٹنا اول تخلیق کے مقابل آسان ہوا۔

ایسا ہی احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اجساد انبیاء علیہم السلام حرام فرما دیئے ہیں اور یہ حدیث ابن عربی کے نزدیک حسن ہے اور ان کے سوا اوروں نے صحیح مانا ہے۔

وَ جَاءَ نَحْوَ ذَالِكَ فِي الْمُؤَذِّنِيْنَ احْتِسَابًا وَ حَدِيْثُهُمْ فِي الطَّبْرَانِيِّ۔ اور ایسا ہی مؤذنین کے بارے میں ان کے اجر میں بھی آیا ہے یہ حدیثیں طبرانی میں ہیں۔

وَ رَجَّحَ كَوْنَ الْمُرَادِ نُعِيْدُ مِثْلَ الَّذِيْ بَدَاْنَاهُ فِيْ اَوَّلِ خَلْقٍ بِمَا اَخْرَجَهُ ابْنُ جَرِيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عِنْدِيْ عَجُوْزٌ مِنْ بَنِيْ عَامِرٍ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ الْعَجُوْزُ يَا عَائِشَةُ فَقُلْتُ اِحْدٰى خَالَاتِيْ فَقَالَتْ اُدْعُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يُدْخِلَنِيَ الْجَنَّةَ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا الْعَجُزُ فَاَخَذَ الْعَجُوْزَ مَا اَخَذَهَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُنْشِئُهُنَّ خَلْقًا غَيْرَ خَلْقِهِنَّ ثُمَّ قَالَ تُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُلْفًا فَقَالَتْ حَاشَ لِلّٰهِ مِنْ ذَالِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلٰى اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ

خَلْقٍ نُعِيْدُهٗ۔

اور نُعِیْدُہٗ کے مفہوم کو ابتدائی تخلیقی معنی میں لینا یوں قابل ترجیح ہے جسے ابن جریر رحمہ اللہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ صدیقہ نے فرمایا میرے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس ایک بڑھیا قبیلہ بنی عامر کی بیٹھی ہوئی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بڑھیا کون ہیں۔

میں نے عرض کیا میری خالاؤں میں سے ایک ہیں۔

تو بڑی بی نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کرے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں تو یقیناً بڑھیا داخل نہ ہوں گی۔

تو یہ سن کر اس پر جو گزری سو گزری۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس حالت کے علاوہ نئی تخلیق فرمائے گا۔ پھر فرمایا تم سب میدان محشر میں ننگی محشور ہوگی۔

تو بڑی بی حاش للہ کہنے لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ جیسے پہلے پیدا کیا تھا ہم نے ایسے ہی محشور ہونا ہے۔

"وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ۔ یہ وعدہ ہمارے ذمہ ہے ہم ضرور ایسا ہی کریں گے۔"

اس پر آلوسی رحمہ اللہ تفسیر فرماتے ہیں: تَوَعُّدًا لَازِمًا عَلَيْنَا اَلْبَتَّةَ۔ یہ وعدہ لازم ہے ہمارے اوپر اور ہم ایسا کریں گے۔ آگے ارشاد ہے:

"وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ۔ اور بے شک لکھا ہم نے زبور میں۔"

اس پر چند قول ہیں:

اَلظَّاهِرُ اَنَّهٗ زَبُوْرُ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرُوِىَ ذَالِكَ عَنِ الشَّعْبِيِّ۔ ظاہر معنی کے اعتبار سے تو زبور وہی ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی اور یہ معنی شعبی نے فرمائے۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ الْكُتُبُ وَالذِّكْرُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ التَّوْرَاةُ وَرُوِىَ تَفْسِيْرُهٗ بِذٰلِكَ عَنِ الضَّحَّاكِ اَيْضًا۔

زبور سے کتب منزلہ مراد ہیں اور ذکر سے توریت۔

وَ قَالَ فِي الزَّبُوْرِ الْكُتُبُ مِنْ بَعْدِ التَّوْرَاةِ۔ ایک قول ہے کہ توریت کے بعد کی کتب منزلہ مراد ہیں۔

وَ اَخْرَجَ عَنِ ابْنِ جُبَيْرٍ اَنَّ الذِّكْرَ التَّوْرَاةُ وَالزَّبُوْرُ الْقُرْاٰنُ۔ ابن جبیر کہتے ہیں ذکر سے توریت مراد ہے اور زبور سے قرآن کریم۔

وَ اَخْرَجَ عَنِ ابْنِ زَيْدٍ اَنَّ الزَّبُوْرَ الْكُتُبُ الَّتِيْ اُنْزِلَتْ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالذِّكْرُ اُمُّ الْكِتَابِ الَّذِيْ يُكْتَبُ فِيْهِ الْاَشْيَاءُ قَبْلَ ذَالِكَ وَ هُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ كَذَا فِيْ بَعْضِ الْاٰثَارِ۔ زبور سے مراد وہ کتب منزلہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام پر اتریں اور ذکر سے مراد وہ ام الکتاب ہے جن میں ان سے قبل لکھا گیا اور وہ لوح

محفوظ ہے جیسا کہ بعض احادیث سے ثابت ہے۔

”اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۔ بے شک زمین کے وارث میرے صالح بندے ہیں۔“

اس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَغَيْرُهُمَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْاَرْضِ اَرْضُ الْجَنَّةِ۔

ارض سے مراد ارض جنت ہے۔

قَالَ الْاِمَامُ وَ يُؤَيِّدُهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ۔ دوسرا قول جو ہے اس کی تائید آیہ کریمہ سے بھی ہوتی ہے کہ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ الخ۔

وَ اَنَّهَا الْاَرْضُ الَّتِیْ تَخْتَصُّ بِهَا الصَّالِحُوْنَ لِاَنَّهَا لَهُمْ خُلِقَتْ۔ اور وہ زمین وہ ہے جو صالحون کے لئے مختص ہے اس لئے کہ وہ صالحین کے لئے ہی پیدا کی گئی ہے اور وہ یقیناً جنت میں ہے۔

نوٹ

دور موجودہ میں جو صالحین کی ایک جماعت بنی ہوئی ہے یہ بشارت ان کے لئے معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وہ بنے ہوئے صالحین ہیں یہ بشارت ان کے لئے ہے جو حقیقتاً صالحین سے ہیں۔ انہیں سیاسیات اور پولیٹکل معاملات سے کچھ واسطہ نہیں ہوگا وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے ہوئے ہوں گے۔

یہ صالح جماعت نام نہاد صالح ہے اسے دین اور ارباب دین سے خدا کرے واسطہ ہو جائے تا کہ بمعنی حقیقی صالحین بن جائیں اور ہم جیسے مسلمان تو محض مسلمان ہیں ورنہ ہمیں ان حقیقی صلحاء سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے مگر

اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

اور ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے:

اِنَّ الْمُرَادَ بِهَا اَرْضُ الدُّنْيَا يَرِثُهَا الْمُؤْمِنُوْنَ وَيَسْتَوْلُوْنَ عَلَيْهَا وَ هُوَ قَوْلُ الْكَلْبِیِّ وَاَيَّدَ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ۔ اس سے مراد زمین دنیا ہے جو مومنین کے ورثہ میں آئے گی اور وہ اس پر مستولی ہوں گے یہ کلبی کا قول ہے اور اس کی تائید آیہ کریمہ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ سے لیتے ہیں۔

وَاَخْرَجَ اَبُوْ مُسْلِمٍ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِیَ لِیْ۔

ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت ثوبان رحمہ اللہ سے ایک حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے آگے زمین لپیٹی تو میں دیکھ رہا ہوں اس کے مشرق و مغرب کو اور بے شک میرے امتی قریب ہے کہ وہاں تک اپنی مملکت پہنچائیں گے جہاں تک میرے لئے زمین لپیٹی۔

اس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ هٰذَا وَعْدٌ مِّنْهُ تَعَالٰی بِاِظْهَارِ الدِّيْنِ وَ اِعْزَازِ اَهْلِهٖ وَاِسْتِيْلَائِهِمْ عَلٰی اَكْبَرِ الْمَعْمُوْرَةِ الَّتِیْ يَكْثُرُ تَرَدُّدُ الْمُسَافِرِيْنَ اِلَيْهَا وَاِلَّا فَمِنَ الْاَرْضِ مَا لَمْ يَطَاْهَا الْمُسْلِمُوْنَ كَالْاَرْضِ الشَّهِيْرَةِ بِالدُّنْيَا

الْجَدِیْدَةِ وَبِالْهِنْدِ الْغَرْبِیِّ۔

یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ دین اور اعزاز مسلمین اور ان کے مستولی ہونے کا ہے جو اکثر آبادیوں پر ہوگا جہاں جہاں مسلمان وہاں سے گزریں یا اس زمین سے ہے جس پر مسلمان نہ پہنچے جیسے مشہور زمین دنیائے جدیدہ کی ہے یا ہند غربی کی۔ آگے ارشاد ہے:

"اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ۔ بے شک یہ قرآن کافی ہے عبادت والوں کو۔"

یعنی جو اس کا اتباع کریں اور اس کے مطابق عمل کریں وہ یقیناً جنت پائیں گے اور اپنی مراد کو پہنچیں گے۔

عبادت والوں سے، مراد تمام عبادات مکتوبہ ہیں اس پر چند قول ہیں:

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ الْحَسَنِ اِنَّهُمُ الَّذِیْنَ یُصَلُّوْنَ الصَّلٰوۃَ الْخَمْسَ بِالْجَمَاعَةِ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو صلوٰۃ خمسہ جماعت سے ادا کرنے والے ہیں۔

اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَیْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ ذَالِکَ فَقَالَ هِیَ الصَّلٰوۃُ الْخَمْسُ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ جَمَاعَةً۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت تلاوت فرما کر سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نماز پنجگانہ مسجد حرام میں بہ جماعت ادا کرنا ہے۔

"وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔"

اس میں جن وانس مومن کافر سب شریک ہیں۔ اس پر آلوسی رحمہ اللہ نے سات قول نقل فرمائے ہیں:

قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الرَّحْمَةَ فِیْ حَقِّ الْكُفَّارِ اَمْنُهُمْ بِبُعْضِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَسْفِ وَالْمَسْخِ وَالْقَذْفِ وَالْاِسْتِیْصَالِ۔

بعض نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا حق کفار میں رحمت ہونا بایں معنی ہے کہ انہیں خسف و مسخ اور قذف و استیصال سے امن ہو گیا اب وہ امم ماضیہ کی طرح اس مصیبت سے مامون ہیں۔

وَ اَخْرَجَ ذَالِکَ الطَّبْرَانِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ وَ جَمَاعَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

دوسرا قول وَ ذُكِرَ اَنَّهَا فِیْ حَقِّ الْمَلٰٓئِكَةِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ الْاَمْنُ مِنْ نَحْوِ مَا ابْتُلِیَ بِهٖ هَارُوْتُ وَ مَارُوْتُ وَ اُیِّدَ بِمَا ذَكَرَهٗ صَاحِبُ الشِّفَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ هَلْ اَصَابَکَ مِنْ هٰذِهِ الرَّحْمَةِ شَیْءٌ قَالَ نَعَمْ كُنْتُ اَخْشَی الْعَاقِبَةَ فَاٰمِنْتُ بِثَنَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیَّ فِی الْقُرْاٰنِ بِقَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ۔

یہ حق ملائکہ علیہم السلام میں بھی امن ہے جیسے ہاروت و ماروت کا ابتلا ہوا اب نہیں ہوگا اور اس کی تائید پر جیسا کہ صاحب شفا نے نقل کیا یہ قول صادق آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو فرمایا کہ کیا تمہیں بھی اس رحمت سے کچھ ملا عرض کیا جی ہاں مجھے اپنے انجام کی فکر تھی تو اللہ تعالیٰ نے میری تعریف میں ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ فرما کر مامون کر دیا۔

تیسرا قول یہ ہے وَ قِیْلَ الْمُرَادُ بِالْعَالَمِیْنَ جَمِیْعُ الْخَلَائِقِ مَا سِوَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَ صِفَاتِهٖ جَلَّ شَانُهٗ۔

عالم سے مراد تمام مخلوقات ہے اس لئے کہ عالم ماسوی اللہ تعالیٰ اور صفات حق کے سوا سب کچھ مراد ہے۔

چوتھا قول وَ كَوْنُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً لِلْجَمِيْعِ بِاِعْتِبَارِ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسِطَةُ الْفَيْضِ الْاِلٰهِيِّ عَلَى الْمُمْكِنَاتِ عَلٰى حَسْبِ الْقَوَابِلِ وَلِذَانُوْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ الْمَخْلُوْقَاتِ فَفِي الْخَبَرِ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى نُوْرَ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ۔

وَ جَاءَ، اَللّٰهُ تَعَالَى الْمُعْطِيْ وَاَنَا الْقَاسِمُ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا تمام خلائق کے لئے رحمت ہونا بایں اعتبار ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واسطۂ فیض الٰہی عزوجل ہیں تمام ممکنات پر بہ حسب قابلیت اسی وجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور بھی اول مخلوقات ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ اول جسے پیدا فرمایا وہ تیرے نبی کا نور ہے اے جابر۔

اور حدیث میں آیا کہ اللہ عطا فرمانے والا ہے اور ہم تقسیم کرنے والے ہیں۔

پانچواں قول مفتاح السعادۃ لابن قیم میں ہے اَنَّهُ لَوْلَا النُّبُوَّاتُ لَمْ يَكُنْ فِي الْعَالَمِ عِلْمٌ نَافِعٌ اَلْبَتَّةَ وَلَا عَمَلٌ صَالِحٌ وَلَا صَلَاحٌ فِيْ مَعِيْشَةٍ وَلَا قِوَامٌ لِمَمْلُكَةٍ وَلَكَانَ النَّاسُ بِمَنْزِلَةِ الْبَهَائِمِ وَالسِّبَاعِ الْعَادِيَةِ وَالْكِلَابِ الضَّارِيَةِ الَّتِيْ يَعْدُوْ بَعْضُهَا عَلٰى بَعْضٍ ۔ وَ كُلُّ خَيْرٍ فِي الْعَالَمِ فَمِنْ اٰثَارِ النُّبُوَّةِ وَ كُلُّ شَرٍّ وَقَعَ فِي الْعَالَمِ اَوْ سَيَقَعُ فَبِسَبَبِ خِفَاءِ اٰثَارِ النُّبُوَّةِ وَ دُرُوْسِهَا فَالْعَالَمُ جَسَدٌ رُوْحُهُ النُّبُوَّةُ وَلَا قِيَامَ لِلْجَسَدِ بِدُوْنِ رُوْحِهٖ۔

وَ لِهٰذَا اِذَا انْكَسَفَتْ شَمْسُ النُّبُوَّةِ مِنَ الْعَالَمِ وَلَمْ يَبْقَ فِي الْاَرْضِ شَيْءٌ مِّنْ اٰثَارِهَا اَلْبَتَّةَ اِنْشَقَّتْ سَمَاءُهٗ وَانْتَثَرَتْ كَوَاكِبُهٗ وَكُوِّرَتْ شَمْسُهٗ وَخَسَفَ قَمَرُهٗ وَ نُسِفَتْ جِبَالُهٗ وَزُلْزِلَتْ اَرْضُهٗ وَاُهْلِكَ مَنْ عَلَيْهَا فَلَا قِيَامَ لِلْعَالَمِ اِلَّا بِاٰثَارِ النُّبُوَّةِ ۔

مفتاح السعادت میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر نبوتیں نہ ہوتیں تو عالم میں کوئی علم نافع نہ ہوتا۔

کوئی عمل صالح نہ ہوتا۔

قطعاً صلاحیت معاش نہ رہتی۔

بالکل قوام مملکت نہ رہتا۔

اور لوگ چار پائے اور بہائم کی طرح اور کتوں کی طرح رہ جاتے کہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے۔

اور ہر خیر عالم میں آثار نبوت سے ہے۔

اور ہر شر جو عالم میں واقع ہوا یا ہوگا وہ بہ سبب خفاء آثار نبوت کے ہے۔

اور درسہائے نبوت کے بند ہونے سے ہے۔

تو عالم جسم ہے اور اس کی روح نبوت ہے اور ظاہر ہے کہ قیام جسم ناممکن ہے بغیر روح کے۔

یہی وجہ ہے کہ جب نبوت کا سورج کائنات سے چھپ جائے گا اور نبوت کے آثار میں سے زمین میں قطعی طور پر کچھ باقی نہیں رہے گا تو آسمان پھٹ جائے گا ستارے جھڑ جائیں گے۔ سورج لپیٹ دیا جائے گا چاند بے نور کر دیا جائے گا پہاڑ

ریزہ ریزہ ہو جائیں گے زمین میں زلزلہ آئے گا تو جو زمین پر ہوں گے سب ہلاک ہو جائیں گے تو ثابت ہوا کہ عالم کا قیام آثار نبوت سے ہے۔ اور پھر آگے فرماتے ہیں۔

وَاِذَا سُلِّمَ هٰذَا عُلِمَ مِنْهُ بِوَاسِطَةِ كَوْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلَ النَّبِيِّيْنَ ۔ وَمَا جَاءَ بِهٖ رَجُلٌ مِمَّا جَاءُ وْا بِهٖ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْاُصُوْلِ اِخْتِلَافٌ وُجِدَ كَوْنُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ اُرْسِلَ رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ۔

جب یہ امر مسلم ہے کہ نظام عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے واسطہ سے ہے اس لئے آپ اکمل النبیین ہیں۔ شعر

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

وَالَّذِي اخْتَارَهٗ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بُعِثَ رَحْمَةً لِكُلِّ فَرْدٍ فَرْدٍ مِّنَ الْعَالَمِيْنَ فَمَلَائِكَتُهُمْ وَاِنْسُهُمْ وَجِنُّهُمْ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِ وَالْكَافِرِ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ فِيْ ذَالِكَ وَالرَّحْمَةُ مُتَفَاوِتَةٌ وَ لِبَعْضٍ مِّنَ الْعَالَمِيْنَ وَالْمُعَلّٰى وَالرَّقِيْبُ مِنْهَا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہر فرد مخلوق کے لئے رحمت مبعوث ہوئے ملائکہ علیہم السلام اور انس و جن سب کے لئے۔ اور شان رحمت سے مستفیض ہونے میں کافر مومن انس و جن میں کوئی فرق نہیں البتہ افاضہ رحمت میں تفاوت ہے جتنی رحمت کا جو مستحق ہے اتنی ہی رحمت اس پر ہے۔

چنانچہ اس پر ذیل کی حدیث ہماری دلیل ہے

مَا اَخْرَجَهٗ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ اِنِّيْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً۔

عرض کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار پر بددعا فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لعنت کرنے والا مبعوث نہیں ہوا میں تو سب کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

دوسری حدیث میں بیہقی رحمہ اللہ دلائل سے نقل فرماتے ہیں عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ۔ میں رحمت اور ہدایت ہی ہوں۔ آگے ارشاد ہے:

”قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ فرما دیجئے مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا نہیں مگر ایک اللہ تو کیا تم اسلام لاتے ہو۔“

وَالْمَعْنٰى مَا يُوْحٰى اِلَيَّ اِلَّا اِخْتِصَاصُ اللّٰهِ بِالْوَحْدَانِيَّةِ ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے وحی نہیں ہوئی مگر یہی کہ اللہ کی ذات پاک کی وحدانیت خصوصیت سے بیان ہو۔

”فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ تو کیا تم اتباع کرو گے اس کا جو تم پر وحی ہوئی۔“

”فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ

وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ -

تو اگر وہ انحراف کریں تو فرما دیجئے میں نے تمہیں برابری کے مقابلہ کا اعلان کر دیا اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہے یا بعید تو تم سے وعدہ ہوا ہے۔ بے شک وہی جانتا ہے بات علانیہ اور مخفی اور میں کیا جانوں شاید وہ تمہارے لئے فتنہ ہو اور ایک وقت کے لئے تمتع۔ نبی نے عرض کی اے میرے رب فیصلہ فرما دے اور ہمارے رب رحمٰن ہی کی مدد درکار ہے ان باتوں پر جو تم بنا رہے ہو''۔ یعنی اگر وہ ایمان نہ لائیں اور اپنے انحراف پر جمے رہیں تو انہیں فرما دیجئے کہ جیسے چاہو مقابلہ کرلو۔

اور اِنْ نافیہ ہے یعنی کیوں بتاؤں کہ وہ عذاب جو تم پر آنے والا ہے کب آئے گا جلدی آئے گا یا دیر میں یعنی بغیر خدا کے بتائے محض عقل و قیاس سے میں کوئی بات نہیں کہا کرتا۔ یہاں درایت کے معنی اندازے اور قیاس کے ہیں اور اَدْرِیْ دریت سے ماخوذ ہے اور درایت پر لغت میں لکھا ہے کہ یہ شطن وفطن اور اٹکل اور قیاس کے موقعہ پر مستعمل ہے کذا فی الراغب وردالمختار۔

اس لئے یہاں اَدْرِیْ فرمایا تا کہ سمجھنے والا سمجھ سکے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار علم سے نہیں بلکہ اٹکل و قیاس سے یہاں فرمانے پر انکار ہے۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو جواب میں یہ فرمایا کہ میں اٹکل اور قیاس سے کوئی بات نہیں کہتا جو کہتا ہوں بہ اعلام الٰہی کہتا ہوں اور یہی معنی دوسری آیتوں میں بھی ہیں مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ۔ اور مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ۔

اور حدیث میں جو ارشاد ہے وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ۔ وغیرہ میں یہی معنی مراد ہیں۔

گویا یہاں عقل و قیاس سے جاننے کی نفی ہے نہ کہ مطلق علم کی اور مطلق علم کی نفی ہو بھی نہیں سکتی جب کہ اسی رکوع میں وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ بھی فرمایا جا چکا ہے۔

اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ۔ وہ تمہاری علانیہ باتیں جانتا ہے جو تم طعن دیتے ہو۔

وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ۔ وہ تمہاری خفیہ باتیں بھی جانتا ہے۔

وَاِنْ اَدْرِیْ۔ یہاں بھی اِنْ نافیہ ہے اور اَدْرِیْ بمعنی درایت ہے لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ شاید تمہارا حسد و عناد تمہارے امتحان میں ہو۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ حق عزوجل میں عرض پیرا ہیں جس کا ذکر ہے۔

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ۔ عرض کی اے میرے رب فیصلہ فرما دے حق حق اور میرے رب رحمٰن کی مدد درکار ہے تمہاری ان باتوں پر جو تم بناتے ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی اور بدر و حنین واحزاب میں وہ مبتلائے عذاب ہوئے۔

سُوْرَةُ الْحَجِّ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِيْمٌ ۝۱

اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی زبردست چیز ہے

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝۲

جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا نشہ میں اور وہ نشہ میں نہ ہوں گے لیکن عذاب اللہ کا سخت ہوگا

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝۳

اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں بغیر علم کے اور متبع ہوتے ہیں ہر شیطان سرکش کے

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ يَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۴

لکھ دیا اس پر جو اس سے دوستی کرے گا تو وہ ضرور اسے گمراہ کردے گا اور ہدایت کرے گا طرف عذاب جہنم کے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْــٴًـا ؕ وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ۝۵

اے لوگو! اگر ہو تم شک میں مر کر اٹھنے سے تو ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بغیر نقشہ بنی تاکہ ہم ظاہر کریں تمہیں اپنی نشانیاں اور ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں رحموں میں جو چاہیں ایک مقرر میعاد تک پھر نکالتے ہیں ہم تمہیں بچہ پھر تاکہ پہنچو تم اپنی جوانی کو اور تم میں سے وہ ہے جو مر جاتا ہے اور تم میں سے وہ ہے جو ڈالا جاتا ہے ذلیل عمر کی طرف تاکہ نہ جانے کچھ جاننے کے بعد اور دیکھے تو زمین کی طرف کہ مرجھائی ہوئی ہے تو جب اتارا ہم نے اس پر پانی تر و تازہ ہوئی اور ابھر آئی اور اگا لائی ہر جوڑ ارونق والا

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْیِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶

یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ وہ زندہ کرے گا مردے اور یہ کہ وہ سب کچھ کرسکتا ہے

وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ

اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور

يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝٧

یہ کہ اللہ اٹھائے گا اسے جو قبروں میں ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝٨

اور بعض آدمی وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور نہ کوئی دلیل کے اور نہ روشن نوشتہ کے

ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝٩

کندھے پھیرے ہوئے تا کہ اللہ کی راہ سے گمراہ ہو اس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور چکھائیں ہم اسے قیامت کے دن عذاب آگ کا

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝١٠

یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے ہاتھوں نے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا

حل لغات پہلا رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

يَآ۔اے	اَيُّهَا۔تمام	النَّاسُ۔لوگو	اتَّقُوْا۔ڈرو
رَبَّكُمْ۔اپنے رب سے	اِنَّ۔بے شک	زَلْزَلَةَ۔زلزلہ	السَّاعَةِ۔قیامت کا
شَيْءٌ۔چیز ہے	عَظِيْمٌ۔بہت بڑی	يَوْمَ۔جس دن	تَرَوْنَهَا۔دیکھو گے تم اس کو
تَذْهَلُ۔بھول جائے گی	كُلُّ۔ہرایک	مُرْضِعَةٍ۔دودھ پلانے والی	عَمَّآ۔جس کو
اَرْضَعَتْ۔دودھ پلایا	وَ۔اور	تَضَعُ۔گرجائے گا	كُلُّ۔ہرایک
ذَاتِ حَمْلٍ۔حمل والی	حَمْلَهَا۔اپنا حمل	وَ۔اور	تَرَى۔دیکھے گا تو
النَّاسَ۔لوگوں کو	سُكٰرٰى۔نشہ میں	وَ۔اور	مَا۔نہیں
هُمْ۔ہوں گے وہ	بِسُكٰرٰى۔نشہ میں	وَ۔اور	لٰكِنَّ۔لیکن
عَذَابَ۔عذاب	اللّٰهِ۔اللہ کا	شَدِيْدٌ۔سخت ہے	وَ۔اور
مِنَ النَّاسِ۔کچھ لوگ	مَنْ۔وہ ہیں	يُّجَادِلُ۔جو جھگڑتا ہے	فِي۔بیچ
اللّٰهِ۔اللہ کے	بِغَيْرِ۔بغیر	عِلْمٍ۔علم کے	وَّ۔اور
يَتَّبِعُ۔پیروی کرتا ہے	كُلَّ۔ہرایک	شَيْطٰنٍ۔شیطان	مَّرِيْدٍ۔مردود
كُتِبَ۔لکھا گیا ہے	عَلَيْهِ۔اس پر	اَنَّهٗ۔کہ بے شک وہ	مَنْ۔جس سے
تَوَلَّاهُ۔دوستی کرے گا	فَاَنَّهٗ۔تو یقیناً وہ	يُضِلُّهٗ۔اسے گمراہ کرے گا	وَ۔اور
يَهْدِيْهِ۔راہ دکھائے گا اسے	اِلٰى۔طرف	عَذَابِ۔عذاب	السَّعِيْرِ۔دوزخ کی
يَآ۔اے	اَيُّهَا۔تمام	النَّاسُ۔لوگو	اِنْ۔اگر
كُنْتُمْ۔ہو تم	فِيْ۔بیچ	رَيْبٍ۔شک کے	مِّنَ الْبَعْثِ۔اٹھنے سے
فَاِنَّا۔تو ہم نے	خَلَقْنٰكُمْ۔پیدا کیا تم کو	مِّنْ تُرَابٍ۔مٹی سے	

ثُمَّ مِنْ۔ پھر	نُّطْفَةٍ۔ نطفہ سے	ثُمَّ۔ پھر	مِنْ عَلَقَةٍ۔ جمے ہوئے
خون سے	ثُمَّ۔ پھر	مِنْ مُّضْغَةٍ۔ گوشت کے لوتھڑے سے	
مُّخَلَّقَةٍ۔ نقشہ بنے ہوئے	وَّ۔ اور	غَيْرِ۔ نہ	مُخَلَّقَةٍ۔ نقشہ بنے
لِّنُبَيِّنَ۔ تاکہ بیان کریں ہم	لَكُمْ۔ تمہارے لئے	وَ۔ اور	نُقِرُّ۔ ٹھہراتے ہیں ہم
فِي۔ بیچ	الْاَرْحَامِ۔ رحموں کے	مَا۔ جو	نَشَآءُ۔ ہم چاہیں
اِلٰٓى۔ طرف	اَجَلٍ۔ مدت	مُّسَمًّى۔ مقرر کے	ثُمَّ۔ پھر
نُخْرِجُكُمْ۔ نکالتے ہیں ہم تمہیں	طِفْلًا۔ بچہ	ثُمَّ۔ پھر	
لِتَبْلُغُوٓا۔ تاکہ تم پہنچو	اَشُدَّ۔ جوانی	كُمْ۔ اپنی کو	وَ۔ اور
مِنْكُمْ۔ بعض تم سے	مَّنْ۔ وہ ہے	يُّتَوَفّٰى۔ جو فوت کیا جاتا ہے	وَ۔ اور
مِنْكُمْ۔ بعض تم سے	مَّنْ۔ وہ ہے جو	يُّرَدُّ۔ لوٹایا جاتا ہے	اِلٰٓى۔ طرف
اَرْذَلِ۔ نکمی	الْعُمُرِ۔ عمر کے	لِكَيْلَا۔ تاکہ نہ	يَعْلَمَ۔ جانے
مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد	عِلْمٍ۔ جاننے کے	شَيْئًا۔ کچھ بھی	وَ۔ اور
تَرَى۔ دیکھتا ہے	الْاَرْضَ۔ زمین کو	هَامِدَةً۔ مرجھائی ہوئی	فَاِذَآ۔ پھر جب
اَنْزَلْنَا۔ اتارتے ہیں ہم	عَلَيْهَا۔ اس پر	الْمَآءَ۔ پانی	اهْتَزَّتْ۔ تو حرکت کرتی ہے
وَ۔ اور	رَبَتْ۔ بڑھتی ہے	وَ۔ اور	اَنْۢبَتَتْ۔ اگاتی ہے
مِنْ كُلِّ۔ ہر ایک	زَوْجٍۢ۔ جوڑا	بَهِيْجٍ۔ بارونق	ذٰلِكَ۔ یہ
بِاَنَّ۔ اس لئے ہے کہ	اللّٰهَ۔ اللہ	هُوَ۔ وہی ہے	الْحَقُّ۔ سچا
وَ۔ اور	اَنَّهٗ۔ بے شک وہ	يُحْيِ۔ زندہ کرتا ہے	الْمَوْتٰى۔ مردوں کو
وَ۔ اور	اَنَّهٗ۔ بے شک وہ	عَلٰى۔ اوپر	كُلِّ۔ ہر
شَيْءٍ۔ چیز کے	قَدِيْرٌ۔ قادر ہے	وَ۔ اور	اَنَّ۔ بے شک
السَّاعَةَ۔ قیامت	اٰتِيَةٌ۔ آنے والی ہے	لَّا۔ نہیں	رَيْبَ۔ شک
فِيْهَا۔ اس میں	وَ۔ اور	اَنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ
يَبْعَثُ۔ اٹھائے گا	مَنْ۔ ان کو جو	فِي۔ بیچ	الْقُبُوْرِ۔ قبروں کے ہے
وَ۔ اور	مِنَ النَّاسِ۔ بعض لوگ	مَنْ۔ وہ ہے جو	يُّجَادِلُ۔ جھگڑتا ہے
فِي۔ بیچ	اللّٰهِ۔ اللہ کے	بِغَيْرِ۔ بغیر	عِلْمٍ۔ علم کے
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	هُدًى۔ ہدایت کے	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	كِتٰبٍ۔ کتاب	مُّنِيْرٍ۔ روشن کے	ثَانِيَ۔ پھیرنے والا
عِطْفِهٖ۔ اپنے پہلو کو	لِيُضِلَّ۔ تاکہ گمراہ کرے	عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اللہ کے رستہ سے	

لَهٗ۔ اس کے لئے	فِي۔ بیچ	الدُّنْيَا۔ دنیا کے	خِزْيٌ۔ خواری ہے
وَّ۔ اور	نُذِيْقُهٗ۔ چکھائیں گے ہم اسے		يَوْمَ۔ دن
الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے	عَذَابَ۔ عذاب	الْحَرِيْقِ۔ جلنے کا	ذٰلِكَ۔ یہ
بِمَا۔ بدلہ اس کا ہے جو	قَدَّمَتْ۔ آگے بھیجا	يَدٰكَ۔ تیرے ہاتھ نے	وَ۔ اور
اَنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	لَيْسَ۔ نہیں ہے	بِظَلَّامٍ۔ ظلم کرنے والا
لِّلْعَبِيْدِ۔ بندوں پر			

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ۱۷

بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رضی اللہ عنہ یہ سورۃ مکیہ ہے اس میں چند آیتیں مکی نہیں ہیں جو هٰذٰنِ خَصْمٰنِ سے شروع ہوتی ہیں۔

اس سورۃ میں دس رکوع ۷۸ آیتیں ایک ہزار دو سوا کا نوے کلمات اور پانچ ہزار پچھتر حروف ہیں۔

اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّهَا نَزَلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ۔ حضرت ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ یہ سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی اور یہی قول ضحاک رحمہ اللہ کا ہے۔

وَ قِيْلَ كُلُّهَا مَكِّيَّةٌ۔ ایک قول ہے کہ تمام سورۃ مکیہ ہے۔

وَ اَخْرَجَ اَبُوْ جَعْفَرِ النَّحَّاسُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهَا مَكِّيَّةٌ سِوٰى ثَلٰثِ اٰيٰتٍ۔ ایک قول ہے سوا تین آیات کے تمام سورت مکیہ ہے وہ تین آیتیں هٰذٰنِ خَصْمٰنِ سے شروع ہیں۔ یہ آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں۔

اور بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما چار آیتیں هٰذٰنِ خَصْمٰنِ سے۔ عَذَابَ الْحَرِيْقِ تک مکی نہیں ہیں۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهَا مَدَنِيَّةٌ غَيْرَ اَرْبَعِ اٰيٰتٍ ۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ سے عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ تک یہ مکیہ ہیں۔

وَاَصَحُّ الْقَوْلِ اَنَّهَا مُخْتَلَطَةٌ فِيْهَا مَدَنِيٌّ وَ مَكِّيٌّ وَاِنِ اخْتُلِفَ فِي التَّعْيِيْنِ وَهُوَ قَوْلُ الْجَمْهُوْرِ وَعَدَدُ اٰيٰتِهَا ثَمَانٌ وَّ تِسْعُوْنَ فِي الْكُوْفِيِّ وَسَبْعٌ وَّتِسْعُوْنَ فِي الْمَكِّيِّ وَ خَمْسٌ وَّ تِسْعُوْنَ فِي الْبَصْرِيِّ وَ اَرْبَعٌ وَّ تِسْعُوْنَ فِي الشَّامِيِّ۔

اصح قول یہ ہے کہ اس میں آیات مختلط ہیں۔ مدنی بھی ہیں اور مکی بھی ہیں اور ان کی تعیین میں اختلاف ہے یہی جمہور کا قول ہے۔

اور ان کی گنتی یوں کی گئی کہ ۹۸ آیات کوفی ہیں۔

۹۷ آیات مکی ہیں۔

۹۵ آیات بصری ہیں۔

۹۴ آیات شامی ہیں۔

اس کے فضائل میں احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن مردویہ، بیہقی اپنی سنن میں عقبہ بن عامر سے راوی ہیں کہ قَالَ قُلْتُ يَا

رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفُضِلَتْ سُوْرَۃُ الْحَجِّ عَلٰی سَائِرِ الْقُرْاٰنِ بِسَجْدَتَیْنِ قَالَ نَعَمْ فَمَنْ لَّمْ یَسْجُدْ لَھُمَا فَلَا تَقْرَأْ ھُمَا۔ ابن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ سورۃ حج تمام قرآن کریم میں دو سجدوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے فرمایا ہاں تو جو دو سجدے نہ کرے وہ اس سورۃ کو نہ پڑھے۔ 20B

وَالرِّوَایَاتُ فِیْ اَنَّ فِیْھَا سَجْدَتَیْنِ مُتَعَدِّدَۃٌ مَّذْکُوْرَۃٌ فِی الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ۔ دو سجدوں کی روایات درمنثور نے بھی بیان کی ہیں۔

مگر ابن ابی شیبہ نے عربان الجاشعی کی روایت میں ابن عباس سے کہا فِی الْحَجِّ سَجْدَۃٌ وَّاحِدَۃٌ وَھِیَ الْاَوَّلُ۔ اس کا پہلا سجدہ وَمَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ والا سجدہ ہی احناف کی تحقیق میں ہے۔ اور آخری سجدہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں ہے احناف کے یہاں ثابت نہیں۔

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع - سورۃ حج - پ ۱۷

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ مبارکہ میں علوم خمسہ مذکور ہیں:

۱- آفرینش عالم کا بھی ذکر ہے۔

۲- معاد کا بھی بیان ہے۔

۳- احکام میں واقعات امم سابقہ کے عذاب وثواب کا بھی ذکر ہے۔

۴- مسئلہ رسالت بھی اس میں واضح کیا گیا ہے۔

۵- احکام بھی مذکور ہیں۔

ابن مبارک اور امام شافعی احمد واسحاق رحمہم اللہ کے نزدیک اس سورۃ مبارکہ کے دونوں سجدے کرنے لازم ہیں۔ ابن عباس اور ابرہیم اور نخعی اور حضرت سفیان ثوری اور امام ہمام ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ اس سورۃ مبارکہ میں پہلا سجدہ ہی ہے۔

سورۃ انبیاء کے خاتمہ پر مسئلہ معاد کا ذکر ہوا تھا۔ اس سورۃ مبارکہ میں اس سے ابتدا فرمائی گئی تا کہ انسان تقویٰ اور خدا ترسی اور عبادت کی طرف راغب ہو۔ اور اپنے دل میں خوف خدا پیدا کرے۔

اور جن انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ سورہ انبیاء میں ہوا۔ سورہ حج کا بیان پڑھ کر اس کی تصدیق اور ان کی پیروی کرنے کی طرف رغبت پیدا ہو۔

اس لئے کہ دار آخرت کا مسئلہ اور اس علم کے مفید و مضر کام بغیر انبیاء کرام معلوم نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ اس سورۃ میں اول ہی اس ہولناک واقعہ کی خبر ایک ہیبت ناک عنوان سے بیان فرمائی اور بیان سے قبل اللہ عزوجل سے ڈرنے کا حکم دیا اور فرمایا۔

"یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اے لوگوں اپنے رب سے ڈرو۔"

یہاں لفظ رب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس مربی حقیقی سے ڈرنا اور اس کی اطاعت کرنا بندے پر لازم ہے جو ہر آن اور ہر لحظہ ہمارا رب ہے۔ اور ایک دن ہولناک آنے والا ہے اس کا تصور رکھتے ہوئے بھی ہمیں تقویٰ طہارت اور اطاعت کرنی لازم

ہے گویا
"اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۔ بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے" سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اس ہیبت ناک زلزلہ ساعت سے اگر کوئی امان کا ذریعہ ہے تو وہ تقویٰ ہی ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یہ زلزلہ کس دن ہوگا اور لوگوں کا اس سے کیا حال ہوگا۔ جو يَوْمَ تَرَوْنَهَا سے شروع ہے جس میں بتایا کہ

اس روز حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے۔

اس روز دودھ پلانے والیاں باوجود اس کے کہ بچہ سے محبت خاص رکھتی ہیں لیکن اس پریشانی اور سراسیمگی و بدحواسی کی وجہ میں انہیں فراموش کر دیں گی۔

اور لوگ اس سے متوحش ہو کر ایسے ہو جائیں گے جیسے بدمست نشہ والے ہوتے ہیں حالانکہ وہ نشہ نہ ہوگا بلکہ عذاب الٰہی عزوجل ہوگا۔

یہ کس دن ہوگا۔ فرمایا قیامت کے دن ہوگا۔ اور قیامت کب ہوگی جس دن صور پھونکا جائے گا۔

اور پہاڑ ایسے اڑتے ہوں گے جیسے روئی کے گالے۔

اور زمین لرز جائے گی۔

ہر ایک اپنی اپنی پریشانی میں ہوگا۔ سب آپا دھاپی میں بدحواس ہوں گے۔

اس سے قبل اہل ایمان میں سے روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہے گا۔

شرار الناس، اشرار بدکردار ناہنجار ہی باقی رہ جائیں گے جو اس زلزلہ عظیم کا نقشہ دیکھیں گے۔

اس پر تمام دنیا نابود ہو جائے گی پھر نفخۂ صور ثانی سے سب ایک جدید عالم کی شکل میں پیدا ہوں گے نیا آسمان نئی زمین بنے گی لوگ جی اٹھیں گے اور حشر برپا ہوگا اس حال کے متعلق

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ۔ مشرکین مکہ اور بعض بے ایمان اس معاملہ میں جھگڑتے ہیں کہ ایسا کیوں کر ہوگا اور جھگڑا کرنے والا جاہل ہے اس کے پاس اس کے ابطال پر کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔ وہ محض توسوس شیطانی کا شکار ہے۔

ابن ابی حاتم ابی مالک سے راوی ہیں کہ یہ آیت کریمہ نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی کہ وہ امر الٰہی اور قیامت کے متعلق جاہلانہ بحث و تمحیص کرتا اور قیامت سے انکار کرنے میں مصر تھا چنانچہ فرمایا:

وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ۔ کہ وہ شیطان سرکش کی پیروی میں مردود بارگاہ ہو چکا ہے اور اس حکم میں گمراہ اور گمراہ کنندہ سب داخل ہیں۔

اور ۲۱ سے یہ بھی واضح ہوا کہ اتباع شیطانی کا نتیجہ جہنم ہے اور اس سے جہنم کی راہ کی طرف ہی ہدایت ہوتی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ قیامت کے قائم ہونے پر دو دلیلیں قائم فرماتا ہے:

(۱) پہلی دلیل يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ الخ۔ اے غفلت شعارو اگر شک میں ہو اس میں کہ مر کر کیسے اٹھو گے تو ہم نے تمہیں مٹی بے جان سے پیدا کیا پھر قطرۂ منی سے بنایا اور وہ

غذاؤں سے بنتا ہے اور غذائیں مٹی سے پیدا ہوتی ہیں۔

پھر وہی نطفہ جو درحقیقت مٹی سے بنا اسے ہم نے خون کی پھٹک کی شکل دی پھر اس پھٹک کو ہم نے گوشت کیا پھر اس سے جس کو جیسا چاہا بنایا کسی کو ناقص الاعضاء بنایا اور کسی کو صحیح وسالم۔

غیر مخلقہ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اس مضغہ کا اخراج کر دیا جسے اسقاط کہتے ہیں اور مخلقہ کے معنی یہ کہ مکمل بنا کر پیدا کیا تو اصل تم سب کی مٹی ہی ہوئی۔

اس سے تم پر اظہر من الشمس ہو گیا کہ یہ ہماری کمال صنعت کا کرشمہ ہے۔

ہم نے طبیعت کو آلہ بنایا جس نے باختلاف حال اس مٹی سے بنے ہوئے نطفہ، خون، مضغہ سے کسی حصہ کو ہڈی کے لئے چھانٹا کسی کو اعصاب کے لئے کسی حصہ کو سر کے لئے کسی کو ہاتھ کے لئے غرضکہ آنکھ، ناک، کان وغیرہ بنا کر اسے مکمل بچہ کر کے شکم مادر سے باہر لائے۔ پھر ہماری ہی قدرت کے ماتحت وہ بچہ رہ کر ختم ہو کر یا جوان ہو کر یا ارذل عمر تک پہنچ کر بہر حال اسے مرنا اور مٹی میں ملنا ضروری ہے۔ تو جو قادر علی الاطلاق ان تمام کیفیات کی قدرت رکھتا ہے اسے تمارے رمیم وحمیم بن جانے کے بعد پھر زندہ کر دینا کیوں خلاف عقل ہے۔

(۲) دوسری دلیل وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً الخ۔ تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک بنجر ہوتی ہے اسے ہم اپنی قدرت سے سرسبز و شاداب کر دیتے ہیں۔ چند بوند پانی برسا کر خاک اڑانے والی زمین لہلہا اٹھتی ہے۔ گوناگوں جڑی بوٹیاں پھول اور پھل دینے لگتی ہے۔

تو کیا ہم ماء الحیات برسا کر انسان کو نباتات کی طرح دوبارہ پیدا نہیں کر سکتے اس کے بعد پھر انہیں بے ہودہ کالانعام کے مجادلہ اور ہٹ دھرمی کا جواب دیا گیا اور ارشاد ہوا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۙ﴿۸﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یہ آیتیں نضر بن حارث اور ابوجہل کے متعلق اتریں۔ گویا یہ بتایا کہ انسان کسی مقصد پر جو حجت قائم کرتا ہے یا کوئی عقیدہ دل میں جماتا ہے تو وہ یا تو علم بدیہیات کے ذریعہ اس پر جمتا ہے یا استدلال ونظر سے مضبوط ہوتا ہے یا وحی والہام سے۔

پھر اگر تینوں ذریعہ اس کے پاس نہ ہوں اور وہ کسی امر میں جھگڑے تو یہ جہالت خالص اور محض نادانی ہے چنانچہ قرآن کریم میں مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فرما کر بدیہیات کے ذریعہ کا رد فرمایا اور وَّلَا هُدًى فرما کر نظریات کے ذریعہ کا فقدان ظاہر کیا اور وَلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ فرما کر الہام حق اور وحی سے انہیں محروم بتایا۔

پھر فرمایا جب ہر سہ ذرائع انہیں حاصل نہیں تو ان کا یہ انکار بے دلیل محض تکبر ونخوت حسد وعناد سے تھا۔ چنانچہ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ارشاد ہوا اس لئے کہ

ثَنّي الْعِطْفَ۔ محاورہ عربی میں تکبر اور عناد کے معنی میں مستعمل ہے پھر فرمایا اس تکبر ونخوت کی سزا کیا ہے۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ۔ انہیں اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ذلیل ورسوا کرے گا۔

چنانچہ نضر بن حارث اور ابوجہل کس ذلت سے غزوۂ بدر میں کتوں کی طرح مارے گئے اور مرداروں کی طرح ان کی نعشیں قلیب بدر میں ڈلوا دی گئیں۔ اسی طرح بقیہ سرکش بھی ذلیل ہوں گے اور پھر اسی پر بس نہیں ہو جائے گی بلکہ

وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ۔ قیامت کے دن بھی عذاب جہنم ہوگا۔
اور یہ ان کے کرتوتوں کی سزا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں فرماتا۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

"يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۔ اے لوگو ڈرو اپنے رب سے بے شک زلزلہ قیامت زبردست شے ہے۔

صاحب تفسیر نسفی رحمہ اللہ جلد ثالث میں آیت کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

اَمَرَ بَنِيْ اٰدَمَ بِالتَّقْوٰى ثُمَّ عَلَّلَ وُجُوْبَهَا عَلَيْهِمْ بِذِكْرِ السَّاعَةِ وَوَصَفَهَا بِاَهْوَلِ صِفَةٍ بِقَوْلِهٖ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ لِيَنْظُرُوْا اِلٰى تِلْكَ الصِّفَةِ بِبَصَائِرِ هِمْ وَ يَتَصَوَّرُوْهَا بِعُقُوْلِهِمْ۔ الخ

بنی آدم کو مخاطب فرما کر تقویٰ کا حکم دیا بعد اس کے وجوب کی علت ذکر ساعت اور اس کی ہولناکی کے ظاہر کرنے کے اور فرمایا بے شک قیامت کا زلزلہ زبردست شے ہے اور اس سے نجات سوائے تقویٰ کے کسی سے نہیں ہوسکتی۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَالْمَامُوْرُ بِهِ التَّقْوٰى هُوَ التَّجَنُّبُ عَنْ كُلِّ مَا يُؤْثِمُ مِنْ فِعْلٍ وَ تَرْكٍ۔ اس میں تقویٰ کے ساتھ بندے کو مامور کیا ہے مطلقاً اور تقویٰ نام ہے ہر گناہ سے تجنب کرنے کا۔

اور یہ زلزلہ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما نفخۂ ثانیہ کے بعد ہوگا اس پر ایک طویل حدیث روح المعانی نے نقل کی۔

اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَالنَّسَآئِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَاهُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ (الى) وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ (وَذَالِكَ فِيْ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلَقِ) فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ اَيَّ يَوْمٍ ذَالِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذَالِكَ يَوْمٌ يَقُوْلُ اللّٰهُ لِاٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ابْعَثْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ يَا رَبِّ مَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعُ مِائَةٍ وَ تِسْعَةٌ وَ تِسْعِيْنَ اِلَى النَّارِ وَوَاحِدٌ اِلَى الْجَنَّةِ فَاَنْشَاَ الْمُسْلِمُوْنَ يَبْكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا وَاَبْشِرُوْا فَاِنَّهَا لَمْ تَكُنْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهَا جَاهِلِيَّةٌ فَتُؤْخَذُ الْعِدَّةُ مِنَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنْ تَمَّتْ وَاِلَّا كُمِّلَتْ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ وَمَا مِثْلُكُمْ فِي الْاُمَمِ اِلَّا كَمِثْلِ الرَّقْمَةِ فِيْ ذِرَاعِ الدَّابَّةِ اَوْ كَالشَّامَةِ فِيْ جَنْبِ الْبَعِيْرِ ثُمَّ قَالَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرُوْا ثُمَّ قَالَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرُوْا ثُمَّ قَالَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرُوْا قَالَ وَلَا اَدْرِيْ قَالَ الثُّلُثَيْنِ اَمْ لَا وَحَدِيْثُ الْبَعْثِ مَذْكُوْرٌ فِي الصَّحِيْحَيْنِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرما کر فرمایا کیا تم سمجھتے ہو یہ دن کب ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی جانیں اور یہ واقعہ غزوۂ بنی مصطلق میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت کا ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دن وہ ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو فرمائے گا۔ کہ جہنم کی طرف بھیجو آدم عرض کریں گے الٰہی جہنم کی طرف کیا بھیجنا ہے ارشاد ہوگا ہر ہزار سے نوسو ننانوے جہنم میں اور ایک جنت میں تو لوگ رونا شروع

ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ رؤو اور قریب آؤ اور بشارت سنو۔
نبوت کے زمانہ سے دوسری نبوت تک درمیانی درجہ جاہلیت کا ہوگا وہ لوگ اس شمار سے جہنم میں جائیں گے اور اگر ان سے پورے نہ ہوں گے تو منافقین کی گنتی سے پورے کئے جائیں گے۔
اور تمہاری مثل کسی امت میں نہ ہوں گے مگر مثل کوہان اونٹ یا اقل قلیل حصہ کے یا مثل پائین روخ اونٹ کے پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم آدھے تمام جنتیوں سے ہو تو لوگوں نے نعرۂ تکبیر لگایا پھر فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم ثلث اہل جنت سے ہو اس پر لوگوں نے تکبیر کہی۔
راوی کہتے ہیں میرا خیال نہیں کہ دو ثلث اہل جنت کا بھی فرمایا۔ یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں ہے۔
اور زلزلہ کے متعلق بہت سی حدیثیں وارد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قیامت کے قائم ہونے سے قبل ہی ہوگا۔

زلزلہ کیوں آتا ہے؟

اس کے علل واسباب کیا ہیں؟ عَلٰی مَا رُوِیَ اَنَّ فِی الْاَرْضِ عُرُوْقًا تُنْتَهٰی اِلٰی جَبَلِ قَافٍ وَ هِیَ بِیَدِ مَلَکٍ (وَتَحْدُثُ هٰذِهِ الْحَرْکَةُ بِتَحْرِیْکِ مَلِکٍ) فَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَمْرًا اَمَرَهٗ اَنْ یُّحَرِّکَ عِرْقًا فَاِذَا حَرَّکَهٗ زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ۔
زمین میں رگیں ہیں جو کوہ قاف پر منتہی ہوتی ہیں اور وہ ایک فرشتہ کے ہاتھ میں ہیں اور یہ حرکت فرشتہ دیتا ہے جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے تو اس فرشتہ کو حکم ہوتا ہے جب وہ اس رگ کو حرکت دیتا ہے تو اس سے زمین متزلزل ہو جاتی ہے۔

اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ

جب بخارات زمین میں محتبس ہو کر غلیظ ہو جاتے ہیں اور وہ مجاری زمین سے بوجہ غلظت وتکاثف نہیں نکل سکتے تو زور دیتے ہیں اس وجہ میں زمین ہل جاتی ہے۔
اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ بخارات شدید غلیظ ہو کر جب نکلتے ہیں تو زمین دھنس بھی جاتی ہے اور اس سے آگ بھی نکل آتی ہے بوجہ شدید حرکت ان بخارات میں آگ لگ جاتی ہے کیونکہ اکثر بخارات دھنیت سے مخروج ہو جاتے ہیں اور کبھی ان بخارات میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ شق ارض کو ہلا دیتی ہے تو اس سے خوفناک آواز پیدا ہوتی ہے۔
تو اسباب زلزلہ حدیث سے بھی واضح ہیں اور فلاسفہ کا جو خیال ہے وہ بھی واضح ہے اس پر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِذَا صَحَّ حَدِیْثٌ فِیْ بَیَانِ سَبَبِ الزَّلْزَلَةِ لَا یَنْبَغِی الْعَدُوْلُ عَنْهُ۔ جب صحیح حدیث سے اسباب زلزلہ ثابت ہو گئے تو ہمیں اس سے انکار کرنا زیبا نہیں۔
وَاِلَّا فَلَابَاْسَ بِالْقَوْلِ بِرَاْیِ الْفَلَاسِفَةِ فِیْ ذَالِکَ وَهُوَ لَا یُنَافِی الْقَوْلَ بِالْفَاعِلِ الْمُخْتَارِ۔
اور فلاسفہ کے قول کے مان لینے میں بھی کوئی حرج نہیں اس لئے کہ وہ بھی منافی قدرت مختار علی الاطلاق نہیں ہے۔ آگے ارشاد ہے:
”یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ۔ وہ دن وہ ہوگا کہ تم اسے دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی

اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی۔"

وَالذُّهُوْلُ شُغْلٌ يُوْرِثُ حُزْنًا وَّ نِسْيَانًا۔ ذہول محاورہ عربی میں ایسے از خود رفتگی کو کہتے ہیں جس سے غم کے ساتھ نسیان بھی غالب ہو۔

آیہ کریمہ میں یَوْمَ تَرَوْنَهَا کے مخاطب ناظر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اللہ تعالیٰ اس امر کا اظہار فرما رہا ہے کہ وہ دن جس دن زلزلہ قیامت آئے گا اس سے سراسیمگی و بدحواسی سب پر طاری و ساری ہوگی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اس سے مستثنیٰ ہوگی۔ چنانچہ صاحب تفسیر نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَتَرَى النَّاسَ اَيُّهَا النَّاظِرُ سُكَارٰى عَلَى التَّشْبِيْهِ لِمَا شَاهَدُوْا بَسَاطَ الْعِزَّةِ وَسَلْطَنَةَ الْجَبَرُوْتِ وَسَرَادِقَ الْكِبْرِيَآءِ حَتّٰى قَالَ كُلُّ نَبِيٍّ نَفْسِيْ نَفْسِيْ۔

اے ناظر آپ لوگوں کو دیکھیں گے نشہ میں جبکہ وہ تخت عزت اور سلطنت حق و جبروت اور سرادق کبریائی کا مشاہدہ کریں گے حتیٰ کہ ہر نبی کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا۔ مگر وہ ناظر و شاہد و مبشر و نذیر اور داعی الی اللہ باذنہ وہ سراج منیر اس سے محفوظ رہ کر تمام حال ملاحظہ فرمائیں گے۔ اور جن پر وہ ذہول طاری و ساری ہوگا ان کا پھر یہ حال ہوگا کہ

"وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ۔ اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور آپ لوگوں کو دیکھیں گے نشہ میں اور وہ نشہ نہ ہوگا لیکن یہ کہ اللہ کا عذاب سخت ہوگا۔"

اس کی تفسیر میں آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ تُلْقِیْ ذَاتُ جَنِيْنٍ جَنِيْنَهَا لِغَيْرِ تَمَامٍ۔ یعنی حاملہ کے پیٹ کے نامکمل بچے بھی گر جائیں گے۔

ذات حمل کی تعریف قاموس میں یہ ہے: اَلْحَمْلُ مَا يُحْمَلُ فِي الْبَطْنِ مِنَ الْوَلَدِ جَمْعُهٗ حِمَالٌ وَاَحْمَالٌ وَ حَمَلَتِ الْمَرْاَةُ۔ حمل اسی کو کہتے ہیں جو پیٹ میں اولاد کا رہنا ہوتا ہے اس کی جمع حمال اور احمال ہے اور حَمَلَتِ الْمَرْاَةُ کے معنی عورت کا حاملہ ہونا ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ بھی وَتَرَى النَّاسَ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبہ ہونا فرماتے ہیں۔

وَ جَوَّزَ بَعْضُهُمْ كَوْنَ الْخِطَابِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ بعض نے اس میں تسلیم کیا ہے کہ یہ مخاطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو۔

اس کے بعد شان نزول بیان کر کے دلائل بعث بعد الموت بیان فرمائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ۔ اور بعض لوگ وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کے معاملہ میں بغیر علم کے اور ہر سرکش شیطان کے متبع ہو جاتے ہیں۔"

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نَزَلَتْ كَمَا اَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي النَّضْرِ بْنِ الْحَارِثِ وَكَانَ جَدِلًا يَقُوْلُ الْمَلٰئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بَنَاتُ اللّٰهِ سُبْحٰنَهٗ وَالْقُرْاٰنُ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ وَلَا يَقْدِرُ اللّٰهُ تَعَالٰى شَانُهٗ عَلٰى اِحْيَاءِ مَنْ بَلِيَ وَصَارَ تُرَابًا۔

یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جو بڑا جھگڑالو تھا اور فرشتوں علیہم السلام کو خدا عزوجل کی بیٹیاں کہتا

اور قرآن کریم کو پرانے قصے بتاتا اور کہتا کہ اللہ تعالیٰ گل سڑ جانے کے بعد پھر زندہ کرنے پر قادر نہیں۔

وَ قِيْلَ فِيْ اَبِيْ جَهْلٍ۔ بعض نے کہا یہ آیت ابوجہل کی مذمت میں اتری۔

وَ قِيْلَ فِيْ اُبَيِّ بْنِ خَلْفٍ۔ ایک قول ہے کہ یہ ابی بن خلف کے متعلق نازل ہوئی کہ وہ عام طور پر ہر جائز ناجائز امور میں جھگڑتا رہتا تھا اور ہمیشہ صفات و افعال الٰہی عزوجل پر کج بحثی کیا کرتا تھا۔

تو ارشاد ہوا کہ بعض ان خبثاء میں سے انجث ترین ایسے بھی ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں بھی لایعنی بے معنی اعتراضات اور جھگڑنے ہی میں مزہ آتا ہے۔ اور وہ ایسے ہی شیطان مرید (مردود و مطرود) کے پیرو ہو جاتے ہیں۔

مَرِيْد۔ عربی میں مُتَجَرِّدٌ لِلْفَسَادِ وَتَعَرِّیْ مِنَ الْخَيْرِ کو کہتے ہیں یعنی فساد کے لئے جو تنہا ہو اور بھلائیوں سے خالی ہو۔

اور شجرةٌ مَرْدَاءُ۔ لَا وَرَقَ لَهَا۔ شجرۂ مرداء اس درخت کو کہتے ہیں جس میں پتے نہ ہوں۔ اور بالکل کورا جھنڈ ہو اور رَمْلَةٌ مَرْدَآءُ اِذَا لَمْ تُنْبِتْ شَيْئًا۔ رملۂ مرداء اس زمین کو کہتے ہیں جو بنجر ہو اور اس پر کچھ نہ اگے۔

اور اسی سے امرد ہے۔ امرد اس آدمی کو کہتے ہیں جو بالوں کے اگنے سے محروم ہو۔

زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں اَصْلُ الْمَرِيْدِ وَالْمَارِدِ الْمُرْتَفِعُ الْاَمْلَسُ وَ فِيْهِ مَعْنَى التَّجَرُّدِ وَالتَّعَرِّیْ وَالْمُرَادُ بِهٖ اِمَّا اِبْلِيْسُ وَ جُنُوْدُهٗ وَاِمَّا رَءُوْسَآءُ الْكَفَرَةِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِلَى الْكُفْرِ۔ مرید اور مارد وہ ہے جو بے حیاء اور مایوسی میں تنہا اور یکہ وتاز ہو اور اس سے مراد یا ابلیس اور اس کا لشکر ہے یا روسائے کفار میں سے وہ جو اللہ کے سوا کفر کی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔

"كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ يَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ۔ جس پر لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس کی دوستی کرے گا تو یہ ضرور اسے گمراہ کر دے گا اور اسے راہ دکھائے گا جہنم کے عذاب کی۔"

یہ توبیخ و زجر کے طور پر ارشاد ہے کہ جو ایسوں سے محبت رکھے گا گویا ارشاد ہے اَیْ كُتِبَ عَلَى الشَّيْطٰنِ اَیُّ اِنْسَانٍ مَنْ تَوَلَّاهُ اَیْ اتَّخَذَهٗ وَلِيًّا وَ تَبِعَهٗ يُهْلِكُه فَاِنَّهٗ يُضِلُّهٗ عَنْ طَرِيْقِ الْجَنَّهِ وَ ثَوَابِهَا وَ يَهْدِيْهِ اِلٰى طَرِيْقِ السَّعِيْرِ وَ عَذَابِهَا۔

یعنی یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ شیطان وہ راندۂ درگاہ ہے کہ جو اس سے محبت و رابطہ کرے گا اور اسے اپنا دوست بنا کر اس کا پیرو ہو گا وہ اسے ہلاک کر کے جنت کے راستے سے بھٹکا دے گا اور ثواب سے محروم کر کے اسے جہنم کی راہ پر لگا دے گا اور عذاب میں ڈال دے گا۔

اس کے بعد دلائل بعثت بیان ہوتے ہیں۔

"يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ۔ اے غفلت شعار لوگو! اگر ہو تم شک میں مرنے کے بعد جی اٹھنے سے۔"

اس میں مخاطبۂ ناس کے ساتھ ان جھگڑالو کافروں سے ہے جو منکر بعث تھے۔ ریب عربی محاورہ میں شک کو کہتے ہیں اور اس عقیدہ کا اظہار دوسری جگہ بھی کیا گیا وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ گویا فرمایا گیا کہ بعث بعد الموت یقینی، قطعی،

اذعانی عقیدہ ہے اس میں تمہیں اگر شک ہے تو ہم دو دلیل عقلی تمہارے آگے رکھتے ہیں انہیں پڑھو، سوچو، سمجھو اور اپنی گمراہی چھوڑ دو وہ دو دلیل یہ ہیں:

(پہلی دلیل) "فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ۔" فَانْظُرُوْا اِلٰى مَبْدَءِ خَلْقِكُمْ لِيَزُوْلَ رَيْبُكُمْ۔ تو ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ یعنی تمہارا ابتداء تخلیق مٹی سے ہے۔ خواہ وہ منی یا نطفہ سے ہو خواہ وہ علقہ اور جمے ہوئے خون سے وہ مضغہ سے ہو یا قطعۂ گوشت سے۔ مخلق یعنی مکمل طور پر تمہیں بنایا یا غیر مخلق یعنی ناتمام ہی پیدا کیا۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: يَعْنِيْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فِي الْبَعْثِ فَمُزِيْلُ رَيْبِكُمْ اِنْ تَنْظُرُوْا فِيْ بَدْءِ خَلْقِكُمْ وَ قَدْ كُنْتُمْ فِي الْاِبْتِدَآءِ تُرَابًا وَّ مَآءً وَلَيْسَ سَبَبُ اِنْكَارِكُمُ الْبَعْثَ اِلَّا هٰذَا وَ هُوَ صَيْرُوْرَةُ الْخَلْقِ تُرَابًا وَّ مَآءً۔

اگر تم بعث بعد الموت میں شک کر رہے ہو تو تمہارا شک رفع کرنے کو یہی کافی ہے کہ تم اپنی ابتداء تخلیق کو دیکھو اس لئے کہ تم ابتداء میں مٹی اور پانی تھے اور سبب انکار سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ تم اول بے جان جماد نہ ہو اور جب تم اول ہی جماد تھے تو جماد کو جس نے زندہ کیا وہی آج بھی بعد الموت تمہیں زندہ کرے گا۔ چنانچہ فرمایا:

فَاِنَّا خَلَقْنَاكُمْ اَيْ اٰبَآءَ كُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ خُلِقْتُمْ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ اَيْ قِطْعَةِ دَمٍ جَامِدٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ وَهِيَ لَحْمَةٌ صَغِيْرَةٌ قَدْرَمَا يُمْضَغُ مُخَلَّقَةٍ وَ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ اَلْمُخَلَّقَةُ الْمُسَوَّرَةُ الْمَلْسَآءُ مِنَ النُّقْصَانِ وَالْعَيْبِ كَاَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَخْلُقُ الْمُضْغَةَ مُتَفَاوِتَةً مِنْهَا مَا هُوَ الْكَامِلُ الْخِلْقَةِ اَمْلَسُ مِنَ الْعُيُوْبِ وَ مِنْهَا مَا هُوَ عَلٰى عَكْسِ ذَالِكَ لِتُبَيِّنَ لَكُمْ بِهٰذَا التَّدْرِيْجِ كَمَالُ قُدْرَتِنَا وَ حِكْمَتِنَا۔

یعنی ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ یعنی تمہارے آباء واجداد کو مٹی سے بنایا پھر تم پیدا کئے گئے نطفہ سے پھر علقہ یعنی خون مکمل بلا کسی نقصان اور کمی بیشی کے اور غیر مخلق یا نامکمل تو یہ تدریجی شان ہمارے کمال قدرت وحکمت کی دلیل ہے۔

پھر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ نطفہ، علقہ، مضغہ ان سب کی پیداوار غذاؤں سے ہے اور غذائیں سب مٹی سے بنتی ہیں تو مٹی اصل انسان ہوئی اور علقہ اور مضغہ اس کی فرع۔

تو جب ہم نے مٹی سے سب کچھ بنا دیا تو اب تمہارے مرجانے کے بعد دوبارہ تمہیں بنا لینے میں کون سا استبعاد عقل ہے اسی لئے فرمایا تھا:

"فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا"۔

کہ ہم نے تمہیں پیدا فرمایا مٹی سے پھر نطفہ کے ماء صافی سے پھر علقہ سے یعنی جمے ہوئے بے جان خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے مخلقہ مکمل یا غیر مخلقہ ناتمام پھر تمہیں نکالا بچہ بنا کر شکم مادر سے پھر تمہیں جوانی تک پہنچایا۔

عربی میں اشد کا لفظ کمال پر پہنچنے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَشُدَّكُمْ اَيْ كَمَالَكُمْ فِي الْقُوَّةِ وَالْعَقْلِ وَالتَّشْخِيْرِ۔ اور قاموس میں ہے:

حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ اَیْ قُوَّتَہٗ وَ ھُوَ مَا بَیْنَ ثَمَانِیْ عَشَرَۃَ سَنَۃً اِلٰی ثَلَاثِیْنَ ۔ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ۔ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی قوت کو پہنچا اور یہ اٹھارہ سال سے تیس سال تک ہے۔

وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى۔ یہ بیان اقسام اخراج ہے جو رحم سے نکلنے میں ہوتا ہے۔ یعنی بعض تم میں سے پیدا ہوتے ہوئے اور بعض اٹھارہ تیس سال کے بعد مر جاتا ہے۔

وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْــٴًـا۔ اور بعض تم میں سے پہنچ جاتے ہیں بے کار عمر تک تاکہ وہ سب کچھ سمجھ بوجھ رکھتے ہوئے بالکل انجان بن کر کچھ نہ جانے جیسا کہ عام ذلیل عمر والے بڈھے ہو جاتے ہیں۔

پہلی دلیل مفصل بیان فرما کر اب دوسری دلیل بیان فرمائی جاتی ہے۔

وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ۔ اور تم دیکھتے ہو زمین کو خشک مری ہوئی۔ محاورہ میں بولتے ہیں:

هَمَدَتِ الْاَرْضُ اِذَا یَبِسَتْ وَ دَرَسَتْ وَ هَمَدَ الثَّوْبُ اِذَا بَلِیَ وَاَصْلُهٗ مِنْ هَمَدَتِ النَّارُ اِذَا صَارَتْ رَمَادًا۔ جب زمین پوری طرح خشک ہو جائے وَدَرَسَتْ اور اس پر سبزہ کا اثر نہ رہے اور هَمَدَ الثَّوْبُ جب کپڑا گل جائے اور هَمَدَتْ اصل میں آگ پر بولتے ہیں جب وہ رماد (راکھ) ہو کر دہم جائے۔ آگے فرمایا:

فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ۔ تو ہم اس پر پانی برساتے ہیں جس سے اهْتَزَّتْ یعنی لہلہا کر سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے وَرَبَتْ یعنی خوب سبزہ گنجان ہو جاتا ہے۔

وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ۔ اور پیدا ہوتا ہے ہر قسم کا پھل پھول سبزہ خوش منظر۔ یہ دوسری دلیل بیان فرما کر ارشاد ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ﴿۶﴾ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾۔

یہ دونوں دلیلیں اس پر ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایک ہے اور حق ہے اپنی ذات وصفات میں اور اسی کی یہ شان ہے کہ مردہ کو ماء الحیات ڈال کر یا جیسے چاہے زندہ کر سکتا ہے اور وہی ذات قادر علی الاطلاق ہے اور بے شک قیامت آئے گی اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ اٹھائے گا انہیں زندہ کر کے جو قبروں میں ہیں۔

تو خلاصہ تفسیر کلام یہ ہوا کہ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی هُوَ الْحَقُّ الثَّابِتُ الْمَوْجُوْدُ وَاَنَّهٗ قَادِرٌ عَلٰی اِحْیَآءِ الْمَوْتٰی عَلٰی كُلِّ مَقْدُوْرٍ وَاِنَّهٗ حَكِیْمٌ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ثابت اور موجود ہے اور وہ احیاء موتی پر قادر ہے اور تمام مقدور پر قابض اور حکمت والا ہے۔

اور بعض نے کہا: اَلْمَعْنٰی ذَالِکَ لِیَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ فِیْهِ تَلْوِیْحٌ اِلٰی مَعْنَی الْحَدِیْثِ الْقُدْسِیِّ الْمَشْهُوْرِ عَلَی الْاَلْسِنَةِ وَ فِیْ كُتُبِ الصُّوْفِیَّةِ وَاِنْ لَّمْ یَثْبُتْ عِنْدَ الْمُحَدِّثِیْنَ ۔ وَ هُوَ كُنْتُ كَنْزًا مُّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ کے تلویحاً یہ معنی ہیں جو حدیث قدسی سے ثابت ہیں۔

یہ حدیث مشہور الالسنہ ہے اور صوفیائے کرام کی کتابوں سے ثابت ہے اگرچہ محدثین میں یہ ثابت نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں کنز مخفی تھا تو میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ پہچانا جاؤں، تو یہ دلائل بھی اس لئے بیان فرمائے گئے کہ اسے لوگ جانیں۔ آگے ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ۔ اور بعض لوگ وہ ہیں کہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر علم اور بلا دلیل اور بغیر نوشتہ روشن کے۔

یہ آیت کریمہ بروایت محمد بن کعب اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور بروایت ابن عباس ابوجہل کے متعلق اتری۔ اور اکثر کے نزدیک نضر بن حارث کی بابت نازل ہوئی۔

یہ خبثاء کفار وہ تھے جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں جھگڑتے اور اس کی طرف ایسے اوصاف کی نسبت کرتے جو اس کے شایان شان نہ تھے۔

اس میں بتایا گیا کہ انسان کو کوئی بات بغیر علم اور دلیل کے نہیں کہنی چاہئے یا اس کے پاس وحی یا الہام ہو یہ تین باتیں جس کے پاس نہیں وہ یقیناً گمراہ یا باطل پرست ہے۔

یہاں بغیر علم سے مراد علم ضروری ہے۔

اور ہدیٰ سے مراد استدلال اور نظر صحیح ہے جو معرفت حق کی طرف ہدایت کرے۔

کتاب منیر سے مراد وحی ہے جو مظہر حق ہے۔

گویا یوں ارشاد ہوا کہ اَیْ يُجَادِلُ فِيْ شَانِهٖ تَعَالٰى مِنْ غَيْرِ تَمَسُّكٍ بِمُقَدَّمَةِ الضَّرُوْرِيَّةِ وَلَا بِحُجَّةٍ وَلَا بِبُرْهَانٍ سَمْعِيٍّ۔ یہ جھگڑنے والے اللہ تعالیٰ کی شان میں بلا تمسک مقدمہ ضروریہ اور بغیر حجت اور برہان کے جھگڑتے ہیں۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ضَرُوْرِيٍّ وَّلَا هُدًى اَیْ اِسْتِدْلَالٍ لِاَنَّهٗ يَهْدِيْ اِلَى الْمَعْرِفَةِ وَلَا كِتَابٍ مُّنِيْرٍ اَیْ وَحْيٍ۔ وَالْعِلْمُ لِلْاِنْسَانِ مِنْ اَحَدِ هٰذِهِ الْوُجُوْهِ الثَّلَاثَةِ۔

یعنی جو جھگڑتے ہیں بغیر علم ضروری اور بلا استدلال کے جو معرفت کی ہدایت کرے یا بغیر وحی کے اس لئے کہ علم انسان کے لئے تینوں امور مذکورہ میں سے ایک پر موقوف ہیں۔

ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ حق سے اپنی گردن موڑے ہوئے ہے تا کہ اللہ کی راہ سے بھٹکا دے اس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور بروز قیامت ہم اسے جلانے کا عذاب چکھائیں گے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

ثَانِيَ عِطْفِهٖ۔ کے معنی محاورہ میں لَاوِيًا بِجَانِبِهٖ کے ہیں ایک طرف گردن موڑ لینا۔ وَ هُوَ كِنَايَةٌ عَنْ عَدَمِ قَبُوْلِهٖ یہ کنایہ قبول نہ کرنے کی طرف ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق اس کے معنی متکبرانہ انکار کے ہیں۔

اور ضحاک رحمہ اللہ کے نزدیک کسی کے قول پر ناک چڑھانا ہیں۔
اور ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں حق سے اعراض کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔
اور قرأت حسن میں عِطْفِهٖ بفتح العین ہے۔ اَیْ مَانِعًا لِتَعَطُّفِهٖ وَتَرَحُّمِهٖ۔ یعنی تعطف وترحم سے روکنا مراد ہے۔
لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ تا کہ اللہ کی راہ سے گمراہ کرے۔
اس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے چنانچہ بدر میں وہ ذلت وخواری سے مارے گئے۔ اور
وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ اور قیامت کے دن انہیں آگ کے عذاب کا ذائقہ چکھایا جائے گا۔
حَرِيْقِ کے متعلق آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ایک طبقہ ہے طبقات جہنم سے۔
آخر میں فرمایا:
ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ۔ یہ جو کچھ ہے وہ تیرے ہاتھوں کی کرتوت کا بدلہ ہے۔
وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ اور بے شک اللہ بندے پر ظلم نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی کرنی ہی اسے بھرتی ہوتی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾

اور بعض لوگ وہ ہیں کہ اللہ کو پوجتے ہیں ایک کنارہ پر اگر پہنچ گئی انہیں بھلائی تو مطمئن ہیں اس پر اور اگر پہنچا انہیں کوئی امتحان پلٹ جاتے ہیں اپنے منہ کے بل نقصان میں ہیں دنیا اور آخرت میں یہ ہے نقصان کھلا ہوا

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾

پوجتے ہیں اللہ کے سوا اس چیز کو جو نہ نقصان دے سکے اور نہ نفع یہ ہے گمراہی دور کی

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾

ایسے کو پوجتے ہیں جس سے نقصان قریب ہے نفع کے مقابل بے شک برا ہے دوست اور برا ہے رفیق

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾

بے شک اللہ داخل کرے گا انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہے

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾

جو یہ گمان کرتا ہو کہ نہیں مدد کرے گا اللہ دنیا میں اور آخرت میں تو اسے چاہئے کہ تانے آسمان کی طرف رسی پھر اپنے کو پھانسی دے پھر دیکھے کہ اس کا مکر کچھ لے گیا اس بات کو جس کا اسے غصہ ہے

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾

اور ایسے ہی اتارا ہم نے یہ قرآن روشن آیات اور بے شک راہ دکھاتا ہے جسے چاہے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾

بے شک وہ جو ایمان لائے اور یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی اور آتش پرست اور وہ جو مشرک ہیں بے شک اللہ فیصلہ کرے گا ان میں قیامت کے دن بے شک اللہ ہر شے کا دیکھنے والا ہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ ﴿۱۸﴾

کیا نہ دیکھا تم نے کہ اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی اور بہت سے وہ ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے اور جسے اللہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں بے شک اللہ جو چاہے کرے

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾

یہ دو جھگڑالو ہیں اپنے رب کے معاملہ میں جو جھگڑتے ہیں تو جو کافر ہوئے ان کیلئے بیونتے گئے کپڑے آگ کے۔ ڈالا جائے گا ان کے سر پر گرم پانی کھولتا گل جائے گا اس سے جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں اور ان کے لئے گرز لوہے کے ہیں جب چاہیں کہ نکلیں اس سے اس کی گھٹن کے سبب لوٹا دیئے جائیں گے اس میں اور حکم ہوگا کہ چکھو آگ کا عذاب

حل لغات دوسرا رکوع۔سورۃ حج۔پ ۱۷

وَ۔اور	مِنَ النَّاسِ۔بعض لوگ	مَنْ۔ایسے ہیں جو	يَّعْبُدُ۔عبادت کرتے ہیں
اللّٰهَ۔اللہ کی	عَلٰی۔اوپر	حَرْفٍ۔کنارے کے	فَاِنْ۔پھر اگر
اَصَابَهٗ۔پہنچے اسے	خَيْرٌ۔بھلائی	اطْمَاَنَّ۔تو مطمئن ہو جاتا ہے	
بِهٖ۔اس سے	وَ۔اور	اِنْ۔اگر	اَصَابَتْهُ۔پہنچے اسے
فِتْنَةٌ۔آزمائش	انْقَلَبَ۔پلٹ جاتا ہے	عَلٰی۔اوپر	وَجْهِهٖ۔اپنے چہرے کے
خَسِرَ۔خسارہ اٹھایا	الدُّنْيَا۔دنیا	وَ۔اور	الْاٰخِرَةَ۔آخرت کا

ذٰلِكَ-یہ ہے	هُوَ-وہ	الْخُسْرَانُ-خسارہ	الْمُبِيْنُ-ظاہر
يَدْعُوْا-پکارتا ہے	مِنْ دُوْنِ-سوا	اللّٰهِ-اللہ کے	مَا-اس کو جو
لَا-نہ	يَضُرُّهٗ-نقصان دے اسے	وَ-اور	لَا-نہ
يَنْفَعُهٗ-نفع دے	ذٰلِكَ-یہ ہے	هُوَ-وہ	الضَّلٰلُ-گمراہی
الْبَعِيْدُ-دور کی	يَدْعُوْا-پکارتا ہے	لَمَنْ-اس کو	ضَرُّهٗٓ-جس کا نقصان
اَقْرَبُ-زیادہ قریب ہے	مِنْ نَّفْعِهٖ-اس کے نفع سے	لَبِئْسَ-برا ہے	الْمَوْلٰى-دوست
وَ-اور	لَبِئْسَ-برا ہے	الْعَشِيْرُ-رفیق	اِنَّ-بے شک
اللّٰهَ-اللہ	يُدْخِلُ-داخل کرے گا	الَّذِيْنَ-ان کو جو	اٰمَنُوْا-ایمان لائے
وَ-اور	عَمِلُوا-عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ-اچھے	جَنّٰتٍ-باغوں میں کہ
تَجْرِيْ-رواں ہیں	مِنْ تَحْتِهَا-ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ-نہریں	اِنَّ-بے شک
اللّٰهَ-اللہ	يَفْعَلُ-کرتا ہے	مَا-جو	يُرِيْدُ-چاہے
مَنْ-جو	كَانَ-ہے	يَظُنُّ-گمان کرتا	اَنْ-یہ کہ
لَّنْ-ہرگز نہ	يَّنْصُرَهُ-مدد کرے گا اس کی	اللّٰهُ-اللہ	فِي-بیچ
الدُّنْيَا-دنیا	وَ-اور	الْاٰخِرَةِ-آخرت کے	فَلْيَمْدُدْ-تو وہ لٹکائے
بِسَبَبٍ-ایک رسی	اِلَى-طرف	السَّمَآءِ-آسمان کے	ثُمَّ-پھر
لْيَقْطَعْ-کاٹ دے	فَلْيَنْظُرْ-پھر دیکھے	هَلْ-کیا	يُذْهِبَنَّ-لے جاتا ہے
كَيْدُهٗ-اس کا مکر	مَا-اس کو جسے	يَغِيْظُ-غصہ کھاتا ہے	وَ-اور
كَذٰلِكَ-اسی طرح	اَنْزَلْنٰهُ-اتارا ہم نے اس کو	اٰيٰتٍ-آیتیں	بَيِّنٰتٍ-کھلی کھلی
وَّ-اور	اَنَّ-بے شک	اللّٰهَ-اللہ	يَهْدِيْ-ہدایت دیتا ہے
مَنْ-جسے	يُّرِيْدُ-چاہے	اِنَّ-بے شک	الَّذِيْنَ-وہ جو
اٰمَنُوْا-ایمان لائے	وَ-اور	الَّذِيْنَ-وہ جو	هَادُوْا-یہودی ہوئے
وَ-اور	الصّٰبِـِٕيْنَ-ستارہ پرست	وَ-اور	النَّصٰرٰى-عیسائی
وَ-اور	الْمَجُوْسَ-آتش پرست	وَ-اور	الَّذِيْنَ-وہ جو
اَشْرَكُوْٓا-مشرک ہیں	اِنَّ-بے شک	اللّٰهَ-اللہ	يَفْصِلُ-فیصلہ کرے گا
بَيْنَهُمْ-ان کے درمیان	يَوْمَ-دن	الْقِيٰمَةِ-قیامت کے	اِنَّ-بے شک
اللّٰهَ-اللہ	عَلٰى-اوپر	كُلِّ-ہر	شَيْءٍ-شے کے
شَهِيْدٌ-گواہ ہے	اَ-کیا	لَمْ-نہ	تَرَ-دیکھا تو نے
اَنَّ-بے شک	اللّٰهَ-اللہ	يَسْجُدُ-سجدہ کرتے ہیں	لَهٗ-اس کو

مَنْ۔ جو	فِیْ۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہیں	وَ۔ اور
مَنْ۔ جو	فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہیں	وَ۔ اور
الشَّمْسُ۔ سورج	وَ۔ اور	الْقَمَرُ۔ چاند	وَ۔ اور
النُّجُوْمُ۔ ستارے	وَ۔ اور	الْجِبَالُ۔ پہاڑ	وَ۔ اور
الشَّجَرُ۔ درخت	وَ۔ اور	الدَّوَآبُّ۔ جانور	وَكَثِيْرٌ۔ اور بہت سے
مِّنَ النَّاسِ۔ لوگ بھی	وَ۔ اور	كَثِيْرٌ۔ بہت سے وہ ہیں کہ	حَقَّ۔ حق ہوا
عَلَيْهِ۔ ان پر	الْعَذَابُ۔ عذاب	وَ۔ اور	مَنْ۔ جسے
يُّهِنِ۔ ذلیل کرے	اللّٰهُ۔ اللہ	فَمَا۔ تو نہیں	لَهٗ۔ اس کو
مِنْ مُّكْرِمٍ۔ کوئی عزت دینے والا		اِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ
يَفْعَلُ۔ کرتا ہے	مَا۔ جو	يَشَآءُ۔ چاہے	هٰذٰنِ۔ یہ
خَصْمٰنِ۔ دو جھگڑنے والے ہیں		اخْتَصَمُوْا۔ جو جھگڑے	فِیْ۔ بیچ
رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کے	فَالَّذِيْنَ۔ پھر وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہوئے	قُطِّعَتْ۔ کاٹے جائیں گے
لَهُمْ۔ ان کے لئے	ثِيَابٌ۔ کپڑے	مِّنْ نَّارٍ۔ آگ کے	يُصَبُّ۔ گرایا جائے گا
مِنْ فَوْقِ۔ اوپر	رُءُوْسِهِمُ۔ ان کے سروں کے		الْحَمِيْمُ۔ گرم پانی
يُصْهَرُ۔ گل جائے گا	بِهٖ۔ اس کے ساتھ	مَا۔ جو	فِیْ۔ بیچ
بُطُوْنِهِمْ۔ ان کے پیٹوں کے ہے		وَ۔ اور	الْجُلُوْدُ۔ چمڑے
وَ۔ اور	لَهُمْ۔ ان کے لئے	مَّقَامِعُ۔ گرز ہیں	مِنْ حَدِيْدٍ۔ لوہے کے
كُلَّمَآ۔ جب بھی	اَرَادُوْٓا۔ ارادہ کریں گے	اَنْ۔ یہ کہ	يَّخْرُجُوْا۔ نکل جائیں
مِنْهَا۔ اس سے	مِنْ غَمٍّ۔ گھٹن سے	اُعِيْدُوْا۔ لوٹائے جائیں گے	فِيْهَا۔ اس میں
وَ۔ اور	ذُوْقُوْا۔ چکھو	عَذَابَ۔ عذاب	الْحَرِيْقِ۔ جلنے کا

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع ۔ سورۂ حج ۔ پ ۱۷

عربی محاورہ میں حرف طرف کو کہتے ہیں اور کنایۃ اس کے معنی شک اور تردد کے ہیں۔

چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام قیامت کے حالات بیان فرما کر انسان کو دار آخرت کی بھلائی دکھا کر اپنی طرف بلاتے تھے اور حماقت مآب بعض وہ تھے کہ دین اسلام کو دنیا کے فوائد حاصل کرنے کی غرض سے قبول کرتے اور ظاہر ہے کہ دنیا میں نفع و نقصان تو ہر حال میں ہوتا ہے۔

عہد رسالت ﷺ میں بھی بعض بے وقوف اسلام میں اس لئے داخل ہوئے کہ اگر اس میں آنے سے فائدہ ہوا تو مسلمان رہیں گے ورنہ مرتد ہو جائیں گے۔ ان کی حقیقت اور ناعاقبت اندیشی اس رکوع میں ظاہر فرمائی گئی اور ارشاد ہوا وَ

مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ۔ بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جو اللہ کی پرستاری کرتے ہیں ایک کنارے سے۔

بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی ایسے لوگ تھے جو اسلام قبول کرتے اور فیصلہ کرتے کہ اگر اس کے لڑکا پیدا ہوا یا اس کے مویشی کے بچے ہوگئے تو یہ دین اچھا ہے اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر دین یہ اچھا نہیں۔ یہ ہے شان نزول اس آیت کریمہ کا۔

تو جب انسان پر بمقتضائے قضاوقدر مصیبت آتی ہے تو وہ خدا سے بھی منحرف ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے دنیا بھی جاتی رہتی ہے اور دین بھی۔ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ یہ بہت بڑا نقصان وخسران ہے تو ایسا مذبذب ادھر سے ہٹ کر بتوں کی طرف جب رجوع ہوتا ہے اور ان کی پرستاری میں چڑھاوے بھوگ چڑھاتا ہے تو یہ اضاعت مال کے سوا اور کیا ہے ادھر بت پرستی کا وبال ونکال سر پر لیتا ہے تو یہ خسارہ پر خسارہ اور نقصان پر نقصان ہی ہے۔

ان پتھروں میں معبود ہونے کی اہلیت ہی کہاں ہے وہ نفع ونقصان کے مالک تو کہاں اپنی مکھی بھی اڑانے کی قوت نہیں رکھتے۔ تو ایسے جماد محض بے جان بے حسن جن کو پوجتے ہیں ضرر پر ضرر ہے۔

پھر منافقوں کی عبادت اور ان کے معبودوں کا حال بیان فرما کر سچے ایمانداروں کی عبادت کا حال بیان فرمایا گیا اور ان کے معبود حقیقی قادر علی الاطلاق کی صنعت بیان کی اور بشارت دی کہ وہ ایسے باغوں میں داخل کئے جائیں گے جن میں نہریں رواں ہیں اس کے بعد یہ بھی بتادیا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور باطل معبودوں کو نفع وضرر کا کوئی اختیار نہیں۔

پھر فرمایا مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ جو منافق اس گمان باطل میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اگر مدد کرے تو اسے مانیں ورنہ بتوں کی طرف مائل ہو جائیں ان پر توبیخا ارشاد ہے کہ

ان سے جو کچھ ہو سکے کرلیں حتیٰ کہ فَلْيَمْدُدْ اِلَى السَّمَآءِ وہ رسی لٹکائیں سما کی طرف یہاں سماء سے مراد سماء البیت ہے یعنی گھر کی چھت میں رسی لٹکا کر پھانسی دے دیکھیں اور اس پر دیکھیں ان کا غصہ نکلتا ہے۔ گویا فرمایا کہ ہزار تدابیر کرلیں پھر بھی ان سے کچھ نہ ہو سکے گا۔

یہ معنی برایں تقدیر ہیں کہ ینصرہ کی ضمیر مَنْ کی طرف رجوع کی جائے جیسا کہ سیاق مضمون کا مقتضا ہے۔ لیکن ابن عباس، کلبی، مقاتل، ضحاک، قتادہ، ابن زید، سدی، فراء، زجاج رحمہم اللہ اس کی ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں مدد فرما کر ان کا بول بالا نہ کرے گا اور اسی وجہ میں وہ متردد ہو کر اسلام قبول نہیں کرتا۔

چنانچہ مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت قبیلہ غطفان اور بنی اسد کے چند لوگوں (کے حق) میں نازل ہوئی وہ کہتے تھے کہ ہمیں خوف ہے کہ شاید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا مدد نہ کرے تو ایسی صورت میں ہم اپنے حلیفوں سے بھی گئے گزرے ہو جائیں گے۔

یا ان لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد رکھتے تھے انہیں توبیخا فرمایا کہ تم جیسے چاہو تدبیر کرلو اور داؤ چلالو حتیٰ کہ رسی لٹکا کر اس سے گلا گھونٹ کر مر جاؤ یا رسی کے ذریعہ آسمان پر پہنچنے کی سعی کرلو لیکن تمہارا کچھ نہ بنے گا جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا اس لئے کہ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ

اور لْيَقْطَعْ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ سبب عربی زبان میں رسی اور وسیلہ کے معنی میں مستعمل ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فتوحات اور غلبہ میں جب تاخیر ہوتی تو وہ دل تنگ ہو جاتے اور ان پر بددلی غالب آجاتی تھی چنانچہ اس آیۂ کریمہ میں ان کی طرف اشارہ اور عتاب ہے۔ اور فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے جب چاہتا ہے کرتا ہے وہ تمہاری مرضی کے ماتحت نہیں۔

پھر تمام قرآن پاک کو آیات بینات فرما کر بتایا کہ ہم نے نازل کیا ہے رہی ہدایت سو وہ ہر ایک کے حصہ میں نہیں اللہ جسے چاہے ہدایت دے۔

دنیا میں چھ قسم کے فریق کا ذکر فرمایا۔ اول مسلمان جنہیں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہا۔

دوسرے یہودی۔ تیسرے صابی یعنی ستارہ پرست۔ چوتھے نصاریٰ یعنی عیسائی پانچویں مجوسی یعنی آتش پرست چھٹے مشرکین۔

اور بتایا ہے کہ ہر ایک اپنے کو ہدایت پر کہتا ہے۔ مگر دراصل ہدایت پر وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور وہ اہل اسلام ہیں۔

رہی ان کی قیل وقال تو اس کا فیصلہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ کرے گا اس سے کچھ بھی مخفی نہیں وہ سب کچھ جانتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ۱۷

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ"

عَلٰى طَرَفٍ مِّنَ الدِّيْنِ لَا فِيْ وَسْطِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ هٰذَا مَثَلٌ لِّكَوْنِهِمْ عَلٰى قَلَقٍ وَّاضْطِرَابٍ فِيْ دِيْنِهِمْ لَاعَلٰى سُكُوْنٍ وَّطَمَانِيَةٍ۔ اور بعض وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ایک پہلو سے یعنی دین کے ایک کنارہ سے نہ کہ دل سے اور یہ اس امر کی مثال ہے کہ ان کی عبادت کرنا قلق واضطراب سے ہو نہ کہ سکون واطمینان سے (نسفی)

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شُرُوْعٌ فِيْ حَالِ الْمُذَبْذَبِيْنَ یہ مذبذبین فی الاسلام کے حال کا شروع بیان ہے اَیْ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ كَائِنًا عَلٰى طَرَفٍ مِّنَ الدِّيْنِ لَا ثُبَاتَ لَهٗ بِهٖ كَالَّذِيْنَ يَكُوْنُ فِيْ طَرَفِ الْجَيْشِ فَاِنْ اَحَسَّ بِظَفَرٍ قَرَّ وَ اِلَّا فَرَّ۔ یعنی منافقین ومذبذبین میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کی عبادت کو آتے ہیں دین کے ایک پہلو سے (حرف) کنارہ کو کہتے ہیں انہیں ثبات نہیں بلکہ وہ اس کی طرح اسلام میں آتے ہیں جیسے لشکر میں شریک ہونے والا ایک طرف آکر ملے تاکہ اگر وہ کامیابی دیکھے تو جما رہے اور اگر ناکامی نظر آئی تو فرار اختیار کرلے تو یہی حال ان منافقانہ مسلمان بننے والوں کا ہے۔

"فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۣاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۣانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾"۔

تو اگر پہنچے اسے بھلائی تو اسلام کے ساتھ مطمئن ہوتا ہے اور اگر پہنچے اسے کوئی امتحان والی بات تو وہ پلٹ جاتا ہے اپنے منہ کے بل نقصان وخسران میں ہے دنیا اور آخرت میں اور یہ ہے کھلا نقصان۔"

آیت کریمہ میں خیر سے مراد خیر دنیا ہے فراخی رزق، صحت اور اولاد وغیرہ یا جو کچھ اسے دنیا میں مطلوب ہو تو مسلمان ہونے کے بعد اگر اسے دنیاوی بھلائیاں حاصل ہوں تو مطمئن ہو کر اس پر ثابت قدم رہتا ہے۔ لیکن یہ ثابت قدمی مومنین کی

سی نہیں کہ وہ ایمان پر قائم ہونے کے بعد مذبذب ہی نہ ہوں۔

وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۔ یعنی اگر اسے کوئی ایسی تکلیف پہنچے نقصان مال یا اضاعت اہل وعیال۔

21B انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ تو پلٹ جاتا ہے منہ کے بل یعنی مرتد ہو کر اپنے پہلے دین پر آ کر کافر ہو جاتا ہے۔ اس کے شان نزول پر چند روایتیں ہیں۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ناقل ہیں:

كَانَ الرَّجُلُ يَقْدِمُ الْمَدِيْنَةَ فَاِذَا وَلَدَتْ اِمْرَأَتُهٗ غُلَامًا وَ نَتَجَتْ خَيْلُهٗ قَالَ هٰذَا دِيْنٌ صَالِحٌ وَاِنْ لَّمْ تَلِدْهُ اِمْرَأَتُهٗ وَلَمْ تُنْتِجْ خَيْلُهٗ قَالَ هٰذَا دِيْنٌ سُوْءٌ۔

اعراب مدینہ ومنافقین کا یہ حال تھا کہ مدینہ منورہ آتے اسلام لاتے تو جب اس کی بیوی لڑکا جنتی اور گھوڑی بچھیرا ڈالتی تو کہتے یہ دین بڑا اچھا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کہتے یہ دین برا ہے۔

اور ابن مردویہ رحمہ اللہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

اَسْلَمَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَذَهَبَ بَصَرُهٗ وَمَالُهٗ وَوَلَدُهٗ فَتَشَآَّمَ مِنَ الْاِسْلَامِ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَقِلْنِيْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ الْاِسْلَامَ لَا يُقَالُ فَقَالَ لَمْ اَحْسِبْ مِنْ دِيْنِيْ هٰذَا خَيْرًا ذَهَبَ بَصَرِيْ وَمَالِيْ وَمَاتَ وَلَدِيْ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا يَهُوْدِيُّ اَلْاِسْلَامُ يَسْبِكُ الرِّجَالَ كَمَا تَسْبِكُ النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ۔

ایک یہودی اسلام لایا تو اس کی آنکھ جاتی رہی اور اس کا مال جاتا رہا اور اس کی اولاد مرگئی تو اس نے اسلام سے شگون بدلا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آیا اور عرض کیا مجھ سے اسلام بدل لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں اقالہ اور تبدل نہیں۔ یہودی بولا مجھے اسلام سے بھلائی حاصل نہیں ہوئی میری آنکھیں جاتی رہیں میرا مال جاتا رہا میری اولاد مرگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے یہودی اسلام لوگوں کو اسی طرح ستھرا کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے چاندی اور سونے کے میل کچیل سے پاک کر دیتی ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس حدیث کی تضعیف ابن حجر کرتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت شیبہ بن ربیعہ کے معاملہ میں نازل ہوئی یہ اسلام قبول کر چکا تھا غلبۂ اسلام سے قبل اور بعد غلبہ وہ مرتد ہو گیا تھا۔

اور حسن رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ یہ آیت عموماً منافقین کے حق میں نازل ہوئی۔

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۔ اس کے معنی آلوسی ابن حبان سے یہ کرتے ہیں فَقَدَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ وَضَيَّعَهُمَا حَيْثُ فَاتَهٗ مَا يَسُرُّهٗ فِيْهِمَا۔ دنیا اور آخرت دونوں کھو چکے اور ضائع کر دیں جیسے ضائع کر دیا جو نہیں ملاتھا۔

ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔ یہ ہے کھلا نقصان۔

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ۔ اللہ کے سوا اسے پکارتے ہیں جو نہ نقصان پہنچا سکیں نہ نفع یہ بڑی دور کی گمراہی ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَوْنُ الْاٰيَةِ فِيْ اَحَدٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ لِاَنَّهُمْ لَا يَدْعُوْنَ الْاَصْنَامَ وَاِنْ اِتَّخَذُوْا

اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ۔ یہ آیت ایک یہودی کے متعلق نازل ہوئی اس لئے کہ قوم بت پرست نہ ہوتے ہوئے بھی احبار ورہبان کو اللہ عزوجل کے سوا اپنا رب مانتے تھے۔

اور بظاہر یہ امر واضح ہے کہ مشرکین کے مدعو اصنام تھے جو ایک جگہ قائم کئے ہوئے تھے ان میں سے کسی کو وہاں سے ہٹنے تک کی بھی طاقت نہیں تھی تو وہ نفع وضرر کسی کو کیا پہنچا سکتے تھے۔ اسی لئے فرمایا مَا لَا یَنۡفَعُهٗ وَلَا یَضُرُّهٗ۔

اور یہاں دعا سے مراد عبادت ہے۔ اَیۡ یَعۡبُدُ مُتَجَاوِزًا عِبَادَةَ اللّٰهِ تَعَالٰی مَا لَا یَضُرُّهٗ اِنۡ لَّمۡ یَعۡبُدۡهُ وَمَا لَا یَنۡفَعُهٗ اِذَا عَبَدَهٗ۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے متجاوز ہو کر اس بے جان کی عبادت کرتے ہیں جنہیں اگر نہ پوجیں نقصان نہ پہنچا سکیں اور اگر پوجیں تو نفع نہ دیں۔

اور وَجُوِّزَ اَنۡ یُّرَادَ بِالدُّعَآءِ النِّدَاءُ اَیۡ یُنَادِیۡ لِاَجۡلِ تَخۡلِیۡصِهٖ مِمَّا اَصَابَهٗ مِنَ الۡفِتۡنَةِ جَمَادًا لَّیۡسَ مِنۡ شَاۡنِهِ الضَّرَرُ وَالنَّفۡعُ۔

اور یہ بھی جائز مانا گیا کہ دعا سے مراد ندا ہو یعنی وہ پکارتے ہیں خلاصی فتنہ کے لئے جو انہیں پہنچا اور وہ جماد محض ہیں ان میں نفع وضرر کی کوئی صفت ہی نہیں تو ایسے کی پوجا پاٹ کرنا۔

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِیۡدُ۔ یہ حق سے بعد اور گمراہی ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

یَدۡعُوۡا لَمَنۡ ضَرُّهٗۤ اَقۡرَبُ مِنۡ نَّفۡعِهٖ۔ ایسے کو پوجتے ہیں جس کے نفع سے نقصان زیادہ قریب ہے۔

لَبِئۡسَ الۡمَوۡلٰی وَلَبِئۡسَ الۡعَشِیۡرُ۔ بے شک بہت برا ہے ان کا حمایتی اور بہت برا ہے ان کا رفیق۔

اس لئے کہ بے جان اور بے حس کی پوجا پاٹ میں اضاعت مال اور وقت ہے اور بروز قیامت جنہیں وہ لوگ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰهِ۔ کہتے تھے وہ بروز قیامت ان کو پکار پکار کر تھک جائیں گے کہ آج ہمیں جہنم سے بچاؤ لیکن وہ کب سن سکتے تھے بلکہ مشرکین کے جہنم میں جانے کا سبب بنے نہ یہ ان کو پوجتے نہ وہ جہنم میں جاتے۔

اب بموجب اسلوب بیان قرآن کریم جہنمیوں کا تذکرہ فرما کر جنتیوں کا مقام بیان فرمایا جاتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُدۡخِلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَفۡعَلُ مَا یُرِیۡدُ۔ بے شک اللہ داخل فرمائے گا انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں بے شک اللہ جو چاہے وہ کرتا ہے۔

یہ مومنین کا حال بیان فرمایا گیا کہ وہ نعیم دائم میں ہوں گے وہ باغوں میں ہوں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہوں جیسے نافرمان مشرک جہنم میں ہوں۔

اِنَّ اللّٰهَ یَفۡعَلُ مَا یُرِیۡدُ۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ چنانچہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والے ہیں انہیں جنت دے گا اور جو تکذیب کرنے والے ہیں انہیں جہنم میں ڈالے گا۔

اس کے بعد اپنے حبیب پاک سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے ارشاد ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ نَاصِرٌ لِّرَسُوۡلِهٖ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ فَمَنۡ ظَنَّ مِنۡ اَعَادِیۡهِ غَیۡرَ ذٰلِكَ۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ناصر ہے تو جو عداوت سے اس کے خلاف گمان رکھے اور کہے کہ اللہ اپنے رسول کا ناصر ومددگار نہیں حیث قال۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ جو منافق یا مشرک اس گمان میں ہے کہ اللہ اپنے رسول کی مدد نہیں کرے گا دنیا اور آخرت میں۔ (نسفی)

اس میں ضمیر يَّنْصُرَهُ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے جیسا کہ ابن عباس، کلبی، مقاتل، ضحاک، قتادہ، ابن زید، سدی، فراء، زجاج سے مروی ہے۔ آلوسی

فَالْمَعْنٰى اَنَّهٗ تَعَالٰى نَاصِرٌ لِّرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدُّنْيَا بِاِعْلَاءِ كَلِمَتِهٖ وَاِظْهَارِ دِيْنِهٖ وَ فِي الْاٰخِرَةِ بِاِعْلَاءِ دَرَجَتِهٖ وَاِدْخَالِ مَنْ صَدَّقَهٗ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَالْاِنْتِقَامِ مِمَّنْ كَذَّبَهٗ وَاَذَاقَتُهٗ عَذَابَ الْحَرِيْقِ لَا يَصْرِفُهٗ سُبْحٰنَهٗ عَنْ ذٰلِكَ صَارِفٌ وَلَا يُعْطِفُهٗ عَنْهُ عَاطِفٌ فَمَنْ كَانَ يَغِيْظُهٗ ذٰلِكَ مِنْ اَعَادِيْهِ وَحُسَّادِهٖ وَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّفْعَلَهٗ تَعَالٰى بِسَبَبِ مُدَافَعَتِهٖ بِبَعْضِ الْاُمُوْرِ وَ مُبَاشَرَةِ مَا يَرَوْهُ مِنَ الْمَكَائِدِ فَلْيُبَالِغْ فِي اِسْتِفْرَاغِ الْمَعْبُوْدِ وَالتَّجَاوُزِ فِي الْجِدِّ كُلَّ جِدٍّ مَّعْهُوْدٍ فَقُصَارٰى اَمْرِهٖ خَيْبَةُ مَسَاعِيْهِ وَعُقْمِ مُقَدَّمَاتِهٖ وَ مَبَادِيْهِ وَبَقَآءِ مَا يَغِيْظُ عَلٰى حَالِهٖ وَدَوَامِ شَجْوِهٖ وَقَدْ وَقَعَ مَقَامُ هٰذَا بِحَزَاهَا۔ (روح المعانی)

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ کے یہ معنی ہوئے کہ

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کا دنیا میں اعلاء کلمہ حق اور غلبۂ دین کے ساتھ ناصر ہے اور آخرت میں بلندیٔ درجات سے معاون ہے اور جو اس کی تصدیق کرے اسے اس جنت میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے نہریں رواں ہیں اور اسی طرح ہی اپنے رسول کی مدد فرمائے گا کہ جو جھٹلانے والے ہیں انہیں عذاب نار کا ذائقہ چکھائے گا اور اس انتقام سے کوئی قوت اسے نہیں روک سکے گی اور نہ کوئی اسے امن دے سکتا ہے تو جو غیظ و غضب کی آگ سے جل کر عداوت و حسد کر کے یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی طرف سے مدافعت نہیں کرے گا اسے چاہئے کہ اپنی پوری کوشش کرے تو اس کی سعی کا سب سے کم نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی کوشش رائیگاں جائے گی اور اس کے تمام مقدمات اور ان کے مبادی سب بے نتیجہ رہیں گے اور اس کا غصہ اپنے حال پر قائم رہے گا اور وہ ہمیشہ غمگین رہے گا۔

فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ۔ وہ کھینچے رسی اپنے گھر کی چھت میں۔ سبب عربی میں رسی کو کہتے ہیں۔

ثُمَّ لْيَقْطَعْ۔ پھر اس رسی سے گلے میں پھانسی دے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قَطَعَ اِذَا اخْتَنَقَ۔ قطع کے معنی پھانسی کے ہیں اور اس کی اصل قطع نفس ہے۔

فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ۔ پھر دیکھے کہ اس کا مکر جس میں وہ جل رہا ہے ختم ہوا یا کہ نہیں۔

یہ محاورہ عربی کا ہے جب کسی کو سخت ناراضگی کا جواب دیا جائے تو فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ اور ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ بولتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ۔ اور ایسے ہی ہم نے نازل فرمایا قرآن کریم جس میں دلائل واضح ہیں اور بے شک اللہ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔

یعنی مثل اس کے حکم بالغ اور واضح تمام قرآن پاک میں دلائل واضحہ کے ساتھ نازل فرمایا۔ لیکن ہدایت دلائل واضحہ اور

آیات باہرہ پر موقوف نہیں بلکہ لِاَنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ بِهٖ اِبْتِدَآءً اَوْ یُثْبِتُ عَلَى الْهُدٰى اَوْیَزِیْدُ فِیْهِ مَنْ یُّرِیْدُ هِدَایَتَهٗ اَوْ ثُبَاتَهٗ اَوْ زِیَادَتَهٗ فِیْهَا۔ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت اول ہی دے دے یا اس کو ہدایت پر قائم کر دے یا اس ہدایت میں زیادتی فرمادے جس کے لئے چاہے ورنہ نہیں۔ گویا یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے کہ مبدأ فیاض کی طرف سے ودیعت ہوتی ہے۔

اس کے بعد پانچ مذاہب کا تذکرہ فرما کر ایک مذہب کو حق اور باقی کو باطل ظاہر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕیْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا ۖۗ اِنَّ اللّٰهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ بے شک وہ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے اور وہ جو ستارہ پرست ہوئے اور نصاریٰ اور آتش پرست اور وہ جنہوں نے شرک کیا بے شک اللہ فیصلہ کرے گا ان کے اندر بروز قیامت بے شک اللہ ہر شے سے واقف ہے۔

صاحب تفسیر نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْاَدْیَانُ خَمْسَةٌ اَرْبَعَةٌ لِلشَّیْطَانِ وَوَاحِدٌ لِلرَّحْمٰنِ وَالصَّابِئُوْنَ نَوْعٌ مِّنَ النَّصَارٰى فَلَاتَكُوْنُ سِتَّةً۔

دین کل پانچ ہیں چار شیطانی اور ایک رحمانی اور صابون نصاریٰ کی ایک قسم ہے لہٰذا چھ دین نہیں بلکہ پانچ ہیں۔

ایمان والے مسلمان اور یہ دین رحمانی ہے۔

اور یہودی اور صابئین ونصاریٰ اور مجوس اور مشرک۔ یہ چاروں دین شیطانی ہیں ان کے حق میں وعید شدید فرمائی اور ارشاد ہوا:

اِنَّ اللّٰهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ ان میں اور ایمان والوں میں بروز قیامت اللہ تعالیٰ خود فیصلہ فرمائے گا۔ اس لئے کہ

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ بے شک اللہ ہر شے کا عالم ہے اور ان کا حافظ ہے۔ لِهٰذَا فَلْیَنْتَظِرْ كُلُّ امْرِئٍ مُّعْتَقَدَهٗ۔ دیکھ لے گا ہر شخص اپنے اپنے اعتقادیات کی جزا و سزا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور استفہام انکاری فرمایا گیا جس میں مذکورہ ادیان اربعہ کے عقائد کا بطلان فرمایا گیا اور ارشاد ہوا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ۔ اے محبوب کیا آپ نے نہ دیکھا کہ اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے اور بہت سے لوگ۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ چار دین شیطانی جو ہیں ان میں سے کسی نے ہدایت نہ پائی چنانچہ کوئی آسمانوں پر اپنا معبود بنا بیٹھا اور چاند، سورج، ستاروں کا پرستار ہو گیا کوئی ملائکہ کا پجاری ہو گیا کوئی زمین پر پہاڑوں کے روڑے پتھر پوجنے لگا کوئی درختوں میں پیپل، تارا بن، تلسی جی مہاراج کا پجاری ہو گیا، کوئی گئو ماتا اور بندر کو لنگور کو ہاتھی کو سانپ کو پوجنے لگ گیا۔ کوئی آگ کو یزدان کہہ بیٹھا اور اس کے برعکس اہرمن بنا بیٹھا تو یہ تمام اشیاء عالم گنا کر اپنے حبیب لبیب رحمت دو عالم، عالم ماکان وما یکون سے مخاطبہ بطریق استفہام انکاری فرمایا اَلَمْ تَرَ۔ یَعْنِیْ اَلَمْ تَعْلَمْ یَا مُحَمَّدُ عِلْمًا یَقُوْمُ مَقَامَ الْعَیَانِ اَنَّ الْكُلَّ یَسْجُدُ لَهٗ وَكَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ۔ اَیْ وَیَسْجُدُ لَهٗ كَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ بِسُجُوْدِ طَاعَتِهٖ وَ عِبَادَتِهٖ۔

وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو ان اشیاء کا علم آنکھوں دیکھا نہیں۔ تو استفہام انکاری سے یہ معنی ہو گئے کہ آپ کو علم بالمشاہدہ ہے کہ مذکورہ اشیاء تمام کی تمام ہمیں سجدہ کرتی ہیں تو یہ شیطانی دین والے ساجدوں کے ساجد ہیں حالانکہ عقل سلیم کسی ساجد کو سجدہ کرنا گوارا نہیں کرتی بلکہ اسی کے لئے سجدہ منظور کرتی ہے جو مسجود عالم ہے کسی نے خوب کہا ہے:

نہ مرو تم ان پر مضطر کہ یہ بت ہیں چند روزہ — تم اس خدا کو پوجو کہ جسے اجل نہ آئے

اور كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ یعنی بہت سے وہ انسان ہیں جن پر عذاب مقرر و مقدر ہو چکا ہے یہ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا غیر خدا کو جو مخلوق ہے سجدہ کرتے اور اسے پوجتے ہیں تو ان کے کفر کی وجہ میں ان پر عذاب مقرر ہو گیا۔

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝۱۸ ۔ جسے اللہ ذلیل فرمائے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ پر فرماتے ہیں: هُمْ عَلٰى مَا اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَغَيْرُهٗ عَنْ قَتَادَةَ قَوْمٌ يَّعْبُدُوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ وَيُصَلُّوْنَ اِلَى الْقِبْلَةِ وَيَقْرَءُوْنَ الزَّبُوْرَ۔ یہود اور صابی ایک قوم ہے کہ ملائکہ کی پرستش کرتی ہے اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتی ہے اور زبور کی تلاوت کرتی ہے۔

اور قاموس میں ہے کہ یہ وہ قوم ہے جو اپنے زعم میں دین نوح نبی اللہ علیہ السلام پر ہے اور ان کا قبلہ شمال کی طرف ہے اور وہ نصف النہار کے وقت عبادت کرتی ہے۔

اور کتاب الملل والنحل للشہرستانی میں ہے کہ صابی عہد ابراہیم علیہ السلام سے ہیں اور ان کے مقابلہ میں حنفاء تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہم معرفت الٰہی اور معرفت طاعت اور امر حق اور اس کے احکام میں واسطۂ روحانی کے محتاج ہیں نہ کہ جسمانی کے۔

اور جب واسطۂ روحانی سے اعیان حقائق کا عرفان میسر نہ ہوا تو یہ ہیکل کی طرف رجوع ہوئے اور ہیکل سے مراد سبع سیارات تھے یعنی قمر، عطارد، زہرہ، شمس، مریخ، مشتری اور زحل۔ اور اس کے ساتھ کچھ ثوابت کی طرف رجوع ہو گئے۔ چنانچہ صابیۂ رومی تو سیاروں کو ماننے لگے اور صابیۂ ہند ثوابت کی پوجا کرنے لگے۔ اور اکثر ہیاکل سے تنزل کر کے تصویر اشخاص کے پجاری بن گئے جو نہ سن سکتی ہیں نہ دیکھ سکتی ہیں تو ان میں ایک فرقہ تو عبدۃ الکواکب ہو گیا۔

اور دوسرا فرقہ عبدۃ الاصنام ہو گیا۔

اور ان دونوں فرقوں سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مناظرہ فرما کر ان پر حجت قائم کی۔

اس فرقہ کا ظہور سنہ اول میں طمورث بادشاہ فارس کے زمانہ میں ہوا۔

اور صابیہ لفظ عربی ہے صبا سے جیسے منع اور کرم اور صبا وصبوا۔ یہ لوگ دین ابراہیم علیہ السلام سے نکل کر بے دین ہو گئے۔

وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ۔ یہ بروایت قتادہ رحمہ اللہ قوم ہے جو سورج قمر اور آگ پوجتی ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ قوم نصاریٰ سے نکل کر ٹاٹ کا لباس پہنتی ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ وہ قوم ہے جس نے کچھ نصاریٰ کے اصول لئے اور یہود کے طریقے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ عالم کے دو اصل ہیں نور و ظلمت۔

اور کتاب الملل والنحل میں ہے کہ یہ ایک جماعت یہود سے پہلے کی ہے اور نصاریٰ سے بھی قبل تھی اور یہ دین شریعت صابیہ سے بھی علیحدہ بنائے ہوئے تھے اور ان کے پاس کتاب سے مشابہ کچھ ہے (جسے ژند اور پاژند کہتے ہیں) اور یہ آگ کو معظم مانتے ہیں۔

اور ان کے آتش کدے مجوسیت کے بہت سے ہیں۔

پہلا آتش کدہ جسے افریدون نے بنایا وہ بیت ناریطوس ہے۔

دوسرا آتش کدہ بخارے میں ہے جسے بردسون کہتے ہیں۔

تیسرا بہمن نے آتش کدہ بنایا جو بجستان میں ہے جسے کرکو کہتے ہیں۔

چوتھا آتش کدہ اور بخارے میں ہے جسے قبادان کہتے ہیں۔

پانچواں آتش کدہ کونشہ کے نام سے ہے فارس اور اصفہان کے مابین جسے کیخسرو نے بنایا۔

چھٹا آتش کدہ بقومش کے نام سے ہے جسے جریر بھی کہتے ہیں۔

ساتواں آتش کدہ کیکدر ہے جو مشرقی چین میں ہے۔

آٹھواں آتش کدہ فارس میں ہے جسے بارجان کہتے ہیں اسے ارجان جد کشتاسف نے بنایا اور یہ تمام آتش کدے زردشت سے پہلے کے ہیں۔

پھر زردشت نے ایک آتش کدہ بنایا۔ کشتاسف کے بعد اس کا نام بنسیار رکھا اور اس کے لئے وہ آگ لایا جس کی ان کے یہاں بہت عظمت تھی اور وہ خوارزم میں تھی اسے دارا میں رکھا اور مجوس اس آتش کدہ کو تمام آتش کدوں سے زیادہ عظمت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور جب افراسیاب نے ان پر چڑھائی کی تو اس آتش کدہ کو سجدہ بھی کرنے لگے۔

اور مشہور ہے کہ انوشیرواں وہی ہے جس نے اس آتش کدہ کو کارشان میں بدلا اور کچھ یہاں چھوڑ کر باقی کو بلاد روم میں دروازۂ قسطنطنیہ پر رکھا۔

پھر گیارہواں آتش کدہ شابور بن ازدشیر نے بنایا۔

اب یہ سب آتش کدے ظہور امام مہدی علیہ الرحمۃ والرضوان تک رہیں گے۔

بارہواں آتش کدہ باسفیشا مدینۃ السلام کے قریب ہے یہ بوران بنت کسریٰ کا ہے۔

تیرہواں آتش کدہ ہند میں بھی ہے جسے مجوس بہت تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آگ ہمیں جہنم کی آگ سے نجات دلائے گی اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہی عقیدہ شاید عذاب کا موجب ہوگا۔

لفظ مجوس کی تحقیق

قاموس میں ہے کہ مجوس بروزن صبور۔ یہ ایک آدمی چھوٹے کانوں والا تھا اس نے یہ دین وضع کیا اور لوگوں کو اس کی طرف بلایا یہ نام مجوس معرب ہے میخ گوش سے۔

اور صحاح میں ہے مجوسیہ ایک مکھی ہے اس کی طرف ان کی نسبت ہے۔

اور بعض نے کہا کہ مجوس موگوش سے معرب ہے اور اس قوم کو موگوش اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سر کے بال کانوں تک بڑھاتے تھے۔

اور بحر میں ہے کہ یہ قوم نجاست استعمال کرتی تھی تو نون کو میم سے بدل کر مجوس کر لیا ورنہ نجوس گندگی والی قوم تھی۔ آگے ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۔ اَلْمَشْهُوْرُ اِنَّهُمْ عَبَدَةُ الْاَوْثَانِ۔ بت پرستوں نجوم پرستوں سب کو مشرک کہتے ہیں۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ۔ یہ دونوں جھگڑتے ہیں اپنے رب کے معاملہ میں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فَالْمُرَادُ بِهٰذَانِ فَرِيْقُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ فَرِيْقُ الْكَفَرَةِ الْمُنْقَسِمِ اِلَى الْفِرَقِ الْخَمْسِ۔ اس سے مراد مومنین کی جماعت اور پانچ فرقۂ کفار کے مابین جو مخاصمہ کرتے تھے وہ ہیں۔

چنانچہ ابن جریر اور ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا شان نزول یہ بیان کرتے ہیں:

تَخَاصَمَتِ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْيَهُوْدُ فَقَالَتِ الْيَهُوْدُ نَحْنُ اَوْلٰى بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَاَقْدَمُ مِنْكُمْ كِتَابًا وَّ نَبِيًّا قَبْلَ نَبِيِّكُمْ وَقَالَ الْمُؤْمِنُوْنَ نَحْنُ اَحَقُّ بِاللّٰهِ اٰمَنَّا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنَّا بِنَبِيِّكُمْ وَبِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ كِتَابٍ وَاَنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ كِتَابَنَا وَنَبِيَّنَا ثُمَّ تَرَكْتُمُوْهُ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ حَسَدًا فَنَزَلَتْ۔

مسلمانوں اور یہود کے مابین مخاصمہ ہوا تو یہود بولے ہم اولیٰ ہیں ایمان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور از روئے کتاب بھی ہم مقدم ہیں اور باعتبار نبوت بھی ہم پہلے ہیں اس پر مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہم زیادہ حقدار ہیں اللہ کی رحمت کے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور تمہارے نبی صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم کو بھی ہم نے مانا اور اس پر ہمارا ایمان ہے جو تم پر اللہ تعالیٰ نے کتاب میں نازل کیا اور تم خوب جانتے ہو ہماری کتاب اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر تم حسد وعناد سے سب سے منکر ہو کر کافر ہوئے ہو تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت تین آدمیوں کے متعلق نازل ہوئی جو بدر والے دن مشرکوں کے مقابلہ کو نکلے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت عبیدہ بن حارث اور حضرت علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

ان کے مقابلہ میں مشرکین کی طرف سے عتبہ اور شیبہ ابنائے ربیعہ اور ولید بن عتبہ آئے اور ان کے مابین جو مخاصمہ ہوا اس کا ذکر فرمایا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ۔ تو جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے بیونتے گئے کپڑے آگ کے۔"

جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے لئے جہنمی لباس تیار کیا گیا ہے اور قطع ثیاب استعارہ فرمایا گیا حقیقتاً قطع ثوب مراد نہیں بلکہ جہنمی لباس مراد ہے چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اِنَّ هٰذَا الثِّيَابَ مِنْ نُّحَاسٍ مُّذَابٍ وَلَيْسَ شَيْءٌ حُمِيَ فِي النَّارِ اَشَدُّ حَرَارَةً مِّنْهُ فَلَيْسَتِ الثِّيَابُ مِنْ نَّفْسِ النَّارِ بَلْ مِنْ شَيْءٍ يُّشْبِهُهَا وَتَكُوْنُ هٰذَا الثِّيَابُ كِسْوَةً لَّهُمْ وَ مَا اَقْبَحَهَا كِسْوَةً۔

یہ کپڑے پگھلائے ہوئے تانبہ کے ہوں گے اور اس سے شدید ترین گرم کوئی لباس نہ ہوگا تو وہ آگ کے کپڑے نہ ہوں گے بلکہ آگ ہی لباس کے مشابہ ان پر محیط ہوگی۔ اس سے قبیح ترین اور کیا لباس ہوگا۔ چنانچہ اس کی مزید وضاحت فرمائی گئی۔

"یُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِہِمُ الۡحَمِیۡمُ۔ بہایا جائے گا ان کے سر پر کھولتا پانی۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لَوْ سَقَطَ مِنَ الْحَمِيْمِ نَفْطَةٌ عَلٰى جِبَالِ الدُّنْيَا لَاَذَابَتْهَا۔ اگر ماء حمیم کا ایک قطرہ دنیا کے پہاڑوں پر ڈالا جائے تو وہ سب کو پگھلا دے۔

یُصۡہَرُ بِہٖ مَا فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ وَ الۡجُلُوۡدُ۔ گل جائے جو کچھ ان کے پیٹوں میں امعاء واحشاء سے ہو۔

یُصۡہَرُ۔ کے معنی یُذَابُ کے ہیں اور یُذَابُ گل جانے کے معنی میں مستعمل ہے چنانچہ

عبد بن حمید اور ترمذی اور عبد اللہ بن احمد زوائد الزہد میں اور ایک جماعت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ اِنَّهُ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْحَمِيْمَ يُصَبُّ عَلٰى رُءُوْسِهِمْ فَيَنْفُذُ الْجُمْجُمَةَ حَتّٰى يَخْلُصَ اِلٰى جَوْفِهٖ فَيَسْلُتُ مَا فِيْ جَوْفِهٖ حَتّٰى يَمْرُقَ اِلٰى قَدَمَيْهِ وَهُوَ الصَّهْرُ ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ۔

حضرت ابو ہریرہ نے یہ آیت تلاوت فرما کر فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کھولتا پانی جہنمیوں کے سروں پر جب ڈالا جائے تو وہ دماغ تک نفوذ کر کے کھوپڑی کا مغز نکال دے حتیٰ کہ وہ جوف میں سے ہوتا ہوا پاؤں تک پہنچے اور سب کچھ گلا ڈالے پھر از سر نو ایسا ہی ہو جائے جیسا کہ تھا۔

یُصۡہَرُ کے معنی یُنْضَجُ بھی کئے گئے ہیں یعنی پکا وے۔ اس پر عطف فرمایا۔

وَ الۡجُلُوۡدُ۔ اور کھالیں بھی گلا دے۔ جلود جلد کی جمع ہے اور جلد کھال کو کہتے ہیں۔

وَ لَہُمۡ مَّقَامِعُ مِنۡ حَدِیۡدٍ۔ اور ان کے لئے گرز ہوں گے لوہے کے۔ مَّقَامِعُ جمع ہے اس کا مفرد مقمعہ ہے وَ حَقِيْقَتُهَا مَا يُقْمَعُ بِهٖ اَیْ يُكَفُّ بِعَنْفٍ۔ مقمعہ اس کو کہتے ہیں جس سے کوٹا جائے۔

وَ فِیْ مَجْمَعِ الْبَيَانِ هِيَ مَدَقَّةُ الرَّأْسِ مِنْ قَمَعَهٗ قَمْعًا اِذَا رَوَّعَهٗ۔ وہ سر کوٹنے کا آلہ ہے جس سے سر کو کچل دیا جائے۔

ضحاک وغیرہ نے مطارق ترجمہ کیا یعنی ہتھوڑے۔

بعض نے کہا وہ سیاط ہیں یعنی کوڑے اس کا واحد سوط ہے۔

چنانچہ حدیث میں بھی یہی مضمون لیا گیا حَيْثُ قَالَ لَوْ وُضِعَ مِقْمَعٌ مِّنْهَا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ الثَّقَلَانِ مَا اَقَلُّوْهُ مِنَ الْاَرْضِ۔ اگر ایک گرز زمین میں رکھا جائے اور ثقلین کو جمع کیا جائے تو زمین سے کچھ باقی نہ رہے۔

آگے ارشاد ہے:

کُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنۡہَا مِنۡ غَمٍّ اُعِیۡدُوۡا فِیۡہَا ٭ وَ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ۔ جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلنا چاہیں شدت تکلیف سے اسی میں لوٹا دیے جائیں اور حکم ہو چکھو عذاب جلانے والا۔

آلوسی فرماتے ہیں: اَیْ اَشْرَفُوْا عَلَى الْخُرُوْجِ مِنَ النَّارِ وَ دَنَوْا مِنْهُ حَسْبَمَا يُرْوٰى اَنَّهَا تَضْرِبُهُمْ بِلَهْبِهَا فَتَدْفَعُهُمْ فَاِذَا كَانُوْا فِيْ اَعْلَاهَا ضُرِبُوْا بِالْمَقَامِعِ فَهَوَوْا فِيْهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔ جب وہ ارادہ کریں گے آگ سے نکلنے کا تو شرارہ ہائے جہنم انہیں اٹھالیں جب وہ بلندی پر آئیں تو گرز مارے جائیں تو وہ اس میں ستر خریف

گہرائی میں چلے جائیں اور انہیں کہا جائے اب تم چکھتے رہو جہنم کا عذاب۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ النَّارِ وَمِنْ غَضَبِ الْجَبَّارِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ۱۷

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۲۳﴾	بے شک اللہ داخل کرے گا ایمان والوں کو جنہوں نے نیک عمل کئے باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں پہنائے جائیں اس میں سونے کے کنگن اور موتی اور ان کا لباس ریشم ہو
وَ هُدُوْۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَ هُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿۲۴﴾	اور ہدایت ہوئی انہیں پاکیزہ بات کی اور ہدایت ہوئی تعریف کی راہ کی
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَ الْبَادِ ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾	بے شک وہ جو کافر ہوئے اور روکا انہوں نے اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے جسے ہم نے کیا سب لوگوں کے لئے برابر رہنے والے وہاں کے اور پردیسی اور جو چاہے اس میں الحاد و زیادتی سے، چکھائیں گے ہم اسے عذاب دردناک

حل لغات تیسرا رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ۱۷

اِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	يُدْخِلُ۔ داخل کرے گا	الَّذِيْنَ۔ ان کو جو
اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَ۔ اور	عَمِلُوا۔ عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے
جَنّٰتٍ۔ باغوں میں	تَجْرِيْ۔ چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا۔ ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ۔ نہریں
يُحَلَّوْنَ۔ پہنائے جائیں گے		فِيْهَا۔ اس میں	مِنْ اَسَاوِرَ۔ کنگن
مِنْ ذَهَبٍ۔ سونے کے	وَّ۔ اور	لُؤْلُؤًا۔ موتی	وَ۔ اور
لِبَاسُهُمْ۔ ان کا لباس	فِيْهَا۔ اس میں	حَرِيْرٌ۔ ریشم ہوگا	وَ۔ اور
هُدُوْۤا۔ ہدایت کئے گئے	اِلَى۔ طرف	الطَّيِّبِ۔ پاکیزہ	مِنَ الْقَوْلِ۔ بات کی
وَ۔ اور	هُدُوْۤا۔ ہدایت کئے گئے	اِلٰى۔ طرف	صِرَاطِ۔ راہ
الْحَمِيْدِ۔ تعریف کئے گئے کی	اِنَّ۔ بے شک	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہوئے
وَ۔ اور	يَصُدُّوْنَ۔ روکتے ہیں	عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اللہ کی راہ سے	
وَ۔ اور	الْمَسْجِدِ۔ مسجد	الْحَرَامِ۔ حرام سے	الَّذِيْ۔ وہ جو
جَعَلْنٰهُ۔ بنایا ہم نے اس کو	لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لئے	سَوَآءَ۔ برابر ہے	الْعَاكِفُ۔ رہنے والا

فِیْهِ۔اس میں	وَ۔اور	الْبَادِ۔پردیسی	وَ۔اور
مَنْ۔جو	یُّرِدْ۔ارادہ کرے	فِیْهِ۔اس میں	بِاِلْحَادٍ۔الحادکا
بِظُلْمٍ۔ظلم سے	نُّذِقْهُ۔چکھائیں گے ہم اسے	مِنْ عَذَابٍ۔عذاب	اَلِیْمٍ۔دردناک

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ (۲۳)۔

پہلے رکوع میں فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ الایۃ کافروں کے لئے جو تیاریاں ہیں ان کا ذکر فرمایا تو اسلوب بیان قرآن کے مطابق ان کی جزاوسزا کے بیان کے بعد ایمان والوں کا مقام بھی بیان کرنا لازمی تھا اس لئے کہ قرآن کریم میں تمام مواقعہ پر یہی طرز بیان رہا ہے کہ اگر اول اہل جنت کا بیان کیا گیا تو بعد میں اہل جہنم کا اور اگر اول اہل جہنم کا تو بعد میں اہل جنت کا ذکر ضرور کیا گیا۔

اس میں لف ونشر مرتب نہیں ہوتا کہ ایک ہی طور پر اول جہنمی بعد میں جنتیوں کا ذکر ہو یا پہلے جنتیوں کا ذکر کیا جائے بعد میں جہنمیوں کا۔ بلکہ ذکر دونوں فریق کا کرنا غیر مرتب طور پر لازمی ہوتا ہے۔اسے لف ونشر غیر مرتب کہتے ہیں۔

چنانچہ اس اسلوب پر یہاں اب جنتیوں کا حال بتانا لازم تھا۔اس لئے کہ پہلے رکوع میں جہنمیوں کے لباس جہنم قطع فرمانا ظاہر کیا گیا تھا۔

تو اب اہل جنت کا حال فرمایا کہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور وہ اس میں جڑاؤ زیورات اور موتیوں کی چیزیں ریشمی لباس کے ساتھ پہنیں گے۔

اور وَهُدُوْۤا اِلَى الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ۔اور ان کے اخلاق دنیاداروں کے سے ذلیل نہ ہوں گے۔کہ ایک دوسرے کو سب وشتم کر کے اپنی یگانگت کا مظاہرہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام خصائل رذیلہ سلب فرما کر انہیں اچھے اخلاق،شستہ کلام کی ہدایت فرمادے گا۔

بعض نے قول طیب سے کلمہ شہادت مراد لیا۔

بعض نے قرآن کریم فرمایا۔

اور وَهُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِیْدِ سے اچھا راستہ اسلام مراد لیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے جنت کی راہ مراد لی۔

بہر حال جنتی روحانی وجسمانی نعمتوں سے متمتع ہوں گے۔

اس کے بعد پھر نافرمان فرقہ کے چند اوصاف بیان کئے اور ارشاد ہوا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الایۃ۔ یہ عہد رسالت ﷺ کے کفار کا ذکر ہے جو کفر کے علاوہ اللہ عزوجل کے راستے بھی روکتے تھے اور جو اسلام لے آئے ان پر سخت ظلم وستم کرتے انہیں دین چھوڑنے

پر مجبور کرتے اور مسجد حرام یعنی کعبۃ اللہ سے بھی منع کرتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوسفیان کے متعلق ہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے سال مسلمانوں کو عمرہ سے روکا اور واقعہ حدیبیہ چونکہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد ہوا ہے اس بنا پر یہ عام شرارتوں کی طرف ہی اشارہ ہے۔

اس کے بعد مسجد حرام پر مسلم حقوق کی مساوات ظاہر کی گئی کہ اس میں عاکف یعنی مقیم و متوطن اور باد یعنی مسافر سب کے حقوق مساوی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مکہ کی سکونت میں وہاں کے متوطن اور پردیسی سب مساوی الحقوق ہیں اور یہی مذہب قتادہ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما کا ہے بلکہ ان کے نزدیک تو باہر والوں سے اہل مکہ کے لئے مکانات کا کرایہ لینا بھی جائز نہیں اور وہاں کی زمین بیع کرنے کا بھی حق نہیں اور اسی پر ابن عمر، عمر بن عبدالعزیز اور امام ہمام ابوحنیفہ اور اسحاق حنظلی رحمہم اللہ کا اتفاق ہے۔ اس کی مزید توضیح تفسیر رکوع سوم میں ملاحظہ کریں۔ ان کی دلیل یہی آیہ کریمہ ہے۔

اور بعض احادیث سے ثابت ہے کہ اس سے مراد مکہ معظمہ ہے۔ لیکن علماء محققین کہتے ہیں کہ اس سے مراد صرف اور صرف حرم ہے کہ وہ کسی کی ملکیت نہیں۔ اس میں ہر مقیم و مسافر عبادت اور ادائے نماز میں مساوی حق رکھتا ہے۔

اور مکہ کے مکانات کی بیع تو عہد رسالت مآب میں بھی ہوتی ہے اس بنا پر سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ اس کے متعلق مقیم اور مسافر برابر کے حقدار ہیں کہ شعائر کا احترام کریں۔

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ الحاد لحد سے مشتق ہے اس کے معنی کجی کے ہیں اس پر چند قول ہیں:

بعض کے نزدیک اس سے شرک مراد ہے۔

بعض کے نزدیک حرم میں شکار کرنا ہے۔

بعض کہتے ہیں کسی کو مارنا یا ستانا۔

صحیح قول یہ ہے کہ عام ممنوعات مراد ہیں ان کے مرتکب کو وعید ہے۔

نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ہم اس کو دردناک عذاب کا ذائقہ چکھائیں گے۔

اس کے بعد مسجد حرام کی تعمیر اور اس کے احترام کا تذکرہ آئندہ رکوع میں بیان فرمایا جارہا ہے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع - سورۂ حج - پ ١٧

"اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ" ۔ بے شک اللہ داخل فرمائے گا انہیں جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں سجے ہوئے ہوں اس میں کنگنوں سے جو سونے کے اور موتیوں کے ہوں اور ان کا لباس ریشمی ہو۔

یہاں سے بیان حسن حال مومنین شروع ہے کفار کے سوء حال کا تذکرہ فرما کر۔ اس میں وہ مومنین جن کے اعمال صالحہ ہیں انہیں جنت کی بشارت دے کر ارشاد ہے يُحَلَّوْنَ فِيْهَا پہنائے جائیں اس جنت میں۔ یہ تحلیہ بالحلی ہے یعنی

تُحَلِّيهِمُ الْمَلٰئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بِاَمْرِهٖ تَعَالٰى۔ سجادیں فرشتے علیہم السلام باذن الٰہی جنتیوں کو زیورات سے مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ اَیْ يُحَلُّوْنَ حُلِيًّا اَوْ شَيْئًا مِّنْ اَسَاوِرَ۔ یہ من تبعیضیہ ہے یعنی جنتی آراستہ کئے جائیں جنت میں زیورات سے اور کچھ سونے کے کنگنوں سے۔

اور حلی محاورہ میں سجانے اور حسین بنانے کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ چنانچہ يُحَلّٰى اور اِسْتَحْسَنْتُهٗ اور یہ اصل میں حلاوت سے ہے جیسے مٹھاس اچھی معلوم ہوتی ہے ایسے ہی زیور بھی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اور

وَّلُؤْلُؤًا۔ عطف ہے محل اساور پر اس کے معنی یہ ہوں گے وَيُؤْتَوْنَ لُؤْلُؤًا۔ سنہری زیورات کے ساتھ موتی بھی دیے جائیں۔

یا خلاصہ معنی یوں سمجھے جائیں کہ زیورات موتیوں سے جڑے ہوئے اس لئے کہ اَسْوَارٌ قَدْ يَكُوْنُ مِنْ ذَهَبٍ مُّرَصَّعٍ بِلُؤْلُؤٍ وَقَدْ يَكُوْنُ مِنْ لُؤْ لُؤٍ فَقَطْ۔ کنگن کبھی تو سونے کے موتیوں سے مرصع ہوتے ہیں اور کبھی فقط موتیوں کے ہوتے ہیں۔

لیکن جنت کے موتیوں کی چمک دمک ایسی ہوگی کہ اس سے مشرق و مغرب روشن ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

اور وہ ریشم جو جنت میں حلال اور دنیا میں مردوں کو حرام ہے بھی انوکھی ہی شان کا ہوگا۔

وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ۔ اور ان کا لباس جنت میں ریشم ہوگا۔

چنانچہ نسائی اور ابن حبان ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ وَاِنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ لَبِسَهٗ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَلَمْ يَلْبَسْهُ۔ جو دنیا میں ریشم پہنے گا آخرت میں اسے ریشم نہ ملے گا اگرچہ جنت میں داخل ہو جائے تو اور جنتی ریشم پہنیں گے لیکن یہ ہرگز ریشم نہ پہن سکے گا۔

اور ظاہر ہے کہ استعمال حریر مردوں کو حرام ہے اور اس کی تکفیر بھی کی گئی جو ریشم مردوں کے لئے حلال کرے اور بیہقی نے اپنی سنن میں بھی یہ حدیث نقل کی۔ آگے ارشاد ہے:

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ۔ اور وہ ہدایت کئے جائیں پاک قول کے ساتھ۔

یعنی جنت میں مہذب شستہ باتیں اہل جنت میں ہوں چنانچہ دنیا میں قول طیب کلمۂ طیبہ ہے یعنی لا الہ الا اللہ۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فرمایا۔ اور جنت میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ ہے۔ یعنی وہاں حمد اس طرح ہوگی۔

وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ۔ اور وہ ہدایت کئے جائیں سراہے گئے راستہ کی طرف اَیِ الْمَحْمُوْدِ جِدًّا۔ اس پر چند قول ہیں:

وَالْمُرَادُ بِهِ الْاِسْلَامُ فَاِنَّهٗ صِرَاطٌ مَّحْمُوْدٌ۔ اس سے مراد اسلام ہے کہ وہ صراط محمود ہے۔

ایک قول ہے کہ وہ جنت ہے۔

ایک قول ہے اِنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْحَمِيْدِ هُوَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَلْمُسْتَحِقُّ لِذَاتِهٖ لِغَايَةِ الْحَمْدِ۔ حمید سے مراد اللہ تعالیٰ ہے کہ وہ مستحق غایت حمد ہے۔ آگے ارشاد ہے جس میں کفار کی کیفیت اور مسجد حرام کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ﹰالْعَاكِفُ فِیْهِ وَ الْبَادِ۔ وہ لوگ جو کافر ہوئے اور جو روکتے ہیں اللہ کے راستے سے اور مسجد حرام سے جسے کیا لوگوں کے لئے برابر مقیم متوطن اور پردیسی کے لئے برابر۔

اس کے شان نزول میں سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ سُفْیَانَ بْنِ حَرْبٍ وَّ اَصْحَابِهٖ حِیْنَ صَدُّوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابَهٗ عَامَ الْحُدَیْبِیَّةِ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَكَرِهَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ اَنْ یُّقَاتِلَهُمْ وَ كَانَ مُحْرِمًا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ صَالَحُوْهُ عَلٰی اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْعَامِ الْقَابِلِ۔

یہ آیت ابوسفیان بن حرب اور اس کی جماعت کے متعلق نازل ہوئی جبکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم رضوان کو مقام حدیبیہ میں مسجد حرام سے روکا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے مقاتلہ گوارا نہ ہوا اس لئے کہ آپ محرم تھے عمرہ کے لئے پھر ان سے مصالحت ہوگئی آئندہ سال کے لئے آنے پر۔

اور اس سے مراد مکہ معظّمہ ہے حَیْثُ قَالَ وَالْمُرَادُ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مَكَّةُ اور الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ﹰالْعَاكِفُ فِیْهِ وَ الْبَادِ۔ یعنی وہ مکہ مکرمہ وہ ہے کہ اسے ہم نے برابر کیا ہے مکی اور آفاقی کے لئے یعنی متوطن مقیم اور مسافر کے لئے اس میں حقوق مساوی ہیں۔

اور اس بنا پر بعض ائمہ نے اس آیت سے استشہاد کیا عدم جواز بیع مکانات مکہ کا اور کرایہ پر دینے کا اس لئے کہ یہاں حقوق سب کے مساوی ہیں۔

اور اس کی تصریح بعض احادیث سے ملتی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَكَّةُ حَرَسَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی لَا یَحِلُّ بَیْعُ رِبَاعِهَا وَلَا اِجَارَةُ بُیُوْتِهَا۔ مکہ اللہ نے حرام فرمایا اس میں مکانات کی فروخت حرام اور کرایہ مکانات کا لینا حرام ہے۔

پھر ابن لبابہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ کے مکانات بغیر دروازوں کے ہوتے تھے حتیٰ کہ چوریاں ہونے لگیں تو ایک شخص نے اپنے گھر کا دروازہ لگا لیا اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَتُغْلِقُ بَابًا فِیْ وَجْهِ حَاجِّ الْبَیْتِ فَقَالَ اِنَّمَا اَرَدْتُّ حِفْظَ مَتَاعِهِمْ مِنَ السَّرْقَةِ فَتَرَكَهٗ فَاتَّخَذَ النَّاسُ الْاَبْوَابَ۔

کیا تو حاجیوں کے لئے دروازہ بند کرتا ہے تو اس نے عرض کی میں نے تو ان کے سامان کی محافظت کی ہے تاکہ ان کی چوری نہ ہو تو حضرت فاروق نے اسے چھوڑ دیا تو پھر اور لوگوں نے بھی دروازے لگانے شروع کر دیئے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ نَضْلَةَ قَالَ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَمَا فِیْهِ مِنْ رِبَاعِ مَكَّةَ اِلَّا مَنِ احْتَاجَ سَكَنَ وَمَنِ اسْتَغْنٰی اَسْكَنَ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے وہ مکانات جو مکہ میں تھے تنگ دستوں کو دے دیئے اور حاجت مند ان میں رہتے اور مال دار لوگ انہیں رکھتے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو مکہ معظّمہ کے مکانات کا کرایہ کھائے اس نے اپنے پیٹ میں آگ بھری اس لئے کہ

مکہ کے اندر ہر آدمی برابر ہے انتفاع میں خواہ مسافر ہو یا مقیم۔

اس قسم کی اکثر روایتیں ہیں چنانچہ دارقطنی میں بھی ہے لیکن انہوں نے اتنا سہارا لیا کہ لَا بَأْسَ بِبَيْعِ بِنَاءِ مَكَّةَ وَيُكْرَهُ بَيْعُ اَرْضِهَا۔ مکانات بیچنا جائز ہے لیکن زمین فروخت کرنا مکروہ ہے۔ پھر اس میں شوافع وغیرہ کے بہت سے اختلاف ہیں۔ حالانکہ مکہ مکرمہ میں زمین و مکان بیع ہوتے ہیں۔

بہر حال اقوال فقہاء سے بھی سہارا ملتا ہے چنانچہ تنویر الابصار شرح درالمختار میں ہے:

وَجَازَ بَيْعُ بُيُوْتِ مَكَّةَ وَاَرْضِهَا بِلَا كِرَاهَةٍ وَ بِهٖ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَ بِهٖ يُفْتٰى ۔ عینی۔ روح المعانی۔ بیوت مکہ اور اس کی زمین بیچنا بلا کراہت جائز ہے اور اسی پر شافعی ہیں اور اسی پر فتوی ہے۔

اور مختارات النوازل میں ہے ہدایہ سے ہے لَابَأْسَ بِبَيْعِ بِنَائِهَا وَ اِجَارَتِهَا لٰكِنْ فِي الزَّيْلَعِيّ وَغَيْرِهٖ يُكْرَهُ اِجَارَتُهَا۔ مکانات بیچنا اور کرایہ پر دینا مکہ میں جائز ہے البتہ علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے مکروہ فرمایا کرایہ کھانا مکانات کا۔

اس قسم کے اختلاف اقوال اور بہت سے ہیں۔

لیکن علامہ آلوسی رحمہ اللہ آخر میں فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْ تَحَرَّا مِمَّا رَاَيْنَاهُ مِنْ اَكْثَرِ مُعْتَبَرَاتِ كُتُبِ سَادَاتِنَا الْحَنَفِيَّةِ اَنَّ جَوَازَ بَيْعِ بِنَاءِ الْبُيُوْتِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ مِلْكٌ لِّمَنْ بَنَاهُ كَمَنْ بَنٰى فِيْ اَرْضِ الْوَقْفِ بِاِذْنِ الْمُتَوَلِّيْ۔

اور جو کچھ اس کے متعلق معتبر کتب سادات حنفیہ سے ہم نے دیکھا اس میں جواز بیع بناء بیوت پر سب کا اتفاق ہے اس لئے کہ بناء بنانے والے کی وہ ملک ہے جیسے متولی کی اجازت سے ارض موقوفہ پر جو عمارت بنائی وہ اس کی ملک ہوتی ہے۔

اور شوافع یہ کہتے ہیں کہ

اِنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فِي الْمَطَافِ وَالْعَاكِفُ فِي الْمُعْتَكَفِ لِلْعِبَادِ الْمَعْدُوْدِ مِنْ اَهْلِ الْمَسْجِدِ بِمُلَازَمَتِهٖ لَهٗ اَظْهَرُ۔ مسجد حرام مطاف میں ہے اور عاکف مقام اعتکاف میں مقررہ عبادت کے لئے ہوتا ہے تو اہل مسجد کے لئے ہے یہ ظاہر حکم ہے۔ تو

سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ۔ سے مساوات مقیم و مسافر صرف مسجد حرام میں عبادت کے لئے ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا:

مَنْ اَغْلَقَ بَابَهٗ فَهُوَ اٰمِنٌ وَ مَنْ دَارَ اَبِيْ سُفْيَانَ فَهُوَ اٰمِنٌ ۔ جو دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے اور جو دار ابوسفیان میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے۔

وَ بِاَنَّهٗ قَدِ اشْتَرٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَارَالسِّجْنِ اَتَرٰى اَنَّهُ اشْتَرٰى مِنْ مَّالِكِيْهَا اَوْ غَيْرِ مَالِكِيْهَا۔ اور بیع و شریٰ اس لئے بھی جائز مانی جائے گی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جیل خانہ کے لئے زمین خریدی تو کیا وہ مالک زمین سے لی یا نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ حد حرام کتنی ہے اس پر یہ رباعی کافی ہے۔ جو حدود حرم کی وسعتوں کو واضح کر رہی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے۔

وَ لِلْحَرَمِ التَّحْدِيْدُ مِنْ اَرْضِ طِيْبَةٍ ثَلَاثَةُ اَمْيَالٍ اِذَا رُمْتَ اِتْقَانَهٗ

وَ سَبْعَةُ اَمْيَالٍ عِرَاقٌ وَّ طَائِفُ وَ جِدَّةُ عَشْرٌ ثُمَّ تِسْعٌ جِعِرَّانَهْ
وَ مِنْ يَمَنٍ سَبْعٌ بِتَقْدِيْمِ سِيْنِهٖ وَ قَدْ كُمِلَتْ فَاشْكُرْ لِرَبِّكَ اِحْسَانَهٗ

حدود ارض طیبہ سے حرم کی تین میل ہے۔
عراق اور طائف کی طرف سے سات میل
اور جدہ کی طرف سے دس میل
اور جعرانہ کی طرف سے نو میل
اور سمت یمن سے سات میل
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حد مسجد حرام آخر مسعیٰ تک ہے۔
اور عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں مسجد حرام کی بنیاد جو ابراہیم علیہ السلام نے رکھی وہ مروہ سے مخرج مسیل جیاد تک تھی۔

اور انہوں نے بتایا کہ مسجد حرام کا طول اس وقت چار سو چار ذراع تھا اور عرض تین سو ذراع اور ذراع ہمارے مروجہ گز سے گیارہ گرہ کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے تین سو گز سے کم طول اور دو سو پچیس گز کے قریب عرض نکلتا ہے۔

اور موجودہ صورت میں مسجد حرام عہد رسالت مآب ﷺ میں نہ تھی۔ حرم کی دیواریں بھی نہ تھیں۔

جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو مسجد حرام وسیع کی گئی۔ آپ نے اس کے گرد کے مکان خرید کئے، انہیں گرایا اور دیواریں بنوائیں لیکن یہ دیواریں مثل منڈیر کے چھوٹی تھیں قد آدم بھی نہ تھیں اور اس زمانہ میں چراغ حرم کی روشنی کے لئے ان دیواروں پر رکھے جاتے تھے۔

پھر جب عہد عثمان رضی اللہ عنہ آیا تو آپ نے اور مکانات گرد حرم کے خرید کئے اور حرم کو وسیع کیا۔

پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ۶۰ھ سے زائد کے بعد کے عہد میں اس میں کافی وسعت ہوگئی۔

اور آپ نے دار الرزاقی سات ہزار دینار میں خرید کر حرم میں داخل کئے۔

پھر اس کی تعمیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ نے کی لیکن حرم کو بجائے بڑھانے کے دیواروں کو اونچا کر دیا اور ستون سنگین حجر رخام کے قائم کرائے۔

پھر عہد منصور میں شق شامی کی طرف وسعت دی گئی اور ستون سنگ رخام کے بڑھائے۔

پھر عہد مہدی میں دوبارہ تعمیر کی گئی اس وقت تک کعبہ مکرمہ حرم کی ایک سمت تھا اس نے اتنا صحن وسیع کیا کہ بیت اللہ وسط میں آگیا اور بہت سے مکانات خرید کر حرام میں داخل کئے کما ذکرہ النووی۔

اور عہد مہدی میں مصلے حنفی کے پیچھے دار الندوہ تھا اسے بھی حدود مسجد میں ملا دیا گیا۔

حتیٰ کہ جب عہد حکومت سلاطین آل عثمان آیا تو انہوں نے حرم کے تمام و کمال شان تعمیری کو مکمل کیا اس کے بعد آخر آیت رکوع میں ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ اور جو الحاد چاہے اور ظلم کرے اسے ہم دردناک عذاب کا

22

ذائقہ دیں گے۔

الحاد کے معنی نافرمانی کے ہیں جو قصداً کی جائے۔

اور الحاد اصل میں حافر یعنی گڑھا کھودنے والوں کو کہتے ہیں۔

اور الحاد کے حاصل معنی مَیْلًا عَنِ الْحَقِّ اِلَی الْبَاطِلِ کے ہیں جو تمام معاصی پر بول سکتے ہیں۔

بعض نے کہا الحاد شرک ہے۔

اور الحاد لحد سے ہے ملحد لحد کھودنے والا ملحد جو لحد میں رکھا جائے۔

اس کا شان نزول بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن انیس کے ساتھ دو آدمیوں کو بھیجا تھا ان میں ایک مہاجر تھا اور دوسرا انصاری ان لوگوں نے اپنے اپنے نسب پر فخر کرنا شروع کیا۔ عبداللہ بن انیس کو غصہ آیا اس نے انصاری کو قتل کر دیا اور خود فرار ہو کر مکہ کی طرف بھاگ گیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾

اور یاد فرمایئے جبکہ ہم نے ٹھکانا کر دیا ابراہیم کا مکان بیت کو اور حکم دیا کہ نہ شریک کرنا میرا کسی کو اور میرا گھر ستھرا رکھو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع سجدے کرنے والوں کے لئے

وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

اور اعلان کر لوگوں میں حج کا آئیں گے لوگ پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر آتی ہیں ہر دور کی راہ سے

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْۤ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾

تا کہ وہ پائیں اپنا فائدہ اور اللہ کی یاد کریں جانے ہوئے دنوں میں اس پر کہ انہیں رزق دیا بے زبان چوپایوں کا تو کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ مصیبت زدہ محتاج کو

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

پھر اتاریں اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی منتیں اور طواف کریں آزاد گھر کا

ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾

یہ ہے حکم اور جو تعظیم کرے اللہ کی حرمتوں کی تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے اور حلال کئے گئے تم پر چوپائے بے زبان مگر جو پڑھی جاتی ہے تم پر ممانعت تو بچو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ	ایک اللہ کے ہو کر کہ اس کا کسی کو ساجھی نہ کرو اور جو اللہ کا
بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ	شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ اسے اچک لے
22 تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾	جاتے ہیں پرندے یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے
ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى	یہ ہے بات اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں
الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾	کی پرہیزگاری ہے
لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى	تمہارے لئے اس میں فائدے ہیں ایک مقررہ مدت
الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾	تک پھر پہنچنا ہے ان کا آزاد گھر تک

حل لغات چوتھا رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

وَ۔اور	اِذْ۔جب	بَوَّاْنَا۔جگہ دی ہم نے	لِاِبْرٰهِيْمَ۔ابراہیم کو
مَكَانَ۔جگہ	الْبَيْتِ۔بیت اللہ کی	اَنْ۔یہ کہ	لَّا۔نہ
تُشْرِكْ۔شریک بنا	بِيْ۔میرے ساتھ	شَيْئًا۔کسی کو	وَّ۔اور
طَهِّرْ۔ستھرا کر	بَيْتِيَ۔میرا گھر	لِلطَّآئِفِيْنَ۔طواف کرنے والوں	
وَ۔اور	الْقَآئِمِيْنَ۔اعتکاف کرنے والوں		وَ۔اور
الرُّكَّعِ۔رکوع کرنے والوں	السُّجُوْدِ۔سجدہ کرنے والوں کے لئے		وَ۔اور
اَذِّنْ۔آواز دے	فِي۔بیچ	النَّاسِ۔لوگوں کے	بِالْحَجِّ۔حج کے لئے
يَاْتُوْكَ۔آئیں گے تیرے پاس		رِجَالًا۔پیدل	وَّ۔اور
عَلٰى۔اوپر	كُلِّ۔ہر ایک	ضَامِرٍ۔لاغر اونٹنی کے	يَّاْتِيْنَ۔آئیں گی
مِنْ كُلِّ۔ہر ایک	فَجٍّ۔راہ	عَمِيْقٍ۔گہری کے	لِّيَشْهَدُوْا۔تاکہ حاضر ہوں
مَنَافِعَ۔منافع	لَهُمْ۔اپنے کو	وَ۔اور	يَذْكُرُوا۔یاد کریں
اسْمَ۔نام	اللّٰهِ۔اللہ کا	فِيْٓ۔بیچ	اَيَّامٍ۔دنوں
مَّعْلُوْمٰتٍ۔مقرر کے	عَلٰى۔اوپر	مَا۔اس کے جو	رَزَقَهُمْ۔ان کو رزق دیا
مِّنْ۔کچھ	بَهِيْمَةِ۔چارپائے	الْاَنْعَامِ۔جانوروں سے	فَكُلُوْا۔تو کھاؤ
مِنْهَا۔اس سے	وَ۔اور	اَطْعِمُوا۔کھلاؤ	الْبَآئِسَ۔بھوکے
الْفَقِيْرَ۔محتاج کو	ثُمَّ۔پھر	لْيَقْضُوْا۔چاہئے کہ دور کریں	تَفَثَهُمْ۔اپنی میل کچیل
وَ۔اور	لْيُوْفُوْا۔چاہئے کہ پورا کریں	نُذُوْرَهُمْ۔اپنی نذریں	وَ۔اور
لْيَطَّوَّفُوْا۔چاہئے کہ طواف کریں		بِالْبَيْتِ۔گھر	الْعَتِيْقِ۔آزاد کا
ذٰلِكَ۔یہ ہے	وَ۔اور	مَنْ۔جو	يُّعَظِّمْ۔عزت کرے

حُرُمٰتِ۔نشانوں	اللّٰهِ۔اللہ کی	فَهُوَ۔تو وہ	خَیْرٌ۔بہتر ہے
لَّهٗ۔اس کے لئے	عِنْدَ۔نزدیک	رَبِّهٖ۔اس کے رب کے	وَ۔اور
اُحِلَّتْ۔حلال کئے گئے	لَكُمُ۔تمہارے لئے	الْاَنْعَامُ۔جانور	اِلَّا۔مگر
مَا۔جو	یُتْلٰی۔پڑھے جاتے ہیں	عَلَیْكُمْ۔تم پر	فَاجْتَنِبُوا۔تو بچو
الرِّجْسَ۔گندگی	مِنَ الْاَوْثَانِ۔بتوں کی سے	وَ۔اور	اجْتَنِبُوْا۔بچو
قَوْلَ۔بات	الزُّوْرِ۔جھوٹی سے	حُنَفَآءَ۔ایک رخ ہوکر	لِلّٰهِ۔اللہ کے لئے
غَیْرَ۔نہ	مُشْرِكِیْنَ۔شرک کرنے والے		بِهٖ۔اس کے ساتھ
وَ۔اور	مَنْ۔جو	یُّشْرِكْ۔شرک کرے	بِاللّٰهِ۔اللہ کے ساتھ
فَكَاَنَّمَا۔تو گویا	خَرَّ۔گر پڑا	مِنَ السَّمَآءِ۔آسمان سے	فَتَخْطَفُهُ۔پھر اچک لے
گئے اس کو	الطَّیْرُ۔پرندے	اَوْ۔اور یا	تَهْوِیْ۔گرادیں
بِهِ۔اس کو	الرِّیْحُ۔ہوائیں	فِیْ۔بیچ	مَكَانٍ۔جگہ
سَحِیْقٍ۔گہری کے	ذٰلِكَ۔یہ ہے	وَ۔اور	مَنْ۔جو
یُّعَظِّمْ۔تعظیم کرے	شَعَآئِرَ۔نشانیوں	اللّٰهِ۔اللہ کی	فَاِنَّهَا۔تو وہ ہے
مِنْ تَقْوَی۔پرہیزگاری	الْقُلُوْبِ۔دلوں کی	لَكُمْ۔تمہارے	فِیْهَا۔اس میں
مَنَافِعُ۔فائدے ہیں	اِلٰٓی۔طرف	اَجَلٍ۔مدت	مُّسَمًّی۔مقرر کے
ثُمَّ۔پھر	مَحِلُّهَآ۔پہنچنا ہے اس کو	اِلٰی۔طرف	الْبَیْتِ۔گھر
الْعَتِیْقِ۔آزاد کی			

حل نادر لغات

اس رکوع میں نادر لغات یہ ہیں ان کی تصریح سمجھ لیں

بَوَّاْنَا۔محاورہ میں کہتے ہیں بَوَّاَهُ مَنْزِلًا اِذَا اَنْزَلَهٗ فِیْهِ۔جب کسی مکان میں کسی کو ٹھہرائیں تو کہتے ہیں بعض نے مرجع کون سی جگہ کے لئے کئے۔

قَائِمِیْنَ۔مُقِیْمِیْنَ۔یعنی رہنے والے

طَائِفِیْنَ۔طَارِئِیْنَ۔جلدی پہنچنے والے۔یا طواف کرنے والے۔

رُكَّعِ السُّجُوْدِ۔رکوع وسجدہ کرنے والے

اَذِّنْ۔نَادِ فِیْهِمْ۔اعلان عام فرمادیں۔

ضَامِرٍ۔بَعِیْرٍ مَّهْزُوْلٍ۔ابل۔اونٹ اور اونٹنی اس کا اطلاق مذکرو مؤنث پر عام ہے۔

كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔فج۔راستہ۔عمیق بعید۔

بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ۔چار پایہ۔انعام بے زبان۔

بَائِسَ۔اَیِ الَّذِیْ اَصَابَهٗ بُؤْسٌ اَیْ شِدَّةٌ۔وہ جو تنگدستی کا پورا شکار ہو۔

فَقِیْر۔محتاج۔

تَفَثَهُمْ۔هُوَ فِی الْاَصْلِ الْوَسْخُ وَالْقَذْرُ۔اصل میں تفث میل کچیل کو کہتے ہیں۔

بَیْتِ الْعَتِیْقِ۔ اِنَّمَا سَمَّی اللّٰهُ بَیْتَ الْعَتِیْقِ لِاَنَّهٗ اَعْتَقَهٗ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَلَمْ یَظْهَرْ عَلَیْهِ جَبَّارٌ قَطُّ۔کعبہ معظمہ کا یہ نام اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر جابر سے آزاد کیا۔

فَاجْتَنِبُوا۔بچو۔یعنی پرہیز کرو۔

اَوْثَانِ۔بتوں سے۔وَثَنٌ کی جمع اَوْثَانٌ ہے۔

قَوْلَ الزُّوْرِ۔جھوٹ بکواس۔

حُنَفَآءَ۔مَائِلِیْنَ عَنْ کُلِّ دِیْنٍ زَائِغٍ اِلَی الدِّیْنِ مُخْلِصِیْنَ لَهٗ۔منحرف ہونا ہر باطل دین سے دین حق کی طرف خالصاللہ جھکنا۔

فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ۔اَصْلُ الْخَطْفِ الْاِخْتِلَاسُ بِسُرْعَةٍ۔جھپٹ کر اچک لینا پرندکا۔

تَهْوِیْ۔گرادینا یا اڑا کر پھینک دینا۔

مَکَانٍ سَحِیْقٍ۔مَقَامٍ بَعِیْدٍ۔

مَحِلُّهَآ۔مقام حل۔جہاں قربانی کرتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع-سورۂ حج-پ ۱۷

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ۔سے تعمیر مسجد حرام اور اس کے احترام اور فرائض کا بیان شروع فرمایا۔

اس لئے کہ بیت اللہ جسے بیت عتیق اور کعبہ مکرمہ کہا جاتا ہے اس کے متعلق ارشاد ہے کہ اس گھر کی تعمیر کا حکم ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے ہی دیا اور عبادت الٰہی کے لئے اس جگہ کو ہم نے ہی مخصوص فرمایا۔

تا کہ لوگ اطراف عالم سے آئیں اور اس کا طواف کریں اور معبود غیر مجسم پر اس طرح قربان ہوں جیسے پروانے شمع پر گرتے ہیں۔

اور اس کے چاروں طرف گول صفیں بنا کر کھڑے ہوں۔نمازیں ادا کریں کبھی رکوع میں ہوں کبھی سجدہ میں اور اس گھر کو اصنام واوثان اور طاغوت کی نجاستوں سے پاک اور ستھرا رکھیں اس میں سوا احد ذوالجلال کے غیر کی پرستش نہ ہو۔

اس میں کفار مکہ پر تعریض بھی ہے کہ تم ایسے نااہل مجاور کعبہ ہو کہ تم نے اس بیت عتیق کو خلاف منشاء رب کریم بت خانہ بنا ڈالا اور بتوں کی نجاست سے اسے گندہ کر دیا۔

حالانکہ ہم نے اپنے خلیل کے ذریعہ یہ حکم دیا تھا کہ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ۔لوگوں کو اعلان کر دو حج کا تا کہ ہر سمت اور کوچہ سے تنگ گھاٹیوں سے یہاں آئیں چاہے پیادہ پا ہوں یا کمزور سواریوں پر۔

چنانچہ حضرت خلیل علیہ السلام نے عرفات کی گھاٹی پر چڑھ کر اعلان فرمایا۔اس کے بعد سے یہ جشن خدا پرستی کی بنیاد قائم ہوئی۔

اگرچہ عرب کے جاہل اسے بت پرستی کا میلہ بناتے تھے مگر درحقیقت یہ جشن عبادت وتعظیم شائر ہے۔آگے ارشاد ہے:

لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ۔ چنانچہ حج میں منافع دو قسم کے ہیں:

ایک منفعت دنیا جس کے ذرائع حج کے ذریعہ بے شمار ہیں:

۱- تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک جگہ جمع ہونا، آپس میں میل جول بڑھنا ایک قوم کا دوسری قوم سے علم و ہنر حاصل کرنا، تجارتی ذرائع پیدا کرنا۔

۲- دوردراز کے صحیح صحیح حالات حاصل کرنا۔

۳- بیرونی ممالک کے لوگوں سے ربط وضبط پیدا کرنا۔

۴- قوت اجتماعیہ اور اخوت اسلامیہ ودینیہ کا استوار کرنا، اسلامی بلاک بنا کر ایک آواز پر لبیک کہنا۔

۵- سفر کا عادی ہونا، ریاضت ومشقت کا خوگر ہونا، بہت سے تجربات حاصل کرنا۔

دوسرے فوائد دینیہ بھی بے شمار حاصل ہوتے ہیں:

۱- لاکھوں خدا پرستوں کے اجتماع میں خاصان حق سے مل جانے کا امکان۔

۲- آسمانی سلطنت حقہ کا نمونہ آنکھوں سے دیکھنا۔

۳- باہمی صحبت صلحاء سے اپنے پر ان کے انوار وبرکات منعکس کرانا۔

۴- سنت رئیس الموحدین سیدنا ابراہیم خطیب الانبیاء کی یادگار کا جلسہ دیکھنا۔

۵- خلیل اللہ علیہ السلام کی اتباع میں والہانہ لباس پہن کر عاشقانہ ہیئت میں تہلیل وتکبیر پہاڑوں اور ٹیلوں پر پکارنا۔ تلبیہ لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ پکارتے پھرنا۔

۶- ان کے فرزند ذبیح اللہ علیہ السلام کی سنت ادا کرنے کو قربانی کرنا منیٰ میں پہنچنا۔

۷- سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کی سنت ادا کرنے کو سعی صفا ومروہ کرنا۔

۸- شیطان رجیم پر سنت خلیل وذبیح اور ہاجرہ ہجرت کشیدہ کے اتباع میں ہر سہ منارہ ہائے شیطانی پر رمی جمار کرنا۔

۹- حلق وقصر منیٰ میں کرانا۔

۱۰- دنیا میں دنیا کو دکھا دینا کہ دنیا میں بھی موحدین ومتبعین کی ایک بڑی جماعت جو خاص سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیرو ہے اور اسی کی دنیا پر توحید وخدا پرستی کا ایک خاص ولولہ ہے۔

انہیں خصائص وفضائل کی طرف اجمالاً لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ میں اشارہ ہے۔

اور بعض فضائل وفواضل کی طرف تفصیل سے بھی اشارہ فرمایا گیا جیسے فرمایا:

وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ۔ چند معین دنوں میں اللہ کو یاد کریں اور

عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ بے زبان چار پایوں پر بھی اللہ کا نام لے کر ذبح کریں۔

چنانچہ ذبح میں بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ ہی پڑھا جاتا ہے۔

اور قربانی کے ذبح میں اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَ اِلَیْکَ اور اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ

الْعٰلَمِیْنَ ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ

اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ سے مراد عشرۂ ذی الحجہ ہے۔

اور اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ سے ایام تشریق مراد ہیں۔ چنانچہ مجاہد، قتادہ، عطاء، حسن، سعید بن جبیر، ابن عباس رضی اللہ عنہم اسی طرف ہیں۔

اور امام ہمام حضرت ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما بھی اس کے مؤید ہیں۔

پھر بَهِیْمَةِ فرمانے سے یہ مستفاد ہوتا تھا کہ چار پائے کی قربانی کا حکم ہے خواہ وہ بری ہو یا بحری لیکن الْاَنْعَامِ نے تعیین کردی کہ اونٹ، گائے، بیل، دنبہ، بکری، بکرا، بھیڑ، مینڈھا ہی قربانی ہوسکتے ہیں دوسرے جانور نہیں۔ (کشاف)

فَكُلُوْا مِنْهَا فرما کر رسم یہود کا ابطال فرمادیا وہ قربانی کے جانور سے کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس کی اجازت مل گئی اگرچہ یہ امر وجوبی نہیں بلکہ امر اباحت ہے۔

لہٰذا اگر کوئی تمام قربانی کا گوشت غرباء کو کھلادے تو ممنوع نہیں۔

چنانچہ ہدی تمتع وقران میں سے خود بھی کھاسکتا ہے اور غرباء میں بھی تقسیم کرسکتا ہے۔

اس کے مستحسن احکام میں تصریح ہے کہ نصف خود کھائے نصف غرباء میں تقسیم کرے۔

بعض نے کہا تین حصہ کرے ایک حصہ اپنے لئے ایک احباب واقارب کے لئے اور ایک مساکین کے لئے۔

البتہ جو دم دیئے جاتے ہیں یعنی وہ قربانیاں جو نذر یا کفارات یا جنایات حج کے لئے کی جائیں ان میں سے بالاتفاق کھانا ممنوع ہے بلکہ تمام تصدق کردیا جائے کہ وہ صرف مساکین کا حق ہے۔

حج کے فلسفہ میں چند امور اور بھی ہیں جو بغرض رفاہ ناظرین عرض ہیں۔

حج درحقیقت جیتے جی موت کا نقشہ پیش کرتا ہے۔

اول۔ گھر سے نکلنا۔

دوم۔ اولاد، مال ومنال سب چھوڑ کر چلنا گویا دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے بھی سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ۔

سوم۔ یلملم کے محاذ سے احرام باندھنا گویا کفن بردوش ہوجانا یہ بھی موت ہی کے نقشہ کا معائنہ کرنا ہے۔

چہارم۔ حدود حرم میں ایام احرام کے اندر شکار، جماع وغیرہ مرغوبات کا ترک بھی ایسا ہی ہے جیسے مرنے کے بعد جملہ مرغوبات دنیا ختم ہوجاتے ہیں۔

پنجم۔ اس سفر میں زادراہ کا خاص خیال رکھنا ایسے ہی ہے جیسے مرنے کے بعد توشۂ عمل۔

ششم۔ میدان عرفات میں کھڑے ہونا عرصات محشر کی یاد تازہ کرنا ہے۔

ہفتم۔ قربانی کر کے احرام کھولنا محاسبہ محشر کی سرخروئی کا نقشہ ہے۔

ہشتم۔ نہانا، دھونا، حلق وقصر کرنا دخول جنت کا نمونہ دیکھنا ہے۔

نہم۔طواف وداع کے بعد واپس جدہ آنا۔عرصات محشر سے مغفور ہو کر باغ بہشت کی عیشوں کا نمونہ ہے۔
دہم۔واپسی کا سفر ختم کر کے اعزہ و اقربا سے ملنا۔استقبال ہونا۔ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ کا نمونہ ہے۔چنانچہ ارشاد ہے:

ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ۔مبرد کہتے ہیں تفث کلام عرب میں ناپاکی کو کہتے ہیں۔تو بعد قربانی احرام کھولنے کے بعد حکم ہے نہاؤ، حجامت کراؤ، میل کچیل جسم سے دور کرو۔یہی اقتضاء تفث ہے۔

وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ۔جو جو نذریں مانی ہیں وہ سب پوری کرو۔

وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ۔اس کے بعد منیٰ سے واپس آ کر طواف بیت اللہ کرو یہ طواف زیارت اور طواف افاضہ ہے اور یہ واجب ہے۔

اور اسے بیت عتیق پرانے گھر ہونے کے اعتبار سے بھی کہا گیا ہے کہ یہ گھر سب سے پہلے ابراہیم خلیل اللہ نے بنایا تھا۔
اس کے بعد ذٰلِكَ فرما کر وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ فرمایا۔یہ سب کام کر کے محرمات سے رک کے رہو اس لئے کہ جو محرمات سے باز رہے اس کے لئے بھلائیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

پھر حکم ہوا:

وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ۔تمہارے لئے سب چار پائے حلال ہیں انہیں ذبح کر کے کھا سکتے ہو مگر جو تفصیل ہم نے سورۂ مائدہ میں کی ہے وہ ممنوع ہیں۔اور وحشی جانوروں کا شکار بھی محرم کو جائز نہیں۔البتہ اگر غیر محرم شکار کر کے لائے تو کھانا جائز ہے۔

پھر ہدایات ہیں:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ۔گندگی اور بت پرستی کی نجاست سے اجتناب کرو۔

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔جھوٹ اور لغو باتوں سے پرہیز کرو اس لئے کہ اب تم نئی زندگی میں آئے ہو اور جو کفر و شرک میں مبتلا ہو اور قول زور سے بھی مجتنب نہ رہے اس کی مثال فرمائی جاتی ہے۔

وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ۔جو اللہ کے ساتھ شریک کرے وہ گویا آسمان سے گرا اور اسے پرندے اچک لے گئے یا ہوا نے اڑا کر کسی دور جگہ پھینک دیا۔

مقام سحیق۔دور مقام کے معنی دیتا ہے آگے فرمایا جو شعائر الٰہی کی تعظیم کرے وہ دل کی پرہیزگاری ہے۔پھر ارشاد ہوا:

لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ۔یعنی وہ ہدی، اونٹنی، بیل، گائے، بکری میں تمہارے لئے منافع ہیں ایک مدت معین تک یعنی اس پر سوار ہو جانا اس کا دودھ پی لینا وغیرہ تمہیں جائز ہے حتیٰ کہ ذبح کے وقت وہ سب ختم ہو جاتا ہے۔آخری نفع اس کی کھال کا ہے جسے تم اپنے استعمال میں لا سکتے ہو یعنی مصلیٰ پوستین وغیرہ بنا سکتے ہو یا اللہ واسطے کسی کو دے سکتے ہو۔

لیکن قربانی کے جانور کا دودھ جو پیا جائے اس کی قیمت کا اندازہ کر کے صدقہ دینا چاہئے۔(ہدایہ)
باقی احکام حج و قربانی کے آئندہ رکوع میں بیان ہوں گے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

وَاِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِيۡمَ مَكَانَ الۡبَيۡتِ۔ اور یاد فرمایئے جب کہ ہم نے ابراہیم کوٹھکانا دیا بیت اللہ میں آلوسی فرماتے ہیں:
اُذۡكُرۡ لِهٰؤُلَاءِ الۡكَفَرَةِ الَّذِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَقۡتَ جَعَلۡنَا مَكَانَ الۡبَيۡتِ مُبَاءَةً بِجَدِّهِمۡ اِبۡرَاهِيۡمَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ اَیۡ مَرۡجَعًا يُرۡجِعُ اِلَيۡهِ لِلۡعَمَارَةِ وَالۡعِبَادَةِ۔ اے محبوب وہ واقعہ یاد فرمایئے جبکہ کفار مکہ اللہ کے رستہ سے اور مسجد حرام سے روک رہے تھے اس وقت ہم نے مکان بیت کو ان کے جد ابراہیم علیہ السلام کے لئے مرجع بنایا اور آپ اس کی تعمیر کے لئے اور اس میں عبادت کرنے کو آئے۔

محاورہ میں بولتے ہیں جب کسی کو کسی مکان میں اتاریں تو بَوَّاَهُ مَنۡزِلًا کہتے ہیں۔

زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلۡمَعۡنٰی بَيَّنَّا لَهٗ مَكَانَ الۡبَيۡتِ لِيَبۡنِيَهٗ وَيَكُوۡنُ مُبَاءَةً لَهٗ۔ اس کے معنی ہیں ظاہر کر دیا ہم نے ابراہیم علیہ السلام پر بیت اللہ کا مقام تا کہ وہ اس کی تعمیر کریں اور یہ ان کے لئے مباءۃ یعنی قیام گاہ ہوگی۔

اور لِاِبۡرٰهِيۡمَ جو فرمایا اس میں لام علت ہے اس کے معنی لِاَجۡلِ اِبۡرَاهِيۡمَ ہوئے کہ یعنی ابراہیم علیہ السلام کے اعزاز میں یہ مقام انہیں عطا فرمایا۔ حَيۡثُ قَالَ لَامُ الۡعِلَّةِ اَیۡ لِاَجۡلِ اِبۡرَاهِيۡمَ اَیۡ كِرَامَةً لَهٗ۔

وَاَصۡلُ الۡبَيۡتِ مَاوَى الۡاِنۡسَانِ بِاللَّيۡلِ۔ بیت انسان کی شب باشی کے مقام کو کہتے ہیں۔

پھر رات کی قید نکال کر ہر قیام گاہ انسان کو بیت کہا جانے لگا۔

اس کی جمع بیوت اور ابیات ہوتی ہے لیکن مسکن کے لئے بیوت ہی جمع رکھی گئی اور ابیات اشعار کے لئے مختص ہے۔

اور یہ پتھروں اور مٹی سے بھی بن جاتا ہے اور صوف وو بر سے بھی بنایا جاتا ہے۔

اور یہاں بیت سے مراد بیت اللہ شریف ہے جسے کعبہ مکرمہ کہتے ہیں۔

بناء کعبہ کی مکمل تاریخ

کعبہ معظمہ پانچ بار تعمیر کیا گیا۔

اول:- ملائکہ علیہم السلام نے آدم علیہ السلام سے پہلے سرخ یاقوت کا بنایا ثُمَّ رُفِعَ ذٰلِكَ الۡبِنَاءُ اِلَى السَّمَآءِ اَيَّامَ الطُّوۡفَانِ۔ پھر یہ عمارت طوفان نوح علیہ السلام کے موقعہ پر آسمان کی طرف اٹھالی گئی۔

دوسری بار حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمایا لَمَّا اَمَرَهٗ بِبِنَآءِ الۡبَيۡتِ۔ جب کہ آپ کو تعمیر کعبہ کا حکم ہوا۔ لَمۡ يَدۡرِ اَيۡنَ يَبۡنِیۡ۔ مگر آپ یہ نہیں جانتے تھے کہ کس طرح اور کس جگہ تعمیر کیا جائے فَاَرۡسَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُ الرِّيۡحَ الۡخُجُوۡجَ فَكَشَفَ عَنۡ رَسۡمِ الۡقَدِيۡمِ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ریح خجوج بھیجی اس نے اس کی بنیادیں کھول دیں۔

ریح خجوج اس شدید ہوا کو کہتے ہیں جو زمین کی مٹی اڑا دے۔ فَبَنٰی عَلَيۡهِ۔ تو حضرت خلیل علیہ السلام نے انہی بنیادوں پر تعمیر فرمائی۔

ایک قول ہے کہ ایک ابر اس حد میں آ کر چھا گیا جس سے آپ نے تعمیر کیا۔

تیسری بار زمانۂ جاہلیت میں قریش نے تعمیر کیا اور اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جوان تھے چنانچہ تعمیر کرتے کرتے

جب حجر اسود رکھنے کا موقع آیا تو آپس میں جھگڑا ہو گیا۔

ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ ہمارا سردار حجر نصب کرے۔

آخر ش اس پر فیصلہ ہوا کہ ان کے اندر وہ فیصلہ کرے جو صبح اس راہ سے پہلی بار نکلے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے پہلے ان پر ظاہر ہوئے چنانچہ سب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فیصلہ موقوف کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کملی بچھا کر اس پر حجر اسود رکھ کر فرمایا کہ تمام قبائل کے سردار اسے اٹھائیں۔ چنانچہ سب نے اٹھایا جب مقام پر پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس سے اٹھا کر پتھر دیوار پر رکھ دیا اور یہ لوگ اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امین کہتے تھے۔

یہ زمانہ بعثت سے پندرہ سال قبل کا تھا۔

چوتھی بار بناء کعبہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے عہد میں ہوئی۔

پانچویں بار حجاج کے دور میں تعمیر ہوئی اور یہ وہی عمارت ہے جو آج تک موجود ہے۔

اس کی بلندی سواستائیس ذراع ہے۔

اور ذراع چوبیس انگلی کا ہوتا ہے اور انگلی سات جو کی مقدار کی ہوتی ہے اور ایک جو سات بالوں کے برابر چوڑا ہوتا ہے۔

برذون کے بالوں سے اور برذون ترکی گھوڑے کو کہتے ہیں۔

اور بیت اللہ شریف کا طول زمین پر رکن یمانی سے رکن اسود تک پچیس ذراع ہے۔

اور ایسے ہی رکن یمانی اور رکن غربی تک پچیس ذراع ہے۔

اور رکن یمانی سے رکن اسود تک بیس ذراع ہے۔

اور دروازہ کا طول چھ ذراع ہے اور دس انگل۔

اور عرض چار ذراع۔

دروازہ دیوار مشرقی پر ہے اور وہ سال کی لکڑی کا ہے جس پر چاندی کا پترا چسپاں ہے۔

اور دروازہ کی بلندی مقام عتبہ یعنی دہلیز دروازہ زمین سے چار گز اور تین انگلی ہے۔

اور میزاب زر یعنی کعبہ شریف کی چھت کا پرنالہ وسط دیوار حجر میں ہے۔

اور ملتزم کا عرض دروازہ سے اور حجر کے مابین چار ذراع ہے۔

اور حجر اسود کی بلندی زمین سے سات انگلی کم تین ذراع ہے۔

اور حجر اسود کا عرض ایک بالشت اور چار انگلی ہے۔

اور مستجاد کا عرض رکن یمانی سے بند دروازہ پشت کعبہ تک ملتزم کے مقابل چار ذراع اور پانچ انگل ہے۔

باب مسدود کا عرض تین ذراع اور نصف ہے۔

اور اس کا طول پانچ ذراع سے کچھ زیادہ ہے۔

اور وہ حجر جسے حطیم کہتے ہیں اور حظیرہ یہ نصف دائرہ کی شکل میں ہے (یہ رکن عراقی اور شامی کے مابین ہے) اور ایک دیوار وہ جدار کعبہ کی ہے جو میزاب زر سے جدار حجر تک ہے سترہ گز اور آٹھ انگلی ہے۔

یہ تفصیل پیمائش امام حسین بن محمد ترمذی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ میں فرمائی۔ جسے علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بھی اپنی تفسیر روح المعانی میں نقل کیا۔ آگے ارشاد ہے:

اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا۔ اور فرمایا کہ میرے ساتھ کچھ شرک نہ کریں۔ آیہ کریمہ کا ظاہر بتلا رہا ہے کہ یہ خطاب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْقَآىٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ اور پاک کرو میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور ٹھہرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے۔

طہارت کی دو قسم ہیں حسی اور معنوی تو اس حکم میں دونوں طہارتوں کے لئے حکم ہے اَیْ طَهِّرْ بَیْتِیَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَالْاَقْذَارِ لِمَنْ یَّطُوْفُ بِهٖ وَیُصَلِّیْ عِنْدَهٗ۔ یعنی میرا گھر بتوں کی نجاست معنوی اور ظاہری گندگیوں سے پاک رکھو ان کے لئے جو یہاں طواف کریں اور نماز پڑھیں۔

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ اور اعلان کرو لوگوں میں حج کے لئے۔

چنانچہ ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں اور ابن جریر ابن منذر اور حاکم و بیہقی اپنی سنن میں ابن عباس سے راوی ہیں لَمَّا فَرَغَ اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنْ بِنَاءِ الْبَیْتِ قَالَ رَبِّ قَدْ فَرَغْتُ فَقَالَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ قَالَ یَا رَبِّ وَمَا یَبْلُغُ صَوْتِیْ قَالَ اَذِّنْ وَ عَلَیَّ الْبَلَاغُ قَالَ رَبِّ كَیْفَ اَقُوْلُ قَالَ قُلْ یَا اَیُّهَا النَّاسُ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْحَجُّ اِلَی الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ فَسَمِعَهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَلَا تَرٰی اَنَّهُمْ یَجِیْئُوْنَ مِنْ اَقْصَی الْبِلَادِ وَیُلَبُّوْنَ۔

جب خلیل اللہ علیہ السلام بناء بیت سے فارغ ہوئے تو عرض کی الٰہی میں تعمیر بیت سے فارغ ہو گیا تو ارشاد باری ہوا لوگوں میں حج کا اعلان کرو۔

عرض کی الٰہی میری آواز سب تک کیسے پہنچے گی؟

ارشاد ہوا تم اعلان کرو اس کا سب میں پہنچانا ہمارے ذمہ ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی الٰہی کہوں کیا؟ ارشاد ہوا! فرمایئے اے لوگو تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض فرمایا ہے بیت اللہ کا۔ تو اس اعلان کو اہل سماء و ارض نے سنا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمام ملکوں سے لوگ تلبیہ کرتے اس آواز پر جمع ہوتے ہیں اور تلبیہ کہتے آتے ہیں اور تلبیہ یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جبل ابوقبیس پر چڑھے اور انگشت سبابہ کانوں میں ڈال کر اعلان فرمایا یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی كَتَبَ عَلَیْكُمُ الْحَجَّ فَاَجِیْبُوْا رَبَّكُمْ۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض فرمایا تو اس کا اتباع کرو فَاَجَابُوْهُ بِالتَّلْبِیَةِ فِیْ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَاَرْحَامِ النِّسَآءِ۔ تو قبول کیا تلبیہ کہتے ہوئے مردوں کی اصلاب میں

اور عورتوں کے رحموں میں۔

وَ اَوَّلُ مَنْ اَجَابَ اَهْلُ الْيَمَنِ۔ تو سب سے پہلے جس نے یہ آواز قبول کی وہ اہل یمن تھے۔ اور آج تک کوئی حاجی حج نہیں کرتا مگر وہی جس نے رحم مادر اور اصلاب میں ندا ابراہیم علیہ السلام قبول کر لی تھی قیامت تک۔

يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ آئیں گے آپ کے پاس پا پیادہ اور ہر دبلے کمزور اونٹوں پر آئیں ہر راستہ سے جو بعید ہو۔

رجال کے معنی راجل پیادہ پا چلنے والے کے ہیں اور ضامر مہزول کے معنی میں مستعمل ہے اور لفظ ضامر مذکر مؤنث دونوں پر مستعمل ہوتا ہے۔

آیۂ کریمہ میں اول رجال یعنی پیادہ پا فرمایا اور بعد میں ضامر کہا اس سے علماء محققین نے استدلال فرمایا کہ اِنَّ الْمَشْیَ اَفْضَلُ۔ پیدل جانا افضل ہے۔

چنانچہ ابن سعد اور ابن مردویہ بحدیث مرفوع ناقل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ فرماتے تھے۔ اِنَّ لِلْحَاجِّ الرَّاكِبِ بِكُلِّ خُطْوَةٍ تَخْطُوْهَا رَاحِلَتُهٗ سَبْعِيْنَ حَسَنَةً وَلِلْمَاشِيْ بِكُلِّ قَدَمٍ سَبْعُمِائَةِ حَسَنَةً مِنْ حَسَنَاتِ الْحَرَمِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا حَسَنَاتُ الْحَرَمِ قَالَ اَلْحَسَنَةُ مِائَةُ اَلْفِ حَسَنَةٍ۔ پیدل حاجیوں کو ہر قدم پر جوان کی سواری اٹھائے گی ستر نیکیاں ملتی ہیں اور پا پیادہ کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم کی نیکیوں میں سے۔ عرض کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرم کی نیکیاں کیا ہیں۔ فرمایا ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔

اور ابن ابی شیبہ مجاہد سے راوی ہیں کہ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ حَجَّا وَهُمَا مَاشِيَانِ۔ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے پیادہ پا حج کیا۔

مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ سے مراد بروایت ابن عباس پہاڑوں کی چوٹیاں عبور کر کے آنا اور تنگ و فراخ راہیں عبور کرنا ہے۔

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ تاکہ وہ پائیں اپنا فائدہ معلوم دنوں میں اس پر کہ روزی دی اللہ نے انہیں بے زبان چوپائے۔

یعنی اپنے دنیوی منافع ہی اس عبادت کے ساتھ ایسے رکھے گئے ہیں کہ اور عبادتوں میں نہیں پائے جاتے اور عند الذبح اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَاِلَيْكَ کہہ کر ذبح کرو اور اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ جانے ہوئے دنوں سے مراد عشرۂ ذی الحجہ ہے۔

علی بن عباس، حسن و قتادہ اسی طرف ہیں اور ہمارے امام ہمام ابو حنیفہ اور صاحبین کے نزدیک جانے ہوئے دن ایام نحر ہیں۔

اور صاحب تفسیر احمدی ملا جیون علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یوم عید ہے۔

عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ سے مراد اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ، دنبہ، بھینس اور مینڈھا ہیں۔

فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ۔ تو کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ محتاج مصیبت زدہ فقیر کو۔

قربانی کے جانور کو ہدی کہتے ہیں یہ تطوعاً بھی ہوتی ہے اور وجوباً بھی پھر حج کا احرام تمتع بھی ہوتا ہے اور قران بھی۔ آیۂ

کریمہ میں ہر ہدی سے کھانے کی اجازت ہے۔

اس کے علاوہ جنایات حج کے دم ہیں ان کے گوشت سے کھانا ممنوع ہے جس کی تصریح خلاصہ میں بیان ہو چکی۔

(تفسیر احمدی)

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔ پھر اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی منتیں نذریں پوری کریں اور اس پرانے آزاد گھر کا طواف کریں یہ ہے حکم اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے۔

تفث کی تشریح اول بیان ہو چکی ہے یہاں اس سے مراد مونچھیں کترانا ناخن اتروانا بغل اور موئے زہار اتارنا مراد ہے۔ جو حج کے بعد حلق وقصر کرا کے کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد منیٰ سے آکر طواف زیارت کرتے ہیں اسی طرف اس طواف کا اشارہ ہے باقی مسائل حج پوری تفصیل سے سورہ بقرہ پارہ دوم میں بیان ہو چکے ہیں مَنْ شَاءَ فَلْيَنْظُرْ۔

اور مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ سے مراد مناسک حج، بیت الحرام، مشعر حرام، شہر حرام، بلد حرام اور مسجد حرام ہے۔

اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿٣٠﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿٣١﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٣٣﴾۔

اور حلال کئے گئے تمہارے لئے بے زبان چوپائے سوا ان کے جن کی ممانعت تم پر پڑھی جاتی ہے تو تم اجتناب کرو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے ایک اللہ کے ہو کر اس کا ساجھی کسی کو نہ کرو اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے یہ ہے حکم اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے۔ تمہارے لئے چوپایوں میں فائدے ہیں ایک مقرر میعاد تک پھر ان کا پہنچنا ہے بیت عتیق تک۔

چوپایوں کی حلت بیان کر کے استثناء جو کیا گیا اس کی تفصیل سورۂ مائدہ کی آیت کریمہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ میں بیان ہو چکی ہے۔

پھر بتوں کی پرستش کی نجاست جو بدترین گندگی ہے اس سے آلودہ ہونا حرام فرمایا اور جھوٹ بدترین اخلاقی مرض ہے دونوں سے بچنے کا حکم ہوا۔

پھر فرمایا ایمان کے بعد مشرک ہونا ایسا ہے جیسے کوئی آسمان سے گرے اور اس کی بوٹی بوٹی کر کے پرند کھا جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ شرک ایسی بدترین حرکت ہے کہ مشرک اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے تو وہ ایمان کے بلند آسمان سے گویا ایسا گرا کہ اس کی خواہش نفسانی کے پرند اس کی بوٹی بوٹی کر کے منتشر کر دیتے ہیں اور شیطانی پرندے اسے وادیٔ ضلالت میں پھینکتے ہیں اور ہوا سے تشبیہ بھی اس صورت میں دی کہ بد کا انجام بدی ہوتا ہے۔

مَكَانٍ سَحِيْقٍ۔ بعید جگہ کو کہتے ہیں۔

آگے فرمایا یہ ہے حکم۔ اور شعائر اللہ سے مراد ہدی اور بدنہ ہے اس کے متعلق حکم ہے سَمِّنُوْا ضَحَایَاكُمْ فَاِنَّهَا عَلَی الصِّرَاطِ مَطَایَاكُمْ۔ تو قربانی کا جانور بدنہ یعنی گائے بیل ہو یا دنبہ خوبصورت فربہ ہونا تعظیم شعائر ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَ تَعْظِیْمُهَا اَنْ تَخْتَارَ حِسَانًا سِمَانًا غَالِیَةَ الْاَثْمَانِ۔ شعائر کی تعظیم یہ ہے کہ ایسا جانور لے جو خوبصورت فربہ قیمتی ہو۔

اور شعائر کے متعلق زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلشَّعَائِرُ سِتٌّ۔ اَلصَّفَا وَالْمَرْوَةُ وَالْبُدْنُ وَ الْجِمَارُ وَالْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَ عَرَفَةُ وَالرُّكْنُ وَتَعْظِیْمُهَا اِتْمَامُ مَا یُفْعَلُ بِهَا۔

شعائر چھ ہیں: صفا، مروہ اور ڈیل دار جانور اور رمی جمار اور مسجد حرام اور یوم عرفہ اور رکن اور ان کی تعظیم یہ ہے کہ جو یہاں کرنے کا حکم ہے وہ کیا جائے۔ اور

لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ سے یہ مراد ہے کہ بوقت ضرورت ان پر سوار ہونا بھی ایک فائدہ ہے اور ان کا دودھ پینا بھی ایک فائدہ ہے۔

اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی سے یہ مراد ہے کہ ذبح کرنے تک یہ مفاد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

ثُمَّ مَحِلُّهَآ۔ اس سے مراد حل ہے یعنی حرم شریف اور بیت عتیق یعنی کعبہ معظمہ کے قریب منیٰ میں جہاں ذبح کئے جاتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ۱۷

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ﴿۳۴﴾	اور امت کے لئے کیا ہم نے ایک منسک یعنی قربانی تاکہ اللہ کا نام لیں اس پر جو رزق مقرر کیا بے زبان چوپایوں پر تو تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے تو اسی کے حضور جھکو اور اے محبوب خوشخبری دو متواضعین کو
الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَاۤ اَصَابَهُمْ وَ الْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ ۙ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾	وہ جو اللہ کے ذکر کرتے وقت دل سے ڈرتے ہیں اور ان صبر والوں کو کہ جن پر جو افتاد پڑے سہتے ہیں اور نماز قائم رکھنے والے اور جو رزق ہم دیں اس سے خرچ کرتے ہیں۔
وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾	اور ڈیل دار جانور اونٹ گائے ہم نے کی تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے تو یاد کرو نام اللہ کا اس پر ایک پاؤں باندھے اور تین پر کھڑے تو جب اس کی کروٹیں گر جائیں تو کھاؤ اس سے اور کھلاؤ صبر والے کو اور بھیک مانگنے والے کو یونہی ہم نے

انہیں مسخر کیا تا کہ تم شکر گزار بنو

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾

ہرگز نہیں پہنچتا اللہ کو ان کا گوشت اور نہ خون لیکن پہنچتا ہے اسے تمہارا تقویٰ ایسے ہی مسخر کیا انہیں اللہ نے تا کہ بڑائی بیان کرو اللہ کی اس پر کہ تمہیں ہدایت دی اور نیکی والوں کو خوشخبری دو

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾

اور بے شک اللہ تعالیٰ دور فرماتا ہے بلائیں مسلمانوں سے بے شک دوست نہیں رکھتا ہر دغا باز اور ناشکرے کو

حل لغات پانچواں رکوع-سورۃ حج-پ ۱۷

وَ-اور	لِكُلِّ-واسطے ہر	اُمَّةٍ-امت کے	جَعَلْنَا-بنائی ہم نے
مَنْسَكًا-قربانی	لِّيَذْكُرُوا-تا کہ یاد کریں	اسْمَ-نام	اللّٰهِ-اللہ کا
عَلٰى-اوپر	مَا-اس کے جو	رَزَقَهُمْ-رزق دیا ان کو	مِّنْۢ بَهِيْمَةِ-چوپائے
الْاَنْعَامِ-جانوروں سے	فَاِلٰهُكُمْ-سو تمہارا خدا	اِلٰهٌ-خدا ہے	وَّاحِدٌ-ایک
فَلَهٗ-تو اسی کے لئے	اَسْلِمُوْا-جھکو	وَ-اور	بَشِّرِ-خوشخبری دو
الْمُخْبِتِيْنَ-تواضع کرنے والوں کو		الَّذِيْنَ-وہ کہ	اِذَا-جب
ذُكِرَ-ذکر کیا جاتا ہے	اللّٰهُ-اللہ کا تو	وَجِلَتْ-ڈر جاتے ہیں	قُلُوْبُهُمْ-ان کے دل
وَ-اور	الصّٰبِرِيْنَ-صبر کرنے والے		عَلٰى-اوپر
مَآ-اس کے جو	اَصَابَهُمْ-پہنچے ان کو	وَ-اور	الْمُقِيْمِي-قائم کرنے والے
الصَّلٰوةِ-نماز کو	وَ-اور	مِمَّا-اس سے جو	رَزَقْنٰهُمْ-رزق دیا ہم نے
ان کو	يُنْفِقُوْنَ-خرچ کرتے ہیں	وَ-اور	الْبُدْنَ-ڈیل جسم والے
جانور	جَعَلْنٰهَا-بنایا ہم نے اس کو		لَكُمْ-تمہارے لئے
مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ-اللہ کی نشانیوں سے		لَكُمْ-تمہارے لئے	فِيْهَا-اس میں
خَيْرٌ-بھلائی ہے	فَاذْكُرُوا-تو یاد کرو	اسْمَ-نام	اللّٰهِ-اللہ کا
عَلَيْهَا-اس پر	صَوَآفَّ-تین پاؤں پر کھڑے		فَاِذَا-پھر جب
وَجَبَتْ-گر پڑیں	جُنُوْبُهَا-اس کی کروٹیں	فَكُلُوْا-تو کھاؤ	مِنْهَا-اس سے
وَ-اور	اَطْعِمُوا-کھلاؤ	الْقَانِعَ-صبر والے کو	وَ-اور
الْمُعْتَرَّ-مانگنے والے کو	كَذٰلِكَ-اسی طرح	سَخَّرْنٰهَا-تابع کر دیا ہم نے اس کو	
لَكُمْ-تمہارے لئے	لَعَلَّكُمْ-تا کہ تم	تَشْكُرُوْنَ-شکر کرو	لَنْ-ہرگز نہیں

یَّنَالَ۔ پہنچتا	اللّٰہَ۔ اللہ کو	لُحُوْمُهَا۔ اس کا گوشت	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	دِمَآؤُهَا۔ اس کا خون	وَ۔ اور	لٰكِنْ۔ لیکن
يَّنَالُهُ۔ پہنچتا ہے اس کو	التَّقْوٰى۔ تقویٰ	مِنْكُمْ۔ تم سے	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح
سَخَّرَهَا۔ تابع کیا اس کو	لَكُمْ۔ تمہارے لئے	لِتُكَبِّرُوا۔ تاکہ بڑائی بیان کرو تم	
اللّٰہَ۔ اللہ کی	عَلٰى۔ اوپر	مَا۔ اس کے جو	هَدٰى۔ ہدایت دی
كُمْ۔ تم کو	وَ۔ اور	بَشِّرِ۔ خوشخبری دے	الْمُحْسِنِيْنَ۔ نیکی کرنے
والوں کو	اِنَّ۔ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ	يُدٰفِعُ۔ دور کرتا ہے
عَنِ الَّذِيْنَ۔ ان لوگوں سے جو		اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	اِنَّ۔ بے شک
اللّٰہَ۔ اللہ	لَا۔ نہیں	يُحِبُّ۔ پسند کرتا	كُلَّ۔ ہر
خَوَّانٍ۔ خیانت کار	كَفُوْرٍ۔ ناشکرے کو		

حل نادر لغات

مَنسَكًا وَالْمَنسَكُ مَوْضَعُ النُّسُكِ – وَ فَسَّرَ مُجَاهِدٌ هُنَا بِالذَّبْحِ وَاِرَاقَةِ الدِّمَآءِ۔ منسک سے ذبح کرنے کی جگہ مراد ہے جہاں خون بہایا جائے۔

مُخْبِتِيْنَ۔ اَلْمُخْبِتُوْنَ الْمُطْمَئِنُّوْنَ۔ اَلْمُتَوَاضِعُوْنَ۔ ایمان اطمینان سے لانے والے اور خدا کے حضور جھکنے والے۔

وَجِلَتْ۔ خَافَتْ۔ خوف کریں۔

وَالْبُدْنَ۔ ڈیل دار جانور۔ جوہری رحمہ اللہ کہتے ہیں نَاقَةٌ اَوْ بَقَرَةٌ وَّ فِى الْقَامُوْسِ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ۔

صَوَآفَّ۔ اَىْ قَائِمَاتٌ قَدْ صُفِفْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ۔ تین پیر باندھ کر کھڑا کرنا۔

وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا۔ اَىْ سَقَطَتْ عَلَى الْاَرْضِ وَ هِىَ كِنَايَةٌ عَنِ الْمَوْتِ۔ جب وہ جانور زمین پر گر جائے یعنی مر جائے۔

قَانِعَ۔ رَاضٍ بِمَا عِنْدَهُ۔ جو کچھ اس کے پاس ہو اس پر راضی رہنے والا۔

مُعْتَرَّ۔ بھکاری۔

يُدٰفِعُ۔ دور فرماتا ہے تم پر سے بلائیں۔

خَوَّانٍ۔ خائن۔ خیانت کرنے والا۔

كَفُوْرٍ۔ کفران نعمت کرنے والا۔

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ۱۷

عرب عوام جاہل محض کوتاہ اندیشی سے اعتراض کرتے تھے اور آج بھی عیسائی، ہنود معترض رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیا جانور ذبح کرنے پر ہی موقوف ہے جو ناحق جانوروں کو مارتے ہیں۔ یہ نئی رسم صرف اسلام میں ہے۔

اس کا تحقیقی جواب اللہ تعالیٰ دو آیتوں میں دے رہا ہے۔ پہلا جواب رکوع کے شروع میں یہ ہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ اَسْلِمُوْا ؕ۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم سے پہلے بھی ہم نے ہر قوم کے لئے قربانی کی رسم اللہ تعالیٰ کا نام یاد کرنے کے لئے جاری کی ہے یہ آج کی نئی رسم نہیں ہے بلکہ حضرت موسیٰ اور یعقوب و اسحٰق و ابراہیم علیہم السلام کی شریعتوں میں بھی جاری تھیں چنانچہ آج بھی اہل کتاب میں پائی جاتی ہے اور ہنود میں بھی قربانیاں قدیم سے چلی آتی ہیں اور ظاہر ہے کہ رب حقیقی سب کا ایک ہے۔ ان کے گھریلو خدا جو یہ کفار کہتے ہیں وہ باطل ہیں۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ اللہ کے نام پر ہی قربانی کریں اور اسی کے فرمانبردار رہیں چنانچہ جنہیں بشارت کا حکم ہے انہیں مخبتین فرمایا اور اس کے آگے مخبتین کے اوصاف بیان کئے اور فرمایا کہ اے محبوب ان مخبتین کو بشارت دیجئے جن کے دل اللہ کی یاد سے کانپ جاتے ہیں اور سختیوں پر صبر کرتے ہیں اور

وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ سے اس کی تصریح فرمائی۔

وَالْمُقِيْمِى الصَّلٰوةِ۔ اور صفات مخبت یہ بھی ہے کہ نماز قائم رکھیں۔ اور

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ یہ بھی ان کی تیسری صفت ہے کہ وہ ہمارے دیئے میں سے ہماری راہ میں خرچ کریں اور اسی میں قربانی ہے چنانچہ آگے قربانی کا ذکر فرمایا۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ۔ وَالْبُدنُ جَمْعُ بَدَنَةٍ۔ جیسے خَشَب اور خَشَبَۃ۔

اس میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدنہ سے مراد وہ اونٹ ہے جو قربانی کے لئے حرم کی طرف لے جایا جائے۔ اور اسے بدنہ بڑا بدن ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ گائے بیل کو بھی بدنہ کہہ سکتے ہیں اور یہی مسلک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے اگرچہ بکرا بکری، بھیڑ دنبہ، مینڈھا بھی قربانی میں جائز ہیں لیکن ان کے صغیر الجسم ہونے کی وجہ میں انہیں بدنہ نہیں کہہ سکتے۔ (کبیر)

یہاں بدنہ فرما کر اس سے مراد اونٹ ہی لیا ہے اس لئے کہ یہ جانور ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ۔ خصوصیت سے اسی کے لئے ارشاد ہوا۔

پھر یہ منشار الارض بھی ہے یعنی زمین کی کرزت۔

بارکش بھی ہے۔

عرب کا محبوب جانور ہے۔

تو محبوب ترین کی قربانی افضل ہے۔ دوسرے اس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں جیسے بیل گائے وغیرہ میں اس لئے لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فرمایا کہ اس میں تمہارے لئے بھلائیاں ہیں۔

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ۔ تو اسے اللہ کا نام لے کر صواف یعنی اس کے تین پاؤں باندھ کر بسم اللہ اللہ اکبر کہو اس قربانی کو نحر کہتے ہیں۔

صاحب ہدایہ نے تصریح کی ہے کہ وَالْاَفْضَلُ فِى الْبُدْنِ النَّحْرُ وَ فِى الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ الذَّبْحُ بدنہ یعنی اونٹ میں

نحر افضل ہے اور گائے بکری میں ذبح۔ چنانچہ قرآن کریم میں بھی فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ارشاد ہے یعنی نحر کر۔
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کہا چنانچہ
صحیح بخاری میں ہے کہ اونٹ اگر بٹھا کر بھی ذبح کر لے تو جائز ہے لیکن افضل نحر ہے کہ تین پاؤں باندھ کر نیزہ آگے مارا جائے پھر جب وہ گر جائے تو ذبح کرو۔ پھر جب جان نکل جائے بمعنی فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا جبھی وہ زمین پر گر جائے وَجَبَتِ الْجُنُوبُ کے معنی زمین پر گر جانے کے ہیں وَجَبَتِ الْحَائِطُ وَجَبَتُهُ اِذَا سَقَطَتْ عَلَى الْاَرْضِ۔
فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔ تو پھر اس سے کھاؤ اور کھلاؤ قانع اور معتر کو۔
قانع اس محتاج کو کہتے ہیں جو قناعت کرے اور لوگوں سے مانگتا نہ پھرے۔
معتر اس تنگدست فقیر کو کہتے ہیں جو مانگنے پر مضطر ہو جائے۔ آگے فرمایا كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔
اب دوسرا جواب مشرکین کے اعتراض پر یہ ہے:
لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ۔ ہرگز نہیں پہنچتا اللہ کو ان قربانیوں کا گوشت نہ خون بلکہ اسے پہنچتا ہے تمہارا تقویٰ اور پرہیزگاری۔
معالم التنزیل میں اس آیہ کریمہ کا شان نزول اس طرح لکھا ہے کہ ایام جاہلیت میں عرب قربانی کر کے اس کا گوشت اور خون بتوں کے آگے بھوگ چڑھاتے تھے اور خون اس بت کے مل دیتے تھے حتیٰ کہ دیوار ہائے کعبہ پر بھی خون مل دیتے تھے۔
اس کے رد میں ارشاد ہوا کہ یہ طریقہ ان کا باطل اور لغو ہے اللہ تعالیٰ کو قربانی کا خون اور گوشت مطلوب نہیں اور اسے نہیں پہنچتا البتہ تقویٰ اور اخلاص جو قربانی کر کے اپنی نیت میں قربان کنندہ رکھتا ہے وہ پہنچتا ہے۔
اس سے واضح ہوا کہ قربانی میں جو فلسفہ ہے وہ صرف یہ ہے کہ طبائع عوام اور خیال جہال کو اس کا درد محسوس ہوتا ہے کہ اتنے جانور ذبح کرنے کی بجائے اگر ان کی قیمت سے یتیم خانہ یا مسافر خانہ بن جاتا تو ہمارے ابنائے جنس کو کافی فائدہ پہنچ جاتا۔
تو فرمایا کہ محبت مال کے مقابلہ میں ہمارے متقی پرہیزگار اسی میں اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں کہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کر کے اپنی جان اور مال تک کو اس پر فدا کر دیں جانور مثل پروانہ کے شمع پر فدا ہو کر یہ کبھی نہیں سوچتا کہ اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز — کاں سوختہ را جان شد و آواز نیامد
ایں مدعیاں در طلبش بے خبران اند — کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

چنانچہ حقیقی قربانی تو وہ ہے جسے فنا فی اللہ کہتے ہیں لیکن یہ خاصان حق کے لئے خاص ہے۔
ہمارے لئے یہی قائم مقام فنا ہے کہ اپنی محبوب ترین چیز اس کی راہ میں قربان کر دیں اور مادہ پرستوں کے جل میں نہ آئیں کہ وہ اسے بند کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مالی مفاد ابنائے وطن میں حاصل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔
انسان اگر غور سے دیکھے تو اس کی محبوب دنیا میں دو چیزیں خاص ہیں۔
اولاد اور مال۔ اولاد حضرت خلیل اللہ نے قربان کی اور یہ انہیں کے شایان شان کام تھا۔ ہمارے لئے اونٹ گائے بیل بکرا دنبہ ان کی ہی قربانی اتباع خلیل میں کافی قرار دیدی اور ارشاد ہوا:

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اس لئے یہ جانور تمہارے لئے مسخر کر دیئے کہ ذبح یا نحر کے موقعہ پر اللہ کی تکبیر کرو اور اے محبوب ان نیک بندوں کو خوشخبری دے دو۔

آخر میں وعدہ فرمایا گیا کہ ہم ایمان والوں سے مصائب دفع کریں گے اور بے شک اللہ خائن ناشکروں کو پسند نہیں فرماتا۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا۔ اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک منسک رکھا۔

وَالْمَنْسَكُ مَوْضَعُ النُّسُكِ۔ منسک موضع نسک کو کہتے ہیں وَ فَسَّرَهٗ مُجَاهِدٌ هُنَا بِالذَّبْحِ وَاِرَاقَةِ الدِّمَاءِ عَلٰى وَجْهِ التَّقَرُّبِ اِلَيْهِ تَعَالٰى۔ مجاہد رحمہ اللہ منسک کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ذبح کرنے کا مقام اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کو خون بہانے کی جگہ کو منسک کہتے ہیں۔

اور اگرچہ اصل میں منسک مطلق عبادت کو کہتے ہیں لیکن یہ مشہور اعمال حج میں ہو گیا۔

فراء رحمہ اللہ کے نزدیک منسک اس مقام کو کہتے ہیں جہاں نیکی اور بھلائی کی جائے۔

بعض نے منسک کی تفسیر عید سے کی۔

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں منسک سے مراد حج ہے۔

ابن عرفہ رحمہ اللہ کے نزدیک منسک مذہب کے معنی میں مستعمل ہے۔

زمخشری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے وہی اوفق ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے شَرَعَ لِكُلِّ اَهْلِ دِيْنٍ اَنْ يَّذْبَحُوْا لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى وَجْهِ التَّقَرُّبِ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دین والے کے لئے یہ مشروع کیا کہ وہ علیٰ وجہ التقرب اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرے۔

لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ تاکہ نام لو اللہ تعالیٰ کا اس پر جو روزی کی ان کو چوپائے بے جان سے۔

وَ فِيْهِ تَنْبِيْهٌ عَلٰى اَنَّ الْقُرْبَانَ يَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْاَنْعَامِ فَلَا يَجُوْزُ بِالْخَيْلِ وَنَحْوِهَا۔ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فرما کر اس امر کی تنبیہ فرما دی کہ قربانی میں واجب ہے کہ انعام ہو گھوڑا گدھا قربانی میں جائز نہیں اور وحشی جانور ہرن سانبھر بارہ سنگا وغیرہ بھی نہیں۔

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا۔ تو تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے تو اسی کی طرف جھکو۔

یعنی غیر اللہ کے نام پر قربانی نہ کرو بلکہ اس ہی واحد قہار کے حضور جھکو اور اسی کے لئے منسک پورا کرو۔

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ۔ اور مخبتین کو خوشخبری دو۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔ مخبت سے متعدد معنی مراد ہیں۔

اَلْمُخْبِتُوْنَ الْمُطْمَئِنُّوْنَ۔ مخبت مطمئن علی الایمان کو کہتے ہیں جیسا کہ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے۔

اَلْمُخْبِتُوْنَ الْمُتَوَاضِعُوْنَ كَمَا رُوِيَ عَنِ الضَّحَّاكِ۔ مخبت متواضع کو کہتے ہیں جیسا کہ ضحاک کا قول ہے۔

وَ قَالَ عَمْرُو بْنُ اَوْسٍ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ۔ مخبت وہ ہیں جو لوگوں پر ظلم نہیں کرتے۔

وَ قَالَ سُفْيَانُ اَلرَّاضُوْنَ بِقَضَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ مخبت وہ ہے جو راضی بقضاء الٰہی ہوں۔

وَ قَالَ الْكَلْبِيُّ هُمُ الْمُجْتَهِدُوْنَ فِي الْعِبَادَةِ۔ عبادت حق میں سعی و جہد کرنے والا مخبت ہے۔

وَاَصْلُهٗ كَمَا قَالَ الرَّاغِبُ نُزُوْلُ الْخَبْتِ وَ هُوَ الْمُطْمَئِنُّ مِنَ الْاَرْضِ۔ اور اس کی اصل جیسا کہ امام راغب رحمہ اللہ نے کہا مخبت وہ زمین ہے جو مطمئن ہو۔

اور اس جگہ مخبت سے مراد حاجی لینا مناسب موقع ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ وہ مخبت جن کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں۔ وَجِلَتْ کے معنی خَافَتْ ہیں۔ لِاِشْرَاقِ اَشِعَّةِ الْجَلَالِ عَلَيْهَا۔ یعنی ظہور تجلیات جلال سے خوف زدہ ہو کر ڈرنے والے۔

وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ مِنْ مَّشَاقِّ التَّكَالِيْفِ وَ مَئُوْنَاتِ النَّوَائِبِ كَالْاَمْرَاضِ وَ الْمِحَنِ وَالْغُرْبَةِ عَنِ الْاَوْطَانِ۔ اور صبر کرنے والے اس پر جو انہیں پہنچیں تکالیف سے مثل امراض اور محنت کے اور مسافرت میں اپنے وطن سے علیحدہ ہو کر۔

وَالظَّاهِرُ اِنَّ الصَّبْرَ عَلَى الْمَكَارِهِ مُطْلَقًا۔ ہر قسم کے مکارہ اور تکالیف پر صبر کرنے والا صابر ہے۔

علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: يَجِبُ الصَّبْرُ عَلٰى مَا كَانَ مِنْ قِبَلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَمَّا عَلٰى مَا يَكُوْنُ مِنْ قِبَلِ الظَّلَمَةِ فَغَيْرُ وَاجِبٍ بَلْ يَجِبُ دَفْعُهٗ عَلٰى مَنْ يُّمْكِنُهٗ ذَالِكَ وَلَوْ بِالْقِتَالِ۔ جو مصیبت منجانب اللہ آئے اس پر صبر کرنا واجب ہے اور جو کسی ظالم کے ظلم سے تکلیف پہنچے اس کا دفع کرنا واجب ہے اگرچہ مقاتلہ ہی کرنا پڑے۔

وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ اور نماز قائم رکھنے والے اور جو ہم روزی دیں اس سے خرچ کریں۔ یعنی نماز اس کے وقت پر قائم کرنے والے اور اللہ کی راہ میں دینے والے۔

مقیمی اصل میں مقیمین تھا۔ یہاں تخفیف کے لئے نون حذف کر دیا گیا۔ اور ابن مسعود اور اعمش قرأت میں وَ الْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ کی بجائے وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةِ ہے۔ اور

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ کے معنی وجوہ خیر میں اہداء ہدایا مراد ہیں۔ جیسے حاجی حج سے واپس آتے ہیں تو اپنے دوست احباب کے لئے تحفہ تحائف لاتے ہیں یا غرباء میں کھانا پینا تقسیم کرتے ہیں۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ۔ اور بدن کو ہم نے کیا تمہارے لئے اللہ کی نشانیاں تمہارے لئے اس میں بھلائی ہے۔ بدن جمع بدنہ کی ہے اور وہ بقول جوہری ناقہ اور بقرہ ہے جسے مکہ میں بطریق نحر ذبح کرتے ہیں۔

وَ فِي الْقَامُوْسِ هِيَ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ كَالْاُضْحِيَةِ مِنَ الْغَنَمِ يُهْدٰى اِلٰى مَكَّةَ وَ تُطْلَقُ عَلَى الذَّكَرِ وَ الْاُنْثٰى وَ سُمِّيَتْ بِذٰلِكَ لِعُظْمِ بَدَنِهَا لِاَنَّهُمْ كَانُوْا يُسَمِّنُوْنَهَا ثُمَّ يُهْدُوْنَهَا۔

قاموس میں ہے کہ بدن اونٹ اور گائے ہے جیسے قربانی کے لئے بکرا بکری ہدیہ کرتے ہیں مکہ کو اور لفظ بدن نر اور مادہ دونوں پر استعمال ہوتا ہے اور اسے بدن بوجہ جسیم البدن ہونے کے کہا گیا اس لئے کہ وہ اسے اول فربہ کرتے ہیں پھر ہدیہ

کرتے ہیں۔

عبد بن حمید اور ابن منذر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں لَا تُعْلَمُ الْبُدْنُ اِلَّا مِنَ الْاِبِلِ وَ الْبَقَرِ۔ بدن سے اونٹ اور گائے ہی سمجھی جاتی ہے۔

وَ فِیْ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کُنَّا نَنْحَرُ الْبَدَنَۃَ عَنْ سَبْعَۃٍ فَقِیْلَ وَالْبَقَرَۃُ فَقَالَ وَ ھَلْ ھِیَ اِلَّا مِنَ الْبُدْنِ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم بدنہ کا نحر کرتے سات آدمیوں کی طرف سے۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا اور گائے بھی؟ تو فرمایا گائے بھی تو بدن سے ہے۔

اور ابو داوٗد رحمہ اللہ کی روایت بھی اس کی موید ہے عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْبَدَنَۃُ عَنْ سَبْعَۃٍ وَ الْبَقَرَۃُ عَنْ سَبْعَۃٍ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹ بھی سات کی طرف سے نحر ہوسکتا ہے اور گائے بھی سات کی طرف سے۔

وَالظَّاھِرُ اَنَّ اِسْتِعْمَالَ الْبَدَنَۃِ فِیْمَا یَکُوْنُ مِنَ الْاِبِلِ اَکْثَرُ وَاِنْ کَانَ اَمْرًا لِاَجْزَاءٍ مُتَّحِدًا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ استعمال لفظ بدنہ عام طور پر اکثر اونٹ پر ہی ہوتا ہے اگر چہ امر شرعی میں اونٹ اور گائے دونوں اس میں متحد ہیں۔

لَکُمْ فِیْھَا خَیْرٌ۔ جو فرمایا وہ ظاہر ہے اَیْ نَفْعٌ فِی الدُّنْیَا وَاَجْرٌ فِی الْاٰخِرَۃِ۔ یعنی دنیاوی نفع یہ ہے کہ سات پر سے فرض اتر جاتا ہے اور اخروی یہ کہ وہاں سب کو برابر ثواب ملے گا۔

فَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْھَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُھَا فَکُلُوْا مِنْھَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ کَذٰلِکَ سَخَّرْنٰھَا لَکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔ تو ذکر کرو اللہ کا نام اس پر اس کے تین پیر باندھ کر تو جب وہ زمین پر گر پڑے اور مر جائے تو اس سے کھاؤ اور کھلاؤ بلا سوال قانع اور مضطر مسکین کو ایسے ہی مسخر کرتے ہیں ہم تمہارے لئے تا کہ تم شکر گزار بنو۔

یعنی ذکر اسم اللہ عزوجل یہ ہے کہ اسے ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ کہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ ذبح کے وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَ اِلَیْکَ کہے۔

اور صواف کے معنی آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ قَائِمَاتٍ قَدْ صُفِفْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ فَھُوَ جَمْعُ صَافَّۃٍ۔ یعنی اونٹ کھڑا رکھ کر اس کے اگلے اور پچھلا ایک پاؤں باندھنا صواف ہے اور وہ جمع صافہ کی ہے۔

اور اعمش صواف کی بجائے صوافن نون جمع کے ساتھ کہتے ہیں۔

وَ ھُوَ اِمَّا مِنْ صَفْنِ الرَّجُلِ اِذَا صُفَّ قَدَمَیْہِ فَیَکُوْنُ بِمَعْنٰی صَوَافَّ اَوْ مِنْ صِفْنِ الْفَرْسِ اِذَا قَامَ عَلٰی ثَلَاثٍ وَ طَرِیْفُ سُنْبُکِ الرَّابِعَۃِ۔ لِاَنَّ الْبُدَنَۃَ عِنْدَ الذَّبْحِ یُعْقَلُ اِحْدٰی یَدَیْھَا فَتَقُوْمُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَ عَقْلُھَا عِنْدَ النَّحْرِ سُنَّۃٌ۔ یعنی صفن فرس یہ ہے جب کہ وہ تین پیروں سے کھڑا کیا جائے لیکن اونٹ کو ذبح کے وقت باندھا جاتا ہے اور یہ ذبح میں سنت ہے۔

اَقُوْلُ

وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔ جب کہ مجھے شرف زیارت حرم اور روضہ مقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ملا تو ہمارا قافلہ تیس چالیس

احباب لاہور کا تھا ہم نے منیٰ میں قربانیاں کیں اور اونٹ بھی قربانی کیا تو ہم نے دیکھا کہ بدو اونٹ لائے اور جو نکیل بندھی ہوئی تھی اسے جھٹکا دیا اونٹ چیختا چلاتا بیٹھ گیا۔ پھر ایک بالشت سے کچھ لمبی چھری ان کے پاس تھی اس سے اسے ذبح کر دیا۔ اور اس کا گوشت شاید پندرہ منٹ کے اندر معہ کھال کے اس طرح حصہ بخرہ کیا گیا کہ ہمیں اس کی ایک بوٹی بھی میسر نہ آئی۔ آج عقل بعیر اور تصویف کی سنت قطعاً مروج نہیں۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اَنَّهٗ رَاٰی رَجُلًا قَدْ اَنَاخَ بَدَنَتَهٗ وَ هُوَ يَنْحَرُهَا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اونٹ کا اناخ کیا یعنی اسے بٹھایا اور ذبح کر دیا تو آپ نے فرمایا مجھے پیر باندھ کر سنت محمدی ﷺ کے مطابق ذبح کا حکم ہے اور اکثر بایاں پاؤں باندھنے کے حق میں ہیں۔

چنانچہ ابن ابی شیبہ ابن بسائط رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بایاں پیر باندھ کر کھڑے ہوئے اونٹ کا نحر کرتے تھے۔

وَ اَخْرَجَ عَنِ الْحَسَنِ قِيْلَ لَهٗ كَيْفَ تُسْحَرُ الْبَدَنَةُ قَالَ تُعْقَلُ يَدُهُ الْيُسْرٰى اِذَا اُرِيْدَ نَحْرُهَا۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیسے اونٹ کو ذبح کیا جائے فرمایا اس کا بایاں پاؤں باندھا جائے جب اس کا نحر چاہے۔

فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا۔ اَیْ سَقَطَتْ عَلَى الْاَرْضِ وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنِ الْمَوْتِ۔ تو جب وہ لازم کر لے اپنے پہلو کو۔ یعنی جب وہ گر جائے زمین پر اس سے کنایہ اس کے ٹھنڈے ہونے سے ہے۔

فَكُلُوْا مِنْهَا۔ تو اس سے کھاؤ یعنی قربانی کرنے والے سے لے کر مستحقین فقراء غرباء سب کھا سکتے ہیں۔

وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ۔ اور کھلاؤ قانع کو اور معتر کو۔

قَانِعَ اَیِ الرَّاضِ بِمَا عِنْدَهٗ وَ بِمَا يُعْطٰى مِنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ۔ قانع وہ ہے جو راضی ہو اس پر جو اس کے پاس ہے یا جتنا اسے بلا سوال مل جائے۔

وَ الْمُعْتَرَّ۔ اَیِ الْمُعْتَرِضَ لِلسُّوَالِ۔ معتر وہ ہے جو سوال کر کے مانگتا ہو۔

وَ فِی الْهِدَايَةِ يَسْتَحِبُّ لَهٗ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ هَدْىِ التَّطَوُّعِ وَ الْمُتْعَةِ وَ الْقِرَانِ وَ كَذَا يَسْتَحِبُّ اَنْ يَّتَصَدَّقَ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِیْ عُرِفَ فِی الضَّحَايَا۔

ہدایہ میں ہے کہ تمتع اور قران اور تطوع کی ہدی سے کھانا مستحب ہے اور قربانی سے لوگوں میں صدقہ دینا بھی مستحب ہے۔

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ ایسے ہی ہم نے مسخر کئے جانور تمہارے لئے تاکہ تم شکر گزار بنو۔

آگے مشرکین کی رسوم کا رد فرمایا گیا کہ وہ بتوں پر جو قربانی کرتے اس کا خون دیوار کعبہ پر مل دیتے اور گوشت کو قطعاً نہ چھوتے تھے۔ اس پر ارشاد ہوا:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾۔

ہرگز نہیں پہنچتا اللہ کو ان کا گوشت اور نہ خون لیکن پہنچتا ہے اللہ کو تمہارا تقویٰ۔ ایسے ہی اللہ مسخر کرتا ہے ان چوپایوں کو تمہارے لئے تاکہ بڑائی بولو اللہ کی اس پر کہ تم کو ہدایت فرمائی (اور اے محبوب) بشارت دے دو نیکو کاروں کو۔ بے شک اللہ

ٹالتا ہے بلائیں ان سے جو ایمان والے ہیں بے شک اللہ دوست نہیں رکھتا دغاباز خائن ناشکرے کو۔

یعنی قربانی والے کی صرف نیت اور اخلاص اور پرہیزگاری ہماری رضا کی موجب ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کفار اپنی قربانیوں کے خون سے بیت اللہ شریف کی دیواریں رنگتے اور اسے سبب تقرب جانتے تھے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور شکرگزاروں کو اللہ تعالیٰ کی بڑائی بولنے کی تعلیم دیتا ہے اور بشارت ثواب اس کے بعد اعانت وحمایت کی بشارت دے کر فرماتا ہے کہ کفار جو خائن اور ناشکرے ہیں وہ اللہ کو پسند نہیں۔

بامحاورترجمہ چھٹا رکوع-سورۂ حج-پ ١٧

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْاؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُۙﰨ

اجازت دی گئی انہیں جن سے کافر مقاتلہ کرتے ہیں اس وجہ میں کہ ان پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ ان کی مدد پر ضرور قادر ہے

الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًاؕ وَ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﰩ

وہ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے ناحق صرف اس وجہ مین کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ نہ دفع کرتا لوگوں کو ایک کو دوسرے سے تو ضرور ڈھا دیتے خانقاہیں اور گرجا اور کلیسے اور مسجدیں جن میں ذکر ہوتا ہے اللہ کا نام بہت اور بے شک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے بے شک اللہ قوت والا غالب ہے

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﰪ

وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیتے تو نمازیں قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور حکم کریں معروف باتوں کا اور منع کریں برائی سے اور اللہ کے لئے ہے انجام کاموں کا

وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُۙ ﰫ

اور اگر یہ جھٹلائیں تمہیں تو بے شک اس سے پہلے جھٹلا چکی ہے قوم نوح اور عاد وثمود

وَ قَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍۙ ﰬ وَّ اَصْحٰبُ مَدْیَنَۚ وَ كُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْۚ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﰭ

اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور اصحاب مدین اور جھٹلائے گئے موسیٰ تو میں نے ڈھیل دی کافروں کو پھر انہیں پکڑا تو کیسا ہوا میرا عذاب

فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ

اور کتنی بستیاں ہلاک کیں ہم نے کہ وہ ظالم تھیں تو وہ اوندھی پڑی ہیں اپنی چھتوں پر اور کتنے کنویں بے کار

مَّشِيْدٍ ﴿٤٥﴾

پڑے ہیں اور کتنے محل گچ کیے ہوئے

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾

کیا نہیں سیر کرتے زمین میں تو ہوں ان کے دل کہ سمجھیں یا کان جس سے سنیں تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن ان کے دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾

اور تم سے جلدی کرتے ہیں عذاب کی اور ہرگز خلاف نہ کرے گا اللہ اپنا وعدہ اور بے شک ایک دن تمہارے رب کے پاس ہے مثل ہزار برس کے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہوتا ہے

وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا ۚ وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿٤٨﴾

اور بہت سی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ڈھیل دی اور وہ ظالم تھیں اس پر پکڑا میں نے انہیں اور میری طرف ہی پلٹ کر آنا ہے

حل لغات رکوع چھٹا۔سورۂ حج۔پ ۱۷

أُذِنَ۔اجازت دی گئی	لِلَّذِينَ۔ان کو جن سے	يُقَاتَلُونَ۔لڑائی کی جاتی ہے	بِأَنَّهُمْ۔کہ وہ
ظُلِمُوا۔ظلم کیے گئے	وَ۔اور	إِنَّ۔بے شک	اللَّهَ۔اللہ
عَلَىٰ۔اوپر	نَصْرِهِمْ۔ان کی مدد کے	لَقَدِيرٌ۔یقیناً قادر ہے	الَّذِينَ۔وہ جو
أُخْرِجُوا۔نکالے گئے	مِنْ دِيَارِهِمْ۔اپنے گھروں سے		بِغَيْرِ۔بغیر
حَقٍّ۔حق کے	إِلَّا۔مگر	أَنْ۔یہ کہ	يَقُولُوا۔انہوں نے کہا
رَبُّنَا۔ہمارا رب	اللَّهُ۔اللہ ہے	وَ۔اور	لَوْلَا۔اگر نہ ہوتا
دَفْعُ۔روکنا	اللَّهِ۔اللہ کا	النَّاسَ۔لوگوں کو	بَعْضَهُمْ۔ان کے بعض کو
بِبَعْضٍ۔بعض سے	لَهُدِّمَتْ۔تو گرائی جاتیں	صَوَامِعُ۔خانقاہیں	وَ۔اور
بِيَعٌ۔گرجے	وَ۔اور	صَلَوَاتٌ۔کلیسے	وَ۔اور
مَسَاجِدُ۔مسجدیں	يُذْكَرُ۔جوذکر کیا جاتا ہے	فِيهَا۔ان میں	اسْمُ۔نام
اللَّهِ۔اللہ کا	كَثِيرًا۔بہت	وَ۔اور	لَيَنْصُرَنَّ۔ضرور مدد کرے گا
اللَّهُ۔اللہ	مَنْ۔اس کی جو	يَنْصُرُهُ۔مدد کرے گا اس کی	إِنَّ۔بے شک
اللَّهَ۔اللہ	لَقَوِيٌّ۔طاقتور ہے	عَزِيزٌ۔غالب	الَّذِينَ۔وہ کہ
إِنْ۔اگر	مَكَّنَّاهُمْ۔ہم جگہ دیں ان کو	فِي۔بیچ	الْأَرْضِ۔زمین کے

اَقَامُوا۔تو قائم کریں	الصَّلٰوۃَ۔نماز	وَ۔اور	اٰتَوُا۔دیں
الزَّکٰوۃَ۔زکوۃ	وَ۔اور	اَمَرُوْا۔حکم دیں	بِالْمَعْرُوْفِ۔نیکی کا
وَ۔اور	نَھَوْا۔روکیں	عَنِ الْمُنْکَرِ۔برائیوں سے	وَ۔اور
لِلّٰہِ۔اللہ کے لئے ہے	عَاقِبَۃُ۔انجام	الْاُمُوْرِ۔کاموں کا	وَ۔اور
اِنْ۔اگر	یُّکَذِّبُوْ۔جھٹلائیں	کَ۔آپ کو	فَقَدْ۔تو بے شک
کَذَّبَتْ۔جھٹلایا	قَبْلَھُمْ۔ان سے پہلے	قَوْمُ۔قوم	نُوْحٍ۔نوح
وَ۔اور	عَادٌ۔عاد	وَ۔اور	ثَمُوْدُ۔ثمود نے
وَ۔اور	قَوْمُ۔قوم	اِبْرٰھِیْمَ۔ابراہیم	وَ۔اور
قَوْمُ۔قوم	لُوْطٍ۔لوط	وَاَصْحٰبُ۔اور اصحاب	مَدْیَنَ۔مدین نے
وَ۔اور	کُذِّبَ۔جھٹلائے گئے	مُوْسٰی۔موسیٰ	فَاَمْلَیْتُ۔ تو مہلت دی
میں نے	لِلْکٰفِرِیْنَ۔کافروں کو	ثُمَّ۔ پھر	اَخَذْتُھُمْ۔ میں نے پکڑا
ان کو	فَکَیْفَ۔تو کس طرح	کَانَ۔ہوا	نَکِیْرِ۔میرا انکار کرنا
فَکَاَیِّنْ۔تو کتنی ہی	مِّنْ قَرْیَۃٍ۔بستیاں ہیں	اَھْلَکْنٰھَا۔کہ ہلاک کیا ہم نے ان کو	
وَ۔اور	ھِیَ۔وہ	ظَالِمَۃٌ۔ظالم تھیں	فَھِیَ۔تو وہ
خَاوِیَۃٌ۔گری پڑی ہیں	عَلٰی۔اوپر	عُرُوْشِھَا۔اپنی چھتوں کے	وَ۔اور
بِئْرٍ۔کنویں	مُّعَطَّلَۃٍ۔برباد شدہ	وَ۔اور	قَصْرٍ۔محل
مَّشِیْدٍ۔گچ کئے ہوئے	اَفَلَمْ۔کیا نہ	یَسِیْرُوْا۔پھرے وہ	فِی۔بیچ
الْاَرْضِ۔زمین کے	فَتَکُوْنَ۔تو ہوں	لَھُمْ۔ان کے	قُلُوْبٌ۔دل
یَّعْقِلُوْنَ۔جو سمجھیں	بِھَآ۔ان کے ساتھ	اَوْ۔یا	اٰذَانٌ۔کان ہوں
یَّسْمَعُوْنَ۔جو سنیں	بِھَا۔ان کے ساتھ	فَاِنَّھَا۔تو بے شک	لَا۔نہیں
تَعْمَی۔اندھی ہوتیں	الْاَبْصَارُ۔آنکھیں	وَ۔اور	لٰکِنْ۔لیکن
تَعْمَی۔اندھے ہوتے ہیں	الْقُلُوْبُ۔دل	الَّتِیْ۔وہ جو	فِی۔بیچ
الصُّدُوْرِ۔سینوں کے ہیں	وَ۔اور	یَسْتَعْجِلُوْنَکَ۔جلدی کرتے ہیں آپ سے	
بِالْعَذَابِ۔عذاب کی	وَ۔اور	لَنْ۔ہرگز نہ	یُّخْلِفَ۔خلاف کرے گا
اللّٰہُ۔اللہ	وَعْدَہٗ۔اپنا وعدہ	وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک
یَوْمًا۔ایک دن	عِنْدَ۔نزدیک	رَبِّکَ۔تیرے رب کے	کَاَلْفِ۔مثل ہزار
سَنَۃٍ۔سال کے ہے	مِّمَّا۔اس سے جو	تَعُدُّوْنَ۔تم شمار کرتے ہو	وَ۔اور
کَاَیِّنْ۔کتنی ہی	مِّنْ قَرْیَۃٍ۔بستیاں ہیں	اَمْلَیْتُ۔کہ میں نے مہلت دی	

لَهَا۔ ان کو وَ۔ اور هِيَ۔ وہ ظَالِمَةٌ۔ ظالم تھیں
ثُمَّ۔ پھر اَخَذْتُهَا۔ میں نے ان کو پکڑا وَ۔ اور اِلَيَّ۔ میری طرف ہی
الْمَصِيْرُ۔ پھرنا ہے

نادر لغات

اُذِنَ۔ اَیْ رُخِّصَ۔ اجازت دی گئی۔

هُدِّمَتْ۔ تَهْدِيْمُ بِنَاءِ مُعَبَّدَاتٍ۔ عبادت خانے گرا دیئے جائیں۔

صَوَامِعُ۔ یہ صومعہ کی جمع ہے بروزن فَوْعَلَه۔ بناء مرتفع جدید الاعلیٰ۔ آہنی عمارت بلند۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ صومعہ قبل اسلام مختص ہوتا تھا رہبان نصاریٰ کے لئے اور بعد میں مسلمانوں کے میذنہ کو بھی کہنے لگے۔ تفصیل تفسیر میں آئے گی۔

بِيَعٌ۔ بیع مصلائے نصاریٰ ہے اس میں رہبان کا تعلق نہیں۔

صَلَوٰتٌ۔ جمع صلوٰۃ کی ہے۔ یہ کنیسہ یہود ہے۔

اَصْحٰبُ مَدْيَنَ۔ یہ مخصوص وہ قوم ہے جس نے حضرت شعیب علیہ السلام کی شدت سے مخالفت کی۔

فَاَمْلَيْتُ۔ اَیْ فَاَمْهَلْتُهُمْ۔ مہلت دینے کے معنی میں آتا ہے۔

نَكِيْرِ۔ سزائے انکار۔

خَاوِيَةٌ۔ اوندھے پڑے ہوئے۔

عَلٰى عُرُوْشِهَا۔ چھتوں پر۔

بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ۔ کنویں جن سے پانی لینے والا کوئی نہ ہو۔

قَصْرٍ مَّشِيْدٍ۔ وہ محل جو گچ سے تعمیر کر کے مستحکم و مضبوط بنایا گیا ہو۔

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ۱۷

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا۔ جب کفار قریش ظلم و ستم میں سب سے آگے بڑھ گئے اور مسلمان زخمی ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے لگے اور ان کی شکایات لائے اور اجازت مقابلہ مانگنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہجرت کا حکم دیا اور فرمایا جب تک مجھے اجازت نہ ہو میں مقابلہ کا حکم نہیں دے سکتا۔

آخرش مدینہ منورہ میں یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ اجازت جہاد میں بعض کے نزدیک یہ پہلی آیت ہے۔

مقاتل کی تحقیق یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ان لوگوں کو اجازت دی گئی جو مشرکین کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر ہجرت پر آمادہ تھے لیکن جب وہ مکہ سے نکلنا چاہتے تو کفار انہیں زبردستی روکتے چنانچہ آیت کریمہ میں اجازت جہاد کی وجہ۔

بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا۔ بتائی گئی کہ یہ اجازت اس لئے ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور وعدہ فرمایا کہ

وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ۔ اللہ ان کی مدد پر قادر ہے یعنی اللہ انہیں غالب کرے گا۔ چنانچہ اس کے بعد جب

مظلوم مسلمانوں نے تلوار سونتی تو مشرکین کوزیر کر دیا۔اس کے بعد ان مسلمانوں کی کیفیت مظلومی کا اظہار فرمایا گیا۔

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ۔ جنہیں اجازت دی گئی ہے یہ وہ مظلوم ہیں جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے ان کا قصور ان کی اندھی نگاہوں میں یہی تھا کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے تھے اور کسی غیر کو اللہ کا شریک نہیں مانتے تھے۔آگے ارشاد ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ۔ اگر اللہ دفع نہ فرماتا مشرکین کے شر کو مومنین کے ہاتھوں تو یقیناً وہ منہدم کر دیتے سابقہ انبیاء علیہم السلام کے عبادت خانے جو صومعہ کے نام سے تھے۔مجاہد اور ضحاک کے نزدیک صومعہ رہبان کے عبادت خانہ کو کہتے ہیں۔

وَبِيَعٌ۔ یہ جمع بیعہ کی ہے نصاریٰ کے گرجوں کو کہتے تھے اور

صَلَوٰتٌ۔ یہود کی عبادت گاہ کا نام تھا اور

مَسٰجِدُ۔ مسلمانوں کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں۔

تو یہ فرمایا کہ سابقہ نبیوں علیہم السلام کی عبادت گاہیں اور بعد کے نبیوں علیہم السلام کے عبادت خانے سب ہی منہدم کر دیتے لیکن اللہ عزوجل نے ان کا شر دفع فرمایا اور

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ۔ اور اللہ اس کی مدد فرماتا ہے جو اللہ کی مدد کرے یعنی اس کے دین کی محافظت کرے۔

آگے ان دین کے مددگاروں کی صفت بیان فرمائی جاتی ہے۔چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۞ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ بے شک اللہ قوت والا غالب ہے۔وہ جنہیں اگر ہم زمین میں متمکن کر دیں تو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کاموں کا حکم کریں اور برائیوں سے روکیں اور اللہ کے لئے ہے انجام کاموں کا۔

اس آیت کریمہ میں ان مومنین کی صفات بیان فرمائیں کہ وہ زمین پر نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں، نیک کاموں کا حکم دیں اور برائیوں سے روکیں

خلاصہ یہ کہ جب اللہ عزوجل کہیں مسلمانوں کو غلبہ اور تسلط عطا فرمائے تو انہیں مذکورہ بالا کام کرنے چاہئیں نہ کہ ان مہاجرین کی طرح جو ہندوستان سے آکر پاکستان میں سینما لہو ولعب میں پڑ گئے۔جور وظلم و بدامنی پھیلانے لگے ایسے بداعمال کبھی چین سے نہیں رہ سکتے۔یہ امور اللہ تعالیٰ نے بطور پیش گوئی بیان فرمائے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے اربعہ علیہم رضوان نے دین الٰہی عزوجل کی مدد کی۔جہاد کے مخالفوں کو سرنگوں کیا اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی انہیں ان کے اماکن پر مسلط فرمایا آخر میں ارشاد ہوا:

وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ یعنی ہر معاملہ کا انجام اللہ تعالیٰ کے لئے ہے پھر مکذبین رسالت کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۞ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۞ وَّاَصْحٰبُ

مَدْیَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ۔ اور اگر اے محبوب تمہیں یہ جھٹلائیں تو نئی بات نہیں آپ سے پہلے بھی کافر تکذیب کرتے رہے ہیں جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور اہل مدین اور موسیٰ بھی جھٹلائے گئے تو اول ہم نے اس قوم کو مہلت دی پھر گرفت کی تو دیکھو ان کا انجام عذاب سے کیا ہوا۔

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ تو کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کیں کہ وہ ظالم تھیں تو اوندھی پڑی ہیں اپنی چھتوں پر اور کتنے کنویں معطل پڑے ہیں کہ ان سے پانی لینے والا بھی کوئی نہیں اور سنگین عمارتیں مستحکم محل خالی پڑے ہوئے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ۔ یعنی رخصت دی گئی انہیں کہ مقاتلہ کریں اس لئے کہ وہ ظلم کئے گئے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اُذِنَ اَیْ رُخِّصَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ اَیْ يُقَاتِلُهُمُ الْمُشْرِكُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا اَیْ بِسَبَبِ اَنَّهُمْ ظُلِمُوْا. وَالْمُرَادُ بِالْمَوْصُوْلِ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْنَ فِیْ مَكَّةَ۔

فَقَدْ نَقَلَ الْوَاحِدِیُّ وَغَيْرُهُ اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا يُؤْذُوْنَهُمْ وَكَانُوْا يَاْتُوْنَ النَّبِیَّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَيْنَ مَضْرُوْبٍ وَّ مَشْجُوْجٍ وَيَتَظَلَّمُوْنَ اِلَيْهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ فَيَقُوْلُ لَهُمْ اصْبِرُوْا فَاِنِّیْ لَمْ اُوْمَرْ بِالْقِتَالِ حَتّٰى هَاجَرَ فَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ. وَ هِیَ اَوَّلُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ فِی الْقِتَالِ بَعْدَ مَا نُهِیَ عَنْهُ فِیْ نَيِّفٍ وَّ سَبْعِيْنَ اٰيَةً عَلٰى مَا رَوَى الْحَاكِمُ فِی الْمُسْتَدْرَكِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَاَخْرَجَهٗ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ الزُّهْرِیِّ۔

اس اجازت کے حقدار وہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو مکہ معظّمہ میں تھے۔

واحدی وغیرہ کہتے ہیں کہ مشرکین مومنین کرام کو اذیتیں پہنچاتے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس حال میں آتے کہ کوئی زخمی ہے کسی کا سر پھوڑا ہوا ہے اور کسی پر ظلم کی انتہا ہو جاتی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مقاتلہ مانگتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں صبر کرنے کا حکم دے کر فرماتے کہ مجھے ابھی مقاتلہ کا حکم نہیں یہاں تک کہ ہجرت کروں تو یہ آیت کریمہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔

اور یہ پہلی آیت ہے جو مشرکین سے مقاتلہ کی اجازت میں ستر سے زیادہ آیات ممانعت کے بعد نازل ہوئی۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِی الْعَالِيَةِ اِنَّ اَوَّلَ اٰيَةٍ نَزَلَتْ فِيْهِ ۔ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ۔

ابوالعالیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جہاد میں پہلی آیت وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ نازل ہوئی۔

وَ فِی الْاِكْلِيْلِ لِلْحَاكِمِ اِنَّ اَوَّلَ اٰيَةٍ نَزَلَتْ فِیْ ذَالِكَ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ۔ پہلی آیت جہاد میں اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى نازل ہوئی۔

وَرَوَى الْبَيْهَقِیُّ فِی الدَّلَائِلِ وَجَمَاعَةٌ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِیْ اُنَاسٍ مُّؤْمِنِيْنَ خَرَجُوْا مُهَاجِرِيْنَ مِنْ مَّكَّةَ اِلٰى

الْمَدِيْنَةِ فَاتَّبَعَهُمْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ فَأَذِنَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُمْ فِي قِتَالِهِمْ۔ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے لئے نازل ہوئی جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو جانے لگے تو کفار مکہ نے ان کا تعاقب کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن قتال ملا اور ارشاد ہوا:

وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ۔ اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے جنہیں (مشرکین) نکالتے ہیں ان کے گھروں سے ناحق صرف اس وجہ میں کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ علامہ آلوی رحمہ اللہ اس پر فرماتے ہیں:

وَعَدَ لَهُمْ بِالنَّصْرِ ۔ وَتَصْرِيْحٌ بِاَنَّ الْمُرَادَ لَيْسَ مُجَرَّدُ تَخْلِيْصِهِمْ مِّنْ اَيْدِى الْمُشْرِكِيْنَ بَلْ تَغْلِيْبُهُمْ وَ اِظْهَارُهُمْ عَلَيْهِمْ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے مدد کا وعدہ فرمایا اور اس امر کی تصریح کی کہ اس مدد سے مجرد خلاصی مظالم مشرکین نہیں ہے بلکہ ان پر غالب آنا اور فتح یاب ہونا بھی ہے۔

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ وہ مظلوم جنہیں ان کے گھروں سے بلا وجہ نکالا گیا۔

اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ۔ صرف اس جرم پر کہ وہ (شرک سے مجتنب رہ کر) کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

ان کے اخراج کی کوئی وجہ وجیہ نہیں تھی سوا اس کے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم موحد ہیں ایک اللہ کو پوجیں گے۔ چنانچہ نابغہ کہتا ہے:

وَ لَا عَيْبَ فِيْهِمْ غَيْرَ اَنَّ سُيُوْفَهُمْ بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

یعنی ان میں کوئی عیب نہ تھا سوا اس کے کہ ان کی تلواریں چلتی ہیں اور جھنکاریں لشکروں کی۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ۔ اگر اللہ دفع نہ فرماتا لوگوں کو مومنین سے تو منہدم کر دیئے جاتے صوامع اور بیعے۔ یعنی گرجے اور عبادت گاہیں۔

اس میں تحریض علی القتال ہے جس کی اجازت دی گئی۔

اور قیام شرائع اور متعبدات کی حفاظت کے لئے امم ماضیہ سے یہ سنت جاری ہے۔ گویا جیسا کہ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ میں اجازت مقاتلہ دی گئی اسی کے مطابق حکم ہوا کہ مومنین مقاتلہ کریں اور اگر یہ حکم قتال نہ ملتا اور مومنین کو مشرکین پر تسلط عطا نہ ہوتا تو ہر زمانہ اور ہر وقت میں عبادت خانے منہدم ہوتے رہتے اس کے متعلق چند قول ہیں:

قِيْلَ الْمَعْنٰى لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ بَعْضَ النَّاسِ بِبَعْضٍ بِتَسْلِيْطِ مُؤْمِنِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى كُفَّارِهِمْ لَهُدِّمَتِ الْمُتَعَبَّدَاتُ الْمَذْكُوْرَةُ اِلَّا اَنَّهٗ تَعَالٰى سَلَّطَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ فَبَقِيَتْ هٰذِهِ الْمُتَعَبَّدَاتُ بَعْضُهَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ بَعْضُهَا لِمَنْ فِيْ حِمَايَتِهِمْ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ۔

ایک قول ہے کہ آیہ کریمہ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ کے یہ معنی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض آدمیوں سے اس امت کے مومنین کے تسلط کے ذریعہ کفار پر مسلط نہ فرماتا تو تمام معابد منہدم ہو جاتے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو مسلط فرما دیا کفار پر، تو یہ معبد محفوظ رہ گئے جس میں مومنین کی عبادت گاہیں اور ذمیوں کے معبد ہیں جو مومنین کی حمایت سے بچے رہے۔

دوسرا قول: وَقَالَ قَوْمٌ اَىْ لَوْلَا دَفْعُ ظُلْمِ الظَّلَمَةِ بِعَدْلِ الْوُلَاةِ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَ صَلَوَاتٌ۔ یعنی

اگر ظالموں کا ظلم دفع نہ کیا جاتا حکام کے ذریعے تو صومعے اور بیعے اور کنیسے گرا دیئے جاتے۔

تیسرا قول: اَیْ لَوْلَا دَفْعُ الْعَذَابِ عَنِ الْاَشْرَارِ بِدُعَاءِ الْاَخْیَارِ۔ اگر عذاب اشرار دعاء اخیار سے دفع نہ کیا جاتا تو صوامع اور بیعہ اور صلوات اور مساجد منہدم کر دیئے جاتے۔

چوتھا قول: قطرب کا یہ ہے اَیْ لَوْلَا الدَّفْعُ بِالْقِصَاصِ عَنِ النُّفُوْسِ۔ اگر قصاص کا قانون نہ ہوتا تو اشرار بے خوف ہو کر تمام عبادت خانے منہدم کر دیتے۔

صَوَامِعُ۔ صومعہ کی جمع ہے یہ لوہے کی بلند عمارت بنائی جاتی تھی۔

راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں ہر بلند عمارت کو جو اوپر سے متصمع الرأس ہوا سے صومعہ کہتے ہیں وَ کَانَتْ قَبْلَ الْاِسْلَامِ۔

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ مُخْتَصَّةٌ بِرُهْبَانِ النَّصَارٰی وَ بِعِبَادَةِ الصَّابِیَةِ ثُمَّ اسْتُعْمِلَتْ فِیْ مِئْذَنَةِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ صومعہ رہبان نصاریٰ کے رہنے اور صابیہ کے عبادت کے لئے جو مکان ہوتا اسے کہتے تھے۔ پھر مسلمانوں کے اذان دینے کے منارہ کو بھی کہنے لگے۔

اور بِیَعٌ جس کا واحد بیعہ ہے یہ نصاریٰ کے مصلے کو کہتے ہیں چنانچہ فرمایا یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا۔ جس میں اللہ کا ذکر بہت کیا جاتا ہے۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں مختصر مگر جامع تصریح فرمائی وہو ہذا۔

لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ اَیْ لَوْلَا اِظْهَارُهٗ وَ تَسْلِیْطُ الْمُسْلِمِیْنَ عَلَی الْكُفَّارِ بِالْمُجَاهَدَةِ لَاسْتَوْلَی الْمُشْرِكُوْنَ عَلٰی اَهْلِ الْمِلَلِ الْمُخْتَلِفَةِ فِیْ اَزْمِنَتِهِمْ وَعَلٰی مُتَعَبَّدَاتِهِمْ فَهَدَمُوْهَا وَلَمْ یَتْرُكُوْا لِنَصَارٰی بِیَعًا وَلَا لِرُهْبَانَ صَوَامِعَ وَلَا لِلْیَهُوْدِ صَلَوَاتٍ اَیْ كَنَائِسَ وَ سُمِّیَتِ الْكَنِیْسَةُ صَلٰوةً لِاَنَّهَا یُصَلّٰی فِیْهَا وَلَا لِلْمُسْلِمِیْنَ مَسَاجِدَ۔

یعنی اگر مسلمان غالب نہ کئے جاتے اور ان کا تسلط نہ ہوتا باقی کفار پر تو مشرکین مستولی ہو کر تمام ملل مختلفہ کے معابد منہدم کر دیں اور اپنے دور میں نہ نصاریٰ کے بیعہ چھوڑتے نہ رہبان کے صومعہ نہ یہود کے صلوات یعنی کنیسے اور کنیسے کو صلوات اس لئے کہا گیا کہ اس میں وہ عبادت کرتے تھے اور نہ مسجدیں جو مسلمانوں کی عبادت گاہیں ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ۔ اور ضرور اللہ مدد کرتا ہے اس کی جو اللہ کے دین کی مدد کرے بے شک اللہ قوت والا ہے اور غالب۔

یعنی اللہ تعالیٰ جو ارادہ فرمائے وہ کر سکتا ہے اور ایسا غالب ہے کہ اس کا ارادہ کوئی نہیں روک سکتا اور نہ اس کا عذاب دفع کرنے کی کسی میں طاقت ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ وہ ایمان والے ہیں کہ اگر ہم انہیں متمکن کریں زمین میں نماز قائم کریں، زکوۃ دیں اور نیک کاموں کا حکم دیں منکرات سے منع کریں اور انجام کار اللہ کے لئے ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَالتَّمْكِیْنُ السَّلْطَنَةُ وَنَفَاذُ الْاَمْرِ۔ تمکین فی الارض سے مراد سلطنت اور نفاذ احکام کی

قوت ہے اور امر بالمعروف سے توحید کی تعلیم مراد ہے اور نہی عن المنکر سے مراد شرک سے روکنا ہے اور صلوٰۃ سے مراد فرائض پنجگانہ ہیں اور ایسے ہی زکوٰۃ سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے۔

زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَ فِیْهِ دَلِیْلٌ عَلٰی صِحَّةِ اَمْرِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ۔ اس آیت کریمہ میں خلافت خلفاء راشدین علیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم منہاج النبوۃ ہونے کی دلیل ہے۔

اور حسن بصری اور ابو العالیہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّهُمُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَالتَّابِعُوْنَ۔ آیہ کریمہ میں جن کی تعریف ہے وہ مہاجرین وانصار اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور آخر میں ارشاد ہوا کہ تمام امور کا انجام اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

اس کے بعد مشرکین کی حسد ورزی اور عناد پروری پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی جاتی ہے۔

وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَ قَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ مَدْیَنَ۔ اور اگر اے محبوب وہ آپ کو جھٹلائیں (تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے) ان سے پہلے نبی بھی جھٹلائے گئے۔ چنانچہ قوم نوح نے حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی اور قوم عاد اور قوم ثمود نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور اصحاب مدین نے تکذیب کی۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تَسْلِیَةٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ اس آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نظائر ماضیہ سنا کر تسلیہ کیا ہے۔ گویا یوں فرمایا گیا:

وَ اِنْ یُّكَذِّبْكَ قَوْمُكَ فَاعْلَمْ اَنَّكَ لَسْتَ بِاَوْحَدِیْ فِیْ ذَالِكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَ تَكْذِیْبِ قَوْمِكَ اِیَّاكَ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَ قَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ مَدْیَنَ ۚ وَ كُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۴۴﴾ ۔

اے محبوب اگر آپ کو آپ کی قوم جھٹلا رہی ہے تو آپ کو جاننا چاہئے کہ اس معاملہ میں آپ تنہا نہیں ہیں بلکہ آپ سے پہلے انبیاء کرام بھی جھٹلائے گئے۔ نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے جھٹلایا اور لوط علیہ السلام کو ان کی قوم نے۔ قوم عاد و ثمود نے اپنے نبی کی تکذیب کی اور ابراہیم خلیل کو ان کی قوم نے جھٹلایا اور اہل مدین نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی قوم کی طرف سے جھٹلا دیئے گئے۔

فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ۔ اَیْ اَمْهَلْتُهُمْ۔ تو میں نے ان کو مہلت دی۔

ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ۔ پھر ان کی گرفت کی اور ہر مکذب پکڑا گیا۔

فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ۔ تو کیسی رہی ہماری گرفت کہ ان کی تمام عیش وعشرت۔ مکان و باغات سب ختم ہو گئے۔ آگے ارشاد ہے:

فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِیْدٍ اور کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں کہ وہ ظالم تھیں تو اب وہ اوندھی پڑی ہیں اپنے گھروں کی چھتوں پر اور کتنے کنویں معطل پڑے ہیں اور کتنے مضبوط محل خالی پڑے ہوئے ہیں۔

خَاوِيَةٌ۔ خَوَاء سے ہے اس کے معنی یا تو گر جانے کے ہیں جیسے خَوِیَ النَّجْمُ بولتے ہیں جبکہ تارا گرتا ہے یا انہدام کے معنی میں ہے یا بمعنی خلو ہے جیسے خَوَتِ الدَّارُ بولتے ہیں۔ جبکہ وہ گھر اس کے رہنے والوں سے خالی ہو جائے اور خَوَی الْبَطْنُ کہتے ہیں جبکہ شکم کھانے سے خالی ہو۔

عُرُوْش۔ جمع عرش کی ہے۔ چھت کے معنی میں مستعمل ہے۔

وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ۔ یعنی وہ کنویں جن سے پانی لینے والا نہ رہے۔

وَ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ۔ چونہ سے جو مکان پختہ بنے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اِنَّ الْقَصْرَ بَنَاهُ عَادُ الثَّانِیْ۔ مضبوط محل کے بنانے کی رسم عاد ثانی کے زمانہ میں جاری ہوئی۔

اور ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِنَّ الْقَصْرَ عَلٰی قُلَّةِ جَبَلٍ بِحَضَرَ مَوْتَ وَالْبِئْرَ وَاَنَّ صَالِحًا عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ عَلَيْهَا مَعَ اَرْبَعَةِ الْاٰفِ نَفَرٍ مِّمَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ نَجَّاهُمُ اللّٰهُ مِنَ الْعَذَابِ وَ سُمِّيَتْ حَضَرَ مَوْتُ لِاَنَّ صَالِحًا عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ حَضَرَهَا مَاتَ فَالظَّاهِرُ اَنَّ قَبْرَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُنَاكَ وَ عِنْدَ الْبِئْرِ بَلْدَةٌ اِسْمُهَا حَاضُوْرَاءُ بَنَاهَا قَوْمُ صَالِحٍ وَاَمَّرُوْا عَلَيْهَا جَلْسَ بْنَ جَلَاسٍ وَاَقَامُوْا بِهَا زَمَانًا ثُمَّ كَفَرُوْا وَ عَبَدُوْا صَنَمًا وَاَرْسَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ حَنْظَلَةَ بْنَ صَفْوَانٍ نَبِيًّا فَقَتَلُوْهُ فِي السُّوْقِ فَاَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ عَنْ اٰخِرِهِمْ وَ عَطَّلَ سُبْحَانَهٗ بِئْرَهُمْ وَ قَصْرَهُمْ۔

سب سے اول محل حضر موت کے پہاڑ کی چوٹی پر اور اس کے میدان میں کنواں بنایا گیا اور حضرت صالح علیہ السلام چار ہزار مومن امتیوں کے ساتھ یہاں تشریف لائے اور انہیں عذاب سے نجات دلائی اس جگہ کا نام حضر موت اس وجہ سے ہے کہ جب صالح علیہ السلام یہاں تشریف لائے تو آپ کا انتقال ہو گیا اور یہاں ہی آپ دفن ہوئے اور نیچے جہاں کنواں تھا اس جگہ ایک آبادی تھی جس کا نام حاضوراء تھا۔ یہ شہر قوم صالح نے بنایا اور اس کا حاکم جلس بن جلاس تھا یہ یہاں ایک مدت رہے پھر یہ قوم کافر ہو گئی اور بت پوجنے لگی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حنظلہ بن صفوان نبی مبعوث کئے انہیں اس قوم نے بازار میں شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا ہلاک کیا کہ ان کے محل اور کنویں سب ویران ہو گئے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ۔ تو کیا نہیں سیر کی زمین میں کہ ہو جائیں ان کے دل سمجھ کے لائق یا کان سننے کے قابل تو یہ نہیں اندھی ہوتی آنکھیں لیکن اندھے ہوتے ہیں وہ دل جو سینوں کے اندر ہیں۔

یعنی کفار کو آمادہ کیا گیا کہ وہ زمین کی سیر کر کے کفار کے ان حالات کا مشاہدہ کریں کہ انبیاء کرام کی تکذیب کا کیا انجام ہوا اور اس سے یہ عبرت حاصل کریں اور پچھلی امتوں کے حالات اور ان کی ہلاکت اور ان کی بستیوں کی ویرانی دیکھ کر ہوش کریں لیکن ان کافروں کی ظاہری حس باطل نہیں ہوئی وہ ظاہری آنکھوں سے ہر چیز کو دیکھتے ہیں مگر دل کی بصارت سے اندھے ہو چکے ہیں اور دل کا اندھا ہونا ہی خطرناک ہے جس کے بعد وہ دین کی راہ پانے سے محروم ہیں۔

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا

تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۔ اور یہ جلدی کرتے ہیں تم سے عذاب مانگنے میں اور اللہ ہرگز خلاف نہ کرے گا اپنا وعدہ اور بے شک تمہارے رب کے پاس ایک دن ہے جسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس کی برابری ہے اور کتنی بستیاں وہ ہیں جنہیں ہم نے مہلت دی باآنکہ وہ ظالم تھیں پھر انہیں میں نے پکڑا اور میری طرف پلٹ کر آنا ہے۔

یعنی کفار مکہ میں سے نضر بن حارث وغیرہ کی طرح بطور استہزاء جو جلدی کرتے ہیں عذاب کی انہیں فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ضرور ہوگا۔ چنانچہ وہ وعدہ بدر میں پورا ہو گیا اور آخرت کا عذاب ایسا ہے کہ ایک دن اس کا ہزار برس کے برابر ہوگا۔

اور انہیں لوٹ کر ہماری طرف ہی آنا ہے ہماری طرف سے جو مہلت مل رہی ہے اس سے بے فکر نہ ہو جائیں کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

تَمَتَّعْ بِاَيَّامِ السُّرُوْرِ فَاِنَّهَا قِصَارٌ وَّ اَيَّامُ الْهُمُوْمِ طِوَالُ

اس کا مفہوم اس شعر سے واضح ہے:

ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے دن عیش کے گھڑیوں میں گزر جاتے ہیں کیسے

گویا اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرما رہا ہے۔

كَيْفَ تُنْكِرُوْنَ مَجِيْئَهُ وَقَدْ سَبَقَ بِهِ الْوَعْدُ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهُ فَلَابُدَّ مِنْ مَّجِيْئِهِ حَتْمًا وَّ كَيْفَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهِ وَالْيَوْمُ الْوَاحِدُ مِنْ اَيَّامِ شِدَّتِهِ يُرٰى كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔

تم کس طرح اس عذاب کے آنے کے منکر ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہو چکا ہے تو اب لازمی طور پر وہ عذاب آنا ہے اور تم کیوں جلدی کر رہے ہو باآنکہ وہ ایک دن اپنی شدت میں تمہیں ایک ہزار برس کے برابر نظر آئے گا۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ﴿۴۹﴾	فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تو تمہارے لئے صریح ڈرانے والا ہوں
فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾	پھر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کا رزق
وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾	اور وہ جو کوشش کرے ہماری آیتوں میں عاجز کرنے کی وہ جہنم والے ہیں
وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۙ﴿۵۲﴾	اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول اور نہ نبی مگر جب انہوں نے پڑھا تو ڈالا شیطان نے ان کے پڑھنے میں اپنی طرف سے کچھ تو مٹا دیا اللہ نے جو شیطان نے ڈالا پھر مضبوط فرما دیں اللہ نے اپنی آیتیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۙ﴿۵۳﴾

تاکہ شیطان کے ڈالے ہوئے کردے امتحان ان کے لئے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم لوگ انتہائی جھگڑالو ہیں

وَّ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

اور اس لئے کہ جان جائیں وہ جنہیں علم ملا ہے کہ وہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے تو ایمان لائیں اس پر تو جھک جائیں اس کے لئے ان کے دل اور بے شک اللہ ایمان والوں کو ہدایت کرتا ہے سیدھی راہ کی

وَ لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾

اور کافر ہمیشہ شک میں رہیں گے اس سے حتیٰ کہ آئے ان پر قیامت اچانک یا آئے ان پر عذاب اس دن کا جس کا انجام برا ہو

اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾

بادشاہی اس دن اللہ کی ہے فیصلہ دے گا ان میں تو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ نعمتوں کے باغوں میں ہیں

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾

اور وہ جو کافر ہوئے اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو تو وہ ذلت کے عذاب میں ہیں

حل لغات ساتواں رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

قُلْ-کہہ	يٰۤاَيُّهَا-اے	النَّاسُ-لوگو	اِنَّمَآ-اس کے سوانہیں
اَنَا-میں	لَكُمْ-تمہارے لئے	نَذِيْرٌ-ڈرانے والا ہوں	مُّبِيْنٌ-کھلا کھلا
فَالَّذِيْنَ-پھر وہ جو	اٰمَنُوْا-ایمان لائے	وَ-اور	عَمِلُوْا-عمل کئے
الصّٰلِحٰتِ-اچھے	لَهُمْ-ان کے لئے	مَّغْفِرَةٌ-بخشش ہے	وَ-اور
رِزْقٌ-رزق	كَرِيْمٌ-اچھا	وَ-اور	الَّذِيْنَ-وہ جو
سَعَوْا-کوشش کرتے ہیں	فِيْۤ-بیچ	اٰيٰتِنَا-ہماری آیتوں کے	مُعٰجِزِيْنَ-عاجز کرنے
والے	اُولٰٓىِٕكَ-یہی لوگ ہیں	اَصْحٰبُ-اصحاب	الْجَحِيْمِ-جہنم
وَ-اور	مَآ-نہیں	اَرْسَلْنَا-بھیجا ہم نے	مِنْ قَبْلِكَ-تجھ سے پہلے
مِنْ رَّسُوْلٍ-کوئی رسول	وَّ-اور	لَا-نہ کوئی	نَبِيٍّ-نبی
اِلَّآ-مگر	اِذَا-جب	تَمَنّٰۤى-اس نے پڑھا تو	اَلْقَى-ڈال دیا
الشَّيْطٰنُ-شیطان نے	فِيْۤ-بیچ	اُمْنِيَّتِهٖ-اس کی پڑھائی کے	فَيَنْسَخُ-تو منسوخ کر
دیتا ہے	اللّٰهُ-اللہ	مَا-جو	يُلْقِي-ڈالتا ہے

الشَّیْطٰنُ۔شیطان ثُمَّ۔پھر یُحْکِمُ۔مضبوط کرتا ہے اللّٰہُ۔اللہ
اٰیٰتِہٖ۔اپنی آیتیں وَ۔اور اللّٰہُ۔اللہ عَلِیْمٌ۔جاننے والا
حَکِیْمٌ۔حکمت والا ہے لِّیَجْعَلَ۔تاکہ بنائے مَا۔جو یُلْقِی۔ڈالتا ہے 24B
الشَّیْطٰنُ۔شیطان فِتْنَةً۔آزمائش لِّلَّذِیْنَ۔ان کے لئے کہ فِیْ۔بیچ
قُلُوْبِهِمْ۔ان کے دلوں کے مَّرَضٌ۔بیماری ہے وَّ۔اور الْقَاسِیَةِ۔سخت ہیں
قُلُوْبُهُمْ۔جن کے دل وَ۔اور اِنَّ۔بے شک الظّٰلِمِیْنَ۔ظالم
لَفِیْ۔یقیناً میں ہیں شِقَاقٍ۔بدبختی بَعِیْدٍ۔دور کی وَّ۔اور
لِیَعْلَمَ۔جانتے ہیں الَّذِیْنَ۔وہ جو اُوْتُوا۔دیئے گئے الْعِلْمَ۔علم
اَنَّهُ۔بے شک وہ الْحَقُّ۔حق ہے مِنْ رَّبِّكَ۔تیرے رب سے فَیُؤْمِنُوْا۔تو وہ ایمان
لاتے ہیں بِهٖ۔ساتھ اس کے فَتُخْبِتَ۔تو جھک جاتے ہیں
لَهٗ۔اس کے لئے قُلُوْبُهُمْ۔ان کے دل وَ۔اور اِنَّ۔بے شک
اللّٰهَ۔اللہ لَهَادِ۔ہدایت دینے والا ہے الَّذِیْنَ۔ان کو جو اٰمَنُوْٓا۔ایمان لائے
اِلٰی۔طرف صِرَاطٍ۔راہ مُّسْتَقِیْمٍ۔سیدھی کے وَ۔اور
لَا یَزَالُ۔ہمیشہ رہیں گے الَّذِیْنَ۔وہ جو كَفَرُوْا۔کافر ہوئے فِیْ۔بیچ
مِرْیَةٍ۔شک کے مِّنْهُ۔اس سے حَتّٰی۔یہاں تک کہ تَاْتِیَهُمُ۔آئے ان کے پاس
السَّاعَةُ۔قیامت بَغْتَةً۔ناگہاں اَوْ۔یا یَاْتِیَهُمْ۔آئے ان کے پاس
عَذَابُ۔عذاب یَوْمٍ۔دن عَقِیْمٍ۔جڑ کاٹنے والے کا اَلْمُلْكُ۔بادشاہی
یَوْمَئِذٍ۔اس دن لِّلّٰهِ۔اللہ کی ہوگی یَحْكُمُ۔فیصلہ کرے گا بَیْنَهُمْ۔ان میں
فَالَّذِیْنَ۔تو وہ جو اٰمَنُوْا۔ایمان لائے وَ۔اور عَمِلُوا۔عمل کئے
الصّٰلِحٰتِ۔اچھے فِیْ۔بیچ جَنّٰتِ۔باغوں النَّعِیْمِ۔نعمت والوں کے
ہوں گے وَ۔اور الَّذِیْنَ۔وہ جو كَفَرُوْا۔منکر ہوئے
وَ۔اور كَذَّبُوْا۔جھٹلایا بِاٰیٰتِنَا۔ہماری آیتوں کو فَاُولٰٓئِكَ۔تو یہ لوگ ہیں
لَهُمْ۔ان کے لئے عَذَابٌ۔عذاب ہے مُّهِیْنٌ۔ذلیل کرنے والا

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ پہلے رکوع میں مشرکین کے سرغنے نضر بن حارث جیسے عذاب میں جلدی کرتے اور استہزاء کرتے تھے اس کا جواب وَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دے دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ انہیں فرما دیجئے کہ جس عذاب کا تمہیں وعدہ دیا ہے وہ منجانب اللہ ہے اور وہی اسے تم پر نازل کرے گا مجھ سے کیوں مطالبہ کرتے ہو میں تو تمہیں مطلع کرنے والا ہوں کہ جو نیک عمل کرے گا اس کی مغفرت ہوگی اور وہ

دنیا و آخرت میں عزت پائے گا اور جو احکام شریعت کی مخالفت کرے گا وہ جہنم میں جائے گا میں تو نذیر و بشیر ہوں۔

چنانچہ ایک بار حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا کہ آپ ہجرت فرما کر ایسے ملک میں تشریف لے گئے جہاں نخلستان ہے۔

اس خواب کی تعبیر میں واہمہ نے ملک یمامہ کی طرف ہجرت کی تعبیر تجویز کی۔ حالانکہ درحقیقت اس ملک سے مراد مدینہ منورہ تھا۔

ایسے ہی ایک خواب میں ظاہر ہوا کہ حلق و قصر کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں داخل ہوئے ہیں قوت واہمہ کی تعبیر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ امسال ہی یہ واقعہ پیش آئے گا۔ حالانکہ کئی سال بعد اس خواب کی تعبیر سامنے آنا مقدر تھی۔

اس سے ضعیف الایمان اور کمزور عقیدہ والے آزمائش اور فتنے میں پڑ جاتے ہیں ان کے قدم محور صداقت سے ڈگمگا جاتے ہیں۔ لیکن راسخ العقیدہ اہل ایمان و ایقان اس سے شبہ میں جانے کے بجائے ایمان پختہ کرتے اور خائف ہو جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ اس واہمہ کی آمیزش دور کر کے جو حق ہوتا ہے وہی واضح فرما دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہے: فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾۔

آیات سے مراد وہی احکام حقہ ہیں جو رسول اور نبی پر القاء ہوتے ہیں اس سے آمیزش وہم دور فرما کر اسے صاف اور مستحکم کر دیتا ہے۔ باقی آیات کا مطلب صاف ہے۔

بعض نے کچھ احتیاط سے کام لیا تو یوں لکھ دیا کہ شیطان نے اثناء قرأت میں یہ جملہ ملا دیا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ علامہ بیہقی نے اس روایت کے رد میں ایک رسالہ لکھا امام رازی اور صاحب مدارک اور قاضی بیضاوی رحمہم اللہ نے اس روایت کا ابطال فرمایا کہ یہ محض اسرائیلیات ہیں اور پادری لوگ اپنے تعصب کی بناء پر ایسی چیزوں کو خاص طور پر ہوا دیتے ہیں۔

غرضیکہ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ تک اسی بیان کا تتمہ ہے پھر اگلے رکوع میں وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے لے کر اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ تک اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں اور ظالموں کے ہاتھ سے شہید ہونے والوں کے درجات اخروی کا بیان ہے اور دنیا میں مجاہدین کے گروہ کی اعانت کا وعدہ ہے جس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ۱۷

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ فرما دیجئے اے لوگو! میں تو تمہارے لئے کھلا نذیر ہوں۔ اس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُرَادَ بِالنَّاسِ الْمُشْرِكُوْنَ فَاِنَّ الْحَدِيْثَ مَسُوْقٌ لَّهُمْ فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ قُلْ يَا اَيُّهَا الْمُشْرِكُوْنَ الْمُسْتَعْجِلُوْنَ بِالْعَذَابِ اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ لَّكُمْ اِنْذَارًا بَيِّنًا بِمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مِنْ اَنْبَآءِ الْاُمَمِ الْمُهْلَكَةِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّكُوْنَ لِيْ دَخْلٌ فِيْ اِتْيَانِ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ مِنَ الْعَذَابِ الْمَوْعُوْدِ حَتّٰى تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ۔

یہاں لفظ ناس سے جنہیں ندا دی گئی وہ مشرکین ہیں اس لئے کہ حدیث میں جو بیان ہے اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے گویا

باری تعالیٰ عزاسمہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ آپ مشرکین کو فرما دیں کہ تم جو عذاب چاہنے میں جلدی کر رہے ہو سمجھ لو کہ وہ عذاب لانے والا میں نہیں ہوں بلکہ میں تو ڈر سنانے والا ہوں کھلے الفاظ میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے امم ماضیہ کی خبروں میں ان کی ہلاکت کے متعلق وحی کی گئی اور اس میں میرا دخل نہیں کہ جب تم جلدی کرو تو موعودہ عذاب تم پر نازل کردوں۔

البتہ وہ عذاب ضرور آئے گا جب اور جس وقت اللہ تعالیٰ چاہے گا انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں اور بموجب اسلوب بیان قرآن اس کے بعد مومنین کی مغفرت اور عزت والے رزق کی بشارت فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ اور وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے بخشش ہے اور عزت والا رزق۔

گویا دونوں آیتوں میں دونوں فریق کی جزا و سزا بیان فرما دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ اے محبوب ان کافروں کو فرما دیجئے کہ جو مصر علی الکفر ہے اس کی سزا یہ ہے اور جو ایمان لا کر نیک عمل کرے گا اس کی جزا یہ ہے۔

بعض محققین اس طرف گئے ہیں کہ ناس سے مراد مومن اور کافر دونوں ہیں اور اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ میں یوم قیامت سے ڈرانا ہے اور احادیث میں بھی جو مضمون ہے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نذیر مبین ہیں۔ صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنَا النَّذِيْرُ الْعُرْيَانُ میں کھلم کھلا تمہیں ڈر سنانے والا ہوں۔

اور مغفرت کے بعد رزق کریم جو فرمایا اس سے مراد جنت ہے اس لئے کہ مغفرت کے بعد ہی جنت ہے چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ یہی کہتے ہیں: وَالْمُرَادُ بِالرِّزْقِ الْكَرِيْمِ هُنَا الْجَنَّةُ كَمَا يُشْعِرُ بِهٖ وُقُوْعُهٗ بَعْدَ الْمَغْفِرَةِ۔

اور کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ كَذٰلِكَ فِيْ جَمِيْعِ الْقُرْاٰنِ عَلٰى مَا اَخْرَجَهُ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ نِ الْقُرَظِيِّ فِيْ صِفَاتِ غَيْرِ الْاٰدَمِيِّيْنَ الْفَائِقِ۔ آگے ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔ اور وہ جو کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں میں اَیْ بَذَلُوا الْجَهْدَ فِيْ اِبْطَالِهَا فَسَمُّوْهَا تَارَةً سِحْرًا وَّ تَارَةً شِعْرًا وَ تَارَةً اَسَاطِيْرَ الْاَوَّلِيْنَ۔ یعنی وہ لوگ جن کی تمام تر کوششیں اسی میں صرف ہوتی ہیں کہ وہ آیات الٰہی کا ابطال کریں کبھی اسے جادو کہیں کبھی شعر سے تشبیہ دیں کبھی کہہ دیں کہ پرانے قصہ کہانی ہیں اور اس قسم کی باتوں سے اپنے گمان میں یہ سمجھتے تھے کہ ہم ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔

"یہ لوگ جہنم والے ہیں۔" سعی کے معنی ہیں اِسْرَاعٌ فِي الْمَشْيِ کے یعنی چلنے میں جلدی کرنا اور اس کا اطلاق افساد پر بھی ہوتا ہے یعنی فساد پھیلانا۔

چنانچہ محاورہ میں بولتے ہیں سَعٰى فِيْ اَمْرِ فُلَانٍ اِذَا اَصْلَحَهٗ اَوْ اَفْسَدَهٗ بِسَعْيِهٖ فِيْهِ فلاں شخص نے سعی کی فلاں کے معاملہ میں جبکہ وہ صلح کر دے یا فساد کرائے اپنی کوشش سے تو یہ عرف میں صلح اور فساد دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اور مُعٰجِزِيْنَ پر صاحب لوامع فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ هٰهُنَا ظَانِّيْنَ اَنَّهُمْ يُعْجِزُوْنَنَا۔ معاجزین سے مراد یہ ہے کہ انہیں اس امر کا گمان ہوتا ہے کہ وہ عاجز کرلیں گے اپنی فتنہ پروری سے۔

اور جحیم کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ هُوَ اِسْمُ دَرَكَةٍ مِّنْ دَرَكَاتِ النَّارِ۔ جحیم جہنم کے درجوں میں سے ایک

درجہ کا نام ہے۔ آگے ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ۔ جتنے رسول یا نبی ہم نے بھیجے تم سے پہلے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو اللہ مٹا دیتا ہے اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو۔"

وَمَآ اَرْسَلْنَا۔ میں ما نافیہ نہیں ہے۔ بلکہ موصولہ ہے اس ہی وجہ میں یہاں "اور جتنے رسول" ترجمہ کیا گیا ہے۔

اور مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ میں معطوف معطوف علیہ اس لئے کیا کہ نبی اور رسول میں فرق ہے۔ چنانچہ محقق قول یہی ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ رسول واضع شریعت کو کہتے ہیں اور نبی حافظ ونگہبان کو۔

اس بحث پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں متعدد اقوال نقل کئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

وَ عَطْفُ نَبِيٍّ عَلٰى رَسُوْلٍ يَّدُلُّ عَلَى الْمُغَايَرَةِ بَيْنَهُمَا۔ نبی کا رسول پر عطف مغایرت پر دلالت کرتا ہے یعنی دونوں یکساں نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: اَنَّهٗ سُئِلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاَنْبِيَآءِ فَقَالَ مِائَةُ اَلْفٍ وَّ اَرْبَعَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ اَلْفًا۔ حضور ﷺ سے نبیوں کے متعلق سوال ہوا کہ وہ کتنے ہیں تو حضور نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ قِيْلَ فَكَمِ الرَّسُوْلُ قَالَ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَّ ثَلٰثَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِيْرًا۔ عرض کیا گیا حضور رسول کتنے ہیں فرمایا تین سو تیرہ۔

اسے علامہ سیوطی رحمہ اللہ اور ابن راہویہ نے اپنی مسندوں میں حدیث ابوامامہ سے نقل کیا اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا اور حاکم نے مستدرک میں حدیث ابی ذر سے روایت کیا۔

وَ زَعَمَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ اَنَّهٗ مَوْضُوْعٌ وَّ لَيْسَ كَذٰلِكَ۔ اور صرف ابن جوزی نے اس کے موضوع ہونے کا گمان کیا۔ لیکن ایسا نہیں ہے جبکہ مستدرک نے حاکم اور ابن حبان اپنی صحیح میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں اور علامہ سیوطی ابوامامہ سے روایت فرما رہے ہیں۔

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی سند میں کسی پہلو سے ضعف ہو۔ پھر ایک روایت میں تین سو پندرہ رسولوں کی بھی خبر ہے۔

اب وہ اختلافی اقوال سمجھ لیں جن سے نبی رسول کے فرق کی بحث صاف ہوتی ہے۔

اَلرَّسُوْلُ ذَكَرٌ حُرٌّ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِشَرْعٍ جَدِيْدٍ يَدْعُو النَّاسَ اِلَيْهِ وَالنَّبِيُّ يَعُمُّهٗ وَ مَنْ بَعَثَهٗ لِتَقْرِيْرِ شَرْعٍ سَابِقٍ كَاَنْبِيَآءِ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ الَّذِيْنَ كَانُوْا بَيْنَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔

رسول مرد اور آزاد ہوتا ہے جسے اللہ شریعت جدید کے ساتھ مبعوث فرماتا ہے اور وہ لوگوں کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔

اور نبی عام ہے یعنی نبی وہ بھی ہے جو مبعوث ہو پہلے انبیاء کرام کی شریعت پر تقریر فرمانے کو جیسے انبیائے بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے درمیانی زمانہ میں مبعوث ہوئے۔

ایک قول یہ ہے کہ اَلرَّسُوْلُ ذَكَرٌ حُرٌّ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى قَوْمٍ بِشَرْعٍ جَدِيْدٍ بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِمْ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ جَدِيْدًا فِيْ نَفْسِهٖ كَاِسْمٰعِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذْ بُعِثَ لِجُرْهَمَ اَوَّلًا وَالنَّبِيُّ يَعُمُّهٗ وَ مَنْ بُعِثَ بِشَرْعٍ غَيْرِ جَدِيْدٍ كَذٰلِكَ۔

رسول مرد آزاد ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ قوم کی طرف شریعت جدیدہ کے ساتھ ان کے ہی نسب سے بھیجتا ہے اگرچہ وہ فی نفسہٖ جدید نہ ہو جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام قبیلہ بنی جرہم سے اول مبعوث ہوئے اور نبی رسول کو بھی کہتے ہیں اور اس کو بھی جو نئی شریعت سے مبعوث نہ ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ اَلرَّسُوْلُ ذَکَرٌ حُرٌّ لَهٗ تَبْلِيْغٌ فِي الْجُمْلَةِ وَاِنْ كَانَ بَيَانًا وَّ تَفْصِيْلًا لِشَرْعٍ سَابِقٍ وَالنَّبِيُّ مَنْ اُوْحِيَ اِلَيْهِ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِتَبْلِيْغٍ اَصْلًا اَوْ اَعَمُّ مِنْهُ وَمِنَ الرَّسُوْلِ۔

رسول مرد آزاد ہوتا ہے اس کے ذمہ تبلیغ ہوتی ہے اگرچہ شرائع سابقہ کا بیان اور تفصیل ہی وہ کرے۔

اور نبی وہ ہے جس کی طرف وحی تو ہوتی ہے مگر اسے تبلیغ کا اصلاً حکم نہ ہو یا وہ عام ہو رسول اور نبی میں۔

ایک قول یہ ہے اَلرَّسُوْلُ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ مَنْ جَمَعَ اِلَى الْمُعْجِزَةِ كِتَابًا مُّنَزَّلًا عَلَيْهِ وَالنَّبِيُّ غَيْرَ الرَّسُوْلِ مَنْ لَّا كِتَابَ لَهٗ۔ رسول انبیاء میں سے وہ ہے جو معجزہ اور کتاب کے ساتھ تشریف لائے اور نبی وہ جو صاحب کتاب نہ ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ اَلرَّسُوْلُ مَنْ لَّهٗ كِتَابٌ اَوْ نَسْخٌ فِي الْجُمْلَةِ وَالنَّبِيُّ مَنْ لَّا كِتَابَ لَهٗ وَلَا نَسْخٌ۔ رسول وہ ہے جس کے ساتھ کتاب ہو یا ناسخ شریعت سابقہ اور نبی وہ ہے جو صاحب کتاب بھی نہ ہو اور ناسخ شریعت سابقہ بھی نہ ہو۔

ایک قول امام رازی رحمہ اللہ نے جو نقل کیا وہ یہ ہے اَلرَّسُوْلُ مَنْ يَّاْتِيْهِ الْمَلَكُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْوَحْيِ يَقْظَةً وَّالنَّبِيُّ يُقَالُ لَهٗ وَلِمَنْ يُّوْحٰى اِلَيْهِ فِي الْمَنَامِ لَا غَيْرَ۔ رسول وہ ہے جس کے پاس فرشتہ بیداری کی حالت میں وحی لے کر آتا ہو اور نبی رسول کو بھی کہتے ہیں اور اسے بھی جس کے پاس وحی صرف خواب میں ہو۔

اور عرف شرع میں مشہور قول یہ ہے کہ اَنَّ النَّبِيَّ فِيْ عُرْفِ الشَّرْعِ اَعَمُّ مِنَ الرَّسُوْلِ فَاِنَّهٗ مَنْ اُوْحِيَ اِلَيْهِ سَوَآءٌ اُمِرَ بِالتَّبْلِيْغِ اَمْ لَا۔ نبی عرف شرع میں رسول سے عام ہے وہ وہ ہے جس کو وحی ہو عام اس سے کہ اسے تبلیغ کا حکم ہو یا نہ ہو۔

وَالرَّسُوْلُ مَنْ اُوْحِيَ اِلَيْهِ وَاُمِرَ بِالتَّبْلِيْغِ۔ اور رسول وہ ہے جسے وحی بھی ہو اور وہ تبلیغ کے لئے مامور بھی ہو۔

اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى مگر یہ کہ جب وہ پڑھے۔

تَمَنّٰٓى۔ کے معنی ابو مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک نہایت تقدیر کے ہیں اور اسی سے مَنِيَّه ہے کہ وفات انسان کے اس وقت کو کہا جاتا ہے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا اور اُمْنِيَّتِهٖ کے معنی علامہ راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَلصُّوْرَةُ الْحَاصِلَةُ فِي النَّفْسِ مِنَ التَّمَنِّيْ۔ وہ صورت حاصلہ جو نفس انسان میں ہو تمنی سے ہے۔

وَقَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ اَلتَّمَنِّي الْقِرَاءَةُ وَكَذَا الْاُمْنِيَّةُ۔ اور اکثر کا قول یہ ہے کہ تمنی کے معنی قراءت کے ہیں اور ایسے ہی امنیہ ہے جیسے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے قول میں ہے:

تَمَنّٰى كِتَابَ اللّٰهِ اَوَّلَ لَيْلَةٍ تَمَنّٰى دَاوٗدُ الزَّبُوْرَ عَلٰى رِسْلٍ

وہ (رسول) اللہ کی کتاب کو شروع رات میں پڑھتا ہے جیسا کہ داؤد (علیہ السلام) زبور کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔

آگے فرماتے ہیں: وَالْمُرَادُ بِذٰلِكَ هٰهُنَا عِنْدَ كَثِيْرِ الْقِرَاءَةُ — وَالْاٰيَةُ مَسُوْقَةٌ لِتَسْلِيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنَّ السَّعْيَ فِيْ اِبْطَالِ الْاٰيَاتِ اَمْرٌ مَّعْهُوْدٌ وَاَنَّهٗ سَعْيٌ مَّرْدُوْدٌ۔ اکثر کے نزدیک تمنیٰ کا معنیٰ قراءت ہے۔ آیت کے سیاق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے جس میں یہ فرمایا گیا کہ ابطال آیات میں امر معہود کے ماتحت یہ ان کی سعی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ سعی محض مردود ہے تو آیت کریمہ کے یہ معنی ہوں گے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رَسُوْلًا وَّ لَا نَبِيًّا اِلَّا وَحَالُهٗ اَنَّهٗ اِذَا قَرَاَ شَيْئًا مِّنَ الْاٰيَاتِ اَلْقَى الشَّيْطَانُ الشُّبَهَ وَالتَّخَيُّلَاتِ فِيْمَا يَقْرَءُوْهُ عَلٰى اَوْلِيَآئِهٖ لِيُجَادِلُوْهُ بِالْبَاطِلِ وَيَرُدُّوْا مَاجَاءَ بِهٖ۔ اے محبوب آپ سے پہلے رسول اور نبی جو ہم نے بھیجے ان کے ساتھ ایسا ہوا کہ جب انہوں نے کسی آیت کی تلاوت کی تو شیطان نے اس میں شبہ اور تخیلات اپنے پیرووں کے دل میں ڈال دیئے تاکہ وہ باطل پر مجادلہ کر کے جو حکم آیا ہے اس کا رد کریں۔

کما قال اللّٰہ تعالیٰ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ بے شک شیاطین اپنے یاروں اور حمایتیوں کی طرف ایسا القاء کرتے ہیں جس کے ساتھ وہ تم سے مجادلہ کریں اور ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔ ایسے ہی ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن رکھے شیاطین انسانوں اور جنوں سے کہ وہ آپس میں خفیہ طور سے خرافات کی باتیں ڈالتے ہیں۔

چنانچہ ایسا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قراءت کے استماع پر وہ خباثت کرتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ۔ آیت کریمہ تلاوت فرمائی تو ان کا زخرف قول ازروئے غرور و تکبر اور عناد و حسد یہ ہوا کہ کہنے لگے اِنَّهٗ يُحِلُّ ذَبِيْحَ نَفْسِهٖ وَيُحَرِّمُ ذَبِيْحَ اللّٰهِ۔ یہ عجیب بات ہے کہ اپنے ذبح کئے ہوئے کو حلال کہا جاتا ہے اور اللہ کے مارے ہوئے کو حرام بتایا جا رہا ہے یعنی مردار کو حرام کہتے ہیں اور چھری سے ذبح کر کے کھانا حلال بتاتے ہیں۔

اور بعض روایات میں ان کے اعتراضات میں سے یہ بھی ہے کہ جب مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ تو اڑانے لگے کہ اَنَّ عِيْسٰى عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ عُبِدُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ عیسیٰ بھی اللہ کے سوا پوجے جا رہے ہیں اور ملائکہ علیہم السلام بھی اللہ کے سوا پوجے جا رہے ہیں تو بموجب آیہ کریمہ معاذ اللہ یہ بھی جہنم کے حطب یعنی ایندھن ہوئے۔

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے باطل کر دیا جو شیطان نے ان کے دل میں ڈالا تھا ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ پھر اللہ تعالیٰ نے محکم حکم انہیں دے دیا کہ ان کا پوجنا صرف پوجنے والے پر وبال ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے اور جانتا ہے کہ یہ عباد مکرمون ہیں وہ ان کی پوجا سے بیزار ہیں البتہ مشرکین کے لئے یہ تو وسوس شیطانی بلا و امتحان ہے جس سے وہ مبتلائے عذاب ہوں گے۔ حیث قال۔

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ۔ تاکہ کر دے اللہ اس وسوسہ کو جو شیطان نے مشرکوں کے دل میں ڈالا عذاب و نکال ان کے حق میں جن کے دل بیمار ہیں اور جو سنگین دل ہیں۔ یعنی وہ کفار مجاہر جو علانیہ تعلیم اسلام و قرآن مجید کے مخالف ہیں۔

ایک قول ہے کہ اس سے مراد عامہ کفار اولین ہیں اور آخرین بھی اس وعید کے تحت ہیں سابقہ مشرکین میں ابو جہل، نضر

بن حارث، عتبہ بن ربیعہ وغیرہ ہیں اور آخرین میں تمام منافقین اسلام ہیں۔

وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ۔ اور بے شک ظالم مشرکین اپنی عداوت شدیدہ میں انتہائی بعد میں ہیں۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں مختصر مگر واضح طور پر لِّیَجْعَلَ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ سے اول کے جملوں پر تفسیر فرماتے ہیں وھو ھذا۔

اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰۤی۔ قَرَأَ۔ قَالَ حَسَّانٌ۔

تَمَنّٰی کِتَابَ اللّٰهِ اَوَّلَ لَیْلَةٍ تَمَنّٰی دَاوٗدُ الزَّبُوْرَ عَلٰی رِسْلٖ

اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ تلاوتہ۔ قَالُوْا اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانَ فِیْ نَادِیْ قَوْمِهٖ یَقْرَأُ وَالنَّجْمِ فَلَمَّا بَلَغَ قَوْلَهٗ تَعَالٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی جَرٰی عَلٰی لِسَانِهٖ۔

تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی

وَلَمْ یَفْطِنْ لَهٗ حَتّٰی اَدْرَکَهُ الْعِصْمَةُ فَتَنَبَّهَ عَلَیْهِ۔ وَقِیْلَ نَبَّهَهٗ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَخْبَرَهُمْ اَنَّ ذَالِکَ کَانَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَهٰذَا الْقَوْلُ غَیْرُ مَرْضِیٍّ لِاَنَّهٗ لَا یَخْلُوْا اِمَّا اَنْ یَتَکَلَّمَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَمَدًا وَّ اِنَّهٗ لَا یَجُوْزُ لِاَنَّهٗ کُفْرٌ لِاَنَّهٗ بُعِثَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَاعِنًا لِلْاَصْنَامِ لَامَادِحًا لَهَا۔

اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰۤی۔ کے معنی ہوتے ہیں مگر جب پڑھا۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر نظیر میں موجود ہے کہ وہ اول شب میں اللہ کی کتاب پڑھتا ہے جیسا کہ داؤد علیہ السلام ٹھہر ٹھہر کر توریت پڑھتے تھے اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ۔ یعنی شیطان نے ڈالا اپنا کلام ان کی تلاوت میں۔

اسرائیلیات والوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت میں اپنی قوم کے سورۃ نجم تلاوت فرمائی۔ تو جب آپ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی پر پہنچے تو معاذ اللہ حضور کی زبان مبارک پر تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی۔ جاری ہو گیا یعنی یہ بھی بلند و بالا ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جا سکتی ہے اور یہ جملے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) محسوس ہی نہ ہوئے حتیٰ کہ آپ کی عصمت نبوت نے سنبھالا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر متنبہ ہوئے۔

اور ایک روایت ہے کہ روح القدس نے حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ کیا اور ان جملوں کی خبر دی کہ وہ یہ جملے شیطان نے آپ کی زبان مبارک سے نکلوائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو فرمایا کہ یہ جملے شیطانی تھے۔

لیکن یہ روایت کسی طرح قابل تسلیم نہیں ہو سکتی اس لئے کہ یہ فرمانا دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً ایسا فرمایا اور یہ خیال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا کفر ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتوں کی مذمت کے لئے مبعوث ہوئے نہ کہ ان کی مدحت کے لئے۔

دوسری صورت یہ ہوگی کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے شیطان نے جبراً یہ کلمے نکلوائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان جملوں کو نکالتے وقت مجبور تھے معاذ اللہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ممتنع ہے اس لئے کہ شیطان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ قدرت ہی نہیں رکھ سکتا جیسا کہ قرآن پاک میں خاصان امت کے حق میں ارشاد ہے: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ۔ میرے خاص بندوں پر تجھے کوئی قدرت نہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذات سے عدم قدرت شیطان اولیٰ ہونی چاہئے۔ لہٰذا یہ روایت قطعاً زنادقہ کی گھڑی ہوئی ہے۔

اب ایک صورت اور ہو سکتی ہے کہ اَوْ جَرٰی ذٰلِکَ عَلٰی لِسَانِهٖ سَهْوًا وَّغَفْلَةً وَّ هُوَ مَرْدُوْدٌ اَیْضًا۔ یہ جملے زبان فیض ترجمان پر معاذ اللہ سہواً جاری ہو گئے ہوں یہ احتمال بھی مردود ہے۔

لِاَنَّهٗ لَا یَجُوْزُ مِثْلَ هٰذِهِ الْغَفْلَةِ عَلَیْهِ فِیْ حَالِ تَبْلِیْغِ الْوَحْیِ وَلَوْ جَازَ ذَالِکَ لَبَطَلَ الْاِعْتِمَادُ عَلٰی قَوْلِهٖ وَلِاَنَّهٗ تَعَالٰی قَالَ فِیْ صِفَةِ الْمُنَزَّلِ عَلَیْهِ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ وَقَالَ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

اس لئے کہ نبی کے لئے اس قسم کی غفلت جائز نہیں اس حال میں جبکہ وہ مبلغ وحی ہو اور اگر معاذ اللہ جائز ہو تو پھر شریعت مطہرہ کا اعتماد باطل ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں قرآن پاک میں ارشاد ہے: اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ۔ بے شک یہ کتاب عزت والی ہے اس میں باطل آگے پیچھے سے نہیں آ سکتا اور ارشاد ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ بے شک ہم نے ہی اس کلام کو نازل فرمایا اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

آگے فرماتے ہیں کہ جب وجوہات مذکورہ کے ماتحت احتمالات مذکورہ باطل ہو گئے تو صرف ایک احتمال باقی رہ جاتا ہے۔

وَهُوَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ سَكَتَ عِنْدَ قَوْلِهٖ تَعَالٰی "وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی"۔ فَتَكَلَّمَ الشَّیْطَانُ بِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ مُتَّصِلًا بِقِرَاءَةِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَعَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ هُوَ الَّذِیْ تَكَلَّمَ بِهَا فَیَكُوْنُ هٰذَا اِلْقَاءٌ فِیْ قِرَاءَةِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَكَانَ الشَّیْطَانُ یَتَكَلَّمُ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَیُسْمَعُ كَلَامُهٗ فَقَدْ رُوِیَ اَنَّهٗ نَادٰی یَوْمَ اُحُدٍ اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ وَقَالَ یَوْمَ بَدْرٍ "لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ" "فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ" اَیْ یُذْهِبُ بِهٖ وَیُبْطِلُهٗ وَیُخْبِرُ اَنَّهٗ مِنَ الشَّیْطَانِ "ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ" اَیْ یُثْبِتُهَا وَیَحْفَظُهَا مِنْ لُحُوْقِ الزِّیَادَةِ مِنَ الشَّیْطَانِ "وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ" بِمَا اَوْحٰی اِلٰی نَبِیِّهٖ وَبِقَصْدِ الشَّیْطَانِ حَكِیْمٌ لَا یَدَعُهٗ حَتّٰی یَكْشِفَهٗ وَیُزِیْلَهٗ۔

اور وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی تلاوت فرماتے ہوئے ٹھہرے تو شیطان نے یہ کلمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سے متصل کہنے شروع کر دیئے تِلْكَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی۔

تو بعض کو شبہ پڑا کہ یہ (خرافات) بھی (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کے ساتھ پڑھی ہیں تو یہ ہی وہ القاء فی القرأت ہے جسے فرمایا اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ یعنی جب آپ تلاوت فرماتے ہیں تو شیطان آپ کی تلاوت میں اپنی آواز ڈال کر یہ کلمہ ڈال دیتا ہے۔

اور عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں شیطان بولتا تھا اور لوگ اس کا کلام سنتے تھے چنانچہ واقعہ احد میں بھی وہ پکارا تھا اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ۔ خبردار رہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اور بدر والے دن بھی اس ابلیس نے کہا تھا جس سے کفار کو جرأت ہو گئی تھی لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ۔ آج تم پر کوئی لوگوں میں سے غالب نہیں آ سکتا اور

میں تمہارے ساتھ ہوں آخرش جب اس نے لشکر ملائکہ علیہم السلام نازل ہوتا دیکھا تو وہاں سے بھاگ پڑا اور بولا: اِنِّیۡۤ اَرٰی مَا لَا تَرَوۡنَ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّنۡکُمۡ میں تم سے اب علیحدہ ہوں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں اس تاویل کو ترجیح دے رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

وَ قِیۡلَ تَمَنّٰی قَرَأَ - وَ اُمۡنِیَتِہٖ قِرَاءَ تِہٖ وَ مَا یُلۡقِی الشَّیۡطَانُ کَلِمَاتٍ تُشَابِہُ الۡوَحۡیَ یَتَکَلَّمُ بِھَا الشَّیۡطَانُ بِحَیۡثُ یَظُنُّ السَّامِعُ اَنَّھَا مِنۡ قِرَاءَ ۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔ تَمَنّٰی کے معنی قرأت کے ہیں یعنی پڑھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ اُمۡنِیَّتِہٖ تو شیطان نے تلاوت کے ساتھ اپنی آواز ملا دی اور جو کچھ شیطان نے وہ کلمات ملائے جو مشابہ وحی تھے انہیں ایسی آواز سے اپنے حواریوں کے لئے پڑھا کہ سننے والے کو یہ گمان ہو گیا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی پڑھ رہے ہیں اور اَلصَّوۡتُ یَشۡبِہُ الصَّوۡتَ کے اصول پر بھی یہ قرین عقل ہے۔

چنانچہ روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اَفَرَءَیۡتُمُ اللّٰتَ وَ الۡعُزّٰی ﴿۱۹﴾ وَ مَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الۡاُخۡرٰی پڑھا تو شیطان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز تلاوت میں ایسے پڑھا کہ سننے والے کسی اور کا الحاق کلام نہ سمجھ سکے اور یہ جملے پڑھ ڈالے تِلۡکَ الۡغَرَانِیۡقُ الۡعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرۡتَجٰی تو مشرکین یہی سمجھے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز ہے تو سب خوش ہو گئے کہ اب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بتوں کو بھی مان لیا تو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ ہی سجدہ کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ یہ شیطانی آواز تھی میں نے ہرگز ایسا نہیں پڑھا۔

اور اس پر جو دوسری روایات اسرائیلی ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سہو و نسیان منسوب کیا گیا ہے اس کے متعلق امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ جامع سیرۃ النبویہ فرماتے ہیں: ھٰذَا مِنۡ وَضۡعِ الزَّنَادِقَۃِ وَصَنَّفَ فِیۡ ذٰلِکَ کِتَابًا۔ یہ سب گھڑنت ہیں زنادقہ کے اور اس کے رد میں آپ نے ایک کتاب مستقل تصنیف کی۔

اور شیخ ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ اپنی کتاب قصص الاتقیاء میں فرماتے ہیں:

اَلصَّوَابُ اِنَّ قَوۡلَہٗ تِلۡکَ الۡغَرَانِیۡقُ الۡعُلٰی مِنۡ جُمۡلَۃِ اِیۡحَاءِ الشَّیۡطَانِ اِلٰی اَوۡلِیَائِہٖ مِنَ الزَّنَادِقَۃِ۔ صحیح یہ ہے کہ تلک الغرانیق العلیٰ تمام شیطان کی خباثت کے جملے ہیں جو اس نے اپنے ہم نواز ندیقوں کو سنائے تھے۔

اور اس پر کافی بحث کی ہے جو بخوف طوالت نقل نہیں کی گئی مَنۡ شَآءَ فَلۡیَنۡظُرۡ فِیۡہِ۔

اور آلوسی رحمہ اللہ نے سات پہلو پیش کر کے جو اس روایت کا رد فرمایا ہے وہ ہر قسم کے شبہات کے دفع کے لئے کافی ہے۔ آگے ارشاد ہے:

فَیَنۡسَخُ اللّٰہُ مَا یُلۡقِی الشَّیۡطٰنُ۔ اللہ اسے باطل فرما دیتا ہے جو شیطان ان لوگوں کے دل میں ڈالتا ہے اور مطلع فرما دیتا ہے کہ یہ آواز شیطانی ہے۔

ثُمَّ یُحۡکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ۔ پھر محکم و مضبوط کر کے محفوظ کر دیتا ہے آیات قرآنی کو الحاق و زیادت شیطانی سے۔

وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ بِمَا اَوۡحٰی اِلٰی نَبِیِّہٖ وَبِقَصۡدِ الشَّیۡطَانِ۔ اور اللہ جانتا ہے جو وحی فرماتا ہے اپنے نبی کی طرف اور جو شیطان اس میں ارادہ کرتا ہے۔

حَکِیۡمٌ - لَا یَدَعُہٗ حَتّٰی یَکۡشِفَہٗ وَیُزِیۡلَہٗ۔ حکمت والا ہے نہیں چھوڑتا اس وسوسہ کو یہاں تک کہ اسے کھول دیتا

ہے اور باطل کا ازالہ فرما دیتا ہے اور یہ کام جو شیطان کرتا ہے اسے آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا نام ابیض ہے۔

اور وہ جو شیطان ڈالتا ہے اسے اس کے متبعین کے لئے فتنہ کر دیتا ہے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بیشک ظالم لوگ اپنی عداوت و مخالفت میں حق سے بعید ہیں اس کے بعد ایمان والوں کے حق میں ارشاد ہے:

وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور تا کہ جان لیں وہ جن کو علم عطا ہوا کہ وہ تمہارے رب کے پاس سے حق ہے تو اس پر ایمان لائیں اور جھک جائیں اس کے لئے ان کے دل اور بے شک ہدایت فرماتا ہے اللہ انہیں جو ایمان لائے سیدھی راہ کی۔

فَتُخْبِتَ۔ کا ترجمہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فَتَطْمَئِنَّ۔ یعنی اطمینان حاصل کریں۔

اور آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ بِالْاِنْقِيَادِ وَ الْخَشْيَةِ لِلْقُرْاٰنِ تو ان کے دل اتباع اور خوف کی طرف جھک جائیں قرآن کے لئے۔

یعنی علم والے جان لیں کہ قرآن کریم حق ہے اور منزل من اللہ ہے اور اس پر ایمان لا کر مطمئن ہوں ان کے دل یا ان کے دل جھک جائیں اتباع کی طرف اور خوف و خشیۃ سے قرآن کے پیرو ہوں اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ تاویلات صحیح اور ایمان کامل کی ہدایت فرماتا ہے اور سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ اب آگے ارشاد باری ہے:

وَ لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ اور ہمیشہ کافر لوگ شک میں رہیں گے حتیٰ کہ ان پر قیامت اچانک آ جائے یا آ جائے ان پر ایسا عذاب جس میں کشادگی نہ ہو اور جس سے وہ نجات نہ پا سکیں۔

بَغْتَةً۔ کے معنی فَجْاَةً ہیں یعنی اچانک بے خبری کے حال میں۔

عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ۔ یعنی وہ عذاب جو کبھی نہ ٹلے۔ یعنی بدر کی شکست سے کہ وہ عقیم تھی اس کی تعریف میں علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عَنْ اَنْ يَّكُوْنَ لِلْكَافِرِيْنَ فِيْهِ فَرَجٌ اَوْ رَاحَةٌ۔ وہ دن جس دن کافروں کو کشادگی اور آرام نہ میسر آئے اور عقیم کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

اَلْمُرَادُ بِيَوْمٍ عَقِيْمٍ يَوْمُ مَوْتِهِمْ۔ کفار کی ہلاکت کا دن مراد ہے۔

اَلْمُرَادُ بِهٖ يَوْمُ حَرْبٍ يُقْتَلُوْنَ فِيْهِ۔ وہ گھمسان کا دن جس میں قتل و غارت ہوں۔

رِيْحٌ عَقِيْمٌ۔ اس ہوا کو کہتے ہیں جس میں نہ بارش ہو اور اس کے زور سے درخت قائم نہ رہیں۔ اب آگے ارشاد باری ہے:

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ ملکیت اور سلطنت اس دن صرف اللہ ہی کی ہے وہ ان میں فیصلہ کرے گا تو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے اور جو کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہے ان کے لئے عذاب ہے ذلت کا۔

یعنی آخر ارشاد ہوا کہ سلطنت قاہرہ اور استیلائے تامہ اس دن ان پر ظاہر ہوگا جب قیامت قائم ہو جائے گی اور تمام شک

ان کے رفع ہو جائیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ ان میں محاکمہ فرما کر فیصلہ دے گا تو وہ مومن جماعت جن کے دلوں میں شک و شبہ نہیں ہے نعمتوں میں مقیم ہو جائے گی اور وہ کافر جو شک وشبہ کی بیماری میں ہی رہے وہ ذلت کے عذاب میں ہوں گے اس کے بعد اگلے رکوع میں مہاجرین فی سبیل اللہ کے مدارج علیا بتائے جا رہے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْۤا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۵۸﴾	اور وہ جنہوں نے ہجرت کی اللہ کی راہ میں پھر قتل ہوئے یا مر گئے تو ضرور اللہ انہیں روزی دے گا اچھی روزی اور بے شک اللہ بہترین روزی دینے والا ہے
لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ﴿۵۹﴾	ضرور داخل کرے گا انہیں اس جگہ جسے وہ پسند کریں اور بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے
ذٰلِكَ ۚ وَ مَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِیَ عَلَیْهِ لَیَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾	یہ ہے وہ بات اور جو بدلہ لے مثل اس کے کہ جتنی اسے تکلیف دی گئی تھی پھر اس پر زیادتی کی جائے تو بے شک اللہ اس کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا معاف کرنے والا ہے
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۶۱﴾	یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ رات کو ڈالتا ہے دن کے حصہ میں اور دن کو ڈالتا ہے رات کے حصہ میں اور بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۶۲﴾	یہ اس لئے کہ اللہ حق ہے اور اس کے سوا جسے پوجتے ہیں وہی باطل ہے اور اس لئے کہ اللہ ہی بلندی اور بڑائی والا ہے
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ٘ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴿۶۳﴾	کیا نہ دیکھا تو نے کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی تو صبح زمین ہری بھری ہوگئی بے شک اللہ باریک بین خبردار ہے
لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۶۴﴾	اسی کے لئے ہے جو زمین اور آسمان میں ہے اور بے شک اللہ بے نیاز سب خوبیوں والا ہے

حل لغات آٹھواں رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

وَ۔اور	الَّذِیْنَ۔وہ جنہوں نے	هَاجَرُوْا۔ہجرت کی	فِیْ۔بیچ
سَبِیْلِ۔رستے	اللّٰهِ۔اللہ کے	ثُمَّ۔پھر	قُتِلُوْا۔قتل ہوئے
اَوْ۔یا	مَاتُوْا۔مرے	لَیَرْزُقَنَّهُمُ۔ضرور روزی دے گا ان کو	
اللّٰهُ۔اللہ	رِزْقًا۔روزی	حَسَنًا۔اچھی	وَ۔اور

إِنَّ۔ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ	لَهُوَ۔ وہ ہے	خَيْرُ۔ بہتر
الرّٰزِقِيْنَ۔ روزی دینے والا	لَيُدْخِلَنَّهُمْ۔ ضرور داخل کرے گا ان کو		مُّدْخَلًا۔ ایسی جگہ میں
يَّرْضَوْنَهٗ۔ پسند کریں گے جسے	وَ۔ اور	إِنَّ۔ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ
لَعَلِيْمٌ۔ جاننے والا	حَلِيْمٌ۔ حکمت والا ہے	ذٰلِكَ۔ یہ ہے	وَ۔ اور
مَنْ۔ جو	عَاقَبَ۔ بدلہ لے	بِمِثْلِ۔ مثل	مَا۔ اس کے جو
عُوْقِبَ۔ ظلم ہوا	بِهٖ۔ اس پر	ثُمَّ۔ پھر	بُغِيَ۔ زیادتی کی جائے
عَلَيْهِ۔ اس پر	لَيَنْصُرَنَّهُ۔ تو ضرور مدد کرے گا اس کی		اللّٰہُ۔ اللہ
إِنَّ۔ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ	لَعَفُوٌّ۔ معاف کرنے والا	غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا
ذٰلِكَ۔ یہ اس لئے	بِأَنَّ۔ کہ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ	يُوْلِجُ۔ داخل کرتا ہے
الَّيْلَ۔ رات کو	فِي۔ بیچ	النَّهَارِ۔ دن کے	وَ۔ اور
يُوْلِجُ۔ داخل کرتا ہے	النَّهَارَ۔ دن کو	فِي۔ بیچ	الَّيْلِ۔ رات کے
وَ۔ اور	أَنَّ۔ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ	سَمِيْعٌ۔ سننے والا
بَصِيْرٌ۔ دیکھنے والا ہے	ذٰلِكَ۔ یہ اس لئے	بِأَنَّ۔ کہ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ
هُوَ۔ وہی ہے	الْحَقُّ۔ حق	وَ۔ اور	أَنَّ۔ بے شک
مَا۔ جنہیں	يَدْعُوْنَ۔ پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖ۔ اس کے سوا	هُوَ۔ وہ ہی
الْبَاطِلُ۔ باطل ہے	وَ۔ اور	أَنَّ۔ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ
هُوَ۔ وہی ہے	الْعَلِيُّ۔ بلند	الْكَبِيْرُ۔ بڑا	أَلَمْ۔ کیا نہ
تَرَ۔ دیکھا تو نے	أَنَّ۔ کہ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ نے	أَنْزَلَ۔ اتارا
مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	مَآءً۔ پانی	فَتُصْبِحُ۔ تو ہوگئی	الْأَرْضُ۔ زمین
مُخْضَرَّةً۔ سرسبز	إِنَّ۔ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ	لَطِيْفٌ۔ باریک بین
خَبِيْرٌ۔ خبردار ہے	لَهٗ۔ اسی کا ہے	مَا۔ جو	فِي۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	مَا۔ جو	فِي۔ بیچ
الْأَرْضِ۔ زمین کے ہے	وَ۔ اور	إِنَّ۔ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ
لَهُوَ۔ وہی ہے	الْغَنِيُّ۔ بے پروا	الْحَمِيْدُ۔ تعریف کیا گیا	

خلاصہ تفسیر آٹھواں رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ۱۷

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا۔ فرما کر فضیلت خاص کے ساتھ ایک فریق کو مختص فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فرمایا یعنی وہ لوگ جو اپنے وطنوں سے جہاد کرنے کو نکلے ثُمَّ قُتِلُوْٓا پھر جہاد میں شہید ہوگئے أَوْ مَاتُوْا یا اپنی موت ہی مر گئے

لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا۔ انہیں ضرور اللہ وہ روزی دے گا جو کبھی منقطع نہ ہو۔ رزق حسن پر علامہ نسفی فرماتے ہیں:
اَلرِّزْقُ الْحَسَنُ الَّذِیْ لَا یَنْقَطِعُ اَبَدًا وَّ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔ رزق حسن وہ ہے جو کبھی ختم نہ ہو۔ اور اللہ بہترین رزق دینے والا ہے کہ وہ روزی مخلوق کے لئے اس طرح پیدا فرمانے والا ہے کہ اس کی نظیر ہی نہیں۔ دنیا میں اہل دنیا کو روزی دینے والا ملول بھی ہوسکتا ہے روزی لینے والے کو ملال بھی ہوسکتا ہے لیکن خیر الرازقین اپنی مخلوق کو بلا ملال روزی پہنچاتا ہے اور دوست دشمن سب کا متکفل ہے

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

اب روزی کے ساتھ مسکن بھی چونکہ لازم تھا اس لئے فرمایا لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ۔ ضرور ہم ان کو ایسی جگہ میں داخل کریں گے جس سے وہ راضی رہیں اور وہ جنت ہی ہوسکتی ہے اس لئے وہاں سے زیادہ خوشی کا مقام کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہاں مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ نعمتیں ہیں اور مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ اشیاء ہیں۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ۔ اور اللہ جانتا ہے ہر مجاہد کا حال جس نے اللہ کے لئے جان دی اور جو اس کے علاوہ میدان میں کسی غرض سے شریک ہوا اور اللہ جانتا ہے حلیم ہے اس کے لئے جو مقابلہ میں کسی سے عناد کے لئے آیا چنانچہ آیۂ کریمہ کا شان نزول ظاہر کرتا ہے کہ ایک جماعت صحابہ علیہم رضوان نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد میں مقاتلہ کیا ہم انہیں جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر دے گا اور ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کیا ہے تو اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مارے گئے تو ہمیں کیا اجر ملے گا تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِیَ عَلَیْهِ لَیَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔ یعنی بات یہ ہے کہ جو بدلا لے اتنا جتنی اسے تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر زیادتی کی جائے اس پر تو بے شک اللہ اس کی مدد فرمائے گا یعنی کوئی مومن کسی مشرک سے اس کے ظلم کا بدلہ لے اور ظالم اول اسے بے وطن کردے تو مظلوم کے ساتھ اللہ کی مدد ہوگی۔

شان نزول آیت یہ ہے کہ مشرکین نے ماہ محرم میں مسلمانوں پر حملہ کردیا اور مسلمانوں نے حرمت محرم کا خیال کرکے ان سے لڑنا نہ چاہا لیکن مشرک باز نہ آئے اور قتال شروع کردیا مسلمان ان کے مقابل جمے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ یعنی مظلوم مسلمانوں کی اعانت ہوئی اس لئے کہ مشرکین ظالم تھے جو بے جا ظلم کررہے تھے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔ بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

یعنی گناہ کے آثار مٹانے والا اور انواع عیوب چھپانے والا جیسے ارشاد ہے: فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔ جو معاف کرکے مصالحت کرلے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور ارشاد ہے: وَاَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی اور اگر معافی دو تو یہ پرہیزگاری کے بہت قریب ہے۔ اور ان صفات عفو اور بخشش کا بیان فرما کر ارشاد ہوا:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں ملاتا ہے اور دن کو رات میں ڈالتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

یہ مثال اس لئے موزوں ہے کہ اس کی بے نیازی منکشف رہے وہاں ظالم و مظلوم کے معاملہ میں مومن و کافر کا امتیاز نہیں

اس لئے کہ اسلام میں کافر پر بھی ظلم ناروا ہے عدل اور انصاف میں بھی یہی شان ہے کہ اگر مقدمہ میں کافر سچا اور مومن جھوٹا ثابت ہو تو قاضی پر انصاف لازم ہے وہاں یہ دیکھنا صحیح نہیں کہ عدل میں اگر مسلمان کا نقصان یا تذلیل ہے تو بے انصافی روا ہو جائے اسی لئے آگے ارشاد ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۔ یہ بات اس لئے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے پوجتے ہیں وہ باطل محض ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی بلند ہے اور وہی بڑائی والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ کے ترجمہ سے بے ربط سیاق جو معنی لئے جاتے ہیں کہ اللہ علی ہے بڑا اور اس سے یعقوبیہ فرقہ جو استدلال کرتا ہے وہ بالکل بے معنی اور بے ربط ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ بھی اس پر فرماتے ہیں: وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَشْيَآءِ عَنْ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ سُبْحٰنَهٗ شَرِيْكٌ لَا شَيْءَ اَعْلٰى مِنْهُ تَعَالٰى شَانًا وَ اَكْبَرُ سُلْطَانًا۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی بلند و بالا ہے تمام اشیاء پر اس سے اس ذات کا کوئی شریک ہو یا اس سے سلطنت و حکومت میں بڑا ہو۔ اس کے بعد ارشاد ہوا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۫ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ اتارتا ہے آسمان سے پانی تو صبح کو زمین ہری بھری ہو جاتی ہے بے شک اللہ پاک خبردار ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہی غنی ہے اور تمام خوبیوں سے سراہا گیا۔

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع - سورۃ حج - پ ۱۷

وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ اور وہ جنہوں نے اپنا وطن چھوڑا اللہ کی راہ میں پھر شہید ہوئے یا مر گئے انہیں ضرور اللہ رزق حسن عطا فرمائے گا اور بے شک اللہ بہترین رزاق ہے۔

هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ سے جہاد مراد ہے اور قُتِلُوْٓا کے معنی شہید ہونے کے ہیں اور مَاتُوْا کے معنی بلا مجاہدہ میدان جہاد میں کسی مرض یا تکلیف سے مر جانے کے ہیں ان دونوں کے لئے وعدہ لام قسمیہ کے ساتھ فرمایا گیا کہ ہم ضرور اسے جو میدان جہاد سے برزخ میں آئے رزق حسن سے نوازیں گے اس کی تائید میں ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ مَّاتَ مُرَابِطًا اُجْرِيَ عَلَيْهِ الرِّزْقُ وَاَمِنَ مِنَ الْفَتَّانَيْنِ وَاقْرَأُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ۔

یعنی حضرت سلمان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو سفر جہاد میں بھی مر جائے تو اسے اس مخصوص رزق کا اجر ملے گا اور وہ دونوں فتنوں سے امن میں رہے گا یعنی فتنۂ قبر اور فتنۂ حشر اور آیت مذکورہ تلاوت فرمائی۔

اور رزق حسن کی تعریف میں فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ بِهٖ مَا لَا يَنْقَطِعُ اَبَدًا مِّنْ نَّعِيْمِ الْجَنَّةِ۔ اس سے مراد وہ

رزق ہے جو کبھی منقطع نہ ہو جنت کی نعمتوں سے۔

علامہ کلبی رحمہ اللہ کے نزدیک رزق حسن سے مراد غنیمت کا مال ہے۔

علامہ اصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هُوَالْعِلْمُ وَالْفَهْمُ كَقَوْلِ شُعَيْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا۔ رزق حسن سے مراد علم وفہم ہے جیسے شعیب علیہ السلام نے فرمایا: وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا اور مجھے اللہ نے رزق دیا رزق حسن اور وہ علم وفہم تھا۔

اس پر یہ ایراد لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رزق حسن بدلہ قتل وموت مجاہد کا فرمایا ہے جو ہجرت کے بعد ہو تو یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ اسے دنیا میں تسلیم کیا جائے۔ بلکہ یقیناً وہ اجر آخرت میں ملے گا۔

البتہ آیۂ کریمہ میں اس امر کی ضرور تصریح ہے کہ مہاجر خواہ شہید ہو خواہ اپنی موت مرے اجر میں مساوی ہے چنانچہ شان نزول سے بھی یہ امر واضح ہوتا ہے۔

لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ وَّ اَبُوْسَلْمَةَ بْنِ عَبْدِالْاَسَدِ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَفْضَلُ مِمَّنْ مَّاتَ حَتْفَ اَنْفِهٖ فَنَزَلَتِ الْاٰيَةُ مُسْتَوِيَةً بَيْنَهُمْ۔

جب حضرت عثمان بن مظعون اور ابوسلمہ بن عبدالاسد کا انتقال ہوا تو بعض لوگوں نے کہا کہ مہاجروں میں سے جو شہید ہوں وہ افضل ہیں ان سے جو اپنی موت مرے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس سے دونوں کا اجر مساوی قرار پایا۔

ایک روایت میں شان نزول یہ ہے جو ایک جماعت صحابہ علیہم رضوان سے مروی ہے۔

قَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰؤُلَآءِ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا قَدْ عَلِمْنَا مَا اَعْطَاهُمُ اللّٰهُ مِنَ الْخَيْرِ وَنَحْنُ نُجَاهِدُ مَعَكَ كَمَا جَاهَدُوْا فَمَا لَنَا اِنْ مِّتْنَا مَعَكَ فَنَزَلَتْ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جو اصحاب شہید ہوئے ہم جانتے ہیں کہ ان کا اجر اللہ تعالیٰ کیا عطا فرمائے گا اور ہم جہادوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں گے لیکن اگر ہم آپ کے ساتھ رہے اور بغیر شہادت مر گئے تو آخرت میں ہمارے لئے کیا اجر ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

اس لئے کہ وہ ذات جل وعلا اپنے بندوں کو بے حساب رزق دیتا ہے اور امام راغب رحمہ اللہ تو کہتے ہیں اَلرَّزَّاقُ لَا يُقَالُ اِلَّا لِلّٰهِ تَعَالٰى۔ رزاق کسی کو نہیں کہا جاتا سوائے اللہ تعالیٰ کے آگے ارشاد ہے:

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ۔ ضرور انہیں داخل فرمائے گا ایسی جگہ جسے وہ کریں پسند۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ۔ اور بے شک اللہ علم وحلم والا ہے۔

یہاں مُّدْخَلًا اسم ظرف مکانی ہے جس سے مراد جنت ہے۔ ایک قول ہے کہ

هُوَ خَيْمَةٌ مِّنْ دُرَّةٍ بَيْضَآءَ لَا فَصْمَ فِيْهَا وَلَا وَصْمَ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفُ مِصْرَاعٍ۔ وہ ایک خیمہ ہوگا سفید موتی کا نہ اس میں بال ہو نہ جوڑ اس کے ستر ہزار بسترے ہوں۔

يَرْضَوْنَهٗ لِمَا اَنَّهُمْ يَرَوْنَ اِذَا اُدْخِلُوْا مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ۔ اس لئے کہ وہ جب داخل ہوں تو وہ نعمتیں انہیں ملیں کہ نہ کسی آنکھ نے وہ دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی دل میں اس

کا خیال آیا۔
وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ۔ اور بے شک اللہ علم والا حلم والا ہے۔ یعنی عذاب کرنے میں دشمنان حق کے ساتھ عجلت نہیں فرماتا۔ آگے ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔ جو بدلہ لے (مسلمان ظلم کا کسی مشرک سے) تو جتنی تکلیف پہنچائی گئی تھی (اتنا ہی بدلہ لے) پھر اس پر زیادتی کی جائے (یعنی مشرک پھر زیادتی کرے اور مومن کو بے وطن کردے تو بے شک اللہ اس کی مدد فرمائے گا۔ اس کا شان نزول یہ ہے جو علامہ طیبی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

اِنَّ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ فِیْ قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ لَقُوْا قَوْمًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ لِلَیْلَتَیْنِ لَقِیَتَا مِنَ الْمُحَرَّمِ فَقَالُوْا اِنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَکْرَهُوْنَ الْقِتَالَ فِی الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَاحْمِلُوْا عَلَیْهِمْ فَنَاشَدَ مِنْهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ بِاَنْ یَّکُفُّوْا عَنِ الْقِتَالِ فَاَبَوْا فَقَاتَلُوْهُمْ فَنَفَرَ الْمُسْلِمُوْنَ وَوَقَعَ فِیْ اَنْفُسِهِمْ شَیْءٌ مِّنَ الْقِتَالِ فِی الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی هٰذِهِ الْاٰیَةَ۔

یہ آیت مشرکین کے معاملہ میں نازل ہوئی جو ماہ محرم کی آخری تاریخوں میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں نے ماہ محرم کی حرمت کے خیال سے لڑنا نہ چاہا لیکن مشرک نہ مانے اور انہوں نے مقاتلہ شروع کر دیا مسلمان ان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے تو اللہ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ چنانچہ آخر آیت میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔ بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ پھر ارشاد ہوا:

ذٰلِكَ۔ یہ اس لئے کہ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ڈالتا ہے رات کو دن میں اور ڈالتا ہے دن کو رات میں اور یہ کہ اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

یعنی اعانت مظلوم اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر علی الاطلاق ہے اور اس کی قدرت کی نشانیاں ظاہر ہیں۔ ایلاج کہتے ہیں کسی چیز کو کسی چیز میں ڈالنے کو

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۔ یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے پوجتے ہیں وہی باطل ہے اور یہ کہ اللہ ہی بلند اور بڑائی والا ہے۔

یعنی جو اپنی قدرت کاملہ سے کبھی دن کو بڑھانے کے لئے رات اس میں ڈالتا ہے اور کبھی رات بڑی کرنے کے لئے دن کو رات میں ڈال دیتا ہے وہی تمام قدرتوں کا مالک ہے اس کے سوا جنہیں یہ مشرک پوج رہے ہیں وہ باطل اور لغو ہے اور وہی علی یعنی بلندی والا اور کبیر یعنی بڑائی والا ہے۔

آلوسی وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَشْیَاءِ الْکَبِیْرُ عَنْ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ سُبْحٰنَهٗ شَرِیْکٌ لَا شَیْءَ اَعْلٰی مِنْهُ تَعَالٰی شَاْنًا وَاَکْبَرُ سُلْطَانًا۔ تحریر فرما رہے ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ۔ کیا نہ دیکھا تو نے کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی تو صبح زمین ہری بھری ہوگئی بے شک اللہ مہربانی کا سلوک کرنے والا خبردار ہے۔

یعنی یہ قدرت بھی اس قادر قدیم کو ہی ہے کہ سوکھی روکھی زمین پر شب میں پانی برسائے اور صبح سرسبز و شاداب ہو جائے یہ دنیا میں کسی فرد کو قدرت نہیں۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔ اسی کی ملک ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور بے شک اللہ ہی بے نیاز سب خوبیوں والا سراہا گیا ہے۔ 25B

یعنی کائنات کا ہر ذرہ از روئے تخلیق و ملک اور از روئے تصرف اسی ذات واحد کے قبضہ میں ہے اور وہ ایسا غنی ہے کہ اس کی طرف فقر کا تصور بھی نہیں ہو سکتا اور ایسا حمید ہے کہ اس کی صفات اور افعال کی تعریف تمام مخلوق قالاً اور حالاً کر رہی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾

کیا نہ دیکھا تو نے کہ اللہ نے مسخر کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی جو چلتی ہے دریا میں اس کے حکم سے اور روک رکھا ہے آسمانوں کو کہ زمین پر نہ گریں مگر اس کے حکم سے بے شک اللہ لوگوں پر بڑی مہر والا مہربان ہے

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۫ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾

اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا بے شک انسان ناشکرا ہے

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾

ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کے طریقے بنائے کہ وہ ان پر چلے تو ہرگز وہ جھگڑا نہ کریں تم سے اس معاملہ میں اور بلاؤ اپنے رب کی طرف بے شک تم سیدھی راہ پر ہو

وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور اگر وہ جھگڑیں تم سے تو کہہ دو اللہ تمہارے کام خوب جانتا ہے

اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾

اللہ تم میں فیصلہ کرے گا قیامت کے دن جس بات میں تم اختلاف کررہے ہو

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷۰﴾

کیا تو نے نہ جانا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان میں اور زمین میں ہے بے شک یہ سب کچھ ایک کتاب میں ہے بے شک یہ اللہ پر آسان ہے

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾

اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا جس کی سند اس نے نہ اتاری اور ایسوں کو جس کا خود انہیں علم نہیں اور نہیں ظالموں کا کوئی مددگار

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَؕ یَكَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَاؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْؕ اَلنَّارُؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ۠ ﴿۷۲﴾

اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری روشن آیتیں تو پہچانو گے ان کے چہروں پر جو کافر ہیں بگڑنے کے آثار قریب ہے کہ لپٹ پڑیں ان پر جو پڑھتے ہیں ان پر ہماری آیتیں فرما دیجئے کیا میں تمہیں بتا دوں جو شریر تر ہے اس سے وہ آگ ہے وعدہ کیا ہے اس کا اللہ نے انہیں جو کافر ہیں اور بری جگہ ہے پلٹنے کی

حل لغات نواں رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ۱۷

اَلَمْ۔ کیا نہ	تَرَ۔ دیکھا تو نے	اَنَّ۔ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ نے
سَخَّرَ۔ تابع کیا	لَكُمْ۔ تمہارے لئے	مَّا۔ جو کچھ	فِیْ۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	وَ۔ اور	الْفُلْكَ۔ کشتی کو جو	تَجْرِیْ۔ چلتی ہے
فِی۔ بیچ	الْبَحْرِ۔ دریا کے	بِاَمْرِهٖ۔ اس کے حکم سے	وَ۔ اور
یُمْسِكُ۔ روکتا ہے	السَّمَآءَ۔ آسمان کو	اَنْ۔ کہ وہ	تَقَعَ۔ گر پڑے
عَلَی۔ اوپر	الْاَرْضِ۔ زمین کے	اِلَّا۔ مگر	بِاِذْنِهٖ۔ اس کے حکم سے
اِنَّ۔ بے شک	اللّٰہَ۔ اللہ	بِالنَّاسِ۔ لوگوں پر	لَرَءُوْفٌ۔ مہربان
رَّحِیْمٌ۔ رحم والا ہے	وَ۔ اور	هُوَ۔ وہ	الَّذِیْۤ۔ وہ ہے جس نے
اَحْیَا۔ زندہ کیا	كُمْ۔ تم کو	ثُمَّ۔ پھر	یُمِیْتُكُمْ۔ مارتا ہے تم کو
ثُمَّ۔ پھر	یُحْیِیْكُمْ۔ زندہ کرے گا تم کو	اِنَّ۔ بے شک	الْاِنْسَانَ۔ انسان
لَكَفُوْرٌ۔ ناشکرا ہے	لِكُلِّ۔ ہر ایک	اُمَّةٍ۔ امت کے لئے	جَعَلْنَا۔ بنائے ہم نے
مَنْسَكًا۔ عبادت کے طریقے کہ		هُمْ۔ وہ	نَاسِكُوْهُ۔ اس پر چلنے
والے ہیں	فَلَا۔ تو نہ	یُنَازِعُنَّكَ۔ جھگڑا کرے تجھ سے	
فِی۔ بیچ	الْاَمْرِ۔ اس معاملے کے	وَ۔ اور	ادْعُ۔ بلاؤ
اِلٰی۔ طرف	رَبِّكَ۔ رب اپنے کی	اِنَّكَ۔ بے شک تو	لَعَلٰی۔ اوپر
هُدًی۔ راہ	مُّسْتَقِیْمٍ۔ سیدھی کے ہے	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر
جٰدَلُوْكَ۔ جھگڑا کریں تجھ سے		فَقُلِ۔ تو کہو	اللّٰہُ۔ اللہ
اَعْلَمُ۔ جانتا ہے	بِمَا۔ جو	تَعْمَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو	اللّٰہُ۔ اللہ
یَحْكُمُ۔ فیصلہ کرے گا	بَیْنَكُمْ۔ تمہارے درمیان	یَوْمَ۔ دن	الْقِیٰمَةِ۔ قیامت کے
فِیْمَا۔ اس میں کہ	كُنْتُمْ۔ تھے تم	فِیْهِ۔ اس میں	تَخْتَلِفُوْنَ۔ جھگڑا کرتے

اَلَمْ۔کیانہ	تَعْلَمْ۔جاناتونے	اَنَّ۔بےشک	اللّٰهَ۔اللہ
يَعْلَمُ۔جانتاہے	مَا۔جو	فِي۔بیچ	السَّمَآءِ۔آسمان
وَ۔اور	الْاَرْضِ۔زمین کے ہے	اِنَّ۔بےشک	ذٰلِكَ۔یہ سب کچھ
فِيْ۔بیچ	كِتٰبٍ۔کتاب کے ہے	اِنَّ۔بےشک	ذٰلِكَ۔یہ
عَلَى۔اوپر	اللّٰهِ۔اللہ کے	يَسِيْرٌ۔آسان ہے	وَ۔اور
يَعْبُدُوْنَ۔پوجتے ہیں	مِنْ دُوْنِ۔سوا	اللّٰهِ۔اللہ کے	مَا۔جو
لَمْ۔نہ	يُنَزِّلْ۔اتاری	بِهٖ۔اس کی	سُلْطٰنًا۔کوئی دلیل
وَّ۔اور	مَا۔جو	لَيْسَ۔نہیں	لَهُمْ۔ان کو
بِهٖ۔اس کا	عِلْمٌ۔کوئی علم	وَ۔اور	مَا۔نہیں
لِلظّٰلِمِيْنَ۔ظالموں کا	مِنْ نَّصِيْرٍ۔کوئی مددگار	وَ۔اور	اِذَا۔جب
تُتْلٰى۔پڑھی جاتی ہیں	عَلَيْهِمْ۔ان پر	اٰيٰتُنَا۔ہماری آیتیں	بَيِّنٰتٍ۔کھلی کھلی
تَعْرِفُ۔پہچانے گا تو	فِيْ۔بیچ	وُجُوْهِ۔چہروں	الَّذِيْنَ۔ان کے
كَفَرُوا۔جو کافر ہیں	الْمُنْكَرَ۔برائی	يَكَادُوْنَ۔قریب ہیں کہ	يَسْطُوْنَ۔حملہ کردیں
بِالَّذِيْنَ۔ان پر جو	يَتْلُوْنَ۔پڑھتے ہیں	عَلَيْهِمْ۔ان پر	اٰيٰتِنَا۔ہماری آیتیں
قُلْ۔کہو	اَفَاُنَبِّئُكُمْ۔کیا بتاؤں میں تمہیں		بِشَرٍّ۔بری چیز
مِّنْ ذٰلِكُمْ۔اس سے	اَلنَّارُ۔وہ آگ ہے کہ	وَعَدَهَا۔وعدہ کیا اس کا	اللّٰهُ۔اللہ نے
الَّذِيْنَ۔ان سے جو	كَفَرُوْا۔کافر ہیں	وَ۔اور	بِئْسَ۔براہے
الْمَصِيْرُ۔ٹھکانہ			

خلاصہ تفسیر نواں رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے مسخر فرمایا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے جانور وغیرہ جن پر تم سوار ہوتے ہو اور جن سے تم کام لیتے ہو۔ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ اور کشتی کہ دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے یعنی تمہارے لئے اس کے چلانے کے واسطے ہوا اور پانی مسخر کیا وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ اور وہ روکے ہوئے ہے آسمان کو کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے بے شک اللہ لوگوں پر بڑی مہر والا مہربان ہے کہ اس نے ان کے لئے منفعتوں کے دروازے کھولے اور طرح طرح کی مضرتوں سے ان کو محفوظ کیا۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۫ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ۔ اور وہی ہے جس نے تم کو زندہ کیا پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا بے شک آدمی بڑا ناشکرا ہے۔ یعنی وہ ذات قادر بے جان نطفہ سے تمہیں پیدا فرما

کر پھر تمہاری عمر پوری ہو جانے پر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں بعث ونشر ثواب وعذاب کے لئے زندہ فرمائے گا اور انسان باوجود ان تمام انعامات کے کفران نعمت کر کے اس کی عبادت واطاعت سے منہ پھیرتا ہے اور بے جان پتھروں کو پوجتا ہے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ۔ ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کے قاعدے بنائے ہیں کہ وہ ان پر چلیں اور عمل پیرا ہوں تو وہ ہرگز اس معاملہ میں آپ سے جھگڑا نہ کریں یعنی امور دین یا احکام ذبیحہ میں اپنی آرائیں نہ داخل کریں آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ

ارباب بدیل بن ورقاء اور بشیر بن سفیان اور یزید بن خنیس نے صحابہ کرام پر اعتراض کیا کہ ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ جو جانور تم ذبح کرواسے حلال کہتے ہو اور جسے اللہ مارے اسے حرام سمجھتے ہو یعنی ذبیحہ حلال کہتے ہو اور مردار کو حرام کہتے ہو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ احکام دین اور امور ذبح میں تم اپنی رائے داخل نہ کرو تو مورد آیت تو خاص ہوا لیکن اس کا حکم قیامت تک عام ہے۔

آج بھی تو احکام قربانی میں اقتصادیات کے مریض جیراجپوری سے لے کر پاکستان تک آوازیں اٹھا رہے ہیں کہ قربانی کر کے اتنا گوشت پوست ضائع کرنا ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہمیں اس سے اقتصادی نقصان نظر آتا ہے ہمیں چاہئے کہ اس حکم میں ترمیم کرلیں اور قربانی کی بجائے اس کی رقم جمع کر کے کارخانہ، مسافر خانہ، یتیم خانہ بنائیں جس سے قوم فارغ البال ہو اور لاکھوں روپیہ جو بے کار ضائع ہوتا ہے وہ کسی مفید کام میں صرف ہو۔

اس پر ارشاد ہوتا ہے: لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ۔ ان جاہلوں کو بتادو کہ ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کے قاعدے اور طریقے رکھے ہیں تاکہ وہ ان پر چلے تو ہرگز وہ تم سے دینی معاملات میں جھگڑا نہ کریں اور آپ انہیں اپنے رب کی طرف بلاؤ بے شک تم سیدھی راہ پر ہو۔ یعنی وعدہ ایمان دے کر قبول اسلام کی طرف انہیں مائل کرو تاکہ وہ اپنے عقل کے خرلنگ پر سوار ہو کر راہ نہ بھٹکیں۔

چنانچہ عہد جاہلیت کے مشرک اسی عقل کج خرام کے تتبع میں گمراہ رہے اور آج چودھویں صدی کے بعض کج خرام پھر اسی عقل کی کج روی کا شکار ہو رہے ہیں۔

چنانچہ آج کل چند تہی دست بے مایہ علم افراد اہل علم کی صف میں کھڑے ہو کر پکار رہے ہیں اور اسلم جیراجپوری کی اتباع میں کہہ رہے ہیں کہ مروجہ قربانی قرآن کریم سے ہرگز ثابت نہیں بلکہ یہ محض ان احادیث سے ملاں نے پیش کی ہے جن کا جمع ہونا حضور کے بہت دن بعد ثابت ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو جمع ہو اس کا اعتبار کس طرح کیا جاسکتا ہے۔

حالانکہ قرآن کریم بھی عہد رسالت میں موجودہ صورت میں جمع نہیں ہوا تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی جمع ہوا ہے تو بموجب اصول بے وصول اس خیال کے انسان نما حیوان کو قرآن کریم سے بھی انکار کر دینا چاہئے پھر اس سے یہ سوال کرنا حق بجانب ہو کہ آپ جہاں احادیث کے منکر ہیں وہاں قرآن کے قرآن ہونے پر آپ اپنے پاس کیا دلیل رکھتے ہیں۔

اور اگر روایات متواترہ مشہورہ کے ماتحت قرآن کریم کو کتاب اللہ ماننے پر مجبور ہیں تو متواتر اور مشہور کی اصطلاح بھی انہیں لوگوں کی اختراع ہیں جنہوں نے صحیح اور حسن مشہور ومتواتر، شاذ وغریب، مرفوع، معلق، متصل وغیرہ اصطلاحات مقرر کیں۔

یہ خالص بے انصافی اور ظلم ہے کہ مطلب براری کو انہیں کے اقوال کی مدد لے لی جائے اور جہاں اپنے مقصد کے خلاف

ان کی مصطلحات نظر آئیں انہیں چھوڑ دیا جائے۔ مزاجب تھا کہ جن کی اختراعی اصطلاحات واجب العمل نہ تھیں وہاں تمام واجب العمل نہ ہوتیں یہ خالص یہودیت ہے کہ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ ان کا رویہ تھا۔ مسلم وہی ہے جو اصول پر عامل ہو اور اَسْلِمْ تَسْلَمْ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اصول وہ ہیں جو قرآن کریم فرمائے اور اس کی تصریح وتشریح زبان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے ہمیں حاصل ہوتی ہے چنانچہ قرآن کریم نے اسلام میں داخل ہونے کے لئے فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ جس نے ہمارے اس رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اطاعت قول وفعل مطاع کا نام ہے اور مطاع عالم جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کا قول وفعل ہمیں ان کے فرمان سے یا صحابہ کرام کے ارشاد سے معلوم ہوا۔ اور اسی کا نام حدیث ہے۔

تو جب قرآن کریم نے ان کی اطاعت کو اطاعت حق فرمادیا تو ثابت ہو گیا کہ حدیث پر عمل کرنا ہی بعینہٖ عمل بالقرآن ہے۔

اور اس پر کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام معجز نظام میں غیر مبہم طور پر صاف فرمادیا کہ ان کا کلام میرا کلام ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ہمارا حبیب بولتا ہی نہیں کبھی اپنی خواہش سے اس لئے کہ اسے ہماری وحی ہوتی ہے اور اس کے ماتحت وہ بولتا ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اسی وجہ سے معلم کتاب قرار دیا اور فرمایا وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ہمارا حبیب انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم کتاب قرار دینے کے یہی معنی ہیں کہ بغیر بیان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم قرآن سمجھنا چاہو تو ناممکن ہے۔

بلکہ اہل زبان صحابہ کرام علیہم رضوان کے دور میں ارشاد ہوا: وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔ انہیں اپنی رائے سے قرآن سمجھنا نہیں چاہئے بلکہ ہمارے احکام ہمارے رسول کی طرف لوٹائیں یا ان کی طرف احکام رسالت کو لوٹائیں جو ارباب حکم ہیں تاکہ وہ انہیں اس کا روئے سخن واضح کریں اور تم اس استنباط سے صحیح مفہوم سمجھ سکو۔

اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس قانون کی تشریح دنیا میں موجود نہ ہو وہ قانون ہی کیا ہو سکتا ہے اور اس سے عامۃ الناس کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

تو خلاصہ کلام یہ نکلا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم معلم کتاب ہیں اور ان کی پیروی ہر مسلمان پر فرض ہے ان کا بولنا وحی الٰہی عزوجل ہے ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے ان کا فرمانا قرآن کریم کی تفسیر وتشریح ہے اور جب تک کلام کی تشریح حاصل نہ ہو وہ کلام مفید للعوام نہیں ہو سکتا۔

پھر اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واضعین وکاذبین کی روایات کاذبہ موضوعہ بھی کافی ہم تک پہنچیں لیکن یہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ بے پناہ ظلمت وضع وکذب کے باوجود رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں چمک ودمک اہل بصیرت کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو سکی۔

ایک جماعت حق پرست نے اسے پرکھ لیا اور موضوع حدیث کو غیر موضوع سے اور صحیح حدیث کو ضعیف سے ممتاز کر کے رکھ دیا۔

اور کذب و افتراء کی تاریکیوں میں بھی اس نور مجسم کی ہدایت روز روشن کی طرح تابندہ رہیں۔

اور علم اسماء الرجال اور اصول حدیث سے ادنیٰ مس رکھنے والا اس بیان میں شک نہیں کر سکتا۔ راویان حدیث کی چھان بین اور شرائط صحت کی پابندی اور محدثین کرام کی احتیاط پر تفصیل سے بحث کی جائے تو ایک دفتر ضخیم بن جائے۔ یہاں بخوف طوالت اتنا ہی عرض کروں گا کہ محبوب عالم سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وحرکات کی اداؤں کو محفوظ رکھنا قانون قدرت کے مطابق تھا اس لئے قدرت نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لئے وہ انتظام کیا کہ پانچ لاکھ مومن مقدس متورع انسانوں کو ادائے محبوب کا نقشہ اتارنے کے لئے متعین کر دیا۔ اور اگر یہ کہہ دیا جائے کہ سابقہ آسمانی کتابوں کے محفوظ رکھنے کا وہ سامان مہیا نہیں کیا گیا جو سیرت رسول پاک کی حفاظت کے لئے اسباب پیدا کئے تو غلط نہیں۔

اس کی وجہ صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ تمام کتب سابقہ کی حقیقتیں بھی قرآن کریم میں رکھ دی گئی تھیں اور قرآن پاک پر عمل اس وقت تک ناممکن تھا جب تک معلم قرآن حبیب رحمان کی سیرت سامنے نہ ہو اس لئے سیرت رسول ﷺ کا تحفظ ضروری تھا اور جو قرآن لے کر صرف قرآن پر عمل پیرا ہونے کو دین قرار دے وہ درحقیقت قرآن کریم کا بھی مخالف ہے۔

اس لئے کہ قرآن پاک وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا اعلان عام فرما کر ہر مسلمان کو اتباع مطلق رسول اکرم کی دعوت دے رہا ہے۔

تو جو حدیث کا انکار کرے اور مَا وَجَدْ نَاهُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ کہہ کر اپنا دین مکمل کرنا چاہے وہ خالص بے دین منکر قرآن ہے۔ اقبال خوب کہہ گئے یہ وہی اقبال ہیں جن کے مطیع مطلق طلوع اسلام کے مدیر پرویز صاحب بنے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں:

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست   اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

پھر اس تقریر سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ جب قرآن کا سمجھنا حدیث پر موقوف ہے تو قرآن حدیث کا محتاج قرار پائے گا یہ خیال خام محض خام ہے اس لئے کہ قرآن کریم محتاج حدیث نہیں بلکہ قرآن کریم پر عمل کرنے کے لئے ہم محتاج حدیث ہیں۔

اس لئے کہ کوئی قانون عمل کرنے والوں کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ عمل کرنے والے قانون کے محتاج ہوتے ہیں جیسے معرفت الٰہی عزوجل رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں۔

تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی معرفت کرانے میں رسولوں علیہم السلام کا محتاج ہے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ معرفت الٰہی عزوجل حاصل کرنے کے لئے ہم مرسلین عظام کے محتاج ہیں۔

حتیٰ کہ جبراً جبوری مذہب والے بھی اس امر کے تسلیم پر مجبور ہیں کہ جو حدیث موافق قرآن ہو وہ مانی جائے گی اور جو روایت نص قرآن کے خلاف ہو وہ نامقبول ہوگی۔ یہ اصول کے مطابق ہے ان کا قول ہم بھی اسے تسلیم کرتے ہیں کہ جو روایت خلاف نص ہو وہ یقیناً قابل قبول نہیں۔

لیکن اس امر کا تعین کیسے ہوگا کہ موافق قرآن کون سی حدیث ہے اور مخالف قرآن کون سی۔ اگر یہ کہا جائے کہ جس بات

کا ذکر قرآن میں نہیں اور حدیث میں ہے وہی مخالف قرآن کریم ہے تو یہ مفہوم قطعاً حتماً یقیناً غلط ہے۔

ہمارے اعتقاد میں حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قرآن کریم کی تفسیر ہے اور ظاہر ہے کہ جس متن کی تفسیر وشرح انہیں الفاظ میں کر دی جائے جو متن میں تھے تو تفسیر بے معنی کے سوا اسے اور کیا کہا جائے گا۔

مثلاً متن میں ہو اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ تو حدیث میں بھی یہی لفظ ہوں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ تو یہ تفسیر بے معنی ہی کہلائے گی۔

البتہ قرآن کریم میں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ہو اور حدیث میں لَا تُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ آئے تو یہ حدیث یقیناً مخالف قرآن قرار پائے گی اور اس پر عمل جائز نہ ہوگا۔

لیکن جب قرآن کریم اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فرمائے اور حدیث میں اس کی تفسیر یہ ہو کہ صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ تو یہ یقیناً تفسیر کلام ہوگی۔

چنانچہ قرآن پاک نے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فرمادیا اس کی تفسیر حدیث میں جب دیکھی گئی تو تمام تر تفصیلات احکام نماز بیان ہوگئیں۔

حدیث سے ثابت ہوا کہ صلوٰۃ کس وقت کتنی رکعت میں پڑھی جائے گی فجر کو کتنی ظہر عصر کو کتنی مغرب کو کتنی عشا کو کتنی۔

پھر اس نماز کا حلیہ کہ کیسے پڑھی جائے یہ حدیث سے معلوم ہوا اسی کو تفسیر متن کہا جاتا ہے۔اسی طرح قربانی کا معاملہ ہے کہ قرآن کریم نے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ فرمادیا۔اب حدیث میں نحر کے معنی متحقق ہوئے ورنہ اصطلاح کے اعتبار سے تو نحر کے ایک معنی متحقق ہی نہیں ہوسکتے اس لئے کہ اِنْحَرْ کے معنی دو سجدوں کے درمیان ایسے بیٹھنا کہ سینہ ظاہر ہوجائے۔

دوسرے معنی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا۔

تیسرے معنی نماز میں رفع یدین کرنا۔

چوتھے معنی قربانی کرنا ہیں۔

اس پر علامہ رازی رحمہ اللہ نے جو بحث کی ہے اس سے صرف قربانی کے معنی راجح قرار پاتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اِنْحَرْ کے معنی عامہ مفسرین کے نزدیک قربانی کے ہیں اور یہ معنی پانچ وجوہ سے تمام معانی پر راجح ہیں۔

اول یہ کہ تمام قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی نماز کا حکم فرمایا وہاں زکوٰۃ کا بھی ساتھ ہی حکم دیا اور آیہ کریمہ میں فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ بیان فرمانے میں یہی حکمت ہے کہ عبادت جانی کے ساتھ عبادت مالی بھی ہو تو زکوٰۃ بھی عبادت مالی ہے اور نحر یعنی قربانی بھی عبادت مالی ہے جو بمنزلہ زکوٰۃ ہے تو ثابت ہوا کہ نحر سے قربانی ہی معنی لینا افضل ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مشرکین اپنے بتوں کے لئے صلوٰۃ ونحر کیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے دونوں کام اپنے لئے خاص فرمائے اور ظاہر ہے کہ وَانْحَرْ کے معنی قربانی نہ لئے جائیں تو اللہ تعالیٰ کے لئے یہ خاص عبادت ثابت نہ ہوگی۔

تیسری وجہ یہ کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا، رفع یدین وغیرہ کرنا یہ سب نماز کے آداب سے ہیں اور وَانْحَرْ فَصَلِّ کا معطوف ہے اور کسی شے کے بعض کا عطف۔اس کے جمیع پر امر بعید ہے۔لہٰذا وَانْحَرْ سے قربانی ہی مراد لینا ضروری ہوا تاکہ کلام الٰہی عزوجل میں یہ قباحت لازم نہ آئے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ فَصَلِّ میں امر الٰہی عزوجل کی تعظیم اور وَانْحَرْ میں شفقت علیٰ خلق اللہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ

حقوق عبودیت ان دو اصولوں سے خارج نہیں اس لئے کہ قربانی شفقۃ علیٰ خلق اللہ اور تعظیم ذات واجب تعالیٰ دونوں لوازمات عبدیت ہیں۔

پنجم یہ کہ لفظ نحر کا استعمال تمام معانی مذکورہ کی بہ نسبت قربانی کے معنی میں زیادہ مشہور ہے۔

پھر جلالین میں وَانْحَرْ پر نسکک ہے لکھا ہے:

صاوی حاشیہ جلالین میں بھی ایسا ہی ہے وَانْحَرْ نُسُكَكَ اَیْ ھٰذَا یَاکَ وَضَحَایَاکَ۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ بِهَا صَلٰوةُ الْعِيْدِ وَبِالنَّحْرِ التَّضْحِيَةُ وَ الْاَكْثَرُوْنَ عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ بِالنَّحْرِ نَحْرُ الْاَضَاحِيْ۔ اکثر کے نزدیک نحر سے مروجہ قربانی مراد ہے۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ قرآن کریم میں فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ حکم موجود ہے اس کی تفسیر احادیث میں موجود ہے۔

پھر لطف یہ کہ منکرین حدیث بھی اپنی مطلب براری کے لئے مطلب کی حدیث لے کر باقی سے انکار کرتے ہیں۔ صحاح میں سے وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے اپنی قربانی کے جانور مکہ بھیجتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت لاتے ہیں کہ سال حدیبیہ بہت سے اونٹ مکہ کو بھیجے اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ بھیجے ہوئے اونٹ جہاں مذکور ہیں وہاں اضحیہ اور ہدی کا فرق بھی واضح ہے۔

اور جو آیتیں سورہ مائدہ اور حج اور بقرہ میں ہیں ان میں ایام حج کی قربانیوں کا تذکرہ ہے اور یہ اضحیہ نہیں بلکہ ہدی ہے۔

ہدی اور اضحیہ میں جو فرق ہے اسے جب تک نہ سمجھ لیا جائے منکرین حدیث کے دام تزویر سے ایک عامی کا بچنا مشکل ہے۔

ہدی اصل میں اس جانور کو کہتے ہیں جو ذبح کے لئے کعبۃ اللہ کی طرف بھیجا جائے۔ پھر عربی محاورات میں اس لفظ کا اطلاق ہر اونٹ پر ہونے لگ گیا عام اس سے کہ وہ کعبہ بھیجا جائے یا نہ بھیجا جائے۔

مجمع البحار میں ہے: اَلْهَدِيَّةُ بِالتَّشْدِيْدِ كَالْهَدْيِ مُخَفَّفَةً وَهُوَ مَا يُهْدٰى اِلَى الْكَعْبَةِ لِيُنْحَرَ فَاُطْلِقَ عَلٰى جَمِيْعِ الْاِبِلِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ هَدْيًا۔

اور اضحیہ لغت میں اس جانور کا نام ہے جو ایام اضحیٰ میں ذبح کیا جائے یہ تسمیہ از قبیل تَسْمِيَةُ الشَّيْءِ بِاسْمِ وَقْتِهٖ ہے اور اصطلاح شرع میں اضحیہ ایسے حیوان مخصوص کے ذبح کو کہتے ہیں جو وقت مخصوص میں بہ نیت قربت ذبح کیا جائے۔

در مختار جلد اول میں ہے: اَلْاُضْحِيَةُ اِسْمٌ لِّمَايُذْبَحُ اَيَّامُ الْاُضْحٰى مِنْ تَسْمِيَةِ الشَّيْءِ بِاسْمِ وَقْتِهٖ وَشَرْعًا ذَبْحُ حَيْوَانٍ مَّخْصُوْصٍ بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ فِيْ وَقْتٍ مَّخْصُوْصٍ۔

اس تشریح سے واضح ہوا کہ ہدی کے مفہوم میں مکان مخصوص (الی الکعبۃ) معتبر ہے۔

اور اضحیہ میں مخصوص زمانہ ایام النحر ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲ ذی الحجہ کا اعتبار ہے۔ مروجہ قربانی اضحیہ ہے نہ کہ ہدی۔

منکرین حدیث جن آیتوں کو سند لاتے ہیں ان میں قربانی، دم احصار، دم تمتع یا دم جنایت کا ذکر ہے جسے بعض حالتوں میں ہدی بھی کہہ دیتے ہیں مگر اضحیہ نہیں کہہ سکتے۔

اور وہ قربانی جس کو اضحیہ کہا جاتا ہے اس کا ذکر ان آیات میں نہیں بلکہ سورۂ کوثر میں ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ اے محبوب نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

چنانچہ قربانی کی حدیثوں میں کعبہ یا منیٰ لے جانے کا ذکر نہیں بلکہ جہاں ہو وہاں ہی قربانی کرنا ہے۔

ابن عمر فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ میں رہے اور قربانی کرتے رہے اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَةَ سِنِيْنَ يُضَحِّيْ (ترمذی)۔

امام احمد اور ابن ماجہ زید بن دارم سے راوی ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانیاں کیا ہیں فرمایا تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ۔

بخاری ومسلم براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ قربانی کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا قربانی کے دن ہمارا پہلا کام یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں پھر واپس آ کر قربانی کریں جس نے ایسا کیا وہ ہماری شریعت اور سنت کو پہنچ گیا اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَءُ بِهٖ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ۔ بخاری۔ مشکوۃ شریف

اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تو وہ اپنے اہل وعیال کے لئے گوشت حاصل کرنے کی نیت ہے قربانی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

بخاری میں ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں عیدگاہ کے پاس اونٹ اور دوسرے جانور قربانی فرماتے تھے۔

بخاری ومسلم میں ہے حضرت جندب بن عبداللہ راوی ہیں کہ میں عید اضحیٰ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید پڑھی تو ملاحظہ کیا کہ چند قربانیاں نماز سے قبل ہو چکی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز سے قبل قربانی کی اسے چاہئے پھر قربانی کرے۔ انتہی مختصراً

ان شاء اللہ تعالیٰ اس موضوع پر ایک رسالہ علیحدہ مرتب کر کے اس پر سیر حاصل بحث کی جائے گی۔ آگے ارشاد ہے:

وَ اِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ اور اگر وہ (باوجود آپ کی چشم پوشی کے بھی) آپ سے جھگڑیں تو فرما دیں اللہ تمہارے کرتوت خوب جانتا ہے اللہ ہی تم میں فیصلہ کرے گا قیامت کے دن جن باتوں میں تم اختلاف کر رہے ہو۔

اور کہتے پھرتے ہو کہ قربانی صرف مکہ میں ہونی چاہئے یا قربانی سے مالی نقصان ہوتا ہے بہتر یہ ہے کہ یہ رقم جمع کر کے کوئی کارخانہ بنایا جائے ان تمام امور کی حقیقت تم پر قیامت کے دن ظاہر ہو جائے گی۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بے شک یہ سب کچھ ایک کتاب میں ہے (یعنی لوح محفوظ میں) بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔

اس کے بعد کفار کی جہالت پروری کا ذکر ہے کہ وہ ایسی چیز کی عبادت کرتے ہیں جو مستحق عبادت نہیں۔

چنانچہ ارشاد ہے:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ۔ اور مشرکین ایسوں کی پوجا کرتے ہیں (یعنی بتوں کی) جن کی کوئی سند اس نے نہ اتاری اور ایسوں کو پوجتے ہیں جن کا خود انہیں

کچھ علم نہیں (یعنی ان کے پاس ان کے ان افعال شنیعہ پر کوئی دلیل عقلی و نقلی نہیں محض جہالت و نادانی کا شکار ہو کر گمراہی کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں) اور یہ مشرک ظالم ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں جو انہیں عذاب الٰہی سے بچائے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۟

اور جب پڑھی جائیں ان پر ہماری روشن آیتیں (یعنی قرآن کریم انہیں سنایا جائے) تو تم ان کے چہروں پر بگڑنے کے آثار دیکھو گے جو کافر ہیں قریب ہے کہ لپٹ پڑیں (یَسْطُوْنَ کے معنی بگڑنے کے ہیں) ان سے جو ہماری آیتیں پڑھتے ہیں۔ فرما دیجئے کہ کیا میں تمہیں بتا دوں جو تمہارے اس حال سے بھی بدتر ہے (یعنی حق سننے سے جو تمہارے غیظ و غضب کی انتہا ہو جاتی ہے اس سے بھی بدتر ہے) وہ آگ ہے اس کا وعدہ اللہ نے کافروں کو دیا ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔

مختصر تفسیر اردو نواں رکوع - سورۂ حج - پ ۱۷

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ کیا نہ دیکھا تو نے کہ اللہ نے مسخر کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی کہ چلتی ہے دریا میں اس کے حکم سے اور روکے ہوئے ہے آسمان کو کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے بے شک اللہ آدمیوں پر مہر والا مہربان ہے۔

اَلَمْ تَرَ ۔ استفہام انکاری ہے۔ جس کے معنی ہوتے ہیں تم نے دیکھا کہ تمہارے لئے جو کچھ زمین کی چیزیں ہیں سب مسخر فرما دیں تا کہ تم جانوروں پر سوار ہو اور اس کے لوازمات پر قبضہ دیا کہ ہر کام میں جس کی ضرورت ہو وہ تمہارے لئے مسخر ہو اور کشتی کہ دریا میں چلتی ہے اور اس کے چلانے کے لئے ہوا اور پانی مسخر کیا تا کہ اس کے حکم سے اس کے چلنے میں تمہیں مدد ملے اور اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہر والا اور مہربان ہے کہ اس نے ان کی منفعتوں کے دروازے کھول دیئے اور انواع و اقسام کی مضرتوں سے انہیں محفوظ کیا۔

وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ ۔ اور روکے رکھا ہے آسمان کو کہ گر نہ پڑے زمین پر۔

آلوسی فرماتے ہیں: اَیْ وَيَمْنَعُ وُقُوْعَ السَّمَاءِ عَلَى الْاَرْضِ یعنی آسمان کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے۔

راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں: يُقَالُ اَمْسَكَ عَنْهُ كَذَا اَیْ مَنَعَهٗ ۔ روکا اس کو یعنی اس کو گرنے سے روکا۔ قرآن کریم میں دوسرے مقام پر بھی یہی معنی لئے گئے ہیں۔

هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۔ کیا وہ ہیں روکنے والے اس کی (اللہ کی) رحمت کو یہاں امساک بمعنی بخل ہے۔

اور زمخشری اور قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۔ اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو گرنے سے۔

اور فلاسفہ کے نزدیک آسمان نہ ثقیل ہے نہ خفیف
اور اسی وجہ میں ان کے زعم میں قبول حرکت مستقیمہ آسمان کے لئے محال ہے۔

اور اسی بنا پر مزاج سماوی پر بھی وہ کہتے ہیں کہ اِنَّهٗ لَا حَارٌّ وَّ لَا بَارِدٌ وَّ لَا رَطْبٌ وَّ لَا يَابِسٌ آسمان نہ حار ہے نہ بارد نہ رطب ہے نہ یابس اور اسی بنا پر قبول حرکت مستقیمہ آسمان کے لئے محال کہتے ہیں۔ اس مبحث پر آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں مفصل بحث کی ہے مَنْ شَاءَ فَلْيَنْظُرْ فِيْهِ۔

اِلَّا بِاِذْنِهٖ فرمانا یہاں ضروری تھا کہ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ وغیرہ آیات بھی ہیں تو اِلَّا بِاِذْنِهٖ نے استثناء کر دیا کہ جب مشیت حق ہوگی تو وہ لپیٹ بھی لیا جائے گا۔

اور اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اس بنا پر ارشاد ہوا کہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا بندوں پر احسان ہے کہ اس کے قائم کرنے سے اسباب معاش مہیا فرمائے اور ابواب منافع کھولے ہیں اس کے بعد ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ۔ وہی وہ ذات ہے جس نے تمہیں زندہ کیا۔

حالانکہ تم جماد عنصر تھے اور نطفہ کی شکل میں بے جان اور بے حرکت تھے اس نے تم پر یہ احسان کیا کہ تمہیں زندہ کیا۔ متحرک بنایا اسباب معاش پیدا کرنے کے قابل بنایا۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ اب یہ حیات تمہاری دوامی ہے بلکہ کچھ مدت تمہیں زندہ رکھ کر باقتضاء ثم تراخی سے۔

ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ۔ پھر موت دے گا تم کو۔

جب تمہاری مدت حیات پوری ہو جائے گی لیکن موت کے بعد یہ خیال نہ کر لینا کہ اب مرے ہی رہو گے نہیں بلکہ باقتضاء ثم پھر تم زندہ کئے جاؤ گے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ۔ پھر تمہیں زندہ کرے گا۔

عِنْدَ الْبَعْثِ۔ یوم بعثت والے دن اور اس کے بعد ارشاد ہوا۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ۔ بے شک انسان ہماری نعمتوں سے منکر اور ناشکرا ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْمُرَادُ بِالْاِنْسَانِ الْكَافِرُ۔ یعنی سے مراد وہی انسان ہے جو نعمت الٰہی کا منکر ہو وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ مُجَاهِدٍ۔

وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَيْضًا اَنَّهٗ قَالَ هُوَ الْاَسْوَدُ بْنُ عَبْدِالْاَسَدِ وَّ اَبُوْ جَهْلٍ وَ اُبَيُّ بْنُ خَلَفٍ۔ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ سے مراد اسود بن عبد الاسد اور ابو جہل اور ابی بن خلف ہیں۔

اس کے بعد کلام مستانف بطریق زجر فرمایا گیا عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان لوگوں کو جو اہل ادیان سماوی ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منازعت کرتے تھے۔ یعنی یہود و نصاریٰ چنانچہ فرمایا گیا:

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ۔ ہر امت کے لئے ہم نے ایک منسک یعنی طریق عبادت رکھا ہے جس پر وہ عمل پیرا ہوں تو منازعت و مخاصمت نہ کریں امور دین میں یعنی ہم نے ہر امت کے لئے وضع کر دیا ہے ایک طریق عبادت یعنی ہر ایک کی شریعت مخصوص ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تو حاصل معنی آیہ کریمہ کے یہ ہوئے کہ عَيَّنَّهَا. كُلُّ شَرِيْعَةٍ لِاُمَّةٍ مُعَيَّنَةٍ مِنَ الْاُمَمِ بِحَيْثُ لَا تَتَخَطّٰى اُمَّةٌ مِّنْهُمْ شَرِيْعَتَهَا الْمُعَيَّنَةَ لَهَا اِلٰى شَرِيْعَةِ اُخْرٰى۔ ہم نے ہر شریعت میں معین کئے ہیں طریقے ہر امت معینہ کے لئے

کوئی امت اس سے خطا نہ کرے اپنی شریعت معینہ سے دوسری شریعت کے ساتھ۔

هُمْ نَاسِكُوْهُ۔ کہ وہ اس پر چلیں اور عامل ہوں۔

یہاں ایک امت تو وہ ہے جو مبعث موسیٰ علیہ السلام سے مبعث عیسیٰ علیہ السلام تک تھی ان کا منسک وہ تھا جو توریت میں انہیں بتایا وہ اس پر عامل تھے اور امت موجودہ مبعث سید اکرم سے لے کر قیامت تک امت واحدہ ہے ان کا منسک وہ ہے جو قرآن کریم میں ہے۔

اور مبعث عیسیٰ علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبعث تک وہ امت تھی جن کا منسک انجیل میں تھا وہ اس پر عامل تھے۔

تو حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے تو توریت وانجیل میں ان کا منسک تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ادیان سابقہ منسوخ ہو گئے تو اب سب کے لئے قرآن کریم سے ہی منسک حاصل کرنا تھا لیکن وہ انواع واقسام کے نزاع کرتے تھے تو ارشاد ہوا:

فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ۔ تو وہ نہ جھگڑیں تم سے احکام میں۔

نزع کے معنی جذب کے بھی ہیں اور ابن جنی رحمہ اللہ کہتے ہیں فَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ عَنْ دِيْنِكَ اِلٰى اَدْيَانِهِمْ تو نہ استخفاف کریں تمہارے دین کا اپنے دین کے مقابلہ میں۔

کشاف میں ہے اِنَّ الْمَعْنٰى اُثْبُتْ فِيْ دِيْنِكَ ثُبَاتًا لَا يَطْمَعُوْنَ اَنْ يَجْذِبُوْكَ لِيُزِيْلُوْكَ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے دین میں ثابت قدم رہو تا کہ وہ خیال ہی نہ کریں کہ تمہیں اپنی طرف جذب کریں اور تمہیں محور دین سے ہٹا دیں۔

اور منسک کے معنی عبادت کے ہیں۔

اور فِي الْاَمْرِ پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْاَمْرُ الْمُتَنَازَعُ فِيْهِ اَمْرُ الذَّبَائِحِ لِمَا ذُكِرَ مِنْ اَنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ بِسَبَبِ قَوْلِ الْخُزَاعِيِّيْنَ بُدَيْلِ بْنِ وَرْقَاءَ وَبِشْرِ بْنِ سُفْيَانَ وَيَزِيْدَ بْنِ خُنَيْسٍ لِلْمُؤْمِنِيْنَ مَا لَكُمْ تَاْكُلُوْنَ مَا قَتَلْتُمْ وَلَا تَاْكُلُوْنَ مَا قَتَلَ اللّٰهُ۔

امر متنازع ذبیحہ تھا جیسا کہ اول ذکر ہو چکا اور یہ آیہ قبیلہ خزاعہ کے بدیل بن ورقاء اور بشر بن سفیان اور یزید بن خنیس کے واقع میں نازل ہوئی کہ وہ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم اپنا ذبیحہ کھاتے ہو اور جسے اللہ مارے اسے نہیں کھاتے تو اس میں وہ مسلمانوں سے نزاع کرتے تھے۔ اس پر جواب دیا گیا:

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا۔ جس کے یہ معنی ہوتے ہیں لِكُلِّ اُمَّةٍ شَرِيْعَةٌ شَرَعْنَاهَا وَ اَعْلَمْنَاكَ بِهَا فَكَيْفَ يُنَازِعُوْنَ بِمَا لَيْسَ لَهٗ عَيْنٌ وَلَا اَثَرٌ فِيْهَا۔ ہر امت کے لئے ایک شریعت ہے جسے ہم نے جاری کیا اور تمہیں ہم نے بتا دیا تو کیوں وہ ایسی بات میں جھگڑتے ہیں جن پر ان کی نظر ہے نہ ان کی باتوں کا کوئی اثر۔

ایک قول یہ ہے کہ اَلْمَعْنٰى عَلَيْهِ لَا تَلْتَفِتْ اِلٰى نِزَاعِ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ اَمْرِ الذَّبَائِحِ فَاِنَّا جَعَلْنَا لِكُلِّ اُمَّةٍ مِّنْ اَهْلِ الْاَدْيَانِ ذَبْحًا هُمْ ذَابِحُوْهُ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ مشرکوں کی باتوں پر التفات نہ کرو جو وہ امر ذبائح میں کرتے

ہیں اس لئے کہ ہم نے ہر امت کے لئے ان کے مذہب کے موافق ایک ذبح کا طریقہ رکھا جس پر وہ ذبح کرتے تھے۔

پھر آلوسی رحمہ اللہ حاصل معنی آیہ کریمہ کا یوں بتاتے ہیں: وَ حَاصِلُهُ لَا تَلْتَفِتُ اِلٰی ذٰلِکَ فَاِنَّ الذَّبْحَ شَرْعٌ قَدِیْمٌ لِلْاُمَمِ غَیْرُ مُخْتَصٍّ بِاُمَّتِکَ وَ هٰذَا مِمَّا لَا شَکَّ فِیْ صِحَّتِهٖ۔ حاصل مفہوم آیت یہ ہے کہ تم اس قربانی اور ذبح کے معاملہ میں اصلاً التفات نہ کرو اس لئے کہ ذبح قدیم سے مشروع ہے بلاخصوصیت کسی جماعت او رامت کے اور یہ وہ قانون ہے جس کی صحت میں کسی کو شک نہیں۔

البتہ جو لوگ اس سے بیزار ہو چکے ہیں وہ مثل اسلم جیراجپوری اور پرویز اور عبداللہ چکڑالوی تو وہ ایسی ایسی باتیں نکالتے ہیں جیسی زمانہ جاہلیت میں مشرکین نکالا کرتے تھے۔

چنانچہ انہیں اور کچھ بات نہ ملی تو اقتصادی سوال اٹھا کر لوگوں کے خیالات منتشر کرنے شروع کر دیئے اور ہدی لے جانی والی آیتوں کو قربانی پر منطبق کر ڈالا۔

نحر اور ہدی کا فرق عوام چونکہ سمجھ نہ سکتے تھے وہی مابہ النزاع بناڈالا اللہ عزوجل انہیں ہدایت دے آگے ارشاد ہے:

وَادْعُ اِلٰی رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِیْمٍ۔ اور ان جھگڑنے والوں کو اپنے رب کی طرف بلاؤ بے شک آپ طریقہ موصل الی الحق اور سیدھی راہ پر ہیں۔

وَ اِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اور باوجود آپ کی چشم پوشی فرمانے کے بھی وہ آپ سے مجادلہ کریں تو فرمادیجئے اللہ خوب جانتا ہے تمہارے کرتوت۔

اس آیت کریمہ کا حکم آیات قتال سے منسوخ ہے۔

اَللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ اللہ فیصلہ کرے گا تمہارے اندر بروز قیامت جس بات میں تم اختلاف کر رہے ہو۔

اور اس دن پھر حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ فرمایا کہ آپ غمگین نہ ہوں ہم آپ کی مخاصمت کا قیامت کے دن فیصلہ کریں گے اس دن یہ پچھتائیں گے کہ ہم نے امور دین میں مسلمانوں سے رسولوں سے کیوں مخاصمہ کیا یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ کاش ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے اس کے بعد استینافاً مضمون ماقبل پر استفہام تقریری فرمایا گیا۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ۔ وہ جانتے ہیں اور یقیناً جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے (اس سے کچھ مخفی نہیں حتیٰ کہ اقوال کفار اور اعمال سب اس پر واضح ہیں) اور یہ سب کچھ اس کتاب میں ہے جو علم اللہ میں قیامت تک کا حال ہے۔

ابو مسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلْمُرَادُ مِنَ الْکِتَابِ الْحِفْظُ وَالضَّبْطُ اَیْ اِنَّ ذٰلِکَ مَحْفُوْظٌ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ کتاب سے مراد حفظ وضبط ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے کچھ مشکل نہیں۔ آگے مشرکین کی مذمت ہے:

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَیْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ۔ اور

پوجتے ہیں اللہ کے سوا اسے جس کی کوئی سند اس نے نہ اتاری اور ان کے متعلق انہیں کچھ علم نہیں اور ظالم مشرکوں کا کوئی مددگار نہیں کہ وہ مشرک دین کے اندھے ہیں چنانچہ آگے ان کا تعصب ظاہر فرمایا اور ارشاد ہوا:

وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ یَكَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ۔ اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں (اور قرآن کریم انہیں سنایا جائے) تو تم ان کے چہروں پر بگڑنے کے آثار دیکھو گے جنہوں نے کفر کیا قریب ہے کہ یَسْطُوْنَ لپٹ پڑیں ان کو جو ہماری آیتیں ان پر پڑھتے ہیں فرما دیجئے کیا میں تمہیں بتا دوں تمہارے اس حال سے جو بدتر ہے اور وہ آگ ہے اللہ نے اس کا وعدہ دیا کافروں کو اور وہ بری جگہ ہے لوٹنے کی۔

یَسْطُوْنَ کے معنی آلوسی فرماتے ہیں: اَیْ یَثِبُوْنَ وَ یَبْطِشُوْنَ بِهِمْ مِّنْ فَرْطِ الْغَیْظِ وَ الْغَضَبِ۔

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع ۔ سورۂ حج ۔ پ ۱۷

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾

اے لوگو سنائی جاتی ہے تمہیں ایک مثال تو سنو کان لگا کر بے شک وہ جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا ہرگز نہ بنا سکیں گے مکھی بھی اگرچہ سب جمع ہو کر آ جائیں اور اگر چھین لے ان سے مکھی کچھ تو اسے واپس نہ لے سکیں کتنا کمزور طالب و مطلوب ہے

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۷۴﴾

نہ جانیں اللہ کی قدر جیسے چاہئے تھی بے شک اللہ قوت والا غالب ہے

اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۷۵﴾ ج

اللہ چن لیتا ہے فرشتوں سے رسول اور آدمیوں میں سے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ؕ وَ اِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾

جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو پیچھے ہے اور سب کام اللہ ہی کی طرف رجوع ہیں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو رکوع کرو سجدہ کرو اور اپنے رب کو پوجو اور نیک کام کرو تا کہ تم فلاح پاؤ

وَ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَ فِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ ۚۖ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ حق ہے جہاد کا اس نے تمہیں پسند کیا اور نہیں کیا تم پر دین میں حرج کہ وہ دین ہے تمہارے باپ ابراہیم کا اللہ نے تمہارا نام رکھا مسلمان اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تا کہ ہو رسول تمہارا گواہ تم پر اور ہو تم گواہ لوگوں پر تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو وہ تمہارا مولیٰ ہے تو کیا اچھا

مَوْلٰکُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ﴿۷۸﴾ مولیٰ اور کتنا اچھا مددگار ہے

حل لغات دسواں رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

یٰاَیُّھَا۔اے	النَّاسُ۔لوگو	ضُرِبَ۔بیان کی جاتی ہے	مَثَلٌ۔ایک مثال
فَاسْتَمِعُوْا۔توغور سے سنو	لَہٗ۔اس کو	اِنَّ۔بے شک	الَّذِیْنَ۔وہ جو
تَدْعُوْنَ۔پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِ۔سوا	اللّٰہِ۔اللہ کے	لَنْ۔ہرگز نہیں
یَّخْلُقُوْا۔پیدا کرسکتے	ذُبَابًا۔ایک مکھی	وَّ۔اور	لَوِ۔اگرچہ
اجْتَمَعُوْا۔اکٹھے ہوجائیں	لَہٗ۔اس کے لئے	وَ۔اور	اِنْ۔اگر
یَّسْلُبْھُمُ۔چھین لے جائے ان سے		الذُّبَابُ۔مکھی	شَیْئًا۔کوئی چیز
لَّا۔نہیں	یَسْتَنْقِذُوْہُ۔بچاسکتے اس کو		مِنْہُ۔اس سے
ضَعُفَ۔کمزور ہے	الطَّالِبُ۔طالب	وَ۔اور	الْمَطْلُوْبُ۔مطلوب
مَا۔نہ	قَدَرُوا۔قدر کی انہوں نے	اللّٰہَ۔اللہ کی	حَقَّ۔حق
قَدْرِہٖ۔اس کے قدر کا	اِنَّ۔بے شک	اللّٰہَ۔اللہ	لَقَوِیٌّ۔طاقتور
عَزِیْزٌ۔غالب ہے	اَللّٰہُ۔اللہ	یَصْطَفِیْ۔چن لیتا ہے	مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ۔فرشتوں سے
رُسُلًا۔رسول	وَّ۔اور	مِنَ النَّاسِ۔لوگوں سے	اِنَّ۔بے شک
اللّٰہَ۔اللہ	سَمِیْعٌ۔سنتا	بَصِیْرٌ۔جانتا ہے	یَعْلَمُ۔جانتا ہے
مَا۔جو	بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ۔ان کے آگے ہے		وَ۔اور
مَا۔جو	خَلْفَھُمْ۔ان کے پیچھے ہے	وَ۔اور	اِلَی۔طرف
اللّٰہِ۔اللہ کی	تُرْجَعُ۔لوٹائے جاتے ہیں	الْاُمُوْرُ۔سب کام	یٰاَیُّھَا۔اے
الَّذِیْنَ۔لوگو جو	اٰمَنُوا۔ایمان لائے ہو	ارْکَعُوْا۔رکوع کرو	وَ۔اور
اسْجُدُوْا۔سجدہ کرو	وَ۔اور	اعْبُدُوْا۔عبادت کرو	رَبَّکُمْ۔اپنے رب کی
وَ۔اور	افْعَلُوا۔کرو	الْخَیْرَ۔نیکی	لَعَلَّکُمْ۔تاکہ تم
تُفْلِحُوْنَ۔فلاح پاؤ	وَ۔اور	جَاھِدُوْا۔جہاد کرو	فِیْ۔بیچ راہ
اللّٰہِ۔اللہ کے	حَقَّ۔حق	جِھَادِہٖ۔جہاد کرنے کا	ھُوَ۔اس نے
اجْتَبٰکُمْ۔چن لیا تم کو		وَ۔اور	مَا۔نہیں
جَعَلَ۔بنائی	عَلَیْکُمْ۔تم پر	فِیْ۔بیچ	الدِّیْنِ۔دین کے
مِنْ حَرَجٍ۔کوئی تنگی	مِلَّۃَ۔دین	اَبِیْکُمْ۔تمہارے باپ	اِبْرٰھِیْمَ۔ابراہیم کا
ھُوَ۔اس نے	سَمّٰکُمُ۔نام رکھا تمہارا	الْمُسْلِمِیْنَ۔مسلمان	مِنْ قَبْلُ۔پہلے بھی

وَ۔اور	فِیۡ۔بیچ	ھٰذَا۔اس (قرآن) کے	لِیَکُوۡنَ۔تاکہ ہو
الرَّسُوۡلُ۔رسول	شَہِیۡدًا۔گواہ	عَلَیۡکُمۡ۔تم پر	وَ۔اور
تَکُوۡنُوۡا۔ہوجاؤتم	شُھَدَآءَ۔گواہ	عَلَی۔اوپر	النَّاسِ۔لوگوں کے
فَاَقِیۡمُوا۔تو قائم کرو	الصَّلٰوۃَ۔نماز	وَ۔اور	اٰتُوا۔دو
الزَّکٰوۃَ۔زکوٰۃ	وَ۔اور	اعۡتَصِمُوۡا۔تھام لو	بِاللّٰہِ۔اللہ کی رسی کو
ھُوَ۔وہ	مَوۡلٰکُمۡ۔تمہارا مولیٰ ہے	فَنِعۡمَ۔تو اچھا ہے	الۡمَوۡلٰی۔مولیٰ
وَ۔اور	نِعۡمَ۔اچھا ہے	النَّصِیۡرُ۔مددگار	

خلاصہ مفہوم دسواں رکوع۔سورۂ حج۔پ ۱۷

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسۡتَمِعُوۡا لَہٗ۔اس رکوع میں مشرکین کے معبودان باطلہ کا عجز مثال میں ظاہر فرمایا ہے۔
چنانچہ ارشاد ہے اے لوگو تمہارے سامنے ایک مثال دی جاتی ہے اسے سنو وہ مثل یہ ہے:
اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَنۡ یَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا۔یعنی وہ تمہارے معبود جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ ہرگز مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتے۔

اور ظاہر ہے کہ جسے پوجا جائے اس میں اتنی قدرت تو ہونی چاہئے کہ وہ کم ازکم مکھی تو پیدا کرسکے لیکن وَّلَوِاجۡتَمَعُوۡا لَہٗ اگر وہ سب جمع ہوکر بھی مکھی بنانا چاہیں تو نہ بناسکیں گے۔
دوسری بات یہ ہے وَاِنۡ یَّسۡلُبۡھُمُ الذُّبَابُ اگر مکھی ان سے کچھ لے اڑے تو وہ اس سے چھین بھی نہیں سکتے تو ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالۡمَطۡلُوۡبُ طالب ومطلوب دونوں ضعیف ہیں۔
ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں طالب سے مراد ان کے پجاری ہیں اور مطلوب سے مراد وہ بت ہیں۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں طالب سے مراد مکھی ہے جو بتوں پر چڑھائے ہوئے میٹھے پر آبیٹھی اور اس سے کچھ لے کر اڑ گئی اور مطلوب سے مراد وہ بت ہے۔
بعض کا قول ہے کہ یہاں مراد بالعکس ہے طالب بت ہے اور مطلوب مکھی۔
آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالۡاٰیَۃُ وَاِنۡ کَانَتۡ نَازِلَۃً فِی الۡاَصۡنَامِ فَقَدۡ کَانُوۡا کَمَا رُوِیَ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمَا یُطۡلُوۡنَھَا بِالزَّعۡفَرَانِ وَ رُءُ وۡسَھَا بِالۡعَسَلِ وَ یَغۡلُقُوۡنَ عَلَیۡھَا فَیَدۡخُلُ الذُّبَابُ مِنَ الۡکُوٰی فَیَاۡکُلُہٗ۔
مشرکین زعفران بتوں پر طلا کرتے اور ان کے سر شہد سے تر کرکے دروازہ بت خانہ کا بند کرجاتے۔تو مکھی روشن دانوں میں سے گھس کر اسے کھاتی تھی۔
وَ قِیۡلَ کَانُوۡا یَضۡمَنُوۡنَھَا بِاَنۡوَاعِ الطِّیۡبِ فَکَانَ الذُّبَابُ یَذۡھَبُ بِذٰلِکَ اِلَّا اَنَّ الۡحُکۡمَ عَامٌّ لِسَائِرِ الۡمَعۡبُوۡدَاتِ الۡبَاطِلَۃِ۔مشرکین بتوں پر طرح طرح کی خوشبوئیں ملتے تو مکھی ان کو چوس جاتی مگر یہ کہ تمام معبودان باطلہ

کے لئے یہ حکم عام ہے۔

بہر حال دونوں کمزور اور ضعیف ہیں جو مکھی اڑانے کی قوۃ بھی نہ رکھیں اور مکھی اگر شیرہ میں پھنس جائے تو اڑ نہ سکے تو ایسے بے حس و بے جان جماد کی پوجا بے وقوفی بے عقلی نہیں تو کیا ہے۔ 26B

آلوسی رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں: وَالطَّالِبُ عَابِدُ غَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْمَطْلُوْبُ الْاٰلِهَةُ كَمَا رُوِيَ عَنِ السُّدِّيِّ وَالضَّحَّاكِ وَ كَوْنُ عَابِدِ ذٰلِكَ طَالِبًا لِدُعَائِهٖ اِيَّاهُ وَاعْتِقَادُهٗ نَفْعَهٗ وَضَعْفُهٗ لِطَلَبِهِ النَّفْعَ مِنْ غَيْرِ جِهَةٍ وَكَوْنُ الْاٰخِرِ مَطْلُوْبًا ظَاهِرًا كَضَعْفِهٖ۔

وَقِيْلَ الطَّالِبُ الذُّبَابُ لِطَلَبِ مَا يَسْلُبُهٗ عَنِ الْاٰلِهَةِ وَالْمَطْلُوْبُ الْاٰلِهَةُ عَلٰى مَعْنَى الْمَطْلُوْبِ فِيْهِ مَا يَسْلُبُهٗ۔

وَ اخْتَارَ الزَّمَخْشَرِيُّ اَنَّ الطَّالِبَ الْاَصْنَامُ وَالْمَطْلُوْبَ الذُّبَابُ۔ چنانچہ تاسفاً ارشاد ہوا کہ

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ۔ درحقیقت یہ انسان نما حیوان اللہ کی قدر نہ جان سکے کہ

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ بے شک وہ قوت والا غالب ہے۔

اسے چھوڑ کر بتوں کی طرف مائل ہوتے ہیں باآنکہ بتوں کی حقیقت تو ان پر اظہر من الشمس تھی اب رہے وہ لوگ جو اللہ عزوجل کے برگزیدہ ہیں یعنی ملائکہ وانبیاء علیہم السلام انہیں بھی جو پوجتے ہیں اور معبود حقیقی کے برابر ان کے درجات مانتے ہیں ان سے حاجتیں مانگتے ہیں جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اور ملائکہ علیہم السلام کو پوجتے ہیں۔ ہنود اپنے پرانے مرے کھروں کو، عرب کے مشرکین صائبین ملائکہ کو پوجتے تھے ان کی نسبت فرمایا:

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ۔ ملائکہ میں سے ہوں یا انسانوں میں اللہ نے جسے ممتاز فرمایا اور رسول بنایا ان کے متعلق یہ بھی تو خیال رکھنا ضروری ہے کہ اللہ کے بنائے ہوئے برگزیدہ ہیں وہ معبود نہیں بلکہ عابد ہیں وہ مسجود نہیں بلکہ ساجد ہیں پھر ان کے کمالات و معجزات اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے ہیں تو جو اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں وہ معبود کیسے ہوسکتے ہیں۔

چنانچہ لفظ رُسُلًا میں اشارہ ہے کہ ملائکہ علیہم السلام یا انسانوں میں جو بھی برگزیدہ اور مقدس ہستیاں ہیں وہ اللہ عزوجل کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور بھیجا ہوا معبود نہیں ہوسکتا۔

دوسرے یہ بھی اس تصریح سے واضح ہوا کہ رسول پیام الٰہی عزوجل بندوں کی طرف لانے والا ہوتا ہے اور اس پیام میں لوگوں کو بتاتا ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معبود نہ بنانا تو پھر جو معبود ماسوی اللہ کو بنانے سے منع کرنے والے ہیں انہیں کو معبود بنانا جہالت نہیں تو کیا ہے۔ چنانچہ آگے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ۔ بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ اور وہ سب کچھ جانتا ہے جو ان کے آگے پیچھے ہے اور اسی کی طرف تمام کام لوٹنے والے ہیں۔

اس لئے کہ ہر بات کا منتہیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور ہر شے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اب بت پرستی اور شرک کی

مذمت فرما کر بعثت انبیاء کی تفصیل فرما کران اعمال کی طرف مائل کیا جا رہا ہے جو فلاح ونجات کا موجب ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اے ایمان والو اللہ کے لئے رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اس کے علاوہ اور بھی عبادات نافلہ کرو اور نیکیاں کرو۔ صلہ رحمی، خیرات وصدقات وغیرہ مکارم اخلاق پر بھی کار بند ہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

یہی وہ آیت ہے جو اختلافی سجدہ والی ہے۔

ابن مبارک اور احمد واسحاق اور امام شافعی علیہم رضوان کے نزدیک یہاں سجدہ کرنا لازم ہے۔

اور حضرت سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس جگہ سجدہ تلاوت واجب نہیں۔ یہی مذہب جمہور حنفیہ کا ہے۔

اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ عزوجل کا حکم دے کر رکوع ختم فرمایا۔

وَ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ۔ اور جہاد اللہ کی راہ میں کرو۔

بعض مفسرین اس سے مراد دشمنان اسلام سے جنگ لیتے ہیں اور حَقَّ جِهَادِهٖ سے مراد نہایت کوشش اور جد وجہد مراد لیتے ہیں۔

بعض کے نزدیک جہاد لسانی اور جہاد بالسیف دونوں مراد ہیں اور جہاد ایسا ہو جس میں خوف ملامت دل میں نہ آئے۔

اور ارباب عرفان اس سے مراد مجاہدۂ نفس لیتے ہیں اور اسے جہاد اکبر کہتے ہیں پھر ارشاد ہوا:

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سب امتوں سے ممتاز کیا۔

وَ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اور تمہارے دین میں تم پر کوئی حرج اور تنگی نہیں رکھی یعنی کوئی گناہ ایسا نہیں جس کی معافی توبہ سے نہ ہو اور تمام فرائض بحد استطاعت تم پر رکھے گئے وضو نہ کرسکو تو تیمم کرلو قیام نہ کرسکو تو بیٹھ کر نماز پڑھو یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کا ہے۔

اس میں مشرکین سے خطاب ہے کہ یہ دین ابراہیم ہے کوئی نیا مذہب نہیں۔

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اور انہوں نے تمہارا نام مسلمان رکھا تو اب تمہارا فرض ہے۔

فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ۔ نماز عبادت جانی اور زکوٰۃ عبادت مالی میں سرگرم رہو۔

وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ۔ ہر بات میں اللہ ہی کا بھروسہ رکھو اس لئے کہ

هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ ﴿۷۸﴾۔ وہ تمہارا مالک وکارساز ہے اور تمہارا بہترین مددگار ہے۔

مختصر تفسیر اردو دسواں رکوع۔ سورۂ حج۔ پ ۱۷

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ۔ اے لوگو ایک مثال تمہیں دی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنو، اور غور سے سوچو وہ مثال یہ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا۔

ان کی بے چینی، بے بسی، عاجزی اور بے قدری کا یہ عالم ہے کہ وہ ہماری مخلوقات میں سے چھوٹی سے چھوٹی اور ذلیل مخلوق بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ۔ ہرگز نہ بنا سکیں گے ایک مکھی اگرچہ سب اس پر مجتمع ہو جائیں۔

تو عاقل ایسی چیز کو پوجنے کے لئے ہرگز آمادہ نہیں ہو سکتا اور ایک ذی عقل انسان کو یہ شایان شان بھی نہیں کہ ایسے مجبور محض اور بے جان عاجز کو معبود ٹھہرائے اور بتوں کا پجاری بنے اور انہیں الٰہ قرار دے ایسے کرنے والے جاہل اور عقل کے اندھے ہی ہو سکتے ہیں۔

وَ اِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْــٴًـا۔ اور اگر کچھ چھین لے مکھی ان سے۔

یعنی بتوں پر یہ جاہل جو شہد اور زعفران وغیرہ ملتے ہیں ان پر مکھیاں بھنکتی ہیں اور ان کے سر اور منہ سے وہ شہد و زعفران لے جاتی ہیں تو ان بتوں میں اتنی بھی قوت نہیں کہ اسے بھی واپس لے سکیں۔

لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ۔ اس سے نہیں چھڑا سکتے۔

استنقاذ چھڑانے کو کہتے ہیں تو ایسے بے بس اور بے چین کو خدا بنانا معبود ٹھہرانا کتنی جہالت اور بے عقلی کا فعل ہے درحقیقت بات یہ ہے کہ

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ۔ کمزور ہے طالب بھی اور مطلوب بھی۔

یہاں طالب سے مراد مشرک ہے اور مطلوب سے مراد بت ہے۔

یا طالب مکھی ہے جو بت سے زعفران اور شہد لے جاتی ہے اور مطلوب وہ بت ہے۔ جس سے مکھی وہ چھین لے جاتی ہے۔

اور بت اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اس کے بعد توبیخاً ارشاد ہے کہ اے جاہل مشرکو

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔ تم نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسے چاہئے تھی۔

اور اس کی عظمت شان نہ پہچانی اور ایسے جماد محض کو اس کے مقابلہ میں معبود ٹھہرایا جو مکھی سے بھی کمزور ہے۔ معبود وہی ہے جو اپنی قدرت کاملہ میں کامل ہے اور وہ اللہ ہی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ۔ بے شک اللہ قوت والا غالب ہے اور وہ اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے۔

فرشتوں میں سے جبریل میکائیل وغیرہ ملائکہ علیہم السلام کے رسول چنے گئے اور آدمیوں میں سے حضرت خلیل خطیب الانبیاء اور موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ اور حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔

آیت کا شان نزول

کفار میں سے بعض اس عقیدہ کے مالک تھے کہ بشر رسول نہیں ہو سکتا اس کے رد میں ارشاد ہوا کہ اپنا رسول ملائکہ اور بشر میں سے ہی چنتے ہیں اور اس امر کا اظہار فرمایا کہ ہم مالک مطلق ہیں جسے چاہیں اپنا رسول بنائیں حتیٰ کہ خاتم الانبیاء کی بعثت کے بعد ہم نے یہ سلسلہ ختم فرما دیا اور اعلان کر دیا کہ

وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہی نہیں بلکہ ان پر نبوت ختم کر دی گئی ہے۔

چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا: اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۷۵﴾ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۔ بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور سب کاموں کا رجوع اللہ کی طرف ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ ان کے آگے کے تمام معاملات جانتا ہے یعنی امور دنیا سے بھی واقف ہے اور ان کے پیچھے کے حالات بھی جانتا ہے یعنی امور آخرت بھی اس کے علم میں ہیں اور اسی کی طرف تمہارے اعمال نامے پیش ہونے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کو پوجو اور نیک کام کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

چونکہ عہد اول میں نماز بلا رکوع و سجود تھی تو امت مرحومہ کو اس آیہ کریمہ کے ذریعہ نماز کے اندر رکوع و سجود کی تعلیم دی اور فرمایا کہ یہ رکوع اور سجدہ خالص اللہ کے لئے ہونا چاہئے غیر خدا کے لئے یہ دونوں کام کسی نیت سے بھی جائز نہیں اگر رکوع سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرو گے تو کامیاب رہو گے۔

یہی وہ آیت ہے جس پر امام شافعی اور احمد سجدۂ تلاوت لازم فرماتے ہیں اور اس سورۃ میں دو سجدے اس اعتبار سے ہیں پہلا وَ مَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ پر اور دوسرا سجدہ عند الشافعی اس جگہ۔ لیکن ہمارے امام ہمام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ سجدہ نہیں تو اس اعتبار سے اس سورۃ میں بھی ایک ہی سجدہ ہوا آگے ارشاد ہے:

وَ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ حق ہے جہاد کرنے کا اس نے تمہیں چن لیا اور نہیں کی تم پر دین میں کچھ بھی تنگی۔

یعنی حق یہ کہ اعلاء کلمۃ الحق کے لئے خالص نیت سے جہاد کرو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دین کے لئے چن لیا ہے تا کہ عبادت کرو اور تمہارے دین میں تنگی سختی اور شدت بھی نہیں رکھی بلکہ ہر عمل جو تم پر فرض کیا وہ مشروط باستطاعت وقدرت تم پر فرض کیا۔ قیام نماز میں کب فرض ہے جب تم میں استطاعت ہو۔

وضو جب فرض ہے جب استطاعت ہو ورنہ تیمّم کافی ہے۔

غسل جنابت کی استطاعت نہیں تو تیمّم سے پاک ہو سکتے ہو۔

سفر میں چار رکعت کی بجائے قصر کر لو یعنی دو رکعت ہی فرض ہیں۔

اور روزہ جو فرض تھا بحالت سفر نہ رکھنے میں گناہ نہیں بلکہ اس کی قضاء بعد میں ہوگی۔

اور انہیں فرما دیجئے کہ یہ دین نیا دین نہیں ہے بلکہ

مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَ فِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۔ یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کا ہے اس نے ہی تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تا کہ یہ رسول تمہارا نگہبان اور گواہ ہو اور تم گواہی دو اور لوگوں پر۔

یعنی دین محمدی میں داخل ہی وہ مسلمان ہے اور اسے ابراہیم علیہ السلام نے مسلمان کہا یا اللہ تعالیٰ نے اس کا نام مسلمان رکھا اور یہ نام پہلی کتابوں سے لے کر اس قرآن پاک تک سب میں موجود ہے اور تمہیں یہ شرف خاص حاصل ہے کہ تم بروز

قیامت شہادت دینے والوں میں ہو گے کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا پیام پہنچا اور امم سابقہ پر ان کے مرسلین عظام نے پیام پہنچا دیے۔ یہ عزت وکرامت اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی تو

فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو وہ تمہارا مولیٰ ہے تو کتنا اچھا مولیٰ اور کتنا اچھا مددگار ہے۔

یعنی نماز پر مداومت کرو اور اعتصام بحبل اللہ کرو اور اس کے دین پر قائم رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو جب تم صاحب نصاب ہو جاؤ یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا جب تمہاری ملکیت میں ایک سال رہ جائے اور قرض تمہارے اوپر نہ ہو تو اس کا چالیسواں حصہ کسی مسلمان کو ادا کرنا تم پر فرض ہے۔

آج ۳۱/ جولائی ۱۹۵۵ء مطابق یکم ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ ہے آج یہ سورۃ مبارکہ ختم ہوئی
بفضلہٖ تعالیٰ سترہواں پارہ اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین)
بحرمت نبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

پارہ نمبر ۱۸

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ

كَمَا اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

وَ فِي الْبَحْرِ هِيَ مَكِّيَّةٌ بِلَا خِلَافٍ۔

وَاسْتُثْنِيَ مِنْهَا كَمَا فِي الْاِتْقَانِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ اِلٰى قَوْلِهٖ سُبْحٰنَهٗ مُبْلِسُوْنَ وَاسْتُشْكِلَ الْحُكْمُ عَلٰى مَا عَدَاهُ بِكَوْنِهٖ مَكِّيًّا لِمَا فِيْهِ مِنْ ذِكْرِ الزَّكٰوةِ وَ هِيَ اِنَّمَا فُرِضَتْ بِالْمَدِيْنَةِ۔

وَ هِيَ كَمَا فِي كِتَابِ عَدَدِ لِلدَّوَانِيِّ وَمَجْمَعِ الْبَيَانِ لِلطَّبَرَسِيِّ مِائَةٌ وَ ثَمَانِيْ عَشَرَةَ اٰيَةً فِي الْكُوْفِيْ وَ مِائَةٌ وَسَبْعَ عَشَرَةَ اٰيَةً فِي الْبَاقِيْ۔

وَقَدْ مَدَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْهَا۔

فَقَدْ اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحُوْهُ اَيْضًا فِي الْمُخْتَارَةِ وَ غَيْرِهِمْ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ اِذَا نَزَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيُ نَسْمَعُ عِنْدَ وَجْهِهٖ كَدَوِيِّ النَّحْلِ فَاُنْزِلَ عَلَيْهِ يَوْمًا فَمَكَثْنَا سَاعَةً فَسُرِّيَ عَنْهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ:

اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَارْضَ عَنَّا وَاَرْضِنَا ثُمَّ قَالَ:

لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ عَشْرُ اٰيَاتٍ مَنْ اَقَامَهُنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ ثُمَّ قَرَأَ۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع - سورۃ مومنون - پ ۱۸

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ
خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾

بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾

اور وہ جو بیہودہ بات کی طرف سے اعراض کرتے ہیں

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾

اور وہ جو زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾

اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ
غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ﴿۶﴾

مگر اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کی ملک ہیں تو ان پر کوئی ملامت نہیں

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾

تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۸﴾

اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کیا کرتے ہیں

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾

اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ
الْفِرْدَوْسَؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

یہی لوگ ہیں جو وارث ہیں جو فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾

اور بے شک ہم نے انسان کو بنایا خمیرہ شدہ مٹی سے

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۱۳﴾

پھر اسے کیا ہم نے نطفہ ایک مضبوط قرارگاہ میں

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً
فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًاۗ ثُمَّ
اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ
الْخٰلِقِیْنَ ﴿۱۴﴾

پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کی پھٹک کیا پھر پھٹک کو گوشت کی بوٹی بنایا پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں کیا پھر ہڈیوں کو گوشت پہنایا پھر اسے اٹھان دی ایک اور صورت میں تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾

پھر اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو

ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا
عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷﴾

اور بے شک ہم نے تمہارے اوپر سات راہیں بنائیں اور ہم خلق سے بے خبر نہیں

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی
الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا ایک اندازہ پر تو اسے زمین پر ٹھہرایا اور بے شک ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۙ﴿۱۹﴾

تو اس سے ہم نے تمہارے لئے باغ پیدا کئے کھجوروں اور انگوروں کے تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں اور ان میں سے کھاتے ہو

وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾

اور وہ پیڑ جو پیدا کیا طور سینا سے اُگتا ہے تیل کے ساتھ اور سالن کھانے والوں کے لئے

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۙ﴿۲۱﴾

اور بے شک تمہارے لئے چوپایوں میں سمجھنے کا مقام ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے اور تمہارے لئے اس میں بہت نفع ہے اور اس سے تم کھاتے ہو

وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

اور ان پر اور کشتی پر سوار ہوتے ہو

حل لغات پہلا رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

قَدْ - بے شک	اَفْلَحَ - مراد پاگئے	الْمُؤْمِنُوْنَ - مومن	الَّذِيْنَ - وہ
هُمْ - جو	فِيْ - بیچ	صَلَاتِهِمْ - اپنی نمازوں کے	خٰشِعُوْنَ - ڈرتے ہیں
وَ - اور	الَّذِيْنَ - وہ	هُمْ - جو	عَنِ اللَّغْوِ - بیہودہ باتوں سے
مُعْرِضُوْنَ - منہ پھیرتے ہیں	وَ - اور	الَّذِيْنَ - وہ	هُمْ - جو
لِلزَّكٰوةِ - زکوٰۃ	فٰعِلُوْنَ - ادا کرتے ہیں	وَ - اور	الَّذِيْنَ - وہ
هُمْ - جو	لِفُرُوْجِهِمْ - اپنی شرم گاہوں کی	حٰفِظُوْنَ - حفاظت کرتے ہیں	اِلَّا - مگر
عَلٰٓى - اوپر	اَزْوَاجِهِمْ - اپنی بیویوں کے	اَوْ - یا	مَا - وہ جو
مَلَكَتْ - مالک ہیں	اَيْمَانُهُمْ - ان کے دائیں ہاتھ	فَاِنَّهُمْ - تو یقیناً وہ	غَيْرُ - نہیں ہیں
مَلُوْمِيْنَ - ملامت کئے گئے	فَمَنِ - تو جو	ابْتَغٰى - ڈھونڈے	وَرَآءَ - سوا
ذٰلِكَ - اس کے	فَاُولٰٓئِكَ - تو یہ	هُمْ - وہ ہیں	الْعٰدُوْنَ - حد سے بڑھنے والے
وَ - اور	الَّذِيْنَ - وہ	هُمْ - جو	لِاَمٰنٰتِهِمْ - اپنی امانتوں کی
وَ - اور	عَهْدِهِمْ - اپنے عہد کی	رٰعُوْنَ - رعایت کرتے ہیں	وَ - اور
الَّذِيْنَ هُمْ - وہ جو	عَلٰى - اوپر	صَلَوٰتِهِمْ - اپنی نمازوں کے	يُحَافِظُوْنَ - حفاظت کرتے
ہیں	اُولٰٓئِكَ - یہ ہی	هُمْ - وہ ہیں	الْوٰرِثُوْنَ - وارث
الَّذِيْنَ - وہ جو	يَرِثُوْنَ - وارث ہوں گے	الْفِرْدَوْسَ - فردوس کے	هُمْ - وہ
فِيْهَا - اس میں	خٰلِدُوْنَ - ہمیشہ رہیں گے	وَ - اور	لَقَدْ - بے شک

خَلَقْنَا۔ ہم نے پیدا کیا	الْاِنْسَانَ۔ انسان کو	مِنْ سُلٰلَةٍ۔ خمیر شدہ	مِّنْ طِیْنٍ۔ مٹی سے
ثُمَّ۔ پھر	جَعَلْنٰهُ۔ بنایا ہم نے اس کو	نُطْفَةً۔ نطفہ	فِیْ۔ بیچ
قَرَارٍ۔ جگہ	مَّكِیْنٍ۔ مضبوط کے	ثُمَّ۔ پھر	خَلَقْنَا۔ بنایا ہم نے
النُّطْفَةَ۔ نطفہ کو	عَلَقَةً۔ خون کی پھٹکی	فَخَلَقْنَا۔ پھر بنایا ہم نے	الْعَلَقَةَ۔ پھٹکی کو
مُضْغَةً۔ گوشت کی بوٹی	فَخَلَقْنَا۔ تو بنایا ہم نے	الْمُضْغَةَ۔ بوٹی کو	عِظٰمًا۔ ہڈیاں
فَكَسَوْنَا۔ تو پہنایا ہم نے	الْعِظٰمَ۔ ہڈیوں کو	لَحْمًا۔ گوشت	ثُمَّ۔ پھر
اَنْشَاْنٰهُ۔ ہم نے پیدا کیا اس کو		خَلْقًا۔ پیدائش	اٰخَرَ۔ نئی
فَتَبٰرَكَ۔ تو برکت والا ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	اَحْسَنُ۔ بہتر	الْخٰلِقِیْنَ۔ پیدا کرنے والا
ثُمَّ۔ پھر	اِنَّكُمْ۔ یقیناً تم	بَعْدَ۔ بعد	ذٰلِكَ۔ اس کے
لَمَیِّتُوْنَ۔ مرنے والے ہو	ثُمَّ۔ پھر	اِنَّكُمْ۔ یقیناً تم	یَوْمَ۔ دن
الْقِیٰمَةِ۔ قیامت کے	تُبْعَثُوْنَ۔ اٹھائے جاؤ گے	وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بے شک
خَلَقْنَا۔ ہم نے بنائے	فَوْقَكُمْ۔ تمہارے اوپر	سَبْعَ۔ سات	طَرَآئِقَ۔ راستے
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں ہیں	كُنَّا۔ ہم	عَنِ الْخَلْقِ۔ مخلوق سے
غٰفِلِیْنَ۔ بے خبر	وَ۔ اور	اَنْزَلْنَا۔ اتارا ہم نے	مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے
مَآءً۔ پانی	بِقَدَرٍ۔ اندازے سے	فَاَسْكَنّٰهُ۔ تو ہم نے ٹھہرایا اس کو	
فِیْ۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور	اِنَّا۔ بے شک ہم
عَلٰی۔ اوپر	ذَهَابٍ۔ لے جانے	بِهٖ۔ اس کے کے	لَقٰدِرُوْنَ۔ البتہ قادر ہیں
فَاَنْشَاْنَا۔ پھر پیدا کئے ہم نے	لَكُمْ۔ تمہارے لئے	بِهٖ۔ اس کے ساتھ	جَنّٰتٍ۔ باغ
مِّنْ نَّخِیْلٍ۔ کھجوروں کے	وَّ۔ اور	اَعْنَابٍ۔ انگوروں سے	لَكُمْ۔ تمہارے لئے
فِیْهَا۔ اس میں	فَوَاكِهُ۔ پھل ہیں	كَثِیْرَةٌ۔ بہت	وَّ۔ اور
مِنْهَا۔ اس سے	تَاْكُلُوْنَ۔ تم کھاتے ہو	وَ۔ اور	شَجَرَةً۔ ایک درخت جو
تَخْرُجُ۔ نکلتا ہے	مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ۔ طور سیناء سے		تَنْۢبُتُ۔ اگتا ہے
بِالدُّهْنِ۔ تیل کے ساتھ	وَ۔ اور	صِبْغٍ۔ سالن	لِّلْاٰكِلِیْنَ۔ کھانے والوں کیلئے
وَ۔ اور	اِنَّ۔ بے شک	لَكُمْ۔ تمہارے لئے	فِیْ۔ بیچ
الْاَنْعَامِ۔ چار پایوں کے	لَعِبْرَةً۔ عبرت ہے	نُسْقِیْكُمْ۔ پلاتے ہیں ہم تم کو	مِّمَّا۔ اس سے جو
فِیْ۔ بیچ	بُطُوْنِهَا۔ ان کے پیٹوں کے	وَ۔ اور	لَكُمْ۔ تمہارے لئے
فِیْهَا۔ اس میں	مَنَافِعُ۔ فائدے ہیں	كَثِیْرَةٌ۔ بہت	وَّ۔ اور
مِنْهَا۔ اس سے	تَاْكُلُوْنَ۔ تم کھاتے ہو	وَعَلَیْهَا۔ اور اس پر	وَعَلَی۔ اور اوپر

الْفُلْكِ۔ کشتیوں کے تُحْمَلُوْنَ۔ تم سوار ہوتے ہو

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع۔ سورۃ مومنون۔ پ ۱۸

اس سورۃ کا نام سورۃ مومنون ہے۔

یہ سورۃ مکی ہے۔

اس سورۃ میں چھ رکوع اور ایک سو اٹھارہ آیتیں ہیں۔

پہلی سورۃ مبارکہ حج کے ساتھ سورۃ مومنون کا یہ ربط ہے کہ اس کے اخیر میں فرمایا گیا تھا کہ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اللہ نے برگزیدہ کیا تا کہ تم اور لوگوں پر دنیا اور آخرت میں نیکی بدی کی شہادت دو اور ہمارا رسول تمہاری شہادت دے گا۔ اور ظاہر ہے کہ شاہد کا عادل اور نیک ہونا ضروری ہے اگر وہ عادل نہ ہو تو اس کی شہادت ہی کیا۔ چنانچہ آخری آیہ میں سورۃ حج کے وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ اور فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ فرما کر اجمالاً اصولی حسنات بیان فرما دیئے اور سورۃ مومنون اول دس آیتوں میں اس اجمال کی پوری طرح تشریح کر دی گئی ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ علیہم رضوان کو فرمادیا کہ اس کی اول آیتوں پر جو قائم رہے وہ نجات یافتہ جنتی ہے اس حدیث کو احمد و ترمذی نے اور نسائی رحمہم اللہ نے بھی ذکر کیا۔

اور وہ دس آیتیں بیان فرمانے سے اول لفظ قد لا کر بشارت کو محقق فرمایا اور بشارت یہ دی کہ فلاح و کامرانی ہے اسے جو مندرجہ سات صفات اپنے میں پیدا کر کے مکارم اخلاق کا پیکر بن جائے۔ اس لئے کہ یہ سات صفتیں اصل الاصول مکارم اخلاق ہیں۔

ان میں ہی دنیا و آخرت کے متعلق حکمت نظری، عملی اور تہذیب اخلاق، سیاست مدن، تدبیر منزل سب مضمر ہیں۔

چنانچہ قَدْ اَفْلَحَ سے شروع فرما کر بشارت دی گئی کہ بے شک یقیناً کامیاب و فلاح یافتہ ہیں الْمُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان والے یہاں ایمان کو پہلے لانے میں یہ حکمت ہے کہ تالی کلام اول یہ سمجھ لے کہ تمام نیکیوں کی جڑ ایمان ہے اور ایمان وہی ہے جو اللہ عزوجل اور اس کی صفات پر ہو اور اس کے ملائکہ پر ہو انبیاء و رسل پر ہو کتب اور آخرت پر ہو اور قدر جزا و خیر و شر پر ہو بعث بعد الموت پر ہو یعنی۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ اور یہی حکمت نظریہ کا نچوڑ اور لب لباب ہے۔

اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ۔ یہ حکمت عملی ہے اور مومن کی دوسری صفت ہے اور اس میں سب سے مقدم نماز ہے لیکن نماز بھی وہی نماز ہے جو خشوع و خضوع سے پڑھی جائے خشوع کے معنی مختلف ہیں۔

بعض کے نزدیک دل سے ڈرنا خشوع بتاتے ہیں۔

بعض کے نزدیک اعمال بالارکان کا نام خشوع ہے بشرطیکہ سکون سے کھڑا ہو کر کسی طرف التفات نہ کرے کپڑے اور داڑھی یا کسی اور چیز سے نہ کھیلے۔

اور صحیح حدیثوں میں دونوں تعریفوں پر عمل پیرا رہنا خشوع قرار دیا ہے۔ آگے ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ تیسری صفت یہ ہے کہ مومن وہ ہیں جو لغو اور بیہودہ باتوں سے کنارہ کش رہیں اور اعراض کریں۔

لغو، حرام اور مکروہ اور اس مباح فعل کو بھی کہتے ہیں جس کی طرف انسان کو حاجت یا ضرورت نہ ہو جیسے ناچ رنگ شادی بیاہ کی فضول رسوم، آتشبازی وغیرہ۔ مزارات اولیاء کرام پر ناچ رنگ محرم میں تعزیہ ماتم وغیرہ وغیرہ۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ۔ یہ چوتھی صفت مومنین کی ہے کہ اپنے مال میں سے اللہ عزوجل کے لئے زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ حولان حول کے بعد دینا اپنا ضروری کام سمجھتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ اور وہ جو اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کے سوا سب سے اپنی شرم گاہیں محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ چوتھی صفت مومنین کی ہے۔ آگے ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔ چھٹی صفت مومن کی یہ ہے کہ وہ اپنی امانت اور عہد کا بھی خیال رکھتے ہیں، امانت میں مال، آبرو بات سب کی حفاظت آ گئی۔ اور عہد میں عہد الٰہی عزوجل سے لے کر باہمی معاہدے آ گئے۔ آگے صفت واضح فرمائی۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ۔ اور یہ ساتویں صفت ہے کہ مومن اپنی نمازوں کی پابندی وقت کے ساتھ محافظت کرتا ہے اس کے حق میں فرمایا گیا اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ یعنی ان سات خصلتوں کا جو مالک ہے وہی اللہ کے فضل سے جنت کے تمام درجات پر وارث ہوگا جسے جنت الفردوس کہا جاتا ہے اور وراثت جنت کی بشارت کے ساتھ خلود کی بھی بشارت دی گئی۔

اس کے بعد منکرین حشر ونشر کا رد فرمایا جو کہتے تھے کہ مر کر زندہ ہونا محال ہے چنانچہ فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ۔ بے شک ہم نے انسان کو قطرۂ منی سے پیدا فرمایا جو وہ مٹی سے ہے اس لئے کہ وہ غذائیں جن سے منی بنتی ہے وہ مٹی سے پیدا ہوتی ہیں۔

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ۔ پھر کیا ہم نے نطفہ کو ایک قرارگاہ یعنی رحم میں قائم کیا۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً۔ پھر بنایا ہم نے نطفہ کو خون کی پھٹک۔

فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً۔ پھر کیا ہم نے اس مضغہ کو گوشت۔

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا۔ پھر کیا خون کی پھٹک کو ہڈیاں۔

فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا۔ پھر پہنایا ہم نے ہڈیوں کو گوشت۔

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ۔ پھر پیدا کیا ہم نے اس کو نئی پیداوار میں۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ۔ تو برکت والا ہے بہترین بنانے والا۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ۔ پھر تمہیں اس کے بعد ضرور مرنا ہے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ۔ پھر تم بروز قیامت اٹھائے جاؤ گے۔

گویا جواب میں منکرین کو فرمایا کہ بے جان نطفہ کے قطرہ سے تم کیسے بنے غور کرو کہ قطرہ منی خون میں ہم نے بدلا پھر خون کو علقہ ہم نے بنایا پھر علقہ کو مضغہ بنا کر پھر ہڈیاں پیدا کیں پٹھے بنائے ان سے ہاتھ پاؤں بنا کر ایک شکل انسانی بخشی پھر اس میں جان ڈالی پھر شکم مادر سے باہر لائے تو جو ایک بے جان قطرے سے سب کچھ کر سکتا ہے اور جلا کر پھر مار سکتا ہے تو اس مجسمہ کو مرنے کے بعد پھر زندہ کر دینا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ یہ تو دلائل النفس بیان فرمائے۔

اس کے بعد دلائل آفاق یعنی انسان سے علاوہ جو شواہد خالقیت ہیں وہ شروع کئے گئے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآىِٕقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ۔ اور بے شک ہم نے بنائے تم پر سات طرائق اور ہم نہ تھے ان کے بنانے سے بے خبر۔

طَرَآىِٕقَ۔ جمع طریقہ کی ہے۔ آسمانوں کو طرائق یا تو اس وجہ میں کہا گیا کہ ان میں ملائکہ کے آنے جانے کے راستے ہیں۔

یا سبع سیاروں کی چال کے راستے ہیں۔ اس وجہ میں طرائق کہا۔

یا تطارق کی وجہ میں طرائق فرمایا جس کے معنی تہ بہ تہ اوپر تلے ہونے کے ہیں۔

محاورہ میں طَارَقَ الرَّجُلُ نَعْلَيْهِ اِذَا اَطْبَقَ نَعْلًا عَلٰى نَعْلٍ وَطَارَقَ بَيْنَ الثَّوْبَيْنِ اِذَا لَبِسَ ثَوْبًا فَوْقَ ثَوْبٍ كَمَا قَالَ الْخَلِيْلُ وَالزُّجَاجُ وَالْفَرَّآءُ۔ (کبیر) آگے ارشاد ہوا:

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ۔ یعنی ہم نے اس تخلیق میں بے جوڑ تخلیق نہیں فرمائی بلکہ ہر تخلیق میں صدہا حکمتیں رکھی ہیں اور ابتداء سے لے کر انتہا تک ان کے تمام مصالح مدنظر رکھے گئے چنانچہ

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ۔ اور ہم نے نازل کیا آسمانوں سے پانی ایک اندازہ کے ساتھ نہ کہ یوں ہی دہانہ کھول کر برسا دیا جاتا کہ دنیا غرقاب ہوتی۔

فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ۔ پھر اس پانی کو زمین میں رکھا اگرچہ ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ اس پانی کو لے جائیں۔ لیکن

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۔ ہم نے اس پانی سے تمہارے لئے باغیچے بنائے کھجور اور انگور کے تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں اور اس سے تم کھاتے ہو۔

یعنی اس بارش کے پانی سے ہم نے باغ لگائے جس میں انواع و اقسام کی جڑی بوٹیاں وغیرہ میوے پیدا کئے پھر کھجور و انگور تر و خشک میوے گرمی سردی میں تم کھاتے ہو۔

صاحب کشاف رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ کے یہ معنی ہیں کہ یہی باغ تمہاری معاش اور روزی کا بھی ایک ذریعہ ہیں اور

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ۔ اور ہم نے ہی زیتون کا درخت بھی پیدا کیا جو اکثر کوہ طور میں پیدا ہوتا ہے تیل کے ساتھ جو تیل اور ترکاری دیتا ہے کھانے والوں کو۔

یہاں شجرہ جنات پر معطوف ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ اَنْشَاْنَا لَكُمْ شَجَرَةً۔ اس درخت سے مراد زیتون ہے جو ہمیشہ کوہ طور میں پیدا ہوتا ہے اسی لئے تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ فرمایا۔

تفسیر کشاف میں ہے کہ طُوْرِ یا تو سَیْنَآءَ کی طرف مضاف ہے جسے سِیْنِیْنَ بھی کہتے ہیں یا طُوْرِ مضاف اور سَیْنَآءَ مضاف الیہ ہے دونوں مل کر ایک پہاڑ کے نام سے موسوم ہو گئے۔

تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ۔ یعنی وہ پیدا ہوتا ہے اس میں تیل ہے۔

وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ۔ اور اس کے کھانے والوں کے لئے یہ سالن بھی ہے یہ اس لئے کہ زیتون کا تیل سب نہیں کھاتے اور جو کھاتے ہیں ان کے لئے یہ سالن ہے۔

اس کے بعد حیوانات کے اکل وشرب پر ارشاد ہے:

وَ اِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ۔ اور بے شک تمہارے لئے چار پایوں میں بھی بہت سی عبرت ہے ان سے دودھ کے سوا تمہارے لئے اور بھی فوائد ہیں ان کے اون اور جلد سے بھی کام لیتے ہو اور انہیں تم کھاتے بھی ہو اور ان پر سواری کرتے ہو یا کشتیوں پر دریا عبور کرتے ہو۔

تو جو قادر ذوالجلال ان تمام کاموں کی قدرت رکھتا ہے وہ انسان کو مرنے کے بعد نئی زندگی نہیں دے سکتا تَعٰلٰى عَمَّا یَصِفُوْنَ۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع۔سورۃ مومنون۔پ ۱۸

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ بے شک فلاح یافتہ ہیں مومن۔

وَالْفَلَاحُ الْفَوْزُ بِالْمُرَادِ۔ فلاح مراد کو پہنچنے کے معنی میں آتی ہے۔

ایک قول ہے اَلْبَقَآءُ فِی الْخَیْرِ۔ بھلائیوں میں رہنے کے معنی میں مستعمل ہے اور اِفْلَاح اس بھلائی میں داخل ہونا ہے۔

اور مومن وہ ہے جو مصدق ہو اس امر کا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین حق ہے اور توحید ونبوت اور حشر جسمانی اور جزا وسزا حق ہیں چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالْمُرَادُ بِالْمُؤْمِنِیْنَ قَبْلُ وَمَا یُصَدِّقُوْنَ بِمَا عُلِمَ ضَرُوْرَةً اَنَّهٗ مِنْ دِیْنِ نَبِیِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ التَّوْحِیْدِ وَالنُّبُوَّةِ وَالْحَشْرِ الْجِسْمَانِیِّ وَالْجَزَآءِ وَنَظَائِرِهَا۔

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ۔ وہ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔

یہ پہلی صفت مومن ہے۔ خشوع کی متعدد تعریفات ہیں۔

اَلْخُشُوْعُ۔ اَلتَّذَلُّلُ مَعَ خَوْفٍ وَّ سُكُوْنٍ لِلْجَوَارِحِ۔ خشوع انتہاء تذلل اور خوف اور سکون اعضاء کو کہتے ہیں اسی وجہ میں سید المفسرین رضی اللہ عنہ کا قول ابن جریر وغیرہ نے نقل کیا خٰشِعُوْنَ خَائِفُوْنَ سَاكِنُوْنَ۔

مجاہد کہتے ہیں: اِنَّهٗ هٰهُنَا غَضُّ الْبَصَرِ وَ خَفْضُ الْجَنَاحِ۔ خشوع آنکھیں نیچی کر کے عاجزی سے جھکنے کے ہیں۔

مسلم بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں تَنْكِیْسُ الرُّءُوْسِ۔ سر جھکانے کے معنی میں خشوع آتا ہے۔

حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: تَرْکُ الْاِلْتِفَاتِ خُشُوْعٌ۔ خشوع ہر طرف سے التفات ترک کرنا ہے۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اِعْظَامُ الْمَقَامِ وَاِخْلَاصُ الْمَقَالِ وَالْیَقِیْنُ التَّامُ وَجَمْعُ الْاِهْتِمَامِ وَیَتْبَعُ ذٰلِکَ تَرْکُ الْاِلْتِفَاتِ وَهُوَ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ خشوع نام ہے عظمت مقام ذات کے ساتھ اخلاص مقال حاصل کرنا اور پورے یقین سے تمام عظمتوں کا اہتمام کرنا اور اس کے ماتحت ترک التفات ہے کہ وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اور نسائی میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے: قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اِخْتِلَاسٌ یَّخْتَلِسُهُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ۔ صدیقہ فرماتی ہیں میں نے حضور سے نماز میں التفات کے متعلق سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اختلاس شیطان ہے جو بندے کی نماز میں وسوسہ کے ذریعہ آتا ہے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ مَرَضِهٖ اَقْعِدُوْنِیْ اَقْعِدُوْنِیْ فَاِنَّ عِنْدِیْ وَدِیْعَةً اَوْدَعَنِیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَلْتَفِتُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَاِنْ کَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَفِیْ غَیْرِ مَا افْتَرَضَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَتَرْکُ الْعَبْثِ بِثِیَابِهٖ اَوْ شَیْءٍ مِّنْ جَسَدِهٖ وَ اِنْکَارُ مُنَافَاتِهٖ لِلْخُشُوْعِ مُکَابَرَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض میں فرمایا مجھے بٹھاؤ مجھے بٹھاؤ اس لئے کہ میرے پاس ایک امانت ہے جو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

فرمایا تم میں سے اپنی نماز میں کوئی ادھر ادھر ملتفت نہ ہو اور اگر ضروری ہو تو فرائض سے علیحدہ ہو کر اور عبث اور بے کار حرکت کپڑوں سے یا اپنے جسم سے نہ کی جائے اور منافات شریعت سے انکار خشوع میں مکابرہ ہے۔

اور نوادر الاصول میں حکیم ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں اگرچہ اس کی سند ضعیف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی سے عبث حرکت کر رہا ہے تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ خَشَعَ قَلْبُهٗ هٰذَا خَشَعَتْ جَوَارِحُهٗ وَتَرْکُ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَی السَّمَآءِ وَاِنْ کَانَ الْمُصَلِّیْ اَعْمٰی۔ اگر اس کا دل خاشع ہوتا تو اس کے اعضاء بھی خاشع ہوتے اور اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھانے سے روکتا اگرچہ نمازی نابینا ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس کی نہی وارد ہو چکی ہے۔

اور خشوع میں اختلاف ہے کہ فرائض صلوٰۃ سے ہے یا فضائل نماز سے تو صحیح یہی ہے کہ فرائض سے ہے۔

وَ فِی الْبَحْرِ نَقْلًا عَنِ التَّحْرِیْرِ اَنَّهٗ اُخْتُلِفَ فِی الْخُشُوْعِ هَلْ هُوَ مِنْ فَرَائِضِ الصَّلٰوةِ اَوْ مِنْ فَضَائِلِهَا وَ مُکَمِّلَاتِهَا عَلٰی قَوْلَیْنِ وَالصَّحِیْحُ الْاَوَّلُ ۔ وَمَحَلُّهُ الْقَلْبُ۔

اور احناف کے نزدیک یہ ہے جو علامہ ابن حجر نے منہاج اور اس کی شرح میں فرمایا:

وَ یُسَنُّ الْخُشُوْعُ فِیْ کُلِّ صَلٰوتِهٖ بِقَلْبِهٖ۔ اور مسنون ہر نماز میں دل سے خشوع ہے۔

اور اگر بلا خشوع نماز ہی نہ ہو تو باستثناء چند کے کسی کی بھی نماز نہ ہو گی۔

چنانچہ حدیث میں ہے جسے حاکم نے عبادہ بن صامت سے نقل کیا قَالَ یُوْشِکُ اَنْ تَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَلَا تَرٰی فِیْهِ رَجُلًا خَاشِعًا۔ فرمایا عنقریب وہ زمانہ آئے گا کہ تو مسجد میں داخل ہوگا تو کسی کو خاشع نہ پائے گا۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَ اَحْمَدُ فِی الزُّهْدِ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَهٗ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ اَوَّلُ مَا تَفْقِدُوْنَ مِنْ دِیْنِکُمُ الْخُشُوْعُ وَاٰخِرُ مَا تَفْقِدُوْنَ مِنْ دِیْنِکُمُ الصَّلٰوةُ الْاِسْلَامُ عُرْوَةٌ عُرْوَةٌ۔ الخ

اول جو چیز تمہارے دین سے گم ہوگی وہ خشوع ہے اور آخر جو تمہارے دین سے گم ہوگی وہ نماز ہے پھر کمزور اسلام ہی رہ جائے گا یہاں تک کہ عروہ عروہ رہ جائے۔

عربی میں عروہ اس درخت کو کہتے ہیں جس کے پتے گرمی میں گرنے کے قابل ہی نہ رہیں۔

اور عُرْوَةٌ مِّنْهُ اَیْ خُلُوٌّ۔ خالی رہ جائے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا مَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا رَسْمُهٗ وَمَا یَبْقٰی مِنَ الْاَعْمَالِ اِلَّا اِسْمُهٗ۔ اسلام محض نام کا رہ جائے اور اعمال محض اسم بن کر رہ جائیں آگے ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ اور وہ جو لغو سے اعراض کریں۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لغو کی تفسیر باطل ہے۔ اور یہ لغا سے ہے اور لغا چڑیوں اور اس کی مثل پرندوں کی آواز کو کہتے ہیں۔

وَقَدْ یُسَمّٰی کُلُّ کَلَامٍ قَبِیْحٍ لَغْوًا۔ اور کبھی لغو ہر اس کلام کو کہا جاتا ہے جو قبیح ہو۔

مُعْرِضُوْنَ۔ اعراض کرتے ہیں۔ عام اوقات میں گو وہ لہو میں سے حال کے اندر بھی نہیں پڑتے آگے ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکٰوةِ فٰعِلُوْنَ۔ اور وہ جو زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں۔

بظاہر یہ ہے کہ زکوٰۃ کے معنی مصدری یہاں مراد ہیں یعنی تزکیہ اس لئے کہ تزکیہ فعل سے متعلق ہے۔

اور دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ مقدار معین مزکی نکالے تو عبارت یوں بنے گی اَیْ لِاَدَآءِ الزَّکٰوةِ فَاعِلُوْنَ۔ یَعْنِیْ مُؤَدُّوْنَ۔ اس لئے کہ جب کہا جائے فَعَلْتُ الزَّکٰوةَ تو اس کے معنی ہوں گے اَدَّیْتُهَا تو اول عبادت بدنی کا اظہار اوصاف مومن میں فرمایا پھر عبادت مالی یعنی زکوٰۃ کا اظہار فرمایا۔

اور ابی مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّ الزَّکٰوةَ هٰهُنَا بِمَعْنَی الْعَمَلِ الصَّالِحِ کَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی خَیْرًا مِّنْهُ زَکٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا وَاخْتَارَ الرَّاغِبُ اِنَّ الزَّکٰوةَ بِمَعْنَی الطَّهَارَةِ۔

اس جگہ زکوٰۃ بمعنی عمل صالح ہے جیسے قرآن کریم میں بھی ہے خَیْرًا مِّنْهُ زَکٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا۔ اور علامہ راغب رحمہ اللہ نے بھی یہی معنی لئے اور کہا تفسیر زکوٰۃ بمعنی عمل صالح ہے اور بمعنی طہارت ہے تو عبارت یوں بنی وَالَّذِیْنَ یَفْعَلُوْنَ مَا یَفْعَلُوْنَ مِنَ الْعِبَادَةِ لِیُزَکِّیَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَوْلِیُزَکُّوْا اَنْفُسَهُمْ۔ وہ جو کچھ عبادتیں کرتے ہیں وہ اس غرض سے کرتے ہیں کہ اللہ انہیں پاک کردے یا وہ اپنے نفسوں کو پاک کرتے ہیں۔

اور اس کی تائید میں آیات کریمہ بھی ہیں قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ﴿۱۴﴾ وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی اور قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا۔ اس لئے قرآن کریم کی تفسیر قرآن کریم سے بھی ملتی ہے۔

اور یہ معنی اس وجہ سے بھی مناسب ہیں کہ یہ سورۃ مکی ہے اور زکوٰۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی ہے۔ آگے ارشاد ہے:

وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی محافظت کرتے ہیں سوا اپنی بیویوں اور شرعی باندیوں کے۔ ایمان کی صفتوں میں عفت بھی ایک اہم صفت ہے۔

اگرچہ یہ بھی عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ میں آ گیا تھا لیکن اسے علیحدہ بیان فرمانے میں یہ حکمت ہے۔ کہ مقتضیات شہوت انسان کو قضاء شہوت کی طرف خصوصیت سے مائل کرتے ہیں اس لئے علیحدہ فرمایا جس کے یہ معنی ہوئے وَ اِنَّهُمْ حَافِظُوْنَ لَهَا عَنِ ابْتِغَآءِ مُقْتَضَاهَا۔ مومنین مقتضیات شہوات کے اجبار پر محافظت بھی کرتے ہیں۔ مگر حَالَ كَوْنِهِمْ وَالِیْنَ وَقَوَّامِیْنَ عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ۔ جبکہ وہ مالک و قوام ہوں اپنی بیوی یا شرعی باندی پر تو اس کا حکم یہ ہے۔

فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ عَلٰى تَرْكِ حِفْظِهَا مِنْهُنَّ۔ اس پر وہ ملامت نہیں کئے جائیں گے ترک حفظ فروج میں۔ اس حکم میں جمع بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ بھی داخل ہیں اگرچہ وہ باندی ہو یعنی شرعی لونڈی دو بہنیں ہوں تو ان میں سے ایک جائز ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ۔ تو وہ اپنی ازواج و اماء میں ملامت نہیں کئے جائیں گے۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ۔ تو جو اس کے خلاف کرے وہی نافرمانی میں کامل ہے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ یَدْخُلُ فِیْمَا وَرَآءَ ذَالِکَ الزِّنَا وَاللِّوَاطُ وَ مُوَاقَعَةُ الْبَهَآئِمِ فَقَالَ الْجَمْهُوْرُ وَ هُوَ دَاخِلٌ فِیْمَا وَرَآءَ ذٰلِکَ اَیْضًا فَیُحَرَّمُ ۔ یَعْنِیْ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ میں زنا، لواطت اور جانوروں کے ساتھ افعال خلاف فطرت سب حرام ہیں اس پر جمہور کا اتفاق ہے۔

اور اسی آیت کریمہ سے حرمت متعہ بھی نکلتی ہے چنانچہ عبدالرزاق، ابوداؤد قاسم بن محمد رحمہم اللہ سے راوی ہیں اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ هِیَ مُحَرَّمَةٌ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَلَا وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۔ آپ سے متعہ کے بارے میں سوال ہوا فرمایا وہ حرام ہے کتاب اللہ میں اور وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ تلاوت فرمائی۔

اور اس پر یہ دلیل فرمائی: اِنَّ الْمُسْتَمْتَعَ بِهَا لَیْسَتْ مِلْکُ الْیَمِیْنِ وَلَا زَوْجَةٌ فَوَجَبَ اَنْ لَّا تَحِلَّ لَهٗ اَمَّا اِنَّهَا لَیْسَتْ مِلْکُ الْیَمِیْنِ فَظَاهِرٌ وَاَمَّا اِنَّهَا لَیْسَتْ زَوْجَةٌ لَّهٗ فَلِاَنَّهُمَا لَا یَتَوَارَثَانِ بِالْاِجْمَاعِ وَلَوْ كَانَتْ زَوْجَتُهٗ لَحَصَلَ التَّوَارُثُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ۔

علاوہ ازیں یہ امر واضح ہے کہ مستمتع اگر بعد متعہ مر جائے تو مستمتعہ کو میراث نہیں ملتی اور مستمتعہ کی اولاد بھی اسی طرح وارث نہیں بنتی جس طرح مزنیہ کی اولاد کو حصہ نہیں ملتا۔

تو واضح ہو گیا کہ متعہ بمنزلہ زنا ہے اگر زنا حلال ہوتا تو متعہ بھی حلال ہوتا اور جب ایسا نہیں تو متعہ بھی حلال نہیں۔ اس لئے کہ متعہ کر کے مستمتع مستمتعہ کو عرف میں بیوی نہیں کہتا اور اس سے ان اسرار کا قصد بھی نہیں ہوتا جو مشروعیت نکاح میں ہے توالد و تناسل اور بقاء نوع ملحوظ ہوتی ہے بلکہ مجرد قضاء وطر یعنی خواہش اور تسکین دغدغہ منی ہوتی ہے۔

كَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِیُّ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ ۔ اَلْاٰیَةُ ظَاهِرَةٌ فِیْ تَحْرِیْمِ الْمُتْعَةِ فَاِنَّ الْمُسْتَمْتَعَ بِهَا لَا یقَالُ لَهَا زَوْجَةٌ فِی الْعُرْفِ وَلَا یُقْصَدُ مِنْهَا مَا هُوَ السِّرُّ فِیْ مَشْرُوْعِیَّةِ النِّكَاحِ مِنَ التَّوَالُدِ وَالتَّنَاسُلِ

بِبَقَآءِ النَّوْعِ بَلْ مُجَرَّدُ قَضَآءِ الْوَطَرِ وَ تَسْكِيْنِ دَغْدَغَةِ الْمَنِيِّ وَ نَحْوِ ذٰلِكَ۔

اور صحیحین میں ہے: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ الْمُتْعَةَ يَوْمَ خَيْبَرَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ یوم خیبر میں حرام فرمایا۔

اور مسلم شریف میں ہے: اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَرَّمَهَا يَوْمَ الْفَتْحِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم فتح پر اس کی حرمت کا حکم صادر فرمایا۔

ان دونوں حدیثوں میں ابن ہمام یوں توفیق فرماتے ہیں۔

بِاَنَّهَا حُرِّمَتْ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً يَوْمَ خَيْبَرَ وَمَرَّةً يَوْمَ الْفَتْحِ وَ ذٰلِكَ يَقْتَضِيْ اَنَّهَا كَانَتْ حَلَالًا قَبْلَ هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ۔ متعہ کی حرمت دو بار نافذ ہوئی یوم خیبر پر ایک بار اور فتح مکہ پر دوبارہ اور اس سے بھی اقتضاء ثابت ہوتا ہے کہ یہ ان دونوں سے قبل حلال تھا۔

وَرَوَى ابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهٗ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا۔

لَزِمَ اَنْ تَكُوْنَ مُحَرَّمَةً بِمَكَّةَ يَوْمَ نَزَلَتِ الْاٰيَةُ وَهُوَ قَبْلَ هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ فَتَكُوْنُ قَدْ حُرِّمَتْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ لازمی طور پر یہ ماننا پڑے گا کہ یہ حرمت مکہ معظمہ میں اس آیت کے نزول پر نافذ ہوئی۔ بالاتفاق اور اس آیہ کریمہ کا نزول خیبر و فتح مکہ سے قبل ہوا تو لازمی طور پر اس کی حرمت کے احکام تین بار نافذ ہوئے۔

اور صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استمتاع بالنساء کی اجازت دی تھی پھر حکم صریح حرمت کا دے دیا۔

حَيْثُ قَالَ فِیْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُنْتُ اَذِنْتُ لَكُمْ فِی الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَآءِ وَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی ذٰلِكَ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اجازت استمتاع بالنساء دی تھی لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک حرام فرما دیا ہے۔

پھر ایک واقعہ علامہ حازمی رحمہ اللہ اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی غَزْوَةِ تَبُوْكَ حَتّٰی اِذَا كُنَّا عِنْدَ الْعَقَبَةِ مِمَّا يَلِی الشَّامَ جَاءَتْ نِسْوَةٌ فَذَكَرْنَا تَمَتُّعَنَا وَ هُنَّ يَطُعْنَّ فِیْ رِحَالِنَا فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَيْهِنَّ وَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ النِّسْوَةُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نِسْوَةٌ تَمَتَّعْنَا مِنْهُنَّ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِحْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ وَ تَمَعَّرَ وَجْهُهٗ وَقَامَ فِيْنَا خَطِيْبًا فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَيْهِ ثُمَّ نَهٰی عَنِ الْمُتْعَةِ۔ فَتَوَادَعْنَا يَوْمَئِذٍ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ وَلَمْ نَعُدْ وَلَا نَعُوْدُ اِلَيْهَا اَبَدًا۔

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے حتیٰ کہ جب ہم ملک شام کے قریب ایک عقبہ پر پہنچے تو عورتیں آ گئیں ہم نے متعہ کا ذکر کیا تو وہ رضامند ہو گئیں اور ہمارے رحال یعنی کجاووں میں آ گئیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر ان عورتوں کو ہمارے راحلوں میں ملاحظہ کیا تو فرمایا یہ کون سی عورتیں ہیں۔ ہم نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیر عورتیں ہیں جن سے ہم نے متعہ کیا ہے۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے غضب ناک ہوئے کہ رخسارۂ مبارک سرخ ہو گئے۔

وَ تَمَعَّرَ وَجْهُهٗ۔ اس پر منجد میں ہے۔ تَمَعَّرَ وَجْهُهٗ تَغَيَّرَ وَ عَلَتْهُ صُفْرَةٌ۔ چہرۂ اقدس پر تغیر آ گیا اور ہم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد وثناء کے بعد بیان میں متعہ سے منع فرمایا تو ہم نے عورتوں کو رخصت کردیا۔ اس کے بعد ہم نے نہ ان کی طرف التفات کیا نہ وہ عورتیں کبھی ہماری طرف ملتفت ہوئیں۔

اور حضرت مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے بھی حرمت متعہ ثابت ہے۔

اور صحیح مسلم میں اجماع صحابہ علیہم رضوان اس پر ہے کہ متعہ حرام ہے۔

اور ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حرمت متعہ پر رجوع ثابت ہے۔

اور بعض نے امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف بھی ایسی ہی روایت منسوب کی ہے جس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهُوَ افْتِرَاءٌ عَلَيْهِ۔ یہ افتراء محض ہے۔

اب زلق وغیرہ افعال مذمومہ کی تصریح بھی ضروری ہے۔

اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مَا ذَكَرَهُ الْمَشَائِخُ مِنْ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ مشائخ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بتایا ہے۔

نَاكِحُ الْيَدِ مَلْعُوْنٌ۔ ہاتھ سے زلق کرنے والا ملعون ہے۔

وَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَذَّبَ اللّٰهُ تَعَالٰى اُمَّةً كَانُوْا يَعْبَثُوْنَ بِمَذَاكِيْرِهِمْ۔ اللہ نے اس امت کو عذاب فرمایا جو اپنی شرمگاہوں کو عبث طریقہ مثل زلق وغیرہ کے استعمال کرتے تھے۔

وَ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعْتُ قَوْمًا يُحْشَرُوْنَ وَاَيْدِيْهِمْ حُبَالٰى وَاَظُنُّ اَنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَسْتَمْنُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ۔ ایک قوم عرصات محشر میں آئے گی کہ ان کے ہاتھ حاملہ ہوں گے اور فرماتے ہیں میرا گمان ہے وہ منی نکالنے والے ہیں اپنے ہاتھوں سے۔ اس کے بعد ارشاد ہے:

وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔ یعنی اور مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت رکھیں۔ یعنی امانت اور عہد کی رعایت کریں۔

اصل میں رعی حیوانات کی محافظت پر مستعمل ہے چنانچہ راعی الغنم بکریوں کے نگران کو کہتے ہیں عام اس سے کہ چارہ کی محافظت کی جائے یا اس کی جان کی یا دشمن کے چرانے سے محافظت ہو۔

ثُمَّ اسْتُعْمِلَ فِي الْحِفْظِ مُطْلَقًا۔ پھر یہ مطلقاً ہر چیز کی نگرانی پر مستعمل ہونے لگ گیا۔

اور امانات۔ جمع ہے امانت کی یہ اصل میں مصدر ہے لیکن اس سے مراد وہ چیز لی جاتی ہے جو امانت رکھی جائے۔

اور ایسے ہی عہد بھی مصدر ہے اس سے مراد وہ امور ہیں جن کا عہد کیا جائے۔

اور آیت کریمہ اکثر مفسرین کے نزدیک عام ہے ہر قسم کی امانت اور ہر عہد کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ہو یا لوگوں سے جیسے تکالیف شرعیہ اور اموال مودعہ اور قسم اور نذر اور تمام عقود وغیرہ اس کے بعد ارشاد ہے:

وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۔ اور مومنین کی یہ شان بھی ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ یعنی فرائض پنجگانہ جیسا کہ ابن منذر ابو صالح اور عبد بن حمید رحمہم اللہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں تَاْدِيَتُهَا

فِیْ اَوْقَاتِهَا بِشُرُوْطِهَا وَاِتْمَامِ رُکُوْعِهَا وَسُجُوْدِهَا وَسَائِرِ اَرْکَانِهَا۔ فرائض ان کے وقت میں ادا کریں اور رکوع وسجود اور تمام ارکان پورے کریں۔

چنانچہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور ایک جماعت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

اِنَّهٗ قِیْلَ لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُکْثِرُ ذِکْرَ الصَّلٰوةِ فِی الْقُرْاٰنِ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ. وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ قَالَ ذٰلِکَ فِیْ مَوَاقِیْتِهَا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کا ذکر قرآن کریم میں بہت فرمایا۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ اور وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ آپ نے فرمایا یہ احکام فرائض کی ادائیگی پر ہیں کہ ہر فرض اپنے وقت پر ادا کئے جائیں۔

اور یہاں خشوع کو مقدم فرمایا نماز سے اس لئے کہ خشوع عبادت میں مقدم ہی ہے۔ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ بِدُوْنِهٖ کَلَا صَلٰوةَ بِالْاِجْمَاعِ۔ اس لئے کہ نماز بلا خشوع ایسے ہے جیسے نماز نہ ہو بالاجماع۔ رومی علیہ الرحمہ نے اسی لئے فرمایا:

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر   این چنیں تسبیح کے دارد اثر

زبان پر تسبیح ہو اور دل میں گائے اور گدھے کے خیالات ہوں تو ایسی تسبیح کیا اثر کرے گی۔

سعدی بھی فرما گئے:

شب چوں عقد نماز بر بندم   چہ خورد بامداد فرزندم

رات کو جب میں نماز کی نیت باندھتا ہوں تو خیال آتا ہے صبح میرا بچہ کیا کھائے گا۔

وَقَدْ قَالُوْا صَلٰوةٌ بِلَاخُشُوْعٍ جَسَدٌ بِلَارُوْحٍ۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ وہ نماز جو بلا خشوع ہو وہ ایسے ہے جیسے جسم بلا روح۔

یہ سات صفتیں مومنین کی بیان فرما کر ارشاد ہوا:

اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ یہ ہیں وہ مومنین جو وارث ہوں گے اس ورثہ کے جو فردوس ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اُولٰٓئِکَ۔ میں باعتبار اتصاف مذکورہ اشارہ اس قسم کے مومنین کی طرف ہے کہ انہیں وہ بدلہ ملے گا جسے ہم ورثہ کے نام سے ظاہر فرما کر انہیں وارث فرما رہے ہیں یعنی ان صفات کے مومن وہ ہیں جو وارث ہوں رغائب اموال اور ذخائر اور اکرام کے اور یہاں یَرِثُوْنَ مومنین کی تفخیم کے لئے اور علو مکان کے اظہار کے لئے فرمایا اور فردوس وہ مقام ہے جو اعلی الجنان ہے اس سے اونچی جنت نہیں۔ چنانچہ عبد بن حمید اور ترمذی اس کے راوی ہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَنَّ الرُّبَیِّعَ بِنْتَ نَضْرٍ اَتَتِ الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ ابْنُهَا الْحَارِثُ بْنُ سُرَاقَةَ اُصِیْبَ یَوْمَ بَدْرٍ اَصَابَهٗ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَالَتْ اَخْبِرْنِیْ عَنْ حَارِثَةَ فَاِنْ کَانَ اَصَابَ الْجَنَّةَ اِحْتَسَبْتُ وَصَبَرْتُ وَاِنْ کَانَ لَمْ یُصِبِ الْجَنَّةَ اجْتَهَدْتُ فِی الدُّعَآءِ۔

حضرت ربیع بنت نضر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئیں ان کے صاحبزادے حارث بن سراقہ بدر میں کاری تیر سے زخمی ہو کر شہید ہو گئے تھے اور عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حارث کی مجھے خبر دیں اگر وہ جنت میں پہنچا تو میں ثواب کی امید پر صبر کروں اور اگر وہ جنت میں نہیں پہنچا تو میں اس کے لئے دعا میں کوشش کروں۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَیْ اُمَّ حَارِثٍ اِنَّھَا جَنَانٌ فِیْ جَنَّۃٍ وَاِنَّ ابْنَکَ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰی وَالْفِرْدَوْسُ رَبْوَۃُ الْجَنَّۃِ۔ جنت میں بہت سے باغیچے ہیں باغہائے جنت سے اور تمہارا بیٹا وہ تو فردوس اعلیٰ میں پہنچا اور فردوس اعلیٰ جنت کے ایک بلند مقام کو کہتے ہیں۔

سعید بن منصور اور ابن ماجہ اور ابن جریر اور ابن المنذر وغیرہ رحمہم اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَہٗ مَنْزِلَانِ مَنْزِلٌ فِی الْجَنَّۃِ وَمَنْزِلٌ فِی النَّارِ فَاِذَا مَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ وَرِثَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنْزِلَہٗ فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی نہیں مگر اس کی دو منزل ہیں ایک منزل جنت میں اور ایک منزل جہنم میں تو جب کوئی مرتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہوتا ہے تو مومن اس کے جنتی مقام کو حاصل کر لیتا ہے۔ تو یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ۔

وَ قِیْلَ الْاِرْثُ اِسْتِعَارَۃٌ لِّلْاِسْتِحْقَاقِ ۔ لِاَنَّ الْاِرْثَ اَقْوٰی اَسْبَابِ الْمِلْکِ۔ اور کہا گیا کہ ارث استعارہ ہے استحقاق کے لئے اس لئے کہ ارث اسباب ملک میں اقوی ہے۔

ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔ وہ اس فردوس میں ہمیشہ رہیں گے کبھی نہ نکالا جائیں گے۔

بعض نے کہا لَا یَمُوْتُوْنَ وَلَا یُخْرَجُوْنَ وہ فردوس میں داخل ہونے کے بعد نہ کبھی مریں اور نہ اس سے نکالے جائیں۔

اس کے بعد مشرکین کے اس عقیدہ کا رد ہے کہ مر کر زندہ ہونا محال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ﴿۱۴﴾۔

اور بے شک ہم نے انسان کو تمام مٹیوں سے چن کر بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پھر کیا ہم نے اسے یعنی پانی کے قطرہ کو خون کی پھٹک پھر کیا اس خون کی پھٹک کو ایک گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنایا پھر ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ اپنی تفسیر نسفی میں فرماتے ہیں: یہاں انسان سے مراد حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام ہیں اور مِنْ سُلٰلَۃٍ سے مراد وہ مٹی ہے جس سے آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی جو خلاصہ اور چنی ہوئی مٹی ہے کیچڑ سے۔

اور ایک قول ہے کہ وہ مٹی جس سے آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی وہ سلالہ تھی یعنی چنی ہوئی مٹی تھی۔ لِاَنَّہٗ سُلَّ مِنْ کُلِّ تُرْبَۃٍ۔ اس لئے کہ وہ ہر مٹی سے چنی گئی۔

مِنْ سُلٰلَةٍ۔ میں مِن ابتداء کے لئے ہے اور مِّنْ طِيْنٍ میں مَنْ بیان کے لئے ہے۔

پھر ثُمَّ جَعَلْنٰهُ یعنی پھر کیا ہم نے آدم کو یعنی ان کی نسل کو اس لئے کہ آدم علیہ السلام کا نطفہ نہیں ہوا جیسا کہ فرمایا: وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ اور ابتداء کی ہم نے انسان کی مٹی سے پھر کیا اس کی نسل کو نطفہ سے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اَلْاِنْسَانُ بَنُوْ اٰدَمَ وَالسُّلَالَةُ النُّطْفَةُ وَالْعَرَبُ تُسَمِّي النُّطْفَةَ سُلَالَةً۔ انسان سے مراد بنی آدم ہے اور سلالۃ سے مراد نطفہ ہے اور عرب اپنے محاورہ میں نطفہ کو سلالہ کہتے ہیں تو گویا مقصود بیان یہ ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ يَعْنِيْ مِنْ نُطْفَةٍ مَّسْلُوْلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ اَيْ مَخْلُوْقٍ مِّنْ طِيْنٍ وَهُوَ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو چنی ہوئی مٹی یعنی نطفہ سے جو چنا ہوا ہے مٹی سے یعنی وہ مٹی سے بنایا ہوا ہے اور اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں۔

اور نطفہ سے مراد ماء قلیل ہے فِيْ قَرَارٍ يَعْنِيْ مُسْتَقَرٍّ يَعْنِي الرَّحِمَ مَكِيْنٍ حَصِيْنٍ۔ محفوظ مقام پر اور وہ رحم ہے۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ يَعْنِيْ صَيَّرْنَاهَا عَلَقَةً قِطْعَةَ دَمٍ۔ پھر بنایا ہم نے نطفہ کو یعنی کیا ہم نے اسے علقہ یعنی جما ہوا خون۔

وَالْمَعْنٰى اَحَلْنَا النُّطْفَةَ الْبَيْضَآءَ عَلَقَةً حَمْرَاءَ۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس سپید نطفہ کے قطرہ کو ہم نے محلول کر دیا علقہ حمراء یعنی جما ہوا خون سرخ۔

فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً اَيْ قَدْرَ مَا يُمْضَغُ۔ پھر بنایا ہم نے اس جمے ہوئے خون کو لوتھڑا گوشت کا۔

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا۔ فَصَيَّرْنَاهَا عِظَامًا۔ یعنی پھر کیا ہم نے اس گوشت کو ہڈیاں یعنی اس میں ہڈیاں بنائیں۔

فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا يَعْنِيْ فَاَنْبَتْنَا عَلَيْهَا اللَّحْمَ فَصَارَ لَهَا كَاللِّبَاسِ۔ عِظٰمًا۔ یعنی ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا تو وہ ہڈیوں پر مثل لباس کے چڑھ گیا۔

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ اَيْ خَلَقْنَا مُبَايِنًا لِلْخَلْقِ الْاَوَّلِ حَيْثُ جَعَلَهٗ حَيَوَانًا وَّكَانَ جَمَادًا وَّ نَاطِقًا وَّ سَمِيْعًا وَّ بَصِيْرًا۔ پھر پیدا کیا ہم نے اس گوشت منڈھے ہوئے پتلے کو ایسی پیدائش میں جو پہلی تخلیق کے بالکل مباین اور خلاف ہے۔

اس طرح کہ اسے حیوان کیا حالانکہ وہ بے جان جماد تھا اور بولنے والا اور سننے والا اور دیکھنے والا بنا دیا۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ تو وہ برکت والا ہے بہترین پیدا کرنے والا۔

روایت ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا تو وہ لکھتے لکھتے جب یہاں آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے پہلے ان کی زبان سے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ نکل گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی لکھ دے اس لئے کہ آیت کے ساتھ ایسا ہی نازل ہوا ہے۔

اس پر عبداللہ بن ابی سرح کے دل میں وسوسہ آیا کہ اِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ نَّبِيًّا يُّوْحٰى اِلَيْهِ فَاَنَا نَبِيٌّ يُّوْحٰى اِلَيَّ فَارْتَدَّ وَلَحِقَ بِمَكَّةَ ثُمَّ اَسْلَمَ يَوْمَ الْفَتْحِ۔ اگر حضور نبی ہیں اور انہیں وحی آتی ہے تو میں بھی نبی ہوں میری طرف بھی

وحی آتی ہے اور مرتد ہو گیا اور مشرکین مکہ سے جا ملا اور پھر دوبارہ فتح مکہ کے دن اسلام لایا۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں اس لئے کہ یہ ارتداد مدینہ میں ہوا اور اس سورۃ مبارکہ کا نزول مکہ میں ہوا ہے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ۔ پھر تم اس تخلیق کے بعد مرو گے پھر تم بروز قیامت اٹھائے جاؤ گے۔

یعنی تمہیں پیدا ہونے پر تو تعجب نہیں کہ ایک قطرہ سے تم میں کیا کیا انقلاب آئے اور مرنے کے بعد اٹھنے میں تعجب کر رہے ہو اور کہتے ہو:

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ۔ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے تو یہ زندہ ہونا عقلاً بعید ہے۔ اور کہتے ہو:

مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ۔ کون ہمیں گلی ہڈیوں سے زندہ کرے گا تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ فرما دیجئے وہی زندہ کرے گا جس نے اول بار تمہیں قطرہ سے زندہ فرمایا۔ اس کے بعد دوسری دلیل عقلی بیان فرمائی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ۔ اور یقیناً کیا ہم نے تمہارے اوپر سات طریقوں سے آسمان۔ طَرَائِق جَمْعُ طَرِيْقَةٍ وَهِيَ السَّمٰوٰتُ لِاَنَّهَا طُرُقٌ لِمَلٰئِكَةٍ۔ طرائق طریقہ کی جمع ہے اس لئے کہ آسمان سے ملائکہ کے آنے جانے کے راستے ہیں۔

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ۔ اور نہیں ہم اس کی تخلیق سے بے خبر۔

كَاَنَّهٗ قَالَ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ وَمَا كُنَّا غَافِلِيْنَ عَنْ حِفْظِهَا۔ گویا یہ فرمایا ہم نے آسمانوں کو تمہارے اوپر پیدا فرمایا اور ہم اس کی محافظت سے بے خبر نہیں۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ۔ اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی یعنی بارش اور روکا اسے ہم نے زمین میں مقدار معلوم کے ساتھ اور ہم اس کے لے جانے پر بھی قادر ہیں۔

یعنی بارش ہم نے نازل فرما کر اس سے ندی نالے جاری فرمائے حالانکہ یہ تمام پانی آسمان سے ہی نازل ہوتا ہے تو جس طرح ہم اسے ندی نالوں میں جاری فرما کر زمین سیراب فرماتے ہیں ایسے ہی اس پانی کو لے جانے اور باغیچوں کے سرسبز و شاداب کرنے پر بھی قادر ہیں اور

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۔ تو اس پانی سے پیدا فرماتے ہیں ہم باغ کھجوروں اور انگوروں کے تمہارے لئے اس میں بہت سے پھل ہیں جس سے تم کھاتے ہو۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَهٰذِهِ الْجَنَّاتُ وُجُوْهُ اَرْزَاقِكُمْ وَمَعَاشِكُمْ مِّنْهَا تُرْزَقُوْنَ وَتَعِيْشُوْنَ۔

یہ باغیچے سبب ہیں تمہارے رزقوں اور معاشوں کے ان سے تم رزق پاتے اور جیتے ہو۔

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ۔ اور وہ درخت جو طور سینا سے نکلتا ہے اور اس تیل کے ساتھ اگتا ہے جو تر کاری ہے کھانے والوں کو۔

اس کا عطف باغوں پر ہے اور وہ زیتون کا درخت مراد ہے اور طُوْرِ سَيْنَآءَ یا طُوْرِ سِيْنِيْنَ یہ طور کی طرف مضاف ہے اور وہ ایک مبارک بقعہ ہے جس کا نام سَيْنَآءَ یا سِيْنِيْنَ ہے یہ یا تو پہاڑ کا نام ہے اور یہ مضاف مضاف الیہ ہے جیسے امراء القیس۔

اور فلسطین کا ایک پہاڑ ہے۔ سَيْنَآءَ غیر منصرف ہے جو ہر حال میں مکسور السین ہے اور یہ صحراء کے وزن پر ہے۔

تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ۔ پر زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلْبَاءُ لِلْحَالِ اَیْ تَنْبُتُ وَ مَعَهَا الدُّهْنُ۔ اس میں باء حال کے لئے ہے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ زیتون کا درخت وہ ہے جس کے ساتھ تیل بھی اگتا ہے۔

وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ۔ اَیْ اِدَامٌ لَّهُمْ۔ یعنی کھانے والوں کے لئے وہ ترکاری ہے۔

قَالَ مُقَاتِلُ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ هٰذِهٖ اِدَامًا وَ دُهْنًا فَالْاِدَامُ الزَّيْتُوْنُ وَالدُّهْنُ الزَّيْتُ۔ مقاتل فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس درخت میں ترکاری اور تیل پیدا فرمائے ترکاری تو زیتون ہے جو اس میں پھل ہے۔ اور زیت وہ تیل ہے جو اس سے نکلتا ہے۔

وَ قِيْلَ هِیَ اَوَّلُ شَجَرَةٍ تَنْبُتُ بَعْدَ الطُّوْفَانِ وَ خُصَّ هٰذِهِ الْاَنْوَاعُ الثَّلٰثَةُ لِاَنَّهَا اَكْرَمُ الشَّجَرِ وَاَفْضَلُهَا وَ اَجْمَعُهَا لِلْمَنَافِعِ۔ کہتے ہیں کہ یہ اول درخت ہے جو طوفان نوح کے بعد پیدا ہوا اور اس میں تین خوبیاں خاص ہیں:

اول تمام درختوں سے یہ عزت والا ہے اور دوسرے سب درختوں سے افضل ہے اور تیسرے سب سے زائد اس میں منافع ہیں۔

یہ وہ درخت ہے کہ تمام درختوں سے اس کی عمر زائد ہے فَفِی التَّذْكِرَةِ اِنَّهَا تَدُوْمُ اَلْفَ عَامٍ۔ تذکرہ میں ہے کہ یہ درخت ایک ہزار سال تک عمر پاتا ہے۔

اور تفسیر خازن میں ہے تَبْقٰی ثَلَاثَةَ الْاٰفِ سَنَةً۔ تین ہزار سال تک اس کی عمر ہے (روح المعانی)

آگے ارشاد ہے:

وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَی الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ۔ اور بے شک تمہارے لئے چوپایوں میں بھی عبرت ہے۔ پلاتے ہیں ہم تمہیں ان کے شکم سے اور تمہارے لئے اس میں بہت سے منافع ہیں اور اس سے تم کھاتے ہو اور ان پر اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو۔

انعام۔ نعم کی جمع ہے اس سے مراد اونٹ گائے بکری ہیں۔

اور نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا۔ کے یہ معنی ہیں اَیْ نُخْرِجُ لَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِهَا لَبَنًا سَائِغًا۔ نکالتے ہیں ہم تمہارے لئے ان کے شکموں سے دودھ صاف ستھرا۔

وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ۔ یعنی سوائے دودھ کے تمہارے لئے ان میں اور بھی منافع بہت سے ہیں یعنی اون کھال وغیرہ بھی حاصل کرتے ہیں۔

وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۔ اور ان کا گوشت بھی کھاتے ہو اور خشکی میں ان پر سواری بھی کرتے ہو اور دریا میں کشتی کے ذریعہ سفر

کرتے ہو۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع-سورۂ مومنون-پ ۱۸

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾

اور بے شک بھیجا ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف تو کہا انہوں نے اے میری قوم اللہ کو پوجو نہیں تمہارا کوئی خدا اس کے سوا تو کیا تم ڈرتے نہیں

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْۙ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓىٕكَةًۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىٕنَا الْاَوَّلِیْنَۚ ﴿۲۴﴾

تو بولے وہ سردار جو کافر تھے اس کی قوم سے یہ تو نہیں مگر ایک بشر ہے تم جیسا چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور اتارتا فرشتے نہیں سنا ہم نے یہ اپنے باپ دادا سے جو پہلے تھے

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۲۵﴾

وہ تو نہیں مگر ایک آدمی ہے جنونی تو کچھ دن انتظار کرو کچھ زمانہ گزرے گا

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾

بولے نوح اے میرے رب میری مدد کر ان کے جھٹلانے پر

فَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُۙ فَاسْلُكْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْۚ وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْاۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾

تو ہم نے وحی کی اس کی طرف کہ ایک کشتی بنا ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی سے تو جب آئے ہمارا حکم اور تنور ابلے تو بٹھا لے اس کشتی میں ہر جوڑے سے دو دو اور اپنے اہل کو مگر ان میں سے وہ جن پر بات پہلے پڑ چکی اور ان ظالموں کے معاملے میں مجھ سے مخاطبہ نہ کرنا یہ ضرور غرق کئے جائیں گے

فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَ مَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۸﴾

اور جب برابر بیٹھ جائے تو اور تیرے ساتھی کشتی میں تو کہہ سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی

وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۲۹﴾

اور عرض کر اے میرے رب اتار مجھے برکت والی جگہ اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ﴿۳۰﴾

بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اور بے شک ہم ضرور جانچنے والے ہیں

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَۚ ﴿۳۱﴾

پھر ہم نے پیدا کئے ان کے بعد کئی زمانے دوسرے تو بھیجا

فَاَرْسَلْنَا فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع

ہم نے ان میں رسول ان سے کہ اللہ کی بندگی کرو نہیں تمہارا اس کے سوا کوئی معبود تو کیا تم نہیں ڈرتے

حل لغات دوسرا رکوع۔سورۂ مومنون۔پ ۱۸

وَ۔اور	لَقَدْ۔بے شک	اَرْسَلْنَا۔بھیجا ہم نے	نُوْحًا۔نوح کو
اِلٰی۔طرف	قَوْمِہٖ۔اس کی قوم کی	فَقَالَ۔تو کہا	یٰقَوْمِ۔اے میری قوم
اعْبُدُوا۔عبادت کرو	اللّٰہَ۔اللہ کی	مَا۔نہیں	لَکُمْ۔تمہارے لئے
مِّنْ اِلٰہٍ۔کوئی معبود	غَیْرُہٗ۔اس کے سوا	اَفَلَا۔کیا نہیں	تَتَّقُوْنَ۔تم ڈرتے
فَقَالَ۔تو کہا	الْمَلَؤُا۔سرداروں نے	الَّذِیْنَ۔جو	کَفَرُوْا۔کافر تھے
مِنْ قَوْمِہٖ۔اس کی قوم میں سے		مَا۔نہیں	ھٰذَآ۔یہ
اِلَّا۔مگر	بَشَرٌ۔آدمی ہے	مِّثْلُکُمْ۔مثل تمہاری	یُرِیْدُ۔چاہتا ہے
اَنْ۔یہ کہ	یَّتَفَضَّلَ۔بڑائی حاصل کرے	عَلَیْکُمْ۔تم پر	وَ۔اور
لَوْ۔اگر	شَآءَ۔چاہتا	اللّٰہُ۔اللہ	لَاَنْزَلَ۔تو اتار دیتا
مَلٰٓئِکَۃً۔فرشتے	مَّا۔نہیں	سَمِعْنَا۔سنا ہم نے	بِھٰذَا۔یہ
فِیْٓ۔بیچ	اٰبَآئِنَا۔اپنے باپ دادا	الْاَوَّلِیْنَ۔پہلوں کے	اِنْ۔نہیں
ھُوَ۔وہ	اِلَّا۔مگر	رَجُلٌ۔ایک آدمی ہے	بِہٖ۔کہ اس کو
جِنَّۃٌ۔جنون ہے	فَتَرَبَّصُوْا۔تو انتظار کرو	بِہٖ۔اس کے متعلق	حَتّٰی۔ایک
حِیْنٍ۔وقت تک	قَالَ۔کہا	رَبِّ۔اے میرے رب	انْصُرْنِیْ۔مدد کر میری
بِمَا۔بدلہ اس کا	کَذَّبُوْنِ۔جو مجھے انہوں نے جھٹلایا		فَاَوْحَیْنَآ۔تو وحی کی ہم نے
اِلَیْہِ۔اس کی طرف	اَنِ۔یہ کہ	اصْنَعِ۔بنا	الْفُلْکَ۔ایک کشتی
بِاَعْیُنِنَا۔ہماری نگرانی میں	وَ۔اور	وَحْیِنَا۔ہماری وحی کے مطابق	فَاِذَا۔تو جب
جَآءَ۔آیا	اَمْرُنَا۔ہمارا حکم	وَ۔اور	فَارَ۔جوش مارا
التَّنُّوْرُ۔تنور نے	فَاسْلُکْ۔تو سوار کر	فِیْھَا۔اس میں	مِنْ کُلٍّ۔ہر چیز کے
زَوْجَیْنِ۔جوڑے	اثْنَیْنِ۔دو دو	وَ۔اور	اَھْلَکَ۔اپنے گھر والوں کو بھی
اِلَّا۔مگر	مَنْ۔جس پر	سَبَقَ۔پہلے گزری	عَلَیْہِ۔اس پر
الْقَوْلُ۔بات	مِنْھُمْ۔ان میں سے	وَ۔اور	لَا۔نہ
تُخَاطِبْنِیْ۔مخاطب کر مجھے	فِیْ۔بیچ	الَّذِیْنَ۔ان کے جو	ظَلَمُوْا۔ظالم ہیں
اِنَّھُمْ۔بے شک وہ	مُّغْرَقُوْنَ۔غرق کئے جائیں گے	فَاِذَا۔پھر جب	اسْتَوَیْتَ۔برابر ہو جائے

اَنْتَ۔تو	وَ۔اور	مَنْ۔جو	مَّعَكَ۔تیرے ساتھ ہیں
عَلَى۔اوپر	الْفُلْكِ۔کشتی کے	فَقُلِ۔تو کہہ	الْحَمْدُ۔سب تعریف
لِلّٰهِ۔اللہ کے لئے ہیں	الَّذِیْ۔وہ جس نے	نَجّٰنَا۔نجات دی ہم کو	مِنَ الْقَوْمِ۔قوم
الظّٰلِمِیْنَ۔ظالم سے	وَ۔اور	قُلْ۔کہہ	رَّبِّ۔اے میرے رب
اَنْزِلْنِیْ۔مجھے اتار	مُنْزَلًا۔اتارنا	مُّبٰرَكًا۔برکت والا	وَّ۔اور
اَنْتَ۔تو ہے	خَیْرُ۔بہتر	الْمُنْزِلِیْنَ۔اتارنے والا	اِنَّ۔بے شک
فِیْ۔بیچ	ذٰلِكَ۔اس کے	لَاٰیٰتٍ۔نشانیاں ہیں	وَّ۔اور
اِنْ۔بے شک	كُنَّا۔ہم ہیں	لَمُبْتَلِیْنَ۔آزمانے والے	ثُمَّ۔پھر
اَنْشَاْنَا۔پیدا کئے ہم نے	مِنْۢ بَعْدِهِمْ۔ان کے بعد	قَرْنًا۔زمانے	اٰخَرِیْنَ۔اور
فَاَرْسَلْنَا۔تو بھیجے ہم نے	فِیْهِمْ۔ان میں	رَسُوْلًا۔رسول	مِّنْهُمْ۔ان میں سے
اَنِ۔یہ کہ	اعْبُدُوا۔عبادت کرو	اللّٰهَ۔اللہ کی	مَا۔نہیں
لَكُمْ۔تمہارے لئے	مِّنْ اِلٰهٍ۔کوئی معبود	غَیْرُهٗ۔سوا اس کے	اَفَلَا۔کیا نہیں
تَتَّقُوْنَ۔تم ڈرتے			

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔سورۂ مومنون۔پ ۱۸

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ یہاں سے چند انبیائے کرام کے تذکرے شروع ہیں۔ان اذکار سے مندرجہ ذیل امور ظاہر فرمانے مقصود ہیں۔

اول یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جائے کہ محبوب آج آپ کی قوم اگر آپ سے کج بحثیاں کر رہی ہے تو یہ نئی بات نہیں آپ سے پہلے نبیوں پر بھی لایعنی شبہات کرتی رہی ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیائے کرام کے ذریعہ بڑے بڑے معجزات ان کی صداقت پر ظاہر فرمائے اور جب بھی وہ نہ مانے تو آخرش ہلاک کر دیئے گئے اسی طرح آپ کے مخالف بھی اگر سیدھے نہ ہوئے تو ان کا بھی یہی حشر ہوگا۔

تیسرے یہ کہ سابقہ تمام انبیائے کرام توحید کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور جو قوم اپنے آباء واجداد کی تقلید میں بت پرستی کرتی رہے وہ محض باطل اور لغو ہے۔

چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قرن یعنی ہر زمانہ کی مخالفت کرنے والی جماعتوں کو ہلاک کر کے دوسری جماعت پیدا کی ہے اسی طرح اگر آپ کے مخالف باز نہ آئے تو ان کی ہلاکت کے بعد بھی دوسری قوم پیدا کی جائے گی۔

یہاں تذکار انبیاء میں سب سے پہلا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہے جس میں کلام سابق سے یہ ربط ہے کہ پہلے رکوع میں آسمان سے پانی اتارنے کا ذکر فرمایا اور ظاہر کیا کہ وہ رحمت تھا پھر رحمت کو زحمت کر دینا ہماری قدرت کاملہ کا کرشمہ ہے۔ جیسے قوم نوح کی ہلاکت اسی رحمت کے بعد زحمت کی صورت میں ہوئی یعنی وہی پانی جو بشر کی زندگی اور مرغزار کا موجب تھا وہی

پانی اس کی ہلاکت کا سبب ہو گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی اور شرک سے روکا تو قوم کے سردار بولے یہ تو تم جیسے ہی بشر ہیں انہیں فضیلت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر ہماری ہدایت چاہتا تو فرشتے نازل کرتا ہمارا طریق عبادت وہی ہے جو ہمارے باپ دادا سے ہم نے دیکھا ہم نے ایک خدا کی عبادت کسی سے نہیں سنی ان کی باتیں خلاف عقل ہیں یہ دیوانے معلوم ہوتے ہیں یہ ہمیں کہتے ہیں کہ عذاب آئے گا لہٰذا انتظار کرو کہ کب آتا ہے اور آتا بھی ہے کہ نہیں۔

چونکہ یہ تمام شبہات بے بنیاد تھے ان کے جواب کی طرف التفات نہ کرتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا۔ اس پر کشتی بنانے کا حکم ملا جس میں متبعین کے جوڑے سوار ہوں مگر وہ جن کے بے ایمان ہونے پر تقدیر الٰہی مسابقت کر چکی تھی جس میں ان کا بدبخت بیٹا کنعان بھی تھا سب کو غرق کر دیا۔ اس کی مفصل تشریح پہلے گزر چکی ہے اور فَارَ التَّنُّوْرُ کی تفسیر بھی بیان ہو چکی ہے۔

اس کے بعد دوسرا قصہ دوسرے رکوع میں بیان فرمایا جو تیسرے رکوع میں آئے گا۔ بعد کے جو نبی آئے انہوں نے بھی توحید کی دعوت دی۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ بے شک ہم نے بھیجا نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف تو فرمایا انہوں نے اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو نہیں تمہارا اس کے سوا کوئی معبود تو کیا تمہیں ڈر نہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت اور اسی کی توحید کا اعتراف کرو اس لئے کہ اس ایک وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں۔

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ کے معنی یہ ہیں اَفَلَا تَخَافُوْنَ عُقُوْبَةَ اللّٰهِ الَّذِىْ هُوَ رَبُّكُمْ وَخَالِقُكُمْ اِذَا عَبَدْتُّمْ غَيْرَهٗ یعنی کیا تمہیں خوف نہیں عذاب الٰہی کا جو تمہارا رب اور خالق ہے جب تم اس کی پوجا کرتے ہو جو حقدار عبادت نہیں۔ نسفی

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ۔ تو بولے سردار کافران کی قوم کے یہ تو نہیں مگر تم جیسا بشر ہے چاہتا ہے کہ تم پر بڑائی حاصل کرے۔ علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَىْ اَشْرَا فُهُمْ لِعَوَامِهِمْ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْ كُلُ وَ يَشْرَبُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ اَىْ بِطَلَبِ الْفَضْلِ عَلَيْكُمْ۔

یعنی ان کے اشراف قوم عوام سے بولے یہ کوئی انوکھے نہیں مگر تمہارے جیسے بشر ہیں کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں یہ صرف اس لئے اپنی نبوت جتا رہے ہیں کہ تم پر بڑائی اور فضیلت حاصل کریں۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا۔

يَعْنِىْ وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ عِبَادَتَهٗ وَحْدَهٗ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً يُّبَلِّغُوْنَا ذٰلِكَ عَنْهُ عَزَّوَجَلَّ۔ اگر اللہ چاہتا اپنی

عبادت تنہا تو ضرور فرشتے نازل کرتا کہ وہ ہمیں اللہ کی عبادت کی تبلیغ کرتے نہ کہ یہ جو ہمارے جیسے بشر ہیں۔ روح المعانی

مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِیْنَ۔ یہ طریقہ عبادت تو ہم نے اپنے پہلے باپ داداؤں میں بالکل نہیں سنا ہے۔

یعنی ان کی بعثت سے قبل ایسی توحید کی تعلیم ہم نے اپنے باپ دادا سے نہیں سنی جو حضرت نوح علیہ السلام سنا رہے ہیں لہٰذا ہمارے خیال میں

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِیْنٍ۔ یہ تو نہیں مگر ایک مجنون آدمی معلوم ہوتے ہیں تو کچھ دن صبر کرو۔

اِنْ هُوَ میں اِنْ نافیہ ہے مَا هُوَ نہیں وہ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ مگر ایک آدمی ہے جسے جنون ہے معاذ اللہ تو تحمل اور صبر کرو یہ قول منکرین کا ازروئے عناد و مکابرہ تھا اس لئے کہ هُمْ یَعْرِفُوْنَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَرْجَحُ النَّاسِ عَقْلًا وَاَصْدَقُهُمْ قَوْلًا۔ وہ دل سے جانتے تھے کہ حضرت نوح علیہ السلام عقل میں سب سے زیادہ عقیل تھے اور ازروئے کلام بہت سچے تھے۔

یا صائب الرائے۔ منجد میں ہے اَلرَّزِیْنُ اَصِیْلُ الرَّأیِ۔ اس پر دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا۔ یعنی آپ نے قوم کو ساڑھے نو سو برس تبلیغ فرمائی۔ پھر ان کے عناد اور مکابرہ کی حد ہی نہ رہی اور اپنی اباطیل پر اڑے رہے تو ان کی ہلاکت کی دعا فرمائی اور کہا: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔ الٰہی ان سرکشوں کو زمین پر چلتا نہ چھوڑ۔

اسی کو بطریق استیناف فرمایا گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ہم سے عرض کیا۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ۔ الٰہی ان کی تکذیب پر میری مدد فرما۔

یعنی آپ نے گویا یوں عرض کیا: اُنْصُرْنِیْ بِالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا لِیْ بِهٖ وَهُوَ الْعَذَابُ الَّذِیْ وَعَدْتُّهُمْ اِیَّاهُ۔ الٰہی ان لوگوں پر جو مجھے جھٹلا رہے ہیں میری مدد فرما اور وہ عذاب نازل کر جس کا ان کے لئے میں نے وعدہ کیا ہے اور کہا ہے: اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ تو ارشاد ہوا۔

فَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا۔ تو ہم نے وحی کی نوح علیہ السلام کی طرف کہ ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا۔

یعنی جیسے اس کی بنانے کی ترکیب ہم وحی کے ذریعہ تمہیں بتائیں ویسی کشتی تیار کرو۔

فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔ تو کشتی تیار ہونے کے بعد جب ہمارا حکم آئے اور تنور پانی سے ابل اٹھے تو داخل ہو کشتی میں ہر امت سے دو دو اور آپ کے اہل جو ایمان لائے ہیں مگر جس پر ہمارا فیصلہ مسابقت کر چکا۔ ان کے معاملہ میں ہم سے کوئی سفارش نہ کرنا جو ظالم اور مشرک ہیں بے شک وہ غرق ہوں گے۔

یہاں امر سے مراد عذاب ہے كما قال الآلوسی وَالْمُرَادُ بِالْاَمْرِ الْعَذَابُ كَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ یہاں بھی امر اللہ سے مراد عذاب ہے۔

وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ۔ اور جوش میں آئے تنور رُوِیَ اَنَّهٗ قِيْلَ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذَا فَارَ التَّنُّوْرُ اِرْكَبْ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ وَكَانَ تَنُّوْرُ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَصَارَ اِلٰى نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا نَبَعَ مِنْهُ الْمَآءُ اَخْبَرَتْهُ اِمْرَاَتُهٗ فَرَكِبُوْا۔

روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو منجانب اللہ حکم ہو چکا تھا کہ جب تنور جوش میں آئے تو تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں سوار ہو جائیں۔

اور یہ تنور حضرت آدم علیہ السلام کا تھا جو نوح علیہ السلام کو ملا تھا تو جب اس سے پانی ابلنے لگا۔ آپ کی بیوی نے خبر دی تو سب کشتی میں سوار ہو گئے۔

یہ تنور کہاں تھا اس میں اختلاف ہے

فَقِيْلَ كَانَ فِيْ مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ اَیْ فِیْ مَوْضَعِهٖ عَنْ يَمِيْنِ الدَّاخِلِيِّ مِنْ بَابِ الْكُنْدَةِ الْيَوْمَ۔ یہ تنور مسجد کوفہ میں تھا جو اندر کے حصہ میں داہنی طرف باب کندہ سے تھا۔

منجد میں ہے اَلْكُنْدَةُ الْقِطْعَةُ مِنَ الْجَبَلِ۔ پہاڑ کے کنارہ کو کہتے ہیں۔

وَقِيْلَ كَانَ فِيْ عَيْنِ وَرْدَةَ مِنَ الشَّامِ۔ بعض کے نزدیک شام میں عین وردہ میں تھا۔

وَ قِيْلَ بِالْجَزِيْرَةِ قَرِيْبًا مِّنَ الْمُوْصَلِ۔ بعض نے کہا موصل کے قریب ایک جزیرہ میں تھا۔

وَ قِيْلَ التَّنُّوْرُ وَجْهُ الْاَرْضِ۔ ایک قول ہے کہ تنور سے مراد زمین ہے۔

وَ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَّهٗ فَسَّرَ فَارَ التَّنُّوْرُ بِطَلْعِ الْفَجْرِ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا فَارَ التَّنُّوْرُ سے مراد طلوع فجر ہے۔

فَاسْلُكْ فِيْهَا۔ اَیْ اُدْخُلْ فِيْهَا۔ محاورہ میں ہے سَلَكَ فِيْهِ اَیْ دَخَلَ فِيْهِ۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ۔ اس کے معنی داخل ہونے کے ہیں یعنی ان سے سوال ہوگا کہ کس وجہ میں تمہیں جہنم میں داخل کیا۔ تو آیہ کریمہ کے معنی یہ ہوئے:

اُسْلُكْ مِنْ كُلِّ اُمَّةِ الذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَاحِدَيْنِ مَزْدُوْجَيْنِ رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَحْمِلْ فِی الْفُلْكِ اِلَّا مَا يَلِدُ الْبَيْضَ وَاَمَّا مَا يَتَوَلَّدُ مِنَ الْعُفُوْنَاتِ كَالْبَقِّ وَالذُّبَابِ وَالدُّوْدِ فَلَمْ يَحْمِلْ شَيْئًا مِّنْهُ۔

داخل ہو جاؤ۔ ہر ایک گروہ سے نر مادہ ایک ایک بے فکر ہو کر

روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اس وقت تک کشتی میں سوار نہ ہوئے جب تک جو انڈے کا بچہ تھا وہ بھی سوار نہ ہو گیا اور جو گندگی سے پیدا ہونے والے تھے جیسے مچھر مکھی اور کیڑے مکوڑے یہ کشتی میں سوار نہ ہوئے۔

وَاَهْلَكَ۔ اور تیرے اہل سوار ہوں اس سے مراد امت اجابت ہے جس نے آپ پر ایمان لا کر آپ کا اتباع کیا۔

آگے ان کا استثناء فرمایا گیا جن کی گمراہی ازل سے متحقق تھی یا تخلیق دنیا سے پہلے ہی وہ لوح محفوظ میں کافر تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔ مگر وہ جن پر ہمارا

فرمان مسابقت کر چکا ہے۔

وَلَا تُخَاطِبْنِيْ۔ يَعْنِيْ لَا تُكَلِّمْنِيْ فِيْهِمْ بِشَفَاعَةٍ وَّاِنْجَائِهِمْ مِنَ الْغَرَقِ۔ ان کے حق میں ہمارے حضور سفارش نہ کرنا جو ظالم کافر ہیں وہ یقیناً غرق کئے جائیں گے۔

یعنی بلا اذن الٰہی کسی کو شفاعت کا حق نہیں اور جن کے حق میں ہمارا حکم اول ہی معتوب ہونے کا ہو چکا ہے ان کے لئے تم ہرگز سفارش و شفاعت نہ کرنا کہ وہ غرق سے بچائے جائیں بلکہ وہ یقیناً غرق ہی کئے جائیں گے۔ اس کے بعد ارشاد ہے:

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ جب تم سب معہ اہل و اتباع کے برابر سوار ہو جاؤ تو کہو تمام حمد اس کے وجہ منیر کو جس نے ہمیں نجات دی قوم مشرکین سے۔

اس لئے کہ نجات جب حاصل ہو جائے تو بندہ کے فرائض سے ہے کہ حمد الٰہی عزوجل کرے خواہ اپنی نجات پانے پر یا قوم ظالمین کی ہلاکت پر پھر ارشاد ہے:

وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ۔ اور یوں عرض کرو اے میرے رب ہمیں اتار اس کشتی سے برکت والے مقام پر اور تو بہترین برکت والا اتارنے والا ہے۔

یہ دعا امت نوح علیہ السلام کو تعلیم دی گئی تھی لیکن امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی یہ قیامت تک دعا مشروع ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ اس طوفانی واقعہ میں اصحاب بصیرت کے لئے بڑی نشانیاں ہیں اور ہماری شان یہی ہے کہ ہم ایسی قوم کو ابتلاء و مصائب اور عذاب شدید میں مبتلا کرتے ہیں پھر ہم نے ہلاکت قوم نوح کے بعد دوسری سنگت قوم عاد اور ثمود پیدا کی تو بھیجا ہم نے ان میں ان کی برادری سے رسولوں کو یعنی حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام کو ان دونوں قوموں کا حال سورۂ اعراف اور ہود میں آچکا۔

تو ان مرسلین کرام نے ہمارا پیام پہنچایا اور فرمایا اے قوم اللہ کی پوجا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں تو کیا تمہیں خوف نہیں۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع۔ سورۂ مومنون۔ پ ۱۸

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾

بولے سردار اس قوم کے جو کافر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی حاضری کو اور جنہیں دیا ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں نہیں یہ مگر تم جیسا بشر کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اس سے اور پیتا ہے جو تم پیتے ہو

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور اگر پیروی کی تم نے اپنے جیسے بشر کی تو بے شک تم ضرور نقصان میں ہو گے

أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُم مُّخْرَجُونَ ﴿٣٥﴾

کیا وعدہ دیتا ہے تمہیں کہ جب تم مر جاؤ گے اور ہو جاؤ گے مٹی اور ہڈیاں تو تم نکالے جاؤ گے

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿٣٦﴾

بعید ہے بعید ہے وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے

إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٣٧﴾

یہ تو نہیں مگر زندگی ہماری دنیا کی ہے کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور نہیں ہمیں اٹھنا

إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٣٨﴾

یہ نہیں مگر ایک آدمی ہے جس نے افتراء باندھا ہے اللہ پر جھوٹا اور ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں

قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٣٩﴾

عرض کی اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا

قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ ﴿٤٠﴾

فرمایا اللہ نے کچھ دیر جاتی ہے کہ یہ صبح کریں گے ندامت کے ساتھ

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَاءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾

تو انہیں آ لیا چنگھاڑ نے جو حق تھی تو کر دیا ہم نے کوڑا تو دور ہوں ظالم لوگ

ثُمَّ أَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ ﴿٤٢﴾

پھر پیدا کیں ہم نے ان کے بعد اور قومیں

مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٤٣﴾

نہیں پہلے جائے گی کوئی امت اپنے وقت سے اور نہ پیچھے

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَىٰ ۖ كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةً رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ ۚ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُم بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٤٤﴾

پھر بھیجے ہم نے اپنے رسول پے در پے جب کبھی آیا کسی امت کے پاس ان کا رسول تو جھٹلایا اسے تو ہم نے اگلوں سے پچھلے ملا دیئے اور انہیں ہم نے کر دیا افسانے تو بعد ہے انہیں جو بے ایمان ہیں

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٤٥﴾

پھر بھیجا ہم نے موسیٰ کو اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں کے ساتھ اور روشن سند دے کر

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ ﴿٤٦﴾

فرعون کی طرف اور اس کے درباریوں کی طرف تو تکبر کیا سب نے اور تھی وہ قوم سرکش

فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ ﴿٤٧﴾

تو بولے کیا ہم ایمان لائیں دو آدمیوں پر جو ہمارے جیسے ہیں اور ان کی قوم ہماری بندگی کرتی ہے

فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿٤٨﴾

تو جھٹلایا انہوں نے انہیں تو ہلاک شدہ ہو گئے

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٤٩﴾

اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب تاکہ انہیں ہدایت ہو

وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ ع

اور کیا ہم نے ابن مریم کو اور اس کی ماں کو نشانی اور انہیں ٹھکانا دیا ہم نے بلند زمین پر جو بسنے کے لائق ہے اور بہتے ہوئے پانیوں والی تھی

حل لغات تیسرا رکوع۔سورۂ مومنون۔پ ۱۸

وَ۔اور	قَالَ۔کہا	الْمَلَاُ۔سرداروں نے	مِنْ قَوْمِهٖ۔اس کی قوم سے
الَّذِيْنَ۔وہ جو	كَفَرُوْا۔کافر ہوئے	وَ۔اور	كَذَّبُوْا۔جھٹلایا
بِلِقَآءِ۔ملاقات	الْاٰخِرَةِ۔آخرت کو	وَ۔اور	اَتْرَفْنٰهُمْ۔دولت دی ہم
نے ان کو	فِي۔بیچ	الْحَيٰوةِ۔زندگی	الدُّنْيَا۔دنیا کے
مَا۔نہیں	هٰذَآ۔یہ	اِلَّا۔مگر	بَشَرٌ۔آدمی ہے
مِّثْلُكُمْ۔تمہارے جیسا	يَاْكُلُ۔کھاتا ہے	مِمَّا۔اس سے	تَاْكُلُوْنَ۔جو تم کھاتے ہو
مِنْهُ۔اس سے	وَ۔اور	يَشْرَبُ۔پیتا ہے	مِمَّا۔اس سے جو
تَشْرَبُوْنَ۔تم پیتے ہو	وَ۔اور	لَئِنْ۔اگر	اَطَعْتُمْ۔کہا مانا تم نے
بَشَرًا۔ایک آدمی	مِّثْلَكُمْ۔اپنے جیسے کا	اِنَّكُمْ۔تو یقیناً تم	اِذًا۔اس وقت
لَّخٰسِرُوْنَ۔گھاٹا اٹھانے والے ہو		اَ۔اور	يَعِدُكُمْ۔وعدہ دیتا ہے تم کو
اَنَّكُمْ۔کہ تم	اِذَا۔جب	مِتُّمْ۔مرجاؤ گے	وَ۔اور
كُنْتُمْ۔ہوجاؤ گے	تُرَابًا۔مٹی	وَّ۔اور	عِظَامًا۔ہڈیاں
اَنَّكُمْ۔بے شک تم	مُّخْرَجُوْنَ۔نکالے جاؤ گے	هَيْهَاتَ۔بعید ہے	هَيْهَاتَ۔بعید ہے
لِمَا۔جو	تُوْعَدُوْنَ۔وعدے دیئے جاتے ہو		اِنْ۔نہیں
هِيَ۔وہ	اِلَّا۔مگر	حَيَاتُنَا۔ہماری زندگی	الدُّنْيَا۔دنیا کی
نَمُوْتُ۔ہم مرتے ہیں	وَ۔اور	نَحْيَا۔جیتے ہیں	وَ۔اور
مَا۔نہیں	نَحْنُ۔ہم	بِمَبْعُوْثِيْنَ۔اٹھائے گئے	اِنْ۔نہیں
هُوَ۔وہ	اِلَّا۔مگر	رَجُلُ۔ایک آدمی ہے کہ	افْتَرٰى۔باندھا اس نے
عَلَى۔اوپر	اللّٰهِ۔اللہ کے	كَذِبًا۔جھوٹ	وَّ۔اور
مَا۔نہیں	نَحْنُ۔ہم	لَهٗ۔اس پر	بِمُؤْمِنِيْنَ۔ایمان لانے
والے	قَالَ۔کہا	رَبِّ۔اے میرے رب	انْصُرْنِيْ۔مدد کر میری
بِمَا۔جو	كَذَّبُوْنِ۔انہوں نے مجھے جھٹلایا		قَالَ۔فرمایا
عَمَّا۔تھوڑی	قَلِيْلٍ۔مدت کے بعد	لَّيُصْبِحُنَّ۔ہوجائیں گے	نٰدِمِيْنَ۔افسوس کرنے والے

فَاَخَذَتْهُمُ۔ تو پکڑا ان کو	الصَّیْحَةُ۔ چنگھاڑ نے	بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ	فَجَعَلْنٰهُمْ۔ تو بنایا ہم نے ان کو
غُثَآءً۔ کوڑا	فَبُعْدًا۔ تو دوری ہے	لِّلْقَوْمِ۔ قوم	الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالم کو
ثُمَّ۔ پھر	اَنْشَاْنَا۔ پیدا کیا ہم نے	مِنْۢ بَعْدِهِمْ۔ ان کے پیچھے	قُرُوْنًا۔ زمانے
اٰخَرِیْنَ۔ دوسرے	مَا۔ نہیں	تَسْبِقُ۔ آگے بڑھتی	مِنْ اُمَّةٍ۔ کوئی امت (28ع)
اَجَلَهَا۔ اپنی مدت سے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	یَسْتَاْخِرُوْنَ۔ پیچھے رہتے
ثُمَّ۔ پھر	اَرْسَلْنَا۔ بھیجے ہم نے	رُسُلَنَا۔ اپنے رسول	تَتْرَا۔ پے درپے
كُلَّمَا۔ جب بھی	جَآءَ۔ آیا	اُمَّةً۔ کسی امت کے پاس	رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ۔ اس کا
رسول تو جھٹلایا اس کو	فَاَتْبَعْنَا۔ تو پیچھے لگائے ہم نے	بَعْضَهُمْ۔ اس کے بعض	بَعْضًا۔ بعض کے
وَّ۔ اور	جَعَلْنٰهُمْ۔ بنایا ہم نے ان کو	اَحَادِیْثَ۔ داستانیں	فَبُعْدًا۔ تو دوری ہے
لِّقَوْمٍ۔ اس قوم کو جو	لَّا۔ نہیں	یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے	ثُمَّ۔ پھر
اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے	مُوْسٰی۔ موسیٰ	وَ۔ اور	اَخَاهُ۔ اس کے بھائی
هٰرُوْنَ۔ ہارون کو	بِاٰیٰتِنَا۔ اپنی آیتوں	وَ۔ اور	سُلْطٰنٍ۔ غلبے
مُّبِیْنٍ۔ ظاہر کے ساتھ	اِلٰی۔ طرف	فِرْعَوْنَ۔ فرعون	وَ۔ اور
مَلَا۟ئِهٖ۔ اس کے سرداروں کی		فَاسْتَكْبَرُوْا۔ تو تکبر کیا انہوں نے	
وَ۔ اور	كَانُوْا۔ تھے وہ	قَوْمًا۔ قوم	عَالِیْنَ۔ غلبہ کرنے والی
فَقَالُوْٓا۔ تو بولے	اَ۔ کیا	نُؤْمِنُ۔ ایمان لائیں ہم	لِبَشَرَیْنِ۔ دو آدمیوں
مِثْلِنَا۔ اپنے جیسوں پر	وَ۔ اور	قَوْمُهُمَا۔ ان کی قوم	لَنَا۔ ہماری
عٰبِدُوْنَ۔ خدمت کرنے والے ہیں		فَكَذَّبُوْهُمَا۔ تو جھٹلایا انہوں نے ان کو	
فَكَانُوْا۔ تو ہو گئے	مِنَ الْمُهْلَكِیْنَ۔ ہلاک ہونے والوں سے		وَ۔ اور
لَقَدْ۔ بے شک	اٰتَیْنَا۔ دی ہم نے	مُوْسَی۔ موسیٰ کو	الْكِتٰبَ۔ کتاب
لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ	یَهْتَدُوْنَ۔ وہ راہ پائیں	وَ۔ اور	جَعَلْنَا۔ بنایا ہم نے
ابْنَ۔ بیٹے	مَرْیَمَ۔ مریم کو	وَ۔ اور	اُمَّهٗ۔ اس کی ماں کو
اٰیَةً۔ نشانی	وَّ۔ اور	اٰوَیْنٰهُمَا۔ جگہ دی ہم نے ان کو	
اِلٰی۔ طرف	رَبْوَةٍ۔ ٹیلے کی	ذَاتِ قَرَارٍ۔ جو ٹھہرنے کی جگہ تھی	
وَّ۔ اور	مَعِیْنٍ۔ چشموں والی		

لغات نادرہ

مَلَاٌ۔ سردار۔ درباری۔ اشراف قوم۔

اَتْرَفْنٰهُمْ۔ چین دیا ہم نے۔ فراخی دی۔

هَيْهَاتَ۔ اِسْمٌ لِبُعْدَ۔ بعید ہے۔ محال ہے۔ ناممکن ہے۔
الصَّيْحَةُ۔ چیخ چنگھاڑ۔
غُثَآءً كَغُثَاءِ السَّيْلِ۔ پرنالہ کا کوڑا۔ توڑی۔ بھس۔ 28
قُرُوْنًا۔ جماعتیں۔
عَالِيْنَ۔ مُتَكَبِّرِيْنَ مُتَطَاوِلِيْنَ بِالْبَغْيِ وَالظُّلْمِ۔ بلندی پسند کرنے والے۔
تَتْرَا۔ متواتر سے ہے۔ یعنی ایک کے بعد ایک۔ پے در پے۔
رَبْوَةٍ۔ مَا ارْتَفَعَ مِنَ الْاَرْضِ دُوْنَ الْجَبَلِ۔ بلکہ زمین سے بلند علاوہ پہاڑ کے۔
اٰوَيْنٰهُمَآ۔ جَعَلْنٰهُمَا يَاوِيَان۔ پناہ دی ہم نے۔ ٹھہرایا ہم نے۔
ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ۔ مُسْتَقَرٌّ مِنْ اَرْضٍ مُنْبَطِةٍ۔ اونچے مقام پر وسیع میدان۔ جہاں قدرتی چشمے جاری ہوں۔

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔ سورۂ مومنون۔ پ ۱۸

اس رکوع میں جو قصہ بیان ہوا ہے اس سے حضرت ہود یا صالح علیہما السلام مراد ہیں انہوں نے بھی اپنی قوم کو توحید اور خدا پرستی کا حکم دیا اور مر کر زندہ ہونے پر بھی ایمان لانے کا اعلان فرمایا اس پر ان کی قوم کے سردار جو آخرت کے منکر اور توحید سے کفر کرنے والے تھے اور انہیں اللہ تعالیٰ نے ترف یعنی دولت وثروت اور معاش میں وسعت دی تھی اور

اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ فرمانے کی وجہ بھی یہی معلوم ہوئی ہے کہ آفات مال وتمول میں پہلی آفت یہی آتی ہے کہ متمول دنیا دار لوگ غرور وتکبر میں آ کر کسی کی بات آسانی سے قبول نہیں کرتے اور جو منہ میں آئے وہ بدہضمی کے ڈکاروں کے ساتھ انواع واقسام کے لایعنی اعتراضات وشبہات پیدا کیا کرتے ہیں چنانچہ ان کی قوم کے متمول یہ کہنے لگے۔

یہ تو ہمارے جیسے بشر ہیں۔
یہ تو جس طرح ہم کھاتے پیتے ہیں ویسے ہی کھاتے پیتے ہیں۔
یہ بھی وہی کھاتے ہیں جو ہم کھاتے ہیں۔
لہٰذا ایسے شخص کی پیروی کرنا اور اس کے حکم پر چلنا جو ہر پہلو سے بظاہر ہمارے جیسا ہے یقیناً نقصان وخسران میں پڑنا ہے۔

ان سفہاء حمقاء کے زعم باطل میں رسول نوع انسانی سے علیحدہ کچھ ہونا ضروری تھا۔
اور ان بیوقوفوں کو اس امر کا ناممکن ہونا یقینی تھا کہ مر جانے کے بعد ہڈی اور مٹی رہ جانے کے بعد دوبارہ زندگی ہو۔
وہ اسے اپنے ذہن باطل اور اپنے عقیدۂ عاطل میں محال جانتے تھے حالانکہ نطفہ کی مثال دے کر دلیل عقلی سے مر کر زندہ ہونا نہایت آسان ثابت کر دیا گیا جو سورۂ مومنون کے پہلے رکوع میں بیان ہو چکا۔
وہ کہتے تھے کہ جو مر کر بوسیدہ مٹی اور ہڈی کا زندہ ہونا کہتا ہے وہ عقل نہیں مانتی بنا بریں اس کے کسی قول کا ماننا بھی صحیح نہیں۔

ہماری زندگی صرف اور صرف دنیا کی زندگی ہے اس کے بعد پھر زندگی بتانے والا معاذ اللہ مفتری ہے ہم ہرگز ماننے کو تیار نہیں۔

تو نبی نے بارگاہ حق عزوجل میں دعا کی اور عرض کیا کہ میری مدد فرما۔

حکم الٰہی آیا کچھ وقت گزرتا ہے کہ ان کی جہالت کی تاریک شب صبح کی شکل میں آئے گی اور یہ نادم و شرمندہ ہوں گے۔

چنانچہ ان پر صبح کے وقت ایسا عذاب آیا کہ ایک ہی چنگھاڑ میں سب مر کر رہ گئے۔ پھر اس کے بعد متواتر جماعتیں پیدا ہوئیں۔ چنانچہ تَتْرَا جو فرمایا ہے اس کے معنی ہی متواتر قومیں پیدا ہونا اور ان میں رسولوں کا آنا ہی ہیں۔

اور یہ متواتر رسول جو آئے ان کی قوم پر مخالفت کی وجہ سے جو عذاب آئے ان کے وقت مقرر تھے اس سے آگے پیچھے کسی پر عذاب نہ آیا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ جو آپ کے مخالف و معاند اور منکر ہیں ان کی بربادی و ہلاکت کا بھی ایک وقت مقرر ہے اس وقت تک آپ ان کی زیادتیاں برداشت فرمائیں علی الفور کسی مخالفت پر اس مخالف کو ہلاک کر دینا ہمارا طریقہ نہیں ہے۔

اس قوم کی ہلاکت کے بعد پے در پے رسول آتے رہے مگر یہ بھی مخالفت ہی کرتے رہے اور ہم بھی انہیں ہلاک کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جن قوموں نے پہلی قوموں کی پیروی میں مخالفت کی انہیں ایسا ہلاک کیا کہ نابود ہو گئیں۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ۔ ان کے قصے ہی رہ گئے۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا اجمالاً تذکرہ فرمایا کہ انہیں سلطان مبین یعنی خاص معجزہ عصا عطا فرمایا اور آگے بتایا کہ عذاب و غرق کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر ملک شام روانہ ہوئے اور بحیرۂ قلزم کو عبور فرما کر اس میدان میں آئے جسے تیہ کہتے ہیں۔

پھر پانچواں قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کا بیان کرتے ہوئے فرمادیا کہ یہ دونوں ہمارے نشان ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یوں نشان ہیں کہ وہ صرف ماں سے پیدا ہوئے۔

اور حضرت مریم کو بلا مرد آپ سے حضرت روح اللہ کی ولادت ہوئی۔ اور یہ مسئلہ ولادت بلا باپ اس آیت کریمہ سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔

اس سے یہود و نصاریٰ کو سمجھنا چاہئے تھا اس کے برعکس وہ حضرت کی جان کے دشمن ہو گئے۔ اور حضرت مریم کو بحالت صغر سنی آپ کو اپنے چچازاد بھائی یوسف نجار کے پاس ہیروڈوٹس حاکم کے خوف سے مصر لے کر جانا پڑا چنانچہ سالہا سال آپ وہیں رہے۔

یہاں دریائے نیل جاری ہے جسے ربوہ فرمایا وہ بلند جگہ ہے۔

بقول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ مقام رملہ ہے۔ بہرحال رَبْوَةٍ بلند ٹیلے کو کہتے ہیں اور ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ سے مراد ٹھہرنے کی جگہ پانی کے قریب ہے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ ۔

اور بولے اس قوم کے سردار جو کافر تھے اور آخرت کے ملنے کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے انہیں فراخی دی تھی دنیا کی زندگی میں کہ یہ تو نہیں مگر تمہارے جیسے ہی بشر ہیں کھاتے ہیں اسی میں سے جس سے تم کھاتے ہو اور پیتے ہیں وہی جو تم پیتے ہو۔

یعنی ان کی قوم کے کافر سردار جو متمول اور عیش وعشرت میں تھے اپنے نبی کی شان میں بولے کہ یہ نبی کیسے ہو سکتے ہیں یہ تو کھاتے پیتے ہیں اگر نبی ہوتے تو کھانے پینے سے مثل ملائکہ پاک ہوتے۔ یہ بد باطن اس قسم کے لایعنی اعتراضات کر کے اپنی قوم کو بھی اپنے ساتھ خراب کرتے تھے اور کمالات نبوت دیکھنے سے اندھے تھے۔ اس بناء پر بشر ہی کہتے رہے۔

حالانکہ نبی اگر بشر کے مثل نہ ہوتا تو بشروں کو تبلیغ کیوں کر کرتا۔ شرائط تبلیغ میں مجانست صوری وصوتی لازمی ہوتی ہے۔ ان کی نظریں انوار نبوت اور باطنی کمالات نہ دیکھ سکیں یہ ان کے عناد اور کفر اور گمراہی کی بنیادیں تھیں کہ انہوں نے اپنے انبیاء میں عیب دیکھے تو یہ دیکھے کہ

یہ ہمارے جیسے بشر ہیں ان کا بشری نقشہ ہمارے جیسا ہے۔

یہ ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں۔

پھر بکتے بکتے یہاں تک بڑھے کہ اتباع کرنے والوں کو کہہ بیٹھے کہ

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ۔ اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو گے تو ضرور نقصان و خسران میں ہو گے۔

اس لئے کہ ہماری ہدایت اللہ چاہتا تو فرشتے نازل کر دیتا جیسا کہ اس سے پہلے رکوع میں ذکر ہے تو اپنے جیسے کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے۔ پھر تم غور کرو کہ

اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ۔ کیا تمہیں یہ نبی بتاتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے اس کے بعد پھر نکالے جاؤ گے کتنی بعید از عقل اور کتنی دور کی بات ہے جو تمہیں کہہ رہا ہے۔

يَعْنِيْ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ مُخْرَجُوْنَ مِنْ قُبُوْرِكُمْ اَحْيَآءً كَمَا كُنْتُمْ اَوَّلًا اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا۔ کیا تم اپنی قبروں سے ایسے ہی زندہ نکلو گے جیسے اول تھے جب مر جاؤ گے اور مٹی ہو جاؤ گے۔ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ

اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ۔ آگے کچھ نہیں بس یہی دنیا کی زندگی ہے کہ اس سے ہم مر جاتے ہیں اور پھر ہم اس موت کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتے۔

یعنی جب ہم موت کے بعد معدوم ہو جائیں گے پھر ہم دوبارہ مبعوث نہیں ہو سکتے۔ یعنی جب مرنے کے بعد مٹی ہو جائیں گے تو دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے یہ بعید از عقل بات ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۔ یہ نہیں مگر ایسا آدمی ہے جو افتراء کرتا ہے اللہ پر جھوٹا اور کہتا ہے کہ وہ اللہ قادر وقیوم تمہیں دوبارہ زندہ اٹھائے گا لیکن یہ ہزار کہے ہم تو

وَمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ ہم کبھی اس پر ایمان نہ لائیں گے۔

آخرش نبی علیہ السلام ان کی ہدایت سے مایوس ہو گئے تو

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ۔ بارگاہ حق میں ان کے رسول نے عرض کی اے میرے رب میری مدد فرما ان کی تکذیب پر تو ارشاد الٰہی ہوا تھوڑی مدت گزرتی ہے کہ یہ صبح کریں گے ندامت کی حالت میں۔

یعنی ان کی مدت مہلت ختم ہونے کے بعد ان پر ایسی صبح آئے گی کہ یہ سب پچھتاتے ہوئے ہلاک ہو جائیں گے چنانچہ بموجب وعدہ

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ پکڑ لیا انہیں چنگھاڑ نے حق کی طرف سے تو ظالموں کو کوڑے کی صورت کر دیا تو بعد ہے رحمت حق سے ظالم لوگوں کو۔

غُثَآءً۔ عربی محاورہ میں پرنالہ کے کوڑے کو کہتے ہیں جو سوکھے پتے اور گلے سڑے تنکے بہا کر لاتا ہے۔ غُثَاءُ السَّيْلِ وَ هُوَ مَا يَحْمِلُهُ مِنَ الْوَرَقِ وَالْعِيْدَانِ الْبَالِيَةِ۔

اور فَبُعْدًا۔ یہاں بعد ضد قرب کے معنی میں ہے اور ہلاکت کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور صَيْحَه پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اَیْ صَيْحَةُ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَاحَ بِهِمْ فَدَمَّرَهُمْ۔ آگے ارشاد ہے:

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ۔ پھر ان کی ہلاکت کے بعد ہم نے چند جماعتیں پیدا فرمائیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک وہ جماعتیں قوم صالح اور قوم لوط اور قوم شعیب ہے۔ جن کے حالات پہلے بیان ہو چکے۔

مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ۔ نہیں مسابقت ہوتی کسی جماعت پر اس کی مدت سے قبل اور نہ مؤخر ہوتی ہے۔

یعنی عذاب کا جو وقت مقرر ہے اس سے مقدم و مؤخر نہیں ہو سکتا وقت پر ہی نزول عذاب ہوتا ہے تو مشرکین کا عذاب میں عجلت کرنا بیکار ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ۔ پھر بھیجے ہم نے اپنے رسول متواتر جب بھی آیا کسی امت کے پاس اس کا رسول انہوں نے اس کی تکذیب کی تو ملا دیئے ہم نے اگلوں سے پچھلے اور انہیں کہانیاں کر ڈالا تو دوری ہے اس قوم کو جو ایمان نہیں لاتی۔

عربی عرف میں تَتْرَا۔ متواتر سے ہے۔

قاموس میں ہے ابوعلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اَلْمُتَوَاتَرَةُ اَنْ يُتْبَعَ الْخَبَرُ الْخَبَرَ وَالْكِتَابُ الْكِتَابَ فَلَا يَكُوْنُ بَيْنَهُمَا فَصْلُ شَيْءٍ۔

اور صاحب بحر کہتے ہیں: اِنَّ الْمُتَوَاتَرَةَ التَّتَابُعُ بِغَيْرِ مُهْلَةٍ۔ بہر حال اس کے خلاصہ معنی متواتر کے ہی ہوتے ہیں۔

چنانچہ علامہ راغب رحمہ اللہ بھی مفردات میں یہی معنی مراد لیتے ہیں ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا مُتَوَاتِرِيْنَ۔

اور تَتْرَا ثلاثی مجرد وتر سے ہے تو واؤ کو خلاف قیاس تؔ سے بدل دیا جیسے تکلان کہ اصل میں وکلان تھا خلاف قیاس تؔ سے بدل کر تکلان کیا گیا۔ اور تجاہ اصل میں وجاہ تھا خلاف قیاس تؔ سے بدل دیا تجاہ ہو گیا۔

اور وَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ کا مفہوم یہ ہے کہ اس قوم کو ایسا تباہ کیا کہ ان کے قصے ہی زبان زد عوام رہ گئے۔ چنانچہ لوگوں میں ان کے افسانے ہی باقی ہیں پھر ثُمَّ فرما کر تعقیب بالتراخی مراد لے کر ارشاد ہوا:

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَ اَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ۬ بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ۔ پھر کچھ تراخی سے بھیجا ہم نے موسیٰ کو اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں کے ساتھ اور واضح دلائل سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے پیروی کرنے میں تکبر کیا اور وہ متکبر قوم سے تھے۔

یعنی ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں کے ساتھ یہ آیتیں وہی نو معجزے تھے جن کی تفصیل اول بیان ہو چکی اور سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ سے مراد حجت واضحہ یا مظہر حق رموز ہیں اور آپ کو چونکہ حکم ہوا تھا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔ چنانچہ یہاں بھی اسی کا اظہار فرمایا کہ حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف ہم نے بھیجے اور انہیں نو معجزے معہ عصا کے اور دلائل واضحہ اور حجج قاطعہ عطا فرمائے۔

تو جب اس کے درباریوں کو دعوت توحید وایمان دی گئی تو انہوں نے اتباع کرنے میں تکبیر کیا چنانچہ سورہ نازعات میں اس کا تذکرہ آئے گا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾۔ تو درباری تکبر میں مخمور اور بغاوت وظلم کے پتلے بولے۔

فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ۔ کیا ہم اپنے جیسے بشر پر ایمان لائیں باآنکہ ان دونوں کی قوم ہماری خادم اور غلام ہے۔

راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں اِنَّ الْعَابِدَ بِمَعْنَى الْخَادِمِ۔ عابد۔ خادم کے معنی میں مستعمل ہے۔ فَاِنَّ فِرْعَوْنَ كَانَ يَدَّعِي الْاِلٰهِيَّةَ فَادَّعٰى لِلنَّاسِ الْعِبَادَةَ۔ اور چونکہ فرعون الوہیت کا مدعی تھا تو لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلاتا تھا۔

فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ۔ تو فرعونیوں نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو جھٹلایا تو وہ ہلاک ہو گئے۔

یعنی غرق بحر قلزم کر دیئے گئے۔ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی کہ وہ کس طرح غرق ہوا اور اس کے اسباب کیا بنے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ۔ اور بے شک ہم نے عطا فرمائی موسیٰ کو کتاب تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

یعنی بعد ہلاکت فرعون اور نجات بنی اسرائیل کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی توریت عطا فرمائی تاکہ طریق حق علمی وعملی انہیں حاصل ہو۔ اس سے ثابت ہو کہ بعد غرق فرعون اور نجات بنی اسرائیل توریت عطا فرمائی گئی۔

اور دوسری جگہ آیہ کریمہ بھی اس کی مؤید ہے حیث قال تعالیٰ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى۔ اور قرون اولیٰ کی ہلاکت سے مراد فرعون سے قبل قوم نوح علیہ السلام اور قوم ہود ہے۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ۔ اور کیا ہم نے ابن مریم اور ان کی والدہ کو نشانی اور انہیں ٹھکانا دیا ہم نے ایک بلند زمین پر جو بسنے کا مقام اور بہتے ہوئے پانیوں والی جگہ تھی۔

یعنی ابن مریم حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہما السلام دونوں کو نشانی بنایا کہ ان سے بغیر

باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور یہ قیامت تک نشانی ہے کہ کوئی بغیر اس نشانی کے پورا دکھائے مسیح نہیں بن سکتا خواہ وہ کوئی ہو۔

اور آپ کی والدہ ماجدہ یوں نشانی ہیں کہ کنواری اور پاک بغیر خاوند کے روح اللہ کو جنی وہی ہیں۔ ولادت روح اللہ کا ذکر سورۂ مریم میں مفصل آچکا یہاں اس امر پر مہر تصدیق ثبت فرمائی گئی کہ یہ طریق ولادت نشانی بنایا گیا ہے۔

پھر کلام فی المہد دوسری نشانی ہوئی پھر احیاء موتی، ابراء اکمہ وابرص، تیسری نشانی اور بلا مسیس بشر ولادت روح اللہ یہ آپ کی والدہ کے لئے نشانی ہے۔

پھر قرآن کریم ہر مولود کو باپ کی طرف منسوب کرتا ہے سوائے حضرت روح اللہ کے کہ آپ کو ماں کی طرف منسوب کیا اور تمام اہل اسلام اس امر پر متفق ہیں اور سب کا اجماع ہے کہ اِنَّهٗ لَيْسَ لِمَرْيَمَ اِبْنٌ سِوٰی عِيْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا کوئی بیٹا نہیں ہوا سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

اور یہ خیال فاسد کہ آپ کا عقد یوسف نجار سے ہوا اور تین بیٹے متولد ہوئے یہ صرف نصاریٰ کا زعم باطل ہے یا مرزائی جماعت کے فرضی نبی کا۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَزَعَمَ بَعْضُ النَّصَارٰی قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَّهَا بَعْدَ اَنْ وَلَدَتْ عِيْسٰی تَزَوَّجَتْ بِيُوْسُفَ النَّجَّارِ وَوَلَدَتْ مِنْهُ ثَلٰثَةَ اَبْنَاءَ۔ نصاریٰ قاتلہم اللہ تعالیٰ (اللہ انہیں تباہ کرے) کا یہ زعم باطل ہے کہ حضرت مریم نے بعد ولادت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار سے عقد کر لیا تھا اور اس سے آپ کے تین بیٹے ہوئے۔ معاذ اللہ

البتہ بعض معتبر روایات اس طرف ضرور ہیں کہ اَنَّهَا كَانَتْ فِيْ حَالِ الصِّغْرِ خَطِيْبَةً بِيُوْسُفَ النَّجَّارِ وَعَقَدَ عَلَيْهَا وَلَمْ يَقْرَبْهَا وَلَمَّا رَاٰی حَمْلَهَا بِعِيْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ هَمَّ بِتَخْلِيَتِهَا فَرَاٰی فِي الْمَنَامِ مَلَكًا اَوْقَفَهٗ عَلٰی حَقِيْقَةِ الْحَالِ فَلَمَّا وَلَدَتْ بَقِيَتْ عِنْدَهٗ مَعَ عِيْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ فَجَعَلَ يُرَبِّيْهِ وَيَتَعَهَّدُهٗ مَعَ اَوْلَادِهٖ مِنْ زَوْجَةٍ غَيْرِهَا فَاَمَّا هِيَ فَلَمْ يَكُنْ يَقْرَبُهَا اَصْلًا وَالْمُسْلِمُوْنَ لَا يُسَلِّمُوْنَ اَنَّهَا كَانَتْ مَعْقُوْدًا عَلَيْهَا لِيُوْسُفَ وَيُسَلِّمُوْنَ اَنَّهَا كَانَتْ خَطِيْبَةً وَاَنَّهٗ تَعَهَّدَهَا وَتَعَهَّدَ عِيْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيَقُوْلُوْنَ كَانَ ذٰلِكَ لِقَرَابَةٍ مِّنْهَا۔

یعنی اتنا صحیح معلوم ہوتا ہے کہ صغر سنی میں آپ مخطوبہ یوسف نجار تھیں حتیٰ کہ عقد بھی ہو گیا تھا۔ لیکن مقاربت قطعاً نہیں ہوئی اور جب یوسف نجار نے حمل کی صورت دیکھی تو وہ علیحدگی کی طرف مائل ہو گیا تو اس نے خواب میں ایک فرشتہ دیکھا جس نے حقیقت حال سے اسے واقف کیا۔

جب ولادت عیسیٰ علیہ السلام ہو گئی تو یوسف آپ کے پاس رہنے لگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرنے لگا اور اپنی دوسری بیوی سے جو اولادیں تھیں ان کے ساتھ پرورش کیا اور حضرت مریم سے قطعاً مقاربت نہیں ہوئی۔

اور اجماع مسلمین اس پر ہے کہ آپ اگر معقودتھیں یوسف کے ساتھ اور یوسف آپ کا قرابتی تھا لیکن اور تمام باتیں عیسائیوں کے افتراء ہیں۔ (روح المعانی)

اور ربوۃ اس مقام کو کہتے ہیں جو زمین سے مرتفع ہو اور پہاڑ نہ ہو۔ چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَبْوَةٍ۔هِيَ مَا ارْتَفَعَ مِنَ الْاَرْضِ دُوْنَ الْجَبَلِ۔

اوراس میں مختلف اقوال ہیں:

اَخْرَجَ وَكِيْعٌ وَابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ عَسَاكِرَ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِلٰى رَبْوَةٍ اُنْبِئْنَا اَنَّهَا دِمَشْقُ۔ ربوہ میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ سرزمین دمشق میں ہے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ شَجَرَةَ الصَّحَابِيِّ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهُمْ قَالُوْا اَلرَّبْوَةُ هِيَ دِمَشْقُ۔ ربوہ دمشق کو کہتے ہیں۔

اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ربوہ فلسطین میں رملہ ہے۔

اورحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلرَّبْوَةُ الرَّمْلَةُ۔ ربوہ رملہ ہے۔

ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ربوہ بیت المقدس ہے۔

قتادہ رحمہ اللہ بھی ربوہ بیت المقدس کو کہتے ہیں۔

اورابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں اَلرَّبْوَةُ مِصْرٌ۔ ربوہ ایک شہر کا نام ہے۔

زید بن اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں هِيَ الْاِسْكَنْدَرِيَّةُ۔ وہ اسکندریہ ہے۔

ایک قول ہے کہ مصر کی تمام بستیاں ربوہ یعنی بلندی پر ہیں اس لئے کہ دریائے نیل کی وجہ سے وہاں کی آبادیاں بلندی پر ہیں اور جو بستیاں نیچی ہیں وہ اکثر سیلاب سے غرق ہوجاتی ہیں۔

اورآپ کا ربوہ پرتشریف لانے کا سبب یہ ہوا کہ اس زمانہ کے بادشاہ قتل عیسیٰ علیہ السلام کے لئے پوری طرح آمادہ ہوچکا تھا تو آپ کی والدہ ماجدہ مذکورہ مقامات میں سے کسی مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر تشریف لائیں۔ کما ذکر فی البحر۔

وَرَاَيْتُ فِيْ اِنْجِيْلِ مَتّٰى اَنَّ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا وُلِدَ فِيْ بَيْتِ لَحْمٍ فِيْ اَيَّامِ هَيْرُوْدُوْسَ وَافٰى جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمَجُوْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلٰى اُوْرُوْشَلَمَ يَقُوْلُوْنَ اَيْنَ الْمَوْلُوْدُ مَلِكُ الْيَهُوْدِ فَقَدْ رَاَيْنَا نَجْمَهٗ فِي الْمَشْرِقِ وَجِئْنَا لِنَسْجُدَ لَهٗ فَلَمَّا سَمِعَ هَيْرُوْدُوْسُ اِضْطَرَبَ وَ جَمَعَ رُؤُسَاءَ الْكَهَنَةِ اِلٰى اٰخِرِهٖ۔

مکمل ومفصل ترجمہ

انجیل متی میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب بیت لحم میں ہیرودوس کے دورحکومت میں پیدا ہوئے تو مجوسیوں کی ایک جماعت مشرق کی طرف سے یروشلم میں آئی اور پوچھنے لگی یہود کا بادشاہ کہاں ہے جو ابھی پیدا ہوا ہے ہم نے اس کا ستارہ مشرق میں دیکھا ہے۔ اور ہم یہاں اس غرض سے آئے ہیں کہ ہم اسے سجدہ کریں۔

جب ہیرودوس بادشاہ نے سنا تو وہ گھبرایا اور تمام کاہنوں کے سرداروں کو جمع کیا اوران سے پوچھا کہ مسیح کہاں پیدا ہوں گے انہوں نے زائچہ دیکھ کر بتایا کہ وہ بیت لحم میں پیدا ہوں گے۔

تو ہیرودوس نے خفیہ طور پر مجوسیوں کو بلایا اور خوب تحقیق کی کہ ان کا زمانۂ ولادت یہی ہے اس لئے ان کا ستارہ انہیں

ایام میں ظاہر ہوا ہے تو انہیں بیت لحم کی طرف بھیجا اور کہا خوب تحقیق کر کے اس بچے کو معلوم کرو۔ جب تمہیں یقین ہو جائے کہ وہ بچہ وہی ہے جسے تم نے پایا ہے تو مجھے خبر دو تا کہ میں بھی تمہارے ساتھ اسے سجدہ کروں۔

غرضکہ وہ گئے اور انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے ساتھ انہیں پایا تو سب نے سجدہ کیا۔ پھر انہوں نے خواب میں معلوم کیا کہ انہیں منع کیا گیا ہے کہ ہیروڈوس کی طرف واپس نہ جائیں چنانچہ وہ نہ گئے بلکہ اور کسی بستی میں چلے گئے۔

ادھر یوسف نجار نے خواب دیکھا کہ کوئی فرشتہ کہہ رہا ہے کہ کھڑا ہو اور اس بچے کو معہ اس کی والدہ کے لے کر مصر کی طرف بھاگ جا اور وہیں رہ جب تک میں تجھے حکم نہ دوں۔

اس لئے کہ ہیروڈوس اس بچے کے تجسس میں ہے تا کہ اسے قتل کر دے۔

غرضکہ یوسف اٹھا اور بچے کو معہ اس کی والدہ کے لے کر راتوں رات روانہ ہو گیا حتیٰ کہ مصر پہنچ گیا اور ہیروڈوس کے مرنے تک وہیں رہا۔

جب وہ مر گیا تو یوسف نے وہی فرشتہ خواب میں دیکھا کہ کہہ رہا ہے اٹھ اور اپنے ساتھ بچے کو معہ اس کی والدہ کے لے کر ارض اسرائیل میں جا اب ہیروڈوس مر گیا ہے جو اس کی جان کا دشمن تھا۔

اب یوسف دونوں کو لے کر ارض اسرائیل آ گیا تو جب وہ وہاں پہنچا اس نے سنا کہ ہیرودوس تو مر گیا مگر اس کا بیٹا ارشلاؤس بادشاہ یہود ہو گیا ہے۔

تو یہ خائف ہوئے اور وہاں سے بھاگنے کا خیال کیا تو اسے خواب میں بشارت ہوئی کہ بھاگو نہیں چنانچہ وہ ایک آبادی میں ٹھہرے جسے ناصرہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ قصہ انجیل متی کا صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ ربوہ پنجاب وغیرہ میں نہیں ہو سکتا وہ تو ارض مصر میں تھا یا ناصرہ میں جو ملک شام میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ آلوسی کی عربی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا۔ اور یہ ہے ربوہ کی تفصیل تحقیق۔ اس کے بعد جس کا جہاں جی چاہے ربوہ بنا لے۔

ما را چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت

آگے ذَاتِ قَرَارٍ جو فرمایا اس کے معنی ہیں اَیْ مُسْتَقَرٌّ مِّنَ الْاَرْضِ مُنْبَسِطَةٌ وَالْمُرَادُ اَنَّهَا وَادٍ فَسِيْحٌ۔ یعنی ٹھہرنے کا مقام وسیع زمین میں وَمَاءٍ مَّعِيْنٍ یعنی ماء جاری۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾	اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزیں اور عمل صالح کرو میں جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہوں
وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾	اور بے شک یہ تمہارا دین دین واحد ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو مجھ سے ڈرو
فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾	تو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اپنا کام انہوں نے ہر گروہ جو اس کے پاس ہے خوش ہے

فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝٥٤

تو تم چھوڑ دو انہیں ان کے نشہ میں ایک وقت تک

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ
بَنِيْنَ ۝٥٥

کیا یہ گمان کر رہے ہیں کہ جو ہم ان کی مدد کر رہے ہیں مال اور بیٹوں سے

نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝٥٦

یہ جلدی ان کے لئے بھلائیاں ہیں بلکہ وہ بے شعور ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝٥٧

بے شک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝٥٨

اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝٥٩

اور وہ جو اپنے رب کا کوئی شریک نہیں کرتے

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ
اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝٦٠

اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں اس لئے کہ انہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا
سٰبِقُوْنَ ۝٦١

یہی ہیں وہ جو جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں اور وہی اس بھلائی کی طرف سبقت کرتے ہیں

وَ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ
يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝٦٢

اور نہیں تکلیف دیتے ہم کسی جان کو مگر اس کی وسعت قدرت تک اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق بولتی ہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ
دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ۝٦٣

بلکہ ان کے دل نشہ میں ہیں اس سے اور ان کے کام ان کاموں سے جدا ہیں جنہیں وہ کر رہے ہیں

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ
يَجْـَٔرُوْنَ ۝٦٤

حتیٰ کہ جب ہم نے پکڑا ان کے امیروں کو عذاب میں تو وہ فریاد کرنے لگے

لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۝٦٥

آج فریاد نہ کرو تم ہماری طرف سے مدد نہ کئے جاؤ گے

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ
تَنْكِصُوْنَ ۝٦٦

بے شک میری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تم پر تو ہو تم اپنی ایڑیوں پر الٹے پلٹتے تھے

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ۝٦٧

بڑائی مارتے خدمت حرم پر رات کو وہاں کہانیاں بکتے ہو، حق کو چھوڑ کر

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ
اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٦٨

کیا انہوں نے بات کو سوچا نہیں کیا ان کے پاس وہ آیا جو نہ آیا ان کے باپ دادا کے پاس

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝٦٩

یا نہیں جانتے اپنے رسول کو تو وہ اسے بیگانہ سمجھ رہے ہیں

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ
اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝٧٠

کیا کہتے ہیں اسے جنون ہے بلکہ لائے ان کے پاس حق اور اکثر ان کے حق سے کراہت کرتے ہیں

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾

اور اگر پیروی کرتا حق ان کی خواہشوں کی تو تباہ ہو جاتے آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں بلکہ لائے ہم ان کے پاس وہ چیز جس میں ان کی ناموری تھی تو وہ اس ناموری سے ہی منہ پھیرے ہوئے ہیں

اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾

کیا تم مانگتے ہو ان سے اپنا خرچ تو خرچ تمہارے رب کی طرف سے بہتر ہے اور وہ بہترین رزاق ہے

وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾

اور بے شک تم انہیں بلاتے ہو سیدھی راہ کی طرف

وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور بے شک جو نہ ایمان لائے آخرت پر وہ سیدھی راہ سے ضرور کترائے ہوئے ہیں

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾

اور اگر ہم رحم کریں ان پر اور کھول دیں ہم وہ مصیبت تو ضرور ہٹ دھرمی کر کے اپنی سرکشی میں اندھے رہیں گے

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾

اور بے شک ہم نے پکڑا انہیں عذاب میں تو نہ جھکے وہ اپنے رب کے لئے اور نہ تضرع وزاری کی

حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾

حتیٰ کہ جب ہم نے کھولا ان پر دروازہ سخت عذاب کا تو وہ اب ناامید پڑے ہیں

حل لغات چوتھا رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

يٰۤاَيُّهَا - اے	الرُّسُلُ - رسولو	كُلُوْا - کھاؤ	مِنَ الطَّيِّبٰتِ - پاکیزہ چیزیں
وَ - اور	اعْمَلُوْا - عمل کرو	صَالِحًا - نیک	اِنِّيْ - بے شک میں
بِمَا - اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ - کرتے ہو تم	عَلِيْمٌ - خبردار ہوں	وَ - اور
اِنَّ - بے شک	هٰذِهٖ - یہ	اُمَّتُكُمْ - تمہاری امت	اُمَّةً - امت ہے
وَّاحِدَةً - ایک	وَّ - اور	اَنَا - میں	رَبُّكُمْ - تمہارا رب ہوں
فَاتَّقُوْنِ - تو مجھ سے ڈرو	فَتَقَطَّعُوْٓا - تو ٹکڑے کر ڈالے انہوں نے		اَمْرَهُمْ - اپنے کام کے
بَيْنَهُمْ - آپس میں	زُبُرًا - الگ الگ	كُلُّ - ہر	حِزْبٍ - فرقہ
بِمَا - جو	لَدَيْهِمْ - اس کے پاس ہے	فَرِحُوْنَ - خوش ہے	فَذَرْهُمْ - تو چھوڑ ان کو
فِيْ - بیچ	غَمْرَتِهِمْ - ان کی مستی کے	حَتّٰى - ایک	حِيْنٍ - وقت تک
اَ - کیا	يَحْسَبُوْنَ - خیال کرتے ہیں		اَنَّمَا - بے شک
نُمِدُّهُمْ بِهٖ - ہم مدد دیتے ہیں ان کو		مِنْ مَّالٍ - مال	وَّ - اور

بَنِیْنَ۔بیٹوں سے	نُسَارِعُ۔جلدی کرتے ہیں ہم		لَهُمْ۔ان کے لئے
فِیْ۔بیچ	الْخَیْرٰتِ۔بھلائیوں کے	بَلْ۔بلکہ	لَّا۔نہیں
یَشْعُرُوْنَ۔سمجھتے	اِنَّ۔بے شک	الَّذِیْنَ۔وہ لوگ	هُمْ۔کہ وہ
مِّنْ خَشْیَةِ۔ڈر	رَبِّهِمْ۔اپنے رب سے	مُّشْفِقُوْنَ۔ڈرتے ہیں	وَ۔اور
الَّذِیْنَ۔وہ لوگ	هُمْ۔کہ وہ	بِاٰیٰتِ۔آیتوں	رَبِّهِمْ۔اپنے رب پر
یُؤْمِنُوْنَ۔ایمان لاتے ہیں	وَ۔اور	الَّذِیْنَ۔وہ جو	هُمْ۔وہ
بِرَبِّهِمْ۔اپنے رب کے ساتھ	لَا۔نہیں	یُشْرِكُوْنَ۔شریک کرتے	وَ۔اور
الَّذِیْنَ۔وہ جو	یُؤْتُوْنَ۔دیتے ہیں	مَآ۔جو	اٰتَوْا۔دیتے ہیں
وَّ۔اور	قُلُوْبُهُمْ۔ان کے دل	وَجِلَةٌ۔ڈرتے ہیں	اَنَّهُمْ۔بے شک وہ
اِلٰی۔طرف	رَبِّهِمْ۔اپنے رب کی	رٰجِعُوْنَ۔لوٹنے والے ہیں	اُولٰٓئِكَ۔یہ لوگ
یُسٰرِعُوْنَ۔دوڑتے ہیں	فِی۔بیچ	الْخَیْرٰتِ۔نیکیوں کے	وَ۔اور
هُمْ۔وہ	لَهَا۔اس کے لئے	سٰبِقُوْنَ۔آگے بڑھنے والے ہیں	
وَ۔اور	لَا۔نہیں	نُكَلِّفُ۔تکلیف دیتے ہم	نَفْسًا۔کسی آدمی کو
اِلَّا۔مگر	وُسْعَهَا۔اس کی طاقت بھر	وَ۔اور	لَدَیْنَا۔ہمارے پاس
كِتٰبٌ۔کتاب ہے	یَّنْطِقُ۔جو بولتی ہے	بِالْحَقِّ۔حق کے ساتھ	وَ۔اور
هُمْ۔وہ	لَا۔نہیں	یُظْلَمُوْنَ۔ظلم کئے جائیں گے	
بَلْ۔بلکہ	قُلُوْبُهُمْ۔ان کے دل	فِیْ۔بیچ	غَمْرَةٍ۔مستی کے ہیں
مِّنْ هٰذَا۔اس سے	وَ۔اور	لَهُمْ۔ان کے لئے	اَعْمَالٌ۔کام ہیں
مِّنْ دُوْنِ۔سوا	ذٰلِكَ۔اس کے	هُمْ۔وہ	لَهَا۔ان کو
عٰمِلُوْنَ۔کرنے والے ہیں	حَتّٰٓی۔یہاں تک کہ	اِذَآ۔جب	اَخَذْنَا۔پکڑا ہم نے
مُتْرَفِیْهِمْ۔ان کے امیروں کو		بِالْعَذَابِ۔عذاب میں	اِذَا۔ تو ناگہاں
هُمْ۔وہ	یَجْـَٔرُوْنَ۔چیخنے لگے	لَا۔نہ	تَجْـَٔرُوا۔چیخو
الْیَوْمَ۔آج کے دن	اِنَّكُمْ۔بے شک تم	مِّنَّا۔ہم سے	لَا۔نہ
تُنْصَرُوْنَ۔مدد کئے جاؤ گے	قَدْ۔بے شک	كَانَتْ۔تھیں	اٰیٰتِیْ۔میری آیتیں
تُتْلٰی۔پڑھی جاتیں	عَلَیْكُمْ۔تم پر	فَكُنْتُمْ۔تو تھے تم	عَلٰٓی۔اوپر
اَعْقَابِكُمْ۔اپنی ایڑیوں کے	تَنْكِصُوْنَ۔پھر جاتے	مُسْتَكْبِرِیْنَ۔تکبر کرتے ہوئے	
بِهٖ۔اس کے ساتھ	سٰمِرًا۔رات کو	تَهْجُرُوْنَ۔بکواس کرتے	اَ۔کیا
فَلَمْ۔نہ	یَدَّبَّرُوا۔غور کیا انہوں نے	الْقَوْلَ۔بات پر	اَمْ۔یا

جَآءَهُمْ۔آیاان کے پاس	مَّا۔جو	لَمْ۔نہ	يَأْتِ۔آیا
اٰبَآءَهُمُ۔ان کے باپ دادا	الْاَوَّلِيْنَ۔پہلوں پر	اَمْ۔یا	لَمْ۔نہ
يَعْرِفُوْا۔پہچانا انہوں نے	رَسُوْلَهُمْ۔اپنے رسول کو	فَهُمْ۔تووہ	لَهٗ۔اس کے
مُنْكِرُوْنَ۔منکر ہیں	اَمْ۔کیا	يَقُوْلُوْنَ۔کہتے ہیں کہ	بِهٖ۔اس کو
جِنَّةٌ۔دیوانگی ہے	بَلْ۔بلکہ	جَآءَهُمْ۔آیاان کے پاس	بِالْحَقِّ۔حق
وَ۔اور	اَكْثَرُهُمْ۔اکثران کے	لِلْحَقِّ۔حق کو	كٰرِهُوْنَ۔ناپسند کرتے ہیں
وَ۔اور	لَوِ۔اگر	اتَّبَعَ۔پیروی کرے	الْحَقُّ۔حق
اَهْوَآءَهُمْ۔ان کی خواہشوں کی		لَفَسَدَتِ۔تو بگڑ جائیں	السَّمٰوٰتُ۔آسمان
وَ۔اور	الْاَرْضُ۔زمین	وَ۔اور	مَنْ۔جو
فِيْهِنَّ۔ان میں ہے	بَلْ۔بلکہ	اَتَيْنٰهُمْ۔لائے ہم ان کے پاس	
بِذِكْرِهِمْ۔ناموری	هِمْ۔ان کی	فَهُمْ۔تووہ	عَنْ ذِكْرِهِمْ۔ناموری
هِمْ۔اپنی سے	مُّعْرِضُوْنَ۔منہ پھیرتے ہیں		اَمْ۔کیا
تَسْـَٔلُهُمْ۔مانگتا ہے توان سے	خَرْجًا۔خرچ	فَخَرَاجُ۔تو خرچ	رَبِّكَ۔تیرے رب کا
خَيْرٌ۔بہتر ہے	وَّ۔اور	هُوَ۔وہ	خَيْرُ۔بہتر ہے
الرّٰزِقِيْنَ۔رزق دینے والا	وَ۔اور	اِنَّكَ۔بے شک تو	لَتَدْعُوْهُمْ۔بلاتا ہے ان
کو یقیناً	اِلٰى۔طرف	صِرَاطٍ۔راہ	مُّسْتَقِيْمٍ۔سیدھی کے
وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک	الَّذِيْنَ۔وہ جو	لَا۔نہیں
يُؤْمِنُوْنَ۔ایمان لاتے	بِالْاٰخِرَةِ۔قیامت پر	عَنِ الصِّرَاطِ۔وہ راہ سے	لَنٰكِبُوْنَ۔پھر جاتے ہیں
وَ۔اور	لَوْ۔اگر	رَحِمْنٰهُمْ۔ہم رحم کریں ان پر	
وَ۔اور	كَشَفْنَا۔دور کریں ہم	مَا۔جو	بِهِمْ۔ان کو
مِّنْ ضُرٍّ۔تکلیف ہے	لَّلَجُّوْا۔تو داخل ہوجائیں	فِيْ۔بیچ	طُغْيَانِهِمْ۔اپنی سرکشی کے
يَعْمَهُوْنَ۔حیران پھرتے ہیں		وَ۔اور	لَقَدْ۔بے شک
اَخَذْنٰهُمْ۔ہم نے پکڑا ان کو		بِالْعَذَابِ۔عذاب میں	فَمَا۔تو نہ
اسْتَكَانُوْا۔جھکے وہ سامنے	لِرَبِّهِمْ۔اپنے رب کے	وَ۔اور	مَا۔نہ
يَتَضَرَّعُوْنَ۔زاری کی	حَتّٰى۔یہاں تک کہ	اِذَا۔جب	فَتَحْنَا۔ہم نے کھولا
عَلَيْهِمْ۔ان پر	بَابًا۔دروازہ	ذَا عَذَابٍ۔عذاب	شَدِيْدٍ۔سخت کا تو
اِذَا۔ناگہاں	هُمْ۔وہ	فِيْهِ۔اس میں	مُبْلِسُوْنَ۔ناامید تھے

لغات نادرہ

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ۔ یعنی ملت و شریعت اُمَّتُكُمْ اَیْ مِلَّتُكُمْ وَ شَرِيْعَتُكُمْ۔

فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ۔ تو کاٹ ڈالے انہوں نے اَلْقَطْعُ التَّفَرُّقُ يَعْنِىْ فَتَفَرَّقُوْا وَتَحَزَّبُوْا فِىْ اَمْرِهِمْ۔

بَيْنَهُمْ زُبُرًا۔ جَمْعُ زَبُوْرٍ بِمَعْنٰى فِرْقَةٍ۔ زُبْرَةٌ بِمَعْنٰى قِطْعَةٍ۔

فِىْ غَمْرَتِهِمْ۔ وَالْغَمْرَةُ الْمَاءُ الَّذِىْ يَغْمِرُ الْغَاصَةَ وَاَصْلُهَا مِنَ السَّتْرِ وَالْمُرَادُ بِهَا الْجِهَالَةُ۔

اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ۔ اَىِ الَّذِىْ نُعْطِيْهِمْ اِيَّاهُ وَ نَجْعَلُهٗ مَدَدًا لَّهُمْ۔

مُّشْفِقُوْنَ۔ خائف ہیں۔

وَجِلَةٌ۔ خَائِفَةٌ۔

غَمْرَةٍ۔ غَمْرَةُ الْجِهَالَةِ۔

مُتْرَفِيْهِمْ۔ وَسِيْعُ الْمَالِ۔ كَثِيْرُ النِّعَمِ۔ اَلتَّرَفُ التَّوَسُّعُ فِى النِّعْمَةِ۔

يَجْــَٔرُوْنَ۔ اَلْجُوَارُ مِثْلُ الْخُوَارِ يُقَالُ جَارَا الثَّوْرُ۔ گاؤ کا رینکنا، یعنی چیخنا۔ بمعنی تضرع۔

تَنْكِصُوْنَ۔ تُعْرِضُوْنَ عَنْ سِمَاعِهَا۔ قبول کرنے اور سننے سے اعراض کرنا۔

سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ۔ قَالَ الرَّاغِبُ سَمَرٌ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ۔ رات کی اندھیری ثُمَّ اُطْلِقَ عَلَى الْحَدِيْثِ بِاللَّيْلِ۔ رات میں کہانی کہنا۔

تَهْجُرُوْنَ۔ بہکی بہکی باتیں کرنا، یعنی ہذیانی کیفیت۔

بِهٖ جِنَّةٌ۔ جنون۔

بِذِكْرِهِمْ۔ فخر و شرف سے۔

مُّعْرِضُوْنَ۔ اعراض کرنا۔

خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ۔ خرچ۔ رزق۔

لَنٰكِبُوْنَ۔ لَعَادِلُوْنَ۔ یعنی منحرف۔

لَّلَجُّوْا۔ لَتَمَادُوْا لَجَاجُهُمْ فِيْمَا هُمْ عَلَيْهِ وَ فِيْهِ مِنَ الْبُعْدِ۔

فَمَا اسْتَكَانُوْا۔ فَمَا خَضَعُوْا۔ تو نہ جھکے

مُبْلِسُوْنَ۔ مُتَحَيِّرُوْنَ۔ اٰيِسُوْنَ۔ بمعنی یاس و ناامیدی۔

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔ سورۂ مومنون۔ پ ۱۸

پہلے رکوعوں میں رسولوں کا ذکر فرما کر اب مشرکین کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا جو وہ کہتے تھے کہ ان رسولوں میں ہم سے کیا فوقیت ہے جو ہم کھاتے پیتے ہیں یہ بھی وہی کھاتے پیتے ہیں یعنی یہ رسول ملائکہ کی مانند کیوں نہیں چنانچہ ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ اے میرے مرسلین کرام ان کی بکواس کی طرف التفات نہ کرو

اور طیب وحلال و پاک چیزیں کھاؤ ہم نے یہ سب نعمتیں تمہارے لئے اور تمہارے متبعین کے لئے پیدا کی ہیں اور گندی اشیاء سے جو حرام ہیں پرہیز رکھو وہ نہ کھاؤ اس لئے کہ مدار بزرگی پاک اور حلال چیزوں کے ترک میں نہیں۔ جیسا کہ بعض سمجھتے ہیں اور ان نعمتوں کا شکریہ ہے کہ

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ۔ نیک کام کرتے رہو بے شک میں تمہارے افعال واعمال دیکھ رہا ہوں

پھر فرمایا:

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ۔ اے رسولو! تم سب کا ایک ہی طریقہ ہے توحید الٰہی بھی ایک۔ طریق عبادت بھی ایک۔ معبود بھی ایک اسی طرح تم سب کی امتیں بھی ایک ہی ہیں تو تمہیں سب کو مجھ سے ہی ڈرنا چاہئے۔ بری باتوں سے پرہیز اور نیکی کی طرف سرعت یہ تمہارا کام ہے۔ لیکن انبیاء کرام کے بعد ان کی امتوں نے افراط وتفریط کر کے علیحدہ علیحدہ فرقے بنا ڈالے اور ہر فرقہ اپنے تراشیدہ خیالات پر خوش ہے۔ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔

یہودی حضرت عزیز کو ابن اللہ کہہ کر بھی سمجھتے ہیں کہ ہم راہ راست پر ہیں نصاریٰ مسیح ابن مریم کو خدا یا ابن اللہ مان کر اپنے کو ہدایت پر جانتے ہیں مشرکین اور مجوس اپنے خیال فاسد اور وہم باطل کو حق سمجھے ہوئے ہیں تو ارشاد ہوا:

فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِیْنٍ۔ انہیں ان کے حال پر ان کی جہالت اور گمراہی میں چھوڑ دیجئے ایک مدت تک ان کی غفلت کا دریا انہیں غلطاں و پیچاں رکھے گا۔

پھر جب اسلام اپنی پوری شوکت پر آئے گا اس وقت تہدید کے چابک سے انہیں ہوشیار کر دیا جائے گا۔

بعض کہتے ہیں موت یا عذاب الٰہی کے وقت تک انہیں چھوڑ دو پھر انہیں آپ معلوم ہو جائے گا اور ہر کافر کہے گا يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔

بعض مشرکین اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جانے کی وجہ ظاہر کرتے تھے کہ فلاں دیوتا فلاں دیوی کی ہم نے یہ بھینٹ چڑھائی تو ہمارا فلاں کام ہو گیا اس کا رد فرمایا گیا۔

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ۔ کیا ان کا گمان یہ ہے کہ یہ مال اور اولاد سے جو ہم نے مدد فرمائی و ان کی سعی سے ملا۔

نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ۔ ہم ہی عجلت فرماتے ہیں بھلائیوں میں مگر وہ بے شعور ہیں۔

درحقیقت ہماری طرف سے ان پر رحمت ہوتی ہے جو

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۔ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ۔ اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ۔ اور جو اپنے رب کا شریک نہیں بناتے۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ۔ اور وہ جو اللہ کی راہ میں دیتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کی طرف جانا ہے۔

أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ۔ یہی وہ ہیں جو نیکی کی طرف سبقت کرتے ہیں اور وہ اس کے لئے آگے بڑھنے والے ہیں۔

یہ اہل ایمان کے چند اوصاف حمیدہ بیان فرما کر بشارت دی گئی کہ یہی لوگ نیکیوں میں مسابقت کرنے والے ہیں۔

پھر مخالفوں کو ڈرایا جاتا ہے اور اپنا کرم اول فرمایا جاتا ہے۔

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔ ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کی حد استطاعت تک اور ہمارے پاس وہ کتاب ہے جو سچ سچ بولتی ہے اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے۔

بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِنْ هَٰذَا وَلَهُمْ أَعْمَالٌ مِنْ دُونِ ذَٰلِكَ هُمْ لَهَا عَامِلُونَ۔ بلکہ یہ کمبخت منکرین ان نیکیوں میں پیچھے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان نیکیوں میں سعی کرنا بے فائدہ ہے جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہی ٹھیک ہے اور آخرت میں حساب کتاب کا یقین نہیں رکھتے حالانکہ

وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنْطِقُ بِالْحَقِّ۔ ہمارے پاس سب لکھا ہوا ہے جو اس دن انہیں بتا دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ پھر آگے ارشاد ہے:

حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِمْ بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْأَرُونَ۔ جب ہم گرفت کریں گے ان کے متمول مالداروں کی تو وہ چیخیں گے دہائی دیں گے تو انہیں فرمایا جائے گا۔

لَا تَجْأَرُوا الْيَوْمَ إِنَّكُمْ مِنَّا لَا تُنْصَرُونَ۔ آج نہ چیخو اور دہائی نہ دو تم ہماری طرف سے مدد نہ کئے جاؤ گے۔

قَدْ كَانَتْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُونَ۔ اس لئے کہ تم پر میری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو تم ایڑیوں کے بل لوٹ جاتے تھے۔

مُسْتَكْبِرِينَ بِهِ سَامِرًا تَهْجُرُونَ۔ اور تکبر کے ساتھ انہیں چھوڑ کر سمر یعنی رات کی کہانیوں میں مشغول ہو جاتے تھے۔

تَهْجُرُونَ۔ ہجر سے ہے۔ جدائی کے معنی دیتا ہے اور ہجر بفتح ہذیان کے معنی میں مستعمل ہے اور ہجر بضم کعبہ کے اردگرد بیٹھ کر قریش قصہ خوانی کرتے تھے اور قرآن کریم کی ہجو کرتے تھے۔ اس کے جواب میں کہتے ہیں:

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ۔ کیا وہ فرمان مصطفیٰ یا قرآن کریم پر تدبر و غور نہیں کرتے یا ان کے پاس ان کے آباء و اجداد نئی بات لائے ہیں جو پہلے انبیاء نہ لائے یا یہ کہ وہ رسول کے منصب سے ناواقف ہیں حالانکہ ہمارے حبیب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل اظہار نبوت سچا دیانت دار، خدا ترس جانتے تھے پھر وہ سوچیں کہ بعد اظہار نبوت انہیں کذب بیانی سے کیا غرض تھی۔

أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ۔ یا وہ اپنے رسول سے انجان ہیں اور اس وجہ سے ان کے منکر ہیں۔ وہ تمہیں راست بازی، خدا ترسی کی تعلیم دے رہے ہیں اور دنیاوی تکالیف برداشت فرما کر آنے والی مصیبتوں سے تمہیں اطلاع دے رہے ہیں یہ باتیں بتانا کسی دیوانہ اور مجنون آدمی کا کام نہیں چنانچہ ارشاد ہے:

أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ۔ کیا کہتے ہیں انہیں جنون ہے۔

بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ۔ بلکہ وہ تو ان کے پاس سچی بات لائے البتہ اکثر ان کے حق بات

سے کراہت کرتے ہیں۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ اور اگر حق ان کی خواہشات کا پیرو ہو جائے تو یقیناً آسمان اور زمین میں فساد آ جائے اور جو ان میں ہیں
71 سب کے سب تباہ ہو جائیں بلکہ وہ حق جو ان کے پاس آیا وہ ان کی ناموری کو آیا کہ وہ بلندی حاصل کریں مگر وہ اس بھلے کے ساتھ ہی اعراض کر رہے ہیں۔

اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ کیا وہ اس ہدایت پر ان سے کچھ طلب کرتا ہے بلکہ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ان کا اعلان ہے کہ ہماری اجرت اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اور اللہ بہتر رزاق اور اجر دینے والا ہے اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد خداوندی عز و جل ہوا:

وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اے محبوب آپ تو ان کو سیدھی راہ پر بلا رہے ہیں۔

وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ۔ اور وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ سیدھی راہ سے منحرف ہیں۔

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ اور اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور ان کی تکلیف دفع کر دیں تو بھی وہ اپنی گمراہی پر پڑے رہیں گے اور آخرت پر ایمان نہ لائیں گے۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ۔ اور ہم نے پکڑا انہیں عذاب میں اور مکہ میں سات سال قحط ڈالا جس میں وہ چلا اٹھے کتے اور مردار تک کھانے کی نوبت آ گئی دہائی دینے لگے مگر فَمَا اسْتَكَانُوْا۔ اس پر بھی اپنے رب کی طرف نہ جھکے۔

اِسْتَكَانَ۔ اِسْتَفْعَلَ۔ کے وزن پر كَوْن سے ہے اس کے معنی یہ ہوئے اِنْتَقَلَ مِنْ كَوْنٍ اِلٰى كَوْنٍ۔

حَتّٰى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ۔ حتیٰ کہ جب دوسرا دروازہ سخت عذاب کا ہم نے کھولا تو وہ اور بھی ناامید ہی ہوئے۔

مُبْلِسُوْنَ۔ مِنَ الْاِبْلَاسِ وَ هُوَ الْيَاسُ۔ مُبْلِسُوْنَ۔ ابلاس سے ہے اور وہ مایوسی ہے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع۔ سورۂ مومنون۔ پ ۱۸

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ۔ اے رسولو! کھاؤ پاک چیزوں سے اور نیک عمل کرو میں جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہوں۔

اس آیت کریمہ میں انبیائے و رسل کو مخاطب فرما کر اباحت طیبات کا حکم نافذ فرمایا ہے اس لئے کہ طیب اشیاء کی اباحت شرع قدیم سے ہے اور وہ تمام انبیائے کرام میں جاری تھی۔ گویا رسول کو حکم دیا گیا كُلْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ بعض نے کہا کہ اس میں نداء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہے جیسا کہ حدیث مرسل میں حفص بن ابی جبلہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ الخ ذَاتُ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ غَزْلِ اُمِّهٖ۔ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ۔ میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام منادیٰ ہیں کہ وہ اپنی والدہ کا کاتا ہی کھاتے تھے۔

اور حسن و مجاہد اور قتادہ اور سدی اور کلبی رحمہم اللہ کہتے ہیں اِنَّهُ نِدَاءٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ خِطَابُهُ. وَالْجَمْعُ لِلتَّعْظِيْمِ۔ یہ ندا صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مخاطبہ ہے اور جمع کے ساتھ جو ندا فرمائی وہ تعظیم کے لئے ہے۔ 49

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ اور نیک عمل کرو۔

اس میں احمد زہد میں اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور حاکم ام عبد اللہ اخت شداد بن اوس رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں اَنَّهَا بَعَثَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحِ لَبَنٍ يَعْنِيْ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَهُوَ صَائِمٌ فَرَدَّ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنّٰى لَكِ هٰذَا اللَّبَنُ قَالَتْ مِنْ شَاةٍ لِّيْ فَرَدَّ اِلَيْهَا رَسُوْلُهَا اَنّٰى لَكِ الشَّاةُ فَقَالَتْ اِشْتَرَيْتُهَا مِنْ مَّالِيْ فَشَرِبَ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

شداد بن اوس کی بہن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم افطار کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس فرما دیا اور پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا آپ نے عرض کیا میری بکری کا دودھ ہے آپ نے پھر واپس کر دیا اور فرمایا بکری کہاں سے آئی عرض کی وہ میں نے خریدی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا۔

دوسرے دن ام عبد اللہ حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دودھ حاضر کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واپس فرما دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم پاک کے سوا کسی شے مشکوک کا استعمال نہ کریں اور سوائے نیک عمل کے کوئی عمل نہ کریں۔

اور ایسا ہی مسلم اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَّا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَّ مَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَّ مَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَ غُذِيَ بِالْحَرَامِ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَآءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! بے شک اللہ پاک ہے وہ پاک کے سوا کچھ قبول نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو وہی حکم فرمایا جو مرسلین کو حکم دیا پھر یہ دو آیتیں تلاوت فرمائیں يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ اور یہی حکم دیا۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ پھر فرمایا ایک شخص طویل سفر کرے اور غبار آلودہ بال اور کپڑے کر لے اور اس کا کھانا حرام ہو اور پینا حرام ہو اور اس کی نشو ونما حرام سے ہو اور وہ ہاتھ اٹھا کر آسمان کی طرف پکارے اے میرے رب اے میرے رب تو وہ کب مستجاب الدعوات ہوگا۔

اس لئے کہ احکام میں اکل حلال مقدم ہے کہ وہی معین عمل صالح ہے۔

چنانچہ بعض احادیث میں آیا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَقْبَلُ عِبَادَةَ مَنْ فِيْ جَوْفِهٖ لُقْمَةٌ مِّنْ حَرَامٍ۔ بے شک اللہ اس شخص کی عبادت قبول نہیں فرمایا جس کے شکم میں لقمہ حرام ہو۔

اور صحیح حدیث میں ہے اَيُّمَا لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ۔ جو گوشت رشوت ستانی سے بڑھے تو اس

کے لئے آگ ہی بہتر ہے یعنی وہ گوشت آگ میں جلنے والا ہے یا آگ کا مستحق ہے۔

اور اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ۔ کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر اعمال اور باطن اعمال سب کا نگران ہے اور انہی اعمال کے مطابق تمہیں اجر وز جر فرمائے گا۔ اس میں مخاطب انبیاء علیہم السلام ہیں اور اس سے مراد اتباع انبیاء ہیں۔

وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ۔

وَاِنَّ هٰذِهٖۤ۔ اور بے شک یہ ملت وشریعت۔

اُمَّتُكُمْ۔ تمہاری ملت ہے اور تمہاری یہ شریعت ہے اور میں تمہارا رب وحدہ لاشریک ہوں۔

فَاتَّقُوْنِ۔ تو مجھ سے ہی ڈرو۔

جیسے مناطقہ صغریٰ کبریٰ مرتب کر کے بولتے ہیں اَلْعَالَمُ حَادِثٌ لِاَنَّهٗ مُتَغَیِّرٌ۔ وَ كُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ فَالْعَالَمُ حَادِثٌ۔ ایسے ہی یہاں ارشاد ہوا کہ میں تمہارا رب ہوں اس لئے کہ قدیم ہوں اور جو قدیم ہے وہی رب ہے تو نتیجہ نکلا کہ رب قدیم ازلی وابدی ہے ایک ہے۔

فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ۔ تو قطع کر دیئے انہوں نے اپنے کام۔

یَعْنِیْ فَتَفَرَّقُوْا وَ تَحَزَّبُوْا فِیْ اَمْرِهِمْ۔ انہوں نے تفریق وتخریب کر ڈالی اپنے کام میں۔

بَیْنَهُمْ زُبُرًا۔ اَیْ قِطَعًا۔ زبر جمع زبور کی ہے اور زبر بمعنی قطع ہے اَیْ قَطَعُوْا اَیْ اَمْرَ دِیْنِهِمْ۔ یعنی امور دینیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ ہر جماعت جس امر کو پسند کر چکی اس میں خوش ہے۔

یعنی جو بات جن کے رسوم میں ہے اسی پر وہ جے ہوئے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہی اعتقاد صحیح ہے حیث قال الآلوسی:

وَالْمُرَادُ اِنَّهُمْ مُعْجِبُوْنَ بِهٖ مُعْتَقِدُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ یعنی وہ اس پر خوش ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہی طریقہ حق ہے۔

فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِیْنٍ۔ تو اے محبوب انہیں ان کی جہالت میں ایک مدت کے لئے چھوڑ دیجئے۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ قریش نے جو امور دینیہ میں کتر بیونت کی ہے انہیں چھوڑ دیجئے۔

غَمْرَةٍ۔ عربی میں کہتے ہیں اَلْمَاءُ الَّذِیْ یَغْمِرُ الَّذِیْ یَغْمِرُ الْغَاصَّةَ وَاَصْلُهَا مِنَ السَّتْرِ وَالْمُرَادُ بِهَا الْجِهَالَةُ بَجَامِعِ الْغَلَبَةِ وَالْاِسْتِهْلَاكِ۔ غمرہ اس پانی کو کہتے ہیں جو ایک جگہ ٹھہرا رہے اور یہاں اس کے معنی آڑ ہیں اور اس سے مراد جہالت کفار ہے جس میں وہ مغلوب ہیں اور ہلاک ہو رہے ہیں۔

حَتّٰى حِیْنٍ۔ ایک مدت مقررہ تک۔ اس سے مراد ان کا وہ قتل ہے جو بدر میں ہوا۔

مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں اس سے مراد موت ہے جو کفر پر ہوئی جس کے بعد ان پر عذاب ہوا۔ آگے ارشاد ہے:

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ۔ کیا ان کا یہ گمان ہے کہ جو ہم مدد کریں انہیں اور عطا فرمائیں مال اور بیٹوں سے اس پر وہ سمجھتے ہیں کہ

نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۔ جلدی کرتے ہیں ان کے لئے بھلائیوں میں بلکہ ان کو شعور نہیں ہے۔
یعنی یہ امر اور نہی تھی یعنی بتوں کی اعانت سے ان کے کام ہوتے ہیں یہ خیال ان کے محض جہالت ہیں انہیں شعور ہی نہیں اس لئے کہ وہ کالانعام حیوان ہیں انہیں محسن حقیقی کا شعور ہی نہیں وہ بتوں کی بھینٹوں پر ہی اپنی کارگزاری سمجھتے ہیں اس کے بعد ایمان والوں کی تعریف فرمائی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۔ بے شک وہ اللہ کے خوف سے جھکے ہوئے ہیں۔ اور سہمے ہوئے ہیں۔
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ۔ اور اپنے رب کی آیتوں پر وہ ایمان لائے۔ یعنی کتب الٰہی اور قرآن کریم پر ایمان لاتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ۔ اور وہ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ جیسے مشرکین کا طریقہ تھا۔
وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ۔ اور وہ دیتے ہیں جو انہیں دولت ملے زکوٰۃ وصدقات سے اور ان کے دل ڈر رہے ہیں انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے۔
اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ۔ یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور وہ اس کے لئے مسابقت کرتے ہیں۔
وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ اور ہم کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتے مگر اس کی وسعت وطاقت بھر اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے کہ حق بول دیتی ہے۔ یعنی اس میں سچ سچ تمام اعمال مندرج ہیں۔
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے۔ یعنی نہ کسی کی نیکی گھٹائی جائے گی اور نہ کسی کی بدی بڑھائی جائے گی۔
اس کے بعد کفار کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:
بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا۔ بلکہ ان کے دل جہالت میں ہیں اس دین اور قرآن سے نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
بَلْ قُلُوْبُ الْكَفَرَةِ فِيْ غَفْلَةٍ غَامِرَةٍ لَّهَا مِمَّا عَلَيْهِ هٰؤُلَآءِ الْمَوْصُوْفُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی کافروں کے دل غفلت میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ مومنین کی صفات کو نہیں سمجھتے۔
وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ۔ اور ان کے عمل ان عملوں سے جدا ہیں جنہیں وہ کر رہے ہیں۔ یعنی جو صفات ایمان والوں کی بیان کی گئیں یہ ان سے اعمال میں بھی بالکل جدا ہیں۔
حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ۔ حتیٰ کہ ہم نے ان کے امیروں کو عذاب میں پکڑا تو وہ فریاد کرنے لگے۔
مُتْرَفِيْهِمْ پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْمُتْرَفُ الْمُتَوَسِّعُ فِي النِّعْمَةِ۔ مالدار کے معنی میں اس کا استعمال ہے اور ان کے چیخنے اور دہائی دینے کا یہ جواب ہے۔
لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ۔ آج چیخوں پکاروں سے کام نہ چلے گا اور تم کو ہماری طرف سے مدد نہیں ملے گی۔

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ۔ بے شک میری آیتیں یعنی قرآن مجید تم پر پڑھا گیا تو اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پلٹے اور ان آیتوں کو نہ مانا اور ایمان نہ لائے۔ نکص اعراض کے معنی دیتا ہے۔

وَالنُّكُوْصُ الرُّجُوْعُ وَالْاَعْقَابُ جَمْعُ عَقْبٍ وَّ هُوَ مُؤَخَّرَةُ الرَّحْلِ۔ نکوص رجوع کو کہتے ہیں اور اعقاب جمع ہے عقب کی اور وہ پیر کی پشت یعنی ایڑی ہے جو پلٹنا ایڑیوں کے بل انحراف واعراض ہی ہوا۔

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ۔ تکبر کرتے ہوئے بیت اللہ کے ساتھ یعنی یہ تکبر رکھتے ہوئے پلٹے کہ ہم اہل حرم میں اور بیت اللہ کے ہمسایہ ہیں ہم پر کون غالب آسکتا ہے ہمیں کسی کا خوف وخطر نہیں۔

سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ۔ بیہودہ کہانیاں بکتے ہوئے حق کو چھوڑتے ہوئے۔

مشرکین مکہ کعبہ معظمہ کے گرد جمع ہو کر کہانیاں بکتے اور ان کہانیوں میں قرآن پاک پر طعن اور سحر اور شعر ہونے کا الزام لگاتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے جا بکواس کرتے۔

سَمَر۔ عربی میں قصہ گوئی کو کہتے ہیں اور سامر اندھیری رات کو بھی کہتے ہیں۔

اور ہجر ہاء ہوز کے ساتھ بصورت فتح بمعنی قطع مستعمل ہے۔ اور ہجر بمعنی ہذیان بھی ہے۔ جیسے هَجَرَ الْمَرِيْضُ اس میں ہا اور ج دونوں مفتوح ہیں اور بضم ہا ہجر کلام قبیح کے معنی میں مستعمل ہے۔

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ۔ کیا انہوں نے بات کو سوچا نہیں یعنی قرآن کریم میں غور نہیں کیا اور اس کے اعجاز پر نظر نہ ڈالی جس سے انہیں معلوم ہوتا کہ یہ کلام حق ہے اس کی تصدیق لازم ہے اور جو کچھ اس میں ارشاد فرمایا گیا وہ سب حق اور واجب التسلیم ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وحقانیت پر دلائل واضحہ اس میں موجود ہیں۔

اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ۔ کیا ان کے پاس آگیا وہ جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہ آیا تھا۔ یعنی رسول کا تشریف لانا ایسی انوکھی اور اچنبے کی بات نہیں ہے جو کبھی پہلے عہد میں ہوئی ہی نہ ہو اور وہ یہ کہہ سکیں کہ ہمیں خبر ہی نہ تھی کہ خدا کی طرف سے رسول بھی آیا کرتے ہیں کبھی پہلے کوئی رسول آیا ہوتا اور ہم نے اس کا تذکرہ سنا ہوتا تو ہم کیوں اس رسول کو نہ مانتے۔

یہ عذر کرنے کا موقعہ بھی نہیں ہے اور اس لئے کہ پہلی امتوں میں رسول علیہم السلام آچکے ہیں اور ان پر خدا عزوجل کی کتابیں نازل ہو چکی ہیں۔

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ۔ کیا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے جملہ احوال نہ دیکھے۔ آپ کا نسب عالی آپ کی صداقت ودیانت اور وفور عقل اور حسن خلق، کمال حلم اور وفاء وکرم اور مروت وچشم پوشی، مکارم اخلاق، محاسن صفات اور بلا کسی استاذ کے علم میں کامل ہونا اور تمام عالم سے اعلم وفائق ہونا تم نے نہ دیکھا جن کی یہ ادنیٰ صفت ہے۔

امی و دقیقہ دان عالم بے سایہ و سائبان عالم

تو باوجود ان تمام امور کے جاننے کے وہ انہیں بیگانہ سمجھ رہے ہیں۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ۔ کیا اس ہستی کو کہتے ہیں کہ انہیں جنون ہے بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لائے اور ان میں اکثر کو حق برا لگتا ہے۔

بلکہ انہیں معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دانا اور کامل العقل دوسرا دنیا میں دنیا نے نہ دیکھا اور وہ دین حق لائے۔ قرآن لائے جو توحید اور احکام دین پر مشتمل ہے۔ البتہ ان کی خواہشات نفسانیہ کے مخالف ضرور ہے اور یہی وجہ ہے کہ انہیں ہر حق بات سے نفرت ہے۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے۔

حق سے مراد قرآن کریم ہے اور ان کی خواہشات کا اتباع یہ کہ قرآن کریم میں وہ مضامین مذکور ہوتے جن کی کفار خواہش کرتے ہیں جیسے ایک وحدہ لاشریک کی بجائے چند خداؤں کا وجود تسلیم کرنا اور خدا کے بیٹا بیٹیاں ماننا وغیرہ۔

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ بلکہ ہم تو ان کے پاس وہ چیز لائے۔ یعنی قرآن کریم۔ جس میں ان کی ناموری تھی تو وہ اپنی عزت سے ہی منحرف ہیں۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالذِّكْرِ الْقُرْاٰنُ الَّذِیْ هُوَ فَخْرُهُمْ وَشَرَفُهُمْ حَسْبَمَا يَنْطِقُ بِهٖ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ اَیْ بَلْ اَتَيْنَابِهِمْ بِفَخْرِهِمْ وَشَرَفِهِمُ الَّذِیْ كَانَ يَجِبُ عَلَيْهِمْ اَنْ يَّقْبَلُوْا عَلَيْهِ۔ ذکر سے مراد وہ قرآن کریم ہے جس میں ان کے لئے فخر و شرف ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ یعنی ہم نے تو ان کا فخر و شرف ایسی شان سے بیان فرمایا کہ ان پر لازم تھا کہ اسے قبول کرلیں۔ آگے ارشاد ہے:

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ کیا آپ ان سے کچھ اجرت طلب کرتے ہیں یعنی انہیں ہدایت کرنے اور راہ حق بتانے پر معاوضہ طلب فرماتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں اور وہ کیا دے سکتے ہیں اگر آپ ان سے لینا چاہیں۔

فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ تو تمہارے رب کی طرف سے جو معاوضہ اور اجر ہے وہ سب سے بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر رزاق ہے۔

اور اس کا فضل آپ پر عظیم ہے اور جو جو نعمتیں اس نے آپ کو عطا فرمائیں وہ بہت کافی وافی ہیں تو آپ کو ان کی کیا پرواہ ہے پھر جب وہ آپ کے اوصاف و کمالات سے بھی واقف ہیں اور قرآن کریم کا اعجاز بھی ان کی نگاہوں میں ہے اور آپ ان سے تعلیم و ہدایت اور تبلیغ کا اجر و عوض بھی طلب نہیں فرماتے تو اب انہیں ایمان لانے میں کیا عذر ہو سکتا ہے سوا اس کے کہ ''بے شک آپ انہیں سیدھی راہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔'' تو ان پر لازم ہے کہ حق کی دعوت کو قبول کریں اور داخل اسلام ہو جائیں۔

وَ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ۔ اور بے شک جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ضرور وہ

سیدھی راہ سے بہکے اور منحرف ہیں۔ محاورہ ہے قَدْ نَکِبَ عَنِ الصِّرَاطِ۔ یعنی وہ راہ سے منحرف ہوگیا۔ آگے ارشاد ہے:

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ اور اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور جو مصیبت ان پر پڑی ٹال دیں تو ضرور ہٹ دھرمی کریں گے اور اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔

اِنَّ الْمُرَادَ بِالضُّرِّ الْقَحْطُ وَالْجُوْعُ الَّذِیْ اَصَابَهُمْ بِدُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے قریش سات برس کے قحط عظیم میں مبتلا ہوئے اور حالت بہت ابتر و خراب ہوگئی تو انہوں نے ابوسفیان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور عرض کرایا کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں رحمۃ للعالمین ہوں۔

تو ابوسفیان نے کہا آپ نے بڑوں کو تو بدر میں تہ تیغ کر ڈالا اور جوان کی اولاد بچی اسے بددعا کر کے اس حال میں کر دیا کہ قحط کی وجہ سے فاقوں میں پریشان ہیں۔ بھوک میں ہڈیاں چاٹتے ہیں۔ مردار تک کھا رہے ہیں۔ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور خیرات کا واسطہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہم سے اس قحط کو دور فرمائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی قریش نے اس بلا سے نجات پائی اس کا تذکرہ ان آیتوں میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے:

وَقَدْ دَعَا عَلَيْهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فِيْ مَكَّةَ يَوْمَ اَلْقٰى عَلَيْهِ الْمُشْرِكُوْنَ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْبَيْتِ سَلٰى جَزُوْرٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطَاْتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ وَ دَعَا بِذٰلِكَ اَيْضًا بِالْمَدِيْنَةِ فَقَدْ رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَكَثَ شَهْرًا اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ بَعْدَ قَوْلِهٖ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَكَّةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطَاْتَكَ۔ الخ

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قحط کی دعا مکہ میں فرمائی جس دن مشرکوں پر یہ بلا نازل کی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز میں کھڑے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی الٰہی اپنی سختی قبیلہ مضر پر زیادہ کر الٰہی ان پر قحط ڈال یوسف علیہ السلام جیسا۔

اور یہی دعا مدینہ میں بھی فرمائی۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ ٹھہرے کہ ایک روز رکعت ثانی میں صبح کی نماز میں سمع اللہ لمن حمدہ فرما کر دعا کی اللھم انج الولید بن الولید۔ الٰہی ولید بن ولید اور سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ وغیرہ کو مشرکین سے نجات دے۔ ضعیف مومنین کو اور انہیں مکہ والوں سے بچا لے الٰہی ان پر اپنی پکڑ عذاب سخت فرما۔

اور ایک روایت میں ہے جس کا ترجمہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ جَاءَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَسْتَ تَزْعَمُ اَنَّكَ بُعِثْتَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ فَقَدْ قَتَلْتَ الْاٰبَاءَ بِالسَّيْفِ وَالْاَبْنَاءَ بِالْجُوْعِ اِنَّكَ تَاْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَاَنْتَ قَدْ قَطَعْتَ اَرْحَامَنَا۔ الخ

اور علامہ برہان الدین حلبی رحمہ اللہ اپنی سیرت میں فرماتے ہیں:

اَنَّ ثُمَامَةَ بْنَ اُثَالِ الحَنفِيَّ جَآءَ تْ بِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ سَرِيَّةُ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ حِيْنَ بَعَثَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بَنِىْ بَكْرِ بْنِ كِلَابٍ فَاَسْلَمَ بَعْدَ اَنِ امْتَنَعَ مِنَ الْاِسْلَامِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ثُمَّ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَلَمَّا قَدِمَ بَطْنَ مَكَّةَ لَبّٰى وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ دَخَلَهَا مُلَبِّيًا وَمِنْ هٰهُنَا قَالَ الْحَنَفِيُّ۔

وَمِنَّا الَّذِىْ لَبّٰى بِمَكَّةَ مُعْلِنًا بِرَغْمِ اَبِىْ سُفْيَانَ فِى الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ

فَاَخَذَتْهُ قُرَيْشٌ فَقَالُوْا لَقَدِ اجْتَرَأْتَ عَلَيْنَا وَقَدْ صَبَوْتَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ اَسْلَمْتُ وَ اتَّبَعْتُ خَيْرَ دِيْنٍ دِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصِلُ اِلَيْكُمْ حَبَّةٌ مِّنَ الْيَمَامَةِ وَكَانَتْ رِيْفًا لِاَهْلِ مَكَّةَ شَيْئًا حَتّٰى اَضَرَّبِهِمُ الْجُوْعُ وَاَكَلَتْ قُرَيْشُ الْعَلْهَزَ۔

فَكَتَبَ قُرَيْشٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَسْتَ تَزْعَمُ اَنَّكَ بُعِثْتَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ فَقَدْ قَتَلْتَ الْاٰبَآءَ بِالسَّيْفِ وَالْاَبْنَاءَ بِالْجُوْعِ اِنَّكَ تَاْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَاَنْتَ قَدْ قَطَعْتَ اَرْحَامَنَا۔

فَكَتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ثُمَامَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ خَلِّ بَيْنَ قَوْمِىْ وَبَيْنَ مِيْرَتِهِمْ فَفَعَلَ۔

ثمامہ بن اثال حنفی مدینہ پر سریہ محمد بن مسلمہ کے مقابل آئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سریہ بنی بکر بن کلاب پر بھیجا تھا تو ثمامہ اسلام لے آئے صرف تین دن مقابلہ کیا تھا اور اس کے بعد عمرہ کرنے مکہ مکرمہ آئے تو جب مکہ کے اندر پہنچے تو تلبیہ فرمایا اور یہ ثمامہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے مکہ معظمہ میں اول تلبیہ کیا اور اسی وقت کا یہ شعر ان کا مشہور ہے:

وَمِنَّا الَّذِىْ لَبّٰى بِمَكَّةَ مُعْلِنًا بِرَغْمِ اَبِىْ سُفْيَانَ فِى الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ

(اور ہم ہی میں سے وہ آدمی ہے جس نے مکہ میں علی الاعلان تلبیہ کہا اور حرمت کے مہینوں میں تلبیہ کہہ کر ابوسفیان کو ذلیل کیا۔)

تو قریش نے آپ کو گھیر لیا اور کہا تم نے ہم پر جرأت کی با آنکہ تم تو اسلام کے خلاف تھے۔

ثمامہ نے فرمایا میں اسلام لایا اور بہترین دین دین محمد کا اتباع کیا۔ اب تمہیں یمامہ سے ایک دانہ بھی نہیں ملے گا اور ثمامہ اہل مکہ کے قریبی تھے۔ حتی کہ مکہ والوں پر بھوک پڑی اور قحط اتنا مسلط ہوا کہ وہ گندگی کھانے پر مجبور ہو گئے۔

تو قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک عریضہ بھیجا جس میں لکھا کہ آپ کا گمان ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ نے ہمارے آباء تلوار سے کاٹ دیئے اور ان کی اولاد کو قحط سے ہلاک کر رہے ہیں۔ آپ تو صلہ رحمی کا حکم دینے والے ہیں اور خود قطع رحم فرما رہے ہیں۔

یہ نامہ پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رحم آ گیا اور ثمامہ کو حکم بھیج دیا کہ میری قوم میں جو رکاوٹ ڈالی ہے وہ ختم کر دو چنانچہ ثمامہ نے غلہ وغیرہ یمامہ سے ان پر کھول دیا۔

اس پر یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں آگے ارشاد ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ۔ اور بے شک ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا

تو بھی وہ نہ جھکے اپنے رب کے لئے اور تضرع نہ کی۔

استکانۃ کی تصریح ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حَتّٰۤی اِذَا فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِیْدٍ اِذَا هُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ۔ حتیٰ کہ جب ہم نے عذاب شدید کا دروازہ کھول دیا تو وہ مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔

مُبْلِسُوْنَ۔ مُتَحَیِّرُوْنَ۔ اٰیِسُوْنَ۔ کے معنی دیتا ہے یعنی تمام بھلائیوں سے مایوس ہو گئے جیسا کہ دوسری جگہ قرآن پاک میں ہے: وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ - لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾	اور وہی ہے جس نے بنائے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بہت ہی کم ہیں تم میں شکر گزار
وَ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾	اور وہی جس نے پھیلایا تمہیں زمین میں اور اسی کی طرف اٹھنا ہے
وَ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾	اور وہی ہے جو جلائے اور مارے اور اسی کے لئے ہے رات دن کی تبدیلیاں کیا تمہیں عقل نہیں
بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾	بلکہ کہا انہوں نے وہی جو کہا پہلوں نے
قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾	بولے کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے
لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸۳﴾	بے شک یہ وعدہ ہم کو اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو دیا گیا تو یہ نہیں مگر وہی اگلی داستانیں ہیں
قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾	فرما دیجئے کس کا ہے جو زمین میں ہے اور جو اس میں ہے اگر تم جانتے ہو
سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾	فوراً کہیں گے کہ اللہ کے لئے فرما دیجئے کیا تم نہیں سوچتے
قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۸۶﴾	فرما دیجئے کون ہے رب ساتوں آسمان کا اور مالک عرش عظیم کا
سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾	فوراً کہیں گے اللہ۔ فرمائیے تو کیوں نہیں ڈرتے
قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ یُجِیْرُ وَ لَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾	فرما دیجئے کون ہے جس کے ہاتھ میں ہے ہر چیز کی ملکیت اور وہ پناہ دیتا ہے اور وہ پناہ نہیں لیتا اگر تم جانتے ہو
سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾	فوراً کہیں گے اللہ ہی ہے فرمائیے تو پھر کس جادو میں مسحور ہو
بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾	بلکہ ہم لائے ان کے پاس حق اور بے شک وہ جھوٹے ہیں

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ
اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ
عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۙ۹۱
عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا
یُشْرِكُوْنَ ۹۲

نہیں بنالیا اللہ نے کوئی بچہ اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔ یوں ہوتا تو لے جاتا ہر خدا اپنی مخلوق کو اور ضرور بلندی چاہتا ایک دوسرے پر پاک ہے وہ ان صفتوں سے جاننے والا ہے ہر نہاں اور عیاں کا بلندی ہے اسے ان کے شرک سے

حل لغات پانچواں رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

وَ-اور	هُوَ-وہ	الَّذِیْٓ-وہ ہے جس نے	اَنْشَاَ-پیدا کئے
لَكُمُ-تمہارے لئے	السَّمْعَ-کان	وَ-اور	الْاَبْصَارَ-آنکھیں
وَ-اور	الْاَفْئِدَةَ-دل	قَلِیْلًا-تھوڑے ہیں	مَّا-جو
تَشْكُرُوْنَ-شکر کرتے ہو تم	وَ-اور	هُوَ-وہ	الَّذِیْ-وہ ہے جس نے
ذَرَاَ-پھیلایا	كُمْ-تم کو	فِی-بیچ	الْاَرْضِ-زمین کے
وَ-اور	اِلَیْهِ-اس کی طرف	تُحْشَرُوْنَ-تم اکٹھے کئے جاؤ گے	
وَ-اور	هُوَ-وہ	الَّذِیْ-وہ ہے جو	یُحْیٖ-زندہ کرتا ہے
وَ-اور	یُمِیْتُ-مارتا ہے	وَ-اور	لَهُ-اسی کے لئے ہے
اخْتِلَافُ-تبدیلی	الَّیْلِ-رات	وَ-اور	النَّهَارِ-دن کی
اَ-کیا	فَلَا-پھر نہیں	تَعْقِلُوْنَ-سوچتے تم	بَلْ-بلکہ
قَالُوْا-کہنے لگے	مِثْلَ-مثل	مَا-اس کی جو	قَالَ-کہا
الْاَوَّلُوْنَ-پہلوں نے	قَالُوْٓا-کہنے لگے	ءَاِذَا-کیا جب	مِتْنَا-ہم مر جائیں گے
وَ-اور	كُنَّا-ہو جائیں گے	تُرَابًا-مٹی	وَّ-اور
عِظَامًا-ہڈیاں	ءَ-کیا	اِنَّا-ہم	لَمَبْعُوْثُوْنَ-اٹھائے جائیں گے
لَقَدْ-بے شک	وُعِدْنَا-وعدہ دیئے گئے ہیں	نَحْنُ-ہم	وَ-اور
اٰبَآؤُنَا-ہمارے باپ دادا	هٰذَا-اس کا	مِنْ قَبْلُ-پہلے سے	اِنْ-نہیں
هٰذَآ-یہ	اِلَّآ-مگر	اَسَاطِیْرُ-کہانیاں ہیں	الْاَوَّلِیْنَ-پہلوں کی
قُلْ-کہو	لِّمَنِ-کس کی ہے	الْاَرْضُ-زمین	وَ-اور
مَنْ-جو	فِیْهَآ-اس میں ہے	اِنْ-اگر	كُنْتُمْ-ہو تم
تَعْلَمُوْنَ-جانتے	سَیَقُوْلُوْنَ-جلدی کہیں گے	لِلّٰهِ-اللہ کی	قُلْ-کہہ
اَفَلَا-کیا پھر نہیں	تَذَكَّرُوْنَ-نصیحت پکڑتے تم	قُلْ-کہہ	مَنْ-کون ہے

رَبُّ۔رب	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	السَّبْعِ۔ساتوں کا	وَ۔اور
رَبُّ۔رب	الْعَرْشِ۔عرش	الْعَظِیْمِ۔بڑے کا	سَیَقُوْلُوْنَ۔ضرور کہیں گے
لِلّٰهِ۔اللہ	قُلْ۔کہہ	اَ۔کیا	فَلَا۔پھر نہیں
تَتَّقُوْنَ۔تم ڈرتے ہو (اللہ سے)		قُلْ۔کہہ	مَنْ۔کون ہے جس کے
بِیَدِهٖ۔ہاتھ میں ہے	مَلَكُوْتُ۔ملکیت	كُلِّ۔ہر	شَیْءٍ۔چیز کی
وَ۔اور	هُوَ۔وہ	یُجِیْرُ۔پناہ دیتا ہے	وَ۔اور
لَا۔نہیں	یُجَارُ۔پناہ دی جاتی	عَلَیْهِ۔اس کے خلاف	اِنْ۔اگر
كُنْتُمْ۔ہوتم	تَعْلَمُوْنَ۔جانتے	سَیَقُوْلُوْنَ۔ضرور کہیں گے	لِلّٰهِ۔اللہ کی
قُلْ۔کہو	فَاَنّٰی۔پھر کہاں	تُسْحَرُوْنَ۔جادو کئے جاتے ہو	بَلْ۔بلکہ
اَتَیْنٰهُمْ۔لائے ہم ان کے پاس	بِالْحَقِّ۔حق	وَ۔اور	اِنَّهُمْ۔بے شک وہ
لَكٰذِبُوْنَ۔جھوٹے ہیں	مَا۔نہیں	اتَّخَذَ۔بنائی	اللّٰهُ۔اللہ نے
مِنْ وَّلَدٍ۔کوئی اولاد	وَ۔اور	مَا۔نہیں	كَانَ۔ہے
مَعَهٗ۔ساتھ اس کے	مِنْ اِلٰهٍ۔کوئی خدا	اِذًا۔تو اس وقت	لَّذَهَبَ۔لے جاتا
كُلُّ۔ہر	اِلٰهٍ۔خدا	بِمَا۔جو	خَلَقَ۔اس نے پیدا کیا
وَ۔اور	لَعَلَا۔ضرور چڑھائی کرتا	بَعْضُهُمْ۔بعض ان کا	عَلٰی۔اوپر
بَعْضٍ۔بعض کے	سُبْحٰنَ۔پاک ہے	اللّٰهِ۔اللہ	عَمَّا۔اس سے جو
یَصِفُوْنَ۔بیان کرتے ہیں	عٰلِمِ۔جاننے والا ہے	الْغَیْبِ۔غیب	وَ۔اور
الشَّهَادَةِ۔حاضر کا	فَتَعٰلٰی۔تو بلند ہے	عَمَّا۔اس سے جو	یُشْرِكُوْنَ۔شرک کرتے ہیں

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع ۔سورۂ مومنون ۔پ ۱۸

اس رکوع میں اول اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کے ساتھ اپنا تعارف کراتا ہے اور فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھ اور دل بنائے، تم بہت ہی کم شکر گزار ہو۔

کان اگر نہ دیئے جاتے تو تم سننے کی نعمت سے محروم رہ جاتے۔ آنکھ اگر نہ ملتی تو دنیا تمہارے لئے تاریک تھی۔ دل نہ ہوتا تو تم کچھ سمجھ ہی نہ سکتے۔ دینی دنیاوی منافع کا تمہیں علم ہی نہ ہوتا۔ اور تم میں شکر گزار بندے بہت ہی کم ہیں کہ تم نے ان نعمتوں کی قدر نہ جانی اور آنکھ کان دل سے فائدہ نہ اٹھایا اگر فائدہ اٹھاتے تو آیات الٰہی سن کر معرفت الٰہی حاصل کرتے اور اپنے منعم حقیقی کا حق پہچان کر شکر گزار بنتے اور نفع اٹھاتے۔ آگے دوسری نعمت بیان فرمائی اور ارشاد ہوا:

وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ اور وہی اللہ ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ قیامت کے دن۔ پھر تیسری نعمت ارشاد فرمائی اور ارشاد ہوا:

وَهُوَ الَّذِىْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ اور وہی قادر علی الاطلاق ہے جو جلائے اور مارے اور اسی کے لئے ہیں رات دن کی تبدیلیاں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

یعنی بے جان قطرہ کو بڑھا کر جاندار بنانا اور جاندار بنا کر اشرف مخلوق کرنا پھر چڑھا بڑھا کر موت دے دینا یہ سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، جس سے تم بھٹکتے پھر رہے ہو پھر رات دن کی تبدیلی، تاریکی کے بعد روشنی، دن کے بعد رات پھر کبھی دن بڑا ہونا کبھی رات یہ سب اس کی قدرت کے کرشمے ہیں اگر تم عقل کی روشنی سے دیکھو ورنہ اوراق لیل ونہار گردان کرمثل بہائم وحمار مرنا ضرور ہے۔

یہ وہ نعمتیں ہیں جن پر انسان قدرت نہیں رکھتا۔ مگر باوجود ایسی بے مثل نعمتوں کے عطا کے تمہارے سرکش باغی کافر وہی کہتے ہیں جو پہلی ہلاک شدہ قومیں کہہ کر ہلاک ہوگئیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ۔ بلکہ یہ کافر بھی پہلے کافروں کی طرح کہتے ہیں وہ کیا کہتے تھے یہی کہ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ وہ بولے کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں رہ جائیں گے کیا ہم پھر نکالے جائیں گے بے شک یہی وعدہ جو ہمیں دیا ہے ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو دیا گیا اور یہ کچھ نہیں مگر وہی پرانی داستانیں ہیں۔

کفار کے اس خیال خام کا رد فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ آپ ان سے چند سوالات فرمائیں چنانچہ فرمایا:

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ فرمائیے کس کی ملک ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو۔

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ فوراً کہیں گے کہ اللہ کا۔ اس لئے کہ بغیر اس کے کوئی جواب ہی نہیں اور مشرکین ویسے بھی اللہ تعالیٰ کی خالقیت کے مقر ہیں تو آپ فرمائیں پھر کیوں نہیں سوچتے اور ان سے سوال کیجئے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ فرمائیے کون ہے مالک ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم کا۔

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ۔ فوراً کہیں گے سب اللہ کے لئے ہے۔

قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ فرمائیے تو کیوں نہیں ڈرتے۔

اس لئے کہ جب ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ جب وہی زمین اور آسمانوں اور سب کائنات کو ابتداً پیدا کرنے والا ہے تو پھر مرنے کے بعد زندہ کرنے پر وہ قادر کیوں نہیں۔ پھر ان سے دریافت فرمائیے۔

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ فرمائیں بتاؤ کس کے ہاتھ میں تمام اشیاء کا قابو ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے سوا کوئی پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے ہو یعنی حقیقی قدرت واختیار تمام عالم پر کس کا ہے۔

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ۔ فوراً کہیں گے اللہ کا۔

قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ۔ آپ فرمائیں پھر کس جادو کے دھوکے میں مسحور ہو۔

یعنی کس شیطانی دھوکے میں ہو کہ توحید و طاعت الٰہی چھوڑ کر حق کو باطل سمجھ رہے ہو اس لئے کہ تم خود مقر ہو کہ قدرت حقیقی اسی واحد قہار کے ید قدرت میں ہے حتیٰ کہ وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے سوا کوئی پناہ دہندہ نہیں تو جو پناہ دہندہ نہیں اس کی عبادت قطعاً غلط ہے پھر ارشاد ہے:

بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے اور وہ بے شک جھوٹے ہیں۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾۔

اللہ تعالیٰ کی نہ اولاد ہو سکتی نہ اس کا شریک۔ وہ اس سے منزہ ہے۔

اور اولاد وہی ہو سکتی ہے جو ہم جنس ہو۔

اور ہم جنس اپنی جنس کے مقابلہ میں اپنی برتری اور غلبہ چاہتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ دوسرا خدا ہونا باطل ہے۔

لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ اسے برہان تمانع کہتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو پانچوں رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ اور وہی ذات قادر علی الاطلاق ہے جس نے پیدا فرمائے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل۔ تم میں بہت کم ہیں جو شکر کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین نعمتوں کا تذکرہ فرمایا۔ پہلے سماعت پھر بصارت پھر دل۔

ہر سہ نعمتوں میں سے سمع کو مقدم رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ سماعت کے ذریعہ منافع زیادہ حاصل ہوتے ہیں اور اسے مفرد اس لئے کیا کہ وہ مصدر ہے اور مصدر کو جمع کرنا خلاف فصاحت ہے۔

بعض نے کہا اس کے افراد کی وجہ یہ ہے کہ سماعت ایک قسم کی مدرک کا ادراک کرتی ہے اور وہ صرف اصوات ہیں۔ بخلاف بصر کے کہ وہ ادراک کرتی ہے روشنیوں اور الوان واکوان اور اشکال وغیرہ سب کا۔

اور دل کا جمع بھی اس حکمت سے ہوا کہ وہ مدرک انواع شتی ہے تصورات اور تصدیقات سب اس سے ہی متعلق ہیں اور آیۂ کریمہ مشیر ہے دلیل حسی و عقلی کی طرف۔

بنا بریں سمع کا افراد اور بصر و فواد جمع ہی مناسب تھا۔

اب قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ اس لئے فرمایا کہ اور نعمتیں تو اتنی ہیں کہ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا فرما کر بتا دیا کہ تم ہماری نعمتوں کا احصاء و شمار نہیں کر سکتے۔

لیکن ان نعمتوں پر غور کرو تو تمہیں ظاہر و باہر ہو سکتا ہے کہ تمام نعمتیں اور ان کا سمجھنا انہیں تین نعمتوں پر موقوف ہے۔

اگر یہ تین نعمتیں نہ ہوں تو تمہارا جوہر عقل بھی بے کار ہو کر رہ جائے اس لئے کہ وہ عقل جو مملکت انسانی پر حکمران ہے اس کی کابینہ کے وزراء اعلیٰ یہی تین ہیں۔

سامعہ اگر بائیکاٹ کر دے اور اپنے فرائض سے دستبردار ہو جائے تو عقل جو گورنر جنرل حکومت جسم ہے محض بیکار رہ جائے۔ مسموعات ہی وہ محکمہ ہے جس کے بھروسے عقل کی تمام اچھل کود ہے۔

اسی طرح باصرہ کا حال ہے کہ اس کی مدد اور تعاون کی بدولت ہی عقل مبصرات میں اپنے تصرفات کرتی ہے اگر یہ اپنا دروازہ بند کر لے تو عقل ٹٹولتی رہ جائے اور مملکت کے نظام میں اندھی بن کر خود بھی اندھی ہو جائے۔

یہی حال فؤاد کا ہے جسے دل کہتے ہیں اگر یہ حضرت محسوسات و تصورات اور تصدیقات میں اپنی رائے نہ دیں تو بے چاری عقل کوری عقل ہی رہ جائے۔ اور کچھ مملکت جسم و جسمانیات میں تصرف نہ کر سکے۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سمع و بصر اس لئے نعمت ہے۔

لِتَحُسُّوْا بِهَا الْاٰيَاتِ التَّنْزِيْلِيَّةِ وَالتَّكْوِيْنِيَّةِ وَالْاَفْئِدَةَ لِتَتَفَكَّرُوْا بِهَا فِي الْاٰيَاتِ وَتَسْتَدِلُّوْا بِهَا اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْمَنَافِعِ وَ قَدَّمَ السَّمْعَ لِكَثْرَةِ مَنَافِعِهٖ وَاُفْرِدَ لِاَنَّهٗ مَصْدَرٌ فِي الْاَصْلِ وَلَمْ يَجْمَعْهُ الْفُصَحَاءُ فِي الْاَكْثَرِ۔

وَ قِيْلَ اُفْرِدَ لِاَنَّهٗ لَا يُدْرَكُ بِهٖ نَوْعٌ وَّاحِدٌ مِّنَ الْمُدْرَكَاتِ وَ هُوَ الْاَصْوَاتُ بِخِلَافِ الْبَصَرِ فَاِنَّهٗ يُدْرَكُ بِهِ الْاَضْوَاءُ وَالْاَلْوَانُ وَالْاَكْوَانُ وَالْاَشْكَالُ وَ بِخِلَافِ الْفُؤَادِ فَاِنَّهٗ يُدْرَكُ بِهٖ اَنْوَاعٌ شَتّٰى مِنَ التَّصَوُّرَاتِ وَالتَّصْدِيْقَاتِ وَ فِي الْاٰيَةِ اِشَارَةٌ اِلَى الدَّلِيْلِ الْحِسِّيِّ وَالْعَقْلِيِّ۔

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ اَیْ شُكْرًا قَلِيْلًا تَشْكُرُوْنَ تِلْكَ النِّعَمَ الْجَلِيْلَةَ۔

اس کے بعد چوتھی نعمت کا ذکر فرمایا گیا حیث قال:

وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور بعد مرنے کے تمہیں اسی طرف اٹھنا ہے۔

یعنی تم اس میں استبعاد عقلی سمجھے ہوئے ہو لیکن جب تمہیں زمین میں ہم نے پھیلایا اس وقت تمہاری عقل کیا کہتی تھی جب تم ایک قطرہ سے خون بنے پھر مضغہ بنے پھر ہڈیاں ہوئے اور پھر جاندار بن کر انسان کی شکل میں آ گئے پھر تم جب مر جاؤ گے تو زندہ ہونا تمہارا ہماری قدرت سے کیوں باہر ہے۔

پھر پانچویں نعمت کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ اور وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے قبضہ قدرت میں لیل و نہار کا تغیر و تبدل ہے کیوں نہیں غور و فکر کرتے کیا بے عقل ہو۔

زندہ رکھنا اور موت دے دینا یہ تمہارے قبضۂ قدرت سے باہر ہے ایسے ہی رات دن کی تبدیلیاں پھر ان میں کبھی دن بڑا ہونا کبھی رات کا بڑا ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ید قدرت میں ہے ان تمام شیون قدرت پر غور کرنے سے تمہیں واضح ہو سکتا ہے کہ اس قادر علی الاطلاق کے تحت قدرت جمیع ممکنات ہیں اور جس کے تحت قدرت جمیع ممکنات ہیں وہی معبود حقیقی الٰہ حقیقی ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ ان پانچوں نعمتوں کا جواب ان کے پاس کچھ نہیں۔

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ۔ بلکہ وہ وہی کہیں گے جو ان کے پہلے آباء واجداد کہتے تھے۔

اس لئے کہ یہ بھی بے دین ہیں اور وہ بھی بے دین تھے اور بے دین اپنی بے دینی میں لایعقل کالانعام ہی ہوتے ہیں۔

قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾۔

وہ بولے کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے۔ بے شک یہی وعدہ دیئے گئے ہم اور ہمارے باپ دادا پہلے یہ کچھ نہیں مگر پرانی کہانیاں ہیں۔

یہ انہوں نے اس بنا پر کہا کہ انبیاء کرام بعث بعد الموت کی پہلے بھی خبر دیتے رہے ہیں تو ان کے گمان باطل میں یہ محض اکاذیب کا مجموعہ تھا۔ اس پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا:

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ ان سے فرمائیں اچھا یہ تو بتاؤ یہ زمین کس کی ہے اور جو کچھ اس میں ہے کس کا ہے اگر تم جانتے ہو۔

یعنی اگر تم اہل علم وعقل ہو اور سمجھ رکھتے ہو تو بتاؤ۔ تو ارشاد ہے:

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ۔ فوراً کہیں گے سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

یعنی ان کی عقل بداہتہً مجبور ومضطر کر کے یہی جواب کہلائے گی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تو کوئی اور مالک نہیں ہے۔ تو اے محبوب پھر انہیں فرمایئے:

قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ تم کیوں نہیں نصیحت حاصل کرتے۔ پھر ان سے پوچھئے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ اور فرمایئے کون رب سماوات سبعہ ہے اور کون رب ہے عرش عظیم کا۔ اس پر بھی

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ۔ فوراً بولیں گے یہ بھی سب اللہ کے لئے ہے۔ تو اس پر انہیں توبیخاً فرمائیں:

قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ تو کیوں نہیں ڈرتے۔ پھر ارشاد ہوا:

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ فرمایئے کون ہے جس کے دست قدرت میں ملکیت ہے ہر شے کی اور وہی پناہ دیتا ہے اور نہیں پناہ دے سکتا اس سے کوئی اگر تم جانتے ہو۔ تو وہ

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ۔ فوراً کہیں گے یہ قدرت سوائے اللہ کے اور کسی کو نہیں۔ تو آپ انہیں فرمائیں:

قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ۔ تو پھر کہاں سے مسحور ہو کر دھوکے میں پڑے ہوئے ہو۔

مسحور مختل العقل کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد محاکمہ فرما کر ارشاد ہے:

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ بلکہ لائے ہم ان کے پاس حق اور بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾۔

نہیں پکڑا اللہ نے کوئی بیٹا اور نہیں اس کے ساتھ کوئی معبود (اگر ایسا ہوتا) تو ضرور لے جاتا ہر خدا اسے جو اس نے پیدا کیا

اور ہر ایک دوسرے پر بلندی چاہتا پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو صفات بیان کرتے ہیں۔ غیب اور حاضر کا عالم ہے تو بلند ہے اس سے جو شرک کرتے ہیں۔

مشرکین و نصاریٰ اور یہودی حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ پر افتراء کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اس کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نہ اولاد ہے اس لئے کہ اولاد باپ کی جنس سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اپنی تمام صفات میں چنانچہ ارشاد ہے:

کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا خدا ہوتا تو وہ خدا اپنی مخلوق کو لے جاتا اور پہلے خدا سے اپنی بلندی چاہتا اور پہلا خدا اپنے کو غالب کرتا آخرش نتیجہ یہی ہوتا کہ عالم میں فساد واقع ہو جاتا۔ چنانچہ برہان تمانع کے طور پر ارشاد ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ اگر ہوتے چند خدا سوا ایک وحدہ لاشریک لہ کے تو یقیناً سب کچھ فاسد ہوتا یعنی کچھ بھی نہ رہتا۔ آگے تنزیہ ذات واجب تعالیٰ پر مبالغۃً ارشاد ہوا:

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ ۔ وہ پاک ہے ایسی صفتوں سے۔

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ وہ عالم ہے ہر نہاں اور عیاں کا تو بلند ہے اس کی ذات شرک وغیرہ سے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾

عرض کیجئے اے میرے رب اگر تو مجھے دکھائے جو ان کو وعدہ دیا جاتا ہے

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

تو اے میرے رب مجھے نہ کر اس ظالم قوم کے ساتھ

وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾

اور بے شک ہم تمہیں دکھا دیں گے جو انہیں وعدہ دے رہے ہیں بے شک ہم قادر ہیں

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾

دفع کر ایسی بھلائی سے اس برائی کو ہم خوب جانتے ہیں جو یہ باتیں بناتے ہیں

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾

وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

اور آپ عرض کریں اے میرے رب تیری پناہ مانگتا ہوں وسوسوں سے شیطانوں کے اور پناہ مانگتا ہوں تیری اے میرے رب کہ وہ میرے پاس آئیں

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾

حتیٰ کہ جب آئے ان میں کسی کو موت تو کہتا ہے اے میرے رب کاش مجھے واپس پھیر دے

لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

کہ نیک عمل کروں جو کچھ ترک کیا میں نے ہرگز نہیں وہ ایک بات ہے جو کہہ رہا ہے اور ان کے آگے ایک برزخ ہے اس دن تک جس میں اٹھائے جائیں گے

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ۝١٠١

تو جب صور پھونکا جائے تو کوئی رشتے نہ رہیں اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے جائیں

فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝١٠٢

تو جن کی تولیں بھاری ہوئیں وہی مراد کو پہنچے

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَٰلِدُونَ ۝١٠٣

اور جن کی تولیں ہلکی پڑیں تو وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَٰلِحُونَ ۝١٠٤

لپیٹ مارے گی ان کے مونہوں پر اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے

أَلَمْ تَكُنْ ءَايَٰتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝١٠٥

کیا تم پر نہ پڑھی جاتی تھیں میری آیتیں تو تم انہیں جھٹلاتے تھے

قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّينَ ۝١٠٦

کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے

رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَٰلِمُونَ ۝١٠٧

اے ہمارے رب ہمیں نکال اس جہنم سے تو اگر ہم لوٹ کر وہی کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں

قَالَ اخْسَـُٔوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ۝١٠٨

رب تعالیٰ فرمائے دھتکارے پڑے رہو اس آگ میں اور مجھ سے بات نہ کرو

إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَآ ءَامَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّٰحِمِينَ ۝١٠٩

بے شک تھا ایک گروہ میرے بندوں کا کہ کہتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بہترین رحم فرمانے والا ہے

فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰٓ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ۝١١٠

تو تم نے انہیں مسخرا بنا لیا حتیٰ کہ بھول گئے میری یاد اور رہے تم ان سے مسخری کرتے ٹھٹھا کرتے

إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوٓا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُونَ ۝١١١

بے شک آج میں بدلہ دوں گا انہیں ان کے صبر کا یہی کہ وہ کامیاب ہیں

قَٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ۝١١٢

بولے ہم زمین میں کتنے ٹھہرے برسوں کی گنتی سے

قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّينَ ۝١١٣

بولے ہم ایک دن رہے یا دن کا کچھ حصہ تو پوچھو گننے والوں سے

قَٰلَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝١١٤

فرمایا تم نہ ٹھہرے تم مگر بہت اگر تمہیں علم ہوتا

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَٰكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا

تو کیا اس گمان میں ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار بنایا اور

تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ — تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ — تو بلند ہے اللہ سچا بادشاہ نہیں کوئی معبود مگر وہی عزت والے عرش کا مالک

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ — اور جو پوجے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بلا دلیل تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس بے شک نہیں چھٹکارا کافروں کو

وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ — اور آپ عرض کریں اے میرے رب بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے برتر رحم والا ہے

حل لغات چھٹا رکوع ۔ سورۃ مومنون ۔ پ ۱۸

قُلْ۔کہہ	رَّبِّ۔اے میرے رب	اِمَّا۔اگر	تُرِيَنِّيْ۔دکھائے تو مجھے
مَا۔جو	يُوْعَدُوْنَ۔وہ وعدے دیئے جاتے ہیں		رَبِّ۔تو اے میرے رب
فَلَا۔نہ	تَجْعَلْنِيْ۔کر مجھ کو	فِيْ۔بیچ	الْقَوْمِ۔قوم
الظّٰلِمِيْنَ۔ظالموں کے	وَ۔اور	اِنَّا۔بے شک ہم	عَلٰٓى۔اوپر
اَنْ۔اس کے کہ	نُّرِيَكَ۔دکھائیں تجھ کو	مَا۔جو	نَعِدُهُمْ۔وعدہ دیتے ہیں
ہم ان کو	لَقٰدِرُوْنَ۔البتہ قادر ہیں	اِدْفَعْ۔روک	بِالَّتِيْ۔ایسی چیز سے کہ
هِيَ۔وہ	اَحْسَنُ۔اچھی ہو	السَّيِّئَةَ۔برائی کو	نَحْنُ۔ہم
اَعْلَمُ۔خوب جانتے ہیں	بِمَا۔جو	يَصِفُوْنَ۔وہ بیان کرتے ہیں	وَ۔اور
قُلْ۔کہہ	رَّبِّ۔اے میرے رب	اَعُوْذُ۔میں پناہ لیتا ہوں	بِكَ۔تیری
مِنْ هَمَزٰتِ۔وساوس	الشَّيٰطِيْنِ۔شیطانوں سے	وَ۔اور	اَعُوْذُ۔پناہ لیتا ہوں
بِكَ۔تیری	رَبِّ۔اے میرے رب	اَنْ۔یہ کہ	يَّحْضُرُوْنِ۔وہ حاضر ہوں میرے پاس
حَتّٰى۔یہاں تک کہ	اِذَا۔جب	جَآءَ۔آتی ہے	اَحَدَهُمُ۔ان میں سے ایک کو
الْمَوْتُ۔موت تو	قَالَ۔کہتا ہے	رَبِّ۔اے میرے رب	ارْجِعُوْنِ۔مجھے واپس کر
لَعَلِّيْ۔تاکہ میں	اَعْمَلُ۔عمل کروں	صَالِحًا۔نیک	فِيْمَا۔اس میں جو
تَرَكْتُ۔میں چھوڑ آیا	كَلَّا۔ہرگز نہیں	اِنَّهَا۔بے شک وہ	كَلِمَةٌ۔ایک بات ہے
هُوَ۔کہ وہ	قَآئِلُهَا۔کہنے والا ہے اس کو	وَ۔اور	مِنْ وَّرَآئِهِمْ۔ان کے پیچھے
بَرْزَخٌ۔پردہ ہے	اِلٰى۔طرف	يَوْمِ۔دن	يُبْعَثُوْنَ۔قیامت کی
فَاِذَا۔تو جب	نُفِخَ۔پھونکا جائے گا	فِي الصُّوْرِ۔قرناء	فَلَآ۔تو نہ
اَنْسَابَ۔نسب ہوگا	بَيْنَهُمْ۔ان کے درمیان	يَوْمَئِذٍ۔اس دن	وَ۔اور

لَا۔نہ	یَتَسَآءَلُوْنَ۔آپس میں پوچھیں گے		فَمَنْ۔تو جس کا
ثَقُلَتْ۔بھاری ہوا	مَوَازِیْنُہٗ۔وزن	فَاُولٰٓئِکَ۔تو یہ لوگ	ھُمُ۔وہی ہیں
الْمُفْلِحُوْنَ۔مراد پانے والے	وَ۔اور	مَنْ۔جس کا	خَفَّتْ۔ہلکا ہوا
مَوَازِیْنُہٗ۔تول	فَاُولٰٓئِکَ۔تو یہی	الَّذِیْنَ۔وہ ہیں جنہوں نے	خَسِرُوْٓا۔خسارہ دیا
اَنْفُسَھُمْ۔اپنی جانوں کو	فِیْ۔بیچ	جَھَنَّمَ۔دوزخ کے	خٰلِدُوْنَ۔ہمیشہ رہیں گے
تَلْفَحُ۔جھلس دے گی	وُجُوْھَھُمُ۔ان کے چہروں کو	النَّارُ۔آگ	وَ۔اور
ھُمْ۔وہ	فِیْھَا۔اس میں	کٰلِحُوْنَ۔بدشکل ہوں گے	اَ۔کیا
لَمْ۔نہ	تَکُنْ۔تھیں	اٰیٰتِیْ۔میری آیتیں	تُتْلٰی۔پڑھی جاتی
عَلَیْکُمْ۔تم پر	فَکُنْتُمْ۔تو تھے تم	بِھَا۔ان کو	تُکَذِّبُوْنَ۔جھٹلاتے
قَالُوْا۔کہیں گے	رَبَّنَا۔اے ہمارے رب	غَلَبَتْ۔غالب آئی	عَلَیْنَا۔ہم پر
شِقْوَتُنَا۔ہماری بدبختی	وَ۔اور	کُنَّا۔تھے ہم	قَوْمًا۔قوم
ضَآلِّیْنَ۔گمراہ	رَبَّنَآ۔اے ہمارے رب	اَخْرِجْنَا۔نکال ہم کو	مِنْھَا۔اس سے
فَاِنْ۔پھر اگر	عُدْنَا۔دوبارہ کریں ہم	فَاِنَّا۔تو ہم	ظٰلِمُوْنَ۔ظالم ہوں گے
قَالَ۔فرمائے گا	اخْسَئُوْا۔دھتکارے رہو	فِیْھَا۔اس میں	وَ۔اور
لَا۔نہ	تُکَلِّمُوْنِ۔کلام کرو مجھ سے	اِنَّہٗ۔بے شک	کَانَ۔تھا
فَرِیْقٌ۔ایک فرقہ	مِّنْ عِبَادِیْ۔میرے بندوں سے		یَقُوْلُوْنَ۔کہتے تھے
رَبَّنَآ۔اے ہمارے رب	اٰمَنَّا۔ہم ایمان لائے	فَاغْفِرْ۔تو بخش	لَنَا۔ہم کو
وَ۔اور	ارْحَمْنَا۔رحم کر ہم پر	وَ۔اور	اَنْتَ۔تو
خَیْرُ۔سب سے زائد	الرّٰحِمِیْنَ۔رحم کرنے والا ہے	فَاتَّخَذْتُمُوْھُمْ۔تو پکڑا تم نے ان کو	
سِخْرِیًّا۔ٹھٹھا	حَتّٰی۔یہاں تک کہ	اَنْسَوْ۔بھلایا	کُمْ۔تم کو
ذِکْرِیْ۔میری یاد سے	وَ۔اور	کُنْتُمْ۔تھے تم	مِّنْھُمْ۔ان سے
تَضْحَکُوْنَ۔ہنستے	اِنِّیْ۔بے شک میں نے	جَزَیْتُھُمُ۔بدلہ دیا ان کو	الْیَوْمَ۔آج کے دن
بِمَا۔بدلہ	صَبَرُوْٓا۔ان کے صبر کا	اَنَّھُمْ۔بے شک وہ	ھُمُ۔وہی ہیں
الْفَآئِزُوْنَ۔کامیاب	قٰلَ۔فرمائے گا	کَمْ۔کتنا	لَبِثْتُمْ۔ٹھہرے تم
فِی۔بیچ	الْاَرْضِ۔زمین کے	عَدَدَ۔گنتی	سِنِیْنَ۔سالوں کی
قَالُوْا۔کہیں گے	لَبِثْنَا۔ہم ٹھہرے	یَوْمًا۔ایک دن	اَوْ۔یا
بَعْضَ۔بعض حصہ	یَوْمٍ۔دن کا	فَسْئَلِ۔تو پوچھ	الْعَآدِّیْنَ۔گنتی کرنے والوں سے
قٰلَ۔کہے گا	اِنْ۔نہیں	لَّبِثْتُمْ۔ٹھہرے تم	اِلَّا۔مگر

قَلِيْلًا۔تھوڑا	لَّوْ۔کاش کہ	اَنَّكُمْ۔تم	كُنْتُمْ۔ہوتے
تَعْلَمُوْنَ۔جانتے	اَفَحَسِبْتُمْ۔کیا خیال کیا تم نے		اَنَّمَا۔کہ ہم نے
خَلَقْنٰكُمْ۔پیدا کیا تم کو	عَبَثًا۔بے فائدہ	وَّ۔اور	اَنَّكُمْ۔تم
اِلَيْنَا۔ہماری طرف	لَا۔نہ	تُرْجَعُوْنَ۔پھیرے جاؤ گے	فَتَعٰلَى۔تو بلند ہے
اللّٰهُ۔اللہ	الْمَلِكُ۔بادشاہ	الْحَقُّ۔سچا	لَآ۔نہیں
اِلٰهَ۔کوئی معبود	اِلَّا۔مگر	هُوَ۔وہی	رَبُّ۔رب
الْعَرْشِ۔عرش	الْكَرِيْمِ۔عزت والے	وَ۔اور	مَنْ۔جو
يَّدْعُ۔پکارے	مَعَ۔ساتھ	اللّٰهِ۔اللہ کے	اِلٰهًا۔معبود
اٰخَرَ۔دوسرا	لَا۔نہیں	بُرْهَانَ۔دلیل	لَهٗ۔اس کے لئے
بِهٖ۔اس کی	فَاِنَّمَا۔تو سوائے اس کے نہیں	حِسَابُهٗ۔اس کا حساب	عِنْدَ۔نزدیک
رَبِّهٖ۔اس کے رب کے	اِنَّهٗ۔بے شک	لَا۔نہیں	يُفْلِحُ۔کامیاب ہوتے
الْكٰفِرُوْنَ۔کافر	وَ۔اور	قُلْ۔کہہ	رَّبِّ۔اے میرے رب
اغْفِرْ۔بخش	وَ۔اور	ارْحَمْ۔رحم کر	وَّ۔اور
اَنْتَ۔تو	خَيْرُ۔بہتر	الرّٰحِمِيْنَ۔رحم کرنے والا ہے	

خلاصہ مفہوم چھٹا رکوع۔سورۂ مومنون۔پ ۱۸

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ۔آپ یہی فرمائیں کہ اے میرے رب اگر وہ عذاب جس کا ان کافروں کو وعدہ دیا گیا ہے دنیا میں ہی آنا ہے اور وہ مجھے دکھانا ہو تو

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔مجھے اے میرے رب ان ظالموں کے ساتھ نہ کرنا اور ان کا قرین نہ بنانا۔

یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنے کا حکم بہ طریق تواضع ہے جس سے اظہار عبدیت مقصود ہے ورنہ یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا قرین بنانا تو محال ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں تمام انبیاء کرام معصوم ہیں اور باوجود معصوم ہونے کے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

اور یہ استغفار وہ اس حال میں کرتے ہیں کہ انہیں اپنی مغفرت اور اکرام الٰہی عزوجل کا یقینی علم ہوتا ہے تو یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قطعاً بطریق تواضع ہے اور بغرض اظہار عبدیت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرما رہا ہے:

وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ۔اور بے شک ہم اس پر قادر ہیں کہ تمہیں دکھا دیں جو انہیں وعدے دے رہے ہیں (اگرچہ تمہیں محفوظ رکھیں کہ تمہاری ہستی مامون ومحفوظ ومعصوم ہے۔)

اس میں مشرکین کے اس خیال کا رد ہے جو عذاب موعود کے منکر ہی نہ تھے بلکہ اس کا استہزاء کرتے تھے انہیں بتایا گیا کہ اگر تم غور کرو تو سمجھ لو گے کہ جب اللہ تعالیٰ اس وعدہ کے پورا کرنے پر قادر ہے تو پھر وجہ انکار اور سبب استہزاء کیا ہے۔

البتہ نزول عذاب میں جو تاخیر و تعویق ہے وہ حکمت الٰہی کے ماتحت ہے۔

جو ایمان والے ہیں انہیں یقین ہے اور جن کی نسلیں ایمان لانے والی ہیں وہ پیدا ہو لیں لہٰذا۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ۔ دفع فرمائیں اچھی بھلائی سے ان کی برائی کو یہ جملہ جمیلہ اپنے معنی میں بہت وسعت رکھتا ہے۔

اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ توحید کے ذریعہ شرک کی برائی دفع فرمائیں تو توحید بہتری ہے جس سے شرک جو برائی ہے دفع کیا جائے۔

دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ طاعت و تقویٰ کو رواج دے کر معصیت و گناہ کی برائی دفع فرمائیں۔

تیسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اپنے مکارم اخلاق سے خطا کاروں کی اس طرح عفو و رحمت فرمائیں جس سے دین میں کوئی سستی نہ رہے۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ۔ ہم خوب جانتے ہیں جو یہ لوگ باتیں بناتے ہیں۔

اور اللہ جل وعلا اور اس کے رسول مجتبیٰ کی شان میں بکواس کرتے ہیں تو ہم اس کا انہیں بدلہ دیں گے اور اے محبوب آپ تو

وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ یہی عرض کریں کہ اے میرے رب میں پناہ مانگتا ہوں تیری شیطانی وسوسوں سے جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو فریب دے کر معاصی و گناہ کا مرتکب بناتا ہے۔ اور اے میرے رب میں پناہ لیتا ہوں تیری کہ وہ میرے پاس آئیں۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىٕلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ حتیٰ کہ ان میں کسی کو موت جب آئے تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے واپس پھیر دے۔ یعنی کافر اپنے مرنے کے وقت تک اس کفر و سرکشی اور تکذیب احکام رسول اور مخالفت حکم الٰہی اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کے انکار پر مصر رہتا ہے اور جب بوقت مرگ جہنم میں اپنا مقام دیکھتا ہے اور وہ مقام بھی کہ اگر ایمان لے آتا تو اسے ملتا تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے واپس دنیا میں پھیر دے۔

شاید اب میں کچھ نیک عمل کر سکوں جو میں نے چھوڑے تا کہ میں اپنے اعمال نیک بجالا کر اپنی تقصیرات کا تدارک کروں۔ اس پر اسے جواب ملے گا۔

كَلَّا۔ ہر گز نہیں یہ تو وہ بات ہے جو وہ اپنے منہ سے کہتا ہے۔ حسرت و ندامت کی بنا پر ورنہ اسے وہ کرنا ہے جو کر کے آیا ہے اور ایک برزخ ان کے آگے ہے اس دن تک جب یہ اٹھائے جائیں گے اور یہ برزخ ہی وہ ہے جو انہیں دنیا کی طرف واپس ہونے سے مانع ہے۔ (خازن)

بعض کے نزدیک وہ برزخ موت کے وقت سے بعثت کی مدت تک ہے۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىٕذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ۔ تو جب صور پھونکا جائے تو نہ ان میں نسبی رشتہ رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھی جائے۔

نفخ صور سے مراد نفخ اولیٰ ہے اور نسب سے مراد وہی نسب ہیں جن پر یہ دنیا میں فخر کیا کرتے تھے اور آپس میں نسبی

تعلقات پر بحث کرتے تھے اس دن یہ سب منقطع ہو جائیں گے۔ قریش کو اوس پر اور اوس کو خزرج پر کوئی فخر نہ ہوگا۔ بلکہ

ذات بھانت نہ پوچھے کوئی - ہر کو بھجے سو ہر کا ہونے

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ کا وہاں ظہور ہوگا جو پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے وہی عزت والا ہو گا چنانچہ ارشاد ہے:

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ تو جن کے اعمال کا وزن بھاری ہوا وہی اپنی مراد کو پہنچے۔

وہاں ہر ایک اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا ہوگا اور بعد حساب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو جس کے اعمال وزنی اور مقبول ہوں گے وہی کامیاب ہو کر فائز المرام ہوگا وہاں اعمال صالحہ اور نیکیاں دیکھی جائیں گی اور

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ۔ جس کے عمل کا وزن ہلکا رہا اور نیکیاں اسے وزنی نہ کر سکیں جیسے کفار کہ ان کے پاس اعمال صالحہ کا وزن نہ ہوگا۔ تو وہ وہی ہوں گے جو اپنی جانیں نقصان و خسران میں ڈالیں گے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ۔ لفح عربی میں آگ کی لپیٹ کو کہتے ہیں تو تَلْفَحُ کے معنی ہوئے جھلس دے گی ان کے منہ آگ۔

وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ۔ کلح بسور وجہ کو کہتے ہیں جھلس جانے کے بعد چہرے پر جو آبلے پڑ جاتے ہیں یعنی ان کے منہ آگ جھلس دے گی اور وہ اس آگ میں آبلوں کی شدت سے مضطر ہوں گے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ آگ انہیں بھون ڈالے گی اور اوپر کا ہونٹ تمدد سے سر کے نصف حصہ تک پہنچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ ناف تک لٹک جائے گا اور دانت ننگے کھلے کے کھلے رہ جائیں گے اس وقت انہیں کہا جائے گا:

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ۔ کیا تم پر میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں اور تم دنیا میں انہیں نہ جھٹلاتے تھے۔ اس پر وہ پکاریں اور عرض کریں:

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ۔ اور کہیں اے ہمارے رب غالب آئی ہم پر ہماری بدبختی اور ہم گمراہ لوگ تھے اے رب ہمارے ہمیں دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم لوٹ کر وہی کام کریں تو ہم ظالم ہیں۔

حدیث میں ہے کہ دوزخی جہنم کے داروغہ کو چالیس برس تک پکارتے رہیں اس کے بعد وہ کہے پکارنا بیکار ہے جہنم میں پڑے رہو۔ پھر وہ رب العزت کو پکاریں اور کہیں اے ہمارے رب اب ہمیں دوزخ سے نکال یہ پکار ان کی دنیا کی عمر سے دو چند مدت تک ہو اس کے بعد انہیں وہ جواب ملے جو آئندہ آیات میں ہے۔ (خازن)

اور دنیا کی عمر کے متعلق ایک قول ہے کہ سات ہزار برس ہو۔

بعض نے کہا بارہ ہزار برس۔

بعض نے کہا تین لاکھ ساٹھ برس (منقول از تذکرہ قرطبی) واللہ تعالیٰ اعلم۔

قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ فرمایا جائے گا دھتکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ یہ جواب سن کر

ان کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور یہ اہل جہنم کا آخری کلام ہوگا۔ اس کے بعد انہیں کلام کرنا نصیب نہ ہوگا۔ اور اسی حال میں وہ روتے چیختے ڈکراتے بھونکتے رہیں گے۔

مذکورہ آیات کفار قریش کے حق میں نازل ہوئیں یہ وہ خبثاء قوم تھے جو حضرت بلال حضرت عمار بن یاسر حضرت صہیب رومی حضرت خباب رضوان اللہ علیہم اجمعین اجلہ صحابہ کا محض اس وجہ میں تمسخر اڑاتے تھے کہ یہ فقراء صحابہ سے تھے اور دولت ایمان کے اعتبار سے اکرم و اعظم تھے۔ آگے ارشاد ہے جو خاصان بارگاہ کی فضیلت میں ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾۔

بے شک میرے بندوں کا ایک گروہ تھا جو کہتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

تو تم نے ان سے ٹھٹھا کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ اس تمسخر کی وجہ سے میری یاد بھول گئے اور ایسے بے شعور ہوئے کہ تم اس استہزاء و تمسخر ہی میں رہے اور نہ سمجھ سکے کہ ان سے کتنی بڑی نعمت اللہ کی یاد میں چھن گئی۔ بے شک میں نے آج انہیں ان کے صبر کا بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہیں۔

آیہ متلوہ پر حضرت رومی قدس سرہ عجیب شان سے خاصان حق کے تصرف پر استدلال فرماتے ہیں کہ حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ کے معنی یہ ہیں کہ جب میرے محبوبان خاص کا تم نے استہزاء کیا تو انہوں نے تمہیں نااہل قرار دے کر نعمت ذکر سلب فرمالی اور تم استہزاء ہی کرتے رہے چنانچہ فرماتے ہیں:

چوں بہ تذکیر و بہ نسیاں قادر اند　　برہمہ دل ہائے خلقاں قاہر اند

اولیائے حق کو جب تذکیر و نسیاں پر قدرت عطا فرمائی گئی ہے تو ثابت ہوا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کے دلوں پر تصرف کی قوت عطا فرمائی ہے۔

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾۔ فرمائے گا اللہ تعالیٰ کفار سے تم زمین میں کتنے ٹھہرے یعنی دنیا اور قبر میں برسوں کی گنتی سے کہیں ہم ایک دن رہے یا دن کا کچھ حصہ۔ یہ جواب وہ اس وجہ میں دیں گے کہ اس دن کی دہشت اور عذاب کی ہیبت سے انہیں اپنا دنیا میں قیام یاد ہی نہ رہے گا۔ ارشاد ہوا کہ تم نہ ٹھہرے مگر تھوڑی مدت بہ نسبت آخرت۔

قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾۔ کیا یہ گمان ہے تمہارا کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہمارے حضور واپس نہیں آنا ہے۔

یعنی آخرت میں جزا و سزا کے لئے اٹھنا نہیں ہے یہ تمہارا خیال غلط ہے بلکہ تمہیں ہم نے دنیا میں عبادت کے لئے پیدا فرمایا تا کہ تم عبادت کر کے جب ہماری طرف آؤ تو تمہیں اس کی جزا دی جائے۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ

لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ -
تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے بے دلیل اور سند کے یعنی غیر اللہ کی پرستش محض باطل اور بے سند ہے تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہے بے شک کافر فلاح یافتہ نہیں اور اے محبوب آپ تو یہی عرض کریں کہ اے میرے رب بخش دے ایمان والوں کو اور رحم فرما اور بے شک تو سب سے برتر رحم فرمانے والا ہے۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع - سورۂ مومنون - پ ۱۸

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ - اے محبوب آپ تو یہی عرض کریں کہ اے میرے رب اگر تو مجھے دکھائے جس کا وعدہ ان مشرکوں کو دیا جاتا ہے تو اے میرے رب نہ کرنا مجھے ظالم لوگوں میں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اَیْ اِنْ كَانَ لَا بُدَّ مِنْ اَنْ تُرِيَنِّيْ اَيِ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَهٗ مِنَ الْعَذَابِ الدُّنْيَوِيِّ الْمُسْتَاصِلِ - اس آیت کریمہ کا یہ مفہوم ہے کہ اگر ضروری یہی ہے کہ وہ عذاب دنیا میں دکھانا ہی ہے جس کا وعدہ ان مشرکوں کو دیا گیا ہے جو انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا تو اے میرے رب مجھے ان ظالموں میں نہ کرنا۔

یہ حکم حضور ﷺ کو بغرض اظہار کمال عبودیت دیا گیا۔ ورنہ اِنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِيْ حِرْزٍ عَظِيْمٍ حضور اللہ تعالیٰ کے عظیم حرز و صیانت میں ہیں۔ قطع نظر اس کے تمام انبیاء علیہم السلام جب معصوم ہیں تو نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثنا تو بطریق اولیٰ معصوم و محفوظ اور مصون ہیں۔ تو یہ دعا محض اظہار ابتہال و تضرع اور شان عبودیت کے مظاہرہ کے لئے تعلیم دی گئی ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔

وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ - اور ہم اس دکھانے پر جس کا وعدہ دیا گیا ہے بے شک قدرت رکھتے ہیں۔

یعنی وہ عذاب جس کا وعدہ مشرکین کو دیا ہے اس پر ہم قدرت رکھتے ہیں وَ لٰكِنَّا لَا نَفْعَلُ بَلْ نُؤَخِّرُهٗ عَنْهُمْ - لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ اس عذاب کو ان سے مؤخر کریں گے لِعِلْمِنَا بِاَنَّ بَعْضَهُمْ اَوْ بَعْضَ اَعْقَابِهِمْ سَيُؤْمِنُوْنَ اَوْ لِاَنَّا لَا نُعَذِّبُهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ - اس لئے کہ ہم جانتے ہیں ان میں سے بعض وہ ہیں جو عنقریب ایمان لے آئیں گے یا ہم نے وعدہ فرمالیا ہے کہ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ہماری یہ شان نہیں کہ آپ جیسے رحمۃ للعالمین ان میں جلوہ افروز ہوں اور ہم ان پر عذاب کریں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اَرَاهُ سُبْحٰنَهٗ ذٰلِكَ وَهُوَ مَا اَصَابَهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ اَوْ فَتْحِ مَكَّةَ - بے شک اللہ تعالیٰ نے بدر میں اور فتح مکہ میں وہ عذاب مشرکین کو دکھا دیا۔ آگے ارشاد ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ - دفع فرمائیں ایسے طریقۂ احسن سے ان کی برائیوں کو۔ یعنی نیکیوں سے جو احسن الحسنات ہیں ان کی برائیوں کو دفع فرما دیجئے۔

اس پر مفسرین کے چند قول ہیں جو باعتبار مفہوم ایک ہیں اور بہ اعتبار الفاظ علیحدہ علیحدہ ہیں۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں:
وَ فِیْ ذٰلِکَ مِنَ الْحِثِّ لَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی مَا یَلِیْقُ بِشَانِهِ الْکَرِیْمِ مِنْ حُسْنِ الْاَخْلَاقِ مَا لَا یَخْفٰی۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفع سیئہ کے لئے آمادہ کیا ہے اس شان سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شایان شان ہے حسن اخلاق سے جو مخفی نہیں۔

بعض نے کہا: اَلْمُفَاضَلَةُ بَیْنَ الْحَسَنَةِ وَالسَّیِّئَةِ عَلٰی مَعْنٰی اَنَّ الْحَسَنَةَ فِیْ بَابِ الْحَسَنَاتِ اَزْیَدُ مِنَ السَّیِّئَةِ فِیْ بَابِ السَّیِّئَاتِ۔ حسنات کو سیئات پر اس وجہ میں بھی فضیلت ہے کہ حسنہ باب حسنات سے بہت زیادہ ہے سیئہ کے مقابل جو باب سیئات سے ہے۔

ابن ابی حاتم اور ابونعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرمایا: یَقُوْلُ الرَّجُلُ لِاَخِیْهِ مَا لَیْسَ فِیْهِ فَیَقُوْلُ اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَاَنَا اَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یَّغْفِرَلَکَ وَاِنْ کُنْتَ صَادِقًا فَاَنَا اَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یَّغْفِرَلِیْ — اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ کا یہ معنی ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے متعلق وہ بات کہے جو اس میں نہیں ہے تو وہ کہے کہ اگر تو جھوٹا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے معاف کرے اور اگر تو سچا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے معاف کرے۔

اور ایک قول ہے کہ اَلَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالسَّیِّئَةُ الشِّرْکُ۔ احسن یہ ہے کہ گواہی دے لا اله الا الله کی اور سیئہ شرک ہے۔

عطاء وضحاک کے نزدیک اَلَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ سے مراد مہتر آدمی ہے اور سیئہ سے مراد فحش کاری۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ۔ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں۔ یعنی آپ کے متعلق جو کچھ وہ کہتے ہیں اس کا ہمیں علم ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیہ فرمایا گیا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس کا بدلہ ہم انہیں دیں گے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ اور آپ عرض کریں اے میرے رب میں تیری پناہ لیتا ہوں توسوس شیاطین سے اور تیری پناہ لیتا ہوں اے میرے رب ان کے میرے گرد آنے سے۔

ہمزات عربی میں وساوس کو کہتے ہیں یہ ہمزہ کی جمع ہے اور ہمز تختی اور دفع بالید کے معنی میں مستعمل ہے یعنی کسی چیز کو ہاتھ سے دفع کر دینا تو انسان کے نیک خیال کو شیطان اپنی قوۃ ہمز سے دفع کرتا ہے اس لئے اسے ہمز سے تعبیر کیا۔ اور ہمزات اس کی جمع یہاں یوں لائے تو اس سے وسوسے ہی مراد ہوتے ہیں اور اَنْ یَّحْضُرُوْنِ میں جو پناہ لینے کی تعلیم دی گئی ہے وہ اسلئے کہ نماز میں خنزب نامی شیطان اور وضو میں ولہان شیطان آ کر انواع واقسام کے شبہات پیدا کرتا ہے۔ وضو میں کہتا ہے ابھی ہاتھ نہیں دھلا اور دھونا چاہئے ابھی منہ اچھی طرح نہیں دھلا اور دھونا چاہئے حتیٰ کہ ولہان زدہ کا وضو نماز کا وقت فوت ہو جانے تک بھی مکمل نہیں ہوتا۔

ایسے ہی خنزب نمازی کے دل میں وساوس پیدا کر کے محض تکبیر تحریمہ میں اتنے شبہات پیدا کر دیتا ہے کہ اللہ اکبر بار بار کہتے کہتے مقتدی کی ایک دو رکعت ضائع ہو جاتی ہیں کہیں شبہ ڈال دیتا ہے کہ اللہ کا ہمزہ ادا نہیں ہوا کہیں وہم پیدا کر دیتا ہے کہ اللہ کی ہ ادا نہیں ہوئی۔ غرضکہ خنزب زدہ نمازی بار بار نیت توڑتا ہے اور باندھتا ہے اسی میں اس کی ایک دو رکعت ضائع ہو جاتی

ہیں۔

اس کا علاج عدد سنت پر عمل رکھنا ہے

یعنی پہلی بار شبہ ہو دوبارہ نیت کر لے پھر شبہ ہو سہ بارہ پھر شبہ ہو لاحول پڑھ کر کہہ دے کہ میرا رب ہی قبول کرے گا۔

ایسے ہی وضو میں ایک بار دو بار تین بار تک اپنے عضو دھو لے پھر کہہ دے میرا رب اسی کو قبول فرمائے گا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ استعاذہ میں یہ دعا پڑھی جائے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّزْعِ عِنْدَ النَّزْعِ

اور تعوذ اسی لئے مسنون ہے ہمزات شیاطین سے سوتے وقت چنانچہ ابوداؤد، نسائی، ترمذی عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے راوی ہیں: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُنَا کَلِمَاتٍ نَقُوْلُھُنَّ عِنْدَ النَّوْمِ مِنَ الْفَزَعِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سونے کے وقت یہ جملہ پڑھنے کی تعلیم دی۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَ عِقَابِہٖ وَ شَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ آگے ارشاد ہے:

”حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو موت آ جائے تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے واپس کر دے تا کہ وہ نیک عمل کروں جو میں نے ترک کئے۔“

یعنی وہ ایمان قبول کروں جو میں ترک کر چکا تھا۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ فِی الْاِیْمَانِ الَّذِیْ تَرَکْتُہٗ اور لَعَلَّ کے متعلق فرماتے ہیں: وَ لَعَلَّ لِلتَّرَجِّیْ وَ ھُوَ اِمَّا رَاجِعٌ لِلْعَمَلِ وَالْاِیْمَانِ لِعِلْمِہٖ بِعَدَمِ الرُّجُوْعِ اَوْ لِلْعَمَلِ فَقَطْ لِتَحْقِیْقِ اِیْمَانِہٖ۔ لعل ترجی کے لئے آتا ہے اور یہ یا تو عمل اور ایمان دونوں کی طرف راجع ہے بہ سبب اس علم کے کہ وہ رجوع الی الایمان نہیں ہوا تھا یا فقط عمل صالح کی طرف۔ فَقَدْ یُوْجَدُ تَحَقُّقُ اِیْمَانٍ لیکن ایمان کی بات متحقق ہے۔

علامہ بغوی واقدی سے راوی ہیں: اَنَّ جَمِیْعَ مَا فِی الْقُرْاٰنِ مِنْ لَعَلَّ فَاِنَّھَا لِلتَّعْلِیْلِ تمام قرآن کریم میں لَعَلَّ تعلیل کے لئے استعمال ہوا ہے اِلَّا لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ فَاِنَّھَا لِلتَّشْبِیْہِ مگر لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ میں تشبیہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اور ابن ابی حاتم بطریق سدی ابی مالک سے راوی ہیں ثُمَّ اِنَّ طَلَبَ الرَّجْعَۃِ لَیْسَ مِنْ خَوَاصِ الْکُفَّارِ۔ موت کے بعد طلب رجعت الی الدنیا کفار کے خواص سے نہیں ہے فَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ مَانِعَ الزَّکٰوۃِ وَ تَارِکَ الْحَجِّ الْمُسْتَطِیْعِ یَسْاَلَانِ الرَّجْعَۃَ عِنْدَ الْمَوْتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ مانع زکوٰۃ اور تارکین حج استطاعت رکھنے والے اس رجعت الی الدنیا کی آرزو کریں گے موت کے وقت۔

دیلمی جابر بن عبداللہ سے راوی ہیں: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرَ الْاِنْسَانَ الْوَفَاۃُ یُجْمَعُ لَہٗ کُلُّ شَیْءٍ یَّمْنَعُہٗ عَنِ الْحَقِّ فَیَجْعَلُ بَیْنَ عَیْنَیْہِ فَعِنْدَ ذٰلِکَ یَقُوْلُ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا۔ دیلمی حضرت جابر سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان کی وفات کا وقت آتا ہے تو تمام نیکیاں جو اس نے ترک کی تھیں جمع کر کے اس کی آنکھوں کے سامنے پیش ہوں گی اس وقت وہ

حسرت سے کہے گا الٰہی مجھے واپس کرتا کہ میں یہ نیکیاں کروں جو میں نے چھوڑیں چنانچہ جواب ملے گا۔

كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ہرگز نہیں یہ وہی کلمہ ہے جو وہ کہا کرتا تھا۔

یعنی کلا فرما کر رد فرمایا جائے گا اس کی طلب رجعت کا جواب وہ کہے گا رَبِّ ارْجِعُوْنِ اور اِنَّهَا كَلِمَةٌ سے یہ مراد ہے کہ استیلاء حسرت اور تسلط ندامت میں لازمی یہی کہنا ہوتا ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ مَعْنٰى ذٰلِكَ اَنَّهٗ لَا يُجَابُ اِلَيْهَا وَلَا يُسْمَعُ مِنْهُ بِتَنْزِيْلِ الْاِجَابَةِ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی یہ آرزو قبول نہ کی جائے گی اور اس کی آواز نزول اجابت کے لئے نہ سنی جائے۔

وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ اور اس کے آگے ایک آڑ ہے بعثت کے دن تک۔ جو انہیں دنیا کی طرف واپس ہونے سے مانع ہے اور وہ موت ہے (خازن)

بعض مفسرین نے فرمایا کہ برزخ سے مراد موت کے وقت سے بعثت تک کی مدت ہے۔ آلوسی فرماتے ہیں: مِنْ قُبُوْرِهِمْ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ – وَ هٰذَا تَعْلِيْقٌ لِرَجْعَتِهِمْ اِلَى الدُّنْيَا بِالْمُحَالِ كَتَعْلِيْقِ دُخُوْلِهِمُ الْجَنَّةَ بِقَوْلِهٖ سُبْحٰنَهٗ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ۔

یہ برزخ قبور سے قیامت تک کا ہے اور یہ تعلیق رجعت الی الدنیا محال ہے جیسے تعلیق دخول جنت پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے جیسے نہیں جا سکتا ویسے ہی جہنم والے جنت میں نہیں جا سکتے۔

اور ابن زید فرماتے ہیں: اِنَّ الْمُرَادَ مِنْ وراىهم حَاجِزٌ بَيْنَ الْمَوْتِ وَالْبَعْثِ فِي الْقِيَامَةِ مِنَ الْقُبُوْرِ بَاقٍ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ – مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ۔ سے مراد وہ آڑ ہے جو موت اور بعثت کے مابین ہے یعنی قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے کے دن تک کی مدت ہے۔ آگے ارشاد ہے:

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ۔ تو جب صور پھونکا جائے گا۔

یعنی پہلا نفخہ صور جسے نفخہ اولیٰ کہتے ہیں۔ چنانچہ سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی فرماتے ہیں:

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لِقِيَامِ السَّاعَةِ وَهِيَ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ الَّتِيْ يَقَعُ عِنْدَهَا الْبَعْثُ وَالنُّشُوْرُ قیامت قائم ہونے کے لئے جو صور پھونکا جائے اور وہ نفخہ ثانیہ ہے جس کے ساتھ بعث و نشر ہو۔

فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ۔ تو ان میں نہ نسب اور رشتے رہیں اور نہ وہ ایک دوسرے کو آپس میں پوچھیں۔

یعنی جب نفخ صور ہو جائے تو بڑے بڑے سینوں پر فخر کرنے والے اتنے سراسیمہ و پریشان ہو جائیں کہ کوئی کسی کی بات بھی نہ پوچھے اور ان کے نسب اور تعلقات انہیں نفع نہ دے سکیں۔ خوف عظیم اور ہول قیامت کے سبب ہر ایک اپنی اپنی مصیبت میں ہو اور يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ۔ کا ظہور ہو۔

اور ابن مبارک زہد میں اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور ابو نعیم حلیہ میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ جَمَعَ اللّٰهُ تَعَالَى الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ۔ جب قیامت قائم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے۔

اور ایک روایت میں ہے: يُؤْخَذُ بِيَدِ الْعَبْدِ اَوْ لِاَمَةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُءُوْسِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ثُمَّ يُنَادِيْ مُنَادٍ اَلَا اِنَّ هٰذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ فَمَنْ كَانَ لَهٗ حَقٌّ قِبَلَهٗ فَلْيَاْتِ اِلٰى حَقِّهٖ۔ بندہ یا بندی کا ہاتھ پکڑ کر بروز قیامت اولین و آخرین کے سامنے اعلان ہوگا کہ یہ فلاں، فلاں کا بیٹا ہے تو جس کسی کا کوئی حق اس کے ذمے ہو وہ اپنا حق پیش کرے۔

اور ایک روایت میں ہے: مَنْ لَهٗ مَظْلَمَةٌ فَلْيَجِئْ لِيَاْخُذَ حَقَّهٗ فَيَفْرَحُ وَاللّٰهِ الْمَرْءُ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ حَقٌّ عَلٰى وَالِدِهٖ اَوْ وَلَدِهٖ اَوْزَوْجَتِهٖ وَاِنْ كَانَ صَغِيْرًا۔ اعلان ہو کہ جس پر کوئی ظلم ہوا ہے وہ آئے تا کہ اپنا حق لے لے اس وقت آدمی خوش ہوں گے اس سے کہ ان کا حق باپ یا اولاد یا بیوی پر ہو اگر چہ وہ کم عمر ہی کیوں نہ ہو۔

تو قرآن کریم میں اس واقعہ پر فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ فرمایا گیا اور یہ کافر و مومن سب کے لئے ہوگا۔

ایک قول سے یہ ضرور ثابت ہے کہ لَا يَنْفَعُ نَسَبٌ يَوْمَئِذٍ اِلَّا نَسَبُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کوئی نسب نفع نہ دے مگر نسب عالی جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

چنانچہ بزار اور طبرانی اور بیہقی اور ابو نعیم اور حاکم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ سَبَبٍ وَّ نَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام سبب و نسب بروز قیامت منقطع ہو جائیں مگر میرا سبب و نسب کہ وہ ضرور نفع دے گا۔

اور یہ سبب و نسب اِنَّمَا هُوَ بِالنِّسْبَةِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ تَشَرَّفُوْا بِهٖ۔ یہ مخصوص ان مومنوں کے لئے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت با ایمان سے مشرف ہو چکے ہوں وَ اَمَّا الْكَافِرُ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ فَلَا نَفْعَ لَهٗ بِذٰلِكَ۔ لیکن کافر پناہ بخدا اسے اس سبب و نسب کا کوئی فائدہ نہیں۔

اور يَتَسَآءَلُوْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ وَلَا يَسْاَلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا عَنْ حَالِهٖ بعض بعض کا حال بھی نہ پوچھیں گے اس لئے کہ وہ اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔

وَ حُكِيَ عَنِ الْجُبَّائِيِّ اَنَّ الْمُرَادَ اِنَّهٗ لَا يُفْتَخَرُ يَوْمَئِذٍ بِالْاَنْسَابِ كَمَا يُفْتَخَرُ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَاِنَّمَا يُفْتَخَرُ هُنَاكَ بِالْاَعْمَالِ وَالنَّجَاةِ مِنَ الْاَهْوَالِ فَحَيْثُ لَمْ يُفْتَخَرْ بِهَا ثَمَّتْ كَانَتْ كَاَنَّهَا لَمْ تَكُنْ۔ جبائی کہتے ہیں کہ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ سے یہ مراد ہے کہ اس دن انساب کے ساتھ فخر نہیں ہو سکے گا۔ جیسا کہ دنیا میں فخر کیا جاتا ہے کہ ہم اس خاندان سے ہیں ہمارا نسب اتنا بلند ہے ہم ایسے ہیں ہم ویسے ہیں بلکہ وہاں تو فخر اگر کیا جائے گا تو اعمال صالحہ اور اہوال قیامت سے نجات پر کیا جائے گا اور وہاں بس فخر والے ایسے ہو جائیں گے کہ گویا وہ کسی نسب میں نہیں تھے۔

بعض اس طرف گئے کہ اَنْ يَكُوْنَ فِيْهِ صِفَةٌ مُقَدَّرَةٌ اَيْ فَلَا اَنْسَابَ نَافِعَةٌ۔ اس میں صفت مقدر ہے تو گویا یہ مفہوم ہے کہ کوئی نسب وہاں نفع نہ دے گا۔ البتہ نسب و سبب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور وَلَا يَتَسَآءَلُوْنَ کے معنی وہی ہیں کہ ہر ایک اپنی اپنی جان کی فکر میں کسی کا پرسان حال نہ ہوگا چنانچہ ارشاد ہے:

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ تو جس کے اعمال کا وزن بھاری ہوگا وہ ہی فلاح یافتہ ہوگا۔

آلوسی اس آیت کریمہ پر فرماتے ہیں: اَيْ مَوْزُوْنَا حَسَنَاتُهٗ مِنَ الْعَقَائِدِ وَالْاَعْمَالِ۔ یعنی اس کی نیکیوں کا

وزن عقائد و اعمال ہے اور مُفْلِحُوْنَ سے مراد اَلْفَائِزُوْنَ بِكُلِّ مَطْلُوْبٍ اَلنَّاجُوْنَ عَنْ كُلِّ مَهْرُوْبٍ کامیاب ہوں گے اپنے کل مطلوب پر اور نجات یافتہ ہیں ہر مصیبت سے۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ۔ اور جس کے وزن اعمال ہلکے ہوں گے وہ نقصان و خسران میں اپنی جانوں کو ہمیشہ جہنم میں ڈالیں گے۔

یعنی جس کے عمل حسنہ ہلکے اور اعمال سیۂ بھاری ہوں گے وہ ان میں سے ہوں گے جنہوں نے اپنی زندگی دنیا میں ضائع کی وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ۔ جھلسے ہوئے ہوں ان کے منہ آگ سے اور ہونٹ گل کر گرے ہوئے ہوں جہنم میں۔

وَاللَّفْحُ مِنْ لَهَبِ النَّارِ۔ لفح محاورہ عرب میں آگ کے شعلوں سے جھلسنے کو کہتے ہیں۔

اور چہرہ کو اس آگ میں مقدم رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اشرف اعضاء ہے۔

اور كَلَحَ سے كَالِحُوْنَ ہے۔ اس کے معنی مُتَقَلِّصِي الشِّفَاءِ کے ہیں یعنی ہونٹ جھلس کر دانتوں کو ظاہر کردے۔

اور بروایت ترمذی ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تُشَوِّيْهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا حَتّٰى تَبْلُغَ وَسْطَ رَاسِهٖ وَتَسْتَرْخِي الشَّفَةُ السُّفْلٰى حَتّٰى تَضْرِبَ سُرَّتَهٗ۔ آگ ایسا بھونے کہ اوپر کا ہونٹ سمٹ کر نصف سر پر چڑھ جائے اور نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف پر آپڑے۔

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ۔ کیا نہیں تھیں میری آیتیں جو تم پر پڑھی گئیں تو تم ان کی تکذیب ہی کرتے رہے۔

یہ اضمار قول ہے یعنی ان جہنمیوں کو توبیخاً اور تذکیراً ارشاد ہوگا کہ جس عذاب میں تم مبتلا ہو گئے اس کی وجہ تمہیں معلوم ہونی چاہئے کہ تم نے میری آیتوں کی تکذیب کی اور دنیا میں جھٹلاتے رہے۔ اس کی آج سزا تمہیں مل گئی ہے۔

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ۔ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔

ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے جس میں آئندہ آیہ کریمہ کے متعلق مذکور ہے کہ جہنمی لوگ داروغہ جہنم کو چالیس برس تک پکاریں گے تو وہ جواب دے گا کہ تم عبث پکار رہے ہو تمہیں ہمیشہ جہنم میں ہی رہنا ہے تو اللہ تعالیٰ کو پکاریں گے چنانچہ ارشاد ہے:

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ۔ اے ہمارے رب ہمیں اس جہنم سے نکال دے تو اگر ہم لوٹ کر ویسے ہی افعال کریں تو یقیناً ہم ظالم ہیں۔

یہ پکار ان کی دنیا کی عمر کے حساب سے دو چند عمر تک رہے۔ آخرش جواب ملے جو آئندہ آیت کریمہ میں ہے اور دنیا کی عمر کے متعلق چند قول ہیں:

بعض کے نزدیک سات ہزار سال۔

بعض کے نزدیک بارہ ہزار سال۔

بعض نے کہا ایک لاکھ ساٹھ ہزار سال (از تذکرہ قرطبی وخازن)

قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ فرمائے گا اللہ تعالیٰ ذلت میں دھتکارے ہوئے پڑے رہو اور ہم سے بات نہ کرو۔ اس کے بعد ان کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی۔

ابن ابی الدنیا صفۃ اہل النار میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا قَالَ لِاَهْلِ النَّارِ اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تَكَلِّمُوْنِ عَادَ وُجُوْهُهُمْ قِطْعَةً لَحْمٍ لَيْسَ فِيْهَا اَفْوَاهٌ وَلَا مَنَاخِرَ يَتَرَدَّدُ النَّفْسُ فِيْ اَجْوَافِهِمْ۔ جب اللہ تعالیٰ جہنمیوں کو اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ فرمائے گا تو ان کے منہ ایک گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں بدل جائیں گے اور ان میں نہ منہ ہوں گے نہ مناخر کہ جس سے وہ سانس لیں۔

اور طبرانی اور بیہقی مبحث بحث میں اور عبداللہ بن احمد زوائد الزاہد میں اور حاکم اور ایک جماعت حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے راوی ہیں کہ اِنَّ اَهْلَ جَهَنَّمَ يُنَادُوْنَ مَالِكاً لِيَقْضِىْ عَلَيْنَا رَبُّكَ فَيَذَرُهُمْ اَرْبَعِيْنَ عَامًا لَا يُجِيْبُهُمْ اِنَّكُمْ مَّا كِثُوْنَ۔ جہنمی مالک جہنم کو پکارتے رہیں گے کہ تمہارا رب ہم پر کوئی حکم فرمان تو دے تو وہ چالیس برس تک انہیں جواب نہ دے گا پھر جواب دے گا کہ تمہیں اسی آگ میں رہنا ہے۔

ثُمَّ يُنَادُوْنَ رَبَّهُمْ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظَالِمُوْنَ فَيَذَرُهُمْ مِثْلَى الدُّنْيَا لَا يُجِيْبُهُمْ ثُمَّ يُجِيْبُهُمْ اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ پھر وہ اپنے رب کے حضور پکاریں اور عرض کریں رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ تو ان کی پرواہ نہ کی جائے دنیا کی دو چند زندگی کے برابر پھر انہیں جواب دیا جائے قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ تو پھر وہ مایوس ہوں کہ کچھ نہ سنیں سوا زفیر و شہیق کے۔

اور سعید بن منصور اور ابن منذر وغیرہ محمد بن کعب سے راوی ہیں کہ لِاَهْلِ النَّارِ خَمْسُ دَعَوَاتٍ يُجِيْبُهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ اَرْبَعَةٍ فَاِذَا كَانَتِ الْخَامِسَةُ لَمْ يَتَكَلَّمُوْا بَعْدَهَا اَبَدًا۔ جہنمی پانچ بار اپنے رب کو پکاریں گے چار بار انہیں جواب ملے جب پانچویں بار پکاریں گے تو اس کے بعد وہ قطعاً کلام کرنے پر قادر نہ رہیں گے۔

پہلی بار پکاریں رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ۔ اے ہمارے رب ہمیں تو نے دو بار مارا اور دو بار زندہ کیا تو اب ہم اپنے قصور کے معترف ہیں تو کیا اب جہنم سے نکلنے کی کوئی راہ ہے۔

تو انہیں جواب ملے ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ۔ یہ سزا اسی کی ہے کہ جب تم بلائے گئے اللہ تعالیٰ کی وحدت کی طرف تو تم نے کفر کیا اور جب شرک کی دعوت دی گئی تو تم ایمان لائے تو آج حکم اللہ تعالیٰ کا ہے جو بلند و بالا ہے۔

پھر دوسری بار جہنمی پکاریں رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ۔ اے ہمارے رب ہم نے دیکھا اور سنا تو اب ہمیں پھیر دے دنیا کی طرف کہ نیک عمل کریں اب ہم نے یقین کر لیا۔

تو انہیں جواب ملے فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ تو اب چکھو مزا اس کا جو تم نے بھلایا اس دن کی ملاقات کو آج ہم تمہیں بھولتے ہیں اور چکھو ہمیشگی کا عذاب جیسا تم کرتے تھے۔

تیسری بار جہنمی پکاریں رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ۔ اے ہمارے رب ایک مدت کے لئے اس عذاب کو موخر کرتا کہ ہم تیری دعوت قبول کریں اور مرسلین کرام کے متبع ہوں۔

تو انہیں جواب ملے اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ۔ کیا تم قسمیں نہ کھاتے تھے کہ تمہیں کبھی زوال نہ آئے گا۔

پھر چوتھی بار عرض کریں رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ۔ اے رب ہمارے ہمیں نکال کہ ہم نیک عمل کریں سوا ان عملوں کے جو ہم نے کئے۔

تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ۔ کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والے آئے تو اب سزا چکھو ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہے۔

پانچویں بار آخری عرض یہ ہو رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ۔ اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب ہمیں اس سے نکال اگر ہم پھر ویسے ہی کام کریں تو یقیناً ہم لوگ ظالم ہوں گے۔

تو اس کا جواب ملے اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ اپنی خسران میں دھتکارے پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔

فَلَا يَتَكَلَّمُوْنَ بَعْدَهَا اَبَدًا۔ تو پھر اس کے بعد قطعاً کلام نہ کر سکیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ارشاد ہو:

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ۔ بے شک دنیا میں ایک جماعت میرے بندوں کی تھی جو کہتی تھی اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور رحم فرما بے شک تو خیر الراحمین ہے۔

یعنی وہ جماعت مومنین کی تھی۔

ایک قول ہے کہ وہ صحابہ کرام تھے۔

ایک قول ہے یہ اصحاب صفہ کی شان میں ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

یہ اپنی دعاؤں میں جمع کا صیغہ لا کر سب کو دعا میں شریک رکھتے تھے اور اللہ کے خاص مقرب بندے تھے لیکن تم نے ان کی قدر نہ کی۔

فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا۔ تم نے ان سے تمسخر کیا یعنی كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ بِالدَّاعِيْنَ۔ تم ان سے استہزاء کرتے رہے۔

حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ۔ حتیٰ کہ تم استہزاء و تمسخر میں اتنے مشغول ہوئے کہ میرا خوف عقاب

بھی بھول گئے اور ہنسی مذاق میں ہی پڑے رہے۔

حضرت جلال الدین رومی رحمہ اللہ اس آیہ کریمہ پر فرماتے ہیں کہ اس استہزاء و تمسخر نے اللہ کی یاد سے تمہیں غافل کر دیا۔ یا ان اولیاء کرام نے تمہیں نااہل قرار دے کر ذکر الٰہی تمہارے دلوں سے بھلا دیا۔ چنانچہ دفتر سوم میں فرماتے ہیں:

چوں بہ تذکیر و بہ نسیاں قادر اند — بر ہمہ دلہائے خلقاں قاہر اند

اللہ کا ولی جب تذکیر و نسیان پر بعطاء الٰہی قادر ہے تو ثابت ہوا کہ مخلوق کے دلوں پر ان کی حکومت ہے۔

مولانا نانوی رحمہ اللہ بھی اپنی شرح میں یہی مضمون لکھ گئے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں: اِنَّمَا خَسَئْنَاكُمْ كَالْكَلْبِ وَلَمْ نُجِبْكُمْ اِذَا دَعَوْتُمْ لِاَنَّكُمْ اِسْتَهْزَأْتُمْ غَايَةَ الْاِسْتِهْزَاءِ بِاَوْلِيَائِیْ حِيْنَ دَعَوْا وَاسْتَمَرَّ ذَالِكَ مِنْكُمْ حَتّٰى نَسِيْتُمْ ذِكْرِیْ بِالْكُلِّيَّةِ لَمْ تَخَافُوْا عِقَابِیْ فَهٰذَا جَزَآءُ كُمْ۔

اِنِّیْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ بے شک میں انہیں آج کے دن بدلہ دوں گا اس صبر کا یہ کہ وہ کامیاب ہیں۔

یعنی مشرکین کے استہزاء و اذیت پر انہوں نے صبر کیا اس کا بدلہ یہ ہے کہ آج وہ شادکام اور فائز المرام ہیں۔ اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا مالک جہنم کی جانب سے جہنمیوں سے سوال ہوا اور

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ۔ ارشاد ہو تم زمین میں برسوں کے حساب سے کتنے دن رہے جس پر تم پھر واپس جانے کے متمنی ہو تو عرض کریں:

قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ۔ الٰہی ہم دنیا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے یہ اور رہنے والوں سے بھی پوچھ لے۔

یہ جواب ان کی سراسیمگی اور پریشانی کے اندر ہوا اور وہ قیام دنیا کی مدت بھول چکے ہوں تو اللہ تعالیٰ فرمائے:

قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ فرمایا جائے تم نہیں ٹھہرے دنیا میں مگر کم اگر تم ہو جاننے والے۔

چنانچہ ایک حدیث مرفوع سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام قیام کی مدت ایک دن ڈیڑھ دن جنتی جہنمی دونوں ہی تصور کریں گے اس پر باری عزاسمہ کی طرف سے جنتیوں کو بشارت اور جہنمیوں کو سزا سنائی جائے گی۔ حیث قال

اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَدْخَلَ اَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلَ النَّارِ النَّارَ قَالَ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ لَنِعْمَ مَا اتَّجَرْتُمْ فِیْ يَوْمٍ اَوْ بَعْضِ يَوْمٍ رَحْمَتِیْ وَرِضْوَانِیْ وَجَنَّتِیْ اُمْكُثُوْا فِيْهَا خَالِدِيْنَ مُخَلَّدِيْنَ۔

اللہ تعالیٰ جب جنتیوں کو جنت میں اور جہنمیوں کو جہنم میں داخل فرما دے تو ارشاد فرمائے گا اے جنت والو تم دنیا میں بحساب سنین و شہور کتنے دن رہے تو وہ عرض کریں ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے تو ارشاد ہوگا تمہارا یہ دنیا میں رہنا مبارک ہے جس پر میں تمہیں ڈیڑھ دن کا بدلہ دیتا ہوں میری رحمت و رضا کے ساتھ میری جنت میں رہو اور ہمیشہ ہمیش رہو۔

ثُمَّ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ النَّارِ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَيَقُوْلُ

بِئْسَمَا اَنجَزْتُمْ فِیْ یَوْمٍ اَوْ بَعْضِ یَوْمٍ نَارِیْ وَسَخَطِیْ اُمْکُثُوْا فِیْھَا خَالِدِیْنَ مُخَلَّدِیْنَ۔ پھر ارشاد ہوا اے جہنمیو! تم کتنے دن دنیا میں رہے برس اور دنوں کی گنتی سے وہ بولیں رہے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے تو ارشاد ہو بری ہے وہ مدت جو تم نے ڈیڑھ دن یا ایک دن گزاری میری آگ اور میرے غضب میں رہو ہمیشہ ہمیش تک۔

اس کے بعد بہ انداز خطابت ارشاد ہے کہ تم دنیا میں رہ کر ہماری طرف آنے کا بھی خیال رکھو چنانچہ ارشاد ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ کیا تم اس گمان میں ہو کہ تمہیں ہم نے بلاحکمت بالغہ پیدا فرمایا ہے اور تم ہماری طرف بعثت کے بعد لوٹ کر نہ آ ؤ گے۔

یعنی تم دنیا میں بلا حکمت حقہ پیدا کیے گئے ہو اور اس گمان باطل میں پڑ کر تم یہ سمجھ چکے ہو کہ تمہیں ہماری طرف رجوع کر کے آنا ہی نہیں ہے بلکہ یاد رکھو فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَةِ۔ حکیم کا کوئی فعل عبث نہیں ہوتا اس کا ہر فعل پر از حکمت ہوتا ہے۔

چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یَعْنِیْ اَفَحَسِبْتُمْ ذَالِکَ وَ حَسِبْتُمْ اَنَّکُمْ لَا تُبْعَثُوْنَ۔ اس کے بعد استعظاماً ارشاد ہے:

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ تو بلند و بالا ہے اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ نہیں کوئی معبود مگر وہی جو رب ہے عرش کریم کا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِسْتِعْظَامٌ لَّهٗ تَعَالٰی وَلِشُئُوْنِهٖ تَعَالَی الَّتِیْ یُصَرِّفُ عَلَیْھَا عِبَادَهٗ جَلَّ وَعَلَا مِنَ الْبَلَاءِ وَالْاِعَادَةِ وَالْاِثَابَةِ وَالْعِقَابِ بِمُوْجَبِ الْحِکْمَةِ الْبَالِغَةِ اَیْ اِرْتَفَعَ سُبْحَانَهٗ بِذَاتِهٖ وَتَنَزَّهَ عَنْ مُمَاثَلَةِ الْمَخْلُوْقِیْنَ فِیْ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَاَفْعَالِهٖ وَعَنْ خُلُوِّ اَفعَالِهٖ عَنِ الْحِکَمِ وَالْمَصَالِحِ الْحَمِیْدَةِ مَلِکُ الْحَقُّ اَیِ الْحَقِیْقُ بِالْمَالِکِیَّةِ عَلَی الْاِطْلَاقِ اِیْجَادًا وَاِعْدَامًا بَدْأً وَّ اِعَادَةً اِحْیَآءً وَاِمَاتَةً عِقَابًا وَّ اِثَابَةً وَّ کُلُّ مَا سِوَاهُ مَمْلُوْکٌ مَقْھُوْرٌ تَحْتَ مَلَکُوْتِیَّتِهٖ۔

خلاصہ یہ کہ اس آیہ کریمہ میں اپنی عظمت شان کا مظاہرہ فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ وہ ذات مماثلت مخلوقات سے منزہ ہے باعتبار ذات وصفات اور باعتبار افعال عذاب وثواب میں وہی مطلقاً مختار ہے اور اعدام وایجاد اسی کے تحت قدرت ہے وہی مارتا جلاتا ہے وہی معبود مطلق ہے اس کے سوا کسی کی عبادت کرنا شرک ہے اور وہی رب عرش کریم ہے۔

عرش عظیم کی تعریف

وَ هُوَ جِرْمٌ عَظِیْمٌ وَرَآءَ عَالَمِ الْاَجْسَامِ وَالْاَجْرَامِ وَ هُوَ اَعْظَمُهَا۔ عرش عظیم ایک جرم عظیم ہے۔ عالم اجسام واجرام سے بالا اور وہ سب سے بڑا ہے۔ آگے ارشاد ہے:

وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔ اور جو پوجے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بلا دلیل تو اس کا بدلہ اور حساب اس کے رب کے پاس ہے بے شک وہ کافروں کو فلاح نہیں دیتا اور اے محبوب آپ فرمائیں اے میرے رب بخش اور رحم فرما اور تو بہترین رحم والا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ آیہ کریمہ پر فرماتے ہیں: وَمَا اَلْطَفَ اِفْتِتَاحُ هٰذِهِ السُّوْرَةِ بِتَقْدِيْرِ فَلَاحِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِيْرَادِ عَدَمِ فَلَاحِ الْكَافِرِيْنَ فِيْ اِخْتِتَامِهَا۔ اس سورۂ مبارکہ میں کیا لطیف شان سے افتتاح فرمایا فلاح مومنین کے ساتھ جیسا کہ ارشاد ہوا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ اور عدم فلاح کافرین کا ایراد اختتام سورۃ میں کیا۔

فضائل آیات آخر سورۃ مبارکہ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تعلیم دی کہ وہ اپنی نماز میں یہ آیتیں پڑھا کریں۔

بخاری و مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اِنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً اَدْعُوْا فِيْ صَلَاتِيْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم فرمائیں جو میں نماز میں پڑھ لوں۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ دعا تعلیم فرمائی اور یہ التحیات و درود شریف کے بعد آخری قعدہ میں پڑھی جاتی ہے۔

اور قرأت میں اَفَحَسِبْتُمْ سے آخر سورۃ تک پڑھنے کا حکم دیا۔

یہ آیات دفع بلاء و مصیبت کے لئے عظیم النفع ہیں۔

اور بحالت سفر یہ آخر حصہ کی مداومت اَفَحَسِبْتُمْ سے آخر تک پڑھنا ہر مصیبت و تنگی کے دفع میں عجیب الاثر ہے۔

محمد بن ابراہیم الحرث اپنے والد سے راوی ہیں کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں بھیجا اور ہمیں حکم دیا کہ صبح وشام اَفَحَسِبْتُمْ سے آخر تک پڑھیں۔ تو ہم نے پڑھا۔ فَغَنِمْنَا وَ سَلِمْنَا تو ہم غنیمت کا مال بھی لائے اور سلامتی کے ساتھ واپس آئے۔

سورۃ النور

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔ سورۃ نور۔ پ ۱۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے
سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①	یہ ایک سورۃ ہے کہ نازل کی ہم نے اور فرض کئے ہم نے اس کے احکام اور نازل کیں ہم نے اس میں روشن آیتیں تاکہ تم نصیحت پکڑو
اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ②	زانیہ عورت اور زانی مرد تو مارو اسے ہر ایک کو ان میں سے سو کوڑے اور نہ کرو ان پر ترس اللہ کے دین میں اگر ہو تم ایمان لائے ہوئے اللہ اور آخرت پر اور چاہئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہو

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً٘ وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ۝۳	زانی مرد نکاح نہ کرے مگر زانیہ عورت سے یا مشرکہ سے اور زانی عورت سے نہ نکاح کرے مگر زانی مرد یا مشرک اور یہ کام حرام ہے مومنین پر
وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًاۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَۙ۝۴	اور وہ جو عیب لگائیں پارسا عورتوں پر پھر چار گواہ معائنہ والے نہ لائیں تو انہیں اسی اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی نہ قبول کرو کبھی یہ فاسق ہیں
اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْاۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝۵	مگر وہ جو توبہ کرلیں اس کے بعد اور اپنی اصلاح کرلیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے
وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ۝۶	اور وہ جو عیب لگائیں اپنی بیویوں کو اور ان کے پاس اپنے سوا گواہ نہ ہوں تو گواہی ان کی یہ ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ کے نام سے کہ وہ سچا ہے
وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ۝۷	اور پانچویں بار یہ کہ اللہ کی لعنت اس پر اگر جھوٹا ہو
وَ یَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَۙ۝۸	اور سزا ٹالنے کو عورت یوں کہے کہ شہادت دیتی ہوں اللہ کی چار شہادت کہ مرد جھوٹا ہے
وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۝۹	اور پانچویں یہ کہ اللہ کا غضب اس پر اگر مرد سچا ہے
وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِیْمٌ۠۝۱۰	اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی رحمت اور بے شک اللہ توبہ قبول فرماتا حکمت والا ہے

حل لغات پہلا رکوع ۔ سورۃ نور ۔ پ ۱۸

سُوْرَةٌ ۔ یہ سورۃ ہے	اَنْزَلْنٰهَا ۔ کہ ہم نے اسے اتارا		وَ ۔ اور
فَرَضْنٰهَا ۔ اس کے حکم فرض کئے	وَ ۔ اور		اَنْزَلْنَا ۔ اتاریں ہم نے
فِیْهَاۤ ۔ اس میں	اٰیٰتٍ ۔ آیتیں	بَیِّنٰتٍ ۔ روشن	لَعَلَّكُمْ ۔ تا کہ تم
تَذَكَّرُوْنَ ۔ نصیحت پکڑو	اَلزَّانِیَةُ ۔ زنا کار عورت	وَ ۔ اور	الزَّانِیْ ۔ زنا کار مرد
فَاجْلِدُوْا ۔ تو کوڑے لگاؤ	كُلَّ ۔ ہر	وَاحِدٍ ۔ ایک کو	مِّنْهُمَا ۔ ان میں سے
مِائَةَ ۔ سو	جَلْدَةٍ ۔ کوڑے	وَّ ۔ اور	لَا ۔ نہ
تَاْخُذْ ۔ پکڑے	كُمْ ۔ تم کو	بِهِمَا ۔ ان پر	رَاْفَةٌ ۔ رحم
فِیْ ۔ بیچ	دِیْنِ ۔ دین	اللّٰهِ ۔ اللہ کے	اِنْ ۔ اگر

كُنْتُمْ-ہو تم	تُؤْمِنُوْنَ-ایمان رکھتے	بِاللّٰهِ-اللہ	وَ-اور
الْيَوْمِ-دن	الْاٰخِرِ-پچھلے پر	وَ-اور	لْيَشْهَدْ-حاضر ہوں
عَذَابَهُمَا-ان کی سزا کو	طَآئِفَةٌ-ایک گروہ	مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ-ایمان والوں کا	
اَلزَّانِيْ-زنا کار مرد	لَا-نہیں	يَنْكِحُ-نکاح کرتا	اِلَّا-مگر
زَانِيَةً-زنا کار عورت	اَوْ-یا	مُشْرِكَةً-مشرک عورت سے	وَّ-اور
اَلزَّانِيَةُ-زنا کار عورت	لَا-نہیں	يَنْكِحُهَآ-نکاح کرتا اس سے	اِلَّا-مگر
زَانٍ-زانی مرد	اَوْ-یا	مُشْرِكٌ-مشرک	وَ-اور
حُرِّمَ-حرام کیا گیا ہے	ذٰلِكَ-یہ	عَلَى-اوپر	الْمُؤْمِنِيْنَ-مومنوں کے
وَ-اور	الَّذِيْنَ-وہ جو	يَرْمُوْنَ-عیب لگائیں	الْمُحْصَنٰتِ-پاک عورتوں کو
ثُمَّ-پھر	لَمْ-نہ	يَاْتُوْا-لائیں	بِاَرْبَعَةِ-چار
شُهَدَآءَ-گواہ	فَاجْلِدُوْ-تو کوڑے مارو	هُمْ-ان کو	ثَمٰنِيْنَ-اسی
جَلْدَةً-کوڑے	وَّ-اور	لَا-نہ	تَقْبَلُوْا-قبول کرو
لَهُمْ-ان کی	شَهَادَةً-گواہی	اَبَدًا-کبھی بھی	وَ-اور
اُولٰٓئِكَ-یہی	هُمُ-وہ ہیں	الْفٰسِقُوْنَ-بدکردار لوگ	اِلَّا-مگر
الَّذِيْنَ-وہ جو	تَابُوْا-توبہ کریں	مِنْۢ بَعْدِ-پیچھے	ذٰلِكَ-اس کے
وَ-اور	اَصْلَحُوْا-درست ہو جائیں	فَاِنَّ-تو بے شک	اللّٰهَ-اللہ
غَفُوْرٌ-بخشنے والا	رَّحِيْمٌ-رحم کرنے والا ہے	وَ-اور	الَّذِيْنَ-وہ جو
يَرْمُوْنَ-عیب لگائیں	اَزْوَاجَهُمْ-اپنی بیویوں کو	وَ-اور	لَمْ-نہ
يَكُنْ-ہوں	لَّهُمْ-ان کے پاس	شُهَدَآءُ-گواہ	اِلَّآ-مگر
اَنْفُسُهُمْ-ان کی اپنی جانیں	فَشَهَادَةُ-تو گواہی ہے	اَحَدِهِمْ-ان کے ایک کی	اَرْبَعُ-چار
شَهٰدٰتٍ-گواہیاں	بِاللّٰهِ-اللہ کے نام سے	اِنَّهٗ-کہ بے شک وہ	لَمِنَ-ہے
الصّٰدِقِيْنَ-سچوں سے	وَ-اور	الْخَامِسَةُ-پانچویں بار	اَنَّ-بے شک
لَعْنَتَ-لعنت ہے	اللّٰهِ-اللہ کی	عَلَيْهِ-اس پر	اِنْ-اگر
كَانَ-ہے	مِنَ الْكٰذِبِيْنَ-جھوٹے لوگوں سے		وَ-اور
يَدْرَؤُا-ہٹائے گا	عَنْهَا-اس عورت سے	الْعَذَابَ-سزا کو	اَنْ-یہ کہ
تَشْهَدَ-وہ شہادت دے	اَرْبَعَ-چار	شَهٰدٰتٍ-شہادتیں	بِاللّٰهِ-اللہ کے نام سے
اِنَّهٗ-کہ بے شک وہ	لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ-جھوٹے لوگوں سے ہے		وَ-اور
الْخَامِسَةَ-پانچویں بار	اَنَّ-بے شک	غَضَبَ-غضب ہو	اللّٰهِ-اللہ کا

عَلَيْهَآ۔اس پر	اِنْ۔اگر	كَانَ۔ہو وہ	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔سچے لوگوں
سے	وَ۔اور	لَوْلَا۔اگر نہ ہوتا	فَضْلُ۔فضل
اللّٰهِ۔اللہ کا	عَلَيْكُمْ۔تم پر	وَ۔اور	رَحْمَتُهٗ۔اس کی رحمت
وَ۔اور	اَنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	تَوَّابٌ۔توبہ قبول کرنے والا
حَكِيْمٌ۔حکمت والا ہے			

سورۃ نور مدنیہ ہے۔اس میں نو رکوع چونسٹھ آیتیں ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں مَدَنِيَّةٌ كَمَا اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ وَ حَكَى اَبُوحِبَّانَ الْاِجْمَاعَ عَلٰى مَدَنِيَّتِهَا وَلَمْ يَسْتَثْنِ الْكَثِيْرُ مِنْ اٰيِهَا شَيْئًا۔اجماع اس کے مدنی ہونے پر ہے اور کسی آیت کا استثناء نہیں۔

اور قرطبی کہتے ہیں کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ سے آخر تک مکیہ ہے اور باسٹھ آیتیں مدنیہ ہیں۔

اور ایک قول ہے کہ چونسٹھ آیتیں سب مدنیہ ہیں۔

''وجہ اتصال بہ سورۃ مومنین''

اِنَّهٗ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى لَمَّا قَالَ فِيْهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۔پہلی سورۃ میں جب اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ فرمایا تو ذَكَرَ فِيْ هٰذِهٖ اَحْكَامَ مَنْ لَّمْ يَحْفَظْ فَرْجَهٗ مِنَ الزَّانِيَةِ وَالزَّانِيْ۔تو اس سورۃ مبارکہ میں اس کے احکام بیان فرمائے جو محافظت فروج زانیہ اور زانی کے متعلق ہیں۔

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع-سورۃ نور-پ ۱۸

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا۔فرما کر بتایا کہ یہ سورۃ ہم نے نازل فرمائی ہے اس میں کسی غیر کا دخل نہیں۔

فَرَضْنٰهَا۔فرما کر بتایا کہ اس کے احکام ہم ہی نے فرض کئے ہیں نہ کہ کسی غیر نے۔

وَاَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ سے یہ فرمایا کہ اس میں روشن آیتیں ہیں جو ہم نے نازل فرمائی ہیں جو احکام مفیدہ اس شان سے ہیں کہ ان کے مفید ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔فرما کر یہ بتایا کہ اس سے ہدایت قبول کریں عقل پکڑیں اس تمہید کے بعد احکام بیان کرنے شروع کئے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ۔زانیہ عورت اور زانی مرد انہیں۔

فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾۔

دونوں کو علیحدہ علیحدہ سو کوڑے مارو اور اس سزا میں اپنے دل میں ترس نہ آنے دو اگر اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس سزا کے وقت ایک جماعت مؤمنین بھی حاضر رکھی جائے تا کہ وہ اسے دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔

دوسرا قانون

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً۔ زانی بدنصیب اور ناپاک گروہ پاک عورتوں سے نکاح کے قابل نہیں وہ زانیہ سے یا مشرکہ سے نکاح کرے۔

وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ۔ اور زانیہ عورت نہ نکاح کرے مگر زانی یا مشرک سے۔

وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور اس قسم کا رشتہ مومنین پر حرام ہو چکا ہے۔

تعریف زنا

زنا علمائے محققین کے نزدیک یہ ہے کہ مرد اپنا آلہ تناسل شرمگاہ زن غیر میں بلاعقد اور بے ایجاب وقبول داخل کرے اور پیشاب گاہ زن میں آلہ تناسل کے دخول کی قید اس لئے ہے کہ اس کے علاوہ انگلی یا لکڑی داخل کرنے سے زنا کی سزا لازم نہ آئے گی بلکہ اس پر تعزیر دینے کا قاضی مجاز ہے اس لئے کہ یہ ارتکاب بھی حرام اور بے حیائی ہے۔ كَذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وطی فی الدبر پر بھی یہی حکم ہے۔ ان کے یہاں زنا کی تعریف قضاء شہوت ہے اور حصول لذت تو جس طرح بھی دونوں باتیں حاصل ہوں وہ اسے زنا کہتے ہیں حتیٰ کہ چوپایہ کے ساتھ بھی اگر ایسا ہو تو ان کے نزدیک زنا لازم آئے گا۔

اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ لذت وقضاء شہوت اس راہ سے کرنا زنا ہے جو طبع سلیم میں مرغوب ہے۔ رہا طبائع خبیثہ کا رجحان اس پر بوجہ حرمت قضاء قاضی ہے خواہ وہ جلانا ہو خواہ چھت سے گرانا یا یونہی مار پیٹ کر چھوڑ دینا۔

زنا کے متعلق اسلام ہی مخالف نہیں ہے۔

بلکہ عقلاء کی جماعت بھی ادلہ عقلیہ سے اسے فحش اور بے حیائی کہتی ہے اور دیگر ادیان وملل میں بھی یہ برا سمجھا گیا ہے۔

اسلام میں تو قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کی برائی فرمائی وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا۔

یعنی زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ بے حیائی اور فحش کاری اور بہت بری راہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس سے مجتنب رہنے پر اتنی تاکید فرمائی کہ بدنیتی سے کسی عورت کو دیکھنا بھی زنا فرمایا۔ شہوت سے ہاتھ لگانے کو زنا بتایا۔ حتیٰ کہ ان میں کسی عورت کے ساتھ ایسا خیال کرنا بھی حرام قرار دیا اور اس فعل قبیح کی شامت پر

سینکڑوں بلاؤں کا نزول بتایا

دشمن کا غلبہ

رزق میں تنگی

عزت وہیبت کی بربادی

عمر میں کوتاہی

ملک و دولت کی بربادی
انواع واقسام کی بیماریوں کی تولید
روح پر تاریکی آنے سے مرنے کے بعد اندھیری اور عذاب آخرت آگ کی شکل میں ملنا
عوام میں مقہور ہونا
خواص کی نظروں میں اس سے تنفر
دعا کا بے اثر ہو جانا وغیرہ وغیرہ اثرات ونتائج ہیں۔

”حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں زنا کی سزا“

جان سے مار ڈالنا تھی۔ کتاب احبار باب بستم جملہ عاشر توریت میں ہے:
”وہ جو دوسرے کی جورو یا اپنے پڑوسی کی جورو سے زنا کرے وہ دونوں قتل کئے جائیں۔“
اور 19 باب کے درس دوم میں ہے:
”غیر کی لونڈی غیر کی منگیتر کے ساتھ زنا کی سزا میں صرف کوڑے مارے جائیں۔“
اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک زناکار عورت کو مارنے کے لئے لائے تو آپ نے حد نہ ماری نہ حد مارنے کا حکم دیا اس لئے کہ عیسوی شریعت میں زنا پر کوئی حد نہیں اور شاید اسی اصل کے ماتحت انگریزی قانون میں زنا صرف شوہر دار عورت کے ساتھ مباشرت کرنے کا نام زنا رکھا گیا اور اس کی سزا بھی ہلکی سی رکھ دی گئی۔
اور نئی روشنی کی تاریکی کے ناتے اپنی عیش پرستی میں اسی کو پسند بھی کرتے ہیں۔
حالانکہ انجیل میں یہ واقعہ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ کے ماتحت ہی ہو سکتا ہے ورنہ ہم اصل انجیل میں اسے تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔
چنانچہ قرآن کریم نے اس قسم کی تحریفات کو مٹانے کے لئے اول اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ فرمایا اور تاکید کی کہ اس سزا میں ہرگز فروگذاشت اور نرمی اور ترس نہ ہو بلکہ یہ سزا عبرت دلانے کی غرض سے ایک جماعت مومنین کی موجودگی میں دی جائے۔
اس میں شک نہیں کہ ابتداء میں زنا کی سزا شادی شدہ کے لئے گھر میں موت آنے تک قید رکھنا تھی اور باکرہ غیر شادی شدہ کے لئے محض زجر و توبیخ۔ جیسا کہ ارشاد ہے:
وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰى یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾۔
اسی طرح لونڈی غلام جو اس قسم کے فواحش کا ارتکاب کرتے تو انہیں جوتے مار کر طمانچے لگا کر چھوڑ دیا جاتا تھا۔
لیکن پھر یہ حکم بدل گیا۔ اور زبان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے شادی شدہ کی سزا رجم یعنی سنگساری مقرر ہوئی اور غیر شادی شدہ کی سزا سو کوڑے رکھے گئے اور نفاذ حکم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (جو تمہیں اللہ کا رسول دے اسے پکڑ لو اور جس سے تمہیں منع کرے اس سے باز آ جاؤ) چنانچہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی ہمارے لئے واجب العمل ہے۔

اور باندی غلام کی سزائیں نصف بحکم قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحال رکھیں چنانچہ ارشاد ہے بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ۔

اور غلام کا یہی حکم ہے جو اسی آیت کریمہ پر قیاس کر کے قائم ہوا اور اس عموم کی تخصیص عام مخصوص البعض کے مطابق خبر احاد سے درست ہے۔

اسی وجہ میں جمہور اہل سنت متفق ہیں کہ جو مرد یا عورت محصن ہو یعنی عاقل بالغ ہو کر بحالت اسلام نکاح صحیح کر کے ایک بار بھی مباشرت کر چکا ہو پھر ایسے فعل شنیع کا مرتکب ہو تو ضرور سنگسار ہو گا چنانچہ ماعز اسلمی کا سنگسار کیا جانا بسند صحیح ثابت ہے جسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

پھر یہ حکم حد تواتر تک پہنچ گیا ہے اور اس پر اجماع صحابہ منعقد ہو چکا ہے اور اسی وجہ میں غالباً وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ میں اشارۃ ارشاد ہوا۔

اور آیہ کریمہ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③۔

یہ حکم یا تو اس وجہ میں ہے کہ زانیہ بسا اوقات نیک مرد سے نکاح کی طرف راغب نہیں ہوتی۔

اور اگر آیۂ کریمہ کے الفاظ کو خبر تسلیم کیا جائے جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہے تو یہ ایک عام دستور کا مذاکرہ ہو گا کہ بدکار کو بدکار یا مشرکہ عورت سے رغبت ہوتی ہے اور بدمعاش عورتوں کو تماش بین بدکار مردوں سے رغبت ہوتی ہے۔ اور یہ باہم اختلاط کرتے ہیں۔ اہل ایمان کے لئے یہ رغبت ممنوع و حرام ہے جیسا کہ سعید بن جبیر اور ابن عباس اور عکرمہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا:

یا بالخصوص یہ آیت کریمہ ان کے حق میں ہے جن کے معاملہ میں اس کا شان نزول ہے۔

چنانچہ نسائی اور احمد روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت جس کا نام مہزول تھا بدکار زانیہ تھی اس سے صحابی نے نکاح کرنا چاہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو اس سے نکاح کرنے کی ممانعت میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

پھر چونکہ خصوصیت مورد سے بلا مخصص حکم خاص نہیں رہتا بلکہ عام ہوتا ہے بنابریں بعض ائمہ کے نزدیک زانیہ عورت سے نکاح ناجائز ہے۔

اور پارسا عورتوں سے بدکار مرد کا نکاح بھی ممنوع ہے لیکن صحیح توجیہ وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکی اور بقصد تعطف زنا کار عورتوں سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے۔

اور یہ تعامل عہد صحابہ میں رہا ہے۔

حتیٰ کہ زانی اپنی مزنیہ سے نکاح کر سکتا ہے۔

البتہ یہ علیحدہ بات ہے کہ فاحشہ عورت سے نکاح ناپسندیدہ ضرور ہے۔

اب قذف محصنات کا دوسرا حکم بھی اسی رکوع میں بیان ہوا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ۔ (اور وہ جو پارسا عورتوں پر تہمت لگائیں)

رمی پھینکنے کو کہتے ہیں یہ استعارہ قذف یعنی تہمت کے معنی میں استعمال ہوا اس لئے کہ تہمت لگانا ایک قسم کا پتھر مارنا ہے۔ اور اسی معنی میں قذف آتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں یہ حکم ہے کہ جو کوئی کسی پارسا عورت پر تہمت زنا لگائے اور اس کے ثبوت میں چار گواہ متحد البیان نہ لا سکے تو اسے اسی درے کی سزا دی جائے گی۔

اور اس کی گواہی ہمیشہ کے لئے نامقبول ہوگی کہ وہ بوجہ فسق مردود الشہادۃ ہو چکا ہے مگر جب وہ توبہ کر لے اور نیک ہو جائے تو وہ داغ دھل جاتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہاں چند باتیں سمجھنی ضروری ہیں۔

اول یہ کہ محصنات۔ محصنہ کی جمع ہے یہ احصان سے ہے اور احصان پاکدامنی کو کہتے ہیں خواہ وہ عورت باکرہ ہو خواہ شادی شدہ اگر نیک پاک دامن ہے تو محصنہ ہے۔

اور آیہ کریمہ کا عموم بھی یہ چاہتا ہے کہ پاک دامن عورت خواہ مسلمہ مومنہ ہو خواہ کافرہ مشرکہ خواہ باندی ہو یا غریب، امیر ہو یا شریف القوم۔ لیکن فقہاء کرام نے احادیث و احکام مصطفوی پر غور کر کے احصان میں پانچ شرطیں مقرر فرمائیں۔

اسلام، عقل، بلوغ، حریت، عفت۔ اس لئے کہ اگر کافرہ پر تہمت لگائی گئی تو وہ پہلے ہی اسلام اور قانون اسلام سے منحرف ہے لہٰذا اس میں سزا نہیں بلکہ قاضی تعزیر کرے گا۔

لیکن امام زہری اور سعید بن مسیّب اور ابن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ کے نزدیک کافرہ بھی اس میں شامل ہے۔ یعنی تہمت لگانے والا اگر ثبوت چار گواہوں سے نہ دے سکے تو کافرہ پر اسے اسی درے لگیں گے۔

باقی سب کے نزدیک دیوانی اور نابالغہ اور لونڈی بلکہ وہ زنا کار عورت جو تائب ہو چکی ہے اس پر تہمت لگانے پر قاضی کو عدم ثبوت میں تعزیر کرنے کا حق حاصل ہے۔

اگرچہ حد نہیں لگائی جائے گی اور اگرچہ آیہ کریمہ میں محض پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا مذکور ہے لیکن جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ یہی سزا پارسا مرد پر تہمت لگانے میں بھی ہے۔

دوسرے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ میں عموم حکم مان کر تسلیم کیا ہے کہ مسلمان ہو خواہ کافر عورت ہو خواہ مرد غلام ہو یا آزاد جو تہمت لگائے اس کو سزا دی جائے مگر یہاں بھی علماء نے لڑکے اور دیوانے کو بہ حکم حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ مستثنیٰ رکھا اور ان سے حد اٹھائی البتہ قاضی کو مجاز ہے کہ وہ چاہے تو گوشمالی کر دے۔

تیسرے یہ کہ حکم آیت اپنے عموم کے اقتضاء سے یہی چاہتا تھا کہ جن پر جرم تہمت ثابت ہو سب کو یہی سزا دی جائے۔

مگر امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام ابو یوسف، امام محمد امام زفر وغیرہ رحمہم اللہ غلام یا لونڈی پر نصف سزا یعنی چالیس درے کا حکم دیتے ہیں تاکہ دوسری آیت کا خلاف لازم نہ آئے جس میں ارشاد ہے: فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ اس آیت کریمہ میں باندی کی سزا نصف تھی لہٰذا وہی

نصف ہر مقام پر رکھی گئی۔

اور امام جعفر بن محمد اپنے والد سے راوی ہیں کہ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

اور بعض نے اس میں اختلاف کیا ہے جیسے امام اوزاعی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہ وہ پوری سزا کے حق میں ہیں یہ محض اختلاف ہے جس سے مسئلہ مختلف فیہ ہو گیا۔

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا۔ پر محققین کا اختلاف ہے۔

چنانچہ شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ استثناء تمام پہلے جملوں سے ہے یعنی فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً اور لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا۔ یعنی توبہ کے بعد نہ اسے اسی درے لگائے جائیں نہ وہ مردود الشہادۃ رہے نہ وہ فاسق ہے۔

اور ابن عباس اور عمر اور سعید بن جبیر مجاہد و عطا امام مالک وشافعی علیہم رضوان فرماتے ہیں یہ استثناء آخر کے دو جملوں سے ہے یعنی توبہ کے بعد وہ مقبول الشہادۃ ہو جائے گا اور وہ فاسق نہ رہے گا۔

علامہ نخعی اور امام ہمام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ استثناء صرف اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ سے ہے جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ بعد توبہ وہ فاسق نہ رہے گا لیکن اس پر حد ضرور قائم ہوگی اور اَبَدًا وہ مردود الشہادۃ رہے گا۔ جیسے چوری یا دیگر جرائم توبہ کرنے سے عند اللہ معاف ہو جاتے ہیں۔

لیکن سزا دینا جو قاضی دیتا ہے بدستور رہتی ہے اور مردود الشہادۃ ہونا بھی سزا دینا ہے۔ یہ بدستور رہنی چاہئے۔

عام جرائم میں دو گواہ اور زنا میں چار گواہ کیوں رکھے گئے؟

اس کی دو وجہ بظاہر معلوم ہوتی ہیں:

اول تو پردہ پوشی اور اضاعت جان کی محافظت۔

دوسرے یہ جرم دو کے بغیر متحقق نہیں ہوتا لہٰذا دو گواہ عورت پر دو مرد پر ہونے چاہئیں۔ تو چار ہی ضروری ہوئے۔

تیسرا حکم اپنی بیوی پر تہمت لگانے کا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ۔

جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اسے چار گواہ نہ ملیں۔ تو یہاں بھی قیاس کا اقتضاء یہی تھا کہ اسی درے سے اسے سزا دی جائے مگر غیر عورت پر تہمت لگانا عداوۃً ہو سکتا ہے یا اسے رسوا کرنے کی غرض سے بھی ایسا کیا جا سکتا ہے۔

لیکن اپنی بیوی پر ایسا اتہام لگانے میں اس کی اپنی بھی رسوائی ہے اس لئے کوئی سلیم الفطرت اپنی بیوی پر اس قسم کے الزامات گوارہ نہیں کرتا۔

دوسرے ایسے موقع پر چار گواہ بہم پہنچانا بھی مشکل ہوتا ہے۔

بنابریں اس معاملہ میں دونوں کی رعایت ملحوظ رکھ کر ایک علیحدہ قانون پیش فرمایا اور اس کا نام رکھا۔

لعان

لعان کا حکم یہ ہے کہ اس کے بعد زوجین میں بینونت واقع ہو جاتی ہے اور نکاح نہیں رہتا اور کبھی اس مرد کو اس عورت سے نکاح جائز نہیں۔

اور جو اس حمل سے بچہ پیدا ہو گا جس پر لعان کیا گیا وہ اس مرد کا نہیں کہلائے گا۔

اور امام ہمام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک لعان ہی طلاق متصور ہو گی۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ فسخ نکاح کہلائے گا۔

امام مالک اور شافعی کے نزدیک لعان میں آزاد، غلام، مسلمان، ذمی سب پر ایک حکم ہے۔

زہری اور اوزاعی اور امام ابو حنیفہ علیہم رضوان فرماتے ہیں کہ لعان مسلمان آزاد میں محدود ہے یعنی جو اہل الشہادۃ ہو اور عورت کے قاذف پر حد قائم ہو سکتی ہو۔

بخاری و مسلم میں سہل بن سعد سے مروی ہے کہ عویمر نے عاصم بن عدی سے کہا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضر خدمت ہو کر سوال کرے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس کسی غیر مرد کو پائے تو کیا کرے اسے جان سے مار سکتا ہے یا نہیں؟

چنانچہ عاصم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئے اور سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کو کراہت کی نظر سے دیکھا اور کوئی جواب نہ دیا۔

عویمر کو جب کوئی جواب نہ ملا تو انہوں نے کہا اچھا میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں گا۔

چنانچہ عویمر نے سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے لئے یہ حکم آیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ کس کے حق میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

بعض کہتے ہیں عویمر کے حق میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

بعض کہتے ہیں بلال بن امیہ کے حق میں اتریں۔

بعض کہتے ہیں پہلے بلال بن امیہ کا مقدمہ آیا پھر اسی وقت عویمر بھی یہ سوال لائے۔

رمی محصنہ کہتے ہیں کسی پر اتہام لگانے کو۔

اور وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ اور وہ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے لئے بجز اپنے کوئی گواہ نہیں تو ان کی شہادت یہی ہے کہ ہر ایک چار بار اللہ کی قسم کھائے اور کہے بے شک وہ (یعنی میں) سچا ہوں۔

وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر (یعنی مجھ پر) اللہ کی لعنت اگر میں جھوٹا ہوں۔

چونکہ اپنی بیوی پر بلاوجہ تہمت لگانا عادۃً ممکن نہیں اس لئے کہ اس میں اس کی اپنی بے عزتی ہوتی ہے اس پر اس وجہ میں اسی دروں کی بجائے یہ قسم رکھی گئی۔ اور یہ چار قسم بمنزلہ چار گواہ کے قرار دی گئی اور پانچویں بار اسے اپنے اوپر لعنت لینی ہو گی۔ تو اس قسم اور لعنت کے بعد مرد پر سے الزام تہمت اٹھ جائے گا اور اسی درے سے بچ جائے گا۔

اب رہی عورت تو اس کے لئے دو حکم ہیں۔

اول یہ کہ اگر وہ اقرار زنا کرلے تو سنگسار کی جائے گی۔

اور اگر وہ سنگساری سے بچنا چاہے تو یہ حکم ہے۔

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔ اور دفع کرے عورت اپنے سے حکم رجم اس سے کہ اللہ کو گواہ کرے چار گواہوں سے کہ وہ یعنی اس کا خاوند جھوٹا ہے۔

وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ اور پانچویں بار کہے کہ اللہ کا غضب اس پر (یعنی مجھ پر) اگر وہ مرد سچا ہے۔

اس کے بعد دونوں میں قاضی تفریق کردے گا اور یہ لعان ہی بمنزلہ طلاق ہوگا۔ یہ ہے خلاصہ حکم لعان کا۔ رکوع ختم۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع - سورۃ نور - پ ۱۸

سُوْرَةٌ۔ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی یہ سورۃ ہے۔

اَنْزَلْنٰهَا۔ جسے ہم نے نازل فرمایا۔ گویا ارشاد ہے: اَیْ مِمَّا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ اَوْ فِیْمَا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کہ جو کچھ تم پر آیات تلاوت کی گئیں اور جو کچھ اے محبوب آپ پر وحی ہوئی اس میں یہ سورۃ مبارکہ دستور و قانون اسلامی کی خصوصیت سے حامل ہے جس میں

وَفَرَضْنٰهَا۔ ہم نے احکام نازل کئے وَاَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ اور اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

گویا فرمایا کہ اَنْزَلْنَا السُّوْرَةَ حَالَ کَوْنِهَا سُوْرَةً عَظِیْمَةً وَّ فَرَضْنَا اَحْکَامَهَا۔ ہم نے یہ سورۃ عظیمہ نازل فرمائی جس میں خاص احکام لازم و واجب فرمائے اور روشن طریقہ سے تفصیل بیان فرمائی۔ تاکہ تم ان احکام سے تعلیم و تذکیر حاصل کرو۔ اس کے بعد اول احکام زنا صادر ہوئے چنانچہ ارشاد ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲۔

زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں کو سو کوڑے علیحدہ علیحدہ مارو اور ان کی اس سزا میں اپنے دل میں کسی قسم کا ترس نہ کرو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور بوقت سزا لازم ہے کہ ایک جماعت مومنین وہاں حاضر رکھی جاوے۔

آلوسی رحمہ اللہ حکم سزا میں فرماتے ہیں: اَلَّتِیْ زَنَتْ وَالَّذِیْ زَنٰی فَاجْلِدُوْا۔ وہ عورت جو زنا کرائے اور وہ مرد جو زنا کرے دونوں کو سو کوڑے مارے جائیں۔

اس پر آلوسی طریقہ تعزیر پر تصریح فرماتے ہیں: فَاِنَّ الْاَخْبَارَ قَدْ دَلَّتْ عَلٰی اَنَّ الزَّانِیَةَ وَالزَّانِیَ یُضْرَبَانِ بِسَوْطٍ لَا عُقْدَةَ فِیْهِ وَلَا فَرْعَ لَهٗ — وَقِیْلَ اِنَّ کَوْنَ الْجَلْدِ بِسَوْطٍ کَذٰلِکَ کَانَ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ۔

احادیث سے ثابت ہے کہ زانیہ اور زانی ایسے چابک سے مارے جاتے تھے کہ اس میں کوئی گرہ اور شاخیں نہ ہوتی تھیں۔

اور ایک قول ہے کہ جلد چابک سے کیا جاتا تھا یہی عہد فاروق رضی اللہ عنہ میں بہ اجماع ہوا۔ روح المعانی

وَ قِیْلَ اَمَّا قَبْلَهٗ فَکَانَ تَارَةً بِالْیَدِ وَ تَارَةً بِالنَّعْلِ وَتَارَةً بِالْجَرِیْدَةِ الرَّطْبَةِ وَ تَارَةً بِالْعَصَا۔

اور کہتے ہیں اس سے قبل جو سزائیں دی جاتی تھیں وہ کبھی ہاتھ سے کبھی جوتے سے کبھی ہری کچی (شاخ) سے اور کبھی

ڈنڈے سے۔

اور سزا دیتے وقت سوا پاجامہ کے کپڑے اتارے جائیں۔ اور پاجامہ ستر عورت کے لحاظ سے نہیں اتارا جائے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سزا کے وقت اگر ایک یا دو قمیص ہوں تو نہ اتاری جائیں۔

وَرَوٰی عَبْدُالرَّزَّاقِ بِسَنَدِہٖ عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَّہٗ اُتِیَ بِرَجُلٍ فِیْ حَدٍّ فَضَرَبَہٗ وَعَلَیْہِ کَسَآءٌ قُسْطَلَانِیٌّ۔ زمانہ علی کرم اللہ وجہہ میں ایک شخص حد میں گرفتار لایا گیا تو آپ نے اسے سزا دی ایسے حال میں کہ اس پر چادر تھی۔

اور عورت سے کپڑے جدا نہ کئے جائیں۔ اس لئے کہ ضرب کا حکم مطلقاً ہے لیکن کوٹ یا لبادہ اگر ہو تو وہ اتارا جائے۔

وَمِنْ ھُنَا قَالَ اِذَا کَانَ مَنْ عَلَیْہِ الْحَدُّ ضَعِیْفُ الْخِلْقَۃِ فَخِیْفَ عَلَیْہِ الْھِلَاکُ یُجْلَدُ جَلْدًا خَفِیْفًا۔ اور جس پر حد لازم ہوا گر وہ ضعیف ہے اور خوف ہلاک ہے تو اسے ہلکے چابک لگائے جائیں۔

وَ کَذَا قَالُوْا یُفَرَّقُ الضَّرْبُ عَلٰی اَعْضَاءِ الْمَحْدُوْدِ لِاَنَّ جَمْعَہٗ فِیْ عُضْوٍ قَدْ یُفْسِدُہٗ وَ رُبَّمَا یُفْضِیْ اِلَی الْھِلَاکِ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ضرب متفرق جگہ اعضاء محدود میں مارے اس لئے کہ ایک جگہ کی ضرب فساد جسم میں پیدا کرتی ہے اور اکثر ہلاکت تک پہنچا دیتی ہے۔

لِاَنَّ الْھِلَاکَ غَیْرُ مَطْلُوْبٍ۔ اس لئے کہ سزا میں ہلاک کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

وَ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّتَّقِیَ الْوَجْہَ وَالْمَذَاکِیْرَ۔ اور چاہئے کہ چہرہ کو ضرب سے بچائے اور مقامات ذکر و خصیتین وغیرہ کو بھی۔

لِمَارُوِیَ مَوْقُوْفًا عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَّہٗ اُتِیَ بِرَجُلٍ سَکْرَانَ اَوْ فِیْ حَدٍّ فَقَالَ اضْرِبْ وَاَعْطِ کُلَّ عُضْوٍ حَقَّہٗ وَاتَّقِ الْوَجْہَ وَالْمَذَاکِیْرَ وَکَذَا الرَّاْسَ لِاَنَّہٗ مَجْمَعُ الْحَوَاسِ الْبَاطِنَۃِ فَرُبَمَا یُفْسِدُ وَھُوَ الْھِلَاکُ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عدالت میں ایک نشہ میں مجرم لایا گیا یا سزا کے لئے پیش کیا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ اسے مارو لیکن اعضاء کی محافظت رکھو اور منہ اور مقامات ذکر اور ایسے ہی سر بچاؤ اس لئے کہ وہ حواس باطنی کا خزانہ ہے تو اکثر اتنا فساد آ جاتا ہے کہ ہلاکت تک نوبت آ جائے۔

وَرُوِیَ عَنْہُ اَنَّہُ اسْتَثْنَی الْبَطْنَ وَالصَّدْرَ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ بھی مروی ہے کہ ضرب دینے سے شکم اور سینہ بچایا جائے۔ اس لئے کہ

کَانَ الضَّرْبُ فِیْ زَمَانِہٖ کَالضَّرْبِ الَّذِیْ یَفْعَلُہٗ ظَلَمَۃُ زَمَانِنَا۔ اس لئے کہ آپ کے زمانہ میں ایسی ضرب دی جاتی تھی جیسے ہمارے زمانہ کے ظالم دیتے ہیں۔

چنانچہ میں نے زمانہ حبس بجن میں جبکہ ہزار ہا جانبازان اسلام قید میں تھے دیکھا کہ ایک مرزائی آئی جی جیل نے فدائے ختم نبوت اسیر کو ٹکٹکی سے بندھوا کر ان بیدوں سے پٹوایا جو پانی میں بھیگی ہوئی تھیں اور اس نے چیر کر ان میں سیفٹی ریز ر لگائے تھے۔ اس پر ہر ضرب کے ساتھ سرین کی بوٹیاں اڑ اڑ کر درختوں میں پناہ لیتی تھیں اور چیل کوؤں کی آغوش شکم میں چھپ جاتی

تھیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اس پر کبار صحابہ سیدنا عمر اور سیدنا علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اِذَا ضَرَبَ اَحَدُکُمْ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ۔ جب سزا دو تو چہرہ بچاؤ۔

پھر مرد کو کھڑے ہوئے کو سزا دی جائے اور عورت کو بٹھا کر۔

اور اگر مرد سزا کے وقت ضربوں کو روکے اور نہ ٹھہرے یا صبر نہ کرے تو اسے بضرورت باندھنے میں حرج نہیں خواہ کسی ستون سے باندھیں یا کسی اور چیز سے۔

اور زنا عرف لغت میں اور شرع میں کسے کہتے ہیں؟

مرد کا عورت کے ساتھ آگے کی طرف سے وطی کرنا بحالت غیر ملکیت اور اس میں دونوں کا عاقل اور بالغ ہونا شرط ہے اور یہ فعل عورت مرد میں مشترک ہے۔

اسی بناء پر لَاحَدَّ عَلَى الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ وَمَنْ اَكْرَهَهُ السُّلْطَانُ وَلَا عَلٰى مَنْ اَوْلَجَ فِيْ دُبُرٍ اَوْفِيْ فَرْجِ صَغِيْرَةٍ غَيْرِ مُشْتَهَاةٍ اَوْ مَيْتَةٍ اَوْ بَهِيْمَةٍ وَلَا عَلٰى مَنْ زَنٰى فِيْ دَارِالْحَرْبِ وَلَا عَلٰى مَنْ زَنٰى مَعَ شُبْهَةٍ۔ بچہ پر حد نہیں، مجنون پر نہیں اور نہ اس پر جسے اکراہ سلطانی سے زنا کرنا پڑے اور نہ اس پر حد ہے جو دبر میں ایلاج کرے نہ نابالغہ غیر مشتہاۃ سے زنا میں نہ مری ہوئی سے زنا کرنے پر نہ حیوان کے ساتھ ایسی بے حیائی کرنے پر حد ہے اور نہ اس پر حد ہے جو دارالحرب میں زنا کرے اور نہ اس پر کوئی حد ہے جو کسی شبہ میں زنا کرے۔

لیکن اس سے معترض یہ زبان طعن دراز نہیں کرسکتا کہ معاذ اللہ جب حد ہی نہیں تو یہ اسلام میں جائز ہے۔ یہاں یہ اصول سمجھ لینا ضروری ہے کہ جرم دو قسم کا ہے ایک وہ جس پر حد شریعت میں مقرر ہو۔ اور ایک جرم وہ ہے جس پر حد مقرر نہیں لیکن حرام ضرور ہے اور اس جرم پر قاضی تعزیر کرے گا خواہ جلا دے خواہ چھت سے گروا دے خواہ اسے پٹوائے۔

پھر یہ حکم جلد عام ہے محصنہ اور غیر محصنہ میں لیکن آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لٰكِنْ نُسِخَ فِيْ حَقِّ الْمُحْصَنِ قَطْعًا فَاِنَّ الْحُكْمَ فِيْ حَقِّهِ الرَّجْمُ وَيَكْفِيْنَا فِيْ تَعْيِيْنِ النَّاسِخِ الْقَطْعُ بِاَمْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرَّجْمِ وَفِعْلِهٖ فِيْ زَمَانِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَّاتٍ فَيَكُوْنُ مِنْ نَسْخِ الْكِتَابِ بِالسُّنَّةِ الْقَطْعِيَّةِ وَقَدْ اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَمَنْ تَقَدَّمَ مِنَ السَّلْفِ وَعُلَمَاءِ الْاُمَّةِ وَاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى اَنَّ الْمُحْصَنَ يُرْجَمُ بِالْحِجَارَةِ حَتّٰى يَمُوْتَ وَاِنْكَارُ الْخَوَارِجِ ذٰلِكَ بَاطِلٌ لِاَنَّهُمْ اِنْ اَنْكَرُوْا حُجِّيَّةَ اِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَجَهْلٌ مُّرَكَّبٌ وَاِنْ اَنْكَرُوْا وُقُوْعَهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِنْكَارِ هِمْ حُجِّيَّةَ خَبَرِ الْوَاحِدِ فَهُوَ بَعْدَ بُطْلَانِهٖ بِالدَّلِيْلِ لَيْسَ مِمَّا نَحْنُ فِيْهِ لِاَنَّ ثُبُوْتَ الرَّجْمِ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاتِرَةُ الْمَعْنٰى كَشُجَاعَةِ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَجُوْدِ حَاتِمٍ۔

لیکن یہ حکم جلد محصنہ یعنی شادی شدہ کے حق میں قطعاً منسوخ ہوگیا۔

اس لئے کہ اس کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم دیا ہے۔

اور ہمارے صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم قطعاً ناسخ حکم اول ہونے کو کافی ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محصنہ کو رجم کرنے کا حکم دیا اور اس پر عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر چند بار عمل ہوا۔

تو یہ حکم ناسخ کتاب ہے اس لئے کہ یہ سنت قطعی ہے۔

پھر میں عرض کروں گا کہ یہ نسخ بھی کتاب اللہ سے ماننا پڑے گا جبکہ کتاب اللہ **وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا** ۔فرما رہی ہے۔

اور اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور متقدمین سلف اور علماء امت اور ائمہ کرام سب متفق ہیں کہ محصنہ کو رجم پتھروں سے کیا جائے۔حتیٰ کہ وہ مر جائے۔

البتہ خوارج کا فرقہ اس سے منکر ہے مگر وہ باطل ہے۔

اس لئے کہ وہ اگر انکار کر رہے ہیں حجیت اجماع صحابہ سے تو جہل مرکب ہے اور اگر اس سے انکاری نہیں کہ یہ واقعہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوا ہی نہیں اور خبر احاد اس میں حجت نہیں تو بغیر بطلان دلیل ہم کہیں گے کہ رجم والی احادیث کا ثبوت متواتر المعنی ہے جیسے شجاعت علی رضی اللہ عنہ اور جود حاتم متواتر المعنی ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ اگر یہی طریقہ تحقیق مان لیا جائے تو تمام مسلمانوں کے اعمال واجبہ جو بجز متواتر المعنی ثابت ہیں انہیں متواتر لفظاً بھی مانا گیا ہے اور ان پر عہد رسالت سے آج تک عمل چلا آ رہا ہے سب بے شمار ہو جائیں گے۔البتہ جو صحابہ کرام اور عامہ مسلمین کی راہ سے منحرف ہو جائے وہ اپنی جہالت میں پڑا رہے چنانچہ آگے فرماتے ہیں:

وَ لِذَا حِيْنَ عَابُوْا عَلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ فِي الْقَوْمِ بِالرَّجْمِ مِنْ كَوْنِهٖ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَلْزَمَهُمْ بِاَعْدَادِ الرَّكْعَاتِ وَمَقَادِيْرِ الزَّكٰوةِ فَقَالُوْا مِنْ فِعْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

ایسے جب عہد عمر بن عبدالعزیز میں اعتراض ہوا کہ رجم قرآن کریم میں نہیں تو آپ نے الزام دیا کہ صلوٰۃ پنجگانہ کی تعداد رکعات اور حولان حول کے بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا حکم بھی قرآن کریم میں نہیں تو انہوں نے کہا لیکن یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعامل کے ماتحت ہم پر فرض قطعی ہے اور اسی پر صحابہ کرام سے لے کر آج تک عامہ مسلمین کا عمل ہے۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پہلے فرما دیا تھا جو بخاری شریف میں مروی ہے:

خَشِيْتُ اَنْ يَّطُوْلَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ حَتّٰى يَقُوْلَ قَائِلٌ لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَيَضِلُّوْا بِتَرْكِ فَرِيْضَةٍ اَنْزَلَهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَلَا وَاِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى وَقَدْ اُحْصِنَ اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ اَوْ كَانَ الْحَبَلُ اَوِ الْاِعْتِرَافُ۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مجھے خوف ہے کہ زمانہ طویل ہو جائیں گے بعد لوگوں میں یہ چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور کہنے والا کہہ بیٹھے کہ رجم کتاب اللہ میں ہم نہیں پاتے تو اس فرض کے ترک کی وجہ میں گمراہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

خبردار رجم یقیناً حق ہے اس پر جو محصن ہو کر زنا کرے جبکہ اس پر بینہ قائم ہو جائے یا حمل حرام ثابت ہو یا وہ خود اعتراف زنا کرے۔

اور ابوداؤد شریف میں ہے: اَنَّهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَبَ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَالَ عَلَيْهِ كِتَابًا فَكَانَ فِيْمَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةَ الرَّجْمِ يَعْنِيْ بِهَا قَوْلَهٗ تَعَالٰى۔

"اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ"

فَقَرَأْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا اِلٰى اَنْ قَالَ وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَّطُوْلَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ فَيَقُوْلَ قَائِلٌ لَا نَجِدُ الرَّجْمَ اَلْحَدِيْث بِمَطْرَقِهٖ۔

اور ابوداؤد میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر قرآن کریم نازل کیا اور اس میں جو کچھ اتارا اس میں آیات رجم بھی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الشیخ والشیخۃ الی آخرہ۔

تو اسے ہم نے پڑھا اور یاد رکھا۔ آخر میں فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ مرور زمانہ کے بعد کہنے والا کہے گا کہ ہم نے رجم قرآن کریم میں نہیں پایا۔ الی آخر الحدیث

اور فرمایا: لَوْلَا اَنْ يُّقَالَ اِنَّ عُمَرَ زَادَ فِي الْكِتَابِ لَكَتَبْتُهَا عَلٰى حَاشِيَةِ الْمُصْحَفِ الشَّرِيْفِ۔ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ لوگ کہتے کہ عمر نے قرآن کریم میں یہ آیت بڑھادی تو ضرور میں اسے حاشیہ مصحف پر لکھ دیتا۔

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ اس بحث کا فیصلہ یوں فرماتے ہیں:

اَلنَّاسِخُ السُّنَّةُ الْقَطْعِيَّةُ اَدَلُّ مِنْ كَوْنِ النَّاسِخِ مَاذُكِرَ مِنَ الْاٰيَةِ لِعَدَمِ الْقَطْعِ بِثُبُوْتِهَا قُرْاٰنًا ثُمَّ نُسِخَ تِلَاوَتُهَا وَاِنْ ذَكَرَهَا عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَسَكَتَ النَّاسُ فَاِنَّ كَوْنَ الْاِجْمَاعِ السُّكُوْتِيِّ حُجَّةً مُخْتَلَفٌ فِيْهِ وَبِتَقْدِيْرِ حُجِّيَّتِهٖ لَا نَقْطَعُ بِاَنَّ جَمِيْعَ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَانُوْا اِذْ ذَاكَ حُضُوْرًا ثُمَّ لَا شَكَّ فِيْ اَنَّ الطَّرِيْقَ فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ظَنِّيٌّ وَلِهٰذَا وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

اس کے بعد علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں:

قَالَ عَلِيٌّ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ حِيْنَ جَلَدَ شَرَاحَةَ ثُمَّ رَجَمَهَا جَلَدْتُّهَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَرَجَمْتُهَا بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَمْ يُعَلِّلِ الرَّجْمَ بِالْقُرْاٰنِ الْمَنْسُوْخِ التِّلَاوَةِ۔ جب شراحہ کو حد لگائی گئی تو انہیں کوڑے مارے پھر رجم کیا تو کوڑے بموجب کتاب اللہ لگائے اور رجم بحکم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اور اس حدیث سے استدلال کیا جو ابوداؤد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَّرَمْيٌ بِالْحِجَارَةِ۔

اور احناف کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ

لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الرَّجْمِ وَالْجَلْدِ فِي الْمُحْصَنِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ۔ رجم اور جلد محصنہ میں جمع نہ کئے جائیں۔

اور ان کی دلیل اس پر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محصنہ میں دونوں سزائیں جمع نہیں کیں بلکہ فرمایا اِذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ۔ اسے لے جاؤ اور رجم کردو۔

328

دوسری حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انیس کو حکم دیا کہ اس عورت سے پوچھو اگر یہ اقرار کرے تو فَارْجُمْهَا اسے رجم کرنا۔

اور حضرت ماعز کو اول تلقین کی گئی کہ وہ اپنا اعتراف بدل لیں لیکن وہ اقرار ہی کرتے رہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ۔ اسے لے جاؤ اور رجم کردو۔

اور ایسے واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو بار یا تین بار ہوئے تو کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلد کے بعد رجم فرمایا بلکہ صرف رجم ہی کردیا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جلد کے بعد رجم کیوں کرایا تو اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اول وہ محصنہ نہ ثابت ہوئی ہو پھر جلد کرایا جاچکا تو محصنہ ہونا ثابت ہوا ہو تو رجم کا حکم دیا ہو۔ اس حکم کو کسی نے منظوم کیا ہے۔

شُرُوْطُ اِحْصَانٍ اَتَتْ سِتَّةٌ فَعُدَّهَا مِنَ النَّصِّ مُسْتَفْهِمَا
بُلُوْغٌ وَّ عَقْلٌ وَّ حُرِّيَّةٌ وَ رَابِعُهَا كَوْنُهٗ مُسْلِمَا
وَعَقْدٌ صَحِيْحٌ وَّ وَطْءٌ مُّبَاحٌ مَتٰى اخْتَلَّ شَرْطٌ فَلَنْ يُّرْجَمَا

محصنہ کے لئے چھ شرطیں ہیں جن سے رجم لازم آتا ہے بلوغ، عقل، حریت، اسلام، عقد صحیح، وطی مباح اگر ان میں سے کسی شرط میں اختلال و اشتباہ ہو تو ہرگز رجم نہ کیا جائے۔

اور صحیحین میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے: اِنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ اَنَّ اِمْرَاَةً مِّنْهُمْ وَرَجُلًا زَنَيَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرَاةِ فِيْ شَانِ الرَّجْمِ فَقَالُوْا نَفْضَحُهُمْ وَ يُجْلَدُوْنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ فِيْمَا زَعَمْتُمْ اَنَّ فِيْهَا الرَّجْمُ فَاْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَسَرَدُوْهَا فَوَضَعَ اَحَدُهُمْ يَعْنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صُوْرِيَا يَدَهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ وَقَرَاَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ اِرْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهٗ فَاِذَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَقَالُوْا صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فَاَمَرَ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا۔

یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مقدمہ لائے اور عرض کیا کہ ہماری قوم کی ایک عورت اور مرد نے زنا کیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم رجم کے بارے میں توریت میں کیا پاتے ہو۔ تو وہ کہنے لگے ذلیل و رسوا کرنا اور کوڑے مارنا ہے تو عبداللہ بن سلام نے فرمایا تمہارا خیال غلط ہے توریت میں رجم کا حکم ہے۔ لاؤ توریت چنانچہ لائی گئی اور اسے کھولا گیا تو ایک شخص نے جسے عبداللہ بن صوریا کہتے تھے اپنا ہاتھ آیت رجم پر رکھ کر اول اور آخر پڑھنا شروع کردیا۔

حضرت ابن سلام نے فرمایا یہاں سے ہاتھ ہٹاؤ جب اس نے ہاتھ ہٹایا تو آیت رجم نظر آگئی تو یہود بولے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا پھر اسے رجم کا حکم دیا اور دونوں رجم کئے گئے۔

اس سے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ ادیان و ملل سابقہ میں بھی رجم محصنہ موجود تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قانون کو بدستور قائم رکھا۔

دوسرے یہ مسئلہ بھی نکلا کہ عدالت شرعیہ میں اگر کوئی دوسرے مذہب کا مقدمہ آئے تو بموجب سنت سرور عالم صلی اللہ

علیہ وسلم قاضی کو انہی کے قانون کے مطابق فیصلہ دینا چاہئے آگے ارشاد ہے:

وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ اور نہ پکڑے تمہیں ان دونوں کے معاملہ میں لطف اور رحم اور شفقت دین کے حکم میں اگر تم ایمان لائے ہوئے ہو اللہ اور آخرت کے دن پر۔ 328

اس آیت کریمہ سے چند احکام قاضی جج اور مجسٹریٹ اور ہر اس حاکم کے لئے مستنبط ہوتے ہیں جس کا تعلق فریقین کے اندر فیصلہ دینے کا ہے۔

اول یہ کہ ثبوت جرم کے بعد سفارش کرنا بھی ممنوع ہے اور حاکم کو سفارش قبول کرنا بھی حرام ہے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قَالَ اَبُوْمِجْلَزٍ وَمُجَاهِدٌ وَّ عِكْرِمَةُ وَعَطَاءٌ اَلْمُرَادُ النَّهْیُ عَنْ اِسْقَاطِ الْحَدِّ بِنَحْوِ شَفَاعَةٍ۔ اس آیت کریمہ سے مراد سفارش کی ممانعت ہے ثبوت جرم کے بعد۔

اور ابن جریر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہی فرماتے ہیں: وَ فِیْ هٰذَا دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّهٗ لَا یَجُوْزُ الشَّفَاعَةُ فِیْ اِسْقَاطِ الْحَدِّ۔ اس آیت میں اس کی دلیل ہے کہ اسقاط حد میں شفاعت جائز نہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام حضرت اسامہ بن زید کو فاطمہ بنت الاسود بن عبد الاسد مخزومیہ کے لئے ان کے قبیلہ والوں نے سفارش کے لئے بھیجا جبکہ اس پر کسی زیور یا تھیلی چرانے کا ثبوت ہو چکا تھا تو حضور نے حضرت اسامہ کو فرمایا:

اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ فَقَالَ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَكُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِیْهِمُ الشَّرِیْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ الضَّعِیْفُ اَقَامُوْا عَلَیْهِ الْحَدَّ وَاَیْمُ اللّٰهِ تَعَالٰی لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ وَحَاشَاهَا لَقَطَعْتُ یَدَهَا – وَكَمَا تَحْرُمُ الشَّفَاعَةُ یَحْرُمُ قَبُوْلُهَا۔

کیا تم حد میں سفارش کرتے ہو حدود اللہ پر پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرما کر خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو تم سے پہلے جو گمراہ ہوئے کہ ان میں اگر کوئی شریف قوم چوری کرتا اسے چھوڑ دیتے اور اگر وہ جرم ضعیف پر آتا تو اس پر حد قائم کر دیتے اور قسم بخدا اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے اگرچہ ایسا نہیں ہو سکتا تو میں ضرور اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِذَا بَلَغَ الْحَدُّ اِلَی الْاِمَامِ فَلَاعَفَا اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِنْ عَفَا۔ جب امام کے سامنے معاملہ حد کو پہنچ جائے اور پھر بھی وہ مجرم کو معاف کر دے تو اللہ امام کو معاف نہ کرے گا۔

اور اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ تو بجا فرمایا جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آخرت اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا ایسا کر ہی نہیں سکتا اور جو ایسا کرے اس کے ایمان میں ضعف وخلل ہے۔ پھر بوقت سزا یہ اور حکم تاکیدی فرمایا وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور ضرور حاضر رکھو ان کی سزا کے وقت ایک جماعت مومنین کی۔

تاکہ اسے ذلت حاصل ہو اور آئندہ ایسا فعل شنیع کرنے سے اجتناب کرے اور ہمیشہ کے لئے اسے عبرت حاصل ہو۔

اب طائفہ کا اطلاق کتنے آدمیوں پر ہو سکتا ہے اس کی تحقیق یہ ہے۔

ایک قول ہے جسے عبد بن حمید وغیرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں: اَلطَّآئِفَةُ الرَّجُلُ فِیْ قَوْمِهٖ۔ طائفہ ایک آدمی سے جتنے بھی زائد ہوں وہ طائفہ ہے۔

عطا، عکرمہ اور اسحٰق بن راہویہ رحمہم اللہ کہتے ہیں اِثْنَانِ فَصَاعِدًا۔ دو سے زائد جتنے بھی ہوں وہ طائفہ ہے۔

قتادہ اور زہری کہتے ہیں ثَلَاثَةٌ فَصَاعِدًا۔ تین سے زائد طائفہ ہیں۔

حسن فرماتے ہیں دس آدمی ہونے چاہئیں۔

امام شافعی اور زید کے نزدیک چار پر طائفہ کا اطلاق ہے۔

اور شرح بخاری میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طائفہ کا تذکرہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ہے اور ہر جگہ حسب موقع اس کی تعداد مقرر ہے۔

چنانچہ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ جو فرمایا ہے یہاں ایک سے لے کر زائد تک کے لئے ہے اور اسی سے وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ میں چار تک طائفہ کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

اور فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ میں کم سے کم تین کا عدد طائفہ پر پورا ہوگا۔

لہٰذا بحسب قرینہ طائفہ کے لئے عدد متعین ہوگا کہیں ذلیل کرنے کے لئے ایک ہی کافی ہوتا ہے کہیں زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

وَالْحَقُّ اِنَّ الْمُرَادَ بِالطَّآئِفَةِ هٰهُنَا الْجَمَاعَةُ – يَحْصِلُ بِهِمُ التَّشْهِيْرُ وَالزَّجْرُ۔ صحیح یہ ہے کہ طائفہ سے مراد یہاں جماعت ہے جس کے ذریعہ تشہیر اور زجر ہوسکے۔

فَرُبَّ شَخْصٍ يُّحْصِلُ تَشْهِيْرُهٗ وَزَجْرُهٗ بِثَلَاثَةٍ وَاٰخَرُ لَا يَحْصِلُ تَشْهِيْرُهٗ بِعَشَرَةٍ وَّ لِلْعَاقِلِ بِالْاَرْبَعَةِ هٰهُنَا وَجْهٌ وَجِيْهٌ۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں تین آدمیوں سے بھی ذلت و زجر ہو جاتی ہے۔ اور بہت سے ایسے بھی ہیں جنہیں دس میں بھی ذلت حاصل نہیں ہوتی اور ایک سمجھدار کے لئے تو چار ہی کافی ہیں اور یہ توجیہ وجیہ معلوم ہوتی ہے۔

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ۔ زانی نہیں نکاح کرے گا مگر زانیہ ہی سے یا مشرکہ سے اور زانیہ عورت نہیں نکاح پسند کرے گی مگر زانی سے یا مشرک سے۔

اس میں تقبیح زانی اور تذلیل زانیہ کا اظہار فرمایا گیا۔ یعنی جب مرد زنا پر راضی ہوگیا تو اسے عفیفہ مومنہ اور پاک دامن سے نکاح کیسے گوارا ہوگا۔ ایسے ہی زانیہ جب غیر مرد سے بے حیا ہوکر زنا پر رضامند ہوگئی تو وہ ایک نیک مرد سے جو متورع اور متقی ہو کیونکہ نکاح کرنا پسند کرے گی اور ایک مرد کے ساتھ کس طرح عمر بسر کرسکے گی۔ مثل مشہور ہے چیچک اور بدچلن ہوکر نکلے بغیر نہیں رہ سکتی اور

کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز!

عقلمندوں کا مقولہ ہے گویا ان دونوں کی تذلیل اور بدعادت کی تقبیح فرمانے کے لئے ارشاد ہوا۔ لہٰذا ایسے تعلقات جو مومنین پر حرام ہیں ان سے ایسی بدکار فاحشہ عورتیں کیسے راضی رہ سکتی ہیں۔

اور اس قسم کے فحش کار عورتیں اور مرد تماش بین کہلاتے ہیں اور تماش بین مرد تماش بین عورت کے سوا پارسا عفیفہ نیک پاک دامنوں کو پسند نہیں کرتے ایسے ہی اس قسم کی بدکار عورتیں نیک متورع متقی کو پسند نہیں کرتیں۔

چنانچہ تہذیب جدید کے مرد تہذیب قدیم کی عورتوں کو پسند نہیں کرتے اور اولڈ اور بے تہذیب اور بدسلیقہ اسی بنا پر کہتے

ہیں کہ وہ اَلْغَافِلَاتُ الْمُؤْمِنَات ہوتی ہیں نہ انہیں سرخی پاؤڈر کا شوق ہوتا ہے اور نہ اَلْکَاسِیَاتُ الْعَارِیَات بننے کی طرف میلان نہ سینما اور تماشوں میں جانے کی وہ شائق نہ ڈانس اور کلبوں سے انہیں تعلق تو ایسی سیدھی سادی خواتین پردہ نشین آج کل کے اپٹوڈیٹ جنٹلمین بابولوگوں کو بھی پسند نہیں ہیں۔

اور ایسی گریجویٹ لیڈیوں کو ذِیْ لِحْیَہ (داڑھیوں والے) مسلمان ملاں ہی نظر آتے ہیں ان سے وہ کب مانوس ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا پسندیدہ وہی مرد ہوتا ہے جو انہیں روزانہ ہاتھ بغل میں لے کر واکنگ یعنی گلگشت کرائے بے پردہ پھرائے سینما لے جائے کلبوں کی سیر کرائے سوسائٹیاں اٹینڈ کرائے ہر اپنے پرائے سے ملنے یارانہ گانٹھنے میں مانع نہ ہو اور یہ سب باتیں مومنین کے لئے حرام ہیں اسی لئے فرمایا:

وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ بلکہ شریعت مطہرہ کے قانون میں تو وہ مرد جو عورت کی نگہداشت نہ رکھے اس کی بدکاریوں آزادمنشیوں سے چشم پوشی کرتا رہے دیوث یعنی بھڑوا کہلاتا ہے۔ تو مومن متورع اور تہذیب مغربی کے ڈھلے ہوئے انسانوں میں بون بعید ہے۔

ورنہ ویسے شریعت مطہرہ میں مشرکہ ہو یا زانیہ اگر توبہ کر کے اپنی اصلاح کر کے درست ہو جائے تو اس سے عقد ممنوع نہیں بشرطیکہ اس کے سابقہ چلن کی طرف سے یہ مطمئن ہو چکا ہو ورنہ ایسا عقد جس کا انجام خانہ آبادی کی بجائے بربادی ہو اس سے تجرد ہی بہتر ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ کرنے والوں کے لئے فرمایا کہ تم نکاح کرتے وقت مال، جمال حسب اور دین دیکھتے ہو لہٰذا عَلَیْکَ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ۔ مال جمال بھی اگر ہو تو نور ہی نور مگر سب سے مقدم دین کو دیکھنا۔ تاکہ وہ حق زوج سمجھ سکے اور تم حق زوجہ ملحوظ رکھو اور وہ تمہاری رفیق عمر ثابت ہو سکے۔

رمی محصنہ کا قانون

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

اور جو پاک دامن عورتوں پر رمی کرے اور چار گواہ نہ لا سکیں تو انہیں اسی درے مارو اور آئندہ ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔ اور یہی لوگ اصل میں فاسق ہیں۔

رمی کے اصل معنی پھینکنے کے ہیں چونکہ پاک دامن پارسا عورت پر زنا کی تہمت لگانا بلاتحقیق بات پھینکنا ہے اس لئے اسے رمی سے تعبیر کیا گیا۔

اور محصنات احصان سے ماخوذ ہے اور احصان عربی میں عفت یعنی پاک دامنی کو کہتے ہیں۔

تو خلاصہ مفہوم منطوق آیت کریمہ یہ ہوا کہ جو ناعاقبت اندیش کسی پاک دامن عفیفہ پارسا عورت کو زنا کی تہمت لگائے اسے چاہئے کہ چار گواہ متحد البیان یعنی شہادت والے لائے اور اگر نہ لا سکے تو بے سمجھے سوچے کسی عفیفہ پارسا عورت کو متہم بالزنا کرنا معمولی بات نہیں اس کی سزا یہ ہے کہ اول تو اسے اسی درے لگائے جائیں۔

اس کے بعد دوسری سزا یہ ہے کہ اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے ساقط العدالت کیا جائے یعنی وہ اگر گواہی دینے عدالت

میں آئے تو اس کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے اس لئے کہ وہ خود بے حکم لوگ ہیں جنہیں فاسق کہا جاتا ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ مگر جو اس کے بعد توبہ کر کے اپنی عادت درست کر لے اور آئندہ ایسی بے احتیاطی نہ کرے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یعنی یہ چونکہ کفر نہیں بلکہ فسق و معصیت ہے تو اگر توبہ کر کے اپنی زبان و بیان کی اصلاح کر لے تو اسے جب اللہ عزوجل بھی معاف کرتا ہے تو بندوں کو بھی معاف کر دینا چاہئے۔

اور یہاں فاسق فرمانا بھی ایسے جملہ اور اتہام کی ناپسندیدگی کا اظہار فرمانے کو کہا گیا ہے گویا یہ ارشاد ہے کہ کسی پر اتہام لگانا ویسا ہی جرم ہے جیسے بدکاری کرنا لہٰذا توبیخاً ارشاد ہوا: وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

اس کے بعد وہ خاوند جو اپنی بیوی کو ایسی بے حیائی میں دیکھے یا اتہام زنا لگائے تو اس کے لئے قانون ارشاد ہے۔

قانون لعان

وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ⑥ وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ⑦۔

اور جو اپنی بیویوں پر رمی بالزنا کریں اور سوا اپنے ان کا کوئی گواہ نہ ہو تو اس کی شہادت یہی ہے کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر بیان کرے کہ بلاشک وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور پانچویں باریوں کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ۔ شُهَدَآءُ کا بدل ہے یا صفت ہے شُهَدَآءُ کی۔

اس صورت میں اِلَّاۤ کے معنی غیر کے ہوں گے۔

اور فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ میں فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ مبتدا ہوگا اور اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اس کی خبر۔ جو متعلق ہو شَهٰدٰتٍ کا۔

تو خلاصہ معنی یہ ہوئے کہ تہمت لگانے کے بعد اگر وہ گواہ نہ لا سکے تو اسے اسی درے سے بچنے کے لئے اس طرح چار قسم کھانی ہوں گی جو بمنزلہ چار گواہ تسلیم کی جائیں گی۔

چار بار وہ کہے خدا کی قسم میں اپنی بیوی کے زنا کی خبر میں سچا ہوں۔

اور پانچویں بار کہے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں اپنے دعوے میں جھوٹا ہوں۔

مرد کے اس حلف کے بعد عورت کے لئے بھی حکم ہے تاکہ وہ رجم سے بچ جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَ یَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ⑧ وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ⑨۔

اور دفع کرے اپنے سے سزا اور حد کو عورت اس طرح کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر کہے کہ یہ سراسر جھوٹا ہے اور پانچویں باریوں کہے کہ اگر یہ اس اتہام لگانے میں سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ہو۔

یَدْرَؤُا۔ دَرَأَ سے مشتق ہے اور درأ کے معنی دفع کرنے کے ہیں۔

جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا – اَیْ یَشْهَدُ الْخَامِسَةَ۔ وہ اپنے اوپر

حدزنا دفع کرنے کو چار بار خدا کی قسم کے ساتھ کہے کہ وہ قطعاً جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔

اسے اصطلاح شریعت میں لعان کہتے ہیں اس قسم کی قسما قسمی ہو جانے کے بعد دونوں میں تفریق کرا دی جائے گی اور طلاق بائنہ کی صورت کی طرح ہوگی جس کے بعد وہ اس خاوند کے نکاح میں نہ رہے گی۔ چنانچہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِذَا افْتَرَقَ الْمُتَلَاعِنَانِ فَلَا یَجْتَمِعَانِ اَبَدًا وَثَبَتَتْ بَیْنَھُمَا حُرْمَۃٌ کَحُرْمَۃِ الرَّضَاعِ وَبِہٖ قَالَتَ الْاَئِمَّۃُ الثَّلَاثَۃُ۔ جب لعان کرنے والے الگ الگ ہو جائیں گے تو پھر وہ کبھی اکٹھے نہ ہو سکیں گے اور ان میں دودھ کی حرمت جیسی حرمت ثابت ہو جائے گی۔ تینوں اماموں کا یہی مذہب ہے۔ آخر میں ارشاد ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِیْمٌ۔ اور اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا اور وہ اللہ توبہ قبول کرنے والا نہ ہوتا تو تمہیں یہ پر از حکمت طریقہ نہ بتاتا یہ اس کا کرم اور فضل ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع۔ سورۃ نور۔ پ ۱۸

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱﴾

وہ جنہوں نے افترا باندھا تم ہی میں کا ایک گروہ ہے اسے برا گمان نہ کرو بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے ان میں ہر ایک کے لئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور وہ جس نے اس میں بڑا حصہ لیا اس کے لئے عذاب عظیم ہے

لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا وَّقَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۲﴾

کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سنا تو گمان کیا ہوتا مومن مردوں اور مومنہ عورتوں نے اپنے اوپر بھلائی کا اور کہہ دیتے یہ کھلا بہتان ہے

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾

کیوں نہ لائے وہ اس پر چار گواہ تو جب گواہ نہ لائے تو یہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۴﴾

اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا و آخرت میں نہ ہوتی تو ضرور پہنچتا تمہیں اس معاملہ میں جس کے چرچے کر رہے ہو سخت عذاب

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾

جب تم لاتے تھے ایسی بات اپنی زبانوں پر اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے آسان بات گمان کرتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے

وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۶﴾

اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہا ہوتا ہمیں زیبا نہیں کہ ایسی بات کہیں حاشا و کلا یہ بڑا بہتان ہے

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾

اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اب پھر ایسی بات کبھی نہ کہنا اگر تم مومن ہو

وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾

اور اللہ روشن بیان کرتا ہے تمہیں اپنی آیتیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ

وہ لوگ جو چاہتے ہیں یہ کہ چرچا ہو بری بات کا ایمان والوں میں ان کے لئے دردناک عذاب ہے

فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

اور اگر نہ ہوتا تم پر اللہ کا فضل اور رحمت اور یہ کہ اللہ تم پر نہایت مہربان رحم والا ہے

حل لغات دوسرا رکوع۔ سورۃ نور۔ پ ۱۸

اِنَّ۔ بے شک	اَلَّذِيْنَ۔ وہ جو	جَآءُوْ۔ لائے	بِالْاِفْكِ۔ بہتان
عُصْبَةٌ۔ جماعت ہے	مِّنْكُمْ۔ تم میں سے	لَا۔ نہ	تَحْسَبُوْهُ۔ خیال کرو اسے
شَرًّا۔ برا	لَّكُمْ۔ اپنے لئے	بَلْ۔ بلکہ	هُوَ۔ وہ
خَيْرٌ۔ بہتر ہے	لَّكُمْ۔ تمہارے لئے	لِكُلِّ۔ ہر ایک	امْرِئٍ۔ آدمی کے لئے ہے
مِّنْهُمْ۔ ان میں سے	مَّا۔ جو	اكْتَسَبَ۔ اس نے کمایا	مِنَ الْاِثْمِ۔ گناہ
وَ۔ اور	الَّذِيْ۔ وہ جو	تَوَلّٰى۔ والی ہوا	كِبْرَهٗ۔ اس کے بڑے حصے کا
مِنْهُمْ۔ ان میں سے	لَهٗ۔ اس کے لئے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے	عَظِيْمٌ۔ بڑا
لَوْلَآ۔ کیوں نہ ہوا کہ	اِذْ۔ جب	سَمِعْتُمُوْهُ۔ تم نے اسے سنا	ظَنَّ۔ تو خیال کیا
الْمُؤْمِنُوْنَ۔ مومن مردوں	وَ۔ اور	الْمُؤْمِنٰتُ۔ مومن عورتوں نے	بِاَنْفُسِهِمْ۔ اپنوں کے متعلق
خَيْرًا۔ بھلائی کا	وَّ۔ اور	قَالُوْا۔ کیوں نہ کہا	هٰذَآ۔ یہ
اِفْكٌ۔ بہتان ہے	مُّبِيْنٌ۔ کھلا ہوا	لَوْلَا۔ کیوں نہ	جَآءُوْ۔ لائے
عَلَيْهِ۔ اس پر	بِاَرْبَعَةِ۔ چار	شُهَدَآءَ۔ گواہ	فَاِذْ۔ پھر جب
لَمْ۔ نہ	يَاْتُوْا۔ لائے	بِالشُّهَدَآءِ۔ گواہ	فَاُولٰٓئِكَ۔ تو وہی
عِنْدَ۔ نزدیک	اللّٰهِ۔ اللہ کے	هُمُ۔ وہ ہیں	الْكٰذِبُوْنَ۔ جھوٹے
وَ۔ اور	لَوْلَا۔ اگر نہ ہوتا	فَضْلُ۔ فضل	اللّٰهِ۔ اللہ کا
عَلَيْكُمْ۔ تم پر	وَ۔ اور	رَحْمَتُهٗ۔ اس کی رحمت	فِيْ۔ بیچ
الدُّنْيَا۔ دنیا	وَ۔ اور	الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کے	لَمَسَّكُمْ۔ تو پہنچتا تمہیں

فِيۡمَآ۔اس میں جو	اَفَضۡتُمۡ۔مشغول ہوئے تم	فِيۡهِ۔اس میں	عَذَابٌ۔عذاب
عَظِيۡمٌ۔بہت بڑا	اِذۡ۔جب	تَلَقَّوۡنَهٗ۔تم اسے لیتے تھے	بِاَلۡسِنَتِكُمۡ۔اپنی زبانوں سے
وَ۔اور	تَقُوۡلُوۡنَ۔کہتے تھے	بِاَفۡوَاهِكُمۡ۔اپنے مونہوں سے	
مَّا۔جو	لَيۡسَ۔نہیں	لَكُمۡ۔تمہیں	بِهٖ۔اس کا
عِلۡمٌ۔کوئی علم	وَّ۔اور	تَحۡسَبُوۡنَهٗ۔خیال کرتے تھے تم اس کو	
هَيِّنًا۔معمولی بات	وَّ۔اور	هُوَ۔وہ	عِنۡدَ۔نزدیک
اللّٰهِ۔اللہ کے	عَظِيۡمٌ۔بہت بڑی ہے	وَ۔اور	لَوۡلَآ۔کیوں نہ ہوا
اِذۡ۔جب	سَمِعۡتُمُوۡهُ۔تم نے اسے سنا	قُلۡتُمۡ۔کہا ہوتا تم نے	مَّا۔نہیں
يَكُوۡنُ۔زیب دیتا	لَنَآ۔ہمیں	اَنۡ۔کہ	نَّتَكَلَّمَ۔ہم کہیں
بِهٰذَا۔ایسی بات	سُبۡحٰنَكَ۔تو پاک ہے	هٰذَا۔یہ	بُهۡتَانٌ۔بہتان ہے
عَظِيۡمٌ۔بہت بڑا	يَعِظُكُمُ۔نصیحت کرتا ہے تم کو	اللّٰهُ۔اللہ	اَنۡ۔یہ کہ
تَعُوۡدُوۡا۔دوبارہ کرو	لِمِثۡلِهٖٓ۔ایسا کام	اَبَدًا۔کبھی بھی	اِنۡ۔اگر
كُنۡتُمۡ۔ہو تم	مُّؤۡمِنِيۡنَ۔ایمان والے	وَ۔اور	يُبَيِّنُ۔بیان کرتا ہے
اللّٰهُ۔اللہ	لَكُمُ۔تمہارے لئے	الۡاٰيٰتِ۔آیتیں	وَ۔اور
اللّٰهُ۔اللہ ہے	عَلِيۡمٌ۔جاننے والا	حَكِيۡمٌ۔حکمت والا	اِنَّ۔بے شک
الَّذِيۡنَ۔وہ جو	يُحِبُّوۡنَ۔چاہتے ہیں	اَنۡ۔یہ کہ	تَشِيۡعَ۔پھیلے
الۡفَاحِشَةُ۔بے حیائی	فِيۡ۔بیچ	الَّذِيۡنَ۔ان کے	اٰمَنُوۡا۔جو مومن ہیں
لَهُمۡ۔ان کے لئے	عَذَابٌ۔عذاب ہے	اَلِيۡمٌ۔دردناک	فِيۡ۔بیچ
الدُّنۡيَا۔دنیا	وَ۔اور	الۡاٰخِرَةِ۔آخرت کے	وَ۔اور
اللّٰهُ۔اللہ	يَعۡلَمُ۔جانتا ہے	وَ۔اور	اَنۡتُمۡ۔تم
لَا۔نہیں	تَعۡلَمُوۡنَ۔جانتے	وَ۔اور	لَوۡلَا۔اگر نہ ہوتا
فَضۡلُ۔فضل	اللّٰهِ۔اللہ کا	عَلَيۡكُمۡ۔تم پر	وَ۔اور
رَحۡمَتُهٗ۔اس کی رحمت	وَ۔اور	اَنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ
رَءُوۡفٌ۔مہربان	رَّحِيۡمٌ۔رحم والا ہے		

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔سورۃ نور۔پ ۱۸

اِفۡكٌ۔عربی میں بہتان کو کہتے ہیں۔

اور اس بڑے بہتان سے مراد جس کا ذکر اس رکوع میں اِنَّ الَّذِيۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ سے شروع ہے اس سے مراد وہ بہتان ہے جو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ 5ھ میں غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت قافلہ مدینہ منورہ کے قریب ایک پڑاؤ پر ٹھہرا تو ام المومنین رضی اللہ عنہا قضاء حاجت کے لئے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں وہاں آپ کا ہار جو آپ مستعار لائی تھیں گر گیا۔ آپ اس کی تلاش میں مصروف رہیں اور قافلہ نے کوچ کر لیا۔

اس غزوہ میں غذائی قلت کی وجہ سے مجاہدین نہایت ہلکے پھلکے ہو گئے تھے اونٹ پر سیدہ کا ہودج رکھتے وقت کسی کو یہ خیال ہی نہ رہا کہ سیدہ کو معلوم کر لیتے اسی خیال میں رہے کہ آپ ہودج میں ہیں۔

آپ جب تشریف لائیں تو دیکھا قافلہ کوچ کر چکا ہے آپ نے خیال فرمایا کہ میری تلاش میں جو بھی آئے گا اول یہیں آئے گا تو مجھے یہیں بیٹھ جانا چاہئے چنانچہ آپ چادر لپیٹ کر وہاں ہی لیٹ گئیں۔

حضرت صفوان اس ڈیوٹی پر قافلہ میں تھے کہ قافلہ کے پیچھے پیچھے تشریف لائیں تا کہ گری پڑی چیز جو قافلہ کی ہواسے اپنی نگرانی میں لاسکیں۔

غرضیکہ جب یہ یہاں آئے تو دیکھا ام المومنین قافلہ سے رہ گئیں ہیں آپ نے بہ آواز بلند استرجاع فرمایا یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کہا اور اپنی اونٹنی پر آپ کو سوار کیا اور نکیل تھامی اور خود پا پیادہ آگے آگے چلنے لگے۔

منافقین بد باطن نے اوہام فاسدہ کا سدہ پیدا کر کے آپ کے متعلق اتہامات گھڑنے شروع کر دیئے حتیٰ کہ بعض مسلمان بھی ان کے دام فریب میں آگئے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں کلمات بے جا کہہ بیٹھے۔ یہ واقعہ جب حضور ﷺ تک پہنچا۔ حضور ﷺ نے آپ کو آپ کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں بھیج دیا۔ آپ حضور ﷺ کی جدائی کے غم میں بیمار ہو گئیں اور مسلسل ایک ماہ بیمار رہیں ابھی آپ کے علم میں یہ بات نہیں آئی کہ حضور ﷺ نے مجھے باپ کے یہاں کیوں بھیجا اور منافقین آپ کی شان میں کیا کیا بکواس کر رہے ہیں اور یہ بات کتنی پھیل چکی ہے۔

ایک روز ام مسطح نے آپ کو اس سانحہ کی خبر دی۔

تو یہ سن کر آپ کا مرض اور بڑھ گیا اور اس صدمہ میں آپ کا یہ حال ہوا کہ کسی ساعت آپ کا آنسو نہ تھا اور نہ کسی لحہ آپ کو نیند آئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے گاہے گاہے پوچھتے کَیۡفَ بِنۡتُہٗ ان کا کیا حال ہے آپ اس کا جواب علالت کی اطلاع کے ساتھ دے دیتے۔

کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

اس سے حضرت سیدہ کا شرف اور مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑھایا کہ قرآن کریم میں آپ کی طہارت اور پاک دامنی منصوص ہو گئی۔ اب مسلمانوں میں سے جو بھی آپ کی طہارت و پاک دامنی پر شبہ کرے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

علاوہ اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے قبل بھی آپ کے پاک دامن ہونے پر اتنا یقین تھا کہ منبر پر قیام فرما کر بقسم اعلان فرمایا کہ مجھے اپنی بیوی صدیقہ کی پاک دامنی پر یقین ہے جس نے ان کی شان میں بدگوئی کی ہے اس کی طرف سے میرے حضور کون معذرت پیش کر سکتا ہے۔

اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ منافقین بالیقین کذاب اور مفتری ہیں اور ام المومنین یقیناً پاک دامن ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کو مکھی بیٹھنے سے بھی محفوظ رکھا کہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح آپ کی طہارت بیان فرمائی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا تا کہ وہ مقام جہاں آپ کا سایہ گرا کسی کے قدم نہ آئے۔ تو جو قادر مطلق آپ کے سایہ کو محفوظ رکھتا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ آپ کے اہل کو محفوظ نہ فرمائے۔

حضرت علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ایک جونک کا خون لگنے سے پروردگار عالم نے آپ کو نعلین اتار دینے کا حکم دیا تو جورب الارباب آپ کی نعلین شریف کی اتنی سی آلودگی کو گوارا نہ فرمائے ممکن نہیں کہ وہ آپ کے اہل کی آلودگی گوارا کرے۔

اس طرح بہت سے صحابہ اور صحابیات نے قسمیں کھائیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے اجلہ صحابہ کے دل بھی حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی طرف سے مطمئن تھے۔

اس پر آیات بینات کے نزول نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا شرف وعزت اور زیادہ کر دیا۔

اور بد باطن و بدزبان اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جھوٹے اور ذلیل تھے اور ان پر سخت ترین مصائب آنے والے تھے۔

چنانچہ آیات کریمہ میں بھی لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ۔ فرما کر ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اس کی سزا دے گا اور ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت ظاہر فرمائے گا۔ چنانچہ اس معاملہ میں سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اور لِكُلِّ امْرِئٍ فرما کر اول بتایا کہ جس نے جتنا حصہ لیا اس کے عمل کی مقدار اسے سزا ملے گی۔

جس نے بہتان کا طوفان اٹھایا اسے اس کی سزا ہوگی۔

جس نے زبانی موافقت کی اسے اس کی۔

اور جو یہ اتہام سن کر ہنس پڑا وہ بھی ضرور سزا پائے گا۔

اور جو سن کر خاموش رہا اور اس نے اس کا رد نہ کیا وہ بھی مستحق سزا ہے۔

وَالَّذِىْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ اور ان میں سے وہ جس نے اس کا بڑا حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب ہے جیسے عبد اللہ بن ابی منافق کہ اس نے اس خبر کو بڑی ہوا دی۔

چنانچہ مروی ہے کہ آخرت میں عذاب ہوگا۔

اور ان اتہام تراشنے والوں کو بحکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حد قائم کی گئی اور اسی اسی کوڑے لگائے گئے پھر ارشاد ہے:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ۔ کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے ایسی بات سنی تھی کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نیک گمان کرتے ہوئے کہتے کہ یہ کھلا ہوا بہتان ہے اس لئے کہ مسلمانوں کو بھی حکم ہے کہ وہ مسلمان کے ساتھ نیک گمان رکھیں اور اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ بدگمانی معصیت ہے۔

بعض گمراہ بے باک یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس معاملہ میں بدگمانی ہوگئی تھی معاذ اللہ وہ خالص مفتری وکذاب ہیں۔

یہ ایسا بدگمان ہے کہ عام مومنین کے لئے بھی جائز نہیں چہ جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے فرماتا ہے کہ۔

''تم نے نیک گمان کیوں نہ کیا'' بنابراین ناممکن اور محال ماننا پڑے گا کہ وہ ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے عالم ما کان وما یکون بنا کر فرمایا ہو وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وہ اس واقعہ سے بے خبر ہو کر بدگمان ہو جائے۔ پھر احادیث سے واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر بہ قسم اعلان فرمایا کہ مجھے اپنی بیوی کی طرف سے کوئی بدگمانی نہیں میرا یقین اس کی طرف سے نیک ہے۔

تو ایسی بات ذات مصطفیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا بڑی سیاہ باطنی ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ قسم فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ میرے اہل یعنی صدیقہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی یہ تھی کہ براءت صدیقہ قرآن پاک سے ثابت ہو محض میری زبان سے نہ ہو۔ آخر ارشاد ہے۔ فرمایا:

فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۔ تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ پھر فرمایا:

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔ یعنی حاشا یہ زبردست افتراء و بہتان ہے۔

اور جو مسلمانوں میں بری بات کے چرچے پھیلا نا پسند کرتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

پھر دوسرے رکوع میں جو اس کے بعد ہے فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ وہ لوگ جو عیب لگاتے ہیں پاکدامن فحش کام اور فسق و فجور سے بے خبر خواتین پر جیسے ام المومنین صدیقہ۔

اور بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اور ایک قول کے مطابق ہر پارسا مومنہ پر جو تہمت لگائے ان پر لعنت ہے دنیا و آخرت میں۔

پھر فرمایا: یہ قاعدہ ہمیشہ یاد رکھو اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے اور پاک دامن عورتیں پاک دامن مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے یہ مبرا و منزہ ہیں ان باتوں سے جو یہ منافق کہہ رہے ہیں ان کے لئے تو بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

یہ ہے خلاصہ تفسیر اب آگے مفصل تفسیر ملاحظہ ہو۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع - سورۃ نور - پ ۱۸

اِنَّ الَّذِيْنَ جَاۗءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ۔ وہ لوگ جو زبردست تہمت لگائے تم میں کا ایک گروہ ہے اسے اپنے لئے برا نہ سمجھو بلکہ وہ بہتر ہے تمہارے لئے۔

یعنی وہ بات جو کذب و افتراء سے بھی زائد ہے وہ افک ہے اور اکثر نے اسے مطلقاً جھوٹ سے تعبیر کیا اور کسی نے افک بہتان کے معنی میں لیا۔ وَاَصْلُهٗ مِنَ الْاَفْکِ بِفَتْحٍ فَسُكُوْنٍ وَهُوَ الْقَلْبُ وَالصَّرْفُ لِاَنَّ الْكِذْبَ مَصْرُوْفٌ عَنِ الْوَجْهِ الَّذِیْ يَحِقُّ۔

اِفْكٌ۔ اصل میں پلٹنا اور پھرنا ہے اس لئے کہ کذب بھی پھیرنا ہے اصل حقیقت کو۔ وَالْمُرَادُ بِالْاِفْکِ مَا اُفِکَ بِهِ الصِّدِّیْقَةُ اُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاللَّامُ فِیْهِ لِلْعَهْدِ۔ اور اس رکوع میں افک پر الف لام معہود ذہنی لاکر مخصوص کیا گیا حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف۔

تمام قرآن کریم میں اس لغت سے مشتق تین مقام پر الفاظ آئے ہیں۔

1۔ انتیسویں پارہ میں ہے: وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ۔ یہ قوم لوط کے قصہ میں ہے چونکہ اس کی بستیاں الٹ دی گئیں تھیں اس لئے انہیں موتفکات فرمایا گیا۔

2۔ اور دسویں پارہ میں ہے: وَقَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ اس میں وہی الٹی ہوئی قوموں کا ذکر ہے۔

3۔ اور ستائیسویں پارہ میں ہے: وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى۔ یہاں بھی یہی الٹ پلٹ ہونے کے معنی ہیں۔

اور یہاں بھی اسی مناسبت سے افک فرمایا جو جھوٹ کے معنی میں لایا گیا۔ اس لئے کہ جھوٹ میں بھی کسی چیز کا اصلیت سے مقلوب ہونا ہوتا ہے اور بہتان لگانے والے اس کی حقیقت کو پلٹ دیتے ہیں اس لئے اسے افک کہا گیا۔

اور ایسے بہتان و افتراء کی حقیقت جب منکشف ہو جاتی ہے تو وہ بہتر ہی ہوتی ہے۔ بنابریں ارشاد ہوا: لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ اسے اپنے لئے برا خیال نہ کرو بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ۔ بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے کہ اس کی وجہ سے وہ عصبہ جو تم میں ہی ملے ہوئے ہیں پہچان لئے جائیں گے اور اپنے پرائے کو ہر کس و ناکس جان لے گا۔

اس قصۂ عظیم کی تفصیل بخاری شریف میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح آئی ہے:

حضرت صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی فرماتے پھر جس بیوی کے نام قرعہ نکلتا اسے اپنے ہمراہ لے جاتے۔

آپ فرماتی ہیں کہ جب غزوۂ بنی مصطلق میں 5ھ کو حضور غزا فرمانے تشریف لے گئے تو قرعہ فال میرے نام پر آیا چنانچہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں روانہ ہوئی اور یہ سفر پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد واقع ہوا۔

تو میں اپنے ہودج میں سوار ہو گئی اور غزوہ کے مقام پر جا اتری۔ حتیٰ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور ہم مدینہ منورہ کے ایک پڑاؤ پر اترے۔ رات گزاری صبح کے قریب قافلہ کی روانگی کا اعلان ہوا تو میں جنگل میں ایک گوشہ میں تھی آواز سن کر چلی اور لشکر میں پہنچ گئی جب میں اپنے ہودج کے پاس آئی تو میں نے دیکھا کہ میرا ہار گر گیا ہے میں اس کی تلاش میں مصروف رہی اور قافلہ والوں نے میرا ہودج اونٹ پر کس دیا اور وہ یہ خیال کرتے رہے کہ میں اس

ہودج میں ہوں اس لئے کہ اس سفر میں خواتین بہت ہلکی پھلکی ہو گئی تھیں۔

ان میں گوشت کا وزن نہیں رہا تھا کیونکہ ہم سب اس سفر میں ایک ایک لقمہ کھا کر قناعت کرتے تھے۔

تو ہودج کے ہلکے پن پر کسی کو بھی شبہ نہ ہوا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں۔

پھر میں تو ویسے بھی جاریۃ حدیثۃ السن تھی یعنی کم عمر لڑکی تھی۔

غرضیکہ جب اونٹ ہانک دیئے گئے اور قافلہ کوچ کر گیا تو میں نے اپنا ہار پالیا اور جلدی سے اپنی منزل پر آئی تو یہاں سنسان میدان تھا کوئی آدمی اور آدم زاد موجود نہ تھا۔

میں نے سوچا کہ جب مجھے ہودج میں نہ پائیں گے تو اسی جگہ مجھے ڈھونڈنے والے آئیں گے میں وہاں ہی بیٹھ گئی کہ مجھے نیند غالب آئی اور میں سوگئی۔

پیچھے پیچھے قافلہ کے حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی آرہے تھے جو قافلہ کی گری پڑی چیز کی نگرانی پر مقرر تھے انہیں پرچھائیں نظر آئی اور دیکھا کہ کوئی سورہا ہے وہ قریب آئے تو انہوں نے پہچانا کہ میں ہوں اور انہوں نے مجھے آیات حجاب نازل ہونے سے پہلے دیکھا بھی تھا تو انہوں نے آواز سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا ان کی آواز استرجاع سے میں جاگ اٹھی اور میں نے دوپٹہ سے بکل مار کر جلباب اوڑھ لیا۔

قسم بخدا انہوں نے مجھ سے کسی لفظ سے بھی کلام نہ کیا اور نہ میں نے استرجاع یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کے سوا کچھ سنا اور انہوں نے اناخ ناقہ فرمایا یعنی اونٹ کو سواری کے لئے جھکایا اور ان کے ہاتھ کے سہارے میں ہودج میں چلی گئی اور وہ مجھے سوار کئے اونٹ کی نکیل تھامے آگے آگے چل دیئے۔

حتیٰ کہ ظہر کے وقت ہم لشکر سے آملے۔

پھر جسے ہلاک ہونا تھا بدگمانی میں ہلاک ہوا اور اس میں اتہام تراشی کرنے میں جو پیش پیش تھا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق تھا۔

پھر ہم مدینہ پہنچ گئے اور پھر میں اتفاقاً بیمار ہوگئی اور ایک مہینہ بیمار رہی اور لوگوں میں جو چرچے ہو رہے تھے ان کا مجھے کچھ علم نہ تھا۔ البتہ اتنا احساس ضرور تھا کہ میری طرف اس بیماری میں وہ الطاف وکرم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں تھا جو ہوا کرتا تھا میرے پہلے بیمار ہونے میں

اِنَّمَا یَدْخُلُ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیُسَلِّمُ ثُمَّ یَقُوْلُ کَیْفَ تِیْکُمْ ثُمَّ یَنْصَرِفُ۔ سوا اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر تشریف لاتے سلام کے بعد فرماتے تم کس حال میں ہو پھر واپس تشریف لے جاتے۔

فَذٰلِکَ الَّذِیْ یُرِیْبُنِیْ وَلَا اَشْعُرُ بِالشَّرِّ۔ بس یہ بات مجھ پر شاق تھی باقی مجھے اس فتنہ کی خبر بھی نہ تھی۔

حتیٰ کہ میں نہایت کمزور ہوگئی تو میرے ساتھ ایک روز ام مسطح ایک گوشہ کی طرف جہاں ہم قضاء حاجت کو جایا کرتے تھے اور ہم ہمیشہ رات ہی کو قضاء حاجت کے عادی تھے۔

اور یہ وہ زمانہ تھا کہ بیت الخلاء گھروں میں نہیں ہوتا تھا اور ہمارا طریقہ عرب کے طریقہ کے مطابق ہی تھا کہ مجھے وہاں

تک جانے میں تکلیف ہونے لگی اور گھر میں بیت الخلاء سے ہم اذیت پاتے تھے۔

غرضیکہ میں اور ام مسطح جو ابی رہم بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور ان کی والدہ بنت صخر بن عامر خالہ حضرت ابوبکر صدیق کی تھیں اور ان کے بیٹے مسطح بن اثاثہ تھے۔

تو میں اور ام مسطح گھر کی طرف فارغ ہو کر جب آنے لگے تو ام مسطح افسوس سے کہنے لگیں تَعِسَ مِسْطَحٌ مسطح ہلاک ہو گیا۔

فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ اَتَسُبِّيْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا۔ تو میں نے انہیں کہا یہ آپ نے بری بات کہی بھلا آپ انہیں برا کہہ رہی ہیں جو بدر میں شریک رہے ہیں۔

تو ام مسطح نے کہا: اَیْ هَنْتَاهُ اَوَ لَمْ تَسْمَعِیْ مَا قَالَ اے بے خبر بھولی بالی! کیا تم نے وہ نہیں سنا جو اس نے کہا۔

فرماتی ہیں میں نے کہا وہ کیا بات ہے جو انہوں نے کہی فَاَخْبَرَ تْنِیْ بِقَوْلِ اَهْلِ الْاِفْکِ تو انہوں نے بہتان تراشوں کی بکواس سے مجھے مطلع کیا۔

فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلٰی مَرَضِیْ۔ یہ سن کر تو میرا مرض مرض پر شدت پکڑ گیا۔

جب میں گھر آ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: کَیْفَ تِیْکُمْ تمہاری طبیعت کیسی ہے۔

تو میں نے عرض کیا: اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اٰتِیَ اَبَوَیَّ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اپنے ماں باپ کے ہاں چلی جاؤں۔

فرماتی ہیں یہ اجازت اس لئے بھی میں نے طلب کی تھی کہ ام مسطح کی خبر کی تصدیق ہو جائے۔

یعنی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی تو یقیناً وہ خبر صحیح ہے اور اگر اجازت نہ دی تو وہ خبر غلط ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تلطف میرے ساتھ اتنا تھا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے علیحدہ ہونا پسند نہیں فرماتے تھے۔

فَاَذِنَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ اَبَوَیَّ فَقُلْتُ لِاُمِّیْ (هِیَ اُمُّ رُوْمَانَ زَیْنَبُ بِنْتُ وَهْمَانَ)۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے والد کے ہاں جانے کی اجازت دے دی میں اپنے باپ کے یہاں آ گئی تو میں نے اپنی والدہ ام رومان سے کہا:

یَا اُمَّتَاهُ مَا یَتَحَدَّثُ النَّاسُ۔ اماں جان! لوگ کیا باتیں سنا رہے ہیں؟

قَالَتْ یَا بُنَیَّةُ هَوِّنِیْ عَلَیْکِ فَوَ اللّٰهِ لَقَلَّمَا کَانَتْ اِمْرَاَةٌ قَطُّ وَضِیْئَةً عِنْدَ رَجُلٍ وَّ لَهَا ضَرَائِرُ اِلَّا یَکْثُرْنَ عَلَیْهَا۔ والدہ نے فرمایا: بیٹی یہ معمولی بات ہے قسم بخدا بہت کم عورتیں ہوں گی جو آدمی کی نظر میں وضیہ ہوں اور عورت کے لئے بہت سے پہلو تکلیف دہ ہوتے ہیں۔

فرماتی ہیں اس پر میں نے کہا: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا۔ سبحان اللہ یہ عجیب بات ہے کہ لوگوں میں میرے حق میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں۔

فرماتی ہیں پھر میں رو پڑی اور اتنی روئی کہ رات سے صبح تک ہی روتی رہی اور میرا آنسو نہ رکا اور میری آنکھیں سرمہ

خواب سے مکتحل نہ ہوئیں حتیٰ کہ صبح تک رونا نہ رکا۔

ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسد اللہ شیر خدا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور حضرت اسامہ بن زید کو بھی طلب کیا۔ اور وحی آنے میں دیر ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا حکم اپنے اہل کی جدائی میں چاہتے تھے۔ تو

فَاَمَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَاَشَارَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَرِيَّةِ اَهْلِهٖ وَ بِالَّذِىْ يَعْلَمُ لَهُمْ فِىْ نَفْسِهٖ مِنَ الْوُدِّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهْلَكَ وَمَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بریت اہل کے لئے اشارہ کیا اور جوان کے دل میں احترام و محبت تھی اس کی بناء پر عرض کیا کہ حضور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ پاک کے متعلق سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں جانتا۔

وَاَمَّا عَلِىُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَآءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ وَاِنْ تَسْأَلِ الْجَارِيَةَ تُصَدِّقْكَ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا حضور! اللہ تعالیٰ ہرگز آپ پر اس سے زیادہ تنگی نہ فرمائے گا اور عورتیں ان کے سوا بہت ہیں۔ اگر آپ کسی بچے سے بھی اس معاملہ میں سوال فرمائیں گے تو وہ بھی تصدیق براءت کریں گے۔

فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْرَةَ فَقَالَ اَىْ بَرِيْرَةُ هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَىْءٍ يُّرِيْبُكِ قَالَتْ بَرِيْرَةُ لَا وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنْ رَأَيْتُ عَلَيْهَا اَمْرًا اَغْمِصُهٗ عَلَيْهَا اَكْثَرُ مِنْ اَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِيْنِ اَهْلِهَا فَتَاْتِى الدَّاجِنُ فَتَاْكُلُهٗ۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو بلا کر فرمایا اے بریرہ تم نے صدیقہ کی کوئی ایسی بات کبھی دیکھی جو تمہیں شک میں ڈالتی حضرت بریرہ نے عرض کیا اس ذات پاک کی قسم جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں نے کبھی شبہ میں ڈالنے والی بات نہیں دیکھی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ ابھی الھڑ نوعمر ہیں غَافِلَاتُ الْمُؤْمِنَاتِ ہیں نشیب وفراز سے بے خبر ہیں آٹا گوندھتے سو جائیں کہ بکری آ کر اسے کھا جائے۔

فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَعْذَرَ يَوْمَئِذٍ مِّنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَىِّ بْنِ سَلُوْلٍ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر عبد اللہ بن ابی بن سلول کے متعلق فرمایا کون عذر پیش کرتا ہے اس کے حق میں آج کے دن۔ وَ هُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے اور فرما رہے تھے:

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْ يَّعْذِرُنِىْ مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِىْ اَذَاهُ فِىْ اَهْلِ بَيْتِىْ - فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى اَهْلِىْ اِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَّا عَلِمْتُ عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا وَّ مَا كَانَ يَدْخُلُ عَلٰى اَهْلِىْ اِلَّا مَعِىَ۔

اے مسلمانو! کون میرے آگے عذر کرتا ہے اس آدمی سے جس نے مجھے اذیت دی میرے اہل بیت کے معاملہ میں قسم بخدا میں اپنے اہل کے متعلق کچھ نہیں جانتا مگر نری نیکی اور بھلائی اور لوگ بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے اور (پردہ لازم ہونے کے قبل بھی) کوئی ان کے پاس نہ گیا مگر میرے ساتھ

فَقَامَ سَعْدُنِ بْنُ مُعَاذِنِ الْاَنْصَارِیُّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا اَعْذِرُکَ مِنْہُ اِنْ کَانَ مِنَ الْاَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَہٗ وَاِنْ کَانَ مِنْ اِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ اَمَرْتَنَا اَمْرَ حَقٍّ فَفَعَلْنَا اَمْرَکَ۔

حضرت سعد بن معاذ انصاری کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے کے لئے گویا ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں عذر پیش کرتا ہوں اس شخص سے اگر وہ قبیلہ اوس سے ہے میں اس کی گردن ماردوں گا اور اگر وہ ہماری برادری خزرج سے ہے تو حکم دیجئے ہمیں ہم حکم کی تعمیل کریں گے۔

سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَقَامَ سَعْدُنِ بْنُ عُبَادَۃَ وَھُوَ سَیِّدُ الْخَزْرَجِ وَکَانَ قَبْلَ ذَالِکَ رَجُلًا صَالِحًا وَلٰکِنِ احْتَمَلَتْہُ الْحَمِیَّۃُ فَقَالَ لِسَعْدِنِ بْنِ مُعَاذٍ کَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰہِ لَا نَقْتُلُہٗ وَلَا تَقْدِرُ عَلٰی قَتْلِہٖ۔ تو سعد بن عبادہ جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے کھڑے ہو گئے اگرچہ وہ اس سے قبل صالح آدمی تھے لیکن حمیت قبائلی نے انہیں برانگیختہ کردیا کہنے لگے: سعد بن معاذ تم غلط کہتے ہو خدا کی قسم اسے ہم قتل نہ کریں گے اور تم بھی اس کے قتل پر قدرت نہیں رکھتے ہو۔

فَقَامَ اُسَیْدُنِ بْنُ حُضَیْرٍ وَھُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدِنِ بْنِ مُعَاذٍ فَقَالَ لِسَعْدِنِ بْنِ عُبَادَۃَ کَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰہِ لَنَقْتُلَنَّہٗ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِیْنَ فَثَارَ الْحَیَّانِ مِنَ الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجِ حَتّٰی ھَمُّوْا اَنْ یَّقْتَتِلُوْا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَی الْمِنبَرِ فَلَمْ یَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُخَفِّضُھُمْ حَتّٰی سَکَتُوْا وَ سَکَتَ۔

تو حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہو گئے یہ چچا کے بیٹے بھائی تھے سعد بن معاذ کے اور سعد بن عبادہ کو کہنے لگے خدا کی قسم تم غلط کہتے ہو ہم ضرور اسے قتل کریں گے اور تو منافق ہے منافقوں کی حمایت میں لڑتا ہے یہاں تک کہ اوس وخزرج میں گرما گرمی ہو گئی اور نوبت بایں جارسید کہ قتل پر آمادہ ہو گئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز تھے اور دونوں کو خاموش ہو جانے کے لئے دبا رہے تھے آخرش سب خاموش ہو گئے اور اسید بن حضیر بھی خاموش ہو گئے۔

سیدہ فرماتی ہیں: فَمَکَثْتُ یَوْمِیْ ذَالِکَ لَا یَرْقَأُ لِیْ دَمْعٌ وَلَا اَکْتَحِلُ بِنَوْمٍ۔ مجھے روتے دن گزر گیا اور میرے آنسو نہ تھمے اور میری آنکھیں سرمۂ خواب سے بھی مکتحل نہ ہوئیں یعنی میری نیند بھی اڑ گئی۔

آگے حضرت سیدہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں دورات اور ایک دن روتی رہی اور سوئی بھی نہیں اور میرے آنسو بھی نہ تھمے تو میرے والدین نے کہا کہ ایسا رونا کبھی کلیجہ نہ پھاڑ دے۔ غرضکہ میں رو رہی تھی اور میرے والدین میرے پاس تھے کہ انصار کی ایک عورت نے حاضری کی اجازت لی جب وہ آگئی تو میرے ساتھ اس نے بھی رونا شروع کیا۔

ہم اسی حال میں تھے کہ رحمت عالم سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور سَلَامٌ عَلَیْکِ کہہ کر قریب آ کر بیٹھ گئے۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سے یہ اتہام بازی ہوئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہیں ہوئے لیکن آج تشریف ارزانی فرمائی اور وحی رکے ایک ماہ گزر چکا۔

اور میرے متعلق کوئی فیصلہ نہیں آیا۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لا کر رونق بخش ہونا اس امر کی شہادت تھا کہ میرے حق میں فیصلہ آئے گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا:

اَمَّا بَعْدُ یَا عَائِشَۃُ فَاِنَّہٗ قَدْ بَلَغَ عَنْکِ کَذَا وَ کَذَا فَاِنْ کُنْتِ بَرِیْئَۃً فَسَیُبَرِّئُکِ اللّٰہُ وَ اِنْ کُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِی اللّٰہَ وَتُوْبِیْ اِلَیْہِ فَاِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبٍ ثُمَّ تَابَ اِلَی اللّٰہِ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔

بعد حمد الٰہی کے اے عائشہ مجھے تمہارے متعلق ایسے ایسے اتہامات کی خبر ملی ہے۔

لہٰذا اگر تم اس سے بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں بری فرمادے گا۔

اور اگر تم کسی غلطی کی مرتکب ہو چکی ہو تو اللہ کے حضور استغفار کرو اس لئے کہ بندہ جب اعتراف گناہ کر کے اللہ کے حضور رجوع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی رجوع فرماتا ہے۔

یہاں اگر معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ کی پاک دامنی کا یقین نہ ہوتا تو **فَاسْتَغْفِرِیْ** نہ فرماتے اس لئے کہ اس اتہام پر تو رجم تھا مگر چونکہ صدیقہ کی پاک دامنی یقینی تھی تو **فَاسْتَغْفِرِیْ** فرمایا۔

فرماتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کلام پورا فرمالیا تو **قَلَصَ دَمْعِیْ حَتّٰی مَا اُحِسُّ مِنْہُ قَطْرَۃً** میرے آنسو رک گئے اور ایسے خشک ہوئے کہ مجھے آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہوا۔

پھر میں نے اپنے والد سے عرض کیا آپ جواب دیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو آپ نے فرمایا: **وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ**۔ خدا کی قسم میں اللہ کے رسول کے سامنے کیا جواب دوں یہ میرے ادراک سے باہر ہے۔

فَقُلْتُ لِاُمِّیْ اَجِیْبِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں وہ بولیں میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں۔

فرماتی ہیں پھر میں نے ہمت کر کے کہا کہ:

اَنَا جَارِیَۃٌ حَدِیْثَۃُ السِّنِّ لَا اَقْرَاُ کَثِیْرًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّکُمْ سَمِعْتُمْ ھٰذَا الْحَدِیْثَ حَتّٰی اسْتَقَرَّ فِیْ اَنْفُسِکُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِہٖ۔ میں ایک لڑکی نوعمر ہوں میں نے قرآن کریم بھی زیادہ نہیں پڑھا اور خدا کی قسم میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ بہتان والی باتیں سنیں اور سنتے سنتے تمہارے دلوں میں وہ جم گئیں اور تم انہیں سچا سمجھ رہے ہو۔

فَلَئِنْ قُلْتُ لَکُمْ اِنِّیْ بَرِیْئَۃٌ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنِّیْ بَرِیْئَۃٌ لَا تُصَدِّقُوْنِیْ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَکُمْ بِاَمْرٍ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنِّیْ مِنْہُ بَرِیْئَۃٌ فَتُصَدِّقُنِیْ وَاللّٰہِ لَا اَجِدُ لِیْ وَلَکُمْ مَثَلًا اِلَّا قَوْلَ اَبِیْ یُوْسُفَ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔

تو اگر میں تمہیں کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس اتہام سے بری ہوں تو تم میری تصدیق نہ کرو گے اور اگر میں اقرار کروں تم سے کسی امر کا تو اللہ جانتا ہے کہ میں اس اتہام سے بری ہوں تو تم تصدیق کرو گے۔

خدا کی قسم میں تمہارے اور اپنے مابین کوئی مثال نہیں پاتی سوا قول باپ حضرت یوسف علیہ السلام کے کہ انہوں نے فرمایا تھا: فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔

اس کے بعد میں اپنے بستر پر پڑ گئی اور میں اس وقت بھی جانتی تھی کہ جب میں بری ہوں تو ضرور اللہ تعالیٰ مجھے بری فرمائے گا۔

وَلٰكِنْ مَا كُنْتُ اَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ مُنْزِلٌ فِيْ شَاْنِيْ وَحْيًا يُّتْلٰى وَلَشَانِيْ فِيْ نَفْسِيْ كَانَ اَحْقَرُ مِنْ اَنْ يَّتَكَلَّمَ اللّٰهُ فِيَّ بِاَمْرٍ يُّتْلٰى وَلٰكِنْ كُنْتُ اَرْجُوْ اَنْ يَّرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُّبْرِئُ اللّٰهُ بِهَا۔ لیکن میرا یہ ایمان نہ تھا کہ میرے معاملہ میں وحی متلو نازل ہوگی اس لئے کہ میں اپنے خیال میں حقیر تھی اس سے کہ اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا ایسے طریقہ سے کہ عام طور پر پڑھا جائے لیکن یہ امید ضرور تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں میری براءت فرما دے گا۔

فَوَاللّٰهِ مَا دَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا خَرَجَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَيْتِ حَتّٰى اُنْزِلَ عَلَيْهِ۔ فرماتی ہیں قسم بخدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف نہ لے گئے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی باہر نکلا کہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اقدس سے قطرات پسینہ کے ٹپکنے لگے جیسا کہ نزول وحی پر ہوا کرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔

فَكَانَ اَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ غرضکہ پھر پہلا کلمہ جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ کلام فرمایا یہ تھا:

يَا عَائِشَةُ اَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّاَكِ۔ اے عائشہ اللہ نے تجھے بری کر دیا۔

تو میری والدہ نے مجھ سے کہا: قُوْمِيْ اِلَيْهِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑی ہو جا تو میں نے کہا:

وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ وَلَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰهَ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ كُلَّهَا۔ خدا کی قسم میں کھڑی نہ ہوں گی اور نہ کسی کی حمد کروں گی سوا اپنے اللہ کریم کے کہ اس نے مجھے بری فرمایا اور دس آیتیں میری براءت میں اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ سے آخر تک نازل فرمائیں۔ آگے ارشاد ہے:

عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ۔ ایک جماعت تم میں سے۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جَمَاعَةٌ مِّنَ الْعَشْرَةِ اِلٰى اَرْبَعِيْنَ – وَاعْصَوْصَبُوْا اِجْتَمَعُوْا وَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ رَاْسُ الْمُنَافِقِيْنَ وَزَيْدُ بْنُ رِفَاعَةَ وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَ مِسْطَحُ بْنُ اَثَاثَةَ وَ حَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ وَمَنْ سَاعَدَهُمْ۔

مِنْكُمْ اَيْ مِنْ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَهُمْ ظَنُّوْا اَنَّ الْاِفْكَ وَقَعَ مِنَ الْكُفَّارِ دُوْنَ مَنْ كَانَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

عصبہ دس سے چالیس تک کی جماعت کو کہتے ہیں یہ مجتمع ہو گئے تھے۔ ان میں عبداللہ بن ابی رأس المنافقین تھا اور زید بن رفاعہ اور حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش اور کچھ ان کے حمایتی۔

مِّنْكُمْ سے مراد جماعت مسلمین ہے صحابہ کرام کا یہ گمان تھا کہ یہ اتہام کفار کی طرف سے اٹھا ہے نہ کہ مومنین کی جانب سے اس گمان کا رد فرمانے کو عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ فرمایا گیا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَقَدْ صَحَّ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَدَّتِ الْمُنَافِقَ – عَبْدَاللّٰهِ بْنَ اُبَيِّ بْنِ سَلُوْلٍ وَحَمْنَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اُخْتَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَ زَوْجَةَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَمِسْطَحَ بْنَ اَثَاثَةَ وَحَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ۔

بہر حال بخاری کی روایت سے ثابت ہوتا ہے اَنَّهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يَتَكَلَّمْ عَنْ صَمِيْمِ قَلْبٍ کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے دل سے یہ اتہام نہیں مانا اور زبان مبارک سے کوئی کلمہ استعمال نہ فرمایا۔

پھر بھی بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ابن ابی اور حسان اور مسطح پر حد لگائی گئی۔ کما فی المدارک

اور پھر آپ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں یہ اشعار بھی فرمائے:

(1) حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تَزَنُّ بِرِيْبَةٍ — وَ تُصْبِحُ غَرْثٰى مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ

(2) حَلِيْلَةُ خَيْرِ النَّاسِ دِيْنًا وَّ مَنْصَبًا — نَبِيِّ الْهُدٰى ذِى الْمَكْرُمَاتِ الْفَوَاضِلِ

(3) عَقِيْلَةُ حَيٍّ مِّنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ — كِرَامِ الْمَسَاعِيْ مَجْدُهُمْ غَيْرُ زَائِلِ

(4) مُهَذَّبَةٌ قَدْ طَيَّبَ اللّٰهُ خِيْمَهَا — وَطَهَّرَهَا مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَّ بَاطِلِ

(5) فَاِنْ كُنْتُ قَدْ قُلْتُ الَّذِىْ قَدْ زَعَمْتُمُوْا — فَلَا رَفَعَتْ سَوْطِىْ اِلَىَّ اَنَامِلِىْ

(6) وَ كَيْفَ وَوُدِّىْ مَا حَيِيْتُ وَ نُصْرَتِىْ — لِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ زَيْنُ الْمَحَافِلِ

(7) لَهٗ رَتَبٌ عَالٍ عَلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ — تَقَاصَرَ عَنْهُ سَوْرَةُ الْمُتَطَاوِلِ

(8) فَاِنَّ الَّذِىْ قَدْ قِيْلَ لَيْسَ بِلَائِطٍ — وَلٰكِنَّهٗ قَوْلُ امْرِئٍ بِىْ مَاحِلِ

ترجمہ اشعار

(1) وہ پاک دامن اور پاکباز ہے جس پر کسی گناہ کا کوئی الزام نہیں ہے اور وہ بے خبر لوگوں کے گوشت سے ہمیشہ بھوکی رہتی ہے۔

(2) وہ بیوی ہے دین اور منصب کے لحاظ سے بہترین انسان کی جو اللہ کا نبی ہے اور تمام بہترین بزرگیوں کا مالک ہے۔

(3) وہ شریف ترین عورت ہے قبیلہ لوی بن غالب کی وہ جس کے سارے کام شرافت کے ہیں اور ان کی بزرگی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

(4) وہ پاک کر دی گئی ہے اللہ نے اس کی طبیعت کو پاک بنایا ہے اور اسے ہر ایک برائی اور باطل سے پاک وصاف رکھا ہے۔

(5) جو بات تم نے میرے ذمے لگائی ہے کہ وہ میں نے کہی ہے اگر وہ سچ ہو تو خدا کرے میرے ہاتھ شل ہو جائیں اور میرا کوڑا میرے ہاتھ نہ پکڑ سکیں۔

(6) اور یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میری محبت اور میری مدد زندگی بھر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کی مدح کے لئے ہے اور محفلوں کی زینت ہے۔

(7) وہ نبی جس کو تمام لوگوں پر بزرگی حاصل ہے اور دشمن کا حملہ وہاں تک پہنچنے سے قاصر ہے۔

(8) جو بات میرے متعلق کہی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ لیکن وہ ایسے آدمی کی بات ہے جس نے میری چغلی کھائی ہے۔

اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا تُكْرِمُهُ بَعْدَ ذَالِكَ وَتَذْكُرُهُ بِخَيْرٍ۔ اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کا احترام ان ابیات کے بعد کرتی تھیں اور ان کا ذکر اچھے الفاظ میں فرماتی تھیں۔

اور ابن سعد محمد بن سیرین سے راوی ہیں کہ جب حسان حاضر ہوتے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے لئے تکیہ منگواتیں اور فرمایا کرتیں لَا تُؤْذُوْا حَسَّانًا فَاِنَّهٗ كَانَ يَنْصُرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِسَانِهٖ۔ حسان کی مذمت کر کے انہیں ایذا نہ دو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اپنے کلام سے کرتے رہے ہیں۔

بلکہ طریق شعبی سے ابن جریر راوی ہیں: اَنَّهَا قَالَتْ مَا سَمِعْتُ بِشَيْءٍ اَحْسَنَ مِنْ شِعْرِ حَسَّانَ وَمَا تَمَثَّلْتُ بِهٖ اِلَّا رَجَوْتُ لَهُ الْجَنَّةَ قَوْلَهٗ لِاَبِيْ سُفْيَانَ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے حسان کے شعروں سے بہتر کبھی کوئی شعر نہ سنا اور نہ اس کی مثال ملی میں امید کرتی ہوں ان کے لئے جنت کی ان اشعار کے صلہ میں جو ابوسفیان بن حارث کے جواب میں انہوں نے فرمائے:

(1) هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ وَ عِنْدَ اللّٰهِ فِيْ ذَاكَ الْجَزَاءُ

(2) فَاِنَّ اَبِيْ وَ وَالِدَتِيْ وَ عِرْضِيْ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وِقَاءُ

(3) اَتَشْتِمُهٗ وَلَسْتَ لَهٗ بِكُفْوٍ فَشَرُّ كُمَالِخَيْرِ كُمَا الْفِدَاءُ

(4) لِسَانِيْ صَارِمٌ لَا عَيْبَ فِيْهِ وَبَحْرِيْ لَا تُكَدِّرُهُ الدِّلَاءُ

ترجمہ اشعار

(1) تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی ہے اور ان کی طرف سے میں جواب دیتا ہوں اور اس کا بدلہ اللہ کے پاس ہے۔

(2) میرا باپ میری ماں اور میری عزت سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر قربان ہے۔

(3) کیا تو اسے گالی دیتا ہے؟ حالانکہ ان کے برابر کا نہیں تو جو تم دونوں میں سے برا ہے وہ تمہارے بہتر پر قربان ہو۔

(4) میری زبان تیز دھار تلوار ہے جس میں کوئی عیب نہیں ہے اور میرا سمندر اتنا گہرا ہے جس کو ڈول کی آمد و رفت مکدر نہیں کر سکتی۔

بہر حال ابن ابی تو وہ تھا جو بظاہر مسلمان تھا لیکن اندرونی طور پر اس کے کافر و منافق ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں اور لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ فرما کر جو مطمئن کیا کہ اس اتہام تراشی کو تم برا گمان نہ کرو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

یہ سید المخاطبین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی صدیق اکبر، صدیقہ کو اور صفوان رضی اللہ عنہم اجمعین کو۔

چنانچہ ابن ابی حاتم اور طبرانی سعید بن جبیر علیہم رضوان سے راوی ہیں: اِنَّ الْخِطَابَ فِی الثَّانِیْ لِعَائِشَةَ وَ صَفْوَانَ۔ اس میں مرتبہ ثانی میں خطاب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہے اور صفوان رضی اللہ عنہ کو۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْمُرَادُ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ خَیْرٌ عَظِیْمٌ لَّكُمْ لِنَیْلِكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَیْهِ الثَّوَابَ الْعَظِیْمَ وَظُهُوْرِ كَرَامَتِكُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِاِنْزَالِ مَا فِیْهِ تَعْظِیْمُ شَانِكُمْ وَ تَشْدِیْدُ الْوَعِیْدِ فِیْمَنْ تَكَلَّمَ بِمَا اَحْزَنَكُمْ۔

بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اس میں آپ کے حق میں خیر عظیم ہے۔

اول یہ کہ اس اتہام پر صبر کیا اس کا اجر عظیم ملا۔

دوسرے سب پر اکرام و اعزاز صدیقہ ظاہر ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

تیسرے اس معاملہ میں اتہام پر صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی شان میں قرآن کریم کی آیات اور وہ بھی پوری دس۔ اور ایک روایت سے اٹھارہ نازل ہوئیں۔

چوتھے یہ کہ جس نے جتنا بھی حصہ لیا اسے اتنی ہی سزا کا وعید آیا جیسا کہ فرمایا:

لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ۔ ہر ایک کو جتنا جس کے ذمہ گناہ ہے اس کی سزا ہوگی۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ جَزَاءُ مَا اكْتَسَبَ ذَالِكَ بِقَدْرِ مَا خَاضَ فِیْهِ فَاِنَّ بَعْضَهُمْ تَكَلَّمَ وَ بَعْضَهُمْ ضَحِكَ كَالْمُعْجِبِ الرَّاضِیْ بِمَا سَمِعَ وَ بَعْضَهُمْ اَكْثَرُ وَ بَعْضَهُمْ اَقَلُّ۔

یعنی ہر ایک ماخوذ ہوگا جس نے سن کر اس میں خوض کیا۔

بعض نے یہ بات دوسروں سے کی۔

کوئی سن کر ہنس پڑا گویا ایسی بات سن کر اظہار رضامندی کیا اور رد نہ کیا۔

کسی نے کم جرم کیا کسی نے زیادہ کیا سب سزا پائیں گے۔

چنانچہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی آنکھیں جاتی رہیں۔

حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وَاَیُّ عَذَابٍ اَشَدُّ مِنَ الْعَمٰی۔ آنکھ چلی جانے سے زیادہ اور کیا عذاب ہے۔

اور بعض روایتوں میں ہے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عذاب الیم کے لحاظ سے حسان پر بھی عذاب تو لازمی ہے تو آپ نے فرمایا اَلَیْسَ اَصَابَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اَلَیْسَ قَدْ ذَهَبَ بَصَرُهٗ کیا آنکھ چلی جانا عذاب عظیم نہیں وَلَسْعٌ بِالسَّیْفِ تَعْنِی الضَّرْبَةَ الَّتِیْ ضَرَبَهَا اِیَّاهُ صَفْوَانُ حِیْنَ بَلَغَهٗ عَنْهُ اَنَّهٗ یَتَكَلَّمُ فِیْ ذَالِكَ۔

اور قریب تھا کہ آپ کو صفوان قتل ہی کر دیتے۔ لیکن جب پہلی ضرب حسان پر صفوان نے ماری تو قیس بن شماس بیچ میں کود پڑے اور صفوان کے ہاتھ گردن پر موڑ دیئے اور حسان کو دار بنی الحرث بن خزرج میں لے گئے تو یہاں عبداللہ بن رواحہ موجود تھے آپ دیکھ کر بولے یہ کیا ہوا۔ قیس بن شماس بولے صفوان نے تیغ ماری تو عبداللہ بن رواحہ بولے کیا اس کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا قیس بولے نہیں۔ عبداللہ بن رواحہ نے کہا ضرور خبر کرو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر سب

قصہ عرض کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان اور صفوان کو بلایا۔ صفوان نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ہجو کر کے ہمیں ایذا دیتا تھا مجھے غصہ آ گیا میں نے تلوار ماردی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو فرمایا تم اسلام لانے کے بعد قوم میں ایسی باتیں کرتے ہو۔

پھر فرمایا اچھا حسان اب اس ضرب کو معاف کر دو۔ حسان بولے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو بیرحاء عطا فرمادیا اور طلحہ بن سہیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سیرین امۃ قبطیہ پیش کی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو وہ بخش دی اس سے حضرت عبدالرحمٰن بن حسان کی ولادت ہوئی۔ اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں انتہی مختصراً روح المعانی۔

وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ اور وہ جنہوں نے اس اتہام کو بڑھانا چاہا اس کے لئے زبردست عذاب ہے۔

اس سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ہے اور حمنہ ہے۔ باقی حضرت حسان مسطح وغیرہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ کے تحت معاف کر دیئے گئے۔ ان کے لئے ارشاد ہوا وَخُضْتُمْ كَالَّذِیْ خَاضُوْا اس کے بعد ارشاد ہے۔

لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ۔

لَوْلَاۤ۔ کے معنی هَلَّا کے ہیں یعنی ارشاد ہے:

کیوں نہ ہوا جب سنا انہوں نے تو گمان کرتے مومن اور مومنات اپنے دل میں بھلا اور کہہ دیتے کہ بے شک یہ کھلا بہتان ہے۔

اس لئے کہ مومن اور مومنات کے لئے حسن ظن رکھنے کا حکم ہے اور اس لئے ایسے حادثات میں چار گواہ متحد البیان لانے لازم ہوتے ہیں ورنہ ان کا فرض ہے کہ ایسی ویسی سن کر کہہ دیں هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ۔ یہ محض بہتان وافتراء ہے۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا۔ اسی لئے حکم الٰہی ہے کہ بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے تو تم کسی کا تجسس نہ کرو۔ گویا حکم کا خلاصہ یہ ہوا کہ

كَانَ الْوَاجِبُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اَنْ يَّظُنُّوْا اَوَّلَ مَا سَمِعُوْا ذَالِكَ الْاِفْكَ فَمَنِ اخْتَرَعَهٗ بِالذَّاتِ اَوْ بِالْوَاسِطَةِ مِنْ غَيْرِ تَلَعْثُمٍ وَتَرَدُّدٍ بِاَهْلِ مُتَّهَمٍ مِنْ اٰحَادِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ خَيْرًا وَّ قَالُوْا هٰذَا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ فَكَيْفَ بِاُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ حَلِيْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنْتِ الْمُهَاجِرِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

کہ مومن اور مومنہ پر یہ واجب تھا کہ سنتے ہی کہہ دیتے کہ یہ کھلا افترا ہے جو اپنی طرف سے اختراع کیا یا بالواسطہ بلا کسی قسم کے تردد کے یہ تو عامۂ مومنین کے حق میں حکم ہے۔ پھر ام المومنین حلیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کی صاحبزادی کے لئے تو بطریق اولیٰ یہی حکم تھا۔

پھر دوسری صورت قانون واضح فرمائی جو ہر مومن اور مومنہ کے لئے ہے:

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ کیوں نہ لائے وہ چار گواہ شرعی قانون کے مطابق تو جب چار گواہ نہ لائے تو یقیناً وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

یعنی عنداللہ تو وہ کاذب اور منافق تھے لیکن قانون شرعی کے مطابق بھی وہ جھوٹے ہیں کہ چار گواہ نہیں لاسکے اور ظاہر ہے کہ چار گواہ قذف محصنہ میں جو نہ لائے اس کے لئے قانون میں اسی کوڑے کی سزا ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے ساقط العدالت ہے کبھی اس کی گواہی قبول نہیں البتہ توبہ سے آخرت کا عذاب معاف ہو جاتا ہے پھر ارشاد ہوا۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتا تو بہت تمہارے اس جہل پر عذاب عظیم آجاتا۔

لیکن ابن ابی جو رأس المنافقین ہے اس پر عذاب ہے اور مخلد فی الدرک الاسفل ہے آگ میں باقی جو اس کے بہکانے سے اس اتہام میں شبہ میں پڑے ان کی توبہ قبول ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ۔

جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ بہتان تراشتے تھے جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے گمان کرتے تھے سہل حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک زبردست بات تھی۔

یعنی تمہارا گمان تھا کہ افواہ اڑانا گناہ نہیں حالانکہ یہ جرم عظیم ہے۔ تمہیں تو یہ چاہئے تھا کہ ایسے بکواس سن کر فوراً کہنے والے کے منہ پر مار دیتے۔

تَلَقَّوْنَهٗ۔ لقی سے ہے یعنی جب ملتے تھے آپس میں منافقین سے اور وَلَقَ الْكَلَامَ بھی اس کے معنی میں یعنی جھوٹ اور لغو باتیں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی یہی معنی کرتی ہیں۔ چنانچہ فرماتی ہیں اَلْوَلْقُ — اَلْكِذْبُ۔

اور ابن الانباری رحمہ اللہ کہتے ہیں: مَنْ وَلَقَ الْحَدِيْثَ اَنْشَأَهٗ وَاخْتَرَعَهٗ۔ بات گھڑ کر کہنا۔

اور عربی زبان میں تلقی۔ تلقف اور تلقن متقارب المعنی ہیں۔ البتہ تلقی بمعنی استقبال ہے اور تلقف بمعنی خطف اور بسرعت کسی چیز کا لینا ہے۔ تلقن بمعنی حذق اور مہارت مستعمل ہے۔ آگے ارشاد ہے:

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔ اور کیوں نہ ہوا جب تم نے یہ بہتان سنا تھا کہہ دیا ہوتا حاشا وکلا یہ بہتان عظیم ہے ہمیں ایسی بات میں ہمنوائی زیبا نہیں اس لئے کہ حرم نبوی جو ہماری ماں اور ام المومنین ہیں وہ فجور کی آلودگی سے ملوث ہوں اس لئے کہ کسی نبی کی بیوی بدکار نہیں ہو سکتی۔

اگرچہ وہ مبتلائے کفر بھی کیوں نہ ہو جیسے نوح علیہ السلام کی ایک بیوی کافرہ تھی۔ لوط علیہ السلام کی بیوی بھی کافرہ تھی لیکن بدکار نہیں اس لئے کہ بدکاری تو ایک ایسا فحش عمل ہے کہ اسے کفار بھی قابل نفرت جانتے ہیں۔ آخر میں ارشاد ہے:

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسے اتہامات میں شریک نہ ہونا اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اللہ واضح آیتیں سناتا ہے اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

تا کہ مثل حسان و مسطح وغیرہ کے تم بھی تعزیر نہ پاؤ اور ابن ابی کی طرح مخلد فی النار نہ بنو۔ اب آخر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبیخاً ارشاد اور واضح ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں فحش باتوں کا چرچا کرنا ایمان والوں میں ان کے لئے عذاب دردناک ہے دنیا و آخرت میں اور حقیقت حال اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور بات بھی یہی ہے کہ وہ علام الغیوب ہے۔

اس رکوع مبارک میں چند ذیل آیتیں سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں نازل ہوئیں۔

(1) اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ۔

(2) لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ۝۱۲۔

(3) لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ۔

(4) اِلٰی۔ فَاُولٰٓىٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝۱۳۔

(5) وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۱۴ ۚۖ۔

(6) اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ

(7) لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖۗ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ۝۱۶۔

(8) اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ۔

(9) یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا۔

(10) لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ ۔

اور کل آیتیں اٹھارہ ہیں باقی آئندہ رکوع میں آرہی ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع ۔ سورۂ نور ۔ پ ۱۸

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ وَ مَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰی مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۲۱

اے ایمان والو! نہ پیروی کرو شیطان کی رفتار کی اور جو تتبع ہو شیطان کی چالوں کا تو وہ تو بے حیائی اور بری بات ہی بتائے گا اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور رحمت اس کی تو نہ ستھرا رہتا تم میں سے کوئی کبھی لیکن اللہ ستھرا کر دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰی وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۲۲

اور نہ قسم کھائیں فضیلت والے تم میں سے اور گنجائش والے اس کی کہ دیں قرابت والوں اور مسکینوں اور ہجرت فی سبیل اللہ کرنے والوں کو اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تمہیں پسند نہیں کہ اللہ تمہیں

بخشنے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾	بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں پاک دامن انجان ایمان والیوں پر ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے
يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾	جس دن گواہی دیں ان پر ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر جو کچھ کرتے تھے
يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾	اس دن اللہ انہیں ان کی سچی سزا پوری دے گا اور جان لیں گے کہ اللہ ہی حق ہے ظاہر
اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾	گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندیوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے یہ پاک ہیں ان باتوں سے جو کہہ رہے ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کا رزق

حل لغات تیسرا رکوع - سورۂ نور - پ ۱۸

يٰٓاَيُّهَا - اے	الَّذِيْنَ - لوگو جو	اٰمَنُوْا - ایمان لائے ہو	لَا - نہ
تَتَّبِعُوْا - پیروی کرو	خُطُوٰتِ - قدموں	الشَّيْطٰنِ - شیطان کی	وَ - اور
مَنْ - جو	يَّتَّبِعْ - پیروی کرے گا	خُطُوٰتِ - قدموں	الشَّيْطٰنِ - شیطان کی
فَاِنَّهٗ - تو وہ	يَاْمُرُ - حکم کرتا ہے	بِالْفَحْشَآءِ - بے حیائی	وَ - اور
الْمُنْكَرِ - برائی کا	وَ - اور	لَوْلَا - اگر نہ ہوتا	فَضْلُ - فضل
اللّٰهِ - اللہ کا	عَلَيْكُمْ - تم پر	وَ - اور	رَحْمَتُهٗ - اس کی رحمت
مَا - نہ	زَكٰى - پاک ہوتا	مِنْكُمْ - تم میں سے	مِّنْ اَحَدٍ - کوئی بھی
اَبَدًا - کبھی	وَّ - اور	لٰكِنَّ - لیکن	اللّٰهَ - اللہ
يُزَكِّيْ - پاک کرتا ہے	مَنْ - جسے	يَّشَآءُ - چاہے	وَ - اور
اللّٰهُ - اللہ	سَمِيْعٌ - سننے والا	عَلِيْمٌ - جاننے والا ہے	وَ - اور
لَا - نہ	يَاْتَلِ - قسم کھائیں	اُولُوا - صاحب	الْفَضْلِ - بزرگی
مِنْكُمْ - تم میں سے	وَ - اور	السَّعَةِ - فراخی والے	اَنْ - یہ کہ
يُّؤْتُوْٓا - دیں	اُولِي - صاحب	الْقُرْبٰى - قرابت	وَ - اور
الْمَسٰكِيْنَ - مسکینوں	وَ - اور	الْمُهٰجِرِيْنَ - مہاجروں کو	فِيْ - بیچ

سَبِیْلِ۔راہ	اللّٰہِ۔اللہ کے	وَ۔اور	لْیَعْفُوْا۔معاف کریں
وَ۔اور	لْیَصْفَحُوْا۔درگزر کریں	اَلَا۔کیا نہیں	تُحِبُّوْنَ۔پسند کرتے تم
اَنْ۔یہ کہ	یَّغْفِرَ۔بخشے	اللّٰہُ۔اللہ	لَکُمْ۔تم کو
وَ۔اور	اللّٰہُ۔اللہ	غَفُوْرٌ۔بخشنے والا	رَّحِیْمٌ۔مہربان ہے
اِنَّ۔بے شک	الَّذِیْنَ۔وہ جو	یَرْمُوْنَ۔عیب لگاتے ہیں	الْمُحْصَنٰتِ۔پاک دامن
الْغٰفِلٰتِ۔بے خبر	الْمُؤْمِنٰتِ۔مومن عورتوں کو	لُعِنُوْا۔لعنت کئے گئے	فِی۔بیچ
الدُّنْیَا۔دنیا	وَ۔اور	الْاٰخِرَۃِ۔آخرت کے	وَ۔اور
لَھُمْ۔ان کے لئے	عَذَابٌ۔عذاب ہے	عَظِیْمٌ۔بہت بڑا	یَّوْمَ۔جس دن
تَشْھَدُ۔گواہی دیں گی	عَلَیْھِمْ۔ان پر	اَلْسِنَتُھُمْ۔ان کی زبانیں	وَ۔اور
اَیْدِیْھِمْ۔ان کے ہاتھ	وَ۔اور	اَرْجُلُھُمْ۔ان کے پاؤں	بِمَا۔اس کی
کَانُوْا۔جو وہ	یَعْمَلُوْنَ۔کرتے تھے	یَوْمَئِذٍ۔اس دن	یُّوَفِّیْھِمُ۔پورا دے گا ان کو
اللّٰہُ۔اللہ	دِیْنَھُمُ۔ان کا بدلہ	الْحَقَّ۔سچا	وَ۔اور
یَعْلَمُوْنَ۔جانتے ہیں	اَنَّ۔بے شک	اللّٰہَ۔اللہ	ھُوَ۔وہی ہے
الْحَقُّ۔سچا	الْمُبِیْنُ۔ظاہر	اَلْخَبِیْثٰتُ۔گندی عورتیں	لِلْخَبِیْثِیْنَ۔گندے مردوں
کے لئے	وَ۔اور	الْخَبِیْثُوْنَ۔گندے مرد	لِلْخَبِیْثٰتِ۔گندی عورتوں
کے لئے	وَ۔اور	الطَّیِّبٰتُ۔پاک عورتیں	لِلطَّیِّبِیْنَ۔پاک مردوں
کے لئے	وَ۔اور	الطَّیِّبُوْنَ۔پاک مرد	لِلطَّیِّبٰتِ۔پاک عورتوں
کے لئے	اُولٰٓئِکَ۔یہ لوگ	مُبَرَّءُوْنَ۔پاک ہیں	مِمَّا۔اس سے
یَقُوْلُوْنَ۔جو وہ کہتے ہیں	لَھُمْ۔ان کے لئے	مَّغْفِرَۃٌ۔بخشش ہے	وَّ۔اور
رِزْقٌ۔رزق	کَرِیْمٌ۔اچھا		

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔سورۂ نور۔پ ۱۸

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ۔اے ایمان والو شیطان کے قدم بقدم چلنے میں اتباع نہ کرو۔ یعنی وہ جو وسوسے تمہارے دلوں میں ڈالتا ہے اس کی پیروی نہ کرو اور ان کے ماتحت بہتان تراشنے والوں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ۔ یہ گیارھویں آیت ہے۔ جس میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی بیان ہوئی اور فرمایا:

''جو اس کی پیروی میں چلے گا تو وہ تو تمہیں بے حیائی اور فحش باتوں میں لگائے گا۔''

''اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں کوئی ستھرا نہ رہتا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے تمہیں توفیق توبہ اور حسن عمل کرا کر عفو و مغفرت فرماتا ہے اسی لئے فرمایا:

''لیکن وہی ستھرا کر دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔'' یعنی معصیت کے ارتکاب پر تمہاری توبہ قبول فرماتا ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٢﴾۔

اور نہ قسم کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے ہیں اور فراخ دست ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو نہ دینے کی اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تمہیں پسند نہیں کہ اللہ تمہاری بخشش فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ۔ صیغہ واحد نہی ہے۔

یہ اصل میں لَا یَاْتَلِیْ تھا۔ ی حالت جزم میں گرگئی اور اس کی ماضی ائتلی بروزن اجتبی تھی باب افتعال میں لانے سے ائتلی ہوا جس کے معنی قسم کھانے کے ہوتے ہیں تو لَا يَأْتَلِ کے معنی لا یحلف ہوئے یعنی قسم نہ کھائے۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ مسطح کے ساتھ جو سلوک فرماتے تھے وہ بند کردیں گے۔ اُولِي الْقُرْبٰى اس لئے فرمایا کہ مسطح آپ کی خالہ کے بیٹے نادار مہاجر تھے اور بدری بھی تھے ان کے خرچ کی کفالت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔

شامت اعمال کہ آپ بھی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اوپر تہمت لگانے والوں میں مل گئے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کا رنج ہوا کہ میں نے جس کے ساتھ سلوک کیا وہ میرے ساتھ ایسا نکلا۔ آپ نے قسم کھالی کہ اب میں مسطح کے ساتھ کسی قسم کا سلوک نہ کروں گا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور گویا ارشاد ہوا کہ صدیق رضی اللہ عنہ ہم نے تمہیں صاحب فضیلت علی الخلائق بعد الانبیاء فرمایا ہے اور تمہارا ہاتھ بھی فراخ کیا ہے۔ تم ایسا نہ کرو۔ قسم کا کفارہ دے کر مسطح کے ساتھ بدستور سلوک کرتے رہو۔

چنانچہ جب یہ آیت کریمہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ کو سنائی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ بے شک میں اس امر کو دوست رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے اور اب میں وعدہ کرتا ہوں کہ مسطح کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اسے کبھی موقوف نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے ان کا مقررہ وظیفہ دوبارہ پھر جاری کردیا۔

اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اتنی فضیلت بڑھی کہ اللہ نے آپ کو اُولُوا الْفَضْلِ فرمایا۔

یہ بارہویں آیت ہے فضیلت صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ فضائل ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس کے بعد تیرہویں آیت یہ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں پاک دامن انجان بھولی بھالیوں مومنہ خواتین پر ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

محصنہ اس خاتون کو کہتے ہیں جس کا بدکاری اور فجور کی طرف التفات ہی نہ ہو اور ان کے دل میں برا خیال بھی گزر نہ کرتا ہو۔

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ ازواج مطہرات امہات المومنین کی صفت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس میں تمام ایماندار پاک دامن خواتین کی صفت ہے ان پر اتہام لگانے والا ملعون ہے اور اس کے

لئے عذاب عظیم کا وعید شدید ہے جو عبداللہ بن ابی بن سلول کو ہوگا کما فی الخازن۔ پھر ارشاد ہے:

يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿٢٥﴾۔

یہ آیت کریمہ چودھویں ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتہام لگانے والوں پر وعید شدید اس شان کا ہے کہ قرآن کریم میں جس سختی سے عذاب کا وعید یہاں بیان ہوا اور کسی گناہ پر ایسا وعید شدید نہیں آیا چنانچہ آیہ کریمہ کا یہ ترجمہ ہے:

"جس دن (یعنی بروز قیامت) ان پر گواہی دیں گے ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ کرتے رہے اس دن اللہ تعالیٰ انہیں ان کی سچی سزا پوری فرمائے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی حق مبین ہے۔"

زبانوں کا بولنا، گواہی دینا ان کے منہ پر مہر لگانے سے پہلے ہوگا۔ پھر تو اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ کے منہ سر بمہر ہوں گے اور اعضاء شہادت دیں گے جیسا کہ ارشاد ہے: وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ چنانچہ ہر عضو کے ذریعہ جو کام دنیا میں کیا ہوگا وہی عضو اس کی گواہی دے گا۔

پھر اس دن وہ کفار جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر شک کرتے تھے وہ اپنے اعمال کی سزا و جزا پا کر اس کے حق ہونے کا اعتراف کریں گے اگرچہ یہ اعتراف انہیں کچھ فائدہ نہ دے گا بہرحال اس میں بھی اتہام لگانے والوں پر تہدید ہے۔

اس کے بعد پندرہویں آیت کریمہ بیان ہوئی:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ۔ خبیث گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے۔

جس کا واضح ولائح اور روشن مطلب ہے کہ

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

پھر سولہویں آیت میں ارشاد ہے:

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ۔ اور پاک خواتین پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔

اس میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان کی پاک دامنی واضح فرمائی گئی۔ پھر سترہویں آیت میں فیصلہ فرمایا:

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ۔ یہ پاک ہیں مبرا ہیں ان باتوں سے جو یہ بک رہے ہیں۔

یعنی جو تہمت لگانے والے خباثت کر رہے ہیں وہ اس سے مبرا و منزہ ہیں۔

اور اٹھارہویں آیت میں ان کا مرتبہ اور احترام واضح فرما دیا۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾ ع ۔ ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

اس پر علامہ ابن تیمیہ نے ''الصارم المسلول'' میں ایک بحث کی ہے بغرض مفاد عامہ ناظرین مندرجہ ذیل سطور میں وہ بھی پیش ہے (منقول از صفحہ 571)

فَصل فِیْ حُکْمِ سَبِّ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فصل۔ حکم میں اس شخص کے جو ازواج مطہرات امہات المومنین کی شان میں گستاخی کرے۔

قاضی ابویعلیٰ فرماتے ہیں: مَنْ قَذَفَ عَائِشَةَ مِمَّا بَرَّأَهَا اللّٰهُ مِنْهُ كَفَرَ۔ جو سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر قذف یعنی اتہام رکھے باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بری فرمایا وہ کافر ہے بلا خلاف اس پر اجماع عامہ صحابہ و مومنین کا ہے۔

اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو برا کہے اسے کوڑوں کی سزا دی جائے اور حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برا کہنے والا قتل کیا جائے۔

اور اس پر آیت کریمہ۔ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ تلاوت فرمائی۔

حضرت ابوالسائب قاضی فرماتے ہیں: ایک دن قاضی حسن بن زید والی طبرستان کے حضور حاضر تھا۔ یہ کمبل پہن کر گزر فرماتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے اور ہر سال بیس ہزار دینار مدینہ منورہ بھیجا کرتے تھے کہ وہ تمام صحابہ کرام کی اولاد میں تقسیم کیا جائے۔

آپ کے دربار میں ایک شخص حاضر تھا اس نے حضرت سیدہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں اتہام منافقین بیان کر کے کچھ قبیح الفاظ بک دیئے۔

تو آپ نے فوراً حکم دیا يَا غُلَامُ اِضْرِبْ عُنُقَهٗ اس کی گردن مار دے۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جماعت والوں نے عرض کیا هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ شِيْعَتِنَا یہ آدمی ہماری جماعت کا ہے۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ هٰذَا رَجُلٌ طَعَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾۔
فَاِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ خَبِيْثَةً فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبِيْثٌ (مَعَاذَ اللّٰهِ) فَهُوَ كَافِرٌ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ فَضَرَبُوْا عُنُقَهٗ وَاَنَا حَاضِرٌ۔

معاذ اللہ یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کر رہا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَلْخَبِيْثٰتُ الخ تو اگر صدیقہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ خبیث ہیں تو لازم آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معاذ اللہ ایسا ہی کہا جائے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کہے وہ کافر بے ایمان مرتد ہے۔

لہٰذا اس کی بھی گردن مارو۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا اور میں وہاں حاضر تھا۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع ۔ سورۃ نور ۔ پ ۱۸

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ اے ایمان والو نہ پیروی کرو شیطان کی چالوں کی اور جو شیطانی چالوں کی پیروی کرے گا تو وہ بے حیائی اور منکر باتوں کا ہی حکم کرے گا۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَا تَسْلُكُوْا مَسَالِكَهٗ - وَالْكَلَامُ كِنَايَةٌ عَنْ اِتِّبَاعِ الشَّيْطَانِ وَامْتِثَالِ وَسَاوِسِهٖ فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ لَا تَتَّبِعُوا الشَّيْطَانَ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْاَفَاعِيْلِ الَّتِيْ مِنْ جُمْلَتِهَا اِشَاعَةُ الْفَاحِشَةِ وَحُبُّهَا۔ یعنی شیطانی طریقہ پر نہ چلو اور یہ کنایہ ہے اتباع شیطان سے اور پیروی وساوس سے تو گویا یہ فرمایا گیا کہ شیطان کی پیروی کسی بات میں اپنے کاموں میں نہ کرو خلاصہ یہ کہ فواحش و بے حیائی کی اشاعت نہ کرو اور اسے پسند کرنے سے بچو۔

اور خطوات جمع ہے خطوہ کی یہ نام ہے اس حرکت کا جو دو قدموں کے مابین ہوتی ہے۔

اور مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ چونکہ شیطان زبان سے آکر کچھ نہیں کہتا تو جو اس کے وساوس کی پیروی کرے اسے وہ بے حیائی اور منکر افعال کے وسوسہ ڈال کر اسے انسان کے دل میں پسندیدہ کر دیتا ہے اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَاَنَّهٗ قِيْلَ مَنْ يَّتَّبِعِ الشَّيْطَانَ ارْتَكَبَ الْفَحْشَآءَ وَالْمُنْكَرَ فَاِنَّهٗ لَا يَاْمُرُ اِلَّا بِهِمَا وَمَنْ كَانَ كَذٰلِكَ لَا يَجُوْزُ اِتِّبَاعُهٗ وَطَاعَتُهٗ۔ گویا یہ فرمایا گیا کہ جو شیطان کا پیرو ہوا وہ ضرور فواحش اور منکرات کا مرتکب ہوگا اس لئے کہ وہ فحش و منکرات کے سوا کوئی وسوسہ ہی نہیں ڈالتا اور جب وہ ایسا ہی کرتا ہے تو اس کا اتباع اور اطاعت ناجائز ہے آگے ارشاد ہے:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ اور اگر نہ ہو اللہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت تو نہ پاک ہوتا تم میں سے کوئی کبھی لیکن اللہ پاک فرما دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ گناہ کے بعد تم اس معصیت سے جو پاک ہو جاتے ہو تو یہ اللہ عزوجل کا فضل اور رحمت ہے اور یہی فضل اور رحمت کا اثر حدود میں ہے کہ سوا مرتد کے سب پر یہ طہارت حاوی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس پر فضل ہو وہی اس توفیق کا رفیق ہو کر تائب ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۔ جو کچھ تم کہتے ہو اور جو تمہارے دلوں میں ہوتا ہے۔

عَلِيْمٌ بِجَمِيْعِ الْمَعْلُوْمَاتِ الَّتِيْ مِنْ جُمْلَتِهَا نِيَّاتُهُمْ۔ وہی تمام معلومات کا علیم ہے جو تمہاری نیتوں میں ہے۔

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾۔

اور نہ قسم کھائے تم میں دین کے اندر فضیلت والا اور مال میں فراخی والا کہ نہ دے قریبی کو اور مساکین کو اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو اور چاہئے کہ معاف کرے اور درگزر کرے کیا وہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ انہیں بخش دے اور بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَيْ لَا يَحْلِفُ اِفْتِعَالٌ مِنَ الْاِلْيَةِ وَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ وَاخْتَارَهٗ اَبُوْ مُسْلِمٍ اَيْ لَا يُقَصِّرُ مِنَ الْاَلْوِ بِوَزْنِ الدَّلْوِ اَوِ الْاَلُوِّ بِوَزْنِ الْعَتُوِّ - قِيْلَ وَالْاَوَّلُ اَوْفَقُ۔ یعنی نہ قسم کھائے۔ باب افتعال سے ہے یہ اَلِیہ سے مشتق ہے۔ اور ابو عبیدہ اور ابو مسلم کہتے ہیں نہ کوتاہی کرے تو یاتل سے اَلْوٌ سے ہے بروزن دَلْوٌ یا اُلُوٌّ سے ہے بروزن عتو اور پہلا اشتقاق صحیح ہے۔

آیت کریمہ کا شان نزول

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا وَ غَيْرِهَا - اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حَلَفَ لَمَّا رَاٰی بَرَاءَةَ ابْنَتِهٖ اَنْ لَّا يُنْفِقَ عَلٰی مِسْطَحٍ شَيْئًا اَبَدًا وَكَانَ مِنْ فُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ الَّذِيْنَ شَهِدُوْا بَدْرًا وَكَانَ ابْنُ خَالَتِهٖ وَقِيْلَ ابْنُ اُخْتِهٖ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَنَزَلَتْ وَلَا يَاْتَلِ - وَ هٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اپنی صاحبزادی کی براءت فیصلہ قرآن سے دیکھ لیا تو آپ نے قسم کھائی کہ اب مسطح کو کچھ نہ دیں گے اور کبھی ان کے ساتھ سلوک نہ کریں گے اور مسطح ان فقراء مہاجرین سے تھے جو اول ہجرت کر کے آئے اور بدر میں حاضر رہے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کے بیٹے تھے یا بروایت دیگر بھانجے تھے رضی اللہ عنہ اور آپ ان کے کفیل تھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور یہی مشہور روایت ہے۔

اور محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے دوسری روایت یہ ہے: اَنَّ اَبَابَكْرٍ حَلَفَ لَا يُنْفِقُ عَلٰی رَجُلَيْنِ كَانَا يَتِيْمَيْنِ فِیْ حَجْرِهٖ حَيْثُ خَاضَا فِیْ اَمْرِ عَائِشَةَ اَحَدُهُمَا مِسْطَحٌ - فَنَزَلَتْ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کھائی قسم کہ ان دو آدمیوں کو اب کچھ نہ دیں گے جو دونوں یتیم تھے۔ اور آپ کی زیر کفالت تھے جبکہ وہ دونوں بھی افک کے قصہ میں حضرت صدیقہ کے معاملہ میں سوچنے لگے۔ ان میں کے ایک مسطح تھے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک رحمہ اللہ سے یوں مروی ہے: اِنَّهٗ قَطَعَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُمْ اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنَافِعَهُمْ عَمَّنْ قَالَ فِی الْاِفْكِ وَقَالُوْا لَانَصِلُ مَنْ تَكَلَّمَ فِيْهِ فَنَزَلَتْ۔

ایک جماعت مومنین نے انقطاع کر لیا تھا۔ ان میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے ان لوگوں کو نفع پہنچانے سے جنہوں نے افک میں حصہ لیا اور کہا ہم ان کے ساتھ صلہ رحمی نہیں کریں گے جنہوں نے صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں کچھ بھی کلام کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ۔ اَیِ الزِّيَادَةَ فِی الدِّيْنِ۔ یعنی اولوالفضل اسے فرمایا جو دین میں سب سے زیادہ تھے۔

وَالسَّعَةِ۔ اَیْ فِی الْمَالِ۔ اور جو فراخ دست ہیں مال کے اعتبار سے۔

اَنْ يُّؤْتُوْا۔ اَیْ عَلٰی اَنْ لَّا يُؤْتُوْا - اَوْ كِرَاهَةَ اَنْ يُّؤْتُوْا - اَوْلَا يُقَصِّرُوْا فِیْ اَنْ يُّؤْتُوْا۔ یہ کہ نہ دیں۔ یا کراہت کریں دینے میں یا نہ کوتاہی کریں ان کے دینے میں جو

اُولِی الْقُرْبٰی۔ ہیں یعنی قرابت والے

وَالْمَسٰكِيْنَ۔ اور مسکینوں غریبوں کو

وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو۔

آلوسی فرماتے ہیں: اَنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ عَلَی الصَّحِيْحِ بِسَبَبِ حَلْفِ اَبِیْ بَكْرٍ اَنْ لَّا يُنْفِقَ عَلٰی مِسْطَحٍ۔ یہ آیت کریمہ بروایت صحیح حضرت صدیق کی قسم پر نازل ہوئی کہ انہوں نے مسطح پر خرچ کرنے کی قسم کھائی تھی۔

وَلْيَعْفُوْا مَا فَرَطَ مِنْهُمْ۔ اور چاہئے کہ معاف کریں جو مسطح سے زیادتی ہو گئی تھی۔

وَلْيَصْفَحُوْا۔ اور اغضاء بصر یعنی چشم پوشی کریں اور در گزریں۔

اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ کیا تم پسند نہیں کرتے یہ کہ اللہ تمہیں بخش دے۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَصَحَّ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ لَمَّا سَمِعَ الْاٰيَةَ قَالَ بَلٰى وَاللّٰهِ يَا رَبَّنَا اِنَّا لَنُحِبُّ اَنْ يُّغْفَرَ لَنَا وَاَعَادَ لَهٗ نَفَقَتَهٗ۔

اور بروایت صحیح مروی ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت کریمہ مسموع فرمائی تو کہا بے شک خدا کی قسم اے ہمارے رب ہم ضرور اسے محبوب رکھتے ہیں کہ ہم بخشے جائیں اور مسطح کا وظیفہ پھر دوبارہ جاری کر دیا۔

اور ابن ابی حاتم مقاتل سے جو روایت کرتے ہیں اس سے مسطح بری ثابت ہوتے ہیں۔

بَعْدَ اَنْ اَقْبَلَ مِسْطَحُ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ مُّعْتَذِرًا فَقَالَ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِدَاكَ وَالَّذِىْ اَنْزَلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَذَفْتُهَا وَمَا تَكَلَّمْتُ بِشَيْءٍ مِمَّا قِيْلَ لَهَا اَىْ خَالِىْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَلٰكِنْ قَدْ ضَحِكْتَ وَاَعْجَبَكَ الَّذِىْ قِيْلَ فِيْهَا فَقَالَ مِسْطَحُ لَعَلَّهٗ يَكُوْنُ قَدْ كَانَ بَعْضُ ذٰلِكَ۔

جب حضرت مسطح معذرت کرنے حضرت صدیق کی خدمت میں حاضر آئے تو عرض کیا صدیق اللہ مجھے آپ کی حمایت میں فدا کرے اور قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتارا میں نے قذف یعنی تہمت حضرت سیدہ پر نہیں لگائی۔ اور میں نے کوئی جملہ بھی ان کی شان میں نہ کہا جو ماموں نے کہا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن تم اس خبر کو سن کر ہنسے اور جو انہوں نے کہا اسے پسندیدہ کانوں سے سنا تو حضرت مسطح نے عرض کیا شاید ایسا ہوا ہو کہ میں بھی ہنس پڑا ہوں۔

اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر استدلال کیا گیا۔ حیث قال

وَاسْتَدَلَّ بِهَا عَلٰى فَضْلِ الصِّدِّيْقِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ لِاَنَّهٗ دَاخِلٌ فِىْ اُولِى الْفَضْلِ قَطْعًا لِاَنَّهٗ وَحْدَهٗ۔

اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہے اس لئے کہ اولی الفضل قطعاً صدیق ہی ہوئے اس لئے کہ آپ تنہا وہ تھے جو مسطح کی کفالت سے دستبردار ہوئے۔

اور اگر اولوالفضل میں جمع مانا جائے تو یہ جمع تعظیمی ہوگی۔ پھر بھی آپ ہی تنہا اس فضیلت کے حامل ہوئے۔

اب رہا یہ کہ آپ نے قسم جو کھائی اس پر کیا حکم ہے؟

قِيْلَ اَلْحَقُّ اِنَّ الْحَلْفَ عَلٰى تَرْكِ الطَّاعَةِ قَدْ يَكُوْنُ حَرَامًا وَقَدْ يَكُوْنُ مَكْرُوْهًا۔ صحیح یہ ہے کہ قسم ترک طاعت پر کبھی حرام ہے کبھی مکروہ۔

اور اس میں بحث ہے:

وَذَكَرَ جُمْهُوْرُ الْفُقَهَآءِ اَنَّهٗ اِذَا حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَاْتِ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ۔ تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر قسم کھائی کسی امر پر تو اس کے بعد دوسری بات اس سے بہتر دیکھی تو اسے اختیار کرے جو بہتر ہے اور پہلی قسم کا کفارہ دس مسکینوں کا کھانا دے دے۔ چنانچہ حدیث میں ہے اِذَا حَلَفَ فَلْيَاْتِ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔

بے شک وہ جو محصنات کو متہم کرتے ہیں اور ان الھڑ بھولی بات مومنات پر اتہام لگاتے ہیں لعنت ہوانہیں دنیاو آخرت میں اوران کے لئے بڑا عذاب ہے۔

یعنی وہ خواتین جن کے خیال میں بھی کبھی فسق وفجور نہ آیا ہوان پر تہمت لگانے والے اوران بھولی بھالی خواتین پر اتہام رکھنے والے دنیاوآخرت میں ملعون ہیں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَفَرَّعَ عَلَيْهِ كَوْنُ الْمُرَادِ بِذٰلِكَ عَائِشَةُ الصِّدِّيْقَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا۔ اس سے مراد حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

اور ابن عباس اور ابن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مورد خاص ہے لیکن حکم عام ہے اس لئے کہ اِنَّ رَمْيَهَا رَمْیٌ لِسَائِرِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِاِشْتِرَاكِ الْعَمَلِ۔ کہ سیدہ کے ساتھ رمی اور بہتان تراشی تمام امہات المومنین پر اتہام تراشی کے برابر ہے اس لئے کہ نزاہت وانتساب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب متفق ہیں۔

وَ ظَاهِرُهٗ اَنْ لَّا يُقْبَلَ التَّوْبَةُ مَنْ قَذَفَ اِحْدَى الْاَزْوَاجِ الطَّاهِرَاتِ۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُنَّ اور ظاہر ہے کہ جو ازواج مطہرات میں سے کسی ایک پر رمی کرے اس کی توبہ قبول نہیں۔

اس لئے کہ آیہ کریمہ میں لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ فرمایا آگے ارشاد ہے۔

یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ جس دن گواہی دیں گی ان پر ان کی زبانیں اور ہاتھ اور پیر جو کچھ وہ کرتے تھے۔

يَعْنِيْ يُظْهِرُ مِنَ الْاَحْوَالِ وَالْاَهْوَالِ مَا لَا يُحِيْطُ بِهٖ نِطَاقُ الْمَقَالِ عَلٰى اَنَّ الْمَوْصُوْلَ الْمَذْكُوْرَ عِبَارَةٌ عَنْ جَمِيْعِ اَعْمَالِ السَّيِّئَةِ وَجِنَايَاتِهِمُ الْقَبِيْحَةِ لَاعَنْ جِنَايَاتِهِمُ الْمَعْهُوْدَةِ فَقَطْ۔ یعنی ان کے تمام احوال واہوال جس پر بیانِ انسانی احاطہ نہیں کرسکتا جو اس کے اعمال سیئہ اور معاصی قبیحہ سے ہوں گے سب ظاہر ہوجائیں گے۔

اور یہاں شہادت سے مراد یہ ہے کہ جوارح انسانی کو اللہ عزوجل بولنے کی قدرت عطا فرمادے گا تو ہر عضو سے جو جو کام کیا ہوگا وہ عضو ہی خود بتادے گا۔ بقول کیف مرحوم

دیا کسی نے نہ ساتھ میرا مجھی پہ چھدا خطاکار کہا
الگ الگ ہو گئے سب اعضا مصیبتوں میں پھنسا کے مجھ کو

اور اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۔ کا یہی مقصد ہے کہ اَلْمُرَادُ مِنَ الْخَتْمِ عَلَى الْاَفْوَاهِ مَنْعُهُمْ عَنِ التَّكَلُّمِ بِالْاَلْسِنَةِ الَّتِيْ فِيْهَا۔ ختم افواہ پر یہ ہوگا کہ وہ بول نہ سکیں اور اول بولنے کے بعد ہوگا پھر زبانوں کے بجائے اعضاء وجوارح خود باذن الٰہی شہادت دیں گے کہ مجھ سے یہ کام لیا اور مجھ سے یہ کام۔

یَوْمَىٕذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ وہ وہ دن ہوگا کہ اللہ تعالیٰ پورا پورا دے گا جیسے فرمایا: كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ۔ جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ تو یہ دینہم کے معنی یہ ہیں کہ اِذْ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَعْضَآءُ هُمْ

اَلْمَذْکُوْرَۃُ بِاَعْمَالِھِمُ الْقَبِیْحَۃِ یُعْطِیْھِمُ اللّٰہُ تَعَالٰی جَزَآءَ ھُمُ الْمُطَابِقَ بِمُقْتَضَی الْحِکْمَۃِ وَافِیًا تَامًّا۔

جب اس پر اعضا کی گواہی ہو جائے ان کے اعمال قبیحہ پر تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ مطابق اقتضاء حکمت دے گا۔

وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ اور جان لیں گے وہ جو دنیا میں شبہ کرتے تھے جزاء اعمال پر کہ بے شک اللہ تعالیٰ حق مبین اور روشن حق ہے۔ اس لئے کہ مخلوق کے علم میں صفات حق تعالیٰ شانہ کا ہونا ضروری ہے۔ تو اس امر کا عقیدہ بھی ضروری ہوا کہ

اَنَّ فُجُوْرَ زَوْجَاتِ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ مُخِلٌّ لِحِکْمَۃِ الْبِعْثَۃِ۔ فجور ازواج انبیاء علیہم السلام کو تسلیم کرنا اور ممکن سمجھنا مخل حکمت بعثت ہے۔ بنابریں ان کے متعلق ایسا عقیدہ خلاف ایمان ہے۔

چنانچہ امام تقی الدین ابو العباس احمد بن شیخ عبد الحلیم بن مجد الدین عبد السلام بن عبد اللہ بن ابو القاسم الحرانی المعروف با بن تیمیہ نے ایک کتاب مسمی اَلصَّارِمُ الْمَسْلُوْلُ عَلٰی شَاتِمِ الرَّسُوْلِ اس وقت تالیف کی جبکہ غساق نصرانی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم کرنے لگا تھا۔ وہ اس تالیف کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

اَمَّا بَعْدُ – فَاِنَّ اللّٰہَ ھَدَانَا بِنَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَخْرَجَنَا بِہٖ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ وَاٰتَانَا بِبَرْکَۃِ رِسَالَتِہٖ وَ یُمْنِ سَفَارَتِہٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَکَانَ مِنْ اَبْعَدِ بِالْمَنْزِلَۃِ الْعُلْیَا الَّتِیْ تَقَاصَرَتِ الْعُقُوْلُ وَالْاَلْسِنَۃُ عَنْ مَعْرِفَتِھَا وَ نَعْتِھَا۔ الخ

پھر اس میں علیحدہ علیحدہ مسائل مرتب کیے ہیں۔

اَلْمَسْئَلَۃُ الْاُوْلٰی فِیْ اَنَّ السَّابَّ یُقْتَلُ سَوَاءٌ کَانَ مُسْلِمًا اَوْ کَافِرًا۔

اَلْمَسْئَلَۃُ الثَّانِیَۃُ فِیْ حُکْمِہٖ اِذَا تَابَ۔

اِنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ مُّسْلِمٍ اَوْ کَافِرٍ فَاِنَّہٗ یَجِبُ قَتْلُہٗ۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۷۱ پر فصل فِیْ حُکْمِ سَبِّ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہے۔

اس فصل میں وہ مضمون ہے جس کا تعلق اس رکوع سوم سورۂ نور سے ہے۔ لہٰذا اول ہم اس بحث کو ملخص کر کے لکھتے ہیں اور آخر میں رکوع سوم کی آخری دو آیتیں بیان کرتے ہیں۔

فَاَمَّا مَنْ سَبَّ اَزْوَاجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْقَاضِیْ اَبُوْ یَعْلٰی مَنْ قَذَفَ عَائِشَۃَ بِمَا بَرَّأَہُ اللّٰہُ مِنْہُ کَفَرَ بِلَا خِلَافٍ۔ جو ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہے تو قاضی ابو یعلی فرماتے ہیں جس نے اتہام رکھا صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جسے اللہ تعالیٰ نے بری فرما دیا وہ کافر ہے بلا خلاف اور اس پر اجماع ہے۔

قَالَ اَبُو السَّائِبِ الْقَاضِیْ کُنْتُ یَوْمًا بِحَضْرَۃِ الْحَسَنِ بْنِ زَیْدِنِ الدَّاعِیِّ بِطَبْرِسْتَانَ وَکَانَ یَلْبَسُ الصُّوْفَ وَیَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُوَجِّھُہٗ فِیْ سَنَۃٍ بِعِشْرِیْنَ اَلْفَ دِیْنَارٍ اِلٰی مَدِیْنَۃِ السَّلَامِ یُفَرِّقُ عَلٰی سَائِرِ وُلْدِ الصَّحَابَۃِ وَکَانَ بِحَضْرَتِہٖ رَجُلٌ فَذَکَرَ عَائِشَۃَ بِذِکْرٍ قَبِیْحٍ مِّنَ الْفَاحِشَۃِ فَقَالَ یَا غُلَامُ اضْرِبْ عُنُقَہٗ فَقَالَ لَہُ الْعَلَوِیُّوْنَ ھٰذَا رَجُلٌ مِّنْ شِیْعَتِنَا فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ ھٰذَا رَجُلٌ طَعَنَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

قاضی ابوسائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک دن حسن بن زید داعی طبرستان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا یہ صوف پہنا کرتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرمایا کرتے تھے اور ہر سال بیس ہزار دینار مدینہ منورہ صحابہ کرام کی اولاد میں تقسیم کے لئے بھیجا کرتے تھے (جو آج کل کے حساب سے آٹھ لاکھ روپیہ تخمیناً ہوتا ہے)۔

آپ کی خدمت میں ایک شخص نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں الزام فحش لگا کر کچھ برائی کی آپ نے خادم کو حکم دیا اس کی گردن اڑا دے تو علویوں نے عرض کیا یہ ہماری جماعت کا آدمی ہے آپ نے فرمایا جو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرے وہ واجب القتل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۖ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾۔

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں یہ بری ہیں اس سے جو ان کی شان میں بکواس کر رہے ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

یہ اٹھارہ آیتیں ہیں جو سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت وطہارت میں نازل فرمائی گئیں۔ چنانچہ حسن بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ آیتیں تلاوت فرما کر کہا:

فَاِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ خَبِيْثَةً (مَعَاذَ اللّٰهِ) فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبِيْثٌ (مَعَاذَ اللّٰهِ) فَهُوَ كَافِرٌ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ فَضَرَبُوْا عُنُقَهٗ وَاَنَا حَاضِرٌ۔ تو اگر صدیقہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ خبیثہ ہیں تو لازم آئے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی ہوں اعاذنا اللّٰہ تعالٰی تو ایسی بکواس کرنے والا کافر ہے لہٰذا اڑا دو اس کی گردن چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔

یہ نظیرۂ قانونی طبرستان کے جج ہائیکورٹ کا ہے جسے شریعت میں قاضی کہتے ہیں اور محمد بن زید حسن بن زید رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ عراق میں ایک شخص آیا جس نے صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کی آپ نے ڈنڈا اٹھا کر اس کے سر پر مارا وہ مر گیا۔ انتہیٰ مختصراً

علامہ آلوسی رحمہ اللہ آیات بینات پر فرماتے ہیں۔

كَلَامٌ مُّسْتَانَفٌ مُؤَسَّسٌ عَلَى السُّنَّةِ الْجَارِيَةِ فِيْمَا بَيْنَ الْخَلْقِ عَلٰى مُوْجَبِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مَلِكًا يَّسُوْقُ الْاَهْلَ اِلَى الْاَهْلِ۔ یہ کلام مستانف ہے جو سنت جاریہ کے ساتھ مخلوق میں قائم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے ہر اہل کو اہل کے ساتھ چلاتا ہے۔ اسی بنا پر کسی کا شعر ہے:

اِنَّ الطُّيُوْرَ عَلٰى اَشْبَاهِهَا تَقَعُ اَيِ الْخَبِيْثَاتُ مِنَ النِّسَآءِ

اَيِ الْخَبِيْثَاتُ مِنَ النِّسَآءِ مِنَ الرِّجَالِ اَيْ مُخْتَصَّاتٌ بِهِمْ لَايَتَجَاوَزُوْنَهُمْ اِلٰى غَيْرِهِمْ۔
یعنی خبیث عورتیں مختص ہیں خبیثوں کے لئے وہ اس سے غیر کی طرف متجاوز نہیں ہو سکتیں۔

وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ مِنْهُنَّ بِحَيْثُ لَا يَتَجَاوَزُوْنَهُنَّ اِلٰى مَنْ عَدَاهُنَّ وَ حَيْثُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْيَبَ الْاَطْيَبِيْنَ وَخِيَرَةَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ تَبَيَّنَ كَوْنُ الصِّدِّيْقَةِ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهَا مِنْ اَطْيَبِ الطَّيِّبَاتِ بِالضَّرُوْرَةِ وَاتَّضَحَ بُطْلَانُ مَا قِيْلَ فِيْهَا مِنَ الْخُرَافَاتِ۔

خلاصہ یہ کہ حضور اطیب الاطیبین و خیر الاولین والآخرین ہیں تو آپ کی زوجہ پاک بھی اطیب الطیبات لازمی طور پر ہوئیں اور منافقین کی بکواس کا بطلان اس آیت کریمہ میں واضح طور پر ہو گیا بلکہ آگے اور مزید وضاحت فرما دی گئی۔

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ۔ عَلٰى اَنَّ الْاِشَارَةَ اِلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ النَّبَوِيِّ رِجَالًا وَّ نِسَآءً وَّ يَدْخُلُ فِيْ ذَالِكَ الصِّدِّيْقَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا دُخُوْلًا اَوَّلِيًّا۔

یہ بری ہیں ان باتوں سے جو بکتے ہیں۔ اس میں اہل بیت اطہار نبوی کے مرد اور عورت سب داخل ہیں اور اس میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے مانی جائیں گی۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں اشارہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقہ اور صفوان بن معطل رضی اللہ عنہما کی طرف ہے۔

اور فراء رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِشَارَةٌ اِلَى الصِّدِّيْقَةِ وَالصَّفْوَانَ وَالْجَمْعُ يُطْلَقُ عَلٰى مَا زَادَ عَلَى الْوَاحِدِ۔ اس میں اشارہ صدیقہ اور صفوان رضی اللہ عنہما کی طرف ہے اس لئے کہ جمع ایک سے زائد پر بھی بولی جاتی ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے اُولٰٓئِكَ مُنَزَّهُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُهُ اَهْلُ الْاِفْكِ فِيْ حَقِّهِمْ مِنَ الْاَكَاذِيْبِ الْبَاطِلَةِ۔ یہ منزہ اور مبرا ہیں ہفوات منافقین اور اہل افک سے یہ سب اکاذیب باطلہ ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ ان کے لئے مغفرت عظیمہ ہے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ لَا يَخْلُوا الْبَشَرُ عَنْهُ مِنَ الذَّنْبِ وَ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ باقتضاء بشریت انسان معصیت سے نہیں بچتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابرار کی نیکیاں مقربین کی سیئات کے برابر ہیں تو اس سے واضح ہوا کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ مقرب کون ہو سکتا ہے اس لئے ان کی عام خطاؤں کی مغفرت بھی فرما دی گئی۔

وَ رِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ اور عزت کی روزی۔

هُوَ الْجَنَّةُ كَمَا قَالَهُ اَكْثَرُ الْمُفَسِّرِيْنَ وَ يَشْهَدُ قَوْلُهُ تَعَالٰى فِيْ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ فِيْ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ — وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا فَاِنَّ الْمُرَادَ بِهٖ ثَمَّتِ الْجَنَّةُ بِقَرِيْنَةِ اَعْتَدْنَا وَالْقُرْاٰنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ مِنَ الدِّلَالَةِ عَلٰى فَضْلِ الصِّدِّيْقَةِ مَا فِيْهَا۔

رزق کریم سے مراد جنت ہے جیسا کہ امہات المومنین کے فضائل پر سورۃ احزاب میں وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا فرمایا اور چونکہ قرآن کریم اپنی آیت کی تفسیر بعض آیتوں سے فرماتا ہے ایسے ہی اس کی تفسیر سورۃ احزاب میں فرما دی گئی اور اس آیت میں فضیلت صدیقہ خصوصیت سے واضح ہے۔

اگرچہ خبر غریب ہے جسے ابن نجار روایت کرتے ہیں اور حافظ سیوطی بھی درمنثور میں لکھتے ہیں۔ تاریخ بغداد میں ابن نجار کہتے ہیں: لیکن چونکہ دعا کے الفاظ قرین اجابت نظر آتے ہیں۔ لہٰذا بیان واقعہ کے ساتھ ایک دعا بغرض افادہ ناظرین نقل ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھا تاکہ براءت کی امید دلا کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کروں۔

اس وقت آپ رو رہی تھیں اور فرما رہی تھیں: هَجَرَتْنِي الْقَرِيبُ وَالْبَعِيدُ حَتّٰى هَجَرَتْنِي الْهِرَّةُ وَمَا عُرِضَ عَلَيَّ طَعَامٌ وَّ لَا شَرَابٌ فَكُنْتُ اَرْمُدُ وَاَنَا جَائِعَةٌ ظَامِئَةٌ فَرَاَيْتُ فِيْ مَنَامِيْ فَتًى فَقَالَ لِيْ مَالَكِ فَقُلْتُ حَزِيْنَةٌ مِّمَّا ذَكَرَ النَّاسُ فَقَالَ ادْعِيْ بِهٰذِهِ الدَّعَوَاتِ يُفَرِّجُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكِ فَقُلْتُ وَمَا هِيَ فَقَالَ قُوْلِيْ۔

يَا سَابِغَ النِّعَمِ وَ يَادَافِعَ النِّقَمِ وَ يَا فَارِجَ الْغَمَمِ وَيَا كَاشِفَ الظُّلَمِ يَا اَعْدَلَ مَنْ حَكَمَ يَا حَسْبَ مَنْ ظَلَمَ يَا وَلِيَّ مَنْ ظُلِمَ يَا اَوَّلُ بِلَا بَدَايَةٍ وَيَا اٰخِرُ بِلَانِهَايَةٍ يَّا مَنْ لَّهٗ اِسْمٌ بِلَا كُنْيَةٍ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ اَمْرِيْ فَرَجًا وَّ مَخْرَجًا۔

قَالَتْ فَانْتَبَهْتُ وَاَنَارَيَّانَةٌ شَبْعَانَةٌ وَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَرَجِيْ وَ يُسَمّٰى هٰذَا الدُّعَاءُ دُعَاءَ الْفَرَجِ فَلْيَحْفَظْ وَلْيَسْتَعْمِلْ۔

مجھے میرے قریب و بعید نے چھوڑ دیا تھا حتیٰ کہ ہرہ نے بھی مجھے چھوڑ دیا تھا اور میرے لئے نہ کھانا آتا تھا نہ پانی تو میں لیٹ گئی اور بھوکی پیاسی تھی تو میں نے ایک جوان کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے پوچھ رہا ہے صدیقہ کیا حال ہے؟

میں نے کہا غمگین ہوں ان باتوں سے جو لوگ کر رہے ہیں۔

تو انہوں نے کہا یہ دعا پڑھو اللہ سب غم کھول دے گا۔

میں نے کہا وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے یہ دعا بتائی۔

فرماتی ہیں کہ میں جاگی تو میں نے اپنے کو خوش و خرم پایا اور بھوک بھی نہیں رہی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے میری مسرت کی دستیاب بنائی اور آیات تطہیر نازل فرمائیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ دعا دعاء الفرج ہے اسے یاد رکھ اور استعمال کر۔

اس کے بعد حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

کا مظاہرہ یہ ہوا کہ میں اس معاملہ کے ساتھ اپنی ہم جنسوں پر فخر کرتی تھی۔ آپ سے سوال ہوا حضور وہ فخر کیا تھا۔ فرمایا جسے ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

اول تو یہ کہ نَزَلَ الْمَلَكُ بِصُوْرَتِيْ وَتَزَوَّجَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَبْعِ سِنِيْنَ وَ اُهْدِيْتُ لَهٗ لِتِسْعِ سِنِيْنَ۔

۱- اول فرشتہ میری تصویر کے ساتھ آپ کے پاس آیا۔

۲- دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سات سال کی عمر میں عقد فرمایا اور نویں سال میں رخصت ہوئی۔

۳- تیسرے وَ تَزَوَّجَنِيْ بِكْرًا لَمْ يَشْرَكْهُ فِيَّ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ۔ میرا عقد بحالت بکر ہوا۔

۴- چوتھے۔ وَاَتَاهُ الْوَحْيُ وَاَنَا وَاِيَّاهُ فِيْ لِحَافٍ وَّاحِدٍ۔ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ ہوتے اور وحی آتی۔

۵- پانچویں۔ وَ كُنْتُ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيْهِ۔ اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ترین تھی۔

۶۔ چھٹے۔ وَ نَزَلَ فِیَّ اٰیٰتٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَادَتِ الْاُمَّۃُ تَھْلِکُ فِیْھِنَّ ۔ میری شان میں اٹھارہ آیتیں قرآن کریم کی نازل ہوئیں جبکہ امت قریب بہ ہلاکت تھی ان اتہامات میں۔

۷۔ ساتویں۔ وَرَاَیْتُ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلَمْ یَرَہٗ اَحَدٌ مِّنْ نِّسَآئِہٖ غَیْرِیْ۔ میں نے روح الامین کو دیکھا اور میرے سوا ازواج میں سے کسی نے نہ دیکھا۔

۸۔ آٹھویں۔ وَ قُبِضَ فِیْ بَیْتِیْ لَمْ یَلِہٖ اَحَدٌ غَیْرَ الْمَلَکِ وَاَنَا۔ اور میرے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی جبکہ میرے اور فرشتہ کے سوا کوئی قریب نہ تھا۔

۹۔ نویں۔ میری شان میں آسمان سے براءت آئی اور میں پاک تھی اس پاک ذات کے نزدیک۔

۱۰۔ دسویں۔ وَ لَقَدْ وُعِدْتُ مَغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ مجھے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہوا۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع ۔ سورۃ نور ۔ پ ۱۸

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾

اے ایمان والو! نہ داخل ہو کسی گھر میں اپنے گھر کے سوا جب تک اجازت نہ لے لو اور سلام نہ کر لو اس گھر والے کو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم سمجھ حاصل کرو

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۲۸﴾

تو اگر نہ پاؤ تم اس گھر میں کسی کو تو نہ داخل ہو اس میں جب تک تمہیں اجازت نہ ہو اور اگر کہا جائے تمہیں واپس جاؤ تو واپس ہو جاؤ یہ تمہارے لئے بہت ستھری بات ہے اور اللہ تمہارے کام جانتا ہے

لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

نہیں کوئی گناہ تم پر اگر داخل ہو ایسے گھروں میں جو کسی کے رہنے کے نہیں اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے رہو

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

فرما دیں مومن مردوں سے کہ اپنی نگاہیں نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہت ستھری بات ہے۔ بے شک اللہ خبردار ہے ان کے کاموں سے

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ۪ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ

اور فرما دیجئے مسلمان خواتین کو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہو جائے اور مارے رہیں دوپٹہ کا بکل اپنے گریبانوں پر اور نہ ظاہر کریں اپنا سنگار مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ دادا پر یا خسر پر یا اپنے

بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

بیٹے پر یا شوہر کے بیٹے پر یا اپنے بھائی پر یا اپنے بھتیجے پر یا اپنے بھانجے پر یا اپنی اسلامی عورتوں پر یا اپنی کنیزوں پر جو اپنی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ وہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کا علم نہیں اور نہ ماریں اپنے پاؤں زور سے کہ ان کا چھپا ہوا جانا جائے سنگار سے اور توبہ کرو اے مسلمانو اللہ کی طرف تا کہ تم فلاح پاؤ۔

وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْ اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۲﴾

اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے نیک بندوں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ غنی کر دے گا اپنے فضل سے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے

وَ لْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ الَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اٰتٰىكُمْ وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَیٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ مَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۳﴾

اور چاہیئے کہ بچے رہیں وہ جو نکاح کا مقدور نہیں رکھتے حتی کہ غنی کر دے انہیں اللہ اپنے فضل سے اور تمہاری لونڈیاں جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمانے کی شرط پر انہیں آزادی لکھ دیں تو لکھ دو اگر تم جانتے ہو ان میں بھلائی اور مدد کرو ان کی اللہ کے مال سے جو تم کو دیا اور نہ مجبور کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر اگر وہ بچنا چاہیں تا کہ تم دنیوی زندگی کا کچھ مال چاہو اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بے شک ان کے اکراہ پر مجبوری کی حالت میں معاف کرنے والا مہربان ہے

وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۴﴾

اور بے شک ہم نے اتاریں روشن آیتیں اور مثالیں تمہاری طرف ان لوگوں کا بیان جو تم سے پہلے ہو گزرے اور ڈر والوں کے لئے نصیحت

حل لغات چوتھا رکوع۔سورۃ نور۔پ ۱۸

یٰۤاَیُّهَا۔اے	الَّذِیْنَ۔وہ جو	اٰمَنُوْا۔ایمان لائے ہو	لَا۔نہ
تَدْخُلُوْا۔داخل ہو	بُیُوْتًا۔گھروں میں	غَیْرَ۔سوا	بُیُوْتِكُمْ۔اپنے گھروں کے
حَتّٰى۔یہاں تک کہ	تَسْتَاْنِسُوْا۔اجازت لے لو	وَ۔اور	تُسَلِّمُوْا۔سلام کہو
عَلٰۤى۔اوپر	اَهْلِهَا۔اس کے رہنے والوں کے		ذٰلِكُمْ۔یہ
خَیْرٌ۔بہتر ہے	لَّكُمْ۔تمہارے لئے	لَعَلَّكُمْ۔تا کہ تم	تَذَكَّرُوْنَ۔نصیحت پکڑو

فَاِنْ۔ پھر اگر	لَمْ۔ نہ	تَجِدُوْا۔ پاؤ	فِيْهَآ۔ اس میں
اَحَدًا۔ کسی کو	فَلَا۔ تو نہ	تَدْخُلُوْ۔ داخل ہو	هَا۔ ان میں
حَتّٰى۔ یہاں تک کہ	يُؤْذَنَ۔ اجازت دی جائے	لَكُمْ۔ تم کو	وَ۔ اور
اِنْ۔ اگر	قِيْلَ۔ کہا جائے	لَكُمُ۔ تم کو	ارْجِعُوْا۔ واپس جاؤ
فَارْجِعُوْا۔ تو واپس آجاؤ	هُوَ۔ وہ	اَزْكٰى۔ بہتر ہے	لَكُمْ۔ تمہارے لئے
وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	بِمَا۔ اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو
عَلِيْمٌ۔ جاننے والا ہے	لَيْسَ۔ نہیں ہے	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	جُنَاحٌ۔ گناہ
اَنْ۔ یہ کہ	تَدْخُلُوْا۔ داخل ہو	بُيُوْتًا۔ گھروں میں	غَيْرَ۔ جو نہ
مَسْكُوْنَةٍ۔ آباد ہوں	فِيْهَا۔ اس میں	مَتَاعٌ۔ سامان ہو	لَّكُمْ۔ تمہارا
وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	يَعْلَمُ۔ جانتا ہے	مَا۔ جو
تُبْدُوْنَ۔ تم ظاہر کرتے ہو	وَ۔ اور	مَا۔ جو	تَكْتُمُوْنَ۔ چھپاتے ہو
قُلْ۔ کہہ	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ ایماندار مردوں کو	يَغُضُّوْا۔ نیچی رکھیں	مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ آنکھیں
هِمْ۔ اپنی	وَ۔ اور	يَحْفَظُوْا۔ حفاظت کریں	فُرُوْجَهُمْ۔ اپنی شرمگاہوں کی
ذٰلِكَ۔ یہ	اَزْكٰى۔ بہت ستھری بات ہے	لَهُمْ۔ ان کے لئے	اِنَّ۔ بے شک
اللّٰهَ۔ اللہ	خَبِيْرٌ۔ خبردار ہے	بِمَا۔ اس سے جو	يَصْنَعُوْنَ۔ کرتے ہیں
وَ۔ اور	قُلْ۔ کہہ	لِّلْمُؤْمِنٰتِ۔ مومن عورتوں کو	يَغْضُضْنَ۔ کہ نیچی رکھیں
مِنْ اَبْصَارِهِنَّ۔ نظریں	هِنَّ۔ اپنی	وَ۔ اور	يَحْفَظْنَ۔ حفاظت کریں
فُرُوْجَهُنَّ۔ اپنی شرمگاہوں کی	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	يُبْدِيْنَ۔ ظاہر کریں
زِيْنَتَهُنَّ۔ اپنی زینت	اِلَّا۔ مگر	مَا۔ جو	ظَهَرَ۔ ظاہر ہو
مِنْهَا۔ اس سے	وَ۔ اور	لْيَضْرِبْنَ۔ چاہئے کہ لپیٹیں	بِخُمُرِهِنَّ۔ اپنی چادریں
عَلٰى۔ اوپر	جُيُوْبِهِنَّ۔ اپنے گریبانوں کے		وَ۔ اور
لَا۔ نہ	يُبْدِيْنَ۔ ظاہر کریں	زِيْنَتَهُنَّ۔ اپنی زینت	اِلَّا۔ مگر
لِبُعُوْلَتِهِنَّ۔ اپنے خاوندوں کے لئے		اَوْ۔ یا	اٰبَآئِهِنَّ۔ اپنے باپوں کیلئے
اَوْ۔ یا	اٰبَآءِ۔ باپوں	بُعُوْلَتِهِنَّ۔ اپنے خاوندوں کے لئے	
اَوْ۔ یا	اَبْنَآئِهِنَّ۔ اپنے بیٹوں کے لئے		اَوْ۔ یا
اَبْنَآءِ۔ بیٹوں	بُعُوْلَتِهِنَّ۔ اپنے خاوندوں کے لئے		اَوْ۔ یا
اِخْوَانِهِنَّ۔ اپنے بھائیوں کے لئے		اَوْ۔ یا	بَنِيْٓ۔ بیٹوں
اِخْوَانِهِنَّ۔ اپنے بھائیوں کے لئے		اَوْ۔ یا	بَنِيْٓ۔ بیٹوں

آخَوٰتِهِنَّ۔اپنی بہنوں کے لئے		آوْ۔یا	نِسَآئِهِنَّ۔اپنی عورتوں کیلئے
آوْ۔یا	مَا۔جو	مَلَكَتْ۔مالک ہیں	اَیْمَانُهُنَّ۔ان کے ہاتھ
آوِ۔یا	التّٰبِعِیْنَ۔پیچھے آنے والے	غَیْرِ۔جو نہیں ہیں	اُولِی الْاِرْبَةِ۔خواہش والے
مِنَ الرِّجَالِ۔مردوں سے	آوِ۔یا	الطِّفْلِ۔بچے	الَّذِیْنَ۔وہ جو
لَمْ۔نہیں	یَظْهَرُوْا۔مطلع	عَلٰی۔اوپر	عَوْرٰتِ۔شرم والی
النِّسَآءِ۔عورتوں کی باتوں پر	وَ۔اور	لَا۔نہ	یَضْرِبْنَ۔ماریں
بِاَرْجُلِهِنَّ۔اپنے پیر	لِیُعْلَمَ۔کہ معلوم ہوجائے	مَا۔جو	یُخْفِیْنَ۔چھپاتی ہیں
مِنْ زِیْنَتِهِنَّ۔اپنی زینت	وَ۔اور	تُوْبُوْٓا۔توبہ کرو	اِلَی۔طرف
اللّٰهِ۔اللہ کی	جَمِیْعًا۔سب مل کر	اَیُّهَا۔اے	الْمُؤْمِنُوْنَ۔مومنو
لَعَلَّكُمْ۔تاکہ تم	تُفْلِحُوْنَ۔فلاح پاؤ	وَ۔اور	اَنْكِحُوا۔نکاح کرو
الْاَیَامٰی۔غیر شادی شدہ کے	مِنْكُمْ۔تم میں سے	وَ۔اور	الصّٰلِحِیْنَ۔نیک
مِنْ عِبَادِكُمْ۔اپنے غلاموں	وَ۔اور	اِمَآئِكُمْ۔لونڈیوں کے	اِنْ۔اگر
یَّكُوْنُوْا۔ہیں وہ	فُقَرَآءَ۔تنگدست	یُغْنِهِمُ۔تو غنی کرے گا ان کو	اللّٰهُ۔اللہ
مِنْ فَضْلِهٖ۔اپنے فضل سے	وَ۔اور	اللّٰهُ۔اللہ	وَاسِعٌ۔فراخی والا
عَلِیْمٌ۔جاننے والا ہے	وَ۔اور	لْیَسْتَعْفِفِ۔چاہئے کہ بچیں	الَّذِیْنَ۔وہ جو
لَا۔نہیں	یَجِدُوْنَ۔طاقت رکھتے	نِكَاحًا۔نکاح کی	حَتّٰی۔یہاں تک کہ
یُغْنِیَهُمُ۔غنی کرے ان کو	اللّٰهُ۔اللہ	مِنْ فَضْلِهٖ۔اپنے فضل سے	وَ۔اور
الَّذِیْنَ۔وہ جو	یَبْتَغُوْنَ۔چاہیں	الْكِتٰبَ۔کتابت	مِمَّا۔ان سے جو
مَلَكَتْ۔مالک ہیں	اَیْمَانُكُمْ۔تمہارے ہاتھ	فَكَاتِبُوْهُمْ۔تو کتابت کروان سے	
اِنْ۔اگر	عَلِمْتُمْ۔جانو تم	فِیْهِمْ۔ان میں	خَیْرًا۔بھلائی
وَّ۔اور	اٰتُوْهُمْ۔دو ان کو	مِّنْ مَّالِ۔مال	اللّٰهِ۔اللہ سے
الَّذِیْٓ۔وہ جو	اٰتٰىكُمْ۔اس نے دیا تم کو	وَ۔اور	لَا۔نہ
تُكْرِهُوْا۔مجبور کرو	فَتَیٰتِكُمْ۔اپنی لونڈیوں کو	عَلَی۔اوپر	الْبِغَآءِ۔بدکاری کے
اِنْ۔اگر	اَرَدْنَ۔چاہیں وہ	تَحَصُّنًا۔بچنا	لِّتَبْتَغُوْا۔تاکہ چاہو
عَرَضَ۔سامان	الْحَیٰوةِ۔زندگی	الدُّنْیَا۔دنیا کا	وَ۔اور
مَنْ۔جو	یُّكْرِهْهُّنَّ۔مجبور کرے ان کو	فَاِنَّ۔تو بے شک	اللّٰهَ۔اللہ
مِنْۢ بَعْدِ۔بعد	اِكْرَاهِهِنَّ۔ان کی مجبوری کے		غَفُوْرٌ۔بخشنے والا
رَّحِیْمٌ۔مہربان ہے	وَ۔اور	لَقَدْ۔بے شک	اَنْزَلْنَآ۔ہم نے اتاریں

اِلَیۡکُمۡ۔ تمہاری طرف اٰیٰتٍ۔ آیتیں مُّبَیِّنٰتٍ۔ روشن وَّ۔ اور
مَثَلًا۔ مثالیں مِّنَ الَّذِیۡنَ۔ ان لوگوں کی جو خَلَوۡا۔ گزرے مِنۡ قَبۡلِکُمۡ۔ تم سے پہلے
وَّ۔ اور مَوۡعِظَۃً۔ نصیحت لِّلۡمُتَّقِیۡنَ۔ پرہیزگاروں کے لئے

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔ سورۂ نور۔ پ ۱۸

اس سورۂ مبارکہ میں اول رکوع سے چوتھے رکوع تک نو حکم قانون اسلامی کے نافذ فرمائے ہیں

پہلے حکم میں زنا کی قباحت اَلزَّانِیۡ لَا یَنۡکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً سے بیان کی ہے اور اس فعل کے برے نتائج بیان فرمائے گئے۔

دوسرا حکم وَالَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَۃِ شُھَدَآءَ میں تہمت زنا کی بابت ہے اور تہمت لگانے والے کی سزا فرمائی ہے۔

تیسرا حکم لعان ہے یعنی اپنی بیوی پر تہمت لگانے کے احکام ہیں۔

چوتھا حکم چوتھے رکوع میں بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کا۔

پانچواں حکم غض بصر ہے کہ غیر عورت کی طرف نظر نہ ڈالیں۔

چھٹا حکم عورتوں کے لئے ہے کہ وہ اپنی زینت اور بناؤ سنگار بھی غیر مرد پر ظاہر نہ کریں۔

ساتواں حکم وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی کا ہے یعنی مجرد عورت اور مرد ضرور نکاح کر لیں۔

آٹھواں حکم کنیز سے کوئی رقم لینی مقرر کر کے اور آزادی لکھ دینا جسے مکاتبت اور مکاتبہ کہتے ہیں۔

نواں حکم وَلَا تُکۡرِھُوۡا فَتَیٰتِکُمۡ عَلَی الۡبِغَآءِ کنیز پر جبر کر کے زنا کرا کر مال حاصل کرنے کی ممانعت میں ہے۔

اس کے بعد پانچویں رکوع میں نور کی بحث ہے جو اپنی جگہ مفصل بیان ہوگی۔

چوتھے رکوع کی ملخص تفسیر یہ ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ بُیُوۡتِکُمۡ حَتّٰی تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَتُسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَھۡلِھَا ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۲۷﴾۔

میں فرمایا گیا کہ اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا کسی گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم سمجھو۔

اس میں غَیۡرَ بُیُوۡتِکُمۡ استثناء ہے بُیُوۡتًا سے۔

تَسۡتَاۡنِسُوۡا کے معنی تَسۡتَاۡذِنُوۡا ہیں یہ استیناس سے ہے جو اِسۡتِعۡلَام کے معنی میں مستعمل ہے۔

محاورہ میں بولتے ہیں اٰنَسَ الشَّیۡءَ اَبۡصَرَہٗ وَاَعۡلَمَہٗ وَ اَحَسَّ بِہٖ۔

یہی قاموس میں ہے۔

اس لئے کہ مستاذن اس امر کا علم چاہتا ہے کہ اسے داخلہ بیت کی اجازت ہے کہ نہیں۔

اور اگر اِسۡتِیۡنَاس سے ہی لیا جائے تو استیناس مخالف ہے استیحاش ہے فَاِنَّہٗ مُتَوَحِّشٌ اَنۡ لَّا یُؤۡذَنَ فَاِذَا اُذِنَ اِسۡتَاۡنَسَ۔ (بیضاوی)

تو اس کا ربط پہلے رکوع سے یہ ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے زنا منع فرما دیا۔

اور رمی وقذف یعنی تہمت والزام کی بھی سخت ممانعت فرما دی تو ان باتوں سے بھی روکنا ضروری ہوا جن سے بدگمانی اور رمی وقذف کے اسباب ہوں۔

بنابریں اس کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ کسی کے گھر میں بلا اذن واطلاع چلا جائے اس لئے کہ نہ معلوم گھر والا یا گھر والی کس حال میں ہے اگر یہ بلا اطلاع کسی کے گھر میں چلا گیا اور اسے کوئی بدگمانی پیدا ہوئی تو گواہ نہ ہونے کی صورت میں یہ مجرم ہوگا اور گواہ ہونے کی شکل میں جس کے گھر میں گیا اس پر مصیبت ڈالے گا۔ اس لئے اس فتنہ سے بچنے کے لئے باہمی ادب سکھایا کہ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا اور اس کے ساتھ طریق استیذان واستیناس تعلیم فرمایا کہ وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا اول اہل خانہ کو سلام دو۔ چنانچہ اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے دروازہ پر سے السلام علیکم کہو۔

پھر احادیث سے ثابت ہے کہ تین بار اجازت لو اور اگر تیسری بار بھی اجازت نہ ملے تو یہ نہ کرے کہ وہیں جما کھڑا رہے۔ بلکہ واپس لوٹ جائے۔

اور اگر اندر سے تین بار کے بعد بھی جواب نہ ملے تو بھی واپس ہو جائے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن قیس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حکم عام ہے اس گھر میں زنانہ ہو یا مردانہ کیونکہ یہ کسے معلوم ہے کہ مرد اندرون خانہ کس حال میں ہے اور کیا کر رہا ہے۔

اسی طرح جس گھر میں خواتین ہیں وہاں بھی عام اس سے کہ محرم ہوں یا نامحرم بلا اجازت جانا نہ چاہئے۔ اس لئے کہ گھروں میں عورتیں ایک حال میں نہیں رہتیں کبھی ننگے سر ہوتی ہیں کبھی بغیر قمیص ہوتی ہیں کبھی سوئی ہوتی ہیں تو محرم کو ننگے کھلے دیکھنا بہتر نہیں اور غیر کے لئے تو حرام ہے۔

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ گھروں میں عورت نہاتی دھوتی ہوتی ہے اور بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ خاوند پر بھی بعض حالتیں دیکھنا نامناسب ہوتا ہے کہ وہ اس حالت کو دیکھ کر متنفر نہ ہو جائے جیسے آبدست یا نورہ وغیرہ۔

اسی لئے مطلق حکم دے کر فرمایا: ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم سمجھو اسی لئے کسی گھر میں جھانکنے تاکنے کی بھی ممانعت ہے۔ اس کے بعد غیر آباد گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی اور ارشاد ہوا۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ۔ تم پر گناہ نہیں اس میں کہ داخل ہو غیر آباد گھروں میں۔

یعنی جن گھروں میں کوئی بستا نہ ہو اس میں بلا استیذان داخل ہونا گناہ نہیں۔

غیر مسکونہ گھروں میں پانچ قول ہیں۔

۱۔ اول یہ کہ غیر مسکونہ مکان وہ ہے جسے سٹور کہتے ہیں کہ اس میں اسباب وغیرہ رکھا جاتا ہے اور اسے گودام بھی کہتے ہیں۔

۲۔ بعض نے کہا اس سے مسافر خانہ مراد ہے۔

۳۔ بعض کے نزدیک خرید وفروخت والا سٹور مراد ہے۔

۴۔ بعض نے کہا غیر مسکونہ سے غیر آباد و ویران مکان مراد ہے۔

۵۔ بعض نے کہا اس سے مراد حمام ہیں۔

مگر آیہ کریمہ میں حکم عام ہے بنابریں سٹور، گودام، دکان، ویران مکان، حمام سب کو حاوی ہے۔
لیکن جن مکانات میں اسباب تجارت ہوں وہاں بلا اجازت جانا ممنوع ہے۔ ہر کس و ناکس اس میں اگر داخل ہوا تو چوری اور ملک غیر میں تصرف کا مظنہ ہے لہٰذا وہاں بھی بلا اجازت داخلہ ممنوع ہے البتہ جو وہاں کا نگران یا مجاز یا مالک ہے وہ بلا اطلاع جاسکتا ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔ مومنین کو حکم دیجئے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہ کی محافظت کریں۔

مِنْ اَبْصَارِهِمْ میں من تبعیضیہ ہے۔ لِاَنَّهٗ لَا يَلْزَمُ غَضُّ الْبَصَرِ بِالْكُلِّيَّةِ۔ یعنی بالکل آنکھ بند کرنے کا حکم نہیں ہے۔

بعض کے نزدیک من بیانیہ ہے جو بیان جنس کے لئے آیا ہے۔

بعض کے نزدیک من زائدہ ہے۔

چونکہ اسباب زنا میں مرد کا عورت کو اور عورت کا مرد کو دیکھنا ہے کہ نظر ہی تو سب سے بڑا سبب مظنہ زنا ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے بھی خوب کہا ہے: ع

برق نگاہ یار مرا کام کرگئی

بنابریں مومنین کو ادب سکھایا گیا اور حکم ہوا يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ غض بصر آنکھ بند کرنے کو کہتے ہیں یہاں مِنْ اَبْصَارِهِمْ فرما کر اس سے مراد آنکھیں نیچی رکھنا لئے گئے۔ یہ پانچواں حکم احکام رکوع چہارم کا ہے۔ اور اچانک اگر نظر پڑ جائے اسے معاف فرمایا۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: لَكَ الْاُوْلٰى وَ عَلَيْكَ الْاٰخِرَةُ پہلی نظر تو تجھے معاف ہے دوسری پر گرفت ہے۔

البتہ اپنی بیوی شرعی، کنیز، بیٹی، ماں، بہن، دادی، نانی محرمات کا دیکھنا ممنوع نہیں۔

اور اجنبی کی کنیز کے لئے حکم ہے کہ ناف سے گھٹنے تک نظر نہ ڈالے باقی کا مضائقہ نہیں۔

بعض نے کہا بازو سر وغیرہ جو عضو کام میں کھلنے کا احتمال ہے اس کا مضائقہ نہیں۔

امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صرف وہی اعضاء ان عورتوں کے دیکھنے جائز ہیں جو کنیز شرعی ہے جو عضو کام کاج کرتے کھل جائیں اس سے جو بعض نافہم سمجھ بیٹھے ہیں کہ پردہ میں چہرہ سینہ بازو ہاتھ مستثنیٰ ہیں یہ محض نافہمی اور جہالت خالص ہے۔

اور عورت کو حکم ہے کہ وہ اپنی شرمگاہ کی محافظت کرے یعنی حرام کاری سے اجتناب رکھے۔

آخر میں تو بیخا ارشاد ہے: وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ اللہ تمہارے ہر کرتوت سے باخبر ہے۔

پھر چھٹا حکم مومنات کے لئے ہے کہ وہ اپنی نگاہیں بند رکھیں یہاں بھی من تبعیضیہ کے ساتھ ارشاد ہے۔ جس کے معنی یہی ہوئے کہ نیچی نگاہ رکھیں اور حرام سے اپنے کو بچائیں اس کے ساتھ۔

چھٹا حکم یہ اور دیا کہ اپنے بناؤ سنگار بجز شوہر، سسر دادا، نانا، اپنے باپ بیٹے پوتے، بھائی، نواسے خاوند کے وہ بیٹے جو دوسری بیوی سے ہوں اور اس کے نواسے اور عورت کے بھائی عینی، علاتی، اخیافی، رضاعی عورت کے بھتیجے اور بھائیوں کی اولاد اور عورت کے بھانجے، بہن کی اولاد، گھر کی عورتیں، عورت کی مملوکہ کنیز، شرعی اور غلام اور گھر کے وہ خادم جو عورت کی طرف رغبت کرنے کے قابل نہ ہوں بوڑھے اور خواجہ سرا نابالغ لڑکے اور ایسے دیگر محرم کے علاوہ سب سے مخفی رکھیں۔

اب زینت تین قسم کی ہے

زینت ظاہری انگوٹھی اور لباس ہے۔

زینت خلقی میں ہاتھ منہ اور بعض کے نزدیک وہ اعضاء مراد ہیں جو زیورات سے آراستہ ہوتے ہیں۔

اس میں زینت خلقی لکھنا پڑھنا ہے ان سب کا بلا ضرورت ظاہر کرنا ممنوع ہے۔

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ میں استثنیٰ فرمایا گیا ظَهَرَ فرما کر۔ اس لئے کہ ظَهَرَ کے معنی ہیں جو خود بخود ظاہر ہو گیا جیسے قد برقع میں رہ کر بھی نہیں چھپ سکتا۔ جسمانیت فربہی اور دبلا پن یا چلتے چلتے پاؤں پھسلا اور عورت گر گئی تو اس میں جو ظاہر ہوا وہ بلا اختیار ہوا اس پر گناہ نہیں ورنہ اتنی تاکید کیوں فرمائی گئی کہ

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ۔ وہ پیر مار کر بھی نہ چلیں کہ ان کی آواز سے ان کے زیورات کی جھنکار جانی جائے جو پردہ سے بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

اور اَوْ نِسَآئِهِنَّ فرما کر کافرہ عورتوں سے بھی پردہ لازم کر دیا گیا یعنی اس عورت سے پردہ نہیں جو تم میں سے ہو یعنی مسلمان۔

اس کے بعد ساتواں حکم یہ ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ۔ اور نکاح کرواے مسلمانو! جو تم میں سے مجرد ہیں خواہ عورت ہو یا مرد کتخدا ہو یا بیوہ لفظ ایامیٰ عام ہے جو سب کو شامل ہے۔ بشرطیکہ وہ تم میں سے ہو یعنی مسلمان ہو۔

اَيَامٰى۔ جمع ہے اَیم کی۔ ذکر ہو یا انثیٰ بکر ہو یا ثیبہ سب کے لئے شامل ہے۔

اور اَيَامٰى مقلوب ایائم ہے جیسے یتامیٰ۔ وَالصّٰلِحِيْنَ معطوف ہے اَيَامٰى پر۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرنے کی اس طرح تاکید فرمائی:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ اَحْصَنُ لِلْفُرُوْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ۔ (متفق علیہ)

اے جوانو! تم میں جو قوت رجولیت رکھے اسے چاہئے کہ نکاح کرلے کہ وہ آنکھ کو غیر سے روک دیتا ہے اور شرمگاہ کو محفوظ کر دیتا ہے۔

اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو اور اسے گناہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو تو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ قاطع شہوت ہے۔

اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بعد مردوں کے لئے سخت فتنہ عورتوں سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے وہ شخص کہ جس کے دین اور خلق سے تم خوش ہو نکاح کی

درخواست کرے تو نکاح کردو ورنہ زمین میں فتنہ وفساد سخت ہوگا۔(نسائی، ابن ماجہ)

چنانچہ احکام نکاح میں تین صورتیں ہیں:

اولٰی یہ کہ ایسا جوان ہو کہ بلا نکاح مرتکب زنا ہونے کا خوف ہو اور نکاح کرنے کی استطاعت بھی رکھتا ہو اس پر واجب ہے کہ نکاح کرے۔

اور اگر متوسط درجہ میں ہے اور مستطیع بھی تو نکاح مستحب ہے۔

اور اگر تنگی ترشی سے نکاح کر کے گزر کے قابل کما سکتا ہے تو جائز ہے۔

اور وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ میں یہ حکم ہے کہ اپنے نیک غلام اور کنیزوں میں جسے نیک دیکھو ان کے بھی نکاح کردو اس لئے کہ نیک غلام اور کنیز ہی بعد نکاح اپنے آقا کی خدمت ملحوظ رکھ سکتے ہیں پھر آگے تسلی وتسکین کے طور پر فرمایا۔

اگر نکاح کرنے سے اس لئے خائف ہیں کہ فقر و فاقہ نہ ہو تو وہ اللہ پر بھروسہ کریں حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

اب آٹھواں حکم یہ ہے کہ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا۔ یعنی وہ غلام جو خدا کے فضل پر توکل کر کے اپنے مولٰی سے براءت چاہے تو اگر ان میں بھلائی دیکھو تو کتابت کرلو۔ یعنی انہیں لکھ دو کہ اتنا روپیہ یا اتنا کام کر دینے کے بعد تو آزاد ہے۔

تو اس پر یہ حکم اور ہوا کہ اپنی مکاتبت کے ذمہ جو رقم مقرر کی ہے اس میں وَاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ اور دو اسے یا معاف کردو اس مال سے جو اللہ نے تمہیں دیا ہے یعنی زکوٰۃ کی مد سے یا خیرات سے اس کا قرضہ کتابت ادا کر کے اس کی مدد کرو یہ تمہارے ثواب کا کام ہے۔

اس کے بعد نواں حکم یہ ہے جس کا تعلق عرب کے دور جاہلیت کے ایک رواج سے ہے وہ یہ کہ عرب کے جاہل اپنی لونڈیوں سے زنا کرواتے اور اس سے روپیہ کماتے تھے۔

چنانچہ مدینہ میں عبداللہ بن ابی منافق بھی ایسا ہی کیا کرتا تھا اس پر اسلام نے اس فعل کو بے حیائی قرار دیا اور مسلمانوں کو ممانعت فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ۔ اور انہیں مجبور نہ کرو زنا وحرام کاری پر اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں۔

نوٹ: یہاں اِنْ محض شرطیہ نہیں ہے جس میں پہلوئے مخالف لینا جائز ہو بلکہ یہ اِنْ شرطیہ علی سبیل الغالب ہے جس کا مفہوم مخالف نہیں ہوتا۔ آخر میں تو بجا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اور جو انہیں اکراہاً ایسے فعل پر مجبور کرے گا تو ان کے لئے اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس لئے کہ مجبور تھیں اور اکراہ واجبار کرنے والا ماخوذ ہوگا۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع - سورۂ نور - پ ۱۸

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ اے ایمان والونہ داخل ہو اپنے گھر کے سوا غیر کے گھروں میں جب تک اجازت نہ حاصل کرو اور اس گھر والے پر سلام نہ کرلو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم سمجھو۔

استیناس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَاسْتِعْمَالُ الْاِسْتِیْنَاسِ بِمَعْنَی الْاِسْتِیْذَانِ بِنَاءً عَلٰی اَنَّهٗ اسْتِفْعَالٌ مِنْ اَنَسَ الشَّیْءَ بِالْمَدِّ عَلِمَهٗ وَاَبْصَرَهٗ وَاِبْصَارَهٗ۔ استیناس باب استفعال سے ہے اور یہ بمعنی استیذان مستعمل ہے جیسے محاورہ میں کہتے ہیں اٰنَسَ الشَّیُ جس کے معنی ہوتے ہیں اس شے کو دیکھ لیا اور جان لیا۔

اور یہ علم حاصل کرنے کا ایک طریق ہے تو استیناس استعلام ہے اور مستانس مستاذن۔ طالب علم ہر گھر کے اندر والے کا گویا مستکشف احوال ہے کہ اسے دخول بیت کی اجازت ہے یا نہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ استیناس ضد استیحاش ہے اور وہ انس سے ہے یعنی وحشت ضد انس ہے۔

وَالْمُرَادُ بِهِ الْمَاذُوْنِیَّةُ۔ اس سے مراد ماذونیت ہے۔

فَكَاَنَّهٗ قِیْلَ حَتّٰی یُؤْذَنَ لَكُمْ۔ گویا فرمایا گیا غیر گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔

وَ ذَهَبَ الطَّبْرِیُّ اِلٰی اَنَّ الْمَعْنٰی حَتّٰی تُؤْنِسُوْا اَهْلَ الْبَیْتِ مِنْ اَنْفُسِكُمْ بِالْاِسْتِیْذَانِ۔ علامہ طبری رحمہ اللہ اس طرف ہیں کہ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی یہ ہیں کہ حَتّٰی تُؤْنِسُوْا جب تک موانست نہ حاصل کرو گھر والوں سے اجازت حاصل کر کے۔

پھر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: ہم نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِیْنَاسُ فَقَالَ یَتَكَلَّمُ الرَّجُلُ بِالتَّسْبِیْحَةِ وَالتَّكْبِیْرَةِ وَالتَّحْمِیْدَةِ یَتَنَحْنَحُ یُؤْذِنُ اَهْلَ الْبَیْتِ۔ استیناس کیا ہے؟ فرمایا: آدمی سبحان اللہ کہہ کر اللہ اکبر کہہ کر الحمد للہ کہہ کر کھنکار کر گھر والوں سے اجازت لے۔

اور ابن منذر مجاہد رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اَنَّهٗ قَالَ تَسْتَاْنِسُوْا تَنَحْنَحُوْا وَ تَنَحْنَحُوْا تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی کھنکارنا۔ تنحم کرنا ہے۔

وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا یعنی گھر والوں سے سلام کے ذریعہ اجازت داخلہ حاصل کرو۔

ترمذی شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گفتگو سے قبل سلام ہونا چاہئے۔

اور ابن ابی شیبہ ابن وہب کتاب المجالس میں زید بن اسلم رحمہم اللہ سے راوی ہیں: قَالَ اَرْسَلَنِیْ اَبِیْ اِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَجِئْتُهٗ فَقُلْتُ أَ أَلِجُ فَقَالَ ادْخُلْ فَلَمَّا دَخَلْتُ قَالَ مَرْحَبًا بِابْنِ اَخِیْ لَا تَقُلْ أَ أَلِجُ وَلٰكِنْ قُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ فَاِذَا قِیْلَ وَعَلَیْكَ فَقُلْ أَ أَدْخُلُ فَاِذَا قَالُوْا ادْخُلْ فَادْخُلْ۔

فرماتے ہیں مجھے میرے والد نے حضرت ابن عمر کی خدمت میں بھیجا تو میں ان کے دروازے پر آیا اور بولا أَ أَلِجُ یعنی کیا میں اندر آ جاؤں مجھے فرمایا آ جاؤ جب میں گھر میں داخل ہو گیا فرمایا جیتے رہو اے بھتیجے اور أَ أَلِجُ نہ کہا کرو بلکہ السلام علیکم کہو جب تمہیں وعلیک السلام جواب مل جائے تو کہا کرو أَ أَدْخُلُ کیا میں اندر حاضر آؤں جب تمہیں اجازت ملے اور جواب میں اُدْخُلْ کہا جائے تو اندر آؤ۔

اور قاسم بن اصبغ اور ابن عبدالبر تمہید میں فرماتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قَالَ اِسْتَاذَنَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَیَدْخُلُ عُمَرُ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہونا چاہتے تو فرماتے: اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ کیا عمر حاضر ہو جائے۔

اور بیہقی شعب الایمان میں اور ابن ابی حاتم قتادہ علیہم رضوان سے راوی ہیں: اِنَّہٗ قَالَ کَانَ یُقَالُ اَلاِسْتِیْذَانُ ثَلَاثًا فَمَنْ لَّمْ یُؤْذَنْ لَہٗ فِیْہِنَّ فَلْیَرْجِعْ۔ فرماتے ہیں کہ اجازت تین بار لی جائے تو اگر اندر سے گھر والیاں اجازت نہ دیں تو چاہئے کہ واپس ہو جائے۔

اَمَّا الْاُوْلٰی فَیَسْمَعُ الْحَیُّ۔ پہلی بار کی اجازت کا یہ فائدہ ہوگا کہ سب سن لیں گے۔

وَ اَمَّا الثَّانِیَۃُ فَیَاْخُذُوْا حِذْرَھُمْ۔ اور دوسری بار کی اجازت مانگنے میں یہ مصلحت ہے کہ اندر والے سنبھل کر بیٹھ جائیں گے۔

وَ اَمَّا الثَّالِثَۃُ فَاِنْ شَآءُوْا اَجَابُوْا وَاِنْ شَاءُوْا رَدُّوْا۔ اور تیسری بار کا یہ فائدہ ہے کہ اگر گھر والے چاہیں تو اجازت دیں گے یا اگر چاہیں گے واپس کر دیں گے۔

اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے موطا میں روایت کیا عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے کہ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَاَسْتَاذِنُ عَلٰی اُمِّیْ قَالَ نَعَمْ قَالَ لَیْسَ لَھَا خَادِمٌ غَیْرِیْ اَاَسْتَاذِنُ عَلَیْھَا کُلَّمَا دَخَلْتُ قَالَ اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاھَا عُرْیَانَۃً قَالَ الرَّجُلُ لَا قَالَ فَاسْتَاذِنْ عَلَیْھَا۔

• ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اپنی ماں کے پاس جاتے ہوئے بھی اجازت لینی چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس نے عرض کی اگر میری والدہ کے پاس سوا میرے کوئی خادم نہ ہو تو بھی میں اجازت مانگوں جب بھی جاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اپنی ماں کو ننگا دیکھے عرض کیا نہیں فرمایا تو اجازت لے کر جایا کرو۔

حدیث طیبہ کی احتیاط غایت غیرت کی متحمل ہے فی الواقع تنہائی میں کیا معلوم کہ اس کی والدہ کس حال میں ہیں لہٰذا اجازت لے کر گھر میں جانا بلا اجازت جانے سے بہتر ہے۔

اسی بناء پر ابن جریر اور بیہقی حضرت ابن مسعود علیہم رضوان سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَیْکُمْ اَنْ تَسْتَاذِنُوْا عَلٰی اُمَّھَاتِکُمْ وَ اَخَوَاتِکُمْ۔ تم پر لازم ہے کہ ماں اور بہن کے پاس بھی جاؤ تو اجازت حاصل کرو۔

ابن ابی حاتم ام ایاس سے راوی ہیں فرماتی ہیں: کُنْتُ فِیْ اَرْبَعِ نِسْوَۃٍ نَسْتَاذِنُ عَلٰی عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا فَقُلْتُ نَدْخُلُ فَقَالَتْ لَا فَقَالَ وَاحِدٌ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَنَدْخُلُ قَالَتْ اُدْخُلُوْا ثُمَّ قَالَتْ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا

میں چار عورتوں میں سے ایک تھی کہ جب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حاضر آئی تو میں نے عرض کیا: کیا حاضر ہو

جاؤں تو فرمایا نہیں تو ایک نے عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَاَدْخُلُ۔ السلام علیکم حضور کیا آجاؤں تو فرمایا آجاؤ پھر آیت کریمہ تلاوت کی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا۔ الخ

اور بخاری و مسلم میں ہے: اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِیْذَانُ مِنْ اَجْلِ النَّظْرِ وَمِنْ هٰهُنَا لَا یَنْبَغِی النَّظْرُ فِیْ قَعْرِ الْبَیْتِ قَبْلَ الْاِسْتِیْذَانِ۔ اجازت لینی نگاہ ڈالنے کی ممانعت کی بناء پر ہے اسی وجہ میں تا کا جھانکی سوراخ یا درز سے اجازت سے پہلے نہیں چاہئے۔

اور علامہ طبرانی حضرت امام مالک رحمہما اللہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ کَانَ یَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَلَا یَدْخُلُ عَلٰۤی اَهْلِ الْبَیْتِ حَتّٰی یَسْتَاْذِنَ وَیُسَلِّمَ۔ جو مجھ پر کلمہ پڑھ کر ایمان لایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں وہ نہ داخل ہو کسی گھر والے پر جب تک اجازت لے کر سلام نہ کرے۔

فَاِذَا نَظَرَ فِیْ قَعْرِ الْبَیْتِ فَقَدْ دَخَلَ۔ تو جب دیکھا کسی نے گھر کے جھروکے سے تو وہ گھر میں داخل ہو ہی گیا گویا جھانکنے تاکنے کی بھی ممانعت فرمادی گئی اور یہ اسلامی غیرت کی شان ہے۔

پھر ابوداؤد اور بخاری رحمہ اللہ ادب مفرد میں عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ

اِذَا اَتٰی بَابَ قَوْمٍ لَمْ یَسْتَقْبِلِ الْبَابَ مِنْ تِلْقَآءِ وَجْهِهٖ وَلٰکِنْ مِّنْ رُکْنِهِ الْاَیْمَنِ اَوِ الْاَیْسَرِ وَیَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ جب کسی کے دروازے پر آؤ تو ہرگز دروازے کے سامنے نہ کھڑے ہو بلکہ دائیں بائیں کھڑے ہو کر کہو السلام علیکم۔

صاحب ادب المفرد فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس لئے تھا کہ اس زمانہ میں گھروں کے دروازے نہیں ہوتے تھے تو دروازے کے سامنے کھڑے ہونے سے گھر والوں پر نظر پڑنی یقینی تھی اس وجہ میں یہ حکم فرمایا گیا تھا۔ آگے ارشاد ہے:

ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے تا کہ تم سمجھو۔ یعنی ان پابندیوں میں تمہارے لئے بہت سے مفاد ہیں۔ اس کی تصریح علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِنَ الدُّخُوْلِ بَغْتَةً فَقَدْ کَانَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّدْخُلَ بَیْتًا غَیْرَ بَیْتِهٖ یَقُوْلُ حُیِّیْتُمْ صَبَاحًا حُیِّیْتُمْ مَسَاءً فَرُبَمَا اَصَابَ الرَّجُلَ مَعَ امْرَاَتِهٖ فِیْ لِحَافٍ الخ فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ۔

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ ۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْکٰی لَکُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ۔ اگر اس گھر میں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک تمہیں اجازت نہ ملے اور اگر کہا جائے واپس جاؤ تو واپس ہو جاؤ یہ تمہارے حق میں بہترین ستھرائی ہے اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

یعنی اگر گھر آدمیوں سے خالی پاؤ تو بھی داخل نہ ہو جب تک اس کے مالک سے اجازت نہ لے لو۔ اس لئے کہ اِنَّ الدُّخُوْلَ فِی الْبُیُوْتِ الْخَالِیَةِ مِنْ غَیْرِ اِذْنٍ سَبَبٌ لِّلْقِیْلِ وَالْقَالِ۔ اس لئے کہ خالی گھر میں بلا اجازت داخل ہونا سبب ہو جاتا ہے قیل وقال کا۔

وَ فِیْهِ تَصَرُّفٌ بِمِلْکِ الْغَیْرِ بِغَیْرِ رَضَاهُ۔ اور اس میں تصرف ملک غیر پر بلا رضاء صاحب خانہ لازم آتا ہے اور اس سے فتنہ وغضب پیدا ہونے کا مظنہ ہے۔ تو آیہ کریمہ کے یہ معنی ہوئے:

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَآ اَحَدًا مِّنَ الْاٰذِنِیْنَ اَیْ مِمَّنْ یَّمْلِکُ الْاِذْنَ فَلَاتَدْخُلُوْهَا۔ کہ اگر تم اس گھر میں اجازت دینے والی یا اجازت دینے والا نہ پاؤ تو نہ داخل ہو۔

البتہ ایسے موقعہ پر داخلہ بلا اذن جائز ہے جبکہ ازالہ منکر کرنا ہو مثلاً آگ بجھانے کو، چور پکڑنے کو، چھت گر جائے تو اس کا مال محفوظ کرنے کو۔

وَ اِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْکٰی لَکُمْ۔ اور اگر تمہیں کہہ دیا جائے واپس جاؤ تو واپس ہو جاؤ یہ واپسی تمہارے حق میں اطہر و ازکی ہے۔

اور اس کے بعد بھی دروازہ پر قائم رہنا یہ دناءت اور رذالت ہے اور چلا جانا دیانت و امانت دین و دنیا میں نافع ہے۔

اور ایک صورت وقوف علی الباب کی ایسی بھی ہے کہ اس میں دناءت و رذالت نہیں ہوتی اور وہ جائز ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اَنَّهٗ کَانَ یَاْتِیْ دُوْرَ الْاَنْصَارِ لِطَلَبِ الْحَدِیْثِ فَیَقْعُدُ عَلَی الْبَابِ وَلَا یَسْتَاْذِنُ حَتّٰی یَخْرُجَ اِلَیْهِ الرَّجُلُ فَاِذَا خَرَجَ وَرَاٰهُ قَالَ یَا ابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَوْ اَخْبَرْتَنِیْ بِمَکَانِکَ فَیَقُوْلُ هٰکَذَا اُمِرْنَا اَنْ نَّطْلُبَ الْعِلْمَ وَ کَاَنَّهٗ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَدَّ ذٰلِکَ مِنَ التَّوَاضُعِ وَهُوَ مِنْ اَقْوٰی اَسْبَابِ الْفُتُوْحِ لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَقَدْ اَعْطَانِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی نَصِیْبًا وَّافِیًا مِّنْهُ فَکُنْتُ اَکْثَرُ التَّلَامِذَةِ تَوَاضُعًا وَخِدْمَةً لِّلْمَشَائِخِ۔

آپ کی عادت تھی کہ کسی حدیث رسول کے معلوم کرنے کے لئے کسی انصاری کے گھر تشریف لاتے تو باب خانہ پر آ کر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ جب بھی صاحب خانہ باہر آتے تو آپ ان سے وہ حدیث لیتے پھر جب گھر سے وہ باہر آتے اور آپ کو دروازہ پر دیکھتے تو کہتے اے نبی کے چچازاد اگر آپ مجھے مطلع فرما دیتے تو اس میں کیا حرج تھا۔

آپ جواب میں فرما دیتے ہمیں ایسا ہی حکم ہے کہ ہم اسی طرح علم حاصل کریں گویا سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تواضع اور انکساری نے ان پر اسباب علم اتنے مفتوح فرمائے کہ مشہور صحابہ علیہم رضوان میں ہو گئے اور آپ خود بھی یہی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طریقہ کی برکت سے بہت کچھ حصہ علم کا عطا فرمایا اور میں اپنے تلامذہ کے ساتھ اور مشائخ سے اسی تواضع اور انکسار میں رہا ہوں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ۔ اور اللہ ہر عمل کو جانتا ہے۔

اس کے بعد غیر مسکونہ بیوت کی تصریح فرمائی جارہی ہے:

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْکُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّکُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَکْتُمُوْنَ۔ تم پر کوئی گناہ نہیں اگر داخل ہو جاؤ تم غیر مسکونہ گھروں میں یا گوداموں میں اور اللہ تمہارے کھلے اعمال اور خفیہ افعال کو جانتا ہے۔

یعنی غیر آباد گھروں میں بلا اجازت داخل ہو جانے پر گناہ نہیں جیسے جنگل میں تبارے، بارہ دریاں مسافران راہ گزروں کی ہوتی ہے جسے عربی محاورہ میں رباط، خانات، حوانیت، حمامات وغیرہ کہتے ہیں۔ یعنی مسافر خانے، سرائیں، تبارے، حمام، غسل خانے اس لئے کہ فَاِنَّهَا مُعَدَّةٌ لِمَصَالِحِ النَّاسِ کَافَّةً۔ اس لئے کہ وہ لوگوں کے آرام حاصل کرنے کی غرض

سے ہی بنائے جاتے ہیں اور فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ میں صفت بیوت بیان فرمائی جس سے نفی جناح محقق ہوتی ہے۔

یعنی یہ وہ مقامات ہیں جہاں سردی، گرمی اور محافظت سامان ہر کس و ناکس راہ گزر اور مسافر حاصل کرسکتا ہے لہٰذا فلا بَاْسَ بِدُخُوْلِهَا بِغَيْرِ اسْتِيْذَانٍ مِنْ دَاخِلِيْهَا مِنْ قَبْلُ۔ اس میں داخلہ بلا استیذان ممنوع نہیں خواہ تم سے پہلے مسافر اس میں موجود ہو اور آیت کریمہ کا شان نزول بھی اسی کا موید ہے۔

ابن ابی حاتم مقاتل سے راوی ہیں کہ جب آیہ کریمہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا۔ نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَيْفَ بِتُجَّارِ قُرَيْشٍ الَّذِيْنَ يَخْتَلِفُوْنَ مِنْ مَّكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَالشَّامِ وَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَلَهُمْ بُيُوْتٌ مَّعْلُوْمَةٌ عَلَى الطَّرِيْقِ فَكَيْفَ يَسْتَاذِنُوْنَ وَ يُسَلِّمُوْنَ وَلَيْسَ فِيْهَا سُكَّانٌ فَرَخَّصَ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعَالٰى فَاَنْزَلَ قَوْلَهٗ تَعَالٰى لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ۔

جب آیہ کریمہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تاجروں کے لئے کیسی ہوگی قریش عموماً مکہ، مدینہ، شام، بیت المقدس وغیرہ جاتے آتے ہیں اور ان کے لئے راستہ میں مکانات ہوتے ہیں جس میں وہ شب باش رہتے ہیں تو وہ کیسے اجازت لیں اور کس پر سلام کریں ان تباروں اور سراؤں میں کوئی بھی گھروں کا مالک نہیں ہوتا۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت کریمہ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ نازل ہوئی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مراد انہیں مکانوں سے تھی جو تبارے، مسافر خانہ وغیرہ ہوتے ہیں۔

اور غیر مسکونہ سے ابن حنفیہ مکہ کے غیر آباد ویران مکان مراد لیتے ہیں۔

اس کے بعد اب احکام پردہ شروع فرمائے گئے چنانچہ ارشاد ہوا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔

فرمادیجئے مومنین کو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور شرمگاہ کی محافظت کریں یہ ان کے لئے بڑی طہارت ہے بے شک اللہ تمہاری کرنیوں سے خبردار ہے۔

شان نزول

اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَرِيْقٍ مِّنْ طُرُقَاتِ الْمَدِيْنَةِ فَنَظَرَ اِلَى امْرَاَةٍ وَنَظَرَتْ اِلَيْهِ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ اَنَّهٗ لَمْ يَنْظُرْ اَحَدٌ بِهِمَا اِلَى الْاٰخَرِ اِلَّا اِعْجَابًا بِهٖ فَبَيْنَمَا الرَّجُلُ يَمْشِيْ اِلٰى جَنْبِ حَائِطٍ وَ هُوَ يَنْظُرُ اِلَيْهَا اِذِ اسْتَقْبَلَهُ الْحَائِطُ فَشَقَّ اَنْفَهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَغْسِلُ الدَّمَ حَتّٰى اٰتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُخْبِرُهٗ اَمْرِيْ فَاَتَاهُ فَقَصَّ عَلَيْهِ قِصَّتَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا عُقُوْبَةُ ذَنْبِكَ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ الخ

ایک شخص عہد رسالت مآب ﷺ میں مدینہ کی گلیوں میں سے کسی گلی میں گزرا تو اس کی نظر ایک عورت پر پڑی اور عورت نے اس کی طرف دیکھا دونوں کی نظریں چار ہوگئیں تو شیطانی توسوس غالب آیا اس لئے کہ اس نے اسے اور عورت

نے اسے جب دیکھا تھا تو بنظر شہوت واعجاب ہی دیکھا تھا۔

تو اب یہ مرد دیوار کے تلے پھرنے لگا اور اسے تا نکتا رہا کہ جب وہ دیوار کے سامنے آیا تو اس کی ناک زخمی ہوگئی۔ مرد کہنے لگا قسم بخدا میں خون دھوئے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں جاتا ہوں چنانچہ وہ حاضر ہوا تو جس نے ناک توڑی تھی وہ بھی حاضر آیا اور اس نے میری سب حالت عرض کردی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے جرم کی سزا ہے۔

پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔

چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ہے: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَکَ الْاُوْلٰی وَلَيْسَتْ لَکَ الْاٰخِرَةُ۔ نظر کے بعد نظر نہ ڈال اس لئے کہ پہلی تو تجھے معاف ہے اور دوسری نظر معاف نہیں۔

اسی وجہ میں اللہ تعالیٰ نے غض بصر سے حکم شروع فرمایا کہ اس سے ہی شر کا دروازہ وا ہوسکتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے فَاِنَّ النَّظْرَ بَابٌ اِلٰی كَثِيْرٍ مِّنَ الشُّرُوْرِ وَهُوَبَرِيْدُ الزِّنَا وَرَائِدُ الْفُجُوْرِ۔ اس لئے کہ نظر ہی دروازہ ہے شروں کا اور وہی زنا کا مبدأ اور فجور کا بانی ہے چنانچہ شعراء عرب نے بھی اسی کو فساد کی جڑ کہا:

كُلُّ الْحَوَادِثِ مَبْدَاُهَا مِنَ النَّظَرِ ۔۔۔ وَ مُعْظَمُ النَّارِ مِنْ مُسْتَصْغِرِ الشَّرَرِ
وَالْمَرْءُ مَادَامَ ذَا عَيْنٍ يُّقَلِّبُهَا ۔۔۔ فِیْ اَعْيُنِ الْعَيْنِ مَوْقُوْفٌ عَلَی الْخَطَرِ
كَمْ نَظْرَةٍ فَعَلَتْ فِیْ قَلْبِ فَاعِلِهَا ۔۔۔ فِعْلَ السِّهَامِ بِلَا قَوْسٍ وَّ لَا وَتَرٍ

یعنی تمام حوادث کا مبدأ نظر ہے۔ آگ چنگاری سے ہی شرارے دینے لگتی ہے۔

اور آدمی جب تک آنکھ رکھتا ہے الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے اور اسی آنکھ کے اندر ہی تمام خطرات ہیں۔

بہت سی نگاہیں قلب انسان میں تیر کا کام دیتی ہیں بلا کمان اور تیر کے۔

اسی بناء پر کسی نے کہا ہے۔

بجیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدہٗ

غالب کہتا ہے:

کرے ہے قتل لگاوٹ میں تیرا رو دینا ۔۔۔ تری طرح کوئی تیغ نگاہ کو آب تو دے

اور یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ سے مراد عَمَّا لَا يَحِلُّ لَهُمْ مِنَ الزِّنَا وَاللُّوَاطَةِ ہے۔

پھر آیت کریمہ کا طرز بیان بھی نظر کی اہمیت کو سب سے زیادہ واضح فرما رہا ہے چنانچہ غض بصر کا حکم مقدم کیا حفظ فروج سے اس میں صاف دلالت ہے کہ اَنَّ اَمْرَ النَّظْرِ اَوْسَعُ نگاہ کا فتنہ شدید تر ہے۔

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ۔ یہ ان کیلئے زیادہ ستھرا پن ہے۔

شک وشبہ کی گندگی سے اور انفع ترین ہے دین ودنیا میں اس لئے نظر ہی اول آمادۂ زنا کرتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ بے شک اللہ خبردار ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

یعنی اس سے کچھ پوشیدہ نہیں وہ تمام حواس اور تحریک جوارح اور قصد ضمائر سب جانتا ہے۔

اس کے بعد وہی حکم خواتین مومنین کو ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ اور مومنہ خواتین کو حکم دیجئے کہ وہ بھی اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر جو ظاہر ہو جائے۔

یعنی وہ بھی غیر مردوں کو نہ تاکیں چنانچہ زواجر میں علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کَمَا یُحَرَّمُ نَظْرُ الرَّجُلِ لِلْمَرْاَةِ یُحَرَّمُ نَظْرُهَا اِلَیْهِ۔ جیسے مرد کو عورت کی طرف تاکنا حرام ہے عورت کو بھی مرد کی طرف تانکا جھانکی حرام ہے۔ وَلَوْ بِلَا شَهْوَةٍ وَّلَا خَوْفِ فِتْنَةٍ۔ اگر چہ یہ دیکھنا بلا شہوت ہی کیوں نہ ہو اور اگر چہ خوف فتنہ بھی نہ ہو تب بھی حرام ہے۔

چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور بیہقی رحمہم اللہ کی سنن میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: اَنَّهَا کَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ مَیْمُوْنَةُ قَالَتْ فَبَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَهٗ اَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَیْهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ اَعْمٰى لَا یَبْصُرُ قَالَ اَفَعُمْیَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تَبْصُرَانِهٖ۔

فرماتی ہیں کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ حضرت ابن ام مکتوم حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پردہ کرو۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ نابینا ہیں ہمیں نہیں دیکھ سکتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم بھی اندھی ہو اور کیا تم بھی دیکھ نہیں سکتیں۔

اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں پر ایک دوسرے کو دیکھنا حرام ہے مرد کو غیر عورت کا دیکھنا اور عورت کو غیر مرد کا دیکھنا حرام ہے۔

وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ۔ اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی۔ ان باتوں سے جو انہیں حرام ہے مثل زنا وغیرہ کے۔

وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ۔ اور اپنی زینت اور سنگار ظاہر نہ کرو۔

اَیْ مَا یُتَزَیَّنُ بِهٖ مِنَ الْحُلِیِّ وَ نَحْوِهٖ۔ جس سے وہ زینت حاصل کرتی ہیں وہ بھی ظاہر نہ کریں یعنی زیورات وغیرہ بھی نہ دکھائیں مثل انگوٹھی، سرمہ، خضاب اور فتخ یعنی نگینے کی انگوٹھی۔ ان کے دکھا دینے میں بعض نے کہا مضائقہ نہیں۔

لیکن ان زیورات کا دکھانا جو مخفی زینت میں داخل ہیں ممنوع ہے مثلاً سوار، خلخال، الدملج، قلادہ، اکلیل، وشاح، قرط کے یعنی کنگنی، خلخال پیروں میں مثل جھانجن کے، آبلہ کی طرح ابھرا ہوا زیور، ہار، تاج مکلل وشاح موتیوں کا ہار، قرط کان کی بالی، ان کے مخفی رکھنے میں مبالغہ کیا جائے۔ اس لئے کہ یہ ان مقامات کے زیور ہیں جن کو چھپانا ضروری ہے۔ لیکن

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ میں بلا قصد اگر کھل جائے تو حرج نہیں۔ ذراع، ساق، عضد، عنق، راس، صدر، اذن ان کا ظاہر کر دینا ابداء زینت ہے یعنی بازو، پنڈلی، پہنچا گردن، سر، سینہ، کان، ایسے ہی یہ بھی اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے تحت ہے۔ اگر بلا قصد ہو۔ بدلیل

اَنَّ النَّظْرَ اِلَیْهَا غَیْرُ مُلَابَسَةٍ لَهَا کَالنَّظْرِ اِلٰى سِوَارِ امْرَاَةٍ یُّبَاعُ فِی السُّوْقِ لَا مَقَالَ فِیْ حِلِّهٖ کَانَ

النَّظْرُ اِلَى الْمَوَاقِعِ اَنْفُسِهَا مُتَمَكِّنًا فِي الْحَضْرِ ثَابِتُ الْقَدَمِ فِي الْحُرْمَةِ شَاهِدًا عَلٰى اَنَّ النِّسَآءَ حَقُّهُنَّ اَنْ فِيْ يَكُنَّ سَتْرِهَا۔ (کشاف)

اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اجانب پر مَاظَهَرَ مِنْهَا پر نظر ڈالنا حرام نہیں۔ بلکہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ کُلُّ بَدَنِ الْحُرَّةِ عَوْرَةٌ لَا يَحِلُّ لِغَيْرِ الزَّوْجِ وَالْمَحْرَمِ النَّظْرُ اِلٰى شَيْءٍ مِّنْهَا اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ كَالْمُعَالَجَةِ وَنَحْوِهٖ۔ آزاد عورت کا تمام بدن عورت ہے سوا خاوند اور محرم کے اس کے کسی حصہ پر نظر کرنا جائز نہیں مگر بضرورت جیسے معالجہ میں یا شہادت کے معاملہ میں۔

اور علامہ زمخشری رحمہ اللہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس طرح نقل کرتے ہیں: اَنَّ مَوَاقِعَ الزِّيْنِ الظَّاهِرَةِ مِنَ الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ لَيْسَتْ بِعَوْرَةٍ مُطْلَقًا فَلَا يَحْرُمُ النَّظْرُ اِلَيْهَا۔ مواقع زینت ظاہرہ میں چہرہ کے بعد سے ہتھیلیاں اور دونوں پیر عورت مطلقاً نہیں تو ان پر نظر بھی حرام نہیں۔

چنانچہ ابوداؤد، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں:

اَنَّ اَسْمَآءَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ قَالَ يَا اَسْمَآءُ اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ يُصْلِحْ اَنْ يُّرٰى مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَ اَشَارَ اِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریک لباس پہنے حاضر آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو بہتر نہیں کہ دیکھا جائے اس کی طرف مگر یہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف اشارہ فرمایا۔

اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر میں فرمایا: رَفْعَةُ الْوَجْهِ وَبَاطِنُ الْكَفِّ۔ چہرے کی جھلک اور ہتھیلی۔ روح المعانی

مزید تصریح اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا کی

اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا۔ لفظی ترجمہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مفہوم منطوق آیہ کریمہ کا یہی ہے کہ ہر چیز کے مخفی رکھنے کے حکم کے بعد ان چیزوں کا استثناء کیا گیا ہے جسے عورت چھپا نہیں سکتی اگرچہ وہ جلباب اور برقع میں ہی کیوں نہ ہو جیسے قد و قامت، جسم و جسامت، چال ڈھال۔

علاوہ ازیں عورت اپنی طرف سے پورا پردہ رکھنے کے باوجود بھی ایک موقع پر مجبور ہوتی ہے مثلاً چادر پڑی ہوئی ہے۔ قنات لگی ہوئی ہے ہوا کا تیز جھونکا آیا اور اس نے سب کچھ اڑا دیا یا قنات کو گرا دیا تو اس استثنیٰ میں یہ بھی داخل ہے ایسی مجبوری میں جو ظاہر ہو گیا اس پر گناہ نہیں۔

چنانچہ اِلَّا کے معنی مگر مَا کے معنی جو کچھ ہیں۔ ظَهَرَ۔ صیغہ ماضی ہے جس کے معنی ہوئے ظاہر ہوا تو مجموعی معنی اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے یہ ہوئے مگر جو ظاہر ہوا اس زینت سے۔

یہ بلا اختیار واقعہ میں جو واقع ہو جائے نہ کہ گیسو سنوار کر بال کھول کر ربن کے ذریعہ پھندنے بنا کر ریشمی لباس سے آراستہ

ہوکر ہونٹوں پر لپ سٹک لگا کر چہرے پر پاؤڈر مل کر گلگشت کرنے کے لئے باہر نکلنا بھی اس استثناء میں داخل ہے۔ معاذ اللہ پھر اس پر کلب میں جا کر ڈانس کرنے اور کیا کیا خرافات ہیں اس کا مرتکب ہونا شروع ہو یہ سب تہذیب مغربی کے کرشمے ہیں۔ اقبال خوب کہہ گئے:

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی ! ! ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ !

یہ سب کچھ انگریز کی فسونگری کا نتیجہ ہے اس نے تعلیم تعلیم کا راگ الاپ کر ہندوستانی شریف زادیوں کو بدحواس کر کے انہیں یورپی سانچے میں ڈھال لیا اور متاع حیا وعفت وایمان پر ڈاکہ ڈال دیا پھر انہیں آزاد بنا کر یہ پینترا بدلا کہ اسمبلی کے حقوق ممبری مردوں کے بالمقابل دیدئے اور اعلان کر دیا کہ جہاں مرد ممبری لے سکتے ہیں وہاں خواتین بھی ممبر بن کر صدر بن سکتی ہیں منسٹر ہوسکتی ہیں مجسٹریٹ اور جج کی کرسی سنبھال سکتی ہیں۔

پس پھر کیا تھا مغربی نخلستان کی تیتریاں تو بن گئی تھیں۔ حرص وآز نے انہیں اڑا کر اسلامی ٹہنیوں سے آزاد ڈالیوں پر جا بٹھایا۔ اب تو ایک اڑان میں جرمنی، امریکہ پہنچنے لگیں اور اسلام کی حسین شبیہ کو مسخ کر کے ہندوستان کی لڑکیاں یورپین لیڈیوں کو پیچھے ہٹانے لگیں۔ اقبال کی دوربین نظر نے اسے بھانپ لیا تھا جب ہی وہ کہہ گیا۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں! نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الیکشن، ممبری، کونسل، صدارت بنائے خوب آزادی کے پھندے

پھر احادیث میں بھی یہی پردہ کی اہمیت واضح ہے۔

ابوداؤد کتاب الجہاد حضرت شماس راوی ہیں کہ بارگاہ رسالت میں ایک نقاب پوش خاتون اپنے شہید صاحبزادہ کا حال دریافت کرنے آئیں تو ایک صحابی نے انہیں اس مصیبت میں بھی بانقاب دیکھ تعجب کیا۔ وہ خاتون بولی میں نے اپنا لخت جگر قربان کیا ہے لیکن الحمدللہ شرم وحیا میرے ہاتھ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے فرزند کو ارجمندی ملی اسے دو شہیدوں کا اجر ملا۔

مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ غزوۂ خندق سے ایک صحابی اپنے گھر پہنچے تو اپنی بیوی کو بے حجاب گھر سے باہر دیکھا آپ نے تیر سے انہیں مار دینے کا خیال فرمایا تو بیوی کہنے لگیں گھر میں بستر پر سانپ ہے اس کے خوف سے میں سراسیمگی میں بے حجاب ہوگئی اس عذر پر انہوں نے درگزر فرمایا۔

صحابیات خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پردہ کرتی تھیں۔

ابوداؤد باب فی الخضاب النساء میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک صحابیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مردانہ ہاتھ ہے یا زنانہ عورت عرض پیرا ہوئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم زنانہ فرمایا تو نے مہندی کیوں نہیں لگائی۔

اس حدیث مبارک سے تین باتیں ثابت ہوئیں۔

اول یہ کہ صحابیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پردہ کرتی تھیں۔

دوسرے یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پردہ کرنا شرعاً ضروری تھا تو استاد و پیر و مرشد سے بے پردگی کیسے روا ہو سکتی ہے۔

تیسرے یہ کہ عورت کو اپنے ہاتھ حنائی رکھنے چاہئیں اور مرد کو بلا حنا۔

بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ کے والد کی ایک شرعی کنیز تھیں۔ اس سے عتبہ کے بھائی سعد اور سودہ کے بھائی عبد کے مابین ایک بچہ کے متعلق تنازعہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا کہ اَلْوَلَدُ لِلْفَرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔ ولد صاحب فراش کے لئے ہے اور زانی کے لئے صرف پتھر ہیں۔

لیکن باوجود اس فیصلہ دینے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محض شبہ کی بناء پر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اس بچے سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔

بخاری شریف حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حکم حجاب کے بعد ان کے رضاعی باپ کے فرزند حضرت افلح نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے استفتاء کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا افلح تمہارے رضاعی بھائی ہیں ان سے حجاب ضروری نہیں۔

مشکوۃ شریف میں ہے عورت سرتاپا عورت ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت سرتاپا عورت ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگتا ہے۔

مشکوۃ۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیروں میں آمد و رفت سے اجتناب کرو ایک صحابی نے عرض کیا اَلْحَمْوُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیٹھ دیور کے لئے کیا ارشاد ہے فرمایا اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ جیٹھ دیور سے تو اتنا بچو جیسے موت سے بچتے ہو۔

اب ہم قرآن کریم سے احکام حجاب کی آیتیں یک جانقل کرتے ہیں:

۱۔ غیر مرد سے گفتگو کرنی ہو تو عورت سختی اور کرختگی سے جواب دے: اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ۔ اگر اللہ سے ڈرتی ہو تو بات کرنے میں نرمی اختیار نہ کرو۔ (پ ۲۲ ع ۱)

۲۔ گھروں میں عورتیں رہیں جہالت کے زمانہ کی طرح باہر نہ نکلیں وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى۔ (پ ۲۲ ع ۱)

۳۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا اے ایمان والو اپنے گھر کے سوا غیر کے گھر بلا اجازت وسلام کئے نہ داخل ہو۔ (پ ۱۸ ع ۱۰)

۴۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ مومنین کو حکم دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور حرام سے مجتنب رہیں۔ (پ ۱۸ ع ۱۰)

۵۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ۔ مومنہ عورتوں کو حکم دیجئے کہ وہ نظریں نیچی رکھیں اور حرام سے اجتناب کریں۔ (پ ۱۸ ع ۱۰)

۶- وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۔ اور اپنا سنگار نہ دکھائیں مگر جو خود بخود بلا اختیار ظاہر ہو جائے۔ (پ۱۸ع۱۰)

۷- وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ۔ اور بکل مار کر رہیں اپنے گریبانوں پر اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں۔ (پ۱۸ع۱۰)

۸- وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۔ اور زمین پر پاؤں مار کر نہ چلیں کہ جانا جائے ان کا زیور۔ (پ۱۸ع۱۰)

۹- وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۔ اور اگر کوئی چیز طلب کریں تو پردہ سے طلب کریں۔ (پ۲۲ع۴)

۱۰- اپنی ہم مذہب عورت کے سوا کافرہ سے بھی پردہ کریں اَوْ نِسَآئِهِنَّ اپنی عورتوں سے پردہ نہ کریں۔ (پ۱۸ع۱۰)

۱۱- يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۔ اے نبی اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیجئے کہ وہ اپنی جلباب (چادر) میں رہیں۔ (پ۲۲ع۵)

احادیث میں بھی پردہ کی تاکید میں مندرجہ مضامین کی حدیثیں ہیں:

۱- مصیبت کے موقعہ پر بھی برقع سنت صحابیات ہے۔

۲- امہات المومنین اور عام صحابیات پس پردہ لین دین کرتی تھیں۔

۳- ادنیٰ بے حجابی بھی صحابہ کو گوارا نہ تھی۔

۴- ہر نامحرم سے پردہ ضروری ہے۔

۵- منہ بولا رشتہ سے رشتہ دار نہیں ہوسکتا لہٰذا خواہ منہ بولا بھائی ہو یا اسلامی بیٹا اس سے پردہ لازم ہے۔

۶- نامحرم کو دیکھ کر ام المومنین نے چہرہ چھپالیا۔

۷- راستہ طے کرنے کو صرف ایک آنکھ کھولنے کی اجازت ہے۔

۸- مرد نابینا سے بھی پردہ ضروری ہے۔

۹- عورت سرتاپا عورت ہے لہٰذا اس کا مستور رہنا ضروری ہے۔

۱۰- عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں جاتا ہے۔

آگے ارشاد ہے:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں سے یا اپنے باپ سے یا شوہر کے

باپ سے یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے سے یا اپنے بھائی یا بھتیجے یا اپنے بھانجے سے یا اپنی دیندار عورتوں سے یا اپنی کنیزوں سے یا وہ نوکر جو شہوت والے نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہ ہو ان سے۔

اور نہ مارکر چلیں اپنے پیر زمین پر کہ جانا جائے ان کا مخفی زیور اور توبہ کرو اللہ کی طرف اے ایمان والو سب کے سب تاکہ تم فلاح پاؤ۔

چنانچہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حکم بھیج دیا تھا کہ کفار اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان عورتیں پردہ کریں اور حمام میں مسلمان عورتیں مسلمان عورتوں کے ساتھ بھی برہنہ نہ ہوں۔

چنانچہ ابن منذر اور بیہقی اپنی سنن میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى اَبِىْ عُبَيْدَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ بَلَغَنِىْ اَنَّ نِسَآءً مِّنْ نِّسَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ يَدْخُلْنَ الْحَمَّامَاتِ مَعَ نِسَآءِ اَهْلِ الشِّرْكِ فَانْهَهُ مِنْ قِبَلِكَ عَنْ ذَالِكَ فَاِنَّهٗ لَا يَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تَنْظُرَ اِلٰى عَوْرَتِهَا اِلَّا مَنْ كَانَتْ مِنْ اَهْلِ مِلَّتِهَا۔

اور تابعین سے وہ لوگ مراد ہیں جو پیٹ پالنے کے لئے لوگوں میں پڑے رہتے ہیں اور انہیں عورت کی حاجت نہیں ہوتی۔

اور اِرْبَہ بروزن فعلہ اِرْب سے ماخوذ ہے۔ ارب کہتے ہیں حاجت اور حرص اور شہوت کو اربہ عورتوں کی خواہش رکھنے والے کو کہتے ہیں اور اَرْبَہ عقل اور اریب عقلمند کو کہتے ہیں۔

اور اَوِالطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا میں طفل اگرچہ واحد ہے مگر جمع میں آکر جنس کا فائدہ دیتا ہے۔

اور آیت کریمہ میں اس امر کی تاکید فرمائی گئی کہ گھر میں بھی پیر مار کر نہ چلیں کہ ان کے زیورات کی جھنکار سنی جائے اسی بنا پر بجتا زیور پہننا ممنوع ہوا۔ (تفسیر احمدی ملاجیون علیہ الرحمۃ)

اور جن سے پردہ نہیں وہ محرم ہیں ان کی تفصیل بیان فرمائی گئی۔ آگے حکم ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ اور نکاح کرو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہو اور اپنے نیک غلاموں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

یعنی تنگدست فقیر کا نکاح موجب غنا ہو سکتا ہے۔

یا نکاح کے بعد قانع ہو جائے تو تردد معاش سے بے نیاز ہو جائے گا۔

حدیث میں ہے کہ زوج زوجہ کے دور زق جمع ہو جانا فراخی ہے۔

اب ابداء زینت کی تصریح و تفسیر ملاحظہ ہو۔

اور اسی ضمن میں عورت کی تشریح آجائے گی۔

اس لئے کہ مابہ النزاع پردہ دار اور پردہ در خواتین میں یہی دو چیز ہیں۔

منتہی الارب، عورت بالفتح اندام شرم مردم وَهُوَ مَا بَيْنَ السُّرَّةِ اِلَى الرُّكْبَةِ وہر چہ از دیدن آں شرم آید۔

عورت عربی زبان میں انسان کے اس حصہ جسم کو کہتے ہیں جس کے ظاہر کرتے شرم آئے اور اس کا دیکھنا دکھانا موجب عار و ننگ ہو۔ چنانچہ مرد کی عورت زیر ناف سے گھٹنے تک ہے۔

اور عورت سر تا پا عورت ہے اس کا اظہار اغیار و اجانب کے سامنے کرنا اہل شرم وحیا کے لئے موجب عار ہے۔

مفردات راغب اصفہانی۔ اَلْعَوْرَةُ سُوْئَةُ الْاِنْسَانِ وَ ذَالِکَ کِنَایَةٌ وَ اَصْلُھَا مِنَ الْعَارِ وَذَالِکَ یَلْحَقُ فِیْ ظُھُوْرِہٖ مِنَ الْعَارِ اَیِ الْمُذَمَّۃِ وَ لِذٰلِکَ سُمِّیَ النِّسَآءُ عَوْرَۃً۔ عورت انسان کی شرمگاہ کا نام ہے اور یہ عار سے مشتق ہے۔

اس لئے کہ اس کے ظاہر کرنے سے انسان کو عار لاحق ہوتی ہے اسی وجہ میں عام نسوانی طبقہ کا نام عورت رکھا گیا اور باوجود انتہائی آزادی کے ابھی تک مغرب زدہ برہنہ ہونے سے عار کرتے ہیں یہ فطرتاً ان پر اثر ہے ورنہ انگلینڈ میں تو ایک برہنہ پارٹی پیدا ہو چکی ہے۔

اسی طرح زینت عربی لغت میں اسباب آرائش کو کہتے ہیں۔ راغب اصفہانی رحمہ اللہ مفردات میں فرماتے ہیں۔ اور اس کی تین قسم کرتے ہیں۔

زینت نفس۔

زینت بدنی۔

زینت خارجی۔

زینت نفسی حسن کے لئے علم اور حسن اعتقاد ضروری ہے۔

زینت بدن کے لئے حسن وجمال خدوخال، قوت، موزوں قد ضروری ہے۔

زینت خارجی کے لئے مال وجاہ کی احتیاج ہے۔

اصل عبارت مفرادت کی یہ ہے:

وَالزِّیْنَۃُ بِالْقَوْلِ الْمُجْمَلِ ثَلَاثٌ۔

زِیْنَۃٌ نَفْسِیَّۃٌ کَالْعِلْمِ وَالْاِعْتِقَادِ الْحَسَنَۃِ۔

وَ زِیْنَۃٌ بَدَنِیَّۃٌ کَالْقُوَّۃِ وَ طُوْلِ الْقَامَۃِ۔

وَ زِیْنَۃٌ خَارِجِیَّۃٌ کَالْمَالِ وَالْجَاہِ۔

اور قرآن کریم میں وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ۔ جو وارد ہے یہ صرف اور صرف خواتین کے لئے ہے۔

اور باختلاف صیغ اور مقامات پر بھی آتا ہے جیسے خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔

لیکن خواتین کی زینت کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلزِّیْنَۃُ زِیْنَتَانِ۔ زینت مخصوصہ بخواتین دو ہیں:

زِیْنَۃٌ ظَاھِرَۃٌ۔ زینت ظاہری۔

وَّ بَاطِنَۃٌ۔ اور زینت باطنی۔

لَا یَرَاھَا اِلَّا الزَّوْجُ۔ نہ دیکھے اسے مگر خاوند۔

فَاَمَّا زِیْنَۃُ الظَّاھِرِ فَالثِّیَابُ۔ زینت ظاہری تو لباس وزیور وغیرہ ہے۔

وَ اَمَّا زِیْنَۃُ الْبَاطِنِ فَالْکُحْلُ وَالسِّوَارُ وَالْخَاتَمُ۔ اور زینت باطنی کنگن، سرمہ، انگوٹھی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں حکم مطلق ہے وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ۔

اور اصول ہے کہ اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِہٖ تو یہاں بیان عدم ابداء زینت مطلقاً ہے جو ہر سہ اقسام پر حاوی ہے۔

رجوع بہ آیہ کریمہ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ

اس آیت کریمہ میں نکاح کے لئے حکم فرمایا گیا ہے تاکہ بقاءِ نوع میں معاونت ہو۔

اور اس سے قبل اللہ تعالیٰ کی طرف سے زجر فرمایا گیا سفاح اور زنا پر تاکہ نسب خراب نہ ہو اور آخرت کی سیاہ رُوئی سے حفاظت رہے۔ اور انساب مخلوط نہ ہوں۔

اور ایم کی تحقیق نضر بن شمیل رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کُلُّ ذَکَرٍ لَا اُنْثٰی مَعَہٗ وَکُلُّ اُنْثٰی لَا ذَکَرَ مَعَھَا بِکْرًا اَوْ ثَیِّبًا۔ ہر وہ مرد ایم ہے جس کے لئے انثیٰ نہ ہو اور ہر وہ انثیٰ ائم ہے جس کے ساتھ مرد نہ ہو بکر ہو یا ثیب۔

اور ایامیٰ اور یتامیٰ دونوں اصل میں ایائم اور یتائم تھے ان کے مقلوب ہونے کے بعد ایامیٰ اور یتامیٰ ہو گئے۔

اور ایامیٰ جمع ہے ایم کی اور ایم ہر اس مرد کو کہہ سکتے ہیں جس کے ساتھ عورت نہ ہو اور ہر اس عورت کو بھی ایم کہہ سکتے ہیں جس کا مرد نہ ہو چنانچہ شاعر بھی یہی مراد لیتا ہے:

فَاِنْ تَنْکِحِیْ اَنْکِحْ وَاِنْ تَتَاَیَّمِیْ وَاِنْ کُنْتِ اُخْتِیْ مِنْکُمْ اَیَایِمْ

اور ابی خفاف شرح کتاب سیبویہ لابی بکر الخفاف میں کہتے ہیں: اَلْاَیِّمُ الَّتِیْ لَا زَوْجَ لَھَا وَاَصْلُہٗ ھِیَ الَّتِیْ کَانَتْ مُتَزَوِّجَۃً فَفَقَدَتْ زَوْجَھَا - ثُمَّ قِیْلَ فِی الْبِکْرِ مَجَازًا لِاَنَّھَا لَا زَوْجَ لَھَا۔ ایم وہ عورت ہے جس کا خاوند نہ ہو اور دراصل ایم اس عورت کو کہا جاتا تھا جو شادی شدہ ہو کر اپنا خاوند کھو چکی ہو پھر باکرہ پر بھی مجازاً بولنے لگ گئے۔ اس لئے کہ اس کا بھی خاوند نہیں ہوتا۔

دیگر لغات میں بھی یہی تشریح ہے۔ ایم عورت کا بغیر نکاح کئے رہنا۔

ایم بے خاوند عورت باکرہ ہو یا ثیبہ۔

اَیَامٰی۔ جمع ہے ایم کی مرد بے عورت کنوارا ہو یا رنڈوا اور آزاد عورت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ (بیان اللسان)

تبریزی شرح دیوان ابی تمام میں کہتا ہے: قَدْ کَثُرَ اسْتِعْمَالُ ھٰذِہِ الْکَلِمَۃِ فِی الرَّجُلِ اِذَا مَاتَتِ امْرَاَتُہٗ وَ فِی الْمَرْاَۃِ اِذَا مَاتَ زَوْجُھَا۔ اس کلمہ کا استعمال مرد پر اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کی بیوی مر جائے اور عورت پر جب ہوتا ہے جبکہ اس کا خاوند نہ رہے۔

شماخ کہتا ہے:

یَقِرُّ لِعَیْنِیْ اَنْ اُحَدِّثَ اَنَّھَا وَ اِنْ لَّمْ اَنَلْھَا اَیِّمٌ لَّمْ تَزَوَّجِ

وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىِٕكُمْؕ اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اور نیک لائق بندوں غلاموں کا اور اپنی کنیزوں کا اگر ہوں وہ غیر مستطیع فقیر تو غنی کردے گا انہیں اللہ اپنے فضل سے۔ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

یعنی ان سے نکاح کردو جن میں صلاحیت نکاح ہو اور حقوق زوجہ پورے کرنے کی استطاعت بھی رکھتے ہوں۔

اس پر ایک تو یہ ہے کہ یہ حکم وجوبی ہے۔

اور ایک قول ہے کہ استحبابی ہے۔

اور علامہ ابوبکر رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ میں نوعیت حکم پر چار احتمال نکلتے ہیں۔

اَحَدُهَا اِنَّ الْاِنْكَاحَ لَوْ كَانَ وَاجِبًا لَكَانَ النَّقْلُ بِفِعْلِهٖ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ مِنَ السَّلَفِ مُسْتَفِیْضًا شَائِعًا لِعُمُوْمِ الْحَاجَةِ فَلَمَّا وَجَدْنَا عَصْرَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَسَائِرَ الْاَعْصَارِ بَعْدَهٗ قَدْ كَانَتْ فِیْهِ اَیَامٰی مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَلَمْ یُنْكِرْ ذَالِكَ ثَبَتَ اَنَّهٗ لَمْ یَرِدْ بِالْاَمْرِ الْاِیْجَابَ۔

پہلا احتمال تو یہ ہے کہ نکاح کردینا اگر واجب تھا تو ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے اس کی نقل ہونی چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اور سلف میں یہ طریقہ شائع رہا تو جب عصر نبوت اور دیگر زمانوں میں ایسا نہیں ہوا اور بہت سے غیر شادی شدہ مرد و عورت تھے تو اس سے ہرگز انکار نہیں ہوسکتا کہ کسی زمانہ میں بھی اس حکم کو وجوب کا درجہ نہیں دیا گیا۔

وَ ثَانِیْهَا اَنَّهٗ اَجْمَعْنَا عَلٰی اَنَّ الْاَیِّمَ الثَّیِّبَ لَوْاَبَتِ التَّزْوِیْجَ لَمْ یَكُنْ لِلْوَلِیِّ اِجْبَارُهَا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ بے خاوند والی یا بے بیوی والا اگر نکاح سے انکار کردے تو ولی پر اجبار لازم نہیں ہے۔

وَ ثَالِثُهَا اِتِّفَاقُ الْكُلِّ عَلٰی اَنَّهٗ لَمْ یَجِبْ عَلَی السَّیِّدِ تَزْوِیْجُ اَمَتِهٖ وَ عَبْدِهٖ فَیَقْتَضِیْ لِلْعَطْفِ عَدَمُ الْوُجُوْبِ فِی الْجَمِیْعِ۔ تیسرے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ولی پر یہ واجب نہیں کہ کنیز اور غلام کا عقد کرے تو ہر سہ امور میں عدم وجوب ثابت ہوا۔

وَ رَابِعُهَا اَنَّ اِسْمَ الْاَیَامٰی یَنْتَظِمُ الرِّجَالَ وَالنِّسَآءَ فَلَمَّا لَزِمَ فِی الرِّجَالِ تَزْوِیْجُهُمْ بِاِذْنِهِمْ لَزِمَ ذَالِكَ فِی النِّسَآءِ اِنْتَهٰی۔ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ایامی مرد و عورت دونوں پر استعمال ہوتا ہے تو جب مردوں میں تزویج ان کی اجازت کے بغیر نہیں تو لازمی طور پر یہی حکم عورتوں پر بھی ہوگا۔

اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ اگر ہوں وہ فقیر غیر مستطیع تو اللہ انہیں غنی کردے گا اپنے فضل سے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلظَّاهِرُ اَنَّهٗ وَعْدٌ مِّنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِالْاِغْنَاءِ۔ آیہ کریمہ کا ظاہر یہی ہے کہ اللہ عزوجل وعدہ فرما رہا ہے ان کے غنی کردینے کا جو بحالت فقر نکاح کرلیں۔

اور ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: وَ لَا یَبْعُدُ اَنْ یَّكُوْنَ فِیْ ذَالِكَ سَدٌّ لِبَابِ التَّعَلُّلِ بِالْفَقْرِ وَ عَدَمُهٗ مَانِعًا مِّنَ الْمُنَاكَحَةِ۔ اور یہ اللہ کے فضل سے بعید نہیں کہ یہ نکاح سد باب فقر کردے اور اس سے واضح ہوا کہ فقر مانع مناکحت نہیں۔

نہ یہ کہ جو فقیر نکاح کرلے وہ ضرور غنی ہو جائے اس لئے کہ اکثر فقراء وہ ہیں جنہوں نے نکاح کیا مگر انہیں غنا حاصل نہیں ہوا یہ ایسے ہے جیسے ارشاد ہے: وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ۔ اگر تم خوف کرتے ہو غریب ومحتاج ہونے سے تو عنقریب اللہ تمہیں غنی کردے گا اپنے فضل سے اگر چاہے۔

"اور اللہ غنی ذو سعۃ ہے اور علم والا ہے۔" يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ لَهٗ۔ جس پر چاہے رزق فراخ کردے اور جس پر چاہے مقدار معین سے دے جیسے اس کی حکمت کا مقتضا ہو۔ کبھی کثرت مال کثرت عیال کے ساتھ ہوتی ہے کبھی اس کے برعکس وہ مسبب الاسباب ہے۔

عبدالرزاق، احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، بیہقی رحمہم اللہ اپنی سنن میں نقل فرماتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فقیر کے لئے وعدہ غنی یقینی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین حق اللہ تعالیٰ نے بطور کرم اپنے ذمہ لئے ہیں حَيْثُ قَالَ ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى عَوْنُهُمُ النَّاكِحُ يُرِيْدُ الْعَفَافَ وَالْمُكَاتَبُ يُرِيْدُ الْاَدَاءَ وَالْغَازِيُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

جو نکاح چاہے پاک دامنی کے لئے اس کی مدد کرنے والا ہے۔

اور مکاتب غلام کی اعانت کرنے والا۔

مقروض کا قرضہ ادا کرنے والا۔ اور غازی فی سبیل اللہ۔

ان تینوں کے حقوق اجر اللہ تعالیٰ نے بطور کرم اپنے ذمہ لئے۔

وَ اَخْرَجَ الْخَطِيْبُ فِيْ تَارِيْخِهٖ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُوْا اِلَيْهِ الْفَاقَةَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَزَوَّجَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص فقر و فاقہ کی شکایت لایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نکاح کرنے کا حکم دیا۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: قَالَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ فِيْمَا اَمَرَكُمْ بِهٖ مِنَ النِّكَاحِ لِيُنْجِزَ لَكُمْ مَّا وَعَدَكُمْ مِّنَ الْغِنٰى قَالَ تَعَالٰى اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اتباع کرو جو اللہ کا حکم ہے نکاح کے معاملہ میں اللہ پورا فرمائے گا جو تم سے وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا اگر تم فقیر ہو تو اللہ اپنے فضل سے غنی فرمادے گا۔

عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: اِبْتَغُوا الْغِنٰى فِي الْبَآئَةِ وَ فِيْ لَفْظٍ اِبْتَغُوا الْغِنٰى فِي النِّكَاحِ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ غنا حاصل کرو نکاح میں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تم فقیر ہو تو اللہ اپنے فضل سے غنی فرمادے گا۔

ثعلبی اور دیلمی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلْتَمِسُوا الرِّزْقَ بِالنِّكَاحِ۔ رزق نکاح کے ذریعہ حاصل کرو۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ اور وہ عفت پاکدامنی میں رہے جو نکاح کا

اہل نہ ہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے غنی کردے اپنے فضل سے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِرْشَادٌ لِلتَّائِقِیْنَ الْعَاجِزِیْنَ عَنْ مَبَادِی النِّکَاحِ وَاَسْبَابِہٖ اِلٰی مَا ھُوَ اَوْلٰی لَھُمْ وَاَحْرٰی لَھُمْ اَیْ وَلْیَجْتَھِدْ فِی الْعِفَّۃِ وَصَوْنِ النَّفْسِ۔ اس آیۂ کریمہ میں تائقین وعاجزین کے لئے حکم ہے یعنی کمزور غیر مستطیع جو نکاح نہ کر سکتے ہوں یا اس کا انصرام نہ کر سکتے ہوں انہیں چاہئے کہ نیک چلن رہیں اور اپنے نفس کی نگرانی کریں۔ وہ روزہ رکھیں، نماز نوافل وغیرہ کا شغل رکھیں۔

وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْکِتٰبَ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ فَکَاتِبُوْھُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْھِمْ خَیْرًا ۖ وَّاٰتُوْھُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اٰتٰىکُمْ۔ اور وہ غلام کنیزیں جو مکاتب بننا چاہیں تو انہیں لکھ دو اور مکاتب بنالو اگر تم ان سے بھلائی سمجھتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں احکام مکاتب ہیں۔

اس میں اگرچہ ہم پاکستانیوں کا کوئی حصہ نہیں کیونکہ نہ یہاں جہاد ہے نہ غنیمتیں اور یہ احکام ان لوگوں کے لئے ہیں جو جہاد سے مشرکین کے بیوی بچے لاتے اور ان میں ان کے لئے تصرفات جائز ہیں۔

لیکن چونکہ تفسیر کا سلسلہ اس بحث کو بھی چاہتا ہے لہٰذا اس پر بھی مختصراً لکھنا ضروری ہے۔

مکاتب اصطلاح شرع میں وہ غلام شرعی اور کنیزک ہے جو اپنے مالک سے تحریری معاہدہ کرلے کہ میں محنت مزدوری کر کے تمہیں اتنا روپیہ ادا کردوں تو تم مجھے آزاد کردینا اور مالک اس پر راضی ہوجائے یا اتنی خدمت کردوں تو مجھے آزادی مل جائے گی ظاہر ہے کہ غلامی از بسکہ عذاب الیم ہے لہٰذا اس سے جو نجات چاہے اس کے لئے حکم ہے کہ جو اس عذاب سے نجات حاصل کرنا چاہے تو اس میں بخل نہ کریں بلکہ مکاتبت ہوجانے کے بعد خود بھی اس کی مدد کریں وَّاٰتُوْھُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اٰتٰىکُمْ کا یہی مقصد ہے یعنی اپنے پاس سے روپیہ دے کر اس سے نفع جو لیں وہ شرائط مکاتبت میں وضع کرکے اسے جلدی آزاد کردیں۔

اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْھِمْ خَیْرًا۔ کی شرط اس لئے ہے کہ اگر تم اسے بدوضع، چٹورا فضول خرچ بددیانت دیکھو تو اپنی رقم نہ پھنساؤ تو مکاتبت شرع مطہرہ میں امر مندوب ومستحسن ہے اس کی تصریحات کتب فقہ میں بہت کچھ ہیں مَنْ شَاءَ فَلْیَنْظُرْ۔

اس کے بعد اس برے رواج کا رد کیا گیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَا تُکْرِھُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۭ وَمَنْ یُّکْرِھْھُّنَّ فَاِنَّ اللّٰہَ مِنْۢ بَعْدِ اِکْرَاھِھِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ اور نہ جبر واکراہ کرو اپنی کنیزوں پر زنا کے لئے اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں کہ تم انہیں دنیاوی مفاد حاصل کرنے کی غرض سے حرام کاری پر مجبور کرو۔ اور جو انہیں مجبور کرے گا تو اللہ ان کے جبر واکراہ والے گناہ معاف کرنے والا ہے وہ مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ میں اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا سے ذرا دھوکہ سا نہ ہو کہ لونڈی کنیز از خود پاک دامن نہ رہنا چاہے تو اسے زنا اور حرام کاری کی راہ پر ڈال دینا جائز ہے اور اگر وہ خود پاک دامن رہنا چاہئے تو اکراہ وجبر نہ کرنا چاہئے۔

یہ طریقہ تفہیم محاورہ عرب کا ہے اس میں صورت وقوعی لازم نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ جب کنیزک خود ہی آوارہ زانیہ ہے تو اس پر اجبار واکراہ کی ضرورت ہی کیوں ہو لہٰذا پاک دامن کنیزوں کے لئے ہی یہ حکم ہے۔

دوسرے اصول میں ہے کہ مضمون مخالف بلا صراحت لینا ہمارے لئے جائز بھی نہیں ہے تو یہاں کنیزوں کے مالکوں کو حکم کرنا مقصود ہے کہ وہ اپنے دنیوی مفاد کی خاطر ایسی بے حیائی نہ کریں اور

وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ۔ میں نحوی قاعدہ کے مطابق دو صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ مصدر کا استعمال کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے کبھی مبنی للمفعول بہ۔

پہلی صورت میں اِکْرَاهِهِنَّ کے معنی ہوں گے کہ مالک کے مجبور کرنے سے جو کنیز زنا کرائے اس پر گناہ نہیں۔

اور دوسری صورت میں مالک کی طرف سے لونڈی کا مجبور کیا جانا۔ دونوں صورتوں میں چونکہ اقدام مالک کی طرف سے ہے لہٰذا

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ آخر آیت میں ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ اور بے شک ہم نے نازل کیں تمہاری طرف روشن آیتیں اور تم سے پہلے لوگوں کی مثالیں اور حالات اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحتیں۔

تا کہ تم نصیحت حاصل کرو اور عبرت پکڑو۔

اکراہ علی الزنا کی رسم مشرکین مکہ میں تھی۔ چنانچہ آیت کریمہ کا شان نزول یہی ہے۔

مسلم ابوداؤد جابر علیہم رضوان سے راوی ہیں: اَنَّ جَارِيَةً لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ سَلُوْلٍ يُقَالُ لَهَا مُسَيْكَةُ وَاُخْرٰى يُقَالُ لَهَا اُمَيْمَةُ كَانَ يُكْرِهُهُمَا عَلَى الزِّنَا فَشَكَتَا ذَالِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ۔ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے پاس دو کنیزیں تھیں مسیکہ اور امیمہ یہ دونوں زنا سے نفرت کرتی تھیں اور ابن سلول انہیں مجبور کرتا تھا انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکوہ کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور ابن ابی حاتم سدی رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ كَانَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيِّ جَارِيَةٌ تُدْعٰى مُعَاذَةَ فَكَانَ اِذَا نَزَلَ ضَيْفٌ اَرْسَلَهَا لَهٗ لِيُوَاقِعَهَا اِرَادَةَ الثَّوَابِ مِنْهُ وَالْكِرَامَةِ لَهٗ فَاَقْبَلَتِ الْجَارِيَةُ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَشَكَتْ ذَالِكَ اِلَيْهِ فَذَكَرَهٗ اَبُوْبَكْرٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهٗ بِقَبْضِهَا فَصَاحَ ابْنُ اُبَيِّ مَنْ يَّعْذِرُنَا مِنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْلِبُنَا عَلٰى مَمَالِيْكِنَا فَنَزَلَتْ۔

ابن ابی کی ایک لونڈی معاذہ تھی جسے اس نے اس کام کے لئے رکھا تھا کہ جب کوئی مہمان آتا تو اسے اس مہمان کے پاس بھیج دیتا تا کہ وہ اس سے زنا کرے اور اس سے وہ مہمان کا اکرام کرتا تھا تو یہ لونڈی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شکایت لے کر آئی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روکنے کا حکم دیا۔ اس پر ابن ابی چیخا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں میری کون مدد کرتا ہے وہ ہمارے مملوکوں پر بھی ہاتھ ڈالنے لگ گئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

ایک قول یہ ہے: وَ قِيْلَ لِهٰذَا اللَّعِيْنِ سِتُّ جَوَارٍ مُعَاذَةُ وَمُسَيْكَةُ وَاُمَيْمَةُ وَ عَمْرَةُ وَاَرْوٰى وَ قُتَيْلَةُ يُكْرِهُهُنَّ عَلَى الْبِغَآءِ وَضَرَبَ عَلَيْهِنَّ ضَرَائِبَ فَشَكَتْ ثِنْتَانِ مِنْهُنَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ۔

اس لعین کی چھ کنیزیں تھیں معاذہ، مسیکہ، امیمہ، عمرہ، اروی، قتیلہ یہ نفرت کرتی تھیں زنا سے اور وہ انہیں مار بھی مارتا تھا تو ان میں سے دو لونڈیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع - سورۂ نور - پ ۱۸

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۙ ﴿۳۵﴾

اللہ ہی روشن کرنے والا ہے آسمان اور زمین کو اس کے نور کی مثال یہ ہے جیسے ایک طاق اور اس میں ایک چراغ اور چراغ ایک شیشے کے گلوب میں اور وہ گلوب گویا ستارہ ہے موتی کا جو روشن ہے درخت سے زیتون کے جو نہ شرق میں ہے نہ غرب میں قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہوگا اگر چہ نہ چھوئے اسے آگ نور پر نور ہے ہدایت دیتا ہے اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہے اور مثالیں دیتا ہے لوگوں کو اور اللہ سب کچھ جانتا ہے

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۙ ﴿۳۶﴾

ان گھروں میں جن کے بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا اور ان میں اس کا نام لیا جائے صبح وشام

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۪ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ۗ ﴿۳۷﴾

وہ لوگ جنہیں نہیں مشغول کر سکتا بیع وشراء اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوۃ دینے سے ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ پلٹ ہو جائیں گے دل اور آنکھیں

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

تا کہ بدلہ دے انہیں اللہ سب سے بہتر عملوں کا اور زیادہ کرے انہیں انعام اپنے فضل سے اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بے حساب

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۙ ﴿۳۹﴾

اور وہ جو کافر ہوئے ان کے عمل مثل ریتے کے ہیں جو کسی جنگل میں چمکے کہ گمان کرے پیاسا اسے پانی حتیٰ کہ جب آئے اس کے پاس نہ پائے اسے کچھ اور پائے اللہ تعالیٰ کو اپنے نزدیک تو پورا پورا اس کا حساب دے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ

یا جیسے اندھیریاں اس گہرے دریا میں کہ ڈھانپ رہے اسے موج پر موج اس کے اوپر بادل اندھیریاں ایسی کہ

368

بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰىهَا ؕ وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ؏	ایک پر ایک جب اپنا ہاتھ نکالے تو نظر آتا معلوم نہ ہو اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں

حل لغات پانچواں رکوع۔سورۂ نور۔پ ۱۸

اَللّٰہُ۔اللہ	نُوْرُ۔نور ہے	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَ۔اور
الْاَرْضِ۔زمین کا	مَثَلُ۔مثال	نُوْرِهٖ۔اس کے نور کی	کَمِشْکٰوۃٍ۔جیسے طاق
فِیْهَا۔اس میں ہو	مِصْبَاحٌ۔چراغ	اَلْمِصْبَاحُ۔چراغ ہو	فِیْ۔بیچ
زُجَاجَۃٍ۔شیشہ کے	اَلزُّجَاجَۃُ۔شیشہ ہو	کَاَنَّهَا۔گویا کہ وہ	کَوْکَبٌ۔ستارہ ہے
دُرِّیٌّ۔چمکتا	یُّوْقَدُ۔جلایا جائے	مِنْ شَجَرَۃٍ۔درخت	مُّبٰرَکَۃٍ۔برکت والے
زَیْتُوْنَۃٍ۔زیتون سے جو	لَّا۔نہ	شَرْقِیَّۃٍ۔شرقی ہو	وَّ۔اور
لَا۔نہ	غَرْبِیَّۃٍ۔غربی	یَّکَادُ۔قریب ہے	زَیْتُهَا۔اس کا تیل
یُضِیْٓءُ۔روشنی دے	وَ۔اور	لَوْ۔اگرچہ	لَمْ۔نہ
تَمْسَسْهُ۔چھوئے اس کو	نَارٌ۔آگ	نُوْرٌ۔نور ہے	عَلٰی۔اوپر
نُوْرٍ۔نور کے	یَهْدِی۔ہدایت دیتا ہے	اللّٰہُ۔اللہ	لِنُوْرِهٖ۔اپنے نور کی
مَنْ۔جسے	یَّشَآءُ۔چاہے	وَ۔اور	یَضْرِبُ۔بیان کرتا ہے
اللّٰہُ۔اللہ	الْاَمْثَالَ۔مثالیں	لِلنَّاسِ۔لوگوں کے لئے	وَ۔اور
اللّٰہُ۔اللہ	بِکُلِّ۔ہر	شَیْءٍ۔چیز کو	عَلِیْمٌ۔جانتا ہے
فِیْ۔بیچ	بُیُوْتٍ۔گھروں کے کہ	اَذِنَ۔حکم دیا	اللّٰہُ۔اللہ نے
اَنْ۔یہ کہ	تُرْفَعَ۔بلند کئے جائیں	وَ۔اور	یُذْکَرَ۔ذکر کیا جائے
فِیْهَا۔اس میں	اسْمُهٗ۔اس کا نام	یُسَبِّحُ۔تسبیح کرتے ہیں	لَهٗ۔اس کی
فِیْهَا۔اس میں	بِالْغُدُوِّ۔صبح	وَ۔اور	الْاٰصَالِ۔شام
رِجَالٌ۔ایسے مرد کہ	لَّا۔نہیں	تُلْهِیْهِمْ۔غافل کرتی ان کو	تِجَارَۃٌ۔خرید وفروخت
وَّ۔اور	لَا۔نہ	بَیْعٌ۔لین دین	عَنْ ذِکْرِ۔یاد
اللّٰہِ۔الٰہی سے	وَ۔اور	اِقَامِ۔قائم کرنے	الصَّلٰوۃِ۔نماز
وَ۔اور	اِیْتَآءِ۔دینے	الزَّکٰوۃِ۔زکوۃ سے	یَخَافُوْنَ۔ڈرتے ہیں
یَوْمًا۔اس دن سے کہ	تَتَقَلَّبُ۔پھر جائیں گے	فِیْهِ۔اس میں	الْقُلُوْبُ۔دل
وَ۔اور	الْاَبْصَارُ۔آنکھیں	لِیَجْزِیَهُمُ۔تاکہ بدلہ دے ان کو	
اللّٰہُ۔اللہ	اَحْسَنَ۔بہتر	مَا۔اس کا جو	عَمِلُوْا۔عمل کئے انہوں نے

وَ۔اور	یَزِیْدَ۔زیادہ دے گا	ھُمْ۔ان کو	مِّنْ فَضْلِہٖ۔اپنے فضل سے
وَ۔اور	اللّٰہُ۔اللہ	یَرْزُقُ۔رزق دیتا ہے	مَنْ۔جسے
یَّشَآءُ۔چاہے	بِغَیْرِ۔بغیر	حِسَابٍ۔حساب کے	وَ۔اور
الَّذِیْنَ۔وہ جو	کَفَرُوْٓا۔کافر ہوئے	اَعْمَالُھُمْ۔ان کے عمل	کَسَرَابٍ۔جیسے ریت
بِقِیْعَۃٍ۔جنگل میں	یَّحْسَبُہُ۔خیال کرتا ہے اسے	الظَّمْاٰنُ۔پیاسا	مَآءً۔پانی
حَتّٰی۔یہاں تک کہ	اِذَا۔جب	جَآءَہٗ۔اس کے پاس آیا	لَمْ۔نہ
یَجِدْہُ۔پایا اسے	شَیْئًا۔کچھ بھی	وَّ۔اور	وَجَدَ۔پایا
اللّٰہَ۔اللہ کو	عِنْدَہٗ۔اس کے پاس	فَوَفّٰىہُ۔تو پورا دے گا اس کو	حِسَابَہٗ۔اس کا حساب
وَ۔اور	اللّٰہُ۔اللہ	سَرِیْعُ۔جلدی	الْحِسَابِ۔حساب لینے والا ہے
اَوْ۔یا	کَظُلُمٰتٍ۔جیسے اندھیرے	فِیْ۔بیچ	بَحْرٍ۔سمندر
لُّجِّیٍّ۔گہرے کے کہ	یَّغْشٰىہُ۔ڈھانپے اس کو	مَوْجٌ۔موج	مِّنْ فَوْقِہٖ۔اس کے اوپر
مَوْجٌ۔موج ہے	مِّنْ فَوْقِہٖ۔اس کے اوپر	سَحَابٌ۔بادل ہے	ظُلُمٰتٌ۔اندھیرے ہیں
بَعْضُھَا۔بعض اس کے	فَوْقَ۔اوپر	بَعْضٍ۔بعض کے ہیں	اِذَآ۔جب
اَخْرَجَ۔نکالا	یَدَہٗ۔اپنا ہاتھ	لَمْ۔نہیں	یَکَدْ۔قریب کہ
یَرٰىھَا۔دیکھے اسے	وَ۔اور	مَنْ۔جس کے لئے	لَّمْ۔نہ
یَجْعَلِ۔بنائے	اللّٰہُ۔اللہ	لَہٗ۔اس کے لئے	نُوْرًا۔نور
فَمَا۔تو نہیں	لَہٗ۔اس کے لئے	مِنْ نُّوْرٍ۔کوئی نور	

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع۔سورۂ نور۔پ ۱۸

پہلے رکوع سے اس رکوع کا ربط یہ ہے کہ اس کے آخر میں ارشاد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے آیات بینات نازل فرمائیں تا کہ تم جہل کی تاریکیوں سے نکل کر علم کی روشنی میں آؤ۔

اب اس رکوع میں اپنے اوصاف انوار اور مناعت سید الابرار کا بیان شروع فرمایا اور بتایا کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔یعنی اللہ تعالیٰ منور سماوات وارض ہے۔

نور لغت میں اس کیفیت کو کہتے ہیں جو چاند، سورج اور آگ سے پیدا ہو کر زمین اور دیوار و اشجار اور ذرہ ہائے زمین اور حجر و مدر کو روشن کر دیتا ہے۔

نور مصدر ہے اور معنی میں فاعل کی جگہ استعمال ہوتا ہے تو عبارت کی صورت یہ ہوئی: اَللّٰہُ مُنَوِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ مَثَلُ نُوْرِہٖ۔اور اس کے نور کی مثال ایسے ہے کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ۔مشکوۃ اس طاق کو کہتے ہیں جو دیوار کے پار نہ ہو فِیْھَا مِصْبَاحٌ۔اس طاق میں چراغ ہے۔

مِصۡبَاحٌ۔ صبح کے چراغ کو کہتے ہیں اور چراغ اس لئے کہا کہ صبح کو چراغ میں روشنی ہوتی ہے۔

اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَةٍ۔ اور وہ صبح کا چراغ شیشے کی قندیل یا گلوب میں۔ زجاجہ شیشے کی قندیل ایسی جو شفاف ہو۔

اس میں دو لغت اور ہیں زَجاجہ اور زِجاجہ یعنی۔ بفتح زا اور بکسر زا۔ لیکن معنی میں تفاوت نہیں۔

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّیٌّ۔ یعنی وہ قندیل ایسی ہے گویا کہ ستارہ موتی کی طرح چمکتا ہوا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّكُمۡ لَتَرَوۡنَ اَهۡلَ الدَّرَجَاتِ الۡعُلٰی كَمَا تَرَوۡنَ الۡكَوۡكَبَ الدُّرِّیَّ فِیۡ اُفُقِ السَّمَآءِ۔ بے شک تم اعلیٰ درجہ کے جنتیوں کو ایسے دیکھو گے جیسے تم چمکتا ہوا ستارہ افق سما پر دیکھتے ہو۔

دری میں ی نسبت کی ہے اور اس کی جمع دراری ہے۔

یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ۔ روشن ہوتا ہے برکت والے شجر مبارکہ سے۔

یُّوۡقَدُ۔ ایقاد سے ہے اور ایقاد کہتے ہیں چراغ یا آگ روشن کرنے کو۔ مِنۡ شَجَرَةٍ سے مراد مِنۡ زَیۡتِ شَجَرَةٍ ہے اور مُبَارَكَه بایں معنی ہے کہ مِنۡ زَیۡتِ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ اَیۡ كَثِیۡرُ الۡمَنَافِعِ یعنی وہ درخت جس کا تیل بہت سا نفع دیتا ہے۔

اور زَیۡتُوۡنَةٍ۔ شجرہ کا بدل ہے یعنی درخت مبارک کیا ہے وہ زیتون ہے۔

لَّا شَرۡقِیَّةٍ وَّلَا غَرۡبِیَّةٍ۔ وہ زیتون کا درخت شرقی غربی نہیں ہے بلکہ ہر سمت اس کے فضائل کی روشنی ہے۔

یَّكَادُ زَیۡتُهَا یُضِیۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ۔ (چونکہ یہ مثال ہے نور الٰہی عزوجل کی اور نور الٰہی عزوجل کو دنیا کا کوئی نور نہیں پا سکتا تو فرمایا) قریب ہے کہ وہ روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔

نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ۔ یہ نور ایسا ہے کہ نور پر غالب ہے۔

یَهۡدِی اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَیَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ۔ راہ دکھاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی جسے چاہے اور اللہ بندوں کے لئے مثالیں دیتا ہے اور اللہ ہر شے کا عالم ہے۔

فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَیُذۡكَرَ فِیۡهَا اسۡمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیۡهَا بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ۔ وہ مصباح ایسے گھروں میں روشن ہے جن کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس کی عظمت کی جائے اور اس میں خدا کا نام لے کر اس کی تسبیح ہو صبح و شام۔

یہ اشارہ ہے مساجد کے صبح و شام کی عبادت کی طرف۔

فِیۡ بُیُوۡتٍ۔ مِصۡبَاحٌ۔ سے متعلق ہے وَالتَّقۡدِیۡرُ كَمِشۡكٰوةٍ فِیۡهَا مِصۡبَاحٌ۔

بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ۔ غدو مصدر ہے اور قاعدہ ہے کہ مصدر ہمیشہ مفرد ہی استعمال ہوتا ہے اس کے معنی ہیں دن کا ابتدائی حصہ۔

اٰصَالِ۔ جمع ہے اصل کی اور اصل۔ اصیل سے ہے اور اصیل کہتے ہیں دن کے پچھلے حصہ کو۔ مفسرین نے اس سے مراد فجر سے شام تک کی نمازیں مراد لی ہیں۔

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِیۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیۡتَآءِ الزَّكٰوةِ۔ ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں غافل نہیں کرتی کوئی سوداگری اور نہ بیع و شراء اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے اور زکوۃ دینے سے۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک روز بازار مکہ میں تھے مسجد میں نماز کے لئے اقامت ہوئی آپ نے دیکھا کہ دکاندار دکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہو گئے۔ آپ نے فرمایا رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے۔ اس لئے کہ وہ

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾۔

ڈرتے ہیں اس دن سے جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہوں گی تاکہ اللہ انہیں بدلہ دے ان کے سب سے بہتر عملوں کا اور اپنے فضل سے انہیں انعام زیادہ کرے اور اللہ دیتا ہے جسے چاہے بے حساب۔

یعنی وہ دن ایسا ہوگا کہ ہر دل الٹ رہا ہوگا اور ہر آنکھ پلٹی ہوئی ہوگی۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾۔

اور جو کافر ہوئے ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے دھوپ میں چمکتا ریتا کسی جنگل میں کہ پیاسا اسے پانی سمجھے حتیٰ کہ جب اس کے پاس آئے تو اسے کچھ نہ پائے اور اللہ کو اپنے قریب پائے تو اللہ اس کا حساب پورا پورا کر دے اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

بِقِيْعَةٍ۔ اس میں کان محذوف ہے اور یہ قاع کی جمع ہے۔ جنگل بیابان کو کہتے ہیں اور ظمآن پیاسے کو اور سراب چمکتے ہوئے ریتے کو کہتے ہیں ایک مثال تو اعمال کفار کی یہ دی اور دوسری مثال یہ دی جا رہی ہے:

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ۔ یا جیسے اندھیریاں سمندر کی گہرائیوں میں اور اس پر موج اور موج پر موج اس کے اوپر بادل ایسی اندھیریاں کہ ایک پر ایک گھری ہوئی۔

یعنی اول کافر نیکیوں کے بدلے پانی سمجھ کر چلا تو پانی کا نشان بھی نہ پایا پھر وہ کافر اپنے اعمال کو بھی نیکیاں تصور کر کے امیدوار ہوتا ہے کہ اس کا اجر مجھ سے بھی ملے گا۔

جب عرصات محشر میں پہنچے گا تو ثواب کے بدلے ایسے عذابوں کی ظلمتوں میں پھنسے گا کہ اسے اندوہ و غم کی ظلمتوں پر ظلمتیں گھیر لیں گی جیسے ایک اندھیرا قلزم کی گہرائی کا اس پر اور اندھیرا تراکم امواج معصیت کا پھر اور اندھیرا اس کی معصیت شعاری کا تو جو اس میں پھنس جائے گا وہ

اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ جب اپنا ہاتھ نکالے تو وہ ہاتھ بھی اسے نظر آتا نہ معلوم ہو اور جسے اللہ ایمان کا نور نہ دے اس کے لئے کوئی روشنی نہیں۔

ہاتھ سے تشبیہ اس لئے دی گئی کہ اعضاء میں یہ سب سے قریب اور جزو جسم ہے تو جب وہ بھی نظر سے نظر نہ آئے تو اور کوئی چیز کیوں کر نظر آ سکتی ہے۔

گویا یہ فرمایا کہ کافر اپنے اعتقاد باطل اور اقوال ناحق اور اعمال قبیحہ کی تاریکیوں میں ایسا گرفتار ہوگا جو مثال میں بیان کیا گیا۔

بعض مفسرین نے کہا کہ گہرے دریا سے مراد کافر کا دل ہے اور اس پر موجیں اس کا جہل اور شک وشبہ جو اس کے دل پر چھایا ہوا ہے اور بادلوں سے مراد خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کی وہ مہر جو ان کے دلوں پر محیط ہے۔

لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا۔ کادلفظاً منفی ہوتا ہے تو معناً مثبت اور اگر لفظاً مثبت ہوتا ہے تو معناً منفی۔ مثلاً وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ میں لفظاً منفی ہے لیکن بلحاظ معنی مثبت ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا: كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا یہاں لفظاً مثبت ہے مگر معناً منفی ہے اسی طرح لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا کے معنی ہیں اِنَّهٗ رَآهَا بے شک وہ دیکھ رہا ہے۔

اب ہم اول بحث نور پر پیش کرتے ہیں:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ۔ نور عرف عام میں روشنی کو کہتے ہیں جو ایک عرض ہے اور قائم بالغیر اور یہ اجسام کو عارض ہوتا ہے جیسے آفتاب، کواکب، آگ اس معنی میں نور کا اطلاق واجب تعالیٰ شانہ پر جائز نہیں اس لئے کہ بموجب معنی عرفی وہ عرض ہے اور حادث اور قابل انقسام اور قائم بالغیر بنا بریں وہ الٰہ نہیں ہو سکتا۔

اس سے اس فرقہ کا بھی رد ہو گیا جو نور اعظم کو اللہ کہتے ہیں اور علماء بتاویل کہتے ہیں کہ نور بمعنی منور ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو آفتاب و ماہتاب اور کواکب اور انبیاء وصلحاء و ملائکہ سے منور کر دیا جیسا کہ ابی بن کعب اور حسن اور ابوالعالیہ نے کہا۔

بعض اس طرف گئے کہ نور بمعنی مدبر السموات والارض ہے جیسے ایک فاضل مرشد کامل کو کہہ دیتے ہیں کہ وہ شہر کا نور ہے یعنی فلاں حاکم فلاں بزرگ مدبر مملکت ہے۔ چنانچہ شعراء بھی اس استعارہ کو استعمال کر چکے ہیں جریر کہتا ہے۔ ع

وَ اَنْتَ لَنَا نُوْرٌ وَّ غَيْثٌ وَّ عِصْمَةٌ۔

یہ تحقیق زجاج اور اصم کی ہے۔

سید المفسرین ابن عباس فرماتے ہیں نور بمعنی ہادی ہے کیونکہ نور سبب ہدایت ہے اور اللہ تعالیٰ آسمان وزمین والوں کا ہادی ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نور کا اطلاق اس پر مبالغۃً ہو جیسے عادل کو عدل کہہ دیتے ہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ نے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں مشکوۃ الانوار ایک کتاب تالیف فرمائی ہے اس میں ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقۃً آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور اس پر اس لفظ کا اطلاق حقیقتاً ہے نہ کہ مجازاً۔ پھر متعدد مقدمات قائم کر کے آخر میں لکھتے ہیں:

کہ وہ ذات پرنور وہ ذات ہے کہ ادراک عقلی وبصری سے ارفع واشرف ہے اور عقل وبصر کا مقتضیٰ ظہور ہے اور خواص نور میں سے ظہور ہی اشرف ہے اس لئے ادراک عقلی وبصری سے نور بدرجہ اولیٰ اشرف وارفع واعلیٰ ہوا۔

پھر انوار عقلیہ کی دو قسم ہیں:

ایک وہ جو سلامت الاحوال کے واجبۃ الحصول ہیں یعنی تعلقات نظر یہ عالم بالا آسمانوں سے بھی اوپر ہے جہاں عالم حسیات نہیں بلکہ عالم مجردات ہے مگر سلامۃ الاحوال کے وقت واجبۃ الحصول ہے۔

دوسری قسم ہے جسے مکتسبہ کہتے ہیں اس کے اکتساب علم میں کبھی غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے اس لئے اس کے لئے ہادی و مرشد کی ضرورت ہوتی ہے اور اس میں کلام الٰہی اور فرامین رسالت پناہی سے زیادہ اور کوئی ہادی نہیں اسی لئے انہیں بھی نور کہا گیا جیسا کہ فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ اور ملائکہ بھی نور کہلاتے ہیں اگرچہ مراتب کے اعتبار سے متفاوت ہیں جیسے ان میں نور اعظم وہ روح ہے جو تمام ارواح سے اعلیٰ اور معدن نور ہے۔

پھر یہ سب انوار حسیہ ہوں خواہ سفلیہ یعنی آگ کا نور ہو یا آفتاب و ماہتاب و کواکب کا یہ علویہ ہے یا انوار العقلیہ والسفلیہ ہوں جیسے انوار انبیاء و اولیاء یا علویہ ہوں جیسے ملائکہ۔ یہ سب کے سب فی حد ذاتہ ممکن ہیں اور جو ممکن فی حد ذاتہ ہے وہ حادث جائز الفنا ممکن التبدل والتغیر ہے اور جس کی یہ صفت ہو وہ معدوم ہیں۔

اس لئے کہ ان کا وجود بعطا ہے اور وجود نور اور عدم ظلمت ہے۔

اس لئے کہ تمام ممکنات اپنی ذات میں مظلم ہیں اور نور فی حد ذاتہ وہی ہے جس کا وجود ذاتی ہو۔

ممکنات کا وجود اور ان کی صفات اور تمام معارف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔

تو واضح ولائح ہو گیا اور روشن ہوا کہ نور مطلق وہی ایک ذات سبحنہ وتعالیٰ ہے اور اس کے غیر پر اس لفظ کا جو اطلاق ہوتا ہے وہ مجازاً ہے۔

کیونکہ ماسویٰ اللہ جو کچھ ہے من حیث ھو ھو ظلمت محصنہ ہے اس لئے کہ وہ من حیث ھو ھو عدم محض ہے بلکہ وہ انوار بھی حیث ھی ھی ظلمت ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فرمانے والا ہے نور حقیقی ہے اور ماسوا اس کے جس قدر انوار ہیں اسی کے نور لم یزل کے پرتو اور اسی ذات قدیم کے ظلال و پرتو و عکوس ہیں۔

مبحث ثانی

نور کی اضافت السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی طرف کیوں ہوئی؟

نور کو السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی طرف اس لئے مضاف فرمایا کہ آسمان و زمین انوار مجردہ اور مادیہ سے پر ہیں انوار مادیہ جیسے چاند، سورج ستارے اور ان کی روشنی آسمانوں میں بھی ہے اور زمین پر بھی یہی انوار منعکس ہیں جس کی وجہ میں الوان مختلفہ نظر آتے ہیں

اور انوار مجردہ سے عالم بالا پر ہے جنہیں ملائکہ کہتے ہیں۔

اور عالم سفلی میں انوار عقلیہ متعدد صورت میں موجود ہیں جو قوائے نباتیہ حیوانیہ اور انسانیہ کہلاتے ہیں اور نور انسانی سے تمام عالم سفلی کا نظام رکھا گیا اس لئے اسے خلیفۃ اللہ فی الارض کہا گیا۔

چنانچہ نور ملکی سے عالم علوی کا نظام قائم ہے اور نور انسانی سے عالم سفلی کا نظام چل رہا ہے۔

اور یہ ہر دو نور باہم مرتبط ہیں اور ان دونوں کا منتہیٰ اللہ جل شانہ کی طرف ہے اور وہی نور الانوار ہے اس لئے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فرمایا گیا۔

مبحث سوم

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ ۔فرما کر یہ تشبیہ کیوں دی گئی۔

اور اپنے نور کو مصباح فرمایا اور اسے مشکوۃ میں ظاہر کیا اور اسے زجاجہ کے اندر محدود کیا پھر اس کے لئے زیتون سے نسبت دی پھر زیتون کو لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ فرمایا جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس پر صبح و شام ہی شعاع نہیں پڑتی کہ وہ خام رہے اور خام کا تیل بھی خام ہی ہو تو یہ شجر میدان یا پہاڑ کی بلندی پر ہے اور تناور اور پختہ ہے اس کا تیل بھی عمدہ ہوتا ہے۔

اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ چیزیں بہ حیثیت مجموعی اللہ عزوجل کا نور ہیں۔ پھر کلام اس میں ہے کہ اللہ عزوجل کے نور سے کیا مراد ہے اس کے جواب میں۔

جمہور متکلمین یہ کہہ رہے ہیں کہ اس سے ہدایت مراد ہے تو اس کے یہ معنی نکلیں گے کہ اللہ کی ہدایت ظہور میں ایسی ہے جیسے کوئی چراغ ہو جس کی یہ صفات ہوں جو ہر صفت میں روشنی مصباح کو ترقی دے۔

اس مبحث میں پانچ قول ہیں وہو ہذا

سوال ہوسکتا ہے کہ مشکوۃ کی بجائے آفتاب سے تشبیہ کیوں نہ دی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ مقصد اس روشنی سے تشبیہ دینا تھا جو اندھیریوں میں سے ظاہر ہو۔

اس لئے کہ ہدایت ایک ایسی روشنی ہے جو شبہات کی اندھیریوں میں سے ظاہر ہوتی ہے۔

اور یہ مقصد چراغ کے ساتھ تشبیہ دینے سے ہی حاصل ہوسکتا تھا اس لئے کہ گمراہ کو ہر طرف سے جہالت کی اندھیریاں گھیرے ہوتی ہیں۔

برخلاف آفتاب کے کہ وہ جلوہ گر ہوتا ہے تو عالم اس کے نور سے معمور ہو جاتا ہے اور کوئی عظمت باقی نہیں رہتی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ نور سے مراد قرآن کریم ہے جیسا کہ ارشاد ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ۔یہ حسن و سفیان بن عیینہ اور زید بن اسلم رحمہم اللہ کا قول ہے۔

اور تیسرا قول عطا کا ہے وہ کہتے ہیں اس سے مراد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی صفت سِرَاجًا مُّنِيْرًا ہے۔

اور چوتھا قول ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس نور سے مراد وہ نور ہے جو قلب مومن میں ایمان و معرفت کے ساتھ روشن ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایمان کو نور اور کفر کو ظلمت سے تعبیر فرمایا ہے۔

پانچواں قول حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کا ہے وہ فرماتے ہیں انسان کے قوائے مدرکہ پانچ ہیں۔

اول قوت حسیہ جو حواس خمسہ کو شامل ہے۔

دوسرے قوۃ عقلیہ جو حقائق کلیہ کا ادراک کرتی ہے۔

تیسرے قوت خیالیہ جو عقلیہ کے ساتھ کام کرتی ہے۔

چوتھے قوت فکریہ جو معارف عقلیہ میں ترکیب دے کر نامعلوم امور کو دریافت کرتی ہے۔

پانچویں قوت قدسیہ جو انبیاء و اولیاء کو حاصل ہے جس سے وہ اسرار غیبیہ اور لوائح ملکوتیہ کا معائنہ کرتے ہیں جس کی نسبت

ارشاد ہے وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا۔

یہ پانچوں وہ قوتیں ہیں جن کے ساتھ پانچ نوروں کو تشبیہ دی گئی۔

روح حساس کو کَمِشْكٰوةٍ سے۔

روح عقل کو مِصْبَاحٌ سے۔

روح فکر کو زُجَاجَةٍ سے۔

روح قدسی کو كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ سے۔

قوت فالیہ کو مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشکوٰۃ سے مراد سینۂ منور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اور زجاجہ سے مراد قلب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور مصباح سے مراد وہ نور نبوت ہے جو قلب پاک میں ہے۔

شجرہ مبارکہ شجرۂ ابراہیم علیہ السلام ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی بلکہ اس کا فیضان نبوت عام ہے۔

اور آپ کے نور نبوت پر صدہا لوگ خود بخود کہہ دیتے تھے کہ نبی برحق ہیں جیسا کہ زیتون کے تیل صافی میں سلگ اٹھنے کا مادہ تیار ہے وہ نور پر نور ہے۔ مقتبس از روح المعانی للآلوسی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے خوب جمع کر کے ایک شعر میں فرمایا:

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا ۔۔۔ تیری صورت کے لئے آیا ہے سورۂ نور کا

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع ۔ سورۂ نور ۔ پ ۱۸

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اللہ ہی نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلنُّوْرُ فِي اللُّغَةِ عَلٰى مَا قَالَ ابْنُ السِّكِّيْتِ الضِّيَآءُ وَ هٰذَا ظَاهِرٌ فِيْ عَدَمِ الْفَرْقِ بَيْنَ النُّوْرِ وَالضِّيَآءِ۔ نور لغت میں بقول ابن السکیت ضیاء یعنی روشنی کو کہتے ہیں اور اس تعریف کے بموجب ظاہر ہے کہ نور اور ضیاء میں کوئی فرق نہیں۔

چنانچہ امام سہیلی ورقہ کا شعر روض الانف میں نقل کرتے ہیں:

وَ يَظْهَرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءُ نُوْرٍ ۔۔۔ يُقِيْمُ بِهِ الْبَرِيَّةَ اَنْ يَّمُوْجَا

اس شعر میں نور اور ضیاء کے معنی واضح کئے گئے ہیں کہ ضیاء وہ روشنی ہے جو نور سے منتشر ہوتی ہے۔ اور نور...... ہے۔

وَ فِي التَّنْزِيْلِ ۔ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ۔ اور ارشاد ہے:
هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا اَنَّ نُوْرَ الْقَمَرِ لَا يَنْتَشِرُ عَنْهُ مَا يَنْتَشِرُ عَنِ الشَّمْسِ۔ اور قرآن کریم میں ہے۔ جب روشن ہو جاتا ہے ماحول لے جاتا ہے اللہ ان کا نور۔ اور ارشاد ہے وہی ذات ہے جس نے سورج کو روشن بنایا اور قمر کو نور کیا۔

اس لئے کہ نور قمر اتنا منتشر نہیں ہوتا جتنا نور شمس منتشر ہوتا ہے۔

اور فلاسفہ کہتے ہیں:

اَلضِّیَآءُ مَا یَکُوْنُ لِلشَّیْءِ مِنْ ذَاتِہٖ وَالنُّوْرُ مَا یُفِیْضُ عَلَیْہِ مِنْ مُقَابَلَۃِ الْمُضِیْءِ۔ ضیاء وہ ہے جو اپنی ذات تک روشنی دے اور نور وہ ہے جو ہر اس شے کو روشن کرتا ہے جو اس کے مقابل آئے۔ اسی وجہ میں قرآن کریم میں ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا فرمایا گیا۔

اور مَثَلُ نُوْرِہٖ فرما کر اس امر کی تصریح کر دی: اِنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ ھٰھُنَا الْقُرْاٰنُ کَمَا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا۔

ایک قول ہے اَلْمُرَادُ بِہِ الْحَقُّ فَقَدْ جَاءَ اسْتِعَارَۃُ النُّوْرِ کَاسْتِعَارَۃِ الظُّلْمَۃِ لِلْبَاطِلِ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اَیْ مِنْ اَنْوَاعِ الْبَاطِلِ اِلَی الْحَقِّ۔

یہاں نور سے مراد حق ہے جیسے استعارہ میں باطل کو ظلمت فرمایا اور قرآن کریم میں ارشاد ہوا اللہ ایمان والوں کا ناصر ہے انہیں ظلمت سے نکال کر نور ایمان کی طرف نکالتا ہے۔

ایک قول ہے: اَلْمُرَادُ بِہِ الْھُدٰی۔ نور سے مراد ہدایت ہے۔

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ اسماء وصفات میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: اَنَّہٗ قَالَ مَثَلُ نُوْرِہٖ مَثَلُ ھُدَاہُ فِیْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ۔ مثل نورہ میں مثال اس ہدایت کی ہے جو قلب مومن میں ہے۔

وَ قِیْلَ اَلْمُرَادُ بِہِ الْمَعَارِفُ وَالْعُلُوْمُ الَّتِیْ اَفَاضَھَا عَزَّوَجَلَّ عَلٰی قَلْبِ الْمُؤْمِنِ۔ نور کی مثال سے مراد وہی معارف وعلوم ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب مومن پر افاضہ کئے جاتے ہیں۔

اور ایک قول ہے کہ اَلْمُرَادُ بِنُوْرِہٖ رَسُوْلُہٗ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ جَآءَ اِطْلَاقُ النُّوْرِ عَلَیْہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔

اور بعض نے نورہ کی ضمیر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع کیا۔

بعض نے اس ضمیر کو قرآن کریم کی طرف راجع کیا۔

بعض نے ایمان کی طرف راجع بتایا۔

کَمِشْکٰوۃٍ۔ یعنی اس کی صفت انارت وتنویر مثل نور مشکٰوۃ کے ہے اور مشکٰوۃ کُوّۃ بغیر طاق کو کہتے ہیں۔

اور مشکٰوۃ دراصل مشکوت تھا تو واؤ کو الف سے بدل دیا گیا اور ماقبل مفتوح کر دیا گیا۔ یوں مشکوۃ مشکٰوۃ ہو گیا۔

فِیْھَا مِصْبَاحٌ۔ یعنی اس میں چراغ روشن ہے۔

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ۔ اور وہ چراغ قندیل زجاجی میں ہے جو صافی اور چمکتا ہوا ہے۔

اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ۔ اور وہ زجاجی قندیل ایسی ہے گویا کہ موتی کی طرح ستارہ ہے۔

یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ۔ روشن کیا جاتا ہے درخت سے۔

مُّبٰرَکَۃٍ۔ اَیْ کَثِیْرُ الْمَنَافِعِ۔ یعنی کثیر المنافع اور اسے برکت والا فرما کر اس لئے توصیف کی کہ وہ ایسی زمین میں ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عالم سے زیادہ برکت دی۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس زمین کو ستر انبیاء کرام سے برکت دی اور انہی میں ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

زَیْتُوْنَةٍ۔ یہ بدل ہے مِنْ شَجَرَةٍ کا۔ چنانچہ زیتون کے فضائل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پاک کافی ہیں۔

اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ فِیْ مُسْنَدِهٖ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِئْتَدِمُوْا بِالزَّیْتِ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ۔ روغن زیتون سے ترکاری بناؤ اور اسے بدن پر ملو اس لئے کہ یہ شجرۂ مبارکہ سے نکلتا ہے۔

وَ اَخْرَجَ الْبَیْهَقِیُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا ذُكِرَ عِنْدَهَا الزَّیْتُ فَقَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْمُرَانْ یُّؤْكَلَ وَیُدَّهَنَ وَیُسْعَطَ بِهٖ وَیَقُوْلُ اِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ وَهُوَ فِیْ حَدِّ ذَاتِهٖ مَمْدُوْحٌ۔ حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے زیتون کے تیل کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اسے کھایا بھی جائے اور مالش بھی کی جائے اور اسے ناک میں سونگھا بھی جائے اور فرمایا یہ شجرہ مبارکہ سے ہے اور وہ اپنی ذات میں ممدوح ہے۔

ایک حدیث میں ہے: اِنَّهٗ مُصِحَّةٌ مِّنَ الْبَاسُوْرِ۔ یہ تیل باسور کو بھی صحت دیتا ہے۔

وَذَكَرَ الْاَطِبَّاءُ مَنَافِعَ كَثِیْرَةً۔ اور طبیبوں نے اس کے بہت سے منافع بیان کئے ہیں۔

وَ كَانَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْكُلُ الْخُبْزَ بِهٖ وَاَكَلَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اللِّسَانَ مَطْبُوْخًا بِالشَّعِیْرِ وَ فِیْهِ الزَّیْتُ وَالتَّوَابِلُ۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم روٹیاں روغن زیتون سے تناول فرماتے اور زبان اس میں تل کر جو ڈال کر گرم مصالحہ ملا کر ثرید تناول فرماتے تھے۔

حسب موقعہ روغن زیتون کے خواص بھی مزید بیان کر دیں تو مناسب معلوم ہوتا ہے۔

یہ درخت اکثر شہروں میں پایا جاتا ہے اور طویل العمر ہوتا ہے اور اتنا طویل العمر ہوتا ہے کہ دوسرے درخت اس کی عمر کو نہیں پہنچتے۔ یہاں تک کہ یونانیوں نے جو زیتون لگائے تھے وہ اب تک فلسطین میں موجود ہیں۔

اور کہتے ہیں اس کی عمر ہزار سال کی ہے اور یہ چالیس سال کی عمر میں پھل دیتا ہے۔

یہ بستانی اور جنگلی ہوتا ہے۔ بستانی درخت بہت بڑا گھن دار ہوتا ہے اور اس کے پتے چکنے اور چمکدار اور سبز سبز ہوتے ہیں بمقابلہ جنگلی کے۔

اس میں گوند بھی ہوتا ہے جو سرخی مائل ہوتا ہے اور اس سے جو قطرات ٹپکتے ہیں وہ سقمونیا کی صورت میں جم کر مائل بسرخی ہو جاتے ہیں۔

اس کے پتے اور لکڑی دونوں سرد اور قابض ہیں۔

بعض کی تحقیق ہے کہ یہ درخت تمام درختوں سے زیادہ سرد وخشک اور قابض ہے۔

مگر اس کا پھل پکنے کے بعد گرم مائل بہ اعتدال ہوتا ہے۔

شیخ کے نزدیک پختہ پھل گرم اور خام بارد ہے۔

اس کے پتے کثرت عرق کو مانع ہیں یعنی جسے زیادہ پسینہ آتا ہو اسے پیس کر ملیں تو پسینہ کم کر دیتا ہے۔
اور اس کے پھل کو پیس کر چربی اور آرد گندم کے ساتھ ضماد کریں تو برص اظفار کو فائدہ مند ہے۔
اور شہد کے ساتھ اس کے کھلانے سے اورام حارہ کو مفید ہے۔
اور ضماد کرنے سے جمرہ اور شری اور جرب اور تر خارش کو مفید ہے۔
پکلاد کے لئے اور شبور کے واسطے بھی مفید ہے۔
قروح خبیثہ اور آتشک میں اس کا ضماد مفید ہے۔
جدری میں بھی یہ فائدہ دیتا ہے۔
غرضکہ جلے ہوئے کے لئے ضماد مفید ہے۔
داء الثعلب وداء الحیۃ وسعفہ میں اکسیر ہے۔
دافع نسیان ہے تقویت ذہن میں عجیب الاثر ہے۔
صداع شقیقہ میں مفید ہے۔
زکام اور نشف سیلان رطوبت اور کان بہنے میں اس کی خاکستر مفید ہے کرم گوش کو مفید ہے۔
امراض چشم میں اس کی خاکستر فائدہ مند ہے۔
باسور ریحی، دموی میں مفید ہے۔ انتہی مختصراً
درد دنداں میں اس کا جوشاندہ لے کر مضمضہ کریں۔
محرق اخلاط ردیہ ہے۔
عرق النساء میں مفید ہے۔
سڑے ہوئے زخموں سے رطوبت نکال کر بالکل خشکی لاتا ہے۔
رحم کے امراض میں اکسیر ہے۔
مدر حیض اور مخرج جنین ہے حمولاً استعمال کیا جاتا ہے۔
قولنج کھولتا ہے اس کا حقنہ بھی مفید ہے۔
مسہل ہے اگر ماء الشعیر میں پیا جائے۔
مبہی ہے اگر بعد طعام نمک کے ساتھ کھایا جائے۔
اور سورۂ تین میں اس کی قسم فرمائی گئی حیث قال وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ۔

لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۔ای ضَاحِيَةٌ لِلشَّمْسِ لَا يَظِلُّهَا جَبَلٌ وَّلَا شَجَرٌ لَا يَحْجِبُهَا عَنْهَا شَيْءٌ مِّنْ حِيْنَ تَطْلُعُ اِلٰى اَنْ تَغْرُبَ۔ یعنی وہ سورج کے ساتھ ایسا روشن ہے کہ کوئی پہاڑ اسے سایہ نہیں کرتا اور کوئی درخت اسے نہیں ڈھانپتا، صبح سے غروب شمس تک سورج میں رہتا ہے۔
اس لئے کہ شرقی و غربی سمت میں زیتون تیل کم دیتا ہے چنانچہ شامی علاقہ مابین المشرق والمغرب ہے اور وہاں کا

زیتون سب سے اجود ہوتا ہے۔

اور ابوحیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ لَیْسَتْ فِیْ مَشْرَقَةٍ اَبَدًا اَیْ فِیْ مَوْضَعٍ لَّا یُصِیْبُهٗ ظِلٌّ وَلَیْسَتْ فِیْ قَضَاةٍ اَبَدًا اَیْ فِیْ مَوْضَعٍ لَا تُصِیْبُهُ الشَّمْسُ وَحَاصِلُهٗ لَیْسَتِ الزَّیْتُوْنُ تُصِیْبُهَا شَمْسٌ خَاصَةً وَّ لَا الظِّلُّ خَاصَّةً۔ خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ زیتون نہ خصوصیت سے وہاں ہوتا ہے جہاں سورج ہی اپنی شعاعیں ڈالتا رہے اور نہ ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں سایہ ہی ہمیشہ رہے۔

یَّکَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔ اس کا تیل قریب ہے کہ روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ مس نہ کرے۔

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔ یعنی وہ نور عظیم نور پر نور ہے۔ اس تشبیہ میں نور الٰہی بمعنی دلائل ہے اور اس پر نور قرآن کریم ہے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ کَذَا اِذَا الْمُرَادُ تَشْبِیْهُ مَا نَوَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ قَلْبَ الْمُؤْمِنِ مِنَ الْمَعَارِفِ وَالْعُلُوْمِ بِنُوْرِهِ الْمِشْکٰوۃِ الْمُنْبَثِّ فِیْهَا مِنْ مِّصْبَاحِهَا۔ اس نور سے مراد قلب مومن ہے جو معارف اور علوم سے مستنیر ہوتا ہے اور مشکوٰۃ وہ سینہ ہے جس میں وہ نور مستنیر ہو کر اسے روشن کر دیتا ہے۔

اور حواشی الطیبۃ الطیبہ میں ہے: اِنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ الْهِدَایَةُ بِوَحْیٍ یُنْزِلُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یَبْعَثُهٗ۔ نور سے مراد وہ ہدایت ہے جو وحی سے ہوتی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے پھیلاتے ہیں۔ اور اس مبحث میں بغایت طویل کلام کیے گئے ہیں چنانچہ ایک تحقیق یہ ہے کہ

اِنَّ الْمُشَبَّهَاتِ الْمُنَاسَبَةَ عَلٰی هٰذَا الْمَعْنٰی صَدْرُ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ قَلْبُهُ الشَّرِیْفُ وَ اللَّطِیْفَةُ الرَّبَّانِیَّةُ فِیْهِ وَالْقُرْاٰنُ وَ مَا یَتَاَثَّرُ مِنْهُ الْقَلْبُ عِنْدَ اسْتِمْدَادِهٖ۔

تشبیہ مناسب یہاں اس معنی میں منتہی ہے کہ مشکوٰۃ سینہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور قلب شریف اور لطیفہ ربانیہ جس میں قرآن کریم اور اس کی مدد سے قلب اقدس متاثر ہوتا ہے وہ ہو۔ اور اس کو بعض نے یوں مفصل بیان کیا۔

وَالتَّفْصِیْلُ اَنَّهٗ شَبَّهَ صَدْرَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِالْمِشْکٰوۃِ۔ سینہ اقدس کو مشکوٰۃ سے تشبیہ دی گئی ہے لِاَنَّهٗ کَالْکُوَّةِ اس لئے کہ وہ مثل طاق کے ہے۔

فَمَنْ وَجْهِه یَقْتَبِسُ النُّوْرَ مِنَ الْقَلْبِ الْمُسْتَنِیْرِ۔ تو وہ نور حاصل کر رہا ہے قلب مستنیر سے قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔

اس کے بعد نقل فرماتے ہیں اور تائید کرتے ہیں۔

وَ هٰذَا التَّشْبِیْهُ صَحِیْحٌ قَدِ اشْتَهَرَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْمُفَسِّرِیْنَ رَوٰی مُحْیُ السُّنَّةِ عَنْ کَعْبٍ هٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِنَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمِشْکٰوۃُ صَدْرُهٗ وَالزُّجَاجَةُ قَلْبُهٗ وَالْمِصْبَاحُ فِیْهِ النُّبُوَّةُ وَالشَّجَرَةُ الْمُبَارَکَةُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ۔

یہ تشبیہ صحیح ہے جو مفسرین کی جماعت میں مشہور ہے۔ محی السنۃ نے حضرت کعب سے نقل فرمایا یہ مثل جو اللہ تعالیٰ نے پیش کی وہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

مشکوٰۃ سے سینہ انور مراد ہے۔ اور

زجاجہ سے قلب منور مراد ہے اور۔

مصباح سے وہ نبوت مراد ہے جو اس میں مستنیر ہے۔

اور شجرۂ مبارکہ سے شجر نبوت مراد ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسی مضمون کو نظم فرمایا ہے:

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا تیری صورت کے لئے آیا ہے سورۂ نور کا

اور حقائق اسلمی میں ہے حضرت ابو سعید الخراز سے منقول ہے:

اَلْمِشْکٰوۃُ جَوْفُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ مشکوٰۃ سے مراد شکم اقدس ہے۔

وَالزُّجَاجَةُ قَلْبُهُ الشَّرِيْفُ۔ زجاجہ سے مراد قلب انور ہے۔

وَالْمِصْبَاحُ النُّوْرُ الَّذِیْ فِيْهِ۔ مصباح سے مراد وہ نور ہے جو اس قلب منور میں ہے۔

وَ شَبَّهَ قَلْبَهٗ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ بِالزُّجَاجَةِ الْمَنْعُوْتَهِ بِالْكَوْكَبِ الدُّرِّيِّ لِصَفَائِهٖ وَاِشْرَاقِهٖ وَخُلُوْصِهٖ عَنْ كُدُوْرَةِ الْهَوٰى وَلَوْثِ النَّفْسِ الْاَمَّارَةِ وَانْعِكَاسِ نُوْرِ اللَّطِيْفَةِ اِلَيْهِ وَثَبَتَ اللَّطِيْفَةُ الْقُدْسِيَّةُ الزَّهْرَةُ فِي الْقَلْبِ بِالْمِصْبَاحِ الثَّاقِبِ۔

اور قلب انور کو زجاجہ سے تشبیہ دے کر اس کی تعریف میں ستارہ اور موتی سے تشبیہ اس لئے دی کہ وہ مصفی اور مجلی ہے اور ہر قسم کی کدورت سے اور ہوائے نفسانی سے پاک اور خالص ہے اور اس پر انعکاس نور لطیف کا ہے اور لطیفۂ قدسیہ اس قلب میں مصباح ثاقب کی طرح منور ہے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ اپنی مسند میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قلبؔ چار ہیں اس میں قلب اجود مثل سراج جگمگا رہا ہے۔

اور قلب اجود قلب مومن ہے اور اس کا چراغ جو اس میں ہے وہ اس کا نور ہے۔

وَ شَبَّهَ نَفْسَ الْقُرْاٰنِ بِالشَّجَرَةِ الْمُبَارَكَةِ لِثُبَاتِ اَصْلِهَا وَتَشَعُّبِ فُرُوْعِهَا وَتَاَدِّيْهَا اِلٰى ثَمَرَاتٍ لَا نِهَايَةَ لَهَا۔ اور قرآن کریم کو شجرہ مبارکہ سے تشبیہ دی کہ اس کی جڑ قائم ہے اور اس کی فروع پھیلی ہوئی ہیں اور اس سے اتنے پھل آ رہے ہیں کہ ان کی غایت ونہایت ہی نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔ کلمہ طیبہ یعنی قرآن کریم مثل شجرہ طیبہ ہے اس کی جڑ مضبوط اور فرع آسمان میں اور اس کے پھل ہر آن اللہ کے حکم سے ملتے ہیں۔

ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ سے بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما کوکب دری قلب انور صلی اللہ علیہ وسلم اور شجرۂ مبارکہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

اور لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ کے یہ معنی ہیں کہ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ بِنَصْرَانِيٍّ فَيُصَلِّيْ نَحْوَ الْمَشْرِقِ

وَلَا يَهُوْدِيّ فَيُصَلِّيْ نَحْوَ الْمَغْرِبِ وَالزَّيْتُ الصَّافِيْ دِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ نصرانی تھے کہ سمت مشرق نماز پڑھتے اور نہ یہودی تھے کہ سمت مغرب سجدہ کرتے اور زیت صافی سے استعارہ ہے دین ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے۔

اور حقائق سلمی میں ہے: مَثَلُ نُوْرِهٖ فِيْ عَبْدِهِ الْمُخلَصِ وَالْمِشْكٰوةُ الْقَلْبُ وَالْمِصْبَاحُ النُّوْرُ الَّذِيْ قَذَفَ فِيْهِمْ – وَالْمَعْرِفَةُ تُضِيْءُ فِيْ قَلْبِ الْعَارِفِ بِنُوْرِ التَّوْفِيْقِ يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ يُضِيْءُ عَلٰى شَخْصٍ مُّبَارَكٍ تَتَبَيَّنُ اَنْوَارُ بَاطِنِهٖ عَلٰى اٰدَابِ ظَاهِرَةٍ وَ حُسْنُ مُعَامَلَتِهٖ زَيْتُوْنَةٌ لَّا شَرْقِيَّةٌ وَّ لَا غَرْبِيَّةٌ جَوْهَرَةٌ صَافِيَةٌ لَّا لَهَا حَظٌّ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ لِاِخْتِصَاصِهَا بِمُوَالَاةِ الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ۔

نور کی مثال عبد مخلص میں ہے اور مشکوٰۃ اس کا دل اور مصباح وہ نور جو اس کے دل میں ڈالا گیا اور جگمگاہٹ قلب عارف میں نور توفیق ہے۔ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ وہ ایمانی چمک ہے جو برکت والے شخص مومن سے ظاہر ہوتی ہے۔ انوار باطن کے آداب ظاہرہ پر اور حسن معاملت سے اور لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ سے اسے ایسا جوہر صافی فرمایا کہ اسے نہ دنیا سے دلچسپی ہوتی ہے نہ آخرت سے اس لئے کہ اسے اپنے جمیل حقیقی کی محبت کا اختصاص حاصل ہوتا ہے۔

اور فلسفہ الٰہیات والوں نے یوں وضاحت کی کہ یہ قوائے خمسہ کی طرف اشارہ ہے جو دراکہ ہیں معاش میں۔

اول قوت حساسہ جسے حس مشترک کہتے ہیں اَلَّذِيْ يُدْرِكُ الْمَحْسُوْسَاتِ بِجَوَاسِيْسِ الْحَوَاسِ الْخَمْسِ الظَّاهِرَةِ۔ یہ محسوسات کا ادراک حواس خمسہ کی مدد سے کرتا ہے۔

پھر قوۃ الخیالیہ اَلَّتِيْ تَحْفَظُ صُوَرَتِلْكَ الْمَحْسُوْسَاتِ لِتُعْرِضَهَا عَلَى الْقُوَّةِ الْعَقْلِيَّةِ مَتٰى شَآءَ۔ قوت خیالیہ وہ ہے جو محسوسات کی صورتیں قوت عقل کے ساتھ محفوظ رکھتی ہے جب چاہے۔

پھر قوت عقلیہ جو ہے مدرکہ ہے حقائق کلیہ کی اور اس کے ساتھ

قوت فکریہ جو ہے معارف عقلیہ کے ساتھ جب چاہے مدد دیتی ہے۔ تا کہ مجہولات کا علم حاصل کرے۔

پھر قوت قدسیہ وہ ہے جو انبیاء کرام کے لئے مختص ہے یا اولیاء عظام کے لئے اس کے ذریعہ لوائح غیب اور اسرار ملکوت متجلی ہوتی ہیں۔

اب ان پانچ قوتوں کے ساتھ یہ پانچوں مذکورہ مشابہت رکھتے ہیں۔

۱- قوت حساسہ کے ساتھ مشکوٰۃ۔ جس کا مقام جوف مقدم دماغ ہے وہ مثل طاق کے ہے اس میں حواس ظاہرہ ہوتے ہیں۔

۲- اور اسی لئے قوت خیالیہ کو زجاجہ سے تشبیہ دی گئی اس لئے کہ وہ صور مدرکہ کو قبول کرتی ہے۔

۳- اور قوت عقلیہ کو مصباح سے تشبیہ دی اس لئے کہ اس میں ادراکات اور معارف روشن ہوتے ہیں۔

۴- اور قوت فکریہ کو شجرۂ مبارکہ سے تشبیہ دی کہ اس کے ذریعہ نتائج کثیرہ منتج ہوتے ہیں۔

۵- اور قوت قدسیہ کو زیت سے تشبیہ دی جو بلا مس نار روشن ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کو حاصل ہے۔

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ ہدایت کرتا ہے اپنے نور کی طرف جسے چاہے اور بلا مشیت الٰہی یہ مقام کسی کو حاصل نہیں۔ چنانچہ کسی شاعر نے بھی یہی کہا:

اِذَا لَمْ یَکُ التَّوْفِیْقُ عَوْنًا لِطَالِبٍ طَرِیْقَ الْهُدٰی اَعْیَتْ عَلَیْهِ مَطَالِبُهٗ

وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اور مثالیں دیتا ہے اللہ لوگوں کے لئے اور اللہ ہر شے کا عالم ہے۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ ان گھروں میں حکم دیا اللہ نے کہ بلند کیا جائے ان میں اللہ کا نام اور اس کی تسبیح کی جائے ان میں صبح و شام۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالْبُیُوْتِ الْمَسَاجِدُ كُلُّهَا۔ فِیْ بُیُوْتٍ۔ میں بیوت سے مراد تمام مساجد عالم ہیں۔ كَمَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّقَتَادَةَ وَمُجَاهِدٍ۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ زَیْدٍ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّمَا هِیَ اَرْبَعُ مَسَاجِدَ لَمْ یَبْنِهِنَّ اِلَّا نَبِیٌّ اَلْكَعْبَةُ بَنَاهَا اِبْرَاهِیْمُ وَاِسْمَاعِیْلُ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ وَ بَیْتُ الْمُقَدَّسِ بَنَاهُ دَاوٗدُ وَ سُلَیْمَانُ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ وَ مَسْجِدُ الْمَدِیْنَةِ وَ مَسْجِدُ قُبَا بَنَاهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فی بیوت سے مراد چار مسجد ہیں جنہیں نبیوں نے تعمیر فرمایا۔

کعبہ معظمہ جسے ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کیا۔

بیت المقدس جسے داؤد وسلیمان علیہما السلام نے تعمیر فرمایا۔

مسجد مدینہ طیبہ جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا۔

مسجد قبا اسے بھی حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا۔

ایک قول یہ بھی ہے جسے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کیا:

اِنَّ الْمُرَادَ بِهَا بَیْتُ الْمُقَدَّسِ وَالْجَمْعُ مِنْ حَیْثُ اِنَّ فِیْهِ مَوَاضِعُ یَتَمَیَّزُ بَعْضُهَا عَنْ بَعْضٍ وَ هُوَ خِلَافُ الظَّاهِرِ جِدًّا۔ فی بیوت سے مراد بیت المقدس ہے اور بیت کو جمع کر کے بیوت فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بہت سے ممتاز مواقع ہیں۔ لیکن یہ قطعاً خلاف ظاہر آیت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مواضع متعدد ممیز ہونے کے مفہوم منطوق آیت سے موافقت نہیں ہوتی لہٰذا خلاف ظاہر نص فرمانا صحیح ہے۔

ابن مردویہ رحمہ اللہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور بریدہ رحمہ اللہ سے راوی ہیں: قَالَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ فِیْ بُیُوْتٍ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ تلاوت فرمائی فَقَامَ اِلَیْهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ رَجُلٌ فَقَالَ اَیُّ بُیُوْتٍ هٰذِهٖ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ بُیُوْتُ الْاَنْبِیَآءِ۔ تو ایک صحابی نے عرض کیا کھڑے ہو کر یہ گھر کون سے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء کے گھر۔

فَقَامَ اِلَیْهِ اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْبَیْتُ مِنْهَا لِبَیْتِ عَلِیٍّ وَّ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَعَمْ مِنْ اَفَاضِلِهَا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان گھروں میں بیت علی کرم اللہ وجہہ اور بیت فاطمہ بھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یہ اس سے زائد ہیں۔

اس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ هٰذَا اِنْ صَحَّ لَا یَنْبَغِی الْعَدُوْلُ عَنْهَا۔ یہ روایت اگر صحیح ہو تو اس سے انحراف مناسب نہیں۔ بلکہ ماننا چاہئے۔

اور ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیۂ کریمہ میں اطلاق ہے جو ان مساجد و بیوت پر صادق آتی ہے۔ جن میں نماز اور علم کا عمل واقع ہو اور اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ سے مراد حکم ہے اور تُرْفَعَ سے مراد تعظیم ہے تو اس کی عبارت یوں ہوئی: اَیْ اَمَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِتَعْظِیْمِ قَدْرِهَا۔ اللہ کا حکم ہے کہ ان کی تعظیم ان کے مطابق کی جائے۔

اسی بناء پر ضحاک اور حسن نے فرمایا:

کہ جب مسجد ہی اس سے مراد لی گئی تو اس کے مطابق اس کی تعظیم بھی لازم ہوئی۔ کَصِیَانَتِهَا عَنْ دُخُوْلِ الْجُنُبِ وَالْحَآئِضِ وَالنُّفَسَآءِ وَلَوْ عَلٰی وَجْهِ الْعُبُوْرِ۔ جیسے اس میں جنبی کو داخلہ سے روکنا۔ حائضہ نفساء کو نہ جانے دینا اگرچہ عبور ہی کے لئے کیوں نہ ہو۔

آداب مسجد

حسب موقعہ آداب مسجد بھی یہاں بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

وَقَدْ قَالُوْا بِتَحْرِیْمِ ذَالِکَ۔ حرمت مساجد پر فقہاء نے فرمایا:

۱- مسجد میں جوتی یا خف اگر گندی ہے تو نہیں لے جا سکتا اِحْتِرَازًا عَنْ تَلْوِیْثِ الْمَسْجِدِ۔

۲- مسجد میں میت کا لے جانا بھی ممنوع ہے۔

۳- مسجد میں بچوں اور مجانین کا داخلہ حرام ہے اگر نجاست وغیرہ کا غلبہ ہو ورنہ مکروہ ضرور ہے۔

اَخْرَجَ اِبْنُ مَاجَةَ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ صِبْیَانَکُمْ وَ مَجَانِیْنَکُمْ وَشَرَاءَ کُمْ وَبَیْعَکُمْ وَخُصُوْمَاتِکُمْ وَرَفْعَ اَصْوَاتِکُمْ وَاِقَامَةَ حُدُوْدِکُمْ وَسَلِّ سُیُوْفِکُمْ وَاتَّخِذُوْا عَلٰی اَبْوَابِهَا الْمَطَاهِرَ وَجَمِّرُوْهَا فِی الْجُمَعِ وَ مَنَعَ اِنْشَادَ الضَّالَةِ وَاِنْشَادَ الْاَشْعَارِ۔

اپنی مسجدوں کو بچوں اور مجانین اور بیع و شراء اور جھگڑا لڑائی سے اور بلند آواز سے بولنے اور سزائیں دینے اور تلوار سونتنے سے محفوظ رکھو اور مساجد کے دروازے پاک رکھو اور گمراہ باتیں نہ کرو اور شعر بازی نہ کرو۔

اس پر آلوسی فرماتے ہیں کہ شعر و شاعری کی ممانعت اس حد تک ہے جس میں ہجو مسلم یا تعریف شراب اور عورتوں کے مذاکرہ ہوں کہ یہ شرعاً مذموم ہے اور اگر مدح نبوت، صفات اسلام یا کردار کی اصلاح مکارم اخلاق کی تعلیم پر ہوں تو ممنوع نہیں۔

۴- مسجد میں جونک مارنا مار کر پھینکنا ممنوع ہے۔

۵- مسجد میں پیشاب کرنا ممنوع ہے اگرچہ کسی برتن ہی میں کیوں نہ کرے۔

۶- مسجد میں فصد کرانا ممنوع ہے (اشباہ والنظائر)

۷- مسجد میں تھوکنا ممنوع ہے۔

۸- مسجد میں وضو بھی ممنوع ہے اس لئے کہ یہ صفائی کے خلاف ہے (بدائع)

۹- مسجد میں ریٹھ سنک ڈالنا ممنوع ہے۔

۱۰- مسجد میں وطی اور مباشرت بھی ممنوع ہے۔

۱۱- مسجد میں بودار چیز لانا مثلاً پیاز لہسن گندنا اور مولی کھا کر آنا ممنوع ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: وَ قَدْ كَانَ الرَّجُلُ فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُجِدَ مِنْهُ رِيْحُ الثُّوْمِ يُؤْخَذُ بِيَدِهٖ وَ يُخْرَجُ اِلَى الْبَقِيْعِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب کسی آدمی کے پاس لہسن کی بو بھی پائی جاتی تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بقیع تک نکال دیتے تھے۔ 37

۱۲- اور یہی حکم اس کا ہے جس کے کپڑوں میں بدبو ہو جیسے تیل فروش یا رنگریز یا کھال رنگنے والا وغیرہ انہیں صفوف میں پیچھے رکھا جائے گا بشرطیکہ وہ انہیں کپڑوں سے مسجد میں آئے جن میں بدبو ہو۔

۱۳- مسجد میں سونا، کھانا ممنوع ہے۔ البتہ عاکف اعتکاف کی مدت میں کھا سکتا ہے اور سو سکتا ہے۔

۱۴- مسجد میں دنیا کا کلام اور معصیت شعاری ممنوع ہے۔

۱۵- مسجد میں ادھر سے ادھر گزرنا اور اسے راستہ بنانا ممنوع ہے ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ اِنَّ اتِّخَاذَهَا طَرِيْقًا مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ۔

۱۶- وَ يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ اِيْقَادُ الْقَنَادِيْلِ الْكَثِيْرَةِ فِيْهَا فِيْ لَيَالِيْ مَعْرُوْفَةٍ مِنَ السَّنَةِ كَلَيْلَةِ السَّابِعِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ۔ اور یہ چاہئے کہ قندیلیں کافی مسجد میں روشن کرے ان راتوں میں جو احادیث سے معروف ہیں جیسے ستائیسویں شب رمضان المبارک کی۔

اور اسے ایسے طریق سے غیر محتاط ہو کر کرنا کہ بچے جمع ہو جائیں اور فضول قسم کے لہو و لعب ہوں اور شور و غوغا کیا جائے یہ مسجد میں بدعت منکرہ ہے۔

۱۷- اور مسجد میں داخل ہو کر اول تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ ابو قتادہ رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَعْطُوا الْمَسَاجِدَ حَقَّهَا قِيْلَ وَمَا حَقُّهَا قَالَ رَكْعَتَانِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجدوں کو ان کا حق ادا کرو عرض کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا حق ہے فرمایا دو رکعت بیٹھنے سے پہلے ادا کی جائیں۔

۱۸- مساجد میں رفع صوت ممنوع ہے لیکن اگر تسبیح و تہلیل کے ساتھ ہو تو جائز ہے۔

۱۹- ابن عباس فرماتے ہیں کہ تسبیح سے مراد تو حید الٰہی ہے جیسے لا الہ الا اللہ۔

۲۰- مسجد میں قرآن کریم بہ آواز پڑھنا جائز ہے اگر دوسرے نمازیوں کی نماز میں مخل نہ ہو۔

اب غدو اور آصال کی تحقیق عرض ہے

غدو جمع غداۃ کی ہے جیسے فتاۃ۔ صبح کو کہتے ہیں۔

اور ایصال مصدر ہے جس کے معنی دخول کے ہیں وقت اصیل اور آصیل میں شام کو کہتے ہیں۔

چنانچہ صبح سے شام تک کی نمازوں کا اس میں حکم ہے۔

جیسا کہ ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ

صَلٰوۃَ الضُّحٰی لَفِی الْقُرْاٰنِ وَمَا یَقُوْمُ عَلَیْھَا اِلَّا غَوَّاصٌ ثُمَّ تَلَا الْاٰیَۃَ حَتّٰی بَلَغَ الْاٰصَالَ۔ صلوٰۃ ضحیٰ قرآن کریم میں ہے اور جو اس کے ساتھ مل جائیں حتی کہ شام تک۔ (احمد، بیہقی)

بنا بریں صبح سے شام تک جو صلوٰۃ مکتوبہ ہیں سب پر اس کا حکم ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ۔ بہت سے وہ لوگ ہیں جنہیں مشغول نہیں کرتی تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی تسبیح و تحمید سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے۔

چنانچہ احمد اور بیہقی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں: عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ مَسَاجِدِ النِّسَآءِ قَعْرُ بُیُوْتِهِنَّ۔ عورتوں کی افضل مسجد ان کے گھروں کی گہرائی ہے۔ کہ وہاں بیع وشری سے بچی رہیں۔

اس آیت کریمہ کے متعلق آلوسی فرماتے ہیں: نَزَلَتْ فِیْمَنْ فَرَغَ عَنِ الدُّنْیَا كَاَهْلِ الصُّفَّةِ۔ یہ ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو دنیا سے فارغ ہو چکے ہیں جیسے اہل صفہ۔

اور اقامت صلوٰۃ سے مراد ہے اپنے وقت پر نماز قائم کرنا۔

اور ایتاء زکوٰۃ سے یہ مراد ہے جو فریضہ زکوٰۃ ان پر عائد ہو وہ مستحقین میں خرچ کرنے والے۔

یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾۔

وہ ڈرتے ہیں اس دن سے جس دن میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی تاکہ اللہ بدلہ دے ان کے عملوں کا اور زیادہ دے اپنے فضل سے اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بلا حساب۔

یہ خوف دنیا میں ہے ان کے دلوں میں مرکوز ہوتا ہے کہ بروز قیامت کیا ہوگا چنانچہ یَوْمًا پر آلوسی فرماتے ہیں: وَالْمُرَادُ بِهٖ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ کے یہ معنی ہیں تَقَلُّبُ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ فِیْهِ اضْطِرَابُهَا وَ تَغَیُّرُهَا اَنْفُسُهَا فِیْهِ مِنَ الْهَوْلِ وَالْفَزَعِ كَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔

دل اور آنکھوں کا بحالت اضطراب پلٹنا اور ہول قیامت سے جانوں کا منہ کو آ جانا ہے جیسا کہ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ۔ میں بھی ارشاد فرمایا۔

لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا۔ تاکہ اس حال میں اللہ تعالیٰ بہترین عمل والوں کو ان کے بدلے عطا فرمائے۔

وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ۔ اور اپنے فضل سے زائد انعام دے جیسے مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَا۔ حتیٰ کہ فِیْ سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ سات سو ضعف تک بخشش کا وعدہ ہے حَیْثُ قَالَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ۔

اور آخر میں وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ فرما کر عطاء بے حساب کا وعدہ فرما دیا۔

پھر اسی پر عطف فرما کر کافروں کا نتیجہ اعمال ظاہر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً۔ اور وہ جو کافر ہیں ان کے اعمال مثل ریت کے

ہوں گے۔ جو وہ صلہ رحمی اور سقایت حجاج اور تعمیر بیت الحرام اور غریبوں کی حمایت میں کرتے رہے، وہ ریتا قیع یعنی پٹ پڑ میدان میں ہو جسے ظمآن یعنی پیاسا پانی گمان کرے گا۔

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْــٴًـا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ۔ حتیٰ کہ جب پیاس کی شدت میں اس ریتے میں آئے تو نہ پائے کچھ بھی اور اللہ تعالیٰ کو پائے یعنی عذاب الٰہی دیکھے۔

چنانچہ سدی اپنے غرائب میں راوی ہیں کہ صحابہ کرام سے روایت کیا: اِنَّ الْکُفَّارَ یُبْعَثُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وِرْدًا عِطَاشًا فَیَقُوْلُوْنَ اَیْنَ الْمَآءُ فَیُمَثَّلُ لَهُمْ سَرَابٌ فَیَحْسَبُوْنَهٗ مَآءً فَیَنْطَلِقُوْنَ اِلَیْهِ فَیَجِدُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰی فَیُوَفِّیْهِمْ حِسَابَهُمْ وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ

کفار جب قیامت کے دن میدان میں آئیں اور پیاس کی شدت سے پریشان ہوں تو کہیں کہاں ہے پانی تو میدان کا ریتا پانی کی مثل سامنے ہو تو اسے وہ پانی گمان کریں اور اس کی طرف چلیں تو وہاں اللہ تعالیٰ کو پائیں۔ تو وہیں ان کا حساب پورا کر دیا جائے اور وہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

آیہ کریمہ کا شان نزول عتبہ بن ربیعہ۔ ابن امیہ کے لئے ہے۔ یہ عابد تھا ٹاٹ کا لباس پہنتا تھا اور دین کی تلاش میں تھا زمانہ جاہلیت میں پھر اس نے کفر کیا۔ اب دوسری مثال دی جاتی ہے۔

اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ۔ اس کافر کا یہ حال ہو کہ ایسے ہو جیسے ایسے ظلمات میں کوئی پھنس جائے جو گہرے دریا میں ہو۔ لج عربی میں معظم ماء بحر کو کہتے ہیں اسے ڈھانپ لے موج اس دریا کی۔

پھر تراکم امواج یہ شان ہو کہ موج پر موج چڑھ رہی ہوں اوپر سے بادل گھرا ہوا ہو۔ ظلمتیں ایک پر ایک ہو کر ایسی تاریکی کر دے کہ

اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا۔ جب وہ ہاتھ نکالے تو اپنا ہاتھ بھی نہ دیکھ سکے۔

اس کے اندر یکد کا ڈسے ہے اس کی تصریح خلاصہ تفسیر میں ہم کر چکے ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے نور نہ رکھا تو اس کے لئے کوئی نور نہیں۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور ہدایت و ایمان نہ ملے اس کے لئے کوئی نور مفید نہیں واللہ الہادی۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع۔ سورۂ نور۔ پ ۱۸

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾	کیا نہ دیکھا تم نے کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرند پر پھیلائے سب نے جان رکھی ہے اپنی عبادت اور اپنی تسبیح اور اللہ ان کے کام جانتا ہے
وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۴۲﴾	اور اللہ کے لئے ملکیت آسمانوں اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَشَاءُ ۖ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿٤٣﴾

کیا نہ دیکھا تم نے کہ اللہ نرم نرم چلاتا ہے بادلوں کو پھر انہیں ملا دیتا ہے آپس میں پھر انہیں تہہ کرتا ہے پھر تو دیکھتا ہے مینہ کو کہ نکلتا ہے اس کے بیچ سے اور اترتا ہے آسمان سے ان پہاڑوں پر جن میں برف ہے اور اس کے اولے پہنچاتا ہے جسے چاہے اور پھیر دیتا ہے انہیں جس سے چاہے قریب ہے کہ اس کی چمک بجلی سے آنکھ لے جائے

يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿٤٤﴾

اللہ بدل دیتا ہے رات اور دن بے شک اس میں عبرت ہے آنکھ والوں کے لئے

وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَاءٍ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ ۖ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ ۖ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤٥﴾

اور اللہ نے پیدا فرمایا ہر چلنے والا پانی سے تو ان میں کوئی چلتا ہے پیٹ کے بل اور ان میں کوئی چلتا ہے اپنے دو پیروں پر اور ان میں سے کوئی چلتا ہے چار پیروں سے بناتا ہے اللہ جسے چاہے بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے

لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٤٦﴾

بے شک اتاریں ہم نے آیتیں صاف بیان کرنے والی اور اللہ دکھاتا ہے جسے چاہے سیدھی راہ

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِنْهُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾

اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور اتباع کیا ہم نے پھر پلٹ جاتے ہیں ان میں سے ان کے فریق بعد اس کے اور وہ مسلمان نہیں

وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾

اور جب بلائے جاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ فیصلہ دے ان میں تو وہیں ان کا ایک فریق منہ پھیر لیتا ہے

وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾

اور اگر ہو ان کے حق میں فیصلہ تو آئیں اس کی طرف مانتے ہوئے

أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾

کیا ان کے دل بیمار ہیں یا شک رکھتے ہیں یا ڈرتے ہیں اس سے کہ ظلم کرے اللہ اور اس کا رسول ان پر بلکہ وہ تو خود ہی ظالم ہیں

حل لغات چھٹا رکوع۔سورۃ نور۔پ ۱۸

اَلَمْ۔کیا نہ	تَرَ۔دیکھا تو نے کہ	اَنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ
یُسَبِّحُ۔تسبیح کرتی ہے	لَهٗ۔اس کی	مَنْ۔جو کچھ	فِی۔بیچ
السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَ۔اور	الْاَرْضِ۔زمین کے ہے	وَ۔اور
الطَّیْرُ۔پرندے	صٰٓفّٰتٍ۔پر پھیلائے ہوئے	كُلٌّ۔ہر ایک نے	قَدْ۔بے شک
عَلِمَ۔جان لی	صَلَاتَهٗ۔اپنی عبادت	وَ۔اور	تَسْبِیْحَهٗ۔اپنی تسبیح
وَ۔اور	اللّٰهُ۔اللہ	عَلِیْمٌ۔جانتا ہے	بِمَا۔جو کچھ
یَفْعَلُوْنَ۔وہ کرتے ہیں	وَ۔اور	لِلّٰهِ۔اللہ ہی کی	مُلْكُ۔بادشاہی ہے
السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَ۔اور	الْاَرْضِ۔زمین کی	وَ۔اور
اِلَی۔طرف	اللّٰهِ۔اللہ کی ہے	الْمَصِیْرُ۔پھرنا	اَلَمْ۔کیا نہ
تَرَ۔دیکھا تو نے کہ	اَنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	یُزْجِیْ۔چلاتا ہے
سَحَابًا۔بادل کو	ثُمَّ۔پھر	یُؤَلِّفُ۔ملاتا ہے	بَیْنَهٗ۔اس کو آپس میں
ثُمَّ۔پھر	یَجْعَلُهٗ۔کرتا ہے اسے	رُكَامًا۔تہہ بہ تہہ	فَتَرَی۔پھر تو دیکھتا ہے
الْوَدْقَ۔مینہ کو کہ	یَخْرُجُ۔نکلتا ہے	مِنْ خِلٰلِهٖ۔اس کے درمیان سے	وَ۔اور
یُنَزِّلُ۔اتارتا ہے	مِنَ السَّمَآءِ۔آسمان سے	مِنْ جِبَالٍ۔پہاڑوں پر	فِیْهَا۔اس میں ہوتا ہے
مِنْ بَرَدٍ۔ژالہ	فَیُصِیْبُ۔پھر پہنچاتا ہے	بِهٖ۔وہ	مَنْ۔جسے
یَّشَآءُ۔چاہے	وَ۔اور	یَصْرِفُهٗ۔پھیرتا ہے	عَنْ مَّنْ۔جس سے
یَّشَآءُ۔چاہے	یَكَادُ۔قریب ہے	سَنَا۔چمک	بَرْقِهٖ۔اس کی بجلی کی
یَذْهَبُ۔لے جائے	بِالْاَبْصَارِ۔آنکھیں	یُقَلِّبُ۔پھیرتا ہے	اللّٰهُ۔اللہ
الَّیْلَ۔رات	وَ۔اور	النَّهَارَ۔دن کو	اِنَّ۔بے شک
فِیْ۔بیچ	ذٰلِكَ۔اس کے	لَعِبْرَةً۔عبرت ہے	لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔آنکھ
والوں کے لئے	وَ۔اور	اللّٰهُ۔اللہ نے	خَلَقَ۔پیدا کیا
كُلَّ۔ہر ایک	دَآبَّةٍ۔جانور	مِّنْ مَّآءٍ۔پانی سے	فَمِنْهُمْ۔پھر ان میں سے
مَّنْ۔وہ ہیں جو	یَّمْشِیْ۔چلتا ہے	عَلٰی۔اوپر	بَطْنِهٖ۔اپنے پیٹ کے
وَ۔اور	مِنْهُمْ۔ان میں سے	مَّنْ۔وہ بھی جو	یَّمْشِیْ۔چلتا ہے
عَلٰی۔اوپر	رِجْلَیْنِ۔دو پیروں کے	وَ۔اور	مِنْهُمْ۔بعض ان میں سے
مَّنْ۔وہ ہے جو	یَّمْشِیْ۔چلتا ہے	عَلٰٓی۔اوپر	اَرْبَعٍ۔چار پاؤں کے
یَخْلُقُ۔پیدا کرتا ہے	اللّٰهُ۔اللہ	مَا۔جو	یَشَآءُ۔چاہے

اِنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	عَلٰی۔اوپر	کُلِّ۔ہر
شَیْءٍ۔چیز کے	قَدِیْرٌ۔قادر ہے	لَقَدْ۔بے شک	اَنْزَلْنَآ۔ہم نے اتاریں
اٰیٰتٍ۔آیتیں	مُّبَیِّنٰتٍ۔ظاہر	وَ۔اور	اللّٰهُ۔اللہ
یَهْدِیْ۔ہدایت دیتا ہے	مَنْ۔جسے	یَّشَآءُ۔چاہے	اِلٰی۔طرف
صِرَاطٍ۔راہ	مُّسْتَقِیْمٍ۔سیدھی کے	وَ۔اور	یَقُوْلُوْنَ۔کہتے ہیں
اٰمَنَّا۔ہم ایمان لائے	بِاللّٰهِ۔اللہ	وَ۔اور	بِالرَّسُوْلِ۔رسول پر
وَ۔اور	اَطَعْنَا۔پیروی کی ہم نے	ثُمَّ۔پھر	یَتَوَلّٰی۔پھر جاتا ہے
فَرِیْقٌ۔ایک فرقہ	مِّنْهُمْ۔ان میں سے	مِّنْۢ بَعْدِ۔بعد	ذٰلِكَ۔اس کے
وَ۔اور	مَآ۔نہیں	اُولٰٓئِكَ۔یہ	بِالْمُؤْمِنِیْنَ۔ایمان والے
وَ۔اور	اِذَا۔جب	دُعُوْٓا۔بلائے جاتے ہیں	اِلَی۔طرف
اللّٰهِ۔اللہ	وَ۔اور	رَسُوْلِهٖ۔اس کے رسول کی	لِیَحْكُمَ۔تاکہ فیصلہ کرے
بَیْنَهُمْ۔ان کے درمیان	اِذَا۔تو ناگہاں	فَرِیْقٌ۔ایک فرقہ	مِّنْهُمْ۔ان میں سے
مُّعْرِضُوْنَ۔منہ پھیرتے ہیں	وَ۔اور	اِنْ۔اگر	یَّكُنْ۔ہو
لَّهُمُ۔ان کے لئے	الْحَقُّ۔حق	یَاْتُوْٓا۔تو آئیں گے	اِلَیْهِ۔اس کی طرف
مُذْعِنِیْنَ۔سر جھکائے	اَ۔کیا	فِیْ۔بیچ	قُلُوْبِهِمْ۔ان کے دلوں کے
مَّرَضٌ۔بیماری ہے	اَمِ۔یا	ارْتَابُوْٓا۔شک کرتے ہیں	اَمْ۔یا
یَخَافُوْنَ۔ڈرتے ہیں	اَنْ۔یہ کہ	یَّحِیْفَ۔ظلم کرے گا	اللّٰهُ۔اللہ
عَلَیْهِمْ۔ان پر	وَ۔اور	رَسُوْلُهٗ۔اس کا رسول	بَلْ۔بلکہ
اُولٰٓئِكَ۔یہ لوگ	هُمُ۔وہی ہیں	الظّٰلِمُوْنَ۔ظالم	

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع ۔سورۃ نور۔پ ۱۸

اس رکوع میں وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ کے یہ معنی ہیں طیر پرند صٰفّٰتٍ بَاسِطَاتِ اَجْنِحَتَهُنَّ اپنے پر پھیلائے ہوئے

یُزْجِیْ کے معنی ہیں سَوْقُهٗ بِرِفْقٍ۔آہستہ آہستہ چلانا۔ہانکنا۔

رُکَامًا۔کے معنی ہیں مُتَرَا كِمًا بَعْضُهٗ فَوْقَ بَعْضٍ۔ایک دوسرے پر چڑھتے ہوئے۔

وَدْق۔اَلْمَطَرُ۔یعنی بارش

بَرْد۔برف

سَنَا۔چمک

مُذْعِنِیْنَ۔گردن جھکائے ہوئے آنا۔

اِرْتَابَ۔شک کرنے والا۔

یَحِیْفَ۔حق تلفی کرنے والا۔

ربط آیات:

مومنین کے دلوں کے انوار اور کافروں کی بداعتقادی کے ظلمات بیان فرما کر اس رکوع میں چند دلائل توحید بیان فرمائے جاتے ہیں۔تاکہ غور کرنے کے بعد حق سبحانہ وتعالیٰ اور اس کی توحید کا نور قلوب مومنین پر متجلی ہو کر نور علیٰ نور ہو جائے۔چنانچہ ارشاد ہے۔

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے چار دلائل قدرت واضح فرمائے۔

(پہلی دلیل) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان ہی نہیں بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کی تسبیح وتہلیل بیان کرتے ہیں۔آسمانوں میں ملائکہ اور روحانیت اور زمین میں انسان وحیوان اور حجر وشجر اور جو ہوا میں پرند پر کھولے ہوئے اڑ رہے ہیں سب اس کی تسبیح میں رطب اللسان ہیں۔چنانچہ

اَلَمْ تَرَ۔سے استفہام انکاری فرمایا گیا۔گویا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا اَلَمْ تَعْلَمْ کیا آپ نہیں جانتے یعنی ضرور جانتے ہیں کہ

اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔اگرچہ عوام کی آنکھیں دیکھنے اور کان سننے سے قاصر ہیں۔لیکن جن کے ضمیر روشن ہیں جو انوار نبوت وولایت سے سرفراز ہیں وہ سنتے اور دیکھتے ہیں۔

وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ۔اور پرندے پر پھیلائے ہوئے۔

لیکن تسبیح مخلوق کے متعلق متکلمین کے نزدیک یہ فیصلہ ہے کہ تسبیح سے وجود خالق کل پر ہر شے کا دلالت کرنا مراد ہے جیسے کسی نے کہا:

ہر گیاہے کہ از زمیں روید   وحدہ لا شریک لہ گوید

اور کسی نے بالفاظ دیگر کہا:

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار   ہر ورقے دفتریست از معرفت کردگار

گویا ہر شے زبان حال سے اپنے خالق کی صفت کر رہی ہے کہ وہ خالق وہ ہے جو نقص سے منزہ اور اپنی صفات کمال اور نعوت جلال سے موصوف ہے اور یہ تسبیح بدلالت الحال ہے۔

بعض نے کہا ہر شے اپنی ایک خاص زبان رکھتی ہے جو اسے منجانب اللہ عطا ہوئی ہے اور ہر شے اپنی اپنی زبانوں میں تسبیح وتقدیس کرتی ہے چنانچہ جمادات اپنی زبان جمادی سے تسبیح کرتے ہیں اور اسے اولیائے کاملین نے بھی سنا ہے۔

اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوجہل والا واقعہ تو اس پر شاہد عدل ہے جب کہ وہ چھ کنکریاں مٹھی میں لے کر آیا اور پکارا کہ آپ آسمانوں کی خبریں دیتے ہیں مجھے یہ تو بتا دیجئے کہ میری مٹھی میں کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو معمولی بات ہے چھ کنکریاں تو مٹھی میں لایا ہے لیکن ان کنکریوں سے میری رسالت

اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بھی سن چنانچہ مثنوی شریف میں حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گفت شش پارہ حجر در دست تست — بشنو از ہر یک تو تسبیح درست

لا الہ گفت الا اللہ گفت — گوہر احمد رسول اللہ سفت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ۔ (بخاری) ہم کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔

اسی طرح نباتات اپنی زبان نباتاتی میں تسبیح کرتے ہیں۔ ستون حنانہ کا واقعہ مشہور ہے۔

یہ خرمے کا ایک تنہ تھا جو مسجد نبوی میں ستون کی جگہ تھا۔ سردار ابدقرار صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سہارا لگا کر جمعہ میں خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آج بھی مسجد نبوی میں منبر کے پاس جو سنگین ستون ہے اس پر طغرا لکھا ہوا ہے "اُسْتُوَانَه حَنَّانَه"۔

بخاری شریف میں حدیث ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب صحابہ نے بہ منظوری سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر بنایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر جلوہ آرا ہوئے تو مہاجرت رسول میں وہ ستون رویا اور اس کا رونا حاضرین مجلس نے سنا۔ مثنوی شریف میں ہے:

استن حنانہ در ہجر رسول — نالہ مے زد ہمچو ارباب عقول

در تحیر ماندہ اصحاب رسول — کز چہ مے نالد ستون با عرض و طول

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستون

مسندت من بودم از من تافتی — بر سر منبر تو مسند ساختی!

باقی رہے حیوانات اور پرند و چرند سوان کے عجائبات تو اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص قسم کی گویائی اور ادراک عطا فرمایا ہے۔

چنانچہ حدیث میں بہت سے واقعات منقول ہیں اور عربی میں کسی نے یہ فضائل خوب جمع کئے ہیں:

سَلَّکَ الشَّجَرُ نَطَقَ الْحَجَرُ — شَقَّ الْقَمَرَ بِإِشَارَتِهِ

چنانچہ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ۔ ہر مخلوق نے یقیناً جان لی اپنی نماز اور اپنی تسبیح۔ یعنی فطری طور پر سب کو اپنے رب کی عبادت اور تسبیح آتی ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ۔ اور وہ علیم جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ ان کا ظاہر باطن اس سے مخفی نہیں اس کے بعد مخلوق کے مبداء و معاد کو واضح فرمایا گیا۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہے ملکیت آسمانوں اور زمین کی۔ یعنی ہر چیز کا وجود اس کی مشیت کے ساتھ ہے اور ہر شے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر شے اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے اور وہی اس کا حقدار ہے۔

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۔ اور تمام مخلوق کو اسی واجب تعالیٰ شانہ کی طرف واپس جانا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ اسی کی تقدیس و تسبیح ہر شے کرتی ہے اور ضروری ہے کہ آخر اسی کے پاس جانا ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ سب عالم اسی کا مسخر ہے اور اسی کے

اقتدار میں ہے یہ دعویٰ بدیہی ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شے مسخر ومنقاد ہے وہ خدا نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ موجودات میں وہی واجب الوجود ہے وہی لائق عبادت وپرستش ہے اور جو اس کے سوا غیر کے پرستار ہیں وہ ظلمات متراکمہ میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ ظلمات ان کے تخیلات باطلہ فاسدہ کاسدہ عاطلہ ہیں۔ پھر

دوسری دلیل شروع ہوئی:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا۔ کیا آپ نے نہ دیکھا یہ بھی استفہام انکاری ہے یعنی آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ جل شانہ بادل کو چلاتا ہے۔

ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ۔ پھر انہیں جو چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوتے ہیں ملاتا ہے انہیں گھنگھور گھٹا بنا دیتا ہے۔

ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ۔ پھر انہیں متراکم کر کے تم دیکھتے ہو کہ بارش برساتا ہے۔

يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ۔ جو انہیں کے بیچ میں سے برستی ہے پھر مزید حکمت بالغہ یہ کہ

وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ۔ نازل کرتا ہے آسمان سے اور پہاڑوں سے برف برساتا ہے یعنی انہیں بادلوں سے جو پہاڑ کی مانند ہیں جس طرح مینہ برساتا ہے اسی طرح جسم جامد یعنی اولا بھی برسا دیتا ہے پھر اس پر اس کی قدرت کاملہ قابل غور ہے کہ

فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ کہ وہ اولا پتھر کی طرح کسی کو لگ بھی جاتا ہے جسے اللہ چاہے۔

وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ۔ اور جس سے چاہے اسے پھیر دیتا ہے اور اس کی ضرب سے محفوظ رکھتا ہے۔

يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ۔ قریب ہے کہ چمک اس کی آنکھیں لے جائے یعنی بجلی کی چکا چوند سے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں یا آنکھ کی روشنی جاتی رہتی ہے۔

دکھانا یہ ہے کہ سرد اور تر جگہ سے جہاں اولے اور مینہ برستا ہے وہاں سے ہی بجلی کی آگ بھی ظاہر ہوتی ہے جو ایک عاقل فہیم ذکی کے لئے سبق ہے کہ اس قادر حکیم کی یہ سب جلوہ ریزیاں ہیں۔

پھر یہ بلاغت کلام کے تیور ہیں کہ قدرت کمال کا مظاہرہ فرمانے میں مینہ کی بحث کے اندر سارا سماں مینہ کا باندھ دیا۔ اور آگے فرمایا کہ ہمارے وجود اور قدرت کی یہ تیسری دلیل ہے:

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کو بدلنے والا ہے یعنی دن سے رات اور رات سے دن ظاہر فرماتا ہے پھر اس کی مقداریں کم زیادہ کرتا ہے عام اس سے کہ وہ سیر شمس یا حرکت زمین سے ہو یا کسی اور طرح بہر کیف یہ حرکات بھی اسی کے ید قدرت میں ہیں اور اس میں اہل بصیرت کے لئے زبردست عبرت ہے۔ اس کے بعد چوتھی دلیل شیون تخلیق کے متعلق ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے کو پانی سے پیدا فرمایا۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ۔ پھر اس میں وہ بھی پیدا کیا جو اپنے پیٹ کے بل چل رہا ہے جیسے چوہا، مچھلی، سانپ، حشرات الارض کیڑے مکوڑے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ اوران میں سے وہ بھی ہیں جو دو پیروں سے چلتے ہیں جیسے انسان۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو چار پیروں سے چلتے ہیں جیسے دابۃ الارض، گھوڑا، خچر، اونٹ، بیل، بکرا، گائے، ہرن، شیر، چیتا وغیرہ۔

يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یہ سب شان تخلیق ہے اس قادر و خالق اللہ کی جسے جیسا چاہا بنایا اور وہ ہر شے پر قادر ہے وہ نہ طبیعت کا محتاج ہے نہ مادہ کا۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والا پانی سے ہی پیدا فرمایا۔ لیکن مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی مخلوق پانی سے پیدا نہیں کی گئی جیسے

جن آگ سے پیدا فرمائے۔

ملائکہ نور سے تخلیق کئے گئے۔

آدم خاک سے۔

اور بہت سی چیزیں ہیں جو موادارضیہ سے پیدا کی گئی ہیں پھر خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب اول گرامر کے اصول سے یہ ہے کہ مِنْ مَّآءٍ صلہ ہے كُلَّ دَآبَّةٍ کا نہ کہ خَلَقَ کا تو ثابت ہوا کہ بیان ان کی تخلیق کا مقصود ہے جو پانی سے بنائے گئے۔ باقی کا بیان دوسری جگہ علیحدہ ہوگا۔

اور یہ بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ اصل جمیع مخلوقات کا پانی سے ہے۔ پھر اس سے عنصر بنائے گئے تو خواہ کسی عنصر سے بھی کوئی پیدا ہوگا مگر بالنسبت الی الاصل اُسے پانی سے ہی ماننا پڑے گا۔

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ دابہ سے مراد زمین پر چلنے والا ہے اور اس کی پیداوار پانی سے بتائی ہے نہ کہ جن اور ملائکہ کہ وہ دابہ میں داخل نہیں۔

اور اس کی موید آیۂ کریمہ بھی ہے کہ مِنْ مَّآءٍ کو نکرہ لایا گیا اس نے یہ بتادیا کہ ہر نوع دابہ کو پانی سے مخلوق فرمایا ہے اور وہ پیٹ کے بل بھی چلنے والے ہیں جیسے سانپ بچھو وغیرہ۔

دو پاؤں سے بھی چلتے ہیں جیسے انسان۔

چار پیروں سے بھی چلتے ہیں جیسے گائے بیل، بھینس، اونٹ، دنبہ بکری وغیرہ۔

بعض وہ ہیں جن کا چلنا چار پیروں سے زائد پر ہے جیسے کنکھجورا تو اس کا تذکرہ فرما کر

يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فرمایا۔

آخر میں فرمادیا لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ فرما کر مضمون ختم کر دیا۔

پھر دلائل اربع کے بعد جن سے انسان کا دل نور ابدی اور سرمدی سے مسرور ہو جاتا ہے۔

اب چند ان گمراہ ازلی کا ذکر شروع کیا گیا جو ظلمات میں پھنسے ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے جی چراتے اور حیلہ بہانہ بناتے ہیں۔

یہ چند منافق مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے آئندہ آیات میں انہیں کی طرف روئے سخن ہے چنانچہ ارشاد باری ہے:
وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا۔ اور یہ منافق کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور رسول پر یعنی یہ لوگ منہ سے تو ایمان اور فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہیں لیکن یہ محض زبانی ایمان ہے اور تصدیق بالجنان نہیں یہی وجہ ہے کہ۔
ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ۔ پھر ان میں سے منحرف ہو جاتے ہیں بعد اس اقرار کے اور حقیقتاً یہ مومن نہیں ہیں۔ اور موقع امتحان پر منہ موڑ لیتے ہیں جو اس امر کی بین دلیل تھے کہ یہ درحقیقت مومن نہیں ہیں۔
وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ ۔ اور جب بلائے جاتے ہیں اللہ اور رسول کی طرف تاکہ ان کے مابین فیصلہ دیا جائے تو وہیں ان کا ایک فریق منہ پھیر لیتا ہے۔
اس واقعہ کی اصل مقاتل کی تحقیق میں یہ ہے کہ بشر منافق کا ایک یہودی سے مقدمہ ہوا اس میں یہودی حق پر تھا اور اس کا اصرار تھا کہ یہ مقدمہ کعب بن اشرف یہودی کے آگے پیش نہ ہو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں دائر ہو اور بشر منافق یہ چاہتا تھا کہ کعب دغا باز راشی ہے وہاں پیش ہو کہ اس سے کچھ دے لے کر اپنے حق میں فیصلہ کرالوں گا۔
یہودی کو اس امر کا یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرمانے میں کسی کی رعایت نہ فرمائیں گے اور حق فیصلہ دیں گے اس لئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مقدمہ کرنے پر مصر تھا۔
حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ مغیرہ بن وائل منافق اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مابین ایک زمین پر تنازعہ ہوا۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے فیصلہ لیا جائے اور مغیرہ نے اس سے انکار کیا۔
اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ ایمان کا جھوٹا دعویٰ کر کے نفاق کرتے ہیں۔ جھوٹی قسمیں کھا کر ویسے تو کہتے ہیں کہ ہم متبع اور مطیع ہیں مگر جب حکم ملتا ہے تو منحرف ہو جاتے ہیں۔ البتہ
وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ۔ اگر ہو انہیں کے حق میں فیصلہ تو آتے ہیں مُذْعِنِيْنَ۔ یعنی گردن جھکائے ہوئے۔ اس پر ارشاد ہے:
اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ کیا ان کے دلوں میں مرض نفاق ہے یا اس شک میں پڑے ہوئے ہیں اور خوف کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول حق تلفی کرے گا بلکہ درحقیقت وہی حق تلف کرنے والے ہیں اور ظالم ہیں۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع ۔ سورۃ نور ۔ پ ۱۸

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ ۔
کیا نہ دیکھا تم نے اے محبوب کہ بے شک اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرند پر پھیلائے سب نے جان لیا ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو اور اللہ ان کے اعمال کو جانتا ہے۔
وَ الطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ۔ مرفوع ہے اس لئے کہ اس کا عطف مَنْ پر ہے اور وہ بلحاظ يُسَبِّحُ کے فاعل ہونے کے مرفوع ہے اور

صافات طیر سے حال ہے یعنی عبارت یہ ہوئی: تُسَبِّحُهٗ تَعَالٰی حَالَ کَوْنِهَا صَافَّاتٍ اَجْنِحَتَهَا وہ طیر اللہ کی تسبیح پر پھیلائے کرتے ہیں۔

یہ مضمون مستانف ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبہ ہے کہ آپ نے اپنے انوار نبوت کی روشنی میں ضرور ملاحظہ فرمالیا ہے کہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب ہماری تسبیح کر رہے ہیں اور سما اور فضاء ہوائیہ میں جو پرند ہیں وہ بھی پر پھیلائے ہماری تسبیح میں رطب اللسان ہیں اور سب نے اپنے اپنے طریقہ کی عبادت اور تسبیح جان رکھی ہے اور اللہ ان کے اعمال جانتا ہے۔

اب رہا یہ کہ یہ تسبیح زبان حال سے ہو رہی ہے یا حقیقتاً؟

اس کی تصریح ہم خلاصہ تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۔ اور ملکیت ساوی اور ارضی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

اور جب تمام موجودات اسی کی تحت ملک وتصرف ہے تو وہی اس کا حقدار ہے کہ اسی کی عبادت ہو اور اسی کو پوجا جائے اس کی ہی تسبیح وتہلیل کی جاوے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ۔ یہ دوسرا مخاطبہ ہے۔ کیا نہ دیکھا آپ نے اے محبوب کہ اللہ ہانکتا اور چلاتا ہے بادلوں کو پھر ملاتا ہے انہیں آپس میں انہیں پھر کر دیتا ہے ٹکڑے ٹکڑے تو دیکھتے ہیں آپ بارش کو کہ برستی ہے اس میں سے۔

عربی میں ازجاء کہتے ہیں کسی شے کو نرمی اور سہولت سے چلانے کو اور اسی سے یُزْجِیْ ہے تو چونکہ بادلوں کو نرم نرم چلایا جاتا ہے پھر ان میں تالیف ہوتی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے ملیں پھر وہ متراکم ہوتے ہیں یعنی ایک پر ایک گھٹا آتی ہے پھر ودق یعنی مطر شدید یا ضعیف برسنے لگتا ہے تو ودق بارش کو محاورہ عربی میں کہا گیا۔

رکام۔ رکم سے ہے اس کے معنی ہیں ایک چیز کو ایک پر رکھنا۔

يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ۔ یعنی وہ بارش انہیں متراکم ابروں سے نکلتی ہے۔ پھر

وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ۔ اور برساتا ہے انہیں بلند بادلوں سے پہاڑوں سے جو انہیں بادلوں میں ہیں برد اولے تو پہنچتے ہیں اسے جسے اللہ چاہے اور ہٹا دیتا ہے اس سے جسے چاہے۔

اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ جیسے زمین میں پتھر کے پہاڑ ہیں ایسے ہی آسمان میں برف کے پہاڑ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے اور یہ جو بارش میں اولے برستے ہیں اسی برفانی پہاڑی کے کنکر ہیں۔

یا یہ معنی ہیں کہ آسمان سے اولوں کے پہاڑ کے پہاڑ برسائے جاتے ہیں پھر یہ کسی کو لگ جاتے ہیں اور کوئی ان سے بچ جاتا ہے یہ بھی مشیت الٰہی پر موقوف ہے (مدارک)

بہر حال سَمَآء عربی میں کُلُّ مَا عَلَاکَ سَمَآءٌ جو کچھ ہم سے اوپر ہے وہ سما ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے: اِنَّ

اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ فِی السَّمَآءِ جِبَالاً مِّنْ بَرَدٍ کَمَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ جِبَالاً مِّنْ حَجَرٍ۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر برف کے پہاڑ پیدا فرمائے ہیں جیسے زمین میں پتھر کے پہاڑ ہیں۔

اس پر فلاسفہ نے بہت طویل بحثیں کی ہیں جو ہم نے نظرانداز کردی ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔

قریب ہے کہ چمک اس بجلی کی لے جائے آنکھیں۔ اللہ ہی بدلتا ہے رات اور دن کو بے شک اس میں عبرت ہے نگاہ والوں کو۔

سَنَا عربی میں روشنی کو کہتے ہیں اور برق بجلی کو۔ تو بجلی کی روشنی اس کے حاصل معنی ہوئے۔ پھر اس کے بعد اپنی دوسری قدرت تخلیق کا مظاہرہ فرمایا گیا چنانچہ ارشاد ہوا:

وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰۤی اَرْبَعٍ ؕ یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۵﴾

اور اللہ نے پیدا کیا ہر چلنے والا پانی سے تو ان میں کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے۔

اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے۔

اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے۔

اللہ بناتا ہے جو چاہے بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

پیٹ کے بل چلنے والے سانپ مچھلی اور کیڑے مکوڑے۔

دو پیروں پر چلنے والے جیسے انسان اور پرند۔

چار پیروں پر چلنے والے جیسے گائے، بیل، بھیڑ، بکری، درندے وغیرہ۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لِاَنَّ مِنَ الدَّوَابِّ مَا یَتَوَلَّدُ مِنْ نُّطْفَةٍ۔

وَ زَعَمَ بَعْضُهُمْ اَنَّهَا عَلَی الْاَوَّلِ لِزَامُکَ اَیْضًا بِنَاءً عَلٰی شُمُوْلِ الدَّابَّةِ لِلْمَلٰئِکَةِ الْمَخْلُوْقِیْنَ مِنْ نُّوْرٍ۔ ملائکہ کی تخلیق پانی سے نہیں بلکہ نور سے ہے۔

وَ لِلْجِنِّ الْمَخْلُوْقِیْنَ مِنْ نَّارٍ۔ اور جن آگ سے پیدا ہوئے۔

وَ ادَّعٰی اَیْضًا اِنَّ مِنَ الْاِنْسِ مَنْ لَّمْ یُخْلَقْ مِنْ مَّآءٍ اَیْضًا وَ هُوَ اٰدَمُ وَ عِیْسٰی عَلَیْهِمَا السَّلَامُ فَاِنَّ الْاَوَّلَ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ وَ الثَّانِیْ خُلِقَ مِنْ رُوْحٍ۔ اور یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ انس میں بھی وہ ہیں جو پانی سے نہیں پیدا ہوئے جیسے آدم علیہ السلام کہ ان کے لئے فرمایا خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ اور عیسیٰ علیہ السلام کہ ان کی تخلیق روح سے ہے۔

اس کا جواب ہم خلاصہ تفسیر میں دے چکے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی تخلیق پانی پر ہی موقوف رکھی ہے وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اسی لئے فرمایا تو ثابت ہوا کہ ابتداء ہر شے کی پانی پر ہے پھر خواہ وہ عنصر ناری ہو یا نوری ترابی ہو یا ہوائی یا روحی۔

بہرحال پانی پر حیات اشیاء کا موقوف ہونا ضروری ہے۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ بے شک ہم نے روشن آیتیں نازل

فرمائیں اور اللہ جسے چاہے سیدھے راستہ کی راہ دکھاتا ہے۔

اس کے بعد اب ان گمراہوں کا ذکر شروع فرمایا جاتا ہے جنہیں سیدھی راہ دکھانا مشیت الٰہی عزوجل میں نہ تھا چنانچہ یہ آیتیں منافقین کے متعلق ہیں۔

وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور اطاعت کی ہم نے پھر منحرف ہو جاتا ہے ایک فریق ان میں سے بعد اس کہنے کے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ مومن ہی نہیں ہیں۔

ابن منذر قتادہ رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ۔ یہ آیتیں منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں وَ رُوِيَ عَنِ الْحَسَنِ نَحْوَهٗ۔

وَ قِيْلَ نَزَلَتْ فِيْ بِشْرِنِ الْمُنَافِقِ دَعَاهُ يَهُوْدِيٌّ فِيْ خُصُوْمَتِهٖ بَيْنَهُمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا هُوَ الْيَهُوْدِيَّ اِلٰى كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ ثُمَّ تَحَاكَمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَكَمَ لِلْيَهُوْدِيِّ فَلَمْ يَرْضَ الْمُنَافِقُ بِقَضَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ نَتَحَاكَمُ اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا ذَهَبَا اِلَيْهِ قَالَ لَهُ الْيَهُوْدِيُّ قَضٰى لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرْضَ بِقَضَائِهٖ فَقَالَ عُمَرُ لِلْمُنَافِقِ اَكَذٰلِكَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ مَكَانَكُمَا حَتّٰى اَخْرُجَ اِلَيْكُمَا فَدَخَلَ عُمَرُ بَيْتَهٗ وَ خَرَجَ بِسَيْفِهٖ فَضَرَبَ عُنُقَ ذٰلِكَ الْمُنَافِقِ حَتّٰى بَرِدَ وَ قَالَ هٰكَذَا اَقْضِيْ لِمَنْ لَّمْ يَرْضَ بِقَضَآءِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَنَزَلَتْ۔

یہ آیت بشر منافق کے معاملہ میں نازل ہوئی اس کا مقدمہ ایک یہودی سے تھا تو یہودی اسے بارگاہ رسالت ﷺ میں لے جانا چاہتا تھا اور بشر منافق اس پر مصر تھا کہ کعب بن اشرف یہودی کے پاس یہ مقدمہ ہو۔ آخر دونوں بارگاہ رسالت میں آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدمہ سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ تو بشر منافق اس فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور بولا اچھا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس چل۔ یہودی نے کہا اچھا چل۔

جب وہاں دونوں پہنچے۔ یہودی نے کہا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں فیصلہ دیا ہے لیکن یہ اس پر راضی نہیں ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بشر سے فرمایا کیا ایسا ہی ہے بشر نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اچھا اپنی جگہ ٹھہرو میں آتا ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر سے تلوار سونتے ہوئے تشریف لائے اور بشر کی گردن اڑا دی وہ فوراً ٹھنڈا ہو گیا اور مر گیا فرمایا میں ایسے فیصلہ دیتا ہوں اس کا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَ قَالَ جَبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ عُمَرَ فَرَّقَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ فَسُمِّيَ لِذٰلِكَ الْفَارُوْقُ۔ اور روح الامین اسی وقت حاضر ہوئے اور عرض کیا عمر نے حق و باطل میں فرق کر دیا اسی لئے اب ان کا نام فاروق رکھا گیا۔

دوسرا شان نزول اس طرح ہے جسے ضحاک رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: نَزَلَتْ فِي الْمُغِيْرَةِ بْنِ وَائِلٍ كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ خُصُوْمَةٌ فِيْ اَرْضٍ فَتَقَاسَمَا فَوَقَعَ لِعَلِيٍّ مَا لَا يُصِيْبُهُ الْمَآءُ اِلَّا بِمُشَقَّةٍ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بِعْنِيْ اَرْضَكَ فَبَاعَهَا اِيَّاهُ وَتَقَابَضَا۔

مغیرہ بن وائل اور سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ کے مابین ایک زمین کا مخاصمہ تھا۔ جب وہ تقسیم ہوئی تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو وہ حصہ ملا جس میں پانی محنت سے پہنچتا تھا۔ مغیرہ نے آپ سے عرض کیا یہ زمین مجھے بیچ دیجئے آپ نے اسے بیچ دی اس پر اس نے قبضہ کر لیا۔

فَقِيلَ لِلْمُغِيرَةِ اَخَذْتَ سَبْخَةً لَا يَنَالُهَا الْمَآءُ۔ تو مغیرہ کو لوگوں نے کہا تو نے وہ حصہ لیا جسے پانی نہیں پہنچتا۔

فَقَالَ لِعَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ اِقْبِضْ اَرْضَكَ فَاِنَّ مَا اشْتَرَيْتُهَا اِنْ رَضِيْتُهَا وَلَمْ اَرْضَهَا فَاِنَّ الْمَآءَ لَا يَنَالُهَا۔ مغیرہ نے حضرت امیر سے کہا اپنی زمین واپس لیجئے میں اسے نہیں خریدتا اور میں اس سے خوش نہیں اس لئے کہ اسے پانی نہیں پہنچتا۔

فَقَالَ عَلِيٌّ قَدِ اشْتَرَيْتَهَا وَرَضِيْتَهَا وَ قَبَضْتَهَا وَاَنْتَ تَعْرِفُ حَالَهَا لَا اَقْبَلُهَا مِنْكَ۔

حضرت امیر نے فرمایا تو نے اسے خریدا اور تو اس سے خوش تھا اس پر تو نے قبضہ کر لیا تجھے اس کا حال معلوم تھا اب میں اسے واپس نہیں کرتا۔

وَدَعَاهُ اِلٰى اَنْ يُّخَاصِمَهُ اِلَى الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اور اسے فیصلہ کے لئے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں جانے کے لئے فرمایا۔

فَقَالَ اَمَّا مُحَمَّدٌ فَلَسْتُ اٰتِيْهِ فَاِنَّهُ يُبْغِضُنِيْ وَاَنَا اَخَافُ اَنْ يَّحِيْفَ عَلَيَّ فَنَزَلَتْ۔ مغیرہ بولا میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جاؤں گا اس لئے کہ وہ مجھ سے (معاذ اللہ) بغض رکھتے ہیں اور مجھے خوف ہے کہ وہ میری حق تلفی کر دیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا:

ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ۔ اول اطاعت کا منافقانہ اقرار کرتے ہیں پھر ان میں کا ایک فریق اس اقرار کے بعد منحرف ہو جاتا ہے اور حقیقت حال یہ ہے کہ وہ مومن ہی نہیں ہے۔

وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ اور جب بلایا جائے انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ فیصلہ دے وہ رسول ان میں تو جبھی ایک فریق ان سے اعراض وانحراف کرتا ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس میں یحکم کی ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ ضمیر کو اس طرف ہی عائد کیا جائے جو سیاق کلام سے مستفاد ہوتا ہے تو اس میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طرف ہو سکتی ہے لیکن حکم کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس میں مشارکت تفخیم کے لئے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم چونکہ فی الحقیقت حکم الٰہی ہے بنا بریں دونوں نام لینے ضروری تھے۔

جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ حالانکہ خدع اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناممکن ہے۔

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ تو ایک فریق ان سے اعراض کرتا ہے با آنکہ وہ جانتا ہے بِاَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْكُمُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق ہی فیصلہ دینے والے ہیں مگر منافقت انہیں اس اتباع سے روکتی ہے۔

وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ۔ اور اگر معلوم ہو کہ انہیں کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ تو متبع بن کر ادھر ہی

جھکے ہوئے آئیں۔ اسی بنا پر فرمایا:

اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ۔ کیاان کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے یا شک میں ہیں یا اس امر سے خائف ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول حق تلفی کرے گا۔

بَلْ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ بلکہ یہی ظالم لوگ ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع - سورۃ نور - پ ۱۸

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵۱

مسلمانوں کا قول تو یہی ہے کہ جب وہ بلائے جائیں اللہ اور رسول کی طرف تا کہ وہ فیصلہ فرمائے ان میں یہ کہیں ہم نے سنا اور پیروی کی اور یہی لوگ ہیں فلاح یافتہ

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَخْشَ اللّٰهَ وَ یَتَّقْهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ۝۵۲

اور جو پیروی کرے اللہ اور اس کے رسول کی اور ڈرے اللہ سے اور پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىِٕنْ اَمَرْتَهُمْ لَیَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۵۳

اور قسم کھائی انہوں نے اور پختہ ہوئے اپنی حلف میں کہ اگر تم انہیں حکم دو تو ضرور نکلیں گے (جہاد کو) فرمادیجئے قسمیں نہ کھاؤ۔ اطاعت ہے شرع کے حکم کی بے شک اللہ تمہارے عملوں سے خبردار ہے

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝۵۴

فرمادیجئے پیروی کرو اللہ کی اور پیروی کرو رسول کی تو اگر تم منحرف ہوئے تو سوا اس کے نہیں کہ جو رسول پر ہے وہ اس کے ذمہ ہے اور تم پر وہ ہے جو تمہارے ذمہ ہے اور اگر پیروی کی تم نے رسول کی ہدایت پا گئے اور رسول پر نہیں مگر پہنچانا حکم کا ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵

وعدہ کیا اللہ نے انہیں جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک عمل کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسے ان سے پہلوں کو دی اور ضرور انہیں متمکن کرے گا ان کا دین جس سے وہ راضی ہے اور ضرور ان کا خوف امن سے بدل دے گا میری عبادت کرو نہ شریک کرو میرے ساتھ کسی شے کو اور جو کفر کرے بعد اس کے وہی فاسق ہے

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۵۶

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور پیروی کرو رسول کی تا کہ تم رحم کئے جاؤ

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝٥٧	نہ گمان کریں جو کافر ہیں کہ وہ قبضہ سے نکل جائیں گے زمین میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ یقیناً برا ٹھکانہ ہے

حل لغات ساتواں رکوع۔سورۂ نور۔پ ۱۸

اِنَّمَا۔سوا اس کے نہیں	كَانَ۔تھی	قَوْلَ۔بات	الْمُؤْمِنِيْنَ۔مومنوں کی
اِذَا۔جبکہ	دُعُوْٓا۔وہ بلائے گئے	اِلَى۔طرف	اللّٰهِ۔اللہ کی
وَ۔اور	رَسُوْلِهٖ۔اس کے رسول کی	لِيَحْكُمَ۔تاکہ فیصلہ کرے	بَيْنَهُمْ۔ان میں
اَنْ۔یہ کہ	يَّقُوْلُوْا۔کہیں	سَمِعْنَا۔ہم نے سنا	وَ۔اور
اَطَعْنَا۔مانا	وَ۔اور	اُولٰٓئِكَ۔یہ لوگ	هُمُ۔وہی ہیں
الْمُفْلِحُوْنَ۔فلاح پانے والے	وَ۔اور	مَنْ۔جو	يُّطِعِ۔پیروی کرے
اللّٰهَ۔اللہ کی	وَ۔اور	رَسُوْلَهٗ۔اس کے رسول کی	وَ۔اور
يَخْشَ۔ڈرے	اللّٰهَ۔اللہ سے	وَ۔اور	يَتَّقْهِ۔پرہیزگاری کرے
فَاُولٰٓئِكَ۔تو یہ لوگ	هُمُ۔وہی ہیں	الْفَآئِزُوْنَ۔کامیاب	وَ۔اور
اَقْسَمُوْا۔قسمیں کھائیں انہوں نے		بِاللّٰهِ۔اللہ کی	جَهْدَ۔مضبوط
اَيْمَانِهِمْ۔قسمیں اپنی	لَئِنْ۔اگر	اَمَرْتَهُمْ۔تو ان کو حکم دے	لَيَخْرُجُنَّ۔تو ضرور نکلیں
قُلْ۔فرمائیے	لَّا۔نہ	تُقْسِمُوْا۔قسمیں کھاؤ	طَاعَةٌ۔طاعت ہے
مَّعْرُوْفَةٌ۔حکم کے مطابق	اِنَّ۔بے شک	اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ۔اللہ خبیر جانتا ہے	بِمَا۔اس کو جو
تَعْمَلُوْنَ۔تم کرتے ہو	قُلْ۔کہہ	اَطِيْعُوا۔کہا مانو	اللّٰهَ۔اللہ کا
وَ۔اور	اَطِيْعُوا۔کہا مانو	الرَّسُوْلَ۔رسول کا	فَاِنْ۔پھر اگر
تَوَلَّوْا۔پھر جائیں	فَاِنَّمَا۔تو بے شک	عَلَيْهِ۔اس پر ہے	مَا۔جو
حُمِّلَ۔اس کے ذمہ ہے	وَ۔اور	عَلَيْكُمْ۔تم پر ہے	مَّا۔جو
حُمِّلْتُمْ۔تمہارے ذمہ ہے	وَ۔اور	اِنْ۔اگر	تُطِيْعُوْهُ۔کہا مانو اس کا
تَهْتَدُوْا۔تو ہدایت پاؤ گے	وَ۔اور	مَا۔نہیں	عَلَى۔اوپر
الرَّسُوْلِ۔رسول کے	اِلَّا۔مگر	الْبَلٰغُ۔پہنچانا	الْمُبِيْنُ۔ظاہر
وَعَدَ۔وعدہ کیا	اللّٰهُ۔اللہ نے	الَّذِيْنَ۔ان سے جو	اٰمَنُوْا۔ایمان لائے
مِنْكُمْ۔تم میں سے	وَ۔اور	عَمِلُوا۔عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ۔نیک
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ۔ضرور خلیفہ بنائے گا ان کو		فِي۔بیچ	الْاَرْضِ۔زمین
كَمَا۔جیسے	اسْتَخْلَفَ۔خلیفے بنائے	الَّذِيْنَ۔وہ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ۔ان سے پہلے تھے

وَ۔اور	لَيُمَكِّنَنَّ۔مضبوط کرے گا	لَهُمْ۔ان کے لئے	دِيْنَهُمُ۔ان کا دین
الَّذِي۔وہ جو	ارْتَضٰى۔اس نے پسند کیا	لَهُمْ۔ان کے لئے	وَ۔اور
لَيُبَدِّلَنَّهُمْ۔ضرور بدل دے گا ان کے لئے		مِّنْۢ بَعْدِ۔بعد	خَوْفِهِمْ۔ان کے خوف کے
اَمْنًا۔امن	يَعْبُدُوْنَنِيْ۔وہ میری عبادت کریں گے		لَا۔نہ
يُشْرِكُوْنَ۔شریک بنائیں گے	بِيْ۔میرا	شَيْـًٔا۔کسی کو	وَ۔اور
مَنْ۔جو	كَفَرَ۔کفر کرے	بَعْدَ۔بعد	ذٰلِكَ۔اس کے
فَاُولٰٓئِكَ۔تو یہی	هُمُ۔وہ ہیں جو	الْفٰسِقُوْنَ۔فاسق ہیں	وَ۔اور
اَقِيْمُوا۔قائم کرو	الصَّلٰوةَ۔نماز	وَ۔اور	اٰتُوا۔دو
الزَّكٰوةَ۔زکوٰۃ	وَ۔اور	اَطِيْعُوا۔کہا مانو	الرَّسُوْلَ۔رسول کا
لَعَلَّكُمْ۔تاکہ تم	تُرْحَمُوْنَ۔رحم کئے جاؤ	لَا۔نہ	تَحْسَبَنَّ۔خیال کر
الَّذِيْنَ۔ان کو جو	كَفَرُوْا۔کافر ہیں	مُعْجِزِيْنَ۔عاجز کرنے والے	فِي۔بیچ
الْاَرْضِ۔زمین کے	وَ۔اور	مَاْوٰىهُمُ۔ان کا ٹھکانہ	النَّارُ۔آگ ہے
وَ۔اور	لَبِئْسَ۔برا	الْمَصِيْرُ۔ٹھکانہ ہے	

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع۔سورۃ نور۔پ ۱۸

منافقین کا مرض نفاق اور وہم وارتیاب کی بیماری ظاہر فرما کر انہیں ظالم ثابت کرنے کے بعد اب اس رکوع میں ایمان والوں کی شان ظاہر فرمائی گئی۔چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾۔

یعنی ایمان والے وہ ہیں کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے پاس بلائے جائیں تاکہ ان میں فیصلہ دے تو وہ یہی کہیں سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا اور ایسا کہنے والے فلاح یافتہ ہیں۔

گویا یہ علامت مومن کی ہے کہ حکم خدا عزوجل اور رسول ﷺ کے آگے گردن جھکا دے اور ایسی علامت جس میں ہو گی وہ یقیناً مطیع ہے اور جو مطیع ہے وہ کامیاب ہے چنانچہ فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ اور جو پیروی کرے اللہ اور اس کے رسول کی اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے یہ فائز المرام ہے۔

یعنی حصر انفراد اِنَّمَا سے کر کے فرمایا کہ ایمان والوں کی یہ شان ہے کہ جب انہیں اللہ اور رسول کی طرف بلایا جائے یعنی کسی قسم کا حکم دیا جائے تو وہ بجائے حیلہ بہانہ تراشنے کے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہی کہیں اور جو منافق ہیں وہ جھوٹی قسمیں کھا کر یقین دلانے کی کوشش کریں گے لیکن وہ جھوٹے ہی ہیں چنانچہ آگے ارشاد ہے:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾۔

اور وہ قسم کھاتے ہیں اللہ کی پکی قسم کہ اگر آپ حکم دیں گے تو ہم گھر بار چھوڑ کر نکل پڑیں گے یعنی ہم ہر حکم کی تعمیل کو حاضر ہیں۔ فرمادیجئے قسمیں نہ کھاؤ قانون شرعی کے موافق اطاعت چاہئے بے شک اللہ خبردار ہے تمہارے کاموں سے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾۔

فرمادیجئے اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی تو اگر اس پر بھی وہ منحرف ہوں تو نبی پر تو وہی ہے جس کا وہ ذمہ دار ہے اور تم پر وہ ہے جو تمہارے ذمہ ہے اور اگر تم پیروی کرو ان کی تو ہدایت یافتہ ہوگے اور رسول پر بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ کھلم کھلا حکم پہنچادے۔

یعنی اگر تم نے دل سے پیروی کی تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو تو رسول کے ذمہ حکم مبین پہنچادینے کے سوا کچھ نہیں اس کے بعد ارشاد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ۔

وعدہ فرمایا ہے اللہ نے انہیں جو تم میں ایماندار ہیں اور نیک عمل کئے کہ ان کو ضرور ملک کی خلافت وحکومت عطا فرمائے گا جیسے کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی اور ضرور انہیں مستحکم فرمائے گا ان کے لئے وہ دین جو ان کے لئے پسند کیا ہے اور ان کے خوف کو ضرور امن سے بدل دے گا۔

پہلے بیانوں میں اخروی کامیابی کا وعدہ دیا گیا اب دنیاوی کامیابی کا وعدہ دیتے ہیں۔ خلافت وامامت اور زمین پر حکومت وشوکت کا وعدہ دیا گیا ہے لیکن یہ سب وعدے اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی شرط پر ہیں ایسے ہی دوسری جگہ ارشاد ہوا:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ تم سستی نہ کرو اور غمگین نہ ہو تم یقیناً بلند اور اعلیٰ رہو گے بشرطیکہ تم مومن ہو۔

آج ہم یہ وعدے تو تلاوت قرآن کے وقت پڑھتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ وعدہ استخلاف اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی شرط پر ہے۔

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کے ساتھ ہے۔

آہ آج ہم اپنی حالت زبوں پر سوا افسوس کے اور کیا کہیں۔ کیا مومن اسی کو کہتے ہیں۔

جو اپنے بھائی کا خون حلال جانے۔

کیا مومن وہی ہے جو رشوت خواری کرے۔

کیا مومن کی یہی شان ہے کہ نماز بھی غائب اور روزہ بھی نذر شرب وأکل۔

حج کو بھی جائے تو بلیک مارکیٹنگ کرے۔

داڑھی بھی رکھے تو لوگوں کو پھانسنے کے لئے۔

سینما بغیر شب خوابی حرام ہو۔
کلبوں کی شرکت بغیر نوالہ حلق سے اترنا مشکل ہو۔
ڈانس میں بیوی کو جب تک ساتھ نہ لے جائے شریف نہ کہلائے۔
جوئے کی آمدنی شیر مادر سے زیادہ محبوب ہو۔
حلال اسے سمجھا جائے جس میں آمدنی اور دولت بڑھے۔
سودخواری کے لئے حیلے ڈھونڈے جائیں۔
جھوٹ دھوکہ بازی کے بغیر عقلمند آدمی بے وقوف کہلائے۔
صَدَقَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

بَلْ اَنْتُمْ كَثِيْرٌ وَّلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ۔ قرب قیامت کے زمانہ میں مسلمان آج سے بہت زیادہ ہوں گے لیکن جیسے پرنالہ کا بہا ہوا بھوسہ بیکار ہوتا ہے ویسے ہی اس زمانہ کا مسلمان بیکار ایمان و دیانت سے خالی محض بدشعار بداطوار رہ جائے گا۔ بنابرایں سمجھ لو کہ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ہمارے لئے نہیں ہے بلکہ ان کے لئے ہے جن سے وعدہ فرمایا۔

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا۔ میری عبادت کریں میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بنائیں۔

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ اور جو اس کے بعد بھی نافرمانی کرے وہ یقیناً فاسق ہے پھر حکم ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ نماز قائم رکھو زکوٰۃ دیتے رہو اور ہمارے اس رسول کی پیروی کرو تا کہ تم رحم کئے جاؤ۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ یہ گمان نہ رکھنا کہ منکرین ملک میں اپنی فتنہ سازیوں سے ہم کو ہرادیں گے ان کا ٹھکانا تو آگ ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ زمین پر اقتدار حاصل کر کے بنی اسرائیل کی طرح اگر اللہ اور اس کے رسول سے برگشتہ ہو گئے اور نماز و زکوٰۃ سب ترک کردی اور ہمارے رسول کی اتباع کو چھوڑ دیا تو تم فلاح کی بجائے ہلاکت میں پڑ جاؤ گے شوکت و حکومت اور دبدبہ سب جاتا رہے گا۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ میں اگرچہ مومنین کو تسلی ہے لیکن مومنین کو تسلی دی گئی ہے کہ نہ کہ فساق و فجار موجودہ دور کے نام نہاد مسلمانوں کو۔

چنانچہ آیۂ کریمہ کا شان نزول بھی اسی کا شاہد ہے۔

حاکم نے بہ سند صحیح اور طبرانی نے ابی بن کعب سے اس کا شان نزول یہ روایت کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو تمام بر عرب دشمن تھا مسلمان ہر وقت دشمن کے خوف سے ہتھیار بند رہتے تھے۔

اور آرزو کرتے تھے کہ کبھی وہ دن بھی آئیں گے کہ ہم امن کی نیند سوئیں گے اور سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کا خوف ہمیں مضطرنہ کرے گا اس پر ان کے لئے وعدہ آیا۔

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ۔ چنانچہ جنگ احزاب کے بعد سے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو غلبہ دیا۔ پھر عہد

صدیقی وفاروقی میں عرب ہی نہیں بلکہ روم وایران وغیرہ سرسبز وشاداب ملکوں پر تسلط ہو گیا۔
حتیٰ کہ عہد عثمانی وعہد علی میں بھی مسلمان فتح یاب ہوئے اور وہ فتوحات حاصل ہوئیں کہ صفحات تواریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

مختصر تفسیر اردو ساتوں رکوع - سورۂ نور - پ ۱۸

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ۔ جز ایں نیست کہ قول مومنین یہی ہوتا ہے کہ جب بلائے جائیں وہ اللہ اور رسول کی طرف تاکہ وہ ان میں فیصلہ دے تو وہ کہیں سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فَالْمَعْنٰى اِنَّمَا كَانَ مُطْلَقُ الْقَوْلِ الصَّادِرِ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ خُصُوْمِهِمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا۔

یعنی آیت کریمہ کے یہ معنی ہوئے کہ مومنین کی زبان پر یہی قول رہنا چاہیئے جب وہ بلائے جائیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف کہ ان میں فیصلہ دیں ان کی خصومتوں میں کہ سنا ہے ہم نے اور اطاعت کی ہم نے۔ یعنی ان کے لئے یہ طریق ادب لازم ہے۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ ایسے ہی مومن فلاح یافتہ جنتی ہیں۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ اور جو اطاعت کرے اللہ اور اس کے رسول کی اور ڈرے اللہ سے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ جنت کے پانے اور اللہ کے راضی کرنے میں۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اور انہوں نے قسم کھائی اللہ کی اپنی قسم میں حد کی کوشش کی کہ اگر تم انہیں حکم دو گے تو وہ ضرور نکل جائیں گے (جہاد کو) آپ فرما دیجئے قسمیں نہ کھاؤ (ہمیں تو) تمہاری فرمانبرداری علانیہ چاہیئے اللہ تمہارے عملوں سے خبردار ہے۔

تمہاری زبانی اطاعت اور عملی قلبی مخالفت سب اس پر ظاہر و باہر ہے تمہاری منافقت بھی پوشیدہ نہیں اور ایمان والوں کا ایمان بھی اس سے مخفی نہیں آگے صاف صاف حکم دیا گیا:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾۔

فرما دیجئے پیروی کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی تو اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ جو تم پر بوجھ رکھا گیا اور اگر رسول کی پیروی کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔

یعنی سچے دل سے بلا نفاق اطاعت الٰہی اور اتباع رسالت پناہی کرنا اور سچی نیت سے پیرو ہونا تم پر لازم ہے اس پر بھی اگر تم ہمارے رسول علیہ السلام سے انحرف کرو گے تو ان کا اس میں کچھ نقصان نہیں اس لئے کہ ان کے ذمہ اتنا ہی بوجھ تھا کہ وہ تمہیں پہنچا دیں اور حکم سنا دیں یہ انہوں نے اچھی طرح تم تک پہنچا دیا اور وہ اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو چکے۔

ان کا کام یہ نہیں کہ وہ تمہارے پیچھے پیچھے لگے رہیں اور قدم قدم پر تمہاری نگرانی کریں پھر ہماری طرف سے اخروی اجر

پر اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ۔ فرمادیا گیا مزید براں دنیاوی ترقی اور حشمت وشوکت کے لئے بھی ہماری طرف سے وعدہ ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ۔

وعدہ دیا اللہ نے ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسے ان سے پہلوں کو دی اور ضرور انہیں جما دے گا ان کے لئے اس دین پر جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

شانِ نزول

آیات کریمہ کا یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی کے بعد دس سال مکہ مکرمہ میں مع صحابہ علیہم رضوان قیام فرمایا اور کفار کی ایذاؤں اور ان کے جور وستم پر صبر کیا۔ پھر بحکم الٰہی عزوجل مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی اور منازل انصار کو اپنی سکونت سے سرفراز کیا لیکن قریش مکہ کو پھر بھی چین نہ آیا مکہ چھوڑ دینے کے باوجود اہل مکہ کی طرف سے روزانہ اعلان جنگ ہوتا رہا اور انواع واقسام کی دھمکیاں آتی رہیں۔

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ان کی طرف سے چاق وچوبند رہتے اور ہتھیاروں سے آراستہ ہوتے۔

ایک روز ایک صحابی بول پڑے کہ کبھی وہ ساعت بھی نصیب ہوگی کہ ہمیں امن میسر ہو اور ہر وقت ہتھیاروں کا بوجھ ہم سے اترے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ

عنقریب تمہاری فرمانروائی ہوگی۔ تم حکمران ہو گے۔ خلافت، حکومت، امارات تمہیں ملے گی بشرطیکہ تم ایمان میں مضبوط اور اعمال صالحہ میں پختہ ہو جاؤ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی کہ جس جس چیز پر لیل ونہار گزرے ہیں ان سب پر دین اسلام داخل ہوگا اور اس زمین پر پرچم اسلام لہرائے گا اور ویسی حکومت سے تمہیں سرفراز کیا جائے گا جیسی حکومتیں تم سے قبل داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام وغیرہ انبیاء عظام کو ملی تھیں۔

اور جیسی جبابرۂ مصر وشام کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کو متمکن کیا تھا اسی طرح تمہیں بھی حکومت وصولت اور شوکت و دبدبہ اور عظمت سے ملکوں کا فرمانروا بنایا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ دین کو تمام ادیان وملل پر غالب کیا جائے گا۔ چنانچہ سید نا زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے دور کی بابت فرماتے ہیں:

قُرْاٰنُهٗ بُرْهَانُنَا نَسْخًا لِّلْاَدْیَانِ مَضَتْ ‏ اِذْ جَآءَ نَا اَحْكَامُهٗ كُلُّ الصُّحُفِ صَارَ الْعَدَمْ

اور یہ وعدہ یا پیشگوئی پوری ہوئی۔

اور سرزمین عرب سے کفار مٹا دیئے گئے۔

مسلمانوں کا تسلط ایران وطہران مصر وشام، ترکستان ہند وسند تک ہوا۔

دریائے اطلانٹک سے لے کر ہندوستان تک اسلام پھیلا۔

حتیٰ کہ مغرب سے لے کر مشرق تک کے ممالک پر اللہ عزوجل نے فتح دی۔
اکاسرہ کے ممالک وخزائن مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔
مسلمانوں کا رعب دنیا پر چھایا۔
عہد صدیقی اور عہد فاروقی سے لے کر عہد عثمانی واسد اللہی تک پرچم اسلام عالم میں لہرا گیا۔
اسی وجہ میں اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اوران کے بعد ہونے والے خلفائے راشدین علیہم رضوان کی خلافت ثابت ہوتی ہے۔
کیونکہ ان کے زمانہ حکومت میں ہی فتوحات عظیمہ ہوئیں کسریٰ وغیرہ کجکلاہ ملوک کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور امن وسکون اور تمکن فی الارض اور غلبہ دین حاصل ہوا۔
ترمذی ابوداؤد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر امراء ہوں گے۔
اسے دیکھا جائے تو تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے۔

خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ	دوسال تین ماہ
خلافت فاروقی رضی اللہ عنہ	دس سال چھ ماہ
خلافت عثمانی رضی اللہ عنہ	بارہ سال
خلافت علی کرم اللہ وجہہ	چار سال نو ماہ
خلافت حسن رضی اللہ عنہ	چھ ماہ (خازن)
میزان کل	تیس سال

آگے ارشاد ہے جس میں مومنین کو عام ہدایت ہے:
يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ -
میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو بھی نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی پکا فاسق ہے اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمان برداری کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔
اس کے بعد اہل ایمان کو تسلی دی گئی چنانچہ ارشاد ہوا:
لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ نہ گمان کریں کافر کہ وہ زمین میں مومنین کو زیر کرلیں گے ان کا ٹھکانہ آگ ہے اور یقیناً وہ برا ٹھکانا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع - سورۃ نور - پ ۱۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ

اے ایمان والو! چاہئے کہ تم سے اجازت لیں تمہارے مملوک غلام اور وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے تین وقت نماز فجر سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار

ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ﯼ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۵۸﴾

رکھتے ہو دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت ہیں تمہاری شرم کے نہیں تم پر نہ ان پر گناہ ان وقتوں کے بعد آنے جانے والے ہیں تمہارے پاس بعض تمہارے بعض کو اللہ یونہی ظاہر فرماتا ہے تمہارے لئے آیتیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۵۹﴾

اور جب تم میں لڑکے جوان ہو جائیں تو وہ بھی اجازت لیں جیسے اجازت لیتے ہیں ان سے پہلے ایسے ظاہر فرماتا ہے اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے

وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَ اَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾

اور خانہ نشین بوڑھی عورتیں جو نکاح کے قابل نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے بالائی کپڑے اتار رکھیں۔ اپنی زینت ظاہر کئے بغیر اور یہ کہ اس سے بھی عفت مآب رہیں تو بہتر ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے

لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآىٕكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِیْقِكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

نہیں اندھے پر پابندی اور نہ لنگڑے سے کوئی مضائقہ اور نہ بیمار پر روک ٹوک اور نہ آپس میں کسی پر کہ کھاؤ اپنی اولاد کے گھر یا اپنے باپ کے گھر یا گھر میں ماں کے یا گھر میں بھائیوں کے یا گھروں میں بہنوں کے یا گھروں میں چچاؤں کے یا گھروں میں پھوپھیوں کے یا گھروں میں ماموؤں کے یا گھروں میں خالاؤں کے یا جن کی ملک میں ہوں کنجیاں یا اپنے دوست کے یہاں نہیں تم پر گناہ اس میں کہ کھاؤ سب مذکورہ جگہوں میں یا جدا جدا تو جب داخل ہو کسی گھر میں تو سلام کرو اپنوں کو ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ سے مبارک پاک ایسے ہی ظاہر کرتا ہے اللہ تمہارے لئے آیتیں تا کہ تمہیں سمجھ آئے

حل لغات چھٹا رکوع ۔ سورۃ نور ۔ پ ۱۸

یٰۤاَیُّهَا ۔ اے	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے ہو	لِیَسْتَاْذِنْكُمُ ۔ چاہئے کہ
اجازت لیں تم سے	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	مَلَكَتْ ۔ مالک ہیں	اَیْمَانُكُمْ ۔ تمہارے ہاتھ
وَ ۔ اور	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	لَمْ ۔ نہیں	یَبْلُغُوا ۔ پہنچے

الْحُلُمَ۔ جوانی کو	مِنْكُمْ۔ تم میں سے	ثَلٰثَ۔ تین	مَرّٰتٍ۔ وقتوں میں
مِنْ قَبْلِ۔ پہلے	صَلٰوةِ۔ نماز	الْفَجْرِ۔ فجر سے	وَ۔ اور
حِيْنَ۔ جب	تَضَعُوْنَ۔ اتارتے ہو تم	ثِيَابَكُمْ۔ اپنے کپڑے	مِّنَ الظَّهِيْرَةِ۔ دوپہر
کے وقت	وَ۔ اور	مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد	صَلٰوةِ۔ نماز
الْعِشَآءِ۔ عشاء کے	ثَلٰثُ۔ تین وقت ہیں	عَوْرٰتٍ۔ شرم کے	لَّكُمْ۔ تمہارے لئے
لَيْسَ۔ نہیں ہے	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
عَلَيْهِمْ۔ ان پر	جُنَاحٌۢ۔ گناہ	بَعْدَهُنَّ۔ ان کے بعد	طَوّٰفُوْنَ۔ پھرنے والے
ہیں وہ	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	بَعْضُكُمْ۔ بعض تمہارے	عَلٰى۔ اوپر
بَعْضٍ۔ بعض کے	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	يُبَيِّنُ۔ بیان کرتا ہے	اللّٰهُ۔ اللہ
لَكُمُ۔ تمہارے لئے	الْاٰيٰتِ۔ آیتیں	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ
عَلِيْمٌ۔ جاننے والا	حَكِيْمٌ۔ حکمت والا ہے	وَ۔ اور	اِذَا۔ جب
بَلَغَ۔ جوان ہو جائیں	الْاَطْفَالُ۔ بچے	مِنْكُمُ۔ تم میں سے	الْحُلُمَ۔ جوانی کو
فَلْيَسْتَاْذِنُوْا۔ تو وہ بھی اجازت لیں		كَمَا۔ جیسے	اسْتَاْذَنَ۔ اجازت لیتے ہیں
الَّذِيْنَ۔ وہ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ان سے پہلے ہیں		كَذٰلِكَ۔ اسی طرح
يُبَيِّنُ۔ بیان کرتا ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	لَكُمْ۔ تمہارے لئے	اٰيٰتِهٖ۔ اپنی آیتیں
وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	عَلِيْمٌ۔ جاننے والا	حَكِيْمٌ۔ حکمت والا ہے
وَ۔ اور	الْقَوَاعِدُ۔ خانہ نشین بوڑھی	مِنَ النِّسَآءِ۔ عورتیں	الّٰتِيْ۔ وہ جو
لَا۔ نہیں	يَرْجُوْنَ۔ امید رکھتیں	نِكَاحًا۔ نکاح کی	فَلَيْسَ۔ تو نہیں ہے
عَلَيْهِنَّ۔ ان پر	جُنَاحٌ۔ گناہ	اَنْ۔ یہ کہ	يَّضَعْنَ۔ اتار دیں غیر ضروری
ثِيَابَهُنَّ۔ اپنے کپڑے	غَيْرَ۔ نہ	مُتَبَرِّجٰتٍۭ۔ ظاہر کرنے والی	بِزِيْنَةٍ۔ زینت کو
وَ۔ اور	اَنْ۔ اگر	يَّسْتَعْفِفْنَ۔ وہ اس سے بھی بچیں تو	
خَيْرٌ۔ بہتر ہے	لَّهُنَّ۔ ان کے لئے	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ
سَمِيْعٌ۔ سننے والا	عَلِيْمٌ۔ جاننے والا ہے	لَيْسَ۔ نہیں ہے	عَلَى۔ اوپر
الْاَعْمٰى۔ نابینا کے	حَرَجٌ۔ کوئی تنگی	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ
عَلَى۔ اوپر	الْاَعْرَجِ۔ لنگڑے کے	حَرَجٌ۔ کوئی پابندی	وَّ۔ اور
لَا۔ نہ	عَلَى۔ اوپر	الْمَرِيْضِ۔ بیمار کے	حَرَجٌ۔ کوئی مضائقہ
وَّ۔ اور	لَا۔ نہ	عَلٰٓى۔ اوپر	اَنْفُسِكُمْ۔ تمہارے
اَنْ۔ یہ کہ	تَاْكُلُوْا۔ کھاؤ تم	مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ۔ اپنے گھروں سے	

اَوْ۔ یا	بُیُوْتِ۔ گھروں	اٰبَآئِکُمْ۔ اپنے باپوں سے	اَوْ۔ یا
بُیُوْتِ۔ گھروں	اُمَّھٰتِکُمْ۔ اپنی ماؤں سے	اَوْ۔ یا	بُیُوْتِ۔ گھروں
اِخْوَانِکُمْ۔ اپنے بھائیوں سے	اَوْ۔ یا	بُیُوْتِ۔ گھروں	اَخَوٰتِکُمْ۔ اپنی بہنوں سے
اَوْ۔ یا	بُیُوْتِ۔ گھروں	اَعْمَامِکُمْ۔ اپنے چچوں سے	اَوْ۔ یا
بُیُوْتِ۔ گھروں	عَمّٰتِکُمْ۔ اپنی پھوپھیوں سے	اَوْ۔ یا	بُیُوْتِ۔ گھروں
اَخْوَالِکُمْ۔ اپنے ماموؤں سے	اَوْ۔ یا	بُیُوْتِ۔ گھروں	خٰلٰتِکُمْ۔ اپنی خالاؤں سے
اَوْ۔ یا	مَا۔ جو	مَلَکْتُمْ۔ مالک ہو تم	مَّفَاتِحَہٗٓ۔ ان کی کنجیوں کے
اَوْ۔ یا	صَدِیْقِکُمْ۔ اپنے دوست سے	لَیْسَ۔ نہیں	عَلَیْکُمْ۔ تم پر
جُنَاحٌ۔ گناہ	اَنْ۔ یہ کہ	تَاْکُلُوْا۔ کھاؤ تم	جَمِیْعًا۔ اکٹھے
اَوْ۔ یا	اَشْتَاتًا۔ جدا جدا	فَاِذَا۔ تو جب	دَخَلْتُمْ۔ داخل ہو تم
بُیُوْتًا۔ گھروں میں	فَسَلِّمُوْا۔ تو سلام کہو	عَلٰٓی۔ اوپر	اَنْفُسِکُمْ۔ اپنے آدمیوں کے
تَحِیَّۃً۔ یہ تحفہ ہے	مِّنْ عِنْدِ۔ نزدیک	اللّٰہِ۔ اللہ سے	مُبٰرَکَۃً۔ برکت والا
طَیِّبَۃً۔ پاک	کَذٰلِکَ۔ اسی طرح	یُبَیِّنُ۔ بیان کرتا ہے	اللّٰہُ۔ اللہ
لَکُمُ۔ تمہارے لئے	الْاٰیٰتِ۔ آیتیں	لَعَلَّکُمْ۔ تا کہ تم	تَعْقِلُوْنَ۔ سمجھو

خلاصہ تفسیر آٹھواں رکوع ۔ سورۃ نور ۲۴ ۔ پ ۱۸

ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ ۔ مرات سے مراد اوقات ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر اوقات ہی سے فرمائی ہے۔ دوسرے اوقات کو مرات سے تعبیر فرمانے کی وجہ یہ بھی ہے کہ وجوب استیذان یعنی اجازت حاصل کرنے کا وجوب ان ہی اوقات کے مقارن ہے اور وہ تین اوقات یہ ہیں:

مِنْ قَبْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ۔ یعنی اَحَدُھَا مِنْ قَبْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ۔ ایک وقت ان تین میں سے نماز فجر سے پہلے کا ہے۔

وَّمِنَ الظَّھِیْرَۃِ۔ ظہیرہ اس شدت حرارت کو کہتے ہیں جو ٹھیک دو پہر کے وقت ہوتی ہے۔ اس میں من بیانیہ ہے۔ جس کے معنی حین ہیں۔

وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ ۛ۔ اور تیسرا وقت نماز عشاء کے بعد کا ہے۔

ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّکُمْ ؕ ۔ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ خبر ہے مبتداء محذوف کی اور لَّکُمْ ایک محذوف کے متعلق ہو کر ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ کی صفت ہوا یعنی اَیْ کَائِنَۃٌ لَکُمْ یہ جملہ مستانفہ ہے جو وجوب استیذان کی علت بیان کرنے کے لئے ہے۔

عَوْرٰتٍ۔ جمع ہے عورت اور عورت کے اصلی معنی خلل کے ہیں۔

اسی سے اَعْوَرُ الْفَارِسِ ۔ اَعْوَرُ الْمَکَانِ اور اَعْوَرُ ہے۔

اعور وہ جس کی آنکھ بھینگی ہو۔ گھوڑے میں آنکھ کا عیب ہو تو اَعْوَرُ الْفَارِسِ کہتے ہیں مکان میں عیب کہنا ہو تو اَعْوَرُ

الْمَكَانِ، پھر عورت کا استعمال محاورہ عرب میں اس خلل پر زیادہ ہو گیا جو ایسی چیز میں واقع ہو جس سے حجاب کا اہتمام اور ستر کا نظام زیادہ ہوتا ہے۔

طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ طوافون سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی گھروں میں آمد و رفت زیادہ ہے جیسے غلام باندی اور اولاد وغیرہ۔

یہ طواف سے لیا گیا ہے اس کے معنی يَطُوْفُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ بِغَيْرِ اِذْنٍ ہوئے۔ ان سے مراد عام خدام خانہ ہیں۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ۔ قواعد ان عورتوں کو کہتے ہیں جو کبر سنی کی وجہ سے حیض اور جننے سے بیٹھ جائیں اور انہیں نکاح و جماع کی خواہش نہ رہے۔

یہ جمع ہے قاعد کی۔ محاورہ میں بولتے ہیں: اِمْرَأَةٌ قَاعِدٌ اِذَا قَعَدَتْ عَنِ الْحَيْضِ۔ قاعد جب حیض بند ہو جائے تو کہیں گے اور جب مطلق بیٹھنے کے معنی میں بولیں گے تو اِمْرَأَةٌ قَاعِدَةٌ بولا جائے گا۔

صَدِيْق۔ دوست کو کہتے ہیں اس کا استعمال واحد اور جمع میں یکساں ہوتا ہے اگرچہ اصدقاء اس کی جمع بھی ہے۔

اَشْتَات۔ جمع ہے شتت کی متفرق کے معنی ہیں۔

اس رکوع میں پہلا حکم یہ ہے کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ اے ایمان والو! تمہارے مملوک یعنی شرعی لونڈی غلام جب گھر میں آئیں تو تین وقت ضرور اجازت لے کر آئیں اور

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ۔ اور تم میں سے جو حد بلوغ کو ابھی نہیں پہنچے وہ بھی ان تین وقتوں میں اجازت لیں وہ تین وقت یہ ہیں۔

مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ۔ فجر کی نماز سے پہلے۔

وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ۔ اور ٹھیک دوپہر کے وقت جب تم قیلولہ میں مصروف ہو۔

وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ۔ اور نماز عشاء کے بعد۔

ان تین وقتوں کی خاص پابندی کی وجہ یہ ہے کہ یہ اوقات آرام اور تخلیہ کے ہیں اور عموماً جب انسان آرام لیتا ہے تو بے تکلف ہو جاتا ہے اور کپڑے بھی اتار دیتا ہے تو خواہ مملوک غلام لونڈیاں ہوں خواہ نابالغ لڑکے ان سب سے حجاب ضروری ہے اسی لئے فرمایا۔

ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ۔ یہ تین وقت تمہارے لئے خاص حجاب کے ہیں ان وقتوں میں جب داخل ہونا چاہو اول اجازت لے لیا کرو۔

ان اوقات کے سوا بلا اذن ان لوگوں کے چلے آنے میں گناہ نہیں اگرچہ افضل یہی ہے کہ جب آؤ کم از کم اطلاع دی جائے لیکن اگر بلا اذن بھی آ جاؤ تو طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ہر بار آنا جانا انہی کی وجہ میں گناہ نہیں ہے۔

دوسرا حکم یہ ہے:

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور جب بچے تمہارے جوانی یعنی بلوغ پر آ جائیں تو انہیں چاہئے کہ داخلہ کی اجازت لیں اسی طرح جیسے ان سے بڑے پہلے اجازت لے کر آتے تھے۔

تیسرا حکم ہے قواعد کا:

قواعد یعنی وہ عورتیں جو بوڑھی ہو چکی ہوں جنہیں حیض بھی نہ ہوتا ہو اور انہیں شادی کی خواہش بھی نہ ہو۔ ان کے لئے حکم ہے کہ یہ اگر اپنی چادر دوپٹہ اتار کر بیٹھ جائیں تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ انہیں اپنی زینت اور بناؤ سنگھار دکھانا مقصود نہ ہو اور اگر وہ بھی احتیاط کریں تو مقتضائے عفت و عظمت یہی ہے اور ان کے لئے بہتر ہے وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ ۔

چوتھا حکم اندھے، لنگڑے بیمار کے لئے۔

اندھے لنگڑے مریض کے لئے مضائقہ نہیں اور نہ عموماً تم مسلمانوں کے لئے اس میں کچھ مضائقہ ہے کہ اپنے گھروں سے کھانا کھاؤ یا باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھر سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار اور قبضہ میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔

پھر اس میں بھی گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ لیکن طریقہ تہذیب یہ ہے کہ جب گھروں میں جانے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو یہ ایک دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی ہے برکت والی عمدہ

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ۔

تفسیر کا خلاصہ تو بیان ہو چکا اب دوسرا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

منجملہ اطاعت الٰہی اور پیروی رسالت پناہی کے احکام کے ایک حکم استیذان و اجازت کا بھی ہے جو آداب انسانی اور تدبیر منزل کا ایک اہم جزء ہے اور یہ وہ حکم ہے کہ قرآن کریم سے اول کسی الہامی کتاب میں اس کا ذکر نہیں آیا۔

اس حکم کا شان نزول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وجہ میں ہوا۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق کو بلانے ایک انصاری لڑکے کو بھیجا ظہیرہ یعنی دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ قیلولہ میں تھے یہ لڑکا بلا اطلاع گھر میں چلا گیا اور فاروق رضی اللہ عنہ کو جگایا آپ کا کپڑا نیند میں کچھ کھلا ہوا تھا۔

آپ کو خیال آیا کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے اگر اجازت لینے کی قید شرعاً آ جائے تو اچھا ہو۔

آپ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے یہ احکام فاروق رضی اللہ عنہ کو سنائے۔

معالم میں حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اسماء بنت مرثد رضی اللہ عنہا کا ایک بڑا لڑکا تھا وہ اک بار گھر میں ایسے وقت داخل ہو گیا کہ آپ کو ناگوار محسوس ہوا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حکم کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر مرد اور اجنبی جوانوں کے لئے تو پہلے اجازت لے کر آنے کا حکم ہو چکا تھا کَمَا قَالَ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا

اب رہے لڑکے بالے جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے جن سے عادۃً پردہ نہیں کیا جاتا وہ اپنے گھر کے ہوں یا بیگانے۔

اور اسی طرح اپنے غلام شرعی اور باندیاں ان کے لئے بھی کوئی حکم نہیں آیا اور ان سے آنے جانے میں کوئی عار بھی نہیں کرتا کہ یہ خادم ہیں۔ انہیں بار بار آنا جانا پڑتا ہے۔ مگر پھر بھی بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں ان کا آنا جانا بھی پسند نہیں ہوتا۔

چنانچہ ان کے لئے بھی تین وقتوں میں حکم استیذان ہوا۔ صبح کی نماز سے قبل، دوپہر کے وقت جبکہ کپڑے اتار کر سوتے بیٹھتے ہیں اور عشاء کے بعد سوتے وقت اور اس سے قواعد مستثنیٰ ہیں۔

اور اس سلسلہ میں باہمی مواکلت و مشاربت کا بھی یہی حکم ہوا۔

عبدالرزاق مجاہد سے راوی ہیں کہ مسلمانوں میں دستور تھا کہ اپاہج، اندھے، لنگڑے بیمار کو کھانا کھلانے کے لئے اپنے کسی عزیز و اقارب کے لے جایا کرتے تھے اس پر بھی مومنین میں سے بعض متردد رہتے تھے کہ بیگانہ کو گھر میں لایا جائے۔

اس پر اجازت ہوئی کہ مذکورہ اپاہجوں کو مذکورہ گھروں میں لے جا کر کھلا دینے میں مضائقہ نہیں۔

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع۔ سورۃ نور۔ پ ۱۸

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ۔

اے ایمان والو! چاہئے کہ تم سے اجازت لیں تمہارے مملوک غلام اور وہ جو ابھی تم میں جوانی کو نہ پہنچے تین وقت نماز صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہاری شرم و ستر کے ہیں ان تین کے بعد کچھ گناہ نہیں تم پر نہ ان پر۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے: (روح المعانی)

رُوِیَ اَنَّ اَسْمَآءَ بِنْتَ اَبِی مَرْثَدٍ دَخَلَ عَلَیْهَا غُلَامٌ كَبِیْرٌ لَّهَا فِیْ وَقْتٍ كَرِهَتْ دُخُوْلَهٗ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ خَدَمَنَا وَ غِلْمَانَنَا یَدْخُلُوْنَ عَلَیْنَا فِیْ حَالٍ نَكْرَهُهَا فَنَزَلَتْ۔ حضرت اسماء بنت ابی مرثد پر ان کا غلام جو جوان تھا ایسے وقت داخل ہوا کہ آپ کو اس کا آنا ناگوار گزرا آپ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نوکر غلام ہم پر ایسی حالت میں آجاتے ہیں کہ ہمیں ناگوار ہوتا ہے تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

اور تفسیر اتقان سے آلوسی رحمہ اللہ ناقل ہیں: اِنَّ دُخُوْلَ سَبَبُ النُّزُوْلِ فِیْ الْحُكْمِ قَطْعِیٌّ۔ اس غلام کا داخل ہونا قطعاً سبب ہوا اس آیہ کریمہ کے نزول کا۔

دوسرا سبب نزول یہ ہے کہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ وَقْتَ الظَّهِيْرَةِ اِلٰى عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ غُلَامًا مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ مُدْلَجُ بْنُ عَمْرٍو وَّكَانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ نَائِمًا فَدَقَّ عَلَيْهِ الْبَابَ وَدَخَلَ فَاسْتَيْقَظَ وَجَلَسَ فَانْكَشَفَ مِنْهُ شَىْءٌ فَقَالَ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ لَوَدِدْتُّ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى نَهٰى اٰبَآئَنَا وَ اَبْنَآئَنَا وَخَدَمَنَا عَنِ الدُّخُوْلِ عَلَيْنَا فِىْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا بِاِذْنٍ – فَانْطَلَقَ مَعَهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ قَدْ نَزَلَتْ فَخَرَّ سَاجِدًا – وَ هٰذَا اَحَدُ مُوَافَقَاتِ رَاْيِهِ الصَّائِبِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ لِلْوَحْىِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوپہر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک انصار کا لڑکا بھیجا جس کا نام مدلج بن عمرو تھا اس وقت آپ آرام فرمارہے تھے۔ مدلج نے دروازہ دھکا دے کر کھولا اور آپ کو جگا لیا آپ بیدار ہوگئے اس حالت میں آپ کا کچھ حصہ بدن منکشف ہوگیا آپ نے دل میں کہا کہ اگر ہمارے باپ بیٹے اور خدام کو ایسے وقتوں میں بلا اجازت آنے کی ممانعت کردی جائے تو بہت اچھا ہو۔

پھر آپ مدلج کے ساتھ بارگاہ رسالت پناہ ﷺ میں حاضر آئے تو آپ نے یہ وحی آئی ہوئی پائی۔ تو آپ وہیں سربسجود ہوگئے۔ یہ آیت منجملہ دیگر آیات کے ایک ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کی صائب رائے سے موافق ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۔ اور وہ جو ابھی بلوغ تک نہیں پہنچے ان کے لئے تین وقت ہیں۔

حُلُم پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَقَدْ اِتَّفَقَ الْفُقَهَآءُ عَلٰى اَنَّهٗ اِذَا احْتَلَمَ فَقَدْ بَلَغَ۔ فقہاء اس پر متفق ہیں کہ جب لڑکے کو احتلام ہونے لگے تو وہ بالغ ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ عمر بلوغ کتنے سال میں آجاتی ہے۔

ایک قول ہے: اِذَا بَلَغَ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً وَّ لَمْ يَحْتَلِمْ۔ جب پندرہ سال کا ہوجائے اور احتلام نہ ہو تو بھی بالغ مانا جائے گا۔

امام ہمام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پندرہ سال میں اگر احتلام نہ ہو تو بالغ نہیں حَتّٰى يُتِمَّ لَهٗ ثَمَانِىَ عَشَرَةَ سَنَةً۔ حتیٰ کہ اٹھارہ سال پورے ہوجائیں۔ یہی حکم لڑکی کا ہے کہ اِذَا لَمْ تَحْتَلِمْ اَوْ لَمْ تَحِضْ اَوْ لَمْ تَحْبَلْ لَا تَكُوْنُ بَالِغَةً عِنْدَهٗ حَتّٰى يُتِمَّ لَهَا سَبْعَةَ عَشَرَةَ سَنَةً۔ جب اسے احتلام یا حیض یا حمل نہ ہو تو وہ بالغ نہیں مانی جائے گی حتیٰ کہ سترہ سال کی ہوجائے۔

اور ویسے کبھی لڑکا بارہ سال میں اور لڑکی نو سال میں بھی بالغ ہوجاتی ہے حَيْثُ قَالَ قَدْ يَبْلُغُ الْغُلَامُ فِىْ اِثْنَىْ عَشَرَةَ سَنَةً وَقَدْ تَبْلُغُ الْجَارِيَةُ فِىْ تِسْعِ سِنِيْنَ۔

اور ثَلٰثَ مَرّٰتٍ سے مراد ثلاث اوقات ہیں۔ تین وقت رات میں اَلْاِسْتِيْذَانُ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ لِظُهُوْرِ اَنَّهٗ وَقْتُ الْقِيَامِ عَنِ الْمَضَاجِعِ وَطَرْحِ ثِيَابِ النَّوْمِ وَلَبْسِ ثِيَابِ الْيَقْظَةِ۔ فجر سے پہلے کا ایک وقت ہے کہ یہ سو کر اٹھنے کا ٹائم ہوتا ہے اور سونے کے کپڑے اتارنے اور جاگنے کا لباس پہننے کا موقعہ ہوتا ہے اور ایسے میں انکشاف عورت کا مظنہ ہے۔

دوسرا وقت دوپہر کا ہے کہ اس وقت بھی قیلولہ کرنے کے لئے کپڑے اتار کر سویا جاتا ہے۔

تیسرا وقت عشاء کے بعد کا ہے جس میں تجرد عن اللباس کیا جاتا ہے اور سونے کا لباس جسے نیوڈائس کہتے ہیں ملبوس کیا جاتا ہے۔

ان اوقات کے علاوہ مملوک خدام اور کنیزوں کو داخل ہونے میں کوئی گناہ نہیں ہے یَعْنِیْ لَا حَرَجَ فِی الدُّخُوْلِ بِغَیْرِ اِسْتِیْذَان۔ بلا اجازت جانے آنے میں گناہ نہیں اس لئے کہ

طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ یہ تو آنے جانے والے ہیں ان پر اس سے زیادہ پابندی تکلیف مالا یطاق ہے۔

كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۔ اسی طرح ظاہر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

اس کے بعد دوسرا حکم ارشاد ہے:

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۵۹﴾۔

اور جب تمہارے بچے جوانی کو پہنچ جائیں تو وہ بھی ویسے ہی اجازت لیں جیسے ان سے پہلے بڑے اجازت لیتے ہیں ایسے ہی اللہ ظاہر فرماتا ہے تم پر اپنی آیتیں اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

بچے تو اجازت لینے کے پابند نہ تھے اس لئے ان کے ساتھ حلم یعنی بلوغ کی شرط ظاہر فرمائی کہ وہ جب بلوغ کو پہنچ جائیں تو اوقات ثلثہ مذکورہ میں وہ بھی اجازت لے کر آئیں چنانچہ یہ حکم واجب ہے۔

سعید بن منصور اور بخاری ادب المفرد میں اور ابن منذر ابن ابی حاتم ابن مردویہ عطار حمہم اللہ سے راوی ہیں:

اَنَّهٗ سَاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَاَسْتَاذِنُ عَلٰی اُخْتِیْ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اِنَّهَا فِیْ حَجْرِیْ وَاَنَا اُنْفِقُ عَلَیْهَا وَاِنَّهَا مَعِیَ فِی الْبَیْتِ اَاَسْتَاذِنُ عَلَیْهَا قَالَ نَعَمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ فَلَمْ یَاْمُرْ هٰؤُلَآءِ بِالْاِسْتِیْذَانِ اِلَّا فِی الْعَوْرَاتِ الثَّلَاثِ فَالْاِذْنُ وَاجِبٌ عَلٰی خَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَجْمَعِیْنَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ کیا میں اپنی بہن کے پاس جاؤں تو بھی اجازت لوں فرمایا ہاں۔

راوی کہتے ہیں میں نے کہا وہ میرے گھر میں ہے اور میں اس کے اخراجات کا کفیل ہوں کیا پھر بھی اجازت لوں؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ضرور اجازت لو اور یہ اجازت لینا ان تین وقتوں پر ہے بلکہ ان تین وقتوں میں تمام لوگوں پر اجازت لینا واجب ہے۔

اب تیسرا حکم وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ کا ہے

قواعد سے مراد عجائز ہیں اور یہ جمع ہے عجوزہ کی اور قواعد قاعد کی۔

قاعد عربی میں اسے کہتے ہیں جو بڑھیا ہو چکی ہو اِمْرَاَةٌ قَاعِدٌ قَعَدَتْ عَنِ الْحَیْضِ۔ عربی میں قاعد اس بڑھیا کو کہتے ہیں جو آئسہ ہو چکی ہو اور اس کا حیض آنا بند ہو چکا ہو۔ اس کی تعریف قرآن مجید اس طرح فرماتا ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا۔ اور قواعد عورتوں سے وہ جو نکاح کا خیال نہ کریں یَعْنِیْ لَا

يَطْمَعْنَ فِيهِ بِكِبَرِهِنَّ۔ نکاح کی خواہش بوجہ کبر سنی نہ رکھیں۔ ان کے حق میں یہ حکم ہے کہ

فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ۔ ان پر گناہ نہیں اس میں کہ وہ اپنے لباس ظاہری کو اتار رکھیں۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَیِ الثِّيَابَ الظَّاهِرَةَ الَّتِیْ لَا يُفْضِیْ وَضْعُهَا اِلٰی كَشْفِ الْعَوْرَةِ كَالْجِلْبَابِ وَالرِّدَآءِ وَ الْقِنَاعِ الَّذِیْ فَوْقَ الْخِمَارِ۔ یعنی وہ کپڑے اوپر کے جن کے ہٹا دینے سے کشف عورت نہ ہو مثل برقع، چادر اور مقنع کے جو دوپٹہ کے اوپر ہوتا ہے اس لئے اس کی وضاحت کر دی گئی۔

غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ۔ نہ ظاہر کرنے والی ہوں اپنی زینت۔

تبرج اصل میں یہ ہے کہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں اَلتَّبَرُّجُ التَّكَلُّفُ فِیْ اِظْهَارِ مَا يُخْفٰی مِنْ قَوْلِهِمْ۔ تبرج اس تکلف کا نام ہے جس کے اظہار میں مخفی چیزیں کھلیں۔ محاورہ میں بولتے ہیں: سَفِيْنَةٌ بَارِجٌ لَا غِطَاءَ عَلَيْهَا۔ کشتی بارج ہے جبکہ اس پر پردہ نہ ہو۔

وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ۔ اور اگر وہ عفت کی پابندی کریں تو بہتر ہے۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ سننے جاننے والا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ۔ نہیں اندھے پر مضائقہ اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ مریض پر مضائقہ اور نہ اپنے آپس والوں پر یہ کہ کھاؤ اپنے گھروں سے۔

زہراوی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ناقل ہیں: اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ الطَّوَائِفُ كَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ مِنْ مُّوَاكَلَةِ الْاَصْحَابِ حَذَرًا مِّنْ اِسْتِقْذَارِ هِمْ اِيَّاهُمْ وَ خَوْفًا مِّنْ تَاَذِّيْهِمْ بِاَفْعَالِهِمْ وَاَوْضَاعِهِمْ فَنَزَلَتْ۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ

عرب کے لوگ اندھے لنگڑے بیمار کے ساتھ کھانے میں کچھ تامل کرتے تھے کہ ان کے ساتھ کھانے میں احتیاط نہیں رہے گی تو اس پر آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَ قِيْلَ كَانُوْا يَدْخُلُوْنَ عَلَى الرَّجُلِ لِطَلَبِ الطَّعَامِ فَاِذَا لَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ مَا يُطْعِمُهُمْ ذَهَبَ بِهِمْ اِلٰى بُيُوْتِ اٰبَائِهِمْ وَ اُمَّهَاتِهِمْ اَوْ اِلٰى بَعْضِ مَنْ سَمَّاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِی الْاٰيَةِ الْكَرِيْمَةِ فَكَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ وَيَقُوْلُوْنَ ذَهَبَ بِنَا اِلٰى بَيْتِ غَيْرِهٖ وَ لَعَلَّ اَهْلَهٗ كَارِهُوْنَ لِذٰلِكَ وَكَذَا كَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ مِنَ الْاَكْلِ مِنْ اَمْوَالِ الَّذِيْنَ كَانُوْا اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْغَزْوِ وَخَلَّفُوْا هٰٓؤُلَآءِ الضُّعَفَاءَ فِیْ بُيُوْتِهِمْ وَ دَفَعُوْا اِلَيْهِمْ مَفَاتِحَهَا وَ اَذِنُوْا لَهُمْ اَنْ يَّاْكُلُوْا مِمَّا فِيْهَا مَخَافَةَ اَنْ لَّا يَكُوْنُوْا اِذْنُهُمْ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُمْ وَكَانَ غَيْرُ هٰٓؤُلَآءِ اَيْضًا يَتَحَرَّجُوْنَ مِنَ الْاَكْلِ فِیْ بُيُوْتِ غَيْرِهِمْ۔

ایک قول یہ ہے کہ اپاہج کھانا کھانے کسی کے گھر آتے تو جب وہ اپنے گھر کھانا نہ پاتا تو انہیں ساتھ لے کر باپ یا ماں کے گھر جاتا یا جن کا تذکرہ آیت کریمہ میں ہے وہاں کسی گھر میں چلا جاتا تو وہ اپاہج اسے ناپسند کرتے اور کہتے کہ ہمیں اپنے گھر

کے علاوہ دوسرے گھر لے جایا گیا ممکن ہے کہ وہ ہمارے جانے سے کراہت کرتا ہو۔

ایسے ہی اکثر یہ ہوتا کہ جب کسی غزوہ میں جاتے تو ان لنگڑے اندھے بیماروں کو اپنے گھر میں محافظت کو چھوڑ جاتے اور گھر کی کنجیاں انہیں دے کر اجازت دے جاتے کہ اپنے کھانے پینے میں وہ گھر سے لے لیں تو یہ انہیں پسند نہ ہوتا بایں خیال 39B
کہ شاید یہ اجازت بطیب خاطر نہ دی ہو اور وہ اس گھر میں کھانے سے متردد ہوتے تھے تو یہ حکم نازل ہوا۔

اور وَلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ سے مراد اپنے قریبی رشتہ دار ہیں۔

تو اس حکم کا خلاصہ یہ نکلا۔

کہ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ ۔مِنْ مَّالِ اَوْلَادِ كُمْ وَاَزْوَاجِكُمُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَ مِنْ جُمْلَةِ عَيَالِكُمْ۔ تم اپنے گھروں سے اپنی اولاد کے مال یا خاوندوں بیویوں کے پاس سے جو تمہارے گھر میں ہیں کھا سکتے ہو اور تمام عیال کے گھروں سے بھی خواہ وہ

اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ۔

باپ کا گھر ہو یا ماں کا، بھائی کا گھر ہو یا بہن کا، چچا کا گھر ہو یا پھوپھی کا، ماموں کا گھر ہو یا خالہ کا، یا وہ جگہ جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہوں یا دوست کا گھر اس میں تم پر گناہ نہیں کہ مل کر کھاؤ یا علیحدہ علیحدہ ہو کر۔

اشتات جمع ہے شت کی۔ محاورہ میں بولتے ہیں اَمْرٌ شَتٌّ اَیْ مُتَفَرِّقٌ معاملہ متفرق ہو گیا تو یہاں اشتاتا کے معنی یہ ہوئے کہ مل جل کر کھاؤ یا متفرق۔ اب داخل خانہ ہونے کے آداب تعلیم فرمائے گئے:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ۔

تو جب کسی گھر میں داخل ہو تو اپنوں پر سلام کرو اور اس کی حیات کے لئے اللہ سے دعا برکت حاصل کرنے اور پاکی لینے کے لئے ایسے ہی اللہ ظاہر فرماتا ہے تمہارے لئے آیتیں تا کہ تم سمجھ حاصل کرو۔

ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور عبدالرزاق حسن بصری رحمہما اللہ سے راوی ہیں اِنَّ الْمَعْنٰى فَلْيُسَلِّمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ گھر میں داخل ہوتے ہوئے بعض بعض کو سلام کریں جیسے قرآن کریم میں فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ فرما کر یہی معنی مراد لئے کہ بعض بعض کو قتل کرو۔

وَ قِيْلَ الْمُرَادُ بِالسَّلَامِ عَلٰى اَهْلِهَا۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد سلام اہل خانہ کو کرنا ہے۔

لِاَنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا رُدَّتْ تَحِيَّةٌ عَلَيْهِ فَكَاَنَّهٗ سَلَّمَ عَلٰى نَفْسِهٖ۔ اس لئے کہ مسلمان جب سلام کا جواب اکراماً و احتراماً دیتا ہے تو وہ گویا اپنی سلامتی چاہتا ہے۔

بعض نے کہا یہ حکم مسجد میں داخل ہونے کا ہے جب مسجد میں جائے اور کوئی نہ ملے تو کہنا چاہئے اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔

یہ مسئلہ شرعی ہے کہ خالی مکان میں داخل ہو تو وہاں کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

شفا شریف میں نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے: اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح شفا میں فرماتے ہیں کہ خالی مکان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنا اس لئے ہے کہ رُوْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرَةٌ فِيْ بُيُوْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ۔ مسلمانوں کے گھروں میں روح اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مخاطبین کے گھر ہیں تو جب ایسے گھر میں جائے جہاں کوئی نہ ہو تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَّبِّنَا۔

اور اگر وہاں گھر والے ہوں تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً۔

اور اگر کافر کے گھر ہو تو کہے وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔

تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وَجَوَّزَ اَنْ يَّتَعَلَّقَ بِتَحِيَّةٍ فَاِنَّهَا طَلَبُ الْحَيَاةِ۔ تحیہ سے مراد طلب حیات ہے۔

مُبٰرَكَةً۔ یعنی بُوْرِكَ بِالْاَجْرِ۔ ثواب میں برکت دی جائے۔

طَيِّبَةً۔ یہ پاک طریقہ ہے۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتا ہے تمہارے لئے اپنی آیتیں تاکہ تمہیں سمجھ ہو۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع۔ سورۃ نور۔ پ ۱۸

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب ہوئے رسول کے ساتھ کسی ایسے کام پر جمع ہوئے تو نہ جائیں جب تک اس سے اجازت نہ لے لیں بے شک وہ جو تم سے اجازت چاہتے ہیں یہی وہ ہیں جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر تو جب وہ تم سے اجازت مانگیں کسی کام کے لئے تو ان میں سے جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لئے بخشش مانگو اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

نہ کرو رسول کے پکارنے کو آپس میں مثل پکارنے کے ایک دوسرے کو بے شک اللہ جانتا ہے جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر تو ڈریں وہ جو خلاف کرتے ہیں اس کے حکم کی کہیں نہ پہنچ جائے انہیں کوئی فتنہ یا ان پر دردناک عذاب پڑے

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَ يَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾

خبردار بے شک اللہ کا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے بے شک وہ جانتا ہے جس حال میں تم ہو اور اس دن کو جس میں پھیرے جاؤ گے اس کی طرف تو وہ بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے

حل لغات نواں رکوع۔سورۃ نور۔پ ۱۸

اِنَّمَا۔اس کے سوا نہیں کہ	اَلْمُؤْمِنُوْنَ۔مومن	الَّذِيْنَ۔وہی ہیں جو	اٰمَنُوْا۔ایمان لائے
بِاللّٰهِ۔اللہ	وَ۔اور	رَسُوْلِهٖ۔اس کے رسول پر	وَ۔اور
اِذَا۔جب	كَانُوْا۔ہوتے ہیں	مَعَهٗ۔اس کے ساتھ	عَلٰٓى۔اوپر
اَمْرٍ۔کام	جَامِعٍ۔اکٹھے کے تو	لَمْ۔نہیں	يَذْهَبُوْا۔جاتے
حَتّٰى۔یہاں تک کہ	يَسْتَاْذِنُوْهُ۔اجازت لیں آپ سے		اِنَّ۔بے شک
الَّذِيْنَ۔وہ جو	يَسْتَاْذِنُوْنَكَ۔اجازت لیتے ہیں آپ سے		اُولٰٓئِكَ۔یہی
الَّذِيْنَ۔وہ ہیں جو	يُؤْمِنُوْنَ۔ایمان رکھتے ہیں	بِاللّٰهِ۔اللہ	وَ۔اور
رَسُوْلِهٖ۔اس کے رسول پر	فَاِذَا۔تو جب	اسْتَاْذَنُوْكَ۔اجازت مانگیں آپ سے	
لِبَعْضِ۔اپنے بعض	شَاْنِهِمْ۔کاموں کے لئے	فَاْذَنْ۔تو اجازت دو	لِّمَنْ۔جسے
شِئْتَ۔چاہو تم	مِنْهُمْ۔ان میں سے	وَ۔اور	اسْتَغْفِرْ۔بخشش مانگ
لَهُمُ۔ان کے لئے	اللّٰهَ۔اللہ سے	اِنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ
غَفُوْرٌ۔بخشنے والا	رَّحِيْمٌ۔مہربان ہے	لَا۔نہ	تَجْعَلُوْا۔کرو
دُعَآءَ۔پکارنا	الرَّسُوْلِ۔رسول کا	بَيْنَكُمْ۔آپس میں	كَدُعَآءِ۔مثل پکارنے
بَعْضِكُمْ۔بعض تمہارے کا	بَعْضًا۔بعض کو	قَدْ۔بے شک	يَعْلَمُ۔جانتا ہے
اللّٰهُ۔اللہ	الَّذِيْنَ۔ان کو جو	يَتَسَلَّلُوْنَ۔کھسک جاتے ہیں	
مِنْكُمْ۔تم میں سے	لِوَاذًا۔چھپ کر	فَلْيَحْذَرِ۔تو ڈریں	الَّذِيْنَ۔وہ جو
يُخَالِفُوْنَ۔مخالفت کرتے ہیں		عَنْ اَمْرِهٖ۔آپ کے حکم کی	اَنْ۔یہ کہ

تُصِيْبَهُمْ۔ پہنچے ان کو	فِتْنَةٌ۔ کوئی فتنہ	اَوْ۔ یا	يُصِيْبَهُمْ۔ پہنچے ان کو
عَذَابٌ۔ عذاب	اَلِيْمٌ۔ دردناک	اَلَآ۔ خبردار	اِنَّ۔ بے شک
لِلّٰهِ۔ اللہ ہی کا ہے	مَا۔ جو	فِي۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	قَدْ۔ بے شک	يَعْلَمُ۔ جانتا ہے
مَآ۔ جو	اَنْتُمْ۔ تم ہو	عَلَيْهِ۔ اس پر	وَ۔ اور
يَوْمَ۔ جس دن	يُرْجَعُوْنَ۔ لوٹیں گے	اِلَيْهِ۔ اس کی طرف	فَيُنَبِّئُهُمْ۔ تو بتائے گا ان کو
بِمَا۔ جو	عَمِلُوْا۔ عمل کئے انہوں نے	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ
بِكُلِّ۔ ہر	شَيْءٍ۔ چیز کو	عَلِيْمٌ۔ جانتا ہے	

خلاصہ تفسیر نواں رکوع۔سورۃ نور۔پ ۱۸

تَسَلُّلُ۔ کہتے ہیں عربی میں جماعت کے اندر سے تدریجاً اور خفیہ نکلنے کو تو عبارت یوں ہوئی۔ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قَلِيْلًا قَلِيْلًا۔

لِوَاذًا۔ مصدر ہے باب مفاعلہ کا۔اس کے معنی ہیں کسی کی آڑ لے کر نکل جانا۔یعنی مُلَاوِذِيْنَ یا يَلُوْذُوْنَ لِوَاذًا۔

خلاصہ رکوع یہ ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: سچے مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب کسی ایسی بات کے لئے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے ہمارے نبی کے پاس ہوتے ہیں اور جب تک ہمارے نبی سے اجازت نہ لیں مجلس سے اٹھ کر نہیں جاتے۔اے محبوب جو لوگ ایسے مواقع پر تم سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت میں وہی لوگ سچے دل سے ایمان لانے والے ہیں۔

تو جب یہ لوگ اپنے کسی کام کے لئے تم سے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیں اور اللہ کے حضور ان کی بخشش کی دعا بھی فرمائیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اے ایمان والو! ہمارے نبی کو ایسے نہ پکارو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اللہ انہیں خوب جانتا ہے جو تم میں سے چھپ کر خفیہ مجلس شوریٰ سے بے اجازت سٹک جاتے ہیں تو جو لوگ ہمارے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی آفت نہ آجائے یا ان پر کوئی عذاب دردناک نہ پہنچے۔

خبردار رہو اللہ تعالیٰ کی ہی ملک ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور تمہاری ہر چال اللہ خوب جانتا ہے اور جس روز لوگ بروز قیامت لوٹائے جائیں گے تو جو عمل دنیا میں کرتے رہے اللہ تعالیٰ ان کے نیک و بد سب ان پر واضح کردے گا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو نواں رکوع۔سورۃ نور۔پ ۱۸

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۲﴾ ۔

مومن تو وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوں جس کے لئے جمع کئے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں بے شک وہ جو تم سے اجازت طلب کر کے جاتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے تو جب وہ تم سے اجازت طلب کریں اپنے کسی کام میں تو ان میں سے جسے چاہو اجازت دے دو اور ان کے لئے اللہ سے معافی طلب کرو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ابن اسحاق اور بیہقی دلائل میں عروہ اور محمد بن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے ایام میں ابوسفیان قریش کے ساتھ چڑھ آیا تھا اور مرالظہر ان (جگہ) کے پاس اتر آیا ادھر قبیلہ غطفان نے جبل احد کے نیچے ڈیرے ڈال دیئے اور مدینہ منورہ کو گھیر لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع پا کر مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور خود بھی بہ نفس نفیس اس میں شرکت کی اور مسلمان بھی شریک تھے لیکن منافقین نے پہلوتہی کی ذرا ذرا سی بات کا بہانہ کر کے بلا اجازت و اذن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چپکے سے چل دیتے تھے۔

برخلاف مسلمانوں کے کہ انہیں اگر ضرورت ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جاتے اور اپنے کام سے فارغ ہو کر فوراً حاضر خدمت ہو جاتے۔ اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جس میں منافقین کی مذمت اور مومنین کی مدحت فرمائی گئی۔

امر جامع سے مراد وہ موقع خاص ہے جو اجتماع واجب کر دے۔ جمعہ، جماعت عیدین اور جنگ وغیرہ سب امر جامع ہیں۔ مجلس شوریٰ بھی اسی میں ہے اور اس استیذان کو بھی اگرچہ جائز فرمایا لیکن پسند نہیں کیا اسی وجہ میں تو ارشاد ہوا وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ان اجازت لے کر جانے والوں کے لئے بھی آپ ہم سے بخشش طلب کریں ہم بخشنے والے مہربان ہیں۔

علامہ آلوسی ان آیات کریمہ سے استناد فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مطلقہ سے اور امیر اسلام اور فوجی افسر وغیرہ کی اطاعت پر۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ مِلَاکَ ذَالِکَ کُلِّهٖ وَالْمُنْتَفَعُ بِتِلْکَ الْاٰیَاتِ جَمْعٌ مَنْ سَلَّمَ نَفْسَهٗ لِصَاحِبِ الشَّرِیْعَةِ صَلَوَاتُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ سَلَامُهٗ عَلَیْهِ کَالْمَیِّتِ بَیْنَ یَدَی الْغَاسِلِ لَا یَحْجِمُ وَلَا یَقْدِمُ دُوْنَ اِشَارَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

یہ آیتیں اس حکم پر دلالت کرتی ہیں کہ مومن وہ ہے جو اپنی جان صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دے اور ایسا ہو جائے جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے نہ ابھرے نہ آگے پیچھے ہو جب تک کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ نہ پائے۔

اس پر شیخ شہاب الحق والدین ابو حفص عمر سہروردی قدس سرہ باب ''سیر المرید مع الشیخ'' میں فرماتے ہیں: وَ نَبَّهَ بِذٰلِکَ اِنَّ کُلَّ مَا یَرْسِمُهٗ مِنْ اُمُوْرِ الدِّیْنِ فَهُوَ اَمْرٌ جَامِعٌ۔

اس میں متبعین و مومنین کو متنبہ کیا کہ تمام امور دین میں اتباع مطلق اپنے دل میں مرتسم کرنا چاہئے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جِیْءَ بِهٖ فِیْ اَوَاخِرِ الْاَحْكَامِ السَّابِقَةِ تَقْرِیْرًا لَّهَا وَ تَاكِیْدًا لِّوُجُوْبِ مُرَاعَاتِهَا وَ تَكْمِیْلًا لَّهَا بِبَیَانِ بَعْضٍ اٰخَرَ مِنْ جِنْسِهَا وَ اِنَّمَا ذَكَرَ الْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ تَعَالٰی وَ رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صِلَةً لِّلْمَوْصُوْلِ الْوَاقِعِ۔

سورہ نور کے آخری احکام میں اس حکم کا لانا تقریر و تاکید ہے اس امر کی کہ مومن پر اتباع مصطفیٰ علیہ السلام کی رعایت اور ان کے فرامین کی تکمیل لازم ہے اس لئے کہ ایمان لانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے رسول پر ایمان لانا لازم رکھا۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ

محض لا الہ الا اللہ پڑھ لینے سے مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر اپنا ایمان مکمل نہ کرے عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ سے مراد بقول ضحاک رحمہ اللہ اور ابن سلام رحمہ اللہ یہ ہے: كُلُّ صَلٰوةٍ فِیْهَا خُطْبَةٌ كَالْجُمُعَةِ وَالْعِیْدَیْنِ وَالْاِسْتِسْقَآءِ۔

اور ابن جبیر کہتے ہیں: هُوَ الْجِهَادُ وَ صَلٰوةُ الْجُمُعَةِ وَالْعِیْدَیْنِ۔ اور اگر چہ آیہ کریمہ کا نزول غزوۂ خندق پر ہوا لیکن خصوص مورد خصوص حکم کو مستلزم نہیں بلکہ مورد خاص ہوتا ہے تو حکم عام ہوتا ہے لہٰذا اتباع شارع ہر امر جامع میں واجب ہوا۔

حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ۔ حتیٰ کہ حضور علیہ السلام سے اجازت نہ طلب کرے۔

جانے یا نبی کی بلا اجازت جانا علامت نفاق سے ہے اس سے ہی مومن اور منافق میں امتیاز ہوتا ہے۔ بلا اجازت جانے والا منافق، اجازت لے کر جانے والا مومن ہے۔ چنانچہ صاف تصریح فرمادی گئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ بے شک وہ جو اے محبوب آپ سے اجازت لے کر جاتے ہیں یہی مومن ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے۔

فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تو جب آپ سے اجازت طلب کریں اپنی کسی ضرورت کے لئے تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیں اور ان کے لئے استغفار کریں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس میں تفویض امر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اور رائے پر یعنی جسے چاہیں اجازت دیں اور جسے چاہیں اجازت نہ دیں اِنَّ بَعْضَ الْاَحْكَامِ مُفَوَّضَةٌ اِلٰی رَاْیِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ بعض احکام مفوض ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پر۔ اسی بنا پر اصولیوں نے استدلال کیا کہ اَنْ یُفَوَّضَ الْحُكْمُ اِلَی الْمُجْتَهِدِ۔ حکم مجتہد کی رائے پر بھی موقوف ہونا چاہئے کیونکہ وہ بھی شریعت مطہرہ میں استنباط کرنے والا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ مجتہد جس چیز کا حکم دے یا منع کرے وہ صواب ہے۔

اور وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ پر فرماتے ہیں: فَاِنَّ الْاِسْتِیْذَانَ وَاِنْ كَانَ لِعُذْرٍ قَوِیٍّ لَا یَخْلُوْا عَنْ شَائِبَةِ تَقْدِیْمِ اَمْرِ الدُّنْیَا عَلٰی اَمْرِ الْاٰخِرَةِ وَ تَقْدِیْمٌ لَّهُمْ لِلْمُبَادَرَةِ اِلٰی اَنَّ الْاِسْتِغْفَارَ لِلْمُسْتَاْذِنِیْنَ۔ اگر چہ اجازت حاصل کرنا مباح ہے اگر چہ وہ کسی عذر قوی کے ماتحت ہو لیکن اس میں یہ شائبہ ضرور ہے کہ امر دنیا کو امر آخرت پر مقدم رکھا گیا اسی لئے وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ فرمانے میں مبادرت کا حکم آیا کہ ان اجازت لینے والوں کے حق میں بخشش طلب فرمائیں۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ آگے شان حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر فرمائی جارہی ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ نہ کرو رسول کے پکارنے کو آپس میں پکارنے کی طرح جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسے پکاریں اس پر تعمیل و اجابت واجب ہے اور قریب حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کی جائے اور اجازت ہی لے کر واپس ہو۔

مفسرین میں سے علامہ نسفی رحمہ اللہ نے یہ اور فرمایا: اَیْ اِذَا احْتَاجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی اجْتِمَاعِكُمْ عِنْدَهٗ لِاَمْرٍ فَدَعَاكُمْ فَلَا تَقْرُبُوْا مِنْهُ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَ لَا تَقِیْسُوْا دُعَاءَهٗ اِیَّاكُمْ عَلٰی دُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا وَ رُجُوْعَكُمْ عَنِ الْمَجْمَعِ بِغَیْرِ اِذْنِ الدَّاعِیْ اَوْ لَا تَجْعَلُوْا تَسْمِیَتَهٗ وَ نِدَاءَهٗ بَیْنَكُمْ كَمَا یُسَمِّیْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَیُنَادِیْهِ بِاسْمِهِ الَّذِیْ سَمَّاهُ بِهٖ اَبَوَاهُ فَلَا تَقُوْلُوْا یَا مُحَمَّدُ وَلٰكِنْ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَعَ التَّوْقِیْرِ وَالتَّعْظِیْمِ وَالصَّوْتِ الْمَخْفُوْضِ۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلانا چاہیں کسی کام کے لئے تو تم بلانے پر حاضر آؤ اور قریب نہ جاؤ جب تک اجازت نہ ہو اور اپنے آپس پر قیاس نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو اور آکر بلا اذن داعی چلے جاتے ہو۔

یا اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے حبیب کا نام لے کر ایسے نہ پکارو جیسے ایک دوسرے کو پکار لیتے ہو یعنی تم یا محمد کہہ کر نہ پکارو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ تعظیم و توقیر سے اور دبی ہوئی آواز سے پکارو۔

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ؕ وَ یَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۶۴﴾۔

بے شک اللہ جانتا ہے انہیں جو تم میں چپکے چھپاتے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر۔ تو ڈریں وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔ خبردار رہو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بے شک وہ جانتا ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کو جس میں اس کی طرف پھیرے جائیں گے تو وہ انہیں بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ منافقین پر جمعہ کے روز مسجد میں خطبہ سننا گراں گزرتا تھا۔ چنانچہ وہ چپکے چپکے کھسکنے کی ٹھانتے تھے یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی آڑ لے کر سرکتے سرکتے مسجد سے نکل جاتے تھے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس میں یَتَسَلَّلُوْنَ اور لِوَاذًا دو لغت خاص ہیں جن کا سمجھنا ضروری ہے۔

یَتَسَلَّلُوْنَ۔ کے معنی نسفی رحمہ اللہ یَخْرُجُوْنَ قَلِیْلًا قَلِیْلًا کرتے ہیں۔

لِوَاذًا۔ حال ہے اَیْ مُلَاوِذِیْنَ اللِّوَاذُ الْمُلَاوَذَةُ وَاسْتِتَارُ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ۔

آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں: وَالتَّسَلُّلُ الْخُرُوْجُ مِنَ الْبَیْنِ عَلَی التَّدْرِیْجِ وَالْخُفْیَةِ۔

آہستہ آہستہ مجمع میں سے پوشیدہ نکلنا۔

لِوَاذًا اَیْ مُلَاوَذَةً بِاَنْ یَّسْتَتِرَ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ حَتّٰی یَخْرُجَ۔ کسی کی اوٹ لے کر گسنا حتیٰ کہ باہر نکل جانا۔

چنانچہ ابوداؤد مقاتل سے اپنی مراسیل میں فرماتے ہیں:

لَا یَخْرُجُ اَحَدٌ لِرُعَافٍ اَوْ اِحْدَاثٍ حَتّٰی یَسْتَاذِنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُشِیْرُ اِلَیْهِ بِاِصْبَعِهِ الَّتِیْ تَلِی الْاِبْهَامَ فَیَاْذَنُ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُشِیْرُ اِلَیْهِ بِیَدِهٖ وَکَانَ مِنَ الْمَکَانِ مَنْ تَثْقُلُ عَلَیْهِ الْخُطْبَةُ وَالْجُلُوْسُ فِی الْمَسْجِدِ فَکَانَ اِذَا اسْتَاذَنَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَامَ الْمُنَافِقُ اِلٰی جَنْبِهٖ یَسْتَتِرُ بِهٖ حَتّٰی یَخْرُجَ – فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ صحابہ کرام میں سے نکسیر یا قضاء حاجت کے لئے بھی نہ جاتا تھا جب تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لیتا۔

اور اجازت لینے کے لئے انگشت سبابہ یعنی کلمہ کی انگلی اور وسطیٰ یعنی بڑی انگلی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دست اقدس سے انہیں اجازت عطا فرماتے اور منافقین جنہیں خطبہ اور مسجد کا قیام بار تھا وہ جب دیکھتے کہ فلاں صحابی جا رہے ہیں یہ ان کی اوٹ لے کر خفیہ خفیہ کھسکتا حتیٰ کہ نکل جاتا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں ان کی مخادعت ومنافقت کے لئے تسلل اور تلوذ استعمال فرمایا۔ اس کے بعد توبیخاً ارشاد ہوا:

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو مخالفت حکم رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کر رہے ہیں کہ کہیں انہیں کوئی مصیبت دنیا میں نہ آ جائے یا انہیں آخرت میں دردناک عذاب ہو۔

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ؕ وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ خبردار رہو اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بے شک وہ جانتا ہے جس حال میں تم ہو اور اس دن کو جب تم واپس جاؤ گے تو تمہیں متنبہ فرمائے گا تمہارے عملوں کے نتیجہ سے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

سُوْرَةُ الْفُرْقَان

مکی ہے۔ ۷۷ آیات اور ۶ رکوع ہیں۔

جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام سورت مکی ہے مگر تین آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخر سے وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا تک۔

اور ضحاک رحمہ اللہ کے نزدیک تمام سورت مدنی ہے مگر تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ سے وَّلَا نُشُوْرًا تک مکی ہے۔

رَبْطُ السُّوْرَةِ بِالسُّوْرَةِ الْاُوْلٰی

حق تعالیٰ شانہ نے سورۂ نور کے آخر میں مومنین پر اتباع الٰہی اور اطاعت رسالت پناہی کا حکم فرما کا متبعین احکام مصطفیٰ کی مدحت فرمائی اور منافقین ومخالفین پر توبیخ کی۔

تو اسی کی مناسبت سے اس سورۃ الفرقان میں اپنی بلندیٔ شان اور اپنی ذات وصفات وافعال کی شان بیان فرمائی اور مدحت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہوئے اتباع کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔سورۃ فرقان۔پ ۱۸

تَبٰرَكَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ۙ﴿۱﴾

برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر تاکہ ہو تمام جہان کو ڈر سنانے والا

الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ شَرِیۡكٌ فِی الۡمُلۡكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِیۡرًا ﴿۲﴾

وہ جس کے لئے ہے ملکیت آسمانوں اور زمین کی اور نہیں لیا اس نے بچہ اور نہیں اس کی ملکیت میں کوئی شریک اور پیدا کیا اس نے ہر شے کو ٹھیک اندازہ پر رکھ کر

وَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡـًٔا وَّ هُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ وَ لَا یَمۡلِكُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ ضَرًّا وَّ لَا نَفۡعًا وَّ لَا یَمۡلِكُوۡنَ مَوۡتًا وَّ لَا حَیٰوةً وَّ لَا نُشُوۡرًا ﴿۳﴾

اور پکڑے اس کے سوا بہت سے خدا لوگوں نے جو نہیں پیدا کر سکتے کچھ اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور نہیں مالک اپنی جانوں کے برے بھلے کے اور نہیں مالک موت کے اور نہ زندگی کے اور نہ پھر جی اٹھنے کے

وَ قَالَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡكُ ۨافۡتَرٰىهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَیۡهِ قَوۡمٌ اٰخَرُوۡنَ ۚۛ فَقَدۡ جَآءُوۡ ظُلۡمًا وَّ زُوۡرًا ۚ﴿۴﴾

اور کافر بولے نہیں یہ مگر نرا بہتان جو انہوں نے گھڑا ہے اور اس پر اور لوگوں نے انہیں مدد دی ہے بے شک وہ ظالم اور جھوٹ پر ہیں

وَ قَالُوۡۤا اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ اكۡتَتَبَهَا فَهِیَ تُمۡلٰی عَلَیۡهِ بُكۡرَةً وَّ اَصِیۡلًا ﴿۵﴾

اور بولے پہلی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ لی ہیں تو وہ ان پر صبح وشام پڑھی جاتی ہیں

قُلۡ اَنۡزَلَهُ الَّذِیۡ یَعۡلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۶﴾

فرمادیجئے اسے تو نازل کیا اس نے جو جانتا ہے خفیہ باتیں آسمانوں اور زمین کی بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے

وَ قَالُوۡا مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ یَاۡكُلُ الطَّعَامَ وَ یَمۡشِیۡ فِی الۡاَسۡوَاقِ ؕ لَوۡ لَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡهِ مَلَكٌ فَیَكُوۡنَ مَعَهٗ نَذِیۡرًا ۙ﴿۷﴾

اور بولے کیا ہوا اس رسول کو کہ کھاتا ہے کھانا اور چلتا ہے بازاروں میں کیوں نہ اتارا گیا اس کی طرف کوئی فرشتہ تو ہوتا اس کے ساتھ ڈرانے والا

اَوۡ یُلۡقٰۤی اِلَیۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ تَكُوۡنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاۡكُلُ مِنۡهَا ؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا ﴿۸﴾ اُنۡظُرۡ كَیۡفَ ضَرَبُوۡا لَكَ الۡاَمۡثَالَ فَضَلُّوۡا فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَبِیۡلًا ﴿۹﴾

یا ڈالا جاتا اس کی طرف خزانہ یا ہوتا اس کا باغ جس سے کھاتے اور بولے ظالم تم پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے آدمی کی جو مسحور ہے۔ اے محبوب دیکھو کیسی مثالیں تمہارے لئے بنا رہے ہیں تو گمراہ ہوئے کہ اب کوئی راہ نہیں پاتے

حل لغات پہلا رکوع ۔ سورۃ فرقان ۔ پ ۱۸

تَبٰرَكَ۔برکت والا ہے الَّذِیْ۔وہ جس نے نَزَّلَ۔اتارا الْفُرْقَانَ۔قرآن
عَلٰی۔اوپر عَبْدِهٖ۔اپنے بندے کے لِیَكُوْنَ۔تاکہ ہو لِلْعٰلَمِیْنَ۔جہانوں کو
نَذِیْرًا۔ڈرانے والا الَّذِیْ۔وہ کہ لَهٗ۔اس کی مُلْكُ۔بادشاہی ہے
السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں وَ۔اور الْاَرْضِ۔زمین میں وَ۔اور
لَمْ۔نہیں یَتَّخِذْ۔پکڑی اس نے وَلَدًا۔اولاد وَّ۔اور
لَمْ۔نہیں یَكُنْ۔ہے لَّهٗ۔اس کا شَرِیْكٌ۔کوئی شریک
فِی۔بیچ الْمُلْكِ۔بادشاہی کے وَ۔اور خَلَقَ۔پیدا کیا
كُلَّ۔ہر شَیْءٍ۔چیز کو فَقَدَّرَهٗ۔تو اندازہ کیا تَقْدِیْرًا۔ٹھیک
وَ۔اور اتَّخَذُوْا۔بنائے انہوں نے مِنْ دُوْنِهٖۤ۔اس کے سوا اٰلِهَةً۔معبود کہ
لَا۔نہیں یَخْلُقُوْنَ۔پیدا کرتے شَیْئًا۔کچھ وَّ۔اور
هُمْ۔وہ یُخْلَقُوْنَ۔پیدا کئے جاتے ہیں وَ۔اور لَا۔نہیں
یَمْلِكُوْنَ۔مالک ہیں لِاَنْفُسِهِمْ۔اپنی جانوں کے ضَرًّا۔نقصان وَّ۔اور
لَا۔نہ نَفْعًا۔نفع کے وَّ۔اور لَا۔نہیں
یَمْلِكُوْنَ۔مالک ہیں مَوْتًا۔موت کے وَّ۔اور لَا۔نہ
حَیٰوةً۔زندگی کے وَّ۔اور لَا۔نہ نُشُوْرًا۔اٹھنے کے
وَ۔اور قَالَ۔کہا الَّذِیْنَ۔انہوں نے كَفَرُوْۤا۔جو کافر ہیں
اِنْ۔نہیں هٰذَاۤ۔یہ اِلَّاۤ۔مگر اِفْكُ۔بہتان
افْتَرٰىهُ۔جو بنالیا وَ۔اور اَعَانَهٗ۔مدد کی عَلَیْهِ۔اس پر
قَوْمٌ۔قوم اٰخَرُوْنَ۔دوسری نے فَقَدْ۔تو بے شک جَآءُوْ۔لائے
ظُلْمًا۔ظلم وَّ۔اور زُوْرًا۔جھوٹ وَ۔اور
قَالُوْۤا۔بولے اَسَاطِیْرُ۔کہانیاں ہیں الْاَوَّلِیْنَ۔پہلوں کی اكْتَتَبَهَا۔جو لکھ لیا ان کو
فَهِیَ۔تو وہ تُمْلٰی۔پڑھی جاتی ہیں عَلَیْهِ۔اس پر بُكْرَةً۔صبح
وَّ۔اور اَصِیْلًا۔شام قُلْ۔کہہ اَنْزَلَهُ۔اتارا اس کو
الَّذِیْ۔اس نے جو یَعْلَمُ۔جانتا ہے السِّرَّ۔پوشیدہ کو فِی۔بیچ
السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں وَ۔اور الْاَرْضِ۔زمین کے اِنَّهٗ۔بے شک وہ
كَانَ۔ہے غَفُوْرًا۔بخشنے والا رَّحِیْمًا۔مہربان وَ۔اور

قَالُوْا۔ بولے	مَالِ۔ کیا ہے	هٰذَا۔ اس	الرَّسُوْلِ۔ رسول کو کہ
یَاْكُلُ۔ کھاتا ہے	الطَّعَامَ۔ کھانا	وَ۔ اور	یَمْشِیْ۔ چلتا ہے
فِی۔ بیچ	الْاَسْوَاقِ۔ بازاروں کے	لَوْلَآ۔ کیوں نہیں	اُنْزِلَ۔ اتارا گیا
اِلَیْهِ۔ اس کی طرف	مَلَكٌ۔ فرشتہ	فَیَكُوْنَ۔ کہ ہوتا	مَعَهٗ۔ ساتھ اس کے
نَذِیْرًا۔ ڈرانے والا	اَوْ۔ یا	یُلْقٰۤى۔ ڈالا جاتا	اِلَیْهِ۔ اس کی طرف
كَنْزٌ۔ خزانہ	اَوْ۔ یا	تَكُوْنُ۔ ہوتا	لَهٗ۔ اس کا
جَنَّةٌ۔ باغ	یَّاْكُلُ۔ کہ کھاتا	مِنْهَا۔ اس سے	وَ۔ اور
قَالَ۔ بولے	الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالم	اِنْ۔ نہیں	تَتَّبِعُوْنَ۔ پیروی کرتے تم
اِلَّا۔ مگر	رَجُلًا۔ آدمی	مَّسْحُوْرًا۔ جادو شدہ کی	اُنْظُرْ۔ دیکھ
كَیْفَ۔ کیسے	ضَرَبُوْا۔ بیان کرتے ہیں	لَكَ۔ تیرے لئے	الْاَمْثَالَ۔ مثالیں
فَضَلُّوْا۔ تو گمراہ ہوئے	فَلَا۔ تو نہیں	یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ طاقت رکھتے	سَبِیْلًا۔ راہ کی

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع۔ سورۃ فرقان۔ پ ۱۸

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ: بڑا برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن کریم اپنے بندۂ خاص سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔ تا کہ ہو وہ تمام عالموں کے لئے ڈر سنانے والا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم ظاہر فرمایا اور بتایا کہ آپ تمام خلق کی طرف رسول بنائے گئے عام اس سے کہ وہ بشر ہوں یا جن یا ملائکہ یا دیگر مخلوقات سب آپ کی امت ہیں۔ اس لئے کہ عالمین ماسویٰ اللہ کے لئے ہے۔

بعض نے عالمین سے فرشتوں کو خارج مانا جیسے جلالین میں شیخ محلی سے اور تفسیر کبیر میں امام رازی سے اور شعب الایمان بیہقی سے مروی ہے لیکن یہ دعویٰ بلا دلیل ہے چنانچہ علامہ سبکی اور علامہ بلاذری اور ابن حزم اور امام سیوطی نے اس پر تعاقب فرمایا اور بتایا کہ رازی ماسویٰ اللہ کو عالم مانتے ہیں تو ملائکہ اس میں شامل ہیں انہیں عالم سے خارج کرنے کی کوئی وجہ وجیہ نہیں۔

علاوہ ازیں خود مسلم شریف میں حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تصریح آ گئی حَیْثُ قَالَ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً۔ میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ (روح المعانی)

پھر علی قاری نے مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں اس کی تصریح فرمائی اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام موجودات عالم کی طرف ہے جن ہوں یا بشر ملائکہ ہوں یا حجر و مدر حیوانات ہوں یا نباتات جمادات ہوں یا شجریات۔

پھر اس مسئلہ کو مواہب لدنیہ میں حضرت امام قسطلانی نے شرح و بسط سے واضح اور روشن فرمایا ہے من شاء فلینظر۔

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ

فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾۔

وہ جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور اس نے ہرگز کبھی بچہ نہ اختیار کیا اور اس کی مملکت وسلطنت میں اس کا کوئی ساجھی نہیں اس نے ہر چیز پیدا کر کے ٹھیک اندازہ پر رکھی۔

ان آیات میں یہود ونصاریٰ کے اعتقاد باطل کا اول رد ہے کہ جو ان کا خیال فاسد ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں یا حضرت عزیز بقول یہود خدا کے بیٹے ہیں معاذ اللہ اس کا ردنفی **جحد بلم** سے فرمایا کہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے۔

اور وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ۔ فرما کر بت پرستوں کا رد کیا اور وہاں بھی نفی جحد بلم سے فرما کر کہا کہ ہرگز ہرگز اس کی مملکت میں کوئی بت کوئی مورتی پاربتی ہو یا سیتارام ہو یا کرشن مہادیو ہو یا کوئی اور بت یہ ہرگز ہمارے شریک نہیں بلکہ بتوں سے لے کر رام وکرشن اور جنہیں دیوتا یہ لوگ مان کر شریک حق جانتے ہیں یہ سب اس کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور کائنات کی ہر شے اسی نے پیدا کی ہے اور وہ سب اس کے حضور عاجز اور بے قدرت ہیں اور ہر شے کی پیدائش ہماری ہی طرف سے ٹھیک اندازہ پر ہے۔ آگے ارشاد ہے:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾۔

اور لوگوں نے اس کے سوا اور خدا پکڑے کہ وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں اور انہیں اپنی جانوں کے لئے برائی کے بھلائی کے حاصل کرنے کی قوت نہیں اور وہ نہ اپنے مرنے کا اختیار رکھتے ہیں نہ جینے کا نہ مرنے کے بعد اٹھنے کا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ تو بے گنتی اور بے شمار ہیں لیکن یہاں چار قوتوں کے بیان پر ان سے مقابلہ فرمایا گیا۔

اول تخلیق اشیاء۔

دوم اختیار نفع وضرر۔

سوم اختیار موت وحیات۔

چہارم حشر کے دن نشر یعنی مار کر زندہ کرنا۔

گویا کہ فرمایا یہ لوگ جنہیں ہمارے سوا غیر کو خدا بنا بیٹھے ہیں وہ اپنی عقل سے سوچیں کہ وہ کس چیز کے پیدا کرنے والے ہیں جب کہ خود کتم عدم سے منصۂ شہود پر آئے انہیں ہم نے نیست سے ہست کیا ہم نے انہیں پیدا فرمایا جو مخلوق ہو وہ خالق کیسے ہو سکتا ہے۔

اور ہم نے ہی ان کے نفع اور نقصان کو اپنے قبضہ میں رکھا ہمارے سوا کوئی بالذات کسی کے نفع ونقصان کا مالک نہیں۔ عام اس سے کہ یہ جماد لایعقل بت ہوں یا انبیاء اولیاء شہداء ملائکہ جن میں جو قوت بھی ہے وہ ہماری طرف سے عطا کی گئی ہے۔

چنانچہ انبیاء کی جو قوتیں معجزۃ العقل ہیں وہ ہماری طرف سے انہیں ودیعت ہیں اور اس قوت کو معجزہ کہتے ہیں۔ اولیاء میں جو قوتیں قوت عقل سے بالا ہیں وہ ہماری عطا کردہ ہیں اسے کرامت کہتے ہیں۔

اور اگر مشرکین میں کوئی قوت ہو تو وہ بھی ہماری ہی دی ہوئی ہے کہ اس کی رسی ڈھیلی کریں اور پاپ کا گھڑ بھر دے اس کا نام معونت اور استدراج وارہا ص ہے۔

دنیا میں کسی کو جلا کر پروان چڑھانا اور تنومند کو مارنا یہ ہمارے قبضہ میں ہے اور مرنے کے بعد زندہ کرنا یہ ہماری ہی قدرت میں ہے۔

لیکن ان مشرکین میں ان کا سرغنہ نضر بن حارث اور اس کے ہمنوا سب کچھ دیکھ کر بھی قرآن کریم جو ہمارا کلام ہے اس کی نسبت کہتے ہیں حیث قال:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚ﴿۴﴾ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾۔

اور کافر بولے یہ تو نہیں مگر ایک بہتان ہے جو انہوں نے گھڑ لیا ہے یعنی جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنالیا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کا کلام کہہ کر پیش کر رہے ہیں (معاذ اللہ) اور اس پر مدد دیتے ہیں ہمنوا یعنی صحابہ کرام اور صدیق و فاروق و عثمان و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور معاذ اللہ بے شک بے محل جھوٹ پر سب کچھ لائے ہیں۔ یعنی معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان سب نے ایک سوسائٹی بنا کر افک مبین اور زور عظیم کی آواز اٹھائی ہے۔

یہ نضر بن حارث راس المشرکین اور منافقین کے اوہام باطلہ فاسدہ کاسدہ کے نظریات قرآن کریم کے متعلق تھے اور یہ کہتے تھے۔

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚ﴿۴﴾ ۔ یہ زبردستی جھوٹ بنانے پر اتر آئے ہیں۔

اور سمجھتے تھے کہ یہودی جماعت سے عداس و یسار بھی ان کی تائید کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ظالم خود زور مہیا کرتے ہیں۔

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ ۔ اور مشرکین کہتے ہیں کہ (یہ) پرانی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ لی ہیں تو وہ ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔

املا کہتے ہیں لکھنے اور بول کر لکھوانے کو۔ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا کی تصریح ہم آخر رکوع نور میں کر چکے ہیں۔

ان حمقاء خبثاء عبد الجماد عبدۃ الاوثان مشرکین کے دماغ میں حسد و عناد کے ساتھ یہ چیز بھی بھری ہوئی تھی کہ یہ سب گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔

اسی خبط نے متنبیوں کو ابھارا کہ جب ایک جماعت صنادید مشرکین یہ سمجھ رہے تھے تو ہم بھی تجربہ کریں شاید ایسا ہی ہو اور ہماری نبوت کا چرخہ بھی چل جائے۔ چنانچہ

مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، محمد بن طومرث، حسن بن صباح حتیٰ کہ مرزا قادیانی یہ سب اسی خبط کے مارے ہوئے ہیں۔

چنانچہ ان کے اقوال وہفوات رذیلہ بتا کر اب جواب دیا گیا:

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔ اے حبیب فرمادیجئے اسے تو (یعنی قرآن کریم کو) اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کا جاننے والا ہے بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ انہیں فرمادیجئے کہ تمہارا وہم باطل محض خیال فاسد ہے یہ کلام پاک تو علوم غیبی پر مشتمل ہے اور یہی اس کی صداقت کی دلیل صریح ہے اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ یقیناً حضرت علام الغیوب کی طرف

سے ہے اور اس انکار پر منکرین کے لئے عذاب آ جاتا لیکن وہ ذات غفور رحیم ہے اس وجہ میں ان سرکشوں کو تعویق وتاخیر عذاب کی مہلت دیتا ہے اور عجلت نہیں فرماتا۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ عذاب میں عجلت کی وجہ یہ بھی ہوا کرتی ہے کہ ملزم کہیں ہاتھ سے نکل جائے یہاں یہ واہمہ تو قطعاً نہیں بلکہ

وَ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ اور اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ خود ہی فرمادیا ہے کہ تمہیں کہیں بھاگنے کی تو گنجائش ہی نہیں بہر حال ہماری طرف ہی آنا ہے لہٰذا ہم عذاب میں تاخیر کرتے ہیں کہ شائد انہیں ہوش آ جائے اور تائب ہو جائیں ورنہ ہماری گرفت میں تمہیں مفر نہیں ہے پھر ان کے نظریات باطل کا ردفرمایا جاتا ہے کہ یہ ایسی لایعنی اور بے معنی بکواس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ۔

۱- یہ رسول کیسا ہے جو کھاتا پیتا ہے۔ گویا رسول کو کھانا پینا نہیں چاہئے۔

۲- یہ رسول تو بازاروں میں چلتا پھرتا ہے یعنی ان کے گمان باطل میں وہ رسول نہیں ہوسکتا جو بازار میں چلے پھرے۔

۳- اس رسول کے ساتھ کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوا۔ گویا پہلے رسولوں میں فرشتہ ساتھ آتا رہا ہے۔

۴- اس رسول کے ساتھ کوئی خزانہ نہیں، یعنی پہلے رسولوں کے ساتھ خزانہ ہوتا تھا۔

۵- اس رسول کے پاس کوئی باغ نہیں جس کا پھل کھایا جاتا۔ گویا پہلے رسول جو آیا اس کے ساتھ باغ ہوتا تھا جس کے پھل لوگ کھایا کرتے تھے۔

جس رسول میں یہ پانچوں باتیں نہیں وہ رسول نہیں بلکہ رجل مسحور ہے۔

یہ بے ہودہ بے معنی اعتراضات لایعنی اپنے ہم خیالوں میں کرتے تھے چنانچہ وہ کہتے تھے جس کا ذکر فرمایا گیا:

وَ قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَكٌ فَیَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًا ۙ﴿۷﴾ اَوْ یُلْقٰۤى اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾ -

اور مشرکین مکہ بولے اس رسول کا کیا حال ہے کہ

کھانا کھاتا ہے۔

اور بازاروں میں چلتا ہے۔

کیوں نہ اتارا گیا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ ان کے ساتھ ہوتا اور ڈرسناتا۔

یا غیب سے انہیں کوئی خزانہ مل جاتا۔

یا ان کا کوئی باغ ہوتا جس سے کھاتے۔

اور ظالموں نے کہا کہ تم پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے شخص کی جس پر جادو ہوا ہے۔

گویا نبی کا طغرائے امتیاز ان کے ناقص ذہن اور باطل رائے میں یہ تھا کہ جو کھائے پیئے وہ نبی نہیں چنانچہ آدم صفی علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اور آج تک جتنے نبی آئے ان کے نزدیک کوئی نبی ہی نہ تھا اس لئے کہ سب کھاتے پیتے اور بازار میں آتے جاتے رہے ہیں۔

پھر بولے اگر یہ بھی نہ ہوتا تو ان کی نبوت کی شہادت دینے اور قوم کو ڈرانے ان کے ساتھ کوئی فرشتہ آتا گویا ان کے نزدیک پہلے نبیوں کے ساتھ فرشتہ آتا رہا ہے۔

پھر اگر یہ بھی نہ ہوتا تو ان کے ساتھ خزانہ تو ضرور ہوتا تاکہ عیسائیوں مشرکوں آریوں کی طرح معاذ اللہ پیسہ تقسیم کر کے لوگوں کو اپنا ہم نوا بناتے حالانکہ عورت اور پیسہ ہی جب ذریعہ تبلیغ ہو جائے تو احقاق حق کی وہاں حاجت ہی نہیں ہوتی بلکہ تبلیغ کو غلط جان کر بھی عورت اور پیسہ کے لالچ میں لوگ گمراہ ہوتے رہے ہیں جو نبی کی شان سے بہت گرا ہوا طریقہ ہے۔

باغ سے پھل پھول تقسیم کرنے پر تبلیغ موقوف ہوتی تو نبی کو وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ نہ فرمایا جاتا اور ایسی تبلیغ کی جماعتیں خطرات کے مواقع پر ایمان والوں کی طرح جانبازی نہیں کیا کرتیں۔

اسی لئے اسلام نے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ کا اعلان فرمایا کہ اگر ایمان کا جوہر ایقان کا نور لینا چاہتے ہو تو

خوف، جوع، نقص اموال، نقص انفس، نقص ثمرات فواد کے لئے تیار ہو کر اسلام میں آؤ۔ نہ کہ خزانہ، باغ اور فرشتہ کی آوازیں سن کر تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔

چنانچہ جیسے پاگلوں کی بڑ کا جواب یہی ہوتا ہے کہ عقلاء سے کہہ دیا جاتا ہے کہ دیکھو یہ بے وقوف کیا بک رہے ہیں ایسے ہی ارشاد ہوا اور اپنے حبیب پاک کو فرمایا:

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۔ اے محبوب دیکھو یہ کیسی کیسی مثالیں آپ کے لئے بنا رہے ہیں تو یہ گمراہ ہوئے اور ایسے گمراہ کہ اب کوئی راہ نہیں پا سکتے۔

ہمیشہ قعر گمراہی میں رہیں گے اور ہدایت سے محروم اس لئے انہوں نے ہمارے حبیب پر لایعنی اور بے معنی اعتراضات کئے ہیں جن کا جواب ہم انہیں دیں گے۔

خلاصہ تفسیر اردو پہلا رکوع -سورۃ فرقان- پ ۱۸

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ۔ برکت والا ہے وہ جس نے نازل فرمایا قرآن اپنے بندے پر تاکہ ہو تم عالموں کے لئے ڈرسنانے والا۔

تَبٰرَكَ بروزن تفاعل ہے۔

اس کا مبدأ اشتقاق برکت ہے اور برکت کثرت خیر کے معنی میں آتا ہے۔ قرآن کریم کو آیہ کریمہ میں فرقان فرمایا اس لئے کہ فرقان کہتے ہیں فرق کرنے والے کو تو قرآن کریم کو فرقان اس لئے فرمایا کہ اس نے حق و باطل میں فرق کر دیا اور جدائی کر کے دکھا دیا اور یہ امتیاز موجب ہوا تمام عالموں کو ڈرسنانے کا موجب اس بنا پر فرمایا لِيَكُوْنَ تاکہ ہو وہ تمام عالموں کو ڈر سنانے والا۔

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝۲ ۔

یعنی وہ ذات وہ ہے جس کی ملکیت میں تمام آسمانوں اور زمین کی مملکت ہے اور وہ کوئی فرزند بھی نہیں رکھتا اور نہ اس کی

سلطنت میں کوئی شریک ہے اور اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر چیز کے لئے ایک مناسب اندازہ مقرر کر دیا۔

چنانچہ آدمی کی تخلیق میں ایک خاص وقت مقرر کیا کہ وہ ماں کے پیٹ میں رہے پھر ایک مدت مقرر کی کہ ماں کا دودھ پی کر پرورش پائے پھر دانت نکالے اور کھانے کی قوت دی پھر ایک مدت میں اس کے جسم وعقل کو ترقی دی حتیٰ کہ جوان ہو کر پروان چڑھا پھر تنزل کا دور آیا اعضاء میں کمزوری آئی حتیٰ کہ مر گیا قبر میں چلا گیا یہ سب فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا کا ہی کرشمہ ہے۔

40 ایسے ہی دنیا کی ہر شے اور ہر کیفیت کے لئے ایک معین مقدار رکھی گئی اس سے ذرہ بھر کم یا زیادہ نہیں ہو سکتی۔

رائی گھٹے نہ تل بڑھے بن سائیں کی چاہ ؎ لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝۳۔

اور کافروں نے خدا کے سوا اور معبود ٹھہرا لئے جو کسی کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور نہ وہ اپنی جان کے لئے نفع وضرر کے مالک ہیں اور نہ ان کے قبضہ میں موت وحیات ہے نہ مر کر پھر اٹھنا۔

یوں تو قدرت الٰہیہ عزوجل اتنی وسیع ہے کہ اس کا شمار انسان نہیں کر سکتا لیکن یہ چار باتیں جو فرمائیں ان سے ہی ایک ذی عقل خیال کر سکتا ہے کہ ان چار قوتوں کا جو مالک نہ ہو وہ کیسے خدا ہو سکتا ہے۔

اول کسی نابود کو وجود میں لانا معدوم کو ظاہر کرنا جسے شان تخلیق کہتے ہیں وہ سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں کر سکتا تو جن میں یہ طاقت نہ ہو وہ خدا اور خالق نہیں ہو سکتا۔

دوسرے خالق کا وجود مخلوق سے اول ہونا ضروری ہے اسی وجہ میں اس ذات کو اول قدیم ازلی، ابدی، سرمدی کہا جاتا ہے اور ماسوا اللہ جو کچھ ہے وہ تو پیدا کی گئی ہے تو جو خود پیدا کی گئی، ہو وہ خالق کیسے ہو سکتی ہے تو ثابت ہوا کہ مخلوق میں سے کسی کو خدا ماننا باطل ہے۔

تیسرے جب تک نفع وضرر کے تمام اختیارات قبضہ میں نہ ہوں وہ کیسے مالک ہو سکتا ہے اور یہ قوت سوائے ذات واجب تعالیٰ شانہ غیر میں نہیں اور اگر ہو تو وہ بعطائے الٰہی عزوجل ہے پھر وہ قوت محدود ہے نہ کہ مطلق لہٰذا جس میں قوت نفع وضرر مطلق ہے وہ خدا ہے۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اعلان کی تعلیم دی گئی اور ارشاد ہوا قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا – اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ۔ اے حبیب فرما دیجئے کہ میں بالذات نفع وضرر کا مطلقاً مالک نہیں مگر جتنا خدا نے چاہا تو ثابت ہوا کہ وہ معبود جو اپنی مکھی نہ اڑا سکتا ہو محض فرضی اور گھریلو معبود ہیں حقیقی معبود وہی ذات واجب الوجود ہے جسے اللہ تعالیٰ کہا جاتا ہے۔

چوتھے موت وحیات یہ بھی ایسی قوت ہے کہ اس پر بھی قبضہ صرف اور صرف اسی واجب تعالیٰ شانہ کا ہے۔ بندے میں غیر خدا میں اس کی قوت وطاقت نہیں اور اگر کسی کے ہاتھ سے کوئی ہلاک ہو گیا تو وہ بھی اسی تقدیر کے ماتحت ہے جو وَ قَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا سے ہے۔

پانچویں مرنے کے بعد نشر یہ بھی اسی حق تعالیٰ شانہ کے قبضہ میں ہے کوئی مر کر پھر زندہ اپنے اختیار سے نہیں ہو سکتا۔ خواہ

رام ہو یا کرشن۔

اور جنہیں مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسی زندگی میں رکھا جس کا ہمیں شعور نہیں وہ آج بھی زندہ ہیں انہیں کوئی مار نہیں سکتا جیسے انبیاء کرام یا شہداء عظام جن کی شان میں بَلْ اَحْیَآءٌ فرما کر وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ فرمایا۔ 401

اب اس کے بعد مشرکین مکہ کے اوہام باطلہ کا رد ہے جو وہ اپنی حسد ورزی کے ماتحت کہتے تھے حَیْثُ قَالَ تَعَالٰی۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ اِفْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝۴۔

کافر بولے یہ تو نہیں مگر نرا بہتان ہے جو گھڑ لیا ہے اور مدد کی اس کی اس پر دوسرے لوگوں نے بے شک یہ مشرک بڑے ظالم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں: یُرِیْدُوْنَ اَنَّهُ اخْتَرَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ لَمْ يُنْزَلْ عَلَيْهِ۔ اس قرآن کریم کے متعلق ان خبثاء کا یہ خیال تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں اترا بلکہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنالیا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

جس پر قرآن کریم میں ہی نظریات عقل کے ماتحت جواب دیا کہ اگر تمہارے خیال باطل میں یہ بات ہے تو تم اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ انسان کے کلام کا مقابلہ انسان کر سکتا ہے۔

دعبل اپنی بلاغت کے ساتھ میدان فصاحت میں اترا تو ابونو اس کے مقابلہ میں آ گیا۔ ابو العتاہیہ آیا تو اس کے مقابلہ کو دوسرے ابناء جنس آ گئے۔ فرزدق، ابو الفراس، امرأ القیس، ابوزید سروجی، متنبی، حماسہ یہ شہسواران میدان فصاحت گزرے ہیں لیکن ان کا جواب ان کے مقابل انہیں کے زمانہ میں آ گیا۔ مگر قرآن کریم نے ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کیا قُلْ لَّىٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا اور فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ لیکن آج تک کوئی مدعی سامنے نہ آیا اور اس کا مقابلہ نہ کر سکا بنا بریں ثابت ہوا کہ مشرکین کا یہ خیال باطل اور وہم کاسد ہی تھا۔ پھر

وَ اَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ۔ انہوں نے کہا ان کی اس کتاب کی اعانت دوسرے بھی کرنے کو کھڑے ہو گئے۔

اس میں یہود کے اہل کتاب مثل عداس یا عائش جو غلام آزاد شدہ حویطب بن عبد العزیٰ کے تھے انہیں کہتے ہیں یا یسار جو غلام آزاد شدہ علاء بن حضرمی کے تھے یا جبر مولیٰ عامر کے تھے یہ توریت کے عالم تھے اور مسلمان ہو گئے تھے ان کی تصدیق پر مشرکین بولے: وَ اَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ۔ تو ارشاد ہوا سچی بات کے آگے ہر ایک جھکتا ہے مگر جو عناد و حسد کی بیماری میں مبتلا ہو وہ ایسے ہی الجھا رہتا ہے۔

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا۔ اے محبوب یہ ظالم ظلم اور جھوٹ کے پلندے ہی لے کر آئے اور آتے رہیں گے۔ وَ زُوْرًا کے معنی کذب عظیم ہیں۔

دوسرے مشرکین جب اس خیال پر کامیاب نہ ہوئے تو دوسرا شاخسانہ یہ اٹھایا اور بولے:

وَ قَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰى عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا۔ یہ پرانی کہانیاں ہیں جسے انہوں نے لکھ لیا ہے اور وہی صبح و شام پڑھتے ہیں۔

اس پر بھی جب ان کی نہ چلی تو لایعنی پہلو نکالنے لگے اور بولے کہ یہ رسول کھاتا پیتا ہے یہ رسول بازاروں میں آتا جاتا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔

پہلے تو ہمات کا جواب اللہ تعالیٰ نے زبان مصطفیٰ ﷺ پر یہ دیا:

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ اے محبوب فرما دیجئے کہ یہ کلام پاک تو اس نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر خفیہ باتیں جانتا ہے بے شک وہ غفور رحیم ہے۔

ورنہ اس مخالفت پر تم کو کبھی کا ہلاک کر دیا ہوتا لیکن اپنی شان غفاری اور رحم کے اقتضاء سے وہ تمہارے عذاب میں تاخیر فرماتا ہے۔

پھر مشرکین نے ایک لایعنی پہلو اٹھایا:

وَ قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَكٌ فَیَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًا ۙ﴿۷﴾ اَوْ یُلْقٰۤى اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾۔

اور مشرکین بولے کیا ہے اس رسول کا حال کہ کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے کیوں نہ نازل ہوا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ ہوتا ڈرانے والا یا اتارا جاتا اس کی طرف خزانہ یا ہوتا اس کے لئے باغ کہ اس سے پھل کھاتا اور ظالم بولے تم پیروی نہیں کر رہے ہے مگر ایک آدمی کی جس پر جادو ہوا ہے۔

اب مشرکین نے پانچ باتیں ایسی لایعنی پیش کیں جو اس سے قبل کسی نبی کے متعلق یہ ثابت نہیں کر سکتے تھے۔ مثلاً انہوں نے کہا یہ نبی کھاتا پیتا ہے تو اس سے پہلے ایک نبی بھی نہ بتا سکے جو کھاتا پیتا نہ تھا تو جب پہلے نبی بھی کھاتے پیتے تھے اور اب کھاتے پیتے نبی آئے تو کیا اشکال ہے۔

دوسرے انہوں نے کہا کہ یہ بازاروں میں پھرتا ہے تو کیا پہلے نبی بازاروں میں نہیں چلے اگر پہلے بھی بازاروں میں چلتے تھے اور نبی تھے تو ان کے اوپر اعتراضی پہلو کیا ہے۔

تیسرے اگر پہلے نبیوں کے ساتھ فرشتہ آتا رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی آنا ضروری تھا اور اگر پہلے نبیوں کے ساتھ نہیں آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرشتے کی شرط لگانا محض عناد و حسد نہیں تو کیا ہے۔

چوتھے اگر سابقہ انبیاء کے لئے خزانہ آتا تھا تو یہ سوال صحیح ہے ورنہ یہ بھی حماقت ہی حماقت ہے۔

پانچویں باغ کا بھی یہی جواب ہے اگر کسی پہلے نبی کے ساتھ باغ ثابت ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باغ کا مطالبہ صحیح ہے ورنہ یہ بھی مجنونانہ بات ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کے مطالبات پر فرماتا ہے۔

اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا۔ اے محبوب دیکھئے یہ کیسی کیسی باتیں بناتے ہیں تو یہ ایسے گمراہ ہو گئے ہیں کہ انہیں راہ پر آنے کی سکت و ہمت ہی نہیں۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۸

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿١٠﴾

بڑی برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تمہارے لئے کر دے بہتر اس سے باغیچے جن کے نیچے نہریں رواں ہوں اور کر دے تمہارے لئے اونچے اونچے محل

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۟ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۚ ﴿١١﴾

بلکہ یہ تو جھٹلاتے ہیں قیامت کو اور تیار رکھی ہے ہم نے اس کے لئے جو جھٹلائے قیامت کو بھڑکتی ہوئی آگ

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ﴿١٢﴾

جب وہ دیکھے انہیں دور کی جگہ سے تو سنیں گے اس کا شور اور پکار

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۭ ﴿١٣﴾

اور جب ڈالے جائیں گے اس سے کسی جگہ تنگ میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تو وہاں موت مانگیں گے

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿١٤﴾

فرمایا جائے گا نہ موت مانگو ایک بلکہ مانگو بہت سی موتیں

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿١٥﴾

فرما دیجئے کیا یہ بہتر ہے یا وہ ہمیشگی کے باغ جن کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے۔ ہے وہ ان کا صلہ اور انجام

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿١٦﴾

ان کے لئے وہاں جو چاہیں نعمتیں ہیں ہمیشہ رہیں گے۔ ہے یہ تمہارے رب کے ذمہ وعدہ مانگا ہوا

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ۭ ﴿١٧﴾

اور جس دن جمع کرے انہیں اور جنہیں وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا تو فرمائے گا کیا تم ہی نے گمراہ کئے یہ میرے بندے یا خود ہی یہ گمراہ ہوئے

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿١٨﴾

بولیں پاکی ہے تجھے ہمیں سزاوار نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کو مولیٰ بنائیں لیکن تو نے انہیں مہلت دی اور ان کے باپ دادوں کو حتیٰ کہ تیری یاد بھول گئے اور یہ قوم ہلاک ہونے والی تھی

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿١٩﴾

تو اب تمہیں جھٹلا دیا تمہارے معبودوں نے جو تم کہتے تھے تو اب تم نہیں رکھتے طاقت عذاب پھیرنے کی نہ اپنی مدد کی اور جو تم میں ظالم ہے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَ

اور نہیں بھیجا ہم نے تم سے پہلے کسی رسول کو مگر وہ کھانا کھاتا اور چلتا تھا بازاروں میں اور کیا ہم نے تمہارے

جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۝۲۰ ع

بعض کو بعض کی جانچ کیا صبر کرو گے اور تمہارا رب دیکھتا ہے

حل لغات دوسرا رکوع ۔ سورۃ فرقان ۔ پ ۱۸

تَبٰرَكَ۔ برکت والا ہے	الَّذِيْٓ۔ وہ	اِنْ۔ اگر	شَآءَ۔ چاہے
جَعَلَ۔ بنادے	لَكَ۔ تیرے لئے	خَيْرًا۔ بہتر	مِّنْ ذٰلِكَ۔ اس سے
جَنّٰتٍ۔ باغ	تَجْرِيْ۔ چلتی ہوں	مِنْ تَحْتِهَا۔ ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ۔ نہریں
وَ۔ اور	يَجْعَلْ۔ بنائے	لَّكَ۔ تیرے لئے	قُصُوْرًا۔ محل
بَلْ۔ بلکہ	كَذَّبُوْا۔ جھٹلایا انہوں نے	بِالسَّاعَةِ۔ قیامت کو	وَ۔ اور
اَعْتَدْنَا۔ تیار کیا ہم نے	لِمَنْ۔ اس کے لئے جو	كَذَّبَ۔ جھٹلائے	بِالسَّاعَةِ۔ قیامت کو
سَعِيْرًا۔ بھڑکتی آگ	اِذَا۔ جب	رَاَتْهُمْ۔ دیکھے گی ان کو	مِّنْ مَّكَانٍۭ۔ جگہ
بَعِيْدٍ۔ دور سے تو	سَمِعُوْا۔ سنیں گے	لَهَا۔ اس کا	تَغَيُّظًا۔ جوش
وَّ۔ اور	زَفِيْرًا۔ آواز	وَ۔ اور	اِذَآ۔ جب
اُلْقُوْا۔ ڈالے جائیں	مِنْهَا۔ اس سے	مَكَانًا۔ جگہ	ضَيِّقًا۔ تنگ کے
مُّقَرَّنِيْنَ۔ جکڑے ہوئے	دَعَوْا۔ پکاریں گے	هُنَالِكَ۔ اس جگہ	ثُبُوْرًا۔ موت
لَا۔ نہ	تَدْعُوا۔ مانگو	الْيَوْمَ۔ آج	ثُبُوْرًا۔ موت
وَّاحِدًا۔ ایک	وَّ۔ اور	ادْعُوْا۔ مانگو	ثُبُوْرًا۔ موتیں
كَثِيْرًا۔ بہت	قُلْ۔ کہہ	ءَ۔ کیا	ذٰلِكَ۔ یہ
خَيْرٌ۔ بہتر ہے	اَمْ۔ یا	جَنَّةُ۔ جنت	الْخُلْدِ۔ ہمیشہ کا
الَّتِيْ۔ وہ جو	وُعِدَ۔ وعدے دیئے گئے	الْمُتَّقُوْنَ۔ پرہیزگار	كَانَتْ۔ ہے
لَهُمْ۔ ان کے لئے	جَزَآءً۔ بدلہ	وَّ۔ اور	مَصِيْرًا۔ جگہ
لَهُمْ۔ ان کے لئے ہے	فِيْهَا۔ اس میں	مَا۔ جو	يَشَآءُوْنَ۔ چاہیں
خٰلِدِيْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے	كَانَ۔ ہے	عَلٰى۔ اوپر	رَبِّكَ۔ رب تیرے کے
وَعْدًا۔ وعدہ	مَّسْــُٔوْلًا۔ مانگا گیا	وَ۔ اور	يَوْمَ۔ جس دن
يَحْشُرُهُمْ۔ اکٹھا کرے گا ان کو	وَ۔ اور	مَا۔ جن کو وہ	يَعْبُدُوْنَ۔ پوجتے ہیں
مِنْ دُوْنِ۔ سوا	اللّٰهِ۔ اللہ کے	فَيَقُوْلُ۔ تو کہے گا	ءَ۔ کیا
اَنْتُمْ۔ تم نے	اَضْلَلْتُمْ۔ گمراہ کیا	عِبَادِيْ۔ میرے بندوں	هٰٓؤُلَآءِ۔ ان کو
اَمْ۔ یا	هُمْ۔ وہ	ضَلُّوا۔ گمراہ ہوئے	السَّبِيْلَ۔ راہ سے

قَالُوْا۔ کہیں گے	سُبْحٰنَكَ۔ تو پاک ہے	مَا۔ نہیں	كَانَ۔ ہے
يَنْۢبَغِیْ۔ لائق	لَنَآ۔ ہمارے لئے	اَنْ۔ یہ کہ	نَّتَّخِذَ۔ ہم پکڑیں
مِنْ دُوْنِكَ۔ تیرے سوا	مِنْ اَوْلِيَآءَ۔ کوئی دوست	وَ۔ اور	لٰكِنْ۔ لیکن
مَّتَّعْتَهُمْ۔ تونے فائدہ دیا ان کو	وَ۔ اور	اٰبَآءَهُمْ۔ ان کے باپوں کو	حَتّٰى۔ یہاں تک
نَسُوا۔ بھول گئے	الذِّكْرَ۔ ذکر	وَ۔ اور	كَانُوْا۔ تھے وہ
قَوْمًا۔ قوم	بُوْرًا۔ ہلاک ہونے والی	فَقَدْ۔ تو بے شک	كَذَّبُوْكُمْ۔ جھٹلادیا انہوں نے تمہیں
بِمَا۔ جو	تَقُوْلُوْنَ۔ تم کہتے ہو	فَمَا۔ تو نہیں	تَسْتَطِيْعُوْنَ۔ طاقت
رکھتے تم	صَرْفًا۔ پھیرنے کی	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ
نَصْرًا۔ مدد کرنے کی	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	يَّظْلِمْ۔ ظلم کرے
مِّنْكُمْ۔ تم میں سے	نُذِقْهُ۔ چکھائیں گے ہم اسے	عَذَابًا۔ عذاب	كَبِيْرًا۔ بڑا
وَ۔ اور	مَآ۔ نہیں	اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے	قَبْلَكَ۔ آپ سے پہلے
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ کوئی بھی پیغمبر		اِلَّآ۔ مگر	اِنَّهُمْ۔ وہ
لَيَاْكُلُوْنَ۔ کھاتے تھے	الطَّعَامَ۔ کھانا	وَ۔ اور	يَمْشُوْنَ۔ چلتے تھے
فِی۔ بیچ	الْاَسْوَاقِ۔ بازاروں کے	وَ۔ اور	جَعَلْنَا۔ کیا ہم نے
بَعْضَكُمْ۔ بعض تمہارے کو	لِبَعْضٍ۔ بعض کے لئے	فِتْنَةً۔ آزمائش	اَ۔ کیا
تَصْبِرُوْنَ۔ تم صبر کرتے ہو	وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے	رَبُّكَ۔ تیرا رب
بَصِيْرًا۔ دیکھنے والا			

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع ۔ سورۃ فرقان ۔ پ ۱۸

تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ يَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا۔

بڑی برکت والا ہے وہ اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہت بہتر کر دے جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور کرے تمہارے اونچے اونچے محل۔

قُصُوْر ۔ قَصْر کی جمع ہے بلند محل کو کہتے ہیں۔

درحقیقت اس رکوع میں نضر بن حارث اور صنادید مکہ کے لایعنی اور بے معنی مطالبات کا رد ہے جو پہلے رکوع میں مذکورہ ہو چکے۔ گویا یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ قادر علی الاطلاق ہے یہ تو معمولی مطالبہ کر رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ چاہے تو اس سے کہیں بہتر اور بلند مقامات عطا فرمانے پر قادر ہے لیکن یہ صرف یہی مطالبہ تو نہیں کر رہے ہے بلکہ

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۗ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا۔ یہ تو قیامت کو بھی جھٹلا رہے ہیں حالانکہ ہم نے ان کے لئے جو قیامت کو جھٹلا رہے ہیں سعیر تیار کر رکھا ہے۔

عربی میں سعیر شدید آگ کو کہتے ہیں یا احادیث میں سعیر نام ہے جہنم کے ایک طبقہ کا۔ جس کی یہ شان ہوگی کہ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا۔ جب وہ جہنم انہیں دیکھے گی دور سے تو دیکھتے ہی جوش مارے گی اور یہ اس کا جوش وخروش سنیں گے۔

تَغَيُّظ۔ شدت غضب کو کہتے ہیں۔ زفیر اس آواز کو کہتے ہیں جو پیٹ کے اندر سے سنی جاتی ہے۔ تو جہنم کے جوش وخروش کی آواز کو شدید الغضب انسان کی آواز سے تشبیہ دی گئی ہے۔

وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا۔ اور جب وہ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں مشکیں کس کر ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔

مُّقَرَّنِيْنَ۔ تقرین کہتے ہیں دو چیزوں کو ایک زنجیر میں جکڑ دینا۔ یعنی کفار شیاطین کے ساتھ ایک زنجیر میں کس دیئے جائیں گے۔

ثُبُوْرًا۔ عربی میں ہلاکت کو کہتے ہیں۔ اور جہنمیوں کی آواز ہوگی وَا ثُبُوْرَاهُ۔

اس پر فرشتے انہیں کہیں گے:

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا۔ نہ پکارو آج کے دن ایک ہلاکت اور پکارو بہت سی ہلاکتیں۔ ہلاکت پکارنے کے یہ معنی ہیں کہ جب آدمی سخت تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو موت کی آرزو کرتا ہے اور اسے اپنے حق میں ایک قسم کی راحت سمجھتا ہے۔ جس طرح کہ دوزخیوں کا حال دوسری جگہ قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ۔ جب جہنمیوں کی کھالیں جل جل کر اور گل سڑ کر گر پڑیں تو نئی کھال انہیں بدل دی جائے تاکہ عذاب کا مزہ لیں۔ یہ بھی ان کے لئے ایک طرح کی موت ہے۔ تو گویا یہ فرمایا گیا کہ وَا ثُبُوْرَاهُ کہہ کر ایک موت کیوں پکارتے ہو بہت سی موتیں پکارو اس لئے کہ اب تمہاری مصیبتوں کا خاتمہ نہیں یہ تو ابدی ہے اور دوامی عذاب ہے۔ چنانچہ آگے فرمایا:

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾۔

اے محبوب آپ فرمائیں کہ یہ بہتر ہے (جسے دوزخ کہتے ہیں) یا ہمیشہ رہنے والا باغ (یعنی بہشت) جس کا وعدہ پرہیزگاروں کے ساتھ کیا گیا ہے وہ ہی ان کی نیکیوں کا صلہ اور ان کا آخری ٹھکانا ہے ان کے لئے اس میں سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں ہمیشہ ہمیش یہ وہ وعدہ ہے جس کا ایفاء تمہارے رب نے اپنے ذمہ لیا جو وہ طلب کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں رَبَّنَا اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔

وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا۔ کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ حق کرم لے کر فرماتا ہے کہ تم ہم سے دعا میں اس طرح کہہ سکتے ہو۔

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾۔

جس دن اللہ تمام مشرکوں اور جنہیں وہ پوجتے ہیں سب کو محشور فرمائے تو کہے ان معبودوں کو کیا تم نے ہی گمراہ کیا میرے ان بندوں کو یا یہ خود راہ بھٹکے۔

یہ سوال ان سے بطور مقدمہ کہا جائے گا ورنہ وہ علام الغیوب ان کی مخفی حقیقتوں کا بھی جاننے والا ہے نہ ان کی کوئی بات چھپی رہ سکتی ہے۔ چنانچہ اس سوال کا جواب مشرکوں کے معبود اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے ساتھ اس طرح دیں:

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾۔

عرض کریں الٰہی تیرے وجہ منیر کی پاکی ہے ہمیں نہیں تھا زیبا کہ ہم تیرے سوا دوسرے کارساز بناتے تو ان کا ہم کیونکر کارساز بننے کا دعویٰ کر سکتے تھے لیکن یہ بات ہے کہ تو نے انہیں اور ان کے آباء واجداد کو آسودگیاں دیں حتیٰ کہ وہ (عیش و عشرت کے نشے میں) تیری یاد بھلا بیٹھے اور یہ آپ ہی ہلاک والی قوم تھی۔

بُوْرًا صفت ہے قَوْمًا کی اور بور مصدر ہے جو بمعنی فاعل یہاں آیا ہے اس کے معنی ہوئے اَیْ قَوْمًا هَالِكِيْنَ یعنی ہلاک ہونے والی قوم۔ یا بور بائر کی جمع ہے جیسے عوذ عائذ کی معنی وہی ہلاک ہونے کے ہیں آگے ارشاد ہے:

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًا۔ (اس پر باری تعالیٰ نے ارشاد فرمائے) تو یقیناً جھٹلایا تمہیں (تمہارے معبودوں نے) جو کچھ تم کہتے تھے تو اب تم نہ ہمارا عذاب اوپر سے ٹال سکتے ہو اور نہ کسی کی مدد لے سکتے ہو۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ کسی کی مدد نہ لے سکنے والے مشرکین ہوں گے اور سیہ کاران امت اللہ عزوجل کے مقربوں کی مدد سے رحمت الٰہی عزوجل کے حقدار ہوں گے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا:

سب نے صف محشر میں دھتکار دیا ہم کو ... اے بے کسوں کے آقا! اب تیری دہائی ہے

حضرت امام اہلسنت والد قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

سنا ہے یوں تیری رحمت گنہگاروں کا حصہ ہے ... میرا حصہ مجھے بھی کہ عصیاں کار میں بھی ہوں

وَ مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا۔ توبیخاً ارشاد ہے۔ اور جو تم میں شرک اور ظلم کرے گا ہم اسے بڑے عذاب کا مزا چکھائیں گے۔

اس کے بعد نضر بن حارث اور رأس المشرکین جو صنادید قریش تھے جنہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر اعتراض کیا تھا کہ یہ کھاتے پیتے ہیں۔ یہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ اب اس کا جواب دیا جا رہا ہے:

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ ع۔

اے محبوب ہم نے کوئی رسول آپ سے پہلے نہ بھیجا مگر یہ سب کھانا کھاتے اور بازاوں میں چلتے تھے اور ہم نے تمہارے بعض کو بعض پر آزمائش کا ذریعہ رکھا۔ تو (اے مسلمانو) کیا اب تو صبر کرو گے (ان کی ایذاؤں پر) اور اے محبوب تمہارا رب دیکھ رہا ہے۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام مبعوث فرمائے اور لوگوں کی حالتیں مختلف رکھیں۔ کسی کو ایمان عطا فرمایا کوئی کافر رہا کسی کو امیر کبیر کیا کوئی غریب و مفلس رہا یہ سب امتحان ہیں۔

اور انبیاء کرام کے ساتھ کوئی متبع ہے کوئی مطیع اس پر ان کا نافرمانوں کی نافرمانی پر صبر کرنا اور تبلیغ رسالت میں قائم رہنا امتحان ہے۔

امت کا امتحان یہ ہے کہ نبی کریم کی تعلیم پر کاربند ہو کر رسم و رواج سے اور امور بدعیہ سے مجتنب رہیں۔

امراء کبراء اور دولت مندوں کا امتحان یہ ہے کہ وہ غریبوں بے کسوں کی خبرگیری کریں۔

غربا و فقراء کا امتحان یہ ہے کہ جب امیر و دولت مند انہیں بہ نظر حقارت دیکھیں تو تنگ دل نہ ہوں اللہ کا شکر کریں۔

بہر حال دنیا دار المحن اور امتحان گاہ ہے ہر ایک یہاں کسی نہ کسی طرح امتحان میں ڈالا جاتا ہے۔ اور آخرت میں انہیں اعلیٰ مقام ملیں گے جو یہاں ثابت قدم رہے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۸

تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ⑩۔
برکت والا ہے وہ اگر چاہے تو کر دے تمہارے لئے اس سے بہتر باغ جن کے نیچے نہریں رواں ہوں اور کر دے تمہارے لئے بلند محل۔

یہ مشرکین کے مطالبات لایعنی کا جواب ہے آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَیْ تَکَاثَرَ خَیْرُ الَّذِیْنِ اِنْ شَاءَ وَھَبَ لَکَ فِی الدُّنْیَا خَیْرًا لَّکَ مِمَّا اقْتَرَحُوْہُ وَھُوَ اَنْ یَّجْعَلَ لَکَ مِثْلَ مَا وَعَدَکَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْجَنَّاتِ وَالْقُصُوْرِ کَذَا فِی الْکَشَّافِ۔

یعنی وہ ذات بڑی برکت والی ہے اگر چاہے تو آپ کو دنیا میں بخش دے جو بہتر ہو آپ کے لئے اس سے جو مشرکین کہہ رہے ہیں اور وہ یہ کہ دے آپ کے لئے وہی جس کا وعدہ آخرت میں باغ و قصور کا ہے ایسا ہی کشاف میں ہے۔

اور مشرکین انکار معاد بھی کرتے تھے چنانچہ اس کا رد فرمایا گیا اور ان کی سزا کا نقشہ بتایا۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا۔ بلکہ جھٹلایا انہوں نے قیامت کو اور ہم نے تیار کیا ہے ان کے لئے جو قیامت کو جھٹلاتے ہیں دھکتی آگ کا عذاب۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ ھَیَّئْنَا لَھُمْ نَارًا عَظِیْمَۃً شَدِیْدَۃَ الْاِشْتِعَالِ شَانُھَا کَیْتَ وَ کَیْتَ بِسَبَبِ تَکْذِیْبِھِمْ بِھَا۔ یعنی تیار کی گئی ہے ان کے لئے وہ آگ جو زبردست شدت کے ساتھ مشتعل ہے جس کی شان ایسی ہے کہ اس سے ظاہر ہے بہ سبب ان کی تکذیب کے۔

صحیح بخاری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ فرمایا: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی کَذَّبَنِی ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ ذٰلِکَ اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی فَاَمَّا تَکْذِیْبُہٗ اِیَّایَ فَزَعَمَ اَنِّیْ لَا اَقْدِرُ اَنْ اُعِیْدَہٗ کَمَا کَانَ۔ (حدیث قدسی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابن آدم نے مجھے جھٹلایا اور اسے ایسا نہ چاہئے تھا تو میرا جھٹلانا یہ حقیقت ہے کہ اِنَّ الْاِعَادَۃَ اَھْوَنُ مِنَ الْاِبْدَاءِ۔ پھر دوبارہ بنانا اول بنانے سے زیادہ آسان ہے۔

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا۔ جب وہ جہنم انہیں دیکھے دور سے اتنا غضب ناک ہو کہ جہنمی اس کے غصہ کا جوش وخروش سنیں۔

چنانچہ دوسرے مقام پر بھی ارشاد ہے: يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ۔ جس دن ہم فرمائیں جہنم کو کیا تو بھر گیا تو وہ عرض کرے اس سے زائد چاہتا ہوں۔

چنانچہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (صحیح بخاری) شَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ رَبِّ فَاَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٌ فِي الشِّتَآءِ وَ نَفَسٌ فِي الصَّيْفِ۔ جہنم کی آگ نے بارگاہ حق میں شکوہ کیا کہ الٰہی مجھے تو میرے ہی بعض نے میرا بعض کھالیا تو اسے دو سانس لینے کی اجازت ہوئی ایک سانس سردی میں ایک سانس گرمی میں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گرمی میں ظہر کی نماز سایہ ڈھلنے پر پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھا کرو اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کی سانس کی وجہ سے ہوتی ہے حَيْثُ قَالَ اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ۔

اور حدیث کی حجت لازمی طور پر ماننی پڑتی ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ مجھ پر جھوٹ قصداً بولنے والا اپنی جگہ جہنم میں تلاش کرے۔ اس حدیث کو طبرانی ابن مردویہ رحمہ اللہ طریق مکحول سے ابوامامہ سے نقل کرتے ہیں:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنْ بَيْنِ عَيْنِ جَهَنَّمَ۔ پھر اس کے آگے راوی کہتے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لِجَهَنَّمَ مِنْ عَيْنٍ قَالَ نَعَمْ اَمَا سَمِعْتُمُ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ فَهَلْ تَرَاهُمْ اِلَّا بِعَيْنَيْنِ كَانَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا جہنم کی آنکھیں ہوں گی فرمایا ہاں کیا تم نے فرمان الٰہی نہ سنا اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ۔ جب وہ دیکھے گا دور سے تو وہ دیکھنا آنکھوں سے ہے۔

اور مکان بعید کی مقدار میں تین قول ہیں۔

اول: هُوَ اَقْصٰى مَا يُمْكِنُ اَنْ يُّرٰى مِنْهُ۔ بعید یہ ہے کہ منتہائے نظر جہاں سے دیکھنا ممکن ہو۔

دوسرا قول ہے: اِنَّهٗ هٰهُنَا مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ۔ اس کا بعد پانچ سو برس کی مسافت ہو۔

تیسرا قول: آدم بن ایاس رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: اِنَّهٗ مَسِيْرَةُ سَنَةٍ۔ اس کا بعد ایک سال کی مسافت ہے۔

سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا۔ سنیں گے جہنمی اس کا غیظ وغضب۔

راغب رحمہ اللہ غیظ کی تعریف کرتے ہیں اَلْغَيْظُ اَشَدُّ الْغَضَبِ وَالتَّغَيُّظُ اِظْهَارُ الْغَيْظِ۔ غیظ سخت غضب کو کہتے ہیں اور تغیظ اس غضب کا اظہار ہے۔

زفیر پر کہتے ہیں: هُوَ اِخْرَاجُ النَّفَسِ بَعْدَ مُدَّةٍ۔ سانس کھینچ کر نکالنے کو زفیر کہتے ہیں كَمَا فِي الْقَامُوْسِ۔

راغب رحمہ اللہ مفردات میں لکھتے ہیں: هُوَ تَرْدِيْدُ النَّفَسِ حَتّٰى تَنْفُخَ الضُّلُوْعُ۔ سانس ایسی سختی میں نکالنا کہ

پسلیاں پھول جائیں زفیر ہے۔

پھر زفیر کی آواز کے اثر پر یہ حدیثیں شاہد ہیں:

ابن جریر ابن ابی حاتم رحمہما اللہ اپنی صحیح سند سے سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت فرماتے ہیں: اِنَّهَا تَزْفِرُ زَفْرَةً لَّا يَبْقٰى اَحَدٌ اِلَّا خَافَ۔ اس کی زفیر ایسی ہیبت ناک ہو کہ سب ڈر جائیں۔

ابن منذر ابن جریر عبید بن عمیر رحمہم اللہ سے راوی ہیں: قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ سَمِعُوْا لَهَا - اِنَّ جَهَنَّمَ تَزْفِرُ زَفْرَةً لَا يَبْقٰى مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّ لَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ اِلَّا تَرْعَدُ فَرَائِصُهٗ حَتّٰى اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيَجْثُوْا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَ يَقُوْلُ يَا رَبِّ لَا اَسْئَلُكَ الْيَوْمَ اِلَّا نَفْسِيْ۔

جہنم پہلی بار جب سانس کھینچے گی تو کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل ایسا نہ ہوگا مگر لرز جائے گا اور پسلیاں کانپ اٹھیں گی حتیٰ کہ خلیل اللہ علیہ السلام گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کریں الٰہی میں کچھ نہیں چاہتا مگر اپنی امان۔

ابونعیم کعب سے راوی ہیں: قَالَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَمَعَ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَنَزَلَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ صُفُوْفًا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِجِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ائْتِ بِجَهَنَّمَ فَيَاْتِيْ بِهَا تُقَادُ بِسَبْعِيْنَ اَلْفِ زِمَامٍ حَتّٰى اِذَا كَانَتْ مِنَ الْخَلَائِقِ عَلٰى قَدْرِ مِائَةِ عَامٍ زَفَرَتْ زَفْرَةً طَارَتْ لَهَا اَفْئِدَةُ الْخَلَائِقِ۔

جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا پھر ملائکہ صف بصف نازل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جبریل علیہ السلام سے کہ جہنم پیش کرو تو جہنم ستر ہزار لگاموں میں پیش کی جائے گی اور مخلوق اس سے سو برس کی مسافت پر بعید ہوگی تو جب جہنم پہلا سانس کھینچے گی تو اس سے لوگوں کے کلیجے اڑنے لگیں گے۔

ثُمَّ زَفَرَتْ ثَانِيَةً فَلَا يَبْقٰى مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّ لَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ اِلَّا جَثَا لِرُكْبَتَيْهِ ثُمَّ تَزْفِرُ الثَّالِثَةَ فَيَبْلُغُ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَذْهَلُ الْعُقُوْلُ فَيَفْزَعُ كُلُّ امْرِئٍ اِلٰى عَمَلِهٖ۔

حَتّٰى اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ بِخُلَّتِيْ لَا اَسْئَلُكَ اِلَّا نَفْسِيْ۔

وَ يَقُوْلُ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمُنَاجَاتِيْ لَا اَسْئَلُكَ اِلَّا نَفْسِيْ۔

وَ يَقُوْلُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَا اَكْرَمْتَنِيْ لَا اَسْئَلُكَ اِلَّا نَفْسِيْ - لَا اَسْئَلُكَ مَرْيَمَ الَّتِيْ وَلَدَتْنِيْ وَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ لَا اَسْئَلُكَ الْيَوْمَ نَفْسِيْ۔

فَيُجِيْبُ الْجَلِيْلُ جَلَّ جَلَالُهٗ اِنَّ اَوْلِيَائِيْ مِنْ اُمَّتِكَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ فَوَعِزَّتِيْ لَاُقِرَّنَّ عَيْنَيْكَ ثُمَّ تَقِفُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَنْتَظِرُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔

پھر دوسرا سانس کھینچے تو کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل نہ ہو مگر گھٹنوں کے بل بیٹھ جائے۔

پھر تیسرا سانس کھینچے تو لوگوں کے کلیجے منہ کو آجائیں اور عقلیں پراگندہ ہو جائیں اور ہر ایک اپنے اپنے اعمال سے گھبرائے۔

حتیٰ کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام عرض کریں الٰہی میری شان خلت کا واسطہ میں آج تجھ سے اپنی امان چاہتا ہوں۔

اور موسیٰ علیہ السلام عرض کریں الٰہی میری مناجات کا واسطہ میں اپنی امان چاہتا ہوں۔

اور عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں الٰہی ان اعزاز واکرام کا واسطہ جو تو نے مجھے بخشا میں مریم کو نہیں مانگتا جس سے میں پیدا کیا گیا مگر اپنی جان کی امان چاہتا ہوں۔

اور رحمت دو عالم حبیب مکرم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ حق میں عرض پیرا ہوں الٰہی میری امت اور صرف میری امت مجھے مطلوب ہے۔

میں آج اپنی جان کے لئے کچھ طلب نہیں کرتا۔

تو رب جلیل جل جلالہ اپنے حبیب کو جواب دے گا میرے چہیتے محبوب تیری امت سے میرے دوست اس مرتبہ پر ہیں کہ انہیں کوئی خوف اور حزن نہیں ہے۔

محبوب میری عزت وجلال کی قسم میں ضرور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کروں گا۔

پھر ملائکہ علیہم السلام صف بستہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر آجائیں اور حکم کا انتظار کریں۔

وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾۔

اور جب ڈالے جائیں اس سے تنگ مکان میں زنجیر بستہ تو پکاریں اس وقت ہلاکت اور موت کو (فرشتے کہیں) آج ایک موت نہ پکارو بلکہ بہت سی موتیں مانگو۔

آلوسی رحمہ اللہ ثبور کے معنی فرماتے ہیں اَیْ ہِلَاکًا کَمَا قَالَ الضَّحَّاکُ وَ قَتَادَةُ – دَعَوْا اَیْ نَادَوْا ذٰلِکَ فَقَالُوْا یَا ثُبُوْرَاہُ عَلٰی مَعْنٰی اُحْضُرْ۔

ثبور کے معنی ہلاکت ہیں بقول ضحاک اور قتادہ۔ دَعَوْا کے معنی پکارو ہیں یعنی یہ پکارو اور کہو یا ثُبُوْرًا یعنی اے موت آجا۔ گویا وہ تمنا کریں گے کہ ہمیں موت آجائے تاکہ اس بلائے عظیم سے نجات پائیں جو موت سے اشد ترین ہے۔ چنانچہ

احمد اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور بزار اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ بسند صحیح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ یُّکْسٰی حُلَّةً مِّنَ النَّارِ اِبْلِیْسُ فَیَضَعُهَا عَلٰی حَاجِبَیْہِ وَیَسْحَبُهَا مِنْ خَلْفِہٖ وَ ذُرِّیَّتُهٗ مِنْ بَعْدِہٖ وَ هُوَیُنَادِیْ یَا ثُبُوْرَاہُ وَ یَقُوْلُوْنَ یَا ثُبُوْرَهُمْ حَتّٰی یَقِفَ عَلَی النَّارِ فَیَقُوْلُ یَا ثُبُوْرَاہُ وَ یَقُوْلُوْنَ یَا ثُبُوْرَهُمْ اَلْحَدِیْثُ۔

حضرت نے فرمایا سب سے پہلے حلۂ نار جسے پہنایا جائے وہ شیطان ہو پھر اس کے پیچھے اس کی ذریت ہو تو وہ پکارے اے موت آجا اور سب پکاریں اے موت آحتیٰ کہ جہنم پر کھڑے ہوں اور یا ثبوراہ کہتے رہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اول جو موت مانگے وہ شیطان ہو پھر اس کے اتباع بھی پکاریں جو جن وانس سے ہوں اور ملائکہ ان کے موت مانگنے پر انہیں کہیں گے۔

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا۔ نہ پکارو آج کے دن ایک موت اور پکارے جاؤ بہت سی موتیں۔

لِتَنْبِیْهِهِمْ عَلٰی خُلُوْدِ عَذَابِهِمْ وَ اَنَّهُمْ لَا یُجَابُوْنَ۔ یہ انہیں تنبیہاً کہا جائے گا کہ اب عذاب تمہیں دوامی

ہے اور تمہاری پکار نہیں سنی جائے گی۔ آگے ارشاد ہے:

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا۔ اے محبوب فرمائیں کیا یہ بہتر ہے یا وہ ہیشگی کے باغ جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا وہ ان کا صلہ اور انجام ہے۔

یعنی جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہوا ان کی نعمتوں میں بھی خلود و دوام ہے جیسے تمہاری زحمتیں اور مصیبتیں ابدی ہیں یہ تمہاری بداعمالیوں کا بدلہ ہے اور وہ ان کی پرہیزگاریوں کا صلہ جس کی یہ شان ہے کہ

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا۔ ان کے لئے ان باغوں میں منہ مانگی مرادیں ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں یہ وعدہ تمہارے رب کے ذمہ ہے مانگا ہوا۔

یعنی یہ وعدہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے مانگنے پر اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا تھا: رَبَّنَا اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ اور بارگاہ حق میں ان کی دعا تھی: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اور سعید بن ہلال فرماتے ہیں کہ میں نے ابا حازم رضی اللہ عنہ سے سنا کہ فرماتے تھے: اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ الْمُؤْمِنُوْنَ رَبَّنَا عَمِلْنَا بِمَا اَمَرْتَنَا فَانْجِزْ لَنَا مَا وَعَدْتَّنَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَعْدًا مَّسْئُوْلًا۔ جب قیامت ہو تو مومنین عرض کریں الٰہی ہم نے تیرے لئے عمل کیا تو نے حکم دیا تو اب ہمیں اس کا صلہ دے جو تو نے وعدہ فرمایا تھا تو یہ ہے جو فرمایا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا۔

اور ابن ابی حاتم طریق سعید سے راوی ہیں کہ محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ میں جو ارشاد ہے وہ یہ ہے کہ اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ تَسْاَلُ ذٰلِكَ فِيْ قَوْلِهِمْ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ فرشتے عرض کریں الٰہی انہیں جنت عدن میں داخل فرما جس کا تو نے وعدہ کیا تھا۔ آگے ارشاد ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾۔

جس دن انہیں اور جنہیں وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا محشور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ فرمائے کیا تم نے گمراہ کیا میرے ان بندوں کو یا وہ آپ ہی گمراہ ہوئے۔

اللہ کے سوا جنہیں پوجتے تھے وہ دو قسم تھے۔

ایک اصنام اور جماد

دوسرے انسان جنہیں عباد مکرمون فرمایا گیا جیسے عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کہ انہیں بھی لوگ پوجتے تھے۔

ضحاک، عکرمہ اور کلبی کے نزدیک تو وہ اصنام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قوت وقدرت سے بولیں گے۔

بعض کہتے ہیں ان کا کلام زبان حال سے ہوگا۔

اور ایک جماعت جس میں مجاہد بھی ہیں اس طرف ہے اِنَّ الْمُرَادَ بِهِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ عِيْسٰى وَ عُزَيْرٌ وَاَضْرَابُهُمْ مِّنَ الْعُقَلَآءِ الَّذِيْنَ عُبِدُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى وَ هُوَ قَوْلُ الْمَجْهُوْرِ۔ اس سے مراد ملائکہ و عیسیٰ و عزیر

علیہم السلام اوران کی مثل عقلاء میں سے وہ سب ہیں جنہیں اللہ کے سوا پوجا گیا اور یہ جمہور کا قول ہے۔ تو وہ سب عرض کریں:

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ⑱ ۔

سب عرض کریں اوران کے اس شرک سے تبری ظاہر کریں لِاَنَّهُمْ مَلٰئِكَتُهٗ اَوْ اَنْبِيَآءُ مَّعْصُوْمُوْنَ اَوْ اَوْلِيَآءُ عَنْ مِّثْلِ ذٰلِكَ مَحْفُوْظُوْنَ۔ اس لئے کہ ملائکہ اور انبیاء تو معصوم ہیں اور وہ اولیاء جنہیں پوجا گیا وہ محفوظ ہیں۔

بہر حال وہ عرض کریں۔

سُبْحٰنَكَ۔ الٰہی تیرے وجہ منیر کو پاکی ہے ہمیں زیبا نہیں تھا کہ ہم تیرے سوا کسی کو کارساز ٹھہرائیں لیکن تو نے انہیں وسعت رزق دی ان کے آباء واجداد کو فراخی عطا فرمائی دولت وعیش میں ایسے مدہوش ہوئے کہ تیری یاد بھول گئے۔

گویا اس کے معنی یہ ہوئے: مَا يَنْبَغِيْ لَنَا اَنْ نَّحْسِبَ مِنْ بَعْضٍ مَا يَقَعُ عَلَيْهِ اِسْمُ الْوَلَايَةِ فَضْلًا عَنِ الْكُلِّ فَاِنَّ الْوَلِيَّ قَدْ يَكُوْنُ مَعْبُوْدًا وَّ مَالِكًا نَاصِرًا وَّ مَخْدُوْمًا۔ ہمیں یہ زیبا نہیں کہ ہم گمان کریں ان کو جس پر اسم ولایت واقع ہو کہ وہ سب سے افضل ہیں اس لئے کہ ولی کبھی معبود حقیقی کو بھی کہتے ہیں (فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْوَلِيُّ) کبھی مالک کے معنی میں اور ناصر کے معنی میں بھی مستعمل ہے یا مخدوم کے معنی بھی دیتا ہے۔

اب لکن استدراک کا لا کر ان کا بیان ظاہر فرمایا کہ

تو نے انہیں اتنی وسعت وفراخی دے دی کہ بجائے اس کے کہ وہ تیرا شکر نعمت بجالاتے وہ شہوات میں غرق ہو گئے اور اسی میں منہمک رہ کر

حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ۔ اَیْ غَفَلُوْا عَنْ ذِكْرِكَ وَالْاِيْمَانِ بِكَ۔ بھول گئے اور ایسے غافل ہوئے کہ تیری یاد تجھ پر ایمان لانے کا خیال نہ لائے۔

وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا۔ اور یہ تیرے علم میں پہلے ہی بور اتھے یعنی ہلاک ہونے والے۔

بور مصدر ہے جو بمعنی فاعل مستعمل ہے۔

بعض نے ابن جریر مجاہد وغیرہ سے ابن عباس کی روایت نقل کی کہ نافع بن ازرق سے پوچھا تو انہوں نے کہا لغت عمان میں ہلاک ہونے والے کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔

اور لغت یمن میں بھی یہی معنی ہیں۔

اور ایک قول ہے کہ بورا بمعنی فاسدین ہے یہ لغت ازد میں ہے محاورہ میں بَارَتِ الْبَيْضَةُ بولتے ہیں جبکہ وہ فاسد اور خراب ہو جائے۔

اور حسن کہتے ہیں ارض بور اس زمین کو کہتے ہیں جو بنجر ہو جائے۔

ایک قول میں بورا بمعنی عمیا یعنی اندھا آتا ہے یعنی اَعْمٰى عَنِ الْحَقِّ حق سے اندھے۔

اس سوال و جواب کے بعد حضرت علام الغیوب ان پر حجت قائم فرما کر مکالمہ فرماتے ہیں: قَدْ كَذَّبَكُمُ الْمَعْبُوْدُوْنَ اَيُّهَا الْكَفَرَةُ اے کافرو تمہیں تو تمہارے معبودوں نے جھٹلا دیا اَنْ قُلْتُمْ اَنَّهُمْ اٰلِهَةٌ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ تم

تو کہتے تھے کہ یہ تمہارے اِلٰہ ہیں تو انہوں نے تمہارے دعویٰ کی تکذیب کر دی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۔ تو بے شک تمہیں جھٹلا دیا جو کچھ تم کہتے تھے تو اب تم ہمارے عذاب کو نہیں ٹال سکتے اور نہ تمہیں مدد مل سکتی ہے۔

اس لئے کہ نصرت انبیاء و اولیاء کے حقدار عصیاں کاران امت ہیں نہ کہ منکرین بعث و نشر اور متکبرین و مشرکین نصرا جمع ہے ناصر کی جیسے صحب جمع ہے صاحب کی۔

وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ۔ اور جو کفر و شرک کرے تم میں سے اور اللہ کے سوا دوسروں کی پوجا کرے چکھائیں گے ہم آخرت میں اسے عذاب کبیر و شدید کا ذائقہ۔

ظلم سے مراد شرک ہے اس لئے کہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ فرمایا گیا ہے۔

اس کے بعد مشرکین کے ان اعتراضات کے جواب کی طرف رجوع فرمایا گیا جو نضر بن حارث وغیرہ نے کئے تھے جن کا ذکر اس سے پہلے رکوع میں ہو چکا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۔ اے محبوب نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول مگر وہ کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے تھے۔

قِيْلَ هُوَ تَسْلِيَةٌ لَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهِمْ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ بِاَنَّ لَكَ فِيْ سَائِرِ الرُّسُلِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا كَذٰلِكَ ۔

ایک قول یہ ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمانا اپنے حبیب پاک کے لئے تسلی ہے کفار کے اس قول سے جو انہوں نے کہا کہ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ تو اس طرح فرما کر بتایا کہ محبوب جیسے تمام انبیاء کرام کا اسوہ حسنہ تھا وہی آپ کا ہے وہ کھاتے بازاروں میں جاتے تھے آپ بھی کھاتے اور بازاروں میں جاتے ہیں اس پر جاہل اعتراض کر سکتا ہے یا حاسد و عاند۔

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۔ اور کیا ہم نے بعض تمہارے کو بعض کے لئے آزمائش کہ تم صبر کرتے ہو کہ نہیں اور تمہارا رب دیکھ رہا ہے۔

يَعْنِيْ وَجَعَلْنَا اَغْنِيَآءَ كُمْ اَيُّهَا النَّاسُ اِبْتِلَآءً لِفُقَرَاءِ كُمْ لِنَنْظُرَ اَتَصْبِرُوْنَ ۔ تمہارے اغنیاء اے تنگدستو، فقیر و تمہاری آزمائش کے لئے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ تم فقر پر ان کے مقابلہ میں صبر کرتے ہو یا شکوہٴ الٰہی زبان پر لاتے ہو۔

یہ آیات بروایت کلبی ابوجہل اور ولید بن مغیرہ عاص بن وائل وغیرہ کے حق میں نازل ہوئیں انہوں نے کہا تھا اگر ہم اسلام لے آئیں تو ہم سے پہلے عمار، صہیب، بلال اور فلاں فلاں وغیرہ جو ایمان لائے وہی حال ہمارا ہوگا۔

اس کا جواب دیا گیا کہ اسلام میں مال و دولت سے تبدیلی مذہب کا سودا نہیں ہے بلکہ حقانیت کے انوار جس کی نظر میں جچ گئے وہ مسلمان ہوا اور جو دنیا کے خس و خاشاک میں الجھا وہی ایمان سے محروم ہوا۔

آج بحمدہ تعالیٰ ۱۴/ اکتوبر ۱۹۵۵ء بروز جمعہ اٹھارہواں پارہ ختم ہوا

پارہ نمبر ۱۹

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾

اور بولے وہ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے ہم پر کیوں نہ اتارے گئے فرشتے یا دیکھتے ہم اپنے رب کو بے شک بڑا تکبر کرتے ہیں اپنے جی میں اور بڑی سرکشی پر ہیں

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾

جس دن دیکھیں گے فرشتوں کو نہیں خوشی ہوگی اس دن مجرموں کو اور کہیں گے (الٰہی) کوئی آڑ کر دے رکی ہوئی (ہم میں ان میں)

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾

اور متوجہ ہوں گے ان کے عملوں کی طرف تو کر دیں گے ہم انہیں هَبَآءً مَّنْثُوْرًا

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾

جنت والے اس دن اچھے مقام پر ہوں اور اچھی دوپہر کا ٹھکانا ہوگا

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾

اور جس دن پھٹ جائے آسمان بادلوں سے اور نازل ہوں فرشتے پورے نزول سے

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾

اس دن بادشاہی سچی رحمٰن کی ہو اور وہ دن ہو کافروں پر سخت

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾

اور جس دن چبائے ظالم مشرک اپنے ہاتھ کہے ہائے میں نے پکڑی ہوتی رسول کے ساتھ راہ

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾

ہائے خرابی میری کاش میں نے فلاں کو نہ پکڑا ہوتا اپنا دوست

لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾

بے شک گمراہ کیا مجھے میرے پاس آئی ہوئی نصیحت سے اور شیطان تھا آدمی کے لئے بلا مدد چھوڑنے والا

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

اور عرض کرے رسول اے میرے رب بے شک میری قوم نے کر دیا اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

اور ایسے ہی ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنا دیئے مجرموں میں سے اور کافی ہے تمہارا رب ہدایت اور مدد دینے کو

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ کَذٰلِکَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَکَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا ﴿۳۲﴾

اور بولے کافر کیوں نہ اترا ان پر قرآن ایک بار ہم نے ایسے ہی بتدریج اتارا کہ اس سے مضبوط کریں تمہارے دل اور ہم نے آہستہ آہستہ پڑھا اس کو

وَلَا یَاْتُوْنَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰکَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا ﴿۳۳﴾

اور وہ نہیں لا سکتے کوئی مثال آپ کے آگے مگر ہم سچی اور اس سے بہتر لا دیں گے

اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۳۴﴾ ع

وہ جو محشور ہوں منہ کے بل جہنم کی طرف ان کا ٹھکانہ سب سے برا ہے اور بہکی ہوئی راہ

حل لغات تیسرا رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

وَ۔اور	قَالَ۔بولے	الَّذِیْنَ۔وہ جو	لَا۔نہیں
یَرْجُوْنَ۔امید رکھتے	لِقَآءَنَا۔ہماری ملاقات کی	لَوْلَآ۔کیوں نہیں	اُنْزِلَ۔اتارے گئے
عَلَیْنَا۔ہم پر	الْمَلٰٓئِکَةُ۔فرشتے	اَوْ۔یا	نَرٰی۔دیکھیں ہم
رَبَّنَا۔اپنے رب کو	لَقَدِ۔بے شک	اسْتَکْبَرُوْا۔بڑے بنے وہ	فِیْٓ۔بیچ
اَنْفُسِهِمْ۔اپنے جی کے	وَ۔اور	عَتَوْا۔سرکشی کی	عُتُوًّا۔سرکشی
کَبِیْرًا۔بڑی	یَوْمَ۔جس دن	یَرَوْنَ۔دیکھیں گے	الْمَلٰٓئِکَةَ۔فرشتوں کو
لَا۔نہیں	بُشْرٰی۔خوشی ہوگی	یَوْمَئِذٍ۔اس دن	لِّلْمُجْرِمِیْنَ۔مجرموں کو
وَ۔اور	یَقُوْلُوْنَ۔کہیں گے	حِجْرًا۔آڑ ہو	مَّحْجُوْرًا۔روکی ہوئی
وَ۔اور	قَدِمْنَآ۔متوجہ ہوں گے ہم	اِلٰی۔طرف	مَا۔اس کی جو
عَمِلُوْا۔عمل کئے انہوں نے	مِنْ عَمَلٍ۔کوئی عمل	فَجَعَلْنٰهُ۔تو بنا دیں گے ہم اس کو	
هَبَآءً۔غبار	مَّنْثُوْرًا۔پھیلا ہوا	اَصْحٰبُ۔صاحبان	الْجَنَّةِ۔جنت
یَوْمَئِذٍ۔اس دن	خَیْرٌ۔بہتر ہوں گے	مُّسْتَقَرًّا۔ٹھکانے میں	وَّ۔اور
اَحْسَنُ۔اچھے ہوں گے	مَقِیْلًا۔آرام میں	وَ۔اور	یَوْمَ۔جس دن
تَشَقَّقُ۔پھٹ جائے گا	السَّمَآءُ۔آسمان	بِالْغَمَامِ۔بادلوں سے	وَ۔اور
نُزِّلَ۔اتارے جائیں	الْمَلٰٓئِکَةُ۔فرشتے	تَنْزِیْلًا۔پوری طرح	اَلْمُلْکُ۔بادشاہی
یَوْمَئِذِنِ۔اس دن	الْحَقُّ۔سچی ہوگی	لِلرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کی	وَ۔اور
کَانَ۔ہوگا	یَوْمًا۔دن	عَلَی۔اوپر	الْکٰفِرِیْنَ۔کافروں کے
عَسِیْرًا۔مشکل	وَ۔اور	یَوْمَ۔جس دن	یَعَضُّ۔کاٹے گا
الظَّالِمُ۔ظالم	عَلٰی۔اوپر	یَدَیْهِ۔اپنے ہاتھوں کے	یَقُوْلُ۔کہے گا

يٰلَيْتَنِي۔ ہائے افسوس	اتَّخَذْتُ۔ پکڑتا میں	مَعَ۔ ساتھ	الرَّسُوْلِ۔ رسول کے
سَبِيْلًا۔ رستہ	يٰا۔ اے	وَيْلَتٰى۔ کاش	لَيْتَنِي۔ افسوس
لَمْ۔ نہ	اَتَّخِذْ۔ پکڑتا میں	فُلَانًا۔ فلاں کو	خَلِيْلًا۔ دوست
لَقَدْ۔ بے شک	اَضَلَّنِي۔ گمراہ کیا مجھے	عَنِ الذِّكْرِ۔ نصیحت سے	بَعْدَ۔ بعد
اِذْ۔ اس کے کہ	جَآءَنِي۔ آئی میرے پاس	وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے
الشَّيْطٰنُ۔ شیطان	لِلْاِنْسَانِ۔ انسان کو	خَذُوْلًا۔ ذلیل کرنے والا	وَ۔ اور
قَالَ۔ کہے گا	الرَّسُوْلُ۔ رسول	يٰا۔ اے	رَبِّ۔ میرے رب
اِنَّ۔ بے شک	قَوْمِي۔ میری قوم نے	اتَّخَذُوْا۔ پکڑا	هٰذَا۔ اس
الْقُرْاٰنَ۔ قرآن کو	مَهْجُوْرًا۔ چھوڑا ہوا	وَ۔ اور	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح
جَعَلْنَا۔ بنائے ہم نے	لِكُلِّ۔ ہر ایک	نَبِيٍّ۔ نبی کے لئے	عَدُوًّا۔ دشمن
مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ۔ مجرموں سے		وَ۔ اور	كَفٰى۔ کافی ہے
بِرَبِّكَ۔ تیرا رب	هَادِيًا۔ ہدایت دینے والا	وَّ۔ اور	نَصِيْرًا۔ مددگار
وَ۔ اور	قَالَ۔ کہا	الَّذِيْنَ۔ انہوں نے	كَفَرُوْا۔ جو کافر ہیں
لَوْلَا۔ کیوں نہ	نُزِّلَ۔ اتارا گیا	عَلَيْهِ۔ اس پر	الْقُرْاٰنُ۔ قرآن
جُمْلَةً۔ ایک ہی	وَّاحِدَةً۔ دفعہ	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	لِنُثَبِّتَ۔ تاکہ ثابت رکھیں ہم
بِهٖ۔ اس سے	فُؤَادَكَ۔ تیرا دل	وَ۔ اور	رَتَّلْنٰهُ۔ آہستہ آہستہ پڑھا
ہم نے اس کو	تَرْتِيْلًا۔ پڑھنا، وَ۔ اور	لَا۔ نہ	يَاْتُوْنَكَ۔ لائیں گے
تیرے پاس	بِمَثَلٍ۔ کوئی مثال	اِلَّا۔ مگر	جِئْنٰكَ۔ لائیں گے ہم
تیرے پاس	بِالْحَقِّ۔ حق	وَ۔ اور	اَحْسَنَ۔ بہتر
تَفْسِيْرًا۔ تفسیر	اَلَّذِيْنَ۔ وہ جو	يُحْشَرُوْنَ۔ اکٹھے کئے جائیں	
عَلٰى۔ اوپر	وُجُوْهِهِمْ۔ اپنے مونہوں کے		اِلٰى۔ طرف
جَهَنَّمَ۔ جہنم کی	اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ	شَرٌّ۔ برے ہیں	مَّكَانًا۔ جگہ میں
وَّ۔ اور	اَضَلُّ۔ زیادہ گمراہ	سَبِيْلًا۔ رستے میں	

418

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔ سورۃ فرقان۔ پ ۱۹

يَرْجُوْنَ۔ رجا سے ہے سو اگر امید کے معنی میں مشہور ہے مگر اصل وضع واضع میں اس کے معنی امید و بیم دونوں ہیں۔ یہ لغات اضداد میں سے ہے تو لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا کے معنی ہوئے کہ ہمارے سامنے آنے کا انہیں خوف نہیں۔

لَا بُشْرٰى۔ بشریٰ بروزن فعلی ہے اور یہ مصدر اصل میں لَا يُبَشَّرُ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ ہے۔ بشریٰ کہہ کر مبالغہ کیا گیا اور لا لگا کر نفی جنس کی گئی ہے۔

وَ یَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ میں حجر مصدر ہے جو غیر منصرفہ ہے اور ان مصادر سے ہے جو منصوب ہوتے ہیں اس کے لغوی معنی روکنا، منع کرنا ہے۔ لیکن محاورہ عرب میں دشمن سے مڈبھیڑ کے موقعہ پر یا ہجوم مصیبت کے وقت اس کلمہ کو بولتے ہیں اور استعاذے کی جگہ بولتے ہیں۔ سیبویہ کے نزدیک یہ وہاں مستعمل ہوتا ہے تو اس کے لفظی معنی روک اور آڑ کے ہوئے یعنی وہ کہیں گے کہ ہم میں اور فرشتوں میں آڑ ہو جائے۔

جب کوئی کہے فُلَانٌ یَّفْعَلُ کَذَا وَ کَذَا تو دوسرا شخص کہے حِجْرًا۔ اس سے اس کی مراد ہوتی ہے اَسْاَلُ اللّٰهَ اَنْ یَّمْنَعَ ذَالِکَ مِنْهَا وَیَحْجُرُهٗ حِجْرًا۔ اس کے معنی اردو میں دور، دفان ہوئے۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا۔ قَدِمْنَآ کے معنی کے قَصَدْنَا کے ہیں قَادِمٌ اِلَى الشَّیْءِ درحقیقت شے کی طرف متوجہ اور قصد کرنے والا کے ہیں مَا عَمِلُوْا میں ما مصدریہ ہے تو خلاصہ معنی یہ ہوئے اَیْ قَصَدْنَا اِلٰى اَعْمَالِهِمْ۔

فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ ہباء اس غبار کو کہتے ہیں جو روشندان میں سورج کی کرنوں کے ساتھ داخل ہوتا ہے یا وہ غبار جو جانوروں کے سموں سے اڑتا ہے یہ ہبوہ سے مشتق ہے اور ہبوہ غبار کو کہتے ہیں۔

مَّنْثُوْرًا۔ صفت ہے ہباء کی اور نثر سے ماخوذ ہے یہ بمعنی انتشار ہے یعنی بکھرا ہوا۔

خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِیْلًا۔ مستقر، مکان استقرار کو کہتے ہیں اور مقیل ظرف زمان ہے یعنی وقت قیلولہ جو دوپہر کو سونا ہوتا ہے۔

وَ یَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ۔ تَشَقَّقُ اصل تتشقق تھا۔ دو تاء میں سے ایک کو حذف کر دیا۔ جیسے تتلظی کا تلظی ہو گیا۔

بِالْغَمَامِ۔ یعنی بِسَبَبِ طُلُوْعِ الْغَمَامِ۔ اور الْغَمَامِ میں الف لام عہدی ہے۔ یعنی وہ ابر جس کا ذکر آیہ کریمہ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ۔

اَلْمُلْكُ یَوْمَىِٕذِ ﹰالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ۔ الملک مبتدا۔ الحق اس کی صفت یَوْمَىِٕذِ ﹰالْحَقُّ کا ظرف لِلرَّحْمٰنِ خبر یعنی سچی بادشاہی اس دن رحمٰن کی ہو گی۔

وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى یَدَیْهِ عض یدین اور عض انامل اور اکل بنان اور حرق سنان یہ سب کنایہ ہیں غیظ و غضب اور حسرت وندامت سے۔

مَهْجُوْرًا۔ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ ہجران سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی ترک کے ہیں اَیْ تَرَکُوا الْاِیْمَانَ بِهٖ وَلَمْ یَقْبَلُوْهُ۔

حل لغات کے بعد خلاصہ تفسیر پڑھیے

جہاں منکرین کھانے پینے بازاروں میں چلنے پھرنے پر اعتراض کرتے تھے اور کیا کیا باتیں بناتے تھے وہاں شروع پارہ سے ان کی اور لایعنی باتیں بتا کر اس کا جواب دیا جا رہا ہے۔ جو

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا۔ سے شروع ہے یعنی منکرین ومشرکین جنہیں ہم سے ملنے ہمارے سامنے آنے کا خیال اور خوف نہیں بولے۔

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا۔ کیوں نہ اترے ہم پر فرشتے یا ہم دیکھتے ہم اپنے رب کو اور یہ نہیں سمجھتے کہ مر کر جب اٹھیں گے تو اللہ کے حضور جائیں گے مگر لقاء الٰہی کو تو مومن مانتے تھے مجرمین مشرکین تو اسے ایک افسانہ تصور کرتے تھے اور استہزاء کہتے تھے کہ فرشتے اگر ہیں تو نازل ہوں اور اللہ تعالیٰ کا وجود اگر ہے تو سامنے آئے یہی خیال فاسد و کاسد کمیونسٹ پارٹی کا ہے اور عام دہریہ بھی یہی خیال رکھتے ہیں۔ اس پر ارشاد ہے:

لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ۔ بے شک وہ اپنے خیال میں بہت متکبر ہیں۔

جو اپنے کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ ملائکہ ان کے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھنے کی ہمت رکھتے ہیں یہ تکبر ہی نہیں کرتے بلکہ

وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا۔ وَالْعُتُوُّ تَجَاوُزُ الْحَدِّ فِي الظُّلْمِ۔ عربی محاورہ میں حد سے از روئے ظلم تجاوز ہونے کو کہتے ہیں۔ تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ عام بشر کی حد یہ ہے کہ انبیاء کرام کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام سنیں اور عمل کریں۔ نہ یہ کہ اپنے کو ان کا ہمسر سمجھنے لگیں۔ جیسا کہ مولانا رومی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مشرکین

ہمسری با انبیاء برداشتند — گفت مایاں ہم بشر ایشاں بشر

انبیاء کرام کے ساتھ ہمسری و مساوات کا خبط رکھتے ہیں۔ حالانکہ ان کی شان رفیع یہ ہے کہ بصورت بشر ظہور فرما کر ملائکہ سے نورانیت میں بلند ہوتے ہیں اسی وجہ میں ان کے در کے خادم ملائکہ نہیں بلکہ ملائکہ کا رسول جبریل علیہ السلام بھی ہے۔

عرش است کمیں پایہ ز ایوان محمد ﷺ — جبریل امیں خادم دربان محمد ﷺ

اور ملائکہ انہی مخصوص ہستیوں کے حضور آتے ہیں ان کی دربانی کو اپنا فخر جانتے ہیں اس لئے کہ ان کی روحانیت و نورانیت ان سے بلند ہوتی ہے۔

ایسے ہی اس لطیف و خبیر کو دنیا میں کوئی نہیں دیکھ سکتا خود فرما دیا:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ٘ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ٘ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔

جیسے خفاش اپنی آنکھ سے سورج دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا اسی طرح انسان آفتاب الوہیت کے لئے خفاش چشم ہے وہ اسے نہیں دیکھ سکتا۔

دوسرے وہ ذات واحد چونکہ انسان سے اقرب ہے بنا بریں باصول فلاسفہ غایت قرب انتہاء خفا و استتار کا مقتضی ہے اور اس دعویٰ کا ثبوت عملی ہمارے مشاہدہ میں ہے۔

یہ آنکھ جو ہمیں عطا کی گئی یہ ایک حد سے دیکھتی ہے اور ایک حد تک دیکھتی ہے اور اس سے آگے دیکھنے سے قاصر ہے اور جس حد سے دیکھتی ہے اس سے آگے اگر کوئی اسے دکھایا جائے تو وہ اس کو دیکھنے سے قاصر ہے۔

مثلاً ایک پڑھے لکھے کی آنکھ سے ایک لکھا ہوا کاغذ لگا کر پڑھوایا جائے تو وہ ہرگز اس کو نہ پڑھ سکے گا اس لئے کہ اس کاغذ کا قرب انتہا کو ہو گیا۔

سرمہ کھرل میں نظر آئے گا۔ سرمہ دانی میں نظر آئے گا سلائی میں نظر آئے گا اور جب نظر میں لگا دیا تو نظر سے مخفی ہو گیا اس لئے کہ غایت قرب انتہاء خفا و استتار کا مقتضی ہے۔

بہر حال ثابت ہوا کہ وہ ذات لم یزل ولا یزال نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ۔ اسی بناء پر فرما چکی کہ دیکھنے کی خواہش کرنے والا بہ نظر تفلسف بھی سمجھ لے کہ اس کا نظر نہ آنا ہی اس کے غایت قرب کی دلیل ہے۔

اور جس دن وہ رب جلیل ملائکہ کے دیکھنے کی نظر عطا فرمائے گا اس کا نام قیامت ہے اب اس کے متعلق ارشاد ہے:

یَوۡمَ یَرَوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَةَ لَا بُشۡرٰی یَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ وَ یَقُوۡلُوۡنَ حِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا۔ جس دن دیکھ لیں گے فرشتوں کو تو اس دن مجرمین مشرکین کو خوشی نہ ہوگی اس دن کہیں گے حِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا۔ دور ہو جائیں یہ ہم سے کہ یہ تو عذاب لے کر آئے ہیں لیکن اس دن حِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا کہنے سے وہ دور نہ ہوں گے بلکہ

وَ قَدِمۡنَاۤ اِلٰی مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰهُ هَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا۔ اور لائیں گے ہم ان کے عملوں کو تو کر دیں گے انہیں بکھرا ہوا غبار۔

یعنی کفار بہ نیت حصول ثواب عمل کرتے تھے اور ایمان واعتقاد باطل رکھتے تھے وہ سب عمل اکارت جائیں گے اور ہباء منثورا ہو جائیں گے کچھ کام نہ آئیں گے۔ البتہ۔

اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ یَوۡمَئِذٍ خَیۡرٌ مُّسۡتَقَرًّا وَّ اَحۡسَنُ مَقِیۡلًا۔ جنتی لوگوں کے لئے اس دن بہتر ٹھکانا ہوگا اور بہترین دوپہر میں قیلولہ کرنے کا مقام جس میں وہ بے فکری سے آرام کریں گے۔

اس کے بعد چند اور حالات ہیبت ناک بیان فرمائے جاتے ہیں۔ حَیۡثُ قَالَ۔

یَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالۡغَمَامِ وَ نُزِّلَ الۡمَلٰٓئِکَةُ تَنۡزِیۡلًا۔ جس دن پھٹ جائیں گے آسمان بادلوں سے اور اتریں گے ملائکہ جوق در جوق۔

اس آیت کریمہ میں قیامت قائم ہونے کا نقشہ دکھایا گیا ہے اور غمام سے مراد ابر ہے یا ملائکہ اور دیگر روحانیت کے انوار جو بصورت ابر سفید دکھائی دیں اور بعد کی آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قیامت قائم ہونے کے وقت تو نیا آسمان اور نئی زمین ہوگی جس پر حشر کے دربار میں عدالت قائم ہوگی۔

اور یہ آسمان قیامت سے پہلے پھٹ چکا ہوگا اور اس حادثے کے آثار میں دھواں اور بادل محیط ہوں تو یَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالۡغَمَامِ سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ اب وہ بادل اور بخارات آسمان سے دور کیے جائیں گے پھر آسمان سے جوق در جوق ملائکہ نازل ہوں گے تاکہ حساب وکتاب اعمال ہو۔ پھر

اَلۡمُلۡکُ یَوۡمَئِذِ الۡحَقُّ لِلرَّحۡمٰنِ ؕ وَ کَانَ یَوۡمًا عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ عَسِیۡرًا۔ تو حقیقی سلطنت اس دن رحمٰن ہی کی ہو اور وہ دن کافروں پر بہت سخت ہوگا۔

وَ یَوۡمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیۡهِ یَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِی اتَّخَذۡتُ مَعَ الرَّسُوۡلِ سَبِیۡلًا ﴿۲۷﴾ یٰوَیۡلَتٰی لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدۡ اَضَلَّنِیۡ عَنِ الذِّکۡرِ بَعۡدَ اِذۡ جَآءَنِیۡ ؕ وَ کَانَ الشَّیۡطٰنُ لِلۡاِنۡسَانِ خَذُوۡلًا ﴿۲۹﴾۔

اس دن چبائے گا ظالم اپنے ہاتھ کہے گا اے کاش میں بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راہ پاتا۔ ہائے میری خرابی کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا اس نے تو مجھے گمراہ کر دیا نصیحت آنے کے بعد اور شیطان تو انسان کے لئے رسوا کرنے والا ہی تھا۔

یہاں فلاں سے مراد وہ ہے جس کی صحبت نے اسے قبول ہدایت سے روکا تھا اسی لئے علامہ رومی رحمہ اللہ نے فرمایا:

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لِلصُّحْبَةِ تَأْثِيرٌ وَلَوْ كَانَ سَاعَةً۔

معالم وغیرہ جلالین اور ابن جریر میں فلاں سے مراد ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط ہے۔

یہ عقبہ وہ ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان قبول کر لیا تھا اس کے بعد ابی بن خلف نے اسے ملامت کی تو پھر مرتد ہو گیا یہ جب عذاب جہنم دیکھے گا تو کہے گا یٰوَیْلَتٰى لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا۔

اور جب کفار کی ایذائیں حد سے بڑھ گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا جس کا بیان آگے آتا ہے وَقَالَ الرَّسُوْلُ۔

اور ابو مسلم اصفہانی کے نزدیک یہاں قال ماضی معنی مضارع ہے یعنی بروز قیامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔ یعنی رسول عرض کریں الٰہی بے شک میری قوم نے تو اس قرآن کریم کو فضول سمجھ رکھا تھا۔

یہ قال بمعنی یقول ہے جیسے دوسری جگہ بھی ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ الخ اس کے معنی ہیں جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ۔

یہاں مَهْجُوْرًا اگر ہجر سے لیا جائے تو ہذیان کے معنی دے گا یعنی بہکی بہکی باتیں۔ جیسا کہ اسے مشرکین کبھی جادو کہتے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا بنایا ہوا بتاتے۔ کبھی اساطیر الاولین سے تشبیہ دیتے تھے۔ آگے ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِیًا وَّنَصِیْرًا۔ اور ایسے ہی ہم نے تمام انبیاء کے ساتھ مجرموں کی ایک جماعت دشمن بھی رکھی اور تمہارا رب تمہاری مدد کو کافی ہے اور انبیاء ہدایت کو۔

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ ان مخالفوں کی مخالفت سے نہ پہلے کچھ ہوا نہ اب کچھ ہوگا آپ اطمینان رکھیں اس کے بعد مشرکین کا ایک اعتراض بیان فرمایا گیا پھر اس کا جواب دیا:

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا۔ اور کافروں نے کہا کیوں نہ اترا یہ قرآن مجموعی صورت میں (اس کا جواب فرمایا گیا):

كَذٰلِكَ۔ ایسے ہی نازل ہونا صحیح تھا تا کہ اس سے تمہارا دل متحمل ہوتا اور ہر چیز پختہ ہو کر جم جاتی اس لئے ہم نے ٹھہر ٹھہر کر سنایا۔

اور یہ حقیقت ہے کہ تھوڑا تھوڑا نجماً نجماً نزول سے جتنا مضمون متحضر ہو سکتا تھا یک لخت نازل ہونے سے اتنا نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ حکمت الٰہی کا ظہور تھا جسے باقتضاء حسد قابل اعتراض سمجھتے ہیں حالانکہ یہ تو عین حکمت ہے چنانچہ آگے ارشاد ہے:

وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا۔ اور اے محبوب نہیں لائیں گے یہ کوئی بات مگر ہم اس کا صحیح جواب اور بہترین تفسیر سے وضاحت فرما دیں گے۔

اور صاف صاف اس کی توجیہ کریں گے آخر میں توبیخاً ارشاد ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِیْلًا۔ وہ جو جہنم میں منہ کے بل محشور ہونے والے ہیں ان کا بہت برا مکان اور بہکی ہوئی راہ ہے۔ انہیں اعتراض ہی کرتے گزرے گی حتیٰ کہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

وَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰی رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِیْرًا ﴿۲۱﴾ -

اور بولے وہ جنہیں ہمارے ملنے کا خیال نہیں کہ کیوں نہ اترے ہم پر ملائکہ یا دیکھتے ہم اپنے رب کو بے شک وہ اپنے جی میں سب متکبر ہیں اور از روئے ظلم حد سے بڑھ چکے ہیں۔

یہ قول مشرکین منجملہ دیگر تاویل باطلہ کے ہے اس میں لفظ رجا سے یَرْجُوْنَ خاص طور پر قابل تصریح و تحقیق ہے۔

اَلرَّجَاءُ فِی الْمَشْهُوْرِ الْاَمَلُ۔

۱- فروق ابن ہلال میں ہے: اَلْاَمَلُ الرَّجَاءُ یَسْتَمِرُّ۔

۲- وَ قِیْلَ الْاَمَلُ یَكُوْنُ فِی الْمُمْكِنِ وَالْمُسْتَحِیْلِ وَالرَّجَآءُ یَخُصُّ الْمُمْكِنَ۔

۳- وَ فِی الْمِصْبَاحِ الْاَمَلُ ضِدُّ الْیَاسِ وَاَكْثَرُ مَا یُسْتَعْمَلُ فِیْمَا یَبْعُدُ حُصُوْلُهٗ وَالطَّمْعُ یَكُوْنُ فِیْمَا قَرُبَ حُصُوْلُهٗ وَالرَّجَاءُ بَیْنَ الْاَمَلِ وَالطَّمْعِ فَاِنَّ الرَّاجِیَ یَخَافُ اَنْ لَّا یَتَحَصَّلَ مَاْمُوْلُهٗ وَلِذَا اسْتُعْمِلَ بِمَعْنَی الطَّمْعِ۔

۴- وَفَسَّرَهٗ اَبُوْ عُبَیْدَةَ وَقَوْمٌ بِالْخَوْفِ۔

۵- وَقَالَ الْفَرَّاءُ هٰذِهِ الْكَلِمَةُ تِهَامِیَّةٌ وَ هِیَ اَیْضًا مِنْ لُغَةِ هُذَیْلٍ اِذَا كَانَ مَعَ الرَّجَآءِ ذَهَبُوْا بِهٖ اِلٰی مَعْنَی الْخَوْفِ فَیَقُوْلُوْنَ فُلَانٌ لَّا یَرْجُوْا رَبَّهٗ سُبْحٰنَهٗ یُرِیْدُوْنَ لَا یَخَافُ رَبَّهٗ سُبْحٰنَهٗ وَمِنْ ذَالِكَ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا اَیْ لَا تَخَافُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰی عَظْمَتَهٗ۔

۶- وَاِذَا قَالُوْا فُلَانٌ یَّرْجُوْا رَبَّهٗ عَلٰی مَعْنَی الرَّجَآءِ لَا عَلَی الْخَوْفِ - قَالَ الشَّاعِرُ:

اِذَا لَسَعَتْهُ النَّحْلُ لَمْ یَرْجُ لَسْعَهَا وَخَالَفَهَا فِیْ بَیْتِ نَوْبٍ عَوَاسِلٍ

۷- وَذُكِرَ اَنَّ الرَّجَآءَ فِیْ مَعْنَی الْخَوْفِ مَجَازٌ لِاَنَّ الرَّاجِیَ لِاَمْرٍ یَخَافُ فُوَاتَهٗ۔

۱- وَاَصْلُ اللِّقَاءِ مُقَابَلَةُ الشَّیْءِ وَ مُصَادَفَتُهٗ۔

۲- وَ لِقَاؤُهٗ تَعَالٰی هُنَا كِنَایَةٌ عَنْ لِقَآءِ جَزَائِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

۳- وَالْمَعْنٰی عَلَی التَّفْسِیْرِ الْمَشْهُوْرِ لِلرَّجَاءِ وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَاْمَلُوْنَ لَقَاءَ جَزَائِنَا بِالْخَیْرِ وَالثَّوَابِ عَلَی الطَّاعَةِ لِتَكْذِیْبِهِمْ بِالْبَعْثِ۔

۴- وَعَلَی التَّفْسِیْرِ الْاٰخَرِ وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَخَافُوْنَ لِقَاءَ جَزَائِنَا بِالشَّرِّ وَالْعِقَابِ عَلَی الْمَعْصِیَةِ لِتَكْذِیْبِهِمْ بِالْبَعْثِ۔

۵- وَ قِیْلَ الْمُرَادُ بِهٖ رُؤْیَتُهٗ تَعَالٰی فِی الْاٰخِرَةِ۔

۶- وَقَدْ یُقَالُ نَفْیُ رِجَاءِ لِقَائِهٖ تَعَالٰی کِنَایَةٌ عَنْ اِنْکَارِ الْبَعْثِ وَالْحَشْرِ۔

رجاء ولقاپر مندرجہ بالا جو اقوال نقل ہوئے ان میں رجاء پر سات قول ہیں اور لقاء پر چھ اوران کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل محض امید کے معنی دیتا ہے اور رجاء کے معنی کبھی اس معاملہ پر آتا ہے جس کا حصول ممکن ہو کہیں مایوسی کی ضد پر کہیں امید وخواہش کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ کہیں محض طمع حصول پر کہیں ایسے موقعہ پر مستعمل ہوتا ہے جہاں خوف بھی شامل ہو لیکن محض خوف لقاء کے موقعہ پر اس کا استعمال ہے۔

تو خلاصہ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا کے معنی کا یہی نکلا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری کے موقعہ سے بے خوف ہیں۔

ایسے ہی لقاء میں بھی مختلف معنی ہیں۔ لقاء مقابلۂ شے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لقاء کنایہ ہے جزاء عمل سے جو قیامت کے دن ہو وغیرہ وغیرہ۔

لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ۔ کیوں نہ اترے ہم پر فرشتے فَیُخْبِرُوْنَا بِصِدْقِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ تو وہ آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے۔

اَوْ نَرٰی رَبَّنَا۔ یا ہم اپنے رب کو دیکھتے تا کہ وہ خود ہمیں بتا دیتا کہ یہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میرے رسول ہیں اس پر ارشاد ہے:

لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِیْرًا۔ بے شک یہ اپنے جی میں متکبر ہیں اور عتو پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وَالْعُتُوُّ تَجَاوُزُ الْحَدِّ فِی الظُّلْمِ وَ هُوَ الْمَصْدَرُ الشَّائِعُ لُغَتاً - اَیْ وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْ شَاْنِ اَنْفُسِهِمْ وَتَجَاوَزُوا الْحَدَّ فِی الظُّلْمِ وَالطُّغْیَانِ تَجَاوُزًا كَبِیْرًا بَالِغًا اَقْصٰی غَایَةٍ حَیْثُ كَذَّبُوا الرَّسُوْلَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

لَقَدِ میں ل قسمیہ ہے گویا فرمایا قسم بخدا یہ اپنے جی میں بہت متکبر ہو گئے ہیں اور عَتَوْا یعنی اپنی حد سے ظلم وطغیان میں متجاوز ہو چکے ہیں اور اتنے متجاوز عن الحد ہو چکے ہیں کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جھٹلانے لگ گئے اس تکذیب و ابطال فرمان پر رسالت پر سات پہلو ہیں جن سے ان کی گمراہی و بے دینی ثابت ہوتی ہے۔

اول یہ کہ جب قرآن کریم نے اپنی شان معجزانہ دکھائی اور یہ ثابت کر دیا کہ یہ کلام انسانی کلام نہیں اور اس کا مقابلہ انسان کی قوت میں نہیں تو جس پر یہ نازل ہوا اس کی نبوت کی صداقت میں وہی انکار کرسکتا ہے جو متکبر اور متجاوز عن الحد ہو۔

دوسرے یہ کہ نزول ملائکہ علیہم السلام بھی معجزانہ شان سے ہی ہوگا اور جب ایک معجزہ کا انکار انہیں آسان تھا تو نزول ملائکہ سے ان کے نازل ہونے کے بعد انکار ہوسکتا ہے اس لئے کہ جب انکار ہی کی ٹھان لی ہو تو نزول ملائکہ کے بعد بھی وہ انکار کرسکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ وہ حقیقت میں ملائکہ ہی نہ تھے لہٰذا ہم تصدیق نبوت نہیں کرتے۔

تیسرے یہ کہ تصدیق رسالت کو رویت رب جل مجدہ پر موقوف کرنا مفید علم نہیں ہوسکتا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں میں اگر یہ ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے الٰہی اگر تو سچا ہے تو اس میت کو زندہ کر دے اور وہ میت زندہ ہو

جاتی۔ یا حضور فرماتے الٰہی اگر تو سچا ہے تو مجھے سچا ثابت کر تو دونوں پہلوان منکرین مجرمین کے لئے از روئے عناد مفید نہیں ہو سکتے اس لئے کہ جس نے انکار کی ٹھان لی ہوا سے انکار کا پہلو بنی اسرائیل کی طرح اختیار کر لینا معمولی بات ہے۔

چوتھے یہ کہ غلام کو تو یہی زیبا ہے کہ اپنے مولا کے آگے جھکا رہے۔ اشاعرہ کہتے ہیں کہ حکم مالک کی تعمیل غلام پر لازم اور معتزلہ کہتے ہیں بحکم مصلحت اتباع لازم ہے بہر حال متبع کو معترض ہونے کا حق نہیں اور منکرین مجرمین چونکہ اعتراف غلامی کرنے سے منحرف تھے انہیں بہر صورت انکار کرنا تھا۔

پانچویں وہ معاند ہو یعنی عناداً پس پشت برا کہتا رہے وہ ادب کے خلاف ہے لہٰذا منکرین و مشرکین انہیں میں سے ہیں۔

چھٹے یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اس فرمانے سے یہ مقصد ہے کہ اگر ہم جانتے کہ یہ متکبرین اور متجاوز عن الحدود نہیں ہیں تو ضرور ہم ان کا مطالبہ پورا کر دیتے لیکن چونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ یہ مطالبہ بہ سبب مکابرہ وعناد کر رہے ہیں لہٰذا لازمی طور پر ہم اسے پورا نہیں کریں گے۔

ساتویں یہ کہ اہل کتاب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں کوئی نہیں دیکھ سکتا اور ملائکہ کا نزول بھی عام نہیں ہو سکتا۔ تو از روئے عناد انہوں نے اپنا ایمان ان ناممکن امور پر معلق کیا ہے تو وہ طالب حق نہیں ہیں بلکہ متکبر اور ساخر اور استہزاء کرنے والے ہیں۔ اسی بنا پر انہیں جواب دیا کہ (ماخوذ از روح المعانی)

یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ لَا بُشْرٰى یَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ وَ یَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ جس دن دیکھیں گے ملائکہ کو تو انہیں کوئی خوشی نہ ہوگی اس دن اور کہیں گے ان کے ہمارے مابین کوئی آڑ ہو جائے۔

لَا بُشْرٰى۔ پر آلوسی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

فَاِنَّهٗ فِیْ مَعْنٰی لَا یَبْشِرُ یَوْمَئِذٍ الْمُجْرِمُوْنَ وَالْعَدُوْلُ اِلٰی نَفْیِ الْجِنْسِ لِلْمُبَالَغَةِ فِیْ نَفْیِ الْبُشْرٰی لَا بُشْرٰی۔ کے یہاں یہ معنی ہیں لَا یَبْشِرُ نہیں خوش ہوں گے اس دن مجرمین اور یہ نفی جنس مبالغۃً ہے یعنی جنس بشارت ہی ان کے لئے نہ ہو۔

فَكَاَنَّهٗ قِیْلَ لَا یَبْشِرُوْنَ یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ۔ گویا فرمایا گیا کہ کوئی خوشی نہ ہوگی انہیں جس دن وہ ملائکہ کو دیکھیں گے۔

اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مومنین کے لئے اس دن بشریٰ ہے جیسا کہ فرمایا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا۔ تو عدم بشریٰ ان عصاۃ و کفار کے لئے ہے جو لقاء الٰہی سے نہیں ڈرتے۔

وَ یُفِیْدُ الْكَلَامُ سَلْبَ الْبُشْرٰی عَنِ الْكُفَّارِ عَلٰی اَتَمِّ وَجْهٍ۔ تو کلام الٰہی سے یہ مستفاد ہوا کہ سلب بشریٰ علی اتم الوجہ کفار سے ہے اور وہ جب دیکھیں کہ ملائکہ عذاب لے کر آ رہے ہیں تو بولیں۔

حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ انہیں ہم سے اوٹ میں رکھو ان کے ہمارے مابین آڑ لگا دو۔

حجر اور محجور۔ هِیَ كَلِمَةٌ تَقُوْلُهَا الْعَرَبُ عِنْدَ لِقَاءِ عَدُوٍّ مَّوْفُوْرٍ وَ هُجُوْمِ نَازِلَةٍ هَائِلَةٍ یَضَعُوْنَهَا مَوْضَعَ الْاِسْتِعَاذَةِ - حَیْثُ یَطْلُبُوْنَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی اَنْ یَّمْنَعَ الْمَكْرُوْهَ مِمَّا یَلْحَقُهُمْ۔ یہ ایسا کلمہ ہے جو عرب دشمن کے وفور و ہجوم اور نزول بلا کے موقعہ پر استعاذہ کی جگہ استعمال کرتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس

مصیبت کو ہم سے روک لے۔

بعض نے اس کے معنی کئے: اَیْ حَرَامٌ عَلَیْکَ التَّعَرُّضُ یعنی مصیبت میں پھنسا ہوا کہتا ہے تجھے حرام ہے مجھ پر تعرض کرنا۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ اور قصد کریں ہم ان کے ان اعمال کی طرف جو دنیا میں انہوں نے کئے تو کردیں گے ہم انہیں هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔

مشرکین منکرین بھی تو اعمال صالحہ کرتے تھے جو باقتضاء انسانیت انہیں کرنے پڑتے تھے جیسے صلہ رحمی حفاظت حرم، سقایۃ الحاج، اعانت مسافرین لیکن ان کے متعلق دوسری جگہ صاف فیصلہ فرما دیا گیا: فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِهٖ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۔ ہرگز ہرگز قبول نہ کیا جائے گا سونا بھری زمین ان سے اگرچہ وہ صدقہ کریں یہ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے اور نہیں ہے ان کا کوئی مددگار۔

تو ان کے اعمال صالحہ اکرام ضیف، صلہ رحمی، سقایۃ الحاج ایسے عمل ہوں گے کہ ان کے انکار بعثت اور تکذیب نبوت، میدان حشر کے حضور کا انکار انہیں ہباء منثورا کردے گا۔

یہ ایسے ہے جیسے ایک شخص کسی کی مدد ایک پیسہ سے کرکے اس کے گھر کا سب مال لوٹ کر گرفتار ہو تو اس ایک پیسہ کی اعانت اسے اس جرم کی سزا سے کیسے محفوظ رکھ سکتی ہے اسی لئے فرمایا:

فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ هَبَآ حقارت کے موقع پر آتا ہے۔

عبدالرزاق، فریابی، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ، علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں: وَهَجَ الْغُبَارُ یَسْطَعُ ثُمَّ یَذْهَبُ غبار اڑتا ہے اور غائب ہوجاتا ہے۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تعریف میں فرماتے ہیں: اِنَّهُ الشَّرَرُ الَّذِیْ یَطِیْرُ مِنَ النَّارِ اِذَا اضْطَرَمَتْ۔ ہباء وہ شرارہ ہے جو آگ میں سے اڑ کر غائب ہوجاتا ہے۔

یعلی بن عباد رحمہ اللہ کہتے ہیں اِنَّهُ الرَّمَادُ وہ ریت کے ذرات ہیں۔

اور مجاہد، حسن اور عکرمہ ابی مالک اور عامر علیہم رضوان کہتے ہیں اِنَّهُ شُعَاعُ الشَّمْسِ فِی الْکُوَّةِ وَ کَاَنَّهُمْ اَرَادُوْا مَا یُرٰی فِیْهِ مِنَ الْغُبَارِ کَمَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ اللُّغَوِیِّیْنَ۔ وہ جھروکے میں جو شعاع شمس کے ساتھ ذرات معلوم ہوتے ہیں اسے ہباء کہتے ہیں۔

بعض نے اس کو غبار سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ اہل لغت میں مشہور ہے۔

علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے نہایت واضح تعریف کی وہ کہتے ہیں اَلْهَبَآءُ دِقَاقُ التُّرَابِ وَمَا انْبَثَّ فِی الْهَوَآءِ فَلَا یَبْدُوْا اِلَّا فِی اَثْنَآءِ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِی الْکُوَّةِ۔ ہباء وہ حصہ غبار ہے جو کوٹنے کے وقت ہوا میں پھیل جاتا ہے اور نظر نہیں آتا مگر جب جھروکے اور روشندان میں شعاع شمس پڑے۔ تو وہ ذرات لایتجزی نظر آتے ہیں مگر انہیں حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

اور منثورا میں مبالغہ ہے یعنی وہ جو نظر آتے ہیں وہ ہوا کے ساتھ جب منتشر ہوجائیں تو نظر سے بھی مخفی ہوجاتے ہیں اور

ان کا جمع کرنا ناممکن اور ان سے نفع لینا محال ہوتا ہے۔ (روح المعانی)

اس کے بعد بموجب اسلوب بیان قرآن اب جنتیوں کے درجات کا ذکر کیا جاتا ہے اس لئے کہ جہنمیوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ یَوۡمَئِذٍ خَیۡرٌ مُّسۡتَقَرًّا وَّ اَحۡسَنُ مَقِیۡلًا ۔ اہل جنت اس دن بہتر قیام گاہوں اور اچھے آرام کے مقام پر ہوں گے۔

اس آیت کریمہ میں مستقر اور مقیل دو لغت قابل تشریح ہیں۔

گویا فرمایا کہ مومنین جو اصحاب جنت ہیں اس دن بہترین مستقر میں ہوں گے۔

عربی میں مستقر اس مکان کو کہتے ہیں جس میں اکثر بیٹھا جائے اور باتیں ہوں جسے اردو میں بیٹھک کہتے ہیں۔

اور مقیلا۔ عربی میں مقیل اس مکان کو کہتے ہیں جہاں بے تکلفی سے اپنے بیوی بچوں میں رہا جائے۔

اور مقیل مقام قیلولہ کو کہتے ہیں جہاں دوپہر کے وقت خلوت و استراحت کی جائے۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں هُوَ فِی الۡاَصۡلِ مَكَانُ الۡقَیۡلُوۡلَةِ وَ هِیَ النَّوۡمُ نِصۡفُ النَّهَارِ ۔ وہ قیلولہ کرنے کے مکان کو کہا جاتا ہے جہاں دوپہر کو سویا جائے۔

بعض نے کہا کہ یہ وہ مکان ہے جہاں بیوی کے ساتھ تخلیہ کیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ مکان استراحت کو مقیل کہا جاتا ہے۔

اور وہ جو حدیث میں ہے: لَا نَوۡمَ فِی الۡجَنَّةِ اَصۡلًا ۔ جنت میں قطعاً نیند نہ ہوگی اس لئے کہ مَا تَشۡتَهِیۡهِ الۡاَنۡفُسُ کے ماتحت اگر جنتی سونا پسند کرے گا تو سو بھی سکے گا۔ قطع نظر اس کے تخلیہ میں سونا ہی شرط نہیں ہوتا استراحت بھی تخلیہ میں ہوتی ہے۔

وَ یَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالۡغَمَامِ وَ نُزِّلَ الۡمَلٰٓئِكَةُ تَنۡزِیۡلًا ۔ اور جس دن پھٹ جائے گا آسمان بادلوں سے اور اتارے جائیں گے فرشتے پوری طرح۔

آلوسی رحمہ اللہ آیہ کریمہ پر فرماتے ہیں: یَجۡمَعُ اللّٰهُ تَعَالٰی یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ فِیۡ صَعِیۡدٍ وَّاحِدٍ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ وَالۡبَهَائِمَ وَالسِّبَاعَ وَالطَّیۡرَ وَ جَمِیۡعَ الۡخَلۡقِ فَتَنۡشَقُّ السَّمَآءُ الدُّنۡیَا فَیَنۡزِلُ اَهۡلُهَا وَهُمۡ اَكۡثَرُ مِمَّنۡ فِی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ وَ جَمِیۡعِ الۡخَلۡقِ فَیُحِیۡطُوۡنَ بِجَمِیۡعِهِمۡ فَتَقُوۡلُ اَهۡلُ الۡاَرۡضِ اَفِیۡكُمۡ رَبُّنَا فَیَقُوۡلُوۡنَ لَا

ثُمَّ تَنۡشَقُّ السَّمَاءُ الثَّانِیَةُ فَیَنۡزِلُ اَهۡلُهَا وَهُمۡ اَكۡثَرُ مِنۡ اَهۡلِ السَّمَاءِ الدُّنۡیَا وَمِنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ وَ جَمِیۡعِ الۡخَلۡقِ فَیُحِیۡطُوۡنَ بِالۡمَلَائِكَةِ الَّذِیۡنَ نَزَلُوۡا قَبۡلَهُمۡ وَالۡجِنَّ وَالۡاِنۡسِ وَ جَمِیۡعِ الۡخَلۡقِ۔

ثُمَّ تَنۡشَقُّ السَّمَآءُ الثَّالِثَةُ فَیَنۡزِلُ اَهۡلُهَا وَ هُمۡ اَكۡثَرُ مِنۡ اَهۡلِ السَّمَآءِ الثَّانِیَةِ وَالدُّنۡیَا وَ جَمِیۡعِ الۡخَلۡقِ فَیُحِیۡطُوۡنَ بِالۡمَلٰٓئِكَةِ الَّذِیۡنَ نَزَلُوۡا قَبۡلَهُمۡ وَالۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ وَ جَمِیۡعِ الۡخَلۡقِ۔

ثُمَّ یَنۡزِلُ اَهۡلُ السَّمَآءِ الرَّابِعَةِ وَ هُمۡ اَكۡثَرُ مِنۡ اَهۡلِ الثَّالِثَةِ وَالثَّانِیَةِ وَالۡاُوۡلٰی وَاَهۡلِ الۡاَرۡضِ۔

ثُمَّ یَنْزِلُ اَهْلُ السَّمَآءِ الْخَامِسَةِ وَ هُمْ اَكْثَرُ مِمَّنْ تَقَدَّمَ۔

ثُمَّ یَنْزِلُ اَهْلُ السَّمَآءِ السَّادِسَةِ كَذٰلِكَ۔

ثُمَّ اَهْلُ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ وَهُمْ اَكْثَرُ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ۔

ثُمَّ یَنْزِلُ رَبُّنَا فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ حَوْلَهُ الْكَرُّوْبِیُّوْنَ وَ هُمْ اَكْثَرُ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَالْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَ جَمِیْعِ الْخَلْقِ لَهُمْ قُرُوْنٌ كَكُعُوْبِ الْقَنَا وَهُمْ تَحْتَ الْعَرْشِ لَهُمْ زَجَلٌ بِالتَّسْبِیْحِ وَالتَّهْلِیْلِ وَالتَّقْدِیْسِ لِلّٰهِ تَعَالٰی مَا بَیْنَ اَخْمَصِ اَحَدِ هِمْ اِلٰی كَعْبِهٖ مَسِیْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ وَ مِنْ فَخِذِهٖ اِلٰی تُرْقُوَتِهٖ مَسِیْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ وَ مِنْ تَرْقُوَتِهٖ اِلٰی مَوْضَعِ الْقُرْطِ مَسِیْرَةُ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ وَ مَا فَوْقَ ذَالِكَ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ۔

وَ نُزُوْلُ الرَّبِّ جَلَّ جَلَالُهٗ مِنَ الْمُتَشَابِهِ۔

منقولہ مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ آسمان دنیا پھٹے اور اس کے تمام رہنے والے ملائکہ اتریں وہ تمام اہل دنیا اور جن وانس سے زیادہ ہوں۔

اسی طرح دوسرا آسمان پھٹے وہاں کے رہنے والے ملائکہ اتریں اور وہ پہلے آسمان کے رہنے والوں اور جن وانس سے زیادہ ہوں۔

ایسے ہی آسمان پھٹتے جائیں اور ہر آسمان کے ملائکہ کی تعداد پہلے آسمانوں کے ملائکہ اور جن وانس سے زیادہ ہو۔

حتیٰ کہ ساتواں آسمان پھٹے۔

پھر کروبی اتریں اور ان میں رب جل جلالہ کا نزول بلا تشبیہ ہو پھر حاملین عرش اتریں اور قیامت قائم ہو جائے۔

چونکہ نزول اجلال الٰہی کی تشبیہ کسی نزول سے ممکن نہیں اسی وجہ میں ارباب تاویل فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِذٰلِكَ نُزُوْلُ الْحُكْمِ وَالْقَضَا فَكَاَنَّهٗ قِیْلَ ثُمَّ یَنْزِلُ حُكْمُ الرَّبِّ وَ حَوْلَهُ الْكَرُّوْبِیُّوْنَ۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس نزول سے مراد حکم وقضا ہے گویا یوں فرمایا پھر حکم الٰہی نازل ہو اور اس کے ساتھ کروبیوں کا اجتماع ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اَلْمُلْكُ یَوْمَئِذِ ٍالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ یَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ عَسِیْرًا۔ سلطنت قاہرہ اور استیلاء کلی اور حکومت عام ثابت اور ظاہر و باطن ایسی طرح واضح ہو جسے زوال کبھی نہیں وہ رحمٰن کے لئے ہی ہو۔

یعنی حکومت قاہرہ تو دنیا میں بھی اسی رحمٰن ہی کی ہے لیکن ان دن منکر اور معترف سب دیکھ لیں گے اور یقین کریں گے۔

اور وہ دن کافر و مشرک پر سخت ہوگا۔

اور مومن کے لئے اتنا آسان کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یَهُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰی یَكُوْنَ اَخَفَّ عَلَیْهِ مِنْ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ صَلَّاهَا فِی الدُّنْیَا۔ مومن پر وہ دن اتنا آسان ہو جیسے ایک فرض نماز دنیا میں ادا کرنا۔

وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿۲۷﴾ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾۔

اور جس دن ہاتھ چبائے ظالم اور کہے اے افسوس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راہ پکڑ لیتا۔ ہائے افسوس میں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا بے شک گمراہ کیا مجھے نصیحت سے بعد اس کے کہ وہ نصیحت آئی۔ اور شیطان انسان کے لئے ذلت کا موجب ہے۔

اس آیہ کریمہ میں ظالم پر جو الف لام ہے وہ جنس کا ہے جس سے ہر ظالم ومشرک کا یہ حال واضح ہوتا ہے۔

اور ابوحیان، مجاہد اور ابورجاء رحمہم اللہ سے راوی ہیں کہ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا میں شیطان کے علاوہ ہی کوئی ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں: وَالْمُرَادُ بِالظَّالِمِ عُقْبَةُ بْنُ اَبِيْ مُعَيْطٍ۔ ظالم سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے اور فلاں سے مراد ابی بن خلف ہے۔

فَقَدْ رُوِيَ اَنَّهُ كَانَ عُقْبَةُ بْنُ اَبِيْ مُعَيْطٍ لَا يَقْدِمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا صَنَعَ طَعَامًا فَدَعَا عَلَيْهِ اَهْلَ مَكَّةَ كُلَّهُمْ وَ كَانَ يُكْثِرُ مُجَالَسَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ يُعْجِبُهُ حَدِيْثُهُ وَ غَلَبَ عَلَيْهِ الشَّقَاءُ فَقَدِمَ ذَاتَ يَوْمٍ مِّنْ سَفَرٍ فَصَنَعَ طَعَامًا ثُمَّ دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى طَعَامِهٖ فَقَالَ مَا اَنَا بِالَّذِيْ اٰكُلُ مِنْ طَعَامِكَ حَتّٰى تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔

عقبہ بن ابی معیط کسی سفر سے نہ آتا تھا مگر کھانا بنا کر تمام اہل مکہ کو بلا کر کھلاتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں زیادہ رہا کرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو بہت پسند کرتا تھا لیکن شقاوت اس پر غالب تھی۔ چنانچہ ایک بار ایک سفر سے آیا اور کھانا بنا کر سب کو دعوت دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مدعو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تیری دعوت منظور نہیں کریں گے جب تک تو کلمہ شہادت نہ پڑھے۔

ابن ابی معیط نے عرض کی: اَطْعِمْ يَا ابْنَ اَخِيْ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنَا بِالَّذِيْ اَفْعَلُ حَتّٰى تَقُوْلَ فَشَهِدَ بِذٰلِكَ وَ طَعِمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ طَعَامِهٖ۔ اے میرے بھتیجے کھانا تو کھاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اس وقت کھانا نہ کھائیں گے جب تک تو اشھد ان لا الہ الا اللہ نہ پڑھے چنانچہ ابن ابی معیط نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دعوت میں شرکت کی۔

فَبَلَغَ ذٰلِكَ اُبَيَّ بْنَ خَلَفٍ فَاَتَاهُ فَقَالَ اَصَبَوْتَ يَا عُقْبَةُ وَكَانَ خَلِيْلَهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا صَبَوْتُ وَلٰكِنْ دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ فَاَبٰى اَنْ يَّطْعَمَ مِنْ طَعَامِيْ اِلَّا اَنْ اَشْهَدَ لَهٗ فَاسْتَحْيَيْتُ اَنْ يَّخْرُجَ مِنْ بَيْتِيْ قَبْلَ اَنْ يَّطْعَمَ فَشَهِدْتُ لَهٗ فَطَعِمَ۔

اس کی اطلاع ابی بن خلف کو ملی تو وہ عقبہ کے پاس آیا اور بولا اے عقبہ کیا تو بھی صابی ہو گیا یعنی اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام لے آیا اور ابی بن خلف عقبہ کا دوست تھا۔ عقبہ نے کہا میں صابی تو نہیں ہوا مگر بات یہ تھی کہ ایک شخص نے میرے ہاں آ کر کھانا کھانے سے انکار کر دیا جب تک کہ میں کلمہ شہادت نہ پڑھ لوں مجھے شرم آئی کہ وہ میرے ہاں سے بغیر کھانا کھائے چلا جائے تو میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور انہوں نے کھانا کھا لیا۔

فَقَالَ مَا اَنَا بِالَّذِيْ اَرْضٰى عَنْكَ حَتّٰى تَاْتِيَهٗ فَتَفْعَلَ كَذَا وَ ذَكَرَ فِعْلًا لَا يَلِيْقُ اِلَّا بِوَجْهِ الْقَائِلِ اللَّعِيْنِ فَفَعَلَ عُقْبَةُ۔ ابی بن خلف نے عقبہ سے کہا اب میں تجھ سے راضی نہیں ہوں گا جب تک تو اس دین سے واپس ہو کر

ایسا نہ کرے اور ایسی باتیں کیں جو کلام نہیں چنانچہ اس نے ویسا ہی کیا اور پھر مرتد ہو گیا۔

قَالَ الضَّحَّاکُ لَمَّا بَزَقَ عُقْبَةُ رَجَعَ بُزَاقُهُ عَلٰی وَجْهِهٖ لَعَنَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَلَمْ یَصِلْ حَیْثُ اَرَادَ فَاَحْرَقَ خَدَّیْهِ وَبَقِیَ اَثَرُ ذٰلِکَ فِیْهِمَا حَتّٰی ذَهَبَ اِلَی النَّارِ۔

ضحاک فرماتے ہیں جب عقبہ مرتد ہو گیا تو اس کے چہرے پر برص لوٹ آئی اللہ تعالیٰ کی اس پر پھٹکار ہو اور اس نے جہاں کا بھی ارادہ کیا اسے ہرگز افاقہ نہ ہوا پس اس کے دونوں رخسارے جل گئے اور اس کا اثر اس وقت تک باقی رہا جب کہ وہ جہنم واصل ہوا۔

اس کے بعد حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا اَلْقَاکَ خَارِجًا مِّنْ مَکَّةَ اِلَّا عَلَوْتُ رَاْسَکَ بِالسَّیْفِ۔ میں تجھے مکہ سے خارج نہ ملوں گا مگر تیرا سر تلوار پر لٹکا دوں گا۔

وَ فِیْ رِوَایَةٍ اِنْ وَجَدْتُکَ خَارِجًا مِّنْ جِبَالِ مَکَّةَ اَضْرِبُ عُنُقَکَ صَبْرًا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں نے تجھے مکہ کے پہاڑوں سے پرے پایا تو تیری گردن مار کر تیرا ڈھیر کر دوں گا۔

صَبْرًا۔ عربی میں ڈھیر کرنے کو کہتے ہیں (بیان اللسان)

چنانچہ وہ اتنا خوفزدہ ہوا کہ

فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ بَدْرٍ وَخَرَجَ اَصْحَابُهٗ اَبٰی اَنْ یَّخْرُجَ فَقَالَ لَهٗ اَصْحَابُهٗ اُخْرُجْ مَعَنَا قَالَ قَدْ وَعَدَنِیْ هٰذَا الرَّجُلُ اِنْ وَجَدَنِیْ خَارِجًا مِّنْ جِبَالِ مَکَّةَ اَنْ یَّضْرِبَ عُنُقِیْ صَبْرًا۔

فَقَالُوْا لَکَ جَمَلٌ اَحْمَرُ لَا یُدْرَکُ فَلَوْ کَانَتِ الْهَزِیْمَةُ طِرْتَ عَلَیْهِ۔

فَخَرَجَ مَعَهُمْ فَلَمَّا هَزَمَ اللّٰهُ تَعَالٰی الْمُشْرِکِیْنَ رَحَلَ بِهٖ جَمَلُهٗ فِیْ جُدَدٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَاُخِذَ اَسِیْرًا فِیْ سَبْعِیْنَ مِنْ قُرَیْشٍ وَقَدِمَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ عَلِیًّا کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ۔

جب یوم بدر آیا اور ابی بن خلف کے آدمی نکلے تو انہوں نے عقبہ کو بھی کہا وہ بولا میں اس لئے نہیں چلتا کہ اس شخص نے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں تجھے جبال مکہ سے باہر پاؤں گا تو تیری گردن مار کر ڈھیر کر دوں گا۔

لوگوں نے کہا تیرے پاس سرخ اونٹ ہے جسے کوئی پکڑ نہیں سکتا تو اگر بھاگنا پڑ جائے تو بھاگ جائیو اس پر۔

غرضکہ وہ ان کے ساتھ نکلا اور جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ہزیمت دی تو وہ اونٹ پر سوار ہو کر کسی گوشۂ زمین میں جا چھپا تو اسے ستر قریشی آدمیوں کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ اسے قتل کر دیں۔

وَ فِیْ رِوَایَةٍ۔ ثابت بن ابی افلح کو حکم دیا کہ اسے قتل کریں۔

تو عقبہ کہنے لگا اَتَقْتُلُنِیْ مِنْ بَیْنِ هٰٓؤُلَآءِ۔ کیا تو مجھے ان لوگوں کے درمیان قتل کرے گا؟

آپ نے فرمایا ہاں۔ عقبہ کہنے لگا یہ کس لئے؟ ابن ابی افلح نے فرمایا:

بِکُفْرِکَ وَفُجُوْرِکَ وَعُتُوِّکَ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَ رَسُوْلِهٖ۔ تیرے کفر اور فجور اور حد سے متجاوز ہونے کی

وجہ میں۔اس کے بعد ابی بن خلف نے عقبہ کا قتل سن کر کہا:

وَاللّٰهِ لَاَقْتُلَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَلَغَ ذَالِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلْ اَقْتُلُهٗ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَفْزَعَهٗ ذَالِكَ۔

خدا کی قسم اب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کروں گا یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو کیا قتل کرے گا بلکہ اللہ نے چاہا تو میں اسے قتل کروں گا۔ یہ سن کر ابی بن خلف گھبرایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔

لِمَنْ اَخْبَرَهٗ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى، اَسَمِعْتَهٗ يَقُوْلُ ذَالِكَ قَالَ نَعَمْ۔ آپ کو کس نے یہ کہا کیا آپ نے اسے کہتے سنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔اس پر اس کے دل میں یہ بات جمی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا۔

چنانچہ جب غزوۂ احد ہوا تو ابی بن خلف موقعہ تلاش کرتا رہا کہ کسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس پر پڑ گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَلُّوْا عَنْهُ۔ اسے دفع کر دو فَاَخَذَ الْحَرْبَةَ فَرَمَاهُ فَوَقَعَتْ فِيْ تُرْقُوَتِهٖ۔ تو پس حربہ اٹھا کر اس کی طرف پھینکا۔وہ اس کی گدی میں یعنی گردن کی ہنسلی پر لگا اور اس کا دم گھٹا تو گائے کی طرح خرائے لیتے لیتے جہنم پہنچ گیا۔

اس کے متعلق یہ آیت کریمہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنا ہاتھ چبائے گا اور کہے گا:

يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا۔ ہائے افسوس میں رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راہ لے لیتا۔

اور عقبہ بن ابی معیط حسرت وندامت سے عذاب میں مبتلا ہو کر کہے گا:

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾۔

ہائے خرابی میرے لئے کاش میں فلاں کو یعنی ابی بن خلف کو اپنا دوست نہ بناتا بے شک اس نے مجھے ہدایت ونصیحت سے گمراہ کیا جبکہ وہ ہدایت مجھے مل چکی تھی اور شیطان تو انسان کے لئے ذلت ہی لاتا ہے۔

گویا اس نے تسلیم کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح ہے۔

لِلصُّحْبَةِ تَاْثُرٌ وَلَوْ كَانَ سَاعَةً۔ صحبت میں بڑا اثر ہے اگر چہ وہ ایک ساعت کی ہی ہو۔

جلال الدین رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔ اور فرمائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اے میرے رب بے شک میری قوم نے اس قرآن پاک کو چھوڑنے کے قابل سمجھ لیا۔

کسی نے اسے جادو کہا کسی نے شعر سمجھا کسی نے بہکی باتوں کا مجموعہ کہا۔اور ایمان سے محروم ہوئے اس پر آئندہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا۔ اور ایسے ہی ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنادیئے مجرموں میں سے اور تمہارا رب کافی ہے ہدایت دینے اور مدد کرنے کو۔

گویا یہ ظاہر فرمایا گیا کہ بدنصیب مشرک ہمیشہ انبیاء کے دشمن رہے ہیں اور ایسے ہی آپ کے بھی ہیں۔ اس کی پرواہ نہ فرمائیں ہم ہدایت اور مدد دینے والے ہیں تو جو ایمان لایا اسے ہم نے ہی ہدایت فرمائی اور جو دشمن ہوا تو اسے ہماری ہی طرف سے بے دینی کی راہ ملی۔ عقیدہ اہل سنت یہی ہے۔

معتزلہ اگرچہ اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور گمراہی شیطان کی طرف سے اس پر یہ اعتراض آتا ہے کہ پھر دو خدا ماننے جائیں گے ایک خدائے ہدایت اور ایک خدائے ضلالت اور یہ باطل ہے مَنْ يَّهْدِي اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ۔

اس کے بعد اباطیل کفار و یہود کا ایک باطل اعتراض بیان ہو رہا ہے اور اس کا جواب۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً۔ اور کافر بولے کیوں نہ اترا قرآن ایک ساتھ۔

اس کہنے میں ایک جماعت یہود کی بھی تھی تو گویا وہ کہتے تھے: هَلَّا اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلَيْهِ دَفْعَةً وَّاحِدَةً غَيْرَ مُفَرَّقٍ كَمَا اُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْاِنْجِيْلُ وَالزَّبُوْرُ۔ قرآن کریم بھی ایسے ہی کیوں نہ اترا جیسے توریت انجیل اور زبور مجموعی اتریں۔ اس پر اگرچہ ایک جماعت متفق ہے کہ وہ مجموعی صورت میں نازل ہوئیں۔

لیکن فضلاء عصر میں سے ابن کمال رحمہ اللہ کہتے ہیں اِنَّ التَّوْرَاةَ اُنْزِلَتْ مُنَجَّمَةً فِيْ ثَمَانِيْ عَشَرَةَ سَنَةً وَ يَدُلُّ عَلَيْهِ نُصُوْصُ التَّوْرَاةِ۔ توریت اٹھارہ سال میں نجماً نجماً نازل ہوئی اور اس پر توریت کے نصوص بھی شاہد ہیں۔

علاوہ اس کے مجموعی طور پر نازل ہونے کے بجائے متفرق نزول زیادہ قوی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں انہیں جواب دیتے ہوئے ارشاد ہے:

كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۔ یونہی ہم نے اسے نجماً نجماً نازل فرمایا تا کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے ٹھہر ٹھہرا سے پڑھا۔

یعنی ہر موقعہ پر کفار کے اعتراض کا جواب بھی ملتا رہے اور آسانی سے سب کو یاد ہو سکے اور اس کا حفظ بھی آسان ہو جائے اور یک لخت سنا دینے پر جو یاد رہا وہ رہا اور جو نہ رہا وہ بھول گیا یہی وجہ ہے کہ واعظ کا وعظ اور خطیب کا خطبہ مکمل یاد نہیں رہتا۔

وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۔ پر چند قول ہیں:

اَیْ كَذٰلِكَ نَزَّلْنَاهُ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۔

قَدَّرَهٗ وَتَرْتِيْلُهٗ تَفْرِيْقُهٗ اٰيَةً بَعْدَ اٰيَةٍ قَالَهُ النَّخْعِيُّ وَالْحَسَنُ وَقَتَادَةُ۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَيَّنَّاهُ بَيَانًا فِيْهِ تَرَسُّلٌ۔

وَقَالَ السُّدِّيُّ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيْلًا۔

وَ قَالَ مُجَاهِدٌ جَعَلْنَا بَعْضَهٗ اَثَرَ بَعْضٍ۔

وَ قِيْلَ هُوَ الْاَمْرُ بِتَرْتِيْلِ قِرَاءَتِهٖ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۔

وَ قِيۡلَ قَرَأۡنَاهُ عَلَيۡکَ بِلِسَانِ جِبۡرِيۡلَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ شَيۡئًا فَشَيۡئًا فِيۡ عِشۡرِيۡنَ اَوۡ فِيۡ ثَلَاثٍ وَّ عِشۡرِيۡنَ سَنَةً۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ایسی شان سے اس کا نزول ہوا کہ اس کی کیفیت سمجھ سے بالا ہے۔

آیت کے بعد آیت کا نزول ہوا۔

واضح فرمایا جو پے در پے ہے۔

تفصیل سے مفصل کر کے بیان فرمایا۔

نزول قرآن ایسی شان سے فرمایا کہ بعض کے ساتھ ہی بعض نازل ہوا۔

اس میں تجوید سے پڑھنے کا حکم ہے۔

ہم نے اسے زبان جبریل علیہ السلام سے آپ پر اس قرآن کو پڑھا تھوڑا تھوڑا بیس یا تیئس سال میں۔

وَلَا يَأۡتُوۡنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئۡنٰكَ بِالۡحَقِّ وَاَحۡسَنَ تَفۡسِيۡرًا۔ اور وہ کوئی مثال آپ کے پاس نہ لائیں گے مگر ہم حق اور اس سے بہتر بیان لائیں گے۔

یعنی مشرکین آپ کے دین کے خلاف یا آپ کی نبوت کے خلاف جو کچھ بھی قدح کریں گے۔ یا کوئی سوال لائیں گے اس کا جواب بہترین صورت میں پائیں گے۔

اَلَّذِيۡنَ يُحۡشَرُوۡنَ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيۡلًا۔ وہ جو محشور ہوں جہنم کی طرف اپنے منہ کے بل ان کا ٹھکانا سب سے برا ہے اور وہ سب سے زیادہ راہ بھٹکے ہوئے ہیں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیۡ يُحۡشَرُوۡنَ مَاشِيۡنَ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ۔ یعنی وہ منہ کے بل جہنم کی طرف چلیں۔

رَوَى التِّرۡمِذِيُّ عَنۡ اَبِيۡ هُرَيۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يُحۡشَرُ النَّاسُ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ ثَلَاثَةَ اَصۡنَافٍ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین صورتوں پر لوگ محشور ہوں گے۔

صِنۡفًا مُشَاةً۔ ایک پیروں سے چلنے والے۔

وَ صِنۡفًا رُكۡبَانًا۔ ایک سواریوں پر چلنے والے۔

وَ صِنۡفًا عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ۔ اور ایک منہ کے بل چلیں۔

قِيۡلَ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ وَ كَيۡفَ يَمۡشُوۡنَ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ۔ عرض کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم منہ کے بل کیسے چلیں گے۔

قَالَ اِنَّ الَّذِيۡ اَمۡشَاهُمۡ عَلٰى اَقۡدَامِهِمۡ قَادِرٌ عَلٰى اَنۡ يُّمۡشِيَهُمۡ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ اَمَا اِنَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ بِوُجُوۡهِهِمۡ كُلَّ حَدَبٍ وَّ شَوۡكٍ۔ فرمایا جس نے انہیں پیروں پر چلایا وہ اس پر قادر ہے کہ انہیں منہ کے بل چلائے اگرچہ وہ اپنے منہ گڑھے اور کانٹے سے بچائیں۔

وَ قِيۡلَ اِنَّ الۡمَلٰٓئِكَةَ عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ تَسۡحَبُهُمۡ وَتَجُرُّهُمۡ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ اِلٰى جَهَنَّمَ۔ ایک قول میں ہے کہ ملائکہ علیہم السلام انہیں ہانکیں اور گھسیٹ کر جہنم کی طرف منہ کے بل لے جائیں۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع-سورۃ فرقان-پ ۱۹

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًا ﴿۳۵﴾	اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی اور کیا ہم نے اس کے بھائی ہارون کو وزیر
فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًاؕ ﴿۳۶﴾	تو ہم نے فرمایا تم دونوں جاؤ اس قوم کی طرف جس نے جھٹلائیں ہماری آیتیں تو ہم نے انہیں تباہ کر کے ہلاک کر دیا
وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةًؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًاۚۖ ﴿۳۷﴾	اور قوم نوح جب جھٹلایا انہوں نے رسولوں کو تو ہم نے انہیں غرق کر دیا اور انہیں لوگوں کے لئے نشانی کر دیا اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے
وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا ﴿۳۸﴾ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ٘ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا ﴿۳۹﴾	اور عاد اور ثمود اور اصحاب رس یعنی کنویں والوں کو اور ان کے درمیان کی بہت سی سنگتیں اور ہم نے سب سے مثالیں بیان فرمائیں اور سب کو تباہ کر کے مٹا دیا
وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْیَةِ الَّتِیْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِؕ اَفَلَمْ یَكُوْنُوْا یَرَوْنَهَاۚ بَلْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾	اور ضرور یہ ہو آئے ہیں اس بستی پر جس پر برابر ساؤ برسایا تو نہیں تھے کہ اسے دیکھتے بلکہ تھے کہ انہیں جی کر اٹھنے کی امید نہ تھی
وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًاؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾	اور جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا کیا یہ ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا
اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَاؕ وَ سَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾	قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے خداؤں سے گمراہ کر دیتا اگر ایسا نہ ہوتا کہ ہم ان پر صبر کرتے اور عنقریب جان لیں گے جس دن دیکھیں گے عذاب کہ کون گمراہ تھا
اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًاۙ ﴿۴۳﴾	کیا تم نے اسے دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو خدا بنا لے تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے
اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۴۴﴾	یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی گمراہ تر

حل لغات چوتھا رکوع-سورۃ فرقان-پ ۱۹

وَ-اور   لَقَدْ-بے شک   اٰتَیْنَا-دی ہم نے   مُوْسٰى-موسیٰ کو

الْكِتٰبَ۔کتاب	وَ۔اور	جَعَلْنَا۔بنایا ہم نے	مَعَهٗٓ۔اس کے ساتھ
اَخَاهُ۔اس کے بھائی	هٰرُوْنَ۔ہارون کو	وَزِيْرًا۔وزیر	فَقُلْنَا۔تو کہا ہم نے
اذْهَبَآ۔جاؤ	اِلَى۔طرف	الْقَوْمِ۔قوم	الَّذِيْنَ۔ان لوگوں کی
كَذَّبُوْا۔جنہوں نے جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا۔ہماری آیتوں کو	فَدَمَّرْنٰهُمْ۔تو ہم نے ہلاک کر دیا ان کو	
تَدْمِيْرًا۔برباد کر کے	وَ۔اور	قَوْمَ۔قوم	نُوْحٍ۔نوح کو
لَّمَّا۔جب	كَذَّبُوا۔جھٹلایا انہوں نے	الرُّسُلَ۔رسولوں کو	اَغْرَقْنٰهُمْ۔غرق کر دیا ہم
نے ان کو	وَ۔اور	جَعَلْنٰهُمْ۔بنایا ہم نے ان کو	لِلنَّاسِ۔لوگوں کے لئے
اٰيَةً۔نشانی	وَ۔اور	اَعْتَدْنَا۔تیار کیا ہم نے	لِلظّٰلِمِيْنَ۔ظالموں کے لئے
عَذَابًا۔عذاب	اَلِيْمًا۔دردناک	وَّ۔اور	عَادًا۔عاد
وَّ۔اور	ثَمُوْدَاۡ۔ثمود	وَ۔اور	اَصْحٰبَ الرَّسِّ۔کنوئیں
والوں کو	وَ۔اور	قُرُوْنًا۔زمانے	بَيْنَ۔درمیان
ذٰلِكَ۔اس کے	كَثِيْرًا۔بہت	وَ۔اور	كُلًّا۔ہر ایک
ضَرَبْنَا۔بیان کیں ہم نے	لَهُ۔اس کے لئے	الْاَمْثَالَ۔مثالیں	وَ۔اور
كُلًّا۔ہر ایک کو	تَبَّرْنَا۔ہلاک کیا ہم نے	تَتْبِيْرًا۔برباد کر کے	وَ۔اور
لَقَدْ۔بے شک	اَتَوْا۔آئے	عَلَى۔اوپر	الْقَرْيَةِ۔بستی
الَّتِيْٓ۔ایسی کے جو	اُمْطِرَتْ۔برسائی گئی	مَطَرَ۔بارش	السَّوْءِ۔بری
اَ۔کیا	فَلَمْ۔نہیں	يَكُوْنُوْا۔تھے	يَرَوْنَهَا۔دیکھتے اس کو
بَلْ۔بلکہ	كَانُوْا۔تھے وہ	لَا۔نہ	يَرْجُوْنَ۔امید رکھتے
نُشُوْرًا۔اٹھنے کی	وَ۔اور	اِذَا۔جب	رَاَوْكَ۔دیکھتے ہیں تجھے
اِنْ۔نہیں	يَّتَّخِذُوْنَكَ۔پکڑتے وہ آپ کو		اِلَّا۔مگر
هُزُوًا۔ٹھٹھا	اَ۔کیا	هٰذَا۔یہ	الَّذِيْ۔وہ ہے جو
بَعَثَ۔بھیجا	اللّٰهُ۔اللہ نے	رَسُوْلًا۔رسول	اِنْ۔بے شک
كَادَ۔قریب تھا کہ	لَيُضِلُّنَا۔گمراہ کرتا ہم کو	عَنْ اٰلِهَتِنَا۔ہمارے معبودوں سے	
لَوْلَآ۔اگر نہ ہوتا	اَنْ۔یہ کہ	صَبَرْنَا۔صبر کرتے ہم	عَلَيْهَا۔اس پر
وَ۔اور	سَوْفَ۔جلدی	يَعْلَمُوْنَ۔جان لیں گے	حِيْنَ۔جب
يَرَوْنَ۔دیکھیں گے	الْعَذَابَ۔عذاب	مَنْ۔کہ کون	اَضَلُّ۔گمراہ ہے
سَبِيْلًا۔رستے سے	اَ۔کیا	رَءَيْتَ۔دیکھا تو نے	مَنِ۔اس کو جس نے
اتَّخَذَ۔بنایا	اِلٰهَهٗ۔اپنا خدا	هَوٰىهُ۔اپنی خواہش کو	اَفَاَنْتَ۔کیا تو

تَكُونُ۔ ہوگا	عَلَيْهِ۔ اس پر	وَكِيلًا۔ کارساز	أَمْ۔ کیا
تَحْسَبُ۔ خیال کرتا ہے تو	أَنَّ۔ بے شک	أَكْثَرَهُمْ۔ ان کے اکثر	يَسْمَعُونَ۔ سنتے ہیں
أَوْ۔ یا	يَعْقِلُونَ۔ سمجھتے ہیں	إِنْ۔ نہیں	هُمْ۔ وہ
إِلَّا۔ مگر	كَالْأَنْعَامِ۔ جانوروں کی طرح	بَلْ۔ بلکہ	هُمْ۔ وہ
أَضَلُّ۔ گمراہ ہیں	سَبِيلًا۔ رستے سے		

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع - سورۃ فرقان - پ ١٩

رکوع سوم میں توحید ونفی امداد اور اثبات نبوت میں سیر حاصل دلائل آ چکے منکرین کے اوہام باطل کا رد بھی ہو گیا اور اہوال قیامت کے احوال منکرین پر وبال نکال بھی بیان ہو چکا۔

اب مجملاً انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ پھر فرمایا گیا تاکہ پڑھنے والوں پر واضح ہو کہ انکار انبیاء پر منکرین کے لئے کیسے کیسے عذاب آتے رہے ہیں اور یہاں سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر معہ ہارون علیہ السلام کے فرمایا۔ اس لئے کہ آپ کی نبوت اہل کتاب میں بہت مشہور تھی۔

پھر اگرچہ نوح علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھے لیکن ان کا قصہ نظیر میں پیش کیا ان کی قوم کے سرکشوں کا حال اجمالاً فرمایا پھر عاد وثمود اور اصحاب رس کے حالات بیان فرما کر ان کا انجام ظاہر کیا تاکہ عبرت حاصل ہو اس رکوع میں مندرجہ ذیل لغات قابل وضاحت ہیں۔

فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عَجَبًا هَائِلًا لَا يُقَادَرُ قَدْرُهٗ وَ يُدْرَكُ كُنْهُهٗ وَالْمُرَادُ بِهٖ اَشَدَّ الْهِلَاكِ۔ یہ ایسی سزا پر ارشاد ہے جس کی کیفیت بیان سے بالا ہے اور جس کی کنہ کا ادراک نہیں ہو سکتا اس سے مراد سخت عذاب ہے یا ہلاک وَاَصْلُهٗ كَسْرُ الشَّیْءِ عَلٰی وَجْهٍ لَّا يُمْكِنُ اِصْلَاحُهٗ اور اصل میں یہ لغت ایسے توڑنے پر مستعمل ہے جس کی اصلاح ممکن نہ ہو جیسے اردو میں چور چور کر دینا کہا جا سکتا ہے۔

اَصْحٰبَ الرَّسِّ۔ عرف عرب میں دفن پر مستعمل ہے رَسَّ الْمَيِّتَ اِذَا دَفَنَ وَغَيَّبَ فِي الْحُفْرَةِ۔ میت کو جب قبر میں داخل کر کے اوپر سے مٹی ڈال دی جائے تو رس المیت بولتے ہیں۔ پھر اس کنویں کو رس کہنے لگے جس کی منڈیر اور دہانہ نہ ہو چونکہ قوم شعیب علیہ السلام کنویں کے ارد گرد بستی تھی اس لئے اسے اصحاب الرس کہا گیا ہے۔

تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا۔ تتبیر کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو توڑ پھوڑ کر چورا چورا کر دینا چاندی سونے کے پتروں کو اسی بنا پر تبر کہتے ہیں۔

تبر من الزر خفی اللحام۔ جیسے شاعر نے کہا

اور اسی سے پھر شیشے کے ٹکڑوں پر تبر الزجاج بولنے لگ گئے۔

خلاصہ مضمون

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿٣٥﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

بِاٰیٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًا ﴿۳۶﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةً ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۳۷﴾ۚۖ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا ﴿۳۸﴾ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا ﴿۳۹﴾۔

ان آیات میں نظیر دے کر فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون کو جو اگرچہ نبی تھے مگر شریعت موسوی کے متبع تھے جیسا کہ دوسری جگہ قرآن پاک میں ارشاد ہے وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا۔ تو ارشاد ہے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی اور ان کے بھائی ہارون نبی علیہ السلام کو ان کا وزیر تدبیر بنایا اور ہم نے انہیں حکم دیا کہ اس قوم کی طرف تم دونوں جاؤ جو ہماری نشانیاں جھٹلا رہے ہیں یعنی فرعون اور اس کی قوم آخر انہوں نے ان کے معجزات ودلائل سے انکار کیا اور نہ مانے تو دَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًا۔ ایسی شدید ہلاکت میں ہیں کہ اب وہ ابھر بھی نہیں سکتے۔

ان سے پہلے قوم نوح تھی انہوں نے بھی نہ صرف حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا بلکہ عموماً رسولوں کا انکار کیا اگرچہ کسی ایک کی تکذیب یعنی ایک رسول کی تکذیب وتوہین مستلزم کفر وردۃ ہے جب ان کی سرکشی اس حد کو پہنچی تو وہ بھی غرق طوفان ہوگئی۔

پھر قوم عاد وثمود جن پر حضرت ہود اور صالح علیہما السلام مبعوث ہوئے تھے ان کے انکار وتکذیب پر ان کے ساتھ جو ہوا تمہیں معلوم ہے۔

پھر اصحاب رس یعنی کچے کنویں کے گرداگرد بسنے والی قوم۔

ابوعبیدہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رس کنویں کو کہتے ہیں۔

لغت میں رس دفن کے معنی میں مستعمل ہے رَسَّ الْمَیِّتَ اِذَا دَفَنَ۔ کبیر

ابومسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رس ایک ملک کا نام ہے اور اصحاب رس اس ملک کے بسنے والے اور اگر وادی مراد لیں تو اس وادی والے ہوئے۔

رس میں مفسرین کے مختلف قول ہیں کہ یہ کس نبی کی امت میں تھے۔

اکثر اس طرف ہیں کہ اصحاب رس بت پرست قوم تھی۔ جن کے پاس بہت سے کنویں تھے اور وہ اس سے کاشت کرتے اور مواشی کو پانی پلاتے تھے اور ان کی ہدایت کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام معبوث ہوئے اس قوم نے آپ کی مخالفت کی اور سرکشی پر اتر آئی ایذائیں پہنچائیں آخر ش قہر سماوی آیا اور ہلاک ہوگئے۔

یہ مقام عرب کے شمال ومغرب میں شام سے ملحق ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَمَا قَالَ الْقَتَادَةُ هُمْ اَهْلُ قَرْیَةٍ مِّنَ الْیَمَامَةِ یُقَالُ لَهَا الرَّسُّ وَالْفَلَجُ۔ یہ یمامہ کا ایک قریہ ہے جسے رس اور فلج کہتے ہیں۔ رس تو کنویں والی آبادی ہے اور فلج چھوٹی ندی والی آبادی۔

قِیْلَ قَتَلُوْا نَبِیَّهُمْ فَهَلَكُوْا۔ کہا جاتا ہے کہ اس قوم نے اپنے نبی کو قتل کیا تو ہلاک ہوگئی وَ هُمْ بَقِیَّةُ ثَمُوْدَ وَ قَوْمِ صَالِحٍ۔ اور یہ قوم ثمود اور قوم صالح سے بچی ہوئی قوم ہے۔

کعب مقاتل اور سدی کہتے ہیں: اَهْلُ بِئْرٍ یُقَالُ لَهُ الرَّسُّ بِاِنْطَاكِیَّةِ بِالشَّامِ قَتَلُوْا فِیْهَا صَاحِبَ یٰسٓ وَ هُوَ حَبِیْبُ النَّجَّارُ۔ کنویں جنہیں رس کہتے ہیں شام کے پاس انطاکیہ کی قوم ہے اس میں اس قوم نے حبیب نجار کو قتل کیا۔

ایک قول ہے کہ هُمْ قَوْمٌ قَتَلُوْا نَبِيَّهُمْ وَ رَسُّوْهُ فِي بِئْرٍ اَيْ دَسُّوْهُ فِيْهِ۔ یہ وہ قوم ہے جس نے اپنے نبی کو قتل کر کے کنویں میں ڈالا اور اسے پاٹ دیا۔

وہب اور کلبی رحمہما اللہ کہتے ہیں: اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَاَصْحَابُ الْاَيْكَةِ قَوْمَانِ اُرْسِلَ اِلَيْهِمَا شُعَيْبُ وَكَانَ اَصْحَابُ الرَّسِّ قَوْمٌ مِّنْ عَبَدَةِ الْاَصْنَامِ وَاَصْحَابُ ابَارٍ وَّ مَوَاشِيْ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَتَمَادَوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ وَ فِيْ اِيْذَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَبَيْنَمَا هُمْ حَوْلَ الرَّسِّ وَ هِيَ الْبِئْرُ غَيْرُ الْمَطْوِيَّةِ۔

اصحاب رس اور اصحاب ایکہ دو قومیں ہیں جن پر حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ اور اصحاب رس بت پرست قوم اور کنوؤں اور مواشی والی تھی تو آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو ان کی سرکشی اتنی بڑھی کہ ایذا شعیب علیہ السلام پر اتر آئے۔

ایسے حال میں کہ وہ کچے کنویں کے گرد جمع تھے کہ ہلاک ہو گئے مزید تصریح تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا۔ اور بہت سے زمانے گزر گئے جن میں رسول آئے اور سرکشی و عذاب کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہوئے۔

وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا۔ اور جتنی قومیں گزریں سب کو مثال دے کر سمجھایا اور تمام ہی کو ہم نے ہلاک کر دیا۔

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا۔ اور بے شک یہ قریش مکہ اس گاؤں سے گزر چکے ہیں جن میں انبیاء کرام آئے اور سرکشی کی وجہ میں ان پر پتھر برسے جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بحر مردار کے کنارے تھی جو الٹ دی گئی اور یہ لوگ شام کے سفر کرنے میں اسے دیکھتے ہیں اور عبرت نہ پکڑنے کی وجہ ہی یہ ہے کہ انہیں مر کر دوبارہ اٹھنے کی امید ہی نہیں ہے۔

اور اے محبوب آپ کے دلائل کے مقابلہ میں جب یہ عاجز آ جاتے ہیں تو

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ۔ اور جب یہ آپ کو دیکھتے ہیں تو انہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو تمسخر ہی کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا۔ کیا یہی وہ ہیں جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا اور دلائل کی قوت سے عاجز آ کر کہتے ہیں۔

اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا۔ اس نے تو قریب تھا کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ کر دیا ہوتا اگر ہم اپنی پرانی تعلیم اور ضد پر اڑے اور جمے نہ رہتے۔

اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ملا:

وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔ اور عنقریب یہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون گمراہ تر ہے۔

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا۔ اے محبوب آپ نے دیکھا اسے جس نے اپنی

خواہش نفسانی کو خدا ٹھہرا لیا ہے (آپ پرواہ اور فکر نہ فرمائیں) کیا آپ ان کی ہدایت و گمراہی کے ذمہ دار ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے:

اَمۡ تَحۡسَبُ اَنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ يَعۡقِلُوۡنَ ؕ اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا ۔ اے محبوب آپ ان کی ظاہری جسم و جسمانیت سے اس گمان میں ہیں کہ اکثر ان کے سنتے سمجھتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ آدمی ہی نہیں ہیں بلکہ آدمی کی صورت میں چار پایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر ہیں۔

اور چار پایہ چونکہ مکلف نہیں اس بنا پر فقط کالانعام فرمایا کہ جس شکل و شباہت میں یہ ہیں یہ صورت مکلف بالاحکام کی ہے ورنہ انہیں ان کی گمراہی پر اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ۔ فرمانا بجا ہے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع ۔ سورۃ فرقان ۔ پ ۱۹

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَجَعَلۡنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ وَزِيۡرًا ۔ اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور کیا ہم نے اس کے بھائی ہارون کو وزیر۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا فرمائی اور بقول ثانی کتاب سے مراد حکم و نبوت ہے اور جَعَلۡنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ وَزِيۡرًا ۔ ان کے بھائی کو ان کے ساتھ جن کا نام گرامی ہارون ہے وزیر بنایا۔

وزیر لغت میں کہتے ہیں: مَنۡ يُرۡجِعُ اِلَيۡهِ الۡوِزۡرُ وَهُوَ الۡمَلۡجَأُ ۔ جس کی طرف تمام بوجھ رجوع ہو اور دوسرا رعیت ہے۔ وَالۡوِزَارَةُ لَاتُنَافِي النُّبُوَّةَ فَقَدۡ كَانَ يُبۡعَثُ فِي الزَّمَنِ الۡوَاحِدِ اَنۡبِيَآءَ وَيُؤۡمَرُوۡنَ بِاَنۡ يُّوَازِرَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا ۔ (نسفی)

وزارت منافی نبوت نہیں اس لئے کہ ایک وقت میں بہت سے نبی ہو چکے ہیں اور وہ اجراء احکام میں بعض بعض کے وزیر ہوتے تھے اور نبی بھی ہوتے تھے چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَا يُنَافِيۡ هٰذَا قَوۡلُهٗ تَعَالٰى وَ وَهَبۡنَا لَهٗ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ نَبِيًّا لِاَنَّهٗ وَاِنۡ كَانَ نَبِيًّا فَالشَّرِيۡعَةُ لِمُوۡسٰى عَلَيۡهِ السَّلَامُ وَ هُوَ تَابِعٌ لَهٗ فِيۡهَا كَمَا اِنَّ الۡوَزِيۡرَ مُتَّبِعٌ لِسُلۡطَانِهٖ ۔ کسی نبی کا کسی نبی کے ساتھ وزیر ہونا منافی نبوت نہیں بنابریں یہ آیت منافی وزارت ہارون نہیں وَوَهَبۡنَا لَهٗ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ نَبِيًّا بنابریں اگرچہ ہارون علیہ السلام وزیر تھے مگر نبی بھی تھے۔

تو شریعت موسیٰ علیہ السلام کی تھی اور ہارون علیہ السلام ان کی شریعت کے تابع تھے جیسے وزیر تابع ہوتا ہے سلطان کا۔ (روح المعانی)

فَقُلۡنَا اذۡهَبَاۤ اِلَى الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرۡنٰهُمۡ تَدۡمِيۡرًا ۔ تو ہم نے فرمایا تم دونوں اس قوم کی طرف جاؤ جس نے جھٹلائیں ہماری آیتیں تو ہلاک کیا ہم نے انہیں پورا ہلاک۔

وہ قوم فرعون اور خود فرعون تھا جس نے دلائل توحید جھٹلائے یا وہ نو معجزات جن کا تذکرہ دوسرے مقام پر ہے: وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسٰى تِسۡعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ تو جب اس نے قوم سے کہا جس کا مفصل تذکرہ سورہ نازعات میں آئے گا: فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدۡبَرَ يَسۡعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰى اسے ایسی ہلاکت شدید میں ڈالا کہ اس کی

کیفیت بیان سے باہر ہے اسی بنا پر ارباب لغت کہتے ہیں کہ وَ اَصْلُهٗ كَسْرُ الشَّیْءِ عَلٰی وَجْهٍ لَّا یُمْكِنُ اِصْلَاحُهٗ - تَدْمِیْر۔ اصل میں کسی شے کو ایسا توڑنا کہ اس کی اصلاح ناممکن ہو جائے۔

تو مفہوم آیت یہ ہوا فَقُلْنَا اذْهَبَا اِلَى الْقَوْمِ فَذَهَبَا اِلَیْهِمْ وَدَعَوْهُمْ اِلَى الْاِیْمَانِ فَكَذَّبُوْهُمَا وَاسْتَمَرُّوْا عَلٰی ذٰلِكَ فَدَمَّرْنَا هُمْ فَحَكَمْنَا بِتَدْمِیْرِهِمْ۔ ہم نے فرمایا اس قوم سرکش کی طرف جاؤ وہ گئے اور اسے ایمان کی طرف بلایا تو ان دونوں کو جھٹلایا اور اپنی جہالت پر اڑا رہا تو ہم نے ہلاک کر دیا اور حکم دیا کہ ان کی تدمیر ایسی ہو کہ پھر یہ اٹھ ہی نہ سکیں۔ پھر آپ سے قبل جو اقوام تھیں ان کے حالات کو مثال کے طور پر بیان فرمایا۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۳۷﴾۔

اور قوم نوح نے جب جھٹلایا رسولوں کو تو غرق کر دیا ہم نے انہیں اور کیا ہم نے لوگوں کے لئے انہیں نشانی اور ظالموں کے لئے تیار کر رکھا ہے ہم نے دردناک عذاب۔

اس قوم پر حضرت نوح علیہ السلام ہی تشریف لائے تھے لیکن كَذَّبُوا الرُّسُلَ جمع کر کے اس لئے فرمایا کہ تَكْذِیْبُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ تَكْذِیْبٌ لِلْكُلِّ لِاِتِّفَاقِهِمْ عَلَى التَّوْحِیْدِ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب تمام انبیاء کی تکذیب ہے اس لئے کہ ان کا توحید الٰہی پر اتفاق تھا۔

اور لوگوں کے لئے نشان بایں اعتبار کہ ان کا قصہ سن کر عبرت پکڑیں یہ زبردست نشانیاں ہیں پھر اسی پر عطف فرما کر ارشاد ہے:

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا۔ اور ایسے ہی ہلاک کیا ہم نے عاد و ثمود کو عذاب میں مبتلا کیا اور اصحاب رس کو اور بہت سے گروہ اس کے درمیان ہلاک ہوئے۔

اصحاب رس کی مختصر وضاحت خلاصہ تفسیر میں ہو چکی ہے اب مفصل پڑھئے۔ اس کے متعلق اٹھارہ اقوال ہیں:

۱۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ یمامہ کے ایک گاؤں والے تھے جسے رس کہتے ہیں اور فلج بھی اس کا نام ہے رس تو کنواں ہے اور فلج چھوٹی نہر۔ اور کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے نبی کو قتل کیا تو یہ ہلاک ہوئے اور یہ ثمود قوم صالح علیہ السلام کے بقیہ لوگ تھے۔

۲۔ اور کعب اور مقاتل وسدی رحمہم اللہ کہتے ہیں یہ کنویں والی قوم تھی انطاکیہ میں جو شام کے پاس ہے انہوں نے ظہور اسلام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حبیب نجار کو بھی قتل کیا تھا۔

۳۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ قوم ہے جس نے اپنے نبی کو قتل کر کے کنویں میں ڈالا اور اس کنویں کو پاٹ دیا۔

۴۔ وہب اور کلبی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ اصحاب الرس اور ایکہ دو قومیں تھیں جن پر حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اصحاب رس بت پرست تھے اور کنویں چلا کر کھیتی باڑی کرتے اور اپنے مویشی پالتے آپ نے انہیں دعوت اسلام دی وہ قوم برہم ہو کر سرکشی وطغیان میں اتنی بڑھی کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو ایذائیں دینے لگی ایک روز وہ اپنے کنویں کے گرد جمع تھے اور کنواں کچا تھا سب اس میں دھنس گئے۔

۵۔ ابی عبیدہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ قوم درہم و دنانیر کی بڑی طامع تھی۔

۶- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ثعلبی نقل کرتے ہیں کہ یہ قوم ایک درخت پوجتی تھی جسے شاہ درخت کہتے تھے اور کنواں کھود کر معاش حاصل کرتی تھی۔

۷- ایک قول ہے کہ حضرت حنظلہ بن صفوان نبی (علیہ السلام) کی قوم تھی اور عنقاء کو پوجتی تھی۔ یہ جانور تمام پرندوں سے بڑا پرندہ ہے اور اس میں تمام رنگ ہوتے ہیں اور اسے عنقاء اس لئے کہتے تھے کہ وہ بڑی گردن والا پرندہ ہے اور یہ جبل فتح اور منقص میں رہتا ہے اور یہ بچوں کو اچک لے جاتا ہے یہ قوم اس کے شکار سے اجتناب کرتی تھی کیونکہ وہ اس کا معبود تھا۔

۸- ایک قول ہے وہ نئی نویلی دلہن کو اچک لیتا تھا۔

۹- ایک قول ہے کہ اس کا گھونسلا مغرب شمس کے پاس ہوتا ہے اسی وجہ سے اسے عنقاء مغرب بھی کہتے ہیں۔ انہیں حضرت حنظلہ نے دعوت اسلام دی انہوں نے قبول نہ کی تو ان پر صاعقہ محرقہ پڑا تو وہ سب ہلاک ہو گئے۔

بعض کہتے ہیں کہ سرکشی میں انہوں نے حضرت حنظلہ علیہ السلام کو شہید کر دیا تو یہ ہلاک ہوئے۔

۱۰- یہ وہ قوم تھی کہ جب ان پر نبی مبعوث ہوا تو اسے کھا گئی۔

۱۱- ایک قول ہے کہ اس قوم کی عورتیں چپٹی کھیلتی تھیں۔

۱۲- ایک قول یہ ہے کہ یہ قوم ایسی تھی کہ جو نبی ان میں آیا اسے قتل کیا اور ان کی ہڈیاں کنویں میں ڈال دیں۔

۱۳- بعض کہتے ہیں اصحاب رس اصحاب الاخدود ہیں جن کا تذکرہ سورۃ بروج میں ہے۔

۱۴- ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ کنواں آذربائیجان میں ہے۔

۱۵- ایک قول ہے کہ رس نجران یمن سے حضرموت تک ہے۔

۱۶- بعض کہتے ہیں بنی اسد کا پانی اور کھجور ہی رس کہلاتا ہے۔

۱۷- ایک قول ہے کہ رس ایک شہر کا نام ہے جو بلاد مشرق میں ہے یہاں اولاد یہوذا ابن یعقوب علیہ السلام سے ایک نبی تشریف لائے ایک مدت تک انہیں تبلیغ کی قوم جھٹلاتی رہی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی شکایت کی۔ قوم نے کنواں کھود کر اس کے اندر انہیں ڈال دیا اور کہنے لگے ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہم سے راضی ہو گیا۔

ایک روز انہیں رونے کی آواز آئی تو سب جمع ہوئے وہیں سب مر گئے اور بچے ہوؤں پر ایک کالا ابر آیا اور انہیں ایسا پگھلایا جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔

۱۸- عکرمہ محمد بن کعب قرظی حدیث نبی کریم ﷺ سے واقعہ اصحاب رس بیان فرماتے ہیں: اِنَّ اَصۡحَابَ الرَّسِّ اَخَذُوۡا نَبِیَّهُمۡ فَرَسُّوۡهُ فِیۡ بِئۡرٍ وَاَطۡبَقُوۡا عَلَیۡهِ صَخۡرَةً فَکَانَ عَبۡدٌ اَسۡوَدُ قَدۡ اٰمَنَ بِهٖ یَجِیۡءُ بِطَعَامٍ اِلَی الۡبِئۡرِ فَیُعِیۡنُهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی تِلۡکَ الصَّخۡرَةِ فَیَرۡفَعُهَا فَیُعۡطِیۡهِ مَا یُغۡذِیۡهِ بِهٖ ثُمَّ یَرُدُّ الصَّخۡرَةَ عَلٰی فَمِ الۡبِئۡرِ اِلٰۤی اَنۡ ضَرَبَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰۤی اُذُنِ ذَالِکَ الۡاَسۡوَدِ فَنَامَ اَرۡبَعَ عَشۡرَةَ سَنَةً۔

اصحاب رس نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کنویں میں ڈال کر اوپر سے چٹان ڈھک دی تو ایک عبد اسود تھا جو ایمان لا چکا تھا وہ کھانا لاتا تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا وہ اس چٹان کو اٹھا لیتا اور کھانا پہنچا دیتا اور چٹان ویسے ہی ڈھک دیتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس عبد اسود کو چودہ سال سلا دیا پھر

وَاَخْرَجَ اَهْلُ الْقَرْيَةِ نَبِيَّهُمْ فَاٰمَنُوْا بِهٖ۔ پھر اہل قریہ نے اپنے نبی کو کنویں سے نکالا پھر اس پر ایمان قبول کرلیا۔
آخر حدیث میں ہے اِنَّ ذَالِكَ الْاَسْوَدَ اَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ۔ یہ عبداسود وہ ہے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہو۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوسری روایتوں سے اس کی تطبیق یوں ممکن ہے کہ اہل الرس ایمان لے آئے ہوں اس کے بعد کفر کرنے لگے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر مہلکین میں فرمایا۔ آگے ارشاد ہے:

وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا۔ اور بہت سی جماعتیں اس مدت میں گزریں۔

اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَلَا يَبْعُدُ اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ عَلِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِقْدَارَهَا وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ لَيْسَ نَصًّا فِيْ نَفْيِ الْعِلْمِ بِالْمِقْدَارِ۔ اور کچھ بعید نہیں یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان مہلکین کی مقدار جانتے ہوں اور وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ اس پر نفی علم کی نص نہیں ہوسکتی کہ حضور کو ان کی مقدار نہ معلوم ہو۔

وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا۔ اور سب کے لئے ہم نے مثالیں دیں اور سب ہی کو ہم نے کوٹ کر مٹا دیا۔

یعنی اَیْ ذَكَّرْنَا وَاَنْذَرْنَا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنَ الْمَذْكُوْرِيْنَ۔ جتنی ہلاک شدہ اقوام ہیں سب کو ہم نے ڈرسنایا اور دعوت ہدایت دی۔

اَیْ بَيَّنَّا لِكُلِّ الْقَصَصَ الْعَجِيْبَةَ الزَّاجِرَ عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِیْ بِوَاسِطَةِ الرُّسُلِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ یعنی واضح طور پر سرکشوں کی سرکشی کے حالات اور ان کے کفر و معاصی بیان فرمادیئے اور جب وہ نہ مانے تو كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا سب کو ہلاک کردیا۔

اَصْلُ التَّبْرِ التَّفْتِيْتُ۔ تبر اصل میں ریزہ ریزہ کرنے کو کہتے ہیں۔
قَالَ الزُّجَاجُ كُلُّ شَیْءٍ كَسَرْتَهٗ وَ فَتَّتَّهٗ فَقَدْ تَبَّرْتَهٗ۔ ہر وہ شے جو توڑ کر ریزہ ریزہ کردی جائے وہ تتبیر ہے۔
وَ مِنْهُ التِّبْرُ لِفُتَاتِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔ اور اسی سے تبر ہے جب کہ سونے اور چاندی کو کوٹ کر پترا کیا جائے۔
وَالْمُرَادُ بِهِ التَّمْزِيْقُ وَالْاِهْلَاكُ اَیْ اَهْلَكْنَا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ اِهْلَاكًا عَجِيْبًا۔ اور اس سے مراد اس قوم کا عجیب شان سے ہلاک کرنا ہے۔

اس کے بعد قریش مکہ کو ارشاد ہے کہ تم بھی دیکھ چکے ہو ان علاقوں کو جن پر عذاب آئے ہیں۔

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِیْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا۔ اور بے شک وہ آچکے ہیں ان قریوں پر جن پر عذاب کی بارش ہوئی کیا انہوں نے نہ دیکھا بلکہ وہ اپنے کفر کی ضد میں مر کر اٹھنے کی امید نہیں رکھتے۔

یہ سدوم کا ذکر ہے جو سب سے بڑی آبادی قوم لوط کی تھی۔ اس بستی کو ان کے حاکم و قاضی کے نام کی نسبت سے سدوم کہتے تھے۔ اس بستی میں قوم لوط آباد تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اول پتھروں کی بارش سے ہلاک کیا جسے مَطَرَ السَّوْءِ فرمایا۔ اسی

طرح دوسری بستیاں بھی ہلاک ہوئیں۔

یہ پانچ بستیاں تھیں جن میں سے چار ہلاک کی گئیں اور ایک بستی جسے زغر کہتے تھے ہلاکت سے محفوظ رہی اس لئے کہ اس بستی والے عمل خبیث سے مجتنب تھے۔ کما قال ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

تو ارشاد ہوا کیا ان بستیوں کو بحیرۂ کاہل کے پاس ہلاک شدہ نہ دیکھا ضرور دیکھا مگر وہ مرنے کے بعد کا یقین ہی نہیں رکھتے کہ وہ مر کر اٹھیں گے۔

اب جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ کے جواب سے مشرکین عاجز آ گئے تو استہزاء اور لایعنی باتیں بنانے لگے چنانچہ ارشاد ہے:

وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۔ اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں کچھ بھی نہیں آتی سوا اس کے کہ استہزاء کریں (اور کہیں) کیا یہی ہیں جنہیں اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔

آلوسی فرماتے ہیں رح: وَ قَائِلُ ذَالِکَ اَبُوْ جَهْلٍ وَ مَنْ مَّعَهٗ۔ یہ بات کہنے والا ابوجہل اور اس کی جماعت تھی۔ وَرُوِیَ اَنَّ الْاٰیَةَ فِیْهِ۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے حق میں ہی اتری۔ اور حق بات بھی منہ سے نکل گئی جو اگلی آیتوں میں ہے گویا یہ بھی کہتے تھے کہ ان کے دلائل اتنے واضح اور روشن ہیں کہ اگر ہم اپنی ہٹ دھرمی پر نہ جمے رہیں تو یقیناً یہ ہم سے ہمارا دین ترک کرا دیں۔ حیث قال

اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا ؕ وَ سَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا۔ یہاں یہ اِنْ مخففہ ہے گویا عبارت یہ ہوئی: اِنَّهٗ كَادَ لِیَصْرِفَنَا عَنْ عِبَادَتِهَا صَرْفًا كُلِّیًّا بِحَیْثُ یُبْعِدُنَا عَنْهَا لَا عَنْ عِبَادَتِهَا فَقَطْ۔

یعنی مشرکین بولے بے شک وہ (ایسے دلائل باہرہ سے ہمارے مقابل ہیں) کہ یقیناً ہمیں ان کی عبادت سے ایسا منحرف کر دیتے کہ ہم اپنے بتوں ہی سے دور ہو جاتے نہ کہ فقط ان کی عبادت سے اگر ہم جمے نہ رہتے اپنی پرانی تعلیم پر۔

گویا یہ انہیں اعتراف تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعوت توحید میں اظہار معجزات میں ہم پر کامیاب ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقامت حجت اور اظہار بینات اس امر کا متقضی ہے کہ وہ ہمیں ہمارے دین میں نہ رہنے دیں لیکن اس پر اپنے عناد میں بولے: لَیُضِلُّنَا گمراہ کر دیں ہمیں۔

اس کا جواب دیا گیا: وَ سَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا۔ عنقریب یہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون گمراہ تر ہے۔ یعنی مرنے کے بعد ان پر واضح ہو جائے گا کہ گمراہ یہ خود تھے یا ہمارے حبیب جن کی شان میں یہ بک رہے ہیں۔

اب تعجیباً جناب مصطفیٰ علیہ التحیہ والثنا کو مخاطب فرما کر ان کی شفاعت حال اور حکایت قبائح اور اقوال و افعال بیان فرمائے جا رہے ہیں چنانچہ ارشاد ہے:

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا۔ کیا دیکھا آپ نے جس نے اپنی خواہشوں کو خدا بنا رکھا ہے تو کیا آپ ان کے وکیل و محافظ ہیں۔

یعنی ان کا ہدایت پر آنا اور ہدایت پانا آپ کے ذمہ پر نہیں۔ یہ آیت حارث بن قیس سہمی کے لئے نازل ہوئی اس کا یہ حال تھا کہ جو پتھر ابھرا ہوا پاتا اسے پوجنے لگتا تھا۔

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ رحمہما اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں آپ نے فرمایا یہ ایسے لوگ تھے کہ سپید پتھر کو ایک مدت تک پوجتے رہتے جب اس سے اچھا پتھر مل جاتا اسے پوجنے لگتے اور پہلے پتھر کو پھینک دیتے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ بھی ایسا ہی روایت کرتے ہیں۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذمہ داری ہٹائی گئی اور فرمایا: اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا - لِاسْتِبْعَادِ كَوْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَفِيْظًا عَلٰى هٰذَا الْمُتَّخِذِ يَزْجُرُهٗ عَمَّا هُوَ عَلَيْهِ مِنَ الضَّلَالِ وَ يُرْشِدُهٗ اِلَى الْحَقِّ طَوْعًا اَوْ كَرْهًا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے اس ذمہ داری کا استبعاد کیا گیا کہ وہ ان کے نگہبان ہوں یا انہیں زجر فرما کر انہیں ضلالت سے نکالیں اور طوعاً و کرہاً ہدایت پر لائیں۔ پھر ارشاد ہوا۔

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾۔

کیا آپ یہ گمان فرمارہے ہیں کہ ان کے اکثر سنتے اور عقل سے سمجھتے ہیں یہ تو نہیں مگر مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر ہیں۔

یہاں استفہام انکاری ہے یعنی ان کے سننے اور عقلمند چالاک ہونے سے یہ گمان نہ فرمائیں یہ تو نرے جانور ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ اس لئے کہ جانور اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور جو انہیں کھانے کو دے اس کے مطیع رہتے ہیں اور احسان کرنے والے کو پہچانتے ہیں تکلیف دینے والے سے گھبراتے ہیں مفید و مضر کو سمجھتے ہیں چراگاہوں کی راہیں جانتے ہیں۔

اور یہ وہ ہیں کہ شیطان جیسے دشمن کی ضرر رسانی کو نہیں سمجھتے اور ثواب جیسی عظیم المنفعت چیز کی طرف ملتفت تو کہاں اس کا مذاق اڑاتے اور استہزاء کرتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾	اے محبوب کیا نہ دیکھا تم نے اپنے رب کو کہ کیسا پھیلایا سایہ اور اگر چاہتا تو اسے کر دیتا ٹھہرا ہوا پھر کیا ہم نے سورج کو اس پر دلیل
ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾	پھر سمیٹا اس سورج کو اپنی طرف آہستہ آہستہ
وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾	اور وہی ہے وہ جس نے کیا تمہارے لئے رات کو پردہ اور نیند کو آرام اور کیا دن کو اٹھنے کے لئے
وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾	اور وہی ہے وہ جس نے بھیجی ہوائیں مژدہ دیتی جس کے آگے اس کی رحمت ہے اور برسایا ہم نے آسمان سے پانی پاک

لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّ نُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ﴿۴۹﴾

تا کہ ہم زندہ کریں اس سے کسی مردہ شہر کو اور پلائیں وہ پانی اپنے پیدا کئے ہوئے چوپایوں اور سب بے شمار آدمیوں کو

وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ۖ٘ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾

اور بے شک ہم نے پھیرے رکھے اس پانی میں کہ ہدایت پائیں تو انکار کیا بہت سے لوگوں نے مگر ناشکری کا

وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿۵۱﴾

اور اگر ہم چاہتے تو بھیجتے ہر بستی میں ڈر سنانے والا

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿۵۲﴾

تو نہ مانو کافروں کا کہنا اور جہاد کرو ان پر بڑا جہاد

وَ هُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَ جَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾

اور وہی ہے جس نے دو سمندر ملے ہوئے رواں کئے یہ ہے میٹھا نہایت شیریں اور یہ کھاری ہے نہایت تلخ اور کیا ان دونوں میں پردہ اور آڑ روکی ہوئی

وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾

اور وہی ہے جس نے پیدا کیا پانی سے بشر تو کیا اس کا نسب اور سسرال اور تمہارا رب قدرت والا ہے

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَ لَا یَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ﴿۵۵﴾

اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسی چیز کو جو نہ نفع دے انہیں اور نہ نقصان دے سکے انہیں اور کافر تو اپنے رب کے مقابل شیطان کو مدد دیتا ہے

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۵۶﴾

اور نہ بھیجا ہم نے تمہیں مگر بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا

قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۵۷﴾

فرما دیجئے نہیں مانگتا میں اس تبلیغ پر کوئی بدلہ مگر جو راستہ چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۸﴾

اور بھروسہ کرو اس حی قدیم کا جو نہ مرے گا اور تسبیح کرو اس کی پاکی کی بولو اور وہ کافی ہے اپنے بندوں کے گناہ پر خبردار

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۹﴾

جس نے آسمانوں کو پیدا کیا اور زمین کو اور جو کچھ اس میں ہے سب چھ دن میں بنائے پھر عرش کی طرف استوا کیا رحمٰن ہے وہ تو پوچھو جاننے والے سے

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾

اور جب کہا جائے سجدہ کرو رحمٰن کو تو بولتے ہیں کیا ہے رحمٰن کیا ہم سجدہ کریں جسے تم کہو اور ان کا تنفر اور بڑھ گیا

حل لغات پانچواں رکوع۔سورۃ فرقان۔پ ۱۹

اَلَمْ۔کیا نہ	تَرَ۔دیکھا تو نے	اِلٰی۔طرف	رَبِّكَ۔اپنے رب کی
كَيْفَ۔کس طرح	مَدَّ۔لمبا کیا	الظِّلَّ۔سائے کو	وَ۔اور
لَوْ۔اگر	شَآءَ۔چاہتا	لَجَعَلَهٗ۔تو کرتا اسے	سَاكِنًا۔ٹھہرا ہوا
ثُمَّ۔پھر	جَعَلْنَا۔بنایا ہم نے	الشَّمْسَ۔سورج کو	عَلَيْهِ۔اس پر
دَلِيْلًا۔دلیل	ثُمَّ۔پھر	قَبَضْنٰهُ۔سمیٹ لیا ہم نے اس کو	
اِلَيْنَا۔اپنی طرف	قَبْضًا۔سمیٹنا	يَّسِيْرًا۔آہستہ آہستہ	وَ۔اور
هُوَ۔وہ	الَّذِيْ۔وہ ہے جس نے	جَعَلَ۔بنایا	لَكُمُ۔تمہارے لئے
الَّيْلَ۔رات کو	لِبَاسًا۔لباس	وَّ۔اور	النَّوْمَ۔نیند کو
سُبَاتًا۔آرام	وَّ۔اور	جَعَلَ۔بنایا	النَّهَارَ۔دن کو
نُشُوْرًا۔اٹھنے کے لئے	وَ۔اور	هُوَ۔وہ	الَّذِيْٓ۔وہ ہے جس نے
اَرْسَلَ۔بھیجا	الرِّيٰحَ۔ہواؤں کو	بُشْرًا۔خوشخبری دیتی	بَيْنَ يَدَيْ۔پہلے
رَحْمَتِهٖ۔اس کی رحمت سے	وَ۔اور	اَنْزَلْنَا۔اتارا ہم نے	مِنَ السَّمَآءِ۔آسمان سے
مَآءً۔پانی	طَهُوْرًا۔پاک	لِّنُحْيِۦَ۔تا کہ ہم زندہ کریں	بِهٖ۔اس کے ساتھ
بَلْدَةً۔شہر	مَّيْتًا۔مردہ کو	وَّ۔اور	نُسْقِيَهٗ۔پلائیں وہ پانی
مِمَّا۔ان کو جو	خَلَقْنَآ۔پیدا کئے ہم نے	اَنْعَامًا۔چار پائے	وَّ۔اور
اَنَاسِيَّ۔آدمی	كَثِيْرًا۔بہت	وَ۔اور	لَقَدْ۔بے شک
صَرَّفْنٰهُ۔پھیرا اس کو ہم نے	بَيْنَهُمْ۔ان میں	لِيَذَّكَّرُوْا۔تا کہ نصیحت لیں	فَاَبٰٓى۔تو انکار کیا
اَكْثَرُ۔اکثر	النَّاسِ۔لوگوں نے	اِلَّا۔مگر	كُفُوْرًا۔کفر کا
وَ۔اور	لَوْ۔اگر	شِئْنَا۔ہم چاہتے تو	لَبَعَثْنَا۔بھیجتے
فِيْ۔بیچ	كُلِّ۔ہر	قَرْيَةٍ۔بستی میں	نَّذِيْرًا۔ڈرانے والا
فَلَا۔تو نہ	تُطِعِ۔کہا مان	الْكٰفِرِيْنَ۔کافروں کا	وَ۔اور
جَاهِدْهُمْ۔جہاد کر ان سے	بِهٖ۔اس کے ساتھ	جِهَادًا۔جہاد	كَبِيْرًا۔بڑا
وَ۔اور	هُوَ۔وہ	الَّذِيْ۔وہ ہے جس نے	مَرَجَ۔چلایا
الْبَحْرَيْنِ۔دو دریاؤں کو	هٰذَا۔یہ	عَذْبٌ۔میٹھا ہے	فُرَاتٌ۔خوشگوار
وَّ۔اور	هٰذَا۔یہ	مِلْحٌ۔نمکین ہے	اُجَاجٌ۔کڑوا
وَ۔اور	جَعَلَ۔بنایا	بَيْنَهُمَا۔ان کے درمیان	بَرْزَخًا۔پردہ

وَ۔اور	حِجْرًا۔آڑ	مَّحْجُوْرًا۔روکی ہوئی	وَ۔اور
هُوَ۔وہ	الَّذِیْ۔وہ ہے جس نے	خَلَقَ۔پیدا کیا	مِنَ الْمَآءِ۔پانی سے
بَشَرًا۔آدمی	فَجَعَلَهٗ۔تو کیا اس کے لئے	نَسَبًا۔نسب	وَّ۔اور
صِهْرًا۔سسرال	وَ۔اور	كَانَ۔ہے	رَبُّكَ۔تیرا رب
قَدِیْرًا۔قدرت والا	وَ۔اور	یَعْبُدُوْنَ۔پوجتے ہیں	مِنْ دُوْنِ۔سوائے
اللّٰهِ۔اللہ کے ان کو	مَا۔جو	لَا۔نہ	یَنْفَعُهُمْ۔نفع دے انہیں
۔کچھ	وَ۔اور	لَا۔نہ	یَضُرُّهُمْ۔نقصان دے ان کو
وَ۔اور	كَانَ۔ہے	الْكَافِرُ۔کافر	عَلٰی۔اوپر
رَبِّهٖ۔اپنے رب کے	ظَهِیْرًا۔مددگار	وَ۔اور	مَآ۔نہیں
اَرْسَلْنٰكَ۔بھیجا ہم نے آپ کو		اِلَّا۔مگر	مُبَشِّرًا۔خوشخبری دیتا
وَّ۔اور	نَذِیْرًا۔ڈراتا	قُلْ۔کہہ	مَآ۔نہیں
اَسْئَلُكُمْ۔مانگتا میں تم سے	عَلَیْهِ۔اس پر	مِنْ اَجْرٍ۔کوئی مزدوری	اِلَّا۔مگر
مَنْ۔جو	شَآءَ۔چاہے	اَنْ۔یہ کہ	یَّتَّخِذَ۔پکڑے
اِلٰی۔طرف	رَبِّهٖ۔اپنے رب کی	سَبِیْلًا۔راہ	وَ۔اور
تَوَكَّلْ۔بھروسہ کر	عَلَی۔اوپر	الْحَیِّ۔زندہ کے	الَّذِیْ۔وہ جو
لَا۔نہ	یَمُوْتُ۔مرے	وَ۔اور	سَبِّحْ۔پاکی بول
بِحَمْدِهٖ۔اس کی حمد کی	وَ۔اور	كَفٰی۔کافی ہے	بِهٖ۔وہ
بِذُنُوْبِ۔گناہوں	عِبَادِهٖ۔اپنے بندوں سے	خَبِیْرَا۔خبردار	الَّذِیْ۔وہ جس نے
خَلَقَ۔پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَ۔اور	الْاَرْضَ۔زمین کو
وَ۔اور	مَا۔جو	بَیْنَهُمَا۔ان کے درمیان ہے	فِیْ۔بیچ
سِتَّةِ۔چھ	اَیَّامٍ۔دنوں کے	ثُمَّ۔پھر	اسْتَوٰی۔قرار پکڑا
عَلَی۔اوپر	الْعَرْشِ۔عرش کے	اَلرَّحْمٰنُ۔وہ رحمٰن ہے	فَسْئَلْ۔تو پوچھ
بِهٖ۔اس کے متعلق	خَبِیْرًا۔خبر والے سے	وَ۔اور	اِذَا۔جب
قِیْلَ۔کہا جائے	لَهُمُ۔ان کو	اسْجُدُوْا۔سجدہ کرو	لِلرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کو
قَالُوْا۔بولے	وَ۔اور	مَا۔کیا ہے	الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن
اَ۔کیا	نَسْجُدُ۔ہم سجدہ کریں	لِمَا۔اس کو جو	تَاْمُرُنَا۔تو حکم دے ہم کو
وَ۔اور	زَادَ۔زیادہ ہوتی ہے	هُمْ۔ان کو	نُفُوْرًا۔نفرت

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

متلوہ رکوع میں مشرکین کے شبہات کا رد فرما کر ان کی کج روی کا نتیجہ انبیاء کرام کی تکذیب کا انجام دکھا کر اب یہ چند دلائل توحید اور کمال قدرت کے نظائر شروع فرمائے اور ارشاد ہوا:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ۔

یہ پہلی دلیل ہے کہ تمہارے رب نے اس عالم حس میں نورانی اجسام پیدا کئے جنہیں چاند، سورج، ستارے آگ کی صورت میں ظاہر فرمایا۔

دوسرے یہ کہ سایہ کا کم زیادہ ہونا یہ بھی وجود الٰہی عزوجل کی دلیل ہے اگرچہ ظاہر سبب اس کا آفتاب ہے مگر آفتاب کے وجود کا سبب وہی رب الارباب ہے تو اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ فرمانا ہی بجا ہے اس لئے کہ اگر وہ چاہتا تو سائے کو ایک ایسی چیز کر دیتا جسے آفتاب سے کچھ تعلق نہ ہوتا تو وہ قادر تھا لیکن آفتاب سے اس سایہ کو متعلق کیا جب وہ طلوع ہوا اور دوپہر تک سر پر آیا تو سایہ بھی آہستہ آہستہ ڈھلتا گیا پھر شام کے قریب خود سورج بھی سمٹ کر غروب ہو جاتا ہے اور ظلمت شب

تیسری دلیل ظاہر ہو جاتی ہے چنانچہ فرمایا:

وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا۔ اگر وہ چاہتا تو اسے ساکن کر دیتا اس میں گھٹنے بڑھنے کی استعداد نہ پیدا فرماتا۔ چنانچہ فرمایا:

ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾۔ اور پھر ہم نے سورج کو اس سایہ کے لئے دلیل بنا کر پھر اسے آہستہ آہستہ سمیٹا۔

پھر چوتھی دلیل بیان فرمائی وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾۔ وہی ذات قادر مطلق ہے، جس نے تمہارے لئے رات بنائی اور تمہارا پردہ کیا۔

اور پانچویں دلیل یہ کہ نیند تمہارے تازہ دم ہونے کے لئے رکھی اور

چھٹی دلیل قدرت یہ کہ دن تمہارے تر و تازہ ہو کر اٹھنے اور کاروبار معاش میں لگنے کے لئے بنا دیا چنانچہ وَالسُّبَاتُ الرَّاحَةُ اس کی تعریف ہے اور اسی سے یوم السبت ہے، جس کے معنی یوم الراحۃ کے ہیں اس لئے کہ اس دن کاروبار سے اہل کتاب فارغ رہتے۔ (قرآن)

پھر ساتویں دلیل وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ۔ وہی ہے جو بھیجتا ہے وہ ہوا جس کے آگے بشارت اور رحمت ہوتی ہے جیسا کہ سب دیکھتے ہیں پانی برسنے سے پہلے ہوا چلتی ہے جو بادلوں کو جمع کرتی ہے اس سے اس امر کی بشارت ہوتی ہے کہ اب پانی برسے گا۔ یہاں رحمت سے مراد باران رحمت ہے۔

پھر آٹھویں دلیل یہ کہ وہ پانی برسا کر اس سے مردہ بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کر کے زندہ کر دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾۔

اور نازل کیا ہم نے آسمان سے پانی پاک تاکہ زندہ کریں ہم اس کے ساتھ مرے ہوئے شہر اور پلائیں ہم انہیں جو پیدا کئے ہم نے چارپائے اور بہت سے لوگ۔

بشرا جمع ہے بشیر کی اور رحمت سے مراد بارش ہے تو اس میں بارش آنے سے پہلے جو ہوا آتی ہے وہ بارش کا مژدہ دیتی ہے

اور اسی سے بادل اٹھتے ہیں پھر وہ باران رحمت برساتے ہیں۔ یہ باران رحمت بنجر مردہ زمین کو سرسبز و شاداب کرتا ہے اور چوپایوں کو سیراب کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ بموجب اصول فلاسفہ کوئی حرکت بلا محرک نہیں ہوتی تو یہ تمام نظام بغیر کسی ناظم کے ممکن نہیں اور وہ ناظم حقیقی خود رب الارباب ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ ۔ پھر ہم اس بارش اور باران رحمت کو تقسیم کر دیتے ہیں تاکہ تم سمجھو لیکن اکثر لوگ ناشکری کے سوا نہیں رہتے اور ایسے ہی ہدایت کے لئے فرمایا۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾ ۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر گاؤں میں ایک ڈر سنانے والا مبعوث فرما دیں تو تم نہ سنو کافروں کی اور ان سے جہاد کرو بڑا جہاد۔

یعنی جیسے ہم نے باران رحمت عام کیا اور برسایا ایسے ہی نبوت بھی جو بارش روحانی ہے عام کر دیتے تو ہماری قدرت کاملہ سے یہ بعید بات نہ تھی لیکن ہماری حکمت بالغہ کے یہ بات خلاف تھی لہٰذا آپ ان کی آواز کی پرواہ نہ کریں اور ان کی استدعا کی طرف ملتفت نہ ہوں ہمارا نظام حکمت جو چاہتا ہے وہی صحیح ہے اور اس سے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ معارض نہیں اس لئے کہ اس میں من تبعیضیہ ہے تو اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ جہاں ہماری حکمت کا مقتضی تھا وہاں کی کوئی بستی ایسی نہیں ہے جس میں ہم نے اپنا نذیر نہ بھیجا ہو۔

اور آپ ان سے جہاد اکبر دلائل کے ساتھ افہام و تفہیم کے ساتھ فرمائیں جہد عربی میں سعی اور کوشش کو کہتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کے سمجھانے میں سعی فرمائیں۔

پھر نویں شان قدرت کا اظہار فرمایا وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ ۔ اور وہی ذات ہے جس نے دو دریا باہم ملا دیئے یہ میٹھا خوشگوار ہے اور یہ کھاری تلخ اور کیا دونوں کے بیچ میں ایک پردہ اور مستحکم آڑ بنا دی۔

یعنی یہ اس کی قدرت ہے کہ دو دریا رواں کئے یا یہ کہ دو دریا باہم ملا دیئے ان میں سے ایک دریا شیریں خوشگوار اور دوسرا کھاری تلخ پھر یہ دونوں دریا باہم چلتے ہیں اور شان قدرت یہ کہ ملنے نہیں پاتے اور ان کے مابین قدرت نے حد فاصل غیر مرئی رکھی ہے۔

چنانچہ جب یہ دریا چلتے ہیں تو دونوں کی دو دھاریں علیحدہ علیحدہ نظر آتی ہیں۔

مرج کہتے ہیں: اَلْاِرْسَالُ وَالْخَلْطُ کو جیسے فَهُمْ فِيْ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ فرمایا گیا تو مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ کے معنی دو دریا ملا دینے کے ہوئے درحقیقت یہ لغات اضداد سے ہے اس کے معنی چھوڑنے اور ملانے کے ہیں۔ چنانچہ فِيْ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ میں چھوڑنے کے معنی ہیں جب جانور کو چرنے کے لئے چھوڑتے ہیں تو مَرَجَ الدّابه بولتے ہیں اور مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ میں دو دریا ملنے کے معنی ہیں۔

عذب شیریں کو کہتے ہیں فرات نہایت شیریں اور اجاج اس کی ضد ہے جس سے پیاس نہ بجھے تو ملح نمک، اجاج نہایت کڑوا معنی ہوئے برزخ پردہ کو کہتے ہیں اور حِجْرًا مَّحْجُوْرًا کی تحقیق ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہاں اس مناسبت سے یہ معنی ہوں گے کہ ایک دریا دوسرے دریائے اتنا مختلف ہے کہ ایک دوسرے سے پناہ مانگتا ہے۔

صوفیائے کرام نے اس کے معنی اپنے مذاق کے مطابق کئے ہیں کہ

انسان مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ ہے اس کے اندر دو دریا آ ملے ہیں ایک قوائے ملکوتیہ کا دریا جو نہایت شیریں اور خوش ذائقہ ہے دوسرا قوائے حیوانیہ کا دریا جو نہایت تلخ ہے ان دونوں کے مابین حد فاصل عقل کامل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ 43B

پھر دسویں شان قدرت ظاہر فرمائی وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾ - وہی ہے جس نے پیدا فرمایا پانی سے بشر کو تو کیا اس کا نسب اور سسرال اور تیرا رب قادر مطلق ہے۔

یہاں پانی سے مراد منی ہے اس سے اس قادر نے اپنی قدرت مطلقہ سے عورت اور مرد سب پیدا فرمائے اور فَجَعَلَهٗ نَسَبًا یعنی ذونسب اور اس سے مراد یہ ہے کہ ذکور کے ساتھ نسب ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اَلْاُمَّهَاتُ اَوْعَاءٌ وَلِلْاَنْسَابِ اٰبَاءٌ۔ مائیں محض برتن ہیں اور نسب کے لئے باپ ہیں۔ اسی بنا پر فلاں ابن فلانہ نہیں کہتے۔ قرآن کریم میں بھی سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی کو ماں سے منتسب نہیں کیا گیا۔ عیسیٰ بن مریم ہی صرف فرمایا اور صِهْرًا۔ صہر سسرال کے رشتے پر بولتے ہیں۔

اور مودت و قرابت کے دو طریقے عام ہیں ایک نسب دوسرا صہر۔ یعنی ابنیت اور دامادی تو رشتہ اور قبیلہ کے سلسلہ میں نسب وصہریت قائم کی گئی۔ اس کے بعد مشرکین کے لئے نظریات عقلی کے لحاظ سے دلائل بیان فرمائے چنانچہ ارشاد ہوا:

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَ لَا یَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ﴿۵۵﴾ - اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا اسے جو نہ انہیں نفع دے سکے نہ نقصان اور کافر تو اپنے رب کے مقابلہ میں شیطان کی مدد کرتا ہے۔

اس سے مراد ابوجہل ہے جو اپنے رب سے منحرف اور شرک کا حامی ہے۔

ابومسلم رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے مراد پیٹھ پھیرنا ہے جیسے بولتے ہیں: ظَهَرَ فُلَانٌ لِحَاجَتِیْ اِذْ اَسْنَدَهَا وَرَآءَ ظَهْرِهٖ وَ هُوَ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّا۔ اس کے معنی پیٹھ پیچھے ڈالنے کے ہیں یا پیٹھ پھیرنے کے۔ اگرچہ ظہیر بمعنی معاون بھی آتا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ کافر اپنے اس رب کا جس کے وہ خدا اور معبود ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اسی کا مددگار ہے یعنی بتوں کی حمایت کو ہی وہ اپنا ایمان سمجھتا ہے۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۵۷﴾ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا ﴿ۚۛ۵۸﴾ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۹﴾ -

اور اے محبوب ہم نے تو آپ کو بشارت دینے اور ڈر سنانے کے لئے بھیجا ہے انہیں فرما دیجئے کہ میں تم سے اس ہدایت و تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف ہدایت لے اور آپ اپنے رب پر بھروسہ کریں جو زندہ ہے قدیم ازلی ہے کبھی نہیں مرتا اور اس کی تسبیح کریں اور ستائش اور اس کا اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ہونا کافی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے چھ دن میں بنایا پھر تخت حکومت پر استوا فرمایا وہ رحمٰن ہے تو پوچھ لو کسی خبردار سے۔

اس میں ظاہر فرمایا گیا کہ اگر یہ بے دین کافر ہدایت پر نہ آئیں تو آپ سے اس کا جواب طلب نہ ہوگا۔ کیونکہ آپ تو

مژدہ دینے والے اور ڈر سنانے والے ہیں یہ فریضہ آپ ادا کر چکے۔

پھر ارشاد ہوا کہ ان حمقاء سے فرما دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ و ہدایت کا ممنتانہ نہیں مانگتا مگر یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں راہ راست ملے میں تمہارا بے غرض بہی خواہ ہوں پھر ایسے خیر اندیش سے سرتابی کرنا کس عقل کے ماتحت ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ اپنے رب حی و قیوم پر بھروسہ کریں اور اس کی ثناء وصفت کرتے رہیں وہ اپنے بندوں کی سیہ کاری سے واقف ہے وہ آپ گرفت کرے گا اس کی قوت کاملہ اتنی زبردست ہے کہ چھ دن میں دنیا و مافیہا بنا ڈالی اور خود تخت حکومت پر قائم ہو گیا اور وہ کون ہے وہ رحمٰن ہے۔

ان صفات کی تشریح کسی باخبر سے پوچھو کہ اس میں تمہارے معبودوں کا بطلان بھی ہے وہ حی ہے وہ قیوم ہے وہ ازلی، ابدی سرمدی ہے اور تمہارے معبود حادث، فانی، متغیر اور موت کے منہ کے اندر جانے والے ہیں۔

اور وہ اپنے بندوں کے اعمال قبیحہ بھی جانتا ہے اور اچھے اعمال سے بھی واقف ہے تمہارے معبودوں میں یہ صفت کہاں ہے۔

اس نے چھ دن میں آسمان زمین اور مافیہا پیدا کر دی تمہارے معبودوں نے کیا بنایا۔

دوسرے یہاں شان تخلیق میں تدریج بتا کر اس امر کی بشارت بھی دی کہ آپ کا دین بھی بتدریج پروان چڑھے گا اگرچہ ان کی سرکشی اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۚ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۩ ﴿۶۰﴾۔

اور جب انہیں کہا جائے کہ سجدہ کرو رحمٰن کو تو بولتے ہیں کیا ہے رحمٰن کیا ہم تمہارے کہے پر سجدہ کریں اور ان کا تنفر اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

یعنی اے محبوب آپ ہی سے یہ برگشتہ نہیں ہیں بلکہ وہ رحمٰن سے بھی پھرے ہوئے ہیں اور ایسے انجان بنے ہوئے ہیں کہ رحمٰن کا نام سن کر مَا الرَّحْمٰنُ کہتے ہیں یعنی رحمٰن کیا ہے اور تعلیم سن کر ہدایت پکڑنے کی بجائے ان میں نفرت و مخالفت ہی بڑھتی ہے۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾۔

اے محبوب کیا نہ دیکھا آپ نے اپنے رب کو کہ کس طرح سایہ پھیلاتا ہے اور اگر چاہتا یقیناً اسے ساکن کر دیتا پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا پھر سمیٹا اسے اپنی طرف آہستہ آہستہ۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْخِطَابُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْهَمْزَةُ لِلتَّقْرِيْرِ وَالرُّؤْيَةُ بَصَرِيَّةٌ لِاَنَّهُ الَّتِيْ تَتَعَدّٰى بِاِلٰى۔ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اَلَمْ تَرَ میں ہمزہ تقریر کے لئے ہے اور رویت بصری ہے اس لئے کہ یہ متعدی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ یعنی یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سایہ شمس کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور یہ فرمانا اس لئے کہ صنعت الٰہی کی طرف نظر کرانا مقصود ہے۔

لَيْسَ الْمَقْصُوْدُ رُؤْيَةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ اس میں رویت الٰہی عزوجل مقصود نہیں تو گویا مفہوم آیت کا کریمہ کا یہ ہوا اَلَمْ يَنْتَهِ عِلْمُكَ اِلٰى اَنْ تَرَا اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّالظِّلَّ۔ کیا آپ کا علم اس پر منتہی نہیں کہ آپ جانتے ہیں اپنے رب کو کہ اس نے کیسے ظل شمس کو پھیلایا۔

وَلَوْشَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا۔ اگر وہ چاہتا تو اسے ساکن کر دیتا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَىْ وَلَوْ شَآءَ جَعَلَهٗ سَاكِنًا اَىْ ثَابِتًا عَلٰى حَالِهٖ ظِلًّا اَبَدًا كَمَا فَعَلَ عَزَّوَجَلَّ فِيْ ظِلِّ الْجَنَّةِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اگر چاہتا ساکن کرنا تو ضرور ساکن کر دیتا یعنی ایک حال پر قائم فرما دیتا اور ظل ابدی کر دیتا جیسا کہ جنت میں سایہ ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں: وَ هُوَ مَعْرِفَةُ اَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ اِعْتِبَارَ الظِّلِّ فِيْهَا بِالْاُمَّةِ اَرْدُنَ الْاِنْبِسَاطِ لِمَعْرِفَةِ السَّاعَاتِ وَالْاَوْقَاتِ وَ فِيْهِ لَمْحَةٌ مِّنْ مَعْنٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ۔ سایہ کی کمی بیشی میں اوقات صلوٰۃ کا حاصل کرنا مضمر ہے اس سے ساعتیں اور اوقات معلوم ہوتے ہیں اور لمحات لیل ونہار بھی اس میں ہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے چاندوں کے متعلق آپ سے سوال کرتے ہیں فرما دیجئے وہ مقررہ وقت ہیں لوگوں کے لئے۔

ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۙ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾۔ پھر کیا ہم نے سورج کو اس پر دلیل پھر سمیٹا ہم نے اسے آہستہ آہستہ۔

گویا سورج کو دلیل طلوع فرمایا۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَىْ ثُمَّ جَعَلْنَا طُلُوْعَ الشَّمْسِ دَلِيْلًا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ لِلْحَيِّ فَاِنَّ النَّاظِرَ اِلَى الْجِسْمِ الْمُلَوَّنِ حَالَ قِيَامِ الظِّلِّ عَلَيْهِ لَا يَظْهَرُ الشَّيْءُ سِوَى الْجِسْمِ وَلَوْنِهٖ۔

علامہ رازی اور طبری رحمہما اللہ کہتے ہیں: ثُمَّ جَعَلْنَاهَا دَلِيْلًا عَلٰى وُجُوْدِهٖ۔

یعنی پھر ہم نے سورج کے طلوع کو دلیل بنایا ظہور حسی پر اس لئے کہ دیکھنے اس کے جسم کو ملون وہاں بھی دیکھتا ہے جہاں وہ سایہ میں ہو حالانکہ وہاں کچھ نظر نہیں آتا سوائے رنگ کے۔

ایسے ہی رازی اور طبری رحمہما اللہ نے کہا کہ پھر سورج کو اس کے وجود پر دلیل بنایا۔

پھر اس نے ظاہر کر کے اس کا سایہ پھیلا کر شعاع شمسی ڈال کر اسے بتدریج سمیٹا۔

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾۔ اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس بنایا۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَىْ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لِنَفْعِكُمُ اللَّيْلَ كَاللِّبَاسِ يَسْتُرُكُمْ بِظَلَامِهٖ كَمَا يَسْتُرُكُمُ اللِّبَاسُ۔ یعنی اس کے یہ معنی ہیں کہ اس ذات نے تمہارے نفع اور فائدے کے لئے رات کو لباس کی طرح بنایا کہ وہ اندھیرے میں تمہیں ایسے چھپاتی ہے جیسے لباس تمہارا ستر کرتا ہے۔

وَالنَّوْمَ سُبَاتًا۔ اور رات کو تمہاری راحت کے لئے تمہارے بدنوں کی تکان دفع کرنے کو تم پر مستولی کیا اور انجرات کا استیلا فرما کر تمہیں سلایا۔

وَ اَصْلُ السَّبْتِ الْقَطْعُ۔اور سبت کی اصل قطع ہے یعنی چھوڑ ا۔

وَ قِيْلَ يَوْمُ السَّبْتِ لِمَا جَرَتِ الْعَادَةُ مِنَ الْاِسْتِرَاحَةِ فِيْهِ۔اور یوم سبت کو یوم سبت اسی لئے کہا گیا کہ یہ دن استراحت کے لئے عام کرلیا گیا۔

وَالسَّبْتُ الْاِقَامَةُ فِي الْمَكَانِ فَكَانَ النَّوْمُ سُكُوْنًا مَّا۔اور سبت مکان میں اقامت کے معنی دیتا ہے پس نیند تو راحت ہے اس میں خواہ ہو یا نہ ہو۔

وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا۔اور کیا دن تمہارے اٹھنے کے لئے۔

يَنْتَشِرُ فِيْهِ النَّاسُ لِطَلَبِ الْمَعَاشِ فَهُوَ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا۔کہ اس میں لوگ منتشر ہو کر طلب معاش کریں اور اسی وجہ میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا ہم نے دن کو معاش کے لئے۔

وَ جُوِّزَ اَنْ يُّرَادَ السُّبَاتُ الْمَوْتُ لِمَا فِيْهِ مِنْ قَطْعِ الْاِحْسَاسِ اَوِ الْحَيَاةِ وَ عُبِّرَ عَنِ النَّوْمِ بِهٖ لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ الْمُشَابِهَةِ التَّامَّةِ فِيْ اِنْقِطَاعِ اَحْكَامِ الْحَيٰوةِ وَ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَ هُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَ قَوْلُهٗ سُبْحٰنَهٗ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا۔

بعض نے سبات کو موت کے معنی میں جائز رکھا ہے اس لئے کہ اس میں قطع احساس یا قطع حیات ہوتی ہے۔

اور بعض نے نوم بمعنی نیند کو موت کے معنی میں بھی مانا ہے اس لئے کہ سونے والے پر سے احساس اور احکام حیات منقطع ہو جاتے ہیں اور اسی وجہ میں دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ فرمایا۔اور اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا بھی فرمایا اور اس کے مقابل وَ جَعَلَ النَّهَارَ زَمَانَ بَعْثٍ مِّنْ ذَالِكَ الثُّبَاتِ۔دن کو زمانہ بعث فرمایا۔آگے ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ۔اور وہی ہے جو بھیجتا ہے ریاح کو بشارت والی جس کے بعد بارش ہوتی ہے۔

یہاں ریح اور ریاح پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّ الرِّيْحَ مَتٰى وَرَدَتْ فِي الْقُرْاٰنِ مُفْرَدَةً فَهِيَ لِلْعَذَابِ وَ مَتٰى كَانَتْ لِلْمَطَرِ وَالرَّحْمَةِ جَاءَتْ مَجْمُوْعَةً۔ریح جب قرآن میں مفرد استعمال کی گئی ہے تو وہ عذاب کے لئے ہوتی ہے۔

اور جب بارش اور رحمت کے لئے استعمال کی ہے تو جمع کے ساتھ۔

اس لئے کہ ریح مطر شاخ در شاخ ہوتی ہے اور ابروں کو پگھلاتی ہے اور نرم نرم طریقہ سے پانی لاتی ہے۔

اور ریح عذاب ایک جسم کے ساتھ آتی ہے اسے بادلوں کے پگھلانے سے تعلق نہیں ہوتا۔

چنانچہ علامہ امانی رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں: جُمِعَتْ رِيَاحُ الرَّحْمَةِ لِاَنَّهَا ثَلٰثَةٌ لَوَاقِحُ الْجَنُوْبِ وَالصَّبَا وَالدَّبُوْرُ۔ریاح جمع کے ساتھ ہوتی ہے رحمت کے لئے اور وہ تین ہیں۔جنوب، صبا، دبور

اور عذاب کے لئے ایک ہوا ہوتی ہے جسے دبور کہتے ہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے: اِذَا هَبَّتِ الرِّيْحُ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَّ لَا تَجْعَلْهَا

رِیٰحًا۔ جب ہوا چلتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے الٰہی اس ہوا کو ریاح کر اور ریح نہ کر۔

بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ۔ مژدہ دیتی کہ اس کے آگے رحمت ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ ریاح کو بشارت باران رحمت بنا کر بھیجتا ہے اور محض بشارت ہی نہیں کرتا بلکہ اس کے آگے آگے باران رحمت ہی ہوتا ہے جیسے ریح صرصر کے آگے عذاب ہی ہوتا ہے اور ارشاد ہے:

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾۔ اور اتارتے ہیں ہم آسمان سے پاک پانی۔

باران رحمت پر ثعلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: طَاهِرًا فِیْ نَفْسِهٖ مُطَهِّرًا لِغَیْرِهٖ۔ یہ پانی خود پاک ہوتا ہے اور اپنے غیر کا مطہر ہے۔ اسی بناء پر جنت کے شربت پر طہور کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تاکہ نجس اور ناپاک اس سے خارج رہے حَیْثُ قَالَ سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔

چنانچہ مٹی پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طہور کا لفظ فرمایا: اَلتُّرَابُ طَهُوْرُ الْمُؤْمِنِ۔ اور جو پاک ہوگا وہ مطہر للغیر ہوگا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِطَهُوْرٍ۔

لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا۔ تاکہ زندہ کرے اس پانی سے مرے ہوئے شہر۔

وہ بستیاں جہاں سبزہ نہ ہو بنجر زمین پڑی ہو اس پر سبزہ اگنا اس کے زندہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

وَ نُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ﴿۴۹﴾۔ اور اس پانی سے سیراب کرتے ہیں ہم جنگل کے چارپائے جو ہم نے پیدا فرمائے اور بہت سے لوگوں کو۔

اناسی جمع ہے انسان کی۔

وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾۔ اور بے شک ہم پھیرتے ہیں اس بارش کو لوگوں میں تاکہ عبرت حاصل کریں تو اکثر اس سے منحرف ہی ہوئے مگر کفران نعمت کرنے والے۔

کبھی کسی شہر میں بارش ہوا اور کبھی کسی شہر میں کبھی کہیں زیادہ ہو کہیں کم۔

ایک حدیث میں ہے کہ آسمان سے روز و شب کی تمام ساعتوں میں بارش ہوتی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ جس خطہ کی جانب چاہتا ہے اسے پھیر دیتا ہے اور جس زمین کو چاہتا ہے سیراب کرتا ہے چنانچہ

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مَا مِنْ عَامٍ بِاَقَلَّ مَطَرًا مِّنْ عَامٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يَصْرِفُهٗ حَيْثُ يَشَآءُ۔

مشرکین کے عقیدہ میں ستارہ کی مرضی پر بارش ہوتی تھی چنانچہ وہ کہتے تھے: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا مُعْتَقِدًا اَنَّ النُّجُوْمَ فَاعِلَةٌ لِذٰلِكَ وَ مُؤَثِّرَةٌ بِذَاتِهَا فِيْهِ وَهٰذَا الْاِعْتِقَادُ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى كُفْرٌ۔ بارش کی ہم پر فلاں ستارے نے اور ایسے ہی وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ فاعل حقیقی یہی ستارے ہیں اور بالذات مؤثر ہیں اور یہ عقیدہ معاذ اللہ صریح کفر ہے۔

اور کشاف میں ہے: مَنِ اعْتَقَدَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ خَالِقُ الْاَمْطَارِ وَ قَدْ نَصَبَ الْاَنْوَاءَ دَلَائِلَ وَاَمَارَاتٍ عَلَيْهَا وَاَرَادَ بِقَوْلِهٖ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا مُطِرْنَا فِيْ وَقْتِ سُقُوْطِ النَّجْمِ الْفُلَانِيِّ فِي الْمَغْرِبِ مَعَ الْفَجْرِ لَا يُكَفَّرُ وَ ظَاهِرُهٗ اَنَّهٗ لَا يَاْثَمُ۔

جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل خالق الامطار ہے اور اس نے ستاروں کو دلائل اور نشانیاں بنایا ہے اور اس بنا پر جو یہ کہے

کہ فلاں ستارہ کے طلوع کی وجہ میں ہم پر بارش ہوئی فلاں وقت سقوط نجم مغرب میں فجر کے ساتھ ہوا تو کافر نہ ہوگا بلکہ گنہگار بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ نجوم کو بالذات مؤثر نہیں مانتا اور نہ ہی انہیں فاعل حقیقی سمجھتا ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿٥٢﴾۔

اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں نذیر بھیج دیتے تو آپ کفار کی پرواہ نہ کریں اور تبلیغ قرآن کے ساتھ کرنے میں کوشش فرمائیں کہ یہ جہاد کبیر ہے۔

یعنی ہر بستی میں نذیر بھیج کر آپ پر سے بار انذار و تبلیغ ہم کم کر سکتے تھے لیکن ہم نے آپ سے پہلے ایسا کیا اور آپ کی رونق افروزی کے بعد تمام بستیوں کے انذار کا بار کلیۃً ہم نے آپ پر ہی رکھا تاکہ آپ كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ہو کر تمام رسولوں کی فضیلت کے جامع ہوں اور آپ پر نبوت ختم ہو کہ آپ کے بعد پھر کوئی نبی من حیث النبی نہ آئے۔

رہا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول تو وہ نزول ہوگا نہ بعثت اور اس نزول میں آپ متبع خاتم نبوت ہو کر تشریف لائیں گے اور جو حکم انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مل چکا ہے اس کا اجرا نیابتاً فرمائیں گے تو ان کا نزول ختم نبوت کے خلاف نہ ہوگا۔ بلکہ من حیث المتبع نازل ہو کر اتنا اتباع حکم فرمائیں کہ نبی ہو کر امتی کی اقتدا کریں اور جب امام مہدی علیہ الرحمۃ عرض کریں کہ آپ نبی و رسول تھے لہٰذا امامت آپ کریں تو آپ جواب دیں جن کا میں آج متبع ہو کر آیا ہوں ان کا حکم ہے: اِمَامُكُمْ مِّنْكُمْ تَكْرِمَةً لِّهٰذِهِ الْاُمَّةِ۔ بنابریں مجھے اقتداء کرنی ہے اور آپ امام ہوں گے۔

لہٰذا اے محبوب! آپ تلاوت کلام پاک فرما کر جو براہین و قوارع و زواجر و مواعظ ہیں اور جو تذکیر احوال امم مکذبہ ہیں وہ بیان فرمائیں کہ یہ دعوت تمام عالم کے لئے فرماتا ہے جہاد کبیر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی قصر رسالت فرمانا ایک جلیلہ و جمیلہ اس شان کی ہے کہ ہم پر اس کا شکر لازم ہے۔

گویا آیت کریمہ میں فرمایا گیا: بَعَثْنَاكَ نَذِيْرًا لِّجَمِيْعِ الْقُرٰى وَفَضَّلْنَاكَ وَ عَظَّمْنَاكَ وَ لَمْ نَبْعَثْ فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا۔ اے محبوب ہم نے آپ کو تمام بستیوں کی طرف نذیر بنا کر بھیجا اور آپ کی فضیلت و عظمت اتنی بلند کی کہ آپ کے ہوتے ہر بستی میں نذیر نہیں بھیجا۔

اس کے بعد اپنی قدرت کاملہ کا ایک اور منظر پیش فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا:

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَ جَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٥٣﴾ ۔ اور وہی ہے جس نے دو دریا ملا کر علیحدہ علیحدہ کئے یہ میٹھا خوشگوار اور یہ نمکین کڑوا اور دونوں میں ایک آڑ قدرت کی کر دی۔

وَاَصْلُ الْمَرَجِ كَمَا قَالَ الرَّاغِبُ الْخَلْطُ وَيُقَالُ مَرَجَ اَمْرُهُمْ اَيِ اخْتَلَطَ وَسُمِّيَ الْمَرْعٰى مَرَجًا لِاخْتِلَاطِ النَّبَاتِ فِيْهِ وَالْمُرَادُ بِالْبَحْرَيْنِ الْمَاءُ الْكَثِيْرُ الْعَذْبُ وَالْمَاءُ الْكَثِيْرُ الْمِلْحُ۔ مرج کے معنی راغب ملنے کے کہتے ہیں چنانچہ محاورہ میں بولتے ہیں: مَرَجَ اَمْرُهُمْ یعنی ان کا کام ملا جلا ہے اور چراگاہ کی سبزی جب مل جائے تو بولتے ہیں: مَرَجَ الْمَرْعٰى۔

اور بحرین کے ساتھ مرج سے مراد یہ ہے کہ میٹھا اور کڑوا پانی دریا میں ملا ہوا۔

عَذْبٌ فُرَاتٌ۔ شدید العذوبت، بہت میٹھا خوشگوار کے معنی دیتا ہے۔

مِلْحٌ اُجَاجٌ۔ نمکین اور اجاج شدید الملوحت بہت کھاری تلخ کے معنی میں مستعمل ہے۔

وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا۔ اَیْ حَاجِزًا وَ هُوَ لَفْظٌ عَرَبِیٌّ۔ حاجز آڑ کے معنی میں مستعمل ہے یہ عربی لفظ ہے۔

حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ کی تعریف اول بیان ہو چکی ہے۔ لیکن دو دریاؤں میں حِجْرًا مَّحْجُوْرًا سے مراد تمیز تام اور عدم اختلاط ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آیہ کریمہ کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ

اِنَّهُ تَعَالٰى هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الْبَحْرَیْنِ مُخْتَلِطَیْنِ فِیْ مَرْاٰی الْعَیْنِ وَمُنْفَصِلَیْنِ فِی التَّحْقِیْقِ بِقُدْرَتِهٖ عَزَّوَجَلَّ۔ وہ ذات بلند پایہ وہ ہے جس نے دو دریا ظاہری نظروں میں ملا کر حقیقتاً منفصل کیا جو قدرت الٰہی کا ایک کرشمہ ہے۔

یعنی ایک دریا میں دو دریا دو ذائقہ والے میٹھا اور تلخ جاری فرمایا اور دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں یہ اس کی کمال قدرت کا کرشمہ ہے۔

پھر ایک اور قدرت کاملہ کا اظہار ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾۔ اور وہی ہے جس نے پانی سے بشر پیدا کیا اور اسے نسب و صہر بنایا اور تمہارا رب قادر مطلق ہے۔

مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا۔ سے مراد حضرت آدم ابو البشر علیہ السلام ہیں اور بشراً پر تنوین تعظیم کی ہے۔

یا یہ تنوین جنسی ہے جس میں آدم صفی علیہ السلام اور آپ کی تمام ذریت داخل ہے۔

اور پانی سے مراد نطفہ بھی ہو سکتا ہے۔

اور فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا۔ فرما کر بتایا ہے کہ اسے ہم نے دو قسموں پر تقسیم کیا۔

ذی نسب سے ذکور جن کی طرف نسب قائم ہو۔

اور صہر سے مراد اناث کہ ان سے رشتۂ زوجیت قائم ہو جیسے قرآن پاک میں فرمایا: فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اِنَّ النَّسَبَ مَا لَا یَحِلُّ نِكَاحُهٗ وَالصِّهْرُ مَا یَحِلُّ نِكَاحُهٗ۔

دوسرا قول ہے: اَلنَّسَبُ مَا لَا یَحِلُّ نِكَاحُهٗ وَالصِّهْرُ قِرَابَةُ الرَّضَاعَةِ۔

نسب وہ ہے جس سے نکاح حلال نہیں اور صہر وہ ہے جس سے نکاح جائز ہے۔

اور فرمایا نسب وہ ہے جس سے نکاح حلال نہیں اور صہر قرابت رضاعت ہے۔

اس کے بعد مشرکین کی حمایت اور تعبد لغیر اللہ کی مذمت ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَلَا یَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ﴿۵۵﴾۔ اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ان چیزوں کو جو نہ نفع پہنچا سکیں اور نہ نقصان اور کافر اپنے رب کے مقابل شیطان سے تعاون کرتا ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْمُظَاهَرَةُ الْمُعَاوَنَةُ اَیْ یُعَاوِنُ الشَّیْطَانُ عَلٰى رَبِّهٖ سُبْحٰنَهٗ بِالْعَدَاوَةِ وَالشِّرْكِ وَالْمُرَادُ بِالْكَافِرِ الْجِنْسُ۔

ظَهِيرًا۔ سے مراد معاونت ہے یعنی کافر شیطان کی رب جل مجدہ کے مقابلہ میں عداوت وشرک کی وجہ میں مدد کرتا ہے۔

اب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب جلیل ظاہر فرمایا اور تسلی بھی۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾۔

اور اے محبوب ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر بشارت دینے اور ڈر سنانے والا۔ فرمادیجئے کہ میں تم سے تعلیم قرآن اور تبلیغ اسلام پر کوئی اجر نہیں مانگتا مگر یہی کہ جو ہدایت قبول کر کے رب حقیقی کی راہ اختیار کر لے اور اے محبوب آپ اس پر بھروسہ کریں جو حی ہے لایموت ہے اور اپنے رب کی تسبیح وتنزیہ بیان کریں اور کافی ہے وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کو وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے چھ دن میں پیدا فرمایا۔ پھر استویٰ علی العرش کیا وہ رحمٰن ہے پوچھ لے اس کی تعریف خبر رکھنے والے سے۔

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بشارت دینے والا مومنین کے لئے کہا اور ڈر سنانے والا کافروں کے لئے فرمایا۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ مَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا مُبَشِّرًا لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ نَذِيْرًا لِّلْكَافِرِيْنَ فَلَا تَحْزَنْ عَلٰى عَدَمِ اِيْمَانِهِمْ۔ اس میں حصر فرما کر فرمایا گیا کہ اے محبوب آپ کو نہیں بھیجا مگر مبشر مومنین کے لئے اور نذیر کافروں کے لئے تو آپ ان کافروں کے ایمان نہ لانے پر غمگین نہ ہوں بلکہ فرمادیجئے کہ مجھے کسی قسم کا تم سے طمع نہیں میں تبلیغ رسالت کر کے تم سے بری ہوں۔

میرا تبلیغ قرآن واحکام دین کا صرف اور صرف یہی بدلہ ہے کہ تم میں سے جو بھی ہدایت قبول کر کے اللہ کی راہ قبول کر لے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو تسلیۃً فرمایا کہ اے محبوب آپ اس حی وقیوم پر بھروسہ رکھیں جس نے اتنی کم مدت میں زمین وآسمان اور جو کچھ اس میں ہے سب بنا ڈالے جو سننے والے کے ذہن نشین کرنے کو چھ دن کی مدت فرمادی گئی۔

چنانچہ بیہقی شعب الایمان میں عقبہ بن ابی تبست سے راوی ہیں کہ اس نے کہا توریت میں لکھا ہوا ہے لَا تَوَكَّلْ عَلٰى ابْنِ اٰدَمَ فَاِنَّ ابْنَ اٰدَمَ لَيْسَ لَهٗ قِوَامٌ وَّلٰكِنْ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ۔ ابن آدم پر بھروسہ نہ کر اس لئے کہ ابن آدم کو دوام وقیام نہیں لیکن بھروسہ اس حی پر کر جو مرنے والا نہیں۔

اور اس کی تسبیح وتحمید کر اور اس کی صفات کمال پر ایمان رکھ کر اس سے انعام حاصل کر۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگوں کی مقدار ہی کیوں نہ ہوں۔

اور وہی رب تعالیٰ شانہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ہے اسی کو کافی جانو۔

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے اور کفار کے لئے وعید شدید ہے کہ وہ عزوجل ذنوب عباد سے خبردار ہے اور ہونا بھی چاہئے اس لئے کہ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْهَا فَيُجَازِيْهِمْ عَلَيْهَا۔ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں تو وہی اس پر سزا وجزا دے گا۔

اور وہ رحمٰن ہے جس کی پہلی صفت حی ہے اور انہیں فرما دیجئے اِنْ شَكَكْتَ فِيهِ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا۔ اس پر چند اقوال ہیں:

عَلٰى اَنَّ الْخِطَابَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ پہلا یہ کہ یہ مخاطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

دوسرا قول ہے: وَالْمُرَادُ غَيْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اس سے مراد غیر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

اور خبیر سے مراد اللہ تعالیٰ ہے كَمَا قَالَ الْكَلْبِيُّ۔

اور ابن جریج ابن عباس سے ناقل ہیں اَلْخَبِيْرُ هُوَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ خبیر سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔

تیسرا قول ہے کہ اس سے مراد وہ ہیں جنہوں نے کتب قدیمہ توریت، انجیل، زبور پڑھی ہے یعنی وہ اہل کتاب ہیں۔

اس کے بعد ان کی سرکشی اور بغاوت کی کیفیت ظاہر فرمائی چنانچہ ارشاد ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾۔

اور جب انہیں کہا جائے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو بولتے ہیں رحمٰن کون ہے کیا ہم سجدہ کریں اسے جس کا تم حکم کرتے ہو اور ان کی نفرت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

اس لئے کہ یمامہ کا کذاب مسیلمہ بھی اپنے کو رحمٰن کہلاتا تھا تو رحمٰن حقیقی سے اس بنا پر بھی انہیں مخاصمت تھی اور اسی وجہ میں ایمان سے نفور تھے۔

چنانچہ روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سجدہ کرتے تو مشرکین استہزاء کرتے ہوئے دور ہو کر مسخری کرتے تھے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع۔سورۃ فرقان۔پ ۱۹

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾	بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ رکھا اور چمکتا چاند
وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾	اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اس کے لئے جو دھیان کرنا چاہے یا ارادہ شکر کا کرے
وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾	اور بندے رحمٰن کے وہ ہیں جو زمین پر نرم چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں بس سلام
وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾	اور وہ جو رات جاگتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدہ اور قیام میں
وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾	اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب پھیر دے ہم سے جہنم کا عذاب بے شک وہ عذاب گلے کا ہار ہے
اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾	بے شک وہ بہت ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچ نہیں کرتے اور نہ بخل کرتے ہیں اور رہتے ہیں دونوں کے درمیان اعتدال پر

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾

اور وہ جو نہیں پوجتے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا اور نہیں قتل کرتے اس جان کو جسے حرام کیا مگر حق پر اور نہیں زنا کرتے اور جو ایسا کرے وہ گناہ میں پڑا

يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾

دو چند کیا جائے گا اس کے لئے عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ رہے گا اس میں ذلت سے

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾

مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ایسوں کی برائیاں اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

اور جو توبہ کرے اور نیک عمل تو وہ رجوع ہوا اللہ کی طرف جیسا چاہیئے تھا

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾

اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب گزریں بیہودہ جگہ سے تو گزر جاتے ہیں اپنی آبرو سے

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾

اور وہ کہ جب پڑھی جائیں آیتیں تمہارے رب کی تو نہیں گرتے ان پر بہرے اندھے ہوکر

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾

اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب دے ہمیں ہماری بیویوں سے اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں بنا پرہیزگاروں کا امام

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾

یہ ہیں جنہیں ملے گا اونچا جھروکہ ان کے صبر کے بدلے اور ملیں گے مجرے اور سلام کے ساتھ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾

ہمیشہ اس میں رہیں بہترین ٹھہرنے کا مقام اور بسنے کی جگہ

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

فرما دیجئے نہیں تمہاری قدر میرے رب کے حضور اگر تم اسے نہ پوجو تو تم نے جھٹلایا تو عنقریب لپٹ کر رہے گا

حل لغات چھٹا رکوع ۔ سورۃ فرقان ۔ پ ۱۹

تَبٰرَكَ ۔ برکت والا ہے   الَّذِيْ ۔ وہ جس نے   جَعَلَ ۔ بنایا   فِيْ ۔ بیچ

السَّمَآءِ۔آسمان کے	بُرُوْجًا۔برجوں کو	وَّ۔اور	جَعَلَ۔بنایا
فِيْهَا۔اس میں	سِرٰجًا۔چراغ	وَّ۔اور	قَمَرًا۔چاند
مُّنِيْرًا۔روشن	وَ۔اور	هُوَ۔وہ	الَّذِيْ۔وہ ہے جس نے
جَعَلَ۔بنایا	الَّيْلَ۔رات	وَ۔اور	النَّهَارَ۔دن کو
خِلْفَةً۔بدل	لِّمَنْ۔اس کے لئے جو	اَرَادَ۔چاہے	اَنْ۔یہ کہ
يَّذَّكَّرَ۔نصیحت لے	اَوْ۔یا	اَرَادَ۔چاہے	شُكُوْرًا۔شکرگزاری
وَ۔اور	عِبَادُ۔بندے	الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کے	الَّذِيْنَ۔وہ ہیں جو
يَمْشُوْنَ۔چلتے ہیں	عَلَى۔اوپر	الْاَرْضِ۔زمین کے	هَوْنًا۔نرم چال
وَّ۔اور	اِذَا۔جب	خَاطَبَهُمُ۔کلام کرتے ہیں ان سے	
الْجٰهِلُوْنَ۔جاہل	قَالُوْا۔کہتے ہیں	سَلٰمًا۔سلام	وَ۔اور
الَّذِيْنَ۔وہ جو	يَبِيْتُوْنَ۔رات گزارتے ہیں		لِرَبِّهِمْ۔اپنے رب کے سامنے
سُجَّدًا۔سجدہ کرتے	وَّ۔اور	قِيَامًا۔قیام کرتے	وَ۔اور
الَّذِيْنَ۔وہ جو	يَقُوْلُوْنَ۔کہتے ہیں	رَبَّنَا۔اے ہمارے رب	اصْرِفْ۔پھیر دے
عَنَّا۔ہم سے	عَذَابَ۔عذاب	جَهَنَّمَ۔دوزخ کا	اِنَّ۔بے شک
عَذَابَهَا۔اس کا عذاب	كَانَ۔ہے	غَرَامًا۔گلے کا ہار	اِنَّهَا۔بے شک وہ
سَآءَتْ۔برا ہے	مُسْتَقَرًّا۔ٹھکانا	وَّ۔اور	مُقَامًا۔جگہ
وَ۔اور	الَّذِيْنَ۔وہ کہ	اِذَآ۔جب	اَنْفَقُوْا۔خرچ کرتے ہیں
لَمْ۔نہیں	يُسْرِفُوْا۔زیادہ خرچ کرتے	وَ۔اور	لَمْ۔نہ
يَقْتُرُوْا۔بخل کرتے ہیں	وَ۔اور	كَانَ۔ہے	بَيْنَ۔درمیان
ذٰلِكَ۔اس کے	قَوَامًا۔اعتدال کی راہ	وَ۔اور	الَّذِيْنَ۔وہ جو
لَا۔نہیں	يَدْعُوْنَ۔پکارتے	مَعَ۔ساتھ	اللّٰهِ۔اللہ کے
اِلٰهًا۔معبود	اٰخَرَ۔دوسرا	وَ۔اور	لَا۔نہیں
يَقْتُلُوْنَ۔قتل کرتے	النَّفْسَ۔کسی جان کو	الَّتِيْ۔جو	حَرَّمَ۔حرام کی
اللّٰهُ۔اللہ نے	اِلَّا۔مگر	بِالْحَقِّ۔حق کے ساتھ	وَ۔اور
لَا۔نہیں	يَزْنُوْنَ۔زنا کرتے	وَ۔اور	مَنْ۔جو
يَّفْعَلْ۔کرے	ذٰلِكَ۔ایسا	يَلْقَ۔وہ پڑا	اَثَامًا۔گناہ میں
يُّضٰعَفْ۔دگنا کیا جائے گا	لَهُ۔اس کے لئے	الْعَذَابُ۔عذاب	يَوْمَ۔دن
الْقِيٰمَةِ۔قیامت کے	وَ۔اور	يَخْلُدْ۔ہمیشہ رہے	فِيْهٖ۔اس میں

مُهَانًا۔ ذلیل ہوکر	اِلَّا۔ مگر	مَنْ۔ جو	تَابَ۔ توبہ کرے
وَ۔ اور	اٰمَنَ۔ ایمان لائے	وَ۔ اور	عَمِلَ۔ عمل کرے
عَمَلًا۔ عمل	صَالِحًا۔ اچھے	فَاُولٰٓئِكَ۔ تو یہ لوگ	یُبَدِّلُ۔ بدل دے گا
اللّٰهُ۔ اللہ	سَیِّاٰتِهِمْ۔ ان کی برائیاں	حَسَنٰتٍ۔ نیکیوں سے	وَ۔ اور
كَانَ۔ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	غَفُوْرًا۔ بخشنے والا	رَّحِیْمًا۔ رحم کرنے والا
وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	تَابَ۔ توبہ کرے	وَ۔ اور
عَمِلَ۔ عمل کرے	صَالِحًا۔ نیک	فَاِنَّهٗ۔ تو وہ	یَتُوْبُ۔ پھرتا ہے
اِلَى۔ طرف	اللّٰهِ۔ اللہ کی	مَتَابًا۔ پورا پھرنا	وَ۔ اور
الَّذِیْنَ۔ وہ جو	لَا۔ نہیں	یَشْهَدُوْنَ۔ گواہی دیتے	الزُّوْرَ۔ جھوٹی
وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	مَرُّوْا۔ گزرتے ہیں	بِاللَّغْوِ۔ بیہودگی سے
مَرُّوْا۔ گزرتے ہیں	كِرَامًا۔ شرافت سے	وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ کہ
اِذَا۔ جب	ذُكِّرُوْا۔ نصیحت کئے جائیں	بِاٰیٰتِ۔ آیات	رَبِّهِمْ۔ اپنے رب سے
لَمْ۔ نہیں	یَخِرُّوْا۔ گر پڑتے	عَلَیْهَا۔ اس پر	صُمًّا۔ بہرے
وَّ۔ اور	عُمْیَانًا۔ اندھے ہوکر	وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
یَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	هَبْ۔ عطا کر	لَنَا۔ ہم کو
مِنْ اَزْوَاجِنَا۔ ہماری بیویوں سے		وَ۔ اور	ذُرِّیّٰتِنَا۔ ہماری اولاد سے
قُرَّةَ۔ ٹھنڈک	اَعْیُنٍ۔ آنکھوں کی	وَّ۔ اور	اجْعَلْنَا۔ بنا ہم کو
لِلْمُتَّقِیْنَ۔ پرہیزگاروں کا	اِمَامًا۔ پیشوا	اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ	یُجْزَوْنَ۔ بدلہ دیئے جائیں
الْغُرْفَةَ۔ بالاخانے	بِمَا۔ بدلے	صَبَرُوْا۔ صبر کے	وَ۔ اور
یُلَقَّوْنَ۔ ملیں	فِیْهَا۔ اس میں	تَحِیَّةً۔ تحفے	وَّ۔ اور
سَلٰمًا۔ سلام	خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہیں	فِیْهَا۔ اس میں	حَسُنَتْ۔ اچھا ہے
مُسْتَقَرًّا۔ ٹھکانا	وَّ۔ اور	مُقَامًا۔ جگہ	قُلْ۔ کہہ
مَا۔ نہیں	یَعْبَؤُا۔ پرواہ کرتا	بِكُمْ۔ تمہاری	رَبِّیْ۔ میرا رب
لَوْلَا۔ اگر نہ ہو	دُعَآؤُكُمْ۔ تمہاری پکار	فَقَدْ۔ تو بے شک	كَذَّبْتُمْ۔ تم نے جھٹلایا
فَسَوْفَ۔ تو جلدی ہو	یَكُوْنُ۔ جائے گا	لِزَامًا۔ چمٹنے والا	

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع۔ سورۃ فرقان۔ پ ۱۹

پہلے رکوع میں مشرکین نے وَمَا الرَّحْمٰنُ کہہ کر اظہار منافرت کیا تھا اس کا جواب اس رکوع میں دیا گیا کہ جس کے متعلق تم مَا الرَّحْمٰنُ کہہ رہے ہو وہ برکت والا ہے اور اس قدرت کا مالک ہے کہ اس نے آسمان میں برج بنائے اور سراج یعنی

آفتاب و ماہتاب کی روشنی پھیلائی۔ اگر شمس و قمر نہ بناتا تو دنیا میں ظلمت ہی ظلمت ہوتی۔

خلاصہ یہ کہ رحمٰن جسے تم جان بوجھ کر تجاہل عارفانہ کر کے کہتے ہو مَا الرَّحْمٰنُ رحمٰن کیا ہے سنو وہ ایسی برکت والا ہے جس نے خانۂ دنیا میں آفتاب و ماہتاب کے قندیلیں آویزاں کر کے چپہ چپہ روشن کر دیا اور تمہاری عیش کے لئے سامان معیشت بہم پہنچایا اس پر بھی وَمَا الرَّحْمٰنُ کہہ کر جہالت سے بکواس کر رہے ہو اور اسے سجدہ کرنے سے منحرف ہوتے ہو۔

پھر اس نے رات تمہارے آرام لینے کو بنائی اور دن معاش کے لئے رکھا تو روزانہ آتا جاتا ہے رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات۔

مجاہد و قتادہ و کسائی رحمہم اللہ کہتے ہیں: جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً اسی محاورہ سے فرمایا جیسے کہتے ہیں لِکُلِّ شَیْءٍ اِخْتَلَفَاهُمَا خِلْفَانِ فَقَوْلُهُ خِلْفَةً اَیْ مُخْتَلِفَیْنِ هٰذَا اَسْوَدُ وَ هٰذَا اَبْیَضُ وَ هٰذَا طَوِیْلٌ وَهٰذَا قَصِیْرٌ۔ ہر شے بدلتی رہتی ہے ایک کے بعد ایک تو اللہ تعالیٰ کا خِلْفَةً فرمانا بایں معنی ہے کہ دونوں مختلف ہیں یہ رات کالی اور یہ دن روشن یہ دن بڑا یہ رات چھوٹی پھر رات بڑی اور دن چھوٹا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾۔

جو ان تبدیلیوں اور اوراق لیل و نہار کی ورق گردانیوں سے سمجھنا چاہے وہ سمجھے اور جو شکر گزار ہونا چاہے شکر کرے اور جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا سے مراد آسمان کے تاروں کے اجتماع کی مختلف صورتیں جو بنائی گئی ہیں ان کا نام بروج ہے۔

جو شیر کی صورت میں ظاہر ہوئی اسے برج اسد کہہ دیا گیا۔

جو ترازو کی شکل میں نظر آئے اسے برج میزان کے نام سے ظاہر کیا۔

جو بیل کی شکل میں نظر آئے اسے برج ثور کہہ دیا۔

جو بچھو کی صورت پر ملا اسے برج عقرب بنا دیا۔

جو مچھلی کی صورت میں واقع ہوئے اس کا نام برج حوت رکھ دیا۔

غرضکہ ہیئت والوں نے ان بروج کے بارہ حصے خیال کئے چنانچہ سب کے نام ارباب ہیئت نے یہ رکھے اور یہ سب فلک ہشتم میں مانے ہیں۔

ان میں تین ربیعیہ ہیں وہ حمل، ثور اور جوزا ہیں اور انہیں تو اُم مانتے ہیں۔

تین بروج صیفیہ ہیں وہ سرطان، اسد اور سنبلہ ہیں انہیں عذرا کہتے ہیں۔

یہ چھ بروج شمالیہ ہیں۔

تین خریفیہ ہیں وہ میزان، عقرب اور قوس ہیں انہیں رامی کہتے ہیں۔

اور تین برجیں شتویہ ہیں وہ جدی، دلو اور حوت ہیں۔

صاحب تفسیر نسفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هِیَ مَنَازِلُ الْکَوَاکِبِ السَّیَّارَةِ لِکُلِّ کَوْکَبٍ بَیْتَانِ یَقْوِیْ حَالُهُ فِیْهِمَا وَلِلشَّمْسِ بَیْتٌ وَّ لِلْقَمَرِ

بَيْتٌ فَالْحَمَلُ وَالْعَقْرَبُ بَيْتُ الْمِرِّيْخِ وَالثَّوْرُ وَالْمِيْزَانُ بَيْتَا الزُّهْرَةِ وَالْجَوْزَاءُ وَالسُّنْبُلَةُ بَيْتَا عُطَارِدٍ وَالسَّرْطَانُ بَيْتُ الْقَمَرِ وَالْاَسَدُ بَيْتُ الشَّمْسِ وَالْقَوْسُ وَالْحُوْتُ بَيْتَا الْمُشْتَرِيْ وَالْجَدْيُ وَالدَّلْوُ بَيْتَا زُحَلَ۔

بروج منازل کواکب سیارہ کو کہتے ہیں اور ہر کوکب کے لئے دو گھر ہیں جس سے ان کی کیفیات کو قوت ملتی ہے۔

شمس کے لئے ایک گھر ہے جسے قرآن کریم میں فلک فرمایا کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ۔

قمر کے لئے بھی ایک گھر ہے۔

حمل، عقرب کا گھر مریخ ہے۔

ثور، میزان کا گھر مشتری ہے۔

جوزا، سنبلہ کا گھر عطارد ہے۔

سرطان کا گھر قمر ہے۔

جدی، دلو کا گھر زحل ہے۔

اسد کا گھر شمس ہے۔

قوس اور حوت کا گھر مشتری ہے۔

پھر ان کے مزاج کی تشریح فرمائی اور کہا:

وَ هٰذِهِ الْبُرُوْجُ مَقْسُوْمَةٌ عَلَى الطَّبَائِعِ الْاَرْبَعِ۔ پھر بروج چار طبیعتوں پر منقسم ہیں۔

فَيُصِيْبُ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهَا ثَلٰثَةُ بُرُوْجٍ۔ تو ہر طبیعت کے ساتھ تین برج ملتے ہیں۔

فَالْحَمَلُ وَالْاَسَدُ وَالْقَوْسُ مُثَلَّثَةٌ نَارِيَّةٌ۔ برج حمل، برج اسد اور برج قوس یہ تینوں ناری طبیعت رکھتے ہیں۔

وَالثَّوْرُ وَالسُّنْبُلَةُ وَالْجَدْیُ مُثَلَّثَةٌ اَرْضِيَّةٌ۔ برج ثور، برج سنبلہ اور برج جدی یہ تینوں ارضی ہیں۔

وَالْجَوْزَآءُ وَالْمِيْزَانُ وَالدَّلْوُ مُثَلَّثَةٌ هَوَائِيَّةٌ۔ برج جوزا، برج میزان اور برج دلو یہ تینوں ہوائی ہیں۔

وَالسَّرْطَانُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحُوْتُ مُثَلَّثَةٌ مَائِيَّةٌ۔ برج سرطان، برج عقرب اور برج حوت یہ تینوں بروج مائی ہیں۔

یہ بارہ بروج ہیں۔

سُمِّيَتِ الْمَنَازِلُ بِالْبُرُوْجِ الَّتِیْ هِیَ الْقُصُوْرُ الْعَالِيَةُ لِاَنَّهَا لِهٰذِهِ الْكَوَاكِبِ كَالْمَنَازِلِ لِسُكَّانِهَا۔ ان کی منزلوں کا نام بروج رکھا گیا۔ اور یہ منزلیں بلند محل کی طرح ہیں۔ اس لئے کہ ان کواکب کے لئے ان میں رہنے کو منزلیں ہیں۔

اور بروج کا مبدأ اشتقاق تبرج ہے اور تبرج ظہور کو کہتے ہیں۔

اور حسن اور قتادہ اور مجاہد رحمہم اللہ کہتے ہیں: اَلْبُرُوْجُ هِیَ النُّجُوْمُ الْكِبَارُ لِظُهُوْرِهَا۔ برجیں یہ بڑے ستارے ہیں اور چونکہ یہ سب ستاروں پر روشن ہوتے ہیں اس لئے انہیں بروج کہا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چنانچہ تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

ان کی مختصر تفسیر مع خلاصہ بیان ہو چکا اب

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ سے آخر رکوع تک ۹ خواص مومنین کے بیان فرمائے گئے چنانچہ مومن کا پہلا خاصہ تو یہ ہے:

۱- اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں کہ چلتے ہیں زمین پر تو تواضع اور فروتنی اختیار کرتے ہیں تکبر اور غرور اور نخوت اختیار نہیں کرتے جس کی ممانعت دوسری جگہ فرمائی گئی: وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا۔ زمین پر اکڑ کر نہ چل بے شک تو زمین ہرگز نہ چیر سکے گا اور پہاڑوں سے بلند نہ ہو سکے گا۔

۲- وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾۔ اور جب جاہلوں سے مخاطبہ کریں تو سلام کہہ دیتے ہیں۔ یعنی سلامتی اور سکوت اختیار کرتے ہیں جیسے اردو محاورہ میں درشت کلامی کے مقابل بولا کرتے ہیں معاف کرو۔ اور ان سے الجھتے نہیں اور سلامتی و آبرو سے گزر جاتے ہیں۔

۳- وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴿۶۴﴾ اور شب بیدار رہتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام کے ساتھ۔

پہلے تمدن اور تدبیر منزل کی دو صورتیں بیان کیں اس تیسری شرط میں تہذیب اخلاق اور عبادت الٰہی کی کیفیت بیان فرمائی اور بتایا کہ تمام رات کا بڑا حصہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں صرف کرتے نماز پڑھتے اور عجز و نیاز کے ساتھ اپنے رب کے حضور سر بسجود رہتے ہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں اس آیت کریمہ میں تہجد کی طرف اشارہ ہے۔

اور دوسری جگہ بھی اسی مضمون کو قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا۔ الآیۃ

۴- وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾۔ اور وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب عذاب جہنم کو ہم سے دور رکھ کیونکہ وہ عذاب دردناک اور بہت برا ہے۔ یعنی اپنی عبادت و ریاضت پر غرور و تکبر نہیں کرتے اور اپنے رب کی بے نیازی سے خائف ہو کر اس کی رحمت سے دعا کرتے ہیں۔

۵- وَ الَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾۔ وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچ ہوں نہ بخل کریں۔ کھانے پینے لباس مکان سب میں درمیانہ روی رکھتے ہیں۔

اسراف کی تعریف کار معصیت میں صرف کرنا کی ہے اور اللہ واسطے دینے میں بخل کرنا اقتار ہے جس کے معنی تنگدلی ہوتے ہیں۔

۶- وَ الَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ اور وہ لوگ نہیں پوجتے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود یعنی شرک نہیں کرتے۔

۷- وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ اور اس جان کے قتل کی طرف نہیں جاتے جسے قتل کرنا حرام کیا

گیا ہو مگر حق میں یعنی بلا وجہ قتل پر آمادہ نہیں ہوتے مگر شریعت کے حکم کی تعمیل میں جیسے قتل قصاص وغیرہ۔

۸- وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾۔
اور وہ زنا نہیں کرتے خواہ اس کا نام متعہ ہو اور جو ایسا کرے وہ اپنے گناہ کا خمیازہ بھگتے گا اس کے لئے دو چند عذاب ہے اور ہمیشہ اس میں ذلیل ہوگا۔

اس کے بعد اپنی وسعت رحمت سے استثناء فرمایا گیا۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾۔
مگر جو توبہ کرے اور ایمان لا کر نیک عمل کرے تو یہ وہ ہیں جن کے گناہ نیکیوں سے اللہ تعالیٰ بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کر کے نیک عمل کرے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوا۔ یعنی توبہ کے بعد سابقہ گناہوں کی گرفت نہیں رہتی اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔ توبہ کرنے والا وہ ہے جو گویا بے گناہ ہے۔ پھر اور علامات ارشاد ہو رہی ہیں۔

۹- وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ۔ اور نیک بندے وہ ہیں جو زور کے موقع پر نہیں موجود ہوتے یعنی زور جسے جھوٹ کہتے ہیں۔ نیک بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور سچی گواہی سے اعراض نہیں کرتے۔

۱۰- وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾۔ اور مومن جب اتفاقاً کسی بے ہودہ مشغلہ میں سے گزریں تو اپنی وضع داری سے گزر جاتے ہیں اور ان لغو، بے ہودہ خرافات سے بچ جاتے ہیں۔

۱۱- وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّ عُمْیَانًا ﴿۷۳﴾۔ اور مومن وہ ہیں کہ جب ان کے آگے اللہ کی آیتیں سنائی جائیں تو اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے۔ یعنی احترام و عظمت سے اسے سنتے ہیں مشرکین کی طرح اندھے بہرے ہو کر بے حس ہو کر نہیں گزرتے۔

۱۲- وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾۔ اور مومن وہ ہیں جو اپنے رب کے حضور دعا کرتے ہیں کہ ہمارے رب بخش دے ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور کر ہمیں پرہیزگاروں کا امام۔ یعنی حلال طریقہ سے بیٹے پوتے ہونے کی دعا کرتے ہیں اور پرہیزگاری میں وہ اعلیٰ مقام مانگتے ہیں جس سے وہ امام الاتقیا بن جائیں۔

اس قسم کے مومنین کے حق میں ارشاد ہے:

اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ یُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّ سَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۷۶﴾۔ یہی وہ ہیں جنہیں بخشا جائے گا بہشت میں بلند بالا خانہ اور وہاں دعا و سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا ہمیشہ رہیں گے وہ جنت میں جو بہترین مقام ہے اور نفیس ترین جگہ ہے۔

اس کے بعد منکرین کے لئے توبیخ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے۔

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّیْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾۔ اے محبوب فرما دیجئے کہ اللہ

تمہاری پرواہ نہیں کرتا اگر اس کی پوجا نہ کرو بے شک تم نے جھٹلایا حق کو تو اب تم پر اس کا وبال لازم ہے۔ یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی مثل مشہور ہے لہٰذا تکذیب رسالت وتوحید کا عذاب تم پر لازماً آئے گا۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع - سورۃ فرقان - پ ۱۹

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا بڑی برکت والا ہے جس نے آسمان میں برجیں بنائیں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلظَّاهِرُ اِنَّهَا الْبُرُوْجُ الْاِثْنَا عَشَرَ الْمَعْرُوْفَةُ۔ ظاہر معنی اس کے یہی ہیں کہ وہ بارہ برج ہیں جو مشہور ہیں۔

وَ اَخْرَجَ ذٰلِکَ الْخَطِیْبُ فِیْ كِتَابِ النُّجُوْمِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَ هِیَ فِی الْاَصْلِ الْقُصُوْرُ الْعَالِیَةُ۔ خطیب کتاب النجوم میں سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ بروج اصل میں بلند محلوں سے مراد ہے۔

وَاُطْلِقَتْ عَلَیْهَا عَلٰی طَرِیْقِ التَّشْبِیْهِ لِكَوْنِهَا لِلْكَوَاكِبِ كَالْمَنَازِلِ الرَّفِیْعَةِ لِسَاكِنِیْهَا ثُمَّ شَاعَ فَصَارَ حَقِیْقَةً فِیْهَا۔

اور بطریق تشبیہ بروج کا اس پر اطلاق ہو گیا اس لئے کہ سیاروں کے رہنے کی جگہ بلند عمارتوں کی سی ہے پھر یہ بمعنی حقیقی شائع ہو گیا۔

زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِنَّ الْبُرْجَ كُلُّ مُرْتَفِعٍ فَلَاحَاجَةَ اِلَی التَّشْبِیْهِ اَوِ النَّقْلِ وَاشْتِقَاقِهٖ مِنَ التَّبَرُّجِ بِمَعْنَی الظُّهُوْرِ۔ برج ہر بلند کو کہتے ہیں تو تشبیہ دینے کی کوئی حاجت نہیں اور اس کا مبدأ اشتقاق برج سے ہے اور تبرج ظاہر وبلند کو کہتے ہیں۔

اور اس کی تفصیل کہ بروج کتنی قسم پر منقسم ہیں مختصراً ہم خلاصہ میں لکھ چکے ہیں اور تفصیلاً اب بیان کرتے ہیں:

وَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی ثَلَاثَةً مِنْهَا رَبِیْعِیَّةً - وَ هِیَ الْحَمَلُ وَالثَّوْرُ وَ الْجَوْزَآءُ وَ تُسَمَّی التَّوْاَمَیْنِ اَیْضًا۔ اللہ تعالیٰ نے ان بروج میں سے تین ربیعیہ کئے اور وہ حمل، ثور اور جوزاء ہیں اور ان کا نام توأمین بھی ہے۔

وَ ثَلَاثَةً صَیْفِیَّةً وَّ هِیَ السَّرْطَانُ وَالْاَسَدُ وَالسُّنْبُلَةُ وَتُسَمَّی الْعَذْرَاءُ اَیْضًا۔ اور تین صیفیہ ہیں اور وہ سرطان، اسد اور سنبلہ ہیں؟ اور عذرا بھی انہیں کہتے ہیں۔

اور یہ چھ برج شمالیہ ہیں۔

وَ ثَلَاثَةً خَرِیْفِیَّةً وَهِیَ الْمِیْزَانُ وَالْعَقْرَبُ وَالْقَوْسُ وَسُمِّیَ الرَّامِیُ اَیْضًا۔ تین برج خریفیہ ہیں وہ میزان، عقرب اور قوس ہیں انہیں رامی بھی کہتے ہیں۔

وَثَلَاثَةً شَتَوِیَّةً وَ هِیَ الْجَدْیُ وَالدَّلْوُ وَالْحُوْتُ وَیُسَمَّی الدَّالِیْ وَسَاكِبُ الْمَآءِ اَیْضًا وَ تُسَمَّی السَّمَكَتَیْنِ۔ اور تین شتویہ ہیں یعنی دشمن پیدا کرنے والے ہیں وہ جدی دلو اور حوت ہیں انہیں دالی اور ساکب الماء بھی کہتے ہیں اور ان بروج کا نام سمکتین بھی ہے۔

یہ چھ برج جنوبیہ ہیں۔

اور حلول شمس کے لئے ان بارہ برجوں سے زمانی کیفیات میں حرارت و برودت رات اور دن اور ان کا بڑا چھوٹا ہوتا ہے۔

اور اس سے بموجب عادت عالم کون وفساد آثار جلیلہ کا ظہور ہوتا ہے جیسے پھلوں کا پکنا کھیتوں کا پھلنا پھولنا وغیرہ وغیرہ اور یہی بروج ان کے لئے موجب برکت ہیں۔

وَلَهُمْ فِيْ تَقْسِيْمِهَا اِلٰى مُذَكَّرٍ وَ مُؤَنَّثٍ وَ لَيْلِيٍّ وَ نَهَارِيٍّ وَ حَارٍّ وَّ بَارِدٍ وَّ سَعْدٍ وَّ نَحْسٍ اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ كَلَامٌ طَوِيْلٌ۔

اور ان کی تقسیم میں مذکر و مونث اور لیلی و نہاری اور گرم سرد اور سعد ونحس تک ہے جس پر بہت طویل بحث ارباب ہیئت نے کی ہے۔

اور اس فن کا اول موجد ہرمس ہے اور انہیں کو بعض نے ادریس علیہ السلام کہا ہے۔

اور عبد بن حمید قتادہ سے راوی ہیں کہ اِنَّ الْبُرُوْجَ قُصُوْرٌ عَلٰى اَبْوَابِ السَّمَآءِ فِيْهَا الْحَرَسُ۔ برجیں یہ بڑے محل ہیں آسمانوں کے دروازوں پر ان میں محافظ ہیں۔ انتہی مختصراً۔ آگے ارشاد ہے:

وَجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ ۔ اور ان برجوں میں آسمانوں پر سراج یعنی سورج اور چاند روشن فرمائے سراج سے مراد سورج تفسیر القرآن بالقرآن کے ماتحت لیا گیا جیسا کہ ارشاد ہے: وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اور قَمَرًا مُّنِيْرًا چاند کو روشن۔ آیۂ کریمہ میں یہی فرمایا گیا اس لئے کہ منیر خود روشن ہونے والا ہوتا ہے اور شمس اپنے کمال نور کے سبب خود بھی منور اور اپنے ماسوا کے لئے منور بھی ہے۔ لِكَمَالِ مَزِيَّتِهَا عَلٰى مَاسِوَاهَا آگے ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ ۔ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو آگے پیچھے آنے کے لئے کیا نشان اس کے لئے جو ارادہ کرے سمجھنے کا یا ارادہ کرے شکر گزار ہونے کا۔

وَالْمُرَادُ الْاِخْتِلَافُ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ۔ خلفۃ سے مراد اختلاف لیل ونہار ہے کمی اور زیادتی کے ساتھ اَوْ فِي الْبَيَاضِ وَالسَّوَادِ۔ یا اندھیری اور چاندنی کا اختلاف مراد ہے۔

وَ فِي الْبَحْرِ يُقَالُ بِفُلَانٍ خِلْفَةٌ وَّ اخْتِلَافٌ اِذَا اخْتَلَفَ كَثِيْرًا اِلٰى مُتَبَرَّزِهٖ۔ محاورہ میں کہتے ہیں فلاں خلفہ ہے جبکہ وہ ظہور میں مختلف ہو۔

وَ فِي الْقَامُوْسِ الْخِلْفُ وَالْخِلْفَةُ بِالْكَسْرِ الْمُخْتَلِفُ۔ قاموس میں خلف اور خلفہ زیر کے ساتھ مختلف کے معنی دیتا ہے۔

بیان اللسان میں ہے خلیفہ اور خلائف جانشین اور نائب کو کہتے ہیں کہ وہ ایک کے بعد دوسرا ہوتا ہے۔

خلف۔ مختلف صورت میں بن کر آنے والا خلف بعد میں آنے والا۔

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا اَنْ يَّشْكُرَ اللّٰهَ تَعَالٰى بِاَدَاءِ نَوْعٍ مِّنَ الْعِبَادَةِ۔ اس کے لئے جو ارادہ کرے سمجھنے کا یا ارادہ کرے اس کا کہ شکر گزار ہو اللہ تعالیٰ کا عبادتوں کے ادا کرنے میں۔

مجمع البیان میں ہے: اَلْمَعْنٰى لِمَنْ اَرَادَ النَّافِلَةَ بَعْدَ اَدَاءِ الْفَرِيْضَةِ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد جو ارادہ عبادت نافلہ کا کرے۔

وَ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمَعْنٰى لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّتَذَكَّرَ وَيَتَفَكَّرَ فِىْ بَدَائِعِ صُنْعِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ جو ارادہ کرے نصیحت حاصل کرنے کا بدائع صنع اللہ سے اور غور کرنے کا انواع صنعت میں تا کہ وہ غور وفکر کے بعد صانع حکیم واجب الذات ذی رحمت کو پہچانے کہ اس کا کرم بندوں پر کیا گیا ہے۔ پھر علامات عباد الرحمٰن فرمائیں۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر جھک کر۔ عباد عبد کی جمع ہے وَ هِىَ اَنْ يَّفْعَلَ مَا يَرْضَاهُ الرَّبُّ اور وہ اسے کہتے ہیں جو ایسے کاموں میں رہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

قَالَ الرَّاغِبُ الْعُبُوْدِيَّةُ اِظْهَارُ التَّذَلُّلِ وَالْعِبَادَةُ اَبْلَغُ مِنْهَا لِاَنَّهَا غَايَةُ التَّذَلُّلِ۔ راغب کہتے ہیں عبودیت نام ہے اظہار تذلل کا اور عبادت اس کے لئے لفظ بلیغ ہے اس لئے کہ غایت تذلل کا مظاہرہ ہے اور بعض نے کہا:

اِنَّ الْعِبَادَةَ فِعْلُ الْمَاْمُوْرَاتِ وَ تَرْكُ الْمَنْهِيَّاتِ رِجَاءَ الثَّوَابِ وَالنَّجَاةِ مِنَ الْعِقَابِ بِذٰلِكَ۔ عبادت اس فعل کو کہتے ہیں جس کا حکم شارع نے دیا اور منہیات سے اجتناب بھی عبادت ہے اس امید پر کہ اس سے ثواب ملے گا اور عذاب آخرت سے نجات حاصل ہو گی۔

وَالْعُبُوْدِيَّةُ فِعْلُ الْمَاْمُوْرَاتِ وَ تَرْكُ الْمَنْهِيَّاتِ۔ عبودیت مامورات پر عمل کرنے اور منہیات کے ترک کا نام ہے۔

اور يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا میں ہون مصدر ہے جو بمعنی لین اور رفق کے مستعمل ہے۔ نرم اور بلا فتنہ قدم اٹھانے کے معنی دیتا ہے۔

وَالْمُرَادُ يَمْشُوْنَ هَيِّنِيْنَ فِىْ تُؤَدَةٍ وَ سَكِيْنَةٍ وَّ وَقَارٍ وَّ حُسْنِ سَمْتٍ لَا يَضْرِبُوْنَ بِاَقْدَامِهِمْ وَلَا يَخْفِقُوْنَ بِنِعَالِهِمْ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نرم، آسان ہلکا ملائم قدم محبت وسکون اور عزت ووقار اور حسن سمت سے قدم اٹھا کر چلیں نہ اپنے قدم زور سے ماریں نہ اپنے جوتوں کی آوازیں سنا کر تکبر وتبختر کا مظاہرہ کریں۔ چنانچہ

ابن عباس اور مجاہد اور عکرمہ اور فضل بن عباس رحمہم اللہ وغیرہ امام ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: اِنَّ الْهَوْنَ مَشْىُ الرَّجُلِ بِسَجِيَّةِ الَّتِىْ جُبِلَ عَلَيْهَا لَا بِتَكَلُّفٍ وَّ لَا بِتَبَخْتُرٍ۔ ہون ایسے چلنے کو کہتے ہیں جس میں تکلف اور بناوٹ اور تکبر وتبختر نہ ہو۔

آمدی شرح دیوان الاعشی میں اپنی سند سے عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: اَنَّهٗ رَاٰى غُلَامًا يَتَبَخْتَرُ فِىْ مَشْيِهٖ فَقَالَ اِنَّ الْخَبَرَةَ مَشْيَةٌ تُكْرَهُ اِلَّا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ قَدْ مَدَحَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَقْوَامًا بِقَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا - وَ قَالَ تَعَالٰى وَ اقْصِدْ فِىْ مَشْيِكَ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لڑکے کو اکڑ کر چلتے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ رفتار میں تکبر وتبختر مکروہ ہے سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے موقعہ کے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مخلصین مومنین کی رفتار کی تعریف میں فرمایا ہے: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ اور وَاقْصِدْ فِىْ مَشْيِكَ بھی ارشاد ہوا اور

وَ قِيْلَ الْمَشْىُ الْهَوْنُ مُقَابِلُ السَّرِيْعِ وَ هُوَ مَذْمُوْمٌ فَقَدْ اَخْرَجَ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِى الْحِلْيَةِ عَنْ اَبِىْ

هُرَيْرَةَ وَابْنُ النَّجَارِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُرْعَةُ الْمَشْيِ تُذْهِبُ بَهَاءَ الْمُؤْمِنِ۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ مَيْمُوْنَ بْنِ مَهْرَانَ اَنَّ هَوْنًا بِمَعْنٰى حِلْمًا بِالسُّرْيَانِيَّةِ وَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ عَرَبِيٌّ بِمَعْنَى اللِّيْنِ وَالرِّفْقِ وَ فَسَّرَهُ الرَّاغِبُ بِتَذَلُّلِ الْاِنْسَانِ فِيْ نَفْسِهٖ لِمَا لَا يَلْحَقُ بِهٖ غَضَاضَةٌ وَ هُوَ الْمَمْدُوْحُ وَ مِنْهُ الْحَدِيْثُ الْمُؤْمِنُ هَيِّنٌ لَيِّنٌ۔

ایک قول ہے مشی ہون مقابل سریع اور تیز کے ہے اور وہ مذموم ہے۔

چنانچہ حلیہ میں ابن عباس سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رفتار میں تیزی کرنا مومن کی قیمت گھٹا دیتا ہے۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں سریانی میں ہون حلم اور درمیانہ روی کو کہتے ہیں۔

اور ظاہر یہ ہے کہ ہون عربی لغت ہے اس کے معنی نرم اور صلح کے ہیں۔

اور علامہ راغب کہتے ہیں کہ ہون کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے میں انکسار و تذلل پیدا کرے اور غضاضت و خضوضت اور سختی اور متکبرانہ اخلاق کا مظاہرہ نہ کرے اور جو اس صفت کا مالک ہو وہ ممدوح ہے اور اسی کی تائید میں حدیث ہے کہ مومن منکسر اور نرم ہوتا ہے۔

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ ۔اور جب مخاطبہ کریں ان سے جاہل جہالت کے ساتھ تو کہہ دیں بابا معاف کرو تمہیں سلام ہے۔

یہ وہی تعلیم ہے جو دوسری جگہ قرآن کریم میں دی گئی ہے: قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (چچا) کو فرمایا۔ اور سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ۔ چنانچہ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ اس سے مراد گمراہ بے وقوف بے ادب ہیں اور یہ سلام تودیع ہے نہ کہ سلام تحیہ جو متارکہ اور تبری کے موقعہ پر استعمال ہوتا ہے۔

وَالظَّاهِرُ اِنَّ الْمُرَادَ مَدْحُهُمْ بِالْاِغْضَاءِ عَنِ السُّفَهَاءِ وَتَرْكِ مُقَابَلَتِهِمْ فِي الْكَلَامِ۔ آیت کریمہ کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ سلام کر کے ٹل جانے والوں کی جو مدحت ہے وہ بایں معنی ہے کہ بے وقوف کج بحث اور جاہلوں سے نیچی نگاہ کر کے گزر جائیں اور ان کے مقابلہ سے اعراض کریں اور کلام نہ کریں۔

۳- وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ ۔اور مومنوں کی تیسری صفت یہ ہے کہ رات میں اپنے رب کے لئے سجدہ اور قیام کریں۔

بیتوتہ یہ ہے کہ رات کا کچھ حصہ عبادت کے ساتھ جگائیں عام اس سے کہ تمام رات جگائیں یا کم۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ مومن يَبِيْتُوْنَ سَاجِدِيْنَ وَ قَائِمِيْنَ لِرَبِّهِمْ سُبْحٰنَهٗ اَيْ يُحْيُوْنَ اللَّيْلَ كُلًّا اَوْ بَعْضًا بِالصَّلٰوةِ۔ جاگتا ہے رات کو سجدے اور قیام میں اپنے رب کے لئے یعنی رات بھر جاگتے ہیں تمام رات یا بعض رات نماز میں۔

ایک روایت میں ہے: مَنْ قَرَاَ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ بِاللَّيْلِ فِيْ صَلٰوةٍ فَقَدْ بَاتَ سَاجِدًا اَوْ قَائِمًا۔ جو قرآن کریم سے کچھ حصہ رات میں نماز کے اندر پڑھ لے وہ شب بھر ساجد و قائم رہا۔

بعض نے کہا: اُرِيْدَ بِذٰلِكَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَالرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ

بعد مغرب دو رکعت اور بعد عشاء دو رکعت نفل پڑھنے والا قائم اللیل ہے۔

۴۔ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اور مومن وہ ہیں جو کہیں اے ہمارے رب پھیر دے ہم سے جہنم کا عذاب بے شک اس کا عذاب بڑی ذلت کا ہے۔

اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۶۶﴾۔ بے شک وہ جہنم بہت برا مقام اور ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

غَرَامًا سے ہی غریم ہے اور غریم قرض دار کو کہتے ہیں چونکہ قرض دار بھی قرض خواہ کے آگے ذلیل ہوتا ہے۔ اس لئے غریم کہا۔ تو مومن باوجود اس کے کہ اوقات پنجگانہ پر عامل ہوتا ہے لیکن عذاب الٰہی عزوجل سے خائف ہوتا ہے کہ باوجود عبادت کے اور اوقات کی پابندی کے یہی دعا کرتا ہے کہ الٰہی عذاب جہنم ہم سے پھیر دے جیسا کہ بشر بن ابی حاتم کہتے ہیں:

وَ یَوْمَ النِّسَارِ وَ یَوْمَ الْجِفَارِ كَانَا عَذَابًا وَّ كَانَ غَرَامًا

خلاصہ یہ کہ غرام کی تفسیر قطیع شدید سخت ذلت کے معنی میں مستعمل ہے۔

بعض نے غراماً کا ترجمہ مہلک ہلاک ہونے کی جگہ کہا۔

اس آیہ کریمہ میں مومن کی صفت بیان فرمائی کہ وہ باوجود اس کے حسن معاملہ حسن خلق اور اطاعت الٰہی عزوجل میں کوشش کرتے اور عبادت حق میں سرگرم عمل رہتے ہیں تب بھی عذاب الٰہی عزوجل سے خوف کرتے ہیں۔

جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ۔

اور وہ جانتے ہیں کہ جہنم بہت بری جگہ اور مقام ہے۔

بعض نے کہا: اَلْمُسْتَقَرُّ لِلْعُصَاةِ وَالْمُقَامُ لِلْكَفَرَةِ۔ مستقر گنہگاران امت کے لئے ہے اور مقام کفار و مشرکین کے لئے۔

۵۔ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾۔ اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف اور فضول خرچی نہیں کرتے اور بخل بھی نہیں کرتے اور دونوں کے درمیان رہتے ہیں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ لَمْ یَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْحَدِّ وَلَمْ یُضَیِّقُوْا ضِیْقَ الشَّحِیْحِ۔ حد جواز سے آگے نہیں بڑھتے اور بخیلوں کی طرح تنگی نہیں کرتے۔

عبدالرحمٰن انجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْاِسْرَافُ هُوَ الْاِنْفَاقُ فِی الْمَعَاصِیْ۔ اسراف ناجائز کاموں میں صرف کرنے کو کہتے ہیں جیسے شادی بیاہ میں باجہ، آتش بازی یا حیثیت سے زیادہ انصرام قرض دام کر کے کرنا لغویات، سینما، تھیٹر، ناچ رنگ ڈانس میں خرچ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

وَالْقَتْرُ الْاِمْسَاكُ عَنْ طَاعَةٍ۔ قتر عربی میں طاعت حق میں خرچ سے ہاتھ روکنا ہے جیسے زکوٰۃ نہ دینا۔ حج نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾۔ یعنی مومن کا خرچ اسراف واقتار کے بین بین رہتا ہے۔

وَالْمُرَادُ بِهٖ هٰهُنَا مَا یُقَامُ بِهِ الْحَاجَةُ لَا یَفْضُلُ عَنْهَا وَلَا یَنْقُصُ۔ مراد یہ ہے کہ ضرورت جائزہ سے زیادہ بھی خرچ نہ ہو اور کم بھی نہ ہو۔

چنانچہ ایسا ہی قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ إِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا۔

احمد وطبرانی ابی الدرداء سے راوی ہیں: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ رِفْقُهُ فِيْ مَعِيْشَتِهِ۔ سمجھدار آدمی وہ ہے جو اپنی معاش متوسط رکھے۔

وَ حُكِيَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ اَنَّهُ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ حِيْنَ زَوَّجَهُ ابْنَتَهُ فَاطِمَةَ نَفَقَتُكَ ؟ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ الْحَسَنَةُ بَيْنَ السَّيِّئَتَيْنِ ثُمَّ تَلَا۔ عبدالملک بن مروان نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کہا جب انہوں نے اپنی بیٹی کو بیاہا تو فرمایا تمہارا نفقہ کیا ہے تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا دو گناہوں کے بیچ میں نیکی پھر یہ آیت تلاوت کی۔

۶- وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ اور مومن صالح وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی غیر کو نہ پوجیں۔ یعنی شرک نہ کریں۔

۷- وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ اور کسی جان کو قتل نہ کریں جن کا قتل اللہ نے حرام کیا مگر حد شرعی میں یعنی حدود شرع میں مثل زنا یا کفر بعد الایمان کے کسی کے قتل کا ارادہ نہ کریں۔

۸- وَلَا يَزْنُوْنَ۔ اور نہ زنا کریں۔

اور زنا کہتے ہیں فرج محارم میں دخول کو گویا یہ ارشاد ہے کہ وہ جنہیں اللہ نے پاک اور بری کر دیا اشراک و قتل نفس محرمہ اور موؤدہ اور زنا سے۔ موؤدہ زندہ درگور لڑکیاں کرنے کو کہتے ہیں۔

بخاری شریف اور مسلم شریف اور ترمذی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الذَّنْبِ اَكْبَرُ۔ فرماتے ہیں میں نے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟

قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَ هُوَ خَلَقَكَ۔ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ اللہ کا ہمسر کسی کو بنائے باآنکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔

قُلْتُ ثُمَّ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ۔ میں نے عرض کی اس کے بعد کون سا گناہ ہے فرمایا یہ کہ اپنی اولاد اس خوف سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گا۔

قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِيَ حَلِيْلَةَ جَارِكَ فَاَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ الخ

میں نے عرض کی اس کے بعد کیا گناہ ہے فرمایا یہ کہ اپنے ہمسایہ کی عورت سے زنا کرے تو اللہ تعالیٰ نے تصدیق کے لئے الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللهِ الخ نازل فرمائی۔ اور ارشاد ہوا:

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ ۔ اور جو ایسا کرے بڑا گناہ میں جس کا عذاب مضاعف ہے اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۔

آثام۔ جمع اثم کی ہے یعنی گناہ۔

حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

ایک قول ہے وہ جہنم میں ایک کنواں ہے۔

ایک قول ہے وہ جہنم کا ایک پہاڑ ہے۔

اور عبداللہ بن عمر اور مجاہد کہتے ہیں وہ جہنم میں ایک جنگل ہے جسے اثام کہتے ہیں۔

اور مجاہد کا یہ قول بھی ہے کہ اثام وہ جگہ جہنم کی ہے جہاں خون اور پیپ جہنمیوں کا جمع ہے۔

ابن مبارک فرماتے ہیں اثام وہ حصہ جہنم ہے جس میں سانپ اور بچھو ہوں اور ایسے ہوں ستر قلہ عرض کا دہانہ ہو اور بچھو ہوں جو سواری کے خچروں کے برابر ہوں۔

عکرمہ کہتے ہیں جہنم میں ایک جنگل ہے جس میں زانی ہوں گے۔

جس میں عذاب پر عذاب ہو كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا۔ اور ہمیشہ اس عذاب مضاعف میں رہیں۔

مُهَانًا۔ ذَلِيْلًا مُسْتَحْقِرًا فَيَجْتَمِعُ لَهُ الْعَذَابُ الْجِسْمَانِيُّ وَالرُّوْحَانِيُّ۔ ذلیل و خوار اس میں رہیں اور عذاب جسمانی و روحانی دونوں ہوں آگے ارشاد ہے جس میں استثناء فرمایا گیا:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۞ ۔ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لا کر نیک عمل کرے تو یہ وہ ہیں جن کے گناہ اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آلوسی فرماتے ہیں: وَالْمَعْنٰى يَعْفُوْ جَلَّ وَعَلَا عَنْ عِقَابِهِمْ وَيَتَفَضَّلُ سُبْحَانَهٗ عَلَيْهِمْ بَدْلَهٗ بِالثَّوَابِ وَاِلٰى هٰذَا ذَهَبَ الْقَفَّالُ وَالْقَاضِيُّ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما کر اپنے فضل سے ان کی جگہ ثواب عطا فرما دے اسی طرف قفال اور قاضی ہیں۔

اور سعید بن مسیب اور عمرو بن میمون اور مکحول کہتے ہیں: اِنَّ ذٰلِكَ بِاَنْ تُمْحَى السَّيِّئَاتُ نَفْسُهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ صَحِيْفَةِ اَعْمَالِهِمْ وَيُكْتَبُ بَدْلَهَا الْحَسَنَاتُ لَهُمْ۔ تبدل یوں ہوگا کہ گناہ مٹا کر بروز قیامت اس کے صحیفۂ اعمال میں اس کے بدلہ نیکیاں لکھ دی جائیں اور اس پر یہ حدیث حجت میں لاتے ہیں رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي الصَّحِيْحِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ اَعْرِضُوْا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوْبِهٖ وَيُنَحّٰى عَنْهُ كِبَارُهَا فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا وَهُوَ يُقِرُّ لَا يُنْكِرُ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِّنَ الْكَبَائِرِ فَيُقَالُ اَعْطُوْهُ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً فَيَقُوْلُ اِنَّ لِيْ ذُنُوْبًا لَمْ اَرَهَا هُنَا قَالَ وَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک شخص لایا جائے تو حکم ہو اس کے صغیرہ گناہ پیش کرو اور کبائر ظاہر نہ کیے جائیں تو اس سے کہا جائے فلاں دن تو نے یہ کیا اور یہ کیا تو وہ لرزتا ہوا کبائر سے ڈرتا ہوا اقرار کرے تو حکم ہو اس کے تمام گناہوں کی جگہ اسے نیکیاں دی جائیں۔

تو وہ ہمت کر کے عرض کرے میرے بہت سے گناہ ہیں جو اس جگہ نہیں دکھائے گئے۔ ابوذر فرماتے ہیں میں نے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اتنے ہنسے کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔

اور اسی قسم کی دوسری حدیث ہے جسے ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَاْتِيَنَّ نَاسٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَدُّوْا اَنَّهُمْ اسْتَكْثَرُوْا مِنَ السَّيِّئَاتِ قِيْلَ مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْنَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے لوگ بروز قیامت ایسے ہوں جو یہ چاہیں کہ ہمارے گناہ زیادہ پیش ہوں صحابہ نے عرض کی حضور وہ کون ہوں گے فرمایا جن کے گناہ نیکیوں سے بدلے جائیں گے آگے فرماتے ہیں:

هٰذَا التَّبَدُّلُ كَرَمُ الْعَفْوِ۔ یہ تبدل کرم اور بخشش سے ہوگا۔ ابونواس کہتا ہے:

تَعَضُّ نَدَامَةً كَفَّيْكَ مِمَّا تَرَكْتَ مَخَافَةَ الذَّنْبِ السُّرُوْرَا

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پھر فرمایا کہ وہ اس تائب کا بدلہ ہے جو تائب ہو کر ایمان لا کر عمل صالح کرے۔ لیکن وہ بھی تو ہیں جنہوں نے توبہ کی اور توبہ کے عمل صالح کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکے ان کے حق میں ارشاد ہے:

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ ۔ اور جو توبہ کا عمل صالح کرے تو وہ بھی قبول ہے مقبولیت کی جگہ۔ آلوسی فرماتے ہیں:

اَىْ عَنْ جِنْسِ الْمَعَاصِىْ وَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْهُ وَدَخَلَ فِى الطَّاعَاتِ فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ اَىْ يَرْجِعُ اِلَيْهِ سُبْحَانَهٗ بِذٰلِكَ مَتَابًا اَىْ رُجُوْعًا عَظِيْمَ الشَّانِ مَرْضِيًّا عِنْدَهٗ تَعَالٰى مَاحِيًا لِلْعِقَابِ مُحَصِّلًا لِلثَّوَابِ۔ یعنی جنس معاصی سے توبہ کرنے کے بعد اگر چہ کوئی اور عمل صالح نہ کر سکا اور طاعت والوں میں آ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا اور اس کی طرف عظیم رحمت کے ساتھ رجوع فرمائے گا کہ یہ توبہ ہی اللہ کی رضا کی موجب ہوگی اور گناہوں کو مٹا کر ثواب دلانے کی موجب بنے گی۔

یا یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی توبہ اس کے لطف واسع کا سبب ہے اس لئے کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ ارشاد ہے۔

اس کے بعد صفات مومنین سے نویں صفت کا بیان ہے:

۹- وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ۔ اور وہ جو جھوٹی گواہی پر نہیں آتے۔

اَىْ لَا يُقِيْمُوْنَ الشَّهَادَةَ الْكَاذِبَةَ۔ یعنی جھوٹی گواہی پر کھڑے نہیں ہوتے۔

اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اَىْ لَا يُسَاعِدُوْنَ اَهْلَ الْبَاطِلِ عَلٰى بَاطِلِهِمْ وَلَا يُؤَمِّلُوْنَ هُمْ فِيْهِ۔ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم کہ اہل باطل کی ان کی باطل باتوں پر مدد نہیں کرتے اور ان میں میلان نہیں کرتے۔

اور مجاہد کہتے ہیں: اِنَّ الْمُرَادَ بِالزُّوْرِ الْغِنَا۔ زور سے مراد گانا بجانا ہے۔

اور قتادہ کہتے ہیں: اِنَّهُ الْكِذْبُ۔ وہ جھوٹ بولنا ہے۔

عکرمہ کہتے ہیں: اِنَّهٗ لَعِبٌ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ۔ وہ ایک کھیل تھا زمانہ جاہلیت میں جو کھیلا جاتا تھا۔

ابن عباس فرماتے ہیں اِنَّهٗ صَنَمٌ۔ یہ بت کا نام ہے۔

قَالَ الرَّاغِبُ وَ سُمِّيَ الصَّنَمُ الزُّوْرُ كَانُوْا يَلْعَبُوْنَ حَوْلَهٗ سَبْعَةَ اَيَّامٍ۔ راغب بھی یہی کہتے ہیں کہ بت کا نام زور تھا۔ اس کے گرد سات دن کھیلتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ زور عید مشرکین کو کہتے تھے۔

ضحاک کہتے ہیں اس سے مراد شرک ہے تو مومن ان کے شرک کی تصدیق نہیں کرتا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ زور سے مراد ہر باطل فعل ہے جو جہت حقہ سے منحرف ہو خواہ وہ شرک ہو خواہ کذب غنا ہو خواہ بکھان اور نوحہ سب کو حاوی ہے۔

۱۰۔ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾۔ اور جب ان کا اتفاقاً گزر ہو کسی لغو کی طرف سے تو بلا مزاحمت عزت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

ابن ابی حاتم لغو کی تعریف معاصی کرتے ہیں۔

ابن عساکر ابراہیم بن میسرہ سے راوی ہیں کہ بَلَغَنِيْ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ مَرَّ بِلَهْوٍ مُّعْرِضًا وَّ لَمْ يَقِفْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اَصْبَحَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَّ اَمْسٰى كَرِيْمًا ثُمَّ تَلَا اِبْرَاهِيْمُ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی لہو ولعب پر سے گزرے تو آپ منہ پھیر کر گزر گئے اور نہ ٹھہرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح ابن مسعود نے کی اور شام کریم ہو کر تو حضرت ابراہیم بن میسرہ نے یہ آیت پڑھی: وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾۔

ایک قول ہے کہ اَلْمُرَادُ بِاللَّغْوِ الْكَلَامُ الْبَاطِلُ لغو سے مراد کلام باطل ہے جو ایذا دینے والا ہو۔

۱۱۔ وَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا ﴿۷۳﴾۔ اور مومن وہ ہیں کہ جب ان کے آگے رب کی آیتیں بیان ہوں تو وہ بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

خرور۔ سقوط کے معنی میں آتا ہے۔

گویا اہل ایمان جب اس ذکر کی طرف گرتے ہیں تو سننے کے لئے قبولیت کے کانوں سے اور بصیرت کی آنکھوں سے مشرکوں کی طرح نہیں کہ وہ سن کر ایسے ہو جاتے ہیں کہ گویا انہوں نے نہ سنا نہ دیکھا۔

۱۲۔ وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾۔ اور وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے ہماری بیویوں اور اولادوں سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور کر ہمیں پرہیزگاروں کا امام۔

آلوسی فرماتے ہیں کہ مجاہد، عکرمہ، حسن، ابن عباس سے راوی ہیں: اِنَّ الْمُؤْمِنَ الصَّادِقَ اِذَا رَاٰى اَهْلَهٗ قَدْ شَارَكُوْهُ فِي الطَّاعَةِ قُرَّتْ بِهِمْ عَيْنُهٗ وَسَرَّ قَلْبُهٗ وَ تَوَقَّعَ نَفْعَهُمْ لَهٗ فِي الدُّنْيَا حَيًّا وَّ مَيِّتًا وَ لُحُوْقَهُمْ بِهٖ فِي الْاُخْرٰى۔ کہ مومن صادق جب اپنے اہل وعیال کو دیکھتا ہے تو انہیں طاعت الٰہی میں شریک کر کے اپنی آنکھیں ٹھنڈی

اور دل مسرور کرتا ہے اور نفع آخرت و دنیا کی توقع کرتا ہے حیات اور بعد ممات میں اور آخرت میں ان کے ملنے کی۔

ایک روایت ہے کہ اِنَّهٗ كَانَ فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ يَهْتَدِى الْاَبُ وَالْاِبْنُ كَافِرٌ وَالزَّوْجُ مُؤْمِنٌ وَّ الزَّوْجَةُ كَافِرَةٌ فَلَا يَطِيْبُ عَيْشُ ذَالِكَ الْمُهْتَدِيْ فَكَانَ يَدْعُوْا بِمَا ذُكِرَ۔ ابتداء اسلام میں باپ مسلمان ہو گیا اور بیٹا کافر، میاں مومن اور بیوی کافر تو اس تفریق سے انؓ کی زندگی بدمزہ ہو جاتی تھی تو انہوں نے وہ دعا کی جس کا ذکر آیہ کریمہ میں ہوا۔

وہ قُرَّةَ اَعْيُنٍ کنایہ ہے سرور سے یا فرحت سے اور یہ قر سے ماخوذ ہے اور قر عربی میں برودت کو کہتے ہیں جیسے لَا حَرٌّ وَلَا قَرٌّ یعنی نہ گرم نہ سرد۔ لِاَنَّ دَمْعَةَ السُّرُوْرِ بَارِدَةٌ۔ اس لئے کہ خوشی کے آنسو سرد ہوتے ہیں۔

اسی بنا پر اس کی ضد میں اَسْخَنَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَيْنَهٗ بولا گیا۔ اور ابی تمام مشہور شاعر نے بھی کہا:

فَاَمَّا عُيُوْنُ الْعَاشِقِيْنَ فَاَسْخَنَتْ وَاَمَّا عُيُوْنُ الشَّامِتِيْنَ فَقَرَّتِ

ایک قول ہے: هُوَ مَاخُوْذٌ مِّنَ الْقَرَارِ لِاَنَّ مَا يُسِرُّ يَقَرُّ النَّظْرُ بِهٖ وَلَا يَنْظُرُ اِلٰى غَيْرِهٖ۔ یہ ماخوذ ہے۔ قرار سے اس لئے کہ جس سے خوشی ہو نظر قرار پکڑتی ہے اور ادھر ادھر نہیں دیکھتی۔

وَ قِيْلَ فِى الضِّدِّ اَسْخَنَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَيْنَهٗ عَلٰى مَعْنٰى جَعَلَهٗ خَائِفًا مُّتَرَقِّبًا مَا يُحْزِنُهٗ يَنْظُرُ يَمِيْنًا وَّ شِمَالًا وَ اَمَامًا وَّ وَرَائَهٗ لَا يَدْرِىْ مِنْ اَيْنَ يَاْتِيْهِ ذٰلِكَ بِحَيْثُ تَسْخَنُ عَيْنَهٗ تَمُرُّ بِهِ الْحَرْكَةُ الَّتِىْ تُوْرِثُ السَّخُوْنَةَ۔

قر کے خلاف سخن ہے جیسے بولتے ہیں: سَخَنَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَيْنَهٗ۔ اللہ اس کی آنکھ سخت کرے بایں معنی کہ خوفزدہ ہو کر غمگین نظریں دائیں بائیں آگے پیچھے ڈالتا ہے یہ نہیں سمجھتا کہ کہاں سے وہ کیفیت آئی جس نے آنکھیں پتھرا دیں۔ اور نظر جب چاروں طرف پھرتی ہے تو سخونت متوارث ہو جاتی ہے۔

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝۷۴ ۔ اور ہمیں متقیوں کا امام کر دے۔

یعنی ہمارا تقویٰ اتنا بڑھا دے کہ ہم سب کے امام ہو جائیں۔

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝۷۵ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝۷۶ ۔ یہ ہیں جنہیں دے گا اللہ بلند درجہ اور بلند محل بہ سبب ان کے صبر کے اور ملیں گے انہیں ملائکہ دعا دیتے درازی عمر کی اور سلامتی کی ہمیشہ رہیں گے بہترین جگہ ٹھہرنے کی اور اچھے مقام میں۔

عربی میں غرفہ منازل میں درجۂ عالی کو کہتے ہیں اور ہر بلند عمارت کو بھی غرفہ کہتے ہیں۔

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بُيُوْتٌ مِّنْ زَبَرْجَدٍ وَّ دُرٍّ وَّ يَاقُوْتٍ۔ وہ گھر زبرجد اور موتی اور یاقوت کے ہوں گے۔

اور حکیم ترمذی نوادر الاصول میں سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غرفہ کی تعریف میں فرمایا: فِيْهَا بُيُوْتٌ مِّنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ اَوْ زَبَرْجَدَةٍ خَضْرَاءَ اَوْ دُرَّةٍ بَيْضَآءَ لَيْسَ فِيْهَا فَصْمٌ وَلَا وَصْمٌ۔ جنت میں غرفہ ایک محل ہوگا سرخ یاقوت کا یا سبز زبرجد کا یا سفید موتی کا جس میں نہ جوڑ ہو نہ درز۔

وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۔اور پیشوائی کی جائے ان کی تحیہ وسلام سے۔

اَیْ یُحَیِّیْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَ یَدْعُوْنَ لَهُمْ بِطُوْلِ الْحَیَاةِ وَالسَّلَامَةِ عَنِ الْاٰفَاتِ۔یعنی ملائکہ علیہم السلام ان کا استقبال کریں اور دعا کریں طول حیات اور سلامتی آفات سے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ہمیشہ رہیں اس جنت میں۔

لَا یَمُوْتُوْنَ وَلَا یُخْرَجُوْنَ۔نہ وہاں مریں نہ جنت سے نکالے جائیں۔

حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۔بہترین جگہ ٹھہرنے کی اور مقام کرنے کی۔

اس کے بعد حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۔اے محبوب فرما دیجئے نہیں پرواہ تمہاری میرے رب کو اگر تم اس کی پوجا نہ کرو تو یقیناً تم نے تکذیب کی تو عنقریب اس کا عذاب تم پر لازم ہے۔آلوسی فرماتے ہیں:

اُمِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَنْ یُّبَیِّنَ لِلنَّاسِ اَنَّ الْفَائِزِیْنَ بِتِلْكَ النُّعَمَاءِ الْجَلِیْلَةِ۔تم پر ظاہر کر دیا کہ کامیاب مومنین ان جلیل نعمتوں سے متمتع ہیں۔

یَعْبَؤُ۔عَبْءٌ سے ہے وَاَصْلُ الْعَبْءِ الثِّقْلُ۔عبء کے اصل معنی بھاری ہونے کے ہیں۔محاورہ میں بولتے ہیں: مَا عَبَأْتُ بِهٖ مَا اعْتَرَتْ لَهٗ مِنْ قَوَادِحِ هَمِّیْ۔مجھے بھاری نہیں یا مجھے پرواہ نہیں جو میرے غمگین کرنے کی تیاری کی ہے۔

تو گویا یوں فرمایا کہ تمہارے اللہ کی طرف نہ جھکنے اور اس کی پرستاری نہ کرنے کی اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں اللہ تمہارے جھٹلانے اور تکذیب کرنے پر عنقریب جزا تکذیب تم پر لازم ہوگی حَتّٰى یُكَبْكَبُكُمْ فِی النَّارِ۔ یہاں تک کہ تم اوندھے جہنم میں ڈالے جاؤ گے۔

وَصَحَّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ اللِّزَامَ قَتْلُ یَوْمَ بَدْرٍ۔اور یہ پیش گوئی دنیا میں قتل یوم بدر میں پوری ہوگئی تھی۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ

اس سورۃ مبارکہ کا نام تفسیر امام مالک میں سورۃ الجامعہ ہے۔

ابن مردویہ ابن عباس اور عبداللہ بن زبیر علیہم رضوان سے راوی ہیں کہ یہ تمام کی تمام مکی ہے۔

اور دوسری روایت ابن عباس سے یہ بھی ہے کہ اس سورۃ مبارکہ کا نزول مکہ میں ہوا مگر پانچ آیتیں آخر کی مدنی ہیں وَ الشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ سے آخر تک۔

ایک روایت ہے کہ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً سے مدنی ہے۔

علامہ طبرسی رحمہ اللہ اس سورۃ کی ۲۲۷ آیتیں شمار کرتے ہیں جو کوفی شامی اور مدنی ہیں اور اس میں کل گیارہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ سے اس کی ابتدا ہے۔اس پر ابن ابی حاتم محمد بن کعب سے راوی ہیں کہ ''طا'' ذی الطول کے معنی میں ہے۔ ''س''۔قدوس کا ہے۔''میم'' رحمٰن سے ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔سورۃ الشعراء ۔پ ۱۹

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾	طٰسٓمّٓ یہ آیتیں ہیں کتاب مبین کی
لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾	شاید تم اے محبوب تنگدل ہو کر جان کھونے کو تیار ہو کہ یہ لوگ مومن نہیں ہوتے
اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿۴﴾	اگر ہم چاہیں تو اتار دیں ان پر آسمان سے ایسے نشان کہ جھک جائیں ان کی گردنیں ڈر کر
وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ﴿۵﴾	اور نہیں آتی ذکر رحمٰن سے کوئی آواز نئی مگر یہ اعراض و انحراف ہی کرتے رہے
فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶﴾	تو بے شک جھٹلایا انہوں نے تو عنقریب ان کو اس خبر کی تصدیق ہو جائے گی جس کو وہ استہزاء کر رہے ہیں
اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۷﴾	کیا نہ دیکھا زمین کو کہ کتنی اگائیں ہم نے اس میں جوڑا والی چیزیں
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾	بے شک اس میں ہماری نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر ان کے مومن
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۹﴾	اور بے شک تمہارا رب زبردست ہے اور رحم کرنے والا

حل لغات پہلا رکوع۔سورۃ الشعراء۔پ ۱۹

طٰسٓمّٓ	تِلْكَ۔یہ	اٰيٰتُ۔آیتیں ہیں	الْكِتٰبِ۔کتاب
الْمُبِيْنِ۔روشن کی	لَعَلَّكَ۔شاید آپ	بَاخِعٌ۔ہلاک کرنے والے ہیں	
نَّفْسَكَ۔اپنی جان کو	اَلَّا۔یہ کہ نہیں	يَكُوْنُوْا۔ ہوئے وہ	مُؤْمِنِيْنَ۔ایمان لانے والے
اِنْ۔اگر	نَّشَاْ۔ہم چاہیں تو	نُنَزِّلْ۔اتاریں	عَلَيْهِمْ۔ان پر
مِّنَ السَّمَآءِ۔آسمان سے	اٰيَةً۔ایسی نشانی کہ	فَظَلَّتْ۔ہو جائیں	اَعْنَاقُهُمْ۔ان کی گردنیں
لَهَا۔اس کے لئے	خٰضِعِيْنَ۔جھکنے والی	وَ۔اور	مَا۔نہیں
يَاْتِيْهِمْ۔آتا ان کے پاس	مِّنْ ذِكْرٍ۔کوئی ذکر	مِّنَ الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن سے	مُحْدَثٍ۔نیا
اِلَّا۔مگر	كَانُوْا۔ہوتے ہیں	عَنْهُ۔اس سے	مُعْرِضِيْنَ۔ منہ پھیرنے
والے	فَقَدْ۔تو بے شک	كَذَّبُوْا۔جھٹلا چکے	فَسَيَاْتِيْهِمْ۔تو جلدی آئیں
گی ان کے پاس	اَنْۢبٰٓؤُا۔خبریں	مَا۔اس کی جو	كَانُوْا۔تھے
بِهٖ۔اس کو	يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ٹھٹھا کرتے	اَوَ۔کیا	لَمْ۔نہ

یَرَوْا۔ دیکھا انہوں نے	اِلَى۔ طرف	الْاَرْضِ۔ زمین کی	كَمْ۔ کتنے
اَنْۢبَتْنَا۔ اگائے ہم نے	فِيْهَا۔ اس میں	مِنْ كُلِّ۔ ہر طرح کے	زَوْجٍ۔ جوڑے
كَرِيْمٍ۔ اچھے	اِنَّ۔ بے شک	فِيْ۔ بیچ	ذٰلِكَ۔ اس کے
لَاٰيَةً۔ نشان ہیں	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	كَانَ۔ ہیں
اَكْثَرُهُمْ۔ اکثر ان کے	مُّؤْمِنِيْنَ۔ ایمان لانے والے		وَ۔ اور
اِنَّ۔ بے شک	رَبَّكَ۔ تیرا رب	لَهُوَ۔ وہی ہے	الْعَزِيْزُ۔ غالب
الرَّحِيْمُ۔ رحم والا			

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

بَاخِعٌ۔ بخع سے ہے اور بخع غصے اور رنج میں اپنے کو ہلاک کر دینے کے معنی میں مستعمل ہے۔

اس کے اصلی معنی چھری سے کسی کو ذبح کر دینے کے ہیں۔ بخاع ایک رگ ہے جو گردن کے باطنی حصہ میں ہوتی ہے۔

مفسرین کی تحقیق ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ اس وقت نازل ہوئی۔

جب کفار مشرکین کا اسلام کی مخالفت کے لئے ہجوم تھا اور اسلامی جواہر پارے اور اس کے روح افزا چمکارے دیکھ کر بجائے اس کے کہ ایمان لاتے اس پر متعجبانہ نظر ڈالتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر انواع واقسام کے شبہات وارد کرتے اور جب جواب سن کر گونگے ہو جاتے تو ہر ایک اپنی خواہش کے موافق معجزات طلب کرنے لگا۔ کسی نے کہا:

اس پہاڑ کو یہاں سے ہٹا دیں تو ہم جانیں کہ یہ سچے نبی ہیں۔

کوئی بولا: اس خشک اور پہاڑی زمین میں نہر جاری کر دیں تو جانیں کہ یہ نبی ہیں۔

ان کے ساتھ خزانہ ہوتا کہ اس سے ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری کرتا۔

ان کا باغ ہونا چاہئے جس کے پھل عوام کھائیں۔

ان کی تصدیق کے لئے فرشتہ آنا چاہئے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس میں اصلاح قوم کا بے حد جذبہ تھا ان کی تکذیب کرنے اور کج بحثیاں سامنے لانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوتے۔

اس سورۂ مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی وتسکین دی گئی اور فرمایا اے محبوب اگر یہ ایمان نہ لائیں گے تو کیا آپ اپنے کو ہلاک کر دیں گے۔ پھر چند انبیاء کرام اور ان کی سرکش امتوں کا قصہ بیان فرمایا تا کہ یہ امر واضح ولائح ہو جائے کہ یہ مخالفت آپ ہی کی نہیں کر رہے ہیں بلکہ پہلے نبیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور ان کے معجزات کو جادو کہا گیا۔

چونکہ عہد رسالت مآب میں بلاغت وفصاحت کے دریا موجیں لے رہے تھے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم ایسا بلیغ وفصیح نازل فرمایا کہ بڑے بڑے فصحاء عرب اس کے مقابل دبے لیے رہ گئے اور گونگے ہو گئے۔

مشرکین کو جب کچھ جواب نہ بن آیا تو انہوں نے قرآن کریم کو بھی شعر کہہ ڈالا۔ اس سورۃ مبارکہ میں اس کا بھی رد آخر

میں فرما دیا کہ یہ ان کی حماقت وسفاہت ہے جو اسے شعر کہتے ہیں ہماری نظر میں تو شعر گوئی یاوہ گوئی سے انہیں وہ اپنے اشعار میں واہی تواہی باتیں کرتے اور ہر وادیٔ سخن میں حیران و پریشان پھرتے ہیں۔

برخلاف قرآن مجید کے کہ جس کے ہر جملہ میں سراسر راستی اور مکارم اخلاق اور توحید وغیرہ کے مضامین عالیہ موجود ہیں۔

اس مناسبت سے اس سورۃ مبارکہ میں تمام کفریات کا رد کرتے ہوئے شعر و شاعری کا رد بھی فرما دیا حتیٰ کہ اس کا نام ہی سورۃ شعراء رکھا گیا۔

ربط مضمون سابقہ سورۃ فرقان سے یہ ہے کہ اس کے آخر میں فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا آیا تھا لیکن تم جھٹلا چکے اب دیکھو تم پر کیسا عذاب لازم آتا ہے تو اگر چہ ان کے غور کرنے کو یہی فرمان کافی تھا لیکن اس سورۃ مبارکہ میں بطریق اتمام حجت گزشتہ انبیاء کرام اور ان کے حالات بیان فرما کر ان کے مآل دکھائے جس سے خاص مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے اور قلب مبارک سے ملال دفع کرنا ہے اور مغضوب اقوام کو عبرت دلانا بھی اسی ضمن میں ہے۔

سورۂ مبارکہ کے شروع میں۔

طٰسٓمٓ حروف مقطعات لائے گئے جس میں ط سے طرب مراد ہے س سے سرور دائمی، میم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

جس کے معنی یہ ہوئے کہ اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم آپ کے لئے طرب و سرور ابدی حاصل ہے یہ موجودہ غم چند روزہ ہے اس کی پروانہ کیجئے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یہ آیتیں روشن اور کھلی کتاب یعنی قرآن حکیم کی ہیں۔

جن کے حق ہونے میں عقل سلیم کو تردد کی گنجائش ہی نہیں البتہ جو کور ازلی اور بدنصیب ابدی ہے۔ وہ انواع واقسام کے لایعنی شبہات ظاہر کرتا ہے اور مضمون الہامی اس کے دل میں نہیں اترتا۔

تو اے محبوب! ایسے کور باطنوں کے ایمان نہ لانے سے آپ کیوں غمگین ہو کر جی میں گھٹتے ہیں۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ۔ تو کیا ان کی حرص میں آپ اپنی جان ہلاک کر دیں گے۔ اگر چہ ہم قادر علی الاطلاق ہیں۔

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝ ۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر ایسی نشانی نازل فرمائیں کہ ان کی گردنیں جھک جائیں اور اس کے آگے خضوع سے گریں۔

مگر ان کا تو یہ حال ہے کہ ہمیشہ بے معنی اعتراض ہی کریں گے اور کرتے رہیں گے ان کا بے دین کافر ہونا علم اللہ میں ہے۔ چنانچہ

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝ ۔ ان پر کوئی آیت رحمٰن کی طرف سے نہ آئی مگر اس سے اعراض ہی کرتے رہے اور جو نئی آیت سنی اس سے منحرف رہے۔ اور قبول حق انہیں نصیب ہی نہ ہوا۔

فَقَدْ كَذَّبُوْا۔ اے محبوب! یہ جھٹلا چکے ہیں انہیں کبھی ماننا ہے نہ مانیں گے۔

فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ۔ تو عنقریب اس کی حقیقت انہیں معلوم ہو جائے گی اور جو خبر دی ہے اور جس کا یہ مذاق کرتے ہیں جان لیں گے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ ۔ کیا انہوں نے زمین نہ دیکھی کہ اس میں کس

قدر ہم نے قسم قسم کی عمدہ چیزیں اگائیں۔

کہیں بیلا ہے کہیں چنبیلی، کہیں گلاب ہے کہیں نرگس، کہیں جوہی کہیں موتیا۔ پھلوں میں آم، سنگترہ، انگور، انار، خرما اور کیا کیا اگائے، جڑی بوٹیاں کیسے کیسے خواص والی پیدا کیں اگر دیکھتے تو اس نشو ونما میں بھی ہمارے چند نمونہائے قدرت ہیں۔

اول یہ کہ برسات میں ہزاروں قسم کی جڑی بوٹیاں اگتی ہیں اور موسم خزاں میں ان کا وجود ہی نہیں رہتا پھر دوسرے سال اسی طرح برآمد ہو جاتی ہیں نہ کسی کی تخم پاشی کی محتاج ہیں نہ پانی دینے کی۔ اس میں حشر و نشر کا نشان موجود ہے سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ ایسے ہی بعد مرنے کے ہمیں اٹھایا جائے گا۔

دوسرے یہ کہ جب عالم حس میں ان کا ایک بار مٹ کر وجود نہیں ہوتا بلکہ بار بار یہ فضل ہے تو وہ رحیم و کریم، انسان کو دوبارہ حیات تازہ دینے پر کیوں قادر نہیں۔ مگر سیہ کاران ازلی ہدایت نہیں پاتے چنانچہ فرمایا:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۸ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝۹ ۔ اس میں بھی یقیناً نشانیاں ہیں مگر ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں اور اے محبوب تیرا رب زبردست اور رحمت فرمانے والا ہے۔

اس لئے ان پر عذاب میں جلدی نہیں کرتا اور اس کا رحم عام ہے کہ جیسے بارش سے سبزہ اگایا ویسے ہی ابر رحمت اور بارش نبوت سے انسانوں کو متمتع فرماتا ہے۔

مختصر تفسیر پہلا رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

طٰسٓمّٓ ابن ابی حاتم محمد بن کعب سے راوی ہیں کہ ط، س، م سے معنی تاویلی یہ ہو سکتے ہیں کہ طا سے ذی الطول مراد ہے۔

س۔ سے قدوس مراد ہے۔

م۔ سے رحمٰن مراد ہے۔

جیسا کہ ہم نے معنی تاویلی خلاصہ تفسیر میں پیش کئے ویسے ہی یہاں آلوسی بروایت ابی حاتم رحمہما اللہ یہ تاویلی معنی فرماتے ہیں آگے ارشاد ہے:

تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝۲ ۔ یہ آیات مخصوصہ قرآن کریم کی ہیں۔

اس سے مراد کتاب فرما کر قرآن کریم لیا اور مبین فرما کر بتایا کہ اس کا اعجاز ظاہر ہے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْمَعْنٰی اٰیٰاتُ هٰذَا الْقُرْاٰنِ الْمُؤَلَّفِ مِنَ الْحُرُوْفِ الْمَبْسُوْطَةِ كَاٰیٰاتِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ الْمُتَحَدّٰی بِهَا فَاَنْتُمْ عَجَزْتُمْ عَنِ الْاِتْیَانِ بِمِثْلِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ۔ اس کے معنی ہیں کہ یہ آیات اس قرآن کریم کی ہیں جو مؤلف حروف مبسوط سے ہے جیسے اس سورت کی آیتیں متحد ہیں تو اس کی مثل لانے سے سب عاجز ہو۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۝۳ ۔ کیا آپ اپنی جان ہلاک کر دیں گے اگر یہ ایمان نہ لائے۔

بَخَعَ ۔ یَبْخَعُ بَخْعًا وَّ بُخُوْعًا کے معنی ہلاک کرنے کے ہیں۔ شدۃ غم اور وجدان میں اس کی اصلی جہد اور کوشش ہے۔

اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بَخَعَ الْاَرْضَ اَیْ جَهَدَهَا حَتّٰی اَخَذَ مَا فِیْهَا۔ زمین پر محنت کر کے جو کچھ اس میں ہو لینا اس کے معنی ہیں۔

کسائی رحمہ اللہ کہتے ہیں: بَخَعَ الْاَرْضَ بِالزِّرَاعَةِ جَعَلَهَا ضَعِيْفَةً بِسَبَبِ مُتَابَعَةِ الْحَرَاثَةِ۔ زمین جوت کو نرم کر دینا اس پر بھی بخع کا استعمال ہے۔

زمخشری اور مطرزی رحمہما اللہ کہتے ہیں: اَلْبَخْعُ اَنْ تَبْلُغَ بِالذَّبْحِ الْبِخَاعَ بِكَسْرِ الْبَآءِ وَ هُوَ عِرْقٌ مُسْتَبْطِنُ الْفِقَارِ وَ ذٰلِكَ اَقْصٰى حَدِّ الذَّبْحِ۔ بخع یہ ہے کہ ذبح میں بخاع تک چھری پہنچ جائے اور وہ ایک رگ ہے فقرات اندرونی میں ہوتی ہے اور وہی ذبح کی انتہائی جگہ ہے۔

تو اس کے حاصل معنی آلوسی رحمہ اللہ یہ کرتے ہیں: فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ اَشْفِقْ عَلٰى نَفْسِكَ اَنْ تَقْتُلَهَا وَجْدًا وَّ حَسْرَةً عَلٰى مَا فَاتَكَ مِنْ اِسْلَامِ قَوْمِكَ۔ گویا یہ فرمایا گیا کہ آپ اپنی جان پر اس قدر جبر نہ کریں کہ اس کو ہلاک کر دیں آپ کی قوم کے اسلام نہ قبول کرنے سے۔ تو لَعَلَّكَ موضع استفہام میں ہے تو معنی یہ ہوئے: هَلْ اَنْتَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ کیا آپ اپنی جان ہلاک فرمادیں گے۔

ابن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اَلْمُرَادُ الْاِنْكَارِيُّ اَيْ لَا تَكُنْ بَاخِعًا نَّفْسَكَ۔ یہ استفہام انکاری ہے یعنی نہ ہلاک کریں اپنی جان اس پر کہ

اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ وہ مومن نہیں ہوتے۔ اور کتاب مبین پر ایمان نہیں لاتے اس پر آگے ارشاد خداوندی ہے۔

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝ ۔ اگر ہم چاہتے تو ان پر ایسی نشانی نازل فرماتے کہ اطاعت کی طرف خضوع و خشوع کے ساتھ جھک جاتے۔

جیسے نتق جبل بنی اسرائیل پر کیا وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ تذکرہ فرمایا۔ یعنی اگر ہم ان کا ایمان چاہتے تو پہاڑ ان کے سروں پر اٹھا دیتے کہ وہ خود بخود جھکتے ہوئے ایمان لے آتے لیکن ہماری مشیت میں ان کے لئے ایمان ہی نہیں ہے سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔

ابن عباس، مجاہد، ابن زید، اخفش کہتے ہیں: اَلْاَعْنَاقُ الْجَمَاعَاتُ يُقَالُ جَاءَ نِيْ عُنُقٌ مِّنَ النَّاسِ اَيْ جَمَاعَةٌ۔ اعناق سے مراد جماعتیں ہیں جیسے بولتے ہیں: جَاءَ نِيْ عُنُقٌ مِّنَ النَّاسِ۔ میرے پاس لوگوں کی ایک جماعت آئی۔

وَالْمَعْنٰى ظَلَّتْ جَمَاعَتُهُمْ اَيْ جُمْلَتُهُمْ۔ جھک جائیں جماعتیں یعنی سب کے سب۔

وَ قِيْلَ الْمُرَادُ بِهَا الرُّءُ وْسَاءُ۔ ایک قول ہے کہ اعناق سے مراد مشرکین کے رؤسا ہیں۔

اور آیہ کریمہ کے نزول پر کشاف میں ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا وَ فِيْ بَنِيْ اُمَيَّةَ سَتَكُوْنُ لَنَا عَلَيْهِمُ الدَّوْلَةُ فَتَذِلُّ اَعْنَاقُهُمْ بَعْدَ صَعُوْبَةٍ وَ يَلْحَقُهُمْ هَوَانٌ بَعْدَ عِزَّةٍ۔ یہ آیت ہمارے اور بنی امیہ کے حق میں نازل ہوئی کہ عنقریب ہمارے لئے دولت و تمول ہوگا۔ پھر ان کی گردنیں جھک جائیں گی صعوبتوں کے بعد اور ان کو عزت کے بعد ذلت نصیب ہوگی۔

وَ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ اَنَّ الْاٰيَةَ يُسْمَعُ مِنَ السَّمَآءِ فِيْ نِصْفِ شَهْرِ رَمَضَانَ وَ تَخْرُجُ لَهُ الْعَوَاتِقُ مِنَ الْبُيُوْتِ وَ هٰذَا قَوْلٌ يَتَحَقَّقُ الْاِنْزَالُ بَعْدُ وَكَانَ ذَالِكَ زَمَانُ الْمَهْدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ یہ آیت زمانہ نزول مہدی علیہ السلام میں نصف رمضان پر ایک آواز کے ساتھ آسمان سے سنائی جائے جسے سن کر جماعتیں

گھروں سے باہر نکل آئیں۔

وَمَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ⑤۔ اور نہیں آئیں اللہ کے ذکر سے کوئی آیتیں نئی مگر یہ اس سے منحرف ہی رہے۔

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان اور ان کے ایمان لانے پر حرص دکھائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان کے ایمان لانے کی امید نہ فرمائیں یہ تو ازلی ابدی بے ایمان اور مشرک ہیں۔

فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ⑥۔ بے شک انہوں نے جھٹلایا تو عنقریب آجائیں گی وہ خبریں سامنے جن کا استہزاء کر رہے ہیں۔

یعنی وہ پیشگوئی جو قرآن کریم میں ان کے متعلق ہے اسے جھٹلاتے جھٹلاتے استہزاء پر اتر آتے ہیں اور فقط انحراف و اعراض ہی نہیں کرتے بلکہ کبھی اسے جادو کہتے ہیں کبھی اساطیر الاولین پرانے افسانے بتاتے ہیں کبھی شعر کہتے ہیں۔

تو عنقریب وہ خبریں جس کے مطابق ان پر عذاب عاجل یا آجل آئے گا جیسا کہ یوم بدر میں آیا یا بروز قیامت نازل ہو گا یہ دیکھ لیں گے پھر تنبیہا ارشاد ہے:

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ⑦۔ یہاں أَوَلَمْ يَرَوْا میں ہمزہ انکار توبیخی ہے یعنی یہ ضرور دیکھتے ہیں کہ کتنی سبزی ہم نے اس میں اگائی اور جوڑا جوڑا کر کے۔

یہ سب کچھ دیکھ کر بھی مصر علی الکفر ہیں اور دعوت اسلام کی تکذیب کر رہے ہیں اور عجائب ارضی کو نہیں دیکھتے گویا اس کے یہ معنی ہوئے: اَوَ لَمْ يَتَأَمَّلُوا فِي عَجَائِبِ قُدْرَتِهٖ تَعَالٰى یہ کیا غور و تامل نہیں کرتے عجائبات قدرت الٰہی میں۔

كَمْ أَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ⑦۔ کتنے اگائے ہم نے اس زمین میں جوڑے۔

يَعْنِي الْمَعْنٰى اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلٰى نَفْسِ الْاَرْضِ الَّتِيْ هِيَ طَبِيْعَةٌ وَاحِدَةٌ كَيْفَ جَعَلْنٰهَا مُنْبِتًا لِنَبَاتٍ كَثِيْرَةٍ مُخْتَلِفَةِ الطَّبَائِعِ۔ آیہ کریمہ کے یہ معنی ہوئے کہ نفس زمین کو بھی یہ نہیں دیکھتے کہ اس کی طبیعت ایک ہے اور اس میں مختلف الطبیعۃ پھل پھول جڑی بوٹی ہم نے اگائیں۔ انار، سیب، خربوزہ چھوہارا، کھجور، مولی، گاجر، شلغم، پالک وغیرہ وغیرہ۔

ایسے ہی پھول گلاب، سیوتی، نسرین، نسرن، نرگس، بیلا کو کہ کسب کے مزاج گرم سرد و معتدل ہیں پھر انہیں اسی زمین میں اگا کر سرسبز کر کے موسم خزاں میں خشک کر دیتے ہیں اسی طرح انسان کو مار کر پھر زندہ کر لیں گے تو منکرین بعث و نشر اس سے ہی سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر ایسا نہیں کرتے چنانچہ ارشاد ہے:

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ⑧ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ⑨۔ اس میں یقیناً ہماری شان قدرت کے نشان ہیں۔ اور ان کے اکثر ایمان نہیں لاتے اور بے شک تمہارا رب زبردست اور رحم والا ہے چنانچہ کسی نے یہ رباعی خوب کہی:

تَاَمَّلْ فِيْ رِيَاضِ الْوَرْدِ وَانْظُرْ اِلٰى اٰثَارِ مَا صَنَعَ الْمَلِيْكُ
عُيُوْنٌ مِّنْ لُّجَيْنٍ شَاخِصَاتٌ عَلٰى اَهْدَا بِهَا ذَهَبٌ سَبِيْكٌ
عَلٰى قُضُبِ الزَّبَرْجَدِ شَاهِدَاتٌ بِاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ لَهٗ شَرِيْكٌ

وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ مَعَ عَظِیۡمِ الۡاٰیَةِ الۡمُوۡجِبَةِ لِلۡاِیۡمَانِ لِغَایَةِ تَمَادِیۡهِمۡ فِی الۡکُفۡرِ وَالضَّلَالَةِ وَ اِنۡهِمَاکِهِمۡ فِی الۡغَیِّ وَالۡجِهَالَةِ۔ تو خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ اتنی عظیم نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے باوجود اپنی غایت شدت اور کفر وضلالت اور انہماک سرکشی و جہالت کے یہ ایمان نہیں لا سکتے۔

وَ اِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الۡعَزِیۡزُ۔ اور تمہارا رب زبردست قوت والا ہے اور اتنا غالب ہے کہ جو ارادہ فرمائے وہ کر سکتا ہے۔ لیکن الرَّحِیۡمُ ⑨۔ وہ رحیم ہے اسی وجہ میں انہیں مہلت دیتا ہے اور اچانک ان کی گرفت نہیں فرماتا۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

وَ اِذۡ نَادٰی رَبُّکَ مُوۡسٰۤی اَنِ ائۡتِ الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ⑩

اور یاد فرمائیے جب ندا کی تیرے رب نے موسیٰ کو کہ جا ظالم قوم کی طرف

قَوۡمَ فِرۡعَوۡنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوۡنَ ⑪

جو فرعون کی قوم ہے کیا وہ نہ ڈریں گے

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ ⑫

عرض کی اے میرے رب میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے

وَ یَضِیۡقُ صَدۡرِیۡ وَ لَا یَنۡطَلِقُ لِسَانِیۡ فَاَرۡسِلۡ اِلٰی هٰرُوۡنَ ⑬

اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی تو تو ہارون کو بھی رسول کر

وَ لَهُمۡ عَلَیَّ ذَنۡۢبٌ فَاَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ ⑭

اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ مجھے قتل کر دیں

قَالَ کَلَّا ۚ فَاذۡهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَکُمۡ مُّسۡتَمِعُوۡنَ ⑮

فرمایا نہیں تم دونوں جاؤ ہماری آیتیں لے کر ہم تمہارے ساتھ سنتے ہیں

فَاۡتِیَا فِرۡعَوۡنَ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ⑯

تو جاؤ فرعون کے پاس اور کہو ہم دونوں رسول ہیں اس کے جو رب ہے جہانوں کا

اَنۡ اَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ⑰

یہ کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو چھوڑ دے

قَالَ اَلَمۡ نُرَبِّکَ فِیۡنَا وَلِیۡدًا وَّ لَبِثۡتَ فِیۡنَا مِنۡ عُمُرِکَ سِنِیۡنَ ⑱

بولا کیا ہم نے تمہیں اپنے یہاں بچپن میں نہ پالا اور تم نے ہم میں اپنی عمر کے کئی سال گزارے

وَ فَعَلۡتَ فَعۡلَتَکَ الَّتِیۡ فَعَلۡتَ وَ اَنۡتَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ ⑲

اور تم نے کیا وہ کام جو تم نے کیا اور تم ناشکرے ہو

قَالَ فَعَلۡتُهَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیۡنَ ⑳

فرمایا میں نے وہ کام کیا جبکہ میں اپنی قوت سے بے خبر تھا

فَفَرَرۡتُ مِنۡکُمۡ لَمَّا خِفۡتُکُمۡ فَوَهَبَ لِیۡ رَبِّیۡ حُکۡمًا وَّ جَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ㉑

تو میں تمہارے ملک سے نکل گیا جبکہ تم سے ڈرا تو بخشا مجھے میرے رب نے حکم اور کیا مجھے رسولوں میں سے

وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٢﴾	اور یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو احسان جتاتا ہے کہ تو نے غلام بنا کر رکھے بنی اسرائیل
قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾	بولا فرعون کیا ہے وہ رب العالمین
قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾	فرمایا وہ رب آسمانوں اور زمین کا ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں یقین ہو
قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾	بولا اپنے حاشیہ نشینوں سے کیا تم نہیں سن رہے
قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾	موسیٰ نے فرمایا وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے
قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾	بولا بے شک وہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ضرور مجنون ہیں
قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾	فرمایا وہ رب ہے مشرق ومغرب کا اور جو اس میں ہے اگر تم میں عقل ہو
قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿٢٩﴾	بولا اے موسیٰ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا مانا تو میں ضرور تمہیں قیدیوں میں ڈال دوں گا
قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾	فرمایا اگر چہ میں تیرے سامنے کوئی روشن چیز لاؤں
قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾	بولا تو، لا وہ چیز اگر تم ہو سچوں سے
فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿٣٢﴾	تو موسیٰ نے عصا ڈال دیا تو وہ اژدھا ہو گیا
وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿٣٣﴾	اور اپنا ہاتھ نکالا تو وہ جگمگانے لگا دیکھنے والوں کی نگاہ میں

حل لغات دوسرا رکوع - سورۃ شعراء - پ ١٩

وَ۔ اور	اِذْ۔ جب	نَادٰى۔ پکارا	رَبُّكَ۔ تیرے رب نے
مُوْسٰى۔ موسیٰ کو	اَنِ۔ یہ کہ	ائْتِ۔ جا	الْقَوْمَ۔ قوم
الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالم کے پاس	قَوْمَ۔ قوم	فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی	اَلَا۔ کیا نہیں
يَتَّقُوْنَ۔ ڈرتے وہ	قَالَ۔ بولا	رَبِّ۔ اے میرے رب	اِنِّيْٓ۔ بے شک میں
اَخَافُ۔ ڈرتا ہوں	اَنْ۔ یہ کہ	يُّكَذِّبُوْنِ۔ مجھے جھٹلائیں	وَ۔ اور
يَضِيْقُ۔ تنگ ہوتا ہے	صَدْرِيْ۔ میرا سینہ	وَ۔ اور	لَا۔ نہیں
يَنْطَلِقُ۔ چلتی	لِسَانِيْ۔ میری زبان	فَاَرْسِلْ۔ تو بھیج	اِلٰى۔ طرف
هٰرُوْنَ۔ ہارون کی	وَ۔ اور	لَهُمْ۔ ان کا	عَلَيَّ۔ مجھ پر

ذَنْۢبٌ۔ الزام ہے	فَاَخَافُ۔ تو میں ڈرتا ہوں	اَنْ۔ یہ کہ	یَّقْتُلُوْنِ۔ مجھے قتل کریں
قَالَ۔ فرمایا	كَلَّا۔ ہرگز نہیں	فَاذْهَبَا۔ جاؤ	بِاٰیٰتِنَآ۔ ہماری آیتیں لے کر
اِنَّا۔ ہم	مَعَكُمْ۔ تمہارے ساتھ	مُّسْتَمِعُوْنَ۔ سنتے ہیں	فَاْتِیَا۔ تو جاؤ
فِرْعَوْنَ۔ فرعون کے پاس	فَقُوْلَآ۔ تو کہو	اِنَّا۔ بے شک ہم	رَسُوْلُ۔ رسول ہیں
رَبِّ۔ رب	الْعٰلَمِیْنَ۔ جہانوں کے	اَنْ۔ یہ کہ	اَرْسِلْ۔ بھیج
مَعَنَا۔ ہمارے ساتھ	بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ اولاد اسرائیل کو		قَالَ۔ بولا
اَلَمْ۔ کیا نہیں	نُرَبِّكَ۔ پالا تجھ کو ہم نے	فِیْنَا۔ اپنے گھر میں	وَلِیْدًا۔ بچپن میں
وَّ۔ اور	لَبِثْتَ۔ رہا تو	فِیْنَا۔ ہمارے اندر	مِنْ عُمُرِكَ۔ اپنی عمر کے
سِنِیْنَ۔ کئی سال	وَ۔ اور	فَعَلْتَ۔ کیا تو نے	فَعْلَتَكَ۔ وہ کام
الَّتِیْ۔ جو	فَعَلْتَ۔ تو نے کیا	وَ۔ اور	اَنْتَ۔ تو ہے
مِنَ الْكٰفِرِیْنَ۔ ناشکروں سے		قَالَ۔ کہا	فَعَلْتُهَآ۔ میں نے کیا تھا
اِذًا۔ اس وقت	وَّ۔ اور	اَنَا۔ میں تھا	مِنَ الضَّآلِّیْنَ ۔ بے خبر
اپنی قوت سے	فَفَرَرْتُ۔ تو میں بھاگ گیا	مِنْكُمْ۔ تم میں سے	لَمَّا۔ جب
خِفْتُكُمْ۔ میں تم سے ڈرا	فَوَهَبَ۔ تو دے دیا	لِیْ۔ مجھے	رَبِّیْ۔ میرے رب نے
حُكْمًا۔ حکم	وَّ۔ اور	جَعَلَنِیْ۔ بنایا مجھے	مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ پیغمبروں
سے	وَ۔ اور	تِلْكَ۔ یہ	نِعْمَةٌ۔ نعمت ہے
تَمُنُّهَا۔ کہ تو احسان رکھتا ہے	عَلَیَّ۔ مجھ پر	اَنْ۔ یہ کہ	عَبَّدْتَّ۔ تو نے غلام بنایا
بَنِیْٓ۔ اولاد	اِسْرَآءِیْلَ۔ یعقوب کو	قَالَ۔ کہا	فِرْعَوْنُ۔ فرعون نے
وَ۔ اور	مَا۔ کون ہے	رَبُّ۔ رب	الْعٰلَمِیْنَ۔ جہانوں کا
قَالَ۔ فرمایا	رَبُّ۔ رب	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور
الْاَرْضِ۔ زمین کا	وَ۔ اور	مَا۔ جو	بَیْنَهُمَا۔ ان کے درمیان ہے
اِنْ۔ اگر	كُنْتُمْ۔ ہو تم	مُّوْقِنِیْنَ۔ یقین کرنے والے	قَالَ۔ بولا
لِمَنْ۔ ان سے	حَوْلَهٗٓ۔ جو اس کے اردگرد تھے		اَلَا۔ کیا نہیں
تَسْتَمِعُوْنَ۔ تم سنتے	قَالَ۔ فرمایا	رَبُّكُمْ۔ رب تمہارا	وَ۔ اور
رَبُّ۔ رب	اٰبَآىِٕكُمُ۔ تمہارے باپ دادا	الْاَوَّلِیْنَ۔ پہلوں کا	قَالَ۔ بولا
اِنَّ۔ بے شک	رَسُوْلَكُمُ۔ تمہارا رسول	الَّذِیْٓ۔ وہ جو	اُرْسِلَ۔ بھیجا گیا
اِلَیْكُمْ۔ طرف تمہاری	لَمَجْنُوْنٌ۔ یقیناً دیوانہ ہے	قَالَ۔ فرمایا	رَبُّ۔ رب
الْمَشْرِقِ۔ مشرق	وَ۔ اور	الْمَغْرِبِ۔ مغرب کا	وَ۔ اور

مَا۔ جو	بَیْنَهُمَا۔ ان کے درمیان ہے		اِنْ۔ اگر
كُنْتُمْ۔ ہوتم	تَعْقِلُوْنَ۔ سمجھتے	قَالَ۔ بولا	لَئِنِ۔ اگر
اتَّخَذْتَ۔ پکڑا تونے	اِلٰهًا۔ کوئی خدا	غَیْرِیْ۔ میرے سوا	لَاَجْعَلَنَّكَ۔ تو کردوں گا
میں تجھے	مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ۔ قیدیوں میں سے		قَالَ۔ فرمایا
اَوَ۔ کیا	لَوْ۔ اگرچہ	جِئْتُكَ۔ لاؤں تیرے پاس	بِشَیْءٍ۔ کوئی دلیل
مُّبِیْنٍ۔ روشن	قَالَ۔ بولا	فَاْتِ۔ لا	بِهٖۤ۔ وہ
اِنْ۔ اگر	كُنْتَ۔ ہے تو	مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔ سچے لوگوں سے	
فَاَلْقٰى۔ تو ڈالا	عَصَاهُ۔ اپنی لاٹھی کو	فَاِذَا۔ تو ناگہاں	هِیَ۔ وہ
ثُعْبَانٌ۔ اژدھا تھا	مُّبِیْنٌ۔ ظاہر	وَّ۔ اور	نَزَعَ۔ کھینچا
یَدَهٗ۔ اپنا ہاتھ	فَاِذَا۔ تو اچانک	هِیَ۔ وہ	بَیْضَآءُ۔ سفید تھا
لِلنّٰظِرِیْنَ۔ دیکھنے والوں کے لئے			

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾۔ اور جب آپ کے رب نے پکارا موسیٰ کو کہ تم ظالم قوم فرعون کے پاس جاؤ وہ کیوں نہیں ڈرتے۔

یہاں سے انبیاء علیہم السلام کے تذکرے شروع ہیں جن میں عبرت انگیز حالات کا بیان ہے۔

یہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے جس میں آپ کا بحکم الٰہی عزوجل فرعون کے پاس بغرض تبلیغ تشریف لے جانا اور انواع واقسام کے معجزات سے اسے لاجواب کرنے کا بیان ہے اور اس کی ڈھٹائی اور ضد کی سزا میں انجام کار اس کا دریائے قلزم میں معہ اپنے لشکریوں کے غرق ہونے کا حال مذکور ہے۔

اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ فرما کر ان کا حال بتایا گیا کہ وہ ظالم قوم قبطی تھی جنہوں نے بنی اسرائیل کی اولاد نرینہ ہزارہا کی تعداد میں قتل کرائی حتیٰ کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کی بھی اس سلسلہ میں باری آئی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرعون کے گھر ہی پرورش کرایا اور آپ تینتیس سال فرعون کے یہاں رہے جس کا مفصل بیان اپنی جگہ پر آئے گا۔

یہاں اجمالاً ذکر ہے کہ آپ مدین سے جب مصر تشریف لائے تو مقام طویٰ پہنچنے پر آپ کو نبوت عطا ہوئی اور فرعون کو تبلیغ کا حکم ہوا کہ وہ کیوں نہیں ڈرتے آپ نے عرض کیا:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾۔ الٰہی مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے اور میرا دل اس سے بھی تنگ ہے کہ میری زبان نہیں چلتی تو ہارون کو بھی رسالت عطا فرمادے۔

یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب آپ فرعون کے یہاں فرزندوں کی طرح پرورش پا رہے تھے ایک روز وہ اپنی تعلیوں کی لے رہا تھا کہ آپ نے اس کی داڑھی پکڑ لی۔ فرعون غضب ناک ہوگیا اور قتل کا حکم جاری کردیا تو فرعون کی بیوی

حضرت آسیہ نے آکر آپ کی جان بچائی اور فرعون سے کہا بچے عموماً نادان ہوتے ہیں ان کے نزدیک آگ اور جواہرات برابر ہوتے ہیں۔ چنانچہ امتحان کے لئے ایک طشت میں آگ ایک میں یاقوت رکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف چھوڑا۔

آپ تو یاقوت کی طرف چلے لیکن بحکم الٰہی عزوجل جبریل امین علیہ السلام نے آپ کے ہاتھ میں آگ دے دی اور آپ نے اسے منہ میں لیا تو زبان پر داغ آ گیا اور ہاتھ جو جلا تھا وہ ید بیضا ہو گیا۔

تو وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ۔ زبان کا نہ چلنا اس کی وجہ میں تھا۔ اسی کو بعض نے لکنت سے تشبیہ دی ہے۔

بعض اس طرف گئے کہ لکنت نہیں تھی مگر آپ کے مزاج میں غضب ناکی تھی اسی کی وجہ سے آپ زیادہ نہیں بول سکتے تھے اسی وجہ میں وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فرمایا کہ جب غصہ سے میرا دل تنگ ہوگا میں بات نہ کر سکوں گا تو میرے ساتھ ہارون کو بھی نبی بنایا جائے۔ پھر عرض کیا:

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾۔ اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے جس سے مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔

یہ الزام وہی ہے جو آپ نے ایک قبطی کو طمانچہ مار دیا تھا اور وہ مر گیا تھا۔ اس کا جواب من جانب اللہ عزوجل یہ ملا کہ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فرمایا یہ ہرگز نہ ہوگا تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تم دونوں کے ساتھ ہیں اور سننے والے ہیں۔

چنانچہ امتثالاً للامر حضرت موسیٰ علیہ السلام روانہ ہوئے حتیٰ کہ وہاں پہنچنے پر حکم ہوا:

فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾

کہ فرعون کے پاس جا کر کہو ہم اللہ رب العالمین کے رسول ہیں۔ (اس لئے آئے ہیں کہ) تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔

چنانچہ آپ نے فرمایا ہم دونوں بھائی رب العالمین کے رسول ہیں۔ اس پر فرعون غضب ناک ہو کر بولا:

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ کیا تم ہمارے زیر پرورش نہ رہے اور اپنی عمر کا حصہ سالوں تم نے ہم میں نہ گزارا اور تم نے وہ کام کیا جو کیا (یعنی قبطی جو ہماری قوم کا تھا اسے مارا) اور تم ہمارے ناشکر گزار ہو۔

آپ نے قانونی پہلو سے جواب دیا۔ حَيْثُ قَالَ:

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾۔ فرمایا ہاں وہ قبطی مر گیا۔ مگر میں نے عمداً اسے قتل نہیں کیا بلکہ بطریق فہمائش اس کے طمانچہ مارا تھا اور مجھے اپنی قوت کا علم نہ تھا کہ وہ قبطی میرے طمانچہ کو بھی برداشت نہ کر سکے گا اور وہ مر گیا۔ پھر جب تو نے مجھ سے بدلہ لینا چاہا۔

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ۔ تو میں اس خوف سے تمہارے پاس سے نکل آیا اور مدین چلا گیا۔

فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ ۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم و قوت عطا کی اور مجھے اپنے رسولوں میں داخل فرمایا۔

اور تو احسان کر رہا ہے تو یہ کیا احسان ہے جو تو جتا رہا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا:

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدتَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۲۲﴾ ۔ یہ بھی کوئی احسان ہے جو تو مجھ پر رکھتا ہے کہ تو بنی اسرائیل کو غلامی کی قید میں رکھے ہوئے ہے۔

مصر کے لوگ عموماً بت پرست تھے۔ ستارہ پرستی میں مبتلا تھے اور فرعون اپنے کو رب العالمین کہلاتا تھا جیسے آج تک ہندو راجہ مہاراجہ اپنے کو ان داتا کہلواتے ہیں تو رب العالمین کا لفظ سن کر چونک اٹھا اور کہنے لگا:

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۲۳﴾ ۔ کہا فرعون نے کیا ہے رب العالمین؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ

قَالَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ ﴿۲۴﴾ ۔ وہ پالنے والا آسمانوں اور زمین کا ہے اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اگر تو یقین کرے۔

تو فرعون نے اپنے حاشیہ نشینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کیا تم سن رہے ہو کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ أَلَا تَسْتَمِعُونَ ﴿۲۵﴾ ۔ جب فرعون نے حیرت سے تمام حاشیہ نشینوں سے کہا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس پر زور دیا اور فرمایا:

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿۲۶﴾ ۔ فرمایا (موسیٰ علیہ السلام نے ہاں ہاں) وہ تمہارا سب کا اور تمہارے پہلے آباء واجداد کا رب ہے۔

تو فرعون کو اور غصہ آیا اور کہنے لگا:

قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ﴿۲۷﴾ ۔ کہ یہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا یقیناً مجنون ہے

تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا:

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۲۸﴾ ۔ فرمایا (موسیٰ علیہ السلام نے) وہ رب مشرق ومغرب ہے اور جو کچھ ان میں ہے سب کا پروردگار ہے اگر تم میں عقل ہو۔

گویا فرعون کو فرمایا کہ بے عقل، مجنون اور پاگل تو ہے اگر عقل سے سوچے اور غور کرے تو تجھے مشرق ومغرب کا رب وہی ثابت ہو جائے۔

اس کے بعد فرعون نے اپنی زبردستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ ﴿۲۹﴾ ۔ اگر تم نے میرے سوا کسی کو خدا مانا تو میں تجھے قیدیوں میں مقید کر دوں گا۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوت معجزانہ کا زور ظاہر کیا اور فرمایا:

قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِينٍ ﴿۳۰﴾ ۔ اگرچہ میں تیرے سامنے روشن چیز لاؤں۔

جب بھی تو ہمیں جیل خانہ میں بھیج دے گا۔ تو فرعون نے کہا:

قَالَ فَأْتِ بِهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۳۱﴾ ۔ اچھا لاؤ وہ روشن چیز اگر تم سچے ہو۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آیات الٰہی عزوجل کا اس طرح مظاہرہ فرمایا:

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾۔

تو آپ نے اپنا عصا مبارک ڈال دیا تو وہ فوراً اژدھا خونخوار کھلم کھلا ہو گیا اور اپنا دست اقدس نکالا تو دیکھنے والوں کی نظروں کو خیرہ کرنے والا سپید نور تھا۔

فرعونی جیل خانہ

عجب ظلم کا پیمانہ تھا کنواں جو اوپر سے تنگ دہاں اور نیچے سے فراخ اس میں ڈال کر اس کنویں کا منہ بند کر دیا جاتا تھا یہ تھا فرعونی جیل خانہ۔

اور بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ عصا اور ید بیضا تھا تو جب وہ عصا اژدھا بن کر لہرانے لگا تو فرعون اور درباری سب بھاگ پڑے اور اس کی خدائی کی قلعی وہیں کھل گئی۔ پھر ید بیضا نے سورج کا نور ماند کر دیا۔

یہ دونوں معجزے دیکھ کر ایمان تو نہ لایا مگر یہ کہنے لگا یہ بڑا جادوگر ہے اور اس کے زور سے یہ تمہارا ملک لینا چاہتا ہے۔

تواریخ اور سیر میں مذکور ہے کہ فرعون کو درباریوں نے مشورہ دیا کہ اس جادو کا مقابلہ ایک دن مقرر کر کے ہونا چاہئے چنانچہ میلے کا دن یا ان کی عید کا دن مقرر ہوا اور اس روز مقابلہ ہوا آخر کار اس میں بھی وہ ذلیل ہوا جس کا مفصل حال اپنی جگہ بیان ہوگا۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع ۔ سورۃ شعراء ۔ پ ۱۹

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى۔ اور یاد فرمائیں جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالتَّقْدِيْرُ عِنْدَ بَعْضِهِمْ وَاذْكُرْ فِيْ نَفْسِكَ وَقْتَ نِدَائِهٖ تَعَالٰى اَخَاكَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَا جَرٰى لَهٗ مَعَ قَوْمِهٖ مِنَ التَّكْذِيْبِ مَعَ تَكْذِيْبِ الْاُمَمِ لِاَنْبِيَائِهِمْ۔

بعض کے نزدیک اس میں مقدر ہے وَاذْكُرْ فِيْ نَفْسِكَ یعنی اے محبوب اپنے دل میں یاد فرمائیں وہ ندا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو دی تھی اور جو کچھ گزرا ان کی قوم کے ساتھ اظہار معجزات کے بعد تا کہ آپ سمجھ لیں کہ تکذیب انبیاء پرانی امتوں سے جاری ہے اور اس سے آپ مطمئن ہوسکیں اور بلبال یعنی شدت غم آپ کے قلب مبارک سے دفع ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ:

اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ ۔ ظالم قوم کی طرف جا جو قوم فرعون ہے۔ یہ کیوں نہیں پرہیزگار بنتے۔

یعنی موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔ گویا یہ کہا گیا: اِئْتِهِمْ قَائِلًا قَوْلِیْ اَلَا تَتَّقُوْنَ انہیں جا کر فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مجھ سے کیوں نہیں ڈرتے۔

تو اس پر موسیٰ علیہ السلام نے تین عذر بارگاہ الٰہی عزوجل میں عرض کئے حَيْثُ قَالَ

قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ ۔ پہلا عذر کیا کہ مجھے ان سے خوف تکذیب ہے۔

وَ يَضِيْقُ صَدْرِىْ۔ اور میرا دل تنگ ہوگا جبکہ وہ تکذیب کریں گے۔

وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ۔ اور میری زبان نہیں چلتی۔

گویا آپ نے عرض کیا رَبِّ اِنِّىْ اَخَافُ تَكْذِيْبَهُمْ اِيَّاىَ وَيَضِيْقُ صَدْرِىْ اِنْفِعَالًا مِّنْهُ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ مِنْ سَجْنِ اللُّكْنَةِ وَقَيْدِ الْعَيِّ بِاِنْقِبَاضِ الرُّوْحِ الْحَيْوَانِيِّ الَّذِىْ تَتَحَرَّكُ بِهِ الْعَضَلَاتُ الْحَاصِلُ عِنْدَ ضِيْقِ الصَّدْرِ وَاغْتِمَامِ الْقَلْبِ۔ الٰہی مجھے ان کے جھٹلانے کا خوف ہے اور اس سے میرا دل تنگ ہوگا اور لکنت کی وجہ سے زبان بھی نہ چلے گی لہٰذا

فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ⑬۔ تو بھیج جبریل امین علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام کی طرف۔

اور انہیں بھی نبی بنا دے اور ان کے ذریعہ میرا بازو مضبوط کردے۔ چنانچہ یہ حال مفصل سورہ قصص میں آیا ہے وَاَخِىْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّىْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِىَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِىْ۔ اس میں مفصل حال بیان ہوگا چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَرْسَلَ مُوْسٰى اِلٰى هٰرُوْنَ وَكَانَ بِمِصْرَ حِيْنَ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى مُوْسٰى نَبِيًّا بِالشَّامِ۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہارون کی طرف بھیجا آپ مصر میں تھے اور موسیٰ علیہ السلام شام میں نبی بنائے گئے۔

ابن ابی حاتم سدی رحمہما اللہ سے راوی ہیں: قَالَ اَقْبَلَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَسَارَ بِهِمْ نَحْوَ مِصْرَ حَتّٰى اَتَاهَا لَيْلًا فَتَضَيَّفَ عَلٰى اُمِّهٖ وَهُوَ لَا يَعْرِفُهُمْ فِىْ لَيْلَةٍ كَانُوْا يَاْكُلُوْنَ الطُّفَيْشَلَ فَنَزَلَتْ فِىْ جَانِبِ الدَّارِ فَجَاءَ هٰرُوْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا اَبْصَرَ ضَيْفَهٗ سَاَلَ عَنْهُ اُمَّهٗ فَاَخْبَرَتْهُ اَنَّهٗ ضَيْفٌ فَاَرْعَاهُ فَاَكَلَ مَعَهٗ فَلَمَّا قَعَدَا تَحَدَّثَا فَسَاَلَهٗ هٰرُوْنُ مَنْ اَنْتَ قَالَ اَنَا مُوْسٰى فَقَامَ كُلٌّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِلٰى صَاحِبِهٖ فَاعْتَنَقَهٗ فَلَمَّا اَنْ تَعَارَفَا قَالَ لَهٗ مُوْسٰى يَا هٰرُوْنُ انْطَلِقْ مَعِىَ اِلٰى فِرْعَوْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَرْسَلَنَا اِلَيْهِ قَالَ هٰرُوْنُ سَمْعًا وَّ طَاعَةً فَقَامَتْ اُمُّهُمْ فَصَاحَتْ وَ قَالَتْ اُنْشِدُكُمَا بِاللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ لَّا تَذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ فَيَقْتُلُكُمَا فَاَبَيَا فَانْطَلَقَا اِلَيْهِ لَيْلًا۔ الخبر

موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے ساتھ مصر تشریف لائے اور شب اپنی والدہ رعیہ بنت ثعلبہ کے یہاں اترے لیکن آپ کی والدہ نے رات کی وجہ سے ان کو نہ پہچانا۔ محض مہمان کی حیثیت سے طفیشل جو سالن کی طرح ایک ترکاری ہوتی ہے ان کو کھلائی۔ ابھی یہ گھر کے ایک کونہ میں ٹک رہے تھے کہ حضرت ہارون علیہ السلام آگئے آپ نے گھر میں نو واردوں کو دیکھ کر اپنی والدہ سے پوچھا انہوں نے فرمایا یہ مہمان ہیں حضرت ہارون علیہ السلام بھی ان کے ساتھ کھانے پر بیٹھ گئے اور گفتگو کرتے رہے۔ اثناء گفتگو آپ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا نام بتایا تو پھر معانقہ کیا۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہارون میرے ساتھ فرعون کی طرف چلو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی نبی بنا دیا ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا مجھے امتثال امر میں کوئی عذر نہیں۔ آپ کی والدہ نے جب سنا وہ پکاریں اور بولیں تم دونوں کو میں اللہ کی قسم دیتی ہوں کہ فرعون کی طرف نہ جانا وہ تمہیں قتل کردے گا۔ یہ سن کر موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے والدہ سے عرض کیا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا ہم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہیں۔

غرضکہ رات ہی میں فرعون کے محل کا دروازہ جا کر کھٹکھٹایا۔

اور وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ سے مراد وہ قتل قبطی کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو فرعون کا طباخ تھا اور سبطی جو آپ کی جماعت کا ایک آدمی تھا لکڑیوں کا گٹھا لے کر آرہا تھا تو اس قبطی نے اسے مجبور کیا کہ یہ گٹھا مطبخ میں لے چلو۔ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ۔ تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو آتے دیکھ کر استغاثہ کیا آپ نے اسے سمجھایا کہ اگر یہ گٹھا لینا ہے تو اس کی قیمت ادا کر کے لے لو اس نے کہا آپ کو معلوم نہیں میں فرعون کے مطبخ کا داروغہ ہوں مجھے حق ہے کہ میں بیگار میں اسے پکڑلوں آپ کو غصہ آیا اور اس کے طمانچہ رسید کردیا چنانچہ ارشاد ہے:

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ۔ آپ کے طمانچہ سے وہ وہیں ڈھیر ہو کر رہ گیا اور مرگیا آپ نے اس کی موت دیکھ کر فرمایا: هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ۔ یہ تو شیطانی کام ہو گیا اور وہ تو کھلم کھلا دشمن ہے یہ مفصل قصہ سورہ قصص میں مذکور ہے۔

مختصر یہ کہ باری تعالیٰ کی طرف تسلی دی گئی اور ارشاد ہوا:

قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا تم دونوں جاؤ ہماری نشانیوں کے ساتھ ہم تمہارے ساتھ ہیں سب کچھ سننے والے ہیں۔

اس آیۂ کریمہ میں روعِ خوف اور مزید تسلیہ اور کمال حفظ کی ضمانت ہے جیسے دوسری جگہ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى فرمایا گیا ہے چنانچہ اس کے بعد حکم الٰہی عزوجل ہوا۔

فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾۔ تو دونوں (بے خوف وخطر) فرعون کے پاس جاؤ اور کہو ہم اللہ رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ

اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾۔ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ كَانَ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ قَدِ اسْتَعْبَدُوْا اَرْبَعَمِائَةِ سَنَةٍ۔ اس سے یہ مراد تھی کہ بنی اسرائیل کو آزاد کرا کر اپنے مسکن فلسطین میں لے جائیں اور بنی اسرائیل کو مسکن (مطن) سے علیحدہ ہوئے چار سو سال گزر چکے تھے۔

وَالْمُرَادُ خَلِّهِمْ يَذْهَبُوْا مَعَنَا اِلٰى فَلَسْطِيْنَ وَ كَانَ مَسْكَنُهُمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ۔

تو جب موسیٰ وہارون علیہما السلام فرعون کے دروازے پر پہنچے تو فرعون نے ایک سال تک ملنے کی اجازت نہیں دی حتی کہ بواب یعنی چوکیدار نے فرعون سے کہا:

اِنَّ هٰهُنَا اِنْسَانًا يَّزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ لَعَلَّنَا نَضْحَكُ مِنْهُ فَاَذِنَ لَهٗ فَدَخَلَا فَاَدَّيَا اِلَيْهِ الرِّسَالَةَ فَعَرَفَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ۔

یہاں ایک آدمی آیا ہوا ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ رب العالمین کا رسول ہے۔ فرعون بولا اچھا اسے آنے دو ذرا اس سے مذاق ہی رہے گا تو انہیں اجازت دی اور دونوں دربار میں تشریف لائے اور فرائض رسالت اس تک پہنچائے تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچان لیا اور کہنے لگا:

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾۔ کیا تم وہی نہیں ہو جسے ہم نے بچپن سے پالا اور تم ہم میں اپنی عمر کے کئی سال گزار چکے ہو اور تم نے وہ کام کیا جو

کیا اور تم ناشکرے ہو۔

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب تابوت میں لٹا کر دریائے نیل میں آپ کی والدہ نے ڈالا تو وہ تابوت فرعون کے ہاتھ آ گیا اس نے دیکھا کہ اس میں نہایت قوی تنومند ایک بچہ ہے اس کا ذہن تو صحیح نتیجہ اخذ کر چکا تھا اس نے فوراً ارباب مجلس اور درباریوں سے کہہ دیا تھا کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی خبر مجھے نجومی دے چکے ہیں اسے ابھی قتل کر ڈالیں لیکن آسیہ جو فرعون کی بیوی تھی حائل ہوئیں اور انہوں نے کہا کہ تیری تو اولاد نہ ہوئی ہے نہ ہوگی اور اتنی زبردست سلطنت کے لئے تجھے ولی عہد کرنا ہے۔

لٰہذا اگر یہ بچہ وہی ہے جس کی نجومی پیشگوئی کر چکے ہیں تو کیا حرج ہے تو اسے پرورش کر وہ تیرے مقابلہ میں حصول سلطنت کے لئے ہی آتا جب اسے بلا کسی مقابلہ کے سلطنت مل جائے گی تو وہ تیرا کیوں مقابلہ کرے گا ادھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ۔ ہم نے محبت وتسخیر کی قوت موسیٰ میں ڈال دی تھی۔ چنانچہ فرعون نے ارادہ قتل ترک کر کے دایہ تلاش کرائیں تو وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ ہم نے تمام دودھ پلانے والیاں ان پر حرام کر دی تھیں چنانچہ آپ نے کسی کا دودھ نہ لیا آخرش آپ کی بہن جو اس تابوت کے ساتھ ساتھ کنارے کنارے نیل کے گئی تھیں وہ بولیں:

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ کیا میں تمہیں بتاؤں جو اس بچے کی کفالت کر سکے اس کی تفصیل سورہ قصص میں آ رہی ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس تیس سال رہے پھر مدین تشریف لے آئے۔ یہاں دس سال قیام فرما کر واپس ہوئے اور بنی اسرائیل کو تیس سال تبلیغ فرمائی پھر آپ بعد مقابلہ ساحرین وغرق فرعون پچاس سال انہیں میں رہے۔

اس روایت کو آلوسی رحمہ اللہ ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:

قِیْلَ لَبِثَ فِیْهِمْ ثَلَاثِیْنَ سَنَةً ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى مَدْیَنَ وَاَقَامَ بِهٖ عَشْرَ سِنِیْنَ ثُمَّ عَادَ اِلَیْهِمْ یَدْعُوْهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثَلَاثِیْنَ سَنَةً ثُمَّ بَقِیَ بَعْدَ الْغَرَقِ خَمْسِیْنَ۔

اور ایک قول یہ ہے:

لَبِثَ فِیْهِمْ اثْنَیْ عَشَرَةَ سَنَةً فَفَرَّ بَعْدَ اَنْ وَكَزَ الْقِبْطِیَّ اِلٰى مَدْیَنَ فَاَقَامَ بِهٖ عَشْرَ سِنِیْنَ یَرْعٰى غَنَمَ شُعَیْبٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ ثُمَّ ثَمَانِیْ عَشَرَ سَنَةً بَعْدَ بِنَائِهٖ عَلٰى امْرَاَتِهٖ بِنْتِ شُعَیْبٍ فَكَمُلَ لَهٗ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً فَبَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ عَادَ اِلَیْهِمْ یَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ عَزَّوَ جَلَّ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

آپ بارہ سال فرعون کے یہاں رہے پھر ایک قبطی کے طمانچہ مارا وہ مر گیا تو مدین کی طرف تشریف لے آئے یہاں دس سال شعیب علیہ السلام کی بکریاں چراتے رہے پھر اٹھارہ سال شادی کے بعد، جب کہ شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے عقد ہو چکا، رہے اس طرح چالیس سال پورے کر کے وہاں سے واپس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وادی طویٰ میں آپ کو تاج نبوت سے مشرف کیا پھر آپ مصر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی عبودیت کی دعوت دیتے رہے۔ واللہ اعلم۔

تو آج فرعون نے وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ کہہ کر وہ واقعہ یاد دلایا آپ نے اس کا جواب قانونی طور پر دیا نہایت

سنجیدہ طریق سے۔

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ ۔فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے وہ میں نے کیا اس وقت کہ میں بے خبر تھا۔

آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں فرماتے ہیں:

وَ اَقَرَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْقَتْلِ ثِقَةً بِحِفْظِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَهٗ وَ قَيَّدَ الْفِعْلَ بِمَا يَدْفَعُ كَوْنَهٗ قَادِحًا فِى النُّبُوَّةِ وَ هِىَ جُمْلَتُهٗ وَاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اقرار فرمایا اپنے پاک ہونے کی بنا پر اور اس مضبوطی پر جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر آپ کو حاصل تھی اور اس فعل کو ایسی صورت کے ساتھ مقید کیا جس سے نبوت پر کوئی حرف نہ آئے اور وہ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ تھا۔

اور لفظ ضَالِّيْنَ پر آلوسی بارہ توجیہات فرماتے ہیں اور اس سے قبل ضالین کی لغوی تحقیق ہم کسی جگہ کر چکے ہیں۔

۱۔ ضَالِّيْنَ — اَىْ جَاهِلِيْنَ۔ یعنی ہم بے خبر تھے۔ ابن عباس ابن مسعود علیہم رضوان۔

۲۔ مَرْوِىٌّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاقْرَاتُهٗ تَفْسِيْرَ وَلَا الضَّالِّيْنَ۔

۳۔ وَاَرَادَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذٰلِكَ مَا رُوِىَ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ فَعَلَ ذٰلِكَ جَاهِلًا بِهٖ غَيْرَ مُعْتَمِدٍ اِيَّاهُ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّمَا يَعْتَمِدُ الْوَكْزَ لِلتَّادِيْبِ فَاَدّٰى اِلٰى مَا اَدّٰى۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے طمانچہ کی قوت سے بے خبر تھے آپ نے وہ طمانچہ بغرض تادیب مارا تھا مگر اس کا نتیجہ قتل ہو گیا۔ یہ جرم قتل نہیں ہوا۔

۴۔ ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں: اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ کے معنی وَ اَنَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ بِاَنَّ وَ كْزَتِىْ تَاْتِىْ عَلٰى نَفْسِهٖ مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ میرا طمانچہ اس کی جان پر پڑ جائے گا۔

۵۔ وَ قِيْلَ الْمَعْنٰى فَعَلْتُهَا مُقْدِمًا عَلَيْهَا مِنْ غَيْرِ مُبَالَاةٍ بِالْعَوَاقِبِ عَلٰى اَنَّ الْجَهْلَ بِمَعْنَى الْاِقْدَامِ مِنْ غَيْرِ مُبَالَاةٍ۔

۶۔ کسی نے اس محاورہ کو شعر میں ادا کیا ہے:

اَلَا لَايَجْهَلَنْ اَحَدٌ عَلَيْنَا فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِيْنَا

۷۔ قِيْلَ اِنَّ الضَّلَالَ هٰهُنَا الْمَحَبَّةُ كَمَا فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّكَ لَفِىْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ۔ ضلال بمعنی محبت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

۸۔ وَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَتَلَ الْقِبْطِىَّ غَيْرَةً لِلّٰهِ حَيْثُ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمُحِبِّيْنَ لَهٗ عَزَّ وَجَلَّ۔ آپ نے وہ طمانچہ غیرت الٰہی سے مارا کہ وہ مشرک تھا اور سبطی مسلمان اور آپ محبین الٰہی سے تھے۔

۹۔ بعض نے کہا: اَرَادَ مِنَ الضَّالِّيْنَ بِالشَّرَائِعِ وَ فَسَّرَ الضَّلَالَ بِذٰلِكَ فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔ ضالین سے مراد احکام شرعیہ سے بے خبری مراد ہے۔ جیسے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى میں۔

۱۰۔ ابو عبیدہ رحمہ اللہ اس سے مراد محض نسیان لیتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى۔

۱۱۔ بعض نے کہا: اَلْمُرَادُ فَعَلْتُهَا نَاسِيًا حُرْمَتَهَا۔ یہ کام بھولے سے ہوا کہ مارنا حرام تھا۔
۱۲۔ بعض نے کہا میں بھول گیا کہ میرا طمانچہ یہ برداشت نہ کر سکے گا اور مر جائے گا۔

اور اس کی بقیہ تفصیل انشاء اللہ عزوجل سورہ قصص میں آ جائے گی۔ آگے ارشاد ہے:

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ - اَىْ خَرَجْتُ هَارِبًا۔ میں نکل بھاگا اس خوف سے کہ تو مجھے تکلیف پہنچائے گا اس لئے کہ مجھے معلوم ہو چکا تھا اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ۔ بے شک دربار والے میرے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں۔ تو یہ خوف مجھے ہوا۔

فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ ۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرما کر مجھے رسولوں سے کیا۔

حُكْمًا پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَىْ نُبُوَّةً اَوْ عِلْمًا – وَ فَهْمًا لِلْاَشْيَآءِ عَلٰى مَا هِىَ عَلَيْهِ وَالْاَوَّلُ مَرْوِيٌّ عَنِ السُّدِّىْ۔ حکم سے مراد نبوت یا علم یا فہم اشیاء ہے یہ قول سدی رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

وَ تَاوَّلَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ اَرَادَ عِلْمًا هُوَ مِنْ خَوَاصِ النُّبُوَّةِ فَيَكُوْنُ الْحُكْمُ بِهٰذَا الْمَعْنٰى اَخَصُّ مِنْهُ۔ بعض نے کہا اس سے مراد وہ علم ہے جو خواص نبوت سے ہے تو حکم اس معنی میں اخص ہے۔

وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِشَارَةٌ اِلٰى ظَاهِرِ الْاَوَّلِ مِنْ تَفْسِيْرِ الْحُكْمِ دَلَّ تَفَضَّلَهٗ تَعَالٰى عَلَيْهِ بِرُتْبَةٍ هِىَ فَوْقَ رُتْبَةِ النُّبُوَّةِ اَعْنِىْ رُتْبَةَ الرِّسَالَةِ۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حکم وہ فضیلت علم ہے جو نبوت کے رتبہ سے بلند ہے اس لئے یوں نہیں فرمایا فَوَهَبَ لِىْ رَبِّىْ حُكْمًا وَّ رِسَالَةً اَوْ وَ جَعَلَنِىْ رَسُوْلًا عِظَامًا لِاَمْرِ الرِّسَالَةِ۔ کہ مجھے اللہ نے حکم اور رسالت عطا فرمائی اور مجھے امر رسالت پر عظمت بخشی۔

اور فرعون پر یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ رسالت موسیٰ علیہ السلام کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہ سنت الٰہی عزوجل سے ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ آپ نے فرعون سے فرما دیا کہ قتل مسلم کی نسبت میری طرف نہیں ہو سکتی۔

دوسرے میری نبوت پر اس سے قدح نہیں آتی اس لئے کہ یہ قبل نبوت کا فعل ہے اور وہ بھی بلا عمد قتل ہے اس لئے کہ میرا طمانچہ بغرض تادیب تھا نہ کہ بغرض قتل کافر۔

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ ۔ اور یہ بھی کوئی احسان ہے جو تو جتا رہا ہے با آنکہ تو نے بنی اسرائیل کو غلامی کی ذلت میں رکھا۔

یعنی یہ تو تیرا احسان نہیں کہ مجھے پرورش کیا۔ نہ تو بنی اسرائیل کو غلامی کی ذلت دیتا اور نہ تو ان کی اولاد ذکور کو قتل کراتا نہ میں تجھ تک آتا۔ تو آیہ کریمہ کے یہ معنی ہوئے: تِلْكَ نِعْمَةٌ تَعُدُّهَا عَلَيَّ فَلَيْسَ هُنَاكَ جو یہ احسان تو جتا رہا ہے یہ احسان نہیں بلکہ ظلم ہے کہ عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اس لئے کہ تو نے بنی اسرائیل کو ذلیل کیا انہیں غلام بنایا۔ تو حاصل معنی یہ ہوئے:

اِنَّ مَا ذَكَرْتَ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَ هِىَ فِى الْحَقِيْقَةِ نَقْمَةٌ حَيْثُ كَانَتْ بِسَبَبِ اِذْلَالِ قَوْمِىْ وَقَصْدِكَ اِيَّاهُمْ بِذَبْحِ اَبْنَائِهِمْ وَلَوْلَا ذَالِكَ لَمْ اَحْصِلْ بَيْنَ يَدَيْكَ وَلَمْ اَكُنْ فِىْ مَهْدِ تَرْبِيَتِكَ۔

یعنی تو جو بات کر رہا ہے وہ ظاہر میں اگرچہ تیرا احسان ہے لیکن حقیقتاً وہ عذاب تھا اس لئے کہ تو نے بنی اسرائیل کو ذلیل کیا اور ان کی اولاد ذکور کو قتل کرایا اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تیری زیر پرورش نہ آتا اپنے ہی والدین کے یہاں پلتا اور رہتا۔

تو میں ناشکرا نہیں البتہ تو ظالم اور خاطی تھا۔ یعنی فرعون نے جب موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کا احسان رکھا تو آپ نے اس کا جواب دیا کہ اگر خالص احسان ہوتا تو احسان تھا میری پرورش تیرے یہاں خاص وجہ سے ہوئی وہ یہ کہ تو نے بنی اسرائیل کو ذلیل کر کے انہیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ان پر قانون چلایا کہ ان میں جو لڑکا ہو وہ مار دیا جائے۔

اگرچہ وہ محض نجومیوں کے توہمات کے ماتحت ہی ایسا کیا کہ انہوں نے تجھے کہا کہ اس سال ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جو تجھ سے تیری سلطنت کو غارت کر دے گا۔ تو نے قادر مطلق کی تقدیر کو نہ مانا اور اپنا نظام مقدم رکھ کر بچے قتل کرا ڈالے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت یہ دکھائی کہ جس سے تجھے اپنی سلطنت کا خطرہ تھا اس نے تیرے ہی گھر میں پرورش کرایا اور تیرا نظام قتل درہم برہم ہو گیا۔

میری پیدائش اس سال ہوئی کہ میری والدہ نے صندوق میں رکھ کر مجھے دریائے نیل میں ڈال دیا اور وہ صندوق تیرے محل سرا میں بہتا ہوا پہنچا تیری بیوی آسیہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے رحم ڈالا اور اس نے مجھے اس صندوق سے نکال کر پرورش کیا۔

تو یہ تمام باتیں بنی اسرائیل کے ساتھ ظلم و استبداد کی وجہ میں ہوئیں نہ بنی اسرائیل پر تیرا یہ ظلم ہوتا نہ میں تیرے ملک میں پیدا ہوتا نہ میری والدہ مجھے دریا میں ڈالتیں نہ میں تیرے محل تک پہنچتا نہ تیرے یہاں میری پرورش ہوتی تو میری پرورش کی اصل وجہ تیرا ظلم ہے جو تو نے بنی اسرائیل پر کیا تو جب ظلم اصل وجہ پرورش ہوا تو ایسی پرورش کا احسان رکھنا بے عقلی ہے۔ بلکہ قدرت قادر پر ایمان لانا چاہئے۔ اس کا جواب فرعون کچھ نہ دے سکا اور بطریق تحکم اپنی جابرانہ شان میں کہنے لگا:

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۳﴾ ۔ بولا فرعون رب العالمین کیا ہے۔

گویا فرعون نے کہا: ءَ اَنْتَ الرَّسُوْلُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ کیا تم رسول ہو اور رب العالمین کیا ہے؟

اس واقعہ کو اول سورہ طٰہٰ میں بیان فرمایا پھر سورۂ شعراء کا ذکر آیا پھر سورہ قصص میں بیان ہوا۔ تو اس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ﴿۲۴﴾ ۔ وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا رب ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

یعنی وہ رب عناصر و عنصریات کا ہے اگر تو یقین کرنے والا ہو تو مان ورنہ بے ایمان کا بے ایمان ہے۔

تو یہ جواب سن کر فرعون چکرایا کہ اس سے میری قوم منحرف نہ ہو تو کہنے لگا جس کا ذکر آ گے ہے:

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ ۔ اپنے درباریوں کو مخاطب کر کے بولا کیا تم نہیں سنتے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اور وضاحت سے فرمایا:

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۶﴾ ۔ وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا ہے تو فرعون جھنجھلا کر کہنے لگا اور استہزاء کرنے لگا:

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ ۔ بے شک تمہارا وہ رسول جو آیا ہے یقیناً مجنون ہے تو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا رد کرنے کو فرمایا۔

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ ۔فرمایا وہی رب مشرق اور مغرب کا ہے اور جو کچھ ان میں ہے اگر تجھے عقل ہو۔

اس میں تصریح فرمائی گئی کہ تغیرات احوال واوضاع کہ کبھی روشن ہو کبھی مظلم یہ سب شروق الشمس وغروب پر موقوف ہے اور یہ سب حرکات سماویہ سے وابستہ ہیں مگر تجھے عقل ہو تو سمجھے اور جبکہ تو بے عقل ہے تو تیری سمجھ میں یہ کیسے آئے۔

وَلَمَّا سَمِعَ اللَّعِيْنُ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تِلْكَ الْمَقَالَاتِ الْمَبْنِيَّةَ عَلٰى اَسَاسِ الْحِكَمِ الْبَالِغَةِ وَشَاهَدَ شِدَّةَ حَزْمِهٖ وَ قُوَّةَ عَزْمِهٖ عَلٰى تَمْشِيَةِ اَمْرِهٖ۔ جب فرعون لعین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ بیان سنا جو اساس نبوت تھا اور آپ کا حزم وعزم دیکھا تو اس نے بھی اپنی قوت حاکمہ کا ڈراوا دیا اور کہا:

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ ۔(موسیٰ) اگر تم نے میرے سوا کوئی خدا ٹھہرایا تو میں آپ کو قید کر دوں گا۔

فرعونی جیل خانہ کی نسبت آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ كَانَ عَلَيْهِ اللَّعْنَةُ يَطْرَحُهُمْ فِيْ هُوَّةٍ عَمِيْقَةٍ قِيْلَ عُمْقُهَا خَمْسُمِائَةِ ذِرَاعٍ وَ فِيْهَا حَيَّاتٌ وَ عَقَارِبُ حَتّٰى يَمُوْتُوْا هٰذَا۔

اس خبیث نے جیل خانہ دنیا سے انوکھا رکھا تھا۔

یہ ایک گہرے کنویں میں ڈال دیتا تھا۔ ہوہ عربی میں گہرے گڑھے کو کہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے فرعونی جیل خانہ پانچ سو گز گہرا تھا اور اس میں سانپ اور بچھو تھے جو اس میں ڈالا جاتا وہ مرجاتا تھا۔

اس میں اختلاف ہے کہ

اِنَّ اللَّعِيْنَ هَلْ كَانَ يَعْلَمُ اَنَّ لِلْعَالَمِ رَبًّا هُوَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَوْلَا۔ فرعون لعین کیا یہ جانتا تھا کہ عالم کا رب ہے اور وہ اللہ عزوجل ہے یا نہیں؟

فَقَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ يَعْلَمُ ذَالِكَ بِدَلِيْلِ قَوْلِهٖ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَاۤءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔

وَ مِنْهُمْ مَنِ اسْتَدَلَّ بَطَلَبِهٖ شَرْحَ الْمَاهِيَّةِ زَعْمًا مِنْهُ اَنَّ فِيْهِ الْاِعْتِرَافَ بَاَصْلِ الْوُجُوْدِ۔

بعض نے کہا وہ اللہ کو جانتا تھا جب ہی تو اس نے کہا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَاۤءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

اور بعض نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو جانتا تھا لیکن اس کی ماہیت وجود معلوم کرنے کے لئے مَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کہا۔

اور بعض نے کہا: اِنَّ اِدِّعَاءَهُ الْاُلُوْهِيَّةَ وَ قَوْلَهٗ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى اِنَّمَا كَانَ لَاهًا بِالْقَوْمِ الَّذِيْنَ اسْتَخَفَّهُمْ وَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ عَنِ اعْتِقَادٍ وَّ كَيْفَ يَعْتَقِدُ اَنَّهٗ رَبُّ الْعَالَمِ وَهُوَ يَعْلَمُ بِالضَّرُوْرَةِ اَنَّهٗ وُجِدَ بَعْدَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ وَ مَضٰى عَلَى الْعَالَمِ اُلُوْفٌ مِّنَ السِّنِيْنَ وَ هُوَ لَيْسَ فِيْهِ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ اِلَّا مُلْكُ مِصْرَ وَلِذَا قَالَ شُعَيْبٌ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا جَاءَهٗ فِيْ مَدْيَنَ لَا تَخَفْ بَخَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ۔

فرعون کا دعویٰ الوہیت اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہنا محض رعب تھا تا کہ اس قوم پر غالب رہے جسے دبا کر رکھ چھوڑا تھا اور اس کا یہ عقیدہ نہیں تھا اور وہ کیسے یہ عقیدہ رکھتا کہ وہ رب عالم ہے جبکہ اسے لازمی طور پر علم تھا کہ اس سے قبل بھی رب العالمین تھا اور ہزاروں سال ایسے گزرے کہ اس کا وجود ہی نہ تھا اور وہ جب تھا تو صرف مصر کا بادشاہ تھا اسی وجہ میں حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا جبکہ وہ مصر سے مدین آئے کہ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ تو معلوم ہوا کہ حکومت فرعونی مدین میں نہ تھی۔

وَ قَالَ بَعْضُهُمْ اَنَّهٗ كَانَ جَاهِلًا بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَ مَعَ ذٰلِكَ لَا يَعْتَقِدُ فِيْ نَفْسِهٖ اَنَّهٗ خَالِقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا فِيْهِمَا بَلْ كَانَ دَهْرِيًّا نَافِيًا لِلصَّانِعِ سُبْحَانَهٗ مُعْتَقِدًا وُجُوْبَ الْوُجُوْدِ بِالذَّاتِ لِلْاَفْلَاكِ وَاِنَّ حَرَكَتَهَا اَسْبَابٌ لِحُصُوْلِ الْحَوَادِثِ۔

بعض نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے جاہل تھا اور اس کے ساتھ ہی اپنے کو بھی خالق سماوات والارض نہیں مانتا تھا بلکہ وہ خالص دہریہ تھا اور صانع کا منکر اس کا عقیدہ وجوب وجود بالذات کا تھا آسمانوں کے ساتھ اور حرکت سماوی کو ہی اسباب حصول حوادث جانتا تھا۔

وَ يَعْتَقِدُ اَنَّ مَنْ مَّلَكَ قُطْرًا وَّ تَوَلّٰى اَمْرَهٗ لِقُوَّةِ طَالِعَةٍ اِسْتَحَقَّ الْعِبَادَةَ مِنْ اَهْلِهٖ وَ كَانَ رَبًّا لَّهُمْ وَ لِهٰذَا خَصَّصَ الْاُلُوْهِيَّةَ وَ الرُّبُوْبِيَّةَ وَلَمْ يَعُمَّهَا حَيْثُ قَالَ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ - وَاَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ اور فرعون کا عقیدہ تھا کہ جو ایک چپہ زمین کا مالک ہو اور حکومت اس کے طالع سے حاصل ہو جائے وہ مستحق عبادت ہے اپنی رعایا سے اور فرعون بھی ایسا ہی رب تھا اور اسی بنا پر اس نے الوہیت و ربوبیت کو والیان ملک کے لئے مختص کر رکھا تھا اور اس منصب کو ایسوں کے علاوہ کسی کے لئے عام نہیں کیا جیسا کہ اس نے کہا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔

وَ جُوِّزَ اَنْ يَّكُوْنَ حُلُوْلِيَّةً اَلْقَائِلِيْنَ بِحُلُوْلِ الرَّبِّ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى فِيْ بَعْضِ الذَّوَاتِ وَ يَكُوْنُ مُعْتَقِدًا حُلُوْلَهٗ عَزَّوَجَلَّ وَلِذٰلِكَ سَمّٰى نَفْسَهٗ اِلٰهًا۔ بعض نے یہ مانا کہ وہ حلولیہ تھا اور اس کا قائل کہ اللہ تعالیٰ بعض وجودوں میں حلول کرتا ہے اور اپنے لئے بھی حلول مانتا تھا اسی بنا پر اس نے اپنے کو الٰہ کہلوانا چاہا۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے انانیت فرعون دیکھی اور اس کی کج خلقی صاف نظر آنے لگی تو فرمایا:

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ ۔ تو جیل میں ڈالے گا اگر چہ میں تجھے اپنے دعویٰ کی تصدیق پر واضح چیز پیش کروں۔

اس سے مراد آپ کی اظہار معجزہ تھی گویا آپ نے فرمایا: اَتُقِرُّ بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَبِرِسَالَتِيْ اِنْ جِئْتُكَ بَعْدَ الْاِحْتِجَاجِ بِالْبَرَاهِيْنِ الْقَاهِرَةِ وَالْمُعْجِزَاتِ الْبَاهِرَةِ الظَّاهِرَةِ۔ کیا تو واحدانیت الٰہی اور میری رسالت تسلیم کر لے گا اگر میں براہین قاہرہ اور معجزات باہرہ ظاہر طور پر پیش کروں۔

یہی مضمون سورۃ اعراف میں بھی آچکا ہے: قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ ۔ تو جب فرعون نے یہ جواب سنا تو کہنے لگا جس کا تذکرہ آگے

ہے۔

قَالَ فَأْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۔ کہنے لگا اگر تم سچے ہو تو لاؤ وہ برہان کیا ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک اٹھایا اور

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ ۔ اسے ڈال دیا تو وہ اژدھا خونخوار ہو گیا۔

ثعبان، اعظم حیات سے ہوتا ہے اس کا مبداء اشتقاق ثَعَبَ مَاءٌ سے ہے جب کہ پانی نہایت تیزی سے بہنے لگے۔

اور یہ عصا کا اژدھا ہو جانا محض تخیل میں نہ تھا جیسا کہ جادو کے ذریعہ ہوتا ہے بلکہ حقیقتاً وہ اپنی عصا کی شان سے ثعبان کی صورت میں منقلب ہوا اور یہ قدرت الٰہی سے کچھ بعید نہیں کہ وصف عصائی سلب فرما کر اس میں ثعبانی صفت عطا فرمادے۔

ایک روایت ہے کہ عصا اژدھا بن کر آسمان کی طرف بقدر ایک میل کے اڑا پھر اتر کر فرعون کی طرف متوجہ ہوا اور بولا اے موسیٰ! (علیہ السلام) کیا حکم ہے اسے فنا کردوں یہ سن کر فرعون گھبرایا اور بولا موسیٰ (علیہ السلام) اس کی قسم جس نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا اسے پکڑو آپ نے پکڑ لیا وہ عصا ہو گیا۔

یہ معجزہ دیکھ کر درباری معہ اپنے خدا فرعون کے بھاگ پڑے۔ پھر آپ نے

وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ ۔ اپنی بغل سے دست اقدس نکالا تو وہ اتنا منور تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔

روایت ہے کہ عصا کا اژدھا دیکھ کر فرعون بولا: هَلْ لَّكَ غَيْرُهَا۔ اس کے سوا کچھ اور بھی ہے۔

اس وقت آپ نے اپنی بغل سے ہاتھ نکالا فرعون بولا یہ کیا ہے آپ نے فرمایا: يَدِیْ فَاَدْخَلَهَا فِیْ اِبْطِهٖ ثُمَّ نَزَعَهَا وَلَهَا شُعَاعٌ يَكَادُ يُغْشِي الْاَبْصَارَ۔ یہ میرا ہاتھ ہے پھر اسے بغل سے نکالا تو اس کی شعاعیں اتنی جگمگائیں کہ آنکھیں بند ہو گئیں۔

اس کی مفصل کیفیت بیان ہو چکی دیکھو سورہ اعراف

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾	بولا اپنے سردار قوم سے بے شک یہ علم سحر میں بڑا فائق ہے
يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾	یہ چاہتا ہے کہ تمہیں نکال دے تمہارے ملک سے جادو کے ذریعہ تو تمہارا کیا خیال ہے
قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾	بولے مہلت دے اسے اور اس کے بھائی کو اور بھیج شہروں میں جمع کرنے کے لئے
يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾	تا کہ آئیں تیرے پاس بڑے ماہر جادوگر لے کر
فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾	تو جمع کئے گئے جادوگر ایک مقررہ دن کے لئے
وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾	اور کہا گیا لوگوں کو کیا تم جمع ہو گے
لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾	شاید ہم اتباع کریں جادوگروں کا اگر وہ گروہ غالب آ گئے

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَىِٕنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۱﴾	تو جب جادوگر آئے تو بولے فرعون سے کہ اگر ہم غالب آ گئے تو انعام عظیم کے مستحق ہیں
قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۲﴾	بولا یہی نہیں بلکہ تم میرے مقربین سے ہو گے
قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾	فرمایا انہیں موسیٰ نے ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو
فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِیَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾	تو ڈال دیں انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں اور بولے عزت فرعون کی قسم بے شک ہم ہی غالب آئیں گے
فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾	تو ڈال دیا موسیٰ نے اپنا عصا تو وہ لقمہ کر گیا ان کے مکر
فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۴۶﴾	اور گرے جادوگر سجدہ میں
قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾	بولے ایمان لائے ہم رب العالمین پر
رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾	جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے
قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ	بولا تم ایمان لائے قبل اس کے کہ اجازت دوں میں تمہیں بے شک یہ تمہارا وہ بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا تو اب تم جانو گے
لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۹﴾	میں کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور پیر مختلف سمت سے اور ضرور تمہیں سولی دوں گا سب کو
قَالُوْا لَا ضَیْرَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾	بولے کوئی فکر نہیں ہم اپنے رب کے حضور پھریں گے
اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۱﴾	ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے تاکہ ہم پہلے ایمان لانے والوں میں ہوں

حل لغات تیسرا رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

قَالَ۔ بولا	لِلْمَلَاِ۔ سرداروں سے	حَوْلَهٗ۔ جو اس کے ارد گرد تھے	
اِنَّ۔ بے شک	هٰذَا۔ یہ	لَسٰحِرٌ۔ جادوگر ہے	عَلِیْمٌ۔ جاننے والا
یُّرِیْدُ۔ چاہتا ہے	اَنْ۔ یہ کہ	یُّخْرِجَكُمْ۔ نکالے تم کو	مِّنْ اَرْضِكُمْ۔ تمہاری
زمین سے	بِسِحْرِهٖ۔ اپنے جادو سے	فَمَاذَا۔ تو کیا	تَاْمُرُوْنَ۔ فیصلہ کرتے ہو
قَالُوْۤا۔ بولے	اَرْجِهْ۔ چھوڑ دے اس کو	وَ۔ اور	اَخَاهُ۔ اس کے بھائی کو
وَ۔ اور	ابْعَثْ۔ بھیج	فِی الْمَدَآىِٕنِ۔ شہروں میں	حٰشِرِیْنَ۔ اکٹھا کرنے والے
یَاْتُوْكَ۔ لائیں تیرے پاس	بِكُلِّ۔ ہر ایک	سَحَّارٍ۔ بڑے جادوگر	عَلِیْمٍ۔ ماہر کو

فَجُمِعَ۔ تو جمع کئے گئے	السَّحَرَةُ۔ جادوگر	لِمِيْقَاتِ۔ وقت	يَوْمٍ۔ دن
مَّعْلُوْمٍ۔ مقرر کے	وَّ۔ اور	قِيْلَ۔ کہا گیا	لِلنَّاسِ۔ لوگوں کو
هَلْ۔ کیا	اَنْتُمْ۔ تم	مُّجْتَمِعُوْنَ۔ اکٹھے ہوگے	لَعَلَّنَا۔ تاکہ ہم
نَتَّبِعُ۔ پیچھے لگیں	السَّحَرَةَ۔ جادوگروں کے	اِنْ۔ اگر	كَانُوْا۔ ہوں
هُمُ۔ وہ	الْغٰلِبِيْنَ۔ غالب	فَلَمَّا۔ پھر جب	جَآءَ۔ آئے
السَّحَرَةُ۔ جادوگر	قَالُوْا۔ بولے	لِفِرْعَوْنَ۔ فرعون سے	اَىِٕنَّ۔ کیا بے شک
لَنَا۔ ہمارے لئے	لَاَجْرًا۔ مزدوری ہوگی	اِنْ۔ اگر	كُنَّا۔ ہوں
نَحْنُ۔ ہم	الْغٰلِبِيْنَ۔ غالب	قَالَ۔ کہا	نَعَمْ۔ ہاں
وَ۔ اور	اِنَّكُمْ۔ بے شک تم	اِذًا۔ اس وقت	لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ مقربین
میں ہوگے	قَالَ۔ کہا	لَهُمْ۔ ان سے	مُّوْسٰى۔ موسیٰ نے
اَلْقُوْا۔ ڈالو	مَاۤ۔ جو	اَنْتُمْ۔ تم	مُّلْقُوْنَ۔ ڈالنے والے ہو
فَاَلْقَوْا۔ تو ڈالیں انہوں نے	حِبَالَهُمْ۔ اپنی رسیاں	وَ۔ اور	عِصِيَّهُمْ۔ اپنی لاٹھیاں
وَ۔ اور	قَالُوْا۔ بولے	بِعِزَّةِ۔ قسم عزت	فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی
اِنَّا۔ بے شک	لَنَحْنُ۔ ہم ہی	الْغٰلِبُوْنَ۔ غالب ہوں گے	فَاَلْقٰى۔ تو ڈالا
مُوْسٰى۔ موسیٰ نے	عَصَاهُ۔ اپنا عصا	فَاِذَا۔ تو ناگہاں	هِيَ۔ وہ
تَلْقَفُ۔ نگل گیا	مَا۔ جو	يَاْفِكُوْنَ۔ وہ بناتے تھے	فَاُلْقِيَ۔ تو ڈال دیئے
السَّحَرَةُ۔ جادوگر	سٰجِدِيْنَ۔ سجدے میں	قَالُوْۤا۔ بولے	اٰمَنَّا۔ ہم ایمان لائے
بِرَبِّ۔ رب	الْعٰلَمِيْنَ۔ جہانوں پر	رَبِّ۔ جو رب ہے	مُوْسٰى۔ موسیٰ
وَ۔ اور	هٰرُوْنَ۔ ہارون کا	قَالَ۔ بولا	اٰمَنْتُمْ۔ تم ایمان لائے
لَهٗ۔ اس پر	قَبْلَ۔ پہلے	اَنْ۔ اس سے کہ	اٰذَنَ۔ اجازت دوں میں
لَكُمْ۔ تم کو	اِنَّهٗ۔ بے شک وہ	لَكَبِيْرُ۔ بڑا ہے	كُمُ۔ تمہارا
الَّذِيْ۔ جس نے	عَلَّمَكُمُ۔ سکھایا تمہیں	السِّحْرَ۔ جادو	فَلَسَوْفَ۔ تو جلدی
تَعْلَمُوْنَ۔ جانو گے تم	لَاُقَطِّعَنَّ۔ ضرور کاٹوں گا میں	اَيْدِيَكُمْ۔ تمہارے ہاتھ	وَ۔ اور
اَرْجُلَكُمْ۔ تمہارے پاؤں	مِّنْ خِلَافٍ۔ الٹے کر کے	وَّ۔ اور	لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ۔ ضرور سولی
دوں گا تم	اَجْمَعِيْنَ۔ سب کو	قَالُوْا۔ بولے	لَا۔ نہیں
ضَيْرَ۔ کوئی فکر	اِنَّاۤ۔ بے شک ہم	اِلٰى۔ طرف	رَبِّنَا۔ اپنے رب کی
مُنْقَلِبُوْنَ۔ پھرنے والے ہیں		اِنَّا۔ بے شک ہم	نَطْمَعُ۔ امید رکھتے ہیں
اَنْ۔ یہ کہ	يَّغْفِرَ۔ بخش دے	لَنَا۔ ہمیں	رَبُّنَا۔ ہمارا رب

خَطٰیٰنَآ۔ ہماری خطائیں اَنْ۔ یہ کہ کُنَّآ۔ ہوں ہم اَوَّلَ۔ پہلے
الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ایمان والے

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

سَحَرَہ۔ جمع ساحر کی ہے جیسے ظَلَمَہ جمع ظالم کی ہے اور طَلَبَہ جمع طالب کی آتی ہے۔

مِیْقَات، وَالْمِیْقَاتُ مَا وُقِّتَ بِہٖ اَیْ عَدٍّ وَ مِنْ مَّکَانٍ وَ زَمَانٍ وَّ مِنْہُ مَوَاقِیْتُ الْاِحْرَامِ۔ اس سے مقررہ وقت مراد لیا جاتا ہے اور بعض نے اسے چاشت کا وقت بھی بتایا۔

یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ۔ سے مراد یوم الزینہ ہے جس کا تذکرہ سورہ طٰہٰ میں ہے: قَالَ مَوْعِدُکُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى۔ فرعون بولا ہمارا تم سے وعدہ یوم زینت کا ہے اور اس دن چاشت کے وقت لوگ جمع ہوں گے۔

لَا ضَیْرَ۔ ضَیر اور ضَرّ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں: اَیْ لَا حَرَجَ وَلَا نُقْصَانَ فِیْهِ عَلَیْنَا۔

لَشِرْذِمَةٌ۔ اصل میں کسی چیز کے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ پرانا کپڑا جب ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے تو اسے ثوب شراذم کہتے ہیں یہاں قلیل جماعت کے معنی استعاری کئے گئے ہیں۔

تَلْقَفُ۔ اَیْ تَبْلَعُ بِسُرْعَةٍ۔ لقمہ فوراً کر گیا۔ ابتلاع نگلنے کو کہتے ہیں۔

یَاْفِکُوْنَ۔ افک سے ہے بمعنی تزویر، دھوکہ یعنی جو دھوکہ بنایا تھا۔

حِبَال۔ حبل کی جمع ہے، رسی، رسیاں۔

اَرْجِهْ۔ اَخِّرْ کے معنی دیتا ہے کام کو مؤخر کر دینا۔

عِصِیّ۔ عصا کی جمع ہے۔ لکڑیاں

الْمَدَآئِنِ۔ جمع مدین کی ہے مدین بستی کو کہتے ہیں۔

وَاَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ۔ ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف سے پیر کاٹنا۔ یہ ظلم کی سزا فرعون کے یہاں تھی۔

فرعون لعین معجزہ عصا و ید بیضا دیکھ ایمان تو نہ لایا اور ڈھٹائی سے کہنے لگا:

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ ۔ اپنے اشراف اور درباریوں سے کہنے لگا یہ بڑا جادوگر ہے اور اس فن میں ماہر و فائق ہے۔

یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۔ وہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہاری زمین سے نکالنا چاہتا ہے۔

اس دور میں جادو اور طلسمیات کا بڑا زور تھا اور اس عہد کی یادگار مسلمانوں کے ابتداء عہد کے وقت باقی تھی تاریخ مصر وغیرہ میں اس کا ذکر آتا ہے غرضکہ فرعونی مشیر بولے:

قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۳۶﴾ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ ﴿۳۷﴾ ۔

بولے موسیٰ اور اس کے بھائی کو برائے چندے مؤخر کرو اور بستیوں میں آدمی بھیجو کہ وہاں سے لوگ جمع کریں۔ یہ تھوڑے سے لوگ ہیں اور تیرے ملک میں بڑے بڑے نامور جادوگر ہیں وہ لائیں ماہرین فن کو اور جادو کے جاننے والوں کو

تا کہ وہ عاجز آ جائیں اور جھک جائیں۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ ۔تو جمع کئے گئے جادوگر وقت معین اور روز مقررہ کے لئے۔

یعنی اس یوم زینت میں یا فرعونیوں کی عید یا میلے کا دن مقرر ہوا جس میں سب لوگ شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ مقررہ دن جادوگر جمع ہوئے اور ظلم کا رب بھی آئے ایک میدان میں فرعون اور اس کے امراء اور عوام جمع ہوئے اور وہاں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام بھی تشریف لے آئے۔

اس سے قبل فرعون اور جادوگروں کے مابین یہ عہد ہو چکا تھا کہ اگر تم غالب آ گئے تو ہم سب ہی تمہارے پیرو ہو جائیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾ ۔

لوگوں سے کہا گیا تم جمع ہو گے اس دن شاید ہم پیروی کریں جادوگروں کی اگر وہ غالب آ گئے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فرعون اپنی خدائی کے دعویٰ میں ہار چکا تھا اور بصورت غالب آ جانے جادوگروں کے ان کی پیروی کو تیار تھا لیکن یہ بد باطنی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کو پھر بھی آمادہ نہ ہوا۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ۔ کے قعر مذلت میں پڑا۔ چنانچہ

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ ۔ جب جادوگر آئے تو بولے فرعون سے کیا ہمارے لئے انعام ہوگا اگر ہم موسیٰ و ہارون پر غالب آ گئے تو فرعون نے جواب دیا:

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ ۔ بولا فرعون ہاں اور اس حال میں تم لوگ میرے مقربین میں سے ہو گے۔

اس رکوع میں چونکہ تفصیلی ذکر نہیں ہے بنا بریں بالاختصار و بالا جمال فرمایا جا رہا ہے کہ جب روز مقررہ پر جادوگر اور اعیان و عمال دولت اور معہ رعایا و برایا جمع ہو گئے تو موسیٰ و ہارون علیہما السلام بھی تشریف لے آئے اور

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ ۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ڈالو تم کیا ڈالنے والے ہو۔

فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ ۔ تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈالیں اور کہا عزت فرعون کی قسم ہم ضرور غالب آئیں گے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی بحکم الٰہی عزوجل،

فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ ۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی، اپنا عصا مبارک ڈال دیا تو وہ لقمہ کر گیا جو وہ مکر کر کے لائے تھے۔

مختصر قصہ یہ ہے کہ یوم مقررہ پر میدان میں سب جمع ہوئے مقابلہ کی ٹھہری ان کی رسیاں لکڑیاں جو زمین پر ڈال رکھی تھیں۔ لوگوں کو سانپ اژدھے کی صورت میں دوڑتی نظر آئیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا وہ ایک ثعبان عظیم کی صورت میں سب کو لقمہ کر گیا اور جادوگروں نے علی الفور جان لیا کہ یہ مقابلہ جادو سے نہیں ہوا بلکہ قدرت الٰہی کا نشان ہے۔

چنانچہ وہ سب کے سب سجدے میں گر گئے جس کا تذکرہ آگے فرمایا گیا:

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ ۔

تو گرے جادوگر سجدہ کرتے اور بولے ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو رب موسیٰ و ہارون کا ہے۔

اور رب موسیٰ وہارون اس لئے کہا کہ فرعون بھی اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کا مدعی تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایمان میں تصریح کر دی کہ رب العالمین سے ہماری مراد رب موسیٰ وہارون ہے۔

بس پھر کیا تھا فرعون کو ادھر ذلت ہوئی رعایا سے آنکھیں ملانے کے قابل نہ رہا ادھر اس کی خدائی کر کری ہوگئی آخرش غضب ناک ہو کر جادوگروں سے خطاب کیا اور اپنا غصہ یوں اتارا:

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۚ﴿۴۹﴾ ۔

فرعون بولا میرے حکم سے قبل تم ایمان لائے اس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ تمہارے استاد ہیں اور یہ تمہاری باہمی سازش تھی جس سے تم نے مجھے ذلیل کیا تو اب تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کا کیا بدلہ ہے میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹواؤں گا پھر دار پر چڑھاؤں گا۔

قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ۚ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ؕ ۔

سب بولے کچھ پروا نہیں ہم اپنے رب کے حضور لوٹ جائیں گے ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ دنیا کی چند ساعت تکلیف ہو گی گزر جائے گی آخر ہم اپنے رب کے حضور پہنچیں گے ہمیں امید ہے کہ وہ ہمیں ضرور بخش دے گا اور ہم سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں شمار ہوں گے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع — سورۃ شعراء — پ ۱۹

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ۙ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖۗ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۔

کہا فرعون نے اپنے اشراف سے جو درباری تھے کہ یہ علم سحر کا بڑا عالم ہے چاہتا ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے جادو کے ذریعہ نکال دے تو تم کیا کہتے ہو۔

گویا فرعون نے اہل الرائے جمع کئے اور مشورہ کیا کہ جس زمین میں تم نے نشو ونما پائی اس سے یہ جادو کے ذریعہ نکالنا چاہتا ہے تو کیا کرنا چاہئے۔ اس پر سب نے متفق الرائے ہو کر یہ فیصلہ دیا اور

قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ۙ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾

بولے انہیں کچھ دن رہنے دے اَرْجِهْ کے معنی اَخِّرْ اَمْرَهُمَا کے ہیں گویا سب نے کہا: اَخِّرْ اَمْرَهُمَا اِلٰى اَنْ تَاْتِيَكَ السَّحَرَةُ مِنْ اَرْجَاْتَهٗ اِذَا اَخَّرْتَهٗ وَ مِنْهُ الْمُرْجِئَةُ وَ هُمُ الَّذِيْنَ لَيُؤَخِّرُوْنَ الْعَمَلَ لَا يَاْتُوْنَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ لَا يَضُرُّ مَعَ الْاِيْمَانِ مَعْصِيَةٌ كَمَا لَا يَنْفَعُ مَعَ الْكُفْرِ طَاعَةٌ۔

ان دونوں کا معاملہ اس وقت تک معرض التوا میں رکھو جب تک جادوگر جمع نہ ہو جائیں اَرْجِهْ۔ اَرْجَاْتَهٗ یعنی ان کی امید اقرار تک مؤخر رکھو۔ اسی سے مرجئہ فرقہ ہے وہ فرقہ عمل کو مؤخر کرنا جائز جانتا ہے اور اعمال کی طرف نہیں آتا۔ ان کا اعتقاد ہے کہ ایمان کے ہوتے معصیت نقصان نہیں دیتی جیسے کہ کفر کے ہوتے طاعت مفید نہیں ہوتی۔

وَ قَالَ بَعْضُهُمُ الْمَعْنٰى اَحْبِسْهُ۔ بعض کے نزدیک اَرْجِهْ کے معنی یہ ہیں ابھی انہیں روکے رہو اور پولیس کو بھیج کہ وہ جادوگروں کو جمع کر کے لائے۔ كَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِيُّ وَابْعَثْ شُرَطَاءَ يَحْشُرُوْنَ السَّحَرَةَ وَ يَجْمَعُوْنَ

عِنْدَکَ۔ تاکہ بڑے بڑے جادوگر ماہر فن آئیں چنانچہ ایسا ہی کیا اور۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٣٨﴾ ۔جمع کئے گئے جادوگر وقت مقررہ کے لئے۔

وَ هُوَ وَقْتُ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ الزِّيْنَةِ عَلٰى اَنَّ الْمِيْقَاتَ مِنْ صِفَاتِ الزَّمَانِ۔ اور وہ ان کے یوم زینت والے دن چاشت کا وقت تھا۔

وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿٣٩﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤٠﴾ ۔

اور لوگوں کو کہا گیا کہ تم جمع ہو جانا اس دن شاید ہم جادوگروں کے دین کی پیروی کریں اگر وہ غالب آجائیں۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ لَيْسَ مُرَادُهُمْ بِذٰلِكَ اِلَّا اَنْ لَّا يَتَّبِعُوْا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ دِيْنِهٖ لٰكِنْ سَاقُوْا كَلَامَهُمْ مَسَاقَ الْكِنَايَةِ حَمْلًا لِلسَّحَرَةِ عَلَى الْاِهْتِمَامِ وَالْجِدِّ فِي الْغَالِبَةِ۔ اس میں فرعون نے صاف بتایا کہ جادوگروں کا دین قبول کیا جا سکتا ہے اگر وہ غالب آگئے نہ کہ موسیٰ علیہ السلام کا اور یہ درحقیقت جادوگروں کو، کنایہ اس لئے کیا تا کہ وہ اہتمام وسعی سے غلبہ حاصل کریں۔

چنانچہ بعض نے اسی وجہ میں کہا: لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ کہنے والوں میں خود فرعون نہ تھا۔

بعض نے کہا: قَالَ ذٰلِكَ لَمَّا اسْتَوْلٰى عَلَيْهِ مِنَ الدَّهْشَةِ مِنْ اَمْرِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ یہ بات فرعون نے اس وقت کہی جب اس پر موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی دہشت غالب آگئی اور خدائی کا دعویٰ دھرا کا دھرا رہ گیا۔

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤١﴾ ۔

تو جب جادوگر آگئے تو وہ فرعون سے کہنے لگے حضور! یہ کام بہت بھاری ہے ہم مقابلہ کرتے ہیں لیکن اس کے بدلے ہمیں اجر عظیم ملنا چاہئے اگر ہم ان پر غالب آگئے تو

قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٢﴾ ۔فرعون بولا بے شک تمہیں انعام ہی نہیں ملے گا بلکہ تم میرے مقربین سے ہو جاؤ گے حتیٰ کہ تم وہ ہو گے کہ اول جو مجھ تک آئے اور آخر وہ جو میرے پاس سے جائے یعنی میرے مشیران تدبیر سے ہو جاؤ گے۔

اس کے بعد یوم زینت آیا۔ اجتماع عوام وخواص ہوا جادوگر جمع ہو گئے انہوں نے اپنی رسیاں لکڑیاں میدان میں پھیلا دیں۔ ادھر حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام تشریف لے آئے اور جادوگروں سے آپ نے فرمایا:

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٤٣﴾ ۔فرمایا انہیں موسیٰ علیہ السلام نے ڈالو کیا تم ڈالنے والے ہو۔ اس میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے جادوگروں کو حکم نہیں ہوا تھا اس لئے کہ سحر حرام ہے اور کبھی کفر بھی ہو جاتا ہے تو ایک معصوم ہستی کی طرف سے فعل حرام کا حکم کیسے جائز ہو سکتا ہے بلکہ جیسا کہ الہاماً یا فراست صادقہ یا قرینۂ حال سے آپ کو معلوم تھا کہ یہ لازمی طور پر میرے مقابلہ کو تیاری کر کے آئے ہیں اسی لئے آپ نے فرمایا: مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ جو تم ڈالنے والے ہو وہ ڈال دو تا کہ اس کے ابطال کا مظاہرہ کیا جائے جیسے کسی زندیق کو حجت قاہرہ بیان کرنے کے بعد جواب کا موقع دیا جاتا ہے۔

یہاں رضا ممتنع لازم نہیں آتی اس لئے کہ رَضَا بِالْكُفْرِ كُفْرٌ مسلمہ اصول ہے چنانچہ اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ فرمانا مطلق رضا تھی اور مطلق رضا ممنوع نہیں۔ (روح المعانی)

فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِیَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾۔

تو جادوگروں نے رسیاں اور لکڑیاں ڈالیں اور کہا عزت فرعون کی قسم ہم بے شک ضرور غالب آئیں گے۔

یہ قسم زمانۂ جاہلیت میں مروج تھی اور اسلام میں اس قسم کی قسم شنیع ہے جیسے کہا جائے بِنِعْمَتِ سُلْطَانٍ اَوْ بِرَاْسِهٖ اَوْ بِلِحْیَتِهٖ اَوْ بِتُرَابِ قَبْرِهٖ۔ بادشاہ کی سلطنت کی قسم، کسی کے سر کی قسم، کسی کی ڈاڑھی کی قسم یا خاک قبر کی قسم یہ سب ممنوع ہے سوا اللہ تعالیٰ کی قسم کے۔

بعض اس طرف گئے کہ وہ بھی چونکہ فرعون کے پجاری تھے اس لئے انہوں نے تبریکا و تعظیما یہ قسم کھائی۔

فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا تو جیسے وہ نگل گیا ان کے مکر کو۔

اَیْ تَبْتَلِعُ بِسُرْعَةٍ وَاَصْلُ التَّلَقُّفِ الْاَخْذُ بِسُرْعَةٍ۔ یعنی جلدی سے نگل گیا۔ تلقف اصل میں جلدی سے پکڑنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

اور مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾۔ اِفْک سے ہے تَقَلَّبَ مِنْ حَالِهِ الْاَوَّلِ کے معنی میں مستعمل ہے اس وجہ میں تزویر اور اتہام کے معنی بھی استعارةً لے لئے جاتے ہیں۔

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾۔

تو گر گئے جادوگر سجدہ کرنے کو بولے ایمان لائے ہم رب العالمین پر جو رب موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ہے۔

اس لئے کہ انہوں نے جس شان معجز نما کا مشاہدہ کیا وہ ان کی حدود ساحری سے بالا تھا اس لئے کہ جادو محض تخیل و توہم کی حد تک رہتا ہے اس میں حقیقت کچھ نہیں ہوتی اور یہ جادوگر جو جادو لائے تھے وہ عام جادو سے اقوی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کیا وہ معجزہ تھا یہی وجہ تھی کہ ان کا جادو اڑ گیا اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا سارے جادو کا لقمہ کر کے عصا کی صورت میں پھر لوٹ آیا۔

چنانچہ شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات سولہویں باب میں اور چالیسویں باب میں فرماتے ہیں: اِنَّ الْعَصَا لَمْ تَلْقَفْ اِلَّا صُوَرَ الْحَیَّاتِ مِنَ الْحِبَالِ وَالْعِصِیِّ۔ عصا موسوی نے صور حیات کا لقمہ کیا اور رسیاں اور لکڑیاں پڑی رہ گئیں۔

وَ اَمَّا هِیَ فَقَدْ بَقِیَتْ وَلَمْ تَعْدِمْ كَمَا تَوَهَّمَهُ بَعْضُ الْمُفَسِّرِیْنَ۔ لیکن عصا ثعبان مبین بن کر اسی صورت میں رہا اور ان کے جادو سے معدوم نہیں ہوا اسی بناء پر قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا۔ لقمہ کر گیا اسے جو انہوں نے بنایا اور رسیاں لکڑیاں ان کی بنائی ہوئی نہ تھیں۔

پھر جب آپ نے اسے پکڑا تو وہ عصا ہو گیا۔

اسی وجہ میں انہیں یقین ہوا کہ یہ سچے نبی ہیں اور سب نے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہا پھر عطف بیان بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ کیا یا بدل کیا۔ اس لئے کہ جہال مشرکین فرعون کو بھی رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کہتے تھے تو اس سے انہوں نے وضاحت کر دی کہ ہماری مراد موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا رب ہے جس پر ہم ایمان لائے یا اس طرف اشارہ کیا جو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ اور رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا۔ گویا انہوں نے کہا

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الَّذِیْ وَصَفَهٗ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ۔ ہم اس رب العالمین پر ایمان لائے جس کی صفت موسیٰ وہارون نے بیان کی۔

اس کے بعد جب فرعون ذلیل ہوگیا اور جادوگروں نے سجدہ کر کے رب موسیٰ وہارون کو مان لیا تو شرم وخجالت اٹھانے کی سعی ناکام کے اور غضب ناک ہوکر بولا:

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ؕ

تم ایمان لائے موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے قبل اس کے کہ میں اجازت دوں بے شک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو جادو سکھایا تو اب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ میں اجازت دے دیتا یا اس کی طرف سے اجازت ممکن تھی بلکہ وہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ یہ تمہاری چال تھی جو تم چلے گویا ملی بھگت یا ساز باز تھی تو اس کی سزا تمہیں معلوم ہوگی۔

لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۹﴾۔

میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ ایک طرف سے اور دوسری طرف سے پیر کاٹوں گا اور تمہیں دار پر چڑھاؤں گا سب کو۔

یہ گویا بیان مفعول ہے محذوف کا تَعْلَمُوْنَ سے اور ایسی سزا عہد فرعونی میں مروج تھی۔

قَالُوْا لَا ضَیْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ۚ

جادوگر بولے: لَا ضَرَرَ عَلَیْنَا ہمیں اس کی پرواہ نہیں تو ایسا کرے گا تو ہم ابھی رب سے جا ملیں گے جس پر ایمان لائے ہیں۔ضیر مصدر ہے ضار کا۔

گویا انہوں نے کہا موت تو لازمی آنی تھی اسباب میں کوئی سبب ہوسکتا ہے اور انقلاب الی اللہ لازمی تھا کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

وَ مَنْ لَّمْ یَمُتْ بِالسَّیْفِ مَاتَ بِغَیْرِہٖ   تَعَدَّدَتِ الْاَسْبَابُ وَالْمَوْتُ وَاحِدٌ

جو تلوار سے نہ مرا وہ اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے مرے گا۔اسباب موت تو متعدد ہوسکتے ہیں مگر موت ایک ہی ہے۔

اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۱﴾ؕ۔

ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ ہماری خطائیں معاف کر دے تاکہ ہم اول مومنین میں داخل ہو جائیں۔

اور ان کا اول مومنین ہونے کی طمع کرنا۔

وہ یا تو اتباع فرعون سے اول مومنین ہے۔

یا اہل یوم الزینۃ سے اول مومنین مراد ہے۔

یا اول مومنین اہل زمانہ سے مراد ہے۔

ایک قول ہے کہ جناب آسیہ زوجہ فرعون سب سے پہلے ایمان لا چکی تھیں اس کے بعد کفاح حزقیل ایمان لائے اور اس واقعہ کے بعد سب سے پہلے ایمان لانے والے یہ جادوگر ہی تھے تو اول مومنین کی طمع ان کی طرف سے صحیح ہے۔اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام ان میں رہے لیکن ان کی سرکشی بڑھتی ہی رہی۔واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع ۔سورۃ شعراء ۔پ ١٩

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾
اور ہم نے وحی کی موسیٰ کو کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ تمہارا تعاقب ہونا ہے

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآىٕنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۵۳﴾
تو فرعون نے جمع کر کے بھیجے بستیوں میں جمع کرنے والے

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ﴿۵۴﴾
کہ یہ تھوڑے سے آدمی ہیں

وَ اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآىٕظُوْنَ ﴿۵۵﴾
اور بے شک وہ ہمارا دل جلاتے ہیں

وَ اِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾
اور ہم سب چوکنے ہیں

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۷﴾
تو ہم نے انہیں نکالا باغوں اور چشموں سے

وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۵۸﴾
اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے

كَذٰلِكَ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۵۹﴾
ہم نے ایسا ہی کیا اور ان کا وارث کر دیا بنی اسرائیل کو

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ ﴿۶۰﴾
تو تعاقب کیا انہوں نے صبح ہوتے

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾
پھر جب مقابل ہو گئے دونوں گروہ موسیٰ والے بولے دشمن نے ہمیں آلیا

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۶۲﴾
فرمایا موسیٰ نے ہرگز نہیں بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے ابھی راہ دے گا

فَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ﴿۶۳﴾
تو وحی کی ہم نے موسیٰ کو کہ ماریں اپنا عصا دریا میں تو پھٹ گیا تو ہو گیا دونوں طرف مثل پہاڑ کے

وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۴﴾
اور پھر ہم نے داخل کیا اس جگہ دوسروں (دشمنوں) کو

وَ اَنْجَیْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۶۵﴾
اور نجات دی ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۶﴾
پھر غرق کر دیا ہم نے دشمن کو

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۶۷﴾
بے شک اس میں نشانی ہے اور اکثر ان میں سے مومن نہیں تھے

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۶۸﴾
اور بے شک تمہارا رب عزت والا رحم فرمانے والا ہے

حل لغات چوتھا رکوع ۔سورۃ شعراء ۔پ ١٩

وَ ۔اور	اَوْحَيْنَآ ۔وحی کی ہم نے	اِلٰى ۔طرف	مُوْسٰٓى ۔موسیٰ کی
اَنْ ۔یہ کہ	اَسْرِ ۔رات کو لے جا	بِعِبَادِیْۤ ۔میرے بندوں کو	اِنَّكُمْ ۔بے شک تم

مُتَّبَعُوْنَ۔ پیچھا کیے جاؤ گے		فَاَرْسَلَ۔ تو بھیجے	فِرْعَوْنُ۔ فرعون نے
فِی۔ بیچ	الْمَدَآئِنِ۔ شہروں کے	حٰشِرِیْنَ۔ اکٹھے کرنے والے	اِنَّ۔ بے شک
هٰٓؤُلَآءِ۔ یہ	لَشِرْذِمَةٌ۔ جماعت ہے	قَلِیْلُوْنَ۔ تھوڑی	وَ۔ اور
اِنَّهُمْ۔ بے شک وہ	لَنَا۔ ہمیں	لَغَآئِظُوْنَ۔ غصہ دلاتے ہیں	وَ۔ اور
اِنَّا۔ ہم	لَجَمِیْعٌ۔ سب	حٰذِرُوْنَ۔ چوکنے ہیں	فَاَخْرَجْنٰهُمْ۔ تو ہم نے
انہیں نکالا	مِّنْ جَنّٰتٍ۔ باغوں	وَّ۔ اور	عُیُوْنٍ۔ چشموں سے
وَّ۔ اور	كُنُوْزٍ۔ خزانوں	وَّ۔ اور	مَقَامٍ۔ جگہ
كَرِیْمٍ۔ اچھی سے	كَذٰلِكَ۔ ایسا ہی ہے	وَ۔ اور	اَوْرَثْنٰهَا۔ وارث کیا ہم
نے اس کا	بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ اولاد یعقوب کو		فَاَتْبَعُوْهُمْ۔ تو پیچھے لگے
ان کے	مُّشْرِقِیْنَ۔ صبح ہوتے	فَلَمَّا۔ پھر جب	تَرَآءَ۔ دیکھ لیا
الْجَمْعٰنِ۔ دونوں نے	قَالَ۔ کہا	اَصْحٰبُ مُوْسٰٓی۔ موسیٰ کے ساتھیوں نے	
اِنَّا۔ بے شک ہم	لَمُدْرَكُوْنَ۔ پکڑے گئے	قَالَ۔ کہا موسیٰ نے	كَلَّا۔ ہرگز نہیں
اِنَّ۔ بے شک	مَعِیَ۔ میرے ساتھ	رَبِّیْ۔ میرا رب ہے	سَیَهْدِیْنِ۔ وہ جلدی راہ
دکھائے گا مجھے	فَاَوْحَیْنَآ۔ تو وحی کی ہم نے	اِلٰی۔ طرف	مُوْسٰٓی۔ موسیٰ کی
اَنِ۔ یہ کہ	اضْرِبْ۔ مار	بِّعَصَاكَ۔ اپنا عصا	الْبَحْرَ۔ سمندر کو
فَانْفَلَقَ۔ تو پھٹ گیا	فَكَانَ۔ تو ہو گیا	كُلُّ۔ ہر	فِرْقٍ۔ حصہ
كَالطَّوْدِ۔ مثل پہاڑ	الْعَظِیْمِ۔ بڑے کی	وَ۔ اور	اَزْلَفْنَا۔ قریب کیا ہم نے
ثَمَّ۔ اس جگہ	الْاٰخَرِیْنَ۔ دوسروں کو	وَ۔ اور	اَنْجَیْنَا۔ نجات دی ہم نے
مُوْسٰی۔ موسیٰ کو	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	مَّعَهٗٓ۔ ان کے ساتھ تھے
اَجْمَعِیْنَ۔ سب کو	ثُمَّ۔ پھر	اَغْرَقْنَا۔ غرق کیا ہم نے	الْاٰخَرِیْنَ۔ دوسروں کو
اِنَّ۔ بے شک	فِیْ۔ بیچ	ذٰلِكَ۔ اس کے	لَاٰیَةً۔ یقیناً نشانی ہے
وَ۔ اور	مَا كَانَ۔ نہیں تھے	اَكْثَرُهُمْ۔ اکثر ان کے	مُّؤْمِنِیْنَ۔ ایمان لانے
والے	وَ۔ اور	اِنَّ۔ بے شک	رَبَّكَ۔ تیرا رب
هُوَ۔ وہی ہے	الْعَزِیْزُ۔ عزت والا	الرَّحِیْمُ۔ رحم کرنے والا	

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾۔

یہاں درمیانی قصہ حذف فرما کر صرف وہ تذکرہ جو مصر سے بنی اسرائیل کے جانے کا ہے اسے بیان کیا ہے اس لئے کہ قدرت کاملہ کا نشان اور فرعونیوں کے کفر و انکار کا انجام ظاہر فرمانا مقصود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"ہم نے وحی کی موسیٰ کو کہ میرے بندوں کو لے کر راتوں رات چل دو تمہارا تعاقب ہوگا۔"

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مع زن وفرزند کسی عید کے بہانہ باذن فرعون نکل گئے اور بنی اسرائیل نے فرعونیوں سے عید کے بہانے زیورات بھی مستعار لئے۔ جب یہ سب نکل گئے تو فرعون کو خبر ہوئی کہ عید کا محض بہانہ تھا یہ تو ملک شام جارہے ہیں یہ خبر پا کر فرعون نے ہرکارے گاؤں گاؤں بھیج دیئے کہ ہر بستی سے مدد کو آئیں اور ساتھ ہی اطمینان بھی دلا دیا کہ یہ تھوڑی سی جماعت ہے اس سے خائف نہ ہوں چنانچہ فرمایا جاتا ہے:

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾

تو بھیجے فرعون نے بستیوں میں جمع کرنے والے ہرکارے (اور ساتھ ہی اطمینان دلایا کہ) مختصر سی جماعت ہے جو ہمیں غصہ دلا رہی ہے۔

کہ ہم سے عید کا بہانہ کیا اور ہماری حکومت سے ہجرت کر رہے ہیں پھر ہمارے زیورات بھی مستعار مانگ کر لے گئے ہیں۔

وَ اِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ ۔اور ہم ان سے بے خبر نہیں بلکہ سب کے حال سے چوکنے ہیں۔

چنانچہ فرعون مع جمع کئے ہوئے لشکر جرار کے ان کے تعاقب کو نکلا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ۔

تو بظاہر ہم نے انہیں نکالا باغیچوں اور چشموں اور خزانوں اور اچھے رہنے کی جگہوں سے یہ جارہے تھے تو بحیرۂ قلزم کے پاس پہنچے تو

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ ﴿۶۰﴾ ۔تو فرعونیوں نے صبح ہوتے انہیں آلیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہماری حکمتیں خاص ہوتی ہیں بظاہر انہیں سخت نظر آتی ہیں اور ان کے پس پردہ فراخیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

كَذٰلِكَ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۵۹﴾ ایسے ہی طریقہ سے ہم نے انہیں فرعونیوں کا وارث کیا۔

تو جب وہ صبح اپنا لشکر لے کر آ گیا تو بنی اسرائیل عجب کشمکش میں مبتلا تھے کہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن پیچھے لشکر فرعون اس طرح سے تعاقب میں آچکا تھا کہ اس میں سات لاکھ دس ہزار تو محض نوجوان ہی تھے اور ہامان کے زیر قیادت اس کے علاوہ علیحدہ علیحدہ صوبوں کے راجے دس دس ہزار مسلح جوان لئے آرہے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کل چھ لاکھ بیس ہزار تھے۔ ان میں اکثر غیر مسلم تھے۔

وَ اَوْرَثْنٰهَا کی تفسیر اور دفع مغالطہ

بعض مفسرین نے ہا کی ضمیر کو فرعونیوں کے خاص باغات اور چشموں وخزانوں کی طرف راجع مانا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ فرعونیوں کے غرق کے بعد واپس مصر آ گئے اور ان کے باغ چشمے اور خزانوں پر قبضہ کر لیا حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ بحیرۂ قلزم کو عبور کر کے بنی اسرائیل چالیس برس تک تیہ کی وادی سے ٹکراتے پھرے اور مصر واپس نہ آئے۔

اور فرعون معہ اپنے لشکر کے جب غرق ہو گیا تو اس کے بعد دوسرا فرعون تخت نشین ہوا جس کی سلطنت کو بخت نصر بابلی

نے تباہ کیا۔ چنانچہ بیضاوی شریف میں صحیح تفسیر بیان ہوئی جو تاریخ سے بھی منطبق ہے۔ حَیْثُ قَالَ۔ وَ مِثْلُ ذٰلِکَ الْمَقَامِ الَّذِیْ کَانَ لَھُمْ عَلٰی اَنَّہٗ صِفَۃُ مَقَامٍ۔ جس سے معنی صاف ہو گئے کہ ایسے ہی مقامات کا ہم نے بنی اسرائیل کو وارث کیا ملک شام و فلسطین میں کہ جو ویسے ہی عمدہ اور پر فضاء تھے جیسے کہ مصر میں وہاں باغ بھی تھے اور چشمے بھی اور انہیں خزانے بھی ویسے ہی عطا کئے جیسے فرعونیوں کے پاس تھے۔ چنانچہ سورہ دخان میں بھی ایسا ہی فرمایا کَمْ تَرَکُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ کَرِیْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّ نَعْمَۃٍ کَانُوْا فِیْھَا فٰکِھِیْنَ ﴿۲۷﴾ کَذٰلِکَ وَ اَوْرَثْنٰھَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ﴿۲۸﴾۔

دوسرے یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ غرق کے بعد سلطنت فراعنہ پر اور کوئی بنی اسرائیلی مصر کا بادشاہ نہیں ہوا خصوصاً وہ اسرائیلی جو موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ تھے وہ تو برسوں تیہ میں ٹکراتے پھرے پھر ان پر من وسلویٰ نازل ہوا اور کیا کیا ہوا تفصیل سب کی اپنے اپنے مقام پر آ چکی اور آئے گی۔ غرضکہ

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤی اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ ﴿۶۱﴾۔

تو جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ والے بولے موسیٰ (علیہ السلام) ہمیں تو دشمن نے آلیا۔

اب ہم کہاں جائیں کیا کریں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسلی دی اور فرمایا جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قَالَ کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ ﴿۶۲﴾۔

آپ نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ اب کوئی راہ دکھاتا ہے۔

جس سے ہم تم فرعون سے نجات پائیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ﴿۶۳﴾۔

تو ہم نے وحی کی موسیٰ کو کہ اپنا عصا دریا میں مارو تو پھٹ گیا وہ دریا اور دونوں طرف پانی زبردست ٹیلے ہو گئے۔

جس میں سے بنی اسرائیل عبور کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پار ہو گئے۔

وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۴﴾۔ اور ان کی جگہ ہم دشمن کو لے آئے۔

جب وہ اسی پھٹے دریا میں آ گئے تو

وَ اَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَ مَنْ مَّعَہٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۶﴾۔

ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو مع ان کے ساتھیوں کے نجات دی فرعونیوں کو پھر اسی پھٹے ہوئے دریا میں غرق کر دیا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً وَ مَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۶۷﴾ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۶۸﴾۔

اس میں ہمارے نشان قدرت ہیں اور اکثر ان کے ایمان والے نہیں اور بے شک تمہارا رب زبردست ہے اور رحم والا۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْۤ اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾۔

اور وحی کی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کہ راتوں رات یہاں سے میرے بندوں کو لے کر چلے جاؤ بے شک تم تعاقب کئے جاؤ گے۔

اس کے متعلق آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ ذٰلِکَ بَعْدَ سِنِیْنَ اَقَامَ بَیْنَ ظَھْرَانِیْھِمْ یَدْعُوْھُمْ اِلَی الْحَقِّ وَ

يُظْهِرُ لَهُمُ الْاٰيَاتِ فَلَمْ يَزِيْدُوْا اِلَّا عُتُوًّا وَّ عِنَادًا حَسْبَمَا فُصِّلَ فِىْ سُوْرَةِ الْاَعْرَافِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ۔

اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ۔ تَعْلِيْلٌ لِّلْاَمْرِ بِالْاِسْرَآءِ اَىْ يَتْبَعُكُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ مُصْبِحِيْنَ فَاَسْرِ لَيْلًا بِمَنْ مَّعَكَ حَتّٰى لَا يُدْرِكُوْكُمْ قَبْلَ الْوُصُوْلِ اِلَى الْبَحْرِ بَلْ يَكُوْنُوْا عَلٰى اِثْرِكُمْ حِيْنَ تَلِجُوْنَ الْبَحْرَ فَيَدْخُلُوْنَ مَدَاخِلَكُمْ فَاُطْبِقُهٗ عَلَيْهِمْ فَاُغْرِقُهُمْ۔

اوراس کوچ کے چند سال بعد مقابلہ جادوگروں سے ہوااور آپ فرعونیوں میں رہ کر دعوت اسلام دیتے رہے اور معجزات سے ان پر غالب رہے مگران میں سوائے نافرمانی اور عناد پروری کے کوئی ہدایت نہ آئی۔ جس کی تفصیل سورۂ اعراف میں گزر چکی۔ وَلَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ۔ جیسا کہ فرمایا ہم نے متبعین فرعون کو قحط کے ساتھ پکڑا۔

یہاں جو حکم ہے کہ ہم نے وحی فرمائی کہ آپ مع اپنے متبعین کے راتوں رات نکل جائیں ان کی تعلیل بتائی کہ پھر فرعون معہ لشکر کے آپ کا تعاقب کرے گا صبح کے وقت لہٰذا آپ راتوں رات چل دیں تا کہ کسی کو خبر نہ ہو اور وہ آپ کو نہ پا سکے دریائے نیل کے پہنچنے تک بلکہ وہ کھوج لیتا ہوا آپ کے پاس آئے دریا میں داخل ہو چکے ہو تو وہ بھی اسی راہ سے دریا عبور کرے گا جس سے آپ داخل ہوں گے تو انہیں پانی گھیر کر غرق کر دے گا۔

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾۔

(تو جب فرعون نے سنا کہ وہ راتوں رات یہاں سے نکل گئے) تو فرعون نے ہرکارے قریہ قریہ بھیجے تا کہ اس کی مدد کے لئے لوگ جمع ہو جائیں۔ اوران کو پورا اطمینان دلایا کہ

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾

یہ لوگ مختصر سے ہیں يَعْنِىْ طَآئِفَةٌ مِّنَ النَّاسِ۔ لوگوں میں سے چھوٹی سی ایک جماعت ہے۔

ایک قول ہے: هِىَ السَّفْلَةُ مِنْهُمْ یہ معمولی نیچے درجے کے لوگ ہیں۔

ایک قول ہے: شِرْذِمَةٌ قَلِيْلَةٌ بَقِيَّةُ كُلِّ شَىْءٍ خَسِيْسٌ۔ ذلیل لوگوں کے بچے ہوئے۔ محاورہ میں کہتے ہیں: ثَوْبٌ شِرْذَامٌ وَ شِرْذَامَةٌ۔ کپڑے کی دھجیریں جو بیکار ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ بہت تھوڑے اور کمزور لوگ ہیں۔

گویا فرعون نے قریہ کے لوگوں کے حوصلہ بڑھانے کو لَشِرْذِمَةٌ کہہ کر قَلِيْلُوْنَ اور کہا تا کہ سب کو معلوم ہو جائے اور باطمینان تیار ہو کر آئیں۔

چنانچہ ابن ابی حاتم سدی رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ فِىْ سِتِّمِائَةِ اَلْفٍ وَ عِشْرِيْنَ اَلْفًا لَا يُعَدُّ فِيْهِمْ اِبْنُ عِشْرِيْنَ لِصِغَرِهٖ وَلَا ابْنُ سِتِّيْنَ لِكِبَرِهٖ۔ موسیٰ علیہ السلام جب نکلے تو چھ لاکھ اور بیس ہزار کی ایسی جمعیت آپ کے ساتھ تھی جن میں خورد بیس سال کی عمر سے کم نہ تھے اور بڑوں میں ساٹھ سالہ کوئی نہ تھا۔

اور فرعون کا مقدمۃ الجیش ہامان سات لاکھ دس ہزار نوجوانوں کے ساتھ چلا تھا اور اس کے پیچھے پانچ لاکھ دس ہزار سونے کے کنگن والے راجے مہاراجے تھے اور ہر ایک کے ساتھ ہزار ہزار مسلح فوج تھی۔ پھر خود ایک جمع عظیم لے کر نکلا تھا جس میں سات لاکھ ستر ہزار نوجوان تھے جن کے سروں پر موتی کے بیضے تھے اور ارباب سیر نے اس سے بھی زیادہ مبالغے کئے ہیں۔

واللہ اعلم۔

اور یہود میں جو روایت مشہور ہے وہ یہ ہے کہ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ كَانُوْا حِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ مِصْرَ سِتُّمِائَةِ اَلْفِ رَجُلٍ خَلَا الْاَطْفَالِ وَ هُوَ صَرِیْحٌ مَا فِی التَّوْرَاةِ الَّتِیْ بِاَیْدِیْهِمْ۔ بنی اسرائیل جب مصر سے نکلے چھ لاکھ مرد تھے علاوہ بچوں کے اور یہ اس تورات میں صراحۃً موجود ہے جو آج کل ان میں موجود ہے۔

بہر حال تعاقب فرعون یقینی ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا مصر سے مع اپنے متبعین کے نکلنا قطعی ہے اس سے انکار نہیں ہوتا اب یہ کہ وہ کتنے تھے اور فرعونی کتنے ان پر سیر کی روایات کے سوا اور کوئی سند نہیں اس تعداد کو اللہ عزوجل جانتا ہے یا اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَ اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ اِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾۔

(اور فرعون نے یہ بھی کہا) موسیٰ کی جمعیت نے ہم کو غضب ناک کر دیا ہے حالانکہ ہم سب مسلح ہیں۔

لَغَآئِظُوْنَ۔ غیظ سے ہے۔ یعنی ہمارے حکم کی خلاف ورزی کرنے اور مصر سے چلے جانے کی وجہ میں ہمیں ان پر غصہ ہے۔

حٰذِرُوْنَ۔ یَعْنِیْ اِنَّا لَجَمْعٌ مِّنْ عَادَاتِنَا الْحَذْرُ۔ ہم اس جماعت سے ہیں کہ ہماری عادت میں ہمیشہ ہشیار رہنا ہے۔

پھر یہ غصہ اس وجہ میں بھی ہے کہ وَالْخُرُوْجُ بِغَیْرِ اِذْنِنَا مَعَ مَا عِنْدَ هُمْ مِّنْ اَمْوَالِنَا الْمُسْتَعَارَةِ۔ اول بلا اجازت چل دینا دوسرے ہمارے زیورات مستعار لے کر چل دینا۔ اس واقعہ کو یوں روایت کیا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَرَهُمْ اَنْ یَّسْتَعِیْرُوا الْحُلٰی مِنَ الْقِبْطِ فَاسْتَعَارُوْهُ وَ خَرَجُوْا بِهٖ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ چلتے وقت قبطیوں سے زیور مستعار لے کر جانا تا کہ وہ مال کی محبت میں غضبناک ہو کر تعاقب کریں۔

حَاذِرٌ۔ پر ابن عباس اور ابن جبیر اور ضحاک علیہم رضوان یہی کہتے ہیں: اِنَّ الْحَاذِرَ التَّامُ السَّلَاحِ جیسا کہ خُذُوْا حِذْرَكُمْ قرآن کریم میں ہے۔

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۵۸﴾۔

تو نکالا ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو باغیچوں اور چشموں سے اور خزانوں اور اچھی رہنے کی جگہ سے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ فِرْعَوْنَ وَ جُنُوْدَهٗ اَیْ خَلَقْنَا فِیْهِمْ دَاعِیَةَ الْخُرُوْجِ بِهٰذَا السَّبَبِ الَّذِیْ تَضَمَّنَتْهُ الْاٰیَاتُ الثَّلَاثُ فَحَمَلْنٰهُمْ عَلَیْهِ۔ یعنی فرعون اور اس کے لشکر کے نکلنے کے اسباب ان کے باغیچوں اور چشموں سے ہم نے پیدا فرما دیئے جو ان کے نکلنے کی طرف مقتضی تھے اور وہ اسباب وہی ہیں جو گزشتہ تین آیتوں میں بیان ہو چکے۔

اس کے محل نیل کے کنارے پر تھے اور وہیں باغ تھے اور ان میں چشمے اور کنوز خزانے یہ زمین کے اندر دفن تھے اس لئے کہ باہر کا مال تو ضرورت معاش پر خرچ ہوتا رہتا ہے اور کنز وہی ہے جو زمین میں محفوظ ہو۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ اَكْثَرُ جَهَلَةِ اَهْلِ الْمِصْرِ یَزْعُمُوْنَ اَنَّ هٰذَا الْكُنُوْزَ فِی الْمَقْطَمِ مِنْ

اَرْضِ مِصْرَ وَاِنَّهَا مَوْجُوْدَةٌ اِلَى الْاٰنِ وَ قَدْ بَذَلُوْا عَلٰى اِخْرَاجِهَا اَمْوَالًا كَثِيْرَةً شَيَاطِيْنُ الْغَرْبِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ فَلَمْ يَظْفَرُوْا اِلَّا بِالتُّرَابِ اَوْ حَجَرِ الْكَذَّانِ۔ اکثر جہلاء مصر اب تک اس گمان میں ہیں کہ وہ خزانے مصر کی زمین کے چوبچوں میں آج تک موجود ہیں اور اس کے نکالنے پر شیاطین غربیہ بہت کچھ مال خرچ کرتے ہیں مگر آج تک کامیاب نہیں ہوئے سوا مٹی اور پتھر کے۔

مقام کریم سے مراد وہ مکانات ہیں جس میں مصر کے حسین رہتے تھے کَمَا قَالَ النَّقَّاشُ۔

ایک قول ہے کہ اس سے مراد امراء قوم کی کوٹھیاں ہیں جس میں اشراف مصر اور حکام رہتے تھے۔

كَذٰلِكَ ۖ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾

ایسے ہی انہیں نکالا اور اس پر وارث کیا ہم نے بنی اسرائیل کو۔

واحدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى رَدَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اِلٰى مِصْرَ بَعْدَ مَا اَغْرَقَ فِرْعَوْنَ وَ قَوْمَهٗ فَاَعْطَاهُمْ جَمِيْعَ مَا كَانَ لِقَوْمِ فِرْعَوْنَ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْعَقَارِ وَالْمَسَاكِنِ۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مصر میں بعد غرق واپس آباد کیا اور انہیں جو کچھ قوم فرعون کے مال اور زمین اور محل تھے سب عطا کئے۔

لیکن یہ واقعہ تاریخ کے خلاف ہے اور قاضی بیضاوی رحمہ اللہ بھی اس کے مخالف ہیں۔

ایک روایت حسن سے ہے کہ جب دریائے نیل عبور کر کے بنی اسرائیل پار ہو گئے اور فرعون معہ لشکر غرق دریا ہو گیا تو وہ واپس لوٹ کر مصر آ گئے اور قطبیوں کے گھر باغات اور مال سب پر قابض ہو گئے۔ لیکن یہ روایت بھی ویسی ہی ہے جیسی پہلی تھی۔

آلوسی فرماتے ہیں: رَاَيْتُ فِيْ بَعْضِ الْكُتُبِ اَنَّهُمْ رَجَعُوْا مَعَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ بَقُوْا مَعَهٗ فِيْ مِصْرَ عَشْرَ سِنِيْنَ۔ میں نے بعض کتابوں میں دیکھا کہ یہ لوگ معہ موسیٰ علیہ السلام لوٹ کر آئے اور مصر میں دس سال رہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اَنَّهٗ رَجَعَ بَعْضُهُمْ بَعْدَ اِغْرَاقِ فِرْعَوْنَ وَهُمُ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوْا اَمْوَالَ الْقِبْطِ وَ ذَهَبَ الْبَاقُوْنَ مَعَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى اَرْضِ الشَّامِ۔ بعض ان میں سے لوٹ کر مصر آ گئے جب فرعون غرق ہو گیا یہ وہ ہیں جو اموال قبط کے وارث بنے اور باقی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ارض شام چلے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب

اور وہ روایت جو تاریخ کے موافق ہے وہ یہ ہے:

اَنَّهُمْ بَعْدَ اَنْ جَاوَزُوا الْبَحْرَ ذَهَبُوْا اِلَى الشَّامِ وَلَمْ يَدْخُلُوْا مِصْرَ فِيْ حَيَاتِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ مَلَكُوْهَا زَمَنَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ بنی اسرائیل عبور قلزم کے بعد شام چلے گئے اور مصر نہیں آئے حین حیات موسیٰ علیہ السلام میں اور اماکن فرعونیہ پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں وارث بنے اور قابض ہوئے۔

اور کتب یہود میں اور توریت میں بھی جو آج یہودیوں کے پاس ہے یہی ہے:

اِنَّهُمْ بَعْدَ اَنْ جَاوَزُوا الْبَحْرَ تَوَجَّهُوْا اِلٰى اَرْضِ الشَّامِ وَقَدْ فُصِّلَتْ قِصَّةُ ذَهَابِهِمْ اِلَيْهَا وَاَكْثَرُ التَّوَارِيْخِ عَلٰى هٰذَا۔ بنی اسرائیل دریا عبور کر کے ارض شام کی طرف چلے گئے اور ان کے جانے کا مفصل حال بھی لکھا ہے اور اکثر توراریخ بھی اسی کی شاہد ہیں۔

اور آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ ظَوَاهِرُ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاٰيَاتِ تَقْتَضِيْ مَا ذَكَرَهُ الْوَاحِدِيُّ وَاللّٰهُ تَعَالٰى

اَعْلَمُ۔زیادہ ظاہر آیات قرآنی اسی کی مقتضی ہیں جو علامہ واحدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا۔پھر لشکر فرعون کا تذکرہ ہے۔

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ ۝۶۰ ۔تو تعاقب کیا فرعونیوں نے صبح ہوتے۔

اَشْرَقَ۔اس وقت بولتے ہیں جب کوئی صبح کے وقت آئے اس کے معنی اَصْبَحَ ہوتے ہیں یعنی دَخَلَ فِیْ وَقْتِ الصَّبَاحِ۔اور اَمْسٰی کے معنی ہوتے ہیں دَخَلَ فِیْ وَقْتِ الْمَسَآءِ۔ 47B

ابوعبیدہ رحمہ اللہ اس کے معنی تَوَجَّهَ لیتے ہیں یعنی صبح کو وہ متوجہ ہوئے۔

سدی اس واقعہ کی یہ تفصیل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قبطیوں پر رات موت کی کیفیت طاری فرمادی تو موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ نکلتے رہے اور وہ ان کے دفن میں رہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہوگیا۔اور اسی کے مثل توریت میں ہے کہ ان کے جانور مرگئے۔مختصر یہ کہ

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ۔جب قریب ہوگئیں دونوں جماعتیں اور ایک نے دوسرے کو دیکھا۔

چنانچہ توریت بھی ایسا ہی کہتی ہے:فَلَمَّا طَلَبَهُمْ فِرْعَوْنُ وَرَآءَ جُنُوْدِهٖ خَافُوْا جِدًّا وَّ لَامُوْا مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی الْخُرُوْجِ وَ قَالُوْا لَهٗ اَمِنْ عَدَمِ الْقُبُوْرِ بِمِصْرَ اَخْرَجْتَنَا لِنَمُوْتَ فِی الْبَرِّ اَمَا قُلْنَا لَكَ دَعْنَا نَخْدِمُ الْمِصْرِیِّیْنَ فَهُوَ خَیْرٌ مِّنْ مَّوْتِنَا فِی الْبَرِّ۔

تو جب فرعون انہیں ڈھونڈتا آگیا اور اس کے پیچھے اس کا لشکر تھا تو بنی اسرائیل خوفزدہ ہوکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے کہ تم نے ہمیں مصر سے نکال کر جنگل میں مارا کیا ہم نہ کہتے تھے کہ ہمیں چھوڑ دو کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں گے یہ ہمیں بہتر ہے جنگل کی موت سے۔تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

لَا تَخَافُوْا وَانْظُرُوْا اِغَاثَةَ اللّٰهِ تَعَالٰی لَكُمْ۔تم خوف نہ کرو اور اللہ عزوجل کی مدد کی طرف نظر رکھو۔

ثُمَّ اَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی مُوْسٰی اَنْ یَّضْرِبَ بِعَصَاهُ الْبَحْرَ۔پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنا عصا دریا میں ماریں۔

فَتَحَوَّلَ عُمُوْدُ الْغَمَامِ اِلٰی وَرَائِهِمْ وَ صَارَ بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ فِرْعَوْنَ وَجُنُوْدِهٖ وَ دَخَلَ اللَّیْلُ وَ لَمْ یَتَقَدَّمْ اَحَدٌ مِّنْ جُنُوْدِهٖ فِرْعَوْنَ طُوْلَ اللَّیْلِ وَ شَقَّ الْبَحْرُ ثُمَّ دَخَلَ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اور فرعونیوں کے مابین ایک کالا ابر حائل کردیا اور رات ہوگئی جس سے لشکر فرعون رات بھر آگے نہ بڑھ سکا اور دریا شق ہوگیا پھر بنی اسرائیل اس سے پار ہوگئے۔جس کا تذکرہ یوں بیان فرمایا:

قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝۶۱ ۔

بولے بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام سے ہم کو تو فرعون نے آلیا۔اب ہم کیا کریں اب تو بری طرح پھنسے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا:

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۝۶۲ ۔

فرمایا موسیٰ نے ہرگز ایسا نہیں بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے جو اب راستہ دیتا ہے تم گھبراؤ نہیں۔

اس جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ فرمایا۔اِنَّ مَعَنَا رَبَّنَا نہیں کہا اس لئے کہ اب بنی اسرائیل میں وہی

تھے جن پر قبطیوں کا ساتھ دینے کے باعث قحط آیا، خون برسا اور کیا کیا ہوا۔

یہ مضمون بھی خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دال ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ فرمایا اور بنی اسرائیل کو شامل نہ کیا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرما کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ شامل رکھا۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فِیْ تَوْجِیْهِ عَدَمِ اِشْتِرَاکِهِمْ اَنَّهٗ لِلْحَصْرِ بِالنِّسْبَةِ اِلَیْهِمْ اَیْضًا عَلٰی مَعْنٰی اِنَّ مَعِیَ اَوَّلًا وَّ بِالذَّاتِ رَبِّیْ لَا مَعَکُمْ کَذٰلِکَ۔

وَقِیْلَ قَدَّمَ الْمَعِیَّةَ هٰهُنَا وَ اُخِّرَتْ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا لِاَنَّ الْمُخَاطَبَ هٰهُنَا بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ وَ هُمْ اَغْبِیَآءُ یَعْرِفُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بَعْدَ النَّظْرِ وَالسِّمَاعِ مِنْ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ وَالْمُخَاطِبُ هٰهُنَا الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ هُوَ مِمَّنْ یَرَی اللّٰهَ تَعَالٰی قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَلِاِخْتِلَافِ الْمَقَامِ نَظْمَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبَهٗ مَعَهٗ فِی الْمَعِیَّةِ وَلَمْ یُقَدِّمْ لَهٗ وَدْعًا وَزَجْرًا وَ خَاطَبَهٗ عَلٰی نَحْوِ مُخَاطَبَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی لَهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عِنْدَ تَسْلِیَتِهٖ بِمَا صُوْرَتُهُ النَّهْیُ عَنِ الْحَزْنِ اِنْتَهٰی مُخْتَصَرًا۔

فَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ

تو وحی کی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ کہ مار اپنا عصا دریا میں۔

یعنی قلزم میں صحیح یہی ہے۔

اور ایک قول ہے کہ وہ دریا مصر کے پیچھے تھا جسے اساف کہتے تھے۔

اور ایک قول ہے کہ وہ نیل تھا۔

فَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ عَبْدِالْحَکَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ لَمَّا انْتَهٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ اِلَی الْبَحْرِ قَالَ مُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَیْنَ اُمِرْتَ فَاِنَّ الْبَحْرَ اَمَامَکَ وَ قَدْ غَشِیَنَا اٰلُ فِرْعَوْنَ فَقَالَ اُمِرْتُ بِالْبَحْرِ فَاقْتَحَمَ مُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ فَرَسَهٗ فَرَدَّهُ التَّیَّارُ فَجَعَلَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا یَدْرِیْ کَیْفَ یَصْنَعُ وَکَانَ اللّٰهُ قَدْ اَوْحٰی اِلَی الْبَحْرِ اَنْ اَطِعْ مُوْسٰی وَاٰیَتُهٗ ذٰلِکَ اِذَا ضَرَبَکَ بِعَصَاهُ فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلٰی مُوْسٰی اَنِ اضْرِبْ بِعَصَاکَ الْبَحْرَ۔

جب موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل دریا تک آ گئے تو مومن آل فرعون بولا یا نبی اللہ! اب کہاں کا حکم دیتے ہیں اس لئے کہ دریا آپ کے آگے ہے اور لشکر فرعون نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے حکم دریا کا ہے تو مومن آل فرعون نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا تو اسے موجوں نے رد کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام حیران تھے کہ کیا کریں اور اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) کی اطاعت کرو اور اس کی نشانی یہ ہے کہ جب وہ تجھے اپنے عصا سے ماریں (تو ان کی اطاعت کرنا) تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ عصا مبارک دریا میں مارو۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم محمد بن حمزہ بن یوسف رحمہم اللہ سے راوی ہیں: اِنَّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمَّا انْتَهٰی اِلَی الْبَحْرِ قَالَ "یَا مَنْ کَانَ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَالْمُکَوِّنَ لِکُلِّ شَیْءٍ وَالْکَائِنُ بَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ اِجْعَلْ لَنَا

مَخْرَجًا" فَاَوْحٰى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ۔

جب موسیٰ علیہ السلام دریا پر پہنچ گئے تو آپ نے یہ دعا کی جس کے الفاظ نقل ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اپنا عصا دریا میں مارو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ دعا کی: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَاِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى وَاِلَيْكَ الْمُسْتَغَاثُ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

اور درمنثور میں ہے بروایت ابن مردویہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کہ یہ دعا انفلاق بحر کے وقت کی

فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾۔

تو دریا پھٹ کر دونوں طرف بھاری پہاڑ کی طرح ہو گیا۔

طود عربی میں پہاڑ کو کہتے ہیں اور صحاح میں بھی اَلطَّوْدُ الْجَبَلُ ہی آیا ہے۔

وَالْمُرَادُ بِالْفِرْقِ قِطْعَةٌ مِّنَ الْمَاءِ ارْتَفَعَتْ فَصَارَ مَا تَحْتَهَا كَالسِّرْدَابِ عَلٰى مَا ذَكَرَهُ بَعْضُ الْاَجِلَّةِ۔ ٹکڑے ہو جانے سے یہ مراد ہے کہ پانی کا حصہ بلند ہو کر نیچے سے راستہ بن گیا اور پانی سرنگ یا درہ کی صورت جم گیا جیسا کہ بعض اکابر نے بیان کیا ہے۔

پھر اس پر بھی بحث کی گئی کہ وہ ایک راستہ بنا، یا بارہ راستے ہوئے۔

اس پر محققین فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل بارہ اسباط میں منقسم تھے اور ہر ایک اپنے لئے راستہ علیحدہ چاہتا تھا اس لئے بارہ راستے بنے۔

اور ہر ایک قبیلہ برابر چلنا چاہتا تھا اس لئے بارہ راستے ضروری تھے۔

پھر ایک روایت ہے کہ بنی اسرائیل نے یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا ہمیں خوف ہے کہ ہمارا دوسرا قبیلہ جس راہ سے جائے وہ غرق نہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان پانی کی دیواروں میں جھروکے نکال دیئے تا کہ ایک دوسرے کو دیکھتے چلیں۔

تو جب یہ پار ہو گئے تو اس راہ سے فرعون مع لشکر تعاقب کو چلا۔

فَخَرَجُوْا وَ غَشِيَ اَعْدَاْئَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ۔ تو جب وہ سب نکلنے لگے تو پانی نے گھیر لیا جس کا تذکرہ آگے فرمایا:

وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾۔ اَزْلَفْنَا اَدْخَلْنَا۔

پھر داخل کیا ہم نے پچھلوں کو اسی راہ میں یعنی فرعون اور اس کے لشکر کو۔

اَزْلَفْنَا کے بعض نے معنی جَمَعْنَا کئے۔ بعض نے قَرَّبْنَا۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اَدْخَلْنَا کئے ہیں۔

وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾۔

اور نجات دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کے ساتھیوں کو سب کو۔ پھر غرق کیا ہم نے پچھلوں کو یعنی فرعون اور اس کے لشکریوں کو۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةًؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۞ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۞۔

ان تمام میں یقیناً نشانیاں ہیں اور اکثر ان قبطیوں میں ایمان نہیں لائے اور بے شک اے محبوب تیرا رب زبردست اور رحم فرمانے والا ہے۔

یعنی عصا کا ثعبان مبین ہونا، دست موسوی کا ید بیضا بننا، فلق بحر اور عبور بنی اسرائیل قلزم سے یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ لیکن قوم فرعون کی اکثریت جسے قبطی کہا جاتا ہے امر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائی۔

اور وہ بڑھیا جس کا نام مریم بنت یاموث تھا جس نے قبر یوسف علیہ السلام کا پتہ دیا تھا وہ ضرور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی اور یہ یوسف علیہ السلام کے بھائی کی بیٹی تھی اور یہ موسیٰ علیہ السلام سے بھی رشتہ میں قریب تھی اور اکثر بنی اسرائیل بھی یقین کرنے میں مذبذب تھے اسی وجہ میں انہوں نے بچھڑا پوجا انہیں مومن نہیں کہا جا سکتا۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا مَا قِیْلَ مِنْ اَنَّ ضَمِیْرَ اَكْثَرُهُمْ لِاَهْلِ عَصْرِ فِرْعَوْنَ مِنَ الْقِبْطِ وَغَیْرِهِمْ وَاِنَّ الْمَعْنٰی وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ لِاَهْلِ مِصْرَ مُؤْمِنِیْنَ حَیْثُ لَمْ یُؤْمِنْ مِنْهُمْ اِلَّا اٰسِیَةُ وَمُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالْعَجُوْزُ الَّتِیْ دَلَّتْ عَلٰی قَبْرِ یُوْسُفَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ بَعْدَ مَا نَجَوْا۔ اور حزقیل جو خفیہ مومن تھے۔

اور یہ جو قرآن پاک میں وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ہے اس میں ضمیر اہل عصر فرعون قبطی وغیرہ کی طرف ہے اور وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ سے مراد اہل مصر ہیں جو ایمان نہیں لائے۔ سوائے حضرت آسیہ آل فرعون کا مومن اور وہ بڑھیا جس نے قبر یوسف علیہ السلام کا پتہ دیا تھا اور بنی اسرائیل جو بعد نجات مومن رہے۔ اور تمام منکرین کی ہلاکت اس لئے نہیں ہوئی کہ

اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۞۔

بے شک تمہارا رب زبردست قوت والا ہے اور بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِیْمَ ۞ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۞	اور پڑھو ان پر خبر ابراہیم کی جب اس نے اپنے باپ اور قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو
قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ ۞	بولے ہم تو بتوں کو پوجتے ہیں ان کے سامنے آسن مارے رہتے ہیں
قَالَ هَلْ یَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۞ اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ ۞	فرمایا کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارو یا تمہیں نفع ونقصان دیتے ہیں
قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ۞	بولے یہ تو کچھ نہیں بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا
قَالَ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۞ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۞ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۞	فرمایا کیا تم دیکھتے ہو یہ جنہیں پوج رہے ہو تم اور تمہارے پہلے باپ دادا بے شک وہ میرے دشمن ہیں مگر وہ رب العالمین

الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۙ ٧٨
جس نے مجھے پیدا کیا تو وہی مجھے راہ دے گا

وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۙ ٧٩
اور وہ جو کھلاتا اور پلاتا ہے

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۙ ٨٠
اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا دیتا ہے

وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۙ ٨١
اور وہ جو مجھے مارے گا اور زندہ کرے گا

وَالَّذِيْٓ أَطْمَعُ أَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ؕ ٨٢
اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن معاف کرے گا

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۙ ٨٣
اے میرے رب دے مجھے حکم اور ملا مجھے نیکوں میں

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۙ ٨٤
اور کر میری ناموری پچھلوں میں

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ۙ ٨٥
اور کر مجھے ان میں سے جو نعمت کے باغچوں کے وارث ہیں

وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ إِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۙ ٨٦
اور بخش دے میرے باپ کو بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۙ ٨٧
اور نہ رسوا کر مجھے جس دن اٹھائے جائیں گے

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۙ ٨٨
جس دن مال کام آئے نہ اولاد

إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ؕ ٨٩
مگر جو اللہ کے حضور حاضر ہو قلب سلیم سے

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ ٩٠
اور قریب لائی جائے جنت پرہیزگاروں کے لئے

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ۙ ٩١
اور ظاہر کیا جائے جہنم کو گمراہوں پر

وَقِيْلَ لَهُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۙ ٩٢
اور ان سے کہا جائے کہاں ہیں وہ جنہیں تم پوجتے تھے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ؕ ٩٣
اللہ کے سوا کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا بدلہ لیں گے

فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ۙ ٩٤
تو اوندھے ڈالے جائیں جہنم میں وہ اور سب گمراہ

وَجُنُوْدُ إِبْلِيْسَ أَجْمَعُوْنَ ؕ ٩٥
اور ابلیس کا لشکر بھی تمام

قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ۙ ٩٦
کہیں گے اور وہ اس میں جھگڑتے ہوں گے

تَاللّٰهِ إِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ ٩٧
خدا کی قسم بے شک ہم کھلی گمراہی میں تھے

إِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٩٨
جبکہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے

وَمَآ أَضَلَّنَآ إِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ٩٩
اور ہمیں گمراہ نہ کیا مگر مجرموں نے

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۙ ١٠٠
تو اب نہیں کوئی ہمارا سفارشی

وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ١٠١
اور نہ غمخوار دوست

فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ١٠٢
تو اگر ہمارے لئے پھر جانا ہوتا تو ہم مومن ہو جاتے

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ
بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سب ایمان

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ — والے نہ تھے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ — اور تمہارا رب عزت والا مہربان ہے

حل لغات پانچواں رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

وَ۔اور	اتْلُ۔پڑھ	عَلَيْهِمْ۔ان پر	نَبَاَ۔خبر
اِبْرٰهِيْمَ۔ابراہیم کی	اِذْ۔جب	قَالَ۔کہا اس نے	لِاَبِيْهِ۔اپنے باپ
وَ۔اور	قَوْمِهٖ۔اپنی قوم کو	مَا۔کیا	تَعْبُدُوْنَ۔پوجتے ہو تم
قَالُوْا۔بولے	نَعْبُدُ۔ہم پوجتے ہیں	اَصْنَامًا۔بتوں کو	فَنَظَلُّ۔تو ہوتے ہیں
لَهَا۔ان پر	عٰكِفِيْنَ۔دھرنا مارنے والے	قَالَ۔فرمایا	هَلْ۔کیا
يَسْمَعُوْنَكُمْ۔سنتے ہیں وہ تمہاری		اِذْ۔جب	تَدْعُوْنَ۔تم پکارتے ہو
اَوْ۔یا	يَنْفَعُوْنَكُمْ۔فائدہ دیتے ہیں تم کو		اَوْ۔یا
يَضُرُّوْنَ۔نقصان	قَالُوْا۔بولے	بَلْ۔بلکہ	وَجَدْنَآ۔ہم نے پایا
اٰبَآءَنَا۔اپنے باپ دادا کو	كَذٰلِكَ۔ایسا ہی	يَفْعَلُوْنَ۔کرتے تھے	قَالَ۔فرمایا
اَفَرَءَيْتُمْ۔کیا دیکھا تم نے	مَّا۔جو	كُنْتُمْ۔ہو تم	تَعْبُدُوْنَ۔پوجتے
اَنْتُمْ۔تم	وَ۔اور	اٰبَآؤُكُمُ۔تمہارے باپ دادا	الْاَقْدَمُوْنَ۔پہلے
فَاِنَّهُمْ۔تو وہ	عَدُوٌّ۔دشمن ہیں	لِّيْٓ۔میرے	اِلَّا۔مگر
رَبَّ۔رب	الْعٰلَمِيْنَ۔جہانوں کا	الَّذِيْ۔وہ جس نے	خَلَقَنِيْ۔مجھے پیدا کیا
فَهُوَ۔تو وہی	يَهْدِيْنِ۔مجھے راہ دے گا	وَ۔اور	الَّذِيْ هُوَ۔وہ جو
يُطْعِمُنِيْ۔مجھے کھلاتا ہے	وَ۔اور	يَسْقِيْنِ۔پلاتا ہے	وَ۔اور
اِذَا۔جب	مَرِضْتُ۔میں بیمار ہوتا ہوں	فَهُوَ۔تو وہ	يَشْفِيْنِ۔مجھے شفا دیتا ہے
وَ۔اور	الَّذِيْ۔وہ جو	يُمِيْتُنِيْ۔مجھے مارے گا	ثُمَّ۔پھر
يُحْيِيْنِ۔زندہ کرے گا	وَ۔اور	الَّذِيْٓ۔وہ کہ	اَطْمَعُ۔میں امید رکھتا ہوں
اَنْ۔یہ کہ	يَّغْفِرَ۔بخشے گا	لِيْ۔مجھے	خَطِيْٓـَٔتِيْ۔میرے گناہ
يَوْمَ۔دن	الدِّيْنِ۔قیامت کے	رَبِّ۔اے میرے رب	هَبْ۔دے دے
لِيْ۔مجھے	حُكْمًا۔حکم	وَّ۔اور	اَلْحِقْنِيْ۔ملا مجھ کو
بِالصّٰلِحِيْنَ۔نیکوں سے	وَ۔اور	اجْعَلْ۔بنا	لِّيْ۔میرے لئے
لِسَانَ۔زبان	صِدْقٍ۔سچی	فِي۔بیچ	الْاٰخِرِيْنَ۔پچھلوں کے
وَ۔اور	اجْعَلْنِيْ۔بنا مجھے	مِنْ وَّرَثَةِ۔وارثوں	جَنَّةِ۔جنت

النَّعِيْمِ۔نعمتوں والی سے	وَ۔اور	اغْفِرْ۔بخش	لِاَبِیْٓ۔میرے باپ کو
اِنَّهٗ۔بےشک وہ	كَانَ۔ہے	مِنَ الضَّآلِّيْنَ۔گمراہوں سے	وَ۔اور
لَا۔نہ	تُخْزِنِيْ۔ذلیل کرنا مجھے	يَوْمَ۔جس دن	يُبْعَثُوْنَ۔اٹھائے جائیں
يَوْمَ۔جس دن	لَا۔نہ	يَنْفَعُ۔نفع دے گا	مَالٌ۔مال
وَّ۔اور	لَا۔نہ	بَنُوْنَ۔بیٹے	اِلَّا۔مگر
مَنْ۔جو	اَتَى۔لایا	اللّٰهَ۔اللہ کے پاس	بِقَلْبٍ۔دل
سَلِيْمٍ۔سلامتی والا	وَ۔اور	اُزْلِفَتِ۔قریب کی جائے	الْجَنَّةُ۔جنت
لِلْمُتَّقِيْنَ۔پرہیزگاروں کے لئے		وَ۔اور	بُرِّزَتِ۔ظاہر کی جائے
الْجَحِيْمُ۔دوزخ	لِلْغٰوِيْنَ۔گمراہوں کے لئے	وَ۔اور	قِيْلَ۔کہا جائے
لَهُمْ۔ان کو	اَيْنَ۔کہاں ہے	مَا۔جو	كُنْتُمْ۔تھے تم
تَعْبُدُوْنَ۔پوجتے	مِنْ دُوْنِ۔سوا	اللّٰهِ۔اللہ کے	هَلْ۔کیا
يَنْصُرُوْنَكُمْ۔وہ مدد کرتے ہیں تمہاری		اَوْ۔اور یا	يَنْتَصِرُوْنَ۔بدلہ لیتے ہیں
فَكُبْكِبُوْا۔تو اوندھے ہوں	فِيْهَا۔اس میں	هُمْ۔وہ	وَ۔اور
الْغَاوٗنَ۔گمراہ	وَ۔اور	جُنُوْدُ۔لشکر	اِبْلِيْسَ۔ابلیس کا
اَجْمَعُوْنَ۔سارا	قَالُوْا۔کہیں گے	وَ۔اور	هُمْ۔وہ
فِيْهَا۔اس میں	يَخْتَصِمُوْنَ۔جھگڑیں گے	تَاللّٰهِ۔اللہ کی قسم	اِنْ۔بےشک
كُنَّا۔ہم تھے	لَفِيْ۔بیچ	ضَلٰلٍ۔گمراہی	مُّبِيْنٍ۔ظاہر کے
اِذْ۔جب	نُسَوِّيْكُمْ۔ہم برابر کرتے تھے تم کو		بِرَبِّ۔رب
الْعٰلَمِيْنَ۔جہانوں کے ساتھ	وَ۔اور	مَآ۔نہ	اَضَلَّنَآ۔گمراہ کیا ہم کو
اِلَّا۔مگر	الْمُجْرِمُوْنَ۔مجرموں نے	فَمَا۔تو نہیں	لَنَا۔ہمارے لئے کوئی
مِنْ شَافِعِيْنَ۔سفارش کرنے والا		وَ۔اور	لَا۔نہ
صَدِيْقٍ۔دوست	حَمِيْمٍ۔غمخوار	فَلَوْ۔اگر	اَنَّ۔ہو
لَنَا۔ہمارے لئے	كَرَّةً۔دوبارہ جانا	فَنَكُوْنَ۔تو ہوں ہم	مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ایمان
لانے والے	اِنَّ۔بےشک	فِيْ۔بیچ	ذٰلِكَ۔اس کے
لَاٰيَةً۔نشانی ہے	وَ۔اور	مَا۔نہیں	كَانَ۔ہیں
اَكْثَرُهُمْ۔اکثر ان کے	مُّؤْمِنِيْنَ۔ایمان والے	وَ۔اور	اِنَّ۔بےشک
رَبَّكَ۔تیرا رب	لَهُوَ۔وہی ہے	الْعَزِيْزُ۔غالب	الرَّحِيْمُ۔رحم کرنے والا

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

اب حضرت خلیب الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قصہ شروع ہے۔

اس میں حضور سید یوم النشور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ اوران کی تمام قوم بھی گمراہی میں مبتلا تھی بت پرستی کرتی تھی۔

اورابراہیم علیہ السلام کو اپنے باپ کے جہنمی ہونے کا کیا کچھ غم نہ تھا مگر بجز دعا کے اور کچھ نہ کر سکے۔ لہٰذا آپ کیوں اس قدر غمگین ہیں۔

اور جب ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان بت پرستوں نے نہ صرف مقابلہ ہی کیا بلکہ مخالفت یہاں تک کی کہ آپ کو آگ میں ڈالا اور کیا کیا۔

حتیٰ کہ جب آپ پر آتش گلزار ہوگئی اور سلامت تشریف لے آئے تو اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ہی کہہ کر ملک ترک فرمانا پڑا۔

تو موجودہ مصائب وآلام پر جو مشرکین کی طرف سے آپ پر ہیں یہ کوئی نئے نہیں بلکہ انبیاء کرام پر آتے رہے ہیں۔

چنانچہ خلیل اللہ بھی دنیا سے بیزار رہ کر اپنی دعا میں آخرت کے لئے جنت نعیم کی دعا اور قیامت کی رسوائی سے پناہ طلب کرتے رہے باآنکہ نبی کو نہ رسوائی ہے نہ جنت نعیم کے سوا کوئی آخرت میں مقام۔

گویا انبیاء سابقین بھی دوسری زندگی کے معتقد تھے۔ جنت ودوزخ تسلیم کرتے تھے۔

ان قریش مکہ کے جاہلوں کو فرمائیے کہ تمہارے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ میں نے تمہیں کسی نئے اعتقاد کی تعلیم نہیں دی۔

اس کے بعد اسی مناسبت سے مسئلہ معاد وحشر نشر کی کیفیت بھی بیان فرمادی کہ اس روز بدکاروں کے لئے جہنم اور ابرار کے لئے جنت لائی جائے گی۔

وہ دن وہ ہوگا کہ مال وبنین کام نہ آئیں گے۔

سوا پرہیزگاری کے جو حب شہوات اور کفر ومعصیت سے پاک دل ہو۔

یا اس کی نیک اولاد جس کے اعمال صالح ہوں۔

یا وہ مال جو اللہ عزوجل کی راہ میں صرف کیا گیا ہو۔

اس روز بت پرستوں سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں جنہیں پوجتے تھے وہ آج کہاں ہیں۔

اپنے باطل معبودوں سے اپنے نفع کی خواہش کرو۔

اس کے بعد انہیں معہ ان کے جھوٹے معبودوں کے اور ارواح خبیثہ وشیاطین کے سب کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا پھر یہ جہنم میں آپس میں جھگڑیں گے اور کہیں گے ہمیں فلاں نے گمراہ کیا اس کی وجہ سے ہم نے شرک کیا آج اس کے نتیجہ میں ہمارا کوئی حمایتی اور سفارشی نہیں ہے۔

کاش دوبارہ ہمیں دنیا میں بھیجا جاتا تو ہم ایمان لاتے۔ مومن بنتے جنت کے حقدار ہوکر دار آخرت میں آتے چنانچہ

ارشاد ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾۔

"اے محبوب ان پر ابراہیم علیہ السلام کی خبر پڑھیے جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو کہا کس چیز کی تم پوجا کر رہے ہو۔" تو انہوں نے معقول جواب نہ ہونے کی صورت میں یہ جواب دیا:

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾۔

بولے ہم بتوں کے پرستار ہیں اور انہیں کے آگے آسن مارے رہتے ہیں۔

نَظَلُّ لَهَا کے معنی علامہ رازی رحمہ اللہ کبیر میں فرماتے ہیں: نَظَلُّ لِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا بِالنَّهَارِ دُوْنَ اللَّيْلِ ہم دن میں انہیں پوجتے ہیں رات میں نہیں۔

اور عٰكِفِيْنَ کے معنی فرماتے ہیں: وَالْعُكُوْفُ الْاِقَامَةُ عَلَى الشَّيْءِ۔ عکوف کسی شے پر قائم ہو جانے کو کہتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم بابل اور اس کے اطراف میں تھی۔

یہ سب کے سب مذہب صابی رکھتے تھے جو ستاروں اور دیگر نورانی آسمانی چیزوں کی پوجا کرتے تھے پھر انہوں نے انہیں کے بت بنا رکھے تھے۔

تقریباً سو سال کے قریب گزرے کہ شہر نینوئی کے بعض تودوں کو فرانس کی ایک جماعت نے عجائب قدیمہ دریافت کرنے کے لئے کھودا تو بہت گہری کھدائی کے بعد سنگ مرمر کا ایک مکان نکلا جس کی دیواروں پر ہر طرف عجیب و غریب مورتیں کھدی ہوئی تھیں اور اس کے بیچ میں ایک اونچا بت جو دو قد آدم تھا جس کی صورت انسان کی تھی اور پیر ہاتھی کے تھے اور باز و عقاب جیسے تھے وہ نکال لیا اور اسے میوزیم فرانس کے اندر لا کر رکھ دیا۔

اس کی دیواروں پر کچھ لکھا ہوا تھا جو پڑھا نہیں گیا۔

غالباً یہ بت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا تھا۔ آپ نے ان سے سوال فرمایا:

قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾۔

کیا یہ سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو یا نفع پہنچاتے ہیں یا نقصان دے سکتے ہیں۔

تو اس کا جواب وہ کیا دیتے یہی کہہ کر پیچھا چھڑایا جس کا ذکر آگے ہے:

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾۔

(نفع نقصان یا سننا دیکھنا تو نہیں) بلکہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایسا ہی کرتے پایا ہے (ہم بھی وہی کرتے ہیں) تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اب ذرا سختی اختیار فرمائی۔

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾۔

فرمایا کیا تم نے دیکھ لیا کہ تم اور تمہارے پہلے باپ دادا جس چیز کو پوجتے رہے وہ باطل اور بے معنی تھی یہ سب چیزیں نفرت و عداوت کے قابل ہیں سوا رب العالمین کے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی میرا ہدایت کرنے والا ہے۔

اس کے بعد مشرکین کو رب العالمین کی چند صفات سنائیں:

وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾ ۔ وہ ذات وہ ہے جو مجھے کھلاتی پلاتی ہے۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ ۔ اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو وہی ذات مجھے شفا دیتی ہے۔

وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿۸۱﴾ ۔ اور وہی جو مجھے مارے گا پھر جلائے گا۔

وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾ ۔

وہی ہے جس سے مجھے امید ہے کہ مجھے بخش دے میری خطائیں بروز قیامت۔

نوٹ

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ نبی من حیث النبی معصوم ہوتا ہے اور معصوم سے خطا ناممکن ہے ہر چند کہ حضرت خلیل علیہ السلام انہیں معصوموں میں ہیں مگر بالنسبت الی التواضع جو خاصان حق کا خاصہ ہے آپ یہ فرما رہے ہیں یا مقام عبدیت کا یہی مقتضا ہے کہ ذرا سی فروگذاشت کو بھی وہ بڑا گناہ تصور کریں لہٰذا آپ کا یہ فرمانا بریں معنی ہے۔

یہ صفات بیان فرما کر انہیں بتا دیا کہ عبادت کے لائق ایسا ہوتا ہے نہ کہ وہ بے جان جماد لا یعقل۔ پھر اپنے لئے دعا فرمائی:

رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا ۔ الٰہی مجھے کمال قوت مدرکہ عطا فرما جس سے میں ادراک میں کامل رہوں اور یا میری نبوت مکمل فرما۔

وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ ۔ اور مجھے صالحین میں ملائے رکھ۔

صالح کہتے ہیں جو قوت عملیہ میں اور نیک کاموں میں پیش پیش ہو۔

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾ ۔ اور کر دے میرے لئے دنیا میں میری سچائی کی آواز میرے بعد یعنی مجھے ایسا کر دے کہ میرے بعد قیامت تک میرے حق میں موافق مخالف اچھے الفاظ ہی استعمال کرے چنانچہ آپ کے متعلق کسی کی زبان پر کوئی حرف خلاف نہیں آتا۔

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾ ۔ اور کر مجھے جنت نعیم کا وارث۔ ساتھ ہی اپنے باپ کے لئے حسب وعدہ دعا فرمائی۔

وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾ ۔ اور میرے باپ کی بخشش فرما کہ وہ گمراہوں میں ہے۔

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ ۔ اور قیامت کے روز مجھے رسوا نہ کیجیو۔

اب قیامت کا حال بھی اسی سلسلہ میں ضمناً بیان فرما دیا۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ ۔

وہ دن جس دن مال و اولاد کام نہ آئے مگر جو اس کے حضور قلب سلیم لائے۔

قلب سلیم وہ قلب ہے جس میں توحید و اخلاص کے سوا کچھ نہ ہو۔

پھر جنت و دوزخ کے متعلق فرمایا:

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾ ۔ اور قریب لائی جائے جنت پرہیزگاروں کے لئے۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ ۔اور ظاہر کی جائے نار جہنم سرکش اور غاویوں کے لئے۔
وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ اور کہا جائے کہاں ہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے تھے۔
هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ ۔کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا بدلہ لے سکتے ہیں۔
فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ ۔تو وہ اوندھے منہ ڈالے جائیں اس جہنم میں اور تمام گمراہ۔
وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ ۔اور شیطانی لشکر بھی تمام ڈال دیا جائے۔
قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ ۔بولیں اور وہ اس جہنم میں آپس میں جھگڑیں اور کیا کہیں۔
تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ ۔قسم بخدا ہم کھلی گمراہی میں تھے۔
اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَا اَضَلَّنَا اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾۔
جبکہ ہم نے اے جھوٹے معبودو! تم کو برابر مانا رب العالمین کے اور ہمیں گمراہ نہ کیا مگر مجرموں نے تو آج ہمارے لئے نہ کوئی سفارشی ہے نہ غمخوار دوست۔

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ۔تو اگر دوبارا ہمارا دنیا میں جانا ہو جائے تو ہم مومنین میں ہوں اور یہ ناممکن اور محال ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾۔
ان میں بھی ہماری نشانی ہے اور نہیں اکثر ان کے ایمان والے اور اے محبوب تمہارا رب قوت والا اور رحم کرنے والا ہے اور اسی وجہ میں مشرکین مجرمین اور ظالموں پر عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع ۔ سورۃ شعراء ۔ پ ۱۹

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ ۔اور پڑھئے ان پر خبر ابراہیم علیہ السلام کی۔ یعنی وہ خبر عظیم الشان جس کی بذریعہ وحی آپ کو اطلاع ہو چکی ہے ان مشرکین کو سنائیں۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ ۔جبکہ فرمایا انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو تم کیا پوجتے ہو۔ تمہیں اتنی بھی عقل نہیں کہ بے جان جماد محض کی پوجا کہاں معقول ہے۔

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ ۔بولے ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کے ہی گرد ہم آسن مارے رہتے ہیں۔

وَالْمُرَادُ بِالظُّلُوْلِ الدَّوَامُ كَمَا فِيْ قَوْلِهِمْ لَوْ ظَلَّ الظُّلْمُ هَلَكَ النَّاسُ وَ تَكُوْنُ ظَلَّ عَلٰى هٰذَا تَامَّةً۔ ظلول سے مراد ہمیشگی ہے جیسے کہتے ہیں: لَوْ ظَلَّ الظُّلْمُ اگر ظلم ہمیشہ کا ہو جائے تو لوگ ہلاک ہو جائیں اور ظَلَّ سے مراد اس موقعہ پر ہمیشگی ہوتا ہے اور یہی مراد تام ہے۔
وَ قِيْلَ فِعْلُ الشَّيْءِ نَهَارًا۔ ظَلَّ دن میں کسی کام کے کرنے کو کہتے ہیں وَ قَدْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا بِالنَّهَارِ دُوْنَ اللَّيْلِ فَتَكُوْنُ ظَلَّ عَلٰى هٰذَا نَاقِصَةً۔ چونکہ وہ لوگ بت پرستی دن میں کرتے تھے رات میں نہیں تو اس صورت میں ظل سے مراد تام نہیں ناقصہ ہوئی کہ مکمل رات دن میں نہیں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے بالکل معقول سوال فرمائے:

قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۝ فرمایا کیا وہ سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو۔ یہاں سماع بمعنی اجابت ہے جیسے اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔ یعنی آپ کے فرمانے کا یہ مقصد تھا کہ وہ بتائیں کہ کیا یہ بت ان کی پکار سن کر ان کی مدد کرتے ہیں یعنی هَلْ يُجِيْبُكُمْ۔

"اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ" بِسَبَبِ عِبَادَتِكُمْ لَهُمْ "اَوْ يَضُرُّوْنَ" اَیْ يَضُرُّوْنَكُمْ بِتَرْكِكُمْ لِعِبَادَتِهِمْ۔ یا وہ تمہاری عبادتوں کے صلہ میں تمہیں نفع دیتے ہیں یا ان کی پوجا ترک کر دینے کی صورت میں وہ تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں اس کا جواب نفی میں دیا اور کہہ دیا یہ تو نہیں۔

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ سب نے کہا دونوں نہیں بلکہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا کہ وہ ایسا ہی کرتے تھے اور ان کی عبادت کا طریقہ یہی تھا جیسا ہمارا ہے تو ہم نے ان کی تقلید کی اور ایسی ہی اندھی تقلید ہے جو حرام ہے۔ ایسی ہی تقلید پر مولانا رومی رحمہ اللہ نے ایک قصہ میں دو سو لعنت کی ہے۔ فرماتے ہیں:

مر مرا تقلید شاں برباد داد — کہ دو صد لعنت براں تقلید باد

پھر آپ نے جب ان سے اعتراف بطلان کرا لیا تو حجت قائم کی۔

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝ فرمایا کیا تم نے دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ تمہارا یہ طریقہ عبادت کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے آباؤ اجداد کی تقلید اور اندھی تقلید پر ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی تقلید کورانہ جس پر کوئی دلیل شرعی نہ ہو باطل بے سود اور لغو ہے۔ تو اب سنو۔

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ کہ ان سے میرے دل میں عداوت ہے مگر رب العالمین سے۔ میں انہیں نہیں پوج سکتا اور ان کی پوجا کسی طرح صحیح بھی نہیں۔ یہاں عَدُوٌّ لِّيْٓ بمعنی عداوت ہے اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ میں استثناء منقطع ہے یَعْنِیْ لٰكِنْ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ لَيْسَ كَذٰلِكَ فَاِنَّهٗ جَلَّ وَ عَلَا وَلِيُّ مَنْ عَبَدَهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ رب العالمین ایسا نہیں وہ بلند و بالا اپنے بندے کا ولی و ناصر ہے دنیا و آخرت میں اور وہ وہ ہے کہ

الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ ۔

جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

اور وہی ہے جو وفات دے گا پھر زندہ کرے گا۔

اور وہی وہ ہے جس سے میری آس لگی ہوئی ہے کہ وہ میری خطائیں قیامت کے دن معاف کرے گا۔

اس کے متعلق یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام انبیاء عظام معصوم ہیں اور اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ خلیل اللہ علیہ السلام کا فرمانا محض اظہار عبودیت اور تواضع کے تھا۔

بعض اس طرف گئے کہ اَرَادَ بِهَا مَا صَدَرَ عَنْهُ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْكَوْكَبِ وَالْقَمَرِ وَالشَّمْسِ مِنْ قَوْلِهٖ هٰذَا رَبِّيْ وَكَانَ ذٰلِكَ قَبْلَ هٰذِهِ الْمُقَاوَلَةِ وَقَدْ تَقَدَّمَ اَنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ مِنَ الْخَطِيْئَةِ فِيْ شَيْءٍ۔ اس استغفار سے بالنسبت الی الرتبۃ آپ نے استغفار فرمائی حالانکہ وہ آپ کی کسی طرح خطا نہ تھی جو آپ نے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فرمایا تھا اس پر پہلے مفصل تقریر ہو چکی ہے بہرحال آپ نے اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ فرمایا۔

یا جیسے بولتے ہیں اللہ عزوجل ہمارے گناہ معاف کرے اور اس سے مراد قوم کے گناہ کی معافی مانگنا ہوتی ہے ایسے ہی آپ نے خطا کی نسبت اپنی طرف فرما کر قوم کے لئے بخشش طلب کی تھی۔

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾۔

پھر یہ پانچ دعائیں آپ نے رب عزوجل کے حضور کیں:

۱۔ اے میرے رب مجھے حکم عطا فرما اور مجھے صالحین میں ملا۔

آلوسی رحمہ اللہ حکم پر چھ قول فرما رہے ہیں:

۱۔ وَالْمُرَادُ بِالْحُكْمِ عَلٰى مَا اخْتَارَهُ الْاِمَامُ الْحِكْمَةُ الَّتِيْ هِيَ كَمَالُ الْقُوَّةِ الْعِلْمِيَّةِ بِاَنْ يَّكُوْنَ عَالِمًا بِالْخَيْرِ لِاَجْلِ الْعَمَلِ۔ حکم سے مراد کمال قوت علمیہ ہے بایں طور کہ عالم بالخیر ہو عمل کے سبب۔

۲۔ وَقِيْلَ الْاَوْلٰى اَنْ يُّفَسَّرَ بِكَمَالِ الْعِلْمِ الْمُتَعَلِّقِ بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَسَائِرِ شُئُوْنِهٖ عَزَّوَجَلَّ وَاَحْكَامِهِ الَّتِيْ يُتَعَبَّدُ بِهَا۔ حکم کمال علم ہے جو متعلق ہے ذات وصفات اور تمام شیون باری عزوجل کو اور اس کے وہ احکام جس سے اس کی عبادت کی جائے۔

۳۔ وَقِيْلَ هِيَ النُّبُوَّةُ۔ ایک قول ہے حکم سے مراد نبوت ہے۔ لیکن اس کا رد کیا گیا۔ اس لئے کہ آپ کو یہ چیز حاصل تھی اور حاصل شدہ کی طلب محال ہے اسی کو تحصیل حاصل کہتے ہیں۔

اور اگر کہا جائے کہ نبوت پر نبوت کی طلب ہے تو یہ بھی محال ہے کہ ایک شخص دو مرتبہ نبوت نہیں لے سکتا۔

۴۔ ایک قول یہ ہے کہ اَلْمُرَادُ طَلَبُ كَمَالِهَا وَيَكُوْنُ بِمَزِيْدِ الْقُرْبِ وَالْوُقُوْفِ عَلَى الْاَسْرَارِ الْاِلٰهِيَّةِ وَالْاَنْبِيَآءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مُتَفَاوِتُوْنَ بِذٰلِكَ۔ حکم سے مراد طلب کمال ہے جو موجب مزید قرب اور وقوف علی الاسرار الالہیۃ کا ہو اور ظاہر ہے انبیاء علیہم السلام اپنے مراتب قرب میں مختلف ہیں۔

۵۔ ایک قول یہ ہے کہ حکم سے مراد طلب ثبات ہے۔

وَاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ ۔ کمال قوت عملیہ کی طلب کے بعد بذریعہ عمل اس درجہ کا طلب کرنا ہے جو زمرۂ کاملین و راسخین میں پہنچائے جو اپنی صلاحیت سے منزہ ہوں صغائر سے۔

اور حکم کا مطالبہ رکھنے میں مقدم سب سے یہ حکمت ہے کہ قوت علمیہ قوت عملیہ پر مقدم ہے اس لئے کہ ممکن ہے علم حق ہو اور عمل نہ ہو اور اس کا عکس ناممکن ہے۔

اس لئے کہ علم صفت روح ہے اور عمل صفت بدن، تو جیسے روح بدن سے اشرف ہے ایسے ہی علم عمل سے افضل ہے۔ پھر

اس کے تحت بھی علامہ آلوسی رحمہ اللہ پانچ قول نقل فرماتے ہیں:

۱- وَ قِيلَ الْمُرَادُ بِالْحُكْمِ الْحِكْمَةُ الَّتِيْ هِيَ الْكَمَالُ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ۔ حکم سے مراد وہ حکمت ہے جو کمال علم وعمل کی حامل ہو۔

اور اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ سے وہ طلب کمال فی العمل ہے جو نتیجہ اور ثمرہ علم کا ہے۔

۲- وَ قِيلَ الْمُرَادُ بِالْاَوَّلِ مَا يَتَعَلَّقُ بِالْمَعَاشِ وَ بِالثَّانِيْ مَا يَتَعَلَّقُ بِالْمَعَادِ۔ حکم سے مراد وہ ہے جو زندگی سے متعلق ہے اور اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ سے مراد وہ درجہ ہے جو معاد سے متعلق ہے۔

۳- وَ قِيلَ الْمُرَادُ بِالْحُكْمِ رِيَاسَةُ الْخَلْقِ وَ بِالْاِلْحَاقِ بِالصَّالِحِيْنَ التَّوْفِيْقُ لِلْعَدْلِ۔ حکم سے مراد ریاست خلق ہے اور اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ سے مراد توفیق عدل ہے جس سے مراعاۃ حقوق اللہ بھی ہو۔

۴- ایک قول ہے کہ اَلْمُرَادُ بِهٰذَا الْجَمْعِ بَيْنَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ بَيْنَ الصَّالِحِيْنَ فِي الْجَنَّةِ۔ ان دونوں دعاؤں سے مراد جمعیت کا مطالبہ ہے خلیل اللہ علیہ السلام اور صالحین کا جنت میں۔

۵- وَالْاَوْلٰى عِنْدِيْ اَنَّ تَفْسِيْرَ الْحُكْمِ بِالْحِكْمَةِ بِمَعْنَى الْكَمَالِ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَالْاِلْحَاقِ بِالصَّالِحِيْنَ بِجَعْلِ مَنْزِلَتِهٖ كَمَنْزِلَتِهِمْ عِنْدَهٗ عَزَّوَجَلَّ۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ کی تفسیر کمال علم وعمل ہے اور الحاق بالصالحین سے منزل خلیل مثل منازل صلحاء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوں۔

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾ ۔ اور کر میرے لئے زبان سچی پچھلی امتوں میں قیامت تک اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا دوامی ذکر جمیل دنیا میں رہنے کی دعا ہے اور بتوفیق الٰہی عزوجل آثار حسنہ اور سنن مرضیہ کے ماتحت ہوتا ہے جس کے باعث یاد ذکر حسن سے ہوتی ہے۔

وَالْمُرَادُ اَنْ يُّرَادَ بِالْاٰخِرِيْنَ اٰخِرَ اُمَّةٍ يُّبْعَثُ فِيْهَا نَبِيٌّ وَّ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ طَلَبَ الصِّيْتَ الْحَسَنَ وَالذِّكْرَ الْجَمِيْلَ فِيْهِمْ بِبِعْثَةِ نَبِيٍّ فِيْهِمْ يُجَدِّدُ اَصْلَ دِيْنِهٖ وَ يَدْعُوا النَّاسَ اِلٰى مَا كَانَ يَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ مِنَ التَّوْحِيْدِ مُعَلِّمًا لَّهُمْ اِنَّ ذَالِكَ مِلَّةُ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اور آخرین سے مراد وہ آخر امت ہے جس میں نبی آخر الزمان مبعوث ہوئے اور حضرت خلیل علیہ السلام اپنے لئے صوت حسن اور ذکر جمیل چاہتے تھے اس امت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جس میں اصل دین ابراہیم علیہ السلام کی تجدید ہوئی اور لوگوں کو دین ابراہیم علیہ السلام کی دعوت دی گئی توحید کی تعلیم کے ساتھ اور اعلان فرمایا: مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ یہ ملت تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔ انہوں نے ہی تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی تخصیص اس وجہ میں ہے کہ وَ لَيْسَ ذَالِكَ اِلَّا نَبِيًّا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَبَ بِعْثَتَهٗ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِمَا هُوَ اَصْرَحُ مِمَّا ذُكِرَ اَعْنِيْ قَوْلَهٗ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَلِذَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا دَعْوَةُ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی نبی اس مدت میں نہیں آیا اور حضرت خلیل علیہ السلام نے ان کی بعثت کی دعا بھی کی

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا میں دعاء ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہوں۔

اور حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لَابَاسَ اَنْ يُحِبَّ الرَّجُلُ اَنْ يُثْنٰى عَلَيْهِ صَالِحًا۔ اس میں حرج نہیں کہ انسان اسے پسند کرے کہ اس کی صالحیت کی تعریف ہو۔

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿٨٥﴾۔ اور مجھے نعمتوں والی جنت کا وارث کردے۔

چنانچہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وارث جنت نعیم بننے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ لِصَلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ مِنْ بَابِ دَارِهٖ يُرِيْدُ الْمَسْجِدَ فَقَالَ حِيْنَ يَخْرُجُ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ هَدَاهُ اللّٰهُ لِلصَّوَابِ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ طَعَامِ الْجَنَّةِ وَسَقَاهُ مِنْ شَرَابِ الْجَنَّةِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ شَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَعَلَ مَرَضَهُ كَفَّارَةً لِذُنُوْبِهٖ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ اَحْيَاهُ اللّٰهُ حَيَاةَ السُّعَدَاءِ وَاَمَاتَهُ مِيْتَةَ الشُّهَدَاءِ وَالَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ غَفَرَ اللّٰهُ خَطَايَاهُ كُلَّهَا وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ - رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ وَهَبَ اللّٰهُ لَهٗ حُكْمًا وَاَلْحَقَهُ بِصَالِحِ مَنْ مَّضٰى وَصَالِحِ مَنْ بَقِيَ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ كُتِبَ فِيْ وَرَقَةٍ بَيْضَآءَ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ مِّنَ الصَّادِقِيْنَ ثُمَّ يُوَفِّقُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بَعْدَ ذٰلِكَ لِلصِّدْقِ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْقُصُوْرَ وَالْمَنَازِلَ فِي الْجَنَّةِ وَكَانَ الْحَسَنُ يَزِيْدُ فِيْهِ وَاغْفِرْ لِوَالِدَيَّ كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ فرض نمازوں کا پورا وضو کر کے گھر سے مسجد کی طرف آئے اور کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ وَالَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ وَاغْفِرْ لِوَالِدَيَّ كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا۔

۱- تو اللہ تعالیٰ اسے صحیح ہدایت پر رکھتا ہے۔

۲- اور نعم جنت سے کھلائے گا اور شراب جنت پلائے گا۔

۳- اور مرض سے شفا دے گا اور اس کی بیماری کو کفارۂ گناہ فرمائے گا۔

۴- اور حیات سعداء اور موت شہداء عطا فرمائے گا۔

۵- اس کے تمام گناہ بخش دے گا اگرچہ سمندر کی جھاگوں کے برابر ہوں۔

۶- اسے حکم عطا فرمائے گا اور پچھلے اور آئندہ صلحاء میں داخل کرے گا۔

۷- اس کا نام ایک سپید ورق پر لکھے گا کہ فلاں، فلاں کا بیٹا سچوں سے ہے۔ اور اسے سچ کی توفیق بخشے گا۔

۸- جنت میں اس کے لئے ایک محل ہوگا اور جنت کے منازل۔

اور حضرت حسن بصری اس میں یہ دعا اور زائد فرماتے تھے میرے والدین کو بخش دے جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

وَاغْفِرْ لِأَبِيْٓ إِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٨٦﴾ ۔اور میرے باپ کو بخش دے وہ بے شک گمراہ ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں۔ اُمْنُنْ عَلَيْهِ بِتَوْبَةٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَغْفِرَتَکَ۔ اس پر توبہ کرنے کی توفیق کا احسان فرمادے تاکہ تیری بخشش کا وہ مستحق ہو۔ وَ حَاصِلُهٗ وَفِّقْهُ لِلْاِيْمَانِ۔ وَ هٰذَا ظَاهِرٌ اِذَا كَانَ هٰذَا الدُّعَاءُ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَاِنْ كَانَ بَعْدَ الْمَوْتِ فَالدُّعَاءُ بِالْمَغْفِرَةِ عَلٰى ظَاهِرِهٖ وَجَازَ الدُّعَآءُ بِهَا لِمُشْرِكٍ وَاللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَکَ بِهٖ لِاَنَّهٗ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذٰلِکَ اِذْ ذَاکَ وَالْعَقْلُ لَا يَحْكُمُ بِالْاِمْتِنَاعِ۔

اور یہ ظاہری صورت میں یوں ہے کہ اگر یہ دعا قبل موت کی تھی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق صحیح ہے۔ اور اگر موت کے بعد کی تھی تو دعاء مغفرت کرنا آپ کے لئے جائز تھا اگرچہ اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشتا لیکن سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت تک وحی نہیں ہوئی ہوگی اور عقل سے امتناع کا حکم نہیں ہوسکتا۔

اور شرح مسلم نووی سے علامہ شہاب رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ اِنَّ كَوْنَهٗ عَزَّوَجَلَّ لَا يَغْفِرُ الشِّرْکَ مَخْصُوْصٌ بِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَكَانَ قَبْلَهُمْ قَدْ يَغْفِرُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ شرک کا نہ بخشنا اس امت کے لئے مخصوص ہے اور اس سے قبل مشرک کی بخشش تھی۔

وَ قِيْلَ لِاَنَّهٗ كَانَ يُخْفِي الْاِيْمَانَ تَقِيَّةً مِّنْ نَمْرُوْدَ وَ بِذٰلِکَ وَعَدَ بِالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ عَدَاوَتُهٗ لِلْاِيْمَانِ فِي الدُّنْيَا بِالْوَحْيِ اَوْ فِي الْاٰخِرَةِ تَبَرَّاَ مِنْهُ۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ نمرود کے خوف سے تقیۃً ایمان مخفی کئے ہوئے تھا اسی وجہ میں حضرت خلیل علیہ السلام نے اس کے لئے وعدہ استغفار فرمایا جب ظاہر ہوگیا کہ اسے ایمان سے عداوت ہے دنیا میں یا آخرت میں تو آپ نے تبری فرمالی۔

اور یہی قرآن کریم میں ہے وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ۔

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿٨٨﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٩﴾ ۔

اور نہ رسوا کر مجھے اس دن جب سب اٹھائے جائیں یعنی بروز قیامت جس دن نہ فائدہ دے کسی کا مال نہ اولاد مگر جو لائے اللہ کے حضور قلب سلیم۔

یہ خذلان جس کے متعلق آپ نے دعا کی اس پر چند قول ہیں:

بِتَعْذِيْبِ اَبِيْ۔ باپ پر عذاب ہونے سے۔

اَوْ بِبَعْثِهٖ فِيْ عِدَادِ الضَّالِّيْنَ بِعَدَمِ تَوْفِيْقِهٖ لِلْاِيْمَانِ۔ یا آپ کی بعثت کے بعد گمراہوں میں اس کا رہنا بوجہ عدم توفیق ایمان۔

اَوْ يُعَاتِبُنِيْ عَلٰى مَا فَرَّطْتُ۔ یا مجھ پر عتاب کرے اس وجہ سے جو مجھ سے ہوا۔

وَ قِيْلَ يَكُوْنُ ذٰلِکَ تَعْلِيْمًا لِغَيْرِهٖ۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ دعا یہ جملے آپ کی طرف سے غیروں کی تعلیم کے لئے تھے۔

گویا آپ نے بارگاہ الٰہی عزوجل میں عرض کیا کہ۔ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُ الضَّالُّوْنَ وَاَبِیْ فِیْهِمْ۔ اس دن مجھے شرمندہ نہ کرنا جبکہ گمراہ اٹھائے جائیں اور میرا باپ بھی ان ہی میں ہو۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ ۔ کے متعلق آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ ابن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: 481

اِنَّ هٰذِهِ الْاٰیَاتُ عِنْدِیْ مُنْقَطِعَةٌ عَنْ كَلَامِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَهِیَ اِخْبَارٌ مِّنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ تَتَعَلَّقُ بِصِفَةِ ذٰلِكَ الْیَوْمِ الَّذِیْ طَلَبَ اِبْرَاهِیْمُ اَنْ لَّا یُخْزِیَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْهِ۔ یہ آیتیں میرے نزدیک کلام ابراہیم علیہ السلام سے علیحدہ ہیں یہ خبریں ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور ان میں اس دن کی صفت بیان فرمائی گئی جس دن کے لئے اللہ تعالیٰ سے خلیل علیہ السلام نے دعا کی کہ شرمندہ نہ فرمائے۔

لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ سے مراد محاسن دنیا اور اس کی زینت ہے اور مال اور بنون ہی صرف اس لئے بیان ہوئے کہ محاسن و زینت میں بھی سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ ۔ قلب سلیم کی تعریف میں ۹/ اقوال ہیں:

۱- اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ عَنْ مَرَضِ الْكُفْرِ وَالنِّفَاقِ۔ قلب سلیم وہ قلب ہے جو مرض کفر و نفاق سے صحت مند ہو۔

۲- اَیْ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَالُ وَ بَنُوْ مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ حَیْثُ اَنْفَقَ مَالَهٗ فِیْ سَبِیْلِ الْبِرِّ وَاَرْشَدَ بَنِیْهِ اِلَى الْحَقِّ وَ حَثَّهُمْ عَلَى الْخَیْرِ وَ قَصَدَ بِهِمْ اَنْ یَّكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ تَعَالٰی مُطِیْعِیْنَ شُفَعَآءَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ ۔ میں الا جو استثناء ہے وہ اس مال اور اولاد کا ہے جو قلب سلیم رکھے اس حیثیت سے کہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے اپنی اولاد کو حق کی طرف رکھے اور اسے نیکیوں پر برانگیختہ کرے اور ارادہ رکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بنے مطیع ہو شفاعت کرنے والا ہو بروز قیامت۔

۳- كَاَنَّهٗ قِیْلَ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ غِنًى اِلَّا غِنٰى مِمَّنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ وَ غِنَاهُ سَلَامَةُ قَلْبِهٖ وَ هِیَ مِنَ الْغِنَى الدِّیْنِ۔ گویا اس میں فرمایا گیا ہے کہ اس دن کوئی غنا کام نہ آئے گا مگر وہ غنا جو اللہ عزوجل کے حضور قلب سلیم لائے اور غنا نام ہی سلامتی قلب کا ہے اور وہ غنا غناء دین ہے۔

۴- اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ قَالَ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ عَلِمْنَا اَیُّ الْمَالِ خَیْرٌ اِتَّخَذْنَاهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَّ قَلْبٌ شَاكِرٌ وَّ زَوْجَةٌ صَالِحَةٌ تُعِیْنُ الْمُؤْمِنَ عَلٰى اِیْمَانِهٖ۔

جب آیہ کریمہ وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الخ نازل ہوئی تو بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بولے اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا مال بہتر ہے تو ہم اسی کو اختیار کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل مال لسان ذاکر اور قلب شاکر اور نیک بیوی ہے جو مومن کے ایمان میں مدد کرے۔

۵- وَ كَوْنُ الْمُرَادِ مِنَ الْقَلْبِ السَّلِيْمِ مِنْ مَرَضِ الْكُفْرِ وَالنِّفَاقِ۔ قلب سلیم سے مراد وہ دل ہے جو کفر و نفاق سے پاک ہو۔

۶- حدیث میں ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّ مُجَاهِدٍ وَقَتَادَةَ وَ ابْنِ سِيْرِيْنَ هُوَ الْخَالِىْ عَنِ الْعَقَائِدِ الْفَاسِدَةِ وَالْمَيْلِ اِلٰى شَهَوَاتِ الدُّنْيَا وَلَذَّاتِهَا وَ يُتْبِعُ ذَالِكَ الْاَعْمَالَ الصَّالِحَاتِ وَمِنْ عَلَامَةِ سَلَامَةِ الْقَلْبِ تَاْثِيْرُهَا فِى الْجَوَارِحِ۔
قلب سلیم وہ ہے جو عقائد فاسدہ سے پاک ہو اور شہوات دنیا اور اس کی لذت سے متنفر اور اعمال صالحات کی طرف راغب ہو اس لئے کہ سلامتی قلب کی یہی علامت ہے اور اس کا اثر تمام اعضاء پر ہوتا ہے۔

۷- حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں قلب سلیم وہ ہے: لَيْسَ فِيْهِ غَيْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ جس میں اللہ عزوجل کے سوا کچھ نہ ہو۔

۸- حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: هُوَ اللَّدِيْغُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى الْقَلَقُ الْمُنْزَعِجُ مِنْ مَخَافَةِ الْقَطْعِيَّةِ۔ قلب سلیم وہ ہے کہ غم آخرت اور خوف الٰہی عزوجل سے گھلا رہے اور زخمی ہو۔

۹- ایک قول ہے: هُوَ الَّذِىْ سَلِمَ مِنَ الشِّرْكِ وَالْمَعَاصِىْ وَسَلَّمَ نَفْسَهٗ لِحُكْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ سَالَمَ اَوْلِيَائَهٗ وَ حَارَبَ اَعْدَائَهٗ۔ قلب سلیم وہ ہے جو شرک و معاصی کی خرابی سے سالم ہو اور اپنی جان حکم الٰہی عزوجل کے لئے وقف کر دے اور اللہ عزوجل کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے عداوت و محاربہ رکھے۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ ۔
اور جنت قریب کی جائے پرہیزگاروں کے لئے اور جہنم ظاہر کیا جائے گمراہوں کے لئے۔

اَىْ قُرِّبَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ عَنِ الْكُفْرِ۔ یعنی جنت پرہیزگاروں کے قریب کی جائے اور کافروں کو نظر آئے۔
وَ قِيْلَ عَنْهُ وَعَنْ سَآئِرِ الْمَعَاصِىْ بِحَيْثُ يُشَاهِدُوْنَهَا مِنَ الْمَوْقِفِ وَ يَقِفُوْنَ عَلٰى مَا فِيْهَا مِنْ فُنُوْنِ الْمَحَاسِنِ فَيَسْتَحِبُّوْنَ بِاَنَّهُمُ الْمَحْشُوْرُوْنَ اِلَيْهَا۔ ایک قول ہے تمام عصیان شعار اپنے موقف سے اس کا مشاہدہ کریں گے اور اس کی خوبیاں دیکھ کر للچائیں گے کہ کاش ہم بھی اس طرف محشور ہوتے۔ (روح المعانی)

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ ۔ اَلضَّالِّيْنَ عَنْ طَرِيْقِ الْحَقِّ وَ هُوَ التَّقْوٰى وَالْاِيْمَانُ۔ اور ظاہر کیا جائے جہنم گمراہوں کے لئے جو طریق حق سے بھٹک گئے ہیں اور طریق حق تقویٰ اور ایمان ہے۔

اَىْ جُعِلَتْ بَارِزَةً لَهُمْ بِحَيْثُ يَرَوْنَهَا مَعَ مَا فِيْهَا مِنْ اَنْوَاعِ الْاَحْوَالِ الْهَائِلَةِ وَيَتَحَسَّرُوْنَ عَلٰى اَنَّهُمُ الْمَسُوْقُوْنَ اِلَيْهَا۔ یعنی جہنم ان پر ظاہر ہو بایں طور کہ اسے ایسے دیکھیں کہ اس میں جو کچھ مصیبتیں ہیں سب نظر آئیں اور افسوس کریں کہ آج ہم اپنے کرنے کی وجہ سے اس طرف چلائے جائیں گے۔

اِزْلَاف اور اِبْرَاز کا فرق

اَلْاِزْلَافُ وَ هُوَ غَايَةُ التَّقْرِيْبِ يُشِيْرُ اِلٰى قُرْبِ الدُّخُوْلِ وَتَحَقُّقِهٖ وَلِذَا قَدَّمَ سَبْقَ رَحْمَتِهٖ تَعَالٰى۔
ازلاف غایت قرب کو کہتے ہیں جو دخول کے قریب ہو اور اس پر اطمینان ہو اسی لئے اس کے بیان کو سبقت رحمت الٰہی کے

اعتبار سے مقدم کیا۔

بخلاف ابراز کے کہ وہ نظر آتا ہے اگرچہ بعد میں اس میں جانا پڑے۔ اس لئے کہ اس سے نجات کی طمع کرنے والا امید رکھتا ہے۔

ابن کمال رحمہ اللہ کہتے ہیں دونوں فعلوں کا اختلاف دلالت کرتا ہے کہ ارض حشر جہنم سے قریب ہوگی۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ اِنَّ الْجَنَّةَ بَعِيْدَةٌ مِّنْ اَرْضِ الْمَحْشَرِ بُعْدًا مَكَانِيًا وَالنَّارَ قَرِيْبَةٌ مِّنْهَا قُرْبًا مَكَانِيًا فَلِذَا اُسْنِدَ الْإِزْلَافُ اَيِ التَّقْرِيْبُ اِلَى الْجَنَّةِ دُوْنَ الْجَحِيْمِ ۔ جنت ارض محشر سے بعید ہوگی اور یہ بعد بعد مکانی ہوگا اور جہنم قریب ہوگا بہ اعتبار قرب مکانی اسی وجہ میں ازلاف یعنی تقرب کو جنت کی طرف مسند کیا نہ کہ جہنم کی طرف۔

اور ایک بات یہ ہے کہ یہ تحقیق اس بنا پر بھی صحیح ہے کہ اِنَّ الْجَنَّةَ فِي السَّمَآءِ وَاِنَّ النَّارَ تَحْتَ الْاَرْضِ وَاِنَّ تَبْدِيْلَ الْاَرْضِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِمَدِّهَا وَ اِذْهَابِ كُرَّيَّتِهَا اِذْ حِيْنَئِذٍ يَّظْهَرُ. اَمْرُ الْبُعْدِ وَ الْقُرْبِ لٰكِنْ لَّا يَخْفٰى اَنَّ كَوْنَ الْجَنَّةِ فِي السَّمَآءِ مِمَّا يَعْتَقِدُهٗ اَهْلُ السُّنَّةِ وَلَيْسَ فِيْ ذٰلِكَ خِلَافٌ يُعْتَدُّ بِهٖ۔

جنت آسمان میں ہے اور جہنم زمین کے نیچے اور تبدیل ارض قیامت کے دن اس کا تمدد اور ذہاب کریت سے ہوگا۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔

اور یہ حقیقت ہے کہ جنت آسمان میں ہے اور یہ عقیدہ اہلسنّت کا ایسا ہے جس کے خلاف کوئی نہیں اور جہنم کا زمین کے نیچے ہونا اس میں توقف ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اپنی تالیف اتمام الدرایہ میں فرماتے ہیں: نَعْتَقِدُ اَنَّ الْجَنَّةَ فِي السَّمَآءِ وَ نَقِفُ عَنِ النَّارِ وَ نَقُوْلُ مَحَلُّهَا حَيْثُ لَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى فَلَمْ يَثْبُتْ عِنْدِيْ حَدِيْثٌ اَعْتَمِدُهٗ فِيْ ذٰلِكَ وَقِيْلَ تَحْتَ الْاَرْضِ۔ اِنْتَهٰى۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جنت آسمان میں ہے اور جہنم کے متعلق ہم متوقف ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ اس کے محل کے متعلق ہم متوقف ہیں ہمیں کچھ علم نہیں سوا اللہ تعالیٰ کے۔ اس لئے کہ ہمیں حدیث سے یہ ثابت ہی نہیں ہوتا کہ وہ کس جگہ ہے۔ البتہ کہتے ہیں کہ وہ زمین کے نیچے ہے۔

اور امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب تذکرہ میں بہت سی حدیثیں نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی نئی زمین سپید مثل چاندی کے پیدا فرمائے گا جس میں کبھی سفک دم نہ ہوا نہ اس پر کبھی ظلم ہوا۔

اور اولیٰ ترین بات یہ ہے کہ کہا جائے بعد جنت اور قرب نار ارض محشر سے ہے۔ اس لئے کہ جنت تک پہنچنا عبور پل صراط کے بعد ہے اور وہ جہنم کے اوپر قائم ہے جیسا کہ احادیث سے پتہ چلتا ہے اور قرآن کریم بھی شاہد ہے: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا

اور اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس دن جنت منتقل ہو کر عرصات محشر میں آئے گی۔ اِذِ التَّقْرِيْبُ يَسْتَدْعِي النَّقْلَ۔ اس لئے کہ جنت کا قریب ہونا نقل مکانی چاہتا ہے۔ اس پر کوئی حدیث نہیں ملتی۔

ہاں جہنم کی نقل مکانی پر تذکرہ میں مسلم رحمہ اللہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَّهَا سَبْعُوْنَ اَلْفُ زَمَامٍ مَعَ كُلِّ زَمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفُ مَلِكٍ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم روزِ قیامت لایا جائے ستر ہزار لگاموں میں ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں۔ آگے ارشاد ہے:

وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ ؕ۔

اور انہیں کہا جائے کہاں ہیں تمہارے معبود اللہ کے سوا کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں یا اپنے لئے بدلہ چاہتے ہیں۔

یعنی جن کی پوجا تم دنیا میں کرتے تھے اور تمہارا گمان یہ تھا کہ وہ تمہارے حمایتی ہیں تو کیا اب وہ عذاب جہنم کا مشاہدہ کر کے تمہاری مدد کریں گے یا اپنے لئے تم سے مدد لیں گے جب اس کا جواب ان کی طرف سے کچھ نہ ہو تو

فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ ؕ ۔اَىِ الْقُوْا فِىْ جَهَنَّمَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ۔

وہ سب جہنم میں منہ کے بل ڈال دیئے جائیں۔ یعنی وہ بت اور ان کے پجاری گمراہ اور لشکر شیطان سب جہنم میں ڈال دیئے جائیں۔ غاوون سے مراد تمام مشرکین ہیں۔

بعض نے کہا مشرکین انس اور غاوون شیاطین ہیں۔

اَىْ يُخَاصِمُوْنَ مَنْ مَّعَهُمْ مِّنَ الْاَصْنَامِ وَالشَّيَاطِيْنِ حَيْثُ يَجْعَلُهَا اللّٰهُ اَهْلاً لِلْخِطَابِ۔ یعنی وہ آپس میں بتوں اور شیاطین سے جھگڑیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان بتوں کو بولنے کی استعداد بخش دے گا تو سب کہیں گے:

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾۔

خدا کی قسم ہم نہیں تھے مگر تھے کھلی گمراہی میں جبکہ ہم نے برابر ٹھہرایا بتوں کو رب العالمین کے اور ہمیں گمراہ نہ کیا مگر مجرمین شیاطین نے۔

یعنی اے بتو! ہم اس وقت انتہائی گمراہی میں تھے جبکہ ہم نے تمہیں اللہ عزوجل کے برابر مانا باآنکہ تم ادنیٰ مخلوق اور ارزل ترین عاجز تھے اور ہماری گمراہی کا سبب یہی شیاطین مجرمین بنے۔

بعض کے نزدیک مجرمین سے مراد رؤسا و کبراء قوم تھے۔ چنانچہ قرآن پاک میں بھی تصریح ہے کہ جہنمی کہیں رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ

الٰہی ہم نے ان اپنے سرداروں اور بڑوں کی پیروی کی تو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا اے رب ہمارے ان پر عذاب دوچندلا۔

وَجَوَّزَ اَيْضًا اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْاَصْنَامِ يُنْطِقُهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَيُخَاصِمُوْنَ الْعَبَدَةَ نَحْنُ جَمَادَاتٌ مُتَبَرِّءُوْنَ عَنْ جَمِيْعِ الْمَعَاصِىْ وَاَنْتُمُ اتَّخَذْتُمُوْنَا اٰلِهَةً فَاَلْقَيْتُمُوْنَا فِىْ هٰذِهِ الْوَرْطَةِ۔

بعض نے یہ مانا کہ بتوں کو اللہ تعالیٰ قوت نطق بخشے گا تو وہ اپنے پوجنے والوں سے جھگڑیں گے اور کہیں گے ہم تو بے جان جماد تھے بری تھے تمہارے تمام معاصی سے تم نے ہی ہمیں معبود بنایا اور تم نے ہی ہمیں بھی اس ورطۂ بلا میں ڈالا۔ پھر جہنمی کہیں:

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ۔تو اب ہمارا کوئی حمایتی ہے نہ گہرا دوست۔

یعنی وہ حسرت سے کہیں کہ آج ہم کس سے استمداد کریں۔ شافعین جمع شافع کی ہے تو جب مسلمانوں کے سفارشی اور حمایتی وہ دیکھیں تو اس طرح حسرت کریں کہ ہم ان بتوں کو هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ کہہ کر ذلیل ہوئے آج ان میں سے

ہماری شفاعت وسفارش کیا کرتا اپنی ہی مصیبت نہیں ٹال سکتے۔

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ۔وَالْمَعْنٰى فَلَيْتَ لَنَا كَرَّةً رَجْعِيَّةً اِلَى الدُّنْيَا فَاِنْ نَّكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔یعنی کاش ہمیں دنیا میں لوٹنا مل جاتا تو ہم مومنین میں ہو کر آتے۔مگر یہ حسرت بالمحال ہوگی نہ وہ دنیا میں آ سکتے ہیں نہ ایسا ہوسکتا ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ ۔

بے شک اس میں نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر ان کے ایمان والے اور بے شک تیرا رب وہ زبردست ہے اور بڑا مہربان۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع-سورۃ شعراء-پ ۱۹

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ جھٹلایا قوم نوح نے رسولوں کو

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ جبکہ کہا انہیں ان کے بھائی نوح نے کیا تم نہیں ڈرتے

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ میں تمہارے لئے رسول امین ہوں

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ تو ڈرو اللہ سے اور پیروی کرو میری

وَمَآ اَسْــَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ اور میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو نہیں مگر رب العالمین پر

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾ تو ڈرو اللہ سے اور پیروی کرو میری

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ بولے کیا ہم ایمان لائیں تجھ پر اور تیرے تابع تو ذلیل لوگ ہیں

قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ تو کہا نوح نے مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا کرتے تھے

اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰي رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ ان کا معاملہ تو نہیں مگر میرے رب پر ہے۔کاش تمہیں شعور ہوتا

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اور نہیں میں علیحدہ کرنے والا مومنوں کو

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾ میں تو نہیں مگر کھلا ڈرانے والا ہوں

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ بولے اے نوح اگر تم باز نہ آئے تو ضرور تم سنگسار کئے جاؤ گے

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فرمایا اے میرے رب میری قوم مجھے جھٹلا رہی ہے

فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّــنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ تو کھول دے میرے اور ان کے مابین کھولنا اور نجات دے مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں مومنوں سے

فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ تو نجات دی ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ تھے کشتی بھری ہوئی میں

ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ — پھر غرق کر دیا ہم نے بعد میں باقیوں کو

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ — اس میں نشانی ہے اور اکثر ان میں مومن نہیں

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۲﴾ — اور بے شک تمہارا رب زبردست عزت والا مہربان ہے

حل لغات چھٹا رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

كَذَّبَتْ-جھٹلایا	قَوْمُ-قوم	نُوْحِ-نوح نے	الْمُرْسَلِیْنَ-پیغمبروں کو
اِذْ-جب	قَالَ-کہا	لَهُمْ-ان کو	اَخُوْهُمْ-ان کے بھائی
نُوْحٌ-نوح نے	اَلَا-کیوں نہیں	تَتَّقُوْنَ-ڈرتے تم	اِنِّیْ-بے شک میں
لَكُمْ-تمہارے لئے	رَسُوْلٌ-رسول ہوں	اَمِیْنٌ-امانت دار	فَاتَّقُوا-تو ڈرو
اللّٰهَ-اللہ سے	وَ-اور	اَطِیْعُوْنِ-پیروی کرو میری	وَ-اور
مَآ-نہیں	اَسْئَلُكُمْ-مانگتا میں تم سے	عَلَیْهِ-اس پر	مِنْ اَجْرٍ-کوئی اجر
اِنْ-نہیں	اَجْرِیَ-میرا اجر	اِلَّا-مگر	عَلٰی-اوپر
رَبِّ-رب	الْعٰلَمِیْنَ-جہانوں کے	فَاتَّقُوا-تو ڈرو	اللّٰهَ-اللہ سے
وَ-اور	اَطِیْعُوْنِ-کہا مانو میرا	قَالُوْٓا-بولے	اَ-کیا
نُؤْمِنُ-ایمان لائیں ہم	لَكَ-تجھ پر	وَ-اور	اتَّبَعَكَ-پیرو ہوئے تیرے
الْاَرْذَلُوْنَ-کمینے لوگ	قَالَ-فرمایا	وَ-اور	مَا-نہیں
عِلْمِیْ-مجھے معلوم	بِمَا-جو	كَانُوْا-ہیں وہ	یَعْمَلُوْنَ-کرتے
اِنْ-نہیں	حِسَابُهُمْ-ان کا حساب	اِلَّا-مگر	عَلٰی-اوپر
رَبِّیْ-میرے رب کے	لَوْ-کاش	تَشْعُرُوْنَ-تم سمجھو	وَ-اور
مَآ-نہیں	اَنَا-میں	بِطَارِدِ-چھوڑنے والا	الْمُؤْمِنِیْنَ-مومنوں کو
اِنْ-نہیں	اَنَا-میں	اِلَّا-مگر	نَذِیْرٌ-ڈرانے والا
مُّبِیْنٌ-کھلا	قَالُوْا-بولے	لَئِنْ-اگر	لَّمْ-نہ
تَنْتَهِ-باز آیا تو	یٰنُوْحُ-اے نوح		لَتَكُوْنَنَّ-تو ہوگا ضرور
مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ-سنگسار کئے گیوں سے		قَالَ-کہا	رَبِّ-اے میرے رب
اِنَّ-بے شک	قَوْمِیْ-میری قوم نے	كَذَّبُوْنِ-مجھے جھٹلایا	فَافْتَحْ-تو فیصلہ کر دے
بَیْنِیْ-میرے	وَ-اور	بَیْنَهُمْ-ان کے درمیان	فَتْحًا-آخری فیصلہ
وَّ-اور	نَجِّنِیْ-نجات دے مجھے	وَ-اور	مَنْ-ان کو جو

مَّعِیَ۔ میرے ساتھ ہیں	مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ایمان والے لوگ		فَاَنْجَیْنٰهُ۔ تو ہم نے اسے
نجات دی	وَ۔ اور	مَنْ۔ ان کو	مَّعَهٗ۔ جو اس کے ساتھ تھے
فِی۔ بیچ	الْفُلْكِ۔ کشتی	الْمَشْحُوْنِ۔ بھری ہوئی کے	ثُمَّ۔ پھر
اَغْرَقْنَا۔ ہم نے غرق کیا	بَعْدُ۔ اس کے بعد	الْبٰقِیْنَ۔ باقی لوگوں کو	اِنَّ۔ بے شک
فِیْ۔ بیچ	ذٰلِكَ۔ اس کے	لَاٰیَةً۔ البتہ نشانی ہے	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	كَانَ۔ تھے	اَكْثَرُهُمْ۔ اکثر ان کے	مُّؤْمِنِیْنَ۔ ایمان والے
وَ۔ اور	اِنَّ۔ بے شک	رَبَّكَ۔ تیرا رب	لَهُوَ۔ وہ
الْعَزِیْزُ۔ غالب ہے	الرَّحِیْمُ۔ رحم کرنے والا		

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

حضرت سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کے قصہ کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا گیا۔

حالانکہ سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں یہ قصہ مفصل بیان ہو چکا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا اسلوب بیان خطیبانہ ہے مؤرخانہ نہیں۔

مؤرخوں میں ایک واقعہ کو مکرر لانا معیوب سمجھتے ہیں لیکن خطیبانہ انداز میں وعظ و خطیب عموماً عبرت دلانے کے لئے قصوں کو بہ مقتضائے حالات قوم مکرر سہ کرر بیان کرنے کو عین حکمت قرار دیتے ہیں۔ خصوصاً نئے نئے اسلوب سے دہرانا تفنن بیان سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس قصہ کا اعادہ فرمانا صحیح ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس اپنی قوم میں ہدایت فرماتے رہے لیکن وہ ہدایت پر نہ آئے اس ذکر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ ان کا آخر نتیجہ غرق ہوا اور اس میں قریش کو تہدید و توبیخ بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ﹰالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۰۵﴾۔ جھٹلایا قوم نوح نے رسولوں کو۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے ایک ہی رسول تھے لیکن چونکہ تمام انبیائے کرام دین میں ایک ہی تعلیم دیتے رہے ہیں بنابریں ایک کی تکذیب تمام انبیاء کی تکذیب ہے اس لئے مرسلین جمع کا صیغہ لایا گیا تاکہ ان کی شناعت اور اعتقادی قباحت واضح ہو جائے۔ اس کے بعد کے قصوں میں بھی صیغہ جمع ہی استعمال کیا گیا۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾۔ جبکہ فرمایا انہیں ان کے بھائی نوح نے تم کیوں نہیں ڈرتے۔

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾۔ میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور اطاعت کرو۔

یہ قوم بت پرست تھی اور آپ انہیں شرک چھڑا کر توحید کی طرف بلا رہے تھے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ:

وَمَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾۔

اور میں اس تبلیغ و راہنمائی کا تم سے کچھ بدلہ نہیں چاہتا میرا بدلہ تو میرے رب پر ہے تو ڈرو اللہ سے اور پیروی کرو میری۔

اس ہدایت پر بجائے اس کے کہ وہ جھکتے اور پیروی کرتے طنز کرنے لگے اور بولے:

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ۔ کہنے لگے کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں باآنکہ تمہارے پیرو تو ذلیل لوگ ہیں۔

چونکہ آپ کے پیرو عموماً غربا ہی تھے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيبًا وَ سَيَعُوْدُ غَرِيبًا ۔فرمایا ہے۔ اسلام غریبوں سے شروع ہوا اور لوٹ کر غریبوں میں ہی آجائے گا فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَآءِ تو مبارک ہو غریبوں کو۔ تو قوم نوح نے آپ سے کہا یہ ذلیل لوگ جو ایمان لائے ہیں کسی غرض سے ایمان لائے ہیں دل سے یہ بھی مومن نہیں ہیں تو آپ نے جواب دیا:

قَالَ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ۔

فرمایا اس کا مجھے علم نہیں کہ یہ کیسے اور کس طرح ایمان لائے ہیں اس کی حقیقت حال اللہ تعالیٰ پر روشن ہے مجھے ان کے باطن سے بحث نہیں نَحْنُ نَحْكُمُ بِظَوَاهِرِ كُمْ ۔ ہم تو تمہارے ظاہر پر حکم لگائیں گے جب بظاہر یہ مومن ہیں اور تم مشرک تو انہیں مومن کہا جائے گا اور تمہیں مشرک تمہاری خاطر میں ان مومنوں کو دور نہیں کر سکتا۔

اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ ۔ان کا حساب اللہ جانتا ہے کاش تمہیں شعور اور سمجھ ہو۔

وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ ۔اور میں ان مومنوں کو دور نہیں کر سکتا۔

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾ ۔میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

جو بھی قبول کر لے آجائے غریب ہو یا امیر اس بے نیازی کا جواب سن کر قوم چڑ گئی اور غضبناک لب ولہجہ میں کہنے لگی:

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ ۔ بولے اگر تم ایسی باتیں کرنے سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔

جب آپ نے دیکھا کہ معقولیت کا جواب نامعقولیت سے دے رہے ہیں تو آپ نے جناب باری میں عرض کی:

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِیْ وَ بَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِیْ وَ مَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ۔

عرض کی اے میرے رب یہ میری قوم مجھے جھٹلا رہی ہے تو فیصلہ کر دے میرے اور ان کے مابین کوئی قطعی فیصلہ اور مجھے ان سے نجات دے اور انہیں جو میرے ساتھ مومنین ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ ۔

تو ہم نے نجات دی انہیں اور ان کے ساتھیوں کو بھری ہوئی کشتی میں پھر غرق کر دیا ہم نے باقیوں کو۔

فَافْتَحْ ۔بمعنی فاحکم ہے۔ فَتَاحَةٌ ۔حکومت۔ فَتَّاحٌ ، حاکم۔

مَشْحُوْن ۔ بھری ہوئی۔ مملو۔ شَحَنَّا عَلَيْهِمْ خَيْلًا وَّ رَجِلًا ۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾ ۔

یہ آیت چند بار آچکی ہے اور چند بار آئے گی۔ لہٰذا اس کا مطلب وہی ہے جو ہم بیان کر چکے۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع ۔سورۃ شعراء ۔پ ۱۹

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾ ۔

جھٹلایا قوم نوح نے رسولوں کو جبکہ کہا انہیں ان کے بھائی نوح نے تم کیوں نہیں خوف کرتے ۔ میں تمہارے لئے رسول امین ہوں تو ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری اور میں نہیں مانگتا تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجر میرا اجر تو رب العالمین پر ہے تو ڈرو اللہ سے اور میری پیروی کرو۔

مصباح میں ہے کہ قوم کا لفظ مذکر و مونث پر یکساں مستعمل ہوتا ہے وَ كُلٌّ اِسْمُ جَمْعٍ لَّا وَاحِدَ لَهٗ مِنْ لَفْظِهٖ ۔ اور تمام اسم جمع ہیں ان کا واحد لفظوں میں نہیں ہوتا جیسے رہط اور نفر۔ اور اس کا واحد بھی یہی ہے یعنی قوم۔

یہاں تکذیب مرسلین باعتبار اجماع کل کے ہے توحید پر اس لئے کہ اصول شرائع میں اختلاف زمان سے اختلاف نہیں ہوتا۔ حَیْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِیُّ:

وَ تَكْذِیْبُهُمُ الْمُرْسَلِیْنَ بِاِعْتِبَارِ اجْمَاعِ الْكُلِّ عَلَى التَّوْحِیْدِ وَ اُصُوْلِ الشَّرَائِعِ الَّتِیْ لَا تَخْتَلِفُ بِاِخْتِلَافِ الْاَزْمِنَةِ وَ الْاَعْصَارِ۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ ۔ جبکہ کہا ان کے بھائی نوح نے تم کیوں خوف نہیں کرتے۔

اس لئے کہ زمانہ مدید سے تمہیں تبلیغ کر رہا ہوں حتیٰ کہ نو سو پچاس برس گزر گئے مگر اول سے لے کر اب تک تم جھٹلاتے ہی رہے ہو اور اللہ عزوجل کا تمہیں خوف نہیں۔

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ ۔ اور میں تمہارے لئے رسول امین ہوں امانتداری میری مشہور ہے تمہارے اندر بھی مجھے سب امین مانتے ہیں تو میں جو حکم الٰہی تمہیں پہنچا رہا ہوں وہ بھی امانتداری سے پہنچا رہا ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور اس کے احکام کی پیروی کرو۔ یہاں پھر تقویٰ کی تاکید فرمائی اس لئے کہ تقویٰ ہی سبب اطاعت رسول ہوتا ہے۔ پھر انہیں اس بات سے مطمئن کیا کہ قبول احکام رسالت پر تم سے کچھ طلب نہ کیا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا:

وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾ ۔ اور میں تم سے اس خدمت کا کوئی بدلہ نہیں طلب کرتا میرا بدلہ تو رب العالمین پر ہے تو تم ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری۔

اس میں آپ نے ان کو اپنے منزہ عن الطمع بتا کر پھر تقویٰ کی طرف بلایا۔ لیکن ان کی جہالت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ بجائے قبول ہدایت بولے تو یہ بولے:

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ۔ بولے کیا ہم آپ پر ایمان لائیں حالانکہ آپ کے پیرو چند ذلیل لوگ ہیں۔

الْاَرْذَلُوْنَ ۔ اَرْذَل کی جمع ہے۔ رذیل کہتے ہیں احمق بیوقوف کو۔

ان کا منشاء اس سے یہ ظاہر کرنا تھا کہ اگر ہم بھی ایمان لانے میں شامل ہو گئے تو یہ ہمارے ساتھ برابری کا دعویٰ کریں گے لہٰذا انہیں علیحدہ کر دو تو پھر ہم سے بات کرو۔ آپ نے فرمایا:

قَالَ وَ مَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ۔ فرمایا مجھے یہ علم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ ان کا حساب اعمال کا میرے ذمہ نہیں مگر میرے رب کے سپرد ہے اگر تمہیں شعور عقل ہو۔

یعنی اگر اہل شعور ہو تو سمجھ سکتے ہو لیکن تم خود بے شعور ہو اس وجہ میں ان کے کاموں کی وجہ سے انہیں رذیل کہہ رہے ہو۔

عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ جلاہے کا اور موچی کا کام کرتے تھے اور ان کی نظر میں یہ پیشہ خسیس تھا اور یہ ان کی سخافت عقل اور قصور نظر کا سبب تھا۔ اس لئے کہ کسی صنعت میں پڑنا موجب رذالت نہیں اور ذاتی شرافت پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ابو العتاہیہ رحمہ اللہ کا شعر ہے:

وَ لَيْسَ عَلٰى عَبْدٍ تَقِيٍّ نَّقِيْصَةٌ اِذَا صَحَّ التَّقْوٰى وَاِنْ حَاكَ اَوْ حَجَمَ

متقی پر ہیز گار پر عیب نہیں لگتا جبکہ اس کا تقویٰ صحیح ہے تو اگر چہ کپڑا بنے یا پچھنے لگائے۔

اور مسئلہ کفایت میں فقہاء نے تصریح کی ہے:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی پیشہ کا شرافت پر اصلا اثر نہیں ہوتا وَاِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ كَيْفَمَا كَانُوْا اَكْفَاءٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ۔ اور مسلمان کس حال میں ہوں ہم کفو ہیں آپس لیں۔

گویا وہ یہ وہم کر رہے تھے کہ اِنَّ اِيْمَانَهُمْ لَمْ يَكُنْ عَنْ نَظَرٍ وَّ بَصِيْرَةٍ وَاِنَّمَا كَانَ لِحَظٍّ نَّفْسَانِيٍّ كَحُصُوْلِ شَوْكَةٍ بِالْاِجْتِمَاعِ يَنْتَظِمُوْنَ بِهَا فِيْ سِلْكِ ذَوِي الشَّرْفِ۔ ان کا ایمان تحقیق و تبصرہ سے نہیں ہے بلکہ حصول شوکت کے لئے ہے کہ یہ شریفوں میں شریک ہو جائیں گے۔ لہٰذا آپ انہیں دور کر دیجئے آپ نے فرمایا:

وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾ تمہاری خاطر میں ان ایمان والوں کو علیحدہ نہیں کر سکتا میں تو کھلا نذیر ہوں۔

یہی وہ بیماری تھی جو رؤساء قریش میں آئی كَمَا طَلَبَ رُؤَسَاءُ قُرَيْشٍ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرْدَ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ مِنَ الضُّعَفَاءِ فَنَزَلَتْ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ۔ جیسے قریش مالداروں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا تھا کہ یہ میلہ پوش غربا و مساکین اگر آپ دور کر دیں تو ہم آپ کی مجلس میں شریک ہوں تو حکم الٰہی عزوجل نازل ہوا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ الخ اے محبوب انہیں اپنے سے دور نہ کرنا جو اخلاص سے اپنے رب کی پوجا کر رہے ہیں صبح و شام۔

تو حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں زجراً فرمایا:

وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾ تو جب وہ اپنا مطالبہ پورا نہ کرا سکے تو اب سختی سے عناد و حسد کا مظاہرہ کیا اور بولے:

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ سب نے کہا اب اگر آپ اے نوح (علیہ السلام) اپنی تبلیغ سے باز نہ آئے تو تم سنگسار کئے جاؤ گے۔

قتادہ کہتے ہیں: تُوْعَدُ بِالْقَتْلِ۔ آپ کے قتل کا فیصلہ کیا۔

حسن ابن ابی حاتم سدی سے راوی ہیں: اِنَّ الْمَعْنٰى مِنَ الْمَشْتُوْمِيْنَ عَلٰى اَنَّ الرَّجْمَ مُسْتَعَارٌ لِلشَّتْمِ

كَالطَّعْنِ۔ مرجومین کے معنی یہ ہیں کہ ہم آپ کو گالیاں دیں گے۔ رجم شتم سے مستعار کیا۔ جیسے طعن۔

تو جب حضرت نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ ساڑھے نو سو برس کی تبلیغ کا یہ نتیجہ ہے کہ اب بھی رجم پر آمادہ ہیں تو آپ نے بارگاہ حق میں دعا کی۔ اگرچہ سیر کی روایتیں تو رطب ویابس اس قدر ہیں۔ کہ ایک طویل دفتر کی ضرورت ہے ہم نے یہاں تفسیر کو اس کی شان تفسیر پر ہی رکھا ہے اور روایات سیر سے ملوث نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ آپ کی اس کے بعد یہ دعا ہوئی:

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِیْ وَ مَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۸﴾۔

کہا نوح نے اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا تو اب ایک فیصلہ کر دے میرے ان کے مابین اور مجھے اور جو میرے ساتھ ایمان والے ہیں انہیں نجات دے۔

اس دعا میں گویا آپ نے دعائے عذاب کی اور عرض کیا: اُحْكُمْ بَیْنَنَا بِمَا یَسْتَحِقُّهٗ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَّا مِنَ الْفَتَاحَةِ بِمَعْنَى الْحُكُوْمَةِ۔ یعنی ہم میں اور ان سرکش مشرکوں میں وہ فیصلہ کر جس کے یہ مستحق ہیں اور مجھے نجات دے اور مومنین کو جو میرے ساتھ ہیں انہیں بھی چنانچہ ارشاد ہے:

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ۔ تو ہم نے نجات دی نوح اور اس کی معیت والوں کو بھری کشتی میں۔

مَشْحُوْنٌ - یَعْنِیْ مَمْلُوٌّ بِهِمْ وَبِمَا یَحْتَاجُوْنَ اِلَیْهِ حَالًا كَالطَّعَامِ اَوْ مَالًا كَالْحَیَوَانِ۔ یعنی وہ کشتی مال مویشی اور کھانے کے سامان سے بھری ہوئی تھی اور آپ اور آپ کے امتی بھی اس میں تھے جس کی تفصیل اول گزر چکی ہے۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۲﴾ ۔ پھر غرق کر دیا ہم نے بعد ان کے کشتی میں بیٹھ جانے کے باقیوں کو بے شک اس میں نشانی ہے اور نہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے اور تمہارا رب زبردست اور مہربان ہے۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

كَذَّبَتْ عَادُ اِۨلْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾	عاد نے بھی جھٹلایا رسولوں کو
اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾	جب کہا ان کے بھائی ہود نے کیا تم نہیں ڈرتے
اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۲۵﴾	میں تمہارے لئے رسول امین ہوں
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾	تو ڈرو اللہ سے اور پیروی کرو میری
وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۷﴾	اور میں تم سے تبلیغ کا بدلہ نہیں مانگتا میرا اجر تو میرے رب پر ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے
اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾	کیا تم ہر اونچی جگہ عمارتیں اور نشان بناتے ہو
وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾	اور بڑی صنعت کے محل یا حوض بناتے ہو تاکہ تم ہمیشہ رہو
وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴿۱۳۰﴾	اور جب کسی کو پکڑتے ہو پکڑتے ہو جابرانہ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾	تو ڈرو اللہ سے اور میری پیروی کرو
وَ اتَّقُوا الَّذِیْۤ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾	اور ڈرو اس سے جس نے تمہاری مدد کی ان چیزوں سے

	کہ تمہیں معلوم ہیں
اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٣٣﴾	اس نے مدد کی تمہاری چوپایوں اور اولاد سے
وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٣٤﴾	اور باغ اور چشموں سے
اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾	مجھے خوف ہے کہ تم پر عذاب بڑے دن کا نہ آ جائے
قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾	بولے برابر ہے ہمارے اوپر تم نصیحت کرو یا خاموش رہو
اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾	یہ ڈر اور کچھ نہیں جو تم ہمیں دیتے ہو یہ اگلے لوگوں کی عادت ہے
وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾	اور نہیں ہم عذاب میں پھنسنے والے
فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾	تو جھٹلایا انہوں نے تو ہلاک کیا ہم نے انہیں بے شک اس میں بھی نشانی ہے اور نہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾	اور تمہارا رب زبردست اور رحم والا ہے

حل لغات ساتواں رکوع ۔ سورۃ شعراء ۔ پ ۱۹

كَذَّبَتْ ۔ جھٹلایا	عَادُ ۔ عاد نے	الْمُرْسَلِيْنَ ۔ رسولوں کو	اِذْ ۔ جب
قَالَ ۔ کہا	لَهُمْ ۔ ان کو	اَخُوْ ۔ بھائی	هُمْ ۔ ان کے
هُوْدٌ ۔ ہود نے	اَلَا ۔ کیا نہیں	تَتَّقُوْنَ ۔ ڈرتے تم	اِنِّيْ ۔ بے شک میں
لَكُمْ ۔ تمہارے لئے	رَسُوْلٌ ۔ رسول ہوں	اَمِيْنٌ ۔ امانت دار	فَاتَّقُوا ۔ تو ڈرو
اللّٰهَ ۔ اللہ سے	وَ ۔ اور	اَطِيْعُوْنِ ۔ پیروی کرو میری	وَ ۔ اور
مَآ ۔ نہیں	اَسْئَلُكُمْ ۔ مانگتا میں تم سے	عَلَيْهِ ۔ اس پر	مِنْ اَجْرٍ ۔ کوئی اجر
اِنْ ۔ نہیں	اَجْرِيَ ۔ میرا اجر	اِلَّا ۔ مگر	عَلٰى ۔ اوپر
رَبِّ ۔ رب	الْعٰلَمِيْنَ ۔ جہانوں کے	اَ ۔ کیا	تَبْنُوْنَ ۔ بناتے ہو تم
بِكُلِّ ۔ ہر	رِيْعٍ ۔ ٹیلے پر	اٰيَةً ۔ نشان	تَعْبَثُوْنَ ۔ کھیل کے لئے
وَ ۔ اور	تَتَّخِذُوْنَ ۔ بناتے ہو تم	مَصَانِعَ ۔ محل	لَعَلَّكُمْ ۔ تاکہ تم
تَخْلُدُوْنَ ۔ ہمیشہ رہو	وَ ۔ اور	اِذَا ۔ جب	بَطَشْتُمْ ۔ تم پکڑتے ہو
بَطَشْتُمْ ۔ پکڑتے ہو	جَبَّارِيْنَ ۔ جابرانہ	فَاتَّقُوا ۔ تو ڈرو	اللّٰهَ ۔ اللہ سے
وَ ۔ اور	اَطِيْعُوْنِ ۔ کہا مانو میرا	وَ ۔ اور	اتَّقُوا ۔ ڈرو

الَّذِیْٓ۔اس سے جس نے	اَمَدَّ۔مدد دی	کُمْ۔تم کو	بِمَا۔جو
تَعْلَمُوْنَ۔تم جانتے ہو	اَمَدَّ۔مدد دی	کُمْ۔تم کو	بِاَنْعَامٍ۔چوپایوں
وَّ۔اور	بَنِیْنَ۔بیٹوں	وَ۔اور	جَنّٰتٍ۔باغوں
وَّ۔اور	عُیُوْنٍ۔چشموں سے	اِنِّیْٓ۔بے شک	اَخَافُ۔میں ڈرتا ہوں
عَلَیْکُمْ۔تم پر	عَذَابَ۔عذاب	یَوْمٍ۔دن	عَظِیْمٍ۔بڑے سے
قَالُوْا۔بولے	سَوَآءٌ۔برابر ہے	عَلَیْنَآ۔ہم پر	اَ۔کیا
وَعَظْتَ۔وعظ کرے تو	اَمْ۔یا	لَمْ۔نہ	تَکُنْ۔ہوتو
مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ۔وعظ کرنے والوں سے		اِنْ۔نہیں	هٰذَآ۔یہ
اِلَّا۔مگر	خُلُقُ۔عادت ہے	الْاَوَّلِیْنَ۔پہلوں کی	وَ۔اور
مَا۔نہیں	نَحْنُ۔ہم	بِمُعَذَّبِیْنَ۔عذاب کئے جائیں گے	
فَکَذَّبُوْهُ۔تو جھٹلایا انہوں نے اس کو		فَاَهْلَکْنٰهُمْ۔تو ہلاک کیا ہم نے ان کو	
اِنَّ۔بے شک	فِیْ۔بیچ	ذٰلِکَ۔اس کے	لَاٰیَةً۔نشانی ہے
وَ۔اور	مَا۔نہیں	کَانَ۔تھے	اَکْثَرُهُمْ۔اکثر ان کے
مُّؤْمِنِیْنَ۔ایمان لانے والے		وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک
رَبَّکَ۔تیرا رب	لَهُوَ۔وہی ہے	الْعَزِیْزُ۔غالب	الرَّحِیْمُ۔رحم والا

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

یہ چوتھا واقعہ حضرت ہود علیہ السلام کا ہے۔

اس کے شروع میں وہی الفاظ ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی ابتدا میں تھے۔لہٰذا ان کا دہرانا تحصیل حاصل ہے۔

کَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۷﴾ اَتَبْنُوْنَ بِکُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾۔آپ نے فرمایا کیا تعمیر کرتے ہو ہر بلند مقام پر اپنے نشان یہ فضول وعبث کام کرتے ہو۔

قوم عاد بڑی متمول قوم تھی۔اس کی سلطنت بھی بڑی وسیع تھی ایک زمانہ تو اس کی سلطنت کا ایسا گزرا کہ مصر سے لے کر ترکستان اور ہند تک چھا گئے تھے اور ایشیاء کے اکثر ملکوں میں انہیں کا پھریرا لہراتا تھا۔جب مال واقبال انتہا کو پہنچ گیا تو اس کے ساتھ ہی حرام کاری وغیرہ افعال شنیعہ بھی حد درجہ کو پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت ہود علیہ السلام مبعوث فرمائے۔ ان میں منجملہ اور عیبوں کے یہ بھی ایک عیب تھا کہ یہ نام آوری کے لئے اپنی یادگار چھوڑ کر مرنا پسند کرتے تھے اور یہ عموماً متمول طبقہ میں ہوتا ہے یہ پہاڑیوں پر اور اونچے اونچے ٹیلوں پر اپنی یادگار کے لئے بلند منارے بناتے تھے جو ان کے نشان خیال کئے جاتے تھے۔

چونکہ یہ کام عبث اور بے فائدہ اسراف محض تھا اس لئے آپ نے سب سے اول اسی کا رد فرمایا اور ارشاد ہوا:

وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ۔اور تم پانی حوض مضبوط بناتے ہو شاید تمہارا خیال ہے کہ تم ہمیشہ رہو گے حالانکہ دنیا فانی ہے اور تم بھی فنا ہونے والے ہو۔ یہ دنیا چند روزہ ہے اس پر بھول کر خدا کو ہرگز نہ بھولو۔

وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ۔اور جب تم کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بیدردی سے گرفت کرتے ہو۔

یعنی باوجود اس حب دنیا کے تمہارا جابرانہ معاملہ جو کمزوروں سے ہے جیسا کہ آج بھی جابر و ظالم قوم کی عادت ہے کہ جس غریب کو چاہا بیگار میں پکڑ لیا ذرا اس نے حیلہ بہانہ کیا تو پیٹ دیا کسی کا کچھ دینا ہوا نہ دیا اس کو ڈرا کر خاموش کر دیا کسی کی عورت یا اچھی چیز دیکھی تو زبردستی چھین لی اس پر آپ نے فرمایا کہ بطش الٰہی سے ڈرو۔ بطش عربی میں گرفت کو کہتے ہیں۔

آگے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ ۔اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

مگر یہ ہوش میں نہ آئے آپ نے انہیں پھر فرمایا:

وَاتَّقُوا الَّذِيْ أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اور ڈرو اس سے جس نے تمہاری مدد کی ان چیزوں سے کہ تمہیں معلوم ہیں تمہاری مدد کی چوپایوں اور بیٹوں سے۔

یہ بھی ایک نمائشی بات تھی اس سے بھی منع کیا۔ علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِنَ النِّعَمِ ثُمَّ عَدَّدَهَا عَلَيْهِمْ فَقَالَ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ قَرَنَ الْبَنِيْنَ بِالْأَنْعَامِ لِأَنَّهُمْ يُعِيْنُوْنَهُمْ عَلٰى حِفْظِهَا وَالْقِيَامِ عَلَيْهَا۔

وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ إِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳۵﴾ ۔اور باغ اور چشمے تو مجھے خوف ہے کہ تم پر عذاب، قیامت کے دن نافرمانیوں کے باعث، نہ ہو۔

یہ سن کر وہ سرکش بجائے ہدایت قبول کرنے کے اور متکبر ہو گئے اور کہنے لگے:

قَالُوْا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ إِنْ هٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَأَهْلَكْنٰهُمْ ۔

بولے برابر ہے ہمارے لئے آپ نصیحت کریں یا نصیحت نہ کریں یہ کچھ نہیں مگر اول سے ایسے ہی ہوتے مٹتے رہے ہیں اور ہم پر کوئی عذاب نہیں ہو سکتا تو جھٹلایا انہوں نے تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔

یعنی ہمیں آپ نصیحت کریں تو بے سود ہے ہم سمجھ چکے ہیں کہ یہ دنیا ایسے ہی چلی آرہی ہے اور عذاب ثواب بعث ونشر ہمارے نزدیک کچھ نہیں ہے آپ بیکار ہمیں وعظ و پند کر رہے ہیں یہ سب پرانے قصہ ہیں تو ان پر ریح صرصر آئی اور انہیں ہلاک کر گئی۔ فَأُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ۔ نسفی۔

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾ ۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع ۔سورۃ شعراء ۔پ ۱۹

كَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوْهُمْ هُوْدٌ أَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا

اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۷﴾

قوم عاد نے بھی جھٹلایا رسولوں کو جبکہ انہیں ان کے بھائی ہود نے فرمایا کہ کیا تمہیں خوف نہیں میں تمہارے لئے رسول امین ہوں تو ڈرو اللہ سے اور اس کی پیروی کرو اور میں تم سے اس خدمت تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ میرا بدلہ تو رب العالمین پر ہے۔

یہ وہی مضمون ہے جو پہلے رکوعوں میں گزر چکا اس کے بعد آپ نے فرمایا:

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ۔ مَكَانٍ مُّرْتَفِعٍ۔ اٰیَةً۔ بُرْجُ حَمَّامٍ اَوْ بِنَاءٌ یَكُوْنُ لِاِرْتِفَاعِهٖ كَالْعَلَامَةِ یَسْخَرُوْنَ بِمَنْ مَرَّبِهِمْ۔ تَعْبَثُوْنَ۔ تَلْعَبُوْنَ۔ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ۔ مَا اَخَذَا لِمَآءَ اَوْ قُصُوْرًا مُّشَیَّدَةً اَوْ حُصُوْنًا لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ تَرْجُوْنَ الْخُلُوْدَ فِی الدُّنْیَا۔ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ۔ اَخَذْتُمْ اَخْذَ الْعُقُوْبَةِ قَتْلًا بِالسَّیْفِ وَّ ضَرْبًا بِالسَّوْطِ وَالْجَبَّارُ الَّذِیْ یَقْتُلُ وَ یَضْرِبُ عَلَی الْغَضَبِ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾۔ (نسفی)۔

کیا بناتے ہو تم ہر بلند جگہ نشان یا برج حمام جس پر کبوتر بازی کرو یا ایسا منارہ جس پر چڑھ کر آنے جانے والوں سے تمسخر کرو اور لہو ولعب کرو اور حوض یا مضبوط محل یا قلعہ بناتے ہو تا کہ تم ہمیشہ رہو۔ پھر تم امید رکھتے ہو دنیا میں ہمیشہ جینے کی حالانکہ یہ دار فنا ہے اور تم پکڑتے ہو کسی غریب کمزور کو تو پکڑتے ہو جبر وتشدد سے اور قتل کر ڈالتے ہو تلوار سے یا کوڑے مارتے ہو جبار وہ ہے جو قتل کرے یا غصہ وغضب سے مارے تو اللہ سے ڈرو اور اس کی اطاعت کرو۔

وَاتَّقُوا الَّذِیْۤ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ۔ مِنَ النِّعَمِ ثُمَّ عَدَّدَهَا عَلَیْهِمْ۔

اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِیْنَ۔ قَرَنَ الْبَنِیْنَ بِالْاَنْعَامِ لِاَنَّهُمْ یُعِیْنُوْنَهُمْ عَلٰی حِفْظِهَا اَوِ الْقِیَامِ عَلَیْهَا۔

وَجَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ اِنْ عَصَیْتُمُوْنِیْ۔

یعنی اس نافرمانی سے ڈرو جو تم میں بڑھ رہی ہے جسے تم جانتے ہو اور بڑھاتے ہو چوپایوں اور ان کی نسلوں کو۔ ان کی حفاظت وقیام کے لئے باغیچے اور چشمے بنانے میں مشغول ہو۔ مجھے خوف ہے کہ اس نافرمانی کی وجہ سے تم پر قیامت کے دن عذاب نہ ہو۔ اس پر وہ بولے:

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿۱۳۶﴾۔ بولے حضرت برابر ہے ہمارے لئے آپ کا پند و نصیحت کرنا یا نہ کرنا۔

ہمارے خیال میں مذہب وملت بیکار ہے اور ہم اس دنیا کو خود رو جانتے ہیں لَا نَقْبَلُ كَلَامَكَ وَدَعْوَتَكَ وَعَظْتَ اَمْ سَكَتَّ۔ ہم آپ کی بات کبھی قبول نہ کریں گے اور آپ کی دعوت ہمیں منظور نہیں آپ نصیحت کریں یا خاموش رہیں۔

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳۷﴾۔ یہ نہیں مگر پچھلوں کی سی ریت ہے یَعْنِیْ مَا هٰذَا الَّذِیْ نَحْنُ عَلَیْهِ مِنَ الْحَیٰوةِ وَالْمَوْتِ وَاتِّخَاذِ الْاِبْتِنَآءِ اِلَّا عَادَةُ الْاَوَّلِیْنَ۔ جس زندگی اور موت میں ہم ہیں اور عمارتیں بنا رہے ہیں یہ سب پرانوں کے طریقہ پر ہیں۔

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ۔ فِی الدُّنْیَا وَلَا بَعْثٍ وَّ لَا حِسَابٍ فَكَذَّبُوْهُ۔ هُوْدًا فَاَهْلَكْنٰهُمْ۔ بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ۔

اور ہمیں نہ دنیا میں عذاب ہونا ہے اور نہ مرکر اٹھنے پر اور نہ ہمارا حساب ہوگا۔ تو انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ عزوجل نے انہیں ریح صرصر کے ذریعہ ہلاک کردیا۔

فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿٦﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿٧﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ﴿٨﴾ ۔سورہ حاقہ میں اس کی تفصیل پارہ ۲۹ میں آئے گی۔

تو وہ ہلاک کیے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے گھیرے ہوئے رہی انہیں سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار تو تو دیکھے گا ان میں پچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے جھنڈ میں گرے ہوئے تو تم ان میں سے کسی کو باقی پاتے ہو۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾ ۔

یہ وہی آیت ہے جو پہلے تین رکوعوں میں آچکی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع ۔سورۃ شعراء ۔پ ۱۹

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾	ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا
اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾	جب کہا ان سے ان کے بھائی صالح نے کیا نہیں ڈرتے تم
اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾	بے شک میں تمہارے لئے رسول ہوں امانتدار
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾	تو ڈرو اللہ سے اور کہا مانو میرا
وَمَا اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾	اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کوئی اجرت میری اجرت تو اللہ رب العالمین پر ہے
اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾	کیا تم چھوڑے جاؤ گے یہاں کی نعمتوں میں چین سے
فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾	باغوں اور چشموں میں
وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾	اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے خوشے نرم ہیں
وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾	اور تم تراشتے ہو پہاڑوں میں گھر تبختر سے
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾	تو ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری
وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾	اور نہ پیروی کرو حد سے بڑھنے والوں کی
الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾	وہ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے
قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾	بولے تم پر تو جادو ہوا ہے
مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾	تم تو ہمارے جیسے بشر ہو تو لاؤ کوئی نشانی اگر تم سچے ہو
قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ	فرمایا یہ ناقہ ہے ۱۲ ، کے لئے ایک دن پینے کی باری ہے

مَّعْلُوْمٍ ۝١٥٥ — اور ایک دن تمہارے لئے

وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝١٥٦ — اور نہ برائی سے اسے چھونا ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آ لے گا

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۝١٥٧ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ — تو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا پھر وہ نادم ہوئے

491

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٥٨ — اس میں نشانی ہے اکثر ان کے ایمان نہیں لاتے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝١٥٩ — اور تمہارا رب زبردست اور رحم والا ہے

حل لغات آٹھواں رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

كَذَّبَتْ۔ جھٹلایا	ثَمُوْدُ۔ ثمود نے	الْمُرْسَلِيْنَ۔ پیغمبروں کو	اِذْ۔ جب
قَالَ۔ کہا	لَهُمْ۔ ان کو	اَخُوْ۔ بھائی	هُمْ۔ ان کے
صٰلِحٌ۔ صالح نے	اَلَا۔ کیا نہیں	تَتَّقُوْنَ۔ ڈرتے تم	اِنِّيْ۔ بے شک میں
لَكُمْ۔ تمہارے لئے	رَسُوْلٌ۔ رسول ہوں	اَمِيْنٌ۔ امانتدار	فَاتَّقُوا۔ تو ڈرو
اللّٰهَ۔ اللہ سے	وَ۔ اور	اَطِيْعُوْنِ۔ کہا مانو میرا	وَ۔ اور
مَآ۔ نہیں	اَسْئَلُكُمْ۔ مانگتا میں تم سے	عَلَيْهِ۔ اس پر	مِنْ اَجْرٍ۔ کوئی بدلہ
اِنْ۔ نہیں ہے	اَجْرِيَ۔ میرا بدلہ	اِلَّا۔ مگر	عَلٰى۔ اوپر
رَبِّ۔ رب	الْعٰلَمِيْنَ۔ جہانوں کے	اَ۔ کیا	تُتْرَكُوْنَ۔ چھوڑے جاؤ گے
فِيْ مَا۔ اس میں	هٰهُنَآ۔ اس جگہ	اٰمِنِيْنَ۔ چین سے	فِيْ۔ بیچ
جَنّٰتٍ۔ باغوں	وَّ۔ اور	عُيُوْنٍ۔ چشموں کے	وَّ۔ اور
زُرُوْعٍ۔ کھیتیوں	وَّ۔ اور	نَخْلٍ۔ کھجوروں میں	طَلْعُهَا۔ جن کے خوشے
هَضِيْمٌ۔ ٹوٹے پڑتے ہیں	وَ۔ اور	تَنْحِتُوْنَ۔ کھودتے ہو تم	مِنَ الْجِبَالِ۔ پہاڑوں سے
بُيُوْتًا۔ گھر	فٰرِهِيْنَ۔ اکڑتے ہوئے	فَاتَّقُوا۔ تو ڈرو	اللّٰهَ۔ اللہ سے
وَ۔ اور	اَطِيْعُوْنِ۔ اطاعت کرو میری	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
تُطِيْعُوْٓا۔ اطاعت کرو	اَمْرَ۔ حکم	الْمُسْرِفِيْنَ۔ حد سے بڑھنے والوں کی	
الَّذِيْنَ۔ وہ جو	يُفْسِدُوْنَ۔ فساد کرتے ہیں	فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے
وَ۔ اور	لَا۔ نہیں	يُصْلِحُوْنَ۔ درستی کرتے	قَالُوْٓا۔ بولے
اِنَّمَآ۔ اس کے سوا نہیں	اَنْتَ۔ تو ہے	مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ۔ جادو کیے گیوں سے	

مَا۔نہیں	اَنْتَ۔تو	اِلَّا۔مگر	بَشَرٌ۔بشر
مِّثْلُنَا۔ہمارے جیسا	فَاْتِ۔تو لے آ	بِاٰيَةٍ۔کوئی نشانی	اِنْ۔اگر
كُنْتَ۔ہے تو	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔سچے لوگوں سے		قَالَ۔فرمایا
هٰذِهٖ۔یہ	نَاقَةٌ۔اونٹنی ہے	لَّهَا۔اس کے لئے	شِرْبٌ۔پینا ہے
وَّ۔اور	لَكُمْ۔تمہارے لئے	شِرْبُ۔پینا ہے	يَوْمٍ۔دن
مَّعْلُوْمٍ۔مقرر کا	وَ۔اور	لَا۔نہ	تَمَسُّوْهَا۔چھوؤ اس کو
بِسُوْٓءٍ۔برائی سے	فَيَاْخُذَكُمْ۔تو پکڑے گا تم کو	عَذَابُ۔عذاب	يَوْمٍ۔دن
عَظِيْمٍ۔بڑے کا	فَعَقَرُوْهَا۔تو کونچیں کاٹیں انہوں نے اس کی		فَاَصْبَحُوْا۔تو ہو گئے
نٰدِمِيْنَ۔نادم	فَاَخَذَهُمُ۔تو پکڑا ان کو	الْعَذَابُ۔عذاب نے	اِنَّ۔بے شک
فِيْ۔بیچ	ذٰلِكَ۔اس کے	لَاٰيَةً۔نشانی ہے	وَ۔اور
مَا۔نہیں	كَانَ۔ہیں	اَكْثَرُهُمْ۔اکثر ان کے	مُّؤْمِنِيْنَ۔ایمان والے
وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک	رَبَّكَ۔تیرا رب	لَهُوَ۔وہ ہے
الْعَزِيْزُ۔غالب	الرَّحِيْمُ۔رحم کرنے والا		

خلاصہ مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

اَتُتْرَكُوْنَ۔میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔اس کے حاصل معنی یہ ہوئے: اَتُتْرَكُوْنَ فِي الَّذِي اسْتَقَرَّ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ۔

طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾۔طلع خوشہ کو کہتے ہیں۔هَضِيْمٌ، ہضم سے ہے اور ہضم بمعنی کسر آتا ہے یعنی اس کے خوشے نرم و نازک ٹوٹے پڑتے ہیں۔

وَتَنْحِتُوْنَ۔یہ مشتق ہے نحت سے اور نحت کہتے ہیں کسی چیز کے تراشنے کو۔

فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾۔فَرَاهَةٌ سے مشتق ہے اور فراہت کہتے ہیں تبختر فخر کو، اترانے کو۔

مُسَحَّرِيْنَ۔اس شخص کو کہتے ہیں جس پر جادو اتنا کیا جائے کہ اس کی عقل مغلوب و مقہور ہو جائے۔

عُقْر۔کہتے ہیں پاؤں کے پیچھے ایڑی کے نیچے کے پٹھے کاٹنے کو جسے اردو میں کونچ کہتے ہیں اس کے کاٹ دینے سے جانور چل نہیں سکتا اور آخر کار پڑا پڑا ہلاک ہو جاتا ہے۔

یہ پانچواں قصہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے۔

قوم ثمود پر حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔

یہ قوم عاد کے بعد عرب کے شمالی کنارے پر تھی۔

اس قوم کے پاس باغ اور کھیتی اور چشمے تھے۔عمدہ کھجوریں یہاں پیدا ہوتی تھیں۔غرضکہ ان کا ملک نہایت شاداب اور سرسبز تھا اور یہ قوم نہایت فارغ البال اور مرفہ الحال تھی۔

یہ بدبخت بھی بت پرست تھے اور راہزنی، غارت گری، چوری اور فواحشات میں رہنے کے عادی تھے۔ آج کل کے بالشویزم کی طرح یہ بھی قیامت، سزا و جزا، حشر و نشر سب کے منکر تھے۔ چنانچہ اول تو ارشاد فرمایا:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ ۔ قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ ۔ جب کہا ان کے بھائی صالح نے کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ ۔ میں تمہارے لئے رسول امین ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔

وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ ۔ اور میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میری اجرت تو میرے رب پر ہے۔

اس کے بعد ان کے جو عیب تھے اس کی اصلاح کے لئے خطبہ دیا۔ چنانچہ فرمایا:

اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ﴿۱۴۸﴾ ۔

کیا تم دنیا میں ہی اس جگہ چھوڑے جاؤ گے امن میں باغوں، کھیتیوں اور چشموں میں اور ایسی کھجوروں میں جن کے خوشے نرم و گداز ٹوٹے پڑتے ہیں۔

یعنی یہ ناز و نعم دوامی نہیں ایک دن سب چھوڑ جانا ہے۔

وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَ لَا تُطِیْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا یُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ ۔

اور کیا تم تبختر اور فخر سے پہاڑوں میں گھر تراشتے ہو تو ڈرو اللہ سے اور پیروی کرو میری۔ اور نہ مانو ان کا حکم جو حد سے گزرے ہوئے ہیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

اس ہدایت آمیز کلام سے ان پر الٹا اثر ہوا اور وہ گمراہی سے کہنے لگے:

قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾ ۔ بولے آپ پر تو زبردست جادو ہوا ہے جس کی وجہ سے معاذ اللہ عزوجل یہ باتیں کر رہے ہو۔

مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚۖ فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۵۴﴾ ۔ آپ ہمارے جیسے تو ایک بشر ہیں تو لاؤ کوئی نشانی اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔

حضرت صالح علیہ السلام نے پہاڑ کی چٹان سے ان کے مطالبہ کے مطابق ناقہ نکال دیا اور ایسا زبردست ناقہ نکالا کہ اس کے سینہ کی پیمائش ساٹھ گز تھی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ ۔ فرمایا یہ ناقہ میری صداقت کی دلیل ہے اس کے پینے کا ایک دن ہے جس میں یہ تمام پانی پی لیتا ہے اور تمہارے سب کے لئے ایک دن ہے۔

وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵۶﴾ ۔ (اب یہ بھی سن لو کہ) اس ناقہ کے ساتھ برائی سے پیش نہ آنا اور اسے اذیت نہ دینا ورنہ تمہیں عذاب پکڑ لے گا بڑے دن کا۔

وہ بھلا کہاں ماننے والے تھے یہ قصہ تو مفصل تیسویں پارہ کی سورۃ والشمس میں ہے مختصر یہ کہ
فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۝ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۔ آخرش انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو صبح ان پر آثار عذاب نمودار ہوئے تو نادم ہونے لگے لیکن اب ندامت سودمند نہ تھی۔

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۔ تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور ہلاک ہو گئے۔

اس کے بعد پھر وہی آیتیں فرمائی گئیں جن کا خلاصہ ہم لکھ چکے ہیں۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۵۸ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۱۵۹ ۔

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع ۔ سورۃ شعراء ۔ پ ۱۹

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۴۱ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۱۴۲ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝۱۴۳ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۱۴۴ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۴۵ ۔

ثمود اسم عجمی ہے عِنْدَ الْبَعْضِ وَالْاَكْثَرُوْنَ عَلٰى اَنَّهٗ عَرَبِيٌّ ۔ اور اکثر اسی پر ہیں کہ یہ اسم عربی ہے یہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ یہ ثمد سے مشتق ہے۔ ماء قلیل کے معنی میں مستعمل ہے۔

قاموس میں ہے: ثَمُوْدُ قَبِيْلَةٌ ۔ اس قوم میں ان کی برادری سے حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ باقی مضمون آیات وہی ہے جو پہلے ہو چکا۔ اب آگے ارشاد ہے:

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِيْنَ ۝۱۴۶ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۱۴۷ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ۝۱۴۸ ۔

آپ نے فرمایا تم جن نعمتوں میں ہو ان میں کیا تمہارا گمان ہے یہاں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے باغوں، چشموں اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں جن کے خوشے ٹوٹے پڑتے ہیں۔

گویا فرمایا کہ تم ان نعمتوں میں ہمیشہ نہیں رہو گے۔ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْهَضِيْمُ الدَّاخِلُ بَعْضُهٗ فِيْ بَعْضٍ ۔ ہضیم ایسے خوشوں کو کہتے ہیں جو ایک پر ایک گرا پڑتا ہو۔

وَسَاَلَ عَنْهُ ابْنُ الْاَزْرَقِ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ الْمُنْضَمُّ بَعْضُهٗ اِلٰى بَعْضٍ ۔ فرمایا طلع ہضیم وہ گچھا پھل کا ہے جو ایک دوسرے سے ملا ہوا ہو۔ آپ سے سوال ہوا کہ عرب میں اس کی تعریف بھی کسی نے کی ہے۔ فرمایا ہاں۔ امراء القیس کا یہ شعر نہیں سنا۔

دَارٌ لِبَيْضَاءَ الْعَوَارِضِ طِفْلَةٌ مَهْضُوْمَةُ الْكَشْحَيْنِ رَيَّا لِلْعَصَمِ

اور زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: هُوَ اللَّطِيْفُ اَوَّلُ مَا يَخْرُجُ ۔ وہ لطیف خوشہ جو اول نکلے۔

وَ قِيْلَ هُوَ النَّضِجُ مِنَ الرُّطَبِ ۔ ایک قول ہے وہ پکی ہوئی کھجور ہے۔

وَرُوِيَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ فَوُصِفَ الطَّلْعُ بِالْهَضِيْمِ ۔ خوشہ کی تعریف پر طلع ہضیم بولتے ہیں۔

اور تَنْحِتُوْنَ پر ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اَيْ اَشِرِيْنَ بَطِرِيْنَ ۔

دوسری روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی نے مُنْشِطِيْنَ مُهْتَمِّيْنَ فرمایا۔

اور ابو صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَيْ حَاذِقِيْنَ ۔

خلاصہ یہ کہ نہایت کاریگری سے پہاڑوں میں پتھر تراش کر مکان بنانے پر تَنْحِتُوْنَ بولا جاتا ہے۔
اور فٰرِهِيْنَ پر فرماتے ہیں: اَلْفَرَاهَةُ فِي النَّشَاطِ۔ فراہت نشاط میں مستعمل ہے یعنی بنا کر خوش ہوتے ہیں اور فخر کرتے ہیں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾۔ تو اللہ سے ڈرو اور ایسے افتخار و تکبر سے باز آؤ اور میری اطاعت کرو۔

اس لئے کہ كَاَنَّهٗ عَنٰى بِالْخِطَابِ جُمْهُوْرَ قَوْمِهٖ وَبِالْمُسْرِفِيْنَ كُبَرَآءَ هُمْ وَاَعْلَامَهُمْ فِي الْكُفْرِ وَالْاِضْلَالِ وَكَانُوْا تِسْعَةَ رَهْطٍ۔ چنانچہ آگے فرمایا۔

وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾۔ اور نہ پیروی کرو حد سے متجاوز ہو جانے والوں کی جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح پر نہیں آتے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَعَلَّ الْمُرَادَ ذَمُّهُمْ بِالضَّلَالِ فِي الْقِسْمِ بِالْكُفْرِ وَالْمَعَاصِيْ وَاِضْلَالِهِمْ غَيْرَهُمْ بِالدَّعْوَةِ لِذٰلِكَ۔ اس سے مراد ان کی مذمت ہے ان کی گمراہی اور ان کے اندر کفر و معاصی ہونے کی سبب اور دوسروں کو دعوت دے کر گمراہ کرنے سے۔

تو ان میں اتنا فساد پیدا ہو چکا تھا کہ اس ہدایت کے جواب میں وہ کہنے لگے:

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾۔ بولے تم تو مسحور ہو چکے ہو اَيِ الَّذِيْنَ سُحِرُوْا كَثِيْرًا حَتّٰى غَلَبَ عَلٰى عُقُوْلِهِمْ۔ یعنی ایسے ہو چکے ہو جیسے جادو تمہاری عقل پر بھی غالب ہو چکا ہے۔

ایک قول ہے: اَيْ مِنْ ذَوِي السَّحَرَةِ۔ یعنی آپ جادوگر ہیں اور بولے:

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾۔ نہیں تم مگر ہماری مثل بشر (اگر ہماری مثل بشر نہیں ہو تو) فَاْتِ بِاٰيَةٍ لاؤ کوئی نشانی اگر (اپنے دعوئی میں) سچے ہو۔

یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ اپنے جیسا بشر کہنے والے انبیاء کرام کو جہاں بھی قرآن پاک میں ملیں گے وہ عموماً مشرکین ہی ہوں گے۔

چنانچہ آپ نے جواب میں اشارۃً یہی فرمایا کہ تمہاری مثل اگر میں بشر ہوں تو تم بھی پہاڑ کی چٹان سے ایسا ناقہ نکال دو جس کے سینہ کی پیمائش ساٹھ گز ہو۔ حَيْثُ قَالَ

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَيْ بَعْدَ مَا اَخْرَجَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے وہ ناقہ نکال دیا۔

وَرُوِيَ اَنَّهُمُ اقْتَرَحُوْا عَلَيْهِ نَاقَةً عَشَرَآءَ تَخْرُجُ مِنْ صَخْرَةٍ عَيَّنُوْهَا ثُمَّ تَلِدُ سَقْبًا فَقَعَدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَتَذَكَّرُ فَقَالَ لَهٗ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَسَلْ رَبَّكَ فَفَعَلَ فَخَرَجَتِ النَّاقَةُ وَبَرَكَتْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ نَتَجَتْ سَقْبًا مِّثْلَهَا فِي الْعُظْمِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ۔

اور روایت ہے جب انہوں نے کہا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اور نشانی یہ طلب کی کہ ہمارے دیکھتے دیکھتے اس چٹان سے اونٹنی نکلے پھر

وہ بچہ دے تو یہ سن کر آپ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض پیرا ہوئے۔ کہ جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی آپ دو رکعت نفل پڑھ کر اپنے رب سے مانگیں آپ نے ایسا ہی کیا تو ناقہ چٹان سے نکلا اور بڑھا ان کے آگے پھر اونٹنی نے بچہ دیا اور وہ بھی فوراً بڑھ کر ناقہ کے برابر ہو گیا۔ تو آپ نے انہیں فرمایا:

یہ ناقہ ہے ایک دن اسے پانی پینا ہے اور ایک دن تم سب کا حصہ ہے اور یہ ایک چشمہ تھا جس سے سب پانی لیتے تھے۔

اور مجمع البیان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے: اِنَّ تِلْکَ الْعَیْنَ اَوَّلُ عَیْنٍ نَبَحَتْ فِی الْاَرْضِ وَقَدْ فَجَرَهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِصَالِحٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ روئے زمین پر یہ پہلا چشمہ تھا جو زمین سے ابلا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کے لئے جاری فرمایا۔ تو آپ نے فرمایا: فَاقْتَنِعُوْا لِشِرْبِكُمْ وَلَا تُزَاحِمُوْهَا عَلٰى شِرْبِهَا۔ اپنی باری کے پانی پر قناعت کرو اور ناقہ سے اس چشمہ پر کوئی کسی قسم کی ہرگز مزاحمت نہ کرنا۔

وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾۔ اور اسے کسی برائی کی نیت سے نہ چھونا کہ تمہیں عذاب پکڑے اور دن بھاری ہو جائے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وُصِفَ الْيَوْمُ بِالْعُظْمِ بِعُظْمِ مَا يَحِلُّ فِيْهِ۔ عذاب والے دن کو بھاری فرمایا اس لئے کہ اس میں جو کچھ ہوگا وہ عذاب کی صورت میں بھاری ہوگا۔

لیکن ان بدنصیبوں پر بلا آئی تھی آپ کے فرمانے کی پرواہ نہ کی اور

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾۔ اس ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں تو صبح ندامت میں کی۔

اس کی اصلیت یہ ہے کہ عاقر ناقۂ صالح تو صرف ایک شخص قدار بن سالف تھا لیکن جرم عقر سب کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مشورہ میں سب متفق تھے۔ یہ قدار بن سالف نساج تھا یعنی کپڑا بننے کا کام کرتا تھا۔

وَ فِیْ رِوَایَةٍ اِنَّ مِسْطَعًا اَلْجَاَهَا اِلٰی مَضِیْقٍ فِیْ شَعْبٍ فَرَمَاهَا بِهٖ سَهْمٌ فَاَصَابَ رِجْلَهَا فَسَقَطَتْ ثُمَّ ضَرَبَهَا قُدَارُ۔ ایک روایت میں ہے کہ مسطع ایک شخص تھا اس نے اس ناقہ کو گھیر کر ایک تنگ جگہ پر کیا کسی گھاٹی کے پاس اور اس کے تیر مارا جو اس کے پیر پر لگا اور وہ گرا اور پھر قدار بن سالف نے اس کی کونچیں کاٹیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ قدار نے کہا تھا میں اسے عقر نہ کروں گا جب تک اس پر سب راضی نہ ہوں تو یہ ایک عورت کے یہاں نشہ میں تھے سب جمع ہوئے اور اس سے کہا: اَتَرْضَیْنَ فَتَقُوْلُ نَعَمْ وَ كَذٰلِكَ الصِّبْیَانُ فَرَضُوْا جَمِیْعًا۔ کیا تو اس سے راضی ہے کہ ناقہ کے ساتھ ایسا کیا جائے اس نے کہا ہاں اور ایسے ہی تمام بچے بھی راضی تھے تو پھر سب اس کام پر رضامند ہو گئے۔

ایک قول میں ہے کہ لِاَنَّ الْعُقْرَ كَانَ بِاَمْرِهِمْ وَمُعَاوَنَتِهِمْ جَمِیْعًا۔ عقر ناقہ میں سب کا مشورہ تھا اور سب اس کام میں معاون تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں بھی ہے فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ۔

فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾۔ خَوْفًا مِّنْ حُلُوْلِ الْعَذَابِ۔ تو صبح ندامت میں کی عذاب کے خوف سے۔

اور ایک قول میں ہے کہ عقر ناقہ کے بعد سب حضرت صالح علیہ السلام کے پاس آ کر بولے: يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ اے صالح اب آپ وہ عذاب لائیں جس سے آپ نے ہمیں ڈرایا تھا اگر فی الواقع آپ رسول

ہیں۔

ایک قول ہے: نَدِمُوْا كُلُّهُمْ اَوَّلًا خَوْفًا ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَالَ خَوْفُهُمْ اول اول تو شرمندہ ہوئے خوف عذاب سے پھر ان کے دل سخت ہو گئے اور خوف جاتا رہا۔

ایک قول یہ ہے کہ ناقہ کے پانی پینے کی جس دن باری ہوتی تھی اس دن وہ اتنا دودھ دیتا تھا کہ ساری قوم کی ضرورت سے زائد ہوتا تھا تو اب وہ دودھ نہ ملنے کی وجہ سے نادم ہوئے۔ مختصر یہ کہ

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ۔ انہیں عذاب نے پکڑ لیا۔

وَ كَانَ صَيْحَةً خَمَدَتْ لَهَا اَبْدَانُهُمْ وَانْشَقَّتْ قُلُوْبُهُمْ وَمَاتُوْا مِنْ اٰخِرِهِمْ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا وَصَبَّ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً۔ وہ عذاب ایک چنگھاڑ تھی جس سے ان کے بدن سن ہو گئے اور کلیجے پھٹ گئے اور مر گئے پھر ان پر پتھروں کی بارش کی گئی اور انہیں کچل کر رکھ دیا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾ ۔

اس میں بھی نشان قدرت قدیر ہے مگر وہ اکثریت میں ایمان لانے والے نہ تھے اور بے شک اے محبوب آپ کا رب زبردست قوت والا اور مہربان ہے۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾	جھٹلایا قوم لوط نے رسولوں کو
اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾	جبکہ کہا ان سے ان کے بھائی لوط نے تم کیوں نہیں خوف کرتے
اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾	بے شک میں تمہارے لئے رسول امین ہوں
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾	تو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو
وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾	اور میں نہیں مانگتا تم سے اس خدمت کا بدلہ میرا بدلہ تو رب العالمین پر ہے
اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾	کیا مردوں سے بدفعلی کرتے ہو مخلوق میں
وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾	اور چھوڑتے ہو وہ جو تمہارے لئے تمہارے رب نے پیدا کیں تمہاری بیویاں بلکہ تم حد سے بڑھنے والے ہو
قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾	بولے اگر تم باز نہ آئے اے لوط تو تم ضرور نکال دیئے جاؤ گے
قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾	فرمایا میں تمہارے کام سے بیزار ہوں
رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾	اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کام سے نجات دے

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾	تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو سب کو نجات دی
اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾	مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ گئی
ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾	پھر ہم نے کچل دیا دوسروں کو
وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾	اور ہم نے ان پر ایک برساؤ برسایا تو برا تھا برساؤ ان ڈرائے ہوؤں کا
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾	بے شک اس میں نشانی ہے اور نہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾	اور بے شک تمہارا رب زبردست بڑا مہربان ہے

حل لغات نواں رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

كَذَّبَتْ۔جھٹلایا	قَوْمُ۔قوم	لُوْطٍ۔لوط نے	الْمُرْسَلِيْنَ۔رسولوں کو
اِذْ۔جب	قَالَ۔کہا	لَهُمْ۔ان کو	اَخُوْهُمْ۔ان کے بھائی
لُوْطٌ۔لوط نے	اَلَا۔کیا نہیں	تَتَّقُوْنَ۔ڈرتے تم	اِنِّيْ۔بے شک میں
لَكُمْ۔تمہارے لئے	رَسُوْلٌ۔رسول ہوں	اَمِيْنٌ۔امانت دار	فَاتَّقُوا۔تو ڈرو
اللّٰهَ۔اللہ سے	وَ۔اور	اَطِيْعُوْنِ۔کہا مانو میرا	وَ۔اور
مَآ۔نہیں	اَسْئَلُكُمْ۔مانگتا میں تم سے	عَلَيْهِ۔اس پر	مِنْ اَجْرٍ۔کوئی بدلہ
اِنْ۔نہیں	اَجْرِيَ۔میرا بدلہ	اِلَّا۔مگر	عَلٰى۔اوپر
رَبِّ۔رب	الْعٰلَمِيْنَ۔جہانوں کے	اَ۔کیا	تَاْتُوْنَ۔آتے ہو تم
الذُّكْرَانَ۔مردوں کے پاس	مِنَ الْعٰلَمِيْنَ۔جہان والوں سے		وَ۔اور
تَذَرُوْنَ۔چھوڑتے ہو تم	مَا۔جو	خَلَقَ۔پیدا کیں	لَكُمْ۔تمہارے لئے
رَبُّكُمْ۔تمہارے رب نے	مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ۔تمہاری بیویاں		بَلْ۔بلکہ
اَنْتُمْ۔تم	قَوْمٌ۔قوم ہو	عٰدُوْنَ۔حد سے گزرنے والی	قَالُوْا۔بولے
لَئِنْ۔اگر	لَّمْ۔نہ تَنْتَهِ۔باز آیا تو	يٰلُوْطُ۔اے لوط	لَتَكُوْنَنَّ۔تو ہوگا
مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ۔نکالا گیا	قَالَ۔کہا	اِنِّيْ۔بے شک میں	لِعَمَلِكُمْ۔تمہارے کام کو
مِّنَ الْقَالِيْنَ۔برا سمجھتا ہوں	رَبِّ۔اے میرے رب	نَجِّنِيْ۔مجھے نجات دے	وَ۔اور
اَهْلِيْ۔میرے گھر والوں کو	مِمَّا۔اس سے	يَعْمَلُوْنَ۔جو وہ کرتے ہیں	فَنَجَّيْنٰهُ۔تو نجات دی ہم
نے اس کو	وَ۔اور	اَهْلَهٗ۔اس کے گھر والوں	اَجْمَعِيْنَ۔سب کو
اِلَّا۔مگر	عَجُوْزًا۔بڑھیا کو	فِي۔بیچ	الْغٰبِرِيْنَ۔پچھلوں کے

ثُمَّ۔ پھر	دَمَّرْنَا۔ کچل دیا ہم نے	الْاٰخَرِیْنَ۔ پچھلوں کو	وَ۔ اور
اَمْطَرْنَا۔ برسایا ہم نے	عَلَیْهِمْ۔ ان پر	مَّطَرًا۔ ایک برسانا	فَسَآءَ۔ تو برا تھا
مَطَرُ۔ برساؤ	الْمُنْذَرِیْنَ۔ ڈرائے گیوں کا	اِنَّ۔ بے شک	فِیْ۔ بیچ
ذٰلِكَ۔ اس کے	لَاٰیَةً۔ البتہ نشانی ہے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
كَانَ۔ تھے	اَكْثَرُهُمْ۔ اکثر ان کے	مُّؤْمِنِیْنَ۔ ایمان والے	وَ۔ اور
اِنَّ۔ بے شک	رَبَّكَ۔ تیرا رب	لَهُوَ۔ وہ ہے	الْعَزِیْزُ۔ غالب
الرَّحِیْمُ۔ رحم کرنے والا			

خلاصہ تفسیر نواں رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

یہ چھٹا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے ہیں اور انہیں کے حکم سے آپ اس سرزمین میں تشریف لائے جو ملک شام کے جنوب میں بحیرہ مردار کے قریب شہر سدوم اور عمورہ آباد تھے۔

یہاں کے لوگ بت پرست ہونے کے علاوہ لوطی فعل کے بھی مرتکب رہتے تھے انہیں عورتوں سے رغبت نہیں تھی لڑکوں پر مرتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اس فعل شنیع سے منع فرمایا اور اس پر وہ آپ کو بستی سے نکالنے پر تل گئے آپ نے فرمایا میں تو تمہیں اس بے حیائی سے منع ہی کرتا رہوں گا اور میں تمہارے اس فعل اور بے حیائی سے بیزار ہوں اور اپنے رب کے حضور دست بدعا ہوں کہ وہ مجھے اور میرے گھر والوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھے۔

چنانچہ آپ کو حکم ہوا کہ آپ اپنے گھر والوں کو لے کر اندھیری اندھیری صبح ان کی بستی سے نکل جائیں۔ اور مڑ کر نہ دیکھیں جس کا مفصل واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔

چنانچہ آپ جب نکلے تو آپ کی ایک بیوی جو انہیں میں سے تھی محبت اہل وطن میں مڑ کر دیکھنے لگی وہ بھی ہلاک ہو گئی اور تمام بستی پر ایسی پتھروں کی بارش ہوئی کہ سب الٹ دیئے گئے اور اس تباہ شدہ ملک کے آثار عہد رسالت تک باقی تھے۔ اب بھی بحر مردار دیکھنے والے اس جگہ اور اس معذب زمین کو دیکھ کر آتے ہیں۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِالْمُرْسَلِیْنَ ۝۱۶۰ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۱۶۱ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝۱۶۲
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝۱۶۳ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۶۴

قوم لوط نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ جبکہ ان کی برادری والے حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں فرمایا کیا تمہیں خوف خدا نہیں میں تمہارے لئے رسول امین ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو اور میں نہیں مانگتا تم سے اس تبلیغ پر کوئی بدلہ میرا بدلہ تو رب العالمین پر ہے۔

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۶۵ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۝۱۶۶ ۔ کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو مخلوق میں اور چھوڑتے ہو وہ جو تمہارے لئے پیدا کیں تمہارے رب نے بیویاں بلکہ تم حد سے متجاوز لوگ ہو۔

اس کے صاف یہ معنی ہیں کہ آپ نے انہیں نصیحتاً فرمایا کہ کیا مخلوق میں ایسے قبیح اور بے حیا فعل کے لئے تمہیں رہ گئے ہو دنیا میں اور لوگ بھی تو ہیں انہیں دیکھ کر تمہیں شرم کرنی چاہئے حالانکہ تمہارے لئے بکثرت عورتیں ہیں جنہیں تم بیوی بنا سکتے ہو مگر تم حلال طریقہ چھوڑ کر حرام و خبیث افعال میں مبتلا ہو کر حد سے متجاوز ہو گئے ہو۔ تو جب انہوں نے اپنی خواہشات کی مخالفت کرتے دیکھا تو وہ سب حضرت لوط علیہ السلام کے خلاف ہو گئے۔

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ ﴿۱۶۷﴾۔ بولے اگر آپ اس مخالفت سے باز نہ آئے تو تم ضرور نکال دیئے جاؤ گے۔ آپ نے جواب دیا:

قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ﴿۱۶۸﴾۔ قَالِیْنَ۔ قَلٰی سے مشتق ہے اور قَلٰی کہتے ہیں بغض شدید کو چنانچہ آپ نے فرمایا میں تمہارے ایسے افعال شنیعہ سے بیزار ہوں۔ یہ لغت قرآن کریم میں سورۃ ضحیٰ میں بھی مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی۔ فرما کر استعمال کیا گیا ہے۔ پھر آپ نے اپنے رب کے حضور دعا کی:

رَبِّ نَجِّنِیْ وَ اَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۳﴾۔ اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کام سے نجات دے اور بچا۔ تو ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ گئی پھر ہم نے باقیوں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے برسایا ان پر برساؤ تو برا تھا وہ برساؤ ڈرائے ہوؤں کے لئے۔

یہ بڑھیا آپ کی بیوی تھی جو اپنی قوم کے اس فعل پر راضی تھی اس لئے وہ بھی گرفتار عذاب ہوئی اور وہ برساؤ پتھروں کا یا گندھک کا یا آگ کا تھا اس کے بعد وہی سابقہ آیت ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۷۵﴾۔

اس آیت کا وہی ترجمہ ہے جو پہلے بیان ہو چکا۔

مختصر تفسیر اردو نواں رکوع۔ سورۃ شعراء۔ پ ۱۹

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِ۟الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۴﴾۔

جھٹلایا قوم لوط نے رسولوں کو جبکہ کہا ان کو ان کے بھائی لوط نے تم کیوں نہیں ڈرتے میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو اور میں اس خدمت تبلیغ کا تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ پر ہے جو رب العالمین ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَكَانُوْا مِنْ اَصْهَارِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ آپ قوم لوط سے قرابت سسرال کی رکھتے تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک آپ کی بیوی معذب بھی ہوئی۔ پھر آپ نے انہیں ان کی بے حیائی سے روکا اور ان سے فرمایا:

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۵﴾۔ کیا تم نرینہ مخلوق کے ساتھ بدفعلی کرتے ہو اللہ کی مخلوق میں سے۔

یَعْنِیْ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنْ اَوْلَادِ بَنِیْ اٰدَمَ عَلٰی فَرْطِ كَثْرَتِهِمْ وَ تَفَاوُتِ اَجْنَاسِهِمْ وَ غَلَبَةِ اِنَاثِهِمْ

یعنی بنی آدم میں آخر عورتیں کافی ہیں لیکن تم ارتکاب غیر فطری کی طرف مائل ہو۔

وَ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ هٰذِهِ السُّنَةَ السَّيِّئَةَ كَمَا يَفْصَحُ عَنْهُ قَوْلُهُ تَعَالٰى مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۔ دنیا میں سب سے پہلے جس قوم نے یہ بے حیائی شروع کی وہ یہی قوم تھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں بھی یہی ارشاد ہے مَاسَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۔ ایسے کام کی طرف دنیا میں کوئی تم سے پہلے نہ آیا۔

وَتَذَرُوْنَ مَاخَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ ۔ اور چھوڑے ہوئے ہو جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں تمہارے لئے تمہاری بیویاں بلکہ تم حد سے گزر جانے والی قوم ہو۔

یعنی عورت کی جنس تمہارے استمتاع شہوانی کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنائی جس میں عضو مباح تمہارے لئے مقرر فرمایا۔ چنانچہ نسوانی طبقہ سے بھی استمتاع بالقبل رکھا گیا اور دبر سے بقول مشہور حرام اور گناہ کبیرہ ہے یہی مسلک اہل سنت ہے۔

اور جنہوں نے اس کی اباحت امام شافعی رحمہ اللہ سے لکھی ہے جو ابن الحکم کے قول سے منقول ہے۔ اس پر حضرت ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَذَبَ وَاللّٰهِ ابْنُ الْحَكَمِ وَقَدْ نَصَّ الْاِمَامُ عَلٰى تَحْرِيْمِهٖ فِيْ سِتِّ كُتُبٍ۔ خدا کی قسم ابن الحکم نے جھوٹ کہا اور امام شافعی رحمہ اللہ نے تو اس کی حرمت چھ کتابوں میں لکھی ہے۔

اور امام مالک رحمہ اللہ کی طرف جو حلت و اباحت بتاتے ہیں وہ بھی غلط ہے وَلَمْ يُحْفَظْ عَنْ مَالِكٍ شَيْءٌ فِيْ اَبَاحَتِهٖ اَلْبَتَّةَ۔

اور نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ سے بھی قبل ہی ثابت ہے اس لئے کہ حرث کھیتی کو کہتے ہیں اور کھیتی بار آور زمین پر ہوتی ہے تو قبل سے بار آوری کی امید ہے اور دبر خلاف وضع فطری ہے تو اس سے بھی اباحت نہیں ملتی۔

بلکہ حقیقت یہی ہے کہ تم اس قوم سے ہو جو حد سے متجاوز ہو چکی ہے۔

اس پر قوم مائل بہ ہدایت نہ ہوئی بلکہ اپنی شہوات کے نشے میں آپ سے بگڑ گئی اور کہنے لگی:

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ ۔ بولے اگر آپ اے لوط ہمیں روکنے سے باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ تو آپ نے ان کی دیدہ دلیری پر جواب دیا:

قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ ۔ فرمایا میں تمہارے اس عمل سے بیزار ہوں۔

قَالِيْنَ۔ قلی سے ہے جو بیزاری کے معنی دیتا ہے۔ راغب اصفہانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: يُقَالُ قَلَاهُ وَيَقْلِيْهِ فَمَنْ جَعَلَهٗ مِنَ الْوَاوِ فَهُوَ مِنَ الْقَلْوِ اَيِ الرَّمْيِ مِنْ قَوْلِهِمْ قَلَتِ النَّاقَةُ بِرَكْبِهَا قَلْوًا وَقَلَوْتُ بِالْقَلَةِ اِذًا فَكَاَنَّ الْمَقْلُوَّ يَقْذِفُهُ الْقَلْبُ مِنْ بُغْضِهٖ فَلَا يَقْبَلُهٗ فَمَنْ جَعَلَهٗ مِنَ الْيَاءِ فَهُوَ مِنْ قَلَيْتُ السَّوِيْقَ عَلَى الْمِقْلَاةِ فَكَانَ شِدَّةُ الْبُغْضِ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کے معنی بغض شدید و بیزاری دل سے علیحدگی کرنا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی بیزاری کے ماتحت دعا کی:

رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ ۔ اے میرے رب مجھے اور میرے اہل کو ان کے عملوں سے نجات دے۔ یعنی ان کی شومی عمل اور اس پر جو عذاب دنیوی ہو اس سے مجھے معہ میرے اہل کے محفوظ رکھ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی تو معصوم ہوتا ہے تو حضرت لوط علیہ السلام کی یہ دعا کس معنی کی متحمل ہے وَ قِيْلَ قَدْ يَدْعُو الْمَعْصُوْمُ بِالْحِفْظِ عَنِ الْوُقُوْعِ فِيْمَا عُصِمَ عَنْهُ لَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى حِكَايَةُ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ

السَّلَامُ وَاجْنُبْنِي وَ بَنِيَّ اَنْ نَعْبُدَ الْاَصْنَامَ وَ هُوَ مُسَلَّمٌ۔ کبھی معصوم حفظ عن الوقوع کی دعا کرتا ہے اس عصمت میں جو اسے عطا ہوئی جیسے ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ آپ نے دعا کی یعنی محفوظ رکھ مجھے اور میرے بیٹوں کو اس سے کہ ہم بتوں کی پوجا کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا مستجاب فرمائی۔

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ۔ تو نجات دی ہم نے لوط کو اور ان کے اہل کو مگر ایک بڑھیا جو پیچھے رہنے والوں میں رہی۔

اس سے مراد اہل بیت ہیں یا اس سے مراد وہ سب ہیں جنہوں نے آپ کے دین کا اتباع کیا فَيَشْمَلُ اَهْلُ بَيْتِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ سَائِرَ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ۔ تو اہل بیت کا لفظ تمام ایمان والوں اور جو ایمان لائے ان کو بھی شامل ہے۔

اور اس تعمیم کی یہاں حاجت بھی نہیں اس لئے کہ اہل بیت سے ایک کے ایمان نہ لانے کا استثناء آیت ہی میں ہے۔

وَالْمُرَادُ مِنْهُ الْعَجُوْزُ اِمْرَاَتُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ كَانَتْ كَافِرَةً مَائِلَةً اِلَى الْقَوْمِ رَاضِيَةً بِفِعْلِهِمْ۔

اور بڑھیا سے مراد وہ بیوی آپ کی ہے جو کافرہ تھی اور قوم لوط علیہ السلام کی طرف مائل تھی اور ان کے افعال شنیعہ سے راضی تھی۔

وَالْمُرَادُ فَنَجَّيْنَاهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْعَذَابِ بِاِخْرَاجِهِمْ مِّنْ بَيْنِهِمْ لَيْلًا عِنْدَ مُشَارَفَةِ حُلُوْلِهٖ بِهِمْ اِلَّا عَجُوْزًا مُقَدَّرَةً فِي الْبَاقِيْنَ فِي الْعَذَابِ بَعْدَ سَلَامَةِ مَنْ خَرَجَ لِمَا رُوِيَ اَنَّهَا خَرَجَتْ مَعَ لُوْطٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَصَابَهَا حَجَرٌ فِي الطَّرِيْقِ فَهَلَكَتْ۔

فَنَجَّيْنٰهُ۔ سے مراد آپ کے اہل ہیں جو عذاب سے محفوظ رہے کہ انہیں راتوں رات صبح ہونے سے قبل ہی نکلنے کا حکم ہو چکا تھا مگر وہ بڑھیا جس کے لئے عذاب مقدر تھا باقیوں کے ساتھ بعد ان کی سلامتی کے جو نکلے چنانچہ روایت ہے کہ یہ بڑھیا بھی نکلی تو ایک پتھر اسے راستہ میں لگا اور وہ ہلاک ہوگئی۔

بعض کہتے ہیں وہ آپ کے ساتھ نہیں نکلی اور ہلاک ہوگئی۔

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ ۔ يَعْنِيْ اَهْلَكْنٰهُمْ اَشَدَّ الْهِلَاكِ۔ دَمَّرْنَا کے معنی اَهْلَكْنَا ہیں یعنی ہلاک کیا ہم نے پچھلوں کو شدید ہلاکت سے اور وہ ہلاکت کیسے ہوئی ارشاد ہے۔

وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ ۔ ہم نے ان پر بارش کی مخصوص بارش جس میں پتھر کنکر تھے جس کی تصریح دوسری جگہ فرمائی ہے: فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ۔

اور جب ہمارا حکم آیا کر دیا ہم نے اونچوں کو نیچا اور برسائے ہم نے ان پر پتھر سنگریزوں سے۔

مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لِلَّذِيْنَ كَانُوْا خَارِجِيْنَ مِنَ الْقَرْيَةِ لِبَعْضِ حَوَائِجِهِمْ۔ ایک بارش ان کے اوپر بھی ہوئی جو اپنی ضروریات کے لئے بستی سے باہر گئے ہوئے تھے۔

فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ ۔ تو بہت بری بارش تھی ڈرائے ہوئے لوگوں کے لئے۔ اس کے بعد وہی آیت کریمہ دہرائی گئی جو گزشتہ رکوعوں میں آچکی ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾ ۔

بامحاورہ ترجمہ دسواں رکوع-سورۃ شعراء-پ ۱۹

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۷۶﴾	جھٹلایا اصحاب ایکہ نے رسولوں کو
اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾	جب کہا انہیں شعیب نے کیوں نہیں ڈرتے
اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾	میں تمہارے لئے رسول امین ہوں
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾	تو ڈرو اللہ سے اور میری پیروی کرو
وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۰﴾	اور میں نہیں مانگتا تم سے اس خدمت پر کوئی کچھ اجر میرا اجر تو اللہ رب العالمین پر ہے
اَوْفُوا الْكَیْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ﴿۱۸۱﴾	پورا پیمانہ دیا کرو اور کسی کو نقصان دینے والے نہ بنو
وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ﴿۱۸۲﴾	اور تو لو سیدھی تکڑی سے
وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۱۸۳﴾	اور نہ دو لوگوں کو وزن سے کم چیزیں اور نہ برپا کرو زمین میں فساد
وَ اتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۸۴﴾	اور ڈرو اس سے جس نے تمہیں پیدا کیا اور پہلی مخلوق پیدا کی
قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۸۵﴾	بولے تم تو مسحور ہو
وَ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۱۸۶﴾	اور نہیں تم مگر بشر ہمارے جیسے اور ہم تو گمان کرتے ہیں تمہیں جھوٹا
فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۷﴾	تو ہم پر سلیں گرادو آسمان سے اگر تم سچے ہو
قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾	فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو
فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۸۹﴾	تو جھٹلایا انہوں نے تو پکڑا انہیں عذاب نے سایہ کے دن بے شک وہ عذاب بڑے دن کا تھا
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۰﴾	اس میں بھی ہماری نشانی ہے اور نہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے
وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۹۱﴾	اور بے شک تیرا رب زبردست اور مہربان ہے

حل لغات دسواں رکوع-سورۃ شعراء-پ ۱۹

كَذَّبَ-جھٹلایا	اَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ-جھنگی والوں نے	الْمُرْسَلِیْنَ-رسولوں کو
اِذْ-جب	قَالَ-کہا	لَهُمْ-ان کو
		شُعَیْبٌ-شعیب نے

اَلَا۔کیوں نہیں	تَتَّقُوْنَ۔تم ڈرتے	اِنِّیْ۔بے شک میں	لَكُمْ۔تمہارے لئے
رَسُوْلٌ۔رسول ہوں	اَمِیْنٌ۔امانت دار	فَاتَّقُوا۔تو ڈرو	اللّٰهَ۔اللہ سے
وَ۔اور	اَطِیْعُوْنِ۔کہا مانو میرا	وَ۔اور	مَآ۔نہیں
اَسْـَٔلُكُمْ۔مانگتا میں تم سے	عَلَیْهِ۔اس پر	مِنْ اَجْرٍ۔کوئی بدلہ	اِنْ۔نہیں
اَجْرِیَ۔میرا بدلہ	اِلَّا۔مگر	عَلٰی۔اوپر	رَبِّ۔رب
الْعٰلَمِیْنَ۔جہانوں کے	اَوْفُوا۔پورا کرو	الْكَیْلَ۔ماپ	وَ۔اور
لَا۔نہ	تَكُوْنُوْا۔ہو	مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ۔خسارہ دینے والوں سے	
وَ۔اور	زِنُوْا۔تولو	بِالْقِسْطَاسِ۔ترازو	الْمُسْتَقِیْمِ۔سیدھی سے
وَ۔اور	لَا۔نہ	تَبْخَسُوا۔کم دو	النَّاسَ۔لوگوں کو
اَشْیَآءَ۔چیزیں	هُمْ۔ان کی	وَ۔اور	لَا۔نہ
تَعْثَوْا۔پھرو	فِی۔بیچ	الْاَرْضِ۔زمین کے	مُفْسِدِیْنَ۔فساد کرنے والے
وَ۔اور	اتَّقُوا۔ڈرو	الَّذِیْ۔اس سے جس نے	خَلَقَكُمْ۔تمہیں پیدا کیا
وَ۔اور	الْجِبِلَّةَ۔پیدائش	الْاَوَّلِیْنَ۔پہلی کو	قَالُوْٓا۔بولے
اِنَّمَآ۔تو	اَنْتَ۔ہے تو	مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ۔جادو کئے گیوں سے	
وَ۔اور	مَآ۔نہیں	اَنْتَ۔تو	اِلَّا۔مگر
بَشَرٌ۔آدمی	مِّثْلُنَا۔ہمارے جیسا	وَ۔اور	اِنْ۔بے شک
نَّظُنُّكَ۔خیال کرتے ہیں تجھ کو	لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ۔جھوٹے لوگوں سے		فَاَسْقِطْ۔تو گرا
عَلَیْنَا۔ہم پر	كِسَفًا۔ٹکڑا	مِّنَ السَّمَآءِ۔آسمان سے	اِنْ۔اگر
كُنْتَ۔ہے تو	مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔سچے لوگوں سے		قَالَ۔فرمایا
رَبِّیْٓ۔میرا رب	اَعْلَمُ۔خوب جانتا ہے	بِمَا۔جو	تَعْمَلُوْنَ۔تم عمل کرتے ہو
فَكَذَّبُوْهُ۔تو جھٹلایا انہوں نے اس کو		فَاَخَذَهُمْ۔تو پکڑا ان کو	عَذَابُ۔عذاب
یَوْمِ۔دن	الظُّلَّةِ۔سائے کے نے	اِنَّهٗ۔بے شک وہ	كَانَ۔تھا
عَذَابَ۔عذاب	یَوْمٍ۔دن	عَظِیْمٍ۔بڑے کا	اِنَّ۔بے شک
فِیْ۔بیچ	ذٰلِكَ۔اس کے	لَاٰیَةً۔البتہ نشانی ہے	وَ۔اور
مَا۔نہیں	كَانَ۔تھے	اَكْثَرُهُمْ۔اکثر ان کے	مُّؤْمِنِیْنَ۔ایمان والے
وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک	رَبَّكَ۔تیرا رب	لَهُوَ۔وہی
الْعَزِیْزُ۔غالب	الرَّحِیْمُ۔مہربان ہے		

خلاصہ تفسیر دسواں رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

یہ ساتواں قصہ اصحاب ایکہ کا ہے۔ ایکہ سے مراد کنویں والے یا، بن والے ہیں۔ مدین کے پاس کچھ کنویں آب پاشی کے لئے تھے اور وہاں کچھ درخت تھے یہاں جو قوم رہتی تھی اسے اصحاب ایکہ کہا جاتا تھا ان میں حضرت شعیب علیہ السلام نبی بھیجے گئے۔

یہ قوم بھی بت پرست تھی اور ان میں بڑا عیب کم تولنے، لین دین میں فریب کرنے کا تھا۔ راہزن، چور اور بدکار بھی تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ ۔ پورا ناپو اور نقصان دینے والے نہ بنو۔ وزن پورا دو اور لوگوں کو ان کے مالوں میں نقصان نہ پہنچاؤ۔ اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ ۔ اور اس خالق مطلق سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلوں کو۔ تو سرکش کہنے لگے:

قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ ۔

بولے آپ تو سحر زدہ ہیں اور آپ کیا نہیں مگر ہمارے جیسے بشر اور ہم تو آپ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں۔

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ ۔ تو ہم پر گرا دو آسمان سے چٹانیں اگر تم سچے ہو۔

آپ نے جواب دیا:

قَالَ رَبِّيْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ۔ فرمایا میرا رب تمہارے کوتکوں سے خوب واقف ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ ۔ تو انہوں نے آپ کو جھٹلایا تو پکڑ لیا انہیں عذاب ابر والے دن کے نے۔ وہ دن عذاب کا بڑا بھاری تھا۔

چنانچہ انجام کار یہی ہوا کہ آسمان سے ایک دھواں کا بادل سایہ کرتا ہوا نمودار ہوا اسی وجہ میں اسے یَوْمِ الظُّلَّةِ کہا گیا۔ اور پہاڑ نے آتش فشانی کی جس کے صدمہ سے سب مر کر رہ گئے۔ یہ ابر اس آتش فشاں پہاڑ کا دھواں تھا۔

اَیْکَۃ۔ درختوں کے بن کو کہتے ہیں یا جہاں کنویں ہوں۔

قِسْطَاس۔ ترازو کو کہتے ہیں مُسْتَقِیْم برابر کے معنی میں ہے۔

لَا تَبْخَسُوا۔ بخس کہتے ہیں کم کرنے کو بَخَسَ حَقَّهٗ اِذَا انْقَصَهٗ اِيَّاهُ۔

جِبِلَّة۔ اور جَبْلَة اور جِبِلَّة تینوں کے معنی مخلوق کے ہیں۔

كِسَف۔ اور كِسْف دونوں كسفه کی جمع ہیں۔ ٹکڑے کے معنی میں آتا ہے۔

ظُلَّة۔ اسے کہتے ہیں جو سر کے اوپر سائبان کی طرح چھا جائے۔

اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ۔ کو اہل مدین بھی کہا گیا ہے اس لئے کہ مدین ان کا بڑا شہر تھا اور بن والے بھی یہی ہیں اس لئے کہ ان کی بستیوں کے قریب ایک بڑا جنگل تھا۔

مختصر تفسیر اردو دوسواں رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

كَذَّبَ اَصۡحٰبُ لۡئَیۡكَةِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۝۱۷۶ ۔ اَلْاَيْكَةُ الْغَيْضَةُ الَّتِىْ تُنْبِتُ نَاعِمَ الشَّجَرِ وَ هِىَ غَيْضَةٌ مِنْ سَاحِلِ الْبَحْرِ اِلٰى مَدْيَنَ يَسْكُنُهَا طَائِفَةٌ وَّ كَانُوْا مِمَّنْ بُعِثَ اِلَيْهِمْ شُعَيْبٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ كَانَ اَجْنَبِيًّا مِنْهُمْ وَ لِذٰلِكَ قِيْلَ "اِذۡ قَالَ لَهُمۡ شُعَیۡبٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ" ۔ وَلَمْ يَقُلْ اَخُوْهُمْ۔

ایکہ وہ جنگل تھا جس میں درخت تھے اور یہ بن ساحل بحر پر تھا مدین کی طرف یہاں ایک جماعت آباد تھی اور یہی وہ ہیں جن میں حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے اور آپ ان کی برادری یا قوم سے نہیں تھے بلکہ اجنبی تھے اور اسی وجہ میں ہر رکوع پر اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ فرمایا گیا اور یہاں اِذۡ قَالَ لَهُمۡ شُعَیۡبٌ صرف فرمایا اَخُوۡهُمۡ نہیں فرمایا۔

اِنِّیۡ لَكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ۝۱۷۸ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ۝۱۷۹ وَ مَاۤ اَسۡئَلُكُمۡ عَلَیۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝۱۸۰ ۔ یہاں تک تمہید تبلیغ ہے جو انبیاء کرام فرماتے تھے اس کے بعد جو اس قوم میں عیب تھا اس کی ہدایت کی طرف زمام تبلیغ لوٹائی چنانچہ ارشاد ہوا:

اَوۡفُوا الۡكَیۡلَ وَ لَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُخۡسِرِیۡنَ ۝۱۸۱ ۔ پیمانہ پورا ناپو اور کم دینے والوں میں نہ ہو۔

وَ زِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ ۝۱۸۲ ۔ اور وزن کے وقت ڈنڈی نہ مارو برابر ترازو تولو۔

وَ لَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡیَآءَهُمۡ ۔ اور نہ نقصان کرو لوگوں کا ان کی چیزوں میں

يَعْنِىْ لَا تَبْخَسُوْا اَحَدًا شَيْئًا فَاِنَّهُمْ كَانُوْا يَبْخَسُوْنَ كُلَّ شَىْءٍ جَلِيْلًا كَانَ اَوْ حَقِيْرًا۔ یعنی کسی کو نقصان نہ دو کچھ اس لئے کہ یہ لوگ ہر شے میں نقصان دیتے تھے خواہ وہ قیمتی ہو یا معمولی۔

وَ لَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ ۝۱۸۳ ۔ عثو عربی میں فساد کو کہتے ہیں۔ اور نہ فساد کرو زمین میں فساد ڈالنے کے لئے۔ قتل سے یا غارت سے اور راہزنی سے۔

وَ اتَّقُوا الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ وَ الۡجِبِلَّةَ الۡاَوَّلِیۡنَ ۝۱۸۴ ۔ اَىْ وَذَوِى الْجِبِلَّةِ اَىِ الْخِلْقَةِ وَالطَّبِيْعَةِ۔ اور ڈرو اس سے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلی مخلوق کو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اِنَّ الْجِبِلَّةَ الْجَمَاعَةُ اِذَا كَانَتْ عَشْرَةُ الْاٰفٍ۔ ایسی صورت میں اس کے معنی ہوں گے اور تم سے پہلے ہزارہا۔

یہ چار نصیحتیں سن کر وہ بجائے جھکنے کے اور اکڑ گئے اور جواب دیا:

قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مِنَ الۡمُسَحَّرِیۡنَ ۝۱۸۵ وَ مَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا وَ اِنۡ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الۡكٰذِبِیۡنَ ۝۱۸۶ ۔ کہنے لگے آپ تو مسحور ہیں یا آپ پر جادو ہوا ہے اور آپ میں کوئی ممتاز صفت نہیں مگر یہی کہ آپ ہمارے جیسے بشر ہی تو ہیں۔

تو ایک پہلو تو اس میں یہ ہے کہ ان کے عقیدہ میں جادو ہونا اور بشر ہونا منافی نبوت تھا اس لئے انہوں نے یہ کہا۔ یا یہ کہ ان کا مقصد اس کہنے سے یہ تھا کہ آپ میں کوئی ممتاز ایسی شان نہیں جو موجب فضیلت ہو اسی وجہ میں انہوں نے فَاْتِ بِاٰیَةٍ کہا کہ لاؤ کوئی نشانی صداقت نبوت پر تو ثابت ہوا کہ وہ بشریت کو تو منافی نبوت نہیں سمجھتے تھے لیکن امتیاز اڑا کر اپنے مماثل قرار دینے کو یہ کہا اور پھر یہ بھی کہہ دیا کہ

وَ اِنۡ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۱۸۶﴾ ۔اور ہم گمان کرتے ہیں کہ آپ جھوٹے ہیں (معاذ اللہ) لہٰذا فَاَسۡقِطۡ عَلَيۡنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۱۸۷﴾ ۔جیسے مشرکین مکہ نے کہا اِنۡ كَانَ هٰذَا هُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِكَ فَاَمۡطِرۡ عَلَيۡنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ۔تو ڈال دے ہمارے اوپر کوئی ٹکڑا آسمان سے اگر تو سچا ہے۔

كِسَفًا۔اَیۡ قِطَعًا۔یعنی ٹکڑا۔

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا وَ قَتَادَةَ جَمۡعُ كِسۡفَةٍ كَقِطۡعَةٍ۔ كِسَف جمع کسفہ کی ہے قطعہ کے معنی میں آتا ہے۔

تو آپ نے انہیں جواب دیا:

قَالَ رَبِّیۡۤ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۸۸﴾ ۔اَیۡ هُوَ تَعَالٰی اَعۡلَمُ بِاَعۡمَالِكُمۡ مِّنَ الۡكُفۡرِ وَالۡمَعَاصِیۡ وَ بِمَا تَسۡتَوۡجِبُوۡنَ عَلَيۡهَا مِنَ الۡعَذَابِ فَسَيُنۡزِلُهٗ عَلَيۡكُمۡ حَسۡبَمَا تَسۡتَوۡجِبُوۡنَ فِیۡ وَقۡتِهِ الۡمُقَدَّرِ لَهٗ لَا مُحَالَةَ۔

فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو کفر و معاصی اور جس طرح تم اپنے اوپر عذاب لازم کر رہے ہو تو عنقریب وہ عذاب تم پر نازل فرمائے گا جس صورت میں تم اپنے اوپر لازم کر رہے ہو وقت مقررہ پر لازمی۔لیکن اس تہدید و توبیخ سے بھی خائف نہ ہوئے۔

فَكَذَّبُوۡهُ۔اور جھٹلانے پر اڑے رہے اور تکذیب پر تکذیب کرتے رہے۔

فَاَخَذَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمِ الظُّلَّةِ ؕ ۔تو پکڑا انہیں عذاب سیاہ والے دن نے۔

قصہ عذاب اصحاب الایکہ

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم رحمہم اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ عَلَيۡهِمۡ حَرًّا شَدِيۡدًا فَاَخَذَ بِاَنۡفَاسِهِمۡ فَدَخَلُوۡا اَجۡوَافَ الۡبُيُوۡتِ فَدَخَلَ عَلَيۡهِمۡ فَخَرَجُوۡا مِنۡهَا هِرَابًا اِلَی الۡبَرِيَّةِ فَبَعَثَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ سَحَابَةً فَاَظَلَّتۡهُمۡ مِّنَ الشَّمۡسِ وَ هِیَ الظُّلَّةُ فَوَجَدُوۡا لَهَا بَرۡدًا وَّلَذَّةً فَنَادٰی بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا حَتّٰی اجۡتَمَعُوۡا تَحۡتَهَا اَسۡقَطَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيۡهِمۡ نَارًا فَاَكَلَتۡهُمۡ جَمِيۡعًا۔

اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے شدید گرمی بھیجی حتیٰ کہ دم گھٹنے لگے تو یہ گھروں کے اندر جا کر چھپے تو وہاں بھی وہ گرمی پہنچ گئی تو یہ وہاں سے بھاگ نکلے اور جنگل میں آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک ابر بھیجا جس نے ان پر سورج سے سایہ کر لیا یہ وہ ظلہ تھا۔ تو انہیں اس میں ٹھنڈ اور آرام محسوس ہوا تو ایک نے دوسرے کو پکارا حتیٰ کہ سب اس ظلہ کے نیچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ ڈال دی اس نے ان سب کو کھالیا۔

وَجَآءَ فِیۡ كَثِيۡرٍ مِّنَ الرِّوَايَاتِ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ سَلَّطَ عَلَيۡهِمُ الۡحَرَّ سَبۡعَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيۡهِنَّ ثُمَّ كَانَ مَا كَانَ مِنَ الۡخُرُوۡجِ اِلَی الۡبَرِيَّةِ وَمَا بَعۡدَهٗ۔

اور بہت سی روایتوں میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر سات دن اور سات رات گرمی شدید مسلط فرمائی پھر وہی ہوا جو ہوا جس کا ذکر اوپر کی روایت میں ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ -

بے شک وہ عذاب بڑا بھاری دن کا تھا۔ یہ مفصل واقعہ سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں آچکا ہے۔

اس کے بعد وہی آیات [illegible] دہرائی گئیں جن کا ترجمہ و تفسیر ہم بیان کر چکے ہیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾ ع -

بامحاورہ ترجمہ گیارہواں رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ ط — اور بے شک یہ قرآن اتارا ہوا ہے رب العالمین کا

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ لا — اسے لے کر اترا روح الامین

عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ لا — تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ ط — زبان عربی روشن میں

وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ — اور بے شک اس کا ذکر پہلی کتابوں میں ہے

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾ ط — اور کیا یہ ان کے لئے نشانی نہ تھی کہ اس بندے کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ لا — اور اگر ہم اسے کسی غیر عربی پر اتارتے

فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ ط — کہ وہ انہیں پڑھ کر سناتا جب بھی اس پر ایمان نہ لاتے

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ ط — ہم نے یونہی جھٹلانا ان میں ڈالا ہے مجرموں کے دلوں میں

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ لا — وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک عذاب نہ دیکھیں

فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ لا — تو وہ اچانک ان پر آجائے گا اور خبر بھی نہ ہوگی

فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ ط — تو کہیں گے کیا ہمیں مہلت ملے گی

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ — تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں

اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ لا — بھلا دیکھو تو اگر کچھ برس ہم انہیں برتنے دیں

ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ لا — پھر آئے ان پر وہ جس کا وعدہ دیئے گئے

مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ ط — تو کیا مستغنی کرے گا ان کا وہ زمانہ جس میں رہے

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ — اور نہیں ہلاک کی ہم نے کوئی بستی جسے ڈر سنانے والا کوئی نہ ہو

ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾ — نصیحت کے لئے اور نہیں تھے ہم ظالم

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ — اور اس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترتے

وَمَا يَنْۢبَغِیْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ ط — اور وہ اس قابل نہیں اور نہ ان میں اس کی طاقت

إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ ۝٢١٢
وہ سننے کی جگہ سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ ۝٢١٣
تو آپ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجیں ورنہ عذاب ہوگا

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝٢١٤
اور اے محبوب اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝٢١٥
اور بچھائے رکھیے اپنی رحمت کا بازو اپنے پیرو مومنین کے لئے

فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۝٢١٦
تو اگر تمہارا حکم نہ مانیں تو فرما دو میں بری ہوں تمہارے عملوں سے

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝٢١٧
اور بھروسہ رکھو اللہ عزت والے مہربان پر

الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ۝٢١٨
جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو

وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ۝٢١٩
اور تمہارا سجدہ کرنے والوں میں پھرنا

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝٢٢٠
بے شک وہ سنتا جانتا ہے

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۝٢٢١
کیا میں تمہیں بتادوں کہ کس پر اترتے ہیں شیطان

تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۝٢٢٢
اترتے ہیں ہر بڑے بہتان والے گناہگار پر

يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ۝٢٢٣
ان پر ڈالتا ہے شیطان اپنی سنی ہوئی اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝٢٢٤
اور شاعروں کی پیروی گمراہ ہی کرتے ہیں

أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝٢٢٥
کیا تم نے نہ دیکھا کہ ہر نالے میں سرگرداں ہیں

وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝٢٢٦
اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ۝٢٢٧
مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اللہ کی یاد بکثرت کریں اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور جلدی جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے

حل لغات گیارہواں رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

وَ۔اور	اِنَّهٗ۔بے شک وہ	لَتَنْزِيْلُ۔اتارا گیا ہے	رَبِّ۔پروردگار
الْعٰلَمِيْنَ۔جہانوں سے	نَزَلَ۔اترا	بِهِ۔اس کو لے کر	الرُّوْحُ۔روح
الْاَمِيْنُ۔الامین	عَلٰى۔اوپر	قَلْبِكَ۔تیرے دل کے	لِتَكُوْنَ۔تاکہ ہوتو
مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ۔ڈرانے والوں سے		بِلِسَانٍ۔زبان	عَرَبِيٍّ۔عربی

مُّبِيْنٍ۔روشن میں	وَ۔اور	اِنَّهٗ۔بے شک وہ	لَفِيْ۔بیچ
زُبُرِ۔کتابوں	الْاَوَّلِيْنَ۔پہلی میں ہے	اَوَلَمْ۔کیا نہیں	يَكُنْ۔تھی
لَّهُمْ۔ان کے لئے	اٰيَةً۔نشانی	اَنْ۔یہ کہ	يَّعْلَمَهٗ۔جانیں اس کو
عُلَمٰٓؤُا۔عالم	بَنِيْٓ۔بنی	اِسْرَآءِيْلَ۔اسرائیل کے	وَ۔اور
لَوْ۔اگر	نَزَّلْنٰهُ۔اتارتے ہم اس کو	عَلٰى۔اوپر	بَعْضِ۔بعض
الْاَعْجَمِيْنَ۔عجمی کے	فَقَرَاَهٗ۔تو وہ پڑھتا اس کو	عَلَيْهِمْ۔ان پر	مَّا۔نہیں
كَانُوْا۔تھے	بِهٖ۔اس پر	مُؤْمِنِيْنَ۔ایمان لانے والے	كَذٰلِكَ۔اسی طرح
سَلَكْنٰهُ۔چلایا ہم نے اس کو		فِيْ۔بیچ	قُلُوْبِ۔دلوں
الْمُجْرِمِيْنَ۔مجرموں کے	لَا۔نہیں	يُؤْمِنُوْنَ۔ایمان لائیں گے	بِهٖ۔ساتھ اس کے
حَتّٰى۔یہاں تک کہ	يَرَوُا۔دیکھیں	الْعَذَابَ۔عذاب	الْاَلِيْمَ۔دردناک
فَيَاْتِيَهُمْ۔تو آئے ان کے پاس		بَغْتَةً۔ناگہاں	وَّ۔اور
هُمْ۔وہ	لَا۔نہیں	يَشْعُرُوْنَ۔سمجھتے	فَيَقُوْلُوْا۔تو کہیں
هَلْ۔کیا	نَحْنُ۔ہم	مُنْظَرُوْنَ۔مہلت دیئے جائیں گے	
اَ۔کیا	فَبِعَذَابِنَا۔ہمارے عذاب کی	يَسْتَعْجِلُوْنَ۔جلدی کرتے ہیں	
اَ۔کیا	فَرَءَيْتَ۔دیکھا تو نے	اِنْ۔اگر	مَّتَّعْنٰهُمْ۔فائدہ دیں ہم ان کو
سِنِيْنَ۔کئی سال	ثُمَّ۔پھر	جَآءَ۔آئے	هُمْ۔ان کے پاس
مَّا۔جو	كَانُوْا۔وہ تھے	يُوْعَدُوْنَ۔وعدہ دیئے جاتے	مَآ۔نہ
اَغْنٰى۔کام آتا	عَنْهُمْ۔ان کے	مَّا۔جو	كَانُوْا۔وہ تھے
يُمَتَّعُوْنَ۔فائدہ دیئے جاتے	وَ۔اور	مَآ۔نہیں	اَهْلَكْنَا۔ہلاک کی ہم نے
مِنْ قَرْيَةٍ۔کوئی بستی	اِلَّا۔مگر	لَهَا۔اس کے لئے تھے	مُنْذِرُوْنَ۔ڈرانے والے
ذِكْرٰى۔نصیحت ہے	وَ۔اور	مَا۔نہیں	كُنَّا۔ہم
ظٰلِمِيْنَ۔ظالم	وَ۔اور	مَا۔نہیں	تَنَزَّلَتْ بِهِ۔لائے اس کو
الشَّيٰطِيْنُ۔شیطان	وَ۔اور	مَا۔نہیں	يَنْۢبَغِيْ۔لائق
لَهُمْ۔ان کو	وَ۔اور	مَا۔نہیں	يَسْتَطِيْعُوْنَ۔طاقت رکھتے
اِنَّهُمْ۔بے شک وہ	عَنِ السَّمْعِ۔سننے سے	لَمَعْزُوْلُوْنَ۔الگ کئے گئے ہیں	
فَلَا۔تو نہ	تَدْعُ۔پکار	مَعَ۔ساتھ	اللّٰهِ۔اللہ کے
اِلٰهًا۔معبود	اٰخَرَ۔دوسرا	فَتَكُوْنَ۔تو ہوگا تو	مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ۔سزا دیئے
ہوؤں سے	وَ۔اور	اَنْذِرْ۔ڈرا	عَشِيْرَتَكَ۔اپنے قبیلے

الْاَقْرَبِيْنَ۔قریبی کو	وَ۔اور	اخْفِضْ۔جھکا	جَنَاحَكَ۔اپنے بازو
لِمَنِ۔ان کے لئے جو	اتَّبَعَكَ۔تیرے پیرو ہیں	مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔مومنوں میں سے	
فَاِنْ۔پھر اگر	عَصَوْكَ۔نافرمانی کریں تیری	فَقُلْ۔تو کہہ	اِنِّیْ۔بے شک میں
بَرِیْٓءٌ۔بیزار ہوں	مِمَّا۔اس سے	تَعْمَلُوْنَ۔جو تم کرتے ہو	وَ۔اور
تَوَكَّلْ۔بھروسہ کر	عَلَى۔اوپر	الْعَزِيْزِ۔غالب	الرَّحِيْمِ۔مہربان کے
الَّذِیْ۔وہ جو	يَرٰىكَ۔دیکھتا ہے تجھ کو	حِيْنَ۔جبکہ	تَقُوْمُ۔تو کھڑا ہوتا ہے
وَ۔اور	تَقَلُّبَكَ۔تیرا چلنا پھرنا	فِیْ۔بیچ	السّٰجِدِيْنَ۔سجدہ کرنے
والوں کے	اِنَّهٗ۔بے شک ہے	هُوَ۔وہ	السَّمِيْعُ۔سننے والا
الْعَلِيْمُ۔جاننے والا	هَلْ۔کیا	اُنَبِّئُكُمْ۔بتاؤں میں تم کو	عَلٰى۔اوپر
مَنْ۔کس کے	تَنَزَّلُ۔اترتے ہیں	الشَّيٰطِيْنُ۔شیطان	تَنَزَّلُ۔اترتے ہیں
عَلٰى۔اوپر	كُلِّ۔ہر ایک	اَفَّاكٍ۔جھوٹے	اَثِيْمٍ۔گنہگار کے
يُّلْقُوْنَ۔ڈالتے ہیں	السَّمْعَ۔کان	وَ۔اور	اَكْثَرُ۔اکثر
هُمْ۔ان کے	كٰذِبُوْنَ۔جھوٹے ہیں	وَ۔اور	الشُّعَرَآءُ۔شاعر لوگ
يَتَّبِعُهُمُ۔پیروی کرتے ہیں ان کی		الْغَاوٗنَ۔گمراہ لوگ	اَلَمْ۔کیا نہیں
تَرَ۔دیکھا تو نے	اَنَّهُمْ۔کہ وہ	فِیْ۔بیچ	كُلِّ۔ہر
وَادٍ۔وادی کے	يَّهِيْمُوْنَ۔پریشان پھرتے ہیں		وَ۔اور
اَنَّهُمْ۔بے شک وہ	يَقُوْلُوْنَ۔کہتے ہیں	مَا۔جو	لَا۔نہیں
يَفْعَلُوْنَ۔کرتے	اِلَّا۔مگر	الَّذِيْنَ۔وہ جو	اٰمَنُوْا۔ایمان لائے
وَ۔اور	عَمِلُوا۔عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ۔اچھے	وَ۔اور
ذَكَرُوا۔ذکر کیا	اللّٰهَ۔اللہ کا	كَثِيْرًا۔بہت	وَّ۔اور
انْتَصَرُوْا۔بدلہ لیا	مِنْۢ بَعْدِ۔بعد اس کے	مَا۔جو	ظُلِمُوْا۔ظلم کئے گئے
وَ۔اور	سَيَعْلَمُ۔جلدی جان لیں گے		الَّذِيْنَ۔وہ جو
ظَلَمُوْٓا۔ظالم ہیں	اَیَّ۔کون سی	مُنْقَلَبٍ۔کروٹ	يَّنْقَلِبُوْنَ۔پھریں گے

خلاصہ تفسیر گیارہواں رکوع۔سورۃ شعراء۔پ ۱۹

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾
بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾۔

اور وہ قرآن کریم رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اسے لے کر روح الامین آئے اور آپ کے قلب اقدس میں اتارا تاکہ آپ ڈرانے والے ہوں۔عربی روشن زبان میں۔

اس رکوع میں سات نبیوں کے قصے بیان فرما کر اب پانچ باتیں ردمنکرین میں فرمائیں:

۱- وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ ۔اور یہ قرآن کریم رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔

یہاں رب العالمین میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے اول یہ کہ جس طرح ہم تمہاری جسمانی پرورش فرمانے والے ہیں۔رزق اور روزی دیتے ہیں اسی طرح روحانی تربیت بھی بذریعہ وحی اور پیغمبران اولوالعزم کتاب نازل فرما کر کرتے ہیں۔

دوم یہ کہ تم جو اس نعمت آسمانی کا مقابلہ کرتے ہو اس پر تمہارے معذب ہو جانے میں جو تعویق ہے اور تم اب تک عذاب سے محفوظ ہو اس کا سبب یہی ہے کہ یہ اس رب العالمین کا کلام ہے جس کا شیوہ رحمت عام ہے ورنہ دیکھتے کیا ہوتا۔

اسی وجہ میں گزشتہ سات رکوعوں کا مقطع یہی رکھا وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۔جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبوں کو جتا دیا کہ ہم قوت میں اتنے زبردست ہیں کہ دم زدن میں ہلاک کر سکتے ہیں لیکن ہماری شان رحیمی اس کی مانع رہی غَلَبَتْ رَحْمَتِيْ عَلٰى غَضَبِيْ اسی وجہ میں تمہارے تمرد وقساوت پر بھی ہم رحم ہی کرتے ہیں۔

۲- نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾۔

اس بیان میں دفع دخل مقدر فرمایا کہ یہ کتاب لکھی لکھائی صحیفہ میں نازل نہیں ہوئی بلکہ اسے ہم نے روح الامین فرشتہ کے ذریعہ نازل کی آپ کے قلب اقدس پر۔

کیونکہ انکشاف غیبی انسان کے دل پر ہوا کرتے ہیں اور جبریل امین چونکہ روح لطیف ہیں ان کی سرایت ورسائی بخوبی ہر دل پر ہو سکتی ہے اور ایسی روحانی اور لطیف چیزیں اپنے الفاظ سے جو مضمون چاہتے ہیں قلب بشر پر القا کر دیتے ہیں جن کا لوگوں پر بارہا مشاہدہ ہوا ہے۔

چنانچہ جن لوگوں پر جن یا کسی خبیث روح کا اثر ہوتا ہے ان کے دل میں وہ دور دراز کی باتیں القاء کرتے ہیں جن کا کئی بار مشاہدہ ہوتا ہے۔

لیکن ارواح قدسیہ اور ان میں سے بھی خاص روح الامین جس کے دل میں القا کریں اس کا مقابلہ وہ القا نہیں کر سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت روح الامین نے قرآن کریم کا جو القا قلب اقدس پر کیا وہ الفاظ کے ساتھ تھا۔پھر اسے جناب مصطفیٰ علیہ السلام بموجب تعلیم جبریل علیہ السلام اسے جمع بھی کرتے رہتے تھے اور درحقیقت یہ نزول قرآن کی کیفیت ہے۔

۳- پھر قرآن کریم کی صداقت وحقانیت کے ثبوت میں ارشاد ہوا کہ اس کے نزول سے قبل ہی اس کا چرچا پہلی آسمانی کتابوں میں تھا۔

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ ۔اور اس قرآن کا چرچا تو اور نبیوں کی سابقہ کتابوں میں ہے جو اس کی حقانیت کی بڑی دلیل ہے باوجود یہ کہ آج وہ کتابیں محرف ہیں مگر پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اکثر پیشگوئیاں ان محرف کتابوں میں بھی ملتی ہیں۔

۴- اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اس کی حقانیت کی یہ بھی نشانی ہے کہ علما بنی اسرائیل مثل عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ کے علماء یہود سے توریت میں پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا نبی مان کر ایمان لائے۔

۵- پھر بے دینوں کا یہ کہنا کہ یہ تو ہماری زبان میں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی عرب ہیں اگر کسی اور زبان میں ہوتا تو ہم مانتے اس کا جواب فرمایا:

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ؕ

اگر ہم اس کلام کو کسی دوسری عجمی زبان میں نازل فرماتے اور وہ ان پر پڑھا جاتا تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۰۰﴾ؕ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ۙ

ایسے ہی ہم نے اس انکار کا ردیہ مجرموں کے دل میں پیدا کر دیا ہے وہ کسی طرح ایمان نہیں لاتے جب تک عذاب دردناک نہ دیکھ لیتے تو وہ ان پر اچانک آتا کہ انہیں شعور بھی نہ ہوتا۔

تو ایسے موقعہ پر بھی ان کی توبہ عبث ہوتی ہے اس لئے کہ وَ اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ۔ میرا عذاب واپس ہونے والا نہیں ہے۔

فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ؕ۔ تو کہیں گے کیا ہمیں مہلت ملے گی۔ تو عذاب کے دن ان کا یہ کہنا بیکار ہے۔

اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾۔ کیا یہ ہمارے عذاب کی جلدی کرتے تھے۔

اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ۙ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ۙ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ؕ
وَ مَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ۛ ذِكْرٰى ۛ۫ وَ مَا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۲۰۹﴾۔

بھلا دیکھئے اگر ہم انہیں کچھ سال برتنے دیں پھر جس کا وعدہ دیا وہ آجائے تو انہیں ان کا وہ برتنا کس کام آئے گا اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہ کیا مگر ان کے لئے ڈرانے والا آیا ذکر کے لئے اور ہم ظالم نہیں۔

پھر مجرمین و مشرکین کہنے لگے کہ یہ کیسے اطمینان ہو کہ یہ القا کرنے والے جبریل علیہ السلام ہی ہیں اور شیطان نہیں اس کا نہایت متین جواب دیا گیا:

وَ مَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۱۰﴾۔ اس کلام پاک کو شیطانوں نے نہیں اتارا۔

وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لَهُمْ وَ مَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ؕ۔ اور یہ ان کو چاہئے بھی نہ تھا اور ان میں اس کی طاقت بھی نہیں۔

اس لئے کہ شیاطین اور ارواح خبیثہ تو مضامین خبیثہ سے رغبت کرتے ہیں اور ناپاک باتیں ہی ان کی غذا ہیں روحانی مضامین اور توحید و معرفت کے اسالیب سے انہیں کیا واسطہ۔ ترک دنیا اور حب آخرت اللہ تعالیٰ سے رغبت، شہوات ولذات دنیا سے نفرت وغیرہ مضامین عالیہ اس قرآن پاک میں ہیں اور شیاطین کو ایسی باتوں سے دلی نفرت ہے تو جس کام اور باتوں سے انہیں نفرت ہو وہی باتیں وہ کیسے لا سکتے ہیں اسی لئے فرمایا: وَ مَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ان میں اس کی قوت ہی نہیں۔

علاوہ اس کے شیاطین کی رسائی ملأ اعلیٰ اور خطیرۂ قدس تک ممکن نہیں ہے اسی لئے فرمایا۔

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ؕ۔ وہ تو وہاں کی باتیں سننے سے معزول یعنی دور ہیں۔

ترمذی شریف میں سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پہلے جن آسمان تک چڑھ کر وہاں سے کچھ بات سن کر آتے اور اپنے کاہنوں کو پہنچا دیتے تھے وہ سب صحیح نہیں ہوتی تھیں ان میں بہت سے جھوٹ ملا کر کہہ دیتے تھے۔

جب عہد ہمایوں مہد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم آیا تو ان کا استراق اور چڑھنا روک دیا گیا جس کا مفصل ذکر سورۃ جن میں ہے۔ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ان مشرکوں کو فرما دیجئے:

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾۔ نہ پوجو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود (اگر ایسا کرو گے) تو تم عذاب دیئے گئے ہو جاؤ گے۔

قوم عرب کے تمام افراد بلکہ عام طور پر اس عہد کے بنی آدم ہندوسندھ۔ روم وچین۔ ایران۔ طہران اور ترکستان میں عیسائی یہودیوں سے لے کر دوسری اقوام تک سب ہی بت پرستی کی بلا میں مبتلا تھے۔ بنابریں یہ ہدایت لازمی تھی۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابتوں کے واسطے علیحدہ حکم دیا گیا۔ چنانچہ فرمایا:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾۔ اے محبوب اپنے قرابتداروں کو بھی ڈرائیں کہ ایسے برے افعال کے ارتکاب سے تم پر بھی عذاب آ جائے گا۔

چنانچہ بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے قریبی قبائل کو پکارا اور فرمایا اے آل فہر! اے آل بنی عدی! اے قریشیو! جب سب جمع ہو گئے اور ابولہب بھی آ گیا تو آپ نے فرمایا:

لوگو! تم مجھے سچا جانتے ہو یا جھوٹا؟

سب نے یک زبان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور امین کہا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس وادی کے نیچے سے تم پر چھاپہ مارنے کو لشکر جمع ہو رہا ہے تو تم میری تصدیق کرو گے؟

سب نے جواب دیا ضرور تصدیق کریں گے۔ اس لئے کہ ہم بارہا تجربہ کر چکے ہیں کہ آپ کی کوئی بات جھوٹی نہیں ہوتی۔

تو آپ نے فرمایا میں تمہیں مطلع کرتا ہوں کہ ایک سخت عذاب آنے والا ہے لہٰذا یہ بت پرستی اور شرک چھوڑ دو۔

اس پر ابولہب عرب کے محاورہ میں بولا: تَبًّا لَکَ اَلِهٰذَا دَعَوْتَنَا۔ تیرے ہاتھ ٹوٹیں تجھے ہلاکت ہو کیا اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا۔

اس کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ دیا مگر غیرت الٰہی عزوجل جوش میں آئی اور انہیں الفاظ میں نام لے کر ابولہب کو فرمایا: تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرما دیا کہ اے قریشیو! تم اپنا بندوبست کر لو میں تمہارے اوپر سے عذاب الٰہی دور نہ کر سکوں گا۔

اے بنی عبد مناف میں خدا کی مخالفت میں تمہارے کام نہیں آ سکتا۔

اے عباس بن عبد المطلب میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔

اے صفیہ (یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں) میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کچھ نہ کر سکوں گا۔

اے فاطمہ بنت محمد تو جو چاہے مجھ سے مال طلب کر لے لیکن اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں میں تیرا کچھ نہ بنا سکوں گا۔

افسوس آج ہم خاندانوں پر ناز کر رہے ہیں اور اسے آخرت کا سرمایہ سمجھے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد جہاں نافرمان اقارب کو ڈرسنانے کا حکم ہوا وہاں مومنین کے ساتھ حسن سلوک اور حسن اخلاق کا بھی حکم فرمایا وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ ۔اپنی محبت کے بازوان کے لئے جھکا دیجئے جو آپ کی اتباع کرنے والے مومن ہیں۔ پھر ارشاد ہوا:

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ۔تو اگر اس ہدایت وانذار کے بعد بھی وہ آپ کی نافرمانی کریں تو فرما دیجئے میں تمہارے عملوں سے بیزار ہوں۔

اور پھر ان کی مخالفت کی پرواہ نہ کیجئے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِیْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ ۔

اور اللہ پر توکل فرمائیں جو زبردست قوت والا مہربان ہے (اس کے مقابل ان کا کچھ زور نہ چلے گا) اور یہ آپ کو دیکھ رہا ہے جب آپ تنہا عبادت میں قیام فرماتے ہیں اور جب آپ نمازیوں میں آتے ہیں۔

تقلب اٹھنے بیٹھنے کو کہتے ہیں تو نمازی کبھی رکوع میں ہوتا ہے کبھی سجدے میں کبھی قیام میں کبھی قعدے میں یہ تقلب ہے۔

مقاتل رحمہ اللہ کے نزدیک حِيْنَ تَقُوْمُ سے نماز تہجد جو تنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے وہ مراد ہے اور تقلب سے مراد جماعت کے ساتھ رکوع و سجود ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ساجدین سے مراد مصلین ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: تقلب سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتدیوں کو ملاحظہ فرمانا مراد ہے اَیْ تَقَلُّبُ بَصَرِكَ فِی الْمُصَلِّيْنَ۔جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جیسے آگے سے دیکھتا ہوں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع مخفی نہیں۔

آگے کفار کے اس قول کا جواب ہے جو وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن کوئی جن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لاتا ہے جیسے کاہنوں کے پاس شیاطین لاتے تھے۔یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اور وَالشُّعَرَآءُ تَلَامِيْذُ الرَّحْمٰنِ مشہور ہے لہٰذا ان پر اشعار القا ہوتے ہیں۔ان دونوں وہموں کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکمل دیا گیا۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ ۔

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ کس پر شیاطین اترتے ہیں وہ اترتے ہیں ہر بڑے بہتان تراش سیہ کار پر ڈالتا ہے وہ شیطان اپنی سنی ہوئی اور ان میں اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔مثل مسیلمہ کذاب وغیرہ کے۔

رہے شاعر تو شعراء کی پیروی گمراہ کرتے ہیں کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں ہیں مارے مارے پھرتے ہیں اور وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جو خود نہیں کرتے۔

یہ آیات کافر مشرکین کے شعراء کے حق میں نازل ہوئیں جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں اشعار کہتے تھے اور لغو وباطل تک بندی سے اپنے اشعار موزون کرتے تھے۔

چنانچہ ایسے لغو، یاوہ گوشعراء کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کا جسم اگر پیپ سے پر ہو تو اس سے اچھا ہے کہ لغو اور جھوٹے مبالغہ کے اشعار سے پر ہو۔

اس آیت کریمہ کے آگے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فرما کر ان شعراء کو مستثنیٰ کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور اللہ جل وعلا شانہ کی مدحت میں لکھتے ہیں۔ جیسے حضرت حسان، فرزدق، ابوالفراس، جامی اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ، حافظ پیلی بھیتی اور نعت خواں اور مدحت سرایان حق ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ ۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور اللہ کا ذکر بکثرت کریں اور بدلہ لیں بعد مظلوم ہونے کے اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔

چنانچہ ایسی شاعری عبادت ہے جس میں توحید الٰہی عزوجل اور نعت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پناہی ہو۔

بخاری شریف میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت حسان کے لئے منبر بچھایا جاتا تھا اور آپ اس پر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت فرماتے اور کفار کی ہجو اور بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اَیِّدِ الْحَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔

بخاری شریف میں ایک اور حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةٌ۔ بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔

علاوہ بریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اشعار پڑھے جاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم محظوظ ہوتے تھے۔

ترمذی شریف میں حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا شعر کلام ہے بعض اچھا ہوتا ہے بعض برا اچھے کلام کو لو اور برے کو چھوڑ دو۔

شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شعر فرمایا کرتے تھے۔

اور حضرت مولائے کائنات اسد اللہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ اشعار فرماتے تھے۔

اور ایسے پاک اشعار کہنا ذکر الٰہی عزوجل سے کم نہیں جیسے اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول — لب پھول بدن پھول دہن پھول ذقن پھول
کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی — زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول!
رضی اللہ عنہم

حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ — لٰكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٖ

حافظ کہتے ہیں:

کوئی سب حجاب اٹھا دے مجھے ہند میں دکھا دے — یہ نجف یہ کربلا ہے یہ ہے مکہ اور مدینہ

میرا شعر ہے:

نگارے ز کنج تدلی برآمد قرارے ز قرب مع اللہ برآمد
ملیک العرب تاجدار دوعالم گل حسن و خوبی محلے برآمد

وللہ الحمد والمنۃ۔

مختصر تفسیر اردو گیارھواں رکوع - سورۃ شعراء - پ ۱۹

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ﴿۱۹۳﴾ ۔اور بے شک یہ اترا ہوا ہے رب العالمین کا اسے روح الامین لے کر اترا۔

روح الامین سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جو امین وحی ہیں۔

عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹۵﴾ ۔آپ کے دل پر تا کہ آپ ڈر سنائیں روشن عربی زبان میں۔

قلب اقدس پر اس لئے نازل ہوا تا کہ آپ اسے محفوظ رکھیں اور نہ بھولیں دل کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ درحقیقت مخاطب وہی ہے اور تمیز وعقل واختیار کا مقام بھی وہی ہے اور تمام اعضاء اسی کے مطیع ومسخر ہیں حدیث میں بھی یہی ہے کہ دل کے درست ہونے سے تمام بدن درست ہو جاتا ہے اور دل کے خراب ہو جانے سے سب جسم خراب۔

اور فرح وسرور اور رنج وغم کا مقام بھی یہی ہے۔ جب دل کو خوشی ہوتی ہے تو تمام اعضاء پر اس کا اثر پڑتا ہے اسی وجہ میں اسے رئیس جسم واعضاء کہتے ہیں اور یہی موضع عقل ہے گویا دنیائے جسم کا امیر مطلق دل ہی ہے۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں:

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ عَوْدٌ لِّمَا فِیْ مَطْلَعِ السُّوْرَةِ الْکَرِیْمَةِ۔ آخر رکوع میں اسی مضمون کو دہرایا جو سورۂ مبارکہ کے شروع میں تھا۔ شروع سورۃ میں تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ تھا تو آخر سورۃ میں اِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فرمایا۔

اس میں مشرکین کا رد ہے اسی وجہ میں وَ اِنَّهٗ کی ضمیر قرآن کریم کی طرف راجع ہے۔

ایک قول ہے کہ هُوَ تَقْرِیْرٌ بِحَقِیْقَةِ تِلْکَ الْقَصَصِ وَتَنْبِیْهٌ عَلٰی اِعْجَازِ الْقُرْاٰنِ وَ نُبُوَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ الْاِخْبَارَ عَنْهَا مِمَّنْ لَمْ یَتَعَلَّمْهَا لَا یَكُوْنُ اِلَّا وَحْیًا مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰی فَالضَّمِیْرُ لِمَا ذُکِرَ مِنَ الْاٰیَاتِ الْکَرِیْمَةِ النَّاطِقَةِ بِتِلْکَ الْقَصَصِ الْمَحْکِیَّةِ۔

یہ تقریر ہے گزشتہ قصوں پر کہ یہ قصص جو ہم نے زبان مصطفیٰ سے تمہیں سنائے یہ اعجاز قرآنی پر دلالت کرتے ہیں اور ہمارے محبوب کی نبوت صادقہ کی تصدیق، اس لئے کہ جو قصص انبیائے کرام بیان ہوئے وہ ایسے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے نہیں سنے نہ وہ زمانہ ایسا تھا کہ کتابیں مل جاتیں تو ان قصوں کا علم سوا وحی الٰہی حضور کو اور کہیں سے نہیں ہو سکتا تو ظاہر ہوا کہ وَالْمُرَادُ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نازل کیا گیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت، رب العالمین کے ساتھ اس لئے فرمائی کہ رب العالمین رب اجسام وارواح ہے جہاں جسم کی نشوونما کے لئے رزق دیتا ہے وہاں تربیت ارواح کے لئے علم عطا فرماتا ہے اس کا ذریعہ فرمایا:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ﴿۱۹۳﴾ ۔اَیْ نَزَّلَهُ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ۔ اسے روح الامین یعنی جبریل جو امین وحی ہے وہ لے کر

اترا۔

اور روح امین اس لئے فرمایا: لِاَنَّهٗ يُحْيٰى بِهِ الْخَلْقُ فِيْ بَابِ الدِّيْنِ اَوْ لِاَنَّهٗ رُوْحٌ كُلُّهٗ لَا كَالنَّاسِ الَّذِيْنَ فِيْ اَبْدَانِهِمْ رُوْحٌ۔ اس لئے کہ ان کے ذریعہ دین کی زندگی مخلوق میں پہنچی یا یہ کہ وہ روح بِكُلِّهٖ ہیں لوگوں کی طرح نہیں کہ ان کے بدنوں میں روح ہوتی ہے۔

اور امین بایں معنی فرمایا: لِاَنَّهٗ اَمِيْنُ وَحْيِهٖ تَعَالٰى وَ مُوْصِلُهٗ اِلٰى مَنْ شَآءَ مِنْ عِبَادِهٖ جَلَّ شَانُهٗ مِنْ غَيْرِ تَغْيِيْرٍ وَّ تَحْرِيْفٍ اَصْلًا۔ کہ وہ امین وحی الٰہی ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ چاہے اپنے بندوں میں سے اسے بلاتغیر وتحریف کے وہ پہنچاتے ہیں۔

اور عَلٰى قَلْبِكَ فرما کر اس امر کو واضح کیا کہ یہ نزول روح اقدس پر ہوا اس لئے کہ لَمَّا كَانَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِهَتَانِ جِهَةٌ مَلَكِيَّةٌ يَسْتَفِيْضُ بِهَا وَ جِهَةٌ بَشَرِيَّةٌ يُفِيْضُ بِهَا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو جہت ہیں:

ایک جہت ملکیہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسب فیض کریں۔

اور ایک جہت بشریہ جس سے لوگوں کو فیض پہنچائیں۔

اور نزول کو قلب اقدس کے ساتھ مختص فرمایا نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ساتھ اس میں بھی حکمت بالغہ ہے اور وہ یہ کہ

روح اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی متصف بصفات ملکیہ ہے اور وہ استفاضہ کرتی ہے روح امین سے۔

اور ذات اقدس متصف بصفات بشریہ ہے جو افاضہ فرماتی ہے عامۂ خلائق پر۔

لِاَنَّ الْقُرْاٰنَ لَمْ يُنْزَلْ فِي الصُّحُفِ كَغَيْرِهٖ مِنَ الْكُتُبِ۔ اس لئے کہ قرآن کریم اور صحف منزلہ کی طرح نازل نہیں ہوا بلکہ نجماً نجماً اس کا نزول ہوا ہے۔ اسی لئے انزال قرآن کریم خصوصی صورت میں ہوا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تعقل وفہم کا سبب تھا۔

اور یہ نزول ایسی حیثیت سے ہے کہ اس میں قلب اقدس تک وصول ہونے کے لئے کسی واسطہ کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

اور اس پر بہت سی احادیث اور عقل شاہد ہے کہ قلب ہی محل عقل ہے لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ۔

اور صلاحیت قلب اور تقدس ذات اقدس سرور عالم پر یہ بھی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا کلام ایسی حیثیت سے نازل ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے تمام اجزا کا حال جانتے تھے۔ فَاِنَّ الْقَلْبَ رَئِيْسُ جَمِيْعِ الْاَعْضَآءِ اَوْ مَلِكُهَا وَ مَتٰى صَلُحَ الْمَلِكُ صَلُحَتِ الرَّعِيَّةُ وَ فِي الْحَدِيْثِ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةٌ اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ قلب رئیس جمیع اعضاء اور بادشاہ ہے اور جب بادشاہ صحیح ہوتا ہے تو رعایا خود بخود صحیح ہو جاتی ہے چنانچہ حدیث میں ہے خبردار رہو جسم میں ایک مضغہ ہے جب وہ صحیح ہو تو تمام جسم صحیح ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہو تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے خبردار وہ قلب ہے۔

اور بعض نے یہ بھی کہا: يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ التَّخْصِيْصُ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ لِقَلْبِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمْعًا مُّخْصُوْصًا يَّسْمَعُ بِهٖ مَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ مِنَ الْقُرْاٰنِ تَمْيِيْزًا لِشَاْنِهٖ عَلٰى سَآئِرِ مَا يَسْمَعُهٗ وَ يُعِيْدُ عَلٰى حَدِّ مَا قِيْلَ۔ تخصیص قلب اقدس یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو مخصوص سماعت کی قوت عطا کی ہے جس سے وہ سنتا ہے جو کچھ قرآن کریم سے نازل ہوا اور اسے اس کی شان کا امتیاز خصوصی حاصل ہے جو کچھ وہ سنتا ہے اور یاد رکھتا ہے اپنی حد میں۔

اور علامہ نووی شرح مسلم میں آیہ کریمہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ لِفُؤَادِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَصَرًا فَرَاٰهُ بِهٖ سُبْحَانَهٗ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس کو بھی آنکھیں عطا فرمائی ہیں اور حضور علیہ السلام نے لیلۃ المعراج میں انہیں آنکھوں سے جمال الٰہی کا مشاہدہ فرمایا۔

اور کیفیت نزول قرآن پر تصریح فرماتے ہیں کہ بِاَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ بِالْاَلْفَاظِ الْقُرْاٰنِيَّةِ الْمَحْفُوْظَةِ لَهٗ بَعْدَ اَنْ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً مِّنَ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اِلٰى بَيْتِ الْعِزَّةِ۔ جبریل امین علیہ السلام نے قرآن کریم اس کے اپنے الفاظ کے ساتھ نازل کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حفظ ہوا بعد اس کے کہ قرآن کریم تمام کا تمام لوح محفوظ سے بیت العزت کی طرف آیا۔

اور اس کے علاوہ بہت سے اقوال مرجوحہ بھی ہیں جو ہم نے یہاں نقل نہیں کئے بہر حال بقول راجح یہی امر ثابت ہے کہ قرآن کریم کے تمام الفاظ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایسی شان کے ساتھ نازل ہوئے کہ لَا مَدْخَلَ لِجِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْهَا اَصْلًا۔ حضرت روح الامین اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو الفاظ قرآن لائے اس میں روح الامین علیہ السلام کا اصلاً دخل نہیں تھا۔

اور اس سے اس امر کا واہمہ بھی نہیں تھا کہ روح الامین سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم متلمذ تھے۔ وَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُهَا وَ يَعِيْهَا بِقُوٰى اِلٰهِيَّةٍ قُدْسِيَّةٍ لَا كَسِمَاعِ الْبَشَرِ اِيَّاهَا مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ تَنْفَعِلُ عِنْدَ ذٰلِكَ قُوَاهُ الْبَشَرِيَّةُ وَلِهٰذَا يَظْهَرُ عَلٰى جَسَدِهِ الشَّرِيْفِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَظْهَرُ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کلام کو سنتے اور یاد رکھتے تھے الٰہی قوت قدسیہ سے نہ کہ سماع بشریہ کے ساتھ اور اس سے اس وقت قوائے بشریہ پر جو کیفیت طاری ہوتی تھی وہ ہوتی تھی جس کی کیفیت مختلف احادیث میں آتی ہے۔

جیسے ایک واقعہ نزول کوثر کا ہے جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا اِذَا اُغْفِيَ اِغْفَآءً ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ مُتَبَسِّمًا فَقُلْنَا مَا اَضْحَكَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اُنْزِلَ عَلَيَّ اٰنِفًا سُوْرَةٌ فَقَرَاَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝٣۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی سی آئی پھر سر اقدس اٹھایا تبسم ریز صورت میں تو ہم نے عرض کیا حضور علیک صلی اللہ وسلم کس چیز نے حضرت صلی اللہ علیک وسلم کو متبسم کیا فرمایا ایسی اچانک مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی پھر سورۃ کوثر تلاوت فرمائی۔

اور یہ نزول بحالت بیداری بھی ہوا اور بحالت نوم بھی۔

اور اگر دیکھا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نوم و یقظہ یعنی سونا جاگنا برابر تھا اس لئے کہ آپ کو قوائے قدسیہ الٰہیہ حاصل تھے بنا بریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سونے کی حالت میں بھی وہ حضوری حاصل تھی وَقَدْ صَحَّ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ تَنَامُ عَيْنِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔ سونے میں میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا رہتا ہے۔

اور بعض متصدرین محافل حکمت متاخرین نے کیفیت نزول الکلام اور ہبوط وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ ملک قلب شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بیان کی کہ روح انسانی جب بدن سے مجرد ہو کر بیت قالب اور موطن طبع سے ہجرت الیٰ رب الاعلیٰ کرتی ہے مشاہدہ آیات کبریٰ کے لئے اور درن معاصی و لذات و شہوات و وساوس عادیہ اور اس کے متعلقات سے اپنے کو پاک کر لیتی ہے تو اس پر نور معرفت اور ایمان باللہ لائح و روشن ہو جاتا ہے۔

اور یہ نور جوہر قدس کا ہوتا ہے اسے اصطلاح حکماء میں نظریہ بالعقل الفعال کہتے ہیں اور زبان شرعی میں نبویہ بالروح القدس نام رکھتے ہیں پھر اس نور عقلی کے ساتھ چمک دمک ایسی شان اختیار کرتی ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اس کے اسرار اور حقائق اشیاء ایسے روشن ہو جاتے ہیں جیسے نور حسی بصری سے اشباح مثالیہ دیکھے جاتے ہیں۔

تو جب نفس پاک ہو جاتا ہے دواعی طبعیہ اور شہوات و غضب و تخیل باطلہ سے تو پھر وہ متوجہ بجانب حق ہوتا ہے اور عالم ملکوت اعلیٰ سے مل کر سعادۃ قصویٰ سے جا ملتا ہے۔

تو پھر روشن و مبرہن ہوتے ہیں اس پر اسرار ملکوت اور قدس لاہوتی منعکس ہو جاتے ہیں اور عجائب آیات اللہ کا مشاہدہ کر لیتا ہے پھر یہ روح قدسیہ ہو جاتی ہے پھر کوئی شان کسی شان سے اسے اپنی طرف مشغول نہیں کر سکتی تو پھر وہ کلام حق مسموع کرتا ہے اور اسی کا نام وحی ہے اور یہ درجہ سوا نبی کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾۔ تاکہ آپ ڈرانے والے ہوں روشن عربی زبان میں۔ اور اپنی قوم اور کافۃ الخلق کو ہدایت کریں۔

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾۔ اور بے شک اس کا چرچا اگلی کتابوں میں ہے۔ یہاں اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع اگر قرآن ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس قرآن کا ذکر تمام کتب سماویہ میں ہے اور اگر اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے تو یہ معنی ہوں گے کہ پہلی کتابوں میں آپ کے اوصاف مذکور ہیں۔

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾۔ کیا ان کے لئے نشان نہ تھا کہ اس نبی ابطحی کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں۔

علامہ ثعلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ بَعَثُوْا اِلٰى اَحْبَارِ يَثْرِبَ يَسْاَلُوْنَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ فَقَالُوْا هٰذَا زَمَانُهٗ وَ ذَكَرُوْا نَعْتَهٗ۔ الخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے احبار مدینہ کے پاس اپنے معتمدین کو یہ دریافت کرنے بھیجا کہ کیا نبی آخر الزمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کی نسبت ان کی کتابوں میں کوئی خبر ہے۔ علماء یہود نے جواب دیا کہ یہی ان کا زمانہ ہے اور ان کی نعت و صفت توریت میں موجود ہے۔

اور علماء یہود میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام اور ابن یامین اور ثعلبہ اور اسد اور اسید حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾۔

اور اگر ہم اسے نازل کرتے کسی غیر عربی پر کہ وہ انہیں پڑھ کر سناتا جب بھی وہ اس پر ایمان نہ لاتے۔

یعنی ہم نے اس قرآن کریم کو ایک فصیح و بلیغ عربی نبی پر اتارا جس کی فصاحت و بلاغت اہل عرب کو مسلم ہے اور وہ جانتے ہیں کہ قرآن کریم معجز ہے کہ اس کی مثل ایک سورت بنانے سے بھی دنیا عاجز ہے علاوہ بر ایں علماء یہود اور اہل کتاب کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ اس کے نزول سے قبل اس کے نازل ہونے کی بشارت اور اس نبی پاک کی صفت انہیں ان کتابوں سے مل چکی ہے جو قطعی طور پر واضح کرتا ہے کہ یہ نبی مبعوث من اللہ ہیں اور یہ کتاب یقیناً منزل من اللہ ہے اور کفار جو بکواس کرتے ہیں اور اس کتاب مقدس کے متعلق بیہودہ گوئی سے کام لیتے ہیں سب باطل ہیں بلکہ خود کفار بھی متحیر ہیں کہ اس کے خلاف کیا کہیں اس کے مقابل مضمون کہاں سے لائیں آخر یونہی بے معنی باتیں بک رہے ہیں کہ یہ اساطیر الاولین ہیں یعنی پہلوں کی داستانیں کبھی شعر کبھی سحر کہہ ڈالتے ہیں۔ کبھی جل کر کہتے ہیں کہ معاذ اللہ اس کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہے کبھی کہتے ہیں کہ یہ جنوں اور شیاطین کی عبارتیں ہیں۔

تو ارشاد ہوا کہ بالفرض اگر یہ قرآن کسی غیر عربی عجمی پر نازل کیا جاتا جو عربی کی مہارت نہ رکھتا اور باوجود اس کے وہ ایسا معجز قرآن پڑھ کر سناتا تب بھی یہ اپنے عناد اور حسد تمرد و قساوت سے کفر پر اڑے رہتے اور ایمان نہ لاتے۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾۔

ایسے ہی ہم نے اس قوم کے دل میں سمادیا ہے کہ یہ مجرم رہیں اور ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ عذاب دیکھیں دردناک تو وہ عذاب اچانک ان پر آجائے اور انہیں شعور بھی نہ ہو تو اس وقت کہیں گے کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی۔

یعنی ان مشرکین کا کافر رہنا اور اپنے عناد پر قائم رہنا ہمارے علم قدیم میں ہے تو ان کے لئے ہدایت کا کوئی طریقہ اختیار کیا جائے کسی حال میں وہ کفر سے ہٹنے والے نہیں خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَ عَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ٘ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۷﴾ ۔ اور سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾۔

اور عذاب مفاجیہ جب انہیں آئے گا تو کہیں گے: هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ کیا ہمیں مہلت ملے گی تاکہ ہم ایمان لائیں اور تصدیق کریں لیکن نزول عذاب کے بعد انہیں مہلت نہ ملے گی۔

روایت ہے کہ جب حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو اس عذاب کی خبر دی تو استہزاءً کہنے لگے کہ یہ عذاب کب آئے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: كَذٰلِكَ سَلَكْنَا تَكْذِيبَ الْقُرْاٰنِ وَالْكُفْرَ بِهٖ فِیْ قُلُوْبِ مُشْرِكِیْ مَكَّةَ وَ قُلْنَاهُ فِیْهَا۔

اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ ۔ کیا یہ ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں۔

ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ ۔ پھر آئے ان پر وہ جس کا وعدہ دیئے گئے ہیں۔

مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ ۔ تو کیا کام آئے گا ان کا جینا اور متمتع ہونا۔

اس لئے کہ اس وقت بھی عذاب دفع نہ کر سکیں گے اَیْ یَطْلُبُوْنَهٗ قَبْلَ اَوَانِهٖ وَ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۔ وَ قَوْلُهُمْ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ۔

وَمَآ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنۡذِرُوۡنَ ۞۲۰۸ ذِكۡرٰى ۞ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ۞۲۰۹

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جس میں ڈرسنانے والا نہ ہو نصیحت کے لئے اور ہم ظلم کرنے والے نہیں۔

بلکہ اول حجت قائم کر دیتے ہیں۔ ڈرسنانے والا بھیجتے ہیں اس کے بعد بھی جو لوگ راہ پر نہیں آتے اور حق قبول نہیں کرتے ان پر عذاب نازل کرتے ہیں۔

اس کے بعد کفار کے اس واہمہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ جس طرح شیاطین کاہنوں کے پاس آسمانی خبریں لاتے تھے اسی طرح معاذ اللہ عزوجل حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن لے آتے ہیں آیۂ کریمہ میں ان کے اس خیال باطلہ کا رد کر دیا اور فرما دیا اس وہم میں نہ پڑو۔

وَمَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ الشَّيٰطِيۡنُ ۞۲۱۰ وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لَهُمۡ وَمَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ۞۲۱۱ اِنَّهُمۡ عَنِ السَّمۡعِ لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ ۞۲۱۲

اور قرآن کو لے کر شیاطین نہیں اترے اور وہ اس قابل بھی نہیں اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں وہ تو سننے کی جگہ سے دور کر دیئے گئے ہیں۔

قرآن لے کر اترنے کے قابل شیطان اس لئے نہیں کہ یہ کام ان کی قدرت سے باہر ہے اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی طرف جو وحی ہوتی ہے اسے اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرما دیا ہے جب تک فرشتہ اسے بارگاہ رسالت میں پہنچائے اس سے قبل شیاطین اسے لانا تو کہاں سن بھی نہیں سکتے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هُوَرَدٌّ لِقَوۡلِ مُشۡرِكِيۡ قُرَيۡشٍ اِنَّ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ تَابِعًا مِنَ الۡجِنِّ يُخۡبِرُهٗ كَمَا تُخۡبِرُ الۡكَهَنَةَ وَاِنَّ الۡقُرۡاٰنَ مِمَّا اَلۡقَاهُ اِلَيۡهِ عَلَيۡهِ السَّلَامُ۔

اِنَّهُمۡ عَنِ السَّمۡعِ لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ۔ يَعۡنِى الشَّيَاطِيۡنَ لِمَا يَتَكَلَّمُ بِهِ الۡمَلٰٓئِكَةُ عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ فِى السَّمَآءِ لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ – اَىۡ مَمۡنُوۡعُوۡنَ بِالشُّهُبِ بَعۡدَ اَنۡ كَانُوۡا مُتَمَكِّنِيۡنَ كَمَا يَدُلُّ عَلَيۡهِ قَوۡلُهٗ تَعَالٰى وَّ اَنَّا لَمَسۡنَا السَّمَآءَ فَوَجَدۡنٰهَا مُلِئَتۡ حَرَسًا شَدِيۡدًا وَّ شُهُبًا ۞۸ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقۡعُدُ مِنۡهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمۡعِ ؕ فَمَنۡ يَّسۡتَمِعِ الۡاٰنَ يَجِدۡ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا وَالۡمُرَادُ تَعۡلِيۡلُ مَا تَقَدَّمَ عَلٰى اَبۡلَغِ وَجۡهٍ لِاَنَّهُمۡ اِذَا كَانُوۡا مَمۡنُوۡعِيۡنَ عَنۡ سِمَاعِ مَا تَكَلَّمَ بِهِ الۡمَلٰٓئِكَةُ فِى السَّمَآءِ كَانُوۡا مَمۡنُوۡعِيۡنَ مِنۡ دُفَّةِ الۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِيۡدِ يَعۡنِى اللَّوۡحَ الۡمَحۡفُوۡظَ اَوۡ مِنۡ بَيۡتِ الۡعِزَّةِ اَوۡ مِنۡ سِمَاعِهٖ۔

وَ قِيۡلَ الۡمَعۡنٰى اِنَّهُمۡ لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ عَنِ السَّمۡعِ بِكَلَامِ الۡمَلٰٓئِكَةِ عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ لِاَنَّهٗ مَشۡرُوۡطٌ بِالۡمُشَارَكَةِ فِىۡ صِفَاتِ الذَّاتِ وَ قُبُوۡلِ فِيۡضَانِ الۡحَقِّ وَالۡاِنۡتِقَاشِ بِالصُّوَرِ الۡمَلَكُوۡتِيَّهِ وَ نُفُوۡسُهُمۡ خَبِيۡثَةٌ ظُلۡمَانِيَّةٌ شَرِيۡرَةٌ بِالذَّاتِ لَا تَقۡبَلُ ذٰلِكَ۔

وَالۡقُرۡاٰنُ الۡكَرِيۡمُ مُشۡتَمِلٌ عَلٰى حَقَائِقَ وَ مَغِيۡبَاتٍ لَّا يُمۡكِنُ تَلَقِّيۡهَا اِلَّا مِنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ عَلَيۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب کئے گئے باآنکہ آپ کی طرف سے صدور منہی عنہ حرام ہے لیکن اس سے اہتمام و اہمیت حکم بڑھانا مقصود ہے تاکہ سننے والا سمجھ سکے کہ جس ہستی مقدس سے منہیات کا صدور محال تھا

اسے جب یہ حکم ہے تو فَكَيْفَ بِمَنْ عَدَاهُ تو دوسروں کے لئے تو ظاہر ہے کہ کیا ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾۔ تو تو اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج تا کہ تجھ پر عذاب نہ ہو اور اگر ایسا کر لیا تو تو معذب ہو جائے گا۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خُوْطِبَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اسْتِحَالَةِ صُدُوْرِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَهْيِيْجًا وَ حِثًّا لِإِزْدِيَادِ الْإِخْلَاصِ۔

اس کے بعد دوسرا حکم گھر والوں کے لئے ہوا۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾۔ اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈرایئے۔

یعنی بنی ہاشم اور بنی مطلب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی تھے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں انذار فرمایا اور خدا کا خوف دلایا اور انساب کے چھ طبقات ہوتے ہیں حَيْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

وَاشْتَهَرَ اَنَّ طَبَقَاتِ الْاَنْسَابِ سِتَّةٌ۔ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ نسب کے لئے چھ طبقات ہیں۔

اَلْاُوْلٰى اَلشَّعْبُ بِفَتْحِ شِيْنٍ وَ هُوَ النَّسَبُ الْاَبْعَدُ كَعَدْنَانَ۔ پہلے شعب ہے یہ نسب بعید ہے جیسے عدنان۔

اَلثَّانِيَةُ لِلْقَبِيْلَةِ وَ هِيَ مَا انْقَسَمَ الشَّعْبُ فِيْهِ كَرَبِيْعَةَ وَ مُضَرَ۔ دوسرے قبیلہ وہ ہے جس میں شعب تقسیم ہوتے ہیں جیسے ربیعہ اور مضر۔

اَلثَّالِثَةُ الْعِمَارَةُ وَ هِيَ مَا انْقَسَمَ فِيْهِ اَنْسَابُ الْقَبِيْلَةِ كَقُرَيْشٍ وَ كِنَانَةَ۔ تیسرے عمارۃ ہے وہ یہ ہے جس سے قبیلہ کے انساب تقسیم ہوتے ہیں جیسے قریش اور کنانہ۔

وَالرَّابِعَةُ الْبَطْنُ وَ هُوَ مَا انْقَسَمَ فِيْهِ اَنْسَابُ الْعِمَارَةِ – كَبَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ وَّ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ۔ چوتھے بطن ہے اور وہ ہے جس میں نسب عمارہ تقسیم ہوتے ہیں جیسے عبد مناف اور بنی مخزوم۔

وَالْخَامِسَةُ الْفَخِذُ وَ هُوَ مَا انْقَسَمَ فِيْهِ اَنْسَابُ الْبَطْنِ كَبَنِيْ هَاشِمٍ وَّ بَنِيْ اُمَيَّةَ۔ پانچویں قسم فخذ ہے وہ ہے جس میں انساب بطن تقسیم ہوتے ہیں۔

وَالسَّادِسَةُ الْفَصِيْلَةُ وَ هِيَ مَا انْقَسَمَ فِيْهِ اَنْسَابُ الْفَخِذِ كَبَنِيْ عَبَّاسٍ وَّ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ لَيْسَ دُوْنَ الْفَصِيْلَةِ اِلَّا الرَّجُلُ وَوَلَدُهٗ۔ چھٹے فیصلہ ہے اور وہ وہ ہے کہ اس میں انساب فخذ تقسیم ہوتے ہیں جیسے بنی عباس اور بنی عبد المطلب اور فیصلہ کے علاوہ مرد اور بیٹا ہی ہوتا ہے۔

وَ حُكِيَ عَنِ ابْنِ الْكَلْبِيِّ عَنْ اَبِيْهِ تَقْدِيْمُ الشَّعْبِ ثُمَّ الْقَبِيْلَةُ ثُمَّ الْفَصِيْلَةُ ثُمَّ الْعِمَارَةُ ثُمَّ الْفَخِذُ۔ مقدم نسبوں میں شعب پھر قبیلہ پھر فصیلہ پھر عمارہ پھر فخذ رکھے گئے ہیں۔ اور عشیرہ کا تذکرہ نہیں کیا گیا اس کی وجہ بعد میں بیان کی۔

اِنَّهَا تَحْتَ الْفَخِذِ فَوْقَ الْفَصِيْلَةِ۔ کہ عشیرہ فخذ کے نیچے اور فصیلہ کے اوپر ہے۔

اور امام نووی علیہ الرحمۃ نے تحریر التنبیہ میں فرمایا: وَ زَادَ بَعْضُهُمُ الْعَشِيْرَةَ قَبْلَ الْفَصِيْلَةِ وَ يُفْهَمُ مِنْ كَلَامِ الْبَعْضِ اَنَّ الْعَشِيْرَةَ اِذَا وُصِفَتْ بِالْاَقْرَبِ اِتَّحَدَتْ مَعَ الْفَصِيْلَةِ الَّتِيْ هِيَ سَادِسَةُ الطَّبَقَاتِ۔

بعض نے عشیرہ کو فیصلہ سے پہلے بڑھایا اور بعض کے کلام سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ عشیرہ جب قریبی رشتہ داروں کے معنی میں لیا جاتا ہے تو وہ فصیلہ کے ساتھ متحد ہو جاتے ہیں جو چھٹا طبقہ ہے اور کیفیت انذار پر بہت سی احادیث وارد ہیں منجملہ ان کے یہ بھی ہے:

مَا اَخْرَجَهُ الْبُخَارِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ صَعِدَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِیْ يَا بَنِیْ فِهْرٍ يَا بَنِیْ عَدْنَانَ يَا بَنِیْ عَدِیّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّخْرُجَ اَرْسَلَ رَسُوْلًا يَّنْظُرُ مَا هُوَ فَجَاءَ اَبُوْ لَهَبٍ وَ قُرَيْشٌ فَقَالَ اَرَاَيْتَكُمْ لَوْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِیْ تُرِيْدُ اَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ اَكُنْتُمْ مُّصَدِّقِیَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا وَّ قَالَ اِنِّیْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَیْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ فَقَالَ اَبُوْلَهَبٍ تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝۱ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ۔

جب آیۂ کریمہ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور آواز دی اے بنی فہر اے بنی عدنان اے بنی عدی بطون قریش والوں کو حتیٰ کہ سب جمع ہو گئے یہاں تک کہ جو آنے سے معذور تھا اس نے بھی اپنا نمائندہ بھیج دیا کہ معلوم کرے کیا بات ہے تو ابولہب اور قریش بھی جمع ہو گئے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تم کو خبر دوں کہ لشکر اس وادی میں جمع ہے اور چاہتا ہے کہ تم میں تغیر ڈالے تو تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا یقیناً ہم تصدیق کریں گے اس لئے کہ ہمارے تجربہ میں آپ کی سچائی آ چکی ہے۔

فرمایا تو میں تمہیں ڈراتا ہوں کہ تمہارے سامنے شدید عذاب آ رہا ہے۔ یہ سن کر ابولہب کہنے لگا: تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ تمہیں ہمیشہ ہلاکت ہو کیا اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ تو اس پر سورۃ تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ نازل ہوئی

دوسری حدیث احمد اور ایک جماعت نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی۔

قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشاً وَ عَمَّ وَ خَصَّ۔ جب وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے عوام وخواص جمع فرمائے اور فرمایا:

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔

اے قریش کے لوگو اپنی جانیں آگ سے بچاؤ میں بالذات تمہارے ضرر و نفع کا مالک نہیں۔

يَا مَعْشَرَ بَنِیْ كَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔

اے کعب بن لوی اپنے کو آگ سے بچاؤ میں تمہارے معاملہ میں نفع وضرر کا مالک نہیں۔

يَا مَعْشَرَ بَنِیْ قُصَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔

اے بنی قصی اپنی جان آگ سے بچاؤ۔ الخ

يَا مَعْشَرَ بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔

اے بنی عبد مناف اپنے کو آگ سے بچاؤ۔ الخ

يَا مَعْشَرَ بَنِيْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔

اے بنی عبد المطلب اپنی جان آگ سے بچاؤ الخ۔ پھر اپنی لخت جگر فلذہ کبد کو فرمایا

يَا فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ اَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔

اے فاطمہ بنت محمد اپنی جان آتش جہنم سے بچائیں اس معاملہ میں تمہارے نفع وضرر کا مالک نہیں۔

اَلَا اَنَّ لَكُمْ رَحْمًا وَ سَاَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا۔

خبردار تمہارے صلہ رحمی ہے اور میں عنقریب اس کو نرمی کے ساتھ تر رکھوں گا۔

وَجَآءَ فِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَتِ الْاٰيَةُ جَمَعَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَنِيْ هَاشِمٍ فَاَجْلَسَهُمْ عَلَى الْبَابِ وَ جَمَعَ نِسَائَهٗ وَاَهْلَهٗ فَاَجْلَسَهُمْ فِي الْبَيْتِ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَيْهِمْ فَاَنْذَرَهُمْ۔

بعض روایات سے ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ہاشم کو جمع فرمایا اور عورتیں بھی بلائیں اور انہیں انذار فرمایا۔

وَ فِيْ بَعْضِ اُخَرَ مِنْهَا اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَمَرَ عَلِيًّا كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنْ يَّصْنَعَ طَعَامًا وَ يَجْمَعَ لَهٗ بَنِيْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَفَعَلَ وَجَمَعَهُمْ وَهُمْ يَوْمَئِذٍ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا فَبَعْدَ اَنْ اَكَلُوْا اَرَادَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّكَلِّمَهُمْ بَدَرَهٗ اَبُوْ لَهَبٍ اِلَى الْكَلَامِ فَقَالَ لَقَدْ سَحَرَكُمْ صَاحِبُكُمْ فَتَفَرَّقُوْا ثُمَّ دَعَاهُمْ مِّنَ الْغَدِ اِلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ ثُمَّ بَدَرَهُمْ بِالْكَلَامِ فَقَالَ يَا بَنِيْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اِنِّيْ اَنَا النَّذِيْرُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَشِيْرُ قَدْجِئْتُكُمْ بِمَا لَمْ يَجِئْ بِهٖ اَحَدٌ جِئْتُكُمْ بِالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَاَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا وَاَطِيْعُوْا تَهْتَدُوْا اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْاَخْبَارِ وَالرِّوَايَاتِ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کھانا بنانے کا حکم دیا اور بنی عبد المطلب کو جمع کیا اس دن چالیس آدمی جمع ہوئے پھر بعد اکل وشرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کلام کرنے کا ارادہ فرمایا تو ابولہب جلدی سے بول پڑا کہ یہ ہم پر جادو کر دیں گے تو سب متفرق ہو گئے پھر دوسرے دن ایسا ہی انتظام کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی سے گفتگو شروع فرمادی اور فرمایا اے بنی عبد المطلب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف ڈرانے والا آیا ہوں اور بشارت بھی دینے والا ہوں میں وہ تعلیم لایا ہوں جو کوئی دنیا میں نہیں لایا میں تمہارے پاس دنیا وآخرت کی بھلائی لایا ہوں لہٰذا تم مانو امن میں رہو گے میری پیروی کرو ہدایت پا جاؤ گے۔

اس کے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں۔

اگر یہ روایات صحیح ہیں تو سمجھنا یہ ضروری ہے کہ یہ اجتماع حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انذار کے لئے فرمایا تھا۔

پھر حضرات شیعہ کا اس سے یہ تمسک کہ یہ اجتماع خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے کیا گیا تھا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے

سوائے اس کے کہ ان کی روایتیں قول ہیں یا ضعیف یا موضوع۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ ۔اور جھکائے رہو اپنی رحمت کا بازو ان کے لئے جو آپ کے پیرو مومن ہیں۔

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع اور وداد و محبت سے مومنین کے ساتھ پیش آنے کا حکم ہے آلوسی رحمہ اللہ نے اس پر متعدد توجیہات فرمائی ہیں ہم اس کی بجائے ابن جریر ابن منذر ابن جریج رحمہم اللہ کی روایت نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ بَدَأَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَهْلِ بَيْتِهٖ وَ فَصِيْلَتِهٖ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی انذار کی ابتداء اپنے اہل بیت سے کی یہ بات مسلمانوں پر شاق سی گزری تو وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ عامہ مومنین کے لئے نازل ہوئی۔

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ۔تو اگر وہ آپ کا حکم نہ مانیں تو فرما دیں میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں۔

يَعْنِيْ فَاِنْ عَصَوْكَ وَلَمْ يَتَّبِعُوْكَ بَعْدَ اِنْذَارِهِمْ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنْ عَمَلِكُمْ۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ ۔اور بھروسہ کیجئے اس غالب اور رحم والے پر۔

وہ انہیں ذلیل فرمائے گا جو آپ کی نافرمانی کرتے ہیں اور آپ کی مدد فرمائے گا اپنی شان عزیز سے اور آپ کی مدد کرے گا اپنی رحمت سے۔اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی فرمائی گئی۔

اب توکل کے متعلق بعض عارفین کاملین فرماتے ہیں کہ توکل لوگوں میں کئی درجہ کا ہے۔

پہلا درجہ تو یہ ہے: اَلتَّوَكُّلُ مَعَ الطَّلَبِ وَ مُعَاطَاةِ السَّبَبِ عَلٰى نِيَّةِ شُغْلِ النَّفْسِ وَ نَفْعِ الْخَلْقِ وَتَرْكِ الدَّعْوٰى۔

توکل طلب اجر کے لئے ہو اسباب سے بے نیاز ہو کر شغل نفس اور نفع خلق اور ترک دعویٰ کے ساتھ۔

دوسرا درجہ یہ ہے: اَلتَّوَكُّلُ مَعَ اِسْقَاطِ الطَّلَبِ وَغَضِّ الْعَيْنِ عَنِ السَّبَبِ اِجْتِهَادًا فِيْ تَصْحِيْحِ التَّوَكُّلِ وَ قَمْعِ تَشَرُّفِ النَّفْسِ تَفَرُّغًا فِيْ حِفْظِ الْوَاجِبَاتِ۔

دوسرا درجہ توکل کا یہ ہے کہ طلب و خواہش کے بغیر ہو اور نظر اسباب سے علیحدہ ہو اور نفس کی بلندی سے خالی ہو واجبات کی محافظت میں۔

تیسرا درجہ یہ ہے: اَلتَّوَكُّلُ مَعَ مَعْرِفَةِ التَّوَكُّلِ النَّازِعَةِ اِلَى الْخَلَاصِ عَنْ عِلَّةِ التَّوَكُّلِ۔توکل کو جانے کہ یہ اخلاص کی طرف کھینچنے والا ہے وَلَمْ يُلَاحِظْ فِيْ تَوَكُّلِهٖ سِوٰى خَالِصِ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى۔اور اس توکل میں سوا اللہ تعالیٰ کے حق کے کچھ نہ دیکھے۔

الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ ۔

جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور تمہارا نمازیوں میں دورا۔

اس کے اندر تقوم مطلق ہے جس کے یہ معنی ہوئے کہ جس مقام پر جہاں تم کھڑے ہو وہ عزیز ورحیم تمہیں دیکھتا ہے اور جب تم اپنے تہجد پڑھنے والے اصحاب کے احوال ملاحظہ فرمانے کے لئے شب میں دورا کرتے ہو۔

بعض مفسرین نے کہا اس کے یہ معنی ہیں کہ جب تم امام ہو کر نماز پڑھاتے ہو اور قیام ورکوع اور سجود وقعود میں گزرتے ہو۔

بعض مفسرین نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی گردش چشم کو دیکھتا ہے نمازوں میں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پس وپیش یکساں ملاحظہ فرماتے تھے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا مجھ پر تمہارا خشوع ورکوع مخفی نہیں میں تمہیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں جیسا سامنے سے فَاِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرٰى مِنْ خَلْفِهٖ فَفِيْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ۔

وَ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِسْتَوُوْا اِسْتَوُوْا اِسْتَوُوْا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِّنْ خَلْفِيْ كَمَا اَرَاكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ۔

بعض اس طرف گئے کہ ساجدین سے عامہ مومنین مراد ہیں اور معنی یہ ہیں کہ زمانہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ خاتون تک مومنین کے اصلاب وارحام میں آپ کے دورے کو اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرماتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصول یعنی آباء واجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب مومن ہیں كَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِيُّ فِيْ رُوْحِ الْمَعَانِيْ حَيْثُ قَالَ

رَوَاهُ جَمَاعَةٌ مِنْهُمُ الطِّبْرَانِيُّ وَالْبَزَّارُ وَاَبُوْنُعَيْمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَّرَ التَّقَلُّبَ فِيْهِمْ بِالتَّنَقُّلِ فِيْ اَصْلَابِهِمْ حَتّٰى وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

وَ جُوِّزَ عَلٰى حَمْلِ التَّقَلُّبِ عَلَى التَّنَقُّلِ فِي الْاَصْلَابِ اَنْ يُّرَادَ بِالسَّاجِدِيْنَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اسْتَدَلَّ بِالْاٰيَةِ عَلٰى اِيْمَانِ اَبَوَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ كَثِيْرٌ مِّنْ اَجِلَّةِ اَهْلِ السُّنَّةِ۔

اس کے بعد اپنی رائے آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاَنَا اَخْشَى الْكُفْرَ عَلٰى مَنْ يَّقُوْلُ فِيْهِمَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَلٰى رَغْمِ اَنْفِ عَلِيِّ نِ الْقَارِيِّ وَ اَحْزَابِهٖ نَصَّهٗ ذٰلِكَ۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾۔ بے شک وہ سنتا جانتا ہے۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ کیا میں تمہیں بتادوں کہ کس پر اترتے ہیں شیاطین۔

یہ اس کا جواب ہے جو مشرکین نے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر شیاطین اترتے ہیں اور جو وہ کہہ دیتے ہیں اسی کو یہ معاذ اللہ کہہ دیتے ہیں۔

تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾۔ اترتے ہیں وہ ہر بڑے بہتان تراش گنہگار پر۔

جیسے مسیلمہ کذاب اور اس جیسے دوسرے کاہن جو کثیر الافک اور جھوٹے ہیں ان میں شق بن رہم بن نذیر اور سطیح بن

ربیعہ بن عدی بھی ہے۔

یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ ۔ان پر ڈالتے ہیں شیطان اپنی سنی ہوئی اوران میں اکثر جھوٹے ہیں۔

اس لئے کہ وہ فرشتوں سے سنی ہوئی باتوں میں اپنی طرف سے جھوٹ ملا دیتے ہیں یعنی اِنَّ هٰؤُلَآءِ قَلَّمَا يَصْدُقُوْنَ فِيْ اَقْوَالِهِمْ وَاِنَّمَا هُمْ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ۔

چنانچہ بخاری ومسلم میں ابن مردویہ رحمہ اللہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں: قَالَ سَاَلَ اُنَاسٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيْسُوْا بِشَيْءٍ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَ اَحْيَانًا بِالشَّيْءِ يَكُوْنُ حَقًّا قَالَ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَحْفَظُهَا الْجِنُّ فَيَقْذِفُهَا فِيْ اُذُنِ وَلِيِّهٖ فَيَخْلِطُوْنَ فِيْهَا اَكْثَرَ مِنْ مِّائَةِ كَذِبَةٍ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق لوگوں نے سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کچھ نہیں ہیں عرض کیا حضور! صلی اللہ علیک وسلم اکثر باتیں وہ ایسی کرتے ہیں کہ سچی ہوتی ہیں فرمایا یہ وہ جملے ہوتے ہیں جسے جن ملأ اعلیٰ سے سن کر یاد کر لیتا ہے اور کاہن کے دل میں ڈال دیتا ہے اور اس میں سو فی صدی جھوٹ بھی ملا دیتا ہے اور یہ بھی جب تک تھا جب کہ وہ آسمان پر جانے سے روکے نہ گئے تھے۔

چنانچہ عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم قتادہ رحمہم اللہ سے راوی ہیں: كَانَتِ الشَّيَاطِيْنُ تَصْعَدُ اِلَى السَّمَآءِ فَتَسْمَعُ ثُمَّ تَنْزِلُ اِلَى الْكَهَنَةِ فَتُخْبِرُهُمْ فَتُحَدِّثُ الْكَهَنَةُ بِمَا اَنْزَلَتْ بِهِ الشَّيَاطِيْنُ مِنَ السَّمْعِ وَ تَخْتَلِطُ بِلَا الْكَهَنَةُ كَذِبًا كَثِيْرًا فَيَتَحَدَّثُوْنَ بِهِ النَّاسَ فَاَمَّا مَا كَانَ مِنْ سَمْعِ السَّمَآءِ فَيَكُوْنُ حَقًّا وَ اَمَّا مَا خَلَطُوْا بِهٖ مِنَ الْكَذِبِ فَيَكُوْنُ كَذِبًا۔

شیاطین آسمان کی طرف چڑھتے تھے اور جو کچھ سنتے کاہنوں کی طرف آ کر خبر دیتے تھے پھر کاہن جو کچھ سنتے اس میں بہت سے جھوٹ ملا کر کہتے تو جو وہاں سے سنتے وہ تو صحیح خبر ہوتی اور جو اس میں جھوٹ ملا دیتے وہ جھوٹ ہوتا۔

وَالْمَعْنٰى يُلْقِي الشَّيَاطِيْنُ الْمَسْمُوْعَ مِنَ الْمَلَاءِ الْاَعْلٰى قَبْلَ اَنْ يُّرْجَمُوْا مِنْ بَعْضِ مَغِيْبَاتٍ اِلٰى اَوْلِيَائِهِمْ وَاَكْثَرُهُمْ كَاذِبُوْنَ فِيْمَا يُوْحُوْنَ بِهٖ اِلَيْهِمْ اِذْ لَا يُسْمِعُوْنَ هُمْ عَلٰى نَحْوِمَا تَكَلَّمَتْ بِهِ الْمَلٰئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لِشَرَارَتِهِمْ اَوْ لِقُصُوْرِ فَهْمِهِمْ وَضَبْطِهِمْ اَوْ اِفْهَامِهِمْ۔

اس کے یہ معنی ہیں کہ شیاطین وہ سنی ہوئی باتیں جو ملاء اعلیٰ سے لاتے تھے وہ انتظام رجم سے پہلے لاتے تھے اور وہ بعض مغیبات اپنے متعلق کاہن کو پہنچا دیتے تھے اور اکثر ان میں جھوٹ ہوتی تھیں جو وہ اپنے کاہنوں کو پہنچاتے تھے محض اس لئے کہ وہ ملائکہ علیہم السلام کی مکمل باتیں نہیں سن سکتے تھے اپنی شرارت اور قصور فہم اور عدم ضبط افہام کے باعث پھر جب کہ وہ جب سے معزول کر دیئے گئے اور سننے سے رہ گئے پھر کچھ بھی خبر نہ لا سکے۔

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ۔ مگر جو چوری چھپے ان میں پہنچتا ہے اس کے پیچھے شہاب ثاقب لگ جاتا ہے۔

پھر اس شہاب ثاقب سے تین حالتیں ہو جاتی ہیں۔

ایک یہ کہ یَهْلِکُ بِالشِّهَابِ الثَّاقِبِ الَّذِیْ لَحِقَهٗ جسے وہ لگ گیا تو اس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

دوسری یہ کہ وہ شہاب ثاقب زجراً آیا اور وہ اس سے بچ کر نکل گیا۔

تیسری یہ کہ اس شہاب سے زخمی ہوا یہ غول بیابانی ہے تُضِلُّ النَّاسَ فِی الْبَرَارِیْ جو جنگل میں لوگوں کو راستہ بھلاتا ہے جسے اردو اصطلاح میں چھلاوہ کہتے ہیں۔

چنانچہ عبدالرحمٰن بن خلدون اپنی تاریخ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

اِنَّ الْاٰیَاتِ اِنَّمَا دَلَّتْ عَلٰی مَنْعِ الشَّیَاطِیْنِ مِنْ نَّوْعٍ وَّاحِدٍ مِّنْ اَخْبَارِ السَّمَآءِ وَ هُوَ مَا یَتَعَلَّقُ بِخَبْرِ الْبِعْثَةِ۔ آیتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ شیاطین اخبار سماوی کے لینے سے روک دیئے گئے جو بعثت ورسالت کے متعلق ہیں۔

اور یواقیت الجواہر فی عقائد الاکابر میں حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلصَّحِیْحُ اِنَّ الشَّیَاطِیْنَ مَمْنُوْعُوْنَ مِنَ الْبَعْثِ مُنْذُ بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَ بِتَقْدِیْرِ اِسْتِرَاقِهِمْ فَلَایَتَوَصَّلُوْنَ اِلَی الْاِنْسِ لِیُخْبِرُوْهُمْ بِمَا اسْتَرَقُوْهُ بَلْ تُحْرِقُهُمُ الشُّهُبُ وَتُفْنِیْهِمْ۔

صحیح یہ ہے کہ شیاطین روک دیئے گئے ہیں بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت تک اور ان کے چڑھنے کی صورت میں وہ انس تک خبر نہیں دے سکتے اس لئے کہ وہ شہاب ثاقب سے جلا دیئے جاتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں۔

وَلِهٰذَا قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِابْنِ صَیَّادٍ حِیْنَ سَاَلَهٗ کَاشِفًا عَنْ حَالِهٖ بِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَیْفَ یَاْتِیْکَ هٰذَا الْاَمْرُ فَقَالَ یَاْتِیْنِیْ صَادِقًا وَّ کَاذِبًا خُلِطَ عَلَیْکَ الْاَمْرُ یُرِیْدُ عَلَیْهِ السَّلَامَ نَفْیَ النُّبُوَّةِ عَنْهُ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد سے اس کا حال دریافت فرماتے ہوئے پوچھا تیرے پاس یہ باتیں کیسے آتی ہیں بولا میرے پاس سچا جھوٹا آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا معاملہ مخلوط ہو گیا اس سے اس پر نفی نبوت فرمانی مقصود تھی۔

وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾۔ اور شعراء کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔

اس میں ابطال زعم کفار مقصود ہے وہ کہتے تھے کہ قرآن کریم اشعار کے قبیل سے ہے اور اس سے کلام منظوم مقفیٰ ملتا ہے چنانچہ وہ قرآن کریم کی وہ آیتیں پیش کرتے تھے جو ادنیٰ تصرف سے موزون ہوتی ہیں جیسے: وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ وہ کہتے یہ بحر شطر طویل سے ہے اور اِنَّ قَارُوْنَ کَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی یہ بحر مدید سے ہے اور فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤی اِلَّا مَسٰکِنُهُمْ یہ بحر بسیط ہے اور اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ یہ بحر وافر ہے اور صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا بحر کامل سے ہے۔ اسی طرح تمام بحریں نکال کر پیش کرتے تھے وَیَنْصُرْكُمْ عَلَیْهِمْ وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ کو بناتے۔

حالانکہ اس قسم کی بحریں عام گفتگو میں بلاقصد وارادہ بھی نکل آتی ہیں۔

اور یہی شان قرآن کریم کی بلاغت کی ہے کہ وہ اسالیب شعر پر ہرگز نہیں لیکن غایت فصیح اور سلیس ہے اس میں نظم کا قصد قطعی نہیں اور اگر اسی کا نام شعر ہے تو اکثر بچوں کی باتوں سے بھی مصرعے بن جاتے ہیں۔

درحقیقت مشرکین مکہ جہاں جادو جن وغیرہ کے ساتھ اہمیت کلام الٰہی عزوجل کو کم کرنا چاہتے تھے وہاں شعر کہہ کر بھی اس کی اہمیت کم کرنا ہی مقصود تھا ورنہ حقیقت میں اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔

چنانچہ دوسرا جواب دیا کہ شعراء کے پیرو عموماً گمراہ ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو تو اہل رشد و ہدایت ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ ۔کیا نہ دیکھا تم نے اے محبوب کہ وہ وادی قیل وقال کے ہر شعبہ وہم وخیال اور ہر مسلک غی وضلال میں سر کے بل سرگرداں ہیں۔

اور متحیر ہیں اپنی غوایت وسفاہت میں اور مبہوت ہیں تیہ صلف ووحاحت میں حتیٰ کہ ان کے قول وفعل بھی یکساں نہیں چنانچہ فرمایا:

وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ ۔وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی تنزیہ ہے کہ شعراء کے پیرو گمراہ اور بہکے ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین ایسے نہیں ہیں۔

غَاوُوْنَ۔ پر ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اَلْغَاوُوْنَ هُمُ الرُّوَاةُ الَّذِيْنَ يَحْفَظُوْنَ شِعْرَ الشُّعَرَآءِ وَيَرْوُوْنَ عَنْهُمْ مُبْتَهِجِيْنَ بِهٖ۔ وہ ایسے راوی ہیں جو شعر ہی یاد کر لیتے ہیں اور انہیں کو عام طور پر لوگوں کو سناتے پھرتے ہیں۔

قتادہ اور مجاہد رحمہما اللہ کہتے ہیں: اِنَّهُمْ هُمُ الشَّيَاطِيْنُ وہ شیاطین ہیں۔

اور اس آیۂ کریمہ کا شان نزول ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ شُعَرَآءِ الْمُشْرِكِيْنَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزِّبَعْرِيِّ وَ هُبَيْرَةَ بْنِ اَبِيْ وَهْبٍ الْمَخْزُوْمِيِّ وَ مُسَافِعِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَاَبُوْ عِزَّةَ الْجُمَحِيِّ وَ اُمَيَّةَ ابْنِ اَبِي الصَّلْتِ قَالُوْا نَحْنُ نَقُوْلُ مِثْلَ قَوْلِ مُحَمَّدٍ وَّ كَانُوْا يَهْجُوْنَهٗ وَ يَجْتَمِعُ اِلَيْهِمُ الْاَعْرَابُ مِنْ قَوْمِهِمْ يَسْتَمِعُوْنَ اَشْعَارَهُمْ وَاَهَاجِيْهِمْ وَ هُمُ الْغَاوُوْنَ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَهُمْ۔

یہ آیت شعراء مشرکین عبداللہ بن زبعری اور ہبیرۃ بن ابی وہب مخزومی اور مسافع بن عبد مناف اور ابوعزہ جمحی اور امیہ بن ابی الصلت کے حق میں اتری وہ کہتے تھے ہم بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بولتے ہیں اور وہ ہجو کرنے کے لئے جمع ہوتے تھے جو اعراب میں سے تھے اور ان کے اشعار اور ہجو سنتے تھے یہی وہ گمراہ تھے جو ان کی اتباع میں رہتے تھے۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ۔ وغیرہ سے بھی یہی روایت ہے۔

ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دو آدمی انصار اور دوسری قوم کا ایک آدمی تھا۔ اور ان دونوں کے ساتھ ان کی قوم کے گمراہ لوگ تھے اور وہ سب بیوقوف لوگ تھے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾۔

اس کے ساتھ دوسرے مہذب متدین شعراء کا استثناء فرمایا گیا۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۔مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا۔

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ میں شعراء اسلام کی مدح کی گئی کہ وہ نعت لکھتے ہیں اللہ عزوجل کی حمد کرتے ہیں۔ اسلام

کی مدحت میں اپنا کلام سناتے ہیں اس پر اجر وثواب پاتے ہیں یہ وہ شاعر ہیں جن کے پیرو ہدایت یافتہ ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد نبوی میں منبر بچھایا جاتا آپ اس پر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مفاخر پڑھتے اور کفار کی ہجو اور بکواس کا جواب دیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں دعا فرماتے تھے۔

وَّ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا۔اور وہ اللہ کا ذکر بکثرت کرتے ہیں۔اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت، اسلام کی حمایت اور توحید کے مضامین یقیناً ذکر الٰہی عزوجل ہیں۔

اور جو شعر ایسا ہو جس سے اللہ عزوجل کی یاد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھے وہ یقیناً ذکر الٰہی عزوجل ہے چنانچہ حضرت صدیق حضرت علی کرم اللہ وجہہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کے ایسے اشعار بکثرت موجود ہیں۔

وَّ انْتَصَرُوْا۔اور بدلہ لیا کفار سے ان کی ہجو کا۔**مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا**۔بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا۔

یعنی کفار نے ہجو سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کر کے جو ظلم کیا اس کا بدلہ ان لوگوں نے ان سے لیا۔چنانچہ حدیث میں ہے کہ مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی اور یہ دونوں طریقے جہاد کے ہیں۔

اس پر آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے مفصل بحث کی ہے جو نقل کی جاتی ہے۔

اِسْتِثْنَاءٌ لِلشُّعَرَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ الصَّالِحِيْنَ الَّذِيْنَ يُكْثِرُوْنَ ذِكْرَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ يَكُوْنُ اَكْثَرُ اَشْعَارِهِمْ فِي التَّوْحِيْدِ وَالثَّنَآءِ عَلَى اللّٰهِ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعَالٰى وَالْحِثِّ عَلَى الطَّاعَةِ وَالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ وَالزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالتَّرْهِيْبِ عَنِ الرُّكُوْنِ اِلَيْهَا وَالْاِغْتِرَارِ بِزَخَارِفِهَا وَالْاِفْتِتَانِ بِمَلَاذِهَا الْفَانِيَةِ وَالتَّرْغِيْبِ فِيْمَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ نَشْرِ مَحَاسِنِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَدْحِهٖ وَ ذِكْرِ مُعْجِزَاتِهٖ لِيَتَغَلْغَلَ حُبُّهٗ فِيْ سُوَيْدَآءِ قُلُوْبِ السَّامِعِيْنَ وَ تَزْدَادُ رَغَبَاتُهُمْ فِي اتِّبَاعِهٖ وَ نَشْرِ مَدَائِحِ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ صُلَحَآءِ اُمَّتِهٖ۔

یہ استثناء ہے ان شعراء کا جو مومنین صالحین اپنے اشعار میں بکثرت ذکر الٰہی عزوجل کرتے اور ان کے اکثر اشعار توحید و ثناء الٰہی ہوتے ہیں اور اطاعت اور حکمت و موعظت اور زہد فی الدنیا اور اس سے اجتناب اور اس کے خزانوں سے تنفر کی طرف آمادہ کرتے ہیں اور دنیائے فانی کی لذتوں سے تنفر اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی ترغیب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن کا نشر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت اور معجزات کا ذکر ہوتا ہے تاکہ سننے والوں کی محبت جوش مارنے لگے اور اتباع انبیاء و متبعین کی طرف رغبتیں بڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت آل اطہار کی منقش اور صلحاء امت کی مناقب ہوں۔

وَ قِيْلَ الْمُرَادُ بِالْمُسْتَثْنَيِيْنَ شُعَرَآءُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُدَافِعُوْنَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُدَافِعُوْنَ هُجَاةَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ایک قول یہ ہے کہ مستثنیٰ وہ شعراء مومنین ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ہجو کرنے والے مشرکین کو جواب دیتے تھے۔

اور عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم قتادہ سے راوی ہیں: **اِنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ رَهْطٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ هَاجَوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ وَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ۔**

یہ آیت انصار کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں ان کی ہجو کا جواب دیتے تھے ان میں سے حضرت کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ اور حسان بن ثابت علیہم رضوان ہیں۔

ایک روایت ابی حسن سالم البزار سے ہے: اِنَّهٗ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَالشُّعَرَآءُ الْاٰیَةَ جَآءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ وَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ وَ هُمْ یَبْكُوْنَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْاٰیَةَ وَ هُوَ یَعْلَمُ اِنَّا شُعَرَآءُ هَلَكْنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا- فَدَعَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ عَلَیْهِمْ۔

جب یہ آیت نازل ہوئی: وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ۔ تو عبداللہ بن رواحہ اور حسان بن ثابت اور کعب بن مالک علیہم رضوان روتے ہوئے بارگاہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! صلی اللہ علیک وسلم ہم تو ہلاک ہو گئے اس لئے کہ ہم شعراء میں سے ہیں۔

تو یہ استثناء نازل ہوا: اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور ان پر یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔

اور آگے اصول فرماتے ہیں: وَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ الْعِبْرَةَ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ۔ اور یہ مسلمہ امر ہے کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔

اور ابن مردویہ اور ابن عساکر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: اِنَّهٗ قَرَأَ قَوْلَهٗ تَعَالٰى اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَقَالَ هُمْ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ وَ عَلِیٌّ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ۔ آیت تلاوت فرما کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ ابوبکر، عمر، علی اور عبداللہ بن رواحہ ہیں۔

اور حدیث میں ہے: اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً بعض شعر حکمت والے ہوتے ہیں۔

وَ قَدْ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَجَازَ عَلَیْهِ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر سنے اور ایسے پر حکمت اور مفید اشعار کو جائز رکھا۔

وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لِحَسَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اُهْجُهُمْ یَعْنِی الْمُشْرِكِیْنَ فَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ یُعِیْنُكَ۔ حضور ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو فرمایا مشرکین کی ہجو کر بے شک روح القدس تیری مدد کرے گا۔

اور ایک روایت میں ہے: اُهْجُهُمْ وَ جِبْرِیْلُ مَعَكَ۔ مشرکین کی ہجو کر جبریل علیہ السلام تیرے ساتھ ہے۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَةَ اَنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَعَانَ حَسَّانًا عَلٰى مَدْحَةِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعِیْنَ بَیْتًا۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے حسان کی مدد کی مدحت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ستر بیتوں میں۔

اور احمد و بخاری اپنی تاریخ میں اور ابو یعلی اور ابن مردویہ کعب بن مالک سے راوی ہیں: اَنَّهٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَ فِی الشُّعَرَآءِ مَا اَنْزَلَ فَكَیْفَ تَرٰى فِیْهِ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یُجَاهِدُ بِسَیْفِهٖ وَ لِسَانِهٖ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَكَاَنَّ مَا تَرْمُوْنَهُمْ بِهٖ نَضْحُ النَّبْلِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اللہ تعالیٰ نے شعراء کے لئے جو کچھ نازل فرمایا وہ فرمایا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا مومن جہاد کرتا ہے تلوار اور زبان سے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے جو تم شعروں کے تیر مارتے ہو وہ دشمن پر نیزے مارنے سے زیادہ کاٹ کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مولائے کائنات علی شیر خدا اسد اللہ فرماتے ہیں:

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامُ وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

برچھی کے زخم مندمل ہو سکتے ہیں لیکن زبان کا زخم مندمل نہیں ہوتا۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بلا کر ایک سفر میں رجز پڑھوائے اور فرمایا: لَهٰذَا اَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِّنْ وَ قْعِ النَّبْلِ یہ زیادہ سخت اور شدید ہیں دشمنوں پر تیر کے مقابلہ میں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنٰى لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَنْشُدُ عَلَيْهِ الشِّعْرَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں حضرت حسان کے لئے منبر لگواتے جس پر وہ اشعار فرماتے۔

اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اشعار فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کلام ہے:

خُذْ بِلُطْفِكَ يَا اِلٰهِيْ مَنْ لَّهُ زَادٌ قَلِيْلٌ مُفْلِسٌ بِالصِّدْقِ يَاْتِيْ عِنْدَ بَابِكَ يَا جَلِيْلُ
ذَنْبُهُ ذَنْبٌ عَظِيْمٌ فَاغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِيْمَ اِنَّهُ شَخْصٌ غَرِيْبٌ مُذْنِبٌ عَبْدٌ ذَلِيْلٌ
اَيْنَ مُوْسٰى اَيْنَ عِيْسٰى اَيْنَ يَحْيٰى اَيْنَ نُوْحٌ اَنْتَ يَا صِدِّيْقُ عَاصٍ تُبْ اِلَى الْمَوْلَى الْجَلِيْلِ

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کا کلام ہے:

اِنْ نِلْتِ يَارِيْحَ الصَّبَا يَوْمًا اِلٰى اَرْضِ الْحَرَمْ بَلِّغْ سَلَامِيْ رَوْضَةً فِيْهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَرَمْ
يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اَدْرِكْ لِزَيْنِ الْعَابِدِيْنَ مَحْبُوْسِ اَيْدِى الظَّالِمِيْنَ فِي الْمَوْكِبِ وَالْمُزْدَحَمْ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا کلام ہے:

وَ مَا بِيَ خَوْفُ الْمَوْتِ اَنّٰى سُمِّيْتُ وَلٰكِنَّ خَوْفَ الذَّنْبِ يَتْعَبُهُ الذَّنْبُ

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا کلام ہے:

غِنَى النَّفْسِ يُغْنِي النَّفْسَ حَتّٰى يَكُفُّهَا وَاِنْ عَضَّهَا حَتّٰى يَضُرِبَهَا الْفَقْرُ

حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ کا کلام ہے:

تُغَيِّرُهُ الْمَوَدَّةُ وَالْاِخَاءُ وَ قَلَّ الصِّدْقُ وَانْقَطَعَ الرَّجَاءُ
اِنِ افْتَخَرْتَ بِاٰبَآءٍ مَضَوْا سَلَفًا قُلْتُ صَدَقْتَ وَلٰكِنْ بِئْسَمَا دَارَ

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

مَا ذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدِ اَنْ لَّا يَشُمَّ مُدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَالزَّهْرِ فِيْ تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِيْ شَرَفٍ وَالْبَحْرِ فِيْ كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِيْ هِمَمِ

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِىْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ
مَارَنَّحَتْ عَذَبَاتَ الْبَانِ رِيْحُ صَبَا حَاوِى الْعَيْنِ بِالنِّعَمِ
مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمٍ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا کلام ہے:

نَصَرْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِى الْحَرْبِ سَعْيَةً وَقَدْ فَرَّ مَنْ قَدْ فَرَّعَنْهُ فَافْشَعُوْا

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا کلام ہے:

وَلَوْلَا الشِّعْرُ بِالْعُلَمَاءِ يُذْرِىْ لَكُنْتُ الْيَوْمَ اَشْعَرَ مِنْ لَبِيْدٖ

اور لغو وفحش اشعار کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ اَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا مِنَ الشِّعْرِ الَّذِىْ هَجَتْ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ کسی کے پیٹ میں راد پیپ بھر جانا بہتر ہے اس سے کہ اس کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کے اشعار ہوں۔

چنانچہ علامہ ماوردی رحمہ اللہ نے بہت اچھا فیصلہ فرمایا۔

اَلشِّعْرُ فِىْ كَلَامِ الْعَرَبِ مُسْتَحَبٌّ وَّ مُبَاحٌ وَّ مَحْظُوْرٌ۔

فَالْمُسْتَحَبُّ مَا حَذَّرَ مِنَ الدُّنْيَا وَرَغَّبَ فِى الْاٰخِرَةِ وَحَثَّ عَلٰى مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ۔ مستحب وہ ہے جس میں تحذیر دنیا اور رغبت فی الآخرۃ ہو اور مکارم اخلاق کی طرف برانگیختہ کرنا۔

وَالْمُبَاحُ مَا تَسْلَمُ مِنْ فُحْشٍ اَوْ كِذْبٍ۔ اور مباح وہ ہے جس میں فحش اور جھوٹ نہ ہو۔

وَالْمَحْظُوْرُ نَوْعَانِ كِذْبٌ وَّ فُحْشٌ۔ اور ناجائز وہ ہے جو خالص جھوٹ اور فواحشات سے مملو ہو۔

پھر اس میں بھی متعدد مسائل ہیں۔

اول یہ کہ کافر کی مروت اور حربی کی ہجو جائز ہے اور اس جواز میں مشرکین بھی ہیں۔

دوسرے یہ کہ زانی فاسق وفاجر جاہر کی مذمت برائے اصلاح۔ لیکن فاسق فاجر جاہر کی ہجو نہیں چاہیے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾۔ اور عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کیسی بری جگہ وہ لوٹیں گے۔

اس آیت کریمہ میں تہدید شدید اور وعید اکید ہے۔

اور وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ کی تفسیر میں محی السنۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَشْرَكُوْا وَهَجَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ظالم وہ ہیں جو شرک کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کریں۔

سُوْرَةُ نَمْل

اس میں ترانوے آیات اور سات رکوع ہیں اور یہ مکی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع - سورۃ نمل - پ ۱۹

طٰسٓ
اے طاہر وسید الطاہرین

تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۝۱
یہ آیتیں ہیں قرآن اور کتاب روشن کی

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲
ہدایت وخوشخبری ہے ایمان والوں کی

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۳
جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۴
وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے کوتک ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے ہیں تو وہ بھٹک رہے ہیں

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۵
یہ وہ ہیں جن کے لئے بہت برا عذاب ہے اور وہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہیں

وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝۶
اور بے شک تم قرآن سکھائے جاتے ہو حکمت اور علم والے کی طرف سے

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۷
جبکہ موسیٰ نے اپنی بیوی سے کہا مجھے ایک آگ نظر آئی ہے تو ابھی میں تمہارے پاس اس کی خبر لاتا ہوں یا لاتا ہوں تمہارے پاس کوئی چمکتی چنگاری تاکہ تم تاپو

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸
تو جب آیا آگ کے پاس ندا دی گئی کہ تو برکت دیا گیا جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے یعنی موسیٰ اور فرشتے جو اس کے گرد ہیں اور پاکی ہے اللہ کو جو رب العالمین ہے

يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹
اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں ہی ہوں اللہ عزت والا حکمت والا

وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۰
اور اپنا عصا ڈال دے تو جب موسیٰ نے اسے دیکھا لہراتا ہوا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چلا اور نہ دیکھا مڑ کر اے موسیٰ ڈر نہیں بے شک میرے حضور رسول ڈرا نہیں کرتے

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱
مگر جو ظلم کرے پھر بدل لے بھلائی برائی سے تو بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں

وَ اَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾

اور داخل کر اپنا ہاتھ گریبان میں نکلے گا سفید چمکتا بغیر تکلیف کے نو آیتوں میں فرعون اور اس کی قوم کی طرف بے شک وہ قوم فاسق ہے

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾

تو جب آئیں ان میں ہماری نشانیاں آنکھیں کھولتی ہوئی تو بولے یہ کھلا جادو ہے

وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾

تو منکر ہوئے وہ اس سے اور ان کے دلوں میں اس کا یقین تھا ظلم اور تکبر سے تو دیکھو کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا

حل لغات پہلا رکوع - سورۃ نمل - پ ۱۹

طٰسٓ -	تِلْكَ - یہ	اٰیٰتُ - آیتیں ہیں	الْقُرْاٰنِ - قرآن
وَ - اور	كِتَابٍ - کتاب	مُّبِیْنٍ - روشن کی	هُدًى - ہدایت
وَّ - اور	بُشْرٰى - خوشخبری	لِلْمُؤْمِنِیْنَ - مومنوں کیلئے	الَّذِیْنَ - وہ جو
يُقِيْمُوْنَ - قائم کرتے ہیں	الصَّلٰوةَ - نماز	وَ - اور	يُؤْتُوْنَ - دیتے ہیں
الزَّكٰوةَ - زکوٰۃ	وَ - اور	هُمْ - وہ	بِالْاٰخِرَةِ - قیامت پر
هُمْ - وہ	يُوْقِنُوْنَ - یقین کرتے ہیں	اِنَّ - بے شک	الَّذِیْنَ - وہ جو
لَا - نہیں	يُؤْمِنُوْنَ - ایمان لاتے	بِالْاٰخِرَةِ - قیامت پر	زَيَّنَّا - ہم نے خوشنما بنایا
لَهُمْ - ان کے لئے	اَعْمَالَهُمْ - ان کے عملوں کو	فَهُمْ - تو وہ	يَعْمَهُوْنَ - حیران پھرتے ہیں
اُولٰٓئِكَ - یہی	الَّذِیْنَ - وہ ہیں کہ	لَهُمْ - ان کے لئے	سُوْٓءُ - برا
الْعَذَابِ - عذاب ہے	وَ - اور	هُمْ - وہ	فِی - بیچ
الْاٰخِرَةِ - آخرت کے	هُمْ - وہ	الْاَخْسَرُوْنَ - سب سے زیادہ خسارے والے ہیں	
وَ - اور	اِنَّكَ - بے شک تو	لَتُلَقَّى - سکھایا جاتا ہے	الْقُرْاٰنَ - قرآن
مِنْ لَّدُنْ - نزدیک	حَكِيْمٍ - حکمت والے	عَلِيْمٍ - جاننے والے سے	اِذْ - جب
قَالَ - کہا	مُوْسٰى - موسیٰ نے	لِاَهْلِهٖٓ - اپنی بیوی سے	اِنِّیْٓ - بے شک میں نے
اٰنَسْتُ - دیکھی ہے	نَارًا - آگ	سَاٰتِيْكُمْ - جلدی لاؤں میں تمہارے لئے	
مِّنْهَا - اس سے	بِخَبَرٍ - کوئی خبر	اَوْ - یا	اٰتِيْكُمْ - لاؤں گا تمہارے لئے
بِشِهَابٍ - انگارا	قَبَسٍ - روشن	لَّعَلَّكُمْ - تاکہ تم	تَصْطَلُوْنَ - تاپو
فَلَمَّا - پھر جب	جَآءَ - آیا	هَا - اس کے پاس	نُوْدِيَ - آواز دی گئی

اَنۡۢ۔ یہ کہ	بُوۡرِكَ۔ برکت دیا گیا	مَنۡ۔ جو	فِی۔ بیچ
النَّارِ۔ آگ کے ہے	وَ۔ اور	مَنۡ۔ جو	حَوۡلَهَا۔ اس کے اردگرد ہے
وَ۔ اور	سُبۡحٰنَ۔ پاک ہے	اللّٰهِ۔ اللہ	رَبِّ۔ رب
الۡعٰلَمِيۡنَ۔ جہانوں کا	يٰۤاَ۔ اے	مُوۡسٰٓى۔ موسیٰ	اِنَّهٗۤ۔ بے شک
اَنَا۔ میں	اللّٰهُ۔ اللہ	الۡعَزِيۡزُ۔ غالب	الۡحَكِيۡمُ۔ حکمت والا ہوں
وَ۔ اور	اَلۡقِ۔ ڈال	عَصَاكَ۔ اپنی لاٹھی	فَلَمَّا۔ پھر جب
رَاٰهَا۔ دیکھا اس کو	تَهۡتَزُّ۔ لہراتا	كَاَنَّهَا۔ گویا کہ وہ	جَآنٌّ۔ سانپ ہے
وَّلّٰى۔ پھر گیا	مُدۡبِرًا۔ پیٹھ دے کر	وَّ۔ اور	لَمۡ۔ نہ
يُعَقِّبۡ۔ پیچھے دیکھا	يٰۤاَ۔ اے	مُوۡسٰى۔ موسیٰ	لَا۔ نہ
تَخَفۡ۔ ڈر	اِنِّىۡ۔ بے شک	لَا۔ نہیں	يَخَافُ۔ ڈرتے
لَدَىَّ۔ میرے پاس	الۡمُرۡسَلُوۡنَ۔ پیغمبر	اِلَّا۔ مگر	مَنۡ۔ جو
ظَلَمَ۔ ظلم کرے	ثُمَّ۔ پھر	بَدَّلَ۔ بدل دے	حُسۡنًا۔ بعد اس کے نیکی
بَعۡدَ۔ بعد	سُوۡٓءٍ۔ برائی کے	فَاِنِّىۡ۔ تو میں	غَفُوۡرٌ۔ بخشنے والا
رَّحِيۡمٌ۔ مہربان ہوں	وَ۔ اور	اَدۡخِلۡ۔ داخل کر	يَدَكَ۔ اپنا ہاتھ
فِىۡ۔ بیچ	جَيۡبِكَ۔ اپنے گریبان کے	تَخۡرُجۡ۔ نکلے گا	بَيۡضَآءَ۔ سفید
مِنۡ غَيۡرِ۔ بغیر کسی	سُوۡٓءٍ۔ برائی کے	فِىۡ۔ بیچ	تِسۡعِ۔ نو
اٰيٰتٍ۔ آیتوں کے	اِلٰى۔ طرف	فِرۡعَوۡنَ۔ فرعون کی	وَ۔ اور
قَوۡمِهٖ۔ اس کی قوم کی	اِنَّهُمۡ۔ بے شک	كَانُوۡا۔ تھے	قَوۡمًا۔ قوم
فٰسِقِيۡنَ۔ بدکردار	فَلَمَّا۔ پھر جب	جَآءَتۡهُمۡ۔ آئیں ان کے پاس	
اٰيٰتُنَا۔ ہماری نشانیاں	مُبۡصِرَةً۔ آنکھ کھولنے والی	قَالُوۡا۔ بولے	هٰذَا۔ یہ
سِحۡرٌ۔ جادو ہے	مُّبِيۡنٌ۔ کھلا ہوا	وَ۔ اور	جَحَدُوۡا۔ انکار کیا انہوں نے
بِهَا۔ اس کا	وَ۔ اور	اسۡتَيۡقَنَتۡهَا۔ یقین کرلیا تھا اس کا	
اَنۡفُسُهُمۡ۔ ان کے دلوں نے	ظُلۡمًا۔ ظلم	وَّ۔ اور	عُلُوًّا۔ سرکشی سے
فَانۡظُرۡ۔ تو دیکھ	كَيۡفَ۔ کیسا	كَانَ۔ ہوا	عَاقِبَةُ۔ انجام
الۡمُفۡسِدِيۡنَ۔ فسادیوں کا			

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع ۔ سورۂ نمل ۔ پ ۱۹

زَيَّنَّا لَهُمۡ اَعۡمَالَهُمۡ۔ کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ہم نے ان کی طبیعتیں ہی ایسی بنادی ہیں کہ جو کچھ بھی کرتے ہیں انہیں بھلا ہی بھلا نظر آتا ہے۔

وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ۔ تلقی مضارع مجہول ہے واحد حاضر کا صیغہ ہے یہ اصل میں تتلقی تھا ایک ت کو تخفیفاً حذف کر دیا آخر کی ی ماقبل کی فتحہ کی وجہ سے الف میں بدل گئی۔

اٰنَسْتُ نَارًا ؕ۔ آنست کے معنی ابصرت اور رأیت کے ہیں۔ آنست ببصری اور رأیت ببصری دونوں کے معنی دیکھنے کے ہیں۔

اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ۔ شہاب آگ کے شعلہ کو کہتے ہیں اور قبس، مقبوس، اقتباس کسی شے سے چننے کو کہتے ہیں۔

لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۞ ۔ اصطلاء سے ہے آگ سے گرمی حاصل کرنا اس کے معنی ہیں۔

تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ۔ تتحرک کے معنی دیتا ہے۔ لہرا رہا تھا گویا کہ وہ سٹک ہے جو پتلے سانپ کو کہتے ہیں۔

جَانٌّ بایں معنی کہا کہ وہ باریک ہونے کے باعث نظر سے مخفی ہوتا ہے۔

وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ ۔ یَعْنِیْ وَلَمْ یَرْجِعْ عَلٰی عَقِبَیْهِ۔ یعنی اس کا پیچھا نہ کیا۔

وَّلّٰى مُدْبِرًا۔ پھر گیا پیٹھ دے کر۔

طٰسٓ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے یَا طَاهِرُ عَنِ الْكِذْبِ وَالْبُهْتَانِ ہے۔

س سے مراد سید الانس والجان ہے یہ معنی تاویلی ہیں۔

اور حقیقت معنی پر اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ سب کہہ رہے ہیں۔

تِلْكَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِیْنٍ ۞ ۔ یہ آیتیں ہیں قرآن اور روشن کتاب کی۔

جو حق و باطل میں امتیاز کرتی ہے جس میں علوم و حکم ودیعت رکھے گئے ہیں۔

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۞ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ۔ ہدایت اور بشارت ہے ایمان والوں کو وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں۔

اور اس پر مداومت کرتے ہیں اور اس کے شرائط و آداب اور جملہ حقوق کی حفاظت کرتے ہیں۔

اس سے یہ مستفاد ہوا کہ جو معترف ایمان ہے وہ لازمی طور پر احکام کا اتباع کرے گا صوم و صلوٰۃ کا پابند ہوگا اور جو ایسا نہ کرے وہ ایمان میں کامل نہیں اگرچہ ایک درجہ کا اسے مومن باللسان مانا جائے گا لیکن ایمان باللسان عمل بالارکان تصدیق بالجنان میں سے اگر ایک درجہ کم ہے تو اتنا ہی ایمان کا کمال کم ہے۔

وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

زکوٰۃ شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں اس صدقہ واجبہ کو کہتے ہیں جو حولان حول کے بعد اپنے مال سے چالیسواں حصہ خدا کے نام پر کسی مسلمان کو ادا کیا جائے اور اس کا اسے مالک بنا دیا جائے اس کے علاوہ ہر ایک قسم کی خیرات بھی زکوٰۃ ہے لیکن یہ زکوٰۃ مستحب ہے۔ عبادت زکوٰۃ بدنی ہے اور خیرات صدقات زکوٰۃ مالی ہے۔

اس کے بعد مومن کے عقیدہ میں یہ بھی لازم ہے کہ

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۞ ۔ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اس قید کو اس وجہ میں بھی بڑھایا گیا کہ مکہ کے لوگ برائے نام اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے اس کی بعض صفات بھی تسلیم کرتے

تھے لیکن آخرت کے بالکل منکر تھے اس لئے یہ قید ضروری تھی تا کہ قوۃ عملیہ اور نظریہ کی تکمیل ہو جائے اس کے بعد ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ۝۴۔ وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں بھلے بنا دیئے ہیں تو وہ اس خیال میں بھٹک رہے ہیں۔

اس میں منکرین آخرت پر وعید شدید اور ان کا نتیجہ بیان فرمایا چنانچہ ارشاد ہے:

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَ هُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۵۔ ''یہ وہ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے۔'' کہ وہ اپنی برائیاں شہوات کے سبب بھلائیاں سمجھے ہوئے ہیں۔ ''تو وہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہیں''۔

یعنی دنیا میں تو ان پر عذاب ہوگا قتل اور گرفتار ہوں گے جیسے بدر وغیرہ میں ہوئے اور ان کا انجام دائمی عذاب آخرت ہے۔

اس کے بعد سید اکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے:

وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٍ ۝۶۔ اور اے محبوب بے شک تم قرآن سکھائے جاتے ہو اس کی طرف سے جو حکمت والا علم والا ہے۔

یعنی اس کی کوئی بات علم و حکمت سے خالی نہیں اور قرآن کریم نجماً نجماً نازل کرنے والا وہی ہے۔

یہاں وَ اِنَّكَ میں اِنَّ اور لَتُلَقّٰی میں لام تاکید لایا گیا تا کہ آئندہ بیان کے لئے تمہید ہوں۔ اور اس کی حکمت کا ثبوت قوۃ نظریہ عملیہ سے ہو نہ کہ احکام سے جس پر نجات کا مدار ہے۔

اس کے بعد اس امر کا ثبوت دیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کو گزشتہ واقعات کا علم بھی دیا گیا ہے جس کا تذکرہ آگے فرمایا گیا:

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۷۔

اور اے محبوب وہ واقعہ یاد کیجئے جب موسیٰ نے اپنی بیوی کو کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے ابھی تمہارے پاس اس کی خبر لاتا ہوں یا کوئی انگارہ اس میں سے تا کہ تم تاپو۔

اس مجمل قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خسر حضرت شعیب علیہ السلام کے دس سال خدمت کے رہ کر اپنی بیوی کا مہر پورا کر چکے تو وہاں سے اپنی بیوی لے کر مصر جا رہے تھے سردی کا موسم تھا راستہ بھی بھول گئے کہ ایک طرف آگ کی روشنی نظر آئی تو بیوی سے فرمایا مجھے ایک طرف آگ نظر آ رہی ہے میں وہاں سے تمہارے تاپنے کو آگ بھی لاتا ہوں تو وہاں سے اگر کوئی ہو تو راستہ بھی معلوم کروں گا۔

جب وہاں آئے تو دیکھا سر سبز شاداب ہرا بھرا درخت ہے اور نور سے بقعہ بنا ہوا ہے یہ درحقیقت آگ نہ تھی بلکہ تجلی حق تھی جسے آج کل کے جدید تعلیم یافتہ گیس کہتے ہیں۔ گیس وہ مادہ ہے جو رات میں چمکتا ہے اور اس قسم کا گیس فاسفورس سے گھاس میں بھی ہوتا ہے بعض جانوروں میں ہوتا ہے کرم شب تاب جسے جگنو بھی کہتے ہیں اس میں بھی ہوتا ہے۔ دریا کی مچھلیاں اکثر بلکہ بے شمار دیکھی گئیں کہ ان کے منہ سے وہ روشنی نکلتی ہے کہ سفر حجاز کے موقعہ پر مجھے شبہ ہوا کہ یہ ٹارچ سمندر میں کون لئے پھر رہا ہے لیکن جب مچھلی کے مقابل اور مچھلی آئی اور اس نے اپنے منہ کی روشنی سے دوسری مچھلی کو روشن کیا تو سمجھ میں آیا پھر جہاز کے کیپٹن نے بتایا کہ ایسی مچھلیاں سمندر میں لاکھوں ہیں جن کے منہ سے فاسفورس چمکتا ہے۔

چنانچہ مادہ پرست افراد یہاں بھی یہی تاویلی رنگ دیکھ کر اپنی تسلی کر لیتے ہیں لیکن یہاں تو فقط روشنی ہی نہ تھی بلکہ اس کے

ساتھ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام سے گفتگو بھی ہوئی۔ ممکن ہے اس پر بھی کچھ اینچ تان کر کے کوئی تاویلی نیکر پہنا دیں بہرحال قرآن کریم تو یہ فرماتا ہے:

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ۔ تو جب موسیٰ اس روشنی کے پاس آئے تو آواز آئی کہ جو اس روشنی میں ہیں برکت والے ہیں اور جو اس کے گرداگرد ہیں وہ بھی مبارک ہیں اور پاکی ہے اللہ تعالیٰ کے وجہ منیر کو جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے اے موسیٰ میں اللہ زبردست اور حکمت والا ہوں۔

اور یہ آواز ایسی آواز تھی جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی سمجھے اس کے لئے حروف و جہت اور تأخر و تقدم مقرر کرنا بھی بے معنی ہے۔

وہ ایک روحانی ندا تھی جو روح ہی سن سکتی اور سمجھ سکتی ہے۔ جس کی حقیقت نہ ہم قلم سے لکھ سکتے ہیں نہ ہی زبان سے بیان کر سکتے ہیں گویا وہ کلام کرنے والا جیسا بے مثل ہے اس کا کلام بھی بے مثل تھا۔ پھر ارشاد ہوا:

وَاَلْقِ عَصَاكَ ۭ ۔ موسیٰ اپنا عصا ڈال دو۔

اس کا دوسری جگہ کچھ تفصیلی بیان ہو چکا ہے: وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ۝ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ۝ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۫ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۝

یہاں صرف بر سبیل تذکرہ فرما دیا کہ وَاَلْقِ عَصَاكَ۔ موسیٰ اپنا عصا ڈال دو۔ آپ نے جب ڈال دیا تو فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ دیکھا تو وہ لہرا رہا ہے گویا کہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چلے اور پیچھے کی طرف نہ دیکھا۔ تو جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوا:

يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۣ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْۗءٍ فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۔ اے موسیٰ نہ خوف کرو میرے حضور میرے رسول ڈرا نہیں کرتے لیکن جس نے ظلم کیا ہو پھر برائی کے بعد اس نے اس کو نیکی سے بدل دیا ہو تو میں غفور رحیم ہوں۔

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے ہاتھ سے جو قبطی مارا جا چکا تھا اگرچہ وہ منکر اسلام فرعونی جماعت کا ایک فرد تھا لیکن باوجود اس کے آپ اپنے منصب جلیل کے لحاظ سے اسے بھی گناہ محسوس فرما رہے تھے اس کی صفائی کے لئے فرمایا کہ آپ پر تو اس فعل کے ارتکاب سے گناہ کا الزام ہی نہیں لیکن اگر کوئی گناہ کے بعد نیکوکار ہو جائے تو ہم اس کے حق میں بھی غفور رحیم ہیں۔

عصا کا سانپ بن جانا یہ ایک معجزہ عطا فرما کر دوسرے معجزے کے لئے ارشاد ہوا:

وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۣ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ ۔ اور داخل کیجئے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں تو پھر نکالو تو وہ سفید نکلے گا بے عیب یہ ایک نشانی ہے منجملہ نو نشانیوں کے جو فرعون اور اس کی قوم کی طرف ہیں بے شک وہ قوم فاسقوں میں ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حسب الحکم ان میں تشریف لے گئے۔ معجزات دکھائے حتیٰ کہ دل میں تو مان

گئے مگر اپنی سرکشی سے

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖۗ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۔

کہنے لگا جس کی تفسیر اس سے پہلی سورۃ شعراء میں گزر گئی اس لئے یہاں تمثیلاً بیان فرما کر قصہ کو مختصر فرمایا گیا اور ارشاد ہوا:

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۳﴾ وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴﴾ ۔

تو جب ان کے پاس وہ آئے آنکھیں کھول دینے والا نشان لے کر تو کہنے لگے یہ تو صاف جادو ہے اور سختی سے انکار کیا حالانکہ دل میں مان چکے تھے تو دیکھو فسادیوں کا کیا انجام ہوا

مختصر تفسیر اردو رکوع اول۔سورۃ نمل۔پ ۱۹

اس سورۃ مبارکہ کا نام درمنثور میں سورۃ سلیمان علیہ السلام بھی ہے۔

یہ سورۃ مکیہ ہے جیسا کہ ابن عباس اور ابن زبیر علیہم رضوان سے مروی ہے۔

بعض اس طرف ہیں کہ اس کی بعض آیتیں مدنیہ ہیں۔

اور اس کی آیتوں میں سے ۹۰ آیت حجازی اور چار بصری وشامی اور تین کوفی گنائی ہیں۔

اس میں قصہ داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے ساتھ قصہ لوط علیہ السلام کو بھی مفصل بیان کیا ہے اور یہ سب قصے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تسلیہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طٰسٓ۔یہ فواتح کلام کے لئے مقطعات سے لایا گیا۔

اس کے تاویلی معنی ہو سکتے ہیں جیسا کہ ہم خلاصہ تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔حقیقی معنی کے لئے مفسرین یہی فرماتے ہیں کہ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ اللہ اور اس کا رسول ہی اس کی مراد جانتے ہیں یا وہ جانتے ہیں جن کی شان عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ فرمایا گیا۔یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

تِلْكَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱﴾ ۔یہ آیتیں قرآن اور روشن کتاب کی ہیں۔

اس میں اشارہ اس سورہ مبارکہ کی طرف ہے گویا فرمایا کہ یہ آیات قرآنی اس قرآن کریم سے ہیں جس کے کمالات وہ ہیں جس کی نہایت نہیں۔

وَ كِتَابٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱﴾ ۔اور کتاب مبین فرما کر اس قرآن کریم کے ساتھ عطف فرمایا۔

هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲﴾ ۔اس میں ہدایت اور مومنین کے لئے بشارت ہے۔

جیسے دوسری جگہ فرمایا: فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ۔گویا فرمایا کہ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ۔

اور اس ہدایت وبشارت میں مومنین کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہی منتفع ہو سکتے ہیں اگرچہ ہدایت عام ہوتی ہے لیکن مومنین کا ایمان میں خاص حصہ ہوتا ہے پھر ان کی صفت فرمائی:

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۳ ۔وہ جو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور آخرت پر یقین کریں۔

یہ صفت مومنین فرمائی گئی کہ وہ اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کے پابند ہوتے ہیں کہ یہ عمل صالح ہے کہ اس میں عبادت بدنیہ اور مالیہ دونوں ہیں اور یقین بالآخرت اس لئے کہ ایقان بالآخرت ہی مستلزم خوف ہے اگر آخرت پر ایمان نہ ہو تو خوف کس چیز کا تو عبادت بدنی کے ساتھ عبادت مالی اور ان کے ساتھ ایمان بالآخرت لازمی ہوا۔

گویا فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان بالآخرت کے ساتھ اعمال صالحہ اقامت صلوٰۃ وایتاء زکوٰۃ بھی کرتے ہیں۔

اسی بنا پر اشارۃً یہ بھی مستفاد ہوا کہ اِنَّ الْمُؤْمِنَ الْعَاصِیَ لَمْ یُوْقِنْ بِالْاٰخِرَةِ حَقَّ الْاِیْقَانِ۔

مومن عاصی آخرت پر پورا ایقان و ایمان نہیں رکھتا اگرچہ یہ معتزلہ کا عقیدہ ہے لیکن بظاہر یہ امر قرین تسلیم ہے جس کی تائید آئندہ آیتوں سے ہوتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۴ ۔وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے کوتک انہیں پسندیدہ کر دیئے گئے ہیں اور وہ اسی وہم باطل میں متردد و متحیر ہیں۔

یہاں زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فرمایا گیا جس کے یہ معنی ہوئے کہ ہم نے انہیں ان کے عمل ان کی نظروں میں بچا دیئے ہیں کہ وہ اس بدعملی میں متردد و متحیر ہیں۔

لیکن دوسری آیات میں ارشاد ہے وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ اور زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ اور زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور مومنین کے حق میں ارشاد ہوا حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ اور کافروں کے لئے زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فرمایا یہ باعتبار تخلیق ارشاد ہے اس لئے کہ خالق خیر وشر اللہ تعالیٰ ہی ہے تو جنہیں برائی جچی وہ بھی باعتبار تخلیق اور جنہیں نیکیاں پسند آئیں وہ بھی باعتبار تخلیق ہیں۔اس کے بعد مشرکین کا اخروی مقام بیان فرمایا:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۵ ۔

یہ کافر وہ ہیں جن کے لئے دنیا اور آخرت میں برا عذاب ہے اور آخرت میں وہ بڑے نقصان میں ہیں۔

دنیا میں تو یہ کہ وہ قتل کئے جائیں اور قید ہوں یا سکرات موت کی شدت میں مبتلا ہوں اور آخرت میں اخسر باین اعتبار کہ مِنْ حَیْثُ اِنَّ عَذَابَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ غَیْرُ مُنْقَطِعٍ اَصْلًا وَ عَذَابَهُمْ فِی الدُّنْیَا مُنْقَطِعٌ عذاب آخرت کبھی منقطع نہ ہوگا یہ بڑا خسران ہے اور عذاب دنیا منقطع ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے۔قرآن کریم کا قطعی یقینی من جانب اللہ عزوجل ہونے پر ارشاد ہے:

وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝۶ ۔اور بے شک اے محبوب آپ کو قرآن عطا کیا گیا حکیم وعلیم کے پاس سے۔

حَیْثُ قَالَ وَ اِنَّکَ لَتُعْطَی الْقُرْاٰنَ۔اور یہ بذریعہ روح الامین نازل کیا گیا۔اس کے بعد اجمالاً قصہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف توجہ فرما کر بتایا کہ ان پر بھی ہماری وحی اور معجزات نازل ہوئے۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا۔ یاد فرمایئے جبکہ کہا موسیٰ نے اپنی بیوی سے میں نے آگ دیکھی ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خُوْطِبَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اُمِرَ بِتِلَاوَةِ بَعْضٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ الَّذِیْ تَلَقَّاهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا اور تلاوت قرآن کریم کا حکم دیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا اور فرمایا: اُذْكُرْ وَقْتَ قَوْلِ مُوْسٰى عَلَیْهِ السَّلَامُ لِاَهْلِهٖ یاد کیجئے اس وقت کو جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی کو کہا:

اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا گیا جو آپ جانتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم نے کیا کیا۔

سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۔

ابھی لاتا ہوں وہاں سے کوئی خبر یا لاتا ہوں تمہارے لئے چنگاری چمکتی۔ تاکہ تم تاپ سکو۔ اس پر واقعہ یہ بیان ہے:

كَانَ فِیْ اَثْنَاءِ سَیْرِهٖ خَارِجًا مِّنْ مَّدْیَنَ عِنْدَ وَادِیْ طُوٰى وَ كَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَدْ حَادَ عَنِ الطَّرِیْقِ فِیْ لَیْلَةٍ بَارِدَةٍ مُظْلِمَةٍ فَقَدَحَ فَاَصْلَا زَنْدُهٗ فَبَدَا لَهٗ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا وَالْمُرَادُ بِالْخَبَرِ الَّذِیْ یَاْتِیْهِمْ بِهٖ مِنْ جِهَةِ النَّارِ اَلْخَبَرُ عَنْ حَالِ الطَّرِیْقِ لِاَنَّ مَنْ یَّذْهَبُ بِضَوْءِ نَارٍ عَلَى الطَّرِیْقِ یَكُوْنُ كَذٰلِكَ۔

آپ جب مدین سے بہ اجازت شعیب علیہ السلام نکلے تو وادیٔ طویٰ میں آ گئے اور آپ اندھیری رات میں راستہ بھول گئے سرد رات تھی سخت اندھیری تھی تو آپ نے ادھر نظر دوڑائی تو طور کی طرف آگ نظر آئی۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اس بنا پر تھا کہ اندھیری رات میں جب کہیں روشنی نظر آ جائے تو اس کے ذریعہ راستہ کا حال معلوم کر لیا کرتے ہیں۔ تو آپ نے بیوی کے توحش اور پریشانی کے دور کرنے کے لئے فرمایا:

اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ۔ اگر خبر نہ ملی اور راستہ کا پتہ نہ چلا تو تمہارے لئے چنگاری لے آؤں گا۔

اس لئے کہ یہ واقعہ چلتے ہوئے ہوا وَقَدْ ضَلَّ عَنِ الطَّرِیْقِ فَمَقْصُوْدُهٗ اَنْ یَّجِدَ اَحَدًا یَّهْدِیْ اِلَى الطَّرِیْقِ فَیَسْتَمِرُّ فِیْ سَفَرِهٖ۔ اور آپ راستہ بھول گئے تھے تو مقصود بیان یہ تھا کہ اگر کوئی آدمی مل گیا تو راستہ بتا دے گا اور آپ سفر کرتے رہیں گے۔

فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ یَقْتَبِسِ النَّارِ وَ یُوْقِدُهَا وَیَدْفَعُ ضَرَرًا لُبَرْدِ فِی الْاِقَامَةِ۔ اور اگر کوئی آدمی نہ ملا تو کم از کم وہاں سے آگ کا انگارا لاکر یہاں آگ سلگا لیں گے جس سے سردی کی تکلیف رفع ہو سکے گی۔

قَدْ وَرَدَ فِی الْقِصَّةِ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانَ قَدْ وُلِدَ لَهٗ عِنْدَ الطُّوْرِ ابْنٌ فِیْ لَیْلَةٍ شَاتِیَةٍ وَ ظُلْمَةٍ مُّثْلَجَةٍ وَ قَدْ ضَلَّ الطَّرِیْقَ وَانْفَرَقَتْ مَا شِیَتُهٗ فَرَاَى النَّارَ فَقَالَ لِاَهْلِهٖ مَا قَالَ۔

اور اس قصہ میں یہ بھی واقعہ ہوا کہ آپ کے صاحبزادے طور کے پاس متولد ہو گئے اور رات سخت سرد اور اندھیری تھی جس پر برف پڑ رہی تھی اور راستہ بھی بھلا چکے تھے اور راہ چلنے والوں سے علیحدہ بھی ہو چکے تھے آپ نے آگ روشن دیکھی تو اپنی بیوی کو فرمایا جو فرمایا۔

لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۔ اَیْ رِجَاءَ اَوْ لِاَجْلِ اَنْ تَسْتَدْفِئُوْا بِهَا۔ اور صَلٰوة بِالْكَسْرِ اَوْ بِالْفَتْحِ الدُّنُوُّ

مِنَ النَّارِ لِتَسْخِيْنِ الْبَدَنِ۔ صلوٰۃ عربی میں آگ کے قریب ہونے کو کہتے ہیں۔ بدن گرم کرنے کو۔ پھر کیا ہوا اسے فرماتے ہیں:

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑧۔

توجب آئے موسیٰ اس آگ پر تو آواز دی گئی اے موسیٰ (علیہ السلام) برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے یعنی فرشتے اور پاکی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا۔

يٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨ ۔اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں ہی ہوں اللہ عزت والا اور حکمت والا پھر حکم ہوا۔

وَاَلْقِ عَصَاكَ۔ اور اپنا عصا ڈال دے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم الٰہی عصا ڈال دیا اور پھر اس کو دیکھا۔

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ۔ تو اسے دیکھا لہراتا ہوا گویا سانپ ہے۔

وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ۔ پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا تو باری تعالیٰ سے حکم ہوا:

يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ⑩ ۔اے موسیٰ ڈر نہیں بے شک میرے حضور رسولوں کو ڈر نہیں ہوتا۔ یعنی جب میں امن دے چکا تو پھر سانپ کا یا اور کسی چیز کا خوف نہیں ہونا چاہئے۔

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑪ ۔ہاں جو کوئی زیادتی کرے اس کو ڈر ہوگا اور وہ بھی جب توبہ کرے اور اپنی برائی بھلائی سے بدل لے تو بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور توبہ قبول فرما کر بخش دیتا ہوں۔

اس کے متعلق متعدد قول ہیں:

۱- اِلَّا مَنْ ظَلَمَ۔ میں استثناء منقطع ہے چنانچہ فراء اور زجاج رحمہما اللہ کہتے ہیں: اِنَّ الْمُرَادَ بِمَنْ ظَلَمَ مَنْ اَظْلَمَ مِنْ غَيْرِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ اس جگہ مَنْ ظَلَمَ سے مراد غیر انبیاء علیہم السلام ہیں۔

۲- قَالَ صَاحِبُ الْمَطْلَعِ وَالْمَعْنٰى عَلَيْهِ لٰكِنْ مَنْ اَظْلَمَ مِنْ سَائِرِ الْعُصَاةِ ثُمَّ تَابَ فَاِنِّيْ اَغْفِرُلَهٗ۔ جو بھی بندوں میں سے ظلم یا گناہ کرے پھر توبہ کر لے تو میں معاف کر دیتا ہوں۔

۳- اور ایک جماعت اس طرف ہے: اِنَّ الْمُرَادَ بِهٖ مَنْ فَرَطَتْ مِنْهُ صَغِيْرَةٌ مَّا وَصَدَرَ مِنْهُ خِلَافُ الْاَوْلٰى بِالنِّسْبَةِ اِلٰى شَاْنِهٖ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ اس سے یہ مراد لینا کہ کسی صغیرہ کا ارتکاب ہو گیا ہو کسی نبی سے یہ خلاف اولیٰ ہے شان نبوت کی طرف ایسی بات منسوب کرنا۔

۴- چوتھا قول یہ ہے: مَا يَخْتَلِجُ فِي الصَّدْرِ مِنْ نَفْيِ الْخَوْفِ عَنْ كُلِّهِمْ وَ فِيْهِمْ مَّنْ صَدَرَ فِيْهِ ذَالِكَ وَ الْمَعْنٰى عَلَيْهِ لٰكِنْ مَّنْ صَدَرَ مِنْهُ مِنْهُمْ مَّا هُوَ فِيْ صُوْرَةِ الظُّلْمِ ثُمَّ تَابَ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ فَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّخَافَ۔ دل میں کوئی ایسا وسوسہ آیا اس کے خائف ہونے کی نفی کی گئی تو معنی یہ ہوئے کہ اگر دل میں سے ایسی بات کا صدور ہو جو مرتبہ نبوت کے اعتبار سے انصاف و عدل نہ ہو اور اس سے وہ اپنے مرتبہ کے موافق توبہ کرے تو میں غفور رحیم ہوں۔ اور ایسا توسوس بھی اگر ہوا ہو تو قبل نبوت ہی ہوگا وَ خَصَّ بَعْضُهُمْ بِمَنْ صَدَرَ مِنْهُ شَيْءٌ مِّنْ ذَالِكَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ۔

۵- ایک قول یہ ہے کہ یہ تعریضاً فرمایا گیا جو موسیٰ علیہ السلام سے ایک قبطی کے طمانچہ مار دینے کا واقعہ ہو گیا تھا جسے آپ اپنے خیال میں بالنسبۃ الی المرتبہ گناہ تصور فرما رہے تھے اور استغفار کر رہے تھے اور آپ نے ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فرمایا تھا اس سے مطمئن کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اول تو آپ نے اسے بارادہ قتل طمانچہ نہیں مارا۔ دوسرے ایسے حال میں مارا کہ آپ کو اپنی قوت کا علم نہ تھا۔ تیسرے ایک فرعونی سرکش کو مارا تھا تو یہ گناہ کسی طرح نہ تھا مگر باوجود اس کے آپ اسے بھی اپنے مرتبہ عصمت کے خلاف تصور فرما رہے تھے تو گویا آپ کو ارشاد ہوا: اِلَّا مَنْ فَرَطَتْ مِنْهُ صَغِيْرَةٌ فَاِنَّهٗ يَخَافُ فَمَنْ فَرَطَ ثُمَّ تَابَ غُفِرَ لَهٗ فَلَا يَخَافُ۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ انبیاء کرام سے قبل اعلان نبوت اور بعد اعلان نبوت قصداً صغیرہ کبیرہ گناہ کسی قسم کا ارتکاب نہیں ہو سکتا۔ آگے ارشاد ہے:

وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾ ۔ اور ڈالو اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں نکلے گا سفید چمکتا بغیر کسی تکلیف کے۔

فِيْ جَيْبِكَ پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ جَيْبِ قَمِيْصِكَ وَ هُوَ مَدْخَلُ الرَّأْسِ مِنْهُ الْمَفْتُوْحُ اِلَى الصَّدْرِ۔ قمیص کا گریبان جس سے سر داخل کرتے ہیں جو سینہ تک کھلا ہوتا ہے لَا مَا يُوْضَعُ فِيْهِ الدَّرَاهِمُ۔ نہ کہ وہ جیب جس میں روپیہ پیسہ رکھا جاتا ہے۔

وَلَمْ يَقُلْ سُبْحٰنَهٗ فِيْ كُمِّكَ لِاَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَابِسًا اِذْ ذَاكَ دِرْعَةً مِّنْ صُوْفٍ لَا كُمَّ لَهَا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اپنا ہاتھ اپنی آستین میں ڈالو اس لئے کہ آپ اس وقت پشمینہ کی چادر پہنے ہوئے تھے اس میں آستین نہیں ہوتی۔

اور ایک قول میں ہے جسے سدی رحمہ اللہ نے کہا: فِيْ جَيْبِكَ اَیْ تَحْتَ اِبِطِكَ۔ جیب سے مراد بغل میں ہاتھ داخل کرنا ہے۔

تَخْرُجْ بَيْضَآءَ۔ نکلے گا سفید چمکتا ہوا۔ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ۔ بغیر کسی تکلیف کے فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ۔ نو معجزوں میں۔ اور وہ نو معجزے یہ ہیں: فلق بحر، طوفان، جراد، قمل، ضفادع، دم، طمس (یعنی صورت مسخ ہو جانا)، عصا، ید بیضا۔

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ۔ فرعون کی طرف اور اس کی قوم کے لئے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾۔ بے شک وہ قوم فاسق تھی۔

وَالْمُرَادُ بِالْفِسْقِ اَمَّا الْخُرُوْجُ عَمَّا اَلْزَمَهُمْ وَاَمَّا الْخُرُوْجُ عَمَّا اَلْزَمَهُ الْعَقْلُ وَاقْتِضَاءُ الْفِطْرَةِ۔ فسق سے مراد یا تو خروج ہے ان احکام سے جو ان پر لازم کئے گئے تو گویا بے حکمی جماعت یا عقل و فطرت جو ان پر لازم کر رہی تھی اس سے خارج ہونا۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ ج ۔ تو جب آئیں ان کے پاس ہماری نشانیاں آنکھیں کھول دینے والی بولے یہ تو کھلا جادو ہے۔ (تو معجزہ کو جادو کہہ دیا)

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع -

اور انکار کیا اس سے اور ان کے دلوں میں اس کا یقین تھا اور وہ جانتے تھے کہ بے شک یہ نشانیاں اللہ کی طرف سے ہیں لیکن باوجود اس کے اپنی زبانوں سے انکار کرتے رہے از روئے ظلم اور تکبر کے تو دیکھو کیسا انجام ہوا فسادیوں کا۔ (کہ غرق سے ہلاک ہوئے) اور انواع واقسام کے عذابوں میں مبتلا کیے گئے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع - سورۃ نمل - پ ۱۹

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾	اور بے شک دیا ہم نے سلیمان کو بڑا علم اور دونوں نے کہا سب خوبیاں اللہ کو ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی
وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾	اور جانشین ہوئے، سلیمان داؤد کے اور کہا اے لوگو ہمیں سکھائی گئی پرندوں کی بولی اور ہر چیز میں سے ہمیں عطا ہوا بے شک یہی ہے اس کا بڑا فضل
وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾	اور جمع کیے گئے سلیمان کے لئے اس کے لشکر جنوں اور آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے تھے
حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾	حتیٰ کہ جب گئے چیونٹیوں کے نالہ پر ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو اپنے بلوں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالے سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں
فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾	تو متبسم ہوا ہنسنے والا اور عرض کی اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر کیا اور میرے والدین پر اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جو تیری رضا کا موجب ہوں اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کر
وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾	اور پرندوں کا جائزہ لیا تو بولا مجھے کیا ہوا کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا یا وہ واقعی حاضر نہیں
لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾	میں ضرور اسے سخت عذاب کروں گا یا ذبح کر دوں گا یا کوئی روشن سند میرے پاس لائے
فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾	تو ہدہد کو زیادہ دیر نہ لگی اور آ کر بولا میں وہ بات لایا ہوں سبا سے ایک یقینی خبر
اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾	میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر چیز سے ملا ہے اور اس کا تخت بہت بڑا ہے

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾

میں نے اسے پایا اور اس کی قوم کو کہ اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کا یہ عمل ان کی نظر میں بچا دیا اور انہیں سیدھی راہ سے روک دیا تو وہ راہ نہیں پاتے

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾

اللہ ہے نہیں کوئی معبود اس کے سوا وہ رب عرش عظیم ہے

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

سلیمان نے فرمایا اب ہم دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹا ہے

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾

لے جا یہ میرا نامہ اور ڈال اس پر پھر الگ ہو کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾

بولی شہزادی اے میرے سردارو بے شک میری طرف ڈالا گیا ایک عزت والا خط

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾

کہ وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے جو مہربان رحم والا ہے

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو اور گردن جھکا کر میرے حضور حاضر آؤ

حل لغات دوسرا رکوع۔سورۂ نمل۔پ ۱۹

وَ۔اور	لَقَدْ۔بے شک	اٰتَيْنَا۔دیا ہم نے	دَاوٗدَ۔داؤد
وَ۔اور	سُلَيْمٰنَ۔سلیمان کو	عِلْمًا۔علم	وَ۔اور
قَالَا۔کہا دونوں نے	الْحَمْدُ۔سب تعریفیں	لِلّٰهِ۔اللہ کو ہیں	الَّذِيْ۔جس نے
فَضَّلَنَا۔بزرگی دی ہم کو	عَلٰى۔اوپر	كَثِيْرٍ۔بہت سے	مِّنْ عِبَادِهِ۔اپنے بندوں
الْمُؤْمِنِيْنَ۔مومنوں پر	وَ۔اور	وَرِثَ۔وارث ہوا	سُلَيْمٰنُ۔سلیمان
دَاوٗدَ۔داؤد کا	وَ۔اور	قَالَ۔کہا	يٰٓاَيُّهَا۔اے
النَّاسُ۔لوگو	عُلِّمْنَا۔ہم سکھائے گئے	مَنْطِقَ۔بولی	الطَّيْرِ۔پرندوں کی
وَ۔اور	اُوْتِيْنَا۔دیئے گئے ہم	مِنْ كُلِّ۔ہر ایک	شَيْءٍ۔چیز
اِنَّ۔بے شک	هٰذَا۔یہ	لَهُوَ۔وہ ہے	الْفَضْلُ۔بزرگی
الْمُبِيْنُ۔ظاہر	وَ۔اور	حُشِرَ۔اکٹھا کیا گیا	لِسُلَيْمٰنَ۔سلیمان کے لئے

جُنُوْدُهٗ۔اس کا لشکر	مِنَ الْجِنِّ۔جنوں	وَ۔اور	الْاِنْسِ۔انسانوں
وَ۔اور	الطَّيْرِ۔پرندوں سے	فَهُمْ۔تو وہ	يُوْزَعُوْنَ۔روکے جاتے تھے
حَتّٰى۔یہاں تک کہ	اِذَآ۔جب	اَتَوْا۔آئے	عَلٰى۔اوپر
وَادِ۔وادی	النَّمْلِ۔چیونٹیوں کے	قَالَتْ۔بولی	نَمْلَةٌ۔ایک چیونٹی
يٰۤاَيُّهَا۔اے	النَّمْلُ۔چیونٹیو	ادْخُلُوْا۔داخل ہو جاؤ	مَسٰكِنَكُمْ۔اپنے بلوں میں
لَا۔نہ	يَحْطِمَنَّكُمْ۔روندے تم کو	سُلَيْمٰنُ۔سلیمان	وَ۔اور
جُنُوْدُهٗ۔اس کا لشکر	وَ۔اور	هُمْ۔وہ	لَا۔نہ
يَشْعُرُوْنَ۔جانتے ہوں	فَتَبَسَّمَ۔تو تبسم کیا	ضَاحِكًا۔ہنستے ہوئے	مِّنْ قَوْلِهَا۔اس کی بات سے
وَ۔اور	قَالَ۔کہا	رَبِّ۔اے میرے رب	اَوْزِعْنِيْۤ۔مجھے توفیق دے
اَنْ۔یہ کہ	اَشْكُرَ۔میں شکر کروں	نِعْمَتَكَ۔تیری نعمت کا	الَّتِيْۤ۔وہ جو
اَنْعَمْتَ۔تو نے انعام کیا	عَلَيَّ۔مجھ پر	وَ۔اور	عَلٰى۔اوپر
وَالِدَيَّ۔میرے ماں باپ کے	وَ۔اور	اَنْ۔یہ کہ	اَعْمَلَ۔میں کام کروں
صَالِحًا۔نیک	تَرْضٰىهُ۔جسے تو پسند کرے	وَ۔اور	اَدْخِلْنِيْ۔داخل کر مجھے
بِرَحْمَتِكَ۔اپنی رحمت سے	فِيْ۔بیچ	عِبَادِكَ۔اپنے بندوں	الصّٰلِحِيْنَ۔نیکوں کے
وَ۔اور	تَفَقَّدَ۔جائزہ لیا	الطَّيْرَ۔پرندوں کا	فَقَالَ۔تو کہا
مَا۔کیا ہے	لِيَ۔مجھے کہ	لَاۤ۔نہیں	اَرَى۔دیکھتا میں
الْهُدْهُدَ۔ہدہد کو	اَمْ۔یا	كَانَ۔ہے وہ	مِنَ الْغَآىٕبِيْنَ۔غیر حاضروں
میں سے	لَاُعَذِّبَنَّهٗ۔ضرور سزا دوں گا میں اسے		عَذَابًا۔سزا
شَدِيْدًا۔سخت	اَوْ۔یا	لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ۔ذبح کردوں گا میں اسے	
اَوْ۔یا	لَيَاْتِيَنِّيْ۔وہ لائے گا میرے پاس		بِسُلْطٰنٍ۔کوئی دلیل
مُّبِيْنٍ۔روشن	فَمَكَثَ۔تو ٹھہرا وہ	غَيْرَ بَعِيْدٍ۔تھوڑا سا	
فَقَالَ۔تو کہا	اَحَطْتُّ۔میں نے معلوم کیا	بِمَا۔وہ جو	لَمْ تُحِطْ۔نہ جانا آپ نے
بِهٖ۔اس کو	وَ۔اور	جِئْتُكَ۔لایا میں آپ کے پاس	مِنْ سَبَاٍ۔سبا سے
بِنَبَاٍ۔خبر	يَّقِيْنٍ۔یقینی	اِنِّيْ۔بے شک میں نے	وَجَدْتُّ۔دیکھی
امْرَاَةً۔ایک عورت	تَمْلِكُهُمْ۔جو ان پر حکومت کرتی ہے		وَ۔اور
اُوْتِيَتْ۔دی گئی ہے	مِنْ كُلِّ۔ہر ایک	شَيْءٍ۔چیز	وَّ۔اور
لَهَا۔اس کا	عَرْشٌ۔تخت ہے	عَظِيْمٌ۔بہت بڑا	وَجَدْتُّهَا۔میں نے پایا
اس کو	وَ۔اور	قَوْمَهَا۔اس کی قوم کو	يَسْجُدُوْنَ۔سجدہ کرتے ہیں

لِلشَّمْسِ۔سورج کو	مِنْ دُوْنِ۔سوائے	اللّٰهِ۔اللہ کے	وَ۔اور
زَيَّنَ۔خوشنما بنایا	لَهُمُ۔ان کے لئے	الشَّيْطٰنُ۔شیطان نے	اَعْمَالَهُمْ۔ان کے عملوں کو
فَصَدَّهُمْ۔تو روک دیا اس نے ان کو		عَنِ السَّبِيْلِ۔راہ سے	فَهُمْ۔تو وہ
لَا۔نہیں	يَهْتَدُوْنَ۔راہ پاتے	اَلَّا۔کیوں نہیں	يَسْجُدُوْا۔سجدہ کرتے
لِلّٰهِ۔اللہ کو	الَّذِيْ۔جو	يُخْرِجُ۔نکالتا ہے	الْخَبْءَ۔پوشیدہ چیزوں کو
فِي۔بیچ	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَ۔اور	الْاَرْضِ۔زمین کے
وَ۔اور	يَعْلَمُ۔جانتا ہے	مَا۔جو	تُخْفُوْنَ۔تم چھپاتے ہو
وَ۔اور	مَا۔جو	تُعْلِنُوْنَ۔ظاہر کرتے ہو	اَللّٰهُ۔اللہ ہے
لَآ۔نہیں	اِلٰهَ۔کوئی معبود	اِلَّا۔مگر	هُوَ۔وہی
رَبُّ۔رب ہے	الْعَرْشِ۔عرش	الْعَظِيْمِ۔بڑے کا	قَالَ۔فرمایا
سَنَنْظُرُ۔ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ		اَ۔کیا	صَدَقْتَ۔تو نے سچ کہا
اَمْ۔یا	كُنْتَ۔ہے تو	مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔جھوٹوں میں سے	
اِذْهَبْ۔لے جا	بِّكِتٰبِيْ۔میرا خط	هٰذَا۔یہ	فَاَلْقِهْ۔تو ڈال اس کو
اِلَيْهِمْ۔ان کی طرف	ثُمَّ۔پھر	تَوَلَّ۔الگ ہو	عَنْهُمْ۔ان سے
فَانْظُرْ۔تو دیکھ	مَاذَا۔کیا	يَرْجِعُوْنَ۔جواب دیتے ہیں	قَالَتْ۔بولی
يٰۤاَيُّهَا۔اے	الْمَلَؤُا۔سردارو	اِنِّيْۤ۔بے شک	اُلْقِيَ۔ڈالا گیا ہے
اِلَيَّ۔میری طرف	كِتٰبٌ۔ایک خط	كَرِيْمٌ۔عزت والا	اِنَّهٗ۔بے شک وہ
مِنْ سُلَيْمٰنَ۔سلیمان کی طرف سے ہے		وَ۔اور	اِنَّهٗ۔بے شک وہ
بِسْمِ۔ساتھ نام	اللّٰهِ۔اللہ	الرَّحْمٰنِ۔مہربان	الرَّحِيْمِ۔رحم والے کے ہے
اَلَّا۔یہ کہ نہ	تَعْلُوْا۔سرکشی کرو	عَلَيَّ۔مجھ پر	وَ۔اور
اْتُوْنِيْ۔آجاؤ میرے پاس	مُسْلِمِيْنَ۔فرمانبردار ہو کر		

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔سورۂ نمل۔پ ۱۹

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾

اور بے شک دیا ہم نے داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو علم اور دونوں نے کہا سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں فضیلت عطا کی بہت سے نیک ایمان والے بندوں پر۔

یہ اس سورۂ مبارکہ میں دوسرا قصہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا فرمایا گیا۔

قرآن کریم میں یہ قصہ اتنی وضاحت سے بیان ہوا کہ یہود و نصاریٰ کو ان کی کتابوں سے معلوم نہ تھا اس علیم و حکیم نے اس قصہ کی ابتداء فرمائی اور ان الفاظ میں شروع کیا کہ ہم نے داؤد و سلیمان علیہما السلام کو علم دیا اور آپ کا علم اور آپ کی دانش مندی

ضرب المثل ہے آپ نے اس کے شکریہ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمایا۔

یہاں تک تو بیان میں اجمال تھا اس کے بعد تفصیل شروع فرمائی۔

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ۔ اور وارث ہوئے سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے۔

اس وراثت میں مفسرین کے چند اقوال ہیں:

ایک جماعت تو اس طرف ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے بایں معنی وارث ہوئے کہ جو علم و دانش حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا ہوا وہ جو نبوت آپ کو ملی وہی سب کچھ سلیمان علیہ السلام کو ملا۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ علم و دانش، نبوت یہ ورثہ نہیں ہو سکتے بلکہ مبداء فیاض سے ان کا افاضہ ہوتا ہے بنابریں اسے ورثہ کہنا بایں معنی صحیح ہو سکتا ہے جیسے باپ کے کمالات اگر بیٹے میں ہوں تو بول دیتے ہیں کہ باپ دادا کا ورثہ ہے جو انہیں بھی ملا ورنہ یہ وہ ورثہ نہیں جو شرعی اصطلاح میں متروکہ اب سے ملتا ہے۔

یہی قول جمہور کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔

ایک جماعت اس طرف ہے کہ ورثہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک و سلطنت کا ورثہ ملا مگر فِیْهِ مَا فِیْهِ وَلَا یَخْفٰی عَلَی الْفَقِیْهِ۔

پھر ارباب سیر نے اس میں بہت کچھ رنگ آمیزی کی جسے ہم تفسیر سے متعلق نہیں سمجھتے۔

وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾۔

اور فرمایا لوگو ہم سکھائے گئے ہیں پرندوں کی بولیاں اور دیئے گئے ہیں ہر شے میں سے بے شک یہ فضل ہے روشن۔

اس کی تفصیل آئندہ آیتوں میں فرمائی جاتی ہے۔

وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾۔

اور جمع کیا گیا سلیمان کے لئے اس کا لشکر جن وانس اور طیور سے تو وہ سب صف بستہ حاضر تھے۔

یعنی حکومت سلیمانی میں تین طرح کے لشکر تھے ایک جنوں کا دوسرا آدمیوں کا تیسرا پرندوں کا۔ جو تخت سلیمانی پر سایہ کرتا تھا ان کا سب کا جائزہ لینے کے لئے یہ سب محشور یعنی جمع کئے گئے۔

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗۙ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾۔ حتیٰ کہ جب وہ لشکر چیونٹیوں کے نالے میں آیا بولی ایک چیونٹی اے چیونٹیو اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ کہیں تمہیں روندنہ ڈالے سلیمانی لشکر اور اسے علم بھی نہ ہو۔

یہ ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ ایک بار آپ کا لشکر کسی ایسے مقام پر سے گزرا جہاں چیونٹیوں کے بکثرت بل تھے اور وہ زمین پر پھر رہی تھیں تو ان میں سے ایک چیونٹی نے کہا کہ تم سب اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ کہیں بے خبری میں ان کے پاؤں کے روندن میں تم نہ روندی جاؤ۔

یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام کو مسموع ہوگئی اس لئے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے علوم عطا فرمائے تھے۔

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا۔ تو آپ متبسم ہوئے اس کی اس بات پر۔

یہ تبسم اس پر تھا کہ چیونٹی یہ سمجھ رہی تھی کہ اس کی بات کو کوئی نہ سن سکے گا۔

دوسرے اس پر کہ اسے یہ معلوم ہی نہیں کہ سلیمان علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے کیا کیا علوم عطا فرمائے۔

تیسرے یہ تبسم اس مسرت پر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا بلند فرمایا کہ چیونٹی کی بات سے بھی میں خبردار ہو جاتا ہوں۔ اور آپ نے ان نعمتوں، رحمتوں اور عنایتوں پر بارگاہ رحمت میں عرض کیا:

وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾۔

"اور کہا اے میرے رب مجھے پابند کر دے اس پر کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہوں جو نعمتیں تو نے مجھ پر اور والدین کو عطا کیں اور ایسے نیک عمل کرتا رہوں جسے تو پسند کرے اور راضی ہو اور مجھے داخل کر اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں۔"

گویا اس تذکرے سے اس امر کا اظہار فرمایا کہ منعم کا شکر منعم علیہ کو کرنا چاہئے اور یہ سنت انبیاء کرام ہے۔

اسی وجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال ہوا کہ حضور! صلی اللہ علیک وسلم معصوم و مغفور ہیں پھر عبادات و نوافل میں اتنی محنت کیوں فرماتے ہیں تو فرمایا اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

اور اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو انسان کے احسان کا شکر گزار ہونے کی تعلیم دی اور فرمایا: مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ جو آدمی آدمی کا شکر گزار اور احسان مند نہیں وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہ ہوگا۔ اس کے بعد اصلی قصہ شروع فرمایا:

وَتَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَالِیَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآىٕبِیْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ لَاۡاَذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۱﴾۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی تو فرمایا کیا بات ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا کیا وہ غائب اور غیر حاضر ہے (اگر وہ نہیں ہے تو) میں اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس غیر حاضری کی کوئی نہایت روشن وجہ بیان کرے۔

یعنی آپ کے لشکر میں پرند بھی تھے ان کے تفقد و تتبع میں آپ کو معلوم ہوا کہ ہد ہد آج غائب ہے تو آپ نے فرمایا وہ یا تو معقول عذر پیش کرے ورنہ میں اسے سزا دوں گا بلکہ ذبح ہی کر ڈالوں گا۔ یعنی سزائے موت دوں گا۔

فَمَكَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ فَهُمْ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۶﴾۔

فَمَكَثَ تو ٹھہرے بہت کم غَیْرَ بَعِیْدٍ یعنی لمبا وقت نہیں۔ یعنی تھوڑی دیر میں ہد ہد حاضر ہو گیا اور اس نے عرض کیا میں وہ معلومات لے کر آیا ہوں جو حضور کو اس سے پہلے نہیں تھیں اور ملک سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ یعنی وہاں میں نے ایک عورت پائی جو سبا پر حکمران ہے اور اسے ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں اور اس کا تخت تو بہت ہی بڑا ہے۔ میں نے

اس عورت کو اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتی ہے اور شیطان نے ان کے دل میں اسی عبادت کو جچا دیا ہے اور سیدھے راستہ سے ان کو روک رکھا ہے تو وہ راہ نہیں پاتے اور اس طرف خیال بھی نہیں آتا کہ وہ اللہ کو سجدہ کیوں نہ کریں کہ جو آسمان اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کا آشکارا فرمانے والا ہے۔ اور ظاہر اور مخفی باتوں کا جاننے والا ہے وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔

ہدہد نے آ کر ملک سبا کی ملکہ بلقیس کا حال بیان کیا کہ اس کے پاس تمام ساز و سامان سلطنت ہے اور تخت تو اس کا نہایت ہی شاندار ہے جس پر وہ جلوس کرتی ہے اور اس میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ وہ آفتاب کی پوجا کرتی ہے اور اس کی رعایا بھی اسی شرک میں مبتلا ہے۔

اس لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قوم صابی تھی یا اسی قسم کا مروجہ مذہب تھا جو شیطانی مذہب تھا اسی لئے وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ کہا کہ ان کے اعمال خبیثہ شیطان نے ان کے دل میں جچا دیئے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمان اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ جب آسمانوں کے چھپے ہوئے ستارے اور آفتاب و ماہتاب چھپ جاتے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ دیکھ کر بھی انہیں کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا چاہیے۔

اور وہی قادر مطلق ہے کہ زمین کی چھپی ہوئی چیزیں انواع و اقسام کی جڑی بوٹیاں اور چنا، گندم، جوار، باجرہ، موٹھ، مٹر وغیرہ وغیرہ ظاہر فرماتا ہے اس میں ہدہد نے اپنی خوراک کی بھی وضاحت کر دی۔ اور

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ ۔ کہہ کر وجود الٰہی پر دلائل بیان کیے۔

ملک سبا کی حقیقت از تاریخ ابوالفداء عن ابی سعید المغربی

سبا یشجب کا بیٹا تھا اور وہ یعرب کا اور وہ قحطان کا بیٹا تھا اور قحطان تمام قبائل یمن کا باپ تھا۔ سبا کی بہت سی اولاد تھی اسی کے نام سے یمن میں ایک شہر سبا آباد ہوا جو صنعاء سے تین دن کے فاصلے پر ہے۔

بلقیس الہہ باد کی بیٹی تھی اور الہہ باد خرقیل کا بیٹا تھا وہ ذوی الاذعار کا وہ امریقشی کا وہ ذوی انمار کا جسے ابرہہ بھی کہتے تھے اور ابرہہ ضعب کا بیٹا تھا جسے ذوالقرنین کہتے تھے وہ حارث الارش کا بیٹا تھا جسے تبع اول کہتے۔ یہ حمیر کا حکمران تھا کئی پشت آگے چل کر اس کا نسب نامہ حمیر سے مل جاتا ہے۔

یہ سبا کا بیٹا تھا اسی سبا نے مآرب کی زمین پر ایک پختہ بند بنایا تھا اس میں پانی جمع کیا تھا اس سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکالی تھیں جس کے ذریعے ملک میں بڑی سرسبزی تھی۔ جس کا تذکرہ سورۃ سبا میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۔

لیکن اب اس فراوانی پر قوم نے ناشکری کی تو ان پر عذاب آیا کہ جس کی وجہ سے ملک برباد ہو گیا۔

اور شداد بن عاد بن سبا بھی سبا کی نسل میں سے تھا۔

بلقیس انہیں کے تخت پر بیٹھی تھی۔

اس قوم کی سلطنت بڑی شان و شوکت کی گزری ان کے آثار ابھی تک ملک یمن میں پائے جاتے ہیں۔ ہدہد کا بیان سن

کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾۔

فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تو سچا ہے یا جھوٹا۔ یعنی ملک سبا کی شہزادی کا حال بیان کرنے میں تو صادق ہے یا کاذب۔

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾۔

میرا نامہ یہ لے اور جا کر اس کی طرف ڈال دے پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا جواب لوٹاتی ہے۔

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾۔

نامہ کو پڑھ کر بلقیس نے کہا اے سردارو میری طرف ڈالا گیا ایک عزت والا نامہ جس کا یہ مضمون ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس ملکہ سبا کو نامہ

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾۔

یہ نامہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اللہ رحمٰن ورحیم کے نام کے ساتھ ہے۔

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَ اْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع ۔ مجھ پر تکبر اور بڑائی نہ کرو اور میرے پاس اسلام لا کر آ جاؤ۔

یعنی آپ نے سرنامہ پر اپنا نام لکھا جو عربی کے قاعدے میں لکھا کرتے ہیں جیسے حضور کے فرامین میں ہوتا تھا: مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى عَظِيْمِ الرُّوْمِ یا ہرقل یا کسریٰ۔

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے عہد میں اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ تحریر فرمایا اور پھر دعوت اسلام دی اور لکھا: اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَ اْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع ۔ تکبر نہ کرو اور گردن جھکا کر مسلمان ہو کر آ جاؤ۔

یہاں یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی تو یہ نامہ عربی میں کیسے لکھا اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے عبرانی میں نامہ لکھا ہو قرآن کریم نے عربی ہونے کی وجہ میں اس کا مفہوم عربی میں بیان فرما دیا لیکن سرنامہ پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ضرور لکھا گیا۔

اور یہ بھی ظاہر آیت سے واضح ہے کہ نامہ نامی ہدہد پرندلے کر گیا اور اس نے ملکہ سبا پر ڈالا اور اس شان کی ڈاک رسانی کی اہمیت سے متاثر ہو کر بلقیس نے سوچا کہ جس کی یہ اہمیت ہے کہ پرند اس کے زیر نگیں ہیں اس کی سلطنت بھی بڑی زبردست ہوگی اسی وجہ میں اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ کہا۔

اس کے بعد آئندہ رکوع میں اعیان دولت سے شوریٰ بلا کر مشورہ کرنے کا ذکر ہے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع - سورۃ نمل - پ ۱۹

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ ۔ اور بے شک دیا ہم نے داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو علم۔

یہاں سے کلام مستانف ہے کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے حَيْثُ قَالَ وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ گویا یوں ارشاد ہوا کہ

اٰتَيْنَا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا طَائِفَةً مِّنَ الْعِلْمِ لَائِقَةً بِهٖ مِنْ عِلْمِ الشَّرَائِعِ وَالْاَحْكَامِ وَ غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا

يَخْتَصُّ بِكُلٍّ مِّنْهُمَا كَصَنْعَةِ لَبُوْسٍ لَّكُمْ وَ مَنْطِقَ الطَّيْرِ۔

یعنی ہم نے ہر ایک انبیاء کی جماعت میں ان کے لائق علم شرائع اور احکام عطا فرمائے اس کے علاوہ جس کے ساتھ جوفن مختص تھا مثل لباس بنانے یا جانوروں کی زبان جاننے وغیرہ کے وہ بھی عطا کئے۔

وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵﴾۔

اور دونوں نے کہا سب تعریف اللہ تعالیٰ کو جس نے ہمیں فضیلت دی بہت سے مومن بندوں پر۔

صاحب کشاف فرماتے ہیں: اِنَّ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی عَلٰی كَثِیْرٍ اِنَّهُمَا فُضِّلَا عَلٰی كَثِیْرٍ وَ فُضِّلَ عَلَیْهِمَا كَثِیْرٌ۔ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ میں یہ حقیقت واضح فرمائی گئی ہے کہ داؤد وسلیمان علیہما السلام کو بہت سوں پر فضیلت عطا کی اور ان پر بہت سے انبیاء کو فضیلت دی۔

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ۔ اور وارث ہوئے سلیمان داؤد کے۔

اس وراثت پر چند اقوال ہیں:

۱- اَیْ قَامَ مَقَامَهٗ فِی النُّبُوَّةِ وَالْمُلْكِ وَ صَارَ نَبِیًّا مَّلِكًا بَعْدَ مَوْتِ اَبِیْهِ دَاوٗدَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ فَوِرَاثَتُهٗ اِیَّاهُ مَجَازًا عَنْ قِیَامِهٖ مَقَامَهٗ فِیْمَا ذُكِرَ بَعْدَ مَوْتِهٖ۔

یعنی آپ قائم مقام ہوئے نبوت وملک میں اور آپ بادشاہ نبی ہوئے بعد وفات اپنے باپ حضرت داؤد علیہما السلام تو گویا آپ مجازاً وارث ہوئے باعتبار قیام مقام داؤد علیہ السلام کے جیسا کہ ذکر بعد موت فرمایا گیا۔

۲- دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وراثت نبوت ہے مطلقاً فقط۔

۳- تیسرا قول یہ ہے کہ ملک کی وراثت مراد ہے فقط۔

۴- چوتھا قول حضرت حسن طبرسی سے ناقل ہیں کہ ائمہ اہل بیت تک یہ اصول رہا کہ وہ وارث اموال ہوئے۔ لیکن اس پر یہ تعقب کیا گیا کہ صحیح حدیث میں جب نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَآءِ لَا نُوْرَثُ موجود ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کسی کے وارث نہیں ہوتے تو پھر مالی وراثت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

وَ قَدْ ذَكَرَهُ الصِّدِّیْقُ وَالْفَارُوْقُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِحَضْرَةِ جَمْعٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَهُمُ الَّذِیْنَ لَا یَخَافُوْنَ فِی اللّٰهِ تَعَالٰی لَوْمَةَ لَائِمٍ وَلَمْ یُنْكِرْهُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَلَیْهِمَا۔

اور یہ حدیث صحابہ کرام میں حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما نے بیان فرمائی اور یہ وہ لوگ تھے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کنندہ کا خطرہ دل میں نہ لاتے تھے۔ صحابہ میں سے کسی نے اس حدیث سے انکار نہ کیا۔

اور ابوداؤد اور ترمذی حضرت ابودرداء سے راوی ہیں کہ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّ لَا دِرْهَمًا وَلٰكِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔

ابودرداء فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے بے شک علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء کرام درہم ودینار کی وراثت نہیں چھوڑتے لیکن وہ علم کی وراثت چھوڑتے ہیں تو جس نے علم دین سے لے

لیا اس نے کافی حصہ لے لیا۔

اور حضرات شیعہ کی حدیث کی کتاب کافی میں بھی محمد بن یعقوب رازی ابی البختری سے اور وہ حضرت عبداللہ بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی روایت کرتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ وراثت وراثت مالی نہیں تھی۔

اور علامہ کلینی ابوعبداللہ سے راوی ہیں: اِنَّ سُلَيْمَانَ وَرِثَ دَاوٗدَ وَاِنَّ مُحَمَّدًا وَرِثَ سُلَيْمَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سلیمان علیہ السلام کے وارث ہوئے۔

وَ اَيْضًا وِرَاثَةُ الْمَالِ لَا تَخْتَصُّ بِسُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِنَّهٗ كَانَ لِدَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِدَّةُ اَوْلَادٍ غَيْرَهٗ كَمَا رَوَاهُ الْكُلَيْنِيُّ عَنْهُ۔ اور کلینی یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ وراثت سلیمان علیہ السلام کی مال کے ساتھ مختص نہ تھی اس لئے کہ داؤد علیہ السلام کی متعدد اولادیں تھیں۔

اور اس کے علاوہ دوسری روایتیں بھی بتاتی ہیں کہ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ تُوُفِّيَ عَنْ تِسْعَةَ عَشَرَ ابْنًا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے وقت انیس صاحبزادے تھے۔

تو حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس صاحبزادے تھے تو صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تنہا میراث مالی کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔

اور لفظ وراثت غیر مال پر قرآن کریم میں شائع ہے جیسے ارشاد ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ۔

اور اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر مبارک بارہ یا تیرہ سال کی تھی حَيْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِيُّ وَكَانَ عُمْرُهٗ يَوْمَ تُوُفِّيَ دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً اَوْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے وصیت ملک فرمادی تھی جب کہ آپ کی عمر وہ تھی جو ذکر ہوئی۔

وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾۔

اور آپ نے تمام لوگوں میں اعلان فرمایا کہ اے لوگو ہمیں علم دیا گیا جانوروں کی زبان سمجھنے کا اور ہمیں ہر شے سے عطا ہوا بے شک یہ کھلا فضل ہے۔

چنانچہ آپ کے علم منطق الطیر کے متعلق روایتیں ہیں:

اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَّ عَلٰى بُلْبُلٍ فِيْ شَجَرَةٍ يُحَرِّكُ رَاْسَهٗ وَ يُمِيْلُ ذَنَبَهٗ فَقَالَ لِاَصْحَابِهٖ اَتَدْرُوْنَ مَا يَقُوْلُ قَالُوا اللّٰهُ وَ نَبِيُّهٗ اَعْلَمُ قَالَ يَقُوْلُ اَكَلْتُ نِصْفَ ثَمَرِهٖ فَعَلَى الدُّنْيَا الْعَفَآءُ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بلبل پر سے گزرے وہ ایک درخت پر بیٹھا اپنا سر ہلا کر دم اونچی نیچی کر رہا تھا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تمہیں معلوم ہے یہ کیا کہہ رہا ہے سب نے عرض کیا اللہ اور اس کا نبی خوب جانتا ہے۔ فرمایا وہ کہہ رہا ہے میں

نے آدھا پھل کھایا تو دنیا کے ذمہ اس کی معافی ہے۔

وَصَاحَتْ فَاخَتَةٌ فَاَخبَرَ اَنَّهَا تَقُوْلُ لَيْتَ ذَالْخَلْقُ لَمْ يُخْلَقُوْا۔

فاختہ کو بولتے سن کر فرمایا یہ کہتی ہے کاش میں مخلوق نہ ہوتی۔

وَ صَاحَ طَاوُسٌ فَقَالَ يَقُوْلُ كَمَا تُدِيْنُ تُدَانُ۔

مور کو بولتے دیکھ کر فرمایا کہتا ہے جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔

وَ صَاحَ هُدْ هُدُ فَقَالَ يَقُوْلُ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى يَا مُذْنِبُوْنَ۔

ہدہد کو بولتے فرمایا یہ کہہ رہا ہے اللہ سے بخشش مانگو اے گنہگارو!۔

وَ صَاحَ طَيْطَوٰى فَقَالَ يَقُوْلُ كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَكُلُّ جَدِيْدٍ بَالٍ۔

طیطوی بولا تو فرمایا کہ یہ کہتا ہے ہر زندہ مرنے والا اور ہر جدید پرانا ہوگا۔

وَ صَاحَ خَطَّافٌ فَقَالَ يَقُوْلُ قَدِّمُوْا خَيْرًا تَجِدُوْهُ۔

چمگادڑ کو بولتے سنا تو فرمایا کہتا ہے بھلائیاں آگے بھیجو گے تو پاؤ گے۔

وَ صَاحَتْ رَخَمَةٌ فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى مِلَا سَمَآئِهٖ وَاَرْضِهٖ۔

فاختہ پکاری تو فرمایا یہ کہتی ہے تسبیح کرتی ہوں اپنے رب بلند و بالا کی زمین و آسمان پر کرکے۔

وَ صَاحَ قُمْرِيٌّ فَاَخبَرَ اَنَّهٗ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى۔

قمری بولی تو آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے تسبیح بیان کرتی ہوں میں اپنے رب اعلیٰ کی۔

وَ قَالَ الْحُدَّاةُ يَقُوْلُ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى۔

چیل کہتی ہے ہر شے مٹنے والی ہے سوا اللہ تعالیٰ کے۔

وَالْقُسْطَاةُ تَقُوْلُ مَنْ سَكَتَ سَلِمَ۔

چڑیا کہتی ہے جو خاموش رہا اس نے امن کو پایا۔

وَالْبَبْغَاةُ تَقُوْلُ وَيْلٌ لِمَنِ الدُّنْيَا هَمُّهٗ۔

کوئل کہتی ہے افسوس ہے اس پر جسے صرف دنیا ہی کا غم ہے۔

وَالدِّيْكُ يَقُوْلُ اذْكُرُوا اللّٰهَ يَا غَافِلُوْنَ۔

مرغ کہتا ہے اللہ کی یاد کرو اے غافلو!۔

وَالنَّسْرُ يَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ عِشْ مَا شِئْتَ اٰخِرُكَ الْمَوْتُ۔

نسر کہتا ہے اے انسان! جتنا چاہے جی لے آخر مرنا ہے۔

وَالْعُقَابُ يَقُوْلُ فِي الْبُعْدِ مِنَ النَّاسِ اُنْسٌ۔

مینڈک کہتا ہے پاکی ہے میرے رب پاک کے لئے۔

وَالْقَنْبَرَةُ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ الْعَنْ مُبْغِضَ مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

قنبرہ کہتا ہے الٰہی جو حضور ﷺ اور آپ کی آل سے بغض رکھے اس پر لعنت فرما۔

وَالزَّارُوْرُ یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ قُوْتَ یَوْمٍ بِیَوْمٍ یَا رَزَّاقُ۔

زارور کہتا ہے الٰہی مجھے ہر دن میں رزق دے۔

وَالدَّرَّاجُ یَقُوْلُ الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔ تیتر کہتا ہے۔ رحمٰن نے عرش پر استواء فرمایا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِصِحَّۃِ ھٰذِہِ الْحِکَایَۃِ۔

اُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ۔ اور ہمیں دی گئی ہر شے۔

اِشَارَۃٌ اِلَی الْمُلْکِ۔ یہ مملکت کی طرف اشارہ ہے۔

مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِنَّہٗ اُرِیْدَ بِمَا اُوْتِیَہُ النُّبُوَّۃُ وَالْمُلْکُ وَ تَسْخِیْرُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَ الشَّیَاطِیْنِ وَالرِّیْحِ۔ اس سے مراد نبوت ملنا ہے اور ملک اور تسخیر اجنہ اور انسان اور شیاطین اور ہوا ہیں۔

اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ۝۱۶ ۔ بےشک یہ اللہ تعالیٰ کا کھلا فضل ہے۔

یہ آپ کا فرمانا بہ ارادۂ تشکر تھا نہ کہ بہ خیال تفاخر جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ۔ میں ابن آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں کرتا۔

وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُہٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ ۝۱۷ ۔

اور جمع کیا گیا سلیمان کے لئے ان کا لشکر جن اور انسان اور پرندوں سے صف بستہ۔

وزع کے معنیٰ ہوتے ہیں: اَیْ یُحْبَسُ اَوَّلُھُمْ لِیَلْحَقَ اٰخِرُھُمْ فَیَکُوْنُوْا مُجْتَمِعِیْنَ لَا یَتَخَلَّفُ مِنْھُمْ اَحَدٌ۔ ایسے جمع کیے گئے کہ پہلے سے پچھلے ملے ہوئے تھے تاکہ سب جمع ہوں اور کوئی ان میں سے علیحدہ نہ ہو۔ وَاَصْلُ الْوَزْعِ الْکَفُّ وَالْمَنْعُ۔ وزع اصل میں روکنے اور منع کرنے کے معنی دیتا ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے یہ مراد نہیں کہ تمام جن وانس اور طیور مسخر کر دیے گئے تھے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ اس وقت کے سب جن وانس اور پرند مسخر کر دیے گئے۔

بلقیس ملکۂ سبا آپ کی خدمت میں کب حاضر آئی

وَقَدْ ذَکَرَ بَعْضُ الْمُؤَرِّخِیْنَ اِنَّ بِلْقِیْسَ اِنَّمَا دَخَلَتْ تَحْتَ طَاعَتِہٖ فِی السَّنَۃِ الْخَامِسَۃِ وَ الْعِشْرِیْنَ مِنْ مُلْکِہٖ وَکَانَتْ مِنْ مُلْکِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً وَ کَذَا کَانَتْ مُدَّۃُ مُلْکِ اَبِیْہِ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ بلقیس آپ کی اطاعت میں بادشاہ ہونے کے پچیس سال بعد آئی اور آپ کی سلطنت چالیس سال رہی اور آپ کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت بھی چالیس سال رہی۔

سلیمانی دربار کی یہ شان تھی

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: قَالَ کَانَ یُوْضَعُ لِسُلَیْمَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ثَلٰثُ

مِائَةَ اَلْفِ كُرْسِيٍّ يَجْلِسُ مُؤمِنُ الْاِنْسِ مِمَّا يَلِيْهِ وَ مُؤمِنُ الْجِنِّ مِنْ وَّرَائِهِمْ ثُمَّ يَأمُرُ الطَّيْرَ فَتظِلُّهُ ثُمَّ يَاْمُرُ الرِّيْحَ فَتَحْمِلُهُ فَيَمُرُّوْنَ عَلَى السَّهْلَةِ فَلَا يُحَرِّكُوْنَهَا۔

آپ کی سواری میں تین لاکھ کرسیاں لگائی جاتیں آپ کے قریب آدمی ایمان والے بیٹھتے پھر مومن جن ان کے پیچھے بیٹھتے پھر پرندوں کو حکم ہوتا کہ وہ سایہ کریں پھر ہوا کو حکم دیتے وہ اٹھا کر چلتی ایسی شان سے کہ سواروں میں کوئی حرکت نہ ہو۔ جیسے ایروپلین کہ اس پر جب سب سوار ہو جاتے ہیں تو وہ ایسے لے کر اڑتا ہے کہ سواریوں کو اپنی بلند پروازی کا جب ہی علم ہوتا ہے جب وہ پندرہ سولہ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ جاتے ہیں۔

اور فی گھنٹہ تین سو میل سے زائد رفتار پر اڑتے ہیں اور نیچے کے کھیت چینی کی ٹائلوں کے برابر اور بڑی بڑی نہریں موریوں جیسی نظر آتی ہیں اور گائے بیل خرگوش جتنے نظر آتے ہیں۔ ابر آلود فضا میں بادل نیچے رہ جاتے ہیں اور یہ ہوائی سواری اس سے کہیں بلند ہوتی ہے۔

اس ہوائی سواری نے عقل کی آنکھیں کھول دیں اور عقلمندوں کے منہ پر مہر لگا دی جو سلیمانی ہوائی سواری کو محض افسانہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ماہ کی بعد مسافت صبح کی سیر میں پوری ہو جائے اور اتنی ہی شام کی سیر میں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ۔

لیکن جب لاہور سے ڈھاکہ تین گھنٹہ میں انسان پہنچ جاتا ہے اور اس سواری کے ذریعہ جس کی پرواز اسٹیم اور پٹرول سے ہے تو وہ معجزانہ ہوائی سواری جو صرف اور صرف ہوا سے ہی پرواز کرتی تھی اس کی سرعت سیر کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اور اس سے براق کی برق رفتاری بھی عقل تسلیم کرنے پر آ گئی کہ جو براق ہی تھا تو اس کی برق رفتاری بجلی کی کرنٹ سے کتنی تیز ہو گی جبکہ یہ بجلی پاور ہاؤس سے چل کر لاکھوں بلب ایسی سرعت سے منور کر دیتی ہے کہ اس کی سرعت کو پلک جھپکنے کی مدت سے ہی تعبیر کر سکتے ہیں۔

تو سیاح لامکان کی سواری تو براق ہی تھا اس کی برق رفتاری کو اس برق کی رفتار سے کوئی مماثلت ہی نہیں پھر اب جدید ایروپلین وہ بھی آ رہے ہیں جو سورج کی رفتار اور آواز کی رفتار پر اڑیں گے تو جب اختراع انسانی کا یہ حال ہے تو خالق کائنات تو علی کل شی قدیر ہے۔

سلیمانی لشکر کا عرض و طول جو آپ کے ساتھ چلتا تھا

حاکم محمد بن کعب رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اِنَّ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ مَعَسْكَرُهُ مِائَةَ فَرْسَخٍ خَمْسَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ لِلْاِنْسِ وَ خَمْسَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ لِلْجِنِّ وَ خَمْسَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ لِلْوُحُشِ وَ خَمْسَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ لِلطَّيْرِ وَكَانَ لَهُ اَلْفُ بَيْتٍ مِّنْ قَوَارِيْرَ عَلَى الْخَشَبِ فِيْهَا ثَلٰثُ مِائَةٍ مَّنْكُوْحَةٌ وَ سَبْعُ مِائَةٍ سُرِّيَّةٌ فَيَاْمُرُ الرِّيْحَ الْعَاصِفَ فَتَرْفَعُهُ ثُمَّ يَاْمُرُ الرُّخَاءَ فَتَسِيْرُ بِهٖ وَ اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَيْهِ وَ هُوَ يَسِيْرُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِنِّيْ قَدْ زِدْتُكَ فِيْ مُلْكِكَ اَنَّهُ لَا يَتَكَلَّمُ اَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ بِشَيْءٍ اِلَّا جَآءَتْ بِهِ الرِّيْحُ اِلَيْكَ وَاَلْقَتْهُ فِيْ سَمْعِكَ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر سو فرسخ میں تھا اور ایک فرسخ اونٹ کے بارہ ہزار قدم سے زیادہ ہوتا ہے۔

پچیس فرسخ میں انسان رہتے اور پچیس فرسخ میں جن اور پچیس فرسخ میں وحشی جانور اور پچیس فرسخ میں پرند اور ایک ہزار شیشے کے محل تھے اس میں ۔ سے تین سو محل منکوحہ بیویوں کے لئے اور سات سو محل سریوں (لونڈیوں) کے لئے پھر ہوا کو حکم ملتا تو ریح عاصف اس سواری کو بلند کرتی پھر ریح رخا سیر کراتی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو وحی ہوئی کہ میں اس سے زیادہ تجھے اور زیادہ دیتا ہوں اور آپ کی سلطنت بڑھاتا ہوں وہ یہ کہ آپ کی رعایا میں کوئی بات نہ کرے گا مگر ہوا اس آواز کو آپ تک لا کر آپ کے کان میں ڈال دے گی۔

وَ یُرْوٰی اَنَّ الْجِنَّ نَسَجَتْ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَسَاطًا مِّنْ ذَهَبٍ وَ اِبْرِیْشَمٍ فَرْسَخًا فِیْ فَرْسَخٍ وَ مِنبَرُهٗ فِیْ وَسْطِهٖ مِنْ ذَهَبٍ فَیَقْعُدُ عَلَیْهِ وَ حَوْلَهٗ سِتُّ مِائَةِ اَلْفِ کُرْسِیٍّ مِنْ ذَهَبٍ وَّ فِضَّةٍ فَیَقْعُدُ الْاَنْبِیَآءُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ عَلٰی کَرَاسِی الذَّهَبِ وَالْعُلَمَآءُ عَلٰی کَرَاسِی الْفِضَّةِ وَ حَوْلَهُمُ النَّاسُ وَ حَوْلَ النَّاسِ الْجِنُّ وَالشَّیَاطِیْنُ وَ تَظِلُّهُ الطَّیْرُ بِاَجْنِحَتِهَا وَتَرْفَعُ رِیْحُ الصَّبَا الْبَسَاطَ فَتَسِیْرُ بِهٖ مَسِیْرَةَ شَهْرٍ۔

ایک روایت ہے کہ جنوں نے ایک چادر سونے کے تاروں اور ابریشم سے بنی تھی جو ایک فرسخ مربع تھی اس کے وسط میں سونے کا منبر تھا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام جلوہ آرا ہوتے اور آپ کے گرد چھ لاکھ کرسیاں سونے چاندی کی لگائی جاتی تھیں تو انبیاء کرام سنہری کرسیوں پر اور علماء چاندی کی کرسیوں پر ہوتے اور ان کے گرداگرد آدمی اور ان کے گرد جن و شیاطین اور آدمی بیٹھ جاتے اور ان پر پرندا اپنے پروں کا سایہ کرتے اور بادِ صبا اس چادر کو لے اڑاتی تو ایک مہینہ کی بعد مسافت کی سیر صبح کو کی جاتی اور اتنی ہی سیر شام کو ہو جاتی تھی۔

اور اس قسم کی بہت سی روایات ہیں جو تواریخ وقصص سے تعلق رکھتی ہیں فَعَلَیْکَ بِالْاِیْمَانِ بِمَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْاٰنُ وَدَلَّتْ عَلَیْهِ الْاَخْبَارُ الصَّحِیْحَةُ۔ بہرحال ہمارا عقیدہ اس حد تک ہونا چاہئے جتنا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ حتیٰ کہ جب سلیمان علیہ السلام وادیٔ نملہ پر آئے تو ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ کہ تمہیں بے خبری میں سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر روند نہ ڈالے۔ اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کَاَنَّهٗ قِیْلَ فَسَارُوْا حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ۔

تو گویا فرمایا گیا کہ سیر کرتے ہوئے جب چلے تو وادیٔ نمل میں آئے۔

وادیٔ نمل زمین شام میں ایک جنگل ہے جہاں چیونٹیاں بکثرت ہیں جیسا کہ قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ کا قول ہے۔

وَ قَالَ کَعْبٌ هُوَ وَادِی السَّدِیْرِ مِنْ اَرْضِ الطَّآئِفِ۔

بقول کعب رحمہ اللہ وہ ایک جنگل ہے جس کا نام سدیر ہے اور طائف کے علاقہ میں ہے۔

وَ قِیْلَ وَادٍ بِاَقْصَی الْیَمَنِ وَ هُوَ مَعْرُوْفٌ عِنْدَ الْعَرَبِ۔ یہ جنگل یمن میں ہے اور عرب والوں میں مشہور ہے۔

وَ یَحْتَمِلُ اَنَّهُمْ کَانُوْا یَسِیْرُوْنَ فِی الْهَوَآءِ فَاَرَادُوْا اَنْ یَّنْزِلُوْا هُنَاکَ فَاَحَسَّتِ النَّمْلَةُ بِنُزُوْلِهِمْ فَاَنْذَرَتِ النَّمْلَةُ۔

آپ ہوا میں سیر فرماتے جارہے تھے کہ اس جنگل میں اترنے کا ارادہ فرمایا ایک چیونٹی نے محسوس کیا کہ ان کے اترنے سے ہم پس جائیں گی تو اس نے چیونٹیوں کو ڈرایا چنانچہ ارشاد ہے:

قَالَتْ نَمْلَةٌ۔ بولی ایک چیونٹی۔

یہ ظاہر آیت سے واضح ہے کہ چیونٹی ایسے طریقہ پر بولی جسے حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے جیسے عام پرندوں کی زبان آپ سمجھ لیتے تھے۔

یہاں یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ آپ منطق الطیر کا علم رکھتے تھے چیونٹی کی زبان کیسے سمجھی ہوگی اس لئے کہ عبدالرزاق اور عبد بن حمید اور ابن منذر قتادہ رحمہم اللہ سے راوی ہیں: **وَكَمْ رَأَيْنَا نَمْلَةً لَهَا جَنَاحَانِ تَطِيْرُ بِهِمَا**۔ کہ بہت سی چیونٹیاں ہم نے ایسی دیکھی ہیں جو پروں سے اڑتی ہیں۔

وَ قَدْ سَمِعَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَوْلَهَا مِنْ ثَلٰثَةِ اَمْيَالٍ۔

اور یہ آواز چیونٹی کی حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے بعد سے سنی۔

آگے آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وَمَنْ تَتَبَّعَ اَحْوَالَ النَّمْلِ لَا يَسْتَبْعِدُ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ نَفْسٌ نَاطِقَةٌ فَإِنَّهٗ يَدَّخِرُ فِي الصَّيْفِ مَا يَقْتَاتُ بِهٖ فِي الشِّتَاءِ**۔

احوال نمل کے تتبع سے ثابت ہوتا ہے کہ چیونٹی کے لئے نفس ناطقہ مان لیا جائے تو استبعاد عقل نہیں ہے اس لئے کہ وہ موسم گرما میں موسم سرما کے لئے ذخیرہ کرلیتی ہے جو سردی کے لئے کافی ہوسکے۔

لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ۔ عربی میں حطم سے مراد اہلاک ہے۔

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا۔ تو آپ متبسم ہوئے ہنستے ہوئے چیونٹی کی بات سے۔

یعنی آپ نے جب اس کی بات سنی تو آپ متبسم ہوئے اور ضَاحِكًا اس لئے فرمایا کہ تبسم۔ آپ ہنسنے تک متجاوز ہو گئے۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **اَلتَّبَسُّمُ مَبَادِی الضِّحْکِ مِنْ غَيْرِ صَوْتٍ وَالضِّحْکُ اِنْبِسَاطُ الْوَجْهِ حَتّٰى تَظْهَرَ الْاَسْنَانُ مِنَ السُّرُوْرِ مَعَ صَوْتٍ خَفِيٍّ فَاِنْ كَانَ فِيْهِ صَوْتٌ يُّسْمَعُ مِنْ بَعِيْدٍ فَهُوَ الْقَهْقَهَةُ**۔

تبسم مبادی ضحک بلا آواز کا نام ہے اور ضحک انبساط چہرہ کو کہتے ہیں حتیٰ کہ دانت ظاہر ہوجائیں سرور سے جس میں ہلکی آواز ہو اور اگر اس میں ایسی آواز بھی ہو کہ دور سے سن لی جائے تو وہ قہقہہ ہے۔

وَ خُصَّ ذٰلِکَ بِمَا كَانَ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَاِنَّ ضِحْكَهُمْ تَبَسُّمٌ۔

اور یہ بلاصوت ضحک انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے مختص ہے اس لئے کہ ان کا ہنسنا تبسم تک ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: **مَا رَأَيْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا اَیْ مُقْبِلًا عَلَى الضِّحْکِ بِكُلِّيَّتِهٖ اِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ**۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیکھا کہ آپ کے تبسم میں ضحک جمع ہوا ہو۔ یعنی آپ متبسم ہی ہوتے تھے۔

اور جن احادیث میں آیا ہے: **ضَحِکَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ** اس کے معنی تبسم ہی ہیں۔

اور مطلق ضحک تو کفار ومشرکین استہزاء کیا کرتے تھے حَیْثُ قَالَ تَعَالٰی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ۔ مجرم لوگ ایمان والوں سے استہزاء کرتے ہیں جیسے صہیب رومی خباب بن الارت سے مشرکین استہزاء کرتے تھے۔ اس پر ایمان والے بروز قیامت ان کا استہزاء کریں گے فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ۔

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾۔

تو عرض کیا سلیمان نے اے میرے رب مجھے خوگر بنادے اس کا کہ میں شکر گزار رہوں تیری ان نعمتوں کا جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو انعام کیں اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو اور مجھے داخل فرما اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ آیہ کریمہ پر فرماتے ہیں: اَیْ اجْعَلْنِیْ اَزَعُ شُکْرَ نِعْمَتِکَ یعنی مجھے پابند کردے شکر کرنے کا اپنی نعمت پر۔

فَکَاَنَّهٗ قِیْلَ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُدَاوِمًا عَلٰی شُکْرِ نِعْمَتِکَ۔ گویا یہ عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے اپنی نعمت کا ہمیشہ شکر گزار رکھ۔

تو اَوْزِعْنِیْ کے یہ معنی ہوئے: رَبِّ یَسِّرْ لِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ وَاَزَعَاهُ۔ اے میرے رب مجھے آسان کر دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کرتا رہوں اور اس پر پابند رہوں۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اِنَّ الْمَعْنَی اجْعَلْنِیْ اَشْکُرُ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے ایسا کر دے کہ میں تیرا شکر کرتا رہوں۔

وَ تَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَا لِیَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ﳲ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآىٕبِیْنَ۔ اَیْ اَرَادَ مَعْرِفَتَهُ الْمَوْجُوْدَ مِنْهَا۔ اور تمام موجودین کا تفقد کیا تو ایک پرندہ نہ پایا تو فرمایا کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں پاتا کیا وہ غیر حاضر ہے۔

عبداللہ بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّ سُلَیْمَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ نَزَلَ بِمَفَازَةٍ لَّا مَآءَ فِیْهَا وَکَانَ الْهُدْهُدُ یَرَی الْمَآءَ فِیْ بَاطِنِ الْاَرْضِ فَیُخْبِرُ سُلَیْمَانَ بِذٰلِکَ فَیَاْمُرُ الْجِنَّ فَتَسْلُخُ الْاَرْضَ عَنْهُ فِیْ سَاعَتِهٖ کَمَا تُسْلَخُ الشَّاةُ فَاحْتَاجُوْا اِلَی الْمَآءِ فَتَفَقَّدَ لِذَالِکَ الطَّیْرَ فَلَمْ یَرَ الْهُدْهُدَ فَقَالَ مَا لِیَ لَا اَرَی الْهُدْهُدَ وَ هُوَ طَائِرٌ مَّعْرُوْفٌ مُّنْتِنٌ یَاْکُلُ الدَّمَ فِیْمَا قِیْلَ وَ یُکَنّٰی بِاَبِی الْاَخْبَارِ وَاَبِی الرَّبِیْعِ وَاَبِیْ تَمَامٍ وَ بِغَیْرِ ذَالِکَ مِمَّا ذَکَرَهُ الدُّمَیْرِیُّ۔

سلیمان علیہ السلام ایسی جگہ تشریف لائے جہاں پانی نہ تھا اور ہدہد پانی کو زمین کے اندر دیکھ لیتا ہے اور آپ کو اس کی خبر تھی تو آپ نے جنوں کو حکم دیا انہوں نے تھوڑی دیر میں تمام زمین کھود ڈالی جیسے بکری اپنے کھروں سے کرید لیتی ہے مگر پانی نہ پایا تو آپ نے ہدہد کو تلاش کیا اور فرمایا ہدہد کہاں ہے یہ ایک بدبودار پرندہ ہے جو خون کھاتا ہے اور اس کی کنیت ابوالاخبار اور ابوالربیع اور ابوتمام ہے جیسا کہ علامہ دمیری نے فرمایا۔

تو آپ نے فرمایا: مَا لِهُدْهُدَ لَا اَرَاهُ میں ہدہد کو نہیں پاتا۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی نقل فرماتے ہیں: اِنَّ اِسْمَ هٰذَا الْهُدْهُدَ يَعْفُوْرُ وَ كَوْنُ الْهُدْهُدَ يَرَى الْمَآءَ تَحْتَ الْاَرْضِ۔ اس ہدہد کا نام یعفور ہے اور یہ پانی کو زمین کے نیچے دیکھ لیتا ہے۔

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾۔

ضرور میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ضرور ذبح کروں گا یا وہ لائے گا ضرور میرے پاس کھلی سند۔

اس کے یہ معنی ہیں کہ

اس کے پر اکھاڑ ڈالوں گا۔ ابن عباس اور مجاہد اور ابن جریج سے یہی مروی ہے۔

یزید بن رومان کہتے ہیں: يَنْتِفُ رِيْشَ جَنَاحَيْهِ اس کے بازوؤں کے پر اکھاڑ ڈالوں گا۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس آیہ کریمہ سے استدلال فرماتے ہیں جواز تادیب حیوانات پر ضرب وتوبیخ کا حَيْثُ قَالَ فِي الْاِكْلِيْلِ قَدْ يُسْتَدَلُّ بِالْاٰيَةِ عَلٰى جَوَازِ تَادِيْبِ الْحَيْوَانَاتِ وَالْبَهَائِمِ بِالضَّرْبِ عِنْدَ تَقْصِيْرِهَا فِي الْمَشْيِ اَوْ اِسْرَاعِهَا اَوْ نَحْوَ ذَالِكَ۔

اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ۔ یہ سزا میں ترقی ہے۔ سزا کی حد یہاں تک ہو کہ ذبح کر دیا جائے۔

اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾ ۔ یا میرے پاس لائے کوئی ایسا کھلا عذر جو اس کی سزا معاف کرا دے چنانچہ یہاں لَيَاْتِيَنِّيْ اور لَاُعَذِّبَنَّهٗ میں لام قسم نہیں ہے بلکہ یہ بمعنی اِلَّا ہے۔

اور بعض نے کہا یہ لام قسمیہ ہے اس لئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بذریعہ وحی علم ہو چکا تھا کہ وہ یہ خبر لائے گا اور جب وہ خبر لے آیا تو قسم مشروط اٹھ گئی۔

بعض نے کہا لَاُعَذِّبَنَّهٗ اور لَاَاذْبَحَنَّهٗ میں بزیادۃ الف بین الذال و الالف المتصله باللام ہے۔ یہ مخفی اسم معروف ہے۔

بعض نے کہا: هُوَ التَّنْبِيْهُ۔ یہ محض تنبیہا فرمایا گیا تھا۔

اور ابن خلدون رحمہ اللہ اپنی تاریخ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: اِنَّ الْكِتَابَةَ الْعَرَبِيَّةَ كَانَتْ فِيْ غَايَةِ الْاِتْقَانِ وَالْجُوْدَةِ فِيْ حِمْيَرَ وَ مِنْهُمْ تَعَلَّمَهَا مُضَرُ۔ الخ عربی کتابت اول رسم حمیر سے ہے اور انہیں سے قبیلہ مضر نے سیکھی۔

چنانچہ ابن الانباری عبداللہ بن فروخ رحمہما اللہ سے راوی ہیں: قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ هٰذَا الْكِتَابِ الْعَرَبِيِّ هَلْ كُنْتُمْ تَكْتُبُوْنَهٗ قَبْلَ اَنْ يَبْعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجْمَعُوْنَ مِنْهُ مَا اجْتَمَعَ وَ تَفَرَّقُوْنَ مِنْهُ مَا افْتَرَقَ مِثْلَ الْاَلِفِ وَاللَّامِ قَالَ نَعَمْ۔ فرماتے ہیں میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا اے قریشیو! مجھے یہ تو بتاؤ کہ یہ عربی کتابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تم کرتے تھے اور ایسے ہی الف لام وغیرہ جمع کرنا اور علیحدہ علیحدہ لکھنا تم میں مروج تھا تو آپ نے فرمایا ہاں۔

قُلْتُ وَ مِمَّنْ اَخَذْتُمُوْهُ قَالَ مِنْ حَرْبِ بْنِ اُمَيَّةَ۔

میں نے کہا یہ طریقہ کس سے لیا گیا فرمایا حرب بن امیہ سے۔

قُلْتُ وَ مِمَّنْ اَخَذَهٗ حَرْبٌ قَالَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَدْعَانَ۔

میں نے کہا حرب نے کس سے لیا فرمایا عبداللہ بن جدعان سے۔

قُلْتُ وَ مِمَّنْ اَخَذَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَدْعَانَ قَالَ مِنْ اَهْلِ الْاَنْبَارِ۔

میں نے پوچھا عبداللہ بن جدعان نے کس سے لیا فرمایا اہل انبار سے۔

قُلْتُ وَ مِمَّنْ اَخَذَهٗ اَهْلُ الْاَنْبَارِ قَالَ مِنْ طَارَهٗ طَيْرًا عَلَيْهِمْ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ۔

میں نے عرض کیا اہل انبار نے کس سے حاصل کیا فرمایا جو اڑان بھر کے پہنچ گیا اس نے اہل یمن سے حاصل کیا۔

قُلْتُ وَ مِمَّنْ اَخَذَ قَالَ مِنَ الْخَلْجَانِ بْنِ الْقٰسِمِ كَاتِبِ الْوَحْيِ لِهُوْدٍ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

میں نے کہا انہوں نے کس سے لیا فرمایا خلجان بن قاسم سے جو حضرت ہود علیہ السلام کے کاتب وحی تھے۔

اور کتاب محاضرۃ الاوائل ومسامرۃ الاواخر میں ہے:

اِنَّ اَوَّلَ مَنِ اشْتَهَرَ بِالْكِتَابَةِ فِي الْاِسْلَامِ مِنَ الصَّحَابَةِ اَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ وَ عَلِيٌّ وَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَّ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

اسلام میں کتابت سے تشہیر کرنے والے صحابہ میں سب سے اول ابوبکر وعمر وعثمان وعلی اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ہیں۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ۔ تو تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے۔

یعنی اگر ضمیر ہدہد کی طرف مانی جائے تو معنی ہوگا ہدہد تھوڑی دیر میں حاضر ہوا اور اگر سلیمان علیہ السلام کی طرف ہو تو یہ معنی ہوں گے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تھوڑی ہی دیر ٹھہرے تھے۔ غیر بعید صفت مکان ہو تو ہدہد کی طرف ضمیر مانی جائے گی اور یہ معنی ہوں گے: فَمَكَثَ الْهُدْهُدُ فِيْ مَكَانٍ غَيْرَ بَعِيْدٍ مِّنْ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اور اگر صفت زمانی لی جائے تو یہ مضمون بن گیا اَیْ مَكَثَ سُلَيْمَانُ زَمَانًا غَيْرَ مَدِيْدٍ۔

بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جب آپ نے ہدہد کو نہ پایا تو نسر (گدھ) پرند کو حکم دیا۔ اس نے بعد تلاش بسیار حاضر ہو کر عرض کیا کہ وہ مجھے نہیں ملا۔

پھر پرندوں کے سردار عقاب کو حکم دیا اس نے بلند ہو کر دیکھا کہ وہ آ رہا ہے تو اس نے اسے گرفتار کر کے لے جانا چاہا تو اس نے کہا: بِحَقِّ اللّٰهِ الَّذِیْ قَوَّاكَ وَاَقْدَرَكَ عَلَيَّ اِلَّا رَحِمْتَنِيْ فَتَرَكْتَهٗ۔ اس اللہ کے واسطے سے مجھے چھوڑ دے جس نے تجھے یہ قوتیں دی ہیں اور مجھ پر رحم کر تو اس نے اسے چھوڑ دیا اور کہا: ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ تَعَالٰى قَدْ حَلَفَ لَيُعَذِّبَنَّكَ۔ تیری ماں تجھے روئے اللہ کے نبی نے تجھے عذاب دینے کی قسم کھائی ہے۔

قَالَ وَ مَا اسْتَثْنٰى؟ ہدہد بولا قسم میں استثناء نہیں فرمایا؟

عقاب نے کہا ہاں اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ یہ بھی فرمایا ہے کہ یا وہ کوئی کھلی سند لائے۔

فَقَالَ نَجَوْتُ اِذًا۔ ہدہد بولا اب میں نجات پا گیا۔

حتیٰ کہ جب وہ دربار سلیمانی کے قریب ہوا اپنی دم جھکائی اور پر بچھائے اور نہایت عاجزانہ طور پر سامنے حاضر آیا۔

تو آپ نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا وہ عرض کرنے لگا حضور! خدا کے دربار میں اپنا پیش ہونا بھی یاد فرمائیں یہ سن کر آپ لرز گئے اور اسے معاف فرما دیا۔ پھر وہ عرض پیرا ہوا:

فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ﴿۲۲﴾۔

میں وہ جان کر آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں اور میں لایا ہوں آپ کی خدمت میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر۔

سبا منصرف ہے اس لئے کہ وہ ایک جماعت کا نام ہے جو ان کے باپ کے نام پر رکھا گیا ہے اس کا شجرۂ نسب یہ ہے:

سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔

اور حدیث فروہ وغیرہ میں ہے: عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ سَبَا اِسْمُ رَجُلٍ وَلَدَ عَشْرَةً مِّنَ الْوَلَدِ تَيَامَنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ وَ تَشَآءَ مَ اَرْبَعَةٌ وَالسِّتَّةُ حِمْيَرُ وَ كِنْدَة وَالْاَزْدُ وَالْاَشْعَرُ وَخَثْعَمُ وَالْاَرْبَعَةُ لَخْمٌ وَّ جُذَامٌ وَ عَامِلَةٌ وَ غَسَّانُ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ سبا ایک آدمی کا نام ہے جس سے دس بیٹے ہوئے چھ بابرکت اور چار بدخصلت جو بابرکت تھے وہ چھ یہ ہیں حمیر اور کندہ اور ازد اور اشعر اور خثعم۔ اور چار یہ ہیں لخم اور جذام اور عاملہ اور غسان۔

اور ابن کثیر کہتے ہیں: اِنَّهُ اِسْمٌ لِلْقَبِيْلَةِ ثُمَّ سُمِّيَتْ مَارِبُ سَبَا وَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ صَنْعَاء مَسِيْرَةُ ثَلَاثٍ۔

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾۔

میں نے ایک عورت کو دیکھا جو مملکت پر حکمران ہے اور اسے ہر شے ملی ہے اور تخت تو اس کا بہت ہی بڑا ہے۔

یہاں عورت کہہ کر ہدہد نے بلقیس کا تذکرہ کیا۔ یہ بلقیس بنت شراحیل بن مالک بن ریان تھی جو نسل یعرب بن قحطان سے تھی۔

اور بعض نے کہا: یہ تبع حمیری کی نسل سے تھی۔

اور ابن عساکر حسن رحمہما اللہ سے راوی ہیں کہ بلقیس کا نام لیلیٰ تھا لیکن یہ غیر مشہور روایت ہے۔

ایک قول ہے کہ آپ کے باپ کا نام سرح ابن ہداہد تھا۔

بلقیس کی تخت نشینی کی داستان بھی عجیب ہے

بعض روایتوں میں ہے کہ جب بلقیس کا باپ مر گیا تو اس نے مملکت کی خواہش کی اور اپنی قوم کے لوگوں سے بیعت مانگی ایک جماعت بیعت ہوگئی دوسری جماعت نے بیعت سے انکار کر دیا ان پر ایک شخص سخت بدچلن تھا جسے بلقیس کا ابن عم کہتے تھے یہ خبیث اپنی مملکت میں عورتوں پر جبری زنا کا ارتکاب کرتا تھا۔ رعایا اس سے نجات حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن مجبور تھی۔ بلقیس کو غیرت آئی اور اس نے اپنے کو پیش کیا وہ سن کر بڑا خوش ہوا اور کہنے لگا مجھے چونکہ آپ کی طرف سے مایوسی تھی اسی وجہ میں میں پیام دینے سے رکا رہا۔ بلقیس نے کہا میں تجھ سے اس لئے خوش ہوں کہ تو میرا کفو ہے تو اپنے آدمی جمع کر اور مجھے پیام دے۔

اس نے سب کو جمع کر کے اپنا خیال ظاہر کیا سب نے کہا ہمیں امید نہیں کہ وہ تجھے منظور کرے اس نے کہا نہیں وہ میری طرف راغب ہے۔

چنانچہ انہوں نے بلقیس سے استمزاج کیا اس نے کہا ہاں میں اس سے عقد کو تیار ہوں۔

غرضکہ عقد ہو گیا جب شب زفاف ہوئی تو بلقیس اپنے جاہ و حشم اور خدام ادب کی معیت میں اس کے گھر گئی جب تخلیہ ہو گیا تو بلقیس نے اسے خوب شراب پلا کر مدہوش کر دیا پھر اسے قتل کر کے اس کا سر کاٹ لیا اور گھر آ گئی۔

جب صبح ہوئی تو بلقیس نے اس کے وزراء کو بلا کر اس امر سے مطلع کر دیا اور کہا تم میں یہ خبیث شریف لڑکیوں کی عصمت دری کرتا تھا میں نے اسے قتل کر دیا اور تم جسے چاہو اپنے لئے حکمران چن لو جو تمہارا بادشاہ ہو سب نے جواب دیا۔

لَا نَرْضٰی غَیْرَکِ۔ ہم تو سوا آپ کے کسی سے راضی نہیں۔

فَمَلَّکُوْھَا۔ تو بلقیس تنہا سارے ملک پر حکمران ہو گئی اور اب لوگ سمجھے کہ یہ نکاح نہ تھا بلکہ ایک سیاسی چال تھی۔

وَاشْتَھَرَ اَنَّ اُمَّھَا جِنِّیَّۃٌ۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ بلقیس کی والدہ جنیہ تھی۔ اس پر

ابن ابی شیبہ اور ابن منذر مجاہد اور حکیم ترمذی سے اور ابن مردویہ عثمان بن حاضر رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں: اِنَّ اُمَّھَا اِمْرَاَۃٌ مِّنَ الْجِنِّ یُقَالُ لَھَا بَلْقَمَۃُ بِنْتُ شِیْصَا۔ بلقیس کی ماں جنوں سے تھی اور اس کا نام بلقمہ بنت شیصا تھا۔

اور ابن ابی حاتم زہیر بن محمد رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اِنَّ اُمَّھَا فَارِعَۃُ الْجِنِّیَّۃُ۔ بلقیس کی ماں فارعہ جنیہ تھی۔

اور تفسیر خازن میں اس طرح ہے کہ اِنَّ اَبَاھَا شَرَاحِیْلَ کَانَ یَقُوْلُ لِمُلُوْکِ الْاَطْرَافِ لَیْسَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ کُفُوًا لِّیْ وَاَبٰی اَنْ یَّتَزَوَّجَ فِیْھِمْ فَخَطَبَ اِلَی الْجِنِّ فَزَوَّجُوْہُ اِمْرَاَۃً یُقَالُ لَھَا رَیْحَانَۃُ بِنْتُ السَّکَنِ۔ بلقیس کا باپ شراحیل اپنے اردگرد کے تاجداروں سے کہہ دیتا تھا کہ تم میں سے کوئی میرا ہم کفو نہیں اس لئے میں تم سے رشتہ نہیں کرتا پھر اس نے ایک جن کو پیام دیا اس نے رشتہ کر دیا اس لڑکی کا نام ریحانہ بنت سکن تھا۔

اور جن سے رشتہ کے مبادیات یہ ہوئے کہ

شراحیل بڑا شکاری تھا اکثر جنوں کا شکار بھی کر لیتا تھا جبکہ وہ ہرن کی صورت میں ہوتے پھر انہیں چھوڑ دیتا تھا کہ ایک جنوں کا بادشاہ بھی ظاہر ہو گیا اس نے شکر کیا اور اسے اپنا دوست بنا لیا بعد میں اس کی بیٹی کے لئے اس نے پیام دیا ملک الجن نے اس سے اپنی بیٹی کا رشتہ کر دیا۔ اس سے بلقیس پیدا ہوئی یہ وہی ہے ملکہ ملک سبا۔

اگرچہ شریعت مطہرہ میں عورت کی حکمرانی جائز نہیں لیکن یہاں بلقیس کی حکمرانی بحالت کفر تھی۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَلَغَہٗ اَنَّ اَھْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّکُوْا بِنْتَ کِسْرٰی قَالَ لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَھُمْ اِمْرَاَۃً۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو حکمران بنا دیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز وہ قوم فلاح نہیں پا سکتی جن کے حکم کی باگ ڈور عورت کے ہاتھ میں ہو۔

وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ۔ اور دی گئی اسے ہر شے۔

یعنی اشیاء میں سے وہ اشیاء جن کی ارباب حکومت کو ضرورت ہوتی ہے۔

وَلَھَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾۔ اور اس کا تخت تو بہت ہی بڑا ہے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جسے ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نقل کرتے ہیں: اَیْ سَرِیْرٌ کَرِیْمٌ مِّنْ ذَھَبٍ وَ قَوَائِمُہٗ مِنْ جَوْھَرٍ وَّ لُؤْلُؤٍ حَسَنُ الصَّنْعَۃِ۔ تخت عظیم بلقیس کا سونے کا تھا اس کے پائے

جواہرات کے تھے اور نہایت حسین صنعت کاری سے موتی جڑے ہوئے تھے۔

دوسری روایت ہے: اِنَّهٗ كَانَ ثَلَاثِيْنَ ذِرَاعًا فِيْ ثَلَاثِيْنَ ذِرَاعًا مُرَبَّعًا وَكَانَ طُوْلُهٗ فِي السَّمَآءِ ثَلَاثِيْنَ ذِرَاعًا۔ وہ تیس گز تھا مربع اور اس کی بلندی بھی تیس گز کی تھی۔

ایک قول میں ہے: كَانَ طُوْلُهٗ ثَمَانِيْنَ فِيْ ثَمَانِيْنَ وَارْتِفَاعُهٗ ثَمَانِيْنَ۔ اس کا طول وعرض اسی گز تھا اور بلندی بھی اسی گز تھی۔

ابن ابی حاتم زہیر بن محمد رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اِنَّهٗ سَرِيْرٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ صَفْحَتَاهُ مُرَصَّعَتَانِ بِالْيَاقُوْتِ وَالزَّبَرْجَدِ طُوْلُهٗ ثَمَانُوْنَ ذِرَاعًا فِيْ عَرْضِ اَرْبَعِيْنَ ذِرَاعًا۔ وہ تخت سونے کا تھا اور اس پر یاقوت وزبرجد جڑے ہوئے تھے اس کا طول اسی گز اور عرض چالیس تھا۔

اس کے علاوہ اور بھی روایات بہت سی ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ۔

اس کے بعد ہدہد نے اس قوم کی مذہبی ملی حالت بیان کی حَيْثُ قَالَ:

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ سجدہ کرتے ہیں سورج کو اللہ کے سوا۔

یعنی وہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے متجاوز ہو کر غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں۔

حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَانُوْا مَجُوْسًا يَّعْبُدُوْنَ الْاَنْوَارَ۔ وہ مجوسی تھے نورانی چیزوں کو پوجتے تھے۔

بعض نے کہا وہ از قوم زنادقہ تھے اور وہ ایسا کیوں کرتے تھے اس کی وجہ بیان کی گئی:

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ۔ اور شیطان نے ان کی نظروں میں ان کے عمل جچا دیئے تھے۔ یعنی شیطانی اثرات سے اس طرز عبادت کو پسند کرتے تھے۔

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾۔ اور اس شیطان نے انہیں راہ ہدایت سے روک رکھا ہے اور وہ ہدایت پر نہیں آتے۔

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾۔

اور یہ کہ نہیں سجدہ کرتے اس اللہ تعالیٰ کے لئے جو ہر چھپی چیز ظاہر فرماتا ہے آسمانوں اور زمین میں اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو یا علانیہ کرتے ہو وہ اللہ ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی جو رب عرش عظیم ہے۔

اسے کلام ہدہد ظاہر فرمایا گیا تو اس صورت میں یہ خطاب قوم حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہوگا تا کہ انہیں عبادت الٰہی کی طرف ابھارا جائے۔ یا یہ خطاب قوم بلقیس کے لئے غائبانہ ہو سکتا ہے۔

خَبْءَ کے معنی آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَيْ يُظْهِرُ الشَّيْءَ الْمَخْبُوْءَ فِيْهِمَا كَائِنًا مَّا كَانَ۔ ہر چھپی دبی شے کو ظاہر کرنے والا۔

وَ فَسَّرَهٗ بَعْضُهُمْ هٰهُنَا بِالْمَطَرِ وَالنَّبَاتِ۔ بعض نے اس کی تفسیر میں بارش اور سبزی بتایا۔

یہ سب بیان سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے جواب ہوا:

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ ۔آپ نے فرمایا اب میں دیکھتا ہوں کہ تو سچا ہے یا جھوٹا۔لہٰذا اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾۔

لے جا میرا یہ نامہ اور ڈال دے اس کی طرف اور علیحدہ ہو کر دیکھ وہ کیا بات پلٹتی ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہدہد نے بہ تعمیل حکم کیا نامۂ سلیمانی لے کر اڑا۔ یہ نامہ سربمہر تھا اس پر مشک کی مہر لگی ہوئی تھی۔ جب ہدہد نامہ لے کر پہنچا تو اس نے شہزادی کو سویا ہوا پایا۔ اور محل کی محافظت کا یہ عالم تھا کہ جب وہ سوتی تو تمام دروازے بند کر کے مقفل کر دیئے جاتے تھے اور چابیاں ایک جھروکے سے شہزادی کو دے دی جاتیں وہ انہیں اپنے تکیہ کے نیچے رکھ کر سوتی تھی۔

ہدہد اس جھروکے سے داخل ہوا تو نامۂ سلیمانی اس کے سینہ پر ڈال دیا جب وہ اٹھی تو محافظین و خدام ادب کو بدستور پہرے پر پایا۔ جب سر اٹھایا تو گود میں نامہ مبارک گرا جب اس نے دیکھا تو مشکیں مہر سے اس کو مزین پایا۔

یہ دیکھ کر کہ ایسی سخت حفاظت کی صورت میں جس کا نامہ مجھ تک آیا وہ خود کیسی قوت کا مالک ہوگا۔ لرز گئی اور علی الفور اعیان دولت کو جمع کیا۔ یہ خود چونکہ نسل حمیر سے تھی اور نامۂ سلیمانی عربی تھا اسے یہ پڑھ سکتی تھی۔

چنانچہ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں:

اَلْقَوْلُ بِاَنَّهٗ تَعَلَّمَ الْكِتَابَةَ الْعَرَبِيَّةَ مِنَ التَّبَابِعَةِ وَ حِمْيَرَ اَهْلِ الْحِيْرَةِ وَ تَعَلَّمَهَا مِنْهُمْ اَهْلُ الْحِجَازِ۔ بلقیس کتابت عربی اس لئے جانتی تھی کہ وہ تبع حمیری کی نسل سے تھی اور حمیر اہل حیرہ سے ہیں اور اس نے اہل حجاز سے عربی لکھنا سیکھا تھا۔

اور اگرچہ حضرت سلیمان علیہ السلام عرب نہ تھے مگر آپ عربی جانتے تھے۔ بہر حال بلقیس نے اعیان دولت اور عمال حکومت سے گفتگو کی۔ اور

قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۹﴾ ۔بولی اے سردارو میری طرف ایک عزت والا نامہ ڈالا گیا ہے۔

یعنی ایلچی لے کر نہیں آیا بلکہ میری خواب گاہ میں میرے اوپر ڈالا گیا ہے اور اس میں یہ تحریر ہے:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ ۔

یہ نامہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ اللہ کے نام سے شروع ہے جو رحمٰن و رحیم ہے مضمون یہ ہے کہ مجھ پر تکبر نہ کرو اور اسلام لا کر آ جاؤ۔

اَیْ مَضْمُوْنُهٗ تَعْلُوْا عَلَیَّ اَیْ لَا تَتَكَبَّرُوْا عَلَیَّ كَمَا یَفْعَلُ الْجَبَابِرَةُ مِنَ الْمُلُوْكِ۔

یعنی اس کا مضمون یہ تھا کہ مجھ پر تکبر نہ کر جیسے جابر اہل سلطنت کرتے ہیں اور سیدھی طرح ایمان و اسلام لا کر ادھر آ جا۔

ابن ابی حاتم یزید بن رومان رحمہما اللہ سے راوی ہیں کہ نامہ میں سلیمان علیہ السلام نے یہ تحریر فرمایا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ اِلٰى بِلْقِیْسَ بِنْتِ ذِیْ شَرَحٍ وَ قَوْمِهَا اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ۔

اور نامہ میں بسم اللہ سے ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس آیۂ کریمہ کے نزول کے بعد سے فرماتے تھے۔

اور اس سے قبل کے متعلق عبد الرزاق اور ابن منذر شعبی رحمہم اللہ سے راوی ہیں کہ

كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَكْتُبُوْنَ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ فَكَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ مَا كَتَبَ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ حَتّٰى نَزَلَتْ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا فَكَتَبَ بِسْمِ اللّٰهِ ثُمَّ نَزَلَتْ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ فَكَتَبَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ نَزَلَتْ اٰيَةُ النَّمْلِ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمَانَ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَكَتَبَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اور ایسا ہی ابوداؤد میں ہے۔

زمانہ جاہلیت میں بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ سے کتابت شروع کرتے تھے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ تحریر فرماتے حتیٰ کہ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ تحریر فرمائی پھر ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ نازل ہوئی ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ تحریر فرمانا شروع پھر آیات نمل اتریں اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تحریر فرمائی۔

اس پر حضرت جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تفسیر اتقان میں ترتیب نزول ظاہر فرماتے ہیں۔

اُخْتُلِفَ فِيْ اَوَّلِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلٰى اَقْوَالٍ اَحَدُهَا وَ هُوَ الصَّحِيْحُ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔

قرآن کریم سے اول جو نازل ہوا اس میں متعدد قولوں میں سے ایک یہ ہے جو صحیح ہے کہ پہلے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ نازل ہوئی۔

اور شیخین کی متعدد احادیث سے بدء الوحی میں ہے جو صحیح ہے کہ اِقْرَاْ کے بعد يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ پھر الحمد شریف پھر چوتھے نمبر میں بسم اللہ شریف کا نزول ہوا۔

اور امام جلال الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَعِنْدِيْ اَنَّ هٰذَا لَا يُعَدُّ قَوْلًا بِرَاْسِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ ضُرُوْرَةِ نُزُوْلِ السُّوْرَةِ نُزُوْلُ الْبَسْمَلَةِ مَعَهَا فَهُوَ اَوَّلُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ۔

میرے نزدیک بے گنتی اقوال سے ثابت ہے کہ ہر سورۃ کے نزول کے ساتھ بسم اللہ ضرور نازل ہوئی ہے تو اول آیت بسم اللہ ہے۔ اور یہ مفتاح کتاب اللہ کی ہے۔

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝۳۱ ۔ یہ کہ نہ بلند ہو مجھ پر اور مسلمان ہو کر آ جا۔

يَعْنِيْ اَيْ لَا تَتَكَبَّرُوْا عَلَيَّ كَمَا يَفْعَلُ جَبَابِرَةُ الْمُلُوْكِ۔ یعنی تکبر نہ کرو جیسے جابر اہل سلطنت کرتے ہیں اور ایمان لا کر مسلمان ہو کر آ جا۔

اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے اول دعوت ایمان دی گئی اگرچہ ہدہد کا نامہ لے جانا معجزہ تھا لیکن حسب عادت انبیائے کرام آپ نے وہ معجزہ جتایا نہیں بلکہ اول دعوت ہی دی۔

اور عادت انبیاء یہی ہے کہ اَلدَّعْوَةُ اِلَى الْاِيْمَانِ اَوَّلًا فَاِذَا عُوْرِضُوْا اَقَامُوا الدَّلِيْلَ عَلَيْهِ وَاَظْهَرُوا الْمُعْجِزَةَ۔ اول ایمان کی دعوت دیتے ہیں جب وہ معارضہ کریں تو دلیل قائم فرمانے کے لئے معجزہ دکھاتے ہیں۔

اور سلیمان علیہ السلام نے تو نامہ مبارک ہی معجزانہ شان سے ہدہد کے ذریعہ بھیجا تھا جو معجزہ باہرہ تھا لیکن اسے واضح نہیں

فرمایا تھا اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ آئندہ رکوع میں مذکور ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع - سورۃ نمل - پ ۱۹

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ ۚ مَا
كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾

بلقیس بولی اے سردارو میرے اس معاملہ میں رائے دو میں نہیں اس معاملہ میں کوئی قطعی فیصلہ کرتی جب تک کہ تم میرے پاس حاضر نہ ہو

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ۬ وَّ
الْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾

بولے ہم طاقتور ہیں اور سخت لڑنے والے اور اختیار تیرا ہے تو غور کر کہ تو کیا حکم دیتی ہے

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ
جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ
يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

بولی بے شک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں اور کر دیتے ہیں عزت والوں کو ذلیل اور وہ ایسا ہی کرتے ہیں

وَ اِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ
يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اب میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجتی ہوں تو دیکھتی ہوں کیا جواب لے کر ایلچی آتے ہیں

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ٘ فَمَاۤ
اٰتٰىنَِۧ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ
تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾

تو جب وہ سلیمان کے پاس آیا فرمایا کیا تم مدد کرتے ہو میری مال کے ساتھ تو جو کچھ دیا ہے مجھے اللہ نے وہ بہتر ہے اس سے جو تمہیں دیا بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا
وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

پلٹ جا ان کی طرف تو ضرور ہم لائیں گے ان پر وہ لشکر جس کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں اور ضرور ہم نکال دیں گے انہیں اس شہر سے ذلیل کر کے اور وہ شکست پائیں گے

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ
اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾

فرمایا سلیمان نے اے درباریو کون ہے تم میں سے جو میرے پاس اس کا تخت لائے قبل اس کے کہ وہ مطیع ہو کر میرے پاس آئے

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ
تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ
اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾

بولا ایک سرکش جن کہ میں وہ تخت آپ کے پاس لا سکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ یہاں سے اٹھیں اور میں بے شک قوت والا امین ہوں

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ
بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ
مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۫ۖ

عرض کی اس نے جس کے پاس علم تھا کتاب کا کہ میں اسے حاضر کر سکتا ہوں پلک مارنے سے پہلے تو جب دیکھا سلیمان نے اسے رکھا ہوا اپنے پاس کہا یہ میرے رب کا

لِيَبْلُوَنِيٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾

فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرے وہ شکر کرے گا اپنے لئے اور جو ناشکر ہو تو بے شک میرا رب بے پرواسب خوبیوں والا ہے

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾

سلیمان نے حکم دیا عورت کا تخت اس کے سامنے وضع بدل کر بے گانہ کر دو کہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو ناواقف رہے

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾

تو جب بلقیس آئی کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے بولی گویا کہ یہ وہی ہے اور ہمیں علم ہو چکا تھا اس سے قبل اور ہم مسلمان فرمانبردار ہوئے

وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور اسے روکا اس چیز سے جسے وہ پوجتی تھی اللہ کے سوا بے شک وہ قوم کافر سے تھی

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ۬ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾

اس سے کہا گیا صحن میں داخل ہو تو جب دیکھا اسے، گہرا پانی سمجھی اور کھولیں اس نے اپنی پنڈلیاں فرمایا سلیمان نے بے شک یہ تو صحن ہے چکنا شیشوں جڑا ہوا۔ بلقیس بولی اے میرے رب میں نے ظلم کیا اپنی جان پر اور اب اسلام لائی ساتھ سلیمان کے اللہ پر جو سارے جہان کا رب ہے

حل لغات تیسرا رکوع ۔ سورۂ نمل ۔ پ ۱۹

قَالَتْ ۔ بولی	يٰٓاَيُّهَا ۔ اے	الْمَلَؤُا ۔ سردارو	اَفْتُوْنِيْ ۔ جواب دو مجھے
فِيْ ۔ بیچ	اَمْرِيْ ۔ میرے کام کے	مَا ۔ نہیں	كُنْتُ ۔ ہوں میں
قَاطِعَةً ۔ طے کرنے والی	اَمْرًا ۔ کوئی کام	حَتّٰى ۔ جب تک	تَشْهَدُوْنِ ۔ تم حاضر نہ ہو
قَالُوْا ۔ بولے	نَحْنُ ۔ ہم	اُولُوْا ۔ صاحب	قُوَّةٍ ۔ قوت
وَّ ۔ اور	اُولُوْا ۔ صاحب	بَاْسٍ ۔ لڑائی	شَدِيْدٍ ۔ سخت کے ہیں
وَّ ۔ اور	الْاَمْرُ ۔ فیصلہ	اِلَيْكِ ۔ تیرے پاس ہے	فَانْظُرِيْ ۔ سو تو دیکھ
مَاذَا ۔ کیا	تَاْمُرِيْنَ ۔ حکم دیتی ہے	قَالَتْ ۔ بولی	اِنَّ ۔ بے شک
الْمُلُوْكَ ۔ بادشاہ	اِذَا ۔ جب	دَخَلُوْا ۔ داخل ہوتے ہیں	قَرْيَةً ۔ کسی بستی میں
اَفْسَدُوْهَا ۔ برباد کر دیتے ہیں اس کو		وَ ۔ اور	جَعَلُوْٓا ۔ بناتے ہیں

اَعِزَّةَ۔معززین	اَهْلِهَآ۔اس کے رہنے والوں کو		اَذِلَّةً۔ذلیل
وَ۔اور	كَذٰلِكَ۔ایسا ہی	يَفْعَلُوْنَ۔وہ کرتے ہیں	وَ۔اور
اِنِّيْ۔بے شک میں	مُرْسِلَةٌ۔بھیجنے والی ہوں	اِلَيْهِمْ۔ان کی طرف	بِهَدِيَّةٍ۔تحفے 548
فَنٰظِرَةٌۢ۔تو دیکھتی ہوں	بِمَ۔کیسے	يَرْجِعُ۔لوٹتے ہیں	الْمُرْسَلُوْنَ۔بھیجے ہوئے
فَلَمَّا۔تو جب	جَآءَ۔آیا	سُلَيْمٰنَ۔سلیمان کے پاس	قَالَ۔فرمایا
اَ۔کیا	تُمِدُّوْنَنِ۔مدد دینا چاہتے ہو مجھے		بِمَالٍ۔مال کی
فَمَآ۔تو جو	اٰتٰىنِۦَ۔دیا مجھے	اللّٰهُ۔اللہ نے	خَيْرٌ۔بہتر ہے
مِّمَّآ۔اس سے جو	اٰتٰىكُمْ۔دیا تم کو	بَلْ۔بلکہ	اَنْتُمْ۔تم
بِهَدِيَّتِكُمْ۔اپنے تحفے پر	تَفْرَحُوْنَ۔خوش ہوتے ہو	اِرْجِعْ۔لوٹ جا	اِلَيْهِمْ۔ان کی طرف
فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ۔ہم ضرور لائیں گے ان کے مقابل		بِجُنُوْدٍ۔لشکر	لَّا۔نہیں
قِبَلَ۔مقابلہ	لَهُمْ۔ان کا	بِهَا۔اس سے	وَ۔اور
لَنُخْرِجَنَّهُمْ۔نکالیں گے ہم ان کو		مِّنْهَآ۔اس سے	اَذِلَّةً۔ذلیل کر کے
وَّ۔اور	هُمْ۔وہ	صٰغِرُوْنَ۔خوار ہوں گے	قَالَ۔فرمایا
يٰۤاَيُّهَا۔اے	الْمَلَؤُا۔سردارو	اَيُّكُمْ۔کون تم میں سے	يَاْتِيْنِيْ۔لائے گا میرے
پاس	بِعَرْشِهَا۔اس کا تخت	قَبْلَ۔پہلے	اَنْ۔اس سے کہ
يَاْتُوْنِيْ۔آئیں میرے پاس	مُسْلِمِيْنَ۔مسلمان ہو کر	قَالَ۔بولا	عِفْرِيْتٌ۔ایک سرکش
مِّنَ الْجِنِّ۔جن	اَنَا۔میں	اٰتِيْكَ۔لاؤں گا آپ کے پاس	
بِهٖ۔وہ تخت	قَبْلَ۔پہلے	اَنْ۔اس سے کہ	تَقُوْمَ۔آپ اٹھیں
مِنْ مَّقَامِكَ۔اپنی جگہ سے	وَ۔اور	اِنِّيْ۔بے شک میں	عَلَيْهِ۔اس پر
لَقَوِيٌّ۔طاقتور ہوں	اَمِيْنٌ۔امانت دار	قَالَ۔کہا	الَّذِيْ۔اس نے
عِنْدَهٗ۔جس کے پاس	عِلْمٌ۔علم تھا	مِّنَ الْكِتٰبِ۔کتاب کا	اَنَا۔میں
اٰتِيْكَ۔لاؤں گا تمہارے پاس		بِهٖ۔وہ تخت	قَبْلَ۔پہلے
اَنْ۔اس سے کہ	يَّرْتَدَّ۔واپس آئے	اِلَيْكَ۔تیری طرف	طَرْفُكَ۔تیری نظر
فَلَمَّا۔پھر جب	رَاٰهُ۔اسے دیکھا	مُسْتَقِرًّا۔پڑا ہوا	عِنْدَهٗ۔اپنے پاس
قَالَ۔کہا	هٰذَا۔یہ ہے	مِنْ فَضْلِ۔فضل	رَبِّيْ۔میرے رب کا
لِيَبْلُوَنِيْۤ۔تاکہ مجھے آزمائے	ءَ۔کیا	اَشْكُرُ۔میں شکر کرتا ہوں	اَمْ۔یا
اَكْفُرُ۔ناشکری	وَ۔اور	مَنْ۔جو	شَكَرَ۔شکر کرے
فَاِنَّمَا۔تو اس کے سوا نہیں	يَشْكُرُ۔شکر کرے گا	لِنَفْسِهٖ۔اپنی جان کے لئے	وَ۔اور

مَنْ۔جو	كَفَرَ۔ناشکری کرے	فَاِنَّ۔تو بے شک	رَبِّیْ۔میرا رب
غَنِيٌّ۔بے پرواہ ہے	كَرِيْمٌ۔بزرگ مہربان	قَالَ۔فرمایا	نَكِّرُوْا۔تبدیل کردو
لَهَا۔اس کے لئے	عَرْشَهَا۔اس کا تخت	نَنْظُرْ۔ہم دیکھتے ہیں	اَ۔کیا
تَهْتَدِیْٓ۔پہچانتی ہے	اَمْ۔یا	تَكُوْنُ۔ہوتی ہے	مِنَ الَّذِيْنَ۔ان سے جو
لَا۔نہیں	يَهْتَدُوْنَ۔راہ پاتے	فَلَمَّا۔پھر جب	جَآءَتْ۔آئی
قِيْلَ۔پوچھا گیا	اَ۔کیا	هٰكَذَا۔اسی طرح ہے	عَرْشُكِ۔تیرا تخت
قَالَتْ۔بولی	كَاَنَّهٗ۔گویا کہ وہ	هُوَ۔وہی ہے	وَ۔اور
اُوْتِيْنَا۔دیئے گئے ہم	الْعِلْمَ۔علم	مِنْ قَبْلِهَا۔اس سے قبل	وَ۔اور
كُنَّا۔تھے ہم	مُسْلِمِيْنَ۔مسلمان	وَ۔اور	صَدَّهَا۔روکا اس کو
مَا۔جو	كَانَتْ۔تھی وہ	تَّعْبُدُ۔عبادت کرتی	مِنْ دُوْنِ۔سوا
اللّٰهِ۔اللہ کے	اِنَّهَا۔بے شک وہ	كَانَتْ۔تھی	مِنْ قَوْمٍ۔قوم
كٰفِرِيْنَ۔کافر سے	قِيْلَ۔کہا گیا	لَهَا۔اس کو	ادْخُلِي۔داخل ہوجا
الصَّرْحَ۔صحن میں	فَلَمَّا۔پھر جب	رَاَتْهُ۔دیکھا اس کو	حَسِبَتْهُ۔خیال کیا اس کو
لُجَّةً۔گہرا پانی	وَّ۔اور	كَشَفَتْ۔کھول دیں اس نے	عَنْ سَاقَيْهَا۔اپنی پنڈلیاں
قَالَ۔کہا	اِنَّهٗ۔بے شک وہ	صَرْحٌ۔صحن ہے	مُّمَرَّدٌ۔چکنا صاف
مِّنْ قَوَارِيْرَ۔شیشے کا	قَالَتْ۔بولی	رَبِّ۔اے میرے رب	اِنِّیْ۔بے شک میں نے
ظَلَمْتُ۔ظلم کیا	نَفْسِیْ۔اپنی جان پر	وَ۔اور	اَسْلَمْتُ۔میں اسلام لائی
مَعَ۔ساتھ	سُلَيْمٰنَ۔سلیمان کے	لِلّٰهِ۔اللہ کے لئے جو	رَبِّ۔رب ہے
الْعٰلَمِيْنَ۔سارے جہانوں کا			

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔سورۃ نمل۔پ ۱۹

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ ۔بلقیس نے اپنے درباریوں سے کہا کہ مجھے مشورہ دو اس معاملہ میں اس لئے کہ میں تمہارے بغیر کوئی قطعی فیصلہ کرنا نہیں چاہتی۔

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ ۔ درباریوں نے کہا ہم طاقتور سخت جنگ کرنے کے قابل ہیں لیکن حکم تیرا ہی مقدم ہے لہٰذا سوچ کر ہمیں حکم دے۔ یعنی ہم جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں بہادر اور شجاع ہیں قوت و توانائی و دلیری ہم میں ہے لیکن اے ملکہ مطیع تیرے ہیں اگر جنگ کا خیال ہے تو ہمیں حکم دے اور اگر مشورہ لینا ہے تو ہم اس کے اہل نہیں یہ کام تیرا ہے اپنی عقل و تدبیر سے غور کرلے ہم لوگ مشورہ کے اہل نہیں۔

بلقیس نے جب دیکھا کہ یہ لوگ لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں اور رائے دینے کی ان میں اہلیت نہیں ہے تو

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ ۔

بولی بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس بستی کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں ان کا ایسا ہی رویہ ہوتا ہے۔ وہ غلبہ وقوت سے ملک فتح کر کے قتل وقید اور اہانت کے ساتھ اپنا تسلط جمایا کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ ہے کہ سردست میں خود نہ جاؤں اور نہ ہی جنگ کی تیاری کروں بلکہ۔

وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۔ میں ان کی طرف تحفہ بھیج کر دیکھوں گی کہ ایلچی وہاں سے کیا جواب لاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بادشاہ ہیں یا نبی۔

اس لئے کہ بادشاہ ہدیہ قبول کرتے اور عزت واحترام سے ایلچیوں کو واپس کرتے ہیں اور نبی تحفہ تحائف کی پروانہیں کرتے وہ صرف اور صرف قبول دعوت سے خوش ہوتے ہیں۔

چنانچہ بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف پانچ سو غلام پانچ سو باندیاں بہترین لباس اور زیورات سے آراستہ کر کے زرنگار زینوں پر سوار کر کے روانہ کئے اور پانچ سو اینٹیں سونے کی جواہرات سے مرصع کر کے ایک تاج زریں مکلل بجواہر اور مشک وعنبر وغیرہ ساتھ بھیجے اور ایک خط لکھ کر قاصد کو روانہ کر دیا۔

ہدہد یہ سب کچھ دیکھ کر چلا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں سب حال عرض کر دیا۔ آپ نے حکم دیا کہ بلقیس کے فرستادوں کے آنے سے قبل نوفرسخ کے میدان میں سونے چاندی کی اینٹیں بچھادی جائیں اور اس کے گرد سونے چاندی کی کنگا جمنی دیوار کا احاطہ کر دیا جائے اور وہاں بحر وبر کے خوبصورت جانور پرند اور چرند آباد ہوں اور جنوں کے نوجوان بچے احاطہ کے دائیں بائیں رکھے جائیں۔

حسب الحکم تمام نظام بلقیس کے فرستادوں کے آنے سے قبل مکمل ہو گیا۔

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ ۔

تو جب وہ ایلچی بلقیس کے سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مال سے میری مدد کرتے ہو تو جو کچھ اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ تمہارے مال سے بہتر ہے تم تو اپنے تحفوں میں ہی خوش ہو۔

مگر میں اپنے رب کے فضل پر راضی ہوں اور اس وفد کے امیر منفر بن عمرو سے فرمایا:

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ ۔

واپس جاؤ (اور بلقیس کو کہہ دو کہ یا تو اسلام لا کر حاضر ہو جائے ورنہ) ہم ضرور ان پر وہ لشکر کشی کریں گے جن کے مقابلہ کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور ضرور ہم انہیں ان کے شہر سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ پست ہوں گے۔ ادھر یہ تہدید فرما کر ایلچیوں کو ملک سبا واپس کیا ادھر آپ نے اپنے علم سے جانا کہ اب وہ ملکہ ہمارے حضور اسلام کے ساتھ آئے گی۔ چنانچہ آپ نے حکم دیا:

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ ۔

اور فرمایا اے ہمارے درباریو تم میں کون ایسا ہے کہ اس کا تخت یہاں لے آئے اس سے قبل کہ وہ مسلمان ہو کر ہمارے حضور حاضر آئے۔

اس کے جواب میں ایک عفریت جنوں میں سے بولا (عفریت کہتے ہیں طاقتور یا شریر کو) کہ وہ تخت میں حاضر کر سکتا ہوں اجلاس برخاست کرنے سے قبل، چنانچہ ارشاد ہے:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ ۔اور حضور بے شک میں یہ قوت رکھتا ہوں اور امانت دار ہوں۔

یہ تخت بلقیس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اپنے سات محلوں میں سے سب سے پچھلے محل میں محفوظ رکھ کر اس کے تمام دروازے مقفل کر کے اس پر پہرے دار قائم کر دیئے تھے پھر خدمت سلیمانی کی حاضری کا ارادہ کیا تھا۔

جب یہ روانہ ہوئی تو اس شان سے کہ بارہ ہزار نواب اس کے جلو میں تھے۔ اور ہر نواب کے ساتھ ہزاروں لشکری تھے۔ یہاں عفریت کی پیشکش بھی منظور نہ ہوئی اس لئے کہ آپ کا اجلاس صبح سے دوپہر تک ہوتا تھا آپ نے فرمایا ہم اس سے جلدی چاہتے ہیں تو

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ ۔

وہ بولا جسے علم کتاب حاصل تھا کہ میں اس تخت کو پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر سکتا ہوں۔

یہ آپ کے وزیر آصف بن برخیا تھے جو اسم اعظم جانتے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا لاؤ حاضر کرو آصف نے عرض کی حضور آپ نبی ہیں نبی زادے ہیں آپ سے زیادہ قوت کس کو حاصل ہے آپ دعا فرمائیں تو وہ تخت آپ کے سامنے ہو گا۔

حضرت نے فرمایا تم سچ کہتے ہو چنانچہ آپ نے دعا کی وہ تخت قدرت الٰہی عزوجل سے زمین کے نیچے نیچے چل کر آپ کی کرسی کے پاس نمودار ہو گیا یا حضرت آصف نے بہ تعمیل حکم دمزدن میں پیش کر دیا۔

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ ۔تو جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس دیکھا تو

قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۫ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾ ۔فرمایا یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو اس کا شکر کرے وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے شک بے پروا کرم والا ہے۔

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی ذہانت و فطانت کا توازن فرمانے کا حکم دیا کہ اس تخت کی جڑ اول بدل دی جائے۔

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ ۔

فرمایا سلیمان نے بلقیس کا تخت اس کے سامنے وضع بدل کر بیگانہ کر دو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ پاتی ہے راہ یا ان میں ہوتی ہے جو ناواقف ہیں۔

چنانچہ ان کی جڑت ادل بدل دی گئی پھر جب وہ حاضر ہوئی۔

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ جب وہ آئی تو اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے۔

قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ ۔بلقیس بولی گویا کہ یہ وہی ہے۔

یہ جواب بلقیس کی کمال ذہانت کے ماتحت تھا کہ اس نے جز اول بدلی ہوئی کو بھی جان لیا اور آپ نے اسے اپنی قوت کا بھی مظاہرہ فرما دیا اور بتا دیا کہ تیری حفاظت اور قفل لگا کر پہرہ دار اسے نہ روک سکے تو خدائی قوت کے مقابلہ میں اسباب کی قوت کچھ نہیں ہوتی۔ چنانچہ بلقیس نے ساتھ ہی کہہ دیا:

وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِیْنَ ﴿۴۲﴾۔

اور ہمیں تو حضور اس سے قبل ہی معلوم ہو چکا تھا اور ہم مسلمان ہو چکے تھے۔ جبکہ آپ کا نامہ مبارک مجھ تک آیا میں سمجھ چکی تھی کہ آپ نبی ہیں اور آپ کے ساتھ قدرت الٰہی کی قوت ہے۔

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۴۳﴾۔

اور اسے روکا اس چیز سے جسے وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی بے شک وہ کافر قوم سے تھی۔ یعنی ایمان لانے سے، اس کی بت پرستی اور قوم کی جمعیت مانع تھی اس وجہ میں وہ کافروں میں ہی تھی۔ ورنہ معجزانہ شان سے نامۂ سلیمانی دیکھ کر وہ سمجھ چکی تھی کہ جس کا یہ نامہ ہے وہ یقیناً مؤید من اللہ عزوجل نبی ہے۔

اب اس کا دوسرا امتحان اس طرح کیا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے محل میں ایک صحن شیشہ کا بنوایا تھا جس کے نیچے پانی تھا اس میں رنگین مچھلیاں تیر رہی تھیں اس کے اندر کے رخ آپ کا تخت لگا ہوا تھا کہ آنے والا اس زجاجی صحن کو عبور کر کے آپ تک پہنچے۔ چنانچہ

قِیْلَ لَهَا ادْخُلِی الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْهَا ؕ۔

بلقیس کو کہا گیا کہ صحن میں آئے تو جب وہ آئی تو دیکھ کر گمان کیا کہ وہ پانی ہے گہرا اور اپنی پنڈلیاں کھولیں۔

تا کہ اس پانی میں سے چل کر آپ تک پہنچے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سمجھ لیا کہ جس کی عقل اسے نہ پہچان سکی وہ اللہ تعالیٰ کے عرفان تک کیسے پہنچ سکتی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے:

قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ ؕ۔ سلیمان نے فرمایا یہ تو ایک چکنا صحن ہے شیشوں جڑا ہوا۔

یعنی یہ پانی نہیں ہے۔ یہ سن کر بلقیس نے اپنی پنڈلیاں چھپالیں اور اپنی بے سمجھی پر منفعل ہوئی۔ اور سمجھ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو ایسے ایسے عجائبات کے ساتھ حکومت اور نبوت عطا فرمائی۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے دعوت توحید دی اس نے علی الفور جواب دیا جس کا تذکرہ یہ ہے:

قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۴﴾۔

بلقیس کہنے لگی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا کہ تیرے سوا غیر کی پرستش کی اور اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ کے حضور گردن اطاعت جھکاتی ہوں جو رب سارے جہان کا ہے۔

مختصر یہ کہ بلقیس نے اخلاص کے ساتھ اسلام قبول کیا اور خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کی۔

اب چند ضروری تصریحات بھی سمجھ لیں۔

۱۔ قرآن کریم حضرت سلیمان علیہ السلام اور بلقیس ملکہ سبا کے قصہ میں جو واضح بیان کرتا ہے وہ صرف اور صرف یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد کریم حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت وسلطنت کے وارث ہوئے۔

۲- حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منطق الطیر کا بھی علم عطا فرمایا۔

۳- حضرت سلیمان علیہ السلام کی متابعت میں انسان، جن اور جانور مسخر فرمائے گئے اور ہوا بھی آپ کے حکم میں مسخر تھی۔

۴- حضرت سلیمان علیہ السلام کی سواری ہوائی تھی جسے آج کل کے زمانہ میں ایروپلین کہہ سکتے ہیں۔

۵- ہدہد کے ذریعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک سبا کی اطلاع ملی اور آپ نے اسی کے ذریعہ اپنا فرمان دعوت بھیجا۔

۶- بلقیس نے اپنے درباریوں سے نامۂ سلیمانی کا تذکرہ کر کے کچھ تحفے بھیجنا مناسب سمجھا اور جنگ کرنا پسند نہ کیا۔

۷- جب ایلچی تحفے لے کر آئے تو سلیمان علیہ السلام نے وہ واپس کر دیئے اور فرما دیا کہ اگر اسلام قبول نہ کیا تو ہم لشکر کشی کر کے تمہارا ملک تباہ کر دیں گے۔

۸- ایلچیوں سے یہ حال معلوم کر کے بلقیس نے حاضر دربار سلیمانی ہونے کا عزم کر لیا۔

۹- دربار سلیمانی میں شیشہ کی چھت جس میں پانی نہ تھا وہاں سے بلقیس آئی پنڈلیاں کھولیں پھر اطمینان کر کے کہ یہ پانی نہیں پنڈلی چھپالی۔

۱۰- اس شان و شوکت کو دیکھ کر بلقیس ایمان لائی اور اپنا تخت پچی کاری بدلا ہوا پا کر مرعوب ہو گئی۔

۱۱- پھر بلقیس ایمان لے آئی۔

ارباب سیر کی سیر کرنے سے بہت سی رنگ آمیزیاں اس قصہ میں ملتی ہیں مثلاً

۱- بلقیس کی شادی سلیمان علیہ السلام سے ہوئی۔ اس کی اصل قرآن کریم میں نہیں اگر ہوئی ہو تو ہوئی اور نہ ہوئی ہو تو نہ ہوئی۔

۲- حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس پر فریفتہ تھے یہ الزام اور خرافات خالص ہے جس کی کوئی اصل نہیں اور ایسا الزام نبی کی ذات پر نازیبا بھی ہے۔

۳- بلقیس جنیہ کی اولاد تھی یہ بھی سیر کی سیرانی شان ہے یا بعض غیر مستند احادیث سے پتہ چلتا ہے۔

۴- بلقیس کے متعلق بتایا گیا تھا کہ اس کی پنڈلیوں میں بال ہیں اس لئے آپ نے صرح ممرد بالقوار یر تیار کرائی تا کہ وہ پانی کا حوض سمجھ کر پنڈلیاں کھول کر اس میں اترے اور آپ اس کی پنڈلیاں دیکھ لیں۔ یہ بھی محض بے اصل اور غیر ذمہ دار بات ہے جسے ایک نبی کی طرف منسوب کرنا بڑی جرأت کرنا ہے۔

پھر معتزلہ نے اس میں کھینچ تان جو کی ہے وہ بھی محض زائد امر ہے اور بے معنی ہے۔

اب اصل تفسیر ملاحظہ فرمائیں

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع - سورۃ نمل - پ ۱۹

اس رکوع میں جو نادر لغات ہیں اول وہ سمجھ لیں۔

لَّا قِبَلَ لَهُمْ ۔قبل کے معنی طاقت کے ہیں اور اصل میں قبل کہتے ہیں مقابلہ کو **وَالْمَعْنٰى لَا يَقْدِرُوْنَ اَنْ يُّقَابِلُوْهُمْ**۔

عِفْرِيْتٌ۔ آدمیوں میں سے وہ جو خبیث و منکر ہو اور شیاطین میں سے وہ جو خبیث و سرکش ہو۔

اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ۔ طرف کہتے ہیں دیکھنے کے وقت پلک جھپکانے کو اس سے کمال سرعت میں مبالغہ مقصود ہے۔ اور تخت بلقیس کو پلک جھپکنے میں لا دینا قدرت الٰہی عزوجل سے بعید نہیں وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ۔

نَكِّرُوْا لَهَا۔ یَعْنِیْ اِجْعَلُوا الْعَرْشَ مُنْكَرًا وَ مُغَیَّرًا عَنْ شَكْلِهٖ۔

كَاَنَّهٗ هُوَ۔ بلقیس نے ھُوَ ھُوَ نہیں بلکہ كَاَنَّهٗ هُوَ کہا گویا کہ وہ ویسا ہی ہے۔

اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ۔ صَرْحٌ محل۔ مُّمَرَّدٌ۔ صاف چکنا۔ قَوَارِیْرَ۔ جمع قارورہ کی ہے اور قارورہ وہ شیشہ ہے جو صاف ومجلی ہو۔

تفسیر رکوع سوم۔ سورۂ نمل۔ پ ۱۹

قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ ۔

بلقیس بولی اے درباریو! مجھے مشورہ دو میرے معاملہ میں میں قطعی فیصلہ نہیں کرتی کسی بات کا جب تک تم جمع نہ ہو۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْاِفْتَاءُ عَلٰى مَا قَالَ صَاحِبُ الْمَطْلَعِ الْاِشَارَةُ عَلَى الْمُسْتَفْتِیْ فِیْمَا حَدَثَ لَهٗ مِنَ الْحَادِثَةِ بِمَا عِنْدَ الْمُفْتِیْ مِنَ الرَّأْیِ وَالتَّدْبِیْرِ وَ هُوَ اِزَالَةُ مَا هُوَ لَهٗ مِنَ الْاِشْكَالِ۔

صاحب مطلع فرماتے ہیں اس میں اشارہ ہے مستفتی پر جو کوئی حادثہ ہوا سے مفتی سے رائے اور تدبیر کے متعلق دریافت کرنا ہے اور ازالہ کرنا ہے اس مشکل کا۔

وَ فِی الْمُغْرِبِ اِشْتِقَاقُ الْفَتْوٰى مِنَ الْفَتٰى لِاَنَّهَا جَوَابٌ فِیْ حَادِثَةٍ اَوْ اِحْدَاثِ حُكْمٍ اَوْ تَقْوِیَةِ بَیَانِ الْمُشْكِلِ۔ اور مغرب میں ہے کہ فتویٰ فتی سے مشتق ہے اس لئے کہ وہ جواب ہوتا ہے حادثہ میں یا حکم لینا ہوتا ہے کسی احداث میں یا تقویت ہوتی ہے کسی بیان مشکل میں۔

تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ مجھے مشورہ دو جو تمہاری رائے میں ہو اس معاملہ میں جو مجھ پر آیا ہے۔

مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ ۔ میں کسی معاملہ میں قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم نہ موجود ہو۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ مَا اَقْطَعُ اَمْرًا مِّنَ الْاُمُوْرِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالْمُلْكِ اِلَّا بِمَحْضَرِكُمْ وَ بِمُوْجِبِ اٰرَائِكُمْ وَاسْتَدَلَّ بِالْاٰیَةِ عَلٰى اِسْتِحْبَابِ الْمُشَاوَرَةِ وَالْاِسْتِعَانَةِ بِالْاٰرَاءِ فِی الْاُمُوْرِ الْمُهِمَّةِ۔ اس آیت سے استحباب مشورہ اور استعانت امور مہمہ میں آرائے اہل الرائے ثابت ہوتا ہے۔ اس پر اعیان دولت نے جواب دیا:

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ۙ۬ وَّ الْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَا ذَا تَاْمُرِیْنَ ﴿۳۳﴾ ۔

بولے سب کہ ہم تعداد اور جسم میں پوری قوت والے ہیں اور جنگ میں کامل جانباز اور شجاع ہیں مگر حال یہ ہے کہ حکم تو تمہارا ہی ہے لہٰذا دیکھ لو اور سوچ کر حکم دو ہمیں تعمیل میں عذر نہیں۔

یعنی سب نے کہا اگر جنگ کرنا ہے تو ہم ہر طرح تیار ہیں۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قِیْلَ كَانَ اَهْلُ مَشْوَرَتِهَا ثَلٰثُ مِائَةٍ وَّ اِثْنٰى عَشَرَ رَجُلًا كُلٌّ وَاحِدٍ عَلٰى عَشْرَةِ الْاٰلَافِ۔ یہ اہل مشورہ تین سو بارہ آدمی تھے اور ہر ایک دس دس ہزار پر حکمران تھا۔

اس کے علاوہ اور روایتیں ہیں جن میں اتنا مبالغہ ہے کہ ارض یمن کی آبادی سے بھی فوج کی تعداد بڑھ جاتی ہے بہر حال

جتنے بھی تھے انہوں نے فیصلہ بلقیس کے ہاتھ میں دے دیا اور اپنی طرف سے جنگ کے لئے حوصلہ افزا جواب دے دیا۔ لیکن بلقیس عقیلہ فہیمہ تھی اس نے سوچ کر اعیان دولت کو جواب دیا:

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٤﴾

بولی بلقیس کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور اس بستی کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہیں اور ایسا ہی عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ وہ کرتے ہیں۔

لہٰذا میں جنگ پسند نہیں کرتی بلکہ دوسرا طریقہ بہتر سمجھتی ہوں وہ یہ کہ

وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣٥﴾

کہ میں کچھ تحفے ہدیۂ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ وہ کس حال میں واپس آتے ہیں۔

اور بلقیس نے قوم سے کہا کہ اگر وہ دنیاوی بادشاہ ہیں تو ہمارے تحفے لے کر راضی ہو جائیں گے پھر ہم بھی ان کے ساتھ دنیا والوں کی طرح برتاؤ کریں گے۔

اور اگر وہ فی الواقع نبی ہیں تو ہمارے تحفوں سے ہرگز راضی نہ ہوں گے پھر ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم ان کے دین کا اتباع کریں۔

ہدیہ عربی میں اسے کہتے ہیں جو عطیہ کی شکل میں تعظیماً پیش کیا جائے۔ چنانچہ ہدایا کی تفصیل بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ ہے: اِنَّهَا كَانَتْ مِائَةُ وَ صِيْفٍ وَ مَائَةُ وَ صِيُفَةٍ۔ یعنی سو غلام اور سو لونڈیاں تھیں۔

اور وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں پانچ سو غلام اور پانچ سو لونڈیاں بھیجیں اور لونڈیوں کو غلاموں کے لباس میں ملبوس کر کے قبائیں پہنائیں اور کمر پٹکے لگائے اور غلاموں کو لونڈیوں کا لباس پہنا کر ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن گلے میں سنہری طوق کانوں میں سونے کی بالیاں جن میں جڑاؤ جھمکے تھے، پہنائے پھر لونڈیوں کو پانچ سو پچھیروں پر سوار کیا اور غلاموں کو پانچ سو تاتاری گھوڑوں پر سوار کیا اور ہر ایک سواری پر سنہری جھولیں تھیں جو جواہرات سے مرصع تھیں اور ان پر پردہ دیباج کے تھے۔

اور بہت سی اینٹیں سونے کی اور بہت سی چاندی کی تھیں۔

اور ایک تاج بھیجا جو موتیوں سے مکلل اور یاقوت سے مرصع تھا۔

اور مشک اور عنبر اور عود اور ایک چار سالہ اونٹ کے بچے پر موتی اصلی اور ایک گھونگا جس کے سوراخ ٹیڑھے تھے۔ پھر اشراف قوم سے ایک شخص کو بلایا جس کا نام منذر بن عمرو تھا اور اس کے ساتھ اپنی قوم کے اہل الرائے اور ذی عقل لوگ کئے اور ایک نامہ لکھا جس میں ان تمام تحائف کا ذکر تھا۔

اور آخر میں لکھا تھا: اِنْ كُنْتَ نَبِيًّا مَيِّزْ بَيْنَ الْغِلْمَانِ وَالْجَوَارِىْ اگر آپ نبی ہیں تو پہچان لیں کنیز اور غلمان کو۔

اور اپنے ایلچی کو کہا جب وہ کنیز اور غلمان میں فرق فرما دیں تو یہ موتی دینا کہ اس میں سوراخ کرا دیں۔

اور اس گھونگے پر ڈورا پروا دیں۔

اور غلاموں کو حکم دیا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے زنانی طرز پر گفتگو کریں۔

اور کنیزوں کو کہا کہ تم مردانہ طرز پر بولنا۔

اور قاصد کو ہدایت کی کہ تم دیکھنا کہ وہ تم سے سختی اور ہیبت کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں اگر غصہ وغضب سے گفتگو کریں ڈرنا نہیں کہ ہم ان سے قوت میں بہت زیادہ ہیں اور سمجھ لینا کہ یہ صرف بادشاہ ہے۔

اور اگر تم سے ہشاش بشاش طریقہ پر لطف وکرم سے پیش آئیں تو سمجھ لینا یہ نبی ہیں۔

مختصر یہ کہ قاصد تحفے تحائف لے کر ادھر روانہ ہوا۔

ادھر ہدہد جو سب کچھ دیکھ رہا تھا تیزی سے چلا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں سارا حال آکر سنا دیا۔

آپ نے اسی وقت حکم دیا کہ سونے کی اینٹیں بنائی جائیں اور چاندی کی بھی تیار کی جائیں۔

جنوں نے حکم سنتے ہی تیار کر دیں پھر حکم دیا یہ اینٹیں نوفرسخ تک بچھا کر سڑک بنا دو اور سونے چاندی کی اینٹوں کی دونوں طرف دیوار بنا دو۔ جب یہ کام ہو جائے تو آپ نے فرمایا: اَیُّ الدَّوَابِّ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اَحْسَنُ فَقَالُوْا یَا نَبِیَّ اللّٰهِ مَا رَأَیْنَا مِنْ دَوَابِّ فِی الْبَحْرِ یُقَالُ لَهَا کَذَا وَ کَذَا مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا لَهَا اَجْنِحَةٌ وَّ اَعْرَافٌ وَ نَوَاصِیُ قَالَ عَلَیَّ بِهَا السَّاعَةَ فَاَتَوْهُ بِهَا قَالَ شُدُّوْهَا عَنْ یَمِیْنِ الْمَیْدَانِ وَ عَلٰی شِمَالِهٖ۔ کہاں کہاں کے جانور دریائی اور جنگلی خوبصورت ہیں عرض کیا حضور فلاں فلاں جگہ سے بہتر ہم نے خوبصورت جانور نہیں دیکھے ان کے بازو ایسے پیشانیاں ایسی ہیں فرمایا فوراً حاضر کرو۔

چنانچہ سب حاضر کئے گئے حکم ہوا انہیں اس جنگل میں باندھ دو۔

پھر آپ نے جن وشیاطین اور انسانوں کو اور وحوش وطیور کو حکم دیا کہ وہ اپنی اولادیں جمع کریں چنانچہ سب جمع ہو گئیں۔

پھر آپ اپنے تخت پر جلوہ فرما ہوئے اور چار ہزار کرسی اپنے دائیں بائیں لگائی۔

اب وہ فرستادہ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ جانور بھی ایسے خوبصورت ہیں کہ اس سے قبل ہم نے نہ دیکھے۔

آگے چلے تو سڑک سونے چاندی کی اینٹوں کی دیکھی دورویہ دیوار بھی گنگا جمنی اینٹوں سے کھڑی پائی تو انہیں اپنے دل میں شرم آئی تو جو کچھ سونا چاندی لائے تھے اسے راستہ میں ہی چھپا دیا۔

اور بارگاہ سلیمانی میں پہنچ کر نامہ بلقیس پیش کیا آپ نے اسے پڑھ کر فرمایا۔

اَیْنَ الْحُقُّ؟۔ وہ ڈبیا کہاں ہے؟ قاصدوں نے پیش کی آپ نے اسے ہلایا کہ جبریل امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا اس میں موتی ہے اس کے اندر یہ چھید کرانا چاہتے ہیں اور ایک گھونگا ہے جس میں ٹیڑھا سوراخ ہے اس میں ڈورا پروانا مطلوب ہے۔

چنانچہ ایک دیمک جسے ارضہ کہتے ہیں کو حکم ہوا اس نے ڈورا پکڑا ایک طرف سے چل کر ٹیڑھے رخ سے باہر آ گئی۔

پھر موتی میں سوراخ کے لئے دودۂ بیضا کو حکم ہوا اس نے سوراخ کر دیا۔

پھر کنیز وغلام کے امتیاز کی باری آئی وہ بھی آپ نے ممیّز فرما لئے۔

اس کے بعد آپ نے ہدایا تمام واپس فرما دیئے اور اس قسم کی سیر کی روایتیں بہت سی ہیں جو بخوف طوالت نقل نہیں کی گئیں۔

علاوہ اس کے علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ان روایات میں اپنی رائے یہ دی ہے کہ وَ کُلُّ ذٰلِکَ الْاَخْبَارِ لَا

یُدْرٰی صِحَّتُهَا وَلَا كِذْبُهَا۔ بہرحال قرآن کریم اتنا فرماتا ہے کہ

فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ٘ فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَیْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾۔

جب وہ فرستادے حضرت سلیمان کی خدمت میں آئے (اور لائے ہوئے تحفے پیش کئے تو) فرمایا کیا تم میری مدد مال سے کرتے ہو تو جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے (نبوت و مملکت سے وہ) بہتر ہے اس سے جو تمہارے پاس ہے بلکہ تم تو اس قسم کے تحفے تحائف سے راضی ہو۔

فَكَاَنَّهٗ قِیْلَ اُنْكِرُ اِمْدَادَكُمْ اِیَّایَ بِمَالٍ لِاَنَّ مَا عِنْدِیْ خَیْرٌ مِّنْهُ فَلَاحَاجَةَ لِیْ اِلٰی هَدِیَّتِكُمْ۔

گویا آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری امداد کی ضرورت نہیں ایسے تحفے تحائف سے تم لوگ ہی اپنی پست ہمتی سے خوش ہوتے ہو کیونکہ تمہارے دل محبت دنیا میں منہمک ہیں اور فرمایا:

اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾۔

آپ نے فرستادوں کو حکم دیا کہ جاؤ اور اپنے تحفے لے جاؤ اور (بلقیس کو کہہ دو کہ یا تو اسلام لا کر آئے ورنہ) یقیناً ہم وہ لشکر لائیں گے جس کے مقابلہ کی قوت نہ ہوگی اور ہم ضرور تمہیں ملک سبا سے نکال دیں گے اور تمہاری عزت و تمکنت سب جاتی رہے گی اور بلندی سے پستی میں آ جاؤ گے۔

چنانچہ فرستادے بلقیس کے پاس پہنچے اور سطوت سلیمانی کا مفصل حال اور آپ کی مال سے بے پرواہی کا سب واقعہ سنا دیا۔ بلقیس نے سن کر فیصلہ کیا کہ وہ یقیناً نبی اللہ ہیں اور ان سے مقابلہ محال ہے لہٰذا مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے۔

اس کا علم بھی انوار نبوت یا کسی ذریعہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہو گیا اور آپ نے اپنے دربار میں فرمایا:

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۸﴾۔

فرمایا اے درباریو تم میں کون ایسا ہے جو میرے پاس بلقیس کا تخت اس کے مسلمان ہو کر یہاں آنے سے پہلے لا دے۔

ادھر یہاں یہ انتظام کیا گیا ادھر بلقیس نے روانگی کا اہتمام کیا۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِذَا عَلِمَتْ اَنَّهٗ نَبِیٌّ وَّلَا طَاقَةَ لَهَا بِقِتَالِهٖ۔ جب بلقیس نے جان لیا کہ وہ نبی ہیں اور اس کے مقابلہ کی اس میں طاقت نہیں۔ تو سب سے پہلے اس نے اپنے تخت کو محفوظ جگہ رکھوایا اور مقفل کر کے پاسبان مقرر کر دیئے پھر یہ روانہ ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اطلاع دی اِنِّیْ قَادِمَةٌ عَلَیْكَ بِمُلُوْكِ قَوْمِیْ حَتّٰی اَنْظُرَ مَا اَمْرُكَ وَمَا تَدْعُوْا اِلَیْهِ مِنْ دِیْنِكَ۔ میں اپنی قوم کے نوابوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں آ رہی ہوں تا کہ میں دیکھوں آپ اپنے دین کے لئے مجھے کیا دعوت دیتے ہیں۔

غرضکہ آپ کے اس فرمان پر ایک طاقتور جن جسے عفریت کہا جاتا ہے کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَۚ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ﴿۳۹﴾۔

ایک عفریت طاقتور جن عرض کرنے لگا حضور! میں اس تخت کو آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ اپنے دربار سے اٹھیں اور میں اس تمام کام کی قوت رکھتا ہوں اور پورا امانت دار ہوں۔

عفریت عربی میں خبیث سرکش کو کہتے ہیں۔ چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ قَالَ عِفْرِیْتٌ پر اسے خبیث مارد جن فرماتے ہیں۔

اس عفریت کے نام میں اختلاف ہے۔

ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم رحمہم اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا نام صخر فرماتے ہیں۔

اور ابن ابی حاتم، ابن جریر شعیب الجبائی رحمہم اللہ سے ناقل ہیں: اِنَّ اِسۡمَهٗ كُوۡزَنُ اس کا نام کوزن تھا۔

اور ایک روایت میں اس کا نام کوزی بتایا ہے۔

ایک روایت سے اس کا نام ذکوان ملتا ہے۔

آپ کی مجلس احکام جاری کرنے کے لئے صبح سے ظہر تک ہر روز ہوتی تھی۔

چنانچہ ذکوان عفریت نے اتنا وقت تخت لانے کے لئے مانگا اور عرض کیا میں یہ طاقت رکھتا ہوں کہ اس مدت میں وہ تخت لے آؤں اور امانت دار ہوں اس میں سے کچھ نہ نکالوں گا نہ تبدیل کروں گا کہ اتنے میں ایک وہ بولے جنہیں علم کتاب حاصل تھا:

قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡكَ طَرۡفُكَ ؕ

بولا وہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں آپ کی خدمت میں پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر سکتا ہوں۔

یہ علم کتاب رکھنے والے کون تھے اس کے متعلق جمہور میں سے

حضرت ابن عباس اور یزید بن امان اور حسن علیہم رضوان فرماتے ہیں کہ وہ آصف بن برخیا ابن شعیا ابن منکیل تھے ان کی والدہ کا نام باطورا تھا جو بنی اسرائیل سے تھیں اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر تھے۔

اور مجمع البیان میں یہ ہے کہ اِنَّهٗ وَزِیۡرُهٗ وَابۡنُ اُخۡتِهٖ وَكَانَ صِدِّیۡقًا یَعۡلَمُ الۡاِسۡمَ الۡاَعۡظَمَ۔ یہ وزیر تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اور آپ کے بھانجے تھے اور آپ کے دوست تھے اور اسم اعظم جانتے تھے۔

ایک قول ہے کہ آپ کا کاتب تھا۔

اس کے علاوہ اور اقوال بھی ہیں جس میں ان کا نام اسطوریا یا اسطورس بھی ہے۔ کسی نے کہا ذوالنور نام تھا۔ کسی نے کہا وہ حضرت خضر ہی تھے۔ کسی نے کہا ان کا نام ملیخا تھا۔ ایک قول ہے کہ ان کا نام ملخ تھا۔ ایک قول ہے کہ ان کا نام تملیخا ہے۔ کسی نے کہا ان کا نام ہود تھا کسی نے کہا ان کا نام حنبہ ابن اوحبہ کسی نے کہا وہ حضرت جبریل امین ہی تھے۔

بہرحال جمہور اسی طرف ہیں کہ وہ حضرت آصف بن برخیا تھے۔

اب قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام آصف بن برخیا کے تخت منگوانے میں معاذ اللہ محتاج تھے جب ہی تو آپ نے اَیُّكُمۡ یَاۡتِیۡنِیۡ بِعَرۡشِهَا فرمایا۔ اور عفریت کے دیر میں لانے کے سبب دوسری طرف توجہ کی اور آصف کے ذریعہ وہ تخت چشم زدن میں آ گیا۔

اس پر علامہ تقی موسیٰ بن محمد بن علی بن موسیٰ اور یحییٰ بن اکثم رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سوال ہم نے آپس میں کیا تو یحییٰ بن اکثم نے جواب نہ دیا حتیٰ کہ انہوں نے اپنے بھائی علی بن محمد سے یہ سوال کیا کہ کیا سلیمان علیہ السلام علم آصف کے محتاج تھے کہ وہ خود تخت نہ لا سکے اور آصف سے منگوایا۔

تو آپ نے فرمایا: لَمۡ یَعۡجِزۡ سُلَیۡمَانُ عَنۡ مَعۡرِفَةِ مَا عَرَفَ اٰصَفُ لٰكِنَّهٗ عَلَیۡهِ السَّلَامُ اَحَبَّ اَنۡ یُّعَرِّفَ اُمَّتَهٗ مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اَنَّهُ الۡحُجَّةُ مِنۡ بَعۡدِهٖ وَ ذٰلِكَ مِنۡ عِلۡمِ سُلَیۡمَانَ اَوۡدَعَهٗ اٰصَفَ بِاَمۡرِ اللّٰهِ

فَفَهَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِئَلَّا يُخْتَلَفَ فِيْ اِمَامَتِهٖ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اس علم سے ہرگز عاجز نہ تھے لیکن آپ کو یہ پسند تھا کہ آپ کی امت جن وانس سے جان لے کہ آصف آپ کے بعد امام قوم ہیں اور یہ علم علم سلیمان علیہ السلام سے آصف کو بہ حکم الٰہی عزوجل ودیعت کیا گیا تھا تا کہ آپ کے بعد آپ کی امامت میں کوئی اختلاف نہ کرے۔

اور وہ اسم اعظم جو آپ نے آصف بن برخیا کو تعلیم فرمایا تھا وہ یہ تھا: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ۔

ایک قول ہے وہ اسم اعظم تھا: يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

ایک قول ہے وہ اسم تھا: اَللّٰهُ الرَّحْمٰنُ۔

ایک قول ہے کہ وہ اسم عبرانی تھا: اَهْيَا اَشْرَاهْيَا۔

اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم زہری رحمہم اللہ سے راوی ہیں کہ حضرت آصف نے یہ دعا پڑھی تھی: يَا اِلٰهَنَا وَاِلٰهَ كُلِّ شَيْءٍ اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ائْتِنِيْ بِعَرْشِهَا۔

اور طرف عربی میں تحریک اجفان یعنی پلک جھپکنے کو کہتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے پلک جھپکائی جب کھولی تو۔

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ۔ اور دیکھا تو وہ تخت آپ کے سامنے تھا تو آپ نے شکریہ الٰہی عزوجل کیا۔

قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ۔ اور کہا یہ میرے رب کا فضل ہے۔

لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۖ۔ تا کہ وہ میرا امتحان لے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔

اس کے بعد آپ نے عام اصولی بات ظاہر کی وہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر کرنے والا نعمتوں میں زیادہ حقدار ہوجاتا ہے اور ناشکرا عذاب میں مبتلا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد عالی ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۔ اگر تم شکر کرو تو ہماری نعمتیں تمہیں زیادہ ملیں گی اور ناشکری کرو گے تو ہمارا عذاب بہت سخت ہے۔

ورنہ تمہارا شکر ہمیں کوئی نفع نہیں دیتا اور تمہاری ناشکری سے ہمیں نقصان نہیں ہوتا اور وہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾۔

اور جو شکر کرے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو ناشکری کرے گا تو میرا رب بے پروا کریم ہے۔

یعنی ان کی شکر گزاری ان کے نفع کا موجب اور ناشکری میں اللہ تعالیٰ بے پروا ہے اور وہ تو پھر بھی کرم فرماتا ہے البتہ ناشکرا نعمتوں سے محروم ہوجاتا ہے۔

اب آگے کے قصہ کی طرف رجوع فرمایا گیا۔

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾۔ فرمایا سلیمان نے بیگانہ کردو اس کے تخت کو ہم دیکھتے ہیں وہ صحیح عقل سے اسے پہچانتی ہے یا ویسے ہی ہوتی ہے جیسے نہ جاننے والے ہوتے ہیں۔

یعنی اس تخت کی پچی کاری اور جڑاول بدل دو تا کہ اس تخت کی شکل وہ نہ رہے ہر نگینہ اکھاڑ کر اس کی جگہ دوسرا نگینہ جڑ دو۔

بعض نے کہا اس کے نیچے کی جڑ اول اوپر کردو اور اوپر کی نیچے۔

ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ کتنی ذہین ہے چنانچہ تعمیل حکم ہوئی اور وہ تمام جواہرات بدل گئے۔

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ۔ تو وہ جب آ گئی اس سے پوچھا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے۔

یعنی وہ تخت جسے تو مقفل کر کے محفوظ کر آئی تھی تو اس نے تخت دیکھ کر جواب دیا:

قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ۔ بولی بلقیس یہ گویا کہ وہی ہے۔

یعنی اگرچہ وہ نہیں ہے، لیکن ویسا ہی ہے اس کی پچی کاری میں اور اس کی پچی کاری میں فرق ہے لیکن طول وعرض اور ساخت میں بالکل یہ ویسا ہی ہے اور اس تخت پر کیا منحصر ہے۔

وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ ۔حضور! مجھے اس سے پہلے ہی علم ہو چکا تھا اور میں اسلام لا چکی تھی۔

یعنی آپ کی صحت نبوت اور کمال قدرت کا مجھے جب ہی علم ہو چکا تھا جب آپ کا نامہ عالی ہدہد لایا تھا اب اس معجزہ کے مشاہدہ کی مجھے ضرورت نہیں میں تو اول ہی آپ کو مان چکی تھی اور ایمان لا چکی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہے:

وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ ۔

اور روکا اس کو اس کے مذہب قدیم سے جو وہ پوجتی تھی اللہ کے سوا اور بے شک وہ قوم کفار سے تھی۔

یعنی دعوات اسلامیہ علانیہ قبول کرنے سے اس کی قدیم طرز عبادت اور شرک نے روک رکھا تھا اس لئے کہ وہ کافروں کی قوم سے تھی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جنوں نے جب بلقیس کے آنے کی خبر سنی تو اس سے خائف ہوئے کہ اگر آپ نے بلقیس سے عقد فرما لیا اور اس سے اولاد ہو گئی تو وہ جنوں کو ذلت سے دیکھے گا اور انسانوں کے حقوق زیادہ ملحوظ رکھے گا تو انہوں نے نہایت خفیہ سازش کر کے اول بلقیس کی طرف جنون کا الزام لگایا اور اس کے ساتھ ہی نفرت پیدا کرنے کی غرض سے عرض کیا: اِنَّ رِجْلَهَا كَحَوَافِرِ الْبَهَائِمِ بلقیس کی پنڈلیاں ایسی ہیں جیسے جانوروں کی کہ بالوں سے بھری ہوئی ہیں اس وجہ سے شیشے کی چھت بنوائی گئی اور اس کے نیچے پانی رکھا تاکہ بلقیس پنڈلی کھول کر جب آگے بڑھے گی تو پنڈلیوں کے بال معلوم ہو جائیں گے۔

اگرچہ اس کے مان لینے میں کوئی مضائقہ شرعی نہیں اس لئے کہ ابھی وہ مشرکہ تھی اور مشرکہ اور انعام میں کیا فرق ہے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔

لیکن باوجود اس رخصت شرعی کے ہم اس قسم کی روایات کو بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

بہر حال جو الزام جنون اجنہ نے رکھا تھا اس کا امتحان تو تخت کے ذریعہ ہو گیا کہ بلقیس نے اس کے جواب میں كَاَنَّهٗ هُوَ کہہ کر اپنی ذہانت وفطانت کا پورا ثبوت دے دیا۔

دوسرا امتحان پنڈلی کے بالوں کا یا بلقیس کی مزید ذہانت کا یہ ہوا کہ اِنَّ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمَرَ الْجِنَّ قَبْلَ قُدُوْمِهَا فَبَنَوْا لَهٗ عَلٰى طَرِيْقِهَا قَصْرًا مِّنْ زُجَاجٍ اَبْيَضَ وَ اُجْرِيَ مِنْ تَحْتِهِ الْمَاءُ وَ اُلْقِيَ فِيْهِ مِنْ دَوَابِّ الْبَحْرِ السَّمَكُ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کو حکم دیا کہ اس کے آنے سے پہلے راستہ میں ایک محل سفید شیشہ کا

بنایا جائے اوراس کے آنے سے پہلے اس کے نیچے پانی جاری کیا جائے اس پانی میں دریا سے مچھلیاں ڈالی جائیں چنانچہ جنوں نے فوراً وہ محل تیار کر دیا۔

آپ نے اس کے صدر میں اپنا تخت لگایا آپ اس پر جلوہ فرما ہوئے اور آپ کے گرداگرد پرند اور جن وانس حاضر تھے اور اس لئے محل بنوایا گیا کہ اس کی ذہانت کا مزید امتحان ہو اور جنوں نے جو کہا تھا: اِنَّهَا شَعْرَاءُ السَّاقَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ وَرِجْلُهَا كَحَافِرِ الْحِمَارِ۔ وہ بہت بالوں والی پنڈلیاں رکھتی ہے اور اس کے پیر گدھے کے سموں کی طرح ہیں واللہ اعلم

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ چھت بھی اس کی ذہانت وفطانت کے لئے ہی بنوائی تھی اور اتنے شفاف شیشے کی بنائی گئی تھی کہ اس پر شیشے کا شبہ ہی نہیں ہو سکتا تھا اور

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ۔ اور اسے کہا گیا محل میں داخل ہو۔

اور اگر پنڈلی دیکھنے والی روایت تسلیم بھی کر لی جائے تو اباحت نظر قبل الخطبہ پر یہ آیت دلیل ہو سکتی ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا۔ تو جب بلقیس نے دیکھا تو وہ سمجھی کہ یہ پانی کا حوض ہے تو اس نے پائنچے چڑھا کر پنڈلیاں کھولیں۔

صرح عربی میں بناء عالی کو بھی کہتے ہیں اور صحن قصر کو بھی کہتے ہیں۔

تو پائنچے اس لئے چڑھائے کہ پانی سے کپڑے نہ بھیگیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے جتایا اور

قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ۔ فرمایا یہ چھت ہے چکنے شیشوں کی۔

قارورہ کی جمع قواریر ہے۔ پھر جبکہ اس نے یہ امر عظیم دیکھا تو علی الفور بول اٹھی۔

قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ع۔ بلقیس بولی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا کہ سورج کی پوجا کی اور میں سلیمان کے ساتھ ایمان لائی رب العالمین پر اور غیر خدا کی پرستش اب ترک کر دی۔

اس کے بعد اب روایات سیر کی رنگ آمیزیاں بھی ملاحظہ کر لیں۔

وَاخْتُلِفَ فِيْ اَمْرِهَا بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَقِيْلَ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَزَوَّجَهَا وَاَحَبَّهَا وَاَقَرَّهَا عَلٰى مُلْكِهَا وَاَمَرَ الْجِنَّ فَبَنَوْا لَهَا سَلِيْحِيْنَ وَغَمْدَانَ وَكَانَ يَزُوْرُهَا فِي الشَّهْرِ مَرَّةً فَيُقِيْمُ عِنْدَهَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَوَلَدَتْ لَهٗ۔

بلقیس کے اسلام لانے کے بعد کے حالات میں اختلاف ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے عقد فرمایا اور وہ محبوب بیوی بنی اور اس کی مملکت پر مختار فرمایا اور جنوں کو حکم دیا کہ اس کے لئے مسلح دو لشکر رکھیں اور تلواروں کا سایہ رکھیں گویا قلعہ میں محفوظ رکھیں اور آپ ایک ماہ میں ایک بار اس کے پاس آتے اور تین دن رہتے آپ سے اس کے اولاد بھی ہوئی۔

اور ابن عساکر سلمہ بن عبداللہ ربعی رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمْهَرَهَا بَعْلَبَكَّ۔ بلقیس کے مہر

میں آپ علیہ السلام نے بعلبک شہر دیا تھا۔

اور اس کے غسل کے لئے حمام تعمیر کرایا اور یہ پہلا حمام تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنوایا اور نورہ یعنی ہڑتال چونہ سے بال اڑانا بھی آپ ہی کے زمانہ سے جاری ہوا۔

پھر ان روایتوں کے ساتھ یہ بھی روایت ہے۔

عَنْ وَهْبٍ اَنَّهُ قَالَ زَعَمُوْا اَنَّ بِلْقِيْسَ لَمَّا اَسْلَمَتْ قَالَ لَهَا سُلَيْمَانُ اخْتَارِىْ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِكِ اُزَوِّجُكِهٖ فَقَالَتْ اَمِثْلِىْ يَا نَبِىَّ اللّٰهِ تَنْكِحُ الرِّجَالَ وَقَدْ كَانَ فِىْ قَوْمِىْ مِنَ الْمُلْكِ وَالسُّلْطَانِ مَا كَانَ قَالَ نَعَمْ اِنَّهُ لَا يَكُوْنُ فِى الْاِسْلَامِ اِلَّا ذٰلِكَ وَمَا يَنْبَغِىْ لَكِ اَنْ تُحَرِّمِىْ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكِ فَقَالَتْ زَوِّجْنِىْ اِنْ كَانَ لَا بُدَّ مِنْ ذٰلِكَ ذَا تُبَّعٍ مَلِكَ هَمْدَانَ فَزَوَّجَهَا اِيَّاهُ ثُمَّ رَدَّهَا اِلَى الْيَمَنِ وَسَلَّطَ زَوْجَهَا ذَاتُبَّعٍ وَ دَعَا زُوْبَعَةَ اَمِيْرَ جِنِّ الْيَمَنِ۔

بلقیس کو بعد از اسلام حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اپنی قوم میں سے کسی کا انتخاب کر لے تو میں اس سے تیرا نکاح کر دوں اس نے عرض کیا حضور! میں کس کا انتخاب کروں۔ میری قوم سے ایک نواب تھا اس نے اقرار نہ کیا اور وہ مسلمان بھی نہیں۔ اب حضور کو یہ زیبا نہیں کہ آپ مجھے اس نعمت سے محروم فرمائیں جو اللہ نے آپ پر حلال کی ہے گو اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عقد کی خواہش کی اور اگر یہ کسی طرح ممکن نہیں تو اس تبع سے کر دیجئے جو ہمدان کا بادشاہ ہے پھر آپ نے بلقیس کو یمن بھیج دیا اور زوبعہ تبع امیر الجن سے اس کا عقد ہو گیا۔

پھر بیہقی اوزاعی رحمہما اللہ سے راوی ہیں کہ ایک برج ٹوٹی اس میں سے ایک حسین عورت کی لاش ملی جس کے سر پر ایک عمامہ اسی گز لمبا تھا اس کے ایک پلہ پر لکھا ہوا تھا سنہری خط میں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَنَا بِلْقِيْسُ مَلِكَةُ سَبَا زَوْجَةُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ مَلَكْتُ مِنَ الدُّنْيَا كَافِرَةً وَّ مُؤْمِنَةً مَّا لَمْ يَمْلِكْهُ اَحَدٌ بَعْدِىْ صَارَ مَصِيْرِىْ اِلَى الْمَوْتِ فَاقْصُرُوْا يَا طَالِبِى الدُّنْيَا – وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

میں بلقیس ملکہ سبا زوجہ سلیمان بن داؤد ہوں جب کافرہ تھی تو دنیا کی مالک ہوئی اور مومنہ ہو کر وہ ملک ملا کہ مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملا اور میرے بعد بھی کسی کو نہ ملے گا اور انجام میرا موت پر ہوا تو اے طالب دنیا طلب دنیا میں کمی کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہ وہ روایتیں ہیں جن پر صحیح و غلط ہونے کا احتمال ہے بہر حال سیر میں ایسے ایسے بہت سے واقعات ہیں جو بخوف طوالت نقل نہیں کئے اور تفسیر کو ان روایتوں سے تعلق بھی مناسب نہیں۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع - سورۃ نمل - پ ۱۹

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور بے شک بھیجا ہم نے ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو کہ اللہ کی عبادت کرو تو جس سے وہ دو گروہ ہوئے جھگڑا کرتے

قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝٤٦

صالح نے فرمایا اے میری قوم کیوں جلدی کرتے ہو برائی کی بھلائی سے پہلے کیوں نہیں بخشش مانگتے اللہ سے تا کہ تم پر رحم ہو

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ بِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ۝٤٧

بولے ہم نے برا شگون لیا تم سے اور جو تمہارے ساتھ ہیں ان سے فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ کے یہاں ہے بلکہ تم لوگ فتنہ میں ہو

وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ۝٤٨

اور شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد کرتے اور اصلاح نہیں چاہتے تھے

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝٤٩

بولے آپس میں اللہ کی قسم کھا کر ہم ضرور ان کو چھاپہ ماریں گے صالح اور آپ کے گھر والوں پر پھر کہیں گے ان کے وارث سے کہ ہم موجود نہ تھے قتل کے وقت اور بے شک ہم سچے ہیں

وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٥٠

اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی اور وہ بے خبر رہے

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٥١

تو دیکھو کیسا انجام ہوا ان کے مکر کا ہم نے ہلاک کر دیا انہیں اور ان کی ساری قوم کو۔

فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝٥٢

تو یہ ان کے گھر ہیں ڈھے پڑے بدلہ ان کے ظلم کا بے شک اس میں نشانی ہے جاننے والوں کے لئے

وَ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝٥٣

اور بچالیا ہم نے انہیں جو ایمان لائے اور وہ پرہیز گار تھے

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝٥٤

اور لوط کو جب اس نے قوم سے کہا کیا بے حیائی پر آتے ہو اور تم دیکھ رہے ہو

اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝٥٥

کیا تم مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم جاہل ہو

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝٥٦

تو نہیں تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ بولے نکال دو لوط کو اور اس کے گھر والوں کو اپنی بستی سے یہ لوگ ستھرا پن چاہتے ہیں

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝٥٧

تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت کو تو کیا ہم نے اس کی عورت کو پیچھے رہ جانے

والوں میں

وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۵۸﴾ ع

اور ہم نے بارش کی ان پر ایک قسم کی تو بہت ہی بری بارش تھی ڈرائے ہوؤں کی

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ؕ آٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

تم کہو سب خوبیاں اللہ کو اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر کیا اللہ بہتر ہے یا ان کے بنائے ہوئے شریک

حل لغات چوتھا رکوع - سورۂ نمل - پ ۱۹

وَ-اور	لَقَدْ-بے شک	اَرْسَلْنَآ-ہم نے بھیجا	اِلٰی-طرف
ثَمُوْدَ-ثمود کی	اَخَا-بھائی	هُمْ-ان کے	صٰلِحًا-صالح کو
اَنِ-یہ کہ	اعْبُدُوا-عبادت کرو	اللّٰهَ-اللہ کی	فَاِذَا-تو ناگہاں
هُمْ-وہ	فَرِیْقٰنِ-دو فریق تھے	یَخْتَصِمُوْنَ-جھگڑتے	قَالَ-فرمایا
یٰقَوْمِ-اے میری قوم	لِمَ-کیوں	تَسْتَعْجِلُوْنَ-جلدی کرتے ہو	
بِالسَّیِّئَةِ-برائی کی	قَبْلَ-پہلے	الْحَسَنَةِ-بھلائی سے	لَوْلَا-کیوں نہیں
تَسْتَغْفِرُوْنَ-بخشش مانگتے	اللّٰهَ-اللہ سے	لَعَلَّكُمْ-تاکہ تم	تُرْحَمُوْنَ-رحم کئے جاؤ
قَالُوا-بولے	اطَّیَّرْنَا-شگون لیا ہم نے	بِكَ-تجھ سے	وَ-اور
بِمَنْ-ان سے جو	مَّعَكَ-تیرے ساتھ ہیں	قَالَ-فرمایا	طٰٓئِرُكُمْ-تمہارا شگون تو
عِنْدَ-پاس	اللّٰهِ-اللہ کے ہے	بَلْ-بلکہ	اَنْتُمْ-تم
قَوْمٌ-قوم ہو	تُفْتَنُوْنَ-فتنہ میں پڑی ہوئی	وَ-اور	كَانَ-تھے
فِی-بیچ	الْمَدِیْنَةِ-شہر کے	تِسْعَةُ-نو	رَهْطٍ-آدمی
یُّفْسِدُوْنَ-فساد کرتے تھے		فِی-بیچ	الْاَرْضِ-زمین کے
وَ-اور	لَا-نہیں	یُصْلِحُوْنَ-اصلاح کرتے تھے	
قَالُوْا-بولے	تَقَاسَمُوْا-قسمیں کھا کر	بِاللّٰهِ-اللہ کی	لَنُبَیِّتَنَّهٗ-ضرور ہم شبخون
ماریں گے اس پر	وَ-اور	اَهْلَهٗ-اس کے گھر والوں پر	ثُمَّ-پھر
لَنَقُوْلَنَّ-ہم کہیں گے	لِوَلِیِّهٖ-اس کے وارث کو	مَا-نہیں	شَهِدْنَا-حاضر تھے ہم
مَهْلِكَ-وقت ہلاک ہونے	اَهْلِهٖ-اس کے اہل کے	وَ-اور	اِنَّا-یقیناً ہم
لَصٰدِقُوْنَ-سچے ہیں	وَ-اور	مَكَرُوْا-مکر کیا انہوں نے	مَكْرًا-ایک مکر
وَّ-اور	مَكَرْنَا-ہم نے تدبیر کی	مَكْرًا-ایک تدبیر	وَّ-اور
هُمْ-وہ	لَا-نہیں	یَشْعُرُوْنَ-سمجھتے تھے	فَانْظُرْ-تو دیکھ

كَيْفَ-کیسا	كَانَ-ہوا	عَاقِبَةُ-انجام	مَكْرِهِمْ-ان کے مکر کا
اَنَّا-کہ ہم نے	دَمَّرْنٰهُمْ-ان کو برباد کردیا	وَ-اور	قَوْمَهُمْ-ان کی قوم کو
اَجْمَعِيْنَ-سب کو	فَتِلْكَ-تو یہ	بُيُوْتُهُمْ-ان کے گھر ہیں	خَاوِيَةً-ویران
بِمَا-بدلے	ظَلَمُوْا-ان کے ظلم کے	اِنَّ-بے شک	فِيْ-بیچ
ذٰلِكَ-اس کے	لَاٰيَةً-نشان ہیں	لِّقَوْمٍ-اس قوم کے لئے جو	يَّعْلَمُوْنَ-جانیں
وَ-اور	اَنْجَيْنَا-نجات دی ہم نے	الَّذِيْنَ-ان کو جو	اٰمَنُوْا-ایمان لائے
وَ-اور	كَانُوْا-تھے	يَتَّقُوْنَ-پرہیزگار	وَ-اور
لُوْطًا-لوط کو	اِذْ-جب	قَالَ-کہا اس نے	لِقَوْمِهٖٓ-اپنی قوم کو
اَ-کیا	تَاْتُوْنَ-آتے ہو تم	الْفَاحِشَةَ-بے حیائی کو	وَ-اور
اَنْتُمْ-تم	تُبْصِرُوْنَ-دیکھتے ہو۔	ءَ-کیا	اِنَّكُمْ-تم
لَتَاْتُوْنَ-آتے ہو تم	الرِّجَالَ-مردوں کے پاس	شَهْوَةً-شہوت سے	مِّنْ دُوْنِ-سوائے
النِّسَآءِ-عورتوں کے	بَلْ-بلکہ	اَنْتُمْ-تم	قَوْمٌ-قوم ہو
تَجْهَلُوْنَ-جاہلوں کی	فَمَا-تو نہیں	كَانَ-تھا	جَوَابَ-جواب
قَوْمِهٖٓ-اس کی قوم کا	اِلَّآ-مگر	اَنْ-یہ کہ	قَالُوْٓا-بولے
اَخْرِجُوْٓا-نکال دو	اٰلَ-آل	لُوْطٍ-لوط کو	مِّنْ قَرْيَتِكُمْ-اپنی بستی سے
اِنَّهُمْ-بے شک وہ	اُنَاسٌ-لوگ ہیں	يَّتَطَهَّرُوْنَ-پاک رہنا چاہتے ہیں	
فَاَنْجَيْنٰهُ-تو ہم نے اسے نجات دی		وَ-اور	اَهْلَهٗٓ-اس کے گھر والوں کو
اِلَّا-مگر	امْرَاَتَهٗ-اس کی عورت کو	قَدَّرْنٰهَا-ہم نے چھوڑا اس کو	
مِنَ الْغٰبِرِيْنَ-پیچھے رہنے والوں میں		وَ-اور	اَمْطَرْنَا-بارش کی ہم نے
عَلَيْهِمْ-ان پر	مَّطَرًا-ایک بارش	فَسَآءَ-تو بری ہوئی	مَطَرُ-بارش
الْمُنْذَرِيْنَ-ڈرائے ہوؤں کی		قُلِ-کہہ	الْحَمْدُ-سب تعریف
لِلّٰهِ-اللہ کو ہے	وَ-اور	سَلٰمٌ-سلام	عَلٰى-اوپر
عِبَادِهِ-اس کے بندوں کے		الَّذِيْنَ-جو	اصْطَفٰى-برگزیدہ ہیں
آ-کیا	اَللّٰهُ-اللہ	خَيْرٌ-بہتر ہے	اَمَّا-یا وہ جو
يُشْرِكُوْنَ-شریک بناتے ہیں			

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع-سورۃ نمل-پ ۱۹

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ ۔

اور بے شک بھیجا ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو (اس لئے کہ وہ انہیں ہدایت کریں) کہ اللہ کی پوجا

کرو تو جبھی ان میں دو فریق جھگڑنے لگ گئے۔

یہ تیسرا قصہ سورہ نمل میں حضرت صالح علیہ السلام کا ہے۔

اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے یہاں فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ فرما کر اس امر کا اظہار اجمالاً فرمایا گیا کہ جب حضرت صالح علیہ السلام نے پندونصائح فرمائے اور انہیں دعوت اسلام دی تو ان میں دو فریق ہو گئے ایک توحید پرست دوسرا گمراہ مشرک۔

تو آپ نے فرمایا:

قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ ۔

اے میری قوم والو! کیوں گناہ کرنے میں نیکی سے پہلے جلدی کرتے ہو کیوں نہیں اللہ سے بخشش مانگتے تا کہ تم رحم کئے جاؤ اور اگر ایسے ہی تم جھگڑتے رہے اور ہدایت قبول نہ کی تو تم پر عذاب نازل ہو جائے گا۔ اس پر وہ بضد ہو کر بولے کہ عذاب کیوں نہیں آتا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے عذاب نہ مانگو خیرورحمت طلب کرو اس کے حضور استغفار کرو تو کہنے لگے:

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ ۔

بولے ہم آپ سے بدشگونی لیتے ہیں اور جو آپ کے ساتھ ہیں انہیں بھی منحوس سمجھتے ہیں آپ نے جواب دیا:

قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ ۔ فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم فتنے میں مبتلا ہو۔

ان کی بدشگونی لینے کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے دعوت صالح علیہ السلام قبول نہ کی تو ان پر خشک سالی نمودار ہوئی۔ قحط قائم ہو گیا تو انہوں نے اوندھی سمجھ کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ تنگی آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی نحوست سے آئی ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ تمہارا یہ وہم غلط ہے بلکہ یہ تمہارے اعمال کی نحوست ہے جو خدا کے یہاں تمہارے لئے مقدر تھی اور اس سے ابتلاء و مصائب تم پر آئے۔

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ ۔

اور شہر میں تھے نو شخص جو فساد پھیلاتے تھے زمین میں اور اصلاح نہ کرتے تھے۔

یہ نو آدمی بدمعاش شرپسند تھے انہوں نے باہمی معاہدہ کیا اور

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ ۔

بولے قسم کھاؤ اللہ کی کہ ہم ضرور شب خون ماریں گے اور انہیں معہ ان کے گھر والوں کے ماردیں گے پھر ان کے رشتہ داروں سے کہہ دیں گے کہ ہم اس وقت موجود ہی نہ تھے اور بالکل سچے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے یہ مکر گانٹھا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی محافظت کی اور ان پر آسمانی بلا آئی جس نے انہیں ہلاک کر دیا جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ۔

اور انہوں نے مکر گانٹھا اپنے مقدور بھر اور ہم نے اس کا بدلہ اور مکر کی ایسی سزا دی کہ انہیں اس کا شعور ہی نہ ہوا۔

مکر ایک ایسا محاورہ ہے جو فارسی میں بھی بولا جاتا ہے۔ مصرع ''بدی را بدی سہل باشد جزا۔'' بدی کی بدی کے ساتھ سزا

آسان ہوتی ہے۔ یہاں پہلی بدی بمعنی برائی کے اور دوسری بدی بمعنی جزا ہے۔

ایسے ہی عربی میں وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ کا محاورہ قرآن پاک میں استعمال ہوا جس کے یہ معنی ہوئے کہ دشمنان مسیح نے مکر گانٹھا اور اللہ نے اس کے مقابل اپنی تدبیر فرمائی وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔ اللہ بہترین مدبر ہے۔

یہ دونوں لفظ تلفظ میں ایک طرح بولے گئے اس بنا پر عوام اس محاورہ کو عام طور پر نہیں سمجھتے۔ اور قرآن کریم پر الزام تراشی کی جرأت کر بیٹھتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ مشرکین یا شریروں کا مکر تو ٹھیک ہے مگر اللہ تعالیٰ کا مکر اور خیر الماکرین ہونا غلط محاورہ ہے۔

یہ علیٰ سبیل المشاکلہ ایک لفظ دو معنی میں آتا ہے جیسے اردو میں بھی بولتے ہیں: ''تیری چال تو تو چل چکا اب میری چال بھی دیکھ۔'' یہاں پہلی چال دھوکے کے معنی میں ہے اور دوسری چال اس کی سزا کے معنی میں مستعمل ہے۔

محاورہ ہے: ''اچھا تیرا داؤ تو چل گیا اب میرے داؤ کا انتظار کر'' یعنی تیری مکاری تو ہو گئی اب اس کا جواب بھی دیکھ ایسے وَمَكَرُوْا مَكْرًا کے معنی میں انہوں نے چالبازی کی وَمَكَرْنَا مَكْرًا اور ہم نے بھی اس کی محافظت کی وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ایسے حال میں کہ انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾۔

تو دیکھو ان کے مکر کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے انہیں اور ان کی ساری قوم کو غارت کر دیا تو یہ ان کے گھر ہیں خالی پڑے ہوئے ہیں ان کے ظلم کے سبب بے شک اس میں ایک بڑی نشانی ہے اس قوم کے لئے جو جانتی ہے اور نجات دی ہم نے انہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگار تھے۔

لَنُبَيِّتَنَّهٗ۔ تبییت سے ماخوذ ہے۔ رات کے وقت چھاپہ مارنے اور بے خبری میں قتل کرنے کو کہتے ہیں۔

مَهْلِكَ۔ ظرف مکان ہے یا ظرف زمان۔ اس کے معنی ہیں مَا حَضَرْنَا وَقْتَ هِلَاكِهِمْ۔

خَاوِيَةً۔ کے معنی خَالِيَةٌ کے ہیں یا سَاقِطٌ کے، خالی پڑے ہوئے یا گرے پڑے ہیں۔

یہ مختصر قصہ بیان فرما کر اب چوتھا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا شروع فرمایا گیا حَيْثُ قَالَ۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾۔ اور لوط نے جب کہا اپنی قوم کو کہ تم بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو اور دیکھتے بھالتے ایسا کرتے ہو کہ مردوں پر شہوت سے آتے ہو عورتوں کے علاوہ تم جاہل اور نرے جاہل ہو۔

یعنی حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں جتایا اور بتایا کہ جو کام تم کر رہے ہو وہ بے حیائی ہے اور تم خود بھی جانتے ہو کہ یہ بے حیائی ہے تو اس کا جواب ان کے پاس کچھ نہ تھا سوا اس کے کہ بگڑ گئے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾۔

اس کے پاس اس کا جواب کچھ نہ تھا سوا اس کے کہ کہنے لگے کہ لوط کو اور اس کے گھرانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ تو بہت ہی ستھرے اور پاک بنتے ہیں۔

چنانچہ جب وہ اپنی سرکشی پر اتر آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ راتوں رات شہر چھوڑ کر چلے جائیں جو پیچھے رہے گا وہ ہلاک ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾۔

تو ہم نے نجات دی لوط اور اس کے گھر والوں کو سوا اس کی بیوی کے کہ جس کا پیچھے رہ جانا ہم نے مقدر کر دیا تھا۔ یعنی اس کے لئے مقدر ہو چکا تھا کہ وہ پیچھے رہے۔

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾ ع ۔

اور ہم نے ان پر بارش کی خاص بارش تو یہ بہت بری بارش تھی ڈرائے ہوؤں کے لئے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر تعلیم دی کہ آپ حمد ہی کریں جیسا کہ ارشاد ہے:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾۔

اے محبوب آپ فرمائیں سب تعریفیں اللہ کو ہیں اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر (بتاؤ) کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں شریک ٹھہرا رہے ہیں۔

یعنی وہ بندے جنہوں نے اللہ کی راہ میں مخالفوں کے کیسے کیسے جور و جفا برداشت کئے اور جادۂ مستقیم سے متزلزل نہیں ہوئے۔ یہ مضمون در حقیقت قصص سابقہ کا تتمہ ہے لیکن یہ بلاغت کلام ہے کہ ایسی خوبی سے اسے ختم کیا گیا ہے کہ زبان دان حضرات ہی اس کا لطف لے سکتے ہیں۔

اس کے بعد وہی عجائب قدرت ظاہر فرما کر ان سے سوال فرمایا گیا ہے کہ بتاؤ اللہ ان قدرتوں میں بہتر ہے یا یہ پتھر کے بت جنہیں تم شریک ٹھہرا رہے ہو۔

اس کے بعد آئندہ بیسویں پارہ میں

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا۔

اور آسمان سے پانی برسا کر اس سے باغ و بہار کی نشو و نما فرمانا۔

زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنانا اس پر پہاڑوں اور نہروں کو جاری فرمانا۔

مصیبت و بیقراری کے وقت فریاد رسی کرنا۔

انسان کو زمین کا خلیفہ بنانا۔

غرضکہ سات طرح کے دلائل توحید سے بیسویں پارہ شروع فرمایا گیا ہے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع - سورۂ نمل - پ ۱۹

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾۔

اور بے شک ہم نے بھیجا قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی برادری والے صالح کو اس لئے (کہ وہ فرمائیں) کہ اللہ کو پوجا کرو تو وہیں ان میں دو فریق الجھنے لگے۔

یعنی جب حضرت صالح علیہ السلام ان میں دعوت توحید دینے تشریف لے گئے تو ایک فریق ایمان لے آیا اور دوسرا

فریق کفر پر مصر رہا اور کہنے لگا جس کا تذکرہ گزر چکا اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کیا تم سمجھ رہے ہو کہ صالح اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

اور جب انکار کے عذاب و نکال میں پھنسے اور قحط و خشک سالی نے گھیرا تو کہنے لگے یہ ان کی نحوست ہے جس کا ذکر آ گے آ رہا ہے تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں سمجھانا چاہا اور

قَالَ یٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾۔

فرمایا اے میری قوم کیوں جلدی کر رہے ہو گناہ کے ساتھ نیکیوں سے پہلے کیوں نہیں بخشش چاہتے اللہ سے تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔

یعنی آپ نے اپنی قوم کے متکبروں اور کافروں کو فرمایا جبکہ آپ نے ان کا عناد و تکبر ملاحظہ فرمالیا حتیٰ کہ قوم مطالبہ عذاب کے لئے کہنے لگی جیسا کہ ارشاد ہے: قَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اے صالح جو عذاب ہمارے لئے بتلا رہے ہو وہ لاؤ اگر تم رسول ہو۔

تو آپ نے انہیں فرمایا کہ اے میری قوم سیہ کاری میں عجلت نہ کرو نیکیوں سے قبل توبہ کرو گناہوں کی بخشش مانگو تاکہ تم پر رحم ہو۔ تو اس کے جواب میں وہ بولے:

قَالُوا اطَّیَّرْنَا بِكَ وَ بِمَنْ مَّعَكَ۔ کہنے لگے ہم آپ سے اور آپ کے ساتھیوں سے بدشگون لے چکے ہیں۔

اطَّیَّرْنَا۔ اصل میں تَطَیَّرْنَا ہے۔ ت ط میں مدغم کر کے ہمزۂ وصل بڑھا دیا ہے اور تَطَیُّرٌ عربی میں تَشَاءُم کو کہتے ہیں یعنی برا شگون لینے کو۔

اس قوم میں یہ عیب بھی تھا کہ جب یہ سفر کو نکلتے اور کوئی پرندراستہ میں آ جاتا تو اسے اڑا دیتے اور اگر کوئی اس کے دائیں سے بائیں نکل جاتا تو اچھا شگون لیتے اور اگر بائیں سے دائیں نکل گیا تو بدشگونی سمجھتے گویا ہر قدم پر ان کے اندر شگون لئے جاتے تھے۔

جیسے آج کل بہت سے توہم پرست بلی راستہ کاٹ جائے تو بدشگونی لیتے ہیں گھر سے نکلتے وقت چوڑھی میلا (کوڑا کرکٹ) اٹھائے نکل جائے تو اچھا شگون لیتے ہیں۔ گھوڑے کی نعل راستہ میں پڑی مل جائے مبارک جانتے ہیں۔ انگریزوں میں سنہرہ گھر یا کمرہ یا مکان برا سمجھتے ہیں۔ رنگوں میں ہرے رنگ کی کار بری جانتے ہیں۔ کوا اگر صبح بولنے لگے تو سمجھتے ہیں کوئی مہمان آئے گا اور بوم (الو) کو منحوس تصور کرتے ہیں۔ کوئل بولتی آ جائے یا پپیہا کی آواز کو موجب مسرت تصور کرتے ہیں یہ تمام توہمات باطلہ عاطلہ فاسدہ کاسدہ ہیں۔

اسی طرح وہ اسلام کی تعلیم دینے والے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو معہ ان کے متبعین کے منحوس خیال کرتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے ہدایت قبول نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط ڈالا۔ اپنے نبی کی مخالفت کے باعث ان پر پہلا تازیانہ عبرت یہ لگا۔ انہوں نے بجائے ہدایت کی طرف مائل ہونے کے کہہ دیا کہ یہ معاذ اللہ آپ کی اور آپ کے متبعین کی نحوست ہے۔ حالانکہ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا کہ ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک اپنا نبی رسول بھیج کر انہیں دعوت اسلام نہ دیں۔

چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے سنت انبیاء کے مطابق انہیں نہایت متین جواب دیا کہ اس خیال کو چھوڑ دو اور یہ سمجھو کہ یہ نحوست تمہاری بداعمالی کی ہے نہ کہ میری اور میرے متبعین کی۔ اگر معاذ اللہ آپ کی نبوت بھی خودساختہ ہوتی تو غضب ناک ہوکر گالی دینے پر اتر آتے اور فرضی نبی کی طرح کہہ دیتے کہ میرے نہ ماننے والے جنگلی سور ہیں اور نہ ماننے والیاں کتی ہیں یا میرے منکر ذریۃ البغایا یا حرامزادے ہیں۔ مگر چونکہ اللہ کے سچے نبی تھے آپ نے نہایت تحمل اور متانت سے جواب دیا:

قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ ۔ فرمایا یہ نحوست جس کی وجہ سے تم قحط میں مبتلا ہو یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے تمہارے اعمال طالحہ اور سرکشی کی وجہ سے ہے بلکہ تم فتنہ میں مبتلا ہو۔ یا پھر شیطان نے تمہیں فتنہ میں ڈال رکھا ہے۔

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ ۔

اور شہر میں نو آدمی تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔

مدینہ شہر کو کہتے ہیں یعنی وہ شہر جس میں قوم ثمود آباد تھی جس کا نام حجر تھا اور رہط عربی میں اس جماعت کو کہتے ہیں جو دس سے کم ہو۔ كَمَا قَالَ الرَّاغِبُ

کشاف میں ہے: هُوَ مِنَ الثَّلَاثَةِ اَوْ مِنَ السَّبْعَةِ اِلَى الْعَشْرِ ۔ رہط تین یا سات سے لے کر دس تک بولا جاتا ہے۔

اور ایک قول ہے کہ یہ نو رؤساء قوم تھے اور ہر ایک کے ساتھ رہط یعنی جماعت تھی۔ اس لئے تِسْعَةُ رَهْطٍ فرمایا گیا۔

اور ان کے نام وہب کی روایت میں یہ ہیں:

۱- ہذیل بن عبدرب
۲- غنم بن غنم
۳- دباب بن مہرج
۴- عمیر بن کرویہ
۵- عاصم بن مخزمہ
۶- سبط بن صدقہ
۷- سمعان بن صفی
۸- قدار بن سالف

اور قدار بن سالف وہی ہے جس نے عقر ناقہ صالح کیا تھا اور اشراف قوم کی اولاد سے تھا۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَسْمَآءَ هُمْ ۔

ابن ابی حاتم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ ان کے نام یہ تھے:

۱- دعمی
۲- دعیم
۳- ہرمس

۴- ہریم

۵- دواب

۶- صواب

۷- دیاب

۸- مسطع

۹- قدار

اور قدار وہی ہے جس نے ناقۂ صالح علیہ السلام کی کونچیں کاٹیں۔

يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۔ یہ زمین میں فساد کرتے اور اصلاح کی طرف نہ آتے تھے۔

یہ ایسے فسادی تھے کہ حجر میں ہی فساد نہ کرتے تھے بلکہ ان کی جبلت کا یہ مقتضیٰ تھا کہ کسی کام میں اصلاح کی طرف مائل نہ تھے یعنی ان کی عادت مستمرہ ہی یہ تھی۔

تو انہوں نے جب سنا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے عقر ناقہ کے بعد فرمادیا ہے: تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ۔ تین دن اب تم رہ بس لو یہ وعدۂ غیر مکذوب ہے اس کے خلاف ہرگز نہ ہوگا۔

چنانچہ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ بَعْدَ اَنْ عَقَرُوا النَّاقَةَ اَنْذَرَهُمْ بِالْعَذَابِ وَقَوْلَهٗ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ اَمْرٌ مِنَ التَّقَاسُمِ اَیِ التَّحَالُفِ۔ تو انہوں نے آپس میں قسما دھری کی کہ صالح کا عذاب تین دن بعد آئے گا ہم آج ہی آپس میں قسما دھری کر لیں کہ حضرت صالح علیہ السلام کو معہ ان کے گھر والوں کے راتوں رات ختم کر دیں چنانچہ ارشاد ہے:

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ۔ بولے قسم کھالو اللہ کی۔

یعنی بعض نے اپنے بعض سے مشورہ کرتے ہوئے آپس میں عہد کیا کہ

لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ۔ رات میں ضرور خفیہ طور پر قتل کر دیں گے ہم صالح کو اور ان کے اہل کو۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْبَيَاتُ مُبَاغَتَةُ الْعَدُوِّ مُفَاجَاةً بِالْاِيْقَاعِ بِهٖ لَيْلًا وَهُوَ غَافِلٌ وَاَرَادُوْا قَتْلَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اَهْلَهٗ لَيْلًا وَ هُمْ غَافِلُوْنَ۔

بیات عربی میں دشمن پر مفاجاۃً اچانک پڑ جانے کو کہتے ہیں ایسی حالت میں کہ وہ بے خبر ہو۔ اور ان لوگوں نے آپ کی اور آپ کے اہل وعیال کے قتل کی ٹھان لی تھی ایسی صورت میں کہ حضرت صالح علیہ السلام بالکل بے خبر ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کے شہر حجر میں ایک گھاٹی پر مسجد تھی جس میں آپ عبادت کیا کرتے تھے تو انہوں نے مشورہ کیا کہ صالح تو ہمارا کام تین دن بعد تمام کریں گے ہم آج ہی ان کا اور ان کے اہل کا کام کیوں نہ تمام کر دیں چنانچہ وہ بے خبری میں اس مسجد کی طرف رات میں نکلے اور منتظر رہے کہ جب آپ یہاں عبادت کو تشریف لائیں تو اول انہیں قتل کر دیں پھر ہم ان کے گھر کی طرف آ کر تمام اہل وعیال کو ختم کر دیں۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى صَخْرَةً مِّنَ الْهَضْبِ حِيَالَهُمْ فَبَادَرُوْا فَطُبِقَتْ عَلَيْهِمْ فَمُ الشِّعْبِ فَلَمْ يَدْرِ

قَوْمُهُمْ اَيْنَ هُمْ وَلَمْ يَدْرُوْا مَا فُعِلَ بِقَوْمِهِمْ وَ عَذَّبَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلًّا مِنْهُمْ فِيْ مَكَانِهٖ وَ نَجّٰى صَالِحًا وَّ مَنْ مَّعَهٗ۔

تو جب یہ وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ایک چٹان ان پر اسی گھاٹی کے میدان میں بھیجی۔ یہ جلدی سے اس سے بچنے کو ایک طرف ہوئے تو اس چٹان نے انہیں ڈھانپ لیا اب قوم کو یہ خبر بھی نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور نہ انہیں یہ معلوم کہ ان کی قوم کا حشر کیسا ہوا۔ بعد میں سب پر ان کے گھروں میں عذاب آیا اور حضرت صالح اور ان کی قوم جو ایمان لا چکی تھی سب کو نجات دے دی چنانچہ ان کی قسما دھرمی کا بقیہ حال ارشاد ہے:

ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ ۔ پھر ہم کہہ دیں گے ان کے ولی اور رشتہ والوں سے کہ ہم تو ان کے قتل کے وقت موجود ہی نہ تھے اور ہم اس بات میں بالکل سچے ہیں۔

یعنی اعزہ و اقرباء صالح اگر ہم سے پوچھیں گے تو ہم صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو اس وقت موجود نہ تھے تو انتقامی جذبہ ان کی طرف سے ہم پر مشتعل نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ۔

انہوں نے ایک داؤ گانٹھا اور ہم نے بھی ایک داؤ کیا کہ انہیں شعور بھی نہ ہوا۔

یعنی انہوں نے جو داؤ گانٹھا وہ تو نہ چلا اور ہمارا یعنی ان کی بے دینی کی سزا انہیں مل گئی جس کا انہیں ہوش بھی نہ ہوا۔

یہاں پہلا لفظ مکر شرارت کے معنی میں مستعار ہے اور دوسرا مکر جو منتسب الی اللہ ہے جزاء شرارت کے معنی میں مستعار ہے اَیْ اَهْلَكْنَاهُمْ اِهْلَاكًا غَيْرَ مَعْهُوْدٍ اَوْ جَازَيْنَا مَكْرَهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُوْنَ۔

جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ اور انہوں نے مکر گانٹھا تو اللہ نے ان کے مکر کا بدلہ دیا۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ ۔

تو دیکھو کیسا ہوا انجام داؤ گانٹھنے والوں کا کہ ہلاک کر دیا ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو سب کو۔

پہلی سزا مکر تو بیان ہو چکی اور دوسری سزا کی یہ روایت ہے جو انہیں ملی کہ وہ رات میں تلواریں سونتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام کی طرف آئے تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ حضرت صالح علیہ السلام کے گھر میں بھر دیئے انہوں نے ان خبثا حمقاء کو پتھر مارے یہ پتھر آتا دیکھتے اور مارنے والے انہیں نظر نہ آتے بعد میں ایک چنگھاڑ سے سب کے کلیجے پھٹ گئے اور سب ہلاک ہو گئے اور یہ عذاب اتوار کے دن آیا تھا۔ چنانچہ آگے ارشاد ہے:

فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ ۔

تو یہ ان کے گھر خالی پڑے ہیں ان کے ظلم کے سبب اس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جاننے والی قوم کے لئے۔

خاویۃ کے معنی خالیۃ بھی ہیں جو ویران کے معنی میں مستعمل ہے اور خاویۃ کے معنی ساقط منہدم کے بھی ہیں جو کھنڈر کے معنی دیتا ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام تبوک میں ادھر سے گزرے تو اپنے اصحاب علیہم رضوان کو فرمایا: لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ۔ اس معذب مقام حجر میں نہ داخل ہونا یہ معذبین کا علاقہ ہے اور اگر گزرو تو

روتے ہوئے گزرنا۔ یہ مقام مدینہ اور شام کے مابین اب وادی قریٰ کے نام سے موسوم ہے۔

اور لَاٰیَةً کے معنی لَعِبْرَةٌ عَظِیْمَةٌ ہیں یعنی وہ مقام سمجھنے والوں کے لئے مقام عبرت ہے۔

اور لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔ یعنی وہ قوم جو علم رکھتی ہے یعنی یہود ونصاریٰ۔

چنانچہ توریت میں ہے جسے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اَجِدُ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِنَّ الظُّلْمَ یُخَرِّبُ الْبُیُوْتَ وَتَلَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ۔ بے شک ظلم گھروں کو تباہ کر دیتا ہے اور یہ آیت فَتِلْكَ بُیُوْتُهُمْ خَاوِیَةً تلاوت فرمائی۔

وَ فِی التَّوْرَاةِ یَابْنَ اٰدَمَ لَا تَظْلِمْ فَاِنَّهٗ یُخَرِّبُ۔ بے شک اے انسان ظلم نہ کر کہ وہ شہروں کو تباہ کر دیتا ہے۔

وَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾۔

اور نجات دی ہم نے انہیں جو حضرت صالح پر ایمان لائے اور وہ کفر ومعاصی سے پرہیز کرتے تھے۔

اس کی تحقیق میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رُوِیَ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانُوْا اَرْبَعَةَ الْاٰفٍ خَرَجَ بِهِمْ صَالِحٌ اِلٰی حَضْرَ مَوْتَ وَ حِیْنَ دَخَلَهَا مَاتَ وَلِذٰلِكَ سُمِّیَتْ بِهٰذَا الْاِسْمِ وَ بَنَی الْمُؤْمِنُوْنَ بِهَا مَدِیْنَةً یُقَالُ لَهَا حَاضُوْرَا۔

مروی ہے کہ جو لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ یہ حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ حضر موت کی طرف گئے اور یہاں پہنچتے ہی آپ کی وفات ہوگئی۔ اسی وجہ میں اس جگہ کا نام حضر موت رکھا گیا۔ پھر ایمان والوں نے اس بستی کو آباد کر کے رہنا بسنا شروع کر دیا اسے حاضورا کے نام سے موسوم کیا۔

اب اس کے بعد چوتھا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا مختصراً بیان کیا:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾۔

اور لوط کو ہم نے بھیجا تو یاد فرمائیں وہ واقعہ جبکہ انہوں نے اپنی قوم کو کہا کہ کیا بے حیائی کی طرف آتے ہو حالانکہ تم خود دیکھ رہے ہو۔

وَلُوْطًا۔ منصوب بمضمر معطوف اَرْسَلْنَا پر ہے۔ اس بنا پر ترجمہ میں ہم نے ''لوط کو بھیجا'' لکھا ہے۔

اور لوط علیہ السلام کی بعثت قوم ثمود کی طرف نہیں ہوئی بلکہ سلسلہ بیان میں یہاں اجمالاً لوط علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ آپ نے قوم کو فرمایا:

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ۔ کیا تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو۔

یَعْنِیْ اَتَفْعَلُوْنَ الْفِعْلَةَ الْمُتَنَاهِیَةَ فِی الْقُبْحِ وَالسَّمَاحَةِ وَالْاِسْتِفْهَامُ اِنْكَارِیٌّ۔

وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۔ یَعْنِیْ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ عَلٰی یَقِیْنِهَا۔

تُبْصِرُوْنَ۔ کے یہاں معنی یہ ہیں کہ تم جانتے ہو کہ یہ فعل قبیح ہے اور تم دیدہ ودانستہ ایسا کر رہے ہو۔

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾۔

کیا مردوں کی طرف تم اپنی شہوت نکال رہے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم جاہل قوم سے ہو۔

یعنی قوم لوط نے سب سے پہلے فعل لواطت کیا یعنی مرد مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرے اسے فعل لواطت کہتے ہیں۔

اَئِنَّكُمْ میں استفہام انکاری ہے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾۔

تو نہ تھا ان کا جواب مگر یہ کہ (چڑ گئے) اور بولے نکال دو آل لوط کو اپنی بستی سے یہ لوگ بہت ستھرے بنے ہوئے ہیں۔

یعنی استہزاءً کہنے لگے یہ اپنے گمان میں ستھرے اور پاک ہیں اور ہمارے اعمال وافعال پر نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں۔

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾۔

تو ہم نے نجات دی لوط علیہ السلام کو اور ان کے اہل کو مگر اس کی بیوی کے لئے ہماری طرف سے مقدر تھا کہ وہ عذاب والوں میں رہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْمُرَادُ بِاٰلِ لُوْطٍ هُوَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ مَنْ تَبِعَ دِیْنَهٗ كَمَا یُرَادُ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ اٰدَمُ وَ بَنُوْهُ۔ آل لوط سے مراد لوط علیہ السلام اور وہ سب ہیں جس نے آپ کے دین کو قبول کیا جیسے بنی آدم سے مراد آدم علیہ السلام اور ان کی نسل تمام ہے۔

وَ اَیًّا مَّا كَانَ فَلَا تَدْخُلُ امْرَاَتُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْهِمْ۔ بہرکیف بیوی نجات یافتہ طبقہ میں داخل نہیں ہوسکی۔ بلکہ وہ معذبین میں پیچھے ہی رہی اور اب آگے نوعیت عذاب بیان فرمائی جارہی ہے:

وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۵۸﴾۔

اور برسائے ہم نے ان پر خاص برساؤ تو بہت برا تھا وہ برساؤ ڈرائے ہوؤں کے لئے۔

اس کا مفصل حال سورۃ اعراف میں گزر چکا ہے یہاں اجمالاً بر سبیل تذکرہ بیان فرمادیا۔

اس کے بعد کہ قصص انبیاء کرام علیہم السلام بیان فرما کر اپنی کمال قدرت اور عظمت شان اور آیات قاہرہ اور معجزات باہرہ بیان فرمادیئے اور صحت اسلام وتوحید اور بطلان کفرو اشراک واضح کردیا اور بتادیا کہ جو ان انبیاء کرام کا پیرو ہوا وہ ہدایت یافتہ رہا اور جس نے اعراض وانحراف کیا وہ ہلاک و برباد ہوا۔

یہ سب کچھ بیان فرمانے کا مقصد شرح صدر شریف صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اور حضور کے قلب انور کو انوار ملکات سبحانیہ سے منور کرنا منظور تھا جن کا عالم قدس سے آپ پر افاضہ ہوا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اب آپ بوجہ اتم ان نعمتوں کا شکر ادا فرمائیں اور ہماری حمد کیجئے اور ان تمام انبیاء کرام پر سلام بھیجئے جن کا حال ہم نے آپ کو سنایا۔ حَیْثُ قَالَ

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰى ؕ۔

اے محبوب! اللہ کی حمد فرمائیں اور ہمارے چنے ہوئے بندوں پر سلام بھیجئے۔

بعض کے نزدیک یہ ہے کہ هٰذَا اَمْرٌ لَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِحَمْدِهٖ تَعَالٰى عَلٰى هِلَاكِ الْهَالِكِیْنَ مِنْ كُفَّارِ الْاُمَمِ وَالسَّلَامِ عَلَى الْاَنْبِیَآءِ وَ اَتْبَاعِهِمُ النَّاجِیْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کہ اللہ کی حمد کریں ہلاک کفار سابقین پر اور سلام بھیجیں انبیاء کرام اور ان کے نجات یافتہ متبعین پر۔

اور ابن عساکر وغیرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: هُمْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اِصۡطَفَاھُمُ اللّٰہُ لِنَبِیِّہٖ عَلَیۡہِ السَّلَامُ۔ کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام ہیں جنہیں اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت کے لئے چنا۔

حنابلہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے غیر انبیاء کرام کے لئے سلام کا جواب بھی واضح ہوتا ہے۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں: کَاَنَّہٗ خُطۡبَۃٌ مُّبۡتَدَاۃٌ حَیۡثُ قَالَ اَمَرًا رَسُوۡلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَنۡ یَّتۡلُوَ ھٰذِہِ الۡاٰیَاتِ النَّاطِقَۃِ بِالۡبَرَاھِیۡنِ عَلٰی وَحۡدَانِیَّتِہٖ تَعَالٰی وَ قُدۡرَتِہٖ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّ حِکۡمَتِہٖ۔

گویا کہ یہ خطبہ کے ابتدائی لفظ ہیں جن کا حکم اپنے حبیب پاک کو ہوا کہ اول یہ آیتیں تلاوت فرمائیں جو براہین وحدانیت اور قدرت علی کل شی اور اس کی حکمت پر ناطق ہیں پھر ارشاد ہو:

آٰللّٰہُ خَیۡرٌ اَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۵۹﴾۔ بتاؤ اب اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں شریک ٹھہراتے ہو۔

یعنی جس کی شئون عظمت بیان ہوئیں وہ بہتر ہے یا وہ جنہیں تم بتوں میں سے شریک ٹھہرا رہے ہو۔

اس کے بعد بیسواں پارہ شروع ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ انیسویں پارہ کی تفسیر مکمل ہوئی اور بیسواں پارہ سورۂ نمل پانچواں رکوع شروع ہوا اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں قبول فرمائے اور سرمایہ آخرت بنائے (آمین) بحرمت نبی الکریم

فقیر قادری امین الحسنات سید خلیل احمد قادری

پارہ نمبر ۲۰

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع - سورۃ نمل - پ ۲۰

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَأَنْبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

کیا وہ جس نے آسمان بنائے اور زمین بنائی اور نازل کیا تمہارے لئے آسمان سے پانی تو ہم نے اس سے اگائے باغ رونق والے نہ تھی تم میں طاقت کہ اگاتے ان کے درخت کیا اللہ کے ساتھ کوئی الٰہ ہے بلکہ وہ قوم راہ سے منحرف ہے

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

کیا وہ جس نے زمین بسنے کو بنائی اور اس میں نہریں جاری کیں اور کیا اس زمین کے لئے لنگر اور کیا دو دریاؤں میں پردہ کیا اللہ کے ساتھ کوئی الٰہ ہے بلکہ اکثر ان کے جاہل ہیں

أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْأَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

کون ہے جو سنتا ہے مضطر کی جب وہ اسے پکارے اور دور کرتا ہے تکلیف اور بناتا ہے تمہیں زمین کا وارث کیا اللہ کے ساتھ کوئی الٰہ ہے، بہت ہی کم وہ ہیں جو غور کریں

أَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾

کون ہے جو تمہیں راہ دکھائے اندھیریوں میں خشکی اور تری کے اور کون ہے جو بھیجتا ہے ہوائیں خوشخبری دیتی اپنی رحمت کے آگے کیا اللہ کے ساتھ کوئی الٰہ ہے بلند ہے وہی اللہ جس کا وہ شریک ٹھہراتے ہیں

أَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

کون ہے جو خلق ابتدا فرمائے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور کون تمہیں رزق دیتا ہے آسمان سے اور زمین سے کیا اللہ کے ساتھ کوئی الٰہ ہے فرما دیجئے لاؤ دلیل اپنی اگر تم سچے ہو

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾

فرما دیجئے کوئی خود نہیں جانتا جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے غیب کو مگر اللہ اور نہیں انہیں شعور کہ کب اٹھائے جائیں گے

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۚ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا علم آخرت کے جاننے تک پہنچ گیا بلکہ وہ شک میں ہیں اس کی طرف سے بلکہ وہ اندھے ہیں

حل لغات پانچواں رکوع۔سورۃ نمل۔پ ۲۰

اَمَّنْ۔کیا وہ جس نے	خَلَقَ۔پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَ۔اور
الْاَرْضَ۔زمین کو	وَ۔اور	اَنْزَلَ۔اتارا	لَكُمْ۔تمہارے لئے
مِّنَ السَّمَآءِ۔آسمان سے	مَآءً۔پانی	فَاَنْۢبَتْنَا۔تو اگائے ہم نے	بِهٖ۔اس کے ساتھ
حَدَآئِقَ۔باغ	ذَاتَ بَهْجَةٍ۔بارونق	مَا۔نہیں	كَانَ۔تھا
لَكُمْ۔تمہارے لئے	اَنْ۔یہ کہ	تُنْۢبِتُوْا۔اگاؤ تم	شَجَرَهَا۔اس کا درخت
ءَ۔کیا	اِلٰهٌ۔کوئی الٰہ ہے	مَّعَ۔ساتھ	اللّٰهِ۔اللہ کے
بَلْ۔بلکہ	هُمْ۔وہ	قَوْمٌ۔قوم ہیں	يَّعْدِلُوْنَ۔بے انصاف
اَمَّنْ۔کیا وہ جس نے	جَعَلَ۔بنایا	الْاَرْضَ۔زمین کو	قَرَارًا۔رہنے کی جگہ
وَّ۔اور	جَعَلَ۔بنائیں	خِلٰلَهَاۤ۔اس کے درمیان	اَنْهٰرًا۔نہریں
وَّ۔اور	جَعَلَ۔بنائے	لَهَا۔اس کے لئے	رَوَاسِیَ۔لنگر
وَ۔اور	جَعَلَ۔بنایا	بَيْنَ۔درمیان	الْبَحْرَيْنِ۔دو دریاؤں کے
حَاجِزًا۔پردہ	ءَ۔کیا	اِلٰهٌ۔کوئی الٰہ ہے	مَّعَ۔ساتھ
اللّٰهِ۔اللہ کے	بَلْ۔بلکہ	اَكْثَرُ۔اکثر	هُمْ۔ان کے
لَا۔نہیں	يَعْلَمُوْنَ۔جانتے	اَمَّنْ۔کیا وہ جو	يُّجِيْبُ۔سنتا ہے
الْمُضْطَرَّ۔بیقرار کی	اِذَا۔جب	دَعَاهُ۔پکارتا ہے اس کو	وَ۔اور
يَكْشِفُ۔دور کرتا ہے	السُّوْٓءَ۔تکلیف	وَ۔اور	يَجْعَلُكُمْ۔بناتا ہے تم کو
خُلَفَآءَ۔جانشین	الْاَرْضِ۔زمین میں	ءَ۔کیا	اِلٰهٌ۔کوئی الٰہ ہے
مَّعَ۔ساتھ	اللّٰهِ۔اللہ کے	قَلِيْلًا۔تھوڑا ہے	مَّا۔جو
تَذَكَّرُوْنَ۔نصیحت لیتے ہو	اَمَّنْ۔کیا وہ جو	يَّهْدِيْكُمْ۔راہ دکھاتا ہے تم کو	فِيْ۔بیچ
ظُلُمٰتِ۔اندھیریوں	الْبَرِّ۔خشکی	وَ۔اور	الْبَحْرِ۔تری کے
وَ۔اور	مَنْ۔کون	يُّرْسِلُ۔بھیجتا ہے	الرِّيٰحَ۔ہواؤں کو
بُشْرًۢا۔خوشخبری دیتی	بَيْنَ يَدَیْ۔آگے	رَحْمَتِهٖ۔اس کی رحمت کے	ءَ۔کیا
اِلٰهٌ۔کوئی الٰہ ہے	مَّعَ۔ساتھ	اللّٰهِ۔اللہ کے	تَعٰلَى۔بلند ہے
اللّٰهُ۔اللہ	عَمَّا۔اس سے	يُشْرِكُوْنَ۔جو وہ شریک بناتے ہیں	
اَمَّنْ۔کون ہے وہ جو	يَّبْدَؤُا۔پہلی بار پیدا کرتا ہے	الْخَلْقَ۔مخلوق	ثُمَّ۔پھر
يُعِيْدُهٗ۔لوٹائے گا اس کو	وَ۔اور	مَنْ۔کون	يَّرْزُقُكُمْ۔رزق دیتا ہے تم کو
مِّنَ السَّمَآءِ۔آسمان سے	وَ۔اور	الْاَرْضِ۔زمین سے	ءَ۔کیا

اِلٰهٌ۔ کوئی الٰہ ہے	مَّعَ۔ ساتھ	اللّٰهِ۔ اللہ کے	قُلْ۔ کہہ دیجئے
هَاتُوْا۔ لاؤ	بُرْهَانَكُمْ۔ اپنی دلیل	اِنْ۔ اگر	كُنْتُمْ۔ ہو تم
صٰدِقِيْنَ۔ سچے	قُلْ۔ کہہ دیجئے	لَّا۔ نہیں	يَعْلَمُ۔ جانتا
مَنْ۔ جو	فِی۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور
الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	الْغَيْبَ۔ غیب	اِلَّا۔ مگر	اللّٰهُ۔ اللہ
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	يَشْعُرُوْنَ۔ سمجھتے کہ	اَيَّانَ۔ کب
يُبْعَثُوْنَ۔ اٹھائے جائیں گے	بَلِ۔ بلکہ	ادّٰرَكَ۔ ختم ہو گیا	عِلْمُهُمْ۔ ان کا علم
فِی۔ بیچ	الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کے	بَلْ۔ بلکہ	هُمْ۔ وہ
فِیْ۔ بیچ	شَكٍّ۔ شک کے ہیں	مِّنْهَا۔ اس سے	بَلْ۔ بلکہ
هُمْ۔ وہ	مِّنْهَا۔ اس سے	عَمُوْنَ۔ اندھے ہیں	

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع۔ سورۂ نمل۔ پ ۲۰

یہاں سے آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ کے بعد عظیم ترین اشیاء جو مشاہدے میں آتی ہیں اور واجب تعالیٰ شانہ کی قدرت عظیمہ جلیلہ پر دلالت کرتی ہیں ان کا ذکر شروع ہے۔ گویا مقابلہ میں بتوں کے اپنی ہستی پاک پیش فرماتے ہوئے استفہام انکاری کی صورت میں ارشاد ہے:

۱۔ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ کیا (بت بہتر ہیں یا) وہ جس نے آسمان و زمین بنائے۔
یعنی یہ بت کسی چیز کے خالق نہیں اور وہ جل جلالہ وہ ہے جس نے آسمان و زمین جیسی عظیم اور عجیب مخلوق بنائی پھر فرمایا:

۲۔ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا اور وہی قادر ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا اور ہم نے اس سے باغ اگائے رونق والے تم میں یہ قوت نہ تھی کہ ان کے درخت اگاتے۔

یعنی یہ تمہاری قدرت سے بالا تھا۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔
یعنی اس کے سوا ہرگز کوئی الٰہ نہیں ہوسکتا۔ بنا بریں یہ دلائل قدرت دیکھ کر تمہیں ماننا چاہئے لیکن نہ ماننے والے سیدھی راہ سے عدول و نافرمانی کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾۔ بلکہ وہ لوگ راہ راست سے انحراف کرتے ہیں۔
عربی میں عدل لغات اضداد سے ہے اس کے معنی انصاف و حق پرستی بھی ہے اور عدول سے اگر اشتقاق کیا جائے تو نافرمان منحرف کے معنی ہیں۔

۳۔ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ۔ (بت بہتر ہیں) یا وہ جس نے زمین بسنے کو بنائی اور اس کے درمیان نہریں نکالیں اور اس کے قائم رکھنے کو لنگر ڈالے۔

وزنی پہاڑوں کے جو اسے ہلنے نہ دیں۔

۴۔ وَجَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًا۔ اور کردی دو سمندروں کے بیچ میں آڑ۔

کہ کھاری میٹھے سے نہ ملے اور میٹھا کھاری سے علیحدہ رہے ھٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّھٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ۔ اس کی تفسیر پہلے گزر چکی۔ پھر وہی سوال بطور انکار فرمایا گیا۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے۔ پھر توبیخاً ارشاد ہوا:

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ۔ بلکہ ان میں اکثر جاہل ہیں۔

جو اپنے رب کی توحید اور اس کی قدرت و اختیار کو نہیں جانتے اور ایمان نہیں لاتے۔ پھر پانچویں دلیل قدرت بیان فرمائی جس میں اجابت دعاء مضطر اور کشف سوء اور خلافت فی الارض کو بیان کیا:

۵۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ۔ (یہ بت بہتر ہیں) یا وہ جو تمہاری اضطراری ولاچاری میں تمہاری سنتا ہے جب اسے پکارتے ہو اور دور کر دیتا ہے تمہاری تکلیف کو اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے۔

تاکہ تم اس میں رہو بسو اور قرناً بعد قرن اس میں متصرف رہو۔ باوجود اس کے بھی

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ۔ کیا کوئی اللہ کے ساتھ الٰہ ہے۔

قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ۔ بہت کم ہیں وہ جو دھیان کریں۔

۶۔ اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ (وہ بت بہتر ہیں) یا وہ جو تمہیں راہ دکھاتا ہے (تمہارے مقاصد میں ترقی کی) اندھیریوں میں خشکی اور تری کے اندر۔

یعنی جنگل سے مفاد حاصل کرنے کی راہ اور دریا سے موتی مونگا حاصل کرنے کا طریقہ وہی اللہ تعالیٰ بتاتا ہے۔

۷۔ وَمَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ۔ اور (اس کے سوا) کون ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے خوشخبری سناتی۔ یہاں رحمت سے مراد بارش ہے۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ ۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے جس کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

۸۔ اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ۔ (بت بہتر ہیں) یا وہ جو خلق کی ابتداء فرما کر پھر اسے دوبارہ بنائے گا۔

یعنی پیدا فرما کر موت دیتا ہے اور موت کے بعد پھر زندہ کرے گا۔ یہ وہ دعویٰ ہے جس کے کفار معترف ومقر نہ تھے۔ لیکن جب اس پر براہین قائم ہیں تو ان کا انکار کرنا باطل ہے۔ اس لئے کہ وہ ابتدائی پیدائش کے جب قائل ہیں تو انہیں اعادہ کا قائل ہونا پڑے گا اس لئے کہ ابتداء جو مشکل تھی اسے جب مان لیا تو اعادہ کا تسلیم کرنا ان پر لازم ہو گیا اس میں کسی قسم کا عذر قابل سماعت نہیں ہو سکتا۔

۹۔ وَمَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ اور وہ کون ہے جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے یعنی آسمان سے بارش کر کے پھل پھول سبزہ ترکاری رزق ہے اور زمین سے نباتات وغیرہ۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ ۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے۔ اے حبیب! فرما

دیجئے کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

اس کے بعد علم غیب پر مختصر تقریر ہے:

۱۰- قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ فرمادیجئے اپنے آپ کوئی غیب نہیں جانتا جو آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ۔

یعنی علم غیب ذاتی اس اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی عالم الغیب والشہادۃ ہے اسے اختیار ہے جسے چاہے جتنا چاہے علم غیب عطا فرمائے اس اختیار ذاتی میں کوئی اس کا مانع نہیں۔

چنانچہ خود ہی اپنے پیارے انبیاء کرام کے حق میں ارشاد فرمایا: سورہ آل عمران وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ تم سب کو غیب کا علم دے لیکن جسے چاہے اسے اس علم کے لئے وہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے اس کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جو واضح کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسولوں کو غیبی علوم عطا فرمائے اور اس پارے میں اس سے اگلے رکوع میں وارد ہے:

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾۔

یعنی جتنے غیب ہیں آسمان اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں انتہی مختصراً

وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾۔

اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ اس کے بعد مشرکین پر زجراً توبیخ فرمائی گئی۔

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ۔ کیا ان کے علم کا سلسلہ آخرت کے جاننے تک پہنچ گیا۔

گویا استفہام انکاری کے طور پر ارشاد ہوا کہ انہیں خبر تو کچھ نہیں آج تک قیامت کا وقت دریافت کر رہے ہیں ویسے ظاہر کر رہے ہیں کہ انہیں قیامت قائم ہونے کا علم حاصل ہو گیا ہے۔ پھر اس کے علاوہ یہ کہ

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾۔

بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں (انہیں ابھی تک قیامت ہونے کا یقین نہیں) بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

اور کہتے ہیں ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ۔ کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے کیا ہم پھر نکالے جائیں گے۔

اس کی تفسیر آئندہ رکوع میں آرہی ہے۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع - سورۃ نمل - پ ۲۰

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ (بت بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں کو پیدا کیا اور زمین کو

یعنی وہ بت جو جماد محض بے حس ہیں وہ بہتر ہیں یا وہ ہستی پاک جس نے عالم جسمانی میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی اور ان دونوں کے مبادی منافع کے لئے تمہارے واسطے آسمان سے پانی اتارا جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً۔

اور اتارا تمہارے لئے آسمان سے پانی۔ یعنی تمہارے فائدے کے لئے بارش نازل کی۔

فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىِٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۔

تو اگائے ہم نے اس بارش سے بہ مقتضائے حکمت باغیچے۔

حَدَآىِٕقَ۔ جمع حدیقہ کی ہے جو بموجب قول بحر بستان کے معنی میں مستعمل ہے عام اس سے کہ اس کے گرد دیوار ہو یا نہ ہو۔

اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما میں حدائق بموجب قول ابن ازرق محض بستان کے معنی میں آتا ہے۔

اور علامہ زمخشری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: هِيَ الْبُسْتَانُ عَلَيْهِ حَائِطٌ مِّنَ الْإِحْدَاقِ وَ هُوَ الْإِحَاطَةُ۔ وہ باغیچہ ہے جس کے گرد دیوار ہو۔ یہ احداق سے ہے اور احداق احاطہ کو کہتے ہیں اور یہی قول علامہ ضحاک رحمہ اللہ کا ہے۔

اور علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: هِيَ قِطْعَةٌ مِّنَ الْاَرْضِ ذَاتُ مَآءٍ سُمِّيَتْ حَدِيْقَةً تَشْبِيْهًا بِحَدْقَةِ الْعَيْنِ فِي الْهَيْئَةِ وَ حُصُوْلِ الْمَاءِ فِيْهَا۔ حدیقہ اس قطعہ زمین کو کہتے ہیں جو پانی والی ہو اور حدیقہ تشبیہاً نام رکھا گیا ہے آنکھ کی ہڈی کی ہیئت کے ساتھ اور اس سے پانی بھی حاصل ہوتا ہے تو حدیقہ پانی کے تالاب پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

اور باغ کو حدیقہ اس وجہ میں کہا گیا کہ اس پر حدیقہ حیطان یعنی چار دیواری ہوتی ہے۔

ذَاتَ بَهْجَةٍ۔ خوشگوار اَیْ ذَاتَ حُسْنٍ وَّ رَوْنَقٍ يَتَبَهَّجُ بِهِ النَّاظِرُ وَيَسُرُّ۔ یعنی خوبصورت سبزہ کی رونق سے دیکھنے والا مسرور ہو اور اسے فرحت ملے۔

مَا كَانَ لَكُمْ نہیں ممکن تم سے اَیْ مَا صَحَّ وَ اَمْكَنَ لَكُمْ۔

اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا۔ کہ اگا لو تم اپنی قوت سے ان کے درختوں کو۔

اس میں اپنی فضیلت تخلیق شجر و ثمر سے ظاہر فرما کر گویا فرمایا یہ شان تخلیق ثمر اور اس کی تمام صفات بدیعہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔ کیا ان صفات کے ساتھ کوئی الٰہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ یہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی ہرگز نہیں۔ گویا ارشاد ہے: ءَ اِلٰهٌ اٰخَرُ كَائِنٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعَالٰى الَّذِيْ ذُكِرَ بَعْضُ اَفْعَالِهِ الَّتِيْ لَا يَكَادُ يَقْدِرُ عَلَيْهَا غَيْرُهٗ حَتّٰى يَتَوَهَّمَ جَعْلُهٗ شَرِيْكًا لَّهٗ تَعَالٰى فِي الْعِبَادَةِ۔ کیا کوئی دوسرا خدا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ممکن ہے جس میں یہ قدرت ہو جس کی بعض شانیں بیان کی گئیں یہ وہ شانیں ہیں کہ ان پر سوا اس ذات مستجمع الصفات کے غیر قادر ہی نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ یہ وہم بھی ممکن نہیں کہ اس ذات والا کا کسی کو عبادت میں شریک بھی کیا جا سکے۔

بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۞ ۔ بلکہ وہ لوگ منحرف ہیں۔

يَّعْدِلُوْنَ۔ عدول سے اگر لیا جائے تو اس کے معنی انحراف کے ہوں گے یعنی ان کی عادت میں انحراف عن الحق ہے حَيْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِيُّ اَيْ بَلْ هُمْ قَوْمٌ عَادَتُهُمُ الْعُدُوْلُ عَنْ طَرِيْقِ الْحَقِّ بِالْكُلِّيَّةِ وَالْاِنْحِرَافُ عَنِ الْاِسْتِقَامَةِ فِيْ كُلِّ اَمْرٍ مِّنَ الْاُمُوْرِ۔

اور ایک قول ہے کہ يَّعْدِلُوْنَ عدل سے ہے بمعنی مساوات اَيْ يُسَاوُوْنَ بِهٖ غَيْرَهٗ تَعَالٰى مِنَ اٰلِهَتِهِمْ۔ یہ قوم، خدا اور غیر خدا میں مساوات ماننے والے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کمال کے ساتھ بتوں کو بھی ایسا ہی خیال کرتے ہیں اور یہ باطل ہے۔

اَمَّنۡ جَعَلَ الۡاَرۡضَ قَرَارًا ۔ (یہ بت بہتر ہیں) یا وہ قادر و خالق جس نے زمین کو تمہارے لئے قرار کی جگہ بنایا جس پر انسان اور حیوان رہتے بستے ہیں اور آرام سے اس پر چلتے پھرتے ہیں اور اس لرزہ کو روکنے کے لئے اس پر میخیں پہاڑوں کی قائم کیں اور اس میں نہریں رواں فرمائیں جیسا کہ آگے ارشاد ہے:

وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنۡهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَیۡنَ الۡبَحۡرَیۡنِ حَاجِزًا ؕ ۔

اور کیا اس زمین میں نہروں کو اور اس زمین کے لئے رواسی یعنی لنگر یا میخیں قائم کیں اور کیا دو سمندروں میں پردہ۔

یہ حقیقت نا قابل انکار ہے کہ اگر زمین پر میخ کوہ قائم نہ کی جاتیں تو یہ قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ سعدی علیہ الرحمۃ بھی کہتے ہیں

زمیں از تپ و لرزہ آمد ستوہ بر و کوفت بر دامنش میخ کوہ

تو رواسی پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیۡ جِبَالًا ثَوَابِتَ یعنی پہاڑ قائم کر دیئے کہ لنگر کا کام دیں جیسے آگ بوٹ جہاز کو جب سمندر کی سطح پر قائم کرتے ہیں تو دونوں لنگر ڈالتے ہیں وہ سطح آب پر ٹھہرا رہتا ہے ایسے ہی زمین کا جہاز بھی پانی پر ہے اس کے قائم کرنے کو پہاڑوں کو لنگر یا میخوں کی صورت میں قائم فرما دیا کہ وہ قائم رہ سکے۔

پھر ایک سمندر میں پانی ایک ہی ذائقہ کا ہو سکتا ہے لیکن هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ ایک سمندر میں دو ذائقہ کے پانی ایسے رکھے کہ ایک طرف نہایت شیریں اور ایک طرف نہایت کڑوا کھاری موجود ہے۔

جیسا بحیرہ فارس اور بحیرہ روم کا پانی ہے۔ حاجز۔ فاصل کے معنی میں مستعمل ہے جو دونوں کو ملنے سے روک رکھے۔

یہ سمندر بعض کے نزدیک بحر عراق و شام ہیں۔

سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں اس سے مراد بحر السماء اور بحر الارض ہے۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۔ فرما کر ارشاد ہے یعنی ایسی چیزوں کے وجود و ابداع کو دیکھ کر بھی ہمارے ساتھ دوسرا شریک کہتے ہو۔

بَلۡ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۱﴾ ۔ بلکہ اکثر ان کے جاہل ہیں۔ اور اپنے باطل خیال کی حقیقت نہیں سمجھتے۔ پھر ارشاد ہے۔

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ ۔

(وہ بت بہتر ہیں) یا وہ جو سنتا ہے مضطر اور لاچار کی جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف دور فرما دیتا ہے۔

کشف کا محاورہ دفع اور رفع دونوں معنی دیتا ہے گویا فرمایا: اَیۡ یَرۡفَعُ مِنَ الۡاِنۡسَانِ مَا یَعۡتَرِیۡهِ مِنَ الۡاُمُوۡرِ الَّذِیۡ یَسُوۡءُهٗ ۔ انسان سے اس چیز کو دفع فرما دیتا ہے جو اس کی تکلیف کا موجب ہو۔

وَ یَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ۔ اور کرتا ہے تمہیں زمین کا وارث۔ تا کہ اس میں اس پر تصرف کرو۔

بعض نے کہا: اَلۡمُرَادُ بِالۡخِلَافَةِ الۡمُلۡکُ وَ التَّسَلُّطُ ۔ خلافت سے مراد ملکیت اور تسلط ہے۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۶۲﴾ ۔ کیا اس قوت کے ساتھ کوئی اور خدا اللہ کے ساتھ ہے بہت کم ہیں وہ جو نعمت الٰہی کو یاد کریں یا بہت کم ہیں وہ جو اس پر دھیان کریں۔

تَذَکَّرُوۡنَ ۔ ذکر سے ہے۔ یاد رکھنے خیال کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

اَمَّنۡ یَّهۡدِیۡکُمۡ فِیۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ وَ مَنۡ یُّرۡسِلُ الرِّیٰحَ بُشۡرًاۢ بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِهٖ ۔

(وہ بت بہتر ہیں) یا وہ جو خشکی تری کی اندھیریوں میں راہ دیتا ہے اور وہ جو ہوائیں بھیجتا ہے خوشگوار جس کے آگے

رحمت ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ یُرْشِدُکُمْ فِیْ ظُلُمَاتِ اللَّیَالِیْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِالنُّجُوْمِ وَ غَیْرِھَا مِنَ الْعَلَامَاتِ۔ یعنی وہ راہ نمائی فرماتا ہے اندھیری راتوں میں خشک اور تر راستوں میں ستاروں اور دیگر علامتوں سے۔ جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے وَ بِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ اور جب سرد ہوائیں گھٹاؤں کو لے کر آتی ہیں تو ان کے آگے رحمت ہوتی ہے۔ یعنی بارش۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾۔

یَعْنِیْ تَعَالٰی وَ تَنَزَّهَ بِذَاتِهِ الْمُنْفَرِدَةِ بِالْاُلُوْهِیَّةِ الْمُسْتَجْمِعَةِ لِجَمِیْعِ صِفَاتِ الْکَمَالِ وَ نُعُوْتِ الْجَلَالِ وَالْجَمَالِ الْمُقْتَضِیَةِ لِکَوْنِ جَمِیْعِ الْمَخْلُوْقَاتِ مَقْهُوْرَةً تَحْتَ قُدْرَتِهٖ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ اَیْ عَنْ وُجُوْدِ مَا یُشْرِکُوْنَهٗ بِهٖ سُبْحٰنَهٗ بِعُنْوَانِ کَوْنِهٖ اِلٰهًا وَّ شَرِیْکًا لَّهٗ تَعَالٰی۔

گویا فرمایا گیا کہ کیا کوئی خدا ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو یعنی وہ ذات منزہ ہے اپنی ذات منفردہ میں الوہیت کے ساتھ اور جمیع صفات کمال اور نعوت جلال و جمال میں جو مقتضی ہے اس کی کہ تمام مخلوق مقہور ہو اس کی قدرت کے آگے۔ اور اس سے جو شریک ٹھہراتے ہیں اس لئے کہ وہ ذات پاک کسی دوسرے الٰہ اور شریک سے منزہ و مبرا ہے۔

اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ۔

(وہ بت بہتر ہیں) یا وہ جو ایجاد خلق فرماتا ہے پھر بعد موت دوبارہ زندہ کرتا ہے یعنی بعث بعد الموت فرماتا ہے۔ مشرکین بدء خلق کو تو مانتے تھے لیکن بعث بعد الموت پر کہتے تھے: ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ۔ کیا ہم جب مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے یہ رجع بعید ہے یعنی عقلاً مستبعد ہے۔ حالانکہ عدم سے وجود میں لانا مشکل ہوتا ہے اور وجود کے بعد دوبارہ موجود کر دینا مستبعد نہیں۔ تو ان کا یہ اعتراض باطل اور لایعنی ہے۔

وَ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ۔ اور وہ جو رزق دیتا ہے تمہیں آسمان اور زمین سے۔

یعنی آسمان سے بارش کر کے سبزہ اگاتا ہے اور سبزہ سے دانہ پیدا کرتا ہے اور درختوں میں پھل پیدا فرماتا ہے اور زمین سے بھی اسی طرح تمہیں رزق پہنچاتا ہے۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۶۴﴾۔

کیا کوئی خدا ہے اللہ کے ساتھ فرما دیجئے اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

اس کے بعد غیب کی بحث شروع فرمائی

قِیْلَ سَاَلَ الْکُفَّارُ عَنْ وَقْتِ الْقِیَامَةِ الَّتِیْ وَعَدَھَا الرَّسُوْلُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصَرُّوْا عَلَیْهِ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَنَزَلَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی۔

روایت ہے کہ کفار وقت قیامت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے جس کا وعدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیا تھا اس پر اصرار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار پوچھتے یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا۔ جس کی بابت فرمایا گیا چنانچہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ یہ بار بار آپ سے قیامت کے وقت کی بابت سوال کرتے

ہیں۔ فرمادیجئے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔

فرمادیجئے خودکوئی نہیں جانتا جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے غیب کو مگر اللہ تعالیٰ۔

یہ مبحث علم غیب کا ہے اور علم غیب پر ہزاروں مؤلفات تالیف ہوئی ہیں اور ہر ایک مؤلف نے اپنے اپنے خیال کا اظہار کیا ہے کسی نے علم جزئی مانا کسی نے علم کلی کسی نے تفصیل واجمال اور حصولی وحضوری کی بحث کر کے الجھایا کوئی ذاتی عطائی کی بحث میں رہ گیا۔ چنانچہ علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں اس آیۂ کریمہ پر بحث کی ہے لیکن میرے خیال میں وہ بھی تشنۂ تکمیل ہے۔

اور یہ مبحث کیا ہے ایک بحر زخار ہے جس میں غوطہ زنی کرنا بھی کسی غواص کا کام ہے مجھ جیسا ہیچ میرز وہیچمدان اس دریا کو دیکھ کر بھی سراسیمہ ہے۔ لہٰذا اس مبحث کو میں اپنی تحقیق سے منقح نہیں کرسکتا۔ لیکن جب بحث آ گئی ہے تو اس پر کچھ نہ کچھ لکھنا لازمی تھا۔

لہٰذا میں اس بحث کو اعلیٰ حضرت مجدد مائۂ حاضرہ قدس سرہ کی تحقیق پر چھوڑتا ہوں۔ میرے خیال میں وہ بحث جو مکہ معظمہ میں حرم کے پردوں سے لپٹی ہوئی ممدوح نے ایک دن میں مکمل فرمائی۔ اور شریف مکہ کو سنائی جس پر علماء الحرمین الشریفین اور اجلہ علماء مصر وشام نے اسی (۸۰) تقریظ تحریر فرمائیں اور سب نے اسے حق مانا جسے المکتبہ اندرون نیونہام کھناڈ مارکیٹ نیو تھانہ کراچی نے بصرف زرکثیر طبع کرایا میں بھی اسی سے اکتساب فیض کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

اصل عبارت عربی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ہے اس کا ترجمہ صاحبزادہ اکبر حضرت حجۃ الاسلام فاضل یلمعی عالم لوزعی ادیب الادباء مخدومنا المکرم حامد رضا رحمہ اللہ نے فرمایا تبرکا اسی سے عبارات اعلیٰ حضرت اور ترجمہ حجۃ الاسلام حامد میاں قدس سرہ نقل کرتا ہوں:

اس تالیف منیف کا نام نامی اَلدَّوْلَةُ الْمَكِّيَّةُ بِالْمَادَةِ الْغَيْبِيَّةِ ہے۔ وَ هَا اَنَا اَشْرَعُ بِالْمَقْصُوْدِ بِعَوْنِ اللّٰهِ الْوَدُوْدِ۔

اَلنَّظْرُ الْاَوَّلُ اِعْلَمْ اَنَّ مِلَاكَ الْاَمْرِ وَ مَنَاطَ النَّجَاةِ اَلْاِيْمَانُ بِالْكِتَابِ كُلِّهٖ وَمَا ضَلَّ اَكْثَرُ مَنْ ضَلَّ اِلَّا اَنَّهُمْ يُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَ يَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔

كَالْقَدَرِيَّةِ اٰمَنُوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ وَ كَفَرُوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔

نظراول میں تمہید ارشاد فرماتے ہیں۔

کہ اول اس امر کا سمجھنا ضروری ہے کہ امر دین کا مدار اور وہ باتیں جن پر نجات موقوف ہے وہ پورے قرآن عظیم پر ایمان لانا ہے اور جو اکثر گمراہ ہوئے وہ اسی وجہ میں کہ بعض آیتوں پر ایمان لائے اور بعض کے منکر ہو گئے جیسے فرقہ قدریہ کہ اپنے آپ کو ہی افعال کا خالق جانتا ہے اور اس آیت پر ایمان لایا جو ارشاد الٰہی عزوجل ہے: وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اور اس آیت سے کفر کیا جو ارشاد ہے وَاللّٰهُ

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ اللہ تمہارا بھی خالق ہے اور تمہارے اعمال کا بھی۔

وَالْجَبَرِيَّةُ اٰمَنُوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ وَ كَفَرُوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ اور فرقہ جبریہ جو انسان کو پتھر کی طرح مجبور محض سمجھتا ہے وہ اس آیت پر تو ایمان لایا: وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ تم کیا چاہتے ہو مگر یہ کہ اللہ چاہے جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ اور اس آیت سے کفر کرتا ہے جو ارشاد ہے ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بے شک ضرور سچے ہیں۔

وَالْخَوَارِجُ اٰمَنُوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۞ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ وَ كَفَرُوْا بِقَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔

اور خارجی فرقہ اس آیت پر تو ایمان لایا کہ بے شک فاجر لوگ ضرور جہنم میں ہیں قیامت کے دن اور اس آیت کی طرف سے کافر ہوئے جو ارشاد ہے بے شک اللہ شرک کو نہیں بخشتا اور اس کے نیچے جتنے گناہ ہیں ان میں سے جسے چاہے بخش دیتا ہے

وَالْمُرْجِيَّةُ الضُّلَّالُ اٰمَنُوا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَ كَفَرُوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ۔

اور فرقہ مرجیہ گمراہ جو کہتا ہے کہ مسلمان کو کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا وہ اس آیت کریمہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ الخ پر ایمان لایا کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے اور اس آیۂ کریمہ سے کفر کیا جو ارشاد ہے مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ جو کوئی برا کام کرے گا اسے بدلا دیا جائے گا۔

علاوہ اس کے بہت سی مثالیں ہیں اور علم کلام میں موجود ہیں۔

چنانچہ آیۂ کریمہ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ اگر کلام پاک میں ہے۔ جس کے معنی ہیں فرما دیجئے زمین و آسمان والوں میں کوئی غیب نہیں جانتا سوا اللہ تعالیٰ کے وہاں فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۞ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ بھی ہے جس کے معنی ہیں اللہ مسلط نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو مگر جسے رسولوں میں سے مرتضیٰ فرمائے۔ یعنی اپنے محبوب اور پسندیدہ رسولوں کو علم غیب پر مسلط فرما لیتا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ یعنی اللہ ایسا نہیں کہ اے لوگو! تمہیں غیب پر مطلع کرے البتہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (اس غیب کے لئے) چن لیتا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ یعنی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر بخیل نہیں۔ یعنی وہ تمہیں غیب کی باتیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے۔ اور جو غیب تمہیں وہ بتائیں اس میں ان پر غلطی کرنے کی تہمت نہیں ہے۔

اور یہ بھی ارشاد ہوا: وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ یعنی اے محبوب تمہیں سکھایا تمہارے رب نے جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر بہت ہی بڑا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنے ارادے میں ایسا کیا (اور

یوسف علیہ السلام کے ساتھ) داؤ کھیلے۔

اور یہ بھی ہے: ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جن کی وحی ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں کا قرعہ ڈالتے تھے کہ ان میں کون مریم کی پرورش کرے اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

اور یہ بھی آیہ کریمہ ہے: تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ یہ غیب کی خبریں ہیں جن کی وحی ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں۔

ان کے سوا اور بہت سی آیتیں ہیں اس کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَهٰذَا رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَدْ نَفٰی نَفْیًا لَّا مَرَدَّلَهٗ وَ اَثْبَتَ اِثْبَاتًا لَا رَیْبَ فِیْهِ فَالْکُلُّ حَقٌّ وَالْکُلُّ اِیْمَانٌ وَ مَنْ اَنْکَرَ شَیْئًا مِّنْهَا فَقَدْ کَفَرَ بِالْقُرْاٰنِ فَمَنْ نَفٰی مُطْلَقًا وَ لَمْ یُثْبِتْ بِوَجْهٍ فَقَدْ کَفَرَ بِاٰیَاتِ الْاِثْبَاتِ وَ مَنْ اَثْبَت مُطْلَقًا وَ لَمْ یَنْفِ بِوَجْهٍ فَقَدْ کَفَرَ بِاٰیَاتِ النَّافِیَاتِ وَالْمُؤْمِنُ یُؤْمِنُ بِالْکُلِّ وَلَا تَتَفَرَّقُ بِهِ السُّبُلُ وَهُمَا لَا یُمْکِنُ لَهُمَا مَوْرَدٌ وَّاحِدٌ فَوَجَبَ الْفَحْصُ عَنِ الْمَوَارِدِ۔

تو یہ ہے ہمارا رب تبارک وتعالیٰ جس نے نفی بھی ایسی کی کہ ٹل نہیں سکتی اور ثابت بھی ایسا کیا جس میں اصلاً شبہ نہیں تو نفی و اثبات دونوں حق ہیں دونوں ایمان ہیں اور ان دونوں میں سے جو کوئی کسی بات کا انکار کرے وہ منکر قرآن ہوگا تو جو غیر خدا کے لئے علم غیب کی مطلقاً ایسی نفی کردے کہ کسی طرح ثابت ہی نہ مانے وہ ان آیتوں سے کافر ہوگا جو غیر خدا کے لئے غیب ثابت کر رہی ہیں۔

اور جو مطلقاً اس طرح ثابت کرے کہ کسی وجہ سے نفی مانے ہی نہیں وہ ان آیتوں سے کافر ہوگا جو نفی غیب کر رہی ہیں اور مومن وہ ہے جو سب پر ایمان لائے اور ادھر ادھر مختلف راہوں میں نہ پڑے۔

اور ظاہر ہے کہ نفی غیب اور اثبات غیب دونوں ایک چیز پر توارد نہیں ہو سکتے تو ان کے مورد جدا جدا تلاش کرنا واجب ہوا۔

تو اول اس علم کی تقسیم دو طرح ہوگی ایک تقسیم باعتبار مصدر ہے جہاں سے وہ صادر ہوا۔

اور ایک تقسیم متعلق سے ہے یعنی جس سے وہ علم متعلق ہوا اس سے ایک تقسیم نکلتی ہے۔

پھر اس اعتبار سے کہ تعلق کس طرح کا ہوا۔

پہلی تقسیم تو یہ ہے کہ علم یا تو ذاتی ہے اور وہ جب ہوگا جبکہ نفس ذات عالم سے صادر ہوا اور اس کے غیر کو اس میں کچھ دخل نہ ہو۔ یعنی اس میں نہ غیر کی عطا سے ہو نہ اس میں کسی طرح غیر سبب پڑے۔

یا وہ علم عطائی ہو یعنی غیر کی عطا سے ہو جیسے استاد شاگرد کے علم کا سبب ہے اگرچہ اس میں بھی معطی حقیقی وہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے تو یہ متصور نہیں ہوسکتا کہ جو بسبب غیر ہو وہ بہ عطائے غیر نہ ہو۔

بنابریں پہلی قسم صرف اور صرف واجب تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس کے غیر کے لئے محال ہے حتیٰ کہ اس میں سے کوئی حصہ جہان بھر میں کسی کے لئے کوئی ثابت کرے اگرچہ وہ ذرہ سے بھی کم تر ہو وہ یقیناً مشرک ہے۔

رہی دوسری قسم وہ صرف اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ خاص ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ممکن نہیں۔

حتیٰ کہ اگر کوئی ایسا علم اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرے تو وہ کافر ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا شرک اکبر سے بھی زیادہ خبیث و شنیع ہے اس لئے کہ مشرک تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی غیر کو خدا کے برابر جانے۔ اور یہاں تو اس نے غیر خدا کو خدا سے برتر سمجھا یا اس نے اپنے علم وخبر کا فیض خدا تعالیٰ کو پہنچا دیا۔

دوسری تفصیل یہ ہے کہ علم دو قسم پر ہے۔

ایک مطلق العلم اس سے مراد وہ مطلق ہے جو علم اصول کی اصطلاح ہے جس کا ثابت کرنا کسی ایک فرد کا ثبوت چاہتا ہے اور نفی کرنا کل افراد کی نفی کو لازم ہے اور یہ مطلق یا تو فرد معین ہے یا نفس ماہیت جو کسی فرد میں ہو کر پائی جائے۔

تو یہاں قضیہ موجبہ، موجبہ جزئیہ ہے اس لئے کہ موجبہ کلیہ کو عام ہے اور قضیہ سالبہ۔ سالبہ کلیہ ہے۔

دوسرا علم مطلق جو عموم واستغراق حقیقی کا مفاد ہے۔

اس کا ثبوت نہیں ہوتا جب تک کہ جملہ افراد موجود نہ ہوں اور وہ کسی ایک فرد کی نفی سے منتفی ہو جاتا ہے تو یہاں موجبہ کلیہ ہوگا اور سالبہ جزئیہ اور یہ علم کا تعلق دو وجہ پر ہوتا ہے۔

ایک اجمال، دوسرے تفصیل۔ جس میں ہر معلوم جدا اور ہر مفہوم دوسرے سے ممتاز ہو یعنی عالم کو جتنے معلومات ہوں عام اس سے کہ وہ کل ہوں یا بعض تو اس دوسری تقسیم میں یہ چار قسمیں ہیں۔

ان میں سے ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جسے علم مطلق تفصیلی کہتے ہیں جس پر آیۂ کریمہ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا دلالت کرتی ہے یعنی اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔

اس لئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہر شے کا جاننے والا ہے وہ اپنی ذات اور اپنی غیر متناہی صفتوں اور ان سب حادثوں کو جو موجود ہوئے اور ان کو جو ازل سے ابد تک موجود ہوتے رہیں گے اور تمام ممکنات کو جو نہ کبھی موجود ہوئے اور نہ کبھی موجود ہوں بلکہ تمام محالات کو بھی وہ جانتا ہے۔

تو تمام مفہومات میں سے کوئی چیز علم الٰہی سے باہر نہیں وہ ان سب کو تفصیل کے ساتھ جانتا ہے ازل سے ابد تک سب اس کے علم میں ہے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات غیر متناہی اور اس کی صفات غیر متناہی اور ان میں سے ہر صفت غیر متناہی اور عدد کے سلسلے جو غیر متناہی میں ہیں اور ابد کے دن اور اس کی گھڑیاں اور اس کی آنیں اور جنت کی نعمتوں سے ہر نعمت اور جہنم کے عذابوں سے ہر عذاب اور جنتی جہنمیوں کی سانسیں اور ان کی پلک جھپکنا اور ان کی جنبشیں اور ان کے سوا اور چیزیں یہ سب غیر متناہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ازل وابد میں سب پوری تفصیل اور احاطہ کے ساتھ معلوم ہیں۔

بلکہ اس ذات پاک کے لئے ہر ہر ذرہ میں غیر متناہی علم ہیں۔ اس لئے کہ ہر ذرہ کو ہر ذرہ سے جو گزرا، یا آئندہ ہوگا یا ممکن ہے کہ ہو، کوئی نہ کوئی نسبت قرب وبعد اور جہت میں ہوگی جو زمانوں میں بدلے گی پھر ان مکانوں کے بدلنے سے جو واقع ہوئے یا ممکن ہے روز اول سے زمانۂ نامحدود تک اور یہ سب اللہ عزوجل کو بالفعل معلوم ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہے۔

اور یہ باتیں ہر اس شخص پر واضح ہیں جو اسلام میں حصہ رکھتا ہے۔

اور یہ حقیقت واضح اور روشن ہے کہ کسی مخلوق کا علم آن واحد میں غیر متناہی بالفعل کو پوری تفصیل کے ساتھ ایسی طرح سے کہ ہر فرد دوسرے سے بروجہ کامل ممتاز ہو محیط نہیں ہوسکتا۔

اس لئے کہ امتیاز جب ہوگا جبکہ ہر فرد کی جانب خصوصیت کے ساتھ لحاظ کیا جائے اور غیر متناہی لحاظ ایک آن میں حاصل نہیں ہوسکتے۔

تو ثابت ہوا کہ علم مخلوق اگرچہ کتنا ہی کثیر ہو حتیٰ کہ عرش وفرش میں روز اول سے روز آخر تک اور اس کے کروڑوں مثل سب کو محیط ہو جائے جب بھی نہ ہوگا مگر محدود بالفعل۔

اس لئے کہ عرش وفرش دو کنارے گھیرنے والے ہیں اسی طرح روز اول سے روز آخر تک یہ بھی دو حدیں ہیں اور جو چیز دو گھیرنے والوں میں گھری ہو وہ لازمی طور پر متناہی ہوگی۔

البتہ علم مخلوق میں غیر متناہی ہونا بایں معنیٰ ٹھیک ہوسکتا ہے کہ آئندہ کسی حد پر اس کی روک نہ کردی جائے بلکہ ہمیشہ بڑھتا رہے اور بایں معنیٰ اللہ سبحنہ وتعالیٰ کے علم میں لاتناہی محال ہے۔

اس واسطے کہ اس کی سب صفتیں نئی پیدا ہونے سے بالاتر ہیں تو ثابت ہوا کہ غیر متناہی بالفعل ہونا اللہ تعالیٰ کے علموں سے خاص ہے۔

اور وہ عدم متناہی کہ بڑھنا کسی حد پر نہ رکے اس کے بندوں کے لئے خاص ہے۔

قطع نظر اس کے ہمارے دعویٰ پر آیہ کریمہ بھی دلیل قاطع ہے حَیْثُ قَالَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا اللہ تعالیٰ ہر شے کو محیط ہے۔ اس لئے کہ ذات واجب تعالیٰ شانہ محدود نہیں تو اس کی مخلوق میں کسی کو ممکن نہیں کہ اللہ عزوجل کو جیسا کہ وہ ہے تمام وکمال پہچان لے اور اس کا یہ کہنا صحیح ہو جائے کہ اب اللہ تعالیٰ کی معرفت ایسی حاصل ہوگئی کہ اس کے بعد اس کی معرفت سے کچھ باقی نہ رہا۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ علم اللہ تعالیٰ کی ذات کو محیط ہو جاتا اور اللہ تبارک وتعالیٰ محاط ہو کر اس کے احاطہ میں آجاتا اور وہ ذات کسی کے احاطہ میں آکر محاط ہونے سے بالاتر ہے وہ ہر چیز پر محیط ہے۔

تو اس تقریر سے یہ امر بھی روشن اور واضح ہوگیا کہ اللہ عزوجل کے عرفان میں انبیاء، اولیاء، صالحین ومومنین میں جو فرق ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عرفان میں ہی فرق ہے اور اسی سے باہمی مراتب کا فرق مرتب ہے۔

جو جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کا مرتبہ ہے اور یہ درجہ عرفان ابدالاباد تک بڑھتا ہی رہے گا اور جتنا عرفان بڑھتا جائے گا اتنا ہی مرتبہ بڑھتا رہے گا لیکن کبھی اس کے علم میں سے قادر نہ ہوں گے مگر قدر متناہی پر اور معرفت الٰہی ہمیشہ غیر متناہی رہے گی۔

تو ثابت ہوا کہ جمیع معلومات الٰہیہ کو پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کا محیط ہو جانا عقلاً اور شرعاً محال ہے بلکہ اگر تمام اولین وآخرین کے علوم جمع کر لئے جائیں تو ان کا مجموعہ بھی علوم الٰہیہ سے قطعاً کوئی نسبت نہیں رکھتا حتیٰ کہ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے ہے۔ اس لئے کہ قطرہ کا یہ حصہ بھی محدود ہے اور وہ دریائے ذخار بھی متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے ضرور کوئی نسبت ہوتی ہے۔

اس لئے کہ سمندروں سے اگر ہم بوند کے اس حصہ کے برابر یکے بعد دیگرے لیتے رہیں تو ضرور ان سمندروں پر ایک ایسا دن آئے گا کہ سب ختم اور فنا ہو جائیں گے اس لئے کہ آخر متناہی ہیں۔

لیکن غیر متناہی میں سے کتنے ہی بڑے متناہی حصے لیتے جائیں تو حاصل شدہ ہمیشہ متناہی ہوگا اور غیر متناہی ہمیشہ غیر متناہی رہے گا تو ماننا پڑے گا کہ غیر متناہی سے متناہی کو کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔

اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ ذات واجب تعالیٰ غیر متناہی ہے اور اس کی صفات بھی غیر متناہی تو عرفان حاصل کرنے والے سب متناہی تو متناہی کو غیر متناہی سے کبھی نسبت نہیں ہو سکتی۔

اور حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو جو اشارہ فرمایا تھا جبکہ چڑیا نے سمندر سے ایک چونچ بھر کر پانی لیا تو یہ وہ درجہ ہے جو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔

اب رہیں باقی تین قسمیں یعنی

علم مطلق اجمالی

مطلق علم اجمالی

علم تفصیلی

یہ تینوں اقسام اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں۔

یہاں سیدی محمد بکری نے اس قول پر جو جواب دیا وہ غلط نہیں ہے جو آپ سے پوچھا گیا کہ علامہ عمر حلبی کا محصل یہ ہے کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَعْلَمُ جَمِیْعَ عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام علم اللہ جانتے تھے؟

تو آپ نے جواب دیا اس کا ماحصل یہ ہے کہ هٰذِهٖ صَحِیْحَةٌ اِذْ یَجُوْزُ اَنَّ تَعَالٰی یَهَبُهٗ عِلْمَهٗ وَتَطْلِیْعَهٗ عَلَیْهِ وَلَا یَلْزَمُ مِنْ ذٰلِکَ اَنْ یُّدْرِکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَامَ الرَّبُوْبِیَّةِ اِذِ الْعِلْمُ ثَابِتٌ لِلّٰهِ تَعَالٰی بِذَاتِهٖ وَ لِلْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِتَعْلِیْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِیَّاهُ۔

یہ صحیح ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا کل علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا ہو اور آپ کو اس پر مطلع کر دیا ہو۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام ربوبیت تک پہنچ جائیں اس لئے کہ علم الٰہی بالذات ثابت ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم تعلیم الٰہی سے حاصل ہونا ثابت ہے۔

پھر علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: وَ قَدْ ذَکَرَ لِیْ بَعْضُ الْاَصْحَابِ اَنَّهٗ یَلْزَمُ اَنْ یُّسَاوِیَ عِلْمُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِلْمَ اللّٰهِ تَعَالٰی اِذْ قُلْنَا اَنَّهٗ یَعْلَمُ کُلَّ شَیْءٍ فَاَجَبْتُهٗ اَنَّهٗ لَا یَلْزَمُ شَیْءٌ مِنْ ذٰلِکَ لِاَنَّ ذٰلِکَ لِلّٰهِ تَعَالٰی بِالْاِصَالَةِ وَلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّبْعِیَّةِ۔

میرے بعض احباب نے ذکر کیا کہ جب ہم کہیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شے کا علم رکھتے ہیں تو لازم آئے گا کہ علم الٰہی سے مساوی مانا جائے تو میں نے جواب دیا کہ یہ لازم نہیں آتا اس لئے کہ علم خداوند تعالیٰ ذاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عطائی ہے۔

بلکہ اگر اجمالی کو ہم مرتبہ بشرط لاشی ء میں لیں یعنی وہ جس میں ایک معلوم دوسرے سے پورے طور پر ممتاز نہ ہو تو اجمالی کی دونوں قسمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے محال ہوں گی اور بندوں کے ساتھ ان کا خاص ہونا واجب ہوگا۔

اب رہا علم مطلق اجمالی اس کے بندوں کے لئے حاصل ہونا عقلاً بدیہی اور ضروریات دین سے ہے اس لئے کہ ہم ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے جانتا ہے تو ہر شے کہنے میں ہم نے جمیع معلومات الٰہیہ کا لحاظ کر لیا اور ان سب کو اجمالی طور پر جان لیا تو جسے اپنے لئے ثابت نہ جانے وہ اپنے نفس سے اس آیت کریمہ پر ایمان کی نفی کرتا ہے تو وہ خود اپنے کفر کا مقر ہوا اور معاذ اللہ ایسا عقیدہ خالص کفر ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جب علم مطلق اجمالی بندوں کے لئے ثابت ہے تو مطلق علم اجمالی خود بخود بندوں کے لئے ثابت ہے۔

اسی طرح مطلق علم تفصیلی ہے۔ اس لئے کہ ہم قیامت و جنت اور جہنم اور اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات میں سے ساتوں صفات پر ایمان لائے جو اصول ایمان سے ہیں۔ تو یہ سب غیب ہی ہے۔

اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے علیحدہ علیحدہ دوسرے سے ممتاز طور پر جانا تو واجب ہوا کہ غیبوں کا مطلق علم تفصیلی ہر مسلمان کو حاصل ہو۔

چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے: لَا یَمْتَنِعُ اَنْ نَّقُوْلَ نَعْلَمُ مِنَ الْغَیْبِ مَا لَنَا عَلَیْهِ دَلِیْلٌ۔ یہ کہنا ممنوع نہیں کہ غیب سے ہم وہ جانتے ہیں جس پر ہمارے لئے دلیل ہے۔

اور نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں ہے: لَمْ یُکَلِّفْنَا اللّٰهُ الْاِیْمَانَ بِالْغَیْبِ اِلَّا وَقَدْ فَتَحَ لَنَا بَابَ غَیْبِهٖ۔ اللہ نے ہمیں ایمان بالغیب کی تکلیف نہیں دی مگر اتنی جو ہمارے لئے اپنے غیب کا دروازہ کھول دیا۔

اور علامہ ابن جریر رحمہ اللہ تحت آیت مَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ فرماتے ہیں۔ جو ابن زید رحمہ اللہ سے منقول ہے: اَلْغَیْبُ الْقُرْاٰنُ۔ غیب قرآن کریم ہے۔

وَ عَنْ زِرٍّ اَلضَّنِیْنُ الْبَخِیْلُ وَالْغَیْبُ الْقُرْاٰنُ۔ اور زر سے مروی ہے کہ ضنین بخیل کو کہتے ہیں اور غیب قرآن کریم ہے۔

اور مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: مَا یَضِنُّ عَلَیْکُمْ مِمَّا یَعْلَمُهٗ۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بخل نہیں فرماتے اس سے جو انہیں علم ہے۔

اور قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ غَیْبٌ فَاَعْطَاهُ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَذَلَهٗ وَ عَلَّمَهٗ۔ بلاشبہ یہ قرآن کریم غیب ہے اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اور انہوں نے ہمیں بخشا اور تعلیم فرمایا۔

پھر انبیاء کرام علیہم السلام کا کیا کہنا اور کیونکر نہ ہو حالانکہ ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے غیب پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے اور ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے۔

تو جو غیب کو جانتا نہیں وہ اس کی تصدیق کیونکر کرے گا اور جو تصدیق نہ کرے گا وہ اس پر ایمان کیونکر لائے گا تو ثابت ہوا کہ وہ علم جو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے لائق ہے وہ نہیں مگر علم ذاتی اور علم تفصیلی جو جمیع معلومات الٰہیہ کو استغراق حقیقی کے ساتھ محیط ہو۔

تو جن آیتوں میں غیر خدا سے نفی فرمائی ہے ان میں ضرور ہے کہ یہی دونوں معنی مراد ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ علم جسے بندوں کے لئے ثابت کرسکتے ہیں وہ علم عطائی ہے خواہ وہ علم مطلق اجمالی ہو یا مطلق علم تفصیلی ہو۔

اور مدح اس علم اخیر سے ہوتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جہاں علم کے ساتھ اپنے بندوں کی مدح فرمائی اس سے یہی قسم مراد ہے جس میں بندوں کے لئے علم غیب دیا جانا ثابت فرمایا ہے۔ اور یہ ہرگز مقربین اور نہ ان کے غیر کا امکان ہے۔ چنانچہ وہ آیات جن میں بندوں کے لئے غیب کا علم دیا جانا ثابت ہے وہ ہیں یہ۔

وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ملائکہ نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ۔ بے شک یعقوب ہمارے علم دیئے ہوئے سے ضرور علم والا ہے۔

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ ہم نے خضر کو علم لدنی عطا کیا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ اور اے محبوب اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

اور ان کے سوا اور قرآن کریم میں بکثرت آیات ہیں۔

اب یہ امر واضح اور روشن ہوگیا کہ جو کچھ ہم نے یہاں تک بیان کیا وہ سب دین متین سے ثابت ہے اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ منکر دین متین ہے اور جماعت مسلمین سے علیحدہ ہے۔

اور یہ وہ تطبیق ہے جسے معتمد علماء نے آیات نفی واثبات میں کی ہے جیسے امام اجل ابوزکریا نووی نے اپنے فتویٰ میں فرمایا امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فتویٰ حدیثیہ میں بیان کیا اور دیگر علماء کرام نے بھی فرمایا:

"کہ غیر خدا سے نفی علم غیب کے معنی ہیں کہ اپنی ذات سے کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کا علم جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہے۔"

تو اب اظہر من الشمس اور بین من الامس روشن ولائح ہوگیا کہ جو نبی علیم علیہ الصلوٰۃ وافضل التسلیم سے غیبوں کی مطلق علم کی نفی کرتا ہے اگرچہ وہ خدا کی عطا سے ہو وہ منکر آیات الٰہی ہے اور اس کا یہ انکار موجب ردت ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے خاتمہ اور امت کے خاتمہ کا علم بھی روشن تھا حَيْثُ قَالَ۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔ بے شک آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے اور ارشاد ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ بے شک عنقریب تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے اور ارشاد ہے:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ

جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی کو نہ ان ایمان والوں کو جو اس کے ساتھ ہیں ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے دائیں اور ارشاد ہے۔

عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ عنقریب تمہارا رب تمہیں حمد والے مقام پر بھیجے گا۔ اور ارشاد ہے

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ناپاکی دور رکھے اور تمہیں خوب پاک کردے اور ارشاد ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ

وَ یَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۙ وَّ یَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۙ﴿۴﴾ لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ۙ﴿۵﴾

بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے اور تمام کر دے تم پر اپنی نعمتیں اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے اور اللہ مدد فرمائے تمہاری زبردست وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تا کہ انہیں یقین پر یقین بڑھے اور اللہ ہی کی ملک ہیں تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ علم و حکمت والا ہے تا کہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں اور ان کی برائیاں ان سے اتار دے اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔

اور پھر ارشاد باری ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا۔

برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر کر دے جنتیں کہ جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور کرے گا تمہارے لئے اونچے اونچے محل۔

علاوہ اس کے اس بات میں بکثرت احادیث متحد المعنی اور متواتر اتنی ہیں کہ وہ ایک عمیق دریا ہیں جن کا گھراؤ پانا مشکل ہے۔

لیکن جب اللہ اور اس کی آیتوں سے مقصد ثابت ہو چکا تو اس کے بعد فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ۔

مضمون سابقہ سے مسئلہ اتنا منقح اور صاف ہو چکا ہے کہ اب مسلمان کے دل میں نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا علم ذات واجب تعالیٰ شانہ کے مساوی علم ہونے کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ دلائل سے واضح اور روشن ہو گیا کہ

اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور مخلوق کا علم عطائی۔

اللہ تعالیٰ کا علم واجب ہے اور مخلوق کا علم ممکن۔

اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، سرمدی، قدیم حقیقی ہے اور مخلوق کا علم حادث اس لئے کہ تمام مخلوقات حادث ہے اور صفت موصوف سے مقدم نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق نہیں اور خلق کا علم مخلوق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم کسی کے تحت قدرت نہیں اور خلق کا علم اللہ تعالیٰ کے تحت قدرت ہے بلکہ اس کا زیر دست۔

علم الٰہی کا ہمیشہ رہنا واجب ہے اور علم مخلوق کی فنا ممکن۔

علم الٰہی کسی طرح بدل نہیں سکتا اور علم خلق میں تغیر و تبدل روا ہے۔

ان تمام فرقوں کے ہوتے ہوئے سوا جاہل کے کون وہم کر سکتا ہے کہ علم نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ذات واجب تعالیٰ شانہ کے مساوی ہے۔

اب بھی جو علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع معلومات الٰہیہ کا محیط جانے وہ محض باطل پرست ہے۔

اور ہماری اس تصریح کے مطابق اجلہ علماء کرام بھی فرمارہے ہیں۔ چنانچہ امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

يُعْتَقَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِيْ عَظْمَتِهٖ وَ كِبْرِيَائِهٖ وَ مَلَكُوْتِهٖ وَ حُسْنِ اَسْمَآئِهٖ وَ عُلَا صِفَاتِهٖ لَا يُشْبِهُ شَيْئًا مِّنْ مَّخْلُوْقَاتِهٖ وَلَا يَشْبَهُ بِهٖ وَاِنَّ مَا جَاءَ مِمَّا اَطْلَقَهُ الشَّرْعُ عَلَى الْخَالِقِ وَ عَلَى الْمَخْلُوْقِ فَلَا تَشَابُهَ بَيْنَهُمَا فِي الْمَعْنَى الْحَقِيْقِيِّ اِذْ صِفَاتُ الْقَدِيْمِ بِخِلَافِ صِفَاتِ الْمَخْلُوْقِ فَكَمَا اِنَّ ذَاتَهٗ لَا يَشْبَهُ الذَّوَاتِ كَذٰلِكَ صِفَاتُهٗ لَا تَشْبَهُ صِفَاتَ الْمَخْلُوْقِيْنَ۔ الخ

یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بزرگی اور بڑائی میں اور اپنی سلطنت اور اپنے اسماء حسنیٰ اور اپنی بلند و بالا صفات میں مخلوقات میں سے نہ وہ کسی کے مثل ہے نہ اس جیسا اور کوئی ہوسکتا ہے اور یقیناً وہ الفاظ جن کا اطلاق شریعت مطہرہ نے خالق و مخلوق دونوں پر کیا اس میں بمعنی حقیقی کوئی تشابہ نہیں اس لئے کہ صفات قدیم مخالف صفات حادث ہیں تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں اسی طرح اس کی صفات بھی مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں۔ الخ

پھر امام واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ كَذَاتِهٖ ذَاتٌ وَلَا كَاِسْمِهٖ اِسْمٌ وَلَا كَفِعْلِهٖ فِعْلٌ وَلَا كَصِفَتِهٖ صِفَةٌ اِلَّا مِنْ جِهَةِ مُوَافَقَةِ اللَّفْظِ قَالَ هٰذَا كُلُّهٗ مَذْهَبُ اَهْلِ الْحَقِّ وَالسُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔ نہیں کوئی ذات اس کی ذات کی مثل اور نہ کوئی نام اس کے نام کی مثل اور نہ کوئی کام اس کے کام کے مشابہ نہ کوئی صفت اس کی صفت کے مشابہ مگر باعتبار موافقت لفظی کے اور فرمایا یہ سب مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔

پھر امام حجۃ الاسلام کی املاعلی الاحیاء میں سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے: **لَيْسَ عِنْدَ النَّاسِ مِنْ عِلْمِ الْاٰخِرَةِ اِلَّا الْاَسْمَاءُ** اھ **فَمَاظَنُّكَ بِصِفَاتِ الْمَوْلٰى عَزَّوَجَلَّ۔** عالم آخرت میں سے لوگوں کے پاس فقط نام ہیں اھ تو صفات مولیٰ عزوجل کے ساتھ تمہارا کیا گمان ہے۔

چنانچہ ہمارا ایمان یہی ہے کہ ع، ل، م سے جو علم بنتا ہے اس میں بھی مراد صرف موافقت اسمی ہے اور یہ ترقی ہے تفرقۂ صفات جانب تباین باعتبار حقیقت و نفس ذات کے۔

چنانچہ ہمارا عقیدہ پروردگار عالم کے ساتھ یہ ہے کہ

اس کا کوئی ساجھی نہیں۔

وہ نہ جنا نہ اس سے کوئی جنا گیا۔

اس کی مثال کوئی نہیں۔

اس کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں۔

اس کے لئے تمام حمد اور خوبیاں ہیں۔

اس جیسا کوئی نہیں۔

لَا ضِدَّ وَلَا نِدَّ وَلَا حَدَّ لِرَبِّیْ اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ وَلَمْ يَلْقَ زَوَالَا

اس کے اسماء اسی کے اسماء ہیں اس کے نام سے من حیث ہو ہو کوئی نام والا نہیں۔

اس کے حکم میں کوئی شریک نہیں۔

اس کی سلطنت میں کسی کا دخل نہیں۔

سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

اور جسے ہم پکارتے ہیں اگرچہ پکارتے ہیں مگر مالک حقیقی اس کے سوا کوئی نہیں۔

وہی خالق ہے وہی رازق ہے وہی محیی ہے وہی ممیت ہے۔

اور جو ایک ہی نام کا اطلاق اس پر اور اس کی کسی مخلوق پر بولا جاتا ہے جیسے علیم، حکیم، حلیم، کریم، سمیع، بصیر، رؤف، رحیم وغیرہ وغیرہ تو اس میں محض لفظی موافقت ہے معنی میں شرکت ہرگز نہیں بلکہ مجاز و حقیقت کا فرق ہے۔ چنانچہ فتویٰ سراجیہ فتویٰ تاتارخانیہ اور منح الغفار در مختار وغیرہ میں ہے:

اَلتَّسْمِيَةُ بِاسْمِهٖ يُوْجَدُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَالْعَلِيِّ وَالْكَبِيْرِ وَالرَّشِيْدِ وَالْبَدِيْعِ جَائِزٌ لِاَنَّهٗ مِنَ الْاَسْمَآءِ الْمُشْتَرَكَةِ وَ يُرَادُ فِيْ حَقِّ الْعِبَادِ غَيْرَ مَا يُرَادُ فِيْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ الخ ایسا نام رکھنا جو کتاب اللہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جیسے علی، کبیر، رشید، بدیع جائز ہے کہ یہ اسماء مشترکہ ہیں اور بندے کے حق میں وہ معنی مراد نہیں ہوتے جو رب العباد کے لئے مراد ہے۔

اور امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّ اَفْعَلَ وَ فَعِيْلًا فِيْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى سَوَآءٌ كَمَا فِي الْهِدَايَةِ۔ صیغہ افعل اور فعیل صفات الٰہی میں ایک معنی پر ہیں جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

قَالَ فِي الْعِنَايَةِ لِاَنَّ اِثْبَاتَ الزِّيَادَةِ لَيْسَ بِمُرَادٍ فِيْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَعَدَمِ مُسَاوَاتِ اَحَدٍ اِيَّاهُ فِيْ اَصْلِ الْكِبْرِيَآءِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَفْعَلُ لِلزِّيَادَةِ كَمَا يَكُوْنُ فِيْ اَوْصَافِ الْعِبَادِ فَكَانَ اَفْعَلُ وَ فَعِيْلٌ سَوَاءً۔ اھ

عنایہ میں فرمایا کہ صفات الٰہی میں کوئی زیادتی ثابت کرنا مقصود نہیں کہ کسی کو اس کے ساتھ نفس عظمت اور بڑائی میں برابری نہیں یہاں تک کہ افعل زیادتی کے لئے ہو جیسا کہ صفات عباد میں ہوتا ہے تو افعل اور فعیل برابر ہیں۔

بَلْ قَدْ قَالَ الْعُلَمَآءُ فِيْ غَيْرِ مَا مَوْضِعٍ اِنَّ اِسْمَ التَّفْضِيْلِ كَثِيْرًا مَّا يُرَادُ بِهٖ اَصْلُ الْفِعْلِ مِنْ دُوْنِ شِرْكَةٍ مِّنْهَا۔ بلکہ بلاشبہ علماء نے متعدد مقامات میں فرمایا کہ افعل التفضیل سے نفس فعل بلا شرکت مراد ہوتا ہے۔

وَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَىٕذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا۔ جیسے ارشاد ہے جنت والے آج کے دن بہتر مسکن اور بہتر خواب گاہ میں ہیں۔

اور ارشاد ہے: آللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جو شریک ٹھہراتے ہیں۔

اور فرمایا: فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ تو کون سا فریق زیادہ حقدار امن ہے اگر تمہیں علم ہے۔

اور اس کے بعد ہی فرمایا: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ وہ جو

ایمان لائے اورانہوں نے اپنے ایمان کوظلم سے آلودہ نہ کیا انہیں کے لئے امن ہے اور وہی راہ پائے ہوئے ہیں۔

مذکورہ تفصیلات کے بعد اس مسئلہ غیب کی مصرح بحث سمجھ لینی ضروری ہے وَهُوَ هٰذَا۔

علم ذاتی اور مطلق محیط تفصیلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور بندہ کے لئے نہیں مگر مطلق علم عطائی یہ ہر مسلمان کو حاصل ہے چہ جائیکہ انبیاء کرام اس لئے کہ اگر یہ علم نہ ہو تو ایمان ہی صحیح نہیں جیسا کہ ہم اول بیان کر چکے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ اللہ غیب کا جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر مطلع نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ خدا یوں نہیں کہ تم کو اپنے غیب پر مطلع کر دے البتہ اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

تو ان کے غیر کو جو علم حاصل ہوگا وہ انہیں کے فیض اور مدد اور فائدہ عطا فرمانے اور راہ دکھانے سے ملے گا تو برابری نہیں۔

علاوہ بریں علوم انبیاء میں سے ان کے غیر نہیں جانتے مگر تھوڑا جو انبیاء کے علوم غیب کے جو سمندر چھلک رہے ہیں ان کے سامنے کسی گنتی اور شمار میں نہیں اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام روز ازل سے روز آخر تک کے تمام ما کان و ما یکون کو جانتے بلکہ دیکھ رہے ہیں چنانچہ ارشاد الٰہی عزوجل ہے:

وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اور اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو ساری سلطنت آسمانوں اور زمین کی۔

پھر طبرانی نے معجم کبیر اور نعیم بن حماد نے کتاب الفتن اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی: قَالَ اِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰی مَا هُوَ كَائِنٌ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی كَفِّیْ هٰذِهٖ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک یقیناً اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھائی تو میں اسے اور اس میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

اس پر آگے چل کر فرماتے ہیں:

جِلْیَانًا مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی جَلَّاهُ لِنَبِیِّهٖ كَمَا جَلَّاهُ لِلنَّبِیِّیْنَ مِنْ قَبْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ یہ ایک روشنی ہے اللہ کی طرف سے جو اللہ نے اپنے نبی کے لئے چمکائی جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کے لئے چمکائی تھی۔

صحیح بخاری میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہے: قَالَ قَامَ فِیْنَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَ اَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ۔ فرمایا ہم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ابتداء آفرینش سے بیان فرمایا حتیٰ کہ جنتی اپنی منزلوں میں اور جہنمی اپنی منازل میں پہنچا دیئے۔

مسلم شریف میں حضرت عمر بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فِیْ خُطْبَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْفَجْرِ اِلَی الْغُرُوْبِ وَ فِیْهِ فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَ بِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فجر سے غروب تک بیان فرما کر جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونا ہے سب کچھ فرما دیا اب ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے

جسے زیادہ یاد رہا۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہے انہوں نے فرمایا: قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَّا تَرَکَ شَیْئًا یَکُوْنُ فِیْ مَقَامِہٖ ذٰلِکَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اِلَّا حَدَّ بِہٖ۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کھڑے ہو کر قیام کے وقت سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے کچھ نہ چھوڑا سب کچھ بیان فرمادیا۔

اور ترمذی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ہے: فَرَاَیْتُہٗ عَزَّوَجَلَّ وَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَ اَنَامِلِہٖ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَّ عَرَفْتُ۔ میں نے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں پائی تو مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔

اس حدیث کی تصحیح بخاری اور ترمذی اور ابن خزیمہ اور ان کے بعد کے ائمہ نے فرمائی۔

اور ترمذی کی حدیث میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ اور ہے: فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ اور میں نے سب جان لیا جو کچھ آسمان وزمین میں ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے: فَعَلِمْتُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ تو میں نے مشرق ومغرب کے مابین جو کچھ ہے سب جان لیا۔

اور مسند امام احمد اور طبقات ابن سعد اور کبیر طبرانی میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری اور حدیث ابویعلی اور ابن منیع اور طبرانی میں ابودرداء رضی اللہ عنہم سے ہے: قَالَا لَقَدْ تَرَکَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ مَا یُحَرِّکُ طَائِرٌ جَنَاحَیْہِ فِی السَّمَآءِ اِلَّا ذَکَرَ لَنَا مِنْہُ عِلْمًا۔ فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والا نہیں جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ذکر نہ فرمایا ہو۔

وَ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا۔ الخ پہلے بیان ہو چکی اس کی متعدد سندیں ہیں۔

پھر قصیدہ بردہ میں امام بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَ ضَرَّتَھَا وَ مِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یعنی آپ کے جود سے دنیا اور اس کی وسعت ہے اور آپ کے علم سے لوح وقلم کے علم ایک ٹکڑا ہے۔

یہاں علامہ بوصیری مِنْ جُوْدِکَ میں مِنْ کا لفظ لائے اور یہ من تبعیضیہ ہے جو بعض پر دلالت کرتا ہے۔

علامہ علی قاری رحمہ اللہ زبدہ شرح بردہ میں اس شعر کے ماتحت فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُرَادَ فَعِلْمُ اللَّوْحِ مَا اَثْبَتَ فِیْہِ مِنَ النُّقُوْشِ الْقُدْسِیَّۃِ وَالصُّوَرِ الْغَیْبِیَّۃِ وَ بِعِلْمِ الْقَلَمِ مَا اَثْبَتَ فِیْہِ کَمَا شَآءَ وَالْاِضَافَۃُ لِاَدْنٰی مُلَابَسَۃٍ وَ کَوْنُ عِلْمِھِمَا مِنْ عُلُوْمِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ عُلُوْمَہٗ تَتَنَوَّعُ اِلَی الْکُلِّیَّاتِ وَالْجُزْئِیَّاتِ وَحَقَائِقَ وَ دَقَائِقَ وَ عَوَارِفَ وَ مَعَارِفَ تَتَعَلَّقُ بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَ عِلْمُھُمَا اِنَّمَا یَکُوْنُ سَطْرًا مِّنْ سُطُوْرِ عِلْمِہٖ وَ نَھْرًا مِّنْ بُحُوْرِ عِلْمِہٖ ثُمَّ مَعَ ھٰذَا ھُوَ مِنْ بَرَکَتِہٖ وَجُوْدِہٖ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اس شعر میں جو مطلب ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ علم لوح سے مراد وہ قدسی نقش اور غیبی صورتیں ہیں جو اس میں ثبت کی گئیں اور علم قلم سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھا اور یہ اضافت ادنیٰ علاقہ کے سبب ہے اور لوح وقلم کے علوم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حصہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علموں میں بہت اقسام ہیں۔

کلیات اور جزئیات اور حقائق اور دقائق، عوارف و معارف کہ ذات و صفات الٰہیہ سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب علوم سے نہیں مگر ایک سطر اور علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمندروں سے ایک نہر پھر با این ہمہ ان کا علم حضور والا ہی کی برکت سے ہے۔

امام احمد قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں: وَلَا شَكَّ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدِ اطَّلَعَهٗ عَلٰى اَزْيَدَ مِنْ ذٰلِكَ وَ اَلْقٰى عَلَيْهِ عُلُوْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ۔ اور کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ اطلاع دی (جو احادیث سے ثابت ہوا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام اگلوں پچھلوں کے علم القاء فرمائے۔

اسی وجہ میں امام محمد بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ سَعَ الْعَالَمِيْنَ عِلْمًا وَّ حِلْمًا۔

اس کی شرح امام ابن حجر مکی ''افضل القریٰ لقراء ام القُریٰ'' میں فرماتے ہیں:

لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِطَّلَعَهٗ عَلَى الْعَالَمِ فَعَلِمَ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَمَا يَكُوْنُ وَ مَا كَانَ۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان کا علم دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا تمام اگلوں پچھلوں کا علم اور جو کچھ ہو گزرا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب جہان میں۔

اور نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں ہے: اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيْهِ الْخَلَائِقُ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ فَعَرَفَهُمْ كُلَّهُمْ كَمَا عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ۔ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک سب پیش کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو پہچان لیا جیسا کہ آدم علیہ السلام کو سب نام سکھائے گئے۔

اور امام قاضی عیاض پھر علامہ علی القاری پھر علامہ مناوی رحمہم اللہ نے تیسیر شرح جامع صغیر امام جلال الدین سیوطی رحمہم اللہ میں فرمایا: اَلنُّفُوْسُ الْقُدُسِيَّةُ اِذَا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِيَّةِ اتَّصَلَتْ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰى وَلَمْ يَبْقَ لَهَا حِجَابٌ فَتَرَى وَتَسْمَعُ الْكُلَّ كَالْمُشَاهِدِ۔ پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں تو عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور ان کے لئے کچھ پردہ نہیں رہتا تو سب کچھ ایسا دیکھتی اور سنتی ہیں جیسا سامنے ہو رہا ہے۔

اور امام ابن الحاج مکی نے مدخل میں اور امام قسطلانی نے مواہب میں فرمایا: قَدْ قَالَ عُلَمَائُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَ حَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَ مَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَ نِيَّاتِهِمْ وَ عَزَائِمِهِمْ وَ خَوَاطِرِهِمْ وَ ذٰلِكَ جَلِيٌّ عِنْدَهٗ لَا خِفَاءَ بِهٖ۔ اھ

بے شک ہمارے علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات کا کچھ فرق نہیں کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں، نیتوں اور ارادوں کو جانتے ہیں اور یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا روشن ہے جس میں پوشیدگی نہیں۔ انتہی

اور جب خود اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے تو اس میں شک کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا الخ اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر۔

اسی بنا پر علی قاری نے شرح شفا شریف میں یہ مسئلہ لکھا ہے: فِیْ تَوْجِیْهِ السَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الدُّخُوْلِ فِیْ بُیُوْتٍ خَالِیَةٍ لَا اَحَدٌ فِیْهَا لِاَنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرَةٌ فِیْ بُیُوْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ۔ جب خالی گھروں میں جاؤ جس میں کوئی نہ ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو۔ اس پر علامہ علی قاری اس کی شرح میں اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس تمام مسلمانوں کے گھر میں تشریف فرما ہے۔

شیخ محقق علامہ مدقق عبدالحق بخاری دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں: دنیا میں آدم علیہ السلام سے لے کر صور پھنکنے تک جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیا حتیٰ کہ اول سے آخر تک تمام احوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لئے"۔

پھر اسی مدارج میں ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام اشیاء کو جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کام اور احکام اور صفات اور اسماء اور افعال و آثار تمام علوم ظاہر و باطن اور اول و آخر کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احاطہ فرما لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کریمہ کے مصداق ہوئے جو ارشاد ہے: وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ وہ ہر علم والے سے اوپر علم والا ہے۔

اور چونکہ آیت عام غیر مخصوص منہ شیء ہے تو اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام جہان میں جس کی طرف نظر کی جائے گی تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر علم والے سے بلند و بالا علم والے ہیں۔

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر کی جائے گی تو اللہ جل شانہ ہی وہ علم والا ہوگا جس سے اوپر کوئی علم والا نہیں ہے۔

اور ذی علم کا اطلاق اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ تنکیر بعضیت پر دلالت کرتی ہے تو تخصیص کی کچھ حاجت نہیں۔

چنانچہ علامہ بیہقی اپنی کتاب "الاسماء والصفات" میں استاذ ابوالنصر بغدادی سے نقل فرماتے ہیں: اِنَّا لَا نَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی ذُوْعِلْمٍ عَلَی التَّنْكِیْرِ وَ اِنَّمَا نَقُوْلُ اِنَّهٗ ذُوالْعِلْمِ عَلَی التَّعْرِیْفِ كَمَا نَقُوْلُ اِنَّهٗ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ عَلَی التَّعْرِیْفِ وَلَا نَقُوْلُ ذُوْجَلَالٍ وَاِكْرَامٍ عَلَی التَّنْكِیْرِ۔ ہم اللہ تعالیٰ کو تنکیر کے ساتھ ذو علم نہ کہیں گے بلکہ ذوالعلم ہی کہیں گے (الف لام تعریف کے ساتھ) جیسے ہم ذوجلال واکرام نکرہ نہ کہیں گے۔

تنبیہ ضروری

مذکورہ دلائل میں اس امر کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ وسعت علم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرش و فرش دو محدود

حدیں بیان ہوئی ہیں اسی طرح روز اول سے روز آخر میں دو حدیں ہیں تو جو گھرا ہوا ہو وہ لازمی طور پر متناہی ہوگا اور اسے غیر متناہی سے کچھ نسبت نہیں ہے۔

اب ان آیات کے علاوہ جو گزر چکیں اور چند آیات یاد رکھیں کہ مانحن فیہ میں بھی مفید ہیں اس لئے کہ کلام رب عزوجل قول وفعل اور حکم عدل ہے اور اس کا قول حق واحق ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ۔ قرآن بناوت کی بات نہیں بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر شے کی تفصیل ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔ ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی۔

یہ اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے اور گواہی بھی کس درجہ اعظم ہے کہ فرماتا ہے وہ ہر چیز کا تبیان ہے اور تبیان اس روشن اور واضح چیز کو کہتے ہیں جو کوئی پوشیدگی باقی نہ رکھے اور زیادت لفظ زیادت معنی پر دلیل ہوتی ہے۔

تبیان میں ایک تو بیان کرنے والا چاہئے اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔

اور دوسرا وہ جس پر بیان کیا جائے اور وہ وہ ہستی ہے جس پر قرآن اتارا یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور اہل سنت کے نزدیک شے ہر موجود کو کہتے ہیں۔ اور اس تبیان سے تبیان جملہ موجودات لازم ہوا جو فرش سے عرش تک اور شرق سے غرب تک ذاتیں، حالتیں اور حرکات وسکنات بلکہ جنبش پلک حرکت نظر خطرات قلوب اور ارادات مخلوق اور ان کے سوا جو کچھ ہے اور انہی موجودات میں سے لوح محفوظ کی تحریر ہے تو ماننا پڑے گا کہ قرآن عظیم میں اس تمام موجودات کا روشن بیان اور تفصیل کامل ہے۔

پھر اس حکمت والے قرآن سے ہی ہم پوچھیں کہ لوح میں کیا کیا لکھا ہوا ہے تو ارشاد ہے:

كُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ۔ ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ ہر چیز ہم نے گنا دی ایک پیشوا کتاب میں۔

وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر اور خشک مگر ایک روشن کتاب میں ہے۔

اور صحیح حدیثوں میں ہے کہ اِنَّ اللَّوْحَ مَكْتُوْبٌ فِيْهِ كُلُّ كَائِنٍ مِّنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اِلَى الْيَوْمِ الْاٰخِرِ بَلْ اِلٰى دُخُوْلِ اَهْلِ الدَّارَيْنِ مَنَازِلَهُمْ۔ روز اول سے آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا سب لوح محفوظ میں لکھا ہے بلکہ یہاں تک کہ جنت والے اور دوزخی اپنے اپنے ٹھکانے میں جائیں۔

اور ارباب اصول نے تصریح کی کہ نکرہ مقام نفی میں عام ہوتا ہے تو جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کوئی چیز بیان سے چھوڑی ہو۔

اور تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ میں کُل کا لفظ تو عموم پر ہر نص سے زیادہ نص ہے تو روا نہیں کہ بیان روشن اور تفصیل کل شے سے کوئی چیز رہ جائے۔

اور یہ کہ عام زیادہ استغراق میں یقین ہے اور یہ کہ نصوص کو ظاہر پر حمل کرنا واجب ہے جب تک کوئی صحیح دلیل اس کو نہ پھیرے۔

چنانچہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفاسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: اِنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ ھٰذَا الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَلَقَدْ عَلِمْنَا بَعْضًا مِمَّا بَیَّنَ لَنَا فِی الْقُرْاٰنِ ثُمَّ تَلَا وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب نازل کی ہر شے کا روشن بیان اور جو کچھ قرآن کریم میں بیان کیا گیا اس میں سے ہمیں اتنے حصہ کا علم ہوا جس کا بیان فرما دیا پھر یہ آیت تلاوت کی وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ۔

اور جب یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم قرآن عظیم سے مستفاد ہے اور ہر چیز کا روشن بیان اور ہر شے کی تفصیل بیان کرنا اس کتاب کریم کی صفت ہے اور قرآن کریم دفعۃً نہ اترا بلکہ تقریباً تیئیس سال میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔

تو جب کوئی آیت یا سورت اترتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علموں پر اور علم بڑھاتی حتیٰ کہ جب قرآن عظیم کا نزول پورا ہوا تو ہر چیز کا مفصل و روشن بیان پورا ہو گیا اور اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمت تمام کر دی جیسا کہ قرآن کریم میں اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ فرما کر وعدہ فرمایا تھا تو تمام نزول قرآن سے قبل اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض انبیاء علیہم السلام کے بارے میں فرمایا گیا کہ ہم نے مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْھُمْ عَلَیْکَ کہ ہم نے ان کا ذکر تم سے نہ کیا اور منافقوں کے بارے میں فرمایا لَا تَعْلَمُھُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُھُمْ تم انہیں نہیں جانتے اور ہم بھی۔

یا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قصہ یا معاملہ میں توقف فرمایا حتیٰ کہ وحی اتری اور علم لائی تو یہ نہ ان آیتوں کے منافی ہے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احاطۂ علم کا نافی۔

اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ قصہ تمامی نزول سے پہلے کا ہو۔

اب علم خمس کے متعلق بحث باقی ہے جو ارشاد الٰہی عزوجل میں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ ج وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ ج وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ط وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ۔

بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم، اور وہی مینہ برساتا ہے، اور وہی جانتا ہے جو رحموں میں ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا، اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین پر مرے گا۔

یہ پانچ باتیں ہیں اسے علم الخمس کہتے ہیں۔

یہ پانچ باتیں جن کی تفصیل قرآن کریم میں ہے اس کی بابت جن کا یہ خیال ہے کہ سب غیبوں میں ان پانچ غیوب کو زیادہ خصوصیت ہے۔

تو سوال طلب یہ امر ہے کہ وہ اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟

اس میں سلب عموم ہے یا عموم سلب؟

سلب عموم کا یہ معنی ہے کہ ان کا علم محیط دوسرے کو نہیں۔

اورعموم سلب کے یہ معنی ہیں کہ دوسرا ان میں سے کچھ نہیں جانتا۔

تو پہلی تقدیر پر یہ ثابت ہوگا کہ ان پانچ غیبوں کے سوا اللہ تعالیٰ کے جتنے غیب ہیں سب بتا دیئے گئے تو ماننا پڑے گا کہ علوم خمس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام یا علی الخصوص ہمارے حضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام غیب بتا دیئے۔ صرف یہ پانچ غیب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بتائے۔ اگر چہ ان میں سے بعض بتا دیئے۔

اور تقدیر ثانی پر یہ حاصل ہوگا کہ ان پانچ میں سے اصلاً کوئی علم کبھی کسی کو نہ بتایا۔ برخلاف باقی غیبوں کے کہ ان سے جن کو چاہا بتا دیا۔

پہلے معنی تو یقیناً باطل ہیں اس لئے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم رب الارباب تبارک وتعالیٰ کی ذات اور اس کی جملہ صفات کو ایسے کامل احاطہ کے ساتھ محیط ہے جس کے آگے اصلاً پردہ نہیں۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جملہ سلاسل غیر متناہیہ کو محیط ہے جو غیر متناہی در غیر متناہی ہو جاتا ہے اور ہم اہل سنت اس کے قائل نہیں ہیں۔

اور دوسرے معنی بھی واضح طور پر باطل ہیں کہ ان پانچ میں سے بعض کا علم اس کے لئے ضرور ثابت ہوگا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے دینا چاہا۔

اب ہم سب سے اول باقی الارحام کا علم غیر خدا کے لئے ثابت کرتے ہیں۔

ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی:

حَدَّثَنِیْ اُمُّ الْفَضْلِ قَالَتْ مَرَرْتُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّکِ حَامِلٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدْتِّہٖ فَاْتِیْنِیْ بِہٖ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنّٰی لِیْ ذَالِکَ وَ قَدْ تَحَالَفَتْ قُرَیْشٌ اَنْ لَّا یَاْتُوا النِّسَآءَ قَالَ مَا اَخْبَرْتُکِ فَلَمَّا وَلَدْتُّہٗ اَتَیْتُہٗ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُمْنٰی وَاَقَامَ فِی الْیُسْرٰی وَاَلْھَاہُ مِنْ رِیْقِہٖ وَسَمَّاہُ عَبْدَ اللّٰہِ وَقَالَ اذْھَبِیْ بِاَبِی الْخُلَفَاءِ فَاَخْبَرْتُ الْعَبَّاسَ فَاَتَاہُ فَذَکَرَ لَہٗ فَقَالَ ھُوَ مَا اَخْبَرْتُھَا ھٰذَا اَبُوالْخُلَفَآءِ مِنْھُمُ السَّفَّاحُ حَتّٰی یَکُوْنَ مِنْھُمُ الْمَھْدِیُّ۔

مجھ سے حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزری حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو حاملہ ہے اور تیرے شکم میں لڑکا ہے جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے حضور لانا۔

ام الفضل نے عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرے حمل کہاں؟ اس لئے کہ قریش نے قسمیں کھالی ہیں کہ عورتوں کے پاس نہ جائیں گے، ارشاد ہوا ہم نے جو فرمایا ہے وہ ضرور ہوگا۔

ام الفضل فرماتی ہیں جب لڑکا ہوا میں خدمت اقدس میں لے کر حاضر آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر فرمائی اور اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا اور اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا لے جا یہ ابوالخلفاء ہے۔

میں نے حضرت عباس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئے اور ام الفضل کا بیان عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا یہ ابوالخلفاء ہے۔ حتیٰ کہ ان میں سے سفاح ہوگا

اوران سے ہی خلیفہ مہدی ہوگا۔

اس حدیث سے سات قسم کے غیب ثابت ہوئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر کئے۔

اول مافی الارحام کا علم۔

دوسرے پیدا ہونے والے کی پشت میں جو ہے اس کا علم۔

تیسرے پیدا ہونے والے کی پشت سے جو پیدا ہوا اس کی پشت سے پیدا ہونے والا جانا۔

چوتھے پیدا ہونے والے کی تیسری پشت کے پیدا ہونے والے کو جانا۔

پانچویں پیدا ہونے والے سے چوتھی پشت سے جو ہونا تھا اسے جانا۔

چھٹے سفاح کی پیدائش بھی اسی کی چھٹی پشت میں جانی۔

ساتویں مہدی کی پیدائش بھی ظاہر فرمادی۔

تو اب یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ کے یہی معنی صحیح ہو سکتے ہیں کہ بالذات اللہ تعالیٰ ہی علم رکھتا ہے لیکن بالعطاء جسے چاہے عطا فرمائے۔

عالم مدینہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مقام غابہ میں جوان کی جائیداد تھی اس میں سے بیس وسق چھوہارے ام المومنین کو ہبہ فرمائے تھے کہ درختوں سے اتروالیں جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو ام المومنین سے فرمایا اے پیاری بیٹی خدا کی قسم کسی شخص کی تونگری مجھے تم سے زیادہ عزیز نہیں اور اپنے بعد کسی کی محتاجی مجھے تمہارے برابر گراں نہیں اور میں نے تجھ کو بیس وسق چوہارے ہبہ کئے تھے کہ درختوں سے اتروالو تو اگر وہ تم اتروا کر قبضے میں کر لیتیں تو وہ تمہارے تھے اور آج تو میرا متروکہ ورثا کا ہے اور وارث تمہارے دو بھائی اور تمہاری دو بہنیں ہیں تو اسے حسب فرائض اللہ تقسیم کر لینا۔(اب ہبہ نافذ نہیں رہا کہ قبل القبض ہبہ باطل ہے)۔

ام المومنین نے عرض کیا ابا جان قسم بخدا اگر اتنا مال اور ہوتا تو بھی میں چھوڑ دیتی میری بہن تو صرف اسماء ہے اور دوسری کون ہے؟

فرمایا دوسری بہن بنت خارجہ کے پیٹ میں ہے۔میرے علم میں وہ لڑکی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مافی الارحام کا علم بعطاء الٰہی غیر نبی کو بھی ہے چنانچہ حضرت ام کلثوم کی ولادت ہوئی۔

پھر یہ علم مافی الارحام نہ صرف انبیاء تک محدود ہے بلکہ ملائکہ کو بھی یہ علم حاصل ہے۔بکثرت احادیث میں ہے:

اِنَّ بِالرِّحْمِ مَلِکًا مُوَکَّلًا یُصَوِّرُ الْوَلَدَ ذَکَرًا اَوْ اُنْثٰی وَ حَسَنًا وَّ قَبِیْحًا وَ یَکْتُبُ اَجَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَشَقِیٌّ اَمْ سَعِیْدٌ فَهُوَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَیَعْلَمُ مَا یَجْرِیْ عَلَیْهِ۔

ایک فرشتہ رحم پر مقرر ہے کہ وہ بحکم سبحانہ وتعالیٰ۔

۱- بچہ کی صورت بناتا ہے۔

۲- نر مادہ کرتا ہے۔

۳- بدصورت خوبصورت بناتا ہے۔

۴- عمر لکھتا ہے۔

۵- رزق مقرر کرتا ہے۔

۶- نیک بخت بد بخت ہونا لکھتا ہے۔

۷- اسے علم ہوتا ہے شکم مادر میں کیا ہے۔

۸- اسے علم ہوتا ہے کہ اس پر اس کی عمر میں کیا کیا حوادث گزریں گے۔

مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا کا علم بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔

صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے ہے کہ واقعہ خیبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَأُعْطِيَنَّ هٰذَا الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ فَاَعْطَاهَا عَلِيًّا كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ۔

واللہ کل ضرور یہ علم ہم اس آدمی کو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ فتح کرے۔

وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتے ہیں۔

اور اللہ ورسول اسے دوست رکھتے ہیں۔

دوسرے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ علم حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا۔

تو یہ دعویٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کی روش پر لام تاکید اور نون تاکید سے مؤکد کر کے بیان فرمایا۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل کا علم تھا۔

اور اس امر کا بھی علم تھا کہ قلعہ خیبر کس کے ہاتھ پر فتح ہوگا۔

اور یہ بھی علم تھا کہ وہ اللہ ورسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ ورسول اسے دوست رکھتے ہیں۔

اور بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کا علم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ہمارا وصال مدینہ طیبہ میں ہوگا۔

قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ الْكِرَامِ اَلْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انصار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری حیات وہاں ہے جہاں تم ہو اور ہمارا وصال وہاں ہے جہاں تم انتقال کرو گے۔ (مسلم) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا:

يَا مُعَاذُ اِنَّكَ عَسٰى اَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا وَ لَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا اَوْ قَبْرِيْ رَوَاهُ اَحْمَدُ فِيْ مُسْنَدِهٖ۔

اے معاذ قریب ہے کہ تو مجھ سے اس سال کے بعد دنیا میں نہ ملے گا۔

اور امید ہے کہ تو میری قبر پر اس مسجد سے گزرے۔

اور انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا تو وہ بدر کی طرف چلے۔ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر جگہ جگہ دست اقدس میں شاخ لے کر بنا دیا کہ فلاں کافر یہاں مرے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی جگہ جو بیان کی وہیں اس کی لاش گری اور اس خطہ سے اصلاً متجاوز نہ ہوئی۔

حَیْثُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَیَضَعُ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ ھٰھُنَا وَ ھٰھُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ اَیْ مَازَالَ وَ مَا تَجَاوَزَ اَحَدُھُمْ عَنْ مَوْضِعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ۔ اس کا علم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں:

اَخْرَجَ الْبَیْھَقِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ اَصَابَتْنَا سَحَابَۃٌ فَخَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ مَلَکًا مُّوَکَّلًا بِالسَّحَابِ دَخَلَ عَلَیَّ اٰنِفًا فَسَلَّمَ عَلَیَّ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ یَسُوْقُ السَّمَآءَ اِلٰی وَادٍ بِالْیَمَنِ یُقَالُ لَہٗ ضَرِیْحٌ فَجَاءَ نَا رَاکِبٌ بَعْدَ ذَالِکَ فَسَاَلْنَاہُ عَنِ السَّحَابَۃِ فَاَخْبَرَ اَنَّھُمْ مُطِرُوْا فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ۔

فرماتے ہیں ہم پر بادل چھایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا ایک فرشتہ بادلوں کا موکل میرے پاس آیا اور سلام کیا پھر خبر دی کہ وہ ان بادلوں کو یمن کے ایک نالہ کی طرف لے جا رہا ہے اس نالہ کا نام ضریح ہے۔ اس کے بعد ایک سوار یمن کی طرف سے آیا ہم نے اس سے اس دن کے بادل کے متعلق پوچھا اس نے کہا اس دن وہاں وہ بادل برسا۔

علامہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

تحت آیہ کریمہ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ – یَعْنِی اللَّوْحَ الْمَحْفُوْظَ وَ قَالَ تَعَالٰی وَمَا مِنْ غَآئِبَۃٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔

قَالَ الْبَغَوِیُّ فِیْ مَعَالِمِ التَّنْزِیْلِ اَیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ۔

وَ قَالَ الْاِمَامُ النَّسَفِیُّ فِیْ مَدَارِکِ التَّنْزِیْلِ الْمُبِیْنُ الظَّاھِرُ الْمُبِیْنُ۔

تو رب عزوجل نے فرمادیا کہ آسمان وزمین کا کوئی غیب ایسا نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو۔

اور امام بغوی رحمہ اللہ نے معالم التنزیل میں فرمایا اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔

امام نسفی نے مدارک میں فرمایا اس سے مراد لوح مبین ہے۔ یعنی جو ملائکہ اسے دیکھتے ہیں ان کے لئے ظاہر اور روشنی ہے۔

اور علامہ علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ میں فرمایا:

کُلُّ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَ ھٰذِہِ الْمُثْبَتَاتُ فِی اللَّوْحِ مَوْجُوْدَۃٌ فِیْہِ قَطْعًا عِنْدَ نُزُوْلِ الْاٰیَاتِ الْکَرِیْمَۃِ لَمَادَتِ الْاٰیَاتُ الْاَعْلٰی جَمِیْعِ الْاَشْیَآءِ الْمَوْجُوْدَۃِ فِی الْعَالَمِ عِنْدَ نُزُوْلِھَا۔ الخ

تمام ماکان و ما یکون کا اثبات علم اس چیز سے لوح میں مثبت ہے۔ لوح میں اس سبب سے کہ اس میں اشیاء موجود فی العالم بوقت نزول آیات ایسے تھے جیسے نقوش مرسومہ کتاب میں موجود ہیں:

اور یقیناً یہ امر نا قابل انکار ہے کہ لوح ہر آنے والے کو ابھی تک متناول ہیں اس لئے کہ متناہی کا احاطہ غیر متناہی کو صحیح نہیں اور لوح میں وہی ثبت ہے جو پہلے دن سے تھا اور قیامت تک ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں۔

بِاَنَّ عِلْمَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْحَصِرُ فِيْمَا اُثْبِتَ فِي اللَّوْحِ وَاِنَّمَا هُوَ نَهْرٌ بَلْ مَوْجٌ عَنْ بِحَارِ عِلْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مکتوم لوح محفوظ میں منحصر نہیں بلکہ وہ ایک نہر ہے بلکہ ایک موج ہے سمندروں میں سے حضور کے۔

اب رہا علم ساعت اس کے متعلق

خصائص کبریٰ میں امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ ایک خاص باب میں فصل لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں:

ذَهَبَ بَعْضُهُمْ اِلٰى اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُوْتِيَ عِلْمَ الْخَمْسِ اَيْضًا وَعِلْمَ وَقْتَ السَّاعَةِ وَ الرُّوْحِ وَاَنَّهٗ اُمِرَ بِكِتْمِ ذٰلِكَ۔ بعض علماء کرام ادھر گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم خمس بھی دیا گیا اور علم وقت قیامت اور علم روح بھی دیا گیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مخفی رکھنے کا حکم تھا۔

بضرورت تفسیر آیہ کریمہ مبحث علم غیب بیان ہوا۔ مزید تفصیل کی ضرورت ہو تو "الدولة المكية بالمادة الغيبية" مصنفہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قدس سرہ ملاحظہ فرمائیں۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ ۔ اور انہیں شعور نہیں کہ وہ قبروں سے کب اٹھیں گے۔

اَيَّانَ۔ اسم استفہام عن الزمان ہے۔ اسی بنا پر اس کی تفسیر میں فرمایا: اِنَّ اَصْلَهَا اَيَّ اٰنٍ اَيْ اَيَّ زَمَانٍ يُبْعَثُوْنَ۔ یعنی انہیں یہ بھی شعور نہیں کہ کس آن اور کس زمان میں اٹھیں گے۔

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ ۔

کیا ان کے علم کا سلسلہ آخرت کے جاننے تک پہنچ گیا (یہ نہیں) بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں۔

آیہ کریمہ کا شان نزول ظاہر کرتا ہے کہ آیہ کریمہ ان مشرکین کے لئے نازل ہوئی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کرتے تھے اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ کیا وہ قیامت کے علم کا ادراک کر چکے ہیں جو وقت دریافت کرتے ہیں حالانکہ انہیں تو ابھی قیامت کے آنے میں بھی شک ہے۔

بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ ۔ بلکہ وہ مشرک اس سے اندھے ہیں۔

بَلِ ادّٰرَكَ۔ میں اِدّٰرَكَ اصل میں تَدَارَكَ ہے۔ ت کو دال سے بدل کر دال کو دال میں ادغام کر دیا اور ابتداء بسکون متعذر تھا اس لئے ہمزۂ وصل اول لے آئے اِدّٰرَكَ ہو گیا۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع ۔ سورۂ نمل ۔ پ ۲۰

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾	اور کافر بولے کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے کیا ہم نکالے جائیں گے
لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ	بے شک وعدہ دیا گیا ہم کو اس کا اور ہم سے پہلے ہمارے

هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝۶۸
باپ دادوں کو یہ نہیں ہے مگر پہلوں کی کہانیاں

قُلۡ سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانْظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ۝۶۹
فرما دیجئے سیر کرو زمین میں تو دیکھو کیسا ہوا انجام مجرموں کا

وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا تَكُنۡ فِىۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ ۝۷۰
اور تم غمگین نہ ہو ان پر اور نہ دل تنگ ہو ان کے مکروں سے

وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝۷۱
اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ پورا اگر تم سچے ہو

قُلۡ عَسٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ رَدِفَ لَـكُمۡ بَعۡضُ الَّذِىۡ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ۝۷۲
فرما دیجئے قریب ہے کہ ہوں پیچھے ہی لگی ہوئی بعض وہ چیزیں جس کی تم جلدی کر رہے ہو

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ۝۷۳
اور بے شک تیرا رب فضل والا ہے آدمیوں پر لیکن اکثر آدمی حق نہیں مانتے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَـعۡلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوۡرُهُمۡ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ ۝۷۴
اور بے شک تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں

وَمَا مِنۡ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ۝۷۵
اور جتنے غائب ہیں آسمانوں اور زمین میں سب ایک کتاب روشن میں ہیں

اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَكۡثَرَ الَّذِىۡ هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ۝۷۶
بے شک یہ قرآن قصہ کرتا ہے بنی اسرائیل پر اکثر ایسے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں

وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۷۷
اور بے شک وہ ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے

اِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِىۡ بَيۡنَهُمۡ بِحُكۡمِهٖ‌ ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ ۝۷۸
بے شک فیصلہ کرتا ہے تمہارا رب ان کے آپس کا اپنے حکم سے اور وہی عزت والا علم والا ہے

فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ‌ؕ اِنَّكَ عَلَى الۡحَـقِّ الۡمُبِيۡنِ ۝۷۹
تو تم بھروسہ کرو اللہ پر بے شک تم روشن حق پر ہو

اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ ۝۸۰
بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے مرنے والے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں جب وہ پھریں پیٹھ دے کر

وَمَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِى الۡعُمۡىِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ‌ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۝۸۱
اور تم ہدایت کرنے والے نہیں اندھوں کو ان کی گمراہی سے بے شک وہی سنتے ہیں جو ایمان لائے ہماری آیتوں پر اور وہ مسلمان ہیں

وَاِذَا وَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَيۡهِمۡ اَخۡرَجۡنَا لَهُمۡ دَآبَّةً
اور جب آپڑے گی ان پر بات نکالیں گے ہم ان کے

مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾

لئے چوپایہ زمین سے جو کلام کرے گا لوگوں سے اس لئے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ کرتے تھے

حل لغات چھٹا رکوع۔سورۂ نمل۔پ ۲۰

وَ۔اور	قَالَ۔بولے	الَّذِيْنَ۔وہ جو	كَفَرُوْٓا۔کافر ہیں
ءَ۔کیا	اِذَا۔جب	كُنَّا۔ہوجائیں گے ہم	تُرٰبًا۔مٹی
وَّ۔اور	اٰبَآؤُنَآ۔ہمارے باپ دادا	ءَ۔کیا	اِنَّا۔ہم
لَمُخْرَجُوْنَ۔نکالے جائیں گے		لَقَدْ۔بے شک	وُعِدْنَا۔وعدہ دیئے گئے ہم
هٰذَا۔یہ	نَحْنُ۔ہم	وَ۔اور	اٰبَآؤُنَا۔ہمارے باپ دادا
مِنْ قَبْلُ۔پہلے سے	اِنْ۔نہیں	هٰذَآ۔یہ	اِلَّآ۔مگر
اَسَاطِيْرُ۔کہانیاں	الْاَوَّلِيْنَ۔پہلوں کی	قُلْ۔کہہ	سِيْرُوْا۔چلو
فِيْ۔بیچ	الْاَرْضِ۔زمین کے	فَانْظُرُوْا۔تو دیکھو	كَيْفَ۔کیسا
كَانَ۔ہوا	عَاقِبَةُ۔انجام	الْمُجْرِمِيْنَ۔مجرموں کا	وَ۔اور
لَا۔نہ	تَحْزَنْ۔غم کھا	عَلَيْهِمْ۔ان پر	وَ۔اور
لَا۔نہ	تَكُنْ۔ہوتو	فِيْ۔بیچ	ضَيْقٍ۔تنگی کے
مِّمَّا۔اس سے جو	يَمْكُرُوْنَ۔وہ مکر کرتے ہیں	وَ۔اور	يَقُوْلُوْنَ۔کہتے ہیں
مَتٰى۔کب ہوگا	هٰذَا۔یہ	الْوَعْدُ۔وعدہ	اِنْ۔اگر
كُنْتُمْ۔ہوتم	صٰدِقِيْنَ۔سچے	قُلْ۔کہہ	عَسٰٓى۔قریب ہے
اَنْ۔یہ کہ	يَّكُوْنَ۔ہو	رَدِفَ۔پیچھے	لَكُمْ۔تمہارے
بَعْضُ۔بعض	الَّذِيْ۔اس کا جو	تَسْتَعْجِلُوْنَ۔جلدی کرتے ہوتم	
وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک	رَبَّكَ۔تیرا رب	لَذُوْ۔صاحب
فَضْلٍ۔فضل ہے	عَلَى۔اوپر	النَّاسِ۔لوگوں کے	وَ۔اور
لٰكِنَّ۔لیکن	اَكْثَرَ۔اکثر	هُمْ۔ان کے	لَا۔نہیں
يَشْكُرُوْنَ۔شکر کرتے	وَ۔اور	اِنَّ۔بے شک	رَبَّكَ۔تیرا رب
لَيَعْلَمُ۔جانتا ہے	مَا۔جو	تُكِنُّ۔چھپاتے ہیں	صُدُوْرُ۔سینے
هُمْ۔ان کے	وَ۔اور	مَا۔جو	يُعْلِنُوْنَ۔ظاہر کرتے ہیں
وَ۔اور	مَا۔نہیں	مِنْ غَآئِبَةٍ۔کوئی چھپی ہوئی	فِيْ۔بیچ
السَّمَآءِ۔آسمان	وَ۔اور	الْاَرْضِ۔زمین کے	اِلَّآ۔مگر

فِیْ۔ بیچ	کِتٰبٍ۔ کتاب	مُّبِیْنٍ۔ روشن کے ہے	اِنَّ۔ بے شک
هٰذَا۔ یہ	الْقُرْاٰنَ۔ قرآن	یَقُصُّ۔ بیان کرتا ہے	عَلٰی۔ اوپر
بَنِیْٓ۔ اولاد	اِسْرَآءِیْلَ۔ یعقوب کے	اَكْثَرَ۔ اکثر	الَّذِیْ۔ وہ باتیں جو
هُمْ فِیْهِ۔ وہ اس میں	یَخْتَلِفُوْنَ۔ اختلاف کرتے ہیں	وَ۔ اور	اِنَّهٗ۔ بے شک وہ
لَهُدًى۔ ہدایت	وَّ۔ اور	رَحْمَةٌ۔ رحمت ہے	لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ ایمان والوں
کے لئے	اِنَّ۔ بے شک	رَبَّكَ۔ تیرا رب	یَقْضِیْ۔ فیصلہ کرے گا
بَیْنَهُمْ۔ ان کے درمیان	بِحُكْمِهٖ۔ اپنے حکم سے	وَ۔ اور	هُوَ۔ وہ
الْعَزِیْزُ۔ غالب	الْعَلِیْمُ۔ جاننے والا ہے	فَتَوَكَّلْ۔ تو بھروسہ کر	عَلَى۔ اوپر
اللّٰهِ۔ اللہ کے	اِنَّكَ۔ بے شک تو	عَلَى۔ اوپر	الْحَقِّ۔ حق
الْمُبِیْنِ۔ ظاہر کے ہے	اِنَّكَ۔ بے شک تو	لَا۔ نہیں	تُسْمِعُ۔ سنا سکتا
الْمَوْتٰى۔ مردوں کو	وَ۔ اور	لَا۔ نہیں	تُسْمِعُ۔ سنا سکتا
الصُّمَّ۔ بہروں کو	الدُّعَآءَ۔ آواز	اِذَا۔ جب	وَلَّوْا۔ پھریں وہ
مُدْبِرِیْنَ۔ پیٹھ دے کر	وَ۔ اور	مَآ۔ نہیں	اَنْتَ۔ تو
بِهٰدِی۔ راہ دکھانے والا	الْعُمْیِ۔ اندھوں کو	عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ۔ ان کی گمراہی سے	
اِنْ۔ نہیں	تُسْمِعُ۔ سنا سکتا تو	اِلَّا۔ مگر	مَنْ۔ اسے جو
یُّؤْمِنُ۔ ایمان لاتا ہے	بِاٰیٰتِنَا۔ ہماری آیتوں پر	فَهُمْ۔ تو وہ	مُّسْلِمُوْنَ۔ فرمانبردار ہیں
وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	وَقَعَ۔ واقع ہوگی	الْقَوْلُ۔ بات
عَلَیْهِمْ۔ ان پر	اَخْرَجْنَا۔ نکالیں گے ہم	لَهُمْ۔ ان کے لئے	دَآبَّةً۔ چوپایہ
مِّنَ الْاَرْضِ۔ زمین سے	تُكَلِّمُهُمْ۔ بولے گا ان سے	اَنَّ۔ بے شک	النَّاسَ۔ لوگ
كَانُوْا۔ تھے	بِاٰیٰتِنَا۔ ہماری آیتوں پر	لَا۔ نہ	یُوْقِنُوْنَ۔ یقین کرتے

خلاصہ تفسیر اردو چھٹا رکوع۔ سورۃ نمل۔ پ ۲۰

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾۔ اور کافر بولے کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے کیا پھر ہم اپنی قبروں سے نکالے جائیں گے زندہ کر کے۔

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۶۸﴾۔ بے شک اس کا وعدہ دیا گیا ہم کو اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو۔ یہ کچھ نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں اور جھوٹی باتیں ہیں معاذ اللہ۔ اس لئے کہ کہانیاں یعنی اساطیر الاولین من گھڑت باتوں کو ہی محاورہ عرب میں کہتے ہیں تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے زبان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا دلوایا اور ارشاد ہوا:

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۶۹﴾۔

اے محبوب آپ فرمادیں کہ بیوقوفو! یہ اساطیر الاولین نہیں بلکہ سچی سچی باتیں ہیں تم زمین میں پھر کر دیکھو کہ تمہارے جیسے منکرین مجرمین کا تم سے پہلے کیا کچھ انجام ہوا اور وہ انکار کے سبب کس طرح عذاب سے ہلاک کئے گئے۔

اس کے بعد اپنے محبوب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے ارشاد ہوا کہ حضور کا قلب اقدس تنگ اور غمگین نہ ہو چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿٧٠﴾۔

اور اے محبوب آپ ان پر غمگین نہ ہوں ان کے اعراض و تکذیب کرنے پر اور دل تنگ نہ ہو ان کے اسلام سے محروم رہنے کے سبب اور ان کی خفیہ تدابیر کرنے اور مکر کرنے سے اس لئے کہ اللہ آپ کا حافظ و ناصر ہے۔

وہ تو ایسے اندھے اور بے عقل ہیں کہ ہمارے حتمی قطعی اور اذعانی وعدہ سے بھی منحرف ہیں اور بکتے ہیں استہزاء کرتے ہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٧١﴾۔ اور کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدۂ عذاب ہم تو اسے غلط سمجھتے ہیں اگر آپ سچے ہیں تو حسب وعدہ وہ عذاب لائیں۔ اس کا جواب دیا گیا:

قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ رَدِفَ لَكُم بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٧٢﴾۔ فرمادیجئے وعدہ قریب ہی نہیں۔ بلکہ تمہارے پیچھے لگی ہوئی بلا کی طرح ہے بعض وہ جس کی تم عجلت کر رہے ہو یعنی عذاب الٰہی۔ اگر سمجھو کہ کیا بدر میں تم پر نہ نازل ہو گیا اور عنقریب تمہارے مرنے کے بعد تم پر آئے گا اور اس تعویق و تاخیر کی وجہ ظاہر فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ۔ اور بے شک تیرا رب صاحب فضل ہے آدمیوں پر اس وجہ میں جلدی سے سارا عذاب نازل نہیں فرماتا بلکہ تمہاری حماقت و جہالت پر چشم پوشی فرماتا ہے۔

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾۔ لیکن ان کے اکثر اس پر شکر گزار نہیں ہوتے۔ بلکہ عذاب کی عجلت کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبہ فرمایا گیا اور ارشاد ہوا:

وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٤﴾۔ اور بے شک تمہارا رب ضرور جانتا ہے جو ان کے سینوں میں مخفی عداوت ہے اور جو شرارتیں علانیہ کرتے ہیں۔ یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت رکھنا اور آپ کی مخالفت علانیہ کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس کی سزا انہیں دی جائے گی۔

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٧٥﴾۔

اور جو کچھ غائب امور آسمان و زمین میں ہیں سب ایک روشن کتاب میں ہیں۔

یعنی لوح محفوظ میں یا قرآن کریم میں جو واضح بیان کرنے والا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ان پر وہ ظاہر ہیں۔

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٧٦﴾

بے شک یہ قرآن بیان فرماتا ہے بنی اسرائیل کی اکثر وہ باتیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

یعنی امور دین میں اہل کتاب نے آپس میں اختلاف کیا حتیٰ کہ ان میں بہت سے فرقے ہو گئے اور آپس میں لعن طعن کرنے لگے تو قرآن کریم نے اس کا بیان فرمایا اور ایسا بیان فرمایا کہ اگر وہ انصاف کے ساتھ اسے سنیں اور قبول کریں اور

اسلام لائیں تو ان میں اختلاف باقی نہ رہے۔

وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾۔

اور بے شک وہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے مومنوں کے لئے بے شک تمہارا رب ان کے آپس میں فیصلہ فرماتا ہے اپنے حکم سے اور بے شک وہ عزت والا علم والا ہے تو اے محبوب آپ اللہ پر بھروسہ کریں بے شک آپ روشن اور واضح حق پر ہیں۔

اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی گئی اور تصدیق کی گئی کہ آپ کا دین اور آپ کی تعلیم ہی حق اور واضح ہے اس کے بعد ان کے مردہ دل اور حق نیوشی پر حق پوشی کا اظہار فرمایا جاتا ہے جسے بعض ناواقف عدم سماع موتی پر محمول کر کے اس سے استدلال کر لیتے ہیں حالانکہ واضح اور صاف بیان ہے کہ اے محبوب آپ کی ہدایت آفرینی ان کو مفید ہے جو دل رکھتے اور کان سے سنتے ہیں اور کان بھی وہ جس میں قبولیت کے ساتھ سماعت ہو ورنہ

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا۔ ان کے دل ہیں مگر بے سمجھ اور ان کے کان ہیں مگر حق نہ سننے والے چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَ مَاۤ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾۔

بے شک تمہارے سنائے یہ مردے نہیں سنتے یعنی یہ کافر سرکش جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں آپ کی ہدایت گوش قبول سے نہیں سنتے اگرچہ ویسے کان رکھتے ہیں مگر قبولیت کے ساتھ ہدایت نہیں سنتے چنانچہ آگے ارشاد ہے:

اور نہ تمہارے سنائے بہرے کان سنیں جب پھریں پیٹھ دے کر اور آپ ہدایت کرنے والے نہیں گمراہی سے بے شک آپ کی آواز تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔

آیات متلوہ میں مردہ کفار کو فرمایا گیا ہے اور پھر ان سے بھی مطلقاً ہر کلام کے سننے کی نفی نہیں فرمائی بلکہ صرف پند و موعظت اور کلام ہدایت کے بسمع قبول سننے کی نفی ہے۔ گویا یہ فرمایا کہ کافر اتنے مردہ دل ہو چکے ہیں کہ آواز ہدایت سے منتفع نہیں ہوتے اور مومن اسے گوش قبول سے سنتے ہیں۔

اور اگر مردوں کی سماعت کی نفی مراد لی جائے تو بہت سی احادیث خلاف نص ماننی پڑیں گی جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَسْمَعُ صَرِيْرَ نِعَالِكُمْ۔ یعنی جب تم دفنا کر واپس ہوتے ہو تو مردہ تمہارے قدموں کی آواز سنتا ہے اور قبور مومنین پر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الدِّيَارِ وَالْقُبُوْرِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ پڑھنے والی حدیث بیکار ہوگی۔ سَلَامَ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ پڑھنا لغو ہوگا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَسْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ جو مقتولین بدر کے متعلق فرمایا یہ غلط قرار پائے گا۔ اور یہ جواب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔

جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قلیب بدر پر تشریف لائے جس میں ابوجہل اور صنادید قریش کی لاشیں تھیں وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے نام لے کر فرمایا کہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ فرمایا وہ ہم نے پالیا تو تم نے بھی وہ پالیا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ فرمایا تھا۔ اس پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: حضور! کن کو مخاطب فرما رہے ہیں اَجْسَادٌ

لَا اَرْوَاحَ فِيهِمْ۔ ان لاشوں کو جن میں روح نہیں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں قسم کے ساتھ فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ید قدرت میں میری جان ہے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔

بنا بریں ثابت ہوا کہ آیات متلوہ میں یقیناً مجرمین، منحرفین، مردہ دلوں، حق سے بہروں کا ذکر ہے اور جو اس سے عدم سماع موتی مراد لیتا ہے وہ جاہل ہے بلکہ مفہوم آیت واضح ولائح ہے کہ کفار اپنے غایت اعراض وروگردانی سے مردے اور بہرے کی مثل ہو گئے ہیں کہ سب کچھ سن کر بھی ان سنی کرتے ہیں۔ لہٰذا انہیں پکارنا اور دعوت حق دینا کسی طرح نافع نہیں ہے یہ آپ کی آواز وہی سنتے اور قبول کرتے ہیں جو آیات ربانیہ پر ایمان لا کر مسلمان ہوں۔ جو سمجھنے والے دل رکھتے ہوں وہ ہی سعادت ایمان سے بہرہ اندوز ہونے والے ہیں۔ ماخوذ از بیضاوی، کبیر، مدارک۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾۔

اور جب اللہ تعالیٰ کا وعدۂ قیامت ان لوگوں پر پورا ہونے کو ہوگا تو ہم زمین سے ان کے لئے ایک جانور نکالیں گے کہ وہ ان سے کلام کرے گا کہ فلاں فلاں آدمی ہماری باتوں کا یقین نہیں رکھتے۔

اس آیات میں دابۃ الارض کے نکلنے کا ذکر ہے۔

گویا ارشاد ہے کہ آثار قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ مکہ معظمہ کے پہاڑ کوہ صفا سے ایک جانور نکلے گا۔ جس کا نام احادیث میں دابۃ الارض بتایا گیا ہے۔ اس کے پاس مہر سلیمانی اور عصائے موسوی ہوگا وہ اس کے ذریعہ ایک خاص نشان ایسا لگائے گا جس سے مسلمانوں اور کافروں میں علانیہ امتیاز ہو جائے گا۔

یہ پیشین گوئی احادیث میں مفصل موجود ہے اور اجمالاً آیات کریمہ میں ہے۔

اس کی عینی تصدیق تو مشاہدہ کے بعد ہی ہوگی لیکن قدرت الٰہیہ کی وسعت کے آگے یہ ایسی چیزیں نہیں جس سے انکار کی جرأت ہو۔ آگے خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔ مسلمان کو کسی قسم کی چون و چرا کرنا کفر ہے اور سر تسلیم خم کرنا ایمان۔

اب اس رکوع کی نادر لغات کے بیان کے بعد مفصل تفسیر اردو پیش ہے۔

وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ – ضِيْق بِالْكَسْرِ اور بِالْفَتْحِ آتا ہے معنی ایک ہی ہیں یعنی تنگ دلی۔ جیسے بولتے ہیں ضَاقَ الشَّيْءُ ضَيْقًا وَّ ضِيْقًا۔

رَدِفَ لَكُمْ – رَدِفَ تَبِعَ اور لَحِقَ کے معنی میں مستعمل ہے۔ شعر میں ردیف کو اسی لئے ردیف کہتے ہیں کہ وہ ہر قافیے کے پیچھے لگی چلی آتی ہیں۔ سوار کے پیچھے جو آدمی بیٹھے اسے بھی ردیف اسی بنا پر کہتے ہیں۔

عَسٰى۔ افعال مقاربہ سے ہے ایسے ہی لَعَلَّ یہ دونوں ترجی کیلئے وضع کئے گئے ہیں۔ اس کے معنی قریب کے ہیں اور لَعَلَّ کے معنی شاید کے۔

مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ۔ تُكِنُّ۔ اکنان سے ہے اور کن واکنان دونوں کے معنی چھپانے کے ہیں كَنَنْتُ الشَّيْءَ وَاَكْنَنْتُهٗ اِذَا اِسْتَرْتَهٗ وَاَخْفَيْتَه۔

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ۔ جو کچھ آنکھ سے اوجھل ہوا سے غائبہ اور خافیہ کہتے ہیں۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ موتی کے معنی میں امام راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ از مفردات:

اَنْوَاعُ الْمَوْتِ بِحَسْبِ اَنْوَاعِ الْحَيَاةِ فَالْاَوَّلُ مَا هُوَ بِاِزَآءِ الْقُوَّةِ النَّامِيَةِ الْمَوْجُوْدَةِ فِي الْاِنْسَانِ وَ الْحَيْوَانَاتِ وَالنَّبَاتِ۔ موت کے اقسام بموجب انواع حیات ہیں۔

چنانچہ انسان وحیوان ونباتات پر ازالہ قوت نامیہ کے معنی میں مستعمل ہے۔ اس کی مثالیں قرآن کریم میں ہیں جیسے:

يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔

وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا۔

ان میں عدم تخضر پر موت کا استعمال ہے۔

يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا۔

اِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا۔

ان میں زوال قوت حاسیہ پر موت کا استعمال ہے۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ۔

اس میں زوال قوت عاقلہ پر موت کا استعمال ہے یعنی جہالت کے معنی میں۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔

وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ۔

اس میں حزن مکدر حیات پر موت کا استعمال ہے۔

ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا۔

اس میں منام پر موت کا استعمال ہے جیسے کہا گیا: اَلنَّوْمُ مَوْتٌ خَفِيْفٌ وَالْمَوْتُ نَوْمٌ ثَقِيْلٌ اور اس کا نام وفات رکھا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔

اس میں ربانت روح عن الجسد اور زوال قوت حیوانیہ کے معنی لئے گئے۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔

یہاں تحلیل ونقص کے معنی میں استعمال ہوا۔ پہلا میت بمعنی تحلل ہے دوسرا بمعنی نقص۔

علاوہ ازیں سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ - بَلْدَةً مَّيْتًا - حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ۔

وَالْمُوْتَةُ شِبْهُ الْجُنُوْنِ كَاَنَّهٗ مِنْ مَوْتِ الْعِلْمِ وَالْعَقْلِ۔

وَ مِنْهُ رَجُلٌ مَوْتَانُ الْقَلْبِ وَامْرَاَةٌ مَوْتَانَةٌ۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع - سورۂ نمل - پ ۲۰

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾۔

اور کافر بولے کیا جب ہم مرکر مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا، کیا ہم پھر نکالے جائیں گے۔

یہ ان کا جاہلانہ، معاندانہ بیان تھا اور اس میں انہوں نے استفہام انکاری کیا۔ گویا انہوں نے یوں کہا:

اَنُخْرَجُ اِذَا كُنَّا تُرٰبًا۔ اور اس سے ان کی مراد اخراج سے اخراج من القبور تھی۔ یا ان کے اخراج سے مراد اخراج من الفنا الی الحیوۃ تھی۔ اس لئے کہ اِنَّهُمْ مُنْكِرُوْنَ لِلْاِحْيَآءِ بَعْدَ الْمَوْتِ مُطْلَقًا۔ وہ زندہ ہونے سے بعد موت کے مطلقاً منکر تھے۔

وَّ اٰبَآؤُنَآ کا عطف اسی پر ہے اس لئے کہ ان کے باپ دادا ان سے پہلے مرکر مٹی میں مل چکے تھے اس پر وہ اس خبر کی تردید پر کہتے تھے۔

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا۔

بے شک یہی وعدہ دیئے گئے تھے ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا یعنی وَعَدَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں وعدہ دیا ہے وہی ہمارے باپ دادا کو دیا تھا مگر اب تک وہ پورا نہ ہوا لہٰذا

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾۔ یہ نہیں مگر پرانے قصے ہیں۔

یہاں ان نافیہ ہے گویا کافروں نے کہا اگر صحیح ہوتا تو ظاہر ہوتا مگر درحقیقت یہ وعدہ ہی وعدہ ہے اور کچھ نہیں اس لئے کہ اساطیر الاولین محاورہ میں پرانی کہانی کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ اس پر جناب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے ذریعہ جواب دیا گیا:

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾۔

اے محبوب! فرمادیجئے زمین میں سیر کرو تو دیکھو کیسا ہوا انجام مجرموں کا۔

بِسَبَبِ تَكْذِيْبِهِمُ الرُّسُلَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ ان کے جھٹلانے کے سبب جو انہوں نے انبیاء کرام کی تکذیب کی۔ جب انہوں نے انہیں ایمان باللہ اور ایمان یوم آخرت کی طرف بلایا۔ تو وہ جو آخرت اور بعثت کا انکار کرنے سے ہلاک کر دیئے گئے۔ ان کا مشاہدہ کرنے سے ان کا انجام دیکھ کر سمجھنے والوں کو عبرت ہوگی۔ اس کے بعد حضور کو تسلیہ کے طور پر ارشاد ہوا:

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ اے محبوب! آپ غم نہ کریں ان کے اصرار علی الکفر اور تکذیب پر۔

وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾۔ اور آپ دل تنگ نہ ہوں ان کے داؤ اور مکاری سے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ ہے اور وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ آپ کے لئے وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی حفاظت میں لوگوں سے رکھے گا۔ آیۂ کریمہ میں ضیق کا لغت جو ہے وہ بکسر ضاد اور بفتح ضاد ہے۔ بکسر ضاد مصدر ہے اور بفتح ضاد مخفف ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾۔ اور کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔

یعنی عذاب میں عجلت چاہتے تھے وَ كَاَنَّهُمْ فَهِمُوْا وَعْدًا هُمْ بِالْاَمْرِ بِالسَّيْرِ وَ النَّظْرِ فِىْ عَاقِبَةِ اَمْثَالِهِمُ الْمُكَذِّبِيْنَ۔ گویا وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ عذاب آئے تو ہم اس کی سیر کریں گے اور یہ یقین نہ تھا کہ جب وہ وعدہ آئے گا تو ہلاک ہونے والے کیا دیکھیں گے۔

گویا یہ کافر بر سبیل استہزاء وانکار یہ کہتے تھے اسی وجہ میں تو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ بھی کہتے تھے یعنی ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو ہم پر ظاہر کرو اس کا وقت چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾۔

اے محبوب فرما دیجئے قریب ہے کہ وہ وعدہ تمہارے پیچھے ہی آ رہا ہو بعض اس کا جس کی تم جلدی کر رہے ہو۔

رَدِفَ۔ تبع۔ کے معنی میں ہے اور اس جگہ اس سے مراد لحق ہیں یعنی تمہارے ساتھ ہی لگا ہوا ہے یا بمعنی ونا ہے یعنی بالکل قریب ہے تو خلاصہ معنی یہ ہوئے۔

قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ لَحِقَكُمْ وَوَصَلَ اِلَيْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ حُلُوْلَهٗ وَ تَطْلُبُوْنَهٗ وَقْتًا فَوَقْتًا۔ فرما دیجئے ممکن ہے کہ وہ تمہیں لگ گیا ہو یا بعض اس کا تم سے مل چکا ہو جس کی تم جلدی کر رہے ہو۔ اور وقتاً فوقتاً طلب کر رہے ہو۔

چنانچہ اس بعض سے مراد عذاب یوم بدر ہے۔

وَ قِيْلَ عَذَابُ الْقَبْرِ۔ بعض نے کہا وہ عذاب قبر ہے لیکن یہ ان کے مطالبہ کے جواب میں نہیں ہو سکتا۔ علامہ زمخشری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّ عَسٰى وَ لَعَلَّ وَسَوْفَ فِيْ وَعْدِ الْمُلُوْكِ وَوَعِيْدِهِمْ تَدُلُّ عَلٰى صِدْقِ الْاَمْرِ وَجِدِّهٖ وَ لَا مَجَالَ لِلشَّكِّ بَعْدَهٗ۔ عسیٰ اور لعل اور سوف بادشاہوں کے وعدو وعید ہیں صداقت حکم پر ایسے دلالت کرتے ہیں کہ وہاں مجال شک نہیں ہوتی۔

چنانچہ اس ملیک الملک کا عسیٰ، لعل، سوف کے ساتھ وعدو وعید اتنا قطعی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ آیا وہ قطعی یقینی ہے ایسے ہی جہاں عسیٰ فرمایا وہ بھی اذعانی ہے اور لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔ بھی حتمی ہے۔ اس میں ذرہ بھر شک کی مجال نہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ ہماری طرف سے جو عذاب میں تاخیر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾۔

اور بے شک آپ کا رب افضال وانعام والا ہے جو کافۃ الناس پر فرماتا ہے لیکن اکثر ان کے شکر گزار نہیں بنتے۔

اور اس افضال وانعام کا ہی یہ سبب ہے کہ عقوبت وعذاب میں تعویق وتاخیر ہے اور ان کے ارتکاب معاصی پر چشم پوشی کی جاتی ہے۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾۔

اور بے شک تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں مخفی ہے اور جو وہ علانیہ کرتے ہیں۔

ظاہر تو یہ ہے کہ اپنے اقوال وافعال میں عناد وحسد سے مخالفت کریں اور خفیہ وہ جو ان کے دلوں میں بغض وعناد اور تکذیب ہے یا بظاہر مخالفوں کے ہمنوا ہیں لیکن دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور محبت ہے۔

تکن کے معنی ستر واستہزاء کے ہیں۔

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾۔

اور نہیں غیب سے کچھ جو آسمان اور زمین میں ہے مگر وہ کتاب روشن میں ہے۔

غَآىِٕبَةٍ۔ سے مراد مَا یَغِیبُ وَمَا یَخفٰی ہے۔ جو مخفی و مستتر ہے۔ اور غائبۃ عموم کے ساتھ اس لئے فرمایا کہ جو کچھ ہو چکا ہوگا اَیْ مَا مِنْ غَائِبَةٍ کَائِنَةٍ مَّا کَانَتْ وہ سب کتاب میں ہے۔ یعنی قرآن کریم میں بین ہے یا قرآن کریم مبین ہے آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لِمَا فِیهِ لِمَنْ یُطَالِعُهُ وَ یَنْظُرُ فِیهِ مِنَ الْمَلَائِکَةِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَ هُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ۔

اس پر متعدد اقوال ہیں:

اَلْمُرَادُ بِالْکِتَابِ الْمُبِیْنِ عِلْمُهٗ تَعَالٰی الْاَزَلِیُّ الَّذِیْ هُوَ مَبْدَأٌ لِاِظْهَارِ الْاَشْیَآءِ بِالْاِرَادَةِ وَالْقُدْرَةِ۔

کتاب مبین سے علم الٰہی ازلی مراد ہے جو مبدأ ہے اظہار اشیاء کا بالارادۃ اور بالقدرۃ۔

دوسرا قول ہے: حُکْمُهٗ سُبْحَانَهُ الْاَزَلِیُّ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ازلی ہے۔

تیسرا قول ہے: اَلْمُرَادُ الْقُرْاٰنُ وَاشْتِمَالُهٗ عَلٰی کُلِّ غَائِبَةٍ۔ کتاب مبین سے مراد قرآن حکیم ہے جو تمام غیوب پر مشتمل ہے۔

وَقَدْ ذُکِرَ اَنَّ بَعْضَ الْعَارِفِیْنَ اسْتَخْرَجَ مِنَ الْفَاتِحَةِ اَسْمَاءَ السَّلَاطِیْنِ الْعُثْمَانِیَّةِ وَ مُدَّةَ سَلْطَنَتِهِمْ اِلٰی اٰخِرِ مَنْ یَتَسَلَّطُ مِنْهُمْ۔ بعض عارفوں نے الحمد شریف سے سلاطین عثمانیہ کے نام نکال کر ان کی سلطنت کی مدت بھی نکالی حتیٰ کہ آخر جو مسلط ہوگا وہ بھی بتایا۔

علامہ حسن فرماتے ہیں: اَلْغَائِبَةُ هُوَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ۔ غائب سے مراد یوم قیامت ہے۔

صاحب غنیان فرماتے ہیں غائبہ سے مراد حوادث و نوازل ہیں۔

ایک قول ہے اس سے مراد اعمال عباد ہیں۔

وَ قِیْلَ مَا غَابَ مِنْ عَذَابِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ ایک قول ہے عذاب سماوی و ارضی جو انسان سے مخفی ہیں وہ مراد ہیں۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾

بے شک یہ قرآن ذکر کرتا ہے بنی اسرائیل پر اکثر ان کے وہ ہیں جو اختلاف کرتے ہیں۔

اس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمَّا ذَکَرَ سُبْحٰنَهٗ مَا یَتَعَلَّقُ بِالْمَبْدَاِ وَالْمَعَادِ۔ اس قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مبدأ و معاد کے ساتھ جو متعلق تھا وہ سب بیان فرما دیا۔

وَ مَا یَتَعَلَّقُ بِالنُّبُوَّةِ فَاِنَّ الْقُرْاٰنَ اَعْظَمُ مَا تُثْبَتُ بِهٖ نُبُوَّةُ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ جَلَّ مَجْدُهٗ اِخْتِلَافَهُمْ فِیْهِ۔ اور ذکر فرما دیا جو کچھ نبوت سے متعلق تھا اس لئے کہ قرآن کریم اعظم ہے ان امور میں جن سے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر جو اختلافات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تھے سب بیان فرما دیئے اور بنی اسرائیل پر واضح فرما دیئے۔

اور بنی اسرائیل سے کون مراد ہیں؟ اس کے متعلق بروایت قتادہ رحمہ اللہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہود اور نصاریٰ ہیں اسلئے

کہ ان میں نئی نئی جماعتیں بنیں اور یہی ہمیشہ اختلاف میں رہے ان پر ہی حقیقت الامر واضح کی گئی اگر یہ انصاف کرتے اور ذرا غور و تامل سے کام لیتے تو ضرور اسلام لے آتے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ مشرکوں کی طرح الجھے رہے حتیٰ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں بھی بجائے متفق ہونے کے مختلف رہے۔

فَمِنْ قَائِلٍ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ بعض تو کہنے لگ گئے کہ مسیح ہی اللہ تعالیٰ ہے۔

فَمِنْ قَائِلٍ اِبْنُ اللّٰهِ سُبْحٰنَهٗ۔ بعض کہنے لگے وہ خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں حالانکہ وہ ایسی باتوں سے پاک ہے۔

فَمِنْ قَائِلٍ ثٰلِثُ ثَلٰثَةٍ۔ بعض بولے اللہ اور مسیح اور روح القدس تین خدا ہیں۔

وَ مِنْ قَائِلٍ هُوَ نَبِيٌّ كَغَيْرِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ بعض اس عقیدہ پر رہے کہ وہ بھی نبی ہیں مثل دوسرے نبیوں علیہم السلام کے۔

ایک جماعت نے کہہ دیا کہ مریم اللہ تعالیٰ کی بیوی ہے اور مسیح خدا کے بیٹے ہیں حالانکہ وہ ذات والا صفات ان تمام امور سے منزہ ہے۔

اس عقیدہ میں یہودی بھی ایسے ہی گمراہ ہیں۔

بعض نے کہہ دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت جو توریت میں ہے اس سے مراد حضرت یوشع علیہ السلام ہیں۔

بعض کہنے لگے اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

بعض بولتے رہے جن کے لئے یہ بشارت ہے وہ ابھی تشریف نہیں لائے۔ عنقریب آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے۔

اور

ایسے ہی وہ سور کی حلت و حرمت میں مختلف الخیال رہے۔

چنانچہ یہودی اس کا کھانا حرام کہتے اور نصاریٰ اسے حلال جانتے ہیں۔

یہ اختلافات ان میں تھے جسے اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا۔

وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾۔ اور بے شک یہ قرآن ہدایت و رحمت ہے مومنین کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک رحمۃ للعالمین ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾۔

بے شک آپ کا رب ان کے مابین فیصلہ فرمائے گا اپنے حکم سے اور وہ عزت والا جاننے والا ہے۔

یعنی مومنین اور بنی اسرائیل کے اختلافات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمادے گا اپنے حکم سے اپنے اختیار سے اس لئے کہ وہ عزت والا علیم جمیع اشیاء ہے۔ لہٰذا اے محبوب!

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾۔ آپ تو اللہ پر بھروسہ رکھیں بے شک آپ روشن حق پر ہیں۔

یعنی ایسے واضح حق پر ہیں جس میں ان اندھوں کے سوا کسی کو شک نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ میں آپ ان مردوں کو جن کے دل مرچکے جن کے کان حق سننے سے بہرے ہوچکے انہیں آپ اپنا آوازۂ حق کیسے سنائیں گے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ بے شک نہیں سنانے والے ان مردوں کو۔

اس سے یہ مراد نہیں کہ مرے ہوئے مقبوروں کو اپنی آواز نہیں سنا سکتے۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
اِنَّمَا شُبِّهُوْا بِالْمَوْتٰى عَلٰى مَا قِيْلَ لِعَدَمِ تَاَثُّرِهِمْ بِمَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ مِّنَ الْقَوَارِعِ۔ موتی سے یہاں تشبیہ دی گئی اس وجہ میں کہ جو کچھ ان پر تلاوت کی جاتی ہے اس کا اثر قبول نہیں کرتے۔
بعض کا قول ہے: لَعَلَّ الْمُرَادَ تَشْبِيْهُ قُلُوْبِهِمْ بِالْمَوْتٰى فِيْمَا ذُكِرَ مِنْ عَدَمِ الشُّعُوْرِ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل ایسے مر چکے ہیں کہ انہیں قبول حق کا شعور ہی نہیں رہا۔
اَىْ مَوْتَى الْقُلُوْبِ اَوْ شُبِّهُوْا بِالْمَوْتٰى لِاَنَّهُمْ لَا يَنْتَفِعُوْنَ بِمَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ فَقَدَّمَ احْتِمَالَ نِسْبَةِ الْمَوْتِ اِلٰى قُلُوْبِهِمْ۔ یعنی مردہ دل ہو چکے ہیں یا تشبیہ موتی سے اس لئے دی گئی کہ جو کچھ ان پر تلاوت کیا جاتا ہے اس سے انتفاع نہیں کرتے تو موت سے موت قلب کی نسبت احتمال ظاہر کیا گیا۔
وَ جُوِّزَ اَنْ يَّكُوْنَ التَّشْبِيْهُ لِطَوَائِفَ عَلٰى مَرَاتِبِهِمْ فِى الضَّلَالِ فَمِنْهُمْ مَّنْ هُوَ كَالْمَيِّتِ وَ مَنْ هُوَ كَالْاَصَمِّ وَ مَنْ هُوَ كَالْاَعْمٰى۔ بعض نے کہا یہ تشبیہ مرتبہ بمرتبہ گمراہی کے درجات پر ہے۔
بعض تو وہ ہیں جو مثل میت ہو چکے ہیں۔
اور بعض وہ ہیں جو مثل بہروں کے ہیں۔
اور بعض وہ ہیں جو مثل اندھوں کے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:
وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ۔
اور نہیں آپ سنانے والے اپنی پکار بہروں کو۔ ایسے بہرے جو سنتے ہیں اور ان سنی کر کے پیٹھ پھیر کر واپس چلے جاتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ بہرے کو اپنی آواز صماخ اذن کے پاس بھی پکارنے سے نہیں پہنچ سکتی جبکہ وہ بہرا ہی ہو اسی وجہ میں آگے فرمایا:
وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾۔ اور آپ اے محبوب اندھے کو راہ بتانے والے نہیں بے راہی سے نہیں سناتے آپ مگر اسے جو ہماری آیتوں پر ایمان لایا تو وہ مسلمان ہے۔
تو نہ سننے والے مثل مردے کے ہیں مثل بہرے کے ہیں مثل اندھے کے ہیں اور جو ایمان لے آئے۔ هُمُ الَّذِيْنَ لَيْسُوْا مَوْتٰى وَلَا صُمًّا وَلَا عُمْيًا۔ نہ وہ مردے ہیں نہ بہرے نہ گونگے۔
اس بیان کے بعد اب قرب قیامت کی خبر میں دابۃ الارض کے ظہور کی خبر دی جاتی ہے چنانچہ ارشاد ہے:
وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾۔
اور جب واقعہ ہو جائے گی بات ان پر نکالیں گے ہم ان کے لئے ایک چوپایہ زمین سے جو ان سے بات کرے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے۔
اس آیت کریمہ سے خروج دابہ مبادیات قیامت سے ثابت ہے۔ چنانچہ حدیث ابی سعید خدری رحمہ اللہ میں مرفوعاً اس کے مبادیات اس طرح بیان ہوئے ہیں جنہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا گیا۔
حِيْنَ يُتْرَكُ الْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىُ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ جبکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دی جائے

اس وقت اس دابہ کا خروج ہوگا۔ چنانچہ

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: اَكْثِرُوا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّرْفَعَ وَ يَنْسَى النَّاسُ مَكَانَهٗ۔ طواف اس سے پہلے بکثرت کرو کہ کعبہ اٹھ جائے اور لوگ اس کی جگہ بھول جائیں۔

وَ اَكْثِرُوا تِلَاوَةَ الْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّرْفَعَ۔ اور تلاوت قرآن اس کے اٹھنے سے پہلے بکثرت رکھو۔

قِيْلَ وَ كَيْفَ يُرْفَعُ مَا فِيْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ۔ عرض کیا گیا قرآن پاک کیسے مرتفع ہوسکتا ہے جب کہ وہ لوگوں کے سینہ میں محفوظ ہے۔

قَالَ يُسْرٰى عَلَيْهِمْ لَيْلًا فَيُصْبِحُوْنَ مِنْهُ فُقَرَآءَ وَ يَنْسَوْنَ قَوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ يَقَعُوْنَ فِيْ قَوْلِ الْجَاهِلِيَّةِ وَاَشْعَارِهِمْ فَذٰلِكَ حِيْنَ يَقَعُ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ۔ فرمایا رات کو وہ قرآن ان پر آسان ہوگا تو صبح ہوتے ہوتے جب پڑھیں تو بھول جائیں اور لا الہ الا اللہ کی بجائے ان کے دلوں پر اقوال جاہلیت جم جائیں اور سب اشعار جاہلیت میں ہوں تو یہی ہے وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ کا مفہوم۔

وَ هٰذَا ظَاهِرٌ فِيْ اَنَّ خُرُوْجَ الدَّابَّةِ حِيْنَ لَا يَبْقٰى فِي الْاَرْضِ خَيْرٌ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خروج دابۃ جب ہی ہوگا جبکہ زمین میں نیکی و بھلائی قطعاً باقی نہ رہے گی۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب بعد موت عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد ہوگا اس وقت آپ کے متبعین بھی ختم ہو چکے ہوں گے۔

نعیم بن حماد وہب بن منبہ رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ قیامت سے اول چھ نشانیاں ظاہر ہوں گی۔

اَوَّلُ الْاٰيَاتِ الرُّوْمُ – وَالثَّانِيَةُ الدَّجَّالُ وَالثَّالِثَةُ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَالرَّابِعَةُ عِيْسٰى وَالْخَامِسَةُ الدُّخَانُ وَالسَّادِسَةُ الدَّابَّةُ۔

پہلی نشانی روم میں ظاہر ہوگی۔

دوسری خروج دجال ہے۔

تیسری خروج یاجوج و ماجوج۔ جس کی تحقیق سورہ کہف میں مفصل بیان ہو چکی۔

چوتھی علامت نزول عیسیٰ علیہ السلام منارۂ دمشق سے۔

پانچویں۔ ایک دھواں نکلے گا۔

چھٹے۔ خروج دابۃ الارض جو زمین سے نکلے گا۔

اور یہ بھی صحیح ہے کہ جب دابۃ الارض کا خروج ہوگا تو اس وقت مومن و کافر موجود ہوں گے۔ اس کے متعلق احمد اور طیالسی اور نعیم بن حماد اور عبد بن حمید اور ترمذی بسند حسن اور ابن ماجہ اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخْرُجُ دَابَّةُ الْاَرْضِ وَ مَعَهَا عَصَا مُوْسٰى وَ خَاتَمُ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَتَجْلُوْ وَجْهَ الْمُؤْمِنِ بِالْخَاتَمِ وَتَخْطِمُ اَنْفَ الْكَافِرِ بِالْعَصَا حَتّٰى يَجْتَمِعَ

النَّاسُ عَلَى الْخَوَانِ يُعْرَفُ الْمُؤْمِنُ مِنَ الْكَافِرِ۔

فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دابۃ الارض نکلے گا اس کے ساتھ عصائے موسیٰ اور خاتم سلیمان علیہما السلام ہوں گی جس سے وہ مہر سلیمانی کے ذریعہ مومن کے چہرہ روشن کرے گا اور کافر کے ناک پر عصائے موسیٰ کے ذریعہ داغ لگا دے گا۔

حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جائیں گے خوان پر مومن اور کافر کو جان لیں گے۔ خوان عربی میں اس میز کو کہتے ہیں کہ جس پر آدمی بیٹھ کر کھانا کھائیں یہاں استعاری معنی میدان یا ٹیلے کے ہو سکتے ہیں اور فَتَجْلُوْ وَجْهَ الْمُؤْمِنِ۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں: بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَ فَتْحِ اللَّامِ وَالْهَمْزَةِ مِنْ جَلَاتُ الْاَدِيْمَ اِذَا قَشَرْتَهٗ۔ ایسی کھال کو کہتے ہیں جسے چھیل کر صاف کیا جائے جسے اردو میں دھوڑی استر کہتے ہیں۔ بہر کیف استعاری معنی یہ ہوئے کہ خاتم سلیمانی سے مومنین کے چہرے چمک اٹھیں گے۔

پھر دابۃ الارض کے مسلم شریف میں عبداللہ بن عمر سے جو مروی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کی اول نشانی آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

دوسری نشانی دابۃ الارض کا دن چڑھے ظاہر ہونا ہے۔

ان میں سے جو بھی پہلے ہو تو اس کے ساتھ ساتھ ہی سب نشان ظاہر ہوں گے۔

اب مختصر تحقیق حقیق تو یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث نبی رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب قیامت میں دابہ کا نکلنا تو یقینی ہے جو لوگوں سے کلام کرے گا اور وہ قدرت الٰہی کا نمونہ ہو گا اور بس۔

اس کے بعد وہ روایات بھی ہم پیش کئے دیتے ہیں جن میں مفسرین علماء کی تحقیقات منقول ہیں:

معالم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ وہ ایسا جانور نہ ہوگا جس کی دم ہو بلکہ اس کی داڑھی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان ہوگا۔

سُئِلَ عَلِيٌّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ الدَّابَّةِ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِدَابَّةٍ لَهَا ذَنَبٌ وَلٰكِنْ لَهَا لِحْيَةٌ۔ (ترجمہ اوپر ہو چکا)

عام تحقیق محققین یہ ہے کہ وہ جانور ہوگا جو کوہ صفا سے زلزلہ آنے کے بعد اس کی کھوہ سے نکلے گا اور لوگوں سے کلام کرے گا اور اس کا عام چرچا ہو جائے گا۔

اس کے بعد جو مختلف اقوال ہیں ان کے متعلق ہم کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا بغرض تفکر وہ بھی ہم نقل کئے دیتے ہیں۔

اول حضرات شیعہ کی وہ روایت منقول ہے جس سے وہ ثابت کرتے ہیں کہ اس دابہ سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں چنانچہ وہ اپنی تفسیر میں جو علی بن ابراہیم کی ہے ابی عبداللہ سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ لِعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ يَا اَبَا الْيَقْظَانِ اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اَفْسَدَتْ قَلْبِيْ۔ ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر سے جنہیں ابوالیقظان کہتے ہیں عرض کیا یا ابا الیقظان ایک آیت نے قرآن عظیم سے میرے دل میں فساد پیدا کر دیا۔

قَالَ عَمَّارٌ وَ اَیَّۃُ اٰیَۃٍ ھِیَ۔ آپ نے فرمایا ایسی وہ کون سی آیت ہے؟

قَالَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَلْاٰیَۃَ۔ عرض کیا وہ وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ الخ ہے۔

فَاَیَّۃُ دَآبَّۃٍ ھٰذِہٖ۔ تو یہ کون سا دابہ ہے؟

قَالَ عَمَّارٌ وَاللّٰہِ مَا اَجْلِسُ وَلَا اٰکُلُ وَلَا اَشْرَبُ حَتّٰی اُرِیَکَھَا۔ عمار نے فرمایا قسم بخدا میں نہ بیٹھوں گا نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا حتیٰ کہ تجھے وہ دابہ دکھادوں۔

فَجَاءَ عَمَّارٌ مَعَ الرَّجُلِ اِلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٍّ كَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَهٗ وَھُوَ یَاْكُلُ تَمْرًا وَّ زُبْدًا فَقَالَ ھَلُمَّ یَا اَبَا الْیَقْظَانِ فَجَلَسَ عَمَّارٌ یَاْكُلُ مَعَهٗ فَتَعَجَّبَ الرَّجُلُ مِنْهُ۔ غرضیکہ حضرت عمار اس سوال کرنے والے کو ساتھ لے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں آئے اس وقت آپ کھجور اور مکھن تناول فرمارہے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا آؤ اے ابوالیقظان تو حضرت عمار بیٹھ کر کھانے لگے تو سائل متعجب ہوگیا کہ یہ تو قسم کھا چکے تھے کہ جب تک تجھے وہ دابہ نہ دکھاؤں اس وقت تک کھانا پینا سب چھوڑے رہوں گا اور یہاں آتے ہی کھانے بیٹھ گئے۔

قَالَ الرَّجُلُ سُبْحَانَ اللّٰہِ حَلَفْتَ اَنَّکَ لَا تَجْلِسُ وَلَا تَاْكُلُ وَلَا تَشْرَبُ حَتّٰی تُرِیَنِیْھَا۔ وہ بولا سبحان اللہ ابھی آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ نہ بیٹھیں گے اور نہ کھائیں گے اور نہ کچھ پییں گے جب تک مجھے وہ دابہ نہ دکھادیں۔

قَالَ عَمَّارٌ قَدْ اُرِیْتُکَھَا اِنْ كُنْتَ تَعْقِلُ۔ عمار نے فرمایا اگر تجھے عقل ہوتی تو سمجھ لیتا میں نے تو تجھے وہ دابہ دکھادیا۔

تو وہ دابہ معاذ اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہوں گے۔

اور عیاش نے بھی یہی قصہ حضرت ابوذر سے بیان کیا۔

اس پر علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں: وَ كُلُّ مَا یَرْوُوْنَهٗ فِیْ ذَالِکَ كِذْبٌ صَرِیْحٌ۔ اور تمام اس قسم کی جتنی روایتیں بھی ہیں وہ کذب صریح ہیں۔

ایسے ہی کسی نے کہا ہے: هِیَ الثُّعْبَانُ الَّذِیْ كَانَ فِیْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ وَاخْتَطَفَتْهُ الْعُقَابُ حِیْنَ اَرَادَتْ قُرَیْشٌ بِنَاءَ الْبَیْتِ الْحَرَامِ فَمَنَعَهُمْ وَاِنَّ الْعُقَابَ الَّذِی اخْتَطَفَهٗ اَلْقَتْهُ بِالْحَجُوْنِ فَالْتَقَمَتْهُ الْاَرْضُ۔ دابۃ الارض وہ ایک اژدھا ہے جو کعبہ شریف کے اندر تھا۔ جب قریش نے بناء بیت کا ارادہ کیا تو اسے عقاب اچک کرلے گیا پس اس نے انہیں روکا اور اس نے اسے میدان میں ڈال دیا اور زمین نے اسے نگل لیا كَمَا نَقَلَ الْاٰلُوْسِیُّ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ۔

صاحب تفسیر نسفی فرماتے ہیں: تُكَلِّمُهُمْ هِیَ الْجَسَّاسَةُ۔ وہ دابہ جساسہ ہے۔

وَ فِی الْحَدِیْثِ طُوْلُهَا سِتُّوْنَ ذِرَاعًا لَا یُدْرِكُهَا طَالِبٌ وَّ لَا یَفُوْتُهَا هَارِبٌ وَلَهَا اَرْبَعُ قَوَائِمَ وَّزَغَبٌ وَّ رِیْشٌ وَّ جَنَاحَانِ — وَ قِیْلَ لَهَا رَاسُ ثَوْرٍ وَ عَیْنُ خِنْزِیْرٍ وَ اُذُنُ فِیْلٍ وَ قَرْنُ اِیَّلٍ وَ عُنُقُ نَعَامَةٍ وَصَدْرُ اَسَدٍ وَلَوْنُ نَمِرٍ وَ خَاصِرَةُ هِرَّةٍ وَ ذَنَبُ كَبْشٍ وَ خُفُّ بَعِیْرٍ وَمَا بَیْنَ مِفْصَلَیْنِ اِثْنَا عَشَرَ ذِرَاعًا تَخْرُجُ مِنَ الصَّفَا فَتُكَلِّمُهُمْ بِالْعَرَبِیَّةِ۔

حدیث میں اس کا طول ساٹھ ذراع ہے اور ذراع گیارہ گرہ کا ہوتا ہے جو مروجہ گز کے حساب سے سوا اکتالیس گز

ہوتے ہیں۔ اس کے چار پیر ہوں گے اور اس پر زغب یعنی پشمینہ کا سارواں ہوگا اور پروں سے بدن پر بازو ہوں گے دو طرف کے اڑنے کے پر بھی ہوں گے۔

ایک قول ہے کہ اس کا سر بیل کا سا ہوگا۔ آنکھ خنزیر کی سی کان ہاتھی جیسے بھویں اونٹ جیسی۔ گردن شتر مرغ جیسی سینہ شیر سا رنگ تیندوے کا سا کر بلی جیسی، دم بکرے کی سی اور پیر کے سم اونٹ جیسے اور دونوں بازوؤں کے مابین بارہ ذراع یعنی نو گز کا فاصلہ ہو۔ یہ جبل صفا سے نکل کر لوگوں سے عربی میں گفتگو کرے گا اور کہے گا:

اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ ۔ لوگوں کو اللہ کی آیتوں پر یقین نہ تھا۔

اَیْ لَا یُوْقِنُوْنَ بِخُرُوْجِیْ لِاَنَّ خُرُوْجَهَا مِنَ الْاٰیَاتِ وَتَقُوْلُ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ۔ یعنی لوگ میرے نکلنے کا یقین نہیں کرتے تھے اس لئے کہ میرا خروج بھی آیات الٰہیہ سے ہے پھر کہے گی اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ۔ خبردار رہو اللہ کی لعنت ہے مشرکوں پر۔

اس روایت کو علامہ آلوسی نے بھی ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور یہ اور بڑھایا کہ صَوْتُهَا صَوْتُ الْحَمِیْرِ عن کعب کہ اس کی آواز گدھے کی سی ہوگی۔

پھر اس کے نکلنے کے مقام میں بھی بہت کچھ مختلف روایتیں ہیں۔

کسی نے کہا جبل جیاد سے نکلے گا اور ایام تشریق میں اس کا خروج ہوگا۔

کسی نے کہا لوط علیہ السلام کے مغرب شہر سے نکلے گا۔

کسی نے کہا وہ پہلے انبیاء کرام کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے اب وہ نکل کر ابلیس کو قتل کردے گا۔

غرضیکہ اس دابہ کے متعلق بہت سی روایات ہیں۔ ہمیں اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا لازمی ہے کہ

اِنَّهَا دَابَّةٌ عَظِیْمَةٌ ذَاتُ قَوَائِمِ لَیْسَتْ مِنْ نَوْعِ الْاِنْسَانِ اَصْلًا یُخْرِجُهَا اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ مِنَ الْاَرْضِ۔ وہ ایک زبردست دابہ ہے جس کے چار پیر ہیں انسانی نوع سے ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ اسے زمین سے آخر زمانہ میں نکالے گا۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع - سورۂ نمل - پ ۲۰

وَ یَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ یُّكَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾	اور جس دن اٹھائیں گے ہم ہر گروہ میں سے ایک فوج جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتی ہے تو ان کے اگلے روکے جائیں گے کہ پچھلے ان سے آملیں
حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ وَ لَمْ تُحِیْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾	حتیٰ کہ جب آجائیں گے فرمائے گا کیا تم نے میری آیتیں جھٹلائیں حالانکہ تمہارا علم ان آیتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا تھا یا کیا تھے تم کام کرتے
وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا یَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾	اور بات واقع ہو چکی ان پر ان کے ظلم کے سبب تو اب وہ نہیں بولتے

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾

کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ ہم نے بنائی رات کہ اس میں سکون لیں اور دن بنایا سوجھانے والا بے شک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو ایمان رکھتی ہے

وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ ۚ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ ﴿٨٧﴾

اور جس دن پھونکا جائے گا صور تو گھبرا جائیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر جسے خدا چاہے اور سب اس کے حضور حاضر ہوں جھکتے ہوئے

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿٨٨﴾

اور آپ دیکھیں گے پہاڑوں کو گمان کریں گے انہیں کہ وہ ٹھہرے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی طرح یہ کام ہے اس اللہ کا جس نے بنائی ہر شے بے شک وہ خبردار ہے تمہارے کاموں سے

مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُم مِّن فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ﴿٨٩﴾

جو لائے نیکی تو اس کے لئے بہتر بدلہ ہے اور انہیں اس دن کی گھبراہٹ سے امن ہے

وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٠﴾

اور جو بدی لائے تو ان کے منہ اوندھائے گئے آگ میں کیا بدلہ ملے گا تمہیں مگر وہی جیسا کرتے تھے

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾

مجھے تو یہی حکم ہے کہ پوجوں اس شہر کے رب کو جس نے اسے حرمت دی اور اسی کا ہے سب کچھ اور مجھے حکم ہوا ہے کہ فرمانبرداروں میں رہوں

وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿٩٢﴾

اور یہ کہ قرآن پڑھوں تو جو ہدایت پائے تو اس نے اپنی جان کی بھلائی کو ہدایت پائی اور جو بہک گیا تو فرما دیجئے میں تو ڈر سنانے والا ہوں

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾

اور فرما دیجئے سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو جان لو گے انہیں اور نہیں اے محبوب تمہارا رب ان لوگوں کے اعمال سے بے خبر

حل لغات ساتواں رکوع ۔ سورۃ نمل ۔ پ ۲۰

وَ ۔ اور
يَوْمَ ۔ جس دن
نَحْشُرُ ۔ اکٹھا کریں گے ہم
مِن كُلِّ ۔ ہر ایک
أُمَّةٍ ۔ جماعت سے
فَوْجًا ۔ فوج
مِّمَّن ۔ ان سے جو
يُكَذِّبُ ۔ جھٹلاتے ہیں
بِآيَاتِنَا ۔ ہماری آیتیں
فَهُمْ ۔ تو وہ
يُوزَعُونَ ۔ الگ الگ جماعتیں بنائی جائیں

حَتّٰٓی۔ یہاں تک کہ	اِذَا۔ جب	جَآءُوْ۔ آئیں گے	قَالَ۔ کہے گا
اَ۔ کیا	کَذَّبْتُمْ۔ تم نے جھٹلایا	بِاٰیٰتِیْ۔ میری آیتوں کو	وَ۔ اور
لَمْ۔ نہ	تُحِیْطُوْا۔ گھیرا تم نے	بِهَا۔ ان کو	عِلْمًا۔ علم سے
اَمَّاذَا۔ یا کیا	كُنْتُمْ۔ تھے تم	تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے	وَ۔ اور
وَقَعَ۔ واقع ہوئی	الْقَوْلُ۔ بات	عَلَيْهِمْ۔ ان پر	بِمَا۔ بسبب
ظَلَمُوْا۔ ان کے ظلم کے	فَهُمْ۔ تو وہ	لَا۔ نہیں	يَنْطِقُوْنَ۔ بولتے
اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	يَرَوْا۔ دیکھا انہوں نے	اَنَّا۔ کہ ہم نے
جَعَلْنَا۔ بنائی	الَّيْلَ۔ رات	لِيَسْكُنُوْا۔ تا کہ آرام پائیں	فِيْهِ۔ اس میں
وَ۔ اور	النَّهَارَ۔ دن	مُبْصِرًا۔ دکھانے والا	اِنَّ۔ بے شک
فِيْ۔ بیچ	ذٰلِكَ۔ اس کے	لَاٰيٰتٍ۔ نشانیاں ہیں	لِّقَوْمٍ۔ قوم
يُّؤْمِنُوْنَ۔ مومن کے لئے	وَ۔ اور	يَوْمَ۔ جس دن	يُنْفَخُ۔ پھونکا جائے گا
فِي۔ بیچ	الصُّوْرِ۔ صور کے	فَفَزِعَ۔ تو گھبرا جائے گا	مَنْ۔ جو
فِي۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو
فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	اِلَّا۔ مگر	مَنْ۔ جسے
شَآءَ۔ چاہے	اللّٰهُ۔ اللہ	وَ۔ اور	كُلٌّ۔ ہر ایک
اَتَوْهُ۔ آئیں گے اس کے پاس		دٰخِرِيْنَ۔ جھک کر	وَ۔ اور
تَرَى۔ تو دیکھے گا	الْجِبَالَ۔ پہاڑوں کو	تَحْسَبُهَا۔ خیال کرے گا ان کو	جَامِدَةً۔ ٹھہرے ہوئے
وَّ۔ اور	هِيَ۔ وہ	تَمُرُّ۔ چلتے ہوں گے	مَرَّ۔ چلنا
السَّحَابِ۔ بادلوں کا	صُنْعَ۔ کام ہے	اللّٰهِ۔ اللہ کا	الَّذِيْٓ۔ جس نے
اَتْقَنَ۔ مضبوط کیا	كُلَّ۔ ہر	شَيْءٍ۔ چیز کو	اِنَّهٗ۔ بے شک وہ
خَبِيْرٌ۔ خبردار ہے	بِمَا۔ اس سے جو	تَفْعَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو	مَنْ۔ جو
جَآءَ۔ لایا	بِالْحَسَنَةِ۔ نیکی	فَلَهٗ۔ تو اس کے لئے	خَيْرٌ۔ بہتر ہے
مِّنْهَا۔ اس سے	وَ۔ اور	هُمْ۔ وہ	مِّنْ فَزَعٍ۔ گھبراہٹ
يَّوْمَئِذٍ۔ اس دن سے	اٰمِنُوْنَ۔ امن میں ہوں	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو
جَآءَ۔ لایا	بِالسَّيِّئَةِ۔ برائی	فَكُبَّتْ۔ تو اوندھے کئے گئے	وُجُوْهُهُمْ۔ ان کے منہ
فِي۔ بیچ	النَّارِ۔ آگ کے	هَلْ۔ نہیں	تُجْزَوْنَ ۔ بدلہ دیئے جاؤ
کے تم	اِلَّا۔ مگر	مَا۔ جو	كُنْتُمْ۔ تھے تم
تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے	اِنَّمَآ۔ اس کے سوا نہیں	اُمِرْتُ۔ میں حکم کیا گیا ہوں	اَنْ۔ یہ کہ

اَعْبُدَ۔ میں عبادت کروں	رَبَّ۔ رب	هٰذِهِ۔ اس	الْبَلْدَةِ۔ شہر کی
الَّذِیْ۔ وہ جس نے	حَرَّمَهَا۔ عزت دی اسے	وَ۔ اور	لَهٗ۔ اسی کی ہے
كُلُّ۔ ہر	شَیْءٍ۔ چیز	وَّ۔ اور	اُمِرْتُ۔ میں حکم دیا گیا ہوں
اَنْ۔ یہ کہ	اَكُوْنَ۔ ہوں میں	مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ مسلمانوں میں سے	
وَ۔ اور	اَنْ۔ یہ کہ	اَتْلُوَا۔ میں پڑھوں	الْقُرْاٰنَ۔ قرآن
فَمَنِ۔ تو جس نے	اهْتَدٰى۔ ہدایت پائی	فَاِنَّمَا۔ تو اس کے سوا نہیں کہ	یَهْتَدِیْ۔ ہدایت پائے گا
لِنَفْسِهٖ۔ اپنے لئے	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	ضَلَّ۔ گمراہ ہوا
فَقُلْ۔ تو کہہ دیں	اِنَّمَآ۔ اس کے سوا نہیں	اَنَا۔ میں ہوں	مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۔ ڈر
سنانے والا	وَ۔ اور	قُلِ۔ کہہ	الْحَمْدُ۔ سب تعریف
لِلّٰهِ۔ اللہ کو ہے	سَیُرِیْكُمْ۔ جلدی دکھائے گا تم کو		اٰیٰتِهٖ۔ اپنی نشانیاں
فَتَعْرِفُوْنَهَا۔ تو پہچان لو گے تم ان کو		وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
رَبُّكَ۔ تیرا رب	بِغَافِلٍ۔ بے خبر	عَمَّا۔ اس سے	تَعْمَلُوْنَ۔ جو تم کرتے ہو عمل

خلاصہ تفسیر رکوع ساتواں۔سورۂ نمل۔پ ۲۰

دابۃ الارض کے ذکر کے بعد اب روز قیامت کا تذکرہ فرمایا گیا۔چنانچہ ارشاد ہے:

وَیَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ یُّكَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾۔

اور جس دن اٹھائیں گے ہم ہر جماعت سے ایک فوج ان کی جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے تو وہ روکے جائیں گے۔

عربی میں وزع کہتے ہیں روکنے کو جیسے وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ۔

فرمایا یُوْزَعُوْنَ جس کے معنی ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ان کا لشکر حاضر کیا گیا تو وہ رکا رہا۔

جیسے بولتے ہیں: وَزَعْتُهٗ عَنْ كَذَا اَیْ اَنْصَفْتُهٗ عَنْهُ۔ روکا میں نے اسے اس حال سے۔ جیسے لشکر ایک جگہ جمع ہوتا ہے کہ پچھلی جماعت کے انتظار میں رکا رہتا ہے تو یُوْزَعُوْنَ کے معنی یہاں ہوں گے: اَیْ حُبِسَ اَوَّلُهُمْ عَلٰى اٰخِرِهِمْ۔ روکے جائیں تا کہ اول ان کے آخر سے مل جائیں۔

اب لفظ وزع عَلٰى سَبِیْلِ الْعُقُوْبَتِ پر بھی آسکتا ہے تو محض روکے رکھنے کے معنی میں آسکتا۔ تو آیۂ کریمہ میں علی سبیل العقوبت فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ فرمایا کہ سب کے سب جمع کر لئے جائیں تا کہ مجموعی طور پر ان پر حجت قائم ہو اور وہ جہنم میں جائیں۔

اور قصہ سلیمان علیہ السلام میں برائے اطاعت و حاضری روکنے کے معنی دیتا ہے یہاں عقاب و عذاب میں جیسے قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ یہاں رکنے سے پابند رہنا مراد ہے یعنی سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب مجھے پابند کر دے خوگر بنا دے اس کا کہ میں شکر نعمت کرتا رہوں۔ چنانچہ علامات قیامت بیان فرمانے کے بعد حشر کی کیفیت کا بیان شروع کیا گیا اور وَیَوْمَ نَحْشُرُ فرمایا۔ آگے ارشاد ہے:

حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْ۔ یہاں تک کہ جب اگلے پچھلے مکذبین و منکرین جمع ہو جائیں۔

قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَ لَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ ۔تو سب کو جمع کر کے فرمایا جائے گا کیا تم ہی ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے حالانکہ تمہارا علم ان آیتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا تھا تو بے سوچے سمجھے تم یہ کیا کرتے رہے؟

وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ ۔

تو پڑ گئی ان پر بات ان کے ظلم کے باعث تو وہ بات نہ کر سکیں گے۔

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ ۔

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان کے سکون کے لئے رات اور کاروبار دیکھ کر کرنے کے لئے دن بنایا بے شک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو ایمان لائیں۔

اس میں منکرین کو الزام دیا گیا ہے کہ دنیا میں ہم نے اپنی قدرت و کمال کے بہت سے نشانات دکھائے منجملہ ان کے رات اور دن ہیں جو کسی سے بھی مخفی نہیں ان میں ہماری قدرت اور کمال کے بہت سے مظاہر تھے۔

اول یہ کہ اوراق لیل و نہار سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کے قبضہ میں نہیں وہی جیسے چاہے ان پر متصرف ہے اگرچہ زمانہ کا اوپر چیزوں پر تصرف ہے اور جوانی و پیری زمانہ کے آثار ہیں مگر زمانہ اسی واحد قہار کے قبضہ میں ہے۔

برخلاف مشرکین کے معبودوں کے کہ وہ زمانہ کے قبضہ میں ہیں۔

دوسرے لیل و نہار کا دور، قیامت اور فنا کا نمونہ ہے۔ رات میں ایسا سناٹا ہوتا ہے کہ دوست دشمن سب عالم بے خودی میں ہوتے ہیں صبح ہوتے ہی سب بیدار ہو جاتے ہیں طائران خوش الحان کے چہچہے، مرغان آبی کی حرکتیں، بلبلوں کی نغمہ سرائی اور ہر قسم کی چہل پہل شور و شغب برپا ہو جاتا ہے۔

تیسرے رات میں ظلمت اور دن میں نور کا ہونا اس امر کا سبق دیتا ہے کہ یہ دنیا متغیر ہے حادث ہے اور جو متغیر و حادث ہے وہ ضرور فانی ہے اَلْعَالَمُ مُتَغَيِّرٌ وَ كُلُّ مُتَغَيِّرٍ حَادِثٌ فَالْعَالَمُ حَادِثٌ ۔نظریہ مناطقہ ہے۔

یہ دنیا ظلمت کدہ ہے اس میں شہوات کی ایسی تاریکیاں محیط ہیں کہ نیک و بد بھلائی برائی کا امتیاز نہیں ہوتا آخرش صبح قیامت میں سب کچھ روشن و مستنیر و مبرہن ہو جائے گا۔

قطع نظر اس کے کہ اگر ان حقائق سے اندھے تھے تو کم از کم یہ تو جانتے تھے کہ رات آرام کے لئے ہے اور دن حصول معاش کے لئے ہوتا ہے بہر حال اس تبدل و تغیر میں جو حرکت ہے اس کا محرک اول وہی ایک محرک عالم ہے جو سب کو متحرک کرتا ہے اور حرکت کے لئے زمانہ حرکت بھی لازم ہے اور مبدأ حرکت بھی ضروری ہے اور منتہائے حرکت بھی اس کی شرط ہے یہ سب اس محرک اول کے نشان اور آیات ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ ۔اور جس دن پھونکا جائے صور تو گھبرا اٹھیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر وہ جسے اللہ چاہے اور حاضر آئیں اس کے حضور سرنگوں۔

دٰخِرِيْنَ۔ کے معنی صَاغِرِيْن کے ہیں یعنی تذلل و عبودیت کے اعتراف کے ساتھ سب حاضر ہوں۔

یہ پہلا صور ہے جس کا تذکرہ فرمایا گیا اس کا اثر یہ ہوگا کہ سب مردے اپنی اپنی قبروں سے باہر آ جائیں گے۔

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ۔ پھر دوبارہ نفخ صور کے بعد کا حال اس طرح ظاہر کیا گیا:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ۔

اور تم دیکھو گے پہاڑوں کو کہ تمہارے گمان میں وہ جمے ہوئے ہوں حالانکہ وہ چلتے ہوں گے ابر کی طرح۔ اس پر اگر یہ خیال ہو کہ اس طرح کیونکر چلتے ہوں گے تو اس کا ازالہ اس طرح فرمایا۔

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ۔ یہ کام اس اللہ کا ہے جس نے ہر شے مستحکم کی تو جو استحکام اشیاء پر قادر ہے وہی اس کے اکھاڑنے اور چلانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔

اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾۔ اور وہی جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾۔

جو کوئی نیکی لائے گا تو اس کو بہتر بدلہ ملے گا اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے اور جو بدی لائے تو وہ منہ کے بل آگ میں ڈالے جائیں گے (اور یہ کہا جائے گا) تمہارا بدلہ کیا ہے وہی جیسا تم کرتے تھے۔

گویا فرمایا گیا کہ جو نیکی لے کر آئے گا اور ایمان و عمل نیک پیش کرے گا اسے اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور اس دن کی پریشانی سے امن پائے گا اور جو برائیوں، سیہ کاریوں اور کفر و شرک کی گندگی لائے گا وہ جہنم میں اوندھا ڈالا جائے گا اور اسے فرشتے کہیں گے یہ تمہارے عمل بد کے نتائج ہیں۔

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾۔ (فرمادیجئے) مجھ کو تو یہی حکم ہے کہ میں پرستش کروں اس شہر (مکہ) کے رب کی جس نے اسے محترم کیا ہے اور اسی کی ملک میں سب شے ہے اور یہ کہ میں اسلام کے ساتھ مسلمان رہوں اور یہ کہ قرآن سناتا رہوں تو جو راہ پر آیا تو وہ اپنی جان کو راہ پر لایا اور جو گمراہ ہوا تو میں ڈر سنانے والا ہوں۔

میرے ذمہ یہ نہیں کہ میں جواب دہ بنوں کہ فلاں ہدایت پر کیوں نہ آیا وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾۔

اور فرمادیجئے سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کو ہیں عنقریب دکھادے گا تمہیں اپنی نشانیاں تو تم انہیں جان لو گے اور اے محبوب! تیرا رب ان کے فعلوں سے بے خبر نہیں ہے۔

آیات متلوہ میں مبدأ و معاد و نبوت پر نہایت واضح بیان فرما کر خاتمہ میں تمام مضمون کا خلاصہ بیان فرمادیا اور بتادیا کہ اول لوگوں کو بتادیا جائے کہ میں کسی بت یا غیر خدا کا پرستار نہیں ہو سکتا اس لئے کہ مجھے حکم ہے کہ اس شہر مکہ کے رب کا پجاری رہوں اور میرا وظیفہ توحید خالص ہے اور رب کعبہ کہنے سے یہ مطلب نہیں کہ وہ صرف کعبہ کا ہی رب ہے بلکہ وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ اسی کی تمام کائنات ہے رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ فرمانے سے صرف یہ مقصد ہے کہ قریش سمجھ سکیں کہ اس رب کے نام نے شہر مکہ

متبرک ہو اور نہ وہ تو تمام کائنات کا رب ہے اور اسی کی پرستش ہر ایک پر لازم ہے۔

دوسرے اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ توحید نام ہی اسی کا ہے کہ اللہ کے حضور جھکے لہٰذا میں اسی کی طرف جھکا ہوا ہوں اور جو اس کی طرف جھکے وہی مسلمان ہے۔

تیسرے وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ میں تمہیں قرآن کریم سناؤں تبلیغ احکام کروں پھر جو ہدایت پر آیا تو اس نے اپنے لئے بھلا کیا اور جو گمراہی میں رہا اپنا برا کرے گا۔

آخر میں فرمایا قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سب خوبیاں اللہ کے لئے ثابت ہیں وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا جس کی تم جلدی کر رہے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کردار گفتار سے بے خبر نہیں۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع۔ سورۃ نمل۔ پ ۲۰

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾۔ اور جس دن ہر امت سے فوجیں محشور کی جائیں ان کی جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں تو وہ سب کے جمع ہونے تک روک لئے جائیں۔

یہ اجمالی بیان ہے مکذبین کے احوال کا بروز قیامت۔ بعد بیان مبادیات کے آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خُوْطِبَ بِهٖ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىْ اُذْكُرْ يَوْمَ نَحْشُرُ۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا اور فرمایا اے محبوب وہ وقت یاد فرمائیں جب ہم محشور کریں گے۔

وَالْمُرَادُ بِالْحَشْرِ اَلْحَشْرُ لِلتَّوْبِيْخِ وَالْعَذَابِ بَعْدَ الْحَشْرِ الْكُلِّيِّ الشَّامِلِ لِكَافَّةِ الْخَلْقِ۔ یہ حشر حشر توبیخ ہے اور یہ بعد حشر کلی کے ہوگا جس میں کافۃ الخلق محشور ہوگی۔

یعنی اول حشر کافۃ الخلق ہوگا اس کے بعد مکذبین کو جمع ہونے کا حکم ہوگا اس لئے فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ فرمایا۔ وزع کہتے ہیں روکنے کو تو پہلی جماعت جو آئے وہ رکی رہے حتیٰ کہ جماعت جماعت آ کر سب جمع ہو جائیں۔

اسی وجہ میں مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ میں من تبعیضیہ مانا گیا اس لئے کہ ہر امت منقسم ہوگی مصدقین و مکذبین میں تو یہ دوسرا حشر مکذبین کا ہوگا۔

فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ۔ اَىْ يُحْبَسُ اَوَّلُهُمْ عَلٰى اٰخِرِهِمْ حَتّٰى يَتَلَاحَقُوْا وَيَجْتَمِعُوْا فِىْ مَوْقَفِ التَّوْبِيْخِ۔ يُوْزَعُوْنَ۔ کے معنی یہ ہیں کہ اول جو جمع ہوں وہ پچھلوں کے آنے تک روکے جائیں حتیٰ کہ اول آنے والے پچھلوں سے مل جائیں اور موقف توبیخ میں سب یکجا ہو جائیں۔

چنانچہ بعض نے کہا کہ اس سے مراد جماعت رؤساء کفار ہے جن کے متبع عام مکذبین تھے۔

چنانچہ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد ابو جہل اور ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ ہے کہ یہ اہل مکہ کے سامنے چلائے جائیں گے اور اسی طرح تمام انبیاء کرام کے مکذبین محشور ہوں گے۔

وَالْمَعْرُوْفُ مِنَ الْاٰيَاتِ لِمِثْلِ ذٰلِكَ هُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ۔ اور معروف مفہوم آیات قرآنیہ اسی کے مثل ہے اور سب اس سے روز قیامت ہی کو ایسا ہونا مراد لیتے ہیں۔

البتہ جماعت امامیہ اس سے مراد رجعت بعد الموت دنیا میں کہتی ہے اس عقیدہ کو سب سے اول عبداللہ بن سبا یہودی

نے پیش کیا۔ اس کی پیروی میں جابر جعفی دوسری صدی کی ابتداء میں کھڑا ہوا اور اسی طرح بہت سے اس عقیدہ باطلہ پر پیدا ہوئے۔ آلوسی رحمہ اللہ اس کے رد میں فرماتے ہیں:

وَاَنْتَ تَعْلَمُ لَا يَكَادُ يُصِحُّ اِرَادَةُ الرَّجْعِيَةِ اِلَى الدُّنْيَا مِنَ الْاٰيَةِ لِاِفَادَتِهَا اَنَّ الْحَشْرَ الْمَذْكُوْرَ لِتَوْبِيْخِ الْمُكَذِّبِيْنَ۔ تجھے سمجھ لینا چاہئے کہ رجعت الی الدنیا آیات کے مفہوم کے ماتحت کسی طرح صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حشر مذکورہ توبیخ مکذبین کے لئے ہے۔ چنانچہ اس حشر کے بعد مکذبین کا تذکرہ دوسری جگہ مذکور ہے کہ وہ کہیں گے:

رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ تو اس کا آخری مضمون بھی عدم رجعت پر مطلقاً ظاہر ہے۔

اگرچہ احیاء بعد الاماتت اور ارجاع الی الدنیا امور مقدورۂ الٰہی سے ہے وہ چاہے تو مستبعد نہیں لیکن ان آیات سے یہ مستفاد نہیں ہوتا۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ ۔ حتیٰ کہ جب وہ حاضر ہو جائیں تو ان سے اللہ فرمائے کیا تم ہی جھٹلاتے تھے میری آیتوں کو حالانکہ تم نے ان آیتوں کو سمجھا ہی نہ تھا۔ یہ نہیں کیا اور کیا کرتے تھے۔

آلوسی رحمہ اللہ اس کا مفہوم فرماتے ہیں: اَیْ اَكَذَّبْتُمْ بِهَا بَادِیَ الرَّاْیِ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ فِيْهَا نَظْرًا يُؤَدِّیْ اِلَى الْعِلْمِ بِكُنْهِهَا۔ یعنی کیا تم ہی جھٹلاتے تھے بغیر سوچے سمجھے اپنی رائے سے بغیر علم حاصل کئے۔

اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ یہاں ام متصلہ ہے اصل میں اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيَاتِیْ اَمْ صَدَّقْتُمُوْهَا یعنی کیا جھٹلاتے تھے تم میری آیتیں یا تصدیق کرتے تھے۔ اور یہ تمہارا عمل اسی کا مقتضی ہے کہ تمہیں جہنم میں اوندھایا جائے۔

یعنی جب موقف سوال و جواب اور مناقشہ حساب پر سب آ جائیں تو انہیں توبیخاً ارشاد ہوا نہ کہ سائلانہ صورت میں اس لئے کہ سائلانہ طرز پر باری تعالیٰ کی طرف سے بغرض حصول علم کوئی استفسار محال اور ناممکن ہے۔

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ ۔

اور واقع ہو گیا ان پر قول الٰہی یعنی عذاب محقق ہو گیا ان کے ظلم و شرک کے باعث تو وہ کچھ بول نہ سکیں گے۔

یہ نہ بولنا دو صورت میں ہو سکتا ہے ایک تو یہ کہ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ اس دن مہر لگا دیں گے ہم ان کے مونہوں پر تو وہ بولنے کی طاقت ہی نہ رکھیں گے یا اثبات جرم کے بعد ان میں جواب دینے کی طاقت ہی نہ ہوگی۔

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ ۔

کیا نہیں دیکھتے وہ کہ ہم نے رات ان کے سکون کے لئے بنائی اور دن دیکھنے اور تلاش معاش کو بے شک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو ایمان لائیں۔

یہ رویت رویت قلبی ہے نہ کہ بصری اس لئے کہ اگرچہ رات دن مبصرات سے ہیں لیکن من قبیل المعقولات رات میں اندھیرے کا رکھنا استراحت اور قرار نوم کے لئے ہے یہ رویت قلبی سے ہی متعلق ہے چنانچہ کسی شاعر نے بھی کہا ہے:

اَلنَّوْمُ رَاحَةُ الْقُوٰى الْحِسِّيَّةُ مِنْ حَرَكَاتِ وَالْقُوٰى النَّفْسِيَّةُ

اور وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا بایں معنی فرمایا کہ امور معاش کی تلاش روشنی میں ہی کی جاسکتی ہے۔

چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالتَّقْدِيْرُ جَعَلْنَا اللَّيْلَ مُظْلِمًا لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا لِتَنْتَشِرُوْا فِيْهِ۔ اوران دونوں کے تبدل وتغیر میں ان کے منافع ومصالح ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات عظیمہ ایمان والوں کے حق میں ہیں اس سے وہ عقیدہ بعث ونشر کو بھی مضبوط کرتے ہیں اور وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ کا نقشہ دیکھ لیتے ہیں۔

وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ ۔اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو گھبرا اٹھیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے اور سب اللہ کے حضور سرنگوں حاضر ہوں گے داخرین کے معنی صاغرین ہیں۔ بمعنی ذلیل۔

نفخ صور کی تحقیق اور صور کی حقیقت

وَالصُّوْرُ عَلٰى مَا فِي التَّذْكِرَةِ قَرْنٌ مِّنْ نُّوْرٍ۔ صور۔ صاحب تذکرہ فرماتے ہیں وہ ایک نوری سینگ ہے۔

وَ ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ كَالْبُوْقِ۔ بخاری شریف میں حضرت مجاہد سے مذکور ہے کہ وہ مثل بوق کے ہے اور بوق عربی میں بگل یا سینگ کو کہتے ہیں۔

وَ اَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا الصُّوْرُ قَالَ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيْهِ۔ ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا صور کیا ہے فرمایا وہ ایک سینگ ہے جس سے پھونکا جائے گا۔

وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّ صَاحِبَ الصُّوْرِ هُوَ اِسْرَافِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اور صاحب صور حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔

اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مَنْ اَنْكَرَ اَنْ يَّكُوْنَ الصُّوْرُ قَرْنًا فَهُوَ كَمَنْ اَنْكَرَ الْعَرْشَ وَالصِّرَاطَ وَالْمِيْزَانَ وَطَلَبَ لَهَا تَاوِيْلَاتٍ وَّ هٰذَا النَّفْخُ قِيْلَ الْمُرَادُ بِهِ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ۔ جو صور کے سنکھ ہونے سے انکار کرے وہ ایسے ہی ہے جو انکار کرے عرش اور صراط ومیزان کا اور اس کے لئے تاویلات چاہے اور یہ نفخہ ثانیہ ہے۔

فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ۔ تو گھبرا اٹھیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ اور اسی کا تذکرہ دوسری جگہ بھی ہے۔ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ۔

بعض کہتے ہیں یہ نفخہ اولیٰ ہے اور وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ یہ نفخہ ثانیہ ہے اور وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ یہ نفخہ ثالثہ ہے۔

چنانچہ اس کی تفصیل یوں بھی کی گئی کہ

اول نفخہ بعث ہوگا۔

دوبارہ نفخہ فزع ہوگا۔

اور تیسرا نفخہ صعق ہوگا۔

بہر حال اس میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا دو بار ہوگا۔

بعض نے کہا تین بار ہوگا۔

بعض کہتے ہیں تین نفخہ ہوں گے۔ پہلا نفخہ فزع، دوسرا نفخہ صعق جو موت ہے۔ تیسرا نفخہ بعث

بعض کہتے ہیں چار نفخہ ہوں گے۔ پہلا نفخ ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ سب کو مار دے گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ اور كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔

پھر نفخہ ثانی نفخہ بعث ہو جیسا کہ ارشاد ہے وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ اور پھونکا جائے صور تو ایک دم سب کے سب قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف چل دیں۔

پھر نفخہ ثالث نفخہ صعق ہو وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ۔ تیسری بار جب نفخ ہو تو بے ہوش ہو جائیں آسمان وزمین والے۔

پھر نفخہ رابعہ۔ یہ نفخ افاقہ کے لئے ہو جیسے ارشاد ہے ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ۔ چوتھے نفخہ میں سب کھڑے ہو کر اپنے رب کی طرف دیکھیں۔

بعض نے کہا نفخ پانچ ہوں گے لیکن محقق قول یہی ہے کہ تین نفخہ ہوں گے۔

اول نفخہ صعق بمعنی موت حَيْثُ قَالَ تَعَالٰى وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ۔

ثانی نفخہ بعث ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ۔

ثالثہ۔ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ۔ الخ

اور یہ سب قیاس آرائیاں ہیں جو مقتضیات محض سے استنباطاً ظاہر کی ہے حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ یا اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔

بہر کیف ہمیں نفخ صور کا ماننا ضروری ہے عام اس سے کہ ایک بار ہو یا دو بار یا تین بار ہو یا چار بار یا پانچ بار نفخ صور کا منکر آیۂ کلام پاک کا منکر ہوگا اور رہی تعداد نفخ اس پر تو ہم یہ کہہ کر ختم کریں گے۔

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا

بڑوں کی باتیں ہیں انہیں بڑے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اس مبحث پر اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ لکھا ہے ہم نے بخیال ملال ناظرین اسے چھوڑ دیا ہے۔

اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾۔

مگر جسے اللہ چاہے اور سب کے سب حاضر ہوں سرنگوں، عاجزی وامتثال امر میں۔

یہاں اِلَّا مَنْ شَآءَ میں استثناء متصل ہے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے اَیْ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ لَّا یَفزَعَ جیسا کہ ارشاد ہے وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ۔

اس پر بھی بحث ہے کہ صعق جسے موت کہا گیا اور فزع سے محفوظ کون سے رہیں گے۔

فَقِیْلَ ھُمْ جِبْرِیْلُ وَ مِیْکَائِیْلُ وَ اِسْرَافِیْلُ وَ عِزْرَائِیْلُ رُوِیَ ذٰلِکَ عَنْ مُقَاتِلٍ وَّا لسُّدِّیِّ۔

اور ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں: ھُمُ الْوِلْدَانُ وَالْحُوْرُ الْعِیْنُ وَ خَزَنَۃُ الْجَنَّۃِ وَ حَمَلَۃُ الْعَرْشِ۔

اس کی وجہ یہ بھی بیان کی کہ اِنَّ حَمَلَۃَ الْعَرْشِ لَیْسُوْا مِنْ سُکَّانِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لِاَنَّ السَّمٰوٰتِ فِیْ دَاخِلِ الْکُرْسِیِّ وَ نِسْبَتُھَا اِلَیْہِ کَنِسْبَۃِ حَلْقَۃٍ فِیْ فَلَاۃٍ وَ نِسْبَۃُ الْکُرْسِیِّ اِلَی الْعَرْشِ کَھٰذِہِ النِّسْبَۃِ اَیْضًا فَکَیْفَ یَکُوْنُ حَمَلَتُہٗ فِی السَّمٰوٰتِ وَ کَذَا الْوِلْدَانُ وَالْحُوْرُ وَ خَزَنَۃُ الْجَنَّۃِ لِاَنَّ ھٰؤُلَآءِ کُلُّھُمْ فِی الْجَنَّۃِ وَالْجَنَانُ جَمِیْعُھَا فَوْقَ السَّمٰوٰتِ وَ دُوْنَ الْعَرْشِ عَلٰی مَا اَفْصَحَ عَنْہُ قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَقْفُ الْجَنَّۃِ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ۔

حملۃ العرش سکان سماویہ وارض سے نہیں اس لئے کہ سماوات کرسی میں داخل ہیں اور ان کی نسبت ایک ٹکڑا کی سی ہے جو میدان میں ہو اور کرسی عرش تک ایسی ہی نسبت سے ہے تو حملۃ العرش کیسے آسمانوں میں ہو سکتے ہیں اور ایسے ہی ولدان اور حور اور خزنۃ الجنۃ ہیں اس لئے کہ وہ سب جنت میں ہیں اور جنتیں تمام آسمان سے اوپر ہیں اور عرش سے نیچے ہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سَقْفُ الْجَنَّۃِ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ جنت کی چھت عرش الٰہی ہے۔

تو جو جنت میں ولدان اور حور اور خزنہ ہیں ان کا استثناء مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ سے متعلق ہی نہیں۔ رہے جبریل علیہ السلام اور ان کی محبت والے ملائکہ مقربین وہ صافین المجین سے حول عرش ہیں۔ اور جب عرش فوق السموات ہوا تو ان کا ذکر اس میں لانا کسی طرح صحیح نہیں۔

اور جب حور وولدان اور خزنہ جنت اس سے مستثنیٰ ہوئے تو موسیٰ وعیسیٰ وانبیاء علیہم السلام سب کے سب اس سے مستثنیٰ رہے اسلئے کہ ان کا مقام حضور صلی اللہ علیہ نے حول عرش علیٰ فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اِنَّھُمُ الشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ اور علامہ قاضی ابوبکر ابی العربی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی۔

اور ابن جبیر رحمہ اللہ نے بھی کہا: ھُمُ الشُّھَدَآءُ مُتَقَلِّدُوا السُّیُوْفِ حَوْلَ الْعَرْشِ۔

اب رہا یہ سوال کہ پہلے نفخہ کے مابین کتنی مدت کا فاصلہ ہوگا؟

اس کے متعلق وَنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَصَعِقَ یہ پہلا نفخہ ہے وَالنَّفْخَۃُ الثَّانِیَۃُ نَفْخَۃُ الْبَعْثِ حَیْثُ قَالَ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ وَ بَیْنَھُمَا فِی الْمَشْھُوْرِ اَرْبَعُوْنَ سَنَۃً۔ دونوں نفخوں کے مابین چالیس سال کا فرق ہوگا۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مرفوعاً آیا ہے: اَرْبَعُوْنَ سَنَۃً۔ چالیس سال۔

وَ کُلٌّ اَتَوۡہُ دٰخِرِیۡنَ ۔ اَیْ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْفَازِعِیْنَ الْمَبْعُوْثِیْنَ عِنْدَ النَّفْخَۃِ اَتَوْہُ اَیْ حَضَرُوا الْمَوْقِفَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ تَعَالٰی لِلسُّوَالِ وَالْجَوَابِ وَالْمُنَاقَشَۃِ وَالْحِسَابِ دَاخِرِیْنَ اَذِلَّآءَ۔ اور سب حاضر ہوں جھکے ہوئے نفخہ اولیٰ کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور سوال وجواب اور حساب وکتاب کے لئے ذلیل اور سرنگوں۔

وَتَرَی الۡجِبَالَ تَحۡسَبُہَا جَامِدَۃً وَّہِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ۔

اور تم دیکھو گے پہاڑوں کو اپنے گمان میں ٹھہرا ہوا اور وہ چل رہے ہوں گے بادلوں کی طرح۔

یَعْنِیْ تَرَی الْجِبَالَ رَأْیَ الْعَیْنِ سَاکِنَۃً وَالْحَالُ اِنَّھَا تَمُرُّ فِی الْجَوِّ مَرَّ السَّحَابِ الَّتِیْ تُسَیِّرُھَا الرِّیَاحُ سَیْرًا حَثِیْثًا۔ یعنی بظاہر دیکھنے میں وہ ٹھہرے ہوئے نظر آئیں حالانکہ وہ فضا میں بادلوں کی طرح ہوا کے ساتھ چل رہے ہوں۔

جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ اور ہو جائیں گے پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح۔ عِہن اون کو کہتے ہیں۔

اس کے بعد

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ کا ظہور ہوگا یعنی حشر خلق کے وقت زمین اس زمین سے بدل جائے گی۔ اس کا نقشہ قرآن کریم میں اس طرح ظاہر فرمایا گیا۔

وَیَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُھَا رَبِّیْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَیَذَرُھَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰی فِیْھَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ یَوْمَىِٕذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ۔

اور یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ۔

یہ سب کچھ نفخہ ثانیہ کے بعد ہوگا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَۃً وَّحَشَرْنٰھُمْ۔

اس کے علاوہ قرآن کریم میں اس کا نقشہ متعدد لفظوں میں کھینچا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے۔ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَکَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا مَّھِیْلًا۔

اور ارشاد ہے۔ وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَۃً وَّحَشَرْنٰھُمْ۔

اور وَیَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُھَا رَبِّیْ نَسْفًا۔

اور یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ۔

اور فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ﴿۱۳﴾ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً ﴿۱۴﴾ فَیَوْمَىِٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ۔ یَوْمَىِٕذٍ تُعْرَضُوْنَ

اس کی تفصیل بحر میں اس طرح منقول ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ الصِّفَاتِ اِرْتِجَافُھَا۔ زلزلہ ہو پھر

ثُمَّ صَیْرُوْرَتُھَا کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ۔ اون دھنکی ہوئی کی طرح۔

ثُمَّ کَالْھَبَاءِ۔ پھر غبار کی طرح ہو جائے۔

ثُمَّ کَوْنُھَا سَرَابًا۔ پھر ریت کی طرح ہو جائے۔

اور یہ سب کچھ قبل نفخہ ثانیہ ہو۔

صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صنعت ہے جس نے ہر شے پیدا کی۔

اَتْقَنَ کے معنی خَلَقَهٗ وَ سَوَّاهُ عَلٰی مَا تَقْتَضِیْهِ الْحِکْمَۃُ ہیں۔ یعنی پیدا کیا اور برابر بنایا باقتضاء حکمت۔

چنانچہ حدیث میں طبرانی اور حاکم نے نقل کیا: اِتَّقُوا اللّٰہَ تَعَالٰی فَاِنَّ اللّٰہَ فَاتِحٌ لَّکُمْ وَ صَانِعٌ۔ اللہ سے ڈرتے رہو اس

لئے کہ وہ تمہارے لئے ہر چیز کھولنے اور بنانے والا ہے۔

اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ ۔ وہ خبردار ہے تمہارے ہر فعل کا۔ عام اس سے کہ علانیہ کرو یا خفیہ اور برا کرو یا بھلا۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ ۔

جو آیا نیکیوں کے ساتھ تو اس کے لئے ہی وہ بہتر ہے اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔

یعنی وہ فزع عظیم جس کی کیفیت و مقدار کوئی نہیں بتا سکتا اس سے امن میں رہے گا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ۔ انہیں فزع اکبر غمگین نہ کرے گا۔

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۔ اور جو آئے بدی کے ساتھ تو وہ اوندھا منہ جہنم میں ہے۔

سیئہ سے مراد شرک و کبائر ہیں جیسے حسنہ سے مراد کلمۂ شہادت ہے۔ كُبَّتْ کے معنی ہیں: اَیْ كُبُّوْا فِيْهَا عَلٰى وُجُوْهِهِمْ مُّنْكُوْسِيْنَ۔ یعنی وہ اوندھے منہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ محاورہ میں كَبَّهٗ وَاَكَبَّهٗ جب بولتے ہیں جبکہ اسے اوندھا پھینکا جائے۔

هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ ۔ کیا بدلہ ہے تمہارے لئے مگر وہی جو تم نے کیا۔

چنانچہ ابن جریج سے مروی ہے: اِنَّهٗ حِيْنَ يُذْبَحُ الْمَوْتُ وَ يُنَادٰى يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ وَ يَا اَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ۔ جب موت ذبح کر دی جائے اور اعلان ہو جائے کہ اہل جنت ہمیشہ جنت میں ہیں انہیں موت نہیں اور اہل نار ہمیشہ جہنم میں ہیں انہیں بھی موت نہیں اس کے بعد جہنم ڈھانپ دیا جائے اس وقت وہ گھبرائیں۔ اور مومن عاصی اس سے پہلے اگر سزا بھی پائے گا تو بری کر دیا جائے گا۔ حَيْثُ قَالَ فِيْ رُوْحِ الْمَعَانِيْ وَالْعَذَابُ الَّذِيْ يَكُوْنُ لِبَعْضِ عُصَاةِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّمَا هُوَ قَبْلَ ذٰلِكَ۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ کبّ فی جہنم صرف مشرک کے لئے ہے اس حکم میں مومن عاصی داخل نہیں و الحمد للہ العلی الرحیم الرحمن۔

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۫ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ ۔ میں تو یہی حکم دیا گیا ہوں کہ اس شہر کے رب کی پرستش کروں جس نے اسے عزت و حرمت دی اور اسی کی ہے ہر شے اور حکم دیا گیا ہوں میں کہ مسلمانوں میں رہوں اور یہ قرآن سناتا رہوں تو جو ہدایت پر آ جائے تو وہ اپنی ہی جان کو ہدایت کرے گا اور جو گمراہ رہے تو میں ڈر سنانے والا ہوں۔

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس میں استیناف کلام ہے اور اس کی ابتداء قل کے ساتھ ہے جو اس میں مقدر ہے گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ آپ فرمادیں کہ مجھے یہ تین حکم ملے ہیں۔

پہلا حکم یہ ہے کہ میں رب بلد مکہ کا پرستار رہوں، جس نے اسے حرمت دی اور یوں اس کی ملکیت میں ساری کائنات ہے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے جھکا رہوں جو اسلام کی شرط اولیں ہے۔

تیسرا حکم یہ ہے کہ تلاوت کلام پاک کی مواظبت کرتا رہوں تا کہ اس کے حقائق رائقہ مخزونہ دن بدن مجھ پر اور منکشف ہوں اس لئے کہ کلام پاک کی مواظبت فتح باب فیوض الٰہی اور اسرار قدسیہ کے انکشاف کا سبب ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے: اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ لَيْلَةً يُّصَلِّيْ فَقَرَأَهَا اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بار بار دہرایا اس دہرانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے اسرار منکشف ہوتے رہے حتیٰ کہ صبح ہوگئی حَيْثُ قَالَ فَمَازَالَ يُكَرِّرُهَا وَيَظْهَرُ لَهٗ مِنْ اَسْرَارِهَا مَا يَظْهَرُ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ۔

بعض نے اس کے معنی کئے: اِتَّبِعِ الْقُرْاٰنَ یعنی قرآن کریم کی پیروی کرو۔

بعض نے کہا اس کے معنی ہیں: وَاتْلُ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنَ ان پر قرآن پڑھتے رہیں۔

تو اس کے بعد جو ہدایت پالے وہ نجات یافتہ ہے اس لئے کہ اس نے اس کا اتباع احکام و شرائع کا کرلیا۔ اور جو ضلال و گمراہی میں رہا اور کفر و اعراض کرتا رہا اسے فرمادیجئے کہ میں ڈرانے والا ڈر سنانے والا ہوں فَلَيْسَ عَلَيَّ مِنْ وَبَالِ ضَلَالَتِهِمْ شَيْءٌ۔ مجھ پر وبال ضلالت ذرہ بھر نہیں گویا فرمادیا: مَنْ ضَلَّ فَوَبَالُ ضَلَالِهٖ مُخْتَصٌّ بِهٖ جو گمراہ رہا تو وبال ضلالت اسی کے ساتھ مختص ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ۔

فرمادیجئے سب تعریفیں اللہ کی ہیں وہی عنقریب تمہیں بتادے گا اور تمہارا رب تمہارے اعمال سے غافل اور بے خبر نہیں۔

اگر نیک عمل کروگے تو وہ جانتا ہے اور برے عمل کروگے تو اس کے علم میں ہے۔ یہ گمان نہ کرنا کہ تاخیر و تعویق عذاب اس کی غفلت کی وجہ میں ہے۔ نہیں اس کی چشم پوشی شان رحمان کی بنا پر ہے ورنہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔

سُوْرَةُ الْقَصَصِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾	
تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾	یہ سورت بھی کتاب کی آیتوں سے ہے جس کے مطالب واضح ہیں
نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾	اے محبوب! ہم آپ پر پڑھتے ہیں موسیٰ کی خبروں سے اور فرعون کے صحیح حالات ان کے لئے جو ایمان والے ہیں
اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾	بے شک فرعون نے سرزمین مصر میں سر اٹھایا اور کیا ان کی ایک جماعت کو کمزور اور اس گروہ میں سے ذبح کرتا تھا ان کی اولادوں کو اور زندہ رکھتا تھا ان کی عورتوں کو بے شک وہ فسادی تھا
وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي	اور ہم نے ارادہ کیا یہ کہ احسان کریں ان پر جو ضعیف

الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝٥

کیے گئے زمین میں اور کریں ہم انہیں امام اور کریں ہم انہی کو وارث

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ ۝٦

اور متمکن کریں انہیں زمین میں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو دکھادیں جس کا انہیں اس کی طرف سے خطرہ ہے

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۖ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝٧

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ اسے دودھ پلا تو جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور خوف نہ کر ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا ۗ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ ۝٨

تو اسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر ہو غم دینے والا بے شک فرعون اور ہامان اور ان کا لشکر خطا کار تھا

وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝٩

اور کہا فرعون کی بیوی نے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے اور تیرے لئے اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا ۖ إِن كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝١٠

اور صبح کو دل موسیٰ کی ماں کا بے قرار ہو گیا ضرور قریب تھا کہ وہ اس کا حال کھول دیتی اگر ہم ڈھارس نہ بندھاتے اس کے دل کو تا کہ وہ ہو ایمان والوں سے

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ ۖ فَبَصُرَتْ بِهِ عَن جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝١١

اور کہا اس کی ماں نے موسیٰ کی بہن سے اس کے پیچھے چلی جا تو وہ اسے کنارے کنارے سے دیکھتی رہی اور انہیں خبر نہ تھی

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ۝١٢

اور ہم نے حرام کر دیں اس پر دودھ پلانے والیاں پہلے ہی تو بولی بہن موسیٰ کی کیا میں تمہیں بتاؤں ایسے گھر والے کہ اس بچہ کو پال دیں تمہارے لئے اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں

فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝١٣

تو ہم نے اس کو اس کی ماں کی طرف پھیرا تا کہ ٹھنڈی ہو اس کی آنکھ اور غم نہ کھائے اور جان لے کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے

حل لغات پہلا رکوع ۔ سورۃ قصص ۔ پ ۲۰

طٰسٓمٓ۔ طسم	تِلْكَ۔ یہ	اٰيٰتُ۔ آیتیں ہیں	الْكِتٰبِ۔ کتاب
الْمُبِيْنِ۔ روشن کی	نَتْلُوْا۔ پڑھتے ہیں ہم	عَلَيْكَ۔ تجھ پر	مِنْ نَّبَاِ۔ خبر
مُوْسٰى۔ موسیٰ	وَ۔ اور	فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی	بِالْحَقِّ۔ سچی سچی
لِقَوْمٍ۔ واسطے قوم	يُّؤْمِنُوْنَ۔ مومن کے	اِنَّ۔ بے شک	فِرْعَوْنَ۔ فرعون نے
عَلَا۔ سر اٹھایا	فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور
جَعَلَ۔ بنایا	اَهْلَهَا۔ اس کے رہنے والوں کو	شِيَعًا۔ ٹکڑے ٹکڑے	يَّسْتَضْعِفُ۔ وہ کمزور کرنا
چاہتا تھا	طَآئِفَةً۔ ایک جماعت کو	مِّنْهُمْ۔ ان میں سے	يُذَبِّحُ۔ ذبح کرتا
اَبْنَآءَ۔ بیٹے	هُمْ۔ ان کے	وَ۔ اور	يَسْتَحْيٖ۔ زندہ رکھتا
نِسَآءَ۔ بیٹیاں	هُمْ۔ ان کی	اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	كَانَ۔ تھا
مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ۔ فسادیوں سے		وَ۔ اور	نُرِيْدُ۔ ہم چاہتے تھے
اَنْ۔ یہ کہ	نَّمُنَّ۔ احسان کریں ہم	عَلَى۔ اوپر	الَّذِيْنَ۔ ان کے
اسْتُضْعِفُوْا۔ جو کمزور بنائے گئے		فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے
وَ۔ اور	نَجْعَلَهُمْ۔ بنائیں ہم ان کو	اَئِمَّةً۔ پیشوا	وَّ۔ اور
نَجْعَلَهُمْ۔ بنائیں ہم ان کو	الْوٰرِثِيْنَ۔ وارث	وَ۔ اور	نُمَكِّنَ۔ جگہ دیں ہم
لَهُمْ۔ ان کو	فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور
نُرِيَ۔ دکھائیں ہم	فِرْعَوْنَ۔ فرعون	وَ۔ اور	هَامٰنَ۔ ہامان
وَ۔ اور	جُنُوْدَهُمَا۔ ان کے لشکروں کو		مِنْهُمْ۔ ان سے
مَّا۔ جو	كَانُوْا۔ تھے	يَحْذَرُوْنَ۔ ڈرتے	وَ۔ اور
اَوْحَيْنَآ۔ وحی کی ہم نے	اِلٰٓى۔ طرف	اُمِّ۔ ماں	مُوْسٰٓى۔ موسیٰ کے
اَنْ۔ یہ کہ	اَرْضِعِيْهِ۔ دودھ پلا اس کو	فَاِذَا۔ تو جب	خِفْتِ۔ تو ڈرے
عَلَيْهِ۔ اس پر	فَاَلْقِيْهِ۔ تو ڈال اس کو	فِي۔ بیچ	الْيَمِّ۔ دریا کے
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَخَافِيْ۔ ڈر	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	تَحْزَنِيْ۔ غم کھا	اِنَّا۔ بے شک ہم	رَآدُّوْهُ۔ لوٹائیں گے اس کو
اِلَيْكِ۔ تیری طرف	وَ۔ اور	جَاعِلُوْ۔ بنانے والے ہیں	هُ۔ اس کو
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ پیغمبروں سے		فَالْتَقَطَهٗٓ۔ تو پکڑا اس کو	اٰلُ۔ بیوی
فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی نے	لِيَكُوْنَ۔ تا کہ ہو	لَهُمْ۔ ان کے لئے	عَدُوًّا۔ دشمن
وَّ۔ اور	حَزَنًا۔ غم کا باعث	اِنَّ۔ بے شک	فِرْعَوْنَ۔ فرعون

وَ۔اور	هَامٰنَ۔ہامان	وَ۔اور	جُنُوْدَ۔لشکر
هُمَا۔ان کے	كَانُوْا۔تھے	خٰطِئِيْنَ۔خطا کار	وَ۔اور
قَالَتِ۔کہا	امْرَاَتُ۔بیوی	فِرْعَوْنَ۔فرعون کی نے	قُرَّتُ۔ٹھنڈک ہے
عَيْنٍ۔آنکھوں کی	لِّيْ۔میرے لئے	وَ۔اور	لَكَ۔تیرے لئے
لَا۔نہ	تَقْتُلُوْهُ۔قتل کرو اس کو	عَسٰى۔قریب ہے	اَنْ۔یہ کہ
يَّنْفَعَنَآ۔نفع دے ہمیں	اَوْ۔یا	نَتَّخِذَهٗ۔بنائیں ہم اس کو	وَلَدًا۔اولاد
وَّ۔اور	هُمْ۔وہ	لَا۔نہ	يَشْعُرُوْنَ۔سمجھتے تھے
وَ۔اور	اَصْبَحَ۔ہوگیا	فُؤَادُ۔دل	اُمِّ۔ماں
مُوْسٰى۔موسیٰ کا	فٰرِغًا۔بے قرار	اِنْ۔بے شک	كَادَتْ۔قریب تھی
لَتُبْدِيْ۔کہ ظاہر کرتی	بِهٖ۔اس کو	لَوْلَآ۔اگر نہ ہوتا	اَنْ۔یہ کہ
رَّبَطْنَا۔بند لگاتے ہم	عَلٰى۔اوپر	قَلْبِهَا۔اس کے دل کے	لِتَكُوْنَ۔تاکہ ہو
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔یقین کرنے والوں سے		وَ۔اور	قَالَتْ۔اس نے کہا
لِاُخْتِهٖ۔اس کی بہن کو	قُصِّيْهِ۔پیچھا کر اس کا	فَبَصُرَتْ۔تو وہ دیکھتی تھی	بِهٖ۔اس کو
عَنْ جُنُبٍ۔دور دور رہ کر	وَّ۔اور	هُمْ۔وہ	لَا۔نہ
يَشْعُرُوْنَ۔سمجھتے تھے	وَ۔اور	حَرَّمْنَا۔حرام کردیں ہم نے	عَلَيْهِ۔اس پر
الْمَرَاضِعَ۔دودھ پلانے والیاں	مِنْ قَبْلُ۔پہلے سے	فَقَالَتْ۔تو کہا اس نے	هَلْ۔کیا
اَدُلُّكُمْ۔بتاؤں میں تم کو	عَلٰٓى۔ایک	اَهْلِ۔رہنے والے	بَيْتٍ۔گھر کے
يَّكْفُلُوْنَهٗ۔جو اس کو پالیں	لَكُمْ۔تمہارے لئے	وَ۔اور	هُمْ۔وہ
لَهٗ۔اس کے	نٰصِحُوْنَ۔خیر خواہ ہیں	فَرَدَدْنٰهُ۔تو لوٹایا ہم نے اس کو	
اِلٰٓى۔طرف	اُمِّهٖ۔اس کی ماں کے	كَيْ۔تاکہ	تَقَرَّ۔ٹھنڈی ہو
عَيْنُهَا۔اس کی آنکھ	وَ۔اور	لَا۔نہ	تَحْزَنَ۔غم کرے
وَ۔اور	لِتَعْلَمَ۔تاکہ جانے	اَنَّ۔کہ بے شک	وَعْدَ۔وعدہ
اللّٰهِ۔اللہ کا	حَقٌّ۔سچا ہے	وَّ۔اور	لٰكِنَّ۔لیکن
اَكْثَرَ۔اکثر	هُمْ۔ان کے	لَا۔نہیں	يَعْلَمُوْنَ۔جانتے

خلاصہ تفسیر اردو پہلا رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

اس سے قبل سورۃ نمل کے خاتمہ پر ارشاد تھا وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ۔یعنی مجھے حکم ہے کہ میں قرآن سناؤں خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اس لئے اس سورۃ مبارکہ کی ابتداء طٰسٓمّٓ فرما کر حروف مقطعات سے کی گئی جس کے تاویلی معنی یہ ہوتے ہیں ط سے طور اور س سے موسیٰ اور میم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔جس کا خلاصہ مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جس طرح کوہ

طور پر ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر کتاب توریت نازل کی اسی طرح اپنے محبوب خاتم نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ یہ روشن کتاب کی آیتیں نازل فرمائیں۔

مطلب یہ کہ یہ کتاب اپنی صداقت پر آپ ہی گواہ ہے۔ جیسے آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ آفتاب اپنے وجود کی آپ دلیل ہے۔ ایسے ہی مبین یعنی ظاہر ہونے کے لئے یہ بھی اپنی آپ ہی دلیل ہے۔ اور جو اسے کلام الٰہی کی بجائے کلام انسانی سمجھتا ہے وہ خطیب ہو یا ادیب، فصیح ہو یا بلیغ، عالم ہو یا عاطل، جاہل ہو یا زاہل، قریشی ہو یا بدوی، شہری ہو یا دہقانی اس کے مقابل کی ایک آیت بنا لائے مگر ہم بانگ دہل یہ اعلان کرتے ہیں کہ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۔ کبھی نہ لاسکیں گے۔ اگر ایک دوسرے کے مددگار جمع ہو کر بھی لانا چاہیں۔ پھر حروف مقطعات کی مناسبت سے ہی اول ذکر موسیٰ و فرعون کا شروع فرمایا اور ارشاد ہوا:

نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ۔ سناتے ہیں ہم تمہیں خبر موسیٰ اور فرعون کی سچی سچی۔

لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝۳ ۔ ایمان والوں کے لئے۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآىِٕفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ یَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۴ ۔

بے شک فرعون بلند ہوا تھا زمین میں یعنی سرکشی پر آ گیا تھا اور وہاں کے لوگوں کے کئی گروہ کر ڈالے تھے ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا۔ ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا بے شک وہ فسادیوں میں سے تھا۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے: شِیَعًا فِرَقًا یُّشَیِّعُوْنَهٗ عَلٰى مَا یُرِیْدُ وَ یُطِیْعُوْنَهٗ وَجَعَلَهُمْ اَصْنَافًا فِی اِسْتِخْدَامِهٖ فَمِنْ بَانٍ وَّ حَارِثٍ۔ یعنی مصر کے لوگوں کے مختلف گروہ کر دیئے تھے۔ اپنی قوم جس کا نام قبط تھا اسے تو معزز عہدوں پر مامور کر رکھا تھا اور بنی اسرائیل جسے قوم سبط کہتے تھے انہیں محنت و مشقت اور ذلیل پیشوں میں ڈال رکھا تھا۔ پھر ان میں بھی مختلف فرقے تھے کوئی معماری کے کام پر تھا کوئی کاشتکاری میں لگایا ہوا تھا۔

یَّسْتَضْعِفُ طَآىِٕفَةً مِّنْهُمْ کی تفسیر یہی ہے کہ ان کے جدا جدا گروہ کر ڈالے تھے پھر ان پر ظلم بالائے ظلم یہ اور تھا کہ ان بے چارے کمزوروں کی اولاد نرینہ قتل کر ڈالتا تھا اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایسا بایں خیال کرتا تھا کہ ان کی نسل نہ بڑھے یا اس خوف سے کہ نجومیوں نے ان میں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مبعوث ہونے کی خبر دی تھی اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا اس لئے کہ ان سے کوئی خوف نہ تھا بلکہ ان کے جوان ہو جانے پر ان سے اپنے لئے شہوت رانی کا فائدہ بھی حاصل کرتا تھا اور بنی اسرائیل کے لئے یہ سخت ترین ذلت تھی۔

اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۴ ۔ بے شک وہ بڑا فسادی تھا۔ آگے ارشاد ہے:

وَ نُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ۝۵ لا ۔ اور ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہم احسان کریں ان پر جو کمزور کر دیئے گئے ہیں زمین میں اور بنائیں انہیں سردار اور ان کا وارث (ملک شام میں) بنا دیں۔

ملک شام میں ہی بنی اسرائیل سردار بنائے گئے۔

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ ⑥۔

اور انہیں قبضہ دیں زمین شام میں اور دکھا دیں فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کو جس کا وہ خطرہ محسوس کرتے تھے۔ یعنی فرعون اور اس کا وزیر ہامان اور ان کا لشکر اس کا خطرہ محسوس کرتے تھے کہ کہیں یہ زور پکڑ گئے تو آزاد ہو کر ہماری حکومت تباہ کر دیں گے اس لئے وہ انہیں ذلیل پیشوں میں ڈال کر ان کی اولاد نرینہ کو قتل کر کے لڑکیاں زندہ رکھ کر اور بھی کمزور کر رہے تھے۔

لیکن غیرت وحمیت الٰہی سے خائف نہ ہوتے تھے کہ وہ اگر ارادہ فرمالے تو کیا ہوگا۔

چنانچہ جب ارادۃ اللہ غالب آیا تو ان کے سب داؤ رکھے کے رکھے رہ گئے۔

اس آیت کریمہ میں قیامت تک کا نظام ظاہر ہے کہ جو فرعون منش کسی حکومت میں اہل حق سے ٹکرائے گا اور شریعت اسلامیہ کے متبعین کو کمزور کرنے کا خیال کرے گا وہ ایسے ہی ذلیل ہوگا جیسے فرعون اور اس کا وزیر ہوا۔

حمیت حق اور قوت الٰہی کا مقابلہ نہ کوئی کر سکا نہ کر سکے گا۔ مہا بھارت ہو یا پاکستان ترکی ہو یا ایران۔ ملا ازم ہو یا کمیونزم، وزارت ہو یا امارات، عسکریت ہو یا آمریت بموجب ارشاد الٰہی وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ انجام پرہیزگاروں کے ہی حق میں ہے۔ بنابریں ظالموں، فرعونیت منش لوگوں کی گڈی چند دن چڑھتی ہے اور پھر انجام نیکوکاروں کے حق میں ہی ہوتا ہے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۖ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ⑦۔

اور الہام کیا ہم نے ام موسیٰ کو کہ اسے دودھ پلا تو جب تجھے خوف ہو اس پر تو اسے دریا میں ڈال دینا اور کچھ خوف اور غم نہ کرنا ہم اسے تمہاری طرف واپس لوٹائیں گے اور اس بچہ کو رسولوں میں سے ایک رسول بنائیں گے۔

یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اصل قصہ شروع ہے چنانچہ ارشاد ہے:

کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو وحی کی یعنی اس کے دل میں القا کیا۔ یہاں وحی بمعنی وحی انبیاء نہیں بلکہ غیر نبی کو جہاں وحی کا ذکر آیا ہے وہاں اس کے معنی القاء کے ہی ہوتے ہیں اور اس سے مراد وحی لغوی ہوتی ہے یعنی خفیہ پیغام۔ تو وہ القاء یہ تھا:

أَنْ أَرْضِعِيهِ۔ کہ تم موسیٰ کو دودھ پلاؤ۔

فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ۔ تو جب تو اس سے خوف کرے تو اسے دریا میں ڈال دے۔

یعنی جب تمہیں فرعونی جماعت سے ان پر خوف ہو تو موسیٰ کو دریا میں ڈال دینا۔ اور فرعونیوں میں یہ دستور تھا کہ لڑکے کی خبر پاتے ہی آتے اور اس بچہ کو وہیں قتل کر دیتے یا لے جا کر ہلاک کر ڈالتے۔

چنانچہ آپ کی والدہ ماجدہ جن کا نام یوحانذ تھا اس خوف سے کہ اسے میری آنکھیں ہلاک ہوتا نہ دیکھیں ایک تابوت بنوایا اور اس میں آپ کو لٹا کر دریائے نیل میں ڈال دیا اور آپ کی ہمشیرہ حضرت مریم کو فرمایا تم کنارے کنارے اس تابوت کو دیکھو کہ کہاں جاتا ہے چنانچہ اس کا واقعہ بیان فرمایا گیا۔

وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۖ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ⑦۔ اور دریا میں ڈالتے ہوئے تم کوئی خوف اور غم نہ کرنا ہم اسے تمہاری طرف لوٹائیں گے اور اسے رسولوں میں سے ایک رسول کریں گے۔

چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے کو اس تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا وہ تابوت دریا میں بہتا بہتا فرعون کے محل کے پاس آبشاروں سے گزرا۔

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا۔

تو اٹھالیا فرعون والوں نے اس لئے کہ وہ تھا ان کے لئے دشمن اور غم دینے والا۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕیْنَ ⑧ ۔ بے شک فرعون اور ہامان اور ان دونوں کا لشکر خطا کار تھا۔

التقاط عربی میں اٹھانے کو کہتے ہیں اور اسی وجہ سے گری پڑی چیز کو لقطہ بولتے ہیں اور گرے پڑے بچے کو لقیط کہتے ہیں۔ اور لِیَكُوْنَ لَهُمْ میں لام عاقبت ہے نہ کہ لام غرض۔ تو جنہوں نے تابوت موسیٰ علیہ السلام اٹھایا وہ بھی سمجھے کہ ہم نے اپنا دشمن پا لیا۔

مختصر یہ کہ جب تابوت کھولا تو اسے میں ایک حسین بچہ دیکھا فرعون نے آپ کو اپنا دشمن ہی جان کر جلاد بلا لیا تا کہ قتل کر دے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ زوجۂ فرعون کو حمایتی بنا دیا۔ یہ ایک شریف نیک بیوی تھیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ لَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ⑨ ۔ اور بولی فرعون کی بیوی یہ لڑکا تیری اور میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کر شاید کہ یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے متبنٰی کر لیں اور انہیں شعور نہ ہوا کہ یہی بڑا ہو کر اس کی ہلاکت کا موجب ہوگا۔

چنانچہ فرعون نے اس رائے سے اتفاق کر کے آیائیں تلاش کرائیں۔ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں ہیں دودھ پلانے والیاں آیائیں آئیں لیکن آپ نے کسی کا دودھ نہ پیا اور پیتے کیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ حَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ ہم نے تمام اناؤں کا دودھ پہلے ہی موسیٰ علیہ السلام پر حرام فرما دیا تھا۔

بہر حال اب فرعون پریشان ہے کہ اس بچے کی پرورش کیسے ہو۔ ادھر یہ ہوا کہ

وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ⑩ ۔

کہ صبح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا صبر ہاتھ سے جاتا رہا اور بے قرار ہونے لگیں اور قریب تھا کہ وہ اس راز کو ظاہر ہی کر دیتیں اگر ہم ان کی ڈھارس نہ بندھاتے تا کہ وہ یقین والی ہوں۔

چنانچہ بجائے آہ و بکا اضطرار و اضطراب کے آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت مریم کو فرمایا جس کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ ٘ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ⑪ ۙ۔

اور کہا ام موسیٰ نے ان کی بہن سے کہ اس تابوت کے پیچھے پیچھے جا اور اسے دیکھتی رہ کنارے کنارے سے کہ وہ سمجھ نہ سکیں۔

چنانچہ آپ کی ہمشیرہ چلیں تو یہ تماشا دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے انائیں آ رہی ہیں مگر آپ کسی کا دودھ نہیں لیتے اس کی وجہ یہ تھی جو ارشاد ہے:

وَ حَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ۔ اور ہم نے حرام کر دیا تھا پہلے ہی تمام اناؤں کا دودھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔

فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ⑫ ۔

تو کہا (آپ کی بہن نے احتیاطاً طور پر) کیا میں ایسے گھرانے والی بتاؤں جو اس بچے کی پرورش کرے تمہارے لئے اور وہ اس بچے کے لئے دردمند بھی ہو۔

اس وقت سب کو فکر تھی چنانچہ سنتے ہی سب نے کہا اس سے بہتر کیا ہے لاؤ اور جلدی لاؤ چنانچہ وہ لے گئیں اور حضرت یوحانذ پہنچ گئیں۔

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ۔

تو ہم نے لوٹا دیا موسیٰ کو ان کی والدہ کے پاس تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور آزردہ خاطر نہ ہو۔

وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ ۔

اور تا کہ وہ جان لے کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر نہیں جانتے۔

چنانچہ جیسے ہی والدہ ماجدہ نے چھاتی دی آپ نے فوراً دودھ پینا شروع کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے پاس زمانۂ رضاعت رہے اور فرعون نے دودھ پلائی کے عوض ایک اشرفی روزانہ کی مقرر کر دی جو ان کو ملتی رہی۔

پھر آپ ایام رضاعت کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس لے آئیں آپ وہاں پرورش پاتے رہے حتیٰ کہ عمر مبارک تیس سال سے زائد ہو گئی باقی مضمون رکوع آئندہ میں آئے گا۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ القصص ہے۔

مَكِّيَّةٌ كُلُّهَا عَلٰى مَارُوِیَ عَنِ الْحَسَنِ وَعَطَا وَ طَاوٗسَ وَ عِكْرِمَةَ۔ بروایت حسن وعطا اور طاؤس رحمہم اللہ یہ تمام کی تمام مکی ہے۔

وَ قَالَ مُقَاتِلُ فِيْهَا مِنَ الْمَدَنِيِّ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ۔ بقول مقاتل اس میں اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ سے لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ تک مدنی ہے۔

اور طبرانی ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ مذکورہ آئتیں اور آخر سورہ حدید ان اصحاب نجاشی کے حق میں نازل ہوئی جو احد میں شہید ہوئے۔ اس کے علاوہ اور بھی روائتیں ہیں۔ خلاصہ اور محقق یہ ہے کہ

چار آیتوں کے سوا جو اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ سے لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ تک ہیں سب مکی ہے اور ایک آیت ایسی ہے جو مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان نازل ہوئی جحفہ پر ہوا اس سے آگے اور وہ یہ آیت ہے اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ۔

اس سورۃ میں نو رکوع۔ اٹھاسی آیتیں۔ چار سو اکتالیس کلمات ہیں اور پانچ ہزار آٹھ سو حرف ہیں۔

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ ۔

حروف مقطعات کے ایک تاویلی معنی خلاصہ تفسیر میں بیان ہو چکے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں ط سے یَا طَاهِرُ عَنْ كُلِّ دَنَسٍ وَّ اِلْزَامٍ۔ س سے اَنْتَ سَیِّدُ الْعَالَمِ۔ م سے وَاَنْتَ مُحَمَّدٌ وَ مَحْمُوْدٌ عَلٰى لِسَانِ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ ۔ یہ آیتیں کتاب روشن کی ہیں یا قرآن کریم کی۔

نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۞ ۔

ہم آپ کو سناتے ہیں خبر موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سچی واسطے ایمان والوں کے۔

اس میں من تبعیضیہ اس لئے لایا گیا کہ تمام قصہ یہاں بھی بیان نہیں ہوا ہے گویا یوں فرمایا: نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ۔ یعنی ہم بعض خبر موسیٰ علیہ السلام کی وہ سناتے ہیں جو عجیب اور عظیم الشان ہیں اور وہ تمام کی تمام خبریں صحیح اور حق ہیں اور مومنین کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ وَ هُمْ مُنْتَفِعُوْنَ وہی اس سے زیادہ منتفع ہوں گے۔

اس کے بعد فرعون کی سرکشی اور کفر وطغیان کا تذکرہ شروع فرمایا چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ۔ بے شک فرعون جبر وظلم میں مصر کی زمین کے اندر حدود سے متجاوز ہو کر ظلم وعدوان میں بلند اور اونچا ہو گیا تھا حتیٰ کہ اس نے مصر والوں میں بھی تفریق کر دی تھی حَيْثُ قَالَ۔

وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا۔ اور کر دیا وہاں کے رہنے والوں کو جماعت جماعت۔

شیعہ درحقیقت جماعت کو کہتے ہیں۔ جیسے۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ۔ انہیں کی جماعت سے ابراہیم علیہ السلام تھے۔

اور هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ۔ یہ ان کی جماعت سے ہے اور یہ دشمن کی جماعت سے

اور فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ۔ استغاثہ کیا اس نے جو ان کی جماعت سے تھا۔

چنانچہ فرعون نے اپنے شر وفساد کے لئے علیحدہ علیحدہ جماعتیں بنا ڈالیں۔

بعض کو اپنی اطاعت کے لئے چھانٹا۔

بعض کو اپنی خدمت کے لئے۔

بعض کو تعمیر کے لئے۔

بعض کو کاشتکاری کے لئے۔

بعض کو زمین کھودنے کے لئے۔

غرض کہ مشقتوں میں ایک جماعت کو ایسا ڈالا کہ وہ تنگ آ گئے تھے اس پر یہ اور ظلم تھا کہ جو نہ کر سکتا تھا اس پر جزیہ لگا دیتا۔

يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ۔ پھر بنی اسرائیل پر یہ ظلم تھا کہ اسے مقہور اور کمزور کر رکھا تھا اور ان کو ذلیل پیشوں پر مجبور کرتا تھا۔ حتیٰ کہ نجومیوں کاہنوں نے ایک بار فرعون سے کہہ دیا کہ يُوْلَدُ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مَوْلُوْدٌ يَذْهَبُ مُلْكُكَ عَلٰى يَدِهٖ۔ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا ہوگا جو تیری سلطنت لے جائے گا۔ چنانچہ

يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ۔

اس نے بنی اسرائیل کی اولاد نرینہ کا قتل عام شروع کر دیا اور لڑکیاں زندہ رکھتا تھا۔ علامہ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اِنَّهٗ رَاٰى فِيْ مَنَامِهٖ اَنَّ نَارًا اَقْبَلَتْ مِنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ حَتّٰى اشْتَمَلَتْ عَلٰى بُيُوْتِ مِصْرَ فَاَحْرَقَتِ الْقِبْطَ وَتَرَكَتْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَسَاَلَ عُلَمَآءَ قَوْمِهٖ فَقَالُوْا يَخْرُجُ مِنْ هٰذَا الْبَيْتِ رَجُلٌ يَكُوْنُ هِلَاكُ

مِصْرَ عَلٰی یَدِهٖ فَاَخَذَ یَفْعَلُ مَا یَفْعَلُ۔

فرعون نے خواب میں دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی حتیٰ کہ وہ مصر کے گھروں پر چھا گئی اور قبطیوں کو جلا دیا اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دیا تو اس نے اپنی قوم کے علماء سے تعبیر مانگی انہوں نے کہا کہ اس شہر سے ایک ایسا آدمی نکلے گا جس کے ہاتھ سے مصر ہلاک ہو جائے گا تو اس نے اس تعبیر کے تدارک کے لئے جو کچھ کیا سو کیا۔

وَلَا یَخْفٰی اَنَّهٗ مِنَ الْحُمْقِ بِمَكَانٍ اِذْ لَوْصَدَقَ الْكَاهِنُ اَوِ الرُّؤْیَا فَمَا فَائِدَةُ الْقَتْلِ وَاِلَّا فَمَا وَجْهُهٗ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ جو کچھ فرعون نے کیا محض بر بنائے حماقت کیا اس لئے کہ اگر کاہن سچے تھے یا خواب صحیح تھا تو قتل عام کا کچھ فائدہ نہ تھا جو ہونا تھا وہ ہو کر رہتا۔ اور اگر خواب وخیال یا کاہنوں کا بیان محض وہم تھا تو بھی ایسے ظلم کی کوئی وجہ نہ تھی۔

یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ محافظت ملکی کے لئے قتل اولاد اور مظالم عام شریعت فرعون تھی اور جو قیامت تک محافظت ملک کے لئے قتل وقتال کرے گا اور رعایا پر ظلم وجور روا رکھے گا وہ شریعت فرعونی ہی کا متبع ہوگا۔ پھر اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو فرعون کا ہوا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی عزوجل ہے:

اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۴﴾ ۔ بے شک وہ فسادی تھا۔

یعنی وہ راسخ تھا افساد میں اس پر حمیت حق حرکت میں آئی۔

وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ۔

اور ہم نے ارادہ کیا کہ احسان کریں ان پر جو ضعیف تھے زمین مصر میں۔

اور انہیں اس کے مظالم وجبر وتشدد سے نجات دیں۔

وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ۔

اور کریں ہم ان ضعیفوں کمزوروں کو سردار دین ودنیا میں اور کردیں انہیں ملک فرعون اور اس کی قوم کا ارض مصر میں وارث

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ اَیْ فِیْ اَرْضِ مِصْرَ فَالْمَعْنٰی نُسَلِّطُهُمْ عَلٰی اَرْضِ مِصْرَ یَتَصَرَّفُوْنَ وَ یَنْفُذُ اَمْرُهُمْ فِیْهَا كَیْفَمَا یَشَآءُوْنَ۔ یعنی ارض مصر میں اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم زمین مصر پر ان کو مسلط کریں گے اور ان کا حکم نافذ ہوگا اس میں جیسے وہ چاہیں۔

اور اس تسلط سے مراد مصر وشام کا تسلط ہے اس لئے کہ بنی اسرائیل کا مسکن تو شام تھا لہٰذا دونوں جگہ ان کا تسلط رہے گا۔

وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾ ۔

اور دکھائیں گے ہم فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کو وہی جس کا انہیں ان سے خطرہ تھا۔

یعنی فرعونی منجموں کاہنوں نے فرعون سے جو کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک فرزند ایسا ہوگا جس کے ہاتھ سے ان کے ملک کا زوال اور ان کی ہلاکت ہے۔ كَذَا قَالَ الْاٰلُوْسِیُّ اَیْ یَتَوَفَّوْنَ مِنْ ذَهَابِ مُلْكِهِمْ وَ هَلَكِهِمْ عَلٰی یَدِ مَوْلُوْدٍ مِّنْهُمْ۔

وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوْسٰۤی اَنْ اَرْضِعِیْهِ۔ اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ اسے دودھ پلا۔

والدۂ موسیٰ علیہ السلام کے نام میں اختلاف ہے چنانچہ

قِيْلَ هِيَ مِحْيَانَه بِنْتُ يَصْهَرَ بِنِ لَاوِئ۔ ایک قول ہے کہ وہ محیانہ بنت یصہر بن لاوی تھیں۔

وَ قِيْلَ يُوْخَابِذ۔ ایک اور قول ہے کہ ان کا نام یوخابذ تھا۔

وَ قِيْلَ يَارِخَا۔ ایک قول ہے کہ ان کا نام یارخا تھا۔

وَ قِيْلَ يَارَخْت۔ ایک قول ہے کہ وہ یارخت تھیں۔

اس کے علاوہ اعمال کی کتابوں میں رعیبہ بنت ثعلبہ بھی نام آیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ وحی کیسے ہوئی؟

جبکہ یہ اجماع سے ثابت ہے کہ وہ نبی نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ نبوت عورتوں میں نہیں ہوتی۔ البتہ یہ مسلم ہے کہ ملائکہ علیہم السلام غیر انبیاء کی طرف بھی بھیجے گئے اور انہوں نے کلام بھی فرمایا۔

اس بنا پر یہ وحی لغوی معنی یعنی خفیہ پیغام کے ہے بذریعہ ملک آیا ہو جیسا کہ قطرب اور ایک جماعت کا خیال ہے۔ اور سید المفسرین ابن عباس فرماتے ہیں: اِنَّهٗ كَانَ اِلْهَامًا۔ کہ وہ الہام تھا۔

وَ قَالَ قَوْمٌ اِنَّهٗ كَانَ رُؤْيَا مَنَام صَادِقَةٍ قَصَّ فِيْهَا اَمْرَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَوْقَعَ اللّٰهُ فِيْ قَلْبِهَا الْيَقِيْنَ۔

ایک جماعت کی رائے ہے کہ وہ خواب رویاء صادقہ تھا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ بیان ہوا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں اس امر کا یقین پیدا کر دیا۔

وَحُكِيَ عَنِ الْجُبَّائِيِّ اَنَّهَا رَاَتْ فِيْ ذٰلِكَ رُؤْيَا فَقَصَّتْهَا عَلٰى مَنْ تَثِقُ بِهٖ مِنْ عُلَمَآءِ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ فَعَبَّرُوْهَا لَهَا۔ ایک روایت جبائی سے ہے کہ آپ کی والدہ نے خواب دیکھا آپ نے علماء بنی اسرائیل میں سے انہیں سنایا جن پر یقین تھا تو اس نے یہ تعبیر دی۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ ضَعَتْ مُوْسٰى اُمُّهٗ فِيْ زَمَنِ الذَّبْحِ فَلَمْ تَدْرِ مَا تَصْنَعُ فِيْ اَمْرِهٖ وَ اَوْحَيْنَا اِلَيْهَا۔ جبکہ فرعون بچے ذبح کرا رہا تھا اسی زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے کیسے محفوظ کریں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ۔ ہم نے الہام کیا موسیٰ کی والدہ کو کہ وہ دودھ پلائیں۔

چنانچہ آپ نے تین ماہ دودھ پلایا اس مدت میں آپ بالکل نہ روئے اور یہ راز ماں بہن میں مرموز رہا۔ پھر وحی الہامی ہوئی کہ

فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

تو جب تجھے اس پر اندیشہ ہو تو اسے بے خوف و خطر اور بلا اندیشہ و غم دریا میں ڈال دے بے شک ہم اسے تیری طرف واپس لائیں گے اور اسے رسولوں میں کریں گے۔

چنانچہ جب ہمسائے واقف ہو گئے اور آپ کو خوف ہوا کہ اب ان میں سے کوئی مخبری نہ کر دے تو آپ نے دریا میں ڈالنے کی سوچی۔ چنانچہ مفصل قصہ روح البیان میں اس طرح ہے:

رُوِيَ اَنَّهَا لَمَّا ضَرَبَهَا الطَّلْقُ دَعَتْ قَابِلَةً مِّنَ الْمُوَكَّلَاتِ بِحُبَالٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ فَعَالَجَتْهَا فَلَمَّا

وَقَعَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَی الْاَرْضِ هَالَهَا نُوْرٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ وَارْتَعَشَ کُلُّ مِفْصَلٍ مِّنْهَا وَدَخَلَ حُبُّهٗ قَلْبَهَا بِحَیْثُ مَنَعَهَا مِنَ السِّعَایَةِ فَقَالَتْ لِاُمِّهٖ اَحْفَظِیْهِ فَلَمَّا خَرَجَتْ جَآءَ عُیُوْنُ فِرْعَوْنَ فَلَفَّتْهُ فِیْ خِرْقَةٍ وَاَلْقَتْهُ فِیْ تَنُّوْرٍ مَّسْعُوْرٍ لَمْ تَعْلَمْ مَا تَصْنَعُ لِمَا طَاشَ مِنْ عَقْلِهَا فَطَلَبُوْا فَلَمْ یَجِدُوْا شَیْئًا فَخَرَجُوْا وَهِیَ لَا تَدْرِیْ مَکَانَهٗ فَسَمِعَتْ بُکَآئَهٗ مِنَ التَّنُّوْرِ فَانْطَلَقَتْ اِلَیْهِ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی النَّارَ عَلَیْهِ بَرْدًا وَّ سَلَامًا فَاَخَذَتْهُ۔

جب وضع حمل کا وقت آ گیا تو آپ نے قابلہ کو بلایا جو حاملہ بنی اسرائیل پر مقرر تھیں۔ اس نے جنایا جب موسیٰ علیہ السلام کو زمین پر ڈال دیا اسے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے ایک نور نے گھیر لیا اس کی نظر جب اس معجزانہ شان پر پڑی تو اس کا بدن کانپ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت اس کے دل میں پیدا ہو گئی جس سے وہ مارنے سے باز رہ گئی اور آپ کی والدہ سے کہنے لگی اسے حفاظت سے محفوظ رکھو۔

جب وہ چلی گئی تو سی آئی ڈی فرعون کے آ گئے آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دہکتے تنور میں ڈال دیا اور آپ کچھ نہ کر سکیں عقل جاتی رہی۔

جو اسیس فرعون نے گھر میں دیکھا بھالا اور کچھ نہ پایا تو چلے گئے اور آپ اس قدر بے حواس تھیں کہ آپ کو یہ بھی خیال نہ رہا کہ موسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں۔

کہ آپ کے رونے کی آواز تنور سے سنی اور اس طرف گئیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وہ تنور کی آگ بردوسلام کر دی تھی۔

فَلَمَّا اَلَحَّ فِرْعَوْنُ فِیْ طَلَبِ الْوِلْدَانِ وَاجْتَهَدَ الْعُیُوْنُ فِیْ تَفَحُّصِهَا اَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهَا مَا اَوْحٰی وَاَرْضَعَتْهُ ثَلَاثَةَ اَشْهُرٍ اَوْ اَرْبَعَةً اَوْ ثَمَانِیَةً عَلٰی اِخْتِلَافِ الرِّوَایَاتِ۔

جب فرعون کی تاکید بچوں کی تلاش میں بڑھی اور جو اسیس زیادہ کوشاں ہوئے تفحص و تجسس میں تو اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا آپ کی والدہ کو۔ اس وقت آپ تین ماہ یا چار ماہ یا آٹھ ماہ دودھ پلا چکی تھیں اس معاملہ میں روایات میں اختلاف ہے۔

فَلَمَّا خَافَتْ عَلَیْهِ عَمِدَتْ اِلٰی بَرْدِیٍّ فَصَنَعَتْ مِنْهُ تَابُوْتًا اَیْ صَنْدُوْقًا فَطَلَّتْهُ بِالْقَارِ مِنْ دَاخِلِهٖ۔

تو جب آپ کو ان پر خوف ہوا تو آپ نے ترکھان کو طلب کیا اس سے ایک صندوق بنوا کر اس کے اندر روغن کرایا۔

وَوَضَعَتْ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْهِ وَاَلْقَتْهُ فِی النِّیْلِ بَیْنَ اَحْجَارٍ عِنْدَ بَیْتِ فِرْعَوْنَ۔ اور اس میں موسیٰ علیہ السلام کو لٹایا اور اسے بند کر کے دریائے نیل میں ایسی جگہ ڈال دیا جہاں فرعون کے محل کے پاس کچھ روڑے تھے۔

فَخَرَجَ جَوَارِیْ اٰسِیَةَ اِمْرَاَةِ فِرْعَوْنَ یَغْتَسِلْنَ فَوَجَدْنَهٗ فَاَدْخَلْنَهٗ اِلَیْهَا وَظَنَنَّ اَنَّ فِیْهِ مَالًا فَلَمَّا فَتَحَتْهُ رَاَتْهُ اٰسِیَةُ وَوَقَعَتْ عَلَیْهِ رَحْمَتُهَا فَاَحَبَّتْهُ وَاَرَادَ فِرْعَوْنُ قَتْلَهٗ فَلَمْ تَزَلْ تُکَلِّمُهٗ حَتّٰی تَرَکَهٗ لَهَا۔

تو آسیہ کی ہمسایہ عورتیں غسل کے لئے جب آئیں تو انہوں نے وہ صندوق دیکھا تو وہ دریا میں داخل ہوئیں اسے لینے کے لئے اور گمان کیا کہ اس میں مال ہے تو جب کھولا تو ایک حسین بچہ پایا تو انہوں نے حضرت آسیہ کو دکھایا آپ کی جب نظر بچے پر پڑی تو رحم آیا اور وہ محبت کرنے لگی اب فرعون تو قتل پر آمادہ تھا حضرت آسیہ حضرت موسیٰ کی حمایت میں آپ بولتی ہی رہیں یہاں تک کہ آپ نے قتل کا ارادہ فرعون کا ترک نہ کرالیا۔

وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَیْرِہٖ اَنَّہٗ کَانَ لِفِرْعَوْنَ یَوْمَئِذٍ بِنْتٌ لَمْ یَکُنْ لَہٗ وَلَدٌ غَیْرَھَا وَکَانَ مِنْ اَکْرَمِ النَّاسِ اِلَیْہِ وَکَانَ بِھَا بَرَصٌ شَدِیْدٌ اَعْیَا الْاَطِبَّاءَ وَکَانَ قَدْ ذُکِرَ لَہٗ اَنَّھَا لَا تَبْرَأُ اِلَّا مِنْ قِبَلِ الْبَحْرِ یُؤْخَذُ مِنْہُ شِبْہُ الْاِنْسِیِّ یَوْمَ کَذَا مِنْ شَھْرٍ کَذَا حِیْنَ تَشْرُقُ الشَّمْسُ فَیُؤْخَذُ مِنْ رِیْقِہٖ فَیُلْطَخُ بِہٖ بَرَصُھَا فَتَبْرَأُ۔

ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے کہ فرعون کی ایک لڑکی تھی اس کے سوا کوئی اولاد نہ تھی اور وہ فرعون کو بہت محبوب تھی اور اسے برص کا مرض تھا۔ علاج سے اطباء تھک چکے تھے انہوں نے کہہ دیا تھا کہ یہ درست نہیں ہو سکتی مگر جب دریا سے انسانی شبیہ میں فلاں دن فلاں مہینہ آفتاب کے طلوع کے وقت نکلے گا اس کا لعاب دہن یہ ملے گی تو آرام ہوگا۔

چنانچہ جب یہ تابوت ملا تو بنت فرعون نے لعاب دہن اقدس ملنا شروع کر دیا اور وہ اس سے تندرست ہوگئی۔ اس کے علاوہ بھی روایتیں ہیں مَنْ شَآءَ فَلْیَنْظُرْ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ لِلْاٰلُوْسِیِّ الْبَغْدَادِیِّ۔

غرضکہ اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ جو وعدہ تھا وہ اس طرح پورا ہوا۔

فَالْتَقَطَہٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَکُوْنَ لَھُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَھَامٰنَ وَجُنُوْدَھُمَا کَانُوْا خٰطِئِیْنَ ⑧۔

تو اٹھالیا اسے فرعون والوں نے تاکہ وہ ان کا دشمن اور موجب غم ہو بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْاِلْتِقَاطُ الْوِجْدَانُ مِنْ غَیْرِ قَصْدٍ۔ التقاط عربی میں بلا قصد و تتبع کسی چیز کے پانے کو کہتے ہیں اور اسی سے لقطہ گری پڑی چیز کے پانے کو کہا جاتا ہے۔

اور فرعون اور ہامان اور اس کے لشکریوں کو خاص اس لئے کہا کہ رُوِیَ اَنَّہٗ ذَبَحَ فِیْ طَلَبِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ تِسْعُوْنَ اَلْفُ وَلِیْدٍ۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے تتبع میں نوے ہزار بچے قتل کر ڈالے تھے۔

اور خاطئین خطا سے ہے اور خطا ذنب سے ہے۔ اساس میں ہے: یُقَالُ خَطِئَ خَطأً اِذَا تَعَمَّدَ الذَّنْبَ۔ آگے اجمال فرما کر تذکرہ شروع ہے۔

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَکَ ۭ لَا تَقْتُلُوْہُ ڰ عَسٰٓی اَنْ یَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ⑨۔ اور کہا فرعون کی بیوی نے ٹھنڈک ہے میری آنکھ کی اور تیرے لئے بھی اسے قتل نہ کرو کہ شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے متبنیٰ کر لیں اور وہ بے خبر تھے۔

کہ اس سے کیا کیا حقائق منکشف ہوں گے۔ امرأۃ فرعون سے مراد آسیہ بنت مزاحم بن عبید بن ریان بن ولید ہے کَانَ فِرْعَوْنُ مِصْرَ فِیْ زَمَنِ یُوْسُفَ الصِّدِّیْقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَعَلٰی ھٰذَا لَمْ تَکُنْ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔ یہ فرعون مصر زمانہ حضرت یوسف علیہ السلام میں تھا اسی بنا پر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل سے نہ تھا۔

فرعون عموماً مصر کے بادشاہ کو کہا جاتا ہے چنانچہ فراعنہ مصر بہت سے ہوئے ہیں۔

اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا اسباط موسیٰ علیہ السلام سے تھیں۔

اور سہیلی کہتے ہیں: اِنَّھَا کَانَتْ عَمَّتُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ حضرت آسیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پھوپھی تھیں۔

تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تابوت سے نکالا گیا تو حضرت آسیہ نے فرمایا: لَا تَقْتُلُوْہُ ڰ عَسٰٓی اَنْ یَّنْفَعَنَآ۔ اور

یہ وہ وقت تھا جب بنت فرعون صحت یاب ہوگئیں تو آسیہ کے دل میں ان کی طرف سے محبت جوش زن ہوئی۔ یہاں کا تو یہ قصہ ہے اب آپ کی والدہ کا کیا حال ہوا وہ بیان کیا جاتا ہے۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۔

اور صبح یعنی صبح کی والدۂ موسیٰ علیہ السلام نے اس حال میں کہ ان کا دل تمام باتوں سے فارغ تھا۔

سوائے ذکر موسیٰ علیہ السلام کے یَعْنِیْ صَارَ خَالِیًا مِّنْ کُلِّ شَیْءٍ غَیْرِ ذِکْرِ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

اور فریابی اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم بطریقہ ابن عباس راوی ہیں اور ایسا ہی ابن مسعود اور حسن مجاہد حضرت عکرمہ سے راوی ہیں: قَالَ فِرْقَةٌ فَارِغًا مِّنَ الصَّبْرِ۔ یعنی آپ سے دامن صبر چھوٹ گیا تھا۔

اور ابن زید فرماتے ہیں: فَارِغًا مِّنْ وَعْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَوَحْیِهٖ سُبْحَانَهٗ اِلَیْهَا تَنَاسَتْ ذٰلِکَ مِنَ الْهَمِّ۔

آپ بھول گئیں تھیں اس وقت فرط غم کی وجہ سے تمام وعدہ ہائے الٰہی اور وحی اللہ تعالیٰ کی۔

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ۔ قریب تھا کہ وہ اس کا حال کھول دیتی۔ یعنی غم واندوہ میں رونا شروع کر دیتی۔

لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۱۰ ۔

اگر ہم اس کے دل کو ڈھارس نہ بندھاتے کہ اسے ہمارے وعدہ پر یقین ہے یعنی اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ جو ہم نے وعدہ دیا تھا وہ ہماری طرف سے اس پر ایمان و یقین دلاتا تھا۔ ورنہ عام خواتین کی طرح رو پڑتیں۔ اور وَا اِبْنَاهُ وَ اِبْنَاهُ کہہ کر پکارنے لگتیں۔ لیکن صبر و تحمل کی وجہ ہی یہ تھی کہ ان کے دل کو ہم نے ڈھارس بندھا دی تھی۔

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝۱۱ ۔

اور والدۂ موسیٰ نے آپ کی بہن مریم کو فرمایا قُصِّیْهِ پیچھے پیچھے اس تابوت کے جا کنارے کنارے ایسے کہ فرعونیوں کو خبر نہ ہو۔

قُصِّیْهِ۔ کا ترجمہ آلوسی کرتے ہیں: اَیْ اِتَّبِعِیْ اَثَرَهٗ وَ تَبْتَغِیْ خَبَرَهٗ كَاَنَّكِ لَا تُرِیْدُهٗ۔ اس کے پیچھے لگ اور خبر لگاتی رہ۔

عَنْ جُنُبٍ۔ اَیْ عَنْ بُعْدٍ۔ یعنی دور دور سے دیکھتی رہ وَ قِیْلَ النَّظْرُ اِلٰی جُنُبٍ اَنْ تَنْظُرَ اِلَی الشَّیْءِ كَاَنَّكَ لَا تُرِیْدُهٗ۔ ایک قول ہے کنکھیوں سے کسی شے کو دیکھنا گویا کہ اس کا ارادہ نہیں ہے۔

چنانچہ آپ کنارہ کنارہ دریا کے چلتی رہیں اور تابوت پانی کی موجوں میں جاتا رہا۔ حتیٰ کہ فرعون کے محل میں پہنچ گیا۔ اور سفارش آسیہ سے آپ کے قتل کی بجائے اناؤں کی تلاش شروع ہوئی اور قدرت نے یہ نظام کیا کہ وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ۔ ہم نے موسیٰ پر تمام دودھ والیوں کا دودھ پہلے ہی حرام کر دیا تھا۔

یہ حرمت تحریم شرعی نہ تھی اس لئے کہ حرمت وحلت کے احکام مکلف بالا حکام کے لئے ہیں بلکہ یہ حرمت طبعی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے قلب میں تمام مرضعہ عورتوں سے نفرت ڈال دی تھی۔

مَرَاضِعَ۔ جمع ہے مرضعہ کی اور مرضعہ دودھ پلانے والی آیا کو کہتے ہیں۔

مِنۡ قَبۡلُ۔ سے یہ مراد ہے کہ اناؤں کے آنے سے پہلے ہی ہم نے قلب موسیٰ میں نفرت پیدا کر دی تھی۔ جب آپ کی بہن حضرت مریم نے یہ نقشہ دیکھا کہ آپ کسی کا دودھ نہیں لیتے ہیں تو آپ آگے بڑھیں۔ جس کا تذکرہ فرمایا:

فَقَالَتۡ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰۤى اَهۡلِ بَيۡتٍ يَّكۡفُلُوۡنَهٗ لَـكُمۡ وَهُمۡ لَهٗ نٰصِحُوۡنَ ﴿۱۲﴾۔

تو بولیں آپ کی بہن حضرت مریم کیا میں ایک ایسی آیا بتاؤں جو ایک گھرانے کی شریف خاندان ہے جو اس بچے کو پرورش کر دے تمہارے لئے اور وہ اس کی خیر خواہ ہو۔

اور اس کی پرورش اور خدمت میں کوتاہی نہ کرے گی۔ اور یہ مکالمہ آپ نے عربی میں ہی کیا اس لئے کہ اِنَّ الْفَرَاعِنَةَ مِنْ بَقَايَا الْعَمَالِقَةِ وَكَانُوْا يَتَكَلَّمُوْنَ فِي الْعَرَبِيَّةِ۔ فراعنہ مصر عمالقہ سے بچے ہوئے تھے اور وہ عربی میں گفتگو کرتے تھے۔ غرضیکہ انہوں نے جب سنا تو کہا جاؤ اور جلدی لاؤ۔ چنانچہ آپ وہاں سے۔

فَرَدَدۡنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَىۡ تَقَرَّ عَيۡنُهَا وَلَا تَحۡزَنَ وَلِتَعۡلَمَ اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳﴾ ع۔

تو واپس کیا ہم نے ان کو ان کی والدہ کی طرف کہ آنکھیں ٹھنڈی کریں اور غمگین نہ ہوں اور یہ اس لئے کہ وہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے۔

روح المعانی میں اس پر یوں روایت ہے: رُوِيَ اَنَّ اُخْتَهٗ لَمَّا قَالَتْ مَا قَالَتْ اَمَرَهَا فِرْعَوْنُ بِاَنْ تَأْتِيَ بِمَنْ يَّكْفُلُهٗ فَاَتَتْ بِاُمِّهٖ وَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى يَدِ فِرْعَوْنَ يَبْكِيْ وَ هُوَ يُعَلِّلُهٗ فَدَفَعَهٗ اِلَيْهَا فَلَمَّا وَجَدَ رِيْحَهَا اسْتَاْنَسَ وَالْتَقَمَ ثَدْيَهَا۔

جب آپ کی بہن نے فرعون سے کہا تو فرعون نے حکم دیا کہ اسے جلدی سے لا تو وہ آپ کی والدہ کے پاس آئیں اور موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ہاتھ میں رو رہے تھے اور وہ بہلا رہا تھا فرعون نے آپ کو ان کی گود میں دے دیا آپ نے جب اپنی والدہ کی بو پائی تو فوراً مانوس ہوئے اور ماں کی چھاتی منہ میں لے لی۔

تو فرعون متعجب ہوا کہ اتنی انائیں بلائیں اس بچے نے کسی کا دودھ نہ لیا اس کا دودھ کیسے لے لیا۔

فَقَالَ مَنْ اَنْتِ مِنْهُ فَقَدْ اَبٰى كُلَّ ثَدْيٍ اِلَّا ثَدْيَكِ۔ اور کہنے لگا تم اس بچے کی کیا ہو اس نے تمام انائیں رد کر دیں مگر تمہارا دودھ لے لیا۔

فَقَالَتْ اِنِّيْ اِمْرَاَةٌ طَيِّبَةُ الرِّيْحِ طَيِّبَةُ اللَّبَنِ لَا اُوْتٰى بِصَبِيٍّ اِلَّا قَبِلَنِيْ فَقَرَّرَهٗ فِيْ يَدِهَا فَرَجَعَتْ بِهٖ اِلٰى بَيْتِهَا مِنْ يَوْمِهَا وَاَمَرَ اَنْ يُّجْرٰى عَلَيْهَا النَّفَقَةُ وَلَيْسَ اَخْذَهَا ذٰلِكَ مِنْ اَخْذِ الْاُجْرَةِ عَلٰى اِرْضَاعِهَا اِيَّاهُ۔

آپ نے فرمایا میں ایک خاتون طیبۃ الریحہ اور طیبۃ اللبن ہوں میرے پاس جو بھی بچہ لایا جائے وہ ضرور میرا دودھ پی لیتا ہے۔ غرضیکہ فرعون نے آپ کو مقرر کر لیا اور آپ موسیٰ علیہ السلام کو لے کر گھر آ گئیں اور فرعون نے کچھ خرچ مقرر کر دیا اور اس سے قبل آپ نے کبھی دودھ پلانے کی اجرت پر کسی کی ملازمت نہ کی تھی سوائے اپنے لخت جگر کے۔

وَ كَانَتِ النَّفَقَةُ عَلٰى مَا فِي الْبَحْرِ دِيْنَارًا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ۔ اور بحر کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا نفقہ ایک دینار طلائی مقرر رہا۔ بقیہ قصہ دوسرے رکوع میں ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۴

اور جب موسیٰ اپنی جوانی پر آئے اور پورے زور آور ہو گئے ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو

وَ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۵

اور داخل ہوا موسیٰ اس شہر میں جبکہ وہاں والے دوپہر کی خواب میں تھے تو اس میں دو آدمی پائے لڑتے ہوئے ایک موسیٰ کے گروہ کا اور دوسرا ان کے دشمنوں سے تو وہ جو اس کے گروہ سے تھا اس نے موسیٰ سے مدد مانگی اس پر جو موسیٰ کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ نے اس کے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا فرمایا یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا بے شک وہ دشمن گمراہ کرنے والا کھلم کھلا ہے

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۱۶

عرض کی موسیٰ نے اے میرے رب میں نے ظلم کیا اپنی جان پر تو مجھے معاف کر تو رب نے اسے بخش دیا بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۷

عرض کی اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر احسان کیا تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا

فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۸

تو صبح کی اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے تو جبھی دیکھا کہ وہ جس نے مدد چاہی تھی کل فریاد کر رہا ہے۔ موسیٰ نے اس سے فرمایا بے شک تو کھلا گمراہ ہے

فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَ مَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝۱۹

تو جب موسیٰ نے چاہا کہ اس پر گرفت کرے جو ان دونوں کا دشمن ہے تو وہ بولا اے موسیٰ کیا تم مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تم تو یہی چاہتے ہو کہ سخت گیر بنو زمین میں اور آپ اصلاح نہیں چاہتے

وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۫ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝۲۰

اور آیا ایک شخص شہر کنارے سے دوڑتا ہوا بولا اے موسیٰ دربار والے آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو نکل جائیے یہاں سے میں آپ کا خیر خواہ ہوں

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾

تو نکلے موسیٰ اس شہر سے ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے اور عرض کی اے میرے رب مجھے ظالموں سے نجات دے

حل لغات دوسرا رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

وَ - اور | لَمَّا - جب | بَلَغَ - پہنچا | اَشُدَّهٗ - اپنی جوانی کو
وَ - اور | اسْتَوٰى - زور پر آیا | اٰتَيْنٰهُ - دیا ہم نے اس کو | حُكْمًا - حکمت
وَّ - اور | عِلْمًا - علم | وَ - اور | كَذٰلِكَ - اسی طرح
نَجْزِي - بدلہ دیتے ہیں ہم | الْمُحْسِنِيْنَ - نیکوں کو | وَ - اور | دَخَلَ - داخل ہوا
الْمَدِيْنَةَ - شہر میں | عَلٰى - اوپر | حِيْنِ - وقت | غَفْلَةٍ - بے خبری کے
مِّنْ اَهْلِهَا - اس کے رہنے والوں سے | فَوَجَدَ - تو پائے | فِيْهَا - اس میں
رَجُلَيْنِ - دو آدمی | يَقْتَتِلٰنِ - لڑتے | هٰذَا - یہ تو | مِنْ شِيْعَتِهٖ - اس کی
جماعت کا تھا | وَ - اور | هٰذَا - یہ | مِنْ عَدُوِّهٖ - اس کا دشمن تھا
فَاسْتَغَاثَهُ - تو مدد مانگی اس سے | الَّذِيْ - اس نے | مِنْ شِيْعَتِهٖ - جو اس کی
جماعت کا تھا | عَلَى - اوپر | الَّذِيْ - اس کے | مِنْ عَدُوِّهٖ - جو اس کا
دشمن تھا | فَوَكَزَهٗ - تو گھونسہ مارا اس کو | مُوْسٰى - موسیٰ نے | فَقَضٰى - تو کام ہوگیا
عَلَيْهِ - اس کا | قَالَ - کہا | هٰذَا - یہ ہے | مِنْ عَمَلِ - کام
الشَّيْطٰنِ - شیطانی | اِنَّهٗ - بے شک وہ | عَدُوٌّ - دشمن ہے | مُّضِلٌّ - گمراہ کرنے والا
مُّبِيْنٌ - کھلا کھلا | قَالَ - کہا | رَبِّ - اے میرے رب | اِنِّيْ - بے شک میں نے
ظَلَمْتُ - ظلم کیا | نَفْسِيْ - اپنی جان پر | فَاغْفِرْ - تو بخش دے | لِيْ - مجھ کو
فَغَفَرَ - تو بخش دیا | لَهٗ - اس کو | اِنَّهٗ - بے شک | هُوَ - وہ
الْغَفُوْرُ - بخشنے والا | الرَّحِيْمُ - مہربان ہے | قَالَ - کہا | رَبِّ - اے میرے رب
بِمَآ - اس وجہ سے کہ | اَنْعَمْتَ - احسان کیا تو نے | عَلَيَّ - مجھ پر | فَلَنْ - تو کبھی نہ
اَكُوْنَ - ہوں گا میں | ظَهِيْرًا - مددگار | لِّلْمُجْرِمِيْنَ - مجرموں کا | فَاَصْبَحَ - تو صبح کی
فِي - بیچ | الْمَدِيْنَةِ - شہر کے | خَآئِفًا - ڈرتے ہوئے | يَّتَرَقَّبُ - انجام کا منتظر
فَاِذَا - تو ناگہاں | الَّذِي - وہ جس نے | اسْتَنْصَرَهٗ - مدد مانگی تھی آپ سے
بِالْاَمْسِ - کل | يَسْتَصْرِخُهٗ - وہ آپ کو چیخ کر بلا رہا تھا | قَالَ - کہا
لَهٗ - اس کو | مُوْسٰى - موسیٰ نے | اِنَّكَ - بے شک تو | لَغَوِيٌّ - گمراہ ہے
مُّبِيْنٌ - ظاہر | فَلَمَّآ - تو جب | اَنْ اَرَادَ - اس نے ارادہ کیا

اَنْ۔ یہ کہ	یَّبْطِشَ۔ پکڑے	بِالَّذِیْ۔ اس کو	هُوَ۔ کہ وہ
عَدُوٌّ۔ دشمن تھا	لَّهُمَا۔ ان کا	قَالَ۔ بولا	یٰمُوْسٰۤی۔ اے موسیٰ
اَ۔ کیا	تُرِیْدُ۔ چاہتا ہے تو	اَنْ۔ یہ کہ	تَقْتُلَنِیْ۔ قتل کرے مجھ کو
كَمَا۔ جیسے	قَتَلْتَ۔ قتل کیا تو نے	نَفْسًا۔ ایک آدمی	بِالْاَمْسِ۔ کل
اِنْ۔ نہیں	تُرِیْدُ۔ چاہتا تو	اِلَّاۤ۔ مگر	اَنْ۔ یہ کہ
تَكُوْنَ۔ ہو تو	جَبَّارًا۔ سرکش	فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	تُرِیْدُ۔ چاہتا تو	اَنْ۔ یہ کہ
تَكُوْنَ۔ ہو تو	مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ۔ اصلاح کرنے والوں سے		وَ۔ اور
جَآءَ۔ آیا	رَجُلٌ۔ ایک آدمی	مِّنْ اَقْصَا۔ دور کنارے	الْمَدِیْنَةِ۔ شہر سے
یَسْعٰی۔ دوڑتا ہوا	قَالَ۔ کہا	یٰاَ۔ اے	مُوْسٰی۔ موسیٰ
اِنَّ۔ بے شک	الْمَلَاَ۔ سردار	یَاْتَمِرُوْنَ۔ مشورہ کرتے ہیں	بِكَ۔ تیرے متعلق
لِیَقْتُلُوْ۔ کہ قتل کردیں	كَ۔ تجھ کو	فَاخْرُجْ۔ تو نکل جا	اِنِّیْ۔ بے شک میں
لَكَ۔ تیرے لئے	مِنَ النّٰصِحِیْنَ۔ خیر خواہوں سے ہوں		فَخَرَجَ۔ تو نکلا
مِنْهَا۔ اس سے	خَآئِفًا۔ ڈرتا ہوا	یَّتَرَقَّبُ۔ پیچھے دیکھتا	قَالَ۔ کہا
رَبِّ۔ اے میرے رب	نَجِّنِیْ۔ نجات دے مجھے	مِنَ الْقَوْمِ۔ قوم	الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالم سے

خلاصہ تفسیر اردو دوسرا رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤی اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴﴾ ۔ اور جب پہنچا موسیٰ اپنی جوانی کو اور پورے شباب میں آیا ہم نے اسے حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

یعنی حکمت وعلم تو عطا کیا مگر ابھی نبوت پر سرفراز نہیں ہوئے۔ اشد اور استویٰ کے بعض نے ایک ہی معنی کئے ہیں لیکن محقق قول یہی ہے کہ دونوں کے معنی علیحدہ ہیں۔

اشد کے معنی محض بلوغ کے ہیں اور

استویٰ کے معنی شباب اور حد بلوغ کی انتہا کے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اشد اٹھارہ سال سے تیس سال کی عمر تک ہے اور

استویٰ تیس سے چالیس سال تک کے زمانہ کو کہتے ہیں کما فی تفسیر نیشاپوری۔

اس کے علاوہ اور بھی قول ہیں جو تفسیر میں مفصل بیان ہوں گے۔

وَدَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۔ اور اس شہر میں موسیٰ (علیہ السلام) داخل ہوئے جس وقت شہر والے دوپہر کے خواب میں بے خبر تھے تو پائے وہاں دو آدمی لڑ رہے تھے ایک موسیٰ کی جماعت سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں سے۔

اور مدینہ سے مراد وہ شہر ہے جو مصر سے دو فرسخ کے فاصلے پر فرعون نے اپنے رہنے کو آباد کیا تھا۔
اس آبادی کا نام منف تھا اس کی اصل مافہ ہے۔ زبان قبطی میں اس لفظ کے معنی تیس ہیں۔ یہ پہلا شہر ہے جس میں تیس گھر طوفان نوح کے بعد آباد ہوئے اس سرزمین میں مصر بن حام نے اقامت کی تھی۔

ایک قول ہے کہ اس بستی کا نام حابین تھا۔

ایک قول ہے کہ اس شہر کا نام عین الشمس تھا (جمل خازن)

آپ کا اس شہر میں خفیہ داخل ہونے کا سبب یہ تھا کہ جب آپ جوان ہوئے تو آپ نے توحید عقلی کے ماتحت حق بیان فرمانا شروع کر دیا اور فرعون کی گمراہی کا اظہار کیا اس پر بنی اسرائیل آپ کی بات سننے لگے حتیٰ کہ آپ کے متبع ہو گئے۔

شدہ شدہ یہ چرچا پھیلنے لگا فرعونی آپ کی جستجو میں لگ گئے۔

آپ نے بھی ان کی جستجو بیکار کرنے کے لئے یہ کیا کہ جہاں آپ جاتے خفیہ خفیہ جاتے اور انہیں پتہ نہ ہونے دیتے۔

اور یہ خفیہ جانے کا وقت یا دوپہر ہوتا تھا یا عشاء و مغرب کے مابین چنانچہ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ سے بھی دو وقت مراد ہیں یا عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ سے مراد نگہبانوں سے آنکھ بچا کر جانا مراد ہے۔

بہر حال آپ جب یہاں تشریف لائے تو یہاں یہ قصہ پیش آیا کہ دو آدمی آپس میں لڑ بھڑ رہے تھے ان میں سے ایک وہ تھا جو آپ کی جماعت سے تھا اور دوسرا داروغہ مطبخ فرعون تھا۔ آپ کی قوم کا سبطی جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا لا رہا تھا یہ قبطی اپنی قومی شوکت کے گھمنڈ میں اسے بیگار میں پکڑ رہا تھا۔

سبطی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی آپ نے اس کی حمایت میں اسے روکا وہ کہنے لگا میں آپ کے باپ فرعون کے مطبخ کا داروغہ ہوں آپ نے فرمایا لکڑیاں اس کی ملک ہیں معاوضہ دے دو وہ اس پر بضد ہوا کہ نہیں ویسے ہی لے جانے کا حق حاصل ہے۔

آپ کو اس کی ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی پر غصہ آیا تو آپ نے اسے دھکا مار دیا گھونسہ سینہ پر رسید کیا۔ وکز عربی میں گھونسہ سینہ پر مارنے کو کہتے ہیں۔ غرضکہ آپ کی قوت خداداد کی وہ تاب نہ لا سکا اور مر گیا۔ جس کا تذکرہ قرآن پاک میں اس طرح ہے:

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَیْهِ۔ تو مدد مانگی اس نے جو موسیٰ کی جماعت سے تھا اس پر جو اس کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے گھونسہ مارا تو اس کا کام تمام ہو گیا۔

قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ ۔

آپ نے کہا یہ کام تو شیطانی ہوا بے شک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ کرنے والا۔

گویا آپ کو اس کے مرنے کا خیال ہوا اس لئے کہ فرعون آپ کی حق گوئی حق کوشی حق نیوشی سے بہانہ تلاش کرتا تھا کہ کسی طرح گرفت میں لے اس پر آپ کو خطرہ لاحق ہوا۔

آپ نے باوجود اس کے کہ آپ کی طرف سے کوئی گناہ نہ تھا اس لئے کہ اول تو وہ کافر و مشرک تھا اور دوسرے آپ کا ارادہ قتل نہ تھا بلکہ یہ قتل اتفاقی تھا جس پر قانون انگریزی میں بھی جرم نہیں۔ اس پر بھی آپ نے بارگاہ حق میں استغفار کی جیسا کہ ارشاد ہے:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶﴾ ۔

عرض کی الٰہی میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو اللہ نے معاف فرما دیا بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ استغفار آپ کی عصمت پر دال ہے کہ بلا قصور بھی بخشش مانگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش بھی ہوگئی۔ بنابریں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اسے خطا منسوب کرے وہ خود خاطی و عاصی ہے بلکہ یہ تو ان کی عصمت پر دلیل واضح ہے۔

اس کے بعد

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۷﴾ ۔

آپ نے عرض کیا الٰہی! جیسا تو نے مجھ پر احسان فرمایا تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

یہ کلام بھی آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور تواضعاً کیا اس لئے کہ آپ سے کوئی معصیت سرزد نہ ہوئی تھی آپ نے قبطی کو جو گھونسہ مارا تھا وہ بھی دفع ظلم تھا اور اعانت مظلوم مگر باوجود اس کے آپ کا اپنی طرف قصور کی نسبت کرنا اور استغفار کرنا یہ طریقہ مقربین کا ایک مظاہرہ تھا۔

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ ۔ تو صبح کی اس شہر میں اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے کہ ناگاہ دیکھا اسی کو جس نے کل مدد مانگی تھی کہ فریاد کر رہا ہے موسیٰ نے کہا اس سے بے شک تو کھلا گمراہ ہے۔

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام صبح کو اس خوف میں تھے کہ اس قبطی کے مارے جانے کا دیکھئے کیا اثر ہوتا ہے اور اس کی قوم کے لوگ کیا کرتے ہیں کہ آپ نے دیکھا کہ جس کی کل مدد کی تھی آج بھی وہ کسی قبطی سے لڑ رہا اور فریاد کر رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اسے نظر آئے تو یہ پھر فریاد کرنے لگا آپ نے فرمایا تو بڑا بے ہودہ ہے روزانہ کسی نہ کسی سے لڑائی لے لیتا ہے اور خود تو پریشان ہوتا ہے دوسروں کو بھی پریشانی میں ڈالتا ہے۔

فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ ۔

آخرش آپ نے جب ارادہ فرمایا کہ اسے یعنی قبطی کو پکڑیں جو موسیٰ اور سبطی کا دشمن تھا۔

قَالَ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۔

تو سبطی کہنے لگا اے موسیٰ علیہ السلام کیا مجھے بھی ویسے ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسے کل آپ نے ایک جان قتل کر دی ہے۔

اس لئے کہ اسے یہ گمان ہو کہ آج موسیٰ علیہ السلام مجھ پر ناراض ہیں۔

اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ ۔

آپ تو یہی چاہتے ہیں کہ زمین میں جبر و تشدد کریں اور اصلاح نہیں چاہتے۔

یہ بات جو اسیس فرعون نے بھی سن لی اور جا کر ڈائری دے دی کہ قبطی کے قاتل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ فرعون نے فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم دے دیا اور لوگ آپ کی تلاش میں نکلے۔

وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ۫ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾ ۔

اور شہر کے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا موسیٰ بے شک فرعون اور دربار والے مشورہ کر رہے ہیں آپ کے قتل کا تو نکل جایئے میں آپ کا خیر اندیش ہوں۔

یہ وہ شخص تھا جسے مومن آل فرعون کہتے ہیں۔ چنانچہ آپ وہاں سے چل دیئے اور مدین کو روانہ ہو گئے جو مصر سے آٹھ یوم کی مسافت پر تھا اور فرعون کی قلمرو سے خارج تھا۔

بقیہ قصہ تیسرے رکوع میں آتا ہے

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ۔ اور جب پہنچا موسیٰ بلوغ کو۔

آلوسی فرماتے ہیں اَیِ الْمَبْلَغَ الَّذِیْ لَا یَزِیْدُ عَلَیْهِ نَشُوْءُهٗ۔ اشد اس درجہ عمر کو کہتے ہیں جس کے بعد نشوونما نہ ہو۔

وَاسْتَوٰی۔ اور برابر ہو گیا۔ اَیْ کَمُلَ وَتَمَّ۔ مکمل اور تمام ہو گیا۔

وَاخْتُلِفَ فِیْ زَمَانِ بُلُوْغِ الْاَشُدِّ وَالْاِسْتِوَآءِ۔ بلوغ اور استواء میں اختلاف ہے۔

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِی الدُّنْیَا مِنْ طَرِیْقِ الْکَلْبِیِّ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ۔

اَلْاَشُدُّ مَا بَیْنَ الثَّمَانِی عَشَرَةَ اِلَی الثَّلَاثِیْنَ۔ اشد اٹھارہ سال سے تیس تک کو کہتے ہیں۔

وَالْاِسْتِوَاءُ مَا بَیْنَ الثَّلَاثِیْنَ اِلَی الْاَرْبَعِیْنَ۔ اور استواء کا اطلاق تیس سے چالیس سال کی عمر تک ہے۔

فَاِذَا زَادَ عَلَی الْاَرْبَعِیْنَ اَخَذَ فِی النُّقْصَانِ۔ جب چالیس سال سے زائد عمر میں آ جائے تو وہ نقصان کی عمر ہے۔

وَاَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ قَالَ الْاَشُدُّ ثَلَاثٌ وَّ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً وَالْاِسْتِوَاءُ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً۔ ابن ابی حاتم مجاہد سے راوی ہیں کہ اشد تینتیس سال تک اور استواء چالیس تک ہے اور یہی قرآن کریم میں ہے:

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً وَ هِیَ سِنُّ الْوُقُوْفِ۔ یہ چالیسواں سال سن وقوف ہے۔

محققین نے خلاصہ یہی بتایا۔ بدن کی قوتوں کا درجہ اٹھارہ سال سے شروع ہے اور اعتدال عقل عمر استواء یعنی چالیس سال میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام پر نزول وحی چالیس کی عمر کے بعد ہوتا ہے۔

اٰتَیْنٰهُ حُکْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۔ عطا کیا ہم نے موسیٰ کو حکمت و علم اور ایسے ہی ہم بدلہ دیتے ہیں اپنے نیک بندوں کو۔

جیسا کہ سدی رحمہ اللہ نے کہا عِلْمًا - هُوَ مِنْ خَوَاصِّ النُّبُوَّةِ عَلٰی مَا تَاَوَّلَ بِهٖ بَعْضُهُمْ کَلَامَهٗ۔ حکمت سے وہ علم مراد ہے جو خواص نبوت سے ہے جس کے ذریعے کلام کی تاویل کی جا سکے۔ وَّ عِلْمًا سے مراد علوم دین اور شرعی ہیں۔ صاحب کشاف کہتے ہیں: اَلْعِلْمُ التَّوْرَاةُ وَالْحُکْمُ السُّنَّةُ وَحِکْمَةُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ سُنَّتُهُمْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِکْمَةِ۔ علم سے مراد علم تورات ہے اور حکمت سے مراد طریقہ اور حکمت انبیاء علیہم السلام ان کا طریقہ ہے۔

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا۔

اور داخل ہوئے موسیٰ علیہ السلام شہر میں ان کے غافل ہو جانے کے وقت۔ یہاں مدینہ کے متعلق متعدد قول ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلٰى مَا فِي الْبَحْرِ هِيَ مَنْفُ۔ ابن عباس کا قول بحر میں ہے کہ وہ مدینہ تھا جس کا نام منف تھا۔

اور حِيْنِ غَفْلَةٍ سے مراد وقت قیلولہ تھا یعنی دو پہر کو۔

بعض کے نزدیک وہ وقت مغرب وعشا کے مابین تھا۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں: مدینہ وہ مصر میں تھا۔

عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ سے یہ مراد ہے کہ اس وقت آپ داخل شہر ہوئے جبکہ وہ عید کے دن لہو ولعب میں مشغول تھے۔

ایک قول ہے: خَرَجَ مِنْ قَصْرِ فِرْعَوْنَ وَدَخَلَ مِصْرَ وَقْتَ الْقَيْلُوْلَةِ اَوْبَيْنَ الْعِشَائَيْنِ۔ فرعون کے محل سے نکل کر مصر میں دو پہر کے وقت تشریف لائے یا مغرب وعشاء کے مابین۔

بعض کہتے ہیں: مدینہ سے مراد عین شمس ہے وَ قِيْلَ قَرْيَةٌ عَلٰى فَرْسَخَيْنِ مِنْ مِّصْرَ يُقَالُ لَهَا حَابِيْنَ۔

ایک قول ہے وہ ایک گاؤں تھا مصر سے دو فرسخ پر اس کا نام حابین تھا۔

وَ قِيْلَ هِيَ الْاَسْكَنْدَرِيَّةُ۔ بعض کہتے ہیں وہ اسکندریہ تھا۔

وَالْاَشْهَرُ اِنَّهَا مِصْرُ۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ وہ مصر ہی تھا۔

فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ۔

تو آپ نے پائے اس آبادی میں دو آدمی جو لڑ رہے تھے ایک آپ کے گروہ سے تھا اور دوسرا فرعون کی جماعت سے۔

یعنی ایک بنی اسرائیل سے جنہیں سبطی کہا جاتا تھا دوسرا فرعون کی جماعت سے تھا جسے قبطی کہتے تھے اس کا نام سامری تھا اور سبطی اسرائیلی کا نام قانون تھا كَمَا فِي الْاِتْقَانِ۔

اور لڑتے کس بات پر تھے اس کے متعلق بھی کئی قول ہیں:۔

وَاخْتُلِفَ فِيْ سَبَبِ تَقَاتُلِ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ۔ سبب مقاتلہ رجلین میں اختلاف ہے۔

فَقِيْلَ كَانَ اَمْرًا دِيْنِيًّا۔ ایک قول تو یہ ہے کہ دونوں کا جھگڑا دین کے معاملہ میں تھا۔

وَ قِيْلَ كَانَ اَمْرًا دُنْيَوِيًّا۔ ایک قول ہے کہ دنیوی معاملہ میں جھگڑ رہے تھے۔

رُوِيَ اَنَّ الْقِبْطِيَّ كَلَّفَ الْاِسْرَائِيْلِيَّ حَمْلَ الْحَطَبِ اِلٰى مَطْبَخِ فِرْعَوْنَ فَاَبٰى فَاقْتَتَلَا لِذٰلِكَ وَكَانَ الْقِبْطِيُّ عَلٰى مَا اَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ خَبَّازًا لِفِرْعَوْنَ۔

ایک روایت ہے کہ قبطی نے بیگار میں اسرائیلی کو لکڑیاں اٹھا کر مطبخ فرعون تک لے جانے پر مجبور کیا اس نے بیگار دینے سے انکار کیا تو دونوں جھگڑ پڑے اور قبطی بقول ابن جبیر خباز باورچی تھا فرعون کا۔

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ۔

تو فریاد کی اس نے جو آپ کی جماعت سے تھا اس پر جو فرعونی تھا۔

آپ نے اسے منع کیا کہ ایسا ظلم نہ کرو وہ اور زیادہ بپھر گیا تو

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وکز مارا۔

وکز عربی میں کہتے ہیں گھونسے کو اَلْوَكْزُ الضَّرْبُ بِالْيَدِ مَجْمُوْعَةً اَصَابِعُهَا۔ وکز اس ہاتھ کی ضرب کو کہتے ہیں جس میں انگلیاں جمع ہوں۔

بہرحال ہاتھ سے مارنا نص سے واضح ہے پھر لغت عربی میں اس امر کی تصریح ہے کہ وکز وہ ہے جو دل پر ماری جائے اور لکز وہ ہے جو داڑھی پر ضرب ہو۔ چنانچہ وکز اور لکز اور نکز قاموس میں علیحدہ علیحدہ معنی کے ساتھ مذکور ہے فَلَكَزَهٗ بِاللَّامِ وَنَكَزَهٗ بِالنُّوْنِ وَوَكَزَهٗ بِالْوَاوِ – اَلْوَكْزُ وَالْوَجُّ فِي الصَّدْرِ وَالْحَنَكِ۔ وکز اور وج اس ضرب کو کہتے ہیں جو سینہ اور ٹھوڑی پر ہو۔

وَالنَّكْزُ عَلٰى مَا فِيْهِ۔ اور نکز ان دونوں کے درمیانی ضرب کو کہتے ہیں۔ پھر ضرب اور دفع میں بھی فرق ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں: اَلْوَكْزُ وَالنَّكْزُ وَاللَّكْزُ الدَّفْعُ بِاَطْرَافِ الْاَصَابِعِ۔ وکز اور نکز اور لکز انگلیوں کے سروں سے دفع کرنے کو کہتے ہیں۔

بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چونکہ اسے دفع فرمانا چاہا تھا اس لئے قرآن کریم میں فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فرمایا۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے: لَمَّا اشْتَدَّ التَّنَاكُرُ قَالَ الْقِبْطِيُّ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اُحْمِلَهٗ يَعْنِي الْحَطَبَ عَلَيْكَ فَاشْتَدَّ غَضَبُ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ جب باہمی رد وقدح بڑھی تو قبطی اپنی حکومت کے نشہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بولا کہ اب میں یہ گٹھا آپ پر رکھوں گا اس پر آپ کو غصہ آیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت دی تھی فَوَكَزَهٗ تو اس کے سینہ پر ہاتھ مارنا پیچھے دھکیلنے کے لئے تھا وہ اس کی بھی تاب نہ لا سکا فَقَضٰى عَلَيْهِ۔ اور کام تمام ہو گیا یعنی مر گیا تو آپ نے فرمایا:

هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾۔

یہ تو شیطان نے کام کر دیا بے شک وہ دشمن کھلا گمراہ کرنے والا ہے۔

اور اس تمام واقعہ کی تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوئی معصیت سرزد نہیں ہوئی آپ نے تو ایک ظالم کو ظلم سے روکا تھا یہ دفع ظلم اور امداد مظلوم ہے اور یہ کسی ملت میں بھی گناہ نہیں لیکن بایں ہمہ آپ نے تواضعاً بارگاہ حق میں استغفار فرمائی جو مقربین و محسنین کا دستور ہے چنانچہ

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾۔

آپ نے عرض کی الٰہی! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے معاف کر دے تو اللہ نے معاف کر دیا۔

اور فرعون سے آپ کو مستور کر لیا فَغَفَرَ لَهٗ کے معنی اس جگہ یہی بنتے ہیں جیسا کہ آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا: فَاغْفِرْ لِيْ اَيْ فَاسْتُرْ لِيْ عَلٰى ذٰلِكَ یعنی مخفی کر میرے لئے یہ مقتول۔ چنانچہ اس کی لاش کو آپ نے وہیں ریتے میں دبا دیا حيث قال وَ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْمَا يُرْوٰى قَدْ دَفَنَ الْقِبْطِيَّ بَعْدَ اَنْ مَاتَ فِي الرَّمْلِ۔

بعض نے کہا قبطی اور سبطی کی نزاع پر علی الفور وکز کرنے میں عجلت خلاف اولیٰ تھی اور یہ شان موسیٰ علیہ السلام کے خلاف تھی اس لئے کہ آپ نے خلاف اولیٰ عجلت پر بھی استغفار کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی معافی دے دی۔ پھر آپ نے بارگاہ حق

میں دعا کی کہ الٰہی مجھ پر یہ کرم بھی فرما کہ میں فرعون کی صحبت اور اس کے یہاں رہنے سے بھی محفوظ ہو جاؤں اور اس کی کسی قسم کی حمایت کا الزام مجھ پر نہ رہے چنانچہ وہ دعا اس طرح فرمائی:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَهِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۷﴾۔

عرض کی اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر احسان کیا تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

عربی میں ظہیر معین کو کہتے ہیں گویا آپ نے اسے بھی اعانت سمجھا کہ فرعون کے یہاں آپ رہیں۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں: اَرَادَ بِالْمُجْرِمِیْنَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهٗ۔ اس سے آپ کی مراد فرعون اور اس کی قوم تھی۔ اور آیہ کریمہ کے معنی یہ ہوئے: اُقْسِمُ بِاِنْعَامِکَ عَلَیَّ لَاتُوْبَنَّ فَلَنْ اَکُوْنَ مُعِیْنًا لِلْکُفَّارِ بِاَنْ اَصْحَبَهُمْ وَاُکَثِّرَ سَوَادَهُمْ وَ قَدْ کَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَصْحَبُ فِرْعَوْنَ وَیَرْکَبُ بِرُکُوْبِهٖ کَالْوَلَدِ مَعَ الْوَالِدِ وَکَانَ یُسَمّٰی ابْنُ فِرْعَوْنَ۔ میں تیرے انعام کے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ میں اب ہرگز اعانت کفار ان کی صحبت میں رہ کر ان کی جماعت میں شرکت کرنے کی صورت میں بھی نہ کروں گا اور اس سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ساتھ سوار ہو کر بھی تشریف لے جاتے جیسے بیٹا باپ کے ساتھ ہو اور آپ ابن فرعون کے نام سے ہی مسمی تھے۔

فَاَصۡبَحَ فِی الۡمَدِیۡنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ۔ تو آپ نے صبح کی شہر میں خوفزدہ اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے۔

یَتَرَقَّبُ۔ یَتَرَصَّدُ ذٰلِکَ الْاَخْبَارَ وَ قِیْلَ خَائِفًا وَقُوْعَ الْمَکْرُوْهِ مِنْ فِرْعَوْنَ۔ غور کرنا، سوچنا اور ایک قول ہے خائف ہو کر دیکھنا کسی تکلیف کا۔

بہر حال ترقب اچھے انجام اور برے انجام کی طرف سوچنا اور فکر کرنا ہے۔ چنانچہ آپ کا ترقب فرعون کی طرف سے یہ تھا کہ قتل قبطی پر وہ اب کیا کرتا ہے۔

بعض نے کہا: یَتَرَقَّبُ اَنْ یُّسْلِمَهٗ قَوْمَهٗ – وَ قِیْلَ یَتَرَقَّبُ عَلٰی هِدَایَةِ قَوْمِهٖ وَ قِیْلَ خَائِفًا مِّنْ رَّبِّهٖ وَ قِیْلَ یَتَرَقَّبُ الْمَغْفِرَةَ۔ بہر حال تجسس و تفحص خیر و شر دونوں پر ترقب کا استعمال ہوتا ہے۔ تو آپ صبح ہوتے ہی فکر مند تھے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ کہ

فَاِذَا الَّذِی اسۡتَنۡصَرَهٗ بِالۡاَمۡسِ یَسۡتَصۡرِخُهٗ ؕ۔

اچانک وہی نظر آیا جس کی کل مدد فرمائی تھی اور قبطی سے چھڑایا تھا کہ فریاد کر رہا ہے۔

یَسْتَصْرِخُهٗ۔ کے معنی یَسْتَغِیْثُهٗ ہیں اَیْ یَسْتَغِیْثُهٗ مِنْ قِبْطِیٍّ وہ ایک قبطی کے ظلم پر فریاد کر رہا تھا۔ اور فریاد پر جب یَسْتَصْرِخُهٗ کہیں تو اس کے معنی ہوتے ہیں: یَرْفَعُ الصَّوْتَ مِنَ الصُّرَاخِ وَ هُوَ فِی الْاَصْلِ الصِّیَاحُ۔ بلند آواز سے چیخنا اور فریاد کرنا۔

تو یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے بیوقوف، جاہل، حماقت مآب فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے۔

قَالَ لَهٗ مُوۡسٰۤی اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۸﴾۔ فرمایا اسے موسیٰ علیہ السلام نے بے شک تو کھلا بیوقوف احمق ہے۔

گویا آپ نے فرمایا کہ تو روز لوگوں سے لڑ کر اپنے کو بھی مصیبت میں ڈالتا ہے اور اپنی مدد کرنے والوں کو بھی پریشان کرتا ہے اب تیری مدد کہاں کہاں کی جائے۔ پھر آپ کو اس پر رحم آیا تو آپ اسے اس قبطی سے چھڑانے کو بڑھے تا کہ اسے اس

کے ظلم سے چھڑائیں۔ وہ غوی مبین یہ سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام مجھ پر غضب ناک ہوکر بڑھے ہیں تو وہ پکار پڑا چنانچہ اس کا ذکر فرمایا گیا:

فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ۝۱۹۔

توجب موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اسے پکڑیں جوان دونوں کا دشمن ہے (یعنی قبطی) تو وہ (غلط فہمی سے) کہنے لگا اے موسیٰ کیا آپ مجھے بھی اسی طرح مارنا چاہتے ہیں جیسے کل ایک آدمی آپ نے مار ڈالا آپ تو نہیں چاہتے مگر یہ کہ آپ زمین میں سخت گیر جابر ہوکر رہنا چاہتے ہیں اور آپ اصلاح کرنا نہیں چاہتے۔

آلوسی فرماتے ہیں: وَالْبَطْشُ الْاَخْذُ بِصَوْلَةٍ وَّ سَطْوَةٍ۔ بطش کہتے ہیں اپنی قوت اور طاقت سے پکڑنے کو۔ وَ كَاَنَّهٗ تَوَهَّمَ اِرَادَةَ الْبَطْشِ بِهٖ دُوْنَ الْقِبْطِیِّ مِنْ تَسْمِیَتِهٖ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اِیَّاهُ غَوِیًّا۔ تو آپ کے آگے بڑھنے سے اسرائیلی کو یہ وہم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے مجھے غوی احمق فرمایا ہے یہ میری ہی طرف بڑھ رہے ہیں۔

تو وہ پکارا کہ کیا آپ مجھے بھی ویسے ہی مار ڈالنا چاہتے ہیں جیسے کل دوسرے قبطی کو آپ نے مار دیا تھا۔

یہ کلام اسرائیلی کا جواسیس فرعون کے سی آئی ڈی والے نے سن لیا اور وہاں تک پہنچا دیا اور اس پر فرعونی درباری بارادۂ قتل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ ان درباریوں میں ایک شخص جن کا نام شمعان تھا یا شمعون بن اسحاق، یا حزقیل یا کوئی اور نام وہ ہمدردی میں دوڑتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور سب خبر دے کر مشورہ دیا کہ آپ یہاں سے کسی طرف نکل جائیں چنانچہ اس واقعہ کا بیان فرمایا جاتا ہے۔

وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ۫ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ۝۲۰ ۔ اور شہر کے کنارے سے ایک شخص (شمعان یا شمعون یا حزقیل) دوڑے ہوئے آئے اور کہا اے موسیٰ علیہ السلام بے شک فرعون کے درباری آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو فوراً آپ یہاں سے نکل جائیں میں آپ کے لئے خیر خواہانہ مشورہ دے رہا ہوں۔

عربی زبان میں یَاْتَمِرُوْنَ کے معنی یَتَشَاوَرُوْنَ ہیں چنانچہ مجلس شوریٰ کو موتمر کہتے ہیں یعنی اجتماع متشاورین کو موتمر کہتے ہیں۔ آپ نے اس کے خیر خواہانہ مشورہ پر عمل کیا اور

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۲۱ ۔ اس شہر سے موسیٰ علیہ السلام نکلے خوفزدہ ادھر ادھر دیکھتے یعنی ترقب کرتے اور دعا کی الٰہی مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات دے۔

بقیہ قصہ رکوع آئندہ میں مذکور ہے

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝۲۲

اور جب مدین کی طرف موسیٰ متوجہ ہوا کہا قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۚ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ

اور جب آئے مدین کے پانی پر پایا اس پر ایک جماعت کو وہاں کے لوگوں سے کہ پلا رہے ہیں اپنے جانوروں کو پانی اور پائیں دو عورتیں کہ اپنے جانوروں کو روکے ہوئے ہیں

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۖ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾

موسیٰ نے کہا تم دونوں کا کیا حال ہے بولیں ہم پانی نہیں پلاتیں جب تک یہ چرواہے نہ جائیں اس لئے کہ ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

تو پلایا موسیٰ نے ان دونوں کے جانوروں کو پھر پلٹے سایہ کی طرف عرض کی الٰہی! میں محتاج ہوں جو اتارے تو میری طرف بھلائی

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۖ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

تو آئی ان میں سے ایک شرماتی ہوئی بولی میرے باپ نے تجھے بلایا ہے تاکہ تمہیں اجرت دے اس پانی پلانے کی اور جب وہ آئے اور سب قصہ سنایا تو فرمایا خوف نہ کر نجات پائی تو نے قوم ظالم سے

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾

ان میں سے ایک بولی ابا جان انہیں اجرت دیجئے نوکر رکھ کر بے شک طاقتور امانت دار نوکر اچھا ہوتا ہے

قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۖ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

فرمایا میں چاہتا ہوں کہ نکاح میں دوں ایک لڑکی ان میں سے اس مہر پر کہ تم میری آٹھ سال خدمت کرو تو اگر دس سال پورے کرو تو تمہاری مہربانی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تم پر مشقت ڈالوں خدا نے چاہا تو آپ مجھے خیر اندیش پائیں گے

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۖ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۖ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ ع

موسیٰ نے کہا یہ اقرار میرے اور آپ کے مابین ہوا جو بھی دونوں مدتوں سے پوری کروں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں اور اللہ ہمارے اس بیان کا وکیل ہے

حل لغات تیسرا رکوع ۔ سورۃ قصص ۔ پ ۲۰

وَ ۔ اور	لَمَّا ۔ جب	تَوَجَّهَ ۔ توجہ کی	تِلْقَآءَ ۔ طرف
مَدْيَنَ ۔ مدین کی	قَالَ ۔ کہا	عَسٰى ۔ قریب ہے	رَبِّيْٓ ۔ میرا رب

اَنْ۔ یہ کہ	یَّهْدِیَنِیْ۔ راہ دکھائے مجھے	سَوَآءَ۔ سیدھے	السَّبِیْلِ۔ راہ کی
وَ۔ اور	لَمَّا۔ جب	وَرَدَ۔ پہنچا	مَآءَ۔ پانی
مَدْیَنَ۔ مدین پر	وَجَدَ۔ پایا	عَلَیْهِ۔ اس پر	اُمَّةً۔ ایک جماعت کو
مِّنَ النَّاسِ۔ لوگوں سے	یَسْقُوْنَ۔ پانی پلاتے	وَ۔ اور	وَجَدَ۔ پائیں
مِنْ دُوْنِهِمُ۔ ان سے پرے	امْرَاَتَیْنِ۔ دو عورتیں	تَذُوْدٰنِ۔ جو روک رہی تھیں	قَالَ۔ پوچھا
مَا۔ کیا	خَطْبُكُمَا۔ حال ہے تمہارا	قَالَتَا۔ بولیں	لَا۔ نہیں
نَسْقِیْ۔ پلاتیں ہم	حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	یُصْدِرَ۔ چلے جائیں	الرِّعَآءُ۔ چرواہے
وَ۔ اور	اَبُوْنَا۔ ہمارا باپ	شَیْخٌ۔ بوڑھا ہے	كَبِیْرٌ۔ بڑا
فَسَقٰی۔ تو پلا دیا	لَهُمَا۔ ان کو	ثُمَّ۔ پھر	تَوَلّٰٓی۔ پھرا
اِلَی۔ طرف	الظِّلِّ۔ سائے کی	فَقَالَ۔ تو کہا	رَبِّ۔ اے میرے رب
اِنِّیْ۔ بے شک میں	لِمَآ۔ اس کے لئے جو	اَنْزَلْتَ۔ اتارے تو	اِلَیَّ۔ میری طرف
مِنْ خَیْرٍ۔ بھلائی سے	فَقِیْرٌ۔ محتاج ہوں	فَجَآءَتْهُ۔ تو آئی اسکے پاس	اِحْدٰىهُمَا۔ ایک ان میں سے
تَمْشِیْ۔ چلتی ہوئی	عَلَی۔ اوپر	اسْتِحْیَآءٍ۔ شرم کے	قَالَتْ۔ کہنے لگی
اِنَّ۔ بے شک	اَبِیْ۔ میرا باپ	یَدْعُوْ۔ بلاتا ہے	كَ۔ تجھ کو
لِیَجْزِیَكَ۔ تاکہ بدلے دے تجھے		اَجْرَ۔ مزدوری	مَا۔ اس کی جو
سَقَیْتَ۔ پلایا تو نے	لَنَا۔ ہمارے لئے	فَلَمَّا۔ تو جب	جَآءَهٗ۔ آیا اس کے پاس
وَ۔ اور	قَصَّ۔ بیان کیا	عَلَیْهِ۔ اس پر	الْقَصَصَ۔ واقعہ
قَالَ۔ فرمایا	لَا۔ نہ	تَخَفْ۔ ڈر	نَجَوْتَ۔ نجات پائی تو نے
مِنَ الْقَوْمِ۔ قوم	الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالم سے	قَالَتْ۔ بولی	اِحْدٰىهُمَا۔ ایک ان سے
یٰٓاَ۔ اے	اَبَتِ۔ میرے باپ	اسْتَاْجِرْهُ۔ اجرت پر رکھ لو اس کو	
اِنَّ۔ بے شک	خَیْرَ۔ بہتر	مَنِ۔ ان کا جو	اسْتَاْجَرْتَ۔ تو اجرت
پر رکھا	الْقَوِیُّ۔ طاقتور ہے	الْاَمِیْنُ۔ امانت دار	قَالَ۔ فرمایا
اِنِّیْٓ۔ میں	اُرِیْدُ۔ چاہتا ہوں	اَنْ۔ یہ کہ	اُنْكِحَكَ۔ نکاح کر دوں
تجھ سے	اِحْدَی۔ ایک کا	ابْنَتَیَّ۔ اپنی دونوں بیٹیوں	هٰتَیْنِ۔ ان میں سے
عَلٰٓی۔ اس شرط پر	اَنْ۔ کہ تو	تَاْجُرَنِیْ۔ مزدوری کرے میری	ثَمٰنِیَ۔ آٹھ
حِجَجٍ۔ برس	فَاِنْ۔ پھر اگر	اَتْمَمْتَ۔ پورے کرے تو	عَشْرًا۔ دس سال
فَمِنْ عِنْدِكَ۔ تو تیرا احسان	وَ۔ اور	مَآ۔ نہیں	اُرِیْدُ۔ چاہتا میں
اَنْ۔ یہ کہ	اَشُقَّ۔ سختی کروں	عَلَیْكَ۔ تجھ پر	سَتَجِدُنِیْٓ۔ پائے گا تو مجھے

اِنْ۔ اگر	شَآءَ۔ چاہا	اللّٰهُ۔ اللہ نے	مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ نیک
لوگوں سے	قَالَ۔ کہا	ذٰلِكَ۔ یہ ہے معاہدہ	بَيْنِيْ۔ میرے
وَ۔ اور	بَيْنَكَ۔ آپ کے درمیان	اَيَّمَا۔ جو بھی	الْاَجَلَيْنِ۔ دونوں مدتوں
سے	قَضَيْتُ۔ میں پوری کروں	فَلَا۔ تو نہ ہو	عُدْوَانَ۔ زیادتی
عَلَيَّ۔ مجھ پر	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	عَلٰى۔ اوپر
مَا۔ اس کے جو	نَقُوْلُ۔ ہم کہتے ہیں	وَكِيْلٌ۔ ضامن رہا	

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾۔

جب موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف متوجہ ہوئے (تو راستہ نہ جاننے کی وجہ سے) فرمایا قریب ہے کہ میرا رب مجھے صحیح راستہ پر لگا دے گا۔

مدین ایک بستی ہے قلزم کے پار فرعون کی علم داری سے علیحدہ عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد یہاں آباد تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام اس بستی میں رہتے تھے ان کی دو صاحبزادیاں تھیں ان کی گزر بکریوں گایوں پر تھی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ۔

جب آپ کنویں پر آئے تو ایک جماعت دیکھی کہ پانی نکال رہی ہے۔ اور اپنے مویشیوں کو پلا رہے ہیں۔

وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ۔ اور دیکھا دو لڑکیوں کو کہ اپنے جانوروں کو روکے ہوئے علیحدہ کھڑی ہیں۔

ان کا یہی طریقہ تھا کہ علیحدہ جانوروں کو لئے کھڑی رہتیں جب سب لوگ پانی پلا کر چلے جاتے تو پھر یہ بچا ہوا پانی اپنی بکریوں کو پلالیتیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے حال میں یہاں تشریف لائے تو راستہ تمام فاقہ میں گزرا اور یہاں تک آنے میں آپ کو آٹھ یوم لگے تھے آپ ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما ہوئے اور یہ سب منظر دیکھتے رہے۔ کچھ ستانے کے بعد آپ نے ان لڑکیوں سے پوچھا:

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾۔

آپ نے ان لڑکیوں سے پوچھا تمہارا کیا معاملہ ہے پانی کیوں نہیں پلاتیں۔ انہوں نے جواب دیا ہم جب پلائیں گی جب یہ تمام چرواہے اپنے جانوروں کو سیراب کر کے چلے جائیں گے اور ہمارے باپ ایک بوڑھے آدمی ہیں۔

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ۔

آپ نے فرمایا آؤ ہم پانی پلاتے ہیں آپ نے چلسا بھر کر بکریوں کو سیر کر دیا پھر سایہ میں آ بیٹھے اور دعا کی:

فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾۔

اے میرے رب! تو جو کچھ میرے پاس بھیجے میں اس کا محتاج ہوں۔

یہ دونوں لڑکیاں آج جلدی گھر پہنچیں تو آپ نے جلدی آنے کی وجہ دریافت کی انہوں نے باپ سے سارا ماجرا سنا دیا کہ ایک نوجوان مسافر نے پانی کھینچ کر ہماری بکریاں سیراب کرادیں۔ ابا جان وہ جوان نیک دل اور نہایت شریف ہے اسے بلا کر آپ نوکر رکھ لیں۔ باپ نے کہا جاؤ اور اسے بلاؤ۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ٘ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا

پھر ان دونوں میں سے ایک آئی شرماتی ہوئی بولی میرے باپ نے تجھے بلایا ہے تا کہ وہ تمہیں اس خدمت کا معاوضہ دے جو تم نے پانی نکال کر ہماری بکریوں کو سیراب کیا۔ چنانچہ آپ ان کے ساتھ چلے۔

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ١ۙ قَالَ لَا تَخَفْ٘ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾۔

تو جب آپ آگئے تو آپ نے تمام قصہ سنایا حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اب خوف نہ کرو۔ ظالم قوم سے آپ نجات پاگئے۔

تو ایک صاحبزادی حضرت شعیب علیہ السلام سے عرض کرنے لگیں:

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ٘ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴿۲۶﴾۔

ابا جان! انہیں نوکر رکھ لیجئے اس لئے کہ جو نوکر ہو وہ قوت والا امانت دار ہو تو بہتر ہے۔

قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ١ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ١ۚ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ١ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾۔

شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک آپ کے نکاح میں دے دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ سال میری خدمت کرو تو اگر دس پورے کر دو تو تمہاری مہربانی ہے اور میں تم پر مشقت ڈالنا نہیں چاہتا تم مجھے انشاء اللہ اچھا ہی پاؤ گے۔

آپ نے آٹھ سال کی خدمت منظور فرمائی یہ مہر عہد شعیبی میں مہر کی بجائے خدمت بھی ہوا کرتا تھا۔ بعض مفسرین نے آج بھی مال کی بجائے خدمات کو مہر میں جائز مانا ہے جیسے فرقہ ظاہریہ کا مذہب ہے لیکن ہمارے امام ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ نے مال ہی مہر مانا ہے جس کے دلائل کتب فقہ اور اصول میں موجود ہیں اور تفسیر میں ہم بھی بیان کریں گے۔ مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی یہ شرط مان لی۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ١ؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ١ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۲۸﴾ع۔

فرمایا یہ میرے اور آپ کے درمیان عہد ہے ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی مدت پوری کر دوں تو مجھ پر اور بار نہ ہوگا اور اللہ ہمارے اس قول و قرار پر گواہ ہے۔

غرضکہ نکاح ہوگیا اور بعد نکاح آپ نے وہ مدت پوری کر دی اور اس کے بعد کا حال چوتھے رکوع میں مذکور ہے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع ۔ سورۃ قصص ۔ پ ۲۰

وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۲۲﴾۔

اور جب مدین کی سمت متوجہ ہوا بولا عنقریب میرا رب مجھے سیدھا راستہ دکھادے گا۔

وَ مَدْیَنُ قَرْیَةُ شُعَیْبٍ سُمِّیَتْ بِاسْمِ مَدْیَنَ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَلَمْ یَكُنْ فِیْ سُلْطَانِ فِرْعَوْنَ وَلِذَا تَوَجَّهَ لِقَرْیَتِهٖ۔ مدین ایک قریہ ہے حضرت شعیب علیہ السلام کا اسے مدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام سے موسوم کیا گیا تھا اور یہ قریہ فرعونی قلمرو سے خارج تھا اسی لئے آپ بھی اسی طرف متوجہ ہوئے کہ فرعون کے تصرف اور جبر و تشدد سے نجات پائیں۔

وَ قِیْلَ لِقَرَابَتِهٖ مِنْهُ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ وَكَانَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ مِصْرَ مَسِیْرَةُ ثَمَانٍ۔ ایک قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کے مابین قرابت تھی اس وجہ سے آپ نے مدین کی طرف رخ کیا اور مصر اور مدین کے مابین آٹھ یوم کی مسافت تھی۔ اور

عَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۲۲﴾۔ اس بنا پر فرمایا کہ آپ کو مدین کی راہ معلوم نہ تھی حَیْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِیُّ وَكَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا یَعْرِفُ الطُّرُقَ وَلَا یَسْلُكُ الطَّرَائِقَ فَعَنَّ ثَلَاثُ طَرَائِقَ فَاَخَذَ فِی الْوُسْطٰی۔ آپ کو راستہ معلوم نہ تھا اور یہاں سے تین راہیں نکلتی تھیں آپ نے درمیانی راستہ اختیار فرمایا۔

وَ هُوَ حَافٍ لَا یَطْعَمُ اِلَّا وَرَقَ الشَّجَرَةِ۔ اور آپ ننگے پاؤں تھے اور آپ کے لئے درختوں کے پتوں سے سوا کچھ بھی کھانے کو نہ تھا۔

آپ جا رہے تھے مگر معلوم نہ تھا کہ کدھر جا رہے ہیں اس لئے کہ اس زمانہ میں نہ سڑکیں تھیں نہ سنگ منزل نہ رہنما بورڈ فَهَدَاهُ جِبْرَائِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلٰی مَدْیَنَ تو آپ کو حضرت جبریل علیہ السلام نے مدین کا راستہ دکھایا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ جا رہے تھے کہ جَاءَ مَلَكٌ عَلٰی فَرَسٍ بِیَدِهٖ عَنَزَةٌ فَلَمَّا رَاٰهُ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ سَجَدَ لَهٗ اَیْ خَضَعَ مِنَ الْفَرَقِ فَقَالَ لَا تَسْجُدْنِیْ وَلٰكِنِ اتَّبِعْنِیْ فَتَبِعَهٗ وَانْطَلَقَ حَتّٰی انْتَهٰی بِهٖ اِلٰی مَدْیَنَ۔ ایک فرشتہ گھوڑے پر سوار آیا اس کے ہاتھ میں عنزہ تھا۔ عنزہ اس دستی لاٹھی کو کہتے ہیں جس کے ایک طرف برچھا، یا نوکدار شام لگی ہو تو جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھا تو تواضعاً اس کی طرف جھکے فرشتہ بولا میری طرف نہ جھکو لیکن میرے پیچھے پیچھے آ جاؤ چنانچہ آپ اس کے پیچھے چلے حتیٰ کہ مدین پہنچ گئے۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ وَجَدَ عَلَیْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ۔

تو جب آپ وہاں پہنچے تو مدین کا کنواں دیکھا اس پر ایک جماعت پائی جو اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہی تھی۔

یعنی مختلف قسم کے لوگ دیکھے (ماء مدین سے مراد کنواں ہے) کہ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ کوئی اپنے اونٹ سیراب کر رہا تھا کوئی بکریاں لے کر پانی پلا رہا تھا۔

وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدٰنِ۔

اور ان سے علیحدہ دو عورتیں پائیں کہ وہ اپنی بکریاں گھیرے ہوئے کھڑی تھیں۔

یہ دونوں لڑکیاں یا عورتیں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیاں تھیں ایک کا نام لیا تھا یا عبرا، یا شرفا۔ اور دوسری کا نام صفوریا یا صفورا یا صفرا تھا۔ کشاف میں ہے چھوٹی صاحبزادی کا نام صفیرا تھا اور بڑی کا صفرا۔

تَذُوْدٰنِ - كَانَتَا تَمْنَعَانِ غَنَمَهُمَا عَنِ الْمَآءِ خَوْفًا مِّنَ السُّقَاةِ الْاَقْوِیَا۔ تَذُوْدٰنِ کے یہ معنی ہیں کہ وہ

دونوں اپنی بکریوں کو روکے ہوئے کھڑی تھیں اس خوف سے کہ اور پانی دینے والے قوت مند تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما تَذُوْدٰنِ کے معنی فرماتے ہیں تَمْنَعَانَ غَنَمَهُمَا عَنِ التَّقَدُّمِ اِلَى الْبِئْرِ لِئَلَّا تَخْتَلِطَ بِغَيْرِهَا۔ تَذُوْدٰنِ کے یہ معنی ہیں کہ وہ بکریوں کو گھیرے کھڑی تھیں آگے بڑھنے سے تاکہ وہ کنویں کے پاس جا کر مل نہ جائیں۔ زجاج رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔

اور قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: تَمْنَعَانِ النَّاسَ غَنَمَهُمَا۔ تَذُوْدٰنِ کے یہ معنی ہیں کہ لوگوں کو اپنی بکریوں سے روکے رہیں غرضکہ اپنی بکریوں کو غیروں کی دستبرد سے اور غیروں کو ان پر قبضہ کرنے کے معنی میں تَذُوْدٰنِ کا لفظ مستعمل ہے۔

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا۔ تو موسیٰ نے کہا تمہارا کیا مقصد ہے۔

یعنی یہاں علیحدہ کھڑے رہنے کے کیا معنی ہیں۔ خَطْبُكُمَا کے معنی مَا خَطْبُكُمَا وَ مَطْلُوْبُكُمَا ہوتے ہیں گویا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ پانی نہ پلانے کا کیا مطلب ہے۔

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾۔

بولیں ہم نہیں پلایا کرتیں جب تک کہ تمام چرواہے نہ گزر جائیں اور ہمارے باپ ضعیف العمر ہیں۔

یہ اس لئے کہا کہ ہماری حیا مانع ہے کہ اجانب میں خلا ملا ہو کر ہم اپنے مویشی سیراب کریں۔ رعاء راعی کی جمع ہے یعنی جب سب چرواہے پانی پلا کر چلے جاتے ہیں تو ہم اپنی بکریوں کو اس کے بعد سیراب کرتی ہیں۔

گویا انہوں نے کہا: اِنَّا امْرَاَتَانِ ضَعِيْفَتَانِ مَسْتُوْرَتَانِ لَا نَقْدِرُ عَلٰى مُعَاجَلَةِ الرِّجَالِ وَ مُزَاحَمَتِهِمْ وَمَا لَنَا رَجُلٌ يَقُوْمُ بِذٰلِكَ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرُ السِّنِّ قَدْ اَضْعَفَهُ الْكِبَرُ فَلَا بُدَّ لَنَا مِنْ تَاخِيْرِ السَّقْيِ اِلٰى اَنْ يَّقْضِيَ النَّاسُ حَوَائِجَهُمْ مِنَ الْمَآءِ۔

ہم دونوں ضعیف کمزور عورتیں ہیں اور پردہ نشین ہیں ہم میں قدرت نہیں کہ مردوں کی طرح ڈول کھینچیں اور ان سے مقابلہ کریں اور ہمارے ساتھ کوئی مرد بھی نہیں جو اس کام لئے ہو اور ہمارے باپ ضعیف اور بڈھے ہیں تو ہمیں لازمی ہے کہ ہم تاخیر سے پانی پلائیں۔ حتیٰ کہ یہ لوگ پانی پلا کر چلے جائیں اپنا کام کر کے یعنی پانی پلا کر۔

بعض روایتوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ لڑکیاں حضرت شعیب علیہ السلام کی نہ تھیں بلکہ بھتیجیاں تھیں اور آپ کے بھائی کا نام عاویل تھا۔

لیکن آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْمَشْهُوْرُ الَّذِيْ عَلَيْهِ اَكْثَرُ الْمُفَسِّرِيْنَ وَهُوَ اَنَّ اَبَاهُمَا عَلَى الْحَقِيْقَةِ شُعَيْبٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ مشہور یہی ہے اور اس پر اکثر مفسرین متفق ہیں کہ ان لڑکیوں کے والد حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے۔

غرضکہ ان کی یہ کمزوری سن کر آپ نے رحم کرتے ہوئے خود اٹھ کر انہیں چلسا پانی کا کھینچ کر بکریوں کو سیراب کر دیا جیسا کہ آیہ کریمہ میں ارشاد ہے:

فَسَقٰى لَهُمَا۔ تو آپ نے ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں اور عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

سے راوی ہیں: اِنَّ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ وَجَدَ عَلَیْہِ اُمَّۃً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ فَلَمَّا فَرَغُوْا اَعَادُوْا الصَّخْرَۃَ عَلَی الْبِئْرِ وَلَا یَطِیْقُ رَفْعَھَا اِلَّا عَشْرَۃُ رِجَالٍ فَاِذَا ھُوَ بِامْرَاَتَیْنِ قَالَ مَا خَطْبُکُمَا فَحَدَّثَتَاہُ فَاَتَی الصَّخْرَۃَ فَرَفَعَھَا وَحْدَہٗ ثُمَّ اسْتَسْقٰی فَلَمْ یَسْتَسْقِ اِلَّا دَلْوًا وَّاحِدًا۔

موسیٰ علیہ السلام جب مدین کے کنویں پر تشریف لائے تو وہاں لوگوں کو دیکھا کہ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں جب وہ فارغ ہو گئے تو چٹان کو کنویں کی منڈیر پر ڈھانپ دیا اب اس کے کھولنے اور چٹان ہٹانے کی کسی میں طاقت نہ تھی بغیر دس آدمیوں کے تو وہاں دو عورتیں دیکھیں فرمایا تمہارا کیا حال ہے انہوں نے سب حال سنا دیا تو آپ اس کنویں کی چٹان پر آئے اور تنہا اس چٹان کو اٹھا کر تمام بکریاں سیراب کیں۔

ثُمَّ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴿۲۴﴾۔

پھر پلٹ کر آئے سایہ کی طرف اور عرض کی الٰہی جو کچھ تو نازل فرمائے اپنے خزانہ کرم سے میں اس کا حاجتمند ہوں۔یعنی کم زیادہ جو تو عطا فرمائے میں اس کا حاجتمند ہوں۔

ابن مردویہ رحمہ اللہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا سَقٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ لِلْجَارِیَتَیْنِ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ اِنَّہٗ یَوْمَئِذٍ فَقِیْرٌ اِلٰی کَفٍّ مِّنْ تَمْرٍ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب موسیٰ علیہ السلام لڑکیوں کے لئے پانی دے چکے تو پھر آپ سایہ میں تشریف لا کر عرض پیرا ہوئے الٰہی جو بھی تو نازل فرمائے اپنے کرم سے میں اس کا حاجتمند ہوں اس لئے کہ آپ اس دن ایک مٹھی کھجور کے بھی حاجتمند تھے۔

ابن سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم اور ضیا مختار میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں بے شک موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ فرمایا حالانکہ آپ بڑے خلق والے تھے لیکن اس دن ایک کھجور کے ٹکڑے کے بھی محتاج تھے اور آپ کا شکم مبارک شدت جوع سے پشت کو لگ گیا تھا۔ایک روایت میں ہے:

اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ سَاَلَ فَلَقًا مِّنَ الْخُبْزِ یَشُدُّ بِھَا صُلْبَہٗ مِنَ الْجُوْعِ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک ٹکڑا روٹی اللہ تعالیٰ سے مانگا اس لئے کہ آپ کی پشت مبارک بھوک کی وجہ سے اکڑ گئی تھی۔

بعض اس طرف بھی گئے کہ خیر مانگنے سے آپ کی مراد نجات طلب کرنا تھا ظالموں سے۔

بعض نے کہا اس سوال میں علم وحکمت کی زیادتی مطلوب تھی۔

اور ایک روایت ہے ابن عباس سے کہ جب وہ دونوں صاحبزادیاں واپس ہوئیں تو انہوں نے مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ سن لیا تھا تو اپنے باپ کے پاس جب آئیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے جلدی آنے کی وجہ دریافت کی فَاَخْبَرَتَاہُ فَقَالَ لِاِحْدَا ھُمَا انْطَلِقِیْ فَادْعِیْہِ۔تو انہوں نے سب کچھ سنا دیا تو آپ نے فرمایا تم میں سے ایک جا کر انہیں بلا لائے۔

فَجَآءَتْہُ اِحْدٰىہُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا

تو ان میں سے ایک آئی شرماتی ہوئی اور بولی ہمارے باپ نے آپ کو بلایا ہے تا کہ آپ کے پانی پلانے کا معاوضہ آپ

کودیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے منظور فرمایا اور اس لڑکی کے ساتھ روانہ ہوئے۔

رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَجَابَهَا فَقَامَ مَعَهَا فَقَالَ امْشِیْ خَلْفِیْ وَانْعِتِیْ لِیَ الطَّرِیْقَ فَاِنِّیْ اَكْرَهُ اَنْ تُصِیْبَ الرِّیَاحُ ثِیَابَكِ فَتَصِفُ لِیْ جَسَدَكِ فَفَعَلَتْ۔ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لڑکی کے ساتھ جانا منظور فرما کر اسے کہا: تم میرے پیچھے چلو اور راستہ بتاتی جاؤ مجھے یہ پسند نہیں کہ ہوا کا جھونکا تمہارا کپڑا اڑا دے اور جسم تیرے کا کوئی حصہ مجھے نظر آ جائے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: تم میرے پیچھے ہو جاؤ اس لئے کہ میں عورتوں کو پیچھے سے دیکھنا پسند نہیں کرتا اور مجھے راستہ دائیں بائیں سے بتاتی رہو۔ چنانچہ وہ ایسے ہی چلیں۔

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾۔

تو جب موسیٰ علیہ السلام آ گئے تو آپ نے تمام قصہ فرعون کا سنایا تو شعیب علیہ السلام نے فرمایا اب تم خوف نہ کرو تم ظالموں سے نجات پا چکے۔

اس لئے کہ مدین اس کے تحت حکومت نہیں تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام یہاں بغرض زیارت تشریف لائے تھے نہ اس لئے کہ یہاں آ کر کھانا کھائیں۔

چنانچہ ابن عساکر ابن ابی حازم سے راوی ہیں: **قَالَ لَمَّا دَخَلَ مُوْسٰی عَلٰی شُعَیْبٍ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ اِذَا هُوَ بِالْعَشَاءِ فَقَالَ لَهٗ شُعَیْبٌ كُلْ قَالَ مُوْسٰی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ قَالَ وَلِمَ اَلَسْتَ بِجَائِعٍ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ اَخَافُ اَنْ یَّكُوْنَ هٰذَا عِوَضًا لِّمَا سَقَیْتُ لَهُمَا وَاَنَا مِنْ اَهْلِ بَیْتٍ لَا نَبِیْعُ شَیْئًا مِّنْ عَمَلِ الْاٰخِرَةِ بِمِلْءِ الْاَرْضِ ذَهَبًا قَالَ لَا وَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّهَا عَادَتِیْ وَعَادَةُ اٰبَائِیْ نُقْرِی الضَّیْفَ وَ نُطْعِمُ الطَّعَامَ فَجَلَسَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَكَلَ مَعَهٗ۔**

جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو شام کے کھانے کا وقت تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کھائیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے اعوذ باللہ کہہ کر انکار کر دیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کیوں کیا آپ کو بھوک نہیں؟

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں بھوک تو ہے مگر میں اس سے ڈرتا ہوں کہ یہ میری اس خدمت کا معاوضہ نہ ہو جائے جو میں نے پانی کھینچ کر پلایا تھا اس لئے کہ ہم اس گھرانہ کے لوگ ہیں کہ آخرت کا اجر کبھی نہیں بیچتے اگر چہ روئے زمین سونے سے پر ملے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا واللہ یہ بات نہیں ہے بلکہ میری عادت ہے کہ مہمان کو بلا کر کھانا کھلاتا ہوں اور یہی عادت ہمارے آباء واجداد کی تھی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کھانے پر بیٹھے اور کھایا۔

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ ۔

صاحبزادیوں میں سے ایک بولی اباجان انہیں ملازم رکھ لیں بے شک بہتر نوکر وہ جو طاقتور امانت دار ہو۔

استیجار عربی میں طلب شے بالا جرت کو کہتے ہیں۔ (راغب)

اس پر ایک روایت ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی سے پوچھا تم نے انہیں قوی وامین کیسے جانا؟

تو انہوں نے بتایا کہ کنویں کی چٹان جو دس آدمی نہیں ہٹا سکتے انہوں نے تنہا اٹھا دی اور چلسی جسے چالیس آدمی کھینچتے ہیں انہوں نے تنہا کھینچ لیا۔

تو آپ نے فرمایا امین کیسے سمجھا؟

تو انہوں نے راہ میں آنے کا واقعہ اور اپنے کو پیچھے چلنے کا واقعہ سنایا۔ تو حضرت شعیب علیہ السلام نے قوت وامانت کا حال سن کر فرمایا:

قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ ۔ کہا شعیب علیہ السلام نے میرا ارادہ ہے کہ میں نکاح کر دوں تم سے ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا اس مہر کے بدلہ میں کہ تم میری خدمت آٹھ سال کرو تو اگر دس پورے کر دو تو یہ تمہاری مہربانی ہے اور میں تم پر مشقت ڈالنا نہیں چاہتا ان شاء اللہ تم مجھے خیر خواہ پاؤ گے۔

ابن منذر کہتے ہیں: اِنَّ لَهُمَا اَرْبَعُ اَخَوَاتٍ صِغَارٍ۔ ان دونوں بہنوں کی چار چھوٹی بہنیں بھی تھیں۔

بقائی کہتے ہیں: اِنَّ لَهٗ سَبْعُ بَنَاتٍ اُخَرُ كَمَا فِي التَّوْرَاةِ۔ توریت میں ہے کہ آپ کی ان کے علاوہ سات صاحبزادیاں اور بھی تھیں۔

وَالْحِجَجُ جَمْعُ حِجَّةٍ بِالْكَسْرِ السَّنَةُ۔ حجج۔ حج کی جمع ہے جو سال یا برس کے معنی میں ہے۔

گویا آٹھ سال تو آپ نے لازم فرمائے اور دو سال اور پورے کرنے کے لئے بطور رواداری فرمایا۔

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ فرما کر تسلی دی کہ میرے آپ کے مابین حسن معاملہ اور نرمی رہے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر جواب دیا:

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ ۔

فرمایا جو آپ نے فرمایا اس پر میں قائم ہوں اور میرے آپ کے مابین یہ معاہدہ ہے دونوں مدتوں میں سے جو میں پوری کر دوں تو پھر مجھ پر کوئی اور ذمہ نہیں اور اس معاہدہ میں جو میں آپ سے کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ وکیل ہے۔

وکیل کے معنی شاہد بھی ہیں بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

اور قتادہ حفیظ اس کے معنی کرتے ہیں۔

اور بحر میں ہے اَلْوَكِيْلُ الَّذِيْ وُكِّلَ اِلَيْهِ الْاَمْرُ۔ وکیل وہ ہے جس پر اپنا کام موقوف کیا جائے اور اس سے مراد توثیق عہد ہے۔

تحقیق حق مہر شرعی

يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ جَرٰى عَلٰى مُعَيَّنَةٍ بِمَهْرِ الْخِدْمَةِ الْمَذْكُوْرَةِ وَلَا فَسَادِ فِيْ جَعْلِ الرَّعْيَةِ مَهْرًا فَاِنَّهٗ جَائِزٌ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ۔ اس قسم کا مہر مبہم شریعت شعیب علیہ السلام میں جائز تھا۔

ہمارے امام ہمام سیدنا ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ کے مذہب میں مہر مال کے ساتھ ہی ہے۔ محیط برہانی میں ہے: لَوْتَزَوَّجَهَا عَلٰى اَنْ يَّرْعٰى غَنَمًا سَنَةً لَمْ يَجُزْ عَلٰى رِوَايَةِ الْاَصْلِ۔ اگر اس شرط پر نکاح کرے کہ ایک سال وہ بیوی کی بکریاں چرائے گا تو یہ جائز نہیں (روح المعانی) انتھٰی مختصراً۔ اس کے بعد کا قصہ آئندہ رکوع میں ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع ۔ سورۃ قصص ۔ پ ۲۰

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

تو جب پوری کر دی موسیٰ نے اپنی میعاد اور چلا معہ اپنی بیوی کے طور کی طرف تو ایک آگ دیکھی کہا اپنی بیوی کو ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں لاؤں تمہارے پاس خبر یا کوئی چنگاری آگ سے تا کہ تم تاپ سکو

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾

تو جب آیا آگ کے پاس ندا کی گئی میدان کے داہنے کنارے سے برکت والی جگہ میں درخت سے یہ کہ اے موسیٰ میں ہوں اللہ رب سارے جہان کا

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۗ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۗ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾

اور یہ کہ ڈال دے اپنا عصا تو جب دیکھا موسیٰ نے اسے لہراتا ہوا گویا سانپ ہے پیٹھ پھیر کر چلا اور مڑ کر نہ دیکھا اے موسیٰ سامنے آ اور ڈر نہیں بے شک تجھے امان ہے

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ۗ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

ڈال اپنا ہاتھ گریبان میں نکلے گا سفید چمکتا بے تکلیف اور ملا اپنا ہاتھ سینہ پر خوف دور کرنے کو تو یہ دو معجزے ہیں تیرے رب کے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بے شک وہ فاسق ہیں

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾

عرض کی الٰہی میں نے ان میں سے ایک جان مار دی ہے تو میں ڈرتا ہوں کہ مجھے قتل کر دیں

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ ۫ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾

اور میرا بھائی ہارون وہ مجھ سے زبان میں صاف ہے تو رسول بنا دے اسے میری مدد کے لئے کہ میری تصدیق کرے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا

فرمایا عنقریب قوی کر دیں گے ہم تیرا بازو تیرے بھائی

سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَآ ۚۛ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

کے ساتھ اور کریں گے ہم تم دونوں کو غالب تو نہ پہنچ سکے گا وہ تم دونوں تک ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں اور تمہارے پیرو غالب رہیں گے

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾

تو جب موسیٰ آئے ہماری نشانیوں کے ساتھ تو بولے یہ کچھ نہیں مگر جادو اور بناوٹ اور نہیں سنا ہم نے باپ دادوں سے جو پہلے گزر گئے

وَ قَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور کہا موسیٰ نے میرا رب خوب جانتا ہے جو لایا ہو ہدایت اس کے پاس سے اور جس کے لئے آخرت کا گھر ہوگا بے شک فلاح کو نہیں پہنچتے ظالم

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

اور بولا فرعون اے درباریو میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا تو اے ہامان میرے لئے گارا پکا کر ایک محل بنا شاید کہ میں خدا کو دیکھوں اور میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے

وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور تکبر کیا اس نے اور اس کے لشکریوں نے زمین میں ناحق اور سمجھے کہ انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں

فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

تو ہم نے اسے پکڑا اور اس کے لشکر کو تو پھینک دیا ہم نے ان کو دریا میں تو دیکھو کیسا ہوا انجام ظالموں کا

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾

اور کیا ہم نے انہیں پیشوا دوزخیوں کا اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ ہوگی

وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع

اور پیچھے لگائی ہم نے ان کے اس دنیا میں لعنت اور بروز قیامت وہ مصیبت میں ہیں

حل لغات چوتھا رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

فَلَمَّا - پھر جب	قَضٰى - پوری کر دی	مُوْسٰى - موسیٰ نے	الْاَجَلَ - مدت
وَ - اور	سَارَ - لے چلا	بِاَهْلِهٖ - اپنی بیوی کو	اٰنَسَ - دیکھا
مِنْ جَانِبِ - طرف	الطُّوْرِ - طور کی	نَارًا - آگ	قَالَ - کہا
لِاَهْلِهِ - اپنی بیوی سے	امْكُثُوْٓا - ٹھہرو	اِنِّيْٓ - بے شک میں نے	اٰنَسْتُ - دیکھی ہے
نَارًا - آگ	لَعَلِّيْٓ - تا کہ میں	اٰتِيْكُمْ - لاؤں تمہارے پاس	مِّنْهَا - اس سے

بِخَبَرٍ-کوئی خبر	اَوْ-یا	جَذْوَةٍ-کوئی انگارا	مِّنَ النَّارِ-آگ کا
لَعَلَّكُمْ-تاکہ تم	تَصْطَلُوْنَ-تاپو	فَلَمَّآ-پھر جب	اَتٰىهَا-آئے اس کے پاس
نُوْدِیَ-پکارے گئے	مِنْ شَاطِئِ-کنارے	الْوَادِ-میدان	الْاَیْمَنِ-دائیں سے
فِی-بیچ	الْبُقْعَةِ-ٹکڑے	الْمُبٰرَكَةِ-برکت والے کے	مِنَ الشَّجَرَةِ-درخت سے
اَنْ-یہ کہ	یّٰمُوْسٰٓی-اے موسیٰ	اِنِّیْٓ-بے شک	اَنَا-میں
اللّٰهُ-اللہ ہوں	رَبُّ-رب	الْعٰلَمِیْنَ-جہانوں کا	وَ-اور
اَنْ-یہ کہ	اَلْقِ-ڈال دے	عَصَاكَ-اپنی لاٹھی	فَلَمَّا-تو جب
رَاٰهَا-دیکھا اس کو	تَهْتَزُّ-حرکت کرتی	كَاَنَّهَا-گویا کہ وہ	جَآنٌّ-سانپ ہے
وَّلّٰى-پھرے	مُدْبِرًا-پیٹھ دے کر	وَّ-اور	لَمْ-نہ
یُعَقِّبْ-پیچھے دیکھا	یٰٓاَ-اے	مُوْسٰى-موسیٰ	اَقْبِلْ-آجا
وَ-اور	لَا-نہ	تَخَفْ-ڈر	اِنَّكَ-بے شک تو
مِنَ الْاٰمِنِیْنَ-امن والوں سے ہے		اُسْلُكْ-داخل کر	یَدَكَ-اپنا ہاتھ
فِیْ-بیچ	جَیْبِكَ-اپنے گریبان کے	تَخْرُجْ-نکلے گا	بَیْضَآءَ-سفید
مِنْ غَیْرِ-بغیر کسی	سُوْٓءٍ-تکلیف کے	وَّ-اور	اضْمُمْ-ملا
اِلَیْكَ-اپنی طرف	جَنَاحَكَ-اپنا بازو	مِنَ الرَّهْبِ-ڈر سے	فَذٰنِكَ-تو یہ
بُرْهَانٰنِ-دو نشان ہیں	مِنْ رَّبِّكَ-تیرے رب سے	اِلٰى-طرف	فِرْعَوْنَ-فرعون
وَ-اور	مَلَا۠ىِٕهٖ-اس کے سرداروں کی	اِنَّهُمْ-بے شک وہ	كَانُوْا-تھے
قَوْمًا-قوم	فٰسِقِیْنَ-بدکردار	قَالَ-کہا	رَبِّ-اے میرے رب
اِنِّیْ-بے شک میں نے	قَتَلْتُ-قتل کیا ہے	مِنْهُمْ-ان کا	نَفْسًا-ایک آدمی
فَاَخَافُ-تو ڈرتا ہوں میں	اَنْ-یہ کہ	یَّقْتُلُوْنِ-مجھے قتل کردیں	وَ-اور
اَخِیْ-میرا بھائی	هٰرُوْنُ-ہارون	هُوَ-وہ	اَفْصَحُ-صاف ہے
مِنِّیْ-مجھ سے	لِسَانًا-زبان میں	فَاَرْسِلْهُ-تو بھیج اسے	مَعِیَ-میرے ساتھ
رِدْاً-مددگار جو	یُّصَدِّقُنِیْٓ-میری تصدیق کرے	اِنِّیْٓ-بے شک میں	اَخَافُ-ڈرتا ہوں
اَنْ-یہ کہ	یُّكَذِّبُوْنِ-مجھے جھٹلائیں	قَالَ-فرمایا	سَنَشُدُّ-عنقریب مضبوط
کریں گے ہم	عَضُدَ-بازو	كَ-تیرا	بِاَخِیْكَ-تیرے بھائی سے
وَ-اور	نَجْعَلُ-کریں گے ہم	لَكُمَا-تمہارے لئے	سُلْطٰنًا-غلبہ
فَلَا-تو نہ	یَصِلُوْنَ-پہنچ سکیں گے	اِلَیْكُمَا-تمہاری طرف	بِاٰیٰتِنَآ-ہماری آیتوں سے
اَنْتُمَا-تم	وَ-اور	مَنِ-جو	اتَّبَعَكُمَا-تمہارا پیرو ہوگا

الْغٰلِبُوْنَ۔غالب رہوگے فَلَمَّا۔پھر جب جَآءَ۔آیا هُمْ۔ان کے پاس
مُّوْسٰی۔موسیٰ بِاٰیٰتِنَا۔ہماری آیتیں بَیِّنٰتٍ۔روشن لے کر قَالُوْا۔بولے
مَا۔نہیں هٰذَآ۔یہ اِلَّا۔مگر سِحْرٌ۔جادو
مُّفْتَرًی۔بنایا گیا وَّ۔اور مَا۔نہیں سَمِعْنَا۔سنا ہم نے
بِهٰذَا۔یہ فِیْٓ۔بیچ اٰبَآئِنَا۔اپنے باپ دادا الْاَوَّلِیْنَ۔پہلوں کے
وَ۔اور قَالَ۔کہا مُوْسٰی۔موسیٰ نے رَبِّیْٓ۔میرا رب
اَعْلَمُ۔خوب جانتا ہے بِمَنْ۔اس کو جو جَآءَ۔لایا
بِالْهُدٰی۔ہدایت مِنْ عِنْدِهٖ۔اس کی طرف سے وَ۔اور
مَنْ۔جس کے لئے تَكُوْنُ۔ہوتا ہے لَهٗ۔اس کے لئے عَاقِبَةُ۔آخرت کا
الدَّارِ۔گھر اِنَّهٗ۔بے شک وہ لَا یُفْلِحُ۔نہیں کامیاب ہوتے الظّٰلِمُوْنَ۔ظالم
وَ۔اور قَالَ۔کہا فِرْعَوْنُ۔فرعون نے یٰٓاَیُّهَا۔اے
الْمَلَاُ۔سردارو مَا۔نہیں عَلِمْتُ۔جانتا میں لَكُمْ۔تمہارے لئے
مِّنْ۔کوئی اِلٰهٍ۔معبود غَیْرِیْ۔سوا اپنے فَاَوْقِدْ۔تو آگ جلا
لِیْ۔میرے لئے یٰٓ۔اے یٰهَامٰنُ۔ہامان عَلَی۔اوپر
الطِّیْنِ۔مٹی کے فَاجْعَلْ۔تو بنا لِّیْ۔میرے لئے صَرْحًا۔ایک محل
لَّعَلِّیْٓ۔تاکہ میں اَطَّلِعُ۔دیکھوں اِلٰٓی۔طرف اِلٰهِ۔خدا
مُوْسٰی۔موسیٰ کے وَ۔اور اِنِّیْ۔بے شک میں لَاَظُنُّهٗ۔خیال کرتا ہوں
مِنَ الْكٰذِبِیْنَ۔جھوٹے لوگوں سے وَ۔اور اسْتَكْبَرَ۔تکبر کیا
هُوَ۔اس نے وَ۔اور جُنُوْدُهٗ۔اس کے لشکر نے فِی۔بیچ
الْاَرْضِ۔زمین کے بِغَیْرِ۔بغیر الْحَقِّ۔حق کے وَ۔اور
ظَنُّوْٓا۔خیال کیا انہوں نے اَنَّهُمْ۔کہ وہ اِلَیْنَا۔ہماری طرف لَا۔نہ
یُرْجَعُوْنَ۔لوٹائے جائیں گے فَاَخَذْنٰهُ۔تو پکڑا ہم نے اس کو
وَ۔اور جُنُوْدَهٗ۔اس کے لشکروں کو فَنَبَذْنَا۔توڑ ڈالا ہم نے هُمْ۔ان کو
فِی۔بیچ الْیَمِّ۔دریا کے فَانْظُرْ۔تو دیکھ كَیْفَ۔کیسا
كَانَ۔ہوا عَاقِبَةُ۔انجام الظّٰلِمِیْنَ۔ظالموں کا وَ۔اور
جَعَلْنٰهُمْ۔بنایا ہم نے ان کو اَئِمَّةً۔پیشوا یَّدْعُوْنَ۔بلاتے ہیں اِلَی۔طرف
النَّارِ۔آگ کی وَ۔اور یَوْمَ۔دن الْقِیٰمَةِ۔قیامت کے
لَا۔نہ یُنْصَرُوْنَ۔مدد دیئے جائیں گے وَ۔اور

اَتْبَعْنٰهُمْ۔ پیچھے لگائی ہم نے ان کے فِیْ۔ بیچ هٰذِهٖ۔ اس
الدُّنْیَا۔ دنیا کے لَعْنَةً۔ لعنت وَیَوْمَ۔ اور دن الْقِیٰمَةِ۔ قیامت کے
هُمْ۔ وہ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ۔ بدشکلوں سے ہوں گے

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾۔

جب پوری کر چکے موسیٰ اپنی مدت تو روانہ ہوئے اپنی بیوی کے ساتھ تو راہ میں طور کی جانب سے آگ کی روشنی دیکھی فرمایا اپنی بیوی کو ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے میں راستہ کی خبر بھی لاتا ہوں اور چنگاری بھی جلتی ہوئی لاؤں گا تاکہ تم تاپ سکو۔

اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے آٹھ سال پورے کئے یا دس سال بہرحال آٹھ یا دس سال پورے کر کے آپ نے مصر کا ارادہ کیا حضرت شعیب علیہ السلام سے اجازت طلب کی۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ کو ایک عصا عطا فرمایا یہ وہ عصا تھا جو حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے اور اجازت روانگی دی۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آپ نے حضرت شعیب علیہ السلام سے دس سال پورے کر کے اجازت حاصل کی تھی چلتے چلتے راستہ بھول گئے اور وادی طور کی طرف آنکلے سردی سخت تھی رات اندھیری سونا جنگل تھا کہ آپ کو ایک طرف آگ روشن نظر آئی۔ آپ نے بیوی سے کہا تم ٹھہرو مجھے آگ نظر پڑی ہے وہاں سے کم از کم راستے کی خبر لے آؤں اور آگ کی چنگاری بھی لاؤں تاکہ تم تاپ لو۔

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ ۔ تو جب روشنی کی طرف آیا ندا کی گئی میدان کے داہنے کنارے سے برکت والے مقام میں درخت سے کہ اے موسیٰ بے شک میں ہی اللہ رب العالمین ہوں۔

اس درخت میں بھی اختلاف ہے کسی نے عناب لکھا ہے کسی نے عوسج کہا ہے عوسج ایک خاردار درخت ہے جو جنگلوں میں ہوتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ سرسبز درخت سے آگ نکل رہی ہے تو آپ نے جان لیا کہ درخت سرسبز شاداب میں سے آگ نکلنا یہ یقیناً خدائی نشان ہے پھر اس میں سے آواز آنا یہ بھی من جانب اللہ عزوجل ہے اور یقیناً یہ کلام الٰہی عزوجل کی آواز ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا کہ وہ آواز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جسم کے ہر عضو سے آرہی تھی اور اس آواز میں ہماری آوازوں کی طرح حروف نہ تھے بلکہ وہ کلام نفسی تھا جس کا تحمل آپ ہی کو عطا ہوا۔

غرضکہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے، کیسے ہوئے، کیونکر ہوئے، کس طرح ہوئے اس پر متکلمین اپنی کلام کر رہے ہیں اور دوسرے اپنی اپنی بولیاں بول رہے ہیں مگر حقیقت کلام کو وہ جانیں جو کلیم اللہ بنے یا وہ جانے جس نے کلیم اللہ بنایا۔

مختصر یہ کہ آپ کو جہاں روشنی یا آگ نظر آئی وہ وادی طور تھی قلزم کے قریب مدین سے ایک دو روز کے فاصلہ پر مصر جاتے ہوئے یہ وادی ملتی ہے۔

خدا کی شان، آئے تو آگ لینے کو تھے مگر نور نبوت سے سرفراز ہو گئے کسی پرانے شاعر نے خوب تاریخی نقشہ ایک شعر میں کھینچا ہے:

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال ۔۔۔ کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

یہیں عصا اور ید بیضا کے معجزے بھی ملے جس کی تفصیل آ رہی ہے:

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ ۔ کہ موسیٰ اپنا عصا ڈال دے تو جب دیکھا اسے تو لہرا رہا تھا گویا کہ سانپ ہے پیٹھ پھیر کر پلٹا اور مڑ کر نہ دیکھا۔

خوف کی وجہ سے تو ارشاد ہوا:

يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۔

اے موسیٰ! (علیہ السلام) آگے بڑھ اور خوف نہ کر تو بے شک امن والوں میں ہے۔

آپ نے وہ عصا پکڑ لیا جو سانپ ہو گیا تھا تو پکڑتے ہی حسب سابق عصا ہی ہو گیا۔ دوسرے معجزہ کی عطایوں ہوئی کہ حکم الٰہی عزوجل ہوا:

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۡ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ ۔ اپنا ہاتھ ڈالو گریبان میں وہ بغیر کسی تکلیف کے چمکتا ہوا سفید نکلے گا اور دونوں ہاتھ اپنے سینہ سے ملاؤ کہ خوف نہ رہے تو یہ دونوں معجزے تمہارے رب کی طرف سے ہیں فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بے شک وہ جماعت متجاوز عن الحدود ہے۔

اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی جس کا ذکر مندرجہ آیات میں ہے:

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۡ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ ۔

عرض کی الٰہی! میں ان میں سے ایک جان کو ہلاک کر چکا ہوں تو مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے اور میرا بھائی ہارون از روئے زبان مجھ سے صاف بولنے والا ہے تو اسے بھی رسالت عطا فرما کر میرے ساتھ کر کہ مددگار رہے اور میری تصدیق کرے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

یہ درخواست موسیٰ علیہ السلام کی منظور ہوئی جس کا دوسری جگہ ذکر ہو چکا ہے قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى۔ ہم نے موسیٰ تمہارے سوال کے مطابق تمہیں دے دیا تمہارا بھائی۔ اور یہاں بھی بطور مژدہ جواب میں ارشاد ہے۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۔ فرمایا ہم عنقریب مضبوط فرمائیں گے تمہارا بازو تمہارے بھائی کے ساتھ اور تمہیں غلبہ دیں گے تو وہ تم تک پہنچ بھی نہ سکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب تم اور تمہارے پیرو ہی غالب رہو گے۔

چنانچہ اب آپ کا فرعون کے مقابل آنے کا تذکرہ مختصراً بیان فرما کر ان کا انجام بتایا گیا:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾

تو جب موسیٰ ہماری نشانیوں کے ساتھ فرعونیوں میں تشریف لائے وہ تو بولے یہ کچھ نہیں مگر بنایا ہوا جادو ہے اور نہیں سنا ہم نے اپنے باپ دادا سے بھی پہلے۔

اس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیا:

وَ قَالَ مُوْسٰى رَبِّيْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ ۔ اور فرمایا موسیٰ نے میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے اور اسے بھی خوب جانتا ہے جس کے لئے دار آخرت آخرت میں ہوگا اور بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔

پھر فرعون نے ہٹ دھرمی سے کہا کہ میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں پھر بھی اے ہامان ایک بلند محل بنا تا کہ میں موسیٰ (علیہ السلام) کے خدا کو دیکھوں چنانچہ اسے قرآن کریم اپنی زبان میں اس طرح بیان فرماتا ہے:

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ ۔

اور فرعون بولا اے میرے درباریو! میں تمہارا خدا اپنے سوا کسی کو نہیں مانتا تو اے ہامان میرے لئے گارا پکوا کر (اینٹوں کا پزاوہ پختہ کر) پھر ایک بلند محل تیار کر اکہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھوں اور میں تو اسے جھوٹا ہی خیال کرتا ہوں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اینٹوں کی پہلی ایجاد فرعون نے کی اس سے پہلے اینٹ کی ایجاد نہیں ہوئی۔ چنانچہ ہامان وزیر فرعون نے ہزار ہا کاریگر اور مزدور لگا کر اینٹیں بنوائیں اور انہیں پزاوہ میں پکا کر ایک بلند عمارت ایسی بنوائی کہ اس کے برابر بلند عمارت دنیا میں نہیں تھی۔

یہ وہم فرعون کو خدا کے دیکھنے کا اس وجہ میں ہوا کہ اس کے گمان میں اللہ تعالیٰ بھی کسی مکان میں ہے اور وہ بھی ہمارے جیسا جسم رکھتا ہے تو اس ذریعہ سے اسے دیکھا جا سکے گا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ان کا تکبر اور اس کا انجام اس طرح بیان فرمایا گیا:

وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ۔

اور تکبر کیا اس نے اور اس کے لشکر نے زمین مین ناحق اور گمان کیا کہ وہ ہماری طرف لوٹ کر نہ آئیں گے تو ہم نے پکڑا انہیں اور ان کے لشکر کو یم یعنی دریائے نیل میں پھینک دیا تو دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا اور کر دیا ہم نے انہیں اور ان کے لشکر کو دوزخیوں کا پیشوا کہ پکارتے ہیں آگ کی طرف اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ ہوگی۔ اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگائی اور قیامت کے دن وہ سخت قباحتوں میں ہوں گے۔

اور اس امر کی تفصیل اور مقامات پر ہے کہ وہ کیسے غرق ہوا اور اسے کیا کیا ذلتیں اٹھانی پڑیں اور اس میں جو نادر لغات ہیں ان کی تصریح تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

نادر لغات

قَضٰی۔ پوری کرلی۔ اَیْ اَتَمَّ۔

اَجَلَ۔ مدت۔

اٰنَسَ۔ اَبْصَرَ۔ دیکھا اِیْنَاس۔ بمعنی احساس ہے لیکن یہ بمعنی ابصار بھی مستعمل ہے۔

اُمْکُثُوْا۔ یَعْنِیْ اَقِیْمُوْا۔ ٹھہرو۔

جَذْوَۃٍ۔ اَلْجَذْوَۃُ مَا یَبْقٰی مِنَ الْحَطَبِ بَعْدَ الْاِلْتِھَابِ۔ جذوہ اس چنگاری کو کہتے ہیں جو دہک کر جل کر باقی رہ جائے۔

شَاطِئِ الْوَادِیْ۔ کنارہ جنگل کا۔

اَیْمَنِ۔ داہنا۔

بُقْعَہ۔ قِطْعَۃ۔

تَھْتَزُّ۔ تَتَحَرَّکُ۔ لرز رہا تھا۔ لہرا رہا تھا

جَآنٌّ۔ چتلا کُمَلَاءُ الْعَیْنِ۔ وہ سانپ جو گھروں میں ہوتا ہے۔

مُدْبِرًا۔ پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔

لَمْ یُعَقِّبْ۔ لوٹ کر نہ دیکھنا

اُسْلُکْ۔ اُدْخِلْ۔ داخل کر۔

جَیْب۔ گریبان۔

رَھْبِ۔ خوف۔

فَذٰنِکَ۔ یہ یَعْنِیْ ھٰذَیْنِ۔ ہے۔ اس کے معنی ذلک اس اور یہ کے ہیں۔

رِدْاً۔ اَیْ عَوْنًا۔ مددگار یُقَالُ رَدَاْتُہٗ عَلٰی عَدُوِّہٖ اَیْ اَعَنْتُہٗ۔

سَنَشُدُّ۔ سَنُقَوِّیْکَ۔ جلدی قوت دیں گے اور سَنُعِیْنُکَ۔ اور جلدی مدد کریں گے ہم۔

فَاَوْقِدْلِیْ۔ اِصْنَعْ لِیْ۔ بنا میرے لئے۔ یا وقد سے ہے پکا میرے لئے۔

صَرْحًا۔ بِنَاءً۔ محل بلند

فَنَبَذْنٰھُمْ۔ نَبْذ۔ پھینکنے کو کہتے ہیں۔

یَمّ۔ دریا۔

مَقْبُوْحِیْنَ۔ مَطْرُوْدِیْنَ۔ ذلیل دھتکارے ہوئے۔

اصل تفسیر چوتھا رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ۔ جب پوری کردی موسیٰ نے اپنی مقررہ مدت۔

یعنی حضرت شعیب علیہ السلام نے جو آٹھ سال مقرر فرمائی تھی اور دس سال ان کی مرضی پر رکھے تھے اور اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِهِ الْاَجَلُ الْاٰخِرُ۔ اس سے مراد دوسری مدت یعنی دس سال ہے۔ ایسا ہی ابن مردویہ، مقسم اور حسن بن علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

وَ اَخرَجَ الْبُخَارِیُّ وَ جَمَاعَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سُئِلَ اَیُّ الْاَجَلَیْنِ قَضٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اَكْثَرَهُمَا وَ اَطْیَبَهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا قَالَ فَعَلَ۔ ابن عباس سے پوچھا گیا کہ دونوں مدتوں میں سے کون سی مدت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوری کی فرمایا دونوں میں سے زیادہ مدت پوری کی اور نہایت پاک طریقہ سے پوری کی اس لئے کہ شعیب علیہ السلام جو کچھ فرماتے پورا کرتے تھے۔ گویا نبی جب کوئی وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے۔

وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ۔ اور روانہ ہوئے اپنی بیوی کے ساتھ۔

یعنی بہ اجازت حضرت شعیب علیہ السلام جب آپ مصر کو روانہ ہوئے اپنی بیوی کو ساتھ لے کر اس لئے کہ آپ کی والدہ اور بھائی اور بہن اور تمام رشتہ دار مصر میں ہی تھے۔ ان سے ملنے کی غرض سے آپ مصر تشریف لا رہے تھے۔

تو راستہ آپ نے عام راستہ کے علاوہ اختیار فرمایا تو کوہ طور راستہ میں آیا۔

اور آپ کے ساتھ روانگی کے وقت آپ کے دو صاحبزادے بھی تھے۔

بڑے کا نام جیرشوم تھا اور چھوٹے کا نام یعاذر۔ یہ دونوں صاحبزادے زمانہ قیام مدین میں ہی پیدا ہو چکے تھے۔ عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم مجاہد رحمہم اللہ سے راوی ہیں: قَضٰی مُوْسٰی عَشْرَ سِنِیْنَ ثُمَّ مَكَثَ بَعْدَ ذٰلِكَ عَشْرًا اُخْرٰی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال عہد کے مطابق رہے اور بعد اس مدت کے دس سال اور قیام کیا۔

اور راستہ میں یہ تیسرا بچہ پیدا ہوا۔

اور بحر میں ہے: اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ خَرَجَ بِاَهْلِهٖ وَ مَالِهٖ فِیْ فَصْلِ الشِّتَآءِ وَاَخَذَ عَلٰی غَیْرِ الطَّرِیْقِ مَخَافَةَ مُلُوْكِ الشَّامِ وَ اِمْرَاَتُهٗ حَامِلٌ لَّا یَدْرِیْ اَلَیْلًا تَضَعُ اَمْ نَهَارًا مِّنْهَا فِی السَّیْرِ لَا یَعْرِفُ طُرُقَهَا فَاَلْجَاهُ السَّیْرُ اِلٰی جَانِبِ الطُّوْرِ الْغَرْبِیِّ الْاَیْمَنِ فِیْ لَیْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ مُّثَلَّجَةٍ شَدِیْدَةِ الْبَرْدِ۔

آپ جب مدین سے چلے تو بیوی اور مال وغیرہ ساتھ تھا اور سردی کا موسم تھا پھر آپ عام راستے سے علیحدہ روانہ ہوئے ملوک شام کے خوف سے اور آپ کی بیوی حاملہ تھیں اور یہ معلوم نہ تھا کہ رات بچہ ہو یا صبح آپ جنگل جنگل چلے اور رستہ معلوم نہ تھا چلتے چلتے کوہ طور کی طرف نکل آئے پھر رات اندھیری اور برف والی تھی سخت سردی تھی۔

ایک قول ہے: كَانَ لِغَیْرَتِهٖ عَلٰی حَرَمِهٖ یَصْحَبُ الرِّفْقَةَ لَیْلًا وَّ یُفَارِقُهُمْ نَهَارًا فَاَضَلَّ الطَّرِیْقَ یَوْمًا حَتّٰی اَدْرَكَهُ اللَّیْلُ فَاَخَذَ اِمْرَاَتَهُ الطَّلْقُ فَقَدَحَ زَنْدَهٗ فَاَصْلَدَ فَنَظَرَ فَاِذَا رَاٰی نَارًا تَلُوْحُ مِنْ بُعْدٍ فَقَالَ امْكُثُوْا۔

آپ بوجہ غیرت رات میں ساتھ رہتے اور دن میں علیحدہ رہ کر چلتے کہ راہ بھول گئے دن بھر چلتے رہے کہ شام ہو گئی کہ اچانک آپ کی بیوی کو دردزہ ہو گیا اور سردی نے پریشان کیا آپ نے آگ کے لئے دوڑ دھوپ کی کہ اچانک ایک طرف روشنی

نظر آئی جو دور تھی پھر فرمایا تم ٹھہرو میں نے روشنی دیکھی ہے۔

حَیۡثُ قَالَ اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ اَوۡ جَذۡوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّکُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ ﴿۲۹﴾۔

میں نے آگ دیکھی ہے تاکہ میں اس سے خبر لاؤں راستہ کی یا چنگاری آگ کی تاکہ تم تاپ سکو۔

تَصۡطَلُوۡنَ۔ کے معنی تَسۡتَدۡفِئُوۡنَ وَ تَتَسَخَّنُوۡنَ ہیں۔ گرمی حاصل کرنا اور سخونت لینا۔

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوۡدِیَ مِنۡ شَاطِیِٔ الۡوَادِ الۡاَیۡمَنِ فِی الۡبُقۡعَةِ الۡمُبٰرَکَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنۡ یّٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۰﴾۔ جب آیا موسیٰ ندا دی گئی کنارہ سے داہنی طرف کے برکت والے حصہ سے درخت سے کہ اے موسیٰ میں رب العالمین ہوں۔

بقعہ عربی میں قطعہ کو کہتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ درخت عناب کا تھا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ درخت سمرہ تھا اور سمرہ عربی میں جھاؤ کے درخت کو کہتے ہیں۔

ابن جریج اور کلبی اور وہب رحمہم اللہ عوسجہ بتاتے ہیں اور عوسجہ عربی میں ایک درخت ہے جس کی اردو نہیں ملتی۔ اور قتادہ و مقاتل رحمہما اللہ کہتے ہیں علیقہ تھا یہ نام توریت میں مذکور ہے۔

یّٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰهُ۔ یَعۡنِیۡ اِعۡلَمۡ یّٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰهُ۔ جیسے سورہ نمل میں ہے نُوۡدِیَ اَنۡۢ بُوۡرِکَ مَنۡ فِی النَّارِ۔ اور سورہ طٰہٰ میں ہے نُوۡدِیَ یٰمُوۡسٰی ﴿۱۱﴾ اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّکَ۔

اب اس امر کی تحقیق کہ وہ ندا کیسی تھی یہ ہے

خَلَقَهُ اللّٰهُ فِی الشَّجَرَةِ بِلَا اِتِّحَادٍ وَّ حُلُوۡلٍ۔ یہ آواز درخت میں پیدا فرمائی گئی۔ اس سے اتحاد و حلول لازم نہیں آتا۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّهٗ عَلَیۡهِ السَّلَامُ سَمِعَ کَلَامَهُ النَّفۡسِیَّ الۡقَدِیۡمَ بِلَا صَوۡتٍ وَّ لَا حَرۡفٍ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کلام نفسی سنا جس میں نہ صوت ہوتی ہے نہ حرف۔

وَ هٰذَا کَمَا تَرٰی ذَاتَهٗ عَزَّوَجَلَّ بِلَا کَیۡفٍ وَّلَا کَمٍّ۔ یہ ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات بلا کیف و کم دیکھنا۔

بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام بالوحی فرمایا لیکن ظاہر نص اس کے خلاف ہے اگر فاوحی فرمایا جاتا تو یہ قول تسلیم ہو جاتا۔ نص میں ندا من جانب اللہ واضح ہے اور اسی وجہ میں آپ کلیم اللہ کے خطاب سے ممتاز ہوئے۔

بنا بریں یہ قول مطابق ظاہر نص ہے اور یہی قابل ترجیح ہے۔ بِاَنَّهٗ عَلَیۡهِ السَّلَامُ سَمِعَ صَوۡتًا دَالًّا عَلٰی کَلَامِهٖ تَعَالٰی بِلَا وَاسِطَةِ مَلَکٍ اَوۡ کِتَابٍ سَوَآءٌ کَانَ مِنۡ جَانِبٍ وَّاحِدٍ لٰکِنۡ بِصَوۡتٍ غَیۡرِ مُکۡتَسَبٍ لِلۡعِبَادِ عَلٰی مَا هُوَ شَاۡنُ سِمَاعَتِهٖ اَوۡ مِنۡ جَمِیۡعِ الۡجِهَاتِ لِمَا فِیۡ کُلٍّ مِّنۡ خَرۡقِ الۡعَادَةِ۔ وہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آواز مسموع فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی طرف دلالت کر رہی تھی اور یہ آواز بلا وساطت ملک اور کتاب کے تھی عام اس کے کہ وہ آواز ایک جانب سے ہی آئی لیکن اس کی سماعت غیر مکتسب للعباد تھی اور وہ آواز ایسی تھی جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے یا وہ آواز ہر جہت سے آئی ہو بہر حال یہ خرق عادت سے مسموع ہوئی اور اس میں حکم ملا۔

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ۔ یہ کہ اے موسیٰ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے۔

اس حکم کی تصریح دوسری جگہ اس طرح فرمائی: قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰهَا۔ حکم ہوا اے موسیٰ اسے ڈال دو تو آپ نے ڈال دیا۔

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ۔

تو جب اسے دیکھا لہراتا ہوا گویا کہ سانپ ہے تو پیٹھ دے کر چلے اور پلٹ کر نہ دیکھا تو حکم ہوا۔

يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾۔ اے موسیٰ آگے بڑھو اور خوف نہ کرو تم امن میں ہو۔

اس لئے کہ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ۔ ہمارے بھیجے ہوئے نہیں ڈرا کرتے ان کے لئے ہر خوف سے امن ہوتا ہے پھر حکم ہوا:

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ۔

داخل کرو اپنا ہاتھ اپنے کرتے کے گریبان میں نکلے گا سفید چمکتا بلا کسی تکلیف و مرض کے۔

جیب کے معنی آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هُوَ فَتْحُ الْجُبَّةِ مِنْ حَيْثُ يُخْرَجُ الرَّأْسُ۔ جیب اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں سے سر نکالا کرتے ہیں اسے اردو میں گلا یا گریبان کہتے ہیں۔

اور اُسْلُكْ کے معنی اُدْخِلْهَا لکھے ہیں۔ داخل کر اپنا ہاتھ۔

مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ۔ اَیْ عَیْبٍ۔ یعنی وہ ہاتھ بغیر کسی مرض اور تکلیف کے نکلے گا۔ چونکہ اس وقت ان خارق عادات امور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ تھے اور خوف کا اثر پہلے دل پر ہوتا ہے بنا بریں ان کو حکم ہوا:

وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ۔ اور ملا لو اپنے سینہ سے اپنے دونوں ہاتھ خوف دور کرنے کو۔

آلوسی فرماتے ہیں اور زید سے ناقل ہیں: اَمَرَ سُبْحٰنَهٗ بِضَمِّ عَضُدِهٖ وَ ذِرَاعِهٖ وَ هُوَ الْجَنَاحُ اِلٰی جَنْبِهٖ لِیَخِفَّ بِذٰلِکَ فَزَعُهٗ وَ مِنْ شَاْنِ الْاِنْسَانِ اِذَا فَعَلَ ذٰلِکَ فِیْ وَقْتِ فَزَعِهٖ اَنْ یُّقَوِّیَ قَلْبَهٗ۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دونوں ہاتھ سینہ پر رکھنے کا حکم دیا اور وہ جناح یعنی بازو ہیں انسان کے دونوں پہلوؤں پر تاکہ جو گھبراہٹ اس اجنبی بات سے پیدا ہوگئی وہ خفیف اور ہلکی ہو جائے اور عام طور پر انسان گھبراہٹ میں جب ایسا کر لیتا ہے تو اس کا دل قوی ہو جاتا ہے۔

رہب عربی میں خوف کو کہتے ہیں۔

چنانچہ علامہ ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خَافَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنْ یَّکُوْنَ حَدَثَ بِهٖ سُوْٓءٌ فَاَمَرَ سُبْحٰنَهٗ اَنْ یُّعِیْدَ یَدَهٗ اِلٰی جَنْبِهٖ لِتَعُوْدَ اِلٰی حَالَتِهَا الْاُوْلٰی فَیَعْلَمُ اَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ ذٰلِکَ سُوْٓءً ا بَلْ اٰیَةٌ مِّنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ موسیٰ علیہ السلام ایک نئی بات کے ظہور سے خوفزدہ ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اپنے ہاتھ سینہ پر رکھ لو تاکہ سکون پا کر اپنی پہلی حالت پر آ جائیں اور سمجھ لیں کہ یہ کوئی تکلیف والی بات نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف سے نشانی ہے۔

فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾۔

تو یہ دو معجزے اور برہان ہیں تمہارے رب کے فرعون کی طرف اور اس کی جماعت کے لئے بے شک وہ حدود ظلم سے

اوردائرہ عدوان وسرکشی سے تجاوز کر چکا ہے۔

فَذٰنِكَ اور فَذٰلِكَ ایک معنی میں مستعمل ہے۔

قَالَ الْمُبَرِّدُ اَنَّهٗ بُدِّلَ مِنْ لَامِ ذٰلِكَ كَاَنَّهُمْ اَدْخَلُوْهَا بَعْدَ نُوْنِ التَّثْنِيَةِ ثُمَّ قُلِبَتِ اللَّامُ نُوْنًا لِقُرْبِ الْمَخْرَجِ وَ اُدْغِمَتْ۔ مبرد کہتے ہیں ذلک کالام نون تثنیہ میں گویا داخل کر دیا پھر لام کو نون سے بوجہ قرب مخرج بدل دیا اور ادغام کر دیا۔

اس حکم کو سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾۔

عرض کیا موسیٰ علیہ السلام نے الٰہی مجھ سے ان کا ایک آدمی مارا گیا ہے تو مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

اس گزارش سے آپ کی مراد طلب حفظ تھی اور تائید حق ابلاغ رسالت میں، نہ کہ حکم کی تعمیل سے معذوری اور یہ خیال یہود کا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ عرض کر کے تبلیغ رسالت سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ معاذ اللہ عزوجل بلکہ تائید ابلاغ رسالت کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کی معیت بھی چاہی یہ ہمارے اعتقاد پر مزید مؤید ہے حَیْثُ قَالَ۔

وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ٘ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾۔

اور میرا بھائی ہارون از روئے زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو اسے میرے ساتھ بھیج کر میرا مددگار بنا دے کہ وہ میری تصدیق کرے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

رِدْاً۔ کے معنی آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ عَوْنًا كَمَا رُوِیَ عَنْ قَتَادَةَ۔

اور ابوعبیدہ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں اور عرف بتاتے ہیں: یُقَالُ رَدَأْتُهٗ عَلٰی عَدُوِّهٖ اَعَنْتُهٗ میں نے فلاں کی دشمن پر اعانت کی۔

ابوحیان رحمہ اللہ کہتے ہیں: اَلرِّدْءُ الْمُعِیْنُ الَّذِیْ یَشْتَدُّ بِهِ الْاَمْرُ۔ رِدا اس معین کو کہتے ہیں جو کسی کے کلام کو مضبوط کرنے میں اعانت کرے۔ اور محاورہ بتاتے ہیں رَدَاْتُ الْحَائِطَ اَرْدَءُهٗ اِذَا وَعَمْتَهٗ بِخَشْبَةٍ لِئَلَّا یَسْقُطَ۔ دیوار کو میں نے قوت دی جبکہ اسے لکڑیوں تھونیوں سے روک دیا جائے کہ وہ گرے نہیں۔

اَفْصَحُ مِنِّیْ۔ مجھ سے زیادہ صاف زبان ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہارون علیہ السلام کی زبان صاف تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک میں لکنت تھی یہ لکنت زبان مبارک میں فرعون کے یہاں آگ اٹھانے اور زبان سے لگانے کی وجہ میں تھی جس کا واقعہ کسی جگہ مفصل آ چکا ہے۔

یُّصَدِّقُنِیْۤ۔ وہ میری تصدیق کریں گے۔

اَیْ یَفْحَصُ بِلِسَانِهِ الْحَقَّ وَ یَبْسُطُ الْقَوْلَ فِیْهِ وَ یُجَادِلُ بِهِ الْكُفَّارَ۔ یعنی وہ خلاصہ کر کے بیان کر سکیں گے کہ یہ پیام حق ہے اور اپنے بیان کو واضح کر کے کفار سے پورا مقابلہ کریں گے اس لئے کہ

اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ جھٹلائیں گے۔

اور یہ تصدیق ایسی ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ کی تصدیق انبیاء کرام کے حق میں معجزات وغیرہ سے ہے اس پر جناب باری تعالیٰ

عزاسمہ کی طرف سے بشارت قبولیت ملی چنانچہ۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۔ ارشاد ہوا عنقریب ہم مضبوط کریں گے تمہارے بازو تمہارے بھائی کے ساتھ اور کر دیں گے تمہیں غالب فرعون پر تو وہ تم تک نہ پہنچ سکے گا اور تم اور تمہارے متبع غالب ہی رہیں گے۔

اس آیت کریمہ میں چار بشارتیں دی گئیں۔

پہلی یہ کہ تمہارے بھائی ہارون تمہارے قوت بازو کئے جائیں گے اور انہیں رسالت ملے گی۔

دوسرے تمہیں فرعونیوں پر مسلط کر کے غلبہ ملے گا۔ چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا تَسَلُّطًا عَظِيْمًا وَ غَلَبَةً فرمار ہے ہیں۔

تیسرے لشکر فرعون وہامان تمہارا تعاقب کرے گا مگر وہ تم تک نہ پہنچ سکے گا بلکہ غرق دریا ہوگا اور تم قلزم نیل سے پار ہو جاؤ گے۔

چوتھے یہ کہ اس کے غرق کے بعد تم ہی سب پر غالب رہو گے۔

چنانچہ یہ چاروں بشارتیں پوری ہوئیں اور موسیٰ علیہ السلام بعد غرق فرعون مصر وشام پر حکمران رہے پھر اس کے بعد کا واقعہ اجمالاً ارشاد ہے:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ ۔ جب موسیٰ ہماری نشانیاں لے کر فرعون اور فرعونیوں میں آئے تو ید بیضا اور عصا کی شانیں دیکھ کر بولے یہ کیا ہے سوائے گھڑے ہوئے جادو کے اور ہم نے اپنے پہلے آباء واجداد میں بھی یہ تعلیم نہ سنی۔

افتراء کہتے ہیں ایسی بات کو جو اس سے پہلے نہ ہو اور مادی طور پر پیش کیا جائے یا وہ جادو جسے ظاہر کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منتسب کیا جائے

اور ایک قول ہے: اَلْاِفْتِرَآءُ التَّمْوِيْهُ اَیْ هُوَ سِحْرٌ مُّمَوَّهٌ لَاحَقِيْقَةَ لَهٗ كَسَائِرِ اَنْوَاعِ السِّحْرِ اور وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ ۔ سے یہ مراد ہے کہ باپ دادا سے جو طریقہ ہمارا چلا آتا ہے اس سے یہ تعلیم انوکھی ہے جو ہم نے کسی سے نہ سنی تو ایسی انوکھی تعلیم کیسے قابل قبول ہو سکتی ہے اس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیا:

قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ ۔ فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لایا اور جس کے لئے آخرت کا گھر ہوگا بے شک ظالم مراد کو نہیں پہنچتے۔

یعنی جو حق پر ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ سرفراز فرمایا اور اسے بھی جانتا ہے جس کے لئے دار آخرت ہے اور وہ وہاں کی نعمتوں سے اور وہاں کی رحمتوں سے نوازا جائے گا اور یہ بھی اسی کا قانون ہے کہ ظالم، مشرک، بے دین، کافر کے لئے آخرت کی فلاح میسر نہیں۔

یہ سن کر فرعون نے سوچا کہ موسیٰ جس خدا کی طرف مجھے بلا رہا ہے اسے دیکھنا تو چاہئے کہ وہ کیسا ہے چونکہ یہ مادہ پرست

مادہ پرستوں کا معبود بنا ہوا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے لئے مادیات کو ہی ذریعہ بنانے کی تجویز کی۔ چنانچہ

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ ۚ فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَى الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۳۸﴾ ۔

اور فرعون بولا اے میرے درباریو میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا تو اے ہامان (وزیر فرعون) میرے لئے پکا مٹی کا گارا پھر ایک محل بنا تاکہ شاید میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں اور بے شک میں گمان کرتا ہوں موسیٰ کو جھوٹا۔

اَوْقِدْ صیغہ امر ہے وقد سے پکا یا دھکا اور حاصل معنی ہوئے اِصْنَعْ لِیْ اٰجُرًا میرے لئے اینٹیں بنایا پکا اس سے قبل اینٹ کی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔

فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا۔ تو کر میرے لئے صرح یعنی بناء مکشوف یا بلند محل۔

لَّعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ۔ تاکہ میں دیکھوں اَیْ اَطَّلِعَ وَ اَصْعَدَ اور چڑھوں اس بلند عمارت پر۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَاَنَّهٗ یُوْهِمُ قَوْمَهٗ اَنَّهٗ تَعَالٰی لَوْ كَانَ كَمَا یَقُوْلُ مُوْسٰی لَكَانَ جِسْمًا فِی السَّمَاءِ كَوْنَ الْاَجْسَامِ فِیْهَا یُمْكِنُ الرُّقِیُّ اِلَیْهِ۔ گویا وہ اس وہم میں تھا کہ موسیٰ جس کو خدا کہتے ہیں وہ ضرور جسم ہوگا جس کا مقام آسمان میں ہے جیسے عام جسمانی لوگ دنیا میں رہتے ہیں تو بلند عمارت پر چڑھنے سے اس تک پہنچنا ممکن ہوگا۔

وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۳۸﴾ ۔ اور میں تو اسے یعنی موسیٰ کو جھوٹا گمان کرتا ہوں۔

ابن منذر ابن جریر رحمہما اللہ سے راوی ہیں: قَالَ فِرْعَوْنُ اَوَّلُ مَنْ اَمَرَ بِصَنْعَةِ الْاٰجُرِ وَ بِنَاءِهٖ۔ سب سے پہلے فرعون نے اینٹ بنانا جاری کیا اور اس سے عمارت مکمل کرنا۔

اور حضرت قتادہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: بَلَغَنِیْ اَنَّ اَوَّلَ مَنْ طَبَخَ الْاٰجُرَ وَ صُنِعَ لَهُ الصَّرْحُ فِرْعَوْنُ۔ سب سے پہلے جس نے اینٹ پکائی وہ فرعون ہے اور سب سے پہلے اینٹوں کا محل بھی فرعون نے بنایا۔

اور ابن ابی حاتم سدی رحمہما اللہ سے راوی ہیں: قَالَ لَمَّا بُنِیَ لَهُ الصَّرْحُ ارْتَقٰی فَوْقَهٗ فَاَمَرَ بِنَشَّابَةٍ فَرَمٰی بِهَا نَحْوَ السَّمَآءِ فَرُدَّتْ اِلَیْهِ وَ هِیَ مُتَلَطِّخَةٌ دَمًا فَقَالَ قَتَلْتُ اِلٰهَ مُوْسٰی۔ جب فرعون نے وہ بلند محل بنا لیا تو اس پر چڑھا اور حکم دیا تیر مارنے کا تو وہ تیر خون میں بھرا ہوا واپس آیا تو کہنے لگا میں نے موسیٰ کے خدا کو قتل کر دیا ہے۔

بہر حال قدرت نے اس واہمہ کو مضبوط کر دیا تاکہ اس کی ہلاکت کی وجہ جواز واضح ہو جائے۔

یا یہ کہ تحقیقات جدیدہ میں ستاروں میں بھی آبادیاں ہیں ممکن ہے وہ تیر کسی ستارے کی آبادی کے کسی ذی جان کو لگ گیا ہو اور یہ بلید الذہن مادہ پرست اپنے وہم میں اور پختہ ہو گیا ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ ۔

فرعون نے تکبر کیا اور اس کے لشکر نے ناحق زمین میں اپنے کو بلند سمجھ لیا اور گمان کیا کہ وہ ہماری طرف واپس نہ لوٹیں گے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ استکبار سوائے ذات واجب تعالیٰ شانہ کے کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ حدیث قدسی میں ہے اَلْكِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَ الْعَظَمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَلْقَیْتُهٗ فِی النَّارِ۔ تکبر اور بلندی میری چادر ہے

اور عظمت وحشمت میرا ستر ہے تو جو میرے ساتھ اس میں نزاع کرے میں اسے آگ میں ڈال دیتا ہوں چنانچہ ارشاد ہے:

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ﴿۴۲﴾ ۔

تو پکڑا ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو تو پھینک دیا ہم نے انہیں دریا میں تو اے محبوب دیکھو کیا حشر ہوا ظالموں کا اور کیا ہم نے انہیں پیشوا کہ بلائیں جہنم کی طرف اور قیامت کے دن وہ مدد نہ کئے جائیں گے اور پیچھے لگا دی ہم نے ان کے اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن وہ منہ جھلسے اور سیاہ رو ہیں۔

فَنَبَذْنَا هُمْ اَیْ اَلْقَیْنَاهُمْ وَاَغْرَقْنٰهُمْ۔ عربی میں نبذ کہتے ہیں القاء شے حقیر کو یعنی بے کار چیز کے پھینک دینے کو۔

فَانْظُرْ میں حضور ﷺ سے مخاطبہ ہے یَعْنِیْ فَانْظُرْ یَا مُحَمَّدُ وَبَیِّنْهَا لِلنَّاسِ۔ ملاحظہ فرمائیں اور لوگوں پر ظاہر کریں کہ ان ظالموں کا کیا انجام ہوا۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً۔ اور کیا ہم نے انہیں گمراہوں کا امام جو ایسے اعتقاد واعمال کی طرف بلاتے ہیں جو موجبات جہنم سے ہیں۔

اور لَا یُنْصَرُوْنَ۔ دفع عذاب میں کسی پہلو سے ان کی مدد نہ ہوگی۔

اور دنیا میں لعنت ان پر رہے گی خلف وسلف سب ہی انہیں ملعونین ومطرودین کہیں گے۔

مَقْبُوْحِیْن۔ کے معنی دھتکارے گئے دور کئے گئے بھی ہیں اور

اور جنت سے دور کئے گئے بھی ہیں۔

اخفش کے نزدیک مقبوحین مہلکین کے معنی دیتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اَیْ مِنَ الْمَشُوْهِیْنَ فِی الْخِلْقَةِ بِسَوَادِ الْوُجُوْهِ وَزَرَاقَةِ الْعُیُوْنِ۔ جھلسے ہوئے سیاہ رو ہوں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَلَقَ اللّٰهُ یَحْیَی بْنَ زَكَرِیَّا فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ مُؤْمِنًا وَ خَلَقَ فِرْعَوْنَ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ كَافِرًا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا کے صاحبزادے حضرت یحیٰی کو ماں کے پیٹ سے مومن پیدا کیا اور فرعون کو ماں کے بطن سے نکالا مگر کافر ہوا۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾	اور بے شک عطا کی ہم نے موسیٰ کو کتاب بعد اس کے کہ اگلی جماعتیں ہم نے ہلاک کیں یہ لوگوں کے دل کی آنکھیں کھولنے والی باتیں اور ہدایت و رحمت تاکہ وہ نصیحت مانیں
وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۴۴﴾	اور تم طور کی غربی جانب حاضر نہ تھے جبکہ ہم نے حکم دیا موسیٰ کو رسالت کا اور نہیں تھے تم اس وقت حاضر

وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُۚ وَ مَا كُنْتَ ثَاوِیًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَاۙ وَ لٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ﴿۴۵﴾	لیکن ہوا یہ کہ ہم نے پیدا کیں سنگتیں تو ان کی عمریں لمبی ہوئیں اور تم نہ تھے مقیم اور نہ تھے اہل مدین میں مقیم ان پر ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے لیکن ہم رسول بنانے والے تھے
وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا وَ لٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾	اور نہ تھے آپ جانب طور جب ہم نے ندا دی لیکن ان پر رحمت ہے ہماری کہ تمہیں یہ غیبی باتیں بتائیں تا کہ تم ڈر سناؤ اس قوم کو جن کے پاس نہ آیا کوئی ڈر سنانے والا تم سے پہلے تا کہ انہیں نصیحت ہو
وَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ مُّصِیْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَیَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾	اور اگر نہ ہوتا یہ کہ نہ پہنچتی انہیں مصیبت ان کی کرنیوں کے سبب تو کہتے اے رب کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول تو پیروی کرتے ہم تیری آیتوں کی اور ہوتے ہم ایمان والے
فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُوْتِیَ مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰىؕ اَوَ لَمْ یَكْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا۫ وَ قَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾	تو جب آیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے بولے کیوں نہ دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا کیا انہیں کفر کیا انہوں نے اس سے جو موسیٰ کو دیا گیا پہلے بولے دو جادو ہیں ایک دوسرے کی مدد کو اور بولے ہم دونوں کے منکر ہیں
قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۹﴾	فرمادیجئے تو لے آؤ کوئی کتاب اللہ کے پاس سے جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت والی ہو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو
فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْؕ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۠ ﴿۵۰﴾	تو اگر وہ آپ کا فرمان نہ مانیں تو جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں کے پیرو ہیں اور کون ہے اس سے بڑھ کر گمراہ جو خواہشات کا پیرو ہو اللہ کی ہدایت سے جدا بے شک اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالم لوگوں کو

حل لغات پانچواں رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

وَ۔اور	لَقَدْ۔بے شک	اٰتَیْنَا۔دی ہم نے	مُوْسَى۔موسیٰ کو
الْكِتٰبَ۔کتاب	مِنْۢ بَعْدِ۔بعد	مَاۤ۔اس کے کہ	اَهْلَكْنَا۔ہلاک کئے ہم نے
الْقُرُوْنَ۔زمانے	الْاُوْلٰى۔پہلے	بَصَآىِٕرَ۔دکھانے والی راہ	لِلنَّاسِ۔لوگوں کو
وَ۔اور	هُدًى۔ہدایت	وَّ۔اور	رَحْمَةً۔رحمت

لَعَلَّهُمْ۔تا کہ وہ	يَتَذَكَّرُوْنَ۔نصیحت لیں	وَ۔اور	مَا۔نہیں
كُنْتَ۔تھا تو	بِجَانِبِ۔طرف	الْغَرْبِيِّ۔غربی کے	اِذْ۔جبکہ
قَضَيْنَآ۔حکم بھیجا	اِلٰى۔طرف	مُوْسَى۔موسیٰ کی	الْاَمْرَ۔رسالت کا
وَ۔اور	مَا۔نہیں	كُنْتَ۔تھا تو	مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ حاضر
لوگوں سے	وَ۔اور	لٰكِنَّآ۔لیکن	اَنْشَاْنَا۔پیدا کئے ہم نے
قُرُوْنًا۔زمانے	فَتَطَاوَلَ۔تو لمبی ہوئی	عَلَيْهِمُ۔ان پر	الْعُمُرُ۔زندگی
وَ۔اور	مَا۔نہیں	كُنْتَ۔تھا تو	ثَاوِيًا۔ٹھہرنے والا
فِيْٓ۔بیچ	اَهْلِ۔اہل	مَدْيَنَ۔مدین کے	تَتْلُوْا۔پڑھتا
عَلَيْهِمْ۔ان پر	اٰيٰتِنَا۔ہماری آیتیں	وَ۔اور	لٰكِنَّا۔لیکن
كُنَّا۔ہم ہیں	مُرْسِلِيْنَ۔بھیجنے والے	وَ۔اور	مَا۔نہیں
كُنْتَ۔تھا تو	بِجَانِبِ۔جانب	الطُّوْرِ۔طور کی	اِذْ۔جب
نَادَيْنَا۔ہم نے پکارا	وَ۔اور	لٰكِنْ۔لیکن	رَّحْمَةً۔رحمت
مِّنْ رَّبِّكَ۔تیرے رب کی	لِتُنْذِرَ۔تا کہ تو ڈرائے	قَوْمًا۔اس قوم کو کہ	مَّآ۔نہیں
اَتٰىهُمْ۔آیا ان کے پاس	مِّنْ نَّذِيْرٍ۔ڈرانے والا	مِّنْ قَبْلِكَ۔تجھ سے پہلے	لَعَلَّهُمْ۔تا کہ وہ
يَتَذَكَّرُوْنَ۔نصیحت پکڑیں	وَ۔اور	لَوْلَآ۔اگر نہ ہوتا	اَنْ۔یہ کہ
تُصِيْبَهُمْ۔پہنچتی ان کو	مُّصِيْبَةٌۢ۔مصیبت	بِمَا۔بسبب اس کے جو	قَدَّمَتْ۔آگے بھیجا
اَيْدِيْهِمْ۔ان کے ہاتھوں نے	فَيَقُوْلُوْا۔تو کہتے	لَوْلَآ۔کیوں نہ	اَرْسَلْتَ۔بھیجا تو نے
اِلَيْنَا۔ہماری طرف	رَسُوْلًا۔رسول	فَنَتَّبِعَ۔تو پیروی کرتے ہم	اٰيٰتِكَ۔تیری آیتوں کی
وَ۔اور	نَكُوْنَ۔ہوتے ہم	مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ایمان والوں سے	
فَلَمَّا۔تو جب	جَآءَ۔آیا	هُمُ۔ان کے پاس	الْحَقُّ۔حق
مِنْ عِنْدِنَا۔ہماری طرف سے		قَالُوْا۔بولے	لَوْلَآ۔کیوں نہ
اُوْتِيَ۔دیا گیا	مِثْلَ۔مثل	مَآ۔اس کے جو	اُوْتِيَ۔دیا گیا
مُوْسٰى۔موسیٰ کو	اَوَ۔کیا	لَمْ۔نہ	يَكْفُرُوْا۔انکار کیا انہوں نے
بِمَآ۔اس کا جو	اُوْتِيَ۔دیا گیا	مُوْسٰى۔موسیٰ کو	مِنْ قَبْلُ۔پہلے سے
قَالُوْا۔بولے	سِحْرٰنِ۔دو جادو ہیں	تَظٰهَرَا۔مددگار آپس میں	وَ۔اور
قَالُوْٓا۔بولے	اِنَّا۔ہم	بِكُلٍّ۔ہر ایک کا	كٰفِرُوْنَ۔انکار کرتے ہیں
قُلْ۔کہو	فَاْتُوْا۔لاؤ	بِكِتٰبٍ۔کوئی کتاب	مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ اللہ کی
طرف سے	هُوَ۔کہ وہ	اَهْدٰى۔زیادہ ہدایت والی ہو	

مِنْهُمَآ۔ان دونوں سے	اَتَّبِعْهُ۔میں اس کی پیروی کروں		اِنْ۔اگر
كُنْتُمْ۔ہوتم	صٰدِقِيْنَ۔سچے	فَاِنْ۔پھر اگر	لَّمْ۔نہ
يَسْتَجِيْبُوْا۔قبول کریں	لَكَ۔تیری بات	فَاعْلَمْ۔تو جان لے	اَنَّمَا۔اس کے سوانہیں
يَتَّبِعُوْنَ۔پیروی کرتے ہیں	اَهْوَآءَ۔خواہشوں	هُمْ۔اپنی کی	وَ۔اور
مَنْ۔کون	اَضَلُّ۔زیادہ گمراہ ہے	مِمَّنِ۔اس سے	اتَّبَعَ۔جو پیروی کرے
هَوٰىهُ۔اپنی خواہش کی	بِغَيْرِ۔بغیر	هُدًى۔علم کے	مِّنَ اللّٰهِ۔اللہ سے
اِنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	لَا۔ نہیں	يَهْدِي۔ہدایت دیتا
الْقَوْمَ۔قوم	الظّٰلِمِيْنَ۔ظالم کو		

خلاصہ تفسیر رکوع پانچواں۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ۔ بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی بعد اس کے کہ ہلاک کر چکے ہم پہلی جماعتوں کو وہ کتاب لوگوں کے لئے بینائی اور ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ لوگ سمجھیں۔

اس بیان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی قوموں کا تذکرہ فرما کر بتایا کہ جیسے عاد وثمود کی ہلاکت کے بعد ہم نے خلق کی راہنمائی کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ایسے ہی اے محبوب آپ کو قرآن کریم عطا فرما کر مبعوث کیا۔

موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا، عصا جیسے معجزات دے کر توریت عطا کی آپ کو تمام اختیارات کے ساتھ فائز فرما کر قرآن دیا۔آپ شق قمر بھی فرما سکتے ہیں، رجعت شمس بھی کر سکتے ہیں، مردہ گوہ کو زندہ کر کے کلمہ پڑھوا سکتے ہیں، کنکریوں سے تسبیح کرا سکتے ہیں غرضکہ

سَلَكَ الشَّجَرُ نَطَقَ الْحَجَرُ شَقَّ الْقَمَرُ بِاِشَارَتِهٖ

آپ کے اختیارات میں سے ہے اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد گمراہی کا ایک زمانہ گزر گیا ان سے پہلے بھی ایک زمانہ گزر گیا تھا۔ہم نے ان سب کا بیان آپ پر ظاہر فرما دیا۔حالانکہ

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ ۔

اور اے محبوب آپ نہیں تھے غربی جانب طور پر جبکہ ہم نے نبوت کا حکم دیا تھا موسیٰ کے لئے اور نہیں تھے آپ ان کو دیکھنے والے لیکن ہم نے بہت سی سنگتیں پیدا کیں تو ان پر عمریں دراز گزر گئیں اور نہیں تھے آپ ان کے بعد مدین والوں میں جو انہیں ہماری آیتیں سناتے تھے لیکن ہم رسول بھیجتے رہے اور نہیں تھے آپ اس وقت جب ہم نے طور پر ایک جانب سے ندا دی لیکن

یہ ہماری رحمت ہے کہ آپ کو سب حال معلوم ہوا تاکہ آپ اس قوم کو تنبیہ کریں جس کے پاس آپ سے قبل کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

آیات بینات میں نہایت نفیس پہلو سے یہ امر ثابت کیا ہے کہ موقع پر موجود ہونے والا جو کچھ بیان کرتا ہے وہ مشاہدہ ہے اور جو موقع پر موجود نہ ہو اور پھر سب کچھ من وعن بیان کردے وہ علم غیب کے سوا اور کچھ نہیں اسی وجہ میں کلام الٰہی عزوجل کو بھی بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ فرمایا۔ اور تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ بھی اس کو بتایا۔

چنانچہ جاہل اور اہل جاہلیت پر واضح فرما کر ہمارے حبیب جانب غربی میں نہ تھے جہاں ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی لیکن وہ تمام حال سنا رہے ہیں۔

جانب غرب سے مراد کوہ طور کی وہ وادی ہے جو عرب کی غربی سمت پر واقع ہے۔ تو فرمایا تم وہاں نہیں تھے۔ اور وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۴۴﴾ ۔ نہ آپ اس تمام کے دیکھنے والوں میں تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس کے یہ معنی ہوئے کہ آپ اس جگہ موجود بھی نہ تھے اور اگر موجود ہوتے تو ان وقائع کو نہ دیکھ سکتے لیکن عہد موسیٰ سے آپ کے زمانہ تک ہم نے بہت سے قرن پیدا فرمائے۔ اور فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ۔ بعد زمانہ کی وجہ سے پہلے علوم اور شرائع معدوم ہو گئے تھے تو قوم کی اصلاح کے لئے ہم نے تمہیں بھیجا۔

تحقیق لفظ قرن

عربی میں قرن سینگ کو بھی کہتے ہیں اور زمانہ کو بھی۔ آیہ کریمہ دوسرے معنی یعنی زمانہ کے لئے ہے۔

اور قرن کی مدت میں دو قول ہیں:

ایک قول ہے کہ بارہ سال کو قرن کہتے ہیں۔

ایک قول ہے کہ بارہ سال سے زائد کو قرن کہتے ہیں۔

ہندی میں قرن کا ترجمہ جگ ہے محاورہ میں بولتے ہیں اس پر کئی جگ بیت گئے یعنی مدتیں گزر گئیں تو جہاں قرآن کریم میں اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى وغیرہ آیا ہے اس سے مراد بہت سے قرنوں کی سنگتیں جماعتیں ہیں۔

وَمَا كُنْتَ ثَاوِیًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ۔ اور نہیں تھے آپ ان میں مقیم اہل مدین میں ثَاوِیًا کے معنی مقیماً ہیں گویا ارشاد ہے کہ اے محبوب آپ ان میں مقیم نہ تھے لیکن آپ اہل مدین کے حالات بھی انہیں یعنی اہل مکہ کو سنا رہے ہیں۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا۔ اور آپ کوہ طور پر بھی نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی۔

وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ ۔

لیکن یہ رحمت ہے تمہارے رب کی تاکہ تم اس قوم کو ڈراؤ جس کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

یعنی ہماری رحمت سے آپ پر تمام غیبی امور منکشف ہوئے اور آپ قوم کو فرمانے لگے کہ فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰى مَاهُوَ كَائِنٌ فِیْهَا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّیْ هٰذِهٖ۔ میں تمام دنیا کو دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ اس میں ہوگا ایسے جیسے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ ۔اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان پر مصیبت نازل ہو جائے ان کے اپنے ہی بداعمال کے سبب تو کہتے اے ہمارے رب ہمارے پاس تو نے کیوں رسول نہ بھیجے کہ ہم اتباع کرتے تیرے حکموں کا اور مومن ہو جاتے۔

لَوْلَآ کلمہ شرط ہے اَنْ تُصِيْبَهُمْ میں اَنْ مصدریہ ہے تو اس کی عبارت یوں ہوئی: لَوْلَا اَصَابَتُهُ الْمُصِيْبَةُ عَلَيْهِمْ بِسَبَبِ مَا اَیْ اَعْمَالٍ سَيِّئَةٍ قَدَّمَتْ وَالْعَائِدُ مَحْذُوْفٌ اَیْ اَعْمَالٍ كَسَبُوْهَا فَيَقُوْلُوْا۔اور ف تفریع یا تعقیب کے لئے ہے پورے جملہ سے يَعْنِیْ لَوْ وَقَعَ عَلَيْهِمُ الْمُصِيْبَةُ بِاَعْمَالِهِمْ لَقَالُوْا رَبَّنَا۔الخ یہ تمام جملے حیز شرط میں ہیں اور جواب محذوف ہے یعنی ارشاد ہے کہ ہم رسول اس لئے ہی بھیجتے ہیں کہ جب لوگ۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ۔

جب آیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے تو کہتے ہیں کیوں نہ ملا انہیں موسیٰ علیہ السلام کی مثل۔

یعنی جب ان کے پاس دین حق آیا تو اس میں شبہات کرنے لگے اور بولے لَوْلَآ اُوْتِيَ الخ اس رسول کے معجزے ویسے کیوں نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھے۔یعنی عصا کا سانپ بن جانا ید بیضا کا روشن ہونا اس کا جواب اللہ تعالیٰ دیتا ہے:

اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۟ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾۔

کیا نہیں کفر کیا اس سے جو موسیٰ کو دیا گیا پہلے اسے بھی تو کہا تھا یہ دونوں بھائی جادوگر ہیں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور بولے ہم سب کے ساتھ منکر ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ یہود مدینہ کے کہنے سے قریش بولے کہ موسیٰ کی مانند آپ معجزات کیوں نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ موسیٰ کو کب ان لوگوں نے مانا تھا انہیں بھی تو جادوگر بتایا تھا اور صاف کہہ دیا تھا کہ ہم تو ان دونوں بھائیوں کے خلاف ہیں۔

اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ توریت اور قرآن کریم دونوں سے ہم کفر کرتے ہیں یا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے کفر کرتے ہیں۔

سِحْرٰنِ۔مبالغہ پر محمول ہوگا جیسے زَيْدٌ عَدْلٌ اور تَظٰهَرَا کے معنی باہمی مدد کرتے ہیں۔

حالانکہ ایک دلیل واضح یہ بھی ہے کہ

ہر انسان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر لطف فرماتا ہے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے حتیٰ کہ ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی بچہ کے لئے دودھ ماں کی چھاتیوں سے پیدا فرماتا ہے۔خشک سالی میں بارش کر کے سبزہ زار کرتا ہے۔پرندوں کو پر۔درندوں کو چیر پھاڑ کے لئے کیلے اور پنجہ عطا کرتا ہے۔انسان کو بتیس دانت چبانے اور کھانے کے لئے بخشتا ہے۔اس کی اصلاح اخلاق اور انجام میں آخرت کی نجات کے لئے رسول اور کتاب عطا فرماتا ہے یہ سب کچھ اس کے سوا کون ہے جو دیتا ہے۔چنانچہ حضور انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾۔

فرمادیجئے اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو خدا کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان دونوں سے (یعنی توریت اور

قرآن سے) ہدایت میں بڑھ کر ہو تو میں اس کا اتباع کروں گا۔

یعنی کوری باتیں بنانے اور بے معنی باتیں کرنے سے کچھ فائدہ نہیں اگر تم انبیاء کرام کی ہدایت اور توریت وانجیل غیر محرف کے مقابلہ میں یا قرآن کریم کے مقابلہ میں ایسی کتاب پیش کر سکتے ہو تو لاؤ لیکن لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ ہرگز اس کی مثل نہ لاسکو گے۔

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۰﴾۔

تو اگر وہ آپ کا فرمان نہ مانیں تو جان لو کہ وہ صرف اپنی خواہشات کے تابع ہیں اور ان سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں پر چلتا ہو بے شک اللہ ایسے ظالموں کو قبول ہدایت کی راہ نہیں دیتا۔

یعنی ہٹ دھرم بے انصافوں کو قبول ہدایت کی توفیق اللہ تعالیٰ نہیں دیتا۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾۔

اور بے شک ہم نے عطا کی موسیٰ کو کتاب بعد اس کے کہ اگلی سنگتیں ہلاک فرما دیں جس میں دل کی آنکھیں کھولنے والی باتیں لوگوں کے لئے تھیں اور ہدایت ورحمت تا کہ وہ نصیحت مانیں۔

الکتاب سے مراد توریت ہے اور اہلاک قرون الاولیٰ سے مراد اقوام نوح وہود اور صالح ولوط علیہم السلام ہیں۔

تو گویا مقصود بیان یہ ہے کہ قرون ماضیہ کی مذکورہ اقوام کی ہلاکت کے بعد اختلاف نظام عالم اور فساد احوال امم کا مقتضیٰ تھا کہ ہماری طرف سے نبی الانبیاء امام الامم مالک رقاب عالم کی بعثت ہو۔ کہ ان کی برکت سے بصائر قلوب انوار ہدایت سے روشن ہوں تا کہ وہ حقیقت حقہ کا مشاہدہ کریں اور حق و باطل میں انہیں تمیز آئے۔

چنانچہ بصیرت اور بصارت اور بصائر سے مراد وہ نور قلب مراد ہے جس سے انکشاف حقیقت ہو جیسے بصر نور چشم کے لئے مستعمل ہے۔ چنانچہ تعلیم الاسلام اور نور قرآن کے بعد ایک مسلمان کو کسی غیر کی تعلیم لینے اور اس کی تبلیغ سننے کی قطعی ممانعت ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث ہے:

اِنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِسْتَاذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ جَوَامِعِ كُتُبِهَا مِنَ التَّوْرَاةِ لِیَقْرَأَهَا وَ یَزْدَادَ عِلْمًا اِلٰی عِلْمِهٖ فَغَضِبَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی عُرِفَ فِیْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ فَرَمٰی بِهَا عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ یَدِهٖ وَنَدِمَ عَلٰی ذَالِکَ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تا کہ توریت سے کچھ حاصل فرما کر اپنی معلومات بڑھائیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر غضب ناک ہوئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چہرۂ اقدس سے جان لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر موسیٰ اس وقت ہوتے تو یقیناً انہیں میری اتباع کے بغیر کوئی گنجائش نہ ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ مجموعہ ہاتھ سے پھینک دیا اور اس پر اپنی شرمندگی کا اعتراف کیا۔

اس پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں: اِنَّ غَضْبَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَالِکَ لِمَا اَنَّ التَّوْرَاۃَ الَّتِیْ بِاَیْدِی الْیَھُوْدِ اِذْ ذَاکَ کَانَتْ مُحَرَّفَۃً وَ فِیْھَا الزِّیَادَۃُ وَالنَّقْصُ وَلَیْسَتْ عَیْنُ التَّوْرَاۃِ الَّتِیْ اُنْزِلَتْ عَلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غضب ناک ہونا اس وجہ میں تھا کہ توریت جو یہود کے ہاتھ میں ہے وہ محرف ہے اور اس میں زیادتی ونقصان اس درجہ ہے کہ وہ صحیح توریت جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی وہ نہیں رہی تھی۔

وَ کَانَ النَّاسُ حَدِیْثِیْ عَھْدٍ بِکُفْرٍ فَلَوْ فُتِحَ بَابُ الْمُرَاجَعَۃِ اِلَی التَّوْرَاۃِ وَ مُطَالَعَتِھَا فِیْ ذَالِکَ الزَّمَانِ لَاَدّٰی اِلٰی فَسَادٍ عَظِیْمٍ فَالنَّھْیُ عَنْ قِرَآءَتِھَا حَیْثُ الْاِسْلَامِ حَدِیْثٌ وَالْخُرُوْجُ عَنِ الْکُفْرِ جَدِیْدٌ۔ اور لوگ نئے نئے کفر سے اسلام میں آئے تھے تو اگر مراجعت الی التوراۃ کا دروازہ کھول دیا جاتا اور اس کے مطالعہ کی اجازت اس زمانہ میں مل جاتی تو بڑا فساد پھیل جاتا بنا بریں تلاوت توریت کی نفی بایں وجہ مناسب بھی تھی کہ من حیث الاسلام وہ نئے تھے اور من حیث الخروج عن الکفر بھی جدید تھے۔

اور قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ جو ارشاد ہے وہ اس وقت کا ہے جبکہ اہل کتاب کے علماء میں سے مثل عبداللہ بن سلام اور کعب احبار مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے تو اس وقت اگر یہودی کچھ غلط بیان کرتے تو یہ اس کا جواب دے سکتے تھے اور ان کا مقابلہ یہودی نہیں کر سکتے تھے۔

اسی بنا پر تحفۃ المحتاج میں ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یُحَرَّمُ عَلٰی غَیْرِ عَالِمٍ مُّتَبَحِّرٍ مُطَالَعَتُہٗ نَحْوُ تَوْرَاۃٍ عُلِمَ تَبْدِیْلُھَا اَوْشُکَّ فِیْہِ وَ ھُوَ اَقْرَبُ اِلَی التَّحْقِیْقِ وَمَنْ سَیَّرَ التَّوْرَاۃَ الَّتِیْ بِاَیْدِی الْیَھُوْدِ الْیَوْمَ اَوْ اَکْثَرَھَا مُبَدَّلًا لَا تَوَافُقَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ مَا فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ اَصْلًا۔ غیر عالم متبحر پر مطالعہ کتاب توریت حرام ہے یہ وہ علم ہے جو بدل دیا گیا یا شک میں ڈالا گیا اور یہی اقرب الی التحقیق ہے اور جو اس توریت کی سیر کرے جو آج یہود کے پاس ہے تو اس میں اکثر حصہ بدلا ہوا دیکھے گا کہ اس کی تعلیم قرآن کریم کی تعلیم سے بدلی ہوئی ملے گی۔

اور لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ کے یہاں معنی یہ ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں چنانچہ ابن ابی حاتم طریق سدی رحمہما اللہ سے ناقل ہیں: عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ قَالَ لَعَلَّ فِی الْقُرْاٰنِ بِمَعْنٰی کَیْ غَیْرَ اٰیَۃٍ فِی الشُّعَرَآءِ لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ۔ ابی مالک سے مروی ہے آپ نے فرمایا تمام قرآن میں لعل بمعنی کے آیا ہے سوا ایک آیت کے جو سورۃ شعراء میں ہے لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ کہ یہاں لعل بمعنی شاید ہے۔

اور ایسا ہی واقدی بغوی سے ناقل ہیں: اِنَّہٗ قَالَ جَمِیْعُ مَا فِی الْقُرْاٰنِ مِنْ لَعَلَّ لِلتَّعْلِیْلِ اِلَّا لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ۔

اور تم طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو رسالت کا حکم بھیجا۔

یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطبہ ہے اور جانب غربی کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا میقات تھا اور اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى سے مراد اللہ تعالیٰ کا آپ سے کلام فرمانا اور انہیں مقرب بنانا مراد ہے۔

اس کے معنی آلوسی رحمہ اللہ یوں کرتے ہیں: وَ مَا کُنْتَ حَاضِرًا بِجَانِبِ الْجَبَلِ الْغَرْبِیِّ اَوِ الْمَکَانِ الْغَرْبِیِّ الَّذِیْ وَقَعَ فِیْہِ الْمِیْقَاتُ وَاَعْطَی اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْہِ اَلْوَاحَ التَّوْرَاۃِ لِمُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ یعنی اے

محبوب آپ اس جگہ موجود نہ تھے جب کوہ طور پر غربی جانب یا غربی مقام پر جو میقات تھا موسیٰ علیہ السلام کا اور جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں الواح توریت عطا فرمائیں۔ لیکن آپ اسے رحمت سے جانتے ہیں اور مفصل بیان فرما رہے ہیں۔

وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٤٤﴾ ۔ اور آپ اس وقت حاضر نہ تھے۔

یعنی آپ وہاں حاضر نہ تھے کہ نزول وحی ملاحظہ فرماتے۔

وَ قِيْلَ الْمُرَادُ بِالشَّاهِدِيْنَ الْمَلٰئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَقَدْ جَاءَ الشَّاهِدُ اِسْمًا لِلْمَلَكِ كَمَا فِي الْقَامُوْسِ فَكَاَنَّهُ قِيْلَ مَا كُنْتَ حَاضِرًا بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَمْرَ نُبُوَّتِهٖ بِالْوَحْيِ وَمَا كُنْتَ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ الَّذِيْنَ يَنْزِلُوْنَ وَيَصْعَدُوْنَ بِاَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَوَحْيِهٖ اِلٰى اَنْبِيَآئِهٖ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔

ایک قول یہ ہے کہ شاہدین سے مراد ملائکہ علیہم السلام ہیں اس لئے کہ شاہد ایک فرشتہ کا نام ہے۔ جیسا قاموس میں ہے۔

تو گویا یوں فرمایا گیا کہ اے محبوب آپ بھی وہاں موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو حکم نبوت دیا وحی کے ذریعہ اور نہ آپ ملائکہ میں سے تھے جو اترتے اور چڑھتے ہیں احکام لے کر اور انبیاء کی طرف وحی لاتے ہیں وَلَهُمْ مِّنَ الْاِطِّلَاعِ عَلَى الْحَوَادِثِ مَا لَيْسَ لِغَيْرِهِمْ مِّنَ الْبَشَرِ۔ اور وہ فرشتے حوادث پر اطلاع رکھتے ہیں ان کا غیر بشر سے کوئی نہیں جانتا۔

اس تفصیل میں دونوں باتوں کی نص کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو عالم علوم غیب ظاہر فرمایا۔ اس لئے کہ اگر موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جود ہوتے تو پھر علم غیب نہیں ہوتا۔

اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشاہدہ فرماتے تو بھی علم غیب نہ ہوتا تو دونوں کی نفی کر کے فرمایا آپ کو وہ غیبی علم ملا جسے آپ نے بیان کیا۔ پھر اس کی مزید تصریح فرمائی کہ اس واقعہ میں اور آپ کے زمانہ میں مدت مدید بھی تھی حَيْثُ قَالَ۔

وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ۔

مگر ہوا یہ کہ ہم نے بہت سی سنگتیں پیدا کیں اور ان پر دراز زمانہ گزر گیا۔

یعنی بعد موسیٰ علیہ السلام بہت سی امتیں پیدا کیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا عہد بھول گئے اور انہوں نے اطاعت الٰہی عزوجل ترک کر دی واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا کہ آپ کی امت اور جو ان کے بعد ہو سب میرے حبیب جناب مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائیں گے۔

لیکن زمانہ طویل گزر جانے کی وجہ سے سب اس عہد کو بھول گئے اور وفاء عہد ترک کر دیا چنانچہ اہل مدین میں جب شعیب علیہ السلام آئے۔

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا۔ اس وقت بھی آپ ان میں مقیم نہ تھے۔

ثَاوِيًا۔ کے معنی ہیں مقیم کے۔ کہ ان پر ہماری آیتیں پڑھتے۔

لیکن ہم نے آپ کو علم دیا اور گزشتہ اقوام کے حالات سے مطلع فرمایا حَيْثُ قَالَ۔

وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿٤٥﴾ ۔ لیکن ہم نے آپ کو رسول بنا کر غیبی علوم سے مطلع فرما دیا جیسا کہ ہمارا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ پھر دوبارہ ارشاد ہے:

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ

قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾۔

اور نہ تم طور کے کنارے تھے جب ہم نے ندا فرمائی ہاں تمہارے رب کی رحمت ہے (کہ تمہیں غیب کے علم دیئے) تاکہ تم ایسی قوم کو ڈر سناؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تاکہ انہیں نصیحت ہو۔

یعنی موسیٰ علیہ السلام کو جب ہم نے توریت عطا فرمائی اس وقت بھی آپ وہاں نہ تھے کہ وہ حالات دیکھ کر آپ بیان فرماتے تو یہ آپ کی نبوت کی صریح دلیل ہے کہ بغیر دیکھے غیبی امور ہماری رحمت سے بیان کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اہل مکہ جو زمانۂ فترت میں تھے اور یہ زمانہ عہد عیسیٰ علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پانچ سو پچاس سال کا ہے اس کے حالات سن کر ہدایت وتذکیر حاصل کریں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ اس پر فرماتے ہیں: اَیْ عَلَّمْنٰکَ رَحْمَةً۔ سکھلا دیا تمہیں اپنی رحمت سے وَ لَعَلَّ الرَّحْمَةَ عَلَيْهِ مَفْعُوْلٌ ثَانٍ لِعَلَّمَ وَالْمُرَادُ بِهَا الْقُرْاٰنُ۔ رحمت سے مراد قرآن کریم ہے۔

وَجَوَّزَ اَبُوْحَيَّانَ اَنْ يَّكُوْنَ التَّقْدِيْرُ وَلٰكِنْ اَنْتَ رَحْمَةٌ وَلِتُنْذِرَ عَلٰى هٰذِهِ الْقِرَاءَةِ مُتَعَلِّقٌ بِمَا هُوَ صِفَةٌ لِرَحْمَةٍ۔

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔ اَیْ يَتَّعِظُوْنَ بِاِنْذَارِکَ۔ تاکہ وہ نصیحت پکڑیں آپ کی تذکیر سے۔

تو تمام آیات کا مفہوم یہ ہوا: اِنَّهُمْ لَمْ يُبْعَثْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلٌ قَبْلَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْلًا۔ کہ ان میں کوئی نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مبعوث ہی نہیں ہوا۔

اور بخاری میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ چھ سو سال کی مدت ہے۔

وَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْكُتُبِ اَنَّهٗ خَمْسُ مِائَةٍ وَّ خَمْسُوْنَ سَنَةً۔ اور بہت کتابوں سے ثابت ہے کہ پانچ سو پچاس سال کی مدت ہے۔

اور یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا نَبِيَّ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ عِيْسٰى میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مابین کوئی نبی نہیں آیا۔

اور مَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ کے معنی ہیں وَ مَا كُنْتَ مُقِيْمًا فِيْ اَهْلِ مَدْيَنَ۔

ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کے یہ معنی ہیں: يَقُوْلُ سُبْحٰنَهٗ اِنَّکَ يَا مُحَمَّدُ لَمْ تَكُنِ الرَّسُوْلُ اِلٰى اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِ الْكِتَابِ وَاِنَّمَا كَانَ غَيْرُکَ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ فِيْ كُلِّ زَمَانٍ رَّسُوْلًا فَاَرْسَلْنَا اِلٰى اَهْلِ مَدْيَنَ شُعَيْبًا وَ اَرْسَلْنَاکَ اِلَى الْعَرَبِ لِتَكُوْنَ خَاتَمَ الْاَنْبِيَآءِ۔

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾۔

اور اگر ایسا نہ ہوتا تو انہیں جو کوئی مصیبت ان کے کرتوتوں سے پہنچے تو کہتے اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

یعنی اگر ان پر عذاب بلا تبلیغ مبلغ پہنچتا تو وہ کہتے الٰہی اگر تو ہم پر رسول بھیجتا تو اس کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے چنانچہ

آگے ارشاد ہے:

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَاۤ اُوْتِیَ مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰی۔

توجب آیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے بولے کیوں نہ دیا گیا انہیں جو موسیٰ کو دیا گیا۔

یعنی جیسے موسیٰ علیہ السلام کو توریت کے صحیفے مل گئے انہیں ایسے کیوں نہ ملے موسیٰ علیہ السلام کو عصا ملا انہیں کیوں نہ ملا۔ انہیں ید بیضا ملا انہیں کیوں نہ ملا۔ اس کا جواب دیا گیا:

اَوَلَمْ یَكْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ۔ کیا انہوں نے کفر نہ کیا اس سے جو پہلے موسیٰ کو دیا گیا تھا۔

وہاں بھی تو یہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کی شان میں کیا کیا کہہ چکے ہیں اس کا ذکر آگے فرمایا جارہا ہے:

قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾۔

بولے دونوں جادوگر ہیں ایک دوسرے کے معاون اور بولے ہم سب کے ساتھ انکار کرتے ہیں۔

یعنی موسیٰ وہارون معاذ اللہ دونوں جادوگر ہیں ایک دوسرے کی اعانت اور تصدیق میں ہیں اور ہم تو دونوں سے کافر و منکر ہیں اس کے بعد ارشاد ہے:

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰی مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۹﴾۔

فرمادیجئے لاؤ اللہ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب جو توریت اور قرآن سے زیادہ ہدایت والی ہو کہ میں اس کی پیروی کروں اگر تم سچے ہو۔ یعنی جب تمہارے گمان باطل میں توریت اور قرآن کریم جادو ہیں تو تم اللہ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جوان سے زیادہ ہدایت کرنے والی ہو۔

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ۔

تو اگر وہ آپ کا مطالبہ پورا نہ کریں تو سمجھ لو کہ وہ اپنی خواہشات کے ہی پیرو ہیں۔ ان کے پاس ان کے دعوے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ زیغ وزاغ کے خواہشمند ہیں۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۰﴾۔

اور اس سے زیادہ گمراہ تر کون ہے جو گمراہ ہوا اتباع ہوا و نفسانیت کا اللہ کی ہدایت کے مقابلہ میں بے شک اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔ کہ وہ قبول حق کی طرف جھکیں اور اتباع کریں اور وہ تو اتباع ہوس میں منہمک ہیں اور زیارت الٰہی سے اعراض کرتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

وَ لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾	اور بے شک مسلسل اتارا ہم نے ان کے لئے اپنا قول تا کہ وہ نصیحت پکڑیں
اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾	جن کو دی ہم نے کتاب اس سے قبل وہ اس پر ایمان لاتے ہیں
وَ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ	اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر کہتے ہیں ایمان لائے ہم

رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾

اس پر بے شک یہی حق ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم اس سے قبل ہی گردن جھکا چکے تھے

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾

یہ وہ ہیں جنہیں اجر دو چند دیا جائے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہ ٹالتے ہیں نیکیوں سے برائیوں کو اور جو ہم دیتے ہیں اس سے خرچ کرتے ہیں

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ٘ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ٘ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾

اور جب سنتے ہیں کوئی لغو بات اعراض کرتے ہیں اس سے اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے لئے تمہارے عمل بس سلام ہے تمہیں ہم جاہلوں سے غرض نہیں رکھتے

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

بے شک اے محبوب یہ نہیں کہ آپ ہدایت دیں جسے چاہیں لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو

وَ قَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

اور کہتے ہیں اگر ہم پیروی کریں تمہارے ساتھ ہدایت پر اچک لیں گے ہمیں لوگ ہماری زمین سے کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی حرم میں جو امان والا ہے لائے جاتے ہیں اس کی طرف پھل ہر شے کے رزق ہماری طرف سے لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾

اور کتنی بستیاں ہلاک کر دیں ہم نے جو خراب ہو چکے تھے اپنی عیاشی میں تو یہ ان کے مسکن ہیں کہ ان میں نہ رہے ان کے بعد مگر تھوڑے اور ہم ہی ان کے وارث ہیں

وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَ مَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

اور نہیں تمہارا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا جب تک نہ بھیجے ان کے اصل مرجع میں رسول کہ پڑھے ان پر ہماری آیتیں اور نہیں ہم ہلاک کرنے والے بستیوں کو مگر وہاں ظالم ہو گئے ان کے رہنے والے

وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتُهَا ۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

اور جو کچھ تمہیں دیا گیا کسی شے سے تو وہ زندگی کا سامان اور سنگار ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں

حل لغات چھٹا رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

وَ۔اور	لَقَدْ۔بے شک	وَصَّلْنَا۔مسلسل اتارا ہم نے	لَهُمُ۔ان کے لئے
الْقَوْلَ۔قول	لَعَلَّهُمْ۔تاکہ وہ	يَتَذَكَّرُوْنَ۔نصیحت پکڑیں	اَلَّذِيْنَ۔وہ کہ
اٰتَيْنٰهُمُ۔دی ہم نے ان کو	الْكِتٰبَ۔کتاب	مِنْ قَبْلِهٖ۔اس سے پہلے	هُمْ۔وہ
بِهٖ۔اس پر	يُؤْمِنُوْنَ۔ایمان لاتے ہیں	وَ۔اور	اِذَا۔جب
يُتْلٰى۔پڑھی جاتی ہے	عَلَيْهِمْ۔ان پر	قَالُوْٓا۔کہتے ہیں	اٰمَنَّا۔ہم ایمان لائے
بِهٖٓ۔اس پر	اِنَّهُ۔بے شک وہ	الْحَقُّ۔حق ہے	مِنْ رَّبِّنَآ۔ہمارے رب
کی طرف سے	اِنَّا۔بے شک ہم	كُنَّا۔تھے	مِنْ قَبْلِهٖ۔اس سے پہلے ہی
مُسْلِمِيْنَ۔فرمانبردار	اُولٰٓئِكَ۔یہ وہ ہیں جو		يُؤْتَوْنَ۔دیئے جائیں گے
اَجْرَهُمْ۔اپنا اجر	مَّرَّتَيْنِ۔دگنا	بِمَا۔بدلہ	صَبَرُوْا۔ان کے صبر کا
وَ۔اور	يَدْرَءُوْنَ۔وہ ٹالتے ہیں	بِالْحَسَنَةِ۔نیکی سے	السَّيِّئَةَ۔برائی کو
وَ۔اور	مِمَّا۔اس سے جو	رَزَقْنٰهُمْ۔ہم نے دیا ان کو	
يُنْفِقُوْنَ۔وہ خرچ کرتے ہیں	وَ۔اور	اِذَا۔جب	سَمِعُوا۔سنتے ہیں
اللَّغْوَ۔بیہودہ بات	اَعْرَضُوْا۔منہ پھیرتے ہیں	عَنْهُ۔اس سے	وَ۔اور
قَالُوْا۔کہتے ہیں	لَنَآ۔ہمارے لئے	اَعْمَالُنَا۔ہمارے عمل	وَ۔اور
لَكُمْ۔تمہارے لئے	اَعْمَالُكُمْ۔تمہارے عمل	سَلٰمٌ۔سلام ہو	عَلَيْكُمْ۔تم پر
لَا۔نہیں	نَبْتَغِى۔چاہتے ہیں	الْجٰهِلِيْنَ۔جاہلوں کو	اِنَّكَ۔بے شک تو
لَا۔نہیں	تَهْدِيْ۔ہدایت دیتا	مَنْ۔جسے	اَحْبَبْتَ۔تو چاہتا ہے
وَ۔اور	لٰكِنَّ۔لیکن	اللّٰهَ۔اللہ	يَهْدِيْ۔ہدایت دیتا ہے
مَنْ۔جسے	يَّشَآءُ۔چاہے	وَ۔اور	هُوَ۔وہ
اَعْلَمُ۔خوب جانتا ہے	بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ہدایت پانے والوں کو		وَ۔اور
قَالُوْٓا۔بولے	اِنْ۔اگر	نَّتَّبِعِ۔پیروی کریں	الْهُدٰى۔ہدایت کی
مَعَكَ۔تیرے ساتھ تو	نُتَخَطَّفْ۔اچکے جائیں ہم	مِنْ اَرْضِنَا۔اپنی زمین سے	اَوَ۔کیا
لَمْ۔نہ	نُمَكِّنْ۔جگہ دی ہم نے	لَّهُمْ۔ان کو	حَرَمًا۔حرم
اٰمِنًا۔امن والے میں کہ	يُّجْبٰٓى۔کھنچے آتے ہیں	اِلَيْهِ۔اس کی طرف	ثَمَرٰتُ۔پھل
كُلِّ۔ہر	شَيْءٍ۔چیز کے	رِّزْقًا۔رزق ہے	مِّنْ لَّدُنَّا۔ہماری طرف سے
وَ۔اور	لٰكِنَّ۔لیکن	اَكْثَرَ۔اکثر	هُمْ۔ان کے
لَا۔نہیں	يَعْلَمُوْنَ۔جانتے	وَ۔اور	كَمْ۔کتنی

اَهْلَكْنَا۔ ہلاک کیں ہم نے	مِنْ قَرْيَةٍ۔ بستیاں	بَطِرَتْ۔ جو اکڑیں	مَعِيْشَتَهَا۔ اپنی معیشت پر
فَتِلْكَ۔ تو یہ ہیں	مَسٰكِنُهُمْ۔ ان کے گھر	لَمْ۔ نہ	تُسْكَنْ۔ آباد ہوئے
مِّنْۢ بَعْدِ۔ بعد	هِمْ۔ ان کے	اِلَّا۔ مگر	قَلِيْلًا۔ تھوڑے
وَ۔ اور	كُنَّا۔ تھے	نَحْنُ۔ ہم ہی	الْوٰرِثِيْنَ۔ وارث
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	كَانَ۔ ہے	رَبُّكَ۔ تیرا رب
مُهْلِكَ۔ ہلاک کرنے والا	الْقُرٰى۔ بستیوں کو	حَتّٰى۔ یہاں تک کہ	يَبْعَثَ۔ بھیجیں ہم
فِيْٓ۔ بیچ	اُمِّهَا۔ مرکز اس کے کے	رَسُوْلًا۔ رسول جو	يَّتْلُوْا۔ پڑھے
عَلَيْهِمْ۔ ان پر	اٰيٰتِنَا۔ ہماری آیتیں	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
كُنَّا۔ ہم	مُهْلِكِي۔ ہلاک کرنے والے	الْقُرٰٓى۔ بستیوں کو	اِلَّا۔ مگر
وَ۔ اس حال میں کہ	اَهْلُهَا۔ اس کے رہنے والے	ظٰلِمُوْنَ۔ ظالم ہوں	وَ۔ اور
مَآ۔ جو	اُوْتِيْتُمْ۔ دیئے گئے تم	مِّنْ شَيْءٍ۔ کوئی بھی چیز	فَمَتَاعُ۔ تو سامان ہے
الْحَيٰوةِ۔ زندگی	الدُّنْيَا۔ دنیا کا	وَ۔ اور	مَا۔ جو
عِنْدَ۔ پاس	اللّٰهِ۔ اللہ کے ہے	خَيْرٌ۔ بہتر ہے	وَّ۔ اور
اَبْقٰى۔ باقی رہنے والا	اَفَلَا۔ کیا پھر نہیں	تَعْقِلُوْنَ۔ سوچتے تم	

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ
اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾۔

اور بے شک ہم نے مسلسل ان کے لئے اپنا کلام اتارا تا کہ نصیحت پکڑیں جنہیں ہم نے عطا کی کتاب اس سے قبل وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس پر بے شک یہی حق ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم تو پہلے ہی اس کے آگے گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

وَصَّلْنَا۔ یعنی پے بہ پے یا مسلسل ان پر قرآن کریم آیا جس میں وعد و وعید، قصص و عبر اور مواعظ غرّا ہیں تا کہ انہیں نصیحت ہو اور وہ ایمان لائیں۔

وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ۔

جب ان پر پڑھا گیا قرآن کریم تو وہ بولے ہم تو ایمان لائے ہوئے ہیں ہمارے عقیدہ میں یہی حق ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم تو اس سے یعنی قرآن سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ہی جھک چکے تھے۔

مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾۔ اسلام سے ہے اور اسلام گردن بہ طاعت نہادن کو کہتے ہیں۔

آیات کریمہ کا شان نزول مومنین اہل کتاب کے حق میں ہے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیتیں اہل انجیل کے حق میں نازل ہوئیں جو حبشہ سے حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے یہ چالیس اہل کتاب تھے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حبشہ سے آئے تھے اور انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے ہی ایمان لا چکے تھے۔ یعنی نزول قرآن سے قبل ہی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ نبی برحق ہیں اس لئے کہ انجیل میں ان کی صفتیں ہم پڑھ چکے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کا مرتبہ فرمایا ہے:

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٥٤﴾۔

یہی وہ ہیں جو دو چند اجر پائیں گے بدلہ ان کے صبر کا (اس لئے کہ ان کا ایمان انجیل غیر محرف پر بھی تھا اور قرآن کریم پر بھی) اور وہ بھلائی سے برائی کو کاٹتے ہیں یعنی نیکی سے (کہ انہوں نے اپنے دین پر بھی صبر کیا اور مشرکین کی ایذا رسانی پر بھی صابر رہے) اور جو کچھ ہم انہیں دیتے ہیں اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں دوہرے اجر ملیں گے۔

ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی۔

دوسرے وہ غلام جس نے اللہ کا حق بھی ادا کیا اور مولیٰ کا بھی۔

تیسرے وہ جس کے پاس کنیز شرعی تھی جس سے مقاربت بھی کرتا تھا اور ادب بھی سکھاتا، تعلیم دیتا پھر آزاد کر کے اس سے نکاح بھی کر لیا۔

عربی میں يَدْرَءُونَ۔ دَرَءَ سے ہے۔ دَرَءَ عربی میں دفع کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور نیکی سے برائی کا دفع یہ ہے کہ عبادت سے معصیت دفع کرے اور حلم سے ایذاء کو۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: توحید سے شرک دفع کرے یعنی کلمۂ شہادت سے شرک کو دفع کرے۔

اور حبشہ والوں کی تعریف میں وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ یوں آیا کہ جب یہ چالیس مومن ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حبشہ سے آئے تو انہوں نے مسلمانوں میں عسرت دیکھی۔ تنگی معاش پائی تو بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ حضور ہمیں اجازت دیں کہ ہم واپس حبشہ جا کر اپنے مال سے لائیں اور تنگدست مسلمانوں کی اعانت کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی چنانچہ وہ گئے اور مال لے کر آئے ان کی تعریف میں ارشاد ہوا: وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ۔

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿٥٥﴾۔ اور جب وہ سنتے ہیں بیہودہ بات اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے لئے تمہارے عمل بس سلام ہے تمہیں ہم جاہلوں سے غرض نہیں رکھتے۔

مشرکین مکہ عامہ مؤمنین کو ان کا دین ترک کرنے پر مجبور کرتے اور ان سے اسلام لانے کی وجہ میں بیہودہ سب وشتم پر اتر آتے تو وہ ان کی گالیاں سن کر اعراض کرتے ہوئے جواب دے دیتے کہ ہمارا عمل ہمارے لئے ہے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہم تمہاری بدزبانی کا جواب بدزبانی سے نہیں دیں گے ہم سلامت رو ہیں تم سے بھی سلامت ہی رکھیں گے۔ البتہ تم سے ہماری غرض نہیں اس لئے کہ عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود پر ہم اس وقت تک عمل پیرا رہیں گے جب تک ہمیں تمہارے مقابلہ کا حکم نہیں ملتا۔ چنانچہ اس آیۂ کریمہ کے حکم پر مفسرین نے فرمایا: نُسِخَ ذٰلِكَ بِاٰيَاتِ الْقِتَالِ جہاد والی

آیتوں سے اس آیت کریمہ کا حکم منسوخ ہو گیا۔ پھر ارشاد ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾

بے شک آپ اے محبوب جسے چاہیں اپنی طرف سے ہدایت نہیں دے سکتے (البتہ ہدایت فرمائیں) لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دے گا اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

یعنی من جانب اللہ جس کے لئے ہدایت مقدر ہو چکی ہے وہ دلائل حقہ سن کر ایمان لائیں گے اس آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے:

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیۂ کریمہ حضرت ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت تھی اور اسی محبت کی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی موت کے وقت ان سے فرمانے لگے چچا کلمۂ شہادت پڑھ لو تا کہ میں بروز قیامت تمہاری شہادت دے سکوں۔

اس پر آپ نے جواب دیا کہ اگر قریش کی ملامت کا مجھے اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور آپ پر ایمان لا کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا اس کے بعد انہوں نے یہ رباعی پڑھی:

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّةِ دِیْنًا
لَوْلَا الْمَلَامَةُ اَوْ حَذَارُ مُسَبَّةٍ ۔۔۔ لَوَجَدْتَنِیْ سَمْحًا بِذَاکَ مُبِیْنًا

یعنی میں جانتا ہوں کہ دین محمدی تمام جہانوں کے دینوں سے بہتر ہے۔

اگر ملامت قریش کا مجھے اندیشہ نہ ہوتا تو میں نہایت صفائی کے ساتھ اس دین کو قبول کر لیتا۔

اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ علامہ ابن عابدین اور دیگر محققین نے اسی وجہ میں آپ کا اسلام پر انتقال تسلیم کیا ہے۔

لیکن شان نزول کے لحاظ سے واقعہ نقل کر دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ

مشرکین بولے اگر ہم آپ کے دین کا اتباع کر لیں تو لوگ ہمیں ہمارے ملک سے اچک لیں۔

تخطف کے معنی اچک لینے کے ہیں اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اگر ہم دین اسلام قبول کر لیں تو لوگ ہمیں سرزمین عرب سے ایک دم نکال دیں گے اس کا جواب فرمایا گیا:

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰٓى اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی امان والی حرم میں جس کی طرف ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں ہماری طرف سے ان کے رزق کے لئے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔

یُجْبٰٓی کے معنی عربی زبان میں یُجْمَعُ کے ہیں۔ یُّجْبٰی۔ جَبیٌ سے مشتق ہے۔ جمع کرنے کے معنی میں بولتے ہیں۔

جَبَیْتُ الْمَآءَ فِی الْحَوْضِ۔ یعنی حوض میں پانی جمع کیا۔

خَطْفٌ۔ عربی میں کسی چیز کو جلدی سے اچک لینے کو کہتے ہیں۔

شان نزول: اس آیہ کریمہ کا یہ ہے کہ

حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم یہ تو یقیناً جانتے ہیں کہ آپ کی تعلیم حق ہے اور آپ سچے نبی ہیں لیکن ہمیں یہ خوف ہے کہ اگر ہم اتباع کر لیں تو عرب کے لوگ ہمیں زمین مکہ سے نکال دیں گے اور ہمارے وطن میں نہ رہنے دیں گے۔

اس کا جواب دیا گیا کہ ہم نے تمہیں ارض حرم میں متمکن کیا ہے جو امن والی جگہ ہے جہاں کے رہنے والے قتل و غارت سے امن میں ہیں حتیٰ کہ یہاں کے جانور اور گھاس بھی امن میں ہے لیکن یہ تمام عذر صرف جاہلانہ ہیں۔ اگر وہ سمجھنا چاہتے تو سمجھ لیتے کہ خوف و امن بھی منجانب اللہ ہوتا ہے تو بلا رضاء و مشیت الٰہی وہ کیسے شہر بدر ہو سکتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ آگے ارشاد ہے:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾۔

اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کر دیئے جو اپنی عیش پر اترا گئے تھے (بطرت عربی میں عیاشی اور خوشی میں ابھرنے کو کہتے ہیں) تو یہ ہیں ان کے مکان اور مسکن کہ ان کے بعد ان میں سکونت ہی نہ ہوئی مگر بہت کم اور ہم ہی اس کے وارث ہیں۔

یعنی جو عیاشی بد معاشی میں ہمیں بھولے اور ہماری روزی کھا کر بتوں کی پوجا کرتے رہے وہ ہلاک کر دیئے گئے گویا اس میں اہل مکہ کو خوف دلایا گیا ہے کہ ان کا جو برا انجام ہوا کہیں تمہارا بھی ایسا ہی انجام نہ ہو۔

آج دیکھ لو جو قومیں ہلاک کی گئیں ان کے مساکن کے آثار نظر آ رہے ہیں اور یہ عرب کے لوگ سفر شام کرتے ہوئے ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾۔

اور تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیاں ہلاک کر دے حتیٰ کہ ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتے مگر جبکہ اس کے رہنے بسنے والے ظالم نہ ہوں۔

حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا۔ سے مراد مرکزی مقام ہے تو گویا واضح فرمایا کہ جب تک ہماری طرف سے کوئی ہادی اور رسول نہ پہنچے کہ انہیں ہدایت کرے پھر اگر وہ نہ مانیں تو ان پر حجت قائم ہونے کے بعد وہ ہلاک کئے جاتے ہیں۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾۔

اور جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے وہ دنیوی زندگی کا برتاؤ اور سنگار ہے اور جو اللہ پاس ہے وہ بہتر و باقی ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

یعنی مال دنیا مآل کے لئے نہیں ہوتا آخرت کے لئے صدقہ و خیرات بہتر و باقی ہے اور نیکیاں ہی تمام کدورتوں سے صاف اور دائم غیر منقطع ہیں تو اگر عقل سے کام لیں تو سمجھ سکتے ہیں کہ باقی باقی ہے اور فانی فانی۔ حضرت مولانا حسن رحمہ اللہ نے خوب فرمایا:

قول حسن سن قول حسن ہے باقی باقی فانی فانی

تو عقلمند انجام پر نظر رکھتا ہے۔ "مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست"۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥١﴾ -

اور بے شک ہم نے مسلسل اپنا کلام پہنچایا تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔

وَصَّلْنَا لَهُمُ ۔ میں جو ضمیر ہے وہ اہل مکہ کی طرف ہے۔

وَ اَصْلُ التَّوَصُّلِ ضَمُّ قَطْعِ الْحَبْلِ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ ۔ توصل اصل میں اس کے پکڑنے کو کہتے ہیں جو کر رہی ہو۔ تو اس معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

وَالْمَعْنٰى وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا الْقُرْاٰنَ عَلَيْهِمْ مُتَوَاصِلًا بَعْضَهٗ اَثَرَ بَعْضٍ حَسْبَمَا تَقْتَضِيْهِ الْحِكْمَةُ اَوْ مُتَتَابِعًا وَعْدًا وَّ وَعِيْدًا وَّ قِصَصًا وَّ عِبَرًا وَّ مَوَاعِظَ وَنَصَائِحَ ۔ آیہ کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان پر قرآن پے در پے ایک آیت کے بعد دوسری آیت کے طور پر بمقتضائے حکمت نازل فرمایا۔ یا مسلسل وعدہ و وعید، قصص و عبر اور مواعظ ونصائح کی صورت میں نازل کیا۔

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥١﴾ - تا کہ وہ نصیحت حاصل کر کے اس پر ایمان لائیں جو اس میں ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ -

وہ جنہیں کتاب ہم نے قرآن سے قبل عطا فرمائی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

یعنی اہل کتاب توریت وانجیل والے اس قرآن کریم پر اگر ایمان لائیں۔ یہ لوگ اہل کتاب سے تھے ان کے متعلق چار قول ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مُؤْمِنُوْا اَهْلِ الْكِتٰبِ مُطْلَقًا۔

اس سے مراد مطلقاً وہ اہل کتاب ہیں جو اپنی کتاب کے ساتھ قرآن کریم پر بھی ایمان لائے۔

وَ قِيْلَ هُمْ اَبُوْ رِفَاعَةَ فِيْ عَشَرَةٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ اٰمَنُوْا فَاُوْذُوْا ۔ یہ ابو رفاعہ اور ان کے ہمراہی دس آدمی ہیں یہود سے کہ ایمان لائے اور تکلیف دیئے گئے۔

وَ اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ وَ جَمَاعَةٌ عَنْ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ۔

وَ قِيْلَ هُمْ اَرْبَعُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْاِنْجِيْلِ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ بِالرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَبْعَثِهٖ اِثْنَانِ وَثَلَاثُوْنَ مِنَ الْحَبَشَةِ اَقْبَلُوْا مَعَ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَ ثَمَانِيَةٌ قَدِمُوا الشَّامَ بَحِيْرَا وَ اَبْرَهَةُ وَ اَشْرَفُ وَ عَامِرٌ وَاَيْمَنُ وَ اِدْرِيْسُ وَ نَافِعٌ وَتَمِيْمٌ۔

ایک قول ہے اس سے مراد وہ چالیس اہل انجیل ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قبل بعثت ہی انجیل کی خبروں کے ذریعے ایمان لا چکے تھے ان میں سے ۳۲ حبشہ والے ہیں جو حضرت جعفر بن ابو طالب کے ساتھ آئے اور آٹھ وہ ہیں جو ملک شام سے آئے ان کے نام یہ ہیں:

۱- بحیرا

۲- ابرہۃ

۳- اشرف

۴- عامر

۵- ایمن

۶- ادریس

۷- نافع

۸- تمیم

وَ قِيلَ۔ اور ایک قول ہے کہ وہ

۱- ابن سلام

۲- تمیم داری

۳- جارود العبدی

۴- سلمان فارسی تھے

اب آگے ارشاد ہے:

وَ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴿۵۳﴾۔

اور جب پڑھا گیا ان پر قرآن تو کہنے لگے ہم اس پر ایمان لائے کہ وہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے بے شک ہم تو اس کے نزول سے پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں۔

گویا انہوں نے بیان کر دیا کہ ہم نے اس سے پہلی کتابوں میں صفت پڑھی اس پر ہم پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں۔ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ جَوَّزَ اَنْ یُّرَادَ بِالْاِسْلَامِ الْاِنْقِیَادُ اَیْ اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِ نُزُوْلِهٖ مُنْقَادِیْنَ لِاَحْکَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی النَّاطِقِ بِهَا کِتَابُهُ الْمُنَزَّلُ اِلَیْنَا وَ مِنْهَا وُجُوْبُ الْاِیْمَانِ بِهٖ فَنَحْنُ مُؤْمِنُوْنَ بِهٖ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ۔

مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴿۵۳﴾۔ سے یہ مراد ہے کہ ہم جھکے ہیں یعنی ہم اس کے نزول سے قبل اتباع کی طرف مائل تھے اور احکام الٰہی کی طرف ہم جھک چکے تھے اور اس اعتراف سے ایمان کا وجوب ہو چکا تھا تو ہم اس پر ایمان لا چکے تھے اس کے نزول سے قبل، چنانچہ ارشاد ہے:

اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ۔ یہ وہ ہیں جنہیں دوہرا اجر دیا جائے گا۔

مَرَّةً عَلٰی اِیْمَانِهِمْ بِكِتَابِهِمْ وَمَرَّةً عَلٰی اِیْمَانِهِمْ بِالْقُرْاٰنِ۔ ایک اجر ان کی کتابوں پر ایمان لانے کا اور دوسرا اجر قرآن کریم پر ایمان لانے کا۔

بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾۔

بدلہ ان کے صبر کا اور دفع کرتے ہیں وہ نیکیوں سے گناہوں کو اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔

دَرْءٌ۔ سے یَدْرَءُوْنَ ہے یہ دفع کے معنی میں مستعمل ہے۔ چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں: وَیَدْرَءُوْنَ

اَیْ یَدْفَعُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ اَیْ بِالطَّاعَۃِ السَّیِّئَۃَ اَیِ الْمَعْصِیَۃَ۔ فرماتے ہیں: فَاِنَّ الْحَسَنَۃَ تَمْحُوا السَّیِّئَۃَ اس لئے کہ نیکی گناہ مٹادیتی ہے۔

قرآن کریم میں اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ فرمایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اِتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا۔ اطاعت کراس لئے کہ گناہوں کو نیکیاں دفع کرتی اور مٹادیتی ہیں۔

بعض نے کہا: یَدْفَعُوْنَ بِالْحِلْمِ الْاَذٰی۔ مومن حلم کے ذریعہ اذیت دفع کرتا ہے۔

ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بِالْمَعْرُوْفِ الْمُنْکَرَ۔ شریعت کا اتباع حرام چیزیں مٹادیتا ہے۔

ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بِالْخَیْرِ الشَّرَّ بھلائیاں شروں کو دفع کردیتی ہیں۔

ابن سلام فرماتے ہیں: بِالْعِلْمِ الْجَھْلَ وَ بِالْکَظْمِ الْغَیْظَ علم سے جہل اور برداشت سے غصہ کو دفع کرتے ہیں۔

ابن مسعود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام فتنہ شرک وکفر کے شہادت لا الہ الا اللہ سے دفع ہوجاتے ہیں۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾۔ اور ہمارے دیئے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں۔ یعنی نیک راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ۔ اور جب سنتے ہیں بیہودہ بات اس سے اعراض کرتے ہیں۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے مراد اذیت ناک گفتگو اور سب وشتم ہے۔

ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس سے مراد شرک ہے۔

ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس سے وہ صفات مراد ہیں جو یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے توریت میں تحریف کردی تھیں۔

اَعْرَضُوْا عَنْهُ۔ سے مراد چشم پوشی یا منہ پھیر کرسنی ان سنی کرلینا ہے جیسے دوسری جگہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔

وَقَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ٘ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ ٘ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ﴿۵۵﴾۔

اور کہہ دیتے ہیں ان سرکشوں کو ہمارے لئے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے عمل سلام ہی بہتر ہے تم پر ہم جاہلوں سے غرض نہیں رکھتے۔

یہ سلام انہیں تو دیعا بولا گیا نہ کہ سلام تحیہ یا یہ سلام متارکہ ہے جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے: اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ اس سے یہ دلیل ہرگز صحیح نہیں کہ کافر کو سلام جائز ہے۔

چنانچہ جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِذْ لَیْسَ الْغَرَضُ مِنْ ذَالِکَ اِلَّا الْمُتَارَکَۃُ اَوِ التَّوْدِیْعُ۔ چنانچہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فِی الْکُفَّارِ لَا تَبْدَءُ وْھُمْ بِالسَّلَامِ وَاِذَا سَلَّمَ عَلَیْکُمْ اَھْلُ الْکِتَابِ فَقُوْلُوْا وَ عَلَیْکُمْ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ کافر کے ساتھ ابتداء السلام علیک سے کرلی جائے لیکن بایں معنی اللہ تَعَالٰی عَلَیْکَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ پر۔ اس لئے کہ سلام اسم الٰہی ہے۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ﴿۵۵﴾۔ ہم جاہلوں سے غرض نہیں رکھتے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ لَا نَطْلُبُ صُحْبَۃَ الْجَاھِلِیْنَ وَلَا نُرِیْدُ مُخَالَطَتَھُمْ۔ یعنی ہم تمہاری صحبت

نہیں چاہتے اور نہ تم سے میل جیل کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

بے شک اے محبوب آپ ہدایت نہیں دے سکتے جسے ہدایت پر لانا چاہیں لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دے سکتا ہے۔

ایک تو ہدایت کرنا ہوتا ہے اور ایک ہدایت دینا۔ یعنی وہ ہدایت جو موصل الی الحق ہو گمراہی سے یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

مَنْ اَحْبَبْتَ۔ یعنی ہر وہ شخص جو آپ کی قوم سے ہونے کی وجہ سے آپ کو پسند آئے اور آپ اسے ہدایت پر لانا چاہیں وَلَا تَقْدِرُ اَنْ تُدْخِلَهٗ فِي الْاِسْلَامِ یہ بالذات آپ قدرت نہیں رکھتے کہ جسے چاہیں اسلام میں لے آئیں اگرچہ حد غایت تک سعی ہو لیکن یہ قوت ذاتی اللہ تعالیٰ کی ہے کہ وہ جسے چاہے ہدایت دے یا آپ کو ہدایت دینے کی جس کے لئے قوۃ عطا فرمائے۔

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾۔ اور وہی اللہ خوب جانتا ہے قبول کرنے والوں کو۔

یعنی جنہیں جبلی استعداد قبول ہدایت کی ہے اور جس میں نہیں انہیں اللہ خوب جانتا ہے اس پر متعدد اقوال ہیں جن سے شان نزول آیت بھی واضح ہوتا ہے وہ یہ ہیں:

قِيْلَ الْمَعْنٰى اِنَّكَ لَا تَقْدِرُ اَنْ تُدْخِلَ فِي الْاِسْلَامِ كُلَّ مَنْ اَحْبَبْتَ لِاَنَّكَ عَبْدٌ لَّا تَعْلَمُ الْمَطْبُوْعَ عَلٰى قَلْبِهٖ مِنْ غَيْرِهٖ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُّدْخِلَ مَنْ يَّشَآءُ بِاِدْخَالِهٖ۔

وَالْاٰيَةُ عَلٰى مَا نَطَقَتْ بِهٖ كَثِيْرٌ مِّنَ الْاَخْبَارِ نَزَلَتْ فِيْ اَبِيْ طَالِبٍ۔ اور یہ آیت بکثرت احادیث و اخبار سے اس امر کی طرف ہے کہ اس کا نزول حضرت ابو طالب کے حق میں ہو۔

اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّلَائِلِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا حَضَرَ وَفَاةُ اَبِيْ طَالِبٍ اَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَمَّاهُ قُلْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ لَوْلَا اَنْ يُّعَيِّرُوْنِيْ قُرَيْشٌ يَقُوْلُوْنَ مَا حَمَلَهٗ عَلَيْهَا اِلَّا جَزَعٌ مِّنَ الْمَوْتِ لَاَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ الاٰية۔

جب ابو طالب کے انتقال کا وقت قریب آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا چچا! لا الہ الا اللہ کہہ لو میں تمہاری شہادت بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور دے سکوں گا ابو طالب بولے اگر قریش کی ملامت کا خطرہ نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے ابو طالب موت سے گھبرا کر ایمان لے آیا تو میں ضرور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یہی ابو سہیلی سری بن سہل بطریق عبد القدوس ابی صالح سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے بھی یہی فرمایا کہ یہ آیت ابی طالب کے حق میں جب نازل ہوئی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر زور دیا کہ وہ اسلام لائیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

لیکن حضرات شیعہ اور ان کے بہت سے مفسرین اسلام ابو طالب پر زور دیتے ہیں اور ان میں اس پر اجماع ہے کہ وہ اہل بیت سے ہیں اور ان کے بہت سے اشعار نعت میں ایسے ہیں کہ جو ان کے اسلام پر شاہد ہیں۔

اور اہل سنت بھی اسے پسند کرتے ہیں کہ ان کا اسلام نہ لانا معلوم کر کے ان پر سب و شتم زیبا نہیں۔

دوسرے ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت مسلم ہے جس پر بہت سی روایات شاہد ہیں لہٰذا ان کے معاملہ میں کف لسان ہی مناسب ہے۔ (روح)

وَقَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا۔

اور بولے اگر ہم آپ کی ہدایت کی پیروی کرلیں اور آپ کے ساتھ ہو جائیں تو ہم اچک لئے جائیں اپنی زمین سے۔

خطف عربی میں جلدی سے اٹھانے کو کہتے ہیں چنانچہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ نُخْرَجُ مِنْ بِلَادِنَا وَ مَقَرِّنَا۔ ہم نکال دیئے جائیں گے اپنے شہروں اور مسکنوں سے۔

چنانچہ یہ آیت کریمہ حرث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف کے حق میں نازل ہوئی: حَیْثُ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا نَحْنُ نَعْلَمُ اِنَّکَ عَلَی الْحَقِّ وَ لٰکِنَّا نَخَافُ اِنِ اتَّبَعْنَاکَ وَ خَالَفْنَا الْعَرَبُ وَاِنَّمَا نَحْنُ اُکْلَةُ رَاْسٍ اَنْ یَّتَخَطَّفُوْنَا مِنْ اَرْضِنَا فَرَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ خَوْفَ التَّخَطُّفِ۔

حرث بن عثمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور بولا حضور ہم لوگ جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں لیکن ہمیں خوف ہے کہ اگر ہم آپ کی اتباع کرلیں گے تو فوراً عرب ہمارے مخالف ہو جائیں گے اور ہم تو مثل ایسے لقمہ کے ہیں جو سر پر ہو وہ ہمیں مثل لقمہ کے اچک لیں گے ہماری زمین سے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا وہم دفع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا:

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾۔

کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی امان والی حرم میں جس کی طرف ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں ہماری طرف سے ان کے رزق کے لئے لیکن اکثر ان میں نہیں جانتے۔

یعنی کیا ہم نے انہیں محفوظ نہیں کیا اور ان کے رہنے کی جگہ کو حرم نہ بنایا بیت اللہ کی حرمت سے جہاں ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں جو ان کا رزق ہیں ہماری طرف سے۔

یُجْبٰی کے معنی یُحْمَلُ وَیُجْمَعُ کے ہیں اور زمین پاک جسے حرم فرمایا وہ ایسی محفوظ ہے کہ انسان تو انسان جانور اور گھاس بھی محفوظ ہے اور اس میں ہر قسم کے پھل جمع کئے جاتے ہیں تو حاصل معنی آیۂ کریمہ یہ ہوئے کہ اِنَّهٗ لَا وَجْهَ لِخَوْفِ مِنَ التَّخَطُّفِ اِنْ اٰمَنُوْا فَاِنَّهُمْ لَا یَخَافُوْنَ مِنْهُ وَهُمْ عَبَدَةُ اَصْنَامٍ فَکَیْفَ یَخَافُوْنَ اِذَا اٰمَنُوْا وَ ضَمُّوْا حُرْمَةَ الْاِیْمَانِ اِلٰی حُرْمَةِ الْمُقَامِ۔ اچک لئے جانے کے خوف کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی جبکہ وہ ایمان لے آئیں اس لئے کہ انہیں تو خوف اس حال میں نہیں جبکہ وہ بت پرستی کر رہے ہیں تو جب وہ ایمان لے آئیں گے اور حرمت ایمان کے ساتھ حرمت مقام بھی انہیں حاصل ہوگی لیکن بے سمجھ ہیں اور اکثر ان کے اس حقیقت کو نہیں جانتے۔ آگے ارشاد ہے:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾۔

اور کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کردیں جو مغرور ہو گئے تھے اپنی فراخی رزق سے تو یہ ان کے گھر ہیں جو آج تک ہلاک و ویران ہونے کے بعد آباد نہیں ہوئے مگر تھوڑے اور ہم ہی اس کے وارث ہوئے۔

اور تم ان کے ویران مساکن دیکھتے ہوئے گزرتے ہو اپنے سفروں میں جیسے حجر اور ثمود جو اپنے غرور و نخوت سے ہلاک

ہوئے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى یَبْعَثَ فِیْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَاۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِی الْقُرٰۤى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۵۹۔

اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیاں ہلاک کردے جب تک ان کی اصل بستی میں رسول نہ بھیجے کہ ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم بستیاں ہلاک کرنے والے نہیں مگر جبکہ اس کے رہنے والے ظالم نہ ہو جائیں۔

یعنی بلا تبلیغ مبلغ ہم کسی پر حجت قائم نہیں فرماتے البتہ جب رسولوں کی تکذیب اور مخالفت ہو تو پھر عذاب آتا ہے ان کے ظلم و تمرد کے باعث۔

وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتُهَاۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰىؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۶۰۔

اور جو کچھ تم دیئے گئے دنیا میں اسباب دنیا سے وہ دنیا کے تمتع کے لئے اور اس کا سنگار ہے جو چند روزہ ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے تو تم عقل سے کیوں کام نہیں لیتے۔

یعنی تمہیں سوچنا چاہئے کہ جس رزاق مطلق نے حیات دنیا کے لئے تمہیں اسباب حیات عطا فرمائے باآنکہ جب حیات ہی چند روزہ ہے تو اس کے اسباب دوامی کیسے ہو سکتے ہیں تو آخرت کی حیات جو تمہیں ملے گی وہ ابدی دوامی ہے اس کے اسباب بھی ابدی اور دوامی ہیں اور عقل سے کام لو اور ہوش کرو۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع-سورۃ قصص-پ ۲۰

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِیْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ثُمَّ هُوَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ۶۱

تو کیا جسے ہم نے وعدہ دیا جنت کا تو وہ اسے ملے گا وہ ایسے ہے جیسے ہم نے دنیوی زندگی کا برتاؤ دنیا میں پھر وہ قیامت کے دن حاضر لایا جاوے

وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۶۲

اور اس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم گمان کرتے تھے

قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَغْوَیْنَاۚ اَغْوَیْنٰهُمْ كَمَا غَوَیْنَاۚ تَبَرَّاْنَاۤ اِلَیْكَ٘ مَا كَانُوْۤا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ ۶۳

کہیں گے وہ جن پر پوری ہوگئی ہماری بات اے ہمارے رب یہ وہ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا اور جنہیں ہم نے گمراہ کیا وہ گمراہ ہوئے خود ہم ان سے بیزار ہیں تیری طرف رجوع لاتے ہیں وہ ہمیں پوجنے والے نہ تھے

وَقِیْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَهْتَدُوْنَ ۶۴

اور کہا جاوے گا اپنے شریکوں کو پکارو تو وہ پکاریں گے تو وہ نہ سنیں گے ان کی اور دیکھیں گے عذاب کیا اچھا ہوتا اگر وہ راہ پاتے

وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ مَاذَاۤ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِیْنَ ۶۵

اور جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا

فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾	تو اندھی ہو جائیں خبریں ان پر اس دن تو وہ کچھ نہ پوچھ سکیں گے
فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾	تو وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے تو قریب ہے کہ وہ راہ فلاح پانے والوں سے ہو
وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾	اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جسے چاہے اور پسند کرتا ہے ان کا کچھ اختیار نہیں پاکی اور برتری ہے اللہ کو ان کے شرک سے
وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٦٩﴾	اور تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں ہے اور جو علانیہ کرتے ہیں
وَ هُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ ٘ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٧٠﴾	اور وہی اللہ ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر سب تعریفیں اس کے لئے دنیا اور آخرت میں اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھرو گے
قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿٧١﴾	فرمائیں بھلا دیکھو تو اگر کرے اللہ تم پر رات ہمیشہ قیامت تک تو کون ہے اللہ کے سوا جو روشنی لائے تو کیا تم نہیں سنتے
قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٧٢﴾	فرما دیجئے بھلا دیکھو تو اگر کر دے اللہ تم پر دن ہمیشہ قیامت تک تو کون ہے اللہ کے سوا جو تمہیں رات لا دے جس میں تم آرام کرو تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں
وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾	اور اس نے اپنی رحمت سے کیا تم پر رات اور دن کہ اس میں آرام کرو اور اللہ کا فضل ڈھونڈو اور تاکہ تم شکر گزار ہو
وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٧٤﴾	اور جس دن پکارے گا انہیں اور کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کا تمہیں زعم تھا
وَ نَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْۤا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٧٥﴾ ع	اور نکال دیا ہم نے ہر گروہ سے ایک گواہ تو کہیں گے ہم لاؤ اپنی دلیل تو جان لیں گے کہ حق اللہ کا ہے اور گم ہوں ان سے ان کی افترا پردازی

حل لغات ساتواں رکوع ۔ سورۃ قصص ۔ پ ۲۰

أ ۔ کیا   فَمَنْ ۔ پھر وہ آدمی   وَّعَدْنٰهُ ۔ کہ جس کو وعدہ دیا ہم نے

وَعْدًا۔وعدہ حَسَنًا۔اچھا فَهُوَ۔تو وہ لَاقِيْهِ۔ملنے والا ہے اس کو
كَمَنْ۔اس جیسا ہے مَّتَّعْنٰهُ۔کہ فائدہ دیا ہم نے ان کو مَتَاعَ۔سامان
الْحَيٰوةِ۔زندگی الدُّنْيَا۔دنیا کا ثُمَّ۔پھر هُوَ۔وہ
يَوْمَ۔دن الْقِيٰمَةِ۔قیامت کے مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ۔حاضر کیا جائے گا
وَ۔اور يَوْمَ۔جس دن يُنَادِيْهِمْ۔پکارے گا ان کو فَيَقُوْلُ۔تو کہے گا
اَيْنَ۔کہاں ہیں شُرَكَآءِيَ۔میرے شریک الَّذِيْنَ۔وہ كُنْتُمْ۔کہ تھے تم
تَزْعُمُوْنَ۔خیال کرتے قَالَ۔کہیں گے الَّذِيْنَ۔وہ کہ حَقَّ۔حق ہوئی
عَلَيْهِمُ۔ان پر الْقَوْلُ۔بات رَبَّنَا۔اے ہمارے رب هٰٓؤُلَآءِ۔یہ
الَّذِيْنَ۔وہ ہیں جنہیں اَغْوَيْنَا۔ہم نے گمراہ کیا اَغْوَيْنَا۔گمراہ کیا ہم نے هُمْ۔ان کو
كَمَا۔جیسے غَوَيْنَا۔ہم گمراہ تھے تَبَرَّاْنَآ۔ہم بیزار ہیں اِلَيْكَ۔تیری طرف
مَا۔نہیں كَانُوْٓا۔تھے وہ اِيَّانَا۔ہماری يَعْبُدُوْنَ۔پوجا کرتے
وَ۔اور قِيْلَ۔کہا جائے گا ادْعُوْا۔پکارو شُرَكَآءَ۔شریکوں
كُمْ۔اپنے کو فَدَعَوْ۔تو پکاریں گے هُمْ۔ان کو فَلَمْ۔تو نہ
يَسْتَجِيْبُوْا۔جواب دیں گے لَهُمْ۔ان کو وَ۔اور رَاَوُا۔دیکھیں گے
الْعَذَابَ۔عذاب لَوْ۔کاش اَنَّهُمْ۔وہ كَانُوْا۔ہوتے
يَهْتَدُوْنَ۔راہ پاتے وَ۔اور يَوْمَ۔جس دن يُنَادِيْهِمْ۔پکارے گا ان کو
فَيَقُوْلُ۔تو کہے گا مَاذَآ۔کیا اَجَبْتُمُ۔جواب دیا تم نے الْمُرْسَلِيْنَ۔پیغمبروں کو
فَعَمِيَتْ۔تو اندھی ہو جائیں عَلَيْهِمُ۔ان پر الْاَنْۢبَآءُ۔خبریں يَوْمَئِذٍ۔اس دن
فَهُمْ۔تو وہ لَا۔نہ يَتَسَآءَلُوْنَ۔سوال کریں گے فَاَمَّا۔تو وہ
مَنْ۔جس نے تَابَ۔توبہ کی وَ۔اور اٰمَنَ۔ایمان لایا
وَ۔اور عَمِلَ۔عمل کئے صَالِحًا۔اچھے فَعَسٰٓى۔تو قریب ہے
اَنْ۔یہ کہ يَّكُوْنَ۔ہو مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ۔نجات پانے والوں سے
وَ۔اور رَبُّكَ۔تیرا رب يَخْلُقُ۔پیدا کرتا ہے مَا۔جو
يَشَآءُ۔چاہے وَ۔اور يَخْتَارُ۔پسند کرتا ہے مَا۔نہیں
كَانَ۔ہے لَهُمُ۔ان کا الْخِيَرَةُ۔کوئی اختیار سُبْحٰنَ۔پاک ہے
اللّٰهِ۔اللہ وَ۔اور تَعٰلٰى۔بلند ہے عَمَّا۔اس سے
يُشْرِكُوْنَ۔جو شرک کرتے تھے وَ۔اور رَبُّكَ۔تیرا رب يَعْلَمُ۔جانتا ہے
مَا۔جو تُكِنُّ۔چھپاتے ہیں صُدُوْرُ۔سینے هُمْ۔ان کے

وَ-اور	مَا-جو	يُعْلِنُوْنَ-ظاہر کرتے ہیں	وَ-اور
هُوَ-وہ	اللّٰهُ-اللہ ہے	لَآ-نہیں	اِلٰهَ-کوئی معبود
اِلَّا-مگر	هُوَ-وہی	لَهُ-اسی کی	الْحَمْدُ-تعریف ہے
فِي-بیچ	الْاُوْلٰى-دنیا	وَ-اور	الْاٰخِرَةِ-آخرت کے
وَ-اور	لَهُ-اسی کا	الْحُكْمُ-حکم ہے	وَ-اور
اِلَيْهِ-طرف اس کی	تُرْجَعُوْنَ-پھیرے جاؤ گے	قُلْ-کہہ	اَ-کیا
رَءَيْتُمْ-دیکھا تم نے	اِنْ-اگر	جَعَلَ-بنادے	اللّٰهُ-اللہ
عَلَيْكُمُ-تم پر	الَّيْلَ-رات	سَرْمَدًا-ہمیشہ کی	اِلٰى-طرف
يَوْمِ-دن	الْقِيٰمَةِ-قیامت کے	مَنْ-کون	اِلٰهٌ-خدا ہے
غَيْرُ-سوا	اللّٰهِ-اللہ کے جو	يَاْتِيْكُمْ-لادے تم کو	بِضِيَآءٍ-روشنی
اَ-کیا	فَلَا-پھر نہیں	تَسْمَعُوْنَ-سنتے تم	قُلْ-کہہ
اَ-کیا	رَءَيْتُمْ-دیکھا تم نے	اِنْ-اگر	جَعَلَ-بنادے
اللّٰهُ-اللہ	عَلَيْكُمُ-تم پر	النَّهَارَ-دن	سَرْمَدًا-ہمیشہ کا
اِلٰى-طرف	يَوْمِ-دن	الْقِيٰمَةِ-قیامت کی	مَنْ-کون
اِلٰهٌ-خدا ہے	غَيْرُ-سوا	اللّٰهِ-اللہ کے جو	يَاْتِيْكُمْ-لادے تم کو
بِلَيْلٍ-رات کہ	تَسْكُنُوْنَ-آرام پاؤ تم	فِيْهِ-اس میں	اَفَلَا-کیا پھر نہیں
تُبْصِرُوْنَ-دیکھتے تم	وَ-اور	مِنْ رَّحْمَتِهٖ-اس کی رحمت ہے کہ	
جَعَلَ-بنایا	لَكُمُ-تمہارے لئے	الَّيْلَ-رات	وَ-اور
النَّهَارَ-دن کو کہ	لِتَسْكُنُوْا-آرام پاؤ	فِيْهِ-اس میں	وَ-اور
لِتَبْتَغُوْا-تاکہ ڈھونڈو	مِنْ فَضْلِهٖ-اس کا فضل	وَ-اور	لَعَلَّكُمْ-تاکہ تم
تَشْكُرُوْنَ-شکر کرو	وَ-اور	يَوْمَ-جس دن	يُنَادِيْهِمْ-پکارے گا ان کو
فَيَقُوْلُ-تو کہے گا	اَيْنَ-کہاں ہیں	شُرَكَآءِيَ-میرے شریک	الَّذِيْنَ-وہ جو
كُنْتُمْ-تھے تم	تَزْعُمُوْنَ-خیال کرتے	وَ-اور	نَزَعْنَا-نکالیں گے ہم
مِنْ كُلِّ-ہر ایک	اُمَّةٍ-امت سے	شَهِيْدًا-گواہ	فَقُلْنَا-تو کہیں گے ہم
هَاتُوْا-لاؤ	بُرْهَانَكُمْ-اپنی دلیل	فَعَلِمُوْٓا-تو جان لیں گے	اَنَّ-بے شک
الْحَقَّ-حق	لِلّٰهِ-اللہ کے لئے ہے	وَ-اور	ضَلَّ-بھول جائے گا
عَنْهُمْ-ان سے	مَّا-جو	كَانُوْا-تھے وہ	يَفْتَرُوْنَ-جھوٹ بناتے

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾ - تو کیا وہ جسے ہم نے اچھا وعدہ دیا یعنی جنت کا تو وہ اس سے ملے گا اس جیسا ہے کہ جسے ہم نے دنیوی زندگی کا برتاؤ برتنے دیا پھر وہ بروز قیامت گرفتار ہو کر حاضر لایا جائے گا۔

یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے ان میں پہلا جسے وعدہ حسن جنت کا دیا گیا وہ مومن ہے اور دوسرا کافر۔ خلاصہ یہ ہے کہ مومن کافر برابر نہیں ہو سکتے۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ -

اور جس دن انہیں ندا دی جائے تو اللہ تعالیٰ فرمائے کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم گمان کرتے تھے۔

یہ ندا بطریق توبیخ دی جائے گی اور ارشاد ہوگا آج وہ کہاں ہیں جنہیں تم اپنے زعم باطل میں میرا شریک ٹھہراتے تھے۔

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۡ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ -

کہیں گے وہ جن پر بات حق ہو گئی اے ہمارے رب یہ ہیں وہ جنہیں ہم نے گمراہ کیا۔ ہم نے انہیں گمراہ کیا جیسے خود گمراہ ہوئے تھے ہم ان سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع کرتے ہیں وہ ہم کو نہ پوجتے تھے۔

یعنی جن پر عذاب واجب ہو چکا تھا یہ وہی ائمہ کفر وضلالت تھے یہ ہمارے بہکانے سے باختیار خود گمراہ ہوئے ہماری اور ان کی گمراہی میں کوئی فرق نہیں ہم نے انہیں مجبور نہ کیا تھا بلکہ وہ اپنی خواہشوں کے پرستار اور اپنی شہوت کے مطیع تھے ہم تو ان سے خود بیزار ہیں۔

وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾ -

اور ان سے فرمایا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو (یعنی کفار سے فرمایا جائے گا کہ اپنے بتوں کو پکارو وہ تمہیں عذاب سے بچائیں) تو وہ پکاریں گے تو وہ ان کی نہ سنیں گے اور عذاب دیکھیں گے کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ راہ پاتے۔ (دنیا میں تاکہ آخرت میں عذاب سے محفوظ رہتے۔)

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾ -

اور جس دن انہیں پکارا جائے تو فرمائے تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کفار سے پوچھے کہ جو رسول تمہاری طرف بھیجے گئے اور انہوں نے تم کو دعوت حق دی تو تم نے انہیں کیا جواب دیا یہ سن کر تمام کفار سراسیمہ وپریشاں ہوں اور

فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ -

تو اس دن ان پر خبریں اندھی ہو جائیں گی تو وہ کچھ پوچھ گچھ نہ کر سکیں گے۔

اور کوئی عذر اور حجت انہیں نظر نہیں آئے گی اور دہشت وخوف کے مارے ایسے سراسیمہ ہو جائیں گے اور گمراہ جماعت اور گمراہ کرنے والے سب برابر ہو جائیں گے اس وقت تابع اور متبوع دونوں یکساں ہوں گے۔ لیکن

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾ -

جوتو بہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے تو قریب ہے کہ وہ فلاح یافتہ ہو۔

یعنی شرک سے جو توبہ کر لے اور ہر اس چیز پر ایمان لے آئے اور اللہ تعالیٰ کو مان لے اور جان لے کہ سب اسی کی طرف سے ہے وہ نجات یافتہ ہے۔

اس کے بعد جو آیۂ کریمہ ہے وہ مشرکین کے جواب میں ہے جو وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے لئے کیوں چنا۔

یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اترا۔

یہ کہنے والا ولید بن مغیرہ تھا اور بڑے آدمی سے مراد عروہ بن مسعود ثقفی تھا۔ چنانچہ اس کا جواب دیا گیا ارشاد ہے:

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ؗ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾۔

اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے ان (بکنے والوں) کو کچھ اختیار نہیں پاکی اور برتری ہے اللہ کو ان کے شرک سے اور تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں مخفی ہے اور جو ظاہر کرتے ہیں اور وہی اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں اسی کی تعریف ہے دنیا اور آخرت میں اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ رسولوں کا بھیجنا ان لوگوں کے اختیار سے نہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے اپنی حکمت وہی جانتا ہے کسی کو اس کی مرضی میں دخیل ہونے کی مجال نہیں اور مشرکین کی خفیہ خباثت اور علانیہ شرارت اے محبوب آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ ہمارے رسول کی کتنی عداوت رکھتے ہیں اور ان کی مخالفت ان کے دلوں میں کتنی ہے اور اس کے محبوب بندے اس کی حمد دنیا میں بھی کرتے ہیں اور آخرت میں بھی اسی کی حمد سے لطف اندوز ہوتے ہیں اسی کا حکم ہر جگہ اسی کی قضا ہر چیز میں نافذ ہے۔ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اپنے فرمانبرداروں کے لئے مغفرت کا فرمان اور نافرمانوں کے لئے سزا کا حکم وہی دیتا ہے پھر ارشاد ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾۔

فرمادیجئے انہیں بھلا بتاؤ تو اگر اللہ ہمیشہ تم پر قیامت تک رات رکھے اور دن نہ نکالے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں روشنی لا دے (جس میں تم اپنے معاش کا کام کر سکو) تو کیا تم سنتے نہیں (تا کہ تم گوش ہوش سے سن کر شرک ترک کرو) فرما دیجئے بھلا دیکھو تو اگر اللہ قیامت تک ہمیشہ دن رکھے (اور رات نہ ہونے دے) تو کون سا خدا ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم آرام و سکون پکڑو (اور دن کی محنت سے جو تکان چڑھی تھی اسے اتارو) تو کیا تمہیں اتنی بھی سوجھ بوجھ نہیں (تم سخت غلطی میں ہو جو یہ نشانیں دیکھ کر بھی بے سمجھی سے شرک کر رہے ہو) اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے دن اور رات بنائے کہ

رات' میں سکون لو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو یعنی کسب معاش کرو کماؤ دھماؤ (اور یہ سب چیزیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیں) تا کہ تم شکر گزار بنو۔

وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَ نَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْۤا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع 64A

اور جس دن انہیں پکارا جائے اور فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم گمان کرتے تھے اور ہر گروہ میں سے ہم ایک گواہ نکال کر فرمائیں اپنی دلیل لاؤ تو جان لیں گے کہ حق اللہ کا ہے اور گم ہو جائیں گی جو وہ بناوٹیں کیا کرتے تھے۔

شہداء سے یہاں مراد رسول ہیں جو اپنی اپنی امتوں پر شہادت دیں گے اور اس امر پر ان سے دلیل طلب ہوگی کہ تم کس اصول پر خدا کا شریک بناتے تھے تو اس وقت وہ جان لیں گے کہ حق حق ہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے اور جو شرک و کفر کرتے ہیں وہ سب بھول جائیں گے۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِیْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔

کیا وہ جس سے وعدہ حسن کیا جو اسے ملے گا اس کے مثل ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیا میں رچنے پچنے کو اسباب حیات دنیا دیئے۔ اس پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَیْ وَعْدًا بِالْجَنَّةِ وَ مَا فِیْهَا مِنَ النَّعِیْمِ الصِّرْفِ الدَّائِمِ فَاِنَّ حُسْنَ الْوَعْدَةِ بِحُسْنِ الْمَوْعُوْدِ۔ یعنی جس سے جنت کا وعدہ فرمایا اور جو کچھ اس میں نعمتیں ہیں دائم رہنے والی اس لئے کہ حسن وعدہ حسن موعود کے ساتھ ہوتا ہے۔

فَهُوَ لَاقِیْهِ۔ تو وہ اسے ملے گا۔ اَیْ مُدْرِكُهٗ لَا مُحَالَةَ یعنی وہ ضرور اسے پائے گا اور یہاں وعدہ الٰہی ہونے کی وجہ میں خلف محال تھا اس لئے بہ قسم نہیں فرمایا بلکہ فَهُوَ لَاقِیْهِ فرما دیا۔ اور بتایا کہ وہ جس سے ہمارا وعدہ حسن جنت کا ہو چکا ہے وہ اور كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وہ جسے دنیا کی عیش دے جو مشوب بالآلام منغص بالا کدار ہے جو مستتبع بالجبروت ہے جس کے انقطاع کا خطرہ ہر گھڑی لگا رہتا ہے دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔

ثُمَّ هُوَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۶۱﴾۔ پھر وہ قیامت کے دن حاضر کئے جائیں گے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ثُمَّ نُحْضِرُهٗ اَوْ اَحْضَرْنَاهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لِلنَّارِ اَوِ الْعَذَابِ۔ مثل اس کے جسے ہم نے دنیاوی سامان کے ساتھ متمتع کیا دنیا میں پھر اسے حاضر کریں گے ہم قیامت کے دن آگ یا عذاب کے لئے۔ گویا باقتضاء ثم تراخی کے بعد ہم اسے گرفتار کریں گے اور عذاب جہنم کی طرف لے جائیں گے تو عذاب جہنم اور ثواب جنت دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

آیہ کریمہ کا شان نزول

ابن جریر مجاہد سے ناقل ہیں: وَالْاٰیَةُ نَزَلَتْ عَلٰی مَا اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ فِیْ اَبِیْ جَهْلٍ۔ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو جہل لعین کے مقابلہ کے متعلق نازل ہوئی۔

وَاَخْرَجَ مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِیْ حَمْزَةَ وَاَبِیْ جَهْلٍ۔ ایک روایت ہے کہ یہ آیت حضرت حمزہ اور

ابوجہل کے حق میں آئی۔

وَ قِیۡلَ نَزَلَتْ فِیۡ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجۡهَهٗ وَ اَبِیۡ جَهۡلٍ۔ایک قول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی یہ قول محمد بن کعب اور سدی سے منقول ہے۔

وَ قِیۡلَ فِیۡ عَمَّارٍ وَالۡوَلِیۡدِ بۡنِ الۡمُغِیۡرَةِ۔ایک قول ہے کہ اس کا نزول حضرت عمار بن یاسر اور ولید بن مغیرہ کے معاملہ میں ہوا۔

وَ قِیۡلَ نَزَلَتْ فِی الۡمُؤۡمِنِ وَالۡکَافِرِ مُطۡلَقًا۔ایک قول یہ ہے کہ اس آیۂ کریمہ کا نزول مطلقاً مومن اور کافر کے حق میں ہوا۔

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۶۲﴾۔

اور جس دن پکارا جائے اور ارشاد الٰہی ہو کہاں ہیں وہ میرے شریک جنہیں تم گمان کرتے تھے۔

یہ ندا اہانۃً اور توبیخاً ہوگی اور یہ شرکاء جن وانس اور کواکب واصنام وغیرہ تھے جن کے متعلق مشرکین گمان کرتے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔معاذ اللہ عزوجل۔

قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَآءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۖ تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوٓا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿۶۳﴾۔

کہیں گے وہ جن پر جرم ثابت ہو چکا کہ اے ہمارے رب یہ ہیں وہ جن کو ہم نے گمراہ کیا ہم نے انہیں تو کیا مگر جیسے وہ خود گمراہ ہوئے تھے ہم ان سے بیزار ہیں تیری طرف رجوع لاتے ہیں وہ ہمیں نہ پوجتے تھے۔

یعنی یہ لوگ جن کی گمراہی ہمارے ذمہ ہے یہ ہمارے بہکائے سے ضرور گمراہ ہوئے لیکن ان کی گمراہی کا سبب ان کی عیش پرستی اور خود غرضی تھی ہم نے انہیں مجبور نہ کیا تھا لہٰذا ان کی اور ہماری گمراہی میں کوئی فرق نہیں یہ اور ہم جرم میں برابر ہیں ہم اپنی خواہشوں کے پیچھے لگے ہوئے تھے اور یہ اپنی خواہشات کے پیرو تھے ہم ان کے معبود نہ تھے۔

وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿۶۴﴾۔

اور ان سے فرمایا جائے گا اپنے شریکوں کو پکارو تو وہ پکاریں گے تو وہ ان کی پکار نہ سنیں گے اور دیکھیں گے عذاب کیا اچھا ہوتا اگر یہ ہدایت قبول کر لیتے۔

یعنی کفار کو تشدیداً حکم ہوگا کہ جنہیں تم خدا کا شریک سمجھتے تھے اب انہیں پکارو تو وہ فرط حیرت سے پکاریں گے تاکہ ان کی مدد کو پہنچیں لیکن وہ جماد محض بے جان یا مجبور ہوں گے جواب نہ دے سکیں گے بلکہ بقول ضحاک رحمہ اللہ داعی و مدعو دونوں عذاب کا نقشہ دیکھیں گے۔

لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿۶۴﴾۔اور زبان حال سے کہیں گے کاش ہم ہدایت قبول کر لیتے تو اچھا ہوتا۔آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَوْ كَانُوا يَهْتَدُونَ۔لِوَجْهٍ مِّنْ وُّجُوْهِ الْحِيَلِ يَدْفَعُوْنَ بِهِ الْعَذَابَ لَدَفَعُوْا بِهِ الْعَذَابَ۔وہ کہیں گے اگر ہوتے ہم ہدایت پر کسی وجہ میں تو یہ عذاب دفع کر لیتے یا عذاب دفع ہو جاتا۔یا لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا فِي الدُّنْيَا مُهْتَدِيْنَ مُؤْمِنِيْنَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ۔اگر ہوتے وہ دنیا میں ایمان لائے ہوئے تو عذاب کبھی نہ دیکھتے یہاں لَو تمنی کے لئے ہے

یعنی لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَهْتَدُوْنَ۔ یعنی لوتمنی کے لئے اس لئے مانا گیا کہ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَهْتَدُوْنَ مَوْضَعُ تَحَیُّرٍ وَالرُّوْیَةِ كَاَنَّ كُلَّ اَحَدٍ یَتَمَنّٰی لَهُمُ الْهِدَایَةَ عِنْدَ ذٰلِكَ الْهَوْلِ وَالتَّحَیُّرِ تَرَحُّمًا عَلَیْهِمْ۔ وہ تمنا کریں گے اے کاش ہم ہدایت پر ہوتے اور ان میں سے ہر ایک یہ آرزو کرے گا۔

وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۶۵﴾۔

اور جس دن انہیں ندا دی جائے اور ارشاد ہو تم نے ہمارے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔

جبکہ وہ تمہیں دعوت توحید دینے آئے۔ اس سے پہلے سوال ان کے اشراک پر تھا اور دوسرا سوال رسولوں کو جواب دینے کا۔ ان دونوں سوالوں سے وہ جواب دینے میں مبہوت ہو گئے اور ان سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَعَمِیَتْ عَلَیْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ یَوْمَىٕذٍ۔ تو اندھی ہو گئیں ان پر خبریں۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَصْلُهٗ فَعَمُوْا عَنِ الْاَنْبَآءِ اَیْ لَمْ یَهْتَدُوْا اِلَیْهَا۔ اصل یہ عبارت بہ ایں معنی ہے کہ وہ اندھے ہو گئے خبروں سے ایسے کہ انہیں بولنے کی کوئی راہ ہی نہ ملی۔ اور فرماتے ہیں: اُسْتُعِیْرَ الْعَمٰی لِعَدَمِ الْاِهْتِدَآءِ۔ اندھے پن کو استعارۃً راہ نہ ملنے کے معنی میں استعمال کیا گیا۔

فَهُمْ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾۔ تو پوچھ بھی نہ سکیں گے۔ اَیْ لَا یَسْاَلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لِفَرْطِ الدَّهْشَةِ۔ یعنی آپس میں بھی کوئی کسی سے نہ پوچھ سکے گا بوجہ انتہاء دہشت کے۔

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ ﴿۶۷﴾۔

لیکن جو تائب ہو گیا شرک سے اور عمل صالح کرنے لگا تو قریب ہے کہ وہ کامیاب ہو۔

مُفْلِحِیْنَ کے معنی فَائِزِیْنَ بِالْمَطْلُوْبِ عِنْدَهٗ عَزَّوَجَلَّ ہیں۔ پہنچنے والا مطلوب کو یعنی اللہ عزوجل کے پاس الناجین نجات یافتہ ہو کر۔

اس کے مشرکین کی طرف سے جو اعتراض ہوا تھا کہ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ اس کا جواب وہاں بھی دے دیا گیا کہ اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔ اور یہاں بھی دیا گیا حَیْثُ قَالَ

وَرَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾۔

اور تمہارا رب پیدا فرماتا ہے جو چاہے اور پسند کرتا ہے جسے چاہے نہیں اس میں کسی کو کوئی اختیار پاک ہے وہ اور بلند ہے ان کے شرک سے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ظَاهِرُ الْاٰیَةِ نَفْیُ الْاِخْتِیَارِ عَنِ الْعَبْدِ۔ آیت کریمہ کے ظاہر حکم میں بندے کے لئے اختیار کی نفی ثابت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اَلْمُرَادُ لَا یَلِیْقُ وَلَا یَنْبَغِیْ لَهُمْ اَنْ یَّخْتَارُوْا عَلَیْهِ تَعَالٰی اَیْ لَا یَنْبَغِیْ لَهُمُ التَّحَكُّمُ عَلَیْهِ سُبْحٰنَهٗ بِاَنْ یَّقُوْلُوْا لِمَ لَمْ یَفْعَلِ اللّٰهُ تَعَالٰی كَذَا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا نہ یہ کسی کو مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں تحکم کرے کہ ایسا اللہ تعالیٰ نے کیوں کیا۔

شانِ نزول: آیت پر چند قول ہیں۔

۱- اِنَّ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ حِیْنَ قَالَ الْوَلِیْدُ بْنُ الْمُغِیْرَةِ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ولید بن مغیرہ بولا کہ یہ قرآن طائف کے سردار یا مکہ کے صنادید پر نازل کیوں نہ ہوا۔

۲- اَوْ حِیْنَ قَالَ الْیَهُوْدُ لَوْکَانَ الرَّسُوْلُ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَیْرَ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَاٰمَنَّا بِهٖ عَلٰی مَا قِیْلَ۔ یہود بولے اگر حضور کے پاس جبریل علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور آتا تو ہم ان پر ایمان لے آتے۔

اس کا جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ مختار علی الاطلاق ہے اس کی مشیت میں کسی کو دخل نہیں اور ولید بن مغیرہ یا عروہ بن مسعود ثقفی ان جیسوں کو محاکمہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔

وَرَبُّكَ یَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾۔

اور اے محبوب تمہارا رب جانتا ہے جو وہ اپنے سینہ میں مخفی کئے ہوئے ہیں اور جو علانیہ کرتے ہیں اور وہی اللہ ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی اور اسی کے لئے حکم ہے اور اسی کی طرف سب لوٹیں گے۔

مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ اَیْ مَا یُكِنُّوْنَ وَ یُخْفُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنَ الْاِعْتِقَادَاتِ الْبَاطِلَةِ وَمِنْ عَدَاوَتِهِمْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یُعْلِنُوْنَ وَ مَا یُظْهِرُوْنَهٗ مِنَ الْاَفْعَالِ الشَّنِیْعَةِ وَالطَّعْنِ فِیْهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ۔ کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ وہ خفیہ اپنے سینوں میں باطل اعتقاد رکھتے ہیں حضور کی عداوت وغیرہ سے اور جو کچھ وہ اپنے افعال شنیعہ اور طعن و تشنیع علانیہ حضور پر کرتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور یہ انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تو وہی ایک اللہ ہے اور اسی کا حکم ہر شے پر نافذ و صادر ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اَیْ لَهُ الْحُكْمُ بَیْنَ عِبَادِهٖ تَعَالٰی فَیَحْكُمُ لِاَهْلِ طَاعَتِهٖ بِالْمَغْفِرَةِ وَالْفَضْلِ وَلِاَهْلِ مَعْصِیَةٍ بِالشَّقَاءِ وَالْوَیْلِ۔ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے اہل طاعت کے لئے مغفرت اور فضیلت کا اور اہل معصیت کے لئے سزا و شقاوت اور جہنم کا۔

اور اسی کی طرف سب کی بعثت ہے مر کر اٹھنے کے بعد اور اسی کی طرف پلٹ کر اٹھنا ہے۔ اس کے بعد اپنے شیون قدرت کی خاص شان ظاہر فرمائی گئی:

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾۔ فرما دیجئے بھلا بتاؤ تو اگر اللہ تم پر رات ہمیشہ رکھے قیامت تک تو کون ہے ایسا الٰہ سوائے اللہ تعالیٰ کے جو تمہیں روشنی لا دے کیا تم نہیں سنتے۔

بعض کے نزدیک سرمداً سرد ہے جو تتابع اور دوام کے معنی میں مستعمل ہے اور میم مزید ہے دلالت اشتقاق کے لئے ہے۔

اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ۔ سے مراد سماع فہم و قبول ہے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ ۔فرمائیے بھلا دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ تم پر دن دوامی طور پر قیامت تک رکھے تو کون خدا ہے سوائے اللہ کے جو رات تم پر لائے سکون کے لئے تو کیا تم نہیں دیکھتے۔

کہ یہ سب کچھ اسی کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے اس کے سوا یہ کسی میں قدرت نہیں کہ رات کو دن اور دن کو رات کر سکے۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ ۔

اور یہ اسی کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ تم سکون لو اس میں اور دن میں اللہ کے فضل سے معاش تلاش کرو تا کہ تم شکر گزار رہو۔

وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾۔

اور جس دن انہیں پکارا جائے اور فرمایا جائے کہاں ہیں میرے شریک جن کا تمہیں گمان تھا۔

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْۤا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ۔

اور نکالیں گے ہم ہر جماعت سے ایک گواہ تو کہیں ہم ہر امتی سے لاؤ اپنی دلیل جس پر تم قائم تھے تو جان جائیں سب کہ حق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور رائیگاں ہو جائیں ان سے جس پر وہ دنیا میں افترا کرتے تھے۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَیْهِمْ ۪ وَاٰتَیْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ﴿۷۶﴾

بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا تو اس نے ان پر زیادتی کی اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیئے کہ جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں جب کہا اس سے اس کی قوم نے نہ اترا بے شک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا

وَابْتَغِ فِیْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۷۷﴾

اور جو مال تجھے دیا اللہ نے اس سے آخرت کا گھر تلاش کر اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے اور احسان کر جیسے احسان کیا اللہ نے تجھ پر اور نہ ڈھونڈ فساد زمین میں بے شک اللہ نہیں پسند کرتا فسادیوں کو

قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾

بولا یہ تو مجھے جو ملا ہے اس علم پر ملا ہے جو میرے پاس ہے کیا وہ نہیں جانتا کہ بے شک اللہ نے اس سے پہلے بہت سی سنگتیں ایسی ہلاک کر دیں جو قوت میں اس سے زیادہ تھیں اور اس سے زیادہ جمع تھیں اور نہیں پوچھا ان کے گناہوں کی جو مجرم ہیں

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾

تو نکلا وہ اپنی قوم پر بن سنور کر بولے وہ جو چاہتے تھے زندگی دنیا کی اے کاش ہمیں بھی اس جیسا مال ملتا جو قارون کو ملا بے شک اس کا حصہ بڑا ہے زبردست

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لایا اور اچھے کام کئے اور نہیں ملتا وہ ثواب مگر صبر والوں کو

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾

تو ہم نے اسے دھنسا دیا زمین میں اور اس کے گھر کو تو نہ تھی اس کے پاس کوئی جماعت کہ مدد کرتی اس کی اللہ کے سوا اور نہ وہ بدلہ لے سکا

وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور صبح کی اس نے جو تمنا کرتا تھا اس کے مرتبہ کی شام کہنے لگے عجیب بات ہے وسیع کرتا ہے اللہ رزق جس کے لئے چاہے اپنے بندوں میں سے اور تنگی فرماتا ہے اگر نہ احسان کرتا ہم پر بھی تو ہمیں دھنسا دیتا عجیب شان ہے اس کی کافروں کا بھلا نہیں

حل لغات آٹھواں رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

اِنَّ۔بے شک	قَارُوْنَ۔قارون	كَانَ۔تھا	مِنْ قَوْمِ۔قوم
مُوْسٰى۔موسیٰ سے	فَبَغٰى۔تو سرکشی کی اس نے	عَلَيْهِمْ۔ان پر	وَ۔اور
اٰتَيْنٰهُ۔دیئے تھے ہم نے اس کو اتنے		مِنَ الْكُنُوْزِ۔خزانے	مَآ۔کہ
اِنَّ۔بے شک	مَفَاتِحَهٗ۔اس کی کنجیاں	لَتَنُوْٓاُ۔بوجھل ہوتیں	بِالْعُصْبَةِ۔جماعت
اُولِي۔صاحب	الْقُوَّةِ۔قوت پر	اِذْ۔جب	قَالَ۔کہا
لَهٗ۔اس کو	قَوْمُهٗ۔اس کی قوم نے	لَا۔نہ	تَفْرَحْ۔اترا
اِنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	لَا۔نہیں	يُحِبُّ۔پسند کرتا
الْفَرِحِيْنَ۔اترانے والوں کو		وَ۔اور	ابْتَغِ۔ڈھونڈ
فِيْمَآ۔اس کو جو	اٰتَا۔دیا	كَ۔تجھ کو	اللّٰهُ۔اللہ نے
الدَّارَ۔گھر	الْاٰخِرَةَ۔آخرت کا	وَ۔اور	لَا۔نہ
تَنْسَ۔بھول	نَصِيْبَكَ۔اپنا حصہ	مِنَ الدُّنْيَا۔دنیا سے	وَ۔اور
اَحْسِنْ۔احسان کر	كَمَآ۔جیسے	اَحْسَنَ۔احسان کیا	اللّٰهُ۔اللہ نے
اِلَيْكَ۔تجھ پر	وَ۔اور	لَا۔نہ	تَبْغِ۔ڈھونڈ

الْفَسَادَ۔فساد فِي۔بیچ الْاَرْضِ۔زمین کے اِنَّ۔بے شک
اللّٰهَ۔اللہ لَا۔نہیں يُحِبُّ۔پسند کرتا الْمُفْسِدِيْنَ۔فساد کرنے
والوں کو قَالَ۔بولا اِنَّمَآ۔اس کے سوا نہیں اُوْتِيْتُهٗ۔دیا گیا ہوں میں
یہ مال عَلٰى۔بوجہ عِلْمٍ۔علم عِنْدِيْ۔اپنے کے
اَوَ۔کیا لَمْ۔نہ يَعْلَمْ۔جانا اس نے اَنَّ۔کہ بے شک
اللّٰهَ۔اللہ نے قَدْ۔یقیناً اَهْلَكَ۔ہلاک کر دیں مِنْ قَبْلِهٖ۔اس سے پہلے
مِنَ الْقُرُوْنِ۔کئی سنگتیں مَنْ۔کہ هُوَ۔وہ اَشَدُّ۔زیادہ سخت تھیں
مِنْهُ۔اس سے قُوَّةً۔طاقت میں وَّ۔اور اَكْثَرُ۔زیادہ تھیں
جَمْعًا۔جتھے میں وَ۔اور لَا۔نہیں يُسْـَٔلُ۔پوچھے جائیں گے
عَنْ ذُنُوْبِهِمُ۔اپنے گناہوں سے الْمُجْرِمُوْنَ۔مجرم لوگ فَخَرَجَ۔تو نکلا
عَلٰى۔اوپر قَوْمِهٖ۔اپنی قوم کے فِيْ۔بیچ زِيْنَتِهٖ۔اپنی زینت کے
قَالَ۔کہا الَّذِيْنَ۔ان لوگوں نے جو يُرِيْدُوْنَ۔چاہتے تھے الْحَيٰوةَ۔زندگی
الدُّنْيَا۔دنیا کی يٰلَيْتَ۔اے کاش لَنَا۔ہمیں بھی ملتا مِثْلَ۔مثل
مَآ۔اس کے جو اُوْتِيَ۔دیا گیا قَارُوْنُ۔قارون اِنَّهٗ۔بے شک وہ
لَذُوْ۔صاحب ہے حَظٍّ۔جصے عَظِيْمٍ۔بڑے کا وَ۔اور
قَالَ۔کہا الَّذِيْنَ۔ان لوگوں نے جو اُوْتُوا۔دیے گئے الْعِلْمَ۔علم
وَيْلَكُمْ۔افسوس تم پر ثَوَابُ۔ثواب اللّٰهِ۔اللہ کا خَيْرٌ۔بہتر ہے
لِّمَنْ۔اس کے لئے جو اٰمَنَ۔ایمان لائے وَ۔اور عَمِلَ۔کام کرے
صَالِحًا۔نیک وَ۔اور لَا۔نہیں يُلَقّٰهَآ۔دیا جاتا وہ
اِلَّا۔مگر الصّٰبِرُوْنَ۔صبر والوں کو فَخَسَفْنَا۔تو دھنسا دیا ہم نے بِهٖ۔اس کو
وَ۔اور بِدَارِهِ۔اس کے گھر کو الْاَرْضَ۔زمین میں فَمَا۔تو نہ
كَانَ۔تھی لَهٗ۔اس کی مِنْ فِئَةٍ۔کوئی جماعت جو يَّنْصُرُوْنَهٗ۔مدد کرتی اس کی
مِنْ دُوْنِ۔سوا اللّٰهِ۔اللہ کے وَ۔اور مَا۔نہ
كَانَ۔ہوا وہ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ۔بدلہ لینے والوں سے وَ۔اور
اَصْبَحَ۔صبح کی الَّذِيْنَ۔انہوں نے جو تَمَنَّوْا۔خواہش کرتے تھے مَكَانَهٗ۔اس کے مرتبہ کی
بِالْاَمْسِ۔کل يَقُوْلُوْنَ۔کہتے تھے وَيْكَاَنَّ۔عجیب بات ہے کہ اللّٰهَ۔اللہ
يَبْسُطُ۔پھیلاتا ہے الرِّزْقَ۔رزق لِمَنْ۔جس کے لئے يَّشَآءُ۔چاہے
مِنْ۔اپنے عِبَادِهٖ۔بندوں سے وَ۔اور يَقْدِرُ۔تنگ کرتا ہے

لَوْ۔ اگر	لَآ۔ نہ ہوتا	اَنْ۔ یہ کہ	مَّنَّ۔ احسان کرتا
اللّٰہُ۔ اللہ	عَلَیْنَا۔ ہم پر	لَخَسَفَ۔ تو دھنسا دیتا	بِنَا۔ ہم کو بھی
وَیْکَاَنَّہٗ۔ عجیب معاملہ ہے	لَا۔ نہیں	یُفْلِحُ۔ خلاصی پاتے	الْکٰفِرُوْنَ۔ کافر لوگ

خلاصہ تفسیر آٹھواں رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

اِنَّ قَارُوْنَ کَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی۔ بے شک قارون قوم موسیٰ سے تھا۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا یصہر کا بیٹا نہایت حسین و جمیل آدمی تھا اس کے حسن و جمال کی وجہ میں اسے منور کہتے تھے اور بنی اسرائیل میں توریت کا سب سے بہتر قاری تھا۔ زمانہ افلاس میں نہایت متواضع اور با اخلاق آدمی تھا۔ دولت مند ہوتے ہی مزاج بدل گیا اور سامری کی طرح منافق ہو گیا۔ روایت ہے کہ یہ بحکم فرعون بنی اسرائیل پر حاکم ہو گیا تھا۔

فَبَغٰی عَلَیْهِمْ ۪ وَاٰتَیْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ ۔

تو اس نے بغاوت کی قوم پر اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیئے کہ جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں۔

تو بنی اسرائیل کے مومنین نے کہا جس کا ذکر آگے ہے:

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ۔ جب اس کی قوم نے اسے کہا نہ اترا۔

یعنی اپنی کثرت مال پر غرور و تکبر نہ کر اس لئے کہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ

بے شک اللہ متکبر اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور ڈھونڈ اس مال سے جو اللہ نے تجھے دیا ہے آخرت کا گھر اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا میں اور احسان کر لوگوں پر جیسے احسان کیا تجھ پر اللہ نے۔

یعنی اللہ عزوجل کی نعمتوں کا شکر کر اور اپنے مال سے اس کی راہ میں خرچ کر کے لوگوں پر احسان کر یعنی دنیا کی فراخی میں آخرت کو نہ بھول بلکہ وہاں کے لئے عمل کرتا کہ اخروی عذاب سے نجات پائے اس لئے کہ انسان پر فرض ہے کہ دنیا میں آخرت کے لئے عمل کرے اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور اس کھیتی میں صدقہ، صلہ رحمی اعمال خیر کے بیج ڈال کر سبز اجر حاصل کیا جاتا ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا کہ انسان اپنی صحت و قوت اور جوانی اور دولت پر نہ پھولے اور آخرت کو نہ بھولے چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت سمجھو:

جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔

تندرستی کو بیماری سے پہلے۔

ثروت و دولت کو ناداری و افلاس سے پہلے۔

فارغ البالی کو مشغولیت و تنگی سے پہلے۔

زندگی کو موت سے پہلے۔

وَلَا تَبۡغِ الۡفَسَادَ فِی الۡاَرۡضِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۷۷﴾۔

اور نہ فساد برپا کر زمین میں بے شک اللہ فسادیوں کو محبوب نہیں رکھتا۔

یعنی معصیت وسیہ کاری کا ارتکاب اور ظلم و بغاوت کر کے فساد نہ پھیلا اس پر قارون نے جواب دیا:

قَالَ اِنَّمَاۤ اُوۡتِیۡتُهٗ عَلٰی عِلۡمٍ عِنۡدِیۡؕ۔ بولا (قارون) یہ تو مجھے ایک علم کے ذریعہ ملا ہے جو میرے پاس ہے۔

اس سے مراد اس کی علم توریت تھا یا علم کیمیا جو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل کیا تھا۔ وہ اس کے ذریعہ رانگ کو چاندی اور تانبہ کو سونا بنا لیتا تھا یا علم تجارت وزراعت یا کسی پیشہ یا فن کے ذریعہ وہ دولت مند ہوا۔ گویا اس نے وہی کہا جو دولت مند آج بھی کہا کرتے ہیں جب اس سے کہا جائے کہ میاں اللہ عزوجل نے تمہیں مال دیا ہے اس کا شکر کر کے غرباء کی خدمت کرو تو وہ کہا کرتے ہیں کہ جناب یہ مال یونہی تو نہیں آ گیا نہ معلوم میں نے کیا کیا محنتیں مشقتیں برداشت کی تھیں یہ اس لئے تو نہیں کہ ان ہڈ حراموں بیکار لوگوں کو تقسیم کر دوں ان کا میں قرض دار نہیں ہوں جو انہیں دوں وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ حضرت سہل نے فرمایا جس نے خود بینی کی وہ فلاح سے محروم ہوا اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا۔

اَوَلَمۡ یَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ قَدۡ اَهۡلَكَ مِنۡ قَبۡلِهٖ مِنَ الۡقُرُوۡنِ مَنۡ هُوَ اَشَدُّ مِنۡهُ قُوَّةً وَّ اَكۡثَرُ جَمۡعًاؕ وَلَا یُسۡـَٔلُ عَنۡ ذُنُوۡبِهِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿۷۸﴾۔

اور کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے وہ سنگتیں ہلاک فرما دیں جن کی قوتیں اس سے زیادہ اقوی تھیں اور جماعت کے لحاظ سے بہت زیادہ تھیں اور (کیا وہ نہیں جانتا ہے) کہ مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ نہیں۔

یعنی جو اس قارون سے قوۃ میں مال میں، جمعیت میں بہت زیادہ تھے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا تو اس کی کیا حیثیت ہے اور کیا وہ اس غلط فہمی میں ہے کہ مجرموں سے ان کے کرتوت نہ پوچھے جائیں گے اسے اپنے مال پر غرور نہیں چاہئے ورنہ اس کا حشر بھی وہی ہوگا جو اس سے پہلوں کا ہوا اور اس سے دریافت کرنے کی بھی ضرورت نہیں اس لئے کہ سوال استعلام کے لئے ہوتا ہے اور ایسوں پر توز جرو توبیخ ہی ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰی قَوۡمِهٖ فِیۡ زِیۡنَتِهٖؕ قَالَ الَّذِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ الۡحَیٰوةَ الدُّنۡیَا یٰلَیۡتَ لَنَا مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیَ قَارُوۡنُۙ اِنَّهٗ لَذُوۡ حَظٍّ عَظِیۡمٍ ﴿۷۹﴾۔

تو نکلا وہ اپنی قوم پر بن ٹھن کر (تو دنیا دار لوگ) جو دنیا کی زندگی چاہتے تھے کہنے لگے اے کاش ہمیں بھی ایسا ہی ملتا جیسا قارون کو ملا بے شک اس کا نصیب بڑا ہے۔

فِیۡ زِیۡنَتِهٖ۔ یہ تھی کہ یہ بہت سے سوار جلو میں لئے ہوئے زیوروں سے آراستہ ریشمی لباس پہنے نکلا تو دنیا طلب لوگ اسے حسرت کی نظر سے دیکھتے اور رشک کرتے اور کہتے یہ قسمت کا دھنی ہے کاش اللہ ہمیں بھی اس جیسا مالدار کر دیتا۔ دوسری طرف خدا ترس مومنین کہتے جس کا ذکر آگے ہے:

وَقَالَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَیۡلَكُمۡ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیۡرٌ لِّمَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًاۚ وَلَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوۡنَ ﴿۸۰﴾۔

اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا (یعنی بنی اسرائیل کے علماء) خرابی ہو تمہیں اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے (اس دولت سے جو قارون کو ملی) اور یہ ثواب آخرت انہیں کو ملتا ہے جو صبر والے ہیں۔

اس کے بعد قارون کا جو حشر ہوا اسے اشارۃً بیان فرمایا ہے۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾۔

تو ہم نے دھنسا دیا اسے اور اس کے گھر کو زمین میں تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ سے بچا لیتی اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔

قارون اور اس کے گھر کو دھنسانے کا واقعہ علماء سیر واخبار نے یہ لکھا ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل عبور فرما کر معہ بنی اسرائیل تشریف لے آئے تو آپ نے آکر ریاست جس کا مذبح تھا حضرت ہارون علیہ السلام کو تفویض کر دی یہاں بنی اسرائیل اپنی قربانیاں حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس لاتے اور مذبح میں رکھتے آسمان سے آگ اتر کر اسے کھا لیتی اور قارون کو حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ منصب بار گزرا۔

اسے رشک ہوا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ رسالت تو آپ کی ہوئی اور قربانی کی ساری مد حضرت ہارون کی اس صورت میں مجھے کیا ملا با آنکہ میں توریت کا قاری اور حافظ ہوں میں اسے کیسے گوارا کر سکتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ منصب میرا دیا ہوا نہیں یہ سب کچھ من جانب اللہ عزوجل ہے۔اس پر قارون بگڑ گیا اور بولا خدا کی قسم میں آپ کی تصدیق نہ کروں گا جب تک آپ مجھے اس کا ثبوت نہ دکھا دیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تمام رؤساء بنی اسرائیل اپنی لاٹھیاں لا کر ہمارے قبضہ میں رکھیں چنانچہ سب اپنی اپنی لاٹھیاں لے آئے اور شب بھر پہرہ دیتے رہے صبح دیکھا تو حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا سرسبز تھا اس میں پتے بھی نکلے ہوئے تھے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے فرمایا تو نے دیکھا قارون بولا یہ کچھ نہیں سوا اس کے کہ آپ نے جادو سے اسے سرسبز کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام قارون کے ساتھ نرمی فرماتے تھے لیکن قارون کی عداوت آپ سے دمبدم بڑھتی ہی رہی۔

قارون نے ایک محل بنوایا تھا جس کا دروازہ طلائی تھا اور دیواروں پر سونے کے تختے چسپاں کئے تھے اور بنی اسرائیل اس کے پاس صبح و شام آتے اور ہم پیالہ و ہم نوالہ رہتے ہنسی مذاق کر کے اسے خوش کرتے رہتے تھے۔

جب حکم زکوٰۃ نافذ ہوا تو قارون گھبرایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر طے کیا کہ سب درہم و دینار اور مویشی کی مالیت سے ہزارواں حصہ زکوٰۃ دے گا لیکن جب گھر آکر حساب کیا تو اس کے سب مال میں سے اتنا بھی نکلنا اسے گوارا نہ ہوا۔

اور بنی اسرائیل کو جمع کر کے انہیں ورغلایا کہ تم نے موسیٰ علیہ السلام کا ہر حکم مان کر ان کی جرأت اتنی بڑھا دی ہے کہ اب وہ تمہارے مال بھی لینے پر آمادہ ہو گئے ہیں لہٰذا اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے سب نے جواب دیا کہ تو ہمارا بڑا ہے جو فیصلہ کرے گا ہمیں منظور ہے۔

قارون نے سوچ کر کہا کہ فلاں فاحشہ عورت کے پاس جاؤ اور اس سے ایک معاوضہ طے کرو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائے۔

غرضکہ اس عورت کو اس جرأت پر آمادہ کر لیا۔قارون نے اسے ایک ہزار اشرفی اور ایک ہزار نقد روپیہ دیا۔اور اس کے

علاوہ بہت سے وعدے کر کے اور وقت کے لئے تیار کر لیا۔

دوسرے روز بنی اسرائیل کو جمع کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلایا کہ مجمع حاضر ہے آپ سے نصیحت سننا چاہتا ہے۔ آپ تشریف لے آئے اور قوم کو ہدایت کرنی شروع کی چنانچہ آپ نے فرمایا جو چوری کرے گا اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے جو بہتان تراشی کرے گا اس کی اسی کوڑے سزا ہے جو زنا کرے گا وہ اگر بغیر بیوی کے ہے تو سو کوڑے اور اگر بیوی والا ہے تو اتنا سنگسار کیا جائے گا کہ وہ مر جائے۔

یہ سن کر قارون بولا یہ حکم سب کے لئے ہے یا آپ اس سے مستثنیٰ ہیں؟

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس حکم میں کسی کا استثناء نہیں اگر میں بھی ہوں تو میرے لئے بھی یہی سزا ہے۔

قارون کہنے لگا بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ آپ نے فلاں عورت سے بدکاری کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا سب یہیں ٹھہریں اور اس عورت کو بلائیں چنانچہ وہ عورت اس مجمع میں لائی گئی۔

آپ نے اس عورت سے مخاطبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے عورت تجھے اس ذات بے نیاز کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا اور اس میں راستے بنائے اور توریت نازل کی سچ کہہ دے جو واقعہ ہے۔

یہ سن کر مہابت نبوت موسیٰ علیہ السلام سے وہ عورت لرز گئی اور دل میں کہنے لگی کہ اللہ کے رسول پر بہتان لگا کر اپنی عاقبت خراب کرنا اور عذاب الٰہی اپنے سر لینا ہے اس سے بہتر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر اپنی بدچلنی سے تائب ہو جاؤں۔

یہ سوچ کر وہ عرض پیرا ہوئی کہ حضور! قارون مجھ سے جو کہلانا چاہتا ہے وہ سراسر جھوٹ ہے۔ اس نے حضور پر تہمت لگانے کے لئے مجھے مال کثیر دینے کا وعدہ کیا ہے لیکن میں ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سربسجود ہوئے اور بارگاہ حق میں عرض کی الٰہی اگر میں تیرا رسول ہوں تو میری وجہ سے قارون پر غضب فرما۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ہم نے زمین کو آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے آپ اسے جو حکم دیں گے وہ تعمیل کرے گی۔

موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کے لئے ویسے ہی مبعوث کیا ہے جیسا فرعون کے لئے لہٰذا جو ان کی اطاعت کرے وہ اس کے ساتھ رہے اور جو میرا مطیع ہو وہ میری طرف آ جائے۔

چنانچہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف آ گئے صرف دو آدمی اس کے ساتھ رہے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا: خُذِيْهِ يَا اَرْضُ خُذِيْهِ يَا اَرْضُ اے زمین اسے پکڑ لے اے زمین اسے پکڑ لے۔

مختصر یہ کہ وہ زمین میں دھنسنے لگا۔ جب گھٹنوں تک دھنس گیا تو وہ الامان الامان کہنے لگا۔ آپ نے اس کی ایک نہ سنی اور خُذِيْهِ يَا اَرْضُ فرماتے رہے حتیٰ کہ گردن تک جب دھنس گیا تو منت و سماجت کرنے لگا اور قارون آپ کو خدا کی قسمیں دینے لگا۔ رشتہ و قرابت کے واسطے دیتا رہا مگر آپ نے کچھ نہ سنا حتیٰ کہ وہ زمین میں فنا ہو گیا۔

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ قیامت تک ایسے ہی دھنستا رہے گا۔

اس کے بعد آپ نے خیال فرمایا کہ بنی اسرائیل کہیں یہ نہ کہیں کہ اس کے مکان اور خزانے لینے کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے ایسا کیا تو آپ نے اس کے مکان اور خزانے بھی دھنسنے کی دعا فرمائی وہ بھی دھنس گئے اور فتنہ قارونی دفع ہو گیا۔

چنانچہ ارشاد ہے:

وَ اَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ ۚ لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَیْكَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ۠ ﴿۸۲﴾۔

اور صبح جن لوگوں نے اس کے مرتبہ کی آرزو کی تھی کل شام کو بولے عجیب بات ہے کہ اللہ رزق دیتا ہے اسے کشادہ فرماتا ہے جسے چاہے اپنے بندوں میں اور تنگی فرماتا ہے اگر ہم پر اللہ احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا عجیب شان ہے اور کافر کبھی فلاح نہیں پاتے۔

گویا یہ حشر قارون کا دیکھ کر جو صبح اس جیسا مالدار ہونے کی آرزو رکھتے تھے شام کو نادم ہوئے اور کہنے لگے اللہ کا ہم پر احسان نہ ہوتا تو ہم بھی دھنس جاتے۔

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع - سورۃ قصص - پ ۲۰

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی۔ بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا۔

یعنی بنی اسرائیلی تھا۔ اس پر سب کا اجماع ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ میں کیا تھا۔ اس میں اختلاف ہے۔

فَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَ ابْنِ جُرَیْجٍ وَقَتَادَةَ وَ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ ابْنُ عَمِّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فَمُوْسٰی ابْنُ عِمْرَانَ بْنِ قَاهِثٍ بْنِ لَاوِیْ بْنِ یَعْقُوْبَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ هُوَ ابْنُ یَصْهَرَ بْنِ قَاهِثٍ بْنِ لَاوِیْ بْنِ یَعْقُوْبَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

ابن عباس، ابن جریج، قتادہ اور ابراہیم سے مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام عمران کے بیٹے تھے اور وہ قاہث کا بیٹا تھا اور وہ لاوی کا اور وہ یعقوب علیہ السلام کا بیٹا تھا۔ اور قارون یصہر کا بیٹا تھا اور وہ قاہث کا اور وہ لاوی کا اور وہ یعقوب علیہ السلام کا۔

اس شجرہ سے قاہث کے عمران اور یصہر دو بیٹے ہوتے ہیں۔ تو عمران سے تو موسیٰ علیہ السلام ہیں اور یصہر سے قارون، تو قارون اور موسیٰ علیہ السلام چچا کے بیٹے بھائی ہوتے ہیں۔

اور مجمع البیان میں عطا ابن عباس سے مروی ہے کہ اِنَّهُ ابْنُ خَالَةِ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کی خالہ کا بیٹا تھا اور یہی ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَ حُكِیَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ اَنَّهٗ عَمُّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ هُوَ ظَاهِرٌ عَلٰی قَوْلِ مَنْ قَالَ اِنَّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ ابْنُ عِمْرَانَ بْنِ یَصْهَرَ بْنِ قَاهِثٍ وَ هُوَ ابْنُ یَصْهَرَ بْنِ قَاهِثٍ۔ محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچا تھا اور یہ اس قول سے ظاہر ہے جو کہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام عمران کے بیٹے ہیں اور عمران یصہر کے اور یصہر قاہث کے بیٹے تھے اور قارون ابن یصہر ہے اور یصہر قاہث کا بیٹا ہے۔

وَ كَانَ یُسَمَّی الْمُنَوَّرُ لِحُسْنِ صُوْرَتِهٖ وَكَانَ اَحْفَظُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لِلتَّوْرَاةِ وَ اَقْرَأُهُمْ لٰكِنَّهٗ نَافَقَ

كَمَا نَافَقَ السَّامِرِيُّ۔ اسے منور کہتے تھے کہ حسین بہت تھا اور بنی اسرائیل میں توریت کا بڑا حافظ اور قاری مانا جاتا تھا لیکن سامری کی طرح یہ بھی منافق ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی اور مذبح اور قربان دونوں مقام حضرت ہارون علیہ السلام کو ملے تو قارون کو اس سے حسد ہوا۔ اور کہنے لگا: اِذَا كَانَتِ النُّبُوَّةُ لِمُوْسٰى وَالْمَذْبَحُ وَالْقُرْبَانُ لِهٰرُوْنَ فَمَا لِيْ جب نبوت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوگئی اور مذبح وقربان حضرت ہارون کو مل گئے تو میرے لئے کیا رہا۔

ایک روایت یوں ہے:

لَمَّا جَاوَزَ بِهِمْ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ الْبَحْرَ وَصَارَتِ الرِّسَالَةُ وَالْحَبُوْرَةُ لِهٰرُوْنَ يُقَرِّبُ الْقُرْبَانَ وَ بِكَوْنِهٖ رَأْسًا فِيْهِمْ وَكَانَ الْقُرْبَانُ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَجَعَلَهٗ لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ وَجَدَ قَارُوْنُ فِيْ نَفْسِهٖ فَحَسَدَهُمَا فَقَالَ لِمُوْسٰى الْاَمْرُ لَكُمَا وَلَسْتُ عَلٰى شَيْءٍ اِلٰى مَتٰى اَصْبِرُ؟۔

قَالَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ هٰذَا صُنْعُ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

قَالَ وَاللّٰهِ تَعَالٰى لَا اُصَدِّقُكَ حَتّٰى تَاْتِيَ بِاٰيَةٍ۔

فَاَمَرَ رُءُ وْسَاءَ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اَنْ يَّجِيْئَ كُلُّ وَاحِدٍ بِعَصَاهُ فَحَزَّ لَهَا وَاَلْقَاهَا فِي الْبُقْعَةِ الَّتِيْ كَانَ الْوَحْيُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ فِيْهَا وَكَانُوْا يَحْرُسُوْنَ عِصِيَّهُمْ بِاللَّيْلِ فَاَصْبَحُوْا وَاِذَا بِعَصَا هٰرُوْنَ تَهْتَزُّ وَلَهَا وَرَقٌ اَخْضَرُ وَكَانَتْ مِنْ شَجَرَةِ اللَّوْزِ فَقَالَ قَارُوْنُ مَا هُوَ بِاَعْجَبَ مِمَّا تَصْنَعُ مِنَ السِّحْرِ فَبَغٰى عَلَيْهِمْ فَطَلَبَ الْفَضْلَ عَلَيْهِمْ وَاَنْ يَّكُوْنُوْا تَحْتَ اَمْرِهٖ اَوْ تَكَبَّرَ عَلَيْهِمْ وَعَدَّ مِنْ تَكَبُّرِهٖ اِنَّهٗ زَادَ فِيْ ثِيَابِهٖ شِبْرًا اَوْ ظَلَمَهُمْ وَطَلَبَ مَا لَيْسَ حَقُّهٗ قِيْلَ وَ ذَالِكَ حِيْنَ مَلَّكَهٗ فِرْعَوْنُ عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ — وَ قِيْلَ حَسَدَهُمْ وَطَلَبَ زَوَالَ نِعَمِهِمْ۔

جب موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل عبور فرما چکے اور رسالت آپ کو مل گئی اور حبورۃ حضرت ہارون علیہ السلام کو مل گیا جہاں قربانیاں لائی جاتی تھیں اور آپ ان میں سردار مقرر ہو گئے اور جہاں قربانیاں موسیٰ علیہ السلام کے لئے آتی تھیں وہ آپ نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لئے نامزد کر دیں تو قارون کو دل میں احساس ہوا اور موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے حسد کرنے لگا۔

اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا حکومت تو آپ دونوں نے اپنے لئے کر لی اور میں کچھ بھی نہ رہا۔ اس صورت میں میں کہاں تک صبر کروں گا؟

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

قارون بولا خدا کی قسم میں آپ کی تصدیق کے لئے تیار نہیں جب تک آپ کوئی نشانی نہ دکھائیں۔

آپ نے رؤساء بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ ایک ایک لاٹھی لائیں اور اس قبہ میں رکھ دیں جہاں وحی آتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ان لوگوں نے اپنی لاٹھیوں کی شب بھر نگرانی رکھی جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا سرسبز تھا اور اس میں ہرے پتے نکلے ہوئے تھے وہ عصا بادام کے درخت سے تھا۔

یہ دیکھ کر قارون بولا یہ آپ کے جادو سے تعجب ناک نہیں۔
فَبَغٰی عَلَیْهِمْ۔ تو اس نے دونوں سے بغاوت کی۔
اور ایسا مخالف ہوا کہ فَطَلَبَ الْفَضْلَ عَلَیْهِمْ وَاَنْ یَّكُوْنُوْا تَحْتَ اَمْرِهٖ کہ آپ پر اپنی فضیلت کا خواہاں ہوا اور چاہتا تھا کہ وہ اس کے حکم کے ماتحت رہیں۔
وَ قِیْلَ حَسَدَ هُمْ وَ طَلَبَ زَوَالَ نِعَمِهِمْ۔ ایک قول ہے کہ حسد میں ان کے اعزاز و اکرام کے زوال کے درپے ہو گیا پھر ارشاد ہے:
وَاٰتَیْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ۔ اور عطا کئے ہم نے قارون کو خزانے۔
یعنی دفینے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیِ الْاَمْوَالَ الْمُدَّخِرَةَ فَهُوَ مَجَازٌ كَالْمَدْفُوْنِ۔
اور عطار رحمہ اللہ سے روایت ہے قَدْ ظَفَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِكَنْزٍ عَظِیْمٍ مِّنْ كُنُوْزِ یُوْسُفَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔
قارون کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خزانوں میں سے ایک خزانہ پر فتحیاب کیا تھا اس کی کنجیاں اس زمانہ کے لحاظ سے اتنی تھیں کہ
مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ۔ یعنی جن صندوقوں میں وہ خزانے تھے اس کی کنجیاں اتنی تھیں کہ لَتَنُوْٓاُ بار تھیں ایک جماعت پر کہ اٹھا سکیں مِنْ نَآءَ بِهِ الْحَمْلُ اِذَا اَثْقَلَهٗ حَتّٰی اَمَالَهٗ یعنی جو اٹھاتا تو وزن اتنا ہوتا کہ جھک جاتا۔
اور عصبہ جماعت کثیر کو کہتے ہیں جس کی تعداد معین نہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ کتنے آدمیوں پر عصبہ کا اطلاق ہوتا ہے۔
فَقِیْلَ مِنْ عَشْرٍ اِلٰی خَمْسَةَ عَشَرَ وَ هُوَ مَرْوِیٌّ عَنِ الْمُجَاهِدِ۔ دس سے پندرہ تک بقول مجاہد عصبہ کہلاتی ہے۔
وَ قِیْلَ مَا بَیْنَ الْخَمْسَةِ عَشَرَ اِلَی الْاَرْبَعِیْنَ۔ بعض نے کہا پندرہ سے چالیس تک پر عصبہ بولتے ہیں۔
کلبی کی تحقیق میں تین سے دس تک پر عصبہ بولا جاتا ہے۔
وَ قِیْلَ مِنَ الْعَشْرَةِ اِلٰی اَرْبَعِیْنَ۔ ایک قول ہے کہ دس سے چالیس تک پر عصبہ کا اطلاق ہوتا ہے۔
قتادہ کے نزدیک چالیس پر عصبہ کا اطلاق ہوتا ہے۔
اور بقول ابن عباس بھی یہی صحیح ہے۔
اور ایک قول ہے کہ ستر پر عصبہ بولتے ہیں جیسا کہ ابی صالح معری مولی ام ہانی کا قول ہے۔
علامہ خفاجی کے نزدیک عصبہ مطلقاً جماعت پر بولا جاتا ہے۔
اور تنو کی تعریف میں ابوزید کہتے ہیں: تَنُوْءُ مِنْ نُوْثَ بِالْحَمْلِ اِذَا الْتَفَتَّ بِهٖ تَنُوْءُ اس وزن کے اٹھانے پر بولتے ہیں جسے اٹھاتے ہوئے آدمی ادھر ادھر ہوتا جائے۔ نَاءَ یَنُوْءُ سے ہے اَنَاءَ بِهِ الْحَمْلُ اِذَا اَثْقَلَهٗ حَتّٰی اَمَا لَهٗ۔
جب وزن اٹھاتے ہوئے بوجھ سے دہرا ہو جائے تو ینوء کہتے ہیں۔
چنانچہ قارون کے خزانہ کی کنجیوں پر خیثمہ کہتے ہیں: اَنَّهَا كَانَتْ وِقْرُ سِتِّیْنَ بَغْلًا غُرًّا مُّحَجَّلًا مَّا یَزِیْدُ مِنْهَا

مِفْتَاحٌ عَلٰی اِصْبَعٍ لِکُلِّ مِفْتَاحٍ کَنْزٌ۔ ساٹھ موٹے تازے خچروں پر وہ کنجیاں لادی جاتی تھیں اور کوئی کنجی ایک انگلی سے زائد نہ تھی ہر کنجی ایک خزانہ کی علیحدہ تھی۔

ایک قول ہے کہ قارون کے خزانوں کی کنجیاں چمڑے کے تھیلوں میں تھیں تو جب وہ سب کنجیاں اٹھائی جاتیں تو ستر موٹے تازے خچروں پر لادی جاتی تھیں۔

اور بقول ابن عباس اتنی ہلکی کنجیاں تھیں کہ ہر آدمی دس ہزار کنجیاں اٹھا سکتا تھا اور قارون کے اتنے خزانے تھے۔

اور بعض نے کہا کہ مفتاح سے مراد اس کا علم تھا جس پر وہ حاوی تھا جیسے قرآن کریم میں ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ۔

آگے ارشاد ہے۔

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾۔

جب کہا اس کی قوم نے اس کو نہ اترا بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس لئے کہ وَالْفَرْحُ بِالدُّنْيَا لِذَاتِهَا مَذْمُوْمَةٌ لِاَنَّهٗ نَتِيْجَةُ جِهَادِ الرِّضَا بِهَا وَالذُّهُوْلِ عَنْ ذَهَابِهَا۔

اترانا دنیا اور اس کی لذتوں پر مذموم ہے اس لئے کہ اس کی محبت کا نتیجہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا ہے۔

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا۔

اور ڈھونڈ اس میں جو اللہ نے تجھے دیا آخرت کا گھر اور نہ بھلا دنیا کی عیش و فراخی سے آخرت کا حصہ۔

لَا تَنْسَ۔ اَیْ لَا تَتْرُکْ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا اَیْ حَظَّکَ مِنْهَا۔

ابن ابی حاتم ابن عباس سے راوی ہیں: اَنْ تَعْمَلَ لِاٰخِرَتِکَ۔ اس مال کو آخرت کے لئے کام میں لا۔

عبد بن حمید کہتے ہیں کہ قتادہ نے فرمایا: هُوَ اَنْ تَاْخُذَ مِنَ الدُّنْیَا مَا اَحَلَّ اللّٰهُ تَعَالٰی لَکَ وہ یہ کہ دنیا سے وہ حاصل کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسے حلال کیا۔

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾۔

اور احسان کر بندوں پر جیسے احسان کیا اللہ نے تجھ پر اور زمین میں فساد نہ کر بے شک اللہ فسادی کو پسند نہیں فرماتا۔

یعنی اللہ نے تجھ پر احسان کیا تیرا فرض ہے کہ اس کے بندوں پر جہاں تک ہو سکے احسان کر اور ظلم و بغی سے زمین میں فساد نہ پھیلا۔ اس پر قارون نے موسوی مسلمانوں کو جواب دیا جس کا ذکر فرمایا جاتا ہے:

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ۔

قارون بولا وہ تو جو مجھے ملا ہے وہ میرے اس مخصوص علم کے ذریعہ ملا ہے جو میرے پاس ہے۔

یعنی اس میں معاذ اللہ، اللہ کا کیا احسان ہے یہ تو میں نے اپنے علم کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ اب وہ علم کیا تھا اس پر مختلف اقوال ہیں۔

اول یہ کہ اِنَّ الْمُرَادَ بِهٰذَا الْعِلْمِ عِلْمُ التَّوْرَاةِ فَاِنَّهٗ کَانَ اَعْلَمَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ بِهَا۔ علم سے مراد علم توریت ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ توریت کا عالم تھا۔

اور ابو سلیمان درانی کہتے ہیں: عِلْمُ التِّجَارَةِ وَوُجُوْهُ الْمَکَاسِبِ۔ وہ تجارت کا علم اور کسب مال کا فن جانتا تھا۔

اور ابن مسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس سے مراد علم کیمیا ہے۔

وَ كَانَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَعْلَمُ ذٰلِكَ فَاَفَادَ يُوْشَعَ بْنَ نُوْنٍ ثُلُثَهٗ وَ كَالِبَ بْنَ يُوْحَنَّا ثُلُثَهٗ وَ قَارُوْنَ ثُلُثَهٗ فَخَدَعَهُمَا قَارُوْنُ حَتّٰى اَضَافَ عِلْمَهُمَا اِلٰى عِلْمِهٖ فَكَانَ يَاْخُذُ الرَّصَاصَ وَالنُّحَاسَ فَيَجْعَلُهُمَا ذَهَبًا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس فن سے واقف تھے تو آپ نے ایک تہائی یوشع بن نون کو بتایا اور تہائی کالب بن یوحنا کو اور تہائی قارون کو۔ پھر قارون نے چالاکی سے ان کو دھوکہ دیا اور دونوں سے اس علم کو حاصل کر کے کامل کر لیا تو وہ رانگ اور تانبہ دونوں سے سونا بناتا تھا۔

ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ علم دیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بہن کو بتایا اور انہوں نے قارون کو بتا دیا۔

ایک قول ہے کہ دفینوں کے معلوم کرنے کا علم اسے حاصل ہوا۔

بہر حال اسے دولت کمانے کا علم حاصل تھا اور فن کیمیا کے متعلق تو مولانا روم مثنوی میں جو فیصلہ فرما گئے وہی حق ہے۔

کیمیا و ریمیا و سیمیا — این نہ داند جز بذات اولیاء

چنانچہ مجمع البیان میں کلبی رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے کہ یہ فن کسی کو معلوم نہیں صرف باتیں ہی باتیں ہیں۔

اور علامہ زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں: **لَا يُصِحُّ لِاَنَّ عِلْمَ الْكِيْمِيَاءِ بَاطِلٌ**۔ اس کا مدعی سچا نہیں اس لئے کہ یہ علم باطل ہے **لَا حَقِيْقَةَ لَهٗ** اس کی کچھ حقیقت نہیں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **بِاَنَّهٗ لَعَلَّهٗ كَانَ مِنْ قَبِيْلِ الْمُعْجِزَةِ**۔ ممکن ہے یہ فن از قبیل معجزہ ہو اور کیمیاء کا لفظ یونانی ہے اس کے معنی حیلہ کے ہیں۔

یا عبرانی ہے اس کی اصل کَیْمَ یَہْ ہے جس کے معنی ہوتے ہیں: **اِنَّهٗ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى** یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جسے مل جائے مل جائے۔

یا فارسی لفظ ہے جس کی اصل کے میا ہے یعنی **مَتٰى يَجِيْئُ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِبْعَادِ**۔ یعنی کب آتا ہے بر سبیل استبعاد کہا جاتا ہے اس بحث کو علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے آٹھ صفحوں میں تقریباً بیان کیا جس کا خلاصہ یہی ہے کہ یہ علم وہ ہے جس کے تجسس میں حریص بیوقوف لوگ لگے رہتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں کہ جہاں اس خبط میں حریص مبتلا ہیں وہاں اس فن کے ائمہ اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہرمس، سقراط، افلاطون، اغاریمون، فیثاغورس، ہرقل، فرفوریوس، ماریہ، ذوسیموسی، اوس، ذومقراط، سفیدوس، بلیناس، مہراریس، جابر بن حیان، مجریطی، ابوبکر بن وحشیہ، محمد بن زکریا رازی وغیرہ سب نے اس خبط سے اعراض کیا اور تحقیق کے بعد بتایا: **اِنَّ الذَّهَبَ اِنَّمَا يَتِمُّ كَوْنُهٗ فِيْ مَعْدَنِهٖ بَعْدَ اَلْفٍ وَّ ثَمَانِيْنَ دَوْرَةِ الشَّمْسِ الْكُبْرٰى**۔ سونا اپنی کان میں ایک ہزار اسی برس کے بعد دورۂ شمس کبریٰ ختم کر کے سونے کا رنگ لاتا ہے۔

لہٰذا مہوسین مخبوطین کو اس سے سبق عبرت حاصل کرنا چاہئے اور اس کے تجسس میں اپنا وقت اور مال ضائع نہ کرنا چاہئے اس کے بعد قارون کی شیخی کا جواب ہے:

اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾۔

کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے وہ سنگتیں ہلاک کر دیں جو اس سے کہیں زیادہ طاقت والی اور مجتمع تھیں اور مجرم ان کے گناہوں سے نہیں پوچھے جائیں گے۔ 65

اس کے دعویٰ علم پر اس میں ارشاد ہے کہ جب تو جانتا ہے تو کیا تجھے معلوم نہیں کہ منکر جماعتیں تجھ سے پہلے ایسی ایسی ہم ہلاک کر چکے ہیں جو تجھ سے قوت اور جمعیت میں زیادہ تھیں اور سزا دیتے وقت مجرم ان کے گناہوں کے متعلق پوچھے نہ جائیں گے کہ تم نے یہ جرم کیا یا نہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کو سب کا علم ہے اور سوال بغرض استعلام جو ہوتا ہے اس کی یہاں حاجت نہیں۔

یا ملائکہ ان کے اعمال نہ پوچھیں گے لِاَنَّهُمْ مُّطَّلِعُوْنَ عَلٰى صَحَائِفِهِمْ اَوْعَارِفُوْنَ اِيَّاهُمْ بِسِيْمَاهُمْ۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس لئے کہ ملائکہ کو ان کے صحائف کا علم ہوگا یا وہ ان کی پیشانیوں سے انہیں جان لیں گے اور يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ پہچانے جائیں گے مجرم پیشانیوں سے تو وہ پکڑے جائیں گے پیشانیوں اور پیروں کے بل۔

یہاں سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منبیان عمل کو سب علم ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو کتنا علم ہوگا اور جب نبیوں کو علم ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا وسیع علم ہوگا۔

اس کے بعد قارون کی ہلاکت کا قصہ بیان ہوتا ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ تو نکلا قارون اپنی قوم پر اپنی زینت کے ساتھ۔

اس پر قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں خَرَجَ هُوَ وَحَشَمُهٗ عَلٰى اَرْبَعَةِ الَافِ دَابَّةٍ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ حُمْرٌ مِّنْهَا اَلْفُ بَغْلَةٍ بَيْضَآءَ وَعَلٰى دَوَابِّهِمْ قَطَائِفُ الْاُرْجُوَانِ۔ قارون اس شان سے نکلا کہ اس کے حشم میں چار ہزار سواریاں تھیں جن پر سرخ کپڑا پڑا ہوا تھا ان میں سے ایک ہزار سپید خچر تھے جن پر بانات ارغوانی کی جھولیں پڑی تھیں۔

وَ قَالَ السُّدِّيُّ خَرَجَ فِيْ جَوَارٍ بِيْضٍ عَلٰى سُرُوْجٍ مِّنْ ذَهَبٍ عَلٰى قُطُفِ اُرْجُوَانٍ وَ هُنَّ عَلٰى بِغَالٍ بِيْضٍ عَلَيْهِنَّ ثِيَابٌ حُمْرٌ وَ حُلِيُّ ذَهَبٍ۔ سدی کہتے ہیں قارون جب نکلا تو گوری گوری کنیزیں اس کے گرد تھیں سونے کی زینیں ان کے اوپر ارغوانی بانات کی جھولیں جن پر وہ کنیزیں سفید خچروں پر سوار جن پر سرخ لباس اور زیور سونے کا تھا۔

وَ قِيْلَ خَرَجَ عَلٰى بَغْلَةٍ شَهْبَآءَ عَلَيْهَا الْاُرْجُوَانُ وَعَلَيْهَا سُرُجٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَ مَعَهٗ اَرْبَعَةُ الَافِ خَادِمٍ وَ عَلٰى خُيُوْلِهِمُ الدِّيْبَاجُ الْاَحْمَرُ وَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثَلٰثُ مِائَةِ غُلَامٍ وَ عَلٰى يَسَارِهٖ ثَلٰثُ مِائَةِ جَارِيَةٍ بِيْضٍ عَلَيْهِنَّ الْحُلِيُّ وَالدِّيْبَاجُ۔ قارون سبز رنگ خچر پر سوار تھا اس پر ارغوانی رنگ کی چادر اس پر سونے کی زین تھی اور اس کے ساتھ چار ہزار خدام گھوڑے سوار جن پر سرخ دیبا پڑا ہوا تھا اس کے داہنی طرف تین سو غلام اور بائیں طرف تین سو کنیزیں گوری گوری سنہری زیورات سے آراستہ اور دیبا پہنے ہوئے تھیں۔

اور ابن ابی حاتم زید بن اسلم رحمہما اللہ سے راوی ہیں: اَنَّهٗ خَرَجَ فِيْ سَبْعِيْنَ اَلِفًا عَلَيْهِمُ الْمُعَصْفَرَاتُ وَ

كَانَ ذٰلِكَ الْخُرُوْجُ عَلٰى مَا قِيْلَ يَوْمَ السَّبْتِ۔ قارون ستر ہزار سواروں میں نکلا جن پر معصفر چادریں تھیں اور اس کے نکلنے کا دن ہفتہ کا تھا۔ اور تمام بنی اسرائیل جمع کر کے چلا تو دنیا طلب لوگ اسے حسرت بھری نظر سے دیکھتے تھے۔

قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۔

اور وہ لوگ جو دنیا کی زندگی عیش کی چاہتے تھے بولے اے کاش ہمیں بھی قارون کی مثل دولت ملتی بے شک وہ بڑا نصیبہ ور ہے۔

اس پر ایک قول تو یہ ہے کہ مومنین کی جماعت نے یہ آرزو کی۔

اور ایک قول ہے کہ جو جبلت بشری سے عشرت اور فراخی پسند کرتے تھے وہ حسرت کرنے لگے۔

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ تمنا مومنین نے کی اس لئے کہ فراخی مال کے ذریعہ تقرب الی اللہ انفاق فی اللہ کر کے ثواب حاصل کریں۔

بعض کہتے ہیں یہ آرزو کرنے والے کفار و منافقین بنی اسرائیل تھے۔

اور کسی کے مال اور فراخی کی حسرت دو حال میں ہوتی ہے۔

ایک بطور غبطہ اور دوسرے بطور حسد۔

غبطہ میں جو حسرت ہوتی ہے اس میں دوسرے کے مال کے زوال کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ اس جیسا اپنے لئے حاصل کرنے کی تمنا ہوتی ہے اور حسد و رشک کے ساتھ جو تمنا ہوتی ہے اس میں اپنا تمول اور دوسرے کی فراخی کا سلب ملحوظ ہوتا ہے۔

تو اگر یہ مومنین تھے تو ان کی تمنا بطور غبطہ تھی اور اگر کفار و منافق تھے تو ان کی تمنا حسد و رشک میں تھی۔ بہر حال اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ضرور کہا جس کے معنی بقول ضحاک یہ ہیں: اِنَّهٗ دَرَجَةٌ عَظِيْمَةٌ يا نَصِيْبٌ كَثِيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا۔ اور عربی حظ بخت و سعد کو کہتے ہیں۔ محاورہ میں بولتے ہیں: فُلَانٌ ذُوْ حَظٍّ وَّ حَظِيْظٍ وَّ مَحْظُوْظٍ۔ اس پر اہل علم کا جواب یہ تھا:

قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۔

بولے وہ جنہیں دیا گیا علم (دنیا و آخرت کا مثل یوشع بن نون علیہ السلام کے) تمہیں ہلاکت ہو اللہ کا ثواب اس سے بہتر ہے جس کی تم تمنا کرتے ہو اس کے لئے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے (اسے ایسی آرزو اور تمنا مناسب نہیں) اور وہ ثواب نہیں ملتا مگر صبر والوں کو۔ پھر ارشاد ہے:

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۔ تو دھنسا دیا ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں۔

یہ اس کا انجام بتایا گیا جس کا ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ اپنی مصنف میں اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ ابْنَ عَمِّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ كَانَ يَتَّبِعُ الْعِلْمَ حَتّٰى جَمَعَ عِلْمًا فَلَمْ يَزَلْ فِيْ ذٰلِكَ حَتّٰى بَغٰى عَلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحَسَدَهٗ۔ قارون چچا کا بیٹا بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا اور یہ علم حاصل کرنے میں مصروف رہا حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام سے بغاوت و حسد کرنے لگا۔

ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَنِيْ اَنْ اٰخُذَ الزَّكٰوةَ فَاَبٰى وَقَالَ اِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يُرِيْدُ اَنْ يَّاْكُلَ اَمْوَالَكُمْ

جَآءَ کُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَجَآءَ کُمْ بِاَشْیَآءَ فَاحْتَمَلْتُمُوْھَا اَفَتَحْتَمِلُوْہُ اَنْ تُعْطُوْہُ اَمْوَالَکُمْ قَالُوْا لَا نَحْتَمِلُ فَمَا تَرٰی۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تم سے زکوٰۃ لوں تو قارون نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور بنی اسرائیل سے کہا موسیٰ اب یہ چاہتے ہیں کہ تمہارا مال بھی کھائیں۔

تم ان کے حکم کی تعمیل میں نماز کی طرف آ گئے اب تمہاری چیزیں بھی لینا چاہتے ہیں تو کیا تم اس بار کے متحمل ہو؟ اگر متحمل ہو تو بھگتو اور جو وہ مانگیں انہیں دو اپنے مالوں سے سب نے کہا ہم سے تو اس کا تحمل نہ ہوگا لہٰذا بتا کیا کریں؟

قارون بولا میرا خیال ہے کہ کسی زانیہ عورت کو بلایا جائے اور اس سے کہا جائے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت زنا لگائے۔ چنانچہ وہ عورت لائی گئی اور اسے کہا گیا کہ اس کام کے بدلے جو تو چاہے گی وہ تجھ کو ملے گا۔

اس نے مال کے لالچ میں اقرار کر لیا۔

پھر قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا میں بنی اسرائیل کو جمع کرتا ہوں تو آپ انہیں بتائیں جو آپ کو آپ کے رب نے حکم دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا۔ غرضیکہ قارون نے مجمع کیا اور کہا جو آپ کے رب نے حکم دیا وہ سنائیں۔

آپ نے فرمایا: اَمَرَنِیْ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰہَ تَعَالٰی وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا۔ مجھے حکم ملا ہے کہ تم اللہ کی پوجا کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

وَاَنْ تَصِلُوا الرَّحِمَ اور یہ کہ تم صلہ رحمی کرو وَ کَذَا وَ کَذَا۔ اور ایسا ایسا حکم ہے وغیرہ وغیرہ۔

وَ قَدْ اَمَرَنِیْ فِی الزَّانِیْ اِذَا زَنٰی وَقَدْ اُحْصِنَ اَنْ یُّرْجَمَ۔ اور مجھے زانی کے متعلق حکم ملا ہے کہ جب وہ زنا کرے اور بیوی والا ہو تو سنگسار کیا جائے۔

اس پر قارون بولا:

وَ اِنْ کُنْتَ اَنْتَ۔ حضور! اگر آپ ہی ہوں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر چہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔ تو اس پر قارون بولا:

فَاِنَّکَ قَدْ زَنَیْتَ قَالَ اَنَا؟ فَاَرْسَلُوْا اِلَی الْمَرْاَۃِ فَجَاءَ تْ فَقَالُوْا مَا تَشْھَدِیْنَ عَلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ تو بے شک آپ نے زنا کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حیرت سے فرمایا میں نے!!! تو قارونی جماعت کے لوگ اس عورت کو لائے اور کہنے لگے تو نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا شہادت دی ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس عورت کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے:

اُنْشِدُکِ بِاللّٰہِ تَعَالٰی اِلَّا مَا صَدَقْتِ۔ میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں سچ سچ بیان کر۔

فَقَالَتْ اَمَّا اِذَا اَنْشَدْتَنِیْ بِاللّٰہِ تَعَالٰی فَاِنَّھُمْ دَعَوْنِیْ وَجَعَلُوْا لِیْ جُعْلًا عَلٰی اَنْ اَقْذِفَکَ بِنَفْسِیْ وَاَنَا اَشْھَدُ اَنَّکَ بَرِیْءٌ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

عورت بولی حضور آئی تو تھی الزام ہی رکھنے لیکن جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے دی ہے تو صحیح یہ ہے کہ انہوں نے مجھے بلا کر بہت کچھ مال کا لالچ دیا تھا اس بات پر کہ میں آپ پر اتہام زنا لگاؤں اور اب میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اس فعل

سے بری ہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

جب وہ عورت ان کی مرضی کے خلاف بیان دے چکی اور آپ کو بری کر کے آپ کی تصدیق رسالت کر چکی تو فَخَرَّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ یَبْکِیْ سَاجِدًا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام روتے ہوئے سجدے میں گرے۔

فَاَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ مَا یُبْکِیْکَ قَدْ سَلَّطْنَاکَ عَلَی الْاَرْضِ فَمُرْهَا تُطِعْکَ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ موسیٰ کیوں رو رہے ہو۔ ہم نے زمین پر تمہیں مسلط کیا تم حکم کرو وہ تمہاری اطاعت کرے گی۔ تو آپ نے سر اٹھا کر فرمایا:

خُذِیْهِمْ فَاَخَذَتْهُمْ اِلٰی اَعْقَابِهِمْ۔ پکڑ لے انہیں تو زمین نے انہیں ان کی ایڑیوں تک دھنسا دیا۔

فَجَعَلُوْا یَقُوْلُوْنَ یَا مُوْسٰی یَا مُوْسٰی فَقَالَ خُذِیْهِمْ۔ تو انہوں نے یا موسیٰ یا موسیٰ کہہ کر پکارنا شروع کیا مگر آپ برابر خُذِیْهِمْ یعنی پکڑ انہیں فرماتے رہے حتیٰ کہ کمر تک دھنسے اور وہ برابر یا موسیٰ یا موسیٰ پکارتے رہے حتیٰ کہ زمین میں غائب ہو گئے۔

بعض روایات سے ثابت ہے کہ اس زانیہ عورت کو ایک ہزار دینار دینے کئے تھے۔

اور ایک قول ہے کہ ایک طشت سونے سے بھر کر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ آگے ارشاد ہے:

فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ ﴿۸۱﴾ ۔

تو نہیں تھی کوئی جماعت کہ اس کی مدد کرے اللہ کے سوا اور نہیں تھا کوئی اسے بچانے والا۔

یعنی دفع عذاب میں اس کی مدد کرنے والا کوئی نہ تھا اور کوئی اس کے اعوان وانصار اسے بچانے والے نہ تھے۔

وَ اَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ ۚ ۔

اور صبح جو لوگ تمنا کر رہے تھے اس کی مثل دولت مند ہونے کی شام کو بولے عجیب شان ہے کہ اللہ جس پر چاہے رزق کشادہ کرے اپنے بندوں پر اور تنگ کرے۔

وَیْ ۔ عربی میں اظہار ندامت یا تعجب پر بولتے ہیں۔

لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَیْكَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ۔

اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہم بھی دھنس جاتے عجیب شان ہے بے شک وہ کافروں کو فلاح وظفر نہیں دیتا۔

یعنی جو اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرے اور رسولوں کو جھٹلائے وہ فلاح نہیں پا سکتا۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع ۔ سورۃ قصص ۔ پ ۲۰

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾

یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور انجام پرہیزگاروں کا ہی ہے

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

جولائے نیکی اس کے لئے اس سے بہتر ہے اور جو بدی لائے تو بدی لانے والوں کو بدلہ نہیں ملے گا مگر جتنا کیا تھا

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾

بے شک جس نے تم پر قرآن فرض کیا وہ تمہیں پھیر لے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو فرمادیجئے میرا رب خوب جانتا ہے جولائے ہدایت اور جو کھلی گمراہی میں ہے

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ کتاب تم پر بھیجی جائے گی مگر رحمت کی تمہارے رب نے تو نہ ہونا کبھی تم کافروں کے مددگار

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾

اور نہ روکیں تمہیں اللہ کی آیتوں سے بعد اس کے کہ وہ اتاری گئیں تمہاری طرف اور بلاؤ اپنے رب کی طرف اور شرک والوں میں نہ ہونا

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

اور نہ پوج اللہ کے ساتھ دوسرا معبود اس کے سوا نہیں کوئی معبود ہر شے فانی ہے مگر وہ اللہ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے

حل لغات نواں رکوع۔ سورۃ قصص۔ پ ۲۰

تِلْكَ۔ یہ ہے	الدَّارُ۔ گھر	الْاٰخِرَةُ۔ آخرت کا	نَجْعَلُهَا۔ کرتے ہیں ہم یہ
لِلَّذِيْنَ۔ ان کے لئے جو	لَا۔ نہیں	يُرِيْدُوْنَ۔ چاہتے	عُلُوًّا۔ بلندی
فِيْ۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
فَسَادًا۔ فساد	وَ۔ اور	الْعَاقِبَةُ۔ انجام	لِلْمُتَّقِيْنَ۔ پرہیزگاروں
کے لئے ہے	مَنْ۔ جو	جَآءَ۔ لائے گا	بِالْحَسَنَةِ۔ نیکی
فَلَهٗ۔ تو اس کے لئے	خَيْرٌ۔ بہتر ہے	مِّنْهَا۔ اس سے	وَ۔ اور
مَنْ۔ جو	جَآءَ۔ لائے گا	بِالسَّيِّئَةِ۔ برائی	فَلَا۔ تو نہ
يُجْزَى۔ بدلہ دیا جائے گا	الَّذِيْنَ۔ ان کو جنہوں نے	عَمِلُوا۔ عمل کئے	السَّيِّاٰتِ۔ برے
اِلَّا۔ مگر	مَا۔ وہی جو	كَانُوْا۔ تھے وہ	يَعْمَلُوْنَ۔ کرتے
اِنَّ۔ بے شک	الَّذِيْ۔ وہ جس نے	فَرَضَ۔ فرض کیا	عَلَيْكَ۔ تجھ پر
الْقُرْاٰنَ۔ قرآن	لَرَآدُّ۔ یقیناً پھیرنے والا ہے	كَ۔ تجھ کو	اِلٰى۔ طرف
مَعَادٍ۔ پھرنے کی جگہ کے	قُلْ۔ کہہ	رَبِّيْٓ۔ میرا رب	اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے

مَنْ۔جو	جَآءَ۔لایا	بِالْهُدٰى۔ہدایت	وَ۔اور
مَنْ۔جوکہ	هُوَ۔وہ	فِیْ۔بیچ	ضَلٰلٍ۔گمراہی
مُّبِیْنٍ۔ظاہر کے ہے	وَ۔اور	مَا۔نہیں	كُنْتَ۔تھاتو
تَرْجُوْٓا۔امیدرکھتا	اَنْ۔یہ کہ	یُّلْقٰٓى۔ڈالی جائے گی	اِلَیْكَ۔تیری طرف
الْكِتٰبُ۔کتاب	اِلَّا۔مگر	رَحْمَةً۔رحمت ہے	مِّنْ رَّبِّكَ۔تیرے رب کی
فَلَا۔تونہ	تَكُوْنَنَّ۔ہوتو	ظَهِیْرًا۔مددگار	لِّلْكٰفِرِیْنَ۔کافروں کا
وَ۔اور	لَا۔نہ	یَصُدُّنَّكَ۔روکیں تجھ کو	عَنْ اٰیٰتِ۔آیات
اللّٰهِ۔الٰہی سے	بَعْدَ۔بعد	اِذْ۔اس کے کہ	اُنْزِلَتْ۔اتاری گئیں
اِلَیْكَ۔تیری طرف	وَادْعُ۔بلاؤ	اِلٰى۔طرف	رَبِّكَ۔تیرے رب کی
وَلَا۔اورنہ	تَكُوْنَنَّ۔ہوتو	مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔مشرکوں سے	
وَ۔اور	لَا۔نہ	تَدْعُ۔پکار	مَعَ۔ساتھ
اللّٰهِ۔اللہ کے	اِلٰهًا۔معبود	اٰخَرَ۔دوسرے کو	لَآ۔نہیں
اِلٰهَ۔کوئی معبود	اِلَّا۔مگر	هُوَ۔وہی	كُلُّ۔ہر
شَیْءٍ۔چیز	هَالِكٌ۔ہلاک ہونے والی ہے	اِلَّا۔مگر	وَجْهَهٗ۔اس کی ذات
لَهُ۔اسی کا	الْحُكْمُ۔حکم ہے	وَ۔اور	اِلَیْهِ۔اسی کی طرف
تُرْجَعُوْنَ۔تم لوٹائے جاؤ گے			

خلاصہ تفسیر نواں رکوع۔سورۃ قصص۔پ ۲۰

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ۔یہ آخرت کا گھر یعنی جنت۔

نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾۔

ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں کرتے اور نہ فساد اور عاقبت محمود پرہیز گاروں کے لئے ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ۔جو نیکی لائے اس کے لئے اس سے بہتر ہے یعنی دس گنا اجر ہے جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزَى الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾۔

اور جو بدی لائے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر جتنا کیا تھا۔یعنی نیکی کا بدلہ دس گنا اور بدی کا بدلہ جتنی کی تھی۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ۔

بے شک جس نے تم پر قرآن فرض کیا یعنی اس کی تلاوت و تبلیغ اور اس کے احکام پر عمل لازم کیا۔

لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ۔وہ ضرور تمہیں پھیر کرلے جائے گا معاد تک یعنی مکہ مکرمہ میں۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں بڑی شان اور زبردست شکوہ اور عزت و وقار اور غلبہ و

اقتدار کے ساتھ داخل کرے گا وہاں کے رہنے والے سب آپ کے زیر فرمان ہوں گے اور مشرک اور حامیان شرک ذلیل و رسوا ہوں گے۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ:

یہ آیت کریمہ مقام جحفہ میں نازل ہوئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کو ہجرت فرماتے ہوئے جحفہ میں پہنچے اور وہاں سے مدینہ تشریف لائے تو آپ کو مکہ یاد آیا اور آباء واجداد کی جگہ کا شوق ہوا تو روح الامین حاضر آئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محبوب تمہیں مکہ کا شوق ہے تو وہاں عنقریب آپ کو پہنچا دیا جائے گا۔

بعض نے معاد کی تفسیر موت اور قیامت اور جنت بھی کی ہے۔

قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾۔

فرمادیجئے میرا رب خوب جانتا ہے اسے جو ہدایت لایا اور جو کھلی گمراہی میں ہے۔

یعنی میرا رب جانتا ہے کہ میں ہدایت لایا اور میرے لئے اس کا اجر وثواب ہے اور مشرکین گمراہی میں ہیں اور عذاب کے لائق۔ یہ آیت کریمہ کفار مکہ کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کہہ دیا تھا۔ یعنی آپ بے شک گمراہی میں ہیں معاذ اللہ عزوجل۔

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾۔

اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ کتاب تم پر بھیجی جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن اس سے مراد مومنین ہیں۔ مگر تمہارے رب نے رحمت کی اور کتاب اپنے حبیب پاک پر نازل فرما کر تمہیں اس کی تعلیم دی۔ تو تم ہرگز مشرک وکفار کی مدد پر نہ ہونا۔ یعنی ہم وطن یا برادری کی وجہ سے مسلمان ہو کر ان کے معین ومددگار نہ بننا۔

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾۔

مشرکین تمہیں اللہ کی آیتوں سے نہ روکیں بعد اس کے کہ وہ تمہاری طرف اتاری گئیں۔ یعنی کفار کی گمراہ کن باتوں کی طرف التفات نہ کرنا بلکہ انہیں ٹھکرا دینا اور اللہ عزوجل کی عبادت کرواور اسی کی طرف بلاؤ اور شرک والوں میں نہ ہو۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾۔

اور نہ پوج اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو اس لئے کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی اللہ ہے ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

یعنی خلق کو اللہ عزوجل کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف بلاؤ اس کے سوا سب فنا ہوگا اور اسی کی طرف پھرنا ہے وہی ہر ایک کو نیکی وبدی کا بدلہ دے گا۔

مختصر تفسیر اردو نواں رکوع ۔ سورۃ قصص ۔ پ ۲۰

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾۔

یہ آخرت کا گھر (اور اس کی نعمتیں) ہم نے ان لوگوں کے لئے خاص کی ہیں جو دنیا میں کسی طرح کی شیخی نہیں چاہتے اور نہ فساد کا ارادہ رکھتے ہیں اور انجام محمود تو پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

آیہ کریمہ میں گویا یہ فرمایا کہ دنیا کی نعمتیں تو ہر کس و نا کس کو مل جاتی ہیں مگر جنت جو آخرت کا گھر ہے اور اس کی نعمتیں ہم نے صرف ان کے لئے رکھی ہیں جو دنیا میں کسی قسم کے علو اور تکبر و نخوت اور فسادات کے خواہاں نہ ہوں اور انجام بخیر تو پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ نَعِیْمُ الدَّارِ وَالْمُرَادُ بِهَا الْجَنَّةُ (لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا) اَیْ غَلَبَةً وَ تَسَلُّطًا وَ لَا فَسَادًا اَیْ ظُلْمًا وَّ عُدْوَانًا عَلَى الْعِبَادِ كَدَاْبِ فِرْعَوْنَ وَ قَارُوْنَ۔

عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، عکرمہ رحمہم اللہ سے راوی ہیں: اَلْعُلُوُّ فِی الْاَرْضِ التَّكَبُّرُ وَ طَلَبُ الشَّرَفِ وَالْمَنْزِلَةِ عِنْدَ السَّلَاطِیْنِ وَالْمُلُوْكِ وَالْفَسَادُ الْعَمَلُ بِالْمَعَاصِیْ وَاَخْذُ الْمَالِ بِغَیْرِ حَقِّهٖ۔ یعنی علو کے معنی تکبر اور طلب شرف و منزلت ہیں جو سلاطین و حکمرانوں میں جائیں اور فساد عمل بالمعاصی اور بغیر حق کے پرایا مال لینا۔

کلبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اَلْعُلُوُّ الْاِسْتِكْبَارُ عَنِ الْاِیْمَانِ وَالْفَسَادُ الدُّعَآءُ اِلٰى عِبَادَةِ غَیْرِ اللّٰهِ۔ علو تکبر کرنا ہے ایمان باللہ پر اور فساد لوگوں کو غیر اللہ کی طرف بلانا ہے۔

چنانچہ ابن عساکر ابن مردویہ رحمہما اللہ علی کرم اللہ وجہہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں: اِنَّهٗ كَانَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ وَحْدَهٗ وَهُوَ وَالٍ یُرْشِدُ الضَّالَّ وَیُعِیْنُ الضَّعِیْفَ وَیَمُرُّ بِالْبَقَّالِ وَالْبَیَّاعِ فَیَفْتَتِحُ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنَ وَیَقْرَاُ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ اِلٰى اٰخِرِهَا وَیَقُوْلُ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ فِیْ اَهْلِ الْعَدْلِ وَالتَّوَاضُعِ مِنَ الْوُلَاةِ وَاَهْلِ الْقُدْرَةِ مِنْ سَائِرِ النَّاسِ۔

آپ تنہا بازاروں میں تشریف لے جاتے حالانکہ آپ والی ملک تھے اور گمراہوں کو ہدایت فرماتے اور ضعیفوں کی مدد کرتے اور بنئے بقالوں اور خرید و فروخت کرنے والوں پر گزرتے تو ان کے سامنے قرآن کریم سے تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ تلاوت فرماتے اور بتاتے کہ یہ آیت اہل عدل و تواضع کے حق میں نازل ہوئی جو حکمران ہوں یا لوگوں پر اپنا اثر رکھتے ہوں۔

اور ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں: اِنَّهٗ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیُحِبُّ اَنْ یَّكُوْنَ شِسْعُ نَعْلِهٖ اَجْوَدُ مِنْ شِسْعِ نَعْلِ صَاحِبِهٖ فَیَدْخُلُ فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ۔ اگر چاہے کہ میری جوتی اپنے ساتھی کی جوتی سے زیادہ چمک دمک والی ہو تو وہ بھی اس آیت کریمہ کے تحت آتا ہے لیکن یہ جب ہے کہ جب تفاخراً ایسا کرے۔

چنانچہ ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اِنَّ رَجُلًا اَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ جَمِیْلًا فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ رَجُلٌ حُبِّبَ اِلَیَّ الْجَمَالُ وَاُعْطِیْتُ مَا تَرٰى حَتّٰى مَا اُحِبُّ اَنْ یَفُوْقَنِیْ اَحَدٌ اِمَّا قَالَ بِشِرَاكِ النَّعْلِ وَ اِمَّا قَالَ بِشِسْعِ نَعْلٍ اَفَمِنَ الْكِبْرِ ذٰلِكَ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْكِبْرَ مَنْ بَطَرَ الْحَقَّ وَغَمَطَ النَّاسَ۔

ایک حسین و جمیل آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آیا اور عرض کی حضور میں حسن و جمال اور خوش پوشا کی کو پسند کرتا ہوں اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے جمال بخشا ہے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ مجھ پر کسی کو فوقیت حاصل ہو۔ راوی کہتے ہیں یا تو اس نے کہا تھا کہ جوتی کے تسمہ پر مجھ پر فوقیت کرے یا جوتی کی چمک دمک میں مجھ سے زیادہ ہو۔ تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں لیکن تکبر یہ ہے کہ حق سے سرتابی کرے اور لوگوں کو اپنے سے کم تر جانے۔

چنانچہ مسلم، ابوداؤد ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ مِّنْ کِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَ نَعْلُہٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ۔

وہ جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو تو عرض کیا گیا ایک آدمی اچھا لباس پسند کرتا ہے اور اچھی جوتی پہنتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال کو پسند کرتا ہے لیکن تکبر یہ ہے کہ قبول حق سے اعراض کرے اور لوگوں میں تبختر کرے اور ذلت سے دیکھے۔

وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾ ۔ اور انجام نیک پرہیز گاروں کے لئے ہے۔

اور پرہیز گاروں کا آخر ضرور اچھا ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ خَیْرٌ مِّنْھَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَلَا یُجْزَی الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ ۔ جو آئے نیکی کے ساتھ اسے اس سے بہتر ہے اور جو آئے بدی کے ساتھ تو کچھ بدلہ نہیں ان برے فعلوں کا مگر جتنا وہ کریں۔

آلوسی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اَیْ اِلَّا مِثْلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ یعنی برائی کا بدلہ وہی ہوگا جیسا کہ انہوں نے کیا۔

اور تَاَبُّد کُفَّار فِی الْعَذَابِ کی وجہ یہ ہے کہ

وَ عَذَابُ الْاَبَدِ بِاَنَّ ذٰلِکَ لِاَنَّ الْکَافِرَ کَانَ عَازِمًا اَنَّہٗ لَوْ عَاشَ اِلَی الْاَبَدِ لَبَقِیَ عَلٰی ذٰلِکَ الْکُفْرِ۔ دوامی عذاب بایں وجہ ضروری ہے کہ کافر جبکہ عزم کر چکا ہے کہ اگر وہ ابد تک زندہ رہے گا تو اس کفر پر قائم رہے گا۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ ۔

بے شک وہ ذات جس نے تم پر قرآن لازم کیا وہ ضرور تمہیں لوٹائے گا تمہارے معاد کو۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ کی تفسیر روح المعانی میں یہ ہے: اَیْ اَوْجَبَ عَلَیْکَ الْعَمَلَ بِہٖ یعنی واجب کیا تم پر اس کے ماتحت عمل۔

اور لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ پر فرماتے ہیں: اِیْ اِلٰی مَحَلٍّ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اُعْتُدْتَ بِہٖ وَاَلِفْتَہٗ عَلٰی اَنَّہٗ مِنَ الْعَادَۃِ لَا مِنَ الْعَوْدِ۔ یعنی وہ مقام ذی عظمت جس کی طرف جانے کی آپ تیاری فرمائیں اور اس کی محبت عادت آپ کے دل میں ہے نہ کہ لوٹنا۔

اور وہ مقام مکہ معظمہ ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور نسائی اور ابن جریر اور ابن المنذر، اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ دلائل میں بطریق ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں وَجُوِّزَ اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الْعَوْدِ — لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ۔ سے یہ بھی جائز ہے کہ واپس جانا بھی مانا جائے اور اس سے مراد مکہ ہے اور عرف میں بھی مکہ کو لوٹنا مراد لیتے ہیں لِاَنَّ الْعَرَبَ کَانَتْ تَعُوْدُ اِلٰی مَکَّۃَ فِیْ کُلِّ سَنَۃٍ لِمَکَانِ الْبَیْتِ فِیْھَا۔ اس لئے

کہ عرب ہمیشہ سالانہ بیت اللہ کی طرف لوٹا کرتے تھے۔

اور یہ وعدہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ کا ہی کیا اس لئے کہ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُهَاجِرُ مِنْهَا وَ يَعُوْدُ اِلَيْهَا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے ہجرت فرمائی اور وہاں ہی لوٹ کر تشریف لائے۔

اور متعدد روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اِنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ بِالْجُحْفَةِ بَعْدَ اَنْ خَرَجَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ مُهَاجِرًا وَاشْتَاقَ اِلَيْهَا۔ یہ آیت کریمہ جحفہ میں نازل ہوئی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر تشریف لائے اور مکہ کا شوق فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قصہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا معہ قارون کے بیان فرمایا اور اس کی بغاوت و ہلاکت اور نصرت اہل حق ظاہر فرمائی تو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قصہ ہجرت کی طرف ضمناً اشارہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اور مشرکین مکہ کی زیادتیاں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے ہجرت فرمانا بتاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عزت و شرف کے ساتھ مکہ فتح کرنا اور منصور و مکرم ہو کر واپس جانا بھی بیان فرمایا اور لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ سے اسی طرف اشارہ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاد کی تفسیر جنت فرمائی۔

اور اس پر بہت سی بحث کے بعد مفسرین نے بھی تسلیم کیا کہ معاد سے مراد جنت ہی ہے اور معاد کی تنوین اس کی عظمت شان کے لئے لائی گئی اس لئے کہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ عظیم نعمتیں تیار کی گئیں کہ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ۔

اور فریابی اور عبد بن حمید ابن منذر ابن ابی حاتم مجاہد سے نقل فرماتے ہیں: فِي الْاٰيَةِ اِنَّ لَهٗ مَعَادًا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ۔ معاد سے مراد قیامت کے دن اٹھانا اور اس کے بعد جنت میں داخل کرنا ہے۔

اور بعض نے اس سے یہ بھی مراد لیا کہ مقام محمود مراد ہے جو مقام شفاعت عظمیٰ ہے بروز قیامت اس کے بعد مشرکین اور ذات اقدس کا فرق ظاہر کرایا۔

قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾۔

فرما دیجئے میرا رب خوب جانتا ہے جو ہدایت لایا اور اسے جو کھلی گمراہی میں ہے۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کو بھی وہی جانتا ہے اور مشرکین کو بھی وہی جانتا ہے جن کی طرف سے حضور علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

معالم التنزیل میں اس کی تفسیر یوں ہے: هٰذَا جَوَابٌ لِكُفَّارِ مَكَّةَ لَمَّا قَالُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ فِيْ ضَلَالٍ۔ یہ کفار مکہ کو جواب ہے جبکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضلال مبین کہا۔

پھر ارشاد ہوا:

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

اور اے محبوب تمہیں امید نہ تھی کہ تم پر کتاب نازل کی جائے گی مگر اللہ کی رحمت سے تم پر قرآن نازل ہوا۔

فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ ۔تو ہرگز نہ ہونا کافروں کے حمایتی۔

مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کفار مکہ حضور ﷺ کو اپنے آباء واجداد کے دین کی طرف لانے کی ناکام کوشش کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں ان نعمتوں کا اظہار فرمایا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئیں اور مشرکین کی حمایت سے منع فرمایا۔

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ ۔

اور نہ روکیں تمہیں کفار اللہ کی آیتیں بیان کرنے سے بعد اس کے کہ آپ پر نازل ہوئیں اور آپ لوگوں کو اپنے رب کی عبادت کی طرف بلائیں اور مشرکوں سے میل جول نہ کریں۔ بلکہ انہیں اللہ کا اور اپنا دشمن جانیں۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾ ۔

اور نہ عبادت کرو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے مفروضہ خدا کی۔ حضرت محی السنۃ رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ اَلْخِطَابُ فِي الظَّاهِرِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُرَادُ بِهٖ اَهْلُ دِيْنِهٖ۔ اس میں بظاہر خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور اس سے مراد امت کے لوگوں کو نصیحت ہے۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اس لئے کہ سوا ذات واجب تعالیٰ شانہ کوئی معبود نہیں۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ ۔

ہر شے جو موجود ہے وہ فانی و ہالک ہے مگر سوائے ذات عز اسمہ کے یہاں وجہ سے مراد ذات واجب تعالیٰ شانہ ہے۔

ابن مردویہ راوی ہیں: لَمَّا نَزَلَتْ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا بَالُ الْمَلٰٓئِكَةِ فَنَزَلَتْ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ فَبَيَّنَ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَنَاءَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالثَّقَلَيْنِ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَسَائِرِ عَالَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ بَرِيَّتِهٖ مِنَ الطَّيْرِ وَالْوُحُوْشِ وَالسِّبَاعِ وَالْاَنْعَامِ وَ كُلِّ ذِيْ رُوْحٍ اِنَّهٗ هَالِكٌ مَّيِّتٌ۔

جب كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ نازل ہوئی تو عرض کیا گیا حضور ملائکہ نفس میں نہیں تو کیا یہ باقی رہیں گے تو آیت کریمہ نازل ہوئی كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ نفوس واشیاء سب فنا ہوں گے سوائے ذات واجب تعالیٰ کے تو اس سے ظاہر ہوا کہ فناء ملائکہ اور ثقلین جن وانس اور تمام عالم پرند اور چرند اور سباع اور انعام اور ہر ذی روح سب فنا ہوں گی۔

وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾ ۔ اور اسی کا حکم رہے گا اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ

مکیہ۔ اس میں سات رکوع، انھتر آیتیں، نوسواسی کلمے چار ہزار ایک سو پینسٹھ حرف ہیں۔

ابن الفریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: اِنَّهَا نَزَلَتْ بِمَكَّةَ۔

شان نزول سورۃ مبارکہ اپنے مقام پر بیان ہوگا۔

اس سورت مبارکہ کا پہلی سورت سے ربط یہ ہے کہ پہلی سورت میں اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ فرمایا۔

اس سورۃ مبارکہ میں مومنین کا ذکر فرماتے ہوئے فتنہ کفار اور ان کے عذاب مومنین پر بوجہ ایمان بیان کئے تا کہ پہلے

مشرکین کی فرعونیت معلوم کر کے تسلی حاصل کریں اور صبر کی طرف مائل ہوں اور اس لئے اس سورۃ مبارکہ میں وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فرما کر مزید تسلی دی گئی۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع - سورۃ عنکبوت - پ ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ۞ ۱

الٓمّٓ ۞ ۱

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۞ ۲

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی

وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ۞ ۳

اور بے شک ہم نے ان کے اگلوں کو جانچا تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۞ ۴

یا یہ گمان کرتے ہیں وہ جو برے کام کریں کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے، بہت برا حکم کرتے ہیں

مَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۞ ۵

جو ہوا مید کرنے والا اللہ کی تو بے شک وہ وقت آنے والا ہے اور وہ سنتا جانتا ہے

وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۞ ۶

اور جو کوشش کرے تو وہ کوشش اپنے ہی لئے کرے گا بے شک اللہ تمام عالم سے غنی ہے

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَنَجْزِیَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۞ ۷

اور وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ہم ضرور ان کی برائیاں اتار دیں گے اور ضرور انہیں اس کام پر بدلہ دیں گے جو ان کے سب کاموں میں اچھا ہے

وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا ؕ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ ۸

اور ہم نے آدمی کو تاکید کی اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے تو میں بتادوں گا تمہیں جو تم کرتے تھے

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ ۞ ۹

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ضرور ہم اسے نیکوں میں داخل کریں گے

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَ لَىٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ

اور بعض لوگ کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے تو جب اللہ کی راہ میں انہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو کرتے ہیں لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کے برابر اور اگر تمہارے

اَوَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۰

رب کے پاس سے مدد آئے تو ضرور کہیں گے ہم تو تمہارے ساتھ ہی تھے کیا اللہ نہیں ہے خوب جاننے والا جو جہاں بھر کے دلوں میں ہے

وَ لَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ۝۱۱

اور ضرور اللہ ظاہر کردیگا ایمان والوں کو اور ضرور ظاہر کر دے گا منافقوں کو

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰهُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۲

اور بولے کافر مسلمانوں سے ہماری راہ کی پیروی کرو ہم تمہارے گناہ اٹھائیں گے اور نہیں وہ اٹھانے والے ان کی خطائیں ذرہ بھر بے شک وہ جھوٹے ہیں

وَ لَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ٘ وَ لَیُسْـَٔلُنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝۱۳

اور بے شک وہ اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ بھی اور ضرور پوچھے جائیں گے قیامت کے دن جو کچھ افتراء کرتے تھے

حل لغات پہلا رکوع ۔سورۃ عنکبوت ۔پ ۲۰

الٓمّٓ ۔	اَ ۔کیا	حَسِبَ ۔خیال کیا ہے	النَّاسُ ۔لوگوں نے
اَنْ ۔یہ کہ	یُّتْرَكُوْٓا ۔چھوڑے جائیں گے		اَنْ ۔یہ کہ
یَّقُوْلُوْٓا ۔کہیں	اٰمَنَّا ۔ہم ایمان لائے	وَ ۔اور	هُمْ ۔وہ
لَا ۔نہ	یُفْتَنُوْنَ ۔آزمائے جائیں گے		وَ ۔اور
لَقَدْ ۔بے شک	فَتَنَّا ۔آزمایا ہم نے	الَّذِیْنَ ۔ان کو	مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ جو ان سے
پہلے تھے	فَلَیَعْلَمَنَّ ۔تو ضرور ظاہر کرے گا		اللّٰهُ ۔اللہ
الَّذِیْنَ ۔ان کو جو	صَدَقُوْا ۔سچے ہیں	وَ ۔اور	لَیَعْلَمَنَّ ۔ ضرور ظاہر
کرے گا	الْكٰذِبِیْنَ ۔جھوٹوں کو	اَمْ ۔کیا	حَسِبَ ۔گمان کرتے ہیں
الَّذِیْنَ ۔وہ جو	یَعْمَلُوْنَ ۔کرتے ہیں	السَّیِّاٰتِ ۔برے کام	اَنْ ۔یہ کہ
یَّسْبِقُوْنَا ۔عاجز کردیں گے	نَا ۔ہم کو	سَآءَ ۔برا ہے	مَا ۔جو
یَحْكُمُوْنَ ۔فیصلہ کرتے ہیں	مَنْ ۔جو	كَانَ ۔ہے	یَرْجُوْا ۔امید رکھتا
لِقَآءَ ۔ملاقات	اللّٰهِ ۔اللہ کی کا	فَاِنَّ ۔تو بے شک	اَجَلَ ۔وقت مقرر
اللّٰهِ ۔اللہ کا	لَاٰتٍ ۔آنے والا ہے	وَ ۔اور	هُوَ ۔وہ
السَّمِیْعُ ۔سنتا	الْعَلِیْمُ ۔جانتا ہے	وَ ۔اور	مَنْ ۔جو
جَاهَدَ ۔کوشش کرے	فَاِنَّمَا ۔تو اس کے سوا نہیں	یُجَاهِدُ ۔وہ کوشش کرے گا	لِنَفْسِهٖ ۔اپنی جان کے لئے
اِنَّ ۔بے شک	اللّٰهَ ۔اللہ	لَغَنِیٌّ ۔بے پرواہ ہے	عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۔ جہان

والوں سے | وَ۔اور | الَّذِيْنَ۔وہ جو | اٰمَنُوْا۔ایمان لائے
وَ۔اور | عَمِلُوا۔کام کئے | الصّٰلِحٰتِ۔اچھے | لَنُكَفِّرَنَّ ۔ تو دور کریں
گے ہم | عَنْهُمْ۔ان سے | سَيِّاٰتِهِمْ۔ان کی برائیاں | وَ۔اور
لَنَجْزِيَنَّهُمْ۔ضرور بدلہ دیں گے ہم ان کو | اَحْسَنَ۔اچھا | الَّذِيْ۔اس کا جو
كَانُوْا۔تھے | يَعْمَلُوْنَ۔عمل کرتے | وَ۔اور | وَصَّيْنَا۔ہم نے حکم دیا
الْاِنْسَانَ۔انسان کو | بِوَالِدَيْهِ۔اس کے ماں باپ کے لئے | حُسْنًا۔بھلائی کا
وَ۔اور | اِنْ۔اگر | جَاهَدٰكَ۔جھگڑا کریں | كَ۔تجھ سے
لِتُشْرِكَ۔کہ شرک کرے تو | بِيْ۔میرے ساتھ | مَا۔کہ | لَيْسَ۔نہیں
لَكَ۔تجھ کو | بِهٖ۔اس کا | عِلْمٌ۔کوئی علم | فَلَا۔تو نہ
تُطِعْهُمَا۔کہا مان ان کا | اِلَيَّ۔میری طرف ہے | مَرْجِعُكُمْ۔تمہارا پھرنا | فَاُنَبِّئُكُمْ۔تو بتاؤں گا تم کو
بِمَا۔جو | كُنْتُمْ۔تھے تم | تَعْمَلُوْنَ۔عمل کرتے | وَ۔اور
الَّذِيْنَ۔وہ جو | اٰمَنُوْا۔ایمان لائے | وَ۔اور | عَمِلُوا۔کام کئے
الصّٰلِحٰتِ۔اچھے | لَنُدْخِلَنَّهُمْ۔ضرور داخل کریں گے ہم ان کو | فِيْ۔بیچ
الصّٰلِحِيْنَ۔نیکوں کے | وَ۔اور | مِنَ النَّاسِ۔لوگوں میں سے بعض
مَنْ۔وہ ہے جو | يَّقُوْلُ۔کہتا ہے | اٰمَنَّا۔ہم ایمان لائے | بِاللّٰهِ۔اللہ پر
فَاِذَآ۔تو جب | اُوْذِيَ۔تکلیف دیا جاتا ہے | فِيْ۔بیچ | اللّٰهِ۔اللہ کے
جَعَلَ۔تو کرتا ہے | فِتْنَةَ۔فتنے | النَّاسِ۔لوگوں کو | كَعَذَابِ۔مثل عذاب
اللّٰهِ۔اللہ کے | وَ۔اور | لَئِنْ۔اگر | جَآءَ۔آئے
نَصْرٌ۔مدد | مِّنْ رَّبِّكَ۔تیرے رب کی | لَيَقُوْلُنَّ۔تو ضرور کہیں گے | اِنَّا۔بے شک ہم
كُنَّا۔تھے | مَعَكُمْ۔تمہارے ساتھ | اَوَ۔کیا | لَيْسَ۔نہیں
اللّٰهُ۔اللہ | بِاَعْلَمَ۔جاننے والا | بِمَا۔اس کو جو | فِيْ۔بیچ
صُدُوْرِ۔سینوں | الْعٰلَمِيْنَ۔جہان والوں کے ہے | وَ۔اور
لَيَعْلَمَنَّ۔ضرور ظاہر کرے گا | اللّٰهُ۔اللہ | الَّذِيْنَ۔ان کو
اٰمَنُوْا۔جو ایمان لائے | وَ۔اور | لَيَعْلَمَنَّ۔ضرور ظاہر کرے گا
الْمُنٰفِقِيْنَ۔منافقوں کو | وَ۔اور | قَالَ۔کہا | الَّذِيْنَ۔انہوں نے جو
كَفَرُوْا۔کافر ہیں | لِلَّذِيْنَ۔ان کو جو | اٰمَنُوْا۔مومن ہیں | اتَّبِعُوْا۔پیروی کرو
سَبِيْلَنَا۔ہمارے راستہ کی | وَ۔اور | لْنَحْمِلْ۔ہم اٹھالیں گے | خَطٰيٰكُمْ۔تمہارے گناہ
وَ۔اور | مَا۔نہیں | هُمْ۔وہ | بِحٰمِلِيْنَ۔اٹھانے والے

مِنْ خَطٰیٰهُمْ۔ گناہ ان کے مِّنْ شَیْءٍ۔ کچھ بھی اِنَّهُمْ۔ بے شک وہ
لَكٰذِبُوْنَ۔ جھوٹے ہیں وَ۔ اور لَیَحْمِلُنَّ۔ ضرور اٹھائیں گے وہ
اَثْقَالًا۔ بوجھ مَّعَ۔ ساتھ اَثْقَالِهِمْ۔ اپنے بوجھ کے وَ۔ اور
لَیُسْـَٔلُنَّ۔ ضرور پوچھے جائیں گے یَوْمَ۔ دن الْقِیٰمَةِ۔ قیامت کے
عَمَّا۔ اس سے جو كَانُوْا۔ تھے وہ یَفْتَرُوْنَ۔ جھوٹ باندھتے

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع۔ سورۃ عنکبوت۔ پ ۲۰

الٓمّٓ۔ یہ تو سورت کے شروع پر مقطعات میں سے ہے اس کے معنی تاویلی ہم پہلے پارہ کے پہلے رکوع میں بیان کر چکے ہیں۔ دوسرے معنی تاویلی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ الف سے اَنَا اللّٰهُ۔ ل سے لَمْ یَزَلْ وَلَا یَزَالُ۔ م سے مَحْمُوْدٌ وَّ مُتَعَالٍ۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ②۔

کیا یہ لوگ اس گمان اور گھمنڈ میں ہیں کہ انہیں چھوڑ دیا جائے گا محض اس بات پر کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہو گی۔

اور شدائد و تکالیف میں اور انواع و اقسام کے مصائب میں مبتلا نہ ہوں گے اور انہیں جان و مال کے امتحان سے نہ پرکھا جائے گا تا کہ ان کی ایمانی شان واضح ہو اور مومن و منافق میں امتیاز ہو۔ منافق اس امتحان کے بعد لِمَ كَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ۔ اور کیا کیا کہہ دے گا اور مومن اپنے ایمان پر قائم اور ثابت قدم رہ کر ہمارے حضور حاضر ہو کر ابدی عیش و آرام میں آئے گا۔

شان نزول

اس آیہ کریمہ کے متعلق چار شان نزول ہیں:

اول یہ کہ آیت ان حضرات کرام کے متعلق نازل ہوئی جو مکہ مکرمہ میں تھے اور اقرار اسلام کے بعد ہجرت کے موقعہ پر وہیں رہ گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمان جاری کیا کہ تمہارا اقرار ایمانی کافی نہیں جب تک ہجرت کر کے یہاں نہ آؤ وہ حکم پڑھتے ہی روانہ ہوئے اور مدینہ کی طرف چل دیئے مشرکین نے ان کا تعاقب کیا حتیٰ کہ مقاتلہ و مقابلہ ہوا اور بعض ان میں سے شہید ہوئے بعض بچ کر دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپہنچے۔ ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسرا قول یہ ہے جسے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ اور ولید بن ولید اور عمار بن یاسر وغیرہ رضی اللہ عنہم ہیں جو مکہ مکرمہ میں ایمان لائے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت صرف حضرت عمار بن یاسر کے حق میں نازل ہوئی جو ایسے مستانہ توحید تھے کہ ایمان کے جرم میں مشرکین کے ہاتھوں ستائے گئے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت مہجع بن عبداللہ کے حق میں نازل ہوئی جو بدر میں سب سے پہلے میدان میں گئے اور شہید ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا کہ مہجع سید الشہداء ہیں

اور اس امت میں سب سے پہلے وہی باب جنت کی طرف پکارے جائیں گے۔

اس کے بعد پہلے مومنین کے حالات کی طرف اشارہ فرما کر امت مرحومہ کے مومنین کو تسلی دی گئی چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ -

اور بے شک ہم نے ان سے اگلوں کو جانچا تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا۔

انواع واقسام کی آزمائشوں سے تم ہی نہیں جانچے گئے بلکہ تم سے پہلے بھی آزمائے گئے بعض تو وہ ہیں جو آرے سے چیرے گئے بعض کو لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت نوچے گئے مگر وہ مقام صدق ووفا میں ثابت قدم رہے اور ان کے مقابل منافق مذبذب ہوئے۔ دونوں میں امتیاز عوام کو ہو گیا۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ -

کیا سمجھے ہوئے ہیں وہ جو سیہ کاری کرتے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے بہت برا حکم کرتے ہیں جسے اللہ سے ملنے کی امید ہو تو بے شک وہ وقت اللہ کا مقرر کردہ آنے والا ہے اور وہ سنتا جانتا ہے۔

اعمال سیئہ سے مراد شرک اور بدکاریاں ہیں۔ يَّسْبِقُوْنَا سے مراد یہ ہے کہ وہ اس گمان میں ہیں کہ ہم ان سے انتقام نہ لیں گے اور صاف بچ جائیں گے حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا۔

يَرْجُوْا۔ کے معنی امید اور خوف دونوں ہیں تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ اللہ عزوجل کے حضور حاضری کا یقین کر کے خائف ہے اور اعمال حسنہ کا امیدوار ہے اس کے لئے جیسا وعدہ ہے وہ پورا ہو گا اور وہ مقرر کردہ ساعت آنے والی ہے لہٰذا اس کا خوف دل میں رکھ کر اعمال حسنہ میں سبقت کرنی چاہئے وہ سب کے عمل دیکھتا اور اقوال سنتا ہے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ -

اور جو اللہ کی راہ میں کوشش کرے تو وہ اپنے ہی لئے کوشش کرتا ہے بے شک اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

یہاں جَاهَدَ سے مراد اعداءِ دین سے جہاد اور نفس امارہ سے مقابلہ دونوں ہیں یعنی جو خواہشات نفسانیہ کا مقابلہ کرنے میں ساعی ہو یا اعداءِ دین سے جہاد کرے اور صبر وشکر کرے وہ اس کے اپنے ہی لئے ہے کہ اس کا اچھا اجر پائے گا اور اللہ عزوجل کی ذات اس کی ضرورت مند نہیں وہ تو انس وجن ملائکہ اور ان کے اعمال وعبادات سے بے نیاز ہے اس کے امرونہی کی پابندی کرنا بندے کے لئے ہی مفید ہے اور اس کی طرف سے اوامر ونواہی کا نفاذ یہ اس کی رحمت ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ -

اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے ہم ضرور ان کی برائیاں اتار دیں گے اور ضرور انہیں اس کام پر بدلہ دیں گے جو ان کے سب کاموں میں اچھا تھا۔

یعنی اعمال صالحہ کے سبب ان کے گناہ مٹا دیں گے اور نیک عملوں میں جو سب سے بہتر ہو گا اس کے مطابق اسے اجر دیں گے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ

مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸۔

اور ہم نے آدمی کو تاکید فرمائی کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی پیروی نہ کر میری طرف تمہارا لوٹنا ہے تو میں بتادوں گا تمہیں جو تم کرتے تھے۔

شان نزول میں

یہ آیت اور سورۂ لقمان میں ہے: وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝۱۴ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا۔

اور ہم نے آدمی کو تاکید کی ماں باپ کے بارے میں اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتے ہوئے اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر میری طرف ہی آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی پیروی نہ کر۔

اور سورۂ احقاف میں ہے: وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ یہ آیتیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں۔ اور ابن اسحاق رحمہ اللہ کے نزدیک سعد بن مالک رضی اللہ عنہ زہری کے حق میں نازل ہوئیں ان کی والدہ حمنہ بنت ابی سفیان بن امیہ بن عبد شمس تھی۔ حضرت سعد سابقین اولین سے تھے جب آپ سلام لائے تو آپ کی والدہ نے کہا تو نے یہ نیا کام کیا خدا کی قسم اگر تو اس سے باز نہ آیا تو میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی یعنی مرن برت رکھوں گی یہ مشرکین کی پرانی رسم تھی جو آج بھی جاری ہے۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا ایک دن ایک رات بھوکی پیاسی رہی اور سایہ میں نہ بیٹھی ضعف و ناتوانی آ گئی آخر آپ نے ماں سے کہا کہ اسلام کے مقابلہ میں تیرے جیسی سو جانیں بھی ہوں تو مجھے پرواہ نہیں میں دین اسلام ہرگز نہ چھوڑوں گا جب وہ مایوس ہوگئی تو پھر کھانے پینے لگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝۹۔

اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ضرور ہم انہیں نیکوں میں شامل کریں گے۔

یعنی نیک عمل کرنے والا صالحین یعنی انبیاء کرام کے ساتھ محشور ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۔

اور بعض آدمیوں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے تو جب اللہ کی راہ میں انہیں کوئی تکلیف دی جائے تو لوگوں کے فتنے کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور اگر آئے کوئی مدد تمہارے رب کی طرف سے تو ضرور کہیں گے ہم تو تمہارے ہی ساتھ تھے کیا اللہ خوب نہیں جانتا جو کچھ جہان بھر کے دلوں میں ہے۔

یعنی دین کے سبب سے اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے جیسے کہ کفار کا ایذاء پہنچانا اور اس ایذاء کو دیکھ کر ایسے خائف ہوتے ہیں جیسے اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرنا چاہئے تھا یعنی ترک ایمان سے عذاب الٰہی کا خوف انہیں کرنا چاہئے تھا لیکن وہ قبول

ایمان سے ایسے ہی خائف ہیں اور کفر اختیار کر لیتے ہیں یہ حال منافقین کا تھا۔
جیسا انہوں نے کہا تھا جو سورہ قصص میں چھٹے رکوع کے اندر ہے: وَقَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا۔ اگر ہم آپ کی ہدایت قبول کر لیں تو زمین مکہ سے اچک لئے جائیں اور شہر بدر کر دیئے جائیں۔
اور جب مسلمانوں کو فتح اور کامیابی دیکھتے ہیں تو مال حاصل کرنے کے لالچ میں کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ تھے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے جو ایمان والے اور بے ایمان کے دل میں ہے۔

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۞ ۱۱۔

اور ضرور اللہ ظاہر کر دے گا ایمان والوں کو اور ضرور ظاہر کر دے گا منافقوں کو۔
بعض صدق اخلاص سے ایمان لائے اور بلا و مصائب میں اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے انہیں بھی صاف ظاہر فرما دیگا اور جو منافقین ہیں وہ بھی سزا پا کر ظاہر ہوں گے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۞ ۱۲۔

اور کافر بولے ایمان والوں سے پیروی کرو ہماری راہ کی اور ہم تمہارے گناہ اٹھا لیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ نہ اٹھا سکیں گے بے شک وہ جھوٹے ہیں۔
کفار مکہ نے مومنین سے کہا تھا کہ تم ہمارا اور ہمارے باپ دادا کا دین اختیار کرو تو اگر تمہیں اللہ کی طرف سے کوئی مصیبت آئی تو اس کے ہم کفیل ہیں اور تمام گناہ ہماری گردن پر تو اس کی تردید اللہ تعالیٰ نے فرمادی اور ارشاد ہوا:

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۞ ۱۳۔

اور بے شک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اور ضرور بروز قیامت پوچھے جائیں گے جو کچھ وہ بہتان پراشتے تھے۔
یعنی ان کے گناہوں کے ساتھ ان کا گناہ بھی ان کی گردن پر ہے جو ان کی وجہ سے گمراہ ہوئے چنانچہ حدیث میں ہے:
مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهُ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔ (مسلم شریف)
یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا اسے اس کا اجر ہے اور جو اس پر عمل کرے ان کا بھی اجر ہے اور جو برا طریقہ جاری کرے تو اس کا گناہ اس پر ہے اور جو اس کا مرتکب ہو ان سب کا گناہ اس پر ہے اور اللہ ان کی افترا پردازی خوب جانتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع - سورہ عنکبوت - پ ۲۰

الٓمّٓ ۞ ۱ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۞ ۲۔

حروف مقطعات کے معنی تاویلی خلاصہ تفسیر میں بیان ہو چکے۔
کیا گمان کئے ہوئے ہیں لوگ اس پر کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اس پر کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور وہ امتحان نہ لئے

جائیں گے۔

اَحَسِبَ میں استفہام انکاری ہے۔ یعنی یہ گمان اور گھمنڈ غلط ہے کہ ایمان زبانی بلا امتحان ان کی رہائی کو کافی ہوگا۔

اس کے شان نزول پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْاٰیَةُ عَلٰی مَا اَخرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ الشَّعْبِیْ نَزَلَتْ فِیْ اُنَاسٍ کَانُوْا بِمَکَّةَ قَدْ اَقَرُّوْا بِالْاِسْلَامِ فَکَتَبَ اِلَیْھِمْ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِیْنَةِ لَمَّا نَزَلَتْ اٰیَةُ الْھِجْرَةِ اَنَّہٗ لَا یُقْبَلُ مِنْکُمْ اِقْرَارٌ وَّ لَا اِسْلَامٌ حَتّٰی تُھَاجِرُوْا فَخَرَجُوْا عَامِدِیْنَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ فَاتَّبَعَھُمُ الْمُشْرِکُوْنَ فَرَدُّوْھُمْ فَنَزَلَتْ فِیْھِمْ ھٰذِہِ الْاٰیَةُ فَکَتَبُوْا اِلَیْھِمْ اُنْزِلَتْ فِیْکُمْ اٰیَةٌ کَذَا وَ کَذَا فَقَالُوْا نَخْرُجُ فَاِنْ تَبِعَنَا اَحَدٌ قَاتَلْنَاہُ فَخَرَجُوْا فَاتَّبَعَھُمُ الْمُشْرِکُوْنَ فَقَاتَلُوْھُمْ فَمِنْھُمْ مَّنْ قُتِلَ وَ مِنْھُمْ مَّنْ نَّجَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْھِمْ۔

یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو مکہ میں ہی اسلام لا کر رہ گئے تھے۔

تو انہیں مدینہ سے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا جبکہ آیات ہجرت نازل ہوئیں کہ تمہارا اقرار اسلام اس وقت تک قبول نہیں جب تک تم ہجرت نہ کرو حتیٰ کہ انہوں نے ہجرت کی اور مدینہ منورہ کی نیت سے نکلے تو مشرکین نے ان کا تعاقب کیا تو وہ واپس مکہ میں آ گئے۔

پھر ان کے معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی تو انہیں لکھا کہ تمہارے حق میں یہ یہ حکم آیا ہے تو وہ بولے اب ہم مکہ سے نکلتے ہیں اگر ہمارا تعاقب مشرکین نے کیا تو اب ہم مقاتلہ کریں گے غرضکہ وہ نکلے تو مشرکین نے ان کا تعاقب کیا تو انہوں نے مقاتلہ کیا تو بعض ان میں سے شہید ہو گئے اور بعض بچ کر نکل آئے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور یہ آیت بھی آئی۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰھَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّکَ مِنْۢ بَعْدِھَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

اور ابن منذر ابن جریج رحمہما اللہ سے راوی ہیں: قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ وَغَیْرَہٗ یَقُوْلُوْنَ کَانَ اَبُوْجَھْلٍ یُعَذِّبُ عَمَّارَ بْنَ یَاسِرٍ وَاُمَّہٗ وَیَجْعَلُ عَلٰی عَمَّارٍ مِّنْ حَدِیْدٍ فِی الْیَوْمِ الصَّائِفِ وَطَعَنَ فِیْ فَرْجِ اُمِّہٖ بِرُمْحٍ فَفِیْ ذٰلِکَ نَزَلَتْ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا۔

ابوجہل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو اتنی سزائیں دیتا تھا کہ سخت گرمی میں لوہے کی زرہ گرم کر کے پہناتا اور آپ کی والدہ کے اندام نہانی میں برچھا مارا اس پر یہ آیت کریمہ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْۤا نازل ہوئی۔

ایک قول ہے کہ مجع غلام آزاد شدہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بدر میں شہید ہوئے تو ان کے والدین نے جزع فزع کیا اور ان کی بیوی بھی سخت غمگین ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سَیِّدُ الشُّھَدَآءِ مِھْجَعٌ وَ ھُوَ اَوَّلُ مَنْ یُّدْعٰی اِلٰی بَابِ الْجَنَّةِ۔ وہ سید الشہداء ہیں اور وہ اول ان کے ہیں جنہیں جنت کے دروازے پر پکارا جائے گا۔

اور ایک قول ہے کہ یہ آیت حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی یہ ابوجہل کے بھائی تھے انہیں ابوجہل نے تقریر بھی کی اور تکلیفیں بھی پہنچائیں تا کہ یہ مرتد ہو جائیں لیکن یہ ثابت قدم رہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ۝۳ ۔

اور بے شک جانچا ہم نے انہیں جو ان سے پہلے تھے تو ضرور اللہ ظاہر فرمائے گا انہیں جو سچے ہیں اور ضرور ظاہر فرمائے گا انہیں جو جھوٹے ہیں۔

اس کے حاصل معنی آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ فَلَیُظْهِرَنَّ اللّٰهُ تَعَالٰی الصَّادِقِیْنَ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ حَتّٰی یُوْجَدَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی عَالِمُهٗ بَیِّنٌ۔ یعنی ضرور اللہ ظاہر فرمادے گا سچوں کو جھوٹوں سے یہاں تک کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

دوسری توجیہ فرماتے ہیں: اَیْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ النَّاسَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّهُمُ الْکَاذِبِیْنَ اَیْ یُشْهِدُهُمْ هٰٓؤُلَآءِ فِی الْخَیْرِ وَ هٰٓؤُلَآءِ فِی الشَّرِّ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ظاہر فرمادے گا انہیں بھی جو سچے ہیں اور انہیں بھی جو جھوٹے ہیں یعنی خیر و شر کی شہادت دونوں پر گزر جائے گی۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا۔

کیا انہیں یہ گمان ہے جو برے عمل کر رہے ہیں کہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے۔

اَیْ یُعْجِزُوْنَا فَلَا نَقْدِرُ عَلٰی مُجَازَاتِهِمْ عَلٰی اَعْمَالِهِمْ وَالْاِنْتِقَامِ مِنْهُمْ وَاَصْلُ السَّبْقِ الْفَوْتُ۔ یعنی کیا وہ ہمیں عاجز کر دیں گے کہ ہم انہیں سزا دینے پر قدرت ہی نہ رکھیں۔ یَّسْبِقُوْنَا۔ سبق سے ہے اور سبق بمعنی فوت ہے۔

اور آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے: هٰذِهِ الْاٰیَةُ نَزَلَتْ فِیْ شَاْنِ الْکَفَرَةِ۔ یہ آیت کافروں کی شان میں نازل ہوئی۔ فَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ سُبْحٰنَهٗ یُرِیْدُ بِالَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّئَاتِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْمُغِیْرَةِ وَاَبَاجَهْلٍ وَالْاَسْوَدَ وَالْعَاصَ بْنَ هِشَامٍ وَ شَیْبَةَ وَ عُتْبَةَ وَالْوَلِیْدَ بْنَ عُتْبَةَ وَ عُقْبَةَ بْنَ اَبِیْ مُعَیْطٍ وَ حَنْظَلَةَ بْنَ وَائِلٍ وَاَنْظَارَهُمْ مِّنْ صَنَادِیْدِ قُرَیْشٍ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر توبیخ فرما رہا ہے جو سیہ کار ہیں جیسے ولید بن مغیرہ، ابوجہل، اسود، عاص بن ہشام، شیبہ، عتبہ، ولید بن عتبہ، عقبہ بن ابی معیط، حنظلہ بن وائل اور مثل ان کی صنادید قریش سے۔

سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ۝۴ ۔ برا ہے ان کا فیصلہ اَیْ سَیِّئٌ نِالَّذِیْ یَحْکُمُوْنَهٗ حُکْمُهُمْ ذَالِکَ۔ یعنی برا ہے وہ فیصلہ جو انہوں نے کیا۔

مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۵ ۔

جو امید رکھے اللہ سے ملنے کی تو بے شک وہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سنتا جانتا ہے۔

یہاں لفظ یَرْجُوْ۔ اِرْجَاء سے ہے اس کے معنی خوف کے بھی آتے ہیں اور امید کے بھی۔ چنانچہ ابن ابی حاتم سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: اَنَّهٗ قَالَ اَیْ مَنْ کَانَ یَخْشَی الْبَعْثَ فِی الْاٰخِرَةِ فَالرَّجَاءُ بِمَعْنَی الْخَوْفِ۔ کہ فرمایا جو خوف کرے مر کر اٹھنے کا آخرت میں تو رجا بمعنی خوف ہے۔

اور اگر کلام بہ تقدیر مضاف لیا جائے تو بھی جائز ہے تو معنی یہ ہوں گے: مَنْ کَانَ یَتَوَقَّعُ جَزَآءَ اللّٰهِ تَعَالٰی ثَوَابًا اَوْ عِقَابًا اَوْ مُلَاقَاةَ حُکْمِهٖ عَزَّوَجَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ جو امید رکھے اللہ کی جزا کی ثواب و عذاب میں یا اس ملاقات کی

جس کا حکم بروز قیامت منجاب اللہ عزوجل ہے۔

تو وہ وقت یقیناً آنے والا ہے اور وہ لامحالہ آئے گا۔

اور اللہ تعالیٰ سمیع وعلیم ہے بندوں کی ہر بات سنتا اور ان کا ہر خطرہ جانتا ہے اس کے اعمال ظاہر اور عقائد باطن اس سے مخفی نہیں۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ⑥۔

اور جو جہاد وکوشش کرے اطاعت میں تو وہ اپنے ہی لئے کوشش کرے گا بے شک اللہ بے نیاز ہے تمام عالم سے۔

اسے کسی کی طاعت وعبادت کی حاجت نہیں اور جہاد بالعدو اور جہاد بالنفس دو طرح کا ہوتا ہے اگر اعلاء کلمۃ الحق کے لئے دفع شر کفار پر ہو تو جہاد ہے اور اگر خواہشات نفسانیہ اور اساءت کی مخالفت میں ہو تو بھی جہاد ہے دونوں انسان اپنے ہی بھلے کے لئے کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو نہ اس جہاد وطاعت کی حاجت ہے نہ اسے اس سے فائدہ۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ⑦۔

اور وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ضرور ہم ان سے ان کے گناہ اتار دیں گے اور ضرور بدلہ دیں گے ان کے بہترین عملوں کا۔

ایمان کفر کے مقابلہ میں اور عمل صالح معاصی کے مقابلہ میں اگر ہوں تو وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہوگا اور نیک اعمال کا بہترین بدلہ ملے گا۔ اور بہترین بدلہ یہ کہ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا جو نیکی لائے تو ایک کے بدلے دس گنا زیادہ ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ⑧۔

اور حکم دیا ہم نے آدمی کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا اور اگر وہ سعی کریں تیرے ساتھ کہ شریک ٹھہرائے میرا جس کا تجھے علم نہیں تو پیروی نہ کر ان کی میری طرف تمہارا پلٹ کر آنا ہے تو ہم بتا دیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ وَصَّیْنَا بِاِیْتَاءِ وَالِدَیْهِ اَوْ بِاِیْلَاءِ وَالِدَیْهِ حُسْنًا۔ یعنی ہمارا حکم ہے والدین کے ساتھ اچھے سلوک کا لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے: اَلَا لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ۔ خبردار اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ لہٰذا اگر والدین میں سے جو بھی شرک پر مجبور کرے اس کی اطاعت نہ کی جائے چنانچہ آیہ کریمہ کا شان نزول بھی اسی کا مؤید ہے۔

نَزَلَتْ فِیْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَ ذٰلِکَ اَنَّهٗ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حِیْنَ اَسْلَمَ قَالَتْ اُمُّهٗ حَمْنَةُ بِنْتُ اَبِیْ سُفْیَانَ بْنِ اُمَیَّةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ یَا سَعْدُ بَلَغَنِیْ اَنَّکَ صَبَأْتَ فَوَ اللّٰهِ لَا یُظِلُّنِیْ سَقْفُ بَیْتٍ مِنَ الضِّحِّ وَالرِّیْحِ وَاِنَّ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ عَلَیَّ حَرَامٌ حَتّٰی تُکَفِّرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ اَحَبَّ وَلَدِهَا فَاَبٰی سَعْدٌ وَ بَقِیَتْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ کَذٰلِکَ فَجَآءَ سَعْدٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَشَکَا اِلَیْهِ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ۔

یہ آیت کریمہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے معاملہ میں نازل ہوئی جبکہ آپ اسلام لائے تو آپ کی ماں حمنہ بنت ابی سفیان بن امیہ بن عبد شمس نے کہا: اے سعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو صابی یعنی اپنے مذہب سے پھر گیا ہے تو قسم بخدا میں تپتی دھوپ سے سایہ نہ لوں گی اور ہوا میں بھی نہ بیٹھوں گی۔ اور کھانا پینا مجھ پر حرام ہے جب تک تو حضور سے کفر نہ کرے۔

اور یہ بیٹوں میں بیٹے محبوب ترین تھے چنانچہ حضرت سعد نے انکار کر دیا اور اس حال میں حمنہ تین دن بھوکی پیاسی رہی تو سعد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَالَّتِیْ فِیْ لُقْمَانَ وَالَّتِیْ فِی الْاَحْقَافِ فَاَمَرَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّدَارِیَهَا وَیَتَرَضّٰهَا بِالْاِحْسَانِ۔

اور وہ آیت جو سورۃ لقمان میں ہے: وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا۔ یعنی اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے۔

اور وہ آیت جو سورہ احقاف میں ہے: وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا۔ اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنا اسے تکلیف سے۔

فَاَمَرَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّدَارِیَهَا۔ الخ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یعنی حضرت سعد کو حکم دیا کہ اس کی خدمت کرے اور حسن سلوک سے راضی رکھے۔

وَ رُوِیَ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِیْ عَیَّاشِ بْنِ رَبِیْعَةَ الْمَخْزُوْمِیِّ وَ ذٰلِکَ اَنَّهٗ هَاجَرَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مُتَوَافِقَیْنِ حَتّٰی نَزَلَا الْمَدِیْنَةَ فَخَرَجَ اَبُوْجَهْلِ بْنُ هِشَامٍ وَالْحَرْثُ بْنُ هِشَامٍ اَخَوَاهُ لِاُمِّهٖ اَسْمَاءَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ اِمْرَاَةٍ مِنْ تَمِیْمٍ مِنْ بَنِیْ حَنْظَلَةَ فَنَزَلَا بِعَیَّاشٍ وَقَالَا لَهٗ اِنَّ مِنْ دِیْنِ مُحَمَّدٍ صِلَةُ الْاَرْحَامِ وَبِرُّ الْوَالِدَیْنِ وَقَدْ تَرَکْتَ اُمَّکَ لَا تَطْعَمُ وَلَا تَشْرَبُ وَلَا تَاْوِیْ بَیْتًا حَتّٰی تَرَاکَ وَ هِیَ اَشَدُّ حُبًّا لَّکَ مِنَّا فَاخْرُجْ مَعَنَا وَفَتَلَا مِنْهُ فِی الزَّارَةِ وَالْغَارِبِ۔

فَاسْتَشَارَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ هُمَا یَخْدَعَانِ وَلَکَ اَنْ اُقْسِمَ مَالِیْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ نِصْفَیْنِ۔ فَمَازَا لَا بِهٖ حَتّٰی اَطَاعَهُمَا وَ عَصٰی عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ عُمَرُ اَمَّا اِذَا عَصَیْتَنِیْ فَخُذْ نَاقَتِیْ فَلَیْسَ فِی الدُّنْیَا بَعِیْرٌ یَّلْحَقُهَا فَاِنْ رَابَکَ مِنْهُمْ رَیْبٌ فَارْجِعْ۔

فَلَمَّا انْتَهَوْا اِلَی الْبَیْدَآءِ قَالَ اَبُوْجَهْلٍ اِنَّ نَاقَتِیْ قَدْ کَلَّتْ فَاحْمِلْنِیْ مَعَکَ قَالَ نَعَمْ فَنَزَلَ لِیُوْطِیَ لِنَفْسِهٖ وَلَهٗ فَاَخَذَاهُ فَشَدَّاهُ وَثَاقًا وَجَلَدَهٗ کُلُّ وَاحِدٍ مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّذَهَبَا بِهٖ اِلٰی اُمِّهٖ فَقَالَتْ لَا تَزَالُ بِعَذَابٍ حَتّٰی تَرْجِعَ عَنْ دِیْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ۔

یہ آیت حضرت عیاش بن ربیعہ مخزومی کے حق میں نازل ہوئی۔

اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام میں موافقت کرتے ہوئے مکہ سے ہجرت کر لی اور مدینہ آ گئے تو ابوجہل اور حرث جو آپ کے اخیافی بھائی تھے ان کی ماں اسماء بنت مخرمہ قبیلہ تمیم سے تھی یہ قبیلہ بنی حنظلہ کی

شاخ ہے تو دونوں حضرت عیاش کے پاس آئے اور کہنے لگے اسلام میں صلہ رحمی اور برالوالدین ہے اور ہم تیری ماں کو ایسے حال میں چھوڑ کے آئے ہیں کہ وہ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے اور نہ سایہ میں گھر کے اندر رہتی ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ انہیں تیرے ساتھ سخت محبت ہے لہٰذا تو ہمارے ساتھ چل تا کہ اسے تجھے دیکھ کر سکون ہو۔

حضرت عیاش نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا آپ نے فرمایا یہ تمہیں دھوکہ دیں گے اور یہ کہ ان دونوں نے طے کر رکھا ہے کہ وہ تیرے مال کو آدھا آدھا تقسیم کرلیں اور یہ اس وقت تک نہیں کرسکیں گے جب تک کہ تم ان کی پیروی نہ کرلو۔

حضرت عیاش نے ماں کی محبت میں مشورہ فاروق نہ مانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا اگر تم میرا مشورہ نہیں مانتے تو خیر جاؤ لیکن یہ میری اونٹنی لے جاؤ کہ اس کے برابر دنیا میں کوئی تیز اونٹنی نہیں ہے۔ تو اگر آپ کو شبہ ہو اور ان کی نیت معلوم ہو تو اس پر سوار ہو کر یہاں آجانا۔

غرضکہ جب حضرت عیاش، ابوجہل اور حرث مدینہ سے نکل کر جنگل میں آگئے تو ابوجہل بولا میری اونٹنی تھک گئی ہے تو مجھے اپنے ساتھ سوار کرلے حضرت عیاش نے اسے سوار کرلیا۔

اس پر حضرت عیاش کے پیچھے بیٹھ کر آپ کو باندھ لیا اور دونوں نے سو سو کوڑے مارے۔ اور ان کی ماں کے پاس پہنچے تو ماں نے بحالت غضب کہا اس حال میں اسے مارو جب تک یہ اسلام سے منحرف نہ ہو جائے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ⑨۔

اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اسے ہم ضرور نیکوں میں داخل کریں گے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ فِیْ زُمْرَۃِ الرَّاسِخِیْنَ فِی الصَّلَاحِ الْکَامِلِیْنَ فِیْهِ وَلِذَا طَلَبَهَا الْاَنْبِیَآءُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ کَمَا قَالَ سُلَیْمَانُ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ – وَ یَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ الْکَلَامُ بِتَقْدِیْرِ مُضَافٍ اَیْ فِیْ مَدْخَلِ الصَّالِحِیْنَ وَ هِیَ الْجَنَّۃُ۔

یعنی اس جماعت میں اسے داخل کریں گے جو راسخین کاملین ہیں اسی لئے اس جماعت میں داخلہ کی آرزو انبیاء علیہم السلام نے کی جیسے سلیمان علیہ السلام نے کہا مجھے اپنی رحمت سے صالحین میں داخل کر اور یہ بھی احتمال ہے کہ کلام الٰہی بتقدیر مضاف ہو تو یہ معنی ہوں گے صالحین کی جگہ مجھے عطا کر یعنی جنت۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ⑩ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ⑪۔

اور بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر تو جب انہیں تکلیف ہو اللہ کے معاملہ میں تو لوگوں کے فتنے کو اللہ کے عذاب جیسا کر دیتے ہیں اور اگر آئے کوئی مدد تیرے رب کی طرف سے تو ضرور کہہ دیتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ تھے کیا اللہ نہیں جانتا جو کچھ دنیا کے دلوں میں ہے اور ضرور اللہ جانتا ہے جو ایمان لائے اور ضرور اللہ جانتا ہے منافقوں کو۔

یہاں مِن تبعیضیہ ہے جس کے معنی ہوتے ہیں بعض۔ گویا ارشاد ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے تو

شریک تھے تاکہ مال غنیمت میں حصہ حاصل کریں۔ حالانکہ وہ شریک نہ تھے۔

شان نزول

وَالْاٰیَۃُ نَزَلَتْ فِیْ اُنَاسٍ مِنْ ضَعَفَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ کَانُوْا اِذَا مَسَّھُمْ اَذًی مِنَ الْکُفَّارِ وَافَقُوْھُمْ وَکَانُوْا یَکْتُمُوْنَہٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ بِذٰلِکَ یَکُوْنُوْنَ مُنَافِقِیْنَ وَ لِذَا قَالَ ابْنُ زَیْدٍ وَالسُّدِّیُ اِنَّ الْاٰیَۃَ فِی الْمُنَافِقِیْنَ۔

یہ آیت ان کمزور ایمان مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی جن کا رد یہ یہ تھا کہ جب انہیں کفار سے کوئی تکلیف پہنچتی تو کفار سے مل جاتے اور مسلمانوں سے اس ملنے کو چھپاتے اسی وجہ میں یہ منافق کہلائے۔

اور اسی وجہ میں ابن زید اور سدی نے کہا کہ یہ آیت منافقوں کے لئے اتری۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰکُمْ ؕ وَمَا ھُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰھُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾۔

اور کافر بولے ایمان والوں سے ہمارے مذہب کی پیروی کرو اور ہم ضرور تمہاری خطا کا بوجھ اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کی خطا کا کچھ بھی بوجھ نہیں اٹھا سکتے بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ اُسْلُکُوْا طَرِیْقَتَنَا الَّتِیْ نَسْلُکُھَا فِی الدِّیْنِ اَوِ اتَّبِعُوْنَا فِیْ طَرِیْقَتِنَا اَیْ اِذَا کَانَ ذٰلِکَ الْاِتِّبَاعُ خَطِیْئَۃً یُؤَاخَذُ عَلَیْھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کَمَا تَقُوْلُوْنَ اَوْ وَ لْنَحْمِلْ مَا عَلَیْکُمْ مِنَ الْخَطَایَا اِنْ کَانَ بَعْثٌ وَّ مُؤَاخَذَۃٌ۔

یعنی مشرکین بعث ونشر کے اتنے شدید مخالف تھے کہ مسلمانوں سے کہتے کہ ہمارے طریقہ پر چلو جس پر ہم چلتے ہیں دین بنا کر، یا گویا وہ کہتے تھے کہ ہمارے طریقہ کی پیروی کرو یعنی اگر یہ اتباع گناہ ہے اور اس پر قیامت کے دن مواخذہ ہوگا جیسا کہ تم کہتے ہو تو ہم تمہاری خطاؤں کے ذمہ دار ہیں اگر مرنے کے بعد اٹھے اور مواخذہ ہوا۔

شان نزول آیہ کریمہ یہ ہے:

وَالْاٰیَۃُ عَلٰی مَا اَخْرَجَ جَمَاعَۃٌ عَنْ مُجَاھِدٍ نَزَلَتْ فِیْ کُفَّارِ قُرَیْشٍ قَالُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ لَا نُبْعَثُ نَحْنُ وَلَا اَنْتُمْ فَاتَّبِعُوْنَا فَاِنْ کَانَ عَلَیْکُمْ شَیْءٌ فَعَلَیْنَا۔ مجاہد رحمہ اللہ سے ہے کہ یہ آیت کفار قریش کے لئے نازل ہوئی وہ ایمان والوں کو کہتے تھے کہ مر کر نہ ہمیں اٹھنا ہے نہ تمہیں لہٰذا ہمارے طریقہ کی پیروی کرو اور اگر ایسا ہوا اور تم سے مواخذہ ہوا تو ہم تمہاری خطاؤں کے ذمہ دار ہیں اگر ہم مرنے کے بعد اٹھے اور مواخذہ ہوا۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِیَّۃِ قَالَ کَانَ اَبُوْجَھْلٍ وَصَنَادِیْدُ قُرَیْشٍ یَّتَلَقَّوْنَ النَّاسَ اِذَا جَآءُ وْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسْلِمُوْنَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّہٗ یُحَرِّمُ الْخَمْرَ وَیُحَرِّمُ الزِّنَا وَ یُحَرِّمُ مَا کَانَتْ تَصْنَعُ الْعَرَبُ فَارْجِعُوْا فَنَحْنُ نَحْمِلُ اَوْزَارَکُمْ فَنَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ۔

ابوجہل اور صنادید قریش ان لوگوں کو سمجھاتے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام لانے آتے اور کہتے وہ تو

شراب حرام کریں گے زنا حرام کریں گے اور جو کچھ عرب کا رواج ہے سب حرام کریں گے لہٰذا تم واپس آ جاؤ اور ہم تمہارے گناہوں کے ذمہ دار ہیں تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَ قِیلَ قَائِلُ ذَالِکَ اَبُوْسُفْیَانَ بْنُ حَرْبٍ وَ اُمَیَّةُ بْنُ خَلْفٍ قَالَ لِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنْ کَانَ فِی الْاِقَامَةِ عَلٰی دِیْنِ اٰبَائِکُمْ اِثْمٌ فَنَحْنُ نَحْمِلُهُ عَنْکَ۔ ابوسفیان بن حرب اور امیہ بن خلف دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر آپ کو اپنے باپ دادا کے دین پر قائم رہنے میں کوئی گناہ ہے تو ہم اس گناہ کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں۔

وَ قِیلَ قَائِلُهُ الْوَلِیْدُ بْنُ الْمُغِیْرَةِ۔ ایک قول ہے کہ ایسی بکواس ولید بن مغیرہ کرتا تھا۔ تو اس کا جواب وَمَاهُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰهُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَکٰذِبُوْنَ ۝۱۲ ۔ میں دیا گیا۔ آگے ارشاد ہے:

وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ وَلَیُسْـَٔلُنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَمَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝۱۳ ع ۔

اور ضرور اٹھائیں گے وہ اپنے بوجھ اور اپنے بوجھ کیساتھ اور بوجھ بھی ہوگا جنہیں گمراہ کیا تھا ان سب کا گناہ بھی اور ضرور پوچھے جائیں گے بروز قیامت جو افتراء پردازی کرتے تھے۔

چنانچہ اپنے بوجھ کے ساتھ اور بوجھ یہ ہوگا کہ جنہیں گمراہ کیا گیا تھا ان سب کا گناہ بھی ایسی شان سے اس پر ہوگا کہ گمراہ ہونے والے کے عذاب میں کوئی کمی نہ آئے گی۔

اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَیُّمَا دَاعٍ دَعَا اِلٰی هُدًی فَاتُّبِعَ عَلَیْهِ وَعَمِلَ بِهَا فَلَهُ مِثْلُ اُجُوْرِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَلَا یُنْقِصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا وَاَیُّمَا دَاعٍ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ فَاتُّبِعَ عَلَیْهَا وَ عَمِلَ بِهَا فَعَلَیْهِ مِثْلُ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَلَا یُنْقِصُ ذٰلِکَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْئًا۔

کوئی بلانے والا ہدایت کی طرف بلائے اور اس کا اتباع کر کے اس پر عمل پیرا ہو تو اسے عمل کرنے والوں کے ثوابوں کے برابر بلا نقص اجر عاملین ثواب ہے۔

اور کوئی بلانے والا گمراہی کی طرف بلائے اور اس پر اتباع کرنے والے عمل کریں تو اس پر سب کے برابر عذاب ہے بلا نقص عذاب کسی فرد کے۔

دوسری حدیث میں: مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا وَ مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَیِّئَةً فَلَهُ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْئًا۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع — سورۃ عنکبوت — پ ۲۰

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝۱۴

اور بے شک ہم نے بھیجا نوح کو ان کی قوم کی طرف تو وہ رہا ان میں پچاس کم ہزار برس تو پکڑا انہیں طوفان نے اور وہ ظالم تھے

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾

تو ہم نے نجات دی اسے اور کشتی والوں کو اور کیا ہم نے اسے نشانی عالم کے لئے

وَ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور ابراہیم جبکہ اس نے کہا اپنی قوم کو اللہ کی پوجا کرو اور اسی سے ڈرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

تم تو پوجتے ہو اللہ کے سوا بتوں کو اور بناتے ہو نرا جھوٹ بے شک وہ جو پوجتے ہیں اللہ کے سوا نہیں مالک تمہاری روزی کے تو ڈھونڈو اللہ کے پاس سے رزق اور پوجو اسی کو اور اسی کا شکر کرو اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے

وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾

اور اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم سے پہلے بہت سی جماعتیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچانا

اَوَ لَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ کیسے پیدا فرماتا ہے اللہ خلق کو پھر اسے دوبارہ بنائے گا بے شک یہ آسان ہے اللہ کو

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾

فرما دیجئے زمین میں سیر کرو تو دیکھو کیسے پہلے پیدا اور کی خلق پھر اللہ دوسری اٹھان اٹھائے گا بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ اِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾

عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور رحم فرماتا ہے جس پر چاہے اور اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے

وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ؗ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾

اور نہیں تم زمین میں اللہ کو سزا دینے سے عاجز کرنے والے نہ آسمان میں اور نہیں تمہارا اللہ کے سوا کوئی والی نہ مددگار

حل لغات دوسرا رکوع۔سورۃ عنکبوت۔پ ۲۰

وَ۔اور	لَقَدْ۔بے شک	اَرْسَلْنَا۔بھیجا ہم نے	نُوْحًا۔نوح کو
اِلٰی۔طرف	قَوْمِهٖ۔اس کی قوم کے	فَلَبِثَ۔تو رہا وہ	فِيْهِمْ۔ان میں
اَلْفَ۔ہزار	سَنَةٍ۔برس	اِلَّا۔مگر	خَمْسِيْنَ۔پچاس
عَامًا۔سال کم	فَاَخَذَ۔تو پکڑا	هُمُ۔ان کو	الطُّوْفَانُ۔طوفان نے
وَ۔اور	هُمْ۔وہ	ظٰلِمُوْنَ۔ظالم تھے	فَاَنْجَيْنٰهُ۔تو نجات دی ہم
نے ان کو	وَ۔اور	اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ۔کشتی والوں کو	
وَ۔اور	جَعَلْنَا۔بنایا ہم نے	هَا۔اس کو	اٰيَةً۔نشانی

لِّلْعٰلَمِیْنَ۔جہانوں کے لئے	وَ۔اور	اِبْرٰهِیْمَ۔ابراہیم کو	اِذْ۔جب
قَالَ۔کہا	لِقَوْمِهِ۔اپنی قوم سے	اعْبُدُوا۔عبادت کرو	اللّٰهَ۔اللہ کی
وَ۔اور	اتَّقُوْهُ۔ڈرو اس سے	ذٰلِكُمْ۔یہ	خَیْرٌ۔بہتر ہے
لَّكُمْ۔تمہارے لئے	اِنْ۔اگر	كُنْتُمْ۔ہو تم	تَعْلَمُوْنَ۔جانتے
اِنَّمَا۔اس کے سوا نہیں	تَعْبُدُوْنَ۔پوجتے ہیں	مِنْ دُوْنِ۔سوا	اللّٰهِ۔اللہ کے
اَوْثَانًا۔بتوں کو	وَّ۔اور	تَخْلُقُوْنَ۔بناتے ہو تم	اِفْكًا۔جھوٹ
اِنَّ۔بے شک	الَّذِیْنَ۔وہ جن کو	تَعْبُدُوْنَ۔پوجتے ہو تم	مِنْ دُوْنِ۔سوا
اللّٰهِ۔اللہ کے	لَا۔نہیں	یَمْلِكُوْنَ۔مالک ہیں	لَكُمْ۔تمہارے
رِزْقًا۔رزق کے	فَابْتَغُوْا۔تو ڈھونڈو	عِنْدَ۔پاس	اللّٰهِ۔اللہ کے
الرِّزْقَ۔رزق	وَ۔اور	اعْبُدُوْ۔عبادت کرو	هُ۔اس کی
وَ۔اور	اشْكُرُوْا۔شکر کرو	لَهٗ۔اس کا	اِلَیْهِ۔اسی کی طرف
تُرْجَعُوْنَ۔پھیرے جاؤ گے تم		وَ۔اور	اِنْ۔اگر
تُكَذِّبُوْا۔تم جھٹلاؤ	فَقَدْ۔تو بے شک	كَذَّبَ۔جھٹلایا	اُمَمٌ۔کئی امتوں نے
مِّنْ قَبْلِكُمْ۔تم سے پہلے	وَ۔اور	مَا۔نہیں	عَلَى۔اوپر
الرَّسُوْلِ۔رسول کے	اِلَّا۔مگر	الْبَلٰغُ۔پہنچانا	الْمُبِیْنُ۔ظاہر
اَوَ۔کیا	لَمْ۔نہ	یَرَوْا۔دیکھا انہوں نے	كَیْفَ۔کیسے
یُبْدِئُ اللّٰهُ۔پیدا کرتا ہے اللہ	الْخَلْقَ۔مخلوق کو	ثُمَّ۔پھر	یُعِیْدُ۔لوٹائے گا
هٗ۔اس کو	اِنَّ۔بے شک	ذٰلِكَ۔یہ	عَلَى۔اوپر
اللّٰهِ۔اللہ کے	یَسِیْرٌ۔آسان ہے	قُلْ۔کہہ	سِیْرُوْا۔چلو پھرو
فِی۔بیچ	الْاَرْضِ۔زمین کے	فَانْظُرُوْا۔پھر دیکھو	كَیْفَ۔کیسے
بَدَاَ۔شروع کیا اس نے	الْخَلْقَ۔مخلوق کو	ثُمَّ۔پھر	اللّٰهُ۔اللہ
یُنْشِئُ۔پیدا کرے گا	النَّشْاَةَ۔پیدائش	الْاٰخِرَةَ۔دوسری	اِنَّ۔بے شک
اللّٰهَ۔اللہ	عَلٰى۔اوپر	كُلِّ۔ہر	شَیْءٍ۔چیز کے
قَدِیْرٌ۔قادر ہے	یُعَذِّبُ۔سزا دیتا ہے	مَنْ۔جسے	یَّشَآءُ۔چاہے
وَ۔اور	یَرْحَمُ۔رحم کرتا ہے	مَنْ۔جس پر	یَّشَآءُ۔چاہے
وَ۔اور	اِلَیْهِ۔اسی کی طرف	تُقْلَبُوْنَ۔پھیرے جاؤ گے	وَ۔اور
مَآ۔نہیں	اَنْتُمْ۔تم	بِمُعْجِزِیْنَ۔عاجز کرنے والے	فِی۔بیچ
الْاَرْضِ۔زمین کے	وَ۔اور	لَا۔نہ	فِی۔بیچ

السَّمَآءِ۔آسمان کے	وَ۔اور	مَا۔نہیں	لَكُمْ۔تمہارے لئے
مِّنْ دُوْنِ۔سوا	اللّٰهِ۔اللہ کے	مِنْ وَّلِیٍّ۔کوئی دوست	وَّ۔اور
لَا۔نہ	نَصِیْرٍ۔مددگار		

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔سورۃ عنکبوت۔پ ۲۰

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا۔

اور بے شک بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف تو وہ ان میں پچاس کم ہزار سال رہے۔

اس مدت میں آپ نے ہر طرح عقلی ونقلی دلائل سے انہیں سمجھایا۔پند ونصیحت کی مگر نہ مانے اور سرکش رہے۔آپ کی تمام عمر اور مفصل کیفیت تو مفصل تفسیر میں آگے آئے گی۔یہاں مختصراً مجملاً ارشاد ہے۔

فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾۔تو ان سرکشوں کو طوفان نے آلیا اس لئے کہ وہ ظالم تھے۔

یعنی جب طوفان آیا اس وقت وہ اپنی فحش کاری اور بے دینی میں تھے اور

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾۔

اور بچالیا ہم نے نوح اور کشتی والوں کو اور اس کشتی کو دنیا کے لئے ہم نے نشانی بنادیا۔

آیہ کریمہ میں وَاَهْلَهٗ جو فرمایا ہے وہ اس لئے کہ آل اور اہل متبع اور خونی رشتہ دونوں پر مستعمل ہے یہاں اہل سے مراد بیوی بچے بیٹے اور دیگر متبعین مراد ہیں اس لئے کہ کشتی والے صرف بیوی بچے ہی نہ تھے بلکہ قوم کے بعض متبعین بھی جن کی کل تعداد کسی نے ۷۸ لکھی ہے کسی نے ۸۰ بتائی ہے۔

ان میں آدھے مرد اور آدھی عورتیں تھیں جو اولا د نوح سام، حام، یافث سے تھے۔

اور یہ کشتی آج طبقات الارض کے محققین بتاتے ہیں کہ آدھی برف سے باہر نکلی ہوئی ہے۔لیکن قرآن کریم اول ہی فرما چکا ہے کہ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہم نے اس کشتی کو زمانہ کے لئے نشانی بنایا ہے تاکہ لوگ اسے دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور ان کی نوعیت عذاب پڑھ کر اپنی بداعمالیوں سے باز آئیں۔

اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ اس لئے سنایا گیا کہ کفار مکہ اسے سن کر سمجھیں کہ پہلے انبیاء کرام کی مخالفت کا یہ حشر ہو چکا ہے کہ کہیں ایسا ہی عذاب انہیں نہ پکڑ لے اور گرداب بلا کے شکار نہ ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا آدم صفی اللہ علیہ السلام سے جو شجرۂ نسب ہے وہ توریت سفر الخلیفہ کے پانچویں اور چھٹے باب میں مذکور ہے وھو ہذا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر جب ایک سوتیس سال ہوئی تو ان کے یہاں حضرت شیث پیدا ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی کل عمر ۹۳۰ سال ہوئی۔

پھر حضرت شیث علیہ السلام جب ایک سو پانچ سال کے ہوئے تو آپ کے یہاں انوس پیدا ہوئے اور حضرت شیث کی عمر ۹۱۲ سال ہوئی۔

انوس جب نوے سال کے ہوئے تو ان سے قینان پیدا ہوا۔اور انوس کی کل عمر ۹۰۰ سال ہوئی۔

قینان ستر سال کی عمر میں جب آیا تو اس سے محلل ایل پیدا ہوا۔ اور قینان کی کل عمر ۹۱۰ سال کی ہوئی۔

محلل ایل جب پینسٹھ سال میں آیا تو اس سے یاور پیدا ہوا اور محلل ایل کی کل عمر ۸۹۰ سال کی ہوئی۔

یارو جب ایک سو باسٹھ سال کا ہوا تو اس سے انوک پیدا ہوا اور یارو کی کل عمر ۹۶۳ برس کی ہوئی۔

انوک سے پینسٹھ سال کی عمر میں متوشلخ پیدا ہوا اور انوک کی کل عمر ۳۶۰ سال کی ہوئی۔ اسے خدا نے لیا اور غائب ہو گیا۔

جب متوشلخ ایک سو ستاسی سال کی عمر میں آیا تو اس سے ملک پیدا ہوا اور متوشلخ کی کل عمر ۹۷۸ سال کی ہوئی۔

جب ملک ایک سو بیاسی سال کا ہوا تو اس سے حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور ملک کی عمر ۷۷۷ سال کی ہوئی۔

جب حضرت نوح کی عمر پانچ سو سال کی ہوئی تو آپ سے سام، حام، یافث ہوئے۔

اور جب آپ کی عمر ۶۰۰ برس کی ہوئی تو طوفان آیا۔

اور طوفان کے بعد آپ ۳۵۰ سال زندہ رہے۔

یہ تحقیق توریت کے منقولہ مضامین سے ہے اور روح المعانی میں علامہ آلوسی نے جو تفصیل لکھی ہے وہ اس طرح ہے:

اَخۡرَجَ ابۡنُ اَبِیۡ شَیۡبَةَ وَ عَبۡدُ بۡنُ حُمَیۡدٍ وَابۡنُ الۡمُنۡذِرِ وَابۡنُ اَبِیۡ حَاتِمٍ وَابۡنُ مَرۡدَوَیۡهِ وَالۡحَاکِمُ وَصَحَّحَهٗ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰی نُوۡحًا عَلَیۡهِ السَّلَامُ وَ هُوَ ابۡنُ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَةً وَلَبِثَ فِیۡهِمۡ اَلۡفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا یَدۡعُوۡهُمۡ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَ عَاشَ بَعۡدَ الطُّوۡفَانِ سِتِّیۡنَ سَنَةً حَتّٰی کَثُرَ النَّاسُ وَ فَشَوۡا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا اور آپ ان میں ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرماتے رہے پھر طوفان کے بعد آپ ساٹھ سال بقید حیات رہے۔ اس حساب سے ایک ہزار پچاس سال عمر مبارک ہوئی۔

دوسری روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو تین سو پچاس سال کی عمر میں رسول بنایا پھر آپ قوم میں ساڑھے نو سو سال رہے پھر بعد طوفان آپ تین سو سال زندہ رہے اس حساب سے آپ کی عمر مبارک ۱۶۵۰ سال ہوتی ہے۔

ایک روایت اور ہے جس سے عمر نوح علیہ السلام کل ایک ہزار سات سو سال ثابت ہوتی ہے۔

ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی عمر مبارک چودہ سو سال تھی۔

اور ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد ہے:

وَ اِبۡرٰهِیۡمَ اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوۡهُ ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡثَانًا وَّ تَخۡلُقُوۡنَ اِفۡکًا ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لَکُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ الرِّزۡقَ وَ اعۡبُدُوۡهُ وَ اشۡکُرُوۡا لَهٗ ؕ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾۔

اور ابراہیم کا بھی (حال انہیں سنائیں) جبکہ انہوں نے اپنی قوم کو فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ تم تو اس چیز کے پجاری ہو اللہ کے سوا جو بت بے جان ہیں اور پیدا کر لی ہیں تم نے جھوٹی باتیں بے

شک وہ جو پوجتے ہیں اللہ کے سوا کسی کو وہ اختیار نہیں رکھتے رزق پہنچانے کا تمہیں۔ تو مانگو اللہ سے ہی رزق اور اسی کو پوجو اور اسی کا شکر کرو اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اس لئے بیان فرمایا کہ آپ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی نسل سے ہیں اور آپ کے اور نوح علیہ السلام کے مابین آٹھ پشتوں کا تفاصل ہے۔

طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ایشیائے کوچک سے یورپ کی طرف عراق عرب میں آباد ہوگئی تھی اس جگہ انہوں نے شہر بابل آباد کیا اور آئندہ اس قسم کے طوفان سے بچنے کے خیال سے ایک بلند برج تعمیر کیا تھا۔ پھر آپ کی اولاد یہاں سے تمام دنیا میں پھیلی۔

گویا ان کا قدیم وطن بابل تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت خطیب الانبیاء ابراہیم علیہ السلام کے مابین سیکڑوں برس کا تفاصل ہے اس مدت میں ان کے اندر بت پرستی حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ یہ لوگ صابی مذہب کے پیرو ہو گئے تھے ان میں عناصر اور کواکب اور دیگر روحانیات کی مورتیں بنا کر پوجی جاتی تھیں۔

یہ قوم اپنے وہم میں انہیں مورتیوں کو اپنے رزق و راحت کا مالک جانتی تھی۔

اور آخرت اور بعث بعد الموت کے یہ قائل نہ تھے۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے آپ نے انہیں بہت سی پند و نصیحت فرمائی اور دلائل عقلیہ سے ان کا وہم دور کرنے کی کوشش کی اور فرمایا میں جو تعلیم تمہیں دے رہا ہوں یہ ہی تمہارے لئے بہتر ہے لیکن وہ ماننے اور تسلیم کرنے کی بجائے جھٹلانے لگے آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت خلیل کی نظیر دے کر آپ کو تسلی دی گئی اور ارشاد ہوا:

وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝۱۸۔

اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو (بڑی بات نہیں) آپ سے پہلے امتیں بھی جھٹلاتی رہی ہیں (آدم و نوح، شیث اور ادریس علیہم السلام کو بھی اس وقت کی قوم نے جھٹلایا تھا) اور رسول کے ذمہ یہ نہیں کہ ہدایت پر لائے بلکہ اس کا کام صاف حکم پہنچا دینا ہے۔

پھر یہ قوم جہاں بتوں کی قائل تھی وہاں اللہ تعالیٰ کو بھی مانتی تھی۔

احکم الحاکمین اللہ تعالیٰ کو مانتی تھی اور اس کے کارخانہ قدرت میں مختار و عہدے دار بتوں کو سمجھتی تھی اس وجہ میں وہ انہیں پوجتی تھی۔

چنانچہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ان کے آگے حکومت و قدرت الٰہی عزوجل کے چند دلائل پیش فرمائے حَیْثُ قَالَ۔

اَوَ لَمْ یَرَوْا كَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۝۱۹۔

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اول پیدا کیا پھر دوبارہ پیدا کرے گا یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

یعنی وہ برہان عقلی سے دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ خالق مطلق ہے کہ نئے سرے سے معدوم کو وجود میں لاتا ہے حجر و شجر، بحر و مدر اور حیوان و انسان ہمیشہ سے تو نہ تھے پھر اس نے کتم عدم سے کس طرح منصۂ شہود پر ظاہر فرمایا از خود تو ان کا وجود عقلاً محال ہے تو جو شے حادث ہو اس کے وجود کی ابتداء لازمی ہے اور جس کی ابتداء لازمی ہے اس کی انتہا بھی ضروری ہے۔

اگر وہ موجود تھا مگر اس کا ظہور کسی نے روک رکھا تھا تو جس نے روک رکھا تھا اسی کو خالق الکل فی الکل اور مبدأ الخلق اور

معید الخلق کہتے ہیں اور وہی اللہ عزوجل ہے اور جسے تم بھی مانتے ہو اسی کے متعلق بطور استفہام ارشاد ہے: اَوَلَمۡ یَرَوۡا۔ اس کے بعد پھر ارشاد ہے:

قُلۡ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ بَدَاَ الۡخَلۡقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنۡشِیُٔ النَّشۡاَۃَ الۡاٰخِرَۃَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۰﴾ۚ۔

فرمادیجئے زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح خلق کی پھر اللہ آخرت میں بھی دوبارہ پیدا کرے گا بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

یعنی زمین کے موالید ثلاثہ معادن و نباتات و حیوانات کے پیدا ہونے کی کیفیت معلوم کرو اور جو قادر علی الاطلاق اول بار پیدا کرنے میں قادر ہے تو اسے دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

انسان کو دیکھو کہ ایک قطرہ سے بنا کر پروان چڑھایا۔ درختوں کو دیکھو کہ ایک چھوٹے سے بیج سے کتنا بلند و بالا کیا تو جو ایک خشخاش کے دانہ سے بڑھ اور پیپل جیسا درخت پیدا کر سکتا ہے اسے تمہارے مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ پیدا کرنا کیوں مشکل ہے وہ ہر شے پر قادر ہے۔

یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَرۡحَمُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ اِلَیۡہِ تُقۡلَبُوۡنَ ﴿۲۱﴾ وَ مَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیۡرٍ ﴿۲۲﴾ؒ۔

عذاب دے جسے چاہے اور رحم فرمائے جس پر چاہے اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے اور تم زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کو گرفت فرمانے سے عاجز نہیں کر سکتے اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں۔

یعنی اپنے معبودوں کی حمایت سے تم اللہ تعالیٰ کو عذاب کرنے میں روک کر عاجز نہیں کر سکتے وہی مختار مطلق ہے جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اس کے سوا کوئی تمہارا حمایتی اور مددگار نہیں اس کے حضور تم سب کو حاضر ہونا اور واپس جانا ہے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع ـ سورۃ عنکبوت ـ پ ۲۰

وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ فَلَبِثَ فِیۡہِمۡ اَلۡفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا۔

اور بے شک بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف تو وہ ان میں رہا پچاس کم ہزار برس۔

یہاں سے پھر انبیاء کرام پر ان کی قوم نے جو زیادتیاں کیں ان کا ذکر شروع فرمایا۔ تاکہ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا پر مزید دلائل واضح ہو جائیں اور سب پر ظاہر ہو جائے کہ مجرد ایمان بغیر امتیلاء موجب نجات نہیں اور مومنین کو اس سے آمادہ کیا گیا کہ وہ صبر سے کام لیں اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام امتوں کے ہاتھ ایذائیں پا کر صبر کرتے رہے ہیں تو مومنین کو بطریقۂ اولےٰ مصائب پر صبر کرنا سنت انبیاء کی اتباع میں اولیٰ ہے۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ جو قوم نے کیا پہلے اس کا ذکر فرمایا گیا۔

چنانچہ ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں: قَالَ بَعَثَ اللّٰہُ تَعَالٰی نُوۡحًا عَلَیۡہِ السَّلَامُ وَ ھُوَ ابۡنُ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَۃً وَلَبِثَ فِیۡھِمۡ اَلۡفَ سَنَۃٍ اِلَّا

خَمْسِیْنَ عَامًا یَدْعُوْھُمْ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَ عَاشَ بَعْدَ الطُّوْفَانِ سِتِّیْنَ سَنَۃً حَتّٰی کَثُرَ النَّاسُ وَ فَشَوْا۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا جبکہ آپ چالیس سال کے تھے اور آپ اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال رہے قوم کو بلاتے اللہ تعالیٰ کی طرف اور آپ بعد طوفان ساٹھ سال زندہ رہے حتیٰ کہ آبادی بہت ہو گئی تھی۔

آلوسی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی بنا پر آپ کی عمر ایک ہزار پچاس سال ہوئی۔

وَ قِیْلَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ عُمِرَ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ۔ ایک قول ہے کہ آپ اس سے زیادہ مدت حین حیات رہے۔

اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ شَدَّادٍ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَرْسَلَ نُوْحًا عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلٰی قَوْمِہٖ وَ ھُوَ ابْنُ خَمْسِیْنَ وَ ثَلٰثِمِائَۃِ سَنَۃٍ فَلَبِثَ فِیْھِمْ اَلْفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا ثُمَّ عَاشَ بَعْدَ ذٰلِکَ خَمْسِیْنَ وَ ثَلٰثِمِائَۃِ سَنَۃٍ فَیَکُوْنُ عُمْرُہٗ اَلْفَ سَنَۃٍ وَ سِتِّمِائَۃٍ وَّ خَمْسِیْنَ سَنَۃً۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو قوم کی طرف تین سو پچاس سال کی عمر میں مبعوث کیا اور آپ ان میں ساڑھے نو سو سال سرگرم تبلیغ رہے پھر آپ بعد طوفان تین سو پچاس سال رہے اس حساب سے آپ کی تمام عمر ایک ہزار چھ سو پچاس سال ہوتی ہے۔

وَ اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ عَنْ عِکْرِمَۃَ قَالَ کَانَ عُمْرُ نُوْحٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَبْلَ اَنْ یُّبْعَثَ اِلٰی قَوْمِہٖ وَ بَعْدَ مَا بُعِثَ اَلْفًا وَّ سَبْعَمِائَۃِ سَنَۃٍ۔ عکرمہ فرماتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر قبل بعثت سے وفات تک ایک ہزار سات سو سال کی تھی۔

وَ عَنْ وَھْبٍ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَاشَ اَلْفًا وَّ اَرْبَعَمِائَۃِ سَنَۃٍ۔ وہب سے مروی ہے کہ آپ کی عمر مبارک چودہ سو سال تھی۔

وَ فِیْ جَامِعِ الْاُصُوْلِ کَانَتْ مُدَّۃُ نُبُوَّتِہٖ تِسْعَمِائَۃٍ وَّ خَمْسِیْنَ سَنَۃً وَعَاشَ بَعْدَ الْغَرَقِ خَمْسِیْنَ سَنَۃً۔ جامع الاصول میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی مدت نبوت نو سو پچاس سال تھی اور بعد غرق آپ پچاس سال رہے۔

وَ قِیْلَ مِائَتَیْ سَنَۃٍ وَکَانَتْ مُدَّۃُ الطُّوْفَانِ سِتَّۃُ اَشْھُرٍ اٰخِرُھَا یَوْمُ عَاشُوْرَآءَ ۔ ایک قول ہے کہ بعد طوفان دو سو سال رہے اور مدت طوفان چھ ماہ تھی جس کا آخری دن یوم عاشوراء تھا۔ تو اس حساب سے ساڑھے نو سو سال ایک اور دو سو سال ایک اور چھ ماہ ایک قبل بعثت کی عمر ساڑھے تین سو سال تو کل مدت پندرہ سو سال چھ ماہ ہوئی۔

اور اگر قبل بعثت چالیس سال لئے جائیں تو کل مدت گیارہ سو چھیانوے سال ہوتی ہے۔

وَجَآءَ فِیْ بَعْضِ الْاٰثَارِ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَطْوَلُ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ عُمْرًا۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام تقریباً انبیاء کرام سے عمر میں زیادہ تھے۔

اس اعتبار سے وہی روایتیں مسلم ہونی چاہئیں جن میں پندرہ سو سولہ سو سال عمر آئی ہے۔

اس لئے کہ تورات کی روایات آدم صفی علیہ السلام کی عمر نو سو تیس بتاتی ہے۔

اور حضرت شیث علیہ السلام کی نو سو بارہ۔

تو ان سے زیادہ عمر تو حضرت نوح علیہ السلام کی بہر حال قرآن کریم سے بھی ثابت ہے لیکن یہ طویل عمری اور اطول اس

سے بھی بہت زیادہ کو کہا جاسکتا ہے تو بایں اعتبار آپ کی عمر کی زیادہ مدت والی روایت ہی صحیح مانی جائے گی۔

لیکن باوجود اطول عمر ہونے کے جب ملک الموت نے آپ سے سوال کیا کہ حضور کی عمر مبارک سب نبیوں سے طویل رہی ہے لہٰذا فرمائیں کہ دنیا اور اس کی لذتیں کیسی پائیں۔ فرمایا عمر دنیا ایسے ہے جیسے ایک گھر کے دو دروازے تو آدمی ایک دروازے سے خوش خوش داخل ہو کر دوسرے دروازے سے باہر نکل جائے۔ 67A

چنانچہ ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ کتاب ذم الدنیا میں انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: قَالَ جَاءَ مَلَکُ الْمَوْتِ اِلٰی نُوحٍ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ فَقَالَ یَا اَطْوَلَ النَّبِیِّیْنَ عُمْرًا کَیْفَ وَجَدْتَ الدُّنْیَا وَلَذَّتَہَا قَالَ رَجُلٌ دَخَلَ بَیْتًا لَہٗ بَابَانِ فَقَامَ وَسْطَ الْبَابِ ھُنَیْئَۃً ثُمَّ خَرَجَ مِنْ بَابِ الْاٰخَرِ۔

فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ ۔ تو پکڑ لیا انہیں طوفان نے اور وہ ظالم تھے۔

طوفان کی تعریف آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وَالطُّوْفَانُ قَدْ یُطْلَقُ عَلٰی کُلِّ مَا یَطُوْفُ بِالشَّیْءِ عَلٰی کَثْرَۃٍ وَّ شِدَّۃٍ مِّنَ السَّیْلِ وَالرِّیْحِ وَالظَّلَامِ۔

اور وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ میں واوٴ حالیہ ہے یعنی وہ طوفان ایسے حال میں آیا کہ نصائح نوح کے خلاف وہ اپنے ظلم وعدوان پر مستمر تھے اور آپ کی ہدایت کا ان پر کچھ اثر نہ تھا۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾ ۔

تو ہم نے بچا لیا نوح علیہ السلام کو اور کشتی والوں کو اور اس کشتی کو کر دیا ہم نے زمانہ کے لئے نشانی۔

یعنی جو اس کشتی میں سوار ہوئے انہیں بھی نجات دی آپ کی اولاد سے اور متبعین سے چنانچہ اہل اور آل کا اطلاق اولاد اور اتباع دونوں پر ہوتا ہے۔

جیسا کہ فرعون کے قصہ میں بھی ارشاد ہے: وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ اور یہ کشتی والے کتنے تھے اس کے متعلق روح المعانی میں ہے: وَکَانُوْا ثَمَانِیْنَ وَقِیْلَ ثَمَانِیَۃٌ وَّ سَبْعِیْنَ – نِصْفُہُمْ ذُکُوْرٌ وَ نِصْفُہُمْ اُنَاثٌ مِنْہُمْ اَوْلَادُ نُوْحٍ سَامٌ وَ حَامٌ وَ یَافِثٌ وَ نِسَاؤُہُمْ۔ وہ کل اسی آدمی تھے اور ایک قول ہے کہ اٹھتر آدمی تھے جن میں آدھے مرد اور آدھی عورتیں تھیں جو اولاد نوح علیہ السلام سے سام حام یافث وغیرہ تھے اور ان کی بیویاں تھیں۔

وَجَعَلْنٰهَاۤ ۔ یعنی اس کشتی کو ہم نے عالم کے لئے نشان کر دیا۔

جیسے فرعون کے لئے فرمایا تھا: فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۔ فرمایا تھا۔ اور بدن فرعون آج تک مصر میں میوزم کے اندر ہے جو قرآنی پیشگوئی کی تصدیق کرتا ہے۔

ایسے ہی کشتی نوح کا قصہ اس لئے صحیح ماننا پڑتا ہے کہ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ جو فرمایا وہ بھی صحیح نکلا۔ آج ہزارہا سال کے بعد محققین طبقات الارض اور سیاح کہہ رہے ہیں کہ جودی پہاڑ پر برف میں دبی ہوئی کشتی کا کنارہ نکل آیا ہے کسی دن وہ ساری بھی سامنے آجائے گی۔ چنانچہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں: عِبْرَۃً وَّعِظَۃً لَّہُمْ لِبَقَائِہَا زَمَانًا طَوِیْلًا عَلَی الْجُوْدِیِّ یُشَاہِدُہَا الْمَارَّۃُ وَلِاشْتِہَارِہَا فِیْمَا بَیْنَ النَّاسِ۔ کشتی کو نشانی اس لئے کہا کہ اسے دیکھ کر اہل زمانہ عبرت ونصیحت حاصل کریں اور جودی پہاڑ پر گزرنے والے دیکھ کر لوگوں میں مشتہر کریں۔

اس کے بعد دوسرا قصہ حضرت خطیب الانبیاء ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔

وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾۔

اور ابراہیم کا قصہ یاد فرمائیں جبکہ آپ نے اپنی قوم کو فرمایا کہ اللہ کی پرستش کرو اور اسی سے ڈرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔

یہاں ابراہیم پر نصب به اضمار اُذْكُرْ ہے جو معطوف ما قبل پر ہے یعنی قصہ ابراہیم علیہ السلام کا عطف قصہ نوح علیہ السلام پر کیا گیا۔

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ۔ بدل الاشتمال ہے۔

گویا ارشاد ہے: اَرْسَلْنَاهُ حِیْنَ تَكَامَلَ عَقْلُهٗ وَقَدَرَ عَلَى النَّظْرِ وَالْاِسْتِدْلَالِ وَتَرَقّٰى رُتْبَةَ الْكَمَالِ اِلٰى دَرَجَةِ التَّكْمِیْلِ۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت مبعوث فرمایا جبکہ عقل میں کامل اور نظر و استدلال میں درجہ کمال تک ترقی فرما چکے تھے۔ تو آپ نے قوم کو اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ فرمایا یعنی اللہ کی توحید کے اختیار کرنے اور شرک وکفر سے اجتناب کا حکم دیا اور بتایا کہ جو میں تمہیں راہ بتا رہا ہوں وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر برائی بھلائی کی تمہیں تمیز ہے پھر فرمایا:

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا۔ تم تو پوج رہے ہو اللہ کے سوا بتوں کو۔

جو تمہارے ہاتھ کے گھڑے ہوئے ہیں ان میں کوئی صفت نہیں جو ان کے پوجنے کی طرف ایک سمجھ دار آدمی کو بلائے۔

وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا۔ بلکہ تم نرا جھوٹ بنا رہے ہو۔

اور بتوں کو خدا کا شریک کہتے ہو اور ان کا نام خدا رکھتے ہو۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَاِطْلَاقُهٗ عَلَى الْاَوْثَانِ لِاَنَّهَا مَصْنُوْعَةٌ وَ هُمْ یَجْعَلُوْنَهَا صَانِعًا۔ بتوں پر اوثان کا اطلاق اس لئے کیا گیا کہ وہ گھڑے ہوئے تھے اور مشرکین انہیں صانع وخالق اعتقاد کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾۔

بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ قطعاً تمہارے رزق کے مالک نہیں لہٰذا اللہ سے یہ رزق مانگو اور اسی کو پوجو اور اس کی نعمتوں پر شکر کرو۔ اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

یعنی جو رزق دینے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ تمہارے دیگر نفع ونقصان کے کیونکر مالک ہو سکتے ہیں لہٰذا اسی ایک ذات واجب تعالیٰ شانہ سے رزق طلب کرو اور اسی کی پرستش اور شکر نعمت کا حق ادا کرو اور تمہیں اسی کی طرف واپس جانا ہے لہٰذا اس کے حضور اس کے عابد وشاکر بن کر تیار رہو تاکہ جب اس کی طرف لوٹو تو ذلیل وخوار نہ ہو۔ یہ ہدایت ایک معقول ہدایت تھی اور دلیل وجود باری تعالیٰ عز اسمہ پر تھی۔ اب آگے ارشاد ہے:

وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۸﴾۔

اور اگر وہ آپ کی تکذیب کریں تو (یہ نئی بات نہیں) آپ سے پہلے رسولوں کی پہلی امتیں تکذیب کر چکی ہیں اور رسول کے ذمہ تو اس درجہ روشن تبلیغ کر دینا ہے۔

کہ اس میں سننے والے کو شک وشبہ نہ رہے اس کے وہ فریضۂ تبلیغ سے سبکدوش ہے۔ رہا معاملہ ہدایت تو یہ اللہ تعالیٰ کے ید قدرت میں ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی فرمائی اور کہا کہ آپ کی تکذیب ہی نہیں کی گئی آپ سے قبل جو رسول تشریف لائے ان کی بھی اس وقت کی جماعتیں پورے زور سے تکذیب کر چکی ہیں اور عذاب سے ہلاک بھی ہو چکی ہیں۔ سیدنا خلیل خطیب الانبیاء جو سب کے باپ ہیں ان کی بھی قوم نے تکذیب کی تو جب ان کی بھی تکذیب سے وہ امت باز نہ آئی تو آپ کو غم نہ فرمانا چاہئے۔

اس کے بعد دلائل قدرت بہ طریقہ استفہام انکار ظاہر فرمائے گئے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑲ ۔

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے خلق کی ابتداء فرمائی پھر وہ اسے دوبارہ بنائے گا بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔

اس لئے کہ جو بدء خلق میں کسی کا محتاج نہ تھا وہ دوبارہ بنانے میں کیوں محتاج ہو اسی بنا پر باعتبار نسبت فرمایا: اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔ پھر ارشاد ہے:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑳ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ㉑ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ㉒ ع ۔

فرما دیجئے زمین میں سفر کر کے دیکھو (گزشتہ اقوام کی آبادیاں اور ان کی عمارات تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ) اللہ تعالیٰ کیونکر پہلے بناتا ہے مخلوق کو (پھر اسے موت دے کر) پھر اللہ دوسری بار ان کی اٹھان اٹھاتا ہے (یعنی جب اس امر پر یقین ہو گیا کہ پہلی مرتبہ سب کو اللہ نے ہی پیدا کیا جیسا کہ منکرین مشرکین کا عقیدہ تھا تو دوبارہ اس خالق مطلق کو مخلوقات پیدا کر دینا یعنی موت دے کر پھر اٹھانا متعذر نہیں) بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے جسے چاہتا ہے اس پر رحم فرماتا ہے (اپنے فضل اور کرم سے) اور اسی کی طرف تمہیں واپس لوٹنا ہے۔

اور تم اس کی گرفت سے زمین و آسمان میں نکل نہ سکو گے (اس سے بچ کر بھاگنے چھپنے کی کوئی جگہ نہیں اور تم اسے اپنی تدبیر کے ذریعہ عاجز نہیں کر سکتے۔)

اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں۔ بالذات سب کا والی و مددگار وہی ہے۔ البتہ اولیاء و انبیاء ملائکہ میں سے جسے چاہے تمہاری مدد کے لئے متصرف فرما دے تو یہ تصرف بھی بعطاء الٰہی ہوگا تو خلاصہ مفہوم آیت یہ ہوا کہ اس کے سوا تمہارا والی و کارساز اور مددگار زمین و آسمان میں حقیقتاً کوئی نہیں کہ وہ ہی ولی حقیقی اور ناصر تحقیقی ہے۔

دنیا میں جو کسی کا مددگار و معین ہوتا ہے وہ محض مجازاً ہے ورنہ حقیقتاً ہر اعانت و نصرت اسی کی ہے اور وہی نعم المولیٰ اور نعم النصیر ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع ـ سورۃ عنکبوت ـ پ ۲۰

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ لِقَآئِهٖۤ اُولٰٓئِكَ — اور وہ جنہوں نے میری آیتوں اور میرے ملنے کو نہ مانا وہ

يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾	ہیں جنہیں میری رحمت سے مایوسی ہے اور یہ وہ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے
فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾	اور اس کی قوم کو کچھ جواب نہ بن آیا مگر یہ کہ بولے انہیں قتل کر دو یا جلا دو تو اللہ نے اسے (یعنی ابراہیم کو) آگ سے بچا لیا بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے
وَ قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾	اور فرمایا ابراہیم نے کہ تم نے تو اللہ کے سوا پکڑے ہیں بت جن سے تمہاری دوستی دنیا کی زندگی تک ہے پھر روز قیامت کفر کرے گا بعض تمہارا بعض پر اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہو
فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَ قَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾	تو ایمان لایا اس پر لوط اور کہا ابراہیم نے میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں بیشک وہی عزت و حکمت والا ہے
وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾	اور بخشا ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب اور کی ہم نے اس کی ذریت میں نبوت اور کتاب اور عطا کیا ہم نے اس کا ثواب دنیا میں اور بے شک آخرت میں وہ ہمارے صالحین میں ہوں گے
وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾	اور لوط جبکہ وہ بولے اپنی قوم سے بے شک تم آتے ہو اس بے حیائی کے ساتھ کہ تم سے پہلے کوئی دنیا میں ایسا نہ کرتا تھا
اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾	کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور صحیح راہ کو قطع کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بری بات کرتے ہو تو نہ تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ کہنے لگے لاؤ ہم پر اللہ کا عذاب اگر تم سچے ہو
قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ ع	بولا اے میرے رب میری مدد کر ان فسادی لوگوں پر

حل لغات تیسرا رکوع۔سورۃ عنکبوت۔پ ۲۰

وَ۔اور	اَلَّذِيْنَ۔وہ جنہوں نے	كَفَرُوْا۔انکار کیا	بِاٰيٰتِ۔آیات
اللّٰهِ۔الٰہی کا	وَ۔اور	لِقَآئِهٖ۔اس کی ملاقات کا	اُولٰٓئِكَ۔یہ لوگ

يَئِسُوْا۔ مایوس ہوئے
لَهُمْ۔ ان کے لئے
كَانَ۔ تھا
اَنْ۔ یہ کہ
اَوْ۔ یا
اللّٰهُ۔ اللہ نے
ذٰلِكَ۔ اس کے
وَ۔ اور
مِّنْ دُوْنِ۔ سوا
بَيْنِكُمْ۔ آپس میں
ثُمَّ۔ پھر
بَعْضُكُمْ۔ بعض تمہارا
بَعْضُكُمْ۔ بعض تمہارا
النَّارُ۔ آگ ہے
مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔ کوئی مددگار
وَ۔ اور
والا ہوں
هُوَ۔ وہی ہے
وَهَبْنَا۔ دیا ہم نے
يَعْقُوْبَ۔ یعقوب
ذُرِّيَّتِهِ۔ اس کی اولاد کے
وَ۔ اور
الدُّنْيَا۔ دنیا کے
الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کے
لُوْطًا۔ لوط
اِنَّكُمْ۔ بے شک تم
تَقْطَعُوْنَ۔ کاٹتے ہو
فِيْ۔ بیچ

مِنْ رَّحْمَتِيْ۔ میری رحمت سے وَ۔ اور
عَذَابٌ۔ عذاب ہے
جَوَابَ۔ جواب
قَالُوا۔ بولے
حَرِّقُوْهُ۔ جلا دو
مِنَ النَّارِ۔ آگ سے
لَاٰيٰتٍ۔ نشانیاں ہیں
قَالَ۔ فرمایا
اللّٰهِ۔ اللہ کے
فِيْ۔ بیچ
يَوْمَ۔ دن
بِبَعْضٍ۔ بعض کا
بَعْضًا۔ بعض پر
وَ۔ اور
فَاٰمَنَ۔ تو ایمان لایا
قَالَ۔ فرمایا
اِلٰى۔ طرف
الْعَزِيْزُ۔ غالب
لَهٗ۔ اس کو
وَ۔ اور
النُّبُوَّةَ۔ نبوت
اٰتَيْنٰهُ۔ دیا ہم نے اس کو
وَ۔ اور
لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ نیکوں سے ہے
اِذْ۔ جب
لَتَاْتُوْنَ۔ آتے ہو
السَّبِيْلَ۔ رستہ
نَادِيْكُمُ۔ اپنی مجلسوں کے

اَلِيْمٌ۔ دردناک
قَوْمِهٖ۔ اس کی قوم کا
اقْتُلُوْهُ۔ مار ڈالو
هُ۔ اس کو
اِنَّ۔ بے شک
لِّقَوْمٍ۔ واسطے قوم
اِنَّمَا۔ اس کے سوا نہیں
اَوْثَانًا۔ بتوں کو
الْحَيٰوةِ۔ زندگی
الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے
وَّ۔ اور
وَّ۔ اور
مَا۔ نہیں
لَهٗ۔ اس پر
اِنِّيْ۔ بے شک میں
رَبِّيْ۔ اپنے رب کی
الْحَكِيْمُ۔ حکمت والا
اِسْحٰقَ۔ اسحاق
جَعَلْنَا۔ رکھی ہم نے
وَ۔ اور
اَجْرَهٗ۔ اس کا بدلہ
اِنَّهٗ۔ بے شک وہ
قَالَ۔ اس نے کہا
الرِّجَالَ۔ مردوں کے پاس
وَ۔ اور
الْمُنْكَرَ۔ بے حیائی کو

اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ
فَمَا۔ تو نہ
اِلَّآ۔ مگر
هُ۔ اس کو
فَاَنْجٰىهُ۔ تو نجات دی اسے
فِيْ۔ بیچ
يُّؤْمِنُوْنَ۔ مومن کے
اتَّخَذْتُمْ۔ پکڑا تم نے
مَّوَدَّةَ۔ دوستی
الدُّنْيَا۔ دنیا کے
يَكْفُرُ۔ انکار کرے گا
يَلْعَنُ۔ لعنت کرے گا
مَاْوٰىكُمُ۔ تمہارا ٹھکانہ
لَكُمْ۔ تمہارے لئے
لُوْطٌ۔ لوط
مُهَاجِرٌ ۔ ہجرت کرنے
اِنَّهٗ۔ بے شک وہ
وَ۔ اور
وَ۔ اور
فِيْ۔ بیچ
الْكِتٰبَ۔ کتاب
فِيْ۔ بیچ
فِيْ۔ بیچ
وَ۔ اور
لِقَوْمِهٖٓ۔ اپنی قوم کو
وَ۔ اور
تَاْتُوْنَ۔ آتے ہو
فَمَا۔ تو نہ

كَانَ-تھا	جَوَابَ-جواب	قَوْمِهٖٓ-اس کی قوم کا	اِلَّآ-مگر
اَنْ-یہ کہ	قَالُوا-بولے	ائْتِنَا-لے آ ہم پر	بِعَذَابِ-عذاب
اللّٰهِ-اللہ کا	اِنْ-اگر	كُنْتَ-ہے تو	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ - سچے
لوگوں سے	قَالَ-کہا	رَبِّ-اے میرے رب	انْصُرْ-مدد کر
نِيْ-میری	عَلَى-اوپر	الْقَوْمِ-قوم	الْمُفْسِدِيْنَ-فسادی کے

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع-سورۃ عنکبوت-پ ۲۰

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ-یعنی وہ جنہوں نے کفر کیا اللہ کی آیتوں اور اس سے ملنے کا۔ یعنی قرآن کریم اور مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کیا اور ایمان نہ لائے۔

اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ -

یہ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پند و نصیحت سے انکار کر کے کفر کرتے رہے آپ نے انہیں فرمایا کہ میرے دلائل ساطعہ واضحہ کا جواب دو تو ان کے پاس جواب نہ تھا حَيْثُ قَالَ۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ۔

تو کچھ جواب اس کی قوم کے پاس نہ تھا سوا اس کے کہ وہ بولے انہیں قتل کر دو یا جلا دو۔

سب نے مل کر آپ کو آگ میں جلا ڈالنے کا فیصلہ کیا اگرچہ ان میں بعض وہ بھی تھے کہ اس فعل سے ناراض تھے مگر سرداروں کی اکثریت کے ماتحت متفق ہی ہونا پڑا غرضکہ سب قائلین کے حکم میں ہی داخل تھے اس لئے اِلَّآ اَنْ قَالُوْا فرمایا گیا۔

فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ط-تو اللہ نے اسے یعنی ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچالیا۔

یعنی جب ان کی سرکش قوم نے آپ کو آگ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے اس آگ سے آپ کو بچالیا اور اس آگ کو گلزار بنا کر آپ کو سلامت رکھا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ -بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے۔

نشانیاں یقیناً ہیں اول تو یہ نشانی کہ آگ کا مشتعل ہونا اور اس اشتعال کے باوجود آپ پر اثر نہ ہونا اور سرد ہو کر رہ جانا۔ دوسرے عین حرارت میں آگ کا گلزار ہو جانا اور اس میں گلشن پیدا ہو جانا اور یہ سب کچھ پل بھر میں ہونا۔ اور نمرود کا ایک بلند مکان پر چڑھ کر دیکھنا کہ حضرت خلیل علیہ السلام آگ کے بیچ میں جلوہ افروز ہیں۔ پھر آپ کا اس آگ سے باہر تشریف لا کر اپنی قوم کو ہدایت فرمانا اور حق پرستی کے ساتھ حق گوئی سے نہ رکنا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ -

اور فرمایا ابراہیم نے اپنی قوم سے کہ تم نے تو اللہ کے سوا یہ بت بنا لئے ہیں جن سے تمہاری محبت دنیا کی زندگی تک ہے (پھر یہ وداد منقطع ہو جائے گا اور تمہاری آپس میں ایسی میں میں تو تو چلے گی کہ) تم میں ایک دوسرے سے انکار و کفر کریگا اور

ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا۔ یعنی بروز قیامت ایک دوسرے سے کہے گا کہ تو ملعون و خبیث تھا۔ تیری وجہ میں مجھ پر بھی یہ مصیبت آئی ایک پجاری دوسرے سے بیزار ہو کر لعنت کرے گا اور سردار جو قوم کو گمراہ کرتے تھے اپنے متبعین سے بیزار ہو کر لعنت کریں گے اور وہ دن ہو گا کہ ان سب کی جگہ جہنم ہو گا اور (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) تمہارا اس دن کوئی مددگار نہ ہو گا۔ جو تمہیں عذاب جہنم سے بچالے۔

جب یہ نقشہ معجزانہ حضرت لوط علیہ السلام نے دیکھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے آپ پر ایمان لے آئے جس کا ذکر آگے کی آیتوں میں مذکور ہے۔

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ۔ تو لوط اس پر ایمان لایا۔

آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ یہاں ایمان سے مراد تصدیق رسالت ہے اس لئے کہ اعتقاد توحید آپ کو ہمیشہ سے حاصل تھا کہ آپ نبی تھے اور نبی ہمیشہ ہی مومن ہوتا ہے اور ان کی ذات سے تو کفر کسی حال میں بھی متصور نہیں پھر ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو چھوڑ کر بحکم الٰہی عزوجل حران اطراف کوفہ کی طرف تشریف لے آئے پھر یہاں سے ملک شام میں رونق افروز ہوئے اب اس کا ذکر فرمایا جا رہا ہے:

وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۶﴾۔

اور کہا ابراہیم نے میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں بے شک وہی عزت و حکمت والا ہے۔

مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّیْ۔ سے مراد ہے کہ یہ میری ہجرت اللہ تعالیٰ شانہ کے حکم سے ہے جہاں وہ لے جاتا ہے جاتا ہوں اس ہجرت میں آپ کے ہم سفر آپ کی بیوی حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام تھے۔ یہ واقعہ نار نمرود کا بابل میں ہوا۔ پھر ارشاد ہے:

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾۔

اور ہم نے اسے یعنی ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب کی اور دیا ہم نے انہیں دنیا میں بدلہ (مال و دولت، اولاد اور عزت) اور آخرت میں بھی وہ صالحین مقربین میں ہے۔

نسل میں کتاب توریت، انجیل، زبور اور قرآن کریم عطا فرمایا۔ اس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کا تیسرا قصہ شروع فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ ۙ۬ وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ۔

اور لوط کا قصہ یہ ہے جبکہ اس نے کہا اپنی قوم کو کہ تم لوگ ایسی بے حیائی پر آئے ہو کہ تم سے پہلے دنیا میں کسی نے بھی اتنی سبقت نہ کی کیا تم لڑکوں پر آتے ہو اور صحیح راہ کو قطع کرتے ہو اور اپنی مجلس میں بری طرح آتے ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ بابل سے ہجرت کرنے میں حضرت لوط علیہ السلام بھی ہم سفر تھے۔ عراق کوفہ سے جب آپ شام میں تشریف لائے تو یہ مشورہ ہوا کہ دونوں یہاں سے علیحدہ علیحدہ قیام کریں۔

خلیل اللہ اور لوط علیہما السلام کے ساتھ ان کے مویشی بھی تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کنعان میں مقیم ہو گئے۔

اور حضرت لوط علیہ السلام دریائے اردن کے پاس شہر سدوم میں سکونت پذیر ہوئے۔

سدوم شہر اس جھیل کے کنارے آباد تھا جسے بحر المیت (Dead Sea) کہتے ہیں۔

یہ کنعان سے جنوب کی طرف تھوڑے فاصلہ پر واقع تھا۔

یہاں کے لوگ بڑے بدکار بدفعلی میں اغلام تک پہنچ چکے تھے۔

اور راہزنی میں بھی پورے بدنام تھے حتیٰ کہ راہ گیر مسافروں کے لڑکوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے۔انہیں پکڑ کر اغلام بازی کرتے حتیٰ کہ یہ راستہ ہی بند ہو گیا تھا۔

نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ ۔نَادِ – نَدِی – نَدْوَۃٌ۔تینوں کے معنی مجلس کے آتے ہیں۔اسی سے قصی نے مکہ معظمہ میں ندوہ جو بنایا تھا وہ اسی لئے کہ اس میں بیٹھ کر مجالس و مشورے منعقد ہوں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھایا۔ہدایت اور نصیحت کی لیکن بداخلاقی کے پیکر شیطنت کے مجسمہ نہ مانے بلکہ چڑ گئے۔چنانچہ ارشاد ہے:

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾۔

(تو جب انہیں ہدایت منظور نہ ہوئی) تو جواب تو کیا دیتے مگر ڈھٹائی سے بولے ہم پر اللہ کا عذاب لے آ اگر تو سچا ہے۔

چنانچہ لوط علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی عزوجل میں عرض کی جیسا کہ ارشاد ہے:

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ ۔عرض کی اے میرے رب میری مدد فرما اس فسادی قوم پر۔

چنانچہ اس دعا کی اجابت یوں ظاہر ہوئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خیمہ میں دوپہر کے وقت تشریف فرما تھے کہ اچانک تین اجنبی نوجوان نظر آئے آپ نے انہیں مرحبا فرما کر بٹھایا اور روٹیاں اور تلا ہوا بچھڑا ان کے آگے رکھا انہوں نے کھانے سے انکار کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان سے خطرہ محسوس ہوا خیال ہوا جب یہ کھانا نہیں کھاتے تو ضرور کسی برے خیال سے آئے ہیں تو انہوں نے کہا:

لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ۔آپ خائف نہ ہوں ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا وہاں تو میرا بھتیجا لوط بھی ہے۔

انہوں نے عرض کیا ہم آپ کو بشارت دیتے ہیں کہ سارہ سے فرزند ارجمند ہوگا فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ۔اور جب سدوم کو ہم غارت کریں گے تو لوط اور اس کے کنبے کو بچالیں گے مگر اس کی بیوی نہ بچے گی کیونکہ وہ اس معذب بستی کو مڑ کر دیکھے گی اور ہلاک ہوگی۔

چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام شہر سدوم کے دروازے پر تشریف فرما تھے کہ یہ مہمان وہاں پہنچے۔آپ انہیں اپنے ساتھ گھر لے آئے لیکن دل میں غمزدہ تھے کہ یہ مہمان حسین و جمیل امرد ہیں۔لیکن مہمان نوازی کے لحاظ سے گھر لے آئے۔

غرضکہ ابھی سونے کے لئے لیٹے بھی نہ تھے کہ آوارگان سدوم کے جوان اور بوڑھے آپہنچے اور آپ کے مکان کو گھیر لیا اور

پکارے ان مہمانوں کو ہمارے سپرد کرو تا کہ ہم اپنی بری عادت کے موافق ان سے برتاؤ کریں۔

حضرت لوط علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ میرے مہمان ہیں اگر تم ایسے ہی مغلوب الشہوت ہو تو قوم کی لڑکیاں موجود ہیں مگر وہ نہ مانے فرشتوں نے ہاتھ بڑھا کر حضرت لوط علیہ السلام کو اندر لے لیا اور ایک پر جو ہاتھ مارا تو سب اندھے ہو گئے۔

تو وہ ڈکراڈکرا کر رونے لگے اور ٹکراتے ہوئے ادھر ادھر پھرنے لگے۔

فرشتوں نے حضرت سے عرض کی حضرت ہم فرشتے ہیں اس قوم پر عذاب لے کر آئے ہیں آپ صبح ہوتے ہوئے اس بستی سے نکل جائیں اور اپنے متبعین کو بھی لے جائیں انہیں ہدایت فرما دیں کہ وہ مڑ کر نہ دیکھیں۔

چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام اندھیرے سویرے معہ اپنے متبعین کے نکل آئے اور سورج نکلتے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ برسنی شروع ہو گئی اس بستی کے نشان ابھی تک بحر الکاہل کے کنارے پر موجود ہیں۔

مفصل حال پہلے گزر چکا ہے فَانْظُرْ فِیْ سُوْرَۃِ الْاَعْرَافِ وَالْحَجَرِ وَالنَّمْلِ۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع ۔ سورۃ عنکبوت ۔ پ ۲۰

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ یَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۳﴾۔

اور وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کیا اور اس کے حضور جانے سے منکر ہوئے یہ وہ ہیں جو میری رحمت سے ناامید ہو چکے ہیں اور یہ ہی وہ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یعنی جو دلائل تکوینیہ و تنزیلیہ سے کفر کرے جو صفات و ذات اور افعال حقہ پر دلیل ہیں اور لقاء الٰہی جو آیات الٰہی عز و جل سے ثابت ہے اس کا منکر ہو اس قسم کے لوگ کفر و انکار کی وجہ سے قیامت کے دن رحمت الٰہی سے مایوس ہیں۔ یہ یاس و ناامیدی رحمت سے ان کے لئے ہے جو کفر و انکار پر مرے ہوں۔ اس لئے کہ جب تک وہ زندہ ہیں ان سے امید ایمان لانے کی رہتی ہے تو جو کفر و انکار پر مراد وہ اس جماعت میں ہے جن پر عذاب اور دردناک عذاب لازم ہے چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں:

اِنَّ فِی الْاٰیَةِ عَلٰی هٰذَا دَلَالَةٌ عَلٰی سُوْٓءِ حَالِهِمْ اَیْضًا لِاِفَادَتِهَا اِنَّهُمْ حُرِمُوْا تِلْکَ الرَّحْمَةَ الْعَظِیْمَةَ بِمَا ارْتَکَبُوْهُ مِنَ الْعَظَآئِمِ۔ آیہ کریمہ مشرکین و منکرین کے سوء حال پر دلیل واضح ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ رحمت عظیمہ ان کے ارتکاب عظائم کی وجہ میں ان پر حرام ہے۔ تو انہوں نے جب دلائل قاہرہ سنے اور جواب نہ دے سکے تو چڑ کر بولے جس کا ذکر آیات کریمہ میں ہے:

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾۔

تو کچھ نہ تھا جواب ان کی قوم کے پاس مگر یہ کہ کہنے لگے انہیں قتل کر دو یا جلا دو تو اللہ نے انہیں (یعنی ابراہیم کو) آگ سے نجات دی بے شک اس میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے۔

یہ کہنے والے یا تو آپس میں تھے یا سرداران قوم اپنے متبعین کو کہہ رہے تھے چنانچہ روح المعانی میں ہے:

وَالْاٰمِرُوْنَ بِذٰلِکَ اِمَّا بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَوْ کُبَرَآئُهُمْ قَالُوْا لِاَتْبَاعِهِمْ اقْتُلُوْهُ فَتَسْتَرِیْحُوْا مِنْهُ

عَاجِلًا اَوْ حَرِّقُوْهُ بِالنَّارِ فَاِمَّا اَنْ يَّرْجِعَ اِلٰى دِيْنِكُمْ اِذَا لَفَحَتْهُ النَّارُ وَاِمَّا اَنْ يَّمُوْتَ بِهَا اِنْ اَصَرَّ عَلٰى قَوْلِهٖ وَدِيْنِهٖ۔

یہ فیصلہ اس لئے کیا تھا کہ اگر جلدی سے قصہ کوتاہ کرنا ہو تو قتل کر ڈالو ورنہ آگ میں ڈالو جب آپ کو آگ پہنچے گی تو یا واپس تمہارے دین کی طرف آ جائیں گے اور اگر اپنے دین و دعویٰ پر مصر رہے تو مر جائیں گے۔

چنانچہ جب انہوں نے آگ میں ڈال دیا تو:

فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۔ اللہ نے اس آگ سے انہیں نجات دے دی۔

اَیْ فَاَلْقَوْهُ فِی النَّارِ فَاَنْجَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهَا بِاَنْ جَعَلَهَا بَرْدًا وَّ سَلَامًا۔ تو انہوں نے جب آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل کو اس شان سے بچایا کہ اس آگ کو بردو سلام کر دیا۔ اس واقعہ کی مفصل کیفیت اول بیان ہو چکی اور یہ واقعہ کوفہ کے ایک ٹیلہ پر ہوا جو آبادی میں میدان تھا۔ اور منجنیق یعنی گوپیا کے ذریعہ آپ کو آگ میں ڈالا گیا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ ۔ اس نجات میں نشانیاں ہیں یعنی

حَفِظَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِيَّاهُ مِنْ حَرِّهَا وَاِخْمَادِهَا فِیْ زَمَانٍ يَسِيْرٍ وَاِنْشَآءِ رَوْضٍ فِیْ مَكَانِهَا۔

آگ کی حرارت سے اللہ نے محفوظ رکھا اور آگ کو فوری طور پر سرد کر دیا اور آگ کی جگہ باغیچہ پیدا فرما دیا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے: اَنَّهٗ لَمْ يَحْتَرِقْ بِالنَّارِ اِلَّا الْحَبْلُ الَّذِیْ اَوْثَقُوْ تَقُوْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ آگ نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام پر کوئی اثر نہ کیا مگر وہ رسیاں جن سے آپ کو باندھا تھا وہ سب جلا دیں۔

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ ۔ میں مومنین کے ذکر کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہ تفحص و تحقیق میں زیادہ نفع حاصل کرنے والے ہیں۔ آگ سے باہر تشریف لا کر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے واشگاف الفاظ میں قوم سے تخاطب فرمایا۔

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ۔

اور ارشاد کیا تم تو اللہ کے سوا بتوں کو پکڑے ہوئے ہو اور آپس میں باہمی مودت و محبت سے پوجتے ہو یہ صرف دنیا کی زندگی میں ہے۔ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْاَوْثَانَ اَوَّلَ مَا اتُّخِذَتْ بِسَبَبِ الْمَوَدَّةِ وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ كَانَ اُنَاسٌ صَالِحُوْنَ فَمَاتُوْا وَ اَسِفَ عَلَيْهِمْ اَهْلُ زَمَانِهِمْ فَتَصَوَّرُوْا اَحْجَارًا بِصُوَرِهِمْ حُبًّا لَهُمْ فَكَانُوْا يُعَظِّمُوْنَهَا فِی الْجُمْلَةِ وَلَمْ يَزَلْ تَعْظِيْمُهَا يَزْدَادُ جِيْلًا فَجِيْلًا حَتّٰى عُبِدَتْ۔

بتوں کی پوجا سب سے پہلے محبت و عقیدت سے ہوئی اور وہ اس طرح ہوئی کہ کچھ نیک بندے تھے جن سے عقیدت تھی وہ مر گئے اس پر لوگوں کو افسوس ہوا تو انہوں نے ان کی یاد پتھروں کے بتوں سے قائم کی پھر ان کی تعظیم ہونے لگی حتیٰ کہ تعظیم کرتے کرتے کئی نسلوں کے بعد ان کی پوجا ہونے لگی۔

فی زمانا یہی حال ہمارے لیڈروں کی محبت کا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قائداعظم کی تصویروں پر پھول چڑھاتے اور اسے جھک جھک کر سلام کرتے ہیں۔ اگر یہی عقیدت جاری رہی تو وہ دن دور نہیں کہ جناح مرحوم پوجے جانے لگیں۔ اسی وجہ میں شریعت مطہرہ نے تصاویر سے گھر مزین کرنے کو حرام کیا ہے حتیٰ کہ فوٹوگرافی حرام قرار دی کہ کہیں وہی دور نہ عود کر آئے جو

مشرکین کے عہد میں تھا کہ کعبۃ اللہ کی دیواروں پر خلیل اللہ نبی اللہ علیہ السلام کی تصویر بنائی اسے پوجا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک اسے مٹا نہ دیا کعبہ مقدس میں داخل نہ ہوئے۔

عوام اس قسم کی مصلحتوں اور حکمتوں کو تو سمجھتے نہیں اور فقہاء محققین پر زبان طعن دراز کر دیتے ہیں کوئی کہہ دیتا ہے کہ صاحب یہ شریعت میں سخت تنگی ہے بھلا کسی دوست کی یادگار تصویر کے ذریعہ کوئی رکھ لے تو اس میں کیا حرج ہے اسے کون پوج سکتا ہے۔

کوئی کہہ دیتا ہے کہ صاحب تصویر کے بغیر حاجی حج سے محروم رہ جاتا ہے حالانکہ مجسٹریٹ کی تصدیق کے بعد فوٹو کی احتیاج ہی نہیں رہتی۔

بہرحال شریعت مطہرہ نے شرک کے مظنہ کو بھی بند کیا ورنہ ظاہر ہے کہ ہزاروں تصاویر پیروں میں روندی جاتی ہیں اس سے کیا شرک ہو جاتا۔

لیکن ایسے ہی ہوتے ہوتے تصویر پرستی کی راہ کھل جاتی ہے لہٰذا شریعت نے اسے بھی حرام فرمایا۔ جس سے ادنیٰ واہمہ بھی شرک و کفر کا پیدا ہو۔ تو آیہ کریمہ کا مفہوم یہ ہوا: اِنَّمَا اتَّخَذَ اَسۡلَافُکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡثَانًا۔ تمہارے پہلوں نے اللہ کے سوا بتوں کو معبود بنا لیا اور اس کی مثالیں قرآن کریم میں متعدد مقام پر ہیں جیسے اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ سَیَنَالُہُمۡ غَضَبٌ۔

لیکن یہ سب باہمی جتھے بندی کے ماتحت اتحاد کر کے کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے جو حضرت خلیل علیہ السلام نے بتایا۔

ثُمَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یَکۡفُرُ بَعۡضُکُمۡ بِبَعۡضٍ وَّ یَلۡعَنُ بَعۡضُکُمۡ بَعۡضًا ۫۔

پھر وہ بروز قیامت اس کے پجاری ان بتوں سے انکار کریں گے ایک دوسرے کے ساتھ اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔

یعنی ایک سے دوسرا کہے گا کہ میں ان بتوں کو کبھی نہ پوجتا لیکن تو نے مجھے گمراہ کیا اور ایک سے دوسرا کہے گا تجھ پر لعنت ہو تو نے مجھے بھی خراب کیا۔ لیکن اس دن یہ انکار اور لعن طعن بے کار ہوں گے۔

وَّ مَاۡوٰىکُمُ النَّارُ وَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۲۵﴾۔

اس دن تمہارا مقام جہنم ہوگا اور تمہارا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔ جو تمہیں جہنم سے خلاصی دلائے جیسے مجھے میرے رب نے اس آگ سے نجات دلائی جس میں تم نے مجھے ڈالا تھا۔

اس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کی تصدیق کا ذکر ہے جو آپ نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے فرامین اور نبوت پر فرمائے چنانچہ ارشاد ہے:

فَاٰمَنَ لَہٗ لُوۡطٌ ۘ۔ تو ایمان لائے آپ کے فرمان اور معجزات پر لوط۔

اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ آپ اس سے قبل مومن نہ تھے اس لئے کہ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَتَنَزَّهُ عَنِ الْكُفْرِ۔ حضرت لوط علیہ السلام خود نبی تھے اور نبی کفر سے منزہ ہوتا ہے تو آپ کفر سے پہلے ہی منزہ تھے۔ صاحب جامع الاصول فرماتے ہیں:

هُوَ ابْنُ اَخِيْهِ هَارَانَ بْنِ تَارِخ۔ حضرت لوط علیہ السلام حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے بھائی ہاران بن تارخ کے بیٹے تھے اس لحاظ سے آپ خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے ہوئے۔

بعض قول یہ بھی ہے کہ اِنَّهُ ابْنُ اُخْتِهٖ۔ آپ ہمشیرہ زادے تھے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے جسے بھانجا کہتے ہیں۔

وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۶﴾۔

اور فرمایا ابراہیم نے میں چھوڑ کر، اپنی قوم یعنی ہجرت کر کے، اپنے رب کے حکم کی طرف جاتا ہوں وہ عزوجل تمام امور پر غالب اور حکمت والا ہے۔

لہٰذا اس کا حکم میری بہبود وسود کے لئے ہوگا اور وہ کوئی کام نہیں کرتا مگر اس میں حکمت ومصلحت ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ کی ہجرت کا قصہ یہ ہے:

اِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَاجَرَ مِنْ كُوْثٰى مِنْ سَوَادِ الْكُوْفَةِ مَعَ لُوْطٍ وَّ سَارَةَ ابْنَةِ عَمِّهٖ اِلٰى حَرَّانَ ثُمَّ مِنْهَا اِلَى الشَّامِ فَنَزَلَ قَرْيَةً مِّنْ اَرْضِ فَلَسْطِيْنَ وَنَزَلَ لُوْطٌ سَدُوْمَ وَ هِىَ الْمُؤْتَفِكَةُ عَلٰى مَسِيْرَةِ يَوْمٍ وَّ لَيْلَةٍ مِّنْ قَرْيَةِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَكَانَ عُمْرُهٗ اِذْ ذَاكَ عَلٰى مَا فِى الْكَشَّافِ وَالْبَحْرِ خَمْسًا وَّ سَبْعِيْنَ سَنَةً وَ هُوَ اَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ فِى اللّٰهِ تَعَالٰى۔

حضرت خطیب الانبیاء خلیل علیہ السلام کوفہ سے معہ لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ چچا کی صاحبزادی کے حران تشریف لائے پھر وہاں سے ملک شام آئے تو آپ ایک گاؤں میں اتر پڑے فلسطین کی ایک زمین پر اور حضرت لوط علیہ السلام سدوم میں مقیم ہو گئے اور یہی موتفکہ یعنی الٹائی گئی آبادی تھی اور حضرت خلیل کے گاؤں سے اس کا بعد ایک دن رات کی مسافت پر تھا۔

اس وقت آپ کی عمر مبارک بموجب روایت کشاف اور بحر کے ۷۵ سال تھی اور آپ دنیا میں سب سے پہلے ہجرت فرمانے والے ہیں۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾۔

اور بخشا ہم نے اسے اسحاق اور ولد نافلہ یعقوب اور کیا ہم نے ان کی ذریت میں نبوت اور کتاب اور دیا ہم نے انہیں بدلہ دنیا میں اور وہ آخرت میں کاملین وصالحین سے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَلَدًا وَّ نَافِلَةً حِيْنَ اَيِسَ مِنْ عَجُوْزٍ عَاقِرٍ۔ اسحاق علیہ السلام بیٹے اور نافلہ یعنی پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام عطا فرمائے۔ وَلَمْ يَذْكُرْ سُبْحٰنَهٗ اِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اور اسماعیل علیہ السلام کا ذکر اس لئے نہ فرمایا کہ یہاں احسان فرمانا ظاہر کرنا تھا اور یہ حضرت اسحاق ویعقوب علیہما السلام کے ساتھ تھا۔

اور اسماعیل علیہ السلام پر ابتلاء فراق ہوا اور انہیں مکہ معظمہ میں رکھا گیا اور آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ بھی ان کے ساتھ رہیں اور ایسے مقام پر رہیں جہاں کوئی انیس ورفیق نہ تھا اور نبوت کا ذریت کے اندر رکھنا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک رہا۔

اور حضور اولاد اسماعیل علیہ السلام میں اعلم واشرف تھے۔

اور کتاب حضور تک قرآن کریم پر ختم ہوئی۔

اوران کے علم صالح کا اجر دنیا میں یہ ہے کہ نجات من النار اور نجات ملک جبار نمرود کے علاوہ آپ کی ثناء حسن ہر طبقہ میں ایسی رہی کہ ہر امت آپ کے ساتھ محبت کرتی ہے۔ اور وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ کے یہ معنی ہیں: اَیْ لَفِیْ عِدَادِ الْكَامِلِيْنَ فِي الصَّلَاحِ۔ یعنی صلاحیت و نیکی میں آپ صالح شمار ہوں گے بروز قیامت۔

اس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کی ہدایت کا اجمالاً تذکرہ ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ٘ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾۔

اور لوط نے جب کہا اپنی قوم کو تم تو ایسی بے حیائی پر آ چکے ہو کہ تم سے پہلے دنیا زمانہ میں کوئی بے حیائی اور فحش کاری پر نہ آیا۔

وہ فحش کاری ایسی ہے کہ طبائع سلیمہ اس سے متنفر اور نفوس کریمہ اس سے مجتنب ہیں اور وہ کیا تھی؟ اس کا ذکر آگے ہے حَیْثُ قَالَ۔

اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ۔

کیا تم عورتوں کی بجائے لڑکوں پر آتے ہو اور لواطت کرتے ہو اور راہزنی کرتے ہو یا نسل کی راہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں ناگفتہ بہ بکواس اور افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہو۔

نادی عربی میں مجلس کو کہتے ہیں جہاں ہم چشم جمع ہوں اور منکر کی تفسیر احمد اور ترمذی اور حاکم اور طبرانی و بیہقی رحمہم اللہ شعب الایمان میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالب سے روایت کرتے ہیں: قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ فَقَالَ كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ بِالطَّرِيْقِ فَيَقْذِفُوْنَ اَبْنَآءَ السَّبِيْلِ وَ يَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ - نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ کے معنی حضور سے پوچھے تو فرمایا یہ خبثاء راستے میں بیٹھ کر مسافروں پر کنکریاں پھینکتے اور تمسخر کرتے۔

وَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَ مَنْصُوْرٍ وَ قَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَ قَتَادَةَ وَ ابْنِ زَيْدٍ هُوَ اِتْيَانُ الرِّجَالِ فِيْ مَجَالِسِهِمْ يَرٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔ منکر سے یہ مراد ہے کہ وہ بے حیا لڑکوں سے مجلس میں لواطت کرتے اور ایک کو دوسرا دیکھا رہتا۔

اور ایک روایت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ بھی ہے: هُوَ لَعْبُ الْحَمَامِ وَ تَطْرِيْفُ الْاَصَابِعِ بِالْحِنَّآءِ وَالصَّفِيْرِ وَالْخَذْفِ وَ نَبْذِ الْحَيَآءِ فِيْ جَمِيْعِ اُمُوْرِهِمْ۔ وہ کبوتر بازی کرتے انگلیاں مہندی سے رنگتے سیٹیاں بجاتے، کنکریاں لوگوں پر مارتے اور حیا سوزیاں تمام امور میں کرتے۔

تو لوط علیہ السلام کی معقول نصیحت سن کر لاجواب ہوئے اور اپنی فحش کاریوں پر مصر رہنے کے سبب چڑ کر بولے جس کا ذکر آگے آتا ہے:

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾۔

تو آپ کی قوم کے پاس کچھ جواب نہ تھا مگر یہ کہ کہنے لگے اچھا اب ہم پر اللہ کا عذاب لے آیئے اگر آپ سچے ہیں۔

جب انہوں نے یہ کہا تو حضرت لوط علیہ السلام نے بھی بارگاہ حق میں ان پر عذاب آنے کی دعا کر دی جیسا کہ ارشاد ہے۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾۔

عرض کیا بارگاہ مستعان میں کہ اے میرے رب ان فسادیوں پر میری مدد فرما۔

کہیں یہ میرے خلاف اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ کہتے ہیں۔ کہیں ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ کہتے ہیں۔

اب اس کی تصریح کہ پھر یہ دعا کس صورت میں مستجاب ہوئی آئندہ رکوع میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع۔ سورۂ عنکبوت۔ پ ۲۰

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۳۱

جب ہمارے بھیجے ہوئے آئے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر بولے ہم ضرور ہلاک کریں گے اس بستی کے لوگوں کو بے شک اس کے رہنے والے ظالم ہیں

قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڭ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۳۲

بے شک کہا ابراہیم نے اس میں تو لوط بھی ہیں فرشتے بولے ہمیں معلوم ہے جو اس میں ہیں ہم انہیں اور ان کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر ان کی بیوی کہ وہ پیچھے رہ جانے والی ہے

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۣ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۳۳

اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس ناگوار ہوا انہیں ان کا آنا اور دل تنگ ہوا لوط تو بولے آپ خوف نہ کریں اور غمگین نہ ہوں ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں ہم تمہیں نجات دیں گے اور تمہارے اہل کو مگر تمہاری بیوی کو کہ وہ رہ جانے والوں میں ہے

اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۳۴

یقیناً ہم نازل کرنے والے ہیں اس بستی والوں پر عذاب آسمان سے بدلہ ان کی نافرمانیوں کا

وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۳۵

اور بے شک ہم نے اس سے اس کی نشانی رکھی عقل والوں کے لئے

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۳۶

اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا تو انہوں نے کہا اے قوم اللہ کی بندگی کرو اور ڈرو آخر دن سے اور نہ پھیلاؤ زمین میں فساد

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۳۷

تو پکڑا انہیں زلزلے نے تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل تھے

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۣ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۳۸

اور عاد اور ثمود کو ہلاک کیا اور تم پر ان کی بستیاں واضح ہیں اور انہیں اچھے جچائے شیطان نے اعمال ان کے تو روکا انہیں راہ سے اور وہ دیکھتے ہوئے گمراہ ہیں

وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ ۙ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ مَا
كَانُوْا سٰبِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ 68

اور قارون اور فرعون اور ہامان کو اور بے شک آئے ان کے پاس موسیٰ نشانیاں لے کر تو انہوں نے تکبر کیا زمین میں اور وہ ہم سے نکل کر نہیں جا سکتے

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

تو ہر ایک کو پکڑا ہم نے ان کے گناہوں پر تو ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ کیا اور اس میں سے کسی کو چنگھاڑ نے آلیا اور ان میں سے کسی کو دھنسا دیا زمین میں اور ان میں سے کسی کو ہم نے غرق کر دیا اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا لیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚۖ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

ان کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا مالک بنا لئے مکڑی کی سی ہے اس نے جالا تانا گھر بنایا اور بے شک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا ہے کاش وہ جانتے

اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۴۲﴾

بے شک اللہ جانتا ہے جس چیز کی اس کے سوا پوجا کرتے ہیں اور وہ عزت و حکمت والا ہے

وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَ مَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۴﴾

اللہ نے پیدا فرمائے آسمان و زمین حق کے ساتھ بے شک اس میں نشانی ہے مومنوں کے لئے

حل لغات چوتھا رکوع - سورۃ عنکبوت - پ ۲۰

وَ - اور	لَمَّا - جب	جَآءَتْ - آئے	رُسُلُنَآ - ہمارے بھیجے ہوئے
اِبْرٰهِیْمَ - ابراہیم کے پاس	بِالْبُشْرٰى - خوشخبری لے کر	قَالُوْۤا - بولے	اِنَّا - بے شک ہم
مُهْلِكُوْۤا - ہلاک کرنے والے ہیں		اَهْلِ - رہنے والے	هٰذِهِ - اس
الْقَرْیَةِ - بستی والوں کو	اِنَّ - بے شک	اَهْلَهَا - اس کے رہنے والے	كَانُوْا - تھے
ظٰلِمِیْنَ - ظالم	قَالَ - فرمایا	اِنَّ - بے شک	فِیْهَا - اس میں
لُوْطًا - لوط ہے	قَالُوْا - بولے	نَحْنُ - ہم	اَعْلَمُ - خوب جانتے ہیں
بِمَنْ - جو	فِیْهَا - اس میں ہے	لَنُنَجِّیَنَّهٗ - ہم ضرور نجات دیں گے اس کو	
وَ - اور	اَهْلَهٗۤ - اس کے گھر والوں کو	اِلَّا - مگر	امْرَاَتَهٗ - اس کی بیوی کو
كَانَتْ - وہ تھی	مِنَ الْغٰبِرِیْنَ - پیچھے رہنے والوں میں		وَ - اور

۱۸

لَمَّآ۔ جب	اَنْ۔ یہ کہ	جَآءَتْ۔ آئے	رُسُلُنَا۔ ہمارے رسول
لُوْطًا۔ لوط کے پاس	سِیْٓءَ۔ ناگوار ہوا	بِهِمْ۔ ان کو	وَ۔ اور
ضَاقَ۔ تنگ دل ہوا	بِهِمْ۔ ان کی وجہ سے	ذَرْعًا۔ دل میں	قَالُوْا۔ بولے
لَا۔ نہ	تَخَفْ۔ ڈر	وَ۔ اور لَا۔ نہ	تَحْزَنْ۔ غم کھا
اِنَّا۔ بے شک ہم	مُنَجُّوْ۔ نجات دیں گے	كَ۔ تجھ کو	وَ۔ اور
اَهْلَكَ۔ تیرے گھر والوں کو	اِلَّا۔ مگر	امْرَاَتَكَ۔ تیری بیوی	كَانَتْ۔ ہے
مِنَ الْغٰبِرِيْنَ۔ پیچھے رہنے والوں میں		اِنَّا۔ بے شک ہم	مُنْزِلُوْنَ۔ اتارنے والے ہیں
عَلٰٓى۔ اوپر	اَهْلِ۔ رہنے والوں	هٰذِهِ۔ اس	الْقَرْيَةِ۔ بستی کے
رِجْزًا۔ عذاب	مِّنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	بِمَا۔ اس وجہ سے کہ	كَانُوْا۔ تھے
يَفْسُقُوْنَ۔ نافرمانی کرتے	وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بے شک	تَّرَكْنَا۔ چھوڑیں ہم نے
مِنْهَآ۔ اس سے	اٰيَةًۢ۔ نشانیاں	بَيِّنَةً۔ ظاہر	لِّقَوْمٍ۔ واسطے قوم
يَّعْقِلُوْنَ۔ عقل مند کے	وَ۔ اور	اِلٰى۔ طرف	مَدْيَنَ۔ مدین کی
اَخَا۔ بھائی	هُمْ۔ ان کے	شُعَيْبًا۔ شعیب کو	فَقَالَ۔ تو کہا
يٰقَوْمِ۔ اے میری قوم	اعْبُدُوا۔ عبادت کرو	اللّٰهَ۔ اللہ کی	وَ۔ اور
ارْجُوا۔ ڈرو	الْيَوْمَ۔ دن	الْاٰخِرَ۔ پچھلے سے	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	تَعْثَوْا۔ پھرو	فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے
مُفْسِدِيْنَ۔ فساد کرتے	فَكَذَّبُوْ۔ تو جھٹلایا	هُ۔ اس کو	فَاَخَذَتْهُمُ۔ تو پکڑا ان کو
	الرَّجْفَةُ۔ زلزلے نے	فَاَصْبَحُوْا۔ تو گرے وہ	فِيْ۔ بیچ
دَارِ۔ گھروں	هِمْ۔ اپنے کے	جٰثِمِيْنَ۔ منہ کے بل	وَ۔ اور
عَادًا۔ عاد	وَّ۔ اور	ثَمُوْدَاۡ۔ ثمود	وَ۔ اور
قَدْ۔ بے شک	تَّبَيَّنَ۔ ظاہر ہوگیا	لَكُمْ۔ تمہارے لئے	مِّنْ۔ ان کے
مَّسٰكِنِهِمْ۔ گھروں سے	وَ۔ اور	زَيَّنَ۔ خوشنما بنایا	لَهُمُ۔ ان کے لئے
الشَّيْطٰنُ۔ شیطان نے	اَعْمَالَهُمْ۔ ان کے اعمال	فَصَدَّ۔ تو روکا	هُمْ۔ ان کو
عَنِ السَّبِيْلِ۔ راہ سے	وَ۔ اور	كَانُوْا۔ تھے	مُسْتَبْصِرِيْنَ۔ دیکھنے والے
وَ۔ اور	قَارُوْنَ۔ قارون	وَ۔ اور	فِرْعَوْنَ۔ فرعون
وَ۔ اور	هَامٰنَ۔ ہامان	وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بے شک
جَآءَهُمْ۔ لائے ان کے پاس	مُّوْسٰى۔ موسیٰ	بِالْبَيِّنٰتِ۔ کھلے نشان	فَاسْتَكْبَرُوْا۔ تو تکبر کیا
انہوں نے	فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور

مَا۔نہ	كَانُوْا۔تھے	سٰبِقِيْنَ۔بھاگنے والے	فَكُلًّا۔توہرایک کو
اَخَذْنَا۔ہم نے پکڑا	بِذَنْۢبِهٖ۔اس کے گناہ کے بدلے		فَمِنْهُمْ۔تواس سے بعض
مَّنْ۔وہ ہیں کہ	اَرْسَلْنَا۔بھیجی ہم نے	عَلَيْهِ۔اس پر	حَاصِبًا۔پتھروں کی بارش
وَمِنْهُمْ۔اوران میں سے وہ ہیں	مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ۔جن کو پکڑلیا چنگھاڑنے		وَمِنْهُمْ مَّنْ۔اور ان میں سے جن کو ۱۸
خَسَفْنَا۔دھنسادیا ہم نے	بِهِ۔اس کو	الْاَرْضَ۔زمین میں	وَ۔اور
مِنْهُمْ۔بعض	مَّنْ۔وہ ہیں کہ	اَغْرَقْنَا۔غرق کئے ہم نے	وَ۔اور
مَا۔نہیں	كَانَ۔ہے	اللّٰهُ۔اللہ	لِيَظْلِمَهُمْ۔کہ ظلم کرتاان پر
وَ۔اور	لٰكِنْ۔لیکن	كَانُوْٓا۔تھے وہ	اَنْفُسَهُمْ۔اپنی جانوں پر
يَظْلِمُوْنَ۔ظلم کرتے	مَثَلُ۔مثال	الَّذِيْنَ۔ان کی جنہوں نے	اتَّخَذُوْا۔بنالئے
مِنْ دُوْنِ۔سوائے	اللّٰهِ۔اللہ کے	اَوْلِيَآءَ۔دوست	كَمَثَلِ۔جیسے
الْعَنْكَبُوْتِ۔مکڑی	اِتَّخَذَتْ۔کہ اس نے بنایا	بَيْتًا۔گھر	وَ۔اور
اِنَّ۔بے شک	اَوْهَنَ۔کمزورترین	الْبُيُوْتِ۔گھروں میں سے	لَبَيْتُ۔گھر ہے
الْعَنْكَبُوْتِ۔مکڑی کا	لَوْ۔کاش	كَانُوْا۔کہ وہ	يَعْلَمُوْنَ۔جانتے
اِنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	يَعْلَمُ۔جانتا ہے	مَا۔جن کو
يَدْعُوْنَ۔پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖ۔اس کے سوا	مِنْ شَيْءٍ۔کوئی چیز نہیں	وَ۔اور
هُوَ۔وہ ہے	الْعَزِيْزُ۔غالب	الْحَكِيْمُ۔حکمت والا	وَ۔اور
تِلْكَ۔یہ	الْاَمْثَالُ۔مثالیں ہیں	نَضْرِبُهَا۔بیان کرتے ہیں ہم	لِلنَّاسِ۔لوگوں کے لئے
وَ۔اور	مَا۔نہیں	يَعْقِلُهَآ۔سمجھتے ان کو	اِلَّا۔مگر
الْعٰلِمُوْنَ۔علم والے	خَلَقَ۔پیدا کیا	اللّٰهُ۔اللہ نے	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں
وَ۔اور	الْاَرْضَ۔زمین کو	بِالْحَقِّ۔ساتھ حق کے	اِنَّ۔بے شک
فِيْ۔بیچ	ذٰلِكَ۔اس کے	لَاٰيَةً۔نشانی ہے	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔مومنوں کیلئے

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔سورۃ عنکبوت۔پ ۲۰

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى۔ جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر۔ ان کے بیٹے اور پوتے حضرت اسحٰق وحضرت یعقوب علیہما السلام کا۔

قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ۔ کہنے لگے ہم ہلاک کریں گے اس بستی والوں کو۔ یہ بستی شہر سدوم تھی۔

اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾۔ بے شک اس کے رہنے والے ظالم ہیں۔

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سن کر ان سے فرمایا:

قَالَ اِنَّ فِیۡهَا لُوۡطًا ؕ۔ اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام بھی ہیں۔

اور وہ اللہ کے نبی ہیں اور برگزیدہ الٰہی ہیں تو فرشتوں نے جواب دیا:

قَالُوۡا نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِیۡهَا ٝ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ ٭۫ کَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِیۡنَ ﴿۳۲﴾۔

اور عرض کرنے لگے ہمیں خوب معلوم ہے جو کوئی اس بستی میں ہے ہم ضرور اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر اس کی بیوی کہ وہ رہ جانے والوں میں ہے۔

یعنی ہم جانتے ہیں کہ وہاں حضرت لوط علیہ السلام ہیں انہیں ہم بچالیں گے اور ان کے متبعین کو بھی محفوظ رکھیں گے لیکن ان کی بیوی اس قوم میں رہے گی جس پر عذاب ہوگا۔

وَ لَمَّاۤ اَنۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِیۡٓءَ بِهِمۡ وَ ضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا۔

اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط کے پاس (خوبصورت امرد لڑکوں کی شبیہ میں) تو ان کا آنا ان پر گراں گزرا۔ اور آپ ان کی طرف سے دل تنگ ہوئے۔

اس لئے کہ آپ اپنی قوم کے افعال و حرکات اور ان کی بے حیائیوں سے واقف تھے تو فرشتوں نے آپ کو مطمئن کیا اور عرض کیا:

وَّ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ وَ لَا تَحۡزَنۡ ٝ اِنَّا مُنَجُّوۡکَ وَ اَهۡلَکَ اِلَّا امۡرَاَتَکَ کَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِیۡنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنۡزِلُوۡنَ عَلٰۤی اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡیَۃِ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ ﴿۳۴﴾ وَ لَقَدۡ تَّرَکۡنَا مِنۡهَاۤ اٰیَۃًۢ بَیِّنَۃً لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۳۵﴾۔

عرض کرنے لگے آپ خوف نہ کریں (اور قوم کی بے حیائی کا خطرہ نہ فرمائیں) اور غم نہ کریں (ہمارا یہ لوگ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے ہم فرشتے ہیں) ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر آپ کی بیوی کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہے۔ ہم اس شہر کے لوگوں پر آسمان سے عذاب اتاریں گے ان کی نافرمانیوں کا بدلہ دینے کے لئے اور بے شک ہم نے اس سے روشن نشانی چھوڑی ہے عقل والوں کے لئے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ روشن نشان شہر سدوم میں قوم لوط کے ویران مکان ہیں۔

اس کے بعد چوتھا قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے آپ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ مدین کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیٹا قتورہ کے شکم سے تھا۔ اس کے نام پر اس بستی کو مدین کہنے لگے۔ یہ مقام عرب کے شمال و غرب میں قلزم کے پار آ کر آباد ہوئے اور انہی کی اولاد یہاں بستی رہی اور حضرت شعیب علیہ السلام بھی انہی میں سے تھے اور آپ اس گروہ کے نبی ہو کر تشریف لائے اور قتورہ کی اولاد بھی وہاں بستی تھی اور حضرت شعیب علیہ السلام بھی انہیں میں سے تھے۔

یہ قوم بت پرست اور منکر قیامت تھی۔ لوٹ مار، راہزنی ان کا پیشہ تھا۔ چنانچہ آپ نے بت پرستی، انکار آخرت، راہزنی تینوں باتوں سے انہیں روکا چنانچہ اس قصہ کا مذاکرہ اس طرح شروع ہوا:

وَ اِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاهُمۡ شُعَیۡبًا ۙ فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَ ارۡجُوا الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَ لَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ

مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾۔

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اور قیامت کے دن کا خوف کرو اور ملک میں فساد نہ کرتے رہو۔

پہلی تعلیم توحید کی تھی جس میں بت پرستی سے روک کر ایک وحدہ لاشریک لہ کا پرستار بنانا مقصود تھا۔

دوسری تعلیم ایمان بالبعث کی تھی جس کے وہ منکر تھے یعنی انہیں فرمایا کہ مر کر اٹھنے پر یقین رکھو۔ اور قیامت کو حق جانو۔

تیسری تعلیم اصلاح اخلاق پر تھی یعنی پرائے مال نہ کھاؤ، کسی کا حق نہ دباؤ، لوٹ مار نہ کرو جس سے تمہاری معاشرت درست ہو۔

مگر انہوں نے ان تعلیموں کو قبول کرنے کی بجائے آپ کو بھی جھٹلانا شروع کر دیا چنانچہ ارشاد ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾۔

تو انہوں نے آپ کی تکذیب کی تو پکڑا انہیں زلزلے نے تو وہ صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

یعنی بلائے آسمانی زلزلے کی صورت میں آئی اور مرے کے مرے رہ گئے۔

اس کے بعد پانچواں واقعہ بطور اجمال عاد و ثمود کا بیان فرمایا۔

قوم عاد عرب کے جنوبی حصہ یمن میں آباد تھے۔ اور

ثمود ان کے بعد اٹھے جو عرب کے شمالی حصہ میں آباد تھے۔

ان دونوں قوموں کی بڑی سلطنت اور جاہ و حشمت تھی۔ ان کا مفصل حال قرآن کریم میں چند مقامات پر بیان ہو چکا ہے۔

ان کے غارت ہونے کے بعد عہد رحمت سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی عمارات کے کھنڈر ان کی ہلاکت کے مرثیہ خوان رہے۔

اہل مکہ سفر میں آتے جاتے ان کو دیکھتے تھے چنانچہ ارشاد ہے:

وَعَادًا وَّثَمُوْدَاْ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۟ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ۙ۔

اور عاد و ثمود کو ہم نے ہلاک کیا اور یقیناً تم پر ان کے رہنے کے مساکن کے کھنڈر ظاہر ہیں اور یقیناً شیطان نے ان کے اعمال بد پسندیدہ کر دیئے تھے اور انہیں راہ پر آنے سے روک دیا تھا حالانکہ وہ سمجھ بوجھ رکھنے والے تھے۔

اپنے دنیاوی کاموں میں بڑے ہشیار تھے۔ لیکن انسان جب اپنی دنیا طلبی میں منہمک ہو جاتا ہے تو اسے برے بھلے کا امتیاز نہیں رہتا اور یہ مرض کچھ ایسا لا دوا ہے کہ اس کا انجام سوا ہلاکت کے اور کچھ نہیں۔

اس کے بعد چھٹا تذکرہ عہد موسیٰ علیہ السلام کے تین سرکش متکبر لوگوں کا ہے۔

پہلا سرکش فرعون شاہ مصر تھا۔

دوسرا سرکش ہامان وزیر فرعون تھا۔

تیسرا سرکش قارون تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برادری سے بڑا مالدار تھا۔

ان تینوں کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے جنہوں نے انہیں ہدایت فرمائی اور معجزات بھی دکھائے لیکن انہوں نے نصیحت قبول کرنے کی بجائے تکبر اور سرکشی و غرور کیا اور اس بدعادت نے انہیں مطیع نہ ہونے دیا چنانچہ ارشاد ہے:

وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ ۙ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ مَا كَانُوْا سٰبِقِیْنَ ۚ۝۳۹ -

اور قارون وفرعون اور ہامان کو بھی (ہلاک کیا) اور یقیناً ان کے پاس موسیٰ اپنے معجزات کے ساتھ آئے تو انہوں نے تکبر کیا زمین میں حالانکہ وہ بھاگ کر اللہ کی گرفت سے نہیں جاسکتے تھے۔

یہاں بعض یہ شبہ کرتے ہیں کہ ہامان تو اخیو برس شاہ ایران کا وزیر تھا اسے فرعون کا وزیر کیسے کہا جاسکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

ایک نام کے دو شخص بھی ہوتے ہیں۔ بنابریں اس سے ہمیں انکار نہیں کہ اخیو برس شاہ ایران کے وزیر کا نام بھی ہامان تھا اور فرعون کے وزیر کا نام بھی ہامان تھا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر ایران کے بادشاہ کے وزیر کا نام ہامان ہو تو اس کے علاوہ کسی اور بادشاہ کا وزیر ہامان نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد ارشاد ہے:

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ۔ تو سب کو ہم نے پکڑا ان کے گناہوں سے۔

یعنی عاد و ثمود، قارون وفرعون اور ہامان سب کو ہم نے سزا دی اور ان کے گناہ کے سبب سب کی گرفت کی۔ اس کے بعد اس کی تفصیل بیان فرمائی:

فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا۔ ان میں وہ ہیں جس پر ہم نے آندھی بھیجی۔

حاصب اس آندھی کو کہتے ہیں جس میں کنکریاں ہوں۔ عربی میں حاصب اور ریح عاصف اس آندھی کو کہتے ہیں جس میں کنکریاں اڑ کر آئیں۔ جلالین میں ہے: حَاصِبًا رِیْحًا عَاصِفًا فِیْهَا حَصْبَآءُ۔ یہ ہوا قوم عاد پر آئی تھی۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ۔

بعض ان سے وہ ہیں جنہیں چنگھاڑ سے ہلاک کیا۔ اس سے مراد قوم ثمود ہے۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ۔ بعض ان سے وہ ہیں جنہیں زمین میں دھنسا دیا جیسے قارون۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا۔

اور بعض ان سے وہ ہیں جسے ہم نے غرق کیا۔ اس سے مراد فرعون اور ہامان ہے۔ یہ نظیر عذاب کی نہایت بلاغت سے دی گئی۔

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝۴۰ -

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر ظلم کرے لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔

یعنی اپنے برے اعمال کی وجہ میں ہلاک ان کا اپنی جانوں پر ظلم کرنا ہے اور سزائے جرم تو عین عدل ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے عدل فرمایا اور انہوں نے اپنے پر ظلم کر کے اپنے کو ہلاک کیا اس لئے کہ نتیجہ کار بد کا بد ہے آگے مثال میں ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۖۚ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ

لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۱ ۔

ان کی مثال جو اللہ کے سوا اپنا کارساز پکڑتے ہیں (بتوں کو) وہ مثل مکڑی کے ہیں کہ گھر بنایا (جالا پھیلا کر تانا بانا کیا) اور بے شک سب گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے کاش وہ جانتے سمجھتے۔

کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل دی فہم وفراست عطا کی ہوش اور ادراک بخشا لیکن انہوں نے اس عزت خداداد کو ایسا مٹایا کہ اپنے ہاتھ کے تراشے ہوئے بتوں کو پوجنے لگے۔ سجدہ کرنے لگے اور اتنا عقل سے کام نہ لیا کہ ذی عقل وادراک ہو کر سمجھیں بے شعور جماد محض کے پجاری بنیں کیسے معقول ہے۔ تو ان کے یہ اوہام باطلہ فاسدہ کاسدہ کی عمارت مکڑی کے جالے کی طرح ہے جس میں نہ دھوپ سے کوئی حفاظت نہ بارش سے امن۔

کاش وہ عقل سے فائدہ حاصل کر کے سمجھتے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ ۔ بے شک اللہ جانتا ہے جسے وہ اس کے سوا پوجتے ہیں۔

یہ ارشاد بطور تہدید ہے یعنی پرستش کے قابل بت اور ارواح جن ملائکہ حتیٰ کہ انبیاء کرام بھی نہیں ہیں۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۴۲ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝۴۳ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۴ ۔

اور وہی ایک اللہ عزت والا حکمت والا ہے اور اس حقیقت کو نہیں سمجھتے مگر عالم، اللہ نے پیدا فرمائے آسمان وزمین حق کے ساتھ بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے نشان ہے۔

یہاں تک انبیاء کرام کے واقعات اور مذمت شرک اور مشرکین کے مقابلہ میں دلائل۔ اور ان کی بت پرستی کی تحقیر ظاہر فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی گئی۔

اور شروع سپارہ اکیس میں نماز اور ذکر الٰہی عزوجل کا حکم دیا گیا تا کہ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ اور اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ کا مظاہرہ ہو۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع - سورۃ عنکبوت - پ ۲۰

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۔

اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر۔

اور بشارت پر آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ بِالْبَشَارَةِ بِالْوَلَدِ وَالنَّافِلَةِ۔ آپ کے پاس بشارت صاحبزادہ اسحٰق علیہ السلام اور ولد نافلہ یعقوب علیہ السلام کی بشارت لے کر آئے۔

قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۔ بولے ہم ہلاک کرنے والے ہیں اس بستی کے لوگوں کو۔

اَیْ قَرْيَةَ سَدُوْمَ وَ هِيَ اَكْبَرُ قُرٰى قَوْمِ لُوْطٍ وَّ فِيْهَا نَشَاَتِ الْفَاحِشَةُ اَوَّلًا۔ قریہ سدوم جو قوم لوط کا بڑا شہر تھا اور اس میں سب سے پہلے فواحشات ولواطت کی ابتداء ہوئی۔

اور اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ میں هٰذِهِ کے ساتھ اشارہ شہر سدوم کی طرف ہے اس لئے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قیام گاہ سے قریب تھا۔ ایک دن ایک رات کے فاصلہ پر شہر سدوم تھا۔

اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿٣١﴾۔ بے شک وہ بستی والے ظالم تھے۔

گویا اس وجہ میں وہ بستی ہلاک کی گئی کہ اس کے رہنے بسنے والے ظالم ہیں۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کا خیال آیا۔

قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا۔ فرمایا اس بستی میں لوط بھی ہیں۔

یعنی جہاں نبی ہوں وہاں عذاب کیونکر ہوگا یا یہ فرمایا کہ تم ان بستی والوں کو ظالم کہہ رہے ہو اور نبی اس صفت سے منزہ ہوتا ہے تو فرشتوں نے جواب دیا:

قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ٝ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗۤ۔

بولے ہم خوب جانتے ہیں جو جو اس میں ہیں۔ ہم ضرور حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے متبعین کو نجات دے کر بچا لیں گے۔

یعنی ہم حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے متبعین کو خوب جانتے ہیں اور ان کے لئے یہ عذاب نہیں بلکہ ان کی دعا سے یہ عذاب ہے۔ یہاں بھی اہل سے مراد متبعین لوط علیہ السلام ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ سمجھتے تھے کہ آپ ہلاک ہونے والوں میں نہیں لیکن علیٰ سبیل التحزن آپ نے فرمایا اور فرشتوں کے جواب سے اطمینان حاصل کیا۔

اِلَّا امْرَاَتَهٗ ٝ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٣٢﴾۔ مگر اس کی بیوی ان بستی والوں میں ہی رہے گی۔

غَابِرِيْنَ کا ترجمہ بَاقِيْنَ فِي الْقَرْيَةِ بھی کیا گیا اور بَاقِيْنَ فِي الْعَذَابِ بھی کیا گیا ہے۔ اور اہل کی تفسیر اس جگہ اتباع لوط علیہ السلام ہے یعنی جو آپ پر ایمان لائے تھے۔ پھر ارشاد ہے:

وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ

اور جب کہ آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس تو آپ پر بار گزرے۔

اس لئے کہ آپ قوم کی عادت و بے حیائی سے واقف تھے وَ قَدْ جَآءُ وْا اِلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِصُوْرَةٍ حَسَنَةٍ اِنْسَانِيَّةٍ۔ اور یہ فرشتے خوبصورت انسانوں کی شبیہ میں تشریف لائے تھے۔ تو آپ کو خطرہ لاحق ہوا کہ اس بستی والے فحش کار لوطی زانی ہیں تو آپ قدرے پریشان ہوئے۔

وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا۔ اور تنگ ہوا ان کے باعث آپ کا دل۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَیْ وَضَاقَ بِشَانِهِمْ وَتَدْبِيْرِ اَمْرِهِمْ ذَرْعَهٗ طَاقَتَهٗ۔ یعنی ان کے حسن و جمال سے آپ کی تدبیر محافظت تنگ ہوگئی۔ ذرع، طاقت کے معنی میں مستعمل ہے تو جب فرشتوں نے آپ کی پریشانی محسوس کی تو

وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ٝ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٣٣﴾۔

اور بولے آپ خوف نہ کریں اور غمگین نہ ہوں ہم آپ کو بچا لیں گے اور آپ کے متبعین کی محافظت کریں گے مگر آپ کی بیوی وہ علم اللہ میں رہ جانے والی ہے۔

یعنی وہ علم اللہ میں نجات سے محروم ہے باقی آپ اور آپ کے متبعین سب محفوظ رہیں گے مگر آپ کی عورت عذاب میں مبتلا ہوگی۔

اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾

ہم نازل کرنے والے ہیں اس بستی کے لوگوں پر عذاب آسمان سے ان کے کرتوت کے بدلے میں۔

یعنی ان کے فسق و فجور کے بدلے میں عذاب ہوگا۔ رجز عربی میں اس عذاب کو کہتے ہیں جو انسان پر قلق کو موجب ہو وَالرِّجْزُ الْعَذَابُ الَّذِیْ یُقْلِقُ الْمُعَذَّبَ اَیْ یُزْعِجُہٗ مِنْ قَوْلِہِمْ اِرْ تَجَزَ اِذَا ارْتَجَسَ وَاضْطَرَبَ۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾۔

اور چھوڑیں ہم نے اس بستی سے روشن نشانیاں عقلمند لوگوں کے لئے۔

اَیْ مِنَ الْقَرْیَۃِ۔ یعنی اس آبادی کی ہلاکت کے بعد نشانیاں چھوڑیں۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ھِیَ اٰثَارُ دِیَارِھَا الْخَرِبَۃِ۔ ابن عباس فرماتے ہیں وہ نشان ان کی خراب اور کھنڈر مکانوں کے نشان ہیں۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ کالا پانی ہے زمین پر۔

وَ قَالَ قَتَادَۃُ ھِیَ الْحِجَارَۃُ الَّتِیْ اُمْطِرَتْ عَلَیْھِمْ وَقَدْ اَدْرَکَتْھَا اَوَائِلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ۔ وہ پتھر ہیں جو ان پر برسائے گئے جنہیں اس زمانہ کی امتوں نے پائے۔

ابو سلیمان دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ھِیَ اَنَّ اَسَاسَھَا اَعْلَاھَا وَ سُقُوْفَھَا اَسْفَلَھَا اِلَی الْاٰنِ۔ وہ بنیادیں جو اوپر آئی ہوئی ہیں اور چھتیں نیچی ہیں آج تک۔ یعنی ساری بستی پلٹ دی گئی ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ فِی الْاٰیَاتِ مِنَ الدَّلَالَۃِ عَلٰی ذَمِّ اللِّوَاطَۃِ وَ قُبْحِھَا مَا لَا یَخْفٰی فَھِیَ کَبِیْرَۃٌ بِالْاِجْمَاعِ وَنَصُّوْا عَلٰی اَنَّھَا اَشَدُّ حُرْمَۃً مِّنَ الزِّنَا۔ ان آیتوں میں ذم لواطت اور اس کی قباحت کے دلائل ہیں جو مخفی نہیں کہ وہ بالاجماع کبیرہ گناہ ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عام زنا سے اشد لواطت کی حرمت ہے۔

وَ فِیْ شَرْحِ الْمَشَارِقِ لِلْاَکْمَلِ اِنَّھَا مُحَرَّمَۃٌ عَقْلًا وَّ شَرْعًا وَّ طَبْعًا۔ شرح مشارق میں ہے کہ لواطت حرام شرعی و عقلی اور طبعی ہے۔

وَ عَدَمُ وُجُوْبِ الْحَدِّ فِیْھَا عِنْدَ الْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بِالدَّلِیْلِ عِنْدَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَا لِخِفَّتِھَا۔

وَ قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَآءِ اِنَّ عَدَمَ وُجُوْبِ الْحَدِّ لِلتَّغْلِیْظِ لِاَنَّ الْحَدَّ مُطَھِّرٌ۔ لواطت پر حد کا عدم وجوب بوجہ اس کی غلاظت کے ہے اس لئے کہ حد پاک کرنے والی ہے جرم سے اور اس سے پاک ہونا نہیں اس لئے اس کی حد بھی نہیں۔

اسی بنا پر اس عمل کو خبیث فرمایا حَیْثُ قَالَ کَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ وَالْجَنَّۃُ مُنَزَّھَۃٌ عَنْھَا۔ لوطی کے لئے جنت نہیں اس لئے کہ جنت خباثت سے منزہ ہے اور لوطی حد لگانے سے بھی پاک نہیں ہوتا۔

اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر ہے:

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾۔

اور مدین کی طرف ہم نے بھیجا ان کی برادری سے شعیب کو تو انہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی پوجا کرو اور آخرت

کے دن کا خوف رکھو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ الرِّجَآءُ هٰهُنَا بِمَعْنَى الْخَوْفِ وَالْمَعْنٰى وَ خَافُوْا جَزَآءَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ مِنْ اِنْتِقَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْكُمْ۔

اور عثو نہ کرو۔ عثو فساد کو کہتے ہیں۔ تباہ کرنے کو بھی کہتے ہیں۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾۔

تو اس قوم نے آپ کی تکذیب کی تو پکڑا انہیں رجفہ نے تو صبح کی اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے۔

رَجْفَةٌ الزَّلْزَلَةُ الشَّدِيْدُ۔ جیسا کہ سورۃ ہود میں ہے: وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ۔ صیحہ چیخ چنگھاڑ کو کہتے ہیں جو حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف سے تھی اور اس کے سبب سے زلزلہ شدیدہ ہوا۔

اور صبح کی انہوں نے اپنے گھر میں یعنی اپنی بستی میں فِيْ دَارِهِمْ کی تفسیر اَیْ بَلَدِهِمْ فَاِنَّ الدَّارَ تُطْلَقُ عَلَى الْبِلَادِ وَلِذَا قِيْلَ لِلْمَدِيْنَةِ دَارُ الْهِجْرَةِ — فِيْ دَارِهِمْ۔ سے مراد ان کی بستی ہے اس لئے کہ دار کا اطلاق شہروں پر بھی ہوتا ہے اسی بنا پر مدینہ کو دار الہجرت کہا گیا۔

اور جٰثِمِيْنَ سے مراد میتین بھی ہے یعنی مرے ہوئے اور بَارِكِيْنَ عَلَى الرُّكَبِ۔ گھٹنوں کے بل جھکنا اور مر جانا بھی اس کے معنی ہیں۔

اس کے بعد عاد و ثمود کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔

وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾۔

اور ہلاک کیا ہم نے عاد و ثمود کو اور بے شک تم پر ظاہر ہیں ان کے مسکنوں میں سے اور شیطان نے انہیں ان کی بداعمالیاں مرغوب کر دیں تھیں تو انہیں روک دیا سیدھی راہ سے اور وہ سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔

اس کی تفسیر آلوسی رحمہ اللہ اس طرح کرتے ہیں: اَیْ وَقَدْ اَهْلَكْنَا عَادًا وَّ ثَمُوْدَ۔ بے شک ہلاک کیا ہم نے عاد و ثمود کو وَقَدْظَهَرَ لَكُمْ اَتَمَّ ظُهُوْرٍ اِهْلَاكُنَا اِيَّاهُمْ مِّنْ جِهَةِ مَسَاكِنِهِمْ۔ اور بے شک تم پر پوری طرح واضح اور ظاہر ہے ہمارا ہلاک کرنا انہیں ان کے گھروں کے کھنڈروں سے۔

وَ ذَالِكَ بِالنَّظْرِ اِلَيْهَا عِنْدَ اِجْتِيَازِكُمْ بِهَا ذَهَابًا اِلَى الشَّامِ وَاِيَابًا مِّنْهُ۔ اور تمہاری آنکھوں کے سامنے ظاہر ہے ملک شام کی طرف آتے جاتے۔ اور

وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ۔ کے معنی یہ ہیں کہ بِوَسْوَسَتِهٖ وَاِغْوَائِهٖ اَعْمَالَهُمُ الْفَضِيْحَةَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِيْ۔ یعنی تو سوس شیطانی و اغوا سے ان کے اعمال قبیحہ کفر یہ انہیں اچھے نظر آئے۔

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ۔ تو روکا انہیں سیدھی راہ سے جو موصل الی الحق تھی۔

وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ۔ اَیْ عُقَلَاءَ يُمْكِنُهُمُ التَّمِيْزُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ بِالْاِسْتِدْلَالِ وَالنَّظْرِ وَ لٰكِنَّهُمْ اَغْفَلُوْا وَلَمْ يَتَدَبَّرُوْا۔ یعنی وہ اتنی عقل رکھتے تھے کہ حق و باطل میں تمیز کر سکیں استدلالی اور نظریہ عقلی سے لیکن غفلت میں پڑ

کرغور و تدبر نہیں کرتے تھے۔ وَلٰكِنَّهُمْ كَفَرُوْا عِنَادًا وَّ جُحُوْدًا۔ بلکہ عناد اور انکار سے کفر پر مصر رہے۔

مجمع البیان میں ہے: اِنَّ الْمَعْنٰى كَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ عِنْدَ اَنْفُسِهِمْ فِيْمَا كَانُوْا عَلَيْهِ مِنَ الضَّلَالَةِ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى هُدًى۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے دل میں سمجھتے تھے کہ یہ گمراہی ہے مگر ان کا گمان یہی تھا کہ وہ ہدایت پر ہیں۔

چنانچہ ابن منذر اور ایک جماعت قتادہ سے راوی ہیں: اِنَّهٗ قَالَ مُعْجِبِيْنَ بِضَلَالَتِهِمْ۔ وہ اپنی گمراہی پر نازاں تھے۔

اس کے بعد تین سرکشوں کا بیان ہے جو عہد موسیٰ علیہ السلام میں تھے۔

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ۔ اور ہلاک کیا ہم نے قارون اور فرعون اور ہامان کو۔

یہاں قارون کے ذکر کو مقدم کرنا اس لئے مناسب ہے کہ ان تمام بیانات سے مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے۔

تو جس طرح آپ کی قوم آپ کی ذات اقدس سے حسد کرتی تھی ایسے ہی قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا بلکہ آپ کا رشتہ دار تھا جس کا ذکر اول ہو چکا۔

یہ ابصر الناس اور اعلم توریت تھا لیکن اسے بصارت و علم سے فائدہ نہ پہنچا۔

یا اس لئے اس کا ذکر مقدم فرمایا کہ لِاَنَّهٗ اَشْرَفُ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ لِاِيْمَانِهٖ فِي الظَّاهِرِ وَ عِلْمِهٖ بِالتَّوْرَاةِ وَ كَوْنِهٖ ذَاقَرَابَةٍ مِّنْ مُّوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ کہ وہ فرعون اور ہامان سے ظاہری ایمان اور علم تورات میں اشرف تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ دار تھا۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾۔

اور بے شک آئے اس قوم میں موسیٰ روشن دلائل کے ساتھ تو تکبر کیا انہوں نے اور نہیں تھے وہ اللہ کی حکومت سے نکل جانے والے۔

وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ کے معنی روح المعانی میں ہیں: اَىْ فَائِتِيْنَ اَمْرَ اللّٰهِ۔ یعنی وہ اللہ کے حکم کو ختم نہیں کر سکتے۔

اور ابو حیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ پہلی امتوں کی طرح کفر میں رہ کر سلامت نہیں رہ سکتے یعنی امم سابقہ کی بھی عادت تھی کہ وہ انبیاء کرام کی تکذیب کرتی تھیں۔

گویا مطلب یہ ہے کہ قارون اور فرعون اور ہامان بھی ویسے ہی ہلاک ہوئے اور تمام منکر ہلاک ہی ہونے والے ہیں چنانچہ ارشاد ہے:

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ۔ تو سب کو پکڑا ہم نے ان کے گناہ پر (یعنی پہلے ہوں یا یہ تینوں سرکش)

فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا۔ تو ان میں سے وہ ہیں جس پر ہم نے حاصب بھیجے۔

اَىْ رِيْحًا عَاصِفًا فِيْهَا حَصْبَآءُ۔ یعنی ایسی آندھی جس میں کنکر برسے۔

وَ قِيْلَ مَلَكًا رَمَاهُمْ بِالْحَصْبَآءِ وَ هُمْ قَوْمُ لُوْطٍ۔ ایک قول ہے کہ فرشتہ آیا جس نے کنکر پتھر برسائے اور یہ قوم معذب قوم لوط تھی۔

اور قوم عاد پر بھی ایسا ہی عذاب آیا کہ وہ آندھی سے ہلاک ہوئے عام اس سے کہ پتھر کنکر برسے یا اور کچھ بہر حال اس

میں ایسی اذیت تھی کہ سب ہلاک ہو گئے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْحَاصِبُ هُوَ الْعَارِضُ مِنْ رِيْحٍ اَوْسَحَابٍ اِذَا اَرْمٰى بِشَيْءٍ۔ حاصب اس آندھی کو کہتے ہیں یا ابر کو جس کے ذریعہ ہلاک کرنے کو کچھ مارا جائے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ۔ اور ان میں سے وہ قوم ہے جسے چنگھاڑ نے آلیا۔ جیسے قوم مدین اور قوم ثمود۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ۔ اور انہیں میں سے وہ ہے جسے ہم نے زمین میں دھنسایا۔ وَ هُوَ قَارُوْنُ اور وہ قارون تھا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا۔ اور بعض اس قوم میں سے وہ ہے جسے ہم نے غرق کیا وَ هُوَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ مَّعَهٗ۔ یہ فرعون اور اس کے ساتھی تھے۔

وَ ذَكَرَ بَعْضُهُمْ قَوْمَ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ بعض نے کہا وہ قوم نوح علیہ السلام ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان کی ہلاکت عناصر اربعہ میں سے ایک سے ہوئی۔ فَالْحَاصِبُ وَ هُوَ حِجَارَةٌ مُّحْمَاةٌ تَقَعُ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَتَنْفَذُ مِنَ الْجَانِبِ الْاٰخَرِ اِشَارَةٌ اِلَى التَّعْذِيْبِ بِعُنْصُرِ النَّارِ۔ حاصب وہ گرم پتھر ہے جو ہر ایک معذب پر پڑا اور ایک جانب لگا اور دوسری جانب پار ہو گیا اس میں عنصر ناری سے عذاب کی طرف اشارہ ہے۔

وَالصَّيْحَةُ وَهِيَ تَمَوُّجٌ شَدِيْدٌ فِي الْهَوَآءِ اِشَارَةٌ اِلَى التَّعْذِيْبِ بِعُنْصُرِ الْهَوَآءِ۔ چنگھاڑ وہ ایک موج شدید ہے ہوا میں اس میں اشارہ ہے کہ یہ عذاب عنصر ہوا کے ذریعہ ہوا۔

وَالْخَسْفُ اِشَارَةٌ اِلَى التَّعْذِيْبِ بِعُنْصُرِ التُّرَابِ۔ اور خسف یعنی دھنسانے میں اشارہ ہے عذاب کا عنصر ترابی سے۔

وَالْغَرَقُ اِشَارَةٌ اِلَى التَّعْذِيْبِ بِعُنْصُرِ الْمَآءِ۔ اور غرق میں اشارہ ہے عذاب کا عنصر مائی کے ذریعہ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عذاب کیوں ہوا پہلے بنایا اور پھر خود ہی ہلاک کر دیا۔ اس میں واہمہ ظلم ہوتا ہے اس کا جواب فرمایا گیا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۴۰۔

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

کفر و معاصی کے ارتکاب سے اور بتوں کی پوجا سے، فواحشات کے ارتکاب سے۔

اب ان کے اعتقاد باطلہ فاسدہ اور اعمال کاسدہ کی مثال فرمائی جاتی ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۱۔

ان کی مثال جو اللہ کے سوا اپنا کارساز پکڑتے ہیں مکڑی کی سی ہے کہ گھر بناتی ہے اور سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے اگر وہ سمجھ والے ہوتے۔

اس آیہ کریمہ میں ان ہلاک ہونے والوں کے حال کی تقبیح فرمائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو غیر خدا کا پوجنے والا اور

مشرک ہے۔ بت پرست ہے اس کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ اپنی دانست میں جالا تان کر پوری عمارت بناتی ہے لیکن اس کی عمارت اسے کچھ نفع نہیں دیتی نہ سورج سے بچاتی ہے نہ بارش سے محفوظ کرتی ہے نہ ہوا آندھی جھکڑ میں اسے فائدہ دیتی ہے۔

گویا آیۂ کریمہ میں اشارۃً یہ فرمایا کہ جو بتوں پر عقیدہ رکھ کر اپنا مذہب بت پرستی بنا رہے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے مکڑی کا جالا کہ اسے قیام اور مضبوطی نہیں۔

مکڑی دو قسم کی ہوتی ہے۔

یہاں وہ مکڑی مراد ہے جو ہوا میں اپنا جالا بناتی ہے اور مکھی کا شکار کرتی ہے نہ کہ وہ مکڑی جو زمین کھود کر اس میں رہتی ہے اور رات کو باہر نکلتی ہے یہ ذوات السموم سے ہے تو اس کا مارنا مسنون ہے۔

اور وہ مکڑی جو جالا تانتی ہے اس کے متعلق ابوداؤد رحمہ اللہ اپنی مراسیل میں یزید بن مرثد رحمہ اللہ سے راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اَلْعَنْكَبُوْتُ شَيْطَانٌ مَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فَمَنْ وَجَدَهَا فَلْيَقْتُلْهَا فَاِنَّهٗ كَمَا ذَكَرَ الدُّمَيْرِيُّ ضَعِيْفٌ۔ اس حدیث کو علامہ دمیری رحمہ اللہ نے ضعیف فرمایا۔

اور خطیب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اخراج فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ اَنَا وَ اَبُوْبَكْرٍ نِالْغَارَ فَاجْتَمَعَتِ الْعَنْكَبُوْتُ فَنَسَجَتْ بِالْبَابِ فَلَا تَقْتُلُوْهُنَّ – ذَكَرَ هٰذَا الْجُزْءَ جَلَالُ الدِّيْنِ السُّيُوْطِيُّ فِي الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم اور ابوبکر غار میں داخل ہوئے تو مکڑی آئی اور اس نے غار کا منہ اپنے جالے سے بنا تو اسے قتل نہ کرو۔

اس کے علاوہ مکڑی کے جالے سے گھر پاک رکھنے کا حکم ہے۔ ویسے مولانا روم علیہ الرحمۃ نے بھی مثنوی میں لکھا ہے۔

دور کن از خانہ تار عنکبوت!

وَنَصُّوْا عَلٰى طَهَارَةِ بَيْتِهَا لِعَدَمِ تَحْقِيْقِ كَوْنِ مَا تُنْسِجُ بِهٖ مِنْ غِذَائِهَا الْمُسْتَحِيْلِ فِيْ جَوْفِهَا۔

جالے سے گھر پاک رکھنا اس بنا پر ہے کہ جس چیز سے وہ جالا پارتی ہے اس کی تحقیق نہیں کہ وہ غذاء مستحیل فی جوف ہوتی ہے یا کیا۔

علامہ دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّ ذَالِكَ لَا تُخْرِجُهٗ مِنْ جَوْفِهَا بَلْ مِنْ خَارِجِ جِلْدِهَا۔ وہ لعاب اپنے جوف بطن سے نہیں نکالتی بلکہ خارج جلد سے لاتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: طَهِّرُوْا بُيُوْتَكُمْ مِنْ نَسْجِ الْعَنْكَبُوْتِ فَاِنَّ تَرْكَهٗ فِي الْبُيُوْتِ يُوْرِثُ الْفَقْرَ۔ اپنے گھروں کو مکڑی کے جالے سے پاک کرو اس لئے کہ جالا گھر میں رکھنا مورث فقر ہے۔

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾۔ کاش وہ کچھ ہی سمجھتے (تو بت پرستی نہ کرتے)۔

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾۔

(یعنی اے محبوب آپ فرما دیجئے کہ) کہ بے شک اللہ جانتا ہے جس چیز کو وہ پوجتے ہیں اس کے سوا اور وہ عزت والا حکمت والا ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قُلْ لِلْكَفَرَةِ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝۴۳ ۔

یہ مثالیں ہیں جو لوگوں کے لئے دی ہیں اور اسے نہیں سمجھتے مگر عالم۔

وَالرَّاسِخُ فِي الْعِلْمِ۔ جو تدبر فی الاشیاء کے ماہر ہیں۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۴ ۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین حق طریقہ سے پیدا فرمائے بے شک اس میں نشانی ہے ایمان والوں کے لئے۔

تمت پارہ بستم بِحَمْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ

اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ ۲۴ فروری ۱۹۵۶ء

الحمد للہ بیسواں پارہ ختم ہوا

تفسیر الحسنات

تفسیر الحسنات، مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری چشتی اشرفی نور اللہ مرقدہٗ کی تصنیف ہے۔ جسے آپ نے آسان اور سلیس اردو میں تحریر کیا ہے۔ علامہ مغفور اپنے دور کے عظیم علماء میں سے تھے۔

تقریر وتحریر، سیاست وتدبر میں یگانہ تھے۔ نامور طبیب بھی تھے اور بے مثل خطیب بھی۔ حین حیات مسجد وزیر خاں کے خطیب رہے۔ اور تقریباً نصف صدی تک لوگوں کی علمی تشنگی کو روحانی وایمانی سیرابی سے مالا مال کرتے رہے۔ آپ مرجع خلائق عالم تھے اور اپنے دور میں حنفیوں کی ریاست کے والی تھے۔

فقہ، اصول فقہ (مسائل فقیہ)، تفسیر، اصول تفسیر، تشریح آیات میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علم حدیث پر گہری اور عمیق نگاہ تھی۔ طب، فلسفہ، ادب، شعر تو گویا ان کا عمومی مذاق تھا ان کی مجلس پر بہار ہوتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق تھا۔ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، احترام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، عظمت اولیاء، تصرفات اولیاء، اصلاح عقائد اور اصلاح معاشرہ ان کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ وہ بیک وقت صاحب نسبت صوفی، شیخ طریقت، طبیب حاذق، مفسر قرآن، محدث، فقیہ ومفتی، شاعر وادیب، نثار وقلمکار، شیریں بیان مقرر، بے باک خطیب، اور منجھے ہوئے اسلامی ذہن کے بلند پایہ سیاستدان بھی تھے۔ انہوں نے جہاد کشمیر میں عملی حصہ لیا اور تحریک ختم نبوت کے مرکزی صدر اور روح رواں تھے اور جمعیۃ العلماء پاکستان ان کے ہی زیر قیادت وسیاست پروان چڑھی۔

ان کی تصانیف میں طیب الوردہ فی شرح قصیدہ بردہ، کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب، اوراق غم، شمیم رسالت بہت مشہور ہیں لیکن تفسیر قرآن میں ان کی یادگار تفسیر الحسنات ایک خاص عظمت کی حامل ہے۔ تحریک ختم نبوت کے دوران آپ سکھر جیل میں کچھ عرصہ قید رہے۔ اسی دوران آپ نے اس تفسیر کا آغاز کیا اور تادم آخر اس میں مصروف رہے۔

اس تفسیر کے لکھتے وقت آپ کے پیش نظر وہ تمام حالات وواقعات ومشاہدات تھے جس کا آپ کو نصف صدی سے اوپر کا عملی تجربہ تھا۔ چنانچہ آپ نے اس تفسیر میں اس امر کی طرف خصوصی توجہ دی ہے کہ یہ تفسیر صرف علماء ہی تک محدود نہ رہے بلکہ عوام بھی اس سے کماحقہٗ استفادہ کر سکیں۔ آپ نے اس سلسلہ میں بڑی کامیاب کوشش کی اور آپ کی تفسیر عصر حاضر کی متداول تفاسیر میں سے ایک اہم تفسیر ہے جسے تمام حلقوں میں مکمل پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور خدا کے کثیر بندوں کو تفہیم قرآن کے سلسلہ میں ٹھوس مدد ملی۔ اس تفسیر کی بنیادی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

۱- یہ تفسیر تمام سابقہ تفسیروں سے استفادہ کر کے لکھی گئی ہے لیکن اس پر علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ صاحب روح المعانی کی گہری چھاپ ہے۔

۲- تفسیر میں مسلک اہل سنت (حنفی) کی واضح ترجمانی ہے اور انداز انتہائی مدلل اور معقول ہے جس میں نہ تو کسی پر بے جا تنقید ہے اور نہ ہی الزام تراشی بلکہ اپنے مسلک کی بے لاگ اور حسین ومؤثر ترجمانی ہے اور اختلافی مسائل میں اپنے نکتہ نظر کی دلکش وضاحت ہے۔

۳- اردو زبان میں ہے اور انتہائی سلیس اور عام فہم ہے۔

۴- ہر آیت کا لفظی، بامحاورہ ترجمہ، حل لغات، شان نزول، تاریخی واقعات، اقوال مفسرین اور احادیث نبوی ﷺ کے پیش نظر جامع تشریح ہے۔

۵- مسائل فقہیہ جہاں بھی آئے ہیں پوری تشریح کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

۶- تفسیر میں اہل علم، صاحب ذوق اور طالبان علم، عوام کے مذاق کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔

۷- بحث کا انداز کہیں منطقی ہے اور کہیں فلسفیانہ مگر نتیجہ وہی ہے جو کتاب و سنت سے مستفاد ہے۔

۸- بعض مسائل پر نہ صرف تحقیق کی ہے بلکہ محققانہ فیصلہ بھی دیا ہے اور اسے علماء متقدمین و متاخرین کے اقوال سے مؤید اور مؤکد کیا ہے۔

۹- تفسیر میں انداز محض ناصحانہ نہیں کہ قاری اس سے اکتا جائے بلکہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ پڑھنے والے کی توجہ ہمہ وقت ادھر ہی رہے اور وہ تفسیر کے اندر داخل ہوتا چلا جائے اور اس کے ذوق کو کوئی امر گراں نہ گزرے۔

۱۰- عصر حاضر کے بے شمار مسائل کا حل بھی پیش کیا گیا ہے۔

تفسیر الحسنات بآیات بینات" مؤلفہ مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا سُبْحَانَ اللہ، تفسیری محاسن کا حسین و جمیل مرقع ہے۔ کیوں نہ ہو جس کے مؤلف فاضل اجل عالم بے بدل حافظ قاری علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قدس اللہ سرہٗ العزیز جو آبًا عن جدًا وارث علوم قرآن و حدیث ہیں۔ فنون متداولہ عقلیہ و نقلیہ کے ماہر قرآن کریم حافظاً و قاریٔ تفسیر و حدیث فقہ اور تصوف کے علوم کے جامع بلکہ طب یونانی کے بھی عظیم فاضل طبیب حاذق صالح متقی شریعت و طریقت کے حامل تصنیف و تالیف میں بے مثال ان کی لکھی ہوئی تفسیر کیسی نفیس اور عمدہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح معنی جسے تفسیر کہا جا سکتا ہے۔ وہ تفسیر الحسنات ہے لفظی ترجمہ میں لغات قرآن کو حل کر دیا اور بامحاورہ ترجمہ فرما کر قرآن پاک کو آسان کر دیا شان نزول تحریر فرما کر مطالب قرآن کو مزید واضح فرما دیا افسوس ہے کہ تا حال فقیر کو بالاستیعاب مطالعہ کا موقع نہیں ملا جو کچھ دیکھا جہاں تک دیکھا صفحات اوراق پر جواہر پارے اور در ہائے نایاب بکھرے ہوئے پائے سورۂ قٓ تک حضرت مولف قدس سرہٗ تفسیر الحسنات لکھنے پائے تھے کہ رب العٰلمین کی بارگاہِ عظمت میں حاضری کا وقت آگیا۔ اے کاش بقیہ تفسیر بھی مکمل ہو جاتی تو ہمارے اس دینی علمی سرمایہ میں مزید نعمتیں نصیب ہوتیں۔ بہر نوع اور حیثیاً بفضلہٖ اللہ جو کچھ ہمیں ملا ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور حضرت مولف علیہ الرحمۃ کے لخت جگر صاحبزادہ سید خلیل احمد قادری دامت برکاتہم العالیہ کے اس احسان عظیم پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے اس علمی خزانہ کو محفوظ رکھا اور تفسیر الحسنات کو بحسن و خوبی کے ساتھ زیور تصحیح و ترتیب سے آراستہ کر کے تشنگان علوم تک پہنچا دیا اللہ حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے اسلاف کرام کے ساتھ جنات الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور صاحبزادہ امین الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی دامت برکاتہم العالیہ کو صحت و عافیت کے ساتھ زندہ و سلامت رکھے کہ وہ اپنے اسلاف کرام کی چمکتی ہوئی نشانی ہیں۔

فقیر سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

تفسیر الحسنات

علامہ ابوالحسنات سیّد محمّد احمد قادری

ناشر
ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

فہرست مضامین تفسیر الحسنات پانچویں جلد پارہ ۲۱ تا ۲۵

مضمون	صفحہ
۲۱ سورہ عنکبوت بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع	۳
تلاوت کر۔ نماز بے حیائی کو روکتی ہے۔	۲۳۴۴
اللہ کا ذکر غالب ہے	″
قرآن کریم آسمانی کتاب ہے	″
لفظی ترجمہ	۴ / ۲۳۴۵
″	۵ / ۲۳۴۶
خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع	۶ / ۲۳۴۷
نماز قائم کر دبے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بری بات سے	″
حضرت انس کی روایت۔	″
انصاری نوجوان کا واقعہ	
مت جھگڑا کرو	۷ / ۲۳۴۸
شیریں بیانی	″
قرآن کریم آسمانی کتاب ہے اسمیں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے	″
نبی آخر الزمان کتاب لائے	۷ / ۲۳۴۸
یہ قرآن کھلی اور روشن آیتیں ہیں۔	″
کافروں کا اعتراض اُس کا جواب	۸ / ۲۳۴۹
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات	″
مختصر تفسیر پانچواں رکوع	۹ / ۲۳۵۰
ذکر اللہ جو دن میں پانچ بار بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر خشوع خضوع سے تسبیح و تہلیل کرتا رہے۔	″
بیشک نماز روکتی ہے فواحش سے جب تک نمازی نماز میں مشغول رہے۔	۱۰ / ۲۳۵۱
اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے	″
علامہ آلوسی کے بارہ قول	″
	۱۱ / ۲۳۵۲
نہ جھگڑا کرو یہود نصاریٰ سے مگر ایسے طریقے سے جو احسن ہو	۱۲ / ۲۳۵۳
عملوں بہترین عمل کونسا ہے	۱۲ / ۲۳۵۳
ذکر اللہ سے مراد نماز ہے	″
ظالموں کا بیان	۱۳ / ۲۳۵۴
″	
اہل کتاب توریت کی تلاوت عبرانی میں کرتے تھے	۱۴ / ۲۳۵۵
اور اُسکی تفسیر عربی میں سناتے تھے	″
کتابی منکرین کی دشمنی کا اظہار	۱۵ / ۲۳۵۶
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا انکار	″
حضور علیہ السلام کی تعلیمات پر کسی دوسرے کی تعلیم کو ترجیح دینا بے دینی ہے ہلاکت میں پڑنا ہے۔	۱۶ / ۲۳۵۷
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ عنکبوت	″
″	۱۷ / ۲۳۵۸
لفظی ترجمہ	۱۸ / ۲۳۵۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
لفظی ترجمہ	۱۹	باطل پر اور اللہ کے منکر ہوئے	″	مختصر تفسیر ساتواں رکوع	۳۱
خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع	۲۰	وہ نقصان میں ہیں	″	سورہ عنکبوت	
سورہ عنکبوت		وہ جلدی چاہتے ہیں عذاب	۲۴	دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر	۳۲
جو باطل پرست ہیں اور اللہ	″	اجل سے مراد قیامت ہے	″	کے پر کی حیثیت نہیں رکھتی	
کے ساتھ کفر کرتے ہیں تو برے		بعض عذاب امم سابقہ پر رات	″	جب سوار ہوتے ہی کشتی میں	″
نقصان حاصل کریں گے		میں نازل ہوئے۔	″	اللہ کی نعمتوں سے کفر کرتے	۳۳
عذاب یقینی ہے	″	جس دن چھا جائے گا ان پر	″	ہیں	
بے شک مری زمین فراخ ہے	۲۱	عذاب		شان نزول	″
مری ہی پوجا کرو		علامہ آلوسی کی بحث	۲۵	بے شک ضرور نیکوں کے	″
ملک خدا تنگ نیست پائے	″	مفسرین کے اقوال	″	ساتھ ہے۔	
گدا لنگ نیست		کلّ نفسٍ ذائقۃ الموت	۲۶	سورہ روم	۳۴
ہر جان کو ذائقہ موت چکھنا	۲۱	شان نزول	۲۷	بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع	″
ہے۔		اللہ ہی انہیں رزق دیتا ہے	″	سورہ روم	
کیا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے	۲۲	مردہ زمین زندہ فرما کر سرسبز کرتا	″	لفظی ترجمہ	۳۵
والوں کا		ہے		″	۳۶
اللہ رازق ہے۔	″	بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع	۲۸	خلاصہ تفسیر پہلا رکوع	۳۷
اللہ ہی فراخ فرماتا ہے رزق	″	لفظی ترجمہ	۲۹	سورہ روم	
جسے چاہے۔		خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع	۳۰	علامہ آلوسی کی روم کے بارے	″
اسی کے ید قدرت میں	″	دنیا کھیل کود ہے دنیا فانی ہے	″	بحث	
فراخی و تنگی رزق ہے		اللہ کی ناشکری صریح ناشکری	۳۱	پختہ پیشنگوئی	″
مختصر تفسیر چھٹا رکوع	۲۳	کا ذکر		شان نزول	۳۸
سورہ عنکبوت		جو اللہ پر جھوٹ باندھے	″	حضرت صدیق اکبر کا کفار	″
اللہ کافی ہے۔	″	جنہوں نے ہماری راہ میں	″	مکہ میں اعلان۔	″
وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل	″	کوشش کی		سو اونٹ کی شرط	″

مضمون	صفحہ
امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا اس شرط کے بارے میں موقف	۳۹
حضرت صدیق اکبر نے سو اونٹ وصول کر لئے اور حضور کے حکم کے مطابق صدقہ کر دیئے	//
ساتویں برس میں رومی غالب آئے اور فارس مغلوب ہوا	//
حضور علیہ السلام کی تصدیق نبوت پر بین دلیل۔	//
اللہ کی مدد	۴۰
اللہ کا وعدہ ہے	
دنیا میں اُن کا انجام	//
آسمان اور زمین جو کچھ ان میں ہے متعین وقت تک کیلئے بنایا	//
کیا انہوں نے زمین پر سیر نہ کی کر دیکھتے اُن کا انجام ؛	//
اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ظلم ہو سکتا ہے نہ اُس نے ظلم کیا۔	۴۱
مختصر تفسیر پہلا رکوع سورہ روم	//
روم مغلوب ہو جائیں گے اس مغلوبیت کے بعد فارس پر عنقریب غالب ہوں گے۔	//
علامہ آلوسی کی بحث	//
عہد رسالت مآب میں فارس سے	

مضمون	صفحہ
ان کا مقابلہ ہوا تو ان پر فارس غالب ہوا	//
متعدد روایات اقوال	۴۲
البضع کے متعلق علامہ آلوسی کا قول	//
واقعہ کا شان نزول	//
روایت ہے	//
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشگوئی بشارت دینا	۴۳
رومیوں کا فارس پر فتحیاب ہونے کی بشارت	//
ابی بن خلف کا انکار کرنا	//
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جواب دینا اور شرط لگانا	//
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانا کہ بضع کا اطلاق تین سے نو سال تو سال تک ہوتا ہے۔	//
حضرت صدیق کا دوبارہ ابی بن خلف کی طرف تشریف لانا شرط کی دوبارہ تجدید کرنا	۴۴
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہجرت کے وقت ابی نے ضمانتی طلب کیا۔	//

مضمون	صفحہ
ابی سے احد شریف میں حضرت عبدالرحمٰن نے ضمانت طلب کی۔	۴۴
ابی کا احد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک	//
ترمذی شریف کی روایت	//
یوم بدر پر روم کا فارس پر فتحیاب ہونا	//
حضرت صدیق اکبر نے شرط کے سو اونٹ حاصل کئے۔ اور بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہوتے۔	//
حضور نے حکم فرمایا کہ یہ اونٹ صدقہ کر دو	//
عقود فاسدہ	
امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک حربی سے ہے۔	//
علامہ آلوسی	//
مسلک امام ابوحنیفہ امام محمد کے مطابق عقود فاسدہ	
دار الحرب میں مسلمین و کفار کے مابین جائز ہیں تفسیر نسفی	۴۵
ناطوس کا قتل	//
خواب میں خسرو پا بجولا لایا گیا ہے	//
ہرقل نے نو ہزار لشکری قتل کر دیئے	//
رومیوں نے اپنے گھوڑے مدائن میں باندھ دیئے۔	۴۶
علامہ آلوسی کی بحث	//

مضمون	صفحہ
رومی اکثر مسلمان ہوگئے۔	″
اللہ کا ہی حکم ہے اوّل آخر	″
اللہ کا وعدہ	۴۷
حق کی تعریف میں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔	″
مرنے کے بعد اٹھنے کو غلط سمجھتے تھے۔	۴۸
کیا سیر نہ کی زمین میں دیکھنے والوں کا کیا انجام ہوا۔	″
غار ثور کے کھنڈروں کا مشاہدہ	″
تعبیرات میں ماہر تھے۔	″
معجزات کا انکار	۴۹
ہلاکت موجب ہوا	″
ظلم کی بحث	″
بامحاورہ ترجمہ	
دوسرا رکوع سورہ روم	″
لفظی ترجمہ	۵۰
خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع سورۂ روم	۵۱
رکوع کے مشکل لغات	″
خلاصہ تفسیر	۵۲
مرنے کے بعد وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔	″
معادِ حشر کا بیان	″
اعتقاد باطلہ	″

مضمون	صفحہ
انبیاء اولیاء	۵۳
شفاعت سفارش کریں گے	″
فرمانبردار گنہگار علیحدہ علیحدہ ہوجائیں گے۔	″
اللہ کی تسبیح کرو صبح شام	″
ان اوقات میں	″
تسبیح و تحمید کرو	
حدیث پاک	
سید المفسرین ابن عباس کے نزدیک	۵۵
نزول آیات کے وقت مکہ معظمہ میں ہر نماز میں دو رکعتیں	″
ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث	″
ان اسرار کی تصریح	″
تعریف موت	۵۶
از مفردات راغب اصفہانی	″
بیان اللسان	
آیات سے موت کی تشریح	۵۷
صاحب البیان موت کے معانی لکھتے ہیں۔	″
صاحب منجد معانی لکھتے ہیں	″
مختصر تفسیر دوسرا رکوع سورہ روم	″
تم جزا سزا کے لئے اللہ کے حضور حاضر کئے جاؤ گے	۵۸

مضمون	صفحہ
جن و شیاطین اور قیامت سفارش کے قابل نہ ہوسکے گے۔	۵۸
قیامت کے دن مومن کافر علیحدہ علیحدہ ہوں گے۔	۵۹
بیان اللسان میں صبر کی تعریف	″
علامہ آلوسی کہتے ہیں روضہ وہ زمین ہے جس پر سبزہ پانی ہو	″
تسبیح و تنزیہ بیان کرو	۶۰
علامہ آلوسی لکھتے ہیں تسبیح سے مراد نماز ہے۔	″
پنجگانہ نماز کا حکم	″
نافع بن ارزق کا۔ سید المفسرین ابن عباس سے دریافت کرنا۔	″
اس آیت میں نمازوں کے اوقات جمع ہیں۔	۶۱
حضرت حسن فرماتے ہیں صلوٰۃ خمس کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔	″
امام رازی فرماتے ہیں تسبیح کا حل تنزیہ ہے	″
زبان سے ذکر	″
ارکان و اعضا سے عمل صالح کرنا	
ایمان دل کو منزہ کرتا ہے۔	۶۲
مجاہد موت اور زندگی سے مراد کفر و اسلام لیتے ہیں۔	″

مضمون	صفحہ
قبروں سے نکلنے پر بحث	۶۳
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ روم	//
لفظی ترجمہ	۶۴
//	۶۵
خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع سورہ روم	۶۶
تخلیق انسانی کی ابتداء	//
ابوالبشر آدم کو اوّل مٹی سے بنایا	//
پھر اس سے اس کی تمام نسل پیدا ہوئی۔	
عورت مرد کا جوڑا ایک جنس سے پیدا ہوا	//
ہر ملک کے لوگوں کے رنگ مختلف بنائے۔	۶۷
قدرت کے نشان واضح ہیں	//
سوتے وقت کی دعا	//
اس کی نشانیاں آسمان زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں	//
مختصر تفسیر تیسرا رکوع سورہ روم	۶۸
تمہارے لئے تمہیں میں سے جوڑا پیدا کیا۔	۶۹
علامہ آلوسی فرماتے ہیں انسان	//
کے جنس سے ہی نسوانی طبقہ کی پیدائش ہے۔	//

مضمون	صفحہ
مختلف اقوال	//
علامات قدرت سے تیری شان	۷۰
زبانیں بہتر ہیں۔ تمہارا سونا	//
رات کا اور دن میں طلب معاش ہے۔	//
آسمان زمین بغیر کسی سہارے کے قائم ہیں۔	۷۱
نشانیوں کا بیان	//
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ روم	۷۲
//	۷۳
لفظی ترجمہ	۷۴
//	۷۵
خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع سورہ روم	۷۶
ایک مثال	//
اللہ کا شریک کیسے ہو سکتا ہے	//
فطرت سے مراد دین اسلام ہے	۷۷
انسان کی فطرت جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرایا	//
یہ پرویزی فرقہ	۷۸
جب انسان پر کوئی مصیبت آتی ہے۔	//
اللہ ہی کشادہ فرماتا ہے رزق کو	۷۹
تو دے رشتہ داروں کو ان کا حق	//

مضمون	صفحہ
مسکین اور مسافر کی ضرورت پوری کرنا	//
جو چیز زیادہ لینے کو دو	//
خیرات دو اللہ کی رضا جوئی ہیں سو ان کا اجر دو چند ہے۔	//
اللہ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔	//
مختصر تفسیر چوتھا رکوع سورہ روم	۸۰
//	
اے مشرکو اپنے حال پر غور کرو	//
اخروی عذاب سے بے خبر ہیں	
جسے خالق کل نے گمراہ کیا ہے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔	//
فطرت سے مراد دین اسلام ہے	۸۱
صحابہ کرام کے اقوال	//
کسی کو یہ قدرت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور فطرت کو بدل سکے	//
ہر فرقہ جس جماعت میں ہے خوش ہے۔	//
حضر سے مراد شدت وکرب ہے	//
جب تکلیف پہنچتی ہے تو پکارتے ہیں اپنے رب کو۔	
پھر ایک گروہ اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیتا ہے۔	//

مضمون	صفحہ
انتباہ	۸۲
بعض بے دین اولیا کرام اور انبیاء کرام پر ان آیتوں کو منطبق کر لیتے ہیں۔	〃
توسل کی بحث	〃
جب تنگی سختی کربت آتی ہے تو۔	۸۳
بے شک اللہ ہی فراخی رزق کرتا ہے۔	〃
جو اللہ کی رضا جوئی کرتے ہیں وہی کامیاب ہیں۔	〃
دستور رواج ایک کی اصلاح کے لئے ارشاد ہے۔	۸۴
جب چیز تم زیادہ لینے کے لئے دو	〃
لوگوں میں یہ رواج تھا کہ شادی بیاہ موت غمی اس نیت سے دیتے تھے کہ جو قدر دیا ہے اس سے دوگنا لیں گے	〃
روزی دینا مارنا جلانا سب اللہ کے ہی قبضہ میں ہے۔	
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع	۸۵
لفظی ترجمہ	۸۶
〃	۸۷
〃	۸۸

مضمون	صفحہ
مختصر تفسیر پانچواں رکوع	۸۹
سورہ روم	
ظاہر ہو گیا فساد خشکی و تری میں	〃
اپنا رُخ سیدھا اللہ کی عبادت کے لئے رکھو	〃
نشانیوں قدرت سے تین نشانیں بیان فرماتا ہے۔	۹۰
سرد ہواؤں سے بارش اور کثرت پیداوار	〃
دریا میں کشتیاں چلیں تاکہ تجارت و معاش حاصل ہو۔	〃
حج میں تجارت کی اجازت ہے۔	〃
ترمذی شریف میں ہے جو بھائی اپنے مسلمان بھائی کی آبرو بچائیگا اللہ تعالیٰ جہنم سے نجات دیگا	۹۱
کیسے زندہ کیا زمین کو اس کے مرنے کے بعد۔	〃
زمین کا مرنا بنجر ہونا ہے زندہ ہونا سرسبز ہونا،	〃
مومن پر جب سخت آتی ہے شکر کرتا ہے بلا آتی ہے صبر کرتا ہے	۹۲
زندہ دل اور مردہ دل مردہ دل	〃

مضمون	صفحہ
کبھی ہدایت قبول نہ کرینگے	〃
انتباہ	〃
مفردات راغب سے موتی کی تعریف۔	〃
اندھوں سے دل کے اندھے مراد ہیں	〃
مختصر تفسیر اور پانچواں رکوع	۹۳
فساد ظاہر ہو گیا	〃
ظہور فساد سے بر و بحر میں قحط میں غرق ہونا برکتیں کم ہونا	〃
سیدالمفسرین ابن عباس فرماتے ہیں زمین کا خشک ہونا اور دریاؤں کا انقطاع فساد بر و بحر ہے۔	〃
مختلف اقوال	〃
بندوں کی بداعمالیاں سے فساد ظاہر ہوتا ہے۔	۹۴
ایک قول یہ ہے۔	〃
علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔	〃
سیر کرو تو دیکھو انجام	〃
شرک کی وجہ سے عذاب آتا ہے	۹۵
وہ دن جب آئے گا تو علیحدہ علیحدہ ہو جائینگے سب	〃
اپنا منہ سیدھا کرو سیدھے	〃

مضمون	صفحہ
مسجد کی تعریف پر بحث	۹۵
اللہ مشرک کافر کو پسند نہیں فرماتا	۹۶
عربی محاورہ میں ریاح اور ریح کے خواص	//
ہواؤں کے نام آٹھ ہیں مفصل بحث	//
حضرت ابن عباس سے طبرانی بیہقی میں روایت	۹۷
محقق قول	//
ریاح کا اطلاق رحمت پر آتا ہے۔	//
جب نماز جمعہ ہو جائے زمین پر پھیل جاؤ	//
یہ امر تشفیقی ہے	//
حج میں تم پر کوئی گناہ نہیں اگر معاش حاصل کرو	۹۸
بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے	//
علامہ آلوسی فرماتے ہیں	//
اللہ وہ ہے جو بھیجتا ہے ہوائیں۔	//
ابلاس کے معانی	۹۹
اللہ تعالیٰ زندہ فرماتا ہے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد	//

مضمون	صفحہ
کھیتوں کا زرد پڑنا دکھایا گیا	۹۹
مومن اللہ پر ہر حال میں بھروسہ کرتا ہے۔	۱۰۰
مشرکین کا معاملہ برعکس ہے	//
سماع موتیٰ پر تفصیل سے بحث	//
اول مخالف کے دلائل	//
پھر سماع موتیٰ پر دلائل	//
پھر علامہ آلوسی کا محاکمہ	//
سماع موتیٰ پر سورہ نمل میں ارشاد	۱۰۱
ترجمہ آیت کریمہ	//
تیسری آیت کا ترجمہ	//
سماع موتیٰ پر اجلہ علماء نے فرمایا	//
علامہ سارینی بحور ذاخرہ میں روایت کرتے ہیں۔	//
ان اکابر علماء محققین کے دلائل جو سماع موتیٰ کے حامی ہیں۔	//
ابن عبدالبر فرماتے ہیں اکثر میں	۱۰۲
محققین سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔	//
حضرت انس اور حضرت ابوطلحہ سے روایت	//
ام محسن سے بعد انتقال کا حال	

مضمون	صفحہ
حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا	۱۰۳
حضرت مصعب بن عمیر اور ان کے رفقاء کی لاشوں پر تشریف لائے	//
اور زندہ ہونے کی شہادت دی	
فرمایا کوئی انہیں سلام نہیں کرتا مگر وہ اس کو قیامت تک جواب دیتے ہیں۔	//
حضور علیہ السلام نے فرمایا	//
ابن ابی الدنیا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت	//
بخاری مسلم میں ہے	
جب بندہ کو قبر میں دفنا کر واپس ہوتے ہیں تو میت قدموں کی آواز سنتی ہے۔	۱۰۴
علامہ سہیلی نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ قدرت رکھتا ہے۔ وہ سنا سکتا اور راہ بھی دکھا سکتا ہے۔	//
علامہ آلوسی نے منکرین کے اقوال لکھے ہیں	//
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورہ روم	//
//	//
لفظی ترجمہ	۱۰۵
//	۱۰۶

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع	۱۰۷	پہلا رکوع سورہ لقمان	۱۱۲	عوارف المعارف	۱۱۹
سورہ روم		لفظی ترجمہ	〃	احیاء العلوم میں تصریح	
جنین کی صورت میں بنایا	〃	〃	۱۱۳	شانِ نزول	〃
کیڑے کی طرح کلبلاتا		خلاصہ تفسیر پہلا رکوع	۱۱۴	عجمیوں کے قصوں کی کتابیں	
پھر قوت کے بعد بڑھاپا دیا	〃	سورہ لقمان		نظر ابن حارث لایا	〃
تین نعمتیں		مشرکین کی لغویت کا تذکرہ	〃	علامہ آلوسی کی لہو الحدیث	
رحم مادر سے بڑھاپے تک	〃	شانِ نزول	〃	پر ایک مضبوط تقریر	۱۲۰
دنیا کی عمر و قبر کے اندر رہنے		یہ تمام توبیخی		مفسرین کی رائے جبر ابن	۱۲۱
کی مدت اللہ تعالیٰ نے لوحِ	۱۰۸	آیتیں نظر بن حارث اور اس	۱۱۵	عباس سے روایت	
محفوظ لکھ دی۔		کے متبعین کے حق میں ہیں		شانِ نزول	〃
مختصر تفسیر اور چھٹا رکوع	〃	وقر عربی میں بہرے پن کو	〃	نظر بن حارث نے ایک	〃
سورہ روم		کہتے ہیں۔		لونڈی خریدی کا واقعہ	
وہ لطیفہ جسے قرآن کریم نے	۱۰۹	دنیا کی ہر نعمت میں زوال ہے	〃	قریش نے قرآن کریم سنا ترک	۱۲۲
کَاَعْجَمِیْن فرمایا		مختصر تفسیر پہلا رکوع سورہ لقمان	۱۱۶	کر دیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی	
		ربط سورہ روم، لقمان	〃	علامہ خفاجی فرماتے ہیں	〃
حدیث صحیحہ		الف لام میم کی تصریح	〃	شیعی فرماتے ہیں آیۃ کریمہ میں	〃
نفخہ اولیٰ اور ثانیہ کے مابین	〃	مومن وہ ہے جو حکمت عملی کے	۱۱۷	اکثر	
چالیس کی مدت ہے۔		تحت عبادت بدنی اور مالی نماز		مفسرین کے نزدیک غنا کی برائی	〃
چالیس سال یا چالیس ہزار	۱۱۰	زکوٰۃ سے کرے۔		کا بیان ہے۔	
سال کی		نماز بغیر اتباع رسول صحیح نہیں	〃	فحاشی بے حیائی اور جملہ امور	۱۲۳
علامہ آلوسی فرماتے ہیں	〃	حدیث جبرائیل	۱۱۸	خلاف شرع ہیں۔	
سورہ لقمان	۱۱۱	ان لوگوں کا ذکر جو عناد اصرار علی	〃	چنانچہ حدیث میں ہے اللہ	〃
بامحاورہ ترجمہ		الشرک سورہ روم میں		لعنت فرماتا ہے گانے والے پر	
پہلا رکوع سورہ لقمان	〃	لہو الحدیث کی تعریف و بحث	〃	اور جس کیلئے گایا جائے۔	〃

مضمون	صفحہ
غنا دل میں نفاق اس طرح	۱۲۳
پیدا کرتا ہے۔ جیسے پانی جنا	//
اُگاتا ہے۔	
گانے کے نقصانات	//
اقوال احادیث کی روشنی میں	
آیات علماء کے اقوال	۱۲۴
کی روشنی میں	
خلاصہ مفہوم عبارات منقولہ	۱۲۵
تحقیق اباحت بالشرط	//
روایت مسلم شریف	۱۲۶
روایت بخاری شریف	//
علامہ قرطبی فرماتے ہیں	۱۲۷
امام حجۃ الاسلام غزالی کا فیصلہ	۱۲۸
حضرت سعدی شیرازی کا فیصلہ	//
ترجمہ تشریح	//
وہ سماع جس میں امور آخرت	۱۲۹
کا ذکر ہو اس میں حرج نہیں	
حجۃ الاسلام فرماتے ہیں	//
عارف کامل کے لئے سماع کے	
ہر پہلو میں۔	
رجوع الی اللہ حاصل ہوتا ہے	//
قاضی حسین حضرت جنید بغدادی	//
سے نقل فرماتے ہیں۔	
عارف لوگ شرکت کرتے ہیں	۱۳۰

مضمون	صفحہ
اُن کے لئے منتخب ہے۔	
علامہ قشیری فرماتے ہیں۔	//
سماع کے لئے شرائط ہیں ان	
سے معرفت اسماء صفات کا	//
علم ضروری ہے۔	
حضرت عطیہ کے نام سے روایت	۱۳۱
میں سماع تواجد کی نسبت پر	
تعجب اس کا رد	
حضرت عبدالرحمٰن جامی سے رباعی	//
کی نسبت پر تعجب	
علامہ آلوسی اس روایت کی	//
تردید فرماتے ہیں۔	
محدثین اہل سنت بالاجماع	//
اس روایت کو بے اصل کہتے ہیں	
تالیاں بجانا عورتوں کا فعل ہے	//
بال نوچنا سینہ کوبی کرنا کپڑے	۱۳۲
پھاڑنا حرام ہے	
مزامیر کے متعلق آخر میں یہ	//
فیصلہ ہے	
حرمت آلات ملاہی ہو سید	
المفسرین ابن عباس اور حسن	
رضی اللہ عنہما نے لہو الحدیث کی	//
تفسیر میں فرمایا۔	
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام	//

مضمون	صفحہ
نے فرمایا میری اُمت میں ایسی قوم	
بھی ہوگی جو ریشم اور شراب اور مزامیر کو جائز کریگی۔	
وہ کتابیں جو نضر ابن حرث نے فارس	۱۳۳
سے خریدی ان کے مطالعہ کی حرمت	
علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔	//
جب پڑھی جاتی ہیں اس پر ہماری	//
آیتیں تو تکبر سے پھر جاتا ہے۔	
مومنوں کا حال	//
جنات نعیم جنات فردوس	۱۳۴
عدن میں کون رہیگا۔	
عزیز کی تعریف حکیم	//
حکیم کی تعریف۔	//
عمد کی جمع	//
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع	۱۳۵
سورہ لقمان	
لفظی ترجمہ	۱۳۶
//	۱۳۷
خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔ سورہ لقمان	۱۳۸
حضرت لقمان کا نسب	//
مختلف اقوال	//
//	۱۳۹
حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادہ کو	
تیرہ نصیحتیں	//
//	۱۴۰

مضمون	صفحہ
حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادہ کو تیرہ نصیحتیں	۱۴۱
مختصر تفسیر دوسرا رکوع سورہ لقمان	۱۴۲
لقمان عجمی نام نہ کہ عربی اسکے متعلق ۲۱ قول	۱۴۲
//	۱۴۳
منقولہ بالا روایات نقل کرکے آلوسی فرماتے ہیں۔	//
حکمت کی عطا جو فرمائی گئی	//
اس کے سات معنی ہیں۔	
قدرت اس یقین کا نام ہے جو علم و عمل میں حاصل ہو	۱۴۴
آپ کے وعظ و پند ارباب سیر نے انہیں نصائح سے اخذ کرکے لکھے ہیں۔ پچیس ۲۵ ہیں۔	//
//	//
//	۱۴۶
//	//
حمید کی تشریح	۱۴۷
حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتوں کا تذکرہ	//
حضرت لقمان اپنے بیٹے کو ہدایت کرتے رہے حتی کہ انتقال فرمایا	۱۴۸

مضمون	صفحہ
حاملہ پر تین ضعف طاری ہوتے ہیں۔	۱۴۸
رضاعت کی مدت	//
امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک	۱۴۹
والدین کے حقوق میں وصیت	//
جو شخص پنج وقتہ نماز ادا کرے وہ اللہ کا شکر گزار ہے	//
حضرت سعد بن وقاص فرماتے ہیں۔	۱۵۰
میں مسلمان ہو گیا	
مری ماں نے کھانا پینا ترک کر دیا	//
شان نزول	//
نصائح لقمان علیہ السلام	۱۵۱
//	۱۵۲
سوم نہی عن المنکر	۱۵۳
چہارم حق گوئی پر جو ازیت پہنچے صبر کرے	//
آلوسی فرماتے ہیں۔	//
علامہ راغب کہتے ہیں۔	//
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ لقمان پ۲۱	۱۵۴
لفظی ترجمہ	۱۵۵
//	۱۵۶

مضمون	صفحہ
خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع سورہ لقمان	۱۵۷
آسمانوں میں چاند سورج تارے ہمارے لئے پیدا کئے۔	۱۵۸
زمین میں دریا، نہریں سمندر رکھے ہیں	//
آیہ کریمہ کا شان نزول	//
اپنے حبیب پاک کو تسلی فرمائی جاتی ہے	۱۵۹
آیۂ کریمہ کا شان نزول	۱۶۰
مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۃ لقمان	۱۶۱
نعمت باطنہ	۱۶۲
نور النور کا ظہور ہونا	//
اقوال مذکورہ کی وضاحت	۱۶۳
بعض احادیث سے جس نے اپنے تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیئے وہ محسن مخلص ہے۔	۱۶۴
حدیث میں اضطرار کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔	۱۶۵
آلوسی فرماتے ہیں۔ اضطرار کی تعریف	//
حمید کی تفسیر روح المعانی میں یہ ہیں۔	۱۶۶

مضمون	صفحہ
شانِ نزول	۱۶۶
کلمات اللہ سے مراد علم سبحانہٗ وتعالیٰ ہے اور رحمت الٰہی ہے	۱۶۷
پیسور کا اعتراض	
حضور علیہ السلام کا جواب	۱۶۸
علم دو قسم کے ہیں	〃
آیۂ کریمہ کا شانِ نزول	۱۶۹
ایلاج عربی میں داخل کرنے کو کہتے ہیں۔	〃
رات کو دن ۔ پیر مقدم فرمانے کی حکمت علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔	〃
سورج چاند میں شانِ ابدیت ہے	〃
آیۂ کریمہ میں تین باتیں الوہیت شان پر واضح فرمائیں۔	〃
یعنی وہی حق اور واجب الوجود ہے	۱۷۰
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ لقمان	〃
لفظی ترجمہ	۱۷۱
خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع سورہ لقمان	۱۷۲
صبارہ سے مراد جو بلاؤں پر صبر کرے	۱۷۳

مضمون	صفحہ
آیۂ کریمہ کا شانِ نزول	۱۷۳
علم خمس والی آیت کا شانِ نزول	۱۷۴
حارث بن عمرو کے پانچوں سوالات کا ایک ہی جواب	〃
ذاتی علم سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔	۱۷۵
بارش کا وقت حمل میں کیا ہے کہاں مرنا ہے۔ ان امور کی خبریں بکثرت انبیاء اولیا نے دی ہیں اور قرآن حدیث میں مذکور ہیں۔	〃
بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کسی کو علم غیب نہیں ہوسکتا جب مطلع فرمادے تو نبی ولی کو علم ہوتا ہے۔	۱۷۶
مختصر تفسیر چوتھا رکوع سورہ لقمان	〃
علامہ آلوسی فرماتے ہیں موجوں میں پھنسنے والے دو قسم پر منقسم فرماتے ۔	۱۷۷
جب فتح مکہ ہوا تو حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ اب اپنے ہاتھ اہل مکہ کے قتل سے روک لئے جائیں	〃
مگر چار آدمی کہ اُن کو ضرور قتل کیا جائے۔	〃

مضمون	صفحہ
عکرمہ دریائی سفر میں چل دیئے	۱۱۷
راستہ میں ریح عاطف نے گھیر لیا تو انہوں نے اسلام لانے کا عہد کیا تھا یا اپنی کفر پہ جمے رہے	
حکم تقویٰ خوف قیامت کا ذکر	۱۷۸
علمِ قیامت اللہ کے پاس ہے	〃
شانِ نزول علامہ آلوسی	〃
حارث بن عمرو یا وارث بن عمرو نے حضور علیہ السلام سے قیامت ۔	۱۷۹
خشک زمینوں کے ترو تازہ ہونے	〃
لڑکی یا لڑکا ہونے کل کے بارے میں مرنے کے بارے میں سوالات	
اور شانِ نزول آیت کی تفصیل	〃
آیت کریمہ سے علم خمس کا استنباط	
احادیث سے علم خمس کی کنجیاں	〃
حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیں۔	
علم خمس پر بحث	۱۸۰
اللہ تعالیٰ نے ان پانچ باتوں کو خصوصیت سے کیوں بیان فرمایا۔	۱۸۱
علامہ آلوسی کی بحث	〃

مضمون	صفحہ
ان علوم میں سے علی وجہ الاتم اللہ تعالیٰ جسے چاہے محیط فرمادے	۱۸۲
شفا شریف مواہب لدنیہ	//
مغیبات عطا فرمانے پر بحث	
امام اہل سنت اعلیحضرت نے تحریر فرمایا	//
الدولۃ المکیہ	۱۸۳
//	۱۸۴
مشرکین کے نظریات کی قیامت کے بارے میں بیخ کنی	۱۸۵
حسابات سے ثابت ہے کہ اگر دنیا باقی رہی تو علادین قرآن ۵۸۴ کے بعد تو پور. واقع ہوگا۔	//
امام مہدی کا ظہور آخر میں ہوگا۔	
شیخ محی الدین اکبر فرماتے ہیں	//
دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے	//
علم خمس پر بحث العلوم میں	//
لا الٰہ الا اللہ کے معنی عالم کے مسلّم ہے۔	۱۸۶
ہر شئی اللہ تعالیٰ کے سوائے بے حقیقت ہے۔	//
مفصل بحث	//

مضمون	صفحہ
رباعی امام مسند امام احمد تک ہے۔	۱۸۷
مفصل بحث	//
خلاصہ بحث جو کچھ جیسے جتنا علم عطا ہوا وہ سب بعطاء الٰہی ہوا	//
علم قیامت حضور علیہ السلام کو حاصل تھا۔	۱۸۸
حضور علیہ السلام اور غلامان	۱۸۹
حضور علیہ السلام کو بعطائے الٰہی علوم خمسہ حاصل تھے	//
تفسیر روح البیان	//
مشکوٰۃ ترمذی میں مفصل حدیث	//
حضور علیہ السلام نے امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر دی۔ جو صحیح حدیثوں میں موجود ہے	۱۹۰
امام فضل کا خواب حضور علیہ السلام نے تعبیر دی۔	//
شیخ ابن حجر عسقلانی کے والد کے یہاں اولاد زندہ نہ رہتی تھی مفصل واقعہ	۱۹۱
عمرو بن اقلب انصاری سے روایت۔	//

مضمون	صفحہ
عدم احادیث مشکوٰۃ میں ہے۔	۱۹۱
غزوۂ خیبر پر حضورؐ کا ارشاد گرامی	۱۹۲
مفصل بحث	//
حضور علیہ السلام نے حضرت معاذ کو وصیت فرمائی اور فرمایا اے معاذ قریب ہے کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو۔	۱۹۳
شیخ ولی الدین ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی کی عیادت کے لئے گیا انہوں نے اپنے انتقال کی خبر دی۔	//
سورہ سجدہ با محاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ سجدہ	۱۹۴
لفظی ترجمہ	۱۹۵
//	۱۹۶
خلاصہ تفسیر پہلا رکوع سورہ سجدہ	۱۹۷
ربط آیات	//
مشرکین کے خیالات باطلہ کا رد	۱۹۸
حضور علیہ السلام تمام عالم کے لئے مبعوث ہوئے۔	//

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
وہ احکام جن کا پہنچانا رسول	۱۹۸	کی طرف مائل کرنے والے تھے	۲۰۳	سے عہد سرورِ عالم تک عرب	۲۰۴
مسلم پر فرض ہے۔		بعثت نبوت سے پانچ سال	//	میں کوئی نبی نہیں آیا۔	
حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت		قبل کا زمانہ پایا پہلے ہی		ستّۃ ایام اور استوٰی علی العرش	//
کا دن کافر پر ہزار برس	۱۹۹	وصال پایا۔		کی بحث	
سے پچاس ہزار برس کا معلوم		حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ		اُس خیال فاسدہ کا جواب جو	۲۰۵
ہوگا۔		میں نے زید بن عمرو بن نفیل	//	مشرکین ظاہر کرتے تھے۔	
یوم قیامت کی ہولناک	//	کو دیکھا کہ کعبہ کو پشت		سما الی الأرض سے مراد استدار	//
کیفیت		لگائے فرماتے تھے کہ قسم اس	//	اور انتہا ہے۔	
انسان کی پیدائش گارے	۲۰۰	ذات کی جس کے قدرت میں		الف سنہ کی تشریح	//
سے شروع کی		میری جان ہے۔		عربی میں ذریت کو ہی نسل	۲۰۶
من روحہ کے معنی پر	۲۰۱	حضرت موسیٰ بن عقبہ نے	//	کہتے ہیں۔	
مفصل بحث		مغازی میں ذکر کیا کہ ذبح		سلالہ عربی میں خلاصہ کو	//
مشرکین مکہ توہمات باطلہ	//	بغیر اللہ سے روکتے تھے۔	//	کہتے ہیں	
کے شکار تھے		اہلال لغیر اللہ کا مفہوم	//	ذات واجب تعالیٰ زبان	//
مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع	۲۰۲	زید بن عمرو بن نفیل کی	//	و مکان سے منزہ ہے۔	
سورہ سجدہ		طرح قس بن ساعدہ		روح کے بارے میں ارباب	//
الٓم کی تفسیر پر علامہ آلوسی	//	ساعدہ الایادی بھی مومن	//	کلام نے تصریح کی۔	
نے مزید کہا۔		تھے اور دعوت توحید		علامہ ابن قیم نے تقریباً	//
زمانہ فترت تک کسی نبی	//	دیتے تھے۔		۱۰۰ سو دلائل بیان کئے۔	
کی بعثت نہیں ہوتی		علامہ سجستانی فرماتے ہیں کہ	۲۰۴	وفات عربی میں پورا پورا لینے	۲۰۷
بُت پرستی کا رواج دینے والا	۲۰۳	اُن کی عمر تین سو اسی سال		کے معنی دیتا ہے۔	
عمرو اغزاعی پیدا ہوا اُس		کی ہوئی۔		مشرکین کے بعد وفات کے	//
نے رواج دیا۔		زمانہ فطرت میں حضرت		بارے میں سوالات	
عمرو بن نفیل عدوی عبادت		اسماعیل علیہ السلام کے بعد		ایک انصاری کی عبادت کو	//

مضمون	صفحہ
حضورؐ کا تشریف لانا بعد ملک الموت سے گفتگو	۲۰۸
با محاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ سجدہ	۲۰۹
لفظی ترجمہ	۲۱۰
〃	۲۱۱
خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع سورہ سجدہ	۲۱۲
نکس کے معنی علامہ آلوسی لکھتے ہیں اپنے افعال و کردار سے شرمندہ و نادم ہوکر عرض کرینگے۔	〃
کفار عرض کریں گے کہ تو دنیا میں دوبارہ بھیج تاکہ تیرے رسولوں کی تعلیم پر عمل کریں	〃
سجدہ میں گر جاتے ہیں خشوع خضوع سے۔	۲۱۳
شانِ نزول	
بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	
ایک روایت میں ہے کہ تہجد گزاروں کی فضیلت بیان ہوئی۔	〃
افشوا السلام	

مضمون	صفحہ
اطعموا الطعام وصلوا باللیل والناس نیام	〃
عبادت کے صلہ میں جو راحتیں نعمتیں مومنوں پر ہوں گی	۲۱۴
شانِ نزول یہ ہے	〃
مومنین صالحین کی جنت الماویٰ میں مہمانداری ہوگی۔	〃
کافر و فاسق کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔	〃
مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ سجدہ پ۲۱	۲۱۵
مجرمین منکرین اپنے رب کے حضور گردن جھکائے ہوئے ہوں گے۔	〃
شرم خجالت سے ان کی گردنیں جھکی ہوں گی۔	〃
ہماری طرف سے فیصلہ حتمی ہو چکا ہے کہ ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سے پُر کرینگے	۲۱۶
اب چکھو اس کا بدلہ جو تم نے بھلایا تھا۔	〃
ہماری آیتوں پر تو وہی ایمان لاتے ہیں جب	

مضمون	صفحہ
انہیں نصیحت کی جائے تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں	۲۱۶
ابوحبان کہتے ہیں یہ سجدہ کی آیت قرآن کریم کے تمام آیات سے زیادہ اہم ہے۔	۲۱۷
ابن جریج اور مجاہد کہتے ہیں	〃
یہ آیت کریمہ منافقین کے متعلق نازل ہوئی۔	
ان کے پہلو خواب گاہوں سے الگ رہتے ہیں۔	〃
وہ پکارتے ہیں اپنے رب کو خوف امید سے	
جنوب جنب کی جمع ہے۔	〃
تتجافی عربی میں بعد کے معنی میں مستعمل ہے۔	〃
مضاجع جمع ہے مضجع کی۔	〃
عبداللہ بن رواحہ نے بارگاہِ رسالت پناہ میں نعت پیش کی۔	۲۱۸
مجاہد مالک اوزاعی کہتے ہیں تتجافی سے مراد نوافل یا باللیل کے لئے قیام کرنا ہے۔	〃
احادیث صحیحہ سے بھی اس کی تائید ملتی ہے۔	〃

مضمون	صفحہ
حضرت معاذ بن جبل سے روایت۔	۲۱۸
حسن و عطا سے روایت ہے کہ عشاء پڑھنے سے قبل سوتے تو تجافی کی تعریف میں داخل ہے۔	۲۱۹
ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت انصار کی تعریف میں نازل ہوئی۔	//
کوئی جان نہیں جا سکتی جو مخفی رکھا ہے۔	//
حضرت ابوہریرہ سے ایک حدیث روایت بخاری مسلم میں ہے	۲۲۰
شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ الکریم کی تائید میں آیت حضرت علی اور ولید کے درمیان بدر والے دن جھگڑا	//
ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کا مقام	۲۲۱
ماویٰ وہ مکان ہے جو جنت میں ہے۔	//
مختلف روایات	//
فاسق کا ٹھکانہ آگ ہے جس سے نکل نہ سکیں گے۔	//
فاسق کے مقام و محل کے لئے روایت	۲۲۲
انہیں کہا جائیگا اور کہ چکھو اب اس آگ کا عذاب جسے جھٹلاتے تھے۔	//
بڑا عذاب چھوٹا عذاب اس میں مختلف اقوال	//
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ سجدہ پ ۲۱	۲۲۳
لفظی ترجمہ "	۲۲۴
خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع سورہ سجدہ پ ۲۱	۲۲۵
شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی	//
حضرت موسیٰ کو با توریت کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت کیا۔	۲۲۶
بے شک تمہارا رب ان میں فیصلہ کرے گا روز قیامت جس بات میں وہ اختلاف کرتے تھے۔	//
جب رحمت الٰہی سے پانی چلنے	
لگتا ہے تو اس میں سبزہ کھیتی اگتی ہے۔	۲۲۷
کفار بطور استہزا کہتے ہیں۔ اس کا جواب زبان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے دلایا جاتا ہے۔	//
مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ سجدہ پ ۲۱	۲۲۸
آیت کریمہ کے معنی پر آلوسی کہتے ہیں۔	//
لقا مصطفیٰ علیہ السلام لیل اسریٰ میں موسیٰ علیہ السلام سے ہے۔	//
حق گوئی پر منافقین کی غیرت سے شدت واکراہ ہوا کرتی ہے۔	۲۲۹
محور ایمان سے ان کے قدم متزلزل نہیں ہوئے۔	//
حضرت زینب بنت جحش سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکاح کیا تو منافقین میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں	//
ان کی زبان طعن دراز ہوئی۔	//

مضمون	صفحہ
حضرت زینب کو حضرت زید نے طلاق دے دی۔	۲۲۹
لے پالک کو ان کے والدین کے ساتھ منسوب کیا جائے	″
اور کسی پالنے والے کی طرف منتسب نہ کیا جائے۔	″
ایسی زمین میں ہم کھیتی اگاتے ہیں جس سے چارپائے چرتے ہیں اور آدمی اُس کا دانہ اپنے کھانے کو لیتے ہیں۔	۲۳۰
سورہ احزاب مدینہ	۲۳۱
انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون	۲۳۲
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ احزاب پ۲۱	″
لفظی ترجمہ	۲۳۳
″	۲۳۴
خلاصہ تفسیر پہلا رکوع سورہ احزاب پ۲۱	۲۳۵
اِتق اللہ میں استمرار و دوام مضمر ہے۔	۲۳۶
اس کا شان نزول ایک واقعہ پر روشنی ڈالتا ہے۔	″

مضمون	صفحہ
غزوہ احد کے بعد مدینہ طیبہ میں ابوجہل ابو الاعور سلمہ آئے اور حضور علیہ السلام سے امن کی درخواست دی	۲۳۶
حضور علیہ السلام خط انہیں امن دیدیا یا ایہا النبی فرما کر کیوں ندا فرمائی۔	″
اے محبوب اللہ پر توکل کرو اللہ کافی ہے۔	۲۳۷
ایک شخص ابو معمر حمید فہری کا اپنے حافظہ قوی ہونیکا دعوی اور بدر کے میدان میں اس طرح بھاگا کہ ایک جوتی پیر میں تھی اور ایک ہاتھ میں۔	″
ابو سفیان کا اس سے سوال۔	″
ظہار کی تعریف	۲۳۸
ظہار کا کفارہ	″
حضرت زیدؓ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے زرخرید غلام تھے۔	۲۳۹
حضرت زیدؓ کو حضور کا فرزند لوگ کہنے لگے	″

مضمون	صفحہ
حضور علیہ السلام نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے عقد میں لے لیا تو مشرکین منافقین نے طعن تشنیع کی	۲۳۹
انہیں ان کے باپ کا ہی کہہ کر پکارو جن سے وہ پیدا ہوئے	″
یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف ہے۔	″
منصب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا جا رہا ہے۔	۲۴۰
یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔	″
اور ان کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں باعتبار حرمت و تعظیم متروکہ میں بعد اداء دین تجہیز و تکفین اولی ذوی الفروض میں تقسیم ہوگا عصبات میں پھر	″
پھر ذوی الفروض پر رد ہوگا پھر ذوی الارحام میں پھر مولی الموالات میں۔	۲۴۱
اے محبوب یاد فرمائیے جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا۔	″
یہاں حضور علیہ السلام کا ذکر دوسرے نبیوں سے مقدم کرنا ہے۔	

مضمون	صفحہ
مختصر تفسیر اُردو پہلا رکوع سورۃ احزاب پ۲۱	۲۴۱
اس سورہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو منادی بالوصف فرمایا	۲۴۲
نام مبارک تعظیماً نہیں لیا	
بلکہ یاایھا النبی فرمایا خبر رکھنے والے	״
یہ ہمارے رسول ہیں جیسے فرمایا محمد رسول اللہ وغیرہ وغیرہ	״
شانِ نزول آیۂ کریمہ	۲۴۳
״	۲۴۴
״	۲۴۵
قلب سے مراد وہ مضغہ ہے جو جوف صدر میں بنایا گیا	۲۴۶
سب سے پہلا عضو جو پیدا کیا جاتا ہے وہ قلب ہے	״
انسان کے جسم میں ایک مضغہ ہے اگر وہ صحیح ہے تمام جسم صحیح ہے۔	״
اہلیت ظہار	״
״	۲۴۷
ایسے ہی جسے منہ بولا بیٹا کہہ دیا وہ درحقیقت بیٹا نہیں ہو	

مضمون	صفحہ
سکتا یہ رسم مشرکین کی تھی	۲۴۸
مفصل واقعہ	״
حضرت زید کو ذہانت حضور کو پسند آگئی حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اس غلام کو ہبہ کر دو	۲۴۹
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مشروط ہبہ کر دیا	״
حضرت زید کے چچا نے انہیں پہچان لیا۔	״
مفصل واقعہ	״
״	۲۵۰
״	۲۵۱
حضور علیہ السلام نے حضرت زید کو آزاد فرما دیا اور فرمایا کہ زید میرے بیٹے کے قائم مقام ہے۔	״
ارشاد ربانی	۲۵۲
مفہوم آیت یہ امر واضح ہوتا ہے کہ انتساب الی غیر ابیہ کبائر میں ہے۔	״
شیخین اور ابو داؤد بن ابی وقاص سے راوی کہ جو کسی	״

مضمون	صفحہ
کے باپ کے علاوہ منسوب کرے اور جانتا ہو کہ یہ اس کا باپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہے۔	״
حضور علیہ السلام اولیٰ بالمومنین من انفسہم	۲۵۳
آیت کریمہ کا شانِ نزول	״
ازواج مطہرات کا یہ احترام ہے کہ وہ امت کے لئے ہمیشہ ماں کی طرح حرام ہیں۔	״
حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں آیہ کریمہ یوں تھی	۲۵۴
صاحب روح المعانی فرماتے ہیں ہر نبی اپنی اُمت کا باپ ہے مفصل بحث۔	״
علامہ آلوسی فرماتے ہیں اولوالارحام وہ ہیں جو عصبات کے میراث میں شریک ہیں۔	״
تمام نبیوں سے تبلیغ رسالت کا عہد لیا۔	۲۵۵
حضور علیہ السلام کی فضیلت انبیاء پر ہے۔	״
حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مقدم کیا۔	״

مضمون	صفحہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مخلوق کی ابتدا مجھ سے کی گئی اور میں بعثت میں سب کے آخر میں ہوں۔	۲۵۶
دیگر احادیث مبارکہ	
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع	//
سورہ احزاب پ۲۱	
//	۲۵۷
لفظی ترجمہ	۲۵۸
//	۲۵۹
//	۲۶۰
خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع	
سورہ احزاب پ۲۱	۲۶۱
جنود جند کی جمع ہے	//
نبا خبر کو کہتے ہیں۔	۲۶۲
غزوہ احزاب	//
مدینہ منورہ کا محاصرہ	۲۶۳
کفار یہود کی سازش کی اطلاع	//
قبیلہ بنی خزاعہ نے دی	//
خندق کنی کی تیاریاں	//
یہ محاصرہ پندرہ یا چوبیس روز رہا	//
لشکر ملائکہ کا آنا	//
حضرت حذیفہ یمانی کو خبر لینے بھیجا	//

مضمون	صفحہ
دست نبوی کے پھیر لینے سے حضرت حذیفہ پر سردی کا اثر نہ رہا	//
کفار پر سردی پڑ رہی تھی عجیب پریشانی کا عالم تھا	۲۶۴
ابوسفیان گھبرا کر اٹھا	//
گھوڑے اونٹ ہلاک ہو چکے تھے	//
ہوا ہر لمحہ اتنی تیز ہو رہی تھی کہ ہر چیز کو الٹ دیتی تھی	//
مفصل تفصیل	
منافق کا حال کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جن کے دلوں میں مرض نفاق تھا	۲۶۵
مدینہ منورہ کو یثرب کہنے والے منافق تھے۔ حضور علیہ السلام نے مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا۔	//
بنی حارثہ اور بنی سلیم اتنے متاثر ہوئے۔ کہ بھاگنے کا ارادہ کر چکے تھے۔	//
بھاگنے والوں کی سزا اور ان کا حال۔ بیان کیا گیا۔ شان نزول	۲۶۶

مضمون	صفحہ
عبداللہ بن سلول منافق اس کے ساتھی حق سے روکنے کی کوشش کرتے تھے۔	۲۶۷
مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ احزاب پ۲۱	۲۶۸
وہ لشکر کیا تھے اس کی تشریح	//
بنو قریظہ کی عہد شکنی	۲۶۹
حضرت سلمان فارسی کے مشورہ سے خندق کھدوانے کا حکم دیا	//
چالیس گز مقرر فرمائی۔	
تین ہزار لشکر مسلمانوں کا تھا۔	//
مفصل واقعہ	//
//	۲۷۰
اللہ نے باد صبا بھیجی جو اس قدر سرد تھی ٹھٹھر گئے سب بھاگ پڑے	۲۷۱
حضرت حذیفہ بن یمان کا چشم دید واقعہ	//
حضرت حذیفہ بن یمان کے حالات	۲۷۲
کلام ابتدا فرمایا کہ مدینہ والوں کو منافقین مشرکین نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ یعنی خوف سے شدید گھبراہٹ کا حال۔	۲۷۳

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ
محاورۂ اردو میں کلیجہ منہ کو آنا کہتے ہیں۔	۲۷۳
حضرت ابو سعید خدری نے حضور کی خدمت میں عرض کیا	〃
اللہ تعالیٰ نے آندھی سے دشمن کا منہ پھیر دیا اور انہیں بھگا دیا	۲۷۴
مومنین ثابت قدم رہے	〃
اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کیا	〃
بعض وہ تھے جو اس امتحان میں خوف زدہ ہو کر گھبرا گئے	〃
منافقین مختلف گمان میں پڑ گئے اور کہنے لگے	〃
اس موقعہ پر مومنین کو امتحان میں ڈالا گیا اور انہیں جھنجھوڑ دیا۔	〃
مختلف اقوال	〃
صحابہ جب خندق کھود رہے تھے تو کھدائی میں ایک چٹان ایسی نکلی جو کدال سے نہ ٹوٹتی تھی۔	۲۷۵
صحابہ نے حضور علیہ السلام سے عرض کی۔	〃
حضور علیہ السلام نے حضرت سلمان فارسی سے کدال لے کر اس چٹان پر ضرب لگائی تو ایک بجلی نکلی جس نے سینہ کے کنارے روشن کر دیئے۔	۲۷۵
دوسری ضرب میں پھر روشنی نکلی۔ تیسری ضرب میں چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی حضور نے تکبیر فرمائی۔	〃
حضور علیہ السلام نے مختلف بشارتیں دیں۔	〃
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چٹان پر ضرب مارتے ہوئے مختلف مشاہدات کا ذکر فرمایا	۲۷۶
منافقین کا انکار	〃
اس پر آیت کریمہ کا نزول	〃
〃	۲۷۷
منافق کے بارے میں مختلف اقوال	〃
یثرب کے بارے میں تشریح	〃
جو مدینہ منورہ کو یثرب کہے اسے استغفار کرنا چاہیئے	〃
〃	۲۷۸
مدینہ منورہ کے ناموں پر مفصل بحث	〃
منافقین کی حالت	۲۷۹
آیات کریمہ کی روشنی میں	۲۷۹
بنو حارثہ اور بنو مسلمہ جنہوں نے لیلۃ العقبہ میں حضور علیہ السلام سے عہد کیا تھا۔ منحرف ہو گئے۔	۲۸۰
آیات کریمہ سے اس کے عزائم کا رد	〃
شان نزول آیت کریمہ	۲۸۱
مشرکین کی حالت اور ان کے اعمال ضائع ہوں گے۔	۲۸۲
زبان طعن دراز کرنا مال غنیمت کا لالچ	〃
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ احزاب پ۲۱	۲۸۳
〃	۲۸۴
لفظی ترجمہ	〃
〃	۲۸۵
خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع سورہ احزاب پ۲۱	۲۸۶
اتباع مصطفیٰ کی تعلیم	〃
صحیح الایمان لوگوں کے ایمان اور بھی زیادہ مضبوط ہو گئے	〃
تو اللہ کا وعدہ سچا ہوا	۲۸۷
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشنگوئی	〃
صحابہ نے تصدیق کی	〃

مضمون	صفحہ
حضرت عثمان طلحہ سعید بن زید سیدنا حمزہ حضرت مصعب رضوان اللہ علیہم نے منت مانی	۲۸۸
اس جہاد میں پوری کی	"
اللہ سچوں کو ان کے سچ کا صلہ دیگا اور منافقوں کو عذاب	۲۸۸
مدینہ منورہ میں بمعہ صحابہ حضور تشریف لائے ہتھیار کھول دیئے۔	۲۸۹
جبرئیل امین حاضر خدمت ہوئے اور بنی قریظہ کیطرف جانے کا حکم پہنچایا۔	"
نماز عصر بنی قریظہ میں پہنچ کر پڑھنے کا حکم فرمایا حضور علیہ السلام نے نماز عصر صحابہ بنی قریظہ میں ادا کی	"
بعد صحابہ نے عشاء کی نماز ادا کرکے عصر ادا کی اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت نہ کی	"
لشکر اسلام نے پچیس روز تک بنی قریظہ کا محاصرہ رکھا ان کے دلوں میں رعب ڈالدیا۔	"
یہودیوں نے فیصلہ بنی اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ کو ان کے بارے میں حکم دینے پر مامور کیا۔ حضرت سعد نے حکم دیا کہ ان کے سردار کو قتل کر دیا جائے۔	۲۸۹
عورتیں بچے قید کیے جائیں	"
بازار مدینہ خندق کھود کر وہاں قتل کر دیا گیا	"
ان لوگوں میں بنی نضیر کا سردار حیی بن اخطب اور بنی قریظہ کا سردار کعب بن اسد بھی تھا	"
مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ احزاب پ ۲۱	۲۹۰
صحابہ کرامؓ اس حد تک اسوۂ حسنہ کا اتباع کرتے تھے کہ نوافل میں بھی حضور کی پیروی مقدم رکھتے تھے۔	"
حفص بن عاصم فرماتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر کو سفر میں فرض نماز کے ساتھ اول آخر نفل نہیں پڑھتے دیکھا	"
آپ نے فرمایا حضور علیہ السلام کو سفر میں فرضوں سے اول آخر نفل پڑھتے نہیں دیکھا۔	۲۹۰
عبد الرزاق بن منصف میں قتادہ سے روی ہیں	۲۹۱
اس پر اجماع ہے کہ ذکر کے جب معنی نہ سمجھے ذاکر کو ثواب نہیں ملتا۔	"
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ میں پیشگوئی فرمادی تھی کہ کفار کا لشکر تمہیں گھیریگا نو دس تاریخ میں مدینہ پر آئے گا صحابہ کا ایمان مزید بڑھ گیا۔	۲۹۲
بعض نے استدلال کیا کہ ایمان کم زیادہ ہوتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔	"
اس جنگ کی وجہ بیان فرمائی جاتی ہے۔	۲۹۳
انجام جنگ کا بیان	"
صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللہ علیہ کا شان نزول	"
انس بن نضر بدر سے رہ گئے یہ غیر حاضری بہت شاق گزری جنگ احد میں شریک ہوئے اور شہید ہو گئے۔	۲۹۴

مضمون	صفحہ
چند صحابہ نے منت مانی کہ حضور کی معیت میں ثابت قدم رہیں گے۔	۲۹۴
دو جماعتیں مراد ہیں ایک وہ جو بموجب نذر میدان میں شہید ہو گئے۔ دوسرے میدان میں لڑے اور شہید نہیں ہوئے۔	۲۹۵
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس شخص کو دیکھے جس نے اپنی نذر پوری کر دی تو وہ طلحہ کو دیکھ لے۔	//
اس مشرک کے لئے وعید ہے جو بحالت شرک مر گیا ایسے ہی منافق۔	//
منافقوں کو اگر عذاب دینا چاہے تو انہیں اُن کے نفاق پر ہی مار دے۔	۲۹۶
یا توبہ کی توفیق دے کر انہیں نفاق سے ایمان کی طرف حیات دنیا میں لے آئے۔	//
مومنین کی صداقت کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدمی کے بدلے ان کے دشمن کو ہزیمت دی	//
حمایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوئی کہ ریح اور ملائکہ کی مدد آ گئی۔	۲۹۶
صَیاصی جمع ہے صیصیہ کی اس پر مفصل بحث	۲۹۷
بارگاہ رسالت پناہ میں حضرت جبرائیل امین کا حاضر ہونا	//
اللہ کے حکم کے مطابق بنی قریظہ کی طرف تشریف لے جانا	//
حضور علیہ السلام نے مدینہ میں اعلان کرا دیا کہ اطاعت کرنے والے مدینہ میں عصر نہ پڑھیں بنی قریظہ میں پہنچ کر عصر ادا کریں۔	۲۹۸
حضرت ابن مکتوم کو عامل مدینہ مقرر کیا۔	//
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضور کی خدمت میں مشورہ	//
حضور علیہ السلام کا یہود سے مکالمہ	//
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا محاصرہ پچیس رات فرمایا	۲۹۹
مختلف اقوال	//
کعب بن اسد نے تین تجاویز یہودیوں کے سامنے رکھیں۔	۲۹۹
//	۳۰۰
حضرت ابو لبابہ بن عبد المنذر کو گفتگو کرنے کے لئے حضور کی خدمت میں پیغام بھیجا۔	//
حضور علیہ السلام نے ابو لبابہ کو ان کی طرف بھیج دیا۔	۳۰۱
تو جب ابو لبابہ کو انہوں نے دیکھا تو سب مضطربانہ ان کی طرف بڑھے	۳۰۱
سب نے ابو لبابہ سے کہا کہ آپ کی رائے کیا ہے ہم حضور کی پیروی کریں آپ نے زبان سے ہاں کہا اور حلق کٹنے کا اشارہ کیا	//
بعد میں محسوس کیا کہ میری طرف سے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت ہوئی ہے۔	//
آپ سیدھے مسجد نبوی میں گئے اور ایک ستون سے اپنے آپ کو باندھ دیا حتیٰ کہ توبہ قبول کے احکام نازل ہوئے۔	//
بنی قریظہ اور قبیلہ اوس آپس	//

مضمون	صفحہ
کے حلیف تھے حضور نے فرمایا اے اوس والو تم اس میں خوش ہو کہ تمہارے قبیلہ کا آدمی فیصلہ کرے۔	۲۰۱
سب نے بطیب خاطر منظور کیا	//
حضور علیہ السلام نے سعد بن معاذ کو جو ایک خیمہ میں تھے یوم خندق میں ابن عرفہ قریشی کا تیر رگ اکحل پر لگا۔ آپ نے دعا کی قریظہ کے فیصلہ سے پہلے موت نہ آئے۔	
بنی قریظہ سے قلعہ سے بحکم حضرت سعد بن معاذ اترنے کا اقرار کر لیا تھا	
جب حضرت سعد حضور علیہ السلام کی خدمت میں اور مسلمانوں کے پاس تشریف لائے تو	۲۰۲
حضور علیہ السلام نے فرمایا اپنے سردار کی تعظیم کو کھڑے ہو جاؤ	
سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔	//
اے ابا عمر حضورؐ نے آپ کے ہاتھ میں حکومت قریظہ دیدی ہے۔	۲۰۳
حضرت سعد نے فرمایا تم پر اللہ کا عہد اور پیمان ہے تو ان میں حکم وہی ہے جو اللہ کا حکم ہے سب نے سنکر جواب دیا بے شک	۲۰۳
حضور علیہ السلام نے نعرہ تکبیر لگاتے ہوئے فرمایا بے شک تم نے اللہ کے حکم کے موافق فیصلہ دیا	//
حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے زبیر بن باطا القرظی کو طلب کیا	//
ثابت بن قیس بن شماس زبیر کے پاس آئے اور فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے تیرا خون بخش دیا میں بھی تجھے معاف کرتا ہوں۔	۲۰۴
زبیر بن باطا قرظی بولا میں ضعیف ہوں نہ میری بیوی نہ بچہ میں زندہ رہ کر کیا کروں گا مفصل بحث	//
حضرت ثابت بن قیس نے فرمایا اللہ کی قسم انہیں ان کے دوستوں سے ملا دیا اللہ نے جہنم میں ڈال دیا	۲۰۵
سلمیٰ بنت اقیس ام المنذر نے حضور سے رفاعہ بن سموال قرظی کو مانگا حضور نے عطا فرما دیا۔	//
یہ حضور کی خالہ ہیں۔ دست حق پرست پر عورتوں کے ساتھ حضور کی بیعت کی۔	//
حضورؐ نے ان کے مال عورتیں سب مسلمانوں میں تقسیم فرما دیئے تھے	//
تقاسم غنائم میں حضور نے دو مو زمینی تقسیم کی رکھیں۔	//
سواروں کو تین حصہ اور پیادہ پا کو ایک حصہ دیا گیا	//
اس غزوہ میں چھتیس سوار تھے۔ اور قیدی چھ سو پچاسی تھے	//
لونڈیوں میں حضور علیہ السلام نے ریحانہ بنت عمر کو منتخب کیا مرتے دم تک وہ حضور کی غلامی میں رہیں۔	//
غزوہ خندق قریظہ ایک ہی سنہ میں ہوا	۲۰۶

مضمون	صفحہ
قریظہ کا انجام پورا ہوگیا تو	
حضرت سعد بن معاذ کا وہ	
زخم جو اکحل انگلی پر جوش دینے	۲۰۶
لگا اور زخم میں شہید ہوئے	
اور مالک و قابض کیا تھیں	
ان کی مزروعہ زمینوں اور	
گھروں اور مالوں پر اور	۔۔
قابض کریگا اس زمین	
پر جس پر تم ابھی پہنچے نہیں	
اللہ ہر چیز پر قادر ہے	
مختلف اقوال	۔۔
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع	۔۔
سورہ احزاب پ۲۱	
لفظی ترجمہ	۲۰۷
خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع	
سورہ احزاب پ۲۱	۔۔
شانِ نزول	۲۰۸
ازواج مطہرات نے دنیوی	
سامان طلب کیا جو حضور علیہ	
السلام کو یہ مطالبہ ناگوار ہوا	
آیت کریمہ میں ازواج مطہرات	۔۔
کو اختیار دے دیا گیا	
اس وقت حضور علیہ السلام	
کی نو بیویاں تھیں	

مضمون	صفحہ
اسماء مبارکہ ازواج مطہرات	۲۰۸
حضرت ام المومنین عائشہ	۔۔
صدیقہؓ نے اللہ اور اس کے	
رسول اور دار آخرت کو ترجیح	
دی۔	
تمام ازواج مطہرات نے بھی	
یہی جواب دیا۔	
اس واقعہ سے فقہا نے مندرجہ	۲۰۹
ذیل مسائل مستنبط کئے	
ازواج مطہرات کے درجات	۔۔
اس آیت میں بیان فرمائے	
ازواج مطہرات کا مطہرات	۲۱۰
ہونا ضروری ہے۔	
نزول آیت قصہ افک پر ہے	۔۔
منافقوں کا رد کیا گیا	۔۔
نبی علیہ السلام کی ازواج تمام	
جہان کی عورتوں سے زیادہ	۔۔
افضل ترین ہیں مفصل بحث	
مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع	
سورہ احزاب پ۲۱	۲۱۱
حیات دنیا سے وسعت	
سے مراد اور زینت سے مال و	۔۔
دولت سونا چاندی مراد ہے	
پر مفصل بحث	۔۔

مضمون	صفحہ
ازواجِ مطہرات نے اعلیٰ لباس	
اور نفقہ میں فراخی طلب کی تھی	۲۱۲
اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی	
بارگاہ رسالت میں حضرت فاروق	
اعظم کا حاضر ہونا اور ازواج کے	۔۔
بارے میں گفتگو فرمایا	
حضرت صدیق اکبر نے حضرت عائشہ	
کو اور حضرت عمر بن خطاب نے	۔۔
حضرت سیدہ حفصہ کو فہمائش کرنی	
چاہی۔ حضورؐ نے منع فرمادیا	
اور فرمادیا یہ ام المومنین ہیں	
تمام ازواج مطہرات نے متفقہ	
طور پر فیصلہ کیا کہ وہ کوئی ایسا سوال	۲۱۳
نہ کریں گی جو حضور کے نزدیک پسند	
نہ ہو۔	
مفصل بحث	۔۔
ازواجِ مطہرات کے متعلق مستقل	۲۱۴
تعارف	
ازواج مطہرات کے مطالبات	۲۱۵
کی تفصیل	
حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ	۲۱۶
سے کسی نے بخشش کے بارے	
میں سوال کیا آپ نے اس کا	
جواب دیا	

مضمون	صفحہ
اور یہ آیت تلاوت فرمائی بحمدہ تعالیٰ	۳۱۶
پارہ ۲۱ ختم ہوا	
فہرست پارہ بائیسواں	
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ احزاب پ۲۲	۳۱۷
لفظی ترجمہ	۳۱۸
خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع سورہ احزاب پ۲۲	//
ایمان والوں فرمانبرداروں کا اجر ثواب	۳۱۹
ازواجِ مطہرات کے ہیں گناہ اجر ہے۔	//
تمام جہان کی عورتوں پر تمہاری فضیلت ہے۔	//
ازواجِ مطہرات کے منصب جلیل کو واضح فرمایا یہ منصب منصوص قطعی ہے۔	//
ازواج مطہرات میں سے کی شان میں گستاخانہ کلمہ کفر ہے۔	//
بے پردہ کا حکم	۳۲۰
قبل اسلام جاہلیت کا زمانہ ہے	//

مضمون	صفحہ
تبرج فرماکر بتادیا کہ ایسے مظاہرِ حسن وزینت نہ کرو	۳۲۰
جاہلیت کے لباس جن سے جسم کے اعضاء نہ چھپتے تھے	//
اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے	۳۲۱
ازواج کے ساتھ اہل بیت میں سب شامل ہیں۔	//
حضرت امام ابو منصور نے بھی فرمایا کہ اہل بیت میں سب داخل ہیں۔	۳۲۱
مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورہ احزاب پ۲۳	//
لقینت قنوت سے ہے	
قنوت سکوت کو بھی کہتے ہیں اور خشوع خضوع کو بھی	//
علامہ آلوسی فرماتے ہیں جب اطاعت النبی مع اطاعت سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ ہو تو اطاعت لغو ہے۔	۳۲۲
ازواج مطہرات کی دوسری خصوصیات کا بیان جو تمام عورتوں سے علیحدہ ہے۔	۳۲۳

مضمون	صفحہ
روایت ہے کہ بعض ازواج مطہرات امہات المومنین اجنبی سے بات کریں تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھکر آواز بدل لیتی تھیں۔	۳۲۳
اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں	۳۲۴
عورت سراپا عورت ہے	//
ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	
ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہ عورتوں کا جہاد گھروں میں بیٹھنا ہے۔	//
علامہ آلوسی فرماتے ہیں عورتوں پر حرام ہے گناہ کبیرہ ہے گھر سے نکلنا خواہ زیارت قبور کے لئے ہو جبکہ فتنہ کا خطرہ	//
تبرج اس ظاہرہ کو کہتے ہیں جس میں عورت محاسن ظاہر کرے جن کا ستر واجب ہے	۳۲۵
جاہلیت اولیٰ سے مراد ایام جاہلیت تہذیب ہے۔	//
حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں حج کرچکی ہوں اور عمرہ بھی اب اللہ نے حکم دیا	۳۲۶

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ہے کہ میں اپنے گھر میں قرار		ہیں تب شمار ہوتا ہے جبکہ	۲۲۴	سے مشرکین متبنیٰ کو بیٹے کے قائم	
پکڑوں		کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں اللہ		مقام سمجھ کر اس کی بیوی کو پالنے	
آپ گھر سے نہ نکلیں حتیٰ دنیا	۲۲۶	کا ذکر کرتا رہے۔		والے پر حرام سمجھتے ہیں۔	//
سے رخصت ہوئیں۔		حضرت زینب بنت جحش		اس رسم کو رفع کرنے کے لئے	
حضرت سودہؓ کا اجتہاد	//	اسدیہ رضی اللہ عنہا ان کے		حضرت زینب کا عقد آپ سے	//
رجس کی تعریف میں مفسرین	//	بھائی عبداللہ بن جحش اُن کی		کریں گے۔	
کے نو قول ہیں		والدہ امیمہ بنت عبد المطلب کے	//	چنانچہ حضور علیہ السلام نے حضرت	
ایک چادر میں حضور علیہ السلام	۲۲۷	واقعہ میں فرمان الٰہی ہے		زینب سے عقد فرمالیا	//
نے سیدہ فاطمہ علی حسن وحسین		حضور علیہ السلام نے حضرت		اس شادی کا ولیمہ حضور سید	۲۳۷
رضوان اللہ علیہم اجمعین		زینب بنت جحش کے لئے ان		عالمؐ نے اہتمام وسعت سے کیا	
مفصل بحث	//	کے رشتہ کا پیام دیا۔	//	آیات کریمہ میں اعتراضات کرنے	//
//	۲۲۸	اس پیغام کو قبول نہ کیا۔		والوں کو جواب دیا جا رہا ہے۔	
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع	//	اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔		انبیاء کرام کو باب نکاح میں	//
سورہ احزاب پ۲۲		حکم سنتے ہی رضامند ہو گئیں	//	اُنہوں سے زیادہ وسعت دی	
//	۲۲۹	حضرت سے آپ کا نکاح کر		گئی	
لفظی ترجمہ	۲۳۰	دیا اور حضرت زینب کا مہر	//	مفصل بحث	//
//	۲۳۱	دس دینار ساٹھ درہم ایک		ہمارے محبوب مردوں میں سے	//
خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع	۲۳۲	جوڑا پچاس تین صاع		کسی کے باپ نہیں۔	
سورہ احزاب پ۲۲		کھجوریں رکھا		حضرت قاسم طیب الاطاہر اور	
آیت کریمہ کا شان نزول	۲۳۳	حضور علیہ السلام کو وحی آئی کہ	۲۳۵	ابراہیم حضورؐ کے فرزند تھے مگر اس	
دس مراتب مردوں کے بیان	//	زینب آپ کی ازواج مطہرات		عمر کو نہیں پہنچے ایام طفولیت میں	
فرمائے دس مراتب عورتوں کے		میں داخل ہوں گی۔		ہی وفات پاگئے۔	۲۳۸
لئے بھی بیان ہوئے۔		آپ اپنے دل میں مخفی رکھے	۲۳۶	مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورہ	//
روایت ہے کہ بندہ ذاکرین		ہوئے ہیں محض اس خوف		احزاب پ۲۲	

مضمون	صفحہ
یہ دس صفات ایسی ہیں جن میں ذکور و اناث مساوی ہیں اس کا تذکرہ فرما کر اجر بیان فرمایا	٢٣٩
آیت کریمہ کا شان نزول	٢٤٠
دوسری روایت شانِ نزول	//
شہادت توحید و رسالت	٢٤١
شانِ نزول ایک روایت میں یہ ہے۔	//
ایک روایت میں ابن ابی حاتم ابن زید سے ہے یہ آیت حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط کے حق میں نازل ہوئی۔	٢٤٢
حضور نے ان کا عقد زید بن حارثہ سے کر دیا۔	//
حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا حضور کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔	
تفصیلی بحث	//
//	٢٤٣
حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس پرخوزید فرماتی تھیں اور ازواج النبی سے کہتی تھیں تمہارے عقد تمہارے اہل نے کئے اور میرا عقد اللہ تعالیٰ نے سمات	٢٤٤

مضمون	صفحہ
آسمانوں سے اوپر کیا	٢٤٤
حضرت زینب رضی اللہ عنہا فخریہ عرض کرتی تھیں	٢٤٥
حضرت زینب سے عقد کے بارے میں تحریک	٢٤٦
تفصیلات	//
سابقہ انبیاء کے تحت مہر والی بیویاں اور لونڈیاں تھیں	٢٤٧
یہودیوں نے حضور پر عیب لگانا چاہا کثرت ازواج کا، اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا	//
اس آیت کریمہ میں نفی فرما دی گئی کہ زید وہ بیٹے نہیں جس کی بیوی کا نکاح حضور پر حرام ہو۔	٢٤٨
آیہ کریمہ میں رجال نساء ولدان علیحدہ علیحدہ فرمایا گیا	//
مفصل بحث	//
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس ابوت کا سلب فرمایا جس ابوت سے حضور اور متبنیٰ کے درمیان حرمت مصاہرت ہو۔	٢٤٩
حضور کے جتنے صاحبزادے	

مضمون	صفحہ
ہوئے وہ طفولیت میں ہی انتقال کر گئے۔	//
پچپن میں حضرت ابراہیم کا وصال مفصل واقعہ	//
اگر حضور کے بعد نبی ہوتا تو حضور کے صاحبزادے انتقال نہ فرماتے	٢٥٠
حضرت ابراہیم کی نماز جنازہ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشادات	//
بعض متقدمین فرماتے ہیں	//
علم الٰہی کا فیصلہ خاتم کی تحقیق	//
//	٢٥١
اس تحقیق پر اعتراضات کے جوابات	//
علامہ خفاجی فرماتے ہیں	//
علامہ قسطی بھی فرماتے ہیں	٢٥٢
نبی رسول بعد موت باقی رہتے ہیں۔	//
حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نزول عیسیٰ علیہ السلام	//
حضرت عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی زیارت رہتی۔	٢٥٣
حضور علیہ السلام نے فرمایا الی آخرہ	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون

مولائے کائنات علی المرتضیٰ ۳۵۳
دیگر واقعات //
حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا عنقریب جاگتے دیکھے گا ۳۵۴
شیطان ہماری صورت میں نہیں آسکتا۔ //
ایسا ہی طبرانی نے روایت کیا //
متذکرہ حدیث پاک پر مفصل بحث //
امام جلال الدین سیوطی نے اس قسم کی بہت سی احادیث نقل فرما کر آخر میں فرمایا ۳۵۵
حضور علیہ السلام زندہ ہیں۔ //
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ اقدس کے متعلق فرمایا ۳۵۶
حضور علیہ السلام کا خواب میں دیکھنا صحیح ہے //
محاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورہ احزاب ۲۲ ۳۵۷
// ۳۵۸
لفظی ترجمہ ۳۵۹

لفظی ترجمہ ۳۶۰
// ۳۶۱
خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع سورہ احزاب ۲۲ //
ذکر کثیر سے مراد اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں رکھنا //
اطراف لیل و نہار کا تذکرہ کرنے سے موادت ذکر ہے ۳۶۲
شان نزول //
درود پاک کی فضیلت //
مومنین جب قبروں سے نکلیں گے تو ملائکہ ان پر سلام کہینگے //
معزورت راغب ۳۶۳
قیامت تک ہونے والی ہر شئی منکشف ہونی لازمی ہے۔ //
مبشراً و نذیراً
داعیاً الی اللہ باذنہ پر بحث //
سراجاً منیراً //
عقیدہ محبت کی بات ۳۶۴
سراج وہاج پر مفصل بحث //
چند احکام خواتین اسلام کے حق میں نافذ کئے گئے ۳۶۵
ازواج منکوحہ اور کنیزوں کا علیحدہ علیحدہ حکم ہے۔ ۳۶۶

جہاد میں غنائم جو آئیں ان کنیزیں میں مملوک بسلک یمین ہوتی ہیں ۳۶۶
مفصل بحث //
اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرعاً مہر کی مقدار مقرر ہے اور دس درہم ہیں جس سے کم ممنوع ہیں ۳۶۷
درہم کی تفصیل
مترجی ارجاء سے ماخوذ ہے اور ارجاء مؤخر کرنے کو کہتے ہیں //
عدل و انصاف //
اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو مختار کیا۔ ۳۶۸
ازواج مطہرات کے حق میں ان کے اس ایثار کے بعد حکم نازل ہوا //
ازواج مطہرات جو نو تھیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرلیا تھا اور وہ تارک دنیا ہوگئی تھیں //
اُمت کے لئے چار حضور علیہ السلام کے لئے نو تک رکھدیا گیا //
نو ازواج کے علاوہ اور نکاح ممنوع فرمادیا //
حضرت صدیقہ ادام معمہ فرماتی ہیں یہ آیت منسوخ الحکم ہے۔ //

مضمون	صفحہ
مملوکہ کی حلت اسی آیہ کریمہ میں بھی موجود ہے۔	۲۶۹
حضرت ماریہ قبطیہ حضور کی ملک آئیں ان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے	״
مختصر تفسیر اُردو چھٹا رکوع سورہ احزاب ۲۲	״
علامہ آلوسی فرماتے ہیں اس شان سے اس کی یاد کرو جس شان کا وہ اہل ہے	
ذکر کثیر پر مفصل بحث	۲۶۹
روح الامین کا بارگاہ رسالت میں حاضر ہونا اور ذکر کی فضیلت بیان کرنا	۲۷۰
علامہ آلوسی فرماتے ہیں صبح وشام تسبیح کی تخصیص اس لئے ہے کہ ان دونوں وقتوں میں ملائکہ رات دن کے حاضر ہوتے ہیں۔	״
مفصل بحث	۲۷۲
״	
ہدایت وضلال اور اُمت کی حالت پر قیامت کے دن حضور شہادت دیں گے۔	۲۷۳

مضمون	صفحہ
چند احادیث پیش نظر ہیں جس سے علم مصطفےٰ کا ثبوت ملتا ہے	۳۷۳
علامہ آلوسی فرماتے ہیں	״
اہلسنت کا عقیدہ ہے۔	״
بعض سادات صوفیہ نے اس اُمر کی طرف اشارہ فرمایا	۳۷۴
شاہد اسے مراد ہے کہ آپ تمام امم پر بروز قیامت اس امر پر شاہد ہوں گے۔	״
آپ تمام امم پر بروز قیامت اس اُمر پر شاہد ہوں گے	״
انبیاء کرام نے تبلیغ رسالت فرمائی۔ اور انہیں توحید الٰہی کی طرف بلایا۔	״
نص سے ثابت ہے کہ حضور شاہد مطلق ہیں	״
آلوسی فرماتے ہیں بشارت جنت کی دینے والے اپنے اتباع کرنے والوں کو	״
ایسا روشن آفتاب ہو گمراہوں کو ظلمات جہل گمراہی سے روشنی ایمان کی طرف لانے والا ہے۔	۲۷۵

مضمون	صفحہ
بشیر جنت نذیر جہنم داعی الی اللہ سراج منیر جیسی صفات	۲۷۵
نبی خاتم امام الکل فی الکل مبعوث فرمایا	
شان نزول	״
خصوصی احکام طلاق اور اس کا حکم عقد واضح کیا جاتا ہے	۲۷۶
״	۲۷۷
حضور علیہ السلام سے فرما کر مخصوص حکم دیا جاتا ہے	۲۷۸
״	۲۷۹
وہ ازواج جو قریشیہ ہیں حضور کے عقد میں آئیں چھ ہیں	״
باقی دوسرے قبائل ہیں حضرت	״
خولہ بنت حکیم کو حضور نے قبول نہیں فرمایا مفصل واقعہ	۲۸۰
حضور علیہ السلام کو اختیار دیا گیا	۲۸۱
	۲۸۲
تبدیلی حکم پر آیات	״
بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورہ احزاب ۲۲	۲۸۳

مضمون	صفحہ
لفظی ترجمہ	۳۸۴
〃	۳۸۵
خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع سورہ احزاب ۲۲	۳۸۶
گھر مرد کا ہوتا ہے۔ داخلہ کی اجازت مرد سے ہی لی جائے	〃
جن مکانات میں ازواج مطہرات تھیں وصال مبارک کے بعد بھی انہیں میں رہیں بلکہ حضور علیہ السلام کی ہی تھے	۳۸۷
غیر مرد کو کسی گھر میں بلا اجازت داخل ہونا جائز نہیں۔	〃
آیت کریمہ شانِ نزول	۳۸۷
مسئلہ کسی کے گھر جائے تو جم کر نہ بیٹھے۔	〃
ازواج مطہرات کے احترام کا حکم	۳۸۸
جو خاتون حضور علیہ السلام کے عقد میں آپ کی وہ بمنزلہ ماں ہوگئی۔	〃
وہ کنیزیں جو باریاب بارگاہ رسالت پناہ ہو چکی ہیں وہ بمنزلہ ماں ہیں۔	〃
شانِ نزول یہ ہے	〃
باپ بیٹے بھائی بھتیجے بھانجوں پر پردہ ضروری نہیں	۳۸۹
کافرہ عورت سے پردہ مومنہ عورت پر ضروری ہے۔	〃
ہر مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے سننے پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے	〃
صلوا صیغہ امر ہے جو وجوب کا مقتضی ہے اسی بنا پر حضور علیہ السلام پر درود بھیجنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔	〃
التحیات میں السلام علیک یاایہا النبی پڑھنا واجب ہے	〃
اللھم صلی علی محمد کے معنی علماء کرام یہ کرتے ہیں	〃
حدیث میں ہے حضور نے فرمایا جو درود بھیجتا ہے اس کے فرشتے بخشش کی دعا کرتے ہیں	۳۹۰
مسلم شریف کی حدیث	〃
ترمذی شریف کی احادیث	〃
اللہ کے رسول کو ایذا دینے والے وہ ہیں جو تنقیص کرتے ہیں۔	〃
یہ ایذا دینے والے جو اللہ تعالیٰ کی شان میں بکواس کرتے ہیں	۳۹۰
شان نزول	〃
مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع سورہ احزاب پ ۲۲	۳۹۱
حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا تو ولیمہ کی دعوت میں بلایا دعوتیں کھا، کھا کر چلے گئے تین بیٹھے رہے حضور نے حجرہ پر پردہ ڈال دیا۔	〃
جب تم بلائے جاؤ تو حاضر ہو جاؤ اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو وہاں سے منتشر ہو جاؤ اور باتیں کرنے میں دل نہ بہلاؤ	۳۹۲
ازواج مطہرات کی حرمت کا اظہار	〃
جب تم ازواج مطہرات سے کوئی چیز طلب کرو تو پردہ سے طلب کرو۔	〃
شان نزول	〃
حضرت عمر کی خواہش پر آیات پردہ کا نزول ہوا	〃
فاروق اعظم پردہ کے معاملہ میں بہت حریص تھے۔	〃
پردہ کے احکام اور نزولِ آیات حجاب کی تفصیل	۳۹۳

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
آیات حجاب کا نزول ۵ھ	۳۹۳	سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کے		اقوال باللہ التوفیق	۴۰۰
میں ہوا		جنازے کے لئے بنایا گیا	۳۹۶	ایک قول ہے کہ ہر مجلس میں درود	۴۰۱
حضور علیہ السلام کو ایذا دینا		حضور علیہ السلام پر درود	۳۹۷	ایک بار پڑھنا واجب ہے۔	
اُن کی ازواج مطہرات سے		نئے نئے آداب و القاب کے		ایک قول ہے کہ ہر دعا میں	//
اِن کے بعد نکاح خیال کرنا	۳۹۴	ساتھ بھیجا جائے۔		درود واجب ہے	
اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت		درود تاج اور ناریہ جیسے الفاظ	//	علامہ طحاوی اور احناف کے	
بھاری گستاخی ہے۔		آیت کریمہ کے اقتضا سے		یہاں واجب ہے جب بھی حضور	//
شانِ نزول	۳۹۵	مستفاد ہیں۔		علیہ السلام کا ذکر کرتے اِن روایات	
نزول آیات صحابہ		اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور		کو ضعیف کہنے والوں کا جواب	//
غلام اور لونڈی دونوں		علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے			
سے حجاب نہیں		اظہار تعظیم اعلاء ذکر کے لئے	۳۹۸	//	۴۰۲
امام ابو حنیفہ کے نزدیک	۳۰۱	دنیا میں غلبۂ دین اور بقاء عمل		ایک حدیث ہے حضور علیہ السلام	
کنیزیں نہ کہ غلام		شریعت کے واسطے ہے۔		نے فرمایا جب تم درود پڑھتے ہو	
ازواج مطہرات کا پردہ کی	//	علامہ آلوسی فرماتے ہیں		تو پہنچو تمہارے اور تمہارے نام	//
پابندی حتیٰ کہ بعد وفات		سرکار ذی وقار کی شانِ عظمت	//	اور تم بھی پیش کئے جاتے ہو	
بھی حجاب قائم رکھا		میں مبالغہ کر دیا یہ تمہارے لئے		سوال یہ ہے کہ درود صرف	
گہوارہ تیار کروایا		بہتر ہے۔		حضور علیہ السلام پر بھیجیں یا دیگر	۴۰۳
گہوارہ سنت فاروقی ہے	//	صلوٰۃ من جانب اللہ		انبیاء پر بھی اس کا جواب	
غلام لونڈی دونوں سے		اور من ملائکہ علیہ السلام	۳۹۹	احادیث کی روشنی میں	
حجاب نہیں لیکن علامہ خفاجی		یہ ایک قسم کی تعظیم ہے جو		//	۴۰۴
فرماتے ہیں۔	//	شانِ مصطفیٰ کے لائق ہے		//	۴۰۵
مذہب امام ابو حنیفہ یہاں اس		صحابہ نے حضور علیہ السلام سے		اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول	
سے مراد صرف کنیزیں نہ کہ غلام		بھی سوال کیا کہ صلوٰۃ حضور پر	//	کو جو ایذا دیتے ہیں اللہ ان پر	//
ایک روایت ہے کہ یہ گہوارہ		کیونکر پڑھیں		لعنت فرماتا ہے۔	

مضمون	صفحہ
نے لگایا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس الزام سے پاک کیا	۴۲۳
آپ نے جو بھی اللہ تعالیٰ سے طلب کیا وہ ضرور دیا گیا سوائے رویت فی الدنیا کے	۴۲۴
التقو کے معنی ہیں اللہ کا خوف رکھو ہر حرکت و عمل میں خصوصاً ان باتوں میں جو حضور علیہ السلام کو ایذا دیتے ہیں	//
اللہ اور رسول کے اوامر ومناہی میں اتباع کرے وہ زبردست کامیاب ہے	//
بے شک ہم نے پیش کیا اپنی امانت کو آسمانوں اور زمین پہاڑوں پر تو وہ انکاری ہوئے	۴۲۵
امانت کے متعلق جو اقوال ہیں وہ پیش نظر ہیں	۴۲۶
اللہ تعالیٰ نے جب آسمان زمین اور پہاڑ پیدا فرمائے تو سب سے ارشاد ہوا کچھ فرائض فرض کرنے والا ہوں اللہ تعالیٰ نے امانت فرائض آسمان دنیا پر پیش کی تو	۴۲۷
اس نے عاجزی سے انکار کیا	۴۲۷
جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان میں نفخ روح کر دیا تو امانت الٰہی کو متمثل بفرح یعنی ایک چٹان کی صورت میں	۴۲۸
سورۃ سَبَا	۴۲۹
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ سَبَا ۲۲	//
//	۴۳۰
نفظی ترجمہ	۴۳۱
خلاصہ تفسیر پہلا رکوع سورہ سَبَا ۲۲	۴۳۲
وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو زمین سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی مہربان بخشنے والا ہے	۴۳۳
مشرکین نے جب قیامت سے انکار کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قطعی یقینی ظاہر فرمایا اور ارشاد ہوا	//
غرب کے لغوی معنی دور ہونے کے ہیں یا غائب ہونے کے ہیں	۴۳۴
مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ سبا ۲۲	۴۳۵
شان نزول علامہ آلوسی لکھتے ہیں	۴۳۶
ابوسفیان کا مر کر دوبارہ زندہ ہونے سے انکار کرنا آیات سے انکار	//
دنیا میں شکر نعمت واجب ہے۔	//
اہل سنت کے عقیدہ میں نعم اخروی اللہ تعالیٰ کے فضل سے عطا ہوں گی۔	۴۳۷
منکرین قیامت کا رد فرمایا جاتا ہے۔	۴۳۸
اے محبوب فرما دیجئے تم انکار کرو یا نہ کرو وہ قیامت ضرور ضرور آئے گی	//
آیات الٰہی پر اعتراضات لایعنی کر کے اس کے ابطال کی جو سعی کرنے والے ہیں ان کے لئے عذاب اور ذلت کا مصیبت اور بلائیں ہیں۔	۴۳۹

مضمون	صفحہ
عزیز وہ ہے جو سب پر غالب ہو اور کسی سے مغلوب نہ ہو	۴۴۰
حمید وہ ہے جو اپنی شایان شان میں قابل ستائش ہو۔	
جب تم مرکر اپنے جسموں سے ریزہ ریزہ ہوجاؤ یعنی گل کر مٹی ہوجاؤ گے	//
تو تمہاری نئی پیدا وار ہوگی مشرکین کا منہ توڑ جواب	۴۴۱
بے شک اس میں اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے اور عبرت ہے ایمان والے رجوع لانے والے	//
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ سبا پ۲۲	۴۴۲
//	۴۴۳
لفظی ترجمہ	۴۴۴
//	۴۴۵
اس رکوع کی نادر لغات	۴۴۶
خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع سورہ سبا ۲۲	۴۴۷
اے پہاڑ داور پرندو داؤد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاؤ	//
حکم کلیم علی الاطلاق ہے	//

مضمون	صفحہ
ہم نے نرم کیا اس کے لئے لوہا کر بناؤ وسیع زرہیں اُن کی کڑیاں اندازے سے رکھ	۴۴۸
حضرت داؤد علیہ السلام معجزہ لوہا نرم ہوجاتا تھا۔	//
بارگاہ الٰہی میں دعا بیت المال سے بے نیازی	//
حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ	
اور سلیمان کے لئے ہوا مسخر کی جس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی راہ اور شام کی منزل ایک ماہ راہ ہے۔	۴۴۹
ہم نے سلیمان کے لئے پگھلے ہوئے تانبہ کا چشمہ بہایا جو تین روز سرزمین یمن میں پانی کی طرح جاری رہا	//
مختلف اقوال	//
ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا	//
وہ جن کیا کام کرتے تھے اُس کی تفصیل	//

مضمون	صفحہ
وہ جن کیا کام کرتے تھے ان کی تفصیل	۴۵۰
حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی	//
وفات حضرت سلیمان کا حال جنوں کو معلوم نہ ہوا	//
آپ کا قیام ایک سال تک رہا	//
جنوں کو آپ کی وفات کا علم نہ ہوا ایک سال کے بعد دیمک نے وہ عصا کھالیا جب سلیمان زمین پر گر پڑے جنوں کو حال معلوم ہوا	۴۵۱
جن ایک سال تک مشقت کے ساتھ تعمیر میں مصروف رہے	//
حضرت سلیمان تیرہ سال کی عمر میں سریر آرائے سلطنت ہوگئے اور چالیس سال سلطنت کی۔	//
بے شک سبا کے لئے ان کی آبادی میں نشانی تھی وہ باغ داہنے اور بائیں	۴۵۱
سبا عرب کا ایک قبیلہ تھا جو اپنے دادا کے نام سے مشہور ہے۔	//
اس بستی میں اللہ تعالیٰ نے ایسی نعمتیں عطا کیں کہ ایک جگہ سے خالی ٹوکری لے کر چلتا تو بغیر ہاتھ سے	//

مضمون	صفحہ
توڑتے وہ ٹوکری پھلوں سے	۴۵۱
بھر جاتی تھی	
شکر کا حکم ہوا اس پاک	
بستی میں نہ کچھر نہ لکھی نہ زہری	۴۵۲
جانور تھے۔	
اُنہوں نے ناشکروں کی	//
طوفان کا پانی بھیجا	
	//
حضرت وہب کہتے ہیں کہ	
اس بستی میں تیرہ نبی دعوت	
حق دینے کے لئے مبعوث	//
ہوئے۔	
اُنہوں نے انکار کیا	
سیلاب کا زبردست	//
عذاب آیا	
باغ سارا مال غرق ہو گیا	۴۵۲
سزا ایسے دیتے ہیں جب	۴۵۳
ناشکر ہو جائے	
شہر سبا کی نعمتوں کی تشریح	//
اس قوم کے متمول لوگوں کا	//
حسد۔	
ان آیات میں اُن کا ذکر	//
صبر و شکر صفت مومن ہے	
جب وہ بلا و مصائب میں	

مضمون	صفحہ
مبتلا ہوتا ہے صبر کرتا ہے اور	
جب نعمت پاتا ہے شکر کرتا	۴۵۴
ہے	
شیطان کا گمان اہل سبا	
کے لئے صحیح ہو گیا کہ انسان کو	
شہوت اور حرص اور غضب	//
کے ذریعہ آسانی گمراہ کیا جا	
سکتا ہے۔	
اہل سبا شیطان کے مکر	//
فریب میں آئے	
مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع	۴۵۵
سورہ سبا ۲۲	
حضرت داؤد سلیمان علیہ السلام	
کی معجزانہ شانوں کا تذکرہ	//
ہم نے پہاڑوں اور پرندوں	۴۵۶
کو حکم دیا کہ داؤد علیہ السلام	
کے نغمات تسبیح کی طرف رجوع	
لاؤ۔ ان کی آواز میں تسبیح کرو	
کنکریوں نے دست اقدس	
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں	
تسبیح کی صدیق اکبر کے دست	//
مبارک میں تسبیح کی۔	
آپ کے دست اقدس میں لوہا	
موم کی طرح گرم ہو کر گندھے آٹے	

مضمون	صفحہ
کی صورت میں ہو جاتا تھا	۴۵۶
حضرت داؤد علیہ السلام بغیر	۴۵۷
جال لگاتے کڑیوں کو جوڑتے	
اور بے جوڑ ہوتی تھی	
حضرت داؤد علیہ السلام اپنے	
بارے میں تجسس کرتے بھیس بدل	
کر قوم میں نکلتے اور دریافت	//
کرتے۔	
ایک فرشتہ نے کہا کہ وہ بیت	
المال سے کھاتے ہیں اپنے ہاتھ	
سے کماتے نہیں	۴۵۸
آپ نے دعا کی کہ کوئی ایسی	//
صنعت تعلیم فرما دے کہ آسانی	
سے وہ روزی حاصل کریں تو	
اللہ تعالیٰ نے ذرہ بنانا تعلیم	//
فرمایا اور آپ کے ہاتھ میں	
لوہا نرم کر دیا	
حکیم ترمذی نوادر الاصول میں	
اور ابن حاتم ابن شوذب سے	//
راوی ہیں۔	
حضرت سلیمان علیہ السلام بیت	
المقدس سے صبح کی سیر کو نکلتے	
تو اصطخر میں دوپہر کو آرام فرماتے	
اور اصطخر سے صبح چلتے تو قلعہ	

مضمون	صفحہ
خراسان میں آکر قیلولہ فرماتے	۴۵۹
اس ہوا کی تعریف میں بعض	
پرانے اشعار جنہیں وہب بن	
منبہ نے بحر میں نقل کیا	
حضرت وہب رضی اللہ عنہ نے	
یہ بھی فرمایا کہ آپ کا مستقر یعنی	
ایرڈرم تھا وہاں جنوں	
نے میدان میں اونچے اونچے	۴۶۰
ستون رخام ابیض اور اشقر	
قائم کیے	
قطر پر روح المعانی میں ہے	//
قطر سے مراد پگھلا ہوا تانبہ	
لوہے کی دھاتیں ہیں	
اللہ تعالیٰ نے تانبہ کا چشمہ اس	
کی کان سے ایسے ہی جاری فرما	//
دیا تھا جیسے پانی کا چشمہ	
جاری ہوتا ہے۔	
حضرت سلیمان علیہ السلام کے	
ساتھ ایک فرشتہ آگ کا کوڑا	۴۶۱
لئے ہوتا ہے جب کوئی جن قصور	
کرتا ہے تو وہ ایسے ایسے مارتا	
ہے کہ جن مارنے والے کو نہیں دیکھ	
سکتا۔	
فقہا نے محراب کے اندر کھڑے	

مضمون	صفحہ
ہو کر نماز پڑھنا مکروہ لکھا ہے	
بلکہ محراب سے پیر باہر رکھ کر	
کھڑا ہونا چاہیے تاکہ کراہت	
لازم نہ آئے۔	
ضحاک اور ابو العالیہ کہتے ہیں	
کہ وہ ملائکہ کی تصاویر اور	
انبیاء و صلحا کی تصویریں ہوتی	
تھیں یہ مسجد بناتے تھے تانبہ	۴۶۲
پیتل اور شیشہ اور سنگ	
رخام سے تاکہ لوگ انہیں دیکھیں	
اور پوجیں۔	
حضرت سلیمان علیہ السلام	
نے تانبہ کی صورتیں بنا کر دعا	//
کی کہ الٰہی ان میں نفخ روح	
فرمادے۔	//
اور یہ جو روایت ہے کہ آپ	
کی کرسی کے نیچے جنوں نے	//
دو شیر بنائے تھے اور دو عقاب	
کرسی کے اوپر بناتے تھے جب	۴۶۳
بلندی پر چڑھتے تو شیر اپنے بازو	
پھیلاتے رہتے اور جب اتر کر	
بیٹھنا چاہتے تو عقاب آپ پر	
سایہ کرتے بازوؤں سے	
اس دور کی ترقی	//

مضمون	صفحہ
فلاسفہ نے طلسمات کے ذریعہ	۴۶۳
بڑے بڑے حیرت ناک مظاہرے	
کیے	
علامہ آلوسی فرماتے ہیں	
باب الطلسم کے نام سے ایک	//
دروازہ بغداد شریف میں ہے	
شاہ بغداد کی کرامت	//
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے	
ارشاد فرمایا کہ مصورین قیامت	۴۶۴
کے دن سخت عذاب میں مبتلا	
ہوں گے اور بھی احادیث	
موجود ہیں	
یہ حدیث جو شریعت مطہرہ میں	
ہے اسکی وجہ وجیہ صحیح ہے	
اس لئے کہ ایام کے بعد	۴۶۵
جاہل لوگ اسے پوجنے لگتے ہیں	
بہت سے مرید اپنے پیروں کی	
تصاویر کو مرحقہ کہتے ہیں	//
زیارت کرنا عبادت سمجھتے ہیں	
والعیاذ باللہ	
جفان جفن کی جمع ہے	//
جفان سلیمانی کی وسعت	//
قدور جمع قدر کی ہے	
قدور وہ جس میں فخریہ طور پر پکاتے ہیں	

مضمون	صفحہ
حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی الٰہی کیا کوئی تیری مخلوق میں مجھ سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے مینڈک کے متعلق وحی فرمائی	۴۶۷
حکم فرمایا اے داؤد شکر کرتے ہوئے عمل کرو	"
کشاف میں ہے شکر گزار وہ ہے جو ہر حال میں شکر کرے	"
اشعار ذیل سے شکر کی تعریف واضح ہوتی ہے	"
یعنی جب سلیمان علیہ السلام پر موت کا حکم نافذ کیا تو جن اس سے واقف نہ ہوئے اور برابر کام کرتے رہے۔	"
دابتہ الارض بہ زمین پر چلنے والے کو کہتے ہیں۔	
علامہ آلوسی فرماتے ہیں یہاں دابتہ الارض سے مراد ارضہ ہے وہ ایک چھوٹا سا کیڑا ہے	"
حیوۃ الحیوان میں ہے دیمک نام ہے۔	۴۶۸
تو اس جانور نے جب آپ کا	

مضمون	صفحہ
عصا نیچے سے کھا لیا اور آپ گر پڑے	۴۶۸
تو جنوں نے کہا کہ اگر ہم غیب جانتے اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے	"
حضرت سلیمان علیہ السلام مسجد بیت المقدس میں بھی مدت اعتکاف فرمایا کرتے تھے	۴۶۹
محراب میں ایک درخت پایا	"
جسے اللہ تعالیٰ نے بولنے کی طاقت عطا کی۔	
اس درخت سے اپنا عصا بنایا	"
آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ جب مری روح قبض کرنے کا حکم ہو تو مجھے خبر کر دینا	"
آپ نے ایک گھنٹہ قبل جنوں کو حکم کیا کہ ایک مکان شیشہ کا ایسا بنایا جائے جس میں دروازہ نہ ہو	"
آپ اس میں کھڑے ہو گئے	"
وہ عصا جس کے تکیہ پر آپ کا قیام تھا اسے دیمک کھا چکی ہے۔	"
ایک سال انتقال کو گزر چکا تھا	"

مضمون	صفحہ
داؤد علیہ السلام نے بنا بیت المقدس اس جگہ فرمائی جہاں موسیٰ علیہ السلام نے خیمے نصب کیے تھے	۴۷۰
آپ نے حضرت سلیمان کو وصیت فرمائی	"
سبا اصل میں ایک آدمی کا نام ہے	"
فروہ بن مسیک فرماتے ہیں میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور سبا کے بارے میں سوال کیا	۴۷۱
حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ عرب کے لوگوں میں سے تھا اس سے دس خاندان نکلے اس میں سے چھ ایمان لائے۔	"
سبا بن یشجب یمن کے پہلے بادشاہ ہیں	"
وجود الٰہی کا جس کا انکار کیا وہ یہی شخص تھا	"
اس کی حکومت چار سو چوراسی سال رہی۔	"
اس بستی کے لوگوں کے لئے تیرہ نبی مبعوث ہوئے	۴۷۲
وہ جنگل جس میں سیلاب آیا ایک	

مضمون	صفحہ
میدانی پہاڑوں کے بیچ تھا اس کے جانب فصیل بنائی تھی	۴۷۲
مفصل روایت	//
بلقیس نے ملک سبا کا تخت چھوڑ دیا اور وہ ایک مکان میں چلی گئی	//
قوم نے متفق ہو کر کہا کہ اب ہم تیری پیروی کریں گے	۴۷۳
بلقیس نے پہاڑ سے پہاڑ تک ایک فصیل بنانے کا حکم دیا۔	//
انہوں نے بڑی چٹانوں سے پتھروں سے اس فصیل کو تیار کیا	//
بارش کا پانی اس میں جمع ہوتا بہت سی نہریں راستے رکھے	//
یہ سیلاب عہد ملک ذی الازی بن حبان میں آیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے بیچ تھا	۴۷۳
بدل دیا ہم نے ان باغوں کے دو باغ جو کیلے کڑوے پھل والے تھے۔	//
وہ باغ تباہ کر کے ان کی جگہ جنگلی جڑی بوٹیاں اُگا دیں۔	۴۷۴
ایک اہم سوال	//
جانے آنے کی مقداریں مقرر کیں	۴۷۵
دونوں آبادیوں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا	//
جب سبا والوں پر نعمتیں وسیع ہوئیں اور ان کا جی بھر گیا اور یہ چاہا کہ جنگل اور میدان بیچ میں ہوں تاکہ غریب لوگوں سے ممتاز رہے طریفہ ایک کاہنہ تھی	۴۷۶
اس نے اپنی کہانت سے دیکھا کہ ملک سبا تباہ ہو گا	۴۷۷
مفصل واقعہ	//
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ سبا پ ۲۲	۴۷۸
//	۴۷۹
لفظی ترجمہ	۴۸۰
خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع سورہ سبا پ ۲۲	۴۸۱
اور نہیں فائدہ دے گی	
اس کے حضور کسی کی شفاعت مگر اس کی جو ماذون بالشفاعت ہو	۴۸۲
ایک فرقہ نصیریہ وَھُوَ العلی الکبیر سے علی مرتضیٰ مراد لیتے ہیں جو جہالت محض ہے	//
اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا اہلِ حق کو جنت میں اور اہلِ باطل کو جہنم میں داخل کرے گا	۴۸۳
اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام ہے۔ اور تمام لوگ آپ کی رسالت کے احاطہ میں ہیں	//
حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے پانچ خصوصیات ایسی عطا ہوئیں مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں	//
مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ سبا پ ۲۲	۴۸۴
اے محبوب ان مشرکوں سے فرمایئے جو قصہ سبا کی مشہور مثال جانتے ہیں۔	۴۸۵
علامہ آلوسی فرماتے ہیں کوئی شفاعت کسی حال میں نفع بخش نہیں جب تک وہ ماذون بالشفاعت نہ ہو	

مضمون	صفحہ
بنی ہو یا ملک یا مثل اسکے کوئی غوث ولی قطب جو مقام شفاعت کے اہل ہیں	۴۸۵
ہمارے رب نے حق فرمایا اجازت شفاعت ہے اس کے لئے جسکے حق میں اس کی رضا ہے	۴۸۶
جبرائیل علیہ السلام جب حضور علیہ السلام کی طرف حاضر ہوئے تو ملائکہ سمجھے قیامت کا حکم لیکر آئے ہیں	//
علامہ طیبی فرماتے ہیں مشرکین بتوں اور ملائکہ کو شفاعت کے لئے پکارینگے جواب دیئے جائیں گے کہ ان کو کہو جنہیں تم معبود سمجھے ہوئے ہو	//
ابن ابی حاتم زید بن اسلم سے راوی ہیں کہ آیہ کریمہ میں جو ارشاد ہے وہ یہ ہے	۴۸۷
جب شیاطین کے دلوں سے گھبراہٹ جاتی رہیگی تو کہیں گے حق فرمایا اور وہ بلند بالا ہے۔	//
لکم دینکم ولی دین یہ حکم ہے منسوخ الحکم اور مامور طلاوت	//

مضمون	صفحہ
یعنی حشر و نشر کے بعد بروز قیامت فیصلہ صحیح ہوجائیگا کہ کون جہنم میں جاتا ہے اور کون جنت میں	۴۸۸
پیپل تلسی پتھر لکڑی چاند سورج ستارے وہ ہیں جنہیں تم معبود سمجھے بیٹھے ہو ان کی حقیقت واضح ہے	//
کافۃ للناس سے مراد تمام لوگوں کے لئے بشیر نذیر ہے	//
ابن عباس سے روایت ہے حضور علیہ السلام کی بعثت عرب وعجم اور تمام امتوں کی طرف ہے	۴۸۹
اور کہتے ہیں کفار کب ہوگا یہ وعدہ پورا اگر تم سچے ہو اس میں مشرکین کا تخاطب حضور علیہ السلام سے ہے۔	//
اس کا جواب دیا گیا اے محبوب انہیں کہہ دو کہ تمہارا دن مقرر ہے ایک دن نہ پیچھے ہوگا نہ آگے یہ ان کے سوال کا جواب ہے۔	//
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ سبا پ۲۲	۴۹۰

مضمون	صفحہ
بامحاورہ ترجمہ // //	۴۹۱
// //	
لفظی ترجمہ	//
//	۴۹۲
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ سبا پ۲۲	۴۹۳
کافر بولے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے اس قرآن پر اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل ہوئے	//
کمزور غربا سے کہینگے کہ اگر تم ہمیں ایمان لانے سے نہ روکتے تو ہم ضرور ہی مومن ہوتے۔	//
اس پر غریب جواب دینگے	//
آیت کریمہ میں ضعیف متمول تابع بتبوع کا تذکرہ ہے	۴۹۴
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین خاطر کی گئی	//
شان نزول	//
مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورہ سبا پ۲۲	۴۹۵
جب وہ محاسبہ کے میدان میں کھڑے ہونگے تو اے محبوب ایمان والو دیکھو	۴۹۶

مضمون	صفحہ
وہ شرماکر اپنی ندامت چھپائیں گے عذاب دیکھیں گے پچھتائیں گے مبہوت ہوکر رہ جائیں گے۔	۴۹۶
جو بھی بستی ہے اس میں ہم نے اپنا نذیر بھیجا	۴۹۷
مشرکین متمول رسالت کے منکر رہے۔	//
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دی گئی۔	//
حدیث ہرقل میں بھی غرباء کا ایمان لانا جب بیان ہوا تو اس نے یہ علامت توان کی صداقت وہدایت کی ہے	//
اہل مکہ کی سرکشی	//
مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ جو دنیا میں عزت سے بسر کریگا وہ آخرت میں بھی عزت سے ہی رہے گا۔	//
قرآن کریم کا ارشاد کفر کرنے والوں کے لئے ہم دنیا اتنی فراخ کرتے ہیں کہ ان کے گھر چاندی کی چھتوں کے ہوتے	//
آخرت کی نعمتیں اُمت کے مومنین کیلئے ہیں	//

مضمون	صفحہ
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورہ سبا پ۲۲	۴۹۸
//	
لفظی ترجمہ	۴۹۹
//	۵۰۰
//	۵۰۱
خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع سورہ سبا پ۲۲	//
جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے لئے دوچند بدلہ ہے۔	//
ایک ایک نیکی کے بدلے دس دس نیکیاں ملیں گی	۵۰۲
آخرت کے متعلق اُن کا عقیدہ کہ مرنے کے بعد اُٹھنا ہی نہیں تو عذاب ثواب کیسا	//
جس کے لئے علم اللہ میں وسعت رزق تھی اس پر وسعت اور جس کے لئے تنگی رزق مقدر کی گئی۔	//
انفاق سبیل اللہ کا بدلہ صرف مسلمان کے ہی لئے ہے۔	//
صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا معاف کرنے سے عزت بڑھتی ہے	//

مضمون	صفحہ
جس دن محشور فرمائیگا ان سب کو پھر فرمائیگا فرشتوں سے کہا یہ لوگ تمہیں پوجتے تھے۔	۵۰۳
مشرکین مکہ عذاب وثواب کا استہزا کرتے تھے اور کہتے تھے جب مر کر مٹی ہو جائیں گے تو عقل سے بعید ہے کہ پھر زندہ ہوں۔	//
فرشتے عرض کریں گے تیرے وجہ منیر کو پاکی ہے تو ہمارا ولی اور دوست ہے	//
اور جب پڑھی جائیں ہماری روشن آیتیں تو کہتے ہیں یہ کیا ہے ایک آدمی کی طرف سے کہ دور رکھنا چاہتا ہے تمہارے باپ دادا کے معبودوں سے	۵۰۴
اس کا مقابلہ نہ ہو تو جادو سے تشبیہ دیدی	//
کفار مکہ سے پہلے کفار کا حال اجمالاً بیان فرماکر اظہار فرمایا ہے	//
ہم نے اُن کو تباہ و ہلاک کر دیا تو ان کا ہلاک کرنا کیا دشوار ہے	//

مضمون	صفحہ
مختصر تفسیر اردو یا پنجواں رکوع	۵۰۵
سورہ سبا پ۲۲	
اس میں کفار کو ارشاد ہے	
کہ کثرت اموال و اولاد موجب	//
تقرب نہیں ہو سکتے	
مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل	
کئے اس کے کئے اور اس عمل	
کا بدلہ دو چند ہے اور وہ بالاخانوں	//
میں امن و امان سے جنت میں	
ہوں گے۔	
تمہارے مال و اولاد تقرب کے	
موجب نہیں مگر مومن کے لئے	
انہیں خیرات وصدقات کا صلہ	۵۰۶
دو چند سے سات سوگنا تک	
ملے گا۔	
علامہ آلوسی فرماتے ہیں وہ لوگ	
جو ہماری آیتوں کی تکذیب	//
میں سعی کرتے ہیں۔	
کبھی وہ اپنے فضل سے رزق	
فراخ فرما دیتا ہے اور کبھی اس	
پر تنگ فرما دیتا ہے۔	//
جو کچھ اس کے لئے خرچ کرو گے	۵۰۷
تو وہ اس کے بدلے میں تمہیں اور	
اجر دے گا۔	

مضمون	صفحہ
حضور علیہ السلام نے ارشاد	۵۰۷
فرمایا ہر صبح دو فرشتہ نازل	
ہو کر دعا کرتے ہیں۔	
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے	//
ابن آدم خرچ کر ہم پر ہم	
تجھ پر خرچ کریں گے	
حضور علیہ السلام نے فرمایا	۵۰۸
خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائیگا	
توسیع کر تجھے وسعت ملیگی	
اے زبیر کھا اور کھلا اور	//
مشک کا منہ بند نہ کر کہ تجھ	
پر رزق بند ہو جائیگا	
سختی نہ کر کہ تجھ پر سختی ہوگی	
اس آخر الحدیث تمام	
مخلوق بعد حشر موقف میں	//
کھڑی ہو اور اُن سے سات	
ہزار برس تک کلام نہ ہوتی تھی	
کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ	
علیہ وسلم شفاعت کے لئے	
کھڑے ہوں۔	
عرب میں بت پرستی کا بانی	۵۰۹
عمر بن لحی ہے	
یعنی فرشتے عرض کریں گے	//
الٰہی تو ہی وہ ہے جس سے ہماری دوستی ہے	

مضمون	صفحہ
آج کے دن اِن کا ایک دوسرے	۵۱۰
کو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان	
عام کفار بھی کہنے لگے اس کتاب	
حق کی شان میں جب وہ اُن کے	//
سامنے آئی وہ اس کے مقابلہ	
سے عاجز آئے۔	
کفار مکہ کو ہم نے کوئی کتاب بھی	//
نہ دی۔	
جو حضور علیہ السلام کا منکر ہو یا کسی غیر	۵۱۱
کو نبی یا مسیح موعود مانتا ہے وہ عقیدۃً	
اساسی کا منکر قطعی مرتد قرار پاتا ہے	
بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورہ	//
سبا پ۲۲	
//	۵۱۲
لفظی ترجمہ	//
//	۵۱۳
نادر لغات	۵۱۴
خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع سورہ سبا	//
پ۲۲	
اگر تم مری نصیحت پر عامل رہے	۵۱۵
تو تم پر حق واضح ہو جائیگا	
تم طلب حق کی نیت سے اپنے	
آپ کو جنبہ داری اور تعصب	
قومی سے خالی کر کے اللہ کے لئے	

مضمون	صفحہ
قائم ہو جاؤ دو دو تاکہ باہم مشورہ کر سکو	۵۱۵
تبلیغ رسالت وہدایت پر میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا	//
جاء الحق سے مراد قرآن وسلام ہے	//
کفار مکہ نے حضور علیہ السلام پر گمراہ الزام لگایا اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دلوایا۔	۵۱۶
تمام انبیا معصوم ہوتے ہیں ان سے گناہ نہیں ہو سکتا	//
تمام خلق کو نیک راہیں آپ کی اتباع سے ملتی ہیں۔	//
عرب کے یایا ناز شاعر جب مسلمان ہو گئے تو کفار نے طعنہ دیا	//
تین آیتیں یہ ہیں جو کلام بشر نہیں۔	//
نہ کچھ دیکھا نہ دیکھ سکتے ہیں لیکن ہمارے حبیب پاک شان میں بے سوچے بکتے تھے	۵۱۷
مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع سورہ سبا پ۲۲	//
پھر غور وفکر سے نتیجہ اخذ کرو کہ ایسا عظیم نظام جو دنیا اور آخرت	

مضمون	صفحہ
پر حاوی ہو	۵۱۸
بطور معجزہ بے جان پتھر بھی ان کے آگے جھکتا ہے۔	//
حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایسے حال میں مبعوث ہوا کہ قیامت اس طرح سامنے ہے۔	۵۱۹
فرما دیجیے کہ میں تم سے اجر تبلیغ میں کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر مودۃ فی القربیٰ	//
قربیٰ سے مراد حضور کے قریبی مراد ہیں۔	//
امام زین العابدین بھی یہی فرماتے ہیں	//
قذف بالحق سے مراد علامہ سدی وحی کے ذریعہ حکم دینا مراد لیتے ہیں۔	۵۲۰
میرا ہدایت پانا تمہاری ہدایت جیسا نہیں انبیاء کی ہدایت بذریعہ وحی منیر ہے	۵۲۱
ایمان کے جہاں مکلف وہاں ایمان نہ لائے اب عذاب دیکھ کر امنا کہتے ہیں اور یہ مقام اخیر ہے۔	۵۲۲

مضمون	صفحہ
اس سے پہلے کفر کیا کرتے تھے جنکی حقیقت ان پر ظاہر نہ تھی	۵۲۲
آج امنا کہہ کر ایمان کہاں حاصل کر سکتے ہیں	//
سورہ فاطر	۵۲۳
اس سورہ کا نام سورہ ملائکہ بھی ہے۔	//
با محاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ فاطر پ۲۲	//
//	۵۲۴
لفظی ترجمہ	//
//	۵۲۵
خلاصہ تفسیر پہلا رکوع سورہ فاطر پ۲۲	۵۲۶
فرشتوں کو رسول کرنے والا اپنے انبیاء کی طرف جن کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں۔	//
اللہ رحمت کھولتا ہے لوگوں کے لئے اس کا کوئی روکنے والا نہیں	//
اس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا آسمان کو بغیر ستون کے قائم کیا۔	//
اپنے محبوب کی تسلی کے لئے ارشاد ہے اگر آپ کو جھٹلائیں آپ کی نبوت	//

مضمون	صفحہ
رسالت سے انکار کریں تو آپ	۵۲۷
سے پہلے بھی یہ جھٹلا چکے ہیں	
خاتم کے معنی آخری نبی کے ہیں	
وہی اللہ اپنے نبیوں کی مدد	//
فرمائے گا	
بے شک شیطان تمہارے	
حق میں دشمن ہے تو تم بھی	//
اسے دشمن ہی سمجھو	
اس کے بعد شیطان کے	۵۲۸
پیروکاروں کا حال مفصل بیان	
فرمایا جاتا ہے	
فاطر فطر سے مشتق ہے فطر کہتے	//
ہیں پھاڑنے کو	
مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ	//
فاطر پ۲۲	
لغت فطر کی تصریح پر اہل عرب	//
کی طرف سے وضاحت	
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے	
روایت ہے فرماتے ہیں دو	
اعرابی جھگڑتے ہوئے آئے ایک	
کنوئیں پر تو ایک ان میں سے	۵۲۹
کہنے لگا میں نے اس کا فطر کیا	
تھا۔	
فطر کے اصل معنی چیرنے کے ہیں	//

مضمون	صفحہ
تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے	۵۲۹
ہیں جو آسمانوں کو چیرتا ہے بارش	
کے ساتھ زمین کو چیرتا ہے سبزیوں	
کے ساتھ۔	
چند اقوال	//
اس سورہ مبارکہ میں حمد سے	۵۳۰
اشارہ ہے اس نعمت کی طرف	
جو آخرت میں باقی ہو۔	
سب حمد اللہ کو ہیں جو آسمان	
زمین کا نزول ارواح کے لئے	//
چیرنے والا ہے۔	
سورہ سبا کے مضمون سے سورہ	//
فاطر کا یہ ربط ہوا۔	
مومنین کے لئے ابواب کھول	//
دیئے جائیں گے حضرت ابن مسعود	
سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام	/
نے جبرائیل انہیں کو چھ سو پر کے	۵۳۱
ساتھ دیکھا۔	
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے	
روایت ہے حضور علیہ السلام نے	
حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان	
کی اصلی صورت میں دوبارہ	
ملاحظہ فرمایا فلاسفہ نے ملائکہ	//
عقول مجردہ کا نام دیا	

مضمون	صفحہ
یزید فی الخلق سے مراد خلق انسانی	۵۳۲
ہے۔	
سدی فرماتے ہیں رحمت سے مراد	//
بارش ہے۔	
ابن منذر عامر بن عبد قیس سے	//
راوی ہیں۔	
چار آیتیں قرآن میں ہیں جب	۵۳۳
میں نے انہیں پڑھا تو اب مجھے	
پرواہ نہیں رہی شام کیا ہے	
صبح کیا ہے۔	
جب بلاؤں کی شدت ہو تو	//
سورہ الم نشرح	
یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر	۵۳۴
فرمائی۔	
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع	۵۳۵
سورہ فاطر ۲۲	
//	۵۳۶
لفظی ترجمہ	۵۳۷
//	۵۳۸
حل لغات نادرہ	۵۳۹
خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع سورہ	
فاطر ۲۲	۵۴۰
شان نزول	//
اللہ وہ ہے جس نے ہوائیں چھوڑیں	۵۴۱

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
جو بادل اٹھاتی ہیں پہلے دوران کرتی ہیں۔	۵۴۱	کہ یہ میٹھا پانی ہے	۵۴۳	شان نزول بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے۔	۵۴۵
بلد میت سے وہ آبادی ہے جس میں سبزہ کھیتی خشک ہو گئی ہو	//	تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ پانی چیرتی ہیں دریا میں چلتے ہوئے یا آواز کرتی ہیں۔	//	ضحاک سے راوی ہیں کہ یہ آیات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کے متعلق نازل ہوئیں	۵۴۶
ایک صحابی نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا انسان مرنے کے بعد کس طرح زندہ فرمائیگا	//	رات لاتا ہے دن کے حصہ میں تو دن بڑھ جاتا ہے	//	اللہ وہ ہے جو ہوائیں چلاتا ہے	//
حدیث پاک	۵۴۲	دن لاتا ہے رات کے حصہ میں تو رات بڑھ جاتی ہے مقدار پندرہ گھنٹہ تک ہو جاتی ہے	//	اور بادل سیراب فرماتا ہے مردہ شہروں کو۔	
پاکیزہ کلام سے مراد کلمہ توحید تسبیح تحمید اور تکبیر ہے		مسخر کیے چاند سورج ہر ایک مقرر میعاد تک چلتا ہے جب قیامت آئے گی تو ان کا چلنا موقوف ہو جائے گی۔	//	میت اسے کہتے ہیں جو مر جائے	//
مکروہ کام گناہ کرنے والوں سے مراد قریش میں جو دار الندوہ میں جمع ہو کر منصوبہ بناتے تھے	//	مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ فاطر ٢٣	۵۴۴	بارش برسنے والی جو بادل سے آتی ہے وہ سبب ہوتی ہے زمین کی زندگی کا جسے سرسبزی کہتے ہیں	//
ان کا مکر برباد ہوگا چنانچہ ایسا ہوا	//	کیا وہ کافر اور وہ جو ایمان لایا دونوں مساوی ہیں۔	//	میت کا نشر بمعنی زندہ کرنا مستعار ہے نشر ثوب سے اس کے معنی کپڑا پھیلانا ہے۔	۵۴۷
پانی کی بوند سے تمہیں جوڑا جوڑا کیا۔	//	استفہام انکاری مختلف جگہ میں	//	اللہ تعالیٰ روح حیات کو بدن انسان کی طرف بلائیگا	//
معمر وہ ہے جس کی عمر ساٹھ سال تک ہو جاتے اور کم عمر وہ ہے جو اس سے قبل انتقال کرے	۵۴۳	ہدایت وضلالت مشیت الٰہی کے تحت ہے۔	۵۴۵	ملک صور آسمان وزمین کے مابین کھڑا ہو کر صور پھونکے گا جس اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق مر جائیں سوا اس ہستی کے	//
دونوں سمندر یکساں نہیں بلکہ دونوں میں اتنا فرق ہے		آپ ان کے مومن ہونے کی حرص نہ فرمائیں اور اپنی جان پاک ان کی حسرت میں ہلاک نہ کریں۔	//	فرشتہ کھڑا ہو کر نفخ صور کرے تو ہر جان چلنے لگے اپنے جسم کیطرف	//
				مسلم شریف کی حدیث	//

مضمون	صفحہ
ابوزید وقواقی کہتے ہیں کہ ہر مخلوق کے جسم سے ایک جوہر باقی رہتا ہے جو متغیر نہیں ہوتا اسی پر نشأۃ ثانیہ ہوگی۔	۵۴۸
جو عزت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے وہ بالذات ہے	۵۴۹
کلمہ طیبہ اللہ کے حضور پہنچتا ہے اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے۔	//
ابن عباس فرماتے ہیں کلمہ طیبہ سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے اور اسی پر مدارِ نجات ہے۔	//
ایک حدیث	//
اللہ کسی قول کو قبول نہیں فرماتا	.
مگر عمل کے ساتھ اور کوئی قول قول وعمل قبول نہیں مگر نیت کیساتھ۔	//
مکر السیّات سے مراد ان لوگوں کی چالیں ہیں جو دار الندوہ میں جمع ہوکر حضور علیہ السلام کے خلاف چلتے تھے۔	۵۵۰
اس کا مکر فاسد ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا مکر خفیہ تدبیر ایسا غالب آیا	//
انہیں مکہ معظمہ سے نکالا گیا قتل کیا گیا۔	۵۵۰
اللہ نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر نطفہ سے پھر جوڑا	//
کوئی حاملہ نہیں ہوتی بچہ نہیں جنتی مگر اللہ کے علم میں ہے	//
علامہ آلوسی فرماتے ہیں	//
عمل صالح سے عمر بڑھ سکتی ہے نیک عمل نہ کرے اس تغیر تبدل سے تغیر تقدیر لازم نہیں آتی۔	۵۵۱
کعب بن احبار فرماتے ہیں اگر حضرت عمر دعا فرماتے تو یقیناً ان کی موت کا وقت مؤخر ہو جاتا۔	//
صدقہ اور صلہ رحمی گھروں کو آباد کرتے ہیں اور عمریں بڑھاتے ہیں۔	//
صحیفۃ الانسان مدبہ ہے کہ فرشتے بعد استقرار حمل چالیس پچاس یا پینتالیس رات گزرنے کے بعد نطفہ بارگاہ رب العزت سے عرض کرتا ہے کہ اسے شقی لکھوں یا سعید مرد یا عورت	۵۵۲
جو حکم ہوتا ہے لکھ دیا جاتا ہے	۵۵۲
دو دریا مساوی نہیں یہ عذب ہے پاک ستھرا ہے۔	
فرات مسکن عطش اور حریل تشنگی ہے۔	//
اجاج اسے کہتے ہیں جو شدید الملوحت اور شدید الحرارت ہو یعنی وہ پانی ملاحت کی وجہ سے گلا جلا ڈالے۔	//
کڑوے میٹھے پانی سے تم کھاتے ہو تازہ گوشت مچھلی وغیرہ	//
لحم طری سے مراد مچھلی ہے۔	
لحم سے مراد ذبیحہ گاؤ ہے	
جو قسم کھائے کہ گوشت نہ کھائے گا اور مچھلی کھالے تو اس پر حنث یمین لازم نہیں آئے گا۔	//
حلیہ وہ زیور ہے جو کھاری سمندر سے موتی اور مونگا نکال کر زیور کی شکل میں استعمال ہوتا ہے۔	۵۵۳
میٹھے اور کھاری پانی کی بحث جب پانی اپنی حرکت میں کشتی سے پھٹتا جاتا ہے۔	//
اسے مخرت السفینہ کہتے ہیں ایک قول ہے مخر کشتی کے چلنے	۵۵۳

مضمون	صفحہ
سے جو پانی میں آواز ہوتی	۵۵۳
ہے اسے کہتے ہیں۔	
اس ملک سے اس ملک میں	
سفر کرکے اپنے تجارتی منافع	//
حاصل کرو۔	
داخل کرتا ہے رات کو حصہ	
دن میں اور داخل کرتا ہے	۵۵۴
دن کا حصہ رات میں۔	
سورج اور چاند مسخر فرمائے	//
سورج کی مدت سیر ایک	
سال ہے اور چاند کی سیر ایک	//
ماہ مقرر ہے۔	
یہ وہ اللہ ہے جس کی عظیم شانیں	
اسکی صنعت کمال سے	//
ظاہر ہیں۔	
ہر ایک اپنے اپنے محور پر چل	
رہا ہے سورج سال میں	
اپنا دورہ ختم کرتا ہے چاند	//
ایک ماہ میں پورا کرتا ہے	
قطمیر عربی زبان میں خرمے	
کی گٹھلی پر جو جھلی ہوتی	//
ہے اسے کہتے ہیں۔	
ابن منذر کہتے ہیں جو کھجور	//
کے سر پر ایک ٹوپی ہوتی	

مضمون	صفحہ
ہے اسے قطمیر کہتے ہیں	
مختلف اقوال	۵۵۴
اگر تم پکارو تو تمہاری پکار	۵۵۵
نہ سن سکیں	
آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے	//
ملائکہ کے قول کو بیان فرمایا	
با محاورہ ترجمہ تیسرا رکوع	//
سورہ فاطر ۲۲	
//	۵۵۶
لفظی ترجمہ	۵۵۷
خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع سورہ	۵۵۸
فاطر ۲۲	
اگر وہ چاہئے تو تمہیں لے جائے	
اور فنا کر دے اور نئی مخلوق	//
لے آئے	
کوئی جان بوجھ اٹھانے والی	۵۵۹
دوسرے کا بوجھ اٹھائے گی	
پاکیزگی سے مراد گناہوں سے	//
بچنا ہے۔	
نہیں برابر اندھا اور آنکھ	
والا مومن کافر	//
مومن نور ایمان سے زندہ	
ہے۔	//
جسے ہدایت دینا منظور ہوا سے	

مضمون	صفحہ
توفیق قبول گوش عطا فرما دیتا ہے	۵۶۰
چند لغات کا حل	//
مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ	
فاطر ۲۲	۵۶۱
شدت احتیاج میں اللہ کے حضور	//
فقیر ہو۔	
انسان کو ضعیف فرمایا	//
وہی مستحق حمد ہے	//
یہاں غنی کو حمید پر مقدم کرنے	//
میں مناسبت خاص ہے۔	
شان نزول	۵۶۲
لے آئے نئی مخلوق	//
اگر وہ چاہئے تو تمکو دنیا سے	//
لے جائے۔	
اور کوئی گناہ گار جان نہیں اٹھا	//
سکتی دوسرے گناہ گار کا بوجھ	
شان نزول	۵۶۳
اعمال طالع کی سزا اعمال صالح	//
کی جزا دے گا۔	
کافر مومن کا فرق عدم تساوی	//
مثالوں سے بیان فرمائی جاتی ہے	
جہالت کی اندھیریاں یا حق کے	۵۶۴
انوار مساوی نہیں۔	
زندہ اور مردے مساوی نہیں	//

مضمون	صفحہ
حدیث قلیب بدر والی سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے مقتولین کفار کو پکارا۔	۵۶۵
حدیث قلیب بدریہ ہے	″
مسلم شریف میں ہے۔	۵۶۶
حضور نے تبسم فرمایا	″
سماع موتیٰ سے انکار غلط ہے	″
بے شک اللہ جسے چاہے گوش قبول عطا فرما دے۔	″
اے محبوب آپ اپنی قدرت و ارادے سے کسی کو ہدایت نہیں فرما سکتے۔	″
آپ نہیں مگر ڈرانے والے	۵۶۷
بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشارت دینا اور ڈر سنانے والا بھیجا۔	″
با محاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ فاطر پ ۲۲	۵۶۸
″	۵۶۹
لفظی ترجمہ	۵۷۰
″	۵۷۱
خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع سورہ فاطر پ ۲۲	۵۷۲
تو نکالے ہم نے اس سے پھل رنگ برنگ	

مضمون	صفحہ
پہاڑوں میں راستے ہیں سفید سرخ کالے	۵۷۲
اہل علم کی تعریف ہے۔	۵۷۳
وحی کے ذریعہ جو کتاب کا ذکر ہے وہ قرآن کریم ہے۔	″
ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ تین گروہ وہ ہیں جنکی تفصیل یہ ہے	۵۷۴
میانہ روی میں رہنے والا گروہ وہ ہے۔	″
جس کے عمل ریا سے ملوث ہوں	″
ظالم لنفسہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا گروہ	
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتیوں کو یہ کتاب عطا فرمائی جنہیں تمام امتوں پر فضیلت حاصل ہے۔	″
دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا	″
ام المومنین کا کمال انکسار	
آیت نظیر ان کی جلالت مرتبت بتا رہی ہے۔	۵۷۵
ہر سہ گروہ کیلئے ارشاد ہے	″

مضمون	صفحہ
ہول قیامت کی فکر تھی کہ وہاں کیا ہوگا۔	۵۷۵
اس پر مژدہ بخشش دیکھ کر حمد الٰہی کریں۔	″
جو کافر ہی رہے ان کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ نہ انہیں قضا آئے کہ مر جائیں اور نہ ان پر ان کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائے۔	″
مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورہ فاطر پ ۲۲	۵۷۶
چند نکات کا حل	″
چوتھا رکوع شروع ہے۔	۵۷۷
اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا۔ اس کی قدرت کا یہ مشاہدہ نہ کیا۔	″
اس پانی سے ہم نکالتے ہیں ایسے پھل کہ جن کے رنگ مختلف ہیں	″
پہاڑوں سے راستے سفید سرخ مختلف رنگوں والے	۵۷۸
جُدَدٌ کی تفصیل	″
غرابیب وغربیب کی جمع ہے وہ دُور کی سیاہی ہے۔	″
غراب کوے کو بھی کہتے ہیں۔	″
حدیث میں ہے۔	″

مضمون	صفحہ
شیخ مغریب کو بغض سے اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے سیاہ خضاب کرنے والے بڈھے کو	۵۷۸
اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں علماء ہیں	//
علماء سے مراد وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا عرفان رکھیں	۵۷۹
جو عرفان زیادہ رکھیگا وہ جنت بھی زیادہ رہیگا	//
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی	//
یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔	//
ایمان والوں کا انعام	//
یہ بشارت جو اس مومن کے لئے ہے جو ان صفات سے متصف ہو	۵۸۰
عبارت مالی کا حکم	//
پوشیدہ خرچ کرنے والا	//
اپنے رب سے ایسی تجارت کی جس میں کھوٹ اور نقصان نہ ہو۔	//

مضمون	صفحہ
حضرت معاذ فرماتے ہیں جو توبہ سے قبل معصیت شعاری میں مرجائے وہ ظالم لنفسہ ہے اس کی تفسیر میں تینتالیس اقوال ہیں۔	۵۸۱
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا یہ تمام اس امت کے افراد ہیں اور سب جنتی ہیں۔	۵۸۲
ابن عباس فرماتے ہیں امت مرحومہ ہے اس لئے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں میں سے چنا اور اسے امت وسط فرمایا	۵۸۳
پھر ان میں متعدد فرقے ہوں گے۔	//
حضور علیہ السلام نے آیت کریمہ تلاوت فرماکر اس کی تفصیل فرمائی	۵۸۴
جنتی جنت میں داخل ہوکر کہیں گی	۵۸۵
حزن خوف عاقبت کو کہتے ہیں۔	//
مختلف اقوال	//

مضمون	صفحہ
اللہ تعالیٰ بخشش فرمانے والا ہمارے گناہ کو اور چشم پوشی کرنیوالا	۵۸۵
جسمانی تکان کو نصیب کہتے ہیں اور نفسانی کوفت کو لغوب کہتے ہیں	۵۸۶
عذاب جہنم میں جہنمی کا یہ حال ہے کہ نہ مرتا نہ جیتا ہے۔	//
جہنمی جہنم میں پکارتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں نکال اس جہنم سے کہ ہم اب نیک عمل کرینگے	//
عمل صالح توحید اور اتباع اور حضور علیہ السلام	
اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبیخاً جواب ہوگا	۵۸۷
عمر کا تذکرہ	//
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورہ فاطر ۲۲	//
//	۵۸۸
لفظی ترجمہ	۵۸۹
//	۵۹۰
خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع سورہ فاطر ۲۲	۵۹۱
ذاتی غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔	//
آسمان زمین [illegible] قدرت الٰہی سے	//

مضمون	صفحہ
جگہ قائم ہیں ہل نہیں سکتے	۵۹۲
آیہ کریمہ کا شانِ نزول بتاتا ہے کہ قبل بعثت جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قریش یہود نصاریٰ کی خدمت کرتے تھے۔	۵۹۳
تو جب ان کے پاس ڈر سنانے والا تشریف لائے تو انہوں نے نفرت کا اظہار کیا۔	〃
اللہ تعالیٰ بندوں کے معاصی پر گرفت فرمائے تو کوئی نہ بچے	۵۹۴
لغات نادرہ	〃
مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورہ فاطرہ ۲۲	۵۹۵
یعنی حضور علیہ السلام نذیر بن کر تشریف لائے	۵۹۶
ضرب المثل	〃
حضرت کعب نے کہا آسمان اپنے قطب میں چکی کی طرح پھرتا ہے۔	۵۹۷
فلاسفہ قدیم و جدید کے بہت اختلافات ہیں	〃

مضمون	صفحہ
بعض کے نزدیک مکر سے مراد سازش کرنا مخالفت میں خفیہ چالیں چلنا ہے۔	۵۹۸
تو کیا انتظار کر رہے ہے مگر پہلوں کی طرح عذاب کا تو ہرگز نہ پائے گا عذاب کا ٹلنا	۵۹۹
اگر اللہ تعالیٰ گرفت فرمانا چاہے تو روئے زمین پر کوئی نہ رہے	〃
سورہ یٰسین شریف	۶۰۰
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ یٰسین ۲۲	〃
لفظی ترجمہ	۶۰۱
خلاصہ تفسیر پہلا رکوع سورہ یٰسین ۲۲	۶۰۲
مختصر فضائل سورہ یٰسین ۲۲	〃
قرآن کریم کا قلب یٰسین ہے۔	〃
احادیث صحیحہ انسان کامل	〃
انسان کامل	۶۰۳
کفار کا رد	〃
شانِ نزول	۶۰۴
عزت کے ثواب سے مراد جنت ہے	۶۰۵

مضمون	صفحہ
مُردوں کو زندہ کرنے کے بعد اُن کا محاسبہ ہوگا	۶۰۵
جو نیک طریقہ جاری کرے گا اسے اس کا اجر ثواب ملیگا اور بُرا طریقہ رائج کرنے والا خود گنہگار ہوگا۔	〃
صدہا امور خیر ایسے ہیں کہ اللہ کے بندوں نے جاری کئے انہیں ناجائز کہنا ناجائز ہے۔	〃
شانِ نزول	〃
لغات نادرہ	۶۰۶
مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ یٰسین ۲۲	〃
اس سورہ مبارکہ کے لئے حکم ہے کہ اسے مرنے والوں پر تلاوت کریں۔	〃
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔	۶۰۷
سعید بن منصور سے روایت سورہ یٰسین کو پڑھنے والے کو دنیا آخرت کی بھلائیاں ہیں	〃
یہ دنیا و آخرت کی بلاؤں سے حفاظت کرتی ہے۔	〃
قبیلہ بنی سلمہ نے جو نواحی مدینہ میں رہتے تھے جب مسجد نبوی	

مضمون	صفحہ
کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔	۶۰۷
اس وقت یہ نازل ہوئی	
اس کے فضائل بہت سی بہت سی احادیث نہیں بیان ہوچکے۔	۶۰۸
صحیح حدیث	،،
سورہ فاطر سے سورہ یٰسین کا ربط	،،
حروف مقطعات کی تفسیر سب جگہ یہی ہے کہ ان کی مراد حقیقت اللہ ہی جانتا ہے	۶۰۹
معنی تصغیر کی وضاحت	
کے حق مقدر میں ایمان ہے وہ لائیں گے۔	،،
کفار کی سزا کا ذکر	۶۱۱
،،	۶۱۳
،،	۶۱۴
تبلیغی فریضہ کی اہمیت	۶۱۵
اچھے برے رواج کا تذکرہ	۶۱۶
مذکورہ آثار کا تاثر	۶۱۷
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۲ سورۃ یٰسین	۶۱۸
لفظی ترجمہ	۶۱۹
خلاصہ تفسیر اردو رکوع ۲	۶۲۰
حبیب نجار وغیرہ کا اسلام لانا	۶۲۱
شمعون وغیرہ کی ندامت	۶۲۳
کافروں کا مقابلہ	۶۲۴
مختصر تفسیر اردو رکوع ۲	۶۲۵
عیسیٰ علیہ السلام کے تبلیغی فرستادہ	۶۲۶
کافروں کا ٹکراؤ	۶۲۷
،،	۶۲۸
حواریوں کی کرامات	۶۳۰
،،	۶۳۱
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۲	۶۳۳
لفظی ترجمہ	۶۳۴
خلاصہ تفسیر نصف	۶۳۵
حبیب حواری کی شہادت	۶۳۶
بعض لغات نادرہ	۶۳۷
مختصر تفسیر رکوع ۲	۶۳۸
حبیب کے قتل کی نوعیت	۶۳۹
،،	۶۴۰
ہلاکت اعداء کی نوعیت	۶۴۱
،،	۶۴۲
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۳ سورۃ یٰسین	۶۴۳
،،	۶۴۴
لفظی ترجمہ	،،
خلاصہ تفسیر اردو رکوع ۳ سورہ یٰسین	۶۴۶
مصنوعات الٰہیہ کا تذکرہ	۶۴۷
،،	۶۴۸
احکام شرع کا مذاق	۶۴۹
عذاب ناقابل برداشت	۶۵۰
مختصر تفسیر اردو رکوع ۳	۶۵۱
انعامات قدرت کا ذکر	۶۵۲
تحقیقی فوائد	۶۵۳
مستقر سورج	۶۵۴
سیاروں کی حرکات	۶۵۵
سیاروں کی روشنی کا مبدء	۶۵۶
ستاروں کی منازل وغیرہ	۶۵۷
،،	۶۵۸
،،	۶۵۹

مضمون	صفحہ
فلک میں احتمالات اور	۶۶۰
ستاروں کا مستقر	۶۶۱
کفار کی سرکشی و تمرد	۶۶۲
کفار کا احکامِ شرع	
سے مذاق	۶۶۳
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۲	۶۶۴
سورہ یٰسین	
لفظی ترجمہ	۶۶۶
خلاصہ تفسیر رکوع ۲	۶۶۷
نفخۂ اولیٰ و ثانیہ کا حال	۶۶۸
کفار و مومنین کی عملی جزاء	۶۶۹
بعض لغات نادرہ کی	
تفصیل	۶۷۰
مختصر تفسیر اردو رکوع ۲	۶۷۱
نفخہ اسرافیل پر اجتماع	۶۷۲
و فیصلہ جزاء	
جنتی اور دوزخی کو جزائے	۶۷۳
عمل ،،	۶۷۴
اہلِ جنت کے اسباب تلذذ	۶۷۵
،،	۶۷۶
بدعملی پر توبیخ	۶۷۷
قیامت کفار اپنی بدعملی	
کا انکار کریں گے	۶۷۹

مضمون	صفحہ
منکرین کے مونہوں پر	
بوقتِ انکار مہر لگا دی جائیگی	۶۸۰
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۵	۶۸۱
لفظی ترجمہ	۶۸۲
خلاصہ تفسیر رکوع ۵	۶۸۳
لغو شاعری کی مذمت	۶۸۵
،،	۶۸۶
الفاظ قدرت	۶۸۷
منکرین آخرت کا رد	۶۸۸
لغات نادرہ	۶۸۹
مختصر تفسیر اردو رکوع ۵	۶۹۰
آپ شاعر نہیں ہیں	۶۹۱
	۶۹۲
،،	۶۹۳
برے اشعار کی مذمت	۶۹۴
ہدایت آمیز اشعار	
کا جواز	۶۹۵
شعری اوزان کا تذکرہ	۶۹۶
باطل معبودات دربار	
عدالت میں	۶۹۷
انسان کو چاہیئے کہ اپنے	۶۹۸
مبدأ و معاد کو ملاحظہ کرے	۶۹۹
مردہ زندہ ہونے	

مضمون	صفحہ
کا مشاہدہ	
حضور علیہ السلام کی	۷۰۰
نظیر محال ہے	
ہر شئی و ممکن میں آگ	۷۰۱
روح انسانی کی تحقیق	۷۰۲
عالم کون و عالم امر کی	
وضاحت	۷۰۳
سورہ الصافات	۷۰۴
بامحاورہ ترجمہ اردو	،،
رکوع ۱	
لفظی ترجمہ	۷۰۶
خلاصہ تفسیر رکوع ۱	۷۰۷
جو سب کائنات کا مالک ہے	
تو دوسرا مستحق عبادت	
نہیں	۷۰۸
شیاطین آسمان تک نہیں	
جا سکتے اور کفار	
ممکن چیز کا تمسخر اڑاتے	۷۰۹
ہیں	
حل لغات نادرہ	۷۱۰
مختصر تفسیر اردو رکوع	۷۱۱
۱	
علامات و ہدایت	۷۱۲
بعض ستاروں کی تعداد	۷۱۳
اور حرکات	

مضمون	صفحہ
آسمانوں کو شیاطین	۷۱۴
وغیرہ متمردین سے	
محفوظ کر دیا گیا	
ہے۔	
دیکھنے والوں کیلئے	
آسمانوں کو مزین	
کر دیا گیا ہے	۷۱۵
ایک کافر پہلوان کو	
حضور علیہ السلام نے	
بُری طرح پچھاڑا	
مگر وہ باوجود اقرار کے	۷۱۶
ایمان نہ لایا۔	
کفار کا دوبارہ زندہ ہونے	
کا انکار	۷۱۷
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۲	۷۱۸
،،	۷۲۰
،،	۷۲۱
لفظی ترجمہ	،،
،،	۷۲۲
،،	۷۲۳
خلاصہ تفسیر رکوع ۲	۷۲۴
سورت صافات پ ۲۳	
ظلم شرک کرنیوالوں کو	،،
جمع کیا جائیگا اور دوزخ	

مضمون	صفحہ
کی راہ چلاؤ پر ایک کافر	،،
اپنی ہم قسم کے ساتھ	
محشور کیا جاوے گا۔	،،
(حدیث نبوی)	،،
قیامت کے دن اپنی جگہ	
سے نہ ہل سکیگا جب تک	
چار باتیں پوچھ نہ لی جائیں	۷۲۵
وہ باتیں یہ ہیں	،،
نازن جہنم کا	
سوال جہنمیوں سے ہوگا	
کفار اپنے سرداروں سے	
کہینگے جو دنیا میں گمراہ کرتے	
تھے وہ بے ایمان تھے	
سردار جواب دیں گے	
ہمارا تم پر کچھ زور نہ تھا	
بلکہ تم خود سرکش تھے	
انبیاء کے تعلیمات کی	
تصدیق کرینگے جو	۷۲۶
بے سود ہوگا	
کفار کی ہٹ دھرمی	،،
کا بیان	
حضور علیہ السلام کو	،،
شاعر مجنون کہا	
معاذ اللہ	،،

مضمون	صفحہ
مشرک تکذیب انبیاء کا بدلہ تمہیں	۷۲۶
آخرت میں ملے گا۔	
ان مخلصین ایمان والوں	
کیلئے نفیس و لذیذ میوے	
نعمتیں خوش منظر ہوں	۷۲۷
عزت کے ساتھ تخت نشین	
ہونگے	
شراب سے بیماری حوران	،،
جنت پاک صاف ہونگی	
اہل جنت کے حالات	،،
مرنے کے بعد دوبارہ	۷۲۸
زندگی سے انکار	
جنتی جہنمیوں کا حال دیکھیں	
گے جو آگ بھڑکتی میں ہونگے	،،
موت کو موت آجائیگی	،،
اہل جنت کی گفتگو ہوگی	
تھوہر کا درخت جو نہایت	۷۲۹
تلخ انتہا درجہ کا بدمزہ ہے	،،
جہنمیوں کے لیے ہوگا	
کفار کا گمان باطل	
لغو تھا کا جواب	،،
کھانے والوں کا حال	،،
یہ عذاب گمراہ باپ	
دادا کی وجہ سے ہوا	،،

مضمون	صفحہ
لغاتِ نادرہ کامل	۴۳۰
"	"
مختصر تفسیر اردو دوسرا	
رکوع (سورہ صافات)	۴۳۱
جمع کر دو ایندھن جو	"
مشرک ہیں جہنم میں	
ملائکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی	
طرف سے ملائکہ کو ہوگا	"
ملائکہ زبانیہ ان فرشتوں	
کو کہینگے جو جہنم میں جہنمیوں	"
کو دھکیلیں گے	۴۳۲
زبانیہ جمع زبنتہ کی ہے	
زبن لغت میں دفع کو کہتے ہیں	"
جحیم جہنم کے طبقہ کا نام ہے	
جس میں شدت سے آگ	
دھکتی ہے	۴۳۲
حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	
حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں	
کلمہ توحید کے بارے میں سوال ہوگا	۴۳۳
علامہ آلوسی فرماتے ہیں	
یہ خطاب مشرکین اور ان	
کے معبودوں سے ہوگا	
رؤسائے مشرکین کا جواب	۴۳۴
مشرکین کا اعترافِ جرم	"

مضمون	صفحہ
تو بیشک وہ بروز قیامت قوم	
اور ان کے متبعین آج	
عذاب میں شریک ہیں	
مشرکین کیلئے یہی قانون	
حکمت ہے کہ انہیں سزا	۴۳۵
دی جائے	
مشرکین کی غلیظ حالت	
پر اللہ تعالیٰ نے جواب	
دیا ارشاد ہے	"
اللہ کے مخلص بندے وہ ہیں	"
ان کے رزق معلوم المخاص	
ہے	
تا وہ کہتے ہیں کہ رزق معلوم	۴۳۶
سے	
مراد جنت کی نعمتیں ہیں	۴۳۶
غول بے حسی میں کسی شئی	
کے ہلاک کرنے کو کہتے ہیں	
ابن عباس فرماتے ہیں دنیا	
کی شراب اور جنت کی شراب	
کا فرق	۴۳۷
نزف کے معنی نکال	"
حورانِ بہشتی	"
عین وجمع عیناء کی موٹی	
آنکھ والیاں	
منکرین کا مرنے کے بعد دوبارہ	
زندہ ہونیکے انکار پر پچھتاوہ	۴۳۸

مضمون	صفحہ
حضرت عطا خراسانی رح	
آیۂ کریمہ کے شانِ نزول پر	"
فرماتے ہیں	
ہزار دینار صدقہ کرکے	
جنت خریدلی	"
چند اشعار ملیح ہیں۔	"
"	۴۳۹
اہل جنت جھروکوں میں	
سے اہل جہنم کا حال دیکھیں گے	۴۴۰
جنتی جب جنت میں داخل	
ہوں گے تو ان کو موت سفید دنبہ	
کی شکل میں ذبح کرکے دکھائی	
جائے گی۔	
زقوم ایک درخت کا نام ہے	
تلخ بدبو دار زرد و مدور اسکی	۴۴۱
جڑ جہنم میں ہوگی۔ جہنمیوں	
کی خوراک	
اسکے پینے سے جہنمیوں	۴۴۲
کا حال جھٹلانے والوں کا	
حشر۔	"
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع	
سورہ صافات پ۲۳	۴۴۳
"	
"	۴۴۴
حل لغات	۴۴۵
"	۴۴۶

مضمون	صفحہ
خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع سورہ صافات پ۲۳	
حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس تبلیغ فرمائی	۷۴۷
دنیا میں جتنے بھی انسان ہیں سب حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔	//
حضرت عباس رضی فرماتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام کے کشتی سے اترنے کے بعد جتنے مرد عورت تھے سبھی مر گئے آپ کی قوم کے بقیہ کافر بھی ہلاک کر دیئے گئے	۷۴۸
عرب اور فارس اور روم آپ کے بیٹے سام کی اولاد ہیں اور سوڈان کے لوگ آپ کے بیٹے یافث سے ہیں۔	۷۴۸
حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر جمیل	//
ان کی اُمتیں باقی رکھا گیا	//
آپ کی قوم کے بقیہ کافر بھی ہلاک کر دیئے گئے	//
قلب سلیم دے کر حضرت ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو	//
حضرت نوح اور حضرت ابراہیم	

مضمون	صفحہ
کے مابین دو ہزار چھ سو چالیس برس کا زمانہ حائل ہے	//
قوم نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ کل ہماری عید ہے۔	۷۴۹
یہ زمانہ نجوم پرستی کا تھا آپ نے ایک ستارہ پر نگاہ ڈالی	//
اور فرمایا انی سقیم	//
حضور علیہ السلام نے فرمایا چھوت بچات کچھ نہیں	//
آپ ان کے بت خانہ میں پہنچ گئے ان کے آگے جو کھانے رکھے تھے فرمایا کھاتے کیوں نہیں	۷۴۹
بولتے کیوں نہیں	//
بت توڑنے شروع کر دیئے پارہ پارہ کر دیا۔	//
حضرت ابراہیم ؑ نے فرمایا اپنے گھڑے ہوئے بتوں کو پوجتے ہو	۷۵۰
کافر بولے ابراہیم کے لئے مکان بناؤ۔	//
آتشکدہ	
تین گز مربع مکان بنایا	//
منجنیق کے ذریعہ آگ میں ڈالا	//
اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو محفوظ کیا۔	//

مضمون	صفحہ
حضرت ابراہیم نے ہجرت کا ارادہ فرمایا	//
مقام ارض مقدسہ میں اولاد کے لئے دعا کی	//
حضرت اسماعیل ذبیح کی پیدائش	۷۴۹
حضرت ابراہیم ؑ کا خواب	۷۵۰
حضرت اسماعیل ؑ سے مشورہ	۷۵۱
حضرت اسماعیل ذبیح نے جواب میں حکم الٰہی پر فدا ہونا کمال شوق رغبت سے ظاہر کیا	
یہ واقعہ منیٰ میں ہوا مفصل واقعہ	//
جنت سے فدیہ کیلئے جو ذبیحہ بھیجا گیا	۷۵۱
لغات نادرہ	۷۵۲
//	۷۵۳
مختصر تفسیر تیسرا رکوع سورہ صافات پ۲۳	//
بعض مرسلین کا اجمالاً تذکرہ فرمایا جا رہا ہے	//
قوم نوح سے مایوس ہو کر پکارا تو ہم نے اس کی پکار سنی	۷۵۴
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا	//
تین بیٹوں کے سوا کوئی نہ بچا یعنی سام حام یافث۔	//

مضمون	صفحہ
″	
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ارشاد ہے۔	۷۵۵
حضرت ابراہیم علیہ السلام اصول دین میں حضرت نوح علیہ السلام کے پیرو ہیں	۷۵۶
سلیم القلب کی تفسیر میں پانچ قول	
″	۷۵۷
علم نجوم کی شرعی حیثیت	۷۵۸
امراض متعدیہ	۷۵۸
اللہ تعالیٰ نے خلیل کو اس آگ سے محفوظ رکھا	۷۵۹
آپ نے فرمایا میں جانے والا ہوں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں۔	″
وہ مجھے راہ دکھائیگا آپ بحکم اس سرزمین شام میں ارض مقدس تشریف لے آئے یہاں آپ نے اپنے رب سے دعا فرمائی جس کا ذکر آئندہ آیات میں ہے	″
حضرت اسماعیلؑ ذبیح کی ولادت کا مژدہ دیا	۷۶۰
تو جب اسماعیل حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ کام کرنے قابل ہو گئے	″

مضمون	صفحہ
حضرت خلیل نبی تھے نبی کا خواب حق ہوتا ہے۔	″
حضرت اسماعیل نے جواب دیا کہ آپ مجھے صابر پائینگے	″
حکم کی تعمیل میں جب جھک گئے مفصل واقعہ	″
″	۷۶۱
بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع صافات ۲۲	″
″	۷۶۲
لفظی ترجمہ	۷۶۳
″	۷۶۴
خلاصہ تفسیر آٹھواں رکوع سورہ صافات ۲۳	″
حضرت موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کو نبوت و رسالت عنایت فرمائی	″
فرعون کے مظالم سے انہیں اور بنی اسرائیل کو قبطیوں کے مظالم سے نجات دلا کر انہیں قوم سبط کو قوم قبط پر غالب فرمایا	″
حضرت الیاسؑ کی منقبت بیان کی	۷۶۵

مضمون	صفحہ
حضرت الیاس علیہ السلام بعلبک اور اس کے نواح کی طرف مبعوث تھے	″
اس قوم کا ایک بت تھا جس کا نام بعل تھا جو سونے کا تھا یہ بیس گز لمبا تھا اس کے چار منہ تھے	
حضرت لوط علیہ السلام اُن کی قوم کا ذکر فرما کر رکوع ختم کیا	″
مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع سورہ صفات	۷۶۶
ہم نے احسان فرمایا موسیٰؑ و ہارونؑ پر	″
حضرت الیاس علیہ السلام کی منقبت فرمائی۔	″
طبرسی کہتے ہیں حضرت الیاس حضرت الیسع کے چچا کے بیٹے تھے	
آپ کی بعثت حضرت حزقیل کے بعد ہوئی	۷۶۷
وہب کہتے ہیں کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرح عمر ابدی میں ہیں۔ مفصل بحث	″ ″
حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تمہیں عذاب الٰہی کا خوف نہیں تم	۷۶۸

مضمون	صفحہ
بعل کو پوجتے ہو	
بعل کی اصل حقیقت	//
تحقیق الیاسین	۷۶۹
ال یاسین لغۃً یاس سے ہے جو عربی میں مستعمل ہے۔	//
اس باب میں سیناء اور سینین ہے	
یہ تصریح ابن حاجب نے شرح مفصل میں کی	۷۶۹
یہ تمام اقوال بیان فرما کر آلوسی فرماتے ہیں مخفی نہ رہنا چاہیئے	//
جب نبوت رسالت حضور پر ختم کردی گئی تو الیاس نے آل یاسین قرار دے کر انہیں لمن المرسلین کہنا خلاف جمہور ہے اور نص کے بھی خلاف ہے۔	//
حضرت لوط علیہ السلام کی قوم شہر سدوم میں آباد تھی	۷۷۰
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورہ صافات ۲۳	
//	۷۷۲
لفظی ترجمہ	//
//	۷۷۳

مضمون	صفحہ
//	۷۷۴
خلاصہ تفسیر اردو نواں رکوع صافات ۲۳	۷۷۴
//	۷۷۵
اس رکوع میں حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے	//
مچھلی نے نگل لیا	۷۷۵
مچھلی کے پیٹ میں کتنے عرصہ رہے مختلف روایات	//
آپ شکم ماہی میں بہت نحیف وضعیف ہوچکے تھے	//
اگاؤ ہم نے ایک پودا کدو کا تاکہ سایہ کرے	۷۷۶
کدو پر مکھی نہیں آتی بیل کی جگہ سایہ دار درخت بن گیا	//
بحکم الٰہی ایک بکری تھن منہ میں دیکر دودھ دے جاتی تھی	//
سرزمین موصل میں قوم نینوا میں مبعوث ہوتے انکی آبادی ایک لاکھ تھی	//
اے محبوب ان منکروں سے کفار مکہ سے انکار کی وجہ معلوم فرمائیں	//
قبیلہ جنیہ اور بنی سلمہ کا یہ عقیدہ	

مضمون	صفحہ
تھا کہ معاذ اللہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اس کا رد فرمایا گیا	//
تمہارا دعویٰ بے دلیل ہے	۷۷۷
مشرکین نے اللہ اور جنوں کے مابین رشتہ بنایا اللہ تعالیٰ اس قسم کی باتوں سے مبرا ہے	۷۷۷
فرشتوں کا بیان	//
کفار مکہ کی بہانہ سازیاں واضح فرمائی جارہی ہیں۔	۷۷۸
اے محبوب تھوڑی مدت تک ان سے منہ پھیر لیجیئے اور انتظار کیجیئے وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے	//
مختصر تفسیر اردو رکوع سورہ صافات ۲۳	۷۷۹
حضرت یونس علیہ السلام کو ۲۸ برس کی عمر میں ان کو نبوت ملی۔	//
اس میں اختلاف ہے حتی ماں کا نام یا باپ کا نام	
حکم حاصل کیئے بغیر ہی وہاں سے چلے گئے	//
جب قوم پر آثارات عذاب نمودار ہوئے تو آپ کو تلاش کیا۔	۷۸۰

مضمون	صفحہ
سب چھوٹے بڑے جنگل میں نکلو توبہ کرو عذاب ٹل گیا	//
مفصل واقعہ	//
قرعہ کس طرح ڈالا	۷۸۱
اس مچھلی کا نام نجم تھا	۷۸۱
شکم ماہی میں سلامت رہنا تسبیح کی برکت سے تھا	//
حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو فراخی میں وہ تمہیں یاد فرمائے گا۔	۷۸۲
علامہ آلوسی کی توضیح	//
یونس علیہ السلام کو جب مچھلی نے نگل لیا اور اس کے شکم کی گہرائیوں میں پہنچے تو زمین کی تسبیح آپکو مسموع ہوتی آپ نے ظلمات شکم میں پڑھنا شروع کیا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔	//
مچھلی ایک میدان میں پہنچی تو وہاں اس نے اگل دیا	۷۸۳
مختلف روایات و اقوال	۷۸۴
دوپہر کو مچھلی نے لقمہ کیا اور	۷۸۵
شام کو اگل دیا	
مختلف اقوال	//
آپ کے جسم کی حالت	//
گھیا حضور علیہ السلام کو مرغوب تھا۔	۷۸۵
حضرت یونس علیہ السلام کے سایہ کے لئے جو درخت پیدا کیا اس کا نام یقطین رکھا	۷۸۶
حضرت یونس علیہ السلام کو سایہ کیا اور اسکے پھل سے آپ نے افطار فرمایا	//
حضرت یونس علیہ السلام کے حقہ کے متعلق ایک طویل حدیث	۷۸۷
//	۷۸۸
مفصل قصہ یونس علیہ السلام	//
//	۷۸۹
//	۷۹۰
//	۷۹۱
اللہ تعالیٰ کے حکم سے درخت خشک ہوگیا	//
عرب میں قبیلہ جہنیہ اور سلیم اور خزاعہ اور ملیح کا یہ عقیدہ تھا ملائکہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ معاذ اللہ	//
مشرکین کے باطل نظریہ کا رد	۷۹۲
ملائکہ لطیف نوری اجسام ہے	//
عیسائی یہودی کے باطل نظریات کا رد	۷۹۲
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ان لوگوں سے سوال	۷۹۳
مختلف عقائد باطلہ کا رد	//
پاک ہے اللہ اُس سے جو وہ صفت کریں	۷۹۴
ملائکہ کا اعتراف عبدیت ظاہر فرمایا	۷۹۵
ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	//
اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا آسمان میں قدم جگہ نہیں مگر فرشتہ ساجد ہیں۔	//
ملائکہ عبادت الٰہی میں صف بستہ ہیں	۷۹۶
متعدد اقوال	//
//	۷۹۷
اولاد بیٹے اور بیٹوں سے منزہ ہے	۷۹۸
شرافت انبیاء	//
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ ص ۲۳	۷۹۹
//	۸۰۰

مضمون	صفحہ
لفظی ترجمہ	۸۰۰
"	۸۰۱
خلاصہ تفسیر پہلا رکوع سورہ ص پ۲۳	۸۰۲
ص ا، صادق مصدوق	"
ذکر قرآن کریم کی قسم	"
کفار نے معجزات کو دیکھ کر جادو گر کہنا شروع کر دیا	۸۰۳
ولید بن حفیرہ نے بچپن قریش ابو طالب کے پاس آنا	"
مفصل واقعہ	"
ابو طالب کی مجلس سے آپس میں یہ کہتے ہوئے چل دیئے اس تعلیم کا کوئی مطلب نہیں	۸۰۴
اہل مکہ کو حضور علیہ السلام کے منصب نبوت پر حسد ہوا	"
مشرکین کے اعتراضات	"
فرعون جب کسی پر غضبناک ہوتا تو اسے لٹا کر ہاتھ پیر بندھوا کر پٹواتا	۸۰۵
مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ ص پ۲۳	"
ص یہ ایک آیت ہے جیسا کہ بعض سورتوں میں بھی ہیں۔	۸۰۶
قرآن کریم میں ذکر سے مراد نصیحت و ہدایت ہے	۸۰۷
متبحی کہتا ہے	۸۰۸
شان نزول	۸۰۹
ابو طالب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلایا	"
حضور علیہ السلام نے تشریف لائے۔	"
حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ کلمہ پڑھ لیں	۸۱۰
تو گھبرا کر سب کپڑے جھاڑتے کھڑے ہو گئے	"
حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر تم میرے ہاتھ میں سورج لا کر رکھ دو تو بھی میں اس کے سوا کچھ طلب نہ کرونگا	"
ذکر سے مراد قرآن پاک ہے	۸۱۱
قرآن کریم کے ساتھ اظہار شک کرنا محض اپنے دل کی جلن کی وجہ سے ہے	۸۱۲
نبوت کسبی نہیں ہوتی بلکہ وہبی ہوتی ہے۔	"
جزم لغوی معنی کی تشریح	۸۱۳
قوم فرعون ہلاک و غرق نہیں ہوتی۔	۸۱۴
قوم ہود ریح "صرصر" سے تباہ ہوئی قوم لوط پر پتھروں اور ہوا کی بارش ہوئی	"
با محاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ ص پ۲۳	۸۱۵
"	۸۱۶
لفظی ترجمہ	"
"	۸۱۷
"	۸۱۸
خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع سورہ ص پ۲۳	"
یہ صیحہ چنگھاڑ کے معنی میں ہیں	"
بروز قیامت نفخہ اولی مشرکین کے عذاب کے لئے ہوگا	"
حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت	۸۱۹
ان کے لئے پہاڑ مسخر کئے تسبیح کرکے شام کو سورج چمکتے پرند جمع کئے ہیں۔	"
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں روئے زمین کے حکمرانوں میں آپکی سلطنت مضبوط قوی تھی	۸۱۹

مضمون	صفحہ
فرشتوں کا فیصلہ حاصل کرنے کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت	۸۲۰
واقعہ یہ تھا	۸۲۱
لغات نادرہ	۸۲۲
مختصر تفسیر اردو رکوع ۲	۸۲۳
لفظ قط اور داؤد علیہ السلام کی رفعت شان	۸۲۴
حضرت داؤد علیہ السلام کی نوعیت تسخیر	۸۲۵
صلوٰۃ اشراق کی اصلی رکعات نماز اشراق	۸۲۶
داؤد علیہ السلام کا انداز حیات طیبہ	۸۲۷
″	۸۲۸
داؤد علیہ السلام کی نوعیت عبادت	۸۲۹
آپ پر ملائکہ کا نزول	۸۳۰
آپ سے ملائکہ کی گفتگو	۸۳۱
حضرت داؤد علیہ السلام دربار الٰہی کی طرف رجوع	۸۳۲
حضرت داؤد علیہ السلام کے نکاح کی کیفیت	۸۳۳
داؤد علیہ السلام کی خلافت	۸۳۴

مضمون	صفحہ
با محاورہ ترجمہ رکوع ۳	۸۳۵
لفظی ترجمہ	۸۳۷
خلاصہ تفسیر رکوع ۳	۸۳۸
حضرت سلیمان علیہ السلام کا انداز حیات	۸۳۹
خلاصہ تفسیر اور شان نزول	۸۴۰
″	۸۴۱
″	۸۴۲
ایک حکایت	۸۴۳
″	۸۴۴
″	۸۴۵
مختصر تفسیر اردو اور رکوع ۳	۸۴۶
انسان کو غور و فکر کی اشد ضرورت ہے	۸۴۷
حضرت سلیمان علیہ السلام کا رجحان طبعی	۸۴۸
وراثت انبیاء علیہ السلام کی حقیقت	۸۴۹
″	۸۵۰
″	۸۵۱
″	۸۵۲
″	۸۵۳
غروب شمس کی واپسی	۸۵۴

مضمون	صفحہ
حضرت سلیمان علیہ السلام اور گھوڑوں کا قتل	۸۵۵
″	۸۵۶
″	۸۵۷
حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا واقعہ	۸۵۸
″	۸۵۹
″	۸۶۰
″	۸۶۱
″	۸۶۲
حضرت سلیمان علیہ السلام کی ملکی تسخیر	۸۶۳
″	۸۶۴
آپ کے زمانہ میں ملوک فارس سے کیخسرو تھا	۸۶۵
داؤد نیواں اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں حضرت سلیمانؑ	
حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت پر زمانہ کیخسرو ابن سیاؤس میں قبضہ فرماکر ملک شام کی طرف رخ کیا اور عراق تک فتح کیا	″
یہ خبر جب کیخسرو کو پہنچی تو وہ خراسان کی طرف بھاگ گیا اور	″

مضمون	صفحہ
چند دِن زندہ رہ کر مر گیا	۸۶۵
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ ص پ۲۳	〃
〃	۸۶۶
لفظی ترجمہ	۸۶۷
〃	۸۶۸
خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع سورہ ص پ۲۳	۸۶۹
ہمارے بندے ایوب کو جبکہ وہ پکارا	〃
مجھے چھوا شیطان نے تکلیف ایذا سے	〃
حضرت ایوب کو زمین پر اپنا پاؤں مارنے کا حکم	〃
سرد شیریں چشمہ	〃
ظاہر ہونا اس چشمہ میں نہانے کا حکم	〃
غسل اور پینے سے تمام جسمانی مالی تکالیف رفع ہوگئیں	〃
حتیٰ کہ مری ہوئی اولاد بھی زندہ ہوگئی فضل و رحمت الٰہی سے	〃
بیوی صاحبہ کو سو ضربیں مارنے کی قسم کا واقعہ	۸۷۰
قسم ادا کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا	〃
چند انبیاء کرام کا ذکر	۸۷۰
نوٹ	
حضرت ذوالکفل کی نبوت میں اختلاف ہے	〃
فاسق منافق کا ذکر	۸۷۱
حل لغات	۸۷۲
مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورہ ص پ۲۳	۸۷۳
مس شیطان کا واقعہ بتایا جاتا ہے۔	۸۷۴
ایسے تمام اقوال وہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی شان سے بعید ہیں	〃
محققین کا اس پر اجماع ہے کہ نصب وعذاب جو تھا وہ مرض اور الم	۸۷۵
ایک قول ہے کہ یہ وسوسہ غیر ایوب علیہ السلام کی طرف تھا	〃
غسل کے لئے گرم اور پینے کے لئے سرد چشمہ پھوٹ پڑے	۸۷۶
اس ابتلا میں سات سال چند ماہ رہے	〃
ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے دونوں پیروں سے لے کر سر تک زخم ہی زخم تھے	۸۷۶
آپ کی بیوی نے جو آپ کی خدمت کرتی تھی شکوہ کیا	۸۷۷
آپ نے جواب میں صبر کی تلقین کی	〃
آپ نے دُعا کی اور تمام مصیبتوں سے نجات مل گئی	〃
سونے کی ٹڈیاں برسیں	〃
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال مصائب میں رہے۔	〃
انبیاء کرام پر عوارض بشری کا آنا حرام ہیں	۸۷۸
ایسا مرض جس سے عقل میں فتور آئے	〃
حضرت شعیب کے بارے میں نابینا کہنا جائزہ نہیں ثابت نہیں	〃
حضرت ایوب صحت یاب ہوئے تو خیال آیا کہ اس وفادار بیوی کو انعام کے بجائے سو ضربیں لگائی ہیں تو حکم الٰہی ہوا کہ ایک جھاڑو تر اور خشک گھاس	

مضمون	صفحہ
کی لے کر انہیں مارو تمہاری قسم پوری ہو جائے گی	۸۷۹
علامہ آلوسی لکھتے ہیں یہ رخصت ہماری شریعت میں باقی ہے	
اس پر متعدد حدیثیں نقل کرتے ہیں	//
ان احادیث کو دلیل عموم حکم پر نہیں مانا جائیگا	۸۸۰
حضرت ایوب علیہ السلام کو جب یہ ابتلاء ہوا تو آپ نے بارگاہ حق میں عرض کی	۸۸۱
تین نبیوں کے اوصاف کا بیان	//
ایک قول یہ ہے کہ دار دنیا میں اُن کی ثناء جمیل اور لسانِ صدق اس شان سے ہو کہ غیر کو ایسی شان سے نہیں فرمایا۔	۸۸۲
ذوالکفل حضرت حضرت ذکریا علیہ السلام ہیں۔	۸۸۳
مختلف اقوال	//
عدن مصور ہے اس مکان کا جس میں استقرار ہو	۸۸۴
طاغی لاغی افراد کا حال بیان فرمایا ہے	//

مضمون	صفحہ
طاغین سے مراد کفار ہیں	۸۸۵
بے شک وہ آگ میں جانے والے ہیں	۸۸۶
متبعین سرداران کفار کہیں اے رب ہمارے جس نے یہ عذاب ہم پر کرایا تو انہیں عذاب دو چند جہنم میں کر	
فقراء مومنین جنہیں وہ نہ دیکھیں گے کہیں گے کیا بات ہے کہ ہم نہیں دیکھتے	//
یہ ان سے استہزا کرتے تھے	//
بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورہ ص پ ۲۳	۸۸۷
//	۸۸۸
لفظی ترجمہ	//
//	۸۸۹
//	۸۹۰
خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع سورہ ص پ ۲۳	//
وہی ایک رب ہے آسمانوں کا زمین کا اور جو کچھ ان کے مابین ہے عزت والا بخشنے والا	۸۹۰
ملائکہ مقربین حضرت آدم علیہ	

مضمون	صفحہ
السلام کے باب میں جو سوال و جواب دے دیئے تھے اس کا مجھے کچھ علم نہ ہوتا	۸۹۱
اگر میں نبی نہ ہوتا	
دارمی ترمذی کی احادیث	//
ملائکہ کا مخاصمہ	//
حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔	//
حدیث پاک	//
میں نے جان لیا جو کچھ زمین کے مشرق و مغرب میں ہے	۸۹۲
علامہ خازن اس کی تفسیر فرماتے ہیں	//
حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت پر ملائکہ کو بشارت	//
شیطان جسے ابلیس فرمایا گیا وہ قوم جن سے تھا فرشتوں میں سے نہ تھا۔	۸۹۳
شیطان نے مہلت طلب کی تاکہ اپنی اولاد آدم کو گمراہ کرنا	//
فرمایا تو مہلت والوں میں ہے جان ہوتے وقت کے دن تک	۸۹۴
مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورہ ص پ ۲۳	//

مضمون	صفحہ
مشرکین مکہ کا رد فرمایا گیا	۸۹۴
فرما دیجئے وہ خبر عظیم ہے	
جس سے تم بے خبر اور معترض ہو	۸۹۵
موجودات کی پیدائش اسی ذات سبحانہ وتعالیٰ سے ہوئی	״
اور وہی مدبر جمیع امور ہے	
طویل حدیث کا ترجمہ یہ ہے	۸۹۶
نماز میں دیر سے تشریف لائے	״
حدیث پاک کا ترجمہ	۸۹۷
عالم بالا کے فرشتہ کس معاملہ میں جھگڑتے ہیں	״
درجات کفارات	״
مفصل حدیث	
معنی اختصام ملائکہ	۸۹۸
تعریف لفظ بشر	״
سجدہ تحیۃ وتکریم	۸۹۹
شریعت آدم میں جائز ہے۔	״
شریعت مصطفےٰ میں حرام ہے	״
حضور علیہ السلام نے غیر خدا کے لئے ہر قسم کا سجدہ حرام فرمایا	״
مفصل بحث	״
״	۹۰۰
پھر ہر شئی کے لئے فرمایا ہو جا	

مضمون	صفحہ
تو وہ ہو گئی کیا تو نے تکبر کیا	
استفہام انکاری	
ابلیس کا جواب احمقانہ	
ابن عباس فرماتے ہیں کہ جس جنت سے ابلیس نکالا گیا وہ جنت عدن تھی نہ کہ جنت خلد	۹۰۱
ابلیس کی خلقت بدل دی	״
رجم کہتے ہیں پتھروں سے مارنے کو شیاطین کے لئے شہاب ثاقب سے	
لعنت کے معنی الابعاد عن الرحمۃ ہے یعنی رحمت سے دور کر	
دنیا قیامت تک لعنت رہے گی اور قیامت یوم جزا ہے	۹۰۲
ابلیس نے عرض کی الٰہی جب تو نے مجھے رجیم و مطرود کر دیا تو کم از کم حیات دنیا میں تو مجھے مہلت دے دے	
ارشاد ہوا ہاں تجھے مہلت ہے۔	״
ابلیس بولا الٰہی اب تیری عزت کی قسم ضرور سب کو گمراہ کروں گا	״
سوائے مقبول بندوں کے	

مضمون	صفحہ
حضور علیہ السلام نے جہنمیوں اور جنتیوں کی علامت بیان کی	۹۰۳
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ زمر پ۲۳	۹۰۴
״	۹۰۵
لفظی ترجمہ	۹۰۶
״	۹۰۷
״	۹۰۸
خلاصہ تفسیر پہلا رکوع سورہ زمر ۲۳	״
کتاب اتارنا اللہ عزت وحکمت والے کی طرف سے	״
کتاب سے مراد قرآن کریم	״
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مخاطبہ	״
یہاں بیان صرف اور صرف بت پرستوں کے لئے ہے	۹۰۹
وہ ذات پاک ہے اولاد بیوی سے	״
رام لچھمن مہادیو کے پجاریوں کے توہمات	״
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ہر قسم کے جوڑے مراد ہیں	۹۱۰

مضمون	صفحہ
یہ شانیں ہیں تمہارے رب	۹۱۰
کی جس کی بادشاہت اور	
سلطنت ہر شئی پر ہے	
اگر تم کفران نعمت کرو طاعت	//
وعبادت چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ	
بے نیاز ہے	
سورہ زمر رکوع اوّل	۹۱۳
دین کے تیس معنی ہیں	۹۱۴
صرف خلوص پر اجر ملتا ہے	//
توحید کا تذکرہ	//
کفار کی بت پرستی کی وجہ	۹۱۵
توحید میں قول وفعل	//
بتوں کو جہنم میں ڈالنے کی	//
وجہ	
اللہ کی اولاد کہنا باطل ہے	۹۱۶
اور اس کے دلائل	
کائنات عالم کا سلسلہ تسخیر	۹۱۷
تخلیق کائنات کی نوعیت	۹۱۸
اللہ ایمان لانا پسند کرتا ہے	
اور کفر کو ناپسند	۹۱۹
انسان نعمت الٰہی بھول	
جاتا ہے	//

مضمون	صفحہ
کافر مومن کا انجام برابر نہیں	۹۲۰
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع	۹۲۲
لفظی ترجمہ	۹۲۳
خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع	۹۲۵
صبر کے اجر کی نوعیت	۹۲۶
احکام شرعیہ کا نفاذ رسول	
کی طرف سے ہوتا ہے اور اس	
کی اتباع ضروری ہے	//
جو کان لگا کر میری بات سنے	۹۲۷
وہی ہدایت یافتہ ہے۔	
اتباع کرنے والوں کے مراتب	۹۲۸
عبد کی نسبت اللہ اور رسول	۹۲۹
کی طرف جائز اور اس کے	
شواہد	
اخلاص میں حضور علیہ السلام	۹۳۰
سب سے زیادہ ہیں	
مہاجرین مکہ کے لئے ارض اللہ	//
مدینہ منورہ ہے۔	
توحید کے انکار کا انجام اور	۹۳۱
اثبات کی رفعت شان	
طاغوت کا تعارف اور نیکی	
کا ثمرہ	
مشرک ہمیشہ جہنم میں رہیگا	۹۳۲
اور مومن مخلص جنت میں	۹۳۳

مضمون	صفحہ
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع	۹۳۴
لفظی ترجمہ	۹۳۵
خلاصہ تفسیر	//
انسان میں چار نفس اور ان	۹۳۷
کے تاثرات	
لفظ تقشعر کی تفصیل	۹۳۸
قرآن کی تاثیر کی وجہ	۹۳۹
لفظ متشاکسوں کی تشریح	//
سلماً لرجل کی تفسیر	//
انک میت وانہم میتون	۹۴۰
مختصر تفسیر تیسرا رکوع	۹۴۱
دل پر قرآنی تاثرات	۹۴۲
//	۹۴۳
نعت اولیاء کرام	۹۴۴
آیت کریمہ	
ذکر الٰہی سے اطمینان پاتے ہیں	//
کفر وایمان کا ثمرہ	۹۴۵
ایمان اور مثالیں	۹۴۶
معنیٰ موت کی توضیح	۹۴۸
بارہ اقسام موت کی تشریح	۹۵۰
پارہ ۲۴ بامحاورہ ترجمہ سورہ زمر	۹۵۱
لفظی ترجمہ	۹۵۳
	۹۵۴
خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع	۹۵۶
کفار پر الزامی حجت	۹۵۷

مضمون	صفحہ
ایمان لاالاللہ پر دلائل	۹۵۸
مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع	۹۵۹
ایمان پر حسب مراد انعام	۹۶۰
الّذی صدّق بہ کی شرح	۹۶۱
توبہ سے بُرے کام معاف ہو سکتے ہیں	۹۶۲
نیک و بُرے کام کا انجام	۹۶۳
با محاورہ ترجمہ پانچواں رکوع	۹۶۴
قیامت میں بُرے اعمال کا معاوضہ قبول نہ ہوگا	۹۶۵
حل لغات	۹۶۶
خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع	۹۶۸
روح النفس میں امتیاز	۹۶۹
شفاعت اللہ کا حق ہے جسکو چاہے عطا کر سکتا ہے	۹۷۰
اللہ کی وحدانیت سے کفار چڑتے ہیں۔	〃
انسان ناشکر گزار ہے	۹۷۱
مختصر تفسیر اردو رکوع ۵	۹۷۲
مسئلہ شفاعت کی اہمیت	۹۷۳
مشرکین اور توحید	۹۷۵
تصرف ذاتی طور پر اللہ کا ہے	۹۷۶
کفار کو عذاب اعمال دیکھ کر	

مضمون	صفحہ
بالکل مایوسی ہوجائے گی	۹۷۷
کفار پر ان کی بداعمالی مفید ثابت نہ ہوگی	۹۷۸
با محاورہ ترجمہ رکوع ۶	۹۷۹
حل لغات	۹۸۰
خلاصہ تفسیر رکوع ۶	۹۸۲
مایوسی کی ممانعت	〃
نیک اعمال کی ترغیب	۹۸۳
مشاہدہ عذاب آخرت اور توبہ	۹۸۴
مختصر تفسیر اردو رکوع ۶	۹۸۵
امیدوار رہنا چاہیئے	۹۸۶
〃	۹۸۷
امید افزا بیان	۹۸۸
انابت اور توبہ میں امتیاز	۹۸۹
موت سے قبل سوچو	۹۹۰
دنیا میں دوبارہ آنے کی آرزو	۹۹۱
بروز حشر بداعمالی کی وجہ سے رنگ بدل جائے گا	۹۹۲
مومنین کے مراتب کا بیان	۹۹۳
با محاورہ ترجمہ رکوع ۷	۹۹۴
حل لغات	۹۹۵
خلاصہ تفسیر اردو رکوع ۷	۹۹۶
اللہ کی عبادت کرو اور اسکی	

مضمون	صفحہ
قدرت عامہ کا اقرار کرو	۹۹۷
انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں (بطور ذوق) پڑھتے ہیں	
اور نفخہ صعق کی تشریح	۹۹۸
قیامت میں حساب و کتاب کی تفصیل	۹۹۹
مختصر تفسیر اردو رکوع ۷	۱۰۰۰
خداوند تعالیٰ کے جلال و قدر کا تذکرہ	۱۰۰۱
〃	۱۰۰۲
مستحقین عذاب کو اعلان کنیج سکتے ہو تو زور لگالو	۱۰۰۳
اسکی قدرت غیر متصور اور حقیقت صور	۱۰۰۴
اور صور سے کون بیہوش ہوگا	۱۰۰۵
دوسرا مرتبہ نفخ صور	۱۰۰۶
〃	۱۰۰۷
〃	۱۰۰۸
حضور علیہ السلام کا نور پاک بے مثل ہے	۱۰۰۹
قیامت میں زمین سورج چاند کے بغیر کیسے روشن ہوگی	۱۰۱۰
با محاورہ ترجمہ رکوع ۸	۱۰۱۱
حل لغات	۱۰۱۲
حل لغات نادرہ	۱۰۱۳

مضمون	صفحہ
مختصر تفسیر اردو رکوع ۸/ سورہ زمر	۱۰۱۴
اسلام میں اکراہ و جبر کی بحث	۱۰۱۵
کفر کی دو قسمیں	//
جنت میں داخل ہونے کی کیفیت	۱۰۱۶
با محاورہ ترجمہ اردو رکوع ۱/ سورہ مومن	۱۰۱۷
حل لغات	۱۰۱۹
حل لغات نادرہ	۱۰۲۰
مختصر تفسیر اردو رکوع ۱/ سورہ مومن	۱۰۲۱
کفار کا طرز حیات ہر جنتی کے داخلہ	۱۰۲۲
جنت کا نقشہ	۱۰۲۳
قیامت میں انداز حساب و کتاب	۱۰۲۴
با محاورہ ترجمہ اردو رکوع ۲/ سورہ مومن	۱۰۲۵
حل لغات	۱۰۲۶
حل لغات نادرہ	۱۰۲۸
تفسیر اردو رکوع ۲/ سورہ مومن	

مضمون	صفحہ
کفار کی دنیا میں رجوع کی کیفیت	۱۰۲۹
قبر میں سوال و جواب کی کیفیت	۱۰۳۰
اعمال کے جزا کی تفصیل	۱۰۳۱
با محاورہ ترجمہ رکوع ۳/ سورہ مومن	۱۰۳۲
حل لغات	۱۰۳۴
تفسیر اردو رکوع ۳/ سورہ مومن	۱۰۳۵
موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ اور آپ کی پیدائش مبارکہ	۱۰۳۶
موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو فرعون سے خطرہ	۱۰۳۷
موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی کیفیت اور فرعون کی گود میں پرورش	۱۰۳۸
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی توجیہ	۱۰۳۹
ضلالت کے آٹھ معنی موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں میں مقابلہ	//
فرعون کی پیدائش کی حقیقت	۱۰۴۰

مضمون	صفحہ
فرعون نے حکومت کیسے حاصل کی	۱۰۴۱
با محاورہ ترجمہ رکوع ۴/	۱۰۴۲
حل لغات	۱۰۴۳
حل لغات نادرہ	۱۰۴۶
مختصر تفسیر اردو رکوع ۴/ سورہ مومن	
فرعون کے ولی عہد کی تفصیل	۱۰۴۷
رجل مومن کی تقریر	۱۰۴۸
فرعون نے ہامان کو ایک محل تعمیر کرنے کا حکم دیا	۱۰۴۹
با محاورہ ترجمہ رکوع ۵/	۱۰۵۰
حل لغات	۱۰۵۱
حل لغات نادرہ	۱۰۵۲
مختصر تفسیر اردو رکوع ۵/	۱۰۵۳
موسیٰ علیہ السلام کو توریت ملی	۱۰۵۴
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ	۱۰۵۴
قریش کا بلا وجہ جھگڑا	۱۰۵۵
مبلغین بطریق احسن تبلیغ	۱۰۵۶
با محاورہ ترجمہ رکوع ۶/ سورہ مومن	۱۰۵۷
حل لغات	۱۰۵۸
حل لغات نادرہ	۱۰۶۰

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مختصر تفسیر اردو رکوع ۷		حل لغات نادرہ	١٠٧٦	حل لغات	١٠٩٠
انعامات الٰہیہ اور ان کی	١٠٦١	مختصر تفسیر اردو رکوع ١	〃	حل لغات نادرہ	١٠٩٢
ناشکری		سورہ حم السجدہ		مختصر تفسیر اردو رکوع ٣	
تاکید ثبات توحید اور انسان	١٠٦٢	کفار نے حقائق قرآن کو عربی فہم		انسان کے اعضا کا انسان کے	١٠٩٣
کی تدریجی نشو و نما		کے مالک ہوتے ہوئے نظر انداز		خلاف شہادت دینا	
قدرت تکوینی کا مظاہرہ	١٠٦٣	کر دیا اور بے باکی سے کہدیا کہ	١٠٧٧	اعضا کی مخالفانہ شہادت پر	١٠٩٤
بامحاورہ ترجمہ رکوع ٨	١٠٦٤	ہمارے دلوں پر غفلت کے		کفار وغیرہ کا اعتراض	
سورہ مومن		پردے ہیں۔	١٠٧٨	کفار کی عذر داری کہ ہم کو ایک	
حل لغات	١٠٦٥	حضور علیہ السلام باوجود بشر		دفعہ پھر دنیا میں بھیجکر دیکھا جائے	
حل لغات نادرہ	١٠٦٦	ہونے کے تبلیغی انداز مختلف	١٠٧٩	جس کو اللہ نے رد کر دیا	١٠٩٥
مختصر تفسیر رکوع ٨ سورہ مومن	١٠٦٧	تھے		بامحاورہ ترجمہ رکوع ٤	١٠٩٦
حضور علیہ السلام کے عطائی	١٠٦٨	بامحاورہ ترجمہ رکوع ٢	١٠٨٠	حل لغات	١٠٩٧
علم کی وسعت		حم السجدہ		حل لغات نادرہ	١٠٩٨
بامحاورہ ترجمہ رکوع ٩	١٠٦٩	حل لغات	١٠٨٢	مختصر تفسیر اردو رکوع ٤	
سورہ مومن		حل لغات نادرہ	١٠٨٤	بروز قیامت کفار کی دنیا میں	١٠٩٩
حل لغات	١٠٧٠	مختصر تفسیر اردو رکوع ٢		دوبارہ رجوع کی التجا	
حل لغات نادرہ	١٠٧١	قدرت الٰہیہ کے صنعتی تاثرات	١٠٨٥	مومنین کا بروز قیامت احترام	١١٠٠
مختصر تفسیر رکوع ٩ سورہ مومن		آسمانی تحفظات	١٠٨٦	بامحاورہ ترجمہ اردو رکوع ٥	١١٠١
حلال و حرام جانوروں کا ذکر	١٠٧٢	بعض کافروں کی مدنی غیر معمولی		〃	١١٠٢
کفار نے معجزات کا عمداً و عناداً	١٠٧٣	قوتوں کا تذکرہ	١٠٨٧	حل لغات	١١٠٣
انکار کیا		کفار کی قوتیں اور انکا استعمال		حل لغات نادرہ	١١٠٥
سورہ حم السجدہ بامحاورہ ترجمہ	١٠٧٤	غلط طور پر	١٠٨٨	مختصر تفسیر اردو رکوع ٥	١١٠٦
رکوع ١		عناصر کا عملی تاثر	١٠٨٩	ابو سفیان کے ساتھ مراسم	١١٠٧
حل لغات	١٠٧٥	بامحاورہ ترجمہ رکوع ٣	١٠٨٩	کفار کی سرکشی سے کوئی خطرہ نہیں	١١٠٨

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
قرآن میں کسی کا انکار یا الحاد	۱۱۰۹	انسان اپنے رفتار سے نیک	۱۱۲۸	بامحاورہ ترجمہ رکوع ۳	۱۱۴۳
بے معنی ہے		وبد کو پہچان سکے۔		لفظی ترجمہ	۱۱۴۵
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۵	۱۱۱۰	دوزخ و جنت کا وجود	۱۱۲۹	حل لغات نادرہ	۱۱۴۷
حل لغات	//	رحمت و غضب کا مظہر ہے		مختصر تفسیر اردو سورہ شوریٰ	۱۱۴۸
مختصر تفسیر اردو رکوع ۵	۱۱۱۱	بامحاورہ ترجمہ رکوع ۲	۱۱۳۰	رکوع ۳	
تفسیر الحسنات بیش بہا دینی		لفظی ترجمہ	۱۱۳۳	وسعت علم رسالت علیہ السلام	۱۱۴۹
معلومات کا خزینہ ہے	۱۱۱۲	//	۱۱۳۴	ہمارے حضور شاہد کائنات	
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۶	۱۱۱۳	حل لغات نادرہ	۱۱۳۵	برحیات جسمانی نہیں	۱۱۴۹
لفظی ترجمہ	۱۱۱۴	مختصر تفسیر اردو رکوع ۲	۱۱۳۶	حضور علیہ السلام کے متعلقین	۱۱۵۰
لغات نادرہ کا حل	۱۱۱۶	پ ۲۵		کا اعزاز و اکرام	
مختصر تفسیر اردو رکوع ۶	۱۱۱۷	صفات الٰہیہ اسباب کی	۱۱۳۷	باہمی اتفاق و اتحاد کی ضرورت	۱۱۵۱
//	۱۱۱۸	محتاج نہیں		اعمال میں خلوص ہو اور توبہ	
ضلالت کے تقریباً سات معنی	۱۱۱۹	احکام شرعیہ کے تغیر و تبدل		میں تصنع نہیں ہونا چاہیے ورنہ	۱۱۵۲
قیامت سے کفار کا عقیدہ	۱۱۲۰	میں ذاتی طور کوئی مجاز نہیں	۱۱۳۸	توبہ نہیں	
فاسد		اپنی رائے سے شرع میں		اور اگر اللہ زیادہ رزق دے	
کفار کے معاندانہ رویہ کی مذمت	۱۱۲۱	اختلاف مذموم ہے	۱۱۳۹	تو بربادی کا خطرہ ہوتا ہے	
کائنات میں بعض لطائف کا	۱۱۲۲	مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ		اکثر تمہیں غرور پیدا ہو جاتا	//
تذکرہ		وہ مسائل محققہ بیان کرے		ہے وہ بقدر ضرورت	
سورۂ شوریٰ		قصوں اور ناقابل قبول	۱۱۴۰	عطا کرتا ہے۔	
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۱	۱۱۲۳	مثالوں سے پرہیز کرے		مختصر تفسیر اردو رکوع ۲	//
لفظی ترجمہ	۱۱۲۴	قرآن کے مقابل افسانے	۱۱۴۱	بامحاورہ ترجمہ رکوع ۴	۱۱۵۳
مختصر تفسیر اردو رکوع ۱	۱۱۲۶	نہیں ہونے چاہئیں۔		لفظی ترجمہ	۱۱۵۵
قرآن کی بے مثل فصاحت و بلاغت	۱۱۲۷	قیامت کے حساب و کتاب	۱۱۴۲	حل لغات نادرہ	۱۱۵۷
قرآن عربی میں نازل کیا ہے تاکہ		سے ڈرتے رہو		مختصر تفسیر اردو رکوع ۴ شوریٰ	//

مضمون	صفحہ
تکالیف رفع درجات کے لئے بھی ہوتی ہیں	۱۱۵۸
مظاہر قدرت	۱۱۵۹
اللہ کی راہ صرف کرنا سعادتمندی ہے	۱۱۶۰
ایمان کا تقاضا اور ظلم کا تاثر	۱۱۶۱
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۵	۱۱۶۲
نفظی ترجمہ	۱۱۶۴
حل لغات نادرہ	۱۱۶۶
مختصر تفسیر اُردو سورہ شوریٰ رکوع ۵	۱۱۶۷
	۱۱۶۸
شفاعت کی تشریح	۱۱۶۹
قدرت تخلیقی اور تکوینی قوت کی وضاحت	۱۱۷۰
نور مخلوق ہے ہم کلام	۱۱۷۱
علم عطائی کی بحث	۱۱۷۲
سورہ زخرف	۱۱۷۳
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۱	//
نفظی ترجمہ	۱۱۷۵
حل لغات نادرہ	۱۱۷۶
مختصر تفسیر اردو رکوع ۱	//

مضمون	صفحہ
حقیقت قرآن کی توضیح اور اس سے اعراض کا تاثر	۱۱۷۷
خداوندی انعامات اور انہیں تفکر کی دعوت	۱۱۷۸
حشر ونشر کا بیان	۱۱۷۹
ایجاد کائنات کی تشریح	۱۱۸۰
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۲	۱۱۸۱
نفظی ترجمہ	۱۱۸۲
حل لغات نادرہ	۱۱۸۴
زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنیکا بیان	۱۱۸۵
عورتوں کا ناقص العقل ہونا	۱۱۸۶
کفار کا نظریہ کہ نیک وبد سب میں خدا کے ارادے ہیں	۱۱۸۷
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۳	۱۱۸۸
نفظی ترجمہ	۱۱۸۹
حل لغات نادرہ	۱۱۹۱
مختصر تفسیر اُردو رکوع ۳	۱۱۹۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا قصہ	۱۱۹۲
نبی کی عصمت	۱۱۹۳
انسانی بے اعتدالیاں	۱۱۹۴
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۴	۱۱۹۵
نفظی ترجمہ	۱۱۹۶

مضمون	صفحہ
حل لغات نادرہ	۱۱۹۸
مختصر تفسیر اُردو رکوع ۴	//
انسانی نفس کے اقسام	۱۱۹۹
کفار کا عنادی انکار	۱۲۰۰
عمل کی تصدیق	۱۲۰۱
بامحاورہ ترجمہ سورہ زخرف رکوع ۵	۱۲۰۲
نفظی ترجمہ	۱۲۰۳
حل لغات نادرہ	۱۲۰۵
مختصر تفسیر اُردو رکوع ۵	//
سورہ زخرف	
انبیاء علیہم السلام کی زندگی پر بعض اعتراض	۱۲۰۷
فرعونی غرور	۱۲۰۸
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۶	
نفظی ترجمہ	۱۲۱۰
حل لغات نادرہ	۱۲۱۲
مختصر تفسیر اُردو رکوع ۶	
کفار کے ہٹ دھرمی کیوجہ سے	
بعض مناقشات اور اُن کا رد	۱۲۱۳
عیسیٰ علیہ السلام ابتک زندہ ہیں	۱۲۱۴
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۷	۱۲۱۵
کفار کا طریق کار معاندانہ ہے	۱۲۱۶
نفظی ترجمہ	۱۲۱۸
حل لغات نادرہ	۱۲۲۰
مختصر تفسیر اُردو رکوع ۷	۱۲۲۱

مضمون	صفحہ
اہل جنت اور جہنم کے ٹھکانوں کا بیان	۱۲۲۲
اہل جہنم کے غلط تصورات	۱۲۲۳
بامحاورہ ترجمہ رکوع ۱	
سورہ دخان	۱۲۲۵
لفظی ترجمہ	۱۲۲۷
حل لغات نادرہ	۱۲۲۹
مختصر تفسیر اردو رکوع ۱	۱۲۳۰
کفار کے بعض غلط نظریات کا رد	۱۲۳۱
کفار کا غلط احساس	۱۲۳۲
حضور علیہ السلام کے صدق	
فرعونیوں کا غرق ہونا اور اسرائیل کی نجات	۱۲۳۳
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع	
سورہ دخان	۱۲۳۴
لفظی ترجمہ	۱۲۳۵
حل لغات نادرہ	۱۲۳۶
مختصر تفسیر اردو سورہ دخان	//
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کا بیان مبارک	۱۲۳۷
نجات بنی اسرائیل اور دریا اسرائیل	۱۲۳۸
کا ناگفتہ بہ عقیدہ	//

مضمون	صفحہ
تبع اکبر حمیری کا نیت بد سے توبہ اور خیرات اور ریشمی غلاف وغیرہ کی نذر	۱۲۳۹
تبع اوّل مقام مدینہ طیبہ پر ورود اور لشکر کا ڈیرہ تبع حمیری کا رقعہ حضور علیہ السلام کے نام	۱۲۴۰
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع	۱۲۴۱
سورہ دخان	
حل لغات	۱۲۴۲
حل لغات نادرہ	۱۲۴۳
مختصر تفسیر تیسرا رکوع	۱۲۴۴
سورہ دخان	
مومن اور کافر کا مقام آخرت	۱۲۴۵
سورہ جاثیہ	
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع	۱۲۴۶
حل لغات	۱۲۴۷
//	۱۲۴۸
حل لغات نادرہ	۱۲۴۹
مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ جاثیہ	//
کائنات ارض و سماوی کے تخلیقی اسباب و نتائج	۱۲۵۱
منکرین اسباب کو تنبیہ	۱۲۵۲
کفارہ کو اخروی خسارہ	۱۲۵۳

مضمون	صفحہ
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع	۱۲۵۴
حل لغات	۱۲۵۵
حل لغات نادرہ	۱۲۵۷
مختصر تفسیر دوسرا رکوع سورہ جاثیہ	//
تسخیر کائنات کی تفصیل	۱۲۵۸
قدرت ہونے پر جہاد کا حکم	۱۲۵۹
یہود نے انعامات الٰہیہ کا شکریہ ادا نہ کیا	۱۲۶۰
ایماندار اور مشرک برابر نہیں ہو سکتے	۱۲۶۱
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع	۱۲۶۲
سورہ جاثیہ	
حل لغات	۱۲۶۳
مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع	۱۲۶۴
کفار کے بتوں کی تشریح اور انکار آخرت کے اسباب	۱۲۶۵
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع	۱۲۶۶
سورہ جاثیہ	
حل لغات	۱۲۶۷
لغات نادرہ	۱۲۶۹
مختصر تفسیر اردو رکوع سورہ جاثیہ	۱۲۷۰
کفار کے آخرت کا انکار کرنے کا ذکر اور اسیر سزا	۱۲۷۱

بحمدہٖ تعالیٰ پچیسویں (۲۵) پارہ اختتام پذیر ہوا

تفسیر الحسنات

تفسیر الحسنات، مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری چشتی اشرفی نور اللہ مرقدہ کی تصنیف ہے۔ جسے آپ نے آسان اور سلیس اردو میں تحریر کیا ہے۔ علامہ مغفور اپنے دور کے عظیم علماء میں سے تھے۔

تقریر و تحریر، سیاست و تدبر میں یگانہ تھے۔ نامور طبیب بھی تھے اور بے مثل خطیب بھی۔ تا حیات مسجد وزیر خاں کے خطیب رہے۔ اور تقریباً نصف صدی تک لوگوں کی علمی تشنگی کو روحانی و ایمانی سیرابی سے مالا مال کرتے رہے۔ آپ مرجع خلائق عالم تھے اور اپنے دور میں عقبول کی ریاست کے والی تھے۔

فقہ، اصول فقہ (مسائل فقہیہ) تفسیر، اصول تفسیر، تشریح آیات میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علم حدیث پر گہری اور عمیق نگاہ تھی۔ طب، فلسفہ، ادب، شعر تو گویا ان کا عمومی مذاق تھا ان کی مجلس زیر بہار ہوتی تھی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق تھا۔ مقام مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم۔ شان مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم۔ احترام مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم۔ عظمت اولیاء، تصرفات اولیاء۔ اصلاح عقائد اور اصلاح معاشرہ ان کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ وہ بیک وقت صاحب نسبت صوفی، شیخ طریقت، طبیب حاذق، مفسر قرآن، محدث، فقیہ و مفتی، شاعر و ادیب، نثار و قلمکار، شیریں بیان مقرر، بے باک خطیب اور منجھے ہوئے اسلامی ذہن کے بلند پایہ سیاستدان بھی تھے انہوں نے جہاد کشمیر میں عملی حصہ لیا اور تحریک ختم نبوت کے مرکزی صدر اور روح رواں تھے۔ اور جمعیۃ العلماء پاکستان ان کے ہی زیر قیادت و سیاست پروان چڑھی۔

ان کی تصانیف میں طیب الوردہ فی شرح قصیدہ بردہ۔ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب اوراق غم، شمیم رسالت بہت مشہور ہیں لیکن تفسیر قرآن میں ان کی یادگار "تفسیر الحسنات" ایک خاص عظمت کی حامل ہے۔ تحریک ختم نبوت کے دوران آپ سکھر جیل میں کچھ عرصہ قید رہے۔ اسی دوران آپ نے اس تفسیر کا آغاز کیا۔ اور تادم آخر اس میں مصروف رہے۔

اس تفسیر کے لکھتے وقت آپ کے پیش نظر وہ تمام حالات و واقعات و مشاہدات تھے

جس کا آپ کو نصف صدی سے اوپر کا عملی تجربہ تھا۔ چنانچہ آپ نے اس تفسیر میں اس امر
طرف خصوصی توجہ دی ہے کہ یہ تفسیر صرف علماء ہی تک محدود نہ رہے بلکہ عوام بھی اس سے
کماحقہٗ استفادہ کر سکیں۔ آپ نے اس سلسلہ میں بڑی کامیاب کوشش کی اور آپ کی تفسیر عصر
حاضر کی متداول تفاسیر میں سے ایک اہم تفسیر ہے جسے تمام حلقوں میں مکمل پذیرائی حاصل ہوا
ہے اور خدا کے کثیر بندوں کو تفہیم قرآن کے سلسلہ میں [illegible] مدد ملی

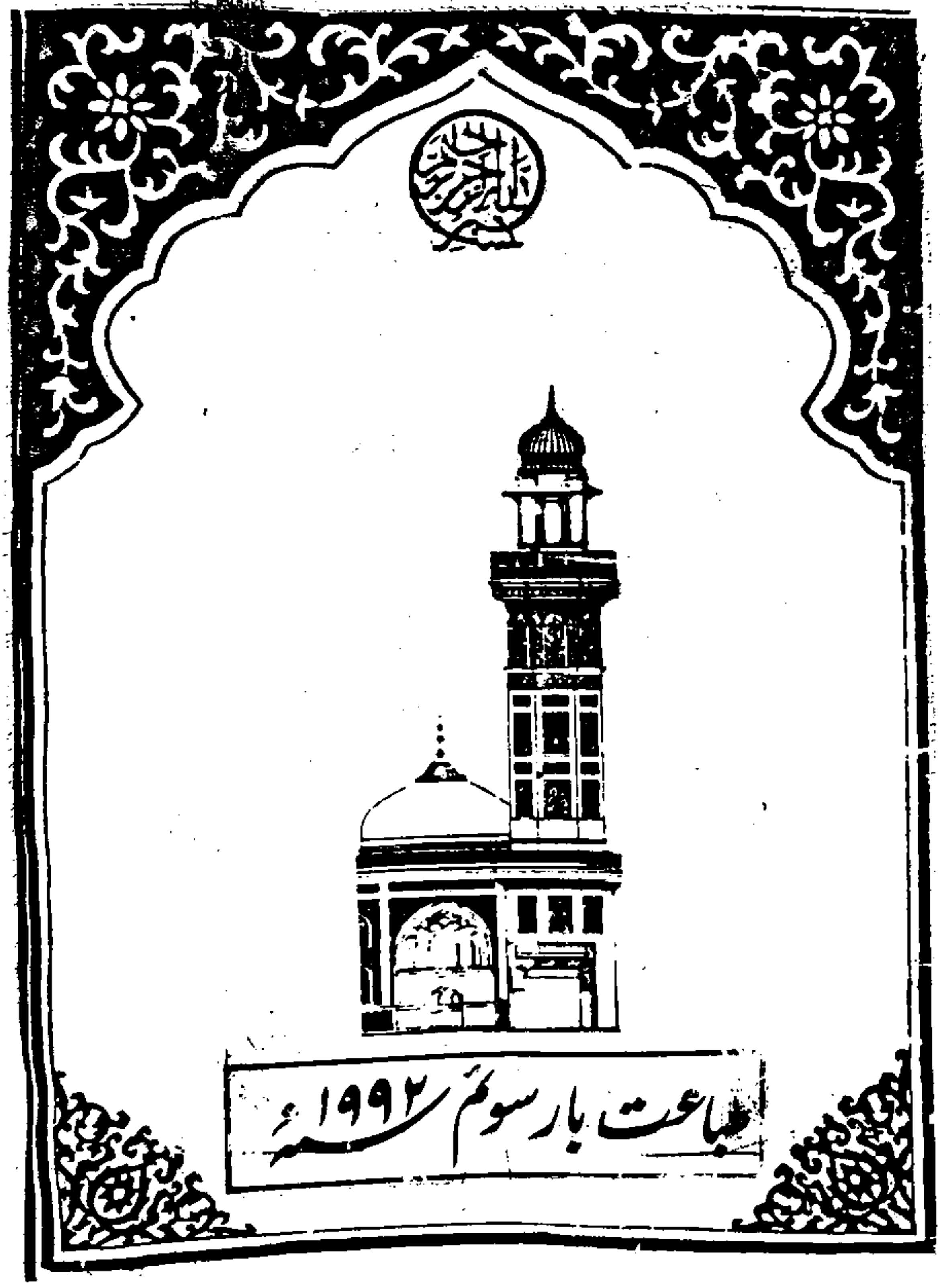

پارہ ۲۱

سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْت

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ عنکبوت پ ۲۱

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝

اے محبوب پڑھو جو وحی کی گئی تمہاری طرف کتاب اور نماز قائم کرو بیشک نماز منع کرتی ہے بےحیائی اور بری بات سے اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَاِلٰـھُنَا وَاِلٰـھُکُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

اور اے مسلمانو! تم کتابیوں سے نہ جھگڑو مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہو مگر وہ جنہوں نے ظلم کیا ان میں سے اور کہو ہم ایمان لائے اس کے ساتھ جو اترا ہماری طرف اور جو اترا تمہاری طرف اور ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہے اور ہم اس کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔

وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَمِنْ ھٰٓؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِہٖ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الْکٰفِرُوْنَ ۝

اور اے محبوب یونہی اتاری ہم نے تمہاری طرف کتاب تو وہ جنہیں ہم نے کتاب دی ایمان لاتے ہیں اس پر اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس پر اور نہیں منکر ہوتے مگر کافر۔

وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِہٖ مِنْ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیْنِکَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝

اور نہیں تھے تم اس سے پہلے کتاب پڑھنے والے اور نہ لکھنے والے اسے اپنے ہاتھ سے یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

بَلْ ھُوَ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ

بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جنہیں علم

اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝

دیا گیا اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا مگر ظالم لوگ۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّہٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

اور بولے کیوں نہ اتریں کچھ نشانیاں ان پر ان کے رب کی طرف سے فرما دیجئے نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

اَوَلَمْ یَکْفِہِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْہِمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَرَحْمَۃً وَّذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝

اور کیا یہ انہیں بس نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اتاری جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ایمان والے کے لیے۔

لفظی ترجمہ

اُتْلُ۔ پڑھو	مَا۔ جو	اُوْحِیَ۔ وحی کی گئی	اِلَیْکَ۔ آپ کی طرف
مِنَ الْکِتٰبِ۔ کتاب سے		وَ۔ اور	اَقِمِ۔ قائم کر
الصَّلٰوۃَ۔ نماز	اِنَّ۔ بیشک	الصَّلٰوۃَ۔ نماز	تَنْھٰی۔ روکتی ہے
عَنِ الْفَحْشَآءِ۔ بے حیائی		وَ۔ اور	الْمُنْکَرِ۔ برائی سے
وَ۔ اور	لَذِکْرُ۔ یقیناً ذکر	اللّٰہِ۔ اللہ کا	اَکْبَرُ۔ بہت بڑا ہے
وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ	یَعْلَمُ۔ جانتا ہے	مَا۔ جو
تَصْنَعُوْنَ۔ تم کرتے ہو	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تُجَادِلُوْٓا۔ جھگڑو
اَھْلَ الْکِتٰبِ۔ اہل کتاب سے		اِلَّا۔ مگر	بِالَّتِیْ۔ ایسے طریقہ سے
ھِیَ۔ کہ وہ	اَحْسَنُ۔ اچھا ہو	اِلَّا۔ مگر	الَّذِیْنَ۔ ان سے
ظَلَمُوْا۔ جو ظالم ہیں	مِنْھُمْ۔ ان میں سے	وَ۔ اور	قُوْلُوْٓا۔ کہو
اٰمَنَّا۔ ہم ایمان لائے	بِالَّذِیْٓ۔ ساتھ اس کے	اُنْزِلَ۔ اتارا گیا	اِلَیْنَا۔ ہماری طرف
وَ۔ اور	اُنْزِلَ۔ اتارا گیا	اِلَیْکُمْ۔ تمہاری طرف	وَ۔ اور
اِلٰھُنَا۔ ہمارا خدا	وَ۔ اور	اِلٰھُکُمْ۔ تمہارا خدا	وَّاحِدٌ۔ ایک ہے
وَّ۔ اور	نَحْنُ۔ ہم	لَہٗ۔ اسی کے	مُسْلِمُوْنَ۔ فرمانبردار ہیں

وَ۔اور	كَذٰلِكَ۔اسی طرح	اَنْزَلْنَا۔اتاری ہم نے	اِلَيْكَ۔تیری طرف
اَلْكِتٰبَ۔کتاب	فَالَّذِيْنَ۔تو وہ کہ	اٰتَيْنٰهُمُ۔دی ہم نے ان کو	اَلْكِتٰبَ۔کتاب
يُؤْمِنُوْنَ۔ایمان لاتے ہیں	بِهٖ۔اس پر	وَ۔اور	مِنْ هٰٓؤُلَآءِ۔ان سے
مَنْ۔وہ بھی ہے جو	يُّؤْمِنُ۔ایمان لاتا ہے	بِهٖ۔اس پر	وَ۔اور
مَا۔نہیں	يَجْحَدُ۔انکار کرتے	بِاٰيٰتِنَآ۔ہماری آیتوں کا	اِلَّا۔مگر
اَلْكٰفِرُوْنَ۔کافر لوگ	وَ۔اور	مَا۔نہیں	كُنْتَ۔تھا تو
تَتْلُوْا۔پڑھتا	مِنْ قَبْلِهٖ۔اس سے پہلے	مِنْ كِتٰبٍ۔کتاب	وَّ۔اور
لَا۔نہ	تَخُطُّهٗ۔لکھتا اس کو	بِيَمِيْنِكَ۔اپنے ہاتھ سے	اِذًا۔تو اس وقت
لَّارْتَابَ۔شک کرتے	الْمُبْطِلُوْنَ۔باطل پرست	بَلْ۔بلکہ	هُوَ۔وہ
اٰيٰتٌۢ۔آیتیں ہیں	بَيِّنٰتٌ۔ظاہر	فِيْ۔بیچ	صُدُوْرِ۔سینے
الَّذِيْنَ۔ان کے جو	اُوْتُوا۔دیے گئے	الْعِلْمَ۔علم	وَ۔اور
مَا۔نہیں	يَجْحَدُ۔انکار کرتے	بِاٰيٰتِنَآ۔ہماری آیتوں کا	اِلَّا۔مگر
الظّٰلِمُوْنَ۔ظالم لوگ	وَ۔اور	قَالُوْا۔بولے	لَوْلَآ۔کیوں نہ
اُنْزِلَ۔اتاری گئیں	عَلَيْهِ۔اس پر	اٰيٰتٌ۔نشانیاں	مِّنْ رَّبِّهٖ۔اسکے رب سے
قُلْ۔کہہ دیں	اِنَّمَا۔اسکے سوا نہیں کہ	الْاٰيٰتُ۔نشانیاں	عِنْدَ۔نزدیک
اللّٰهِ۔اللہ کے ہیں	وَ۔اور	اِنَّمَا۔اسکے سوا نہیں	اَنَا۔ہیں
نَذِيْرٌ۔ڈرسنانے والا ہوں	مُّبِيْنٌ۔ظاہر	اَوَ۔کیا	لَمْ۔نہیں
يَكْفِهِمْ۔کافی ان کو	اَنَّآ۔کہ ہم نے	اَنْزَلْنَا۔اتاری	عَلَيْكَ۔تجھ پر
الْكِتٰبَ۔کتاب جو	يُتْلٰى۔پڑھی جاتی ہے	عَلَيْهِمْ۔ان پر	اِنَّ۔بیشک
فِيْ۔بیچ	ذٰلِكَ۔اس کے	لَرَحْمَةً۔رحمت ہے	وَّ۔اور
ذِكْرٰى۔نصیحت	لِقَوْمٍ۔قوم	يُّؤْمِنُوْنَ۔مومن کے لیے۔	

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع سورۃ عنکبوت پ ۲۱

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَ

وَلَذِكْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ۔ اے محبوب جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھو اور نماز قائم کرو بیشک نماز منع کرتی ہے بےحیائی اور بری بات سے اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

اس میں حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد الٰہی ہے کہ ان پر قرآن کریم کی تلاوت کیجئے کہ اس کی تلاوت عبادت بھی ہے اور اس میں پرانی سرکش باغی قوموں کا ذکر بھی ہے جو اپنی بداعمالیوں سے ہلاک ہوئیں جیسے قوم نوح قوم عاد اور قوم ثمود اور قوم لوط وغیرہ اور اس میں لوگوں کے لیے پند و نصیحت بھی ہے اور احکام و آداب و مکارم اخلاق کی بھی تعلیم ہے۔

اور نماز قائم رکھو کہ وہ ممنوعات شرعیہ سے روکنے والی ہے چنانچہ خواص نماز سے یہ بھی ہے کہ جو اسے ادا کرتا ہے وہ ایک نہ ایک دن تمام برائیاں ترک کر دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری نوعمر جوان سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا اور تمام کبائر کا بھی مرتکب رہتا تھا۔ حضور سے اس کا حال عرض کیا گیا حضور نے فرمایا اس کی نماز اس کے تمام عیب ایک دن چھڑا دے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ تائب ہو گیا اور تمام کبائر ترک کر دیے۔

چنانچہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس کی نماز بےحیائی اور ممنوعات سے نہ روکے وہ درحقیقت نماز ہی نہیں اور اللہ تعالےٰ کا ذکر افضل طاعات سے ہے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ حضور نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے اعمال میں بہتر اور رب تعالےٰ کے نزدیک پاکیزہ تر اور بلند رتبہ ہے حتیٰ کہ تمہارے سونا چاندی دینے سے بھی بہتر ہے صحابہ نے عرض کی حضور وہ کیا عمل ہے فرمایا اللہ تعالےٰ کا ذکر۔

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ۔ بیان فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ ہر عمل بہ خلوص قلب کرو اس لیے کہ وہ تمہارے ہر کام کا جاننے والا ہے۔ اور جب تمہارا دل اور تمہارا باطن صاف ہو جائے گا تو اس میں نور الٰہی جلوہ گر ہو گا۔ پھر تمہارے بیان زبان اور کام میں خود بخود برکت ہو گی اور جیسے جو تعلیم دو گے اس کے قبول میں کسی کو انکار نہ ہو گا بشرطیکہ اسکی ضلالت مقدر نہ ہو۔

اس کے بعد اہل کتاب کے مناظرہ اور ان سے جھگڑا کرنے کو بھی روک دیا گیا۔ عیسائی یہودیوں کا یہ طریقہ ہو گیا تھا کہ مسلمانوں سے الجھا کرتے تھے تو مسلمان بھی انہیں منہ توڑ جواب دینے لگے تو ارشاد الٰہی ہوا کہ منہ توڑ جواب درشت بیان سخت کلام موجب ہدایت نہیں ہوتا۔ لہٰذا

وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِالَّذِيْ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰـهُنَا وَاِلٰـهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ اور اے مسلمانو! اہل کتاب سے نہ جھگڑا کرو مگر اس طریقہ سے جو اچھے پہلو سے ہو مگر ان سے جو ظالم و مشرک ہیں (وہ ان سے مقابلہ کرو) اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل ہوا اور جو تم پر نازل ہوا اور ہمارا تمہارا خدا ایک ہے اور ہم اسی کے آگے نگوں سار ہیں۔

یعنی جو تحقیق حق کریں ان سے نرم کلامی، شیریں بیانی سے گفتگو کی جائے اور جو ہٹ دھرم ہیں اور سخن پرور، ضدی، ہٹیلے، متعصب، زبان دراز تو ان سے مکالمہ و مناظرہ ہی نہ کرو انہیں کہہ دو کہ ابھی ہم پر انوار نبوت جاری ہیں ہم جو کچھ تم پر اترا اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا تمہارا خدا ایک ہی ہے ہم اسی کو سجدہ کرتے ہیں زیادہ جھگڑنے اور طعن و تشنیع کرنے کی ہمیں عادت ہی نہیں ہماری شریعت ممانعت کرتی ہے۔ ہم توریت، زبور، انجیل، قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ۔ اور ایسے ہی ہم نے (اے محبوب) تمہاری طرف کتاب نازل کی تو جنہیں ہم نے کتاب دی تھی وہ تو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں سے انکار نہیں کرتے مگر منکر کافر۔

گو یہود و نصاریٰ کو اس طرح ارشاد ہوا کہ تمہیں مسلمانوں کے اہل حق ہونے میں کیا کلام ہے جب کہ بات صاف ہے کہ ہم پر بھی نبی آخر الزمان کتاب لائے چنانچہ تمہارے اندر جو خدا ترس تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ اور عرب کے منصف لوگ، وہ سب ایمان لائے اور جو انکاری کافر و ظالم ہے وہی منکر ہے۔ پھر ارشاد ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۔ اور اے محبوب اس سے پہلے آپ نے ان کی کتاب نہ پڑھی اور نہ اپنے دست اقدس سے لکھی اگر ایسا ہوتا تو بھی شک کی گنجائش تھی باطل پرستوں کے لیے۔

اور وہ کہہ سکتے تھے کہ پہلی کتابیں دیکھ کر ایک کتاب بنا لی ہے۔ پھر جب ایسا نہیں ہوا تو سوا الہام الٰہی کے ایک نبی امی کس طرح ایک کتاب بنا سکتا ہے۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ۔ بلکہ یہ (قرآن) کھلی اور روشن آیتیں ہیں ان کے دلوں میں جنہیں علم دیا گیا اور ہماری آیتوں

سے انکار نہیں کرتا مگر جبلی ظالم مشرک۔
یعنی یہ قرآن ایسی روشن آیتیں ہیں جو حفاظ کے سینوں میں بھی لکھی ہوئی ہیں اور عالم بالا ملائکہ کی حفاظت میں ہے۔ اس سے انکار کی جرأت وہی کر سکتا ہے جو جبلی ظالم و مشرک ہو۔ یہ تھا طریقہ مناظرہ اس کے بعد ارشاد ہے۔
وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۔ اور منکر بولے کیوں نہ ان پر اللہ کی نشانیاں نازل ہوئیں اے محبوب فرما دیجئے نشانیاں اللہ کے پاس ہیں اور میں ڈر سنانے والا ہوں صاف اور روشن طرح۔
یعنی ان کا یہ مطالبہ ہوا کہ جیسے موسیٰ عیسیٰ علیہما السلام و دیگر انبیاء کرام کو کتاب کے ساتھ معجزات بھی ملے تھے حضور کو کیوں نہ ملے۔
یعنی حضور نے بھی کیوں دعویٰ نہ فرمایا کہ میں کوڑھی کو تندرست اور اندھے کو سوانکھا کر دیتا ہوں، مردے کو باذن الٰہی زندہ کرتا ہوں۔
حالانکہ حضور کے ہزارہا معجزات ہیں مری ہوئی گوہ کا زندہ ہونا۔ جماد محض کنکریوں کا کلمہ پڑھنا درختوں کا حکم سے اپنی جڑیں ڈھیلی کر کے حاضر آنا۔ نکلی ہوئی آنکھ کا ہتھیلی سے صحیح ہونا۔ ٹوٹی ہڈی، کٹے ہوئے بازو کا جڑ جانا۔ ایک پیالہ پانی سے لشکر کا سیراب ہونا۔ انگشتہائے مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہونا حتیٰ کہ رجعت شمس اور شق قمر اور کیا کیا معجزات ظاہر فرمائے۔
لیکن جیسے عیسیٰ علیہ السلام۔ موسیٰ علیہ السلام نے عصاء موسوی۔ ابراء اکمہ و ابرص کا دعویٰ کیا حضور نے ایسا نہیں کیا۔

اس کی وجہ صرف اور صرف یہی تھی کہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو گنے ہوئے معجزات عطا ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل بنایا تھا تو حضور کتنے معجزے گناتے۔
اسی وجہ میں مشرکین کی اندھی آنکھیں نہ دیکھ سکیں اور باری تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ جب یہ اندھے ہیں تو انہیں اندھا ہی رہنے دیں اور فرمادیں نشانات تو اللہ کے قبضہ میں ہیں اور میں کھلا ڈر سنانے والا ہوں اور میرا بڑا معجزہ ابدی ازلی قرآن کریم ہے کہ میں ہوں تو یہ ہے میں تمہاری آنکھوں سے روپوش ہو جاؤں گا جب بھی یہ رہے گا چنانچہ ارشاد ہوا۔
أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۔ کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے نازل فرمائی آپ پر اے محبوب وہ کتاب جو ان پر پڑھی جاتی

ہے بیشک اس میں رحمت اور تذکیر ہے مومنوں کے لیے۔
اس کے پڑھنے والے کی تسلی و تشفی ہوتی ہے۔ آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ مومن کے لیے تو یہی کافی وافی شافی ہے اور منکر معجزات دیکھ کر بھی جادو گر کہتا رہتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع عنکبوت۔ پ۲۱

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ۔ تلاوت کرتے رہو اس میں سے جو وحی کی گئی آپ کی طرف کتاب سے۔
اس پر آلوسی فرماتے ہیں اَیْ دُمْ عَلٰی تِلَاوَةِ ذٰلِكَ تَقَرُّبًا اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی بِتِلَاوَتِهٖ وَتَذَكُّرًا لِمَا فِیْ تَضَاعِیْفِهٖ مِنَ الْمَعَانِیْ وَتَذْكِیْرًا لِلنَّاسِ وَحَمْلًا لَّهُمْ عَلَی الْعَمَلِ بِمَا فِیْهِ مِنَ الْاَحْكَامِ وَمَحَاسِنِ الْاٰدَابِ وَمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ۔ یعنی ہمیشہ سناؤ اور مداومت رکھو تلاوت قرآن اس پر آپ کی تقرب الی اللہ کے لیے اور مذاکرہ کے لیے اور لوگوں میں تذکیر پھیلانے کے لیے اور اس عمل پر آمادہ کرنے کو جو اس میں احکام اور محاسن آداب و مکارم اخلاق کا بیان ہے۔
وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ۔ اور ہمیشہ قیام نماز پر مداومت رکھو۔ اَیْ دَاوِمْ عَلٰی اِقَامَتِهَا۔ یعنی اسکی اقامت ہمیشہ رکھو۔
اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ بے شک نماز روکتی ہے بے حیائیوں اور برے افعال سے۔
كَاَنَّهٗ قِیْلَ وَصَلِّ بِهِمْ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهَاهُمْ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ گویا حکم ہے کہ نماز ان کے ساتھ ادا کرو بے شک یہ نماز انہیں فواحشات و منکرات سے روک دے گی۔
اس کا مطلب اگر نماز مانع فواحش نہ بھی مانی جائے تو اس حقیقت سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ مصلی جب تک نماز میں تکبیر و تسبیح قراءت و قوف اللہ تعالے کے حضور رکوع و سجود و قعدہ میں رہتا ہے وہ یقیناً خضوع و خشوع اور تعظیم الٰہی کرتا ہے تو گویا یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ جو نماز کی طرف آئے گا وہ کم از کم ارتکاب فواحش کا مرتکب نہ ہوگا اور اپنے رب تعالے کی نافرمانی سے باز رہے گا۔
اور جو دن میں پانچ بار بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر خشوع و خضوع سے تسبیح و تہلیل کرتا رہے اسے

کبھی نہ کبھی یہ محسوس ہو جائے گا کہ اپنے رب کے حضور سے میں ابھی ابھی آیا ہوں تو فحش و منکرات کیسے کر دوں۔

چنانچہ ابو حیان ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور کلبی اور ابن جریج اور حماد بن ابی سلیمان راوی ہیں اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنْ ذٰلِکَ مَادَامَ الْمُصَلِّیْ فِیْہَا۔ بیشک نماز روکتی ہے فواحش سے جب تک نمازی اس میں مشغول رہے۔

اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور بیہقی شعب الایمان میں حسن سے راوی ہیں قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ تَنْہَہٗ صَلٰوتُہٗ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ۔ حضور رسول کریم نے فرمایا جسے نماز فواحش و منکرات سے نہ روکے اس کی نماز کامل نہیں۔

احمد و ابن حبان اور بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ فُلَانًا یُصَلِّیْ بِاللَّیْلِ وَاِذَا اَصْبَحَ سَرَقَ قَالَ سَیَنْہَاہُ مَا تَقُوْلُ۔ ایک شخص نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور فلاں شخص رات بھر نماز پڑھتا ہے اور جب صبح کرتا ہے تو چوری کرتا ہے۔ حضور نے فرمایا وہ نماز عنقریب اس سے روک دے گی جو تو کہتا ہے۔ اور

اسی کی مؤید ایک اور حدیث ہے کہ ایک انصاری نوجوان حضور کے ساتھ نماز پڑھتے اور فواحشات میں سے کسی فحش کو نہ چھوڑتے چنانچہ حضور کی خدمت میں یہ حال عرض کیا حضور نے فرمایا اِنَّ صَلٰوتَہٗ سَتَنْہَاہُ فَلَمْ یَلْبَثْ اِلَّا تَابَ اس کی نماز اسے روک دے گی چنانچہ کچھ دن نہ گذرے کہ وہ تائب ہو گئے۔

وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ اور یقیناً اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے۔

اس کے متعلق علامہ آلوسی بارہ قول نقل فرماتے ہیں۔

(۱) ابن عباس، ابن مسعود، ابن عمر اور ابوقرہ اور مجاہد اور عطیہ کہتے ہیں اَلْمَعْنٰی وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ مِنْ ذِکْرِکُمْ اِیَّاہُ سُبْحٰنَہٗ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑا ہے تمہارے ذکر کرنے سے جو تم اسے یاد کرتے ہو۔ ثُمَّ قَرَأَ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ۔

(۲) اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَابْنُ جَرِیْرٍ عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ اَنَّہٗ قَالَ ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالَی الْعَبْدَ فِی الصَّلٰوۃِ اَکْبَرُ مِنَ الصَّلٰوۃِ۔ نماز میں ذکر الٰہی کرنا بندہ کے لیے نماز سے افضل ہے۔

(۳) وَجُوِّزَ اَنْ یَّکُوْنَ عَامًّا اَیْ اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ۔ بعض نے یہ معنی لیے ہیں کہ اللہ کا ذکر ہر شے

سے افضل ہے۔

(۴) وَقِيْلَ الْمَعْنٰى وَلَذِكْرُ الْعَبْدِ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الصَّلٰوةِ اَكْبَرُ مِنْ سَائِرِ اَرْكَانِ الصَّلٰوةِ۔ ذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کے یہ معنی ہیں کہ بندہ کا ذکر اللہ تعالےٰ کے لیے تمام ارکان صلوٰۃ سے بڑا ہے۔

(۵) وَقِيْلَ اَيْ وَلَذِكْرُ الْعَبْدِ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الصَّلٰوةِ اَكْبَرُ مِنْ ذِكْرِهٖ اِيَّاهُ سُبْحٰنَهٗ خَارِجَ الصَّلٰوةِ بندہ کا اللہ تعالےٰ کے لیے نماز میں ذکر کرنا خارج نماز میں ذکر سے اکبر و اعلیٰ ہے۔

(۶) وَقِيْلَ اَيْ وَلَذِكْرُ الْعَبْدِ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَكْبَرُ مِنْ سَائِرِ اَعْمَالِهٖ۔ بندہ کا ذکر خالص اللہ تعالےٰ کے لیے بہت بڑی شان رکھتا ہے اسکے تمام اعمال صالح سے۔

(۷) امام احمد بن حنبل اور ابن منذر معاذ بن جبل سے راوی ہیں قَالَ مَا عَمِلَ اٰدَمِيٌّ عَمَلًا اَنْجٰى لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ ذکر اللہ تعالےٰ کا۔ انسان کا کوئی عمل اللہ تعالےٰ کے عذاب سے نجات دینے والا نہیں ذکر اللہ کے مقابلہ میں۔

اس پر عرض کیا گیا وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى؟ قَالَ وَلَا اَنْ يَّضْرِبَ بِسَيْفِهٖ حَتّٰى يَنْقَطِعَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ فِيْ كِتَابِهٖ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ اور کیا جہاد بھی اس سے بڑا نہیں؟ فرمایا اگر تلوار سے قتال کرے یہانتک کہ شہید ہو جائے۔ تو بھی ذکر اللہ سے بڑا عمل نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ولذکر اللہ اکبر۔

(۸) وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَحَبِّهَا اِلٰى مَلِيْكِكُمْ وَاَسْمَاهَا فِيْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ مِّنْ اَنْ تَغْزُوْا عَدُوَّكُمْ فَيَضْرِبُوْا رِقَابَكُمْ وَتَضْرِبُوْا رِقَابَهُمْ وَخَيْرٍ مِّنْ اِعْطَاءِ الدَّنَانِيْرِ وَالدَّرَاهِمِ قَالُوْا وَمَا هُوَ يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ لَا شَيْءَ اَفْضَلَ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

ابو درداء فرماتے ہیں کیا میں تمہیں تمام اعمال سے بہتر عمل اور اللہ تعالےٰ کا محبوب اور بلند درجہ تمہارے درجات میں جو عمل ہے وہ بتاؤں عرض کیا گیا وہ کونسا عمل ہے فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے جیسا کہ ارشاد ہے ولذکر اللہ اکبر۔ دنیا کی کوئی شے ذکر الٰہی سے بلند و بالا نہیں۔

(۹) ابن جریر حضرت سلمان سے راوی ہیں اَنَّهٗ سُئِلَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ اَمَا تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ لَا شَيْءَ اَفْضَلُ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے۔ فرمایا کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا ولذکر اللہ اکبر۔ کوئی شے اللہ کے ذکر سے افضل نہیں ہے۔

(۱۰) سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر اور حکم و بیہقی عنترہ سے راوی ہیں قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ ذِكْرُ اللهِ اَفْضَلُ وَمَا قَعَدَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللهِ يَدْرُسُوْنَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَعَاطَوْنَهُ بَيْنَهُمْ اِلَّا ظَلَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا وَكَانُوْا اَضْيَافُ اللهِ تَعَالٰى مَا دَامُوْا فِيْهِ حَتّٰى يُفِيْضُوْا فِي حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَمَا سَلَكَ رَجُلٌ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ الْعِلْمَ اِلَّا سَهَّلَ اللهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا عملوں میں بہترین عمل کونسا ہے فرمایا اللہ کا ذکر اور کوئی قوم اللہ کے گھر میں نہیں بیٹھتی درس و تدریس کتاب اللہ کے لیے مگر ملائکہ اپنے نورانی پر دل سے ان پر سایہ کرتے ہیں اور وہ اس وقت تک اللہ کے مہمان ہوتے ہیں جبتک وہ دوسرے معاملوں میں نہ مشغول ہوں اور کوئی آدمی تحصیل علم کو نہیں نکلتا مگر اللہ اس کے لیے جنت کی راہ سہل اور آسان کر دیتا ہے۔

(۱۱) ایک قول ہے کہ ذکر اللہ سے مراد ہی نماز ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللهِ۔

(۱۲) وَقِيْلَ الْمَعْنٰى وَلَذِكْرُ اللهِ تَعَالٰى اَكْبَرُ عِنْدَ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ۔ ایک قول میں ہے کہ فواحش و منکرات کے مقابلہ کے لیے اللہ کا ذکر بلند و بالا ہے۔

وَاللهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ۔ اور اللہ تعالےٰ خود جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

بھلائی اور اطاعت سے تو وہ اس کا بدلہ دیتا ہے اور جو برائیوں سے کرتے ہو وہ اس کی سزا دیتا ہے۔ (روح المعانی جلد ۲۱)

وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِالَّذِيْ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ نہ جھگڑا کرو یہود و نصاریٰ سے مگر ایسے طریقہ سے جو احسن اسلوب سے ہو مگر وہ جو ظالم ہیں ان میں سے ان سے کہہ دو ہم ایمان لائے اس کے ساتھ جو ہم پر اترا اور جو تم پر اترا اور ہمارا اور تمہارا الٰہ ایک ہے اور ہم اس کے لیے نگونسار ہیں یعنی یہود و نصاریٰ یا نصاریٰ نجران سے جھگڑا نہ کرو کہ وہ اہل کتاب ہیں مگر ان سے ایسی گفتگو کرو جس میں اچھے خصائل کا مظاہرہ ہو۔ خشونت کے مقابلہ میں نرمی ہو غضب کے بجائے کظم غیظ ہو اور نصیحت و خیر خواہی مدنظر رہے۔

مگر جو اعتداء و عناد میں قبول حق سے منحرف ہوں اور انہیں رفق و لینت فائدہ نہ دے تو پھر ان سے غلظت کرو جیسا کہ قرآن پاک میں ہے وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ۔

ابن جریر مجاہد سے راوی ہیں إِنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا هُمُ الَّذِينَ أَثْبَتُوا الْوَلَدَ وَالشَّرِيكَ أَوْ قَالُوا يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ أَوْ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ فَقِيرٌ أَوْ آذَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وہ لوگ جو ظالم ہیں وہ ایسے عیسائی ہیں جو اللہ تعالےٰ کے لیے اولاد مانتے اور اس کا شریک بناتے ہیں یا کہتے ہیں اللہ تعالےٰ کے ہاتھ مغلول ہیں یا معاذ اللہ۔ اللہ تعالےٰ فقیر ہے یا حضور کو ایذا دیتے ہیں ان سے غلظت یعنی سختی جائز ہے۔

وَهٰذِهِ الْغِلْظَةُ الَّتِي تُفْهِمُ الْآيَةُ الْإِذْنَ بِهَا لَا تَصِلُ إِلَى الْقِتَالِ۔ اور یہ غلظت اس حد تک مفہوم آیت سے واضح ہے جو قتال تک نہ پہنچے اس لیے کہ وہ ظالم ہیں لیکن اہل کتاب ہیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ مکی ہے اور حکم جہاد مدینہ میں آیا اس بنا پر اس جگہ حکم قتال نہیں۔

بعض نے تصریح کی کہ اس سورۂ مبارکہ کی بعض آیتیں مدنی ہیں بنا بریں إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا کا استثناء مدینہ میں ہی آیا۔

ابن زید فرماتے ہیں إِنَّ الْمُرَادَ بِأَهْلِ الْكِتَابِ مُؤْمِنُوا أَهْلِ الْكِتَابِ وَبِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ مُوَافَقَتُهُمْ فِيمَا حَدَّثُوا بِهِ مِنْ أَخْبَارِ أَوَائِلِهِمْ وَبِالَّذِينَ ظَلَمُوا مَنْ بَقِيَ مِنْهُمْ عَلَى كُفْرِهِ۔

اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ آیت منسوخ الحکم ہے۔

ابو داؤد سے اس کا نسخ ثابت ہے۔

اور ابن جریر۔ ابن منذر۔ ابن ابی حاتم۔ ابن الانباری قتادہ سے راوی ہیں إِنَّهُ قَالَ نُهِيَ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ عَنْ مُجَادَلَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ ثُمَّ نُسِخَ ذٰلِكَ فَقَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ خلاصہ یہ کہ اس آیت کریمہ میں اہل کتاب سے مجادلہ کی ممانعت ہے پھر حکم آگیا قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ۔ اس سے پہلا حکم منسوخ ہوگیا۔

وَقَالَ فِي مَجْمَعِ الْبَيَانِ الصَّحِيحُ أَنَّهَا غَيْرُ مَنْسُوخَةٍ لِأَنَّ الْمُرَادَ بِالْجِدَالِ إِلَى الْمُنَاظَرَةِ وَذٰلِكَ عَلَى الْوَجْهِ الْأَحْسَنِ هُوَ الْوَاجِبُ الَّذِي لَا يَجُوزُ غَيْرُهُ۔

وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا۔ اور ان سے کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل ہوا مِنَ الْقُرْآنِ وَالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ أَيْ بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ۔

وَأَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَغَيْرُهُمَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب توریت کی تلاوت عبرانی میں کرتے اور اس کا تفسیر مسلمانوں کو عربی میں سناتے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جو کچھ سنائیں اس کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب بلکہ کہہ دیا کرو ہم اس پر ایمان لائے جو ہم پر اترا اور جو تم پر اترا۔

وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ اور ہمارا تمہارا خدا ایک ہے اور ہم اس کے لیے جھکے ہوئے ہیں۔

یعنی اس کی توحید میں ہم کسی کی شرکت نہیں مانتے اور ہم اسی کے حکم کے مطیع ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ۔ اور ایسے ہی نازل کی ہم نے تمہاری طرف کتاب تو وہ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی اس پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ ان میں سے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں سے منکر نہیں ہوتے مگر کافر۔

یعنی قرآن پاک آپ پر ایسے ہی نازل کیا گیا جیسے یہود کی طرف توریت نصاریٰ کی طرف انجیل اتاری تھی تو جنہیں توریت دی ان میں سے کچھ ایمان لائے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔

اس پر آلوسی فرماتے ہیں کہ هٰذَا يُؤَيِّدُ الْقَوْلَ بِاَنَّ الْاٰيَاتِ الْمَذْكُوْرَةَ مَدَنِيَّةٌ اِذْ كَوْنُهَا مَكِّيَّةً وَعَبْدُ اللّٰهِ مِمَّنْ اَسْلَمَ بَعْدَ الْهِجْرَةِ بِنَآءٌ عَلٰى اَنَّهٗ اِعْلَامٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى بِاِسْلَامِهِمْ فِى الْمُسْتَقْبِلِ۔ یہ سورۃ مکی ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب مدینہ میں ایمان لائے۔ تو اللہ تعالے نے اس سے پہلے ان کی خبر دی یہ غیبی خبروں میں سے ہے جو بہ اعلام الٰہی وقت سے قبل حاصل ہوئی تھی۔

اور اہل مکہ میں بعض ان میں سے ایمان لائے ہیں اور ہماری آیتوں کے منکر نہیں مگر وہ جو کفر میں سخت ہیں عربی میں جحود اس انکار کو کہتے ہیں جو واقف ہونے کے بعد بھی کیا جائے یعنی جان بوجھ کر مکر جانا۔ اور واقعہ بھی یہی تھا کہ یہود اچھی طرح جانتے تھے کہ حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے سچے نبی ہیں کما قال تعالٰی يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۔ اور اس سے قبل آپ کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے ایسا ہوتا تو باطل پرست ضرور

ہی شک کرتے۔

یعنی قرآن کریم کے نزول سے قبل آپ اگر لکھے پڑھے ہوتے تو یہ کتابی منکر و حاسد یہ شک ڈالتے کہ انہوں نے ہماری کتابوں سے لکھ لیا ہے۔ یا کہتے کہ ہماری کتابوں میں نبی آخر الزمان کی یہ صفت ہے کہ وہ امی ہوں گے نہ لکھیں گے نہ پڑھیں گے مگر انہیں اس شک کا بھی موقعہ نہ ملا۔

بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ۔ بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا اور آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر دیدہ دانستہ انکار کرنے والے لوگ۔

یہاں ہُوَ ضمیر کا مرجع قرآن کریم ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ قرآن کریم روشن آیتیں ہیں جو علماء اور حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ اور روشن آیت ہونے کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ ظاہر الاعجاز ہیں اس لیے کہ یہ دو قول صفتیں قرآن پاک کے ساتھ خاص ہیں اور کوئی کتاب ایسی نہیں جو معجزانہ شان سے اپنا مقابل معدوم کر دے اور نہ ایسی کوئی کتاب ہے جو ہر زمانہ میں سینوں میں محفوظ ہو۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہو کی ضمیر کا مرجع سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تو اب یہ معنی ہوں گے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم ان آیات بینات کے ساتھ موصوف ہیں جو ان لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں جنہیں اہل کتاب میں سے علم دیا گیا کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں حضور کی نعت و صفت پاتے ہیں۔ کما فی الخازن۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ اور بولے یہودی کیوں نہ اتاری گئیں ان پر نشانیاں فرما دیجئے نشانیاں اور معجزات تو اللہ کی طرف سے ہیں اور میں تو کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔

یعنی جیسے حضرت صالح کی تصدیق ناقہ سے ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کی عصا سے اس طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر کیوں نہ ایسی نشانیاں اتریں۔ حالانکہ شق قمر کا معجزہ تو اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ میں منصوص ہے اور اس کے علاوہ ہزارہا معجزات احادیث سے ثابت ہیں جیسے حضرت ابو محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

كَمْ اَبْرَاَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهٗ

احادیث میں کنکریوں کا ابوجہل کی مٹھی میں کلمہ پڑھنا اور سَعَتِ الشَّجَرُ۔ نَطَقَ الْحَجَرُ شَقَّ الْقَمَرُ بِاِشَارَتِهَا۔ وغیرہ معجزات کا ظاہر ہونا موجود ہے۔

لیکن چونکہ نبوت کی تصدیق کے لیے معجزہ شرط نہیں اس وجہ میں حضور کی تصدیق کے لیے انہیں پیش نہیں کیا گیا بلکہ فرمایا۔

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۔ کیا یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر نازل فرمادی کتاب جو پڑھی جاتی ہے ان پر بیشک اس میں ضرور نعمت وعظمت ہے اور نصیحت ایمان والوں کے لیے۔

اس کا شان نزول یہ ہے۔

فریابی اور دارمی اور ابوداؤد اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم یحیی بن جعدہ سے راوی ہیں قَالَ جَاءَ أُنَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِكُتُبٍ قَدْ كَتَبُوا فِيهَا بَعْضَ مَا سَمِعُوهُ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَىٰ بِقَوْمٍ حُمْقًا أَوْ ضَلَالَةً أَنْ يَرْغَبُوا عَمَّا جَاءَ بِهِ نَبِيُّهُمْ إِلَيْهِمْ إِلَىٰ مَا جَاءَ بِهِ غَيْرُهُ إِلَىٰ غَيْرِهِمْ فَنَزَلَتْ ۔

کچھ لوگ مسلمانوں میں سے شانہ کی ہڈی پر لکھ کر وہ چیزیں لائے جو انہوں نے یہودیوں سے سنیں تو حضور نے فرمایا وہ قوم احمق یا گمراہ ہے جو اپنے نبی کی لائی ہوئی تعلیم چھوڑ کر غیروں کی تعلیم کی طرف راغب ہو۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ الخ

اس کے علاوہ اور بھی وہ روائتیں ہیں جن میں اس قسم کے مضامین ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کی تعلیم کے مقابلہ میں کسی دوسرے مذہب کی تعلیم کو ترجیح دینا یا پسند کرنا گمراہی اور بیدینی اور ہلاکت میں پڑنا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ عنکبوت پ ۲۱

قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

فرمادیجئے اللہ کافی ہے میرے تمہارے مابین گواہ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ جو باطل پر یقین لائے اور اللہ کے منکر ہوئے وہی نقصان و خسران میں ہیں۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُسَمًّى لَجَاءَهُمُ الْعَذَابُ وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ

اور تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور اگر ایک مقررہ مدت نہ ہوتی تو ضرور ان پر عذاب آجاتا

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

اور ضرور آئے گا ان پر اچانک ایسے حال میں کہ انہیں شعور بھی نہ ہوگا۔

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝

تم سے جلدی کرتے ہیں عذاب اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔

يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

جس دن ان پر چھائے گا عذاب ان کے اوپر اور ان کے پاؤں تلے سے اور فرمائے گا اللہ چکھو اپنی کرتوت کا مزہ۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝

اے میرے بندو جو ایمان لائے بیشک میری زمین وسیع ہے تو پھر مجھی کو پوجو۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر ہماری طرف لوٹ کر آوگے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝

اور وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ضرور ہم انہیں جنت کے بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی نہریں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور بہترین بدلہ ہے کام کرنے والوں کا۔

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

جنہوں نے صبر کیا اور وہ صرف اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

اور بہت سے چلنے والے ہیں کہ اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اللہ روزی دیتا ہے انہیں اور تمہیں اور وہ سنتا جانتا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے بنائے آسمان اور زمین اور مسخر کیے چاند سورج ضرور کہیں گے کہ اللہ نے تو کہاں اوندھے پڑے ہو۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

اللہ کشادہ کرتا ہے رزق جسے چاہے اپنے بندوں سے اور تنگ کرتا ہے بے شک اللہ سب کچھ

عَلِیْمٌ ۝
وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ
مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَکْثَرُهُمْ
لَا یَعْقِلُوْنَ ۝

جانتا ہے۔
اور اگر تم ان سے پوچھو کون اتارتا ہے آسمان
سے پانی تو اس کے سبب زمین زندہ کرتا ہے
مرنے کے بعد ضرور کہیں گے اللہ فرما دیجئے سب
خوبیاں اللہ کو بلکہ ان کے اکثر بے عقل ہیں۔

لفظی ترجمہ

قُلْ۔ کہہ دو	کَفٰی۔ کافی ہے	بِاللّٰهِ۔ اللہ	بَیْنِیْ۔ میرے
وَ۔ اور	بَیْنَکُمْ۔ تمہارے درمیان	شَهِیْدًا۔ گواہ	یَعْلَمُ۔ جانتا ہے
مَا۔ جو	فِی۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور
الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے
بِالْبَاطِلِ۔ باطل پر	وَ۔ اور	کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے	بِاللّٰهِ۔ اللہ سے
اُولٰٓئِکَ۔ تو یہی	هُمُ۔ وہ ہیں	الْخٰسِرُوْنَ۔ خسارے والے	وَ۔ اور
یَسْتَعْجِلُوْنَکَ۔ جلدی چاہتے ہیں آپ سے		بِالْعَذَابِ۔ عذاب	وَ۔ اور
لَوْ۔ اگر	لَا۔ نہ ہوتی	اَجَلٌ۔ مدت	مُّسَمًّی۔ مقرر
لَجَآءَ۔ تو آتا	هُمُ۔ انکے پاس	الْعَذَابُ۔ ان کے پاس عذاب	وَ۔ اور
لَیَاْتِیَنَّهُمْ۔ تو ضرور آجاتا انکے پاس		بَغْتَةً۔ اچانک	وَّ۔ اور
هُمْ۔ وہ	لَا۔ نہ	یَشْعُرُوْنَ۔ سمجھتے ہونگے	یَسْتَعْجِلُوْنَکَ۔ جلدی چاہتے
ہیں آپ سے	بِالْعَذَابِ۔ عذاب	وَ۔ اور	اِنَّ۔ بیشک
جَهَنَّمَ۔ جہنم	لَمُحِیْطَةٌ۔ گھیرنے والی ہے	بِالْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں کو	یَوْمَ۔ جس دن
یَغْشٰهُمُ۔ ڈھانپے گا ان کو		الْعَذَابُ۔ عذاب	مِنْ فَوْقِهِمْ۔ انکے اوپر سے
وَ۔ اور	مِنْ تَحْتِ۔ نیچے	اَرْجُلِهِمْ۔ انکے پاؤں سے	وَ۔ اور
یَقُوْلُ۔ کہے گا	ذُوْقُوْا۔ چکھو	مَا۔ جو	کُنْتُمْ۔ تم
تَعْمَلُوْنَ۔ کرتے تھے	یَا۔ اے	عِبَادِ۔ بندو	یَ۔ میرے

اَلَّذِیْنَ۔ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	اِنَّ۔ بیشک	اَرْضِیْ۔ میری زمین
وَاسِعَةٌ۔ فراخ ہے	فَاِیَّایَ۔ تو میری ہی	فَاعْبُدُوْنِ۔ پوجا کرو	کُلُّ۔ ہر
نَفْسٍ۔ آدمی	ذَآئِقَةُ۔ چکھنے والا ہے	الْمَوْتِ۔ موت	ثُمَّ۔ پھر
اِلَیْنَا۔ ہماری طرف	تُرْجَعُوْنَ۔ پھیرے جاؤ گے	وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَ۔ اور	عَمِلُوا۔ عمل کیے	الصّٰلِحٰتِ۔ نیک
لَنُبَوِّئَنَّهُمْ۔ تو ضرور ہم ان کو جگہ دیں گے		مِّنَ الْجَنَّةِ۔ جنت کے	غُرَفًا۔ بالاخانوں میں
تَجْرِیْ۔ چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا۔ انکے نیچے	الْاَنْهٰرُ۔ نہریں	خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہیں گے
فِیْهَا۔ اس میں	وَ۔ اور	نِعْمَ۔ اچھا ہے	اَجْرُ۔ بدلہ
الْعٰمِلِیْنَ۔ عمل کرنے والوں کا	الَّذِیْنَ۔ وہ جنہوں نے	صَبَرُوْا۔ صبر کیا	وَ۔ اور
عَلٰی۔ اوپر	رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کے	یَتَوَکَّلُوْنَ۔ توکل کرتے ہیں	وَ۔ اور
کَاَیِّنْ۔ کتنے ہی	مِّنْ دَآبَّةٍ۔ جانور ہیں کہ	لَا۔ نہیں	تَحْمِلُ۔ اٹھاتے
رِزْقَهَا۔ اپنا رزق	اَللّٰهُ۔ اللہ	یَرْزُقُهَا۔ روزی دیتا ہے انکو	وَ۔ اور
اِیَّا۔ تم کو	کُمْ۔ بھی	وَ۔ اور	هُوَ۔ وہ ہے
السَّمِیْعُ۔ سننے والا	الْعَلِیْمُ۔ جاننے والا	وَ۔ اور	لَئِنْ۔ اگر
سَاَلْتَهُمْ۔ تو پوچھے ان سے	مَّنْ۔ کس نے	خَلَقَ۔ پیدا کیے	السَّمٰوٰتِ۔ آسمان
وَ۔ اور	الْاَرْضَ۔ زمین	وَ۔ اور	سَخَّرَ۔ تابع کیے
الشَّمْسَ۔ سورج	وَ۔ اور	الْقَمَرَ۔ چاند	لَیَقُوْلُنَّ۔ تو ضرور کہیں گے
اللّٰهُ۔ اللہ نے	فَاَنّٰی۔ تو کہاں	یُؤْفَکُوْنَ۔ پھیرے جاتے ہیں	اَللّٰهُ۔ اللہ
یَبْسُطُ۔ فراخ کرتا ہے	الرِّزْقَ۔ رزق	لِمَنْ۔ جس کا	یَّشَآءُ۔ چاہے
مِنْ عِبَادِهٖ۔ اپنے بندوں سے	وَ۔ اور	یَقْدِرُ۔ تنگ کرتا ہے	لَهٗ۔ اسکو
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	بِکُلِّ۔ ہر چیز کو	شَیْءٍ۔ چیز کو
عَلِیْمٌ۔ جانتا ہے	وَ۔ اور	لَئِنْ۔ اگر	سَاَلْتَهُمْ۔ تو پوچھے ان سے
مَّنْ۔ کس نے	نَزَّلَ۔ اتارا	مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	مَآءً۔ پانی
فَاَحْیَا۔ تو زندہ کیا	بِهٖ۔ اس سے	الْاَرْضَ۔ زمین کو	مِنْ بَعْدِ۔ پیچھے
مَوْتِهَا۔ اسکی موت کے	لَیَقُوْلُنَّ۔ تو ضرور کہیں گے	اللّٰهُ۔ اللہ نے	قُلِ۔ کہہ

اَلْحَمْدُ۔ سب خوبیاں لِلّٰہِ۔ اللہ کی ہیں بَلْ۔ بلکہ اَکْثَرُھُمْ۔ انکے اکثر
لَا۔ نہیں یَعْقِلُوْنَ سمجھتے

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع۔ سورۃ عنکبوت۔ پ ۲۱

قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ شَہِیْدًا۔ فرما دیجئے میرے تمہارے مابین اللہ کافی ہے شہادت کیلئے اگر دلائل نبوت اور معجزات کے ذریعہ میری تصدیق نہیں کرتے تو میرے تمہارے مابین اللہ تعالےٰ کی گواہی کافی ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَکَفَرُوْا بِاللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ اور وہ جو باطل پرست ہیں اور اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں یہ تو بڑے نقصان وخسران میں ہیں۔

یعنی جو بتوں کے پجاری اور باطل کو حق سمجھ رہے ہیں وہ اللہ کے منکر ہیں اور جو اس راہ پر لگے ہوئے ہیں وہ سوائے نقصان وخسران کیا حاصل کریں گے۔

پھر وہ تو ایسے ضدی ہٹیلے ہیں کہ عذاب کی پیشگوئی پر ایمان لانے کی بجائے ہٹ دھرمی کرتے اور کہتے ہیں جب عذاب ہم پر آنا ہے تو کب آئے گا اگر آپ سچے ہیں تو عذاب لائیے اس کا جواب دیا گیا۔

یَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّی لَّجَآءَھُمُ الْعَذَابُ وَلَیَاْتِیَنَّھُمْ بَغْتَۃً وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ اور جلدی کرتے ہیں عذاب کی اور اگر اس کے آنے میں ایک مدت مقرر نہ ہوتی تو ضرور ان پر عذاب آجاتا اور ایسا آتا کہ اچانک آتا کہ انہیں پتہ بھی نہ لگتا۔

مگر حکمت الٰہی میں ایک مدت ہے ورنہ ان کی سرکشی پر اچانک عذاب آتا کہ انہیں شعور بھی نہ ہوتا۔ چنانچہ وہ وقت مقررہ پر آیا بھی جیسے بدر کا عذاب اہل مکہ پر قحط عظیم وغیرہ چنانچہ پھر دوبارہ اسی کلمہ کا اعادہ فرمایا گیا۔

یَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ جَھَنَّمَ لَمُحِیْطَۃٌ بِالْکٰفِرِیْنَ یَوْمَ یَغْشٰھُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ وَیَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ اور آپ سے جلدی مانگتے ہیں عذاب حالانکہ جہنم کافروں پر محیط ہے۔ جس دن چھائے گا ان پر عذاب اوپر سے اور پاؤں کے تلے سے اور اللہ فرمائیگا کہ اب چکھو اس کا بدلہ جو تم کرتے تھے۔

یعنی بطور تعجب ارشاد ہے کہ یہ کیا جلدی کر رہے ہیں حالانکہ جہنم انہیں گھیرے ہوئے ہے، یہ اس وقت

ارشاد ہوا جب کفار و مشرکین مکہ اور ان کے ساتھ اہل کتاب بھی اپنے نامحمود طریقے اور حسد اور عناد پر اتر آئے اور عذاب آخرت سے قطعاً نڈرسے اور جوش تعصب میں اہل ایمان کو ستانے لگے اور مسلمان ان تکالیف کو نہایت استقلال و صبر و استقامت سے برداشت کرتے رہے حتیٰ کہ ادا ارکان دین سے بھی سختی سے مانع ہونے لگے تو مسلمانوں کو ترک وطن کا حکم ہوا اور مسلمان بموجب حکم حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے جانے لگے تو ارشاد ہوا۔

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ۔ اے میرے بندو بیشک میری زمین فراخ ہے تو میری ہی پوجا کرو۔

یہاں ایماندار بندوں کو ندا دی گئی ہے اور اشارۃً ارشاد ہے کہ ایسے گندے بندوں میں کیوں پڑے ہوئے ہو میری زمین تنگ نہیں ع ملکِ خدا تنگ نیست۔ پائے گدا لنگ نیست۔

یہاں سے نکل جاؤ اور اطمینان سے میری ہی عبادت کرو۔ چونکہ ترک وطن نفسیاتی طور پر ہر کس و ناکس پر بار گزرتا ہے پھر ایسی صورت میں جبکہ حبیب مکرم سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی مفارقت ہو یہ لازمی طور پر شاق گذرنا ہی تھا۔ پھر مسافرت کی صعوبتیں تنگ دستی کی کلفتیں یہ بھی سامنے تھیں ان سے تسکین و اطمینان دلانے کے لیے دنیا کی بے ثباتی اور حیات انسانی کی بے اعتباری ظاہر فرمانے کو ارشاد ہوا۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ ہر جان کو ذائقہ موت چکھنا ہے پھر ہماری طرف ہی تو لوٹ کر آؤ گے۔

گویا ارشاد ہوا کہ اگر تم یہاں رہو گے تو موت سے محفوظ نہیں اور باہر نکلے تو موت لازمی ہے اور مرنے کے بعد وطن ہو یا پردیس دونوں برابر ہیں اور ہمارے پاس پلٹ کر آنا ہے لہذا بہتر یہی ہے کہ اللہ کی راہ میں مرد اور ہمارے پاس پہنچو کہ وہاں نہ غم مفارقت ہے نہ الم مہاجرت یہ دنیا چند روزہ ہے اس کے دن جدائی میں کٹے تو کیا اور ہل چل کر رہے تو کیا اسی طرح تمہارے دشمنوں مخالفوں کا زور بھی چند روزہ ہے۔ دوسری بشارت بھی ہمارے متبعین کے لیے ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّہُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا۔ اور وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے انہیں ہم ضرور جگہ دیں گے جنت کے بالاخانوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

یعنی اس ایمان اور ترک وطن کے صلے میں ہم تمہیں ایسا وطن دیں گے لَنُبَوِّئَنَّہُمْ کے معنی اَیْ لَنُنْزِلَنَّہُمْ ہیں جس میں تم بالاخانوں میں ہمیشہ رہو گے۔ غُرَفًا یعنی عَوَالِیَ الْجَنَّۃِ بلند منزلوں میں رہو گے اور یہ رہنا ہمیشہ کے

لیے ہوگا اس سے خروج دفناتہ ہوگا۔

نِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔ کیا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ کیا۔

یعنی سفر اور ہجرت میں ہر تکلیف صبر و استقلال سے گوارہ کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ گھر میں بھی بلا امداد الٰہی چارہ نہیں تو سفر میں بھی بہرحال وہی سب کا انیس ہے اس کے بعد تین آیتوں میں اس توکل اور رزاق حقیقی کی رزاقی کا اظہار ہے۔

اول آیت وَکَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَہَا اَللّٰہُ یَرْزُقُہَا وَاِیَّاکُمْ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اور کتنے ہی زمین پر چلنے والے ایسے ہیں کہ اپنی روزی اٹھا کر نہیں چلتے اللہ انہیں روزی دیتا ہے اور تمہیں بھی دیتا ہے اور وہ سنتا جانتا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ ہزاروں چارپائے وہ ہیں جو اپنی روزی کا کچھ انتظام نہیں کرتے اور انہیں بھی روزی ملتی ہے۔ پرند ہوائی ایسے ہیں جن کا گھر در نہیں مگر انہیں بھی روزی ملتی ہے تو پھر سمجھ لینا چاہیئے کہ جس رزاق نے اتنی مخلوق کی روزی اپنے ذمے رکھی ہے وہ سفر و حضر میں کیا ہمیں روزی نہ دے گا؟

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب — گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم — تو کہ با دشمناں نظر داری

دوسری آیت میں اس توکل کو اور بھی مستحکم فرمایا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَہُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ فَاَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج چاند کو ان کے محور میں مسخر فرمایا تو ضرور کہیں گے اللہ نے تو پھر کہاں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

یہ تعریضاً مشرکوں کے متعلق ارشاد ہے۔

تیسری آیت اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ لَہٗ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اللہ ہی فراخ فرماتا ہے رزق جسے چاہے اپنے بندوں میں سے اور تنگ کرتا ہے جس پر چاہے بے شک اللہ ہر شے سے خبردار ہے۔

اسی کے ید قدرت میں فراخی و تنگی رزق ہے اور وہی ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ پھر ارشاد ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَہُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِہَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ

اور اگر آپ پوچھیں ان سے کہ کون آسمان سے پانی نازل کرتا ہے جس سے مردہ زمین اور بنجر میدان زندہ

ہو کر سر سبز و شاداب ہوتے ہیں خشک ہونے کے بعد تو ضرور کہیں گے اللہ۔
ان تینوں آیتوں میں مہاجرین کو اطمینان دلایا گیا اور مشرکین سے تعریض فرمائی پھر ارشاد ہے۔
قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ فرما دیجئے درحقیقت حمد حقیقی اللہ تعالےٰ ہی کو ہے بلکہ اکثر ان کے بے عقل ہیں۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع سورۃ عنکبوت پ ۲۱

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا۔ فرما دیجئے میرے تمہارے مابین اللہ تعالےٰ کافی ہے شاہد یعنی گواہ ہونے میں۔
یعنی عالم ہے جو میری طرف سے انذار و تبلیغ میں سعی ہوئی اور جو کچھ تمہاری طرف سے میرے مقابلہ میں تکذیب و انکار رہا اس کا بدلہ ہر ایک کو وہی دے گا۔
يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ وہ جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔
یعنی میری شان تبلیغ اور تمہاری کیفیت تکذیب کا اسے علم ہے۔
آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے۔ مروی ہے اَنَّ كَعْبَ بْنَ اَشْرَفَ وَمَعَهٗ قَالُوْا يَا مُحَمَّدُ مَنْ يَّشْهَدُ بِاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَنَزَلَتْ۔ کعب بن اشرف اور اس کی ہم خیال جماعت بولی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون اس امر پر گواہ ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو من جانب اللہ جواب ہوا کہ اے محبوب فرما دیجئے كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا۔
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ اور وہ جو ایمان لائے باطل پر اور اللہ سے منکر ہوئے وہ نقصان و خسران میں ہیں۔
سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ کے یہ معنی ہیں اَيْ لِغَيْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ شَامِلٌ لِنَحْوِ عِيْسٰى وَالْمَلٰٓئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ وَالْبَاطِلُ فِي الْحَقِيْقَةِ عِبَادَتُهُمْ وَلَيْسَ الْبَاطِلُ هُهُنَا مِثْلُهٗ فِيْ قَوْلِ حَسَّانَ۔ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهِ بَاطِلٌ۔
وَقَالَ مُقَاتِلٌ اَيْ بِعِبَادَةِ الشَّيْطَانِ۔
اللہ کے سوا غیر خدا پر ایمان لا کر عبادت کرنا مثل عیسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ علیہم السلام کو پوجنا خدا ماننا اور باطل حقیقت میں عبادت غیر اللہ کو ہی کہتے ہیں۔ جیساکہ حضرت حسان نے فرمایا اَلَا كُلُّ شَيْءٍ

ماخلا اللہ باطلٗ۔ خبردار اللہ کے سوا سب باطل ہے (یہ مصرعہ حضرت حسان نے لبید بن ربیعہ کا نقل کیا ہے)
اور کفروا باللہ کی مراد ایسے افعال ہیں جو موجبات ایمان لغیر اللہ کو مستلزم ہوں۔

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ ایسے خیال باطل وفاسد پر رہنے والے نقصان وخسران میں ہیں۔

وَیَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّی لَّجَآءَھُمُ الْعَذَابُ وَلَیَاْتِیَنَّھُمْ بَغْتَۃً وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ اور وہ جلدی چاہتے ہیں عذاب اور اگر نہ ہوتی ایک مدت حکمت الٰہیہ میں مقرر تو آجاتا ان پر عذاب اور آتا بھی ایسا اچانک کہ انہیں خبر بھی نہ ہوتی۔

یعنی لوح محفوظ میں اس کا وقت نہ مقرر کر دیا ہوتا تو اچانک عذاب آجاتا۔ مگر ایک روایت میں ہے اِنَّہٗ تَعَالٰی وَعَدَ رَسُوْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا یُعَذِّبَ قَوْمَہٗ بِعَذَابِ الْاِسْتِیْصَالِ وَاَنْ یُؤَخِّرَ عَذَابَھُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ اللہ تعالٰی نے وعدہ فرمایا اپنے رسول پاک سے کہ وہ عذاب استیصال آپ کی قوم پر نہ فرمائے گا اور ایسا عذاب قیامت تک کے لیے مؤخر فرمایا گیا۔

ابن جبیر فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ بِالْاَجَلِ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ۔ اجل سے مراد روز قیامت ہے۔
ابن سلام کہتے ہیں اَلْمُرَادُ بِہٖ اَجَلُ مَا بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ۔ اجل سے مراد نفخہ اولٰے اور ثانیہ کا درمیان ہے
وَقِیْلَ یَوْمُ بَدْرٍ۔ بعض نے کہا اس سے مراد یوم بدر ہے۔

وَلَیَاْتِیَنَّھُمْ بَغْتَۃً وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ اور ان پر ضرور عذاب آئے گا اچانک اور انہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے گا۔

کَعَذَابِ بَعْضِ الْعُقُوْبَاتِ النَّازِلَۃِ عَلٰی بَعْضِ الْاُمَمِ بَیَاتًا وَّھُمْ نَائِمُوْنَ اَوْ ضُحًی وَّھُمْ یَلْعَبُوْنَ
مثل بعض عذابوں کے جو امم ماضیہ پر رات میں نازل ہوئے اس حال میں کہ وہ سو رہے تھے یا دن دہاڑے اس حال میں کہ کھیل کود میں مصروف تھے۔

اور یا عذاب بدر کہ انہیں اس کی قطعاً توقع نہ تھی کہ مسلمان ان پر غالب آئیں گے اور خلاف توقع مارے گئے۔
یَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ جَھَنَّمَ لَمُحِیْطَۃٌ بِالْکٰفِرِیْنَ۔ آپ سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور بیشک جہنم ان پر محیط ہے جو کافر ہیں۔

یعنی یہ کیا جلدی کر رہے ہیں حالانکہ جہنم تو ان پر محیط ہے اس لیے کہ جن کے ایسے اعمال ہیں اس کے لیے جہنم کے سوا اور کیا ہوگا۔

یَوْمَ یَغْشٰھُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ وَیَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
جس دن چھا جائے گا ان پر عذاب ان کے اوپر سے اور نیچے سے اور (اللہ فرمائے گا) چکھو بدلہ اس کا

جو تم کرتے رہے تھے۔

آلوسی فرماتے ہیں کانت قیل یوم یاتیہم العذاب ویحل علیہم الذی اشیر الیہ باحاطۃ جھنم بہم یکون من الاحوال والاھوال ما لا یفی بہ المقال۔ گویا فرمایا گیا کہ جس دن عذاب آجائے گا اور ان پر حلول کرے گا اس میں اشارہ ہے احاطۂ جہنم کی طرف جو حالات اور پریشانیاں ہوں وہ ایسی ہوں گی کہ وہ بیان سے باہر ہیں۔

ویقول۔ ای اللہ عزّ وجلّ وقیل الملک الموکل بہم۔ اور فرمائے اللہ عزوجل اور ایک قول ہے کہ وہ فرشتہ کہے جو ان پر مقرر ہوگا۔

ذوقوا ما کنتم تعملون۔ ای جزاء ما کنتم تعملون فی الدنیا علی الاستمرار من السیئات التی من جملتہا الاستعجال بالعذاب۔ چکھو جو کچھ تم کرتے رہے ہو یعنی اپنے ان اعمال کا بدلہ چکھو جو تم دنیا میں گناہوں سے مسلسل کرتے رہے ہو اور اس پر استعجال عذاب بھی کرتے رہے۔

یا عبادی الذین آمنوا ان ارضی واسعۃ فایای فاعبدون۔ اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین وسیع ہے تو مجھی کو پوجو۔

آلوسی فرماتے ہیں نزلت علی ما روی عن مقاتل والکلبی فی المستضعفین من المؤمنین بمکۃ امروا بالھجرۃ عنہا وعلی ھذا اکثر المفسرین۔ مقاتل اور کلبی کی روایت کے مطابق یہ آیت کریمہ ضعیف وکمزور مکہ کے مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی اور انہیں مکہ سے ہجرت کا حکم دیا گیا اور اسی قول پر اکثر مفسرین ہیں۔

وعمم بعضہم الحکم فی کل من لا یتمکن من اقامۃ امور الدین کما ینبغی فی ارض لمانعتہ من جھۃ الکفرۃ او غیرھم فقال تلزمہ الھجرۃ الی الارض یتمکن فیہا من ذلک وروی ھذا عن ابن جبیر وعطا ومجاھد ومالک بن انس۔

بعض نے اس حکم کو عام مانا وہ کہتے ہیں یہ حکم ہر اس موقعہ کے لیے ہے جبکہ امور دینیہ پر قائم رہنا مشکل ہو جائے اور جیسا چاہیئے ویسا عمل نہ کر سکے اور کفار کا زور ہو جائے تو اس وقت ہجرت کرنا لازم ہو جاتا ہے اس مقام کی طرف جہاں اپنے مذہب پر آزادی سے عمل کر سکے اور ایسا ہی ابن جبیر عطا مجاہد اور مالک بن انس کا قول ہے۔

فایای فاعبدون کے معنی میں آلوسی فرماتے ہیں ان ارضی واسعۃ فان لم تخلصوا العبادۃ فاخلصوھا لی فی غیرھا۔ یعنی میری زمین وسیع ہے تو اگر میری عبادت بالاخلاص ایک

جگہ کرنا دشوار ہو تو دوسری زمین میں چلے جاؤ۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۔ ہر جان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے پھر ہماری طرف ہی پلٹ کر آنا ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں بندوں کو اخلاص عبادت اور ہجرت کے لیے برانگیختہ کیا گیا ہے اس لیے کہ اس میں واضح فرمایا ہے کہ دنیا دار بقا نہیں اور اس کے بعد جہاں جانا ہے وہ دار جزا ہے تو گویا فرمایا گیا كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ يَعْنِي وَاجِدَةٌ مَرَارَةَ الْمَوْتِ وَمُفَارَقَةَ الْبَدَنِ الْبَتَّةَ فَلَابُدَّ اَنْ تَمُوْتُوْا ثُمَّ تُرْجَعُوْنَ اِلٰى حُكْمِنَا وَجَزَائِنَا بِحَسْبِ اَعْمَالِكُمْ فَمَنْ كَانَتْ هٰذِهٖ عَاقِبَتُهٗ فَلَابُدَّ لَهٗ مِنَ التَّزَوُّدِ وَالْاِسْتِعْدَادِ

ہر جان کو ذائقہ موت پانا ہے اور اس کی تلخی چکھنی ہے اور بدن سے مفارقت روح لازمی ہے تو لازمی ہے کہ موت کا مزہ چکھا جائے پھر بعد تراخی زمان یا رتبہ تمہیں سب کو اللہ کے حکم اور جزا کی طرف لوٹنا ہے جو بحسب عمل سب کو ملے گی تو جو ایسا ہے کہ اس کی عاقبت یہ ہے اسے لازم ہے کہ دار آخرت کا ذخیرہ جمع کرے اور وہاں کی نعمتیں حاصل کرنے کی استعداد پیدا کرے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۔ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۔ اور وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم ضرور انہیں اتاریں گے جنت کے بلند محلوں میں بہترین بدلہ ہے اچھے عمل والوں کا جو اذیت کفار و مشرکین پر صبر کر کے اپنے رب پر توکل کریں۔

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ کے معنی آلوسی فرماتے ہیں اَيْ لَنُنْزِلَنَّهُمْ عَلٰى وَجْهِ الْاِقَامَةِ یعنی ہم اتاریں گے انہیں اور سکونت دیں گے۔

مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا اَيْ عَلَالِيَ وَقُصُوْرًا جَلِيْلَةً لَا قُصُوْرَ فِيْهَا وَهِيَ عَلٰى مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِنَ الدُّرِّ وَالزَّبَرْجَدِ وَالْيَاقُوْتِ ۔ یعنی بلند محلوں میں کہ اس کے مثل کوئی محل نہ ہو جیسا کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ محل موتی اور زبرجد اور یاقوت کے ہوں گے۔

جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی اور وہ اس محل میں ہمیشہ رہیں۔

نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۔ بہترین بدلہ ہے نیک عمل کرنے والوں کا جو صبر کرتے تھے اذیت مشرکین پر اور شدائد مہاجرت پر کہ اس میں انہیں رنج و محن ہوئے۔

اور اپنے رب پر بھروسہ کے لیے تمام مصائب برداشت کرتے رہے۔

وَكَأَيِّنْ مِنْ دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۔ اور بہت سے زمین پر چلنے والے ہیں کہ وہ اپنی روزی اٹھا

کر نہیں چلتے۔
آیۂ کریمہ کا شان نزول حضور سے یہ ہے۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ کَانُوْا بِمَکَّۃَ اِلْمُھَاجَرَۃَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ قَالُوْا کَیْفَ نَقْدِمُ بَلْدَۃً لَیْسَ فِیْھَا مَعِیْشَۃٌ فَنَزَلَتْ حضور نے مومنین کو مکہ سے ہجرت کا مدینہ کی طرف حکم دیا تو صحابہ نے عرض کی حضور ہم کیسے ایسے شہر کی طرف جائیں جہاں ہماری معاش کا نظام نہیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

جس میں بتایا کہ زمین پر چلنے والے بہت سے ایسے ہیں کہ ادھر سے ادھر جاتے ہیں اور اپنی روزی اٹھا کر نہیں چلتے حتی کہ چیونٹی، چوہا، کوا، بلبل تو تمہیں بھی اسی بنا پر حکم ہے۔

اَللّٰہُ یَرْزُقُھَا وَاِیَّاکُمْ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اللہ ہی انہیں رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی کہ وہ سنتا جانتا ہے چنانچہ ہر حاجتمند کو حالت اضطرار میں وہی اس کی روزی پہنچاتا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ فَاَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ۔ اور اگر آپ پوچھیں ان سے کس نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور سورج چاند کو مسخر کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے تو کہاں بھٹک رہے ہو۔

یعنی جب اس سے انکار کسی کو بھی نہیں کہ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ وہی ہے اور خیر الرازقین بھی وہی ہے اور خلاق عالم وہی ایک ذات ہے۔ خالق کل شئ اس کے سوا کوئی نہیں تو یہ ادھر ادھر بھٹکنا بے عقلی اور جہالت ہے
اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ کشادہ فرماتا ہے رزق جس کے لیے چاہے اور جس پر چاہے تنگ فرماتا ہے بے شک اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

اور اسی کے مطابق بسط رزق اور تنگی اپنی حکمت بالغہ سے فرماتا ہے۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں فَیَعْلَمُ اَنَّ کُلًّا مِّنَ الْبَسْطِ وَالْقَدْرِ فِیْ اَیِّ وَقْتٍ یُّوَافِقُ لَہُ الْحِکْمَۃُ وَالْمَصْلَحَۃُ فَیَفْعَلُ کُلًّا مِّنْھُمَا فِیْ وَقْتِہٖ۔ اَوْ فَیَعْلَمُ مَنْ یَّلِیْقُ بِبَسْطِ الرِّزْقِ فَیَبْسُطُہٗ لَہٗ وَمَنْ یَّلِیْقُ بِقَدْرِہٖ فَیَقْدِرُ لَہٗ۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِھَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۔ اور اگر پوچھے تو ان سے کہ کون آسمان سے پانی برساتا ہے کہ اس سے مردہ زمین زندہ فرما کر سرسبز کرتا ہے تو ضرور کہیں گے اللہ ہی کرتا ہے تو فرما دیجئے اللہ کو ہی حمد ہے بلکہ اکثر ان کے بے عقل ہیں۔

یَعْنِیْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا مِّنَ الْاَشْیَاءِ فَلِذٰلِکَ لَا یَعْمَلُوْنَ بِمُقْتَضٰی قَوْلِھِمْ ھٰذَا فَیُشْرِکُوْنَ بِہٖ سُبْحٰنَہٗ اَخَسَّ مَخْلُوْقَاتِہٖ۔ یعنی انہیں کسی شے میں عقل نہیں اسی لیے وہ عمل نہیں کرتے اور اللہ کا شریک

ذلیل مخلوق کو بناتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع عنکبوت۔ پ ۲۱

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ٥

اور کیا ہے یہ دنیا کی زندگی مگر کھیل کود اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی ہے زندگی والا کاش وہ لوگ جانتے۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ٥

توجب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں اسی کو خالص مان کر توجب وہ انہیں بچالاتا ہے خشکی کی طرف تو شرک کرنے لگتے ہیں۔

لِيَكْفُرُوْا بِمَا اٰتَيْنٰهُمْ وَلِيَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ٥

تاکہ ناشکری کریں ہماری دی ہوئی نعمتوں سے اور تاکہ تمتع حاصل کریں تو اب عنقریب جان لیں گے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ٥

کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ ہم نے حرم کی زمین پناہ بنائی اور اچک لیے جاتے ہیں ان کے گرد لوگ تو کیا باطل پر یقین لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں سے کفران نعمت کرتے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ٥

اور کون بڑا ظالم ہے اس سے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کی تکذیب کرے جب اس کے پاس آئے کیا نہیں جہنم میں ٹھکانہ کافروں کے لیئے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ٥

اور وہ جو کوشش کریں ہماری راہ میں ضرور ہم انہیں اپنا راستہ دکھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور   مَا۔ نہیں   هٰذِهِ۔ یہ   الْحَيٰوةُ۔ زندگی

الدُّنْیَا۔ دنیا کی　اِلَّا۔ مگر　لَهْوٌ۔ کھیل　وَّ۔ اور

لَعِبٌ۔ کود　وَ۔ اور　اِنَّ۔ بیشک　الدَّارَ۔ گھر

الْاٰخِرَةَ۔ آخرت کا　لَهِیَ۔ یقیناً وہی　الْحَیَوَانُ۔ زندگی ہے　لَوْ۔ کاش

كَانُوْا۔ وہ ہوتے　یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے　فَاِذَا۔ تو جب　رَكِبُوْا۔ سوار ہوتے ہیں

فِی۔ بیچ　الْفُلْكِ۔ کشتی کے　دَعَوُا۔ پکارتے ہیں　اللّٰهَ۔ اللہ کو

مُخْلِصِیْنَ۔ خالص کرکے　لَهُ۔ اسکے لیے　الدِّیْنَ۔ دین　فَلَمَّا۔ پھر جب

نَجّٰی۔ نجات دیتا ہے　هُمْ۔ ان کو　اِلَى۔ طرف　الْبَرِّ۔ خشکی کی

اِذَا۔ تو اچانک　هُمْ۔ وہ　یُشْرِكُوْنَ۔ شرک کرتے ہیں　لِیَكْفُرُوْا۔ تاکہ انکار کریں

بِمَا۔ اس کا جو　اٰتَیْنَا۔ دیا ہم نے　هُمْ۔ ان کو　وَ۔ اور

لِیَتَمَتَّعُوْا۔ تاکہ فائدہ اٹھائیں　فَسَوْفَ۔ تو جلدی　یَعْلَمُوْنَ۔ جان لیں گے　اَوَ۔ کیا

لَمْ۔ نہ　یَرَوْا۔ دیکھا انہوں نے　اَنَّا۔ کہ ہم نے　جَعَلْنَا۔ بنایا

حَرَمًا۔ حرم　اٰمِنًا۔ امن والا　وَّ۔ اور　یُتَخَطَّفُ۔ اچکے جاتے ہیں

النَّاسُ۔ لوگ　مِنْ حَوْلِهِمْ۔ انکے گرداگرد　اَفَبِالْبَاطِلِ۔ کیا باطل کے ساتھ

یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے ہیں　وَ۔ اور　بِنِعْمَةِ۔ انعام　اللّٰهِ۔ خداوندی کا

یَكْفُرُوْنَ۔ انکار کرتے ہیں　وَ۔ اور　مَنْ۔ کون　اَظْلَمُ۔ زیادہ ظالم ہے

مِمَّنِ۔ اس سے جو　افْتَرٰى۔ باندھے　عَلَى۔ اوپر　اللّٰهِ۔ اللہ کے

كَذِبًا۔ جھوٹ　اَوْ۔ یا　كَذَّبَ۔ جھٹلائے　بِالْحَقِّ۔ حق کو

لَمَّا۔ جب　جَآءَ۔ آئے　هٗ۔ اسکے پاس　اَ۔ کیا

لَیْسَ۔ نہیں ہے　فِی۔ بیچ　جَهَنَّمَ۔ دوزخ کے　مَثْوًى۔ جگہ

لِلْكٰفِرِیْنَ۔ کافروں کیلئے　وَ۔ اور　الَّذِیْنَ۔ جو　جَاهَدُوْا۔ کوشش کریں

فِیْنَا۔ ہمارے متعلق　لَنَهْدِیَنَّهُمْ۔ تو ضرور دکھائیں گے ہم ان کو　سُبُلَنَا۔ اپنی راہیں

وَ۔ اور　اِنَّ۔ بیشک　اللّٰهَ۔ اللہ　لَمَعَ۔ ساتھ

الْمُحْسِنِیْنَ۔ نیکوں کے ہے۔

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع سورۂ عنکبوت پ ۲۱

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۔ اور کیا ہے یہ دنیا مگر کھیل کود۔
یعنی دنیا ایسے ہی ہے جیسے بچے گھڑی بھر کھیلتے ہیں اور ان کا دل اس کھیل میں لگ جاتا ہے۔ پھر سب گھروندے چھوڑ چھاڑ چل دیتے ہیں ایسے ہی دنیا ہے۔

وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ اور بے شک آخرت کا گھر وہی حقیقی زندگی کا گھر ہے کاش وہ جانتے۔

یعنی حقیقت دنیا و آخرت جانتے ہیں اور دنیا فانی ہے اور آخرت جاودانی تو فانی زندگی کو دوامی زندگی پر کبھی ترجیح نہ دیتے۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۔ تو جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں (اور ڈوبنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو باوجود اپنے شرک وعناد کے بتوں کو نہیں پکارتے بلکہ) اللہ کو پکارتے ہیں ایک اسی کو خالص مان کر (کہ وہی اس طوفان اور سمندر کے طغیان سے نجات دینے والا ہے۔

فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۔ تو جب ہم انہیں بچالاتے ہیں خشکی کی طرف تو وہیں شرک کرنے لگتے ہیں۔

یعنی جب اندیشہ غرق نہیں رہتا اور پریشانی خشکی پر آنے سے ختم ہو جاتی ہے اور اطمینان مل جاتا ہے تو شرک کرنے میں دیر ہی نہیں لگاتے۔ واقعہ یہ ہے کہ مشرکین دریائی سفر میں جاتے ہوئے اپنا بت ساتھ لے جاتے لیکن جب باد مخالف چلنے لگتی اور کشتی کے غرق ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو جاتا تو بتوں کو بھول جاتے بلکہ انہیں دریا میں پھینک دیتے اور رب حقیقی کو رَبَّنَا اَحْفِظْنَا رَبَّنَا اَحْفِظْنَا پکارنے لگتے اور جب خشکی پر آ جاتے تو وہی پرانا شرک شروع کر دیتے۔

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ وَلِيَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۔ تا کہ کفران نعمت کریں ہماری دی ہوئی نعمت کی اور برتیں تو عنقریب جان لیں گے۔

یعنی مصیبت سے نجات پانے کا شکر کرنے کی بجائے ناشکری کرتے ہیں اور اپنی بت پرستی میں مشغول ہو جاتے ہیں برخلاف مومنین کے کہ وہ اللہ تعالے کی نعمتوں کا اخلاص کے ساتھ شکر کرتے ہیں۔ تو کافروں کو

اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔
اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ۔ کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ ہم نے بنائی زمین حرم پناہ والی اور اچک لیے جاتے ہیں اس کے گرد کے لوگ تو کیا باطل کے ساتھ ہی ایمان رکھتے اور اللہ کی دی ہوئی نعمت سے ناشکری کرتے ہیں۔

یعنی اہل مکہ نے یہ نہ دیکھا کہ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا کے مطابق اہل حرم سکان مکہ معظمہ امن میں رہتے ہیں اور اس کے ماحول میں جو ہیں وہ قتل بھی کیے جاتے ہیں اور گرفتار بھی ہوتے ہیں مگر باوجود اس کے وہ بُت پرست ہیں جو بالکل باطل ہے اور نعمت سے مراد سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا پھر اسلام۔ اور مشرکین اس سے منکر ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ۔ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ترین ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں۔

یعنی اس سے زیادہ اظلم کون ہے جو اللہ کا شریک مانتے یا قرآن کریم اور نبی روف ورحیم کی تکذیب کرے تو یقیناً ایسے مشرک اور کافروں کا ٹھکانہ جہنم ہے اَلَیْسَ استفہام انکاری ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے

سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی جس نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم اسے ثواب کی راہ دکھائیں گے۔

حضرت سعد بن عبد اللہ فرماتے ہیں جو اقامت سنت میں سعی کرے گا ہم اسے جنت کی راہ دکھائینگے اور اللہ نیکوں کے ساتھ ہے یعنی ان کی نصرت ومدد فرماتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع سورۂ عنکبوت پ ۲۱

وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ
اور کیا ہے یہ دنیا کی زندگی مگر کھیل کود اور بے شک آخرت کا گھر ہی دار حیات ہے کاش وہ جانتے۔
اس میں دنیا کی زندگی کی حقارت کی طرف اشارہ ہے۔ آلوسی فرماتے ہیں وَكَیْفَ لَا وَالدُّنْیَا لَا تَزِنُ

عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ۔ اور کیوں نہیں جبکہ دنیا اللہ تعالٰی کے نزدیک مچھر کے پر کی حیثیت نہیں رکھتی۔
فَقَدْ اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَّا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ۔ ترمذی شریف میں ہے سہل بن سعد نے کہا کہ فرمایا سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر دنیا مچھر کے بازو کے برابر بھی اللہ کے نزدیک حقیقت رکھتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کی نہ پلائی جاتی۔
"مگر یہ کھیل کود ہے"۔ یَعْنِیْ اِلَّا كَمَا يَلْعَبُ بِهِ الصِّبْيَانُ يَجْتَمِعُوْنَ عَلَيْهِ وَيَبْتَهِجُوْنَ بِهٖ سَاعَةً ثُمَّ يَتَفَرَّقُوْنَ عَنْهُ۔ یعنی جیسے بچے کھیل کود میں جمع ہو جاتے ہیں اور اس سے خوش ہوتے ہیں تھوڑی دیر پھر اس سے علیحدہ ہو کر چلے جاتے ہیں۔ یہ حال حیات دنیا کا ہے۔
وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَوَانُ۔ اور بے شک آخرت کا گھر ہی حقیقی حیات کا گھر ہے۔
اِذْ لَا يَعْرِضُ الْمَوْتُ وَالْفَنَاءُ لِمَنْ فِيْهَا۔ اس لیے کہ آخرت کے گھر میں جو ہے اس پر موت اور فنا عارض نہیں ہوتی۔
حَيَوَان اصل میں حَيَيَان تھا۔ دوسری یے کو واؤ سے بدل دیا اور یہ بدلنا خلاف قیاس ہے۔
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ اَیْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ لَمَا اٰثَرُوْا عَلَيْهَا الدُّنْيَا الَّتِیْ اَصْلُهَا عَدَمُ الْحَيٰوةِ۔ یعنی کاش وہ سمجھتے کہ دنیا سے تعلق کیسا ہے اس لیے کہ دنیا کی اصل ہی عدم حیات ہے۔ اور اس کی ناپائیداری اس سے ثابت ہے کہ جب وہ دریائی سفر کرتے ہیں تو حیات و موت کی کشمکش میں آجاتے ہیں چنانچہ ارشاد باری ہے۔
فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ تو جب سوار ہوتے ہیں کشتی میں تو پکارتے ہیں اللہ کو خالص طور پر۔
يَعْنِیْ لَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يَدْعُوْنَ سِوَاهُ سُبْحٰنَهٗ لِعِلْمِهِمْ بِاَنَّهٗ لَا يَكْشِفُ الشَّدَائِدَ اِلَّا هُوَ عَزَّ وَجَلَّ۔ اس وقت سوائے اللہ عزوجل کے کوئی یاد نہیں رہتا اور اس کے سوا اور کسی کو نہیں پکارتے اس لیے کہ دل میں وہ سمجھتے ہیں کشف شدائد سوا اللہ عزوجل کوئی نہیں کر سکتا۔
فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَی الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ۔ تو جب ہم انہیں نجات دیتے ہیں خشکی کی طرف تو شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔
لِيَكْفُرُوْا بِمَا اٰتَيْنٰهُمْ وَلِيَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۔ یہاں لام بمعنی کے ہے یعنی تاکہ وہ کفر کریں ہماری دی ہوئی نعمتوں سے اور حیات دنیا میں متمتع رہیں تو عنقریب جان لیں گے۔

اَیْ یُشْرِکُوْنَ لِیَکُوْنُوْا کَافِرِیْنَ بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ نِّعْمَۃِ النَّجَاۃِ بِسَبَبِ شِرْکِھِمْ وَلِیَتَمَتَّعُوْا بِاجْتِمَاعِھِمْ عَلٰی عِبَادَۃِ الْاَصْنَامِ ۔ تاکہ وہ شرک کرکے کافر رہیں ہماری نعمتوں سے اپنے شرک کے سبب اور بت پرستی پر راضی رہ کر چند روزہ زندگی پوری کریں۔ پھر اس کے بعد عنقریب اس کی سزا بروز قیامت پائیں۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِھِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَۃِ اللّٰہِ یَکْفُرُوْنَ ۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے زمین حرم کو جائے امن بنایا اور اس کے گرد لوگ اچک لیے جاتے ہیں تو کیا باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں سے کفر کرتے ہیں۔

یعنی حرم پاک کو ایسا جائے امن بنایا کہ وہاں کے وحوش وطیور بھی مامون و محفوظ ہیں یہاں حرم سے مراد جائے حرم ہے یہ درحقیقت اس بات کا جواب ہے جو اہل مکہ نے حضور سے کی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ضحاک راوی ہیں جو آیہ کریمہ کا شان نزول ہے۔

اِنَّ اَھْلَ مَکَّۃَ قَالُوْا یَا مُحَمَّدُ مَا یَمْنَعُنَا اَنْ نَّدْخُلَ فِیْ دِیْنِکَ اِلَّا مَخَافَۃُ اَنْ یَّتَخَطَّفَنَا النَّاسُ لِقِلَّتِنَا وَالْعَرَبُ اَکْثَرُ مِنَّا فَمَتٰی بَلَغَھُمْ اِنَّا قَدْ دَخَلْنَا فِیْ دِیْنِکَ اُخْتُطِفْنَا فَکُنَّا اُکْلَۃَ رَاْسٍ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی ۔ مکہ والوں نے حضور سے عرض کیا ہمیں آپ کے دین میں کوئی وجہ مانع نہیں مگر صرف یہ خوف ہے کہ ہم قلیل ہیں اور عرب کافی ہیں تو جب انہیں خبر پہنچے گی کہ ہم آپ کے دین میں داخل ہو گئے ہیں تو وہ ہمیں اچک لیں گے اور ہلاک وقتل کر دیں گے۔

اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ تم ایسی امن والی زمین پاک میں ہو جہاں تم اور وحوش وطیور اور سبزہ گھاس بھی محفوظ ہے پھر تمہارا یہ خوف لغو ہے۔

تو پھر یہ جانتے ہوئے بھی باطل یعنی بتوں کے اوپر ایمان لاتے اور اللہ تعالے پر کفران نعمت کرتے ہو اور شرک میں مبتلا ہو۔ پھر ارشاد ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَہٗ اَلَیْسَ فِیْ جَھَنَّمَ مَثْوًی لِّلْکٰفِرِیْنَ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔ اور کون اس سے زیادہ ظالم ہے جو افتراء باندھے اللہ پر جھوٹا یا جھٹلائے حق کو جب وہ ان کے پاس آئے کیا ان کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں جو کافر ہیں اور جو کوشش کریں ہمارے دین میں ضرور ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت فرمائیں گے اور بے شک اللہ ضرور نیکوں کے ساتھ ہے۔

یعنی اللہ تعالے پر افتراء کرنا اور کہنا کہ اس جیسا اور بھی ہے یہ جھوٹ اور افتراء ہے اور اللہ پر جھوٹ افتراء کرنے والا ظالم ترین ہے اور ظاہر ہے ایسے لوگوں کا مثوی یعنی ٹھکانہ جہنم ہے۔

اور جو اللہ کی راہ میں کوشش کرے اور حق پر قائم رہے اس کے لیے وعدہ فرمایا گیا کہ ہم اسے اپنی راہیں دکھائیں گے جن کے ذریعہ ہماری جناب تک وہ پہنچ سکے بعض نے اس کے معنی کیے۔
اَلْمُرَادُ لَنَزِيْدَنَّهُمْ هِدَايَةً اِلٰى سُبُلِ الْخَيْرِ وَتَوْفِيْقًا لِسُلُوْكِهَا فَاِنَّ الْجِهَادَ هِدَايَةٌ اَوْ مُرَتَّبٌ عَلَيْهَا وَقَدْ قَالَ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى۔

اور حدیث میں ہے۔ مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔

سدّی کہتے ہیں۔ اَلْمَعْنٰى وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا بِالثَّبَاتِ عَلَى الْاِيْمَانِ لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اِلَى الْجَنَّةِ۔

ایک قول ہے۔ اَلْمَعْنٰى وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِى الْغَزْوِ لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَ الشَّهَادَةِ وَالْمَغْفِرَةِ۔

اور اللہ تعالےٰ نکوکاروں کے ساتھ ہے جس کا یہ فائدہ ہوگا کہ ان کی نصرت واعانت نیکوں کے ساتھ ہے۔
اس سورۃ مبارکہ کے ختم پر وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ فرمایا گیا اور شروع اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۔سے فرمایا۔ اس میں تلمیحًا و اسطر عقدہے موحدین کے لیے۔

سُوْرَةُ الرُّوْم

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ روم۔ پ ۲۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝	الٓمّٓ۔ رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور وہ اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔
فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝	چند سال میں حکم اللہ کا ہے آگے اور پیچھے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے۔
بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝	اللہ مددگار ہے اور وہ مدد کردیتا ہے جس کی چاہے اور وہی عزت والا مہربان ہے۔
وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝	یہ اللہ کا وعدہ ہے وہ خلاف نہیں کرتا اپنا وعدہ لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے۔

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝

وہ جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی ظاہری زندگی دنیا کی اور وہ آخرت سے غافل ہیں۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝

کیا وہ نہیں سوچتے کہ اللہ نے ہی پیدا فرمائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے مگر حق اور ایک مقررہ میعاد سے اور بے شک بہت سے لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر ہیں۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

اور کیا انہوں نے زمین کی سیر نہ کی کہ دیکھتے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا وہ ان سے زیادہ تھے قوت میں اور انہوں نے زمین جوتی اور آباد کی ان کی آبادی سے زیادہ اور ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر رسول آئے تو نہ تھا اللہ ان پر ظلم کرنے والا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

پھر جنہوں نے برائی کی ان کا انجام برائی سے ہوا کہ اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور ان سے تمسخر کرتے تھے۔

لفظی ترجمہ

الٓمّٓ	غُلِبَتِ ۔ مغلوب ہوگئے	الرُّوْمُ ۔ رومی	فِیْ ۔ بیچ
اَدْنَی ۔ قریب کی	الْاَرْضِ ۔ زمین کے	وَ ۔ اور	هُمْ ۔ وہ
مِنْ بَعْدِ ۔ بعد	غَلَبِهِمْ ۔ اپنے مغلوب ہونے کے	سَيَغْلِبُوْنَ ۔ جلدی غالب آجائیں گے	
فِیْ ۔ بیچ	بِضْعِ ۔ چند	سِنِيْنَ ۔ سالوں کے	لِلّٰهِ ۔ اللہ ہی کا
الْاَمْرُ ۔ حکم ہے	مِنْ قَبْلُ ۔ پہلے بھی	وَ ۔ اور	مِنْ بَعْدُ ۔ پیچھے بھی
وَ ۔ اور	يَوْمَئِذٍ ۔ اس دن	يَّفْرَحُ ۔ خوش ہوں گے	الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ مومن
بِنَصْرِ ۔ مدد	اللّٰهِ ۔ اللہ کی سے	يَنْصُرُ ۔ مدد دیتا ہے	مَنْ ۔ جسے
يَّشَآءُ ۔ چاہے	وَ ۔ اور	هُوَ ۔ وہ	الْعَزِيْزُ ۔ غالب

الرَّحِیْمُ۔ مہربان ہے	وَعْدَ۔ وعدہ ہے	اللّٰہِ۔ اللہ کا	لَا۔ نہیں
یُخْلِفُ۔ خلاف کرتا	اللّٰہُ۔ اللہ	وَعْدَہٗ۔ اپنے وعدے کا	وَ۔ اور
لٰکِنَّ۔ لیکن	اَکْثَرَ۔ اکثر	النَّاسِ۔ لوگ	لَا۔ نہیں
یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے ہیں	ظَاهِرًا۔ ظاہری	مِّنَ الْحَیٰوۃِ۔ زندگی
الدُّنْیَا۔ دنیا کی	وَ۔ اور	هُمْ۔ وہ	عَنِ الْاٰخِرَۃِ۔ آخرت سے
هُمْ۔ وہ	غٰفِلُوْنَ۔ غافل ہیں	اَوَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ
یَتَفَکَّرُوْا۔ سوچا انہوں نے	فِیْ۔ بیچ	اَنْفُسِهِمْ۔ اپنی جانوں کے	مَا۔ نہیں
خَلَقَ۔ پیدا کیا	اللّٰہُ۔ اللہ نے	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور
الْاَرْضَ۔ زمین کو	وَ۔ اور	مَا۔ جو	بَیْنَهُمَا۔ انکے درمیان ہے
اِلَّا۔ مگر	بِالْحَقِّ۔ ساتھ حق کے	وَ۔ اور	اَجَلٍ۔ مدت
مُّسَمًّى۔ مقرر	وَ۔ اور	اِنَّ۔ بیشک	کَثِیْرًا۔ بہت سے
مِّنَ النَّاسِ۔ لوگ	بِلِقَآئِ۔ ملاقات	رَبِّهِمْ۔ اپنے رب سے	لَکٰفِرُوْنَ۔ منکر ہیں
اَوَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	یَسِیْرُوْا۔ پھرے وہ	فِیْ۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے	فَیَنْظُرُوْا۔ کہ دیکھتے	کَیْفَ۔ کیسا	کَانَ۔ ہوا
عَاقِبَۃُ۔ انجام	الَّذِیْنَ۔ انکا جو	مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ان سے پہلے تھے	کَانُوْٓا۔ وہ
اَشَدَّ۔ زیادہ تھے	مِنْهُمْ۔ ان سے	قُوَّۃً۔ طاقت میں	وَّ۔ اور
اَثَارُوا۔ جوتا انہوں نے	الْاَرْضَ۔ زمین کو	وَ۔ اور	عَمَرُوْهَا۔ آباد کیا اسکو
اَکْثَرَ۔ زیادہ	مِمَّا۔ اس سے جو	عَمَرُوْ۔ آباد کیا انہوں نے	هَا۔ اس کو
وَ۔ اور	جَآءَتْهُمْ۔ آئے انکے پاس	رُسُلُهُمْ۔ انکے رسول	بِالْبَیِّنٰتِ۔ دلائل لے کر
فَمَا۔ تو نہیں	کَانَ۔ تھا	اللّٰہُ۔ اللہ	لِیَظْلِمَهُمْ۔ کہ ظلم کرتا ان پر
وَ۔ اور	لٰکِنْ۔ لیکن	کَانُوْٓا۔ تھے	اَنْفُسَهُمْ۔ اپنی جانوں پر
یَظْلِمُوْنَ۔ ظلم کرتے	ثُمَّ۔ پھر	کَانَ۔ ہوا	عَاقِبَۃَ۔ انجام
الَّذِیْنَ۔ ان کا جنہوں نے	اَسَآءُوا۔ برائی کی	السُّوْٓاٰی۔ برا	اَنْ۔ یہ کہ
کَذَّبُوْا۔ جھٹلایا	بِاٰیٰتِ۔ آیتوں	اللّٰہِ۔ اللہ کی کو	وَ۔ اور
کَانُوْا۔ تھے	بِهَا۔ ان سے	یَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ٹھٹھا کرتے۔	

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع۔ سورۂ روم۔ پ ۲۱

سورہ روم مکیہ ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابن عطیہ وغیرہ سے مروی ہے لَا خِلَافَ فِیْ مَکِّیَّتِهَا وَلَمْ یَسْتَثْنُوْا مِنْهَا شَیْئًا۔ بلا خلاف یہ سورۃ مبارکہ مکیہ ہے اور اس میں کسی آیت کا بھی استثناء نہیں کیا گیا۔

حسن فرماتے ہیں هِیَ مَکِّیَّةٌ اِلَّا قَوْلُهٗ تَعَالٰی فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَهُوَ خِلَافُ مَذْهَبِ الْجُمْهُوْرِ وَالتَّفْسِیْرُ لِلْمُرْتَضٰی۔ یہ سورۃ مکیہ ہے مگر آیت فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ الاٰیۃ لیکن یہ قول خلاف مذہب جمہور اور مستند تفاسیر کے ہے۔

اور اس کی آیتیں ساٹھ ہیں اور بعض کے نزدیک انسٹھ آیات ہیں۔

اور سابقہ سورہ عنکبوت سے اس کا اتصال بقول جلال الدین سیوطی اس حکمت سے ہے کہ اس کے آخر میں وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ آیا ہے۔

اور اس سورۃ مبارکہ میں شروع نصاری اہل کتاب پر مومنین کو نصرت کا وعدہ دیا ہے اور مومنین کو فرح و سرور اس وعدہ سے ہوا اس لیے کہ دولت اہل جہاد کے لیے ہے دین و دنیا کی۔

اس سورۃ مبارکہ میں ۶ رکوع۔ ۶۰ آیتیں، تین ہزار پانچ سو چونتیس حرف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ۔ الف۔ لام میم۔ مغلوب ہوگا روم۔

روم کی تحقیق پر آلوسی فرماتے ہیں هِیَ قَبِیْلَةٌ عَظِیْمَةٌ مِنْ وُلْدِ رُوْمِیِّ بْنِ یُوْنَانَ بْنِ عَلْجَانَ بْنِ یَافِثَ بْنِ نُوْحٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ روم ایک زبردست قبیلہ ہے اولاد رومی بن یونان بن علجان بن یافث بن نوح علیہ السلام کا۔

اور ایک قول ہے مِنْ وُلْدِ یَافَانَ بْنِ یَافِثَ۔ یہ قبیلہ اولاد یافان بن یافث سے تھا۔

اور ایک قول ہے مِنْ اَوْلَادِ رَعْوِیْلَ بْنِ عِیْصِ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ یہ قبیلہ اولاد رعویل بن عیص بن اسحق بن ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔

اور جوہری کہتے ہیں مِنْ وُلْدِ رُوْمِ بْنِ عِیْصِ الْمُذَکُوْرِ۔ یہ قبیلہ روم بن عیص سے تھا۔

خلاصہ تفسیر۔ رکوع اول۔ سورۃ روم۔ پ۲۱

الٓمّٓ۔ یہ ابتداء سورت کے حروف مقطعات ہیں۔ ان کی تشریح اول آچکی ہے۔ یہاں دوسری تصریح مناسبت مضمون سورۃ سے یہ ہے کہ الف سے مراد اسلام اور لام سے مراد اہل کتاب اور میم ان کا مغلوب ہونا ظاہر فرمایا گیا۔ گویا اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگرچہ فی الحال رومی ایرانیوں سے مغلوب ہو گئے ہیں لیکن بالآخر رومی ایرانیوں پر غالب آئیں گے اور پھر مسلمان رومیوں اور ایرانیوں دونوں پر غالب آئیں گے
غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ

فارس اور روم کے مابین جنگ تھی اور چونکہ اہل فارس مجوسی تھے اس لیے مشرکین عرب ان کا غالب ہونا پسند کرتے تھے۔

اور رومی اہل کتاب تھے مسلمان ان کا غلبہ پسند کرتے تھے۔

خسرو پرویز فارس کا تاجدار تھا اس نے رومیوں پر لشکر کشی کی اور قیصر روم جسے ہرقل کہتے تھے اور انگریز مورخ ہرکلوس لکھتے ہیں اس نے بھی لشکر دفاع کے لیے بھیجا۔

یہ لشکر سرزمین شام کے قریب مقابل ہوئے مختصر یہ کہ اہل فارس ان پر غالب ہوئے مسلمان یہ خبر سن کر غمگین ہوئے اور کفار مکہ بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم بھی اہل کتاب اور نصاری بھی اہل کتاب تم دونوں مذہبی بھائی ہو۔ اور ہم بھی امی اور اہل فارس بھی امی لہذا وہ ہمارے بھائی ہیں۔

چونکہ اہل فارس ہمارے بھائی کتابیوں پر غالب ہوئے تو جب ہماری جنگ ہو گی تو ہم بھی یقیناً تم پر غالب ہوں گے۔

اس پر یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں ان میں خبر دی گئی کہ چند سال گذرتے ہیں کہ رومی اہل فارس پر غالب آجائیں گے۔ تو یہ آیتیں سن کر

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ میں اعلان فرمادیا کہ خدا کی قسم رومی ضرور اہل فارس پر غلبہ پائیں گے اے مکہ والو تم اس نتیجہ جنگ سے خوش نہ ہو ہمیں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔

اس پر ابی بن خلف آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور سو سو اونٹ کی شرط ٹھہرانے لگا۔

آپ نے فیصلہ فرمایا کہ اگر نو سال میں اہل فارس غالب آجائیں تو ہمارے ذمہ ہو گا کہ ہم ابی کو سو اونٹ

دیں گے اور اگر رومی فارس پر غالب آجائیں تو ابیؓ کے ذمہ ہوگا کہ وہ حضرت صدیق کو سو اونٹ دے۔

یہ وہی سٹہ تھا جس پر آج لندن کے نرخ پر شرطیں کر کے لاکھوں روپیہ ادھر ادھر ہوجاتا ہے۔ اس وقت تک اس کی حرمت کا حکم نہ تھا۔ بعد میں عقود فاسدہ ربوا وغیرہ حرام ہوگیا۔

بعض ائمہ مثل امام ہمام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما اس طرف ہیں کہ اس قسم کے عقود حربی کفار وغیرہم کے ساتھ جائز ہیں اور اسی واقعہ کو اس کی علت پر دلیل لاتے ہیں۔

چنانچہ سات سال بعد یہ پیشگوئی صحیح ہوگئی اور صلح حدیبیہ یا بدر کے دن رومی اہل فارس پر غالب آگئے اور رومیوں نے مدائن میں اپنے گھوڑے باندھ دیے۔ اور عراق میں رومیہ نامی ایک شہر کی بنا رکھ دی۔

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شرط کے سو اونٹ ابیؓ کی اولاد سے وصول کر لیے اس لیے کہ اس مدت کے پورے ہونے سے پہلے ابیؓ مر چکا تھا۔

پھر حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو حکم دیا کہ یہ شرط کے حاصل کیے ہوئے اونٹ صدقہ کر دیں تو آپ نے صدقہ کر دیے۔

اس پیشگوئی کو حضور علیہ السلام کی تصدیق نبوت پر بین دلیل کہا گیا جو قرآن اور سید انام کی مصدق ہیں۔

(خازن۔ مدارک)

فِیْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ۔ پاس کی زمین میں۔

یعنی شام کی اس سرزمین میں جو فارس کے قریب ہے

وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ۔ اور وہ اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند سال میں۔

عربی میں بضع کا اطلاق نو برس پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس نو سال کی مدت کے اندر ساتویں ہی برس رومی غالب آگئے اور فارس مغلوب ہوگئے۔

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ۔ اللہ کا ہی حکم ہے پہلا اور بعد کا۔

یعنی رومیوں کے غلبہ سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی حکم الٰہی کا ہی ظہور تھا۔

اہل فارس کا غلبہ بھی بحکم الٰہی تھا اور اہل روم کا پھر غلبہ یہ دونوں بحکم الٰہی تھے جو قضا و قدر کے ماتحت ہیں۔

گویا اس قادر و قیوم نے اول فارسیوں کو غالب کیا اور اسی نے کتابیوں کو ان پر غالب فرمایا۔ یوم بدر میں مسلمانوں کو مشرکوں پر اور اہل فارس پر غلبہ دے کر۔

وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ۔ اس دن ایمان والے خوش ہیں اللہ کی مدد سے۔

يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۔ وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی عزت والا مہربان ہے
چنانچہ مسلمانوں کو اس دن فرح و سرور بخشا۔
وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ اللہ کا وعدہ ہے اور وہ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔
چنانچہ جو اس نے وعدہ کیا اسے پورا فرمایا مگر جاہل لوگ اس کی حکمتوں سے بے خبر ہیں۔
يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۔ وہ تو ظاہری زندگی دنیا کو جانتے ہیں اور آخرت سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔
یعنی ان کی نظر میں صرف اور صرف دنیا کی زندگی ہے اور بعث و نشر سے اتنے بے خبر ہیں کہ اسے جانتے بھی نہیں چنانچہ ارشاد ہے۔
اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ مَّا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۔ کیا انہوں نے غور و فکر اپنے جی میں نہ کیا کہ اللہ نے ہی پیدا نہ کیے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے اللہ تعالے نے عبث اور باطل نہیں بنائی ان کی تخلیق میں بے شمار حکمتیں ہیں اور یہ سب کچھ ہمیشہ کے لیے نہیں بنایا بلکہ ایک مدت معین کر دی ہے جب وہ مدت پوری ہو جائے گی تو یہ سب کچھ فنا ہوں گے اور وہ مدت قیامت کے قائم ہونے تک ہے اور یہ کافر اسے کیا سمجھیں یہ تو بعث بعد الموت پر بھی ایمان نہیں رکھتے۔ پھر ارشاد ہوا۔
اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَا اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۔ اور کیا انہوں نے زمین میں سیر نہ کی کہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے زیادہ زوردار اور طاقتور تھے اور زمین جوت کر انہوں نے آباد کی ان سے زیادہ زمینیں اور ان کے پاس رسول آئے روشن نشانیاں لے کر تو اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔
یعنی وہ قوم ان سے پہلے گذر چکی جو ان سے زیادہ دنیاوی معاملات میں ترقی کر چکی تھی۔ انہوں نے ان سے زیادہ زمینیں آباد کیں اور ان سے زیادہ قوت والی تھیں اور جب ان کے پاس ہمارے رسول نشانیاں لے کر آئے تو اپنی عقل کج خرام سے ان کی تکذیب پر اتر آئے آخر اسی تکذیب کی سزا میں ہلاک کیے گئے ان کے اجڑے دیار اور ان کی بربادی کے آثار دیکھنے والوں کے لیے موجب عبرت ہیں اور یہ

ان کے کیے کی سزا ہے جیسا انہوں نے کیا ویسا ہی بدلہ پایا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ظلم ہو سکتا ہے نہ اس نے ظلم کیا بلکہ انہوں نے اپنی جانوں پر بداعمالی کر کے ظلم کیا اس کی سزا پائی۔ اور وہ ہلاک ہوئے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ پھر جنہوں نے حد بھر کی برائی کی ان کا انجام یہ ہوا کہ اللہ کی آیتیں جھٹلانے لگے اور ان کے ساتھ وہ تمسخر کیا کرتے تھے۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع۔ سورۃ روم۔ پ ۲۱

الٓمّٓ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ۔ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ

الف۔ لام۔ میم اس کی تصریح اول آچکی ہے۔ علامہ آلوسی باب الاشارات میں فرماتے ہیں اَلْاَلِفُ اِشَارَةٌ اِلَى اُلْفَةِ طَبْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاللَّامُ اِلَى اللُّؤْمِ طَبْعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمِيْمُ اِلَى مَغْفِرَةِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

یعنی روم مغلوب کیے جائیں گے فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ لِأَنَّ اَقْرَبِهَا۔ قریب کی زمین میں اور وہ یعنی روم اس مغلوبیت کے بعد فارس پر عنقریب غالب ہوں گے، چند سالوں میں۔

غُلِبَتِ الرُّوْمُ۔ اس پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں هِيَ قَبِيْلَةٌ عَظِيْمَةٌ مِّنْ وُّلْدِ رُوْمِيِّ بْنِ يُوْنَانَ بْنِ عَلْجَانَ بْنِ يَافِثَ بْنِ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ رومی ایک بہت بڑے قبیلے کا نام ہے جو رومی بن یونان بن علجان بن یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔

وَقِيْلَ مِنْ وُّلْدِ رَعْوِيْلَ بْنِ عِيْصِ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ ایک قول ہے کہ یہ اولاد رعویل بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام سے تھا۔

وَقِيْلَ مِنْ وُّلْدِ يَافَانَ بْنِ يَافِثَ۔ ایک قول ہے کہ وہ یافان بن یافث کی اولاد سے ہے۔

وَقَالَ الْجَوْهَرِيُّ مِنْ وُّلْدِ رُوْمِ بْنِ عِيْصٍ۔ جوہری کی تحقیق میں وہ اولاد روم بن عیص سے ہے۔

صَادَفَتْ لَهَا وَاقِعَةٌ مَّعَ فَارِسَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَتْهَا وَقَهَرَتْهَا فَارِسُ۔ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں فارس سے ان کا مقابلہ ہوا تو ان پر فارس غالب ہوا اور یہ مغلوب ہو گئے تھے۔

فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ۔ اَيْ اَقْرَبِهَا وَالْمُرَادُ بِالْاَرْضِ اَرْضُ الرُّوْمِ۔ اَدْنَى الْاَرْضِ سے مراد قریب کی زمین ہے اور وہ ارض روم ہے۔

وَقَدْ جَاءَ مِنْ طُرُقٍ عَدِيْدَةٍ اِنَّ الْحَرْبَ وَقَعَ بَيْنَ اَذْرُعَاتٍ وَّ بُصْرٰى. متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ اذرعات اور بصری کے مابین واقع ہوئی تھی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالسُّدِّيُّ بِالْاُرْدُنِ وَفَلَسْطِيْنَ۔ ابن عباس اور سدی کہتے ہیں یہ جنگ اردن اور فلسطین میں ہوئی۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ بِالْجَزِيْرَةِ يَعْنِي الْجَزِيْرَةَ الْعُمَرِيَّةَ لَا جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ۔ مجاہد کہتے ہیں یہ جنگ جزیرہ عمریہ میں ہوئی تھی نہ کہ جزیرۂ عرب میں۔

ابن حجر مکی پہلے قول کو صحیح فرماتے ہیں۔

وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ اور وہ یعنی روم والے فارس کے غلبہ کے بعد فارس پر غالب آئیں گے۔

فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ۔ چند سالوں میں۔

وَالْبِضْعُ مَا بَيْنَ الثَّلَاثِ اِلَى الْعَشْرِ۔ بضع کے متعلق آلوسی فرماتے ہیں یہ تین سے دس سال کے لیے مستعمل ہوتا ہے بقول اصمعی۔

اور مجمل میں ہے مَا بَيْنَ الْوَاحِدِ اِلَى التِّسْعَةِ۔ ایک سے نو تک کو بضع کہتے ہیں۔

وَقَالَ الْمُبَرِّدُ مَا بَيْنَ الْعَقْدَيْنِ فِيْ جَمِيْعِ الْاَعْدَادِ۔ مبرد کہتے ہیں تمام دہائیوں میں دو عددوں کے مابین کو بضع کہتے ہیں۔

اس کا واقعہ نزول اس طرح ہے

رُوِيَ اَنَّ فَارِسَ غَزَوُا الرُّوْمَ فَوَافَوْهُمْ بِاَذْرُعَاتٍ وَّ بُصْرٰى فَغَلَبُوْا عَلَيْهِمْ فَبَلَغَ ذَالِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهٗ وَهُمْ بِمَكَّةَ فَشَقَّ ذَالِكَ عَلَيْهِمْ وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ اَنْ يَّظْهَرَ الْاُمِّيُّوْنَ مِنَ الْمَجُوْسِ عَلٰى اَهْلِ الْكِتَابِ مِنَ الرُّوْمِ وَفَرِحَ الْكُفَّارُ بِمَكَّةَ وَشَمِتُوْا فَلَقُوْا اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّكُمْ اَهْلُ كِتَابٍ وَالنَّصَارٰى اَهْلُ كِتَابٍ وَّ نَحْنُ اُمِّيُّوْنَ وَقَدْ ظَهَرَ اِخْوَانُنَا مِنْ اَهْلِ فَارِسَ عَلٰى اِخْوَانِكُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَاِنَّكُمْ اِنْ قَاتَلْتُمُوْنَا لَنَظْهَرَنَّ عَلَيْكُمْ اَبْيَنَةً فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ الْاٰيَاتِ۔

روایت ہے کہ فارس نے رومیوں پر چڑھائی کی اور وہ اذرعات و بصری تک پہنچ گئے اور رومیوں پر غالب آ گئے اس واقعہ کی اطلاع جب حضور اور اصحاب کرام تک پہنچی اور یہ سب مکہ معظمہ میں تھے تو یہ خبر صحابہ کرام کو شاق معلوم ہوئی اور حضور سید عالم بھی اسے پسند نہ فرماتے تھے کہ امی یعنی اہل فارس جو مجوسی ہیں وہ اہل کتاب پر غالب آئیں اور اس خبر سے مشرکین مکہ خوش ہوئے اور طعنہ دینے لگے مسلمانوں کو تو یہ حضور کے

اصحاب سے ملے اور بولے تم اہل کتاب اور نصاریٰ بھی اہل کتاب۔
اس وقت ہمارے بھائی جو اہل فارس ہیں تمہارے بھائی اہل کتاب پر غالب آ گئے ہیں۔ اور اگر تم ہمارے ساتھ مقاتلہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں تم پر فتحیاب فرمائے گا۔ تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا

الٓمّٓ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ الخ

فَخَرَجَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَی الْکُفَّارِ فَقَالَ اَفَرِحْتُمْ بِظُهُوْرِ اِخْوَانِکُمْ عَلٰی اِخْوَانِنَا فَلَا تَفْرَحُوْا وَلَا یُقِرَّنَّ اللّٰهُ عَیْنَکُمْ فَوَاللّٰهِ لَیَظْهَرَنَّ الرُّوْمُ عَلٰی فَارِسَ اَخْبَرَنَا بِذٰلِكَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کفار کی طرف تشریف لائے اور فرمایا کیا تم اپنے مشرک بھائیوں کی فتح پر خوش ہو کہ ہمارے بھائیوں پر وہ غالب آ گئے ہیں تو میں تمہیں کہتا ہوں کہ اس پر نہ اتراؤ اللہ تعالیٰ اس فتح پر تمہاری آنکھیں ٹھنڈی نہ کرے گا قسم بخدا عنقریب رومی فارس پر فتحیاب ہوں گے یہ غیبی اطلاع ہمیں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ یہ سنکر

فَقَامَ اِلَیْهِ اُبَیُّ بْنُ خَلَفٍ فَقَالَ کَذَبْتَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْبَکْرٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنْتَ اَکْذَبُ یَا عَدُوَّ اللّٰهِ تَعَالٰی اُنَاحِبُكَ عَشْرَ قَلَائِصَ مِنِّیْ وَعَشْرَ قَلَائِصَ مِنْكَ۔ فَاِنْ ظَهَرَتِ الرُّوْمُ عَلٰی فَارِسَ غَرِمْتَ وَاِنْ ظَهَرَتْ فَارِسُ غَرِمْتُ اِلٰی ثَلَاثِ سِنِیْنَ فَنَاحَبَهٗ۔

آپ کی طرف ابی بن خلف کھڑا ہو کر بولا آپ غلط کہتے ہیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو بڑا جھوٹ بولنے والا ہے اور اللہ کا دشمن ہے آ میں دس اونٹ اپنی طرف سے شرط رکھتا ہوں اور دس تو اپنی طرف سے رکھدے۔ اگر روم فارس پر تین سال تک غالب آ گیا تو تیرے دس اونٹ میں لے لوں گا اور فارس رومیوں پر غالب آ گیا تو میرے دس اونٹ تیرے ہو جائیں گے۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہو گیا۔

ثُمَّ جَاءَ اَبُوْبَکْرٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَا هٰکَذَا ذَکَرْتُ اِنَّمَا الْبِضْعُ مَا بَیْنَ الثَّلَاثِ اِلَی التِّسْعِ فَزَایِدْهُ فِی الْخَطَرِ وَمَادِّهٖ فِی الْاَجَلِ۔

پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حضور کی خدمت میں حاضر آئے اور جو گفتگو ابی بن خلف سے ہوئی تھی وہ سنائی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدیق تین سال نہیں اس لیے کہ بضع کا اطلاق تین سے نو تک ہوتا ہے لہذا مدت میں زیادتی کر لو اور اس پر یہ شرط کر لو۔

فَخَرَجَ اَبُوْبَکْرٍ فَلَقِیَ اُبَیًّا فَقَالَ لَعَلَّكَ نَدِمْتَ قَالَ لَا تَعَالَ اُزَایِدُكَ فِی الْخَطَرِ وَاُمَادُّكَ فِی الْاَجَلِ فَاجْعَلْهَا مِائَةَ قَلُوْصٍ اِلٰی تِسْعِ سِنِیْنَ۔

تو حضرت صدیق ابی بن خلف کی طرف پھر تشریف لے گئے تو ابی کہنے لگا شاید آپ اپنے عہد سے نادم ہیں آپ نے فرمایا نہیں بلکہ آؤ ہم زیادہ اونٹوں کی شرط کرتے ہیں یعنی سو سو اونٹ نو سال تک۔

فَقَالَ مَنْ فَعَلْتُ فَلَمَّا اَرَادَ اَبُوْبَکْرٍ الْھِجْرَۃَ طَلَبَ مِنْہُ اُبَیٌّ کَفِیْلًا فَاَعْطَاہُ کَفِیْلًا بِالْخَطَرِ اِنْ غَلَبَ فَکَفَلَ بِہٖ ابْنُہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَلَمَّا اَرَادَ الْخُرُوْجَ اِلٰی اُحُدٍ طَلَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بِالْکَفِیْلِ فَاَعْطَاہُ کَفِیْلًا وَمَاتَ اُبَیٌّ مِنْ جُرْحٍ جَرَحَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَظَھَرَتِ الرُّوْمُ عَلٰی فَارِسَ لَمَّا دَخَلَتِ السَّنَۃُ السَّابِعَۃُ۔

ابی بولا مجھے منظور ہے تو جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کے ارادہ سے مدینہ روانہ ہونے لگے تو ابی بن خلف نے ضمانتی طلب کیا آپ نے ضمانت عبد الرحمن اپنے بیٹے کی دیدی تو جب ابی غزوہ احد کے لیے نکلا تو حضرت عبد الرحمن نے اس سے ضمانت مانگی اس نے بھی ضمانت دیدی اور حضور کے ہاتھ سے وہ احد میں زخمی ہو کر مر گیا۔ پھر رومی ساتویں سال فارس پر غالب آگئے تو اس کے ورثاء نے ابوبکر صدیق کو سو اونٹ دیدیے۔

بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ رومی یوم حدیبیہ میں غالب آئے۔

اور ترمذی کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جب یوم بدر آیا تو اسی دن روم فارس پر فتحیاب ہوئے اور حضرت صدیق شرط کے اونٹ لیکر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو

فَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تَصَدَّقْ بِہٖ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ یہ سب اونٹ صدقہ کر دو۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اونٹ کس لیے صدقہ کیے گئے۔؟ اگر یہ شرط قبل تحریم قمار تھی کہ جائز تھی اور چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اور تحریم خمر اور میسر آخر نزول قرآن پر آئی تو یہ مال مشکوک بھی نہ تھا اور اگر بعد تحریم یہ شرط کی گئی تھی تو مال حرام کا صدقہ بھی جائز نہیں تھا۔

اگر کہا جائے کہ یہ مال حربی کا تھا اور عقود فاسدہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک حربی سے ہیں تو اس پر آلوسی فرماتے ہیں کہ حضور نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ یہ صدقہ کر دیے جائیں تو مال حلال کا صدقہ ہی ہوا۔

اور مسلک امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے مطابق عقود فاسدہ دار الحرب میں مسلمین و کفار کے مابین جائز ہیں۔ بنابریں اس کے حلال و مباح ہونے میں کوئی تامل نہیں بشرطیکہ وہ دار الحرب میں کسی حربی سے کیا جائے جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ابی بن خلف کے ساتھ کیا تھا۔ کما فی روح المعانی د

وتفسیر النسفی۔

خلاصہ یہ کہ یہ رومیوں کو فتح فارس پر سلطنت خسرو پرویز میں ہوئی۔ کما قال الآلوسی۔
وَكَانَتْ كِلْتَا الْغَلَبَتَيْنِ فِي سَلْطَنَةِ خُسْرُو پَرْوِيْز۔ اور یہ دونوں غلبے خسرو پرویز کے عہد میں ہوئے
چنانچہ صاحب روضۃ الصفا فرماتے ہیں اَنَّہٗ لَمَّا مَضٰى مِنْ سَلْطَنَةِ خُسْرُوْ اَرْبَعَةَ عَشَرَ سَنَةً غَدَرَ الرُّوْمِيُّوْنَ بِمَلِكِهِمْ وَقَتَلُوْهُ مَعَ اِبْنِهٖ بِنَاطُوْسَ وَهَرَبَ اِبْنُهُ الْاٰخَرُ اِلٰى خُسْرُوْ فَجَهَّزَ مَعَهٗ ثَلَاثَةَ رُؤَسَاءَ اُوْلِىْ قَدْرٍ رَفِيْعٍ مَعَ عَسْكَرٍ عَظِيْمٍ فَدَخَلُوْا بِلَادَ الشَّامِ وَفَلَسْطِيْنَ وَبَيْتَ الْمَقْدِسِ وَاَسَرُوْا مَنْ فِيْهَا مِنَ الْاَسَاقِفَةِ وَغَيْرِهِمْ وَاَرْسَلُوْا اِلٰى خُسْرُوْ الصَّلِيْبَ الَّذِىْ كَانَ مَدْفُوْنًا عِنْدَهُمْ فِى التَّابُوْتِ مِنْ ذَهَبٍ وَكَذٰلِكَ اِسْتَوْلَوْا عَلَى الْاِسْكَنْدَرِيَّةِ وَبِلَادِ النُّوْبَةِ اِلٰى اَنْ وَصَلُوْا اِلٰى نَوَاحِى الْقُسْطُنْطُنِيَّةِ وَاَكْثَرُوا الْخَرَابَ وَجَهَدُوْا عَلٰى اِطَاعَةِ الرُّوْمِيِّيْنَ لِاِبْنِ قَيْصَرَ فَلَمْ تَحْصُلْ۔

جبکہ سلطنت خسرو کو چودہ برس گذر گئے تو رومیوں نے ان کے ملک پر چڑھائی کی اور انہیں معہ اس کے بیٹے ناطوس کے قتل کر دیا اور دوسرا بیٹا خسرو کی طرف بھاگ گیا۔

پھر اس کے ساتھ تین رئیس بڑے معزز تیار ہوئے اور ایک بھاری لشکر کے ساتھ بلاد شام اور فلسطین اور بیت المقدس میں داخل ہوئے اور جتنے وہاں سردار تھے سب کو قید کر کے خسرو کی طرف بھیج دیے اور وہ صلیب جو سونے کے صندوق میں بند کر کے دفن کر رکھی تھی وہ بھی خسرو کی طرف بھیج دی حتیٰ کہ اسکندریہ اور بلاد نوبہ پر قبضہ کرتے کرتے نواحی قسطنطنیہ تک پہنچ گئے اور خوب جنگ رہی۔

اور رومیوں کے مطیع کرنے میں کافی جدوجہد کی گئی لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ رومیوں نے اس وقت ایک شخص کو اپنا حاکم بنا لیا تھا جس کا نام ہرقل تھا جسے انگریزی تواریخ میں ہرکلس کہتے ہیں یہ نہایت عادل اور خدا ترس تھا۔ اس نے جب فارس کی تخریبی کیفیت یہاں تک دیکھی کہ روم میں قتل و غارت عام ہونے لگا۔

تو یہ رویا اور بارگاہ الٰہی میں تخلیص روم کی دعا کی چنانچہ تیر دعا لنشانۂ اجابت پر لگا اور اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے آگے خسرو پا بجولاں لایا گیا ہے۔

اور اسے کوئی کہتا ہے کہ پرویز کے مقابلہ میں جلدی کر تجھے فتح و ظفر حاصل ہوگی چنانچہ ہرقل نے لشکر جمع کیا اور قسطنطنیہ سے نصیبین کی طرف روانہ ہوا جب خسرو نے سنا تو اس نے بھی بارہ ہزار کا لشکر جمع کیا جس میں اس کی قوم کے امرا بھی شامل تھے۔

پھر ہرقل نے ان سے مقابلہ کر کے ان کے نو ہزار لشکری اور رؤسا قتل کر دیے۔ بعض روایات سے یہ

بھی ثابت ہوتا ہے کہ رومیوں نے اپنے گھوڑے مدائن میں باندھ دیے۔

آلوسی فرماتے ہیں وَرَأَیْنَا فِی بَعْضِ الْکُتُبِ اَنَّ سَبَبَ ظُھُوْرِ الرُّوْمِ عَلٰی فَارِسَ اَنَّ کِسْرٰی بَعَثَ اِلٰی اَمِیْرِہٖ شَھْرِیَارْ وَھُوَ الَّذِیْ وَلَّاہُ عَلٰی مُحَارَبَۃِ الرُّوْمِ اَنِ اقْتُلْ اَخَاکَ فَرْخَانَ لِمَقَالَۃٍ قَالَھَا وَھُوَ قَوْلُہٗ لَقَدْ رَأَیْتُنِیْ جَالِسًا عَلٰی سَرِیْرِ کِسْرٰی فَلَمْ یَقْتُلْہُ فَبَعَثَ اِلٰی فَارِسَ اِنِّیْ قَدْ عَزَلْتُ شَھْرِیَارَ وَوَلَّیْتُ اَخَاہُ فَرْخَانَ فَاطَّلَعَ فَرْخَانُ عَلٰی حَقِیْقَۃِ الْحَالِ فَرَدَّ الْمُلْکَ اِلٰی اَخِیْہِ وَکَتَبَ شَھْرِیَارُ اِلٰی قَیْصَرَ مَلِکِ الرُّوْمِ فَتَعَاوَنَا عَلٰی کِسْرٰی فَغَلَبَتِ الرُّوْمُ فَارِسَ وَجَاءَ الْخَبَرُ فَفَرِحَ الْمُسْلِمُوْنَ وَکَانَ ذٰلِکَ مِنَ الْاٰیَاتِ الْبَیِّنَاتِ الْبَاھِرَۃِ الشَّاھِدَۃِ بِصِحَّۃِ النُّبُوَّۃِ وَکَوْنِ الْقُرْاٰنِ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ لِمَا فِیْ ذٰلِکَ مِنَ الْاِخْبَارِ عَنِ الْغَیْبِ الَّذِیْ لَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا اللّٰہُ تَعَالٰی الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۔

میں نے بعض کتابوں میں دیکھا کہ روم کے غلبہ کا سبب فارس پر یہ ہوا کہ کسرے نے اپنے امیر شہریار کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے بھائی فرخان کو قتل کر دے اور اسی وجہ میں اسے محاربہ روم پر والی حرب مقرر کیا تھا۔ تو اس نے چونکہ ایسا نہ کیا تو اس نے لشکر کو لکھا اور حکم دیا کہ میں شہریار کو معزول کر کے اس کے بھائی فرخان کو مقرر کرتا ہوں۔ فرخان نے اس واقعہ کی اطلاع شہریار کو دے دی۔

اس نے اپنے بھائی فرخان کو بھیجا اور قیصر روم کو لکھا کہ ہم تمہاری اعانت کریں گے چنانچہ اس طرح روم فارس پر غالب آگیا اور اس کی خبر جب مسلمانوں کو ملی تو وہ مسرور ہوئے۔

اس واقعہ میں آیات بینات سے باہر وظاہر مشاہدہ حضور کی صحت نبوت کا ہوا اور قرآن کریم کی پوری تصدیق ہوئی کہ وہ یقیناً اللہ تعالے کی طرف سے ہے اور اس میں اخبار بالغیب ایسی ایسی ہیں جنہیں سوا اللہ کے کوئی بالذات نہیں جانتا اور وہ علیم وخبیر ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔

اور اس کے بعد صحیح روایات سے ثابت ہے کہ رومی اکثر مسلمان ہوئے۔ روح المعانی

اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیۂ کریمہ دوبار نازل ہوئی۔

ایک بار مکہ معظمہ میں اور ایک بار یوم بدر میں۔

جیسا کہ ترمذی شریف میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ۔ اللہ کا ہی حکم ہے اول اور آخر۔

اس پر آلوسی فرماتے ہیں اَیْ مِنْ قَبْلِ ھٰذِہِ الْحَالَۃِ وَمِنْ بَعْدِھَا یعنی موجودہ حالت سے قبل بھی اللہ کا ہی حکم تھا اور موجودہ حال کے بعد بھی اللہ کا ہی حکم ہوگا۔

یعنی زمانہ متقدم اور زمانہ متاخر میں بہر حال حکم الٰہی نافذ و صادر ہے۔

وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۔ اس دن مومن خوش ہوں گے جب اللہ کی نصرت سے روم فارس پر غالب ہوگا وہ جس کی چاہے مدد کرے اور وہ غالب اور رحم کرنے والا ہے۔

وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اللہ کا وعدہ وہ ہے کہ وہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

اور وہ اپنے جہل کی وجہ میں اسکی شیون قدرت نہیں سمجھتے۔

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ وہ تو ظاہری حیات دنیا ہی کو جانتے ہیں۔

یعنی دنیا کی سجاوٹ اور اس کی لذتوں ہی کو سمجھتے ہیں کہ یہی سب کچھ ہے اور اسی پر مٹے ہوئے ہیں اور اسی کے لیے کوشاں ہیں۔

وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ۔ اور وہ آخرت کے درجات سے بالکل غافل ہیں۔

آخرت کا تو ان کے دل میں خیال ہی نہیں گذرتا اس کے ذہن میں صرف اور صرف حیات دنیا ہے سب کچھ ہی اسی کے عیش و عشرت پر مٹا ہوا ہے۔ چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى (یہ استفہام انکار و استقباح ہے) کیا وہ اپنے دل میں سوچتے نہیں کہ اللہ نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے یوں ہی بیدا نہ فرمائے مگر حق اور ایک مقررہ مدت کے لیے۔

جیسے دوسری جگہ ایمان والوں کی شان بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ وہ فکر و تدبر کرتے ہیں خلق سما و ارض میں اور کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے سب کچھ عبث پیدا نہ فرمایا۔ بلکہ اپنی حکمت کا اظہار اس کے ذریعہ فرمایا ہے۔

حق کی تعریف میں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ بِالْحَقِّ هُوَ الثَّابِتُ الَّذِيْ يَحِقُّ اَنْ يُّثْبَتَ لَا مُحَالَةَ۔ حق اس ثابت شئے کو کہتے ہیں جو موجب ثبوت ہو سکے۔

اور اَجَلٍ مُّسَمًّى کا عطف حق پر ہے یعنی ایک وقت معین کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں مقدر فرمایا کہ ان کی بقا اس وقت تک لازمی ہوگی اور وہ وقت معین قیامت ہے اور اس کے بعد يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ کا ظہور ہوگا۔

یعنی اس دن اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا اور آسمان لپیٹ لیے جائیں جیسا کہ

ارشاد ہے یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ۔

لیکن جو حضور الٰہی میں حاضر ہونا ہی نہ مانتے ہوں وہ اس اعتقاد پر کیسے رہ سکتے ہیں اسی پر میں ارشاد ہے وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآءِ رَبِّہِمْ لَکٰفِرُوْنَ۔ اور بے شک بہت آدمیوں سے ایسے ہیں کہ اللہ تعالے سے ملنے کے بھی منکر ہیں۔

یعنی مرنے کے بعد اٹھنے کو غلط سمجھتے ہیں اور بعث بعد الموت کو نہیں مانتے۔ حالانکہ وہ اس امر کے قائل ہیں کہ دنیا ابدی ہے نہ کہ قدیم جیسے فلاسفہ بھی ابدیت دنیا کے قائل ہیں انہیں تو بخار ارشاد ہے اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ کَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْہُمْ قُوَّۃً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْہَآ اَکْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْہَا وَجَآءَتْہُمْ رُسُلُہُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیَظْلِمَہُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ۔ کیا نہ سیر کی انہوں نے زمین میں تو دیکھتے کہ کیسا ہوا ان کا انجام جو ان سے پہلے تھے اور ان سے قوت میں سخت اور آبادی میں زیادہ اور زمین کاشت کرنے میں ان سے کہیں زیادہ قوی ان کے پاس رسول آئے دلائل و بینات کے ساتھ تو اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا میں جو ہمزہ ہے یہ انکار توبیخی ہے یا ابطالی ہے۔

تو اس کے معنی یہ ہوئے اِنَّہُمْ قَدْ سَارُوْا فِیْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَشَاھَدُوْا مِنَ الْاُمَمِ الْمُھْلَکَۃِ کَعَادٍ وَّثَمُوْدَ۔ وہ یقیناً اقطار ارض میں پھرے ہیں اور انہوں نے ہلاک شدہ قوموں کے انجام دیکھے ہیں عاد و ثمود کی آبادی کے کھنڈروں کا مشاہدہ کیا ہے اور انہیں معلوم ہے کہ وہ ان سے کہیں زیادہ حیات دنیاوی میں متمتع تھے

وَاَثَارُوا الْاَرْضَ۔ یعنی زراعت اور کاشتکاری میں بہت بلند ہمت تھے۔

بعض نے کہا کنوئیں کھودنے میں بہت طاقتور تھے۔

بعض نے کہا کانیں کھودنے میں بہت زور آور تھے۔

الوحیوۃ کہتے ہیں وَاَثَارُوا الْاَرْضَ اَیْ اَلْقَوْا فِیْہَا اٰثَارًا۔ یعنی زمین میں اپنی یادگاریں چھوڑ گئے۔

وَعَمَرُوْھَا۔ یعنی تعمیرات میں سب سے زیادہ تھے۔ آلوسی فرماتے ہیں اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَانُوْا قَبْلَہُمْ یَصْنَعُوْنَ الْعِمَارَاتِ مِنَ الزِّرَاعَۃِ وَالْغَرْسِ وَالْبِنَآءِ۔ یہ لوگ جو ان سے پہلے تھے اور فنون عمارت اور زراعت اور چاہ کنی اور تعمیر میں ان سے کہیں زیادہ دستگاہ رکھتے تھے۔

اور یہ اس اعتبار سے بھی صحیح ہے کہ اہل مکہ ان سے ہر صورت میں کمزور تھے اور وہ تو ایسی وادی کے

رہنے والے تھے جو غیر ذی ذرع ہے پھر انہیں اپنے دشمن کا ہر دم خطرہ تھا یخافون ان یتخطفھم الناس
اور ان میں بھی رسل کرام معجزات باہرہ اور آیات واضحہ کے ساتھ تشریف لائے لیکن انہوں نے انکو
جھٹلایا تو ہلاک کیے گئے۔

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ - يَعْنِي فَمَا كَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى شَانُهٗ لِيُهْلِكَهُمْ مِنْ غَيْرِ جُرْمٍ يَّسْتَدْعِيْهِ
مِنْ قِبَلِهِمْ - یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ ان پر ظلم کرے یعنی بلا ایسے جرم کے جو سزا کا موجب ہو۔
جسے ظلم کہا جائے۔ حالانکہ اہل سنت کے اعتقاد میں ہے کہ

اِنَّ اِهْلَاكَهٗ تَعَالٰى مِنْ غَيْرِ جُرْمٍ لَيْسَ مِنَ الظُّلْمِ فِيْ شَيْءٍ لِاَنَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ مَالِكُ الْمُلْكِ
يَفْعَلُ بِمِلْكِهٖ مَا يَشَاءُ - اللہ تعالے کا بغیر جرم ہلاک کرنا بھی ظلم نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہ عز و جل مالک
مطلق ہے اور مالک اپنی ملک میں جو چاہے کر سکتا ہے اسے ظلم نہیں کہا جا سکتا۔

تو یہاں فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ کمال نزاہت ذات واجب تعالے کے لیے ارشاد ہوا۔ اور
پھر وہ اقوام تو پہلے ہی مرتکب کبائر تھیں چنانچہ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ فرمایا گیا اور آگے ارشاد ہوا
ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ
پھر ہوا انجام ان کا برا برائی کے بدلے یہ کہ جھٹلایا انہوں نے آیات اللہ کو اور وہ اس کے ساتھ
استہزاء کرتے تھے۔

یعنی وہ سب سے بڑا گناہ یہ کرتے تھے کہ اللہ تعالے کی آیتوں کی تکذیب اور استہزاء کرتے تھے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع۔ سورۂ روم۔ پ ۲۱

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝	اللہ ہی ابتداً فرماتا ہے مخلوق کی پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا پھر اسی کی طرف لوٹو گے۔
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝	اور جس دن قیامت ہوگی تو مایوس ہوں گے مجرم لوگ۔
وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝	اور نہ ہوگا ان کے معبودوں میں سے کوئی سفارشی اور ہوں گے یہ بھی اپنے معبودوں سے منکر۔
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ	اور جس دن قیامت ہوگی اس دن سب جدا جدا

يَتَفَرَّقُوْنَ ۝
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ۝
وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ
مُحْضَرُوْنَ ۝
فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ
تُصْبِحُوْنَ ۝
وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ
عَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ
الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ
تُخْرَجُوْنَ ۝

ہوں گے۔
لیکن وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ
باغوں میں جشن کریں گے۔
اور وہ جو کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا
اور آخرت کے ملنے کے منکر رہے وہ عذاب میں
گرفتار ہوں گے۔
اور اللہ کی تسبیح کرو جب تم شام کرو اور جب
صبح کرو۔
اور اسی کے لیے حمد ہے آسمان اور زمین میں اور
پچھلے پہر اور جب دن ڈھلے۔
نکالتا ہے زندہ کو میت سے اور نکالتا ہے
مردہ زندہ سے اور تر و تازہ کرتا ہے زمین کو بعد
بنجر ہو جانے کے اور ایسے ہی تم نکالے جاؤ گے

لفظی ترجمہ

اَللّٰهُ۔ اللہ	يَبْدَؤُا۔ پہلی بار پیدا کرتا ہے		الْخَلْقَ۔ مخلوق کو
ثُمَّ۔ پھر	يُعِيْدُهٗ۔ دوبارہ پیدا کرے گا اسکو		ثُمَّ۔ پھر
اِلَيْهِ۔ اسکی طرف	تُرْجَعُوْنَ لوٹائے جاؤ گے وَ۔ اور		يَوْمَ۔ جس دن
تَقُوْمُ۔ قائم ہوگی	السَّاعَةُ۔ قیامت	يُبْلِسُ۔ مایوس ہو جائینگے	الْمُجْرِمُوْنَ۔ مجرم لوگ
وَ۔ اور	لَمْ۔ نہ	يَكُنْ۔ ہوں گے	لَهُمْ۔ انکے لیے
مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ۔ انکے شریکوں سے		شُفَعٰٓؤُا۔ شفارسی	وَ۔ اور
كَانُوْا۔ ہوں گے	بِشُرَكَآئِهِمْ۔ اپنے شریکوں سے	كٰفِرِيْنَ۔ منکر	وَ۔ اور
يَوْمَ۔ جسدن	تَقُوْمُ۔ قائم ہوگی	السَّاعَةُ۔ قیامت	يَوْمَئِذٍ۔ اس دن
يَتَفَرَّقُوْنَ۔ جدا ہو جائینگے	فَاَمَّا۔ تو پھر	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے۔

وَ۔ اور	عَمِلُوا۔ عمل کیے۔	الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے	فَهُمْ۔ تو وہ
فِی۔ بیچ	رَوْضَةٍ۔ باغوں کے	يُحْبَرُوْنَ۔ عیش کرینگے	وَ۔ اور
اَمَّا۔ وہ	الَّذِيْنَ۔ جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہوئے	وَ۔ اور
كَذَّبُوْا۔ جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا۔ ہماری آیتوں کو	وَ۔ اور	لِقَآءِ۔ ملاقات
الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کو	فَاُولٰٓئِكَ۔ تو یہ	فِی۔ بیچ	الْعَذَابِ۔ عذاب کے
مُحْضَرُوْنَ۔ حاضر ہونگے	فَسُبْحٰنَ۔ تو پاکی بولو	اللّٰهِ۔ اللہ کی	حِيْنَ۔ جب
تُمْسُوْنَ۔ شام کرو	وَ۔ اور	حِيْنَ۔ جب	تُصْبِحُوْنَ۔ صبح کرو
وَ۔ اور	لَهُ۔ اسی کی	الْحَمْدُ۔ تعریف ہے	فِی۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور
عَشِيًّا۔ پچھلے پہر	وَّ۔ اور	حِيْنَ۔ جب	تُظْهِرُوْنَ۔ دن ڈھلے
يُخْرِجُ۔ نکالتا ہے	الْحَيَّ۔ زندہ کو	مِنَ الْمَيِّتِ۔ مردہ سے	وَ۔ اور
يُخْرِجُ۔ نکالتا ہے	الْمَيِّتَ۔ مردہ کو	مِنَ الْحَيِّ۔ زندہ سے	وَ۔ اور
يُحْيِ۔ زندہ کرتا ہے	الْاَرْضَ۔ زمین کو	بَعْدَ۔ بعد	مَوْتِهَا۔ اسکی موت کے
وَ۔ اور	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	تُخْرَجُوْنَ۔ نکالے جاؤگے تم	

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع۔ سورۃ روم پ ۲۱

اس رکوع میں مشکل لغات یہ ہیں۔
يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ۔ ابلیس بھی اس سے مشتق ہے۔ مادہ بلس ہے۔ اس کے معنی يَسْكُتُوْنَ مُتَحَيِّرِيْنَ آيِسِيْنَ۔ محاورہ میں بولتے ہیں نَاظَرْتُهٗ فَاَبْلَسَ اِذَا سَكَتَ وَاَيِسَ مِنْ اَنْ يَحْتَجَّ
وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ۔ اَیْ يَكْفُرُوْنَ بِاٰلِهَتِهِمْ حِيْنَ يَئِسُوْا مِنْهُمْ۔ یعنی خاموش۔ متحیر اور مایوس ہوں اس لیے کہ ان کے عقائد فاسدہ کی حقیقت منکشف ہو جائے گی۔
يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ۔ اس دن علیحدہ علیحدہ ہوں گے۔

خلاصہ تفسیر

اَللّٰہُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ اللہ تعالٰی ہی مخلوق کی خلق فرمانے میں ابتدا فرماتا ہے پھر مرنے کے بعد وہی دوبارہ پیدا کرے گا پھر اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے یہاں سے معاد یعنی حشر کا بیان ہے اور اسے مدلل کرنے کے لیے فرمایا کہ اللہ تعالٰی ہی مخلوق کو شروع سے پیدا کرتا ہے جبکہ تم بے جان ایک قطرہ کی صورت میں بنائے گئے تو اسی نے تم میں جان ڈالی۔ پھر یہ نہیں کہ پہلی بار پیدا کر کے پھر فارغ ہو گیا۔ بلکہ یہ شان تخلیق کی نئی شان سے ظاہر فرماتا ہے اس عالم کی بھاری بھاری چیزیں مثل آسمان و زمین اور کواکب و عناصر اربعہ کے اور علاوہ ازیں انسان و نباتات و حیوان وغیرہ کے بے شمار اشیاء پیدا فرماتا ہے اور یہ وہ ہیں جن کا نام و نشان بھی اول نہیں ہوتا وہی خالق ذوالجلال ہی ان کی ابتدائی تخلیق فرماتا ہے اور جو ابتداء خلق پر قادر ہے وہ ان کے فنا ہونے کے بعد ہر شئے کو دوبارہ فرمادے۔ حتٰی کہ دوبارہ پیدا ہو کر عدالت الٰہی میں حاضری بھی ہوگی۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ یُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ۔ جس دن قیامت قائم ہو اس دن مجرمین و مشرکین مایوس ہو جائیں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں مجرمین سے کون مراد ہیں مشرک کافر اور اہل اسلام میں سے فاسق و بدکار سب یا مخصوص فرقہ؟

تو غور کرنے سے سیاق مضمون خود ہی اس امر کی تصریح کرتا ہے کہ اس سے مراد وہی ہیں جن کے یہ اعتقاد ہیں کہ گائے کی دُم پکڑ کے دریاء عذاب سے پار ہو جائیں گے اور برہمن پنڈتوں نے اس عقیدہ کو مشرکین ہنود کے دل میں مرکوز کر دیا ہے۔

چنانچہ وہ دہرم آسماء اور بلونت سانڈ کا داں اپنی نجات کے لیے لازمی سمجھتے ہیں۔ اور بعض جا راجہ یہ سمجھتے تھے کہ بیل پر سوار ہو کر پار ہو جائیں گے

بعض کا یہ گمان تھا کہ ہنومان جی بچا لیں گے۔

بعض عیسائی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ہمارے مسیح ہیں وہ ہمارے ہر قسم کے گناہوں کا کفارہ ہو چکے ہیں ان کا بپتسمہ لینے اصطباغ لینے کے بعد مر کر خدا تعالٰی کے داہنے طرف تخت

رب العالمین کا کنارہ دبا کر بیٹھ جائیں گے۔

ایسے ہی کفار مکہ لات ومنات بعزی نائلہ، صائلہ پر تکیہ کیے ہوئے تھے۔ صابی جماعت ملائکہ عناصر اربعہ اور آفتاب کو قاضی الحاجات دافع مشکلات جانتے تھے۔

آج بھی مسلمانوں کا جاہل طبقہ تعزیہ اور دُلدل اور ذوالجناح اور شہزادہ گلگوں قبا شہید دشت کربلا کے گھوڑے کی نعل کو پوجتا اور اسے دافع کرب و بلا جانتا ہے اور کوئی علم اور استھان کو حاجت روا کہتا ہے۔ یہ سب جب میدان حشر میں انکی کس مپرسی مشاہدہ کریں گے اور

وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُفَعٰٓؤُا ۔ اور انکی سفارش وشفاعت نہ کریں گے تو

وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۔ وہ ان سفارشیوں سے مایوس ہو کر منکر ہو جائیں گے۔

اور کہیں گے کہ ہم دنیا میں حماقت کرتے تھے جو انہیں ایسا حمایتی جانتے تھے۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے

سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ ۔ قریب ہے کہ وہ ان کی عبادت سے منکر ہو جائیں گے۔

البتہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام علی الخصوص سید اکرم رحمت مجسم صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین کاملین اپنے پیروؤں اور مریدوں کی ضرور سفارش کریں گے اس لیے وہ جنہیں سیہ کاران امت کہا جاتا ہے یہ بارگاہ کبریائی کے باغی نہیں ہیں بلکہ باقتضاء بشریت ان سے خطائیں سرزد ہوئی ہیں انہوں نے اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو معبود نہیں مانا اور جن کے لیے آیۂ کریمہ نازل ہوئی ہے وہ وہی ہیں جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ غیر اللہ کو بھی پوجتے یا اسے متصرف بالذات جانتے ہیں۔ چنانچہ آگے ارشاد خداوندی ہے۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ۔ اور جس دن قیام قیامت ہو اس دن یہ علیحدہ کر دیے جائیں گے۔

اور فرمانبردار گنہ گار علیحدہ ہو جائیں گے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ۔ تو جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے وہ بہشت میں چین کریں گے۔

اس لیے کہ مدار نجات ایمان اور نیک اعمال پر ہے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۔ اور وہ جو کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور آخرت میں ملنے کے منکر ہوئے وہ عذاب میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔

اس میں شرک سے لے کر اصرار علی الکبائر، مستغل حرام وغیرہ سب داخل ہیں۔ چنانچہ کفار دنیا میں تکذیب آیات الٰہی کرتے اور انکار قیامت اور منکر حشر و نشر تھے اور حرام کو حلال سمجھتے تھے وہ عذاب میں محضر ہوں گے۔ محضر کہتے ہیں جبراً کسی کو عذاب میں پکڑ کر حاضر کرنے کو یعنی یُجْبَرُوْنَ وَیُسَرُّوْنَ بِالْعَذَابِ الْمَسَاءِ بِغِلْظَةٍ فَظَّظَۃً۔ نیشاپوری۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ۔ تو اللہ کی تسبیح کرو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو۔

اس میں مومنوں کی شان ظاہر فرمائی جس سے اس امر کی وضاحت ہے کہ کافر تکذیب آیات اور انکار لقاء آخرت کرتے ہیں اور مومن بہ پابندی وقت ہماری تسبیح و تہلیل کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ بظاہر جملہ خبریہ ہے لیکن باعتبار معنی امر ہے۔ اس سے یہ حکم واضح ہوتا ہے کہ صبح سے شام تک اوقات عبادت میں تسبیح کرو۔ اور اس طرز بیان سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ تسبیح کرانے کا محتاج نہیں بلکہ یہ مطیعین کی شان میں داخل ہے کہ وہ تسبیح کرتے ہیں اور منکرین کا حال یہ ہے کہ وہ تکذیب کرتے ہیں۔ تو اس صورت میں اسے جملہ خبریہ بھی مان لینا صحیح ہو سکتا ہے اگرچہ جمہور اسے بمعنی امر ہی لیتے ہیں۔ یعنے اس کے معنی یہ ہیں کہ ان اوقات میں تسبیح و تحمید کرو۔

شام کے وقت اور صبح کے وقت اور اس کے درمیانی اوقات ظہر و عصر کے وقت۔ گویا اس میں پانچوں نمازوں کے اوقات بہ اقتضاء نص بیان کیے گئے۔ اور آگے اسکی وضاحت اس طرح کی گئی۔

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ۔ اور اس کے لیے حمد ہے آسمانوں اور زمین میں اور پچھلے پہر اور جب دن ڈھلے۔

گویا فرمایا اللہ تعالےٰ پاک اور منزہ ہے۔ پھر عَشِيًّا کا عطف فِي السَّمٰوٰتِ پر کیا گیا جس سے یہ معنی مستفاد ہوئے۔

کہ صبح اور شام اس کی تسبیح کرو اور ظہر و عصر کے وقت اس کی حمد بیان کرو اور اسکی خوبیاں بیان کرنا اس کے انعام و اطاعت کا شکر ادا کرنا ہے۔ چنانچہ

نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتکریم نے فرمایا کہ جو صبح و شام سو بار سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھے اس روز اس کے برابر کسی کی نیکیاں نہ ہوں گی یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

علماء محققین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور اس وقت مسلمانوں پر نماز پنجگانہ فرض نہ تھی صرف اوقات مذکورہ صبح و شام میں تسبیح کر لینا ہی کافی تھا۔

مگر سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے مراد پنجگانہ نماز ہے اور قرآن کریم کا اسلوب بیان ایسا ہے کہ نماز میں جو کچھ ہوتا ہے اسے بیان فرما کر بھی پنجگانہ مراد لیتا ہے۔

چنانچہ نماز میں تسبیح بھی ہے اور تحمید بھی رکوع بھی اور سجود بھی اس لیے کہیں تسبیح سے کہیں تحمید سے کہیں رکوع سے اور کہیں سجدہ سے تعبیر فرما کر بیان کیا گیا اور اس سے مراد عموماً نماز ہی ہے۔

حِیْنَ تُمْسُوْنَ فرما کر مغرب اور عشا کا حکم دیا گیا۔

اور حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ فرما کر صبح کی نماز فجر کا حکم دیا گیا۔

اور عَشِیًّا فرما کر نماز عصر مراد لی۔

اور تُظْهِرُوْنَ فرما کر ظہر کا حکم دیا گیا۔

البتہ یہ صحیح ہے کہ اول جبکہ نزول آیات ہوا اس وقت مکہ معظمہ میں ہر وقت کی نماز میں صرف دو دو رکعت ہی تھیں۔

پھر جب مدینہ منورہ تشریف آوری تو چار تین اور دو رکعتوں کی تفصیل فرمائی گئی۔

چنانچہ حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث جسے بخاری و مسلم نے نقل کیا اس امر کی مؤید ہے فُرِضَتِ الصَّلٰوۃُ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ هَاجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَفُرِضَتْ اَرْبَعًا وَتُرِکَتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ عَلَی فَرِیْضَۃِ الْاُوْلٰی۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

مزید براں ان اسرار کی تصریح یہ بھی ہے۔ کہ

اول جو اوقات شغل و غفلت اور کاروبار دنیاوی تھے ان میں اللہ تعالے کی یاد رکھنے کے لیے یہ اوقات مقرر فرمائے گئے۔

دوم اس وجہ سے کہ یہی اوقات تجدد نعماء الٰہی کے ہیں اس لیے ہر نعمت کی تجدید پر شکر نعمت کے لیے یہ مقرر کیے گئے۔

سوم یہ کہ عالم غیب میں یہ اوقات اہل زمین کی عبادت و دعا و استغفار کے لیے مقبولیت و قبولیت کے خاص وقت تھے۔

اس کے بعد مزید براں خود قرآن کریم بھی اس پر چند دلائل بیان فرماتا ہے جس سے بت پرستی کی مذمت اور وہ انعام الٰہی جن کا حیات انسانی اور آرام و آسائش سے تعلق ہے ظہور ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ۔ وہی اللہ تعالے ہے جو نکالتا ہے زندہ کو میت سے اور میت کو زندہ سے خارج فرماتا ہے۔

یہ بت اور غیر خدا کی طاقت نہیں لہٰذا اسی کے لائق حمد و تسبیح و عبادت ہے۔
وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ اور وہی زندہ فرماتا ہے زمین کو اس کے مرنے کے بعد۔
یعنی جب زمین بنجر ہو چکی ہو تو اس پر سبزہ اگا کر اسے سرسبز و شاداب کرتا ہے۔ یہاں موت کی تفصیل ہم پھر بیان کر دیتے ہیں اگرچہ اول بھی ہم بیان کر چکے ہیں۔

تعریف موت

از مفردات راغب اصفہانی و بیان اللسان و منجد

علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں اَنْوَاعُ الْمَوْتِ بِحَسْبِ اَنْوَاعِ الْحَيٰوةِ موت کی اقسام حسب اقسام حیات ہیں۔
فَالْاَوَّلُ مَا هُوَ بِاِزَاءِ الْقُوَّةِ النَّامِيَةِ الْمَوْجُوْدَةِ فِي الْاِنْسَانِ وَالْحَيَوَانَاتِ وَالنَّبَاتَاتِ
پہلی قسم موت کی قوت نامیہ کے ازالہ کی صورت میں ہے جو انسان و حیوان اور نباتات میں ہوتی ہے جیسے يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ فَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا۔ یہاں ازالہ قوت نامیہ کے معنی میں موت استعمال فرمایا گیا۔

زمین زندہ فرماتا ہے اس کے مرنے کے بعد اس سے مراد سبزہ نہ ہونا۔ سرسبز زمین کا بنجر ہو جانا ہے جسے موت سے تعبیر کیا گیا۔
دوسری قسم اَلثَّانِيْ زَوَالُ الْقُوَّةِ الْحَاسَّةِ۔ زوال قوت حسیہ کو بھی موت سے تعبیر کیا گیا جیسے يَالَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا۔ اَئِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا۔ کفار کو مرنے کے بعد زندہ ہونے کا حس نہ ہوا اس بنا پر وہ مردہ بصورت زندہ بتائے گئے۔
تیسری قسم۔ زَوَالُ الْقُوَّةِ الْعَاقِلَةِ وَهِيَ الْجَهَالَةُ۔ عقل کی قوت کا ازالہ بھی موت کے معنی میں فرمایا گیا جیسے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ ان بے عقلوں کو آپ اپنی نصیحت اور ہدایت کی آواز نہیں سنا سکتے۔ یہاں عدم سماع موتیٰ جو مراد لیتے ہیں وہ غلط ہے بلکہ محاورہ اور عرف میں جاہل اور بے عقلوں کے حق میں فرمایا گیا کہ وہ آپ کی ہدایت قبول کرنے کی طرف مائل نہیں ہو سکتے۔
چوتھی قسم موت کی حزن مکدر للحیات بھی ہے یعنی الیسا زندگی سے تنگ آجانا کہ اپنے کو مردہ تصور کرنا چنانچہ ارشاد ہے وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ۔
پانچویں قسم موت کی نیند ہے چنانچہ حدیث میں ہے اَلنَّوْمُ مَوْتٌ خَفِيْفٌ وَالْمَوْتُ نَوْمٌ ثَقِيْلٌ نیند ہلکی موت ہے اور موت بھاری نیند ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اسے وفات سے تعبیر فرمایا۔

وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ۔ اور اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ۔

فَقَدْ قِیْلَ نَفْیُ الْمَوْتِ ھُوَ عَنْ اَرْوَاحِھِمْ فَاِنَّہٗ نَبَّہَ عَلٰی تَنَعُّمِہِمْ وَقِیْلَ نَفٰی عَنْہُمُ الْحُزْنَ الْمَذْکُوْرَ فِیْ قَوْلِہٖ وَیَاْتِیْہِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَقَوْلُہٗ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ فَعِبَارَۃٌ عَنْ زَوَالِ الْقُوَّۃِ الْحَیْوَانِیَّۃِ وَاِبَانَۃِ الرُّوْحِ عَنِ الْجَسَدِ۔

چھٹی قسم: اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّہُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ قِیْلَ مَعْنَاہُ سَتَمُوْتُ تَنْبِیْہًا اَنَّہٗ لَابُدَّ لِاَحَدٍ مِنَ الْمَوْتِ کَمَا قِیْلَ اَلْمَوْتُ خَتْمٌ فِیْ رِقَابِ الْعِبَادِ۔

وَقِیْلَ بَلِ الْمَیِّتُ ھٰہُنَا لَیْسَ بِاِشَارَۃٍ اِلٰی اِبَانَۃِ الرُّوْحِ عَنِ الْجَسَدِ بَلْ ھُوَ اِشَارَۃٌ اِلٰی مَا یَعْتَرِی الْاِنْسَانَ فِیْ کُلِّ حَالٍ مِنَ التَّحَلُّلِ وَالنَّقْصِ فَاِنَّ الْبَشَرَ مَادَامَ فِی الدُّنْیَا یَمُوْتُ جُزْءًا فَجُزْءًا۔ وَقَدْ عَبَّرَ قَوْمٌ عَنْ ھٰذَا الْمَعْنٰی بِالْمَائِتِ وَفَصَلُوْا بَیْنَ الْمَیِّتِ وَالْمَائِتِ فَقَالُوا الْمَائِتُ ھُوَ الْمُتَحَلِّلُ۔ اِنْتَہٰی

صاحب بیان اللسان موت کے معنی پر لکھتے ہیں

مَوَات:۔ بے جان چیز۔ مردہ۔ بنجر ویران زمین

صاحب منجد کہتے ہیں

اَلْمُنٰی اَلْمَوْتُ۔ اَلْقَصْدُ۔ قَدَّرَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَیْ یُقَدِّرُہٗ۔ مُنٰی اور موت وہ قصد ہے جسے اللہ تعالٰی نے مقرر فرمایا۔ یعنی وقت مقررہ۔ چنانچہ امثلہ مذکورہ کے بعد ارشاد ہے۔

وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ۔ اور ایسے ہی تم زمین سے نکالے جاؤ گے۔

یعنی جیسے جڑی بوٹیاں بنجر زمین سے فنا ہونے کے بعد نکلتی ہیں ایسے ہی تم بھی نکالے جاؤ گے جسے حشر ونشر سے تعبیر کیا گیا۔ اور مسئلہ حشر ونشر واضح فرمایا۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع۔ سورۃ روم پ ۲۱

اَللّٰہُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ اللہ ہی ابتداء خلق فرماتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا پھر اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔

یَبْدَؤُا الْخَلْقَ پر آلوسی فرماتے ہیں اَیْ یُنْشِئُہُمْ جس کے معنی ابتداءً پیدا کرنا ہے۔ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ پر

بالبعث فرماتے ہیں جس کے یہ معنی ہوتے ہیں پھر مرنے کے بعد تمہاری دوبارہ بعثت فرمائے گا ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ پھر تم جزاء و سزا کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر کیے جاؤ گے۔

وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ یُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم اس دن مایوس ہوں گے۔

یُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ کے معنی اگرچہ انقطاع حجت اور سکوت کے ہیں لیکن اس سے ملتے جلتے معنی ارباب لغت نے بھی کیے ہیں چنانچہ علامہ راغب اصفہانی کہتے ہیں۔ اَلْاِبْلَاسُ الْحُزْنُ الْمُعْتَرِضُ مِنْ شِدَّۃِ الْیَاسِ وَمِنْہُ اُشْتُقَّ اِبْلِیْسُ۔ ابلاس وہ حزن ہے جو انتہاء مایوسی پر عارض ہوتا ہے اور اسی سے ابلیس مشتق ہے۔

چنانچہ محاورہ میں بولتے ہیں اَبْلَسَ الرَّجُلُ آدمی اَبْلَسَ ہوگیا اِذَا یَئِسَ مِنْ کُلِّ خَیْرٍ جب وہ ہر بھلائی سے مایوس ہوجائے چنانچہ حدیث میں بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے منصب قرب کے اظہار میں فرمایا وَاَنَا مُبَشِّرُھُمْ اِذَا یَئِسُوْا میں خوشخبری دینے والا ہوں ان کو جب کہ وہ مایوس ہوجائیں گے۔

وَلَمْ یَکُنْ لَّھُمْ مِّنْ شُرَکَآئِھِمْ شُفَعٰٓؤُا وَکَانُوْا بِشُرَکَآئِھِمْ کٰفِرِیْنَ۔ اور ہرگز نہ ہوں گے ان کے معبودوں سے سفارشی اور وہ خود اپنے معبودوں سے منکر ہوں گے۔

یعنی جنہیں وہ لوگ اللہ کا شریک گمان کرتے تھے یعنی بُت اور بقول مقاتل ملائکہ علیہم السلام یا جن و شیاطین وہ بروز قیامت ان کی سفارش کے قابل نہ ہوسکیں گے یا ان کے سردار جن کی طرف ان کا خیال تھا کہ ہمارے آڑے آئیں گے جب ان سے مایوس ہوجائیں تو اس دن وہ ان سے منحرف و منکر ہوجائیں گے چنانچہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں اَلْمَعْنٰی اَنَّھُمْ لَمْ یَشْفَعُوْا لَھُمْ مَعَ اَنَّھُمْ سَبَبُ کُفْرِھِمْ فِی الدُّنْیَا۔ آیہ کریمہ کے یہ معنی ہوئے کہ جو بروز قیامت شفاعت کا منصب بھی رکھتے ہوں جیسے ملائکہ اور انبیاء و اولیاء وہ سب ان کے کفر کے سبب جو وہ دنیا میں کرتے رہے ان کی شفاعت ہرگز نہ کریں گے۔

اس سے ثابت ہوا کہ شفاعت کا منصب تو حق ہے لیکن کفار و مشرکین کے لیے وہ ہرگز شفاعت نہ کریں گے۔

اور یہ امر بھی اس سے ثابت ہوا کہ شفاعت و سفارش انہی کی ہوگی جو سرکش نہیں تھے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانا تھا اور جو اس آیت کریمہ سے عام منصب شفاعت کا انکار کرے

وہ وَلَا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا لِمَنۡ اَذِنَ لَہٗ اور مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ کا منکر ہے اور آگے کی آیت کریمہ میں اور وضاحت ہے۔

وَیَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ یَوۡمَئِذٍ یَّتَفَرَّقُوۡنَ۔ اور جس دن قیام قیامت ہو اس دن مومن و کافر علیحدہ علیحدہ ہوں گے۔

جیسا کہ آلوسی فرماتے ہیں یَتَفَرَّقُوۡنَ لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ وَالۡکَافِرِیۡنَ۔

چنانچہ ابن ابی حاتم حسن سے راوی ہیں اِنَّہٗ قَالَ فِیۡ ذٰلِکَ ھٰؤُلَآءِ فِیۡ عِلِّیِّیۡنَ وَھٰؤُلَآءِ فِیۡ اَسۡفَلِ السَّافِلِیۡنَ وَالتَّفۡصِیۡلُ یُؤۡذِنُ بِذٰلِکَ اَیۡضًا۔

منصور نے فرمایا اس وقت اعلان ہو جائے کہ یہ جماعت اعلیٰ علیین والی ہے اور یہ جماعت اسفل السافلین کے لیے ہے اس کی مزید توضیح آگے کی۔

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَھُمۡ فِیۡ رَوۡضَۃٍ یُّحۡبَرُوۡنَ۔ تو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ باغیچوں میں ممتاز ہو۔

بیان اللسان میں حبر کی تعریف یہ ہے حبر یہود کا عالم، عیسائیوں کا پوپ، نیک آدمی۔

مفردات راغب میں ہے اَلۡحِبۡرُ الۡاَثَرُ الۡمُسۡتَحۡسَنُ۔ حبر اچھے نشان والے کو کہتے ہیں وَمِنۡہُ مَا رُوِیَ یَخۡرُجُ مِنَ النَّارِ رَجُلٌ قَدۡ ذَھَبَ حِبۡرُہٗ وَسِبۡرُہٗ اَیۡ جَمَالُہٗ وَبَھَاؤُہٗ وَمِنۡہُ سُمِّیَ الۡحِبۡرُ الشَّاعِرُ مُحَبَّرٌ وَثَوۡبٌ حَبِیۡرٌ مُسۡتَحۡسَنٌ وَمِنۡہُ اَرۡضٌ مِحۡبَارٌ وَالۡحَبۡرُ مِنَ النَّاسِ وَحِبۡرُ فُلَانٍ بَقِیَ بِحَارُہٗ اَثَرُہٗ مِنۡ قَرۡحٍ وَالۡحِبۡرُ الۡعَالِمُ لِمَا یَبۡقٰی مِنۡ اَثَرِ عُلُوۡمِھِمۡ فِیۡ قُلُوۡبِ النَّاسِ وَمِنۡ اٰثَارِ اَفۡعَالِھِمُ الۡحَسَنَۃِ الۡمُقۡتَدٰی بِھَا قَالَ تَعَالٰی اِتَّخَذُوۡا اَحۡبَارَھُمۡ وَرُھۡبَانَھُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَاِلٰی ھٰذَا الۡمَعۡنٰی اَشَارَ اَمِیۡرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ بِقَوۡلِہٖ اَلۡعُلَمَآءُ بَاقُوۡنَ مَا بَقِیَ الدَّھۡرُ اَعۡیَانُھُمۡ مَفۡقُوۡدَۃٌ وَاٰثَارُھُمۡ فِی الۡقُلُوۡبِ مَوۡجُوۡدَۃٌ وَقَوۡلُہٗ عَزَّ وَجَلَّ فِیۡ رَوۡضَۃٍ یُّحۡبَرُوۡنَ اَیۡ یَفۡرَحُوۡنَ حَتّٰی یَظۡھَرَ عَلَیۡھِمۡ حِبَارُ نَعِیۡمِھِمۡ۔

اور علامہ آلوسی کہتے ہیں۔ اَلرَّوۡضَۃُ الۡاَرۡضُ ذَاتُ النَّبَاتِ وَالۡمَآءِ۔ روضہ وہ زمین ہے جس پر سبزہ اور پانی ہو۔

اس میں وہ فرح و انبساط سے رہیں گے۔

وَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَکَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآئِ الۡاٰخِرَۃِ فَاُولٰٓئِکَ فِی الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ۔

اور وہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور آخرت کے ملنے سے منکر ہوئے یہ وہ ہیں جو ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

مُحْضَرُوْنَ کے معنی عَلَى الدَّوَامِ لَا يَغِيْبُوْنَ عَنْهُ اَبَدًا ہیں یعنی وہ عذاب میں ہر آن اس طرح رہیں گے کہ ان سے عذاب کبھی مخفی نہ ہو۔

اور وَالظَّاهِرُ اِنَّ الْفَسَقَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِيْمَانِ غَيْرُ دَاخِلِيْنَ فِيْ اَحَدِ الْفَرِيْقَيْنِ یا ایمان والوں سے فاسق فاجر اس فرقہ میں داخل نہیں ہیں۔

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ۔ تو تسبیح و تنزیہ بیان کرو اللہ کی جب شام کرو اور جب صبح کرو اور اسی کے لیے حمد ہے آسمانوں اور زمین میں اور جب دن ڈھلے اور جب دوپہر کرو۔

اس آیہ کریمہ میں گویا یہ فرمایا کہ جب تم نے یہ جان لیا کہ انجام کفر و شرک کیا ہے اور جزاء اطاعت کیا تو اب تم پر لازم ہے کہ صبح و شام اللہ کی تسبیح نماز سے کرو اور اللہ کی حمد دوپہر اور دن ڈھلے کرو۔

وَلَهُ الْحَمْدُ اگرچہ جملہ خبریہ ہے لیکن اِنَّ الْاِخْبَارَ بِثُبُوْتِ الْحَمْدِ لَهٗ تَعَالٰى وَوُجُوْبُهٗ عَلَى الْمُمَيِّزِيْنَ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ۔ یہ جملہ اگرچہ خبریہ ہے لیکن ثبوت حمد الٰہی کی خبر وجوب کی دلیل ہے اہل فہم کے لیے زمین و آسمان میں جو بھی ہیں۔

چنانچہ آلوسی لکھتے ہیں کَاَنَّهٗ قِيْلَ اِذَا صَحَّ وَاتَّضَحَ عَاقِبَةُ الْمُطِيْعِيْنَ وَالْعَاصِيْنَ فَقُوْلُوْا نُسَبِّحُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْمَعْنٰى فَسَبِّحُوْهُ تَسْبِيْحًا فِي الْاَوْقَاتِ وَقِيْلَ الْمُرَادُ بِالتَّسْبِيْحِ الصَّلٰوةُ۔

لہٰذا ایک قول ہے کہ تسبیح سے مراد نماز ہے اور اس آیت کریمہ میں نماز پنجگانہ کا حکم ہے۔

چنانچہ عبد الرزاق اور فریابی اور ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور طبرانی اور حاکم ابی رزین سے راوی ہیں قَالَ جَاءَ نَافِعُ بْنُ الْاَزْرَقِ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ هَلْ نَجِدُ الصَّلٰوةَ الْخَمْسَ فِي الْقُرْاٰنِ فَقَالَ نَعَمْ فَقَرَاَ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ۔ صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ۔

وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ۔ صَلٰوةُ الصُّبْحِ۔

وَعَشِيًّا۔ صَلٰوةُ الْعَصْرِ۔

وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ۔ صَلٰوةُ الظُّهْرِ۔

نافع بن ازرق سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر آئے اور پوچھا کہ کیا آپ پنجوقتہ نمازوں کا حکم قرآن پاک میں پاتے ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں اور آیۂ کریمہ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ تلاوت فرما کر نماز مغرب ثابت کی۔

اور حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ۔ پڑھ کر نماز فجر اور

وَعَشِیًّا پڑھ کر نماز عصر اور
وَحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ سے نماز ظہر ثابت فرمائی۔

اور ابن ابی شیبہ اور ابن جریر اور ابن المنذر سے مروی ہے قَالَ جَمَعَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ مَوَاقِیْتَ الصَّلٰوةِ۔ فرمایا اس آیت میں نمازوں کے اوقات جمع ہیں

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ میں مغرب و عشاء وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ میں نماز فجر ہے اور وَعَشِیًّا میں عصر ہے وَحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ میں نماز ظہر ہے۔

وَذَهَبَ الْحَسَنُ اِلٰی ذٰلِكَ حَتّٰی اِنَّهٗ ذَهَبَ اِلٰی اَنَّ الْاٰیَةَ مَدَنِیَّةٌ لِمَا اَنَّهٗ یَرٰی فَرْضِیَّةَ الْخَمْسِ بِالْمَدِیْنَةِ وَاِنَّهٗ كَانَ الْوَاجِبُ بِمَكَّةَ رَكْعَتَیْنِ فِیْ اَیِّ وَقْتٍ اِتَّفَقَتِ الصَّلٰوةُ فِیْهِ۔ وَالصَّحِیْحُ اِنَّهَا فُرِضَتْ بِمَكَّةَ وَدَلَّ عَلَیْهِ حَدِیْثُ الْمِعْرَاجِ دِلَالَةً بَیِّنَةً۔

حضرت حسن بھی اس طرف ہیں حتی کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مدنی ہے اس لیے کہ صلوٰۃ خمس کی فرضیت مدینہ میں ہوئی اور مکہ میں دو رکعت ہی فرض تھیں اوقات نماز میں جس وقت بھی اتفاق ہو اور صحیح قول یہ ہے کہ پنجگانہ مکہ میں ہی فرض ہوئی جس پر حدیث معراج دلیل بین ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ تسبیح کا محمل تنزیہہ ہے وَذٰلِكَ لِاَنَّ التَّنْزِیْهَ الْمَاْمُوْرَبِهٖ یَتَنَاوَلُ التَّنْزِیْهَ بِالْقَلْبِ وَهُوَ الْاِعْتِقَادُ الْجَازِمُ وَبِاللِّسَانِ مَعَ ذٰلِكَ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَسَنُ وَبِالْاَرْكَانِ مَعَهُمَا جَمِیْعًا وَهُوَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ۔ یہ اس لیے فرمایا گیا کہ تنزیہہ ماموربہ تنزیہ قلب ہے اور یہی اعتقاد ہے کہ کنج قلب میں سوا عظمت الٰہی کچھ نہ رہے۔ اور اس کے ساتھ زبان سے ذکر حسن اور ارکان و اعضاء سے اعمال صالحہ لازمی ہیں۔

لِاَنَّ الْاِنْسَانَ اِذَا اعْتَقَدَ شَیْئًا ظَهَرَ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰی لِسَانِهٖ وَاِذَا قَالَ ظَهَرَ صِدْقُهٗ فِیْ مَقَالِهٖ مِنْ اَحْوَالِ اَفْعَالِهٖ وَاللِّسَانُ تَرْجُمَانُ الْجَنَانِ وَالْاَرْكَانُ بُرْهَانُ اللِّسَانِ لٰكِنِ الصَّلٰوةُ اَفْضَلُ اَعْمَالِ الْاَرْكَانِ وَهِیَ مُشْتَمِلَةٌ عَلَی الذِّكْرِ بِاللِّسَانِ وَالْقَصْدِ بِالْجَنَانِ فَهُوَ تَنْزِیْهٌ فِی التَّحْقِیْقِ۔

اس لیے کہ جب انسان کسی چیز کو مان لیتا ہے اور اس کا دل اسے قبول کر لیتا ہے تو اس کی زبان پر اس کا ظہور ہو جاتا ہے اور جب وہ زبان سے اس کا اظہار کرتا ہے تو دل کی تصدیق واضح ہو جاتی ہے اس لیے کہ افعال اور زبان ہی ترجمان جنان ہوتے ہیں تو یہ تنزیہ ذات واجب تعالےٰ ہے اور اعضاء سے اس کا ظہور و صدور یہ برہان زبان ہے اس میں سب سے افضل نماز ہے اس لیے کہ یہ عبادت مشتمل ہے ذکر لسان و قصد بالجنان اور عمل بالارکان پر یقینًا۔ تواب

فَامَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ کا یہ مطلب نکلا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِذَا عَلِمْتُمْ اَنَّ ذٰلِکَ الْمَقَامَ لِمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ الصّٰلِحٰتِ ۔ جب یہ جان لیا کہ اس مقام پر وہ پہنچا وہ ایمان اور عمل صالح کرے گا۔ اس لیے کہ

وَالْاِیْمَانُ تَنْزِیْہٌ بِالْجَنَانِ وَتَوْحِیْدٌ بِاللِّسَانِ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ اِسْتِعْمَالُ الْاَرْکَانِ فَالْکُلُّ تَنْزِیْہَاتٌ وَتَمْجِیْدَاتٌ ۔ ایمان دل کو منزہ کرتا ہے اور توحید زبان سے اور عمل صالح اعضاء کا استعمال ہے تو سب مل کر تنزیہات و تمجیدات ہیں۔

چنانچہ امام احمد۔ ابن جریر۔ ابن المنذر۔ ابن ابی حاتم اور ابن السنی عَمَلِ یَوْمٍ وَلَیْلٍ میں اور طبرانی ابن مردویہ اور بیہقی دعوات میں معاذ بن جبل اور انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا اَلَا اُخْبِرُکُمْ لِمَ سَمَّی اللّٰہُ تَعَالٰی اِبْرَاہِیْمَ خَلِیْلَہُ الَّذِیْ وَفّٰی لِاَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ کُلَّمَا اَصْبَحَ وَاَمْسٰی سُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ نے شان ابراہیم علیہ السلام میں وَاِبْرَاہِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی کیوں فرمایا اس لیے کہ وہ صبح و شام سُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ۔ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَاتِ فرمایا کرتے تھے۔

اور ابوداؤد و طبرانی۔ ابن السنی۔ ابن مردویہ ابن عباس سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ۔ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ اَدْرَکَ مَا فَاتَہٗ فِیْ یَوْمِہٖ وَمَنْ قَالَہَا حِیْنَ یُمْسِیْ اَدْرَکَ مَا فَاتَہٗ مِنْ لَیْلَتِہٖ ۔ جو صبح و شام سُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ۔ وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ تک پڑھے جو کچھ دن رات میں اس سے عبادات فوت ہوئے سب پا لیے چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ نکالتا ہے زندہ انسان نطفۂ بے جان سے اور نکالتا ہے بے جان نطفہ زندہ انسان سے اور سرسبز و شاداب کرتا ہے بنجر زمین اس کے مرنے کے بعد اسی طرح تم بھی گھاس کی طرح مر کر زندہ ہو کر نکلو گے۔

موت کی تحقیق خلاصہ تفسیر میں بیان ہو چکی۔ آلوسی نے مختصر اور جامع تعریف کی چنانچہ فرمایا۔ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ الْاِنْسَانَ مِنَ النُّطْفَۃِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ النُّطْفَۃَ مِنَ الْاِنْسَانِ وَھُوَ التَّفْسِیْرُ الْمَاْثُوْرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ۔

اور مجاہد موت اور زندگی سے مراد کفر و اسلام لیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں یُخْرِجُ الْمُؤْمِنَ مِنَ الْکَافِرِ وَیُخْرِجُ الْکَافِرَ مِنَ الْمُؤْمِنِ۔

وَيُحْيِي الْاَرْضَ (بِالنَّبَاتِ) بَعْدَ مَوْتِهَا (يُبْسِهَا) وَالْاِحْيَاءُ وَالْمَوْتُ مَجَازَانِ) وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ (اَیْ مِثْلَ ذٰلِكَ الْاِخْرَاجِ الْبَدِيْعِ الشَّانِ) تُخْرَجُوْنَ (مِنْ قُبُوْرِكُمْ) یعنی زندہ مومن مردکافر سے نکالتا ہے اور مردہ کافر زندہ مومن سے اور زمین زندہ کرتا ہے سبزہ سے بعد موت یعنی خشک ہوجانے کے بعد ایسے ہی تم اپنی اپنی قبروں سے نکلوگے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ روم۔ پ ۲۱

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ○

اللہ تعالیٰ کے نشانہائے قدرت سے یہ بھی ہے کہ تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر تم بشر ہوکر منتشر و متصرف ہو۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○

اور اس کی نشانیوں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے لیے پیدا کیے تمہیں ہیں سے جوڑے تاکہ تم سکون حاصل کرو اور آپس میں تمہارے اندر محبت و میلان ہو اور کیا ہم نے تمہارے جوڑوں میں مرد عورت کے اندر محبت و رحم بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں سمجھنے والی قوم کے لیے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ○

اور اس کی نشانیوں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین کو پیدا کر کے ان میں زبانوں کے اختلاف اور رنگوں کے اختلاف رکھے بے شک اس میں زمانہ والوں کے لیے علامات و نشان ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ○

اور اس کی نشانیوں سے یہ ہے کہ تمہارے سونے کے لیے رات اور استراحت و کسب معاش کے لیے دن بنایا جس میں تم اللہ کا فضل تلاش کرتے ہو بیشک اس میں نشانی ہے اس قوم کے لیے جو سنے۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝

اور اس کی نشانیوں سے یہ ہے کہ دکھاتا ہے تمہیں بجلی اور کڑک ڈرانے والی اور امید دلانے کے لیے اور اتارتا ہے آسمان سے پانی تو سرسبز و شاداب کرتا ہے اس سے زمین کو خشک اور بنجر ہوجانے کے بعد بے شک اس میں عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَا اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں پھر جب تمہیں ندا فرمائے گا زمین سے جبھی تم نکل آؤ گے۔

وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝

اور اسی کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب کے سب اس کے زیر حکم ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

اور وہی ہے کہ اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ (فنا کرکے) بنائے گا اور یہ (تمہارے نزدیک) اول پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہونا چاہیے اور اس کے لیے بڑی بڑی مثالیں ہیں آسمان و زمین میں اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور
مِنْ اٰیٰتِهٖ۔ اسکی نشانیوں سے ہے — اَنْ۔ یہ کہ
خَلَقَكُمْ۔ پیدا کیا تم کو — مِنْ تُرَابٍ۔ مٹی سے — ثُمَّ۔ پھر — اِذَا۔ ناگہاں
اَنْتُمْ۔ تم — بَشَرٌ۔ انسان — تَنْتَشِرُوْنَ۔ چلتے پھرتے ہو — وَ۔ اور
مِنْ اٰیٰتِهٖ۔ اس کی نشانیوں سے ہے — اَنْ۔ یہ کہ — خَلَقَ۔ پیدا کیں
لَكُمْ۔ تمہارے لیے — مِنْ اَنْفُسِكُمْ۔ تمہاری اپنی جانوں سے — اَزْوَاجًا۔ بیویاں
لِتَسْكُنُوْٓا۔ تاکہ تم سکون حاصل کرو — اِلَیْهَا۔ اسکی طرف — وَ۔ اور

جَعَلَ۔ بنائی　بَيْنَكُمْ۔ تم میں　مَّوَدَّةً۔ محبت　وَّ۔ اور
رَحْمَةً۔ شفقت　اِنَّ۔ بیشک　فِيْ۔ بیچ　ذٰلِكَ۔ اس کے
لَاٰيٰتٍ۔ نشانیاں ہیں　لِّقَوْمٍ۔ انکے لیے　يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ جو سوچیں　وَ۔ اور
مِنْ اٰيٰتِهٖ۔ اسکی نشانیوں سے ہے　خَلْقُ۔ پیدائش　السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَ۔ اور　الْاَرْضِ۔ زمین کی　وَ۔ اور　اِخْتِلَافُ۔ اختلاف
اَلْسِنَتِكُمْ۔ تمہاری زبانوں کا　وَ۔ اور　اَلْوَانِكُمْ۔ تمہارے رنگوں کا　اِنَّ۔ بیشک
فِيْ۔ بیچ　ذٰلِكَ۔ اسکے　لَاٰيٰتٍ۔ نشان ہیں　لِّلْعٰلِمِيْنَ۔ جہان کے لیے
وَ۔ اور　مِنْ اٰيٰتِهٖ۔ اسکی نشانیوں سے ہے　مَنَامُكُمْ۔ تمہارا سونا
بِالَّيْلِ۔ رات کو　وَ۔ اور　النَّهَارِ۔ دن کو　وَ۔ اور
ابْتِغَاؤُ۔ تلاش کرنا　كُمْ۔ تمہارا　مِّنْ فَضْلِهٖ۔ اس کے فضل سے
اِنَّ۔ بیشک　فِيْ۔ بیچ　ذٰلِكَ۔ اس کے　لَاٰيٰتٍ۔ نشان ہیں
لِّقَوْمٍ۔ انکے لیے جو　يَّسْمَعُوْنَ۔ سنیں　وَ۔ اور　مِنْ اٰيٰتِهٖ۔ اس کی نشانیوں
سے ہے　يُرِيْكُمُ۔ دکھاتا ہے تم کو　الْبَرْقَ۔ بجلی　خَوْفًا۔ ڈر
وَّ۔ اور　طَمَعًا۔ امید سے　وَّ۔ اور　يُنَزِّلُ۔ اتارتا ہے
مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے　مَآءً۔ پانی　فَيُحْيٖ۔ پھر زندہ کرتا ہے　بِهٖ۔ اسکے ساتھ
الْاَرْضَ۔ زمین کو　بَعْدَ۔ بعد　مَوْتِهَا۔ اسکی موت کے　اِنَّ۔ بیشک
فِيْ۔ بیچ　ذٰلِكَ۔ اس کے　لَاٰيٰتٍ۔ نشان ہیں　لِّقَوْمٍ۔ ان کے لیے جو
يَّعْقِلُوْنَ۔ سوچیں　وَ۔ اور　مِنْ اٰيٰتِهٖ۔ اسکی نشانیوں سے ہے
اَنْ۔ یہ کہ　تَقُوْمَ۔ کھڑے ہیں　السَّمَآءُ۔ آسمان　وَ۔ اور
الْاَرْضُ۔ زمین　بِاَمْرِهٖ۔ اسکے حکم سے　ثُمَّ۔ پھر　اِذَا۔ جب
دَعَا۔ بلائے گا　كُمْ۔ تم کو　دَعْوَةً۔ بلانا　مِّنَ الْاَرْضِ۔ زمین سے
اِذَا۔ تو ناگہاں　اَنْتُمْ۔ تم　تَخْرُجُوْنَ۔ نکل آؤ گے　وَ۔ اور
لَهٗ۔ اسی کا ہے　مَنْ۔ جو　فِيْ۔ بیچ　السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَ۔ اور　الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے　كُلٌّ۔ ہر ایک　لَهٗ۔ اسکے لیے
قٰنِتُوْنَ۔ فرمانبردار ہے　وَ۔ اور　هُوَ۔ وہ　الَّذِيْ۔ وہ ہے جو

يَبۡدَؤُا۔ پہلی بار پیدا کرتا ہے | الۡخَلۡقَ۔ مخلوق کو | ثُمَّ۔ پھر
يُعِيۡدُهٗ۔ دوبارہ پیدا کرے گا اسکو | وَ۔ اور | هُوَ۔ وہ
اَهۡوَنُ۔ زیادہ آسان ہے عَلَيۡهِ۔ اس پر | وَ۔ اور | لَهُ۔ اس کی
الۡمَثَلُ۔ مثال الۡاَعۡلٰى۔ بلند ہے | فِي۔ بیچ | السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَ۔ اور الۡاَرۡضِ۔ زمین کے | وَ۔ اور | هُوَ۔ وہ ہے
الۡعَزِيۡزُ۔ غالب الۡحَكِيۡمُ۔ حکمت والا

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع سورۃ روم۔ پ ۲۱

وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ۔ اور اس کے نشانہائے قدرت سے یہ بھی ہے کہ تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر تم جبھی انسان بن کر پھیل رہے ہو۔

اس میں ابتداءِ تخلیق کا بیان ہے کہ تمہیں مٹی سے پیدا کیا یعنی آدم ابو البشر کو اول مٹی سے بنایا پھر اس سے اس کی تمام نسل پیدا ہوئی تو سب کی پیدائش مٹی سے ہی ہوئی۔ اگرچہ انسان نطفہ سے بنا مگر وہ مٹی سے ہی مانا جائے گا اس لیے کہ اغذیہ ترابی سے سب کی نشو و نما ہے اور وہ تمام غذائیں اصل میں مٹی ہیں اور آخر میں مٹی ہی ہوں گی بنا بریں سب کی تخلیق مٹی سے مانی گئی۔ پھر دوسری نشانی کا بیان ہے۔

وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ۔ اور اس کے نشانہائے قدرت سے یہ ہے کہ تمہارے لیے پیدا کیں تمہیں میں سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو ان سے اور تم میں باہمی محبت پیدا کی اور رحمت بیشک اس میں بڑی نشانیاں ہیں غور کرنے والوں کے لیے۔

یعنی عورت مرد کا جوڑا ایک جنس سے پیدا فرمایا اگر غیر جنس سے پیدا کیا جاتا تو مودت و محبت نہ ہوتی اور غیر جنس ہونے سے نظام خانہ داری بھی صحیح نہ رہتا پھر تیسری نشانی بیان فرماتی۔

وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِكُمۡ وَاَلۡوَانِكُمۡ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلۡعٰلِمِيۡنَ۔ اور اس کے نشانہائے قدرت سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور زبانوں کا اختلاف اور رنگوں کا اختلاف (یعنی تمہارے رنگوں کا علیحدہ علیحدہ ہونا) بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اہل علم کیلئے۔

یعنی اللہ تعالےٰ نے اپنا نشان قدرت آسمان و زمین بنا کر اس کے بسنے والوں کی زبانیں مختلف رکھیں اور

ہر ملک کے لوگوں کے رنگ مختلف بنائے جس سے چینی، ترکی، حبشی، سندھی، حجازی، مصری، شامی، نجدی میں زبان اور رنگ سے امتیاز ہوتا ہے پھر یہ بھی نشانی کا اظہار ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ۔ اور اس کے نشان ہائے قدرت سے ہے تمہارا رات کو سونا اور دن میں اس کے فضل سے روزی تلاش کرنا بیشک اس میں بڑی نشانیاں ہیں سننے والوں کے لیے۔

اور یہ قدرت کے نشان واضح ہیں کہ رات کو اگر نہ سویا جائے تو دن میں تلاش معاش میں دماغ معطل ہو جائے تمام کاروبار کا نظام بگڑ جائے اور اگر ہمیشہ شب ہی رہتی اور دن نہ ہوتا تو نظام معاش خراب ہو جاتا اور دن ہی رہتا اور رات نہ ہوتی تو اعضاء میں وہ کسل ہوتا کہ نظام معاش اور استراحت صحیح نہ رہتا علاوہ اس کے مرنے جینے کا جو روزانہ سبق انسان حاصل کرتا ہے وہ بھی بھول جاتا۔

جیسے حضور نے فرمایا سوتے وقت بِاسْمِكَ اَحْیَا وَبِاسْمِكَ اَمُوْتُ پڑھ کر سویا کرو یعنی یہ کہا کرو الٰہی تیرے ہی نام کے ساتھ زندہ تھا اور تیرے ہی نام کے ساتھ مر رہا ہوں اور جب جاگو تو کہا کرو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَآ اَمَاتَنِیْ۔ سب حمد اس کے لیے ہے جس نے مجھے مار کر زندہ کیا۔

یہاں لِقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ بھی اسی لیے فرمایا گیا کہ یہ حال سن کر وہ سمجھ سکیں کہ جیسے اب مر کر زندہ ہوئے ایسے ہی مر کر ایک دن حشر میں اٹھیں گے۔ پھر پانچواں نشان قدرت بیان فرمایا۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ اور اس کی نشانیوں سے یہ بھی ہے کہ تمہیں بجلیاں دکھاتا ہے خوف اور امید کے لیے اور اتارتا ہے آسمان سے پانی تو زندہ فرماتا ہے اس سے زمین کو خشک ہونے کے بعد بیشک اس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اس میں بجلی کا ذکر فرما کر اپنی قدرت کی نشانی بیان کی اس لیے کہ بجلی انسان کو خوفزدہ بھی کرتی ہے اور امید باران رحمت بھی دلاتی ہے پھر اس کے بعد جو بارش ہوتی ہے اس سے خشک زمین جو خاک اڑاتی تھی سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا میں موت کی تصریح ہم پہلے کر چکے ہیں اس کے بعد چھٹی اپنی شان قدرت بیان فرمائی۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَا اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ۔ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ۔ اور اس کی نشانیوں سے یہ بھی ہے کہ آسمان و زمین اس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب تمہیں وہ زمین سے بلائے گا تو جبھی تم نکل آؤ گے۔

اور اسی کا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے سب اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ آسمان و زمین محض اس کے حکم سے قائم ہیں اس میں انسانی و ملائکہ اور تصرف کا عمل کو کچھ دخل نہیں اس میں نہ بنیادیں ہیں نہ آسمان کے لیے کوئی ستون ہے دوسری آیت کریمہ میں بھی حشر کا اعادہ فرمایا گیا کہ جب وہ قادر علی الاطلاق تمہیں زمین میں سے بلائے گا تو فوراً تم سب نکل آؤ گے اس لیے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کی ملک ہے اور اسی کے آگے نگوں سار ہے اس کے بعد ساتویں شان قدرت میں بدء خلق کو ظاہر فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ اور وہی ذات ہے جو خلق کو ابتداءً پیدا کرتی ہے پھر اسے مار کر دوبارہ اٹھاتی ہے اور وہ اس کے لیے بہت آسان ہے اور اس کی شان بلند و بالا ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ سب سے اول اسی نے سب کچھ بنایا اور وہی مٹا کر پھر زندہ کرے گا۔ اور جیسے اول بنانا مشکل نہ ہوا سے دوبارہ بنانا تو بہر حال آسان ہے اور اسکی شیون قدرت کی بڑی بلند و بالا مثالیں ہیں اس لیے کہ وہ زبردست حکمت والا ہے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع۔ سورۃ روم پ ۲۱

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ۔ اور اس کی نشانیوں میں قدرت سے یہ ہے کہ تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر تم بصورت بشر پھیل گئے۔

یعنی اللہ تعالے کی روشن نشانیوں سے یہ ایک نشانی ہے کہ تمہیں زندہ پیدا فرمایا مٹی سے اور بے جان کو زندہ سے نکالا جیسے نطفہ کہتے ہیں پھر اس سے زندہ انسان نکالا جیسے طفل کہتے ہیں یہ صریح دلیل ہے جماد کو جاندار کرنے کی اور احیاء ارض بعد الموت کی۔

اور تخلیق آدم علیہ السلام مٹی سے کی گئی پھر عام طور پر نطفہ کے ذریعہ پیدائش ہوئی تو وہ نطفہ درحقیقت مٹی سے ہی بنا ہے پھر اس سے عام مخلوق اور بشر بنے جو زمین میں پھیل گئے اور اپنی معاش و ضروریات کے لیے پھرنے لگے۔

یہاں اذا فجائیہ ہے۔ یہ پہلا نشان قدرت ظاہر فرمایا اس کے بعد چھ آیات قدرت کاملہ ظاہر فرمائے

چنانچہ دوسرا نشان قدرت اس طرح ظاہر فرمایا۔
وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔ اور اس کی نشانیوں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہیں میں سے جوڑا پیدا کیا تاکہ تم سکون پکڑو ان کی طرف اور کیا تم میں آپس میں محبت ورحمت کا رابطہ بیشک اس میں بھی غور وفکر والوں کے لیے نشان ہیں۔

یہاں بھی من تبعیضیہ ہے یعنی نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے لاکھوں بلکہ بے گنتی ہیں لیکن ان میں سے بعض یہ ہیں کہ تمہاری اصلی تخلیق حضرت حوا سے ہے اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں جیسا کہ آلوسی بھی فرماتے ہیں فَاِنَّ خَلْقَ اَصْلِ اَزْوَاجِکُمْ حَوَّاءَ مِنْ ضِلْعِ اٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مُتَضَمِّنٌ لِّخَلْقِھِنَّ مِنْ اَنْفُسِکُمْ تو ثابت ہوا کہ انسان کی جنس سے ہی نسوانی طبقہ کی پیدائش ہے نہ کہ غیر جنس سے اور یہ اس لیے بھی ضروری تھا تاکہ لِتَسْکُنُوْۤا اِلَیْھَا سکون حاصل ہو یُقَالُ سَکَنَ اِلَیْہِ اِذَا مَالَ فَاِنَّ الْمُجَانَسَۃَ مِنْ دَوَاعِی النِّظَامِ وَالتَّعَارُفِ کَمَا اَنَّ الْمُخَالَفَۃَ مِنْ اَسْبَابِ التَّفَرُّقِ وَالتَّنَافُرِ

محاورہ میں سَکَنَ میلان کے معنی میں مستعمل ہے اور میلان مقتضی نظام وتعارف ہے جیسے مخالفت اسباب تفرق وتنافر سے ہے، اسی لیے فرمایا۔
وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً۔ اور کیا تمہارے اندر مودت ومحبت اور رحمت۔

یعنی ازواج میں مرد عورتوں کے اندر محبت والفت پیدا فرمادی تاکہ امور خانہ داری کا نظام پورا رہے حسن فرماتے ہیں اور مجاہد وعکرمہ بھی یہی کہتے ہیں اَلْمَوَدَّۃُ کِنَایَۃٌ عَنِ النِّکَاحِ وَالرَّحْمَۃُ کِنَایَۃٌ عَنِ الْوَلَدِ مودت کنایہ ہے نکاح سے اور رحمت سے کنایہ ہے اولاد کی طرف۔

اور ایک قول ہے کَوْنُ الْمَوَدَّۃِ بِمَعْنَی الْمَحَبَّۃِ کِنَایَۃٌ عَنِ النِّکَاحِ اَیِ الْجِمَاعِ۔ مودت بمعنی محبت کنایہ نکاح سے ہے، اور نکاح بمعنی جماع ہے۔

ایک قول ہے مَوَدَّۃٌ لِلشَّابَّۃِ وَرَحْمَۃٌ لِلْعَجُوْزِ۔ محبت جوان عورت کے لیے ہوتی ہے اور رحمت بڑھیا عورت کے ساتھ۔

ایک قول یہ بھی ہے مَوَدَّۃٌ لِلْکَبِیْرِ وَرَحْمَۃٌ لِلصَّغِیْرِ۔ مودت بڑے سے ہوتی ہے اور رحم چھوٹے کے ساتھ چنانچہ حدیث میں ہے مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا۔ جو چھوٹے پر رحم نہ کرے اور بڑے کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔ بے شک اس میں سوچنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں لَمَّا کَانَ الْقَصْدُ مِنْ خَلْقِ الْاَزْوَاجِ وَالسُّکُوْنِ اِلَیْھَا وَاِلْقَاءِ الْمَحَبَّۃِ بَیْنَ الزَّوْجَیْنِ لَیْسَ مُجَرَّدُ قَضَاءِ الشَّھْوَۃِ الَّتِیْ یَشْتَرِکُ بِھَا الْبَھَائِمُ بَلْ تَکْثِیْرُ النَّسْلِ وَبَقَاءُ نَوْعِ الْمُتَفَکِّرِیْنَ خَاصِّۃً ھُنَا۔ جبکہ خلق ازواج اور ان کے ساتھ سکون اور آپس میں میاں بیوی کی محبت رکھی گئی تو یہ مجرد قضاء شہوت کے لیے ہی نہیں ہے اس لیے کہ اس میں تو بہائم بھی شریک ہیں بلکہ اس سے مقصود تکثیر نسل اور بقاء نوع متفکرین بھی ہے۔ آگے ارشاد ہے جو علامات قدرت سے تیسری شان ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ۔ اور اس کے نشانہائے قدرت سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے اور زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے بیشک اس میں اہل عالم کے لیے نشانیاں ہیں۔

زمین و آسمان میں رہنے والوں کے لیے اختلاف لسان والوان رکھ کر کسی کو عربی میں بولنے والا بنایا کسی کو فارسی میں کسی کو رومی میں وغیرہ وغیرہ

چنانچہ وہب کہتے ہیں اِنَّ الْاَلْسِنَۃَ اِثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ لِسَانًا فِیْ وُلْدِ حَامٍ سَبْعَۃَ عَشَرَ وَفِیْ وُلْدِ سَامٍ تِسْعَۃَ عَشَرَ وَفِیْ وُلْدِ یَافِثٍ سِتَّۃٌ وَّثَلَاثُوْنَ۔

زبانیں بہتّر ہیں۔
حام کی اولاد میں سترہ اور
سام کی اولاد میں انیس اور
یافث کی اولاد میں چھتیس زبانیں ہیں۔

ایسے ہی رنگ اقوام کا حال ہے۔ گورا رنگ اور کالا رنگ اور متوسط گندمی رنگ مختلف قوموں میں رکھے گئے ہیں۔

اس میں بھی اس خالق مطلق کی شان قدرت کا مظاہرہ اہل علم کے لیے ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَا یَعْقِلُھَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ حقیقت شان کو اہل علم ہی سمجھتے ہیں۔

اس کے بعد چوتھی شان کا اظہار ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ مَنَامُکُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَابْتِغَاؤُکُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ۔ اور اس کی نشانیوں سے تمہارا سونا رات کا ہے اور دن میں طلب معاش ہے اس کے فضل سے بیشک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لیے۔

اس میں قادر مطلق کی شان نظر آتی ہے کہ لیل و نہار کو دو مفاد میں منقسم فرمایا۔ دن کو تلاش معاش کے

لیے اور شب کو اس تلاش میں جو محنت ہوتی ہے اور اس سے انسان فطرتاً تھک جاتا ہے اس کے دور کرنے کو رات بنادی اور رات آجانے کے بعد انسان کو سونے کی طرف مائل کر دیا یہ اس کی آیات قدرت ہیں لیکن ان کے لیے جو سنیں اور سمجھیں اب پانچویں شان کا بیان شروع فرمایا۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ اور اس کی نشانیوں سے یہ ہے کہ وہ دکھاتا ہے تمہیں بجلی ڈرانے والی اور امید دلانے والی اور نازل کرتا ہے آسمان سے پانی تو سرسبز و شاداب کرتا ہے اس سے زمین کو خشک ہو جانے کے بعد بیشک اس میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔

اس سے یہ بھی روشن اور واضح ہو جاتا ہے کہ جب خشک اور خاک شدہ گھاس سرسبز کر دی جاتی ہے تو انسان کو اس کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینا اس کی قدرت سے کیوں بعید ہو لیکن اس نظریہ کو عقلمند ہی سمجھ سکتے ہیں۔

اور یحیی بہ الارض کی تفسیر خلاصہ تفسیر میں بیان ہو چکی۔ پھر چھٹی شان کا بیان ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ۔ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ۔ اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ آسمان و زمین قائم ہیں اس کے حکم سے پھر جب تمہیں زمین سے ندا کرے گا جبھی تم نکل پڑو گے اور اسی کی ملک ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سب اس کے زیر فرمان ہیں۔

یعنی آسمان اور زمین بغیر کسی سہارے کے قائم ہیں اس میں صرف اور صرف اسی کا حکم ہے اور جب وہ تمہیں ایک ندا دے گا تو تم اپنی اپنی قبروں سے نکل پڑو گے اور وہ آواز صور اسرافیل کی آواز ہو گی۔ اس پر کسی شاعر نے خوب کہا ہے

وَفِیْ كُلِّ شَیْءٍ لَّهٗ اٰیَةٌ   تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ

اب ساتویں شان کی نشانی کا بیان ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ۔ اور وہی ہے تمام خلق کی ابتداء فرما کر اس کے فنا ہو جانے کے بعد پھر دوبارہ بنائے گا اور وہ تمہاری سمجھ میں بھی آسان ہے۔

اسی لیے تمہاری عقل ابتدا ایجاد کو مشکل سمجھتی ہے اور دوبارہ اسے بنانا آسان جانتی ہے لیکن یہ بے عقل جاہل ہماری ابتدائے تخلیق کو مان کر دوبارہ بنانے کو مشکل بلکہ محال سمجھتے ہیں اس کے بعد ارشاد ہے۔

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ اور اسی کے لیے ہیں سب

سے برتر شان آسمانوں اور زمین میں اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ روم پ ۲۱

ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

مثال دیتا ہے تمہارے لیے تمہارے ہی حال سے کیا تمہارے لیے تمہارے ہاتھ کی ملکیت غلاموں سے کچھ شریک ہیں اس میں جو ہم نے تمہیں روزی دی تو تم سب اس میں برابر ہوا ایسے کہ ان سے ڈرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو ایسے ہی تفصیل سے ہم نشانیاں بیان کرتے ہیں عقل والوں کے لیے۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَن يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ۝

بلکہ وہ ظالم جو اپنی خواہشوں کے پیچھے ہولیے اپنی جہالت سے تو کون اس کو ہدایت کرے جسے اللہ تعالےٰ نے گمراہ کیا اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

تو قائم کرو اپنا رخ دین کے لیے خالص اسی کے ہو کر یہ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت ہے جس پر لوگوں کو قائم کیا نہیں بدل سکتا اللہ کی بنائی ہوئی چیز کو یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

رجوع لائے ہیں اسی کی طرف اور اسی سے ڈرتے ہو اور قائم رکھو نماز اور نہ ہو مشرکوں سے۔

مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝

ان میں سے جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اپنے دین کو اور ہو گئے گروہ گروہ ہر جماعت اپنی تعلیم پر ہی خوش ہے۔

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً

اور جب پہنچتی ہے لوگوں کو تکلیف پکارتے ہیں اپنے رب کو اس کی طرف رجوع ہو کر پھر جب ذائقہ آتا ہے

إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝

اس کی طرف رحمت کا تو جبھی ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک بنا لیتا ہے۔

لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝

تاکہ ناشکری کرے اس کی جو ہم نے دیا تو برائے چندے عیش کرو عنقریب جان لوگے۔

أَمْ أَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ۝

کیا ہم نے اتاری ہے ان پر کوئی سند کہ وہ بتاتی ہے ہمارے شریک۔

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ۝

اور جب ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت کا مزہ تو خوش ہوتے ہیں اس سے اور اگر کوئی برائی پہنچے ان کے ہاتھوں کی کرتوت سے جبھی مایوس ہو جاتے ہیں

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ اللہ وسیع کرتا ہے رزق جسے چاہے اور تنگ کرتا ہے جس پر چاہے بیشک اس میں نشانیاں ہیں ایمان لانے والوں کے لیے۔

فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

تو دو رشتہ داروں کو انکا حق اور مسکین اور مسافر کو یہ بہتر ہے ان کے لیے جو چاہتے ہیں اللہ کی رضا اور یہی کامیاب ہیں۔

وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ۝

اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال بڑھیں تو نہ بڑھے گا وہ اللہ کے یہاں اور جو تم خیرات دو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو ان لوگوں کے لیے دو چند اجر ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے شریکوں میں سے بھی کوئی ایسا ہے جو یہ کام کر سکے پاکی اور برتری ہے اسے ان کے شریکوں سے۔

لفظی ترجمہ

ضَرَبَ۔ بیان کی	لَکُمْ۔ تمہارے لیے	مَثَلًا۔ مثال	مِنْ اَنْفُسِکُمْ۔ تمہاری اپنی
جانوں سے	ھَلْ۔ کیا	لَکُمْ۔ تمہارے لیے ہے	مِنْ مَّا۔ اس سے جو
مَلَکَتْ۔ مالک ہیں	اَیْمَانُکُمْ۔ تمہارے ہاتھ	مِنْ شُرَکَآءَ۔ کوئی شریک	فِیْ۔ بیچ
مَا۔ اس کے جو	رَزَقْنَا۔ دیا ہم نے	کُمْ۔ تم کو	فَاَنْتُمْ۔ تو تم
فِیْہِ۔ اس میں	سَوَآءٌ۔ برابر ہو	تَخَافُوْنَھُمْ۔ ڈرو تم ان سے	کَخِیْفَتِکُمْ۔ جیسے ڈرتے ہو تم
اَنْفُسَکُمْ۔ آپس میں	کَذٰلِکَ۔ ایسے ہی	نُفَصِّلُ۔ بیان کرتے ہیں ہم	الْاٰیٰتِ۔ آیتیں
لِقَوْمٍ۔ ان کے لیے جو	یَّعْقِلُوْنَ۔ سوچیں	بَلِ۔ بلکہ	اتَّبَعَ۔ پیروی کی
الَّذِیْنَ۔ انہوں نے جو	ظَلَمُوْٓا۔ ظالم ہیں	اَھْوَآءَ۔ خواہشات	ھُمْ۔ اپنی کی
بِغَیْرِ۔ بغیر	عِلْمٍ۔ علم کے	فَمَنْ۔ تو کون	یَّھْدِیْ۔ ہدایت دے
مَنْ۔ اسکو جسے	اَضَلَّ۔ گمراہ کیا	اللّٰہُ۔ اللہ نے	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	لَھُمْ۔ ان کے لیے	مِنْ نّٰصِرِیْنَ۔ کوئی مددگار	فَاَقِمْ۔ تو قائم رکھ
وَجْھَکَ۔ اپنا چہرہ	لِلدِّیْنِ۔ دین کے لیے	حَنِیْفًا۔ خالص	فِطْرَتَ۔ پیدائش
اللّٰہِ۔ اللہ کی	الَّتِیْ۔ وہ جو	فَطَرَ۔ پیدا کیا	النَّاسَ۔ لوگوں کو
عَلَیْھَا۔ اس پر	لَا۔ نہیں ہے	تَبْدِیْلَ۔ تبدیلی	لِخَلْقِ۔ واسطے پیدائش
اللّٰہِ۔ اللہ کے	ذٰلِکَ۔ یہ	الدِّیْنُ۔ دین ہے	الْقَیِّمُ۔ سیدھا
وَ۔ اور	لٰکِنَّ۔ لیکن	اَکْثَرَ۔ اکثر	النَّاسِ۔ لوگ
لَا۔ نہیں	یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	مُنِیْبِیْنَ۔ رجوع کرنے ہوئے	اِلَیْہِ۔ اسکی طرف
وَ۔ اور	اتَّقُوْہُ۔ ڈرو	ہُ۔ اس سے	وَ۔ اور
اَقِیْمُوا۔ قائم کرو	الصَّلٰوۃَ۔ نماز	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
تَکُوْنُوْا۔ ہو جاؤ تم	مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ مشرکوں میں سے		مِنَ الَّذِیْنَ۔ ان سے جنہوں نے
فَرَّقُوْا۔ ٹکڑے کیا	دِیْنَھُمْ۔ اپنے دین کو	وَ۔ اور	کَانُوْا۔ ہو گئے
شِیَعًا۔ فرقے فرقے	کُلُّ۔ ہر	حِزْبٍ۔ فرقہ	بِمَا۔ اس سے جو

لَدَيْهِمْ۔ انکے پاس ہے
مَسَّ۔ پہنچتی ہے
رَبَّهُمْ۔ اپنے رب کو
اِذَا۔ جب
اِذَا۔ تو اچانک
يُشْرِكُوْنَ۔ شرک کرتے ہیں
فَتَمَتَّعُوْا۔ تو فائدہ اٹھاؤ
اَنْزَلْنَا۔ اتاری ہم نے
يَتَكَلَّمُ۔ بیان کرتی ہے
يُشْرِكُوْنَ۔ شرک کرتے
النَّاسَ۔ لوگوں کو
وَ۔ اور
بِمَا۔ بسبب اسکے جو
هُمْ۔ وہ
يَرَوْا۔ دیکھا انہوں نے
الرِّزْقَ۔ رزق
يَقْدِرُ۔ تنگ کرتا ہے
لَاٰيٰتٍ۔ نشان ہیں
ذَا الْقُرْبٰى۔ رشتہ دار کو
وَ۔ اور
لِلَّذِيْنَ۔ انکے لیے جو
وَ۔ اور
وَ۔ اور
لِيَرْبُوَا۔ تاکہ زیادتی ہو
فَلَا۔ تو نہیں

فَرِحُوْنَ۔ خوش ہیں
النَّاسَ۔ لوگوں کو
مُنِيْبِيْنَ۔ رجوع کرتے ہوئے
اَذَاقَهُمْ۔ چکھاتا ہے ان کو
فَرِيْقٌ۔ ایک فرقہ
لِيَكْفُرُوْا۔ تاکہ ناشکری کریں
فَسَوْفَ۔ جلدی
عَلَيْهِمْ۔ ان پر
بِمَا۔ جو
وَ۔ اور
رَحْمَةً۔ رحمت
اِنْ۔ اگر
قَدَّمَتْ۔ آگے بھیجا
يَقْنَطُوْنَ۔ مایوس ہوتے ہیں
اَنَّ۔ کہ
لِمَنْ۔ جس کے لیے
اِنَّ۔ بیشک
لِقَوْمٍ۔ انکے لیے جو
حَقَّهٗ۔ اس کا حق
ابْنَ السَّبِيْلِ۔ مسافر کو
يُرِيْدُوْنَ۔ چاہتے ہیں
اُولٰٓئِكَ۔ یہی
مَا۔ جو
فِيْ۔ بیچ
يَرْبُوْا۔ بڑھتا

وَ۔ اور
ضُرٌّ۔ کوئی تکلیف
اِلَيْهِ۔ اس کی طرف
مِنْهُ۔ طرف سے
مِنْهُمْ۔ ان میں سے
بِمَا۔ اسکی جو
تَعْلَمُوْنَ۔ جانو گے تم
سُلْطٰنًا۔ کوئی دلیل
كَانُوْا۔ تھے
اِذَا۔ جب
فَرِحُوْا۔ خوش ہوتے ہیں
تُصِبْهُمْ۔ پہنچے انکو
اَيْدِيْهِمْ۔ انکے ہاتھوں نے
اَوَ۔ کیا
اللّٰهَ۔ اللہ
يَشَآءُ۔ چاہے
فِيْ۔ بیچ
يُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لائیں
وَ۔ اور
ذٰلِكَ۔ یہ
وَجْهَ۔ رضامندی
هُمُ۔ وہ ہیں
اٰتَيْتُمْ۔ دو تم
اَمْوَالِ۔ مال
عِنْدَ۔ نزدیک

اِذَا۔ جب
دَعَوْا۔ پکارتے ہیں
ثُمَّ۔ پھر
رَحْمَةً۔ رحمت
بِرَبِّهِمْ۔ اپنے رب کے ساتھ
اٰتَيْنٰهُمْ۔ دیا ہم نے انکو
اَمْ۔ کیا
فَهُوَ۔ تو وہ
بِهٖ۔ اسکے ساتھ
اَذَقْنَا۔ ہم چکھاتے ہیں
بِهَا۔ اس سے
سَيِّئَةٌ۔ کوئی تکلیف
اِذَا۔ تو اچانک
لَمْ۔ نہ
يَبْسُطُ۔ فراخ کرتا ہے
وَ۔ اور
ذٰلِكَ۔ اس کے
فَاٰتِ۔ تو دو
الْمِسْكِيْنَ۔ مسکین
خَيْرٌ۔ بہتر ہے
اللّٰهِ۔ اللہ کی
الْمُفْلِحُوْنَ۔ نجات پانے والے
مِنْ رِّبًا۔ زیادہ لینے کے لیے
النَّاسِ۔ لوگوں کیلیے
اللّٰهِ۔ اللہ کے

وَ۔ اور | مَا جو | اٰتَیْتُمْ۔ دو تم | مِّنْ زَکٰوۃٍ۔ زکوٰۃ کر
تُرِیْدُوْنَ۔ چاہتے ہو | وَجْہَ۔ رضامندی | اللّٰہِ۔ اللہ کی | فَاُولٰٓئِکَ تو یہی
ھُمُ۔ وہ ہیں | الْمُضْعِفُوْنَ۔ دگنا پانے والے | اَللّٰہُ۔ اللہ | الَّذِیْ۔ وہ ہے جس نے
خَلَقَکُمْ پیدا کیا تم کو | ثُمَّ۔ پھر | رَزَقَکُمْ۔ رزق دیا تم کو | ثُمَّ۔ پھر
یُمِیْتُکُمْ۔ مار یگا تم کو | ثُمَّ۔ پھر | یُحْیِیْکُمْ۔ زندہ کریگا تم کو | ھَلْ۔ کیا ہے کوئی
مِنْ شُرَکَآئِکُمْ۔ تمہارے شریکوں سے | مَنْ۔ جو | یَّفْعَلُ۔ کر سکے
مِنْ ذٰلِکُمْ۔ اس میں سے | مِّنْ شَیْءٍ۔ کوئی چیز | سُبْحٰنَہٗ۔ پاک ہے وہ | وَ۔ اور
تَعَالٰی۔ بلند ہے | عَمَّا۔ اس سے | یُشْرِکُوْنَ۔ جو وہ شرک کرتے ہیں

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔ سورۃ روم۔ پ ۲۱

ضَرَبَ لَکُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِکُمْ۔ تمہارے لیے ایک مثال دیتا ہے تمہارے اپنے حال سے (اور وہ مثال یہ ہے کہ)

هَلْ لَّکُمْ مِّنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِّنْ شُرَکَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰکُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ۔ تمہارے لیے کیا تمہارے ہاتھ کی ملک غلاموں میں سے کچھ شریک ہیں اس میں جو ہم نے تمہیں روزی دی تو تم سب اس میں برابر ہو۔ یعنی کیا تمہارے غلام تمہارے ساجھی ہیں اور مال و متاع وغیرہ میں تم اور تمہارے غلام یکساں حق رکھتے ہیں اور تم ان کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں تصرف کرنے سے قاصر ہو۔ اور تم اور وہ برابر ہیں حتیٰ کہ تَخَافُوْنَهُمْ کَخِیْفَتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ۔ تم ان سے ڈرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو۔

مدعا یہ ہے کہ تم جس طرح اپنے غلاموں مملوکوں کو اپنا شریک بنانا گوارا نہیں کر سکتے تو کتنا ظلم ہے کہ اللہ تعالےٰ کے مملوک اور مقتدر بندوں کو اس کا شریک اور برابر قرار دیتے ہو۔ گویا ارشاد ہے کہ اے مشرکو تم اللہ کے سوا جنہیں اپنا معبود بنا رہے ہو وہ سب اسکے بندے اور مملوک ہیں۔ تو اگر تم اپنے غلاموں مملوکوں کو اپنے برابر ہونا پسند نہیں کرتے تو اللہ تعالےٰ کے مساوی قرار دینا کتنی بے انصافی اور ظلم ہے یہ اتنی واضح مثال ہے کہ خود ہی ارشاد فرمایا

کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ ہم ایسی مفصل نشانیاں بیان کرتے ہیں عقلمندوں کے لیے۔ آگے ارشاد ہے۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ بلکہ اتباع کرتے ہیں ظالم لوگ اپنی خواہشات کا اپنی جہالت سے۔

فَمَنْ یَّھْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰہُ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۔ تو اسے کون ہدایت کر سکتا ہے جس کو اللہ نے گمراہ کیا اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

یعنی جو پیدائشی گمراہ ہو اسے کسی کی ہدایت فائدہ نہیں دے سکتی اور عذاب آخرت سے بچانے میں اس کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا اب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عام حکم ہے۔

فَاَقِمْ وَجْھَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا۔ تو اپنا منہ سیدھا رکھو اللہ کی اطاعت کے لیے صرف اسی کے ہو کر یعنی خلوص کے ساتھ دین الٰہی پر استقامت و استقلال سے قائم رہو۔

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ۔ فطرت الٰہی وہ ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا کوئی نہیں بدل سکتا اس کی پیدا کی ہوئی شان کو۔

فطرت سے مراد دین اسلام ہے۔ آیۂ کریمہ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے خلق کو ایمان پر پیدا کیا جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُّوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ ثُمَّ اَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ۔ ہر پیدا ہونے والا فطرۃ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی کر لیں یا نصرانی و مجوسی بنا لیں۔

تو لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ کے یہ معنی ہوئے کہ پیدائش کے وقت ہر ایک اپنی فطرت کے مطابق ہی ہوتا ہے اس وقت کسی کو بدلنے کا حق نہیں لہٰذا تم کو چاہئے کہ اسی اپنی پیدائش پر قائم رہو۔ اس لیے کہ

ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ یہی سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یعنی دین قیم ہی پر قائم رہو اور جاہل اس حقیقت سے نابلد ہیں۔

مُنِیْبِیْنَ اِلَیْہِ وَاتَّقُوْہُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے اس سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو۔

انابت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف توبہ اور اطاعت کے ساتھ رجوع ہو اور اس کے ساتھ کسی غیر کی پوجا اور عبادت نہ کرو اور مشرک نہ ہو۔

مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ۔ ان میں سے وہ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقہ فرقہ ہو گئے ہر گروہ جس فرقہ کے پاس ہے اس پر خوش ہے۔

کوئی چکڑالوی ہے اور کوئی نجدی کوئی نیچری ہے اور کوئی وہابی کوئی غیر مقلد ہے کوئی رافضی خارجی کوئی معتزلی ہے اور کوئی اپنی جماعت کے سوا کسی کو اسلامی ہی نہیں مانتا کوئی پرویزی ہے

یہ

فرقہ بھی ابھی موجود ہے۔

غرضیکہ وجود الٰہی اور معبود حقیقی کی عبادت میں بھی اختلاف کرکے اپنے اپنے گروہ کے ساتھ خوش ہے. کوئی تین نمازیں مانتا ہے کوئی دو ہی پر اکتفا کرتا ہے کوئی موجودہ نماز کو مولوی کی گھڑی ہوئی بتاتا ہے سچ کو ہندو یا ترا بتاتا ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ سب اپنی اپنی جماعت میں خوش ہیں چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۔ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۔ اور جب پہنچتی ہے لوگوں کو تکلیف تو پکارتے ہیں اپنے رب کو اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے پھر جب وہ انہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ دیتا ہے تو جبھی ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے، تاکہ ہمارے دیے ہوئے کی ناشکری کریں تو عیش کرلو چند روز عنقریب جان لوگے۔

یعنی جب کسی مرض یا قحط یا اور کسی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں تو صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور جب رحمت الٰہی سے وہ آرام اور فراخی پاتے ہیں تو پھر وہی شرک کرنے لگتے ہیں تو انہیں فرمادیجئے کہ چند روز دنیوی نعمتوں سے عیش کرلو پھر جان لوگے کہ تمہارا انجام کیا ہے اور آج اللہ کی نعمتوں سے ناشکری کا کیا صلہ ملتا ہے۔

اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ۔ یا ہم نے ان پر کوئی سند اتاری کہ وہ انہیں ہمارا شریک بتا رہی ہے۔

یعنی ان پر کوئی کتاب یا حجت نازل کی گئی ہے جو انہیں شرک کرنے کا حکم دیتی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے نہ کوئی حجت ہے نہ کوئی سند محض اپنے توہمات باطلہ فاسدہ کاسدہ کے شکار ہیں۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۔ اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے ان کی بداعمالیوں سے تو وہ ناامید ہو جاتے ہیں۔

رحمت حق سے تندرستی اور وسعت رزق کا جب انہیں مزہ آتا ہے خوش ہوتے ہیں اتراتے ہیں اور جب ان کی کرتوت کے بدلے کوئی مصیبت آئے تو مایوس ہو جاتے ہیں اور یہ مومن کی شان سے بعید ہے وہ جب فراخی ہو شکر کرتا ہے اور تنگی ہو تو صبر کرتا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ اللہ ہی کشادہ فرماتا ہے رزق جس کے لیے چاہے اور تنگ کرتا ہے اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

یعنی حقیقت یہی ہے کہ فراخی اور تنگی دونوں من جانب اللہ ہیں اور مومن دونوں شانوں سے اللہ تعالےٰ کو ہی یاد کرتا ہے لہذا۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ تو دے رشتہ داروں کو ان کا حق اور مسکین و مسافر کی خبر گیری کریہ ان کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

یعنی صلہ رحمی اعزا و اقربا کے ساتھ اور مسکین اور مسافر کی ضرورت پوری کرنا یہ کامیابی کی نشانی ہے اور چونکہ یہاں امر ہے اس لیے صلہ رحمی واجب ہوئی کما فی المدارک۔ اس کے بعد باہمی لین دین کے متعلق حکم نافذ ہوا۔

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۔ اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ لینے والے کے مال بڑھیں تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی اور جو تم خیرات دو اللہ کی رضا چاہتے ہیں سو ان کا اجر دو چند ہے۔

لوگوں میں رواج تھا کہ وہ دوسرے احباب عزیز و آشنا کو کچھ دیتے تو یہ نیت رکھتے کہ یہ ہمیں اس سے زیادہ دے گا۔ یہ رواج اگرچہ جائز ہے لیکن اس قسم کا لین دین ثواب آخرت سے خالی ہے اور اس میں برکت نہیں البتہ اللہ کے لیے کسی کی خدمت کرنا اس میں اجر دو چند ہے بلکہ دس گنا۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ اللہ ہی وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا۔ کیا تمہارے معبودوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کرے پاکی ہے اسے اور بلندی ہے اسے تمہارے اس شرک سے۔

یعنی پیدا کرنا رزق دینا۔ مارنا۔ جلانا یہ سب کام صرف اور صرف اللہ تعالےٰ کا ہے مخلوق میں سے کسی کے اندر یہ قوت نہیں۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ روم پ ۲۱

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔ تمہارے لیے ایک مثال بیان کرتا ہے خود تمہارے اپنے حال سے کیا تمہارے لیے تمہارے اپنے ملک غلام تمہارے شریک ہیں اس میں جو ہم نے بخشش کی تمہیں تو تم سب اس میں برابر ہو کہ تم ان سے ڈرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو ہم نشانیاں مفصل بیان کرتے ہیں عقل والوں کے لیے۔

اس میں مشرکین کو مخاطب کرکے ارشاد ہے کہ اے مشرکو تم اپنے حال پر غور کرو کہ تمہارے غلام جو تمہارا ملک ہیں کیا تمہارے ساجھی ہیں مال و متاع میں یکساں مساوی استحقاق رکھتے ہیں اور ایسے ہی مختار ہیں جیسے تم اگر ایسا ہے تو تم اپنے مملوکات میں بغیر ان غلاموں کی اجازت کے کچھ تصرف کرنے کا حق نہ رکھتے ہوگے۔

اس بیان سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ تم اپنے غلاموں کو کسی طرح اپنا شریک بنانا گوارا نہیں کرسکتے تو کس قدر جہالت و حماقت ہے کہ اپنے عارضی مملوک تو تم اپنے مساوی ماننے کو تیار نہیں اور اللہ تعالےٰ جس کی ہر شے مملوک حقیقی ہے اسے تم اس کے سوا اپنا معبود بناکر اس مالک حقیقی کا ساجھی اور شریک بناتے ہو حالانکہ تم بھی سمجھتے ہو کہ کائنات میں جو بھی ہے اس کا بندہ اور اس کی ملک ہے تو یہ شرک کرنا ان کا اپنی جانوں پر ظلم عظیم کرنا ہے۔ یہ ایک ایسی مثال ہے کہ جس میں ذرہ بھر بھی عقل ہے وہ اسے تسلیم کرے گا اور جو لوگ اپنی خواہشوں کے پیرو ہوکر اپنے اوپر ظلم کررہے ہیں وہ درحقیقت اخروی عذاب سے بے خبر ہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔ بلکہ یہ ظالم اپنی خواہشات کے پیرو ہوکر جہالت اور عذاب آخرت سے بے خبر ہونے کی بنا پر لگے ہوئے ہیں تو اسے کون ہدایت کرے جسے اللہ تعالےٰ نے گمراہ ہی پیدا فرمایا اور ان کا کوئی بھی آخرت میں مددگار نہیں ہوگا۔

یعنی جنہیں خالق کل مالک کل نے گمراہ پیدا کیا اسے کوئی ہدایت نہیں کرسکتا اور ان کو عذاب آخرت سے بچانے میں کوئی مددگار نہیں اس کے بعد بظاہر حضور سے مخاطبہ فرماکر اپنے بندوں کو حکم دیا جاتا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ

الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ تو اپنا رخ سیدھا کر دینِ الٰہی کے لیے صرف اسی ایک ذات کی طرف اللہ تعالیٰ کی فطرۃ وہ ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا ہے اسے کوئی نہیں بدلے یہی سیدھا دین ہے مگر بہت لوگ نہیں جانتے۔

یعنی خلوص کے ساتھ دینِ حق پر استقامت اور استقلال سے قائم رہو اور فطرت سے مراد دینِ اسلام ہے۔ چنانچہ ابن مردویہ حماد بن الصفا سے راوی ہیں فرماتے ہیں میں نے حضرت قتادہ سے اس آیت کریمہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فِطْرَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا۔ دِیْنُ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

وَالْمُرَادُ بِفِطْرَتِہِمْ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ خَلْقُھُمْ قَابِلِیْنَ لَہٗ غَیْرَ نَابِیْنَ عَنْہُ وَلَا مُنْکِرِیْنَ لَہٗ لِکَوْنِہٖ مُجَاوِبًا لِلْعَقْلِ مُسَاوِقًا لِلنَّظْرِ الصَّحِیْحِ۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ دینِ اسلام پر سب کی پیداوار ہے اسے مانتے ہوئے ہر ایک پیدا ہوا۔

فَفِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی پیدا ہونے والا نہیں پیدا ہوتا مگر فطرت اسلامیہ پر تو پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی کرلیں یا نصرانی اور مجوسی۔

ایک حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے کہ حضور نے فرمایا اَلشَّقِیُّ شَقِیٌّ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ۔

اور لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ کے متعلق آلوسی فرماتے ہیں قِیْلَ الْمَعْنٰی لَا یَقْدِرُ اَحَدٌ عَلٰی اَنْ یُّغَیِّرَ خَلْقَ اللّٰہِ سُبْحٰنَہٗ وَفِطْرَتَہٗ عَزَّوَجَلَّ۔ یعنی کسی کو یہ قدرت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور فطرت کو بدل سکے

ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ یہ دین ایسا سیدھا اور مستوی ہے کہ اس میں کوئی کجی نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اور اگر جانتے تو ان پر لازم تھا کہ

مُنِیْبِیْنَ اِلَیْہِ وَاتَّقُوْہُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ رجوع رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ اور اخلاص کے ساتھ اور اس سے ڈرتے اور نماز قائم رکھتے اور مشرکوں سے نہ ہوتے

مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَہُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْہِمْ فَرِحُوْنَ سے دین اور مشرکوں سے وہ ہیں جنہوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور فرقہ فرقہ ہو گئے۔ ہر فرقہ جس جماعت میں ہے خوش ہے اور اتراتا ہے۔

یعنی وہ فرقے جس طریقہ پر ہیں سمجھتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں۔

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ۔ لِيَكْفُرُوْا بِمَا اٰتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ اور جب پہنچتی ہے لوگوں کو تکلیف تو پکارتے ہیں اپنے رب کو اس کی طرف جھکتے رجوع لاتے پھر جب وہ انہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ دیتا ہے جبھی ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ کفرانِ نعمت کرے ہماری دی ہوئی نعمت سے تو متمتع ہو لو برت لو چند سے پھر عنقریب اس کا انجام جان لو گے۔

ضُرٌّ سے مراد شدت و کرب ہے۔

دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ۔ يَعْنِيْ رَاجِعِيْنَ اِلَيْهِ تَعَالٰى مِنْ دُعَاءِ غَيْرِهٖ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْاَصْنَامِ وَغَيْرِهَا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتے ہیں اور اسی کو پکارتے ہیں پھر بت وغیرہ سب بھول جاتے ہیں ثُمَّ اِذَا اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً خَلَاصًا مِّنْ تِلْكَ الشِّدَّةِ۔ پھر جب انہیں اس شدت و نکبت سے خلاصی مل جاتی ہے اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ تو انہیں مخلصانہ پکارنے والوں کا ایک گروہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا لیتا ہے اور اس نجات کو بتوں ستاروں اور مثل اس کے کسی مخلوق کی طرف منسوب کر لیتا ہے اور مشرک ہو جاتا ہے۔

اِنْتِبَاہ

ان آیتوں کو بعض مسلمان نما بے دین اولیاء کرام اور انبیاء عظام پر منطبق کر لیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ اولیاء و انبیاء کے توسل سے جو لوگ اپنی مشکلات میں استمداد کرتے ہیں وہ بھی اسی شمار میں ہیں یہ غلط اور بالکل غلط ہے۔

اس لیے کہ بتوں سے توسل کرنا جماد اور لا یعقل سے توسل کرنا ہے اور ان سے توسل ان کے تقرب اور محبوبیت کے طفیل ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے لہٰذا یہ تشدد دیے جا ہے کہ جائز امور کو بھی اسی شرک کے مساوی قرار دیا جائے۔

پھر ان کا بتوں ستاروں پتھروں سے توسل اس لیے ہے کہ

لِيَكْفُرُوْا بِمَا اٰتَيْنٰهُمْ۔ تاکہ ہمارے دیے ہوئے کے ساتھ کفر کریں۔ (چنانچہ توبیخاً ارشاد ہے)

فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ اچھا برت لو چند سے برت لو متمتع ہو لو عنقریب تم جان لو گے۔

پھر دوبارہ التفات توبیخی فرما کر ارشاد ہے۔

اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ۔ یا ہم نے ان پر اس لو جا پاٹ کی

کوئی سند اتاری ہے یعنی حجت یا کتاب علیحدہ نازل کی ہے کہ وہ انہیں ہمارے شریک بتا رہی ہے۔
لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ سب کچھ انکے اوہام باطلہ فاسدہ کاسدہ رذیلہ خبیثہ ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے
کوئی سند اور حجت نہیں آئی پھر ان کے تذبذب کا نقشہ اس طرح کھینچ کر بیان فرمایا گیا۔
وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ
يَقْنَطُوْنَ اور جب ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت سے تو خوش ہوتے اور اترانے ہیں اور اگر پہنچے انکو
برائی انکے اعمال کا بدلہ تو جبھی مایوس ہو جاتے ہیں۔
یعنی صحت۔ فراخی رزق دیکھ کر اتراتے اور خوش ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم جس طریقہ پر ہیں وہی صحیح ہے
اور جب تنگی قحط امساک باراں یا کوئی بیماری کی شکل میں ان پر مصیبت نازل ہوتی ہے تو علی الفور
مایوس ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ سب کچھ ان کے عملوں کا نتیجہ ہوتا ہے اور مومن کی شان اس کے برعکس
ہوتی ہے اسے جب نعمت ملتی ہے تو بجائے اترانے کے اللہ کے حضور سجدہ شکر بجا لاتا ہے اور جب
تنگی سختی۔ کربت و نکبت آتی ہے تو اللہ تعالےٰ کی رحمت کا امیدوار ہو کر اسی کے حضور اپنی دعائیں پاس کے
مقربین کے توسل سے فراخی طلب کرتا ہے آگے ارشاد ہے۔
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ
کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک اللہ ہی فراخی رزق فرماتا ہے جسے چاہے اور تنگی بھی وہ کرتا ہے بیشک اس
میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔
اس کے بعد ارشاد ہے کہ جب تم یہ سمجھ چکے ہو تو اب تم پر لازم ہے کہ
فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔
تو رشتہ داروں کو ان کے حق دو
اور مسکین غریب کی مدد کرو
اور مسافر بے وطن کی خدمت کرو۔
یہ بہتر ہے ان کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کرتے ہیں اور وہی کامیاب ہیں۔
صاحب مدارک فرماتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ سے محارم کے نفقہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے اس لیے
کہ امر وجوب کے لیے آتا ہے۔
اور ذوالقربیٰ۔ مساکین۔ ابن السبیل کی خدمت میں احسان رکھنے کی بجائے رضائے الٰہی کا طالب

رہنا مسلمان کا مقتضا ہے۔ اور جو محمور ایمان پر ہے وہی کامیاب اور فلاح یافتہ ہیں
اس کے بعد ایک دستور اور رواج کی اصلاح کے لیے ارشاد ہے جو لوگوں میں مروج تھا کہ وہ دوست احباب اور برادری میں شادی بیاہ موت غمی میں اس نیت سے دیتے تھے کہ جتنا دیا ہے اس سے زاید حاصل کریں تو اگرچہ یہ جائز ہے لیکن اس قسم کا لین دین آخرت میں کسی ثواب کا موجب نہیں لہٰذا مومن جو کام کرے گا وہ خالصتہ لوجہ اللہ ہی کرے گا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ۔ اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کا مال بڑھے تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی (یعنی اس نیت سے دینا لینا مناسب نہیں اس کا اجر آخرت میں کچھ نہیں ہے) اور جو تم خیرات دو اللہ کی رضا جوئی میں تو وہ تمہارے لیے دونا ہے۔
اور دونا ہی نہیں بلکہ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا دس گنا بھی ہوگا اور وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ اور ضعف در ضعف بھی ہوگا جسے اللہ چاہے۔ اب آخر رکوع میں اپنی قدرت مطلقہ کا مظاہرہ فرمایا جاتا ہے
اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ اللہ وہ اللہ ہے جس نے

تمہیں پیدا کیا
پھر تمہیں رزق دیا
پھر تمہیں موت دیگا
پھر تمہیں زندہ کرے گا

گویا فرمایا گیا کہ پیدا کرنا، روزی دینا، مارنا جلانا یہ سب کام اللہ تعالےٰ ہی کے قبضہ میں ہیں تم جنہیں اللہ کے سوا معبود بنائے بیٹھے ہو اور انہیں اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو ذرا بتاؤ تو کہ تمہارے معبودوں بتوں میں کوئی بھی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے۔ سُبْحٰنَهٗ پاکی ہے اس کی ذات کے لیے وَتَعٰلٰى اور بلندی و برتری ہے اسے شرک سے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔
اور اس قسم کی خیر خیرات کی فضیلت میں کسی نے ایک شاندار رباعی کہی ہے جسے آلوسی نقل فرماتے ہیں

اِذَا جَادَتِ الدُّنْيَا عَلَيْكَ فَجُدْ بِهَا ... عَلَى النَّاسِ طُرًّا اِنَّهَا تَتَقَلَّبُ
فَلَا الْجُوْدُ يُفْنِيْهَا اِذَا هِيَ اَقْبَلَتْ ... وَلَا الْبُخْلُ يُبْقِيْهَا اِذَا هِيَ تَذْهَبُ

جب تجھ پر دنیا فراخ ہو تو تو بھی اس کے ذریعے احسان کر لوگوں پر کافی اور فراخ دلی سے اس لیے کہ

وہ جانے والی ہے
جب دنیا آرہی ہو تو سخاوت سے ختم نہیں ہوتی اور جب جانے لگے تو بخل اسے باقی نہیں رکھ سکتا۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۂ روم پ ۲۱

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

ظاہر ہوا فساد خشکی اور تری میں ان برائیوں سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کیں تاکہ انہیں ان کے بعض اعمال بد کا مزہ چکھائے شاید کہ وہ باز آئیں۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ۝

آپ فرمائیں زمین میں سیر کرو دیکھو کیا انجام ہوا تم سے پہلوں کا ان میں اکثر مشرک تھے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ۝

تو اپنا منہ سیدھا کر عبادت کے لیے قبل اس کے کہ آئے وہ دن جسے کوئی نہیں ٹلا سکتا اللہ کے مقابلہ میں اس دن الگ پھٹ جائیں گے۔

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ۝

جو کفر کرے اس پر اس کے کفر کا وبال ہے اور جو اچھا کام کرے وہ اپنی جان کے لیے تیاری کرتے ہیں۔

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ۝

تاکہ صلہ دے ایمان والوں کو اور نیک عمل کرنیوالوں کو اپنے فضل سے بیشک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ ہوائیں بھیجتا ہے مژدہ دینے کو اور تاکہ تمہیں اپنی رحمت کا ذائقہ دے اور اس لیے کہ کشتی چلے اس کے حکم سے اور اس لیے کہ اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ شکر گذار رہو۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا

اور بے شک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول بھیجے ان کی قوم کی طرف تو وہ لائے ان کے پاس کھلی نشانیاں تو ہم نے بدلہ لیا ان سے جو مجرم تھے اور ہمارے ذمہ

نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

حق کرم ہے ہمارے مومنوں کی مدد کرنا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝

اللہ وہ ہے جو بھیجتا ہے ہوائیں کہ ابھارتی ہیں بادل پھر اسے پھیلا دیتا ہے آسمان میں جیسے چاہے اور کرتا ہے اسے پارہ پارہ تو تو دیکھے کہ اس میں بیچ میں سے مینہ نکل رہا ہے تو جب اسے پہنچاتا ہے جسے چاہے اپنے بندوں میں سے تو جبھی وہ خوشی کرتے ہیں۔

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ۝

اگرچہ اس کے اتارنے سے پہلے آس توڑے ہوئے تھے۔

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

تو دیکھو اللہ کی رحمت کے آثار کیسے زمین جلاتا ہے اس کے مرنے کے بعد بیشک اس طرح وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

وَلَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ۝

اور اگر ہم بھیجیں کوئی ہوا جس سے وہ کھیتی پیلی کردے تو ضرور اس کے بعد کفران نعمت کریں۔

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝

تو بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے اور نہ بہروں کو پکارنا سناؤ جب وہ پشت پھیر کر لوٹیں۔

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لاؤ تم تو اسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تو وہ جھکے ہوئے مسلمان ہیں۔

لفظی ترجمہ

ظَهَرَ۔ ظاہر ہوا	اَلْفَسَادُ۔ فساد	فِيْ۔ بیچ	اَلْبَرِّ۔ خشکی
وَ۔ اور	اَلْبَحْرِ۔ تری کے	بِمَا۔ بسبب اسکے جو	كَسَبَتْ۔ کمایا
اَيْدِيْ۔ ہاتھوں	النَّاسِ۔ لوگوں نے	لِيُذِيْقَهُمْ۔ تاکہ چکھائے انکو	بَعْضَ۔ بعض

الَّذِیْ۔ اس کا جو	عَمِلُوْا۔ کیا انہوں نے	لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ	یَرْجِعُوْنَ۔ لوٹیں
قُلْ۔ کہو	سِیْرُوْا۔ سیر کرو	فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے
فَانْظُرُوْا۔ تو دیکھو	کَیْفَ۔ کیسا	کَانَ۔ ہوا	عَاقِبَۃُ۔ انجام
الَّذِیْنَ۔ ان کا جو	مِنْ قَبْلُ۔ پہلے تھے	کَانَ۔ تھے	اَکْثَرُ۔ اکثر
هُمْ۔ ان میں سے	مُّشْرِکِیْنَ۔ مشرک	فَاَقِمْ۔ تو قائم رکھ	وَجْهَكَ۔ اپنا چہرہ
لِلدِّیْنِ۔ دین	الْقَیِّمِ۔ سیدھے کیلئے	مِنْ قَبْلِ۔ پہلے	اَنْ۔ اس سے کہ
یَّاْتِیَ۔ آئے	یَوْمٌ۔ ایسا دن	لَّا۔ کہ نہیں	مَرَدَّ۔ واپس ہونا
لَہٗ۔ اس کو	مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے	یَوْمَئِذٍ۔ اس دن	یَّصَّدَّعُوْنَ۔ الگ الگ
ہو جائیں گے	مَنْ۔ جو	کَفَرَ۔ کفر کرے	فَعَلَیْهِ۔ تو اس پر ہے
کُفْرُ۔ کفر	ہٗ۔ اس کا	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو
عَمِلَ۔ کام کرے	صَالِحًا۔ نیک	فَلِاَنْفُسِهِمْ۔ تو ان کے اپنے لیے ہے	
یَمْهَدُوْنَ۔ تیاری کرتے ہیں	لِیَجْزِیَ۔ تاکہ بدلہ دے	الَّذِیْنَ۔ ان کو جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے
وَ۔ اور	عَمِلُوا۔ عمل کیے	الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے	مِنْ فَضْلِهٖ۔ اپنے فضل سے
اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	لَا۔ نہیں	یُحِبُّ۔ پسند کرتا	الْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں کو
وَ۔ اور	مِنْ اٰیٰتِهٖ۔ اس کی نشانیوں سے ہے		اَنْ۔ یہ کہ
یُّرْسِلَ۔ بھیجتا ہے	الرِّیَاحَ۔ ہواؤں کو	مُبَشِّرٰتٍ۔ خوشخبری دینے والیاں	
وَ۔ اور	لِیُذِیْقَکُمْ۔ تاکہ چکھائے تم کو		مِنْ رَّحْمَتِهٖ۔ اپنی رحمت سے
وَ۔ اور	لِتَجْرِیَ۔ تاکہ چلیں	الْفُلْکُ۔ کشتیاں	بِاَمْرِهٖ۔ اس کے حکم سے
وَ۔ اور	لِتَبْتَغُوْا۔ تاکہ ڈھونڈو	مِنْ فَضْلِهٖ۔ اس کے فضل سے	
وَ۔ اور	لَعَلَّکُمْ۔ تاکہ تم	تَشْکُرُوْنَ۔ شکر کرو	وَ۔ اور
لَقَدْ۔ بیشک	اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے	مِنْ قَبْلِكَ۔ تم سے پہلے	رُسُلًا۔ رسولوں کو
اِلٰی۔ طرف	قَوْمِهِمْ۔ انکی قوم کے	فَجَآءُوْ۔ تو لائے وہ	هُمْ۔ انکے پاس
بِالْبَیِّنٰتِ۔ روشن دلائل	فَانْتَقَمْنَا۔ تو بدلہ لیا ہم نے	مِنَ الَّذِیْنَ۔ ان سے جو	اَجْرَمُوْا۔ مجرم تھے
وَ۔ اور	کَانَ۔ ہے	حَقًّا۔ واجب	عَلَیْنَا۔ ہم پر
نَصْرُ۔ مدد کرنا	الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کی	اَللّٰهُ۔ اللہ	الَّذِیْ۔ وہ ہے

يُرْسِلُ ۔ بھیجتا ہے	الرِّيَاحَ ۔ ہواؤں کو	فَتُثِيرُ ۔ تو اٹھاتی ہیں	سَحَابًا ۔ بادل
فَيَبْسُطُهُ ۔ تو پھیلاتا ہے	فِي ۔ بیچ	السَّمَاءِ ۔ آسمان کے	كَيْفَ ۔ جیسا
يَشَاءُ ۔ چاہے	وَ ۔ اور	يَجْعَلُهُ ۔ بناتا ہے اس کو	كِسَفًا ۔ ٹکڑے ٹکڑے
فَتَرَى ۔ تو تو دیکھتا ہے	الْوَدْقَ ۔ بارش کو	يَخْرُجُ ۔ نکلتی ہے	مِنْ خِلَالِهِ ۔ اسکے اندر سے
فَإِذَا ۔ تو جب	أَصَابَ ۔ پہنچاتا ہے	بِهِ ۔ وہ	مَنْ ۔ جس کو
يَشَاءُ ۔ چاہے	مِنْ عِبَادِهِ ۔ اپنے بندوں میں سے		إِذَا ۔ تو اچانک
هُمْ ۔ وہ	يَسْتَبْشِرُونَ ۔ خوش ہوتے ہیں		وَ ۔ اور
إِنْ ۔ بیشک	كَانُوا ۔ تھے وہ	مِنْ قَبْلِ ۔ پہلے	أَنْ ۔ اس سے کہ
يُنَزَّلَ ۔ اتارا جائے	عَلَيْهِمْ ۔ ان پر	مِنْ قَبْلِهِ ۔ اس سے پہلے	لَمُبْلِسِينَ ۔ ناامید
فَانْظُرْ ۔ تو دیکھ	إِلَى ۔ طرف	آثَارِ ۔ نشان	رَحْمَتِ ۔ رحمت
اللَّهِ ۔ اللہ کے	كَيْفَ ۔ کیسے	يُحْيِي ۔ زندہ کرتا ہے	الْأَرْضَ ۔ زمین کو
بَعْدَ ۔ بعد	مَوْتِهَا ۔ اسکی موت کے	إِنَّ ۔ بیشک	ذَٰلِكَ ۔ یہ ہے
لَمُحْيِي ۔ زندہ کرنے والا	الْمَوْتَىٰ ۔ مُردوں کو	وَ ۔ اور	هُوَ ۔ وہ
عَلَىٰ ۔ اوپر	كُلِّ ۔ ہر	شَيْءٍ ۔ چیز کے	قَدِيرٌ ۔ قادر ہے
وَ ۔ اور	لَئِنْ ۔ اگر	أَرْسَلْنَا ۔ بھیجیں ہم	رِيحًا ۔ ہوا
فَرَأَوْهُ ۔ تو دیکھیں	هُ ۔ اس کو	مُصْفَرًّا ۔ زرد	لَظَلُّوا ۔ تو ہو جائیں
مِنْ بَعْدِ ۔ بعد	هِ ۔ اس کے	يَكْفُرُونَ ۔ کفر کرتے ہیں	فَإِنَّكَ ۔ بیشک تو
لَا ۔ نہیں	تُسْمِعُ ۔ سنا سکتا	الْمَوْتَىٰ ۔ مُردوں کو	وَ ۔ اور
لَا ۔ نہیں	تُسْمِعُ ۔ سنا سکتا	الصُّمَّ ۔ بہروں کو	الدُّعَاءَ ۔ پکار
إِذَا ۔ جب	وَلَّوْا ۔ پھر جائیں	مُدْبِرِينَ ۔ پیٹھ دے کر	وَ ۔ اور
مَا ۔ نہیں	أَنْتَ ۔ تو	بِهَادِ ۔ راہ دکھانے والا	الْعُمْيِ ۔ اندھوں کو
عَنْ ضَلَالَتِهِمْ ۔ ان کی گمراہی سے		إِنْ ۔ نہیں	تُسْمِعُ ۔ سناتا تو
إِلَّا ۔ مگر	مَنْ ۔ اسکو جو	يُؤْمِنُ ۔ ایمان لائے	بِآيَاتِنَا ۔ ہماری آیتوں پر
فَهُمْ ۔ تو وہ	مُسْلِمُونَ ۔ فرمانبردار ہیں۔		

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع۔ سورۃ روم پ ۲۱

جب مشرکین متمردین ان قدرتوں میں سے کسی قدرت کا جواب نہ دے سکے اور ساکت و عاجز ہو کر رہ گئے دم مارنے کی مجال نہ رہی تو اب ارشاد ہوا

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ ظاہر ہو گیا فساد خشکی اور تری میں ان برائیوں سے جو لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے کیں (یعنی کفر و شرک اور معاصی کے سبب ان پر قحط پڑا اور امساک باراں ہوا جس سے قلت پیداوار اور کاشت میں خرابیاں۔ تجارتوں میں نقصان اور جانوں کی اضاعت۔ جانوروں کی موت آتش زدگی اور غرق اور بے برکتی ہر شے میں ظاہر ہوئی یہی فساد بر و بحر ہے)

تاکہ انہیں ہم ان کے بداعمال کا ذائقہ چکھائیں شاید وہ آئندہ کے لیے باز آجائیں۔ (اور کفر و شرک سے تائب ہوں)

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُم مُّشْرِكِينَ

انہیں فرمائیے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ کیسا ہوا انجام تم سے پہلوں کا ان میں اکثر مشرک تھے۔

اور اسی شرک کے سبب ہلاک کیے گئے ان کے مساکن و منازل آج ویران پڑے ہیں مکان ہیں مگر مکین نہیں اور زینت المکان بالمکین ہوتی ہے اس سے عبرت حاصل کرو۔ اس کے بعد ارشاد ہے جو بظاہر حضور سے مخاطبہ ہے اور اس میں قوم کو ہدایت فرمائی گئی چنانچہ ارشاد ہے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ

تو اپنا رخ سیدھا اللہ کی عبادت کے لیے رکھو اس سے قبل کہ وہ دن آئے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹلنا نہیں (یعنی قیامت کا دن جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیا ہے اور اسے کوئی ٹال نہیں سکتا) اس دن سب الگ الگ پھٹ جائیں گے۔

یعنی حساب کے بعد متفرق ہو کر جنتی جنت کی طرف اور دوزخی دوزخ کی طرف بھیج دیے جائیں گے اور اس دن۔

مَن كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ۔ جس نے کفر کیا اس پر اس کفر کا وبال اس کی جان پر ہوگا اور جو نیک کام کرے وہ اپنے ہی لیے تیاری کر رہے ہیں۔

یعنی کافر جہنم میں جا کر عذاب پائیں گے اور مومن نیک عمل کرنے والے منازل جنت میں راحت و آرام عیش و عشرت میں جائیں یہ صلہ ہے۔

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِن فَضْلِهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ۔ تاکہ دے اللہ تعالےٰ ایمان والوں کو اچھے عملوں کا بدلہ اپنے فضل سے بیشک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

نیکوں کو ثواب اور اجر عظیم اپنے فضل سے دیتا ہے اور کافروں پر غضب و عتاب کرتا ہے اس کے بعد اپنی شیئون قدرت سے بعض نشانیں ظاہر فرماتا ہے چنانچہ اس آیت کریمہ میں تین نشانیں بیان فرمائیں

وَمِنْ آيَاتِهِ أَن يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُم مِّن رَّحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ اور اسکی نشانیوں سے یہ ہے کہ

ہوائیں بھیجتا ہے مژدہ سناتی (یعنی سرد ہواؤں سے بارش اور کثرت پیداوار کی بشارت ملتی ہے)

اور یہ کہ تمہیں اپنی رحمت کا ذائقہ دے (فراخی و فراوانی سے)

اور اس لیے کہ کشتی اس کے حکم سے چلے (دریاؤں میں ان ہواؤں سے)

اور اس لیے کہ اس کا فضل تلاش کرو

یعنی سرد ہواؤں سے بارش ہو اور بارش سے دریا اور دریا میں کشتیاں چلیں تاکہ اس کا فضل یعنی تجارت و معاش دریائی سفروں سے حاصل کرو۔ اس آیت کریمہ میں کسب معاش کو فضل فرمایا اور جمعہ کے احکام میں بھی فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ فرمایا جس سے تجارت اور کسب معاش ہی مراد ہے اور حج کے احکام میں بھی ارشاد ہے وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ اس میں بھی حج کے ساتھ تجارت کرنے کی اجازت ہے۔

اور یہ سب اس لیے کہ تم شکر گذار ہو (یعنی اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شکر کرو اور اس کی توحید کو قبول کرو۔

اس کے بعد انبیاء کرام پر ایمان نہ لانے والوں کا حال پھر بیان کیا گیا۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَانتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ اور بے شک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے (جو ان رسولوں کی صدق رسالت پر دلیل واضح تھیں) تو اس قوم میں سے بعض ایمان لائے اور بعض نے کفر کیا تو جنہوں نے کفر کیا

فَانتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ۔ تو ہم نے بدلہ لیا مجرموں سے اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مومنین کی مدد کرنا۔

یعنی یہ ہم پر حق کرم ہے کہ مومنین کو عذاب سے محفوظ رکھیں اور یہ ہمارا انتقام ہے کہ مجرموں کو دنیا میں ہی عذاب سے ہلاک کر دیں۔ آیۂ کریمہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو آخرت کی کامیابی اور عدو پہ فتح و نصرت کی بشارت ہے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ جو بھائی اپنے مسلمان بھائی کی آبرو بچائے گا اللہ تعالے اسے بروز قیامت جہنم کی آگ سے محفوظ کرے گا اس پر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اس کے بعد اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا گیا۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِى السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْىِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْىِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔

اللہ وہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں کہ ابھارتی ہیں بادل پھر اسے پھیلا دیتا ہے آسمان میں جیسے چاہے (کم یا زیادہ اور جس طرف چاہے ان بادلوں کو ہانکتا ہے) اور انہیں پارہ پارہ کرتا ہے (یعنی کبھی ابر محیط بھیجتا ہے جس سے کالی گھٹا چھا جاتی ہے اور کبھی متفرق ٹکڑے ٹکڑے ابر کے نظر آتے ہیں) تو تم دیکھتے ہو کہ ان بادلوں میں سے مینہ نکل رہا ہے پھر جب اسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جس کی طرف چاہے تو وہ خوشی مناتے ہیں اگرچہ اس بارش سے پہلے وہ مایوس بیٹھے ہوئے تھے تو اللہ تعالے کی رحمت کے آثار دیکھو (یعنی وہ بارش رحمت الٰہی کے آثار دکھاتی ہے اور بندوں کو دکھاتی ہے کہ اس نے کس طرح بوندیاں برسا کر زمین کو سرسبز وشاداب کیا جسے قرآنی زبان میں ارشاد فرمایا۔

كَيْفَ يُحْىِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ کیسے زندہ کیا زمین کو اس کے مرنے کے بعد۔

زمین کا مرنا خشک و بنجر ہو جانا ہے اور زندہ ہونا سرسبز وشاداب ہو کر کہیں پھل کہیں پھول اگانا ہے۔ یہ بیلا، چمبیلی، نسرین، ونسترن گلاب اور نرگس کا مہکنا، امرود سیب سنگترہ مالٹا، انگور آم اور انواع واقسام کے پھلوں سے متمتع کرنا زمین زندہ کر کے اپنے بندوں پر اپنی رحمت کے آثار دکھانا ہے اور اس میں فلسفۂ نشر بعد الموت کو بھی واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْىِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ایسے ہی وہ مردوں کو زندہ کرے گا۔ اس لیے کہ وہ قادر مطلق سب کچھ کر سکتا ہے

اور یہ ہوائیں بارشیں لازمی طور پر سرسبز وشاداب کرنے والی نہیں ہوتیں بلکہ ان سے اگر مشیت الٰہی میں

نقصان پہنچاتا ہو تو سرسبز کھیتیاں زرد پڑ جاتی ہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ ۔ اور اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں (جو کھیتیوں کو مضر پڑے تو سرسبز و شاداب کھیتیوں کو) تم دیکھو گے کہ زرد پڑ گئی ہیں تو اس میں تم اپنا کچھ زور نہیں لگا سکتے سوا اس کے کہ (اس حال کو دیکھ کر ناشکری کرنے لگو اور پہلی نعمت سے بھی منکر ہو جاؤ)

حالانکہ ایمان کا مقتضا یہ تھا کہ اللہ تعالٰے پر ہر صورت میں بھروسہ کیا جاتا چنانچہ مومن کو جب نعمت پہنچتی ہے تو شکر بجا لاتا ہے اور جب بلا آتی ہے تو صبر کرتا ہے اور دعا و استغفار کر کے اس کے دفعیہ کی سعی کرتا ہے۔

اس کے بعد اپنے حبیب لبیب جناب مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کو بطور تسلیہ فرمایا جاتا ہے کہ آپ لوگوں کی محرومی اور ان کے بے ایمان ہونے پر غم نہ فرمائیں ہم نے کسی کے دل زندہ رکھے ہیں اور کسی کے مردہ دل ہیں جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں وہ آپ کی ہدایت کبھی نہ سنیں گے چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ۔ تو بے شک اے محبوب آپ ان مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنائیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر جائیں۔

یعنی جو مردہ دل ہیں اور جن کے کان قبول حق سے بہرے ہو چکے ہیں ان سے کسی طرح کے سمجھنے کی کوئی امید نہ رکھیے۔

اِشْتِبَاہ

اس کے معنی بعض جاہل ارباب قبور کو اپنی آواز نہ پہنچا مراد لیتے ہیں حالانکہ مفردات راغب میں لفظ مَوْتٰی بمعنی عدم تعقل بھی لیا گیا ہے جو تفصیل کے ساتھ ہم اول بیان کر چکے ہیں تو یہاں مَوْتٰی کا عدم سماع قبول ہدایت کا عدم مراد ہے جیسے اصم بہرہ سے مراد ضدی ہٹیلا ہے۔ چنانچہ سیاق آیت بھی اسی کا مؤید ہے۔

حَیْثُ قَالَ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۔ اور آپ حق دیکھنے سے اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر نہیں لا سکتے۔

اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ آپ تو اسی کو سنانے والے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہی گردن رکھنے والے مسلمان ہیں۔

یہاں اندھوں سے بھی نافہم دل کے اندھے مراد ہیں۔

غرضیکہ آیات بینات میں مردوں سے کفار مراد ہیں جو دنیوی زندگی رکھتے ہیں مگر وعظ و نصیحت سے منتفع نہیں ہو سکتے اس لیے وہ مردہ ہیں۔

پھر بکثرت احادیث ہیں جن سے مردوں کا سننا اور ان کی قبروں پر زائرین کا پہچاننا ثابت ہے۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورۃ روم پ ۲۱

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ فساد ظاہر ہو گیا خشکی اور تری میں بسبب لوگوں کی کرنیوں کے تا کہ چکھائیں ان کو ان کے عمل کا بدلہ شاید وہ باز آجائیں۔

ظہور فساد بر و بحر میں قحط اور موتیں اور آگ لگنا، غرق ہونا۔ لوٹ مار عام ہونا برکتیں کم ہو جانا منافع کی قلت اور نقصانات کی کثرت ہے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اَجْدَبَتِ الْاَرْضُ وَانْقَطَعَتْ مَادَّةُ الْبَحْرِ زمین خشک ہونا اور دریاؤں کا انقطاع فساد بر و بحر ہے۔

وَقَالُوْا اِذَا انْقَطَعَ الْقَطْرُ عَمِيَتْ دَوَابُّ الْبَحْرِ۔ ایک قول یہ ہے کہ جب بارش بند ہو جاتی ہے تو دریائی جانور اندھے ہو جاتے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ بِقَتْلِ ابْنِ اٰدَمَ اَخَاهُ وَفِي الْبَحْرِ بِاَخْذِ السُّفُنِ غَصْبًا۔ مجاہد کہتے ہیں ظہور فساد فی البر ابن آدم کا قتل اپنے بھائی کو ہے اور فساد فی البحر کشتیاں غاصبانہ طور پر پکڑنا ہے۔

قَالَ الضَّحَّاكُ كَانَتِ الْاَرْضُ خَضِرَةً مُوْنِقَةً لَا يَاْتِي ابْنُ اٰدَمَ شَجَرَةً اِلَّا وَجَدَ عَلَيْهَا ثَمَرَةً وَكَانَ مَاءُ الْبَحْرِ عَذْبًا وَكَانَ لَا يَفْتَرِسُ الْاَسَدُ الْبَقَرَ وَلَا الذِّئْبُ الْغَنَمَ فَلَمَّا قَتَلَ قَابِيْلُ هَابِيْلَ اقْشَعَرَّتْ مَا فِي الْاَرْضِ وَشَاكَتِ الْاَشْجَارُ وَصَارَ مَاءُ الْبَحْرِ مِلْحًا زُعَاقًا وَقَصَدَ الْحَيَوَانُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔

ضحاک کہتے ہیں کہ زمین سرسبز و شاداب تھی انسان کسی درخت پر نہ جاتا مگر پھل حاصل کرتا اور سمندر کا پانی شیریں تھا۔ اور شیر گائے کا شکار نہ کرتا تھا اور بھیڑیا بکری پر نہ پڑتا تو جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو روئے زمین کی ہر شے لرز گئی اور درخت خشک ہو گئے اور سمندر کا پانی کھاری کڑوا ہو گیا اور حیوانات ایک دوسرے پر پڑ نے لگ گئے۔

ذُكِرَ اَنَّ اَوَّلَ مَعْصِيَةٍ فِي الْبَحْرِ غَصْبُ الْجُلَنْدِيِّ كُلَّ سَفِيْنَةٍ تَمُرُّ عَلَيْهِ فَكَانَ تَخْصِيْصُ الْاَحْمَرَيْنِ بِالذِّكْرِ لِذٰلِكَ وَاَيًّا مَّا كَانَ۔ روایت ہے کہ پہلی معصیت دریا میں کھجور بھری کشتیوں کا جلندی کے ہاتھوں غصب تھا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔

وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا۔ بہرحال بہ اختلاف روایات فساد بحر و بر اس طرح شروع ہوا کہ بندوں نے بداعمالیاں شروع کیں۔

بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ۔ یعنی بسبب مَا فَعَلَهُ النَّاسُ مِنَ الْمَعَاصِي وَالذُّنُوبِ۔ یعنی لوگوں کے افعال معصیت کے سبب فساد ظاہر ہوا۔

لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ تاکہ چکھائیں بعض ان لوگوں کو ان کی کرنی کا بدلہ اس لیے کہ شاید وہ باز آجائیں۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم قتادہ سے راوی ہیں كَانَ قَبْلَ أَنْ يُبْعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بُعِثَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَجَعَ مَنْ رَجَعَ مِنَ النَّاسِ عَنِ الضَّلَالِ وَالظُّلْمِ۔ یہ تمام فساد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے ہوا پھر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی تو لوگوں میں سے جو لوٹ کر آئے وہ گمراہی و ظلم سے لوٹ کر ہدایت پر آگئے۔

وَقِيلَ كَانَ أَوَائِلَ الْبِعْثَةِ وَذٰلِكَ إِنَّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ فَعَلُوا مَا فَعَلُوا مِنَ الْمَعَاصِي وَالْإِصْرَارِ عَلَى الشِّرْكِ وَإِيذَاءِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُقْحِطُوا وَحَلَّ بِهِمْ مِنَ الْبَلَاءِ مَا حَلَّ فَأَخْبَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ، إِنَّ ذٰلِكَ بِسَبَبِ مَعَاصِيهِمْ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

ایک قول یہ ہے کہ اول زمانۂ بعثت میں کفار قریش نے جو کچھ سیاہ کاریاں کیں اور شرک پہ مصر رہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں پہنچائیں تو حضور نے ان کے لیے دعا فرمائی تو ان پر قحط پڑا اور بلائیں نازل ہوئیں اور اس کی اطلاع حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دی کہ یہ ان مشرکین کی معاصی کے سبب فساد آیا ہے کہ یہ اپنے افعال ذمیمہ کا مزہ چکھیں اور ان میں سے بعض باز آجائیں اور برے اعمال ترک کر دیں آگے ارشاد ہے۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ۔ فرمائیے انہیں کہ سیر کرو زمین میں تو دیکھو کیسا ہوا انجام ان کا جو پہلے گذر گئے جنکے اکثر مشرک تھے۔

آلوسی فرماتے ہیں مَسُوقٌ لِتَأكِيدِ سَبَبِ الْمَعَاصِي لِغَضَبِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَكَالِهِ حَيْثُ أُمِرُوا بِأَنْ يَسِيرُوا فَيَنْظُرُوا كَيْفَ أَهْلَكَ اللّٰهُ تَعَالَى الْأُمَمَ وَأَذَاقَهُمْ سُوءَ الْعَاقِبَةِ لِمَعَاصِيهِمْ۔ یہ سلسلہ بیان ہے معاصی کے سبب اللہ کے غضب اور عذاب کی وضاحت کا جس کے لیے حکم کیے گئے تھے کہ سیر کرو تو دیکھو کس طرح ہلاک کیا اللہ تعالے نے پہلی امتوں کو اور انکے معاصی کا کیسا برا انجام ہوا اور ان میں کم مشرک نہ تھے بلکہ اکثریت مشرکین کی تھی جو تدمیر کی موجب ہوئی۔

اس کے بعد گویا یہ فرما کر ارشاد ہے اِذَا کَانَ الْاَمْرُ کَذٰلِکَ جب بات یہ ہے کہ شرک کی وجہ سے عذاب و نکال آتا ہے اور تدمیر مشرک بذریعہ عذاب ہوتی ہے تو تمہیں چاہیئے کہ

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ

کہ اب اپنا منہ سیدھا کر و سیدھے دین کی طرف قبل اس کے کہ آئے وہ دن کہ کوئی اللہ تعالےٰ کے مقابل اس دن کو نہیں ٹال سکتا اس دن سب علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔

يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ میں مَرَدَّ مصدر ہے بمعنی ردّ۔ تو اس کے معنی یہ ہوئے لَا يَرُدُّهٗ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بَعْدَ اَنْ يَّجِيْءَ بِهٖ۔ اس دن کو اللہ تعالےٰ دفع نہ کرے گا جبکہ وہ آجائے گا وَلَا رَادَّ لَهٗ مِنْ جِهَتِهٖ عَزَّ وَجَلَّ لِتَعَلُّقِ اِسْتِغْنَاءِ رَدِّ غَيْرِهٖ تَعَالٰى۔ اور چونکہ وہ دن اللہ تعالےٰ کا مقرر کردہ ہے اس لیے بندہ بھی اسے رد نہ کرسکے گا جب کہ وہ آجائے گا۔ جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ۔ کوئی نہیں روک سکتا جو اللہ عطا فرمائے۔ اور

يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ کے یہ معنی ہیں يَوْمَ اِذْ يَاْتِيْ يَتَفَرَّقُوْنَ تَفَرُّقَ الْاَشْخَاصِ وہ دن جب آجائے تو علیحدہ علیحدہ ہو جائیں سب جیسے قرآن پاک ہی ہے دوسرے مقام پر يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ۔ اور

يَصَّدَّعُوْنَ اصل میں يَتَصَدَّعُوْنَ ہے تَ صاد کے ساتھ بدل کر صؔ کا صؔ میں ادغام کیا گیا ہے اور تَصَدُّعٌ کے معنی تَفَرُّقُ اَجْزَاءِ الْاَوَانِيْ کے ہیں برتنوں کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔ پھر یہ مطلق تفرق کے معنی میں استعمال ہونے لگا تو یہاں بھی وہی تفرق کے معنی دیگا يَعْنِيْ يَتَفَرَّقُوْنَ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ایک فریق جنت میں جائے گا اور ایک فریق جہنم میں۔ پھر ارشاد ہے۔

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ جو کفر کرے تو اس پر اس کا وبال و نکال ہے اور جو نیک عمل کرے تو وہ اپنی جان کے لیے عیش کی تیاری کرے گا۔

اَيْ وَبَالُ كُفْرِهٖ وَهِيَ النَّارُ الْمُؤَبَّدَةُ۔ یعنی وبال کفر دوامی ابدی آگ ہے۔

اور نیکوں کا بدلہ يَمْهَدُوْنَ سے ظاہر فرمایا

يَمْهَدُوْنَ مِنْ مَهَدَ فِرَاشَهٗ وَطَّاَهٗ اَيْ يُوَطِّئُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ كَمَا يُوَطِّئُ الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ فِرَاشَهٗ لِئَلَّا يُصِيْبَهٗ فِيْ مَضْجَعِهٖ مَا يُنْبِيْهٖ وَيُنَغِّصُ عَلَيْهِ مَرْقَدَهٗ مِنْ نُتُوْءٍ اَوْ قَضَضٍ اَوْ بَعْضِ مَا يُؤْذِي الرَّاقِدَ۔ يَمْهَدُوْنَ۔ مَهَدَ سے ہے اور وہ وہ بستر ہے جس پر سونے والا اپنے لیے آرام چاہتا ہے کہ اس کے لیٹنے میں کنکر کانٹا کچھ نہ چبھے۔ نرم و گداز ہو۔ تو خلاصہ معنی یہ ہوئے کہ اعمال صالحہ کرنے والا اپنے

لیے آرام حاصل کرے گا۔

اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ۔ اور بیشک اللہ سرکش منکر کافر کو پسند نہیں کرتا۔

اور اس عدم محبت میں کنایہ ہے بغض کی طرف بعرف عام میں گویا فرمایا گیا کہ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ عِنْدَہٗ تَعَالٰی اِلَّا الْمُؤْمِنُ الصَّالِحُ۔ اس کے بعد شیون قدرت سے اپنی قدرت مطلقہ کا اظہار فرمایا جاتا ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِیُذِیْقَکُمْ مِّنْ رَّحْمَتِہٖ وَلِتَجْرِیَ الْفُلْکُ بِاَمْرِہٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔ اور اس کی نشانیوں سے یہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں بشارت دیتی اور اس لیے کہ تمہیں اپنی رحمت کا ذائقہ دے اور اس لیے کہ جاری کرے کشتی اپنے حکم سے اور اس لیے کہ تلاش کرو تم اللہ کے فضل سے اور اس لیے کہ تم شکر گذار بنو۔

عربی محاورہ میں ریاح اور ریح دونوں کے خواص جدا جدا ہیں اور ہواؤں کے تمام آٹھ ہیں چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں

رِیَاحُ الْجَنُوْبِ وَمَھَبُّھَا مِنْ مَّطْلَعِ سُھَیْلٍ اِلٰی ثُرَیَّا۔ ریاح جنوب اور اس کی حرکت مطلع سہیل سے مطلع ثریا تک ہے۔

وَالصَّبَا وَمَھَبُّھَا مِنْ مَّطْلَعِ الثُّرَیَّا اِلٰی بَنَاتِ نَعْشٍ۔ اور صبا اور اس کا تحرک مطلع ثریا سے بنات النعش تک ہے۔

وَالرِّیَاحُ الشَّمَالِ وَمَھَبُّھَا مِنْ بَنَاتِ النَّعْشِ اِلٰی مَسْقَطِ النَّسْرِ الطَّائِرِ فَاِنَّھَا رِیَاحُ الرَّحْمَۃِ اور ریاح شمال اس کی حرکت بنات نعش سے شروع ہے اور نسر پرندے کے گرنے کے مقام تک ہے اور یہ تینوں ہوائیں ریاح رحمت ہیں۔

وَاَمَّا الدَّبُوْرُ وَمَھَبُّھَا مِنْ مَّسْقَطِ النَّسْرِ الطَّائِرِ اِلٰی مَطْلَعِ سُھَیْلٍ فَرِیْحُ الْعَذَابِ۔ دبور کی حرکت نسر طائر کے گرنے سے مطلع سہیل تک ہے۔ یہ ہوا عذاب والی ہے۔

اور پہلی تین ہوائیں برسنے والے بادل لاکر جمع کرتی ہیں اس لیے انہیں رحمت فرمایا۔

اور ابو عبیدہ کہتے ہیں اَلشَّمَالُ عِنْدَ الْعَرَبِ لِلرَّوْحِ۔ ہوا شمال عرب کے نزدیک تازگی لانے والی ہے وَالْجَنُوْبُ لِلْاَمْطَارِ۔ اور ہوا جنوب بارشوں کے لیے ہے۔

وَالْاَنْدَاءُ وَالصَّبَا لِاِلْقَاحِ الْاَشْجَارِ۔ اور انداء وصبا درختوں کے پھل لاتی ہیں۔

وَالدَّبُوْرُ لِلْبَلَاءِ وَاَھْوَنُہٗ اَنْ تُثِیْرَ غُبَارًا عَاصِفًا یَقْذِیْ الْعَیْنَ وَھِیَ اَقَلُّھُنَّ ھُبُوْبًا۔ اور دبور بلا کے لیے ہے اور دبور میں ہلکی بلا یہ ہوتی ہے کہ غبار اڑ کر آنکھوں میں جاتا ہے اور یہ ادنیٰ درجہ اس کی حرکت کا ہے

اور طبرانی اور بیہقی اپنی سنن میں حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ جب آندھیاں چلتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا رِیَاحًا وَّلَا تَجْعَلْھَا رِیْحًا وَھُوَ مَبْنِیٌّ عَلٰی اَنَّ الرِّیَاحَ لِلرَّحْمَۃِ وَالرِّیْحُ لِلْعَذَابِ۔ الٰہی اس ہوا کو ریاح کر دے اور ریح نہ کر۔ یہ اس بنا پر دعا فرمائی کہ ریاح رحمت کے لیے ہوتی ہے اور ریح عذاب کے لیے۔

صاحب نہایہ کہتے ہیں اَلْعَرَبُ تَقُوْلُ لَا تَلْقَحُ السَّحَابُ اِلَّا مِنْ رِیَاحٍ مُّخْتَلِفَۃٍ فَکَاَنَّہٗ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لِقَاحًا لِلسَّحَابِ وَلَا تَجْعَلْھَا عَذَابًا۔ عرب کہتے ہیں ابر نہیں برستا مگر مختلف ہواؤں سے تو گویا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی محاورہ پر اپنی دعا میں فرمایا الٰہی اس ہوا کو ابر برسانے والی کر اور اسے عذاب نہ کر۔

اور محقق قول یہی ہے کہ ریاح کا اطلاق رحمت پر آتا ہے۔

اور ریح بھی عذاب و رحمت دونوں میں استعمال ہوتی ہے جیسے عذاب کے فصول میں ہے۔ رِیْحُ الْعَقِیْمِ اور رِیْحًا صَرْصَرًا۔ اور ریح بلا عذاب والی ہوا پر بھی بولا گیا قرآن پاک میں فرمایا وَجَرَیْنَ بِھِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَۃٍ اور وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّھَا شَھْرٌ وَّرَوَاحُھَا شَھْرٌ۔ آگے ارشاد ہے۔

مُبَشِّرَاتٍ اَیْ بِالْمَطَرِ خوشخبری دینے والی بارش کی۔

وَلِیُذِیْقَکُمْ مِّنْ رَّحْمَتِہٖ۔ یَعْنِی الْمَنَافِعَ التَّابِعَۃَ لَھَا کَتَنْمِیَۃِ الْحُبُوْبِ وَتَخْفِیْفِ الْعُفُوْنَۃِ وَسَقْیِ الْاَشْجَارِ اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ مِنَ اللُّطْفِ وَالنِّعَمِ۔ اور تاکہ ذائقہ دے تمہیں اپنی رحمت سے یعنی ان منافع سے متمتع کرے جو بارش کے تابع ہیں مثل دانہ کا بالوں میں بھرنا عفونت موسمی کا کم ہو جانا درختوں کا ترو تازہ ہونا وغیرہ وغیرہ لطف و رحمت سے۔

وَلِتَجْرِیَ الْفُلْکُ بِاَمْرِہٖ فِی الْبَحْرِ عِنْدَ ھُبُوْبِھَا بِاَمْرِہٖ عَزَّ وَجَلَّ۔ اور تاکہ چلائے کشتی دریا میں ہوا چلتے وقت حکم الٰہی سے۔

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ۔ اور تاکہ تلاش کرو تم اللہ کے فضل سے۔

اپنے معاش اس کشتی کے ذریعہ بِتِجَارَۃِ الْبَحْرِ دریائی تجارت کے ذریعہ۔ اور ابتغاء فضل سے مراد تلاش معاش اور تجارت ہی ہے چنانچہ جمعہ کے روز اذان خطبہ کے بعد بیع وشراء کی ممانعت فرماتے ہوئے فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ فرمایا گیا جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ جب نماز جمعہ ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ یہ امر تشریفی ہے کہ اگر معاش چاہو تو پھیل کر اللہ کا فضل تلاش کرو یعنی معاش تلاش کرو۔ اسی طرح حج کے احکام میں دوسرے پارہ کے اندر ارشاد ہے فَلَا جُنَاحَ

عَلَيْكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ حج میں تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تجارت کے ذریعہ معاش حاصل کرو۔

گویا یہ عقیدہ اسلام میں اہل اسلام کا ہرگز نہیں کہ حج کے ایام میں رہبانیت میں رہ کر تلاش معاش بالکل نہ کی جائے بلکہ ارکان حج ادا ہوں اور خالی اوقات میں تجارت وغیرہ بھی کی جائے تو گناہ نہیں۔

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ اور تاکہ اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہو کر اس کا شکر ادا کرو۔

اس کے بعد حضور کے قلب اقدس کی تسکین کے لیے ارشاد ہے۔ کہ اے محبوب آپ سے قبل پہلی قوموں میں انکی ہی برادری سے رسول بھیجے اور وہ معجزات باہرہ لے کر آئے تھے تو لوگوں نے انہیں بھی جھٹلایا پھر ہم نے انہیں عذاب سے ہلاک کر دیا البتہ یہ ہمارے ذمہ حق کرم ہے کہ ہم مومنین کی مدد فرماتے ہیں حیث قال تعالے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے ان کی قوم کی طرف تو وہ معجزات و دلائل کے ساتھ ان میں تشریف لائے (تو بعض ان میں سے ایمان لائے اور اکثر نے تکذیب کی) تو ہم نے انتقام لیا ان سے جو مجرم تھے اور یہ ہم پر حق کرم تھا ایمان والوں کی مدد کرنا۔

اور یہ انتقام حق و عدل خالص تھا چنانچہ آلوسی بھی فرماتے ہیں وَكَانَ الْاِنْتِقَامُ حَقًّا وَّعَدْلًا لَا ظُلْمًا وَّجَوْرًا

گویا حضور کی تسلی فرمائی گئی کہ اے محبوب اگر یہ ہدایت قبول نہیں کرتے تو آپ اس پر غم نہ فرمائیں آپ سے پہلے رسولوں میں بھی سرکشوں نے تکذیب کی اور وہ ہلاکت کو پہنچے اور مومن محفوظ رہے۔ پھر اپنی شیون قدرت کے بیان کی طرف استیناف فرمایا گیا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ۔ اللہ وہ ہے جو بھیجتا ہے ہوائیں کہ وہ ابر حرکت میں لاتی ہے تو وہ پھیل جاتے ہیں آسمان میں جیسے وہ چاہے۔

کبھی پھیلے ہوئے کبھی گھٹا کی طرح چھائے ہوئے کبھی ٹھہرے کبھی ادھر سے ادھر جاتے ہوئے۔

وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا۔ اور کرتا ہے اس ابر کو کسف یعنی ٹکڑے ٹکڑے کسفہ قطعہ کو کہتے ہیں۔

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ۔ تو تو دیکھتا ہے ودق یعنی بارش کہ ان میں سے برستی ہے اور ابر کے تخلل سے پانی گرنے لگتا ہے۔

فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ۔ تو جب پہنچاتا ہے کسی زمین پر اس ابر سے جیسے چاہے اپنے بندوں سے تو وہ خوشیاں کرتے ہیں۔

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ لَمُبْلِسِيْنَ۔ اگرچہ وہ ہوتے ہیں اس سے قبل اس کے برسنے سے مایوس و بددل۔

ابلاس کے معنی ایاس کے ہیں اور ایاس ناامیدی کو کہتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ قلب انسان سرعت کے ساتھ منقلب ہوجاتا ہے ابلاس میں ہوتا ہے تو استبشار کی طرف بدل جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان کے دل کو قلب کہا جاتا ہے تَتَقَلَّبُ سَاعَةً بَعْدَ سَاعَةٍ چنانچہ ارشاد ہے۔

فَانْظُرْ اِلٰى اٰثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ تو دیکھو اللہ کے آثار رحمت کی طرف کہ کس طرح زندہ فرمایا زمین کو اس کے مرنے کے بعد بیشک ایسے ہی ضرور زندہ کرے گا مرے ہوؤں کو اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

گویا ارشاد ہے فَانْظُرْ لِاِحْيَائِهٖ تَعَالٰى الْبَدِيْعِ لِلْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ تو دیکھو اللہ تعالے کا زندہ فرمانا زمین کو اس کے مرجانے کے بعد۔ یعنی جبکہ زمین سرسبز و شاداب تھی اسے خشک کر کے بنجر بنا کر اس کی قوت نامیہ کو ضائع فرما کر پھر اسے زندہ کیا اس بدائع صنائع کے ساتھ سمجھ لو کہ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ایسے ہی انسان وحیوان کی قوت نامیہ مٹا کر اسے خاک کر کے پھر زندہ کیا جائے گا وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اور وہ قادر علی الاطلاق سب کچھ کرنے پر قادر ہے آگے ارشاد ہے۔

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا۔ اور اگر ہم بھیجیں ریاح کے بدلے ریح یعنی ایسی ہوا جو پانی برسانے کی بجائے سبزیوں کو زرد کر کے سکھا دے۔

گویا مقصود بیان یہ ہے کہ وَبِاللّٰهِ تَعَالٰى لَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا حَارَّةً اَوْ بَارِدَةً فَضَرَبَتْ زَرْعَهُمْ بِالصَّفَارِ فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا بَعْدَ خُضْرَتِهٖ وَنَضَارَتِهٖ لَظَلُّوْا مِنْ بَعْدِهٖ اَیْ مِنْ بَعْدِ الْاِرْسَالِ اَوْ مِنْ بَعْدِ اِصْفِرَارِ زَرْعِهِمْ اَوْ مِنْ بَعْدِ كَوْنِهِمْ رَاجِيْنَ مُسْتَبْشِرِيْنَ يَكْفُرُوْنَ۔

اللہ تعالے میں یہ قدرت ہے کہ اگر وہ ریح حار یا بارد ایسی بھیج دے کہ وہ کھیتیوں کو زرد کر دے جیسے سرد ہوا کبھی ایسی ہوتی ہے کہ کاشت کو زرد کر دیتی ہے جسے کہتے ہیں واہا مار گیا اور گرم تو گرم ہوتی ہی ہے تو سرسبز و شاداب کاشت سے خوشیاں منائی جا رہی تھیں اور کاشتکار خوش تھا کہ اس سال پیداوار خوب ہوگی کہ دہا مار گیا یا لو لگ گئی اور کھیتیاں زرد پڑ گئیں تو فوراً ناشکری کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ

حَيْثُ كَانَ الْوَاجِبُ عَلَيْهِمْ اَنْ يَّتَوَكَّلُوْا عَلَى اللّٰهِ سُبْحٰنَهٗ فِيْ كُلِّ حَالٍ وَّيَلْجَئُوْا اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بِالْاِسْتِغْفَارِ اِذَا احْتَبَسَ عَنْهُمُ الْمَطَرُ وَلَا يَيْاَسُوْا مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيُبَادِرُوْا اِلَى الشُّكْرِ بِالطَّاعَةِ اِذَا اَدْخَلَهُمْ جَلَّ وَعَلَا بِرَحْمَتِهٖ وَلَا يُفْرِطُوْنَ بِالْاِسْتِبْشَارِ وَاَنْ يَّصْبِرُوْا عَلٰى بَلَائِهٖ تَعَالٰى اِذَا

اعْتَرَضَ زَرْعَهُمْ آفَةٌ وَلَا يَكْتَفُوا بِنَعْمَائِهِ جَلَّ شَانُهُ فَعَكَسُوا الْأَمْرَ وَأَبَوْا مَا يُجْدِيهِمْ وَأَتَوْا بِمَا يُؤْذِيهِمْ وَلَا يَخْفَى مَا فِي الْآيَاتِ مِنَ الدَّلَالَةِ عَلَى تَرْجِيحِ جَانِبِ الرَّحْمَةِ عَلَى جَانِبِ الْعَذَابِ فَلَا تَغْفَلْ۔

حالانکہ مومن پر یہ واجب تھا کہ اللہ پر ہر حال میں بھروسہ کرتا اور امساک باراں یا گرم ہوا یا دہا پڑنے پر اس کے حضور استغفار کرتا اور اس کی رحمت سے مایوس نہ ہوتا اور ہر حال میں شکر کی طرف مبادرت کرتا اور اطاعت کی طرف مائل رہتا اور جب اللہ تعالے کی رحمت آئے تو خوشی منانے میں افراط نہ ہو اور بلا آئے تو صبر لازم ہے جب کھیتی پر کوئی آفت آئے تو اس کی نعمتوں سے ناشکر نہ نہیں۔

لیکن ان مشرکین کا معاملہ برعکس ہے کہ جب فراخی آتی ہے تو اللہ تعالے سے منکر ہوتے ہیں اور جب بلا آتی ہے تو ناشکری کرتے ہیں۔ غرضکہ آیات کریمہ میں اس امر کو واضح فرمایا گیا کہ فراخی و نعمت میں اللہ تعالے کو بھول کر عیش میں نہ پھولے اور عذاب و بلا میں ناشکری نہ کرے۔ آگے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مزید تسلی فرمانے کے لیے ارشاد ہوا کہ لَا تَحْزَنْ لِعَدَمِ اهْتِدَائِهِمْ بِتَذْكِيرِكَ۔

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ۔ کہ اے محبوب ان کے ہدایت نہ قبول کرنے پر آپ غم نہ فرمائیں اس لیے کہ آپ ان مردوں کو اپنی آواز ہدایت نہیں سنا سکتے۔ یہاں موتی سے مراد بے عقل جاہل مشرکین ہیں۔

سیاق مضمون میں اول تسلی فرمائی گئی وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فرما کر فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ فرما کر

اور پھر إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ فرما کر مزید تسلی فرمائی گئی۔

اور اس کے بعد مفہوم کو واضح لائح اور روشن فرمانے کے لیے پھر ارشاد ہوا۔

وَمَا أَنْتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سماع موتی پر تفصیل سے بحث کی جائے۔ اس لیے کہ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ سے مخالف اپنی مقصد تائید حاصل کرنے کی سعی بے حاصل کرتا ہے اور قائل سماع موتے اپنا مقصد واضح کرتا ہے۔

علامہ آلوسی نے اس مقصد میں آیۃ کریمہ کے ماتحت اول مخالف کے دلائل نقل فرمائے پھر قائل سماع موتے کے دلائل دیے اس کے بعد محاکمہ فرمایا ہے۔

ہم یہاں اول مخالف کے دلائل نقل کر کے پھر سماع موتی پر دلائل نقل کریں گے اس کے بعد محاکمۂ آلوسی پیش کریں گے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ وَمَا أَنْتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ اور سورہ نمل میں بھی ارشاد ہے جو فاء تعقیب کے بغیر بعینہ یہی آیت ہے۔

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ وَمَا أَنْتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ۔

ترجمہ آیۂ کریمہ یہ ہے: بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں جب پھریں پیٹھ پھیر کر اور تم نہیں اندھوں کو گمراہی سے ہدایت کرنے والے۔ تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔

اور تیسری آیت کا ترجمہ یہ ہے: اور نہیں آپ سنانے والے انہیں جو قبروں میں ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہاں میں وہ نقل کرتا ہوں جو سماع موتی کی بحث میں اجلہ علماء نے فرمایا۔

نُقِلَ عَنِ الْعَلَّامَةِ ابْنِ الْهُمَامِ إِنَّهُ قَالَ أَكْثَرُ مَشَايِخِنَا عَلٰى أَنَّ الْمَيِّتَ لَا يَسْمَعُ۔ اول علامہ ابن الہمام نے جو فرمایا وہ نقل کرتا ہوں کہ ہمارے اکثر مشائخ اسی پر متفق ہیں کہ میت خود نہیں سنتیں۔ اور انکی دلیل إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى اور وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ ہے۔

وَلِذَا لَمْ يَقُوْلُوْا بِتَلْقِيْنِ الْقَبْرِ۔ اسی لیے انہوں نے تلقین علی القبر کے لیے نہیں کہا۔

وَقَالُوْا لَوْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ فُلَانًا فَكَلَّمَهُ مَيِّتًا لَا يَحْنَثُ۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ یہ فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ میں فلاں سے بات نہ کروں گا اور اس کے مرنے کے بعد اس کی میت سے بولا تو حنث یمین لازم نہ آئے گا۔

وَحَكَى السَّفَارِيْنِيُّ فِي الْبُحُوْرِ الزَّاخِرَةِ أَنَّ عَائِشَةَ ذَهَبَتْ إِلٰى نَفْيِ سَمَاعِ الْمَوْتٰى وَوَافَقَهَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ عَلٰى ذٰلِكَ۔ علامہ سفارینی بحور ذاخرہ میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نفی سماع موتی کی طرف گئیں اور ان کے ساتھ علماء کی ایک جماعت نے موافقت کی۔

اور اس قول کو قاضی ابو یعلی اکابر اصحاب حنابلہ نے ترجیح دی چنانچہ جامع کبیر میں ان کا یہ قول موجود ہے اور وہ آیۂ کریمہ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى سے حجت لیتے ہیں۔

یہ ہیں مختصر سے دلائل عدم سماع موتی پر اب ان اکابر علماء محققین کے دلائل ملاحظہ فرمائیں جو سماع موتی کے حامی ہیں وہو ہذا۔

قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ اِنَّ الْاَکْثَرِیْنَ عَلٰی ذٰلِکَ۔ ابن عبد البر فرماتے ہیں اکثر بن محققین سماع موتی کے قائل ہیں ان میں سے ابن جریر اور طبری، اور ابن قتیبہ وغیرہ ہیں۔

وَاحْتَجُّوْا بِمَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ بَدْرٍ وَظَھَرَ عَلَیْھِمْ یَعْنِیْ مُشْرِکِیْ قُرَیْشٍ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِبِضْعَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ رَجُلًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِیْنَ رَجُلًا مِّنْ صَنَادِیْدِ قُرَیْشٍ فَاُلْقُوْا فِیْ طُوًی اَیْ بِئْرٍ مِّنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَادَاھُمْ

یَا اَبَا جَھْلِ بْنَ ھِشَامٍ

یَا اُمَیَّۃُ بْنُ خَلْفٍ

یَا عُتْبَۃُ بْنُ رَبِیْعَۃَ

اَلَیْسَ قَدْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا فَاِنِّیْ قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَ رَبِّیْ حَقًّا۔

فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا تُکَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَّا اَرْوَاحَ لَھَا

فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْھُمْ۔

ابن جریر اور طبری اور ابن قتیبہ بخاری و مسلم کی اس حدیث سے سند لیتے ہیں جو حضرت انس اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں جب یوم بدر ہوا اور مشرکین قریش پر مسلمان غالب آئے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے چند اور بیس مقتولین مشرکین کے لیے حکم دیا اور ایک روایت میں ہے۔ کہ چوبیس مشرکین کے مقتولوں کے متعلق حکم دیا کہ انہیں بدر کے کنوئیں میں ڈال دیا جائے چنانچہ وہ ڈال دیے گئے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام لیکر آواز دی۔

اے ابا جہل بن ہشام

اے امیہ بن خلف

اے عتبہ بن ربیعہ

کیا تم نے نہ پالیا وہ جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا سچ اور پورا ہم نے تو پالیا جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا حق حق۔

تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے حضور ان جسموں سے کلام فرما رہے ہیں جن میں روح نہیں ہے

تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ید قدرت میں محمد کی جان ہے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے جو میں کہہ رہا ہوں۔

زَادَ فِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ اَنَسٍ وَّلٰکِنَّھُمْ لَا یَقْدِرُوْنَ اَنْ یُّجِیْبُوْا۔ مسلم کی روایت میں یہ اور زائد ہے لیکن ان میں جواب کی طاقت نہیں۔

وَبِمَا اَخْرَجَہٗ اَبُو الشَّیْخِ مِنْ مُّرْسَلِ عُبَیْدِ بْنِ مَرْزُوْقٍ قَالَ کَانَتْ اِمْرَأَۃٌ بِالْمَدِیْنَۃِ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَتْ فَلَمْ یَعْلَمْ بِھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ عَلٰی قَبْرِھَا فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا ھٰذَا الْقَبْرُ فَقَالُوْا اُمُّ مِحْجَنٍ قَالَ الَّتِیْ کَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ قَالُوْا نَعَمْ فَصَفَّ النَّاسَ فَصَلّٰی عَلَیْھَا فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ وَجَدْتِّ اَفْضَلَ؟ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَسْمَعُ قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْھَا فَذَکَرَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّھَا اَجَابَتْہُ قَمُّ الْمَسْجِدِ۔

ایک عورت مدینہ منورہ کی مسجد میں جھاڑو دیتی تھی وہ انتقال کر گئی — — — — — — — ایک روز اس کی قبر سے حضور گذرے تو قبر دیکھ کر فرمایا یہ کس کی قبر ہے؟ عرض کیا گیا ام محجن کی فرمایا وہ ام محجن جو مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی؟ عرض کیا گیا جی ہاں۔ تو حضور نے صحابہ کی صفیں بنائیں اور اس پر نماز پڑھی پھر اسے مخاطب کر کے فرمایا کونسا عمل تم نے افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کی حضور کیا ام محجن سنتی ہیں؟ حضور نے فرمایا تم اس سے زیادہ نہیں سن سکتے۔ پھر حضور نے فرمایا اس نے جواب دیا ہے کہ مسجد کو صاف کرنا

اور بیہقی اور حاکم حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلٰی مُصْعَبِ بْنِ عُمَیْرٍ وَّعَلٰی اَصْحَابِہٖ حِیْنَ رَجَعَ مِنْ اُحُدٍ فَقَالَ اَشْھَدُ اَنَّکُمْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ اللّٰہِ فَزُوْرُوْھُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَیْھِمْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُسَلِّمُ عَلَیْھِمْ اَحَدٌ اِلَّا رَدُّوْا عَلَیْہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم احد سے واپس تشریف لا کر حضرت مصعب بن عمیر اور انکے ساتھیوں کی لاشوں پر تشریف لائے اور فرمایا میں شہادت دیتا ہوں کہ بے شک تم زندہ ہو اللہ کے پاس تو ان پر حاضر ہو کر ان کی زیارت کیا کرو اور ان پر سلام کرو قسم بخدا کوئی انہیں سلام نہیں کرتا مگر وہ اس کو قیامت تک جواب دیتے رہیں گے۔ اس حدیث کی تصحیح حاکم و بیہقی نے کی۔

اور ابن عبد اللہ نے جو حدیث نکالی اس پر عبد الحق نے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے اور وہ ابن عباس سے مرفوعًا راوی ہیں مَا مِنْ اَحَدٍ یَّمُرُّ بِقَبْرِ اَخِیْہِ الْمُؤْمِنِ کَانَ یَعْرِفُہٗ فِی الدُّنْیَا یُسَلِّمُ عَلَیْہِ اِلَّا عَرَفَہٗ وَرَدَّ عَلَیْہِ۔ کوئی تم میں سے نہیں جو اپنے بھائی مومن کے اوپر سے گذرے جسے وہ دنیا میں جانتا تھا اور صاحب قبر کو سلام کہے مگر وہ اسے پہچانتا ہے اور اسے سلام کا جواب دیتا ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ عبید اللہ بن ابی جعفر نے فرمایا کہ میت کو لیکر جب چلتے ہیں تو اس کی روح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جو ہمراہ چلتا ہے جب میت کو قبر میں رکھدیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس روح

کو واپس جسم میں کر دیتا ہے۔ تا کہ فرشتے سوال و جواب کریں۔ سوال و جواب کے بعد فرشتہ کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اس کی روح کو جہاں اللہ کا حکم ہے پہنچا دے۔

اور بخاری مسلم میں ہے کہ حضور نے فرمایا اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ اِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِہِمْ۔ بندہ کو جب قبر میں دفنا کر واپس ہوتے ہیں تو میت قدموں کی آواز سنتی ہے۔

اس پر اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اور بِہٰدِی الْعُمْیِ پیش کی گئی تو علامہ سہیلی نے جواب دیا کہ بالذات کوئی نہیں سنا سکتا اور ہدایت اندھے کو نہیں دے سکتا مگر اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی ھُوَالَّذِیْ یُسْمِعُ وَیَھْدِیْ۔ اللہ تعالیٰ میں سب کچھ قدرت ہے وہ سنا بھی سکتا ہے اور راہ بھی دکھا سکتا ہے۔ انتہی مختصراً۔

علامہ آلوسی نے منکرین سماع موتی کے اور اقوال بھی لکھے ہیں ہم نے بخوف طوالت انہیں چھوڑ دیا ہے آخر میں جو محاکمہ فرمایا ہے وہ تمام قضیہ کے فیصلہ کو کافی ہے۔

وَالْحَقُّ اِنَّ الْمَوْتٰی یَسْمَعُوْنَ فِی الْجُمْلَۃِ وَھٰذَا عَلٰی اَحَدِ وَجْھَیْنِ۔ صحیح یہی ہے کہ میت مزید سنتی ہے اور اس پر دو وجہوں سے ایک وجہ ہے۔

اَوَّلُہُمَا اَنْ یُّخْلَقَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِیْ بَعْضِ اَجْزَآءِ الْمَیِّتِ قُوَّۃً یَّسْمَعُ بِہَا مَتٰی شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَنَحْوَہٗ مِمَّا یَشَآءُ اللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ سَمَاعَہٗ اِیَّاہُ وَلَا یَمْنَعُ مِنْ ذٰلِکَ کَوْنُہٗ تَحْتَ اَطْبَاقِ الثَّرٰی۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اجزاء میت کو وہ قوت پیدا فرما سکتا ہے جس کے ذریعہ وہ سن سکے جب اللہ چاہے اور ایسے ہی جو اللہ چاہے تو اسے سماعت دیدے اور اس سے اس کے تحت الثرٰی میں بھی ہونا مانع نہیں۔

وَثَانِیْہِمَا اَنْ یَّکُوْنَ ذٰلِکَ السَّمَاعُ لِلرُّوْحِ بِلَا وَاسِطَۃِ قُوَّۃٍ فِی الْبَدَنِ وَلَا یَمْتَنِعُ اَنْ تَسْمَعَ بَلْ اَنْ تُحِسَّ وَتُدْرِکَ مُطْلَقًا بَعْدَ مُفَارَقَتِہَا الْبَدَنَ بِدُوْنِ وَسَاطَۃِ قُوًی فِیْہِ۔

دوسری صورت یہ ہے کہ یہ سماع روحانی ہو بلا واسطہ قوت بدنیہ کے اور یہ ممتنع نہیں کہ روح مفارقت بدن کے بعد سن لے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ روم۔ پ ۲۱

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا کمزوری سے پھر تمہیں ناتوانی کے بعد توانائی بخشی پھر توانائی کے بعد

قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ہ

کمزوری دی اور بڑھاپا دیا وہ پیدا کرتا ہے جو چاہے اور وہ جاننے والا قدرت والا ہے۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ہ
مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ہ

اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسم کھائیں گے۔ کہ نہ رہے تھے مگر ایک ساعت اور ایسے ہی اوندھے جاتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ؗ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ہ

اور بولے وہ جن کو علم اور ایمان ملا بیشک تم رہے اللہ کے لکھے میں اٹھنے کے دن تک تو یہ ہے وہ دن اٹھنے کا لیکن تم نہ جانتے تھے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ہ

تو اس دن نہ نفع دے گی ظالموں کو معذرت ان کی اور نہ ان سے کوئی خوشامد پسند کرے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ہ

اور بے شک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان کی اور اگر تم ان کے پاس کوئی نشانی لاؤ تو ضرور کافر کہیں گے کہ تم نہیں مگر باطل پرست لوگ۔

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ہ

ایسے ہی مہر کردیتا ہے اللہ جاہلوں کے دلوں پر

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ہ

تو صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور تمہیں تیز نہ کردیں ان کے انکار جو یقین نہیں رکھتے۔

لفظی ترجمہ

اَللّٰهُ۔ اللہ	الَّذِیْ۔ وہ ہے جس نے	خَلَقَكُمْ۔ پیدا کیا تم کو	مِّنْ ضُعْفٍ۔ کمزوری سے
ثُمَّ۔ پھر	جَعَلَ۔ بنائی	مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد	ضُعْفٍ۔ کمزوری کے
قُوَّةً۔ قوت	ثُمَّ۔ پھر	جَعَلَ۔ بنائی	مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد
قُوَّةٍ۔ قوت کے	ضُعْفًا۔ کمزوری	وَّ۔ اور	شَيْبَةً۔ بڑھاپا۔

يَخْلُقُ۔ پیدا کرتا ہے	مَا۔ جو	يَشَآءُ۔ چاہے	وَ۔ اور
هُوَ۔ وہ ہے	الْعَلِيْمُ۔ جاننے والا	الْقَدِيْرُ۔ قدرت والا	وَ۔ اور
يَوْمَ۔ جس دن	تَقُوْمُ۔ قائم ہوگی	السَّاعَةُ۔ قیامت	يُقْسِمُ۔ قسمیں کھائیں گے
الْمُجْرِمُوْنَ۔ مجرم	مَا۔ نہیں	لَبِثُوْا۔ ٹھہرے	غَيْرَ۔ سوائے
سَاعَةٍ۔ ایک گھڑی کے	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	كَانُوْا۔ تھے	يُؤْفَكُوْنَ۔ الٹے پھرتے
وَ۔ اور	قَالَ۔ بولے	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	اُوْتُوا۔ دیے گئے
الْعِلْمَ۔ علم	وَ۔ اور	الْاِيْمَانَ۔ ایمان	لَقَدْ۔ بیشک
لَبِثْتُمْ۔ ٹھہرے تم	فِيْ۔ بیچ	كِتٰبِ۔ تحریر	اللّٰهِ۔ خداوندی کے
اِلٰى۔ طرف	يَوْمِ۔ دن	الْبَعْثِ۔ قیامت کے	فَهٰذَا۔ تو یہ ہے
يَوْمُ۔ دن	الْبَعْثِ۔ قیامت کا	وَ۔ اور	لٰكِنَّكُمْ۔ لیکن تم
كُنْتُمْ۔ تھے	لَا۔ نہ	تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	فَيَوْمَئِذٍ۔ تو اس دن
لَا۔ نہ	يَنْفَعُ۔ فائدہ دیگا	الَّذِيْنَ۔ ان کو جو	ظَلَمُوْا۔ ظالم ہیں
مَعْذِرَتُهُمْ۔ ان کا عذر	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	هُمْ۔ انکو
يُسْتَعْتَبُوْنَ۔ خوشامد کرنے کی اجازت ہوگی		وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک
ضَرَبْنَا۔ بیان کیں	لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے	فِيْ۔ بیچ	هٰذَا۔ اس
الْقُرْاٰنِ۔ قرآن کے	مِنْ كُلِّ۔ ہر طرح کی	مَثَلٍ۔ مثالیں	وَ۔ اور
لَئِنْ۔ اگر	جِئْتَهُمْ۔ لائے تو انکے پاس	بِاٰيَةٍ۔ کوئی نشانی	لَيَقُوْلَنَّ۔ تو ضرور کہیں گے
الَّذِيْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہیں	اِنْ۔ نہیں	اَنْتُمْ۔ تم
اِلَّا۔ مگر	مُبْطِلُوْنَ۔ باطل پرست	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	يَطْبَعُ۔ مہر کرتا ہے
اللّٰهُ۔ اللہ	عَلٰى۔ اوپر	قُلُوْبِ۔ دلوں	الَّذِيْنَ۔ ان کے جو
لَا۔ نہیں	يَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	فَاصْبِرْ۔ تو صبر کر	اِنَّ۔ بیشک
وَعْدَ۔ وعدہ	اللّٰهِ۔ اللہ	حَقٌّ۔ سچا ہے	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	يَسْتَخِفَّنَّكَ۔ ہلکا کردیں تجھ کو		الَّذِيْنَ۔ وہ جو
لَا۔ نہیں	يُوْقِنُوْنَ۔ یقین کرتے۔		

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع سورۃ روم پ ۲۱

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزور پیدا کیا۔
یعنی اول جنین کی صورت میں بنایا کہ کیڑے کی طرح کلبلاتا رینگتا تھا۔
ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً۔ پھر کمزور جنین کو ناتوانی سے توانا کیا۔
یعنی پھر رحم مادر سے باہر آکر شیر خوار رہا۔
ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّۃٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَۃً۔ پھر کیا قوت کے بعد کمزور اور بڑھاپا دیا۔
یعنی پھر جوان کر کے قوی بنا کر ضعیف کیا یعنی بوڑھا کیا۔ یہ تین کیفیتیں رحم مادر سے بڑھاپے تک انسان پہ آتی ہیں ان کی تفصیل بیان کر کے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا۔
یَخْلُقُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ۔ پیدا کرتا ہے اللہ جو چاہے اور وہ علم و قدرت والا ہے۔
اس کے بعد کفار و مشرکین کا آخرت میں مکرنا اور دنیا کے قیام سے انکار کرنا ظاہر فرمایا کہ وہ آخرت کو دیکھ کر دنیا اور قبر کی مدت کا انکار کریں گے اور کہیں گے قسمیں کھائیں گے
وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ۔ جس دن قیامت قائم ہو تو مجرم قسمیں کھائیں۔
مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَۃٍ۔ اور کہیں نہ رہے تھے مگر ایک ساعت کے لیے۔
آخرت کی شان دیکھ کر انہیں دنیا اور قبر کا قیام ایک ساعت کے برابر معلوم ہوگا اور وہ اسے ایک گھڑی سے تعبیر کرینگے۔
کَذٰلِکَ کَانُوْا یُؤْفَکُوْنَ۔ وہ ایسے ہی تھے غلط باتیں بنانے والے۔
یعنی دنیا میں جیسے غلط اور باطل باتوں پہ جمے ہوئے تھے اور حق سے انحراف کرتے تھے کہیں بعث بعد الموت کے منکر ہوتے ایسے ہی اب قبر یا دنیا میں رہنے کے انکار پہ قسم کھاتے ہیں اور اس طویل قیام کو ایک گھڑی کا قیام کر رہے ہیں، ان کی ایسی جھوٹی قسم پہ اللہ تعالے انہیں اہل محشر میں رسوا فرمائے گا اور ان پہ ثابت ہو جائے گا کہ بھری محفل میں یہ کس طرح دروغ حلفی کر رہے ہیں چنانچہ اس وقت
وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ فَھٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰکِنَّکُمْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اور کہیں وہ جنہیں علم و ایمان ملا کہ (تم جھوٹ بول رہے ہو) بیشک تم رہے اللہ کی لکھی ہوئی مدت دنیا و قبر میں بعثت کے دن تک (جس کا تم انکار کرتے تھے) تو یہ یوم بعث و حشر ہے لیکن تم جہالت میں تھے۔

یعنی تمہاری دنیا کی عمر قبر کے اندر رہنے کی مدت اللہ تعالےٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دی تھی اس کے مطابق تم قبروں میں رہے اور دنیا میں جیئے اور وہ دن جسے یوم بعث کہا جاتا تھا اور تم اسے جھٹلاتے اور کہتے تھے۔ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ (جب ہم مرکر مٹی ہو جائیں گے اس کے بعد لوٹنا عقلاً بعید ہے) تو یہ دن بعث کا ہے مگر وہ جہالت سے نہیں جانتے آگے ارشاد ہے

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ۔ تو اس دن نفع نہ دے گی ظالموں کو ان کی معذرت اور نہ ان کی طرف سے توبہ منظور۔

اِسْتِعْتَاب:۔ اِزَالَۃُ الْعَتَبِ کا لُعَطَا وَالْاِسْتِعْطَاءِ عتاب یہ بخشش مانگنے کی تحریک بھی انہیں کوئی نہ کرے

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ۔ اور بے شک ہم نے دیں اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں اور اگر تم ان کے پاس کوئی نشان لاؤ تو ضرور کافر کہیں گے تم تو نرے باطل پر ہو۔

ہر قسم کی مثالیں اس لیے دی گئیں تاکہ انہیں تنبیہ ہو مگر وہ اپنی سیاہ باطنی اور قساوت قلبی سے کسی نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ ہدایت کرنے والے کو باطل پر بتاتے ہیں۔

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ ایسے ہی مہر کردی ہے اللہ نے جاہلوں کے دلوں پر لہٰذا فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ۔ تو صبر کرو (منکروں کی ایذا و عداوت پر بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور نہ برانگیختہ کرے (انکار ان کا آپ کو) ان پر جو ایمان نہیں لاتے۔

یعنی یہ لوگ جنہیں آخرت کا یقین نہیں ہے اور بعث و حساب کے منکر ہیں ان کی شدتیں اور ان کے انکار و نالائق حرکات آپ کو طیش میں نہ لے آئے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ ان کے حق میں عذاب کی دعا فرمانے میں عجلت فرمائیں اور اس سے وہ ہلاک ہو جائیں۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع سورۃ روم۔ پ۲۱

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ۔ اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہیں ضعف سے۔

یہ مبتدا و خبر ہے اس کے معنی یہ ہوئے کہ تمہاری ابتدا و ضعف سے ہے اور کمزوری اور ضعف کو انسان کی اساس قرار دیا گیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔

مِنْ ضُعْفٍ میں مِن ابتدائیہ ہے اور ضُعف سے ضعیف شے مراد ہے اور وہ نطفہ ہے جیسے قرآن کریم نے

ماء مہین فرمایا پھر تدریجی ترقی کا ذکر فرمایا۔

ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ۔ پھر اس قادر مطلق نے حالت ضعف سے قوت کی طرف بڑھایا۔

اس بیان میں بلوغ سے حلم تک اور تعلق روح بالابدان کو واضح فرمایا اس کے بعد ترقی سے تنزل کی حالت کا بیان فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا۔

ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۔ پھر کیا قوت کے بعد جوان کر کے انحطاط میں حتیٰ کہ شباب کے بعد شیب طاری کیا جیسے بڑھاپا کہتے ہیں۔

گویا انسان ابتداءً کمزور تھا اور پھر اس کی انتہا کو بھی کمزور فرمایا:

لفظ ضُعف ، بفتح ضاد اور بضم ضاد مستعمل ہے۔ اس پر ارباب لغت کہتے ہیں اِنَّ الضُّعْفَ بِالضَّمِّ مَا كَانَ فِي الْبَدَنِ ۔ ضاد کے پیش کے ساتھ ضعف اس کمزوری کے لیے مستعمل ہے جس کا تعلق بدن سے ہو۔ اور ضَعف بفتح ضاد اس کمزوری کے معنی میں مستعمل ہے جس کا تعلق عقل سے ہو اور اسکی دونوں قرأت ہیں لغت قریش میں بضم ضاد پڑھتے ہیں اور عاصم بھی بضم پڑھتے ہیں اور ابی عبد الرحمن اور جحدری بھی ایسے ہی پڑھتے ہیں اور ضحاک پہلے ضعف کو ضمہ سے اور باقی ضعف کو فتح سے پڑھتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۔ وہ پیدا فرماتا ہے جیسے چاہے وہ علم وقدرت والا ہے۔

اسکی مشیت وقدرت میں کسی کو دخل دینے کی مجال ہی نہیں اس کے بعد کیفیت قیامت کا اظہار شروع ہے

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۚ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ۔ اور جب قیام قیامت ہو تو مجرمین مشرکین قسم کھائیں کہ ہم دنیا اور قبر میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے۔ ایسے ہی سچ بولنے سے منحرف ہو کر جھوٹ بکیں گے۔

عربی میں ساعت زمان قلیل کے بھی ایک کو کہتے ہیں یا اچانک کسی امر کے ظاہر ہونے کو۔

وَرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهُمْ يَعْنُوْنَ مَا لَبِثُوْا فِي الدُّنْيَا غَيْرَ سَاعَةٍ وہ دنیا کے قیام کو مراد لے کر کہیں گے کہ ہم ایک گھڑی سے زیادہ نہ رہے اور بِعْثَةٌ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ کو کہتے ہیں، چنانچہ حدیث صحیح میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ ۔ نفخہ اولے اور ثانیہ کے مابین چالیس کی مدت ہے قِيْلَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اَبَيْتُ قِيْلَ اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَيْتُ قِيْلَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَيْتُ ۔ آپ سے پوچھا گیا چالیس دن یا چالیس ماہ یا چالیس سال، چالیس سے کیا مراد ہے؟ آپ نے اَبَيْتُ فرمادیا وَعَنٰى بِقَوْلِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَبَيْتُ اَيْ اِمْتَنَعْتُ میں منع کیا گیا ہوں مِنْ بَيَانِ ذٰلِكَ لَكُمْ ۔ اس امر کی وضاحت سے کرنے کے لیے۔

یا اس کے معنی یہ ہیں کہ یہیں حضور سے اسکی تصریح معلوم کرنے میں رہ گیا۔
اسی لیے کہا گیا ہے کہ لَا یُعْلَمُ اَهِیَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً اَمْ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ سَنَةٍ کوئی نہیں جانتا کہ بابین النفختین چالیس سال ہیں یا چالیس ہزار سال۔
وَجُوِّزَ اَنْ یَّکُوْنُوْا عَدُّوْا مُدَّةَ لِقَائِهِمْ فِی الدُّنْیَا سَاعَةً لِعَدَمِ انْتِفَاعِهِمْ بِهَا وَالْکَثِیْرُ بِلَا نَفْعٍ قَلِیْلٌ کَمَا اَنَّ الْقَلِیْلَ مَعَ النَّفْعِ کَثِیْرٌ۔ اور یہ بھی جائز رکھا ہے کہ مشرکین نے ساعۃ کہہ کر دنیا کے قیام کی مدت مراد لی ہو اس لیے کہ اس قیام دنیا میں وہ نفع اخروی حاصل نہ کر سکے اور کثیر بلا نفع قلیل ہے جیسے قلیل نفع کے ساتھ کثیر ہوتا ہے تو مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ تاسف و تحسر میں وہ کہیں گے کہ ایام حیات دنیا ضائع گئے۔
کَذٰلِکَ کَانُوْا یُؤْفَکُوْنَ۔ ایسے ہی جھوٹ یہ دنیا میں گھڑتے تھے۔
اس پر منجانب اللہ ارباب حشر کے مجمع میں انہیں رسوا کیا جائے گا اور ان کے آگے کہا جائے گا کہ مفتریان کذاب یہ بک رہے ہیں کہ ہم گھڑی بھر ہی دنیا میں رہے تھے تو اس پر اہل علم و ایمان ان کے اس قول کا رد کریں حیث قال۔
وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰکِنَّکُمْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اور کہیں وہ جنہیں ایمان و علم دیا گیا دنیا میں ان مشرکوں سے کہ بیشک تم رہے دنیا میں علم اللہ اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی مدت تک (اور تم بعث و نشر کے وہاں منکر تھے) تو آج دیکھ لو فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ کہ یہ دن ہے بعث و نشر کا۔ وَلٰکِنَّکُمْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ لیکن تم اپنی جہالت کے اندر رہ کر ان سے سچ نہیں جانتے تھے۔
فَیَوْمَئِذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ۔ تو یہ دن وہ ہے کہ ظالموں کو ان کی معذرت نفع نہ دے گی (یعنی وہ عذر جہالت اگر کریں تو وہ بھی ان کے لیے سود مند نہیں ہو سکتا)۔
وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ۔ اور ان سے عتاب الٰہی کا دفع بھی نہ چاہا جائے گا۔ آلوسی فرماتے ہیں۔
اَیْ لَا یُقَالُ لَهُمْ اَرْضُوْا رَبَّکُمْ بِالتَّوْبَةِ وَالطَّاعَةِ کَمَا کَانَ یُقَالُ لَهُمْ ذٰلِکَ فِی الدُّنْیَا۔ یعنی ان سے جیسے دنیا میں کہا جاتا تھا کہ اپنے رب کو توبہ و طاعت سے خوش کر لو آج وہ بھی موقعہ نہیں۔ اور استعتاب۔ طلب عتبی ہے جو ازالہ عتاب کو چاہ کر عطا و بخشش چاہنے کے معنی دیتا ہے۔
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ۔ اور بے شک دیں ہم نے لوگوں کو اس قرآن میں بہت سی مثالیں ہر قسم کی۔
وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ لَّیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ۔ اور اگر آپ لائیں ان پر کوئی

معجزہ بانشان تو اسے قبول کرنے کی بجائے یہی کہیں گے تم تو کچھ نہیں مگر باطل پر ہو اس لیے کہ
كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ ان کے دلوں پر اللہ نے ایسے ہی مہر کر دی
ہے جہالت کی۔

اَىْ لَا يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ وَلَا يَتَحَرَّوْنَ الْحَقَّ بَلْ يُصِرُّوْنَ عَلٰى خُرَافَاتِ اِعْتِقَادِهَا۔ یعنی وہ اپنی
جہالت میں رہ کر علم نہیں چاہتے اور حق نہیں ڈھونڈتے بلکہ مصر ہیں اپنی انہیں خرافات پر جن کے ساتھ یہ عقیدہ
کر چکے ہیں۔ اس کے بعد حضور کو تسلی فرمائی جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۔ اے محبوب صبر فرمائیں بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔
اور وہ وعدہ نصرت کا اور غلبہ دین کا اور اعلاء کلمۃ الحق کا اور اس کا انجام لازم ہے کہ انہیں ان کی بداعمالیوں
اور بدکرداریوں کی سزا دی جائے۔

وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ۔ اور نہ آپ کو ان کی سرکشی آمادہ کر دے ان کے لیے عذاب
کی دعا پر کہ جب یہ یقین نہیں لاتے۔

سُوْرَةُ لُقْمَانَ

مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّثَلَاثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ ۔ اس میں چونتیس آیتیں اور چار رکوع اور
پانچ سو اڑتالیس کلمے اور دو ہزار ایک سو دس حرف ہیں۔
ایک روایت ہے کہ اس سورۃ مبارکہ میں دو آیتیں مدنی ہیں وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ سے

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع۔ سورۃ لقمان۔ پ ۲۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ	الٓمّٓ۔ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔
هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ	ہدایت اور رحمت ہیں نیکوں کے لیے۔
الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ	وہ جو نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں اور آخرت پر

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝

یقین لائیں۔

اُولٰٓىٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

یہی اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور انہی کا کام بنا ہوا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۖۗ وَّیَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝

اور کچھ وہ ہیں کہ خریدتے ہیں کھیل کی بات کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بغیر جانے بوجھے اور اسے ہنسی بنالیں یہ ہیں جن کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْۤ اُذُنَیْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝

اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو تکبر کرتا ہوا پھرے جیسے اس نے وہ سنی ہی نہیں جیسے اس کے کان بند ہیں تو اسے دردناک عذاب کا مژدہ دو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ۝

بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے باغ نعمتوں والے ہیں۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

کہ ہمیشہ رہیں اس میں اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ۝

اسی نے آسمان بنائے بے ستونوں کے کہ تم دیکھ رہے ہو اور ڈالے زمین میں لنگر کہ نہ کانپے معہ تمہارے اور پھیلائے اس نے زمین میں ہر قسم کے چوپائے اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی تو اگائے ہم نے اس میں ہر قسم کے جوڑے۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

یہ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے تو وہ بھی مجھے دکھاؤ کہ کیا پیدا کیا انہوں نے جو اس کے سوا ہیں بلکہ ظالم کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔

لفظی ترجمہ

الٓمّٓ — تِلْكَ۔ یہ — اٰیٰتُ۔ آیتیں ہیں — الْكِتٰبِ۔ کتاب

الْحَكِیْمِ۔ حکمت والی کی — هُدًى۔ ہدایت — وَّ۔ اور — رَحْمَةً۔ رحمت

لِلْمُحْسِنِیْنَ - نیکوں کے لیے		اَلَّذِیْنَ - وہ جو	یُقِیْمُوْنَ - قائم کریں
الصَّلٰوۃَ - نماز	وَ - اور	یُؤْتُوْنَ - دیں	الزَّکٰوۃَ - زکوٰۃ
وَ - اور	هُمْ - وہ	بِالْاٰخِرَۃِ - آخرت پر	هُمْ - وہ
یُوْقِنُوْنَ - یقین رکھیں	اُولٰٓئِكَ - یہی لوگ	عَلٰی - اوپر	هُدًی - ہدایت کے ہیں
مِنْ رَّبِّهِمْ - اپنے رب سے	وَ - اور	اُولٰٓئِكَ - یہی	هُمُ - وہ ہیں
الْمُفْلِحُوْنَ - کامیاب	وَ - اور	مِنَ النَّاسِ - بعض لوگوں سے	
مَنْ - ایسے ہیں جو	یَّشْتَرِیْ - خریدتے ہیں	لَهْوَ - کھیل کی	الْحَدِیْثِ - بات
لِیُضِلَّ - تاکہ گمراہ کرے	عَنْ سَبِیْلِ - راہ	اللّٰہِ - خدا سے	بِغَیْرِ - بغیر
عِلْمٍ - علم کے	وَّ - اور	یَتَّخِذَ - پکڑتا ہے	هَا - اس کو
هُزُوًا - ٹھٹھا	اُولٰٓئِكَ - یہ ہیں	لَهُمْ - کہ انکے لیے ہے	عَذَابٌ - عذاب
مُّهِیْنٌ - ذلیل کرنے والا	وَ - اور	اِذَا - جب	تُتْلٰی - پڑھی جاتی ہیں
عَلَیْهِ - اس پر	اٰیٰتُنَا - ہماری آیتیں	وَلّٰی - پھرتا ہے	مُسْتَکْبِرًا - تکبر کرتا
کَاَنْ - گویا کہ	لَّمْ - نہیں	یَسْمَعْهَا - سنا اسکو	کَاَنَّ - گویا کہ
فِیْ - بیچ	اُذُنَیْهِ - اسکے کانوں کے	وَقْرًا - بوجھ ہے	فَبَشِّرْهُ - تو خوشخبری دو اسکو
بِعَذَابٍ - عذاب	اَلِیْمٍ - دردناک کی	اِنَّ - بیشک	الَّذِیْنَ - وہ جو
اٰمَنُوْا - ایمان لائے	وَ - اور	عَمِلُوا - عمل کیے	الصّٰلِحٰتِ - نیک
لَهُمْ - انکے لیے	جَنّٰتُ - باغ ہیں	النَّعِیْمِ - نعمتوں کے	خٰلِدِیْنَ - ہمیشہ رہیں
فِیْهَا - اس ہیں	وَعْدَ - وعدہ	اللّٰہِ - اللہ کا	حَقًّا - سچا ہے
وَ - اور	هُوَ - وہ	الْعَزِیْزُ - غالب ہے	الْحَکِیْمُ - حکمت والا
خَلَقَ - پیدا کیا اس نے	السَّمٰوٰتِ - آسمانوں کو	بِغَیْرِ - بغیر	عَمَدٍ - ستونوں کے
تَرَوْنَهَا - کہ دیکھتے ہو تم اسکو	وَ - اور	اَلْقٰی - ڈالے	فِی - بیچ
الْاَرْضِ - زمین کے	رَوَاسِیَ - لنگر	اَنْ - یہ کہ	تَمِیْدَ - نہ حرکت کرے
بِکُمْ - تمہارے ساتھ	وَ - اور	بَثَّ - پھیلائے	فِیْهَا - اس ہیں
مِنْ کُلِّ - ہر طرح کے	دَآبَّۃٍ - چارپائے	وَ - اور	اَنْزَلْنَا - اتارا ہم نے
مِنَ السَّمَآءِ - آسمان سے	مَآءً - پانی	فَاَنْۢبَتْنَا - تو اگائے ہم نے	فِیْهَا - اس ہیں

مِنْ کُلِّ۔ ہر طرح کے	زَوْجٍ۔ جوڑے	کَرِیْمٍ۔ بارونق	ھٰذَا۔ یہ ہے
خَلْقُ۔ پیدائش	اللّٰہِ۔ اللہ کی	فَاَرُوْنِیْ۔ تو دکھاؤ مجھے	مَاذَا۔ کیا
خَلَقَ۔ پیدا کیا ہے	الَّذِیْنَ۔ انہوں نے	مِنْ دُوْنِہٖ۔ جو اس کے سوا ہیں	بَلِ۔ بلکہ
الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالم	فِیْ۔ بیچ	ضَلٰلٍ۔ گمراہی	مُّبِیْنٍ۔ کھلی کے ہیں

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع۔ سورۃ لقمان۔ پ ۲۱

الٓمّٓ ۚ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ ۔ ھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّلْمُحْسِنِیْنَ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ۔ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

الٓمّٓ۔ یہ حروف مقطعات سے ہے جس کی تصریح بیان ہو چکی ہے اور چونکہ اس کے معنی تاویلی منقولات کے تتبع میں کیے جا سکتے ہیں لہذا یہ تیسرا الٓمّٓ ہے۔ یہاں تیسرے پہلو سے یہ معنی اشارات میں علامہ آلوسی نے یہ کیے ہیں۔ الف سے مراد آلاء الٰہی اور لام سے مراد لطف جل شانہ اور میم سے مراد مجد عزوجل ہے۔

تو گویا فرمایا گیا جو اس کتاب حکیم پر عمل کرے گا۔ نماز قائم رکھے گا۔ زکوٰۃ دے گا اس پر آلاء الٰہی اور لطف جلت پناہی اور مجد سبحانہ و تعالے حاصل ہے پھر ارشاد ہے۔

تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ ۔ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں جو

ھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّلْمُحْسِنِیْنَ ۔ ہدایت و رحمت ہیں نیکوں کے لیے۔

وہ نیک جو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور آخرت پر یقین لائیں۔

اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ یہ وہ ہیں جو اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اس کے بعد مشرکین کی لغویت مآبی کا تذکرہ اور قصے کہانی سے دلچسپی رکھنے کا حال شروع فرمایا گیا۔

شان نزول:۔ سورۃ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نضر بن حارث کلدہ تجارت کے سلسلہ میں دوسرے ملکوں کی طرف جاتا تھا اسے اس سفر میں عجمیوں کی کتابیں مل گئیں یہ انہیں خرید لایا اور ان کا مطالعہ کر کے قریش کو قصے کہانیاں سناتا اور کہتا کہ رب کائنات اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمہیں عاد و ثمود کے واقعات سناتے ہیں اور میں تمہیں رستم و اسفندیار اور شاہان فارس کی کہانیاں سناتا ہوں اسکی لغویت میں کچھ لوگ آ گئے اور ان کہانیوں کے سننے میں مشغول ہو گئے اور قرآن کریم سننے سے رہ گئے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ خریدتے ہیں کھیل کی باتیں کہ گمراہ کریں اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے اور اسے ہنسی بنالیں یہ وہ ہیں جن کے لیے ذلت کا عذاب ہے اور جب پڑھی جائیں اس پر ہماری آیتیں تو تکبر کرتا ہوا پھر جائے جیسے اس نے انہیں سنا ہی نہیں گویا اس کے دونوں کان بند ہیں تو اسے دردناک عذاب کی بشارت دو۔

یہ تمام توبیخی آیتیں نضر بن حارث اور اس کے اتباع کے حق میں ہیں یعنی یہ خود بھی دین سے جاہل اور اپنی جہالت سے دوسروں کو بھی اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کریم سننے سے روکتا اور آیات الٰہی کے ساتھ تمسخر کرتا ہے تاکہ اور لوگ بھی التفات نہ کریں۔

وقر عربی میں بہرے پن کو کہتے ہیں یعنی اگرچہ سنتا ہے مگر آیات الٰہی کے سننے سے بہرا ہے تو ایسے خبیث کو عذاب کی بشارت دیجئے۔

آگے بموجب اسلوب بیان قرآن پاک مومنین کا مقام ظاہر فرمایا گیا اس لیے کہ قرآن پاک میں عام طور پر یہی طریقہ بیان ہے کہ اگر اول جہنمیوں کا ذکر لایا گیا ہے تو اس کے بعد جنتیوں کا تذکرہ ضرور فرمایا گیا اور اگر اول اہل جنت کا ذکر لایا گیا تو اس کے بعد اہل جہنم کا بیان فرمایا گیا چنانچہ اب اہل جنت کو بشارت ہے حیث قال

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے نعمتوں والے باغیچے ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ کا وعدہ حق ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا کہ دنیا کی ہر نعمت میں زوال ہے اور ہر آسائش میں دوام نہیں لیکن اخروی نعمت میں خوف زوال و نکال نہیں جو نعمت جتنی بھی جیسے ملے گی وہ دوامی ہو گی۔ دنیا کی صحت و عافیت جوانی و فراخی وسعت رزق و دولت سب عارضی ہیں برائے چندے ہیں اور آخرت میں جنت کے پھل پھول اور تمام نعمتیں فصل و موسم کے ساتھ نہیں ہوں گی بلکہ ہمیشہ ہوں گی جب جنتی جس نعمت کی خواہش کرے گا اسے بلا تاخیر و تعویق حاصل ہو گی۔ اب اپنی قدرت مطلقہ کا مظاہرہ تخلیق سما سے فرمایا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ اللہ تعالیٰ شانہ نے

آسمان بنائے بغیر ایسے ستون کے جو تمہیں نظر آئیں (یعنی اس کے نیچے کوئی ستون نہیں تمہاری نظر خود اس کی شاہد ہے) اور زمین میں لنگر ڈالے (بلند پہاڑوں کے) (رواسی جمع ہے راسیہ کی اور راسیہ لنگر کو کہتے ہیں جن سے سمندر میں جہاز قائم رہتے ہیں) کہ تمہیں لے کر نہ کانپے (اس لیے کہ اگر زمین ڈانواں ڈول ہو تو جو اس پر ہوں وہ بھی ہچکولے کھائیں گے اس لیے بلند پہاڑوں کے لنگر قائم فرما دیے گئے کہ وہ قائم رہے) اور اس زمین پر ہر طرح کے جانور پھیلا دیے (تاکہ ان سے دودھ، دہی، گھی حاصل کرو ان میں سے حلال جانوروں کے گوشت کھاؤ۔ سواری کرو۔ سامان لے جاؤ) اور ہم نے اپنے فضل سے آسمان سے پانی اتارا تو اس سے زمین میں ہر نفیس جوڑا اگایا (عمدہ عمدہ قسم کے نباتات پیدا کیے جو تم دیکھ رہے ہو) تو یہ اللہ کا بنایا ہوا ہے (تو اے مشرکو منکرو) مجھے دکھاؤ جو اس کے سوا اوروں نے بنایا (یعنی وہ بت جنہیں تم پوج رہے ہو اور مستحق عبادت قرار دیتے ہو ان کی بھی کوئی تخلیق دکھاؤ) بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع۔ سورۃ لقمان۔ پ ۲۱

الٓمّٓ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔

الف۔ لام۔ میم۔ کی تصریح و تاویل خلاصہ تفسیر میں بیان ہو چکی۔

یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی جو ہدایت اور رحمت ہے نیک لوگوں کے لیے وہ جو نماز ادا کرتے اور زکوۃ دیتے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

ربط سورہ روم و لقمان

چونکہ آخر سورۃ روم میں وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فرما کر اعجاز و جامعیت قرآن پاک کی طرف اشارہ تھا۔ اس کے بعد قوم کی سرکشی بیان فرما کر سورۃ ختم فرما دی تھی۔

اس سورۃ مبارکہ میں شروع سورۃ میں مقطعات کے ساتھ ابتدا فرما کر دعوی حقانیت قرآن کو مؤکد فرمایا گویا ارشاد ہوا۔

الٓمّٓ۔ اَنَا اللّٰهُ اور لٓ سے جبریل مراد لے کر فرمایا اُرْسِلَ بِوَسَاطَتِ جِبْرِيْلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ۔ مٓ سے مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے نام کا اول لے کر فرمایا اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ گویا فرمایا۔ یہ کتاب اللہ تعالے نے جبریل کے واسطہ سے اپنے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل فرمائی

پھر اس کی صفت کی تصریح فرمائی۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۔ یہ آیات کتاب حکمت والی کی ہیں۔ (پھر اس کتاب کے مفاد ظاہر فرمائے گئے)

هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۔ یہ ہدایت اور رحمت ہے نیکوں کے لیے (پھر نیکوں کی تین صفات بیان فرمائی گئیں)

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ ۔ جنہیں وہ ہیں جو نماز قائم رکھتے اور زکوۃ دیتے ہیں

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۔ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

گویا یہ فرمایا کہ مومن وہ ہے جو حکمت عملی کے ماتحت عبادت بدنی اور مالی نماز و زکوۃ کے ساتھ کرے اور حکمت نظری بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ کے ساتھ پوری ہو جاتی ہے اس لیے کہ دار آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اللہ تعالے کی تمام صفات پر ایمان رکھتا ہے جو دار آخرت میں سزا و جزا دینے والا ہے اور اسی طرح ملائکہ اور انبیاء اور کتب منزلہ پر بھی اس کا ایمان صحیح ہوگا جو دار آخرت کے لیے سعادت حاصل کرنے کے ہادی اور شقاوت سے مانع ہیں۔

اور چونکہ ایمان اور عمل صالح دونوں کا ہونا مومن و محسن میں ضروری ہے تو دار آخرت پر بھی مومن کا ایمان لازمی ہے اس لیے کہ نماز زکوۃ۔ اعمال صالحہ توشۂ آخرت ہیں تو جو آخرت کو نہ مانے اسے توشۂ آخرت کی کیا ضرورت ہے۔

پھر متقی اور محسن کی شان بھی واضح فرمادی چنانچہ پہلے پارہ کے پہلے رکوع میں هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ فرما کر الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۔ فرمایا:

یعنی متقی کو یہ ہدایت فرماتا ہے اور وہ کون ہیں۔

۱:۔ غائبانہ اللہ تعالے پر ایمان لانے والے۔

۲:۔ نماز قائم رکھنے والے۔

۳:۔ اور ظاہر ہے کہ نماز بغیر حضور کی اتباع کے صحیح نہیں تو تیسری شرط حضور پر ایمان لانا بھی ہوئی۔

۴:۔ اللہ کے دیے سے خرچ کرنا۔

۵:۔ بِمَآ اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ پر ایمان رکھنا

۶:۔ بِمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِہٖ پر ایمان رکھنا۔

۷:۔ آخرت پر یقین رکھنا۔
۸:۔ پھر حضور پر اور بِمَا اُنْزِلَ پر ایمان لانے کے ساتھ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ پر بھی ایمان ضروری ہوا تو یہ آٹھویں شرط ہو گئی۔

پھر یہ امر بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ تقوی سے احسان کا مرتبہ بالا ہے چنانچہ حدیث جبریل میں حضور سے روح الامین علیہ السلام نے اول اسلام کی تعریف پوچھی پھر ایمان کی تعریف پر سوال کیا پھر تیسری بار احسان کے متعلق استفسار کیا۔

جس کے جواب میں حضور نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت یہ سمجھ کر کی جائے کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو تو کم از کم یہ سمجھ لو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ جب وہ محسنین میں شمار ہوگا۔ تو اس کے بعد بشارت یہ ہے۔
اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ یہ لوگ اللہ تعالی کی ہدایت پر قائم ہیں اور پھر مؤکد فرمایا کہ یہی لوگ فلاح یافتہ کامیاب ہیں

اس کے بعد ان لوگوں کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے جن کے عناد و اصرار علی الشرک کا ذکر سورہ روم میں وَلَئِنْ جِئْتَھُمْ بِاٰیَۃٍ لَّیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا میں فرمایا یہاں شروع سورت میں یہی ارشاد کیا گیا۔
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ اور بعض لوگوں میں وہ ہیں جو لہو و لعب کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بہکائیں۔

لہو الحدیث کی تفسیر بیضاوی شریف میں یہ ہے کہ مَا یُلْھِیْ وَلَا یَعْنِیْ کَالْاَحَادِیْثِ الَّتِیْ لَا اَصْلَ لَھَا وَالْاَسَاطِیْرِ الَّتِیْ لَا اِعْتِبَارَ فِیْھَا وَالْمَضَاحِکُ وَفُضُوْلُ الْکَلَامِ ۔ لہو الحدیث لا یعنی اور بے فائدہ کلام کو کہتے ہیں جس کی کوئی اصل نہ ہو اور وہ قصے کہانیاں جن میں کچھ عبرت نہ ہو اور ہنسانے والے لطیفے اور فضول گفتگو کو کہتے ہیں۔

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن مسعود نے قسم کھا کر فرمایا کہ لہو الحدیث سے مراد راگ ہے (مدارک)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں لہو الحدیث کی بہترین تفسیر راگ رنگ ہے ۔ اور یہی صحابہ و تابعین کا قول ہے امام احمد و بخاری رحمہما اللہ نے الادب المفرد میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا کہ اس سے مراد غنا یعنی راگ ہے۔

علامہ طبری کہتے ہیں کہ اس سے مراد راگ ہے اور علماء و امصار راگ کے ممنوع و مکروہ ہونے

پر سب متفق ہیں۔ البتہ ابراہیم بن مسعود اور عبد اللہ عنبری طبل جنگ، اور عیدین شادیوں میں دف کے ساتھ اعلان کو جائز کہتے ہیں۔

باقی شہوت انگیز مضامین کا گانا اسکی حرمت میں وہ بھی متفق ہیں۔ مگر ان اشعار کے مجوز ہیں جن میں دنیا سے نفرت اور اللہ تعالے کی محبت ہو ان کے کہنے اور سننے کے مجوز ہیں خواہ وہ بہ الحان دلکش پڑھے جائیں یا بغیر الحان کے۔

عوارف المعارف اور احیاء العلوم وغیرہ میں اس کی اباحت پر تصریح ہے کہ یہ اہل اللہ کے لیے خصوصیت سے جائز ہے لیکن وہ اہل اللہ جن پر غلبہ حال ہو اور شوق وصال جمیل حقیقی غالب ہے ایسے لوگوں کے لیے مکان وزمان اور اہل مجلس کے اہل ہونے کی بھی قید ہے۔

برخلاف موجودہ صوفیاء کی مجالس سماع جن میں عوام کالانعام کا اجتماع ہوتا ہے اور ستار و سارنگی اور طبلہ سب ہی کچھ ہوتا ہے اس کے ممنوع ہونے میں کسی اہل علم نے انکار نہیں کیا (تفسیر احمدی)

شان نزول

میں ابن جریر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ یہ آیت ایک قریشی کے متعلق نازل ہوئی۔ جو گانے والی لونڈیاں خرید کر لاتا اور انہیں گانے پر رکھتا۔

ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی یہ مغنیات خرید کر لاتا اور اس کے ذریعہ ان لوگوں کو گمراہ کرتا جو اسلام کی طرف مائل ہوتے تھے۔ انہیں شراب پلاتا گانا سنواتا اور کہتا بتاؤ یہ بہتر ہے یا وہ جس کی طرف تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں انکی تعلیم میں نماز پڑھنا روزہ رکھنا اور جہاد کرنا ہے اور یہاں عیش ہی عیش ہے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نضر بن حارث بغرض تجارت سفر میں گیا تو وہاں سے عجمیوں کے قصوں کی کتابیں خرید لایا جس میں اسفندیار اور رستم کے قصے تھے اور لوگوں کو وہ سنا کر کہتا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم عاد و ثمود کے قصوں کے سوا اور کیا سناتے ہیں۔

اور میں تمہیں رستم و اسفندیار کے حالات بتاتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (مدارک) چنانچہ ارشاد ہے کہ یہ جاہل جو لہو الحدیث کے ساتھ تمہیں گمراہ کرکے اپنی جہالت کے ماتحت ایسی بے اصل باتیں کرتے ہیں اور آیات الٰہی کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں۔

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ تاکہ اللہ کی راہ سے گمراہ کریں اور اپنی جہالت سے اس کا مذاق اڑاتے ہیں ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

علامہ آلوسی نے لہو الحدیث پر ایک مبسوط تقریر کی ہے حسب موقع ہم اسے پیش کرتے ہیں جس سے روایات سیر اور احادیث غناء وغیرہ کی تصریح ملتی ہے اور وہ لوگ جو شادی بیاہ میں گلنے بجانے کے مجوز ہیں ان کے وضع کا تنقیہ کرتی ہے۔ وھو ہذا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيْثِ ۔ كَاَنَّهٗ قِيْلَ مِنَ النَّاسِ هَادٍ مَهْدِيٌّ وَمِنْهُمْ ضَالٌّ مُضِلٌّ يَّهْوَى الْحَدِيْثِ گویا ارشاد ہے کہ لوگوں میں سے ہدایت یافتہ ہیں اور انہیں میں ضال و مضل ہیں تو جو ضال و مضل ہیں وہ خریدتے ہیں لغو باتیں۔

اور لہو الحدیث پر فرماتے ہیں عَلٰی مَارُوِیَ عَنِ الْحَسَنِ كُلُّ مَا يُشْغِلُكَ عَنْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى بروایت حسن تعریف لہو الحدیث یہ ہے کہ ہر وہ بات جو اللہ کی عبادت سے غافل کرے وہی لہو الحدیث ہے وَذَكَرَهٗ مِنَ السَّمَرِ وَالْاَضَاحِيْكِ وَالْخُرَافَاتِ وَالْغِنَاءِ وَنَحْوِهَا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ لہو الحدیث رات میں افسانہ گوئی کرنا۔ مذاق کرنا۔ خرافات بکنا۔ گانا بجانا اور مثل اس کے ایسے لغو افعال میں پڑنا یہ سب لہو الحدیث ہے۔

اور لہو کی اضافت حدیث کی طرف اس لیے ہے کہ ہر منکربات دنیا والوں کی گفتگو اس میں شامل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اَلْحَدِيْثُ فِي الْمَسْجِدِ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ الْبَهِيْمَةُ الْحَشِيْشَ مسجد میں دنیا کی باتیں نیکیوں کو ایسے کھا جاتی ہیں جیسے جانور چارہ چر جاتا ہے۔

اسی بنا پر مِنَ النَّاسِ میں جو مِنْ ہے اسے بعض نے بیانیہ کہا ہے اور بعض نے تبعیضیہ بتایا ہے۔ وَعَنِ الضَّحَّاكِ اِنَّ لَهْوَ الْحَدِيْثِ الشِّرْكُ وَقِيْلَ السِّحْرُ۔ ضحاک لہو الحدیث شرک کو کہتے ہیں اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد سحر جادو ٹونا ٹوٹکا ہے۔

اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا اور ابن جریر اور ابن منذر اور حاکم اور بیہقی شعب الایمان میں ابو الصہباء سے راوی ہیں قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ قَالَ هُوَ وَاللّٰهِ الْغِنَاءُ بِهٖ فَكَرَّرَهَا ثَلٰثًا۔ فرماتے ہیں میں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ وَمِنَ النَّاسِ کے متعلق سوال کیا تو فرمایا خدا کی قسم لہو الحدیث غنا ہے اور یہی تفسیر بہت سے مفسرین نے کی۔

وَمَا اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْاَدَبِ الْمُفْرَدِ وَابْنُ اَبِي الدُّنْيَا وَابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ سُنَنِهٖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ لَهْوُ الْحَدِيْثِ هُوَ الْغِنَاءُ وَاَشْبَاهُهٗ۔ لہو الحدیث وہ غنا ہے اور اس جیسی چیزیں۔

وَاَخْرَجَ اِبْنُ عَسَاکِرٍ عَنْ مَکْحُوْلٍ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَالْحَدِیْثِ قَالَ الْجَوَارِیْ الضَّارِبَاتُ۔ لہوالحدیث خریدنے والی لونڈیاں گانے بجانے والی ہیں۔

اور آدم ابن جریر اور بیہقی اپنی سنن میں مجاہد سے راوی ہیں اِنَّہٗ قَالَ فِیْہِ ھُوَاشْتِرَاؤُہُ الْمُغَنِّیْ وَالْمُغَنِّیَۃِ وَالْاِسْتِمَاعُ اِلَیْہِ وَاِلٰی مِثْلِہٖ مِنَ الْبَاطِلِ۔ گانے والی لونڈیاں خریدنا اور ان سے گانا سننا اور مثل اس کے ایسے ہی باطل افعال مراد ہیں۔

اور ایک روایت میں بیہقی نے اپنی سنن میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کا شان نزول یوں بیان فرمایا ھُوَرَجُلٌ یَشْتَرِیْ جَارِیَۃً لَیْلًا اَوْنَھَارًا۔ وہ ایک آدمی تھا جس نے ایک لونڈی خریدی جو دن رات اسے گانا سناتی تھی۔

وَاشْتَھَرَاَنَّ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِی النَّضْرِبْنِ الْحَارِثِ۔ اور مشہور یہ ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی۔

اور بروایت جریر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں ہے کہ اِنَّہٗ اِشْتَرٰی قَیْنَۃً فَکَانَ لَایَسْمَعُ بِاَحَدٍ یُرِیْدُ الْاِسْلَامَ اِلَّا انْطَلَقَ بِہٖ اِلٰی قَیْنَتِہٖ فَیَقُوْلُ اَطْعِمِیْہِ وَاَسْقِیْہِ وَغَنِّیْہِ وَیَقُوْلُ ھٰذَا خَیْرٌ مِّمَّا یَدْعُوْکَ اِلَیْہِ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوۃِ وَالصِّیَامِ وَاَنْ یُقَاتِلَ بَیْنَ یَدَیْہِ فَنَزَلَتْ۔

نضر بن حارث نے ایک لونڈی خریدی تو جب وہ سنتا کہ فلاں مسلمان ہوا چاہتا ہے تو اس لونڈی کو اس کے پاس بھیجتا اور کہہ دیتا کہ اسے خوب کھلا پلا اور گانا گا کر اسے فریفتہ کر دے پھر خود جا کر کہتا کہ یہ بہتر ہے یا وہ جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم نماز۔ روزہ اور جہاد وغیرہ پیش کرتے ہیں جس میں محنت و فکر کے سوا اور کچھ نہیں۔

اور اس کے اسباب نزول واحدی۔ کلبی اور مقاتل سے یہ نقل فرماتے ہیں اِنَّہٗ کَانَ یَخْرُجُ تَاجِرًا اِلٰی فَارِسَ فَیَشْتَرِیْ اَخْبَارَالْاَعَاجِمِ وَفِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ کُتُبَ الْاَعَاجِمِ فَیَرْوِیْھَا وَیُحَدِّثُ بِھَا قُرَیْشًا وَّیَقُوْلُ لَھُمْ اِنَّ مُحَمَّدًا عَلَیْہِ السَّلَامُ یُحَدِّثُکُمْ بِحَدِیْثِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ وَاَنَا اُحَدِّثُکُمْ بِحَدِیْثِ رُسْتَمَ وَاِسْفَنْدِیَارَ وَاَخْبَارِ الْاَکَاسِرَۃِ فَیَسْتَمِعُوْنَ حَدِیْثَہٗ وَیَتْرُکُوْنَ اِسْتِمَاعَ الْقُرْاٰنِ فَنَزَلَتْ۔

نضر بن حارث تجارت کے لیے فارس کو گیا تو اخبار اعاجم وہاں سے خرید لایا اور بعض روایات میں ہے کہ عجمیوں کی تاریخ کی کتابیں لے آیا اور اس سے قریش کو سناتا اور ان سے کہتا محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمہیں

عاد وثمود کا قصہ سناتے ہیں اور رستم و اسفندیار کا حال اور اکاسرہ فارس کے حالات سناتا ہوں۔ تو یہ چیٹ پٹے اور نمکین افسانے سن کر قریش نے قرآن کریم سننا ترک کر دیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَقِيلَ اِنَّمَا نَزَلَتْ فِي ابْنِ خَطَلٍ اِشْتَرٰى جَارِيَةً تُغَنِّيْ بِالسَّبَابِ۔ ایک قول ہے کہ یہ آیت کریمہ ابن خطل کے حق میں نازل ہوئی اس نے ایک لونڈی خریدی تھی جو گالیاں گایا کرتی تھی۔

اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ نزول آیت کریمہ اس قسم کے گلنے بجانے والیوں کے حق میں ہی ہے اس لیے کہ عورتوں کے حق میں زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بھی فرمایا گیا ہے۔

بحر میں ہے اِنْ اُرِيْدَ بِلَهْوِ الْحَدِيْثِ مَا يَقَعُ عَلَيْهِ الشِّرَاءُ كَالْجَوَارِي الْمُغَنِّيَاتِ وَكُتُبِ الْاَعَاجِمِ فَالْاِشْتِرَاءُ حَقِيْقِيَّةٌ۔ لہو حدیث میں جو شراء واقع ہوا وہ گانے والی لونڈیاں ہیں یا افسانوں کے مجموعہ ہیں تو اشتراء حقیقی لہو حدیث کا صحیح ہے۔

اَيْ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ يَعْنِيْ ذَاتَ لَهْوِ الْحَدِيْثِ تو جو لہو و لعب کی باتوں کتاب کی شکل میں خریدے یا گانے بجانے کا سامان خریدے تو وہ اشتراء لہو حدیث ہوگا۔

علامہ خفاجی علیہ الرحمۃ بھی یہی فرماتے ہیں لَمَّا اشْتُرِيَتِ الْمُغَنِّيَةُ لِغِنَائِهَا كَانَ الْمُشْتَرٰى هُوَ الْغِنَاءُ نَفْسُهٗ فَتَدَبَّرْ۔ جب گانے والی گانے کے لیے خریدی تو خریدار نفس غنا کا ہوا۔ اب تو لہو الحدیث سے اشتراء غنا ہی لازم آیا

وَفِي الْاٰيَةِ عِنْدَ الْاَكْثَرِيْنَ ذَمٌّ لِلْغِنَاءِ بِاَعْلٰى صَوْتٍ وَقَدْ تَضَافَرَتِ الْاٰثَارُ وَكَلِمَاتُ كَثِيْرٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالْاَخْيَارِ عَلٰى ذَمِّهٖ مُطْلَقًا لَا فِيْ مَقَامٍ دُوْنَ مَقَامٍ۔ آیۂ کریمہ میں اکثر مفسرین کے نزدیک غنا کی برائی کا بیان ہے جبکہ وہ بلند آواز سے کیا جائے اور اس پر بہت سی حدیثیں واضح آ رہی ہیں اور علماء کے اقوال بھی اس کی مخالفت میں مطلقاً وارد ہیں نہ یہ کہ کسی مقام پر ممنوع اور کسی جگہ جائز ہو۔

وَاَخْرَجَا اَيْضًا عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْغِنَاءِ فَقَالَ لِلسَّائِلِ اَنْهَاكَ عَنْهُ وَاَكْرَهُهٗ لَكَ۔ شعبی فرماتے ہیں کہ قاسم بن محمد سے غنا کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے سائل کو جواب دیا تجھے اس سے روکا گیا ہے اور تیرے لیے یہ مکروہ ہے۔

تو سائل نے عرض کیا اَحَرَامٌ هُوَ؟ حضور کیا وہ حرام ہے قَالَ اُنْظُرْ يَا ابْنَ اَخِيْ اِذَا مَيَّزَ اللّٰهُ تَعَالَى الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ فِيْ اَيِّهِمَا يَجْعَلُ سُبْحَانَهُ الْغِنَاءَ۔ آپ نے فرمایا اے بھتیجے جب اللہ تعالیٰ نے حق کو باطل سے متمیز کر دیا تو غنا کو حق میں رکھا یا باطل میں؟

اور یہ جواب نہایت جامع ہے اس لیے کہ حق عبادات و ریاضات و مجاہدات ہیں اور باطل عیاشی

فحاشی بے حیائی اور جملہ امور خلاف شرع ہیں تو اب خود ہی غور کر لیا جائے کہ مزامیر و غنا عبادات میں ہیں یا عیاشی فحاشی ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ افعال فحاشی میں داخل ہیں اور وہ باطل ہے تو غنا باطل میں داخل ہے نہ کہ حق میں۔ چنانچہ حدیث میں ہے لَعَنَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْمُغَنِّیْ وَالْمُغَنّٰی لَہٗ۔ اللہ لعنت فرماتا ہے گانے والے پر اور جس کے لیے گایا جائے اس پر۔

وَفِی السُّنَنِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ۔ غنا دل میں نفاق اس طرح پیدا کرتا ہے جیسے پانی چارا اگاتا ہے

ابن ابی الدنیا اور بیہقی ابی عثمان لیثی سے راوی ہیں کہ یزید بن ولید الناقص نے کہا یَا بَنِیْ اُمَیَّۃَ اِیَّاکُمْ وَالْغِنَاءَ فَاِنَّہٗ یُنْقِصُ الْحَیَاءَ وَیَزِیْدُ فِی الشَّہْوَۃِ وَیَہْدِمُ الْمُرُوْءَۃَ وَاِنَّہٗ لَیَنُوْبُ عَنِ الْخَمْرِ وَیَفْعَلُ مَا یَفْعَلُ السُّکْرُ فَاِنْ کُنْتُمْ لَابُدَّ فَاعِلِیْنَ فَجَنِّبُوْہُ النِّسَاءَ فَاِنَّ الْغِنَاءَ دَاعِیَۃُ الزِّنَا۔

یزید بن ولید ناقص نے فرمایا اے بنی امیہ اپنے کو گانے بجانے سے مجتنب رکھو اس لیے کہ وہ حیا میں نقص لاتا اور شہوت بڑھاتا ہے اور مروت کو گرا کر شراب کی طرف لے جاتا ہے اور اس کا سننے والا وہی کام کرتا ہے جو نشہ میں کیے جاتے ہیں تو اگر لازمی طور پر ایسا کرنا ہے تو کم از کم عورتوں کو اس سے الگ رکھو لیے کہ گانا بجانا زنا کی طرف بلاتا ہے۔

ضحاک کہتے ہیں اَلْغِنَاءُ مُنْفِدَۃٌ لِلْمَالِ مُسْخِطَۃٌ لِلرَّبِّ مُفْسِدَۃٌ لِلْقَلْبِ۔ گانا مال ختم کرتا اور اللہ تعالے کا غضب پیدا کرتا اور دل میں فساد لاتا ہے۔

سعید بن منصور اور احمد و ترمذی اور ابن ماجہ ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم۔ احمد۔ طبرانی وغیرہ ابی امامہ سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَبِیْعُوا الْقَیْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْہُنَّ وَلَا تُعَلِّمُوْہُنَّ وَلَا خَیْرَ فِیْ تِجَارَۃٍ فِیْہِنَّ وَثَمَنُہُنَّ حَرَامٌ فِیْ مِثْلِ ھٰذَا اُنْزِلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَہْوَ الْحَدِیْثِ الخ

گانے والی لونڈیوں کی تجارت نہ کرو نہ انہیں خریدو نہ انہیں تعلیم دو ان کی تجارت میں بھلائی نہیں اور ان کی قیمت حرام ہے اسی کے بارہ میں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَہْوَ الْحَدِیْثِ الآیہ نازل ہوئی ہے۔

وَقِیْلَ الْغِنَاءُ جَاسُوْسُ الْقَلْبِ وَسَارِقُ الْمُرُوَّۃِ وَالْعُقُوْلِ یَتَغَلْغَلُ فِیْ سُوَیْدَاءِ الْقُلُوْبِ وَیَطَّلِعُ عَلٰی سَرَائِرِ الْاَفْئِدَۃِ وَیَدِبُّ عَلٰی اِلٰی بَیْتِ التَّخْیِیْلِ فَیُثِیْرُ مَا غَرَزَ فِیْہَا مِنَ الْہَوٰی وَ

وَالشَّهْوَةِ وَالسَّخَافَةِ وَالرُّعُوْنَةِ فَبَيْنَمَا تَرَى الرَّجُلَ وَعَلَيْهِ سِمَةُ الْوَقَارِ وَبَهَاءُ الْعَقْلِ وَبَهْجَةُ الْإِيْمَانِ وَوَقَارُ الْعِلْمِ وَكَلَامُهُ حِكْمَةٌ وَسُكُوْتُهُ عِبْرَةٌ فَإِذَا سَمِعَ الْغِنَاءَ نَقَصَ عَقْلُهُ وَحَيَاؤُهُ وَذَهَبَتْ مُرُوْءَتُهُ وَبَهَاؤُهُ فَيَسْتَحْسِنُ مَا كَانَ قَبْلَ السَّمَاعِ يَسْتَقْبِحُهُ وَيُبْدِيْ مِنْ أَسْرَارِهِ مَا كَانَ يَكْتُمُهُ وَيَنْتَقِلُ مِنْ بَهَاءِ السُّكُوْتِ وَالسُّكُوْنِ إِلَى كَثْرَةِ الْكَلَامِ وَالْهَذَيَانِ وَالْاِهْتِزَازِ كَأَنَّهُ جَانٌّ وَرُبَّمَا صَفَّقَ بِيَدَيْهِ وَدَقَّ الْأَرْضَ بِرِجْلَيْهِ وَهٰكَذَا تَفْعَلُ الْخَمْرُ إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ ۔

اب اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے ہمارے امام ہمام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور قاضی ابو الطیب اور قرطبی اور ماوردی اور علامہ قاضی عیاض رحمہم اللہ تو اس کی حرمت کا فتوی دیتے ہیں۔

اور ان کے اتباع میں صاحب فتاوی تاتارخانیہ کہتے ہیں اِعْلَمُوْا أَنَّ التَّغَنِّيَ حَرَامٌ فِيْ جَمِيْعِ الْأَدْيَانِ وَصَاحِبُ الْهِدَايَةِ وَالذَّخِيْرَةِ سَمَّيَاهُ كَبِيْرَةً هٰذَا فِي التَّغَنِّيْ لِلنَّاسِ فِيْ غَيْرِ الْأَعْيَادِ وَالْأَعْرَاسِ وَيَدْخُلُ فِيْهِ تَغَنِّي الصُّوْفِيَّةِ فِيْ زَمَانِنَا فِي الْمَسَاجِدِ وَالدَّعْوَاتِ بِالْأَشْعَارِ وَالْأَذْكَارِ مَعَ اخْتِلَاطِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَالْأَمْرَدِ بَلْ هٰذَا أَشَدُّ مِنْ كُلِّ تَغَنٍّ لِأَنَّهُ مَعَ اعْتِقَادِ الْعِبَادَةِ۔

وَأَمَّا التَّغَنِّيْ وَحْدَهُ بِالْأَشْعَارِ لِدَفْعِ الْوَحْشَةِ أَوْ فِي الْأَعْيَادِ وَالْأَعْرَاسِ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَالصَّوَابُ مَنْعُهُ مُطْلَقًا فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ۔

وَفِي الدُّرِّ الْمُخْتَارِ التَّغَنِّيْ لِنَفْسِهِ لِدَفْعِ الْوَحْشَةِ لَا بَأْسَ بِهِ عِنْدَ الْعَامَّةِ عَلٰى مَا فِي الْعِنَايَةِ وَصَحَّحَهُ الْعَيْنِيُّ وَغَيْرُهُ قَالَ وَلَوْ كَانَ فِيْهِ وَعْظٌ وَحِكْمَةٌ فَجَائِزٌ۔

وَقَوْلُهُ لَا بَأْسَ بِهِ۔ لِمَا جَاءَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى أَخِيْهِ الْبَرَاءِ بْنِ مَالِكٍ۔ وَكَانَ مِنْ زُهَّادِ الصَّحَابَةِ وَكَانَ يَتَغَنّٰى۔ وَأُجِيْبَ بِأَنَّهُ يَجُوْزُ أَنْ يَكُوْنَ مُغَنِّيًا بِتَغَنِّيْ بِإِنْشَادِ الْأَشْعَارِ أَيِ الْمُبَاحَةِ۔ وَمِنْهُمْ مَنْ أَجَازَهُ فِي الْعُرْسِ كَمَا جَاءَ ضَرْبُ الدُّفِّ فِيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ أَبَاحَهُ مُطْلَقًا وَمِنْهُمْ مَنْ كَرِهَهُ مُطْلَقًا انْتَهٰى۔

امام ابو بکر طرطوسی اپنی کتاب تحریم السماع میں فرماتے ہیں إِنَّ الْإِمَامَ أَبَا حَنِيْفَةَ يَكْرَهُ الْغِنَاءَ وَيَجْعَلُهُ مِنَ الذُّنُوْبِ وَكَذٰلِكَ مَذْهَبُ أَهْلِ الْكُوْفَةِ سُفْيَانَ وَحَمَّادٍ وَإِبْرَاهِيْمَ وَالشَّعْبِيِّ وَغَيْرِهِمْ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ وَلَا نَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ أَهْلِ الْبَصْرَةِ فِيْ كَرَاهَةِ ذٰلِكَ وَالْمَنْعِ مِنْهُ وَكَانَ مُرَادُهُمْ بِالْكَرَاهَةِ الْحُرْمَةَ وَالْمُتَقَدِّمُوْنَ كَثِيْرًا مَّا يُرِيْدُوْنَ بِالْمَكْرُوْهِ الْحَرَامَ كَمَا فِيْ قَوْلِهِ

تعالیٰ کُلُّ ذٰلِکَ کَانَ سَیِّئُہٗ عِنْدَ رَبِّکَ مَکْرُوْھًا۔

خلاصہ

مفہوم عبارات منقولہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک غنی مکروہ ہے اور مکروہ سے مراد حرام ہے اور یہی مذہب اہل کوفہ اور اہل بصرہ کا ہے حضرت سفیان وحماد اور ابراہیم اور علامہ شعبی اسی مذہب پر ہیں۔

وَنَقَلَ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ فِیْہِ اَیْضًا عَنِ الْاِمَامِ مَالِکٍ اَنَّہٗ نَھٰی عَنِ الْغِنَاءِ وَعَنْ اِسْتِمَاعِہٖ۔ اور امام مالک علیہ الرحمۃ نے بھی غنا کو منع فرمایا اور حنابلہ بھی حرمت کے قائل ہیں۔

اور علامہ طرطوسی نے کتاب الرویۃ الفقہاء میں فرمایا اِنَّ الْاِمَامَ الشَّافِعِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ اِنَّ الْغِنَا لَھْوٌ مَکْرُوْہٌ یُشْبِہُ الْبَاطِلَ وَ مَنِ اسْتَکْثَرَ مِنْہُ فَھُوَ سَفِیْہٌ تُرَدُّ شَھَادَتُہٗ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں غنا لہو اور مکروہ ہے اور اس میں زیادتی کرنے والا سفیہ ہے اور اس کی شہادت مردود ہے۔

اور شرح کبیر للجامع الصغیر میں علامہ مناوی فرماتے ہیں اِنَّ مَذْھَبَ الشَّافِعِیِّ اِنَّہٗ مَکْرُوْہٌ تَنْزِیْھًا عِنْدَ اَمْنِ الْفِتْنَۃِ۔ غنا بلا مزامیر مکروہ تنزیہی ہے جبکہ فتنہ سے امن ہو یعنی لہو ولعب یا لغویاتوں سے نہ ہو۔

منہاج میں ہے یُکْرَہُ الْغِنَا بِلَا اٰلَۃٍ۔ بلا مزامیر بھی غنا مکروہ ہے۔

گذشتہ اقوال فقہاء محققین سے تو واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک نفس غنا میں بھی حرمت کراہت اور کراہت تنزیہی ہے۔ رہا بالمزامیر اس کی حرمت میں سب متفق ہیں۔

اب وہ تحقیق بھی نقل کرنا ضروری ہے جس سے اباحت بالشرط نکلتی ہے۔

وَمِثْلُ الْاِخْتِلَافِ فِی الْغِنَاءِ الْاِخْتِلَافُ فِی السَّمَاعِ فَاَبَاحُوْا قَوْمٌ کَمَا اَبَاحُوا الْغِنَا وَاسْتَدَلُّوْا عَلٰی ذٰلِکَ بِمَا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِیْ جَارِیَتَانِ تُغَنِّیَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثٍ فَاضْطَجَعَ عَلَی الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْھَہٗ۔ جیسے غنا میں اختلاف ہے۔ سماع میں بھی اختلاف ہے۔ جو اباحت کے قائل ہیں وہ حدیث عائشہ سے استدلال کرتے ہیں جو بخاری شریف میں ہے۔ فرماتی ہیں حضور تشریف لائے اور میرے پاس دو کنیزک تھیں جو گاتی تھیں تو حضور کروٹ لے کر آرام فرما ہوگئے اور ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ تَسَجّٰی بِثَوْبِہٖ وَدَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ فَانْتَھَرَنِیْ وَقَالَ مِزْمَارُ الشَّیْطَانِ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ بروایت مسلم یوں ہے کہ حضور کپڑا لپیٹ کر آرام گزیں تھے کہ صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ حاضر آئے اور انہوں نے مجھے روکا (یعنی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو) اور فرمایا شیطان کا راگ حضور کی موجودگی ہیں۔

فَاَقْبَلَ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْہُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُہُمَا فَخَرَجَتَا وَکَانَ یَوْمَ عِیْدٍ۔ تو حضور نے صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کر کے فرمایا چھوڑ دو انہیں تو حضور پھر ادھر سے بے توجہ ہو گئے تو حضرت سیدہ نے ان لونڈیوں کو کوچا لگایا تو وہ دونوں چلی گئیں اور وہ دن عید کا تھا۔

اس سے اباحت غناو سماع کے حامی استدلال کرتے ہیں کہ یہاں غنا یا سماع تھا اور حضور حضرت صدیق کو ان کے مشغلہ سے روکنے کو منع فرمایا اس سے یہ ثابت بھی ہوتا ہے کہ مرد لونڈی کا گانا سن سکتا ہے اگرچہ وہ اس کی مملوکہ نہ ہو اس لیے کہ حضور نے ان کا گانا سنا اور حضرت صدیق کو منع کرنے سے روکا اور وہ گاتی رہیں۔ حتی کہ حضرت سیدہ کے اشارہ سے وہ گئیں۔

وَاِنْکَارُ اَبِیْ بَکْرٍ عَلٰی اِبْنَتِہٖ عَنْہُمَا مَعَ عِلْمِہٖ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَظُنُّ اَنَّ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ بِعِلْمِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لِکَوْنِہٖ دَخَلَ فَوَجَدَہٗ مُغَطًّی بِثَوْبِہٖ فَظَنَّہٗ نَائِمًا اور حضور کی موجودگی ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا منع فرمانا جب ہی جائز مانا جا سکتا ہے کہ حضرت صدیق نے حضور کو چادر لپیٹے آرام گزین پایا تھا تو آپ سمجھے کہ حضور خواب استراحت ہیں ہیں۔

وَفِیْ فَتْحِ الْبَارِیْ اِسْتَدَلَّ جَمَاعَۃٌ مِّنَ الصُّوْفِیَّۃِ بِہٰذَا الْحَدِیْثِ عَلٰی اِبَاحَۃِ الْغِنَآءِ وَسَمَاعِہٖ بِاٰلَۃٍ وَّبِغَیْرِ اٰلَۃٍ۔ فتح الباری ہیں ہے کہ ایک جماعت صوفیاء اس حدیث سے اباحت غنا اور سماع باآلہ اور بلاآلہ کا استدلال کرتی ہے۔

اور بخاری ہیں جو روایت ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ اَبُوْبَکْرٍ وَعِنْدِیْ جَارِیَتَانِ مِنْ جَوَارِی الْاَنْصَارِ تُغَنِّیَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ یَوْمَ بُعَاثٍ قَالَتْ وَلَیْسَتَا بِمُغَنِّیَتَیْنِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَلْمَزَامِیْرُ الشَّیْطَانِ فِیْ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذٰلِکَ یَوْمُ عِیْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا بَکْرٍ اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا وَھٰذَا عِیْدُنَا فَنَفَتْ فِیْہِ عَنْہُمَا مِنْ طَرِیْقِ الْمَعْنٰی مَا اَثْبَتَہٗ لَہُمَا بِاللَّفْظِ لِاَنَّ الْغِنَآءَ یُطْلَقُ عَلٰی رَفْعِ الصَّوْتِ وَعَلَی التَّرَنُّمِ الَّذِیْ تُسَمِّیْہِ الْعَرَبُ النَّصِیْبَ بِفَتْحِ النُّوْنِ وَسُکُوْنِ الْمُہْمَلَۃِ وَعَلٰی ... وَلَا یُسَمّٰی فَاعِلُہٗ مُغَنِّیًا وَاِنَّمَا یُسَمّٰی بِذٰلِکَ مَنْ یُّنْشِدُ بِتَمْطِیْطٍ وَّتَکْسِیْرٍ وَّتَہْیِیْجٍ وَّتَشْوِیْقٍ بِمَا فِیْہِ تَعْرِیْضٌ بِالْفَوَاحِشِ اَوْ تَصْرِیْحٌ بِذٰلِکَ۔

اس پر علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

قولها۔ ليتنا بمغنيتين - اى ليتنا ممن يعرف الغنا كما تعرفه المغنيات المعروفات بذلك وهذا منهما تجوّز عن الغنا المعتاد عند المشتهرين به وهو الذى يحرّك الساكن ويبعث الكامن۔

وهذا النوع اذا كان فى شعر فيه وصف محاسن النساء والخمر وغيرهما من الامور المحرّمة لا يختلف فى تحريمه۔

واما ما ابتدعه الصوفية فى ذلك فمن قبيل ما لا يختلف فى تحريمه لكن النفوس الشهوانية غلبت على كثير ممن ينسب الى الخير حتى لقد ظهرت فى كثير منهم فعلات المجانين والصبيان حتى رقصوا الحركات متطابقة وتقطيعات متلاحقة۔ وانتهى يقوم منهم الى ان جعلوها من باب القرب وصالح الاعمال وان ذلك يثمر سنيّ الاحوال وهذا على التحقيق من آثار الزندقة وقول اهل المخرفة والله تعالى المستعان انتهى كلام القرطبى۔

وقال بعض الاجلة

ليس فى الخبر اباحة مطلقا فيصار الى ما فيه اباحة فى سرور شرعى كما فى الاعياد و الاعراس فهو دليل لمن اجازه فى العرس كما اجاز ضرب الدف فيه۔

ومع هذا اشار صلى الله عليه وسلم بالتغافل بثوبه وتحويل وجهه الشريف الى ان الاعراض عن ذلك اولى۔

وسماع صوت الجارية الغير المملوكة بمثل هذا الغناء اذا امنت الفتنة مما لا باس به فليكن الخبر دليلا على جوازه۔

ونحوه التغنى فى قوله عليه السلام ليس منا من لم يتغن بالقرآن۔

وسفيان بن عيينة وابو عبيدة فسّرا التغنى فى هذا الحديث بالاستغناء فكانه قيل ليس منا من لم يستغن بالقرآن عن غيره وهو مع هذا الغنى لذاته الوحشة عن نفسه فى عقر داره ومثله ما روى عن عبد الله بن عوف انتهيت الى باب عمر رضى الله عنه فسمعته يتغنى ؎ شعر

فكيف ثوائى بالمدينة بعد ما قضى وطرا منها جميل بن معمر

اراد به جنيته الجمحى وكان خاصا به فلما استاذنت عليه قال لى اسمعت ما قلت قلت نعم قال انا اذا خلونا قلنا ما يقول الناس فى بيوتهم۔

وَحَرَّمَ جَمَاعَةٌ السَّمَاعَ مُطْلَقًا۔

اور امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ نے اس کے متعلق یہ فیصلہ کیا۔

اَلسَّمَاعُ اِمَّا مَحْبُوْبٌ بِاَنْ غَلَبَ عَلَى السَّامِعِ حُبُّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلِقَاؤُهٗ لِيَسْتَخْرِجَ بِهٖ اَحْوَالًا مِنَ الْمُكَاشَفَاتِ وَالْمُلَاطَفَاتِ۔ سماع اس صورت میں محبوب ہے اگر سامع پر حب الٰہی کا غلبہ ہو اور اس سے ملنے کا مشتاق ہو تاکہ مکاشفات و ملاطفات کے برازخ میں اس پر احوال ظاہر ہوں

وَاِمَّا مُبَاحٌ بِاَنْ كَانَ عِنْدَهٗ عِشْقٌ مُبَاحٌ لِحَلِيْلَتِهٖ اَوْ لَمْ يَغْلِبْ عَلَيْهِ حُبُّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا الْهَوٰى۔ اور دوسری جائز ہے اگر اس کے دل میں اپنی بیوی کا عشق مباح ہو اگرچہ اس پر حب اللہ غالب نہ ہو اور نہ خواہشات نفسانیہ کا غلبہ ہو۔

وَاِمَّا مُحَرَّمٌ بِاَنْ غَلَبَ عَلَيْهِ هَوًى مُحَرَّمٌ۔ اور اس صورت میں حرام ہے کہ اس سے خواہشات شہوانیہ کا غلبہ ہو۔ چنانچہ سعدی علیہ الرحمۃ نے بھی اسی نظریہ کے ماتحت فرمایا ہے۔

نہ دانم سماع اے برادر کہ چیست | مگر مستمع را بدانم کہ کیست
اگر مرد لہو است بازی و لاغ | قوی تر شود لہوش اندر دماغ
وگر برج معنے بود طیر او | فرشتہ فرو ماند از سیر او

جہاں پر سماع است مستی و شور
ولیکن چہ داند در آئینہ کور

ترجمہ

سماع کو تو میں نہیں جانتا کہ کیا ہے مگر سننے والے کو سمجھتا ہوں کہ وہ کیسا ہوتا ہے۔

اگر وہ لہو و لعب اور کھیل کود کا شکار ہے تو اس محفل میں اس کا لہو اس کے دماغ پر مستولی ہو جائیگا۔

اور اگر مرد حق نوش حقیقت نیوش ہے تو فرشتہ اس کے طیران و سیران سے پیچھے رہ جائے گا۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا جہان میں سماع و مستی کا شور ہے۔ مگر جس کا آئینہ قلب اندھا ہو وہ اسے کیا جانے۔

وَسُئِلَ الْعِزُّ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ عَنِ اسْتِمَاعِ الْاِنْشَادِ فِي الْمَحَبَّةِ وَالرَّقْصِ فَقَالَ الرَّقْصُ بِدْعَةٌ لَا يَتَعَاهَدُهٗ اِلَّا نَاقِصُ الْعَقْلِ وَلَا يَصْلُحُ اِلَّا لِلنِّسَاءِ۔ عزبن عبد السلام سے استفسار کیا گیا محبت میں اشعار سننے اور رقص کرنے کے متعلق تو آپ نے جواب دیا کہ رقص بدعت ہے اس کی طرف مائل نہ ہوگا مگر ناقص العقل یہ مناسب نہیں مگر مستورات میں رواج ہے۔

وَاَمَّا سَمَاعُ الْاِنْشَادِ الْمُحَرِّكِ لِلْاَحْوَالِ السَّنِيَّةِ وَذِكْرِ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ فَلَا بَاْسَ بِهٖ بَلْ يُنْدَبُ عِنْدَ الْفُتُوْرِ وَسَاٰمَةِ الْقَلْبِ وَلَا يَحْضُرُ السَّمَاعَ مَنْ فِیْ قَلْبِهٖ هَوًی خَبِيْثٌ فَاِنَّهٗ يُحَرِّكُ مَا فِی الْقَلْبِ۔ اور وہ سماع جس میں احوال سنیہ اور ذکر امور آخرت کی تحریک ہو اس میں حرج نہیں بلکہ مستحسن ہے ایسی حالت میں جب کہ اخلاق میں فتور اور دلوں میں ناشائستگی پیدا ہو چکی ہو۔

اور وہ شخص محفل سماع میں نہ جائے جس کے دل میں خبیث خواہشات ہوں اس لیے کہ وہ جو دل میں ہوتا ہے اسی کو حرکت میں لاتا ہے۔

چنانچہ حجۃ الاسلام فرماتے ہیں۔

اَلسَّمَاعُ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ السَّامِعِيْنَ وَالْمَسْمُوْعِ مِنْهُمْ۔ سماع کا حکم سامع اور مسموع منہم کی کیفیت پر مختلف ہے۔

وَهُمْ اِمَّا عَارِفُوْنَ بِاللّٰهِ۔ اور کیفیات مختلفہ عارف باللہ افراد میں بھی مختلف ہوتی ہیں۔

فَمَنْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْخَوْفُ اَثَّرَ فِيْهِ السَّمَاعُ عِنْدَ ذِكْرِ الْمُخَوِّفَاتِ نَحْوَ حُزْنٍ وَبُكَاءٍ وَتَغَيُّرِ لَوْنٍ جس پر خوف الٰہی غالب ہو اس پر وہ سماع جس میں خوفناکیاں ہی ہوں حزن و بکا لاتا ہے اور رنگ چہرہ کا متغیر ہو جاتا ہے۔

وَهُوَ اِمَّا خَوْفُ عِقَابٍ اَوْ فَوَاتُ ثَوَابٍ اَوْ اُنْسٍ اَوْ قُرْبٍ۔ وہ خوف عذاب یا فوات ثواب کے غم سے ایسا ہوتا ہے یا انس سے ان کا دل انس اور قرب کی طرف مائل ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ عارف کامل کے لیے سماع کے ہر پہلو میں رجوع الی اللہ ہی حاصل ہوتا ہے برخلاف عوام کالانعام کے کہ ان میں اثر ان کے خیالات فاسدہ کاسدہ رذیلہ خبیثہ کا ہی ہوتا ہے۔

وَلِهٰذَا لَمْ يَشْتَغِلِ النَّبِيُّوْنَ وَالصِّدِّيْقُوْنَ وَاَصْحَابُهُمْ سَمَاعَ الْمَلَاهِیْ وَالْغِنَا وَاقْتَصَرُوْا عَلٰی كَلَامِ رَبِّهِمْ سُبْحَانَهٗ۔ اسی وجہ میں ایسے لہو ولعب کی طرف انبیاء اور صدیقین اور ان کے اصحاب مشغول نہیں ہوئے وہ کلام اللہ کے سوا اور کسی کلام کو سننا پسند نہیں کرتے۔

غرضکہ خلاصہ کلام غزالی وہی ہے جو ہم شیخ سعدی کی رباعی میں بیان کر چکے ہیں۔

چنانچہ قاضی حسین حضرت شیخ الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

اَلنَّاسُ فِی السَّمَاعِ اِمَّا عَوَامٌّ وَهُوَ حَرَامٌ عَلَيْهِمْ لِبَقَاءِ نُفُوْسِهِمْ۔ سماع میں شرکت کرنے والے یا عوام ہوتے ہیں ان پر وہ حرام ہے اس لیے کہ ان میں نفسانیت کا غلبہ ہوتا ہے۔

وَاِمَّا زُهَّادٌ وَهُوَ مُبَاحٌ لَهُمْ لِحُصُوْلِ مُجَاهَدَتِهِمْ۔ یا زاہد لوگ شریک ہوتے ہیں ان کے لیے

مباح ہے کہ اس سے مجاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

وَاَمَّا عَارِفُوْنَ وَهُوَ مُسْتَحَبٌّ لَهُمْ لِحَيَاةِ قُلُوْبِهِمْ ۔ یا عارف لوگ شرکت کرتے ہیں انکے لیے مستحب ہے کہ انہیں حیات قلب اور زندہ دلی حاصل ہوتی ہے۔

ایک قول حضرت جنید بغدادی سے یہ بھی ہے جبکہ آپ سے سماع کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا۔
هُوَ ضَلَالٌ لِلْمُبْتَدِئِ وَالْمُنْتَهِي لَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ ۔ وہ مبتدی کے لیے گمراہی ہے اور منتہی اس کا محتاج نہیں

علامہ قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اِنَّ لِلسَّمَاعِ شَرَائِطَ ۔ مِنْهَا مَعْرِفَةُ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ لِيَعْلَمَ صِفَاتِ الذَّاتِ مِنْ صِفَاتِ الْاَفْعَالِ وَمَا يَمْتَنِعُ فِيْ نَعْتِ الْحَقِّ سُبْحَانَهُ وَمَا يَجُوْزُ وَصْفُهُ تعالیٰ بِهٖ وَمَا يَجِبُ وَمَا يَصِحُّ اِطْلَاقُهُ عَلَيْهِ عَزَّ شَانُهُ مِنَ الْاَسْمَاءِ وَمَا يَمْتَنِعُ ۔

سماع کے لیے شرائط ہیں ان میں سے معرفت اسماء اور صفات کا علم ضروری ہے تاکہ سامع صفات ذات وصفات افعال کا جاننے والا ہو اسماء میں سے اور سمجھتا ہو کہ اس لفظ میں کیا ممنوع ہے اور کیا نعت حق سبحانہ وتعالیٰ کے لیے صحیح ہے۔

ثُمَّ قَالَ فَهٰذِهٖ شَرَائِطُ صِحَّةِ السَّمَاعِ عَلٰى لِسَانِ اَهْلِ التَّحْصِيْلِ مِنْ ذَوِي الْعُقُوْلِ پھر فرمایا یہ شرائط صحت سماع ذوی العقول اور اہل تحصیل کی زبان پر ہیں۔

وَاَمَّا عِنْدَ اَهْلِ الْحَقَائِقِ فَالشَّرْطُ فَنَاءُ النَّفْسِ بِصِدْقِ الْمُجَاهَدَةِ ثُمَّ حَيَاةُ الْقَلْبِ بِرُوْحِ الْمُشَاهَدَةِ فَمَنْ لَمْ تَتَقَدَّمْ بِالصِّحَّةِ مُعَامَلَتُهُ وَلَمْ تَحْصُلْ بِالصِّدْقِ مَنَازِلُهُ فَسَمَاعُهُ ضِيَاعٌ ۔

اور اہل حقائق کے لیے فناء نفس صدق مجاہدہ کے ساتھ شرط ہے پھر روح مشاہدہ کے ساتھ دل کا زندہ ہونا بھی لازمی ہے اور جو اس مقام پر اپنے معاملہ میں صحیح نہیں اور منازل صدق سے اسے حاصل نہیں اس کا سماع محض اضاعت ہے۔

اس کے بعد آخر بحث میں صاف فرماتے ہیں۔

وَبِهٖ يَتَبَيَّنُ تَحْرِيْمُ السَّمَاعِ عَلٰى اَكْثَرِ مُتَصَوِّفَةِ الزَّمَانِ لِفَقْدِ شُرُوْطِ الْقِيَامِ بِآدَابِهٖ
اور اس سے ظاہر ہے کہ اکثر متصوفہ زمانہ کے لیے سماع کی حرمت واضح ہے اس لیے کہ ان میں شروط قیام ادا مفقود ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

وَمِنَ الْعَجَبِ اَنَّهُمْ يَنْسِبُوْنَ السَّمَاعَ وَالتَّوَاجُدَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُوْرِدُوْنَ عَنْ عَطِيَّةَ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اَصْحَابِ الصُّفَّةِ يَوْمًا فَجَلَسَ بَيْنَهُمْ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ هَلْ فِيْكُمْ مَنْ يُنْشِدُ لَنَا فَقَالَ وَاحِدٌ ـــ

لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوٰى كَبِدِىْ　　فَلَا طَبِيْبَ لَهَا وَلَا رَاقِىْ
اِلَّا الْحَبِيْبُ الَّذِىْ شُغِفْتُ بِهٖ　　فَعِنْدَهٗ رُقْيَتِىْ وَتِرْيَاقِىْ

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَتَمَايَلَ حَتّٰى سَقَطَ الرِّدَاءُ الشَّرِيْفُ عَنْ مَنْكِبِهٖ فَاَخَذَهٗ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ فَتَقَسَّمُوْهُ فِيْمَا بَيْنَهُمْ بِاَرْبَعِمِائَةِ قِطْعَةٍ۔

سخت تعجب ہے ان صوفیوں نے سماع وتواجد کی نسبت حضور تک کر ڈالی اور حضرت عطیہ کے نام سے روایت کر ڈالی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن اصحاب صفہ پر تشریف لائے اور ان میں جلوہ افروز ہو کر فرمایا تم میں کوئی ہے جو ہمیں کچھ اشعار سنائے تو ایک ان میں سے کھڑے ہوئے اور مذکورہ رباعی سنائی جس کا ترجمہ علامہ نامی مولنا عبد الرحمن جامی کی طرف رباعی میں منسوب ہے وہ یہ ہے۔

بگزید مار عشقت جگر کباب مارا　　نہ طبیب می شناسد نہ فسونگرے دوارا
مگر آں حبیب دلبر کہ ربود دل زدستم　　بفسونگری گر آید بکند علاج مارا

اور اس روایت کو متاخرین صوفیا نے سند میں نقل کیا۔

کہ حضور کو اصحاب صفہ میں سے کسی دل سوختہ نے مذکورہ رباعی سنائی اور اس پر حضور کو اتنا تواجد ہوا کہ رداء مبارک دوش اقدس سے گر گئی اصحاب صفہ نے اسے اٹھالیا اور تبرکاً چار سو ٹکڑے کر کے آپس میں تقسیم کر لیا۔

علامہ آلوسی اس روایت کو غلط لکھتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں۔ وَهُوَ لَعَمْرِىْ كِذْبٌ صَرِيْحٌ وَاِفْكٌ قَبِيْحٌ لَا اَصْلَ لَهٗ بِالْاِجْمَاعِ مُحَدِّثِىْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَمَا اَرَاهُ اِلَّا مِنْ وَضْعِ الزَّنَادِقَةِ۔ یہ روایت قسم بخدا صاف جھوٹ اور گڑھت ہے اس کی کوئی اصل نہیں محدثین اہل سنت بالاجماع اسے بے اصل فرماتے ہیں اور میں اسے زنادقہ کی گھڑی ہوئی روایت سمجھتا ہوں۔

فَهٰذَا الْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ يَتْلُوْهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَتْلُوْهُ هُوَ اَيْضًا الْبَتَّةَ یہ قرآن کریم وہ محبوب ترین کلام ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور پر تلاوت کیا اور حضور نے بھی جبریل کو سنایا۔ باقی یہ قصے جو تم نے سنے سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

وَقَدْ حَرَّمَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ التَّصْفِيْقَ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ وَلَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ وَالْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ۔ تالیاں بجانا عورتوں کا فعل ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے مشابہت مردوں کی اور عورتوں کو مشابہت مردوں کی کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔

وَكَذٰلِكَ نَتْفُ الشُّعُوْرِ وَضَرْبُ الصُّدُوْرِ وَتَمْزِيْقُ الثِّيَابِ مُحَرَّمٌ۔ ایسے ہی بال نوچنا سینہ کوبی کرنا کپڑے پھاڑنا یہ بھی حرام ہے۔

وَاَیُّ ثَمْرَۃٍ بِضَرْبِ الصُّدُوْرِ وَنَتْفِ الشُّعُوْرِ وَشَقِّ الْجُیُوْبِ اِلَّا رُعُوْنَاتٌ صَادِرَۃٌ عَنِ النُّفُوْسِ۔ اور ضرب صدور. نتف شعور اور شق جیوب سے کیا حاصل ہوتا ہے سوائے رعونت نفسانیہ کے۔ اور مزامیر کے متعلق آخر میں یہ فیصلہ ہے۔

وَمِمَّا ذَکَرْنَا یُعْلَمُ مَا فِی الْاِسْتِدْلَالِ بِہِمَا عَلٰی حُرْمَۃِ الْمَلَاہِیْ کَالرَّبَابِ وَالْجُنْكِ وَالطُّنْبُوْرِ الْکَمَنْجَۃِ وَالْمِزْمَارِ وَغَیْرِہَا مِنَ الْاٰلَاتِ الْمُطْرِبَۃِ بِنَاءً عَلٰی مَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالْحَسَنِ اَنَّہُمَا فَسَّرَا لَہْوَ الْحَدِیْثِ بِہَا نَحْوُ اِنَّہٗ مُحَرَّمٌ اِسْتِعْمَالُہَا وَاِسْتِمَاعُہَا لِغَیْرِ مَا ذُکِرَ فَقَدْ صَحَّ مِنْ طُرُقٍ خِلَافًا لِمَا وَهِمَ فِیْہِ ابْنُ حَزْمٍ الضَّالُّ وَالْمُضِلُّ۔

فَقَدْ عَلَّقَہُ الْبُخَارِیُّ وَوَصَلَہُ الْاِسْمَاعِیْلِیُّ وَاَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ وَاَبُوْ نُعَیْمٍ وَاَبُوْدَاؤُدَ بِاَسَانِیْدَ صَحِیْحَۃٍ لَا مَطْعَنَ فِیْہَا وَصَحَّحَہٗ جَمَاعَۃٌ اٰخَرُوْنَ مِنَ الْاَئِمَّۃِ کَمَا قَالَہٗ بَعْضُ الْحُفَّاظِ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیَکُوْنُنَّ مِنْ اُمَّتِیْ قَوْمٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَهُوَ صَرِیْحٌ فِیْ تَحْرِیْمِ جَمِیْعِ اٰلَاتِ اللَّہْوِ الْمُطْرِبَۃِ وَمِمَّا یُشْبِہُ الصَّرِیْحَ فِیْ ذٰلِكَ مَا رَوَاہُ ابْنُ اَبِی الدُّنْیَا فِیْ کِتَابِ ذَمِّ الْمَلَاہِیْ عَنْ اَنَسٍ وَاَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِیْ اُمَامَۃَ مَرْفُوْعًا لَیَکُوْنَنَّ فِیْ هٰذِہِ الْاُمَّۃِ خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَمَسْخٌ وَذٰلِكَ اِذَا شَرِبُوا الْخُمُوْرَ وَاتَّخَذُوا الْقَیْنَاتِ وَضَرَبُوْا بِالْمَعَازِفِ۔

اور حرمت آلات ملاہی پر سید المفسرین ابن عباس اور حسن رضی اللہ عنہمانے لہو الحدیث کی تفسیر میں فرمایا کہ ان کا استعمال و استماع حرام ہے اور اس پر بخاری نے تعلیقا حدیث نقل کی اور احمد اور ابن ماجہ۔ ابو نعیم اور ابو داؤد نے بہ اسانید صحیحہ حدیث نقل کی اور اس کی صحت دوسرے محدثین و ائمہ نے تسلیم کی۔

وہ یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ایسی قوم بھی ہوگی جو ریشم اور شراب اور مزامیر کو جائز کرے گی۔ اس سے صراحتا تمام مزامیر و آلات لہو مطربہ کی حرمت واضح ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الملاہی میں انس و احمد اور طبرانی نے ابن عباس سے اور ابو امامہ سے مرفوعا نقل کی ہے کہ میری اس امت میں خسف اور مسخ ہوگا یہ جب ہوگا جب کہ شرابیں پی جائیں اور کنجریوں سے تعلقات قائم کیے جائیں اور گانے بجانے کے آلات رکھے جائیں

اور عز بن عبد السلام اور ابن دقیق العید نے جو روایت کہ یَوْمُ الْعِیْدِ کَانَا یُسْمَعَانِ ذٰلِكَ وَالظَّاهِرُ اَنَّہٗ کَذِبٌ لَا اَصْلَ لَہٗ۔ کہ عید بقر عید میں یہ چیزیں سنی جاتی تھیں یہ روایت خالص کذب ہے

اس کی کوئی اصل نہیں۔

اس کے بعد آخر میں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ پر فرماتے ہیں

وَاسْتَدَلَّ بَعْضُهُمْ بِالْاٰيَةِ عَلَى الْقَوْلِ بِاَنَّ لَهْوَ الْحَدِيْثِ الْكُتُبُ الَّتِيْ اِشْتَرَاهَا نَضْرُ بْنُ

الْحَارِثِ عَلٰى حُرْمَةِ مُطَالَعَةِ كُتُبِ تَوَارِيْخِ الْفُرْسِ الْقَدِيْمَةِ وَسِمَاعِ مَا فِيْهَا وَقِرَاءَتِهٖ۔

آیت کریمہ میں جو اشتراء لہو حدیث ہے اس سے وہ کتابیں مراد ہیں جو نضر بن حرث نے فارس سے خریدیں ان کے مطالعہ کی حرمت اور اسے سننا حرام فرمایا گیا۔ اس لیے کہ ان کتابوں میں کذب کا طومار ہے اور کذب کے طومار کو پڑھنا اضاعت وقت اور تشغل بغیر اللہ ہے اور تشغل بغیر اللہ پر اس آیۂ کریمہ سے حکم حرمت ہے چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ تاکہ گمراہ کرے اللہ کی راہ سے اور اس دین کا مذاق اڑائے یہ وہ ہیں جن کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

آلوسی فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ يَثْبُتُ عَلٰى ضَلَالِهٖ وَيَزِيْدُ فِيْهِ۔ اس سے یہ مراد ہے کہ لہو الحدیث کا اشتراء اس لیے کرتا ہے کہ وہ اپنی گمراہی پر قائم و ثابت رہ کر یہ زیادتی اور کرے اور لوگوں کو گمراہ کرے اور آیات اللہ کا مذاق اڑائے ایسے لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

مُهِيْن۔ اہانت سے ہے۔ آگے ارشاد ہے

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ اور جب پڑھی جاتی ہیں اس پر ہماری آئتیں تو تکبر سے پھر جاتا ہے گویا اس نے وہ سنی ہی نہیں گویا اس کے کانوں میں ٹینٹ ہیں تو اسے دردناک عذاب کی بشارت دو۔

عربی میں وقر صمم کو کہتے ہیں اور صمم ہر اس ثقل کو کہتے ہیں جو مانع سماع ہو۔ تو گویا اس کا تکبر اسے ایسا بہرا بنا دیتا ہے گویا وہ سنتا ہوا بہرا ہے تو اسے دردناک عذاب کی خبر کا حکم ہے۔

اب جبکہ جہنمیوں کا ذکر ہو چکا تو اس کے بعد لازمی ہوا کہ مومنوں کا حال بھی بیان ہو اس لیے کہ کلام پاک کا یہی اسلوب بیان ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ بے شک وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے باغیچے ہیں نعمتوں کے ہمیشہ اس میں رہیں وعدہ اللہ کا سچا ہے اور وہ عزت والا حکمت والا ہے۔

یہاں جنت نعیم کا بالخصوص تذکرہ اس وجہ میں ہے کہ ابن ابی حاتم مالک بن دینار سے راوی ہیں جَنّٰتُ

النَّعِیْمِ بَیْنَ جَنَّاتِ الْفِرْدَوْسِ وَبَیْنَ جَنَّاتِ عَدْنٍ وَفِیْھَا جَوَارٍ خُلِقْنَ مِنْ وَرْدِ الْجَنَّۃِ قِیْلَ وَمَنْ یَّسْکُنُھَا قَالَ الَّذِیْنَ ھَمُّوْا بِالْمَعَاصِیْ فَلَمَّا ذَکَرُوْا عَظَمَتِیْ وَاتَّقَوْنِیْ وَالَّذِیْنَ انْثَنَتْ اَصْلَابُھُمْ فِیْ خَشْیَتِیْ۔

جنات نعیم جنات الفردوس اور جنات عدن کے بیچ میں ہے اس میں وہ کنیزکیں ہوں گی جن کی پیدائش جنت کے گلاب سے ہو۔ عرض کیا گیا اس میں کون رہے گا فرمایا وہ جو گناہ کے لیے تیار ہو تو جب اس کے آگے میری عظمت کا ذکر کیا جائے تو میری طرف جھک جائے اور وہ جن کی صلب میں تخمیر میرے خوف کی ہو۔

اور عزیز کی تعریف یہ ہے اَلَّذِیْ لَا یَغْلِبُہٗ شَیْءٌ یَمْنَعُ مِنْ اِنْجَازِہٖ۔ عزیز وہ ہے جس پر کوئی غالب آکر سزا و جزا سے مانع نہ ہو سکے ۔ اور

حکیم وہ ہے اَلَّذِیْ لَا یَفْعَلُ اِلَّا مَا تَقْتَضِیْہِ الْحِکْمَۃُ وَالْمَصْلِحَۃُ۔ جو کوئی کام حکمت و مصلحت کے مقتضا کے خلاف نہ کرے۔ جیسے کہتے ہیں فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَۃِ۔ آگے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت عالیہ کا ذکر ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ وَبَثَّ فِیْھَا مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ۔ (وہ عزیز و حکیم وہ ہے) کہ اس نے آسمانوں کو بلا ستون پیدا فرمایا جو تم دیکھ رہے ہو اور زمین میں میخیں قائم کیں تاکہ تمہیں جھکولے نہ دے اور پھیلایا ہر قسم کا جانور زمین میں اور اتارا آسمان سے پانی تو اگایا ہم نے اس زمین میں ہر قسم کے منافع والا جوڑا۔

عَمَدٌ جمع ہے عِمَادٌ کی جیسے اَھَبٌ جمع ہے اِھَابٌ کی یعنی کھال۔ عَمَد ہر اس سہارے کو کہتے ہیں جس پر چھت قائم رہ سکے۔

تَرَوْنَھَا۔ یعنی تم دیکھ رہے ہو۔ اگر ستون ہوتا تو تم دیکھتے۔

رَوَاسِیَ۔ شَوَامِخُ۔ ثَوَابِتُ یہ تمام میخ کے معنی میں مستعمل ہے۔

تَمِیْدَ۔ اضطراب کے معنی دیتا ہے یَعْنِیْ لِئَلَّا تَمِیْدَ بِکُمْ اَیْ تَضْطَرِبَ یعنی اگر پہاڑوں کی میخیں نہ ہوتیں تو تم زمین پر قائم نہ رہ سکتے۔ سعدی نے خوب کہا ہے۔

زمین از تپ و لرزہ آمد ستوہ ۔۔۔ فرو کوفت بر دامنش میخ کوہ

وَبَثَّ کے معنی اَوْجَدَ وَاَظْھَرَ کے ہیں۔ وَاَصْلُ الْبَثِّ الْاِثَارَۃُ وَالتَّفْرِیْقُ اور بث کے اصلی

معنی پھیلانے اور متفرق کرنے کے ہیں۔
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً سے مراد مطر و بارش ہے اور آسمان سے برسانا بلندی کی بنا پر فرمایا کہ ہر بلند سما ہے اور بارش بلندی سے آتی ہے اسی بنا پر وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ فرمایا۔
فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا یعنی اس پانی کے ذریعہ زمین سے ہم نے اگایا ہر قسم کے سبزہ کا جوڑا۔
كَرِيْمٍ۔ یعنی شریف، کثیر المنفعت۔
اس کے بعد آسمان و زمین پر اپنی قدرت مطلقہ کا اظہار فرما کر ارشاد ہے۔
هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔
یہ تو اللہ تعالیٰ کی شان تخلیق ہے تو کون ہے ان میں سے جو اللہ کے سوا تمہارے معبود ہیں جو اس قسم کی تخلیق کر سکیں بلکہ ظالم و مشرک دور کی گمراہی میں ہیں۔ (کہ ہدایت پر نہیں آتے)

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ لقمان پ ۲۱

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی کہ اللہ کا شکر کر اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو کفران نعمت کرے تو بیشک اللہ بے پرواہ سب خوبیوں سے سراہا ہوا ہے۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝

اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو کہا اور وہ اسکو نصیحت کرتا تھا اے بیٹے اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسٰنَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝

اور ہم نے آدمی کو تاکید کی اس کے ماں باپ کے حق میں اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری برداشت کرکے اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر میری ہی طرف آنا ہے۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ

اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے

مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ
صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ
مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور
ان کا ساتھ دے دنیا میں اچھی طرح اور اس کی راہ کی
پیروی کر جو میری طرف رجوع لایا پھر میری طرف
ہی تمہیں واپس آنا ہے تو میں تم کو بتا دوں گا جو تم
کرتے تھے۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ
خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي
الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ
خَبِيْرٌ ۝

اے میرے بیٹے گناہ اگر رائی کے برابر ہو پھر وہ ہو
پتھر کی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں کہیں ہو
اللہ اسے لے آئے گا بے شک اللہ ہر باریکی کا جاننے
والا خبردار ہے۔

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ
وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ
اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

اے میرے بیٹے نماز قائم رکھ اور اچھی بات کا حکم
دے اور بری بات سے منع کر اور جو مصیبت تجھ
پر آئے اس پر صبر کر بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي
الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ
فَخُوْرٍ ۝

اور کسی کے ساتھ گفتگو میں رخسارہ نہ پھلا اور زمین
میں اتراتا نہ چل بیشک اللہ کو اتراتا تکبر کرتا اچھا
نہیں لگتا۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ
صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ
الْحَمِيْرِ ۝

اور درمیانہ روی اختیار کر اور پست رکھ اپنی آواز
بے شک مکروہ آوازوں میں گدھے کی آواز ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	اٰتَيْنَا۔ دی ہم نے	لُقْمٰنَ۔ لقمان کو
الْحِكْمَةَ۔ حکمت	اَنِ۔ یہ کہ	اشْكُرْ۔ شکر کر	لِلّٰهِ۔ اللہ کا
وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	يَّشْكُرْ۔ شکر کرے	فَاِنَّمَا۔ تو وہ
يَشْكُرُ۔ شکر کرے گا	لِنَفْسِهٖ۔ اپنے لیے	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو

كَفَرَ ۔ کفر کرے	فَاِنَّ ۔ تو بیشک	اللّٰهَ ۔ اللہ	غَنِيٌّ ۔ بے پروا
حَمِيْدٌ ۔ تعریف کیا گیا	وَ ۔ اور	اِذْ ۔ جب	قَالَ ۔ کہا
لُقْمٰنُ ۔ لقمان نے	لِابْنِهٖ ۔ اپنے بیٹے کو	وَ ۔ اور	هُوَ ۔ وہ
يَعِظُهٗ ۔ نصیحت کرتا تھا اسکو	يٰبُنَيَّ ۔ اے بیٹیا	لَا ۔ نہ	تُشْرِكْ ۔ شرک کرنا
بِاللّٰهِ ۔ اللہ کے ساتھ	اِنَّ ۔ بیشک	الشِّرْكَ ۔ شرک	لَظُلْمٌ ۔ ظلم ہے
عَظِيْمٌ ۔ بہت بڑا	وَ ۔ اور	وَصَّيْنَا ۔ نصیحت کی ہم نے	الْاِنْسَانَ ۔ انسان کو
بِوَالِدَيْهِ ۔ اسکے ماں باپ کے متعلق		حَمَلَتْهُ ۔ اٹھایا اسکو	اُمُّهٗ ۔ اسکی ماں نے
وَهْنًا ۔ کمزوری	عَلٰى ۔ اوپر	وَهْنٍ ۔ کمزوری کے ساتھ	وَ ۔ اور
فِصَالُهٗ ۔ دودھ چھڑانا اس کا	فِيْ ۔ بیچ	عَامَيْنِ ۔ دو سال کے	اَنِ ۔ یہ کہ
اشْكُرْ ۔ حق مان	لِيْ ۔ میرا	وَ ۔ اور	لِوَالِدَيْكَ ۔ اپنے ماں باپ کا
اِلَيَّ ۔ میری طرف ہی	الْمَصِيْرُ ۔ پھرنا ہے	وَ ۔ اور	اِنْ ۔ اگر
جَاهَدَاكَ ۔ جھگڑیں	كَ ۔ تجھ سے	عَلٰى ۔ اوپر	اَنْ ۔ اس کے کہ
تُشْرِكَ ۔ تو شریک بنائے	بِيْ ۔ میرا	مَا ۔ اسکو جو	لَيْسَ ۔ نہیں ہے
لَكَ ۔ تجھے	بِهٖ ۔ اس کا	عِلْمٌ ۔ کوئی علم	فَلَا ۔ تو نہ
تُطِعْهُمَا ۔ کہا مان انکا	وَ ۔ اور	صَاحِبْهُمَا ۔ ساتھ دے ان کا	فِيْ ۔ بیچ
الدُّنْيَا ۔ دنیا کے	مَعْرُوْفًا ۔ بھلائی سے	وَ ۔ اور	اتَّبِعْ ۔ پیروی کر
سَبِيْلَ ۔ راستے	مَنْ ۔ اس آدمی کے جو	اَنَابَ ۔ رجوع ہوا	اِلَيَّ ۔ میری طرف
ثُمَّ ۔ پھر	اِلَيَّ ۔ میری طرف ہے	مَرْجِعُكُمْ ۔ تمہارا لوٹنا	فَاُنَبِّئُكُمْ ۔ تو میں بتاؤں گا
تم کو	بِمَا ۔ جو	كُنْتُمْ ۔ تم	تَعْمَلُوْنَ ۔ کرتے تھے
يٰبُنَيَّ ۔ اے بیٹیا	اِنَّهَا ۔ وہ	اِنْ ۔ اگر	تَكُ ۔ ہو گا
مِثْقَالَ ۔ برابر	حَبَّةٍ ۔ ایک دانے	مِّنْ خَرْدَلٍ ۔ رائی کے	فَتَكُنْ ۔ پھر ہو وہ
فِيْ ۔ بیچ	صَخْرَةٍ ۔ پتھر کے	اَوْ ۔ یا	فِيْ ۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں کے اَوْ ۔ یا		فِيْ ۔ بیچ	الْاَرْضِ ۔ زمین کے
يَأْتِ ۔ تو لائے گا	بِهَا ۔ اسکو	اللّٰهُ ۔ اللہ	اِنَّ ۔ بیشک
اللّٰهُ ۔ اللہ	لَطِيْفٌ ۔ باریک بین	خَبِيْرٌ ۔ خبردار ہے	يٰبُنَيَّ ۔ اے بیٹیا

اَقِمِ ۔ قائم کر	الصَّلٰوۃَ ۔ نماز	وَ ۔ اور	اْمُرْ ۔ حکم کر
بِالْمَعْرُوْفِ ۔ بھلائی کا	وَ ۔ اور	انْہَ ۔ روک	عَنِ الْمُنْکَرِ ۔ برائی سے
وَ ۔ اور	اصْبِرْ ۔ صبر کر	عَلٰی ۔ اوپر	مَا ۔ اس کے جو
اَصَابَکَ ۔ تکلیف آئے تجھ کو	اِنَّ ۔ بیشک	ذٰلِکَ ۔ یہ	مِنْ عَزْمِ ۔ ہمت کے
الْاُمُوْرِ ۔ کاموں سے ہے	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	تُصَعِّرْ ۔ چڑھا
خَدَّکَ ۔ اپنا رخسارہ	لِلنَّاسِ ۔ لوگوں کیلئے	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ
تَمْشِ ۔ چل	فِی ۔ بیچ	الْاَرْضِ ۔ زمین کے	مَرَحًا ۔ اکڑ کر
اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰہَ ۔ اللہ	لَا ۔ نہیں	یُحِبُّ ۔ پسند کرتا
کُلَّ ۔ ہر	مُخْتَالٍ ۔ اکڑنے والے	فَخُوْرٍ ۔ متکبر کو	وَ ۔ اور
اقْصِدْ ۔ درمیانہ رہ	فِیْ ۔ بیچ	مَشْیِکَ ۔ اپنی چال کے	وَ ۔ اور
اغْضُضْ ۔ نیچی رکھ	مِنْ صَوْتِکَ ۔ اپنی آواز	اِنَّ ۔ بیشک	اَنْکَرَ ۔ بدترین
الْاَصْوَاتِ ۔ آوازوں سے	لَصَوْتُ ۔ آواز	الْحَمِیْرِ ۔ گدھے کی ہے ۔	

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع ۔ سورۃ لقمان پ ۲۱

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمَانَ الْحِکْمَۃَ ۔ اور بیشک ہم نے عطائی لقمان کو حکمت ۔

محمد بن اسحاق حضرت لقمان کا نسب اس طرح بیان کرتے ہیں لقمان بن باعور بن ناحور بن تارخ ۔

وہب کہتے ہیں حضرت لقمان حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے ہیں ۔

مقاتل کہتے ہیں لقمان حضرت ایوب علیہ السلام کی خالہ کے صاحبزادے ہیں ۔

واقدی کی تحقیق یہ ہے کہ آپ بنی اسرائیل میں قاضی تھے ۔

اور ایک قول سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی عمر ایک ہزار سال کی ہوئی ۔ آپ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا اور آپ نے انہیں سے تعلیم لی اور اس زمانہ میں آپ نے منصب افتا ترک فرمایا ۔ اس سے قبل آپ فتوی دیتے تھے ۔

لقمان علیہ السلام کی نبوت میں اختلاف ہے ۔

علماء کی ایک جماعت اس طرف ہے کہ آپ حکیم تھے نبی نہ تھے ۔

اور حکمت عقل و فہم کو ہی کہتے ہیں۔
ایک قول ہے کہ حکمت وہ علم ہے جس کے مطابق عمل کیا جائے۔
بعض نے کہا حکمت معرفت اور اصابت رائے فی الامور کو کہتے ہیں۔
بعض نے کہا کہ حکمت ایسی شے ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے دل میں وہ ڈالتا ہے اس سے اس کا دل روشن ہو جاتا ہے۔

اَنِ اشْکُرْ لِلّٰہِ۔ تاکہ شکر کرے اللہ کا۔
کہ اس نے اسے حکمت کی دولت عطا کی اور جو شکر کرتا ہے اللہ اس کے لیے نعمت زیادہ فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ چنانچہ ارشاد ہے۔
وَمَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ۔ اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنی ہی جان کے بھلے کو شکر کرتا ہے۔
وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔ اور جو کفران نعمت کرے تو بے شک اللہ بے پرواہ سب خوبیوں سے سراہا گیا ہے۔

اس کے بعد حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو جن کا نام انعم یا اشکم تھا تیرہ[۱۳] نصیحتیں فرمائی ہیں ان کو مفصل بیان فرمایا گیا ہے۔
اس لیے کہ انسان کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ کامل ہو اور دوسرے کو کامل بنائے۔
چنانچہ حضرت لقمان علیہ السلام کا کامل ہونا آتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ سے واضح ہو رہا ہے۔
اور صاحبزادہ کی تکمیل وَھُوَ یَعِظُہٗ سے ظاہر ہے۔
اور اس طریقہ نصیحت سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ نصیحت اول گھر والوں اور قرابت والوں سے شروع ہونی چاہیے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی حکم ہوا جو وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ سے واضح ہے۔

دوسرے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ نصیحت کی ابتدا اکبر الکبائر شرک سے روکنے میں کی جائے۔ اس کے بعد اور نصیحتیں ہوں۔ چنانچہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرنے میں سب سے اول شرک سے روکنے پر زور دیا چنانچہ ارشاد ہے۔
نصیحت اول:۔ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔ اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے وعظ و پند فرماتے ہوئے کہا اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔

اس لیے کہ اس میں غیر مستحق عبادت کو مستحق ماننا ہے اور ظلم وَضْعُ الشَّیْءِ عَلٰی غَیْرِ مَحَلِّہٖ کو کہتے ہیں تو شرک ظلم عظیم ہوا۔

نصیحت دوم:۔ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ وَھْنًا عَلٰی وَھْنٍ۔ اور ہم نے آدمی کو تاکید فرمائی اس کے ماں باپ کے حق میں اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری برداشت کر کے۔ لہٰذا ان کے حقوق بہر حال ملحوظ رکھے جائیں اس لیے کہ ایام حمل میں اس کا ضعف دن بدن ترقی پر ہوتا ہے جتنا حمل بڑھتا ہے اتنا ہی ضعف ترقی کرتا ہے حتیٰ کہ دردزہ سب سے زیادہ سخت ہے۔

نصیحت سوم:۔ وَفِصَالُہٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ۔ اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے اس حکمت میں میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا شکر گذار ہو۔ کہ ہم نے ان کے دل میں تیری محبت ڈالی اور انہوں نے تجھے پرورش کیا آخر مجھی تک آنا ہے۔

نصیحت چہارم:۔ وَاِنْ جَاھَدٰکَ عَلٰی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے اسے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی پیروی نہ کر اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے اور اس کے راہ کی پیروی کر جو میری طرف لائے پھر میری ہی طرف تمہیں پھر آنا ہے تو میں بتا دوں گا جو تم کرتے تھے۔

سفیان بن عیینہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ جس نے پنجگانہ نمازیں ادا کیں اس نے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کر لیا اور جس نے پنجگانہ کے بعد والدین کی خدمت کی اور ان کے حق میں دعا کی اس نے والدین کا شکر بھی ادا کر لیا۔

اور مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ کے یہ معنی ہیں کہ جان بوجھ کر تو کوئی کسی کو میرا شریک ٹھہرا ہی نہیں سکتا اس لیے کہ اللہ تعالےٰ کا شریک محال ہے اب جو کسی کو میرا شریک بنائے گا تو بے علمی سے ہی ٹھہرائے گا اور ماں باپ بھی اگر کہیں گے تو جہالت سے ہی کہیں گے لہٰذا ان کی پیروی جائز نہیں۔

علامہ نخعی فرماتے ہیں کہ والدین کی اطاعت واجب ہے لیکن اگر وہ شرک کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت حرام ہے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت روا نہیں۔

اور شرک کے حکم سے مخالفت کے باوجود وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا کے یہ معنی ہیں کہ حسن اخلاق اور حسن سلوک اور تحمل و بردباری سے ان کی خدمت پھر بھی کی جائے۔

اور دَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ۔ سے مراد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی راہ ہے اس کو مذہب سنت وجماعت کہتے ہیں۔

آیۂ کریمہ دَدَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ سے اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تک نصیحت ضروری ہے لیکن یہ حضرت لقمان علیہ السلام کا بیان نہیں ہے بلکہ انہوں نے جب اپنے صاحبزادے کو اللہ تعالےٰ کی شکر نعمت کا وعظ فرمایا اور شرک سے منع کیا تو اللہ تعالےٰ نے والدین کی اطاعت کی حد بیان فرمادی۔ اس لیے یہ بھی نصائح لقمان میں شمار کیا گیا۔ اب پھر وعظ لقمان علیہ السلام شروع ہے۔

نصیحت پنجم۔ یٰبُنَیَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ۔ اے میرے بیٹے گناہ اگرچہ رائی کے برابر ہو اور وہ پتھر کی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں کہیں ہو اللہ اسے لے آئے گا بے شک وہ ہر باریکی کا جاننے والا اور خبردار ہے۔

یعنی گناہ اور برائی کیسی ہی پوشیدہ جگہ میں ہو اللہ تعالےٰ سے مخفی نہیں رہ سکتی وہ علام الغیوب اور علیم بما فی الصدور ہے۔

نصیحت ششم:۔ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ۔ اے میرے بیٹے نماز قائم رکھ

نصیحت ہفتم:۔ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ۔ اور اچھی بات کا حکم دے۔

نصیحت ہشتم:۔ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ اور بری بات سے منع کر۔

نصیحت نہم:۔ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ اور جو کچھ تم پر افتاد ہو اس پر صبر کر بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہر چیز صغیر وکبیر اس کے احاطہ علم میں ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے میں مصائب وآلام بھی آئیں گے ان پر صبر کرنا ہمت کا کام ہے۔

نصیحت دہم:۔ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ۔ اور کسی سے بات کرنے میں کج رخی نہ کر۔

نصیحت یازدہم:۔ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا۔ اور زمین پر اتراتا ہوا نہ چل اس لیے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ بیشک اللہ اترانے والے اور متکبر کو پسند نہیں کرتا۔

نصیحت دوازدہم:۔ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ۔ اپنی چال نرم عاجزانہ رکھ

نصیحت سیزدہم:۔ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اور اپنی آواز کچھ نیچی رکھ۔

یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ایذا اگر پہنچے تو اس پر صبر ضروری ہے۔

اور غنی و فقیر امیر و کبیر منشی و دبیر جوان و پیر سب کے ساتھ یکساں عاجزانہ برتاؤ کیا جائے۔ رفتار نہ بہت تیز ہو نہ بالکل نرم اور آواز اونچی کر کے شور و شغب مناسب نہیں آخر میں فرمایا
اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ۔ بے شک آوازوں میں بری آواز گدھے کی ہے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے کلام ناپسند فرماتے تھے۔

مختصر تفسیر دوسرا رکوع سورۃ لقمان پ ۲۱

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ۔ اور بے شک عطا فرمائی ہم نے لقمان کو حکمت۔

لقمان عجمی نام ہے نہ کہ عربی۔ یہ لقم سے مشتق ہے ان کے متعلق ۱۲ قول ہیں۔

اول۔ آپ باعور کے بیٹے ہیں۔ ھُوَ ابْنُ بَاعُوْرَا۔

دوسرا قول وہب کہتے ہیں بھانجے ہیں حضرت ایوب کے۔ قَالَ وَھْبٌ وَکَانَ ابْنُ اُخْتِ اَیُّوْبَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

تیسرا قول مقاتل کا ہے کَانَ ابْنَ خَالَتِہٖ۔ آپ ایوب علیہ السلام کی خالہ کے صاحبزادے ہیں۔

چوتھا قول قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ السُّھَیْلِیُّ ھُوَ ابْنُ عَنْقَابِنِ سَرُوْنَ۔ آپ عنقا بن سرون کے بیٹے ہیں
پانچواں۔ کَانَ مِنْ اَوْلَادِ اٰزَرَ وَعَاشَ اَلْفَ سَنَۃٍ وَاَدْرَکَ دَاؤُدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاَخَذَ مِنْہُ الْعِلْمَ وَکَانَ یُفْتِیْ قَبْلَ مَبْعَثِہٖ فَلَمَّا بُعِثَ قَطَعَ الْفَتْوٰی فَقِیْلَ لَہٗ فَقَالَ اَلَا اَکْتَفِیْ اِذَا کُفِیْتُ۔ آپ آزر کی اولاد میں سے ہیں آپ کی عمر ایک ہزار سال کی ہوئی آپ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو پایا اور آپ سے علم سیکھا آپ فتوی دیا کرتے تھے جب آپ کی بعثت ہوئی تو فتوی دینا ترک کر دیا لوگوں نے وجہ پوچھی فرمایا کیا میں کافی نہیں ہوں۔

چھٹا قول:۔ کَانَ قَاضِیًا فِیْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ۔ آپ بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔

ساتواں وَنُقِلَ ذٰلِکَ عَنِ الْوَاقِدِیِّ اِلَّا اَنَّہٗ قَالَ وَکَانَ فِیْ زَمَانِہٖ بَیْنَ مُحَمَّدٍ وَعِیْسٰی عَلَیْھِمَا السَّلَامُ۔ واقدی نے گذشتہ خیال بیان کر کے یہ اور کہا کہ آپ کا زمانہ عیسٰی اور حضور کے مابین کا ہے۔

آٹھواں قول:۔ قَالَ عِکْرِمَۃُ وَالشَّعْبِیُّ کَانَ نَبِیًّا۔ عکرمہ اور شعبی کہتے ہیں آپ نبی تھے وَالْاَکْثَرُوْنَ عَلٰی اَنَّہٗ کَانَ فِیْ زَمَنِ دَاؤُدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ اکثر اس طرف ہیں کہ آپ زمانہ داؤد علیہ السلام میں تھے وَلَمْ یَکُنْ نَبِیًّا۔ اور آپ نبی نہیں تھے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ آپ غلام تھے یا آزاد؟

(۱۱) وَالْاَکْثَرُوْنَ عَلٰی اَنَّہٗ کَانَ عَبْدًا

(۱۲) وَاخْتَلَفُوْا فَقِیْلَ کَانَ حَبَشِیًّا۔ بعض نے کہا آپ حبشی تھے وَرُوِیَ ذٰلِکَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّمُجَاھِدٍ

(۱۳) وَاَخْرَجَ ذٰلِکَ ابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مَرْفُوْعًا وَذَکَرَ مُجَاھِدٌ فِیْ وَصْفِہٖ اِنَّہٗ کَانَ غَلِیْظَ الشَّفَتَیْنِ مُصَفَّحَ الْقَدَمَیْنِ۔

(۱۴) وَقِیْلَ کَانَ نُوْبِیًّا مُشَقَّقَ الرِّجْلَیْنِ ذَا مَشَافِرَ وَجَاءَ ذٰلِکَ فِیْ رِوَایَۃٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ الْمُسَیَّبِ وَمُجَاھِدٍ۔

(۱۵) وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ مَا انْتَھٰی اِلَیْکُمْ مِنْ شَاْنِ لُقْمَانَ قَالَ کَانَ قَصِیْرًا اَفْطَسَ مِنَ النُّوْبَۃِ۔

(۱۶) وَاَخْرَجَ ھُوَ وَابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ اِنَّہٗ قَالَ اِنَّ لُقْمَانَ کَانَ اَسْوَدَ مِنْ سُوْدَانِ مِصْرَ ذَا مَشَافِرَ اَعْطَاہُ الْحِکْمَۃَ وَمَنَعَہُ النُّبُوَّۃَ۔

(۱۷) وَاخْتُلِفَ فِیْمَا کَانَ یُعَانِیْہِ مِنَ الْاَشْغَالِ فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الرَّبِیْعِ کَانَ نَجَّارًا۔

(۱۸) وَفِیْ مَعَانِی الزَّجَّاجِ کَانَ نَجَّادًا بِالدَّالِ عَلٰی وَزْنِ کَتَّانٍ مَنْ یُعَالِجُ الْفُرُشَ وَالْوَسَائِدَ وَیُخِیْطُھُمَا۔

(۱۹) وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَحْمَدُ فِی الزُّھْدِ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ اِنَّہٗ کَانَ خَیَّاطًا

(۲۰) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ کَانَ رَاعِیًا۔

(۲۱) وَقِیْلَ کَانَ یَحْتَطِبُ لِمَوْلَاہُ کُلَّ یَوْمٍ حُزْمَۃً۔

منقولہ بالا روایات نقل کر کے آلوسی فرماتے ہیں ہمیں وثوق سے کوئی بات ان روایات سے حاصل نہیں ہوئی سوا اس ایک روایت کے جو مفسرین نے نقل کی۔

(۲۲) اِنَّہٗ کَانَ رَجُلًا صَالِحًا حَکِیْمًا وَلَمْ یَکُنْ نَبِیًّا۔ کہ لقمان ایک نیک آدمی تھے اور حکیم تھے اور نبی نہیں تھے۔ اور

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمَانَ الْحِکْمَۃَ۔ میں حکمت کی عطا جو فرمائی گئی اس کے سات معنی ہیں۔

(۱) اَلْحِکْمَۃُ عَلٰی مَا اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلْعَقْلُ وَالْفَھْمُ وَالْفِطْنَۃُ۔ حکمت سے مراد عقل اور فہم رسا اور ذہن ہے۔

(۲) وَاَخْرَجَ الْفِرْیَابِیُّ وَاَحْمَدُ فِی الزُّھْدِ وَابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ مُجَاھِدٍ اِنَّھَا الْعَقْلُ وَالْفِقْہُ وَالْاِصَابَۃُ فِی الْقَوْلِ۔ حکمت عقل اور تفقہ اور اصابت رائے کو کہتے ہیں۔

(۳) وَقَالَ الرَّاغِبُ هِيَ مَعْرِفَةُ الْمَوْجُوْدَاتِ وَفِعْلُ الْخَيْرَاتِ۔ حکمت نام ہے موجودات کی معرفت اور نیک کاموں کی توفیق کا۔

(۴) وَقَالَ الْاِمَامُ هِيَ عِبَارَةٌ عَنْ تَوْفِيْقِ الْعَمَلِ بِالْعِلْمِ۔ حکمت سے مراد توفیق عمل اور علم ہے۔

(۵) وَقَالَ اَبُوْحَيَّانَ هِيَ الْمَنْطِقُ الَّذِيْ يَتَّعِظُ بِهٖ وَيُنَبِّهُ وَيَتَنَاقَلُهُ النَّاسُ لِذٰلِكَ۔ وہ منطق ہے جس کے ساتھ لوگوں کو وعظ اور تنبیہ کی جائے۔

وَقِيْلَ اِتْقَانُ الشَّيْئِ عِلْمًا وَّعَمَلًا۔ حکمت اس یقین کا نام ہے جو علم و عمل میں حاصل ہو۔

وَقِيْلَ كَمَالٌ حَاصِلٌ بِاسْتِكْمَالِ النَّفْسِ الْاِنْسَانِيَّةِ بِاقْتِبَاسِ الْعُلُوْمِ النَّظْرِيَّةِ وَاكْتِسَابِ الْمَلَكَةِ التَّامَّةِ عَلَى الْاَفْعَالِ الْفَاضِلَةِ عَلٰى قَدْرِ طَاقَتِهَا۔ وہ کمال حاصل ہے نفس انسانیت کا اقتباس علوم نظریہ سے اور اکتساب ملکۂ تامہ کا افعال فاضلہ میں بحد قدرت وطاقت۔

اور آپ کے وعظ پند و حکمت جو آپ نے اپنے صاحبزادے کو فرمائے قرآن کریم کے علاوہ بکلیں ارباب سیر نے انہیں نصائح سے اخذ کر کے لکھے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) يَا بُنَيَّ اِنَّ الدُّنْيَا بَحْرٌ عَمِيْقٌ وَقَدْ غَرِقَ فِيْهَا نَاسٌ كَثِيْرٌ فَاجْعَلْ سَفِيْنَتَكَ فِيْهَا تَقْوَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَحَشْوُهَا الْاِيْمَانَ وَشِرَاعُهَا التَّوَكُّلَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى لَعَلَّكَ اَنْ تَنْجُوَ وَلَا اَرَاكَ نَاجِيًا۔ اے میرے بیٹے دنیا ایک گہرا دریا ہے اس میں بہت لوگ ڈوب چکے ہیں تجھے چاہیے کہ اس میں اپنی کشتی اللہ کے خوف کی بنا اور اس میں ایمان بھر اور اس کے تختے ایمان کے ہوں اور اس کی لکڑی توکل کی ہو تو امید ہے کہ تو نجات پا جائے گا۔

(۲) مَنْ كَانَ لَهٗ مِنْ نَفْسِهٖ وَاعِظٌ كَانَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حَافِظٌ۔ جو اپنے نفس کے لیے واعظ ہو اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے۔

(۳) مَنْ اَنْصَفَ النَّاسَ مِنْ نَفْسِهٖ زَادَهُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ عِزًّا۔ جو اپنے لیے انصاف پسند کرے اللہ اسکی عزت زیادہ فرماتا ہے۔

(۴) وَالَّذِيْ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ اَقْرَبُ مِنَ التَّعَزُّزِ بِالْمَعْصِيَةِ۔ اللہ کی اطاعت میں اپنے کو ذلیل سمجھنا معصیت سے علیحدہ رکھنے میں زیادہ قوت دیتا ہے۔

(۵) ضَرْبُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ كَالسَّمَادِ لِلزَّرْعِ۔ باپ کی مار اولاد کو مثل نلائی کے ہو کاشتکار اپنی کھیتی کو کرتا ہے۔

(٦) یَا بُنَیَّ اِیَّاکَ وَالدَّیْنَ فَاِنَّہٗ ذُلُّ النَّھَارِ وَھَمُّ اللَّیْلِ۔ اے میرے بیٹے قرض سے اپنے کو بچا کہ وہ دن کی ذلت اور رات کا غم ہے۔

(٧) یَا بُنَیَّ اُرْجُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ رَجَاءً لَا یُجْرِیْکَ عَلٰی مَعْصِیَتِہٖ تَعَالٰی۔ اے میرے بیٹے اللہ تعالےٰ سے امید رکھو ہر مقصود کی تو تو معصیت الٰہی کی طرف نہ جا سکے گا۔

(٨) وَخَفِ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ خَوْفًا لَا یُؤْیِسُکَ مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ اور اللہ سے ڈرتا رہ رحمت الٰہی سے تجھے مایوسی نہ ہو گی۔

(٩) مَنْ کَذَبَ ذَھَبَ مَاءُ وَجْھِہٖ۔ جو جھوٹ بولے اس کے چہرے کی آبرو جاتی رہتی ہے۔

(١٠) مَنْ سَاءَ خُلُقُہٗ کَثُرَ غَمُّہٗ۔ جس کا خلق برا ہوا اس پر غم زیادہ رہتا ہے۔

(١١) نَقْلُ الصُّخُوْرِ مِنْ مَوَاضِعِھَا اَیْسَرُ مِنْ اِفْھَامِ مَنْ لَا یَفْھَمُ۔ بھاری چٹانوں کا اپنی جگہ سے ہٹانا آسان ہے اس کے سمجھانے سے جو نہ سمجھنا چاہے۔

(١٢) یَا بُنَیَّ حَمَلْتُ الْجُنْدَ وَالْحَدِیْدَ وَکُلَّ شَیْءٍ ثَقِیْلٍ فَلَمْ اَحْمِلْ شَیْئًا ھُوَ اَثْقَلُ مِنْ جَارِ السُّوْءِ۔ اے میرے بیٹے لشکر اور لوہا اور ہر بھاری چیز اٹھائی جا سکتی ہے مگر برے ہمسایہ کی زیادتیاں سب سے بھاری ہوتی ہیں۔

(١٣) وَذُقْتُ الْمُرَارَ فَلَمْ اَذُقْ شَیْئًا ھُوَ اَمَرُّ مِنَ الْفَقْرِ۔ میں نے بہت سی کڑوی چیزیں چکھیں مگر تنگدستی سے زیادہ میں نے تلخ کسی کو نہ پایا۔

(١٤) یَا بُنَیَّ لَا تُرْسِلْ رَسُوْلَکَ جَاھِلًا فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ حَکِیْمًا فَکُنْ رَسُوْلَ نَفْسِکَ۔ اے میرے بیٹے جاہل پیامبر کبھی نہ بھیج اگر تجھے عقلمند ذکی وفہیم نہ ملے تو اپنے دل کو ہی اپنا پیامبر کر۔

(١٥) یَا بُنَیَّ اِیَّاکَ وَالْکَذِبَ فَاِنَّہٗ شَھِیٌّ کَلَحْمِ الْعُصْفُوْرِ عَمَّا قَلِیْلٍ یَقْلِیْ صَاحِبَہٗ۔ اے میرے بیٹے اپنے کو دروغ گوئی سے بچا جیسے چڑیا کا گوشت کہ کم ہوتا ہے اور کھانے والے کو جوش میں لاتا ہے۔

(١٦) یَا بُنَیَّ اُحْضُرِ الْجَنَائِزَ وَلَا تَحْضُرِ الْعُرْسَ فَاِنَّ الْجَنَائِزَ تُذَکِّرُکَ الْاٰخِرَۃَ وَالْعُرْسُ یُشَھِّیْکَ الدُّنْیَا۔ اے میرے بیٹے جنازوں میں ضرور شریک ہوا کر اور شادیوں میں نہ شریک ہو اس لیے کہ جنازہ آخرت یاد دلاتا ہے اور شادی بیاہ دنیا کی حرص بڑھاتے ہیں۔

(١٧) یَا بُنَیَّ لَا تَاْکُلْ شِبْعًا فَاِنَّ اِلْقَاءَکَ اِیَّاہُ لِلْکَلْبِ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَاْکُلَہٗ۔ اے میرے بیٹے شکم سیر ہو کر نہ کھایا کر اس لیے کہ تجھے لقمہ تر ڈالنے سے کتے کو ڈالنا بہتر ہے کہ وہ کھالے اور اپنے مالک کی حفاظت کرے

(١٨) یَا بُنَیَّ لَا تَکُنْ حُلْوًا فَتُبْلَعَ وَلَا مُرًّا فَتُلْفَظَ۔ بیٹے نہ اتنا میٹھا بن کہ تجھے ہر کوئی نگل جائے

اور نہ اتنا کڑوا ہو کہ ہر ایک تھوک دے۔

(۱۹) لَا یَاْکُلُ طَعَامَکَ اِلَّا الْاَتْقِیَاءُ وَشَاوِرْ فِیْ اَمْرِکَ الْعُلَمَاءَ۔ تیرا کھانا سوا اتقیاء کے کوئی نہ کھا سکے اور اپنے معاملہ میں علماء سے مشورہ کیا کر۔

(۲۰) لَا خَیْرَ لَکَ فِیْ اَنْ تَتَعَلَّمَ مَا لَمْ تَعْلَمْ وَلَمَّا تَعْمَلْ بِمَا قَدْ عَلِمْتَ فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِکَ رَجُلٌ اِحْتَطَبَ حَطَبًا فَحَمَلَ حُزْمَۃً وَذَھَبَ یَحْمِلُھَا فَعَجَزَ عَنْھَا فَضَمَّ اِلَیْھَا اُخْرٰی۔ تیرا تعلیم حاصل کرنا جاہل سے بہتر نہیں اور جب تو اس تعلیم پر عمل کیسے گا جو تو نے جاہل سے لی تو وہ مثل ایسے آدمی کے ہوگا کہ کڑیوں کا گٹھا بغیر اندازہ کیسے لے کر چلدیا راستہ میں تھک گیا تو دوسرے آدمی لسے اٹھا لے گئے۔

(۲۱) یَا بُنَیَّ اِذَا تُوَاخِیْ رَجُلًا فَاغْضِبْہُ قَبْلَ ذٰلِکَ فَاِنْ اَنْصَفَکَ عِنْدَ غَضَبِہٖ وَاِلَّا فَاحْذَرْہُ۔ بیٹے جب تو برادرانہ رابطہ کسی سے کرے تو وہ اس سے پہلے غضب ناک ہو تو اگر انصاف کرے اس کے غصہ پر تو مناسب ہے ورنہ علیحدہ رہنے میں ہی بہتری ہے۔

(۲۲) لِتَکُنْ کَلِمَتُکَ طَیِّبَۃً وَلْیَکُنْ وَجْھُکَ بَسِطًا تَکُنْ اَحَبَّ النَّاسِ مِمَّنْ یُعْطِیْھِمُ الْعَطَاءَ۔ تیرے کلمات پاک ستھرے ہوں اور تو خندہ پیشانی ہو تو لوگوں میں محبوب ترین ہوگا اس سے جو بہت کچھ بخشش دیتا ہو۔

(۲۳) یَا بُنَیَّ اَنْزِلْ نَفْسَکَ مِنْ صَاحِبِکَ مَنْزِلَۃَ مَنْ لَا حَاجَۃَ لَہٗ بِکَ وَلَا بُدَّ لَکَ مِنْہُ

(۲۴) یَا بُنَیَّ کُنْ کَمَنْ یَبْتَغِیْ مَحْمَدَۃَ النَّاسِ وَلَا یَکْسِبُ ذَمَّھُمْ فَنَفْسُہٗ مِنْہُ فِیْ عَنَاءٍ وَالنَّاسُ مِنْہُ فِیْ رَاحَۃٍ۔ بیٹے ایسی زندگی بسر کر کہ کسی سے اپنی مدح نہ چاہ اور برائی کسی سے لے کہ اس سے اسکی جان غم میں ہو اور لوگ اس سے راحت میں ہوں۔

(۲۵) یَا بُنَیَّ اِقْنَعْ بِمَا یَخْرُجُ مِنْ فِیْکَ فَاِنَّکَ مَا سَکَتَّ تَسْلَمُ وَاِنَّمَا یَنْبَغِیْ لَکَ مِنَ الْقَوْلِ مَا یَنْفَعُکَ۔ خاموشی میں سلامتی ہے اور بولے اتنا ہی جو نفع رساں ہو۔

اَنِ اشْکُرْ لِلّٰہِ۔ تاکہ شکر کیسے اللہ کا۔

اَیْ اُمْ اشْکُرْ لِلّٰہِ۔ اَنْ تفسیریہ ہے زجاج کہتے ہیں کہ اَنْ مصدریہ ہے۔

وَمَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ۔ اور جو شکر گذار ہوگا وہ اپنے بھلے کے لیے ہوگا۔

اور وہ بھلا اس کے حق میں یہ ہوگا کہ یہ شکر موجب رحمت و مزید نعمت اور جنت الخلد میں فائدہ کا سبب ہوگا۔

وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔ اور جو کفران نعمت کرے تو اللہ بے پرواہ ہے سراہا گیا۔

یعنی وہ تمام اشیاء سے غنی ہے اسے شکر کی بھی احتیاج نہیں کہ کفر اسے نقصان دے کفران نعمت کرنے والا اپنا بدلہ لے گا اور شکر گذار اپنا صلہ پائے گا۔

اور حمید ایسا حمید ہے کہ اگر کوئی بھی اس کی حمد نہ کرے تو جمیع مخلوقات زبان حال سے اس کی حمد کرتی ہے یہ حمید بروزن فعیل ہے جس کے معنی ہوتے ہیں محمود کے۔

جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَمْدُ رَأْسُ الشُّکْرِ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ تَعَالٰی عَبْدٌ لَمْ یَحْمِدْہُ۔

اس کے بعد حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتوں کا تذکرہ ہے۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِاِبْنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ۔ اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے۔

ابن لقمان کا نام طبری اور قتیبی نے تاران بتایا ہے۔

ایک قول ہے کہ ماثان نام تھا۔

ایک قول ہے کہ انعم تھا۔

ایک قول ہے کہ اشکم تھا۔

ایک قول ہے کہ مشکم تھا۔

اور وہ وعظ کرتے تھے۔ وَعْظ بقول راغب زَجْرٌ مُقْتَرِنٌ بِتَخْوِیْفٍ کو کہتے ہیں یعنے خوف دلانا اور نصیحت کرنا۔

وَقَالَ الْخَلِیْلُ ھُوَالتَّذْکِیْرُ بِالْخَیْرِ فِیْمَا یَرِقُّ لَہُ الْقَلْبُ۔ علامہ خلیل فرماتے ہیں وعظ تذکیر بالخیر کو کہتے ہیں جس کے سننے سے انسان کا دل نرم ہو۔

تو آپ نے پہلی نصیحت جو فرمائی وہ اجتناب عن الشرک کی فرمائی اس لیے کہ اکبر کبائر شرک ہی ہے چنانچہ فرمایا۔

یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔ اے میرے بیٹے اللہ کا شریک نہ ٹھہرانا بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔

اس لیے کہ ظلم وَضْعُ الشَّیْئِ عَلٰی غَیْرِ مَحَلِّہٖ۔ کو کہتے ہیں تو غیر خدا کو خدا ماننا بے محل فعل ہے اسی لیے اسے ظلم عظیم فرمایا۔

بعض نے کہا کہ کَانَ اِبْنُہٗ کَافِرًا وَلِذَا نَہَاہُ عَنِ الشِّرْکِ فَلَمْ یَزَلْ یَعِظُہٗ حَتّٰی اَسْلَمَ وَکَذَا قِیْلَ لِاِمْرَأَتِہٖ۔ تاران یا ماثان کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ کافر تھا تو آپ نے اسے شرک سے روکا اور نصیحت ہی فرماتے رہے حتی کہ وہ مسلمان ہو گیا اور یہی آپ کی بیوی کا حال تھا۔

وَاَخْرَجَ اِبْنُ اَبِی الدُّنْیَا فِی نَعْتِ الْخَائِفِیْنَ عَنِ الْفَضْلِ الرَّقَاشِیِّ قَالَ مَا زَالَ لُقْمَانُ یَعِظُ اِبْنَہٗ حَتّٰی مَاتَ۔ فضل رقاشی سے مروی ہے کہ حضرت لقمان اپنے بیٹے کو ہدایت کرتے رہے حتیٰ کہ اس حال میں انتقال فرمایا۔

وَاَخْرَجَ عَنْ حَفْصِ الْکِنْدِیِّ قَالَ وَضَعَ لُقْمَانُ جِرَابًا مِنْ خَرْدَلٍ وَّجَعَلَ یَعِظُ اِبْنَہٗ مَوْعِظَۃً وَیُخْرِجُ خَرْدَلَۃً فَنَفِدَ الْخَرْدَلُ فَقَالَ یَا بُنَیَّ لَقَدْ وَعَظْتُکَ مَوْعِظَۃً لَوْ وُعِظَہَا جَبَلٌ لَّانْفَطَرَ فَانْفَطَرَ اِبْنُہٗ۔ حضرت لقمان نے ایک تھیلی میں رائی بھر لی اور اپنے بیٹے کو وعظ فرماتے اور ایک رائی کا نکالتے حتیٰ کہ تمام دانے رائی کے ختم ہو گئے تو آپ نے فرمایا بیٹے میں نے تجھے اتنا وعظ سنایا کہ اگر میں پہاڑ کو اتنا وعظ کرتا تو وہ لرز جاتا تو بیٹا لرز گیا۔

وَقِیْلَ کَانَ مُسْلِمًا وَالنَّہْیُ عَنِ الشِّرْکِ تَحْذِیْرٌ لَہٗ عَنْ صُدُوْرِہٖ مِنْہُ فِی الْمُسْتَقْبِلِ۔ ایک قول ہے کہ وہ مسلمان تھا اور لقمان علیہ السلام اسے شرک کے خطرہ ما تقدم کے لیے منع فرماتے تھے۔

اور اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ یہ لقمان علیہ السلام کا ہی ارشاد تھا اور شرک ظلم عظیم بایں معنی ہی ہے کہ ظلم کہتے ہیں وَضْعُ الشَّیْئِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِہٖ کو اور اللہ تعالٰی کے برابر کسی غیر کو ماننا ظلم عظیم ہے کہ اس کے برابر کسی کا ہونا محالات سے ہے۔

اس کے بعد کلام مستانف ہے جو اثناء وصیت لقمان میں علی نہج الاستطراد اللہ تعالٰی نے فرمایا۔

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ۔ اور ہم نے انسان کو تاکید فرمائی اس کے والدین کے حقوق میں۔

اس لیے کہ مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللہَ جو لوگوں کا شکر گذار نہیں اللہ کا بھی شکر گذار نہیں۔

حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ وَہْنًا عَلٰی وَہْنٍ۔ اس کی ماں اسے اٹھائے رہتی ہے کمزوری پہ کمزوری میں۔

وہن سے مراد تَضْعُفُ ضَعْفًا مُّتَزَایِدًا بِاِزْدِیَادِ ثِقْلِ الْحَمْلِ اِلٰی مُدَّۃِ الطَّلْقِ۔ کمزوری کا بڑھنا حمل کے بڑھنے میں وضع حمل تک۔

حاملہ پر تین ضعف طاری ہوتے ہیں اول ضعف حمل پھر ضعف دردزہ پھر ضعف نفاس۔

صاحب قاموس وہن کے معنی ضعف کرتے ہیں حیث قال اَلْوَہْنُ الضُّعْفُ فِی الْعَمَلِ۔

وَفِصَالُہٗ فِیْ عَامَیْنِ۔ اور اس کا دودھ پلانا دو سال میں ہے۔

آلوسی کہتے ہیں وَظَاہِرُ الرِّوَایَۃِ اِنَّ مُدَّۃَ الرِّضَاعِ عَامَانِ ظاہر آیت کا مفہوم یہی ہے کہ رضاعت کی مدت دو سال ہے وَاِلٰی ذٰلِکَ ذَہَبَ الشَّافِعِیُّ وَالْاِمَامُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَہُوَ مُخْتَارُ الطَّحَاوِیْ اسی طرف امام شافعی امام احمد بن حنبل اور ابو یوسف اور محمد بھی اسی طرف ہیں اور علامہ طحاوی بھی ایسے ہی ماننے ہیں

وَرُوِیَ عَنْ مَالِكٍ وَذَهَبَ الْاِمَامُ اَبُوْحَنِیْفَةَ اِلٰی اَنَّ مُدَّةَ الرِّضَاعِ الَّذِیْ یَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِیْمُ هُوَ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ امام مالک اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دودھ حرام تیس ماہ میں ہوتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ حمل اور رضاعت تیس ماہ میں ہے حضرت صدیقہ سے مروی ہے کہ اَلْوَلَدُ لَا یَبْقٰی فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَكْثَرَ مِنْ سَنَتَیْنِ۔ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زائد نہیں رہ سکتا۔

بہر حال اقل مدت حمل چھ ماہ اور اکثر مدت حمل دو سال ہو سکتی ہے۔ اور رضاعت دو سال کے بعد ختم کر دینی چاہیئے اور تیس ماہ کے بعد اسے پلانا حرام ہے۔

اب وصیت و تاکید جو حقوق والدین میں ہے اسے فرمایا گیا۔

اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ۔ یہ کہ شکر میرا بھی مانے اور اپنے والدین کا بھی۔

گویا یہ ارشاد ہوا وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ بِشُكْرِهِمَا وَذِكْرُ شُكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی لِاَنَّ صِحَّةَ شُكْرِهِمَا تَتَوَقَّفُ عَلٰی شُكْرِهٖ عَزَّوَجَلَّ كَمَا قِیْلَ فِیْ لَا یَشْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰی مَنْ لَا یَشْكُرُ النَّاسَ۔ گویا ہمارا شکر والدین کا شکر ادا کیے بغیر مکمل نہیں جو والدین کا مشکور نہیں وہ اللہ تعالٰی کا بھی مشکور نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالٰی کا شکر تو صلوٰۃ و صیام ہوا اور حضرت سفیان بن عیینہ سے مروی ہے مَنْ صَلَّی الصَّلٰوةَ الْخَمْسَ فَقَدْ شَكَرَ اللّٰهَ وَمَنْ دَعَا لِوَالِدَیْهِ فِیْ اَدْبَارِهَا فَقَدْ شَكَرَهُمَا جو شخص پنج وقتہ نماز ادا کرے وہ اللہ تعالٰی کا شکر گذار ہے اور جو بعد صلوٰۃ الخمس اپنے والدین کے لیے دعا کرے وہ والدین کا شکر گذار ہے۔

اِلَیَّ الْمَصِیْرُ۔ آخر میری طرف ہی ان کا لوٹنا ہے۔

اَیْ اِلَیَّ الرُّجُوْعُ لَا اِلٰی غَیْرِیْ فَاُجَازِیْكَ عَلٰی مَا صَدَرَ عَنْكَ مِمَّا یُخَالِفُ اَمْرِیْ۔ یعنی میری طرف آنا ہے کسی اور طرف تو جا نہیں سکتے تو میں ہی جو کچھ تم میرے حکم کی خلاف ورزی کرو گے اس کا بدلہ دوں گا۔

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ اور اگر وہ تجھ سے اصرار کریں اس پر کہ میرے ساتھ شریک کرے اسے جس کا تجھے علم نہیں تو اس معاملہ میں ان کی اطاعت نہ کر اور ان کی خدمت کر جو دنیا میں کی جاتی ہے اور اس راہ کا پیرو رہ جو میری طرف لوٹا کر لائے پھر تمہارا لوٹنا میری طرف ہی ہے تو میں بتاؤں گا جو کچھ تم عمل کرتے تھے۔

یہ آیت کریمہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی شان میں نازل ہوئی چنانچہ ابو یعلی اور طبرانی اور ابن مردویہ اور

ابن عساکر ابی عثمان نہدی سے راوی ہیں اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِی وَقَّاصٍ قَالَ اُنْزِلَتْ فِیَّ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَاِنْ جَاهَدَاكَ الْاٰیَة

كُنْتُ رَجُلًا بَرًّا بِاُمِّیْ فَلَمَّا اَسْلَمْتُ قَالَتْ یَا سَعْدُ وَمَا هٰذَا الَّذِیْ اَرَاكَ قَدْ اَحْدَثْتَ لَتَدَعَنَّ دِیْنَكَ هٰذَا اَوْ لَا اٰكُلُ وَلَا اَشْرَبُ حَتّٰی اَمُوْتَ فَتُعَیَّرُ بِیْ فَیُقَالُ یَا قَاتِلَ اُمِّهٖ۔

قُلْتُ لَا تَفْعَلِیْ یَا اُمَّهْ فَاِنِّیْ لَا اَدَعُ دِیْنِیْ هٰذَا الشَّیْئَ۔ فَمَكَثَتْ یَوْمًا وَّلَیْلَةً لَا تَاْكُلُ فَاَصْبَحَتْ قَدْ جَهَدَتْ فَمَكَثَتْ یَوْمًا وَّلَیْلَةً لَا تَاْكُلُ فَاَصْبَحَتْ قَدِ اشْتَدَّ جَهْدُهَا فَلَمَّا رَاَیْتُ ذٰلِكَ قُلْتُ یَا اُمَّهْ تَعْلَمِیْنَ وَاللّٰهِ لَوْ كَانَتْ لَكِ مِائَةُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا مَا تَرَكْتُ دِیْنِیْ هٰذَا الشَّیْئَ فَاِنْ شِئْتِ فَكُلِیْ وَاِنْ شِئْتِ لَا تَاْكُلِیْ فَلَمَّا رَاَتْ ذٰلِكَ اَكَلَتْ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ وَاِنْ جَاهَدَاكَ الخ میرے حق میں نازل ہوئی۔ میں اپنی والدہ کا خدمتگزار بیٹا تھا تو جب میں مسلمان ہو گیا تو میری والدہ بولیں اے سعد میں یہ کیا دیکھ رہی ہوں کہ تو نے تو نئی بات کر ڈالی۔ میں ضرور تجھ سے یہ دین ترک کراؤں گی یا میں کھانا پینا ترک کر دوں گی حتی کہ مر جاؤں۔ تو پھر تجھے لوگ ملامت کرتے ہوئے ماں کا قاتل کہیں گے۔

میں نے اپنی والدہ سے کہا ایسا نہ کرو اس لیے کہ میں یہ دین کبھی نہ چھوڑوں گا اور کسی وجہ سے مرتد نہ ہوں گا غرضکہ رات اور دن فاقے سے گذرا صبح جب دیکھا تو ماں کی حالت کمزور ہو گئی تھی پھر ایک رات دن اور گذر گیا کہ نہ کچھ کھایا نہ پیا اور حالت اور سخت کمزور ہو گئی۔

تو میں نے کہا اماں جان تمہیں سمجھنا چاہئے کہ میں قسم بخدا اگر تم میں سو جان ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکلے تو بھی میں اپنا یہ دین کبھی ترک نہ کروں گا آپ کی مرضی ہے کھائیں یا نہ کھائیں۔

جب ماں نے دیکھا کہ سعد مذہب اسلام ترک نہ کرے گا تو آخر کھانا پینا ترک کر دیا تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یہ پہلا مرن برت تھا جو ام سعد نے رکھا جیسے آج کانگرسی رکھتے ہیں۔

وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ اِنَّ هٰذِهٖ وَمَا قَبْلَهَا اَعْنِیْ قَوْلَهٗ تَعَالٰی وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ۔ نَزَلَتَا فِیْهِ بعض کا قول ہے کہ یہ آیت اور اس سے پہلی آیت وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ۔ یہ دونوں حضرت سعد کے حق میں نازل ہوئیں بعض نے کہا کہ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی فَاِنَّ اِسْلَامَ سَعْدٍ كَانَ بِسَبَبِ اِسْلَامِهٖ اس لیے کہ سعد کا اسلام لانا حضرت صدیق کے اسلام لانے پر ہوا چنانچہ

واحدی عطاء سے اور وہ ابن عباس سے راوی ہیں کہ قَالَ اِنَّهٗ یُرِیْدُ بِمَنْ اَنَابَ اَبُوْبَكْرٍ وَّذٰلِكَ

اِنَّهٗ حِيْنَ اَسْلَمَ رَاٰهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فَقَالُوْا لِاَبِیْ بَكْرٍ اٰمَنْتَ وَصَدَّقْتَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ نَعَمْ فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰمَنُوْا وَصَدَّقُوْا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی يَقُوْلُ لِسَعْدٍ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ يَعْنِیْ اَبَا بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

یعنی مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ سے مراد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ واقعہ یوں ہے کہ جب ابوبکر اسلام لے آئے تو عبدالرحمن بن عوف اور سعید بن زید اور عثمان وطلحہ اور زبیر آئے اور حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ کیا تم حضور پر ایمان لے آئے ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

تو یہ پانچوں دربار رسالت میں حاضر آئے اور ایمان قبول کیا تو اللہ تعالے نے فرمایا وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ۔

اس کے بعد نصائح لقمان علیہ السلام پھر شروع ہیں۔

يٰبُنَیَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ۔ اے بیٹے اگر وہ گناہ رائی کے دانہ برابر ہو اور وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں تو اسے اللہ لے آئے بیشک اللہ لطیف وخبیر ہے۔

اس کے متعلق یہ روایت ہے کہ لقمان علیہ السلام سے ان کے بیٹے نے دریافت کیا کہ اَرَاَيْتَ الْحَبَّةَ تَقَعُ فِیْ مَغَاصِ الْبَحْرِ اَيَعْلَمُهَا اللّٰهُ تَعَالٰی تو آپ نے فرمایا يٰبُنَیَّ اِنَّهَا اَیِ الَّتِیْ سَاَلْتَ عَنْهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ الخ

اباجان اگر ایک دانہ دریا کی گہرائی میں ڈال دیا جائے تو کیا اللہ تعالے اسے بھی جانتا ہے تو آپ نے فرمایا بیٹے تو جس کے متعلق سوال کر رہا ہے وہ ایسا خبیر ولطیف ہے کہ اگر رائی کے دانہ کے برابر تیری کوئی خصلت ومعصیت ہو اور وہ کسی چٹان میں یا آسمانوں اور زمین میں ہو تو اللہ تعالے اسے بھی پکڑ لے گا۔

گویا یہ فرمایا کہ وہ رائی کے برابر عالم علوی میں ہو یا سفلی میں یا زمین کی اندھیر یوں میں ہو یا آسمان کی پہنائیوں میں تو اللہ تعالے سے وہ بھی مخفی نہیں ہے۔

سید المفسرین ابن عباس اور سدی کہتے ہیں اِنَّ هٰذِهِ الصَّخْرَةَ هِیَ الَّتِیْ عَلَيْهَا الْاَرْضُ۔ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ سے مراد یہ وہ صخرۃ اولے ہے جس پر زمین قائم ہے جیسا کہ ابن مردویہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اَلْاَرْضُ عَلٰی نُوْنٍ وَالنُّوْنُ عَلٰی بَحْرٍ وَالْبَحْرُ عَلٰی صَخْرَةٍ خَضْرَاءَ وَخُضْرَةُ الْمَاءِ مِنْهَا وَالصَّخْرَةُ عَلٰی قَرْنِ ثَوْرٍ وَذٰلِكَ الثَّوْرُ عَلَی الثَّرٰی وَلَا يَعْلَمُ مَا تَحْتَ الثَّرٰی اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰی۔

زمین مچھلی پر ہے اور مچھلی دریا پر ہے اور دریا سبز صخرہ پر ہے اور سمندر کی سبزی اسی صخرہ سے ہے اور صخرہ ایک گاڈ کے سینگ پر ہے اور وہ گاؤ ثری پہ ہے اور سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو یہ علم نہیں کہ ثری کس چیز پر ہے۔

ایک قول ہے کہ صخرہ ہوا پر ہے۔

ایسی روایتوں کے متعلق ابن عطیہ کہتے ہیں کہ کُلُّ ذٰلِكَ ضَعِيفٌ لَا يَثْبُتُ سَنَدُهٗ۔ ایسی سب روایات ضعیف ہیں ان کی سند ثابت نہیں۔

اگر یہ روایتیں تسلیم بھی کرلی جائیں تو وَالْاَقْوٰی عِنْدِیْ دَفْعُ هٰذِهِ الْاَخْبَارِ وَنَحْوُهَا فَلَيْسَتِ الْاَرْضُ اِلَّا فِیْ حِجْرِ الْمَآءِ وَلَيْسَ الْمَآءُ اِلَّا فِیْ جَوْفِ الْهَوَآءِ وَيَنْتَهِی الْاَمْرُ اِلٰی عَرْشِ الرَّحْمٰنِ جَلَّ وَعَلَا وَالْكُلُّ فِیْ كَفِّ قُدْرَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ سب سے زیادہ قوی یہ روایت بنالی جائے تو ٹھیک ہے کہ زمین پانی کی گود میں ہے اور پانی جوف ہوا میں ہے اور اس کی انتہا عرش رحمٰن تک ہو اور اس سے اونچے تک اور یہ سب کچھ بد قدرت الٰہی میں ہے۔

اور یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ بھی اسی توجیہ کی تائید میں ہے اس لیے کہ جب سب کچھ بد قدرت میں ہے۔ تو اس کا لے آنا کیا مشکل ہے چنانچہ يُحْضِرُهَا وَيُحَاسِبُ عَلَيْهَا اس کے معنی آلوسی نے کیے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ۔ يَعْنِی يَصِلُ عِلْمُهٗ تَعَالٰی اِلٰی كُلِّ خَفِیٍّ خَبِيرٌ عَالِمٌ بِكُنْهِهٖ۔

ایک روایت ہے کہ رائی کا دانہ حضرت لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اٹھایا اور یرموک میں لائے یہ ایک جنگل ہے ملک شام میں اور آپ نے اسے اس میدان میں ڈالا اور ایک مدت بعد اسے یاد کیا اور ہاتھ پھیلا تو ایک مکھی اڑ کر آئی اور وہ دانہ اس نے آپ کی ہتھیلی میں ڈال دیا۔ یہ بھی سیر کی ایک روایت ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَالِ۔

بہر کیف ہم ایسا ہونا تحت قدرت قادر مانتے ہیں رہا یہ کہ ہوا یا نہیں یہ اللہ ہی جانتا ہے۔

يٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ اے بیٹے نماز قائم رکھ اور حق بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کر اور جو مصیبت و ایذا پہنچے اس پر صبر کر بے شک یہ بہت بلند درجہ کا کام ہے۔

اس آیت کریمہ میں چار نصیحتیں فرمائی گئیں۔

اول نماز قائم رکھنا۔

دوم امر بالمعروف کرنا

سوم نہی عن المنکر۔
چہارم حق گوئی پر جو اذیت و مصائب آئیں ان پر صبر کرنا انہیں برداشت کرنا۔
یہ چاروں کام بلند ہیں۔
نماز کے لیے تو وَ اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ ارشاد قرآنی ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے۔
وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ۔ اور نہ پھلا اپنا منہ تکبر سے لوگوں کے دکھانے کو۔
آلوسی فرماتے ہیں یعنی لَا تُمِلْہٗ عَنْھُمْ وَلَا تُوَلِّھِمْ صَفْحَۃَ وَجْھِكَ كَمَا يَفْعَلُہٗ الْمُتَكَبِّرُوْنَ۔ لوگوں سے بے التفاتی نہ کر اور ان سے منہ پھیر کر نہ چل جیسے متکبر لوگ کرتے ہیں۔
صَعَر ایک مرض ہے جو اونٹ کو ہوتا ہے جس سے وہ گردن اونچی کر لیتا ہے تو اس لفظ سے استعارہ تکبر سے کیا گیا۔
وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا۔ اور نہ چل زمین میں اتراتا ہوا
مَرَح۔ فرح و بطر کو کہتے ہیں۔
اِنَّ اللّٰہَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ بے شک اللہ نہیں پسند فرماتا ہر اترانے والے متکبر کو۔
راغب کہتے ہیں اَلتَّكَبُّرُ عَنْ تَخَيُّلِ فَضِيْلَۃٍ تَرَاءَتْ لِلْاِنْسَانِ مِنْ نَفْسِہٖ۔ تکبر وہ گھمنڈ ہے جو انسان اپنی بڑائی کے لیے لوگوں کو دکھلائے۔
وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ۔ اپنی رفتار درمیانی کر۔
شرح جامع صغیر للمناوی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے سُرْعَۃُ الْمَشْيِ تُذْھِبُ بَھَاءَ الْمُؤْمِنِ۔ رفتار کی تیزی مومن کا وقار لے جاتی ہے۔ علامہ مناوی فرماتے ہیں اَيْ ھَيْبَتَہٗ وَجَمَالَہٗ اَيْ تُوْرِثُہٗ حَقَارَۃً فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ۔ یعنی تیز رفتاری ہیبت و جمال ختم کر دیتی ہے اور لوگوں کی نظروں میں وہ حقیر ہو جاتا ہے۔ یعنی تکبر کے ساتھ چلنا حقارت کا موجب ہے۔
وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ۔ اَيْ اُنْقُصْ مِنْہُ وَاقْصِرْ۔ یعنی آواز میں چیخ اور سیٹی نہ ہو جیسے کسی شاعر نے کہا

جَھِيْرُ الْكَلَامِ جَھِيْرُ الْعُطَاسِ جَھِيْرُ الرُّوَاءِ جَھِيْرُ النَّعَمِ

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ۔ بے شک منکر و مکروہ آواز یقیناً گدھے کی آواز ہے۔
کہ اس کی ہینق میں یکسانیت نہیں ہوتی۔ بلکہ نیچی اونچی چیخ سے بدنمائی ہو جاتی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ لقمان پ ۲۱

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ
ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ
فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّلَا كِتٰبٍ
مُّنِیْرٍ ۝

کیا نہ دیکھا تم نے کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کیے جو
آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تمہیں پوری دین اپنی
نعمتیں ظاہر و باطن اور بعض آدمی اللہ کے معاملہ میں
جھگڑتے ہیں بغیر علم کے اور نہ ہدایت اور روشن کتاب
کے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا
بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ
اَوَلَوْ كَانَ الشَّیْطٰنُ یَدْعُوْهُمْ اِلٰی عَذَابِ
السَّعِیْرِ ۝

اور جب ان سے کہا جائے کہ پیروی کرو جو اللہ نے
اتارا تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اتباع کریں گے جس پر پایا ہم
نے اپنے باپ دادا کو کیا اگرچہ شیطان ہی بلاتا ہو انہیں
جہنم کے عذاب کی طرف۔

وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَی اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ
فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ؕ وَاِلَی اللّٰهِ
عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝

اور جو جھکائے اپنا منہ اللہ کی طرف اور ہو وہ نیکوکار
تو بے شک اس نے مضبوط تھامی گرہ اور اللہ کی طرف
ہے سب کاموں کی انتہا۔

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا یَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَیْنَا
مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ
عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اور جو کفر کرے تو تم اس کے کفر سے غم نہ کرو انہیں
ہماری طرف ہی لوٹنا ہے تو ہم انہیں بتا دیں گے جو
وہ کرتے تھے بے شک اللہ جانتا ہے ان کے دلوں
کی بات کو۔

نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰی عَذَابٍ
غَلِیْظٍ ۝

ہم انہیں کچھ متمتع کریں گے پھر انہیں بے بس کر کے
سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

اور اگر پوچھو ان سے کس نے بنائے آسمان اور
زمین ضرور کہیں گے اللہ نے فرما دیجئے سب خوبیاں
اللہ کو ہیں بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ○

بیشک اللہ ہی غنی ہے سراہا گیا۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ○

اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلم ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو اس کے بعد سات سمندر اور تو نہ ختم ہوں گی اللہ کی باتیں بے شک اللہ عزت وحکمت والا ہے۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ ○

تم سب کا پیدا کرنا نہیں اور نہ تمہیں قیامت میں اٹھانا مگر ایسا ہے جیسا ایک جان کا اٹھانا بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّہَارِ وَیُوْلِجُ النَّہَارَ فِی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّاَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○

کیا تو نے نہ دیکھا کہ بے شک اللہ رات لاتا ہے دن کے حصے میں اور دن لاتا ہے رات کے حصے میں اور مسخر کیے سورج اور چاند ہر ایک اپنی مقررہ میعاد تک چلتے ہیں اور بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ○

یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جنہیں پوجتے ہو سب باطل ہیں اور اللہ ہی بلند اور بڑائی والا ہے۔

لفظی ترجمہ

اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	تَرَوْا۔ دیکھا تم نے	اَنَّ۔ بیشک
اللّٰہَ۔ اللہ نے	سَخَّرَ۔ تابع کیا	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مَّا۔ جو کچھ
فِیْ۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے	وَ۔ اور	مَا۔ جو
فِیْ۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	وَ۔ اور	اَسْبَغَ۔ پوری کیں
عَلَیْكُمْ۔ تم پر	نِعَمَہٗ۔ اپنی نعمتیں	ظَاہِرَةً۔ ظاہری	وَّ۔ اور
بَاطِنَةً۔ باطنی	وَ۔ اور	مِنَ النَّاسِ۔ بعض لوگوں میں سے	

مَنْ۔ جو	یُّجَادِلُ۔ جھگڑتا ہے	فِیْ۔ بیچ	اللّٰہِ۔ اللہ کے
بِغَیْرِ۔ بغیر	عِلْمٍ۔ علم کے	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ
ھُدًی۔ ہدایت	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ	کِتٰبٍ۔ کتاب
مُّنِیْرٍ۔ روشن کے	وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	قِیْلَ۔ کہا جاتا ہے
لَھُمْ۔ ان کو	اتَّبِعُوْا۔ پیروی کرو	مَا۔ اسکی جو	اَنْزَلَ۔ اتارا
اللّٰہُ۔ اللہ نے	قَالُوْا۔ کہتے ہیں	بَلْ۔ بلکہ	نَتَّبِعُ۔ پیروی کرینگے ہم
مَا۔ اسکی جو	وَجَدْنَا۔ پایا ہم نے	عَلَیْہِ۔ اس پہ	اٰبَآءَنَا۔ اپنے باپ دادا کو
اَوَ۔ کیا	لَوْ۔ اگرچہ	کَانَ۔ ہو	الشَّیْطٰنُ۔ شیطان
یَدْعُوْ۔ بلاتا	ھُمْ۔ ان کو	اِلٰی۔ طرف	عَذَابِ۔ عذاب
السَّعِیْرِ۔ دوزخ کی	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	یُّسْلِمْ۔ فرمانبردار کرے
وَجْھَہٗ۔ اپنا چہرہ	اِلَی۔ طرف	اللّٰہِ۔ اللہ کی	وَ۔ اور
ھُوَ۔ وہ ہو	مُحْسِنٌ۔ نیک	فَقَدِ۔ تو بیشک	اسْتَمْسَکَ۔ تھاما اس نے
بِالْعُرْوَۃِ۔ کڑا	الْوُثْقٰی۔ مضبوط	وَ۔ اور	اِلَی۔ طرف
اللّٰہِ۔ اللہ کی ہے	عَاقِبَۃُ۔ انجام	الْاُمُوْرِ۔ سب کاموں کا	وَ۔ اور
مَنْ۔ جو	کَفَرَ۔ کفر کرے	فَلَا۔ تو نہ	یَحْزُنْکَ۔ غمگین کرے تجھ کو
کُفْرُہٗ۔ اس کا کفر	اِلَیْنَا۔ ہماری طرف ہے	مَرْجِعُھُمْ۔ ان کا لوٹنا	فَنُنَبِّئُھُمْ۔ تو ہم خبر دینگے انکو
بِمَا۔ اس کی جو	عَمِلُوْا۔ عمل کیے انہوں نے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ
عَلِیْمٌ۔ جانتا ہے	بِذَاتِ۔ جو راز	الصُّدُوْرِ۔ سینوں میں ہے	نُمَتِّعُھُمْ۔ ہم فائدہ دینگے ان کو
قَلِیْلًا۔ تھوڑا	ثُمَّ۔ پھر	نَضْطَرُّھُمْ۔ بے بس کرینگے	ھُمْ۔ ان کو
اِلٰی۔ طرف	عَذَابٍ۔ عذاب	غَلِیْظٍ۔ سخت کی	وَ۔ اور
لَئِنْ۔ اگر	سَاَلْتَھُمْ۔ تو ان سے پوچھے	مَنْ۔ کس نے	خَلَقَ۔ پیدا کیا
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضَ۔ زمین کو	اِنَّ۔ بیشک
اللّٰہَ۔ اللہ	ھُوَ۔ وہ ہے	الْغَنِیُّ۔ بے پروا	الْحَمِیْدُ۔ تعریف کیا گیا
وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر	اَنَّ۔ بیشک	مَا۔ جو
فِیْ۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	مِنْ شَجَرَۃٍ۔ درخت	اَقْلَامٌ۔ قلمیں ہوں

وَ۔اور	اَلْبَحْرُ۔سمندر	یَمُدُّہٗ۔سیاہی ہوں	لَہٗ۔اس کی
مِنْ بَعْدِ۔بعد	ہٖ۔اس کے	سَبْعَۃُ۔سات	اَبْحُرٍ۔سمندر اور بھی
مَا۔تو نہ	نَفِدَتْ۔ختم ہوں	کَلِمٰتُ۔کلمات	اللّٰہِ۔اللہ کے
اِنَّ۔بیشک	اللّٰہَ۔اللہ	عَزِیْزٌ۔غالب ہے	حَکِیْمٌ۔حکمت والا
مَا۔نہیں	خَلْقُکُمْ۔تمہاری پیدائش	وَ۔اور	لَا۔نہ
بَعْثُکُمْ۔تمہارا اٹھنا	اِلَّا۔مگر	کَنَفْسٍ۔مانند جان	وَّاحِدَۃٍ۔جان ایک کی
اِنَّ۔بیشک	اللّٰہَ۔اللہ	سَمِیْعٌ۔سننے والا	بَصِیْرٌ۔دیکھنے والا ہے
اَ۔کیا	لَمْ۔نہ	تَرَ۔دیکھا تو نے کہ	اَنَّ۔بیشک
اللّٰہَ۔اللہ	یُوْلِجُ۔داخل کرتا ہے	الَّیْلَ۔رات کو	فِی۔بیچ
النَّہَارِ۔دن کے	وَ۔اور	یُوْلِجُ۔داخل کرتا ہے	النَّہَارَ۔دن کو
فِی۔بیچ	الَّیْلِ۔رات کے	وَ۔اور	سَخَّرَ۔تابع کیا
الشَّمْسَ۔سورج	وَ۔اور	الْقَمَرَ۔چاند کو	کُلٌّ۔ہر ایک
یَّجْرِیْ۔چلتا ہے	اِلٰی۔طرف	اَجَلٍ۔مدت	مُّسَمًّی۔مقرر کی
وَ۔اور	اِنَّ۔بیشک	اللّٰہَ۔اللہ	بِمَا۔جو
تَعْمَلُوْنَ۔تم کرتے ہو اس سے	خَبِیْرٌ۔خبردار ہے	ذٰلِکَ۔یہ	بِاَنَّ۔اس لیے کہ
اللّٰہَ۔اللہ	ھُوَ۔وہی	الْحَقُّ۔حق ہے	وَ۔اور
اِنَّ۔بیشک	مَا۔جس کو	یَدْعُوْنَ۔پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِہٖ۔اس کے سوا
الْبَاطِلُ۔وہ باطل ہے	وَ۔اور	اِنَّ۔بیشک	اللّٰہَ۔اللہ
ھُوَ۔وہی ہے	الْعَلِیُّ۔بلند	الْکَبِیْرُ۔بڑا	

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔ سورۃ لقمان پ ۲۱

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً

کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر فرمائے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہری و باطنی۔

آسمانوں میں چاند سورج ستارے ہمارے لیے پیدا فرما کر ایسے مسخر کیے کہ اپنے اپنے محور میں کام کر رہے ہیں اور ہم ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

اور زمین میں دریا۔ نہریں سمندر کانیں پہاڑ درخت پھل پھول چوپائے وغیرہ ہیں جو ہمارے کام آتے ہیں اور اسباغ نعم ظاہرہ یہ کہ تندرستی اور اعضاء کی سلامتی حواس کی صحت حسن صورت وغیرہ۔

اور باطنی نعمتوں سے مراد علم معرفت وملکات فاضلہ ہے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نعمت ظاہرہ سے مراد اسلام وقرآن ہے۔ اور نعمت باطنہ یہ کہ ہمارے معاصی پر پردہ ڈالا ہوا ہے کہ ہم رسوائی سے محفوظ ہیں اور سزائے اعمال میں کوئی عجلت نہیں فرمائی۔

بعض نے نعمت ظاہری سے رزق مراد لیا اور باطنی سے حسن خلق۔

بعض نے نعمت ظاہرہ سے احکام شرعیہ میں نرمی مراد لی اور باطنہ سے شفاعت۔

بعض نے نعمت ظاہرہ سے غلبہ اسلام۔ دشمنوں پر فتحیابی مراد لی اور نعمت باطنہ سے ملائکہ کے امورو کام۔

بعض نے نعمت ظاہرہ سے غلبہ اسلام اور اتباع رسول کرام مراد لیا اور باطنہ سے ان کی محبت۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ۔ اور بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جو اللہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں بغیر علم اور عقل کے اور کسی روشن کتاب کے بغیر۔

اور ظاہر ہے کہ جب بغیر علم وعقل اور دلیل روشن کے کوئی بات کہی جائے گی وہ جہل اور نادانی ہی ہوگی اور جہل ونادانی سے شان الٰہی میں لب کشائی کرنا ظلم خالص اور بے جا بکواس ہے۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ نضر بن حارث اور ابی بن خلف وغیرہ سرکش باوجود جہالت اور لاعلمی کے نبی کریم صلے اللہ علیہ سے اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات پر جھگڑتے اور بکواس کرتے تھے اس پر ارشاد ہوا۔

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ إِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔

یعنی ہم اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر رہیں گے اس کے سوا ہمیں کوئی تعلیم منظور نہیں حالانکہ یہ ان کی جہالت تھی چنانچہ ارشاد ہوا۔

أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ إِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ۔ د یہ اندھی تقلید غلط ہے کیا اگرچہ شیطان انکو

جہنم کے عذاب کی طرف بلاتا ہو جب بھی بلا غور و تامل اسی گمراہی پر جمے رہیں گے۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ۔

اور جو جھکا دے اپنا منہ اللہ کی طرف حالانکہ ہو وہ نیکوکار تو بے شک اس نے مضبوط گرہ تھامی اور اللہ کی طرف ہے سب کاموں کا انجام اور جو کفر کرے تو تمہیں ان کا کفر غمگین نہ کرے انہیں ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے تو ہم انہیں بتا دیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے بیشک اللہ جانتا ہے ان کے دلوں کی باتوں کو ہم متمتع ہونے دیتے ہیں کچھ دن پھر انہیں مضطر کر کے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے۔

یعنی باپ دادا اگر شیطان ہیں تو بھی ان کی ہی پیروی کرتے رہیں گے سن لو جو دین خالص اللہ کے لیے قبول کرے گا اور اس کی عبادت و اطاعت میں مشغول رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھے گا وہی محسن ہے اور جو محسن یعنی نیکوکار ہے وہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی گرہ مضبوط تھامنے والا ہے۔

آگے اپنے حبیب جناب مصطفیٰ کو تسلی فرمائی جاتی ہے کہ اے محبوب جو آپ کی تعلیم سے انحراف کر کے کافر ہو تو اس کا کفر آپ کو کیوں غمگین کرے فیصلہ تو ہمارے ہاتھ میں ہے اور انہیں آخر ہماری طرف ہی آنا ہے اس وقت ہم انہیں ان کے عملوں کا بدلہ دے کر بتا دیں گے کہ یہ برے عمل تھے۔

ابھی برائے چندے ہم دنیا سے متمتع ہونے کے لیے مہلت دیتے ہیں تاکہ دنیا کے مزے لیں پھر وہ اس عذاب جہنم میں گرفتار ہوں گے جس سے رہائی نہیں پا سکیں گے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین تو ضرور کہیں گے اللہ نے آپ فرمائیے سب خوبیاں اللہ کو ہیں بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے۔

گویا فرمایا جس چیز کے وہ اقراری ہیں اسی اقرار پر انہیں الزام دیجئے کہ جب اللہ تعالیٰ کو خالق السماوات والارض مانتے ہو تو وہی لاشریک لہ ہے اس لیے کہ اس کی شیون قدرت میں کوئی مماثل نہیں ہے تو لازم آیا کہ اسی کی حمد کی جائے اسی کا شکر ادا ہو اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے مگر عقل کج خرام انہیں الٹے راستے لیے جا رہی ہے اور یہ نہیں سمجھتے۔ آگے ارشاد ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ۔ اللہ کی ملک ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے بے شک اللہ بے نیاز ہے اور سب خوبیوں سے سراہا گیا۔

یعنی آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کی ملک ہے جتنی مخلوق ہے سب اس کے مملوک اور بندے ہیں تو اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور اس کی شئیون قدرت اتنی ہیں کہ ارشاد ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔ اور اگر زمین کے سب درخت قلمیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو اس کے پیچھے سات سمندر اور بھی ہو جائیں تو اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں بیشک اللہ عزت والا حکمت والا ہے۔

یعنی تمام مخلوق اللہ تعالے کے کلمات لکھے اور وہ تمام قلم اور سمندروں کی سیاہی لکھتے لکھتے ختم ہو جائے تو بھی کلمات الٰہی ختم نہ ہوں اور وہ ایسا عزت وحکمت والا ہے کہ اس کی معلومات غیر متناہی ہیں۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ

حب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو علماء یہود واحبار نصاریٰ آپ کی خدمت میں حاضر آئے اور بولے ہم نے سنا ہے آپ فرماتے ہیں وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ یعنے تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے تو اس سے آپ کی مراد ہم لوگ ہیں یا صرف آپ اپنی قوم کو فرماتے ہیں۔

حضور نے فرمایا اس مخاطبہ میں تم لوگ اور میری قوم سب شریک ہے تو وہ بولے کیا آپ کی کتاب میں یہ نہیں ہے کہ ہمیں توریت دی گئی ہے اور اس میں ہر شئے کا علم ہے۔ حضور نے فرمایا بیشک ہے لیکن ہر شئے کا علم بھی علم الٰہی کے حضور قلیل ہے۔

اور تمہیں تو اللہ تعالے نے اتنا علم دیا ہے کہ اس پر عمل کرو اور نفع پاؤ۔

علماء یہود کہنے لگے آپ یہ کیسے فرما رہے ہیں آپ کا تو یہ قول بھی ہے کہ مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی تو علم قلیل اور خیر کثیر دونوں کیسے مساوی ہو سکتے ہیں۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس تقدیر پر یہ آیت کریمہ مدنی ہو گی۔

ایک قول یہ ہے کہ یہود نے قریش سے کہا تھا کہ مکہ میں جا کر حضور سے یہ سوال کریں۔ تو اس تقدیر پر یہ آیت کریمہ مکی ہو گی۔

ایک قول یہ ہے کہ مشرکین نے کہا تھا کہ قرآن اور جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لاتے ہیں عنقریب تمام ہو جائے گا پھر قصہ ختم اس پر اللہ تعالے نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ آگے ارشاد ہے۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ۔ تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت کے دن اٹھانا ایسا ہے جیسا ایک جان کا بنانا بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں اس کی قدرت یہ ہے کہ ایک کُن سے سب کچھ پیدا کر دے۔
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّہَارِ وَیُوْلِجُ النَّہَارَ فِی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّاَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔ کیا نہ دیکھا تو نے کہ اللہ رات لاتا ہے دن کے حصے میں اور دن لاتا ہے رات کے حصہ میں اور اس نے سورج اور چاند مسخر کیے ہر ایک ایک مقررہ وقت اور میعاد تک چلتا ہے اور بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔
یعنی رات دن اور چاند سورج کی رفتار ایک کی گھٹا کر دوسرے میں بڑھاتا ہے جس سے رات دن چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اور پھر انہیں ایک معین وقت میں مسخر کیا جس کے ذریعہ تم لیل و نہار کے حساب رکھتے ہو اور یہ سب ایک مقررہ مدت قیامت تک یہ نظام ہے اور وہ تمہارے ہر فعل سے خبردار ہے یہ سب مظاہر قدرت اس لیے ہیں کہ
ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ۔
یہ سب کچھ اس لیے کہ (تم سمجھ سکو) کہ اللہ ہی حق ہے (اور وہی قادر علی الاطلاق ہے اور وہی مستحق عبادت ہے) اور اس کے سوا تم جسے پوجتے ہو وہ باطل ہے (اور فنا ہونے والا ان میں سے کوئی مستحق عبادت نہیں) اور بیشک اللہ ہی بلند و بڑائی والا ہے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۃ لقمان پ ۲۱

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً
کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور پورا کیا تم پر اپنی نعمتوں کو ظاہری طور پر اور باطنی طریقہ سے۔
سورۃ لقمان سے قبل جو مشرکین سے مخاطبہ تھا اور جس طرح توبیخا انہیں ان کے اصرار شرک پر ارشاد تھا وہی بیان پھر شروع فرمایا تاکہ دلائل توحید اور واضح ہوں۔
سَخَّرَ لَکُمْ پر آلوسی فرماتے ہیں یہ تسخیر سے ہے اور تسخیر کے معنی راغب یہ کرتے ہیں کہ وہ کسی شے پر ایسا قبضہ ہونا ہے جو اپنی غرض مخصوص پر کامیاب کر دے قہراً ہو یا انقیاداً۔
اور ارشاد العقل السلیم میں اس کے معنی یہ ہیں اَلْمُرَادُ بِہٖ اِمَّا جَعْلُ الْمُسَخَّرِ بِحَیْثُ یَنْفَعُ الْمُسَخَّرَ لَہٗ اَعَمُّ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ مُنْقَادًا لَّہٗ یَتَصَرَّفُ فِیْہِ کَیْفَ یَشَآءُ وَیَسْتَعْمِلُہٗ کَیْفَ یُرِیْدُ کَعَامَّۃِ مَا فِی الْاَرْضِ مِنَ

اَوْ اَشْيَاءِ الْمُسَخَّرَةِ لِلْاِنْسَانِ الْمُسْتَعْمَلَةِ لَهٗ مِنَ الْجَمَادِ وَالْحَيَوَانِ اَوْ لَا يَكُوْنُ كَذٰلِكَ بَلْ يَكُوْنُ سَبَبًا لِحُصُوْلِ مُرَادِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ دَخْلٌ فِيْ اِسْتِعْمَالِهٖ كَجَمِيْعِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ مِنَ الْاَشْيَاءِ الَّتِيْ نِيْطَتْ بِهَا مَصَالِحُ الْعِبَادِ مَعَاشًا اَوْ مَعَادًا۔

اور لکم کے معنی یہ ہیں اَیْ لِاَجْلِكُمْ فَاِنَّ جَمِيْعَ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِنَ الْكَائِنَاتِ مُسَخَّرَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى مُسْتَتْبِعٌ لِمَنَافِعِ الْخَلْقِ وَمَا يَسْتَعْمِلُهُ الْاِنْسَانُ حَسْبَمَا يَشَاءُ۔

اَسْبَغَ۔ اَیْ اَتَمَّ وَاَوْسَعَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ۔ اَسْبَغَ کے معنی ہیں بھرپور اور واسع طور پر اپنی نعمتیں تمہیں عطا کیں اور نعم جمع نعمت کی ہے۔

ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً۔ یعنی محسوس طریقہ سے اور عقل میں آنے والی صورت سے اور غیر محسوس طریقہ سے

وَعَنْ مُجَاهِدٍ اَلنِّعْمَةُ الظَّاهِرَةُ ظُهُوْرُ الْاِسْلَامِ وَالنُّصْرَةُ عَلَى الْاَعْدَاءِ۔ نعمت ظاہرہ غلبہ اسلام اور دشمن پر مدد ملنا ہے۔

اور نعمت باطنہ اَلْاِمْدَادُ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ نعمت باطنی ملائکہ کے ذریعہ مدد ہے۔

وَعَنِ الضَّحَّاكِ اَلظَّاهِرَةُ حُسْنُ الصُّوْرَةِ وَامْتِدَادُ الْقَامَةِ وَتَسْوِيَةُ الْاَعْضَاءِ۔ نعمت ظاہری اچھی صورت ملنا قد وقامت عطا ہونا اعضاء کا مناسب عطا ہوتا ہے۔

وَالْبَاطِنَةُ الْقَلْبُ وَالْعَقْلُ وَالْفَهْمُ۔ اور نعمت باطنی قلب اور عقل اور سمجھ کا عطا ہونا ہے۔

ایک قول یہ ہے اَلظَّاهِرَةُ نِعَمُ الدُّنْيَا وَالْبَاطِنَةُ نِعَمُ الْاٰخِرَةِ۔ ظاہری نعمت دنیا کے لذائذ ہیں اور باطنی آخرت کے انعامات۔

ایک قول یہ ہے اَلظَّاهِرَةُ نَحْوُ اِرْسَالِ الرُّسُلِ وَاِنْزَالِ الْكُتُبِ وَالتَّوْفِيْقِ لِقَبُوْلِ الْاِسْلَامِ وَالْاِتْيَانِ بِهٖ وَالثَّبَاتِ عَلٰى قَدَمِ الصِّدْقِ وَلُزُوْمِ الْعُبُوْدِيَّةِ۔ نعمت ظاہری رسولوں کا بھیجنا کتب سماوی کا نازل کرنا ان کے قبول کی توفیق دینا ان کی اطاعت پر آکر ثابت قدم رہنا اور اپنی عبودیت کو لازم جاننا ہے۔

اور باطنی نعمت یہ ہے کہ ارواح پر نور علم ازلی پر کا ورود ہونا اور نور النور کا ظہور۔

اَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً قَالَ هٰذِهٖ مِنْ كُنُوْزِ عِلْمِيْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ۔

اَمَّا الظَّاهِرَةُ فَمَا سَوّٰى مِنْ خَلْقِكَ وَاَمَّا الْبَاطِنَةُ فَمَا سَتَرَ مِنْ عَوْرَتِكَ وَلَوْ اَبْدَاهَا

فَلَا تُهْلِكُ مَنْ سِوَاهُمْ۔

اور بروایت ابن مردویہ اور دیلمی اور بیہقی اور ابن النجار ابن عباس سے ہے کہ انہوں نے کہا سالت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن قولہٖ واسبغ علیکم نعمہ الخ قال اما الظاہرۃ فالاسلام و ما سوّٰی من خلقک وما اسبغ من الرزق والباطنۃ فما ستر من مساوی عملک۔

اقوال مذکورہ کی وضاحت جو بعض حدیثوں سے ملتی ہے وہ ابن ابی حاتم اور بیہقی مقاتل وغیرہ یہی ہے کہ نعمت ظاہرہ اسلام ہے اور نعمت باطنہ یہ ہے کہ وہ ستار العیوب ہمارے معاصی کا ستر فرماتا ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتَابٍ مُّنِيْرٍ۔ اور بعض آدمی وہ ہیں جو اللہ تعالٰی کے معاملہ میں بلا علم و عقل اور بلا دلیل کتاب منیر جھگڑتے ہیں۔

یعنی لبعض آدمیوں سے مراد وہ انسان نما حیوان نضر بن حارث اور ابی بن خلف ہیں جو حضور سے جھگڑتے تھے توحید اور صفات الٰہی میں جہالت سے انہیں نہ علم تھا نہ عقل اور نہ کوئی کتاب روشن جس سے دلیل پیش کرتے بلکہ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا۔ جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے نازل کیے کی پیروی کرو تو بولتے ہیں ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔

اس کا جواب ارشاد ہے۔

اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ۔ اگرچہ تمہارے باپ دادا کو شیطان جہنم کی طرف ہی کیوں نہ بلاتا ہو۔

مگر تم ایسے اندھے مقلد ہو کہ بغیر سوچے سمجھے اسی جہالت کے گڑھے میں جاؤ گے۔ ایسے ہی تو بیجا دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـــًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ۔ یہ مشرکین کے اس بیان کا رد ہے جو انہوں نے کہا تھا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا۔ اس کے بعد ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ اور جو اپنے کو سپرد کر دے اللہ تعالٰی کی طرف اور ہو وہ نیک نیت نیکوکار تو یقیناً اس نے تھام لی مضبوط رسی دین کی اور اللہ تعالٰی ہی کی طرف تمام عملوں کا انجام ہے۔

ومن یسلم کے معنی ہیں بان فوض الیہ تعالٰی جمیع امورہ واقبل علیہ سبحانہ بقلبہ وقالبہ فالاسلام کالتسلیم والتفویض۔ یعنی ایسا جھکے کہ تمام امور اللہ تعالٰی کی طرف سونپ دے اور اس کی طرف قلب

اور غالب یعنی جسم سے متوجہ ہو جائے تو اس کا اسلام صحیح اسلام ہے۔

وَجْهَهُ سے مراد اپنی ذات ہے یعنی جس کا وجود دل اور جسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف جھک گیا۔

وَهُوَ مُحْسِنٌ۔ واو حالیہ ہے یعنی در اں حالیکہ وہ محسن یعنی نیکو کار ہو اپنے عمل میں۔

تو بے شک اس نے تھامی رسی اللہ کی دین کی۔

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔ تَعَلَّقَ ثُمَّ تَعَلَّقَ بِاَوْثَقِ مَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ مِنَ الْاَسْبَابِ۔ وہ مضبوطی سے متعلق ہو گیا اللہ کے ساتھ۔

آگے فرماتے ہیں هٰذَا تَشْبِيْهٌ مُرَكَّبٌ حَيْثُ شَبَّهَ حَالَ الْمُتَوَكِّلِ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ الْمُفَوِّضِ اِلَيْهِ اُمُوْرَهٗ كُلَّهَا الْمُحْسِنِ فِيْ اَعْمَالِهٖ كَمَنْ تَرَقّٰى فِيْ جَبَلٍ شَاهِقٍ اَوْ تَدَلّٰى مِنْهُ فَتَمَسَّكَ بِاَوْثَقِ عُرْوَةٍ مِنْ حَبْلٍ مَتِيْنٍ مَاْمُوْنِ الْاِنْقِطَاعِ۔

گویا یہ ایسی تشبیہ ہے جو مرکب ہے جو متوکل علی اللہ کے حال پر پوری صادق آتی ہے یعنی جس نے اپنے تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیے اور وہ محسن یعنی مخلص ہے اپنے اعمال میں اس جیسا ہے جو بلند پہاڑ پر چڑھتا اترتا بھی اسی کے بھروسہ پر رکھتا ہے تو یقیناً اس نے مضبوط رسی اللہ کی تھام لی جو منقطع ہونے سے مامون و محفوظ ہے۔

وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہر کام کا انجام اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے الْاُمُوْرِ میں جو الف لام ہے وہ استغراقی ہے۔ یعنی انسان کا کوئی فعل ایسا نہیں جس کا انجام اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں نہیں۔

اس کے بعد کفار کی سرکشی پر حضور کو تسلی فرمائی جاتی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

اور جو کفر کرتے ہیں تو آپ ان کے کفر سے غمگین نہ ہوں انہیں سب کو ہماری ہی طرف آنا ہے تو ہم انہیں ان کے عملوں کا بدلہ دے کر بتا دیں گے۔

آلوسی اسی مفہوم کو اس طرح فرماتے ہیں اَیْ فَلَا يُهِمَّنَّكَ ذٰلِكَ اِلَيْنَا لَا اِلٰى غَيْرِنَا مَرْجِعُهُمْ رُجُوْعُهُمْ بِالْبَعْثِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا اَیْ بِعَمَلِهِمْ اَوْ بِالَّذِيْ عَمِلُوْهُ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِيْ بِالْعَذَابِ وَالْعِقَابِ۔

وَقِيْلَ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فِي الدَّارَيْنِ فَنُجَازِيْهِمْ بِالْاِهْلَاكِ وَالتَّعْذِيْبِ۔ ایک قول یہ ہے کہ ہماری طرف انہیں لوٹ کر آنا ہے تو ہم بدلہ دیں گے ان کے عملوں کا ہلاک کر کے یا عذاب میں مبتلا کر کے۔

إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ۔ بے شک اللہ جانتا ہے ان کے دلوں کا حال۔

إِنَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلِيمٌ بِالضَّمَائِرِ فَمَا ظَنُّكَ بِغَيْرِهَا

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا۔ برائے چندے انہیں ہم مہلت دیتے ہیں۔

یعنی تَمْتِيعًا قَلِيلًا أَوْ زَمَانًا قَلِيلًا۔ چند دن انہیں دنیا میں لذائذ دنیا سے متمتع کرتے ہیں۔

ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ۔ پھر ہم اسے اضطرار کی حالت میں سخت عذاب میں ڈالینگے

وَالْمُرَادُ بِالْاِضْطِرَارِ أَيِ الْإِلْجَاءِ إِلْزَامُهُمْ ذٰلِكَ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ۔ اضطرار سے یہ مراد ہے کہ ان کی بداعمالیاں ان پر ثابت کرکے انہیں ایسے عذاب میں مبتلا کریں گے الَّذِي لَا يَقْدِرُونَ عَلَى الْاِنْفِكَاكِ مِنْهَا الْجِئَ إِلَيْهِ جس سے ان کا بچنا ممکن ہی نہ ہو اور وہ اس سے علیحدہ ہونے کی قدرت ہی نہ رکھیں۔

چنانچہ حدیث میں ہے جس سے اضطرار کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَفِي الْاِنْتِصَافِ تَفْسِيرُ هٰذَا الْاِضْطِرَارِ مَا فِي الْحَدِيثِ مِنْ أَنَّهُمْ لِشِدَّةِ مَا يُكَابِدُونَ مِنَ النَّارِ يَطْلُبُونَ الْبَرْدَ فَيُرْسَلُ عَلَيْهِمُ الزَّمْهَرِيرُ فَيَكُونُ أَشَدَّ عَلَيْهِمْ مِنَ اللَّهَبِ فَيَتَمَنَّوْنَ عَوْدَ اللَّهَبِ اضْطِرَارًا فَهُوَ اخْتِيَارٌ عَنِ اضْطِرَارٍ۔ وَبِأَذْيَالِ هٰذِهِ الْبَلَاغَةِ تَعَلَّقَ الْكِنْدِيُّ حَيْثُ قَالَ

يَرَوْنَ الْمَوْتَ قُدَّامًا وَخَلْفًا ... فَيَخْتَارُونَ وَالْمَوْتُ اضْطِرَارُ

یعنی اضطرار اس حال کو کہتے ہیں کہ جہنمی جب آگ سے گھبرا جائیں اور ان کے کلیجے بھن جائیں تو وہ ٹھنڈک طلب کریں تو ان پر زمہریر ڈالا جائے تاکہ حرارت سے اشد برودت محسوس کریں تو وہ پھر اسی آگ کی تمنا کریں

یہ ہے اضطرار کا مفہوم اسے کندی نے بلاغت کلام سے بیان کیا چنانچہ کہتا ہے۔

دیکھیں گے جہنمی آگے پیچھے موت تو موت ہی اضطرار میں اختیار کریں گے۔

لیکن قرآن کریم میں ارشاد ہے ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ۔

آگے پھر اپنی شان قدرت پر مشرکوں کا اعتراف جبلی ظاہر کیا گیا۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ اور جب ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا تو ضرور کہیں گے اللہ نے فرما دیجئے کہ سب تعریف اللہ تعالےٰ کو ہے بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔

یعنی کوئی مشرک بت پرست اس عقیدہ سے منکر نہیں سب اس بات کو مانتے ہیں کہ آسمان اور زمین کا خالق اللہ تعالےٰ ہی ہے لیکن اپنی جہالت سے غیب کے پجاری بنے ہوئے ہیں تو اے محبوب۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ فرما دیجئے کہ سب تعریف اللہ تعالےٰ کو ہے بلکہ اکثر ان

کے جہالت میں ہیں۔ پھر ارشاد ہے۔

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ۔ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک اللہ بے نیاز حمد کیا گیا ہے۔

یعنی سب کائنات بنانے اور اس میں ہر قسم کا تصرف فرمانے میں سوا اللہ تعالےٰ کے کوئی مختار و مجاز نہیں تو اسی وجہ میں اس کے سوا کوئی مستحق عبادت بھی نہیں اور اسی وجہ میں اس کا شریک محال ہے اور وہ غنی اور ہر شئے سے بے پرواہ ہے۔ اور وہی مستحق حمد کامل ہے۔

حمید کی مزید تفسیر روح المعانی میں یہ ہے جو نہایت ہی جامع ہے اَلْمُسْتَحِقُّ لِلْحَمْدِ وَاِنْ لَّمْ یَحْمَدْہُ جَلَّ وَعَلَا اَحَدٌ اَوِ الْمَحْمُوْدُ بِالْفِعْلِ یَحْمَدُہٗ کُلُّ مَخْلُوْقٍ بِلِسَانِ الْحَالِ۔ مستحق حمد وہ ایسا ہے کہ اگرچہ اس کی حمد کوئی بھی نہ کرے تو وہ پھر بھی محمود بالفعل ہے اور مخلوق کا ذرہ ذرہ زبان حال سے اس کی حمد میں رطب اللسان ہے

ہر گیاہے کہ از زمیں روئید   وحدہ لاشریک لہ گوئید

اور کسی نے کہا ہے

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار   ہر ورق دفتر یست از معرفت کردگار

اور ابن الصلت کی زبان سے بھی یہی نکلا ہے

وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَّہٗ اٰیَۃٌ   تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

اب مشرکین کے سرغنے اور یہودیوں کے علماء کا ایک خاص اعتراض تھا اس کے جواب کی طرف رجوع فرمایا گیا۔ چنانچہ شان نزول آیۂ کریمہ سے پتہ چلتا ہے جیسے ابن جریر عکرمہ سے راوی ہیں۔

قَالَ سَاَلَ اَھْلُ الْکِتٰبِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الرُّوْحِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ اہل کتاب نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق سوال کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں فرما دیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں علموں میں سے تھوڑا سا دیا گیا ہے۔ یہ سن کر یہود بارگاہ رسالت میں حیی بن اخطب کو لے کر آئے۔

اس نے عرض کیا تزعم انا لم نؤت من العلم الا قلیلا وقد اوتینا التوراۃ وھی الحکمۃ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ حیی بن اخطب نے عرض کی حضور آپ کا یہ دعوی ہے کہ ہمیں جو علم دیا گیا وہ تھوڑا ہے اور ہمیں توریت ملی جو حکمت ہی حکمت ہے اور جسے حکمت مل گئی اسے خیر کثیر عطا ہو گئی تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمَاتُ اللّٰہِ۔ اور اگر جو کچھ زمین میں درخت ہیں سب قلم ہوں اور دریا اس کی سیاہی اور اس کے بعد ساتوں دریا بھی ہوں تو اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے کلمات اس قدر غیر متناہی ہیں کہ ساتوں دریا سیاہی بن جائیں اور دنیا کے تمام درخت قلم ہو جائیں تب بھی وہ ختم نہ ہوں۔

وَالْمُرَادُ بِکَلِمَاتِہٖ تَعَالٰی کَلِمَاتُ عِلْمِہٖ سُبْحَانَہٗ وَحِکْمَتِہٖ جَلَّ شَانُہٗ۔ اور کلمات اللہ سے مراد علم سبحانہ وتعالیٰ ہے اور حکمت الٰہی ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ قریش کا ایک وفد مدینہ گیا اور اس نے یہود کا یہ سوال پیش کیا تو اس سے یہ آیت کریمہ مکی ثابت ہوتی ہے۔

پہلی روایت کے ماتحت یہ آیت کریمہ مدنی معلوم ہوتی ہے۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَّہٗ نَزَلَ بِمَکَّۃَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ فَلَمَّا هَاجَرَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَتَاہُ اَحْبَارُ الْیَهُوْدِ فَقَالُوْا بَلَغَنَا اَنَّکَ تَقُوْلُ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔

اَفَعَنَیْتَنَا اَمْ قَوْمَکَ؟ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلًّا عَنَیْتُ۔ فَقَالُوْا اَلَسْتَ تَتْلُوْ اَفِیْمَا جَاءَکَ اِنَّا اُوْتِیْنَا التَّوْرَاۃَ وَفِیْہَا عِلْمُ کُلِّ شَیْءٍ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ هُوَ فِیْ عِلْمِ اللّٰہِ قَلِیْلٌ وَقَدْ اٰتَاکُمْ مَا اِنْ عَمِلْتُمْ بِہٖ نَجَوْتُمْ۔

ایک روایت میں ہے کہ آیہ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ مکہ میں نازل ہوئی جب حضور ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے تو احبار یہود حاضر ہوئے اور کہنے لگے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا فرماتے ہیں یعنی تم علم نہیں دیئے گئے مگر تھوڑا تو اس سے آپ کی مراد اپنی قوم سے ہے یا ہم سے؟ تو حضور نے فرمایا نہیں اس سے میری مراد تم اور میری قوم سب ہیں۔

تو وہ کہنے لگے کیا آپ نے اپنے قرآن میں یہ نہ پڑھا کہ ہمیں توریت عطا ہوئی اور اس میں تمام اشیاء کا علم ہے تو حضور نے فرمایا وہ علم اللہ کے علم میں کم ہے اور تمہیں جو دیا تو وہ اتنا ہے کہ تم اس پر عمل کر کے نجات پا جاتے۔ قَالُوْا یَا مُحَمَّدُ کَیْفَ تَزْعُمُ هٰذَا وَاَنْتَ تَقُوْلُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ فَکَیْفَ یَجْتَمِعُ۔ احبار یہود بولے یہ آپ کا دعویٰ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جبکہ آپ یہ بھی کہتے ہیں مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ جسے حکمت دی گئی بے شک اسے خیر کثیر دے دی گئی۔ تو یہ دونوں باتیں

کیسے جمع ہوں گی۔

تو حضور نے جواب دیا ھٰذَا عِلْمٌ قَلِیْلٌ وَخَیْرٌ کَثِیْرٌ۔ یہ علم کے اعتبار سے قلیل ہے اور خیر کے اعتبار سے کثیر ہے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ مشرکین مکہ کا یہ گمان باطل تھا کہ کلام اللہ اب ختم ہو جائے گا تو حضور کی تعلیم بھی ختم ہو جائے گی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور اس آیت کریمہ میں جس کے اندر روح کا جواب دیا گیا اس میں یہ بھی بتا دیا کہ علم دو قسم کے ہیں۔

ایک عالم امر۔

دوسرا عالم کون۔

عالم کون میں نشوونما ترقی و تنزل تغیر و تبدل سب کچھ ہے جیسے انسان حیوان چرند پرند وغیرہ اور عالم امر میں نشوونما تنزل و تغیر نہیں اس میں ابدیت ہے جیسے آسمان زمین چاند سورج سیارہ روح۔ کہ ان کی ایک حالت رہتی ہے اسے ابدیت حاصل ہے۔

چنانچہ موت کا طیران بھی روح پر نہیں ہوتا بلکہ اجسام تک محدود رہتا ہے۔ روح کا صرف انتقال من المکان الی المکان ہوتا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ۔ تمہیں تمہارا پیدا کرنا اور مرنے کے بعد اٹھانا مگر ایسا جیسے ایک جان کا پیدا کرنا اور اٹھانا بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

یعنی اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ پیدا کرنا اور مرنے کے بعد اٹھانا سب کا ایسا ہی آسان ہے جیسے ایک جان کا پیدا کرنا اور مرنے کے بعد اٹھانا اس لیے کہ اس کی قدرت کمال یہ ہے کہ لفظ کن فرما کر سب پیدا کر دے اور کلمہ کن فرما کر سب کو فنا کر دے وہ سمیع مطلق ہے ہر مسموعات کا سننے والا اور بصیر مطلق ہے کہ سب مبصرات اس کی نظر میں ہیں۔

یہ جواب ہے مشرکین کا جبکہ انہوں نے دین پر طعن کر کے کہا وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ لِئَلَّا يَسْمَعَ اِلٰهُ مُحَمَّدٍ۔ اپنی باتیں مخفی رکھو کہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا خدا نہ سن لے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔

وَعَنْ مُقَاتِلٍ اِنَّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَنَا اَطْوَارًا نُطْفَةً عَلَقَةً مُضْغَةً لَحْمًا فَكَيْفَ يَبْعَثُنَا خَلْقًا جَدِيْدًا فِيْ سَاعَةٍ وَّاحِدَةٍ فَنَزَلَتْ۔ مقاتل سے ہے کہ کفار قریش نے کہا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں چار طور پر پیدا کر کے انسان بنایا۔ اول نطفہ پھر علقہ

پھر مضغہ پھر تخم تو اب جب ہم خاک ہو جائیں گے تو یہ چاروں کیفیات ایک آن واحد میں کیسے بدلیں گی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں یہ بھی بتایا کہ تمہاری پیدائش اور بعث بعد الموت ہمارے لئے آسان ہے اور انہوں نے جو کہا تھا کہ ان باتوں کو مخفی رکھو کہیں آلہ محمد نہ سن لے اس کا جواب بھی دے دیا کہ اِنَّ اللہَ تَعَالٰی سَمِیْعٌ بِقَوْلِہِمْ ذٰلِكَ بَصِیْرٌ بِمَا یُضْمِرُوْنَہٗ۔ وہ سمیع تمہارے خفیہ علانیہ اقوال کا ہے۔ اور جو کچھ تم دل میں چھپائے ہوئے ہو اس کا بھی دیکھنے والا ہے۔

اس کے بعد اَلَمْ تَرَ فرما کر سید المخاطبین سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے مخاطبہ ہوا ہے یا عام خطاب ہے اسے جس میں بھی صلاحیت ہو خطاب کی۔ اَلَمْ تَرَ بمعنے اَلَمْ تَعْلَمْ ارشاد ہے کہ

اَنَّ اللہَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ۔

اِیْلَاج۔ عربی میں داخل کرنے کو کہتے ہیں تو یہ معنی ہوئے۔

بے شک اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل فرماتا ہے دن کو رات میں۔

آیہ کریمہ میں رات کو دن پر مقدم فرمانے کی حکمت علامہ آلوسی یہ بتاتے ہیں وَقَدَّمَ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ لِمُنَاسَبَتِہٖ لِعَالَمِ الْاِمْکَانِ الْمُظْلِمِ مِنْ حَیْثُ اِمْکَانِہِ الذَّاتِیْ۔ رات کو دن پر مقدم کرنا مناسبت عالم امکان سے کہ وہ امکان ذاتی میں مظلم تھا۔

وَفِیْ بَعْضِ الْاٰثَارِ کَانَ الْعَالَمُ فِیْ ظُلْمَۃٍ فَرَشَّ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ مِّنْ نُّوْرِہٖ۔ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ عالم ظلمت میں تھا تو اللہ تعالے نے اپنا نور اس پر چھڑکا تو اسی وجہ میں اصل ظلمت کو روشنی پر مقدم فرمایا۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّاَنَّ اللہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔ اور مسخر کیا سورج اور چاند ہر ایک اپنی معینہ مدت میں چل رہے ہیں ایک مقررہ مدت تک اور اللہ تعالے جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبردار ہے۔

یعنی ان میں شان ابدیت ہے یہ بالاستمرار مقررہ مدت قیامت تک یکساں چلتے رہیں گے اور وہ چونکہ واجب الوجود ہے بنا بریں وہ تمہارے ہر قسم کے اعمال سے خبردار ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللہَ ھُوَ الْغَنِیُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ

یہ اس لیے کہ تمہیں ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالے ہی حق ہے اور اس لیے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ جسے اس کے سوا پوجتے ہو باطل ہے اور اس لیے کہ تم سمجھ لو کہ بے شک اللہ ہی بلند اور سب سے بڑا ہے۔

آیۂ کریمہ میں تین باتیں الوہیت شان پر واضح فرمائیں۔

اول هُوَ الْحَقُّ۔ یعنی وہی حق اور واجب الوجود ہے۔
دوسرے اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الْبَاطِلُ۔ اور جسے تم اس کے سوا مانتے ہو وہ معدوم فی حد ذاتہ ہے اور وہ ممکنات سے ہے اور معدوم فی حد ذاتہ اور ممکن فی الوجود واجب الوجود نہیں ہو سکتا تو اللہ تعالےٰ ہی واجب الوجود اور قدیم ازلی سرمدی ہے۔
تیسرے اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ۔ یہ وہی اللہ تعالےٰ ہے جو تمام اشیاء سے بلند اور سب سے بڑا ہے تو اس کے سوا کوئی متصف بصفات الوہیت نہیں ہو سکتا چنانچہ آلوسی بھی یہی فرماتے ہیں۔
وَوَجْہُ سَبَبِیَّتِہِ الْاُوْلٰی لِمَا ذُکِرَ اَنَّ کَوْنَہٗ تَعَالٰی وَحْدَہٗ وَاجِبُ الْوُجُوْدِ فِیْ حَدِّ ذَاتِہٖ یَسْتَلْزِمُ اَنْ یَکُوْنَ ھُوَ سُبْحَانَہٗ وَحْدَہُ الْمُوْجِدُ لِسَائِرِ الْمَصْنُوْعَاتِ الْبَدِیْعَۃِ الشَّانِ فَیَدُلُّ عَلٰی کَمَالِ قُدْرَتِہٖ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَہٗ وَالْاِیْجَابُ قَدْ اَبْطَلَ الْاُصُوْلَ وَمَنْ صَدَرَتْ عَنْہُ جَمِیْعُ ھَاتِیْکَ الْمَصْنُوْعَاتِ لَا بُدَّ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ کَامِلَ الْعِلْمِ عَلٰی مَا بُیِّنَ فِی الْکَلَامِ۔
وَوَجْہُ سَبَبِیَّتِہِ الثَّالِثِ لِذٰلِکَ اَنَّ کَوْنَہٗ تَعَالٰی وَحْدَہٗ عَلِیًّا عَلٰی جَمِیْعِ الْاَشْیَاءِ مُتَسَلِّطًا عَلَیْھَا مُنَزَّھًا عَنْ اَنْ یَکُوْنَ لَہٗ سُبْحٰنَہٗ شَرِیْکٌ اَوْ یَتَّصِفُ بِنَقْصٍ عَزَّ وَجَلَّ یَسْتَلْزِمُ کَوْنَہٗ تَعَالٰی وَحْدَہٗ وَاجِبُ الْوُجُوْدِ فِیْ ذَاتِہٖ وَقَدْ سَمِعْتُ الْکَلَامَ فِیْہِ
چنانچہ لبید نے بھی یہی شان الوہیت مانی ہے

اَلَا کُلُّ شَیْئٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مُحَالَۃَ زَائِلٌ

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۂ لقمان پ ۲۱

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰہِ لِیُرِیَکُمْ مِّنْ اٰیٰتِہٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ

کیا نہ دیکھا تو نے کہ کشتی دریا میں چلتی ہے اللہ کے فضل سے تاکہ دکھائے وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر کرنیوالے شکر گزار کے لیے۔

فَاِذَا غَشِیَھُمْ مَّوْجٌ کَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ فَلَمَّا نَجّٰھُمْ اِلَی الْبَرِّ فَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ

اور جب انہیں گھیر لیتی ہے کوئی موج مثل پہاڑوں کے تو اللہ کو ہی خالص عقیدہ سے پکارتے ہیں تو جب انہیں نجات دیتا ہے خشکی کی طرف تو ان میں سے کوئی

وَمَا يَجْحَدُ بِآيٰتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ

اعتدال پر رہتا ہے اور نہ انکار کرے گا ہماری آیتوں کا مگر وہی جو بڑا انہونا ناشکرا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ

اے لوگو ڈرو اپنے رب سے اور خوف کرو اس دن کا جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دے سکے بے شک اللہ کا وعدہ سچ ہے تو نہ دھوکہ دے تمہیں زندگی دنیا کی اور نہ دھوکہ دے تمہیں کوئی اللہ کے علم پر وہ بڑا فریبی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ

بے شک اللہ کے پاس ہے علم قیامت اور اتارتا ہے وہی بارش اور جانتا ہے جو کچھ ماں کے پیٹ میں ہے اور نہیں جانتی کوئی جان کہ کل کیا کرے گی اور نہیں جانتی کوئی جان کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا بتلانے والا ہے۔

لفظی ترجمہ

اَ ۔ کیا	لَمْ ۔ نہ	تَرَ ۔ دیکھا تو نے کہ	اَنَّ ۔ بیشک
اَلْفُلْكَ ۔ کشتیاں	تَجْرِيْ ۔ چلتی ہیں	فِيْ ۔ بیچ	الْبَحْرِ ۔ دریا کے
بِنِعْمَتِ ۔ احسان	اللّٰهِ ۔ خداوندی سے	لِيُرِيَكُمْ ۔ تا کہ دکھائے تم کو	مِّنْ اٰيٰتِهٖ ۔ اپنے نشان
اِنَّ ۔ بیشک	فِيْ ۔ بیچ	ذٰلِكَ ۔ اس کے	لَاٰيٰتٍ ۔ نشانیاں ہیں
لِكُلِّ ۔ واسطے ہر ایک	صَبَّارٍ ۔ صبر کرنے والے	شَكُوْرٍ ۔ شکر گذار کے	وَ ۔ اور
اِذَا ۔ جب	غَشِيَهُمْ ۔ ڈھانپتی ہے انکو	مَوْجٌ ۔ موج	كَالظُّلَلِ ۔ مانند پہاڑوں کی
دَعَوُا ۔ تو پکارتے ہیں	اللّٰهَ ۔ اللہ کو	مُخْلِصِيْنَ ۔ خالص کر کے	لَهُ ۔ اس کے لیے
الدِّيْنَ ۔ دین	فَلَمَّا ۔ پھر جب	نَجّٰهُمْ ۔ نجات دیتا ہے	هُمْ ۔ ان کو
اِلَى ۔ طرف	الْبَرِّ ۔ جنگل کی	فَمِنْهُمْ ۔ تو بعض ان سے	مُّقْتَصِدٌ ۔ میانہ رو ہیں۔

وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	یَجْحَدُ۔ انکار کرتا	بِاٰیٰتِنَا۔ ہماری آیتوں کا
اِلَّا۔ مگر	کُلُّ۔ ہر ایک	خَتَّارٍ۔ بے وفا	کَفُوْرٍ۔ ناشکرا
یٰاَیُّھَا۔ اے	النَّاسُ۔ لوگو	اتَّقُوْا۔ ڈرو	رَبَّکُمْ۔ اپنے رب سے
وَ۔ اور	اخْشَوْا۔ ڈرو	یَوْمًا۔ اس دن سے کہ	لَا۔ نہ
یَجْزِیْ۔ کام آئے گا	وَالِدٌ۔ باپ	عَنْ وَّلَدِہٖ۔ اپنے بیٹے کے	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	مَوْلُوْدٌ۔ بچہ	ھُوَ۔ وہ	جَازٍ۔ کام آنے والا ہے
عَنْ وَّالِدِہٖ۔ اپنے باپ کے		شَیْئًا۔ کچھ بھی	اِنَّ۔ بیشک
وَعْدَ۔ وعدہ	اللّٰہِ۔ اللہ کا	حَقٌّ۔ سچا ہے	فَلَا۔ تو نہ
تَغُرَّنَّکُمُ۔ دھوکہ دے تمکو	الْحَیٰوۃُ۔ زندگی	الدُّنْیَا۔ دنیا کی	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	یَغُرَّنَّکُمْ۔ دھوکہ دے تم کو	بِاللّٰہِ۔ اللہ کے متعلق	الْغَرُوْرُ۔ دھوکے باز
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	عِنْدَہٗ۔ اس کے پاس ہے	عِلْمُ۔ علم
السَّاعَۃِ۔ قیامت کا	وَ۔ اور	یُنَزِّلُ۔ اتارتا ہے	الْغَیْثَ۔ بارش
وَ۔ اور	یَعْلَمُ۔ جانتا ہے	مَا۔ جو	فِی۔ بیچ
الْاَرْحَامِ۔ رحموں کے ہے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	تَدْرِیْ۔ جانتا
نَفْسٌ۔ کوئی آدمی	مَّاذَا۔ کیا	تَکْسِبُ۔ کرے گا	غَدًا۔ کل
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	تَدْرِیْ۔ جانتا	نَفْسٌ۔ کوئی آدمی
بِاَیِّ۔ کونسی	اَرْضٍ۔ زمین میں	تَمُوْتُ۔ مرے گا	اِنَّ۔ بیشک
اللّٰہَ۔ اللہ	عَلِیْمٌ۔ جاننے والا	خَبِیْرٌ۔ خبر والا ہے۔	

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔ سورۃ لقمان۔ پ ۲۱

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ بِنِعْمَتِ اللّٰہِ لِیُرِیَکُمْ مِّنْ اٰیٰتِہٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ۔ کیا نہ دیکھا تو نے کہ کشتی دریا میں چلتی ہے اللہ کے فضل سے تاکہ وہ تمہیں دکھائے اپنی نشانیاں بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک صبر کرنے والے شکر گذار کے لیے۔

نعمت اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل و احسان ہے اور مِنْ اٰیٰتِہٖ سے قدرت کی

کچھ نشانیاں دکھاتا بحر و بر میں ظاہر ہے اور صبّار سے مراد وہ ہے جو بلاؤں پر صبر کرے اور اللہ کی نعمتوں کا شکر گزار ہو اور صبر و شکر دونوں صفتیں مومن کی ہیں تو غیبوں قدرت کا مشاہدہ مومن ہی کر سکتا ہے۔

وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ۔ اور جب انہیں ڈھانپ لیتی ہیں توجیں مثل ابروں کے تو پکارتے ہیں اللہ کو خالص و مخلص طریقہ سے۔

یعنی جب کفار پر دریا کی موجیں آتی ہیں اس وقت بت وغیرہ سب کو چھوڑ کر صرف اور صرف اللہ کو ہی پکارتے ہیں اور اس کے حضور تضرع و زاری کرتے ہوئے اور اس سے الحاد و دعا کرتے ہیں اور ماسوی اللہ کو بھول جاتے ہیں۔

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ۔ تو جب ہم انہیں نجات دیتے ہیں خشکی کی طرف تو ان میں سے کوئی اعتدال پر رہتا ہے اور نہیں انکار کرتا ہماری آیتوں کا مگر ہر بڑا بے وفا ناشکرا۔

مقتصد اعتدال پسند کو کہتے ہیں یہاں اس کے یہ معنی ہیں کہ بعض تو اپنے ایمان و اخلاص پر قائم رہتے ہیں اور کفر نہیں کرتے اور بعض ایسے ناشکرے بے وفا ہوتے ہیں کہ خشکی پر آتے ہی پھر وہی ناہنجاری اور بدکرداری پر اتر آتے ہیں۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ

عکرمہ بن ابی جہل جس سال مکہ فتح ہوا تو وہ سمندر کی طرف بھاگ گئے وہاں انہیں باد مخالف نے گھیر لیا اور جان خطرے میں پڑ گئی تو عکرمہ نے کہا اگر اللہ ہمیں اس خطرے سے نجات دے تو میں ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت اسلام کر لوں گا چنانچہ فضل الٰہی ہوا ہوا کا رخ بدل گیا آپ اس بلا سے نجات پاتے ہی بارگاہ رسالت میں حاضر آئے اور مخلصانہ ایمان لے آئے۔

اور بعض وہ تھے جنہوں نے حضرت عکرمہ کے ساتھ عہد کیا لیکن بعد میں اپنی اسی جہالت پر رہے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ٘ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔ اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے اور خوف کرو اس دن سے جس میں کوئی باپ اپنے بچہ کے کام نہ آئے اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع پہنچا سکے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو نہ دھوکہ دے تمہیں زندگی دنیا کی اور نہ دھوکہ دے تمہیں اللہ کے حلم پر فریب کار۔

یَآاَیُّھَا النَّاسُ میں اہل مکہ مخاطب ہیں انہیں فرمایا جاتا ہے کہ وہ دن قیامت کا ہے اس دن ہر انسان نفسی نفسی کہتا ہوگا اور باپ بیٹے کی حمایت نہ کر سکے گا اور بیٹا باپ کی خدمت کرنے سے معذور ہوگا نہ مسلمان ماں باپ کافر اولاد کی حمایت کر سکیں گے۔

اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ۔ یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ اور بعث و حساب و جزا کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے تو دنیا کی فانی نعمتوں اور لذتوں کے دھوکہ میں نہ آنا اور ان پر اگر شیفتہ ہو گئے تو شیطان ایسا مفتری ہے کہ دور دراز کی امیدوں میں تمہیں معصیت شعار کر دے گا۔

اس کے بعد علم خمس والی آیۂ کریمہ ہے جس کا شان نزول یہ ہے کہ

حارث بن عمرو حضور کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا قیامت کب ہوگی۔

اور میں نے کھیتی بوئی ہے فرمائیں مینہ کب برسے گا۔

میری عورت حاملہ ہے بتائیں اس کے پیٹ میں کیا ہے۔ لڑکا ہے یا لڑکی

یہ بھی فرمائیں کل کیا ہوگا۔ اور میں کل کیا کروں گا۔

میں یہ جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا آپ مجھے فرمائیں کہ میں کہاں مروں گا۔

اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔

بے شک اللہ کے پاس ہے علم قیامت کا۔

اور برساتا ہے وہی مینہ۔

اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے۔

اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کرے گا۔

اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گا۔

بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

آیۂ کریمہ میں حارث بن عمرو کے پانچوں سوالات کا صرف ایک ہی جواب دیا کہ کوئی نبی ولی غوث قطب ملائکہ بالذات کسی چیز کا علم نہیں رکھتے۔ اور جب یہ واضح ہے کہ ذاتی علم سوا اللہ تعالےٰ کے کسی کو حاصل نہیں تو حارث کا ہمارے حبیب سے سوال کرنا محض بے معنی ہے۔

اگرچہ یہ ضروری ہے کہ جسے چاہے اللہ تعالےٰ اپنے نبی ولی اور محبوبوں کو جب چاہے جتنا چاہے

جیسے چاہے خبردار کر سکتا ہے اس لیے کہ وہ قادر علی الاطلاق ہے۔
چنانچہ حارث بن عمرو کو جواب دیتے ہیں اس کی مسئولہ پانچ چیزوں کے متعلق فرمادیا کہ
قیامت کب ہوگی اسے اللہ جانتا ہے۔
بارش برسانے والا وہی ہے اس کے سوا کوئی نہیں برسا سکتا تو وہی اس کا وقت اور کمیت وکیفیت کو جانتا ہے
ماں کے رحم میں کیا ہے لڑکی ہے یا لڑکا اس کا علم ذاتی اللہ تعالے کو حاصل ہے۔
کل کیا ہوگا اور انسان کیا کمائے گا اس پر کیا گزرے گی یہ بھی اللہ تعالے کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ کہاں اور کب اور کس زمین پر مرے گا کہاں دفن ہوگا یہ بھی علم الٰہی میں ہے اگرچہ مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ؎

دو چیز آدمی را کشد زور زور — یکے آب و دانہ دوم خاک گور

اور مذکورہ علوم خمس اور اس کے علاوہ سب کچھ اللہ کے ہی علم میں ہے اور وہی جانتا ہے اور وہی بندوں کو بتاتا ہے۔ چنانچہ سورۂ جن میں اللہ تبارک وتعالے نے بلا استثنیٰ علوم خمس ارشاد فرمایا عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ ہم ہی تمام غیوب کے عالم ہیں خواہ علوم خمس ہوں یا اس کے علاوہ اور ہم اپنے غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتے مگر جس کے ساتھ راضی ہوجائیں اپنے رسولوں میں سے محبوبوں میں سے اسے بتا دیتے ہیں۔
تو خلاصہ مفہوم آیۂ کریمہ یہ نکلا کہ بغیر اللہ تعالے کے بتائے ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں اور اپنے محبوبوں مقربوں نبیوں رسولوں میں سے جسے پسند فرمائے اس کو بتانے پر قادر ہے۔
اس سے یہ عقیدہ مستنبط ہوا کہ علم غیب اللہ تعالے شانہ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء اولیاء کو غیب کا علم بعطاء الٰہی بطریق معجزہ وکرامت عطا ہوتا ہے۔ اور بعطاء الٰہی کسی نبی ولی کو بطریق معجزہ وکرامت علم غیب ہونا اس اختصاص کے منافی نہیں اس پر آیات کثیرہ اور احادیث دلالت کرتی ہیں۔
چنانچہ بارش کا وقت اور حمل میں کیا ہے اور کل کو کیا کرنا ہے اور کہاں مرنا ہے ان امور کی خبریں بکثرت انبیاء اولیاء نے دی ہیں اور قرآن وحدیث میں وہ مذکور ہیں۔
حضرت خلیل الانبیاء ابراہیم علیہ السلام کو وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ کی بشارت ملی۔
حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ کی بشارت ملی یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِاسْمُهٗ یَحْیٰی

سے قرآن کریم میں ثبوت موجود ہے۔
حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی گئی قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔
تو ملائکہ کو بھی ان چیزوں کا علم ہوتا ہے کہ فلاں حمل میں کیا ہے۔
اوران کو بھی جنہیں فرشتوں نے اطلاعیں دیں اوران سب کا جاننا قرآن کریم سے ثابت ہے۔
تو آیہ کریمہ کے قطعاً یہی معنی ہوں گے کہ بغیر اللہ تعالےٰ کے بتائے کسی کو علم غیب نہیں ہو سکتا اور جب وہ مطلع فرمادے تو نبی ولی کو علم ہوتا ہے (منتخب از خازن ۔ بیضاوی ۔ احمدی ۔ روح البیان)
یہ مبحث تفصیل سے ہم اول بیان کر چکے ہیں ۔ اب مفصل بقدر ضرورت تفسیر میں آگے ملاحظہ کیجئے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع ۔ سورۃ لقمان پ ۲۱

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ۔ کیا نہ دیکھا تو نے کہ کشتی دریا میں چلتی ہے اللہ کی رحمت اور احسان سے تاکہ تمہیں دکھائے اپنی نشانیوں سے بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر گذار کے لیے۔
یہ دوسرا استشہاد قدرت ہے اور اللہ عزوجل کی حکمت غایت ۔ یہاں نعمۃ اللہ سے مراد احسان الٰہی ہے اور لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ سے مراد بعض دلائل الوہیت اور قدرت مطلقہ کا مظاہرہ ہے ۔
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں نشانیاں ہیں صبار و شکور کے لیے۔ صبار سے کنایہ ہے ان مومن سے جو بہ مقتضائے ایمان بہت صبر کرنے والا اور شکر گذار ہو۔
وَاِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ ۔ اور جب ڈھانپ لے انہیں موج مثل ابر کے۔
یہاں ظلل جو جمع ہے ظلہ کی اس سے مراد مَا اَظَلَّ مِنَ السَّحَابِ اَوْ جَبَلٍ ہے یعنی جو گھیرلے مثل ابر یا پہاڑ کے وہ مراد ہے۔
راغب کے نزدیک اَلظُّلَّةُ السَّحَابَةُ تُظِلُّ ۔ ظلہ سے مراد ابر ہے جو سایہ کر کے گھیر لیتا ہے۔
دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۔ پکارتے ہیں اللہ کو خالص و مخلص طریقہ سے۔
فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۔ پھر جب ہم انہیں خشکی کی طرف نجات دیتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ قائم رہتے ہیں۔

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ۔ اور ہماری آیتوں سے انکار نہیں کرتا مگر بے وفا وعدہ شکن اور ناشکرا۔ اور

مُقْتَصِدٌ سے مراد سالک القصد ہے اپنے ارادہ پر قائم رہنے والا اَيِ الطَّرِيْقُ الْمُسْتَقِيْمُ لَا يَعْدِلُ عَنْهُ لِغَيْرِهٖ وَاسْتِقَامَةُ الطَّرِيْقِ۔ یعنی سیدھے راستہ پر مضبوطی سے قائم رہنے والا کہ اس سے منحرف ہو کر کسی دوسرے طریقہ کی طرف نہ آجائے۔

آلوسی فرماتے ہیں موجوں میں پھنسنے والے دو قسم پر منقسم فرمائے۔ فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ ایک تو مقتصد دوسرا جاحد تو مقتصد وہ جس کا بیان ہوچکا۔

اور جاحد وہ جو اپنے عہد سے منحرف ہو کر دھوکہ کرنے والا ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں فَالْخَتَّارُ مِنَ الْخَتْرِ دَهُوَ اَشَدُّ الْغَدْرِ۔

مفردات میں راغب بھی یہی تعریف کرتے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں اَلْخَتْرُ اَلْغَدْرُ اور وَمَا يَجْحَدُ کے معنی وَمَا يَكْفُرُ ہیں۔ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ یعنی اِلَّا كُلُّ غَدَّارٍ كَفُوْرٍ یعنی مُبَالِغٌ فِيْ كُفْرَانِ نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ میں مِن تبعیضیہ ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عکرمہ بن ابی جہل کا واقعہ سدی مصعب بن سعید اپنے والد سے راوی ہیں۔

قَالَ لَمَّا كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ اَنْ يَّكُفُّوْا عَنْ قَتْلِ اَهْلِهَا اِلَّا اَرْبَعَةَ نَفَرٍ مِنْهُمْ قَالَ اقْتُلُوْهُمْ وَاِنْ وَجَدْتُّمُوْهُمْ مُتَعَلِّقِيْنَ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ عِكْرِمَةُ بْنُ اَبِيْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ خَطَلٍ وَقَيْسُ بْنُ جَنَابَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ سَرْحٍ۔

فَاَمَّا عِكْرِمَةُ فَرَكِبَ الْبَحْرَ فَاَصَابَتْهُمْ رِيْحٌ عَاصِفَةٌ فَقَالَ اَهْلُ السَّفِيْنَةِ اَخْلِصُوْا فَاِنَّ اٰلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِيْ عَنْكُمْ شَيْئًا هٰهُنَا فَقَالَ عِكْرِمَةُ لَئِنْ لَّمْ يُنَجِّنِيْ فِي الْبَحْرِ اِلَّا الْاِخْلَاصُ مَا يُنَجِّيْنِيْ فِي الْبَرِّ غَيْرُهٗ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ لَكَ عَلَيَّ عَهْدًا اِنْ اَنْتَ عَافَيْتَنِيْ مِمَّا اَنَا فِيْهِ اَنْ اٰتِيَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَضَعَ يَدِيْ فِيْ يَدِهٖ فَلَاَجِدَنَّهٗ عَفُوًّا كَرِيْمًا۔ فَجَاءَ وَاَسْلَمَ۔

جب فتح مکہ ہوا تو حضور نے لوگوں کو حکم دیدیا کہ اب اپنے ہاتھ قتل اہل مکہ سے روک لیے جائیں مگر چار آدمیوں کے لیے کہ وہ ضرور قتل کیے جائیں اگرچہ انہیں کعبہ کے پردوں میں پاؤ۔ عکرمہ بن ابی جہل عبد اللہ بن خطل قیس بن جنابہ اور عبد اللہ بن ابی سرح۔

لیکن عکرمہ دریائی سفر میں چل دیے۔ راستہ میں انہیں ریح عاصف نے گھیر لیا تو کشتی والے کہنے لگے

اب خالص و مخلص طور پر اللہ کو پکارو، اس لیے کہ تمہارے یہ بت تمہیں اس بلا سے نجات نہیں دے سکتے۔
تو عکرمہ کہنے لگے اگر یہ بت یہاں مدد نہیں دے سکتے سوا اللہ تعالےٰ شانہ کے تو یہ بت خشکی میں بھی نجات نہیں دے سکتے سوا اللہ تعالےٰ کے۔
الٰہی! میرا تیرے ساتھ عہد ہے کہ اگر تو مجھے اس بلا سے نجات دیدے تو میں بارگاہ رسالت میں حاضر آکر ان کے دست حق پرست میں ہاتھ دے کر قلادہ غلامی ڈالوں گا اور میں نے حضور کو مجسم عفو و کرم پایا ہے
چنانچہ اس طوفان سے نجات پائی اور بموجب عہد حاضر آکر شرف اسلام سے مشرف ہو گئے یہ تو فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ہیں۔
اور بقیہ تین یہ اپنی خباثت پر جمے رہے یہ جاحد اور ختار کفور ہیں۔
اس کے بعد حکم تقویٰ فرمایا جا رہا ہے اور یوم قیامت کا خوف دلایا جا رہا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ۔ اے لوگو ڈرو اپنے رب سے اور خوف کرو اس دن کا جب کہ نہ کافی ہو کوئی باپ اپنی اولاد کے لیے اور نہ کوئی اولاد کچھ اپنے باپ کو کافی ہو بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے تو نہ دھوکہ دے تمہیں دنیا کی زندگی اور نہ دھوکہ میں ڈالے تم کو اللہ کے متعلق وہ بڑا دھوکے باز۔
یہ حکم تقویٰ علی سبیل الموعظہ اور بطریق تذکیر ہے اس میں یوم عظیم کا ذکر فرما کر دلائل وحدانیت واضح فرمائے اور لَا يَجْزِي جزی سے بمعنی قضیٰ ہے یعنی کوئی اپنی مصیبت میں والد سے اعانت نہ لے گا اور
إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔
بے شک اللہ تعالےٰ کے پاس ہے علم قیامت۔
اور وہی مینہ برساتا ہے۔
اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے۔
اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کرے گی۔
اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین پر مرے گا۔
بیشک اللہ ہی جاننے والا اور بتانے والا ہے۔
اس کا شان نزول علامہ آلوسی یہ بتاتے ہیں۔

أَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ الْوَارِثُ بْنُ عَمْرٍو جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ مَتَى قِيَامُ السَّاعَةِ۔
وَقَدْ أُجْدِبَتْ بِلَادُنَا فَمَتَى تُخْصِبُ۔
وَقَدْ تَرَكْتُ اِمْرَأَتِي حُبْلٰى فَمَا تَلِدُ۔
وَقَدْ عَلِمْتُ مَا كَسَبْتُ الْيَوْمَ فَمَاذَا أَكْسِبُ غَدًا۔
وَقَدْ عَلِمْتُ بِأَيِّ أَرْضٍ وُلِدْتُ فَبِأَيِّ أَرْضٍ أَمُوْتُ
فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ۔

مشرکوں میں ایک شخص تھا جسے حارث بن عمرو یا وارث بن عمرو کہتے تھے۔ یہ حضور کی خدمت میں حاضر آیا اور بولا حضور قیامت کب قائم ہوگی ؟
اور زمینیں ہمارے شہروں کی خشک ہو چکی ہیں اب یہ کب تر و تازہ ہوں گی یعنی بارش کب ہوگی۔ ؟
اور میں اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑ کر آیا ہوں تو اس سے کیا ہوگا لڑکا یا لڑکی ؟
اور میں جانتا ہوں کہ آج میں نے کیا کیا تو فرمائیے کل میں کیا کروں گا ؟
اور مجھے معلوم ہے کہ میں کس جگہ پیدا ہوا فرمائیے میں کس زمین پر مروں گا۔
تو اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں واضح فرمایا کہ ایسے بے معنی اور لایعنی سوالات ہمارے حبیب سے کیوں کیے جاتے ہیں سنو اور کان کھول کر سن لو کہ علم قیامت اللہ تعالے کے پاس ہے۔
اور وہی بارش برساتا ہے۔
اور وہی خوب جانتا ہے کہ حاملہ کے حمل میں لڑکی ہے یا لڑکا مومن ہے یا کافر اس کی زندگی کتنی ہے اس کا رزق کس قدر ہے۔
اور وہی اپنے علم ذاتی میں جانتا ہے کہ انسان کل کیا کرے گا۔
اور وہی جانتا ہے کہ انسان کس زمین میں مرے گا۔
اور وہی جاننے والا اخبر دینے والا ہے۔
اس آیۂ کریمہ سے علم الخمس کا استنباط کیا جاتا ہے۔
اور اس پر وہ احادیث پیش کی جاتی ہیں جن میں یہ مضمون ملتا ہے کہ حضور نے فرمایا ان پانچ باتوں کی ہر شے کے علم کی کنجیاں اللہ نے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیں۔
جیسے احمد طبرانی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ

كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا الْخَمْسُ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الاٰيَة

اور احمد ابو یعلی۔ ابن جریر ابن المنذر ابن مردویہ ابن مسعود سے راوی ہیں اُوْتِيَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيْحَ كُلِّ شَيْءٍ غَيْرَ الْخَمْسِ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الاٰيَة

اور ابن مردویہ علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں قَالَ لَمْ يُعَمَّ عَلٰى نَبِيِّكُمْ اِلَّا الْخَمْسُ مِنْ سَرَائِرِ الْغَيْبِ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ اٰخِرِ لُقْمَانَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ مخفی نہ کیا گیا مگر پانچ اسرار غیبیہ یہ آیت سورۂ لقمان کے آخر میں آخر سورۃ تک ہے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ۔الخ

اور ایک حدیث ابن جریر ابن ابی حاتم میں قتادہ سے ہے جو مفصل اور واضح ہے۔ قَالَ فِي الْاٰيَةِ خَمْسٌ مِّنَ الْغَيْبِ اِسْتَاْثَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِنَّ فَلَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهِنَّ مَلَكًا مُّقَرَّبًا وَّلَا نَبِيًّا مُّرْسَلًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَلَا يَدْرِيْ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ فِيْ اَيِّ سَنَةٍ وَّلَا فِيْ شَهْرٍ اَلَيْلًا اَمْ نَهَارًا۔

وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ فَلَا يَعْلَمُ اَحَدٌ مَتٰى يَنْزِلُ الْغَيْثُ اَلَيْلًا اَمْ نَهَارًا۔

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ فَلَا يَعْلَمُ اَحَدٌ مَّا فِي الْاَرْحَامِ اَذَكَرٌ اَمْ اُنْثٰى اَحْمَرُ اَوْ اَسْوَدُ۔

وَلَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا اَخَيْرًا اَمْ شَرًّا۔

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يَدْرِيْ اَيْنَ مَضْجَعُهٗ مِنْ اَرْضٍ فِيْ بَحْرٍ اَمْ فِيْ بَرٍّ فِيْ سَهْلٍ اَمْ فِيْ جَبَلٍ۔

فرماتے ہیں آیہ کریمہ میں پانچ چیزیں وہ ہیں جو اللہ تعالےٰ نے اپنے لیے مخصوص فرمائیں تو اُن کو کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل مطلع نہیں ہوتا وہ یہ ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ بے شک اللہ کے پاس ہے علم قیامت کا تو نہیں جانتا کوئی کہ قیامت کب قائم ہوگی کس سنہ میں ہوگی اور کس مہینہ میں رات میں ہوگی یا دن میں۔

وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ۔ اور وہی مینہ برساتا ہے تو کوئی نہیں جان سکتا کہ کب بارش ہوگی رات میں ہوگی یا دن میں۔

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ اور وہی جانتا ہے کہ رحم مادر میں جو کچھ ہے اس کے سوا کوئی نہیں جان سکتا کہ لڑکا ہے یا لڑکی گورا ہے یا کالا۔

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا۔ اور کوئی نہیں جان سکتا کہ کل کیا کرے گا بھلی بات یا بری بات نیکی

یا بدی؟

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین پر مرے گا۔ لَیْسَ اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ یَدْرِیْ اَیْنَ مَضْجَعُہٗ مِنَ الْاَرْضِ اَفِیْ بَحْرٍ اَمْ فِیْ بَرٍّ فِیْ سَھْلٍ اَمْ فِیْ جَبَلٍ۔ کوئی نہیں جانتا لوگوں میں سے کہ اس کی خواب گاہ کہاں ہے زمین میں ہے یا دریا میں خشکی میں ہے یا جنگل میں یا پہاڑ میں

اس کے بعد آلوسی فرماتے ہیں۔

وَالَّذِیْ یَنْبَغِیْ اَنْ یُّعْلَمَ اَنَّ کُلَّ غَیْبٍ لَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَلَیْسَ الْمُغَیَّبَاتُ مَحْصُوْرَۃً بِھٰذِہِ الْخَمْسِ اور بات تو یہ ہے کہ ہمارے عقیدے میں تمام غیوب وہ ہیں جسے اللہ تعالےٰ کے سوا ذاتی طور پر کوئی نہیں جانتا اور مغیبات صرف ان پانچ علوم میں محصور نہیں۔

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان پانچ ہی کو خصوصیت سے کیوں بیان فرمایا اس پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ وَاِنَّمَا خَصَّتْ بِالذِّکْرِ لِوُقُوْعِ السُّوَالِ عَنْھَا اَوْ لِاَنَّھَا کَثِیْرًا مَّا تَشْتَاقُ النُّفُوْسُ اِلَی الْعِلْمِ بِھَا۔

یہ خصوصی مذاکرہ علم خمس کا اس وجہ میں فرمایا گیا کہ وارث بن عمرو یا حارث بن عمرو نے انہیں باتوں کا سوال اٹھایا تھا تو اس کے سوال کا جواب دیدیا گیا کہ یہ چیزیں وہ ہیں جن کا علم بالذات اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے البتہ وہ جسے چاہے عطا فرما سکتا ہے۔

یا اس وجہ میں ان پانچ باتوں کا ذکر فرمایا کہ اکثر لوگ ان چیزوں کے شائق ہوتے ہیں۔

وَذَکَرَ الْقُسْطَلَانِیُّ۔ ذِکْرُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسًا وَاِنْ کَانَ الْغَیْبُ لَا یَتَنَاھٰی لِاَنَّ الْعَدَدَ لَا یَنْفِیْ زَائِدًا عَلَیْہِ۔ علامہ قسطلانی نے ذکر فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ علموں کا ہی ذکر فرمایا اگرچہ غیب تو لاتنے ہیں کہ ان کی انتہا ہی نہیں ہے اور چونکہ ایک عدد معین منافی زوائد نہیں ہوتا اس لیے اس میں حصر فی الخمس لازم نہیں آتا۔

پھر فرماتے ہیں۔

وَاِنَّہٗ یَجُوْزُ اَنْ یُّطْلِعَ اللّٰہُ تَعَالٰی بَعْضَ اَصْفِیَائِہٖ عَلٰی اِحْدٰی ھٰذِہِ الْخَمْسِ وَیَرْزُقَہٗ عَزَّوَجَلَّ الْعِلْمَ بِذٰلِکَ فِی الْجُمْلَۃِ وَعِلْمُ الْخَاصِ بِہٖ جَلَّ وَعَلَا مَا کَانَ عَلٰی وَجْہِ الْاِحَاطَۃِ وَالشُّمُوْلِ لِاَحْوَالِ کُلٍّ مِّنْھَا وَتَفْصِیْلِہٖ عَلٰی وَجْہِ الْاَتَمِّ۔

اور یہ یقیناً جائز ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بعض اولیاء کو کسی غیب سے مطلع فرمادے عام اس سے کہ وہ علم خمس میں سے ہو یا دوسرے علوم سے اور اللہ تعالےٰ قادر ہے اس پر کہ ان علموں میں سے یا علوم

خاص ہیں سے علی وجہ الاتم مطلع فرما کر اس پر جسے چاہے محیط فرما دے۔

پھر شرح مناوی کبیر للجامع الصغیر میں اسی حدیث بریدہ پر جس میں خَمْسٌ لَا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ہے بحث کرتے ہوئے مذکور ہے۔

فَلَا یُنَافِیْهِ اِطْلَاعُ اللّٰهِ تَعَالٰی بَعْضَ خَوَاصِّهٖ عَلٰی بَعْضِ الْمُغَیَّبَاتِ حَتّٰی مِنْ هٰذِهِ الْخَمْسِ لِاَنَّهَا جُزْئِیَّاتٌ مَعْدُوْدَةٌ وَاِنْکَارُ الْمُعْتَزِلَةِ لِذٰلِكَ مُکَابَرَةٌ۔ یہ منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ بعض اپنے خواص کو بعض مغیبات سے اطلاع دیدے حتی کہ علم خمس میں سے بھی اس لیے کہ وہ جزئیات معدودہ ہیں اور اس سے معتزلہ کا انکار محض مکابرہ ہے۔

اور اس قسم کے مغیبات کا عطا فرمانے کی روائتیں شفا شریف اور مواہب لدنیہ میں موجود ہیں جیسے ثابت ہے کہ حضور نے بطریق معجزہ بہت سے مغیبات سے اطلاع دی۔

پھر جس چیز کا علم بعطاء الٰہی حاصل ہو سکتا ہے وہ علم انبیاء کرام کو بطریق اولیٰ حاصل ہونا چاہیئے جیسے بخاری شریف میں ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ وَکَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَکًا یَقُوْلُ یَا رَبِّ نُطْفَةٌ یَا رَبِّ عَلَقَةٌ یَا رَبِّ مُضْغَةٌ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْ یَّقْضِیَ خَلْقَهٗ قَالَ اَذَکَرٌ اَمْ اُنْثٰی شَقِیٌّ اَمْ سَعِیْدٌ فَمَا الرِّزْقُ وَالْاَجَلُ فَیُکْتَبُ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ فَحِیْنَئِذٍ یَعْلَمُ الْمَلَكُ بِذٰلِكَ وَمَنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ خَلْقِهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَهٰذَا لَا یُنَافِی الْاِخْتِصَاصَ وَالْاِسْتِئْثَارَ۔

اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو رحم پر مقرر فرماتا ہے وہ عرض کرتا ہے الٰہی اب نطفہ ہے الٰہی اب علقہ ہے الٰہی اب مضغہ ہے جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اس کی تخلیق فرمائے تو فرشتہ عرض کرتا ہے لڑکی ہو یا لڑکا شقی ہو یا نیک اس کا رزق کتنا ہو اس کی زندگی کتنی ہو تو یہ تمام باتیں ماں کے پیٹ ہی میں بچے کی پیشانی پر لکھ دی جاتی ہیں۔

تو اس وقت ان تمام امور سے فرشتہ واقف ہوتا ہے اور جسے اپنی مخلوق سے اللہ چاہے واقف کرتا ہے تو یہ چیزیں اختصاص کے منافی نہیں ہیں اس لیے کہ تمام معلومات بعطاء الٰہی ہیں۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ الدولۃ المکیہ میں فرماتے ہیں۔ کہ ان پانچ غیوب کے سوا غیب اور بہت کثرت سے ہیں حتی کہ ان پانچ کے جملہ افراد سب مل کر بھی اور غیبوں کا ہزارواں حصہ ہیں تو اللہ تعالیٰ غیب کا غیب ہے اور وہ ہر چیز پہ شاہد ہے اور اس کی ہر صفت غیب ہے۔

اور برزخ غیب ہے۔
بہشت غیب ہے۔
دوزخ غیب ہے۔
جنت غیب ہے۔
حساب غیب ہے۔
نامۂ اعمال غیب ہے۔
قیامت کے میدان میں جمع کیا جانا غیب ہے۔
قبروں سے اٹھانا غیب ہے
فرشتے غیب ہیں
ان کے سوا اللہ تعالےٰ کے لشکر غیب ہیں۔
ان کے سوا اور ایسے ایسے غیب ہیں جن کی جنسیں تک ہم نہیں گنا سکتے۔
غرضکہ بے گنتی وہ غیب ہیں جو ان پانچ سے بڑھ کر ہیں۔
مگر اللہ سبحانہ و تعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں ان کا ذکر نہیں فرمایا صرف یہی پانچ غیب کا بیان کیا اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ پانچ غیب و خفا کے اندر زیادہ داخل ہیں۔
حالانکہ یہ وجہ نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ وہ زمانہ کاہنوں کا تھا۔
اور اس زمانہ کے کافر علم غیب جاننے کا دعویٰ رکھتے تھے۔
رمل سے نجوم سے قیافہ سے عیافہ سے زجر سے طب سے پانسوں سے اور ان کے سوا اپنی ہوسوں سے بڑا اندھیریوں میں مخفی تھیں جن کا تعلق آخرت اور ملائکہ سے کچھ نہ تھا۔
اور نہ ان چیزوں کے جاننے کی ان گمراہ فنون میں کوئی راہ تھی اندھے تھے اور اندھیریوں میں ٹکراتے پھرتے تھے وہ یہی کہا کرتے تھے کہ
مینہ کب ہوگا کہاں ہوگا۔
پیٹ کا بچہ لڑکی ہے یا لڑکا۔
اور کل کیا کمایا جائے گا تجارت کا کیا حال ہوگا۔
اور مسافر گھر واپس آئے گا یا وہاں ہی کسی جگہ مر جائے گا۔
یہ چار چیزیں خاص طور پر وہ لوگ اپنی مرکز بحث پہ لاتے اور سوالات کرتے تھے۔

ان کے ساتھ علم قیامت کو بھی شامل فرما کر کہا کہ یہ بھی انہیں باتوں کی جنس سے تھا چنانچہ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا۔ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ میں ان کی پریشان خیالیاں ظاہر کی گئیں۔

اس لیے کہ جس کی موت ان کے سوالات میں تھی وہ فرداً فرداً تھی اور قیامت تمام اہل زمین کی موت ہے اور جو فن نجوم سے واقف ہے وہ خوب سمجھتا ہے کہ اس فن کے زعم پر ستاروں کی دلالت عام حادثوں کی بہ نسبت خاص کی بہت زائد ہے۔

اور کسی ایک گھر کی خرابی یا ایک شخص کی موت کے لیے ان کے پاس کوئی ایسا قاعدہ نہیں جس پر وہ اپنے زعم میں بھی یقین کر سکیں۔

اس لیے کہ ستاروں کی نظریں اور جوگ اور باہمی نسبتیں جزئی باتوں میں اکثر ایک دوسرے کے خلاف پڑتی ہیں بلکہ سب کے زائچہ پیدائش یا عمر کے زائچہ سال میں بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ جو ستارہ کسی گھر میں ہو یا اس کی طرف دیکھ رہا ہو وہ ضعف و قوۃ کی باہمی مزاحمت سے خالی ہو۔

تو اگر ایک طرف سے وہ بدی پر دلالت کرتا ہے تو دوسری جانب سے بھلائی پر اور اس فن والے صرف اٹکل دوڑاتے ہوئے ایک جانب کو ترجیح دیدیتے ہیں اور جدھر کا پلہ ان کے نزدیک جھکتا ہے اس پر حکم لگا دیتے ہیں۔

مگر ظاہر ہے کہ عالم میں انقلاب عام کے لیے ان کے یہاں ایک قاعدہ مقرر ہے اسے قران اعظم کہتے ہیں یعنی دونوں اونچے ستارے زحل اور مشتری کا تینوں بروج آتشی حمل۔ اسد۔ قوس سے کسی کے اول میں جمع ہونا۔

جیسا کہ زمانہ طوفان نوح علیہ السلام میں ہوا۔

اور حساب سے ظاہر ہے کہ آنے والے قران بھی یوں ہی معلوم ہو سکتے ہیں اور یہ کہ وہ کتنے برس کے بعد ہوگا اور کیا ہوگا۔

اور یہ کہ کس برج کے کس درجہ کس دقیقہ میں ہوگا اور کس طرف ہوگا اور کتنے دن رہے گا اور ایک ستارہ دوسرے کو چھپالے گا یا کھلا رہے گا اور اس کے سوا اس سے اور کیا باتیں پیش ہوں گی۔

اس لیے کہ نجوم مسخرات بہ حساب تقویم ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۔ یہ ایک مضبوط حساب کے باندھے ہوئے ہیں۔ یہ زبردست جاننے والے کا اندازہ مقرر فرمایا ہوا ہے۔

تو گویا ذکر قیامت فرما کر ان کے دلائل کی بیخ کنی فرما دی گئی اور بتایا کہ تمہارے علموں اور وہموں گی اگر کچھ حقیقت ہوتی جیسا کہ تم اپنے اوہام میں سمجھے ہوئے ہو تو کسی ایک شخص کی موت جاننے سے تمہیں قیامت کا علم زیادہ آسانی سے حاصل ہوتا۔

مگر تم نہیں جانتے محض اٹکل سے جو ذہن میں آتا ہے لکھتے ہو۔

اور حسابات کے تحت یہ امر ثابت ہے کہ اگر دنیا باقی رہی تو علویین کا قران اعظم ۱۵۸۴ھ کے بعد ضرور واقع ہو گا جو ہماری اس تاریخ سے ۲۳ ذی قعدہ ۱۱۸۷ھ کی آدھی رات کے قریب حمل کے تیسرے درجہ میں ہو گا۔

پھر ظہور امام مہدی علیہ الرحمۃ اسی صدی کے آخر میں ہونا چاہیئے چنانچہ لسان الحقائق سید المکاشفین امام اجل شیخ اکبر محی الدین بن عربی اپنی کتاب الدر المکنون والجواہر المصئون میں فرماتے ہیں۔

اِذَا دَارَ الزَّمَانُ عَلٰی حُرُوْفٍ ‏ ‏ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَالْمَھْدِیُّ قَامَا

وَیَخْرُجُ بِالْحَطِیْمِ عَقِیْبَ صَوْمٍ ‏ ‏ اَلَا فَاقْرَاْہُ مِنْ عِنْدِی السَّلَامَا

یعنی جب زمانہ دور بسم اللہ کے حروف پر ہو گا تو امام مہدی علیہ الرحمۃ قائم ہوں گے۔

اور حطیم میں بعد روزہ کے خروج فرمائیں گے تو میری جانب سے انہیں سلام عرض کرنا

لیکن جو حدیث میں ہے اِنَّ عُمْرَ الدُّنْیَا سَبْعَۃُ اٰلَافِ سَنَۃٍ اَنَا فِیْ اٰخِرِھَا اَلْفًا۔ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّۃِ عَنِ الضَّحَّاکِ بْنِ اَمَلِ الْجُھَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے پچھلے ہزار میں ہم ہیں۔

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خَمْسٌ لَا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ پانچ باتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور اللہ تعالے نے فرمایا قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اے محبوب آپ فرما دیں کہ آسمان و زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا سوا اللہ تعالے کے۔

تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خاص پانچ چیزوں کو فرمایا اور اللہ عزوجل نے عام حکم فرمایا اور ہم دونوں فرمانوں پر ایمان رکھتے ہیں اس لیے کہ

خاص عام کی نفی نہیں کرتا

تو ان پانچ کو کوئی نہیں جانتا سوا اللہ تعالے کے اور اس کے سوا اور غیب جو ان علوم خمسہ سے علو

وشرف میں دقت و لطافت میں کہیں زائد ہیں انہیں بھی کوئی نہیں جانتا سوا اللہ تعالیٰ کے۔
بلکہ میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ کوئی کچھ نہیں جانتا سوا اللہ تعالیٰ کے۔ بلکہ حقیقی وجود کسی کے لیے نہیں سوا واجب الوجود جلت وعظمت کے۔
اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کے تمام مقولوں میں سب سے زیادہ سچا قول لبید کو فرمایا جو اس نے کہا ہے

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

خبردار رہو ہر شے اللہ تعالیٰ کے سوا بے حقیقت ہے۔
اور اسلام میں عوام کے اندر مسلّم ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں
اور خواص میں اس کے معنی یہ ہیں لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اللہ کے سوا کوئی مقصود ہی نہیں۔
اور اخص الخواص کے نزدیک اس کے معنی ہیں لَا مَشْہُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اللہ کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا۔
اور منتہی درجات عرفان کے نزدیک لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود ہی نہیں اور اہل اسلام میں یہ سب معنی حق ہیں۔
مگر ایمان کا مدار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر ہے۔
اور صلاح کا مدار لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ پر ہے۔
اور سلوک کا مدار لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ پر ہے۔
اور وصول الی اللہ کا مدار لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ پر ہے۔
رَزَقَنَا اللّٰہُ مِنْ جَمِیْعِہَا حَظًّا وَافِیًا بِمَنِّہٖ وَکَرَمِہٖ اٰمِیْن۔
اور حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے حضور کی خدمت میں یہ اشعار پڑھے۔

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا شَيْءَ غَيْرُهٗ ۔۔۔ وَاَنَّكَ مَأْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبٖ
وَاَنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ شَفَاعَةً ۔۔۔ اِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَائِبٖ
فَكُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ
سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٖ

میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہی اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں اور بے شک آپ تمام مغیبات کے امین ہیں۔
اور بے شک آپ اے طیب و طاہر آباء و امہات کے فرزند تمام رسولوں سے زیادہ شفاعت میں اللہ کے قریب ہیں۔

تو آپ میرے سفارشی بن جائیں اس دن جس دن کوئی سفارشی نہ ہو اور کوئی سواد بن قارب کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔

یہ رباعی مسند امام احمد میں ہے۔ اب اس کی شرح لطیف بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اول:۔ حضرت سواد بن قارب نے اپنی شہادت میں اللہ تعالےٰ کے سوا ہر چیز کے وجود کی نفی فرمائی۔

دوم:۔ حضور عالم غیوب کی ذات گرامی کو غیبوں کا علم ثابت کیا بلکہ علوم غیبیہ کا امین بنایا۔ اور جب تمام غیوب میں سے یہ پانچ نہیں معلوم اسے علوم غیبیہ کیسے ہوسکتے ہیں؟

سوم:۔ اس عقیدہ کا اعتراف فرمایا کہ حضور کو منصب شفاعت عطا ہوچکا جیسا کہ خود حضور نے بھی فرمایا جو مسلم شریف میں ہے وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ مجھے شفاعت کا منصب عطا ہوا۔ اور وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ کسی کی شفاعت نفع نہیں دے گی مگر اس کی جسے اذن دیدیا گیا۔ اور ارشاد ہے وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ اور وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ اور اپنے خاص علاقہ والوں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے بخشش طلب فرمائیں۔

چہارم:۔ یہ کہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے عقیدہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے قریب تر ہے۔

پنجم:۔ یہ کہ سواد بن قارب نے حضور سے فریاد کی اور اس طرح حضور سے فریاد کرنا سنت صحابہ ہوئی۔

ششم:۔ یہ کہ حضرت سواد بن قارب کے نزدیک شفاعت حضور ہی پر منحصر ہے حضور کے سوا کسی کو شفاعت کا حق نہیں جیسا کہ حضور نے فرمایا اَنَا صَاحِبُ شَفَاعَتِھِمْ وَلَا فَخْرَ میں ہی تمام انبیاء کی شفاعت کا مالک ہوں اور یہ میں فخر کے طور پر نہیں فرماتا۔

ہفتم:۔ یہ کہ سواد بن قارب کے نزدیک حضور کا دامن ہی پکڑنا کام آئے گا۔

ان تمام فضائل و فواضل کا خلاصہ پھر بھی یہی نکلتا ہے کہ جو کچھ جیسے جتنا عطا ہوا وہ سب بعطأ الٰہی ہوا۔ تو مسئلہ واضح ہوگیا کہ بموجب تحقیق ائمہ کرام آیۂ کریمہ میں نفی اس کی ہے کہ کوئی بذات خود بے عطا الٰہی اپنے لیے علم غیب مانے۔

بحث مذکورہ سے بحمدہ تعالےٰ واضح ہوگیا۔ لیکن اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الخ پر یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اگرچہ اللہ تعالےٰ جسے چاہے یہ علم دے سکتا ہے مگر اس کا ثبوت کہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ علم کسی کو دیا بھی ہے۔

اور یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے لیے خاص دستاویز ہے جو تنقیص علم مصطفیٰ کرنے ہی میں اسلام سمجھتے ہیں اور بے سمجھے بوجھے پڑھ دیتے ہیں اور اس سے وہ اپنے خیال کے مطابق یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم عالم جمیع اشیاء نہیں ہیں۔

حالانکہ اصولاً یہ امر ثابت ہے کہ قرآن کریم اور احادیث میں جہاں ایسے کلام ہیں ان سے نفی اس علم کی مقصود ہے جو بلا عطاء الٰہی ہو اور جو علم حق سبحانہٗ و تعالےٰ خود تعلیم فرما دے اس کی نفی ہرگز نہیں عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ میں اِلَّا حرف استثناء اسی طرف مشیر ہے کہ بلا عطاء الٰہی کسی پر علم غیب ظاہر نہیں اور بہ عطائے الٰہی جس پر اللہ راضی ہو اس پر غیوب کا انکشاف فرما دیتا ہے۔

اب ہم مذکورہ علوم خمس پر احادیث سے استشہاد کرتے ہیں اور علیحدہ علیحدہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ وَھَا اَنَا اَشْرَعُ فِی الْمَقْصُوْدِ بِعَوْنِ الْمَعْبُوْدِ۔

علم قیامت حضور کو حاصل تھا

مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب الایمان کی پہلی حدیث ہے۔

کہ جب روح الامین نے حضور سے سوال کیا کہ فَاَخْبِرْنِیْ بِالسَّاعَۃِ۔ حضور قیامت کب ہوگی تو فرمایا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ جبریل اس سے جتنے تم واقف ہو میں بھی اتنا ہی واقف ہوں دریافت کرنا زائد ہے۔ اور آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ تلاوت فرمائی۔

اس پر صاحب اشعۃ اللمعات شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"مراد آن ست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ایںہا را نہ داند آنہا از امور غیب اند کہ جز خدا آنرا کسے نداند مگر آنکہ وے تعالےٰ از نزد خود کسے را بوحی و الہام بداناند۔"

اس کا مفہوم ایک فارسی داں ہی سمجھ سکتا ہے کہ جسے جناب حق سبحانہٗ نے یہ علم تعلیم فرما دیا اس سے اس آیت میں علم کی نفی نہیں ہے بلکہ صرف اس شخص سے نفی کی گئی ہے جو اٹکل سے ان علوم کے جاننے کا دعوے دار ہو۔

علامہ ابراہیم بیجوری رحمہ اللہ شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں لَمْ یَخْرُجْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا بَعْدَ اَنْ عَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِھٰذِہِ الْاُمُوْرِ الْخَمْسَۃِ۔ حضور دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ امور خمسہ بھی تعلیم فرما دیے۔

ابریز شریف میں ہے قُلْتُ لِلشَّیْخِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَاِنَّ عُلَمَآءَ الظَّاھِرِ مِنَ الْمُحَدِّثِیْنَ وَغَیْرِھِمْ

اِخْتَلَفُوْا فِی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ کَانَ یَعْلَمُ الْخَمْسَ الْمَذْکُوْرَاتِ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ فَقَالَ کَیْفَ یَخْفٰی اُمُوْرُ الْخَمْسِ عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْوَاحِدُ مِنْ اَھْلِ التَّصَرُّفِ مِنْ اُمَّتِہِ الشَّرِیْفَۃِ لَایُمْکِنُہُ التَّصَرُّفُ اِلَّا بِمَعْرِفَۃِ ھٰذِہِ الْخَمْسِ۔

میں نے اپنے شیخ عبد العزیز عارف رحمۃ اللہ سے عرض کیا کہ علماء ظاہر محدثین وغیرہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا علم تھا جس کا تذکرہ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ میں ہے تو شیخ رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ان پانچوں کا علم حضور پر کیسے مخفی ہو سکتا ہے جب کہ ایک صاحب تصرف امتی کو بغیر ان پانچوں کے علم کے تصرف کرنا ممکن نہیں۔

اس جواب سے واضح ہوا کہ حضور اور حضور کے خدام ان پانچوں پر بعطاء الٰہی عالم تھے۔

تفسیر روح البیان میں ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا کے تحت قَدْ ذَھَبَ بَعْضُ الْمَشَائِخِ اِلٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْرِفُ وَقْتَ السَّاعَۃِ بِاِعْلَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَھُوَ لَایُنَافِی الْحَصْرَ فِی الْاٰیَۃِ۔ بعض مشائخ کرام اسی طرف گئے کہ حضور وقت قیامت جانتے تھے اور اللہ تعالے کے بتانے سے اور یہ اس حصر کے منافی نہیں جو آیۂ کریمہ میں ہے۔

فتوحات وہبیہ شرح اربعین نووی میں ہے فَاِنْ قِیْلَ قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ عِنْدَہٗ مِنْھَا عِلْمًا وَالْاٰیَاتُ تَقْتَضِیْ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی تَفَرَّدَ بِعِلْمِھَا فَالْجَوَابُ کَمَا قَالَ الْحَلِیْمِیُّ اَنَّ مَعْنَاہُ اَنَا النَّبِیُّ الْاٰخِرُ فَلَایَلِیْنِیْ نَبِیٌّ اٰخَرُ وَاِنَّمَا تَلِیْنِیْ الْقِیٰمَۃُ وَالْحَقُّ کَمَا قَالَ جَمْعٌ اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی لَمْ یَقْبِضْ نَبِیَّنَا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ حَتّٰی اَطْلَعَہٗ عَلٰی کُلِّ مَا اَبْھَمَ عَنْہُ اِلَّا اَنَّہٗ اَمَرَہٗ بِکَتْمِ بَعْضٍ وَالْاِعْلَامِ بِبَعْضٍ۔

عبارات مذکورہ سے واضح ولائح ہو گیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو باعلام الٰہی وقت قیامت کا علم تھا مگر اس کے کتمان کا حضور کو حکم تھا۔

اور حضور دنیا سے تشریف لے جانے سے قبل ان تمام علوم پر مطلع کر دیے گئے جو آپ پر مبہم تھے ان میں سے بعض علوم ظاہر فرمانے کا اذن تھا اور بعض کے مخفی رکھنے کا۔

اب وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ (بارش کے علم کے) متعلق بھی حدیث ملاحظہ ہو۔

مشکوۃ شریف میں ترمذی میں ایک طویل حدیث نواس بن سمعان کی روایت سے بَابُ الْعَلَامَاتِ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰہُ مَطَرًا لَایَکُنُّ مِنْہُ بَیْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ۔ پھر اللہ تعالے ایک مینہ بھیجے گا

جس سے کوئی گھر شہر اور گاؤں کا خالی نہ رہے گا۔

اور اسی مشکوٰۃ میں باب لَا یَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ میں عبد اللہ بن عمر کی روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰہُ مَطَرًا کَاَنَّہُ الطَّلُّ فَیَنْبُتُ مِنْہُ اَجْسَادُ النَّاسِ۔ پھر اللہ تعالیٰ مثل شبنم ایک بارش بھیجے گا جس سے تمام مردہ جسم دوبارہ اُگ آئیں گے۔

ان ہر دو احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضور نے قبل از وقت بارش کی خبر دی اور اس کا اثر ظاہر فرمایا۔ اور یہ علم حضور کے صدقہ میں حضور کے خدام کو بھی حاصل تھا۔

تفسیر عرائس البیان میں ہے جو اسی آیۂ کریمہ کے تحت منقول ہے۔

وَلٰکِنْ کَثِیْرًا مَّا سَمِعْتُ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ یَقُوْلُ تُمْطِرُ السَّمَاءُ غَدًا اَوْ لَیْلًا فَیُمْطِرُ کَمَا قَالَ کَمَا سَمِعْنَا اِنَّ یَحْیٰی بْنَ مُعَاذٍ کَانَ عَلٰی رَاْسِ قَبْرِ وَلِیٍّ وَقْتَ دَفْنِہٖ وَقَالَ لِعَامَّۃٍ مَنْ حَضَرَ اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ مِنْ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ اِلٰهِیْ اِنْ کُنْتُ صَادِقًا فَاَنْزِلْ عَلَیْنَا الْمَطَرَ قَالَ الرَّاوِیْ فَنَظَرْتُ اِلَی السَّمَاءِ وَمَا رَاَیْتُ فِیْهَا رَاحَۃَ سَحَابٍ فَاَنْشَاَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ سَحَابَۃً مِّثْلَ تُرْسٍ فَمَطَرَتْ فَرَجَعْنَا مُبْتَلِّیْنَ۔

میں نے اکثر اولیاء سے سنا کہ کل مینہ برسے گا بارات کو تو وہ برسا اور اس روز برسا جسکی بابت فرمایا اور ہم نے سنا کہ یحییٰ بن معاذ ایک ولی کے دفن کے وقت قبر پہ تشریف فرما تھے آپ نے حاضرین جنازہ سے فرمایا یہ جو دفن کیا گیا ہے اللہ کا ولی ہے۔

یا الٰہی اگر میں سچا ہوں تو مینہ برسا دے۔ راوی کہتے ہیں میں نے آسمان پہ نظر ڈالی تو بادل کا پتہ نہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے بادل پیدا کیا اور مینہ برسا یا ہم لوگ بھیگتے ہوئے وہاں سے لوٹے۔

اب وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ۔ پر رحموں کے اندر جو ہے اس پر بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم مطلع باعلام الٰہی تھے۔

چنانچہ حضور نے حضرت امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر دی جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اور یہ خبر اس وقت دی گئی ہے جبکہ نطفہ بھی پشت پدر سے رحم مادر میں نہ آیا۔

ایسے ہی حضور نے سید الشہداء امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کی ولادت کی خبر پیدا ہونے سے قبل دی۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب المناقب اہل البیت میں بروایت ام فضل وارد ہے۔

کہ ام فضل حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا آج میں نے نہایت ناپسندیدہ خواب دیکھا ہے حضور نے فرمایا وہ کیا دیکھا ہے؟

عرض کی حضور میں نے دیکھا کہ حضور کے جسم پاک سے ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا حضور نے فرمایا یہ خواب تو نہایت مبارک ہے انشاء اللہ سیدہ زہرا کے لڑکا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا حدیث مبارک کے یہ الفاظ ہیں تَلِدُ فَاطِمَۃُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ غُلَامًا یَکُوْنُ فِیْ حِجْرِكِ۔

صاحب تفسیر عرائس البیان آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔

وَسَمِعْتُ اَیْضًا مِنْ بَعْضِ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ اِنَّہٗ اَخْبَرَ مَا فِی الرَّحِمِ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَرَاَیْتُ بِعَیْنِیْ مَا اَخْبَرَہٗ میں نے بعض اولیاء کرام سے جو کچھ رحم میں تھا اس کی پیشگوئی سنی کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی اور میں نے حسب پیشگوئی اس کی ولادت آنکھوں سے دیکھی۔

پھر ڈاکٹر لوگ ایکس ریز کے ذریعہ بتا دیتے ہیں کہ لڑکی ہے یا لڑکا ایک بچہ ہے یا دو۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بستان المحدثین میں فرماتے ہیں۔

"نقل میکنند کہ والد شیخ ابن حجر را فرزند نمی زیست کشیدہ خاطر بحضور شیخ رسید فرمود از پشت تو فرزندے خواہد برآمد کہ بعلم خود دنیا را پُر کند"۔

شیخ ابن حجر عسقلانی کے والد کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی ایک روز آپ رنجیدہ ہو کر اپنے شیخ کے حضور حاضر ہوئے شیخ نے فرمایا تیری پشت سے ایسا فرزند ارجمند پیدا ہوگا جس کے علم سے دنیا پُر ہوگی چنانچہ حسب پیشگوئی علامہ ابن حجر عسقلانی پیدا ہوئے۔

اور وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا سے کل کی بات یہ بھی ملاحظہ ہو۔

مشکوٰۃ شریف باب معجزات میں عمرو بن اخطب انصاری سے مروی ہے۔

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا الْفَجْرَ وَصَعِدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ عَلَی الْمِنْبَرِ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قَالَ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضور نے ہمیں ایک دن فجر کی نماز پڑھا کر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر ہوگئی آپ منبر سے اترے نماز ادا کی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا تو حضور نے قیامت تک جو ہونا تھا وہ سب بیان کیا۔ فرماتے ہیں اب ہم میں زیادہ عالم وہ ہے جس نے وہ خطبہ زیادہ یاد رکھا۔

اس حدیث سے کل کی خبر ہی نہیں بلکہ قیامت تک کی خبر دینا ثابت ہے۔

اور اگر غدًا کے ماتحت ہی سند مطلوب ہے تو مشکوٰۃ باب مناقب علی بن ابی طالب میں یہ حدیث ہے

قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۔ غزوہ خیبر پر حضور نے فرمایا یہ جھنڈا کل ہم ایک ایسے شخص کو دیں گے جس کے ہاتھ سے اللہ فتح عطا فرمائے گا۔ اللہ اور رسول اسے محبوب رکھتے ہیں اور وہ اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہے چنانچہ دوسرے دن وہ جھنڈا حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا اور خیبر فتح ہوا اس روایت کے راوی سہل بن سعد ہیں۔

یہاں بطور دفع دخل مقدر اس امر کا صاف کر دینا بھی ضروری ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لڑکیوں کو جنہوں نے اپنے مقتول آباء پر یوم بعاث کا مرثیہ کرتے ہوئے جب گایا۔

وَ فِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ

تو منع فرمایا کہ یہ مصرعہ چھوڑ کر باقی گاؤ۔ اس پر بعض یہ شبہ ڈالتے ہیں کہ یَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ گانے سے حضور نے روکا اور یہ روکنا نفی تقریری ہے لہذا یہ کہنا جائز نہیں کہ حضور کو کل کا علم ہے۔

اس کا جواب مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ میں ہے جو ملاحظہ فرمالیں۔

وَ اِنَّمَا مَنَعَ الْقَائِلَةَ بِقَوْلِهَا وَ فِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ لِكَرَاهَةِ نِسْبَةِ عِلْمِ الْغَيْبِ اِلَيْهِ لِاَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اِنَّمَا يَعْلَمُ الرَّسُوْلُ مِنَ الْغَيْبِ مَا اَعْلَمَهٗ ۔

اَوْ لِكَرَاهَةِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْ اَثْنَاءِ ضَرْبِ الدُّفِّ ۔

اَوْ اَثْنَاءِ مَرْثِيَةِ الْقَتْلٰى لِعُلُوِّ مَنْصَبِهٖ عَنْ ذٰلِكَ ۔

لڑکیوں کو حضور نے اس واسطے منع فرمایا کہ انہوں نے غیب کی نسبت مطلقاً حضور کی طرف کر دی تھی حالانکہ حضور کو تمام علوم بتعلیم الٰہی حاصل ہوئے تھے۔

یا اس واسطے کہ حضور نے اس بات سے کراہت کی کہ دف بجاتے ہوئے آپ کا ذکر کیا جائے۔

یا مرثیہ گاتے ہیں آپ کی ثنا کی جائے اس لیے کہ یہ آپ کے علو منصب کے خلاف ہے۔

اب وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (کس زمین میں مرے گا) اس کے متعلق بھی معلوم کیجئے۔

مشکوٰۃ المصابیح۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ اِنَّكَ عَسٰى اَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا اَوْ لَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا وَ قَبْرِيْ فَبَكٰى مُعَاذٌ خَشْيًا لِفِرَاقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

فرماتے ہیں جب حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم خود ان کے ساتھ وصیت

فرمانے تشریف لائے اور جب وصیت فرما چکے تو فرمایا اے معاذ قریب ہے کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو اور شاید کہ تم میری اس مسجد اور قبر پر گذر رہو۔

حضرت معاذ یہ کلمات جانگداز سنکر فراق حضور کے خیال سے بیقرار ہو کر رونے لگے۔

حدیث مذکورہ سے بای ارض تموت کی تصریح واضح ہے۔

شیخ ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی الکمال فی اسماء الرجال میں امام شافعی رحمہ اللہ کے حال میں لکھتے ہیں۔

قَالَ الْمُزَنِيُّ دَخَلْتُ عَلَى الشَّافِعِيِّ فِي عِلَّتِهِ الَّتِي مَاتَ فِيهِ فَقُلْتُ كَيْفَ اَصْبَحْتَ قَالَ اَصْبَحْتُ مِنَ الدُّنْيَا رَاحِلًا وَلِاِخْوَانِي مُفَارِقًا وَلِكَاْسِ الْمَنِيَّةِ شَارِبًا وَبِسُوْءِ اَعْمَالِي مُلَاقِيًا وَعَلَى اللّٰهِ وَارِدًا۔ مزنی فرماتے ہیں میں حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کی عیادت کو آیا جبکہ آپ اس مرض میں تھے جس میں آپ نے انتقال فرمایا۔

میں نے عرض کی آج کیسی صبح فرمائی تو ارشاد ہوا ایسی صبح کی ہے کہ میں دنیا سے سفر کرنے والا ہوں اپنے بھائیوں سے جدا ہونے والا ہوں۔ موت کا جام پینے والا ہوں اپنے سوء اعمال سے ملنے والا ہوں اللہ تعالے کے حضور پیش ہونے والا ہوں۔

فَلَا اَدْرِيْ اَرُوْحِيْ يَصِيْرُ اِلَى الْجَنَّةِ فَاُهَنِّيْهَا اَوْ اِلَى النَّارِ فَاُعَزِّيْهَا ثُمَّ بَكٰى وَاَنْشَاَ يَقُوْلُ۔

وَلَمَّا قَسَا قَلْبِيْ وَضَاقَتْ مَذَاهِبِيْ ... جَعَلْتُ رَجَائِيْ نَحْوَ عَفْوِكَ سُلَّمَا
تَعَاظَمَنِيْ ذَنْبِيْ فَلَمَّا قَرَنْتُهُ ... بِعَفْوِكَ رَبِّيْ كَانَ عَفْوُكَ اَعْظَمَا
فَمَا زِلْتَ ذَا عَفْوٍ عَنِ الذَّنْبِ لَمْ تَزَلْ ... تَجُوْدُ وَتَعْفُوْ مِنَّةً وَتَكَرُّمَا
فَلَوْلَاكَ لَمْ يَسْلَمْ مِنْ اِبْلِيْسَ عَابِدٌ ... وَكَيْفَ وَقَدْ اَغْوٰى صَفِيَّكَ اٰدَمَا

ترجمہ

تو اب میں نہیں جانتا کہ میری روح جنت میں جائے گی کہ میں اسے مبارک دوں یا آگ میں جائے گی کہ میں اس سے تعزیت کروں۔ پھر آپ رونے لگے اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

جب میرا دل سخت ہو گیا اور میرے راستے تنگ ہو گئے تو میں نے تیری معافی کی طرف امید اپنی کو سیڑھی بنایا۔

مجھے میرے گناہ بڑے نظر آئے جب میں نے ان کو تیرے عفو کے مقابل رکھا تو تیری بخشش بہت بڑی نظر آنے لگی۔

تو ہمیشہ سے معاف کرنے والا ہے اور اپنے کرم اور احسان سے ہمیشہ سے لوگوں کے گناہ معاف کرتا رہا ہے۔

اگر تیری مدد شامل حال نہ ہو تو شیطان سے کوئی عابد نہ بچے اور کس طرح بچ سکتا ہے جب کہ اس نے آدم صفی اللہ کو دھوکہ دے دیا۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ نے اپنی وفات کی اطلاع امام مزنی (اپنے شاگرد) کو دی۔

سُوْرَةُ السَّجْدَة

مکّی ہے۔ اس میں تین رکوع اور تیس آیت ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ سجدہ پ ۲۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

الٓمّٓ۔ کتاب کا اتارنا بلاشک رب عالم کی طرف سے ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝

کیا کہتے ہیں یہ ان کی بنائی ہوئی ہے بلکہ وہی حق ہے تمہارے رب کی طرف سے کہ تم ڈراؤ اس قوم کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تا کہ وہ راہ پر آئیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝

اللہ وہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور جو کچھ ان میں ہے چھ دن میں پھر استوی فرمایا عرش پر نہیں تمہارا اس کے سوا کوئی حمایتی نہ سفارشی تو کیا تم ہوش نہیں کرتے۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝

کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک پھر اسی کی طرف عروج فرمائے گا اس دن جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

یہ ہے عالم غیب و شہادت عزت و رحمت والا ہے۔

الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝

جس نے بنائی ہر شے بہترین اور ابتدا انسان کی پیدائش کی مٹی سے۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝

پھر بنائی اس کی نسل ذلیل پانی کے خلاصہ سے۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

پھر اسے ٹھیک کیا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیے بہت ہی کم شکر گذار ہو۔

وَقَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝

اور بولے کیا جب ہم مٹی میں مل جائیں گے کیا ہم پھر نئے بنیں گے بلکہ وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہونے سے منکر ہیں۔

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝

فرما دیجئے تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے۔

لفظی ترجمہ

الٓمّٓ	تَنْزِيْلُ۔ اتاری گئی ہے	اَلْكِتٰبِ۔ کتاب	لَا۔ نہیں
رَيْبَ۔ شک	فِيْهِ۔ اس میں	مِنْ رَّبِّ۔ پروردگار	الْعٰلَمِيْنَ۔ جہانوں سے
اَمْ۔ کیا	يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	افْتَرٰى۔ بنا لیا ہے	هُ۔ اس کو
بَلْ۔ بلکہ	هُوَ۔ وہ	الْحَقُّ۔ حق ہے	مِنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب سے
لِتُنْذِرَ۔ کہ تو ڈرائے	قَوْمًا۔ اس قوم کو	مَّآ۔ کہ نہیں	اَتٰىهُمْ۔ آیا ان کے پاس

مِنْ نَّذِيْرٍ۔ کوئی ڈرانیوالا | مِنْ قَبْلِكَ۔ تجھ سے پہلے | لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ | يَهْتَدُوْنَ۔ ہدایت پائیں
اَللّٰهُ۔ اللہ | الَّذِیْ۔ وہ ہے جس نے | خَلَقَ۔ پیدا کیا | السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَ۔ اور | الْاَرْضَ۔ زمین کو | وَ۔ اور | مَا۔ جو
بَيْنَهُمَا۔ انکے درمیان ہے | فِیْ۔ بیچ | سِتَّةِ۔ چھ | اَيَّامٍ۔ دن کے
ثُمَّ۔ پھر | اسْتَوٰى۔ قرار پکڑا | عَلَى۔ اوپر | الْعَرْشِ۔ عرش کے
مَا۔ نہیں | لَكُمْ۔ تمہارے لیے | مِّنْ دُوْنِهٖ۔ اسکے سوا | مِنْ وَّلِیٍّ۔ کوئی دوست
وَّ۔ اور | لَا۔ نہ | شَفِيْعٍ۔ سفارشی | اَفَلَا۔ کیا پھر نہیں
تَتَذَكَّرُوْنَ۔ نصیحت لیتے تم | يُدَبِّرُ۔ تدبیر کرتا ہے | الْاَمْرَ۔ کام کی
مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے | اِلَى۔ طرف | الْاَرْضِ۔ زمین کی | ثُمَّ۔ پھر
يَعْرُجُ۔ چڑھتا ہے | اِلَيْهِ۔ طرف اسکی | فِیْ۔ بیچ | يَوْمٍ۔ ایسے دن کے
كَانَ۔ کہ ہے | مِقْدَارُهٗ۔ اندازہ اس کا | اَلْفَ۔ ہزار | سَنَةٍ۔ سال
مِّمَّا۔ اس سے جو | تَعُدُّوْنَ۔ تم گنتے ہو | ذٰلِكَ۔ یہ ہے | عٰلِمُ۔ جاننے والا
الْغَيْبِ۔ غیب | وَ۔ اور | الشَّهَادَةِ۔ حاضر کا | الْعَزِيْزُ۔ غالب
الرَّحِيْمُ۔ مہربان | الَّذِیْ۔ وہ جس نے | اَحْسَنَ۔ اچھا کیا | كُلَّ شَیْءٍ۔ ہر شے کی
خَلَقَهٗ۔ پیدائش کو | وَ۔ اور | بَدَاَ۔ شروع کیا | خَلْقَ۔ پیدائش
الْاِنْسَانِ۔ انسان کو | مِنْ طِيْنٍ۔ مٹی سے | ثُمَّ۔ پھر | جَعَلَ۔ بنایا
نَسْلَهٗ۔ اس کی نسل کو | مِنْ سُلٰلَةٍ۔ خلاصہ | مِّنْ مَّآءٍ۔ پانی | مَّهِيْنٍ۔ ذلیل سے
ثُمَّ۔ پھر | سَوّٰىهُ۔ برابر کیا اسکو | وَ۔ اور | نَفَخَ۔ پھونکی
فِيْهِ۔ اس میں | مِنْ رُّوْحِهٖ۔ اپنی روح | وَ۔ اور | جَعَلَ۔ بنائے
لَكُمُ۔ تمہارے لیے | السَّمْعَ۔ کان | وَ۔ اور | الْاَبْصَارَ۔ آنکھیں
وَ۔ اور | الْاَفْئِدَةَ۔ دل | قَلِيْلًا۔ تھوڑا | مَّا۔ جو
تَشْكُرُوْنَ۔ شکر کرتے ہو تم | وَ۔ اور | قَالُوْٓا۔ بولے | ءَاِذَا۔ کیا جب
ضَلَلْنَا۔ مل جائینگے ہم | فِی۔ بیچ | الْاَرْضِ۔ زمین کے | ءَاِنَّا۔ کیا ہم
لَفِیْ۔ بیچ | خَلْقٍ۔ پیدائش | جَدِيْدٍ۔ نئی کے ہونگے | بَلْ۔ بلکہ
هُمْ۔ وہ | بِلِقَآءِ۔ ملاقات | رَبِّهِمْ۔ اپنے رب سے | كٰفِرُوْنَ۔ منکر ہیں

قُلْ۔ کہہ دو | یَتَوَفّٰکُمْ۔ فوت کرتا ہے تم کو | مَّلَکُ۔ فرشتہ
الْمَوْتِ۔ موت کا | الَّذِیْ۔ جو | وُکِّلَ۔ مقرر کیا گیا ہے | بِکُمْ۔ تم پر
ثُمَّ۔ پھر | اِلٰی۔ طرف | رَبِّکُمْ۔ اپنے رب کی | تُرْجَعُوْنَ۔ پھیرے جاؤ گے

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع سورۃ سجدہ۔ پ۲۱

ال۔م۔ الف میں اشارہ آلاء الٰہی کی طرف ہے۔
لام سے اشارہ لطف حق جل شانہ کی طرف ہے۔
میم۔ سے مجد الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔
تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اتارنا کتاب کا جس میں کوئی شک وشبہ نہیں رب العالمین کی طرف سے ہے۔
یہ سورۃ مبارکہ سورۃ السجدہ ہے۔ مکی ہے سوائے تین آیتوں کے اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا سے جو شروع ہیں۔ اس سورت میں تیس آیتیں اور تین سو اسی کلمے اور ایک ہزار پانچ سو اٹھارہ حرف ہیں اس میں قرآن کریم کی معجزانہ شان کا اظہار ہے کہ یہ کلام پاک ایسا معجزانہ ہے کہ اس میں شک کرنے والا اس کے مثل ایک سورت یا چھوٹی سی آیت بھی کوئی بنا کر نہیں لا سکتا اور بڑے بڑے فصحاء بلغاء اس کے مقابلہ سے عاجز ہیں۔

ربط آیات

اس سے پہلی سورت میں توحید اور حشر و نشر کے دلائل بیان فرماتے تھے اب اس سورۃ مبارکہ میں رسالت کا تذکرہ فرمایا گیا چنانچہ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ فرما کر ارشاد ہوا کہ اس کتاب کا نزول جس کے برحق ہونے میں کسی عاقل فہیم کو غور و تامل کے بعد کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا اور اسے ماننا پڑتا ہے کہ یہ کلام اس بے مثل ذات کا کلام ہے جس کی مثل کوئی نہیں تو اس کلام کا مثل بھی محال ہے۔

اور رب العالمین فرما کر اس طرف اشارہ فرما دیا گیا کہ اللہ تعالٰے شانہ جیسے تمام جہان کا پالنے والا ہے اور نشوو نما جسمانی کرنے والا ہے ایسے ہی وہ روحانیات کا بھی رب ہے اور اس کی حکمت یہ مقتضا تھا کہ انسانی شائستگی کے لیے وہ ایک ایسی کتاب نازل فرماتا جو اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہوتی اور

اس میں معاش و معاد کی مکمل تعلیم ہوتی اور اپنی صداقت میں آپ ہی گواہ ہوتی چنانچہ قرآن پاک ان تمام صفات سے متصف ہے۔

اگرچہ قسی القلب ختار و کفور جاحد جاہل اپنی تیرہ بختی سے اسے تسلیم نہ کریں اور کہتے پھریں کہ یہ کتاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ہی بنالی ہے اللہ تعالے نے نازل نہیں فرمائی انہیں بھی لَارَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْن فرما کر اگرچہ جواب دیدیا مگر جن کے حصہ میں ایمان نہیں وہ اس کی تابانی اس کے لمعات کے آگے خفاش چشم ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ۔ کیا کہتے ہیں مشرکین یہ کتاب مقدس ان کی گھڑی ہوئی ہے (یعنی سید الانبیاء محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے تصنیف فرمایا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے) کہ وہی حق ہے تمہارے رب کی طرف سے کہ تم ڈراؤ ایسے لوگوں کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا۔

یعنی جو لوگ زمانۂ فترت کے ہیں یہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک تھا اس زمانہ میں اللہ کی طرف سے کوئی رسول نہیں آیا۔

اس لیے یہ غلط فہمی پیدا کرنا غلط ہے کہ حضور صرف عرب ہی کے لیے مبعوث ہوئے تھے بلکہ لِتُنْذِرَ قَوْمًا اس لیے فرمایا تاکہ سب سے اول انہیں کی طرف سے اعتراض ہوا تھا۔ ورنہ دوسری آیت میں ارشاد ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ اے محبوب ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

اور تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا اس سے بھی حضور کی بعثت تمام عالم کے لیے ثابت ہے اور خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ میں تمام عالم کے لیے نبی کیا گیا ہوں۔

البتہ آیت کریمہ سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضور سے قبل اور بعد عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی بھی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

اس کے بعد وہ باتیں ارشاد ہیں جن کا پہنچانا رسول پر فرض ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ۔ اللہ ہی وہ ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استوا فرمایا (جیسا استواء اسکی شایان شان ہے)

تمہارا اس کے سوا کوئی حمایتی سفارشی نہیں (یعنی اے گروہ کفار جب تم اللہ کی راہ رضا اختیار نہ کرو اور ایمان نہ لاؤ تو نہ تمہیں کوئی مددگار ملے گا جو تمہاری مدد کر سکے نہ کوئی سفارشی جو تمہاری شفاعت کرے) تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک (یعنی دنیا میں قیامت تک ہونے والے کاموں کی اپنے حکم و امر اور قضاء و قدر سے تدبیر فرماتا ہے) پھر رجوع فرمائے گا اس کی طرف اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔

یعنی امر و تدبیر فناء دنیا کی بعد اس دن فرمائے گا جو دن تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار برس کے برابر ہوگا اور وہ دن قیامت ہے اور اس دن کی درازی ہزار برس اور خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ پچاس ہزار برس جو فرمائی گئی وہ بعض کافروں پر ہزار برس معلوم ہوگی اور بعض کو پچاس ہزار برس کے برابر چنانچہ سورۂ معارج میں ہے
تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ۔
حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہی دن کافر پر ہزار برس سے پچاس ہزار برس تک کا معلوم ہوگا اور مومن پر یہ دن اتنا ہلکا ہوگا کہ ایک نماز فرض ادا کرنے کے برابر بلکہ اس سے بھی ہلکا۔ اس کی حقیقت اس شعر کے مطابق ہے جو کسی نے کہا ہے

دن عیش کے گھڑیوں میں گذر جاتے ہیں کیسے ! ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے

درحقیقت یہ یوم قیامت کی ہولناک کیفیت کی مثال دی ہے۔
اور ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ کے یہ معنی ہیں کہ جب عالم فنا ہو جائے گا اور نیا عالم پیدا ہوگا جیسا کہ ارشاد ہے يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ پھر يَعْرُجُ اِلَيْهِ یعنی يَرْجِعُ اِلَيْهِ ہوگا۔ یعنی التفات مشیت اس طرف ہوگا اور اس دن کی حقیقی مقدار اللہ ہی جانتا ہے۔ باعتبار کرب و اضطراب یہ دن کسی پر ایک ہزار برس کے برابر ہوگا کسی پر پچاس ہزار برس کے برابر اور کسی مومن مطیع پر دو رکعت فرض ادا کرنے کے برابر یہ ساری مقداریں سختی اور وحشت و دہشت و ہیبت و کربت کے اعتبار سے ہیں۔ پھر ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔

"یہ ہے ہر غائب و حاضر کا جاننے والا عزت و رحمت والا وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی"
اور حسب اقتضاء حکمت بنائی اور ہر جاندار کو وہ صورت عطا کی جو اس کے لیے بہتر ہے اور اسے ایسے اعضا دیے جو اس کی معاش کے لیے مناسب ہیں۔

"اور انسان کی پیدائش ابتداءً مٹی سے فرمائی"۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا "پھر اس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے"۔

یعنی نطفہ سے اور آدم علیہ السلام کی پیدائش گارے سے شروع کی اور انہیں کسی فرد بشر کے نطفہ سے نہیں بنایا بلکہ اسے خاک سے بنایا اگرچہ خاک کے ساتھ پانی وغیرہ اور بھی اجزاء عنصری تھے مگر چونکہ مٹی کا عنصر غالب تھا اس اعتبار سے تغلیباً مِنْ طِیْنٍ فرمادیا۔

اور لفظ بَدَأَ سے یہ بھی دفع دخل مقدر کر دیا کہ فلاسفہ کا یہ وہم غلط ہے کہ انواع اور مادیات قدیم نہیں ہیں حکماء یونان اس توہم کے شکار ہیں چنانچہ اس کا رد علم کلام کی بڑی کتابوں میں زور کے ساتھ کر دیا گیا ہے۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ۔ اس میں اجراء نسل کا دستور بتایا کہ پھر ہم نے اس کی نسل کو نکھرے ہوئے بے قدر پانی سے جاری کیا جسے مَنی کہتے ہیں۔ منی ایک ایسا پانی ہے جو انسانی اخلاط کا نچوڑ ہے۔ اور اتنا بے قدر ہے کہ انسان اس سے نفرت کرتا ہے بدن یا کپڑے پر لگ جاتی ہے تو بغیر دھوئے اسے ناپاک سمجھتا ہے۔

اور نسل کو نسل اس لیے کہتے ہیں کہ وہ انسان سے نکلتی ہے۔ نَسَلَ الصُّوْفُ نُسُوْلًا سَقَطَ (قاموس) نسل۔ ذریت سُمِّیَتْ بِہٖ لِاَنَّہَا تُنْسَلُ مِنْہُ اَیْ تَنْفَصِلُ۔ سُلٰلَہ۔ سَلّ سے ہے جس کے معنی کھینچنے کے ہیں سَیْفٌ مَسْلُوْلٌ۔ تلوار کھینچی ہوئی۔

وَالسُّلٰلَۃُ مَا اُسْتُخْرِجَ مِنْ اٰدَمَ (مجمع البحار) منی کو سلالہ اسی بنا پر کہتے ہیں کہ وہ انسان کے جسم میں سے کھینچتی ہے۔ مَھِیْن کے معنی ضعیف کے ہیں یا حقیر کے یا قلیل کے۔ (قاموس)

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ۔ پھر اسے شکم مادر میں ٹھیک کیا۔

سر کی جگہ سر گوشت کے مضغہ میں سے بنایا کان کی جگہ کان آنکھ کی جگہ آنکھ ناک کی جگہ ناک ہڈی پٹھے بال کھال ایک تناسب سے بنائے اور ہر چیز کو اس انداز سے بنایا کہ علم تشریح کے واقف ہونے کے بعد عاقل کو اس بات کا اقرار ہی کرنا پڑتا ہے یہ اس مدبر حکیم باکمال کی صنعت کاری ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ۔

وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ۔ اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی۔

اور بے جان دبے حس ہونے کے بعد اسے حساس اور جاندار بنا دیا۔
مِنْ رُّوْحِہٖ کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی یا اپنی جان کا کوئی ٹکڑا اس میں ڈال دیا بلکہ یہ معنے ہیں کہ وہ روح جو اللہ تعالےٰ کی عمدہ اور لطیف چیزوں میں کی ایک چیز ہے وہ اس میں ڈال دی اور روح کو اپنی طرف اسکی خوبی و لطافت اور شرافت کے لیے مضاف کر دیا۔ جیسے حاکم بادشاہ اپنے خاص ملازم کو عزت دینے کے لیے کہدیا کرتے ہیں کہ یہ ہمارا آدمی ہے۔
وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۔ اور کی تمہارے لیے شنوائی و بینائی یعنی حواس ظاہری عطا فرمائے وَالْاَفْئِدَةَ اور دل دیا یعنی قوائے باطنیہ و مدرکات عطا کیے مگر باوجود اس کے کہ ہم نے ان نعمتوں سے تمہیں نوازا پھر بھی
قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ تم بہت ہی کم اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتے ہو۔ اور ان تمام نعمتوں کو اپنے گھر کی باتیں خیال کرتے ہو۔
آیۂ کریمہ میں روح پھونکنے سے پہلے تک تو غائب کے صیغوں سے تعبیر کیا اور ثُمَّ سَوّٰهُ فرمایا۔ اور روح پھونکنے کے بعد جَعَلَ لَكُمْ مخطاب کے صیغے سے مخاطبہ فرمایا۔ اس لیے کہ قبل نفخ روح بے جان سے مخاطبہ نہیں تھا جب روح آگئی تو قابل خطاب سے خطاب فرمایا۔
مشرکین مکہ مندرجہ ذیل توہمات باطلہ کاسدہ فاسدہ کے شکار تھے۔
اول ان کا گمان تھا کہ حضور نے یہ کلام خود گھڑا ہے۔
دوسرے ان کے گمان فاسد میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ اور چیزیں بھی شریک تھیں۔ ان دونوں کا جواب شافی کافی دے دیا گیا۔
اب تیسری بات یہ تھی کہ حشر ممکن نہیں اس کا جواب ان کے شبہ کو نقل کرکے دیا گیا۔
وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ۔ مشرکین کہتے ہیں کہ کیا ہم جب مرکز زمین میں گم ہو جائیں گے یعنی بدن کے اجزا متفرق و منتشر ہو کر فنا ہو جائیں گے تو کیا پھر دوبارہ زندہ ہوں گے اس پر ارشاد ہے کہ یہی نہیں۔
بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ۔ بلکہ یہ تو اپنے رب سے ملنے کے بھی منکر ہیں۔ پھر جواب دیا گیا۔
قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ اے محبوب انہیں فرما دیجئے کہ ایک روز ملک الموت فرشتہ جو تمہاری جان قبض کرنے پر معین کیا گیا ہے تمہاری جان قبض کرے گا اور اس پر تو تمہارا بھی یقین ہے یعنی مرنا تو یقینی سمجھتے ہیں۔

اب رہا دوبارہ زندہ ہونا اس کے متعلق یہ سمجھ لو کہ جس نے نیست و نابود کیا ہے وہ بار دگر زندہ کرنے پر کیوں قادر نہیں اسی لیے فرمایا

ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ۔ پھر تم اپنے رب کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

بعث بعد الموت کے منکر شہوات نفسانیہ کی اسی وجہ میں شمار ہوتے ہیں کہ انہیں آخرت کی فکر ہی لاحق نہیں ہوتی۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ سجدہ پ ۲۱

الٓمّٓ۔ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اتارنا کتاب کا جس میں کوئی شک نہیں رب العالمین کی طرف سے ہے۔

الٓمّٓ۔ کی تفسیر تو خلاصہ تفسیر میں بیان ہو چکی۔ آلوسی نے مزید یہ بھی کہا کہ

الٓمّٓ۔ اِنْ جُعِلَ اِسْمًا لِلسُّوْرَۃِ اَوِالْقُرْاٰنِ اَیْ ھٰذَا الٓمّٓ۔ اور تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ فرما کر خبر بعد خبر فرمائی اور لَا رَیْبَ فِیْہِ خبر ثالث ہے مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ خبر رابع ہے۔

گویا اس کا مفہوم یوں ہوا اَیِ الْمُسَمّٰی بِالٓمّٓ اَلْکِتَابُ الْمُنَزَّلُ لَا رَیْبَ فِیْہِ کَائِنٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ یا اس کی یوں عبارت بنے گی کَوْنُہٗ مُنَزَّلًا مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا لِلتَّنْزِیْلِ وَلِلْکِتَابِ کَاَنَّہٗ قِیْلَ لَا رَیْبَ فِیْ ذٰلِکَ اَیْ فِیْ کَوْنِہٖ مُنَزَّلًا مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ۔ کیا کہتے ہیں کہ یہ گھڑ لیا ہے۔

فَاِنَّ قَوْلَہُمْ ھٰذَا مُفْتَرًی اِنْکَارٌ لِاَنْ یَکُوْنَ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَیْ فَاَلْاَنْسَبُ اَنْ یَکُوْنَ نَفْیُ الرَّیْبِ عَمَّا اَنْکَرُوْہُ۔

بَلْ ھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ۔ بلکہ وہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے۔

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىہُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِکَ لَعَلَّہُمْ یَہْتَدُوْنَ۔ تاکہ ڈرائیں آپ اپنی اس قوم کو جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔

یعنی عیسٰی علیہ السلام کے بعد سے بعثت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم تک زمانہ فترت رہا کہ اس میں کسی نبی کی بعثت نہ ہوئی اور یہ قوم قریشی ہی تھی۔ اِنَّہٗ لَمْ یُبْعَثْ اِلَیْہِمْ رَسُوْلٌ مِّنْہُمْ قَبْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانُوْا مُلَازِمِیْنَ بِشَرَائِعِ الرُّسُلِ مِنْ قَبْلُ وَاِنْ کَانُوْا مُقَصِّرِیْنَ فِی الْبَحْثِ عَنْہَا

لَا سِیَّمَا دِیْنِ اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ ۔ کہ اس میں حضور سے قبل کوئی رسول مبعوث نہ ہوا اور یہ دین ابراہیم و اسمعیل کے پیرو تھے۔

وَاِنَّهُمْ لَمْ یَزَالُوْا عَلٰی ذٰلِکَ اِلٰی اَنْ نَشَأَتْ فِی الْعَرَبِ عِبَادَۃُ الْاَصْنَامِ الَّتِیْ اَحْدَثَهَا فِیْهِمْ عَمْرُوْ الْخُزَاعِیُّ لَعَنَهُ اللّٰهُ فَلَمْ یَبْقَ مِنْهُمْ عَلَی الْمِلَّۃِ الْحَنِیْفِیَّۃِ اِلَّا الْقَلِیْلُ اَوْ اَقَلُّ مِنَ الْقَلِیْلِ۔

اور یہ لوگ اسی مذہب حنیف پر تھے کہ ان میں بت پرستی کا رواج دینے والا ایک شخص عمرو الخزاعی لعنہ اللہ پیدا ہوا اور اس نے بت پرستی کو ایسے رواج دیا کہ اس سے اقل قلیل ہی لوگ بچے۔

اور ان میں اللہ تعالے کی عبادت کی طرف مائل کرنے والے زید بن عمرو بن نفیل عدوی تھے جو حضرت سعید کے والد تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے۔ اور انہوں نے حضور پر قبل بعثت ہی ایمان قبول کیا تھا اور اظہار نبوت سے قبل ہی انتقال فرما گئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب کہ قریش بناء کعبہ کر رہے تھے اور یہ زمانہ بعثت سے پانچ سال قبل تھا اور اس زمانہ میں ملت ابراہیم و اسمعیل جاری تھی چنانچہ

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے اور وہ اسماء بنت ابی بکر سے راوی ہیں قَالَتْ لَقَدْ رَاَیْتُ زَیْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ مُسْنِدًا ظَهْرَهٗ اِلَی الْکَعْبَۃِ یَقُوْلُ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا اَصْبَحَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ عَلٰی دِیْنِ اِبْرَاهِیْمَ غَیْرِیْ۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا کہ کعبۃ اللہ سے لپشت لگائے فرما رہے تھے اے قریشیو! قسم اس ذات مقدس کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے میں تم میں سے کسی کو اپنے سوا دین ابراہیم پر نہیں پاتا۔

اور حضرت موسی بن عقبہ نے مغازی میں ذکر کیا اَنَّ زَیْدَ بْنَ عَمْرٍو وَکَانَ یَعِیْبُ عَلٰی قُرَیْشٍ ذَبْحَهُمْ لِغَیْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ زید بن عمرو قریش کو ملامت کرتے اور ذبح لغیر اللہ سے روکتے۔

وَصَحَّ اَنَّهٗ کَانَ لَا یَاْکُلُ مِنْ ذَبَائِحِ الْمُشْرِکِیْنَ الَّتِیْ اُهِلَّ بِهَا لِغَیْرِ اللّٰهِ۔ اور یہ صحیح ہے کہ آپ مشرکین کے وہ ذبیحہ نہیں کھاتے تھے جس پر عند الذبح غیر اللہ کا نام لیا جاتا تھا۔

یعنی اہلال لغیر اللہ کا یہ مفہوم ہے

کہ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کی بجائے بتوں کے نام لیے جائیں اور کہیں بِسْمِ مَنَاتَ، بِسْمِ لَاتَ، بِسْمِ عُزّٰی، بِسْمِ نَائِلَۃَ، بِسْمِ صَائِلَۃَ ۔ وغیرہ۔ اسے طیالسی نے بھی ذکر کیا۔

اور زید بن عمرو بن نفیل کی طرح قس بن ساعدۃ الایادی بھی مومن تھے اور دعوت توحید دیتے تھے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں قبل بعثت حاضر رہے اور قبل بعثت ہی انتقال فرما گئے ان کا دین ملت حنیف پر تھا یہ معمر تھے۔

علامہ سجستانی فرماتے ہیں کہ ان کی عمر تین سو اسی سال کی ہوئی۔

اور مرزبانی کہتے ہیں یہ چھ سو سال کی عمر پا کر مرے۔

حافظ ابن حجر اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں فرماتے ہیں قَدْ اَفْرَدَ بَعْضُ الرُّوَاةِ طَرِيْقَ قِسِّ وَفِيْهِ شِعْرُهُ وَخُطْبَتُهُ وَهُوَ فِي الطِّوَالَاتِ لِلطَّبْرَانِي وَغَيْرِهَا۔

وَاَمَّا الْعَرَبُ غَيْرُ الْمُعَاصِرِيْنَ فَلِذُرِّيَّاتِهِمْ مِنْ عَهْدِ اِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيٌّ مِنْهُمْ بَلْ لَمْ يُرْسَلْ اِلَيْهِمْ نَبِيٌّ مُرْسَلًا وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى وَغَيْرُهُمَا مِنْ اَنْبِيَاءِ بَنِي اِسْرَائِيْلَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يُبْعَثُوْا اِلَيْهِمْ عَلَى الْاَظْهَرِ۔

وَخَالِدُ بْنُ سِنَانِ الْعَبَسِيِّ عِنْدَ الْاَكْثَرِيْنَ لَيْسَ بِنَبِيٍّ وَخَبَرُ وُرُوْدِ بِنْتٍ لَهُ عَجُوْزٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا مَرْحَبًا بِابْنَةِ نَبِيٍّ ضَيَّعَهُ قَوْمُهُ وَنَحْوُهُ مِنَ الْاَخْبَارِ مِمَّا لِلْحُفَّاظِ فِيْهِ مَقَالٌ لَا يَصْلُحُ مَعَهُ الْاِسْتِدْلَالُ۔

خلاصہ یہ کہ زمانہ فترت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد سے عہد سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم تک عرب میں انکے معاصرین کے علاوہ کوئی نبی نہیں آیا۔

اور خالد بن سنان عبسی اکثر محققین کے نزدیک نبی نہ تھا اور وہ حدیث جس میں اس کی بیٹی بڑھیا کا حضور کی خدمت میں آنا اور حضور کا فرمانا کہ مبارک ہے وہ بیٹی نبی کی جسے اس کی قوم نے ضائع کر دیا اور اس قسم کی اور اخبار ان سے استناد صحیح نہیں۔

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ۔ اَیْ لِاَجْلِ اَنْ يَّهْتَدُوْا بِاِنْذَارِكَ اِيَّاهُمْ اَوْ رَاجِيًا لِاهْتِدَائِهِمْ۔ یعنی ان کے سبب سے وہ ہدایت پائیں گے اور آپ کی تنذیر سے امید ہے کہ وہ ہدایت پا جائیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ۔ اللہ وہ ہے جس نے پیدا فرمائے آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے چھ دن میں پھر عرش پر استواء فرمایا نہیں تمہارے لیے اس کے سوا کوئی حمایتی نہ سفارشی تو کیا تم نہیں سنتے۔

سِتَّةِ اَيَّامٍ اور اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کی بحث سلف وخلف کے مذہب کی روشنی میں اول بیان ہو چکی آیۂ کریمہ میں اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد ہے کہ مَا لَكُمْ مُجَاوِزِيْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَيْ رِضَاهُ سُبْحَانَهُ وَطَاعَتَهُ تَعَالٰى وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ اَيْ لَا يَنْفَعُكُمْ هٰذَانِ مِنَ الْخَلْقِ عِنْدَهُ دُوْنَ رِضَاهُ جَلَّ جَلَالُهُ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر ان کافروں کا حمایتی اور سفارشی نہیں ہو سکتا تو آیہ کریمہ کے حاصل معنی یہ ہوئے مَا لَكُمْ وَلِيٌّ وَلَا نَاصِرٌ غَيْرُ اللهِ تَعَالىٰ۔ تمہارا کوئی حمایتی اور مددگار سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ یہ اس خیال فاسد کا جواب ہے جو مشرکین ظاہر کرتے اور کہتے تھے اپنے معبودوں کے لیے۔

يَقُولُونَ فِي الِهَتِهِمْ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا وَيَزْعُمُونَ اِنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا شَفِيْعٌ لَّهُمْ۔ کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے حضور اور ان کا گمان باطل تھا کہ ہر ایک بت ان کی سفارش کرے گا تو ارشاد ہوا۔

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ۔ اَیْ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ هٰذِهِ الْمَوَاعِظَ۔ کیا تم یہ نصیحتیں نہیں سنتے اور وہ دھیان ہی نہیں کرتے۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ تدبیر فرماتا ہے کام کی آسمان سے زمین تک پھر چڑھ جاتا ہے اس کام کو بعد تدبیر کے ایک دن میں جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔

اور سماء الی الارض سے مراد ابتداء اور انتہا ہے۔ یعنی اپنی حکمت بالغہ سے زمین و آسمان کے نظام میں تدبیر فرماتا ہے

اور تدبیر الامر سے مراد امر دنیا اور شیون قدرت ہیں۔ اور تدبیر اصل میں نظر کو کہتے ہیں جس سے عاقبت امر محمود ہو جائے۔

ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ۔ اَیْ يَصْعَدُ وَيَرْتَفِعُ ذٰلِكَ الْاَمْرُ بَعْدَ تَدْبِيْرِهٖ۔ پھر ان کاموں کو چڑھاتا ہے اور بلند فرماتا ہے بعد اس کی تدبیر کے۔ حقیقت میں یہ عروج و صعود مجازاً فرمائے گئے۔

فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ ایک دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی میں ایک ہزار برس ہو۔

یہاں الف سنۃ سے مراد ہزار برس حقیقی نہیں ہیں بلکہ اس دن کی شدت و کربت اور کیفیت عذاب سے وہ ہزار برس کے برابر معلوم ہوگا اور ایسے ہی کسی کو پچاس ہزار برس کے برابر اور مومنین کو وہ دن اتنا ہی معلوم ہوگا جتنی دیر میں ایک وقت کا فرض ادا کیا جائے یا دو نفل پڑھے جائیں اس کے بعد ارشاد ہے

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔

یہ تو ہے پوشیدہ اور علانیہ کا جاننے والا غالب رحم فرمانے والا جس نے ہر شے اچھی صورت میں اور

شان میں پیدا کی اور انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے فرمائی پھر اس کی نسل بڑھائی خلاصہ سے ناپاک پانی کے یعنی منی سے پھر برابر کیا اس کے اعضاء کو مناسب طور سے رحم مادر میں اور پھونکی اس میں اپنی روح سے اور کیا تمہارے لیے سماعت اور بصارت اور دل دگر باوجود ان نعمتوں کی عطا کرنے کے اتم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

عربی میں ذریت کو ہی نسل کہتے ہیں اور نسل کو نسل اس وجہ میں کہا جاتا ہے کہ تَتَنَسَّلُ وَتَتَفَصَّلُ وہ علیحدہ ہو کر پھیلتی ہے۔

سُلَالَۃ:۔ عربی میں خلاصہ کو کہتے ہیں اور اصل میں اس کا استعمال نکھارنے کے موقعہ پر ہوتا ہے۔

مَاءٍ مَّھِیْنٍ۔ اس پانی کو کہتے ہیں جو کسی کام آنے والا نہ ہو اس سے مراد منی ہے۔

ثُمَّ سَوّٰہُ:۔ اَیْ عَدَلَہٗ بِتَکْمِیْلِ اَعْضَائِہٖ فِی الرَّحْمِ وَتَصْوِیْرِھَا فِی الرَّحْمِ عَلٰی مَا یَنْبَغِیْ یعنی پھر برابر کیے رحم مادر میں اور تصویر شکل و شباہت کی جیسی اس کے لیے مناسب تھی۔

علامہ ابوبکر رازی اسی تسویہ پر غور کرنے کو عرفان کا ایک درجہ قرار دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔

اور نفخ روح میں روح کو اپنی طرف مضاف کرنا تعظیماً ہے جیسے بیت الکعبہ کو بیت اللہ کہا گیا حالانکہ ذات واجب الوجود تعالیٰ شانہ زمان و مکان سے منزہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی رحمہ اللہ نے اس عقیدہ کو اپنے ایک شعر میں نہایت لطیف پہلو سے واضح کیا فرماتے ہیں۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے

وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

چنانچہ روح کے متعلق ارباب کلام نے تصریح کی اِنَّ الرُّوْحَ جِسْمٌ لَطِیْفٌ کَالْھَوَاءِ سَارٍ فِی الْبَدَنِ مَثَلِیَاتُ مَاءِ الْوَرْدِ فِی الْوَرْدِ وَالنَّارِ فِی الْفَحْمِ۔ روح ایک جسم لطیف ہے مثل ہوا کے جو بدن انسان میں ایسے سیران کرتی ہے جیسے گلاب میں گلاب کا پانی یا انگاروں میں آگ۔

اور انہیں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے تقریباً سو دلائل بیان کیے ہیں۔

وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ۔ یہاں عجیب لطافت بیان کا مظاہرہ ہے جو اہل علم کے لیے موجب لطف ہے اول ارشاد ہوا جس میں ضمائر غائب کے ہیں ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَہٗ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ۔ ثُمَّ سَوّٰہُ۔ وَنَفَخَ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِہٖ۔ تک سب ضمیر غائب کے ہیں۔

اور بعد نفخ روح جَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ فرما کر مخاطب کی ضمیر سے مکالمہ فرمایا یہ التفات خطاب بعد نفخ روح

ہوا یعنی نفخ روح سے اول اہلیت مخاطبہ نہ تھی اسی وجہ میں غائب کی ضمیریں لائی گئیں اور نفخ روح ہو گیا تو انسان قابل مخاطبہ ہوا تو وَجَعَلَ لَكُمُ ارشاد ہوا اس لیے کہ اب انسان میں صلاحیت تخاطب آگئی۔ آخر میں قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ۔ فرمایا کہ انسان کے کفران نعمت کو ظاہر فرمایا گیا اور بتایا کہ او انسان تجھ پہ ہم نے یہ یہ احسان فرمائے مگر تو شکر گذار نہ بنا الا ما شاء اللہ آگے ارشاد ہے۔

وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ۔ اور مشرک بولے کیا جب ہم خاک میں مل جائیں گے کیا ہم پھر نئی پیداوار میں ہوں گے بلکہ وہ تو اپنے رب کے حضور حاضری سے ہی منکر ہیں۔

یہ کلام مستانف ہے مشرکین کے اباطیل کے اظہار میں۔ ضَلَّ یَضِلُّ کی تحقیق ہم اول بیان کر چکے ہیں یہاں اتنا ظاہر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ اور ءَاِذَا ضَلَلْنَا۔ وَاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ۔ اَلَمْ یَجْعَلْ كَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا۔ تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ۔ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ ان تمام مقامات پر ہر جگہ علیحدہ علیحدہ معنی مراد ہیں۔ کہیں گمراہ کے کہیں خاک میں ملنے کے کہیں از خود رفتہ محبت کے کہیں اپنی قوت سے کمزور ہونے کے۔

چنانچہ ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ میں ضِعْنَا فِیْهَا بِاَنْ صِرْنَا تُرَابًا مَخْلُوْطًا کے ہیں یعنی مشرکین کہتے تھے کہ جب ہم خاک میں مل جائیں گے یا مٹی میں غائب ہو جائیں گے تو کیا پھر نئی پیداوار میں آئیں گے یہی استبعاد نہیں کرتے تھے۔

بَلْ هُمْ۔ بلکہ وہ تو اپنی کفر کی اندھیریوں میں اتنے گم ہیں کہ بعث بعد الموت کے بھی منکر ہیں۔ چنانچہ ءَاِذَا استفہام انکاری میں استعمال کیا اور جواب میں ارشاد ہوا۔

قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ۔ فرما دیجئے اے محبوب تمہاری روح قبض کرتا ہے وہ فرشتہ جو تم پہ مقرر ہے پھر اپنے رب کے حضور لوٹ کر جاؤ گے

وَفَات۔ عربی میں پورا پورا لینے کے معنی دیتا ہے تو یہاں یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالے کا فرشتہ تمہاری جان پوری طرح لیتا ہے کہ ذرہ بھر تمہارے اجسام میں نہیں رہتی اور اس وفات میں تم میں سے کوئی باقی نہ رہے گا چنانچہ وفات کے معنی میں ارباب لغت کہتے ہیں اَصْلُ التَّوَفِّیْ اَخْذُ الشَّیْءِ بِتَمَامِہٖ۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ یَعُوْدُهٗ فَاِذَا مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا مَلَكَ الْمَوْتِ اُرْفُقْ بِصَاحِبِیْ فَاِنَّهٗ مُؤْمِنٌ۔

فَقَالَ اَبْشِرْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنِّیْ بِکُلِّ مُؤْمِنٍ رَفِیْقٌ وَاعْلَمْ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ لَا اَقْبِضُ رُوْحَ ابْنِ اٰدَمَ فَیَصْرُخُ اَھْلُہٗ فَاَقُوْمُ فِیْ جَانِبٍ مِّنَ الدَّارِ فَاَقُوْلُ وَاللّٰہِ مَا لِیْ مِنْ ذَنْبٍ وَاِنَّ لِیْ لَعَوْدَۃً وَعَوْدَۃً اَلْحَذَرُ اَلْحَذَرُ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ اَھْلِ بَیْتٍ وَّلَا مَدَرٍ وَّلَا شَعْرٍ وَّلَا وَبَرٍ فِیْ بَرٍّ وَّلَا بَحْرٍ اِلَّا وَاَنَا اَتَفَقَّدُھُمْ ... لَا اَقْدِرُ اَنْ اَقْبِضَ رُوْحَ بَعُوْضَۃٍ حَتّٰی یَکُوْنَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی الَّذِیْ یَاْمُرُ بِقَبْضِہٖ۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کی عیادت کو تشریف لائے تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ملک الموت سرہانے کھڑا ہے تو حضور نے فرمایا

اے ملک الموت میرے اس صحابی کے ساتھ نرمی کرنا کہ یہ مومن ہے۔

ملک الموت نے عرض کی حضور خوش ہو جائیں کہ میں ہر مومن کے ساتھ نرمی کرتا ہوں۔ اور حضور میں کسی ابن آدم کی روح قبض نہیں کرتا کہ اس کے اہل رونے لگتے ہیں تو میں گھر کی ایک جانب کھڑا ہو جاتا ہوں اور کہتا ہوں قسم بخدا یہ میری زیادتی نہیں ہے سوا اس کے کہ میں بار بار آنا اور ڈراتا ہوں اور اللہ تعالےٰ نے کوئی گھر میدان یا جنگل میں کوئی پیدا نہ فرمایا اور نہ دریا میں کوئی جاندار چھوڑا حضور قسم بخدا میں مچھر کی جان بھی نکال لینے پر قادر نہیں جبتک اللہ تعالےٰ مجھے حکم نہ دے۔

اور ایسا ہی طبرانی اور ابو نعیم اور ابن منذر نے آیہ کریمہ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ کی تصریح میں فرمایا اِنَّ اَفْعَالَ الْعِبَادِ کُلَّھَا مَخْلُوْقَۃٌ لَّہٗ جَلَّ وَعَلَا لَا مَدْخَلَ لِلْعِبَادِ فِیْھَا۔ بندوں کے تمام افعال اللہ تعالےٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں بندوں کا ان میں دخل نہیں۔

اپنے بھیجے ہوؤں کی طرف تَوَفَّتْہُ رُسُلُنَا یا ملائکہ کی طرف اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ وغیرہ جو ارشاد ہے یہ سب باجراء الٰہی ہے۔

ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ۔ پھر تم اپنے رب کی طرف ہی لوٹو گے۔

یعنی حساب وکتاب جزا و سزا کے لیے تمہیں اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے۔

وَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ کہہ کر استبعاد عقلی کرنا یہ ان مشرکوں کی جہالت ہے اس لیے کہ اِنَّ الْقَادِرَ عَلَی الْاِمَاتَۃِ قَادِرٌ عَلَی الْاِحْیَاءِ۔ جیسے مارنے کی قدرت ہے وہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ سجدہ پ ۲۱

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا
نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝

اور اگر تم دیکھو جبکہ مجرم سر نیچے ڈالے ہوں گے
اپنے رب کے حضور اور کہیں گے لے ہمارے رب
ہم نے دیکھا اور سنا تو ہمیں بھیج دے دنیا میں کہ ہم
نیک کام کریں بیشک اب ہم یقین لائے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا
وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝

اور اگر ہم چاہتے تو ضرور دیتے ہر جان کو ہدایت
لیکن بات قرار پا چکی کہ ضرور جہنم بھروں گا جنوں اور
آدمیوں سے سب سے۔

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ
هٰذَا اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ
الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

تو اب چکھو بدلہ اس کا جو تم اس دن کی حاضری بھولے
ہوئے تھے ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا تو چکھو عذاب
ہمیشہ کا اپنے کیے کا بدلہ۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا
بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝

ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انکو
یاد دلائی جائے تو سجدہ میں گر جاتے ہیں اور تسبیح
کرتے ہیں اپنے رب کی اس کی پاکی کہتے ہوئے اور
وہ تکبر نہیں کرتے۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ
رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
يُنْفِقُوْنَ ۝

ان کی کروٹیں جدا رہتی ہیں خواب گاہوں سے اور
پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈرتے اور امید رکھتے
اور ہمارے دیے ہیں سے خیرات کرتے ہیں۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ
اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

تو کوئی جان نہیں جانتی جو چھپا رکھی ہے ان کی آنکھ
کی ٹھنڈک بدلہ ان کے کاموں کا۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا
لَا يَسْتَوٗنَ ۝

تو کیا جو ہے مومن وہ اس جیسا ہے جو بے حکم ہے
یہ برابر نہیں۔

اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

لیکن جو ایمان لائے اور نیک کام کیے تو ان کے

فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝

لیے جنت بسنے کو ہے انکے عملوں کے بدلے مہمانی۔ رہے وہ جو فاسق ہیں ان کا ٹھکانا آگ ہے جب اس میں سے نکلنا چاہیں پھر لوٹا دیے جائیں اس میں اور کہا جائے انہیں چکھو عذاب جہنم جسے تم جھٹلاتے تھے۔

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

اور ہم انہیں چکھائیں گے کچھ نزدیک کا عذاب اس بڑے عذاب سے پہلے جسے دیکھنے والا امید کرے کہ ابھی باز آئیں گے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی گئی پھر اس نے منہ پھیر لیا بے شک مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر	تَرٰى۔ دیکھے تو	اِذْ۔ جب
الْمُجْرِمُوْنَ۔ مجرم	نَاكِسُوْا۔ جھکائے ہونگے	رُءُوْسِهِمْ۔ اپنے سر	عِنْدَ۔ پاس
رَبِّهِمْ۔ رب اپنے کے	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	اَبْصَرْنَا۔ ہمنے دیکھا	وَ۔ اور
سَمِعْنَا۔ ہمنے سنا	فَارْجِعْنَا۔ تو لوٹا ہم کو	نَعْمَلْ۔ ہم کام کرینگے	صَالِحًا۔ اچھے
اِنَّا۔ بیشک ہم	مُوْقِنُوْنَ۔ یقین لائے	وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر
شِئْنَا۔ ہم چاہتے	لَاٰتَيْنَا۔ تو دیتے	كُلَّ۔ ہر	نَفْسٍ۔ جان کو
هُدٰى۔ ہدایت	هَا۔ اس کی	وَ۔ اور	لٰكِنْ۔ لیکن
حَقَّ۔ حق ہوئی	الْقَوْلُ۔ بات	مِنِّیْ۔ مجھ سے کہ	لَاَمْلَئَنَّ۔ ضرور بھروں گا میں
جَهَنَّمَ۔ دوزخ	مِنَ الْجِنَّةِ۔ جنوں	وَ۔ اور	النَّاسِ۔ آدمیوں سے
اَجْمَعِيْنَ۔ سب سے	فَذُوْقُوْا۔ تو چکھو	بِمَا۔ بدلہ اس کا جو	نَسِيْتُمْ۔ بھولے تم
لِقَاءَ۔ ملاقات	يَوْمِكُمْ۔ اپنے دن	هٰذَا۔ اس کی	اِنَّا۔ بیشک ہم

نَسِیْنٰکُمْ - بھلادیں گے تم کو | وَ - اور | ذُوْقُوْا - چکھو

عَذَابَ - عذاب | الْخُلْدِ - ہمیشہ کا | بِمَا - بدلہ اس کا جو | کُنْتُمْ - تھے تم

تَعْمَلُوْنَ - عمل کرتے | اِنَّمَا - اسکے سوا نہیں | یُؤْمِنُ - ایمان لاتے ہیں | بِاٰیٰتِنَا - ہماری آیتوں پر

الَّذِیْنَ - وہ کہ | اِذَا - جب | ذُکِّرُوْا - نصیحت کیے جائیں | بِهَا - انکے ساتھ

خَرُّوْا - تو گر پڑیں | سُجَّدًا - سجدے ہیں | وَّ - اور | سَبَّحُوْا - تسبیح کہتے ہیں

بِحَمْدِ - ساتھ حمد | رَبِّهِمْ - اپنے رب کے | وَ - اور | هُمْ - وہ

لَا - نہیں | یَسْتَکْبِرُوْنَ - تکبر کرتے | تَتَجَافٰی - الگ رہتے ہیں | جُنُوْبُهُمْ - انکے پہلو

عَنِ الْمَضَاجِعِ - بستروں سے | یَدْعُوْنَ - پکارتے ہیں | رَبَّهُمْ - اپنے رب کو | خَوْفًا - خوف

وَّ - اور | طَمَعًا - امید سے | وَ - اور | مِمَّا - اس سے جو

رَزَقْنٰهُمْ - ہم نے ان کو دیا ہے وہ | یُنْفِقُوْنَ - خرچ کرتے ہیں | فَلَا - تو نہیں

تَعْلَمُ - جانتا | نَفْسٌ - کوئی آدمی | مَّا - جو | اُخْفِیَ - چھپائی گئی ہے

لَهُمْ - ان کے لیے | مِّنْ قُرَّةِ - ٹھنڈک | اَعْیُنٍ - آنکھوں کی | جَزَآءً - بدلہ

بِمَا - اس کا جو | کَانُوْا - تھے | یَعْمَلُوْنَ - عمل کرتے | اَفَمَنْ - تو کیا جو

کَانَ - ہو | مُؤْمِنًا - مومن | کَمَنْ - وہ اس جیسا ہے جو | کَانَ - ہو

فَاسِقًا - فاسق | لَا - نہیں ہیں | یَسْتَوٗنَ - برابر | اَمَّا - پھر وہ

الَّذِیْنَ - جو | اٰمَنُوْا - ایمان لائے | وَ - اور | عَمِلُوا - عمل کیے

الصّٰلِحٰتِ - اچھے | فَلَهُمْ - تو انکے لیے | جَنّٰتُ - جنت ہیں | الْمَاْوٰی - رہنے کے

نُزُلًا - مہمانی ہے | بِمَا - اس کی جو | کَانُوْا - تھے وہ | یَعْمَلُوْنَ - عمل کرتے

وَ - اور | اَمَّا - رہے | الَّذِیْنَ - وہ جو | فَسَقُوْا - فاسق ہیں

فَمَاْوٰهُمُ - تو انکی جگہ | النَّارُ - آگ ہے | کُلَّمَآ - جب بھی | اَرَادُوْا - ارادہ کریں گے

اَنْ - یہ کہ | یَّخْرُجُوْا - نکل جائیں | مِنْهَا - اس سے | اُعِیْدُوْا - لوٹائے جائیں گے

فِیْهَا - اس ہیں | وَ - اور | قِیْلَ - کہا جائے گا | لَهُمْ - انکو

ذُوْقُوْا - چکھو | عَذَابَ - عذاب | النَّارِ - آگ کا | الَّذِیْ - وہ جسکو

کُنْتُمْ - تم | بِهٖ - تھے | تُکَذِّبُوْنَ - جھٹلاتے | وَ - اور

لَنُذِیْقَنَّهُمْ - ضرور چکھائیں گے ہم ان کو | مِّنَ الْعَذَابِ - عذاب | الْاَدْنٰی - ہلکا

دُوْنَ - پہلے	الْعَذَابِ - عذاب	الْاَكْبَرِ - بڑے سے	لَعَلَّهُمْ - تاکہ وہ
يَرْجِعُوْنَ - لوٹ آئیں	وَ - اور	مَنْ - کون	اَظْلَمُ - زیادہ ظالم ہے
مِمَّنْ - اس سے جو	ذُكِّرَ - نصیحت دیا گیا	بِاٰيٰتِ - ساتھ آیات	رَبِّهٖ - اپنے رب کے
ثُمَّ - پھر	اَعْرَضَ - منہ پھیرا	عَنْهَا - اس سے	اِنَّا - بیشک ہم
مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ - مجرموں سے		مُنْتَقِمُوْنَ - بدلہ لینے والے ہیں۔	

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع سورۃ سجدہ پ ۲۱

وَلَوْ تَرٰى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ - اگر آپ دیکھیں جب مجرم (یعنی کفار و مشرکین)
نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ - اپنے رب کے حضور سر نیچے کیے ہوں گے۔
نکس کا معنی آلوسی لکھتے ہیں مُطْرِقُوْهَا مِنَ الْحَيَاءِ وَالْخِزْيِ - اپنے افعال و کردار سے شرمندہ و نادم ہو کر عرض کرتے ہوں گے۔

رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ - اے ہمارے رب ہم نے دیکھا اور سنا ہمیں پھر بھیج کہ نیک عمل کریں ہمیں یقین آگیا۔

یعنی جن باتوں سے ہم انکار کرتے تھے اور مرنے کے بعد اٹھنے کو غلط جانتے تھے آج ہم نے دیکھ لیا کہ تیرے تمام وعید حق ہیں ہم اپنی جہالت سے دنیا میں منکر تھے اور تیرے رسولوں کی تکذیب کرتے تھے اور وہ جو کہتے تھے اسے غلط سمجھتے تھے تو اب چونکہ ہم ایمان لے آئے ہیں تو اب ہمیں دنیا میں بھیج تاکہ تیرے رسولوں کی تعلیم کے مطابق ہم نیک عمل کریں۔ لیکن اس وقت کا ایمان لانا اور اعتراف صداقت کرنا انہیں کچھ کام نہ دے گا آگے ارشاد۔

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ - اور اگر ہم چاہتے تو ہر جان کو ہدایت عطا فرماتے لیکن میرا فیصلہ ہو چکا ہے کہ ضرور جہنم بھر دوں گا جنوں اور آدمیوں سے سب سے۔

یعنی اگر ہماری مشیت ہوتی تو ہم ایسا لطف و کرم فرماتے کہ سب ہدایت قبول کر لیتے لیکن ہم نے جبلی کافروں پہ وہ لطف نہ فرمایا اور ہمارا فیصلہ ان کے حق میں یہی ہو چکا کہ ہم ان سے جہنم پر کریں خواہ جنوں سے ہوں یا انسانوں سے۔

پھر جب وہ جہنم میں پہنچ کر عذاب میں مبتلا ہو جائیں تو انہیں خازنین جہنم کہیں۔

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ - اب چکھو بدلہ اس کا کہ تم اس دن کو اپنی حاضری بھولے ہوئے تھے (اور دنیا پر تمہارا یقین تھا کہ یہی سب کچھ ہے مرے بعد کچھ نہیں) لہذا ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا تو اب عذاب کے مزے لیتے رہو جو ہمیشہ ہمیش تم پر رہے گا بدلہ تمہاری کرنی کا۔

اور تمہاری پکار پر التفات نہ ہوگا۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ - ایمان تو ہماری آیتوں پر وہی لاتے ہیں کہ جب وہ انہیں یاد دلائی جائیں سجدہ میں گر جاتے ہیں (اور خشوع و خضوع سے نعمت اسلام پر شکر گذار ہوتے ہیں) اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے اور ان کی کروٹیں خواب گاہوں سے جدا رہتی ہیں (یعنی پچھلی رات استراحت کو چھوڑ کر اللہ کی یاد کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں اور تہجد میں) اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے (یعنی عذاب سے خائف رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور ہمارے دئے ہوئے میں سے کچھ خیرات بھی کرتے ہیں۔

اس آیۂ کریمہ کا شان نزول

بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یہ ہے کہ یہ آیت انصاریوں کے حق میں نازل ہوئی اور میں بھی انہیں میں سے ہوں۔ ہمارا یہ طریقہ تھا کہ مغرب کے بعد ہم لوگ گھر نہ آتے تھے جب تک حضور کی معیت میں عشا کی نماز ادا نہ کر لیتے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس آیت کریمہ میں تہجد گذاروں کی فضیلت بیان ہوئی۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تہجد ایک ایسی مقبول عبادت ہے کہ اس میں بندے کا اور رب تعالیٰ کا خاص تعلق ہوتا ہے اسی وجہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ سلام روی پھیلاؤ، کھانے کھلاؤ اور صلہ رحمی کرو اور رات میں عبادت کرو جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔

اس پچھلی شب کی دعا شبی پر کسی عارف باللہ نے خوب فرمایا۔

دلا بسوز کہ سوز تو کارہا بکند | دعا نیم شبی دفع صد بلا بکند

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ - تو کوئی نہیں جانتی جو

آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے مخفی رکھی گئی ہے بدلہ ان کے اعمال صالحہ کا۔

یعنی عبادت کے صلہ میں جو راحتیں نعمتیں بخششیں مومنوں پر ہوں گی جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی اور کلیجے سکھ میں ہوں گے اسے دنیا کی کسی شے سے نظیر نہیں دی جا سکتی ہے وہاں کی نعمتوں کی صفت حضور نے ان لفظوں میں فرمائی مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ۔ تو کیا جو ایمان لایا ہے وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو بے حکم ہے یہ برابر نہیں۔

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ

حضرت اسد اللہ شیر خدا رضی اللہ تعالی عنہ سے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کسی بات میں جھگڑ پڑا باتیں بڑھ گئیں ولید بگڑ کر کہنے لگا کہ صاحبزادے خاموش رہو تم ابھی بچے ہو میں بوڑھا گرگ باراں دیدہ، زبان آور ہوں میری سنان زبان تم سے تیز تر ہے اور میں تم سے زیادہ بہادر ہوں۔ میرا جثہ تم سے طاقتور ہے۔

حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم خاموش رہو کہ تم فاسق ہو۔ مومن اور فاسق مساوی نہیں ہو سکتے۔ گویا آپ نے فرمایا جن باتوں پہ تو نازاں ہے انسان کے لیے وہ قابل مدح نہیں انسان کا شرف ایمان وتقوی میں ہے تو اس پہ اللہ تعالے نے حضرت شیر خدا کی تائید میں یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی۔

اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے بسنے والے باغ ہیں ان کے اعمال کے صلہ میں مہمانداری ہو گی۔

یعنی مومنین صالحین کی جنت الماوی میں مہمانداری ہو گی۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ۔

رہے وہ جو کافر و فاسق ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب بھی وہ اس میں سے نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے فرمایا جائے گا چکھو اس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلاتے تھے اور ہم ضرور انکو چکھائیں گے کچھ نزدیک کا عذاب اس بڑے عذاب سے پہلے جسے دیکھنے والا امید کرے کہ شاید ابھی واپس کر دیے جائیں گے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی گئی پھر اس نے ان سے انحراف کیا بے شک ہم مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں۔

فاسق سے مراد نافرمان کافر ہیں۔

اور قریب کے عذاب سے دنیا کا عذاب مراد ہے یعنی وہ قتل بھی کیے جائیں اور گرفتار بھی ہوں۔ قحط و امراض وغیرہ میں مبتلا کیے جائیں چنانچہ ایسا ہوا حضور کی ہجرت کے قبل قریش امراض و مصائب اور قحط میں مبتلا ہوئے اور بعد ہجرت مقتول و گرفتار ہوئے پھر سات برس قحط کی ایسی مصیبت میں مبتلا رہے کہ ہڈیاں اور مردار کتے تک کھا گئے۔

اور عذاب اکبر سے مراد عذاب آخرت ہے۔

اور ظالم وہ لوگ ہیں جنہوں نے آیات الٰہی پر غور نہ کیا اور ان سے فائدہ نہ اٹھایا انہیں ضرور سزا دی جائے گی۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ سجدہ پ ۲۱

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ اور اگر آپ دیکھیں جبکہ مجرمین منکرین اپنے رب کے حضور گردن جھکائے ہوئے ہوں۔

یہ مجرمین وہی مشرکین ہوں گے جو دنیا میں کہتے تھے ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ یا جنس مجرمین مراد ہیں۔

نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ کے معنی مُطْرِقُوْهَا مِنَ الْحَیَاءِ وَالْخِزْیِ ہیں۔ یعنی شرم و خجالت سے ان کی گردنیں جھکی ہوں گی۔

عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ اللہ تعالےٰ کے حضور جبکہ حساب لیا جائے اور ان پر انکے اعمال کی قباحتیں ظاہر ہو جائیں۔ جنہیں وہ دنیا میں اچھا سمجھتے تھے تو بارگاہ حق میں عرض کریں۔

رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ۔ اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سنا یعنی اب ہم دیکھنے سننے والے ہو گئے اس سے قبل ہم فی الواقع اندھے بہرے تھے کسی شئے کا ہمیں ادراک ہی نہ تھا لہذا

فَارْجِعْنَا فِی الدُّنْیَا ہم کو اب دنیا میں بھیج دیجئے کہ نیک عمل کریں اس لیے کہ

اِنَّا مُوْقِنُوْنَ۔ اب ہمیں یقین آگیا۔ اس پر ارشاد ہوا۔

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ

النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۔ اگر ہم چاہتے تو ہر جان کو اس کی ہدایت یہ ہی مبعوث فرماتے لیکن ہماری طرف سے فیصلہ حتمی ہو چکا ہے کہ ضرور ہم جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے پر کریں گے۔

گویا آیۂ کریمہ کی یہ عبارت ہوئی وَلَوْ شِئْنَا اٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدَاھَا لَاٰتَیْنَاھَا اِیَّاہُ لٰکِنْ تَحَقَّقَ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ فَبِمُوْجِبِ ذٰلِکَ الْقَوْلِ لَمْ نَشَأْ اِعْطَاءَ الْھُدٰی عَلَی الْعُمُوْمِ بَلْ مَنَعْنَاہُ مِنْ اَتْبَاعِ اِبْلِیْسَ الَّذِیْنَ اَنْتُمْ مِنْ جُمْلَتِھِمْ حَیْثُ صَرَفْتُمْ اِخْتِیَارَکُمْ اِلَی الْغَیِّ بِاِغْوَائِہٖ مَشِیْئَتُنَا لِاَفْعَالِ الْعِبَادِ مَنُوْطَۃٌ بِاِخْتِیَارِھِمْ اِیَّاھَا فَلَمَّا لَمْ تَخْتَارُوا الْھُدٰی وَاخْتَرْتُمُ الضَّلَالَ لَمْ نَشَأْ اِعْطَاءَہٗ لَکُمْ۔

یعنی اگر ہم چاہتے ہر جان کو ہدایت فرمانا تو ضرور اسے ہدایت بخشتے لیکن ہمارا فیصلہ قطعی ہو چکا تھا کہ ضرور ہم جہنم کو بھی مملو فرمائیں گے تو بموجب اس فیصلہ کے ہم نے ہدایت سب کو عطا نہیں کی بلکہ اتباع ابلیس سے منع فرمایا پھر ان میں سے جو اپنے خیال و اختیار سے گمراہی کی طرف گیا وہ گمراہ ہوا یہ گمراہی ان کی اپنے اختیار کے ماتحت ہوئی اور ضلالت ان کے حصہ میں آئی انہیں ہم نے ہدایت نہیں دی لہذا

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَاءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا اِنَّا نَسِیْنٰکُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ اب چکھو اس کا بدلہ جو تم نے بھلایا آج کے دن کا ملنا ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا اور چکھو مزہ عذاب دوامی کا بدلہ اس کا جو کچھ تم کرتے رہے دنیا میں۔

یہ بطریق تہدید و توبیخ ارشاد ہے کہ اب شرمندگی سے نکس رؤس کرنا سر جھکانا خجالت و انفعال کا مظاہرہ کرنا بیکار ہے جبکہ تم اول ہمارے ملنے کے خلاف تھے تو آج تمہارا تسلیم کرنا بے کار ہے آج ہم نے تمہیں بھلا دیا اور ترک فرما دیا تمہیں عذاب میں جو دوامی ہے تو اب عذاب چکھتے رہو جیسے دنیا میں تم انکار لقاء پر قائم تھے۔

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِھَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۔ ہماری آیتوں پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں نصیحت کی جائے تو سجدہ کرتے گر جاتے ہیں اور تسبیح و تہلیل کے ساتھ تنزیہ الٰہی بیان کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔

آیۂ کریمہ میں گویا مشرکین و مجرمین کو فرمایا ہے اِنَّکُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا الدَّالَّۃِ عَلٰی شُئُوْنِنَا وَلَا تَعْمَلُوْنَ بِمُوْجِبِھَا عَمَلًا صَالِحًا وَلَوْ اَرْجَعْنٰکُمْ اِلَی الدُّنْیَا ۔ تم کبھی ایمان لانے والے نہیں ہماری ان آیتوں کو جو ہمارے شئون قدرت پر دلالت کرتی ہیں اور تم کبھی ان کے موجبات پر عمل نہیں کرو گے اگرچہ تمہیں دنیا میں لوٹایا جائے۔

اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے ہیں وہ وہ ہیں کہ جب انہیں تذکیر و نصیحت اور وعظ کیا جائے تو سَقَطُوْا سَاجِدِیْنَ تَوَاضُعًا لِلّٰہِ تَعَالٰی وَخُشُوْعًا وَخَوْفًا مِّنْ عَذَابِہٖ عَزَّ وَجَلَّ گر جاتے ہیں وہ سجدہ کرتے ہوئے اللہ کے حضور متواضع اور خشوع و خوف عذاب الٰہی سے۔

ابو حیان کہتے ہیں هٰذِهِ السَّجْدَةُ مِنْ عَزَائِمِ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ یہ سجدہ کی آیت قرآن کریم کے تمام آیات سے زیادہ اہم ہے۔

اور ابن جریج اور مجاہد کہتے ہیں اِنَّ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ بِسَبَبِ قَوْمٍ مِّنَ الْمُنَافِقِیْنَ کَانُوْا اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ خَرَجُوْا مِنَ الْمَسْجِدِ۔ یہ آیت کریمہ منافقین کے متعلق نازل ہوئی تو وہ لوگ ایسا کرتے کہ جب جماعت کھڑی ہوتی تو مسجد سے باہر نکل جایا کرتے اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ یہ آیت کریمہ مدنیہ ہے۔ اور

وَسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ کے یہ معنی ہیں کہ وَنَزَّهُوْهُ تَعَالٰی عِنْدَ ذٰلِكَ عَنْ كُلِّ مَا لَا يَلِيْقُ بِهٖ سُبْحَانَهٗ۔ اور اللہ تعالے کی ذات کی تنزیہ کرتے ہیں ہر اس صفت سے جو اس کے لائق نہیں ہے۔ اور ایمان و اطاعت سے تکبر نہیں کرتے اس لیے کہ جو متکبر ہوتا ہے وہ آیات الٰہی ایسے سنتا ہے گویا سنی ہی نہیں۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ

ان کے پہلو خوابگاہوں سے الگ رہتے ہیں وہ پکارتے ہیں اپنے رب کو خوف اور امید سے اور ہمارے دیے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں۔

یہاں سے جملہ مستانفہ شروع فرمایا گیا تاکہ بقیہ محاسن مومنین کا بھی بیان ہو جائے۔

تَجَافٰی۔ عربی میں بُعد کے معنی میں مستعمل ہے چونکہ یہاں پہلوئے مومنین کو خوابگاہوں سے دور بتانا مقصود ہے اس لیے تَجَافٰی فرمایا گیا۔

اور جُنُوب۔ جنب کی جمع ہے۔ راغب مفردات میں کہتے ہیں اَصْلُ الْجَنْبِ الْجَارِحَۃُ ثُمَّ یُسْتَعَارُ فِی النَّاحِیَۃِ الَّتِیْ تَلِیْهَا۔ جنب کے اصلی معنی جارحہ کے ہیں پھر استعارۃً اسے ایک طرف کے معنی میں لے لیا جو قریب کی سمت ہو۔

اور مَضَاجِع۔ جمع ہے مضجع کی اور مضجع اَمَاکِنُ الْاِتِّکَاءِ۔ یعنی تکیہ لینے کی جگہ کو کہتے ہیں جو سونے کے وقت لی جائے تو خلاصہ معنی یہ ہوئے تَنَحّٰی وَتَرْتَفِعُ جُنُوْبُهُمْ عَنْ مَوَاضِعِ النَّوْمِ وَهٰذَا كِنَايَةٌ عَنْ تَرْكِهِمُ النَّوْمَ۔ اپنے پہلو ہٹا لیتے ہیں نیند کے مقام سے اور یہ کنایہ ترک نوم سے ہے

چنانچہ عبداللہ بن رواحہ نے حضور کی نعت میں کہا۔

نَبِیٌّ تَجَافٰی جَنْبُہٗ عَنْ فِرَاشِہٖ — اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِکِیْنَ الْمَضَاجِعُ

وہ نبی ہے جس کے پہلو بستر سے اس وقت بھی الگ رہتے ہیں جب کہ مشرکین کے بستر بھی بوجھل ہو جاتے ہیں۔

اور مشہور اس کے معنی یہ ہیں اَلتَّجَافِیْ اَلْقِیَامُ لِصَلٰوۃِ النَّوَافِلِ بِاللَّیْلِ وَھُوَ قَوْلُ حَسَنٍ وَّ مُجَاھِدٍ وَّ مَالِکٍ وَّالْاَوْزَاعِیِّ یعنی مجاہد اور مالک اور اوزاعی کہتے ہیں تجافی سے مراد نوافل باللیل کے لیے قیام کرنا ہے۔

اور احادیث صحیحہ سے بھی اسی کی تائید ملتی ہے۔

احمد اور ترمذی۔ نسائی اور ابن ماجہ اور محمد بن نصر اپنی کتاب الصلوۃ میں اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور امام حاکم اور ابن مردویہ اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَاَصْبَحْتُ یَوْمًا قَرِیْبًا مِّنْہُ وَنَحْنُ نَسِیْرُ فَقُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُّدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ عَظِیْمٍ وَاِنَّہٗ لَیَسِیْرٌ عَلٰی مَنْ یَّسَّرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَیْتَ۔

ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی اَبْوَابِ الْخَیْرِ اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ وَالصَّدَقَۃُ تُطْفِئُ الْخَطِیْئَۃَ وَصَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ ثُمَّ قَالَ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ۔

فرماتے ہیں میں حضور کی معیت میں ایک سفر میں تھا تو ایک دن صبح کے قریب ہم سفر کر رہے تھے تو میں نے عرض کی حضور کوئی ایسا عمل فرمائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دور رکھے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا معاذ تم نے بڑا بھاری سوال کیا ہے اور وہ اس پر آسان ہے جس پر اللہ آسان فرما دے۔

اللہ کی عبادت ایسی کر کہ اس میں کسی غیر کو ذرہ بھر شریک نہ کرے۔

اور نماز قائم رکھو۔

اور زکوۃ دیتا رہ۔

اور رمضان کے روزے رکھ۔

اور حج بیت اللہ کرو
پھر فرمایا معاذ تجھے ابواب خیر کی راہ نمائی کیوں نہ کروں یاد رکھ
روزہ ڈھال ہے جہنم سے۔
اور صدقہ خطاؤں کی شدت اور حرارت سرد کر دیتا ہے
اور مومن کا شب کے درمیان نفل ادا کرنا سب سے بڑی عبادت ہے
پھر آپ نے آیت کریمہ تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ آخر تک تلاوت فرمائی
اور ابو درداء فرماتے ہیں اور قتادہ و ضحاک یہ کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ مومن عشا اور فجر کی نماز ادا کرے اور جماعت سے پڑھے۔
اور حسن و عطا سے مروی ہے کہ اَنْ لَّا يَنَامَ الرَّجُلُ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْعِشَاءَ۔ آدمی عشا پڑھنے سے قبل نہ سوئے تو تتجافٰی جنوبہم کی تعریف میں داخل ہے۔
اور ایک روایت میں ہے کہ یہ آیہ کریمہ انصار کی تعریف میں نازل ہوئی چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نَزَلَتْ فِيْنَا مَعَاشِرَ الْاَنْصَارِ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ فَلَا نَرْجِعُ اِلٰى رِحَالِنَا حَتّٰى نُصَلِّيَ الْعِشَاءَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یہ آیت ہم انصار کے حق میں نازل ہوئی اس لیے کہ ہم مغرب پڑھ کر اپنی خوابگاہوں کی طرف نہ جاتے تھے جب تک ہم عشا حضور کے ساتھ نہ پڑھ لیتے۔
وَالْجُمْهُوْرُ عَوَّلُوْا عَلٰى مَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ فِيْ فَضْلِ التَّهَجُّدِ مَا لَا يُحْصٰى مِنَ الْاَخْبَارِ۔ اور جمہور اس طرف ہیں کہ اس آیت کریمہ میں تہجد کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس پر بے گنتی احادیث وارد ہیں
يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ پکارتے ہیں اپنے رب کو خوف عذاب سے اور امید رحمت سے اور جو ہم انہیں دیں اس سے خرچ کرتے ہیں۔
یعنی بے نیازی سے خوف کرتے ہوئے رحمت کی امید رکھتے ہوئے ہمارے دیے ہوئے میں سے نیکی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ تو کوئی جان نہیں جانتی جو مخفی رکھا ہے ہم نے ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بدلا ان کے نیک عملوں کا۔
یعنی جو ان نیک بندوں کے لیے ہم نے نعمتیں مخفی رکھی ہیں اسے کوئی جان نہیں جانتی۔ البتہ ملک مقرب اور نبی مرسل اس سے واقف ہیں اس لیے کہ یہ جانوں سے بلند ہیں وہ نعمتیں وہ ہیں جن کے ظاہر ہونے پر آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے ایک حدیث بخاری و مسلم میں ہے۔ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَاعَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ بَلْہَ مَا اَطْلَعْتُکُمْ عَلَیْہِ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَہُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ۔

حضور سے مروی ہے کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے بندوں صالحین کے لیے وہ نعمتیں تیار رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی دل میں ان کا خطرہ آیا بلکہ وہ نعمتیں وہ جن کی میں تمہیں اطلاع دیتا ہوں اور اگر چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَہُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ الخ

اس کے بعد جو آیت کریمہ ہے وہ حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایک واقعہ کی تائید میں ہے چنانچہ

عبدالرحمن بن ابی لیلے سے ابن ابی حاتم اور سدی راوی ہیں اِنَّمَا نَزَلَتْ فِیْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ وَالْوَلِیْدِ بْنِ عُقْبَۃَ وَلَمْ یُبَیِّنْ کَیْفَ مَاجَرٰی۔ یہ آیت کریمہ علی کرم اللہ وجہہ اور ولید بن عقبہ کے معاملہ میں نازل ہوئی آگے واقعہ بیان نہیں کیا۔

اور ایک روایت میں ہے:

اِنَّمَا نَزَلَتْ فِیْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ وَرَجُلٍ مِّنْ قُرَیْشٍ وَلَمْ یُسَمِّہٖ۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت علی اور ایک قریشی کے معاملہ میں نازل ہوئی اس میں نام اس قریشی کا نہیں بتایا۔

اور تفسیر کشاف میں ہے کہ اس کا نزول یوں ہے۔

اِنَّہٗ شَجَرَ بَیْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَالْوَلِیْدِ بْنِ عُقْبَۃَ یَوْمَ بَدْرٍ کَلَامٌ فَقَالَ لَہُ الْوَلِیْدُ اُسْکُتْ فَاِنَّکَ صَبِیٌّ اَنَا اَشَبُّ مِنْکَ شَبَابًا وَاَجْلَدُ مِنْکَ جَلْدًا وَاَذْرَبُ مِنْکَ لِسَانًا وَاَحَدُّ مِنْکَ سِنَانًا وَاَشْجَعُ مِنْکَ جَنَانًا وَاَمْلَأُ مِنْکَ حَشْوًا فِیْ اَھْلِ بَیْتِہٖ۔
فَقَالَ لَہٗ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ اُسْکُتْ فَاِنَّکَ فَاسِقٌ فَنَزَلَتْ۔

حضرت شیر خدا اور ولید کے مابین بدر والے دن جھگڑا ہوا تو ولید بولا تم خاموش رہو کہ ابھی بچے ہو اور میں تم سے بڑھ کر جوان ہوں اور کوڑے مارتے میں طاقتور ہوں اور زبان میں چرب لسان ہوں اور نیزہ میں بھی تم سے بہتر ہوں اور دل کے لحاظ سے بھی تمہارے مقابلہ میں قوی ہوں اور جماعت میں بھی زیادہ ہوں۔

تو حضرت بشیر غدلنے فرمایا خاموش رہ کہ تو فاسق ہے تو اس کی تصدیق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی
اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ۔ کیا جو مومن ہے وہ مثل اس کے ہے جو فاسق
ہے دونوں برابر نہیں ہیں۔
اَصْلُ الْفِسْقِ الْخُرُوْجُ۔ فسق کے معنی ہیں خروج کے فَسَقَتِ الثَّمَرَةُ اِذَا خَرَجَتْ مِنْ قِشْرِهَا
محاورہ میں فَسَقَتِ الثَّمَرَةُ جب بولتے ہیں جبکہ اس کا گوداگٹھلی اس کے چھلکے سے نکل آئے۔
تو اس آیت کریمہ میں واضح فرمایا کہ مومن کے اوصاف حسنہ فاسق کے احوال قبیحہ سے مساوی نہیں ہو سکتے
اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ جو ایمان
والے ہیں اور نیک عمل کرنے والے ان کے جنت الماویٰ ہے اس میں وہ رہیں گے اپنے نیک کاموں
کے بدلے میں۔
یہاں جنت کو ماویٰ کے ساتھ مضاف اس لیے کیا گیا کہ ماویٰ اس مکان مخصوص کا نام ہے جو
جنت میں ہے جیسے جنت عدن۔
وَقِيْلَ جَنَّةُ الْمَاْوٰى لِمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهَا تَاْوِيْ اِلَيْهَا اَرْوَاحُ الشُّهَدَاءِ۔ ابن عباس
فرماتے ہیں جنت الماویٰ وہ ہے جہاں ارواح شہداء سکون لیں۔
وَرُوِيَ اَنَّهَا مِنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ۔ ایک روایت ہے کہ جنت الماویٰ عرش کی داہنی جانب ہے۔
نُزُلًا۔ اَيْ ثَوَابًا وَهُوَ فِي الْاَصْلِ مَا يُعَدُّ لِلنَّازِلِ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ۔ نزلاً کے معنے مہماندار
اور ثواب کے ہیں اصل میں نزل وہ ہے جو طعام و شراب کی تیاری سے متعلق ہے یعنی اطعمہ وانعمہ لذیذہ نفیسہ
لطیفہ ان کے لیے ہوں۔ یعنی اعلیٰ نعمتوں سے ان کی مہمانداری ہوگی۔
بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اَيْ بِسَبَبِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَهٗ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ۔
یعنی ان کے نیک اعمال کے سبب انہیں یہ نعمتیں عطا ہوں گی۔
وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰهُمُ النَّارُ كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِيْدُوْا فِيْهَا۔ اور فاسق ان کا
مسکن وماویٰ آگ میں ہے جب کبھی وہ نکلنا چاہیں اس سے دھکیل دیے جائیں اسی آگ میں۔
يَعْنِيْ كُلَّمَا شَارَفُوا الْخُرُوْجَ مِنْهَا وَقَرُبُوْا مِنْهُ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَدُفِعُوْا اِلٰى قَعْرِهَا۔ جب وہ
نکلنے کے لیے اوپر کی طرف آئیں اور نکلنا چاہیں تو اس لیے اس میں ڈال دیے جائیں اور جہنم کے گڑھے میں
دفع کر دیے جائیں۔
فَقَدْ رُوِيَ اَنَّهُمْ يَضْرِبُهُمْ لَهَبُ النَّارِ فَيَرْتَفِعُوْنَ اِلٰى اَعْلَاهَا حَتّٰى اِذَا قَرُبُوْا مِنْ بَابِهَا وَاَرَادُوْا

اَنْ یَّخْرُجُوْا عَنْهَا یَضْرِبُهُمُ اللَّهَبُ فَیَهْوُوْنَ اِلٰی قَعْرِهَا وَهٰکَذَا یُفْعَلُ بِهِمْ اَبَدًا۔ روایت ہے کہ انہیں جہنم کی لپیٹ اوپر کو لاتی تھی کہ جب وہ باب جہنم کے قریب آئیں اور نکلنے کا ارادہ کریں تو دوسری لپیٹ انہیں جہنم کے گڑھے کی طرف لے جائے ایسا ہی ان کے لیے ہوتا رہے گا۔

وَقِیْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ کُنْتُمْ بِهٖ تُکَذِّبُوْنَ اور انہیں کہا جائے کہ چکھو اب اس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلاتے تھے۔

یہ فرمانا بغرض توبیخ ہوگا اور اس میں استمرار کا اقتضا بھی ہے تاکہ دوام وابدیت بھی واضح ہو۔

وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔ اور ہم ضرور انہیں پہلا عذاب دنیا میں دیں گے بڑے عذاب سے پہلے تاکہ وہ دنیا میں راہ پر آجائیں۔

عذاب الادنیٰ سے مراد عذاب اقرب ہے۔

وَقِیْلَ الْاَقَلُّ وَهُوَ عَذَابُ الدُّنْیَا وَهُوَ اَقْرَبُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ وَاَقَلُّ مِنْهُ۔ عذاب ادنیٰ سے مراد بڑے عذاب سے کم عذاب ہے اور وہ عذاب دنیا ہے جو عذاب آخرت سے پہلے ہے اور اس سے کم ہے۔

اور اس میں مختلف اقوال ہیں چنانچہ نسائی اور ایک جماعت کے نزدیک بروایت ابن مسعود اس سے مراد تنگی اور قحط ہے۔

اور نخعی مقاتل اور طبرانی ابن مسعود سے راوی ہیں کہ اس سے مراد یوم بدر کا عذاب ہے۔

اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ عذاب قتل بالسیف اور بھوکا مرنا ہے۔

اور مسلم اور عبد اللہ بن احمد اپنی مسند میں اور ابو عوانہ اپنی صحیح میں ابی بن کعب سے راوی ہیں کہ اس سے مراد مصائب دنیا اور روم اور بطشہ و دخان ہے۔

اور ابن المنذر، ابن جریر ابن عباس سے راوی ہیں هُوَ مَصَائِبُ الدُّنْیَا وَاَسْقَامُهَا وَبَلَایَاهَا۔

اور ابن مردویہ ابی ادریس خولانی سے راوی ہیں قَالَ سَاَلْتُ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ عَنْ قَوْلِهٖ وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ فَقَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ هِیَ الْمَصَائِبُ وَالْاَسْقَامُ وَالْاَضْرَارُ عَذَابٌ لِلْمُسْرِفِ فِی الدُّنْیَا دُوْنَ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا هِیَ لَنَا قَالَ زَکٰوةٌ وَطُهُوْرٌ۔

عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ میں نے وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ کی آیت کریمہ کے متعلق حضور سے سوال کیا تو فرمایا وہ مصائب دنیا اور امراض و تکالیف ہیں اس کے لیے جو معاصی میں حد سے زیادہ ہو گیا ہو۔

اسے دنیا میں عذاب آخرت سے پہلے عذاب ہو گا۔
میں نے عرض کی حضور ہمارے اس سے بچے رہنے کا کیا طریقہ ہے ؟ فرمایا زکوٰۃ اور طہارت
اور اکبر سے مراد عذاب یوم قیامت ہے جہنم میں۔
بعض کے نزدیک اخروی عذاب سے قبل خروج دجال، خروج دابۃ الارض، خروج مہدی وغیرہ ہے
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ کے یہ معنے ہیں۔ اَیْ لَعَلَّ مَنْ بَقِیَ مِنْهُمْ یَتُوْبُ قَالَہُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ۔ شاید وہ
دین کی طرف لوٹ آئیں جو اس عذاب سے بچیں کما قال ابن مسعود۔
اور زمخشری کہتے ہیں۔ لَعَلَّهُمْ یُرِیْدُوْنَ الرُّجُوْعَ وَیَطْلُبُوْنَہٗ۔ شاید وہ واپس آنا چاہیں اور اللہ
تعالےٰ سے بخشش طلب کر لیں۔
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ۔ اور
اس سے زیادہ ظالم کون ہے جسے نصیحت کی جائے ہماری آیتوں سے پھر وہ اس سے انحراف کرے ہم
مجرمین سے انتقام لیں گے۔
ظاہر ہے کہ آیات الٰہی سن کر بھی جو اپنی گمراہی پر اڑا رہے وہ اظلم ترین خلائق ہے اس کے لیے وعید
شدید ہے کہ اس پر عذاب شدید ہو گا۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ سجدہ پ ۲۱

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ○

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو تم اس سے ملنے میں شک نہ کرو اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کیا اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہدایت کریں ہمارے حکم سے جبکہ انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○

بیشک تمہارا رب فیصلہ کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ

اور کیا انہیں ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے کتنی ہی بستیاں

مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۝

ہلاک کر دیں ان سے پہلے کہ آج ان کے گھروں میں چل پھر رہے ہیں بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں تو کیا سنتے نہیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ۝

اور کیا نہیں دیکھتے کہ ہم پانی بھیجتے ہیں زمین خشک کی طرف تو نکالتے ہیں اس سے کھیتی کہ اس میں سے ان کے چوپائے کھائیں اور وہ خود بھی تو کیا انہیں نظر نہیں آتا۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ۝

اور کہتے ہیں یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ فرما دیجئے فیصلہ کا دن وہ ہے کہ کافروں کو اس دن ایمان نفع نہ دے گا اور انہیں مہلت نہ ملے گی۔ تو ان سے منہ پھیر لو اور انتظار کرو بے شک انہیں بھی انتظار کرنا ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بے شک	اٰتَيْنَا۔ دی ہم نے	مُوْسٰى۔ موسیٰ کو
الْكِتٰبَ۔ کتاب	فَلَا۔ تو نہ	تَكُنْ۔ ہو تو	فِيْ۔ بیچ
مِرْيَةٍ۔ شک کے	مِّنْ لِّقَآئِهٖ۔ اس کی ملاقات سے		وَ۔ اور
جَعَلْنٰهُ۔ بنایا ہم نے اس کتاب کو		هُدًى۔ ہدایت	لِّبَنِيْٓ۔ واسطے اولاد
اِسْرَآءِيْلَ۔ یعقوب کے	وَ۔ اور	جَعَلْنَا۔ بنائے ہم نے	مِنْهُمْ۔ ان میں سے
اَئِمَّةً۔ امام جو	يَّهْدُوْنَ۔ ہدایت دیتے	بِاَمْرِنَا۔ ہمارے حکم سے	لَمَّا۔ جب
صَبَرُوْا۔ صبر کیا	وَ۔ اور	كَانُوْا۔ تھے	بِاٰيٰتِنَا۔ ہماری آیتوں کا
يُوْقِنُوْنَ۔ یقین کرتے	اِنَّ۔ بیشک	رَبَّكَ۔ تیرا رب	هُوَ۔ وہ
يَفْصِلُ۔ فیصلہ کرے گا	بَيْنَهُمْ۔ ان میں	يَوْمَ۔ دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے
فِيْمَا۔ جس میں	كَانُوْا۔ وہ تھے	فِيْهِ۔ اس میں	يَخْتَلِفُوْنَ۔ اختلاف کرتے

اَوَ۔ کیا	لَمۡ۔ نہ	یَہۡدِ۔ ہدایت ہوئی	لَہُمۡ۔ ان کو
کَمۡ۔ کتنے	اَہۡلَکۡنَا۔ ہلاک کیے ہمنے	مِنۡ قَبۡلِہِمۡ۔ ان سے پہلے	مِنَ الۡقُرُوۡنِ۔ کئی زمانے
یَمۡشُوۡنَ۔ کہ چلتے ہیں	فِیۡ۔ بیچ	مَسٰکِنِہِمۡ۔ انکے گھروں کے	اِنَّ۔ بیشک
فِیۡ۔ بیچ	ذٰلِکَ۔ اس کے	لَاٰیٰتٍ۔ نشانیاں ہیں	اَفَلَا۔ تو کیا نہیں
یَسۡمَعُوۡنَ سنتے	اَوَ۔ کیا	لَمۡ۔ نہ	یَرَوۡا۔ دیکھا انہوں نے
اَنَّا۔ کہ ہم	نَسُوۡقُ۔ چلاتے ہیں	الۡمَآءَ۔ پانی کو	اِلَی۔ طرف
الۡاَرۡضِ۔ زمین	الۡجُرُزِ۔ خشک کی	فَنُخۡرِجُ۔ تو نکالتے ہیں ہم	بِہٖ۔ اس سے
زَرۡعًا۔ کھیتی کہ	تَاۡکُلُ۔ کھاتے ہیں	مِنۡہُ۔ اس سے	اَنۡعَامُہُمۡ۔ انکے مویشی
وَ۔ اور	اَنۡفُسُہُمۡ۔ وہ خود بھی	اَفَلَا۔ تو کیا نہیں	یُبۡصِرُوۡنَ۔ دیکھتے
وَ۔ اور	یَقُوۡلُوۡنَ۔ کہتے ہیں	مَتٰی۔ کب ہے	ھٰذَا۔ یہ
الۡفَتۡحُ۔ فیصلہ	اِنۡ۔ اگر	کُنۡتُمۡ۔ ہو تم	صٰدِقِیۡنَ سچے
قُلۡ۔ کہہ دیں	یَوۡمَ۔ دن	الۡفَتۡحِ۔ فیصلے کا وہ ہے کہ	لَا۔ نہ
یَنۡفَعُ۔ نفع دے گا	الَّذِیۡنَ۔ ان کو جو	کَفَرُوۡا۔ کافر ہیں	اِیۡمَانُہُمۡ۔ ان کا ایمان
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	ھُمۡ۔ وہ	یُنۡظَرُوۡنَ۔ مہلت دیے جائیں
فَاَعۡرِضۡ۔ تو منہ پھیر	عَنۡہُمۡ۔ ان سے	وَ۔ اور	انۡتَظِرۡ۔ انتظار کر
اِنَّہُمۡ۔ بیشک وہ بھی	مُنۡتَظِرُوۡنَ۔ انتظار میں ہیں		

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع سورۃ سجدہ پ ۲۱

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ۔ اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توریت)
فَلَا تَکُنۡ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡ لِّقَآئِہٖ۔ تو نہ ہو تو شک میں اس کے ملنے سے۔

یعنی اس میں شک نہ کر کہ موسیٰ کو توریت ملی یا نہ ملی۔ دوسرے معنی یہ ہو سکتے کہ تمہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ملنے اور ان میں ملاقات ہونے میں شک نہ کرنا چاہئے جیسا کہ شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جس کا تذکرہ احادیث میں آتا ہے۔

وَجَعَلۡنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَجَعَلۡنَا مِنۡہُمۡ اَئِمَّۃً یَّہۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُوۡا وَ

كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۔ اور ہم نے اسے (یعنی حضرت موسیٰ کو یا توریت کو) بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کیا اور کیا ہم نے ان میں سے (یعنی بنی اسرائیل میں سے کچھ) امام کہ ہمارے حکم سے ہدایت کریں (اور لوگوں کو خدا کی فرمانبرداری و طاعت اور اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی شریعت کا اتباع توریت کے احکام کی تعمیل کرائیں اور یہ امام انبیاء بنی اسرائیل تھے یا انبیاء بنی اسرائیل کے متبع تھے)

اور لَمَّا صَبَرُوْا ۔ جبکہ انہوں نے صبر کیا۔

ان مصائب پر جو انہیں دین پر چلنے پر دشمنوں سے پہنچے۔ اس آیت کریمہ سے بھی یہ مستفاد ہوا کہ طاعت حق پر صبر کرنے کا ثمرہ امامت اور پیشوائی ہے۔

وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۔ اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۔ بے شک تمہارا رب ان میں فیصلہ کرے گا بروز قیامت جس بات میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

(یعنی امور دین میں سے حق و باطل کی جماعتیں علیحدہ علیحدہ ممتاز فرما دے گا۔ یا جو منکرین ان پر واضح کر دے گا کہ جن کے وہ منکر تھے وہ حق پر تھے اور یہ باطل پر تھے)

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۔ اور کیا انہیں اس پر ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی بستیاں ہلاک کر دیں کہ آج یہ ان کے گھروں میں چل پھر رہے ہیں بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں تو کیا وہ سنتے نہیں ہیں۔

(یعنی کیا اہل مکہ کو اس سے ہدایت نہیں ہوئی کہ ان سے پہلے قوم عاد۔ قوم ثمود۔ قوم لوط اور کتنی سنگتیں ہم نے ان کی گمراہی سرکشی کی وجہ میں ہلاک کر دیں کہ آج یہ اہل مکہ جب تجارت کے سلسلہ میں ملک شام کو سفر کرتے ہیں تو ان ہلاک شدہ اقوام کے منازل و بلاد پر سے گزرتے ہیں اور ان کے کھنڈر اور محلوں کے آثار سے ان کو مرثیہ خواں پاتے ہیں یہ ایسی چیزیں ہیں جن میں نشانیاں ہیں مگر یہ سن کر عبرت حاصل نہیں کرتے اور پند پذیر نہیں ہوتے۔)

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم پانی چلاتے ہیں ارض جرز یعنی خشک زمین میں تو اس سے کھیتی نکلتی ہیں کہ اس میں سے ان کے چوپائے اور وہ خود بھی کھاتے ہیں تو کیا انہیں کچھ سوجھتا نہیں ہے۔

یعنی وہ زمین جسے بنجر کہتے ہیں عربی میں اسے ارض جرز بولتے ہیں جس پر سبزہ کا نام و نشان بھی نہ
ہو اس پر جب رحمت الٰہی سے پانی چلنے لگتا ہے تو اس میں سبزہ کھیتی اگتی ہے جس سے ان کے جانو
کو بھوسہ چارہ میسر آتا ہے اور لوگوں کے لیے اس سے گندم، جو، چناں مل جاتا ہے اس پر بھی وہ ایسے
ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالٰی کی کمال قدرت کا اعتراف نہیں کرتے اور نہیں سمجھتے کہ وہ قادر برحق جو خشک
زمین سے سبزہ نکالنے پر قادر ہے ایسے ہی مردوں کو زندہ کرنا اس کی قدرت سے بعید نہیں بلکہ بجا
اعتراف کے معترضانہ طور پر کہتے ہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ اور کہتے ہیں یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔

چونکہ مسلمانوں کی طرف سے یہ جواب مشرکین کو ملتا تھا کہ اللہ تعالٰی عنقریب ہم میں اور تم میں فیص
کرے گا اور مطیع و سرکش کا امتیاز ہوگا۔

یعنی بروز قیامت جب ہم پر رحمت و بخشش ہوگی اور تم پر عذاب جہنم تو تمہیں واضح ہو جائے گا
کہ کون باطل پر تھا اور کون حق پر۔ تو کفار بطور استہزاء و تمسخر کہتے مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ
ان کا جواب زبان مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء سے دلایا جاتا ہے۔

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِ
اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ۔ فرما دیجئے فیصلہ کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ انہیں مہلت
ملے تو ان سے اعراض فرمائیں اور انتظار کیجئے بے شک انہیں بھی انتظار کرنا ہے۔

یعنی جب یوم فتح یعنی عذاب کا دن آئے گا تو اس وقت یہ لوگ توبہ و معذرت ہی نہیں کریں گے
بلکہ کہیں گے رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا
فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ۔ تو اس دن کا یہ ایمان ان کے حق میں نفع نہ دے گا بلکہ جواب ملے گا۔ اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا
تُكَلِّمُوْنِ۔ بات نہ کرو اور اپنے نقصان و خسران میں پڑے رہو۔

اور اگر یوم فتح سے مراد فتح مکہ ہے یا فتح بدر تو جب اس میں یہ قتل کر دیے گئے تو اب یہ بے کار ہو گ
اس لیے کہ توبہ بحین حیات دنیا مفید ہے اور بعد قتل کسی کی توبہ مفید نہیں۔
تو انہیں چھوڑیے ان کی باتوں کی طرف التفات نہ فرمائیں اور ان پر عذاب کا انتظار کیجئے اور انہیں
بھی انتظار کرنا ہے۔

مختصر تفسیر اردو تفسیر ارکوع سورۃ سجدہ پ ۲۱

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتَابَ فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَائِہٖ۔ اور بیشک ہم نے عطا فرمائی موسیٰ کو کتاب تو نہ ہو تو شک میں اس کے ملنے سے۔

اس سے مراد توریت کے ملنے میں شک کرنا بھی ہے

اور بعض نے اس سے مراد قرآن کریم لیا۔

اور آیت کریمہ کے معنی پر آلوسی یہ کہتے ہیں اِنَّا اٰتَیْنَا مُوْسٰی مِثْلَ مَا اٰتَیْنَاکَ مِنَ الْکِتَابِ وَلَقَّیْنَاہُ مِنَ الْوَحْیِ مِثْلَ مَا لَقَّیْنَاکَ مِنَ الْوَحْیِ فَلَا تَکُنْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ اَنَّکَ لَقِیْتَ مِثْلَہٗ۔

اور بعض اس طرف گئے مثل ابن عباس اور طبرانی اور ابن مردویہ کے اِنَّہٗ قَالَ فِی الْاٰیَۃِ اَیْ مِنْ لِّقَاءِ مُوْسٰی۔ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں شک نہ کر۔

اور ابن منذر وغیرہ بھی اسی طرف ہیں۔

اور ابن ابی حاتم ابو العالیہ سے بھی اسی قول کی تائید میں ہیں بلکہ یہ بھی کہتے ہیں۔ فَقِیْلَ لَہٗ اَوَلَقِیَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مُوْسٰی قَالَ نَعَمْ اَلَا تَرٰی اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا وَاَرَادَ بِلِقَائِہٖ لِقَائَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاہُ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ کَمَا ذَکَرَہٗ فِی الصَّحِیْحَیْنِ۔ آپ سے پوچھا گیا کیا موسیٰ علیہ السلام سے حضور کی ملاقات ہوئی؟ تو ابو العالیہ نے فرمایا ہاں کیا تجھے نظر نہیں آتا فرمان الٰہی وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی مراد لقاء مصطفیٰ علیہ السلام لیل اسراء میں موسیٰ علیہ السلام سے ہے جیسا کہ صحیحین میں مذکور ہے۔

وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ۔ اور کیا ہم نے اس کتاب تورات کو ہدایت بنی اسرائیل کے لیے۔

یعنی توریت بنی اسرائیل کے لیے ہادی بنائی گئی ضلالت سے۔

وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ۔ اور بھیجے ان میں سے ہم نے امام کہ ہدایت کریں ہمارے حکم سے اور صبر کریں مصائب پر اور راور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے

اس پر قتادہ کہتے ہیں کہ یہ بنی اسرائیل میں سے بعض رؤساء خیر تھے نہ کہ انبیاء کرام۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وہ نبی ہیں جو بنی اسرائیل میں گذرے۔

اور بِاَمْرِنَا سے مراد وہی ہیں جو نبی نہ تھے بلکہ تبلیغ احکام توریت کرنے والے تھے جیسا کہ قرآن پاک

میں بھی امت مرحومہ میں سے چنے گئے اور فرمایا گیا وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ۔

لَمَّا صَبَرُوْا۔ اس لیے ارشاد ہوا کہ حق گوئی پر مخالفین کی طرف سے شدت اور اکراہ ہوا کرتا ہے لیکن حق نوش حق نیوش افراد ان سختیوں کو برداشت کرتے ہیں اور محور ایمان سے ان کے قدم متزلزل نہیں ہوتے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ۔ اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد ہے جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ بے شک تیرا رب حق و باطل والوں میں فیصلہ فرمائے گا بروز قیامت جن باتوں میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔

یہ فیصلہ مومنین و مشرکین میں کیا جائے گا یا انبیاء کرام اور منکرین کے مابین ہوگا۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ۔ کیا انہیں ہدایت نہ ہوئی اس سے کہ ہم نے کتنی بستیاں ان سے پہلے ہلاک کر ڈالیں کہ گذرتے ہیں ان کے مساکن و اماکن سے بے شک اس میں ہماری نشانیاں ہیں تو کیا سنتے نہیں۔

گویا یوں ارشاد ہے اَیْ اَغَفَلُوْا وَلَمْ يَفْعَلِ الْهِدَايَةَ لَهُمْ اَوَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ مَآلَ اَمْرِهِمْ اَوْ عِلْمَ نَفْيِ الْحَقِّ كَثْرَةَ مَنْ اَهْلَكْنَا اَوْ كَثْرَةَ اِهْلَاكِ مَنْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ الْمَاضِيَةِ مِثْلَ عَادٍ وَثَمُوْدَ وَقَوْمِ لُوْطٍ۔

اَوَلَمْ میں ہمزہ انکار کے لیے ہے۔ یعنی یہ غافل ہلاک اقوام ماغبیہ سے بھی ہدایت نہیں لیتے اور ان پہ شرک و کفر کا مآل ظاہر نہ ہوا۔ باآنکہ یہ لوگ جب شام کی طرف تجارت کو سفر کرتے ہیں تو قوم عاد و ثمود اور قوم لوط کی بستیاں ویران دیکھتے اور ان پہ سے گذرتے ہیں اور ان کے مکانوں کے کھنڈرات دیکھتے ہیں بے شک ان تمام بستیوں کی ہلاکت میں زبردست نشان ہیں تو ان سے وہ نصیحت حاصل نہیں کرتے آگے دوسرا نشان قدرت بیان فرمایا۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم پانی چلاتے ہیں ارض جرز یعنی بنجر زمین میں تو نکالتے ہیں اس پانی سے کھیتی کہ کھاتے ہیں اس سے ان کے چوپائے اور وہ خود کیا انہیں سجھائی نہیں دیتا۔

نَسُوْقُ الْمَآءَ۔ کے معنی ہیں نَسُوْقُ السَّحَابَ بادلوں کے ذریعہ پانی چلایا جاتا ہے یا بذریعہ سیل و انہار یا چشموں سے۔

اور اَرْضٌ جُرُزٌ اَیِ الَّتِیْ جُرِزَ نَبَاتُھَا اَیْ قُطِعَ ۔ وہ زمین جس سے سبزہ منقطع ہو گیا ہو کذا فی اللغات

اور مجمع البیان میں ہے اَلْاَرْضُ الْجُرُزُ اَلْیَابِسَۃُ الَّتِیْ لَیْسَ فِیْھَا نَبَاتٌ لِاِنْقِطَاعِ الْاَمْطَارِ عَنْھَا ارض جرز وہ ہے جو بوجہ بارش نہ ہونے کے خشک ہو کر بنجر ہو جائے ۔

اور رجل جروز بہت کھانے والے آدمی کو بھی کہتے ہیں ۔

راغب مفردات میں کہتے ہیں اَلْجُرُزُ مُنْقَطِعُ النَّبَاتِ ۔ ارض جرز منقطع النبات کو کہتے ہیں ۔

بعض اس طرف گئے ہیں مثل ابن ابی حاتم اور حسن کے اِنَّھَا قَرْیَۃٌ بَیْنَ الْیَمَنِ وَالشَّامِ ۔ یہ ایک بستی ہے یمن اور شام کے مابین ۔

اور ابن جریر ابن المنذر اور ابن ابی شیبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اِنَّھَا اَرْضٌ بِالْیَمَنِ یہ زمین یمن میں ہے ۔

تو ایسی زمین میں ہم کھیتی اگاتے ہیں جس سے چارپائے چرتے ہیں اور آدمی اس کا دانہ اپنے کھانے کو لیتے ہیں ۔

اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ۔ اَیْ اَلَا یُبْصِرُوْنَ فَلَا یُبْصِرُوْنَ ذٰلِکَ لِیَسْتَدِلُّوْا بِہٖ عَلٰی کَمَالِ قُدْرَتِہٖ تَعَالٰی وَفَضْلِہٖ عَزَّ وَجَلَّ ۔ کیا وہ نہیں دیکھتے اور انہیں سجھائی نہیں دیتا تاکہ کمال قدرت و فضل الٰہی پر استدلال کریں

اس کے بعد چونکہ مشرکین علی وجہ التکذیب والاستہزاء مومنین سے پوچھتے تھے کہ وہ وقت کب آئے گا جبکہ حق و باطل واضح ہو گا تو اس کا جواب ان کا قول نقل کر کے دیا جاتا ہے ۔

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْفَتْحُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ اور کہتے ہیں مشرکین بطور استہزاء کہ کب یہ معاملہ کھلے گا اگر تم سچے ہو ۔ یہ استہزاء آیت کریمہ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ یَفْصِلُ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ کا کرتے تھے ۔

اور ابن جریر و ابن ابی حاتم قتادہ سے راوی ہیں قَالَ الصَّحَابَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اِنَّ لَنَا یَوْمًا یُوْشِکُ اَنْ نَّسْتَرْجِعَ فِیْہِ وَنَنْتَقِمَ فِیْہِ صحابہ مشرکین سے فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن تمہارے ایسے وہ آئے گا کہ تم لوٹ کر دنیا میں آنا چاہو گے اور اس دن تم سے بدلہ لیا جائے گا ۔

فَقَالَ الْمُشْرِکُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْفَتْحُ ۔ تو مشرکین کہتے کہ وہ دن کب آئے گا ۔ کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا فیصلہ کرے گا ۔ اس کا جواب ارشاد ہوا ۔

قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِیْمَانُھُمْ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ۔ فرما دیجئے وہ فتح کا دن وہ ہو گا کہ کافر ذلیل کو اس دن ان کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے ۔

ابن ابی شیبہ اور ابن جریر اور ابن منذر۔ ابن ابی حاتم مجاہد سے ناقل ہیں فَاِنَّ یَوْمَ الْفَتْحِ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ۔ یوم فتح سے مراد یوم قیامت ہے۔

گویا مفہوم عبارت یہ ہوا قِیْلَ لَھُمْ لَا تَسْتَعْجِلُوْا بِہٖ وَلَا تَسْتَھْزِءُوْا مَکَانِیْ بِکُمْ وَقَدْ حَصَلْتُمْ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ وَاٰمَنْتُمْ فَلَمْ یَنْفَعْکُمْ اِیْمَانُکُمْ وَاسْتَنْظَرْتُمْ فِیْ اِدْرَاکِ الْعَذَابِ فَلَمْ تُنْظَرُوْا۔ مشرکین کو فرمایا گیا ہے کہ جلدی نہ کرو اور مذاق نہ اڑاؤ تم گویا اس دن میں گئے ہوا ور یہ نہیں وہ دن ملے برابر ہے اور تم ایمان لا چکے مگر تمہیں ادراک عذاب کے بعد تمہارا ایمان نفع نہیں دیگا تو مہلت چاہ رہے ہو مگر تمہیں مہلت نہیں مل رہی ہے۔

ابعض مفسرین نے یوم فتح سے مراد فتح مکہ لیا ہے۔

ابعض نے یوم بدر بھی کہا ہے لیکن وَھٰذَا اَقْرَبُ مِنْ اُسْلُوْبِ الْمُحْکَمِ۔ اس کے ابعد ارشاد ہے

فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ۔ ان سے اعراض کیجیو وَلَا تُبَالِ بِتَکْذِیْبِھِمْ۔ اور ان کی تکذیب کی پرواہ نہ کیجئے۔

چنانچہ ابن عباس اس آیت کریمہ کو آیات بعث سے منسوخ قرار دیتے ہیں۔

وَانْتَظِرْ۔ اور انتظار فرمائیے نصرت الٰہی کا اور ان کی ہلاکت کا۔

اِنَّھُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ۔ وہ بھی اپنے گمان میں منتظر ہیں۔ یہ ایسے ہی ارشاد ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا فَتَرَبَّصُوْا اِنَّا مَعَکُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ یا جیسے ارشاد ہے۔ ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیَھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ۔ گویا یوں ارشاد ہوا وَانْتَظِرْ عَذَابَنَا لَھُمْ اِنَّھُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ۔

سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ مَدَنِیَّۃٌ

بیہقی کہتے ہیں بروایت ابن عباس نَزَلَتْ سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ بِالْمَدِیْنَۃِ یہ سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اور ابن مردویہ ابن زبیر سے بھی روایت نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس سورت میں ۷۳ آیات ہیں طبری نے بھی اسی قول کو اجماعی لکھا ہے۔

اور ابعض روایات ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جس میں یہ واقعہ موجود ہے کہ زر بن حبیش نے کہا کہ احزاب کی ۷۳ آیات ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اُقْطُطْ وَلَقَدْ رَاَیْتُھَا وَاِنَّھَا لَتُعَادِلُ سُوْرَۃَ الْبَقَرَۃِ وَلَقَدْ قَرَاْنَا فِیْھَا اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا اَلْبَتَّۃَ نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔

اسے بعض نے منسوخ قرار دیا۔ اور بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کَانَتْ فِیْ صَحِیْفَۃٍ عِنْدَ عَائِشَۃَ فَاَکَلَھَا الدَّاجِنُ۔ ان روایتوں سے متعلق آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ فَمِنْ وَضْعِ الْمَلَاحِدَۃِ ذٰلِکَ بِہِمْ ایسی روایتیں ملاحدہ کی گھڑی ہوئی ہیں۔ جو خالص کذب ہیں۔

غرضکہ ایسی جتنی روایتیں مروی ہیں جن سے قرآن کریم پر تحریف کا الزام آئے یا ثابت ہو کہ فلاں آیت ضائع ہو گئی فلاں آیت بکری چر گئی یہ سب روایات موضوع اور کذب اور ملاحدہ شیعہ رافضیہ کی گھڑی ہوئی ہیں۔ قرآن کریم وہ ہے جس کی محافظت اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمہ لی اور فرمایا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ۔ ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں اِنَّہٗ لَکِتَابٌ عَزِیْزٌ لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ۔ یہ عزت والی کتاب ہے اس کے آگے پیچھے سے باطل نہیں آ سکتا۔

اس میں ۷۲ آیت اور ۹ رکوع ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۂ احزاب پ ۲۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکَافِرِیْنَ وَ الْمُنَافِقِیْنَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۝

اے غیبی خبریں بتانے والے اللہ کا خوف رکھو اور کافروں اور منافقوں کی نہ سنو بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے

وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰی اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۝

اور پیروی رکھنا اس کی جو تمہیں وحی ہوتی ہے تمہارے رب کی طرف سے بے شک اللہ اے لوگو تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ۝

اور اے محبوب اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا۔

مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَکُمُ الّٰٓـئِیْ تُظٰھِرُوْنَ مِنْھُنَّ اُمَّھَاتِکُمْ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَکُمْ اَبْنَآءَکُمْ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاھِکُمْ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ

اللہ نے نہیں رکھے کسی آدمی کے اندر دو دل اور نہیں کیا تمہاری بیبیوں کو جنہیں تم ماں کے برابر کہہ دو تمہاری ماں اور نہ تمہارے لے پالک بچے کو تمہارا بیٹا بنایا یہ تمہارا اپنے منہ کا کہنا ہے اور اللہ حق فرماتا

وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۝
ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَإِنْ
لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ
وَمَوَالِيكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ
قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝

ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔
انہیں پکارو ان کے باپ کا ہی کہہ کر یہ اللہ کے
نزدیک بہت منصفانہ بات ہے اور اگر تم نہ جانو
ان کے والدین کو تو وہ دین میں تمہارے بھائی
ہیں اور بشر ہونے کے لحاظ سے تمہارے چچازاد
اور نہیں گناہ تم پر جو نا دانستہ تم سے سرزد ہوا لیکن
وہ گناہ ہے جو دل کے قصد سے کرو اور اللہ بخشنے
والا مہربان ہے۔

اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ
وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ
بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا
إِلٰى أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُورًا ۝
وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَ
مِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰى
وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ
مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝
لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَأَعَدَّ
لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

یہ نبی زیادہ مالک ہے مومنین کا ان کی جانوں سے
اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ والے
بعض سے بعض قریب ہیں کتاب اللہ میں بہ نسبت
اور مومنین اور مہاجرین کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں
پر کوئی احسان کرو یہ کتاب میں لکھا ہے۔
اور جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا وہ وقت اے
محبوب یاد کیجئے اور تم سے بھی عہد لیا اور نوح سے
اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم
سے اور ہم نے ان سے یہ عہد سخت لیا۔
تاکہ سچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے اور اللہ
نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لفظی ترجمہ

یَا أَیُّھَا ۔ اے	اَلنَّبِیُّ ۔ نبی	اِتَّقِ ۔ ڈر	اللّٰہَ ۔ اللہ سے
وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	تُطِعِ ۔ کہا مان	الْکٰفِرِیْنَ ۔ کافروں
وَ ۔ اور	الْمُنٰفِقِیْنَ ۔ منافقوں کا	اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰہَ ۔ اللہ

كَانَ ۔ ہے	عَلِيْمًا ۔ جاننے والا	حَكِيْمًا ۔ حکمت والا	وَ ۔ اور
اِتَّبِعْ ۔ پیروی کر	مَا ۔ اسکی جو	يُوْحٰى ۔ وحی کی گئی	اِلَيْكَ ۔ تیری طرف
مِنْ رَّبِّكَ ۔ تیرے رب سے		اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰهَ ۔ اللہ
كَانَ ۔ ہے	بِمَا ۔ اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ ۔ تم کرتے ہو	خَبِيْرًا ۔ خبردار
وَ ۔ اور	تَوَكَّلْ ۔ بھروسہ کر	عَلَى ۔ اوپر	اللّٰهِ ۔ اللہ کے
وَ ۔ اور	كَفٰى ۔ کافی ہے	بِاللّٰهِ ۔ اللہ	وَكِيْلًا ۔ کارساز
مَا ۔ نہیں	جَعَلَ ۔ بنائے	اللّٰهُ ۔ اللہ نے	لِرَجُلٍ ۔ کسی آدمی
مِّنْ قَلْبَيْنِ ۔ دو دل	فِيْ ۔ بیچ	جَوْفِهٖ ۔ پیٹ اسکے کے	وَ ۔ اور
مَا ۔ نہیں	جَعَلَ ۔ بنایا	اَزْوَاجَكُمُ ۔ تمہاری بیویوں کو	الّٰٓـِٔيْ ۔ وہ
تُظٰهِرُوْنَ ۔ کہ ظہار کرو تم		مِنْهُنَّ ۔ ان سے	اُمَّهٰتِكُمْ ۔ تمہاری مائیں
وَ ۔ اور	مَا ۔ نہیں	جَعَلَ ۔ بنایا	اَدْعِيَآءَكُمْ ۔ تمہارے لے پالکوں کو
اَبْنَآءَ ۔ بیٹے	كُمْ ۔ تمہارے	ذٰلِكُمْ ۔ یہ	قَوْلُكُمْ ۔ بات ہے
بِاَفْوَاهِكُمْ ۔ تمہارے مونہوں کی	وَ ۔ اور	اللّٰهُ ۔ اللہ	يَقُوْلُ ۔ کہتا ہے
الْحَقَّ ۔ حق	وَ ۔ اور	هُوَ ۔ وہ	يَهْدِي ۔ دکھاتا ہے
السَّبِيْلَ ۔ راستہ	اُدْعُوْ ۔ پکارو	هُمْ ۔ ان کو	لِاٰبَآئِهِمْ ۔ انکے باپوں کے نام پر
هُوَ ۔ وہ	اَقْسَطُ ۔ بہت انصاف کی بات ہے	عِنْدَ ۔ نزدیک	اللّٰهِ ۔ اللہ کے
فَاِنْ ۔ پھر اگر	لَّمْ ۔ نہ	تَعْلَمُوْا ۔ جانو تم	اٰبَآءَ ۔ باپ
هُمْ ۔ ان کے	فَاِخْوَانُكُمْ ۔ تو بھائی ہیں تمہارے		فِي ۔ بیچ
الدِّيْنِ ۔ دین کے	وَ ۔ اور	مَوَالِيْكُمْ ۔ دوست ہیں تمہارے	وَ ۔ اور
لَيْسَ ۔ نہیں	عَلَيْكُمْ ۔ تم پہ	جُنَاحٌ ۔ گناہ	فِيْمَا ۔ اس میں جو
اَخْطَاْتُمْ ۔ غلطی سے کہو	بِهٖ ۔ تم	وَ ۔ اور	لٰكِنْ ۔ لیکن
مَّا ۔ اس پر جو	تَعَمَّدَتْ ۔ جان بوجھ کر کریں	قُلُوْبُكُمْ ۔ تمہارے دل	وَ ۔ اور
كَانَ ۔ ہے	اللّٰهُ ۔ اللہ	غَفُوْرًا ۔ بخشنے والا	رَّحِيْمًا ۔ مہربان
اَلنَّبِيُّ ۔ نبی	اَوْلٰى ۔ زیادہ خیرخواہ ہے	بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۔ مومنوں کا	مِنْ اَنْفُسِهِمْ ۔ ان کی اپنی
جانوں سے	وَ ۔ اور	اَزْوَاجُهٗٓ ۔ اسکی بیویاں	اُمَّهٰتُهُمْ ۔ انکی مائیں ہیں

وَ۔اور اُولُوا الْاَرْحَامِ۔قرابت والے بَعْضُهُمْ۔بعض انکے
اَوْلٰی۔زیادہ حقدار ہیں بِبَعْضٍ۔بعض کے فِیْ۔بیچ كِتٰبِ۔کتاب
اللّٰهِ۔اللہ کے مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔مومنوں سے وَ۔اور
الْمُهٰجِرِيْنَ۔مہاجروں سے اِلَّا۔مگر اَنْ۔یہ کہ تَفْعَلُوْا۔کرو تم
اِلٰی۔طرف اَوْلِيٰٓئِكُمْ۔اپنے دوستوں کی مَّعْرُوْفًا۔بھلائی كَانَ۔ہے
ذٰلِكَ۔یہ فِی۔بیچ الْكِتٰبِ۔کتاب کے مَسْطُوْرًا۔لکھا ہوا
وَ۔اور اِذْ۔جب اَخَذْنَا۔لیا ہم نے مِنَ النَّبِيّٖنَ۔نبیوں سے
خاص مِيْثَاقَهُمْ۔انکا عہد وَ۔اور مِنْكَ۔تجھ سے
وَ۔اور مِنْ نُّوْحٍ۔نوح سے وَ۔اور اِبْرٰهِيْمَ۔ابراہیم
وَ۔اور مُوْسٰی۔موسی وَ۔اور عِيْسٰی۔عیسی
ابْنِ۔بیٹے مَرْيَمَ۔مریم سے وَ۔اور اَخَذْنَا۔لیا ہم نے
مِنْهُمْ۔ان سے مِّيْثَاقًا۔عہد غَلِيْظًا۔مضبوط لِّيَسْئَلَ۔تاکہ پوچھے
الصّٰدِقِيْنَ۔سچوں کو عَنْ صِدْقِهِمْ۔انکے سچ کے متعلق وَ۔اور
اَعَدَّ۔تیار کیا لِلْكٰفِرِيْنَ۔کافروں کے لیے عَذَابًا۔عذاب اَلِيْمًا۔دردناک

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع سورۃ احزاب پ۲۱

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ اے غیب کی خبریں دینے والے اللہ کا بدستور خوف رکھنا اور کافروں منافقوں کی باتوں میں نہ آنا بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ۔ میں منادیٰ نبی ہے اور نبی کے معنی غیب کی خبریں دینے والے ہیں یعنی مقصود ندا یہ ہے کہ آپ ہماری طرف سے خبریں دینے والے اور ہمارے تمام اسرار کے امین ہیں لہذا آپ ہمارا خطاب ہمارے محبوب بندوں کو پہنچانے والے ہیں۔

یہاں یا موسٰی یا عیسٰی یا یحیٰی کی مثل حضور کو یا محمد نہیں کہا بلکہ نام کی بجائے محض منصب مصطفی سے خطاب فرمایا اس سے مقصود حضور کی تکریم اور احترام اور آپ کی فضیلت ظاہر کرنا ہے (مدارک بنسفی

روح المعانی۔ خازن)

اور اِتَّقِ اللہ میں استمرار و دوام مضمر ہے اس وجہ میں اس کے معنی یہ ہی صحیح ہیں کہ جیسا خوف آپ کے قلب اقدس میں ہے ویسا ہی خوف رکھیں اور مشرکین و منافقین کی بات نہ سنیں۔

اس کا شان نزول ایک واقعہ پر روشنی ڈالتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو سفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابو جہل اور ابو الاعور سلمی غزوہ احد کے بعد مدینہ طیبہ آئے اور منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول (لعنہ اللہ) کے گھر مقیم ہوئے۔

پھر حضور کی گفتگو کی درخواست کی اور امن طلب کیا حضور نے انہیں امن دیدیا۔

پھر یہ بارگاہ رسالت میں حاضر آئے اور عرض پیرا ہوئے کہ لات و منات اور عزیٰ وغیرہ بتوں کی جنہیں ہم پوجتے ہیں برائی نہ کہیں بلکہ یہ اعلان کر دیں کہ ان کی شفاعت انکے پجاریوں کے لیے ہے۔ تو ہم لوگ آپ کی اور آپ کے رب کی شان میں کچھ نہ کہیں گے۔

یہ سن کر حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کبیدہ خاطر ہوئے اور صحابہ کرام ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔

لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کرنے کی اجازت نہ دی اور فرمایا جب ہم امان دے چکے انہیں تم قتل نہیں کر سکتے البتہ انہیں مدینہ سے نکال دو۔

چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں شہر بدر کر دیا۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس میں اگرچہ خطاب حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن اس مخاطبہ میں اہمیت حکم مقصود ہے اور حکم عامۂ امت مرحومہ کو ہے کہ جب ہمارے حبیب نے ان مشرکین کو امن دیدیا ہے تو تمہیں اس کی پاسداری کرنا لازم ہے اور نقض عہد تمہارے لیے روا نہیں ہاں اس پر پابند رہو کہ کفار و مشرکین اور منافقین کی خلاف شرع بات نہ مانی جائے۔

پھر یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ فرما کر کیوں ندا فرمائی یَا نَبِیَّ اللہ کیوں نہ فرمایا اس پر ارباب نحو و معانی نے بہ تصریح فرمائی جو ایک لطیف مفہوم واضح کرتی ہے۔

یہ قاعدہ ہے کہ جب منادیٰ معرف باللام ہو تو اس پر حرف ندا کا داخل کرنا ممنوع ہے اس لیے کہ یَا بھی آلہ تعریف ہے اور الف لام بھی معرفہ بناتا ہے لہذا دونوں کا اجتماع جائز نہیں اس کے جواز کے لیے منادیٰ اور حرف ندا یَا کے مابین اَیُّھَا مذکر کے لیے فاصل لاتے ہیں اور مؤنث کے لیے ایتھا لاتے ہیں اس پر اعتراض تھا کہ یَا اَللہ میں بھی یَا اَیُّھَا اللہ کہنا ضروری تھا۔ اس پر کافیہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ یَا اَللہ خصوصی طور پر مستثنیٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ۔ بے شک اللہ تعالے علم والا حکمت والا ہے ۔

یہ فرما کر اس امر کا اظہار فرمادیا کہ تم اسباب ظاہر کے ماتحت جو خیال کرتے ہو کہ مصلحتاً اس وقت ہمیں جھک جانا چاہیئے یا اس وقت مشرکین کی قوت کے مقابلہ کی ہم میں سکت نہیں یہ سب تخیلات باطل ہیں حقیقت حال کا علم اللہ تعالے کو ہے اور وہی حکمت وعلم پر محیط ہے ۔ پھر ارشاد ہوا ۔

وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰی اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۔ اور پیروی کرتے رہو اس کی جو تمہارے رب کی طرف سے تمہیں وحی ہوتی ہے اور لے لوگو بیشک اللہ تمہارے ہر عمل دیکھ رہا ہے ۔

یعنی تمہارا یہی فرض ہے کہ جو ہم اپنے حبیب پر وحی کریں تم اس کا اتباع کرو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارے ظاہر باطن تمام عمل اللہ تعالے جانتا ہے ۔ پھر حضور سے خصوصی مخاطبہ ہے اور ارشاد ہے ۔

وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ۔ اور اے محبوب اللہ پر توکل کرو اور اللہ کافی ہے تمہارے کام بنانے میں ۔

تمہیں علل واسباب ظاہری پر نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں تمہارا کارساز صرف وہی تمہارا رب ہے ۔

اس کے بعد جو آیہ کریمہ ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ

ایک شخص ابو معمر حمید فہری تھا جس کا حافظہ اتنا قوی تھا کہ جو کچھ سنتا تھا یاد کر لیتا تھا قریش اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اس کے دو دل ہیں ۔ اور وہ خود بھی یہ دعوی کرتا تھا کہ میرے دو دل ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ میں زیادہ دانش وبینش ہے ۔

لیکن جب بدر میں ہزیمت مشرکین ہوئی تو ابو معمر بھی اس شان سے بھاگا کہ ایک جوتی پیر میں تھی اور ایک جوتی ہاتھ میں ۔

اسی حال میں ابو سفیان سے ملا ۔ ابو سفیان نے پوچھا کیا حال ہے ۔ گھبرایا ہوا کہنے لگا لوگ بھاگ گئے اور میں بھی اسی افراتفری بھاگ نکلا ہوں ۔

ابو سفیان بولا تیری جوتی ایک ہاتھ میں اور ایک پیر میں ہے ۔ اس کی کیا وجہ ہے ۔

یہ سن کر ابو معمر نے دیکھا اور بولا میں ایسی بدحواسی میں بھاگا ہوں کہ مجھے اس کا ہوش ہی نہ رہا کہ جوتی ایک ہاتھ میں اور ایک پیر میں ہے ۔ میں تو دونوں جوتیاں پیر میں ہی سمجھ رہا تھا ۔

اس سے قریش کو معلوم ہوا کہ اس کے دو دل نہیں اگر ہوتے تو یہ اتنا بدحواس نہ ہوتا ۔

ایک قول یہ ہے کہ منافقین حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو دل مانتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کا ایک دل ہمارے ساتھ ہے اور ایک دل اپنے اصحاب کے ساتھ ۔

نیز زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی اپنی بیوی سے ظہار کرتا اور لے سے یہ لوگ طلاق سمجھتے تھے اور اس بیوی کو ظہار کرنے والے کی ماں قرار دیتے تھے۔

ایسے ہی جب کوئی کسی غیر کی اولاد کو بیٹا کہہ دیتا تو اسے حقیقی بیٹا مان لیتے تھے۔

اور اسے شریک میراث قرار دیتے تھے۔

اور اس کی بیوی کو صلبی بیٹے کی طرح فرعنی باپ پر حرام جانتے تھے ان عقائد کے رد میں یہ آیات بینات نازل ہوئیں حیث قال۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ

نہیں کیے اللہ تعالےٰ نے ایک آدمی میں دو دل (کہ ایک میں خوف الٰہی ہو اور دوسرے میں کچھ اور) اور نہیں کیں تمہاری وہ بیویاں جنہیں تم ماں کہہ دو تمہاری مائیں (یعنی ظہار سے عورت ماں کی مثل حرام نہیں ہو جاتی)

تعریف ظہار

ظہار کہتے ہیں اپنی منکوحہ کو کسی ایسی عورت سے تشبیہ دینے کو جو اس کے لیے ہمیشہ کے واسطے حرام ہو اور یہ تشبیہ ایسے عضو میں ہو جس کا دیکھنا چھونا جائز نہیں مثلاً

کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو میری ماں کی پیٹھ یا پیٹ کی مثل ہے تو ایسا کہنے والا مظاہر ہو گیا۔

مسئلہ: ظہار سے نکاح پر اثر نہیں پڑتا لیکن مظاہر پر کفارہ ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔

اور کفارہ ادا کرنے سے پہلے مظاہر کو اپنی بیوی سے علیحدہ رہنا اور اس سے متمتع نہ ہونا لازم ہے۔

ظہار کا کفارہ

مظاہر کو دو مہینہ متواتر روزہ رکھنا لازم ہے۔

اگر یہ نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلانا لازم ہے۔

سب سے اول اور آسان یہ تھا کہ ایک غلام آزاد کرے لیکن آجکل غلام شرعی ہی میسر نہیں تو آزاد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کفارہ کے بعد عورت سے قربت اور تمتع حلال ہے (ہدایہ)

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ۔ اور نہیں کیا تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا۔

اگرچہ لوگ اسے تمہارا بیٹا کہیں جیسے حضرت زید کہ مشرکین مکہ آپ کو حضور کا بیٹا کہتے تھے یہ قول تمہارا اپنے منہ کا کہا ہوا ہے۔ یعنی بیوی کو ماں کے مثل کہہ دینا یا لے پالک کو بیٹا کہہ دینا

یہ حقیقت بات ہے نہ بیوی ماں ہو سکتی ہے نہ دوسرے کی اولاد بیٹا بیٹی ہو سکتی ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح کیا تو یہود و منافقین میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور ان کی زبان طعن کھلی کہ حضور نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے شادی کر لی۔

اس لیے کہ حضرت زینب بنت جحش حضرت زید کے نکاح میں تھیں اور حضرت زید ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے زرخرید غلام تھے آپ نے انہیں حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا حضور نے حضرت زید کو آزاد کر دیا لیکن وہ حضور ہی کی خدمت میں رہے حضور آپ پہ شفقت فرماتے اور اولاد کی طرح ان کی نگرانی فرماتے لوگ حضرت زید کو حضور کا فرزند کہنے لگے۔

پھر جب حضرت زید اور حضرت زینب کی موافقت نہ رہی تو انہوں نے طلاق دیدی حضور نے اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے عقد میں لے لیا تو مشرکین اپنے رواج کے مطابق طعن کرنے لگے اس کا رد اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا۔

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ ۔ اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے حق کی۔

لہٰذا واضح ہو گیا کہ لے پالک کو ان کے والدین کے ساتھ منسوب کیا جائے اور کسی پالنے والے کی طرف منتسب نہ کیا جائے بلکہ۔

اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ۔ انہیں ان کے باپ کا ہی کہہ کر پکارو (جن سے وہ پیدا ہوا) یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَھُمْ ۔ تو اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں (اور انہیں تم اس وجہ میں ان کے باپ کی طرف نسبت نہ کر سکو تو)

فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ ۔ تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں (تو تم انہیں دینی بھائی کہو اور وہ جس کے متبنّٰی پالے پالک ہیں اس کا بیٹا نہ کہو) وَمَوَالِیْکُمْ ۔ اور بہجازاد۔

وَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِہٖ وَلٰکِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُکُمْ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۔ اور تم پر اس میں گناہ نہیں جو نادانستہ تم سے سرزد ہو لیکن وہ گناہ ہے جو دل کے قصد سے کرو (یعنی ہمارے حکم کے نفاذ سے قبل تم نے جو متبنی پالے پالک کو بلا ارادہ پالنے والے کا بیٹا کہہ دیا یا کسی کی اولاد کو غیر کی اولاد بنا دیا تو اس صورت میں تم پہ گناہ نہیں البتہ ممانعت کے بعد بھی ایسا ہی کرو گے تو تم پہ جرم گناہ عائد ہو گا) اور اللہ تعالے بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اسکے بعد منصب مصطفی اور مقام و شان اعلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا تاکہ منافقین و معاندین

وحاسدین کی زبان بند ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے۔
اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُہُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُہٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا۔ یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

یعنی دنیا و دین میں تمام امور میں ان کا حکم سب پر نافذ و صادر ہے اور سب پر ان کی اطاعت واجب ہے اسی لیے وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا دوسرے مقام پر فرما کر ان کی اطاعت کو اطاعت مطلقہ قرار دے دیا اور ان کے حکم کے مقابل خواہشات نفسانیہ کی پیروی واجب الترک ہے۔

دوسرے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ نبی کریم مومنین پر ان کی جانوں سے زیادہ راحت و رحمت اور لطف و کرم فرماتے ہیں اور سب سے زیادہ تمہارے لیے نافع اور تمہاری ترقی مدارج میں حریص ہیں جیسا کہ ارشاد ہے حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہر مومن کے لیے دنیا و آخرت میں سب سے اولیٰ ہوں اگر چاہو تو اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ پڑھو۔ چنانچہ

قراءت ابن مسعود میں اَوْلٰی مِنْ اَنْفُسِہِمْ کے ساتھ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ بھی ہے۔

اور بقول مجاہد یہ بھی ہے کہ تمام انبیاء کرام اپنی امت کے باپ ہوتے ہیں اور اسی رشتہ سے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔

اور وہ اپنے نبی کی دینی اولاد قرار پاتے ہیں اور اسی وجہ میں آگے ارشاد ہے۔

وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّہٰتُہُمْ۔ اور ان کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ (باعتبار حرمت و تعظیم اور نکاح کے ہمیشہ کے لیے حرام ہیں۔ باقی دیگر امور میں مثل وراثت اور پردہ وغیرہ کے ان کا وہی حکم ہے جو اجنبی عورتوں کا۔ اور ان کی بیٹیوں کو مومنین کی بہن اور ان کے بھائیوں کو اور بہنوں کو مومنین کے ماموں اور خالہ نہیں کہا جائے گا

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُہُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُہٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا۔ اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں اللہ کی کتاب میں بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجروں کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر کوئی احسان کرو یہ کتاب میں لکھا ہے۔

یعنی اور رشتہ دار باعتبار توارث ایک دوسرے سے قریب ہیں مگر اجنبی کتنا ہی محبوب و مرغوب ہو دینی برادری کے ذریعہ ورثہ کا حقدار نہیں ہو سکتا اور اگر کسی دوست کے مورث اعلیٰ مدد کرنا چاہے تو

بطور احسان وہ اسے ہبہ کر سکتا ہے اور اگر وصیت کر جائے تو تہائی متروکہ پر نفاذ وصیت ہو سکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ متروکہ میں بعد ادا دین و تجہیز و تکفین اول ذوی الفروض میں تقسیم ہوگا پھر عصبات میں پھر نسبی ذوی الفروض پر رد ہوگا پھر ذوی الارحام میں پھر مولی الموالات میں کما فی تفسیر احمدی

اور کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا۔ سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں سب سے پہلے مسطور و منضبط ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا۔ لِّیَسْـَٔلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا۔ اور اے محبوب یاد فرمائیے جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا تاکہ سچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

انبیاء سے جو عہد لیا وہ تبلیغ رسالت اور دین حق کی دعوت کا تھا۔

اور خصوصیت سے اپنے حبیب پاک جناب سید الانبیاء سے بھی یہی عہد لیا۔

یہاں سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر دوسرے انبیاء پر مقدم کرنا اس سبب سے ہے کہ حضور کی فضیلت سب پر ظاہر رہے۔

اور نوح نجی اللہ۔ ابراہیم خلیل اللہ۔ موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ کے نام لے کر وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا وہ مضبوط عہد ان سے یا ان کی تصدیق کرنے والوں سے لینا مراد ہے۔

اس میں لِیَسْـَٔلَ الصّٰدِقِیْنَ میں یہ سوال انہیں انبیاء سے کیا جائے گا جو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا اور تبلیغ کی یا مومنین سے ان کی تصدیق کا سوال ہوگا۔

یا انبیاء کرام کو جو ان کی امتوں نے جواب دیئے وہ پوچھے جائیں گے اور اس کے بدلہ میں منکرین کی تذلیل ہو اور آخر میں فرمادیا کہ کفار و مشرکین کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہوا ہے۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ احزاب پ ۲۱

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا۔ اے غیب کی خبریں بتانے والے محبوب اللہ سے ڈرتے رہو اور کافروں منافقوں کی نہ سننا بے شک وہ

سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو منادی بالوصف فرمایا اور نام مبارک تعظیماً وتفخیماً نہیں لیا یعنی یا محمد نہیں کہا بلکہ یاایہا النبی فرمایا۔ نبی حضور کی صفت ہے جو نبأ سے مشتق ہے نبأ خبر کو کہتے ہیں تو نبی کے معنی خبر دینے والے ہوئے اور خبر وہی خبر ہوتی ہے جس کا علم سننے والے کو نہ ہو اور وہ اس سے مخفی ہو تو معنی صحیح یہی ہوئے کہ اے غیب کی خبریں بتلانے والے

اور اللہ تعالیٰ نے حضور کو ہی منادی بالوصف کیا برخلاف دیگر انبیاء کرام کہ انہیں نام لے کر مخاطب کیا جیسے یَا مُوْسٰی۔ یَا یَحْیٰی یَا اٰدَمُ۔ یَا عِیْسٰی وغیرہ بقول شاعر

یا آدم ست بہر خطاب ابو البشر یا اَیُّہَا النَّبِیُّ خطاب محمد است

اور جہاں قرآن کریم میں حضور کا نام پاک ہے وہ بطور اخبار ہے جس میں لوگوں کو تعلیم مقصود ہے کہ یہ ہمارے رسول ہیں جیسے فرمایا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ ہمارے محبوب محمد صلے اللہ علیہ وسلم رسول ہیں۔

وَاٰمِنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ اس میں بھی حکم ہے کہ ایمان لاؤ اس پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا

یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی کہ میرے بعد جو تشریف لائیں گے ان کا نام مبارک احمد ہے۔

بہرحال قرآن پاک میں یہ چار ہی مقام ہیں جہاں بطور تعلیم یا بطریق خبر نام پاک لیا گیا باقی تمام مقامات پر تعظیماً حضور کی صفات سے حضور کا تعارف کرایا گیا۔

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ۔

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ۔

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ۔

یٰۤاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ۔

یٰۤاَیُّہَا الْمُدَّثِّرُ۔

یٰسٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ۔

طٰہٰ ۔ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی ۔

عَفَی اللّٰہُ عَنْکَ ۔

وَاتَّبِعْ مَا یُتْلٰی عَلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ ۔ وَغَیْرُ ذٰلِکَ

اور اِتَّقِ اللّٰہَ جو یٰاَیُّہَا النَّبِیُّ کے بعد فرمایا اس سے مراد دوام وثبات علی الایمان ہے حیث قَالَ وَالْمَقْصُوْدُ الدَّوَامُ وَالثَّبَاتُ عَلَیْہَا ۔ وَقِیْلَ الْاِزْدِیَادُ مِنْہَا فَاِنَّ لَہَا بَابًا وَعَرْضًا عَرِیْضًا لَا یُنَالُ مُرَادُہٗ ۔ آگے ارشاد ہے ۔

وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ ۔ اور نہ اتباع کرنا کافرین مجاہرین کا کفر ہیں ۔

وَالْمُنٰفِقِیْنَ ۔ اور نہ منافقوں کی سننا ۔

شان نزول

سببِ کریمہ کا یہ ہے کہ ابن جریر ضحاک سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ فرماتے ہیں ۔

اِنَّ اَھْلَ مَکَّۃَ مِنْھُمُ الْوَلِیْدُ بْنُ مُغِیْرَۃَ وَشَیْبَۃُ بْنُ رَبِیْعَۃَ دَعَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّرْجِعَ عَنْ قَوْلِہٖ عَلٰی اَنْ یُّعْطُوْہُ شَطْرَ اَمْوَالِھِمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَیُزَوِّجُہٗ شَیْبَۃُ بِنْتَہٗ وَخَوَّفُوْہُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْیَھُوْدُ بِالْمَدِیْنَۃِ اِنْ لَّمْ یَرْجِعْ قَتَلُوْہُ فَنَزَلَتْ ۔

اہل مکہ میں سے ولید بن مغیرہ اور شیبہ بن ربیعہ نے حضور کو بلایا کہ وہ اپنے فرمان سے رجوع کر لیں تو ہم اپنے مال سے حصہ مقرر کر دیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ شیبہ نے اپنی بیٹی دینے کا بھی لالچ دیا اور منافقین و یہود مدینہ کا خوف بھی دلایا کہ اگر وہ ہمارے معبودوں کی مخالفت ترک نہ فرمائیں گے تو وہ قتل پر آمادہ ہو جائیں گے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ۔

اور بروایت ثعلبی اور واحدی شان نزول بلا اسناد اس طرح مروی ہے کہ

اِنَّ اَبَا سُفْیَانَ بْنَ حَرْبٍ وَعِکْرِمَۃَ ابْنَ اَبِیْ جَھْلٍ وَاَبَا الْاَعْوَرِ السُّلَمِیَّ اِسْمُہٗ اَبَا عَمْرُو بْنُ اَبَا سُفْیَانَ قَدِمُوْا عَلَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ زَمَانِ الْمُوَادَعَۃِ الَّتِیْ کَانَتْ بَیْنَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَیْنَھُمْ وَقَامَ مَعَھُمْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اُبَیٍّ وَمُعَتِّبُ بْنُ قُشَیْرٍ وَالْجَدُّ بْنُ قَیْسٍ فَقَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُرْفُضْ ذِکْرَ اٰلِھَتِنَا وَقُلْ اِنَّھَا تَشْفَعُ وَتَنْفَعُ وَنَدَعُکَ وَرَبَّکَ فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَھَمُّوْا بِقَتْلِھِمْ فَنَزَلَتْ ۔

ابوسفیان اور عکرمہ اور ابوالاعور جس کا نام عمرو بن ابوسفیان تھا یہ لوگ حضور کی خدمت میں حاضر آئے اور ان کے ساتھ عبداللہ بن ابی اور معتب بن قشیر اور جد بن قیس بھی شامل ہوئے اور حضور سے عرض کی آپ

ہمارے معبودوں کی مخالفت چھوڑ کر اتنا فرمادیں کہ یہ بھی شفاعت کریں گے اور نفع دیں گے تو ہم بھی آپ کو اور آپ کے خدا کو برا کہنا چھوڑ دیں گے۔
تو حضور کو یہ مطالبہ ناگوار گذرا اور صحابہ پر بھی شاق ہوا حتی کہ وہ ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے تو پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا مصالح ومفاسد دین ودنیا کو تو آپ کو وہ حکم نہیں دیتا مگر مصالح ومفاسد کے علم کے ماتحت تو وہ آپ کو نہیں روکتا مگر اس کے فسادات کی وجہ ہیں اور آپ کو حکم نہیں دیتا مگر بہ مقتضاء حکمت بالغہ۔
وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ بے شک اور پیروی کیجئے اس کی جو آپ کی طرف وحی ہوئی آپ کے رب کی طرف سے۔
یعنی یہ عبارت یوں بنے گی اِتَّبِعْ فِیْ كُلِّ مَا تَاْتِیْ وَتَذَرُ مِنْ اُمُوْرِ الدِّیْنِ مَا یُوْحٰی اِلَیْكَ مِنَ الْاٰیَاتِ الَّتِیْ مِنْ جُمْلَتِهَا۔
چنانچہ صاحب المعانی فرماتے ہیں هٰذِهِ الْاٰیَةُ اٰلْاٰمِرَةُ بِتَقْوَی اللّٰهِ تَعَالٰی النَّاهِیَةُ عَنْ اِطَاعَةِ الْكَفَرَةِ وَالْمُنَافِقِیْنَ۔ یہ آیت اللہ تعالے کے ساتھ تقوی کا حکم کرتی اور اطاعت کفار سے مانع ہے اور منافقین سے احتراز کا حکم دیتی ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبردار ہے۔
قِیْلَ الْخِطَابُ لِلرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْجَمْعُ لِلتَّعْظِیْمِ۔ ایک قول تو اس کے متعلق یہ ہے کہ یہ خطاب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے اور صیغہ جمع تعظیم کے لیے لایا گیا ہے۔
اور ابوالبقاء کہتے ہیں اِنَّمَا جَاءَ بِالْجَمْعِ لِاَنَّهٗ عَنٰی بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِتَّبِعْ مَا یُوْحٰی۔ یَعْنِیْ اِتَّبِعْ اَنْتَ وَاَصْحَابُكَ یہ صیغہ جمع کے لیے ہے اس لیے کہ اس میں اتبع ما یوحی کی طرح یہ حکم ہے۔ یعنی پیروی کیجئے آپ اور آپ کے اصحاب۔
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ اور اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ یَعْنِیْ فَوِّضْ جَمِیْعَ اُمُوْرِكَ اِلَیْهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا۔ اور کافی ہے اللہ ہر امر میں تمہارا محافظ۔
اس کے بعد جو آیت کریمہ ہے اس کا شان نزول احمد اور ترمذی اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم اور ابن مردویہ اور ضیا مختار میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں قَالَ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا یُصَلِّیْ فَخَطَرَ خَطْرَةً فَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ الَّذِیْنَ یُصَلُّوْنَ مَعَهٗ اَلَا تَرٰی اِنَّ لَهٗ قَلْبَیْنِ

قَلْبًا مَّعَكُمْ وَقَلْبًا مَّعَهُمْ فَنَزَلَتْ ۔ فرماتے ہیں کہ حضور ایک دن نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو کوئی خطرہ لاحق ہوگیا منافقین جو نماز کے اندر حضور کے پیچھے تھے بولے حضور کے دو قلب ہیں ایک قلب تمہارے ساتھ ہے اور دوسرا مسلمانوں کے ساتھ تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

اور مقاتل اپنی تفسیر میں اور اسمعیل بن ابی زیاد الشامی وغیرہ کہتے ہیں۔ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ مَعْمَرِ الْفِهْرِیِّ كَانَ اَهْلُ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ لَهٗ قَلْبَانِ مِنْ قُوَّةِ حِفْظِهٖ وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَزْعُمُ اَنَّ كُلَّ لَبِيْبٍ اَرِيْبٍ لَهٗ قَلْبَانِ حَقِيْقَةً ۔ اَبُوْ مَعْمَرٍ هٰذَا اِشْتَهَرَ بَيْنَ اَهْلِ مَكَّةَ بِذِی الْقَلْبَيْنِ وَهُوَ عَلٰى مَا فِی الْاِصَابَةِ جَمِيْلُ بْنُ اُسَيْدٍ مُصَغَّرُ الْاَسَدِ۔

یہ آیت کریمہ ابی معمر الفہری کے حق میں نازل ہوئی یہ مکہ والوں میں سے تھا وہ کہتے تھے کہ اس کے دو قلب ہیں قوت حافظہ کی وجہ سے اور عرب یہی گمان کرتے تھے کہ ہر لبیب ذہین کے دو دل ہوتے ہیں اور ابو معمر اہل مکہ میں ذوالقلبین مشہور تھا۔ اور اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ہے کہ یہ جمیل بن اسید کے متعلق مشہور تھا کہ وہ ذی القلبین ہے۔ اسید تصغیر ہے اسد کی۔

اور ایک روایت میں ہے ابی معمر یا جمیل بن اسید خود کہا کرتا تھا کہ اِنَّ لِیْ قَلْبَيْنِ اَفْهَمُ بِاَحَدِهِمَا اَكْثَرَ مِمَّا يَفْهَمُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُوِیَ اَنَّهٗ انْهَزَمَ يَوْمَ بَدْرٍ فَمَرَّ بِاَبِیْ سُفْيَانَ وَهُوَ مُعَلِّقٌ اِحْدٰی نَعْلَيْهِ بِيَدِهٖ وَالْاُخْرٰی فِیْ رِجْلِهٖ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ سُفْيَانَ مَا فَعَلَ النَّاسُ فَقَالَ هُمْ بَيْنَ مَقْتُوْلٍ وَّهَارِبٍ فَقَالَ لَهٗ مَا بَالُ اِحْدٰی نَعْلَيْكَ فِیْ رِجْلِكَ وَالْاُخْرٰی فِیْ يَدِكَ فَقَالَ مَا ظَنَنْتُ اِلَّا اَنَّهُمَا فِیْ رِجْلَیَّ فَاَكْذَبَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَوْلَهٗ وَقَوْلَهُمْ ۔

ابی معمر یا جمیل بن اسید کہا کرتا تھا کہ میرے دو قلب ہیں ایک دل کے ذریعہ (معاذ اللہ) حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔

روایت ہے کہ جب یوم بدر میں ہزیمت ہوئی تو ابی معمر ابو سفیان کے پاس سے گزرا اور ایسے حال میں گزرا کہ ایک جوتی ہاتھ میں لٹکائی ہوئی تھی اور ایک جوتی پیر میں پہنے ہوئے تھا تو ابو سفیان نے لے ابو معمر یہ کیا حال ہے کہ ایک جوتی ہاتھ میں ہے اور ایک پہن رکھی ہے۔ ابو معمر کہنے لگا میرا خیال تو یہی تھا کہ میں دونوں جوتیاں پہنے ہوئے ہوں۔ اللہ تعالے نے آیت کریمہ میں تکذیب کی اور فرمایا۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِیْ جَوْفِهٖ ۔ نہیں کیا اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل۔

حسن سے مروی ہے کہ ایک جماعت اس خیال پر تھی کہ اَلْوَاحِدُ مِنْهُمْ نَفْسٌ تَاْمُرُنِیْ وَنَفْسٌ تَنْهَانِیْ ۔ ایک دل انسان میں وہ ہے جو کسی فعل کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور ایک دل وہ ہے جو منع کرتا ہے۔

یہاں لفظ جعل بمعنے خلق ہے وَالْمُرَادُ مَا خَلَقَ سُبْحٰنَہٗ لِاَحَدٍ اَوْلِذِیْ قَلْبٍ مِّنَ الْحَیْوَانِ مُطْلَقًا قَلْبَیْنِ۔ مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ کے معنی مَا خَلَقَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ ہیں۔ یعنی نہیں پیدا کیے اللہ تعالےٰ نے کسی ذی قلب میں دو قلب۔

حقیقت یہ ہے کہ قلب سے مراد وہ مضغہ ہے صنوبریہ جو جوف صدر میں بنایا گیا۔

اور نفس ناطقہ وہ ہے جسے نفس حیوانیہ کہتے ہیں اس سے لازمی طور پر روح متعلق ہے اور روح ایک جسم لطیف بخاریہ ہے جو اجزاء اغذیہ کے لطیف جزوں سے متکون ہوتی ہے۔

وَقَدْ ذَکَرَ غَیْرُوَاحِدٍ اَنَّ اَوَّلَ عُضْوٍ یُّخْلَقُ ھُوَالْقَلْبُ فَاِنَّہٗ اَلْجَمْعُ بِلَیْتَہٗ دَرْجٍ۔ اکثر اس طرف ہیں کہ سب سے پہلا عضو جو پیدا کیا جاتا ہے وہ قلب ہے۔ اور وہی روح کا مقام ہے فَیَجِبُ اَنْ یَّکُوْنَ التَّعَلُّقُ اَوَّلًا بِہٖ ثُمَّ تَوَابِوَاسِطَتِہٖ بِالدِّمَاغِ وَالْکَبِدِ وَبِسَائِرِ الْاَعْضَاءِ۔ فَتَنْبَعُ الْقُوٰی بِاَسْرِھَا مِنْہُ وَذٰلِکَ یَمْنَعُ التَّعَدُّدَ۔ تو لازم ہوا کہ تمام اعضاء کا اول تعلق قلب سے ہو پھر قلب کے واسطہ سے دماغ کا اور جگر کا پھر تمام اعضاء کا تو منبع قویٰ اسی کو مانا گیا ہے اور یہی مسلم ہے کہ وہ ایک ہے اور اس کا دو ہونا ممنوع ہے۔ اور یہی فرمان حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے حَیْثُ قَالَ۔

اِنَّ فِیْ جَسَدِ اٰدَمَ لَمُضْغَۃً اِنْ صَلَحَتْ صَلَحَتِ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِنْ فَسَدَتْ فَسَدَتِ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَاوَھِیَ الْقَلْبُ۔ انسان کے جسم میں ایک مضغہ ہے اگر وہ صحیح ہے تو تمام جسم صحیح ہے اور اگر اس میں فساد ہو جائے تو تمام جسم میں فساد ہو جاتا ہے۔ خبردار رہو وہ قلب ہے۔

وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَکُمُ الّٰٓئِیْ تُظٰھِرُوْنَ مِنْھُنَّ اُمَّھٰتِکُمْ اور نہ تم لوگوں کی بیبیوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں بنایا۔

تظاہرون۔ جمع مذکر حاضر ہے اور صیغہ مضارع کا ہے اس کا مصدر ظہار ہے۔ ظہار کے معنی شرعی کسی کا اپنی بیوی سے کہہ دینا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پشت۔ یہ لفظ ظہر سے مشتق ہے اور ظہر پشت کو کہتے ہیں۔

اصلیّت ظہار

اسلام سے قبل عرب کا ایک رواج تھا جسے ظہار کہتے ہیں۔

وہ اس قسم کے الفاظ سے واقع ہوتا تھا جب مرد عورت کو کہہ دے کہ تیری پیٹھ مجھے اپنی کی جگہ ہے جس کا یہ مطلب ہوتا کہ تو میری ماں کی جگہ ہے۔

اس جملہ کے کہہ دینے سے ان کے نزدیک عورت مرد سے جدا ہو جاتی تھی۔ اور آج بھی بے علم

طبقہ ایسا ہی سمجھتا ہے۔ لیکن قانون اسلام میں اسے طلاق کی جگہ نہیں مانا گیا۔
بلکہ اس کا کفارہ مقرر کیا گیا جو اٹھائیسویں پارہ کی سورہ مجادلہ میں مذکور ہے جس میں ارشاد ہے۔
وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا۔

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر لوٹ کر اسے اپنی بیوی رکھتے ہیں یا وہی کام کرنے ہیں جو کہہ چکے ہیں کہ نہیں کریں گے تو ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرے مسلمانوں تم کو یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ اس پر کاربند رہو اور اللہ تمہارے عملوں سے خبردار ہے تو جسے غلام نہ میسر ہو (جیسا کہ فی زماننا شرعی غلام معدوم ہے) تو ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے مسلسل ساٹھ روزے رکھے اور جسے اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

یہ آیت کریمہ ہے جس سے فقہاء نے ظہار کے جزئیات نکالے۔ اور
دوسری رسم قبیح یہ بھی تھی کہ لے پالک کو عام طور پر پالنے والے کی اولاد تصور کرتے تھے آگے اس کا بھی رد فرمایا اور ارشاد ہوا
وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ۔ اور نہیں کیا تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا یہ بات تمہارے اپنے منہ کی ہے اور اللہ تو حق بات فرماتا ہے اور وہی لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

اَدْعِيَاء جمع دعیؔ کی ہے جیسے انقیا جمع تقیؔ کی ہے۔ دعیؔ منہ بولے بیٹے کو کہتے ہیں جیسے ہماری زبان میں متبنّیٰ کہا جاتا ہے۔
هُوَ اَقْسَطُ۔ هُوَ ضمیر راجع ادعوا کی مصدر کی طرف جس طرح اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى میں ہو راجع ہے عدل کی طرف جو مصدر ہے اعدلوا کا۔
اَقْسَطُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے جو مشتق ہے قسط ہے اس کے معنی عدل کے ہیں۔
خلاصہ مفہوم آیت یہ ہوا کہ اپنی بیوی کو ماں کے برابر کہنے والا ظہار کرنے والا ہے اس سے بیوی کے نکاح پر اثر نہیں پڑتا بلکہ اس کہنے پر کفارہ ادا کرنا لازمی ہے۔ غلام شرعی اگر میسر ہو اسے آزاد کرے یا ساٹھ روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اس سے قبل بیوی سے قربت حرام ہے۔

ایسے ہی جسے منہ بولا بیٹا کہہ دیا وہ درحقیقت بیٹا نہیں ہو سکتا یہ رسم مشرکین میں تھی۔ اسلام میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ چنانچہ
اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۔ میں وضاحت ہے کہ اسے اپنے باپ کی طرف ہی منسوب کرو یہی انصاف ہے۔
اَخْرَجَ الشَّيْخَانِ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَغَيْرُهُمْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنَّا نَدْعُوْهُ اِلَّا زَيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم زید بن حارثہ کو جو حضور کے غلام آزاد شدہ تھے انہیں زید بن محمد ہی کہتے تھے حتیٰ کہ آیت کریمہ میں ممانعت آگئی اور ارشاد ہوا اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ ۔
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ بْنِ شَرَاحِيْلَ ۔ چنانچہ حضور نے بھی فرمایا تم زید بن حارثہ بن شراحیل ہو۔

اس کا مفصل واقعۂ نزول

یہ ہے کہ ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔
اِنَّهٗ كَانَ فِيْ اَخْوَالِهٖ بَنِيْ مَعْنٍ مِّنْ بَنِيْ ثُعَلٍ مِنْ طَيٍّ فَاُصِيْبَ فِيْ نَهْبٍ مِّنْ طَيٍّ فَقَدِمَ بِهٖ سُوْقَ عُكَاظٍ وَانْطَلَقَ حَكِيْمُ بْنُ حِزَامِ ابْنِ خُوَيْلِدٍ اِلٰى عُكَاظٍ يَتَسَوَّقُ بِهَا فَاَوْصَتْهُ عَمَّتُهٗ خَدِيْجَةُ اَنْ يَّبْتَاعَ لَهَا غُلَامًا ظَرِيْفًا عَرَبِيًّا اِنْ قَدَرَ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَدِمَ وَجَدَ زَيْدًا اَيُبَاعُ فِيْهَا فَاَعْجَبَهٗ ظَرْفُهٗ فَابْتَاعَهٗ فَقَدِمَ بِهٖ عَلَيْهَا وَقَالَ لَهَا اِنِّيْ قَدِ ابْتَعْتُ لَكِ غُلَامًا ظَرِيْفًا عَرَبِيًّا فَاِنْ اَعْجَبَكِ فَخُذِيْهِ وَاِلَّا فَدَعِيْهِ فَاِنَّهٗ قَدْ اَعْجَبَنِيْ ۔ وہ اپنے ننھیال بنی معن میں تھے اور بنی معن جو بنی ثعل سے تھے ان کی شاخ بنی طے پر کسی جنگ میں ایسی افتاد پڑی کہ زید اس میں غلام بنا کر سوق عکاظ میں لائے گئے۔
اور حکیم بن حزام بن خویلد بطور سیر سوق عکاظ میں آئے انہیں ان کی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہہ رکھا تھا کہ کوئی اچھا عقلمند غلام عربی میرے لیے اگر ممکن ہو تو خرید لو۔
حکیم بن حزام جب اس بازار عکاظ میں آئے تو حضرت زید کو بکتا ہوا دیکھا آپ کو وہ پسند آگئے اور خرید کر حضرت خدیجہ کی خدمت میں لائے اور کہا میں نے تمہارے لیے ایک غلام خریدا جو ذہین اور عربی ہے اگر تمہیں پسند ہو رکھ لو ورنہ رہنے دو۔
فَلَمَّا رَاٰتْهُ خَدِيْجَةُ اَعْجَبَهَا فَاَخَذَتْهُ ۔ حضرت خدیجہ نے جب انہیں دیکھا پسند کر لیا اور اپنے پاس رکھ لیا

فَتَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عِنْدَهَا۔ پھر حضور کا عقد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہو گیا اور زید ان کے پاس تھے۔

فَاَعْجَبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَرْفُهٗ فَاسْتَوْهَبَهٗ مِنْهَا اِنَّهٗ كَانَ ابْنُ ثَمَانِ حِيْنَ وُهِبَ حضور کو حضرت زید کی ذہانت پسند آگئی اور حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اس غلام کو ہمیں ہبہ کر دو۔

فَقَالَتْ اَهَبُهٗ لَكَ فَاِنْ اَرَدْتَ عِتْقَهٗ فَالْوَلَاءُ لِيْ۔ حضرت ام المومنین نے عرض کی حضور ہبہ تو میں کرتی ہوں لیکن جب حضور اس کے آزاد فرمانے کا ارادہ فرمائیں تو اس کی ولا میرے حق میں ہو گی۔

فَاَبٰى عَلَيْهَا عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اس سے حضور نے انکار فرمایا آخرش ام المومنین نے بلا شرط ہبہ کر دیا۔

فَاَوْهَبَتْهُ لَهٗ اِنْ شَاءَ اَعْتَقَ وَاِنْ شَاءَ اَمْسَكَ۔ اور کہہ دیا حضور چاہیں آزاد کریں اور چاہیں تو غلام بنا کر ہی رکھیں۔

فَشَبَّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ پھر وہ حضور کی غلامی میں ہی جوان ہوئے۔

ثُمَّ اِنَّهٗ خَرَجَ فِيْ اِبِلٍ لِاَبِيْ طَالِبٍ بِاَرْضِ الشَّامِ فَمَرَّ بِاَرْضِ قَوْمِهٖ۔ پھر ایک بار حضرت زید ابو طالب کے اونٹوں کے ساتھ ارض شام کی طرف گئے اور اپنی قوم کی زمین پر گذرے۔

فَعَرَفَهٗ عَمُّهٗ تو حضرت زید کے چچا نے انہیں پہچان لیا۔

فَقَامَ اِلَيْهِ پس وہ آپ کے پاس کھڑا ہوا۔

فَقَالَ مَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ۔ چچا نے پوچھا اے لڑکے تو کون ہے۔

قَالَ غُلَامٌ مِّنْ اَهْلِ مَكَّةَ۔ حضرت زید نے کہا میں اہل مکہ سے ہوں۔

قَالَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ چچا نے کہا کیا انہیں میں سے ہو۔

قَالَ لَا۔ زید نے کہا نہیں۔

قَالَ فَحُرٌّ اَنْتَ اَمْ مَمْلُوْكٌ۔ چچا نے کہا تو آزاد ہے یا غلام۔

قَالَ بَلْ مَمْلُوْكٌ۔ حضرت زید نے کہا نہیں میں غلام مملوک ہوں۔

قَالَ لِمَنْ۔ چچا نے پوچھا کس کا غلام ہے۔

قَالَ لِمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔ حضرت زید نے کہا میں محمد بن عبد اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام مملوک ہوں۔

فَقَالَ لَهٗ اَعَرَبِيٌّ اَنْتَ اَمْ عَجَمِيٌّ۔ چچا نے پوچھا تو عربی ہے یا عجمی۔

قَالَ عَرَبِیٌّ۔ زید نے فرمایا عربی النسل ہوں

قَالَ مِمَّنْ اَصْلُكَ۔ چچا نے پوچھا کس قبیلہ سے تیری اصل ہے۔

قَالَ مِنْ كَلْبٍ۔ زید نے فرمایا میں قبیلہ بنی کلب سے ہوں۔

قَالَ مِنْ اَیِّ كَلْبٍ۔ چچا نے پوچھا کونسا بنی کلب تیرا قبیلہ ہے۔

قَالَ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ وُدٍّ۔ زید نے کہا بنی عبد ودّ سے۔

قَالَ وَیْحَكَ ابْنُ مَنْ اَنْتَ۔ چچا نے کہا ہائے افسوس تو کس کا بیٹا ہے۔

قَالَ ابْنُ حَارِثَةَ بْنِ شَرَاحِیْلَ۔ حضرت زید نے کہا میں حارثہ بن شراحیل کا ہوں۔

قَالَ فَاَیْنَ اُصِبْتَ۔ چچا نے کہا تو کہاں گرفتار ہوا

قَالَ فِیْ اَخْوَالِیْ۔ زید نے کہا اپنے ننھیال میں

قَالَ وَمَنْ اَخْوَالُكَ۔ چچا نے پوچھا تیرے ننھیال کون ہیں

قَالَ طَیِّئٌ۔ زید نے کہا بنی طے۔

قَالَ مَا اسْمُ اُمِّكَ۔ چچا نے کہا تیری ماں کا کیا نام ہے۔

قَالَ سُعْدٰی۔ حضرت زید نے کہا میری ماں سُعدیٰ ہے۔

فَالْتَزَمَہٗ وَقَالَ ابْنُ حَارِثَةَ وَدَعَا اَبَاہُ فَقَالَ یَا حَارِثَةُ ھٰذَا ابْنُكَ۔ تو چچا نے حضرت زید کو گلے لگایا اور کہا حارثہ کا بیٹا۔ اور انکے باپ کو بلا کر کہا اے حارثہ یہ تمہارا بیٹا ہے۔

فَاَتَاہُ حَارِثَةُ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَیْہِ عَرَفَہٗ۔ حارثہ جب آئے اور دیکھا تو اپنے لخت جگر زید کو پہچان لیا۔

قَالَ كَیْفَ صُنْعُ مَوْلَاكَ اِلَیْكَ۔ باپ نے پوچھا کیسا برتاؤ ہے تیرے مولی کا تیرے ساتھ

قَالَ یُؤْثِرُنِیْ عَلٰی اَھْلِہٖ وَوَلَدِہٖ۔ حضرت زید نے فرمایا میرے ساتھ بیوی بچوں سے زیادہ محبت کرتے ہیں

فَرَكِبَ مَعَہٗ اَبُوْہُ وَعَمُّہٗ وَاَخُوْہُ حَتّٰی قَدِمُوْا مَكَّةَ فَلَقُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

پھر حضرت زید کے ساتھ حارثہ اور زید کے چچا اور بھائی سوار ہو کر مکہ آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

فَقَالَ لَہٗ حَارِثَةُ یَا مُحَمَّدُ اَنْتُمْ اَھْلُ حَرَمِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَجِیْرَانُہٗ وَعِنْدَ بَیْتِہٖ تَفُكُّوْنَ الْعَانِیَ وَتُطْعِمُوْنَ الْاَسِیْرَ ابْنِیْ عِنْدَكَ فَامْنُنْ عَلَیْنَا وَاَحْسِنْ عَلَیْنَا فِیْ فِدَائِہٖ فَاِنَّكَ ابْنُ سَیِّدِ قَوْمِہٖ وَاِنَّا سَنَرْفَعُ اِلَیْكَ فِی الْفِدَاءِ مَا اَحْبَبْتَ۔ اور حارثہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی حضور آپ اللہ کے حرم والے اور اس کے ہمسایہ ہیں اور اللہ کے گھر کے پاس آپ قیدیوں کو آزاد فرماتے اور اسیروں کو کھلاتے ہیں میرا بیٹا حضور کے پاس ہے تو آپ ہم پر احسان فرمائیں اور سلوک کریں اس کے آزاد کرنے میں آپ ابن سید

قوم ہیں اور ہم لوگ دست سوال بخشش کے لیے بلند کیے ہوئے ہیں اور وہ مانگتے ہیں جو مجھے محبوب ہے (یعنی اپنا بیٹا آپ سے طلب کرتا ہوں)

فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُعْطِیْکُمْ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِکَ۔ حضور نے فرمایا ہم اس سے بہتر آپ کو عطا فرماتے ہیں۔

قَالُوْا وَمَا ھُوَ۔ حارثہ نے عرض کی وہ کیا ہے۔

قَالَ اُخَیِّرُہٗ فَاِنْ اخْتَارَکُمْ فَخُذُوْہُ بِغَیْرِ فِدَآءٍ وَاِنِ اخْتَارَنِیْ فَکُفُّوْا عَنْہُ۔ فرمایا میں زید کو مختار کرتا ہوں۔ اگر وہ تمہیں اختیار کرے لے جاؤ اور اگر وہ مجھے منظور کرے تو تم اس کے لے جانے سے باز آجاؤ۔

فَقَالَ جَزَاکَ اللّٰہُ تَعَالٰی خَیْرًا فَقَدْ اَحْسَنْتَ۔ حارثہ خوش ہو کر عرض کرنے لگا حضور اللہ آپ کو جزاء خیر عطا کرے آپ نے بڑا احسان فرمایا۔

فَدَعَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا زَیْدُ اَتَعْرِفُ ھٰؤُلَآءِ۔ حضور نے زید کو بلا کر فرمایا کیا تم انہیں جانتے ہو۔

قَالَ نَعَمْ ھٰذَا اَبِیْ وَعَمِّیْ وَاَخِیْ۔ زید نے عرض کی حضور میں انہیں جانتا ہوں یہ میرا باپ ہے اور یہ چچا اور بھائی ہیں۔

فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھُمْ مَّنْ قَدْ عَرَفْتَھُمْ۔ تو حضور نے فرمایا تو یہ وہ ہیں جنہیں تم جانتے ہو۔

فَاِنِ اخْتَرْتَھُمْ فَاذْھَبْ مَعَھُمْ وَاِنِ اخْتَرْتَنِیْ فَاَنَا مَنْ تَعْلَمُ۔ تو اگر تو انہیں چاہتا ہے تو ان کے ساتھ جا اور اگر مجھے چاہتا ہے تو میں وہ ہوں جیسے تو جانتا ہے۔

قَالَ لَہٗ زَیْدٌ مَا اَنَا بِمُخْتَارٍ عَلَیْکَ اَحَدًا اَبَدًا اَنْتَ مِنِّیْ بِمَکَانِ الْوَالِدِ وَالْعَمِّ۔ حضرت زید نے عرض کی حضور میں کسی کو آپ کے مقابلہ میں کبھی نہیں چاہتا آپ میرے حق میں باپ چچا کے برابر ہیں۔

یہ سنتے ہی حارثہ اور چچا حضرت زید سے کہنے لگے۔

اَیَا زَیْدُ اَتَخْتَارُ الْعُبُوْدِیَّۃَ۔ اے زید کیا تجھے غلامی پسند ہے۔

قَالَ مَا اَنَا بِمُفَارِقٍ ھٰذَا الرَّجُلِ۔ حضرت زید نے جواب دیا غلامی ہو یا کچھ اور میں اس ہستی کی جدائی کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔

فَلَمَّا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِرْصَہٗ عَلَیْہِ قَالَ اشْھَدُوْا اَنَّہٗ حُرٌّ وَاِنَّہٗ اِبْنِیْ یَرِثُنِیْ وَاَرِثُہٗ۔ جب حضور نے حضرت زید میں حرص فیض صحبت پائی تو فرمایا تم گواہ رہو زید آزاد ہے اور وہ میرے بیٹے کے قائم مقام ہے اور میرے فیوض کا وہ وارث ہے اور میں اس کے جذبات حاصل کروں گا

فَطَابَتْ نَفْسُ اَبِيْهِ وَعَمِّهٖ لَمَّا رَاَوْا مِنْ كَرَامَتِهٖ عَلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ یہ سن کر باپ اور چچا کا دل خوش ہو گیا جبکہ حضور کا کرم اس شان کا دیکھا۔

فَلَمْ يَزَلْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُدْعٰى زَيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ۔ تو زمانۂ جاہلیت میں عموماً حضرت زید کو زید بن محمد ہی کہا جاتا رہا حتیٰ کہ آیۂ کریمہ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ نازل ہوئی۔ اس کے بعد فَدُعِيَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ۔ زید بن حارثہ آپ کو پکارا گیا۔ اس پر حکم کے بعد ارشاد ہے۔

هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ یہی عین انصاف ہے اللہ کے نزدیک۔

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ۔ تو تم اگر نہیں جانتے ان کے آباؤ اجداد کو تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں اور دوست۔

اس کے معنی یہ ہیں وَاَوْلِيَآؤُكُمْ فِيْهِ فَادْعُوْهُمْ بِالْاُخُوَّةِ وَالْمَوْلَوِيَّةِ بِتَاوِيْلِهِمَا بِالْاُخُوَّةِ وَالْوِلَايَةِ فِي اللّٰهِ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ اور تم پر کوئی گناہ نہیں جو غلطی سے ایسا کہہ دو لیکن دل کے قصد سے گناہ ہے۔ یعنی غلطی سے کسی کی اولاد کو کسی کی طرف منسوب کر دیا تو گناہ نہیں البتہ قصداً کسی کی اولاد کو کسی کی طرف منتسب کر دیا تو وہ گناہ ہے۔

چنانچہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نے فرمایا اِنِّيْ لَسْتُ اَخَافُ عَلَيْكُمُ الْخَطَاءَ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمُ الْعَمَدَ۔ میں تم سے تمہاری خطا پر خائف نہیں لیکن قصداً جو تم سے سرزد ہوا اس کا خوف ہے۔

ایک حدیث میں ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وُضِعَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَاُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اُكْرِهُوْا عَلَيْهِ۔ میری امت سے خطا و نسیان اور اکراہاً جو کرایا جائے وہ معاف کیا گیا۔

بہرحال قصداً کسی غیر کی طرف کسی کو منسوب کرنا شرعاً ممنوع اور سخت ممنوع ہے۔ اور سہواً معاف ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ اسی لیے فرمایا کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَيُعْلَمُ مِنَ الْاٰيَةِ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ انْتِسَابُ الشَّخْصِ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَعَدَّ ذَالِكَ بَعْضُهُمْ مِّنَ الْكَبَائِرِ۔ مفہوم آیت سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ انتساب الی غیر ابیہ کبائر میں ہے۔

چنانچہ شیخین اور ابوداؤد سعد بن ابی وقاص سے راوی ہیں اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ غَيْرُ اَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ۔ جو کسی کو کسی کے باپ کے علاوہ منسوب کرے اور جانتا ہو کہ یہ اس کا باپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہے۔

دوسری حدیث شیخین سے ہے مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوِ انْتَمٰى اِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔

بہر حال انتساب الی الغیر سخت گناہ ہے اس سے اجتناب لازمی ہے۔ اس کے بعد حضور سید یوم النشور کا منصب جلیل واضح کیا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّہٰتُہُمْ۔ یہ نبی زیادہ احق واقرب ہیں مومنین کے ساتھ ان کی جانوں سے اور ان کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں۔

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام احق واقرب بلکہ اس سے بھی از روئے ولایت ونصرت ان سے قریب تر ہیں فَاِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا یَاْمُرُھُمْ وَلَا یَرْضٰی مِنْھُمْ اِلَّا بِمَا فِیْہِ صَلَاحُھُمْ وَنَجَاتُھُمْ۔ اس لیے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مومنین کو کوئی حکم نہیں ہوتا مگر وہی جس میں ان کی اصلاح اور نجات ہو برخلاف نفس کے کہ وہ امارۃ بالسوء بھی ہوتا ہے۔

بنا بریں ظاہر ہو گیا کہ حضور اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ ہیں اور اَفْضَلُ مِنْ کُلِّ النَّاسِ بھی ہیں۔

وَقَدْ اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ وَغَیْرُہٗ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِہٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ فَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَکَ مَالًا فَلْیَرِثْہُ عُصْبَتُہٗ مَنْ کَانُوْا فَاِنْ تَرَکَ دَیْنًا اَوْ ضَیَاعًا (اَیْ عِیَالًا) فَلْیَاْتِنِیْ فَاَنَا مَوْلَاہُ۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہر مومن کے لیے اولی الناس ہوں دنیا و آخرت میں اگر پڑھنا چاہو تو اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ پڑھ لو تو جو مومن مال چھوڑے تو اس میں اس کے عصبات متصرف ہیں اور اگر قرض یا عیال چھوڑے تو اسے میرے پاس لاؤ میں اس کا کفیل ہوں۔

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَرَادَ غَزْوَۃَ تَبُوْکَ فَاَمَرَ النَّاسَ بِالْخُرُوْجِ فَقَالَ اُنَاسٌ مِّنْھُمْ نَسْتَاْذِنُ اٰبَآءَنَا وَاُمَّھَاتِنَا فَنَزَلَتْ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ تیاری کریں تو بعض لوگوں نے عرض کیا ہم والدین سے اجازت لیں تو چلیں گے اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں تنبیہ فرمائی گئی کہ سرکار کے حکم کے مقابل باپ بھائی ماں کیا چیز ہیں ہمارے یہ نبی تمہاری جانوں تمہارے مالوں اولادوں سب سے زیادہ احق ہیں۔

اور ان کی ازواج مطہرات کا یہ احترام ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے امت پر ماں کی طرح حرام ہیں۔ اور نظر ڈالنا ان کی خلوت میں جانا ان کے ورثہ میں حق طلب کرنا یہ سب وہ امور ہیں جن میں ان کا حکم اجنبی کا ہے یَعْنِیْ مَنْزِلًا مَنْزِلَۃَ اُمَّھَاتِہِمْ فِیْ تَحْرِیْمِ النِّکَاحِ وَاسْتِحْقَاقِ التَّعْظِیْمِ۔

چنانچہ فریابی اور حاکم اور ابن مردویہ اور بیہقی اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق راوی ہیں

اِنَّہٗ کَانَ یَقْرَأُ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَھُوَ اَبٌ لَّہُمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُہُمْ۔ حضرت ابن عباس آیت کریمہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ میں یہ جملے اور پڑھتے ہیں وَھُوَ اَبٌ لَّہُمْ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور امت کے حق میں باپ ہیں اور آپ کی ازواج مائیں ہیں۔

اور حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں آیۂ کریمہ یوں تھی اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُہُمْ وَھُوَ اَبٌ لَّہُمْ۔

صاحب روح المعانی اس پر فرماتے ہیں۔ وَاِطْلَاقُ الْاَبِ عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَنَّہٗ سَبَبٌ لِلْحَیَاۃِ الْاَبَدِیَّۃِ کَمَا اَنَّ الْاَبَ سَبَبٌ لِلْحَیَاۃِ بَلْ ھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ بِالْاُبُوَّۃِ مِنْہُ۔

اور باپ کا اطلاق حضور پر اس لیے کیا گیا کہ حضور حیات ابدیہ کے سبب ہیں جیسے عام باپ اولاد کے پیدا ہونے کا سبب ہے بلکہ حضور باپ سے زیادہ اپنی امت پر حق رکھتے ہیں۔

اور مجاہد کہتے ہیں کُلُّ نَبِیٍّ اَبٌ لِاُمَّتِہٖ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے امت کی لڑکیوں کو ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ فرمایا تھا۔

ابن سعد حضرت ام سلمہ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا اَنَا اُمُّ الرِّجَالِ مِنْکُمْ وَالنِّسَاءِ وَعَلَیْہِ یَکُوْنُ مَا ذُکِرَ وَجْہُ التَّشْبِیْہِ بِالنِّسْبَۃِ اِلَی الرِّجَالِ وَاَمَّا بِالنِّسْبَۃِ اِلَی النِّسَاءِ فَھُوَ اِسْتِحْقَاقُ التَّعْظِیْمِ۔ ہم لوگوں کی مائیں ہیں اس میں جو تشبیہ دی گئی ہے وہ بالنسبۃ الی الرجال ہے اور بالنسبۃ الی النساء وہ استحقاق تعظیم ہے۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُہُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُھَاجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِکُمْ مَّعْرُوْفًا کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا۔ اور رشتہ دار کتاب اللہ کی رو سے تمام مومنین اور مہاجرین سے بڑھ کر ایک دوسرے کے حق دار ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو تو یہ علیحدہ بات ہے۔ یہی حکم کتاب اللہ میں مسطور ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اولوا الارحام بحق قرابت اَوْلٰی بِالْمِیْرَاثِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِحَقِّ الدِّیْنِ وَمِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ بِحَقِّ الْھِجْرَۃِ۔

آلوسی کہتے ہیں اُولُوا الْاَرْحَامِ اَیْ ذَوِی الْقَرَابَاتِ الشَّامِلُوْنَ لِلْعَصَبَاتِ لَا مَا یُقَابِلُہُمْ بَعْضُہُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِی النَّفْعِ بِمِیْرَاثٍ وَغَیْرِہٖ مِنَ النَّفْعِ الْمَالِیِّ اَوْ فِی التَّوَارُثِ۔ اولوا الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو عصبات کے ساتھ میراث میں شریک ہیں نہ یہ کہ مراتب ایمان میں محض رشتہ کے سبب ایک دوسرے سے افضل ہو۔

اور مومنین و مہاجرین پر اس آیت کریمہ میں فضیلت نہیں بلکہ بحق القرابت اولیٰ فی کل نفع او بالمیراث۔

اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا۔ مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کی طرف سلوک کرنا چاہو۔
یہ حکم کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ یا قرآن کریم میں مسطور ہے۔ گویا یہ ارشاد ہے۔
اَلْقَرِيْبُ اَوْلٰى مِنَ الْاَجْنَبِيِّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِيْ كُلِّ نَفْعٍ مِّنْ مِيْرَاثٍ وَصَدَقَةٍ وَهَدِيَّةٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ اِلَّا فِي الْوَصِيَّةِ۔
وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا۔ اور یاد فرمائیں اے محبوب اس وقت کو جب ہم نے تمام نبیوں سے تبلیغ رسالت کا عہد لیا اور خاص طور پر تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور ان سے پکا عہد لیا۔
وَاِذْ۔ اَیْ اُذْكُرْ وَقْتَ اَخْذِنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ كَافَّةً عُهُوْدَهُمْ بِتَبْلِيْغِ الرِّسَالَةِ وَالشَّرَائِعِ وَالدُّعَاءِ اِلَى الدِّيْنِ الْحَقِّ۔
وَاَخْرَجَ اِبْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ اَخَذَ مِنَ النَّبِيِّيْنَ عُهُوْدَهُمْ بِتَصْدِيْقِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا وَاتِّبَاعِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا۔
وَفِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى عَنْهُ اَنَّهٗ اَخَذَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِيْثَاقَهُمْ بِتَصْدِيْقِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا وَاتِّبَاعِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا وَبِاِعْلَانِ بِاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِعْلَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ۔
یعنی اس عہد کو یاد فرمائیں جو تمام انبیاء سے تبلیغ رسالت اور تصدیق بعض کو بعض کے لیے اور دوسری روایت میں وہی عہد اور مزید یہ کہ اس امر کا اعلان کریں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور حضور سے یہ عہد مزید لیا گیا کہ وہ اعلان فرمائیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔
اور آیۂ کریمہ میں مِنْكَ فرما کر حضور کے ذکر کو مخصوص فرمانے کی وجہ وجیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور کی فضیلت تمام مشاہیر انبیاء پر بھی ہے باآنکہ وہ رسولوں میں اولوالعزم ہیں اس کے علاوہ بزار حضرت ابوہریرہ سے رضی اللہ عنہ یہ حدیث بھی لاتے ہیں اَنَّهُمْ خِيَارُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ یہ انبیاء میں اور اولاد آدم میں بہترین ہستی ہیں۔
وَتَقْدِيْمُ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَنَّهٗ اٰخِرُهُمْ بَعْثَةً لِلْاِيْذَانِ بِمَزِيْدِ خَطَرِهِ الْجَلِيْلِ اَوْ لِتَقَدُّمِهٖ فِي الْخَلْقِ۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مقدم کیا باآنکہ بعثت کے اعتبار سے حضور آخر انبیاء ہیں لیکن پیدائش میں خلق اللہ سے اول۔

چنانچہ ابن ابی عاصم اور ضیا مختار میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا بُدِئَ بِیَ الْخَلْقُ وَکُنْتُ اٰخِرَھُمْ فِی الْبَعْثِ ۔ مخلوق کی ابتداء مجھ سے کی گئی اور میں بعثت میں سب کے آخر ہوں اسی وجہ میں جامی کہتے ہیں۔

اے ختم رسل قرب تو معلوم شد دیر آمدہٗ زراہ دور آمدہٗ !

اور ایسی بہت سی احادیث ہیں جن میں حضور نے فرمایا کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ میں اس وقت نبی تھا جب آدم روح و جسد میں تھے۔

اور ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی اُخِذَ مِیْثَاقُکَ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ۔ عرض کیا گیا حضور سے یہ میثاق کب لیا گیا فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام روح و جسد میں تھے۔

اور وَاَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۔ اور ان سے ہم نے پکا عہد لیا۔

یہاں میثاق غلیظ سے مراد یمین اللہ ہے یعنی قسمیں لے لی گئیں۔

لِیَسْئَلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِھِمْ وَاَعَدَّ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ۔ تاکہ آخر کار اللہ سچوں یعنی پیغمبروں سے ان کے سچ یعنی تبلیغ رسالت پر سوال کرے اور ان سے منکروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اَلْمُرَادُ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اُخِذَ مِیْثَاقُھُمْ ۔ صادقین سے مراد وہ نبی ہیں جن سے عہد لیا گیا۔ گویا ان سے سوال ہوگا کہ انہوں نے تبلیغ فرمائی اس سے کفار و منکرین بھری محفل میں رسوا و ذلیل کیے جائیں گے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۂ احزاب پ ۲۱

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۝
اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ

اے ایمان والو اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا تھا جبکہ تم پر لشکر کے لشکر آ چڑھے تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور وہ لشکر بھیجا جو تمہیں دکھائی نہ دیتا تھا اور اللہ جو کچھ تم کر رہے تھے دیکھ رہا تھا۔ جب دشمن آ پڑے تمہارے اوپر سے اور تمہارے

وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝

نیچے کی رخ سے اور خوف سے تمہاری آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تمہارے گمان اللہ کے ساتھ بدل گئے۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝

اس موقعہ پر امتحان کیا اللہ نے مومنوں کا اور خوب ہی سختی سے ہلایا۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا غُرُوْرًا ۝

اور جب بولے منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض نفاق تھا کہ جو وعدہ اللہ نے اور اسکے رسول نے کیا وہ کچھ نہ تھا مگر دھوکہ۔

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝

اور جب کہنے لگی ایک جماعت ان میں سے اے اہل یثرب تم نہیں ٹھہر سکو گے دشمن کے مقابلہ میں تو لوٹ جاؤ اور اجازت طلب کرنے لگے ایک گروہ والے ان میں سے نبی سے اور کہنے لگے بے شک ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں اور وہ غیر محفوظ نہ تھے مگر ان کا ارادہ اس بہانے بھاگ جانے کا تھا۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ۝

اور اگر ایسے ہی لشکر آگھسیں اطراف مدینہ سے پھر ان سے وہ فتنہ کفر چاہیں تو ضرور وہ ادھر آجائیں اور نہ کریں اس میں دیر مگر تھوڑی۔

وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ۝

اور بے شک وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے اس سے پہلے کہ نہ پیٹھ دیں گے اور اللہ کا عہد پوچھا جائیگا۔

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

فرما دیجئے تمہارا بھاگنا نفع نہ دے گا اگر بھاگو گے موت سے یا قتل سے اور اب دنیا میں نفع نہ دیے جاؤ گے مگر تھوڑا۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا

فرما دیجئے کون ہے جو تمہیں اللہ کے حکم سے بچائے اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے یا تم پر رحم فرمائے اور نہ پائیں گے وہ اللہ کے سوا حامی اور نہ

وَلَا نَصِيْرًا ۝
قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ
الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا
وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ
رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ
كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاِذَا
ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ
حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ اُولٰٓئِكَ لَمْ
يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ وَكَانَ
ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝
يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا وَ
اِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ
بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْبَآئِكُمْ
وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْا اِلَّا قَلِيْلًا ۝

مددگار۔
بے شک اللہ جانتا ہے جہاد سے روکنے والوں کو تم میں سے اور کہنے والوں کو اپنے بھائیوں سے ہماری طرف چلے آؤ اور جنگ کی تکلیفیں نہیں پڑتے مگر تھوڑے۔
تمہارے معاملہ میں درگذر کرتے ہیں تو جب آتا ہے خوف تو دیکھتے ہیں تمہاری طرف ان کی آنکھیں پھر رہی ہوتی ہیں مثل اس کے جیسے موت نے گھیرا ہو تو جب یہ خوف چلا جاتا ہے طعنہ دیتے ہیں تمہیں سخت زبان سے مال غنیمت کے لالچ میں یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں تو اللہ نے ان کے اکارت کر دیے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔
کیا وہ سمجھ رہے ہیں کہ لشکر کفار ابھی نہیں گیا اور اگر لشکر دوبارہ آجائے تو چاہیں گے کہ کسی طرح گاؤں میں جا کر دیہقانی بستی میں پہنچ کر تمہاری خبر پوچھیں اگر وہ تم میں رہتے بھی تو نہ لڑتے مگر کم۔

لفظی ترجمہ

یٰاَیُّھَا۔ اے	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	اُذْکُرُوْا۔ یاد کرو
نِعْمَۃَ۔ احسان	اللّٰہِ۔ اللہ کا	عَلَیْکُمْ۔ تم پر	اِذْ۔ جبکہ
جَآءَتْکُمْ۔ آئے تمہارے پاس	جُنُوْدٌ۔ لشکر	فَاَرْسَلْنَا۔ تو بھیجی ہم نے	عَلَیْھِمْ۔ ان پر
رِیْحًا۔ ہوا	وَ۔ اور	جُنُوْدًا۔ ایسے لشکر کہ	لَمْ۔ نہ
تَرَوْ۔ دیکھا تم نے	ھَا۔ ان کو	وَ۔ اور	کَانَ۔ ہے
اللّٰہُ۔ اللہ	بِمَا۔ اسکو جو	تَعْمَلُوْنَ۔ کرتے ہو تم	بَصِیْرًا۔ دیکھنے والا

اِذْ۔جب	جَآءُوْ۔آئے	كُمْ۔تم پر	مِّنْ فَوْقِكُمْ۔تمہارے
اوپر سے	وَ۔اور	مِنْ اَسْفَلَ۔نیچے کے رخ سے	
مِنْكُمْ۔تم سے	وَ۔اور	اِذْ۔جب	زَاغَتِ۔پتھرا گئیں
الْاَبْصَارُ۔آنکھیں	وَ۔اور	بَلَغَتِ۔پہنچے	الْقُلُوْبُ۔دل
الْحَنَاجِرَ۔ہنسلی کو	وَ۔اور	تَظُنُّوْنَ۔خیال کیا تم نے	بِاللّٰهِ۔اللہ کے متعلق
الظُّنُوْنَا۔برا گمان کرنا	هُنَالِكَ۔اس وقت	ابْتُلِيَ۔آزمائے گئے	الْمُؤْمِنُوْنَ۔مومن
وَ۔اور	زُلْزِلُوْا۔ہلائے گئے	زِلْزَالًا۔ہلانا	شَدِيْدًا۔سخت
وَ۔اور	اِذْ۔جب	يَقُوْلُ۔کہنے لگے	الْمُنَافِقُوْنَ۔منافق
وَ۔اور	الَّذِيْنَ۔وہ کہ	فِيْ۔بیچ	قُلُوْبِهِمْ۔انکے دلوں کے
مَّرَضٌ۔بیماری ہے	مَا۔نہیں	وَعَدَ۔وعدہ کیا	نَا۔ہم سے
اللّٰهُ۔اللہ نے	وَ۔اور	رَسُوْلُهٗ۔اسکے رسول نے	اِلَّا۔مگر
غُرُوْرًا۔دھوکے کا	وَ۔اور	اِذْ۔جب	قَالَتْ۔کہا
طَّآئِفَةٌ۔ایک جماعت نے	مِّنْهُمْ۔ان میں سے	يٰٓ۔اے	اَهْلَ يَثْرِبَ۔یثرب کے
رہنے والو	لَا۔نہیں	مُقَامَ۔مقابلہ ہوسکے گا	لَكُمْ۔تم سے
فَارْجِعُوْا۔تو واپس ہوجاؤ	وَ۔اور	يَسْتَاْذِنُ۔اجازت مانگتا تھا	فَرِيْقٌ۔ایک فرقہ
مِّنْهُمُ۔ان میں سے	النَّبِيَّ۔نبی سے	يَقُوْلُوْنَ۔کہتے تھے	اِنَّ۔بیشک
بُيُوْتَنَا۔ہمارے گھر	عَوْرَةٌ۔غیر محفوظ ہیں	وَ۔اور	مَا۔نہیں تھے
هِيَ۔وہ	بِعَوْرَةٍ۔غیر محفوظ	اِنْ۔نہیں	يُّرِيْدُوْنَ۔چاہتے
اِلَّا۔مگر	فِرَارًا۔بھاگنا	وَ۔اور	لَوْ۔اگر
دُخِلَتْ۔داخل ہوں	عَلَيْهِمْ۔ان پر	مِّنْ اَقْطَارِهَا۔اسکے کناروں سے	
ثُمَّ۔پھر	سُئِلُوا۔انسے مطالبہ ہو	الْفِتْنَةَ۔فتنے کا	لَاٰتَوْهَا۔تو ارتکاب کریں اسکا
وَ۔اور	مَا۔نہ	تَلَبَّثُوْا۔ٹھہریں	بِهَا۔اسکے مقابل
اِلَّا۔مگر	يَسِيْرًا۔تھوڑے	وَ۔اور	لَقَدْ۔بیشک
كَانُوْا۔تھے	عَاهَدُوا۔عہد کرچکے	اللّٰهَ۔اللہ سے	مِنْ قَبْلُ۔اس سے پہلے
لَا۔کہ نہ	يُوَلُّوْنَ۔پھیریں گے	الْاَدْبَارَ۔پیٹھ	وَ۔اور

کَانَ ۔ ہے	عَہْدُ ۔ عہد	اللّٰہِ ۔ اللہ کا	مَسْئُوْلًا ۔ پوچھا گیا
قُلْ ۔ کہہ	لَنْ ۔ ہرگز نہ	یَّنْفَعَکُمُ ۔ فائدہ دیگا تم کو	الْفِرَارُ ۔ بھاگنا
اِنْ ۔ اگر	فَرَرْتُمْ ۔ تم بھاگو	مِّنَ الْمَوْتِ ۔ موت سے	اَوِ ۔ یا
الْقَتْلِ ۔ قتل سے	وَ ۔ اور	اِذًا ۔ اس وقت	لَّا ۔ نہ
تُمَتَّعُوْنَ ۔ فائدہ دیے جاؤ گے	اِلَّا ۔ مگر	قَلِیْلًا ۔ تھوڑا	قُلْ ۔ کہہ
مَنْ ۔ کون ہے	ذَا الَّذِیْ ۔ وہ جو	یَعْصِمُکُمْ ۔ بچائے تم کو	مِّنَ اللّٰہِ ۔ اللہ سے
اِنْ ۔ اگر	اَرَادَ ۔ ارادہ کرے	بِکُمْ ۔ تمہارے متعلق	سُوْٓءًا ۔ برائی کا
اَوْ ۔ یا	اَرَادَ ۔ ارادہ کرے	بِکُمْ ۔ تمہارے متعلق	رَحْمَۃً ۔ رحمت کا
وَ ۔ اور	لَا ۔ نہیں	یَجِدُوْنَ ۔ پائیں گے وہ	لَہُمْ ۔ اپنے لیے
مِّنْ دُوْنِ ۔ سوا	اللّٰہِ ۔ اللہ کے	وَلِیًّا ۔ دوست	وَّ ۔ اور
لَا ۔ نہ	نَصِیْرًا ۔ مددگار	قَدْ ۔ بیشک	یَعْلَمُ ۔ جانتا ہے
اللّٰہُ ۔ اللہ	الْمُعَوِّقِیْنَ ۔ دیر کرنیوالوں کو	مِنْکُمْ ۔ تم میں سے	وَ ۔ اور
الْقَآئِلِیْنَ ۔ کہنے والوں کو	لِاِخْوَانِہِمْ ۔ اپنے بھائیوں سے	ہَلُمَّ ۔ آجاؤ	اِلَیْنَا ۔ ہماری طرف
وَ ۔ اور	لَا ۔ نہیں	یَاْتُوْنَ ۔ آتے	الْبَاْسَ ۔ لڑائی کو
اِلَّا ۔ مگر	قَلِیْلًا ۔ تھوڑے	اَشِحَّۃً ۔ بخیل ہیں	عَلَیْکُمْ ۔ تم پر
فَاِذَا ۔ پھر جب	جَآءَ ۔ آتا ہے	الْخَوْفُ ۔ خوف	رَاَیْتَہُمْ ۔ دیکھتا ہے تو ان کو
یَنْظُرُوْنَ ۔ دیکھتے ہیں	اِلَیْکَ ۔ تیری طرف	تَدُوْرُ ۔ پھرتی ہیں	اَعْیُنُہُمْ ۔ انکی آنکھیں
کَالَّذِیْ ۔ جیسے اسکی جس پر	یُغْشٰی ۔ غشی	عَلَیْہِ ۔ ہو	مِنَ الْمَوْتِ ۔ موت کی
فَاِذَا ۔ پھر جب	ذَہَبَ ۔ چلا جاتا ہے	الْخَوْفُ ۔ خوف	سَلَقُوْکُمْ ۔ طعنہ دیتے ہیں تم کو
بِاَلْسِنَۃٍ ۔ ساتھ زبانوں	حِدَادٍ ۔ تیز کے	اَشِحَّۃً ۔ بخیل ہیں	عَلَی ۔ اوپر
الْخَیْرِ ۔ بھلائی کے	اُولٰٓئِکَ ۔ یہ لوگ	لَمْ ۔ نہیں	یُؤْمِنُوْا ۔ ایمان لائے
فَاَحْبَطَ ۔ تو ضائع کردیے	اللّٰہُ ۔ اللہ نے	اَعْمَالَہُمْ ۔ ان کے عمل	وَ ۔ اور
کَانَ ۔ ہے	ذٰلِکَ ۔ یہ	عَلَی ۔ اوپر	اللّٰہِ ۔ اللہ کے
یَسِیْرًا ۔ آسان	یَحْسَبُوْنَ ۔ خیال کرتے ہیں	الْاَحْزَابَ ۔ لشکروں کو کہ	لَمْ ۔ نہیں
یَذْہَبُوْا ۔ گئے	وَ ۔ اور	اِنْ ۔ اگر	یَّاْتِ ۔ آجائیں

اَلْاَحْزَابُ۔ لشکر	یَوَدُّوْا۔ پسند کرتے ہیں	لَوْ۔ کاش	اَنَّھُمْ۔ وہ
بَادُوْنَ۔ رہنے والے ہوں	فِیْ۔ بیچ	اَلْاَعْرَابِ۔ دیہاتیوں کے	یَسْئَلُوْنَ۔ پوچھیں
عَنْ اَنْبَآئِ۔ خبریں	کُمْ۔ تمہاری	وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر
کَانُوْا۔ ہوتے	فِیْکُمْ۔ تم میں تو	مَا۔ نہ	قَاتَلُوْا۔ لڑتے
اِلَّا۔ مگر	قَلِیْلًا۔ تھوڑے۔		

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع سورۂ احزاب پ ۲۱

جُنُوْدٌ۔ جُنْد کی جمع ہے اور جند لشکر کو کہتے ہیں

اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ۔ فوق سے مراد وادی کے اوپر کا حصہ ہے اور اَسْفَل سے مراد اس کا عکس یعنی نیچے کا حصہ۔

زَاغَتْ کے معنی مَالَتْ ہیں، زَاغَتِ الشَّمْسُ مَالَتِ الشَّمْسُ بولتے ہیں، پھر نا اس کے معنی بنتے ہیں۔

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔ حناجر۔ حنجرہ کی جمع ہے اور حنجرہ انتہاء حلقوم کو کہتے ہیں یعنی اردو میں کلیجہ منہ کو آنا یا ناک میں دم آنا۔

وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوْنَا۔ یہاں قیاس کا مقتضی تھا کہ ظُنُوْنًا کی جگہ ظن بولا جائے اس لیے کہ ظن مصدر ہے اور مصدر جمع نہیں ہوتا مگر چونکہ دراصل یہ مصدر نہیں بلکہ اسم ہے اس لیے جمع لایا گیا اور مراعات فواصل کی وجہ سے اس پر الف لام زیادہ کر دیا اور الظنونا فرمایا گیا۔

یُغْشٰی غِشَا سے ہے کسی چیز پر چھا جانا۔ یُغْشٰی عَلَیْہِ الْمَوْتُ موت نے اسے گھیرا ہوا ہے۔

سَلَقُوْکُمْ بِاَلْسِنَۃٍ۔ سَلَقُوْا مشتق ہے سَلَق سے اور سلق اصل میں گھوڑے کے اس زخم کو کہتے ہیں جو خشک ہو کر جلد پر سخت نشان چھوڑ جائے لیکن اب عرف میں زبان درازی طعن و تشنیع کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ بدزبان عورت کو سَلِیْقَہ بولتے ہیں جب کہ درشت زبانی کرے تو سَلَقَہٗ بِالْکَلَامِ بولتے ہیں۔

حِدَادٍ جمع حدید کی ہے یہ بھی چرب زبانی پر بولتے ہیں رَجُلٌ حَدِیْدٌ تیز فہم۔ زود خشم اور دلاور۔ اَشِحَّۃً جمع ہے شَحِیْح کی اور شحیح بخیل کو کہتے ہیں۔

لَوْ اَنَّھُمْ بَادُوْنَ بَادُوْنَ کے معنی خارجون کے ہیں جو بدو کی طرف یعنی دیہات جنگل میں ہو یعنی خارجون

اِلَى الْبَدْوِ۔ گاؤں میں نکلنے والے۔

عَنْ اَنْبَآئِكُمْ۔ یہ نبأ سے مشتق ہے۔ نبا خبر کو کہتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا۔ اے ایمان والو اللہ کا وہ احسان یاد کرو جو تم پر اس نے فرمایا جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

یہ احسان جو یاد دلایا گیا وہ جنگ احزاب میں ہوا یہی جنگ احزاب جنگ خندق کے نام سے مشہور ہے یہ جنگ احد کے غزوہ سے ایک سال بعد میں ہوئی اس جنگ میں منافقین نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا مدینہ طیبہ میں محاصرہ کر لیا تھا اور اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ سے مراد قریش اور غطفان اور یہود قریظہ اور بنی نضیر کے لشکر ہیں۔

اس حال میں مسلمان گھرے ہوئے خندقوں میں بلا آب و دانہ پڑے ہوئے تھے کہ یکایک ایک زبردست آندھی آئی جس سے ان لشکروں کے گھوڑے بدک گئے ان کے خیمے الٹ گئے اور اللہ تعالے کی طرف سے لشکر ملائکہ بھی امداد کے لیے بھیجا گیا جسے جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا فرمایا گیا۔ کہ وہ مسلمانوں اور منافقوں کو نظر نہیں آتا تھا۔

غزوۂ احزاب

کا مختصر بیان یہ ہے کہ

یہ غزوہ شوال ۴ھ یا ۵ھ ہجری میں ہوا۔ یہود بنی نضیر کو جب جلاوطن کیا گیا تو ان کے سرغنے مکہ معظمہ میں مشرکین کے قریش کے پاس پہنچے اور انہیں حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف اکسایا اور جنگ کے لیے آمادہ کیا اور ان سے وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھ جنگ میں ہوں گے اور تمہارا ساتھ دیں گے حتیٰ کہ اس جنگ میں مسلمانوں کو مٹا کر چین لیں گے۔

ابوسفیان نے ان کی یہ تحریک قدر کی نگاہ سے دیکھی اور چونکہ بے دین وقت پر اسلام کے مقابلہ کے لیے ہمیشہ ایک ہو جایا کرتے ہیں اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ اسی وجہ میں حضور نے فرمایا۔ ابوسفیان نے غیر مبہم الفاظ میں کہا کہ ہمیں دنیا میں وہ سب سے زیادہ محبوب ہے جو سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں ہمارا ہمنوا ہو۔ پھر قریش نے ان یہودیوں سے پوچھا کہ تم پہلی کتاب والے ہو بتاؤ ہم حق پر ہیں یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہود نے اپنے حسد و عناد میں مداہنت کی اور کہا تم ہی حق پر ہو اس جواب پہ قریش بہت خوش ہوئے اور آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا۔ کیا نہ دیکھا تم نے انہیں جن کو کتاب کا ایک حصہ ملا ایمان لاتے وہ بت اور شیطان پر اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ ہدایت پر ہیں۔ پ ۵ نساء

غرضکہ یہ یہودی قبائل بنی غطفان اور بنی قیس اور بنی غیلان وغیرہ میں گئے۔ اور وہی تحریک پیش کی اور سب کو اپنے موافق کر لیا۔ علاوہ اس کے انہوں نے جا بجا دورے کیے اور عرب کے قبائل کو اسلام کے مقابلہ کے لیے برانگیختہ کر لیا۔

جب سب کو اپنی حمایت میں تیار کر لیا تو قبیلہ خزاعہ کے چند لوگ حضور کی خدمت میں حاضر آئے اور کفار و یہود کی اس خفیہ سازش کی اطلاع دی حضور نے بھی بہ مشورہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تیاری شروع کی اور خندق کھدوائی شروع کر دی۔

اس خندق کنی میں حضور بھی مسلمانوں کے ساتھ رہے۔

اس کے بعد جب مسلمان فارغ ہو گئے تو اچانک مشرکین نے چوبیس ہزار کی تعداد میں مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا۔ صرف وہ خندق ہی ان کافروں اور مسلمانوں میں حائل تھی۔

مشرکین چونکہ خندق کنی سے ناواقف تھے یہ طریقہ حفاظت دیکھ کر متغیر ہوئے۔ آخر کار انہوں نے تیر اندازی شروع کی اور یہ محاصرہ پندرہ یا چوبیس روز رہا۔ مسلمانوں پر مشرکین کا خوف غالب آگیا وہ گھبرائے اور سخت پریشان ہو گئے تو اللہ تعالےٰ سے ان کی مدد اس صورت میں ہوئی کہ ان پر تیز آندھی آئی اور وہ نہایت سرد تھی اندھیری رات اس میں مشرکین کے خیمے اڑنے لگے طنابیں ٹوٹ گئیں میخیں اکھڑ گئیں برتن اور بھانڈے الٹ گئے۔ لشکر کے آدمی آدمی پر گرنے لگے گھوڑے اپنی پچھاڑیاں توڑ کر بھاگنے لگے۔

اس پر وہ لشکر ملائکہ آیا جو انہیں نظر نہ آیا مگر انہوں نے انہیں جکڑ دیا۔ ان کے دل بلیوں اچھلنے لگے ان پر دہشت و وحشت اتنی مسلط ہوئی کہ وہ بھاگ پڑے جس کا جدھر منہ اٹھا بھاگ پڑا۔

اس جنگ میں ملائکہ نے مقاتلہ نہیں کیا مگر مشرکین کو جھنجھوڑ ڈالا۔

اس کے بعد حضور نے حضرت حذیفہ بن یمان کو خبر لینے کے لیے بھیجا۔ رات نہایت سرد تھی مگر آپ بہ تعمیل ارشاد مسلح ہو کر روانہ ہوئے حضور نے بوقت روانگی آپ کے چہرے اور بدن پر دست نوری پھیرا جس سے آپ پر سردی کا اثر نہ ہو سکا۔

غرضکہ آپ دشمن کے لشکر میں پہنچ گئے۔ یہاں تیز ہوا کے ساتھ سنگریزے اڑ اڑ کر لوگوں کے اوپر لگ رہے

تھے۔ ان کی آنکھوں میں گرد پڑ رہی تھی عجیب پریشانی کا عالم تھا۔ لشکر کفار کا سردار ابو سفیان ہوا کا یہ حال دیکھ کر اٹھا اور قریش کو پکار کر متنبہ کرنے لگا کہ جاسوس سے ہشیار رہو ہر شخص اپنے برابر والے کو دیکھ لے۔

یہ اعلان سن کر ہر شخص نے اپنے برابر والے کو دیکھنا جانچنا شروع کر دیا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے دانائی سے اپنے برابر والے سے پوچھ لیا تو کون ہے اس نے جواب دیا میں فلاں فلاں کا بیٹا ہوں۔

اس کے بعد ابو سفیان نے کہا اے گروہ قریش تم ٹھہرنے کے مقام پر نہیں ہو گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو چکے ہیں۔ بنی قریظہ اپنے عہد سے پھر چکے ہیں اور ہمیں ان کی طرف سے اندیشہ ناک خبریں پہنچی ہیں۔ ہوا نے جو حال کیا ہے وہ تم دیکھ رہے ہو میری رائے میں یہی بہتری ہے کہ اب یہاں سے کوچ کر لو اور میں تو جاتا ہوں یہ کہہ کر ابو سفیان اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور لشکر میں الرحیل الرحیل یعنی اب کوچ کرو کوچ کرو کا شور ہر طرف مچ گیا۔

اور ہوا ہر لمحہ اتنی تیز ہو رہی تھی کہ ہر چیز کو الٹے دیتی تھی۔

مختصر یہ کہ یہ لشکر بھاگ پڑا اور ایسی سراسیمگی میں بھاگا کہ اپنا سامان بار کر کے لے جانا بھی میسر نہ ہوا۔ اور بہت کچھ سامان چھوڑ گیا۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا۔ اور اللہ تعالےٰ تمہاری تدابیر اور عمل دیکھ رہا تھا۔

یعنی تمہارا خندق کھودنا اور ہمارے حبیب کی فرمانبرداری میں ثابت قدم رہنا یہ سب علم اللہ ہے۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۔ جب کافر تم پر آئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جبکہ ٹھٹک کر رہ گئیں نگاہیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے امید و یاس کے۔

یعنی وادی مدینہ کی بالائی جانب مشرقی سے قبیلہ اسد اور غطفان کے لوگ زیر قیادت مالک بن عوف نضری اور عیینہ بن حصن فزاری ایک ہزار کی جمعیت لے کر آ گئے اور ان کے ساتھ طلیحہ بن خویلد اسدی بنی اسد کی جمعیت لے کر اور حیی بن اخطب یہودی بنی قریظہ کی جمعیت لے کر آ چڑھے۔

اور وادی زیریں مغربی سے قریش اور بنی کنانہ لبسر کردگی ابو سفیان بن حرب آ گئے۔

اور اس وقت لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور شدت رعب و ہیبت سے حیرت میں آ گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور خوف و اضطراب کی حد ہو گئی اور تم اللہ تعالےٰ پر طرح طرح کے گمان امید و یاس میں کرنے لگے اور منافق تو اس خیال میں جم گئے کہ اب مسلمانوں کا نام و نشان نہ رہے گا اس لیے کہ کفار کی اتنی

بڑی جمعیت کا مقابلہ مسلمان نہیں کر سکتے اور اللہ تعالٰی کا وعدہ نصرت یونہی مسلمانوں کو امیدوار بنائے ہوئے تھا ورنہ بات کچھ نہ تھی۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۔ وہ جگہ تھی کہ مسلمانوں کی جانچ ہوئی اور خوب زبردستی سے جھنجھوڑے گئے۔

اوران کا صبر واخلاص محک امتحان پر لایا گیا۔

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۔ اور جب منافق کہنے لگے اور جن کے دلوں میں مرض نفاق تھا جو وعدہ دیا ہمیں اللہ و رسول نے وہ کچھ نہ تھا سوائے فریب کے۔

یعنی جن کا ایمان ضعف اعتقاد اور مرض نفاق سے خراب ہو چکا تھا وہ بکنے لگے اور یہ کہنے والا معتب بن قشیر تھا اس نے یہ دس بارہ پندرہ ہزار کا لشکر جرار دیکھ کر کہا کہ حضور سید عالم اور انکے خدا کی طرف سے تو ہمیں فتح فارس وروم کا وعدہ ہے۔ اور حال یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی مجال ہی نہیں کہ اپنے ڈیرے سے باہر نکل سکے تو یہ وعدہ نرا دھوکہ ہی تھا۔

وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۔ اور جب منافقین کے ایک گروہ نے کہا اے اہل یثرب یہاں تمہارے قیام کی جگہ نہیں تم گھروں کو واپس چلو۔

مدینہ منورہ کو یثرب کہنے والے منافق تھے اس بنا پر اسلام میں مدینہ طیبہ کو طیبہ طابہ۔ مدینہ منورہ کہنے کا حکم ہے اور یثرب کہنے کی ممانعت ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضور نے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا اس لیے کہ لفظ یثرب کے معنے اچھے نہیں ہیں۔ علی قاری رحمۃ اللہ نے تو یہاں تک کہا کہ جو مدینہ منورہ کو یثرب کہے اسے چاہیئے کہ ستر بار استغفار کرے۔

وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۔ اور مسلمانوں میں سے بھی ایک گروہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے اذن مانگنے لگا یہ بہانہ بنا کر کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں اور وہ غیر محفوظ نہ تھے وہ نہ چاہتے تھے مگر بھاگنا۔

منافقوں کی باتوں میں آکر بنی حارثہ اور بنی سلیم اتنے متاثر ہو گئے کہ دونوں قبیلہ بہانہ سازی سے لشکر اسلام سے بھاگنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ اس پر ان کی کیفیت کا اظہار فرمایا گیا اور ارشاد ہوا۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِم مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ۔

اوراگر اطراف مدینہ سے ان پر فوجیں داخل ہو جائیں پھر ان سے فتنہ یعنی کفر کرانا چاہیں تو ضرور وہ ان کے کفر پر آجائیں اور نہ دیر کریں مگر تھوڑی۔

یعنی ایسے کچے خیال والے جیسے قبیلہ بنی حارثہ اور بنی سلمہ اتنے متلوّن مزاج ہیں کہ اگر ان پر فوجیں ٹوٹ پڑیں اور ان سے کفر کا مطالبہ کریں تو ضرور وہ کفر میں آجائیں۔ سئلوا الفتنۃ میں فتنہ سے مراد کفر ہے۔ جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ۔ یہاں بھی فتنہ سے مراد کفر و شرک ہے۔

اور کچھ دیر نہ لگائیں اور اسلام سے منحرف ہو جائیں باآنکہ

وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا اور بیشک وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ نہ پلٹیں گے ایڑیوں کے بل اور اللہ کا عہد پوچھا جائے گا۔

یعنی اول وہ عہد کر چکے تھے کہ اسلام سے منحرف نہ ہوں گے تو بروز قیامت اللہ تعالےٰ ان سے دریافت فرمائے گا کہ تم نے ایفاء عہد کیوں نہ کیا۔ آگے ارشاد ہے۔

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔

اے محبوب فرما دیجئے تمہیں یہ بھاگنا ہرگز نفع نہ دے گا اگر موت یا قتل کے خوف سے بھاگو تم بھاگ کر بھی دنیا سے متمتع نہ ہو سکو گے مگر تھوڑے وقت کیلئے۔

اس لیے کہ اگر ان کے لیے قتل مقدر ہے تو بھاگنا بے سود ہے اور اگر موت مقدر ہے تو اس سے بچنا ناممکن ہے رہا دنیا کی زندگی میں رہنا یہ چند روزہ ہوتی ہے۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ۔

اور اگر چاہو کہ بھاگنے سے قتل یا موت سے بچ جاؤ گے یہ ناممکن ہے۔ البتہ اگر وقت نہیں آیا ہے تو بھاگ کر بھگوڑے کیوں بنتے ہو گھمسان میں بھی نہیں مر سکتے اور اگر وقت آگیا ہے تو وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ اگرچہ تم مضبوط برجوں میں کیوں نہ محفوظ ہو موت وہاں بھی نہ چھوڑے گی۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا۔ فرما دیجئے وہ کون ہے جو اللہ کا حکم تم پر سے ٹال دے اگر وہ تمہارے لیے برا ارادہ فرما چکا ہے یا تمہارے ساتھ مہربانی کا ارادہ کر چکا ہے اور وہ اللہ کے سوا کسی کو اپنا حامی نہ پائیں گے اور نہ مددگار۔

یعنی جسے اللہ ہلاک کرنا چاہے تو اسے کوئی نہیں روک سکتا اور اگر مشیت الٰہی میں امن و عافیت ہو تو اسے کوئی نقصان نہیں دے سکتا۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا۔

بے شک اللہ جانتا ہے تمہارے ان کو جو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں ہماری طرف چلے آؤ اور لڑائی میں نہیں آتے مگر تھوڑے۔

یعنی ان لوگوں کو اللہ تعالےٰ جانتا ہے جو مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ حضور کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جاؤ اور ان کا ساتھ چھوڑ دو جہاد میں شرکت نہ کرو اس لیے کہ اس میں جان کا خطرہ ہے۔

شان نزول

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی انہیں یہود نے پیغام دیا تھا کہ تم کیوں اپنی جانیں ابوسفیان کے لشکر کے ہاتھوں ہلاک کرا رہے ہو اس کے لشکری اس مرتبہ اگر تمہیں پا گئے تو تم میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑیں گے۔

ہمیں تمہارا اندیشہ ہے کیونکہ تم ہمارے بھائی ہو اور ہمارے ہمسایہ لہٰذا تم ہمارے پاس آ جاؤ یہ خبر پا کر عبداللہ بن ابی بن سلول منافق اور اس کے ساتھی مومنین کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے ڈرا کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے سے روکنے لگے اور انہوں نے بہت کوشش کی لیکن جس قدر انہوں نے کوشش کی مومنین کا ثبات واستقلال اور بڑھتا گیا۔

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۔ تم میں ٹال بال کرتے ہیں تو جب ڈر کا وقت آئے تم انہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں پھر رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہو تو جب ڈر کا وقت نکل جائے تمہیں طعنے دینے لگیں تیز زبانوں سے مال غنیمت کے لالچ میں یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں تو اللہ نے ان کے عمل اکارت کر دیے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

یعنی لشکر کفار کا غلبہ دیکھ کر مذبذب ہونے لگے اور جب امن اور غنیمت حاصل ہونے لگی تو زوردار لفظوں میں کہتے ہیں کہ ہمیں حصہ زیادہ دو اس لیے کہ تم ہماری ہی وجہ سے کفار پر غالب ہوئے ہو یہ لوگ مومن نہیں اگرچہ زبانوں سے ایمان کا اظہار کرتے رہیں اس لیے کہ حقیقت میں وہ مومن نہ تھے اس لیے ان کے تمام ظاہری عمل اور جہاد وغیرہ کے اجر سب باطل کر دیے گئے اور اللہ تعالےٰ پر یہ سب آسان ہے۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِى الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْبَآئِكُمْ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ کافروں کے لشکر ابھی نہیں

گئے اور اگر لشکر دوبارہ آئیں تو ان کی خواہش ہوگی کہ کسی طرح کسی گاؤں میں نکل کر تمہاری خبریں پوچھتے اور اگر وہ تم میں رہتے جب بھی نہ لڑتے مگر تھوڑے سے۔

یعنی منافقین کا اپنی بزدلی کے باعث یہ گمان ہے کہ کفار قریش قبیلہ غطفان و یہود میدان چھوڑ کر بھاگے نہیں اگرچہ فی الواقع وہ بھاگ چکے ہیں اور ان کی یہ آرزو ہے کہ جنگل میں کسی گاؤں کے اندر روپوش ہو کر مدینہ طیبہ کے آنے جانے والوں سے خبریں لیں کہ مسلمانوں کا کیا انجام ہوا اور کفار کے مقابلہ میں ان کی کیا حالت رہی اور اگر وہ تم میں ریاکاری سے رہتے تو عذر رکھنے کے لیے ملے رہیں تاکہ کہہ سکیں کہ ہم بھی تمہارے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۂ احزاب پ۲۱

یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ "اے ایمان والو یاد کرو اس نعمت کو جو اللہ نے تمہیں دی" یہاں سے قصہ احزاب شروع کیا گیا اور وہی واقعہ خندق ہے۔

یہ بقول ابن اسحٰق شوال ۵ھ میں ہوا۔

وَقَالَ مَالِكٌ سَنَةَ اَرْبَعٍ۔ بقول مالک ۴ھ تھا۔

اور نعمت بمعنی انعام ہے۔

اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ۔ جب آگئے تم پر لشکر،

جنود سے مراد لشکر ہیں اور وہ لشکر کیا تھے اس کی تصریح یہ ہے۔

(۱) وَهُمْ قُرَيْشٌ يَقُوْدُهُمْ اَبُوْسُفْيَانُ۔ وہ قریش مکہ تھے جن کا قائد ابوسفیان تھا

(۲) وَبَنُوْ اَسَدٍ يَقُوْدُهُمْ طُلَيْحَةُ۔ اور قبیلہ بنی اسد جسے طلیحہ لے کر چڑھا تھا۔

(۳) وَغَطَفَانُ يَقُوْدُهُمْ عُيَيْنَةُ۔ اور قبیلہ غطفان کو عیینہ لے کر آیا تھا۔

(۴) وَبَنُوْ عَامِرٍ يَقُوْدُهُمْ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ۔ قبیلہ بنی عامر کو عامر بن طفیل لایا تھا۔

(۵) وَبَنُوْ سُلَيْمٍ يَقُوْدُهُمْ اَبُو الْاَعْوَرِ السُّلَمِيُّ۔ اور قبیلہ سلیم کو ابوالاعور سلمی لے آیا۔

(۶) وَبَنُو النَّضِيْرِ رُؤَسَاؤُهُمْ۔ اور قبیلہ بنی نضیر کو ان کے سردار لے آئے جو حیی بن اخطب اور ابناء ابی الحقیق تھے۔

(۷) وَبَنُوْ قُرَيْظَةَ سَيِّدُهُمْ كَعْبُ بْنُ اَسَدٍ۔ بنی قریظہ کو ان کا سردار کعب بن اسد لے آیا۔

اور بنو قریظہ کے ساتھ حضور کا معاہدہ بھی تھا۔ مگر حیی بن اخطب کی کوشش سے انہوں نے نقض عہد کیا اور یہ اسلام کی مخالفت پر شریک ہو گئے۔

وَكَانَ مَجْمُوعُهُمْ عَشَرَةُ الآفٍ فِي قَوْلٍ۔ ان کی مجموعی تعداد ایک قول سے دس ہزار تھی۔

وَخَمْسَةَ عَشَرَ اَلْفًا فِي اٰخَرَ۔ اور ایک قول سے پندرہ ہزار تھی۔

وَقِيْلَ ذَهَاءُ اِثْنَيْ عَشَرَ اَلْفًا۔ ایک قول ہے کہ تقریباً بارہ ہزار تھی۔

فَلَمَّا سَمِعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِتْيَانِهِمْ حَفَرَ خَنْدَقًا قَرِيْبًا مِنَ الْمَدِيْنَةِ مُحِيْطًا بِهَا بِاِشَارَةِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ۔ جب حضور کو ان کے آنے کا علم ہوا تو آپ نے بمشورہ سلمان فارسی مدینہ کے چاروں طرف خندق کھدوایا اور اس کی کھدوائی دس آدمیوں میں چالیس گز مقرر فرمائی یعنے دس دس آدمی مل کر چالیس گز خندق کھودیں۔

ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ثَلٰثَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَضَرَبَ مُعَسْكَرَهٗ وَالْخَنْدَقُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقَوْمِ۔ پھر حضور تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ نکلے اور لشکر بنایا اور خندق دشمن (یعنی کفار) اور مسلمانوں کے مابین حائل تھا۔

وَاَمَرَ بِالذَّرَارِيِّ وَالنِّسَاءِ فَرُفِعُوْا فِي الْاٰطَامِ۔ اور بچوں اور عورتوں کو خیموں میں محفوظ کر لیا۔

وَاشْتَدَّ الْخَوْفُ وَظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلَّ ظَنٍّ وَنَجَمَ النِّفَاقُ كَمَا قَصَّ اللهُ تَعَالٰى۔ اور مسلمانوں پر شدید خوف مستولی ہو گیا اور مسلمانوں میں طرح طرح کے گمان پیدا ہو گئے اور جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا وَتَظُنُّوْنَ بِاللهِ الظُّنُوْنَا۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا۔ تو بھیجی ہم نے ان پر آندھی اور لشکر ملائکہ جسے تم نہ دیکھتے تھے اور اللہ تمہاری تدبیریں دیکھ رہا تھا۔

یہ واقعہ ایک ماہ تک رہا دونوں فریق سوائے تیراندازی اور سنگباری کے مقابلہ پر نہیں آئے دشمن خندق کے پرے تیراندازی اور سنگباری کرتا رہا اور مسلمان ادھر سے جواب دیتے رہے۔

اِلَّا اَنَّ فَوَارِسَ مِنْ قُرَيْشٍ۔ مگر کچھ قریشی گھوڑے سوار۔

مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ عَبْدِ وُدٍّ وَكَانَ يُعَدُّ بِاَلْفِ فَارِسٍ۔ ان میں سے عمرو بن عبدود ایک ہزار کا رسالہ لے کر نکلا ہوا تھا۔

وَعِكْرِمَةُ بْنُ اَبِيْ جَهْلٍ۔ عکرمہ ابو جہل کا بیٹا۔

وَضِرَارُ بْنُ الْخَطَّابِ۔ ضرار خطاب کا بیٹا۔

وَهُبَيْرَةُ بْنُ اَبِیْ وَهْبٍ۔ ہبیرہ ابو وہب کا بیٹا

وَنَوْفَلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ۔ نوفل عبداللہ کا بیٹا

تَدْ رَکِبُوْا خُیُوْلَہُمْ وَتَیَمَّمُوْا مِنَ الْخَنْدَقِ مَکَانًا ضَیِّقًا فَضَرَبُوْا بِخُیُوْلِہِمْ فَاقْتَحَمُوْا فَجَالَتْ بِہِمْ فِی السَّبْخَۃِ بَیْنَ الْخَنْدَقِ وَسَلْعٍ۔ یہ سب گھوڑوں پر سوار ہو کر تنگ راستوں سے چلے اور گھوڑوں کو ایڑ لگائی جس سے خندق میں ان کے لیے خندق اور سلع کے درمیان راہ بن گئی۔

فَخَرَجَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہٗ فِیْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ حَتّٰی اَخَذَ عَلَیْہِمُ الثَّغْرَۃَ الَّتِیْ اقْتَحَمُوْا مِنْہَا فَاَقْبَلَتِ الْفُرْسَانُ مَعَہُمْ وَقَتَلَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ عَمْرًا فِیْ قِصَّۃٍ مَّشْہُوْرَۃٍ فَانْہَزَمَتْ خَیْلُہٗ حَتّٰی اقْتَحَمَتْ مِنَ الْخَنْدَقِ ہَارِبَۃً وَقُتِلَ مَعَ عَمْرٍو مُنَبِّہُ بْنُ عُثْمَانَ وَنَوْفَلُ بْنُ عَبْدِ الْعُزّٰی۔

تو حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ نکلے اور ان کے سردار کو پکڑ لیا جو مسلمانوں پر چڑھائی کرتا ہوا خندق سے پار آگیا تھا پھر گھوڑے سوار مسافر آگئے۔ چنانچہ حضرت علی نے عمرو بن عبدود کو قتل کر دیا تو ان کے گھوڑے بھاگے حتیٰ کہ خندق پہ بھاگتے ہوئے جمع ہو گئے اور عمرو بن عبدود کے بعد منبہ بن عثمان بن عبدالدار اور نوفل بن عبدالعزیٰ بھی مارے گئے۔

ایک روایت ہے کہ نوفل کو خندق میں پایا تو مسلمانوں نے تیر اور پتھر مار کر اسے قتل کر دیا تو مشرکین میں شور ہوا کہ اجمل قوم ہمارا مار دیا ہمیں چاہئے کہ ہم اس کا بدلہ لیں۔

اور ابن اسحق راوی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نوفل کو دیکھ کر اس کی ہنسلی پر نیزہ مارا تھا کہ وہ خندق ہی مر گیا۔

اور مشرکین نے اس کی لاش خریدنے کا ارادہ کر کے حضور کی خدمت میں دس ہزار بھیجے حضور نے فرمایا یہ لاش تمہارے آدمی کی ہے لے جاؤ ہم مردار کی قیمت نہیں لیتے۔ آگے ارشاد ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْہِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْہَا وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا۔ تو بھیجی اللہ نے ان پہ آندھی اور وہ لشکر جیسے تم ہرگز نہ دیکھ سکتے تھے اور اللہ جو تم تدابیر کر رہے تھے سب دیکھ رہا تھا۔

یعنی اللہ تعالے نے ان پہ آندھی بھیجی اور لشکر ملائکہ جس کی تعداد ایک ہزار تھی۔

رُوِیَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَعَثَ عَلَیْہِمْ صَبًا بَارِدَۃً فَاَخْفَرَتْہُمْ وَسَفَّتِ التُّرَابَ فِیْ وُجُوْہِہِمْ وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِکَۃَ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ فَقَلَعَتِ الْاَوْتَادَ وَقَطَعَتِ الْاَطْنَابَ وَاَطْفَأَتِ النِّیْرَانَ وَ

اَكْفَاءَتِ الْقُدُوْرَ وَدَمَاجَتِ الْخَيْلُ بَعْضُهَا فِيْ بَعْضٍ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَكَبَّرَتِ الْمَلٰئِكَةُ فِيْ جَوَانِبِ عَسْكَرِهِمْ۔ فَقَالَ طُلَيْحَةُ بْنُ خُوَيْلِدِ الْاَسَدِيُّ۔

روایت ہے اللہ نے ان پر باد صبا بھیجی جو اتنی سرد تھی کہ انہیں ٹھٹھرا دیا اور اتنی تیز تھی کہ ان کے چہروں پر مٹی چڑھ گئی اور ملائکہ کو حکم ہوا کہ ان کی میخیں اکھاڑ دیں اور خیموں کی طنابیں کاٹ دیں اور آگ سرد کر دیں اور ان کے کھانے ہنڈیاں الٹ دیں اور گھوڑوں کو ایسا بدکائیں کہ ایک گھوڑا دوسرے گھوڑے کو لات مارتا ہوا بھاگے۔ اور مشرکین کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور ملائکہ لشکر کی ایک سمت سے نعرۂ تکبیر بلند کرنے لگے یہاں تک کہ گھبرا کر طلیحہ بن خویلد بول پڑا۔

اَمَّا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ بَدَاكُمْ بِالسِّحْرِ فَالنَّجَاةَ النَّجَاةَ فَانْهَزَمُوْا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے مقابلہ کے لیے جادو سے ابتدا کی۔ خدارا ہمیں نجات دو ہمیں نجات دو اور وہ سب بھاگ پڑے۔

وَقَالَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَقَدْ ذَهَبَ لِيَأْتِيَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَبَرِ الْقَوْمِ خَرَجْتُ اِذَا دَنَوْتُ مِنْ عَسْكَرِ الْقَوْمِ نَظَرْتُ فِيْ ضَوْءِ نَارٍ لَهُمْ تُوْقَدُ وَاِذَا رَجُلٌ اَدْهَمُ ضَخْمٌ يَقُوْلُ بِيَدِهٖ عَلَى النَّارِ وَيَمْسَحُ خَاصِرَتَهٗ وَيَقُوْلُ الرَّحِيْلَ الرَّحِيْلَ لَا مُقَامَ لَكُمْ وَاِذَا الرَّجُلُ فِيْ عَسْكَرِهِمْ مَا يُجَاوِزُ عَسْكَرَهُمْ شِبْرًا فَوَاللهِ اِنِّيْ لَاَسْمَعُ صَوْتَ الْحِجَارَةِ فِيْ رِحَالِهِمْ وَفُرُشِهِمْ وَالرِّيْحُ تَضْرِبُهُمْ ثُمَّ خَرَجْتُ نَحْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صِرْتُ فِيْ نِصْفِ الطَّرِيْقِ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ اِذَا اَنَا بِنَحْوِ عِشْرِيْنَ فَارِسًا مُتَعَمِّمِيْنَ فَقَالُوْا اَخْبِرْ صَاحِبَكَ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى كَفَاهُ الْقَوْمَ۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ دشمن کے لشکر میں تشریف لے گئے تاکہ حضور کو وہاں کا حال آکر سنائیں فرماتے ہیں جب میں گیا تو دشمن کے لشکر کے قریب جب ہوا تو میں نے ایک روشنی دیکھی جو مشرکین کے تاپنے کے لیے الاؤ کی صورت میں روشن کر رکھی تھی اور ان میں ایک سیاہ فام لحیم و شحیم آدمی کو دیکھا کہ آگ ہاتھ میں لے کر الٹ پلٹ کر رہا ہے اور اپنی کمر پر مل رہا ہے اور پکار رہا ہے یہاں سے کوچ کرو تم یہاں نہیں رہ سکتے اور وہ آدمی ابھی ایک بالشت نہ بڑھا تھا کہ میں نے پتھروں کی آواز ان کے کجاووں اور بستروں میں سنی، اور ہوا اتنی تیز تھی کہ انہیں مار رہی تھی۔

پھر میں حضور کی طرف واپس آ رہا تھا اور آدھا راستہ عبور کیا تھا کہ بیس سوار عوام کی صورت میں میں نے دیکھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا اپنے صاحب و آقا کو خبر دو کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اور آپ کی قوم کے

لیے کافی ہے

یہ حذیفہ بن یمان ان صحابہ میں سے ہیں جو حضور کے معتمدین خاص سے تھے۔

اِکمال فی اسماء الرجال۔ ھُوَ حُذَیْفَۃُ بْنُ الْیَمَانِ وَاسْمُ الْیَمَانِ حُسَیْلٌ بِالتَّصْغِیْرِ وَالْیَمَانُ لَقَبُہٗ وَکُنْیَتُہٗ حُذَیْفَۃُ وَاَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ الْعَبْسِیُّ بِفَتْحِ الْعَیْنِ وَسُکُوْنِ الْبَاءِ۔

ھُوَصَاحِبُ سِرِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوٰی عَنْہُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَاَبُو الدَّرْدَاءِ وَغَیْرُھُمْ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ مَاتَ بِالْمَدَائِنِ وَبِھَا قَبْرُہٗ سَنَۃَ خَمْسٍ وَّثَلَاثِیْنَ وَقِیْلَ سِتٍّ وَثَلٰثِیْنَ۔ بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ بِاَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً۔

حضرت حذیفہ بن یمان یہ اسم الیمان حُسیل ہیں اور یمان ان کا لقب ہے اور حذیفہ کنیت اور ابو عبد اللہ عبسی۔

یہ حضور کے خاص راز دار تھے ان سے عمر فاروق اور حضرت علی اور ابو الدرداء وغیرہ نے صحابہ و تابعین نے روایات کیں۔

آپ کا انتقال مدائن میں ہوا اور ۳۵ھ میں وہیں مدفون ہوئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کا انتقال ۳۶ھ میں ہوا۔

وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا۔ اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا تھا۔

مِنْ حَفْرِ الْخَنْدَقِ وَتَرْتِیْبِ مَبَادِی الْحَرْبِ وَاِعْلَاءِ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ خندق کھودنے اور لڑائی کے مبادیات کی ترتیب اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے تجاویز مرتب کرنا یہ سب کام اللہ تعالیٰ دیکھ رہا تھا۔

اِذْجَاءُ وْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ۔ جب وہ آگئے تمہارے اوپر کی سمت سے۔

یَعْنِیْ مِنْ اَعْلَی الْوَادِیْ مِنْ جِھَۃِ الْمَشْرِقِ وَالْجَائِیْ مِنْ ذٰلِکَ بَنُوْ غَطْفَانَ وَمَنْ تَابَعَھُمْ مِنْ اَھْلِ نَجْدٍ وَبَنُوْ قُرَیْظَۃَ وَبَنُوالنَّضِیْرِ۔ بالائی سمت سے آنے والے قبیلہ غطفان اور ان کے متبع اہل نجد سے تھے اور

یہودیوں سے بنو قریظہ اور قبیلہ بنی نضیر کے لوگ تھے۔

وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ۔ اور نیچے سے تمہارے۔

یَعْنِیْ مِنْ اَسْفَلِ الْوَادِیْ مِنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ۔ وادی کے نیچے کی سمت مغربی سے۔

وَالْجَائِیْ مِنْ ذٰلِکَ قُرَیْشٌ وَمَنْ شَایَعَھُمْ مِنَ الْاَحَابِیْشِ وَبَنِیْ کِنَانَۃَ وَاَھْلِ تِھَامَۃَ

یہ آنے والے قریش تھے اور جنہیں اعلان کر کے بلایا
حبشیوں سے اور
قبیلہ بنی کنانہ
اور اہل تہامہ یعنی مکہ والے تھے۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ اوپر کی طرف سے آنے والے بنو قریظہ تھے
اور نیچے کے رخ سے آنے والے
قریش اور
بنی اسد اور
قبیلہ غطفان اور
سلیم تھے

اور اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ کِنَایَۃٌ عَنِ الْاِحَاطَۃِ مِنْ جَمِیْعِ الْجَوَانِبِ۔ کہ کنایۃً بتایا کہ ہر طرف سے گھیر لیا گیا تھا مدینہ والوں کو اور منافقین اور مشرکین نے گھیرا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا یَغْشٰھُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِہِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِہِمْ۔

وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوْنَا۔ اور جب آنکھیں پتھرا گئیں اور دہشت سے حیرت میں محو ہو گئیں اور کلیجہ منہ کو آ گیا اور لوگ طرح طرح کی بدظنی کرنے لگے زاغت کا ترجمہ آلوسی کرتے ہیں اَیْ حِیْنَ مَالَتِ الْاَبْصَارُ عَنْ سَنَنِہَا وَانْحَرَفَتْ عَنْ مُسْتَوٰی نَظَرِہَا حَیْرَۃً وَّدَھْشَۃً۔ اس کا خلاصہ وہی ہے جو ہم نے ترجمہ میں ظاہر کیا۔

اور فراء کہتے ہیں اَیْ حِیْنَ مَالَتْ عَنْ کُلِّ شَیْءٍ فَلَمْ تَلْتَفِتْ اِلَّا اِلٰی عَدُوِّھَا اس کے حاصل معنی بھی وہی ہیں جو ہم نے ترجمہ میں لکھ دیئے۔

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔ یَعْنِیْ خَافَتْ خَوْفًا شَدِیْدًا اَوْ فَزِعَتْ فَزَعًا عَظِیْمًا۔ یعنی خوف شدید اور انتہائی گھبراہٹ کا حال۔ محاورہ اردو میں کلیجہ منہ کو آنا کہتے ہیں۔

مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے قَالَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ مِنْ شَیْءٍ نَقُوْلُہٗ وَقَدْ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ قَالَ نَعَمْ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا ہم نے عرض کی حضور کیا ہمیں ایسی حالت میں کچھ کہنا چاہیئے جبکہ کلیجہ منہ کو آ رہا ہو اور پریشانی کی شدت ہو فرمایا ہاں۔ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا۔ کہنا چاہیئے۔

قَالَ فَضَرَبَ اللّٰہُ تَعَالٰی وُجُوْہَ اَعْدَآئِہٖ بِالرِّیْحِ فَھَزَمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِالرِّیْحِ۔ فرماتے ہیں پھر اللہ تعالے نے آندھی سے دشمن کا منہ پھیر دیا اور انہیں بھگا دیا۔

وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوْنَا۔ اور تم اللہ کے ساتھ مختلف گمان کرنے لگے۔

مخلصین تو وہ تھے جو اپنے محور ایمان پہ ثابت رہے اور وہ یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالے اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اور وہ رکن دین کو بلند کرے گا اور اپنے حبیب پاک کی نصرۃ فرمائے گا تو مومن تو جب نصرت آئی تو بول پڑے ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔

اور بعض وہ تھے جو اس امتحان میں خوفزدہ ہو کر اپنے قدم متزلزل کر بیٹھے تھے اور تکالیف کے متحمل نہیں رہے تھے۔

ظنون جمع ظن کی ہے یہ وہ مصدر ہے جو قلیل و کثیر پر شامل ہے۔

اور منافقین مختلف ظن میں پڑ گئے اور کہنے لگے اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَہٗ یُسْتَاْصَلُوْنَ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو یہ لشکر جڑ سے اکھاڑ دے گا۔

وَاَیْقَنَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِنَّ مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ حَقٌّ وَاِنَّہٗ سَیُظْھِرُہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ اور مومنین اس یقین پر قائم تھے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ ہے وہ حق ہے اور وہ عنقریب تمام ادیان پر اسلام کو غالب کرے گا۔

البتہ بعض مسلمانوں کا یہ گمان بھی ہو گیا کہ شائد اللہ تعالے اپنی بے نیازی دکھائے اور کفار کی مدد کر دے۔ آگے ارشاد ہے۔

ھُنَالِکَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا۔ اس موقعہ پر مومنین کو امتحان میں ڈالا گیا اور انہیں جھنجھوڑ دیا۔

یعنی یہ وہ موقعہ تھا جس میں مومن اور منافق مخلص و راسخ سب ظاہر ہو گئے تو یہ امتحان بقول ضحاک بھوک میں ہوا۔

وَعَلٰی مَا رُوِیَ عَنْ مُجَاھِدٍ بِشِدَّۃِ الْحِصَارِ۔ بقول مجاہد حصار کی سختی میں یہ امتحان ہوا۔

وَعَلٰی مَا قِیْلَ بِالصَّبْرِ عَلَی الْاِیْمَانِ۔ ایک قول یہ ہے کہ ایمان پر استقلال و صبر کے ذریعہ امتحان ہوا

وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا۔ اور جھنجھوڑے گئے سخت جھنجھوڑیں۔

یَعْنِیْ اُضْطُرِبُوْا اِضْطِرَابًا شَدِیْدًا مِنْ شِدَّۃِ الْفَزَعِ وَکَثْرَۃِ الْاَعْدَآءِ۔ یعنی وہ مضطرب کر دیے گئے سخت اضطرار و اضطراب میں شدۃ فزع اور دشمن کی کثرت سے۔

ضحاک کہتے ہیں زُلْزِلُوْا عَنْ اَمَاكِنِهِمْ حَتّٰى لَمْ يَكُنْ لَهُمْ اِلَّا مَوْضِعُ الْخَنْدَقِ۔ وہ اپنے رہنے کی جگہ سے ہلا دیے گئے حتی کہ سوا خندقوں کے کوئی جگہ نہ تھی۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا۔

اور یاد فرمایئے وہ واقعہ جبکہ منافقوں اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں نفاق کا مرض تھا کہا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ نہ کیا مگر نرا باطل۔

یعنی ہماری فتوحات اور کفار پر غالب ہونے کی جو بشارتیں دی گئیں وہ نری باطل اور دھوکہ ہی تھیں غرور کا اطلاق باطل پر ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ صحابہ کرام جب خندق کھود رہے تھے تو کھدائی میں ایک چٹان گول ایسی نکلی جو نہایت سخت پتھر کی تھی اور معول یعنی کدال سے وہ ٹوٹتی نہ تھی فَشَكَوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تو صحابہ نے حضور سے عرض کیا۔

فَاَخَذَ الْمِعْوَلَ مِنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَضَرَبَهَا ضَرْبَةً بَرَقَتْ مِنْهَا بَرْقَةٌ اَضَاءَ مِنْهَا مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى لَكَاَنَّ مِصْبَاحًا فِيْ جَوْفِ لَيْلٍ مُّظْلِمٍ فَكَبَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرَ الْمُسْلِمُوْنَ۔ تو حضور نے کدال حضرت سلمان فارسی سے لے کر اس چٹان پر مار کر چھوڑ دی تو اس چٹان سے ایک بجلی سی چمکی جس نے مدینہ کے کنارے تک روشن کر دیے گویا اندھیری رات میں چراغ روشن ہو گیا تو حضور نے نعرۂ تکبیر لگایا اور صحابہ نے بھی تکبیر کہی۔

پھر دوہی کدال دوبارہ ماری تو وہ چٹان ٹوٹی اور اس سے اتنا تیز نور نکلا کہ مدینہ کے اندر تیز روشنی ہو گئی۔ تو حضور نے پھر نعرۂ تکبیر فرمایا اور صحابہ نے نعرہ لگایا۔

ثُمَّ ضَرَبَهَا الثَّالِثَةَ فَكَسَرَهَا وَبَرَقَتْ بَرْقَةٌ اَضَاءَ مِنْهَا مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا فَكَبَّرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرَ الْمُسْلِمُوْنَ۔ پھر تیسری بار حضور نے کدال ماری تو وہ چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی اور اس سے اتنا نور نکلا کہ مدینہ کے کنارے خوب روشن ہو گئے اور حضور نے تکبیر فرمائی اور صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی۔ پھر صحابہ نے حضور سے سوال کیا۔

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَضَاءَ لِيْ فِي الْاُوْلٰى قُصُوْرُ الْحِيْرَةِ وَمَدَائِنُ كِسْرٰى كَاَنَّهَا اَنْيَابُ الْكِلَابِ فَاَخْبَرَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّ اُمَّتِيْ ظَاهِرَةٌ عَلَيْهَا۔

تو حضور نے فرمایا مجھ پر پہلی ضرب میں اللہ نے حیرہ کے محل اور کسریٰ کی بستیاں روشن فرمائیں اور جبریل نے مجھے خبر دی کہ میرے امتی ان مقامات پر غالب آئیں گے۔

وَاَضَاءَ لِیَ الثَّانِیَۃَ قُصُوْرَ الْحِمْیَرِ مِنْ اَرْضِ الرُّوْمِ کَاَنَّھَا اَنْیَابُ الْکِلَابِ وَاَخْبَرَنِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّ اُمَّتِیْ ظَاھِرَۃٌ عَلَیْھَا فَابْشِرُوْا بِالنُّصْرَۃِ فَاسْتَبْشَرَ الْمُسْلِمُوْنَ۔

وَاَضَاءَ لِیْ فِی الثَّالِثَۃِ قُصُوْرَ صَنْعَاءَ کَاَنَّھَا اَنْیَابُ الْکِلَابِ وَاَخْبَرَنِیْ جِبْرِیْلُ اَنَّ اُمَّتِیْ ظَاھِرَۃٌ عَلَیْھَا۔

دوسری ضرب میں مجھ پر روم کے قبیلہ حمیر کے محل روشن ہوئے جیسے کتے کے کیلے چمکتے ہیں اور جبریل نے مجھے خبر دی کہ میری امت اس پر غالب آئے گی تم اللہ کی مدد سے خوش ہو جاؤ تو مسلمان خوش ہو گئے۔

اور تیسری ضرب میں قصور صنعاء ایسے روشن ہوئے جیسے کتے کے کیلے چمکتے ہیں اور جبریل نے بشارت دی کہ میری امت یہاں بھی غالب آئے گی

تو ایک شخص انصار میں سے تھا جسے معتب بن قشیر کہتے تھے اور یہ منافق تھا کہنے لگا اَیَعِدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّفْتَحَ لَنَا مَدَائِنُ الْیَمَنِ وَبِیْضُ الْمَدَائِنِ وَقُصُوْرُ الرُّوْمِ وَاَحَدُنَا لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّقْضِیَ حَاجَتَہٗ اِلَّا قُتِلَ ھٰذَا وَاللّٰہِ الْغُرُوْرُ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ

حضور ہم سے وعدہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ ہمارے لیے یمن کی بستیاں اور سفید محل مدائن کے اور روم کے قصور فتح ہوں گے اور حال یہ ہے کہ ہم میں کسی کو اتنی طاقت نہیں کہ قضائے حاجت کو بھی نکل سکے کہ علی الفور قتل ہی ہو خدا کی قسم یہ محض دھوکہ اور باطل دعوے ہے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اِلَّا غُرُوْرًا۔

ایک روایت یہ ہے کہ منافقین نے جب یہ سنا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حیرہ اور مدائن کسریٰ کی فتوحات کی بشارت دی ہے تو وہ کہنے لگے۔

اَلَا تَعْجَبُوْنَ یُحَدِّثُکُمْ وَیَعِدُکُمْ وَیُمَنِّیْکُمُ الْبَاطِلَ اَنَّہٗ یُبْصِرُ مِنْ یَّثْرِبَ قُصُوْرَ الْحِیْرَۃِ وَمَدَائِنَ کِسْرٰی وَاَنَّھَا تُفْتَحُ لَکُمْ وَاَنْتُمْ تَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ وَلَا تَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ تَبْرُزُوْا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَوَجْہُ الْجَمْعِ عَلَی الْقَوْلِ بِاَنَّ الْقَائِلَ وَاحِدٌ اَنَّ الْبَاقِیْنَ رَاضِیْنَ بِذٰلِکَ وَقَابَلُوْہُ مِنْہُ۔

کیا تم یہ باتیں پسند کرتے ہو جو تم سے کی جا رہی ہیں اور تمہیں وعدے دیے جا رہے ہیں اور تمہیں باطل طریقہ پر امیدوار بنایا جا رہا ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم یثرب سے قصور حیرہ اور مدائن کسریٰ دیکھ لیتے ہیں اور تمہیں بشارت دیتے ہیں کہ وہ تمہارے لیے فتح ہوں گے اور حال یہ ہے کہ تم خندق کھود کر اپنی جانیں بچا رہے ہو اور تم میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ خندقوں سے باہر بھی نکل سکو تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ میں جو جمع کے ساتھ فرمایا گیا یا آنکہ کہنے والا صرف ایک تھا جس کا نام معتب بن قشیر تھا اور یہی ایک منافق کہنے والا تھا۔

اس کی وجہ جمع کی یہ ہے کہ اگرچہ کہنے والا ایک تھا مگر تمام منافق اس کے کہنے پر خوش تھے اور اس کی بات قبول کر رہے تھے۔

اور سب منافقین استہزاء میں شریک تھے۔

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَیَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِیَ بِعَوْرَةٍ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا۔ اور وہ واقعہ یاد فرمائیے جبکہ ایک جماعت منافقین نے کہا اے اہل یثرب تمہارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں تو تمہیں چاہیئے کہ واپس جاؤ اس پر ایک جماعت نے ان میں سے اجازت طلب کی اور کہا ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں اور وہ غیر محفوظ نہ تھے اور ان کا ارادہ ہی جگہ سے بھاگنے کا تھا۔

یہ جماعت رأس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی تھی کما قال السدی۔

اور بقول مقاتل یہ قبیلہ بنو سلمہ تھا۔

ایک قول ہے اوس بن رومان تھا جو اوس بن قیظی کے قبیلہ اور بنو حارثہ سے تھے۔

آیۂ کریمہ میں منہم کی ضمیر منافقین کی طرف ہے۔

اور یا اَہْلَ یَثْرِبَ کہنے والے منافق تھے اور یہ نام حضور کی تشریف آوری سے قبل مدینہ منورہ کا تھا ابو عبیدہ یثرب مدینہ کے کنارہ ایک بقعہ تھا اسے یثرب کہا جاتا تھا۔

وَقِیْلَ اِسْمُ اَرْضِهَا وَهُوَ عَلَیْهَا مَمْنُوْعٌ وَلَا یَنْبَغِیْ تَسْمِیَةُ الْمَدِیْنَةِ بِذٰلِكَ۔ ایک قول ہے کہ مدینہ کے زمین کو یثرب کہا جاتا تھا اور اب اسے یثرب کہنا ممنوع ہے اور وہ مسلمان کو چاہیئے کبھی نہیں کہ مدینہ پاک کو یثرب کہے۔ چنانچہ

احمد اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّی الْمَدِیْنَةَ یَثْرِبَ فَلْیَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ تَعَالٰی هِیَ طَابَةٌ هِیَ طَابَةٌ هِیَ طَابَةٌ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مدینہ کا نام یثرب کہے اسے چاہیئے کہ استغفار کرے یہ مدینہ طابہ ہے یہ مدینہ طاب ہے یہ مدینہ طاب ہے۔

اور ابن مردویہ ابن عباس سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَدْعُوْهَا یَثْرِبَ فَاِنَّهَا طَیْبَةٌ یَعْنِی الْمَدِیْنَةَ وَمَنْ قَالَ یَثْرِبَ فَلْیَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ تَعَالٰی ثَلٰثَ مَرَّاتٍ هِیَ طَیْبَةٌ هِیَ

طِيْبَةٌ هِيَ طِيْبَةٌ ۔ اسے یثرب کہہ کر نہ پکارو اس لیے کہ وہ طیبہ ہے یعنی مدینہ اور جو اس مدینہ کو یثرب کہے اسے چاہیئے کہ تین بار استغفار کرے وہ طیبہ ہے وہ طیبہ ہے وہ طیبہ ہے۔

وَفِي الْحَوَاشِي الْخَفَاجِيِّ اِنَّ تَسْمِيَتَهَا بِهِ مَكْرُوْهَةٌ كَرَاهَةَ تَنْزِيْهِيَّةٌ ۔ حواشی خفاجی میں ہے کہ مدینہ پاک کو یثرب کہنا مکروہ تنزیہی ہے۔

وَذُكِرَ فِيْ وَجْهِهِ ذٰلِكَ اِنَّ هٰذَا الْاِسْمَ يُشْعِرُ بِالتَّثْرِيْبِ وَهُوَ اللَّوْمُ وَالتَّعْيِيْرُ ۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ یثرب مشعر بہ تثریب ہے اور تثریب ملامت اور شرمندہ کرنے کو کہتے ہیں۔ جیسے قرآن پاک میں ارشاد ہے لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۔ آج کے دن تمہیں ملامت نہیں۔

علامہ راغب مفردات میں کہتے ہیں اَلتَّثْرِيْبُ التَّقْرِيْعُ بِالذَّنْبِ وَالثَّرْبُ شَحْمَةٌ رَقِيْقَةٌ تثریب گناہ کے الزام پر مستعمل ہے اور ثرب پتلی جھلی کو کہتے ہیں۔

وَقِيْلَ يَثْرِبُ اِسْمُ رَجُلٍ مِنَ الْعَمَالِقَةِ وَبِهِ سُمِّيَتِ الْمَدِيْنَةُ وَكَانَ يُقَالُ لَهَا اَثْرِبُ ۔ ایک قول ہے کہ یثرب ایک شخص کا نام تھا جو قوم عمالقہ سے تھا اور اسی کے نام پر یہ نام رکھا گیا اور اسے اثرب کہتے تھے۔

اور طبرسی شریف مرتضیٰ سے ناقل ہے کہ مدینہ کے متعدد نام تھے اس میں سے یثرب۔ طیبہ۔ طابہ۔ دار سکینہ۔ جائزہ۔ مجبورہ۔ محبہ۔ محبوبہ۔ عذراء۔ مرحومہ۔ قاصمہ۔ منبہ بھی ہیں۔

تو منافقین نے ان ناموں میں سے یثرب پسند کیا مُخَالِفَةً بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا عَلِمُوْا مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِهٰذَا الْاِسْمِ ۔ حضور کی مخالفت کرنے کے لیے جبکہ وہ جانتے تھے کہ حضور اس نام سے کراہت فرماتے ہیں۔

لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۔ یعنی یہاں تمہیں ٹھہرنا مناسب نہیں یا۔ لَا يُمْكِنُ لَكُمُ الْاِقَامَةُ ۔ یا تمہارا قیام یہاں ممکن نہیں۔ لہذا۔

فَارْجِعُوْا اِلٰى مَنَازِلِكُمْ بِالْمَدِيْنَةِ لِيَكُوْنَ ذٰلِكَ اَسْلَمَ لَكُمْ مِنَ الْقَتْلِ ۔ اپنے گھروں میں جا کر محفوظ ہو جاؤ تا کہ قتل وغیرہ سے سلامت رہو۔

اس مشورہ سے ان کی مراد جنگ سے فرار ہوتا تھا۔

وَقِيْلَ الْمَعْنٰى لَا مُقَامَ لَكُمْ فِيْ دِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْجِعُوْا اِلٰى مَا كُنْتُمْ عَلَيْهِ مِنَ الشِّرْكِ اَوْ فَارْجِعُوْا عَمَّا بَايَعْتُمُوْهُ عَلَيْهِ ۔ ایک قول یہ ہے کہ لَا مُقَامَ لَكُمْ سے یہ مراد تھی کہ تمہارا دین محمدی میں رہنا مناسب نہیں لہذا اپنے شرک پر لوٹ آؤ۔ یا منحرف ہو جاؤ حضور کی بیعت سے۔

غرضکہ منافق تو تھے ہی اتنا سہارا پاکر پلٹ گئے اور

وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ تو ان میں کا ایک فریق حضور سے اجازت جانے کی مانگنے لگا۔ یہ اجازت مانگنے والا گروہ بقول ابن عباس اور جابر بن عبد اللہ بنو حارث بن حرث کے لوگ تھے۔

اور ایک قول ہے کہ اوس بن قیظی نے ایک آدمی اول بھیجا کہ اجازت لے۔

سدی کہتے ہیں اوس بن قیظی اور ابا عرابہ بن اوس نے سب سے پہلے اجازت طلب کی۔

وَقِيلَ الْمُسْتَأْذِنُ بَنُوحَارِثَةَ وَبَنُوسَلَمَةَ اِسْتَاذَنُوهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الرُّجُوعِ مُتَمَثِّلِيْنَ بِاَمْرِاُولٰئِكَ الْقَائِلِيْنَ يَا اَهْلَ يَثْرِبَ۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اجازت مانگنے والے منافقین میں سے بنو حارثہ اور بنو سلمہ تھے جو متبع بھی اپنے کو ظاہر کرتے تھے اور اجازت بھی طلب کر رہے تھے یہی وہ تھے جنہوں نے یا اہل یثرب لامقام لکم کہا تھا اور بہانہ یہ تراشا کہ

اِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ۔ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں خطرہ ہے کہ چور نہ آ جائیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ۔ اور حال یہ ہے (کہ یہ سب بہانہ تھا) ان کے گھر غیر محفوظ نہ تھے لیکن

اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا۔ وہ نہیں چاہتے تھے مگر بھاگنا۔

اَىْ هَرَبًا مِّنَ الْقِتَالِ وَنُصْرَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی وہ بھاگنا چاہتے تھے جہاد سے اور مومنین کی مدد سے چنانچہ ان کی اندرونی کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَا اِلَّا يَسِيْرًا۔

اور اگر داخل ہو جائیں فوجیں مدینہ کے اطراف سے پھر ان سے فتنہ یعنی کفر چاہیں تو ضرور آ جائیں ان کے کفر میں اور اس میں دیر نہ کریں مگر تھوڑی۔

اقطار، قطر کی جمع ہے یعنی مدینہ کے کناروں سے یا ہر جانب سے ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ۔ فتنہ کے معنی ضحاک قتال کرتے ہیں یعنی پھر وہ مقاتلہ مسلمانوں سے چاہیں تو لاٰتوہا فوراً وہ سب آمادہ ہو جائیں اور دیر نہ کریں مگر تھوڑی تاکہ اسلحہ وغیرہ سے چاق چوبند ہو جائیں تو آیت کریمہ کی عبارت یہ ہوئی۔

وَلَوْ دُخِلَتِ الْمَدِيْنَةُ مِنْ اَقْطَارِهَا وَاشْتَدَّ الْحَرْبُ الْحَقِيْقِيُّ ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ وَالْحَرْبَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَسَارَعُوْا اِلَيْهَا وَلَمْ يَلْبَثُوْا فِيْ بُيُوْتِهِمْ لِحِفْظِهَا اِلَّا يَسِيْرًا۔ قِيْلَ قَدْرَ مَا يَاْخُذُوْنَ سِلَاحَهُمْ۔

یعنی اگر وہ داخل ہو جائیں مدینہ میں چاروں طرف سے اور لڑائی زور پکڑ جائے پھر ان سے قتل و قتال کو حضور کے مقابلہ کے لیے کہا جائے تو اڑ کر اس طرف جائیں اور اپنے گھروں میں نہ ٹھہریں مگر تھوڑی دیر تاکہ

آلات حرب جمع کر لیں۔

اور حسین اور مجاہد اور قتادہ فتنہ کے معنی شرک کہتے ہیں۔

ایک قول میں فتنہ کے معنی ردۃ اور کفر کی طرف پلٹنے کے ہیں۔

یعنی وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ سُئِلُوا الشِّرْكَ لَاَشْرَكُوْا وَمَا اَخَّرُوْهُ اِلَّا يَسِيْرًا۔ اگر وہ ان پر داخل ہوں پھر ان سے وہ شرک طلب کریں تو یہ مشرک ہو جائیں اور تاخیر نہ کریں مگر تھوڑی تاکہ تیاری کر لیں۔

وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا۔ اور بے شک وہ اس سے پہلے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کا عہد پوچھا جائے گا۔

یعنی بنو حارثہ اور بنو سلمہ آج اجازت لے کر بھاگنا چاہتے ہیں یہ عہد کر چکے تھے یوم خندق سے پہلے لڑ
ابن عباس فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے لیلۃ العقبہ میں حضور سے عہد کیا تھا کہ ہم حضور کا اتباع کریں گے مگر آج یہ پھر منحرف ہو گئے۔ تو اس عہد کے متعلق ان سے سوال کیا جائے گا اور قیامت کے دن پوری باز پرس ہو گی۔ آگے ارشاد ہے۔

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ اے محبوب آپ فرما دیں کہ ہرگز تمہیں نفع نہ دے گا بھاگنا اگر تم بھاگے موت سے یا قتل سے تو ایسی صورت میں تم متمتع نہ ہو گے مگر تھوڑے۔

یعنی یہ جنگ و قتل سے بھاگنا نفع نہیں دے سکتا اور قضاء و قدر الٰہی پر غالب نہیں آ سکتا جسے جس حال میں مرنا ہے وہ اسی حال میں مرے گا اگر قتل ہونا مقدر ہے تو بہر حال قتل ہو گا اور اگر کسی اور صورت میں مرنا ہے بہر حال مرے گا حیلہ جوئی اور موت سے بچنے کے پہلو نکالنا اس کے لیے فائدہ مند نہیں ہو سکتے چنانچہ ارشاد ہے۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا۔ فرما دیجئے کون ہے جو تمہیں بچا لے اگر اللہ چاہے تمہارے ساتھ برائی اور کون ہے جو تکلیف دے اگر اللہ چاہے تم پر رحم فرمانا۔ نہیں پائیں گے وہ اپنے لیے اللہ کے سوا اپنا حمایتی نہ مددگار۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ استفہام انکاری ہے یعنی کوئی نہیں اللہ کے سوا تمہارا برا بھلا کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ ہی تم پر سے بلا ٹال سکتا ہے اور وہی تم پر رحم فرما سکتا ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہاری تکلیف دفع کر سکے یا تمہیں بلا سے بچا سکے۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِيْنَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا۔ اللہ خوب جانتا ہے نافرمانی کرنے والوں کو تم میں سے اور کہنے والوں کو اپنے بھائیوں سے آجاؤ ہماری طرف۔

معوقین کے معنی اَلْمُتَثَبِّطِيْنَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمانوں منافقین کو اللہ خوب جانتا ہے۔ اور

قَائِلِيْنَ لِإِخْوَانِهِمْ۔ اپنے بھائیوں سے کہنے والوں کو جانتا ہے۔ یَعْنِیْ اَقْبِلُوْا اِلَيْنَا وَقَرِّبُوْا اَنْفُسَكُمْ اِلَيْنَا۔

شان نزول:۔ آیت کریمہ

ابن سائب فرماتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی اور معتب بن قشیر اور ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو منافقین میں سے خندقوں سے نکل کر مدینہ چلے گئے تھے۔

انہیں منافقوں نے کہا تھا وَيْحَكَ اِجْلِسْ وَلَا تَخْرُجْ وَيَكْتُبُوْنَ اِلٰى اِخْوَانِهِمْ فِي الْعَسْكَرِ اَنِ ائْتُوْنَا فَاِنَّا نَنْتَظِرُكُمْ۔ جو ان کے پاس آیا اس سے کہا تجھ پر افسوس ہے تو کہاں جا پھنسا بیٹھ جا اور گھر سے باہر نہ نکل۔

اور انہوں نے اپنی برادری کے لوگوں کو لکھ کر بھیجا جو لشکر میں تھے کہ آجاؤ ہمارے پاس ہم تمہارے منتظر ہیں۔ ایک قول ہے کہ

هٰؤُلَاءِ الْيَهُوْدُ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ تَعَالَوْا اِلَيْنَا وَكُوْنُوْا مَعَنَا۔ یہ لوگ یہودی تھے جو اہل مدینہ میں سے انہیں کہتے تھے کہ ہماری طرف آجاؤ اور ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ اس لیے کہ وہ انکے نفاق کو جانتے تھے۔

اور معوقین سے مراد وہی ہیں جو صفت نفاق میں مشترک تھے اور حضور کے ساتھ کفر کرنا پسند کرتے تھے۔ اور ہَلُمَّ کا معنی اَقْبِلُوْا اِلَيْنَا ہے۔

وَلَا يَأْتُوْنَ الْبَأْسَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ اور نہیں آئیں گے وہ حرب و قتال میں مگر تھوڑے۔

یعنی اس جماعت کے لوگ نہیں آئیں گے مگر دکھاوے کے لیے تھوڑے آجائیں گے تاکہ لوگ انہیں دیکھیں اور سمجھیں کہ یہ بھی آئے ہوئے ہیں۔

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ۔ بخل کرنے والا تمہارے اوپر۔

اشحۃ جمع ہے شحیح کی یہ خلاف قیاس بروزن فعیل ہے۔ تنگ نظر کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے ضنین واضنّا اور خلیل واخلّاء۔

فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ تَدُوْرُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ تو جب دشمن کا خوف آتا ہے اور توقع ہوتی ہے کہ اہل مدینہ کا استیصال ہو جائے گا تو دیکھو گے انہیں کہ آنکھیں پھر رہی ہیں شدت خوف سے گویا کہ ان پر موت چھائی ہوئی ہے۔

اس کی عبارت یہ ہے اَیْ یَنْظُرُوْنَ نَظَرًا کَائِنًا کَنَظَرِ الْمَغْشِیِّ عَلَیْہِ مِنْ مُعَالَجَۃِ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ حَذَرًا وَّخَوْفًا۔ یعنی وہ دیکھنے لگتے ہیں نشہ والی آنکھ سے جبکہ نشہ میں مخمور ہو سکرات موت میں ڈرتے ہوئے اور خوفزدہ حالت میں۔

وَقِیْلَ مَعْنَی الْاٰیَۃِ اِذَا جَاءَ الْخَوْفُ مِنَ الْقِتَالِ وَظَهَرَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَعْدَائِهِمْ رَأَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ فِیْ رُؤُسِهِمْ وَتَجُوْلُ وَتَضْطَرِبُ رَجَاءَ اَنْ یَّلُوْحَ مِنْهُمْ مَفَرٌّ لِاَنَّهُمْ یَحْضُرُوْنَ عَلٰی نِیَّۃِ شَرٍّ لَا عَلٰی نِیَّۃِ خَیْرٍ۔

مگر پہلا قول ظاہر آیت سے منطبق ہے۔

فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَۃٍ حِدَادٍ اَشِحَّۃً عَلَی الْخَیْرِ اُولٰٓئِكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا۔ تو جب وہ خوف جاتا رہے تو طعنہ زنی کرتے ہوئے زبان درازی کرتے ہیں اور بخل کے ساتھ مال غنیمت کے حریص بنتے ہیں یہ لوگ وہ ہیں جو ہرگز ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالےٰ نے ان کا کفر ظاہر فرما کر ان کے سب عمل ضائع کر دیے اور احباط عمل اس کے لیے آسان ہے۔ کہ وہ بے نیاز ہے۔

سَلَقُوْكُمْ کے معنی اٰذَوْكُمْ بِالْكَلَامِ وَخَاصَمُوْكُمْ تمہیں گفتگو سے اذیت دیتے اور جھگڑتے ہیں فراء اور قتادہ کہتے ہیں بَسَطُوْا اَلْسِنَتَهُمْ فِیْكُمْ وَقْتَ قِسْمَۃِ الْغَنِیْمَۃِ یَقُوْلُوْنَ اَعْطُوْنَا اَعْطُوْنَا فَلَسْتُمْ اَحَقَّ بِهَا مِنَّا۔ زبان پھیلا کر مال غنیمت تقسیم ہوتے وقت بولتے ہیں ہمیں دو ہمیں دو اس لیے کہ تم ہم سے زیادہ حقدار نہیں۔

وَقَالَ یَزِیْدُ بْنُ رُوْمَانَ بَسَطُوْا اَلْسِنَتَهُمْ فِیْ اَذَاكُمْ وَسَبِّكُمْ وَتَنْقِیْصِ مَا اَنْتُمْ عَلَیْهِ مِنَ الدِّیْنِ۔ یزید بن رومان کہتے ہیں مسلمانوں کی اذیت کے لیے زبان کھولتے اور برا کہتے ہیں اور انکے دین کی تنقیص کرتے ہیں۔

وَقَالَ بَعْضُ الْاَجِلَّۃِ اَصْلُ السَّلْقِ بَسْطُ الْعُضْوِ سَوَاءٌ كَانَ یَدًا اَوْ لِسَانًا فَسَلْقُ اللِّسَانِ بِاِعْلَانِ الطَّعْنِ وَالذَّمِّ۔ بعض اجلہ نے کہا اصل میں سلق عضو کھولنا ہے عام اس سے کہ وہ ہاتھ ہو یا لسان تو سلق اللسان طعن اور برائی کرنا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی یہی معنے کہتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اَلسَّلْقُ فِی الْاٰیَۃِ الطَّعْنُ بِاللِّسَانِ سلق جو آیت میں ہے وہ زبان سے طعن کرنا ہے۔

اور اشحۃ کے معنی اَیْ بُخَلَاءَ حَرِیْصِیْنَ عَلٰی مَالِ الْغَنَائِمِ۔

چنانچہ ان کی بدخصلت ظاہر فرما کر فیصلہ فرما دیا

اُولٰٓئِکَ لَمْ یُؤْمِنُوْا۔ یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائے اس لیے کہ فَاِنَّھُمْ مُّنَافِقُوْنَ وہ منافق ہیں ظاہری ایماندار بنتے ہیں اور دل میں کفر دبائے ہوئے ہیں۔

فَاَحْبَطَ اللّٰہُ اَعْمَالَھُمْ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی باطل پرستی ظاہر فرما کر ان کے سب عمل حبط کر دیے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے اس لیے کہ وہ بے نیاز ہے۔

یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْھَبُوْا وَاِنْ یَّاْتِ الْاَحْزَابُ یَوَدُّوْا لَوْ اَنَّھُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ یَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْبَآئِکُمْ وَلَوْ کَانُوْا فِیْکُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِیْلًا۔ گمان کرتے ہیں کہ دشمن کے لشکر نہیں گئے حالانکہ وہ چلے بھی گئے اور اگر دشمن کے لشکر پھر آ موجود ہوں تو یہ لوگ اسی کو پسند کریں گے کہ کاش کسی طرف کو جنگل میں نکل جائیں اور بستیوں میں رہیں اور وہاں سے ان جانبازوں کی خبر معلوم کریں اور اگر کسی مجبوری سے انہیں تم میں رہنا بھی پڑے تو دشمن سے نہ لڑیں مگر تھوڑی جھڈا آتارنے کو تھوڑی دیر۔

اس آیت کریمہ میں ان کی بزدلی ظاہر کی گئی ہے کہ جب تک لڑائی رہی اپنے نفاق اور بزدلی کے سبب بھاگوں بھاگ کرتے رہے اور جب دیکھا کہ مسلمان فتحیاب ہو گئے تو مال غنیمت میں اپنا حق جتلانے کے لیے چلی کٹی باتیں بنانے لگے کہ تم نے ایسا کونسا کارنمایاں کیا ہے جو ہم نے نہیں کیا ہم نہ ہوتے تو تم فتحیاب ہی نہ ہو سکتے تھے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ احزاب پ ۲۱

وَلَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُو اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ۝

اور بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے اس آدمی کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کی ملاقات کا یقین رکھتا ہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرے۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا

اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا تو پکار اٹھے

هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝

یہ وہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے اور ان کا ایمان اور فرمانبرداری اور زیادہ بڑھ گئی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝

مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں کہ انہوں نے سچ کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا تو بعض ان میں سے وہ ہیں جو اپنا کام پورا کر چکے اور بعض ان میں سے انتظار میں ہیں اور انہوں نے اپنے ارادہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

تاکہ اللہ سچے لوگوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے اور سزا دے منافقوں کو اگر چاہے یا ان کی توبہ قبول فرمائے بے شک اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝

اور اللہ نے کافروں کو واپس کر دیا کہ وہ اپنا غصہ نہ نکال سکے اور نہ انہیں کوئی بھلائی ملی اور اللہ نے مومنوں کو لڑائی سے بچا لیا اور ہے اللہ طاقتور غالب۔

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝

اور اہل کتاب کے ان آدمیوں کو انکے قلعوں سے اتار لایا جنہوں نے کافروں کی مدد کی تھی اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تم کچھ لوگوں کو قتل کرتے تھے اور کچھ لوگوں کو قید کرتے تھے۔

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝

اور تمہیں ان کی زمینوں اور گھروں اور مالوں کا وارث بنا دیا اور ان زمینوں کا بھی جن پر تمہارے قدم نہ لگے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ ۔ اور　　لَقَدْ ۔ بیشک　　كَانَ ۔ ہے　　لَكُمْ ۔ تمہارے لیے

فِیْ ۔ بیچ	رَسُوْلِ ۔ رسول	اللّٰہِ ۔ اللہ کے	اُسْوَۃٌ ۔ نمونہ
حَسَنَۃٌ ۔ اچھا	لِمَنْ ۔ اسکے لیے جو	کَانَ ۔ ہے	یَرْجُوا ۔ امید رکھتا
اللّٰہَ ۔ اللہ کی	وَ ۔ اور	الْیَوْمَ ۔ دن	الْاٰخِرَ ۔ آخرت کی
وَ ۔ اور	ذَکَرَ ۔ یاد کرے	اللّٰہَ ۔ اللہ کو	کَثِیْرًا ۔ بہت
وَ ۔ اور	لَمَّا ۔ جب	رَاٰ ۔ دیکھا	الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ مومنوں نے
الْاَحْزَابَ ۔ لشکروں کو	قَالُوْا ۔ بول اٹھے	ھٰذَا ۔ یہ	مَا ۔ وہ ہے جو
وَعَدَ ۔ وعدہ دیا	نَا ۔ ہم کو	اللّٰہُ ۔ اللہ نے	وَ ۔ اور
رَسُوْلُہٗ ۔ اسکے رسول نے	وَ ۔ اور	صَدَقَ ۔ سچ کہا	اللّٰہُ ۔ اللہ نے
وَ ۔ اور	رَسُوْلُہٗ ۔ اسکے رسول نے	وَ ۔ اور	مَا ۔ نہ
زَادَ ۔ زیادہ ہوا	ھُمْ ۔ ان کو	اِلَّا ۔ مگر	اِیْمَانًا ۔ ایمان
وَّ ۔ اور	تَسْلِیْمًا ۔ فرمانبرداری	مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ مومنوں میں سے کچھ	
رِجَالٌ ۔ مرد ہیں جنہوں نے	صَدَقُوْا ۔ سچ کر دکھایا	مَا ۔ جو	عَاھَدُوا ۔ عہد کیا تھا انہوں نے
اللّٰہَ ۔ اللہ سے	عَلَیْہِ ۔ اس کا	فَمِنْھُمْ ۔ تو بعض ان سے	مَّنْ ۔ وہ ہیں جو
قَضٰی ۔ پورا کر چکے	نَحْبَہٗ ۔ اپنا کام	وَ ۔ اور	مِنْھُمْ ۔ بعض ان سے
مَّنْ ۔ وہ ہیں جو	یَّنْتَظِرُ ۔ منتظر ہیں	وَ ۔ اور	مَا ۔ نہ
بَدَّلُوْا ۔ تبدیل کیا انہوں نے	تَبْدِیْلًا ۔ کوئی تبدیلی	لِیَجْزِیَ ۔ تاکہ بدلہ دے	اللّٰہُ ۔ اللہ
الصّٰدِقِیْنَ ۔ سچوں کو	بِصِدْقِھِمْ ۔ انکے سچ کا	وَ ۔ اور	یُعَذِّبَ ۔ سزا دے
الْمُنٰفِقِیْنَ ۔ منافقوں کو	اِنْ ۔ اگر	شَآءَ ۔ چاہے	اَوْ ۔ اور
یَتُوْبَ ۔ توبہ قبول کرے	عَلَیْھِمْ ۔ ان کی	اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰہَ ۔ اللہ
کَانَ ۔ ہے	غَفُوْرًا ۔ بخشنے والا	رَّحِیْمًا ۔ مہربان	وَ ۔ اور
رَدَّ ۔ لوٹا دیا	اللّٰہُ ۔ اللہ نے	الَّذِیْنَ ۔ ان کو	کَفَرُوْا ۔ جو کافر ہیں
بِغَیْظِھِمْ ۔ انکے غصے کے ساتھ لَمْ ۔ نہ		یَنَالُوْا ۔ پائی انہوں نے	خَیْرًا ۔ کوئی بھلائی
وَ ۔ اور	کَفَی ۔ کفایت کی	اللّٰہُ ۔ اللہ نے	الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ مومنوں سے
الْقِتَالَ ۔ لڑائی کی	وَ ۔ اور	کَانَ ۔ ہے	اللّٰہُ ۔ اللہ
قَوِیًّا ۔ طاقتور	عَزِیْزًا ۔ غالب	وَ ۔ اور	اَنْزَلَ ۔ اتارا

اَلَّذِیْنَ۔ ان کو جنہوں نے	ظَاھَرُوْ۔ مدد کی	ھُمْ۔ ان کی	مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ۔ اہل
کتاب ہیں سے	مِنْ صَیَاصِیْھِمْ۔ ان کے قلعوں سے		وَ۔ اور
قَذَفَ۔ ڈالا	فِیْ۔ بیچ	قُلُوْبِھِمُ۔ انکے دلوں کے	الرُّعْبَ۔ رعب
فَرِیْقًا۔ ایک گروہ کو	تَقْتُلُوْنَ۔ تم قتل کرتے تھے	وَ۔ اور	تَاْسِرُوْنَ۔ قید کرتے تھے
فَرِیْقًا۔ ایک گروہ کو	وَ۔ اور	اَوْرَثَکُمْ۔ وارث بنایا تم کو	اَرْضَھُمْ۔ ان کی زمین کا
وَ۔ اور	دِیَارَ۔ گھروں	ھُمْ۔ ان کے کا	وَ۔ اور
اَمْوَالَھُمْ۔ انکے مالوں کا	وَ۔ اور	اَرْضًا۔ اس زمین کا کہ	لَمْ۔ نہ
تَطَئُوْھَا۔ روندا تم نے	ھَا۔ اس کو	وَ۔ اور	کَانَ۔ ہے
اللّٰہُ۔ اللہ	عَلٰی۔ اوپر	کُلِّ۔ ہر	شَیْءٍ۔ چیز کے
قَدِیْرًا۔ قادر			

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع سورۃ احزاب پ۲۱

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ۔ بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول میں تمام اچھے خصائل ہیں اس کیلئے جو اللہ کے حضور حاضری کا امیدوار ہو اور قیامت کے دن کا یقین رکھے اور اللہ کی یاد کثرت سے کرے۔

آیۂ کریمہ میں اتباع مصطفےٰ کی تعلیم ہے چنانچہ فرمایا کہ دین حقہ کی اعانت اسی میں ہے کہ ہمارے رسول کی اداؤں پر مٹ جاؤ اوران کی تعلیم پر پوری طرح کاربند رہو اوران کی اتباع میں کوتاہی نہ کرو ان کا ساتھ نہ چھوڑو مصائب پر صبر کرو ہمارے حبیب کے طریقوں پر چلو اور ہر موقع پر اللہ کا ذکر کرو خوشی کا موقعہ ہو یا غمی کا۔ تنگی میں ہو یا فراخی میں اس کی یاد سے غافل نہ ہو۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَمَا زَادَھُمْ اِلَّآ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا ۔ اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے تو بولے یہ ہے وہ جو ہمیں وعدہ دیا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے ان کا اس سے ایمان بھی بڑھا اور تسلیم و رضا پر قائم رہے۔

یعنی جب صحابہ کرام پر مشرکین و منافقین کے لشکر چڑھے تو صحیح الایمان لوگوں کے ایمان اور بھی زیادہ

مضبوط ہو گئے اور کہنے لگے یہ اللہ اور اس کے رسول کے وعدہ کے مطابق سختی آئی جیسا کہ فرمایا تھا کہ کچھ بلا آئے تو صبر کرنا دشمن کے لشکر تم پر ٹوٹ پڑیں تو اللہ کا ذکر کرنا انجام کار تم ہی فتحیاب ہو گئے۔

تو اللہ کا وعدہ سچا ہوا اب فتحیابی ہماری ہوتی ہے کیونکہ اس کے بعد وعدہ ہے کہ تمہاری مدد کی جائے گی جیسا کہ ارشاد ہے اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا یَاۡتِکُمۡ مَّثَلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ۔

یہ وہ پیشگوئی تھی جو حضور نے دس یوم پہلے کی تھی چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا تھا کہ نو یا دس راتوں میں تم پر دشمن لشکر لے کر آئے گا اس وقت تمہیں ثابت قدم رہنا ہوگا تو صحابہ نے دیکھا کہ اس مدت میں دشمن کا لشکر آ چڑھا تو سب بولے کہ

هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ۔ یہ وہ ہے جس کا ہمیں وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے دیا وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ۔ اور بے شک اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا۔ یعنی جو اس کے وعدے ہیں سب سچے ہیں اور سب یقینا پورے ہوں گے۔ اب دشمن تو آ گیا اب ہماری مدد بھی ہوگی اور ہم ضرور دشمن پر فتحیاب ہوں گے۔

مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیۡهِ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِیۡلًا۔ مومنین میں سے کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں سے کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی منتظر ہے اور وہ ذرہ نہیں بدلے۔

جو لوگ اپنا وعدہ پورا کر چکے یہ حضرت عثمان غنی اور حضرت طلحہ حضرت سعید بن زید حضرت حمزہ سید الشہداء حضرت مصعب وغیرہ ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

انہوں نے نذر مانی تھی کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کا موقعہ ملے گا تو ثابت قدم رہینگے حتیٰ کہ شہید ہو جائیں گے اور پیچھے نہ پلیٹیں گے۔ ان کی شان میں ارشاد ہے فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ نحب۔ عربی میں نذر و منت کو کہتے ہیں۔ یعنی انسان کا اپنے اوپر کسی عمل کو واجب کر لینا۔

تو یہ لوگ جہاد پر ثابت قدم رہے حتیٰ کہ بعض ان میں سے شہید بھی ہو گئے جیسے حمزہ اور مصعب رضی اللہ عنہما اور مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ سے مراد وہ ہیں جو ابھی منتظر شہادت ہیں جیسے حضرت عثمان حضرت علی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم۔

اور یہ ذرہ بھر نہ بدلے بلکہ اپنے عہد پر ویسے ہی ثابت قدم رہے گویا شہید ہو جانے والے اور شہادت کا انتظار کرنے والے دونوں محبوبان خدا سے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں منافقین پر اور جو مریض القلب لوگ تھے ان پر تعریض بھی ہے کہ تم اپنے عہد پر

قائم نہ رہے اور اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ کا بہانہ بنا کر جنگ سے فرار ہوئے۔

لِیَجْزِیَ اللّٰہُ الصّٰدِقِیْنَ بِصِدْقِہِمْ وَیُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْہِمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِہِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا۔ تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو عذاب کرے اگر چاہے یا انہیں توبہ کی توفیق بخشے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اللہ نے کافروں کو ان کے دلی غیظ و غضب کے ساتھ رد فرمایا حتی کہ کچھ بھلائی نہ پائی اور اللہ مسلمانوں کے لیے لڑائی میں کفایت فرماتا ہے اور اللہ زبردست عزت والا ہے۔

آیۂ کریمہ وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا میں قبیلہ غطفان اور قریش کی طرف اشارہ ہے جن کا اول ذکر ہو چکا اور لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا میں ان کا ناکام بے نیل مرام واپس ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

اور وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ میں اللہ تعالےٰ کی غیبی حمایت کی طرف اشارہ ہے جو ملائکہ کی تکبیروں سے دشمن کے پاؤں اکھڑے اور وہ بھاگ پڑے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاہَرُوْہُمْ مِّنْ اَہْلِ الْکِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْہِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا وَاَوْرَثَکُمْ اَرْضَہُمْ وَدِیَارَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْہَا وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا۔

اور جو ان مشرکین کی مدد کے لیے اہل کتاب سے آئے تھے انہیں ان کے صیصہ سے یعنی قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالا ان میں کا ایک گروہ تم نے قتل کیا اور ایک گروہ قیدی بنایا اور ہم نے تمہیں وارث بنایا ان کی زمینوں کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا اور وہ زمین بھی تمہیں ملے گی جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاہَرُوْہُمْ سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو بنی قریظہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کفار کی اعانت کو آئے اور غطفان وغیرہ انہوں نے بھی کفار کی مدد کی تھی۔

صَیَاصِیْ۔ صیصۃ کی جمع ہے لسے استعارۃً قلعے کے معنی میں استعمال کرتے ہیں دراصل صَیصَہ کہتے ہیں اس چیز کو جس کی وجہ سے حفاظت ہو سکے۔

جیسے بیل کے سینگ اور مرغ کے پنجہ کے اوپر کے کانٹے کو صیصہ کہتے ہیں کہ ان چیزوں کے ذریعے وہ اپنی حفاظت کرتے ہیں۔

یہاں مِنْ صَیَاصِیْہِمْ فرما کر غزوہ بنی قریظہ کی طرف اشارہ فرمایا گیا یہ غزوہ آخر ذیقعدہ سنہ ۴ھ یا ۵ھ میں

ہوا جب غزوہ خندق میں راتوں رات دشمنوں کے لشکر بھاگ گئے تھے جن کا ذکر اس سے پہلے رکوع میں ہو چکا ہے۔ اسی شب کی صبح کو

حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب معہ صحابہ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور ہتھیار کھول دیئے اسی روز ظہر کے وقت حضور سر اقدس دھو رہے تھے کہ جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور نے ہتھیار کھول دیئے مگر فرشتوں نے تو چالیس روز سے ہتھیار نہیں رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف جانے کا حکم فرماتا ہے۔

یہ سن کر حضور نے حکم دیا کہ فوراً اعلان کر دو جو ہمارا فرمانبردار ہے وہ نماز عصر بنی قریظہ میں پہنچ کر پڑھے۔

حضور یہ اعلان کرا کر بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اور مسلمان اعلان سنتے ہی بنی قریظہ کی طرف روانہ ہونے لگے حتیٰ کہ بعض نماز عشا کے بعد پہنچے لیکن انہوں نے بہ تعمیل حکم نبوی نماز عصر ادا نہ کی تھی اس لیے کہ حضور کا حکم تھا کہ نماز عصر بنی قریظہ میں جا کر ادا کی جائے۔

چنانچہ اس روز صحابہ میں سے اکثر نے عشا پڑھ کر عصر ادا کی اور اس پر اللہ تعالیٰ نے انکی گرفت نہ کی اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باز پرس فرمائی۔

غرضکہ لشکر اسلام نے پچیس روز تک بنی قریظہ کا محاصرہ رکھا اور آخر وہ تنگ آ گئے اور اللہ تعالےٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم میرے حکم پر قلعہ سے اترنے کے لیے آمادہ ہو یا نہیں؟ تو یہود نے انکار کیا۔

تو حضور نے فرمایا کیا قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ کے حکم پر اترو گے یا نہیں؟ تو انہوں نے اقرار کیا چنانچہ حضور نے سعد بن معاذ کو ان کے بارے میں حکم دینے پر مامور فرمایا۔

حضرت سعد نے حکم دیا کہ ان کے مرد قتل کر دیئے جائیں اور عورتیں بچے قید کیے جائیں۔

مختصر یہ کہ بازار مدینہ میں خندق کھودی گئی اور ان سب کو وہاں لا کر قتل کیا گیا۔

ان لوگوں میں بنی نضیر کا سردار حیی بن اخطب اور بنی قریظہ کا سردار کعب بن اسد بھی تھا۔ ان کی کل تعداد چھ سو یا سات سو تھی (مدارک۔ جمل)

فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا۔ میں مقاتلین اور عورتیں اور بچے مراد ہیں جو قید کیے گئے۔

وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ۔ میں نقد اور سامان اور مویشی مراد ہیں جو بطور غنیمت

مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔

اور وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا سے مراد خیبر ہے جو فتح قریظہ کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔

یا قیامت تک جو فتوحات ہوں وہ سب مراد ہیں۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۃ احزاب پ۲۱

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا - بیشک تمہارے لیے اللہ کے رسول میں خصلت حسنہ ہے جو خوف رکھتا ہے اللہ کے حضور حاضری کا اور قیامت کے دن کا اور یاد کرتا ہو اللہ کی بہت۔

ظاہر عبارت میں مومنین مخلصین سے خطاب ہے گویا ارشاد ہے وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ خَصْلَةٌ حَسَنَةٌ مِنْ حَقِّهَا اَنْ يُّؤْتَسٰى وَيُقْتَدٰى بِهَا كَالثَّبَاتِ فِى الْحَرْبِ وَمُقَاسَاةِ الشَّدَائِدِ یعنی بے شک تمہارے لیے اس اللہ کے رسول میں خصلت حسنہ ہیں اور وہ مستحق ہیں اس کے کہ ان سے موانست کرو اور ان کی ہی اقتداء کرو جیسے میدان جنگ میں ثابت قدمی اور ہر قسم کی شدید تکالیف کی برداشت اور یہ اتباع عام ہے تمام افعال میں جب تک اس امر کا علم نہ ہو جائے کہ یہ حضور کے خصائص سے ہے جیسے چار سے اوپر نکاح وغیرہ۔

چنانچہ حضور کے اسوۂ حسنہ کا اتباع صحابہ کرام اس حد تک کرتے تھے کہ عبادات نافلہ میں بھی حضور کی پیروی مقدم رکھتے تھے۔

ابن ماجہ، ابن ابی حاتم حفص بن عاصم سے راوی ہیں قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا رَاَيْتُكَ فِى السَّفَرِ لَا تُصَلِّىْ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَلَا بَعْدَهَا فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِىْ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ اَرَاهُ يُصَلِّىْ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَلَا بَعْدَهَا وَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

حفص بن عاصم فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا حضرت میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ نے سفر میں فرض نماز سے اول اور آخر نفلیں نہیں پڑھیں۔

تو آپ نے فرمایا اے بھتیجے میں حضور کی معیت میں کہاں کہاں رہا تو میں نے حضور کو سفر میں فرض سے اول اور آخر نفلیں پڑھتے نہیں دیکھا اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

اور عبد الرزاق اپنی مصنف میں قتادہ سے راوی ہیں قَالَ هَمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يَنْهَى عَنِ الْحِبَرَةِ فَقَالَ رَجُلٌ أَلَيْسَ قَدْ رَأَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا قَالَ عُمَرُ بَلَى قَالَ الرَّجُلُ أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ تَعَالٰى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَتَرَكَ ذٰلِكَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حبرہ لباس کی مما نعت فرمانے کا ارادہ کیا تو ایک شخص بولے کیا آپ نے حضور کو حبرہ پہنتے نہیں دیکھا حضرت عمر نے فرمایا ہاں بے شک حضور نے پہنا ہے تو وہ آدمی کہنے لگا کیا اللہ تعالے نے نہیں فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منع کا ارادہ ترک فرما دیا۔

لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ۔ یہ اس کے لیے ہے جو اپنے دل میں اللہ تعالے سے امید ثواب رکھتا ہے اور قیامت کو حق جانتا ہے۔

صاحب فرائد فرماتے ہیں يُمْكِنُ أَنْ يَكُوْنَ التَّقْدِيْرُ يَرْجُوْا رَحْمَةَ اللّٰهِ أَوْ رِضَا اللّٰهِ وَثَوَابَ الْيَوْمِ الْآخِرِ۔ اس کے معنی ممکن ہیں یہ ہوں جو امیدوار رحمت الٰہی اور رضا کا ہو اور ثواب یوم آخرت کا امیدوار ہو۔

وَالظَّاهِرُ أَنَّ الرَّجَاءَ عَلٰى هٰذَا بِمَعْنَى الْخَوْفِ۔ اور ظاہر معنی یہ ہیں کہ رجا بمعنی خوف ہو۔

وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ اور اللہ کی یاد کثرت سے کرے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں۔ إِنَّ ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى الْمُعْتَبَرَ شَرْعًا مَا يَكُوْنُ فِيْ ضِمْنِ جُمْلَةٍ مُّفِيْدَةٍ۔ كَسُبْحَانَ اللّٰهِ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ۔ اللہ تعالے کا ذکر اس حال میں معتبر ہے جبکہ مفید جملوں میں کیا جائے جیسے سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ أَكْبَرُ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ یا مثل اس کے۔

وَإِنَّهُمْ قَدْ أَجْمَعُوْا عَلٰى أَنَّ الذِّكْرَ الْمُتَعَبَّدَ بِمَعْنَاهُ لَا يُثَابُ صَاحِبُهٗ مَا لَمْ يَسْتَحْضِرْ مَعْنَاهُ فَالْمُتَلَفِّظُ بِنَحْوِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا كَانَ غَافِلًا عَنِ الْمَعْنٰى غَيْرَ مُلَاحِظٍ لَهٗ وَمُسْتَحْضِرًا إِيَّاهُ لَا يُثَابُ إِجْمَاعًا۔ وَالنَّاسُ عَنْ هٰذَا غَافِلُوْنَ۔

اور اس پر اجماع ہے کہ ذکر جب تک اس کے معنی نہ سمجھے ذاکر کو اس کا ثواب نہیں ملتا مثلاً سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ کہنے والا اگر معنی سے غافل ہے تو اسے اجماعاً ثواب نہیں ملتا۔

اور عوام اس سے غافل ہیں۔

وَلَمَّا رَأَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْأَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا۔ اور جب دیکھا ایمان والوں نے لشکروں کو یہ ہے وہ جس کا وعدہ ہم سے اللہ نے فرمایا تھا اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے اور نہ بڑھا انہیں مگر ایمان و تسلیم

یہ ایمان والوں کی شان رضا و تسلیم تھی جو قرآن پاک میں سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوئی۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ۔ یہ پیشگوئی اس واقعہ سے قبل فرمائی گئی۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کافر تمہارا نرغہ کریں گے اور تمہیں ان سے مقابلہ کرنا پڑے گا اور جنگ کی تکالیف برداشت کرنی ہوں گی اس سے گھبرانا نہیں اس لیے کہ انجام کار خدا تمہیں فتح دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سچے مسلمان اس پر مطمئن تھے۔

اور بحر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَحْزَابَ سَائِرُوْنَ اِلَيْكُمْ تِسْعًا اَوْ عَشْرًا اَيْ فِيْ اٰخِرِ تِسْعِ لَيَالٍ اَوْ عَشْرٍ اَيْ مِنْ وَقْتِ الْاِخْبَارِ اَوْ مِنْ غُرَّةِ الشَّهْرِ فَلَمَّا رَاَوْهُمْ قَدْ اَقْبَلُوا الْمِيْعَادَ قَالُوْا ذٰلِكَ فَمُرَادُهُمْ بِذٰلِكَ مَا وَعَدَ بِهٰذَا الْخَبَرِ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو مطلع فرما دیا تھا کہ لشکر دشمن کے تمہیں گھیر لیں گے نو یا دس تک یعنی یہ خبر حضور نے مہینہ کی پہلی تاریخ دی اور فی الواقع دشمن نو دس تاریخ میں مدینہ پر آ گیا تو صحابہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ بموجب حضور کی پیشگوئی کے ظہور ہوا اس سے ثابت ہو گیا کہ اللہ اور اس کا رسول صادق الوعد ہے تو اس اطلاع کو دیکھ کر صحابہ کا ایمان صبر و رضا بڑھ گیا۔

اس سے بعض نے استدلال کیا کہ ایمان کم زیادہ ہوتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں اور ایمان گھٹنے بڑھنے کے جو منکر ہیں وہ کہتے ہیں۔

اِنَّ الزِّيَادَةَ فِيْ مَا يُؤْمَنُ بِهٖ لَا فِيْ نَفْسِ الْاِيْمَانِ وَالْبَحْثُ فِيْ ذٰلِكَ مَشْهُوْرٌ وَفِيْ كُتُبِ عِلْمِ الْكَلَامِ عَلٰى وَجْهِ الْبَسْطِ مَسْطُوْرٌ۔

زیادتی اس میں ہوتی ہے جس پر ایمان لایا جائے نہ کہ نفس ایمان میں اور اس مبحث پر کتب علم الکلام میں بسیط بحث مسطور ہے۔

اور اہلسنت و جماعت ارباب احناف کا یہی عقیدہ ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ ایمان والوں میں سے بعض آدمی وہ ہیں کہ انہوں نے جو اللہ تعالےٰ سے وعدہ کیا تھا اس میں سچے نکلے۔

یعنی عہد کے مطابق پورے اترے اور شہید ہو گئے جس کا تذکرہ آگے ہے۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ اور ان میں سے بعض وہ تھے کہ جنہوں نے اپنی منت پوری کر دی۔ اور شہید ہو گئے اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو شہادت کے منتظر ہیں اور وہ اپنے عہد میں ذرہ بھر نہیں بدلے۔

آگے اس جنگ کی وجہ بیان فرمائی گئی۔

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (یہ لڑائی اس لیے پیش آئی) کہ خدا سچے مسلمانوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے اور منافقوں کو چاہے سزا دے یا چاہے ان کو توبہ کی توفیق دے اور وہ توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرلے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آگے انجام جنگ کا بیان ہے۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا۔ اور اللہ نے کافروں کو مدینہ سے رد کر دیا اور وہ اپنے غصے میں جلتے ہوئے نہٹ گئے اور وہ اس مہم سے کچھ بھلائی حاصل نہ کر سکے اور اللہ تعالےٰ نے اپنی مدد سے مسلمانوں کو لڑنے کی نوبت نہ آنے دی اور اللہ زبردست اور غالب ہے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا۔ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۔

اور اہل کتاب سے جو لوگ (یعنی یہودی) مشرکین کے مددگار ہوئے تھے خدا نے انہیں ان کی گڑھیوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب اور دھاک بٹھا دی کہ تم بے دھڑک ان کے بعض کو قتل کرو اور بعض کو قیدی بناؤ اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا اور نیز اس سر زمین کا جس میں تم نے ابھی قدم تک نہ رکھے (یعنی خیبر) تمہیں مالک کر دیا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نحبہ اور نحب بقول امام راغب اَلنَّذْرُ الْمَحْكُوْمُ بِوُجُوْبِهٖ ہے یعنی ایسی نذر جو اپنے ذمہ واجب کر لی جائے۔ محاورہ میں بولتے ہیں فُلَانٌ نَحْبَهٗ اَيْ وَفٰى بِنَذْرِهٖ۔ فلاں نے نحب کر دیا یعنی اپنی نذر پوری کر دی۔ اور

صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ کا شان نزول

امام احمد اور مسلم اور ترمذی اور نسائی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں قَالَ غَابَ عَمِّيْ اَنَسٌ

بْنُ النَّضْرِ عَنْ بَدْرٍ فَشَقَّ عَلَيْهِ وَقَالَ اَوَّلُ مَشْهَدٍ شَهِدَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِبْتُ عَنْهُ لَئِنْ اَرَانِی اللّٰهُ تَعَالٰی مَشْهَدًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا بَعْدُ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ تَعَالٰی مَا اَصْنَعُ فَشَهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ فَاسْتَقْبَلَهٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا اَبَا عَمْرٍو اَيْنَ قَالَ وَاهًا لِرِيْحِ الْجَنَّةِ اَجِدُهَا دُوْنَ اُحُدٍ فَقَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ فَوُجِدَ فِیْ جَسَدِهٖ بِضْعٌ وَثَمَانُوْنَ مِنْ ضَرْبَةٍ وَطَعْنَةٍ وَرَمْيَةٍ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر بدر سے رہ گئے تو ان پر یہ غیر حاضری بہت شاق گذری اور فرمایا پہلا میدان جس میں حضور شریک تھے اس سے میں علیحدہ رہا اب اگر اللہ نے کوئی میدان دکھایا جس میں حضور کی معیت ہو اس کے بعد تو میں دکھادوں گا کہ کیا کرتا ہوں تو احد کا جنگ جب ہوا تو حضور کے ساتھ آپ بھی شریک ہوئے تو سعد بن معاذ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا اے ابا عمرو کہاں آگئے تو آپ نے فرمایا آہا میں احد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو پا رہا ہوں ۔ اور پھر میدان احد میں آپ نے مشرکین سے مقاتلہ فرمایا حتی کہ شہید ہو گئے تو آپ کے جسم پر چند اوپر اسّی زخم تھے تلوار، نیزے اور تیر کے اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۔

اور تفسیر کشاف میں یوں ہے نَذَرَ رِجَالٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ اَنَّهُمْ اِذَا لَقُوْا حَرْبًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَبَتُوْا وَقَاتَلُوْا حَتّٰی يُسْتَشْهَدُوْا اَیْ نَذَرُوا الثَّبَاتَ التَّامَّ وَالْقِتَالَ الَّذِیْ يُفْضِیْ بِحَسْبِ الْعَادَةِ اِلٰی نَيْلِ الشَّهَادَةِ وَهُمْ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَطَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَحَمْزَةُ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَغَيْرُهُمْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ۔

صحابہ کرام میں سے چند لوگوں نے منت مانی کہ اگر وہ حضور کی معیت میں کسی جنگ میں گئے تو ثابت قدمی کے ساتھ دشمن سے مقاتلہ کریں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں گے یہ نذر ماننے والے حضرت عثمان بن عفان اور طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور حمزہ سید الشہداء اور مصعب بن عمیر وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے ۔

اور بقول کلبی یہ نذر ماننے والے وہ ستر بیعت عقبہ کرنے والے اصحاب تھے ۔

اور صَدَقُوْا کے معنی اَتَوْا بِالصِّدْقِ کے ہیں یعنی سچائی اور صداقت ایمان کے ساتھ جنہوں نے

شرکت کی اور
فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ ۔ سے دو جماعتیں مراد ہیں ایک وہ جو بموجب نذر میدان میں شہید ہو گئے اور دوسرے وہ جو میدان میں لڑے اور شہادت کی آرزو میں گھمسان کرتے رہے اور شہید نہیں ہوئے

چنانچہ ابن منذر اور ابن عساکر اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں قَالَتْ دَخَلَ طَلْحَۃُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا طَلْحَۃُ اَنْتَ مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَہٗ۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آئے تو حضور نے فرمایا اے طلحہ تم ان میں سے ہو جنہوں نے اپنا عہد پورا کر دیا۔

اور ترمذی حضرت معاذ سے راوی ہیں سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ طَلْحَۃُ مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَہٗ۔ طلحہ وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کر دی۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے ذَاکَ امْرُؤٌ نَزَلَ فِیْہِ کِتَابُ اللّٰہِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَہٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ۔ طلحہ ان میں سے ہیں جن کی شان میں فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَہٗ نازل ہوا۔

ابونعیم اور ابن مردویہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ یَّمْشِیْ عَلَى الْاَرْضِ قَدْ قَضٰى نَحْبَہٗ فَلْیَنْظُرْ اِلٰى طَلْحَۃَ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو چاہے کہ زمین پر چلتا ہوا اس شخص کو دیکھے جس نے اپنی نذر پوری کر دی ہے تو وہ طلحہ کو دیکھے۔

وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ۔ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے عہد میں منافقوں کی طرح نہیں بدلے۔

لِیَجْزِیَ اللّٰہُ الصّٰدِقِیْنَ بِصِدْقِهِمْ ۔ تاکہ بدلہ دے اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا اور وہ بدلہ جنت ہے۔

وَیُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ ۔ اور عذاب دے منافقوں کو ان کے نفاق کا۔

اِنْ شَآءَ ۔ اگر اللہ چاہے انہیں عذاب دینا۔

اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ ۔ یا انہیں توفیق توبہ دے کر ان کی توبہ قبول کرلے اور عذاب نہ دے بلکہ رحم فرمائے۔

اور اس میں اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ معارض نہیں اس لیے کہ یہ مقام یوم آخرت کا ہے اور توبہ عین حیات دنیا میں ہوتی ہے۔

ایسے ہی اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ میں ہے اس مشرک کے لیے وعید ہے جو بحالت شرک مرگیا۔ اس کی بخشش نہیں ایسے ہی منافق ہے جو بحالت نفاق مرگیا اس کو نجات نہیں مگر اگر مشیت الٰہی میں اس کے لیے توبہ ہو تو بعد توبۃ النصوح وہ منافق نہیں رہتا اس کی توبہ اور اس کا نفاق معاف ہو سکتا ہے۔

گویا مفہوم آیۂ کریمہ یہ ہے وَیُعَذِّبَ الْمُنَافِقِیْنَ اِنْ شَآءَ اَنْ یُّمِیْتَہُمْ عَلٰی نِفَاقِہِمْ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْہِمْ بِنَقْلِہِمْ مِنَ النِّفَاقِ اِلَی الْاِیْمَانِ۔ یعنی منافقوں کو اگر عذاب دینا چاہے تو انہیں ان کے نفاق پر ہی مارے یا توبہ کی توفیق دے کر انہیں نفاق سے ایمان کی طرف حیات دنیا میں ہی لے آئے۔

اور آگے اپنی صفت ظاہر فرما دی کہ

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ جو توبہ کی توفیق سے متمتع ہو گیا اس کے لیے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِہِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا۔ اور رد کر دیا اللہ نے کفر والوں کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ وہ ہرگز کچھ بھلائی حاصل نہ کر سکے۔

اور بے نیل مرام انہیں ہزیمت ہوئی گویا یہ ارشاد ہے کہ فَکَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ اَنْ جَزَاھُمُ اللّٰہُ بِصِدْقِہِمْ وَرَدَّ اَعْدَآءَھُمْ۔ مومنین کی صداقت سے انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی ثابت قدمی کے بدلہ میں ان کے دشمن کو ہزیمت دی اور وہ اپنے دل کا غیظ و غضب لیے لیے لوٹے کہ اپنے مقصد میں ذرہ بھر کامیاب نہ ہوئے اور بے نیل مرام بھاگے اور مسلمان ان کے ظلم و استبداد سے بچ گئے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا۔ اور کافی ہو گیا اللہ مومنوں کے لیے قتل و قتال سے اور اللہ قوت والا اور غالب علیٰ کل شئی ہے۔

اور وہ کفایت و حمایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی ہوئی کہ ریح اور ملائکہ کی مدد آ گئی۔ چنانچہ ابن جریر ابن ابی حاتم حضرت قتادہ سے راوی ہیں بِالرِّیْحِ وَالْمَلٰئِکَۃِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ۔

اور ایک قول یہ ہے کہ وہ اعانت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھ سے عمرو بن عبدود کا قتل تھا یا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْہِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا سے اعانت الٰہی تھی۔

وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا۔ اور اللہ تعالیٰ قوت والا غالب ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاھَرُوْھُمْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْہِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا۔ اور جو مدد کو آئے اہل کتاب اس حزب مردودہ کے (یعنی بنی قریظہ یا بنی نضیر) اپنے قلعوں سے اتار دیا اور ڈال دیا اللہ نے ان کے دلوں میں رعب تو ایک جماعت کو تم نے قتل کیا اور ایک جماعت کو قیدی بنایا۔

صَیَاصِی جمع ہے صیصہ کی وَھِیَ کُلُّ مَا یُتَمَنَّعُ بِہٖ تو صیصہ ہر وہ چیز ہے جو محافظت کرے۔

چنانچہ یُقَالُ لِقَرْنِ الثَّوْرِ وَالظَّبْیِ وَشَوْکَۃِ الدِّیْکِ الَّتِیْ فِیْ رِجْلِہٖ کَالْقَرْنِ الصَّغِیْرِ۔ گائے کے سینگ

کو بھی صیصہ کہتے ہیں اور مرغ کے کانٹے کو جو پہنچے کے اوپر مثل سینگ کے ہوتا ہے اسے بھی صیصہ بولتے ہیں اور صیصہ کا اطلاق جولاہوں کے اس آلہ کو بھی کہتے ہیں جو لوہے کے تاروں کا سوت سلجھانے کے لیے ہوتا ہے اور درخت کی جڑ کو بھی صیصہ بولتے ہیں۔

وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ۔ اور ڈال دیا دشمن کے دل میں رعب۔

یعنی خوف شدید حتی کہ انھوں نے اپنی جانیں قتل کے لیے پیش کر دیں اور اپنے اہل و اولاد کو قید کرانا منظور کر لیا چنانچہ ارشاد ہے۔

فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا۔ ایک فریق کو تم نے قتل کیا اور ایک فریق کو قیدی بنایا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ

لَمَّا كَانَتْ صَبِيحَةَ اللَّيْلَةِ الَّتِي انْهَزَمَ فِيهَا الْاَحْزَابُ وَقَدْ رَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ اِلَى دَاخِلِ الْمَدِيْنَةِ اَتَى جِبْرِيْلُ مُعْتَجِرًا بِعِمَامَةٍ اِسْتَبْرَقٍ عَلَى بَغْلَةٍ عَلَيْهَا رِحَالَةٌ عَلَيْهَا قَطِيفَةٌ مِنْ دِيبَاجٍ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ تَغْسِلُ رَأْسَهُ الشَّرِيفَ وَقَدْ غَسَلَتْ شِقَّهُ فَقَالَ اَوَقَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ مَا وَضَعَتِ الْمَلٰئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ السِّلَاحَ بَعْدُ مَا رَجَعْتُ اِلَى الْاٰنَ فِي طَلَبِ الْقَوْمِ۔

وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَأْمُرُكَ بِالْمَسِيرِ اِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ وَاِنِّي عَامِدٌ اِلَيْهِمْ فَمُزَلْزِلٌ بِهِمْ حُصُونَهُمْ۔ جب اس شب کی صبح ہوئی جس میں احزاب مشرکین بھاگ پڑے اور حضور معہ صحابہ مدینہ کے اندر آگئے تو روح الامین عمامۂ استبرق باندھے ایک خچر پر جس پر زین کسا ہوا تھا اس پر دیبا کی جھول تھی سوار ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر آئے اور حضور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے یہاں سر اقدس دھو رہے تھے اور پہلوئے مبارک کا غسل فرما لیا تھا۔

تو جبریل امین نے عرض کیا حضور کیا اسلحات اتار دیے فرمایا ہاں عرض کیا اللہ معاف فرمائے ملائکہ علیہم السلام نے تو ابتک ہتھیار نہیں رکھے۔

اور اللہ تعالے کا حکم ہے کہ بنی قریظہ کی طرف تشریف لے جائیں اور میں بھی اسی طرف جا رہا ہوں تاکہ ان کے قلعے ہلا دوں۔

فَاَمَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُؤَذِّنًا فَاَذَّنَ فِي النَّاسِ مَنْ كَانَ سَامِعًا مُطِيعًا فَلَا يُصَلِّيَنَّ الْعَصْرَ اِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ وَاسْتَعْمَلَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ ابْنَ اُمِّ مَكْتُومٍ وَقَدَّمَ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ

وَجَعَلَ بِرَايَتِهِ إِلَيْهِمْ وَابْتَدَرَهَا النَّاسُ فَسَارَ حَتَّى إِذَا دَنَا مِنَ الْحُصُونِ سَمِعَ مِنْهَا مَقَالَةً قَبِيحَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ حَتَّى لَقِيَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا عَلَيْكَ أَنْ تَدْنُوَا مِنْ هٰؤُلَاءِ الْأَخَابِثِ۔

تو حضور نے منادی والے کو حکم دیا تو اس نے اعلان کیا کہ جو حکم سننے والا اور اطاعت کرنے والا ہے وہ مدینہ میں عصر نہ پڑھے بنی قریظہ پہنچ کر عصر ادا کرے اور مدینہ پر عامل مدینہ حضرت ابن ام مکتوم کو مقرر فرمایا اور جھنڈا لے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آگے آگے چلے اور لوگوں نے اعلان سنتے ہی بنی قریظہ کی طرف روانگی شروع کر دی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ راستہ عبور کرتے ہوئے قریظہ کے قلعوں سے ایک قلعہ پر سے گزرے تو وہاں حضور کی شان میں کچھ قبیح الفاظ سنے تو آپ وہاں سے لوٹے اور حضور کی خدمت میں حاضر آکر عرض کی حضور ان خبیثوں کی طرف سے نہ گزریں۔

حضور نے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے ان سے کچھ اذیت آمیز باتیں سنی ہیں۔

حضرت علی نے عرض کیا حضور یہ صحیح ہے تو حضور نے فرمایا ادھر ہی سے چلو اگر مجھے دیکھیں گے تو ایسی بیہودہ باتیں نہ کریں گے۔

فَلَمَّا دَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُصُوْنِهِمْ قَالَ يَا إِخْوَانَ الْقِرَدَةِ هَلْ أَخْزَاكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَأَنْزَلَ بِكُمْ نِقْمَتَهُ۔ جب حضور ان کے قلعوں کے قریب سے گزرے تو فرمایا اے بندروں کے بھائیو! کیا اللہ تعالٰی نے تمہیں ذلیل کر دیا اور تم پر عذاب نازل فرمایا۔

یہ لفظ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے پہلوں کے حال پر فرمائے تھے جو قرآن پاک میں ہیں کُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ۔ تو چونکہ یہ بھی اسی برادری سے تھے اس لیے حضور نے اخوان القردۃ فرمایا۔ تو اس پہ قلعہ سے یہودی بولے۔

يَا أَبَا الْقَاسِمِ مَا كُنْتَ جَهُوْلًا وَفِيْ رِوَايَةٍ فَحَّاشًا وَكَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ مَرَّ بِنَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ بِالصَّوْرَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَيْهِمْ۔ اے ابو القاسم آپ تو ایسے الفاظ فرمانے والے نہیں تھے۔

اور حضور اپنے اصحاب ان سے علیحدہ راستے پر لے جا رہے تھے۔ پھر حضور نے فرمایا۔

هَلْ مَرَّ بِكُمْ أَحَدٌ۔ کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی اس راہ سے گزرا۔

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ مَرَّ بِنَا دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ عَلٰى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ عَلَيْهَا رِحَالَةٌ عَلَيْهَا قَطِيفَةُ دِيْبَاجٍ۔ عرض کیا حضور ہماری راہ سے دحیہ کلبی سپید خچر پہ گزرے اس پہ زین کسا ہوا تھا اور زین پر دیباکی

روئیں دار بھول پڑی ہوئی تھی۔
فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ذٰلِكَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بُعِثَ اِلٰى بَنِىْ قُرَيْظَةَ يُزَلْزِلُ بِهِمْ حُصُوْنَهُمْ وَيَقْذِفُ الرُّعْبَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ حضور نے فرمایا یہ جبریل تھے بنی قریظہ کے قلعوں میں زلزلہ ڈالنے اور انکے دلوں میں مسلمانوں کا رعب پیدا فرمانے تشریف لے گئے ہیں۔
غرضکہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کے اس کنویں پر پہنچے جسے وہ بیرانا کہتے تھے اور لوگ وہاں جمع ہورہے تھے چنانچہ اجتماع عشاء کے بعد تک ہوتا رہا اور بموجب حکم رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کسی نے عصر ادا نہیں کی مگر بنی قریظہ پہنچ کر تو جب سب آپہنچے تو عشاء کے بعد عصر پڑھی۔
فَمَا عَابَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِذٰلِكَ فِىْ كِتَابِهٖ وَلَا عَنَّفَهُمْ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ تو اس تاخیر وقضا عصر پر اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں ان پر عیب لگایا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی سختی فرمائی۔
وَحَاصَرَهُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً۔ حضور نے انکا محاصرہ پچیس رات فرمایا
وَقِيْلَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ۔ ایک قول ہے کہ اکیس دن محاصرہ رکھا۔
وَقِيْلَ خَمْسَ عَشَرَةَ۔ ایک قول میں پندرہ دن ہیں۔ اور ایک قول ہے پچیس دن۔
اور یہ حصار ان پر سخت رہا وَخَافُوْا اَشَدَّ الْخَوْفِ۔ اور یہودی بہت سخت خائف ہوگئے۔
اور اس حصار میں حیی بن اخطب بھی پھنس گیا جب کہ قریش اور غطفان کعب بن اسد کے ساتھ عہد کر چکے تھے۔
فَلَمَّا اَيْقَنُوْا بِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ عَنْهُمْ حَتّٰى يُنَاجِزَهُمْ قَالَ لَهُمْ كَعْبُ بْنُ اَسَدٍ يَا مَعْشَرَ يَهُوْدَ قَدْ نَزَلَ بِكُمْ مِّنَ الْاَمْرِ مَا تَرَوْنَ وَاِنِّىْ عَارِضٌ عَلَيْكُمْ خِلَالًا ثَلَاثًا فَخُذُوْا اَيَّهَا شِئْتُمْ۔
جب انہیں یقین ہوگیا کہ حضور بغیر فیصلہ کیے واپس نہ لوٹیں گے تو کعب بن اسد نے کہا اے یہودیو! تم پر جو مصیبت آئی ہے تم دیکھ رہے ہو اب میں تین باتیں تمہارے سامنے رکھتا ہوں ان میں سے جو چاہو قبول کرلو۔
قَالُوْا وَمَا هِىَ؟ یہودیوں نے کہا وہ کیا تجویزیں ہیں؟
قَالَ لَهُمْ كَعْبٌ نُتَابِعُ هٰذَا الرَّجُلَ وَنُصَدِّقُهٗ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ اَنَّهٗ نَبِىٌّ مُّرْسَلٌ وَاَنَّهُ الَّذِىْ تَجِدُوْنَهٗ فِىْ كِتَابِكُمْ فَتَاْمَنُوْنَ عَلٰى دِمَائِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَاَبْنَائِكُمْ وَنِسَائِكُمْ۔ کعب بن اسد نے کہا پہلی تجویز تو یہ ہے کہ ہم اس نبی صادق و مصدوق کا اتباع کریں اور خدا کی قسم تم پر روشن ہوچکا

ہے کہ یہ نبی مرسل ہیں اور وہی ہیں جنکی نعت تمہاری کتاب میں موجود ہے ایسی صورت میں تم مامون الدم رہو گے تمہارا مال تمہاری اولاد اور عورتیں سب محفوظ رہیں گی۔

یہ سن کر بدبخت یہودی کہنے لگے لَا نُفَارِقُ حُكْمَ التَّوْرَاةِ اَبَدًا وَلَا نَسْتَبْدِلُ بِهٖ غَيْرَهٗ، ہم حکم توریت سے کبھی علیحدہ نہ ہوں گے اور اس کے سوا کسی اور کتاب کو نہ مانیں گے۔

یہ سن کر کعب بن اسد نے کہا۔

فَاِذَا اَبَيْتُمْ عَلٰى هٰذِهٖ فَلْنَقْتُلْ اَبْنَآءَنَا وَنِسَآئَنَا ثُمَّ نَخْرُجُ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ مُصْلِتِيْنَ بِالسُّيُوْفِ لَمْ نَتْرُكْ وَرَآئَنَا ثِقْلًا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَاِنْ نَهْلِكْ نَهْلِكْ وَلَمْ نَتْرُكْ وَرَآئَنَا نَسْلًا نَخْشٰى عَلَيْهِ وَاِنْ نَظْهَرْ فَلَعَمْرِيْ لَنَتَّخِذَنَّ النِّسَآءَ وَالْاَبْنَآءَ۔

قَالُوْا نَقْتُلُ هٰؤُلَآءِ الْمَسَاكِيْنَ فَمَا خَيْرُ الْعَيْشِ بَعْدَهُمْ۔

کعب بن اسد نے کہا اگر تمہیں یہ منظور نہیں تو پھر ہمیں چاہئے کہ اول اپنے بیٹے اور عورتیں قتل کر دیں پھر ہم حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب پر تلواریں سونت کر نکلیں اور پھر ہمارے پیچھے کوئی بوجھ تو ہوگا نہیں پھر جو اللہ تعالے کی مرضی ہو وہ ہو اگر ہم ہلاک ہو گئے تو ہلاک ہو گئے ہم اپنے پیچھے کوئی نسل تو چھوڑ نہیں رہے جس کا ہمیں خوف ہو اور اگر ہم فتح یاب ہو گئے تو اپنی جان کی قسم ہم عورتیں اور بیٹے پکڑ لیں گے۔

تو انہوں نے کہا۔

نَقْتُلُ هٰؤُلَآءِ الْمَسَاكِيْنَ فَمَا خَيْرُ الْعَيْشِ بَعْدَهُمْ۔ ہم ان بھوکوں مسکینوں کو قتل کر دیں پھر تو ہماری زندگی میں کیا بھلائی ہوگی؟

تو کعب بولے

فَاِنْ اَبَيْتُمْ عَلٰى هٰذِهٖ فَاِنَّ اللَّيْلَةَ لَيْلَةُ السَّبْتِ وَاِنَّهٗ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ قَدْ اَمِنُوْنَا فِيْهَا۔ اگر یہ تجویز بھی منظور نہیں تو آج رات ہفتہ کی ہے اور ممکن ہے اس رات حضور کی طرف سے امن ہو۔

ثُمَّ اِنَّهُمْ بَعَثُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ ابْعَثْ اِلَيْنَا اَبَا لُبَابَةَ بْنَ عَبْدِ الْمُنْذِرِ اَخَا بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَكَانَ حُلَفَآءُ الْاَوْسِ نَسْتَشِيْرُهٗ فِيْ اَمْرِنَا۔ پھر انہوں نے حضور کی طرف پیغام بھیجا کہ ہماری طرف ابو لبابہ بن عبد المنذر کو بھیج دیجئے۔ یہ اوس قبیلہ کے حلیف تھے ہم ان سے اپنے معاملہ میں مشورہ کر لیں۔

فَاَرْسَلَ عَلَيْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِلَیْہِمْ ۔ تو حضور نے ابولبابہ کو ان کی طرف بھیجدیا۔

فَلَمَّا رَاٰوْہُ قَامَ اِلَیْہِ الرِّجَالُ وَجَہَشَ اِلَیْہِ النِّسَآءُ وَالصِّبْیَانُ یَبْکُوْنَ ۔ تو جب انہوں نے ان کو دیکھا تو ان کی طرف سب مرد کھڑے ہوگئے اور عورتیں مضطربانہ ان کی طرف بڑھیں اور سب بچے روتے ہوئے آئے۔

وَقَالُوْا لَہٗ یَا اَبَا لُبَابَۃَ اَتَرٰی اَنْ تَنْزِلَ عَلٰی حُکْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَاَشَارَ بِیَدِہٖ اِلٰی حَلْقِہٖ اَنَّہُ الذَّبْحُ ۔ سب نے حضرت ابولبابہ سے کہا کیا آپ کی رائے ہے کہ ہم حضور کی طرف جاکر ان کے حکم کی پیروی کرلیں آپ نے زبان سے تو ہاں کہا اور اشارہ سے حلق کٹنے کا اوران کے ذبح ہونے کا ایما فرمایا۔

فَعَرَفَ اَنَّہٗ قَدْ خَانَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَرَسُوْلَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَلَمْ یَرْجِعْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذَھَبَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ وَرَبَطَ نَفْسَہٗ بِجِذْعٍ فِی الْمَسْجِدِ حَتّٰی نَزَلَتْ تَوْبَتُہٗ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

آپ نے بعد میں محسوس کیا کہ یہ میری طرف سے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت ہوئی تو آپ بارگاہ رسالت میں آنے کی بجائے مدینہ منورہ گئے اور مسجد نبوی کے ایک ستون سے اپنے کو باندھ دیا حتیٰ کہ آپ کے لیے توبہ نازل ہوئی، رضی اللہ عنہ۔

مختصر یہ کہ بنی قریظہ اور قبیلہ اوس آپس میں حلیف تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔

اَلَا تَرْضَوْنَ یَا مَعْشَرَ الْاَوْسِ اَنْ یَّحْکُمَ فِیْہِمْ رَجُلٌ مِّنْکُمْ ۔ اے اوس والو کیا تم اس میں خوش ہو کہ ان میں تمہارے قبیلہ کا آدمی ہی فیصلہ کرے۔

قَالُوْا بَلٰی ۔ یہ سن کر سب نے بطیب خاطر منظور کیا۔

قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَاکَ اِلٰی سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ جَعَلَہٗ فِیْ خَیْمَۃٍ لِّامْرَاَۃٍ مِّنْ اَسْلَمَ یُقَالُ لَہَا رُفَیْدَۃُ فِیْ مَسْجِدِہٖ وَکَانَتْ تُدَاوِی الْجَرْحٰی وَتَحْتَسِبُ بِنَفْسِہَا عَلٰی خِدْمَۃِ مَنْ کَانَتْ بِہٖ ضَیْعَۃٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَقَدْ کَانَ سَعْدٌ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَدْ اُصِیْبَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ رَمَاہُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَیْشٍ یُقَالُ لَہٗ اِبْنُ الْعَرِقَۃِ بِسَہْمٍ فَاَصَابَ اَکْحَلَہٗ فَقَطَعَہٗ فَدَعَا اللّٰہَ تَعَالٰی فَقَالَ اَللّٰہُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُقِرَّ عَیْنِیْ مِنْ قُرَیْظَۃَ۔

تو حضور نے فرمایا تو یہ سعد بن معاذ ہیں اور حضور نے حضرت سعد کو ایک عورت کے خیمہ میں ٹھہرایا ہوا تھا ان کا نام رفیدہ تھا یہ مسلمان ہوچکی تھیں اور مسجد میں زخمیوں کی مرہم پٹی کی خدمت انجام دیتی تھیں اور

اس خدمت سے اپنے لیے امید ثواب رکھتی تھیں اور حضرت سعد بن معاذ کو یوم خندق میں ابن عرفہ قریشی کے تیر سے رگ اکحل پر تیر لگا تھا تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی کہ الٰہی مجھے اس وقت تک موت نہ آئے جبتک قریظہ کے انجام سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں۔

اور بنی قریظہ نے قلعہ سے بحکم حضرت سعد بن معاذ اترنے کا اقرار کر لیا تھا اور حضور نے ان کے تقرر پر رضامندی کا اظہار فرمادیا تھا چنانچہ آپ مسجد سے اپنی قوم اوس کی طرف گدھے پر سوار ہو کر تشریف لائے اور انھوں نے آپ کے لیے چمڑے کی کترنوں سے بھرا ہوا گدہ بچھایا۔

آپ جمیل وجسیم تھے پھر یہ لوگ حضرت سعد کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر آئے اور کہنے لگے یَا اَبَا عَمْرٍو اَحْسِنْ فِیْ مَوَالِیْكَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا وَلَّاكَ لِتُحْسِنَ فِيْهِمْ اے ابا عمرو (یہ حضرت سعد کی کنیت ہے) اپنے دوستوں پر احسان کیجئے اس لیے کہ حضور نے تمہیں ان پر حاکم مقرر فرمایا ہے تاکہ تم ان میں حسن سلوک سے پیش آؤ۔

فَلَمَّا اَكْثَرُوْا عَلَيْهِ قَالَ لَقَدْ اٰنَ لِسَعْدٍ اَنْ لَّا تَاْخُذَهٗ فِی اللّٰهِ تَعَالٰى لَوْمَةُ لَائِمٍ فَرَجَعَ بَعْضُ مَنْ كَانَ مَعَهٗ مِنْ قَوْمِهٖ اِلٰى دَارِ بَنِی الْاَشْهَلِ فَنَعٰى اِلَيْهِمْ رِجَالَ بَنِیْ قُرَيْظَةَ قَبْلَ اَنْ يَّصِلَ اِلَيْهِمْ سَعْدٌ عَنْ كَلِمَتِهِ الَّتِیْ سُمِعَ مِنْهُ۔

جب اکثریت جمع ہو گئی تو حضرت سعد نے فرمایا بے شک اب سعد پر یہ لازم ہے کہ حقوق اللہ میں اسے کسی ملامت کا خطرہ نہ ہو۔ یہ سن کر قوم کے بعض افراد دار بنی اشہل میں گئے اور موت کی خبر بنی قریظہ کو سنادی قبل اس کے کہ حضرت سعد ان تک پہنچتے ان کلمات کے ماتحت جو انھوں نے حضرت سعد بن معاذ کی زبان سے سنے۔

یعنی لَقَدْ اٰنَ لِسَعْدٍ اَنْ لَّا تَاْخُذَهٗ فِی اللّٰهِ تَعَالٰى لَوْمَةُ لَائِمٍ۔ جس کے معنی صاف تھے کہ حقوق اللہ کے مقابلہ میں سعد پر کسی قسم کی ملامت کا اثر نہیں ہو سکتا۔

فَلَمَّا انْتَهٰى سَعْدٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمِيْنَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ۔ تو جب حضرت سعد حضور کی خدمت میں اور مسلمانوں کے پاس تشریف لائے تو حضور نے فرمایا اپنے سردار کی تعظیم کو کھڑے ہو جاؤ۔

یہ حکم سن کر مہاجرین قریش یہ سمجھے کہ حضور نے انصار کو تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے اور انصار سمجھے کہ یہ حکم حضور نے عام دیا ہے چنانچہ سب تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔

يَا اَبَا عَمْرٍو اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ وَلَّاكَ اَمْرَ قُرَيْظَةَ مَوَالِيْكَ لِتَحْكُمَ

بِحُکْمِ فِیْہِمْ ۔ اے ابا عمرو حضور نے آپ کے ہاتھ میں حکومت قریظہ دیدی ہے اب آپ کو اختیار ہے جو چاہیں فیصلہ فرمائیں۔

فَقَالَ سَعْدٌ عَلَیْکُمْ عَہْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمِیْثَاقَہٗ اِنَّ الْحُکْمَ فِیْہِمْ لَمَا حَکَمْتُ ۔ حضرت سعد نے فرمایا تم پر اللہ تعالےٰ کا عہد اور پیمان ہے تو ان میں حکم وہی ہے جو اللہ کا حکم ہے سب نے یہ سن کر جواب دیا بیشک ۔ آپ نے فرمایا۔

وَعَلٰی مَنْ ھٰہُنَا فِی النَّاحِیَۃِ الَّتِیْ فِیْہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُعْرِضٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ اور ان پر جو لوگ اس جگہ حضور کے گرد و نواح میں ہیں اور حضور سے منحرف ہیں وہی حکم ہوگا جو منحرف کا ہوتا ہے۔

تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک یہ صحیح ہے۔

قَالَ سَعْدٌ فَاِنِّیْ اَحْکُمُ فِیْہِمْ اَنْ تُقْتَلَ الرِّجَالُ وَتُقْسَمَ الْاَمْوَالُ وَتُسْبَی الذَّرَارِیُّ وَالنِّسَاءُ حضرت سعد نے فرمایا تو میں حکم دیتا ہوں کہ ان کے مرد قتل کیے جائیں ان کا مال بطور غنیمت تقسیم ہو ان کی ذریت قید کی جائے ان کی عورتیں لونڈیاں بنائی جائیں۔

فَکَبَّرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَقَدْ حَکَمْتَ فِیْہِمْ بِحُکْمِ اللّٰہِ ۔ یہ فیصلہ بہترین فیصلہ ہے حضور نے نعرۂ تکبیر لگاتے ہوئے فرمایا بیشک تم نے اللہ کے حکم کے موافق فیصلہ دیا۔

پھر وہ سب دار بنت الحرث میں قید کر دیے گئے ۔ اور بنت الحرث بنی نجار میں سے ایک مسلمان عورت تھیں۔

ثُمَّ خَرَجَ اِلٰی سُوْقِ الْمَدِیْنَۃِ ھِیَ سُوْقُہَا الْیَوْمَ فَخَنْدَقَ بِہَا خَنَادِقَ ثُمَّ بَعَثَ اِلَیْہِمْ تُضْرَبُ اَعْنَاقُہُمْ فِیْ تِلْکَ الْخَنَادِقِ وَفِیْہِمْ عَدُوُّ اللّٰہِ حُیَیُّ بْنُ اَخْطَبَ وَکَعْبُ بْنُ اَسَدٍ رَاْسُ الْقَوْمِ وَھُوَ سِتُّمِائَۃٍ وَالْمُسْتَکْثِرُ لَہُمْ یَقُوْلُ کَانُوْا بَیْنَ الثَّمَانِ مِائَۃٍ وَالتِّسْعِ مِائَۃٍ ۔ پھر حضور بازار مدینہ میں تشریف لائے یہ وہی بازار ہے جو آج بھی مدینہ میں ہے اور خندق کھدوا کر ان قریظہ والوں کو قتل کیا گیا انہیں میں حیی بن اخطب اور کعب بن اسد بھی تھے جو اس قوم کے سردار بنے ہوئے تھے ان کی کل تعداد چھ سو تھی اور جو زیادہ بتانے والے ہیں ان کے بیان کے مطابق آٹھ سو نو سو کے مابین تھی،

ایک روایت ہے کہ

حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے حضور سے زبیر بن باطا القرظی کو طلب کیا اس لیے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں یوم بعاث میں ان پر احسان کیا تھا ۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثابت

بن قیس وہ تمہارے لیے ہے۔

چنانچہ ثابت بن قیس بن شماس زبیر کے پاس آئے اور فرمایا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرا خون بخش دیا ہے اور وہ میں تجھے معاف کرتا ہوں۔

زبیر بن باطا قرظی بولا شَیْخٌ کَبِیْرٌ فَمَا یَصْنَعُ بِالْحَیَاۃِ وَلَا اَھْلَ لَہٗ وَلَا وَلَدَ میں ضعیف العمر بڈھا ہو چکا نہ میری بیوی ہے نہ بچہ میں زندہ رہ کر کیا کروں گا۔

فَاَتٰی ثَابِتٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَھَبْ لِیْ اِمْرَاَتَہٗ وَوَلَدَہٗ۔ حضرت ثابت بن قیس حضور کی خدمت میں آئے اور عرض کیا میرے ماں باپ حضور پر نثار زبیر بن باطا قرظی کے بیوی بچے بھی عطا ہوں۔

قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُمْ لَکَ۔ حضور نے اس کے بیوی بچے بھی عطا فرما دیے۔

تو حضرت ثابت بن قیس زبیر کے پاس آئے اور فرمایا مجھے حضور نے تیرے بیوی بچے بھی بخش دیے ہیں ہیں اب میں تجھے بخشتا ہوں۔

تو زبیر بن باطا قرظی بولا اَھْلُ بَیْتٍ فِی الْحِجَازِ لَا مَالَ لَھُمْ فَمَا بَقَاءُ ھُمْ عَلٰی ذٰلِکَ۔ میرے گھر والے پریشان و بدحال ہیں ان کے پاس کچھ مال نہیں تو ان کی جان بخشی کا کیا فائدہ ہے۔

تو حضرت ثابت بن قیس نے اس کا مال طلب کیا حضور نے وہ بھی عطا فرما دیا۔ آپ نے زبیر سے فرمایا تیرا مال بھی حضور نے مجھے بخش دیا ہے وہ میں تجھے دیتا ہوں۔

تو زبیر بن باطا قرظی کہنے لگا۔ اَیْ ثَابِتُ مَا فَعَلَ الَّذِیْ کَانَ وَجْھُہٗ مِرْاٰۃٌ صِیْنِیَّۃٌ یَتَمَرَّاٰءُ فِیْھَا عَذَارا یَعْنِیْ کَعْبَ بْنَ اَسَدٍ اے ثابت کعب بن اسد کا کیا گیا۔؟

آپ نے فرمایا وہ قتل ہو چکا۔

پھر زبیر نے پوچھا غزال بن سموال کا کیا ہوا؟

آپ نے فرمایا وہ بھی قتل ہو گیا۔

پھر زبیر نے کہا۔ بنی کعب بن قریظہ اور بنی عمرو بن قریظہ کا کیا حشر ہوا؟

آپ نے فرمایا وہ بھی قتل کر دیے گئے۔

یہ سن کر زبیر بن باطا قرظی کہنے لگا اے ثابت اب تجھے اختیار ہے کہ مجھے بھی انہیں سے ملا دے خدا کی قسم اب زندگی کا مزہ نہیں اور مجھے ان کی جدائی پر صبر نہیں۔

چنانچہ حضرت ثابت اسے لائے اور قتل کر دیا۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کی باتیں سنیں تو فرمایا اسے اس کے دوستوں نے ہلاک کیا۔

حضرت ثابت بن قیس نے فرمایا یَلْقَاهُمْ وَاللّٰهِ فِيْ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا مُخَلَّدِيْنَ۔ اللہ کی قسم انہیں انکے دوستوں سے ملادیا اللہ نے جہنم میں ڈال دیا ہمیشہ ہمیش کے لیے۔

ایسے ہی سلمیٰ بنت اقیس ام المنذر نے حضور سے سوال کیا کہ رفاعہ بن سموال قرظی کو مجھے عطا فرما دیں تو حضور نے انہیں بخش دیا۔

یہ وہ سلمیٰ ہیں جو سلیط بن قیس کی بہن اور حضور کی خالہ ہیں۔ انہوں نے حضور کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف نماز ادا کی اور دست حق پرست پر عورتوں کے ساتھ حضور کی بیعت کی۔

ان کے کنبہ میں سے اولاد ذکور مارے جاچکے تھے مگر عورتیں باقی تھیں۔ سوا ایک عورت کے جسے نُبایہ زوجۂ الحکم قرظی کہا جاتا تھا۔ اسے خلاد بن سوید نے چکی اٹھا کر ماری تھی اس سے وہ مرگئی۔

اس کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے مال ان کی عورتیں اور ان کی اولادیں سب مسلمانوں میں تقسیم فرمادیں۔

اس دن تقاسم غنائم میں حضور نے دو صورتیں تقسیم کی رکھیں۔

دو حصہ گھوڑوں کے لیے اور ایک حصہ پیادہ فوج کے لیے گویا سواروں کو تین حصے اور پیادہ پا کو ایک حصہ دیا گیا۔

اور اس میں سے خمس علیحدہ نکالا گیا۔

گویا گھوڑے سے دو حصہ اور گھوڑے والے کا ایک حصہ اور پیادہ پا جس کے پاس گھوڑا نہیں تھا ایک ہی حصہ رکھا گیا۔

اور اس غزوہ میں چھتیس سوار تھے۔

اور قیدی چھ سو پچاس تھے۔

اور لونڈیوں میں سے حضور نے اپنے لیے ریحانہ بنت عمر کو منتخب کیا۔

اور یہ مرتے دم تک حضور کی غلامی میں رہیں۔

حضور نے ان کی زندگی میں انہیں چند بار فرمایا کہ اس کا عقد کردیا جائے۔

تو انہوں نے عرض کردیا کہ اپنی ملک سے مجھے حضور رد نہ فرمائیں یہ میرے لیے ذلت کا موجب ہے حضور کی غلامی کا شرف میرے لیے بہت بڑی نعمت ہے تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں نکاح کے لیے فرمانا ترک کردیا۔

اور جب ان کے اسلام کی خبر ابن شعبہ لائے تو حضور کو بڑی مسرت ہوئی۔
مختصر یہ کہ قریظہ کی جنگ سے فیجیابی آخر ذیقعدہ میں ہوئی گو غزوۂ خندق اور قریظہ ایک ہی سنہ میں ہوا۔ اور جب قریظہ کا انجام پورا ہو گیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا وہ زخم جو اکحل پر تھا جوش دینے لگا اور اسی زخم سے آپ شہید ہوئے۔ آگے ارشاد ہے

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۔ اور مالک و قابض کیا تمہیں ان کی مزروعہ زمینوں اور گھروں اور مالوں پر اور قابض کرے گا اس زمین پر جس پر تم ابھی پہنچے نہیں اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

اس ملکیت سے مراد قریظہ کی ارض مزروعہ اور ان کے قلعے ہیں اور مال سے مراد ان کی نقدیاں اور ان کے مویشی وغیرہ ہیں اس سلسلہ میں ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا حکم دے کر ان کی عورتوں کے قید کا حکم دیا پھر ان کی اراضی مزروعہ صرف مہاجرین کے لیے تقسیم فرمائی۔

اور جب انصار نے عرض کیا کہ یہ زمین ہمیں کیوں نہیں دی گئی تو آپ نے فرمایا اِنَّكُمْ ذَوُوْا عِقَارٍ وَاِنَّ الْمُهٰجِرِيْنَ لَا عِقَارَ لَهُمْ ۔ تم صاحب زراعت ہو اور مہاجرین کے پاس مزروعہ زمین نہیں ہے۔
فَاَمْضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُكْمَهٗ۔ اور حضور نے ان کے فیصلہ کو منظور فرمایا۔
اور اَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا سے مراد۔ زمین خیبر ہے جو بعد فتح بنی قریظہ حاصل ہوئی

اور قتادہ کہتے ہیں اس سے مراد زمین مکہ ہے۔
حسن کہتے ہیں اس سے مراد ارض روم و فارس ہے۔
ایک قول ہے کہ اس سے مراد یمن ہے۔
عکرمہ کہتے ہیں اس سے مراد قیامت تک جتنی زمین مسلمان فتح کریں گے سب ہے۔
آخر میں اپنی قدرت مطلقہ کا اظہار فرمانے کو وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا فرمادیا۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ احزاب پ ۲۱

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا	(اے غیب بتانے والے) نبی اپنی بیبیوں سے فرمادو اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۔

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو اللہ نے نیکی والیوں کے لیے تم میں سے بڑا درجہ تیار کیا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

اے نبی کی بیبیو جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی حرکت کرے اس پر اوروں سے دگنا عذاب ہوگا اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

لفظی ترجمہ

يٰاَيُّهَا۔ اے	النَّبِيُّ۔ نبی	قُلْ۔ کہہ دیں	لِاَزْوَاجِكَ۔ اپنی بیویوں سے
اِنْ۔ اگر	كُنْتُنَّ۔ ہو تم	تُرِدْنَ۔ چاہتی	الْحَيٰوةَ۔ زندگی
الدُّنْيَا۔ دنیا کی	وَ۔ اور	زِيْنَتَهَا۔ اسکی زینت	فَتَعَالَيْنَ۔ تو آجاؤ
اُمَتِّعْكُنَّ۔ میں سامان دوں تمکو	وَ۔ اور	اُسَرِّحْكُنَّ۔ چھوڑوں تم کو	سَرَاحًا۔ چھوڑنا
جَمِيْلًا۔ اچھا	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	كُنْتُنَّ۔ ہو تم
تُرِدْنَ۔ چاہتی	اللّٰهَ۔ اللہ کو	وَ۔ اور	رَسُوْلَهٗ۔ اسکے رسول کو
وَ۔ اور	الدَّارَ۔ گھر	الْاٰخِرَةَ۔ پچھلے کو	فَاِنَّ۔ تو بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ نے	اَعَدَّ۔ تیار کیا	لِلْمُحْسِنٰتِ۔ نیک عورتوں کیلئے	مِنْكُنَّ۔ تم میں سے
اَجْرًا۔ اجر	عَظِيْمًا۔ بڑا	يٰ۔ اے	نِسَآءَ۔ عورتو
النَّبِيِّ۔ نبی کی	مَنْ۔ جو	يَّاْتِ۔ ارتکاب کرے	مِنْكُنَّ۔ تم میں سے
بِفَاحِشَةٍ۔ بیحیائی	مُّبَيِّنَةٍ۔ کھلی کا	يُّضٰعَفْ۔ دُگنا ملے	لَهَا۔ اس کو
الْعَذَابُ۔ عذاب	ضِعْفَيْنِ۔ دگنی گنا	وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے
ذٰلِكَ۔ یہ	عَلَى۔ اوپر	اللّٰهِ۔ اللہ کے	يَسِيْرًا۔ آسان

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع سورۃ احزاب پ ۲۱

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ

اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔ اے غیب بتانے والے محبوب اپنی بیویوں سے فرما دیجئے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۔

آیۂ کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ

حضور کی ازواج مطہرات نے حضور سے دنیوی ساز و سامان طلب کیے اور اپنے نفقوں میں زیادتی کی درخواست کی اس لیے کہ یہاں تو کمال زہد تھا اور سامان دنیا اور اس کا جمع کرنا قصداً گوارہ نہ تھا اگرچہ آپ کی شان اقدس تو یہ تھی کہ ؎

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

تو حضور سراپا نور صلے اللہ علیہ وسلم کو ازواج کا یہ مطالبہ ناگوار ہوا۔ اس پر آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ اور ازواج مطہرات کو اختیار دیدیا گیا۔

اس وقت حضور کی نو بیویاں تھیں۔ ان میں پانچ قریشیہ تھیں۔

حضرت عائشہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما۔

حضرت حفصہ بنت فاروق رضی اللہ عنہا۔

حضرت ام حبیبہ بنت ابو سفیان رضی اللہ عنہا۔

حضرت ام سلمہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔

اور چار غیر قریشیہ تھیں

حضرت زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب خیبریہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقیہ رضی اللہ عنہا۔

حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے نزول آیۂ کریمہ کے بعد سب سے پہلے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا جواب میں جلدی نہ کرو اور اپنے والدین سے مشورہ کر کے جو رائے ہو اس پر عمل کرو۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا حضور کے معاملہ میں مشورہ کیسا میں عرض کرتی ہوں کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو اور دار آخرت کو چاہتی ہوں۔

اس کے بعد تمام ازواج مطہرات نے بھی یہی جواب عرض کیا۔
اس واقعہ سے فقہاء نے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط کیے۔
اول جس عورت کو اس کا خاوند اَمْرُکِ بِیَدِکِ کہہ کر مجاز کر دے اور وہ اپنے خاوند کو ہی اختیار کر لے تو طلاق واقع نہ ہو گی۔
اور اگر وہ اپنے نفس کو اختیار کر لے تو احناف کے نزدیک طلاق بائن واقع ہو گی بعد میں بتراضی طرفین عقد ہو سکتا ہے۔
دوسرا مسئلہ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا سے یہ مستنبط ہوا کہ
جو عورت بعد نکاح مدخولہ ہو چکی یا خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی گئی تو اسے کچھ کپڑا دینا مستحب ہے جسے تسریح باحسان کہتے ہیں۔
اور کپڑوں کی تعداد تین تک ہے دوپٹہ۔ کرتہ۔ پاجامہ۔
تیسرا مسئلہ یہ بھی نکلتا ہے کہ
جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اسے قبل دخول یا خلوت صحیحہ سے قبل طلاق دی جائے تو یہ جوڑا دینا واجب ہے اور نصف مہر مثل دینا بھی لازم ہے
اور سراحاً جمیلاً سے یہ حکم بھی مستفاد ہوا کہ اسے بغیر ضرر کے علیحدہ کیا جائے آگے ارشاد ہے۔
وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَھَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے تمہاری نیکی والیوں کے لیے۔ اے نبی کی بیویو جو تم میں سے صریح حیا کے خلاف کوئی حرکت کرے اس پر اوروں سے دونا عذاب ہو گا اور یہ اللہ کو آسان ہے۔
اختیار سپرد کرنے میں ایک پہلو مخالف ایک موافق ہوتا ہے تو پہلی آیت میں مخالف پہلو ظاہر فرمایا گیا اور اس آیت کریمہ میں موافق پہلو دکھایا یعنی اتباع سید اکرم صلے اللہ علیہ وسلم۔ اس کا بدلہ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ میں ظاہر فرما دیا۔
اس کے بعد ازواج مطہرات کی خصوصیات کا بیان ہے جو تمام دنیا کی عورتوں سے علیحدہ ہیں جیسے قَالَ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ الخ۔ آیہ کریمہ میں فاحشہ مبینہ سے مراد اطاعت زوج میں کوتاہی کرنا ہے خواہ اس کے اندر خاوند کے ساتھ کج خلقی ہو خواہ بدکاری۔ تو اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالے ازواج انبیاء کو

اس سے پاک رکھنا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات کا مطہرات ہی ہونا ضروری ہے اس لیے کہ جب انبیاء مطہر ہیں، تو ازواج کا مطہرات ہونا اصول قرآن کریم سے لازمی ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ایسے ہی پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے۔

چونکہ نزول آیت قصۂ افک پر ہے اسی بنا پر آگے ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ

یہ عورتیں منافقوں کی بکواس سے بری ہیں۔

اب یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ مورد آیت جب خاص ہو تو اس کا حکم ہمیشہ عام ہوا کرتا ہے جبتک مخصص نہ ہو بنابریں اگرچہ قصۂ افک پر آیۂ کریمہ کا نزول ہے مگر اس کا حکم ہمیشہ کے لیے عام ہے۔ اور ظاہر ہے۔ جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔

جس کی فضیلت زیادہ ہوتی ہے اس سے اگر قصور واقع ہو تو وہ قصور بھی اوروں کے قصور سے اہم اور سخت قرار دیا جاتا ہے جیسے ایک عالم کا گناہ جاہل کے گناہ سے زیادہ قبیح ہوتا ہے۔ اسی وجہ میں آزادوں کی سزا شریعت میں غلاموں سے زیادہ مقرر ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ نبی علیہ السلام کی ازواج تمام جہان کی عورتوں سے زیادہ افضل ترین ہیں اسلیے ان کی ادنیٰ لغزش بھی سخت گرفت کے قابل ہے۔

اب یہ سوال اشتباہ پیدا کرتا ہے کہ لفظ فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ اس جگہ کیوں فرمایا گیا اس لیے کہ عام طور پر فاحشہ کا لفظ زنا و لواطت پر استعمال ہوتا ہے۔

حالانکہ معانی میں اس کی تصریح ہے اس قاعدہ سے اس کے معنی تین طرح لیے جاتے ہیں۔

لفظ فاحشہ جب معرفہ ہو کر وارد ہو تو اس سے زنا و لواطت مراد ہوتی ہے۔

اور اگر نکرہ غیر موصوفہ ہو کر لایا جائے تو اس سے ہر قسم کے گناہ مراد ہوتے ہیں۔

اور جب نکرہ موصوف ہو کر وارد ہو تو اس سے شوہر کی نافرمانی اور فساد معشرت مراد ہوتا ہے۔

آیہ کریمہ میں فاحشہ نکرہ موصوفہ ہے اس لیے یہاں مراد شوہر کی اطاعت میں کوتاہی اور کج خلقی مراد ہے

کما قال ابن عباس رضی اللہ عنہما (جمل)

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ احزاب پ ۲۱

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔ اے غیب بتلانے والے فرما دیجئے اپنی بیویوں کو اگر تم چاہتی ہو آسائش و فراخی دنیا کی زندگی میں اور اس کا مال و دولت تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح رخصت کر دوں۔

حیات دنیا سے وسعت و تنعم مراد ہے اور وَزِيْنَتَهَا سے مال و دولت سونا چاندی مراد ہے اور فَتَعَالَيْنَ کے یہ معنی ہیں کہ آؤ اپنے ارادہ و اختیار کے ساتھ۔

اُمَتِّعْكُنَّ يَعْنِيْ اُعْطِكُنَّ مُتْعَةَ الطَّلَاقِ۔ یعنی آؤ میں تمہارے مطالبہ کے مطابق تمہیں مال بھی دیدوں اور آرام سے بلا کسی اذیت کے رخصت بھی کر دوں۔

آلوسی کہتے ہیں وَالْمُتْعَةُ لِلْمُطَلَّقَةِ الَّتِيْ لَمْ يُدْخَلْ بِهَا وَلَمْ يُفْرَضْ لَهَا فِي الْعَقْدِ وَاجِبَةٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔ متعہ ایسی مطلقہ عورت کے لیے جو مدخولہ بھی نہیں ہوئی اور اس کا مہر بھی عقد میں مقرر نہ ہوا واجب ہے امام صاحب کے نزدیک۔

وَلِسَائِرِ الْمُطَلَّقَاتِ مُسْتَحَبَّةٌ اور باقی تمام مطلقہ عورتوں کے لیے مستحب ہے

اور متعہ کی کتنی مقدار ہے اس پر فرماتے ہیں۔

وَالْمُتْعَةُ دِرْعٌ وَّخِمَارٌ وَّمِلْحَفَةٌ۔ متعہ ایک قمیص ایک دوپٹہ اور پاجامہ وغیرہ ہے جو حسب استطاعت دینا چاہئے جو قیمت میں شرعی مہر کی نصف قیمت کا ہو

وَلَا يَنْقُصُ مِنْ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ۔ اور پانچ درہم سے کم کا لباس نہ ہو اس لیے کہ کم سے کم مقدار مہر دس درہم ہے کما فی الکشاف۔

اور درہم ساڑھے تین ماشہ چاندی کا ہوتا ہے جو اس زمانہ کے حساب سے ۹ر کا تقریباً ہوا تو چار پانچ روپیہ کے اندر تینوں کپڑے دینے واجب یا مستحب ہیں۔

اور اُسَرِّحْكُنَّ۔ اور رخصت کر دوں تم کو

وَالتَّسْرِيْحُ فِي الْاَصْلِ مُطْلَقُ الْاِرْسَالِ ثُمَّ كُنِيَ بِهٖ عَنِ الطَّلَاقِ اَيْ وَاُطَلِّقْكُنَّ سَرَاحًا اَيْ طَلَاقًا جَمِيْلًا اَيْ ذَا حُسْنٍ كَثِيْرٍ بِاَنْ يَّكُوْنَ سُنِّيًّا لَا ضِرَارَ فِيْهِ كَمَا فِي الطَّلَاقِ الْبِدْعِيِّ الْمَعْرُوْفِ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ۔

تسریح اصل میں مطلق چھوڑنے کو کہتے ہیں پھر اس سے طلاق مراد لی جانے لگی تو اسرحکن کے معنی یہ

ہوئے کہ طلاق دوں تمہیں اچھی طرح بلا ضرر و غصہ کے جیسے طلاق بدعی فقہاء کے نزدیک کہتے ہیں۔

بعض نے کہا وَالسَّرَاحُ الْاِخْرَاجُ مِنَ الْبُیُوْتِ. سراح گھروں سے نکال دینے کو کہتے ہیں۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے اَنَّ اَزْوَاجَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ سَاَلْنَہٗ ثِیَابَ الزِّیْنَۃِ وَزِیَادَۃَ النَّفَقَۃِ کہ ازواج مطہرات نے حضور سے اچھا لباس اور نفقہ میں فراخی طلب کی تھی اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

اور احمد و مسلم اور نسائی اور ابن مردویہ بطریق ابی الزبیر جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں قَالَ اَقْبَلَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَالنَّاسُ بِبَابِہٖ جُلُوْسٌ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَلَمْ یُؤْذَنْ لَہٗ ثُمَّ اَذِنَ لِاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فَدَخَلَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَحَوْلَہٗ نِسَاؤُہٗ وَھُوَ سَاکِتٌ فَقَالَ عُمَرُ لَاُکَلِّمَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَلَّہٗ یَضْحَکُ۔

فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ رَاَیْتَ ابْنَۃَ زَیْدٍ یَعْنِیْ اِمْرَاَتَہٗ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سَاَلَتْنِیَ النَّفَقَۃَ اٰنِفًا فَوَجَاْتُ عُنُقَھَا فَضَحِکَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی بَدَا نَاجِذُہٗ وَقَالَ ھُنَّ حَوْلِیْ یَسْاَلْنَنِی النَّفَقَۃَ فَقَامَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِلٰی عَائِشَۃَ لِیَضْرِبَہَا وَقَامَ عُمَرُ اِلٰی حَفْصَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کِلَاھُمَا یَقُوْلَانِ تَسْاَلَانِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لَیْسَ عِنْدَہٗ فَنَھَاھُمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق حضور کی خدمت میں آئے اور لوگ باب عالی پر جمع تھے اور حضور اندر جلوہ افروز تھے تو آپ کو اجازت نہ ملی پھر سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما کو اجازت مل گئی۔

اور حضور جہاں رونق افروز تھے وہاں حضور کے گرد ازواج حاضر تھیں اور حضور خاموش تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور کو متبسم کرنے کی غرض سے عرض کیا اور ازواج کی طرف تخاطب فرماتے ہوئے فرمایا انہیں کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور میری بیوی اگر مجھ سے نفقہ کی وسعت طلب کرے تو میں اس کی گردن توڑ دوں۔

یہ سن کر حضور نے تبسم فرمایا حتی کہ دندان مبارک روشن ہوگئے۔

پھر فرمایا یہ سب ہمارے گرد جمع ہیں اور ہم سے نفقہ میں زیادتی طلب کر رہی ہیں۔

تو حضرت صدیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فہمائش کو اٹھے اور حضرت عمر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھے اور فرمایا تم حضور سے وہ سوال کرتی ہو جو حضور کو دل میں ناپسند ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق و فاروق کو روک دیا کہ انہیں کچھ نہ کہو یہ ازواج مطہرات ہیں اور امہات المومنین۔

اس کے بعد تمام ازواج نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا اور فقلن نساؤہ واللہ لا نسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ھذا المجلس ما لیس عندہ۔ تمام ازواج نے عرض کیا خدا کی قسم ہم حضور سے اس مجلس کے بعد کوئی ایسا سوال نہ کریں گی جو حضور کے نزدیک پسند نہ ہو

پھر اللہ تعالےٰ نے ازواج مطہرات پر اختیار نازل فرمایا اور ارشاد ہوا یاایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن اللہ ورسولہ الی اٰخر الاٰیۃ۔

تو یہ حکم اول حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ظاہر فرمایا اور حکم دیا کہ میں تمہیں جو حکم الٰہی سناتا ہوں اسے میں چاہتا ہوں کہ جواب میں عجلت نہ کرو جبتک اپنے والدین سے مشورہ نہ کر لو۔

سیدہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے پوچھا ما ھو؟ حضور وہ کیا بات ہے

تو حضور نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی یاایھا النبی قل لازواجک تو یہ سن کر سیدہ بلا تامل جواب دیا افیک استامر ابوی۔ بل اختار اللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ واسألک ان لا تذکر لامرأۃ من نسائک ما اخترت۔ حضور آپ کے معاملہ میں والدین سے استشارہ کس لیے۔ بلکہ میں بلا تامل عرض کرتی ہوں کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا۔ اب حضور ایک سوال ہے وہ یہ کہ ازواج میں میرا یہ جواب ظاہر نہ فرمایا جائے۔

حضور نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ لم یبعثنی متعنتا ولکن بعثنی معلما میسرا لا تسألنی امرأۃ منھن عما اخبرتنی الا اخبرتھا۔ اللہ نے مجھے رنج میں ڈالنے والا مبعوث نہیں فرمایا بلکہ مجھے معلم و مبشر بنا کر بھیجا ہے مجھ سے کوئی بیوی اس معاملہ میں اگر سوال کریگی تو میں اسے صاف بتا دوں گا۔

ایک روایت میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم حضرت قتادہ اور حسن سے راوی ہیں انہ لما نزلت اٰیۃ التخییر کان تحتہ علیہ السلام تسع نسوۃ خمس من قریش عائشۃ وحفصۃ وام حبیبۃ بنت ابی سفیان وسودۃ بنت زمعۃ وام سلمۃ بنت ابی امیۃ۔ جب آیت تخییر نازل ہوئی اس وقت حضور کی نو بیویاں تھیں جن میں پانچ قریشی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر۔

حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا۔

حضرت سودۃ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت ام سلمہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا۔

اور چار متعدد قبائل سے تھیں وکان منہن صفیۃ بنت حیی الخیبریۃ ومیمونۃ بنت الحارث الہلالیۃ وزینب بنت جحش الاسدیۃ وجویریۃ بنت الحرث من بنی المصطلق۔

چنانچہ خیبر سے حضرت صفیہ بنت حیی تھیں۔
اور قبیلہ ہلالیہ سے حضرت میمونہ بنت الحرث تھیں۔
اور قبیلہ بنی اسد سے حضرت زینب بنت جحش تھیں۔
اور قبیلہ مصطلق سے حضرت جویریہ بنت الحرث تھیں۔
سب سے پہلے آیۂ تخییر حضور نے حضرت صدیقہ کو سنائی۔

فلما اختارت اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ رئی الفرح فی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتتابعن کلہن علی ذلک۔ جب سیدہ نے اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو قبول کر لیا تو روئے اقدس پر آثار فرحت دیکھے گئے پھر تمام ازواج نے اسی پر اتفاق کیا۔

فلما خیرہن واخترن اللہ عزوجل ورسولہ والدار الاخرۃ شکرہن اللہ جل شانہ علی ذلک اذ قال سبحنہ: لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بہن من ازواج ولو اعجبک حسنہن۔

توجب ازواج مطہرات نے اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو بطیب خاطر اختیار کیا تو اللہ تعالے نے بھی ان کے ساتھ یہ کرم فرمایا کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں نو ازواج کے ساتھ پابند فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا "اب اے محبوب آپ کے لیے اس کے بعد کوئی عورت حلال نہیں اور نہ آپ طلاق دے کر کسی اور کو اس کے بدلے لیں اگرچہ آپ کو اس کا حسن پسند بھی ہو"۔
گویا اللہ تعالے نے نو ازواج میں ہی حضور کے اہلبیت محصور فرما دیے۔

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ مدینہ سے احزاب مشرکین کا رد ہو گیا اور نضیر وقریظہ پر فتح حاصل ہو گئی تو ازواج مطہرات یہ سمجھیں کہ یہود کی نفیس اشیاء اور خزائن جب حضور کے ہاتھ آچکے ہیں تو ہمیں بھی ان سے متمتع ہونا چاہیے۔
اس طرف خیال نہ گیا کہ انبیاء کرام خزائن دنیا سے بے نیاز ہوتے ہیں چنانچہ تمام ازواج حضور کے گرد حاضر آئیں اور عرض کرنے لگیں۔

یارسول اللہ بنات کسری وقیصر فی الحلی والحلل والاماء والخول ونحن علی ما تراہ من الفاقۃ والضیق والحق قلبہ الشریف علیہ السلام بمطالبتہن لہ بتوسعۃ الحال وان تعاملہن بما تعامل بہ الملوک وابناء الدنیا ازواجہم فامرہ اللہ تعالی بان یتلو علیہن ما نزل فی امرہن

حضور قیصر و کسریٰ کی لڑکیاں زیورات و مکلف لباس سے مزین ہیں اور ہم جس حال میں ہیں حضور بھی ملاحظہ فرمارہے ہیں اور اس گفتگو میں اتنا زور دیا کہ حضور کے خاطر اقدس پر گراں گذرا۔

گویا انہوں نے یہ خواہش کی کہ جب معمولی عارضی ارباب سلطنت تیں یہ فراخی ہے تو حضور جب کہ شہنشاہ کونین ہیں تو ہمارے لیے شاہانہ فراخیاں کیوں نہ ہوں۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضور اگر پسند فرماتے تو سب کچھ ممکن تھا لیکن وہاں تو غایت زہد و قناعت تھا دنیا اور دنیا کی نعمتوں سے تنفر و تجنب تھا۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہو اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے نیکوکاروں کے لیے تم میں سے زبردست بدلہ رکھا ہے۔

یعنی اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں نعم عقبیٰ چاہتی ہو تو وہ اجر وہ ہے جس کی حد نہیں۔

اب اس میں غور طلب امر یہ ہے کہ اس تخییر میں تفویض طلاق تھی یا کیا۔ اس پر علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں اِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ تَفْوِيْضُ الطَّلَاقِ وَاِنَّمَا كَانَ تَخْيِيْرُ لَهُنَّ بَيْنَ الْاِرَادَتَيْنِ عَلٰى اِنَّهُنَّ اِنْ اَرَدْنَ الدُّنْيَا فَارَقَهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُنْبِئُ عَنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔

یہ تفویض طلاق نہیں تھی بلکہ تخییر تھی ازواج مطہرات کو کہ اگر وہ دنیا چاہتی ہیں تو حضور انہیں علیحدہ کر دیں جیسا کہ آیہ کریمہ میں ہے فَتَعَالَيْنَ تو آؤ میں تمہیں رخصت کر دوں آرام سے بلا اذیت پہنچائے۔

اور اگر تم اللہ و رسول اور دار آخرت چاہتی ہو تو اللہ نے تمہارے لیے عقبیٰ میں بڑے درجات رکھے ہیں اس کے بعد ازواج مطہرات کا منصب جلیل ظاہر فرمایا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا۔ اے نبی کی بیویو جو بھی تم میں سے کسی کبیرہ کی مرتکب ہو تو بروز قیامت اسے دو چند عذاب ہوگا اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

فاحشہ مبینہ سے مراد زوج کی نافرمانی ہے جس سے معاشرہ میں خرابی پڑے۔

بعض اس طرف گئے ہیں كَمَا اَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي السُّنَنِ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ سُلَيْمَانَ۔ فاحشہ مبینہ سے مراد عام معصیت ہے اور ایسے مطالبات جو خاوند پر شاق گذریں۔

بعض نے اس سے مراد زنا لیا۔

لیکن زنا ازواج سے جزماً ممنوع الوقوع ہے فَاِنَّ الْاَنْبِیَآءَ صَانَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَزْوَاجَہُمْ عَنْ ذٰلِکَ
اس لیے کہ انبیاء کرام کی ازواج کو اس سے اللہ تعالیٰ نے معصوم و محفوظ رکھا ہے۔
اور یُضٰعَفْ لَہَا الْعَذَابُ ان کے علو مرتبت کے لحاظ سے فرمایا گیا، چنانچہ علامہ روح المعانی فرماتے ہیں
وَسَبَبُ تَضْعِیْفِ الْعَذَابِ اَنَّ الذَّنْبَ مِنْہُنَّ اَقْبَحُ فَاِنَّ زِیَادَۃَ قُبْحِہٖ تَابِعَۃٌ لِزِیَادَۃِ فَضْلِ
الْمُذْنِبِ وَالنِّعْمَۃِ عَلَیْہِ وَذٰلِکَ ظَاہِرَۃٌ فِیْہِنَّ۔ دوچند عذاب اس لیے کہ ان سے کوئی گناہ قبیح نہیں بلکہ
اقبح ہے اس لیے کہ قبح کی زیادتی مذنب کی زیادۃ فضل و نعمت پر موقوف ہے اور یہ ازواج مطہرات
میں ظاہر ہے اس لیے کہ وہ ازواج نبی ہیں۔
وَلِذٰلِکَ جُعِلَ حَدُّ الْحُرِّ ضِعْفَ حَدِّ الرَّقِیْقِ۔ اسی لیے آزاد کی حد غلام سے دوچند ہوتی ہے۔
اور یہی حال عالم کا ہے بمقابلہ جاہل کے۔
وَرُوِیَ عَنْ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ لَہٗ رَجُلٌ اَنْتُمْ اَہْلُ بَیْتٍ مَغْفُوْرٌ لَکُمْ
فَغَضِبَ وَقَالَ نَحْنُ اَحْرٰی اَنْ یُّجْرٰی فِیْنَا مَا اَجْرَی اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
مِنْ اَنْ تَکُوْنَ کَمَا تَقُوْلُ اِنَّا نَرٰی لِمُحْسِنِنَا ضِعْفَیْنِ مِنَ الْاَجْرِ وَلِمُسِیْئِنَا ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ
وَقَرَاَ ہٰذِہِ الْاٰیَۃَ۔
حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا آپ تو اہل بیت سے ہیں آپ کے لیے تو
بخشش ہی بخشش ہے تو آپ اس پر غضب ناک ہوئے اور فرمایا ہم آزاد بھی ایسے ہیں جیسے ازواج النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ثواب کے معاملہ میں۔
ہمیں جہاں دوچند ثواب ہے وہاں ہم پر عذاب بھی دوچند ہے پھر یُضٰعَفْ لَہَا الْعَذَابُ
ضِعْفَیْنِ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی۔
وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے۔

بحمد اللہ پارہ ۲۱ ختم ہوا

پارہ ۲۲

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ احزاب پ۲۲

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝

اور جو تم میں فرمانبردار رہے اللہ اور رسول کی اور عمل کرے نیک ہم اسے اوروں سے دونا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی رکھی ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝

اے نبی کی بیویو تم اور عورتوں کی طرح نہیں اگر اللہ سے ڈرو تو نہ نرمی کر دو بات میں کہ دل کا بیمار کچھ لالچ کرے اور اچھی بات کرو۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝

اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور بے پردہ نہ پھرو زمانۂ جاہلیت کی بے پردگی کی طرح اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور پیروی کرو اللہ و رسول کی اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اے نبی کے گھر والو اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝

اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت بے شک اللہ ہر باریکی جانتا خبردار ہے۔

لفظی ترجمہ

مَنْ ۔ جو   يَّقْنُتْ ۔ فرمانبردار رہے   مِنْكُنَّ ۔ تم میں سے

لِلّٰهِ ۔ اللہ کی	وَ ۔ اور	رَسُوْلِهٖ ۔ اسکے رسول کی	وَ ۔ اور
تَعْمَلْ ۔ عمل کرے	صَالِحًا ۔ اچھے	نُؤْتِهَا ۔ ہم دینگے اس کو	اَجْرَهَا ۔ اس کا اجر
مَرَّتَيْنِ ۔ دگنا	وَ ۔ اور	اَعْتَدْنَا ۔ تیار کیا ہم نے	لَهَا ۔ اس کے لیے
رِزْقًا ۔ رزق	كَرِيْمًا ۔ اچھا	يَا ۔ اے	نِسَآءَ ۔ بیویو
النَّبِيِّ ۔ نبی کی	لَسْتُنَّ ۔ نہیں ہو تم	كَاَحَدٍ ۔ دوسری	مِّنَ النِّسَآءِ ۔ عورتوں جیسی
اِنِ ۔ اگر	اتَّقَيْتُنَّ ۔ تم پرہیزگار رہو	فَلَا ۔ تو نہ	تَخْضَعْنَ ۔ نرم کرو
بِالْقَوْلِ ۔ بات	فَيَطْمَعَ ۔ کہ لالچ کریگا	الَّذِيْ ۔ وہ کہ	فِيْ ۔ بیچ
قَلْبِهٖ ۔ اس کے دل کے	مَرَضٌ ۔ بیماری ہے	وَ ۔ اور	قُلْنَ ۔ کہو
قَوْلًا ۔ بات	مَّعْرُوْفًا ۔ بھلی	وَ ۔ اور	قَرْنَ ۔ ٹھہری رہو
فِيْ ۔ بیچ	بُيُوْتِكُنَّ ۔ اپنے گھروں کے	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ
تَبَرَّجْنَ ۔ بے پردہ نکلو	تَبَرُّجَ ۔ بے پردہ نکلنا	الْجَاهِلِيَّةِ ۔ جاہلیت	الْاُوْلٰى ۔ پہلی کا
وَ ۔ اور	اَقِمْنَ ۔ قائم کرو	الصَّلٰوةَ ۔ نماز	وَ ۔ اور
اٰتِيْنَ ۔ دو	الزَّكٰوةَ ۔ زکوٰۃ	وَ ۔ اور	اَطِعْنَ ۔ کہا مانو
اللّٰهَ ۔ اللہ کا	وَ ۔ اور	رَسُوْلَهٗ ۔ اس کے رسول کا	اِنَّمَا ۔ اسکے سوا نہیں
يُرِيْدُ ۔ چاہتا ہے	اللّٰهُ ۔ اللہ	لِيُذْهِبَ ۔ کہ لے جائے	عَنْكُمُ ۔ تم سے
الرِّجْسَ ۔ گندگی	اَهْلَ ۔ اے اہل	الْبَيْتِ ۔ بیت	وَ ۔ اور
يُطَهِّرَ ۔ پاک کرے	كُمْ ۔ تم کو	تَطْهِيْرًا ۔ پاک کرنا	وَ ۔ اور
اذْكُرْنَ ۔ یاد کرو	مَا ۔ جو	يُتْلٰى ۔ پڑھا جاتا ہے	فِيْ ۔ بیچ
بُيُوْتِكُنَّ ۔ تمہارے گھروں کے	مِنْ اٰيٰتِ ۔ آیات	اللّٰهِ ۔ الٰہی سے	وَ ۔ اور
الْحِكْمَةِ ۔ حکمت سے	اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰهَ ۔ اللہ	كَانَ ۔ ہے
لَطِيْفًا ۔ باریک بین	خَبِيْرًا ۔ خبردار		

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع سورۃ احزاب پ ۲۲

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا

لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا۔ اور جو تم میں فرمانبردار رہے اللہ اور اس کے رسول کی اور اچھے عمل کرے ہم اسے اوروں سے دگنا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

یہاں مَنْ عام ہے مگر مذکورعنہ کے زمرہ میں ہے اس لیے سیاق مضمون کے لحاظ سے مِنْكُنَّ میں مخاطب ازواج نبی ہیں تو مَنْ کی عمومیت زمرۂ ازواج طیبات تک ہے۔ گویا یوں ارشاد ہے کہ اے نبی علیہ السلام کی بیویو عام طور پر ہماری طرف سے ایک نیکی کے بدلے دس نیکیاں مقرر ہیں لیکن یہ تمہاری خصوصیت ہے کہ تمہارے لیے ایک نیکی پر بیس گنا اجر ہے۔

اسی لیے تمہارا شرف تمہاری فضیلت تمام جہان کی عورتوں پر ہے۔ اسی لیے تمہارے عمل میں بھی دو جہتیں ہیں۔ ایک ادائے فریضہ و طاعت۔

دوسرے ہمارے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی میں قناعت اور حسن معاشرت کے ساتھ حضور کو خوش رکھنا۔ اور جو رزق کریم کا تمہارے ساتھ وعدہ ہے وہ انعمہ و اطعمہ جنت ہیں

اس کے بعد ازواج مطہرات کے منصب جلیل کو واضح فرمایا اور یہ منصب منصوص قطعی ہے اس کے خلاف جو بھی کسی زوجہ مطہرہ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرے گا وہ منکر قرآن حکیم قرار پائے گا اور ظاہر ہے کہ منکر قرآن مسلمان نہیں رہتا۔

پھر ازواج مطہرات میں کسی زوجہ مکرمہ کی شان میں گستاخانہ کلمہ کہنا اسی لیے کفر ہے کہ آیۂ کریمہ ان کی فضیلت میں مطلقاً ناطق ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان کے لیے گفتگو کرنے کا قانون بھی نافذ کر دیا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ اے نبی کی بیویو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا بیمار کچھ لالچ کرے اور اچھی بات کہو۔

آیۂ کریمہ میں ازواج مطہرات کو منادیٰ فرما کر لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ فرمایا جس کے صریح معنی یہ ہوئے کہ تم عام عورتوں کی طرح نہیں بلکہ تمہارا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ اسی وجہ میں تمہیں امہات المومنین بنایا اور وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ فرمایا۔

لیکن یہ امومیت اعزازیہ ہے نہ کہ حقیقتاً اس لیے ماں ہو جانے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ تم پردہ بھی امتیوں سے نہ کرو بلکہ تم جب پس پردہ کسی غیر سے گفتگو بھی کرو تو ایسی طرح کرو کہ تمہارے لہجہ میں نزاکت کا اظہار اور گفتگو میں لوچ نہ ہو بلکہ گفتگو میں سادگی ہو عفت مآب خواتین کے لیے یہی شایاں ہے۔

اور تمہاری گفتگو جس سے بھی ہو اس میں پند و نصائح اور دین و دیانت اور اسلام کی تعلیم ہونی چاہیے

نیکی وسعادت کی تلقین ہونی چاہیئے۔

اور آج ہم تمہیں حجاب کا بھی حکم دیتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی۔ اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور بے پردہ نہ رہو جیسے پہلے ایام جاہلیت میں بے پردہ تھیں۔

اگلی جاہلیت سے مراد اسلام سے قبل کا زمانہ ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جس زمانہ میں عورتیں بناؤ سنگار کرکے اتراتی نکلتیں اور اپنے حسن وزینت کا ایسے ہی مظاہرہ کرتی تھیں جیسے آج چودھویں صدی میں مغرب زدہ خواتین اور جدید تہذیب کی لڑکیاں کرتی ہیں۔

یورپ میں تو سرخی پاؤڈر شریف لیڈی نہیں کرتیں بلکہ وہاں کی آوارہ عورتیں اس کے استعمال کی خوگر ہیں مگر یہاں تو ہماری بہو بیٹیاں بیویاں عام طور پر لپ سے ضروریات معاشرت میں داخل کرچکی ہیں پھر گھر میں رہ کر اپنی تزئین اس حال میں بھی کرلیں تو شکوہ نہیں ہمارا تو یہ حال ہے کہ باہر نکلتے وقت لپ کو لازمۂ حیات قرار دیتی ہیں۔

اسی بنا پر تبرج فرما کر بتا دیا کہ ایسے مظاہرہ حسن وزینت نہ کرو جیسے زمانۂ جاہلیت میں غیر مردوں کو اپنی زینت دکھائی جاتی تھی۔

ان کی جاہلیت کے لباس بھی ایسے ہوتے تھے جن سے جسم کے اعضاء نہ چھپتے تھے گویا جاہلیت اولیٰ کا اثر جاہلیت اخری میں لوٹ کر آگیا اور حضور نے آخر زمانہ کی عورتوں کا حال بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ کَاسِیَاتٌ اَلْعَارِیَاتُ ہوں گی یعنے کپڑے پہنے ہوئے ننگے جسم والیاں۔

تو ازواج مطہرات سے ابتداءً امر فرمائی گئی تاکہ عامۂ امت کی خواتین سمجھ لیں کہ جب اخص الخواص خواتین امہات المومنین پر یہ قانون نافذ ہے تو ہم تو ان کی باندیاں ہیں ہمارے لیے یہ قانون زیادہ اہمیت رکھتا ہے جیسے حضرت مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو مخاطب فرما کر لَکَ الْاُوْلٰی وَعَلَیْکَ الثَّانِیَۃُ فرمایا یعنی علی غیر عورت پر پہلی نظر تو تمہیں معاف ہے کہ وہ بلا قصد پڑتی ہے مگر دوسری نظر تمہارے لیے گناہ ہے حضرت شیر خدا پر یہ حکم اس لیے نہ تھا کہ آپ معاذ اللہ غیر عورتوں کو گھورتے تھے بلکہ اس لیے آپ کو مخاطب فرما کر یہ حکم دیا گیا تاکہ عوام کی آنکھیں غیر عورت پر نظر ڈالنے سے خود بخود رک جائیں اور وہ سمجھ لیں کہ جب فاتح مرحب فاتح خیبر اسد اللہ شیر خدا کو یہ حکم ہے تو ہم پر اس کا اتباع سب سے زیادہ لازم ہے۔

اسی طرح ازواج مطہرات کو یہ حکم دے کر عامۂ خواتین پر اہمیت کے حکم واضح فرما دی آگے ارشاد ہے۔

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ اور نماز قائم رکھو اور زکاۃ دو اور

اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرو۔
اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡهِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَهِّرَکُمۡ تَطۡهِیۡرًا۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمائے اے نبی کے گھر والو اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔
سیاق مضمون ازواج مطہرات کے ساتھ تخاطب ظاہر کر رہا ہے لیکن یہاں لِیُذۡهِبَ عَنۡکُنَّ الرِّجۡسَ کی بجائے عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ ارشاد ہوا اور یُطَهِّرۡکُنَّ کی بجائے وَیُطَهِّرَکُمۡ جمع مذکر مخاطب کے ساتھ تخاطب کیا اس کی وجہ سوا اس کے اور کوئی معلوم نہیں ہوتی کہ اہل بیت میں صرف ازواج ہی نہیں ہیں۔ بلکہ شہزادہ کونین سید نا حسنین اور بنت رسول سیدہ زہرا اور شیر خدا اسد اللہ اور سید نا صدیق و فاروق سب گھر والے ہیں اس لیے تغلیبًا سب کے حق میں تطہیر کا وعدہ دینے کے لیے یُطَهِّرَکُمۡ اور لِیُذۡهِبَ عَنۡکُمۡ فرمادیا تا کہ مرد عورت سب شامل ہو جائیں۔ اور ازواج کے ساتھ اہل بیت اطہار میں سب ہی شمار ہوں۔
یہی حضرت امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل بیت میں سب داخل ہیں۔ اب آگے ارشاد ہے۔
وَاذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالۡحِکۡمَۃِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا۔ اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آئتیں اور حکمت بیشک اللہ لطیف و خبیر ہے۔
اس سے مراد قرآن کریم اور سنت رسول رحیم علیہ افضل الصلوۃ و اکمل التسلیم کی تعلیم دینا مراد ہے

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ احزاب پ ۲۲

وَمَنۡ یَّقۡنُتۡ مِنۡکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتَعۡمَلۡ صَالِحًا نُّؤۡتِهَاۤ اَجۡرَهَا مَرَّتَیۡنِ وَاَعۡتَدۡنَا لَهَا رِزۡقًا کَرِیۡمًا۔ اور جو خشوع و خضوع کرے تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کے لیے اور نیک عمل کرے میں اسے دوں گا اس کا بدلہ دو چند اور اس کے لیے ہم نے تیار کر رکھا ہے عزت والا رزق۔
یَقۡنُتۡ۔ قنوت سے ہے اور قنوت سکوت کو بھی کہتے ہیں اور خشوع اور خضوع کو بھی اس سے مراد امتثال اوامر اور اجتناب نواہی ہے۔
اور مِنۡکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوۡلِهٖ فرما کر اس امر کا اظہار فرمادیا کہ تعظیم و تکریم سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم غیر منفک ہے اطاعت الٰہی سے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ ہو تو وہ اطاعت لغو اور بے معنی اور بے فائدہ ہے۔

لِلّٰہ کا عطف رسول پر جو ہے اس میں واو معیت کا ہے۔ ایسے ہی اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ میں بھی واؤ معیت کا ہے اطاعت آلہی بلا اطاعت رسالت پناہی بے کار ہے علامہ آلوسی فرماتے ہیں وَذِکْرُہٗ اللّٰہِ اِنَّمَا ھُوَ لِتَعْظِیْمِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِجَعْلِ طَاعَتِہٖ غَیْرَ مُنْفَکَّۃٍ عَنْ طَاعَۃِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔

تو جب اطاعت مع اطاعت سید اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہو تو نُؤْتِھَآ اَجْرَھَا مَرَّتَیْنِ تو وعدہ کیا گیا کہ ہم اسے اس اطاعت آلہی اور امتثال امر رسالت پناہی کے سبب اسے دہرا اجر دیں گے۔

ابن ابی حاتم ربیع بن انس سے راوی ہیں اِنَّہٗ قَالَ فِیْ حَاصِلِ مَعْنَی الْاٰیَتَیْنِ اِنَّہٗ مَنْ عَصٰی مِنْکُنَّ فَاِنَّہٗ یَکُوْنُ الْعَذَابُ عَلَیْھَا الضِّعْفُ مِنْہُ عَلٰی سَائِرِ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّ الْاَجْرَ لَھَا الضِّعْفُ عَلٰی سَائِرِ نِسَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ۔

آیت کریمہ کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ جو حضور کی نافرمانی کرے گی تم میں سے اس پر عذاب بھی دنیا کے مومنہ عورتوں سے دوچند ہے اور جو نیک عمل کرے اس کا اجر بھی تمام مسلم خواتین سے دوچند ہے۔

تو عام اعمال صالحہ پر فی عمل جہاں دس نیکیاں مسلمان مرد عورت کے لیے ہیں وہاں خصوصی طور پر ازواج مطہرات کے لیے بیس گنا اجر کا وعدہ ہوا۔

اور اگر دس سے زیادہ کسی کو اجر ملا تو ازواج مطہرات کو اس سے دوچند اجر لازمی ہے اور اس تضعیف کی وجہ صاف ہے کہ ازواج کے علو مرتبت اور خصوصیت کی بنا پر یہ تخصیص ہے گویا یہ بتانا مقصود ہے کہ ازواج مطہرات اور عام مومنہ عورتیں برابر نہیں۔

اور چونکہ بشارت مطلق ہے تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اعمال ازواج حین حیات سید اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تک دوچند درجہ پر ہوں گے نہیں بلکہ ان کے اعمال صالحہ کا اجر بعد وفات بھی بالضعف ہوتا رہے گا کما قال الآلوسی فی روح المعانی۔

وَالظَّاھِرُ اَنَّ ذٰلِکَ لَیْسَ بِالنِّسْبَۃِ اِلٰی اَعْمَالِھِنَّ الصَّالِحَۃِ الَّتِیْ عَمِلْنَھَا فِیْ حَیَاتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَطْ بَلْ یُضَاعَفُ اَجْرُھُنَّ عَلَیْھَا وَعَلَی الْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ الَّتِیْ یَعْمَلْنَھَا بَعْدَ وَفَاتِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔

وَاَعْتَدْنَا لَھَا رِزْقًا کَرِیْمًا۔ اور ہم نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے عزت والا رزق۔

يَعْنِيْ فِي الْجَنَّةِ زِيَادَةٌ عَلٰى اَجْرِهَا الْمُضَاعَفِ رِزْقًا كَرِيْمًا۔ عَظِيْمُ الْقَدْرِ رَفِيْعُ الْخَطَرِ مَرْضِيًّا لِصَاحِبِهٖ۔ جنت میں ان کا اجر دوچند سہ چند ہو جو نہایت عظیم القدر رفیع الخطر ہو۔

آگے ازواج مطہرات کی دوسری خصوصیت کا بیان ہے جو تمام عورتوں سے علیحدہ ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ اے نبی کی بیویوں تم اور عورتوں جیسی نہیں اگر تم تقوی کرو تو نرم کلام کرو کہ اس کے دل میں طمع پیدا ہو جس کا دل بیمار ہے اور جو کچھ کہو قول معروف پر از نصیحت کہو۔

اِنِ اتَّقَيْتُنَّ سے مراد حکم الٰہی کی مخالفت سے ڈرنا اور رضا حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میں رہنا ہے۔

اور لَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ کے یہ معنی ہیں لَا تَلِنَّ الْكَلَامَ وَلَا تُرَقِّقْنَهٗ۔ نہ نرمی کرو اپنی گفتگو میں اور نہ نزاکت دکھاؤ بات کرنے میں چنانچہ مروی ہے۔ عَنْ بَعْضِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّهَا كَانَتْ تَضَعُ يَدَهَا عَلٰى فِيْهَا اِذَا كَلَّمَتْ اَجْنَبِيًّا تُغَيِّرُ صَوْتَهَا بِذٰلِكَ خَوْفًا مِنْ اَنْ يَّسْمَعَ رَخِيْمًا لَيِّنًا۔

بعض امہات المومنین جب اجنبی سے کلام فرماتیں تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی آواز بدل لیتیں اس خوف سے کہ سننے والا آواز باریک اور نرم نہ سن لے۔

فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ۔ تاکہ جو بیمار دل منافق ہیں ان کی نیت گندی نہ ہو۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں اعشی کے قول کو پیش کیا ہے۔

حَافِظٌ لِلْفَرْجِ رَاضٍ بِالتُّقٰى   وَلَيْسَ مِمَّنْ قَلْبُهٗ فِيْهِ مَرَضٌ

ازواج کی یہ شان تھی کہ باعصمت باعفت تھیں اور تقوی کے ساتھ راضی وہ ان سے نہ تھیں جن کے دل بیمار ہوں۔

یعنی جن کے دل میں شہوت و زنا کا مرض ہو۔

قتادہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں جن کے دل میں نفاق ہو۔

ابن منذر اور ابن ابی حاتم زید بن علی رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا اَلْمَرَضُ مَرَضَانِ فَمَرَضُ زِنَا وَمَرَضُ نِفَاقٍ۔ مرض دو ہیں مرض زنا اور مرض نفاق۔

وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا کے معنی یہ روح المعانی میں یوں ہے وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا حَسَنًا بَعِيْدًا عَنِ الرِّيْبَةِ غَيْرَ مُطْمِعٍ لِاَحَدٍ۔ اور گفتگو کرو تو اچھی نصیحت کی جو کسی قسم کے شک اور خواہش سے بعید ہو۔

اس کے بعد تیسرا حکم اول ازواج کے لیے نافذ ہے جو بعد میں عامۂ مومنات کے لیے بھی عام ہو گیا حیث قال تعالے۔

وَقَرْنَ فِی بُیُوْتِکُنَّ ۔ اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں۔

اس کے معنی اِقْرَرْنَ بنتے ہیں یہ قَرَّ یَقِرُّ سے ہے اس میں یہ تعلیل ہوئی کہ پہلی را حذف ہوئی اور قاف پر فتح لاکر ہمزہ حذف کر دیا اس لیے کہ حرکت قاف کی وجہ سے ہمزہ زائد تھا۔ قَرْنَ ہو گیا۔

چنانچہ ترمذی۔ بزار ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حضور کا فرمان نقل کرتے ہیں۔ اِنَّ الْمَرْاَۃَ عَوْرَۃٌ فَاِذَا خَرَجَتْ مِنْ بَیْتِہَا اِسْتَشْرَفَہَا الشَّیْطَانُ وَاَقْرَبُ مَا تَکُوْنُ مِنْ رَحْمَۃِ رَبِّہَا وَہِیَ فِی قَعْرِ بَیْتِہَا عورت سراپا عورت ہے تو جب وہ اپنے گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کے پیچھے اچکتا ہے اور رحمت الٰہی کے قریب وہ ہوتی ہے جو اپنے گھر کے گوشہ میں رہے۔

وَاَخْرَجَ الْبَزَّارُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ جِئْنَ النِّسَاءُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ذَہَبَ الرِّجَالُ بِالْفَضْلِ وَالْجِہَادِ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ فَہَلْ لَنَا عَمَلٌ نُدْرِکُ بِہٖ فَضْلَ الْمُجَاہِدِیْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ قَعَدَ تْ مِنْکُنَّ فِی بَیْتِہَا فَاِنَّہَا تُدْرِکُ عَمَلَ الْمُجَاہِدِیْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

فرماتے ہیں حضور کی خدمت اقدس میں عورتیں حاضر ہوئیں اور عرض کیا حضور مرد تو جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ بڑھ گئے کیا ہمارے لیے بھی کوئی ایسا عمل ہے جس سے ہم مجاہدین کی فضیلت حاصل کر سکیں فرمایا جو تم میں سے اپنے گھر میں بیٹھے وہ عمل مجاہدین فی سبیل اللہ کا اجر پائے گی۔

اس پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں وَقَدْ یَحْرُمُ عَلَیْہِنَّ الْخُرُوْجُ بَلْ قَدْ یَکُوْنُ کَبِیْرَۃً کَخُرُوْجِہِنَّ لِزِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ اِذَا عَظُمَتْ مَفْسَدَتُہٗ وَخُرُوْجُہُنَّ وَلَوْ اِلَی الْمَسْجِدِ وَقَدِ اسْتَعْطَرْنَ وَتَزَیَّنَّ اِذَا تُحُقِّقَتْ اَمَّا اِذَا ظُنَّتْ فَہُوَ حَرَامٌ غَیْرُ کَبِیْرَۃٍ ۔ بے شک عورتوں پر حرام بلکہ کبیرہ گناہ ہے گھر سے نکلنا جیسا ان کا زیارت قبور کے لیے جانا جبکہ فتنہ کا خطرہ ہو اور مسجد کی طرف جانا بھی ممنوع ہے جبکہ خوشبو سے معطر ہو کر اور زیورات ولباس سے مزین ہو کر نکلیں تو حرام ہے اور اگر مفسدہ ومظنہ فتنہ نہ ہو تب بھی ممنوع ہے اگرچہ کبیرہ نہیں۔

البتہ حج اور زیارت والدین یا عیادت مریض جو رشتہ میں ہو اور تعزیت اموات آقارب وغیرہ کے لیے خروج جائز ہے بشرطیکہ زینت وتعطر نہ ہو۔

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاہِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی ۔ اور نہ اتراتی نکلو جہالت کے زمانہ کی طرح۔

عربی میں تبرّج اور خروج میں فرق ہے ۔ خروج گھر سے سادگی کے ساتھ بضرورت نکلنا ہے اور تبرّج بقول مجاہد اور قتادہ اور ابن ابی نجیح مشی بتبختر ہے یعنی بناؤ سنگار کر کے اتراتے ہوئے نکلنا تبرّج ہے مبرّد کہتے ہیں اَلتَّبَرُّجُ اَنْ تُبْدِیَ مِنْ مَحَاسِنِہَا مَا یَجِبُ عَلَیْہَا سَتْرُہٗ ۔ تبرج اس مظاہرہ کو کہتے

ہیں جس میں عورت اپنے وہ محاسن ظاہر کرے جن کا ستر اس پر واجب ہے۔

قَالَ اللَّیْثُ یُقَالُ تَبَرَّجَتِ الْمَرْأَۃُ اِذَا اَبْدَتْ مَحَاسِنَہَا مِنْ وَجْہِہَا وَجَسَدِہَا۔ لیث فرماتے ہیں تبرج یہ ہے کہ عورت اپنے چہرے اور جسم کے محاسن اغیار پر ظاہر کرے۔

اور جاہلیت اولیٰ سے مراد ایام جاہلیت کی تہذیب ہے جو زمانہ اولیٰ میں تھی اور موجودہ زمانہ میں لوٹ کر پھر آگئی۔

اور ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم اور ابن مردویہ اور بیہقی شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اَلْجَاہِلِیَّۃُ مَا بَیْنَ نُوْحٍ وَّاِدْرِیْسَ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ وَکَانَتْ اَلْفَ سَنَۃٍ۔ جاہلیت کا زمانہ نوح اور ادریس علیہما السلام کے زمانہ کے مابین ایک ہزار سال کا زمانہ ہے۔

قَالَ وَاِنَّ بَطْنَیْنِ مِنْ وُّلْدِ اٰدَمَ کَانَ اَحَدُہُمَا یَسْکُنُ السَّہْلَ وَالْاٰخَرُ یَسْکُنُ الْجِبَالَ۔ اولاد آدم علیہ السلام میں سے ایک قبیلہ میدان میں رہتا اور ایک پہاڑوں میں۔

وَکَانَ نِسَاءُ السَّہْلِ وَرِجَالُہٗ عَلَی الْعَکْسِ فَاتَّخَذَ اَہْلُ السَّہْلِ عِیْدًا یَجْتَمِعُوْنَ اِلَیْہِ فِی السَّنَۃِ فَتَبَرَّجَ النِّسَاءُ لِلرِّجَالِ وَالرِّجَالُ لَہُنَّ وَاِنَّ رَجُلًا مِّنْ اَہْلِ الْجَبَلِ ہَجَمَ عَلَیْہِمْ فِیْ عِیْدِہِمْ فَرَاَی النِّسَاءَ وَصَبَاحَتَہُنَّ فَاَتٰی اَصْحَابَہٗ وَاَخْبَرَہُمْ بِذٰلِکَ فَتَحَوَّلُوْا اِلَیْہِنَّ فَنَزَلُوْا لَہُنَّ فَظَہَرَتِ الْفَاحِشَۃُ فِیْہِنَّ

تو میدان میں رہنے والی عورتیں اور مرد سالانہ پہاڑ پر عید کرتے یعنی میلہ بناتے تو عورتیں مردوں کے لیے اور مرد عورتوں کے لیے بے حیائی کا مظاہرہ کرتے۔

پھر ایک پہاڑی آدمی اس میلے میں آیا اور اس نے ہجوم کیا تو عورتوں کی صباحت و تزئین دیکھی اور اس نے اوروں کو خبر کی وہ بھی اس طرف رجوع ہو گئے حتیٰ کہ بے حیائی ان میں عام ہو گئی۔ اس طرف آیۂ کریمہ میں تَبَرُّجَ الْجَاہِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی فرما کر اشارہ فرمایا۔

بعض اس پر زور دیتے ہیں کہ مشرکین مکہ میں زمانہ جاہلیت کی بے حیائی اور بے پردگی مراد ہے۔

غرضیکہ اس حکم حجاب کے بعد ازواج مطہرات حج کے لیے بھی گھر سے نہ نکلیں۔

چنانچہ عبد اللہ بن حمید اور ابن المنذر محمد بن سیرین سے راوی ہیں قَالَ نُبِّئْتُ اَنَّہٗ قِیْلَ لِسَوْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لَکِ لَا تَحُجِّیْنَ وَلَا تَعْتَمِرِیْنَ کَمَا یَفْعَلُ اَخَوَاتُکِ فَقَالَتْ قَدْ حَجَجْتُ وَاعْتَمَرْتُ وَاَمَرَنِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْ اَقِرَّ فِیْ بَیْتِیْ فَوَاللّٰہِ لَا اَخْرُجُ مِنْ بَیْتِیْ حَتّٰی اَمُوْتَ

حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضور آپ نہ حج کرتی ہیں نہ عمرہ جیسے اور کرتی ہیں آپ نے فرمایا میں حج کر چکی ہوں اور عمرہ بھی اب اللہ نے مجھے حکم دیا ہے

کریں اپنے گھر میں قرار پکڑوں تو قسم بخدا اب میں گھر سے باہر نہ نکلوں گی حتیٰ کہ مرجاؤں۔
راوی فرماتے ہیں فَوَاللّٰهِ مَا خَرَجَتْ مِنْ بَابِ حُجْرَتِهَا حَتّٰى اُخْرِجَتْ جَنَازَتُهَا۔ خدا کی قسم آپ گھر کے دروازے سے باہر نہ تشریف لائیں یہاں تک کہ جنازہ ہی نکلا۔
اور یہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا اجتہاد تھا۔
اس لیے کہ دیگر ازواج مطہرات حج کو تشریف لے گئیں سوا حضرت زینب بنت جحش اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہما کے
وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ و رسول کی پیروی کرتی رہو۔
اس میں عبادت بدنی اور عبادت مالی کی پابندی کا حکم دیا گیا۔
آگے ارشاد ہے جو ازواج مطہرات اور اہلبیت اطہار کے لیے مشترک خصوصیت کی دلیل ہے جیسے قال اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی برائی دُور لے جائے اے اہلبیت اور تمہیں پاک کر دے خوب پاک کرنے کا۔

رجس کی تعریف میں مفسرین کے نو قول ہیں۔

(۱) وَالرِّجْسُ فِى الْاَصْلِ الْقَذَرُ وَاُرِيْدَ بِهٖ هٰهُنَا عِنْدَ كَثِيْرٍ الذَّنْبُ مَجَازًا۔ رجس اصل میں گندی شے کو کہتے ہیں اور اس جگہ اس سے مراد اکثر کے نزدیک مجازاً گناہ ہے۔

(۲) وَقَالَ السُّدِّيُّ الْاِثْمُ۔ سدی کہتے ہیں کہ رجس سے مراد اثم یعنی ہر گناہ ہے۔

(۳) وَقَالَ الزَّجَّاجُ الرِّجْسُ الْفِسْقُ۔ زجاج کے نزدیک رجس سے مراد فسق ہے۔

(۴) وَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ الشَّيْطَانُ۔ ابن زید کہتے ہیں اس سے مراد شیطان ہے۔

(۵) وَقَالَ الْحَسَنُ الشِّرْكُ۔ حسن کے نزدیک رجس شرک ہے۔

(۶) وَقِيْلَ الشَّكُّ۔ ایک قول ہے کہ رجس شک ہے۔

(۷) وَقِيْلَ الْبُخْلُ وَالطَّمَعُ۔ ایک قول ہے کہ رجس بخل ہے اور طمع۔

(۸) وَقِيْلَ الْاَهْوَاءُ وَالْبِدَعُ۔ ایک قول ہے کہ رجس حرص و ہوا اور ارتکاب بدعات ہے۔

(۹) وَقِيْلَ اِنَّ الرِّجْسَ يَقَعُ عَلَى الْاِثْمِ وَعَلَى الْعَذَابِ وَعَلَى النَّجَاسَةِ وَعَلَى النَّقَائِصِ۔ ایک قول ہے کہ رجس کا اطلاق اثم اور عذاب پر بھی ہوتا ہے اور نجاست پر بھی اور ہر قسم کی ناقص باتوں پر بھی رجس کہہ دیتے ہیں۔

وَالْمُرَادُ بِهِ هٰهُنَا مَا يَعُمُّ كُلَّ ذٰلِكَ - احسن قول یہ ہے کہ یہاں رجس سے مراد گناہ۔ فسق۔ توسوس شیطانی اور شرک وشک اور بخل وطمع اور حرص وہوا وبدعات سب ہی سے پاک کرنا ہے۔

اب اہل البیت میں الف لام کونسا ہے اس کی تحقیق یہ ہے کہ

وَاَلْ فِيْهِ لِلْجِنْسِ اَوْ لِلْاِسْتِغْرَاقِ وَالْمُرَادُ بِالتَّطْهِيْرِ۔

قِيْلَ التَّحْلِيَةُ بِالتَّقْوٰى

وَقِيْلَ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الذُّنُوْبَ وَالْمَعَاصِيْ فِيْمَا نَهَاكُمْ وَيُحَلِّيَكُمْ بِالتَّقْوٰى تَحْلِيَةً بَلِيْغَةً فِيْمَا اَمَرَكُمْ۔ یہ الف لام جنسی ہے یا استغراقی۔ اور تطہیر سے مراد ایک قول کے مطابق تزیین بالتقوی ہے اور ایک قول میں اس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے تمام گناہ جن سے تمہیں منع کیا یہ دور کردے اور تمہیں تقوی کی زینتوں سے مزین کرے جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔

اور آیۂ کریمہ کا خلاصہ یہ نکلتا ہے گویا ارشاد ہے يُرِيْدُ اللّٰهُ اِذْهَابَ الرِّجْسِ عَنْكُمْ وَيُطَهِّرَكُمْ اللہ تم سے ہر قسم کی گندگی دور کرکے تمہیں پاک اور ستھرا کرنا چاہتا ہے۔

اب یہ بحث کہ ازواج مطہرات اہلبیت میں ہیں یا نہیں؟

اس کے متعلق روح البیان میں آلوسی نے مختلف فیہ اقوال نقل کرکے واضح کیا ہے کہ اکثر نے ازواج کو داخل اہلبیت مانا ہے اور بعض نہیں مانتے۔

نہ ماننے والے حدیث ثقلین سے استناد کرتے ہیں اس میں ایک چادر کے اندر ایک گھر میں حضرت ام سلمہ کے یہاں سیدہ فاطمہ زہراء اور علی اور حسن وحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور نے لیا اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ فرمایا تو معلوم ہوا کہ اہل بیت صرف سیدہ اور حسن وحسین اور حضرت علی ہی ہیں۔ باقی ازواج مطہرات نہیں۔

لیکن یہ سب اخبار آحاد ہیں نص قطعی جو آیت قرآنی ہے اس میں سیاق وسباق یہی کہتا ہے کہ اہلبیت میں ازواج امہات المومنین اور سیدہ زہراء وحسنین اور حضرت علی سب داخل ہیں۔ چنانچہ بعض روائتیں وہ بھی ہیں جن سے ازواج کا اہل بیت سے ہونا ثابت ہے۔

اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ ضَمَّ اِلٰى اَهْلِ الْكِسَاءِ عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حضور نے چادر میں صرف حضرت زہراء وحسنین اور حضرت علی کو ہی لیا تو بقیہ بنات اس چادر میں نہ تھیں تو اگر چادر میں لینا ہی مستلزم اہلبیت ہے تو بقیہ بنات کے متعلق کیا کہا جائے گا۔

پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اَمَا اَنَا مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ فَقَالَ بَلٰى اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضور کیا ہم ازواج اہل بیت سے نہیں فرمایا کیوں نہیں انشاء اللہ
ایک روایت میں ہے اَنَّهَا قَالَتْ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَسْتُ مِنْ اَهْلِكَ قَالَ بَلٰى وَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَدْخَلَهَا الْكِسَاءَ بَعْدَ مَا قَضٰى دُعَائَهٗ لَهُمْ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا حضور کیا میں آپ کے اہل سے نہیں ؟ فرمایا کیوں نہیں اور حضور نے آپ کو بھی چادر میں لے لیا دعا فرمانے کے بعد۔ پھر آل نسبی اور آل سببی کے فرق کے ساتھ تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی اہل بیت میں ہیں جیسا کہ حضور نے فرمایا سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ۔

اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے حضور سے عرض کیا اَنَا مِنْ اَهْلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْتَ مِنْ اَهْلِىْ۔ واثلہ رضی اللہ عنہ نے حضور سے عرض کیا کیا میں حضور کے اہل سے ہوں۔ فرمایا ہاں تم میرے اہل سے ہو۔

اور لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اور وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا کی بجائے عَنْكُنَّ الرِّجْسَ وَيُطَهِّرَكُنَّ نہ لانے کی وجہ ظاہر کی گئی اَلْمُرَادُ هُوَ نِسَاؤُهُ الْمُطَهَّرَاتُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُنَّ وَضَمِيْرُ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ لِتَغْلِيْبِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْهِنَّ۔ اسے ہم اول خلاصہ تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔

آخر میں تمام روایات کے نقل کے بعد علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔
وَيَدْخُلُ فِىْ ذٰلِكَ اَزْوَاجُهٗ وَالْاَرْبَعَةُ اَهْلُ الْكِسَاءِ وَعَلِىٌّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ مَعَ مَالَهٗ مِنَ الْقَرَابَةِ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اس میں ازواج مطہرات اور چاروں اہل کساء اور علی کرم اللہ وجہہ معہ اس قرابت کے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے رکھتے ہیں سب داخل ہیں۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا۔ اور ذکر کرو بطور وعظ و نصیحت اس کا جو پڑھا جاتا ہے تمہارے گھروں میں قرآن کریم سے اور سنت نبی رحیم سے بیشک اللہ لطیف و خبیر ہے۔

یہاں آیات اللہ سے مراد قرآن حکیم ہے اور حکمت سے مراد سنت نبی کریم ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۂ احزاب پ۲۲

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ
وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ
وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ
وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ
وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ
وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ
الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ
مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صابر مرد
اور صابر عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد
اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے
والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ
دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور محافظت کرنے
والے شرمگاہوں کی اور محافظت کرنے والیاں
اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو
بہت یاد کرنے والی عورتیں ان کے لیے اللہ نے
بخشش اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا
قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ
لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ
يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ
ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝

اور نہ کسی مومن مرد کو اور نہ کسی مومنہ عورت کو
یہ اختیار ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کچھ حکم
فرمائیں تو انہیں اپنے معاملہ میں کچھ اختیار رہے
اور جو نافرمانی کرے اللہ اور رسول کی وہ بیشک
صریح گمراہی میں بہکا۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ
عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ
فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ
وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ
تَخْشٰىهُ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا
وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ
عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ
اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا
وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝

اور اے محبوب وہ واقعہ یاد کیجئے جب آپ فرما
رہے تھے اسے جسے اللہ نے نعمت دی اور آپ
نے اسے نعمت دی کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے
دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں مخفی رکھتے
تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا تھا اور تم لوگوں کے
طعن سے خائف تھے اور اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس
سے خوف کیا جائے تو جب زید کی غرض اس سے
نکل گئی تو وہ ہم نے تمہارے نکاح میں دے دی
تاکہ نہ ہو مومنین پر کچھ حرج ان کے لے پالکوں کی بیویوں
میں جب ہو جائے ان سے ان کا کام ختم ہو جائے اور
اللہ کا حکم ہو کر رہنا تھا۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۙ

نہیں ہے نبی پہ کوئی حرج اس بات میں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمادی اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گذر گئے اور اللہ کا کام مقرر شدہ ہے۔

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝

وہ جو پہنچاتے ہیں اللہ کے پیام اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب سے آخری نبی اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

لفظی ترجمہ

اِنَّ ۔ بے شک اَلْمُسْلِمِيْنَ ۔ فرمانبرداری کرنے والے مرد وَ ۔ اور اَلْمُسْلِمٰتِ فرمانبرداری کرنے والی عورتیں وَ اور اَلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے مرد وَ ۔ اور اَلْمُؤْمِنٰتِ ۔ ایمان لانے والی عورتیں وَ ۔ اور اَلْقٰنِتِيْنَ ۔ عاجزی کرنے والے مرد وَ ۔ اور اَلْقٰنِتٰتِ ۔ عاجزی کرنے والی عورتیں وَ ۔ اور اَلصّٰدِقِيْنَ ۔ سچ بولنے والے مرد وَ ۔ اور اَلصّٰدِقٰتِ ۔ سچ بولنے والی عورتیں وَ ۔ اور اَلصّٰبِرِيْنَ ۔ صبر کرنے والے مرد وَ ۔ اور اَلصّٰبِرٰتِ ۔ صبر کرنے والی عورتیں وَ ۔ اور اَلْخٰشِعِيْنَ ۔ ڈرنے والے مرد وَ ۔ اور اَلْخٰشِعٰتِ ۔ ڈرنے والی عورتیں وَ ۔ اور اَلْمُتَصَدِّقِيْنَ ۔ صدقہ کرنے والے مرد وَ ۔ اور اَلْمُتَصَدِّقٰتِ ۔ صدقہ کرنے والی عورتیں وَ ۔ اور اَلصَّآئِمِيْنَ ۔ روزہ رکھنے والے مرد وَ ۔ اور اَلصّٰٓئِمٰتِ ۔ روزہ رکھنے والی عورتیں ۔

وَ۔ اور	اَلْحٰفِظِيْنَ۔ حفاظت کرنے والے مرد		فُرُوْجَهُمْ۔ اپنی شرمگاہوں کی
وَ۔ اور	اَلْحٰفِظٰتِ۔ حفاظت کرنے والی عورتیں		وَ۔ اور
الذّٰكِرِيْنَ۔ ذکر کرنے والے		اللّٰهَ۔ اللہ کا	كَثِيْرًا وَّ۔ بہت اور
الذّٰكِرٰتِ۔ ذکر کرنے والیاں		اَعَدَّ۔ تیار کیا	اللّٰهُ۔ اللہ نے
لَهُمْ۔ ان کے لیے	مَّغْفِرَةً۔ بخشش	وَّ۔ اور	اَجْرًا۔ اجر
عَظِيْمًا۔ بڑا	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	كَانَ۔ ہے
لِمُؤْمِنٍ۔ واسطے کسی مومن مرد	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	مُؤْمِنَةٍ۔ مومن عورت کیلئے
اِذَا۔ جب کہ	قَضَى۔ فیصلہ کردے	اللّٰهُ۔ اللہ	وَ۔ اور
رَسُوْلُهٗ۔ اس کا رسول	اَمْرًا۔ کسی کام کا	اَنْ۔ یہ کہ	يَّكُوْنَ۔ ہو
لَهُمُ۔ ان کے لیے	الْخِيَرَةُ۔ اختیار	مِنْ اَمْرِ۔ کام	هِمْ۔ ان کے کا
وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	يَّعْصِ۔ نافرمانی کرے	اللّٰهَ۔ اللہ کی
وَ۔ اور	رَسُوْلَهٗ۔ اسکے رسول کی	فَقَدْ۔ تو بیشک	ضَلَّ۔ گمراہ ہوا
ضَلٰلًا۔ گمراہی	مُّبِيْنًا۔ کھلی	وَ۔ اور	اِذْ۔ جب
تَقُوْلُ۔ تو کہتا تھا	لِلَّذِيْٓ۔ اس کو کہ	اَنْعَمَ۔ انعام کیا	اللّٰهُ۔ اللہ نے
عَلَيْهِ۔ اس پر	وَ۔ اور	اَنْعَمْتَ۔ انعام کیا تونے	عَلَيْهِ۔ اس پر
اَمْسِكْ۔ روک رکھ	عَلَيْكَ۔ اپنے لیے	زَوْجَكَ۔ اپنی بیوی	وَ۔ اور
اتَّقِ۔ ڈر	اللّٰهَ۔ اللہ سے	وَ۔ اور	تُخْفِيْ۔ چھپاتا تھا تو
فِيْ۔ بیچ	نَفْسِكَ۔ اپنے دل کے	مَا۔ جو	اللّٰهُ۔ اللہ
مُبْدِيْهِ۔ ظاہر کرنے والا تھا	وَ۔ اور	تَخْشَى۔ تو ڈرتا تھا	النَّاسَ۔ لوگوں سے
وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	اَحَقُّ۔ زیادہ حقدار ہے	اَنْ۔ یہ کہ
تَخْشٰا۔ ڈرے تو	هُ۔ اس سے	فَلَمَّا۔ تو جب	قَضٰى۔ پوری کرلی
زَيْدٌ۔ زید نے	مِّنْهَا۔ اس سے	وَطَرًا۔ حاجت	زَوَّجْنٰكَهَا۔ تو نکاح اس کا
تجھ سے	لِكَيْلَا۔ تاکہ نہ	يَكُوْنَ۔ ہو	عَلَى۔ اوپر
الْمُؤْمِنِيْنَ۔ مومنوں کے	حَرَجٌ۔ تنگی	فِيْٓ۔ بیچ	اَزْوَاجِ۔ بیویوں
اَدْعِيَآئِ۔ لے پالکوں	هِمْ۔ انکے ہیں	اِذَا۔ جبکہ	قَضَوْا۔ پوری کرلیں

مِنْهُنَّ ۔ ان سے	وَطَرًا ۔ حاجت	وَ ۔ اور	كَانَ ۔ ہے
اَمْرُ ۔ حکم	اللّٰهِ ۔ اللہ کا	مَفْعُوْلًا ۔ پورا ہونے والا	مَا ۔ نہیں
كَانَ ۔ ہے	عَلَى ۔ اوپر	النَّبِيِّ ۔ نبی کے	مِنْ حَرَجٍ ۔ کوئی حرج
فِيْمَا ۔ اس میں جو	فَرَضَ ۔ مقرر کردیا	اللّٰهُ ۔ اللہ نے	لَهٗ ۔ اس کے لیے
سُنَّةَ ۔ طریقہ	اللّٰهِ ۔ اللہ کا	فِي ۔ بیچ	الَّذِيْنَ ۔ ان کے جو
خَلَوْا ۔ گذرے	مِنْ قَبْلُ ۔ پہلے	وَ ۔ اور	كَانَ ۔ ہے
اَمْرُ ۔ حکم	اللّٰهِ ۔ اللہ کا	قَدَرًا ۔ اندازہ	مَّقْدُوْرًا ۔ کیا ہوا
اِنَّ ۔ بیشک	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	يُبَلِّغُوْنَ ۔ پہنچاتے ہیں	رِسٰلٰتِ ۔ پیغام
اللّٰهِ ۔ اللہ کا	وَ ۔ اور	يَخْشَوْنَهٗ ۔ ڈرتے ہیں اس سے	وَ ۔ اور
لَا ۔ نہیں	يَخْشَوْنَ ۔ ڈرتے	اَحَدًا ۔ کسی سے	اِلَّا ۔ سوا
اللّٰهَ ۔ اللہ کے	وَ ۔ اور	كَفٰى ۔ کافی ہے	بِاللّٰهِ ۔ اللہ
حَسِيْبًا ۔ حساب لینے والا	مَا ۔ نہیں	كَانَ ۔ ہیں	مُحَمَّدٌ ۔ محمد
اَبَا ۔ باپ	اَحَدٍ ۔ کسی کے	مِّنْ رِّجَالِكُمْ ۔ تمہارے مردوں میں سے	
وَ ۔ اور	لٰكِنْ ۔ لیکن	رَّسُوْلَ ۔ رسول ہیں	اللّٰهِ ۔ اللہ کے
وَ ۔ اور	خَاتَمَ ۔ ختم کرنے والے	النَّبِيّٖنَ ۔ نبیوں کے	وَ ۔ اور
كَانَ ۔ ہے	اللّٰهُ ۔ اللہ	بِكُلِّ ۔ ہر	شَيْءٍ ۔ چیز کو
عَلِيْمًا ۔ جاننے والا۔			

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع سورۃ احزاب پ ۲۲

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

مسلمین و مسلمات ۔ مومنین و مومنات ۔ قانتین و قانتات ۔ صادقین و صادقات ۔ صابرین و

صابرات ۔خاشعین و خاشعات ۔متصدقین و متصدقات ۔صائمین و صائمات ۔حافظین فروج وحافظات ۔ذاکرین و ذاکرات ۔

یہ دس مراتب مرد و عورت کے برابر بیان فرمائے گئے ۔

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ

حضرت اسماء بنت عمیس جب اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں تو ازواج مطہرات سے مل کر انہوں نے دریافت کیا کہ عورتوں کے حق میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی یا نہیں ؟

سب نے جواب دیا کہ نہیں ۔

تو حضرت اسماء نے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ عورتیں بڑے خسران و نقصان میں ہیں ،حضور نے فرمایا کیوں ؟

اسماء نے عرض کیا مردوں کے ذکر تو ہر پہلو سے آتے ہیں لیکن عورتوں کا ذکر خیر کے ساتھ قرآن پاک میں کہیں نہیں آیا ۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس میں جہاں دس مراتب مردوں کے بیان فرمائے وہاں وہی دس مراتب عورتوں کے بھی بیان ہوئے ۔

ان مراتب میں سب سے اول درجہ اسلام کا ہے جو بلا اطاعت خدا اور رسول کے مکمل نہیں ہوتا ۔
دوسرا درجہ ایمان کا ہے کہ وہ عقائد صحیحہ اور ظاہر و باطن کے موافق ہوئے بغیر پورا نہیں ہوتا ۔
تیسرا درجہ قنوت کا ہے جو خالص اطاعت ہے ۔
چوتھا درجہ صدق کا ہے جو صدق نیت و صدق کلام و صدق اعمال سے پورا ہوتا ہے ۔
پانچواں درجہ صبر کا ہے جس کے ذریعہ احکام کی پابندی اور منہیات سے احتراز کیا جاتا ہے خواہ نفس پر وہ کتنا ہی شاق گذرے مگر رضاء الٰہی کے لیے وہ منظور کیا جائے ۔
چھٹا درجہ خشوع کا ہے جس کے ذریعہ طاعتوں عبادتوں میں قلوب و جوارح کے ساتھ مومن متواضع بن جاتا ہے ۔
ساتواں درجہ صدقہ کا ہے جو اللہ تعالےٰ کی عطا کی ہوئی روزی سے اس کی راہ میں بطریق فرض زکوٰۃ اور بطور نفل خیرات دینا ہے ۔
آٹھواں درجہ صوم کا ہے یہ بھی فرض و نفل دونوں کو شامل ہے ۔
چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو ہر ہفتہ ایک درم صدقہ کرے وہ متصدقین سے ہے اور جو ہر مہینہ ایام

بیض کے تین روزے رکھے وہ صائمین میں شمار کیا جاتا ہے۔

نویں درجہ میں عفت وعصمت کا بیان ہوا وہ یہ ہے کہ مرد عورت اپنی عصمت محفوظ رکھے اور جو حرام ہے اس سے اجتناب کرے۔

دسواں مرتبہ ذکر کا ہے۔ یہ تسبیح وتہلیل، تحمید وتکبیر وقرات کلام پاک اور علم دین پڑھنا پڑھانا اور نماز پنجگانہ ادا کرنا۔ وعظ ونصیحت۔ ذکر ولادت رحمت مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کرنا وہ نعت خوانی جو حدود شریعت میں ہوں کرنا یہ سب ذکر الٰہی میں داخل ہیں۔

چنانچہ روایت میں ہے کہ بندہ ذاکرین میں جب شمار ہوتا ہے جبکہ وہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتا رہے۔

ایسی صفات سے متصف انسان کے لیے اللہ تعالےٰ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

اس کے بعد حضرت زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش اور انکی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب کے واقعہ میں فرمان الٰہی ہے۔ امیمہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔ اور نہیں حق کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو جبکہ اللہ اور اس کا رسول کچھ حکم فرمائے اپنے معاملہ میں کسی قسم کے اختیار کا اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔

واقعہ یہ تھا کہ حضرت زید بن حارثہ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آزاد کیا مگر وہ حضور کے فیض صحبت سے علیحدگی پسند نہ کرتے ہوئے خدمت اقدس میں بھی رہے حضور کو بھی یہ محبوب تھے۔

جب یہ خدمت والا سے علیحدہ نہ ہوئے تو حضور نے حضرت زینب بنت جحش کے لیے ان کے رشتہ کا پیام دیا۔ اس پیام کو اول حضرت زینب اور ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش نے منظور نہیں کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

چنانچہ جب حضرت زینب اور ان کے بھائی نے یہ حکم سنا علی الفور راضی ہو گئے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید سے آپ کا نکاح کر دیا۔ حضور نے حضرت زینب کا مہر دس دینار، ساٹھ درہم اور ایک جوڑا اور پچاس مد کھانا، تیس صاع کھجور میں رکھا۔

اس مقدار پہ حساب کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نے مہر کی یہ مقدار بھی رکھی جو آج کل کے

حساب سے

دس دینار چار سو کے تخمیناً ہوتے ہیں۔

ساٹھ درم تیس روپے کے ہوتے ہیں۔

جوڑا تقریباً بیس روپیہ کا۔

ڈیڑھ من کھانا تین دیگ ۲۴۰ کے۔

تیس صاع کھجور پونے دو من اسی روپیہ کی۔

تو موجودہ زمانے کی قیمت کے لحاظ سے نو سو سے قریب مہر ہوا۔

اس آیت کریمہ سے مندرجہ ذیل احکام مستنبط ہوئے۔

مومن پر حضور کی اطاعت ہر امر میں لازم ہے۔

مومن حضور کے حکم کے مقابلہ میں اپنی خواہش کا مختار نہیں

اس کے بعد دوسرا واقعہ بیان فرمایا گیا۔

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ۔ اور یاد فرمائیں اے محبوب جب آپ نے فرمایا اسے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے وہ جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا اور تمہیں لوگوں سے طعن وتشنیع کا خطرہ تھا اور اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرو۔

شان نزول آیت کریمہ کا یہ ہے کہ

حضرت زید کا عقد زینب سے ہو چکا تو حضور کو وحی آئی کہ زینب آپ کی ازواج مطہرات میں داخل ہوں گی اللہ تعالے کو یہی منظور ہے۔ اس کے متعلق سیر کی روائتیں متعدد ہیں جو قطعًا بے احتیاطی کی بنا پر مروی ہیں۔ اصلیت اتنی اور صرف اتنی ہے کہ مشیت الٰہی میں حضرت زینب کا ازواج میں داخل ہونا تھا اس کے اسباب یہ ہوئے کہ زید اور حضرت زینب میں موافقت نہ ہوئی حضرت زید نے بارگاہ رسالت میں شکایت کی کہ زینب سخت کلامی اور تیز زبانی کرتی ہے اور میری اطاعت سے منحرف رہتی ہے اور باعتبار خاندان اپنے کو مجھ سے بڑا کہتی ہیں ایسا بارہا اتفاق ہوا۔

حضور حضرت زید کو سمجھاتے رہے اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ زینب پر تکبر وایذا لئے شوہر کا الزام جو زید لگا رہے ہیں اس پر آپ انہیں اللہ کا خوف دلاتے ہیں اور فرماتے ہیں اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو۔

اور جو حقیقت ہم نے وحی سے واضح کر دی ہے اسے آپ اپنے دل میں مخفی رکھے ہوئے ہیں اور یہ اخفاء محض اس خوف سے آپ فرما رہے ہیں کہ مشرکین متبنیٰ کو بیٹے کے قائم مقام سمجھ کر اس کی بیوی کو پالنے والے پر حرام سمجھتے ہیں اور ہم اس رسم کو دفع کرنے کے لیے زینب کا عقد تم سے کریں گے تاکہ قیامت تک مومنین میں یہ رکاوٹ نہ رہے۔

آپ صرف اللہ سے ڈریں اور ان جاہلوں کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کریں۔

اور اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ میں اللہ تعالیٰ کا انعام وہ اسلام ہے جو حضرت زید کو دیا اور اَنْعَمْتَ عَلَیْہِ سے مراد حضور کا وہ انعام ہے جو حضرت زید پر حضور نے انہیں آزاد کر کے اپنی پرورش میں لیا اور ان کی اتنی ہمدردی اور نگہداشت فرمائی کہ عرب میں آپ زید بن محمد مشہور تھے۔ ایسے اَدْعِیَاء کہتے ہیں یعنے منہ بولا بیٹا یا لے پالک یا متبنیٰ۔

اور تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ کے یہ معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں کہ جب آپ کو معلوم ہے کہ زینب سے زید کا نباہ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہ مشیت الٰہی میں آپ کی بیوی بننے والی ہیں۔

تو آپ اسے چھپا رہے ہیں اور زید کو فرما رہے ہیں اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰہَ۔ لیکن اللہ تعالےٰ اس حقیقت کو واضح فرمائے گا کہ وہ آپ کی ازواج میں آئیں گی۔

چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا۔ تو جب پورا کر دیا زید نے اپنا ارادہ (یعنی زینب کو طلاق دے دی) تو بعد عدت ہم نے اسے تمہارے نکاح میں دے دیا کہ مسلمانوں میں یہ رسم نہ رہے اور ان میں اس سے حرج نہ واقع ہو اور یہ تو اللہ کا حکم پورا ہی ہونا تھا۔

کہ لے پالک ادعیاء یعنی منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹے کے برابر نہ ہو اور اس کی بیوی پالنے والے پر حرام نہ رہے۔

چنانچہ جو اندیشہ حضور کو حضرت زینب سے نکاح کر لینے میں عوام کے طعن کا تھا کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا اسے دفع فرما دیا کہ امر مباح میں طعن عوام کی پرواہ نہ کرنی چاہئے ایسے ہی آج بھی مریدہ سے پیر اگر نکاح کرلے تو عوام اسے بھی قابل اعتراض قرار دیتے ہیں حالانکہ شرعاً مریدہ سے پیر کا نکاح شاگردہ سے استاد کا عقد مباح ہے۔ چنانچہ حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے عقد فرما لیا۔

اس رشتہ کا پیام حضرت زید ہی لے کر گئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سن کر گردن جھکا لی اور جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر میری رائے کو کوئی دخل نہیں اس لیے کہ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ

اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَہُمُ الْخِیَرَۃُ حکم قرآن حکیم ہے۔ پھر آپ نے نوافل پڑھنے شروع کر دیئے کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس شادی کا ولیمہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت اہتمام و وسعت کے ساتھ کیا اس کے بعد عوام کی زبان اعتراض بند کرنے کو ارشاد باری تعالے ہوا۔

مَا کَانَ عَلَی النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰہُ لَہٗ سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَیَخْشَوْنَہٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْبًا۔ نہیں کوئی حرج نبی پر اس بات میں جو اللہ نے اس کے لیے مباح و جاری فرمائی اللہ کا قانون چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا حکم مقرر کیا ہوا معمول یہ ہے وہ جو اللہ کے پیام لاتے اور اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

آیۂ کریمہ میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالے کی طرف سے جو امور مباح ہیں اور باب نکاح میں جو وسعتیں رکھ دی گئی ہیں ان پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

چنانچہ انبیاء کرام کو باب نکاح میں امتیوں سے زیادہ وسعت دی گئی ہے امتی چار سے زیادہ نکاح بیک وقت کرنے کا مجاز نہیں مگر نبی اس سے زیادہ نکاح کرنے کا مجاز ہے۔

چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو اور یہ ان کی خصوصیات تھیں ان کے سوا اوروں کو جائز نہیں نہ کسی کو ان کے اس اقدام پر کسی قسم کے اعتراض کا حق ہے اس لیے کہ احکام الٰہی اس کی حکمت کے ماتحت ہوتے ہیں۔ آیۂ کریمہ میں یہود کا رد ہے جنہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر چار سے زیادہ نکاح کرنے پر طعن کیا تھا۔

آیۂ کریمہ میں انہیں بتایا گیا کہ یہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص اجازت ہے جیسے انبیاء سابقہ کے لیے تعدد ازواج میں خاص احکام تھے۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ نہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں کسی کے باپ ہاں اللہ کے رسول اور سب نبیوں میں آخری نبی ہیں۔

اس سے یہ ثابت کیا کہ جب ہمارے محبوب مردوں میں کسی کے باپ نہیں تو حضرت زید کے باپ وہ کیسے ہوسکتے ہیں اور جب زید بیٹے ہی نہیں تو ان کی منکوحہ بعد طلاق آپ کے لیے کیوں حلال نہیں۔

یہ صحیح ہے کہ قاسم اور طیب اور طاہر اور ابراہیم حضور کے فرزند تھے مگر اس عمر کو نہیں پہنچے جس میں

انہیں رجال یعنی مردوں میں شمار کیا جاتا بلکہ وہ ایام طفولیت میں ہی وفات پا گئے۔
اور یہ صحیح ہے کہ سب رسول ناصح شفیق اور واجب التوقیر لازم الطاعۃ ہونے کے لحاظ سے اپنی
امت کے باپ کہلائے جاتے ہیں بلکہ ان کے حقوق حقیقی باپ سے کہیں زیادہ ہیں لیکن اس لحاظ سے
ان کی امت حقیقی اولاد نہیں ہو سکتی۔ اور نہ حقیقی اولاد کے تمام احکام وراثت وغیرہ ان کے لیے ثابت
اور وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ آخر میں اس لیے فرمایا گیا کہ علم اللہ میں مدعیان کذاب کا ظہور تھا تو یہ بتا کر تمام راہیں
بند فرما دیں اور مطلقاً خاتم نبوت ذات گرامی کو قرار دے کر دروازہ نبوت بند کر دیا اور بتا دیا کہ اب جو بھی
دعوی نبوت کرے اور خاتم الانبیاء کے بعد اپنے کو مورد وحی مانے اور منصب نبوت پر متمکن ہو وہ قطعاً
خارج از اسلام ہے۔
مسیلمہ۔ اسود عنسی، طلیحہ، محمد بن تومرت حتی کہ کذاب قادیاں وغیرہ سب اسلام میں مرتد اور خارج از
اسلام ہیں اور ان کے متبعین کا بھی وہی حکم ہے جو مدعیان کذاب کا ہے۔
حتی کہ جو جماعت ایسے مدعی مفتری کو مجدد یا ولی بھی کہے وہ بھی خارج از اسلام ہے۔
اس لیے کہ وہ اسے مجدد کہنے والے ہیں جو کذاب و مفتری مدعی نبوت ہے تو جیسے شیطان کو نیک
ماننے والا بھی شیطان ہے ایسے ہی مدعی نبوت کو مجدد تو مجدد بھلا مانس ماننے والا بھی بے انجام ہے۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورۃ احزاب پ ۲۲

(۱) إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔ بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں
تو جو اسلام میں داخل ہو کر حکم الٰہی کے آگے جھکے ہوئے ہیں خواہ وہ مرد ہوں یا عورت
(۲) وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں۔
یعنی جو تصدیق فرض ہے اس کے مصدق مرد ہوں یا عورتیں۔
(۳) وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ۔ اور ہمیشگی رکھنے والے اطاعت الٰہی میں مرد ہوں یا عورتیں۔
اور اس پر قائم رہیں۔
(۴) وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ اور سچ بولنے والے اور سچ بولنے والیاں۔
اپنے اقوال میں جن میں سچ بولنا واجب ہے قول و عمل میں
(۵) وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ۔ اور صبر کرنے والے اور صبر کرنے والیاں۔

ہر قسم کے مکارہ پر اور عبادات میں ترک معاصی پر۔

(۶) وَالْخَاشِعِیْنَ وَالْخَاشِعَاتِ۔ تواضع کرنے والے اور تواضع کرنے والیاں۔
اللہ تعالےٰ کے حضور دل اور اعضاء سے۔

(۷) وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ۔ اور صدقہ دینے والے اور صدقہ دینے والیاں۔
زکوٰۃ مفروضہ اور صدقہ نافلہ سے۔

(۸) وَالصَّائِمِیْنَ وَالصَّائِمَاتِ اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں۔
یعنی صوم مشروع فرض ہو یا نفل۔

وَقِیْلَ مَنْ تَصَدَّقَ فِیْ کُلِّ اُسْبُوْعٍ بِدِرْہَمٍ فَہُوَ مِنَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَصَامَ الْبِیْضَ مِنْ کُلِّ شَہْرٍ فَہُوَ مِنَ الصَّائِمِیْنَ۔ جو ہر ہفتہ میں ایک درہم صدقہ دیتا رہے وہ متصدقین سے ہے اور ہر مہینہ ایام بیض یعنی تیرہ چودہ پندرہ قمری تاریخ میں روزہ رکھتا رہے وہ صائمین سے ہے۔

(۹) وَالْحَافِظِیْنَ فُرُوْجَہُمْ وَالْحَافِظَاتِ۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور محافظت کرنیوالیاں۔
ہر اس طریقہ سے جس سے اللہ راضی نہ ہو۔

(۱۰) وَالذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتِ اور اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں۔
عبدالرزاق اور سعید بن منصور اور عبد بن حمید اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم مجاہد سے راوی ہیں قَالَ لَا یُکْتَبُ الرَّجُلُ مِنَ الذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا حَتّٰی یَذْکُرَ اللّٰہَ تَعَالٰی قَائِمًا وَّقَاعِدًا وَّمُضْطَجِعًا یعنی انسان وَالذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا میں نہیں لکھا جاتا حتی کہ اللہ کا ذکر کھڑے بیٹھے اور لیٹے نہ کرے۔
اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ ابی سعید خدری سے راوی ہیں اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَیْقَظَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَہٗ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّیَا رَکْعَتَیْنِ کَانَا تِلْکَ اللَّیْلَۃَ مِنَ الذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتِ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی اپنی بیوی کو جگائے اور رات میں دونوں دو رکعت پڑھیں تو دونوں اس رات میں ذاکرین اللہ کثیرا اور ذاکرات میں ہوں گے۔
وَقِیْلَ الْمُرَادُ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی ذِکْرُ اٰلَائِہٖ وَنِعَمِہٖ۔ اور ایک قول ہے کہ ذکر سے مراد اللہ تعالےٰ کی بخششوں اور نعمت کا ذکر ہیں۔

یہ دس صفات ایسی ہیں جن میں ذکور و اناث مساوی ہیں ان کا تذکرہ فرما کر اس کا اجر بیان فرمایا۔
اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔ تیار کر رکھا ہے اللہ نے ان کے لیے ان کے ان اعمال کے بدلہ میں زبردست اجر۔

آیت کریمہ کا شان نزول۔

اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ وَغَیْرُھُمَا عَنْ اُمِّ سَلْمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا لَا نُذْکَرُ فِی الْقُرْاٰنِ کَمَا یُذْکَرُ الرِّجَالُ فَلَمْ یَرُعْنِیْ مِنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ اِلَّا نِدَائُہٗ عَلَی الْمِنْبَرِ وَھُوَ یَقُوْلُ اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لیے کیا بات ہے کہ قرآن پاک میں ویسے ذکر نہیں جیسے مردوں کا ذکر ہوتا ہے۔
تو حضور نے ایک روز منبر پر بلا رعایت فرمایا اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الخ

دوسری روایت شان نزول۔

اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَہٗ وَالطَّبْرَانِیُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَاٰخَرُوْنَ عَنْ اُمِّ عُمَارَۃَ الْاَنْصَارِیَّۃِ اَنَّھَا اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَا اَرٰی کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا لِلرِّجَالِ وَمَا اَرَی النِّسَاءَ یُذْکَرْنَ بِشَیْءٍ فَنَزَلَتْ اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الخ

حضرت ام عمارہ انصاریہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کوئی بات نہیں مگر مردوں کے لیے ہے اور عورتوں کا ذکر قرآن پاک میں کسی فضیلت کے ساتھ نہیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الخ

اور اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ میں جو ضمیر مذکر لائی گئی وہ تغلیب ذکور کی وجہ سے اناث پر لائے۔

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ

اور نہیں کوئی حق مومن مرد اور مومنہ عورت کو جب کہ حکم دے اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا یہ کہ ہوا نہیں اس میں کچھ اختیار۔

کہ جو چاہیں جیسے چاہیں کریں بلکہ ان پر واجب ہے کہ امتثال امر کریں اور انقیاد حکم میں جھک جائیں اس آیت کریمہ میں حکم الٰہی اور حکم رسالت پناہی کو جمع کر کے اس لیے ظاہر فرمایا کہ اِنَّہٗ لِلرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور وَلِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ کہ درحقیقت اطاعت رسول اکرم ہی اول ہے اور اطاعت الٰہی تو برائے تعظیم لائی گئی ہے

اور حقیقت بھی یہی ہے اس لیے کہ اللہ تعالے کے ماننے میں ہمارے لیے حضور کا ہی واسطہ ہے حضور سے قبل زمانۂ فترت میں چھ سو سال ہم بتوں کے ہی پرستار تھے حضور کے بتانے سے ہی ہم نے اللہ تعالے کو مانا، قرآن کریم ہم نے نازل ہوتے نہ دیکھا نہ دیکھ سکتے تھے حضور کے ہی فرمان سے قرآن کو کلام الٰہی

مانا تو کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی حضور کی ہی تعلیم کے ماتحت ہم پڑھ رہے ہیں۔
اگر ہم اپنی عقل سے پڑھتے تو اول محمد رسول اللہ پڑھتے پھر لا الہ الا اللہ کہتے۔
لیکن جن کا اتباع ہم نے کیا ان کی تعلیم ہی یہ ہوئی کہ اول لا الہ الا اللہ کہو پھر محمد رسول اللہ پڑھو اس
لیے ہمارے کلمہ میں اول شہادت توحید ہے اس کے بعد شہادت رسالت۔
آگے ارشاد ہے۔
وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۔ اور جو نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول
کی وہ کھلی گمراہی میں بہکا۔
اس کا شان نزول ایک روایت میں یہ ہے جس کو ابن عباس اور قتادہ اور مجاہد وغیرہ سے روایت کیا
نَزَلَتْ فِیْ زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ مِّنْ عَمَّتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمَیْمَۃَ بِنْتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
وَاَخُوْھَا عَبْدِ اللّٰہِ خَطَبَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَوْلَاہُ زَیْدِ بْنِ حَارِثَۃَ وَقَالَ
اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُزَوِّجَکِ زَیْدَ بْنَ حَارِثَۃَ فَاِنِّیْ قَدْ رَضِیْتُہٗ لَکِ فَاَبَتْ وَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
لٰکِنِّیْ لَا اَرْضَاہُ لِنَفْسِیْ وَاَنَا قَوْمِیْ وَبِنْتُ عَمَّتِکَ فَلَمْ اَکُنْ لِاَفْعَلَ۔
یہ آیۂ کریمہ حضرت زینب بنت جحش کے معاملہ میں نازل ہوئی یہ پھوپھی آنحضرت کی امیمہ بنت عبد المطلب
کی بیٹی تھیں۔ ان کے بھائی عبد اللہ تھے حضور نے انہیں پیام دیا اپنے غلام آزاد شدہ حضرت زید بن حارثہ
کے لیے اور فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تمہیں زید بن حارثہ سے منسوب کروں اور میں اس میں خوش ہوں۔
تو حضرت زینب نے اس سے انکار کیا اور عرض کیا حضور میں اپنے لیے زید بن حارثہ کو پسند نہیں کرتی
میں بلند خاندان سے ہوں اور آپ کی پھوپھی کی لڑکی ہوں میں تو اس رشتہ کے لیے تیار نہیں۔
ایک روایت میں یہ اور زیادہ ہے قَالَتْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ حَسَبًا وَّکَانَتْ فَقَالَ اَخُوْھَا عَبْدُ اللّٰہِ عَلٰی
ذٰلِکَ فَلَمَّا نَزَلَتِ الْاٰیَۃُ رَضِیَا وَسَلَّمَا فَاَنْکَحَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَنْ
جَعَلَتْ اَمْرَھَا بِیَدِہٖ وَسَاقَ عَلَیْھَا عَشَرَۃَ دَنَانِیْرَ وَسِتِّیْنَ دِرْھَمًا مَھْرًا وَّخِمَارًا وَّمِلْحَفَۃً وَّدِرْعًا
وَاِزَارًا وَّخَمْسِیْنَ مُدًّا مِّنْ طَعَامٍ وَّثَلٰثِیْنَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ۔
حضرت زینب نے عرض کیا حضور میں زید سے حسب میں افضل ہوں اور اس پر آپ کے بھائی
عبد اللہ نے بھی موافقت کی جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو دونوں راضی ہو گئے اور حضور کے حکم کے
آگے جھک گئے۔
حضور نے یہ عقد حضرت زید سے کر دیا اور ان کا مہر دس دینار اور ساٹھ درہم رکھا اور ایک دوپٹہ اور

چادر یا جامہ اور پچاس مد کھانا (عرب میں مُد سوا سیر کا ایک پیمانہ ہے) اور تیس صاع کھجوریں دیں۔

ایک روایت میں ابن ابی حاتم ابن زید سے ہے۔

قَالَ نَزَلَتْ فِيْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَكَانَتْ اَوَّلَ امْرَاَةٍ هَاجَرَتْ مِنَ النِّسَاءِ فَوَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَوَّجَهَا زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَسَخِطَتْ هِيَ وَاَخُوْهَا وَقَالَتْ اِنَّمَا اَرَدْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَوَّجَهَا عَبْدَهُ۔

یہ آیت حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط کے حق میں نازل ہوئی اور یہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے خواتین کے ساتھ ہجرت کی اور اپنے کو حضور کے اختیار میں دیا حضور نے ان کا عقد زید بن حارثہ سے کر دیا تو یہ اور ان کے بھائی ناراض ہوئے اور حضرت ام کلثوم نے کہا ہم نے تو حضور کے سپرد کر دیا تھا جب حضور نے اپنے غلام سے یہ رشتہ کر دیا تو ہمیں کیا عذر ہو سکتا ہے۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ۔ اور وہ وقت یاد فرمائیے جب آپ نے اسے فرمایا جس پر اللہ تعالے نے انعام کیا اور تم نے انعام کیا روکے رہ اپنے اوپر اپنی بیوی کو اور اللہ سے ڈر اور مخفی رکھا تم نے اپنے دل میں وہ راز جسے اللہ ظاہر فرمانے والا ہے اور خطرہ محسوس کیا آپ نے لوگوں کے طعن کا اور اللہ زیادہ حقدار ہے اس کا کہ اس سے ڈریں۔

یہ واقعہ حضور کی زندگی کا اہم واقعہ ہے

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا حضور کی پھوپھی زاد بہن تھیں ان کی والدہ کا نام امیمہ تھا یہ حضور کے جد امجد حضرت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں۔

دوسری طرف حضرت زید بن حارثہ تھے اگرچہ یہ شریف گھرانے کی اولاد تھے مگر بچپن میں ان کو کسی نے پکڑ لیا اور غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ حضور نے انہیں خرید لیا اور آزاد کر کے اپنے پاس رکھا حتیٰ کہ متبنیٰ کر لیا۔ ابھی تک متبنیٰ کے متعلق کوئی حکم من جانب اللہ نافذ نہیں ہوا تھا۔ اور رسم کے مطابق متبنیٰ کے ساتھ حقیقی بیٹوں کے سے برتاؤ کیے جاتے تھے۔

قصہ مختصر یہ کہ حضور نے ان کا نکاح حضرت زینب کے ساتھ کرنا پسند فرمایا اور یہ حضور کا وہ انعام تھا جس پر وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ارشاد ہوا اور اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سے مراد ان کا ایمان لانا ہے اور اس کے علاوہ انعام متبنیٰ کا ہے۔

اگرچہ حضرت زینب کو یہ رشتہ پسند نہ تھا مگر حکم سرکار کے لیے تسلیم کر لیا۔ حضرت زینب کے مقابلہ میں حضرت زید اتنے وجیہ نہ تھے جتنی حضرت زینب تھیں۔

قصہ مختصر باہمی موافقت نہ ہوئی اور زید زینب کو چھوڑنے اور طلاق دینے پر آمادہ ہو گئے بارگاہ رسالت

میں یہ بات پہنچی حضور نے حضرت زید کو فرمایا اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ۔

اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو۔ مگر جب میاں بیوی کے تعلقات ناموافق ہو جاتے ہیں اور دلوں میں فرق آجاتا ہے

تو لطف نہیں رہتا۔ آخر حضرت زید نے زینب کو طلاق دیدی۔

اب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر کئی باتیں تھیں۔

سب سے پہلے حضرت زینب اپنی پھوپھی زاد بہن کی دلجوئی کہ انہیں حضور نے حضرت زید سے بیاہا تھا

اور اب طلاق ہو گئی تھی۔

دوسرے بذریعہ وحی یہ اطلاع بھی سامنے تھی کہ متبنی کی بیوی سے عقد نہ کرنے کی رسم بد مٹائی جائے۔

پہلے عرب میں متبنی کرنا ممنوع نہیں تھا بلکہ متبنی کے حقوق مشرکین میں حقیقی بیٹے کے برابر سمجھے جاتے

تھے اسے مٹانا بھی منظور تھا اور اس کے لیے لازمی تھا کہ متبنی کی بیوی سے بعد اتمام عدت عقد کیا جائے تاکہ عوام

اسے حقیقی بیٹے کی طرح نہ سمجھیں۔

اور اس کا بہی بہترین طریقہ ہو سکتا تھا کہ حضور خود اس پر عمل فرما کر نمونہ بنیں اور لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ

اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ کا بھی یہی مقتضی تھا۔

اور اس ذریعہ سے دلجوئی بھی حضرت زینب کی ہو جاتی تھی۔

اگرچہ مخالفین کی طرف سے انواع و اقسام کے الزام بھی حضور پر لگائے جانے یقینی تھے۔

لیکن امور مباح میں عوام کی لسانی طعنہ زنی اور بدزبانی کی پرواہ نہیں کی جاتی اگرچہ حضور کو بھی باقتضائے بشری

یہ محسوس ہوتا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے۔

چنانچہ بعض روایات اسرائیلی سے واقعات پر کچھ رنگ آمیزی بھی کی گئی جو محض خرافات ہیں۔

بہرحال پہلوئے اصلاح غالب رہا اور حضور نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تاکہ قیامت

تک کے لیے یہ نظیر قائم ہو جائے اور کوئی اپنے متبنی کی بیوی سے بعد طلاق وعدت نکاح کرنے میں نہ

ہچکچائے اور متبنی جیسے عربی زبان میں ادعیاء فرمایا وہ صلبی بیٹے کی جگہ نہ پائے۔

چنانچہ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَی النَّاسَ کے معنی پر روح المعانی میں ہے اَیْ تَخَافُ مِنْ اِعْتِرَاضِہِمْ

آپ عوام کے طعنوں سے خائف ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ تَسْتَحْیِیْ مِنْ قَوْلِہِمْ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ زَوْجَۃَ اِبْنِہٖ وَالْمُرَادُ

بِالنَّاسِ اَلْجِنْسُ وَ اَلْمُنَافِقُوْنَ۔ آپ شرماتے ہیں ان کے اس کہنے سے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے

کی بیوی سے نکاح کر لیا اور ناس سے مراد عام لوگ ہیں اور منافقین۔ آگے ارشاد ہے۔
وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ۔ یعنی وَاللّٰهُ تَعَالٰی وَحْدَهٗ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ فِیْ کُلِّ اَمْرٍ تَفْعَلُ مَا اَبَاحَهٗ سُبْحَانَهٗ لَکَ وَاَذِنَ لَکَ فِیْهِ۔ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ہر کام میں خوف کیا جائے اور آپ بے خوف ہو کر وہ کام کریں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر مباح کیا اور اجازت دی۔
اور اس پہلو سے عتاب دکھایا کہ آپ نے باوجود اس کے کہ آپ جانتے تھے کہ زینب مطلقہ ہوں گی اور حضور اس سے عقد کریں گے پھر آپ نے اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ کیوں فرمایا اس عتاب میں ترک اولیٰ کے پہلو پر عتاب ہے۔
یا اس بنا پر ارشاد ہے کہ اے محبوب جبکہ آپ کا رابطہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ہے تو آپ کو کسی غیر کا خطرہ لانے کی کیا حاجت تھی آپ کو تو اپنے رب سے ہی ڈرنا چاہیئے اور کسی کے طعن و تشنیع سے بے نیاز رہنا چاہیئے پھر آپ کو جب ہم نے شارع بنا کر بھیجا ہے تو آپ کا جاری کردہ اسوہ حسنہ ہے اور دوسروں کے رواج محض رواج ہیں لہٰذا بلا خوف لومۃ لائم آپ اپنا اسوہ حسنہ جاری فرمائیں چنانچہ ارشاد ہے۔
فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا۔ تو جب زید زینب سے قطع تعلق کر چکے اور طلاق دیدی۔
عربی میں وطر حاجت کو کہتے ہیں اس کی جمع اوطار ہے اور قضاء وطر کنایہ ہے طلاق سے یعنی جب زید طلاق دے چکے اور عدۃ گذر گئی چنانچہ آلوسی بھی یہی کہتے ہیں اَیْ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا۔ تو پھر
زَوَّجْنٰکَهَا۔ نکاح کیا ہم نے تم سے اس کا۔
اَیْ جَعَلْنَاهَا زَوْجَةً لَّکَ بِلَا وَاسِطَةِ عَقْدٍ وَّ اَوْ وِکَالَةٍ یعنی ہم نے زینب کو بلا واسطہ عقد و وکالت آپ کی بیوی بنایا۔
فَقَدْ صَحَّ مِنْ حَدِیْثِ الْبُخَارِیِّ وَالتِّرْمِذِیِّ اَنَّهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا کَانَتْ تَفْخَرُ عَلٰی اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ زَوَّجَکُنَّ اَهَالِیْکُنَّ وَزَوَّجَنِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ
بخاری و ترمذی کی روایت سے اس دعوی کی تصحیح ہوتی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس پر فخر فرماتی تھیں اور ازواج النبی سے کہتی تھیں تمہارے عقد تمہارے اہل نے حضور سے کیے اور میرا عقد اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا۔
اور ابن جریر شعبی سے راوی ہیں قَالَ کَانَتْ تَقُوْلُ لِلنَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنِّیْ لَاَدُلُّ عَلَیْکَ بِثَلَاثٍ مَا مِنْ نِّسَائِکَ امْرَاَةٌ تَدُلُّ بِهِنَّ۔

اِنَّ جَدِّیْ وَ جَدُّكَ وَاحِدٌ

وَاِنِّیْ اَنْکَحَكَ اللّٰهُ اِیَّایَ مِنَ السَّمَآءِ

وَالسَّفِیْرُ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور سے فخر یہ عرض کرتی تھیں ہیں حضور پہ ازواج مطہرات میں تین طرح سے افضل ہوں۔

اول میرے جدّ اور حضور کے جدّ ایک ہیں۔

اور میرا نکاح اللہ تعالےٰ نے آسمان پہ کیا۔

اور میرا سفیر جبریل علیہ السلام ہے

وَلَعَلَّهَا اَرَادَتْ سَفَارَتَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَیْنَ اللّٰهِ وَبَیْنَ رَسُوْلِهٖ۔ اور یہ سفارت اللہ تعالےٰ اور حضور علیہ السلام کے مابین ہی ہوگی۔

ورنہ یہ عقد بظاہر سفارت زید رضی اللہ عنہ سے ہی ہوا تھا۔ جیساکہ احمد اور مسلم اور نسائی وغیرہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں قَالَ لَمَّا انْقَضَتْ عِدَّةُ زَیْنَبَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِزَیْدٍ اِذْهَبْ فَاذْکُرْهَا عَلَیَّ۔ فَانْطَلَقَ قَالَ فَلَمَّا رَأَیْتُهَا عَظُمَتْ فِیْ صَدْرِیْ فَقُلْتُ یَا زَیْنَبُ اَبْشِرِیْ اَرْسَلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُكِ قَالَتْ مَا اَنَا بِصَانِعَةٍ شَیْئًا حَتّٰی اُوَامِرَ رَبِّیْ فَقَامَتْ اِلٰی مَسْجِدِهَا وَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَدَخَلَ بِغَیْرِ اِذْنٍ۔

فرماتے ہیں جب حضرت زینب کی عدۃ گذر گئی تو حضور نے حضرت زید کو فرمادیا تم جاؤ اور میرا تذکرہ کرو۔ آپ تشریف لے گئے اور جب حضرت زینب کو دیکھا تو فرماتے ہیں میرے دل میں ان کی عظمت پیدا ہوگئی۔ میں نے کہا زینب آپ کو بشارت ہو کہ مجھے حضور نے آپ سے مذاکرہ عقد کے لیے بھیجا ہے حضرت زینب نے فرمایا

"میں کچھ نہیں کروں گی جب تک میرا رب مجھے کوئی حکم نہ دے"۔

اور آپ مصلے پر اٹھ کر تشریف لے گئیں اور آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

اور وحی کے بعد حضور بلا اجازت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اس لیے کہ زوّجناکہا وحی میں آچکا تھا۔

چنانچہ طبرانی اور بیہقی اپنی سنن میں اور ابن عساکر بطریق ابن زید الاسدی راوی ہیں۔

عَنْ مَذْکُوْرٍ مَوْلٰی زَیْنَبَ قَالَتْ طَلَّقَنِیْ زَیْدٌ فَبَتَّ طَلَاقِیْ فَلَمَّا انْقَضَتْ عِدَّتِیْ لَمْ اَشْعُرْ اِلَّا وَالنَّبِیُّ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَدْ دَخَلَ عَلَیَّ وَاَنَا مَکْشُوْفَۃُ الشَّعْرِ فَقُلْتُ ھٰذَا مِنَ السَّمَآءِ دَخَلْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِلَا خِطْبَۃٍ وَلَا شَہَادَۃٍ فَقَالَ اَللّٰہُ الْمُزَوِّجُ وَجِبْرِیْلُ الشَّاھِدُ۔

آپ اپنے غلام آزاد شدہ سے تذکرہ فرمارہی تھیں کہ مجھے زید نے طلاق دیدی تھی۔ تو جب میری عدت پوری ہوگئی تو میرا خیال کچھ نہ تھا نہ کوئی ارادہ تھا کہ اچانک حضور بلا اجازت مانگے تشریف لے آئے اور میں بال کھولے بیٹھی تھی۔

تو میں نے عرض کیا کیا حضور یہ آسمانی حکم کے ماتحت ہے کہ حضور بلا خطبہ و اجازت اور شہادت شاہد تشریف لے آئے فرمایا اللہ نے یہ نکاح تم سے کیا ہے اور جبریل شاہد ہیں۔

اسی بنا پر بعض نے زَوَّجْنٰکَھَا کے معنی اَمَرْنَاکَ بِتَزَوُّجِھَا کیے ہیں۔ چنانچہ اس کی حکمت آگے بیان کی لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِھِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْھُنَّ وَطَرًا وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا۔ تاکہ نہ رہے مومنین پر حرج ادعیاء منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں جبکہ وہ بعد طلاق و عدت فارغ ہو چکی ہوں۔ اور اللہ کا حکم تو پورا ہی ہونے والا ہوتا ہے۔

حَرَجٌ کے معنی ضیق و اثم ہیں۔

اَدْعِیَآئِھِمْ۔ اَلَّذِیْنَ تَبَنَّوْھُمْ وہ جنہیں متبنی کیا جائے۔

اِذَا قَضَوْا مِنْھُنَّ وَطَرًا۔ یَعْنِیْ اِذَا طَلَّقَھُنَّ الْاَدْعِیَآءُ وَانْقَضَتْ عِدَّتُھُنَّ فَاِنَّ لَھُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

مَا کَانَ عَلَی النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰہُ لَہٗ۔ نہیں ہے نبی پر کوئی حرج یعنی گناہ اس میں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دیا۔

فِیْمَا فَرَضَ کے معنی قتادہ کہتے ہیں فِیْمَا اَحَلَّ لَہٗ جو اللہ نے حلال فرمایا اسے۔

سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔ اللہ کا طریقہ ان میں پہلے جاری تھا جو تم سے پہلے گذرے (خلوا بمعنی مضوا ہیں جو گذر چکے) اور اللہ کے احکام مقرر شدہ ہیں جو ہو کر ہی رہتے ہیں۔

یعنی وہ انبیاء جو اول گذر چکے ان میں بھی یہ احکام جاری تھے۔ چنانچہ وَقَدْ کَانَتْ تَحْتَھُمُ الْمَھَائِرُ وَالسَّرَارِیْ وَکَانَتْ لِدَاؤدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِائَۃُ امْرَاَۃٍ وَثَلٰثُمِائَۃِ سَرِیَّۃٍ وَلِسُلَیْمَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ثَلٰثُمِائَۃِ امْرَاَۃٍ وَسَبْعُ مِائَۃِ سَرِیَّۃٍ

سابقہ انبیاء کے تحت مہروالی بیویاں اور لونڈیاں تھیں۔
چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں اور تین سو لونڈیاں تھیں۔
اور سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویاں اور سات سو لونڈیاں تھیں۔
اور ابن سعد محمد بن کعب قرظی سے راوی ہیں اَنَّہٗ کَانَ لَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْفُ اِمْرَأَۃٍ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار بیوی تھی۔
وَیُرْوٰی اَنَّ الْیَہُوْدَ قَاتَلَہُمُ اللّٰہُ عَابُوْہُ وَحَاشَاہُ مِنَ الْعَیْبِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِکَثْرَۃِ النِّکَاحِ وَکَثْرَۃِ الْاَزْوَاجِ فَرَدَّ اللّٰہُ بِقَوْلِہٖ سُبْحٰنَہٗ سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ۔
روایت ہے کہ یہودیوں نے حضور پر عیب لگانا چاہا کثرۃ نکاح اور کثرۃ ازواج کا اور حضور کی ذات اقدس اس سے منزہ ہے تو اللہ تعالےٰ نے ان کا رد کیا اور فرمایا ہمارے حبیب پر تو بیویاں کرنے پر تم ان پر عیب لگاتے ہو۔ ان سے قبل کے نبی تو وہ ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے اس سے کہیں زیادہ نکاح حلال فرمائے اور اس میں ننانوے بکریوں کے کنایہ کی طرف اشارہ ہے۔
اِنَّ ھٰذَا اَخِیْ لَہٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَۃً وَّلِیَ نَعْجَۃٌ وَّاحِدَۃٌ۔ تو وہ سوویں بیوی جس کا نام اوریا یا اَیُّبہ تھا۔ اگرچہ محققین کے نزدیک یہ ایسے قصے ہیں کہ لَا اَصْلَ لَھَا۔
اور بعض نے کہا سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا میں اشارہ ہے اس قصہ کی طرف جس میں حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کا ایک عورت اوریا کا واقعہ ہے جس کی تفصیل تئیسویں پارہ سورۃ صٓ میں آئیگی۔
بِالَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَیَخْشَوْنَہٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْبًا۔ وہ گذرے ہوئے انبیاء پہنچاتے تھے پیام الٰہی اور اس سے ڈرتے تھے اور کسی سے نہ ڈرتے تھے مگر اللہ سے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔
یعنی ان کا طریقہ بھی یہی تھا کہ حکم الٰہی پہنچانے میں کسی کا خوف نہ کرتے تھے اور اللہ تعالےٰ کو ہی حساب لینے والا اور سزا و جزا میں کافی سمجھتے تھے۔
اس کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت خاتمیت پر ارشاد ہے۔
مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ نہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے لیکن اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔
اس آیت کریمہ میں اول ابوّت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے مردوں کے حق میں انکار فرمایا گیا۔

اس لیے کہ مشرکین یہ بکواس کرتے تھے اِنَّ مُحَمَّدًا عَلَیْہِ السَّلَامُ تَزَوَّجَ زَوْجَۃَ ابْنِہٖ زَیْدٍ یَعْنِی کَوْنَ زَیْدٍ ابْنَہُ الَّذِیْ یَحْرُمُ نِکَاحُ زَوْجَتِہٖ عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کر لیا۔

اس آیت کریمہ میں نفی فرمادی گئی کہ زید وہ بیٹے نہیں جس کی بیوی کا نکاح حضور پر حرام ہو اس لیے کہ تمہارے رسم و رواج میں لے پالک منہ بولا متبنی بیٹا ہوتا ہے لیکن شریعت مطہرہ میں وہ بیٹا نہیں ہوتا بلکہ ہمارے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے تم میں سے باپ نہیں تو زید کے لیے وہ کیسے باپ ہو سکتے ہیں۔

رِجَال۔ جمع ہے رَجُلٌ کی۔

اور قاموس میں ہے اَلذَّکَرُ اِذَا احْتَلَمَ وَشَبَّ اَوْ ھُوَ رَجُلٌ سَاعَۃَ یُوْلَدُ۔ ذکر جب کہ بالغ ہو کر جوان ہو جاتے اسے کہتے ہیں یا وہ رجل ہوتا ہے پیدا ہونے کے بعد سے بلوغ پر۔

اور لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ اور وَاِنْ کَانَ رَجُلٌ یُّوْرَثُ کَلٰلَۃً میں میراث کے لیے لفظ رجال عام لایا گیا۔ لیکن اگر اس کے معنی بالغ و نابالغ کے لیے عام مان لیے جائیں تو وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ کے کیا معنی ہوں گے۔

اس لیے آیہ کریمہ میں رجال۔ نساء ولدان علیحدہ علیحدہ فرمایا گیا۔ یعنی بالغ مرد اور عورتیں اور بچے۔ تو معلوم ہوا کہ رجال بالغ پر صحیح مستعمل ہے۔

پھر علامہ زمخشری جو امام لغت ہیں اور علوم عربیہ کے بڑے راسخ مانے گئے ہیں وہ بھی یہی فرماتے ہیں یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الرَّجُلَ ھُوَ الذَّکَرُ الْبَالِغُ۔ رجل ذکر بالغ کو ہی کہتے ہیں۔ پھر استدراک فرمایا گیا۔

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ۔ باپ تو کسی بالغ مرد کے نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں۔

روح المعانی میں ہے اِسْتِدْرَاکٌ مِّنْ نَفْیِ کَوْنِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِھِمْ عَلٰی وَجْہٍ یَّقْتَضِیْ حُرْمَۃَ الْمُصَاھَرَۃِ وَنَحْوِھَا اِلٰی اِثْبَاتِ کَوْنِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبًا لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنَ الْاُمَّۃِ فِیْمَا یَرْجِعُ اِلٰی وُجُوْبِ التَّوْقِیْرِ وَالتَّعْظِیْمِ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَوُجُوْبِ الشَّفَقَۃِ وَالنَّصِیْحَۃِ لَھُمْ عَلَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاِنَّ کُلَّ رَسُوْلٍ اَبٌ لِاُمَّتِہٖ فِیْمَا یَرْجِعُ اِلٰی ذٰلِکَ۔

استدراک ہے اس امر کی نفی کے بعد کہ حضور کسی بالغ مرد کے باپ ہیں اور ایسے باپ ہیں جو مقتضی حرمت مصاہرۃ ہو پھر اثبات فرمایا کہ حضور امت کے ہر فرد کے باپ ہیں جس کے لحاظ سے حضور کی توقیر و تعظیم ہر امتی پر واجب ہے اور شفقت و نصیحت ہر امتی پر حضور کے ذمہ ہے اس لیے کہ ہر رسول

مگر حضور کسی بالغ مرد کے نہیں
اپنے امتی کا باپ ہوتا ہے۔ تو اس استدراک سے یہ فائدہ ہوا کہ حقیقی باپ تو حضور کسی بالغ مرد کے نہیں
مگر مجازی باپ شان رسالت کے لحاظ سے حضور سب کے باپ ہیں۔
اور یہ ابوت۔ ابوت کاملہ ہے جو تمام رسل کرام کی ابوت سے بلند ہے اور حضور کی ہی ایک ذات
ہے جو آخر النبیین ہے چنانچہ ارشاد ہے۔
وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔ اور وہ آخر ہیں تمام نبیوں کے اور اللہ ہر شے کا
جاننے والا ہے۔
اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے اس ابوت کا سلب فرمایا جس ابوت سے حضور اور متبنی کے درمیان
حرمت مصاہرت ہو۔ حالانکہ حضور کی ابوت عام ہے كَانَ اَبَا كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ دَاٰبَا اَبْنَائِكُمْ وَاَبْنَاءِ
اَبْنَائِكُمْ وَهٰكَذَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ بِحَيْثُ يَجِبُ لَهٗ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ تَنَاسَلَ مِنْكُمْ اِحْتِرَامُهٗ وَ
تَوْقِيْرُهٗ۔ حضور تمہارے سب کے باپ اور بیٹے پوتوں کے باپ ہیں قیامت تک جو بھی پیدا ہوں
سب کے باپ ہیں اس حیثیت سے کہ سب پر حضور کا احترام و وقار لازم ہے۔
اور مِنْ رِجَالِكُمْ اس لیے ارشاد ہوا تاکہ یہ وہم بھی اٹھ جائے کہ حضور اپنے صاحبزادوں میں سے ان کے
بھی باپ نہیں جو مبلغ رجال تک پہنچ گئے ہوں بلکہ جتنے صاحبزادے ہوئے وہ طفولیت میں انتقال فرما گئے
تو جب حقیقی صلبی صاحبزادہ بھی طفولیت میں انتقال فرما گئے تو لے پالک متبنی کا بیٹا ہونا کیسے صحیح ہو
سکتا ہے۔ اسی بنا پر بعض روایتیں اس کی شاہد ہیں کہ اگر حضور آخر النبیین نہ ہوتے تو آپ کے صاحبزادے
جوان ہونے پر ضرور نبی ہوتے۔
جیسے ابراہیم اسدی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں قَالَ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَعْنِي ابْنَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَلَأَ الْمَهْدَ وَلَوْ بَقِيَ لَكَانَ نَبِيًّا لٰكِنْ لَّمْ يَبْقَ لِاَنَّ نَبِيَّكُمْ اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ فرماتے ہیں ابراہیم علیہ السلام ابن النبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گود بھری اور اگر وہ زندہ
رہتے تو ضرور نبی ہوتے لیکن نہیں رہنے اس لیے کہ تمہارے نبی آخر انبیاء ہیں
بخاری میں بطریق محمد بن بشیر بن اسماعیل بن ابی خالد سے مروی ہے۔ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفٰى
اَرَاَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ ابْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاتَ صَغِيْرًا وَّلَوْ قُضِيَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ عَاشَ اِبْنُهٗ اِبْرَاهِيْمُ وَلٰكِنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ۔
فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے میں نے عرض کیا آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت
کی فرمایا وہ تو طفولیت میں ہی انتقال فرما گئے اور ان کا حضور کے بعد رہنا مقدر ہوتا حضور کے بعد تک

وہ نبی ہوتے لیکن حضور کے بعد نبی ہونا ہی نہ تھا۔

پھر احمد وکیع سے بروایت اسماعیل راوی ہیں سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ اَوْفٰی یَقُوْلُ لَوْکَانَ بَعْدَ النَّبِیِّ نَبِیٌّ مَا مَاتَ ابْنُہٗ۔ میں نے ابن ابی اوفی سے سنا کہ فرماتے تھے اگر حضور کے بعد نبی ہوتا تو حضور کے صاحبزادے انتقال نہ فرماتے۔

ابن ماجہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے لَمَّا مَاتَ اِبْرَاھِیْمُ ابْنُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلَیْہِ وَقَالَ اِنَّ لَہٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّۃِ وَلَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا۔

جب حضرت ابراہیم صاحبزادہ والاتبار نے انتقال فرمایا تو حضور نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا ان کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی مقرر ہے اور اگر یہ زندہ رہتے تو ضرور صدیق نبی ہوتے۔

اور بعض محدثین نے ان تمام روایتوں کو باطل قرار دیا۔

قسطلانی انہیں ضعیف کہتے ہیں۔

اور ابن مندہ بھی انہیں غریب بتاتے ہیں۔

اور نووی تہذیب الاسماء واللغات میں ان کی صحت میں توقف کرتے ہیں۔

بعض متقدمین لَوْ عَاشَ اِبْرَاھِیْمُ لَکَانَ نَبِیًّا بَاطِلٌ۔ فرماتے ہیں اور آگے کہتے ہیں فَقَدْ وَلَدَ نُوْحٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ غَیْرَ نَبِیٍّ وَلَوْ لَمْ یَلِدِ النَّبِیُّ اِلَّا نَبِیًّا لَکَانَ کُلُّ اَحَدٍ نَبِیًّا۔ نوح علیہ السلام کی اولادیں ہوئیں اور وہ نبی نہ تھیں اور اگر نبی سے نبی ہی ہوتا تو سب کے سب نبی ہونے ضروری تھے۔

لٰکِنَّ الظَّاھِرَ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ فِیْ اِبْرَاھِیْمَ خَاصَّۃً بِاَنْ یَّکُوْنَ قَدْ سَبَقَ فِیْ عِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَنَّہٗ لَوْ عَاشَ لَجَعَلَہٗ جَلَّ وَعَلَا نَبِیًّا لَا لِکَوْنِہٖ ابْنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلْ لِاَمْرٍ ھُوَ جَلَّ شَانُہٗ بِہٖ اَعْلَمُ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔

بظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حکم لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا کا علی الخصوص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں ہے اس صورت میں کہ علم اللہ میں یہ تھا کہ اگر وہ زندہ رہیں تو اللہ تعالٰی انہیں نبی بنائے گا۔

نہ یہ کہ ابن النبی ہونے کی وجہ سے آپ صدیق نبی ہیں بلکہ حکم الٰہی کا ان کے حق میں یہ فیصلہ علم الٰہی میں پہلے ہی تھا۔ واللہ اعلم۔

آگے خاتم کی تحقیق ملاحظہ ہو

وَالْخَاتَمُ اِسْمُ اٰلَۃٍ لِمَا یُخْتَمُ بِہٖ کَالطَّابِعِ لِمَا یُطْبَعُ بِہٖ فَمَعْنٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ الَّذِیْ خُتِمَ النَّبُوَّۃُ بِہٖ وَمَآلُہٗ اٰخِرُ النَّبِیِّیْنَ۔ خاتم اسم آلہ ہے جس سے کسی کو ختم کیا جائے جیسے طابع جس سے طبع

کیا جائے تو معنی خاتم النبیین یہ ہیں کہ ان پر نبی و نبوت ختم ہو گئے یہ حاصل معنی آخر النبیین ہوئے۔

اور جمہور خاتم بکسر تاء کہتے ہیں تو اس سے اسم فاعل ہوتا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ خاتم وہ ہے جو نبیوں کو ختم کرے اور اس سے مراد نبیوں کا آخر نبی ہے۔

اور ابن مسعود فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ بِالنَّبِیِّ مَا هُوَ اَعَمُّ مِنَ الرَّسُوْلِ فَیَلْزَمُ مِنْ کَوْنِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ کَوْنُہٗ خَاتَمَ الْمُرْسَلِیْنَ وَالْمُرَادُ بِکَوْنِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمَہُمْ اِنْقِطَاعُ حُدُوْثِ وَصْفِ النُّبُوَّۃِ فِیْ اَحَدٍ مِّنَ الثَّقَلَیْنِ بَعْدَ تَحَلِّیْہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِہَا فِیْ هٰذِہِ النَّشْاَۃِ۔

خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ حضور کا خاتم النبیین ہونا خاتم المرسلین کے معنی میں ہے تو اس سے لازم آیا کہ وصف نبوت کا حدوث ہی حضور کے نبی ہونے کے بعد منقطع ہو گیا۔

اور اس تحقیق کے بعد اس امر پہ نہیں ہو سکتی کہ نزول عیسٰی علیہ السلام بھی نہ ہو اس لیے کہ وہ پہلے ہی نبی ہیں حضور سے اول ہی تھے۔

اور حضرت خضر کی بقا پر بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

اور جیسا کہ صحیح حدیث میں صحیحین میں ہے اِنَّ عِیْسٰی یَنْزِلُ حَکَمًا عَدْلًا یُکَسِّرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ۔ تو یہ نزول سابقہ نبوت کے ساتھ ہو گا نہ کہ جدید نبوت کے ساتھ

علامہ خفاجی فرماتے ہیں اَلظَّاهِرُ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْ کَوْنِہٖ عَلٰی دِیْنِ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّمَا یَحْکُمُ بِمَا یَتَلَقّٰی عَنْ نَبِیِّنَا عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلِذَا لَمْ یَتَقَدَّمْ لِاِمَامَۃِ الصَّلٰوۃِ مَعَ الْمَهْدِیِّ۔ آپ کا نزول ہمارے حضور کے دین پر ہو گا اور آپ وہی احکام جاری کریں گے جو حضور سے آپ کو ملیں گے اسی وجہ میں آپ حضرت امام مہدی علیہ الرحمۃ والرضوان پر امام نہ ہوں گے کہ حضور کا ارشاد ہے اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ تَکْرِمَۃً لِهٰذِہِ الْاُمَّۃِ۔

اور یہ عقیدہ خالص الحاد ہے کہ کسی نبی یا رسول کا عزل ہو اور کسی وقت نبی رسول نہ رہے البتہ وصف تبلیغ احکام وحی سے نہیں رہتے جیسے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام قبل رفع الی السماء نبی رسول تھے اور آسمان میں بھی نبی رسول ہیں اور بعد نزول الی الارض بھی نبی رسول ہیں حتی کہ بعد وفات بھی نبی و رسول رہیں گے۔

کَمَا قَالَ الْخَفَاجِیْ۔ وَلَعَلَّہٗ اَرَادَ اَنَّہٗ لَا یَبْقٰی لَہٗ وَصْفُ تَبْلِیْغِ الْاَحْکَامِ عَنْ وَحْیٍ کَمَا کَانَ لَہٗ قَبْلَ الرَّفْعِ فَهُوَ عَلَیْہِ السَّلَامُ نَبِیٌّ رَسُوْلٌ قَبْلَ الرَّفْعِ وَفِی السَّمَآءِ وَبَعْدَ النُّزُوْلِ وَبَعْدَ الْمَوْتِ اَیْضًا۔

آگے فرماتے ہیں۔

وَبَقَاءُ النُّبُوَّۃِ وَالرِّسَالَۃِ بَعْدَ الْمَوْتِ فِیْ حَقِّہٖ وَحَقِّ غَیْرِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ حَقِیْقَۃً مِّمَّا ذَهَبَ اِلَیْہِ غَیْرُ وَاحِدٍ فَاِنَّ الْمُتَّصِفَ بِهِمَا وَکَذَا بِالْاِیْمَانِ هُوَ الرُّوْحُ وَهِیَ

بَاقِيَۃٌ لَّا تَتَغَيَّرُ بِمَوْتِ الْبَدَنِ۔

نَعَمْ ذَهَبَ الْاَشْعَرِيُّ كَمَا قَالَ النَّسَفِيُّ اِلٰى اَنَّهُمَا بَعْدَ الْمَوْتِ بَاقِيَانِ حُكْمًا۔ ابوالحسن اشعری بھی اسی طرف ہیں علامہ نسفی بھی یہی کہتے ہیں کہ نبی و رسول بعد موت باقی رہتے ہیں حکم کی حیثیت میں۔

علامہ سفارینی اپنی کتاب بحور الذاخرہ میں فرماتے ہیں جو نسفی نے کہا ہے

وَقِيْلَ اَنَّہٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَاْخُذُ الْاَحْكَامَ مِنْ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِفَاهًا بَعْدَ نُزُوْلِهٖ وَهُوَ فِيْ قَبْرِهِ الشَّرِيْفِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ ایک قول ہے کہ حضرت علیہ السلام حضور سے احکام بالمشافہ لیں گے جبکہ آپ نازل ہوں گے اور حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں جلوہ فرما ہوں گے

اور اس پر حدیث ابو یعلی بھی مؤید ہے وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيَنْزِلَنَّ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰى قَبْرِيْ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَاُجِيْبَنَّهٗ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے یقیناً عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر یا محمد کہیں گے تو ضرور میں انہیں جواب دوں گا۔

پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بعد وفات جاگتے ہوئے کملاء امت نے مکالمہ بھی کیا۔ چنانچہ شیخ سراج الدین بن الملقن طبقات الاولیاء میں فرماتے ہیں۔

قَالَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْكِيْلَانِيُّ قُدِّسَ سِرُّهٗ۔ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الظُّهْرِ فَقَالَ لِيْ يَا بُنَيَّ لِمَ لَا تَتَكَلَّمُ قُلْتُ يَا اَبَتَاهُ اَنَا رَجُلٌ اَعْجَمُ كَيْفَ اَتَكَلَّمُ عَلٰى فُصَحَاءِ بَغْدَادَ فَقَالَ اِفْتَحْ فَاكَ فَفَتَحْتُهٗ فَتَفَلَ فِيْهِ سَبْعًا وَقَالَ تَكَلَّمْ عَلَى النَّاسِ وَادْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔

فَصَلَّيْتُ الظُّهْرَ وَجَلَسْتُ وَحَضَرَنِيْ خَلْقٌ كَثِيْرٌ فَارْتَجَّ عَلَيَّ فَرَاَيْتُ عَلِيًّا كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ قَائِمًا بِاِزَائِيْ فِي الْمَجْلِسِ فَقَالَ لِيْ يَا بُنَيَّ لِمَ لَا تَتَكَلَّمُ قُلْتُ يَا اَبَتَاهُ قَدِ ارْتَجَّ عَلَيَّ فَقَالَ اِفْتَحْ فَاكَ فَفَتَحْتُهٗ فَتَفَلَ فِيْهِ سِتًّا فَقُلْتُ لِمَ لَا تُكْمِلُهَا سَبْعًا فَقَالَ اَدَبًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَوَارٰى عَنِّيْ فَقُلْتُ غَوَّاصُ الْفِكْرِ يَغُوْصُ فِيْ بَحْرِ الْقَلْبِ عَلٰى دُرَرِ الْمَعَارِفِ فَيَسْتَخْرِجُهَا اِلٰى سَاحِلِ الصَّدْرِ۔

حضور سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ظہر سے قبل مجھے حضور نے فرمایا اے بیٹے تم تقریر کیوں نہیں کرتے۔

میں نے عرض کیا ابا جان میں عجمی ہوں فصحاء بغداد کے روبرو کیسے کلام کروں؟

حضور نے فرمایا منہ کھول میں نے منہ کھولا حضور نے سات بار میرے منہ میں تھتکارا اور فرمایا اب تم تقریر کرو اور لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف بلاؤ حکمت اور اچھی طرح وعظ کر کے۔
میں نے ظہر پڑھی اور بیٹھ گیا کہ میرے گرد مجمع کثیر آ گیا جس سے میرا دل ہل گیا۔
تو میں نے شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ میرے برابر قیام فرما ہیں اور فرما رہے ہیں بیٹے کیوں نہیں بولتے میں نے عرض کیا ابا جان میرا دل مجمع سے ہل گیا ہے۔
تو آپ نے فرمایا منہ کھولو میں نے منہ کھولا آپ نے چند بار میرے منہ میں تھتکارا میں نے عرض کی ابا جان سات بار آپ نے کیوں نہیں تھتکارا۔
حضرت اسد اللہ نے فرمایا حضور کے ادب میں سات پورے نہیں کیے پھر آپ نظروں سے غائب ہو گئے۔ پھر میں بولا اور ایسا بولا کہ غواص فکر بحر قلب میں غوطہ لگا کر معارف کے موتی ساحل صدر پر لا رہا تھا۔ انتہی
ایسے ہی ترجمہ شیخ میں خلیفہ بن موسی النہر ملکی جو شرف زیارت سرور عالم سے بارہا مشرف ہوئے ہیں اور جاگتے سوتے آپ کو زیارت ہوئی ہے فرماتے ہیں۔ مجھے حضور کی زیارت جاگتے سوتے ایک رات میں سترہ بار بھی ہوئی ہے۔
اور ایک بار مجھے ارشاد ہوا یَا خَلِیْفَۃُ لَا تَفْخَرْ مِنِّیْ فَکَثِیْرٌ مِّنَ الْاَوْلِیَاءِ مَاتَ بِحَسْرَۃِ رُؤْیَتِیْ
اے خلیفہ میری کثرت زیارت پہ فخر نہ کرنا بہت سے اولیاء وہ ہیں جو ہماری ایک جھلک کی آرزو میں مر گئے ہیں۔
شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ لطائف المنن میں فرماتے ہیں لَوْ حُجِبَ عَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَرْفَۃَ عَیْنٍ مَا عَدَدْتُّ نَفْسِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اگر مجھ سے جمال مصطفے ایک پلک جھپکنے تک محجوب ہو تو میں اپنے کو مسلمان بھی نہ سمجھوں۔
جامی علیہ الرحمۃ بھی یہی فرماتے ہیں ؎

گرچہ صد مرحلہ دور است زپیش نظرم   وَجْھُہٗ فِیْ نَظَرِیْ کُلَّ غَدَاۃٍ وَّ عَشِیِّ

اور امام جلال الدین سیوطی اپنی کتاب تنویر الحلک میں منکرین رویت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بہ جاگتے ہوئے دلائل دیتے ہیں اور استدلال میں ابتداء حدیث بخاری و مسلم اور ابو داؤد پیش کرتے ہیں۔ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ وَلَا

يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِيْ۔

حضور نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب جاگتے ہوئے بھی دیکھے گا اور شیطان میری صورت میں متمثل ہوکر نہیں آسکتا۔

اور ایسا ہی طبرانی نے حدیث مالک بن عبداللہ خثعمی اور حدیث ابی بکرہ سے روایت کیا اور دارمی نے حدیث ابی قتادہ سے ایسا ہی کہا۔

اور امام ابو محمد بن ابی جمرہ اپنی تعلیقات میں صحیح بخاری کی حدیث پر فرماتے ہیں هٰذَا الْحَدِيْثُ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ مَنْ يَرَاهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ فَسَيَرَاهُ فِي الْيَقْظَةِ وَهَلْ هٰذَا عَلٰى عُمُوْمِهٖ فِيْ حَيَاتِهٖ وَبَعْدَ مَمَاتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوْ هٰذَا كَانَ فِيْ حَيَاتِهٖ وَهَلْ ذٰلِكَ لِكُلِّ مَنْ رَاٰهُ مُطْلَقًا اَوْ خَاصٌّ بِمَنْ فِيْهِ الْاَهْلِيَّةُ وَالْاِتِّبَاعُ بِسُنَّتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اَللَّفْظُ يُعْطِي الْعُمُوْمَ وَمَنْ يَدَّعِي الْخُصُوْصَ فِيْهِ بِغَيْرِ مُخَصِّصٍ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُتَعَسِّفٌ وَالْحَالُ الْكَلَامُ فِيْ ذٰلِكَ۔

یہ حدیث اس امر پر دال ہے کہ جس نے حضور کی زیارت کا شرف خواب میں حاصل کیا وہ یقیناً جاگتے ہوئے بھی مشرف ہوگا اب چند سوالات اس پر آتے ہیں وہ یہ ہیں۔

کیا یہ مژدہ زیارت عموماً بحین حیات کے لیے ہے یا بعد وفات بھی ہے۔

اور کیا یہ بشارت صرف بحین حیات تک ہے۔

اور کیا یہ ہر اس شخص کے لیے ہے جس نے زیارت کی یا خاص ہے اس کے لیے جو متبع سنت ہو اور اس شرف کا اہل ہو۔

اس کا جواب صرف اور صرف یہ ہے کہ حدیث کے لفظ عموم کا فائدہ دے رہے ہیں۔

اور جو اس میں تخصیص کرتا ہے وہ بغیر مخصص تخصیص کر رہا ہے یعنی حضور نے عموماً بلا مخصص جس امر کی بشارت دی اس میں تخصیص کرنے والا متعسف ہے۔ اس مبحث پر امام محمد بن ابی جمرہ نے بہت طویل بحث فرماکر پھر فرمایا۔

وَقَدْ ذُكِرَ عَنِ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وَهَلُمَّ جَرًّا مِمَّنْ كَانُوْا رَاَوْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ وَكَانُوْا مِمَّنْ يُصَدِّقُوْنَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ فَرَاَوْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْيَقْظَةِ وَسَاَلُوْهُ عَنْ اَشْيَاءَ كَانُوْا مُتَشَوِّشِيْنَ فَاَخْبَرَهُمْ بِتَفْرِيْجِهَا۔

اور ان سلف وخلف نے مسلسل بیان کیا جنہوں نے حضور کی زیارت خواب میں کی انہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی اور انہوں نے بحالت بیداری بھی اس کے بعد زیارت کی اور حضور سے ان چیزوں کے

متعلق سوال کیا جس میں انہیں تشویش تھی تو حضور نے ان کی تفریح خاطر فرمادی۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی اس قسم کی بہت سی احادیث نقل فرماکر آخر میں فرماتے ہیں۔

فتحصل من مجموع هذا الكلام والنقول والاحاديث ان النبي صلى الله عليه وسلم حي بجسده وروحه وانه يتصرف ويسير حيث شاء في اقطار الارض وفي الملكوت وهو بهيئته التي كان عليها قبل وفاته لم يتبدل منه شيء وانه مغيب عن الابصار كما غيبت الملائكة مع كونهم احياء باجسادهم فاذا اراد الله تعالى رفع الحجاب عمن اراد اكرامه برؤيته رآه على هيئته التي هو عليه الصلوة والسلام عليها لا مانع من ذلك ولا داعي الى التخصيص برؤية المثال۔

تو ان تمام بحثوں اور نقول احادیث کے بعد نتیجہ کلام یہ نکلا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بجسد العنصری زندہ ہیں اور حضور کی روح مبارک اس سے وابستہ ہے اور بیشک وہ ہستی مقدس متصرف ہے اور جہاں چاہے اور جب چاہے جیسے چاہے جس طرف چاہے اقطار ارض اور ملکوت میں سیر فرماتی ہے۔

اور حضور اسی ہیئت میں آج بھی ہیں جیسے قبل وفات تھے ہرگز آپ کا کچھ متبدل نہیں ہوا البتہ اب حضور عام نظروں سے مخفی ہیں جیسے ملائکہ کہ باوجود جسم وحیات کے مخفی ہیں تو جب اللہ چاہتا ہے اس سے رفع حجاب فرمادیتا ہے جس پر رویت وزیارت کا اکرام فرماوے وہ حضور کی اسی ہیئت میں زیارت کرتا ہے کہ جس حال میں حضور تھے۔

اس میں کوئی مانع نہیں اور نہ اس پر داعیہ تخصیص ہے رویت مثال کا۔

وذهب رحمه الله تعالى الى نحو هذا في سائر الانبياء عليهم السلام فقال انهم احياء ردت اليهم ارواحهم بعد ما قبضوا واذن لهم في الخروج من قبورهم والتصرف في الملكوت العلوي والسفلي۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ تمام انبیاء کرام کی بھی شان ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کی روحیں بعد قبض روح لوٹادی جاتی ہیں اور انہیں اپنی قبروں سے نکل کر تصرف ملکوت علوی وسفلی کا اختیار ہوتا ہے۔

اس پر بہت سی احادیث نقل فرماتے ہیں جو ان کے اس دعوی پر شاہد ہیں چنانچہ ابن حبان اپنی تاریخ میں اور طبرانی کبیر میں اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من نبي يموت فيقيم في قبره الا اربعين صباحا۔

حضور نے فرمایا کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس دن سے زیادہ نہیں رہتا۔

عبدالرزاق اپنی مصنف میں سفیان ثوری سے اور وہ ابی المقدام سعید بن مسیب سے راوی ہیں۔

قال ما مكث نبي في الارض اكثر من اربعين يوما۔ کوئی نبی چالیس دن سے زیادہ وفات کے بعد

زمین میں نہیں رہتا۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات اقدس کے متعلق فرمایا اَنَا اَکْرَمُ عَلٰی رَبِّیْ مِنْ اَنْ یَّتْرُکَنِیْ فِیْ قَبْرِیْ بَعْدَ ثَلَاثٍ۔ اللہ تعالے نے مجھے یہ عزت عطا فرمائی کہ میں اپنی قبر میں تین دن سے زیادہ نہ رہوں گا اور بعض نے تین کے بجائے کوئی دو دن بھی بتائے۔

اور شیخ صفی الدین بن ابی منصور اور شیخ عبد القادر شیخ ابو العباس طنجی سے راوی ہیں اَنَّ ذٰلِکَ السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَالْعَرْشَ وَالْکُرْسِیَّ مَمْلُوْنَۃً مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اور پھر آپ نے یہ شعر پڑھا سے

کَالشَّمْسِ فِیْ کَبِدِ السَّمَآءِ وَضَوْءُ ھَا ۔۔۔ یُغْشِی الْبِلَادَ مَشَارِقًا وَّمَغَارِبَا

یعنی حضور کی جلوہ ریزی سے زمین۔ آسمان، عرش و کرسی سب مملو ہیں۔
جیسے سورج آسمان پر ہوتا ہے اور اس کی روشنی تمام آبادیوں کو مشرق و مغرب میں گھیرے ہوئے ہے۔

اور اس حدیث میں اختلاف الفاظ بھی ہے۔ جیسے مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰنِیْ۔ اور مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ اس کے یہی معنی نکلتے ہیں۔ کَانَ رُؤْیَاہُ صَحِیْحَۃً۔ حضور کا خواب میں دیکھنا یقیناً صحیح ہے۔

اور جب شہدا کے حق میں قرآن پاک میں ارشاد ہے بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ فَھِیَ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ تو حَیَاۃُ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْمَلُ وَاَتَمُّ مِنْ حَیَاۃِ سَائِرِھِمْ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ۔ وَھِیَ فَوْقَ حَیَاۃِ الشُّھَدَآءِ بِکَثِیْرٍ۔ ہمارے حضور کی زندگی اکمل و اتم ہے سب کی حیات سے حتیٰ کہ وہ حیات شہدا کی حیات سے بھی بلند ہے (روح المعانی)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر آلوسی کہتے ہیں وَکَوْنُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ مِمَّا نَطَقَ بِہِ الْکِتَابُ وَصَدَعَتْ بِہِ السُّنَّۃُ وَاَجْمَعَتْ عَلَیْہِ الْاُمَّۃُ فَیُکَفَّرُ مُدَّعِیْ خِلَافِہٖ وَیُقْتَلُ اِنْ اَصَرَّ۔

اور حدیث میں اس مسئلہ پر احمد اور بخاری اور مسلم اور نسائی اور ابن مردویہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَارًا بِنَاءً فَاَحْسَنَہٗ وَاَجْمَلَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ مِّنْ زَاوِیَۃٍ مِّنْ زَوَایَاھَا فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِہٖ وَیَتَعَجَّبُوْنَ لَہٗ وَیَقُوْلُوْنَ ھَلَّا وُضِعَتْ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃُ فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَفِیْ عَنْ جَابِرٍ مَّرْفُوْعًا نَحْوُ ھٰذَا۔

وَکَذَا عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ وَّاَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ۔

وَلِلشَّیْخِ مُحْیِ الدِّیْنِ عَرَبِیْ قُدِّسَ سِرُّہٗ کَلَامٌ فِیْ حَدِیْثِ اللَّبِنَۃِ قَدِ انْتَقَدَہٗ عَلَیْہِ جَمَاعَۃٌ مِنَ الْاَجِلَّۃِ فَعَلَیْکَ بِالتَّمَسُّکِ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَاللّٰہُ تَعَالٰی الْحَافِظُ مِنَ الْوُقُوْعِ فِی الْفِتْنَۃِ۔

وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ اور اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔

عام اس سے کہ وہ موجود ہو یا معدوم اس کا وہ علیم ہے فَیَعْلَمُ مِنْ جُمْلَتِہَا الْاَحْکَامَ وَالْحِکَمَ الَّتِیْ بَیْنَتْ بِمَا سَبَقَ وَالْحِکْمَۃَ فِیْ کَوْنِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ۔ تو اللہ تعالے تمام احکام کی حکمت کا بھی عالم ہے اور حضور کے خاتم النبیین ہونے میں جو حکمت ہے اسے بھی وہی جانتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ احزاب پ ۲۲

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ○ — اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بولو۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ○ — وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے تاکہ تمہیں نکالے اندھیریوں سے روشنی کی طرف اور وہ مومنین پر مہربان ہے۔

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ○ — ان کے لیے ملتے وقت کی تواضع سلام ہے اور تیار کر رکھا ہے ان کے لیے عزت کا ثواب۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ — اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے بھیجا تمہیں شاہد اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○ — اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکا دینے والا چراغ۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ○ — اور خوشخبری دو ایمان والوں کو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ○ — اور نہ مانو کافروں اور منافقوں کی بات اور درگذر فرماؤ ان کی ایذاؤں سے اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی ہے کارساز۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○

اے ایمان والو جب تم نکاح کرو مومنہ عورتوں سے پھر انہیں طلاق دو بے ہاتھ لگائے تو نہیں تم پر کچھ عدت جسے گنو تو انہیں کچھ فائدہ دو اور حسن سلوک سے انہیں چھوڑ دو۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

اے غیب داں نبی ہم نے تمہارے لیے حلال کیں وہ بیویاں جنہیں تم مہر دو اور وہ کنیز جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے ہاتھ کا مال اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی اور وہ عورت مومنہ جو اپنی جان نبی کے حضور نذر کرے اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہیں یہ خاص تمہارے لیے ہے اور مومنوں کو نہیں ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر مقرر کیا ہے ان کی بیویوں اور ان کے ہاتھ کے مال (یعنی) کنیزوں میں تاکہ نہ ہو تم پر کوئی تنگی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْۤ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَاۤ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ○

پیچھے ہٹاؤ جسے چاہو ان میں سے اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم چاہو ان میں سے کنارے کر دو تو نہیں گناہ تم پر یہ اس کے نزدیک تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں اور راضی رہیں اس پر جو کچھ تم انہیں عطا فرماؤ اور اللہ جانتا ہے جو تمہارے سب کے دلوں میں ہے اور اللہ علم و حلم والا ہے۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ

نہیں حلال ان کے بعد تمہیں اور عورتیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیویاں بدلو اگرچہ پسند آئے تمہیں ان کا

حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۝ حسن مگر کنیز تمہارے ہاتھ کا مال ہے اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

لفظی ترجمہ

یٰاَیُّھَا۔ اے	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	اُذْکُرُوا۔ ذکر کرو
اللّٰہَ۔ اللہ کا	ذِکْرًا۔ ذکر	کَثِیْرًا۔ بہت	وَ۔ اور
سَبِّحُوْہُ۔ پاکی بولو اس کی	بُکْرَۃً۔ صبح	وَّ۔ اور	اَصِیْلًا۔ شام
ھُوَ۔ وہ	اَلَّذِیْ۔ وہ ہے جو	یُصَلِّیْ۔ درود بھیجتا ہے	عَلَیْکُمْ۔ تم پر
وَ۔ اور	مَلٰٓئِکَتُہٗ۔ اسکے فرشتے	لِیُخْرِجَکُمْ۔ تاکہ تم کو نکالے	مِّنَ الظُّلُمٰتِ۔ اندھیروں سے
اِلَی۔ طرف	النُّوْرِ۔ روشنی کی	وَ۔ اور	کَانَ۔ ہے وہ
بِالْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں پر	رَحِیْمًا۔ مہربان	تَحِیَّتُھُمْ۔ ان کا تحفہ	یَوْمَ۔ جس دن
یَلْقَوْنَہٗ۔ ملیں گے اسے	سَلٰمٌ۔ سلام ہوگا	وَ۔ اور	اَعَدَّ۔ تیار کیا
لَھُمْ۔ ان کے لیے	اَجْرًا۔ اجر	کَرِیْمًا۔ اچھا	یٰاَیُّھَا۔ اے
النَّبِیُّ۔ نبی	اِنَّا۔ بیشک	اَرْسَلْنٰکَ۔ بھیجا ہم نے	کَ۔ تجھ کو
شَاھِدًا۔ شاہد	وَّ۔ اور	مُبَشِّرًا۔ خوشخبری دیتا	وَّ۔ اور
نَذِیْرًا۔ ڈرستاتا	وَ۔ اور	دَاعِیًا۔ بلانے والا	اِلَی۔ طرف
اللّٰہِ۔ اللہ کی	بِاِذْنِہٖ۔ اسکے حکم سے	وَ۔ اور	سِرَاجًا۔ چراغ
مُّنِیْرًا۔ روشن	وَ۔ اور	بَشِّرِ۔ خوشخبری دے	الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کو
بِاَنَّ۔ کہ بیشک	لَھُمْ۔ انکے لیے ہے	مِّنَ اللّٰہِ۔ اللہ سے	فَضْلًا۔ فضل
کَبِیْرًا۔ بڑا	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تُطِعِ۔ کہا مان
الْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں کا	وَ۔ اور	الْمُنٰفِقِیْنَ۔ منافقوں کا	وَ۔ اور
دَعْ۔ درگذر کر	اَذٰىھُمْ۔ تکلیف	ھُمْ۔ ان کی سے	وَ۔ اور
تَوَکَّلْ۔ بھروسہ کر	عَلَی۔ اوپر	اللّٰہِ۔ اللہ کے	وَ۔ اور
کَفٰی۔ کافی ہے	بِاللّٰہِ۔ اللہ	وَکِیْلًا۔ کارساز	یٰاَیُّھَا۔ اے

الَّذِیْنَ ۔ وہ جو | اٰمَنُوْا ایمان لائے ہو | اِذَا ۔ جب | نَکَحْتُمُ ۔ نکاح کرو تم
الْمُؤْمِنٰتِ ۔ مومن عورتوں سے | ثُمَّ ۔ پھر | طَلَّقْتُمُوْ ۔ طلاق دو | ھُنَّ ۔ ان کو
مِنْ قَبْلِ ۔ پہلے | اَنْ ۔ اس سے کہ | تَمَسُّوْ ۔ ہاتھ لگاؤ تم | ھُنَّ ۔ ان کو
فَمَا ۔ تو نہیں | لَکُمْ ۔ تمہارے لیے | عَلَیْھِنَّ ۔ ان پر | مِنْ عِدَّۃٍ ۔ کوئی عدۃ
تَعْتَدُّوْنَھَا ۔ کہ تم انکی عدت شمار کرو | فَمَتِّعُوْ ۔ تو فائدہ دو | ھُنَّ ۔ ان کو
وَ ۔ اور | سَرِّحُوْ ۔ چھوڑ دو | ھُنَّ ۔ ان کو | سَرَاحًا ۔ چھوڑنا
جَمِیْلًا ۔ اچھا | یٰاَیُّھَا ۔ اے | النَّبِیُّ ۔ نبی | اِنَّا ۔ بیشک ہم نے
اَحْلَلْنَا ۔ حلال کیں | لَکَ ۔ تیرے لیے | اَزْوَاجَکَ ۔ تیری بیویاں | الّٰتِیْ ۔ وہ کہ
اٰتَیْتَ ۔ دیا تو نے | اُجُوْرَ ۔ حق مہر | ھُنَّ ۔ ان کا | وَ ۔ اور
مَا ۔ جو | مَلَکَتْ ۔ ملک ہیں آئیں | یَمِیْنُکَ ۔ تیرے ہاتھ ہیں | مِمَّا ۔ اس سے جو
اَفَآءَ ۔ غنیمت دی | اللّٰہُ ۔ اللہ نے | عَلَیْکَ ۔ تجھ کو | وَ ۔ اور
بَنٰتِ ۔ بیٹیاں | عَمِّکَ ۔ تیرے چچا کی | وَ ۔ اور | بَنٰتِ ۔ بیٹیاں
عَمّٰتِکَ ۔ تیری پھوپھیوں کی | وَ ۔ اور | بَنٰتِ ۔ بیٹیاں | خَالِکَ ۔ تیرے ماموں کی
وَ ۔ اور | بَنٰتِ ۔ بیٹیاں | خٰلٰتِکَ ۔ تیری خالاؤں کی | الّٰتِیْ ۔ وہ جنہوں نے
ھَاجَرْنَ ۔ ہجرت کی | مَعَکَ ۔ تیرے ساتھ | وَ ۔ اور | امْرَاَۃً ۔ عورت
مُّؤْمِنَۃً ۔ مومن | اِنْ ۔ اگر | وَّھَبَتْ ۔ بخش دے | نَفْسَھَا ۔ اپنا نفس
لِلنَّبِیِّ ۔ نبی کو | اِنْ ۔ اگر | اَرَادَ ۔ چاہے | النَّبِیُّ ۔ نبی
اَنْ ۔ یہ کہ | یَّسْتَنْکِحَھَا ۔ نکاح کرے | خَالِصَۃً ۔ یہ خاص اجازت ہے | لَّکَ ۔ تیرے لیے
مِنْ دُوْنِ ۔ سوائے | الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ مومنوں کے | قَدْ ۔ بیشک | عَلِمْنَا ۔ ہم نے جانا
مَا ۔ جو | فَرَضْنَا ۔ فرض کیا ہم نے | عَلَیْھِمْ ۔ ان پر | فِیْ ۔ بیچ
اَزْوَاجِھِمْ ۔ انکی بیویوں کے | وَ ۔ اور | مَا ۔ جو | مَلَکَتْ ۔ مالک ہیں
اَیْمَانُھُمْ ۔ انکے ہاتھ | لِکَیْ ۔ تا کہ | لَا ۔ نہ | یَکُوْنَ ۔ ہو
عَلَیْکَ ۔ تجھ پر | حَرَجٌ ۔ تنگی | وَ ۔ اور | کَانَ ۔ ہے
اللّٰہُ ۔ اللہ | غَفُوْرًا ۔ بخشنے والا | رَّحِیْمًا ۔ مہربان | تُرْجِیْ ۔ دور کرے تو
مَنْ ۔ جسے | تَشَآءُ ۔ چاہے | مِنْھُنَّ ۔ ان میں سے | وَ ۔ اور

تُرْجِیْ۔ قریب کرے	اِلَیْکَ۔ اپنی طرف	مَنْ۔ جسے	تَشَآءُ۔ چاہے
وَ۔ اور	مَنِ۔ جسے	ابْتَغَیْتَ۔ چاہے	مِمَّنْ۔ ان سے جنہیں
عَزَلْتَ۔ دور کیا	فَلَا۔ تو نہیں	جُنَاحَ۔ گناہ	عَلَیْکَ۔ تجھ پر
ذٰلِکَ۔ یہ	اَدْنٰی۔ بہت قریب ہے	اَنْ۔ یہ کہ	تَقَرَّ۔ ٹھنڈی رہیں
اَعْیُنُهُنَّ۔ انکی آنکھیں	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	یَحْزَنَّ۔ غم کھائیں
وَ۔ اور	یَرْضَیْنَ۔ خوش رہیں	بِمَا۔ اس پر جو	اٰتَیْتَهُنَّ۔ تو ان کو دے
کُلُّهُنَّ۔ سب کو	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	یَعْلَمُ۔ جانتا ہے
مَا۔ جو	فِیْ۔ بیچ	قُلُوْبِکُمْ۔ تمہارے دلوں کے ہے	وَ۔ اور
کَانَ۔ تھا	اللّٰهُ۔ اللہ	عَلِیْمًا۔ جاننے والا	حَلِیْمًا۔ حلم والا
لَا۔ نہیں	یَحِلُّ۔ حلال	لَکَ۔ تیرے لیے	النِّسَآءُ۔ عورتیں
مِنْ بَعْدُ۔ انکے بعد	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	اَنْ۔ یہ کہ
تَبَدَّلَ۔ تبدیل کرے تو	بِهِنَّ۔ انکے ساتھ	مِنْ اَزْوَاجٍ۔ بیویاں	وَ۔ اور
لَوْ۔ اگرچہ	اَعْجَبَکَ۔ پسند آئے تجھ کو	حُسْنُهُنَّ۔ ان کا حسن	اِلَّا۔ مگر
مَا۔ جو	مَلَکَتْ۔ مالک ہو	یَمِیْنُکَ۔ تیرا ہاتھ	وَ۔ اور
کَانَ۔ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	عَلٰی۔ اور	کُلِّ۔ ہر
شَیْءٍ۔ شے کے	رَّقِیْبًا۔ نگہبان		

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع سورۃ احزاب پ ۲۲

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّ اَصِیْلًا اے ایمان والو اللہ کی یاد کثرت سے کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرو۔

ذکر کثیر سے مراد اللہ تعالےٰ کی یاد دل میں رکھنا ہے اور تسبیح بکرۃ یعنی صبح وَاَصِیْلًا یعنی شام اس لیے خصوصیت سے کرنے کا حکم ہے کہ صبح و شام کے اوقات ان ملائکہ کے جمع ہونے کے اوقات ہیں جو روز و شب جمع ہوتے ہیں یعنی جو فرشتے عصر کے بعد سے صبح تک رہتے ہیں وہ صبح دوسرے فرشتوں سے ملتے ہیں اور صبح کے فرشتے عصر تک رہ کر جاتے ہیں، تو فجر اور عصر کی عبادت ایسی ہے جس پر ملائکہ

گواہی دیتے ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اطراف لیل و نہار کا تذکرہ کرنے سے مداومت ذکر کی طرف اشارہ ہے۔

هُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا

وہ ذات وہ ہے کہ درود بھیجتی ہے تم پر اور اس کے فرشتے تاکہ تمہیں نکالے اندھیریوں سے اجالے کی طرف اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول،

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور جب آپ کو اللہ تعالے کوئی شرف و فضل عطا فرماتا ہے تو آپ کے نیازمندوں کو بھی بطفیل سامی نوازتا ہے مگر اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ میں غلاموں کو کوئی شرف نہیں عطا ہوا اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

اور ارشاد ہوا کہ ہم اپنے حبیب پر درود بھیج کر تمہیں کفر و معصیت اور ناخدا شناسی کی اندھیریوں سے نور حق و ہدایت اور معرفت الٰہی کی روشنی کی طرف ہدایت فرماتے ہیں اور ہم تو ایمان والوں پہ مہربان ہی مہربان ہیں۔

تَحِیَّتُہُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَہٗ سَلٰمٌ وَّاَعَدَّ لَہُمْ اَجْرًا کَرِیْمًا۔ ان کی دعا ملنے والے دن سلام ہے اور ان کے لیے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

ملنے کے دن سے مراد یا یوم انتقال ہے یا قبروں سے نکلنے کا دن یا جنت میں داخل ہونے کا دن،

روایت ہے کہ جب ملک الموت قبض روح مومن کرنے آتے ہیں تو فرماتے ہیں تیرا رب تجھے سلام فرماتا ہے۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ مومنین جب قبروں سے نکلیں گے تو ملائکہ ان پہ سلام کہیں گے کما قال تعالی سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ (جمل۔ خازن)

یٰٓاَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاہِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی بے شک ہم نے تمہیں بھیجا شاہد مطلق اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکا دینے والا آفتاب۔

شاہد کا ترجمہ گواہ بھی ہے اور شاہد اسی وجہ ہیں گواہ کو کہتے ہیں کہ موقعہ کا مشاہدہ کیے ہوتا ہے۔ تو شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر ہی ہوگا۔

مفردات راغب میں ہے ہمارے اس دعویٰ پر تائید ہے وہ فرماتے ہیں اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ الْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ شہود اور شہادت کے معنی حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے ہیں عام اس سے کہ بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ شاہد مطلق ہیں اس لیے اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا تنوین تنکیر کے ساتھ فرمایا یعنی آپ تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں کَمَا قَالَ تَعَالٰی وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا۔ توجیہ آپ کی رسالت رسالت عامہ ہے جیسا کہ سورۂ نور کی پہلی آیت میں لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا فرمایا۔

تو حضور پر قیامت تک ہونے والی ہر شئے منکشف ہونی لازم ہوئی تاکہ آپ شاہد خلق ہوں اور ایسے شاہد ہوں کہ ہر مشہود کے اعمال وافعال اور احوال تصدیق و تکذیب ہدایت و ضلال پر آپ واقف ہوں اور فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا کے مصداق حضور اور صرف حضور ہوں۔ تفسیر ابو السعود و جمل میں یہی تصریح ہے۔

اور مُبَشِّرًا میں یہ امر واضح ہوا کہ حضور ایمان والوں کو جنت کی خوشخبری اور وہاں کی عیش و آرام کی تصریح فرمانے والے ہیں۔

وَنَذِيْرًا میں کفار نابکار کو جہنم کا ڈر سنانے والے ہیں اور وہاں کی تکالیف کی وضاحت فرمانیوالے ہیں۔

اور دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ سے اس امر کو واضح فرمایا کہ خلق کو طاعت الٰہی کی دعوت بحکم رب الارباب آپ دینے والے ہیں۔

وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا کے لفظی ترجمہ سے چراغ معنی بنتے ہیں لیکن تفسیر القرآن بالقرآن کے ماتحت سراج کے معنی آفتاب ہی صحیح ہیں تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا۔ اس آیت کریمہ میں سراج آفتاب کو فرمایا اور وَجَعَلْنَا فِيْهَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا سورج کے لیے فرمایا بہر حال سراج سے مراد آفتاب ہی ہے سورۂ نوح میں تو صاف وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ہی ارشاد ہے لہٰذا سراجاً منیرًا کے معنی چمکا دینے والا آفتاب حضور کی ذات بابرکات کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے قصیدہ میں فرمایا ؎

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِيْنَ وَشَمْسُنَا ۔۔۔ اَبَدًا عَلٰى اُفُقِ الْعُلٰى لَا تَغْرُبُ

اور شیخ صفی الدین ابن ابی منصور نے شیخ ابو العباس طنجی کا جو شعر فرمایا اس میں بھی یہی ہے ؎

كَالشَّمْسِ فِيْ كَبِدِ السَّمَآءِ وَضَوْءُهَا ۔۔۔ يُغْشِي الْبِلَادَ مَشَارِقًا وَّمَغَارِبَا

اور میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ سراج وہاج تو آفتاب عالمتاب کی تعریف میں ارشاد ہوا ہے لیکن نور مجسم تاجدار عرب و عجم رحمت دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم تو درحقیقت وہ نور ہیں کہ ایسے ایسے ہزار آفتاب اس نبوت کے نور سے مستنیر ہوئے اور اس آفتاب حق نے تو کفر و شرک کے ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے مٹا دیا اور خلق میں معرفت توحید الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن کر دیں اور وادی ضلالت کی تاریک راہوں میں گم ہوتے والوں کو اپنے انوار ہدایت سے راہ پر قائم کر دیا اور اپنے نور نبوت سے ضمائر و بصائر اور قلوب و ارواح کو روشن و منور فرما دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ وجود جسے سراج منیر فرمایا وہ وجود ہے جس نے ہزارہا سراج وہاج بنا دیے اس لیے تو آپ کی شان میں ارشاد ہوا تاکہ سمجھنے والا سمجھ لے کہ یہی وہ منور کائنات ہے جس کے نور کی تیزی بارگاہ احدیت کا مشاہدہ کرا سکتی ہے یہی وہ منیر ہے جس کا استنار حقیقت کی حقیقت کو ہم پر روشن و واضح کرتا ہے چنانچہ انہی کو ارشاد ہوا کہ

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا اے محبوب ایمان والوں کو بشارت دو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

کہ اس نے اس سراج منیر کو اس غیب کی خبریں دینے والے کو اس شاہد کائنات کو اس مبشر اعظم کو اس نذیر عالم کو اس داعی الی اللہ کو اس سراج منیر کو تم پر مبعوث فرمایا جس کی ادنیٰ صفت یہ ہے جو بوصیری نے کی

كَالزَّهْرِ فِيْ تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِيْ شَرَفٍ ۔۔۔ وَالْبَحْرِ فِيْ كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِيْ هِمَمٍ

جس کے حضور تمام انبیاء کرام اور بارگاہ قدس کے تمام ملک عظام جھولیاں پھیلائے ہوئے ہیں۔

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ ۔۔۔ غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

اشعار منقولہ کی شرح ہماری شرح قصیدہ "الطّیب الوردہ علی قصیدۃ البردۃ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

اب آگے ارشاد ہے۔

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔ اور نہ پروا کرنا کافروں اور منافقوں کی اور ان کی ایذا رسانی سے درگذر فرمائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں اور وہ اللہ کافی ہے تمہارا کارساز۔

اس لیے کہ ابھی ہم نے حکم جہاد نافذ نہیں فرمایا تو جب تک حکم جہاد نہ آئے ان کی ایذا رسانی سے درگذر فرمائیں پھر جب حکم قتال آ جائے اس وقت اس پر عمل فرمائیں۔

یہ حکم دینا نہ دینا حکمت الٰہی کے ماتحت ہے جسے اللہ اور اس کا حبیب جانتا ہے ہمارا کام اتباع اور محض

اتباع ہے۔ اس کے بعد چند احکام خواتین اسلام کے حق میں مومنوں پر نافذ کیے گئے چنانچہ ارشاد ہے۔
یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۔ اے ایمان والو جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بلا خلوت صحیحہ طلاق دو تو تمہارے لیے کچھ عدت نہیں جسے گنو تو انہیں کچھ فائدہ دو اور اچھی طرح حسن سلوک سے چھوڑ دو

تَمَسُّوْهُنَّ کی تفسیر پہلے ہم کر چکے ہیں۔ اس آیۂ کریمہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اگر عورت کو قبل قربت و خلوت صحیحہ طلاق دی جائے تو اس پر عدت واجب نہیں۔

خلوت صحیحہ قربت و مجامعت کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اگر میاں بیوی تخلیہ میں ایک جگہ ہو گئے تو عدت واجب ہو گئی اگرچہ مباشرت ہو یا نہ ہو۔

دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حکم مومنہ کے لیے ہے اور کتابیہ کے لیے بھی تبعًا یہی حکم ہے اور یہ بھی اس حکم سے مستفاد ہوا کہ نکاح مومنہ سے کرنا بہتر ہے اگرچہ کتابیہ سے بھی جائز ہے۔ اور

مَتِّعُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا کے تحت یہ تصریح ہے کہ اگر مہر مقرر ہو چکا ہو تو نصف یعنی آدھا مہر قبل خلوت صحیحہ واجب ہے اور اگر مہر کا تعین نہیں ہوا تھا تو ایک جوڑا تین کپڑوں کا دینا واجب ہے۔

اور سَرِّحُوْهُنَّ سے یہ مفہوم ہوا کہ اسے اچھی طرح چھوڑ دو کا یہ مطلب ہے کہ ان کے حقوق ادا کر دو اور انکو کوئی ضرر نہ پہنچاؤ نہ انہیں روکو اس لیے کہ ان پر عدت نہیں ہے۔

پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص احکام نافذ کیے گئے چنانچہ ارشاد ہے۔

یَاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ۔ اے غیب بتانے والے نبی ہم نے حلال فرمائیں تمہارے لیے تمہاری وہ بیویاں جن کو تم مہر دو اور تمہاری ملوکہ کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی۔

اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ سے ثابت ہوا کہ مہر کی تعجیل اور عقد میں تعین افضل ہے۔

اور یہ کہ مہر شرط حلت ہو ایسا نہیں۔ اسی وجہ میں مہر کو معجل طریقہ پر دینا یا مہر معجل مقرر کرنا افضل اور اولی ہے واجب نہیں کما فی تفسیر احمدی ملاجیون علیہ الرحمۃ۔

اور مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ سے یہاں مراد حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ ہیں جنہیں حضور نے آزاد فرما کر

ان سے نکاح کر لیا۔ یہاں ازواج منکوحہ اور کنیزوں کا علیحدہ علیحدہ حکم ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ
جہاد میں غنائم جو آئیں ان میں کنیزیں مملوک بملک یمین ہوتی ہیں خواہ وہ خریدی جائیں یا ہبہ کے طور
پر آئیں یا وراثت میں ملیں یا وصیت سے حاصل ہوں سب حلال ہیں۔

یہاں ان کا تذکرہ فضیلت کے لیے ہے۔ ایسے ہی ہَاجَرْنَ مَعَكَ بھی بطور فضیلت بیان کیا گیا
اس لیے کہ ہجرت کے علاوہ بھی جو مملوکات ہیں وہ بھی حلال ہیں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حکم حضور کے لیے خاص ہو اور وہ حلت اس قید کے ساتھ ہو کہ وہ ہجرت
کرنے والیاں ہوں حضور کی معیت میں جیسے حضرت ام ہانی بنت ابوطالب تھیں۔

اور بنات عم چچا کی لڑکی بنات عمات پھوپھیوں کی لڑکیاں و بنات خال ماموں کی بیٹیاں بنات خالات
خالاؤں کی اولاد تو عموماً شریعت مطہرہ میں حلال ہیں یعنی ان سے نکاح جائز ہے ہَاجَرْنَ مَعَكَ کی تصریح
برائے فضیلت ہے، آگے ارشاد ہے۔

وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ
الْمُؤْمِنِيْنَ - اور ہر ایمان والی خاتون اگر وہ اپنے کو نبی کی نذر کرے اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہیں حلال ہے
یہ خاص آپ کے لیے ہے امت کے لیے نہیں۔

اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالٰے نے حضور کے لیے اس مومنہ عورت کو بھی حلال فرمایا جو بغیر مہر اور
بغیر شروط نکاح اپنے کو حضور کی خدمت میں ہبہ کرے اور حضور اسے نکاح میں لانا منظور فرمائیں۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس میں آئندہ کے حکم کا بیان ہے اس لیے کہ وقت
نزول آیت حضور کی ازواج میں سے کوئی بھی ایسی نہ تھیں جو ہبہ کے ذریعہ سے مشرف بہ زوجیت ہوئی ہوں
اور جن مومنہ عورتوں نے اپنے کو حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی نذر کر دیا وہ حضرت میمونہ بنت حارث اور
حضرت خولہ بنت حکیم اور حضرت ام شریک اور حضرت زینب بنت خزیمہ ہیں۔ (تفسیر احمدی)

اور اس قسم کا نکاح بے مہر خاص حضور کے لیے جائز ہے امت کے لیے نہیں۔ امت پر بہرحال مہر
واجب ہے خواہ وہ مہر معین نہ کریں یا قصداً مہر کی نفی کر دیں

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَ
كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے ان کی بیویوں اور ان کی
مملوکہ کنیزوں میں تاکہ نہ ہو تم پر کوئی تنگی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یعنی بیویوں کے حق میں جو کچھ مقرر فرمایا ہے مہر اور گواہ اور باریاں یہ سب واجب ہیں اور چار تک

عورتوں تک نکاح کرنا جائز ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرعاً مہر کی مقدار مقرر ہے اور وہ دس درہم ہیں جس سے کم کرنا ممنوع ہے

نوٹ

درہم ساڑھے تین ماشہ چاندی کا ہوتا ہے تو ۳۵ ماشہ چاندی مہر میں لازمی ہے اس سے کم کرنا جائز نہیں اور زیادہ جتنا چاہے بتراضی طرفین جائز ہے جیسا کہ احادیث میں ہے۔
لِکَیۡلَا یَکُوۡنَ عَلَیۡکَ حَرَجٌ۔ اور وہ خصوصیت جو حضور کی ہے وہ صرف حضور تک ہی محدود ہے اور وہ یہ کہ محض ہبہ سے بغیر مہر حلال ہیں۔ دوسروں کے لیے نہیں۔
تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـْٔوِیۡۤ اِلَیۡكَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابۡتَغَیۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡكَ ؕ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤی اَنۡ تَقَرَّ اَعۡیُنُهُنَّ وَلَا یَحۡزَنَّ وَیَرۡضَیۡنَ بِمَاۤ اٰتَیۡتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ مَا فِیۡ قُلُوۡبِكُمۡ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیۡمًا حَلِیۡمًا پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں یہ حکم اس لیے نزدیک تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں اور تم انہیں جو کچھ عطا فرماؤ اس پر وہ سب راضی رہیں اور اللہ جانتا ہے جو تم سب کے دلوں میں ہے اور اللہ علم و حلم والا ہے۔
تُرۡجِیۡ۔ اِرۡجَاء سے ماخوذ ہے اور ارجاء کہتے ہیں موخر کرنے کو یعنی پیچھے ہٹانے کو۔ یہاں ترجی سے مراد مضاجعت ترک کرنا ہے یعنی ہمبستری میں کسی کو علیحدہ کر دینا۔
وَتُـْٔوِیۡۤ اِلَیۡكَ۔ تُؤۡوِیۡ مشتق ہے اَیۡوَاء سے اور ایواء کہتے ہیں جگہ دینے کو
وَمَنِ ابۡتَغَیۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ۔ اِبۡتَغَیۡتَ کے یہاں معنی طَلَبۡتَ کے ہیں اور عَزَلۡتَ کے معنی تَرَكۡتَ ہیں۔ خلاصہ تفسیر آیت یہ ہوا کہ اے محبوب آپ کو اختیار دیا گیا ہے کہ جس بیوی کو چاہیں پاس رکھیں اور ازواج میں باری مقرر کریں یا نہ کریں۔
لیکن باوجود اس کے حضور ہمیشہ ازواج مطہرات کے ساتھ عدل فرماتے اور سب کی باریاں برابر رکھتے سوا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے کہ آپ نے اپنی باری کا دن حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا اور بارگاہ رسالت میں عرض کر دیا تھا کہ میرے لیے یہی کافی ہے کہ میرا حشر امہات المؤمنین میں ہو۔
چنانچہ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ یہ آیت ان خواتین کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنے کو حضور

کے سپرد کر دیا تھا اور منجانب اللہ حضور کو مختار کیا گیا کہ ان میں سے جسے چاہے حضور قبول فرمائیں تزویج کریں اور جس سے چاہیں انکار فرمادیں۔

وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ کے یہ معنی ہیں کہ جسے حضور ازواج میں سے معزول یا ساقط القسم کر دیں اسے جب چاہیں اپنے پاس بلالیں اور اسے نوازیں اس میں حضور مختار ہیں۔

اور وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ۔ کا یہ مفہوم ہے کہ جب وہ یہ جان لیں گی کہ یہ تفویض اور اختیار آپ کو منجانب اللہ عطا ہوا ہے جو اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ اور اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا میں ہے۔ تو ان کے دل مطمئن ہو جائیں گے یا یہ معنی ہیں کہ عزل و نصب کا ازواج میں جو اختیار حضور کو ملا ہے وہ من جانب اللہ ملا ہے۔

اس کے بعد ازواج مطہرات کے حق میں ان کے اس ایثار کے بعد یہ حکم نازل ہوا اور نصاب نو کے اندر ختم فرمادیا چنانچہ ارشاد ہے

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا۔ ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیویاں بدلو اگرچہ تمہیں ان کا حسن پسند آئے مگر کنیز جو آپ کی مملوک ہو اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

بعد ان نو بیویوں کے جن کے اسماء گرامی ہم پہلے لکھ چکے ہیں جو حضور کے نکاح میں تھیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کر لیا تھا اور تارک دنیا ہو گئی تھیں۔

اس کے علاوہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ازواج کا نصاب نو تک رکھ دیا گیا جیسے امت کے لیے چار کا نصاب ہے۔

اور وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ۔ کے یہ معنی ہیں کہ انہیں طلاق دے کر ان کی جگہ دوسری عورتوں سے نکاح بھی ممنوع فرمادیا، یہ احترام تھا ازواج مطہرات کا۔ اس لیے کہ جب حضور نے بحکم الٰہی انہیں اختیار دیا تھا کہ اللہ و رسول اور یوم آخرت قبول کر لو یا دنیا کے لو۔ تو انہوں نے بہ طیب خاطر ترک دنیا کر کے اللہ رسول اور دار آخرت قبول کیا تھا اس پر ان کا یہ احترام ہوا کہ حضور کو ان کے علاوہ اور رشتہ کی بھی ممانعت ہو گئی اور حضور نے بھی انہیں تو پر قناعت فرمائی اور آخر تک یہی نو بیویاں رہیں۔

حضرت صدیقہ اور ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آخر میں حضور کے لیے حلال کر دیا گیا تھا کہ جتنی عورتیں چاہیں ان سے نکاح فرمالیں، اس روایت کے لحاظ سے یہ آیۂ کریمہ منسوخ الحکم ہے اور اس کی ناسخ وہی آیت ہے اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِي الخ

اور مملوکہ کی حلت اس آیۂ کریمہ میں بھی موجود ہے۔
چنانچہ حضرت ماریہ قبطیہ حضور کی مِلک میں آئیں اور ان سے حضور کے فرزند حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی جنہوں نے طفولیت میں ہی وفات پائی۔
اور وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا۔ فرما کر اس امر کی وضاحت فرمائی کہ نگہبانی سب کی ہمارے ہی ہاتھ میں ہے۔

مختصر تفسیر اُردو چھٹا رکوع سورۂ احزاب پ ۲۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ اے ایمان والو اللہ کی یاد بہت کرو اور اس کی تسبیح صبح و شام کرو۔
آلوسی فرماتے ہیں بِمَا هُوَ جَلَّ وَعَلَا اَهْلُهٗ مِنَ التَّهْلِيْلِ وَالتَّحْمِيْدِ وَالتَّمْجِيْدِ وَالتَّقْدِيْسِ اس شان سے اس کی یاد کرو جس شان کا وہ اہل ہے تہلیل و تحمید و تمجید و تقدیس میں۔
ذِكْرًا كَثِيْرًا۔ يَعُمُّ اَغْلَبَ الْاَوْقَاتِ وَالْاَحْوَالِ ہر وقت اور ہر حال میں اس کا ذکر کرو۔
چنانچہ ابن عباس فرماتے ہیں اَلذِّكْرُ الْكَثِيْرُ اَنْ لَّا يَنْسٰى جَلَّ شَانُهٗ۔ ذکر کثیر سے یہ مراد ہے کہ اپنے رب کو کسی حال میں نہ بھولے۔
اور ایک قول یہ ہے کہ اسماء حسنٰی کے ساتھ اس کی یاد کرے اور جو امور اس کے لائق نہیں ان سے اسے منزہ جانے۔
مقاتل کہتے ہیں ذکر سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت کہتا رہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ مَنْ قَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثِيْنَ مَرَّةً فَقَدْ ذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى ذِكْرًا كَثِيْرًا۔ جو تیس بار یہ پڑھے وہ ذکر کثیر کرنے والوں میں ہے۔
اور مجمع البیان میں واحدی سے بسند ضحاک بن مزاحم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے قَالَ جَاءَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ عَدَدَ مَا عَلِمَ وَزِنَةَ مَا عَلِمَ وَمِلْءَ مَا عَلِمَ۔
فَاِنَّهٗ مَنْ قَالَهَا كُتِبَ لَهٗ سِتُّ خِصَالٍ۔

كُتِبَ مِنَ الذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى كَثِيْرًا- وَكَانَ اَفْضَلُ مِنْ ذِكْرِهٖ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ- وَكَانَ لَهٗ غَرْسًا فِى الْجَنَّةِ- وَتَحَاتَتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتَتْ وَرَقُ الشَّجَرِ الْيَابِسَةِ- وَيَنْظُرُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ وَمَنْ نَظَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ لَمْ يُعَذِّبْهُ- كَذَا اَرَأَيْتُهٗ فِى مُدَوَّنِهٖ فَلَا تَغْفَلْ-

فرماتے ہیں حضرت روح الامین حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ فرمائیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ عَدَدَ مَا عَلِمَ وَزِنَةَ مَا عَلِمَ وَمِلْأَ مَا عَلِمَ-

جو یہ پڑھے گا اسے چند خصلتیں عطا ہوں گی

(۱) اللہ تعالےٰ بہت ذکر کرنے والوں میں اس کا نام لکھا جائے گا۔

(۲) اور وہ رات دن کے ذاکروں سے افضل ہو۔

(۳) اور اس کے ذکر کا جنت میں ایک پودا اگایا جائے۔

(۴) اور اس کی تمام خطائیں گر جائیں جیسے سوکھے درخت کے پتے گرتے ہیں۔

(۵) اور اللہ اس کی طرف بہ نظر رحمت دیکھے۔

(۶) اور جس کی طرف اللہ بہ نظر رحمت دیکھ لے وہ عذاب سے محفوظ رہے۔

وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا- اور اس کی تسبیح و تنزیہ صبح و شام کرو۔ یعنی اول نہار سے آخر نہار تک

آلوسی فرماتے ہیں فَضَّلَهُمَا عَلٰى سَائِرِ الْاَوْقَاتِ لِكَوْنِهِمَا تَحْضُرُ لَهُمَا مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
یہ صبح و شام کی تسبیح کی تخصیص محض اس لیے ہے کہ ان دونوں وقتوں میں ملائکہ لیل و نہار موجود ہوتے ہیں

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّ الْمُرَادَ بِالتَّسْبِيْحِ الصَّلٰوةُ اَيْ بِالْاِطْلَاقِ الْجُزْءِ عَلَى الْكُلِّ وَالتَّسْبِيْحِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا صَلٰوةُ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ- تسبیح سے مراد نماز ہے یہاں جزء کا اطلاق کل پر کیا گیا ہے اور صبح کی تسبیح سے مراد فجر کی نماز ہے اور شام کی تسبیح سے مراد عشاء ہے۔

اور قتادہ کہتے ہیں کہ ابن عباس کے قول میں دو وقت جو رکھے ہیں اس سے نماز صبح اور نماز عصر مراد ہے بعض نے کہا صبح و شام کی نماز کہہ کر تمام نمازیں مراد لی گئی ہیں۔

نماز فجر نماز عصر یا فجر اور عشاء یہ نمازیں اور نمازوں سے افضل ہیں اور طاعت بدنیہ میں یہ خاص ہیں

آگے ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ- وہی ہے جو درود بھیجتا ہے تم پر اور اس کے ملائکہ۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ درود اللہ تعالےٰ کی طرف سے بمعنی رحمت ہے اور ملائکہ کی طرف

بخشش طلب کرنا اور مؤمنین جن و انس کی طرف سے دعا کرنا ہے۔

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا سے اس امر کی طرف دلالت ہے کہ اِنَّ الْمُرَادَ بِالصَّلٰوةِ الرَّحْمَةُ۔ کہ صلوٰۃ سے مراد رحمت ہے۔

آیۂ کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے۔ مَا اَخْرَجَهٗ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ خَيْرًا اِلَّا اَشْرَكَنَا فِيْهِ فَنَزَلَتْ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ۔ جب آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ نازل ہوئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور حبیب اللہ تعالےٰ نے آپ پر کوئی فضیلت نازل کی تو ہمیں اس میں شریک فرمایا لیکن اس آیت کریمہ میں ہمیں شریک نہیں کیا گیا تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ۔

لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ تاکہ تمہیں نکالے ظلمات سے نور کی طرف۔

یعنی ظلمات کفر و معاصی سے نور ایمان و طاعت کی طرف۔

وَقَالَ الطَّبْرَسِيُّ۔ مِنَ الْجَهْلِ بِاللّٰهِ اِلٰى مَعْرِفَتِهٖ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّ الْجَهْلَ اَشْبَهُ شَيْءٍ بِالظُّلْمَةِ وَالْمَعْرِفَةَ اَشْبَهُ شَيْءٍ بِالنُّوْرِ۔ طبرسی کہتے ہیں یُخْرِجُکُمْ سے مراد جہل سے نکالنا ہے معرفت الٰہی کی طرف اس لیے کہ جہل زیادہ تر مشابہ ہے ظلمت سے اور معرفت اشبہ ہے نور کے ساتھ۔

وَقَالَ اِبْنُ زَيْدٍ اَيْ مِنَ الضَّلٰلَةِ اِلَى الْهُدٰى۔ ابن زید کہتے ہیں اس سے مراد گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لانا ہے۔

وَقَالَ مُقَاتِلٌ مِنَ الْكُفْرِ اِلَى الْاِيْمَانِ۔ مقاتل کہتے ہیں کفر سے نکال کر ایمان کی طرف مراد ہے۔

وَقِيْلَ مِنَ النَّارِ اِلَى الْجَنَّةِ۔ ایک قول ہے کہ جہنم سے جنت کی طرف لے جانا مراد ہے۔

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۔ اور اللہ ایمان والوں پر مہربان ہے۔

يَعْنِيْ كَانَ سُبْحَانَهٗ بِكَافَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ اَنْتُمْ مِّنْ زُمْرَتِهِمْ كَامِلَ الرَّحْمَةِ۔ اللہ تعالےٰ تمام مومنین پر جو ایمان والوں کے زمرہ میں ہیں کامل الرحمۃ ہے۔

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا۔ ان کے لیے اکرام ہے جس دن وہ خدا سے ملیں گے سلام کا۔ اور ان کے لیے عزت والا اجر ہے۔

تحیۃ۔ مصدر ہے جو مضاف ہے مفعول کی طرف۔ تو اس کے معنی ہوئے مَا يُحَيَّوْنَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یعنی وہ اکرام جس سے تمہاری زندگی تازہ ہو بروز قیامت۔

تحیہ۔ محاورہ میں حَيَّاكَ اللّٰهُ کے معنی و تبارک ہے جس کے معنی ہوتے ہیں اللہ تجھے عمر دے جیسے اردو میں عمرت دراز باد فارسی کا مقولہ بول دیتے ہیں یا عمر دراز ہو کہہ دیتے ہیں۔

پھر ہر دعائیہ جملہ تحیۃ کہلانے لگا۔

آلوسی کہتے ہیں رُوِیَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ عِبَادِیْ اَنَا عَنْکُمْ رَاضٍ فَهَلْ اَنْتُمْ عَنِّیْ رَاضُوْنَ فَیَقُوْلُوْنَ بِاَجْمَعِهِمْ یَا رَبَّنَا رَاضُوْنَ کُلَّ الرِّضَا۔ روایت ہے کہ اللہ تعالے فرماتے ہے میرے بندوں تم پر سلام ہو تم سے ہم راضی ہیں تو کیا تم بھی ہم سے راضی ہو تو سب عرض کریں اے ہمارے رب ہم راضی ہیں پوری رضا کے ساتھ۔

اور ایک روایت میں ہے اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ مَرْحَبًا بِعِبَادِی الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ اَرْضَوْنِیْ فِیْ دَارِ الدُّنْیَا بِاتِّبَاعِ اَمْرِیْ۔ اللہ تعالے فرماتے السلام علیکم مبارک ہو میرے ان بندوں کو جنہوں نے مجھے دنیا میں راضی رکھا اور میرے حکم کا اتباع کیا۔

ایک قول یہ بھی ہے تَحِیَّتُهُمْ الْمَلٰٓئِکَةُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ بِذٰلِكَ اِذَا دَخَلُوا الْجَنَّةَ کَمَا قَالَ تَعَالٰی وَالْمَلٰٓئِکَةُ یَدْخُلُوْنَ مِنْ کُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ۔ کہ ملائکہ کی طرف سے مومنین پر تحیہ سلام کے ساتھ ہو جب وہ جنت میں داخل ہوں جیسا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ ملائکہ اہل جنت پر دروازے سے داخل ہوں اور سلام علیکم کہیں۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے اِنَّهٗ قَالَ اِذَا جَآءَ مَلَكُ الْمَوْتِ لِیَقْبِضَ الرُّوْحَ الْمُؤْمِنِ قَالَ رَبُّكَ یُقْرِئُكَ السَّلَامَ۔ جب ملک الموت مومن کی روح قبض کرنے آئیں تو کہیں تیرے رب نے تجھے سلام فرمایا ہے۔

راغب کہتے ہیں یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سے مراد ملاقات الٰہی ہے بروز قیامت۔

طبرسی کہتے ہیں وہ ملاقات اجر ہے من جانب اللہ۔

قتادہ کہتے ہیں اَنَّهُمْ یَوْمَ دُخُوْلِهِمُ الْجَنَّةَ یُحَیِّیْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِالسَّلَامِ اَیْ سَلِمْنَا وَسَلِمْتَ مِنْ کُلِّ مَخُوْفٍ۔ یہ تحیۃ جنت میں داخل ہونے کے دن ہوگی جب جنتی آپس میں سلام سلام کہیں جس کے معنے یہ ہوں گے کہ ہم بھی سلامت رہے اور تم بھی ہر خوف سے سلامتی میں رہے۔

وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا کَرِیْمًا اور تیار ہے ان کے لیے بھاری اجر۔

اَیْ رَحِیْمًا لَهُمْ عَزَّ وَجَلَّ ثَوَابًا حَسَنًا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا اے غیب بتانے والے نبی بیشک ہم نے بھیجا تمہیں شاہد

آیہ کریمہ پر روح المعانی میں ہے۔ عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ تُرَاقِبُ اَحْوَالَہُمْ وَتُشَاہِدُ اَعْمَالَہُمْ وَتَتَحَمَّلُ عَنْہُمُ الشَّہَادَۃَ بِمَا صَدَرَ عَنْہُمْ مِّنَ التَّصْدِیْقِ وَالتَّکْذِیْبِ وَسَائِرِ مَا ہُمْ عَلَیْہِ مِنَ الْہُدٰی وَالضَّلَالِ وَتُؤَدِّیْہَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَدَاءً مَقْبُوْلًا فِیْمَا لَہُمْ وَمَا عَلَیْہِمْ وَہُوَ حَالٌ مُقَدَّرَۃٌ وَاِنِ اعْتُبِرَ الْاِرْسَالُ اَمْرًا مُمْتَدًّا اِلٰی اعْتِبَارِ التَّحَمُّلِ وَالْاَدَاءِ فِی الشَّہَادَۃِ۔

یعنی حضور کی ذات مقدس کی بعثت ان کے احوال پر عبور رکھنے اور ان کے اعمال کے مشاہدہ کے لیے کی گئی اور آپ کی ذات ان کی گواہی پر متحمل ہے جو ان سے تصدیق و تکذیب کا صدور ہوا اور جس طرح وہ ہدایت و ضلال پر ہیں ان کی حالت پر بروز قیامت حضور شہادت دیں گے۔

چنانچہ حضرت ابوبکر اور انس اور حذیفہ اور سمرہ اور ابوالدرداء سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِی الْحَوْضَ حَتّٰی اِذَا رَاَیْتُہُمْ وَعَرَفْتُہُمْ اخْتَلَجُوْا دُوْنِیْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اَصْحَابِیْ اَصْحَابِیْ فَیُقَالُ لِیْ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ۔ ایک جماعت حوض پر گذرے حتی کہ جب میں انہیں دیکھوں اور پہچان لوں تو مجھ سے علیحدہ کیے جائیں تو میں عرض کروں اے میرے رب یہ میرے لوگ ہیں تو مجھ سے کہا جائے حضور آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔

اس سے بعض حضور کا عدم مشاہدہ ثابت کرتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سمجھتے کہ جس ہستی کو قیام قیامت سے قبل یہ علم ہے کہ فرشتے یہ کہیں گے اور ہم یہ فرمائیں گے انہیں اس چیز کا علم کیوں نہ ہو جو بعد میں امت کی طرف سے حدوث میں آئے۔

مگر بعض مسلمان اس قسم کی تنقیص شان کو اپنے ایمان کی جلا کا موجب جانتے ہیں واللہ الہادی۔

چنانچہ آلوسی کہتے ہیں نَعَمْ قَدْ یُقَالُ اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَعْلَمُ بِطَاعَاتٍ وَّمَعَاصِیْ تَقَعُ بَعْدَہٗ مِنْ اُمَّتِہٖ لٰکِنْ لَّا یَعْلَمُ اَعْیَانَ الطَّائِعِیْنَ وَالْعَاصِیْنَ۔ ہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام ان طاعات و معاصی کا علم رکھتے ہیں جو آپ کی امت سے آپ کی وفات کے بعد واقع ہوئے لیکن فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو نہیں جانتے۔

لیکن یہ عقیدہ بھی اہلسنت وجماعت کا ہے۔

اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ بِرُوْحِہٖ وَجَسَدِہٖ یَسِیْرُ حَیْثُ شَاءَ فِیْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَالْمَلَکُوْتِ تُبْنٰی عَلٰی مَا عَلِمْتَ حَیَاتُہٗ۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم روح و جسم کے ساتھ زندہ ہیں اور مجاز ہیں جہاں چاہیں جیسے چاہیں جب چاہیں اقطار ارض و ملکوت کی سیر فرمائیں تو اس پر مبنی ہے کہ حضور سب کے حال سے ان کے اعمال سے بھی واقف ہیں۔

وَاَشَارَ بَعْضُ سَادَاتِ الصُّوْفِیَّۃِ اِلٰی اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ اَطْلَعَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَعْمَالِ الْعِبَادِ فَنَظَرَ اِلَیْہَا وَلِذٰلِکَ اُطْلِقَ عَلَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ شَاھِدًا۔ اور بعض سادات صوفیہ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے حضور کو اعمال عباد پر مطلع فرمایا اور حضور نے ان کا معائنہ کیا اسی بنا پر حضور کو شاہد فرمایا گیا۔

اور مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ نے بھی اپنی مثنوی میں فرمایا۔

در نظر بودش مقامات العباد — زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

وَقِیْلَ الْمُرَادُ شَاھِدًا عَلٰی جَمِیْعِ الْاُمَمِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِاَنَّ اَنْبِیَآءَھُمْ قَدْ بَلَّغُوْھُمُ الرِّسَالَۃَ وَدَعَوْھُمْ اِلَی اللّٰہِ وَشَہَادَتُہٗ بِذٰلِکَ بِمَا عَلِمَہٗ مِنْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ۔ ایک قول ہے کہ شاہدًا سے مراد یہ ہے کہ آپ تمام امم پر بروز قیامت اس امر کے شاہد ہوں گے کہ انبیاء کرام نے تبلیغ رسالت فرمائی اور انہیں توحید الٰہی کی طرف بلایا اور یہ شہادت حضور کی قرآن کریم کے ذریعہ ہوگی۔

بعض نے کہا شہادت حضور کی کلمۂ شہادت ہے۔

بہر حال اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا حضور کے منصب جلیل کے لیے بنص صریح قرآن کریم میں ہے اب اس کے معنی تاویلی کیے جائیں یا حقیقی معنی کی طرف رجوع ہوں۔

معنی حقیقی جو نص سے ثابت ہیں وہ یہی ہیں کہ حضور شاہد مطلق ہیں اور شاہد وہی ہے جو مشاہدہ کر کے شہادت دے اب وہ مشاہدہ کسی صورت میں ہو حضور کے لیے ثابت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شاہد علی الاطلاق ہیں۔

وَمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ اور بشارت دینے والا مومنین کو اور ڈر سنانے والا کفار و مشرکین و منافقین کو اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے حکم سے اور چمکا دینے والا آفتاب۔

آلوسی فرماتے ہیں۔ وَمُبَشِّرًا۔ تُبَشِّرُ الطَّائِعِیْنَ بِالْجَنَّۃِ۔ بشارت جنت کی دینے والے اپنے اتباع کرنے والوں کو

وَنَذِیْرًا۔ تُنْذِرُ الْکَافِرِیْنَ وَالْعَاصِیْنَ بِالنَّارِ۔ ڈر سنانے والے کافروں اور عاصیوں کو جہنم کا۔

وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ۔ اور بلانے والے اللہ کے اقرار کی طرف اس کی وحدانیت کی طرف اس کے حکم سے اور تمام ان احکام کی طرف دعوت دینے والے جو ایمان لانے کے بعد اس پر واجب ہوتے ہیں۔

وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ یَسْتَضِیْئُ بِہِ الضَّالُّوْنَ فِیْ ظُلُمَاتِ الْجَہْلِ وَالْغَوَایَۃِ وَیَقْتَبِسُ مِنْ نُوْرِہٖ

اَنْوَار الْمُهْتَدِيْنَ اِلٰی مَنَاهِجِ الرُّشْدِ وَاَکْبَرُهَا اٰیَتُنَا ۔ یعنی ایسا روشن آفتاب جو گمراہوں کو ظلمات جہل وگمراہی سے روشنی ایمان کی طرف لانے والا ہے اور اس نور سے عالم میں انوار ہدایت اور بھلائی کا اقتباس کیا جاتا ہے۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا۔ اور ایمان والوں کو بشارت دیجئے کہ ان کے لیے اللہ تعالےٰ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔

کہ ان پر شاہد علی الاطلاق، مبشر جنت، نذیر جہنم، داعی الی اللہ اور سراج منیر جیسی صفات والا نبی خاتم الانبیاء امام الکل نبی الکل ہادی سبل مبعوث فرمایا اسی بنا پر امت مرحومہ کی فضیلت میں ارشاد ہوا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ۔ دوسری جگہ فرمایا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ وَقِیْلَ الْمَعْنٰی فَضْلًا عَلٰی سَائِرِ الْاُمَمِ فِی الرُّتْبَةِ وَالشَّرَفِ

اَوْزِیَادَةً عَلٰی اُجُوْرِ اَعْمَالِهِمْ بِطَرِیْقِ الْفَضْلِ وَالْاِحْسَانِ ۔

اور شان نزول میں ہے۔

اَخْرَجَ اِبْنُ جَرِیْرٍ وَاِبْنُ عِكْرِمَةَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَمَّا نَزَلَ لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا مَا یُفْعَلُ بِكَ فَمَا ذَا یُفْعَلُ بِنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ۔

عکرمہ وحسن فرماتے ہیں جب آیۂ کریمہ لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا حضور کا تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ کا آپ سے کیا رابطہ ہے تو اب ہمارا حال بھی معلوم ہونا چاہئے کہ آخرت میں کیا حشر ہو گا تو وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا کی بشارت نازل ہوئی کہ لے محبوب ایمان والوں کو بشارت دیجئے کہ ان کے لیے اللہ تعالےٰ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔

ع
وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا۔ اور نہ اتباع کرو کافروں اور منافقوں کی خواہشات کا اور نہ ارادہ کرو ان کی ایذاؤں کا۔

روح المعانی میں ہے نَهْیٌ عَنْ مُدَارَاتِهِمْ فِیْ اَمْرِ الدَّعْوَةِ وَنَهْیُ الْجَانِبِ فِی التَّبْلِیْغِ وَالْمُسَامَحَةِ فِی الْاِنْذَارِ۔

وَدَعْ اَذٰىهُمْ۔ اَیْ لَا تُبَالِ بِاَیْذَائِهِمْ اِیَّاكَ بِسَبَبِ اِنْذَارِكَ اِیَّاهُمْ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَنَالُكَ مِنْهُمْ

آپ کی حق گوئی پر ان کی طرف سے جو ایذاء اور تکالیف پہنچیں ان پر صبر کریں۔
یہ اول حکم تھا پھر آیات سیف سے منسوخ الحکم ہو گیا۔
وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور وہ کافی ہے تمہارا کارساز
اس پر علامہ طیبی طیب اللہ ثراہ فرماتے ہیں۔ مَا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَالْاِمَامُ اَحْمَدُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ لَقِیْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِیْ عَنْ صِفَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی التَّوْرَاۃِ قَالَ وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمَوْصُوْفٌ فِی التَّوْرَاۃِ بِبَعْضِ صِفَتِہٖ فِی الْقُرْاٰنِ۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَحِرْزًا لِّلْمُؤْمِنِیْنَ اَنْتَ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ سَمَّیْتُکَ الْمُتَوَکِّلَ لَیْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِیْظٍ وَلَا صَخَّابٍ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یَدْفَعُ بِالسَّیِّئَۃِ السَّیِّئَۃَ وَلٰکِنْ یَّعْفُوْ وَیَصْفَحُ وَلَنْ یَّقْبِضَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی حَتّٰی یُقِیْمَ بِہِ الْمِلَّۃَ الْعَوْجَاءَ وَیَفْتَحَ بِہٖ اَعْیُنًا عُمْیًا وَّاٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا۔

اور یہی روایت حضرت عبداللہ بن سلام سے ہے۔
اس کے بعد حضور کے لیے خصوصی احکام طلاق اور اس کا حکم عدۃ واضح کیا جاتا ہے۔
یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ فَمَا لَکُمْ عَلَیْھِنَّ مِنْ عِدَّۃٍ تَعْتَدُّوْنَھَا فَمَتِّعُوْھُنَّ وَسَرِّحُوْھُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۔ اے غیب بتانے والے نبی جب تم مومنہ خواتین سے نکاح کرو پھر انہیں قبل خلوت صحیحہ طلاق دو تو ان پر کوئی عدت نہیں جو گنی جائے تو انہیں کچھ دے کر آرام سے اچھی طرح رخصت کر دو۔
یہاں نکاح سے بالاتفاق عقد مراد ہے اور مفہوم نکاح میں اختلاف ہے۔
بعض کہتے ہیں نکاح وطی اور عقد کے معنی میں مشترک ہے۔
بعض کہتے ہیں نکاح حقیقتاً عقد کے معنی دیتا ہے اور مجازاً وطی کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔
اور راغب کہتے ہیں ھُوَ حَقِیْقَۃٌ فِی الْعَقْدِ ثُمَّ اسْتُعِیْرَ لِلْجِمَاعِ۔ نکاح کے معنی حقیقت میں عقد ہیں اور استعارۃً اسے جماع کے معنی میں لیا گیا۔
حضرت علامہ زمخشری کہتے ہیں اَلنِّکَاحُ الْوَطْیُ وَتَسْمِیَۃُ الْعَقْدِ نِکَاحًا لِمُلَابَسَتِہٖ بِہٖ مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ طَرِیْقٌ لَّہٗ۔ نکاح بمعنی وطی مستعمل ہے اور عقد کو نکاح اس بنا پر کہتے ہیں کہ وہ ذریعہ وطی ہے۔
اس کی مثال فرماتے ہیں فَنَظِیْرُہٗ تَسْمِیَۃُ الْخَمْرِ اِثْمًا لِاَنَّھَا سَبَبٌ فِیْ اِقْتِرَافِ الْاِثْمِ۔ خمر کو اثم کہتے ہیں جیسے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْھِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ۔ اس لیے کہ وہ سبب ہے اقتراف اثم کا

آگے فرماتے ہیں وَلَمْ يَرِدْ فِي كِتَابِ اللهِ لَفْظُ النِّكَاحِ إِلَّا فِي مَعْنَى الْعَقْدِ لِأَنَّهُ فِي حَقِّ الْوَطْيِ
اور کتاب اللہ میں لفظ نکاح کہیں نہیں آیا مگر عقد کے معنی میں اس لیے کہ وہ وطی کی علت کے لیے ہوتا ہے
جیسے فرمایا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یہاں حاصل معنی وطی ہیں۔
تو آیہ کریمہ کے معنی یہ ہوئے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا عَقَدْتُّمُ عَلَى الْمُؤْمِنٰتِ وَتَزَوَّجْتُمُوْهُنَّ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُجَامِعُوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ بِاَيَّامٍ يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ فِيْهَا تَسْتَوْفُوْنَ عَدَدَهَا عَلٰى اَنْ تَعْتَدُّوْنَ مُطَارِعُ عَدًّا۔
اور فَمَا لَكُمْ اس لیے فرمایا اِنَّ الْعِدَّةَ حَقُّ الْاَزْوَاجِ کہ عدۃ زوج کے حق میں ہے۔ اسی وجہ میں ایام عدۃ کا نان و نفقہ خاوند کے ذمہ ہے۔
بعض کے نزدیک عدۃ حق شرع ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے اِنَّمَا حَقُّ الشَّرْعِ وَلِذَا لَا تَسْقُطُ لَوْ اَسْقَطَهَا الزَّوْجُ وَلَا يَحِلُّ لَهَا الْخُرُوْجُ وَلَوْ اَذِنَ۔ عدۃ حق شرع ہے اسی وجہ میں یہ ساقط نہیں ہوتی اگرچہ خاوند ساقط کر دے اور عورت کو گھر سے نکلنا جائز نہیں اگرچہ خاوند اسے نکلنے کی اجازت دیدے۔
اور پھر اگرچہ طلاق مباح ہے لیکن ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ حاکم۔ طبرانی۔ ابن عدی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعًا راوی ہیں اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللهِ الطَّلَاقُ۔
اس پر ابن ہمام فرماتے ہیں کہ طلاق بلاوجہ دینا مکروہ ہے مگر کسی وجہ معقول کے باعث دے سکتا ہے اس لیے کہ طلاق درحقیقت کفران نعمت نکاح ہے۔
اسی وجہ میں ابوداؤد کی روایت میں ہے مَا اَحَلَّ اللهُ شَيْئًا اَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ جو کچھ اللہ تعالٰے نے حلال فرمایا اس میں مبغوض ترین طلاق ہے اور جب کسی وجہ سے طلاق دے دی گئی تو ارشاد ہے۔
فَمَتِّعُوْهُنَّ۔ تو انہیں مالی اعانت سے متمتع کرو اَیْ فَاَعْطُوْهُنَّ وَهِيَ فِي الْمَشْهُوْرِ دِرْعٌ وَهُوَ قَمِيْصٌ وَخِمَارٌ وَهُوَ مَا تُغَطِّيْ بِهِ الْمَرْاَةُ رَاْسَهَا وَمِلْحَفَةٌ هِيَ مَا تَلْتَحِفُ بِهِ مِنْ قَرْنِهَا اِلٰى قَدَمِهَا وَلَعَلَّهَا مَا يُقَالُ لَهٗ اِزَارُ الْيَوْمِ۔ یعنی اسے قمیص اوڑھنی اور پاجامہ دو۔
اور بدائع میں ہے اَدْنٰى مَا تَكْتَسِيْ بِهِ الْمَرْاَةُ وَتَسْتُرُ عِنْدَ الْخُرُوْجِ۔ کم سے کم اتنا لباس دیا جائے کہ وہ گھر سے نکلتے وقت مستور ہوسکے۔
وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔ اور انہیں اپنے گھروں سے اچھی طرح رخصت کرو۔ اس لیے ان پر تمہارے لیے عدۃ نہیں ہے۔

تشریح محاورہ عرب میں اونٹ چرانے کو کہتے ہیں اور سرح اس درخت کو کہتے ہیں جس میں پھل ہوں پھر ہر جانور کے چرانے اور آزاد چھوڑ دینے کے معنی میں مستعمل ہوگیا۔

یہاں اس کے معنی ہیں اچھے الفاظ کے ساتھ انہیں اپنے گھروں سے نکالو جو اذیت وغیرہ سے خالی ہو
ایک قول یہ ہے کہ سراح جمیل یہ ہے کہ اَنْ لَّا تَظْلِمُوْهُنَّ بِمَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ جو کچھ اسے ایام زوجیت میں دیدیا ہے اسے واپس نہ لو۔

اس کے بعد حضور سے مخاطبہ فرماکر مخصوص حکم دیا جاتا ہے۔

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمّٰتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ۔ اے غیب کی خبریں دینے والے نبی ہم نے تمہارے لیے حلال کیں وہ بیویاں جن کا مہر تم نے ادا کر دیا اور جو آپ کی مملوک ہیں اللہ کے دیے ہوئے غنیمت سے اور آپ کی چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھی کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جو آپ کے ساتھ ہجرت میں آئیں

اور ملک یمین میں اول اسلام شرائط ثابت نہیں اسی بنا پر بعض متورعین نے شراء کے بعد عقد کیا۔
لیکن حضرت ماریہ بنت شمعون قبطیہ رضی اللہ عنہا خریدی نہ گئیں بلکہ انہیں امیر قبط جریج بن مینا نے ہدیہ پیش کیا یہ اسکندریہ اور مصر کا حکمران تھا اور اہل حرب کے ہدایا امام کے لیے حکم فے میں داخل ہیں۔

ایسے ہی ایک سریہ میں زینب بنت جحش ہبہ میں آئیں رضی اللہ عنہا۔

اور بنات العم اور بنات العمات اور بنات خال و بنات خالات کا تذکرہ اس لیے فرمایا کہ فَهُنَّ اَفْضَلُ مِنْ غَيْرِهِنَّ۔ یہ غیروں سے افضل ہیں۔

اور ہَاجَرْنَ مَعَكَ کی قید مقارنت کے لیے ہے جیسے اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ فرمایا گیا حالانکہ بلقیس تبلیغ سلیمان علیہ السلام سے اسلام میں آئیں اور سلیمان علیہ السلام نبی تھے۔

ابو حیان محاورہ بتاتے ہیں يُقَالُ دَخَلَ فُلَانٌ مَّعِيْ وَخَرَجَ مَعِيْ اَيْ كَانَ عَمَلُهٗ كَعَمَلِيْ وَاِنْ لَّمْ يَقْتَرِنَا فِي الزَّمَانِ۔

اور بعض نے تحریم نکاح غیر مہاجرہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اول اول مانا بعد میں اس حکم کو منسوخ قرار دیا۔

اور قتادہ کہتے ہیں هَاجَرْنَ مَعَكَ کے یہ معنی ہیں اَيْ اَسْلَمْنَ مَعَكَ وَعَلٰى هٰذَا الْاَكْثَرُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَّا الْكَافِرَاتُ۔

ہاجرن معک۔ یعنی جو آپ پر ایمان لائیں وہ حلال ہیں اسی بنا پر حضور پر کافرات حلال نہ تھیں اور آتیت اجورہن کے یہ معنی ہیں کہ وہ ازواج جن کے مہر حضور نے ادا کر دیئے تھے۔
جیسے حضرت عائشہ اور حفصہ اور سودہ رضی اللہ عنہن تھیں۔
وما ملکت یمینک مما افاء اللہ میں حضرت ریحانہ ہیں۔
محمد بن اسحٰق کہتے ہیں انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما فتح قریظۃ اصطفاھا لنفسہ فکانت عندہ حتی توفیت عندہ وھی فی ملکہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قریظہ فتح فرمایا تو حضرت ریحانہ کو حضور نے اپنے لیے چن لیا تھا تو وہ حضور کے پاس انتقال تک رہیں۔

اور وہ ازواج جو قرشیہ ہیں اور حضور کے عقد میں آئیں چھ ہیں، باقی دوسرے قبائل سے ہیں۔
وامرأۃ مؤمنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی ان یستنکحھا خالصۃ لک من دون المؤمنین۔ اور کوئی مومنہ عورت اگر ہبہ کرے اپنے نفس کو نبی کے لیے اگر نبی چاہیں اس سے نکاح کرنا یہ خالص آپ کے لیے ہے سوا مومنین کے۔
تو آیت کریمہ کی یہ عبارت ہوئی ویحل لک امرأۃ اور احللنا لک امرأۃ مؤمنۃ اور حلال ہے آپ کے لیے یا حلال کی ہم نے آپ کے لیے ہر مومنہ عورت۔ اگر وہ آپ کو اپنا نفس ہبہ کرے اور آپ بھی اسے نکاح میں لانا پسند فرمائیں یہ حکم صرف آپ کے لیے ہے مومنین امت کے لیے نہیں۔
ان اراد النبی ان یستنکحھا کے معنی ہیں نبی قبول فرمائیں۔ طلب النکاح کنایہ ہے قبول سے اس میں واہبہ کے متعلق اختلاف ہے۔

ابن عباس اور قتادہ اور عکرمہ فرماتے ہیں۔ یہ ہبہ فرمانے والی حضرت میمونہ بنت الحرث ہلالیہ تھیں۔ یہ ہجرت کے ساتویں سال خیبر کے بعد کا واقعہ ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لیے مکہ معظمہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام سرف میں مکان بنایا۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہما اور ضحاک و مقاتل سے ہے ام شریک غزیہ بنت جابر بن حکم الدوسی اور عروہ اور شعبی کہتے ہیں ھی زینب بنت خزیمۃ من الانصار کانت تدعی فی الجاھلیۃ ام المساکین لاطعامھا ایاھم وکان ذلک فی سنۃ ثلاث ولم تلبث عندہ صلی اللہ علیہ وسلم الا قلیلا حتی توفیت رضی اللہ تعالیٰ عنھا۔

وہ حضرت بنت خزیمہ انصاریہ تھیں یہ زمانہ جاہلیت میں ام المساکین مشہور تھیں اس لیے کہ آپ غربا کے لیے کھانا پکوا کر تقسیم کرتی تھیں اور یہ ۳ھ کا واقعہ ہے اور آپ حضور کے پاس زیادہ نہ رہیں یہاں

تک کہ انتقال فرما گئیں رضی اللہ عنہا۔

اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی اپنی سنن میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں۔
قَالَتْ اَلَّتِیْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِیْمٍ وَقَدْ اَرْجَاهَا عَلَیْهِ السَّلَامُ فَتَزَوَّجَهَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ بِاِذْنِهٖ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہ جنہوں نے اپنے کو حضور کے لیے ہبہ کیا وہ خولہ بنت حکیم تھیں حضور نے انہیں قبول نہ کیا اور حضرت عثمان بن مظعون نے باجازت حضور ان کو اپنے عقد میں لے لیا۔

چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ حضرت خولہ بنت حکیم نے جب حضور کو اپنے نفس کا ہبہ کیا تو حضور نے قبول نہ فرمایا تو حضرت صدیقہ نے سفارش کرتے ہوئے عرض کیا اَمَا تَسْتَحِیْ الْمَرْاَةُ اَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا لِلرِّجَالِ۔ کیا اس عورت کو غیرت نہیں آتی کہ وہ اپنا نفس ہبہ کرے کسی کو اور وہ قبول نہ کرے۔ فَلَمَّا نَزَلَتْ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ۔ جسے آپ چاہیں علیحدہ کریں یا اپنے قرب کے شرف سے نوازیں تو صدیقہ نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَرٰی رَبَّكَ اِلَّا یُسَارِعُ لَكَ فِیْ هَوَاكَ۔ حضور میں آپ کے رب کو نہیں دیکھتی مگر وہ آپ کی مرضی پر عجلت فرماتا ہے۔

ابن سعد ابن ابی عون سے راوی ہیں کہ لیلیٰ بنت الحطیم نے اپنا نفس حضور کو ہبہ کیا اور بہت سی خواتین نے حضور کی خدمت میں اپنے کو پیش کیا فَلَمْ نَسْمَعْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبِلَ مِنْهُنَّ اَحَدًا۔ مگر ہم نے نہیں سنا کہ حضور نے کسی کو بھی قبول فرمایا ہو۔

ابن ابی حاتم۔ ابن جریر اور طبرانی اور ابن مردویہ اور بیہقی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی فرماتے ہیں لَمْ یَكُنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِمْرَاَةٌ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لَهٗ یَحْتَمِلُ نَفْیَ الْقَبُوْلِ وَیَحْتَمِلُ نَفْیَ الْهِبَةِ۔ حضور کی خدمت میں کسی خاتون نے اپنے کو پیش نہیں کیا مگر حضور کی طرف سے نفی قبول ہی رہا۔

خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ فرمانا حضور کے شرف خدمت کے لیے تھا اور حضور کی ذات تقدس مآب ہی اس شرف کے ساتھ مختص تھی۔ گو مقصود ارشاد ہی یہ تھا اَیْ خَالِصٌ لَّكَ اِحْلَالُهَا۔ خَالِصَةً۔ خَالِصَةً اَیْ خُلُوْصًا۔

اور زجاج بھی یہی کہتے ہیں اَیْ اَحْلَلْنَا هَا خَالِصَةً لَّكَ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ غَیْرِكَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ لِكَیْلَا یَكُوْنَ عَلَیْكَ حَرَجٌ

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ بے شک ہم جانتے ہیں جو ہم نے مسلمانوں پر مقرر کیا ہے ان کی بیویوں اور ان کی مملوکات کنیزوں میں اور آپ کی خصوصیت یوں ہے کہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

یعنی بیویوں کے حق میں جو کچھ مہر مقرر کیا ہے اور گواہ اور باری کا واجب ہونا اور چار حرۃ عورتوں تک کو نکاح میں لانا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مہر کی مقدار شرعاً اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرر ہے اور وہ دس درہم ہیں جس سے کم مہر مقرر کرنا ممنوع ہے جس کا حکم احادیث سے ثابت ہے۔

اور حضور کے لیے جو حلال کی گئیں وہ محض بطور ہبہ بلا مہر حلال تھیں۔ آگے ارشاد ہے۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۖ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ۔ علیحدہ کرو جسے چاہو اور اپنے سایہ میں رکھو جسے چاہو ان میں سے علیحدہ کر دو تو آپ پر کچھ گناہ نہیں۔

تُرْجِيْ لیا گیا ہے ارجاء سے اور ارجاء کہتے ہیں تاخیر کو یہاں ترک معیت مراد ہے۔

حاصل معنیٰ آیہ کریمہ کے یہ ہیں کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے جس بیوی کو چاہیں پاس رکھیں اور باری مقرر کریں یا نہ کریں۔ لیکن باوجود اس اختیار کے حضور اپنی ازواج مطہرات میں عدل فرماتے تھے۔ سوا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے کہ انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔ اور بارگاہ رسالت میں عرض کر دیا تھا کہ میرے لیے یہی کافی ہے کہ بروز حشر آپ کی ازواج میں ہو۔

تُرْجِيْ کے معنیٰ ہیں اَیْ تُؤَخِّرُ مَنْ تَشَآءُ مِنْ نِّسَآئِكَ وَتَتْرُكُ مُضَاجَعَهَا۔

وَتُؤْوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ۔ يَعْنِيْ وَتَضُمُّ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُضَاجِعُهَا۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ الْاِرْجَاءُ وَالْاِيْوَاءُ الطَّلَاقُ فَمَا بَيْنَنَا وَلٰكِنْ۔

اس کے معنیٰ حسن فرماتے ہیں مِنْهُنَّ لِنِسَاءِ الْاُمَّةِ وَلِلْمَعْنٰى تَتْرُكُ النِّكَاحَ مَنْ تَشَآءُ مِنْ نِّسَآئِكَ فَلَا تَنْكِحُ وَتَنْكِحُ مِنْهُنَّ مَنْ تَشَآءُ (روح المعانی)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ وَالطَّبَرِيِّ اَنَّهٗ لِلْوَاهِبَاتِ اَنْفُسَهُنَّ اَیْ تَقْبَلُ مَنْ تَشَآءُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ اللَّاتِيْ يَهَبْنَ اَنْفُسَهُنَّ لَكَ فَتُؤْوِيْهَا اِلَيْكَ وَتَتْرُكُ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ فَلَا تَقْبَلُهَا۔

وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ۔ اور جسے آپ چاہیں ان میں سے علیحدہ کر دیں تو آپ پر کچھ گناہ نہیں یعنی جس سے چاہیں مضاجعت فرمائیں اور جس سے چاہیں علیحدگی اختیار کریں اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کچھ گناہ نہیں۔

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا۔ یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں اور راضی رہیں اس پر جو کچھ تم انہیں عطا فرماؤ اور اللہ جانتا ہے جو تم سب کے دلوں میں ہے اور اللہ علم و علم والا ہے۔

یعنی جب وہ سمجھ لیں گی کہ یہ حکم اور تفویض کا اختیار جو بھی دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے تو ان کے دل مطمئن ہو جائیں گے۔

اس کے بعد تبدیل حکم پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ حَيْثُ قَالَ

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا۔ اب کوئی عورت عورتوں میں سے ان کے بعد آپ کو حلال نہیں اور نہ یہ حلال کہ ان کے عوض اور بیویاں بدلو اگرچہ ان کا حسن آپ کو پسند آئے مگر وہ مملوکہ کنیزیں کہ وہ حلال ہیں اور اللہ ہر چیز پر نگران و محافظ ہے۔

یعنی ان نو بیویوں کے بعد جو آپ کے نکاح میں ہیں حلال نہیں جنہیں آپ نے اختیار دیدیا تھا کہ دنیا پسند کریں یا اللہ اور اس کے رسول کو تو انہوں نے دنیا کے مقابل اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا اور نہ یہ اختیار ہے کہ کسی بیوی کے بدلے اور بیوی کرو اگرچہ وہ کتنی ہی حسین ہو یعنی ان کے لیے طلاق بھی ممنوع ہے کہ انہیں طلاق دے کر دوسری بیوی کرو اور اللہ آپ کا نگہبان ہے۔

یہ ازواج مطہرات کی اللہ اور رسول کو ترجیح دینے کے احترام میں حکم آیا۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بقیۃ العمر انہیں پر اکتفا فرمایا۔

بلکہ بعد میں حضور کے لیے حلال بھی کر دیا گیا جیسا کہ حضرت عائشہ اور ام سلمہ سے مروی ہے کہ آپ جتنی عورتوں سے چاہیں نکاح فرمائیں اور اس آیت کریمہ کی ناسخ آیت اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ ہے۔

اب رہا یہ کہ یہ آیت قرآن کریم میں پہلے ہے اور لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ بعد میں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ترتیب نزول علیحدہ ہے اور ترتیب جمع قرآن علیحدہ لہذا ترتیب جمع میں یہ مقدم موخر ہے ترتیب نزول میں پہلی آیت لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ ہے پھر اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ ہے چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں۔

اَخْرَجَ الشَّيْخَانِ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَغَيْرُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَأْذِنُ فِيْ يَوْمِ الْمَرْاَةِ مِنَّا بَعْدَ اَنْ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ

مِنْهُنَّ فَقِيْلَ لَهَا مَا كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ قَالَتْ كُنْتُ اَقُوْلُ لَهٗ اِنْ كَانَ ذَاكَ اِلَيَّ فَاِنِّيْ لَا اُرِيْدُ اَنْ اُوْثِرَ عَلَيْكَ اَحَدًا فَتَاَمَّلْهُ مَعَ حِكَايَةِ الْاِنْفَاقِ السَّابِقِ۔

وَعَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَالضَّحَّاكِ اِنَّهَا مَنْسُوْخَةٌ وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا۔

اَخْرَجَ اَبُوْدَاوٗدَ فِيْ نَاسِخِهٖ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ وَالنَّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهٗ اَيْضًا وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَيْرُهُمْ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَمُتْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَحَلَّ اللّٰهُ لَهٗ اَنْ يَّتَزَوَّجَ مِنَ النِّسَآءِ مَا شَآءَ اِلَّا مُحَرَّمٌ۔

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ اَنَّهٗ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ الخ ذٰلِكَ لَوْ طَلَّقَهُنَّ لَمْ يَحِلَّ لَهٗ اَنْ يَّسْتَبْدِلَ لَهٗ وَقَدْ كَانَ يَنْكِحُ بَعْدَ مَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ مَا شَآءَ وَنَزَلَتْ وَتَحْتَهٗ تِسْعُ نِسْوَةٍ ثُمَّ تَزَوَّجَ بَعْدُ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ اَبِيْ سُفْيَانَ وَجُوَيْرِيَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۂ احزاب پ ۲۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ
النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ
نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ
فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا
مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ
يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا
يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا
فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ
اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ
اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا
اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت
نہ داخل ہو کھانے کی طرف بلائے جاؤ تو اس کے
پکنے کی راہ نہ دیکھو لیکن جب بلائے جاؤ تو داخل ہو
تو جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ باتیں کرتے ہیں
دل بہلاؤ بے شک اس میں ہمارے نبی کو تکلیف ہوتی
ہے وہ تمہارا لحاظ فرماتے ہیں اور اللہ حق بات کہنے
میں نہیں شرماتا اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی
چیز مانگو تو پردے سے مانگو یہ تمہارے لیے زیادہ
ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی اور
اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ اللہ کے رسول کو تکلیف
دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح

كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝

کرو بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔

إِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْ آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝

اگر تم کچھ ظاہر کرو یا چھپاؤ تو اللہ سب کچھ جانتا ہے ہاں گناہ نہیں ان پر ان کے باپوں سے اور بیٹوں سے اور نہیں گناہ ان کے بھائیوں سے اور بھتیجوں سے اور بھانجوں سے اور اپنی مذہبی عورتوں سے بے پردہ رہیں اور مملوک کنیزوں سے اور اللہ سے ڈرتی رہو بے شک اللہ پر ہر شئے سامنے ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والو درود بھیجو ان پر اور خوب سلام بھیجو۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝

بے شک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر لعنت ہے اللہ کی دنیا اور آخرت میں اور تیار کیا ہے ان کے لیے ذلت کا عذاب۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِيْنًا ۝

اور وہ جو ایذا دیتے ہیں مومن مردوں کو اور مومنہ عورتوں کو بغیر اس کے کہ وہ کچھ کریں تو بے شک انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

لفظی ترجمہ

يَا أَيُّهَا ۔ اے	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	آمَنُوْا ۔ ایمان لائے ہو	لَا ۔ نہ
تَدْخُلُوْا ۔ داخل ہو	بُيُوْتَ ۔ گھروں میں	النَّبِيِّ ۔ نبی کے	إِلَّا ۔ مگر
أَنْ ۔ یہ کہ	يُؤْذَنَ ۔ اجازت ہو	لَكُمْ ۔ تم کو	إِلٰى ۔ طرف
طَعَامٍ ۔ کھانے کی	غَيْرَ ۔ نہ	نَاظِرِيْنَ ۔ انتظار کرنیوالے	إِنَاهُ ۔ اسکے پکنے کا
وَ ۔ اور	لٰكِنْ ۔ لیکن	إِذَا ۔ جب	دُعِيْتُمْ ۔ بلائے جاؤ
فَادْخُلُوْا ۔ تو داخل ہو	فَإِذَا ۔ تو جب	طَعِمْتُمْ ۔ کھا لو	فَانْتَشِرُوْا ۔ تو چلے جاؤ

	لَا - نہ	مُسْتَأْنِسِيْنَ - دل بہلانے والے	
وَ - اور			
لِحَدِيْثٍ - باتوں میں	اِنَّ - بیشک	ذٰلِكُمْ - یہ	كَانَ - ہے
يُؤْذِي - تکلیف دیتا	النَّبِيَّ - نبی کو	فَيَسْتَحْيِي - تو وہ شرماتا ہے	مِنْكُمْ - تم سے
وَ - اور	اللّٰهُ - اللہ	لَا - نہیں	يَسْتَحْيِي - شرماتا
مِنَ الْحَقِّ - حق سے	وَ - اور	اِذَا - جب	سَاَلْتُمُوْهُنَّ - مانگو تم ان
سے کوئی	مَتَاعًا - سامان	فَاسْئَلُوْ - تو مانگو	هُنَّ - ان سے
مِنْ وَّرَآءِ - پیچھے	حِجَابٍ - پردے کے	ذٰلِكُمْ - یہ	اَطْهَرُ - بہت پاکیزہ ہے
لِقُلُوْبِكُمْ - تمہارے دلوں کے لیے		وَ - اور	قُلُوْبِهِنَّ - ان کے دلوں
		وَ - اور	مَا - نہیں
کے لیے			
كَانَ - ہے	لَكُمْ - تمہارا حق	اَنْ - یہ کہ	تُؤْذُوْا - تکلیف دو
رَسُوْلَ - رسول	اللّٰهِ - خدا کو	وَ - اور	لَا - نہ
اَنْ - یہ کہ	تَنْكِحُوْا - نکاح کرو	اَزْوَاجَهٗ - اسکی بیویوں سے	مِنْ بَعْدِهٖ - اسکے بعد
اَبَدًا - کبھی بھی	اِنَّ - بیشک	ذٰلِكُمْ - یہ	كَانَ - ہے
عِنْدَ - نزدیک	اللّٰهِ - اللہ کے	عَظِيْمًا - بڑی بات	اِنْ - اگر
تُبْدُوْا - تم ظاہر کرو	شَيْئًا - کسی چیز کو	اَوْ - یا	تُخْفُوْهُ - چھپاؤ اس کو
فَاِنَّ - تو بیشک	اللّٰهَ - اللہ	كَانَ - ہے	بِكُلِّ - ہر
شَيْءٍ - چیز کو	عَلِيْمًا - جاننے والا	لَا - نہیں	جُنَاحَ - گناہ
عَلَيْهِنَّ - ان پر	فِيْ - بیچ	اٰبَآئِهِنَّ - انکے باپوں کے	وَ - اور
لَا - نہ	اَبْنَآئِهِنَّ - انکے بیٹوں کے	وَ - اور	لَا - نہ
اِخْوَانِهِنَّ - انکے بھائیوں کے	وَ - اور	لَا - نہ	اَبْنَآءِ - بیٹوں
اِخْوَانِهِنَّ - انکے بھائیوں کے	وَ - اور	لَا - نہ	اَبْنَآءِ - بیٹوں
اَخَوٰتِهِنَّ - انکی بہنوں کے	وَ - اور	لَا - نہ	نِسَآئِهِنَّ - انکی عورتوں کے
وَ - اور	لَا - نہ	مَا - جو	مَلَكَتْ - مالک ہیں
اَيْمَانُهُنَّ - ان کے ہاتھ	وَ - اور	اتَّقِيْنَ - ڈرو	اللّٰهَ - اللہ سے
اِنَّ - بیشک	اللّٰهَ - اللہ	كَانَ - ہے	عَلٰى - اوپر

كُلِّ۔ ہر	شَیْءٍ۔ چیز کے	شَہِیْدًا۔ گواہ	اِنَّ۔ بیشک
اللّٰہَ۔ اللہ	وَ۔ اور	مَلٰٓئِکَتَہٗ۔ اسکے فرشتے	یُصَلُّوْنَ۔ درود بھیجتے ہیں
عَلَی۔ اوپر	النَّبِیِّ۔ نبی کے	یٰٓاَیُّہَا۔ اے	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	صَلُّوْا۔ درود بھیجو	عَلَیْہِ۔ اس پر	وَ۔ اور
سَلِّمُوْا۔ سلام کہو	تَسْلِیْمًا۔ سلام کہنا	اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
یُؤْذُوْنَ۔ تکلیف دیتے ہیں	اللّٰہَ۔ اللہ کو	وَ۔ اور	رَسُوْلَہٗ۔ اس کے رسول کو
لَعَنَہُمُ۔ لعنت ہے ان پر	اللّٰہُ۔ اللہ کی	فِی۔ بیچ	الدُّنْیَا۔ دنیا
وَ۔ اور	الْاٰخِرَۃِ۔ آخرت کے	وَ۔ اور	اَعَدَّ۔ تیار کیا
لَہُمْ۔ ان کے لیے	عَذَابًا۔ عذاب	مُّہِیْنًا۔ ذلیل کرنے والا	وَ۔ اور
الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یُؤْذُوْنَ۔ تکلیف دیتے ہیں	الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کو	وَ۔ اور
الْمُؤْمِنٰتِ۔ مومن عورتوں کو	بِغَیْرِ۔ بغیر	مَا۔ اس کے جو	اکْتَسَبُوْا۔ کمایا انہوں نے
فَقَدِ۔ تو بیشک	احْتَمَلُوْا۔ اٹھایا انہوں نے	بُہْتَانًا۔ بہتان	وَ۔ اور
اِثْمًا۔ گناہ	مُّبِیْنًا۔ ظاہر		

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع سورۃ احزاب پ ۲۲

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىہُ وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ۔ اے ایمان والو نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو جبتک تمہیں اجازت نہ ملے کھانے کی بلائے جاؤ تو اس کے پکنے کی گھڑیاں نہ تکو لیکن جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو جاؤ اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ اور باتوں میں بیٹھے دل نہ بہلاؤ۔

آیۂ کریمہ سے واضح ہوا کہ گھر مرد کا ہوتا ہے اس لیے اس میں داخلہ کی اجازت مرد سے ہی لینی چاہیئے شوہر کے گھر کو اگرچہ عورت کا گھر بھی کہہ دیتے ہیں مگر یہ محض اس لحاظ سے کہ وہ اس میں سکونت کا حق رکھتی ہے اسی لحاظ سے دوسری جگہ گھر کی نسبت عورت کی طرف بھی کی گئی ہے کما قال تعالٰی وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ۔

چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مکانات جن میں ازواج مطہرات کی سکونت تھی اور حضور کی وفات کے بعد بھی وہ اپنی حین حیات تک انہیں میں رہیں لیکن وہ ملک حضور کے ہی تھے اور حضور نے ان میں سے کوئی حجرہ کسی زوجہ مطہرہ کو ہبہ بھی نہیں فرمایا بلکہ انہیں ان حجرات میں سکونت کی اجازت تھی۔

اسی وجہ میں ان کے انتقال کے بعد ازواج کے ورثاء کو نہیں دیے بلکہ مسجد نبوی میں ملا دیئے تاکہ وقف میں اور اس کے حکم میں آ کر لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ والی حدیث صادق آ جائے اور اس کا نفع عام مسلمانوں کو پہنچے۔

اور لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ فرما کر یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے اور غیر مرد کو کسی گھر میں بلا اجازت داخل ہونا جائز نہیں۔

اگرچہ مورد حکم ازواج مطہرات اور بیوت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے لیکن اس کا حکم عام ہے تو تمام مسلمان عورتوں پر یہ حکم عائد ہوتا ہے۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب حضور نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ولیمہ کی عام دعوت فرمائی تو لوگ کھانے آئے اور کھا کر چلے گئے آخر میں تین آدمی ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بھی نہ گئے اور طویل سلسلہ گفتگو کا شروع کر دیا۔

مکان تنگ تھا مستورات کو ان کی وجہ سے تکلیف ہوئی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم انہیں جانے کا حکم اپنے وسعت خلق سے نہیں دیتے تھے۔ آخر ش حضور ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے تھوڑی دیر بعد جب تشریف لائے تو وہ تینوں بدستور مصروف گفتگو تھے۔

حضور پھر تشریف لے گئے اور وہ بعد میں چلے گئے تو حضور دولت سرائے میں تشریف لائے۔ اور دروازہ پر پردہ ڈال دیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور اگلی آیت کریمہ میں حضور کے کمال حیا اور شان کرم کو واضح فرمایا گیا۔

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِيْ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ۔ اس میں بے شک ہمارے نبی کو تکلیف ہوئی اور وہ اپنے خلق سے تمہارا لحاظ فرماتے رہے اور اللہ حق فرمانے میں کسی کا لحاظ نہیں فرماتا۔ جیسے ہمارے حبیب کو باوجود ... رت کے اپنے اصحاب کو جانے کا حکم نہیں فرماتے بلکہ حسن آداب سے انہیں اشارہ جانے کا فرمایا کہ خود تشریف لے گئے اور زبان مبارک سے نہیں فرمایا کہ "نان کہ خوردی خانہ برو"۔ نہ تو کہ دم خانہ گرد"۔ یہ وسعت خلق کا اعلیٰ ترین مظاہرہ تھا۔

اس سے یہ مسئلہ بھی نکلا کہ کسی کے گھر کھانے جائے تو وہاں جم کر نہ بیٹھے بلکہ فارغ ہونے کے بعد واپس ہو

ہو جائے اس لیے کہ وہاں بیٹھا رہنا اہل خانہ کے لیے تکلیف کا موجب ہوتا ہے۔
اور صاحب خانہ آئے ہوئے کو با قتضائے خلق اگرچہ جانے کو نہیں کہتا مگر مسلمان کو خود خیال کرنا چاہیئے
اس کے بعد ازواج مطہرات کے احترام پر ارشاد ہے۔
وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ۔ اور
جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے باہر سے طلب کرو اس میں تمہارے دلوں اور ان
کے دلوں کی ستھرائی ہے۔
اس لیے کہ انسان کی جبلت میں وساوس و خطرات لازم ہوتے ہیں اس کا سدّ باب پردے سے ہی ہو سکتا
ہے اور یہی صورت امن کی ہے۔
وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ
كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا۔ اور تمہیں یہ مناسب نہیں کہ اللہ کے رسول کو ایذا دو اور کوئی ایسا کام کرو جو ہمارے
حبیب اقدس کی خاطر پر گراں گذرے) حتیٰ کہ تم انہیں اپنی ماں برابر سمجھتے ہوئے) ان سے کبھی نکاح بھی نہ کرنا)
بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔
اس لیے کہ یہ حق انبیاء کرام ہے کہ جو عاتون حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آچکی وہ بمنزلہ ماں ہو گئی
اور ظاہر ہے کہ ماں سے عقد نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے ازواج مطہرات امت پر ہمیشہ کے لیے حرام ہیں اسی طرح
وہ کنیزیں جو باریاب بارگاہ رسالت ہو چکی ہیں اور حضور کی قربت سے سرفراز ہو چکی ہیں وہ بھی بمنزلہ ماں ہیں
ان سے بھی عقد حرام اور ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔
اس حکم سے حضور کی عظمت کا مظاہرہ فرمانا مقصود ہے تاکہ ہر مسلمان سمجھ لے کہ آپ کی عزت و عظمت
امت پر واجب ہے
اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ اگر تم کوئی کام ظاہر کرو یا چھپاؤ تو بیشک
اللہ سب کچھ جانتا ہے۔
اس لیے کہ علام الغیوب والشہادۃ ہے اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔
اب جو ارشاد ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ جب احکام حجاب نازل ہوئے تو خواتین کے باپ
بیٹے بھائی اور قریبی رشتہ والوں کو خیال ہوا کہ جب پردہ اور حجاب کا حکم عام ہے تو اس کا اثر ہم پر بھی پڑتا
ہے چنانچہ انہوں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ اب پردہ کا حکم آچکا ہے تو کیا ہم بھی اپنی ماؤں بہنوں
بیٹیوں سے پردے کے ساتھ بات کریں گے اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا

کوئی مضائقہ نہیں ان کے باپ اور بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں بھانجوں کے سامنے آنے میں اور اپنی دینی عورتوں اور اپنی کنیزکوں میں اور اللہ سے ڈرتی رہو بے شک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

یعنی باپ بیٹے بھائی بھتیجے بھانجوں سے پردہ ضروری نہیں اور مسلمان عورتوں سے اور اپنی مملوکہ کنیزکوں سے بھی پردہ نہیں اور کافرہ عورت سے پردہ مومنہ عورت پر ضروری ہے اس لیے کہ وہ مثل مرد اجنبی کے ہے (جمل)

اور حقیقی چچا، ماموں کی یہاں صراحت اس لیے نہیں کی گئی کہ وہ باپ کے حکم میں ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی پر اے ایمان والو درود بھیجو ان پر اور خوب سلام کہو۔

صَلُّوا صیغہ امر ہے جو وجوب کا متقاضی ہے اسی پر بنا پر حضور پر درود بھیجنا ہر مسلمان پر واجب ہے بلکہ بقول معتمد مسلمانوں پر ہر مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے اور سننے والے پر ایک مرتبہ درود واجب ہے اور ایک بار سے زیادہ پڑھنا مستحب ہے۔

اسی وجہ میں التحیات کے اندر اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھنا واجب ہے۔

اور اس کے بعد جو درود پڑھا جاتا ہے وہ سنت ہے اس درود میں آل پاک پر بھی درود ہوتا ہے۔ اور اس کے ماتحت اصحاب اور مومنین و اولیاء کاملین پر درود بھیجا جائے تو مستحسن ہے۔ البتہ اگر حضور کا نام پاک لے کر درود بھیجے بغیر ان پر اگر درود بھیجا جائے تو مکروہ ہے۔ اور درود میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آل و اصحاب کا ذکر متوارث ہے۔

بلکہ بعض نے تو یہ کہا کہ جس درود میں آل پاک کا ذکر نہ ہو وہ مقبول نہیں۔

اور درود شریف میں چند پہلو ہیں۔

ایک درود اللہ تعالے کی طرف سے ہے اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم ہے

اور اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کے معنی علماء کرام یہ کرتے ہیں

کہ الٰہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو عظمت عطا فرما اور دنیا میں ان کا دین غالب اور بلند فرما کر ان کی شریعت کو بقا دے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول کرکے اولین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر انبیا

ومرسلین اور ملائکہ مقربین اور تمام خلائق پر ان کی شان بلند فرما۔

حدیث میں ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درود خواں جب مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اس کے لیے فرشتے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔

مسلم شریف میں ہے مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

ترمذی شریف میں ہے اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ۔ بخیل وہ ہے جس کے آگے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

عام اس سے کہ درود کے لفظ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ہوں۔ یا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ہوں یا درود تاج ہو یا بعد کے تصنیف کیے ہوئے ہوں اس لیے کہ سب کے الفاظ عظمت شانِ مصطفی میں کم یا زیادہ ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔ بے شک وہ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یہ ایذا دینے والے کفار ہیں جو اللہ تعالے کی شان میں وہ بکواس کرتے ہیں جس سے وہ منزہ ہے مثلاً عیسٰی علیہ السلام و عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دینا۔

اور اللہ کے رسول کو ایذا دینے والے وہ ہیں جو شان مصطفی کی تنقیص کرتے ہیں حضور کے علم کے مقابلہ میں شیطان اور ملک الموت کے علم کو نصوص قطعی سے مانتے ہیں اور حضور کے لیے وہ علم منصوص نہیں جانتے حضور کے اصحاب کی شان میں گستاخیاں کرنے والے۔ صدیق و فاروق و ذو النورین کو غاصب و غادر کہنے والے یہ سب اللہ کے رسول کو ایذا دینے والے ہیں۔

اس قسم کی جماعتوں پر اللہ کی لعنت دنیا اور آخرت میں ہے اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار ہے وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا۔ اور جو ایذا دیتے ہیں مومنین اور مومنات کو بغیر کچھ کیے تو بے شک انہوں نے بہتان اور کھلا ہوا گناہ سر لیا۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ منافقین کی جماعت میں ایسے لوگ بھی تھے جو حضرت شیر خدا اسد اللہ کی بدگوئی کرکے انہیں ایذا دیتے تھے۔

حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ جانوروں کو ایذا دینا بھی بلا کسی قصور کے جائز نہیں تو مومنین و مومنات کو ایذا دینا کس قدر بدترین جرم ہے۔

مختصر تفسیر اردو ساتواں رکوع سورۃ احزاب پ ۲۲

یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ اے ایمان والو نبی کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہو کھانے کا انتظار نہ کرتے رہو۔

اکثر مفسرین کے نزدیک یہ حکم اس دن نازل ہوا جب حضور نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا تھا۔

چنانچہ امام احمد اور عبد بن حمید اور بخاری اور مسلم، نسائی اور ابن جریر ابن المنذر اور ابن ابی حاتم ابن مردویہ اور بیہقی اپنی سنن میں بطریق انس بن مالک راوی ہیں۔

قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَیْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ فَطَعِمُوْا ثُمَّ جَلَسُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ وَاِذَا هُوَ كَاَنَّهٗ یَتَهَیَّاُ لِلْقِیَامِ فَلَمْ یَقُوْمُوْا فَلَمَّا رَاٰی ذٰلِكَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ وَقَعَدَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیَدْخُلَ فَاِذَا الْقَوْمُ جُلُوْسٌ ثُمَّ اِنَّهُمْ قَامُوْا فَانْطَلَقْتُ فَجِئْتُ فَاَخْبَرْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوْا فَجَاءَ حَتّٰی دَخَلَ فَذَهَبْتُ اَدْخُلُ فَاَلْقَى الْحِجَابَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی

یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ

فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا تو قوم کو ولیمہ میں بلایا تو وہ آئے اور کھانا کھا کر بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اتفاق سے حضور تنگی مکان کی وجہ میں انہیں رخصت کرنا چاہتے تھے جب حضور نے ملاحظہ کیا کہ وہ ابھی نہیں جا رہے تو حضور خود اٹھے تو بہت سے حضور کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ اور تین پھر بھی بیٹھے رہے تو حضور بیوت ازواج میں دوبارہ دورہ فرما کر تشریف لائے تو بدستور بیٹھے ہوئے تھے حضور پھر تشریف لے گئے تو وہ بھی اٹھے اور چلے گئے انس رضی اللہ عنہ حضور کے خادم خاص فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی خدمت میں اطلاع دی کہ وہ چلے گئے ہیں تو حضور تشریف لائے اور دروازہ حجرہ پر پردہ ڈال دیا۔ اس وقت یہ آیت کریمہ یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ نازل ہوئی۔

آلوسی فرماتے ہیں اَلنَّہْیُ لِلتَّحْرِیْمِ۔ یہ نہی حرمت کے لیے کی گئی۔

گویا مفہوم آیت یہ ہوا لَا تَدْخُلُوْهَا فِیْ وَقْتٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ اِلَّا وَقْتَ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ۔

اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ۔ اور کھانے کا انتظار نہ کرو۔

یَعْنِیْ غَیْرَ مُنْتَظِرِیْنَ نُضْجَہٗ۔ یعنی کھانا پکنے کا انتظار نہ کرو جب تک تمہیں دعوت طعام نہ دی جائے۔

وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ۔ لیکن جب تم بلائے جاؤ تو حاضر آؤ اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو وہاں سے منتشر ہو جاؤ اور باتیں کرنے میں دل نہ بہلاؤ۔

اَیْ لِحَدِیْثِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا اَوْ لِحَدِیْثِ اَھْلِ الْبَیْتِ۔ یعنی اِدھر اُدھر کی باتوں میں یا گھر کے قصہ قضیہ سنانے میں وقت ضائع نہ کرو۔ اس لیے کہ

اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ۔ یہ تمہارا طریقہ ہمارے نبی کی تکلیف کا موجب ہے اور وہ اپنی وسعت خلق سے تمہیں صاف طور پر فرمانے شرم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ (اپنے حبیب کی حمایت حق سے) نہیں شرم کرتا۔

اس کے بعد ازواج مطہرات کی حرمت کا اظہار ہے۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔ اور جب تم ازواج مطہرات سے کوئی برتنے کی چیز طلب کرو تو پردہ سے طلب کرو۔

یعنی اگرچہ ازواج مطہرات تمہاری مائیں ہیں لیکن حقیقی ماں کی طرح نہیں بلکہ احترام میں وہ ماں کے بجائے ہیں مگر ان کا احترام یہ ہے کہ ان سے جو کچھ طلب کرو پردہ سے کرو۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے جیسے بخاری اور ابن جریر اور ابن مردویہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَدْخُلُ عَلَیْکَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ اَمَرْتَ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْحِجَابِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی اٰیَۃَ الْحِجَابِ۔ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور آپ پر نیک اور فاجر آتے ہیں لہٰذا اگر امہات المومنین کو حجاب کا حکم فرما دیا جائے تو بہتر ہے تو آیۂ حجاب نازل ہوئی۔

وَکَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حَرِیْصًا عَلٰی حِجَابِھِنَّ وَمَا ذَاکَ اِلَّا حَیَاءً لِّرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ فاروق اعظم پردہ کے معاملہ میں بہت حریص تھے اور اس کی وجہ صرف حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سے محبت تھی۔

ابن جریر حضرت عائشہ ام المومنین سے راوی ہیں رضی اللہ عنہا۔ اِنَّ اَزْوَاجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُنَّ یَخْرُجْنَ بِاللَّیْلِ اِذْ یَبْرُزْنَ اِلَی الْمَنَاصِعِ وَھُوَ صَعِیْدٌ اَفْیَحُ وَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُحْجُبْ نِسَاءَکَ فَلَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سَوْدَۃُ بِنْتُ زَمْعَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا لَیْلَۃً مِّنَ اللَّیَالِی عِشَاءً وَکَانَتْ اِمْرَأَۃً طَوِیْلَۃً فَنَادَاھَا عُمَرُ بِصَوْتِہِ الْاَعْلٰی قَدْ عَرَفْنَاکِ یَا سَوْدَۃُ حِرْصًا اَنْ یُّنْزَلَ الْحِجَابُ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْحِجَابَ وَذٰلِکَ اَحَدُ مُوَافِقَاتِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

صدیقہ فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات رات میں قضاء حاجت کو نکلا کرتی تھیں اور وہ جنگل میں جاتی تھیں اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اسے پسند نہ فرماتے اور حضور سے پردہ کے لیے عرض کرتے مگر حضور بغیر نزول حکم پردہ بر ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم نہ دیتے۔

ایک دن ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا عشا کے وقت رات میں نکلیں آپ قد میں طویل تھیں تو فاروق اعظم نے انہیں دیکھ کر آواز بلند فرمایا میں نے سودہ تمہیں پہچان لیا ہے اس غرض سے کہ حکم حجاب نازل ہوئے۔

چنانچہ اللہ تعالٰے نے آیہ حجاب نازل فرمائی اور یہ منجملہ ان آیات کے ایک آیت ہے جو فاروق اعظم رض کی موافقت میں نازل ہوئی۔

اور آیات حجاب کا نزول ۵ھ میں ہوا کَمَا قَالَ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ اَنَسٍ سَنَۃَ خَمْسٍ مِّنَ الْھِجْرَۃِ اور صالح بن کیسان فرماتے ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ فِیْ ذِی الْقَعْدَۃِ۔ یہ حکم ۵ھ ذیقعدہ میں نازل ہوا ذٰلِکُمْ اَطْھَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِھِنَّ۔ یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے بہترین تطہیر ہے۔ خواطر شیطانیہ سے جو انسان کے دل میں توسوس پیدا کرتا ہے۔ اور اس قسم کے توسوسات ایذائے قلب مبارک کا موجب ہیں چنانچہ حدیث میں بھی ہے اَلنَّظْرُ سَھْمٌ مِّنْ سِھَامِ اِبْلِیْسَ۔ نظر ایک زہریلا تیر ہے شیطانی تیروں سے۔

وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اور تمہیں زیبا نہیں کہ ایذا دو کسی قسم کی اللہ کے رسول کو یعنی ایسی کوئی بات کہ دوران حیات سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم میں جو آپ کو مکروہ محسوس ہو یا جس سے آپ کو اذیت پہنچے اور عین حیات میں ہی اس کی احتیاط نہ ہو بلکہ بعد وفات بھی نبی کا پاس ادب رکھنا ضروری ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا۔ اور نہ نکاح کرو تم ازواج مطہرات سے حضور کی وفات کے بعد بھی یہ تمہاری حرکت اللہ کے نزدیک بہت بھاری گستاخی ہے
یعنی حضور کو ایذا دینا ان کی ازواج مطہرات سے ان کے بعد نکاح کا خیال کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بھاری گستاخی اور ایذا رسانی ہے۔ اور اس قسم کا خیال کفر ہے۔

وَفِيْهِ مِنْ تَعْظِيْمِهٖ تَعَالٰى لِشَانِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِيْجَابِ حُرْمَتِهٖ حَيًّا وَمَيِّتًا مَالَا يَخْفٰى۔ اس حکم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے شان حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا مظاہرہ اور آپ کی حرمت حیات و وفات سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم میں واجب کی گئی ہے۔

اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ اگر تم ظاہر کرو کچھ یا مخفی طور پر تو بیشک اللہ سب جاننے والا ہے۔

یعنی ازواج مطہرات کے متعلق نکاح وغیرہ کی باتیں علانیہ کرو یا اپنے دل میں اس کا خیال مخفی رکھو دونوں قسم کے خیال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اس کا شان نزول یہ ہے کہ بعض منافقین نے کہا جبکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ اور حضرت حفصہ سے عقد فرمایا تو وہ کہنے لگے مَا بَالُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَزَوَّجُ نِسَاءَنَا وَاللّٰهِ لَوْ قَدْ مَاتَ لَجَعَلْنَا السِّهَامَ عَلٰى نِسَائِهٖ۔ حضور نے ہمارے خاندان کی عورتیں نکاح میں لی ہیں خدا کی قسم اگر حضور کی وفات ہو گئی تو ہم حصہ ڈالیں گے حضور کی ازواج پر۔ معاذ اللہ۔

اور ابن جریر ابن عباس سے راوی ہیں اِنَّ رَجُلًا اَتٰى بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهَا وَهُوَ ابْنُ عَمِّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمَنَّ هٰذَا الْمَقَامَ بَعْدَ يَوْمِكَ هٰذَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا ابْنَةُ عَمِّيْ وَاللّٰهِ مَا قُلْتُ لَهَا مُنْكَرًا وَلَا قَالَتْ لِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَرَفْتُ ذٰلِكَ اِنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَغْيَرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَغْيَرَ مِنِّيْ فَمَضٰى ثُمَّ قَالَ يَمْنَعُنِيْ مِنْ كَلَامِ ابْنَةِ عَمِّيْ لَاَتَزَوَّجَنَّهَا مِنْ بَعْدِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَعْتَقَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ رَقَبَةً وَحَمَلَ عَلٰى عَشَرَةِ اَبْعِرَةٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَحَجَّ مَاشِيًا مِنْ كَلِمَتِهٖ۔

ایک شخص حضور کی بعض ازواج کے پاس آ کر گفتگو کر رہا تھا اور وہ چچا کا بیٹا بھائی تھا تو حضور نے اسے فرمایا آج کے بعد تم اس جگہ نہ کھڑے ہونا اس نے عرض کیا حضور وہ میرے چچا کی بیٹی ہے خدا کی قسم میں نے اس سے کوئی بات ایسی نہیں کی اور نہ اس نے مجھ سے کوئی خاص گفتگو کی حضور نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تونے کوئی گفتگو ایسی نہیں کی لیکن کوئی اللہ سے زیادہ غیرت والا نہیں اور مجھ سے زیادہ غیرت والا تم میں نہیں پھر وہ چلا گیا اور کہنے لگا حضور نے مجھ سے سختی کی میرے چچا کی لڑکی سے بات کرنے میں۔

اب میں ضرور اس سے رشتہ کروں گا حضور کے بعد۔
تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
آیت کریمہ سن کر اس نے ایک غلام آزاد کیا اور دس اونٹ اللہ کی راہ میں دیے اور پا پیادہ حج کیا۔
اور یہ ایک شخص طلحہ نامی تھا جس نے یہ کہا۔
اور یہ طلحہ وہ نہیں جو عشرہ مبشرہ سے تھے۔ بلکہ یہ دوسرے طلحہ ہیں۔ اب ان کا استثناء فرمایا جاتا ہے جن سے حجاب واجب نہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِیْ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا۔ نہیں گناہ خواتین پر اپنے باپوں کے سامنے آنے میں نہ اپنے بیٹوں سے نہ اپنے بھائیوں سے اور نہ بھائیوں کی اولاد سے اور نہ اپنی ہم مذہب عورتوں سے اور نہ مملوک غلاموں سے اور اللہ سے ڈریں بے شک اللہ تعالے ہر شے دیکھنے والا ہے۔

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے
لَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ الْحِجَابِ قَالَ الْاٰبَآءُ وَالْاَبْنَآءُ وَالْاَقَارِبُ اَوَنَحْنُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نُكَلِّمُهُنَّ اَيْضًا مِنْ وَّرَآءِ الْحِجَابِ۔ جب آیت حجاب نازل ہوئی تو باپ بیٹے اور اقارب بولے حضور کیا ہم بھی اپنی بیٹیوں بہنوں سے پردہ کے ساتھ بات کریں گے۔
فَنَزَلَتْ۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ جلباب بغیر تم ان کے سامنے ہو سکتی ہو اور ابداً زینت ان پر ممنوع نہیں۔ گویا حکم ہو گیا کہ
كُلُّ ذِیْ رَحِمٍ مُّحَرَّمٍ مِّنْ نَسَبٍ اَوْ رَضَاعٍ ہر وہ ذی رحم جس سے نسب کے ماتحت نکاح حرام ہے یا رضاعت سے وہ حرام ہو اس سے پردہ ضروری نہیں۔
اور آیت کریمہ میں چچا ماموں کا ذکر اس لیے ضروری نہ تھا کہ یہ بمنزلہ والدین ہیں چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں
وَلَمْ يَذْكُرِ الْعَمَّ وَالْخَالَ لِاَنَّهُمَا بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدَيْنِ اَوْ لِاَنَّهُ اكْتَفٰى عَنْ ذِكْرِهِمَا بِذِكْرِ اَبْنَآءِ الْاِخْوَةِ وَ اَبْنَآءِ الْاَخَوَاتِ۔

وَلَا نِسَآئِهِنَّ سے یہ مراد ہے اَیِ النِّسَآءِ الْمُؤْمِنَاتِ یعنی مومنہ عورتوں سے پردہ ضروری نہیں چنانچہ ابن عباس اور ابن زید و مجاہد فرماتے ہیں وَالْاِضَافَةُ اِلَيْهِنَّ بِاعْتِبَارِ اَنَّهُنَّ عَلٰى دِيْنِهِنَّ فَيَحْتَجِبْنَ عَلَى الْكَافِرَاتِ وَلَوْ كِتَابِيَّاتٍ۔ نسائھن میں اضافت ان کی طرف بایں وجہ ہے کہ وہ ان کے دین پر ہیں اور کافرات سے پردہ ضروری ہے اگرچہ کتابیہ ہی کیوں نہ ہوں۔

وَلَامَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ میں ظاہر ہے کہ غلام اور لونڈی دونوں سے حجاب نہیں لیکن علامہ خفاجی فرماتے ہیں مَذْهَبُ اَبِي حَنِيْفَةَ اِنَّهٗ مَخْصُوْصٌ بِالْاِمَاءِ مذہب امام ابوحنیفہ میں اس سے مراد صرف کنیز ہیں نہ کہ غلام۔

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ حجاب کے احکام میں فرماتے ہیں فَرْضُ الْحِجَابِ مِمَّا اخْتَصَصْنَ بِهٖ فَهُوَ فَرْضٌ عَلَيْهِنَّ بِلَا خِلَافٍ فِي الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ فَلَا يَجُوْزُ لَهُنَّ كَشْفُ ذٰلِكَ فِي شَهَادَةٍ وَّلَا غَيْرِهَا۔ جن سے حجاب فرض ہے ان پر بلا خلاف منہ اور ہاتھوں کا چھپانا فرض ہے اور ان کا کھولنا شہادت وغیرہ میں بھی ممنوع ہے۔ چنانچہ مؤطا میں ہے۔

اِنَّ حَفْصَةَ لَمَّا تُوُفِّيَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَتَرَتْهَا النِّسَاءُ عَنْ اَنْ يُّرٰى شَخْصُهَا وَاِنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ جُعِلَتْ لَهَا الْقُبَّةُ فَوْقَ نَعْشِهَا لِتَسْتُرَ شَخْصَهَا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بعد وفات فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مستورات سے بھی پردہ شروع کیا ایسی صورت میں کہ آپ کا قد وقامت کوئی بھی نہ دیکھے۔

اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے آپ کے جنازہ کے لیے گہوارہ بنایا تھا تاکہ آپ کا قد بھی مستور رہے جیسا کہ زنانہ جنازہ پر آج بھی قمچیوں کا گہوارہ بناتے ہیں یا بعض جگہ لکڑی کا گہوارہ ہوتا ہے جس سے میت کا قد وقامت مستور رہتا ہے۔

اور بحر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہا نے ارادہ فرمایا کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں سوائے محرموں کے کوئی شریک نہ کیا جائے تو حضرت اسماء بنت عمیس نے مشورہ دیا کہ گہوارہ بنا دیا جائے چنانچہ انہوں نے اس کا طریقہ بتایا جیسا کہ بلاد حبشہ میں آپ نے دیکھا تھا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ گہوارہ بنوایا۔ اور یہ سنت فاروقی آج تک مسلمانوں میں رائج ہے۔

وَرُوِيَ اَنَّهٗ صُنِعَ ذٰلِكَ فِي جَنَازَةِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایک روایت میں ہے کہ یہ گہوارہ سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کے جنازہ کے لیے بنایا گیا۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو اور سلام۔

آیت کریمہ کا طریق بیان حضور کے سر رفعت وعظمت کی وہ شان دکھا رہا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی اور جملہ اسمیہ سے تعبیر کرنا اس امر کی طرف دلالت کرتا ہے کہ اس درود کو دوام واستمرار کے ساتھ

حضور کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

اور جملہ اسمیہ باعتبار یصلون فصل مضارع کے مؤید تجدد بھی ہوتا ہے تو اس سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ حضور پر درود نئے نئے آداب و القاب کے ساتھ بھیجا جائے

تو درود تاج پڑھتے ہیں صَاحِبُ التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ وَالْعَلَمِ۔ دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمِ میں القاب و آداب شاہی کا تجدد ہوا

درود تاریہ پڑھتے ہوئے صَلِّ صَلَاۃً کَامِلَۃً عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ تَنْحَلُّ بِہِ الْعُقَدُ وَتَنْفَرِجُ بِہِ الْکُرَبُ وَتُقْضٰی بِہِ الْحَوَائِجُ وَتُنَالُ بِہِ الرَّغَائِبُ وَحُسْنُ الْخَوَاتِمِ وَیُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْہِہِ الْکَرِیْمِ۔ جیسے الفاظ کے ساتھ کیا گیا جو آیت کریمہ کے اقتضاء سے مستفاد ہوتا ہے چنانچہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں

اِنَّ الْجُمْلَۃَ تُفِیْدُ الدَّوَامَ نَظَرًا اِلٰی صَدْرِھَا مِنْ حَیْثُ اِنَّھَا جُمْلَۃٌ اِسْمِیَّۃٌ وَتُفِیْدُ التَّجَدُّدَ وَنَظَرًا اِلٰی عَجُزِھَا مِنْ حَیْثُ اِنَّہٗ جُمْلَۃٌ فِعْلِیَّۃٌ فَیَکُوْنُ مَفَادُھَا اِسْتِمْرَارُ الصَّلٰوۃِ وَتَجَدُّدُھَا وَقْتًا فَوَقْتًا۔

اور پھر یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ فرمایا یُصَلُّوْنَ عَلٰی مُحَمَّدٍ نہیں کہا اس لیے کہ یہ درود مختص کرنا تھا حضور کے لیے تمام انبیاء کرام میں سے جن میں فخامت و کرامت اور علو قدر آپ کی ذات اقدس کی پوری طرح واضح ہو جائے۔

اور وَمَلٰئِکَتَہٗ فرمایا یہ ملائکہ عظمت کے لیے ہے اس لیے کہ وملائکتہ عام ہے اور ملائکہ میں اضافت الی اللہ ہے اس سے بھی حضور کی عظمت شان واضح ہے۔

اب صلوٰۃ کے معنی میں اختلاف ہے۔ اس لیے کہ ایک صلوٰۃ اللہ تعالے کی طرف سے ہے اور ایک ملائکہ کی طرف سے اس پہ

ایک قول تو یہ ہے کہ ھِیَ مِنْہُ عَزَّ وَجَلَّ ثَنَاءُہٗ عَلَیْہِ عِنْدَ مَلَائِکَتِہٖ وَتَعْظِیْمُہٗ یعنی اللہ تعالے کی صلوٰۃ ملائکہ پر حضور کی عظمت شان کے اظہار کے لیے ہے۔

اور بخاری ابو العالیہ وغیرہ سے اور ربیع بن انس سے اور بیہقی شعب الایمان میں فرماتے ہیں۔ وَتَعْظِیْمُہٗ تَعَالٰی اِیَّاہُ فِی الدُّنْیَا بِاِعْلَاءِ ذِکْرِہٖ وَاِظْھَارِ دِیْنِہٖ وَاِبْقَاءِ شَرِیْعَتِہٖ وَفِی الْاٰخِرَۃِ بِتَشْفِیْعِہٖ فِیْ اُمَّتِہٖ وَاِجْزَالِ اَجْرِہٖ وَمَثُوْبَتِہٖ وَاِبْدَاءِ فَضْلِہٖ لِلْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ بِالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَتَقْدِیْمِہٖ عَلٰی کَافَّۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ الشُّھُوْدِ۔

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور کے لیے اظہار تعظیم اعلاء ذکر کے لیے دنیا میں اور غلبۂ دین و القاء عمل شریعت کے واسطے ہے۔

اور آخرت میں امت کی شفاعت اور جزا اجر اور ثواب اعمال اور ابداء فضیلت اولین و آخرین پر مقام محمود اور حضور کی تقدیم تمام مقربین پر فرمانے کے لیے ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ملائکہ کی طرف سے حضور کے لیے دعا مقصود ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت۔

اور بعض نے کہا اَلصَّوَابُ اِنَّ الصَّلٰوۃَ لُغَۃً بِمَعْنٰی وَاحِدٍ وَهُوَ الْعَطْفُ ثُمَّ هُوَ بِالنِّسْبَۃِ اِلَیْهِ تَعَالٰی الرَّحْمَۃُ وَاِلَی الْمَلَائِکَۃِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ الْاِسْتِغْفَارُ وَاِلَی الْاٰدَمِیِّیْنَ الدُّعَاءُ۔

صحیح یہ ہے کہ صلوٰۃ از روئے لغت ایک معنی میں ہے۔

اور وہ عطف ہے ایک دوسرے پر لیکن بالنسبۃ الی اللہ وہ بمعنی رحمت ہے۔

اور بالنسبۃ الی الملائکہ بمعنی استغفار ہے۔

اور بالنسبۃ الی الانسان بمعنی دعا ہے۔

اب آگے ارشاد ہے۔

یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اے ایمان والو درود بھیجو ان پر اور سلام اس پر آلوسی فرماتے ہیں اَیْ عَظِّمُوْا شَانَهٗ عَاطِفِیْنَ اِلَیْهِ فَاِنَّکُمْ اَوْلٰی بِذٰلِکَ یعنی سرکار ابد قرار کی شان عظمت میں مبالغہ کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

چنانچہ عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ اور امام احمد اور عبد بن حمید اور بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن مردویہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا السَّلَامُ عَلَیْکَ فَقَدْ عَلِمْنَا فَکَیْفَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ قَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

فرماتے ہیں ایک صحابی نے عرض کی حضور سلام تو ہمیں معلوم ہے لیکن صلوٰۃ حضور پر کیسے ہو تو فرمایا یوں کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ الخ

امام مالک امام احمد اور بخاری و مسلم ابو داؤد و نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ ابو حمید ساعدی سے راوی ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا حضور ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں تو حضور نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ کہا کرو

ایسی بہت سی حدیثیں ہیں منجملہ اس کے یہ بھی ہے کہ حضور نے فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلَوَاتَکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا جَعَلْتَہَا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

اب صلوٰۃ کے معنی کے اعتبار سے روح المعانی میں یہ تصریح ہے

وَفَہِمُوْا اَنَّ الصَّلٰوۃَ مِنْہُ عَزَّوَجَلَّ وَمِنْ مَلٰئِکَتِہٖ عَلَیْہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نَوْعٌ مِنْ تَعْظِیْمٍ لَائِقٍ بِشَانِ ذٰلِکَ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُ التَّسْلِیْمِ لَمْ یَدْرُوا اللَّائِقَ مِنْہُمْ مِنْ کَیْفِیَّاتِ تَعْظِیْمِ ذَالِکَ الْجَنَابِ وَسَیِّدِ ذَوِی الْاَلْبَابِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً وَّسَلَامًا یَسْتَغْنِیْ عَنِ الْحِسَابِ فَسَاَلُوْا عَنْ کَیْفِیَّاتِ ذَالِکَ التَّعْظِیْمِ فَاَرْشَدَھُمْ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِلٰی مَا عَلِمَ اَنَّہٗ اَوْلٰی اَنْوَاعِہٖ وَھُوَ بِہِمْ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۔ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ۔ اِلٰی اٰخِرِہٖ مَا فِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ الصَّحِیْحَۃِ وَفِیْہِ اِیْمَاءٌ اِلٰی اَنَّکُمْ عَاجِزُوْنَ عَنِ التَّعْظِیْمِ اللَّائِقِ بِیْ فَاطْلُبُوْہُ مِنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ لِیْ ۔

تو یہ سمجھا گیا کہ صلوٰۃ من جانب اللہ اور من ملائکہ علیہ السلام یہ ایک قسم کی تعظیم ہے جو شان مصطفی کے لائق ہے اور کامل تسلیم ہے اس لیے کہ کوئی نہیں جانتا کہ تعظیم سرور عالم کی کیا کیفیت ہے اس لیے کہ آپ کی تعظیم وتکریم میں تو حساب ہی گم ہے تو صحابہ نے حضور سے ہی سوال کیا کہ صلوٰۃ حضور پہ کیوں کر ہو تو حضور نے انہیں راہ نمائی فرمائی اس لیے کہ حضور علیہ السلام مومنین کے لیے رؤف ورحیم ہیں چنانچہ فرمایا تم کہا کرو

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اِلٰی اٰخِرِہٖ ۔ جیسا کہ صحیح روایات سے منقول ہے۔

اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تم عاجز ہو اس تعظیم سے جو شان والا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائق ہے تو تم اللہ تعالے سے ہی میرے لیے صلوٰۃ طلب کر لیا کرو۔

اور ایک قول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے آپ نے فرمایا اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ ۔ ادراک ذات مصطفی سے عاجزی ادراک ہے۔

چنانچہ الفاظ صلوٰۃ میں اس قسم کے الفاظ بھی جائز کیے گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ اَنْتَ عَلٰی رَسُوْلِکَ لِاَنَّا ۔ اَعْلَمُ بِمَا یَلِیْقُ بِہٖ وَبِمَا اَرَدْتَہٗ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

وَیَکْفِیْ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ۔ اور یہ بھی کافی ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ۔ لِاَنَّہٗ اِتَّفَقَتْ عَلَیْہِ

الرِّوَایَاتُ فِی بَیَانِ الْکَیْفِیَّۃِ۔ اس لیے کہ روایات بیان کیفیت میں اس پر متفق ہیں۔
چنانچہ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اور صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وغیرہ پڑھ سکتے ہیں۔

اَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ

تشہد میں چونکہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ۔ آیا ہے اور یہ نماز میں واجب ہے تو اس کے معنی ہیں اگر باختلاف الفاظ درود ہو تو افضل ہے جیسے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اور خوب سلام بھیجو۔

آلوسی فرماتے ہیں اَیْ وَقُوْلُوْا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَنَحْوَہٗ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ یا اس کے مثل درود پڑھو۔

علامہ شہاب خفاجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ درود کے وجوب کی وجہ مجھ پر یہ ظاہر ہوئی کہ۔
اِنَّ السَّلَامَ عَلَیْہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یُسَلِّمُہٗ عَمَّا یُؤْذِیْہِ فَلَمَّا جَاءَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ عَقِبَ ذِکْرِ مَا یُؤْذِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حضور پر سلام سلامتی کے لیے وارد ہوا ان اذیتوں سے جو حضور کو پہنچائی جاتی تھیں۔

پھر جب ان ایذا پہنچانے والوں پر لعنتیں آئیں اور آیہ کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ کے نزول کے بعد اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ نازل ہوئی۔
وَالْاَذِیَّۃُ اِنَّمَا ھِیَ مِنَ الْبَشَرِ وَقَدْ صَدَرَتْ مِنْہُمْ فَنَاسَبَ التَّخْصِیْصُ بِہِمْ وَالتَّاکِیْدُ اور اذیت انسان کی طرف سے ہے اور اسی سے صادر ہوئی تو حضور کے لیے ہی یہ تخصیص ہوئی اور تاکید مومنین کو فرما دی گئی۔

اسی بنا پر علامہ قرطبی درود کو کلمہ کے موافق عمر میں ایک بار واجب کہتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں وَاجِبَۃٌ فِی الْعُمْرِ کَکَلِمَۃِ التَّوْحِیْدِ۔

لیکن جمہور جن میں امام ابو حنیفہ اور مالک وغیرہ ہیں وہ کہتے ہیں وَاجِبَۃٌ فِی التَّشَہُّدِ مُطْلَقًا تشہد میں درود واجب ہے

ایک قول ہے کہ وَاجِبَۃٌ فِی مُطْلَقِ الصَّلٰوۃِ۔ درود ہر نماز میں مطلقا واجب ہے۔
اور قاضی ابوبکر بن بکیر کہتے ہیں یَجِبُ الْاِکْثَارُ مِنْہَا مِنْ غَیْرِ تَعْیِیْنٍ بِعَدَدٍ۔ درود کی کثرت کرنی

بلا تعیین عدد واجب ہے۔

ایک قول ہے کہ تَجِبُ فِیْ کُلِّ مَجْلِسٍ مَرَّۃً وَاِنْ تَکَرَّرَ ذِکْرُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِرَارًا ہر مجلس میں درود ایک بار پڑھنا واجب ہے۔

ایک قول ہے تَجِبُ فِیْ کُلِّ دُعَاءٍ ہر دعا میں درود واجب ہے۔

ایک قول ہے تَجِبُ کُلَّمَا ذُکِرَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَبِہٖ قَالَ جَمْعٌ مِّنَ الْحَنَفِیَّۃِ مِنْھُمُ الطَّحَاوِیُّ۔ علامہ طحاوی اور حنفیوں کے نزدیک واجب ہے جب بھی حضور علیہ السلام کا ذکر آئے۔

اور جو درود ذکر حضور کے وقت نہ پڑھے وہ بخیل ہے اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ۔

اور جنہوں نے ان روایات کو ضعیف کہا وہ غلط اس لیے کہ اصلوا صلوا امر ہے اور الطلاق امر مفید تکرار و وجوب ہے اس کے علاوہ حدیث کے دلائل بھی وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔

چنانچہ حدیثوں میں درود نہ پڑھنے والے کو بخیل فرمایا اور فقد جفانی بھی ارشاد ہوا وَھُوَ عِنْدَ الْاَکْثَرِ مِنْ عَلَامَاتِ الْوُجُوْبِ۔ اسی وجہ میں اکثر فقہاء اسے واجب کہتے ہیں۔

اور صحابہ میں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں تشہد پڑھتے ہوئے حضور پر درود بھیجے پھر اپنے لیے دعا کرے۔

اور ابو مسعود بدری اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لَا تَکُوْنُ صَلٰوۃٌ اِلَّا بِقِرَاءَۃٍ وَتَشَھُّدٍ وَصَلٰوۃٍ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ نماز ہی نہیں ہوتی مگر قراءت اور تشہد اور درود کے ساتھ بلکہ فرماتے ہیں فَاِنْ نَسِیْتَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا فَاسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ بَعْدَ السَّلَامِ۔ اگر ان میں سے کچھ بھی بھول جائے تو اسے بعد سلام سجدہ سہو کرنا چاہیئے۔

اور بیہقی کہتے ہیں مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی التَّشَھُّدِ فَلْیُعِدْ صَلٰوتَہٗ اَوْ قَالَ لَمْ تُجْزِیْ صَلٰوتُہٗ۔ جو حضور پر درود تشہد میں نہ پڑھے اسے اپنی نماز دہرانی ضروری ہے یا فرمایا اس کی نماز پوری نہیں ہوئے۔

اور یہ بھی ایک قول ہے اِذَا تَرَکَھَا عَمَدًا اَبْطَلَتْ صَلٰوتَہٗ اَوْ سَھْوًا رَجَوْتُ اَنْ تُجْزِئَہٗ۔ اگر قصداً درود التحیات میں ترک کر دے تو نماز باطل ہوگی اور اگر بھولے سے رہ گیا تو میں امید کرتا ہوں کہ پوری ہو جائے۔

علامہ نووی اپنی کتاب روضہ میں کیفیت درود بیان کرتے ہیں کہ درود میں حضور پر بہترین طریقہ

سے درود پیش کیا جائے۔
چنانچہ امام رافعی فرماتے ہیں کہ علامہ مروزی نے کہا کہ درود میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَکَ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا سَھَا عَنْہُ الْغَافِلُوْنَ۔ کہا جائے
قاضی حسین فرماتے ہیں درود میں اچھا طریقہ یہ ہے کہ جامع ہو جیسے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَمُسْتَحِقُّہٗ۔
علامہ بارزی فرماتے ہیں افضل درود یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ وَعَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ۔
کمال ابن ہمام فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ اَبَدًا اَفْضَلَ صَلٰوتِکَ عَلٰی سَیِّدِنَا عَبْدِکَ وَنَبِیِّکَ وَرَسُوْلِکَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ تَسْلِیْمًا وَّزِدْہُ شَرَفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّاَنْزِلْہُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔
غرضکہ درود میں جتنے الفاظ بھی جامع جمع کر لیے جائیں وہ افضل و بہتر ہیں یہی وجہ ہے کہ درود تنجینا درود تاج درود ناجیہ اور متاخرین نے جتنے درود لکھے وہ سب انہی منقولہ روایات کے تتبع میں تالیف کیے اور یہ تالیف مبارک و مستحسن ہے۔
چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَحْسِنُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیْہِ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّ ذٰلِکَ یُعْرَضُ عَلَیْہِ قَالُوْا فَعَلِّمْنَا قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَۃِ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَّغْبِطُہٗ بِہِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔
اور درِ منثور میں ایک حدیث ہے جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تُعْرَضُ عَلَیَّ صَلٰوتُکُمْ وَاَسْمَائُکُمْ وَصُوَرُکُمْ۔ جب تم درود پڑھتے ہو تو مجھ پر تمہارے درود کے ساتھ تمہارے نام اور تم بھی پیش کیے جاتے ہو۔
علاوہ اس کے درود خواں کی آواز تک پہنچنا حدیث سے ثابت ہے جیسے فرمایا بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ۔ درود خواں کی آواز مجھ پر پہنچتی ہے جہاں بھی وہ ہو۔
یعنی وہ شرق میں ہو یا غرب میں جنوب میں ہو یا شمال میں ہند میں ہو یا سندھ میں مصر میں ہو یا چین

ہیں۔ غرضکہ حیثُ کَانَ فرما کر قرب و بعد اپنی نسبت سے مساوی فرما دیا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ درود صرف حضور پر ہی بھیجا جائے یا دیگر انبیاء علیہم السلام پر بھی بھیجا جا سکتا ہے۔؟

اس کا جواب احادیث سے یہ ہے کہ سب پر درود بھیجا جائے چنانچہ عبد بن حمید اور ابن المنذر مجاہد سے راوی ہیں لَمَّا نَزَلَتِ الْاٰیَۃُ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ مَّا اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ خَیْرًا اِلَّا اَشْرَکَنَا فِیْہِ جب آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ نازل ہوئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور آپ پر کوئی بھلائی نہیں آئی مگر اس میں ہمیں شریک کیا گیا لیکن یہاں ہم شریک نہیں کیے گئے۔

فَنَزَلَتْ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلَائِکَتُہٗ۔ اللہ تعالے کی وہ ذات ہے کہ درود بھیجتی ہے تم پر بھی اور اس کے ملائکہ بھی۔

بنا بریں وَالصَّلٰوۃُ فِیْمَا عَلَی الْاَنْبِیَاءِ مَاعَدَا نَبِیَّنَا عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ جَائِزَۃٌ بِلَا کِرَاهَۃٍ۔ ثابت ہوا کہ ہماری طرف سے درود تمام انبیاء پر بھی حضور علیہ السلام کے علاوہ بلا کراہت جائز ہے۔

چنانچہ بسند صحیح علامہ مجد اللغوی ناقل ہیں کہ حضور نے فرمایا اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ فَصَلُّوْا عَلَیَّ مَعَهُمْ فَاِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنَ الْمُرْسَلِیْنَ جب تم مرسلین کرام پر درود پڑھو تو مجھ پر بھی ان کے ساتھ درود بھیجو اس لیے کہ میں بھی ایک رسول ہوں مرسلین کرام سے۔

اور عبد الرزاق اور قاضی اسماعیل اور ابن مردویہ اور بیہقی شعب الایمان میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صَلُّوْا عَلٰی اَنْبِیَاءِ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَعَثَنِیْ کَمَا بَعَثَہُمْ۔ تمام انبیاء الٰہی اور مرسلین پر درود بھیجو اس لیے کہ اللہ تعالے نے انہیں بھی مبعوث فرمایا ہے جیسے مجھے مبعوث کیا۔

اور غیر نبی پر درود نہ پڑھنے پر صرف مالک سے ایک روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں لَا یُصَلّٰی عَلٰی غَیْرِ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ سوائے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی پر درود نہ پڑھا جائے۔

اس کے جواب میں اقوال علماء مضطرب ہیں۔

بعض کہتے ہیں مطلقا جائز ہے۔

چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور اس پر عامۂ علماء بھی متفق ہیں اور اس کا استدلال آیۂ کریمہ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰئِکَتُہٗ سے ہے۔

اور حضور کا فرمان بھی اس کا مؤید ہے جیسے کہ فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی۔

اور ہاتھ اٹھا کر حضور نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَکَ وَرَحْمَتَکَ عَلٰی اٰلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ۔

اور ابن حبان بخبر صحیح راوی ہیں اِنَّ امْرَاَۃً قَالَتْ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلِّ عَلَیَّ وَعَلٰی زَوْجِیْ فَفَعَلَ۔ ایک خاتون نے حضور سے التجا کی کہ مجھ پر اور میرے خاوند پر درود فرمائیے یعنی رحمت کی دعا کیجئے تو حضور نے دعا کی۔

اور مسلم شریف میں ہے اِنَّ الْمَلٰئِکَۃَ تَقُوْلُ لِرُوْحِ الْمُؤْمِنِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَعَلٰی جَسَدِکَ

ملائکہ روح مومن کو فرماتے ہیں اللہ کی رحمت تجھ پر اور تیرے جسم پر۔

لیکن یہ تمام درود غیر نبی پر تبعًا ہیں اتباع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھے جاتے ہیں اور بالاستقلال جائز نہیں ہے۔

چنانچہ تنویر الابصار میں ہے وَلَا یُصَلِّیْ عَلٰی غَیْرِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمَلٰئِکَۃِ اِلَّا بِطَرِیْقِ التَّبَعِ۔

چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے عمال کو حکم لکھا تھا کہ لوگ اپنے خلفاء اور موالی کو درود میں برابر ذیتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی جب تمہیں ہمارا حکم ملے تو سب کو حکم دیدو کہ ان کا درود حضور پر خاص ہو اور مسلمانوں کے لیے عام طور پر دعا ہو۔

اور جو لوگ غیر نبی پر درود کے مانع ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ

لفظ اَلصَّلٰوۃُ صَارَ شِعَارًا لِتَعْظِیْمِ الْاَنْبِیَآءِ وَتَوْقِیْرِھِمْ فَلَا تُقَالُ لِغَیْرِھِمْ اِسْتِقْلَالًا۔ لفظ صلوٰۃ حضور کے لیے شعار ہو چکا ہے عظمت انبیاء کے لیے اور ان کے وقار کے لیے لہٰذا غیر نبی پر درود نہ ہو بالاستقلال بلکہ تبعًا۔

جیسے محمد عزوجل کہنا ممنوع ہے اس لیے کہ لفظ عزوجل خالص اللہ تعالےٰ کے لیے ہے ایسے ہی لفظ صلوٰۃ مخصوص ہے انبیاء کرام کے لیے۔

حالانکہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضور عزّ و جلیل ہیں لیکن چونکہ عزّ و جل اللہ تعالےٰ کے لیے شعار ہو چکا ہے ایسے ہی صلوٰۃ حضور کے لیے شعار ہے فَلَا یُشَارِکُ فِیْہِ غَیْرُہٗ۔

اور ایسا ہی ابو الیمن بن عساکر کہتے ہیں حیث قال لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلٰی غَیْرِہٖ مُطْلَقًا لِاَنَّہٗ حَقُّہٗ وَمَنْصَبُہٗ فَلَہُ التَّصَرُّفُ فِیْہِ کَیْفَ شَاءَ بِخِلَافِ اُمَّتِہٖ اِذْ لَیْسَ لَھُمْ اَنْ یُّوْثِرُوْا غَیْرَہٗ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا اس لیے کہ یہ ان کا حق اور منصب ہے تو آپ کو اختیار تصرف ہے درود میں جس طرح چاہیں برخلاف امت کے کہ اسے حق نہیں کہ جسے چاہے شریک کر سکے۔

اور امام بیہقی نے فرمایا اَلْقَوْلُ بِالْمَنْعِ عَلٰی مَا اِذَا جُعِلَ ذٰلِکَ تَعْظِیْمًا وَتَحِیَّۃً وَبِالْجَوَازِ عَلَیْھِمَا اِذَا

كَانَ دُعَاءً وَّ تَبَرُّكًا منع کا قول بھی صحیح ہے اگر وہ درود تعظیم و تحیہ کے لیے کیا جائے اور جواز بھی ہے اگر اس درود کو بہ نیت تبرک و دعا پڑھے۔

اور حنابلہ کہتے ہیں اِنَّ الصَّلٰوةَ عَلَى الْاٰلِ مَشْرُوْعَةٌ تَبَعًا وَّجَائِزَةٌ اِسْتِقْلَالًا وَّعَلَى الْمَلٰئِكَةِ وَاَهْلِ الطَّاعَةِ عُمُوْمًا جَائِزَةٌ۔ درود آل اطہار پر مشروع ہے بہ تبعیت سید دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بالاستقلال اگر آل پاک پر پڑھا جائے تو جائز ہے اور ملائکہ اور اہل طاعت پر بھی عموماً جائز ہے۔

اور صحیح حدیث سے تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ چونکہ مروی ہے بنا بر ایں ندا یا رسول اللہ کے ساتھ درود خوانی ممنوع نہیں آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا بے شک وہ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو لعنت فرماتا ہے اللہ ان پر دنیا و آخرت میں اور تیار کیا ہے ان کے لیے ذلت کا عذاب۔

یہاں اللہ تعالے کو ایذا پہنچانے سے یہ مراد ہے کہ اس کی شان میں ایسے ناپسندیدہ الفاظ کہیں جیسے یہود و نصاریٰ نے کہے اور مشرکین نے بکواس کی کہ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ اور مسیح ابن اللہ ہے اور ملائکہ خدا تعالے کی بیٹیاں ہیں اور بت اللہ کے شریک ہیں تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے سے یہ مراد ہے کہ آپ کو شاعر ساحر کاہن مجنون کہا اور یہ صفتیں ایسی رکیک ہیں کہ حضور کو ان سے واسطہ ہی نہیں۔

ایک قول ہے کہ ایذا سے مراد کسر رباعیات چہرہ اقدس پر پتھر مارنا ہے جیسا کہ غزوہ احد میں ہوا۔

ایک قول ہے کہ ایذا سے مراد حضور پر نکاح صفیہ بنت حیی پر طعن کرنا ہے۔

ان سب پر اللہ کی لعنت ہے جس کی وجہ سے وہ رحمت سے بعید ہیں اور دنیا و آخرت میں ذلیل ہیں اور راہ ہدایت سے محروم اور آخرت میں عذاب جہنم میں ذلیل ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ اور وہ جو ایذا دیتے ہیں مومنین و مومنات کو بغیر کسی گناہ کے تو بے شک وہ بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیتے ہیں۔

یعنی مومنین و مومنات پر ایسے الزام تراشنے جن کا ان سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو یہ ایذا دینا ہے چنانچہ اسی لیے بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فرمایا یعنی نا کردہ گناہ کسی کے ذمہ لگانا۔

چنانچہ آلوسی اس کے ماتحت فرماتے ہیں اَیْ بِغَيْرِ جِنَايَةٍ۔ بغیر کسی گناہ کے انہیں گناہ گار قرار دینا ہے

یہ اذیت ہے اور جو اذیت دینے والا ہے اس نے
فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا۔ یقیناً اٹھایا فعل شنیع یا ما ھُوَ کالبُھۡتَانَ اَیِ الۡکِذۡبِ یا جھوٹا اتہام لگایا جو
سخت گناہ ہے۔

شان نزول آیت کریمہ یہ ہے
نَزَلَتۡ فِیۡ مُنَافِقِیۡنَ کَانُوۡا یُؤۡذُوۡنَ عَلِیًّا کَرَّمَ اللّٰہُ وَجۡھَہٗ۔ یہ آیت منافقین کے حق میں نازل
ہوئی وہ حضرت اسد اللہ کرم اللہ وجہہ پر اتہامات لگا کر ایذا دیتے تھے۔

اور ابن جریر ضحاک سے اور وہ ابن عباس سے راوی ہیں قَالَ نَزَلَتۡ فِیۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ اُبَیٍّ وَنَاسٍ
مَّعَہٗ قَذَفُوۡا عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھَا فَخَطَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَنۡ یَّعۡذِرُنِیۡ
مِنۡ رَجُلٍ یُّؤۡذِیۡنِیۡ وَیَجۡمَعُ فِیۡ بَیۡتِہٖ مَنۡ یُّؤۡذِیۡنِیۡ فَنَزَلَتۡ۔ فرمایا یہ آیت عبد اللہ بن ابی اور اسکی جماعت
کے لیے نازل ہوئی جبکہ اس نے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا جو اس سے قبل قصۂ افک میں
مفصل بیان ہو چکا تو حضور نے خطبہ دیا اور فرمایا کون مجھے اس شخص سے معذور رکھے گا جو مجھے ایذا دیتا ہے
اور اس کے گھر مجتمع ہوتا ہے جو مجھے اذیت پہنچاتا ہے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور ابن جریر ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ نَزَلَتۡ فِی الَّذِیۡنَ طَعَنُوۡا
عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فِیۡ اَخۡذِ صَفِیَّۃَ بِنۡتِ حُیَیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھَا۔ یہ جب نازل ہوئی جبکہ
منافقین نے حضور پر طعن کی حضرت صفیہ بنت حیی کے عقد پر تو یہ آیت نازل ہوئی۔

غرضکہ آیت کریمہ کے شان نزول میں متعدد روایات ہیں۔

خلاصہ یہ کہ کسی آیت کا مورد خاص ہونے سے حکم خاص نہیں ہوتا بلکہ جب تک مخصص نہ ہو حکم ہمیشہ
عام ہی ہوتا ہے۔ بنا بریں کسی پر بہتان تراشی کرنا بنص صریح سخت گناہ اور فعل شنیع ہے۔

با محاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ احزاب پ ۲۲

ل

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَ
نِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡھِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِھِنَّ
ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ وَکَانَ
اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا

اے غیب داں نبی اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں
کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ
اپنے منہ پر ڈالیں رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ
ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا

مہربان ہے۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اگر نہ باز آئے منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض
اور جھوٹ اڑانے والے مدینہ میں تو ضرور ہم تمہیں ان
پر غالب کریں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ
رہیں گے مگر تھوڑے دن۔

مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝

ملعون ہیں جہاں بھی ملیں پکڑے جائیں اور گن گن
کر قتل کیے جائیں۔

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝

اللہ کا دستور ہے ان لوگوں میں جو پہلے گذر گئے
اور ہرگز نہ پاؤ گے اللہ کی سنت کا بدلنا۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝

لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ اس
علم تو اللہ کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت
پاس ہی ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝

اللہ نے کافروں پر لعنت کی اور ان کے لیے بھڑ
آگ تیار کر رکھی ہے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝

ہمیشہ اس میں رہیں گے نہ پائیں گے کوئی حمایتی اور
مددگار۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝

جس دن ان کے منہ الٹ پلٹ ہو کر آگ میں ڈالے جائیں
کہیں گے اے کاش ہم اطاعت کر لیتے اللہ کی اور
اطاعت کر لیتے رسول کی۔

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝

اور کہیں گے اے ہمارے رب بیشک ہم نے
پیروی کی اپنے سرداروں کی
تو انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝

اے ہمارے رب انہیں آگ کا دونا عذاب د
اور انہیں اپنی رحمت سے دور کر۔

لفظی ترجمہ

يَاأَيُّهَا ۔ اے	النَّبِيُّ ۔ نبی	قُلْ ۔ فرمادیجیے	لِأَزْوَاجِكَ ۔ اپنی بیویوں سے
وَ ۔ اور	بَنَاتِكَ ۔ اپنی بیٹیوں سے	وَ ۔ اور	نِسَاءِ ۔ عورتوں
الْمُؤْمِنِينَ ۔ مومنوں کی سے	يُدْنِينَ ۔ لٹکا کر رکھیں	عَلَيْهِنَّ ۔ اپنے اوپر	مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۔ اپنی چادریں
ذٰلِكَ ۔ یہ	أَدْنٰى ۔ بہت قریب ہے	أَنْ ۔ یہ کہ	يُعْرَفْنَ ۔ پہچانی جائیں
فَلَا ۔ تو نہ	يُؤْذَيْنَ ۔ تکلیف دی جائیں	وَ ۔ اور	كَانَ ۔ ہے
اللّٰهُ ۔ اللہ	غَفُورًا ۔ بخشنے والا	رَحِيمًا ۔ مہربان	لَئِنْ ۔ اگر
لَمْ ۔ نہ	يَنْتَهِ ۔ باز آئے	الْمُنَافِقُونَ ۔ منافق	وَ ۔ اور
الَّذِينَ ۔ وہ کہ	فِي ۔ بیچ	قُلُوبِهِمْ ۔ انکے دلوں کے	مَرَضٌ ۔ بیماری ہے
وَ ۔ اور	الْمُرْجِفُونَ ۔ افواہیں اڑانے والے	فِي ۔ بیچ	الْمَدِينَةِ ۔ مدینہ کے
لَنُغْرِيَنَّكَ ۔ تو غلبہ دیں گے ہم آپ کو ضرور		بِهِمْ ۔ ان پر	ثُمَّ ۔ پھر
لَا ۔ نہ	يُجَاوِرُونَكَ ۔ پاس رہ سکیں گے آپ کے		فِيهَا ۔ اس میں
إِلَّا ۔ مگر	قَلِيلًا ۔ تھوڑے	مَلْعُونِينَ ۔ لعنتی ہیں	أَيْنَمَا ۔ جہاں کہیں
ثُقِفُوا ۔ پائے جائیں	أُخِذُوا ۔ پکڑے جائیں	وَ ۔ اور	قُتِّلُوا ۔ قتل کیے جائیں
تَقْتِيلًا ۔ گن گن کر	سُنَّةَ ۔ طریقہ ہے	اللّٰهِ ۔ اللہ کا	فِي ۔ بیچ
الَّذِينَ ۔ ان کے جو	خَلَوْا ۔ گذر چکے	مِنْ قَبْلُ ۔ پہلے	وَ ۔ اور
لَنْ ۔ ہرگز نہ	تَجِدَ ۔ پائے گا تو	لِسُنَّةِ ۔ طریقہ	اللّٰهِ ۔ خداوندی ہیں
تَبْدِيلًا ۔ کوئی تبدیلی	يَسْأَلُكَ ۔ پوچھتے ہیں آپ سے	النَّاسُ ۔ لوگ	عَنِ السَّاعَةِ ۔ قیامت
کے متعلق	قُلْ ۔ کہہ دیں	إِنَّمَا ۔ اس کے سوا نہیں	عِلْمُهَا ۔ اس کا علم
عِنْدَ ۔ پاس	اللّٰهِ ۔ اللہ کے ہے	وَ ۔ اور	مَا ۔ کیا
يُدْرِيكَ ۔ معلوم نہیں	لَعَلَّ ۔ شاید	السَّاعَةَ ۔ قیامت	تَكُونُ ۔ ہو
قَرِيبًا ۔ قریب	إِنَّ ۔ بیشک	اللّٰهَ ۔ اللہ نے	لَعَنَ ۔ لعنت کی
الْكَافِرِينَ ۔ کافروں پر	وَ ۔ اور	أَعَدَّ ۔ تیار کیا	لَهُمْ ۔ انکے لیے

سَعِيْرًا۔ بھڑکتا جہنم	خَالِدِيْنَ۔ ہمیشہ رہیں	فِيْهَا۔ اس میں	اَبَدًا۔ ہمیشہ تک
لَا۔ نہیں	يَجِدُوْنَ۔ پائیں گے کوئی	وَلِيًّا۔ دوست	وَّ۔ اور
لَا۔ نہ	نَصِيْرًا۔ مددگار	يَوْمَ۔ جس دن	تُقَلَّبُ۔ الٹ پلٹ ہوں
وُجُوْهُهُمْ۔ ان کے چہرے	فِي۔ بیچ	النَّارِ۔ آگ کے	يَقُوْلُوْنَ۔ کہیں گے
يَا۔ اے	لَيْتَنَا۔ کاش	اَطَعْنَا۔ ہم کہا مانتے	اللّٰهَ۔ اللہ کا
وَ۔ اور	اَطَعْنَا۔ کہا مانتے	الرَّسُوْلَا۔ رسول کا	وَ۔ اور
قَالُوْا۔ کہیں گے	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	اِنَّا۔ ہم نے	اَطَعْنَا۔ کہا مانا
سَادَتَنَا۔ اپنے سرداروں	وَ۔ اور	كُبَرَآءَنَا۔ اپنے بڑوں کا	فَاَضَلُّوْنَا۔ تو گمراہ کیا انہوں
نے ہم کو	السَّبِيْلَا۔ راہ سے	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	اٰتِهِمْ۔ دے ان کو
ضِعْفَيْنِ۔ دگنا	مِنَ الْعَذَابِ۔ عذاب	وَ۔ اور	الْعَنْهُمْ۔ لعنت کر ان پہ
لَعْنًا۔ لعنت	كَبِيْرًا۔ بڑی۔		

خلاصہ تفسیر آٹھواں رکوع سورۃ احزاب پ ۲۲

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ
اے غیب کی خبریں بتلانے والے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں کو حکم دیجئے کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔

اور سر اور چہرے کو چھپائے رہیں جب کسی حاجت کے لیے وہ نکلیں۔

عربی میں جلباب مقنع چادر یا ایسے کپڑے کو کہتے ہیں جو سر سے پیر تک جسم کو چھپالے چنانچہ برقعہ بھی اس میں آسکتا ہے اور ترکی برقعہ پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ بدن ڈھلنپنے اور ستر قائم رکھنے کے لیے بنایا جائے۔

آیۂ کریمہ کا منشا حجاب و ستر ہے لہٰذا ہر وہ کپڑا جو ملبوسات پر ڈالا جائے اور اسے پوری طرح چھپا لے وہ جلباب ہے۔

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو نہ ستائی جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یعنی حرہ اور کنیز ہیں اس سے قریب تر اور پہچان نہیں چونکہ منافقین کنیزوں لونڈیوں کی طرف آوازے کستے تھے اور پردہ میں کوئی امتیازی شان نہ تھی تو وہ آوازہ حرہ خواتین پر بھی کس دیتے اور جب معلوم ہوتا کہ یہ لونڈی نہ تھی تو شرمندہ ہو کر رہ جاتے تو اللہ تعالےٰ نے لونڈی اور آزاد عورت میں جلباب کو مابہ الامتیاز رکھا تاکہ وہ ستائے جانے آوازے لگنے سے محفوظ رہیں اور اس سے پہلی بے پردگی معاف ہے اس لیے کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا۔ اگر باز نہ آئے منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بداخلاقی کی بیماری ہے اور وہ جو مدینہ میں دل ہلا دینے والے فتنے اٹھاتے ہیں تو ضرور ہم ان پر مسلمانوں کو غلبہ دیں گے پھر وہ تمہارے پاس مدینہ میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن۔

یہاں منافقوں کو تین قسموں پر ظاہر فرمایا۔

ایک تو وہ جو بظاہر مسلمان ہیں اور بباطن دشمن ہیں۔

دوسرے منافق وہ جو گندے خیالات زنا و فسق و فجور کے ساتھ اپنے دلوں میں رنگ بڑھائے ہوئے ہیں اور ہیں بھی منافق

تیسرے وہ جو اپنی بدباطنی سے اسلامی لشکروں کے متعلق جھوٹی خبریں اڑا کر مومنین کے دل ہلا دینے میں کوشش کرتے ہیں بلا وجہ پک دیتے ہیں کہ فلاں جگہ مسلمانوں کو ہزیمت ہو گئی فلاں جگہ مسلمان قتل کر دیے گئے فلاں جگہ مسلمانوں پر لشکر آیا اس سے ان کا منشا مسلمانوں میں کمزوری اور انتشار اور پریشانی بڑھانا ہوتا ہے چنانچہ فرمایا اور زجراً و توبیخاً فرمایا۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ۔ اگر یہ منافق باز نہ آئے اور ایسی ہی ناشائستہ حرکات کرتے رہے تو تمہیں اے مسلمانوں ہم ان پر ضرور غلبہ دیں گے بلکہ پھر وہ مدینہ میں تھوڑے ہی دن رہ سکیں گے وہاں سے نکال دیے جائیں گے اور مدینہ کی زمین کو ان سے پاک اور خالی کرا لیا جائے گا اس لیے کہ

مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا۔ وہ دھتکارے ہوئے لعنت کیے گئے ایا جہاں کہیں بھی وہ ملیں گے پکڑے جائیں گے اور چن چن کر قتل ہوں گے۔

اس لیے کہ وہ فتنہ پرداز اور اسلام کے دشمن ہیں۔ اور

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ اللہ تعالےٰ کا یہی دستور چلا آرہا ہے ان لوگوں میں جو پہلے گذر گئے اور تم اللہ کا دستور بدلتا نہ پاؤ گے۔

یعنی امم ماضیہ میں بھی منافقین تھے اور جب انہوں نے ایسی ناشائستگی کی تو اللہ تعالٰے کا یہی عمل رہا کہ انہیں جہاں وہ ملے ہلاک کر دیا گیا اب بھی ایسا کیا جائے گا اللہ کے اس طریقہ کو کوئی بدلنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا۔

یَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا۔ آپ سے لوگ قیامت کو پوچھتے ہیں فرما دیجئے اس کا علم بالذات اللہ تعالٰے کو ہی ہے اور تم کو کیا معلوم شاید قیامت عنقریب ہی ہو جائے۔

شان نزول آیۂ کریمہ یہ ہے کہ مشرکین تو بطریق استہزاء و تمسخر قیامت کا سوال کرتے تھے کہ کب ہوگی۔ اور اہل کتاب یہودی اس سوال کو امتحاناً لاتے تھے اس لیے کہ توریت میں انہیں معلوم تھا کہ علم قیامت مخفی رکھا گیا ہے تو اللہ تعالٰے نے اپنے حبیب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان پر کوئی بات ظاہر نہ کریں تا کہ یہود کی دہن دوزی اور مشرکین پر تہدید ہو جائے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِیْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِیْرًا۔ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا۔ بیشک اللہ نے لعنت فرمائی کافروں پر اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے اس میں ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

یعنی وہ کافر و منافق اللہ کی رحمت سے بعید کر دیے گئے اب اس جماعت کا نہ کوئی مددگار ہے نہ حمایتی ہے جو انہیں خدائی عذاب سے بچا سکے آگے ارشاد ہے۔

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ جس دن ان کے منہ الٹ کر کے آگ میں تلے جائیں گے تو کہہ رہے ہوں گے ہائے ہم نے کسی طرح اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کی پیروی کی ہوتی۔

اور ہم اس عذاب میں مبتلا نہ ہوتے اور کہیں گے۔

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے پیروی کی اپنے سرداروں اور قوم کے بڑوں کی تو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔

یعنی قوم کے سرداروں اور قوم کے بڑی عمر والے لوگوں اور اپنی جماعت کے عالموں نے ہمیں کفر کی تعلیم دے کر بہکا دیا اور گمراہ کر دیا۔

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا۔ اے ہمارے رب انہیں آگ کا دونا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

اس لیے کہ یہ خود گمراہ تھے اور انہوں نے ہی ہمیں گمراہ کیا لہٰذا ان پر عذاب بھی ہم سے دوچند کیا جائے۔

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع سورۃ احزاب پ ۲۲

یَآاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ
اے غیب کی خبر بتانے والے نبی فرما دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اور مومنین کی عورتوں کو کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے اوپر رکھیں۔

آیت کریمہ کے ماتحت آلوسی نقل کرتے ہیں اِنَّہٗ کَانَتِ الْحُرَّۃُ وَالْاَمَۃُ تَخْرُجَانِ لَیْلًا لِقَضَاءِ الْحَاجَۃِ فِی الْغِیْطَانِ وَبَیْنَ النَّخِیْلِ مِنْ غَیْرِ اِمْتِیَازٍ بَیْنَ الْحَرَائِرِ وَالْاِمَاءِ وَکَانَ فِی الْمَدِیْنَۃِ فُسَّاقٌ یَتَعَرَّضُوْنَ لِلْاِمَاءِ وَرُبَّمَا یَتَعَرَّضُوْنَ لِلْحَرَائِرِ۔ مدینہ میں فساق کی ایک جماعت تھی کہ لونڈیوں سے متعرض ہوتی تھی اور اس حکم سے پہلے آزاد خواتین اور لونڈیاں قضاء حاجت کے لیے کھجوروں کے جھنڈوں میں جایا کرتی تھیں اور لباس میں آزاد اور لونڈیوں کے اندر کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا تو فساق مدینہ جہاں باندیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے کبھی آزاد خواتین سے بھی متعرض ہو جاتے تھے تو آزاد خواتین کو حکم ہوا کہ وہ جلباب کے ساتھ اپنے کو ممتاز کریں تاکہ فساق ان کی طرف جرأت نہ کریں۔

وَالْجَلَابِیْبُ جَمْعُ جِلْبَابٍ۔ وَھُوَ عَلٰی مَارُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلَّذِیْ یَسْتُرُ مِنْ فَوْقٍ اِلٰی اَسْفَلَ
جلابیب جلباب کی جمع ہے اور وہ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ وہ کپڑا ہے جو سر سے لے کر پاؤں تک عورت کو چھپالے۔

وَقَالَ ابْنُ جُبَیْرٍ اَلْمِقْنَعَۃُ۔ ابن جبیر کہتے ہیں وہ مقنع ہے۔

وَقِیْلَ اَلْمِلْحَفَۃُ۔ ایک قول ہے کہ جلباب ملحفہ ہے۔ جسم کو لپیٹ دینے والا لباس۔

وَقِیْلَ کُلُّ ثَوْبٍ تَلْبَسُہُ الْمَرْاَۃُ فَوْقَ ثِیَابِہَا۔ ایک قول ہے کہ یہ ہر وہ کپڑا ہے جسے عورت اپنے اوپر پہنے وہ جلباب ہے۔

وَقِیْلَ کُلُّ مَا تَسْتَتِرُ بِہٖ مِنْ کِسَاءٍ اَوْ غَیْرِہٖ۔ ایک قول ہے کہ ہر وہ چیز جس سے پردہ کیا جائے مثلاً چادر ہو یا کچھ اور

وَقِیْلَ ھُوَ ثَوْبٌ اَوْسَعُ مِنَ الْخِمَارِ دُوْنَ الرِّدَاءِ۔ ایک قول ہے کہ وہ کپڑا ہے جو دوپٹہ سے بڑا چادر کی طرح ہو وہ جلباب ہے۔

آیت کریمہ کی تفسیر میں ابوحیان کسائی سے ناقل ہیں آی یَتَقَنَّعْنَ بِمَلَاحِفِهِنَّ مُنْضَمَّةً عَلَيْهِنَّ یعنی کپڑا اوڑھے رہیں اپنی چادر سے اور اس میں لپٹی رہیں چنانچہ قتادہ کہتے ہیں
تَلْوِی الْجِلْبَابَ فَوْقَ الْجَبِيْنِ وَتَشُدُّهُ ثُمَّ تَعْطِفُهُ عَلَى الْاَنْفِ وَاِنْ ظَهَرَتْ عَيْنَاهَا وَلٰكِنْ تَسْتُرُ الصَّدْرَ وَمُعْظَمَ الْوَجْهِ۔

اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ کہتے ہیں تُغَطِّی وَجْهَهَا مِنْ فَوْقِ رَأْسِهَا بِالْجِلْبَابِ وَتُبْدِی عَيْنًا وَّاحِدَةً۔ منہ سارا ڈھکا رہے سر کے اوپر سے جلباب کے ساتھ اور ایک آنکھ راستہ دیکھنے کو کھلی ہو۔

عبدالرزاق ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کرتے ہیں کہ جب يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ نازل ہوئی تو انصار کی عورتیں نکلتیں ان پر سیاہ چادر ہوتی۔

اور ایک نفیس نکتہ اس آیت کریمہ سے بیان فرماتے ہیں۔ فِی الْاٰيَةِ رَدٌّ عَلٰى مَنْ زَعَمَ مِنَ الشِّيْعَةِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ مِنَ الْبَنَاتِ اِلَّا فَاطِمَةُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى اَبِيْهَا وَعَلَيْهَا وَسَلَّمَ وَاَمَّا رُقَيَّةُ وَاُمُّ كُلْثُوْمٍ فَرَبِيْبَتَاهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اس آیت کریمہ میں شیعوں کے اس زعم باطل کا رد بھی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ حضور کی صاحبزادیاں نہ تھیں سوا حضرت سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا کے اور حضرت رقیہ اور ام کلثوم یہ دونوں ربیبہ تھیں۔

یعنی حضور کی ازواج کی پہلے خاوندوں کی بیٹیاں لائی تھیں۔

تو آیۂ کریمہ میں يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ کیوں فرمایا وَبِنْتِكَ فرمانا تھا

اور بنات کے بعد عامۂ مومنین کی خواتین کے لیے وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ ارشاد ہوا۔

تو ثابت ہوا کہ حضور کی متعدد صاحبزادیاں تھیں کم از کم تین ضرور تھیں اس لیے کہ جمع مَا فَوْقَ الْاِثْنَيْنِ پر آتی ہے تو ثابت ہوا کہ حضرات شیعہ کا خیال غلط ہے بلکہ بنات النبی تین تھیں۔ سیدہ زہراء۔ سیدہ رقیہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن۔

فَلَا يُؤْذَيْنَ۔ تو جلباب لینے کے بعد وہ نہ ستائی جائیں گی۔

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی اس سے پہلی فروگذاشت معاف ہے اللہ کثیر الرحمۃ ہے۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا۔ اگر نہ باز آئے منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض فسق ہے اور جھوٹی باتیں اڑانے والے مدینہ میں تو ضرور ہم ان پر غلبہ دیں گے تمہیں اور آپ کے وہ قریب نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے ہی دن۔

یعنی منافقین اگر ایذا دینے والے کاموں سے باز نہ آئے اور وہ لوگ جو ضعیف الایمان ہونے کی وجہ سے بیدینی کے کاموں کی طرف مائل ہیں اور وہ یہودی جو لشکر اسلام کے متعلق بڑی بڑی خبریں اڑانے والے ہیں جن سے مومنین کے دل ہل جائیں تو ہم عنقریب ان پر مسلمانوں کو غالب کر کے انہیں مدینہ سے نکال دیں گے۔ رجف و ارجاف اصل میں زلزلہ کو کہتے ہیں یا اس حرکت کو جس سے زلزلہ آئے یہاں اس سے اخبار کاذبہ اڑانا مقصود ہے جس سے دلوں میں تزلزل واقع ہو اور مسلمان مضطرب ہوں۔

ابن منذر۔ مالک بن دینار سے راوی ہیں قَالَ سَأَلْتُ عِكْرِمَةَ عَنِ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَقَالَ هُمْ اَصْحَابُ الْفَوَاحِشِ۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت عکرمہ سے اَلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا وہ بے حیائی کے عادی لوگ ہیں۔

وَعَنْ عَطَاءٍ اَنَّ فَسَّرَهُمْ بِذٰلِكَ عطا نے بھی یہی تفسیر کی۔

اور عبد بن حمید نے فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُوْنَ جَمِيْعًا هُمُ الْمُنَافِقُوْنَ فَلِلْعَطْفِ مَعَ الْاِتِّحَادِ بِالذَّاتِ لِتَغَايُرِ الصِّفَاتِ عَلٰى حَدٍّ۔

وہ لوگ جن کے دل مریض ہیں اور مرجفین یہ سب منافقین کی جماعت تھی اسی وجہ میں اتحاد کیلئے عطف کیا گیا اور ان میں صفات متغایر تھیں اس لیے علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا۔

گویا ان میں وہ بھی ہیں جو بظاہر نیک اور بباطن بے ایمان ہیں۔

اور وہ بھی ہیں کہ مسلمان بنے ہوئے ہیں اور فسق و فجور اور بیدینی پر مائل ہیں۔

اور وہ بھی ہیں جو مسلمان بن کر مسلمانوں میں ایسی باتیں اڑاتے ہیں جن سے ان کے دل ہل جائیں مثلاً خبر اڑا دی کہ مسلمانوں کا فلاں لشکر مارا گیا فلاں جگہ مسلمان ہزیمت کے شکار ہو گئے وغیرہ وغیرہ یہ تینوں درحقیقت یکساں منافق ہیں تو اگر یہ ایسی حرکتوں سے باز نہ آئے تو۔

لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ ہم یقیناً ان پر مسلمانوں کو ان پر غلبہ دینگے پھر یہ آپ کے پاس نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن۔

لَنُغْرِيَنَّكَ پر آلوسی لکھتے ہیں اَیْ لَنَدْعُوَنَّكَ اِلٰى قِتَالِهِمْ وَاِجْلَائِهِمْ اَوْ فِعْلِ مَا يَضْطَرُّهُمْ اِلَى الْجَلَاءِ۔ یعنی ہم تمہیں ان سے مقابلہ کے لیے بلائیں گے اور انہیں تمہارے ہاتھوں جلا وطن کر دینگے یا ایسی کوئی تحریک اٹھائیں گے جس سے وہ مضطر ہو جائیں مدینہ چھوڑنے پر۔

محاورہ میں بولتے ہیں اَغْرَاهُ بِكَذَا اِذَا اَدْعَاهُ اِلٰى تَنَاوُلِهٖ بِالتَّحْرِيْضِ عَلَيْهِ۔

راغب کہتے ہیں۔ غَرَى بِكَذَا اَیْ هَيَّجَ بِهٖ وَحَثَّ

سیدالمفسرین ابن عباس فرماتے ہیں اَیْ لَنُسَلِّطَنَّكَ عَلَيْهِمْ ہم تمہیں ان پر مسلط کر دیں گے۔ اور یہی معنی
قریب قریب پہلی عبارتوں کے ہیں۔

ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ۔ پھر وہ آپ کے جوار رحمت میں نہ رہیں گے۔

اور جوار رسول سے بعد اشد ترین مصیبت ہے۔

فِيْهَا إِلَّا قَلِيْلًا۔ یعنی مدینہ پاک میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن۔

إِلَّا قَلِيْلًا کے معنی زَمَانًا أَوْ جِوَارًا قَلِيْلًا۔ پھر ارشاد ہے یہ سب اس لیے کہ
مَلْعُوْنِيْنَ أَيْنَمَا ثُقِفُوْا أُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا۔ وہ لعنت کیے گئے اور رحمت سے دور ہیں
جہاں بھی وہ پکڑیں جائیں گرفتار کر کے قید کیے جائیں اور قتل کر دیے جائیں۔

کہ یہ لوگ فتنہ بردار منافق ہیں۔

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ اللہ کا دستور ہے
امم ماضیہ میں ایسا ہی ہوتا رہا کہ جب انہوں نے فساد کی کوشش کی تو ہلاک کیے گئے تو اے حبیب آپ اللہ
کے دستور میں آپ تبدیلی نہ پائیں گے۔

گویا یہ ارشاد ہوا اَیْ لَيْسَتْ هٰذِهِ السُّنَّةُ مِثْلَ الْحُكْمِ الَّذِيْ يَتَبَدَّلُ وَيُنْسَخُ فَإِنَّ النَّسْخَ يَكُوْنُ
فِي الْأَحْكَامِ أَمَّا الْأَفْعَالُ وَالْأَخْبَارُ فَلَا تُنْسَخُ۔ یعنی یہ دستور ان احکام کی طرح نہیں کہ وقتاً فوقتاً بدلتے اور
نسخ ہوتے ہیں اس لیے کہ نسخ احکام میں ہوتا ہے لیکن افعال و اخبار میں کوئی نسخ نہیں۔

چنانچہ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں كَانَ النِّفَاقُ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ۔ نفاق مثل نفاق عبداللہ بن سلول
وَنِفَاقُ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ وَنِفَاقُ الْمُرْجِفِيْنَ وَهُمْ مُنَافِقُوْنَ يُكَابِرُوْنَ النِّسَاءَ يَقْتَفُوْنَ
أَثَرَهُنَّ فَيَغْلِبُوْهُنَّ عَلٰى أَنْفُسِهِنَّ فَيَفْجُرُوْنَ بِهِنَّ۔ یہ تینوں قسم منافقوں کی ہیں۔

بڑا منافق رأس المنافقین عبداللہ بن سلول ہے۔

اور اس کی ذریت میں وہ دل کے روگی۔

اور تیسرے منافق مُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ وہ ہیں جو عورتوں پر غلبہ کرتے اور ان کے پیچھے لگتے ہیں پھر انہیں
مرتکب فجور بناتے ہیں آگے ارشاد ہے۔

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ۔ آپ سے اے محبوب قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں۔

یہ سوال مشرکین تھا بطریق استہزاء و استعجال اور منافق یہی سوال بطور تعنت کرتے اور یہودی
یہی سوال کرتے مگر بطور امتحان اس لیے کہ وہ توریت میں پڑھ چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے وقت ساعت

اور اس کی مدت قیام کے اظہار کو مخفی رکھنے کا حکم دیا تھا تو حضور سے وہ امتحاناً پوچھتے تھے کہ دیکھیں بتلاتے ہیں یا نہیں۔

اگر بتا دیں گے تو ہم انکار نبوت کرنے میں حق بجانب ہوں گے اور نہ بتائیں گے تو اگرچہ وہ سچے ہوں لیکن عوام میں ان کی مخالفت کر سکیں گے کہ نبی ہو کر قیامت کی خبر بھی نہیں بتا سکے۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب پاک کو فرمایا کہ اے حبیب آپ انہیں جواب دیجئے۔

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا۔ فرما دیجئے اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے اور تمہیں کیا خبر شاید قیامت قریب ہو۔

اس طرز بیان و جواب میں مشرکین و منافقین اور یہود کو تہدید ہے کہ تم میں ایک جماعت ہمارے حبیب کا امتحان لینا چاہتی ہے جیسے یہود۔ ایک منکر قیامت ہونے کی وجہ میں عجلت چاہتی ہے اور ایک استہزاءً سوال کر رہی ہے جیسے منافقین و مشرکین ان سب کے لیے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا بیشک اللہ نے لعنت کی ہے کافر ہوں یا ان کے ہمنوا اور ان کے لیے کر رکھا ہے بھڑکتا ہوا جہنم جس میں ہمیشہ رہیں گے اور نہ پائیں گے اس وقت اپنا کارساز نہ کوئی مددگار۔

جو انہیں اس عذاب سے بچائے یا امداد کرے۔ اس کے بعد اس دن کی اجمالی تعریف بیان فرائی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ جس دن وہ اوندھے منہ جہنم میں ڈالے جائیں تو کہیں ہائے افسوس ہم اللہ کی اطاعت اور رسول کی پیروی کر لیتے۔

تو اس کے شکار نہ ہوتے اور مبتلاء مصیبت ہونے سے بچ جاتے۔

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا۔ اور کہیں اے ہمارے رب ہم نے پیروی کی اپنے سرداروں اور قوم کے بڑے بوڑھوں کی تو انہوں نے ہماری راہ ماری اور گمراہ کر دیا اے ہمارے رب ان پر دو چند عذاب کر اور ان پہ بڑی لعنت فرما۔

کہ انہوں نے ہمیں گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹکایا۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع سورۂ احزاب پ۲۲

یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا ۝

اے ایمان والوں ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے اسے بری فرمایا اس بات سے جو انہوں نے کہی اللہ کے نزدیک آبرو والا ہے۔

یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝

اے وہ لوگو جو ایمان ... اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو۔

یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝

تمہارے اعمال تمہارے ... سنوارے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو فرمانبرداری کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝

بے شک ہم نے امانت پیش کی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور اٹھا لیا اسے انسان نے بے شک وہ ناعاقبت اندیش اور نادان ہے۔

لِّیُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِیْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَیَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝

تاکہ اللہ عذاب دے منافق مردوں کو اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اور اللہ توبہ قبول فرمائے مومن مردوں اور مومن عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لفظی ترجمہ

یَآ اَیُّهَا ۔ اے　　الَّذِیْنَ ۔ وہ جو　　اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے ہو　　لَا ۔ نہ

تَكُوْنُوْا ۔ ہو جاؤ　　كَالَّذِیْنَ ۔ ان کی طرح جنہوں نے　　اٰذَوْا ۔ تکلیف دی　　مُوْسٰى ۔ موسیٰ کو

فَبَرَّاَهُ ۔ تو بری کیا اسے	اللّٰهُ ۔ اللہ نے	مِمَّا ۔ اس سے جو	قَالُوْا ۔ انہوں نے کہا
وَ ۔ اور	كَانَ ۔ ہے وہ	عِنْدَ ۔ پاس	اللّٰهِ ۔ اللہ کے
وَجِیْهًا ۔ عزت والا	یٰۤاَیُّهَا ۔ اے	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے ہو
اتَّقُوْا ۔ ڈرو	اللّٰهَ ۔ اللہ سے	وَ ۔ اور	قُوْلُوْا ۔ کہو
قَوْلًا ۔ بات	سَدِیْدًا ۔ سیدھی	یُّصْلِحْ ۔ درست کریگا	لَكُمْ ۔ تمہارے لیے
اَعْمَالَكُمْ ۔ تمہارے عمل	وَ ۔ اور	یَغْفِرْ ۔ بخشے گا	لَكُمْ ۔ تم کو
ذُنُوْبَكُمْ ۔ تمہارے گناہ	وَ ۔ اور	مَنْ ۔ جو	یُّطِعِ ۔ فرمانبرداری کرے
اللّٰهَ ۔ اللہ کی	وَ ۔ اور	رَسُوْلَهٗ ۔ اس کے رسول کی	فَقَدْ ۔ تو بیشک
فَازَ ۔ کامیاب ہوا	فَوْزًا ۔ کامیابی	عَظِیْمًا ۔ بڑی	اِنَّا ۔ بیشک ہم نے
عَرَضْنَا ۔ پیش کیا	الْاَمَانَةَ ۔ امانت کو	عَلَى ۔ اوپر	السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں
وَ ۔ اور	الْاَرْضِ ۔ زمین کے	وَ ۔ اور	الْجِبَالِ ۔ پہاڑوں کے
فَاَبَیْنَ ۔ تو انکار کیا انہوں نے	اَنْ ۔ یہ کہ	یَّحْمِلْنَهَا ۔ اٹھائیں اس کو	وَ ۔ اور
اَشْفَقْنَ ۔ ڈر گئے	مِنْهَا ۔ اس سے	وَ ۔ اور	حَمَلَهَا ۔ اٹھالیا اس کو
الْاِنْسَانُ ۔ انسان نے	اِنَّهٗ ۔ بیشک وہ	كَانَ ۔ ہے	ظَلُوْمًا ۔ ظالم
جَهُوْلًا ۔ نادان	لِیُعَذِّبَ اللّٰهُ ۔ تاکہ سزا دے اللہ	الْمُنٰفِقِیْنَ ۔ منافق مردوں	وَ ۔ اور
الْمُنٰفِقٰتِ ۔ منافق عورتوں	وَ ۔ اور	الْمُشْرِكِیْنَ ۔ مشرک مردوں	وَ ۔ اور
الْمُشْرِكٰتِ ۔ مشرک عورتوں کو	وَ ۔ اور	یَتُوْبَ ۔ توبہ قبول کرے	اللّٰهُ ۔ اللہ
عَلَى ۔ اوپر	الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ مومن مردوں	وَ ۔ اور	الْمُؤْمِنٰتِ ۔ مومن عورتوں کے
وَ ۔ اور	كَانَ ۔ ہے	اللّٰهُ ۔ اللہ	غَفُوْرًا ۔ بخشنے والا
رَّحِیْمًا ۔ مہربان			

خلاصہ تفسیر نواں رکوع سورۂ احزاب پ ۲۲

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَ كَانَ عِنْدَ
اللّٰهِ وَجِیْهًا ؕ اے ایمان والو ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے اسے بری کیا اس بات

سے جو انہوں نے کہی اور موسیٰ اللہ کے نزدیک آبرو والا ہے۔

آیت کریمہ میں موسیٰ علیہ السلام کی نظیر دے کر مومنین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام بجالاؤ اور کوئی کام ایسا نہ کرو جو ہمارے حبیب کے رنج وملال کا باعث ہو۔

اور کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو بنی اسرائیل نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی حیاؤ شرم کی وجہ سے اپنا جسم اطہر کسی پر ظاہر نہ فرماتے تھے۔ بنی اسرائیل کا یہ حال تھا کہ سب ننگے آپس میں نہاتے رہتے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ بدن کھول کر غسل نہیں فرماتے تو انہوں نے عیب لگایا اور کہا موسیٰ علیہ السلام کو برص ہے اسی وجہ میں وہ ہمارے ساتھ نہیں نہاتے اور الگ رہتے ہیں۔

تو اس الزام سے اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح بری کیا کہ آپ لب دریا اوٹ میں کپڑے اتار کر غسل فرمارہے تھے کپڑے ایک پتھر پر رکھ دیے تھے جب آپ غسل سے فارغ ہوئے کپڑے لینے کے لیے بڑھے تو پتھر وہاں سے چل دیا آپ اس کے پیچھے دوڑے اور حَجَرُ ثَوْبِیْ حَجَرُ ثَوْبِیْ فرماتے رہے بنی اسرائیل نے آپ کو دیکھ لیا اور جو الزام آپ پر لگایا تھا اس سے شرمندہ ہوئے اس لیے کہ آپ کا جسد نوری ہر قسم کے عیب اور داغ سے پاک تھا۔

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا۔ اور موسیٰ اللہ کے نزدیک آبرو والا ہے۔

یعنی آپ صاحب جاہ ومنزلت ہیں اور مستجاب الدعوات ہیں

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔

یعنی سچی اور حق وانصاف کے ساتھ گفتگو کرو اور اپنی زبان اور کلام کی حفاظت رکھو جو بھلائی اور اصلاح کی جڑ ہے۔

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔ اگر ایسا کروگے تو تمہارے لیے تمہارے اعمال سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کرے گا اس نے بڑی کامیابی پائی۔

یعنی تمہیں نیکیوں کی توفیق دے گا اور تمہاری عبادتیں قبول فرمائے گا اور تم کامیابی کے مدارج حاصل کروگے

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ بے شک ہم نے امانت پیش کی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں

نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھا لی بیشک وہ اپنی جان مشقت میں ڈالنے والا ناعاقبت اندیش اور نادان ہے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں امانت سے مراد اطاعت و ادائے فرائض ہیں جنہیں اللہ تعالے آسمان، زمین، پہاڑوں پر پیش کیا کہ اگر وہ اطاعت کرتے ہوئے انہیں ادا کریں گے تو ثواب دیے جائیں گے نہ ادا کریں گے تو عذاب کیے جائیں گے

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں امانت نمازیں ادا کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ رمضان کے روزے رکھنا۔ حج بیت اللہ کرنا۔ سچ بولنا۔ ناپ تول کو ایمانداری سے پورا کرنا لوگوں کی امانتوں میں عدل و دیانت ملحوظ رکھنا ہے۔

بعض نے کہا امانت سے مراد وہ تمام قانون ہیں جن کا حکم دیا گیا اور جن کی ممانعت کی گئی۔

حضرت عمرو بن عاص فرماتے ہیں امانت سے مراد اعضاء کان ہاتھ پاؤں وغیرہ ہیں۔

اور صوفیائے کرام کے نزدیک امانت محبت و عشق کی تھی۔

بہرحال یہ امانت جو بھی تھی جس قسم کی بھی تھی اللہ تعالے نے اعیان سماوات و ارض و جبال پر پیش فرما کر ارشاد کیا تم ان امانتوں کی حفاظت کرو گے سب نے عرض کیا الٰہی ذمہ داری کیا ہے فرمایا یہ کہ اگر تم انکی ذمہ داری لے کر ادا کرو گے تمہیں اس کا اجر ملے گا نافرمانی کرو گے سزا دی جائے گی تو سب خوفزدہ ہو کر بولے الٰہی ہم تیرے حکم کے مطیع ہیں نہ ثواب چاہتے ہیں نہ عذاب۔

ان کا یہ عرض کرنا بر بناء خوف تھا اور اللہ تعالے کی طرف سے یہ امانت بطور تخییر پیش کی گئی تھی انہیں اختیار تھا قبول کریں یا نہ کریں تو انہوں نے اپنے میں یہ قوت نہ پائی۔ اور اگر ان پر لازم کیا جاتا تو ان کو مجال انکار نہ تھی تو اللہ تعالے نے یہ امانت آدم صفی علیہ السلام کے پیش کی اور فرمایا آسمان زمین پہاڑ اس کا بار نہ اٹھا سکے کیا تم اس کا بار اٹھاؤ گے حضرت آدم علیہ السلام نے اقرار کر لیا۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید   قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ تاکہ اللہ عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اور اللہ توبہ قبول فرمائے مسلمان مردوں اور مومنہ عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

گویا فرمایا کہ اس امانت کے بعد منافقین کا نفاق مشرکین کا شرک بآسانی ظاہر ہو جائے گا اور اللہ تعالے ان پر حجت قائم فرما کر عذاب دیگا اور مومنین کو مقبول فرمائے گا (خازن)

مختصر تفسیر اردو تواں رکوع سورۃ احزاب پ ۲۲

یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا وَکَانَ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْہًا

اے ایمان والو! نہ ہونا ان کی طرح جنہوں نے اذیت دی موسیٰ کو تو اللہ نے انہیں بری فرمایا اس سے جو وہ کہتے تھے اور موسیٰ عند اللہ بڑے مرتبہ والے تھے۔

اس کے متعلق ایک قول تو یہ ہے کہ آیہ کریمہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے جب حضور نے عقد فرمایا اور منافقین نے اعتراضات کیے اس وقت نازل ہوئی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جسم اطہر پر بنی اسرائیل نے عیب لگایا تھا اس کی نظیر یہاں دی گئی ہے چنانچہ امام احمد اور بخاری و ترمذی اور ایک جماعت بطریق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ رَجُلًا حَیِیًّا سِتِّیْرًا لَا یُرٰی مِنْ جِلْدِہٖ شَیْءٌ اِسْتِحْیَاءً مِّنْہُ فَاٰذَاہُ مَنْ اٰذَاہُ مِنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَقَالُوْا مَا یَسْتَتِرُ ھٰذَا التَّسَتُّرَ اِلَّا مِنْ عَیْبٍ بِجِلْدِہٖ اِمَّا بَرَصٌ وَاِمَّا اُدْرَۃٌ وَاِمَّا اٰفَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَرَادَ اَنْ یُّبَرِّئَہٗ مِمَّا قَالُوْا وَاِنَّ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ خَلَا یَوْمًا وَحْدَہٗ فَوَضَعَ ثِیَابَہٗ عَلَی حَجَرٍ ثُمَّ اغْتَسَلَ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ اِلٰی ثِیَابِہٖ لِیَاْخُذَھَا وَاِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِہٖ فَاَخَذَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ عَصَاہُ وَطَلَبَ الْحَجَرَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ ثَوْبِیْ حَجَرُ ثَوْبِیْ حَجَرُ حَتّٰی انْتَہٰی اِلٰی مَلَاٍ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ فَرَاَوْہُ عُرْیَانًا اَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَرَّاَہُ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ وَقَامَ الْحَجَرُ فَاَخَذَ ثَوْبَہٗ فَلَبِسَہٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاہُ فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی۔

کہ حضور نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام بہت زیادہ حیادار تھے نہایت پردہ پوش تھے حتیٰ کہ کوئی آپ کی جلد اقدس کا کوئی حصہ نہ دیکھ سکتا تھا آپ کے انتہائی حیا کی وجہ سے تو بنی اسرائیل نے بہ نیت ایذا کہنا شروع کر دیا کہ موسیٰ علیہ السلام اتنی حیا جو کرتے ہیں وہ درحقیقت آپ کے جسم میں کوئی عیب ہے اسے مخفی رکھنا چاہتے ہیں یا تو آپ کو برص یعنی پھلبہری ہے یا خصیے بڑھے ہوئے ہیں یا کوئی سخت مرض ہے۔ اور اللہ نے چاہا کہ ان کا یہ الزام دفع ہو اور آپ اس سے بری ہوں۔

چنانچہ ایک روز آپ تنہائی میں غسل کے لیے تشریف لائے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھے اور غسل فرما

کر کپڑے پہننے کو پتھر کی طرف آئے تو پتھر آپ کے کپڑے لے کر چلا۔ موسیٰ علیہ السلام عصا لے کر اس کی طرف چلے اور فرماتے جاتے تھے لے پتھر میرے کپڑے لے پتھر میرے کپڑے حتیٰ کہ آپ اس کے تعاقب میں وہاں تک تشریف لائے جہاں ایک جماعت بنی اسرائیل کی موجود تھی انھوں نے آپ کو عریاں دیکھ لیا اور جن عیبوں سے آپ کو ملوث کہتے تھے ان سے آپ کو پاک پایا تو اللہ تعالےٰ نے ان کے الزام سے اس بہانہ آپ کو پاک فرما دیا۔ پتھر ٹھہر گیا آپ نے اس پتھر کو مارا یہ ہے وہ واقعہ جس کی طرف فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت ہارون کی وفات پر بنی اسرائیل نے آپ کے ذمہ ان کا قتل لگایا اور کہا کہ ہارون چونکہ ہمارے محبوب تھے اس لیے موسیٰ نے انہیں مار دیا جیسا کہ۔

ابن منیع اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور حاکم بسند صحیح ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ آیہ کریمہ اس واقعہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ

صَعِدَ مُوْسٰی وَهٰرُوْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ الْجَبَلَ فَمَاتَ هٰرُوْنُ فَقَالَ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰى اَنْتَ قَتَلْتَهٗ كَانَ اَشَدُّ حُبًّا لَنَا مِنْكَ وَاَلْيَنُ فَاٰذَوْهُ مِنْ ذٰلِكَ فَاَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْمَلٰٓئِكَةَ عَلَيْهِمْ فَحَمَلُوْهُ فَمَرُّوْا بِهٖ عَلٰى مَجَالِسِ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ وَتَكَلَّمَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بِمَوْتِهٖ فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَانْطَلَقُوْا بِهٖ فَدَفَنُوْهُ وَلَمْ يُعْرَفْ قَبْرُهٗ اِلَّا الرَّخَمُ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَهٗ اَصَمَّ وَاَبْكَمَ۔

وَفِىْ رِوَايَةٍ لِابْنِ عَبَّاسٍ وَّاُنَاسٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلٰى مُوْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفٍّ هٰرُوْنَ فَاْتِ جَبَلَ كَذَا فَانْطَلَقَا نَحْوَ الْجَبَلِ فَاِذَا هُمْ بِشَجَرَةٍ وَّبَيْتٍ فِيْهِ سَرِيْرٌ عَلَيْهِ فُرُشٌ وَّرِيْحٌ طَيِّبَةٌ فَلَمَّا نَظَرَ هٰرُوْنُ اِلٰى ذٰلِكَ الْجَبَلِ وَالْبَيْتِ وَمَا فِيْهِ اَعْجَبَهٗ فَقَالَ يَا مُوْسٰى اِنِّىْ اُحِبُّ اَنْ اَنَامَ عَلٰى هٰذَا السَّرِيْرِ قَالَ نَمْ عَلَيْهِ قَالَ نَمْ مَعِىْ فَلَمَّا نَامَا اَخَذَ هٰرُوْنَ الْمَوْتُ فَلَمَّا قُبِضَ رُفِعَ ذٰلِكَ الْبَيْتُ وَذَهَبَتْ تِلْكَ الشَّجَرَةُ وَرُفِعَ السَّرِيْرُ اِلَى السَّمَآءِ فَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰى اِلٰى بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ قَالُوْا قَتَلَ هٰرُوْنَ وَحَسَدَهٗ لِحُبِّ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ لَهٗ وَكَانَ هٰرُوْنُ اَكَفَّ عَنْهُمْ وَاَلْيَنَ لَهُمْ وَكَانَ فِىْ مُوْسٰى بَعْضُ الْغِلْظَةِ عَلَيْهِمْ فَلَمَّا بَلَغَهٗ ذٰلِكَ قَالَ وَيْحَكُمْ اَفَتَرَوْنِىْ اَقْتُلُهٗ فَلَمَّا اَكْثَرُوْا عَلَيْهِ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَعَا اللّٰهَ تَعَالٰى فَنَزَلَ بِالسَّرِيْرِ حَتّٰى نَظَرُوْا اِلَيْهِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَصَدَّقُوْهُ۔

پہلی روایت سے دوسری روایت زیادہ واضح ہے کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ

ہارون کو وفات ہوگی لہذا تم فلاں پہاڑ پر آؤ۔

چنانچہ موسیٰ و ہارون دونوں اس پہاڑ پر چلے کہ وہاں ایک درخت نظر آیا اور ایک گھر جس میں ایک مسہری نفیس بستر سے سجی ہوئی ملی جو خوشبو سے معطر تھا جب ہارون علیہ السلام نے پہاڑ پر سامان دیکھا تو بہت پسند کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا جی چاہتا ہے کہ میں اس پر سو جاؤں۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا سو جاؤ تو حضرت ہارون نے عرض کیا آپ بھی میرے ساتھ سوئیں آپ بھی لیٹ گئے کہ اچانک ہارون علیہ السلام پر موت آگئی جب آپ کی روح قبض ہوگئی تو وہ گھر اٹھا اور وہ درخت بھی چلا گیا اور وہ مسہری بھی آسمان کی طرف اٹھ گئی۔

موسیٰ علیہ السلام تنہا بنی اسرائیل میں جب تشریف لائے تو وہ وفات ہارون سن کر بولے آپ نے انہیں مار ڈالا۔

موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر انہیں کہا افسوس ہے تم پر کیا مجھ پر افتراء کرتے ہو کہ میں نے انہیں مار دیا وہ بولے چونکہ ہارون ہمیں محبوب تھے اور ہم سے نرم برتاؤ فرماتے تھے اس لیے آپ نے ایسا کیا اور موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ کچھ غلظت اور سختی فرماتے تھے تو انہوں نے آپ پر الزام لگایا کہ حضرت ہارون کو موسیٰ علیہ السلام نے قتل کر دیا ہے۔

آپ نے کھڑے ہو کر دوگانہ ادا فرمایا پھر بارگاہ الٰہی میں دعا کی چنانچہ وہ مسہری اتری اور آسمان و زمین میں معلق ٹھہر گئی اور سب نے دیکھ کر آپ کی تصدیق کی کہ فی الواقع ہارون علیہ السلام کی وفات ہو گئی ہے تو فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اس کے علاوہ بعض روایات میں ہے کہ آپ پر الزام زنا لگایا گیا معاذ اللہ تو اللہ تعالیٰ نے بری فرمایا بعض نے قصہ قارون جس کا مفصل حال سورہ قصص میں بیان ہو چکا اس طرف اسے منسوب کیا۔

بعض نے آپ کے ذمہ سحر اور جنون کا الزام رکھا۔

بہرحال الزام یقیناً بنی اسرائیل نے لگایا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس الزام سے پاک کیا۔ اور کیوں نہ کرتا جب کہ

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا آپ اللہ کے نزدیک جاہ و منزلت رکھتے تھے۔

وَجِيْهًا کے معنیٰ آلوسی کرتے ہیں كَانَ ذَا جَاهٍ وَّمَنْزِلَةٍ عِنْدَهٗ عَزَّ وَجَلَّ۔ آپ اللہ کے نزدیک ذی جاہ و منزلت تھے۔

اور قطرب بھی ایسا ہی کہتے ہیں كَانَ رَفِيْعَ الْقَدْرِ موسیٰ علیہ السلام بلند عزت تھے۔

ابن زید کہتے ہیں کَانَ مَقْبُوْلًا۔ آپ اللہ کے مقبول تھے۔

اور ابن ابی حاتم حسن سے راوی ہیں اِنَّہٗ قَالَ وَجِیْہًا مُّسْتَجَابُ الدَّعْوَاتِ۔ وَجِیْہًا کے معنی مستجاب الدعوات ہے۔

بعض نے کہا مَا سَأَلَ شَیْئًا اِلَّا اُعْطِیَ اِلَّا الرُّؤْیَۃَ فِی الدُّنْیَا۔ آپ نے جو بھی اللہ تعالے سے طلب کیا وہ ضرور دیا گیا سوا رویت فی الدنیا کے۔ جب کہ آپ نے عرض کیا رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ تو اس کا جواب لَنْ تَرَانِیْ ملا۔

بعض نے کہا وَجِیْہًا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالے نے آپ سے کلام فرما کر کَلِیْمُ اللّٰہ بنایا آگے ارشاد ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جب بات کرو نرم طریقہ سے بولو تمہارے اعمال درست کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اطاعت کرے اللہ اور اس کے رسول کی وہ یقیناً دین و دنیا میں کامیاب ہوا۔

اِتَّقُوا اللّٰہَ کا معنی ہے اللہ کا خوف رکھو ہر حرکت و عمل میں خصوصًا ان باتوں میں جو حضور کو ایذا دینے والی ہیں اور اپنا کلام نرم رکھو اور حضور کو اذیت دینے والے مکالمہ سے اجتناب کرو۔

چنانچہ قتادہ اور مقاتل کہتے ہیں اِنَّ الْمَعْنٰی وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا فِیْ شَانِ الرَّسُوْلِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَزَیْدٍ وَّزَیْنَبَ۔ حضور کی شان میں اور حضرت زید و زینب کے معاملہ میں اپنی زبان روکو اور ناملائم الفاظ سے اجتناب کرو

اور قول سَدِید سے بعض نے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مراد لیا۔

اور اس کے بعد اس کا اجر و ثواب فرمایا۔

یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ تمہارے اعمال میں صلاحیت قبول بخشی جائے گی اور اس کا ثواب دیا جائے گا۔

جیسا کہ ابن عباس نے فرمایا اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے، تمہاری استقامت اور اعمال صالحہ کفارہ ہوں گے تمہارے گناہوں کے۔ اور

مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ اور جو اطاعت کرے اللہ اور اس کے رسول کی وہ دارین میں کامیاب ہے۔

یعنی اللہ و رسول کے اوامر و مناہی میں جو اتباع کرے وہ زبردست کامیاب ہے۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا بے شک ہم نے پیش کیا اپنی امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو وہ انکاری ہوئے اس کے اٹھانے سے اور ڈر گئے اس سے اور اٹھا لیا اسے انسان نے بیشک وہ اپنے اوپر زیادتی کرنے والا ناعاقبت اندیش تھا۔

اس سے پہلے اللہ تعالے نے عظمت شان اطاعت الٰہی اور اتباع رسالت پناہی ظاہر فرمائی تھی پھر عذاب الیم سے نجات پانے والوں اور احکام کی رعایت کرنے والوں کی زبردست کامیابی بیان کی اس کے بعد امانت کا ذکر فرمایا۔

یہ دراصل مصدر ہے جیسے امن اور امان۔

گویا تنبیہ کی گئی کہ حقوق اللہ کی حفاظت اور اس امانت کا خاص خیال رکھا جائے

اس کی استعداد اجرام فلکیہ اور اعیان ارضیہ و جبال میں نہیں تھی اسی وجہ سے ان کی طرف سے اباء و معذرت ظاہر کی گئی اس لیے کہ تکالیف شرعیہ اور صعوبت اوامر کے یہ قابل ہی نہ تھے یہی وجہ تھی کہ ان پر امر تخییری ہوا اور اگر یہ امانت اٹھانا ان پر بطریق تکلیف ہوتا تو انہیں شعور و ادراک بھی دیا جاتا اسی بنا پر ارشاد ہے۔

وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ۔ اس امانت کو انسان نے اٹھالیا۔

اس لیے کہ وہ ذی شعور و ادراک تھا اور اس میں ظلوم و جہول بھی تھے یا اس کی فطرت میں تھا کہ وہ مفرط فی الظلم اور مبالغ فی الجہل بھی ہے۔

نوجوان میں اپنی فطرت سلیمہ اور قبول امر میں سابق ہوگا اس سے انکا امتیاز ہو جائے گا جو اوامر و نواہی پر عمل نہ کریں گے۔ چنانچہ فرمایا۔

لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا۔ تاکہ عذاب دیے جائیں اللہ کی طرف سے منافق مرد اور منافق عورتیں اور مشرک مرد اور مشرک عورتیں اور توبہ قبول فرمائے اللہ مومن مردوں کی اور مومنہ عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آلوسی کہتے ہیں لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَعْضَ أَفْرَادِ الَّذِينَ لَمْ يُرَاعُوهَا وَلَمْ يُقَابِلُوهَا بِالطَّاعَةِ بعض ان افراد کو اللہ تعالے عذاب دے گا جو اطاعت اوامر و مناہی کی رعایت نہیں کریں گے۔

اور وَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ توبہ قبول کرے گا مومنین و مومنات کی

اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اب امانت کے مفہوم کے متعلق جو اقوال ہیں وہ پیش خدمت ہیں۔

پہلا قول اَلْاِمَانَۃُ الطَّاعَۃُ لِاَنَّھَا لَازِمَۃُ الْوُجُوْدِ کَمَا اَنَّ الْاِمَانَۃَ لَازِمَۃُ الْاَدَاءِ۔ امانت سے مراد طاعت ہے اس لیے کہ وہ لازمۂ وجود ہے جیسے امانت لازمۂ ادا ہے۔

دوسرا قول اَلْاِمَانَۃُ الْفَرَائِضُ۔ امانت سے مراد فرائض ہیں۔

تیسرا قول اَلْاِمَانَۃُ الصَّلٰوۃُ۔ امانت سے مراد نماز ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے۔ اِنَّہٗ اِذَا دَخَلَ وَقْتُ الصَّلٰوۃِ اِصْفَرَّ وَجْھُہُ الشَّرِیْفُ وَتَغَیَّرَ لَوْنُہٗ فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ اِنَّہٗ دَخَلَ عَلَیَّ وَقْتُ اِمَانَۃٍ عَرَضَھَا اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَقَدْ حَمَلْتُھَا اَنَا مَعَ ضُعْفِیْ فَلَا اَدْرِیْ کَیْفَ اُؤَدِّیْھَا۔

آپ کا یہ حال تھا کہ جب نماز کا وقت ہوتا آپ کے چہرۂ اقدس کا رنگ زرد ہو جاتا اور رنگ بدل جاتا تو آپ سے پوچھا گیا کہ یہ کیا بات ہے حضرت۔ تو آپ فرماتے کہ یہ وقت ادائے امانت کا ہے اور اس امانت کا جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر جب پیش کی تو وہ صاف خائف ہو کر انکاری ہو گئے اب میں باوجود ضعف کے نہیں جانتا کہ اس امانت فرضی کو کیسے ادا کروں۔

چوتھا قول یہ ہے اَلصَّلٰوۃُ وَالصِّیَامُ وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَۃِ۔ امانت سے مراد نماز روزہ اور غسل جنابت ہے۔

چنانچہ عبدالرزاق۔ عبد بن حمید۔ زید بن اسلم سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا اَلْاِمَانَۃُ ثَلٰثٌ اَلصَّلٰوۃُ وَالصِّیَامُ وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَۃِ۔ امانت سے مراد تین چیزیں ہیں نماز۔ روزہ اور غسل جنابت۔

چھٹا قول سدی اور ضحاک سے ہے اِنَّھَا اِمَانَاتُ النَّاسِ الْمَعْرُوْفَۃُ وَالْوَفَاءُ بِالْعُھُوْدِ۔ اس سے مراد امانات مشہورہ اور ایفاء عہود ہیں۔

ساتواں قول ہے ھِیَ کَلِمَۃُ التَّوْحِیْدِ لِاَنَّھَا الْمَدَارُ الْاَعْظَمُ لِلتَّکْلِیْفَاتِ الشَّرْعِیَّۃِ امانت سے مراد کلمۂ توحید ہے اس لیے کہ اس پر تمام تکلیفات شرعیہ کا مدار ہے۔ اگر کلمہ توحید نہیں تو کوئی بھی عبادت نہیں ہے۔

آٹھواں قول ہے کہ امانت سے مراد اعضاء انسان ہیں جس نے اعضاء کی محافظت کی وہ امین امانت ہے اور جس نے ان اعضاء کو بے جا استعمال کیا وہ خائن ہے۔ اعضاء میں شرمگاہ عورت و مرد بھی داخل ہیں۔ چنانچہ حکیم ترمذی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنَ الْاِنْسَانِ فَرْجُهٗ ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ اَمَانَتِیْ عِنْدَكَ فَلَا تَضَعْهَا اِلَّا فِیْ حَقِّهَا فَالْفَرْجُ اَمَانَةٌ وَالسَّمْعُ اَمَانَةٌ وَالْبَصَرُ اَمَانَةٌ۔

اور آباء سے مراد اظہار عجز ہے۔ چنانچہ

ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور ابن الانباری ابن جریج سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالَ قَالَ اِنِّیْ فَارِضٌ فَرِیْضَةً وَخَالِقٌ جَنَّةً وَّنَارًا وَثَوَابًا لِّمَنْ اَطَاعَنِیْ وَعِقَابًا لِّمَنْ عَصَانِیْ فَقَالَتِ السَّمٰوٰتُ خَلَقْتَنِیْ فَسَخَّرْتَ فِیَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ وَالسَّحَابَ وَالرِّیْحَ فَاَنَا مُسَخَّرَةٌ عَلٰی مَا خَلَقْتَنِیْ لَا اَحْمِلُ فَرِیْضَةً وَّلَا اَبْغِیْ ثَوَابًا وَّلَا عِقَابًا وَنَحْوُ ذٰلِكَ قَالَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ۔

اللہ تعالےٰ نے جب آسمان زمین اور پہاڑ پیدا فرمائے تو سب سے ارشاد ہوا میں کچھ فرائض فرض کرنے والا ہوں اور جنت و دوزخ اور ثواب و عذاب بھی مقرر کر دوں گا۔ ثواب مطیع کے لیے عذاب نافرمان کے لیے تو اس پر آسمان و زمین اور پہاڑوں نے عرض کیا الٰہی تو نے ہمیں پیدا کر کے مسخر فرمایا ہے اور سورج چاند ستارے بھی مسخر کیئے بادل اور ہوائیں بھی مسخر فرمائیں تو ہم سب اپنی خلقت میں تیرے مسخر ہیں مگر ایسے فرائض کی ہم میں استعداد و قوت نہیں ہے اور ہم ثواب اور عذاب کے بھی طالب نہیں ہیں۔

فَیُعْلَمُ مِمَّا ذُكِرَ اَنَّ الْاِبَاءَ لَمْ یَكُنْ مَعْصِیَةً لِاَنَّهٗ لَمْ یَكُنْ هُنَاكَ تَكْلِیْفٌ بَلْ تَخْیِیْرٌ

اور جو کچھ فرمایا گیا ظاہر ہے کہ اس میں اباء و انکار ہرگز معصیت و نافرمانی نہ تھا اس لیے کہ یہاں انہیں مکلف نہیں کیا گیا تھا بلکہ تخییر دے کر ارشاد ہوا تھا کہ اگر تم چاہو تو تم پر بھی یہ فرض مقرر کر دیا جائے۔ تو انہوں نے عاجزانہ طور پر انکار کر دیا۔ اس کی تصریح

ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اس طرح روایت کرتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی عَرَضَ الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَاَبَتْ ثُمَّ الَّتِیْ تَلِیْهَا فَاَبَتْ حَتّٰی فَرَغَ مِنْهَا ثُمَّ الْاَرْضِیْنَ ثُمَّ الْجِبَالَ ثُمَّ عَرَضَهَا عَلٰی اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ نَعَمْ بَیْنَ اُذُنِیْ وَعَاتِقِیْ الخ

اللہ تعالےٰ نے امانت فرائض آسمان دنیا پر پیش کی تو اس نے عاجزی سے انکار کیا پھر اس کے قریب والے آسمان پر پیش کی اس نے اپنی نااہلی ظاہر کر دی غرضکہ پھر زمین پر پیش کیا پھر پہاڑوں پر پیش کیا جب سب نے اپنی عدم استعداد کا اظہار کر دیا تو حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کیا آپ نے عرض کیا ہاں یہ امانت میرے سر اور کندھوں پر ہے۔

اور ابن جوزی کہتے ہیں لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَنَفَخَ فِیْہِ الرُّوْحَ مُثِّلَتْ لَہُ الْاَمَانَۃُ بِصَخْرَۃٍ۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان میں نفخ روح کر دیا۔ تو امانت الٰہی کو متمثل بصخرہ یعنی ایک چٹان کی صورت میں کر کے۔

ثُمَّ قَالَ لِلسَّمٰوٰتِ اَحْمِلِیْ هٰذِہٖ فَاَبَتْ وَقَالَتْ اِلٰهِیْ لَا طَاقَۃَ لِیْ بِهَا۔ پھر آسمانوں کو فرمایا کیا تم یہ اٹھا سکتے ہو انہوں نے انکار کرتے ہوئے عرض کیا الٰہی ہمیں اس کی طاقت نہیں۔

وَقَالَ سُبْحٰنَہٗ لِلْاَرْضِ اَحْمِلِیْهَا فَقَالَتْ لَا طَاقَۃَ لِیْ بِهَا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرمایا اسے اٹھا اس نے بھی عرض کی الٰہی مجھ میں طاقت نہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی لِلْجِبَالِ اَحْمِلِیْهَا فَقَالَ لَا طَاقَۃَ لِیْ بِهَا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو فرمایا کہ اس امانت کو اٹھاؤ انہوں نے عرض کیا الٰہی مجھ میں اس کی طاقت نہیں۔

فَاَقْبَلَ اٰدَمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَحَرَّکَهَا بِیَدِہٖ تو آدم علیہ السلام آئے اور اس چٹان کو ہاتھ سے ہلایا پھر عرض کیا۔

لَوْ شِئْتَ لَحَمَلْتُهَا فَحَمَلَهَا حَتّٰی بَلَغَتْ حِقْوَیْہِ ثُمَّ وَضَعَهَا عَلٰی عَاتِقِہٖ فَلَمَّا اَهْوٰی لِیَضَعَهَا نُوْدِیَ مِنْ جَانِبِ الْعِزِّ یَا اٰدَمُ مَکَانَکَ لَا تَضَعْهَا فَهٰذِہِ الْاَمَانَۃُ قَدْ بَقِیَتْ فِیْ عُنُقِکَ وَعُنُقِ اَوْلَادِکَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَلَکُمْ عَلَیْهَا ثَوَابٌ فِیْ حَمْلِهَا وَعِقَابٌ فِیْ تَرْکِهَا۔

الٰہی اگر تیری مشیت ہو تو میں اسے اٹھا لوں غرضکہ اٹھا لیا حتیٰ کہ وہ آپ کی کمر تک پہنچا پھر اسے کندھوں پر رکھا تو جب آپ اس کے بوجھ سے جھکے چاہتے تھے کہ اسے اتار دیں تو اللہ عزوجل کی طرف سے ندا آئی اے آدم اپنی جگہ رہو اور اب اس امانت کو اٹھانے کے بعد نہ گراؤ۔ یہ وہ امانت ہے جو آپ کی اور آپ کی اولاد کی گردن پہ ہے قیامت تک رہے گی اور اس کا ثواب اتباع میں ملے گا اور عذاب اس کے ترک میں ہوگا۔

اور متمثل بصخرہ ہونا ایسا ہی ہے جیسے موت کے متعلق ہے کہ وہ مینڈھے کی صورت میں لائی جائے اور ذبح کر دی جائے۔

اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ یعنی اسے ملائکہ مزید ظلم و جہل کا مجسمہ جانتے تھے۔

یا یہ معنی ہیں کَانَ ظَلُوْمًا لِنَفْسِہٖ حَیْثُ حَمَلَهَا عَلٰی ضُعْفِہٖ وہ اپنی جان پہ باوجود ضعف زیادتی کرنے والا تھا اور

جَهُوْلًا۔ بایں معنی کہ جس کی برداشت سے اجسام قویہ عاجز ہوئے اسے ناعاقبت اندیش انسان نے اٹھا لیا۔

نواں قول! امانت کے معنی ہیں یہ بھی ہے اَلْمُرَادُ بِالْاَمَانَۃِ مُطْلَقُ الْاِنْقِیَادِ۔ امانت سے مراد مطلق انقیاد و اتباع ہے۔

اور دسواں قول یہ ہے اَلْاَمَانَۃُ تَجَلِّیَاتُہٗ عَزَّ وَجَلَّ بِاَسْمَائِہِ الْحُسْنٰی وَصِفَاتِہِ الْعُلْیَا امانت سے مراد تجلیات عزوجل ہیں اسماء حسنیٰ اور اس کی بلند صفات کے ساتھ۔

وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

باب الاشارات میں آلوسی شیخ اکبر ابن عربی کا قول نقل کرتے ہیں اِنَّ الْاَمَانَۃَ الَّتِیْ عُرِضَتْ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا ھِیَ السَّعَۃُ لِمَعْرِفَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ یہ امانت عرفان عرفان الٰہی ہے جس کا بار سوا انسان کوئی نہ اٹھا سکا۔

سُوْرَۃُ سَبَا

با محاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۂ سبا پ ۲۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَۃِ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝

سب تعریفیں اللہ ہی کو ہیں کہ اس کی ملک ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کی تعریف ہے آخرت میں اور وہی حکمت والا خبردار ہے۔

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْہَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْہَا وَھُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۝

جانتا ہے جو کچھ جاتا ہے زمین میں اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو برستا ہے آسمان سے اور جو چڑھتا ہے اس میں اور وہی مہربان بخشنے والا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَۃُ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّکُمْ عٰلِمِ الْغَیْبِ لَا یَعْزُبُ عَنْہُ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ

اور بولے وہ جو کافر ہیں ہمیں آئے گی ہم پر قیامت فرما دیجئے ضرور آئے گی میرے رب کی قسم جو غیب بالذات جاننے والا ہے نہیں پوشیدہ اس سے ذرہ بھر آسمانوں اور زمین میں اور نہ ذرہ سے چھوٹی نہ بڑی

اَکْبَرُ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝

مگر صاف بتلانے والی کتاب میں ہے۔

لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اُولٰٓئِکَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ۝

تاکہ صلہ دے ایمان والوں کو اور نیک عمل کرنے والوں کو یہ ہیں جن کے لیے بخشش ہے اور عزت والا رزق۔

وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ
اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۝

اور وہ جو ہماری آیتوں میں کوشش کرتے ہیں عاجز کرنے کی یہ وہ ہیں جن کے لیے عذاب ہے سخت دردناک۔

وَیَرَى الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْۤ
اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ هُوَ الْحَقَّ وَ
یَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۝

اور دیکھتے ہیں وہ جنہیں علم ملا جو کچھ تمہاری طرف نازل ہوا تمہارے رب کے پاس سے وہی حق ہے اور وہ بتاتا ہے راہ سب خوبیوں والے سراہے گئے کی۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّکُمْ عَلٰى
رَجُلٍ یُّنَبِّئُکُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّکُمْ
لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝

اور کافر بولے کیا ہم ایسا آدمی بتائیں جو تمہیں خبر دے کہ جب تم ٹکڑے ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاؤ تو تم پھر نئی پیداوار میں آؤ گے۔

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ کَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ
بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی
الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ ۝

کیا اللہ پر اس نے جھوٹ باندھا یا اسے جنون ہے بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے آخرت پر وہ عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔

اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰى مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا
خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنْ نَّشَاْ
نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ کِسَفًا
مِّنَ السَّمَآءِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۝

تو کیا نہ دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے ہے آسمان و زمین میں اگر ہم چاہیں تو انہیں دھنسا دیں زمین میں یا ان پر ٹکڑا گرا دیں آسمان سے بے شک اس میں نشانی ہے ہر رجوع لانے والے بندے کے لیے۔

لفظی ترجمہ

اَلْحَمْدُ۔ سب تعریفیں لِلّٰهِ۔ اللہ ہی کو ہیں اَلَّذِیْ وہ کہ لَهٗ۔ اسی کا ہے

مَا ۔ جو　فِی ۔ بیچ　السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں کے ہے　وَ ۔ اور

مَا ۔ جو　فِی ۔ بیچ　الْاَرْضِ ۔ زمین کے ہے　وَ ۔ اور

لَهٗ ۔ اسی کی　الْحَمْدُ ۔ تعریف ہے　فِی ۔ بیچ　الْاٰخِرَۃِ ۔ آخرت کے

وَ ۔ اور　ھُوَ ۔ وہ ہے　الْحَکِیْمُ ۔ حکمت والا　الْخَبِیْرُ ۔ خبردار

یَعْلَمُ ۔ جانتا ہے　مَا ۔ جو　یَلِجُ ۔ داخل ہوتا ہے　فِی ۔ بیچ

الْاَرْضِ ۔ زمین کے　وَ ۔ اور　مَا ۔ جو　یَخْرُجُ ۔ نکلتا ہے

مِنْهَا ۔ اس سے　وَ ۔ اور　مَا ۔ جو　یَنْزِلُ ۔ اترتا ہے

مِنَ السَّمَاءِ ۔ آسمان سے　وَ ۔ اور　مَا ۔ جو　یَعْرُجُ ۔ چڑھتا ہے

فِیْهَا ۔ اس میں　وَ ۔ اور　ھُوَ ۔ وہ　الرَّحِیْمُ ۔ رحم کرنے والا

الْغَفُوْرُ ۔ بخشنے والا ہے　وَ ۔ اور　قَالَ ۔ کہا　الَّذِیْنَ ۔ انہوں نے جو

کَفَرُوْا ۔ کافر ہیں　لَا ۔ نہیں　تَاْتِیْنَا ۔ آئے گی ہمارے پاس　السَّاعَۃُ ۔ قیامت

قُلْ ۔ کہہ　بَلٰی ۔ کیوں نہیں　وَ ۔ قسم ہے　رَبِّیْ ۔ میرے رب کی

لَتَاْتِیَنَّکُمْ ۔ ضرور آئے گی تمہارے پاس　عَالِمِ ۔ وہ جاننے والا ہے　الْغَیْبِ ۔ غیب کا

لَا ۔ نہیں　یَعْزُبُ ۔ چھپی رہتی　عَنْهُ ۔ اس سے　مِثْقَالُ ۔ برابر

ذَرَّۃٍ ۔ ایک ذرہ کے　فِی ۔ بیچ　السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں　وَ ۔ اور

لَا ۔ نہ　فِی ۔ بیچ　الْاَرْضِ ۔ زمین کے　وَ ۔ اور

لَا ۔ نہ　اَصْغَرُ ۔ چھوٹی　مِنْ ذٰلِکَ ۔ اس سے　وَ ۔ اور

لَا ۔ نہ　اَکْبَرُ ۔ بڑی　اِلَّا ۔ مگر　فِیْ ۔ بیچ

کِتٰبٍ ۔ کتاب　مُّبِیْنٍ ۔ روشن کے ہے　لِیَجْزِیَ ۔ تاکہ بدلہ دے　الَّذِیْنَ ۔ ان کو

اٰمَنُوْا ۔ جو ایمان لائے　وَ ۔ اور　عَمِلُوا ۔ عمل کیے　الصّٰلِحٰتِ ۔ نیک

اُولٰٓئِکَ ۔ یہ لوگ　لَهُمْ ۔ ان کے لیے　مَّغْفِرَۃٌ ۔ بخشش ہے　وَّ ۔ اور

رِزْقٌ ۔ رزق　کَرِیْمٌ ۔ اچھا　وَ ۔ اور　الَّذِیْنَ ۔ وہ جو

سَعَوْا ۔ کوشش کریں　فِیْ ۔ بیچ　اٰیٰتِنَا ۔ ہماری آیتوں کے　مُعٰجِزِیْنَ ۔ عاجز کرنے والے

اُولٰٓئِکَ ۔ ان کے لیے　لَهُمْ ۔ ان کے لیے　عَذَابٌ ۔ عذاب ہے　مِّنْ رِّجْزٍ ۔ سخت

اَلِیْمٌ ۔ دردناک　وَ ۔ اور　یَرَی ۔ دیکھتے ہیں　الَّذِیْنَ ۔ وہ جنہیں

اُوْتُوا۔ دیا گیا	اَلْعِلْمَ۔ علم	اَلَّذِیْ۔ وہ جو	اُنْزِلَ۔ اتارا گیا
اِلَیْکَ۔ آپ کی طرف	مِنْ رَّبِّکَ۔ تمہارے رب سے ھُوَ الْحَقُّ۔ حق ہے		وَ۔ اور
یَھْدِیْ۔ راہ دکھاتا ہے	اِلٰی۔ طرف	صِرَاطِ۔ راہ	اَلْعَزِیْزِ۔ غالب
اَلْحَمِیْدِ۔ تعریف کیے گئے کی	وَ۔ اور	قَالَ۔ کہا	اَلَّذِیْنَ۔ انہوں نے جو
کَفَرُوْا۔ کافر ہیں	ھَلْ۔ کیا	نَدُلُّکُمْ۔ بتائیں ہم تم کو	عَلٰی۔ وہ
رَجُلٍ۔ آدمی جو	یُنَبِّئُکُمْ۔ بتاتا ہے تم کو	اِذَا۔ جب	مُزِّقْتُمْ۔ ٹکڑے ہو جاؤ گے تم
کُلَّ۔ پوری طرح	مُمَزَّقٍ۔ ٹکڑے	اِنَّکُمْ۔ بیشک تم	لَفِیْ۔ بیچ
خَلْقٍ۔ پیدائش	جَدِیْدٍ۔ نئی کے ہو گئے	اَفْتَرٰی۔ کیا باندھا	عَلَی۔ اوپر
اللّٰہِ۔ اللہ کے	کَذِبًا۔ جھوٹ	اَمْ۔ یا	بِہٖ۔ وہ
جِنَّةٌ۔ دیوانہ ہے	بَلِ۔ بلکہ	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	لَا۔ نہیں
یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے	بِالْاٰخِرَةِ۔ آخرت پر	فِی۔ بیچ	اَلْعَذَابِ۔ عذاب
وَ۔ اور	الضَّلٰلِ۔ گمراہی	اَلْبَعِیْدِ۔ دور ہیں ہیں	اَفَلَمْ۔ کیا نہ
یَرَوْا۔ دیکھا انہوں نے	اِلٰی۔ طرف	مَا۔ اسکی جو	بَیْنَ۔ آگے
اَیْدِیْھِمْ۔ ان کے ہے	وَ۔ اور	مَا۔ جو	خَلْفَھُمْ۔ پیچھے انکے ہے
مِّنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	وَ۔ اور	اَلْاَرْضِ۔ زمین سے	اِنْ۔ اگر
نَّشَاْ۔ ہم چاہیں تو	نَخْسِفْ۔ دھنسا دیں	بِھِمُ۔ ان کو	اَلْاَرْضَ۔ زمین ہیں
اَوْ۔ یا	نُسْقِطْ۔ گرا دیں	عَلَیْھِمْ۔ ان پہ	کِسَفًا۔ ٹکڑا
مِّنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	اِنَّ۔ بیشک	فِیْ۔ بیچ	ذٰلِکَ۔ اس کے
لَاٰیَةً۔ نشانی ہے	لِّکُلِّ۔ ہر	عَبْدٍ۔ بندے	مُّنِیْبٍ۔ رجوع کرنیوالے کے

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع۔ سورۃ سبا۔ پ ۲۲

سورہ سبا مکی ہے سوا ایک آیت وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ کے۔
اس میں چھ رکوع ۵۴ آیتیں، آٹھ سو بیس کلمے ایک ہزار پانچ سو بارہ حرف ہیں۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ وَھُوَ الْحَکِیْمُ

الْخَبِیْرُ۔ سب تعریفیں ہیں اس کی ذات جل وعلا کو جس کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کی تعریف ہے آخرت میں۔

یعنی ہر چیز کا مالک و خالق اور حاکم و متصرف وہی اللہ تعالےٰ ہے اور ہر خوبی اسی کو زیبا ہے تو وہی حمد و ثنا کا مستحق و سزاوار ہے اور جس حمد کا دنیا میں مستحق ہے ایسا ہی آخرت میں بھی وہی مستحق حمد و ثنا ہے چنانچہ دنیا میں تو بندوں پر اس کی حمد واجب ہے اس لیے کہ یہ دار عمل ہے اور آخرت میں اہل جنت نعمتوں کے سرور اور راحت کی خوشی میں اس کی حمد کریں گے۔

اور وہ حکمت والا خبردار ہے۔

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ۔ جانتا ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو زمین سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی ہے مہربان بخشنے والا۔

زمین میں داخل ہونے والا بارش کا پانی اور مردے اور دفینے ہیں یہ سب اللہ تعالےٰ کے علم میں ہیں اور زمین سے نکلنے والا سبزہ اور درخت چشمے اور کانیں اور یوم حشر مردے ہیں ان کا علم بھی اس علیم و خبیر کو ہے اور زمین سے آسمان کی طرف جانے والا ابر ہے جو شعاع شمسی سے سمندر سے بخارین کر اٹھتا ہے اس سے اولے بھی بنتے ہیں پھر اس سے انواع و اقسام کی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور بندے کی دعائیں اور ملائکہ بھی اس میں داخل ہیں کہ وہ زمین سے بندوں کی دعائیں لے کر چڑھتے ہیں۔ اور وہ مہربان بھی ہے اور بخشنے والا بھی۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ۔ اور کافر بولے ہم پر قیامت نہ آئے گی آپ فرما دیں کیوں نہیں قسم بخدا ضرور تم پر آئے گی۔

یعنی مشرکین نے جب قیامت سے انکار کیا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس کے آنے کو قطعی یقینی ظاہر فرمایا اور ارشاد ہوا۔

عٰلِمِ الْغَیْبِ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ غیب جاننے والا ہے اس سے مخفی نہیں ذرہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک بتلانے والی کتاب میں ہے۔

یعنی اللہ تبارک و تعالےٰ غیب جاننے والا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں تو قیامت کا آنا اور اس کے قائم ہونے کا وقت بھی اس کے علم میں ہے اور یہ تمام امور روشن کتاب یعنی لوح محفوظ میں

ہیں۔ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ۔ عزب کے لغوی معنی دور ہونے کے ہیں یا غائب ہونے کے۔ محاورہ میں بولتے ہیں عَزَبَ عَنِّیْ فُلَانٌ اَیْ بَعُدَ وَغَابَ فلاں مجھ سے دور ہو گیا یا غائب ہو گیا۔
اور اونٹ چراگاہ میں دور چلا جائے تو عَزَبَتِ الْاِبِلُ فِی الْمَرْعٰی بولتے ہیں۔
اور عزب بفتحتین تجرد کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ عَزَبَ الرَّجُلُ۔ مرد مجرد ہے عَزَبَتِ الْمَرْأَةُ عورت بلا مرد ہے تعَزَّبَ فُلَانٌ اَیْ تَاَهَّلَ کے معنی میں بھی آتے ہیں۔
لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ تاکہ صلہ دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے انکے لیے بخشش ہے اور عزت کا رزق۔
یعنی ان کے لیے جنت ہے اور وہاں کی نعمتیں۔
وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ۔ اور جنہوں نے ہماری آیتوں میں ہرانے کی کوشش کی ان کے لیے سخت عذاب دردناک ہے۔
یعنی آیات الٰہی میں طعن کر کے انہیں شعر و سحر وغیرہ بنا کر لوگوں کو ان سے روکنا چاہتے تھے آیۂ کریمہ کی تفصیل اس سورۂ مبارکہ کے رکوع پنجم میں مذکور ہوا ہے۔
وَیَرَى الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَیَهْدِیْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ۔ یعنی اصحاب رسول یا مومنین اہل کتاب جنہیں علم ملا مثل عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کے وہ دیکھتے ہیں کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا وہی حق ہے اور ہدایت کرتا ہے اس راہ کی جو عزت والے خوبیوں والے کی ہے۔
یعنی یہودی اور مومنین اہل کتاب اور صحابہ کرام کو معلوم ہے کہ قرآن کریم سچا راہ نما اور حق ہے۔
وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ یُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ اور کافر بولے کہ کیا ہم تمہیں ایسا آدمی بتائیں جو تمہیں مطلع کرے جب تم پرزہ پرزہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاؤ تو تمہیں پھر نئی پیدا وار میں آنا ہے۔
یہ کفار کا متعجبانہ قول تھا جو آپس میں کہتے تھے کہ تم نے وہ مرد عجیب بھی دیکھا یعنی حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہیں کہ جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر دوبارہ بنائے جاؤ گے یعنی وہ ایسی عجیب و غریب باتیں کرتے ہیں تو اللہ تعالے آگے اس کا رد فرماتا ہے۔
مُمَزَّقٌ۔ مصدر ہے اور تمزیق اور فرق ایک معنی دیتا ہے۔ کپڑے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کے لیکن تمزیق میں مبالغہ ہے۔

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ کیا اللہ پر اس نے یعنی حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ باندھا یا اسے (معاذ اللہ) جنون ہے بلکہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔

یعنی ہمارے حبیب کی ان باتوں کو کیا کافر افترا سمجھتے ہیں یا انہیں جنون اور سودا کا مریض سمجھتے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ منکرین گمراہ ہیں اور عذاب آخرت میں مبتلا ہونے والے ہیں بعث و حساب کا انکار ہی انہیں عذاب میں مبتلا کرے گا۔

اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۔ تو کیا نہ دیکھا انہوں نے جو ان کے آگے اور پیچھے ہے آسمان اور زمین ہیں ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں بیشک اس میں نشانی ہے ہر رجوع لانے والے بندے کے لیے۔

یعنی کیا وہ اندھے ہیں کہ انہوں نے آسمان اور زمین کی طرف نگاہ نہیں ڈالی اور اپنے آگے پیچھے دیکھا ہی نہیں جو انہیں معلوم ہوتا کہ وہ ہر سمت سے احاطہ میں ہیں اور اقطار زمین و آسمان سے باہر نہیں جا سکتے اور خدا کی ملکیت سے باہر نہیں نکل سکتے انہیں ان پاؤں سے نکل کر کہیں بھاگنے کی راہ نہیں۔ انہوں نے کس قدر جرأت کی ہے کہ آیات اور اللہ کے رسول کی تکذیب کی اور یہ ایسا خطرناک جرم کیا ہے کہ اگر انہیں اس جرم میں زمین میں دھنسا دیا جائے یا آسمان کا ٹکڑا ان پر ڈال دیا جائے تو وہاں کہاں بچ کر جائیں گے ان کے سامنے قارون کا انجام موجود ہے انہیں سوچنا چاہیئے انہیں موجودات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں نظر و فکر والوں کے لیے۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ سبا پ ۲۲

بروایت ابن عباس و قتادہ یہ سورۃ مکی ہے اور اس کے مکی ہونے پر اجماع ہے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں مَكِّيَّةٌ اِلَّا قَوْلَهٗ تَعَالٰى وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ تمام سورۃ مکی ہے مگر آیہ کریمہ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مکی نہیں ہے۔

اور ابن الحصار کہتے ہیں هٰذَا مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ هٰذِهِ الْقِصَّةَ مَدَنِيَّةٌ لِاَنَّ مُهَاجَرَةَ فَرْوَةَ بَعْدَ اِسْلَامِ ثَقِيْفٍ سَنَةَ تِسْعٍ ۔ یہ قصہ مدنی ہے اس لیے کہ مہاجرہ فروہ بعد اسلام قبیلہ ثقیف سنہ ۹ میں تھے۔

اس کے شان نزول پر آلوسی لکھتے ہیں۔

اِنَّ سَبَبَ نُزُوْلِہَا اَنَّ اَبَا سُفْیَانَ قَالَ لِکُفَّارِ مَکَّۃَ لَمَّا سَمِعُوْا لِیُعَذِّبَ اللّٰہُ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِکِیْنَ وَالْمُشْرِکَاتِ کَاَنَّ مُحَمَّدًا یَتَوَعَّدُنَا بِعَذَابٍ بَعْدَ اَنْ نَمُوْتَ وَ یُخَوِّفُنَا بِالْبَعْثِ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰی لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَۃُ اَبَدًا وَلَا نُبْعَثُ۔

فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْ یَا مُحَمَّدُ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ قَالَہٗ مُقَاتِلٌ وَبَاقِی السُّوْرَۃِ تَہْدِیْدٌ وَتَخْوِیْفٌ وَمِنْ ھٰذَا ظَہَرَتِ الْمُنَاسَبَۃُ بَیْنَ ھٰذِہِ السُّوْرَۃِ وَالَّتِیْ قَبْلَہَا۔

ابو سفیان نے کفار مکہ سے کہا جب یہ آیت سنی لِیُعَذِّبَ اللّٰہُ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ کہ یہ آیتیں سنا کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو عذاب کا وعدہ دے رہے ہیں ہمارے مرنے کے بعد بعث ونشر سے ڈرا رہے ہیں اور قسم ہے لات وعزیٰ کی ہم پر قیامت کبھی نہ آئے گی۔ نہ ہم مر کر اٹھیں گے تو اللہ تعالے نے فرمایا اے محبوب انہیں فرما دیجئے بے شک یقینا تم مر کر اٹھائے جاؤ گے یہ قول مقاتل کا ہے۔ اور باقی سورۃ میں تہدید وتخویف ہے اور اس سے پہلی سورت اور اس سورت مبارکہ میں مناسبت بھی پائی جاتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَۃِ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ۔ سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کی ملک میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور اس کے لیے حمد آخرت میں بھی ہے اور وہ حکمت والا خبردار ہے۔

یعنی اس عزوجل کے لیے جو تعریفیں ہیں وہ از روئے تخلیق وتملیک اور تصرف وایجاد واعدام اور احیا واماتت ہیں اور وہ محمود نعیم دنیا کے ساتھ ہے اور وہ ایسا ہی محمود نعیم آخرت پر بھی ہے چنانچہ جنتی جنت میں داخل ہو کر اس طرح حمد کریں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ نَشَآءُ۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرُ نِ الَّذِیْ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَۃِ مِنْ فَضْلِہٖ۔

اور نعم دنیوی حاصل کرنے پر ان کی یہ حمد ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا چنانچہ حدیث میں ہے اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ یُلْہَمُوْنَ التَّسْبِیْحَ کَمَا یُلْہَمُوْنَ النَّفَسَ۔

چنانچہ علامہ زمخشری فرماتے ہیں اِنَّ الْاَوَّلَ وَاجِبٌ لِاَنَّہٗ عَلٰی نِعْمَۃٍ مُتَفَضَّلٍ بِہَا وَالثَّانِیْ لَیْسَ بِوَاجِبٍ لِاَنَّہٗ عَلٰی نِعْمَۃٍ وَاجِبَۃِ الْاِیْصَالِ اِلٰی مُسْتَحِقِّہَا۔ دنیا میں شکر نعمت واجب ہے اس لیے کہ دنیا میں اسے

اپنے فضل سے نعمتیں عطا کی گئیں اور آخرت کی نعمتیں واجبۃ الایصال ہیں یہ مستحق نعمت کے لیے اور یہ معتزلہ کا خیال ہے۔

اور اہل سنت کے عقیدہ میں نعم اخروی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی عطا ہوں گی۔

وَهُوَ الْحَكِيمُ اور وہ حکمت والا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ امور دارین کا مدبر حقیقی وہی ذات سبحانہ وتعالیٰ ہے اور اس کے تمام کام حکمت سے خالی نہیں۔

الْخَبِيرُ۔ اور تمام عالم کے بواطن اور مکنونات سے وہی خبردار ہے۔

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ

وہ جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو چڑھتا ہے آسمان میں اور وہ مہربان و بخشش فرمانے والا ہے۔

اس میں حکیم و خبیر کی مزید توضیح ہے گویا ارشاد ہے کہ وہ ایسا خبردار ہے کہ جو زمین میں جانے والی چیزیں مثل بارش وغیرہ کے ہیں انہیں بھی خوب جانتا ہے کہ یہ پانی بارش کا زمین میں پہنچ کر کیا کرے گا مکانات کی بنیادیں ڈھیلی کرے گا یا سبزہ اگلے گا دلدل کرے گا یا باغ وبہار لائے گا اور زمین سے جو کچھ نکلتا ہے اس سے بھی خبردار ہے کہ کتنی گھاس لگے گی کتنے پھول اور پھل آئیں گے، کتنا غلہ پیدا ہوگا اور آسمان سے کتنا مینہ برسا اور اس سے کتنا برف بنا اور کتنے اولے بن کر ژالہ باری کے موجب ہوئے کتنی برودت بڑھی کتنی بجلیاں گریں اور تمام مقادیر اس کے احاطہ علم میں ہیں۔

وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا۔ زمین سے کتنے ابخرات اور دخان اٹھے کتنے اعمال عباد میں سے نیک عمل گئے اور کتنے بدعمل، کتنی دعائیں مقبول ہونے کو چڑھیں کتنی رد کی گئیں کتنے ملائکہ زمین پہ آتے ہوئے چڑھے۔

اور وہ مہربان بخشنے والا ہے۔

روح المعانی میں ہے مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنَ النَّبَاتِ قَالَهُ السُّدِّيُّ وَمَا يَدْخُلُ فِيهَا مِنَ الْأَمْوَاتِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْ جَوَاهِرِ الْمَعَادِنِ۔

ولوج کے معنی دخول کے ہیں اور خروج کے معنی نکلنے کے ہیں۔

اور مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا أَيْ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ قَالَهُ السُّدِّيُّ۔

مَا يَنْزِلُ۔ الْمَطَرُ وَالثَّلْجُ وَالْبَرَدُ وَالصَّوَاعِقُ وَالْمَقَادِيرُ وَنَحْوُهَا أَيْضًا۔

وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا۔ أَيْ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ وَالْأَبْخِرَةِ وَالْأَدْخِنَةِ وَأَعْمَالِ الْعِبَادِ وَأَدْعِيَتِهِمْ وَنَحْوِهَا أَيْضًا۔

وَيُرَادُ بِالسَّمَاءِ جِهَةُ الْعُلُوِّ مُطْلَقًا۔ آسمان سے مراد بلندی کی جہت مطلقاً ہے۔

وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ۔ رحیم وغفور ہے لِلْمُفَرِّطِيْنَ فِي اَدَاءِ مَوَاجِبِ شُكْرِهَا۔ اب منکرین قیامت کا رد فرمایا جاتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ۔ اور کافر بولے ہم پر کبھی قیامت نہ آئے گی۔

اس میں ان کا انکار جنس لبشر سے قاطبۃ قیامت آنے پر تھا اور اتیان قیامت کی نفی سے وجود قیامت کا انکار مقصود تھا اور یہ استہزاء و تمسخراً وہ یہ کہتے تھے۔ جیسے مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ بھی کہا یہ بھی استہزاء ہی کہا گیا اس کا جواب زبان مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء سے دیا گیا اور ارشاد ہوا۔

قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ۔ اے محبوب فرمادیجئے تم انکار کرو یا نہ کرو وہ قیامت ضرور ضرور آئے گی میرے رب کی قسم۔

گو اس پر تاکید علی اتم الوجوہ فرما کر اس کا آنا یقینی اذعانی حتمی ظاہر فرمایا۔

اور اس کا وقت اور دن تمہیں معلوم نہیں ہو سکتا اس لیے کہ

عَالِمُ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ غیب کا بالذات جاننے والا وہی ہے اس سے رائی کے دانہ برابر کچھ مخفی نہیں آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی کوئی شے اور نہ بڑی کوئی شے مگر روشن کتاب میں ہے۔

لَا يَعْزُبُ کے ترجمہ میں مفسرین کہتے ہیں اَیْ لَا يَبْعُدُ وَمِنْهُ رَوْضٌ عَزِيْبٌ اَیْ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ یعنی اس سے کچھ بعید اور مخفی نہیں۔ محاورہ میں بولتے ہیں رَوْضٌ عَزِيْبٌ۔ باغیچہ عزیب ہے یعنی بعید ہے لوگوں سے (آبادی سے)

مِثْقَالُ ذَرَّةٍ۔ یعنی سرخ چیونٹی سے کم مقدار۔ آسمانوں اور زمین میں اور ذرہ سے کم مقدار یا بڑی مقدار سب اس کے حیطۂ علم میں یعنی کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں مسطور ہے لان الکتاب ھو علم اللہ تعالٰی یہاں جیسے لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ ارشاد ہے دوسری جگہ فرمایا وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ تاکہ صلہ دے انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کریں یہ وہ ہیں جن کے لیے بخشش ہے اور عزت کا رزق۔

اس فرق کا نتیجہ یہ ہے کہ جنتی جہنمی دونوں کے مابین امتیاز ہوگا اس کے بعد ایمان والوں کو جنت میں عزت کا رزق اور نعمتیں ملیں گی اور بخشش کے مستحق ہوں گے۔ آگے منکرین کا تذکرہ ہے۔

وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ۔ اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں کی مخالفت میں کوشش کرتے ہیں اور دلائل قرآنی کو کمزور بنانا چاہتے ہیں ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

معاجزین پر آلوسی لکھتے ہیں اَیْ مُسَابِقِیْنَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُعْجِزُوْنَنَا۔

عکرمہ کہتے ہیں مُرَاغِمِیْنَ

ابن زید کہتے ہیں۔ مُجَاهِدِیْنَ فِیْ اِبْطَالِهَا۔

جن کا خلاصہ مفہوم یہی ہے کہ آیات الٰہی پر اعتراضات لایعنی کر کے اس کے ابطال کی جو سعی کرنے والے ہیں ان کے لیے عذاب اور ذلت کا مصیبت اور بلائیں ہیں۔

رِجز کے معنی بقول قتادہ مطلق عذاب کے ہیں۔

اس کے بعد اہل کتاب اور مومنین کی شہادت پیش کی گئی چنانچہ ارشاد ہے۔

وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ هُوَ الْحَقَّ وَیَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ۔ اور دیکھتے جانتے ہیں وہ جنہیں علم دیا گیا کہ جو آپ پر نازل ہوا آپ کے رب کی طرف سے وہی حق ہے اور راہنمائی کرتا ہے عزت والے تعریف کیے گئے کی راہ کی طرف۔

اس کی تفسیر میں روح المعانی لکھتے ہیں اَیْ وَیَعْلَمُ اُولُوا الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ یَّطَأُ اَعْقَابَهُمْ مِنْ اُمَّتِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَمَنْ اٰمَنَ مِنْ عُلَمَاءِ اَهْلِ الْکِتَابِ کَمَا رُوِیَ عَنْ قَتَادَةَ کَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَکَعْبٍ وَّ اَضْرَابِهِمَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

اَلَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ۔ اَیِ الْقُرْاٰنُ۔

هُوَ الْحَقَّ۔ مَعْطُوْفٌ عَلٰی مَا قَبْلِهٖ مَسُوْقٌ لِلْاِسْتِشْهَادِ بِاُولِی الْعِلْمِ عَلَی الْجَهَلَةِ السَّاعِیْنَ فِی الْاٰیَاتِ۔ یعنی اہل علم اصحاب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین امت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہیں یا وہ علماء اہل کتاب جو ایمان لائے جیسے بقول قتادہ مثل عبد اللہ بن سلام اور حضرت کعب احبار اور ان کی مثل رضی اللہ عنہم جو کتاب یعنی قرآن کریم کو حق جانتے تھے۔

اس پر عطف کر کے سیاق مضمون میں استشہاد کیا گیا اہل علم کا ان جاہلوں پر جو آیات کلام اللہ کے ابطال میں ساعی ہیں۔

چونکہ جہلاء عرب کا یہ وہم تھا کہ قیامت نہیں آئے گی لیکن اہل علم جانتے تھے کہ وہ حق ہے اور قیامت ضرور آئے گی اور منکرین حشر و نشر باطل پر ہیں۔

اور وہ قرآن پاک کو جانتے تھے کہ یہ قطعی ہدایت کرنے والی ہے اس عزیز حمید کی راہ کی طرف۔
عزیز کی صفت یہ ہے اَلَّذِیْ یَقْھَرُ وَلَا یُقْھَرُ۔
اور حمید کے معنی یہ اَلْمَحْمُوْدُ فِیْ جَمِیْعِ شُئُوْنِہٖ عَزَّوَجَلَّ۔
عزیز وہ ہے جو سب پر غالب ہو اور کسی سے مغلوب نہ ہو اور حمید وہ ہے جو اپنی تمام شانوں میں قابل ستائش ہو جل جلالہ۔
اور صراط سے مراد توحید و تقویٰ کی راہ ہے آگے ارشاد ہے۔
وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ھَلْ نَدُلُّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ یُّنَبِّئُکُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّکُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ
اور کافر بولے کیا ہم تمہیں وہ آدمی بتائیں جو خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو نئی پیدا وار میں آؤ گے۔
کفار مکہ آپس میں بہ طریق تعجب و استہزاء کہتے کہ وہ آدمی یعنی جناب مصطفی علیہ التحیہ والثناء کی بھی تم نے سنی وہ کہتے ہیں جب تم مر کر ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تمہاری بعثت اور تم پہ حشر ہو گا اور تم دوبارہ اٹھو گے ان کی مُزِّقْتُمْ سے مراد تھی اِذَا مِتُّمْ وَتَفَرَّقَتْ اَجْسَادُکُمْ۔ جب تم مر کر اپنے جسموں سے ریزہ ریزہ ہو جاؤ یعنی جب تم گل کر مٹی ہو جاؤ گے۔
اِنَّکُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ تو تمہاری نئی پیداوار ہو گی۔
اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَمْ بِہٖ جِنَّۃٌ۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ اللہ پر افتراء فرما رہے ہیں یا انہیں جنون ہے
یعنی انہوں نے کہا نہ معلوم یہ شخص یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں یا انہیں کوئی جنون ہے اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا۔
بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ۔ بلکہ جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے وہ عذاب اور پرلے درجہ کی گمراہی میں ہیں۔
یعنی ہمارے حبیب نے نہ افتراء باندھا ہے نہ انہیں جنون ہے بلکہ یہ خود گمراہی جنون اور بد اعتقادی کی گمراہی کے شکار ہیں پھر تو بیخا ارشاد ہے۔
اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَمَا خَلْفَہُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِہِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْہِمْ کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ۔ تو کیا ان لوگوں نے وہ چیزیں نہ دیکھیں جو ان کے آگے پیچھے ہیں آسمان اور زمین سے ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں جن میں ایمان والے اور خدا کی طرف رجوع لانے والے کے لیے بڑی عبرت ہے۔
آیۃ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے ان کے وہم و گمان اور اقوال واہیہ کا ابطال فرمایا چنانچہ آلوسی روح المعانی

یوں فرماتے ہیں۔

کانہ قیل لیس الامر کما زعموا بل ھم فی کمال اختلال العقل وغایۃ الضلال عن الفہم والادراک الذی ھو الجنون حقیقۃ وفیما یؤدی الیہ ذالک من العذاب حیث انکروا حکمۃ اللہ تعالیٰ فی خلق العالم وکذبوہ عزوجل فی وعدہ ووعیدہ وتعرضوا سخطہ سبحانہ۔

گویا اللہ تعالےٰ نے جواب میں فرمایا مشرکین نے جو کہا کہ وہ افتراء کرتے ہیں یا انہیں جنون ہے یہ بات قطعاً نہیں بلکہ وہ خود اپنے اختلال عقل اور غایت گمراہی میں ہیں۔ فہم سلیم اور ادراک میں مجنون ہیں اور یہی حقیقتاً جنون ہے اور اس سے جو ان کے لیے صلہ ہے وہ عذاب ہے اس لیے کہ وہ حکمت الٰہیہ سے انکار کرتے ہیں اور تخلیق عالم کے معاملہ میں اللہ تعالےٰ کی تکذیب کرتے ہیں اور اس کے وعدہ وعید سے منحرف ہیں تو ان پر اللہ تعالےٰ کا غیظ و غضب ہے اسی وجہ میں آگے ارشاد ہے۔

اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ یہ اندھے کیا نہیں دیکھتے کہ ان کے آگے پیچھے آسمان اور زمین ہے جو انہیں گھیرے ہوئے ہے۔

اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا ٹکڑا ڈال کر انہیں کچل دیں۔

آلوسی فرماتے ہیں۔ والمعنی اعموا فلم ینظروا الی ما احاط بجوانبہم من السماء والارض فلم یتفکروا انہم اشد خلقا ام ھی وانا ان نشا نخسف بہم الارض کما خسفناھا بقارون او نسقط علیہم کسفا ای قطعا من السماء کما اسقطنا علی اصحب الایکۃ لتکذیبہم بالآیات بعد ظھور البینات۔

آیۂ کریمہ کا مفہوم منطوق یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کیا یہ اندھے ہیں انہیں نظر نہیں آتا کہ ان کے چاروں جانب جنہے گھیر رکھا ہے وہ آسمان وزمین ہے یہ اتنا نہیں سوچتے کہ ان سے کہیں زیادہ شدید ترین مخلوق ہے اور اس کے مقابل کچھ نہیں اور ہم وہ قادر وقیوم ہیں کہ اگر چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں۔ جیسے قارون کو دھنسایا تھا یا ان پر کسف سما دیں یعنی آسمان کا ٹکڑا ان پر ڈال دیں جیسے اصحاب ایکہ پر ڈالا اور یہ سب تکذیب آیات الٰہی کی سزا تھی جبکہ ان پر دلائل روشن آئے تو ماننے کی بجائے تکذیب کرنے کی جرأت کر بیٹھے ایسا ہی ان کا حشر ہوگا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ۔ بے شک اس میں اللہ تعالےٰ کی نشانی ہے اور عبرت ہے ایمان والے رجوع لانے والے کے لیے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ سبا پ ۲۲

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ
اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝

اور بے شک ہم نے دیا داؤد کو اپنا بڑا فضل اے
پہاڑو! اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور
اے پرندو! اور ہم نے نرم کیا اس کے لیے لوہا۔

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ
وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ۝

تاکہ وسیع زرہیں بنائے اور اس کی کڑیاں انداز
سے بنائے اور تم سب نیکی کرو بے شک میں جو کچھ
تم کرتے ہو دیکھتا ہوں۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ
رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ
الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ
يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ
عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ
السَّعِيْرِ ۝

اور سلیمان کے لیے ہوا مسخر کی اس کی صبح کی سیر ایک
مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینہ کی راہ سے تھی
اور بہایا ہم نے اس کے لیے چشمہ پگھلے ہوئے تانبے
کا اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے
اس کے رب کے حکم سے اور جو منحرف ہو ان میں سے
ہمارے حکم سے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں
گے۔

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ
وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ
رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ
وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝

بناتے اس کے لیے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور
تصویریں اور لگن بڑے حوضوں کے برابر اور لنگر دار
دیگیں عمل کرو اے داؤد شکر کے ساتھ اور بہت کم ہیں
میرے بندوں میں شکر گذار۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ
عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ
مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ
اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا
لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝

تو جب حکم بھیجا ہم نے اس پر موت کا نہیں بتایا ان
نے جنوں کو اس کی موت کا حال مگر زمین کی دیمک
نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی تو جب سلیمان زمین پر گر
پڑے ظاہر ہوا جنوں پر تو پکارے کہ اگر وہ غیب
جانتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّشِمَالٍ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝

بے شک ملک سبا کے لیے ان کی آبادی میں نشانی تھی دو باغ دائیں بائیں اپنے رب کا رزق کھاؤ اور شکر کرو اس کا پاکیزہ شہر اور بخشنے والا رب۔

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ۝

تو انہوں نے منہ پھیرا تو ہم نے بھیجا ان پر زور کا بہاؤ پانی کا اور بدل دیا ہم نے ان دو باغوں کے بدلے دو باغ جن میں بکھٹا میوہ اور جھاؤ اور کچھ بیریاں بھی۔

ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝ وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ الْقُرَى الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَاَیَّامًا اٰمِنِیْنَ ۝

یہ ہم نے بدلہ دیا انہیں ان کی ناشکری کا اور ناشکری کی سزا ہی یہ ہے اور ہم نے کیے ان میں اور ان شہروں میں جن میں ہم نے برکت رکھی سر راہ کتنے شہر اور مقرر کیا ہم نے منزل کے اندازے پر چلو ان میں راتوں اور دنوں میں امن و امان سے۔

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

تو بولے اے ہمارے رب ہمارے سفر میں دوری ڈال اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے انہیں افسانہ کر دیا اور انہیں ہم نے پراگندہ کر دیا پریشان کر کے بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صابر شکر گزار کے لیے۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

اور بے شک سچ کر دکھایا ان پر ابلیس نے اپنا گمان تو اس کے پیرو ہو گئے مگر ایک گروہ مومنین میں سے۔

وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَیْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِیْ شَكٍّ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ۝

اور نہیں تھا ان پر شیطان کا قابو مگر اس لیے کہ ہم دکھا دیں کہ کون ایمان لایا آخرت پر ان میں سے جو شک میں ہیں اور تمہارا رب ہر شے پر نگہبان ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	اٰتَیْنَا۔ دیا ہم نے	دَاوٗدَ۔ داؤد کو
مِنَّا۔ اپنی طرف سے	فَضْلًا۔ فضل	یٰا۔ اے	جِبَالُ۔ پہاڑو
اَوِّبِیْ۔ رجوع کرو	مَعَہٗ۔ اس کے ساتھ	وَ۔ اور	الطَّیْرُ۔ اے پرندو
وَ۔ اور	اَلَنَّا۔ نرم کیا ہم نے	لَہٗ۔ اسکے لیے	الْحَدِیْدُ۔ لوہا
اَنِ۔ یہ کہ	اعْمَلْ۔ بنا	سٰبِغٰتٍ۔ کھلی زرہیں	وَّ۔ اور
قَدِّرْ۔ اندازہ رکھ	فِی۔ بیچ	السَّرْدِ۔ پرونے کے	وَ۔ اور
اعْمَلُوْا۔ عمل کرو	صَالِحًا۔ نیک	اِنِّیْ۔ بیشک میں	بِمَا۔ اس سے جو
تَعْمَلُوْنَ۔ کرتے ہو تم	بَصِیْرٌ۔ دیکھنے والا ہوں	وَ۔ اور	لِسُلَیْمٰنَ۔ سلیمان کے لیے
الرِّیْحَ۔ ہوا تابع کی	غُدُوُّ۔ پہلا پہر	ھَا۔ اس کا رستہ	شَھْرٌ۔ ایک مہینے کا
وَ۔ اور	رَوَاحُھَا۔ پچھلا پہر	شَھْرٌ۔ ایک مہینہ	وَ۔ اور
اَسَلْنَا۔ بہا دیا ہم نے	لَہٗ۔ اس کے لیے	عَیْنَ۔ چشمہ	الْقِطْرِ۔ تانبے کا
وَ۔ اور	مِنَ الْجِنِّ۔ جنوں میں سے	مَنْ۔ وہ بھی تھے جو	یَّعْمَلُ۔ کام کرتے
بَیْنَ۔ آگے	یَدَیْہِ۔ اس کے	بِاِذْنِ۔ حکم	رَبِّہٖ۔ اسکے رب سے
وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	یَّزِغْ۔ ٹیڑھا ہو	مِنْھُمْ۔ ان میں سے
عَنْ اَمْرِنَا۔ ہمارے حکم سے		نُذِقْہُ۔ چکھاتے ہم اسکو	مِنْ عَذَابِ۔ عذاب
السَّعِیْرِ۔ جلنے کا	یَعْمَلُوْنَ۔ بناتے	لَہٗ۔ اس کے لیے	مَا۔ جو
یَشَآءُ۔ چاہتا	مِنْ مَّحَارِیْبَ۔ اونچے اونچے محل		وَ۔ اور
تَمَاثِیْلَ۔ تصویریں	وَ۔ اور	جِفَانٍ۔ لگن	کَالْجَوَابِ۔ حوضوں جیسے
وَ۔ اور	قُدُوْرٍ۔ دیگیں	رّٰسِیٰتٍ۔ لنگر دار	اِعْمَلُوْا۔ کرو
اٰلَ۔ اے آل	دَاوٗدَ۔ داؤد	شُکْرًا۔ شکر	وَ۔ اور
قَلِیْلٌ۔ تھوڑے ہیں	مِّنْ عِبَادِیَ۔ میرے بندے		الشَّکُوْرُ۔ شکر گزار
فَلَمَّا۔ پھر جب	قَضَیْنَا۔ بھیجا ہم نے	عَلَیْہِ۔ اس پر	الْمَوْتَ۔ موت کو

مَا۔ نہ	دَلَّهُمْ۔ خبر ہوئی انکو	عَلٰی۔ اوپر	مَوْتِهٖ۔ موت اسکی کے
اِلَّا۔ مگر	دَآبَّةُ۔ دیمک	الْاَرْضِ۔ زمین کی نے	تَاْكُلُ۔ کھا گئی
مِنْسَاَتَهٗ۔ اسکی لاٹھی	فَلَمَّا۔ تو جب	خَرَّ۔ وہ گرا	تَبَيَّنَتِ۔ تو معلوم ہوا
الْجِنُّ۔ جنوں کو	اَنْ۔ یہ کہ	لَّوْ۔ اگر	كَانُوْا۔ وہ ہوتے
يَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	الْغَيْبَ۔ غیب کو	مَا۔ تو نہ	لَبِثُوْا۔ ٹھہرے رہتے
فِی۔ بیچ	الْعَذَابِ۔ عذاب	الْمُهِيْنِ۔ رسوا کرنے والے کے	لَقَدْ۔ بیشک
كَانَ۔ تھی	لِسَبَاٍ۔ سبا کے لیے	فِیْ۔ بیچ	مَسْكَنِهِمْ۔ انکے گھروں کے
اٰيَةٌ۔ نشانی	جَنَّتٰنِ۔ دو باغ تھے	عَنْ يَّمِيْنٍ۔ دائیں	وَّ۔ اور
شِمَالٍ۔ بائیں	كُلُوْا۔ کھاؤ	مِنْ رِّزْقِ۔ رزق	رَبِّكُمْ۔ اپنے رب کا
وَاشْكُرُوْا۔ اور شکر کرو	لَهٗ۔ اس کا	بَلْدَةٌ۔ شہر ہے	طَيِّبَةٌ۔ پاکیزہ
وَ۔ اور	رَبٌّ۔ رب	غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا	فَاَعْرَضُوْا۔ تو منہ پھیرا انہوں نے
فَاَرْسَلْنَا۔ تو بھیجا ہم نے	عَلَيْهِمْ۔ ان پر	سَيْلَ۔ سیلاب	الْعَرِمِ۔ بانی کا
وَ۔ اور	بَدَّلْنٰهُمْ۔ بدل دیے ہمنے انکو	بِجَنَّتَيْهِمْ۔ دو باغوں کے بدلے	جَنَّتَيْنِ۔ دو باغ
ذَوَاتَیْ۔ جن میں	اُكُلٍ۔ پھل تھے	خَمْطٍ۔ کسیلے	وَّ۔ اور
اَثْلٍ۔ جھاؤ	وَّ۔ اور	شَیْءٍ۔ کچھ	مِّنْ سِدْرٍ۔ بیریاں
قَلِيْلٍ۔ تھوڑی سی	ذٰلِكَ۔ یہ	جَزَيْنٰهُمْ۔ بدلہ دیا ہمنے	هُمْ۔ ان کو
بِمَا۔ اس کا جو	كَفَرُوْا۔ کفر کیا انہوں نے	وَ۔ اور	هَلْ۔ ایسا نہیں
نُجٰزِیْ۔ بدلہ دیتے ہم	اِلَّا۔ مگر	الْكَفُوْرَ۔ ناشکروں کو	وَ۔ اور
جَعَلْنَا۔ بنائیں ہم نے	بَيْنَهُمْ۔ انکے درمیان	وَ۔ اور	بَيْنَ۔ درمیان
الْقُرَى۔ ان بستیوں	الَّتِیْ۔ کے جو	بٰرَكْنَا۔ برکت رکھی ہم نے	فِيْهَا۔ اس میں
قُرًى۔ بستیاں	ظَاهِرَةً۔ سر راہ	وَّ۔ اور	قَدَّرْنَا۔ اندازہ کیا ہم نے
فِيْهَا۔ اس میں	السَّيْرَ۔ چلنے کا	سِيْرُوْا۔ چلو	فِيْهَا۔ ان میں
لَيَالِیَ۔ رات	وَاَيَّامًا۔ اور دن	اٰمِنِيْنَ۔ امن سے	فَقَالُوْا۔ تو بولے
رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	بٰعِدْ۔ دوری کر	بَيْنَ۔ درمیان	اَسْفَارِنَا۔ ہمارے سفروں کے
وَ۔ اور	ظَلَمُوْا۔ ظلم کیا انہوں نے	اَنْفُسَهُمْ۔ اپنی جانوں پر	فَجَعَلْنٰهُمْ۔ تو بنایا ہم نے انکو

اَحَادِیْثَ۔ افسانے	وَ۔ اور	مَزَّقْنٰھُمْ۔ توڑا ہم نے	ھُمْ۔ ان کو
کُلَّ۔ پوری طرح	مُمَزَّقٍ۔ توڑنا	اِنَّ۔ بیشک	فِیْ۔ بیچ
ذٰلِکَ۔ اس کے	لَاٰیٰتٍ۔ نشان ہیں	لِکُلِّ۔ ہر ایک	صَبَّارٍ۔ صبر کرنے والے
شَکُوْرٍ۔ شکر کرنیوالے کے	وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	صَدَّقَ۔ سچ کر دکھایا
عَلَیْھِمْ۔ ان پر	اِبْلِیْسُ۔ ابلیس نے	ظَنَّهٗ۔ اپنا گمان	فَاتَّبَعُوْهُ۔ تو پیروی کی انہوں نے اس کی
اِلَّا۔ مگر	فَرِیْقًا۔ ایک جماعت	مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کی نے	
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	کَانَ۔ تھا	لَهٗ۔ اس کا
عَلَیْھِمْ۔ ان پر	مِّنْ سُلْطٰنٍ۔ کوئی غلبہ	اِلَّا۔ مگر	لِنَعْلَمَ۔ تاکہ ظاہر کریں ہم
مَنْ۔ اس کو جو	یُّؤْمِنُ۔ ایمان رکھے	بِالْاٰخِرَةِ۔ آخرت پر	مِمَّنْ۔ اس سے کہ
ھُوَ۔ وہ	مِنْھَا۔ اس سے	فِیْ۔ بیچ	شَکٍّ۔ شک کے ہے
وَ۔ اور	رَبُّکَ۔ تیرا رب	عَلٰی۔ اوپر	کُلِّ۔ ہر
شَیْءٍ۔ چیز کے	حَفِیْظٌ۔ نگران ہے۔		

اس رکوع کی نادر لغات

اَوِّبِیْ۔ رجوع لاؤ	اَلَنَّا۔ نرم کیا ہم نے
حَدِیْدَ۔ لوہا	اِعْمَلْ سٰبِغٰتٍ۔ فراخ بناؤ
وَقَدِّرْ فِی السَّرْدِ۔ کڑیاں برابر کی	غُدُوُّھَا۔ صبح اس کی
وَرَوَاحُھَا۔ اور شام اس کی	وَاَسَلْنَا لَهٗ۔ جاری کیا ہم نے اس کے لیے
عَیْنَ الْقِطْرِ۔ چشمہ پگھلے ہوئے تانبہ کا	وَمَنْ یَّزِغْ۔ اور جو کجی کرے
سَعِیْرِ۔ بھڑکتی آگ	مَحَارِیْبَ۔ اونچے محل
تَمَاثِیْلَ۔ تصاویر	جِفَانٍ۔ لگن
کَالْجَوَابِ۔ مثل حوض کے	وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ۔ دیگیں لنگردار
دَآبَّةُ الْاَرْضِ۔ زمین کی دیمک	مِنْسَاَتَهٗ۔ اس کی لکڑی کو
خَرَّ۔ گر گیا	عَذَابِ الْمُھِیْنِ۔ خواری کا عذاب

سَبَاٌ ۔ بلادِ یمن کا ایک شہر جس کی ملکہ بلقیس تھی اور وہ بعد میں سیلاب سے تباہ ہو گیا۔

سَیْلَ الْعَرِمِ ۔ بھاری مصیبت کا ۔ ذَوَاتَیْ اُکُلٍ خَمْطٍ ۔ بکھٹے میوے

اَثْلٍ ۔ جھاؤ کا درخت ۔ سِدْرٍ ۔ بیری

کَفُوْرٍ ۔ ناشکرا ۔ قَدَّرْنَا ۔ اندازہ کر دیا ہم نے

سَیْرٌ ۔ منزل کا مقام ۔ مَزَّقْنٰھُمْ ۔ ریزہ ریزہ کر دیا یا منتشر کر دیا

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع سورۃ سبا پ ۲۲

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۔ اور بے شک ہم نے داؤد کو اپنا بڑا فضل دیا۔

یعنی نبوت اور کتاب زبور عطا کی۔

ایک قول ہے کہ فضل سے مراد ملک اور حکومت ہے۔

ایک قول ہے اس سے مراد صوت حسن ولحن دل افروز ہے اور اسکے ساتھ آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہونا ہے

یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ وَالطَّیْرَ ۔ اے پہاڑو اور پرندو داؤد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاؤ۔

اور جب وہ تسبیح الٰہی کی نغمہ سنجی کریں تو تم بھی ان کی ہمنوائی میں نغمہ سنج ہو جاؤ۔ چنانچہ جب حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح فرماتے تو پہاڑوں سے بھی تسبیح کی آواز سنی جاتی اور پرندو مرغانِ خوش الحان دل رُبا میں شریک ہوتے تھے۔

اگرچہ موجودہ دور آزادی کا مسلمان ان چیزوں کو گوش توہم واشتباہ سے سن کر تاویلات کی دلدل میں پھنس جاتا ہے لیکن جبکہ ہمارے سامنے لاؤڈ سپیکر کا مائیکروفون اور ریڈیو زندہ شہادت ہے کہ بے جان جماد محض ہماری آواز کی طرف رجوع ہو کر اس آواز کو برقی قوت سے دوبالا بلکہ دس گنا کر دیتے ہیں قوت برقیہ نبوت تو اس سے کہیں زیادہ اقوی ہے اس کے ذریعہ اگر ایسا ہوا تو استبعاد عقلی کیوں واللہ الہادی ٹیلیفون ہماری آواز لے کر یہاں سے لندن جاسکے تو نبوت کی قوت باطن سے کیوں مستبعد ہو۔

فلاسفہ اس کے قائل ہیں کہ مادی قوت کے مقابل روحانی قوت بہت قوی ہے تو پھر عقل کے پیروؤں کو گنجائش انکار نہیں رہنی چاہیئے۔

یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ ۔ میں حکم حکیم علی الاطلاق ہے اور اسپیکر میں، ریڈیو میں اور ٹیلیفون میں حکم برقی مادی ہے اور دونوں کا فرق اتنا ہے جتنا خالق و مخلوق میں ہے۔ ایسے ہی آگے جو ارشاد ہے وہ بھی ماننے کے قابل ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے۔
وَاَلَنَّا لَہُ الْحَدِیْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ
اور ہم نے نرم کیا اس کے لیے لوہا کہ بناؤ وسیع زرہیں اور ان کی کڑیاں اندازے سے رکھو اور تم سب نیکی کرو۔ بیشک میں تمہارے سب کام دیکھ رہا ہوں۔
سَرْد۔ عربی میں چمڑا جوڑنا۔ سوراخ کرنا۔ زرہ بننا۔ مسلسل باتیں کرنا۔ لگاتار روزے رکھنا کے معنی دیتا ہے یہاں سرد زرہ بننے کے معنی میں لایا گیا۔
وَقَدِّرْ فِی السَّرْدِ۔ زرہ کی کڑیاں مساوی رکھنے کے معنی میں لایا گیا۔
اور سَابِغَہ فراخ زرہ کو کہتے ہیں۔ سَابِغَات اس کی جمع ہے۔
آگے نیک عمل کرنے کی ہدایت کی گئی۔
اس کے ماتحت مفسرین کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ آپ کے دست مبارک میں لوہا موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا اور آپ اس سے جو چاہتے بغیر آگ کی مدد اور بغیر ٹھونکے پیٹے بنا لیتے۔ اس کا سبب یہ بیان کیا گیا کہ جب آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ ہوئے تو آپ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ لوگوں کے تاثرات وجدانیات کی جستجو فرمانے کو لوگوں میں ایسی شان سے نکلتے کہ آپ کو کوئی نہ پہچان سکے پھر آپ کو جب کوئی ملتا تو دریافت فرماتے کہ داؤد کیسا ہے تو سب لوگ تعریف کرتے۔
تو اللہ تعالےٰ نے ایک فرشتہ بصورت انسان بھیجا حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے دریافت فرمایا تو اس نے کہا داؤد ہیں تو بہت اچھے مگر کاش ان میں یہ خصلت نہ ہوتی کہ وہ اپنے اہل وعیال کا خرچ بیت المال سے کرتے ہیں۔
تو آپ کو محسوس ہوا کہ فی الواقع یہ نہ ہونا چاہیئے آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ کوئی ایسا سبب کر دے کہ آپ جس کے ذریعہ بیت المال سے بے نیاز ہو جائیں۔
دعا مستجاب ہوئی اور اللہ تعالےٰ نے آپ کے لیے لوہا نرم کر دیا اور صنعت زرہ سازی کا علم عطا فرمایا چنانچہ آپ ہی پہلے ہیں جنہوں نے زرہ سازی شروع کی۔
آپ دن میں ایک زرہ بنا لیتے وہ چار ہزار درہم کو فروخت ہوتی اس سے آپ اپنے اور اہل وعیال کے اخراجات پورے فرما کر فقراء ومساکین پر بچا ہوا خرچ فرماتے۔ اسی کی طرف آیت کریمہ میں ارشاد ہے
وَاَلَنَّا لَہُ الْحَدِیْدَ۔
اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ شروع ہے۔

وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّھَا شَھْرٌ وَّرَوَاحُھَا شَھْرٌ۔ اور سلیمان کے لیے ہوا مسخر کی جس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی راہ اور شام کی منزل ایک ماہ کی راہ ہے۔

آپ دمشق سے روانہ ہوتے تو دوپہر کو قیلولہ اصطخر میں فرماتے جو ملک فارس میں ہے اور دمشق سے ایک مہینہ کی راہ پر ہے۔ پھر شام سے اصطخر سے روانہ ہو کر رات کابل میں آرام فرماتے یہ بھی تیز سوار کے لیے ایک ماہ کا راستہ ہے۔

وَاَسَلْنَا لَہٗ عَیْنَ الْقِطْرِ۔ اور ہم نے اس کے لیے یعنی سلیمان کے لیے پگھلے ہوئے تانبہ کا چشمہ بہایا۔ جو تین روز سرزمین یمن میں پانی کی طرح جاری رہا۔

ایک قول یہ ہے کہ ہر مہینہ میں تین روز یہ چشمہ جاری رہتا تھا۔

ایک قول ہے کہ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کیا ایسے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تانبہ پگھلایا۔

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْہِ بِاِذْنِ رَبِّہٖ وَمَنْ یَّزِغْ مِنْھُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْہُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ۔ اور جنوں میں سے وہ بھی تھے جو سلیمان علیہ السلام کے آگے اللہ کے حکم سے کام کرتے تھے اور وہ بھی تھے جو اللہ کے حکم سے نافرمانی کرتے ہم انہیں بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا تابع کر دیا تھا اور بعض وہ تھے جو نافرمان تھے ان کے لیے وعید شدید عذاب جہنم کا بھڑکتی آگ کا سنایا۔

یَزِغْ۔ زیغ سے ہے اور زیغ کجی اور نافرمانی کے معنی میں مستعمل ہے۔

آگے یہ تصریح ہے کہ وہ جن کیا کام کرتے تھے اور اس کی تفصیلات ارشاد ہیں۔

یَعْمَلُوْنَ لَہٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ کَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ۔

مَحَارِیْب۔ محراب کی جمع ہے۔

اور تَمَاثِیْل۔ تمثال کی یعنی تصویر کے معنی میں ہے۔

اور جفان لگن کو کہتے ہیں۔

اور جَوَاب۔ بڑا حوض اور کسی سوالی کے مقابل جواب دینا۔

قُدُوْر۔ قدر کی جمع ہے۔ ہانڈی دیگچی لیکن جب وہ رٰاسِیٰات کے ساتھ مضاف ہو گئی جو سر کے معنی میں ہے تو قدور الراسیات۔ اونچے سر کے دیگچے جو لنگر دار دیگ پر بولی جائے۔ تو آیۂ کریمہ کا ترجمہ یہ ہوا۔ سلیمان کے لیے بناتے جو وہ چاہتے اونچے اونچے محراب اور عمارتیں اور تصویریں اور بڑے بڑے

لگن مثل حوض کے اور دیگیں لنگر دار۔
تو خلاصہ یہ نکلا کہ وہ جن بحکم سلیمان علیہ السلام عالی شان محرابوں والی عمارتیں اور مسجدیں بناتے۔
چنانچہ بیت المقدس بھی اسی زمانہ کی عمارت ہے۔
اور تصاویر درندوں پرندوں وغیرہ کی تانبے اور بلور اور پتھر وغیرہ سے بناتے جو شریعت سلیمانی میں حرام نہ تھا آج شریعت محمدی میں یہ صنعت حرام ہے۔
اور صنعت کاری میں وہ اتنے بڑھ چکے تھے کہ ایک ایک لگن مثل حوض کے بنا ڈالتے جس پر ایک ایک ہزار آدمی بیٹھ کر کھا سکیں۔
اور دیگیں ایسی شان کی بناتے کہ ایک جگہ سے ان کا ہٹانا دشوار تھا۔ سیڑھیاں لگا کر ان پر چڑھتے اس کا ایک نمونہ تو اجمیر شریف میں غریب نواز کے آستانہ پر ملتا ہے کہ یہاں دو دیگیں ہیں ایک دیگ میں تو ڈیڑھ سو بوری چاول پکتا ہے اور دوسری میں تقریبًا پچاس بوری۔
یہ دیگیں یمن میں تھیں اس پر ارشاد ہے کہ ہم نے فرمایا۔
اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ۔ اے داؤد کے گھر والو عمل کرو شکر کرتے ہوئے اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر گذار۔
گویا یہ نعمتیں عطا فرما کر ارشاد ہے کہ ان نعمتوں کا شکر کرو جو ہم نے تمہیں دی ہیں۔
اس کے بعد جو تذکرہ ہے اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی کہ ان کی وفات کا حال جنوں پر ظاہر نہ ہوتا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ جن علم غیب نہیں جانتے۔ پھر آپ محراب میں داخل ہوئے اور حسب عادت نماز کے لیے اپنے عصا پر تکیہ لگا کر کھڑے ہو گئے جنات حسب دستور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام زندہ ہیں۔ ایسے حال میں ایک مدت تک کھڑے رہے۔ اور جنات کے لیے یہ تمدد زمانہ اس وجہ میں موجب حیرت نہ ہوا کہ وہ بارہا دیکھ چکے تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام دو دو ماہ بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت تک مسلسل عبادت فرمایا کرتے تھے اور آپ کی دعا بہت ہی دراز ہوتی تھی۔
اس بار آپ کا قیام عصا کے ساتھ ایک سال تک رہا جنات وفات پر مطلع نہ ہوئے اور اپنی خدمت میں مشغول رہے حتیٰ کہ بحکم الٰہی دیمک نے آپ کا عصا کھا لیا اور آپ کا جسم مبارک جو عصا کے سہارے پر کھڑا تھا زمین پر آیا اور انہیں آپ کی وفات کا علم ہوا چنانچہ ارشاد ہے۔
فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ

تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ۔ تو جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے کہ اس نے وہ عصا کھا لیا پھر جب سلیمان زمین پہ گر پڑے جنوں کو وہ حال ظاہر ہوگیا (کہنے لگے) اگر ہم غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔

گویا اس بے خبری سے جنوں کو علم ہوا کہ وہ غیب نہیں جانتے اگر انہیں غیب کا علم ہوتا تو ضرور وفات سلیمان سے باخبر ہوتے۔

غرضیکہ بعد وفات سلیمان علیہ السلام بھی وہ ایک سال تک مشقت کے ساتھ تعمیر میں مصروف رہے۔

روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنا اس مقام پر رکھی تھی جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خیمہ نصب کیا تھا۔

پھر داؤد علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور بنا بیت المقدس ناتمام رہ گئی۔ لیکن بوقت وفات آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس عمارت کی تکمیل کی وصیت فرمائی۔

مختصر یہ کہ آپ نے اجنہ کو اس عمارت کی تکمیل کا حکم دیا تھی کہ آپ کی وفات کا وقت بھی آگیا اور تعمیر ناتمام رہی تو آپ نے دعا کی کہ میری وفات کا انہیں علم نہ ہو تاکہ یہ عمارت مکمل ہو جائے اور انہیں جو علم غیب کا دعوی ہے وہ بھی باطل ہو جائے اور یہ مصروف تعمیر رہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر جب تیرہ سال کی تھی تو آپ سریر آرائے سلطنت ہوئے اور چالیس سال آپ نے سلطنت فرمائی آپ کی کل عمر مبارک ترپن سال کی ہوئی تھی۔

اس کے بعد ملک سبا کا تذکرہ شروع فرمایا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

لَقَدْ کَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْکَنِهِمْ اٰیَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ کُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّکُمْ وَاشْکُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ بے شک سبا کے لیے ان کی آبادی میں نشانی تھی دو باغ داہنے اور بائیں (ہم نے انہیں فرمایا) اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر کرو پاکیزہ شہر اور بخشنے والا رب۔

سبا عرب کا ایک قبیلہ ہے جو اپنے دادا کے نام سے مشہور ہے اور دادا سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے۔

ان کی آبادی حدود یمن میں تھی۔

ان کی بستی میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی نعمتیں عطا کی تھیں کہ ہر رہنے والے کے دائیں بائیں دو باغ اور ایسے بار آور کہ اگر کوئی ایک جگہ سے خالی ٹوکری لے کر چلتا تو بغیر ہاتھ سے توڑے پھلوں سے وہ ٹوکری

بھر جاتی اور اس میں قسم قسم کے میوے بھر جاتے۔
تو انہیں حکم ہوا کہ ہماری بخشی ہوئی نعمت کا شکر کرو ہم نے تمہیں پاک بستی دی جس میں نہ مچھر نہ مکھی نہ موذی جانور۔ لطیف آب و ہوا صاف ستھری زمین جس میں نہ کھٹمل نہ پسو۔ سانپ نہ بچھو غرضیکہ عجیب و غریب صحت افزا جگہ تھی۔ بلکہ ہوا میں یہ لطافت کہ اگر کوئی باہر کا مسافر جوؤں سے لدا ہوا آجاتا تو اس بستی میں آتے ہی سب جوئیں مر جاتیں جیسے کشمیر جاتے ہوئے پیر پنجال کی گھاٹی سے عبور کرتے ہوئے تمام لالیاں گرمی والے رفع دفع ہو جاتے ہیں۔
حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ شہر صنعاء سے تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا۔
غرضیکہ انہوں نے ناشکری کی چنانچہ ارشاد ہے۔
فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ۔ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ۔ تو انہوں نے روگردانی کیا اور منہ پھیرا تو ہم نے ان پر زور کا طوفان پانی کا بھیجا اور ان کے باغوں کو بدل کر دو باغ ایسے بدل دیئے جن میں کسیلا کھٹا میوہ اور جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں چھوڑ دیں۔
تو انہوں نے شکر گذاری سے اتنا اعراض کیا کہ انبیاء کرام کی تکذیب شروع کر دی۔
حضرت وہب کہتے ہیں اس بستی میں تیرہ نبی دعوت حق دینے کے لیے مبعوث ہوئے جنہوں نے اللہ تعالے کی نعمتیں انہیں یاد دلائیں اور اس کے عذاب سے ڈرایا مگر انہوں نے ان کی تکذیب میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا بلکہ صاف کہہ دیا کہ ہم نہیں جانتے کہ ہم پر اللہ تعالے کی کوئی نعمت ہے یہ جو کچھ ہے ہماری حسن تدبیر سے ہے آپ اپنے خدا سے کہہ دیں کہ وہ اگر ایسی قوت رکھتا ہے تو ہم سے ان نعمتوں کو روک دے۔

سیل العرم۔ عظیم سیلاب یا زبردست پانی کا بہاؤ اللہ تعالے نے ان پر بھیجا جس سے ان کے تمام باغ اور سارا مال غرق ہو گیا اور ان کے رہنے کی وہ نفیس کوٹھیاں ریت کے اندر دفن ہو گئیں۔
غرضیکہ ایسے تباہ ہوئے کہ ملک سبا ایک افسانہ بن کر رہ گیا اور اہل عرب کے لیے وہ مثل بن گیا۔
اُكُلٍ خَمْطٍ۔ بدمزہ نہایت بدمزہ کو کہتے ہیں۔
اَثْلٍ۔ عربی میں جھاؤ کے درخت کو کہتے ہیں جو نہ پھول دے نہ پھلے نہ اس کا سایہ ہو۔
سِدْرٍ۔ عربی میں بیری کی جھاڑی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ یہ ان کی ناشکری کا نتیجہ تھا جیسے فرمایا
ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ۔ یہ بدلہ ہم نے انہیں ان کی ناشکری کا

دیا اور کسی کو نقصان نہیں دیتے اور سزا جب ہی دیتے ہیں جب وہ ناشکر ہو جاتے۔

یہاں بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ فرما کر بطریق مشاکلت ارشاد ہوا کہ ان کے دو باغ ایسے باغ ہو گئے جیسے ویرانوں میں جھاڑ یاں جم جاتی ہیں اور وحشت ناک جنگل ہوتے ہیں اس قسم کے باغ بنا دیے یہ ان کے کفر کی سزا دی گئی۔

وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ الْقُرَى الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَ اَیَّامًا اٰمِنِیْنَ۔ اور ہم نے کیے تھے ان میں (یعنی ملک سبا میں) اور ان شہروں میں جن میں ہم نے برکت رکھی سر راہ کتنے شہر اور ان میں ایک سے دوسری بستی تک اندازے سے بستیاں رکھیں ان میں چلو راتوں میں اور دنوں میں امن وامان سے۔

یعنی شہر سبا سے شام تک رہنے والوں کو اتنی وسیع نعمتیں اور پانی اور سایہ دار درخت اور چشمے عنایت کیے گئے تھے کہ سبا سے شام کے ملک تک جانے والے کو راستے کے لیے ناشتہ اور پانی ہمراہ لے جانے کی حاجت نہ تھی اور بستیاں ایسی قریب قریب رکھی تھیں کہ سفر کرنے والا صبح چلے تو دوپہر کو کسی بستی میں پہنچ جائے جہاں لسے اپنی تمام ضروریات مل سکتی تھیں اور آسانی سے سفر تمام ہو جائے غرضکہ یمن سے ملک شام تک تمام سفر آسانی سے پورا ہوتا تھا تو اللہ تعالے نے انہیں جتایا کہ تم سفر امن وامان سے کرتے ہو یہ ہماری بخشش ہے۔

اس پر متمولوں کے اندر حسد پیدا ہوا کہ ایسی آبادی کی صورت میں ہمارے اور غریبوں کے درمیان کوئی امتیاز ہی نہیں رہا۔ پاس پاس بستیاں ہیں جو چلا ہے خراماں خراماں ہوا خوری کرتا چلا جاتا ہے۔ چند قدم پر دوسری بستی آجاتی ہے وہاں آرام کرکے پھر ہر کس وناکس آگے چل دیتا ہے نہ تکان سفر محسوس ہوتی ہے نہ منزل کی کوفت۔

اگر منزلیں دور دور ہوتیں تو مدت سفر بھی دراز ہوتی ہم متمول لوگ جنگلوں بیابانوں سے گزرتے ہمارے ساتھ ناشتہ ہوتا پانی بھی ساتھ ہوتا سواریاں اور خدام ہمراہ ہوتے لطف سیر کے علاوہ امیر وغریب میں امتیاز ہوتا۔

یہ سوچ کر انہوں نے کہا جس کا تذکرہ ان آیتوں میں ہے۔

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا وَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ۔ تو بولے لسے ہمارے رب ہماری منزلوں میں دوری ڈال دے اور انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تو ہم نے ان کی (یہ فخر آبادی) افسانہ بنا دی اور انہیں ایسا

منتشر کیا کہ پورے پریشان ہوگئے بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر کرنے والے اور بڑے شکر گزار کے لیے۔

گویا انہوں نے چاہا کہ یمن اور شام کے درمیان جنگل اور بیابان اور دشوار گزار راہ ہو جائے کہ بغیر توشہ اور پانی کے سفر ہی نہ ہو سکے۔ چنانچہ عذاب الٰہی آیا اور ان کی ناشکری کا انہیں بدلہ ملا ان بیانوں میں بعد والوں کے لیے نشانیاں ہیں کہ ان کے احوال سنکر عبرت حاصل کریں کہ کیسی منظم اور خوش حال بستیاں تھیں اب قبیلہ قبیلہ منتشر ہو گیا اور تمام بستیاں ایک ہی سیلاب میں غرق ہو گئیں اور لوگ بے خانماں ہو کر جدا جدا آبا دیوں سے جا بسے۔

تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ قبیلہ غسّان شام میں اور قبیلہ ازل یمن عمان میں اور خزاعہ تہامہ میں اور آل خزیمہ عراق میں اور اوس وخزرج کا دادا عمرو بن عامر مدینہ میں جا بسے۔

ان آیات کے اخیر میں لِکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ جو ارشاد ہے اس سے مومن کی صفت بیان فرمائی ہے کہ صبر و شکر صفت مومن ہے جب وہ بلا و مصائب میں مبتلا ہوتا ہے صبر کرتا ہے اور جب نعمت پاتا ہے شکر کرتا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ شیطان کا گمان اہل سبا پر صحیح ہو گیا کہ انسان کو شہوت اور حرص اور غضب کے ذریعہ آسانی سے گمراہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اہل سبا کو اس نے اسی ذریعہ سے تباہ و برباد کر دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ۔

اور بیشک سچ کر دکھایا شیطان نے اپنا گمان تو وہ اس کے پیچھے ہو لیے مگر ایک جماعت جو مسلمانوں میں سے تھی اور شیطان کا ان پر کچھ گمان نہ تھا مگر ہم نے (گمراہ اور ایمان والوں میں) یہ فرق یوں دکھایا کہ ہم دکھا دیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس سے شک میں ہے اور تمہارا رب ہر شئے پر نگہبان ہے۔

گویا یہ فرمایا کہ اہل سبا شیطان کے مکر و فریب میں آئے اور اس کی پیروی کرنے سے تباہ ہوئے اور جو مومن تھے اس کے دام تزویر میں نہ آئے۔

حسن فرماتے ہیں کہ شیطان نے نہ کسی پر تلوار کھینچی نہ کوڑے مارے صرف جھوٹے وعدوں اور باطل امیدوں پر اہل باطل کو گمراہ کر دیا اور وہ اس کے متبع ہو گئے مگر مومن اس کے اتباع سے مجتنب رہے

تو اللہ تعالےٰ نے اپنی شان بے نیازی کا اظہار فرما کر مؤمنین کو دکھا دیا کہ شک میں پڑنے والے شیطان کے یوں متبع ہوتے ہیں اور ایمان والے اس حال میں بھی اپنے ایمان پر قائم رہتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع۔ سورۃ سبا پ۲۲

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا۔ بے شک ہم نے اپنا فضل داؤد پر فرمایا۔
اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ اٰتَيْنَاهُ بِحُسْنِ اِنَابَتِهٖ وَصِحَّةِ تَوْبَتِهٖ فَضْلًا اَیْ نِعْمَةً وَّاِحْسَانًا ان کے رجوع خالص اور صحیح رجوع پر اللہ تعالےٰ نے نعمت کا احسان فرمایا۔
وَقِيْلَ فَضْلًا وَّزِيَادَةً عَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَآءِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ عَلَيْهِ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کو فضیلت اور زیادہ مرتبت آپ سے پہلے انبیاء پر عطا ہوئی۔
اور انبیاء بنی اسرائیل۔ تیسرا قول یہ ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل پر آپ کو فضیلت عطا ہوئی۔
اَوْمَا عَدَا اَبِیْنَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِاَنَّهٗ مَا مِنْ فَضِيْلَةٍ فِیْ اَحَدٍ مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اِلَّا وَقَدْ اُوْتِیَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِثْلَهَا بِالْفِعْلِ اَوْ تَمَكَّنَ مِنْهَا فَلَمْ يُعْتَبَرْ لِاِظْهَارِهَا
چوتھا قول یہ ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا سب پر فضیلت دی اس لیے کہ حضور کے لیے جتنی فضیلتیں کسی نبی کو انبیاء میں سے عطا ہوئیں وہ سب ان جیسی حضور کو ملیں عام اس سے کہ وہ بالفعل ہوں یا بالقوۃ تو ان کے اظہار کی حضور کو اجازت نہ ہو۔
اور یہاں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی معجزانہ شانوں کا تذکرہ پہلے رکوع کی مناسبت سے فرمایا گیا اس کے آخر میں لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ارشاد تھا اس وجہ میں داؤد و سلیمان علیہما السلام کی انابت کی بنا پر ان کا تذکرہ فرمایا گیا۔ گویا اللہ تعالےٰ نے فرمایا لَا تَسْتَبْعِدُوْا هٰذَا فَقَدْ تَفَضَّلْنَا عَلٰى عَبِيْدِنَا قَدِيْمًا هٰكَذَا اَوْ كَذَا۔ فَلَمَّا فَرَغَ التَّمْثِيْلُ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَجَعَ التَّمْثِيْلُ بِهِمْ بِسَبَا وَمَا كَانَ مِنْ هَلَاكِهِمْ بِالْكُفْرِ وَالْعُتُوِّ۔ اے منکرو ہماری شان قدرت پر استبعاد عقل نہ کرو بے شک ہم نے اپنے بندوں کو بڑی بڑی فضیلتیں عطا فرمائی ہیں جو پہلے گذرے ہیں منجملہ اس کے داؤد علیہ السلام کو یہ اور سلیمان علیہ السلام کو یہ۔
جب ان دو ہستیوں کی فضیلت سے مثال دیدی تو پھر ملک سبا کو مثال میں پیش فرمایا اور جو کچھ ان کی ہلاکت ان کے کفر اور نافرمانی سے ہوئی۔

پھر ارشاد ہے کہ ہم نے داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ داؤد علیہ السلام کے نغمات تسبیح کی طرف تم بھی رجوع لاؤ چنانچہ ارشاد ہوا۔

یَا جِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ وَالطَّیْرَ۔ اے پہاڑو رجوع لاؤ ان کے ساتھ اور اے پرندو۔

اس کی تفسیر میں آلوسی کہتے ہیں۔ اے پنچھیو تم بھی داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرو۔

ابن عباس۔ قتادہ۔ ابن زید اور ابن جریر ابی میسرہ سے فرماتے ہیں وَالظَّاھِرُ اَنَّہٗ عَرَبِیٌّ مِّنَ التَّاوِیْبِ وَالْمُرَادُ رَجِّعِیْ مَعَہُ التَّسْبِیْحَ۔ اور یہ اول لغت عربی ہے تادیب سے اور اس سے مراد ہے رجوع کرنا ان کے ساتھ تسبیح میں گویا حکم ہوا کہ اے پہاڑو اور پرندو تم ان کی آواز پر تسبیح کرو۔

چنانچہ مروی ہے کہ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ اِذَا سَبَّحَ سَبَّحَتِ الْجِبَالُ مِثْلَ تَسْبِیْحِہٖ بِصَوْتٍ تُسْمَعُ مِنْھَا جب داؤد علیہ السلام تسبیح کرتے تو پہاڑ بھی آپ کے ساتھ تسبیح کرتے ایسی آواز سے کہ وہ سنی جاتی۔ وَلَا یُعْجِزُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اَنْ یَّجْعَلَھَا بِحَیْثُ تُسَبِّحُ بِصَوْتٍ یُّسْمَعُ وَقَدْ سَبَّحَ الْحَصٰی فِیْ کَفِّ نَبِیِّنَا عَلَیْہِ السَّلَامُ وَسُمِعَ تَسْبِیْحُہٗ وَکَذَا فِیْ کَفِّ اَبِیْ بَکْرٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ اور اس میں اللہ تعالےٰ قادر ہے جس سے چاہے جیسے چاہے جب چاہے جتنی چاہے تسبیح کی قوت دے کر اس سے تسبیح کرا سکتا ہے۔ اور ایسی تسبیح جس کی آواز دوسرے سنیں ورنہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ تو صاف قرآن مجید میں موجود ہے۔

اور کنکریوں نے دست اقدس سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم میں تسبیح کی اور ایسے ہی دست صدیق اکبر میں تسبیح کی۔ رضی اللہ عنہ

آگے آلوسی فرماتے ہیں وَلَا یَبْعُدُ عَلٰی ھٰذَا اَنْ یُّقَالَ اِنَّہٗ تَعَالٰی خَلَقَ فِیْھَا الْفَھْمَ اَوْلًا فَنَادَاھَا کَمَا یُنَادٰی اُولُو الْفَھْمِ وَاَمَرَھَا۔ اور یہ مستبعد نہیں اگر مان لیا جائے کہ اللہ تعالےٰ نے پہاڑ اور طیر میں اول فہم پیدا فرمایا ہو پھر انہیں حکم دیا ہو جیسے اہل فہم کو حکم دیا جاتا ہے۔

اور اس کے نظائر عقلی ہم خلاصہ تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔ اس پر علامہ آلوسی نے ایک طویل بحث کی ہے فَلْیَنْظُرْ فِیْہِ مَنْ شَاءَ۔

وَاَلَنَّا لَہُ الْحَدِیْدَ۔ اور نرم کیا ہم نے ان کے لیے لوہا۔

اَیْ وَجَعَلْنَاہُ فِیْ یَدِہٖ کَالشَّمْعِ وَالْعَجِیْنِ یُصَرِّفُہٗ کَمَا یَشَاءُ مِنْ غَیْرِ نَارٍ وَّلَا ضَرْبِ مِطْرَقَۃٍ یعنی آپ کے دست اقدس میں لوہا موم کی طرح نرم ہو کر گندھے آٹے کی صورت ہو جاتا تو آپ جس طرح میں چاہتے اسے بناتے بغیر آگ کی تپائی اور ہتھوڑے کی ضرب کے۔

اَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ۔ یہ کہ بنائیں اس سے زرہ۔

گویا معنی یہ ہوئے۔ اَلَنَّا لَہُ الْحَدِیْدَ لِعَمَلِ سَابِغَاتٍ لوہا ہم نے دست داؤد میں زرہ بنانے کو نرم فرمایا۔ اور سابغات لغت عرب میں زرہ کو کہتے ہیں کَمَا قَالَ الْاٰلُوْسِی وَالسَّابِغَاتُ الدُّرُوْعُ۔

وَقَدِّرْ فِی السَّرْدِ۔ اور اندازہ رکھو اس کی بنائی میں۔

سرد عربی میں بُننے کو کہتے ہیں اَلسَّرْدُ نَسْجٌ فِی الْاَصْلِ اور زرہ میں چونکہ کڑیاں بنی جاتی ہیں اس لیے قَدِّرْ فِی السَّرْدِ فرمایا یَعْنِیْ اِقْتَصِدْ فِیْ نَسْجِ الدُّرُوْعِ بِحَیْثُ تَتَنَاسَبُ حَلَقُھَا۔ زرہ بنانے میں اس کا خیال رکھو کہ کڑیاں برابر کی ہوں۔

اور ابن عباس۔ ابن جریر۔ ابن منذر۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں اَیْ اِجْعَلْ حِلَقَھَا عَلٰی مَقَادِیْرَ مُتَنَاسِبَۃٍ۔ اس کی کڑیوں کو ایک اندازہ پر رکھو مروی ہے۔

اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَعْمَلُ الْحِلَقَ مِنْ غَیْرِ فَرْجٍ۔ حضرت داؤد علیہ السلام بغیر جھال لگائے کڑیوں کو جوڑتے اور وہ بے جوڑ ہوتی تھیں۔

وَحُکِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَوَّلُ مَنْ صَنَعَ الدِّرْعَ حِلَقًا وَکَانَتْ قَبْلُ صَفَائِحَ۔ رُوِیَ ذٰلِکَ عَنْ قَتَادَۃَ۔ قتادہ فرماتے ہیں اول جس نے زرہ کڑیوں سے بنائی وہ داؤد علیہ السلام ہیں اس سے پہلے لوہے کے پترے جوڑے جاتے تھے۔

زرہ کی ابتداء کا حال یہ ہے کہ جیسے مقاتل نقل کرتے ہیں۔

اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ حِیْنَ مَلَکَ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ یَخْرُجُ مُتَنَکِّرًا فَیَسْأَلُ النَّاسَ عَنْ حَالِہٖ فَعَرَضَ لَہٗ مَلَکٌ فِیْ صُوْرَۃِ اِنْسَانٍ فَسَاَلَہٗ فَقَالَ نِعْمَ الْعَبْدُ لَوْلَا خَلَّۃٌ فِیْہِ فَقَالَ وَمَا ھِیَ قَالَ یَرْزُقُ مِنْ بَیْتِ الْمَالِ وَلَوْ اَکَلَ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ تَمَّتْ فَضَائِلُہٗ فَدَعَا اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یُّعَلِّمَہٗ صَنْعَۃً وَیُسَھِّلَھَا عَلَیْہِ فَعَلَّمَہٗ صَنْعَۃَ الدِّرْعِ وَاَلَانَ لَہُ الْحَدِیْدَ وَکَانَ یُنْفِقُ ثُلُثَ الْمَالِ فِیْ مَصَالِحِ الْمُسْلِمِیْنَ وَکَانَ یَفْرُغُ مِنَ الدِّرْعِ فِیْ بَعْضِ یَوْمٍ اَوْ فِیْ بَعْضِ لَیْلٍ وَثَمَنُھَا اَلْفُ دِرْھَمٍ۔

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے عیب کے تجسس میں بھیس بدل کر قوم میں نکلتے اور پوچھتے داؤد کیسے آدمی ہیں تو سب تعریف ہی کرتے۔

ایک روز ایک فرشتہ انسانی صورت میں آپ کو ملا آپ نے اس سے بھی دریافت کیا اس نے کہا داؤد بندہ تو اچھا ہے اور بالکل ہی اچھا ہوتا اگر ایک کمی بھی نہ ہوتی آپ نے فرمایا وہ کیا کمی ہے؟

اس نے کہا وہ بیت المال سے کھاتا پیتا ہے۔ اگر وہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتا تو یہ اس کی فضیلت پوری طرح مکمل ہو جاتی۔

آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ کوئی ایسی صنعت تعلیم فرمائے کہ آسانی سے وہ روزی حاصل کریں تو اللہ تعالٰے نے زرہ بنانا تعلیم فرمایا اور آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم کر دیا۔

تو آپ یہی کام کرتے اور دن کے کچھ حصہ میں یا رات کی کسی ساعت میں زرہ تیار کر لیتے اور اس زرہ کی قیمت ایک ہزار درہم ہوتی اس میں سے آپ تہائی مال مصالح مسلمین میں خرچ فرماتے۔

اور حکیم ترمذی نوادر الاصول میں اور ابن ابی حاتم ابن شوذب سے راوی ہیں۔

قَالَ كَانَ دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَرْفَعُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ دِرْعًا فَيَبِيْعُهَا بِسِتَّةِ اٰلَافِ دِرْهَمٍ اَلْفَانِ لَهٗ وَلِاَهْلِهٖ وَاَرْبَعَةُ اٰلَافٍ يُطْعِمُ مِنْهَا بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ الْخُبْزَ الْحُوَارِيَّ۔ حضرت داؤد علیہ السلام ہر روز ایک زرہ تیار کرتے وہ چھ ہزار درہم کو بکتی اس میں سے دو ہزار اپنے لیے اور اہل و عیال کے لیے صرف کرتے اور چار ہزار اپنے لشکریوں خدمتگزاروں کے کھانے میں صرف فرماتے۔

مجمع البیان میں ایک روایت ہے کہ آپ نے تین سو ساٹھ زرہیں تیار کر کے تین لاکھ ساٹھ ہزار درہم میں فروخت کر دیں اور آپ بیت المال سے مستغنی ہو گئے۔

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ اور عمل صالح کرو ہم تمہارے عمل دیکھ رہے ہیں۔

یہ داؤد علیہ السلام اور بنی اسرائیل سب کے لیے حکم ہے۔ اس کے بعد سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ شروع فرمایا۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ۔ اور سلیمان کے لیے مسخر کی ہوا کہ اس سے سیر صبح کی ایک ماہ کے راستہ پر تھی اور شام کی سیر ایک ماہ کے راستہ کی تھی۔

آلوسی لکھتے ہیں۔ اَيْ وَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ یعنی جیسے اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ داؤد علیہ السلام کے لیے فرمایا تھا ایسے ہی وَسَخَّرْنَا لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ ارشاد ہوا۔

روح المعانی میں ہے فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ مَا ذُكِرَ لِدَاوٗدَ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ فَاِنَّهَا كَانَتْ لَهٗ كَالْمَمْلُوْكِ الْمُخْتَصِّ بِالْمَالِكِ يَاْمُرُهَا بِمَا يُرِيْدُ وَيَسِيْرُ عَلَيْهَا حَيْثُمَا شَاءَ۔ گویا ارشاد ہے کہ جیسے ہم نے داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑ طیر مسخر کیے اور لوہا نرم فرمایا ایسے ہی سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا مسخر کی جو آپ کی مملوک خاص تھی آپ اسے جو حکم فرماتے وہ اس کی تعمیل کرتی جہاں چاہتے تھے اس کے ذریعہ تشریف لے جاتے۔

گویا جیسے ایروپلین پٹرول اور گیس کے ذریعہ اڑتا ہے بلا تشبیہ ایسے ہی سلیمانی سواری بلا پٹرول اور مشین اور گیس کے اتنی تیز رواں ہوتی کہ صبح کی سیر میں ایک ماہ کی مسافت قطع فرماتے اور شام کی سیر میں بھی ایک ماہ کے بُعد مسافت قطع کرتے۔ چنانچہ احمد زہد میں حسن سے راوی ہیں۔

اِنَّہٗ قَالَ فِی الْاٰیَۃِ کَانَ سُلَیْمَانُ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَغْدُوْ مِنْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ فَیَقِیْلُ بِاِصْطَخَرَ ثُمَّ یَرُوْحُ مِنْ اِصْطَخَرَ فَیَقِیْلُ بِقَلْعَۃِ خُرَاسَانَ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس سے صبح کی سیر کو نکلتے تو اصطخر میں دوپہر کو آرام فرماتے اور اصطخر سے صبح چلتے تو قلعہ خراسان میں آکر قیلولہ فرماتے ہے

اس ہوا کی تعریف میں بعض پرانے اشعار جنہیں وہب بن منبہ نے بحر میں نقل کیا۔ وہب فرماتے ہیں وَجَدْتُ اَبْیَاتًا مَنْقُوْرَۃً فِیْ صَخْرَۃٍ بِاَرْضِ کَسْکَرَ لِبَعْضِ اَصْحَابِ سُلَیْمَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ دیکھے میں نے چند بیت ایک پتھر پر کندہ پائے ارض کسکر میں جو بعض اصحاب سلیمان علیہ السلام کے تھے اور وہ یہ ہیں ہے

۱:۔ وَنَحْنُ وَلَا حَوْلَ سِوٰی حَوْلَ رَبِّنَا نَرُوْحُ مِنَ الْاَوْطَانِ مِنْ اَرْضِ تَدْمُرَ
۲:۔ اِذَا نَحْنُ رُحْنَا کَانَ رَیْثُ رَوَاحِنَا مَسِیْرَۃَ شَہْرٍ وَالْغُدُوُّ لِاٰخَرِ
۳:۔ اُنَاسٌ شَرَوْا لِلّٰہِ طَوْعًا نُفُوْسَہُمْ بِنَصْرِ ابْنِ دَاوٗدَ النَّبِیِّ الْمُطَہَّرِ
۴:۔ لَہُمْ فِیْ مَعَالِی الدِّیْنِ فَضْلٌ وَرِفْعَۃٌ وَاِنْ نُسِبُوْا یَوْمًا فَمِنْ خَیْرِ مَعْشَرِ
۵:۔ مَتٰی تَرْکَبُ الرِّیْحَ الْمُطِیْعَۃَ اَسْرَعَتْ مُبَادِرَۃً عَنْ شَہْرِہَا لَمْ تُقَصِّرِ
۶:۔ تُظِلُّہُمْ طَیْرٌ صُفُوْفٌ عَلَیْہِمْ مَتٰی رَفْرَفَتْ مِنْ فَوْقِہِمْ لَمْ تُنَفَّرِ

(۱) اور ہم بغیر پناہ کے سوا اپنے رب کی پناہ کے چلتے ہیں اپنے وطن و زمین تدمر سے۔
(۲) جب ہم چلتے ہیں تو چلنے کی ہماری مدت ایک ماہ کے بُعد مسافت پر صبح کی ہوتی۔
(ریث مدۃ سفر)
(۳) لوگ خوشی سے اپنی جانیں اللہ کے سپرد کر کے ابن داؤد سلیمان نبی کی مدد سے چلتے تھے۔
(۴) ان کی زندگی دین کی بلندیوں کے ساتھ تھی اور اگر دلوں کی طرف منسوب کریں تو وہ بلحاظ نام بہترین جماعت تھی
(۵) جب ہم مطیع ہوا پر سوار ہوں تو اس کی سرعت سیر ایک ماہ سے کم نہیں ہوتی۔
(۶) پرند صف بستہ اس پر سایہ کیے ہوئے ہیں جب وہ اتنی ہے بلندی سے تو ناگوار نہیں گذرتا۔

اور حضرت وہب رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ آپ کا مستقر یعنی ایرو ڈرام تدمر تھا اسد ال جبل نے میدان میں اونچے اونچے ستون رخام ابیض اور اشقر کے قائم کیے تھے۔

اور تدمر یہ عوام کی مشہور ہے اور علامہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں یہی نام ایک رباعی کے ساتھ ظاہر فرمایا وہ رباعی یہ ہے ؎

اَلْاِسْلِيْمَانُ اِذْقَالَ الْاِلٰهُ لَهٗ قُمْ فِى الْبَرِيَّةِ فَاصْدُدْهَا عَنِ الْفَنَدِ

وَخَيِّشِ الْجِنَّ اِنِّىْ قَدْ اَذِنْتُ لَهُمْ يَبْنُوْنَ تَدْمُرَ بِالصُّفَّاحِ وَالْعَمَدِ

قاموس میں تدمر بروزن تنصر ہے اور تنصر بنت حسان ابن اذینہ ہے اور اسی کے نام کے ساتھ اس شہر کا نام رکھا گیا۔

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ۔ اور جاری کیا ہم نے اس کے لیے چشمہ تانبہ کا۔

قطر پر روح المعانی میں ہے اَیِ النُّحَاسُ الَّذِیْ اُذِیْبَ۔ قطر سے مراد پگھلا ہوا تانبہ ہے یہ قَطَرَ یَقْطُرُ قَطْرًا وَقُطْرًا بِسُكُوْنِ الطَّاءِ سے ہے۔

وَقِيْلَ الْفِلِزَّاتُ النُّحَاسُ وَالْحَدِيْدُ وَغَيْرُهُمَا۔ ایک قول ہے اس سے مراد تانبہ لوہے کی دھاتیں ہیں وَاُرِيْدَ بِعَيْنِ الْقِطْرِ مَعْدَنُ النُّحَاسِ بعض نے کہا عین القطر تانبہ کی کان ہے۔

مگر وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ سے مراد بہانا ہے پگھلا کر جیسے وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ فرمایا گیا۔ فَنَبَعَ كَمَا يَنْبُعُ الْمَاءُ مِنَ الْعَيْنِ فَلِذٰلِكَ سُمِّيَ عَيْنَ الْقِطْرِ۔ وہ ابلتا تھا جیسے پانی چشمہ سے ابلتا ہے اسی لیے اسے عین القطر یعنی تانبہ کا چشمہ فرمایا۔

روح المعانی میں ہے وَمَعْنٰى اَسَلْنَا اَذَبْنَا۔ اسلنا کے معنی پگھلانا ہی ہیں۔

فَالْمَعْنٰى اَذَبْنَا لَهُ النُّحَاسَ عَلٰى نَحْوِ مَا كَانَ الْحَدِيْدُ يَلِيْنُ لِدَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَكَانَتِ الْاَعْمَالُ تَتَاَتّٰى مِنْهُ وَهُوَ بَارِدٌ دُوْنَ نَارٍ وَلَمْ يُلَيَّنْ وَلَا ذَابَ لِاَحَدٍ قَبْلَهٗ۔ تو معنی یہ ہوئے کہ اسلنا یعنے اذبنا النحاس جاری کیا ہم نے یعنی پگھلا دیا ہم نے تانبہ اسی طرح جیسے لوہا ید داؤد میں نرم کر دیا تھا تو اس سے کام ہوتا رہا وہ ٹھنڈا بغیر آگ کے ہی کام میں آتا اس سے نہ نرم کیا جاتا نہ پگھلایا جاتا۔

آخر میں لکھتے ہیں وَالظَّاهِرُ الْمُؤَيَّدُ بِاٰيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى جَعَلَهٗ فِىْ مَعْدَنِهٖ عَيْنًا تَسِيْلُ كَعُيُوْنِ الْمَاءِ بیان کا قرینہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے تانبہ کا چشمہ اس کی کان سے ایسے ہی جاری فرما دیا تھا جیسے پانی کا چشمہ جاری ہوتا ہے۔

ابن منذر حضرت عکرمہ سے راوی ہیں اِنَّهٗ قَالَ فِى الْاٰيَةِ اَسَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُ الْقِطْرَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ

يَسِيْلُ كَمَا يَسِيْلُ الْمَاءُ۔ اللہ تعالیٰ نے تین دن یہ چشمہ تانبہ کا ایسے جاری کیا جیسے پانی کا چشمہ بہتا ہے۔
وَقِيْلَ اِلٰى اَيْنَ قَالَ لَا اَدْرِىْ - اور پوچھا گیا کہ یہ چشمہ کہاں تک جاری تھا تو جواب دیا معلوم نہیں۔
اور ابن عباس اور سدی اور مجاہد فرماتے ہیں قَالُوْا اُجْرِيَتْ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ
بِلَيَالِيْهِنَّ وَكَانَتْ بِاَرْضِ الْيَمَنِ ۔ یہ چشمہ سلیمان علیہ السلام کے لیے تین رات دن جاری کیا گیا اور یہ
یمن میں تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ارض صنعاء میں یہ چشمہ تھا۔
اور یہ قول بھی ہے کہ كَانَ يَسِيْلُ فِى الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ ہر مہینہ میں تین دن یہ چشمہ چلتا تھا۔
وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ
عَذَابِ السَّعِيْرِ۔ اور جنوں میں سے وہ بھی تھے جو بحکم الٰہی آپ کے سامنے کام کرتے اور جو کجرو تھے اور
حکم الٰہی سے سرتابی کرتے تھے انہیں ہم بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔
یزغ کے معنی پر ایک قول یہ ہے کہ وَمَنْ يَّعْدِلْ مِنْهُمْ عَمَّا اَمَرْنَاهُ بِهٖ مِنْ طَاعَةِ سُلَيْمَانَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ - اور جو ان میں سے نافرمانی کرتا اس حکم کی جو اسے دیا جاتا اطاعت سلیمان علیہ السلام پر۔
دوسرا قول یہ ہے فَمَنْ يَّمِلْ وَيَصْرِفْ نَفْسَهٗ ۔ جو منہ پھیرتا اور من مانی کرتا تو ہم اسے عذاب نار
کا ذائقہ آخرت میں چکھائیں گے۔
بعض نے کہا اَلْمُرَادُ نُعَذِّبُهٗ فِى الدُّنْيَا۔ اس سے مراد دنیا میں ہی عذاب دینا ہے۔
سدی راوی ہیں۔ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ مَعَهٗ مَلَكٌ بِيَدِهٖ سَوْطٌ مِّنْ نَّارٍ كُلَّ مَا اسْتَعْصٰى
عَلَيْهِ جِنِّىٌّ ضَرَبَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَرَاهُ الْجِنُّ - حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ آگ کا کوڑا لیے
ہوتا جب کوئی جن قصور کرتا وہ ایسے ایسے مارتا کہ جن مارنے والے کو نہ دیکھ سکتا۔
ایک قول ہے کہ جو جن حکم کے خلاف کرتا جلا دیا جاتا۔
اور یہ عقلاً مستبعد نہیں اس لیے کہ جن آگ کی مخلوق ہے تو عنصر نار سے انہیں سزا دینا قرین عقل ہے۔
يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۤءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ بناتے
وہ جو چاہتے بلند محرابیں اور تصویریں اور لگن حوض جیسے اور لنگر دار دیگیں۔
محاریب۔ محراب کی جمع ہے وہ بقول عطیہ قصر کے معنی میں مستعمل ہے۔ وَيُطْلَقُ عَلَى الْمَكَانِ
الْمَعْرُوْفِ الَّذِىْ يَقِفُ بِحَذَائِهِ الْاِمَامُ - اور اس کا اطلاق اس حصہ معروف پر ہوتا ہے جہاں امام
کھڑا ہوتا ہے۔ وَهُوَ مِمَّا اُحْدِثَ فِى الْمَسَاجِدِ وَلَمْ يَكُنْ فِى الصَّدْرِ۔ اور وہ عموماً مساجد میں بنائی جاتی
ہے اور یہ طریقہ صدر اول میں نہ تھا۔

اسی بنا پر فقہاء نے محراب کے اندر کھڑے ہو کر نماز گذارنا مکروہ لکھا ہے بلکہ محراب سے پیر باہر رکھ کر کھڑا ہونا چاہیئے تاکہ کراہت لازم نہ آئے۔

اور ابن منذر اور قتادہ کہتے ہیں تَفْسِيْرُهَا بِالْقُصُوْرِ وَالْمَسَاجِدِ۔ محل اور مساجد پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

وَتَمَاثِيْلَ۔ اور تصویریں۔

ضحاک کہتے ہیں كَانَتْ صُوَرُ حَيَوَانَاتٍ۔ وہ جانوروں کی تصویریں ہوتی تھیں۔

وَقَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ صُوْرَةُ الْمَلٰئِكَةِ وَالْاَنْبِيَاءِ وَالصُّلَحَاءِ كَانَتْ تُعْمَلُ فِي الْمَسَاجِدِ مِنْ نُحَاسٍ وَصُفْرٍ وَزُجَاجٍ وَرُخَامٍ لِيَرَاهَا النَّاسُ فَيَعْبُدُوْا نَحْوَ عِبَادَتِهِمْ وَكَانَتْ اِتِّخَاذُ الصُّوَرِ فِيْ ذٰلِكَ الشَّرْعِ جَائِزًا۔

زمخشری اور ضحاک اور ابو العالیہ کہتے ہیں کہ وہ ملائکہ کی تصاویر اور انبیاء وصلحاء کی تصویریں ہوتی تھیں اور یہ مسجد میں بناتے تھے تانبہ پیتل اور شیشہ اور سنگ رخام سے تاکہ لوگ انہیں دیکھیں اور انہی عبادت کی طرح اور یہ تصاویر پرستی اس شرع میں جائز تھی۔

چنانچہ حکیم ترمذی نوادر الاصول میں ابن عباس سے راوی ہیں قَالَ فِي الْاٰيَةِ اِتَّخَذَ سُلَيْمَانُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَمَاثِيْلَ مِنْ نُحَاسٍ فَقَالَ يَا رَبِّ انْفُخْ فِيْهَا الرُّوْحَ فَاِنَّهَا اَقْوٰى عَلَى الْخِدْمَةِ فَنَفَخَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهَا الرُّوْحَ فَكَانَتْ تَخْدِمُهُ وَاِسْفَنْدِيَارُ مِنْ بَقَايَاهُمْ۔

سلیمان علیہ السلام نے تانبہ کی صورتیں بنا کر دعا کی الٰہی ان میں نفخ روح فرما دے کہ یہ خدمت میں زیادہ قوی ہوگی تو اللہ تعالے نے نفخ روح فرما دیا تو وہ خدمت کرتی تھیں اسی کے بقایا میں اسفندیار بھی ہے۔ اس کے بعد آلوسی فرماتے ہیں۔

هٰذَا مِنَ الْعَجَبِ الْعُجَابِ وَلَا يَنْبَغِيْ اِعْتِقَادُ صِحَّتِهِ۔ یہ اسفندیار کا اسی کے بقایہ سے ہے یہ عجیب ترین چیز ہے اس پر اعتقاد صحت روایت نازیبا ہے۔

وَاَمَّا مَا رُوِيَ مِنْ اَنَّهُمْ عَمِلُوْا لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَسَدَيْنِ فِيْ اَسْفَلِ كُرْسِيِّهٖ وَنَسْرَيْنِ فَوْقَهٗ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَصْعَدَ بَسَطَ الْاَسَدَانِ لَهٗ ذِرَاعَيْهِمَا وَاِذَا قَعَدَ اَظَلَّهُ النَّسْرَانِ بِاَجْنِحَتِهِمَا فَاَمْرٌ غَيْرُ مُسْتَبْعَدٍ فَاِنَّ ذٰلِكَ يَكُوْنُ بِاٰلَاتٍ تَتَحَرَّكُ عِنْدَ الصُّعُوْدِ وَعِنْدَ الْقُعُوْدِ فَتَتَحَرَّكُ الذِّرَاعَانِ وَالْاَجْنِحَةُ وَقَدِ اسْتَنْبَطَتْ صَنَائِعُ الْبَشَرِ اِلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ فِي الْغَرَابَةِ۔

اور یہ جو روایت ہے کہ آپ کی کرسی کے نیچے جنوں نے دو شیر بنائے تھے اور دو عقاب جیسے

باز کہتے ہیں کرسی کے اوپر بنائے تھے۔

تو جب آپ بلندی کی طرف چڑھنے کا ارادہ فرماتے تو وہ شیر اپنے بازو پھیلا دیتے اور جب آپ اتر کر بیٹھنا چاہتے تو عقاب آپ پر سایہ کرتے اپنے بازؤوں سے۔

یہ روایت ایسی ہے جو عقلا مستبعد نہیں اس لیے کہ ایسے آلات ہو سکتے ہیں جو صعود و ہبوط میں حرکت کریں اور دور موجودہ میں دور انسانی کی ایجادات حد کو پہنچ چکی ہیں

ایروپلین جب اترتا ہے تو اس کے جوف سے بڑے بڑے پہیے باہر نکل آتے ہیں اور اڑنا چاہتا ہے تو وہ پہیے خود بخود اس کے جوف میں داخل ہو جاتے ہیں۔

پھر وہ تین تین سو آدمیوں کو معہ سامان لے کر پندرہ ہزار فٹ بلندی پر پرواز کرتا ہے اور دس دن کی راہ چار گھنٹہ میں قطع کر لیتا ہے۔

لاہور سے ڈھاکہ جانے کے لیے ہم رات کے ۱۲ بجے سوار ہوئے اور ساڑھے تین بجے ڈھاکہ کے ایروڈرام میں جا اترے یہ راستہ اہل جہاز کے ذریعہ تقریباً دس دن کا ہے۔

پھر فلاسفہ نے طلسمات کے ذریعہ بڑے بڑے حیرت ناک مظاہرے کیے۔ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَعَلَى الْبَابِ الشَّهِيْرَةِ بِبَابِ الطِّلَسْمِ مِنْ اَبْوَابِ بَغْدَادَ تِمْثَالُ حَيَّةٍ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهٗ لِمَنْعِ الْحَيَّاتِ عَنِ الْاِيْذَاءِ دَاخِلَ بَغْدَادَ وَنَحْنُ قَدْ شَاهَدْنَا مِرَارًا اَنَاسًا لَسَعَتْهُمُ الْحَيَّاتُ فَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَتَاَذَّ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاَذّٰى يَسِيْرًا وَلَمْ نُشَاهِدْ مَوْتَ اَحَدٍ مِّنْ ذٰلِكَ۔

باب الطلسم کے نام سے ایک دروازہ منجملہ اور دروازوں کے بغداد شریف میں ہے اس پر ایک سانپ کی تصویر ہے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ وہاں کے سانپوں کو بغداد کے اندر ایذا رسانی سے مانع ہے اور آلوسی کہتے ہیں کہ میں نے بارہا مشاہدہ کیا کہ لوگوں کو جب سانپ ڈستا ہے تو ان میں سے بہت ایسے ہیں جن پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور بعض کو اگر اثر ہوا بھی تو معمولی سا ہوتا ہے اور میں نے سانپ سے کسی کو وہاں مرتے نہ دیکھا۔

اس کے بعد کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ بغداد کے اندر ایسی قسم کے سانپ ہوں جن میں زہر کم ہوتا ہو۔

اور میں کہتا ہوں

کہ یہ اثر کرامت شاہ بغداد کا ہو سکتا ہے کہ آپ کی برکت سے وہاں کا سانپ ڈستا ہی نہ ہو۔ اور اگر ڈس بھی لیتا ہو تو وہ زہر کی پوٹلی جو اس کے گلے میں ہوتی ہے اس سے زہر نہ ڈال سکتا ہو اور اثر نہ طلسمات ہے نہ ان کے ضعف زہر کا بلکہ حضور غوث الثقلین شاہ بغداد کا تصرف ہے جیسے کرامت

کہا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ کرامت الاولیاء حق ہے اور وہاں سلیمانی معجزہ ہے وہ تماثیل پیدا کرتی ہوں۔ بہر حال تصرفات انبیاء و اولیاء بھی مسلم ہیں اور ایجادات اہل مادہ بھی اپنے وجود میں موجود ہیں یہ کام حسن عقیدہ اور مادہ پرستی کی لعنت کے مابین ہے۔

اور ایک قول ہے کہ کَانَتْ تَمَاثِيلُ صُوَرِ شَجَرٍ أَوْ حَيَوانَاتٍ مَحْذُوفَةِ الرُّؤُوسِ مِمَّا يَجُوزُ فِي شَرْعِنَا۔ وہ تصویریں درختوں اور مقطوع الراس حیوانوں کی بناتے تھے اور ایسی تصویریں بنانا ہماری شریعت میں بھی جائز ہے۔

اور اس میں ہماری شریعت مطہرہ میں کوئی فرق نہیں عام اس سے کہ تصویر سایہ دار ہو یا بلا سایہ جیسے کاغذ پر یا دیوار پر نقش کی جاتی ہے دونوں حرام ہیں حیث قال روح المعانی۔

وَلَا فَرْقَ عِنْدَنَا بَيْنَ أَنْ تَكُونَ الصُّورَةُ ذَاتَ ظِلٍّ وَأَنْ لَّا تَكُونَ كَذٰلِكَ كَصُورَةِ الْمَنْقُوشَةِ عَلٰى كَاغَذٍ أَوْ جِدَارٍ مَثَلًا۔

اور اس حرمت کی علت اور مجوزین تصاویر کی حیثیت آگے فرماتے ہیں۔

وَحَكَى كَلْبِيٌّ فِي الْهِدَايَةِ أَنَّ قَوْمًا أَجَازُوا التَّصْوِيرَ۔

وَحَكَاهُ النَّحَّاسُ أَيْضًا وَكَذَا ابْنُ الْفَرَسِ وَاحْتَجُّوا بِهٰذِهِ الْآيَةِ وَأَنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ وَرَدَ فِي شَرْعِنَا مِنْ تَشْدِيدِ الْوَعِيدِ عَلَى الْمُصَوِّرِينَ (كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُصَوِّرُونَ أَشَدُّ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ وَسِوٰى ذٰلِكَ أَحَادِيثُ شَتّٰى) فَلَا يُلْتَفَتُ إِلٰى هٰذَا الْقَوْلِ وَلَا يَصِحُّ الْاِحْتِجَاجُ بِالْآيَةِ۔

وَكَأَنَّ حُرْمَةَ التَّمَاثِيلِ لِأَنَّهُ بِمُرُورِ الزَّمَانِ اتَّخَذَهَا الْجَهَلَةُ مِمَّا يُعْبَدُ وَظَنُّوا وَضْعَهَا فِي الْمَعَابِدِ بِذٰلِكَ فَشَاعَتْ عِبَادَةُ الْأَصْنَامِ أَوْ سَدَّ الْبَابِ التَّشْبِيهِ بِمُتَّخِذِي الْأَصْنَامِ بِالْكُلِّيَّةِ۔

کلبی ہدایہ سے حاکی ہیں کہ ایک جماعت مجوز تصویر ہے۔

اور نحاس بھی یہی کہتے ہیں اور ایسا ہی ابن الفرس نے کہا اور ان کا احتجاج اس آیت سے ہے۔ لیکن تمہیں معلوم ہے کہ ہماری شریعت میں اس کی حرمت پر وعید شدید ہے۔

جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مصورین قیامت کے روز سخت عذاب میں مبتلا ہونگے اس کے سوا اور بھی احادیث موجود ہیں۔

تو ہمیں چاہیئے کہ ہم ایسے اقوال کی طرف التفات نہ کریں اور آیت کریمہ سے اس کے جواز پر احتجاج

بھی صحیح نہیں ہے۔

اور یہ حرمت جو شریعت مطہرہ میں ہے اس کی وجہ وجیہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ مرورِ ایام کے بعد جاہل لوگ اسے پوجنے لگتے ہیں اور عبادت گاہوں میں اسے بغرض عبادت رکھتے ہیں پھر بت پرستی شائع و ذائع ہو جاتی ہے۔

یا اس کی حرمت کی وجہ سدِّ باب تشبیہ متخذی الاصنام ہے۔

اَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

موجودہ دور میں قائد اعظم محمد علی جناح کی تصویر کو میں نے خود سلام کہتے۔ اور ہار پھول چڑھاتے دیکھا حالانکہ مرحوم جناح کے وہم میں بھی یہ بات نہ تھی حتیٰ کہ ان کا مجسمہ بنانا بھی تجویز ہوا ہے جس پر مرکزی جمعیت نے مخالفت آواز اٹھائی اور وہ ارادہ ملتوی ہوا۔

بہت سے مرید اپنے پیروں کی تصاویر کو مرقعہ شریف کہتے اور صبح اٹھتے ہی اس کی زیارت کرنا ہی عبادت سمجھتے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

وَجِفَانٍ کَالْجَوَابِ۔ اور لگن مثل حوض کے۔

جِفَان۔ جفن کی جمع ہے وَھِیَ مَا یُوْضَعُ فِیْہِ الطَّعَامُ مُطْلَقًا۔ جفنہ اس برتن کو کہتے ہیں جس میں کھانا نکالا جائے اردو میں اسی کو لگن کہتے ہیں

وَقَالَ بَعْضُ اللُّغَوِیِّیْنَ الْجَفْنَۃُ اَعْظَمُ الْقِصَاعِ وَیَلِیْھَا الْقَصْعَۃُ وَھِیَ مَا تُشْبِعُ الْعَشَرَۃَ وَیَلِیْھَا الصَّحْفَۃُ وَھِیَ مَا تُشْبِعُ الْخَمْسَۃَ وَیَلِیْھَا الْمِیْکَلَۃُ وَھِیَ مَا تُشْبِعُ الْاِثْنَیْنِ وَالثَّلَاثَۃَ وَیَلِیْھَا الصَّحِیْفَۃُ وَھِیَ مَا تُشْبِعُ الْوَاحِدَ۔

اور بعض نے کہا ارباب لغت سے جفنہ بڑی رکابی ہے اس کے عرض و طول کی یہ شان ہے کہ اس پر دس آدمی بیٹھ کر کھا سکیں جیسے سینی اس سے ادنیٰ وہ ہے جس پر پانچ بیٹھ سکیں اس سے ادنیٰ مِکلہ ہے جس پر دو آدمی کھا سکیں یا تین اور اس سے ادنیٰ صحیفہ ہے جس پر ایک کھا سکے جیسے پلیٹ یا رکابی بولتے ہیں۔

لیکن یہ جفان وہ تھے جن کی تشبیہ کالجواب ہے۔ اور جَوَاب جمع ہے جابیہ کی جو جابیہ سے ہے یہ حوض جیسے تھے چنانچہ اس کی وسعت پر فرماتے ہیں وَذُکِرَ فِیْ سَعَۃِ جِفَانِ سُلَیْمَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّمَا کَانَ عَلَی الْوَاحِدَۃِ مِنْھَا اَلْفُ رَجُلٍ۔ جفان سلیمانی کی وسعت پر مروی ہے کہ وہ اتنا لمبا چوڑا ہوتا تھا کہ ایک ایک لگن پر ہزار ہزار آدمی بیٹھ کر کھاتے تھے۔

وَقُدُوْرٍ رَّاسِيَاتٍ۔ اور دیگیں لنگردار

قدور جمع قِدر کی ہے اور قِدر هُوَ مَا يُطْبَخُ فِيْهِ مِنْ فَخَارٍ اَوْ غَيْرِهَا وَهُوَ عَلٰى شَكْلٍ مَخْصُوْصٍ

قِدر وہ ہے جس میں مٹی وغیرہ پر پکاتے ہیں اور وہ مخصوص طرز پر بنتی ہیں۔

رَاسِيَاتٍ۔ ثَابِتَاتٍ عَلَى الْاَثَافِيْ لَا تُنْزَلُ عَنْهَا لِعِظَمِهَا قَالَهٗ قَتَادَةُ۔ بقول قتادہ راسیات

کے معنی ہیں قائم رہنے والی اپنے چولھوں پر۔

اَثَافِیْ چولھے کو کہتے ہیں اتنی بلند دیگیں اپنے عریض و طویل ہونے کی وجہ سے اس سے انسان پڑھکر

نہ اتر سکے جیسی غریب نواز کے آستانہ پر اجمیر شریف میں دیگیں ہیں۔

ایک قول ہے كَانَتْ عَظِيْمَةً كَالْجِبَالِ۔ وہ پہاڑ کی طرح بھاری اور بڑی ہوتی تھیں۔

وَقُدِّمَتِ الْجِفَانُ عَلَى الْقُدُوْرِ مَعَ اَنَّ الْقُدُوْرَ اٰلَةُ الطَّبْخِ وَالْجِفَانُ اٰلَةُ الْاَكْلِ وَالطَّبْخُ قَبْلَ

الْاَكْلِ۔ یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جفان کو قدر پر مقدم کیوں کیا حالانکہ قدر پکانے کا آلہ ہے اور جفان کھانے

کھانے کا آلہ ہے اور کھانے سے پہلے طبخ ہوتا ہے۔

اس کا جواب روح المعانی میں یہ دیا کہ

لَمَّا بَيَّنَ الْجِفَانَ اشْتَاقَ اِلٰى حَالِ الْقُدُوْرِ فَذَكَرَ لِلْمُنَاسَبَةِ۔ جب لگنوں کی کیفیت بیان کی

گئی تو دیگوں کی کیفیت معلوم کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا کہ جن لگنوں میں وہ کھانا اتار اگیا اس کی دیگیں

کیسی ہوں گی تو مناسبت بیان سے قدور کو مؤخر کیا گیا۔

اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ۔ عمل کرواے داؤد والو اور میرے بندوں

میں شکر گذار کم ہیں۔

اس میں اس امر کا اظہار ہے کہ عمل بندہ کا حق ہے تاکہ وہ شکر کے لیے ہو نہ کہ امید و خوف کے لیے

احمد زہد میں اور ابن منذر اور بیہقی شعب الایمان میں مغیرہ بن عتبہ سے راوی ہیں۔

قَالَ قَالَ دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ هَلْ بَاتَ اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِكَ اَطْوَلَ ذِكْرًا مِّنِّيْ

فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ اَلضِّفْدَعُ وَاَنْزَلَ سُبْحٰنَهٗ عَلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا فَقَالَ

دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَيْفَ اُطِيْقُ شُكْرَكَ وَاَنْتَ الَّذِيْ تُنْعِمُ عَلَيَّ ثُمَّ تَرْزُقُنِيْ عَلَى النِّعْمَةِ الشُّكْرَ

فَالنِّعْمَةُ مِنْكَ وَالشُّكْرُ مِنْكَ فَكَيْفَ اُطِيْقُ شُكْرَكَ فَقَالَ جَلَّ وَعَلَا يَا دَاوٗدُ الْاٰنَ عَرَفْتَنِيْ حَقَّ

مَعْرِفَتِيْ۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی الٰہی کیا کوئی تیری مخلوق میں مجھ سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے۔ تو

اللہ تعالیٰ نے بلبذک کے متعلق وحی فرمائی اور حکم فرمایا اے داؤد داؤد شکر کرتے ہوئے عمل کرو تو داؤد علیہ السلام نے عرض کی الٰہی شکر میں میں کیسے مقابلہ کر سکتا ہوں تو وہ منعم حقیقی ہے کہ مجھ پر انعام بھی فرماتا ہے اور رزق بھی دیتا ہے اور حقیقتاً شکر بھی تیری عطا و توفیق سے ہے اور نعمت بھی تیری طرف سے ہے تو میں ان نعمتوں سے شکر میں کیسے مقابلہ کروں ؟

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد اب تو نے مجھے پہچانا جو پہچاننے کا حق ہے۔

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ۔ اور میرے بندوں میں کم شکر گذار ہیں۔

شکر گذار وہ ہے کہ يَشْكُرُ عَلٰى اَحْوَالِهٖ كُلِّهَا۔ شکر گذار تو وہ ہے جو ہر حال میں شکر کرے۔

کشاف میں ہے شکر گذار وہ ہے کہ ادائے شکر میں متوفر ہو اور اس کا دل، زبان، اعضاء سب اعترافاً اور اعتقاداً شکر کریں۔

سدی کہتے ہیں هُوَ مَنْ يَّشْكُرُ عَلَى الشُّكْرِ شُكْرًا۔ شکر گذار وہ ہے کہ اس کا شکر کرے کہ اس نے توفیق شکر بخشی ہے۔ اشعار ذیل سے شکر کی تعریف واضح ہوتی ہے۔

۱:۔ اِذَا كَانَ شُكْرِيْ نِعْمَةَ اللّٰهِ نِعْمَةً	عَلَيَّ لَهٗ فِيْ مِثْلِهَا يَجِبُ الشُّكْرُ
۲:۔ فَكَيْفَ بُلُوْغُ الشُّكْرِ اِلَّا بِفَضْلِهٖ	وَاِنْ طَالَتِ الْاَيَّامُ وَاتَّسَعَ الْعُمُرُ
۳:۔ اِذَا مَسَّ بِالنَّعْمَاءِ عَمَّ سُرُوْرُهَا	وَاِنْ مَسَّ بِالضَّرَّاءِ اَعْقَبَهَا الْاَجْرُ

ترجمہ

۱:۔ میرا شکر جب اللہ کی نعمت پر ہو تو وہ بھی نعمت ہے اس شکر پر اس کے مثل شکر واجب ہے۔

۲:۔ تو کیسے پہنچ سکتا ہے شکر تک مگر اس کے فضل سے اگرچہ دن طویل ہو جائیں اور عمر وسیع۔

۳:۔ جب نعمتیں پہنچتی ہیں ان کا سرور عام ہوتا ہے اور اگر تکلیفیں آتی ہیں تو اس کے بعد اجر ہے۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَادَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ۔ جب ہم نے نافذ کیا اس پر حکم موت کا نہ مطلع کیا ان کی موت پر مگر زمین کے کیڑے دیمک نے کہ کھا لیا اس نے سلیمان کا عصا۔ قَضَيْنَا کے معنی اَوْقَعْنَا عَلٰى سُلَيْمَانَ الْمَوْتَ۔ یعنی سلیمان علیہ السلام پر موت کا حکم نافذ کیا تو جن اس سے واقف نہ ہوئے اور برابر کام کرتے رہے۔

اور دَآبَّةُ الْاَرْضِ۔ ہر زمین پر چلنے والے کو بولتے ہیں لیکن آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں وَالْمُرَادُ بِدَآبَّةِ الْاَرْضِ الْاَرَضَةُ بِفَتْحَاتٍ وَهِيَ دُوَيْبَةٌ تَاْكُلُ الْخَشَبَ وَتُسَمّٰى سُرْفَةٌ بِضَمِّ السِّيْنِ وَاِسْكَانِ الرَّاءِ دَآبَّةُ الْعَاجِ۔ یہاں دابۃ الارض سے مراد ارضہ ہے وہ ایک چھوٹا سا کیڑا ہے جو لکڑی کو اندر ہی اندر

کھاتا ہے اسے سُرفہ کہتے ہیں۔

وَفِی حَیَاۃِ الْحَیَوَانِ عَنِ ابْنِ السِّکِّیْتِ اَنَّھَا دُوَیْبَّۃٌ سَوْدَاءُ الرَّأْسِ وَسَائِرُھَا اَحْمَرُ تَتَّخِذُ لِنَفْسِھَا بَیْتًا مُرَبَّعًا مِنْ دِقَاقِ الْعِیْدَانِ تَضُمُّ بَعْضَھَا اِلٰی بَعْضٍ بِلُعَابِھَا ثُمَّ تَدْخُلُ فِیْہِ وَتَمُوْتُ

حیوۃ الحیوان میں ابن سکیت سے ہے کہ وہ ایک چھوٹا سا کیڑا ہے جس کا سر سیاہ اور باقی سرخ رنگ ہوتا ہے وہ اپنے لیے مربع گھر کھجور کے درخت میں اس کے بورے سے بناتا ہے۔ عیدان کھجور کے تنے کو کہتے ہیں پھر وہ اس کا منہ بند کرتا ہوا اندر چلا جاتا ہے اور مر جاتا ہے۔

اور دیمک کا نام بحر میں سوسۃ الخشب لکھا ہے۔

مِنْسَاَتَہٗ پر لکھتے ہیں وَالْمِنْسَاۃُ الْعَصَا۔ منسأتہ عصا۔ لکڑی۔ سوٹی کو کہتے ہیں۔

تو اس جانور نے جب آپ کا عصا نیچے سے کھا لیا جس کے سہارے آپ قیام فرما تھے تو آپ زمین پر آئے یعنی گر پڑے۔

فَلَمَّا تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُھِیْنِ۔ تو جب ظاہر ہوا جنوں نے کہا کہ اگر ہم غیب جانتے اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔

چونکہ جنوں کو اس امر کا زعم تھا کہ ہم غیب جانتے ہیں تو ایک سال تک مصیبت میں مبتلا رہتے۔

والقصہ یہ ہے کہ

اِنَّہٗ کَانَ مِنْ عَادَۃِ سُلَیْمَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْ یَّعْتَکِفَ فِیْ مَسْجِدِ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ الْمُدَدَ الطِّوَالِ فَتَمَادَیْنَا اَحَدُہٗ لَمْ یُصْبِحِ الَّذِیْ فِیْ مِحْرَابِہٖ شَجَرَۃً ثَابِتَۃً قَدْ اَنْطَقَھَا اللّٰہُ تَعَالٰی فَیَسْاَلُھَا لِاَیِّ شَیْءٍ اَنْتِ فَتَقُوْلُ ھٰکَذَا حَتّٰی اَصْبَحَ ذَاتَ یَوْمٍ فَرَاَی الْخُرْنُوْبَۃَ فَسَاَلَھَا فَقَالَتْ نَبَتُّ لِخَرَابِ ھٰذَا الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُخْرِبَہٗ وَاَنَا حَیٌّ۔ اَنْتِ الَّتِیْ عَلٰی وَجْھِكِ ھَلَاکِیْ وَخَرَابُ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ۔

فَنَزَعَھَا وَغَرَسَھَا فِیْ حَائِطٍ لَّہٗ وَاتَّخَذَ مِنْھَا عَصًا وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَعْمِ عَلَی الْجِنِّ مَوْتِیْ حَتّٰی یَعْلَمُوْا اَنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ کَمَا یُمَوِّھُوْنَ وَقَالَ لِمَلَكِ الْمَوْتِ اِذَا اُمِرْتَ بِیْ فَاَعْلِمْنِیْ فَقَالَ اُمِرْتُ بِكَ وَقَدْ بَقِیَ مِنْ عُمُرِكَ سَاعَۃٌ فَدَعَا الْجِنَّ فَبَنَوْا عَلَیْہِ صَرْحًا مِنْ قَوَارِیْرَ لَیْسَ لَہٗ بَابٌ فَقَامَ یُصَلِّیْ مُتَّکِئًا عَلٰی عَصَاہُ فَقُبِضَ رُوْحُہٗ وَھُوَ مُتَّکِیٌٔ عَلَیْھَا وَکَانَتِ الْجِنُّ تَجْتَمِعُ حَوْلَ مِحْرَابِہِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْہِ فَلَمْ یَکُنْ جِنِّیٌّ یَنْظُرُ اِلَیْہِ فِیْ صَلٰوتِہٖ اِلَّا احْتَرَقَ۔

فَمَرَّ جِنِّیٌّ فَلَمْ یَسْمَعْ صَوْتَہٗ ثُمَّ رَجَعَ فَلَمْ یَسْمَعْ فَنَظَرَ اِذَا سُلَیْمَانُ قَدْ خَرَّ مَیِّتًا فَفَتَحُوْا عَنْہُ

فَاِذَا عصا قَدْ اَكَلَتْهَا الْاَرْضَةُ فَاَرَادُوْا اَنْ يَّعْرِفُوْا وَقْتَ مَوْتِهٖ فَوَضَعُوا الْاَرْضَةَ عَلَى الْعَصَا فَاَكَلَتْ مِنْهَا فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ مِقْدَارًا فَحَسِبُوْا عَلٰى ذٰلِكَ النَّحْوِ فَوَجَدُوْهُ قَدْ مَاتَ مُنْذُ سَنَةٍ وَكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَيَحْسَبُوْنَهٗ حَيًّا فَتَبَيَّنَتْ اَنَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ سَنَةً۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عادت کریمہ تھی کہ مسجد بیت المقدس کے لمبی لمبی مدت تک اعتکاف فرمایا کرتے تھے تو جب مدت قریب آئی تو صبح آپ نے محراب میں ایک درخت قائم ہوا پایا جسے اللہ تعالے نے بولنے کی طاقت عطا فرمائی تھی آپ نے اس سے دریافت کیا کس لیے تو ظاہر ہوا تو اس نے کہا میں اس لیے ظاہر ہوا ہوں۔

حتیٰ کہ ایک دن آپ نے صبح کی تو آپ نے خرنوب کو دیکھا یعنی کانٹے دار جھاڑی تو بولی یہ درخت مسجد کے خراب کرنے کو اگی ہے۔ تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی یہ شان نہیں کہ اسے خراب کرے اور میں یہاں زندہ ہوں۔ تو وہ درخت ہے کہ تیری صورت سے میری ہلاکت اور بیت المقدس کی خرابی نظر آتی ہے تو اسے اکھاڑ دیا اور اسکے ارد گرد کے کانٹوں کو کاٹا اور اس سے آپ نے اپنا عصا بنایا اور دعا کی الٰہی مجھ سے جنوں کو ایسا اندھا کر کہ وہ میری موت سے بے خبر رہیں اور جو انہیں یہ توہم ہے کہ وہ غیب جانتے ہیں وہ انہیں معلوم ہو جائے کہ فی الواقع یہ غیب نہیں جانتے۔

اور آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ جب تجھے میری روح قبض کرنے کا حکم ہو تو مجھے خبر کر دینا تو ملک الموت بولے حضور مجھے حکم ہو چکا ہے اب آپ کی عمر میں ایک گھنٹہ باقی ہے تو آپ نے جنوں کو بلا کر حکم دیا کہ ایک مکان شیشہ کا ایسا بنایا جائے جس میں کوئی دروازہ نہ ہو اور آپ اس عصا کے سہارے قیام میں کھڑے ہو گئے اسی حالت میں آپ کی روح قبض ہو گئی۔ آپ اسی طرح تکیہ لگائے کھڑے رہ گئے اور جن اس شیشہ کی عمارت کے چاروں طرف جمع ہوتے اور جب دیکھتے تو جل جاتے۔

آخر ایک جن وہاں سے گذرا تو اس نے سلیمان علیہ السلام کی آواز نہ سنی پھر واپس ہو گیا اور پھر آیا تو آواز نہ سنی اور دیکھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام زمین پر ہیں سب جنوں نے مل کر وہ عمارت کھولی تو دیکھا کہ وہ عصا جس کے تکیہ پر آپ قیام پذیر تھے اسے دیمک کھا چکی ہے۔

اب انہوں نے کوشش کی کہ اس عصا کو دیمک نے کب سے کھایا اس کی مدت کا حساب کرنے کو ایک دیمک اس عصا پر چھوڑی اس نے رات اور دن میں جتنا کھایا اس سے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو انتقال فرمائے ایک سال گذر چکا ہے اور وہ آپ کو زندہ سمجھ کر ایک سال تک کام کرتے رہے

ہیں۔ اس وقت ان پر ظاہر ہوا کہ اگر جن غیب جانتے تو اس مشقت میں ایک سال تک نہ رہتے۔

ایک روایت ہے اِنَّ دَاؤدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَسَّسَ بِنَاءَ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ فِی مَوْضِعِ فُسْطَاطِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ یُّتِمَّ فَوَصّٰی بِہٖ اِلٰی سُلَیْمَانَ فَاَمَرَ الْجِنَّ بِاِتْمَامِہٖ فَلَمَّا بَقِیَ مِنْ عُمْرِہٖ سَنَۃٌ سَاَلَ اَنْ یُّعْمٰی عَلَیْہِمْ مَوْتُہٗ حَتّٰی یَفْرُغُوْا مِنْہُ وَتَبْطُلُ دَعْوَاہُمْ عِلْمَ الْغَیْبِ

داؤد علیہ السلام نے بناء بیت المقدس اس جگہ فرمائی جہاں موسیٰ علیہ السلام کے خیمے نصب تھے۔ تو آپ کا انتقال قبل اتمام ہوا تو آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وصیت کی کہ وہ اسے پورا کریں تو جب آپ کی عمر میں سے ایک سال باقی رہ گیا تو آپ نے دعا کی کہ میری موت کا علم جنوں کو نہ ہو حتی کہ وہ بیت المقدس مکمل کر دیں اور انکا دعویٰ علم غیب بھی باطل ہو جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ مکمل فرمانے کے بعد چالیس سال بعد بیت المقدس کی تعمیر شروع کی پھر وہ خراب ہو گیا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے دوبارہ تعمیر شروع کی اور اتمام سے قبل آپ کی وفات ہو گئی تو سلیمان علیہ السلام نے تکمیل فرمائی۔

اس کے علاوہ بہت سی روائتیں ہیں جو بخوف طوالت نقل نہیں کیں۔

مختصر یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر مبارک ۵۳ سال کی ہوئی۔

وَمَلَکَ بَعْدَ اَبِیْہِ وَعُمْرُہٗ ثَلَاثَ عَشَرَۃَ سَنَۃً۔ اور سریر آرائے سلطنت ۱۳ سال کی عمر میں بعد وفات حضرت داؤد علیہ السلام ہوئے۔

وَابْتَدَأَ فِیْ بِنَاءِ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ لِاَرْبَعِ سِنِیْنَ مَضَیْنَ مِنْ مُّلْکِہٖ۔ اور تعمیر بیت المقدس بادشاہ ہونے کے چار سال بعد شروع کی۔

اب بعد ذکر داؤد و سلیمان علیہما السلام اور ان کے شکر اور فضل کے اسلوب بیان کے مطابق تقاضا تھا کہ منکرین اور کفران نعمت کرنے والوں کا بھی ذکر ہو چنانچہ سبا کا تذکرہ شروع فرمایا۔

لَقَدْ کَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْکَنِہِمْ اٰیَۃٌ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّشِمَالٍ کُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّکُمْ وَاشْکُرُوْا لَہٗ بَلْدَۃٌ طَیِّبَۃٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ۔ بے شک سبا والوں کو ان کے رہنے کی جگہ میں ہماری نشانی تھی۔ دو باغ دائیں بائیں کھاؤ اپنے رب کا رزق اور اس کا شکر کرو پاک بستی اور رب بخشنے والا۔

سبا اصل میں ایک آدمی کا نام ہے وہ سبا بن یشجب تھا۔

اور بعض احادیث میں ہے عَنْ فَرْوَۃَ ابْنِ مُسَیْکٍ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ عَنْ سَبَاٍ اَرَجُلٌ ھُوَ اَمِ امْرَاَۃٌ فَقَالَ ھُوَ رَجُلٌ مِّنَ الْعَرَبِ

عَشْرَۃٌ تَیَامَنَ مِنْھُمْ سِتَّۃٌ وَتَشَاءَمَ مِنْھُمْ اَرْبَعَۃٌ ۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ تَیَامَنُوْا فَالْاَزْدُ وَکِنْدَۃُ وَ مَذْحِجُ وَالْاَشْعَرِیُّوْنَ وَاَنْمَارُ وَمِنْھُمْ بَجِیْلَۃُ ۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ تَشَاءَمُوْا فَعَامِلَۃُ وَغَسَّانُ وَلَخْمُ وَجُذَامُ ۔

فروہ بن مسیک فرماتے ہیں میں حضور کی خدمت میں حاضر آیا اور عرض کیا حضور سبا کے متعلق مجھے فرمائیں کہ وہ مرد تھا یا عورت؟

تو حضور نے فرمایا وہ عرب کے لوگوں میں سے تھا اس سے دس خاندان نکلے اس میں سے چھ ایمان لائے اور چار کافر ہوئے۔

جو ایمان لائے وہ قبیلہ اَزْد اور کِنْدہ اور مَذْحِج اور اشعری اور اَنْمار اور بَجیلہ ہیں

اور وہ چار جو کافر ہوئے وہ قبیلہ عاملہ اور غسّان اور لَخم اور جُذام ہیں

اور شرح قصیدہ عبد المجید بن عبدون میں ہے جو عبد الملک بن عبد اللہ بن لوبرون حضرمی اللیثی سے ہے اِنَّ سَبَا بْنَ یَشْجُبَ اَوَّلُ مُلُوْکِ الْیَمَنِ فِیْ قَوْلٍ وَاِسْمُہٗ عَبْدُ شَمْسٍ وَاِنَّمَا سُمِّیَ سَبَا لِاَنَّہٗ اَوَّلُ مَنْ سَبَی السَّبْیَ مِنْ وُّلْدِ قَحْطَانَ وَکَانَ مُلْکُہٗ اَرْبَعَمِائَۃٍ وَّاَرْبَعًا وَّثَمَانِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ سُمِّیَ بِہٖ الْحَیُّ ۔ سبا ابن یشجب یمن کے پہلے بادشاہ ہیں اور ایک قول ہے کہ اس کا نام عبد شمس تھا اور سبا اس لیے کہا جانے لگا کہ سب سے اول جس نے وجود الٰہی کا انکار کیا وہ یہی شخص قبیلہ قحطان کی اولاد سے تھا اس کی حکومت چار سو چوراسی سال رہی پھر یہ گاؤں کے امراء کہلانے لگے۔

ان کی بستی اور مکانات کی تعریف میں ہے۔

فِیْ مَسْکَنِھِمْ اٰیَۃٌ ۔ ان کے رہنے والی جگہوں میں نشانی تھی۔

اور یہ مقام بلاد یمن میں صنعا سے تین میل کے فاصلہ پر تھا یا تین دن کی بعد مسافت تھی اور نشانی سے مراد علامات قدرت الٰہی ہیں جس سے وجود صانع مطلق معلوم ہو۔

جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّشِمَالٍ ۔ دو باغ دائیں بائیں۔

اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ جَمَاعَتَانِ مِنَ الْبَسَاتِیْنِ جَمَاعَۃٌ عَنْ یَّمِیْنِ بَلَدِھِمْ وَجَمَاعَۃٌ عَنْ شِمَالِہٖ ۔ آبادی کے دائیں بائیں باغات تھے۔

یا اس سے مراد بُسْتَانَانِ لِکُلِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ عَنْ یَّمِیْنِ مَسْکَنِہٖ وَشِمَالِہٖ دو باغ ہیں ہر ایک مکان کے دائیں بائیں جیسے کہ کوٹھیوں میں ہوتے ہیں۔

بہر حال وہ بستی نہایت سرسبز و شاداب تھی اور ارشاد تھا کہ اپنے رب کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور اس کا شکر

کہ وہ پاک بستی اور ستھرے رزق اور رب غفور کی نعمتیں۔
اس بستی کے لوگوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے تیرہ نبی مبعوث ہوئے جو انہیں دعوت الی اللہ دیتے رہے اور نعماء الٰہی یاد دلاتے رہے تو انہوں نے صاف جواب دیدیے مَا نَعْرِفُ لِلّٰهِ نِعْمَةً ہم اللہ کی طرف سے کوئی نعمت نہیں مانتے۔
جیسے آج بھی طبقۂ جہلاء میں سے بعض کہہ دیتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں کیا دیا محنت کی تو ہم نے پیدا کیا یہ نہیں سمجھتے کہ یہ محنت کی قوت بھی تو منجانب اللہ ہے ورنہ اگر ہاتھ پیر شل ہو جائیں تو کمانے والا کیا کما سکتا ہے۔
اور اس قسم کے انکار کفر ہی نہیں بلکہ اعظم کفر ہیں۔
ابوحیان فرماتے ہیں اَعْرَضُوْا مِمَّا جَاءَ بِهِ اِلَيْهِمْ اَنْبِيَاؤُهُمْ الثَّلَاثَةَ عَشَرَ حَيْثُ دَعَوْهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَذَكَّرُوْهُمْ نِعْمَتَهٗ فَكَذَّبُوْهُمْ وَقَالُوْا مَا نَعْرِفُ لِلّٰهِ نِعْمَةً۔ تو پھر ان پر عذاب آیا چنانچہ ارشاد ہے۔
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ۔ تو بھیجا ہم نے ان پر سیل عرم۔
یعنی سخت سیلاب وَقِيْلَ الْعَرِمُ الْمَطَرُ الشَّدِيْدُ۔ عرم سخت بارش کو کہتے ہیں۔
وَقِيْلَ هُوَ اِسْمُ الْجُرْذِ الَّذِىْ نَقَبَ عَلَيْهِمْ سَدَّهُمْ فَصَارَ سَبَبًا لِتَسَلُّطِ السَّيْلِ عَلَيْهِمْ وَهُوَ الْفَارُ الدُّهْمُ الَّذِىْ يُقَالُ لَهُ الْخُلْدُ۔ ایک قول ہے کہ عرم اس فصیل کا نام ہے جس میں سوراخ کیا اور وہ ان کے لیے سیل کا سبب ہوا اور وہ اندھے چوہے تھے جنہیں چھچھوندر کہتے تھے۔
ضحاک اور قتادہ کہتے ہیں هُوَ اِسْمُ الْوَادِى الَّذِىْ كَانَ يَاْتِى السَّيْلُ مِنْهُ وَبُنِيَ السَّدُّ فِيْهِ۔ وہ جنگل جس میں سیلاب آیا یہ ایک میدان پہاڑوں کے بیچ میں تھا اس کے جانب فصیل بنائی تھی پانی پہاڑوں سے بند کر کے جمع ہو اور اس سے باغات سیراب ہوں۔
اس فصیل کو چھچھوندر نے نیچے سے کھوکھلا کر دیا اور ان سوراخوں میں سے پانی جو چلا تو تمام فصیل کو بہا کر لے گیا اور باغات ویران کر دیے۔
مفصل روایت یہ ہے کہ جب بلقیس ملک سبا کی ملکہ ہوئی تو قوم اتنی غیر نستعلیق تھی کہ جنگل کے پانی پر باہمی مقاتلہ کرتی تو بلقیس نے تخت چھوڑ دیا اور ایک مکان میں چلی گئی تو قوم نے یہ چاہا کہ یہ واپس آکر تخت نشین ہو۔ بلقیس نے کہا تم بیوقوف بے عقل لوگ ہو اور میرا کہا بھی نہیں سنتے تو پھر میں تخت نشینی کس پر کروں؟

سب نے متفق ہو کر کہا کہ اب ہم تیرے حکم کی پیروی کریں گے چنانچہ ایک جنگل تھا پہاڑوں کے بیچ میں جس کا عرض و طول تین دن کی مسافت پر تھا بلقیس نے حکم دیا کہ اس وادی پر پہاڑ سے پہاڑ تک ایک فصیل بناؤ۔

چنانچہ انہوں نے بڑی چٹانوں سے پتھروں سے اس فصیل کو تیار کیا اور جو پانی بارش کا اترا وہ سب اس میں جمع ہوا اس فصیل میں بہت سی نہروں کے لیے راستے رکھے جو شہر میں پانی پہنچاتیں جو بارہ نہروں پر مشتمل تھی غرضکہ خوب شادابی ہوئی ہر طرف سبزہ ہی تھا پھل پھول کافی ہونے لگے۔

اس فصیل کا انجینئر حمیر تھا جو یمنیوں کا ابوالقبائل بھی تھا۔

بعض کہتے ہیں اس کا بنانے والا لقمان الاکبر ابن عاد تھا جس نے چنائی میں پتھروں کے اندر سکہ پگھلایا تھا اور لوہا ڈالا تھا اور یہ ایک فرسخ لمبی چوڑی فصیل بنی تھی۔

اور اس فصیل سے اس قدر فراوانی ہوئی کہ حَتّٰی اِنَّ الْمَرْاَۃَ تَخْرُجُ وَعَلٰی رَاْسِہَا الْمِکْتَلُ فَتَعْمَلُ بِیَدَیْہَا وَتَسِیْرُ فَیَمْتَلِئُ الْمِکْتَلُ مِمَّا یَتَسَاقَطُ مِنْ اَشْجَارِ بَسَاتِیْنِہِمْ اِلٰی اَنْ اَعْرَضُوْا عَنِ الشُّکْرِ وَکَذَّبُوا الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ فَسَلَّطَ اللّٰہُ عَلٰی سَدِّہِمُ الْخُلْدَ فَوَلَدَ فِیْہِ فَخَرَقَہٗ فَاَرْسَلَ سَیْحَۃً سَیْلًا عَظِیْمًا فَحَمَلَ السَّدَّ وَذَھَبَ بِالْجِنَانِ وَکَثِیْرٍ مِّنَ النَّاسِ۔

آدمی اپنے سر پر ٹوکری لے کر نکلتا اور چلتا تو پھل گر گر کر اس ٹوکری کو بھر دیتے حتیٰ کہ انہوں نے اللہ کی ان نعمتوں سے اعراض کیا اور انبیاء کرام کی تکذیب کی تو اللہ تعالےٰ نے ان کے اس پانی پر جسے فصیل بھی کہتے ہیں چھچھوندریں مسلط فرما دیں انہوں نے وہاں بچے دیے اور فصیل میں چھید کر ڈالے پھر ایک زبردست سیلاب جسے سیل عرم فرمایا ہے بھیج دیا اس نے فصیل کو اٹھا کر پھینک دیا اور وہ پانی جو ان کے لیے موجب رحمت تھا زحمت و عذاب بن گیا اس نے تمام باغ بہا دیے اور بہت سی آبادی ہلاک کر ڈالی جس کا مختصر سا نمونہ اس سال اور اس سے گذشتہ سال ۱۹۵۵ء میں سیالکوٹ، لاہور اور سندھ و ٹھٹھہ و کراچی میں وہ ظہور پذیر ہوا۔

یہ سیلاب عہد ملک ذی الاذعار بن حسان میں آیا جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے بیچ میں تھا۔ اس کے بعد جو حشر ہوا اس کا بیان ہے۔

وَبَدَّلْنٰھُمْ بِجَنَّتَیْہِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُکُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ۔ اور بدل دیا ہم نے ان باغوں کے بدلے دو باغ جو کسیلے کڑوے پھل والے تھے اور جھاؤ کے درخت اور کچھ تھوڑ بیری کی جھاڑیاں۔

یعنی اَذْهَبْنَا جَنَّتَیْهِمْ وَاَتَیْنَا بَدَلَهَا۔ وہ باغ تباہ کر کے اس کی جگہ جنگلی جڑی بوٹیاں اگا دیں چنانچہ کسیلے کڑوے پھل والے درخت جیسے اثل یعنی جھاؤ اور طرفہ بھی جھاؤ کے درخت کا دوسرا نام ہے اور اسمو بھی جھاؤ ہی کو کہتے ہیں۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَلْخَمْطُ اَلْاَرَاکُ سیٹھے ذائقہ والا درخت اراک ہے اور وہ پیلو کا درخت ہے جو اکثر قبرستانوں میں ہوتا ہے جس کی مسواک بھی بناتے ہیں اور اسے پنجاب میں ون کہتے ہیں۔ ان درختوں کے باغ بدل دیے۔

اور حکماء میں داؤد انطاکی نے بھی کہا ہے۔ تَمْرُهٗ کَالْحِمَّصِ۔ اس کا پھل چنے جیسا ہوتا ہے۔

وَشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ۔ اور کچھ بیری کی جھاڑیاں۔

یہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک بیری ہے جسے ضال کہتے ہیں اور دوسری وہ ہے جسے بنی کہتے ہیں۔ اس کے پتے سے کپڑے دھوتے ہیں اور اس کا پھل عناب کی طرح ہوتا ہے۔

بہرحال یہ حال اس جنت ارضی کا اعمال طالح اور تکذیب انبیاء سے ہوا چنانچہ ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِیْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ۔ یہ بدلہ دیا ہم نے ان کے کفر کا اور ہم سزا نہیں دیتے مگر ناشکروں منکروں کو۔

یعنی ان میں تیرہ انبیاء تبلیغ و ہدایت کے لیے مبعوث فرمائے اور ہر قسم کی نعمتوں سے متمتع فرمایا۔ مگر وہ سرکشی اور انحراف سے باز نہ آئے تو پھر ہم نے انہیں یہ سزا دی۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین کا زمانہ زمانہ فترۃ ہے اور اس پر جمہور کا اتفاق ہے کہ لَا نَبِیَّ بَیْنَ نَبِیِّنَا وَعِیْسٰی عَلَیْهِمَا السَّلَامُ۔ حضور اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیانی زمانہ میں کوئی نبی نہیں لیکن

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ قَالَ بَیْنَهُمَا عَلَیْهِمَا السَّلَامُ اَرْبَعَةُ اَنْبِیَاءَ ثَلَاثَةٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ وَوَاحِدٌ مِّنَ الْعَرَبِ وَهُوَ خَالِدُ الْعَبَسِیُّ وَهُوَ قَدْ بُعِثَ لِقَوْمِهٖ وَبَنُوْٓ اِسْرَآئِیْلَ لَمْ یُبْعَثُوْا لِلْعَرَبِ۔ بعض نے کہا کہ زمانہ فترۃ میں چار نبی آئے ہیں تین بنی اسرائیل سے اور ایک عرب سے خالد العبسی اور وہ اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور بنی اسرائیل عرب میں مبعوث نہیں ہوئے۔

اور یہ تیرہ نبی ان کی قوم سبا بن یشجب سے تشریف لائے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالے نے اس قوم کی گمراہی کی وجہ سے اسے ہلاک فرمایا۔ اسی لیے وَہَلْ نُجٰزِیْ فرمایا کہ ہل بمعنی نفی ظاہر فرمایا۔

وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ الْقُرَی الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا قُرًی ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ۔ اور کیے

ہم نے ان کے اندر مسلسل شہر کہ ان میں کھلی آبادیاں تھیں اور جانے آنے کی مقداریں مقرر۔
یَعْنِیْ جَعَلْنَا نِسْبَۃَ بَعْضِهَا اِلٰی بَعْضٍ عَلٰی مِقْدَارٍ مُّعَیَّنٍ مِّنَ السَّیْرِ. قِیْلَ مَنْ سَارَ مِنْ قَرْیَۃٍ صَبَاحًا وَصَلَ اِلٰی اُخْرٰی وَقْتَ الظَّهِیْرَۃِ وَالْقَیْلُوْلَۃِ وَمَنْ سَارَ بَعْدَ الظُّهْرِ وَصَلَ اِلٰی اُخْرٰی عِنْدَ الْغُرُوْبِ فَلَا یَحْتَاجُ لِحَمْلِ زَادٍ وَّلَا مَبِیْتٍ فِیْ اَرْضٍ خَالِیَۃٍ وَلَا یَخَافُ مِنْ عَدُوٍّ وَّنَحْوِہٖ۔
یعنی ہم نے آبادیاں مناسبت کے حساب سے مقدار معین پر رکھی تھیں۔
چنانچہ ایک قول ہے کہ جو ایک گاؤں سے صبح روانہ ہوتو ظہر کے وقت دوسری آبادی میں جاکر قیلولہ کرتا اور جو بعد ظہر روانہ ہوتا تو مغرب کے وقت دوسری آبادی میں پہنچ جاتا۔
تو ناشتہ اور راحلہ اور بستر لے جانے کی حاجت نہ ہوتی اور کثرت آبادی کی وجہ سے کسی چور اور ڈاکو کا بھی خطرہ نہ ہوتا۔
وَقِیْلَ کَانَ بَیْنَ قَرْیَتَیْنِ مِیْلٌ۔ ایک قول ہے کہ دونوں آبادیوں کے مابین ایک میل کا فاصلہ ہوتا تھا۔ گویا بوجہ قرب منزل کسی کو یہ محسوس نہ ہوتا تھا کہ سفر کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔
سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَاَیَّامًا اٰمِنِیْنَ۔ سفر کرو ان شہروں میں راتوں اور دنوں میں امن وامان سے۔
یہاں رات کو مقدم کرنا اس حکمت سے ہے کہ دن کی بہ نسبت رات میں مظنۂ خوف زیادہ ہوتا ہے۔
قتادہ کہتے ہیں کَانُوْا یَسِیْرُوْنَ مَسِیْرَۃَ اَرْبَعَۃِ اَشْهُرٍ فِیْ اَمَانٍ۔ چار ماہ کی مدت سفر ایسے ہی امان سے گذرتی تھی تو یہ نعمت بھی گوارا نہ ہوئی اور بنی اسرائیل کی طرح انہوں نے بھی کفران نعمت کیا چنانچہ انہوں نے لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ کہہ کر مشقت اور مصیبت مول لی انہوں نے مسلسل آبادیوں کو پسند نہ کیا اور کہا۔
فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ۔ تو وہ بولے اے ہمارے رب ہمارے سفروں میں بُعد کردے اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے ان کی یہ بستیاں افسانہ کردیں اور علیحدہ علیحدہ کردیں بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہماری ہر صبر کرنے والے شکر گذار کے لیے۔
علامہ روح المعانی فرماتے ہیں کَاَنَّمَا طَالَ بِهِمْ مُدَّۃُ النِّعْمَۃِ بَطِرُوْا وَمَلُّوْا وَاَكْثَرُ الَّذِیْنَ هُوَ اَدْنٰی عَلٰی اتِّصَالِ الْعِمْرَانِ وَفَصْلِ الْمَفَاوِزِ الْقِفَارِ وَفِیْ ضِمْنِ ذٰلِكَ اِظْهَارُ الْقَادِرِیْنَ مِنْهُمْ عَلٰی قَطْعِهَا بِرُكُوْبِ الرَّوَاحِلِ وَتَزَوُّدِ الْاَزْوَادِ وَالْفَخْرِ وَالْكِبْرِ عَلَی الْفُقَرَاءِ الْعَاجِزِیْنَ عَنْ ذٰلِكَ فَجَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهُمُ الْاِجَابَۃَ بِتَخْرِیْبِ الْقُرَی الْمُتَوَسِّطِ وَجَعَلَهَا بَلْقَعًا لَا یُسْمَعُ فِیْهَا دَاعٍ وَّلَا مُجِیْبٌ۔

جب سبا والوں پر نعمتیں وسیع ہوئیں اور ان سے ان کا جی بھر گیا تو انہیں ان تنگیوں کی طرف التفات ہوا جو ان نعمتوں کے مقابل ادنیٰ تھیں آبادیوں کے قرب سے گھبرائے اور یہ چاہا کہ جنگل اور میدان بیچ میں ہوں اور ہم جب چلیں تو سواریاں خیمے اور کھانے پینے کے سامان ہمراہ ہوں تاکہ غریب لوگوں سے جدا امتیاز رہے۔

یہ جو کچھ انہوں نے وہ بلسان الحال ہی کہا لیکن تَعَجَّلَ اللّٰهُ لَهُمُ الْإِجَابَةَ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو جلد منظور فرما کر ان کی آبادیاں خراب کر ڈالیں اور جہاں مسلسل بستیاں اور گاؤں آباد تھے وہاں جنگل و بیابان ہو گئے اور ایسے بیابان ہوئے کہ کوئی کسی کی آواز بھی نہ سن سکے اور کوئی مصیبت میں پھنس جائے تو کوئی اس کی مدد بھی نہ کر سکے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ۔ انہوں نے کفران نعمت کر کے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا اور نعمائے الٰہی سے محروم ہوئے اور ان کی یہ سرسبزی شادابی افسانہ بن کر رہ گئی۔ اور تمام قبائل متفرق ہو گئے۔

تمزیق کے معنی خلاصہ تفسیر میں بیان ہو چکے۔

آلوسی فرماتے ہیں۔ یہاں تمزیق سے مراد ان کی تفریق ہے یعنی بعید بعید آبادیاں ہو گئیں۔

چنانچہ کشاف میں ہے۔ لَحِقَ غَسَّانُ بِالشَّامِ۔ قبیلہ بنی غسان شام سے جا ملے۔

وَاَنْمَارُ بِيَثْرِبَ۔ اور قبیلہ انمار مدینہ والوں سے مل گیا

وَجُذَامُ بِتِهَامَةَ۔ اور قبیلہ جذام تہامہ سے جا ملا۔

وَالْاَزْدُ بِعُمَانَ۔ اور قبیلہ ازد عمان میں چلا گیا

اور تحریر میں ہے۔

وَقَعَ مِنْهُمْ قُضَاعَةُ بِمَكَّةَ۔ بنی قضاعہ مکہ چلا گیا۔

وَالْاَسَدُ بِالْبَحْرَيْنِ۔ اور قبیلہ اسد بحرین میں آ گیا

علامہ میدانی کلبی سے اور وہ ابو صالح سے راوی ہیں۔

اِنَّ طَرِيْفَةَ الْكَاهِنَةَ تَدْرَاَتْ فِيْ كِتَابِهَا اَنَّ سَدَّ مَارِبَ سَيَخْرَبُ وَاِنَّهُ سَيَاْتِيْ سَيْلُ الْعَرِمِ فَيُخَرِّبُ الْجَنَّتَيْنِ فَبَاعَ عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ اَمْوَالَهٗ وَسَارَ هُوَ وَقَوْمُهٗ حَتّٰى انْتَهَوْا اِلٰى مَكَّةَ فَاَقَامُوْا بِهَا وَبِمَا حَوْلَهَا فَاَصَابَتْهُمُ الْحُمّٰى وَكَانُوْا بِبَلَدٍ لَا يَدْرُوْنَ فِيْهِ الْحُمّٰى فَدَعَوْا طَرِيْفَةَ فَشَكَوْا اِلَيْهَا الَّذِيْ اَصَابَهُمْ فَقَالَتْ لَهُمْ اَصَابَنِيَ الَّذِيْ تَشْكُوْنَ وَهُوَ مُفَرِّقٌ بَيْنَنَا قَالُوْا فَمَاذَا تَاْمُرِيْنَ قَالَتْ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ ذَا هَمٍّ بَعِيْدٍ وَجَمَلٍ شَدِيْدٍ وَمَزَادٍ جَدِيْدٍ فَلْيَلْحَقْ بِقَصْرِ عُمَانَ الْمُشَيَّدِ فَكَانَتْ

أزدُ بعُمان۔

ثم قالت من كان منكم ذا جلد وقسر وصبر على أزمات الدهر فليلحق بالأراك من بطن مر فكانت خزاعة۔

ثم قالت من كان منكم يريد الراسيات في الوحل المطعمات في المحل فليلحق بيثرب ذات النخل فكانت الأوس والخزرج۔

ثم قالت من كان منكم يريد الخمر والخمير والملك والتأمير ويلبس الديباج والحرير فليلحق ببصرى وغوير وهما من أرض الشام۔

فكان الذي سكنوها آل جفنة من غسان۔

ثم قالت من كان منكم يريد الثياب الرقاق والخيل العتاق وكنوز الأرزاق والدم المهراق فليلحق بأرض العراق فكان الذي سكنوها آل جذيمة الأبرش ومن كان بالحيرة وآل محرق۔

والحق ان تمزيقهم وتفريقهم في البلاد كان بعد إرسال السيل۔

طریفہ ایک کاہنہ تھی اس نے اپنی کہانت سے دیکھا کہ ملک سبا کی سد مآرب عنقریب خراب ہو جائیگی اور اس پہ زبردست سیلاب آئے گا اور وہ ان باغوں کی تباہی کا موجب ہوگا جو سکان ملک سبا کے دائیں بائیں سرسبز و شاداب ہیں۔

چنانچہ جب اس کے خاوند عمرو بن عامر کو معلوم ہوا اس نے اپنا سب مال بیچ ڈالا اور معہ اپنی قوم کے وہاں سے نکل کر مکہ اور اس کے مضافات میں جا بسا۔ یہاں انہیں بخار کی وبا پڑی اور چونکہ یہ ایسی بستی سے آئے تھے جو بخار وغیرہ سے واقف ہی نہ تھے تو انہوں نے طریفہ کو بلا کر یہ شکوہ کیا اس نے کہا انہیں تمہارا یہ بخار نہیں آیا مجھے بھی اس بخار نے گھیر رکھا ہے اور یہ ہمارے تمہارے مابین جدائی اور مفارقت کا موجب ہے تو قوم نے کہا اب تیرا کیا مشورہ ہے۔

طریفہ بولی تم میں سے جو صابر اور بلاکش ہے اسے چاہیئے کہ پیلو کے پھلوں پہ قناعت کرے۔ اور بطن مُر میں رہے چنانچہ خذاعہ نے یہ گوارہ کر لیا۔

اور جو دور دراز راہ اور اونٹوں کا سفر منظور کرے اسے چاہیئے کہ قصر عمان میں چلا جائے۔ چنانچہ ازد کا قبیلہ وہاں چلا گیا۔

پھر کہنے لگی اور جو چاہتا ہے کہ پہاڑوں میں رہے اور کیچڑ گارے میں کھائے پئے اسے چاہیئے کہ

کھجوروں کے علاقہ یثرب میں رہے چنانچہ اوس اور خزرج وہاں آباد ہوگئے۔
پھر بولی جو تم میں شراب اور خمیر اور حکومت چاہتا ہے اور دیبا اور ریشم پہننا پسند کرتا ہے اسے چاہئے کہ بصری میں رہے اور یہ بستی شام میں ہے یہاں آل جفنہ قبیلہ غسان سے جاکر آباد ہوگئے۔
پھر کہنے لگی جو تم میں باریک لباس اور تیز گھوڑے اور خزانوں کا خواہشمند ہو اور خون بہنے کی بہاریں دیکھنا چاہے اسے عراق میں چلا جانا چاہئے چنانچہ آل جذیمہ الابرش یہاں آبسے۔
غرضکہ یہ تمزیق و تفریق قبائل بعد سیل عرم ہوئی۔
اس کے ساتھ روح المعانی میں اس قصہ کو ذرا طویل کرکے بھی لکھا ہے۔
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ۔ اس تمزیق و تفریق میں البتہ نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر گذار کے لیے۔
وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْہِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّہٗ فَاتَّبَعُوْہُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور بیشک سچ کر دکھایا ان پر شیطان نے اپنا گمان تو متبع ہوگئے اس کے مگر ایک جماعت ایمان والوں کی۔
روح المعانی میں ہے اَیْ حَقَّقَ عَلَیْہِمْ ظَنَّہٗ اَوْ وَجَدَ ظَنَّہٗ صَادِقًا۔ یعنی شیطان نے اپنا گمان سچ کر دکھایا یا اس نے اپنا گمان سچا پایا۔ یعنی اہل سبا پر شیطان کا گمان سچا ہوگیا اور اہل سبا اس کے متبع ہوگئے مگر ایک جماعت جو مومن تھی اس نے شیطان کی پیروی نہ کی۔
وَمَا کَانَ لَہٗ عَلَیْہِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ۔ اور نہیں اس شیطان کا کوئی تسلط و اقتدار اپنے توسوس کا ان پر۔
اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَۃِ مِمَّنْ ہُوَ مِنْہَا فِیْ شَکٍّ وَرَبُّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ۔ مگر یہ کہ ہم دکھا دیں جو ایمان لائے آخرت پر اور کون ان میں سے شک میں ہے اور تیرا رب ہر شے کا محافظ ہے۔
گویا ارشاد ہوا کہ یہ سب کچھ ضروری نہ تھا مگر یہ دکھلانے کو کہ ایمان پر کون ہے اور گمراہ کون ہے۔
وَرَبُّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ۔ اور اے محبوب تیرا رب ہر شے کا محافظ اور وکیل ہے جو قائم ہے تمام احوال و شیون پر۔

بامحاورہ ترجمہ تفسیر ارکوع سورۃ سبا پ۲۲

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ	اے محبوب فرما دیجئے پکارو انہیں جنہیں اللہ کے سوا معبود سمجھے ہوئے ہو وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں

فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ
فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ

آسمانوں اور نہ زمین میں اور نہیں ان دونوں میں
ان کا کچھ حصہ اور نہ ان میں سے کوئی مددگار۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ
لَهٗ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا
قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ

اور نہ نفع دے گی شفاعت اللہ کے حضور کسی کی
مگر جس کے لیے اس کا اذن ہو حتیٰ کہ جب ان کے
دلوں کی گھبراہٹ دور ہو جائے کہیں ایک دوسرے
سے تمہارے رب نے کیا فرمایا کہیں جو فرمایا حق
فرمایا اور وہی بلند و بالا ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى
هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

فرمائیں انہیں کون تمہیں رزق دیتا ہے آسمانوں اور
زمین میں فرما دیجئے اللہ اور ہم یا تم یا تو ہدایت پر ہیں
یا کھلی گمراہی میں۔

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

فرما دیجئے تم ہمارے گناہ میں اگر ہم نے کوئی جرم کیا
تو تم نہ پوچھے جاؤ گے اور تمہارے عمل سے ہم نہ
پوچھے جائیں گے۔

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ
وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ

فرما دیجئے اللہ ہمیں تمہیں سب کو جمع کرے گا پھر
ہمارے تمہارے مابین فیصلہ کرے گا حق اور وہی بڑا
فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے۔

قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا
بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

فرما دیجئے مجھے وہ شریک دکھاؤ جو تم اس سے ملاتے
ہو ہرگز نہیں بلکہ وہی ہے عزت والا حکمت والا۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَعْلَمُوْنَ

اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں مگر ایسی رسالت سے جو
تمام لوگوں کے لیے ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا
لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔

قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ
عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ

فرما دیجئے تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے
کہ جس سے تم ایک ساعت نہ ہٹ سکو گے اور نہ

آگے بڑھ سکو گے۔

لفظی ترجمہ

قُلِ۔ کہو	اُدْعُوا۔ بلاؤ	الَّذِیْنَ۔ ان کو جنکو	زَعَمْتُمْ۔ تم نے خیال کر رکھا ہے
مِنْ دُوْنِ۔ سوا	اللّٰہِ۔ اللہ کے	لَا۔ نہیں	یَمْلِکُوْنَ۔ مالک ہیں
مِثْقَالَ۔ برابر	ذَرَّۃٍ۔ ایک ذرہ کے	فِی۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	لَہُمْ۔ انکی	فِیْہِمَا۔ ان میں
مِنْ شِرْکٍ۔ کوئی شراکت	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	لَہٗ۔ اس کا
مِنْہُمْ۔ ان میں سے	مِنْ ظَہِیْرٍ۔ کوئی مددگار	وَ۔ اور	لَا۔ نہیں
تَنْفَعُ۔ نفع دیتی	الشَّفَاعَۃُ۔ سفارش	عِنْدَہٗ۔ اس کے پاس	اِلَّا۔ مگر
لِمَنْ۔ اس کو کہ	اَذِنَ۔ اجازت دے	لَہٗ۔ اس کو	حَتّٰی۔ یہانتک کہ
اِذَا۔ جب	فُزِّعَ۔ گھبراہٹ دور ہوتی ہے	عَنْ قُلُوْبِہِمْ۔ ان کے دلوں سے	
قَالُوْا۔ کہتے ہیں	مَاذَا۔ کیا	قَالَ۔ فرمایا	رَبُّکُمْ۔ تمہارے رب نے
قَالُوْا۔ کہتے ہیں	الْحَقَّ۔ حق	وَ۔ اور	ھُوَ۔ وہ ہے
الْعَلِیُّ۔ بلند	الْکَبِیْرُ۔ بڑا	قُلْ۔ کہہ دو	مَنْ۔ کون
یَرْزُقُکُمْ۔ رزق دیتا ہے تم کو	مِنَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں سے		وَ۔ اور
الْاَرْضِ۔ زمین سے	قُلِ۔ کہہ	اللّٰہُ۔ اللہ	وَ۔ اور
اِنَّا۔ ہم	اَوْ۔ یا	اِیَّاکُمْ۔ تم	لَعَلٰی۔ اوپر
ھُدًی۔ ہدایت کے ہیں	اَوْ۔ یا	فِیْ۔ بیچ	ضَلٰلٍ۔ گمراہی
مُّبِیْنٍ۔ ظاہر کے	قُلْ۔ کہہ دیں	لَا۔ نہ	تُسْئَلُوْنَ۔ پوچھے جاؤ گے تم
عَمَّا۔ اس سے جو	اَجْرَمْنَا۔ ہم نے جرم کیا	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
نُسْئَلُ۔ پوچھے جائیں گے ہم	عَمَّا۔ اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو	قُلْ۔ کہہ دیں
یَجْمَعُ۔ جمع کرے گا	بَیْنَنَا۔ ہمارے درمیان	رَبُّنَا۔ ہمارا رب	ثُمَّ۔ پھر

يَفْتَحُ۔ فیصلہ کرے گا	بَيْنَنَا۔ ہمارے درمیان	بِالْحَقِّ۔ ساتھ حق کے	وَ۔ اور
هُوَ۔ وہ ہے	الْفَتَّاحُ۔ فیصلہ کرنیوالا	الْعَلِيْمُ۔ جاننے والا	قُلْ۔ کہو
اَرُوْنِيَ۔ دکھاؤ مجھے	الَّذِيْنَ۔ وہ جنہیں	اَلْحَقْتُمْ۔ تم ملاتے ہو	بِهٖ۔ اسکے ساتھ
شُرَكَآءَ۔ شریک	كَلَّا بَلْ۔ ہرگز بلکہ	هُوَ۔ وہ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ
الْعَزِيْزُ۔ غالب	الْحَكِيْمُ۔ حکمت والا	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے	كَ۔ تجھ کو	اِلَّا۔ مگر	كَآفَّةً۔ تمام
لِلنَّاسِ۔ لوگوں کیلئے	بَشِيْرًا۔ خوشخبری دینے والا	وَّ۔ اور	نَذِيْرًا۔ ڈرسنانے والا
وَ۔ اور	لٰكِنَّ۔ لیکن	اَكْثَرَ۔ اکثر	النَّاسِ۔ لوگ
لَا۔ نہیں	يَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	وَ۔ اور	يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں
مَتٰى۔ کب ہوگا	هٰذَا۔ یہ	الْوَعْدُ۔ وعدہ	اِنْ۔ اگر
كُنْتُمْ۔ ہو تم	صٰدِقِيْنَ۔ سچے	قُلْ۔ کہو	لَكُمْ۔ تمہارے لیے
مِيْعَادُ۔ وعدہ ہے	يَوْمٍ۔ ایک دن کا کہ	لَّا۔ نہ	تَسْتَاْخِرُوْنَ۔ پیچھے رہو گے
عَنْهُ۔ اس سے	سَاعَةً۔ ایک گھڑی	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ
تَسْتَقْدِمُوْنَ۔ آگے بڑھو گے۔			

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔ سورۃ سبا۔ پ ۲۲

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ آپ فرمادیں اے محبوب آپ مکہ معظمہ کے کافروں سے جو اللہ کے سوا غیروں کو اپنا معبود گمان کیے ہوئے ہیں۔

لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ۔ وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں آسمانوں اور زمین میں اور نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے اور نہ اللہ کی طرف سے ان کا کوئی مددگار ہوگا۔ بلکہ وہ بت اپنی مصیبتوں میں پھنسے ہوئے ہونگے۔

باذن الٰہی جیسے انبیاء اولیاء گناہگاروں کے مددگار ہوں گے

چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ

رَبُّكُمۡ قَالُوا الۡحَقَّ وَهُوَ الۡعَلِیُّ الۡكَبِیۡرُ ۔ اور نہیں فائدہ دے گی اس کے حضور کسی کی شفاعت مگر اس کی جو ماذون بالشفاعت ہو حتی کہ جب اذن دے کر ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور فرما دی جائے تو ایک دوسرے سے کہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا تو کہیں جو فرمایا وہ حق فرمایا اور وہی بلندی اور بڑائی کا مالک ہے یعنی بطریق استبشار مشرکین کہیں کہ تمہارے لیے تو شفاعت کا حکم مل گیا اس لیے کہ تم ایمان والے ہو ایمان والوں کی شفاعت کروگے تو اس پہ مومن صالحین جواب دیں گے کہ جو حکم دیا وہ حق ہے اور وہ بلند و بالا ہے۔

یہاں وَهُوَ الۡعَلِیُّ الۡكَبِیۡرُ ارشاد ہے دوسری جگہ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الۡعَلِیُّ الۡكَبِیۡرُ ہے۔

ایک فرقہ تفضیلیہ کا اس کے معنی کرتا ہے کہ اس سے مراد حضرت علی ہیں کرم اللہ وجہہ۔ حالانکہ آیت کریمہ کا مفہوم منطوق واضح کررہا ہے کہ یہاں سیاق و سباق میں حضرت شیر خدا سے کوئی بھی تعلق نہیں مگر وہ معنی کرتے ہیں کہ بیشک اللہ وہ علی زیر دست ہے اور یہ جہالت واضح ہے جو کفر ہے۔ آگے ارشاد ہے قُلۡ مَنۡ یَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ قُلِ اللّٰهُ ۔ فرما دیجئے کون ہے جو تمہیں روزی دیتا ہے آسمانوں اور زمین سے بتا دیجئے وہ اللہ ہی ہے۔

یعنی آسمان سے بارش کرکے اور زمین سے سبزہ اگا کر رزق دینے والا اللہ تعالے ہے۔

وَاِنَّاۤ اَوۡ اِیَّاكُمۡ لَعَلٰی هُدًی اَوۡ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۔ اور بے شک ہم یا تم یا تو ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی ہوئی گمراہی میں۔

اس لیے کہ اس سوال کا بجز اس کے اور کوئی جواب نہیں اس لیے کہ کافر و مومن دو فریق ہیں یا ان میں سے ایک ہدایت پر ہے۔ یا تم ہدایت پہ ہو یا ہم اور یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ جو اللہ تعالے کو رزق دینے والا پانی برسانے والا مخلوق کا پالنے والا سبزہ اگانے والا جانتا ہے وہ بے جان جماد محض کی پوجا کیوں اور کس لیے کرے گا وہ تو دنیا میں سے کسی ذرہ کو بھی کسی چیز کا مالک و مختار نہیں سمجھ سکتا اور جو اللہ تعالے کے سوا کسی غیر کو متصرف بالذات سمجھتا ہے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں ہے۔

قُلۡ لَّا تُسۡـَٔلُوۡنَ عَمَّاۤ اَجۡرَمۡنَا وَلَا نُسۡـَٔلُ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۔ انہیں فرما دیجئے کہ ہم نے تمہارے زعم میں اگر کوئی جرم کیا ہے تو اس کی تم سے پرسش نہ ہوگی اور نہ تمہارے کرتوت سے ہم سے باز پرس ہوگی بلکہ ہر شخص سے اس کے عمل کا سوال ہوگا اور ہر ایک اپنے اپنے عمل کی جزا و سزا پائے گا جیسا کہ ارشاد ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی کوئی جان دوسرے کی ذمہ دار نہ ہوگی۔

قُلۡ یَجۡمَعُ بَیۡنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفۡتَحُ بَیۡنَنَا بِالۡحَقِّ وَهُوَ الۡفَتَّاحُ الۡعَلِیۡمُ ۔ فرما دیجئے ہمارا رب ہم سب کو

جمع فرما کر تمہارا ہمارا صحیح فیصلہ کرے گا اور وہی بڑا انصاف کرنے والا سب کچھ جانتا ہے۔

یعنی اللہ تعالے سب کو جمع فرما کر فیصلہ سنائے گا اور اہل حق کو جنت میں اور سب اہل باطل کو جہنم میں داخل کرے گا۔

قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ بِہٖ شُرَکَآءَ کَلَّا بَلْ ھُوَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ فرما دیجئے مجھے دکھاؤ وہ شریک جنہیں تم اللہ تعالے سے ملائے ہوئے ہو بالکل غلط بات ہے بلکہ وہی اللہ ہے عزت والا اور حکمت والا۔

یعنی ان بتوں کو ہمیں دکھاؤ جن کو تم پوجتے ہو اور اللہ کی عبادت میں شریک کرتے ہو تاکہ میں دیکھوں کہ وہ کس قابل ہیں کیا پیدا کر سکتے ہیں کس طرح روزی دیتے ہیں کیسے آسمان سے مینہ برساتے اور زمین سے سبزہ اگاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ کچھ نہیں کر سکتے اور جب یہ صحیح ہے تو اس وحدہ لا شریک کا نہیں شریک ٹھہرانا کہاں کی عقلمندی ہے اور کہاں کی انسانیت ہے یہ خطاءِ عظیم اور صریح گمراہی اور ضلال مبین ہے آگے ارشاد ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اور اے محبوب ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر تمام آدمیوں کے لیے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام ہے اور تمام لوگ آپ کی رسالت کے احاطہ میں ہیں گورے ہوں یا کالے عجمی ہوں یا عربی پہلے ہوں یا پچھلے سب کے لیے آپ رسول ہیں اور وہ سب آپ کے امتی چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ مجھے پانچ خصوصیات ایسی عطا کی گئی ہیں کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔

اول ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی۔

دوسرے جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَھُوْرًا۔ تمام زمین میرے لیے مسجد اور پاک کی گئی تاکہ میرا امتی جہاں نماز کا وقت پائے ادا کرے۔

تیسرے مجھ پر اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ۔ تمام غنیمتیں حلال کیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھیں۔

چوتھے مجھے شفاعت کا مرتبہ عطا ہوا۔

پانچواں ہر نبی اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوا اور میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہوا۔

اس حدیث میں حضور کے فضائل خصوصی کا بیان ہے جن میں سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپ کی رسالت عامہ رسالت عامہ ہے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ لیکن کافر اسے نہیں جانتے اور آپ کی مخالفت اپنی جہالت سے کرتے ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ اور کافر کہتے ہیں یہ وعدہ قیامت کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔ تو قیامت قائم کرکے دکھاؤ۔

قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۔ اے محبوب انہیں فرما دیجئے تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو نہ آگے بڑھ سکو وہ تمہارے لیے لازمی ہے۔

یعنی اس وقت اگر تم مہلت چاہو تو تاخیر ممکن نہیں اور اگر جلدی چاہو تو تقدم ناممکن ہے بہرصورت ایسے وعدہ کا اپنے وقت پورا ہونا لازمی ہے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع ۔ سورۂ سبا ۔ پ ۲۲

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۔ فرما دیجئے تم پکارو انہیں جنہیں اللہ کے سوا معبود سمجھے ہوئے ہو وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ وہ شریک ہیں زمین و آسمان میں اور نہ اللہ کی طرف سے انہیں کوئی مددگار۔

روح المعانی میں ہے قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ ضُرِبَ لَهُمُ الْمَثَلُ بِقِصَّةِ سَبَاِ الْمَعْهُوْدَةِ عِنْدَهُمْ بِالنَّقْلِ فِيْ اَخْبَارِهِمْ وَاَشْعَارِهِمْ تَنْبِيْهًا عَلٰى بُطْلَانِ مَا هُمْ عَلَيْهِ وَتَبْكِيْتًا لَّهُمْ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ ۔ اَيْ زَعَمْتُمُوْهُمْ اٰلِهَةً

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ رُوِيَ اَنَّ ذٰلِكَ نَزَلَ عِنْدَ الْجُوْعِ اَصَابَ قُرَيْشًا لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ وَّشَرٍّ وَّنَفْعٍ وَّضُرٍّ كَيْفَ يَكُوْنُوْنَ اٰلِهَةً تُعْبَدُ ۔

فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۔ ذِكْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لِلتَّعْمِيْمِ عُرْفًا فَيُرَادُ بِهِمَا جَمِيْعُ الْمَوْجُوْدَاتِ وَمَا لَهُمْ اَيْ لِاٰلِهَتِهِمْ ۔

فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ ۔ اَيْ شِرْكَةٍ مَا لَا خَلْقًا وَّلَا مِلْكًا وَّلَا تَصَرُّفًا ۔

وَمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۔ اَيْ مِنْ اٰلِهَتِهِمْ مُعِيْنٍ يُّعِيْنُهٗ سُبْحَانَهٗ فِيْ تَدْبِيْرِ اَمْرِهَا ۔

اے محبوب ان مشرکوں سے فرمایئے جو قصہ سبا کی مشہور مثال جانتے ہیں ان کے خیال کے بطلان اور تبکیت کے لیے کہ انہیں پکارو جنہیں تم اپنے زعم میں اِلٰہ کہتے ہو اللہ کے سوا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیۂ کریمہ کا نزول اس وقت ہوا جبکہ قریش مکہ پر قحط آیا اور وہ بھوکوں مرنے لگے تو ارشاد ہوا کہ جو ذرہ بھر نفع و ضرر کے مالک نہیں وہ کیسے اِلٰہ ہو سکتے ہیں جو پوجے جائیں۔ آسمانوں اور زمین میں ان کی کہیں ملکیت نہیں

یہاں آسمان اور زمین کو بطور تعمیم فرمایا ورنہ اس سے مراد جمیع موجودات ہے کہ اس میں وہ کسی چیز میں اللہ تعالےٰ کے شریک نہیں حتیٰ کہ تمہارے معبودوں کی طرف سے کوئی بھی اللہ تعالےٰ کا تدبیر امور میں معاون بھی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

اس لیے کہ خالق کل مالک کل تو ایک ہی ہو سکتا ہے اور اسے نہ کسی کی اعانت کی احتیاج اور نہ کوئی اس کے تدبیر امور میں معین ہو سکتا ہے۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنْدَہٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ ۔ اور کسی کی سفارش اس کے حضور نفع نہیں دے سکتی مگر جسے اجازت ہو۔

آلوسی فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ نَفْیُ الشَّفَاعَۃِ اٰلِھَتِہِمْ لَہُمْ لٰکِنْ ذُکِرَ ذٰلِکَ عَلٰی وَجْہٍ عَامٍ لِیَکُوْنَ طَرِیْقًا بُرْھَانِیًّا۔ اَیْ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ فِیْ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ اَوْ کَائِنَۃٍ لِمَنْ کَانَتْ اِلَّا کَائِنَۃً لِشَافِعٍ اُذِنَ لَہٗ فِیْھَا مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَنَحْوِھِمْ مِّنَ الْمُسْتَاھِلِیْنَ بِمَقَامِ الشَّفَاعَۃِ۔

یہاں لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ میں جو نفی شفاعت ہے اس سے مراد مشرکین کے معبودات باطلہ ہیں لیکن یہاں علی وجہ العام جو ذکر فرمایا وہ اس لیے کہ طریقہ برہان واضح ہو جائے یعنی آیۂ کریمہ کا مفہوم عام ہو کہ کوئی شفاعت کسی حال میں نفع بخش نہیں جبتک وہ ماذون بالشفاعت نہ ہو نبی ہو یا ملک یا ان کے کوئی ولی غوث قطب جو مقام شفاعت کے اہل ہیں۔

اور اس سے یہ امر بھی واضح اور بین ہو گیا کہ لَا یُؤْذَنُ لَہُمْ فِی الشَّفَاعَۃِ لِلْکُفَّارِ۔ کہ کفار کے لیے شفاعت کا کبھی اذن نہ ہو گا اس لیے کہ وہ اہل شفاعت نہیں۔

حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِہِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ۔

فُزِّعَ صیغہ ہے باب تفعیل سے جو سلب کے لیے آتا ہے تو یہاں تفزیع بمعنی ازالۂ فزع ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے۔

یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ جاتی رہے تو کہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا تو کہیں

سچ اور حق فرمایا اور وہ بلند و بالا ہے۔

یعنی جب شفاعت کرنے والوں کے دلوں سے پریشانی رفع ہو جائے اور جن کی شفاعت ہوگی وہ مطمئن ہوں تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہیں مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ فِي شَانِ الْإِذْنِ بِالشَّفَاعَةِ ہمارے رب نے اجازت شفاعت میں کیا حکم دیا تو شفعاء جواب دیں قَالَ رَبُّنَا الْقَوْلَ الْحَقَّ وَهُوَ الْإِذْنُ بِالشَّفَاعَةِ لِمَنِ ارْتَضَى۔ ہمارے رب نے حق فرمایا اور اجازت شفاعت ہے اس کے لیے جس کے حق میں اس کی رضا ہے۔

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ۔ اور وہ بلند و بالا ہے۔

قَالُوهُ اعْتِرَافًا بِعَظْمَةِ جَنَابِ الْعِزَّةِ جَلَّ جَلَالُهُ۔ وہ علی الکبیر بطور اعتراف کہیں جو عظمت رب العزۃ جل جلالہ کے لیے ہے۔

زجاج کہتے ہیں، اس کی تفسیر یہ ہے کہ اَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا نَزَلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوَحْيِ ظَنَّتِ الْمَلٰئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَنَّهُ نَزَلَ بِشَيْءٍ مِنْ اَمْرِ السَّاعَةِ فَفَزِعَتْ لِذٰلِكَ فَلَمَّا انْكَشَفَ عَنْهَا الْفَزَعُ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ سَاَلَتْ لِاَيِّ شَيْءٍ نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوا الْحَقَّ۔

جبریل علیہ السلام جب حضور کی طرف نازل ہوئے وحی لے کر تو ملائکہ نے گمان کیا کہ قیامت کا حکم لے کر جبریل حاضر آئے ہیں تو اس سے ملائکہ گھبرائے تو جب انہیں منکشف ہوا کہ قیامت کا حکم لے کر نہیں آئے تو ان کی گھبراہٹ رفع ہو گئی تو انہوں نے سوال کیا کہ کیا حکم الٰہی لائے جو جبریل فرمائیں جو حکم بھی ملا وہ حق ہے۔

اور قتادہ اور مقاتل ابن السائب سے راوی ہیں کہ ملائکہ گھبرا جائیں تو جبریل علیہ السلام ہر آسمان پہ گذر کر ان کی گھبراہٹ رفع کرنے کو فرمائیں کہ وہ وحی تھی۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں وَذٰلِكَ اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ لَمَّا ادَّعَوْا شَفَاعَةَ الْاٰلِهَةِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَاُجِيْبُوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَتُسَمُّوْنَهُمْ بِاسْمِهٖ تَعَالٰى وَالْتَجَاُوْا اِلَيْهِمْ فَاِنَّهُمْ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ مِنْ هُوَ لَاءِ اِلَّا لِلْمَلٰئِكَةِ لٰكِنْ مَعَ الْاِذْنِ وَالْفَزَعِ الْعَظِيْمِ وَهُمْ لَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب مشرکین بتوں اور ملائکہ کو شفاعت کے لیے پکاریں گے اور جواب دیے جائیں گے کہ ان سے کہو کہ انہیں پکارو جنہیں تم اپنے زعم میں اللہ کے سوا معبود سمجھے ہوئے ہو بتوں اور فرشتوں میں سے اور انہیں خدا کے نام سے موسوم کرتے ہو

دوست جن کو تم اپنا معبود سمجھتے ہو۔ وہ حقیقتاً ذرہ برابر بھی آسمانوں اور زمین میں اختیار نہیں رکھتے اور ان کی شفاعت نفع دے سکتی ہے مگر ملائکہ کہ وہ باذن الٰہی شفاعت کریں گے اور بعد رفع فزع اکبر شفاعت کریں گے انہیں کی جن کی شفاعت مرضی الٰہی سے ہو۔

وَعَنِ ابْنِ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ۔ اور ابن ابی حاتم زید بن اسلم سے راوی ہیں کہ آیۂ کریمہ میں جو ارشاد ہے وہ یہ ہے کہ حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ الشَّیْطَانُ عَنْ قُلُوْبِهِمْ فَقَادَتُهُمْ وَاَمَانِیُّهُمْ وَمَا كَانَ يُضِلُّهُمْ بِهٖ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِيْرُ ثُمَّ قَالَ هٰذَا فِیْ بَنِیْ اٰدَمَ اَیْ كُفَّارُهُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ اَقَرُّوْا حِيْنَ لَا يَنْفَعُهُمُ الْاِقْرَارُ۔

جب شیاطین کے دلوں سے گھبراہٹ جاتی رہے گی تو ان باتوں سے جنسے کہ وہ گمراہ کرتے تھے اور اپنی آرزوؤں سے تو کہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا تو وہ کہیں حق فرمایا اور وہ بلند و بالا ہے۔

فرماتے ہیں یہ کفار بنی آدم کہیں گے موت کے وقت جبکہ انہیں ان کا اقرار فائدہ مند نہ ہوگا۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ فرما دیجئے کون تمہیں روزی دیتا ہے آسمانوں اور زمین سے فرمائیے اللہ ہی دیتا ہے اب ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں۔

یہ امر ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تبکیت للمشرکین کے لیے کہ تم سمجھتے ہو کہ تمہارے معبود ذرہ بھر کے مالک نہیں آسمانوں میں نہ زمین میں اور تم سمجھتے ہو کہ رزاق مطلق اللہ عزوجل ہے اس سے کسی کو انکار کی جرأت نہیں۔

تو اب دونوں فریقوں میں سے یعنی مومنین و موحدین اور مشرکین و ملحدین میں سے کون ہدایت پر ہے یا ہم ہدایت پر ہیں یا تم بہرحال ایک ہدایت پر ہے اور ایک کھلی گمراہی کا شکار ہے اور صاف ظاہر ہے کہ ہدایت پر وہی فرقہ ہے جو اللہ تعالےٰ کی رزاقی اور وحدانیت کو مان رہا ہے اور وہ یقیناً گمراہ ہے جو اللہ تعالےٰ کے سوا پتھر بت جماد لا یعقل کی الوہیت کا معترف ہے۔ لہٰذا فرما دیجئے۔

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ کہ جو جرم ہم کریں اس سے تم پر باز پرس نہیں اور جو تم کر رہے ہو اس کے متعلق ہم سے سوال نہ ہوگا۔

یہ آخر فیصلہ اور ابلغ انصاف ہے کہ تمہارے گمان باطل ہیں اگر ہم جرم کریں گے تو تم سے اس کی باز پرس نہ ہوگی اسی کی طرح تمہارے کرتوت اور بداعمالی کا ہم سے جواب طلب نہ ہوگا۔ یہ آیۂ کریمہ ایسے ہی حکم میں ہے جیسے لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِیَ دِيْنِ پر علم ہے کہ منسوخ الحکم اور مامور التلاوت ہے چنانچہ

روح المعانی میں ہے۔ وَزَعَمَ بَعْضُهُمْ اِنَّهَا مِنْ بَابِ الْمُتَارَكَةِ وَاِنَّهَا مَنْسُوْخَةٌ بِاٰيَةِ السَّيْفِ۔ آگے ارشاد ہے۔

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ۔ انہیں فرما دیجئے کہ ہمیں تمہیں اللہ تعالےٰ جمع فرمائے گا بروز قیامت پھر فیصلہ دے گا ہمارے تمہارے مابین اور وہ بہترین فیصلہ دینے والا اور علم والا ہے۔

یعنی حشر ونشر کے بعد بروز قیامت فیصلہ صحیح ہو جائے گا کہ کون جہنم میں جاتا ہے اور کون جنت میں اور اس کا فیصلہ ہی صحیح ہو جائے گا اس لیے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔

قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اے محبوب انہیں یہ تو فرما دیجئے کہ مجھے ان کی حیثیت تو دکھاؤ جنہیں تم اللہ کے ساتھ ملا کر اس کا شریک بنا رہے ہو افسوس ہے تم پر بلکہ وہ اللہ سب پر غالب زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

آلوسی فرماتے ہیں وَالْمَعْنٰى مَا زَعَمْتُمُوْهُ شَرِيْكًا اَبْرِزُوْا لِلْعُيُوْنِ وَهُوَ خَشَبٌ وَحَجَرٌ تَمَّتْ فَضِيْحَتُكُمْ گویا فرمایا کہ ان سے فرمائیے کہ جن پر تمہارا گمان شریک الٰہی ہونے کا ہے ان کی حقیقت آنکھوں پر ظاہر ہے کہ وہ لکڑی اور پتھر ہیں تو تمہارے گمان کی فضیحت تو واضح ہو گئی۔

پیپل، کیلہ، تلسی، کنیر، پتھر، رودڑا، چٹان، چاند، سورج، ستارے یہی تو وہ ہیں جنہیں تم معبود سمجھے بیٹھے ہو اور ان کی حقیقت واضح ہے کہ وہ اپنی مکھی اڑانے کی استعداد نہیں رکھتے تو کتنی جہالت اور کس قدر حماقت ہے کہ ایسے جماد بے جان کو اس قادر ذوالجلال کے برابر شریک کرتے ہو۔

یہاں لفظ کلّا فرما کر ردع زعم مشرکین کیا گیا جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فرما کر ملامت فرمائی تھی۔ ایسے ہی یہاں کلّا فرما کر انہیں جھڑک دیا۔ اس کے معنی ہشت کے بھی ہو سکتے ہیں جیسے بے سمجھ کی بات کا جواب ہشت کہہ کر دے دیتے ہیں ایسے ہی عربی میں کلّا اور اُفٍّ لَّكُمْ بولتے ہیں۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں اے محبوب مگر تم لوگوں کے لیے بشارت دیتا اور ڈر سناتا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اس پر کافۃ للناس سے مراد ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر مجاہد سے راوی ہیں اِنَّهٗ قَالَ فِي الْاٰيَةِ اَىْ اِلَى النَّاسِ جَمِيْعًا کہ اس سے مراد تمام لوگوں کے لیے بشیر ونذیر ہے۔

اور ابن ابی حاتم محمد بن کعب سے راوی ہیں اِنَّهٗ قَالَ اَىْ لِلنَّاسِ كَافَّةً۔

اور ایسا ہی عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم قتادہ سے راوی ہیں اَرْسَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ فَاَکْرَمُهُمْ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی اَطْوَعُهُمْ لَهٗ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو عرب و عجم کی طرف بھیجا ان میں اللہ کے نزدیک ان میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو اسکے سب سے زیادہ اطاعت گزار ہیں

ابن عباس سے مروی ہے اِلَی الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ وَسَائِرِ الْاُمَمِ۔ حضور کی بعثت عرب و عجم اور تمام امتوں کی طرف ہے۔

علامہ خفاجی فرماتے ہیں۔ وَاَصْلُهٗ مَا اَرْسَلْنَاكَ بِشَیْءٍ مِّنَ الْاَشْیَاءِ اِلَّا بِتَبْلِیْغِ النَّاسِ کَافَّةً اصل معنے یہ ہیں کہ ہم نے تمہیں نہیں بھیجا کسی شے کی طرف مگر تمام لوگوں کی تبلیغ کے لیئے۔

اور ابوحیان کہتے ہیں مَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا کَافًّا وَمَانِعًا لِلنَّاسِ عَنِ الْکُفْرِ وَالْمَعَاصِیْ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر روکنے والا اور منع کرنے والا لوگوں کو کفر و معاصی سے۔

اور علامہ زمخشری کہتے ہیں اَیْ مَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رِسَالَةً کَافِیَةً اَیْ عَامَّةً لَهُمْ مُحِیْطَةً بِهِمْ لِاَنَّهَا اِذَا شَمِلَتْهُمْ فَقَدْ کَفَّتْهُمْ عَنْ اَنْ یَّخْرُجَ مِنْهَا اَحَدٌ مِّنْهُمْ۔ ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر بھیجا عام۔ کہ آپ کی رسالت ان پر محیط ہے اس لیے کہ جب سب پر محیط ہوگی تو ہر ایک کو روکا جا سکے گا اور یہ حضور کی تبلیغ کا اثر عام ہے۔

گویا یہ حکم ایسا ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ تو حضور متبعین کو بشارت دیتے اور ڈرسناتے تشریف لائے۔ لیکن جو مصر علے الغی والضلال ہیں وہ نہیں جانتے۔

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ پورا اگر تم سچے ہو۔ اس میں مشرکین کا تخاطب حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے ہے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دیا گیا۔

قُلْ لَّکُمْ مِّیْعَادُ یَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ۔ کہ اے محبوب اور اے ایمان والو انہیں کہہ دو کہ تمہارا دن مقرر ہے جو ایک دن نہ پیچھے ہوگا نہ آگے۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں هُوَ مِنْهُ سَاَلُوْا عَنْ وَقْتِ اِرْسَاءِ السَّاعَةِ وَاُجِیْبُوْا عَنْ اَحْوَالِهِمْ فِیْهَا۔ یہ ان کے سوال کا جواب ہے جو انہوں نے قیامت کے وقت کے متعلق پوچھا تھا اس کا جواب دیا گیا۔ گویا ارشاد ہوا۔

دَعُوا السُّؤَالَ عَنْ وَقْتِ اِرْسَائِهَا فَاِنَّ کَیْنُوْنَتَهَا لَا بُدَّ مِنْهُ بَلْ سَلُوْا عَنْ اَحْوَالِ اَنْفُسِکُمْ

حَیْثُ تَکُوْنُوْنَ مَبْهُوْتِیْنَ مُتَحَیِّرِیْنَ بِمَا مِنْ هَوْلِ مَا تُشَاهِدُوْنَ فَبِهٰذَا اللَّیْقُ بِحَالِکُمْ مِنْ اَنْ تَسْئَلُوْا عَنْہُ وَ هُوَ کَمَا تَرٰی۔

گویا ارشاد ہوا کہ چھوڑو اس کا سوال کہ وہ کب آئے گی اس لیے کہ وہ تو ضرور آنی ہے جسے قیامت کہتے ہیں بلکہ تمہیں یہ پوچھنا چاہئے کہ اس وقت تمہاری جانوں پر کیا بنے گی جب کہ تم مبہوت و متحیر ہوگے ان احوال و اہوال سے جو دیکھو گے۔ تو یہ زیادہ مناسب ہے کہ اس کی بابت پوچھے اس سے کہ اس کا وقت پوچھ رہے ہو۔

وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی۔ وَتَرَی الْاَرْضَ هَامِدَةً۔ فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ۔ وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ۔ یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ وَغَیْرُهٗ وَغَیْرُهٗ۔

اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ۔ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۔ اِلٰی غَیْرِ النِّهَایَۃِ۔ ان تمام نقشوں کو بھلا کر اپنی ڈھٹائی سے کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع۔ سورہ سبا پ ۲۲

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضِ نِ الْقَوْلَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ ۝

اور کافر بولے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے اس قرآن پر اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے آگے تھیں اور اگر تم دیکھو کہ جب ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کیے جائیں گے ان میں ایک دوسرے پر بات ڈالے گا وہ جو کمزور تھے ان سے کہیں گے جو متکبر تھے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے۔

قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰکُمْ عَنِ الْهُدٰی بَعْدَ اِذْ جَآءَکُمْ بَلْ کُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ ۝

اور جو متکبر لوگ تھے وہ ان سے کہیں جو کمزور تھے کیا ہم نے تمہیں روک رکھا تھا ایمان و ہدایت سے بعد اس کے کہ آئی تمہارے پاس وہ ہدایت بلکہ تم خود مجرم تھے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا وَّاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝	اور کہیں گے وہ جو کمزور تھے ان سے جو متکبر تھے کہ یہ تو لیل و نہار کے انقلاب کا داؤں تھا جبکہ تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ اللہ کا انکار کرو اور اس کے برابر دوسرا معبود بنائیں اور دل ہی دل میں پچھتانے لگے جب عذاب دیکھا اور ہم نے ڈال دیے طوق ان کی گردنوں میں جو منکر تھے ان کا کوئی بدلہ نہیں مگر وہی جو کچھ وہ کرتے تھے
وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝	اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے متمول آسودہ حالوں نے یہی کہا کہ تم جو دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔
وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝	اور بولے ہم مال اور اولاد میں سب سے زیادہ ہیں اور ہم پر عذاب نہیں آسکتا۔
قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝	اے محبوب آپ فرما دیں میرا رب بے شک رزق وسیع کرتا ہے جس کے لیے چاہے۔ اور تنگی کرتا ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	قَالَ۔ بولے	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر تھے
لَنْ۔ ہرگز نہ	نُّؤْمِنَ۔ ایمان لائیں گے ہم	بِهٰذَا۔ اس	الْقُرْاٰنِ۔ قرآن پر
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	بِالَّذِيْ۔ ان کتابوں پر جو	بَيْنَ يَدَيْهِ۔ اس سے پہلے ہیں
وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر	تَرٰى۔ دیکھے تو	اِذِ۔ جب
الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالم	مَوْقُوْفُوْنَ۔ کھڑے ہونگے	عِنْدَ۔ نزدیک	رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کے
يَرْجِعُ۔ لوٹے گا	بَعْضُهُمْ۔ بعض ان کا	اِلٰى۔ طرف	بَعْضِ۔ بعض کی
الْقَوْلَ۔ بات کو	يَقُوْلُ۔ کہیں گے	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	اسْتُضْعِفُوْا۔ کمزور تھے

لِلَّذِيْنَ ۔ انکو جو
اَنْتُمْ ۔ ہوتے تم
اَلَّذِيْنَ وہ جو
اَ ۔ کیا
عَنِ الْهُدٰى ۔ ہدایت سے
كُمْ ۔ تمہارے پاس
وَ ۔ اور
لِلَّذِيْنَ ۔ ان کو جو
الَّيْلِ ۔ رات
تَاْمُرُوْنَ ۔ حکم دیتے تھے تم
بِاللّٰهِ ۔ اللہ کے ساتھ
اَنْدَادًا ۔ شریک
لَمَّا ۔ جب کہ
جَعَلْنَا ۔ کیے ہم نے
اَلَّذِيْنَ ۔ ان کے جو
اِلَّا ۔ مگر
وَ ۔ اور
قَرْيَةٍ ۔ کسی بستی کے
مُتْرَفُوْ ۔ دولتمندوں
اُرْسِلْتُمْ ۔ بھیجے گئے ہو تم
قَالُوْا ۔ بولے
وَّ ۔ اور
نَحْنُ ۔ ہم
رَبِّيْ ۔ میرا رب
يَّشَآءُ ۔ چاہے

اسْتَكْبَرُوْا ۔ متکبر تھے
كُنَّا ۔ تو ہوتے ہم
اسْتَكْبَرُوْا ۔ متکبر تھے
نَحْنُ ۔ ہم نے
بَعْدَ ۔ بعد اسکے کہ
بَلْ ۔ بلکہ
قَالَ ۔ کہیں گے
اسْتَكْبَرُوْا ۔ متکبر تھے
وَ ۔ اور
نَآ ۔ ہم کو
وَ ۔ اور
وَّ ۔ اور
رَاَوُا ۔ دیکھیں گے
الْاَغْلٰلَ ۔ طوق
كَفَرُوْا ۔ کافر ہیں
مَا ۔ جو
مَا ۔ تو
مِّنْ نَّذِيْرٍ ۔ کوئی ڈرانے والا
هَا ۔ اسکے نے
بِهٖ ۔ اس کے ساتھ
نَحْنُ ۔ ہم
اَوْلَادًا ۔ اولاد ہیں
بِمُعَذَّبِيْنَ ۔ سزا دیے جائیں
يَبْسُطُ ۔ فراخ کرتا ہے
وَ ۔ اور

لَوْ ۔ اگر
مُؤْمِنِيْنَ ۔ مومن
لِلَّذِيْنَ ۔ ان کو جو
صَدَدْنَا ۔ روکا تھا
اِذْ ۔ جب
كُنْتُمْ ۔ تھے تم
الَّذِيْنَ ۔ وہ جو
بَلْ ۔ بلکہ
النَّهَارِ ۔ دن کی
اَنْ ۔ یہ کہ
نَجْعَلَ ۔ بنائیں ہم
اَسَرُّوا ۔ چھپائیں گے
الْعَذَابَ ۔ عذاب
فِيْٓ ۔ بیچ
هَلْ ۔ نہیں
كَانُوْا ۔ تھے
اَرْسَلْنَا ۔ بھیجا ہم نے
اِلَّا ۔ مگر
اِنَّا ۔ بیشک ہم
كٰفِرُوْنَ ۔ انکار کرتے ہیں
اَكْثَرُ ۔ زیادہ ہیں
وَّ ۔ اور
قُلْ ۔ کہہ
الرِّزْقَ ۔ رزق
يَقْدِرُ ۔ تنگ کرتا ہے

لَا ۔ نہ
قَالَ ۔ کہیں گے
اسْتُضْعِفُوْا ۔ کمزور تھے
كُمْ ۔ تم کو
جَآءَ ۔ آئی
مُجْرِمِيْنَ ۔ مجرم
اسْتُضْعِفُوْا ۔ کمزور تھے
مَكْرُ ۔ تدبیریں
اِذْ ۔ جب
نَّكْفُرَ ۔ کفر کریں ہم
لَهٗ ۔ اسکے لیے
النَّدَامَةَ ۔ ندامت کو
وَ ۔ اور
اَعْنَاقِ ۔ گردنوں
يُجْزَوْنَ ۔ بدلہ دیے جاؤ گے
يَعْمَلُوْنَ ۔ وہ عمل کرتے
فِيْ ۔ بیچ
قَالَ ۔ کہا
بِمَآ ۔ اسکے ساتھ جو
وَ ۔ اور
اَمْوَالًا ۔ مال ہیں
مَا ۔ نہ
اِنَّ ۔ بیشک
لِمَنْ ۔ جس کے لیے
وَ ۔ اور

لٰکِنَّ۔ لیکن اَکْثَرَ۔ اکثر النَّاسِ۔ لوگ لَا۔ نہیں
یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔ سورۃ سبا پ ۲۲

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ۔ اور کافر بولے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے اس قرآن پر اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل ہوئیں۔

یعنی توریت و انجیل اور زبور گویا وہ اپنے حسد باطنی کے ماتحت نہ قرآن کریم مانتے تھے نہ توریت وانجیل وزبور پر ایمان لاتے تھے۔

وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ یَرْجِعُ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضِ نِ الْقَوْلَ۔ اور اگر تم دیکھو جب ظالم کھڑے ہوں اپنے رب کے پاس ان میں ایک دوسرے پر باتیں لوٹائے گا۔

یعنی جو لوگ گمراہ ہوئے وہ گمراہ کرنے والوں پر بات ڈالیں گے اور گمراہی کی ذمہ داری ان پر تھوپیں گے اور کہیں گے۔

یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ ۝ کمزور غربا متکبر لوگوں سے کہیں اگر تم نہ ہوتے اور ہمیں گمراہ نہ کرتے تو ہم ضرور ایمان لانیوالوں میں ہوتے۔

یعنی غرباء قوم اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ اگر تم ہمیں ایمان لانے سے نہ روکتے تو ہم ضرور ہی مومن ہوتے۔

قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰکُمْ عَنِ الْھُدٰی بَعْدَ اِذْ جَآءَکُمْ بَلْ کُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ۔ وہ جو متکبر تھے ان سے کہیں جو کمزور تھے کیا ہم نے تمہیں روکا تھا ہدایت قبول کرنے سے بعد اس کے کہ وہ ہدایت تمہارے پاس آئی۔ بلکہ تم خود مجرم تھے۔

اس پر غرباء ضعیف جواب دیں گے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا بَلْ مَکْرُ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّکْفُرَ بِاللّٰہِ وَنَجْعَلَ لَہٗٓ اَنْدَادًا وَاَسَرُّوا النَّدَامَۃَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْٓ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ھَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ اور کہیں ضعیف لوگ متکبر سرداروں سے کہیں گے اگر تم ہمیں گمراہ نہ کرتے۔ تو تمہارے شب وروز کے مکر اور ہمیں شرک پر ابھارنے والے کون تھے)

یہی تمہارے لیل و نہار کے مکر تھے جس سے تم ہمیں شرک کی طرف بلاتے اور حکم کرتے کہ اللہ سے کفر
کریں اور اس کے برابر بتوں کو معبود ٹھہرائیں۔ اب دل ہی دل میں اپنی ندامت کیے ہوئے موجب عذاب
دیکھا اور ہم نے ڈال دیے ان کے گلوں میں طوق آگ کے جو منکر تھے کیا ایسے منکروں کا سوا اس کے
اور کیا ہے یہی کہ جیسا کیا ویسا پایا۔

آیۂ کریمہ میں ضعیف اور متمول متکبر تابع و متبوع کا تذکرہ ہے۔ ان میں بہکانے والے اور بہک
کر ایمان نہ لانے والوں کا ذکر ہے اور کافر لوگوں کی سزا جہنم فرمائی ہے اور اس امر کا بھی اظہار فرمایا ہے
کہ بہکانے والے اور بہکنے والے دونوں کی سزا یہی ہے کہ وہ جہنم میں جائیں آگے ارشاد ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا اِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۔ اور
ہم نے جب کبھی کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے مالدار آسودہ حال یہی بولے کہ تم جو لے
کر بھیجے گئے ہم اس سے منکر اور کفر کرتے ہیں۔

اس میں سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تسکین خاطر فرمائی گئی کہ آپ ان منکروں کی تکذیب و انکار سے
رنجیدہ نہ ہوں کفار کا انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہی طور طریقہ رہا ہے اور مالدار لوگ یہی اپنے مال و
اولاد کے غرور میں تکذیب انبیاء کرتے رہے ہیں۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول

دو شخص آپس میں شریک تجارت تھے ان میں سے ایک ملک شام کو گیا اور ایک مکہ مکرمہ میں
رہا جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اس نے ملک شام میں حضور کی بعثت کی خبر سنی
تو اپنے شریک کو خط لکھا اور حضور کا مفصل حال معلوم کیا اس کے شریک نے جواب میں حضور صلے
اللہ علیہ وسلم کا اعلان نبوت لکھ کر بتایا کہ ان کی پیروی ابھی تک چھوٹے درجے کے غریب و حقیر
لوگوں نے کی ہے بڑے متمول اور صنادید ابھی پیرو نہیں ہوئے۔

جب یہ جواب شام میں اسے ملا وہ علی الفور تجارتی کام چھوڑ کر مکہ مکرمہ آیا اور آتے ہی اپنے
شریک سے کہا مجھے حضور کی خدمت میں جانا ہے چنانچہ یہ لے کر وہ حاضر دربار ہوا اور عرض کی حضور
آپ دنیا کو کیا دعوت دیتے ہیں اور جو آپ کی پیروی کرے اس سے کیا چاہتے ہیں۔
حضور نے جو انہیں فرمایا وہ یہ تھا کہ بت پرستی چھوڑ کر ایک وحدہٗ لاشریک کی عبادت چاہنا
ہوں پھر حضور نے اسے احکام اسلام بتلائے۔
یہ گفتگو اس کے دل میں اثر کر گئی وہ توریت و انجیل کا عالم تھا بے ساختہ عرض کرنے لگا میں

گواہی دیتا ہوں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں۔

حضور نے فرمایا تو نے کیسے جانا کہ ہم سچے رسول ہیں۔

اس نے عرض کی کہ جب کبھی کوئی نبی آیا اس کے اتباع کے لیے اول غریب لوگ ہی آگے آتے ہیں یہ سنت اللہ ہمیشہ سے جاری رہی ہے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور منکروں کا بیان بھی فرمایا۔

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ۔ اور منکر لوگ بولے ہم اولاد اور مال میں زیادہ ہیں اور ہم پر عذاب نہیں ہو سکتا۔

یعنی جب دنیا میں ہم خوشحال ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ ہمارے افعال سے خوش ہے تو آخرت میں بھی ہم پر عذاب نہ ہوگا اللہ تعالےٰ ان کے اس خیال کا جواب دیتا ہے

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اے محبوب فرما دیجئے کہ بے شک میرا رب رزق کشادہ کرتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس پر چاہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

یعنی فراخی و وسعت بھی بطور ابتلا و امتحان ہوتی ہے تو کشادگی رزق رضاء الٰہی کی دلیل نہیں ایسے ہی تنگی و عسرت اللہ تعالےٰ کی ناراضگی پر دلیل نہیں۔ فراخی گنہگار پر بھی ہوتی ہے اور متبع احکام پر بھی۔ یہ سب اس کی حکمت ہے اسے ثواب آخرت پر قیاس کرنا جہالت ہے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ سبا پ۲۲

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ۔ اور کافر بولے ہم ہرگز اس قرآن اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں ان پر ایمان نہیں لاتے۔

یعنی زبور کو مانتے ہیں نہ انجیل اور توریت کو نہ قرآن کریم کو چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ نِ الْقَوْلَ۔ اور اگر تم دیکھو جبکہ ظالم مشرک اپنے رب کے حضور کھڑے ایک دوسرے پر بات ڈال رہے ہوں۔

یہ مخاطبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر اس مومن سے ہے جو وہاں حاضر ہو تو خلاصہ مفہوم آیت یہ ہوا وَلَوْ تَرٰى اِذْ هُمْ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ اَىْ فِىْ مَوْقِفِ الْمُحَاسَبَةِ۔ یعنی جب وہ محاسبہ کے میدان

ہیں کھڑے ہوں تو اگر تم اے محبوب یا ایمان والو دیکھو کہ
یَرۡجِعُ بَعۡضُهُمۡ اِلٰی بَعۡضِ نِ الۡقَوۡلَ۔ اَیۡ یَتَحَاوَرُوۡنَ وَیَتَرَاجَعُوۡنَ الۡقَوۡلَ۔ یعنی ایک دوسرے پر بات
ڈالیں گے وہ کیا بات ڈالیں گے اسے آگے ظاہر فرمایا جاتا ہے۔
یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡا لَوۡلَاۤ اَنۡتُمۡ لَکُنَّا مُؤۡمِنِیۡنَ۔ کمزور کہیں اپنے متکبر
سرداروں سے جو دنیا میں تھے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے۔
یعنی تمہاری طرف سے اگر غیّ و ضلالت کی تحریک نہ ہوتی اور تم ہمیں ہدایت قبول کرنے سے نہ روکتے
تو ہم جو تعلیم حضور صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے ضرور مانتے اور ایمان لے آتے تو متکبر کہیں اور متمولین قوم
کے سردار جواب میں کہیں گے۔
قَالَ الَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡۤا اَنَحۡنُ صَدَدۡنٰکُمۡ عَنِ الۡهُدٰی بَعۡدَ اِذۡ جَآءَکُمۡ
بَلۡ کُنۡتُمۡ مُّجۡرِمِیۡنَ۔ بولیں متکبر ضعیف لوگوں سے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا بعد اس کے کہ جب
تمہیں ہدایت آئی بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔
گویا وہ اس سے صاف انکار کر دیں اور بطریق استفہام انکار کہیں ہم نے تمہیں کب روکا تھا بلکہ تم
خود ہی جرم و شرک کے عادی و خوگر تھے تو اس پر غربا و کمزور جواب دیں۔
وَقَالَ الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡا بَلۡ مَکۡرُ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ اِذۡ تَاۡمُرُوۡنَنَاۤ اَنۡ نَّکۡفُرَ
بِاللّٰهِ وَنَجۡعَلَ لَهٗۤ اَنۡدَادًا۔ اور کہیں وہ جو ضعیف تھے ان سے جو متکبر اور سردار تھے کہ تمہاری چالیں ہمارے
ساتھ دن رات رہیں جب تم ہمیں حکم کرتے تھے کہ ہم اللہ کی نافرمانی کریں اور اس کے مقابل غیر کو خدا بنائیں
اس قسم کی باہمی باتیں ہوں اس کے بعد آخری نتیجہ بیان فرمایا جاتا ہے۔
وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ وَجَعَلۡنَا الۡاَغۡلٰلَ فِیۤ اَعۡنَاقِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا هَلۡ یُجۡزَوۡنَ
اِلَّا مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ۔ اور وہ چھپائیں اپنی ندامت جبکہ عذاب دیکھیں اور کیا ہم نے طوق ان کی گردنوں میں
جو کافر ہوئے کیا بدلہ دیا جاتا انہیں مگر وہی جو انہوں نے کیا۔
یعنی وہ شرما کر اپنی ندامت چھپائیں گے اور عذاب دیکھ کر پچھتائیں گے اور مبہوت ہو کر رہ جائیں گے
اس وقت ان میں بولنے جواب دینے کی طاقت ہی نہ رہے۔ تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔
هَلۡ یُجۡزَوۡنَ۔ یہاں ہَلۡ نافیہ ہے جس کے معنی ہوتے ہیں اَیۡ لَا یُجۡزَوۡنَ اِلَّا مِثۡلَ الَّذِیۡنَ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ
مِنَ الشَّرِّ۔ یعنی ہماری طرف سے کوئی بدلہ نہیں مگر وہی جیسا وہ عمل کرتے رہے وَحَاصِلُهٗ لَا یُجۡزَوۡنَ اِلَّا
شَرًّا۔ آگے ارشاد ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۔ اور جو بھی بستی ہے اس میں ہم نے اپنا نذیر بھیجا مگر متمول یہی کہتے رہے کہ ہم تمہاری رسالت سے منکر ہیں۔

یعنی مشرکین دھر میں آج ہی انکار نہیں کر رہے بلکہ ہمیشہ یہ لیسے ہی منکر و جحود رہے ہیں اور ان کے مالدار بخصوصیت سے انکاری رہے چنانچہ آیت کریمہ میں حضور کو تسلی دی گئی کہ لے محبوب ان صنادید مکہ کی مخالفت پر کچھ غم نہ فرمائیں یہ آپ کے اگر مخالف ہیں تو آپ سے پہلے انبیاء کرام کے پہلے لوگ مخالف رہے ہیں اور مترفین یعنی متمولین کو خاص طور پر اس لیے بیان کیا کہ وہ عموماً آفت مال سے متاثر ہو کر اپنی شہوات اور طمع دنیا میں منہمک رہے ہیں۔

برخلاف غرباء اور فقراء قوم کے کہ ان میں قبولیت کا مادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث ہرقل میں بھی غرباء کا ایمان لانا جب بیان ہوا تو اس نے کہا یہ علامت تو ان کی صداقت و ہدایت کی ہے پہلے نبیوں پر بھی غرباء ہی کثرت سے ایمان لائے اور متمولین تو برسر پرخاش ہی رہے۔

چنانچہ اہل مکہ قریش کا یہی قول تھا کہ ہم مال و اولاد کے اعتبار سے زیادہ ہیں ہمیں عذاب نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ۔ اور مالدار قریش بولے ہم مال و اولاد میں زیادہ ہیں لہذا ہم معذب نہیں ہوں گے۔

اس لیے کہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ جو دنیا میں عزت سے بسر کرے گا وہ آخرت میں بھی عزت سے ہی رہے گا۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اِنَّ الْمَالَ وَالْوَلَدَ یَدْفَعُ الْعَذَابَ عَنْهُمْ۔ اور عام مشرکین بھی کہتے تھے کہ اِنَّ الْمُنْعَمَ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا مُنْعَمٌ عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرَۃِ۔ دنیا میں عیش و عشرت سے رہنے والا آخرت میں بھی عیش ہی کرے گا۔

حالانکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ ہم سے کفر کرنے والوں کے لیے ہم دنیا اتنی فراخ کرتے ہیں کہ ان کے گھر چاندی کی چھتوں کے ہوتے ان کے مکانوں کی سیڑھیاں سونے کی اور ان کے بیٹھنے کے تخت سونے کے ہوتے اور یہ سب دنیا ہی دنیا کے لیے ہے اور آخرت کی نعمتیں امت کے مومنین کے لیے ہیں۔

وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّۃٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ وَلِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـُٔوْنَ وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ۔

چنانچہ آخر میں ارشاد ہے کہ اے محبوب انہیں مطلع کر دیجئے اور
قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ. فرما دیجئے
کہ میرا رب فراخ کرتا ہے رزق جسے چاہے اور تنگ کرتا ہے جس پر چاہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔
یہ فراخی و تنگی اس کی حکمت کے ماتحت ہے ایک احمق فارغ البال وسیع المحال ہوتا ہے اور
ایک عالم دانہ دانہ کو ترستا ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

وَمِنَ الدَّلِیْلِ عَلَی الْقَضَآءِ وَحُکْمِہٖ — بُؤْسُ اللَّبِیْبِ وَطِیْبُ عَیْشِ الْاَحْمَقِ

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۂ سبا پ۲۲

وَمَآ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝

اور نہیں تمہارے مال اور اولاد اس قابل کہ تمہیں ہمارے قریب پہنچا سکیں مگر وہ جو ایمان لائے اور عمل صالح کریں تو وہی اس قابل ہیں کہ ان کے لیے دو چند بدلہ ہے ان کے عملوں کا صلہ اور وہ بالا خانوں میں امن سے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ

اور وہ جو کوشش کریں ہماری آیتیں کمزور کرنے کی یہ وہ ہیں کہ عذاب میں حاضر کیے جائیں۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝

فرما دیجئے میرا رب بیشک وسیع کرتا ہے رزق جس کے لیے چاہے اپنے بندوں میں اور تنگی فرماتا ہے اور جو تم خرچ کرتے ہو کسی چیز کو اللہ کے لیے وہ اس کے بدلے میں دیگا اور وہ بہتر رزاق ہے۔

وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکُمْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۝

اور جس دن ان سب کو اٹھائے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ تمہیں پوجتے تھے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَکَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَکْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ

کہیں پاکی ہے تجھے تو ہمارا مالک ہے نہ وہ بلکہ وہ جنوں کو پوجتے تھے اکثر ان کے انہیں پر ایمان رکھتے تھے۔

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا
وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا
عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝
وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا
مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا
كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ
اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ
لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝
وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا
وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ۝
وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا
مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا
رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝

تو آج نہیں قوت رکھتے تم میں بعض بعض کے نفع کی نہ نقصان کی اور ہم فرمائیں گے ان مشرکوں کو اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے۔ اور جب ان پر پڑھی جائیں ہماری آیتیں روشن تو کہتے ہیں یہ نہیں مگر ایک آدمی کہ تمہیں روکتا ہے اس سے جو پوجتے تھے تمہارے باپ دادا اور کہتے ہیں یہ کچھ نہیں مگر گھڑا ہوا افترا اور کافر بولے سچائی سے جب ان کے پاس آیا یہ کیا ہے مگر کھلا جادو۔ اور جو ہم نے کتابیں انہیں دیں جنہیں پڑھتے ہوں نہ تم سے قبل ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا۔ اور جھٹلایا ان سے اگلوں نے اور یہ اس کے دسویں حصہ کو بھی نہ پہنچے جو ہم نے انہیں دیا تھا تو انہوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تو کیسا ہوا میرے انکار کا بدلہ۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	اَمْوَالُکُمْ۔ تمہارے مال	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	اَوْلَادُکُمْ۔ تمہاری اولاد	بِالَّتِیْ۔ ایسی کہ	تُقَرِّبُکُمْ۔ نزدیک کرے تمہیں
عِنْدَنَا۔ ہمارے	زُلْفٰی قریب	اِلَّا۔ مگر	مَنْ۔ جو
اٰمَنَ۔ ایمان لائے	وَ۔ اور	عَمِلَ۔ عمل کرے	صَالِحًا۔ اچھے
فَاُولٰٓئِکَ۔ تو یہ لوگ	لَہُمْ۔ ان کے لیے	جَزَآءُ۔ بدلہ ہے	الضِّعْفِ۔ دگنا
بِمَا۔ جو	عَمِلُوْا۔ عمل کیے	وَ۔ اور	ھُمْ۔ وہ
فِی۔ بیچ	الْغُرُفٰتِ۔ بالاخانوں کے	اٰمِنُوْنَ۔ امن میں ہوں	وَ۔ اور
الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَسْعَوْنَ۔ کوشش کرتے ہیں	فِیْ۔ بیچ	اٰیٰتِنَا۔ ہماری آیتوں کے

مُعَاجِزِیْنَ ۔ عاجز کرنے والے　اُولٰٓئِکَ ۔ یہ لوگ　فِی ۔ بیچ

الْعَذَابِ ۔ عذاب کے　مُحْضَرُوْنَ ۔ حاضر کیے جائیں گے　قُلْ ۔ کہہ دیں

اِنَّ ۔ بیشک　رَبِّیْ ۔ میرا رب　یَبْسُطُ ۔ فراخ کرتا ہے　الرِّزْقَ ۔ رزق

لِمَنْ ۔ جس کا　یَّشَآءُ ۔ چاہے　مِنْ عِبَادِہٖ ۔ اپنے بندوں میں سے

وَ ۔ اور　یَقْدِرُ ۔ تنگ کرتا ہے　لَہٗ ۔ اسکے لیے　وَ ۔ اور

مَا ۔ جو　اَنْفَقْتُمْ ۔ تم خرچ کرو　مِّنْ شَیْءٍ ۔ کوئی چیز　فَھُوَ ۔ تو وہ

یُخْلِفُہٗ ۔ اس کا بدل دیتا ہے　وَ ۔ اور　ھُوَ ۔ وہ ہے

خَیْرُ ۔ بہتر　الرّٰزِقِیْنَ ۔ رزق دینے والا　وَ ۔ اور　یَوْمَ ۔ جس دن

یَحْشُرُ ۔ اکٹھا کریگا　ھُمْ ۔ ان کو　جَمِیْعًا ۔ سب کو　ثُمَّ ۔ پھر

یَقُوْلُ ۔ کہے گا　لِلْمَلٰٓئِکَۃِ ۔ فرشتوں کو　اَ ۔ کیا　ھٰٓؤُلَآءِ ۔ یہ وہ ہیں

اِیَّا ۔ خاص　کُمْ ۔ تمہاری　کَانُوْا ۔ ہی　یَعْبُدُوْنَ ۔ پوجا کرتے تھے

قَالُوْا ۔ کہیں گے　سُبْحٰنَکَ ۔ تو پاک ہے　اَنْتَ ۔ تو　وَلِیُّنَا ۔ ہمارا مالک ہے

مِنْ دُوْنِھِمْ ۔ ان کے سوا　بَلْ ۔ بلکہ　کَانُوْا ۔ وہ تھے

یَعْبُدُوْنَ ۔ پوجتے　الْجِنَّ ۔ جنوں کو　اَکْثَرُ ۔ اکثر　ھُمْ ۔ ان کے

بِھِمْ ۔ ان پر　مُّؤْمِنُوْنَ ۔ ایمان لانیوالے ہیں　فَالْیَوْمَ ۔ تو آج　لَا ۔ نہیں

یَمْلِکُ ۔ مالک ہوگا　بَعْضُکُمْ ۔ بعض تمہارا　لِبَعْضٍ ۔ بعض کے　نَّفْعًا ۔ نفع

وَّ ۔ اور　لَا ۔ نہ　ضَرًّا ۔ نقصان کا　وَ ۔ اور

یَقُوْلُ ۔ کہیگا　لِلَّذِیْنَ ۔ انکو جو　ظَلَمُوْا ۔ ظالم ہیں　ذُوْقُوْا ۔ چکھو

عَذَابَ ۔ عذاب　النَّارِ ۔ آگ کا　الَّتِیْ ۔ وہ کہ　کُنْتُمْ ۔ تھے تم

بِھَا ۔ اسکو　تُکَذِّبُوْنَ ۔ جھٹلاتے　وَ ۔ اور　اِذَا ۔ جب

تُتْلٰی ۔ پڑھی جاتی ہیں　عَلَیْھِمْ ۔ ان پر　اٰیٰتُنَا ۔ ہماری آیتیں　بَیِّنٰتٍ ۔ روشن

قَالُوْا ۔ کہتے ہیں　مَا ۔ نہیں　ھٰذَآ ۔ یہ　اِلَّا ۔ مگر

رَجُلٌ ۔ ایک آدمی جو　یُّرِیْدُ ۔ چاہتا ہے　اَنْ ۔ یہ کہ　یَّصُدَّ ۔ روک دے

کُمْ ۔ تم کو　عَمَّا ۔ اس سے کہ　کَانَ ۔ تھے　یَعْبُدُ ۔ عبادت کرتے

اٰبَآؤُکُمْ ۔ تمہارے باپ دادا　وَ ۔ اور　قَالُوْا ۔ بولے

مَا - نہیں	ھٰذَا - یہ	اِلَّا - مگر	اِفْکٌ - جھوٹ
مُّفْتَرًی - گھڑا ہوا	وَ - اور	قَالَ - بولے	الَّذِیْنَ - وہ جو
کَفَرُوْا - کافر ہیں	لِلْحَقِّ - حق کے متعلق	لَمَّا - جب	جَآءَ - آیا
هُمْ - ان کے پاس	اِنْ - نہیں	هٰذَا - یہ	اِلَّا - مگر
سِحْرٌ - جادو	مُّبِیْنٌ - ظاہر	وَ - اور	مَا - جو
اٰتَیْنٰهُمْ - دیں ہم نے	هُمْ - ان کو	مِنْ کُتُبٍ - کتابیں	یَّدْرُسُوْنَهَا - کہ پڑھیں ان کو
وَ - اور	مَا - نہ	اَرْسَلْنَا - بھیجا ہم نے	اِلَیْهِمْ - انکی طرف
قَبْلَكَ - تم سے پہلے	مِنْ نَّذِیْرٍ - کوئی ڈرانے والا	وَ - اور	كَذَّبَ - جھٹلایا
الَّذِیْنَ - انہوں نے جو	مِنْ قَبْلِهِمْ - ان سے پہلے تھے	وَ - اور	مَا - نہ
بَلَغُوْا - پہنچے وہ	مِعْشَارَ - دسویں حصہ کو	مَا - جو	اٰتَیْنٰهُمْ - دیا ہم نے انکو
هُمْ - ان کو	فَكَذَّبُوْا - تو جھٹلایا انہوں نے	رُسُلِیْ - میرے رسولوں کو	فَكَیْفَ - تو کیسا
كَانَ - ہوا	نَكِیْرِ - میرا جھٹلانا		

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع سورۃ سبا پ ۲۲

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ - اور نہیں تمہارے مال اور اولاد اس قابل کہ تمہیں ہمارے قرب تک پہنچائیں مگر وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے لیے دو چند بدلہ ہے ان کے عمل کا اور وہ بالاخانوں میں امن سے ہوں گے۔ تو اسے ایک ایک نیکی کے بدلے دس دس نیکیاں ملیں گی۔

مطلب صاف ہے کہ تم نے جو کہا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا۔ تو یہ خیال خام ہے مال و اولاد کسی کے لیے تقرب الٰہی کا موجب نہ ہوا نہ ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ مومن صالح کا ایمان موجب تقرب ہوتا ہے اور اس کا مال بھی سبب قرب بن جاتا ہے کہ وہ اسے راہ خدا میں خرچ کرتا ہے ایسے ہی اولاد کہ مومن اسے نیک تعلیم دیتا ہے علم دین سکھاتا ہے متقی متورع بناتا ہے ورنہ مال و اولاد دونوں سبب عذاب بھی ہو سکتے ہیں جب کہ اسے لہو لعب میں خرچ کرے اس سے حرام حاصل کرے اور اولاد کو برے راستہ پر چلائے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ۔ اور وہ جو ہماری آیتوں میں سعی کرے کمزور کرنے کی وہ عذاب میں پھنسے گا۔

اور یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا سے مراد قرآن کریم پر زبان طعن دراز کرنا مراد ہے اور اس سے یہ خیال کرنا کہ ہم ایسے لغو اور باطل طریقہ سے لوگوں کو ایمان لانے سے روک لیں گے اور ہمارا یہ مکر اسلام پر چل جائے گا اس سے ہم اسلام کو کمزور کر دیں گے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَہُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ مثال اس کی جو اللہ کی راہ میں خرچ تو اسے ایک ایک نیکی کے بدلے دس دس نیکیاں ملیں گی اور مضعف فرما کر سات سو تک کی مثال دے کر اس سے بھی زیادہ کا امیدوار بنانا اور وہ جنت کے جھروکوں میں امن و امان سے ہوں۔

پھر آخرت کے متعلق ان کا یہ عقیدہ کہ مرنے کے بعد اٹھنا ہی نہیں ہے تو عذاب ثواب کیسا یہ محض باطل اور لغو ہے ایسے لوگ عذاب میں پھنسیں گے اور ان کی مکاریاں اور عیاریاں ان کے کسی کام نہ آئیں گی۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَہُوَ یُخْلِفُہٗ وَہُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔ فرما دیجئے بے شک میرا رب وسیع رزق فرماتا ہے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لیے چاہے۔

اپنی حکمت سے یعنی جس کے لیے علم اللہ میں وسعت رزق تھی اس پر وسعت اور جس کے لیے تنگی رزق مقدر کی گئی اس کے لیے تنگی رزق ہوتی ہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَہُوَ یُخْلِفُہٗ وَہُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔ اور جو کچھ خرچ کرو اللہ کی راہ میں وہ اس کا بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اور یہ بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں تو ضرور ہی ملے گا۔ پھر یہ انفاق فی سبیل اللہ کا بدلہ صرف مسلمان کے ہی لیے ہے کافر کو نہیں اس لیے کہ کافر جو بھی خرچ کرتا ہے اس پر صاف وعید شدید ہے فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِہِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَہَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِہٖ وہ ہرگز ہرگز قبول نہ ہوگا اگرچہ روئے زمین سونے سے بھر کر بھی بدلہ دے مومن کے لیے بخاری و مسلم میں ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے خرچ کرو تم پر خرچ کیا جائے گا۔

دوسری حدیث میں ہے۔ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ معاف کرنے سے عزت بڑھتی ہے اور

تواضع سے مرتبہ بلند ہوتا ہے اور وہ خیر الرازقین یہ این معنی ہے کہ جو کوئی کسی کو دیتا ہے جیسے بادشاہ لشکر کو۔ آقا غلام کو یا صاحب خانہ اپنے عیال کو وہ سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اور اسی کی بخشی ہوئی روزی سے دیتا ہے۔ رزق اور اس سے منتفع ہونے کے اسباب وہی پیدا فرماتا ہے اسی بنا پر رزاق حقیقی وہی ہے یوں مجازاً کسی کا رزق کسی کے ذریعہ ہو۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب کہا ہے۔

نہ کس میدہاند نہ کس میبد ہد　　　غدامے دہاند غدا میبد ہد

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ۔ اور جس دن محشور فرمائے گا ان سب کو پھر فرمائے گا فرشتوں سے کیا یہ لوگ تمہیں کو پوجتے تھے۔

یعنی مشرکین کو محشور فرما کر اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرمائے گا کہ یہ لوگ تمہیں اپنا معبود بناتے تھے تو کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ تمہاری پوجا کرتے تھے تو ملائکہ کرام عرض کریں جیسا کہ ارشاد ہے۔

قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ۔

فرشتے عرض کریں تیرے وجہ منیر کو پاکی ہے تو ہمارا والی اور دوست ہے نہ کہ وہ بلکہ وہ جنوں کو پوجتے تھے ان میں کے اکثر انہیں پر ایمان لائے ہوئے تھے تو آج تم میں سے ایک دوسرے کے بھلے برے کا کچھ اختیار نہ رکھے گا اور ہم فرمائیں گے ظالموں سے اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔

ملائکہ جواب میں عرض کریں الٰہی ہم تیرے چاہنے والے ہیں ہماری ان سے کوئی دوستی نہیں پھر ہم ان کی پوجا پاٹ سے کیسے خوش ہو سکتے تھے ہم ان سے اور ان کی پوجا سے بری ہیں البتہ یہ شیاطین کے پجاری تھے ان ہی کے یہ مطیع تھے اور یہ غیر خدا کو پوج کر مشرک ہوئے آج وہ جھوٹے معبود اپنے پجاریوں کو کچھ نفع و نقصان پہنچانے کے مالک نہیں اور اپنی پوجا پاٹ کرنے والوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہے کہ تم عذاب جہنم کی بھی تکذیب کرتے تھے لہٰذا آج عذاب جہنم کا مزہ چکھو اور دیکھو کہ وہ عذاب سچا تھا یا نہیں۔

مشرکین مکہ عذاب و ثواب کا استہزاء کرتے اور کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ۔ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو عقل سے بعید ہے کہ پھر زندہ ہوں اور یہ بھی کہتے کہ یہ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیا ہیں ایک آدمی ہی تو ہیں جس کا تذکرہ آگے ہے۔

وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوا مَا هٰذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ

يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۔ اور جب پڑھی جائیں ان پر ہماری روشن آیتیں تو کہتے ہیں یہ کیا ہیں ایک آدمی کی طرف سے کہ وہ روکنا چاہتا ہے تمہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں سے اور کہتے ہیں یہ کچھ نہیں مگر صرف جوڑا ہوا بہتان ہے اور کافروں نے کہا حق کے لیے جب ان کے پاس آیا یہ کچھ نہیں مگر کھلا ہوا جادو ہے۔

یعنی جب دنیا میں ان پر آیات قرآنیہ زبان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے سنائی گئیں تو اپنے حسد وعناد باطنی سے بکنے لگے کہ حضور کیا ہیں ایک آدمی اور یہ آئتیں جنہیں وہ خدا کا کلام بتاتے ہیں یہ سب گھڑے ہوئے افتراء و بہتان ہیں معاذ اللہ کلام اللہ نہیں ہیں۔

حالانکہ انہوں نے اپنی کفر کی ظلمت میں یہ بھی بک دیا اور کلام حق کی شان میں کہہ دیا جب کہ ان سے اس کا مقابلہ نہ ہو سکا تو جادو سے تشبیہ دے دی اور کلام حق تعالیٰ کو سحر مبین کہہ دیا۔ چنانچہ آگے اس کا جواب ارشاد ہے۔

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ۔ اور حال یہ ہے کہ ہم نے انہیں کتابیں دیں جنہیں وہ پڑھتے ہوں اور اے محبوب آپ سے قبل ہم نے ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا بھی نہیں بھیجا۔

یعنی مشرکین عرب کو نہ کتاب الٰہی سے کچھ ملا نہ آپ سے قبل ان میں کوئی رسول آیا جس کے ذریعہ وہ اپنے دین کی نسبت دین الٰہی کرتے۔ تو یہ بلا شبہ اپنے خیال کی پیروی کر رہے ہیں جو ان کا فریب نفس اور اتباع ہوا ہے۔

اس کے بعد کفار مکہ سے پہلے کفار کا حال اجمالاً بیان فرما کر اظہار فرمایا ہے کہ یہ ان کے مقابل کیا ہیں ہم نے انہیں تباہ و ہلاک کر دیا تو ان کا ہلاک کرنا کیا دشوار ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۔

اور ان سے پہلوں نے بھی نبیوں کو جھٹلایا تھا اور یہ ان کے دسویں کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے انہیں دیا تھا تو انہوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی تو اس انکار کا انجام کیا ہوا۔

یعنی پہلے مشرکوں نے بھی قریش مکہ کی طرح ہمارے رسولوں کی تکذیب کی اور انہیں ہم نے جو قوت و کثرت مال و اولاد عطا کی تھی ان کے مقابل تو یہ قریش مکہ دسواں حصہ بھی نہیں ان سے پہلے جو تھے وہ مال و اولاد اور دولت میں ان سے دس گنے سے بھی زیادہ تھے تو جب انہوں نے میرے رسولوں کی

تکذیب کی تو اس انکار کے بدلہ میں میرے عذاب کو ان کی کوئی قوت نہ روک سکی اور ان کے کام ان کا کفر و شرک نہ آسکا تو ان کی کیا حقیقت ہے۔

زُلفٰی بروزن بُشریٰ ہے قربت کے معنی میں مصدر ہے۔

یُخلِفُہٗ یہ اِخلاف سے لیا گیا ہے ایک چیز کے جانے کے بعد دوسری چیز اس کے قائم مقام کرنے کے معنی دیتا ہے۔

کُتُبٍ یَدْرُسُوْنَہَا۔ کُتُب کتاب کی جمع ہے اور یَدْرُسُوْنَہَا۔ درس سے مشتق ہے جو پڑھنے کے معنی میں آتا ہے۔

مِعْشَار۔ عُشر سے لیا گیا ہے اور عُشر دسویں حصہ کو کہتے ہیں جیسے مِرْبَاع رُبع سے لے کر چوتھے حصہ کے معنی دیتا ہے۔

مختصر تفسیر اُردو پانچواں رکوع سُورۃ سبا پ۲۲

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی۔ اور تمہارے مال اولاد ذریعہ نہیں ہو سکتے ہمارے حضور قریب کرنے کا۔

یہ جملہ مستانفہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے اس میں عامۃ الناس مخاطب ہیں اور اس میں اس امر کی نفی کی گئی ہے جس وہم میں مشرکین تھے اور کہتے تھے نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ہم مال و اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم معذب نہیں ہو سکتے۔ وَھٰذَا النَّفْیُ اَنْ تَكُوْنَ كَثْرَۃُ الرِّزْقِ سَبَبًا لِلْقُرْبِ وَالْكَرَامَۃِ وَیَكُوْنُ الْخِطَابُ لِلْكَفَرَۃِ۔ اس میں کفار کو ارشاد ہے کہ کثرت اموال و اولاد موجب تقرب نہیں ہو سکتے۔

زُلفٰی سے مراد تقرب ہے۔ زلفۃ التقرب۔

چنانچہ آگے استثناء فرما کر مومنین کا درجہ ظاہر کیا۔

اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ

مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے اس کے لیے اس عمل کا بدلہ دو چند ہے اور وہ بالاخانوں میں امن و امان سے جنت میں ہوں گے۔

یہ اگر استثناء منفصل لیا جائے تو خطاب مومن و کافر کے لیے عام مانا جائے گا اور اگر خطاب خاص

کفار سے لیا جائے تو استثناء منقطع لیا جا سکتا ہے تو آیۂ کریمہ کے یہ معنی ہوں گے لکن من امن وعمل صالحا فایمانہ وعملہ یقربانہ۔ تو خلاصہ معنی یہ ہوئے۔

وما اموالکم ولا اولادکم بتقوی الا المؤمنین تمہارے مال و اولاد تقرب کے موجب نہیں مگر مومن کے لیے کہ انہیں خیرات و صدقات کا صلہ دو چند سے سات سو گنے تک ملے گا۔

ای لہم ان یجازیہم اللہ تعالی الضعف ای الثواب المضاعف فیجازیہم علی الحسنۃ بعشر امثالہا او باکثر الی سبعمائۃ ضعف یعنی وہ حقدار ہیں کہ اللہ تعالے انہیں ثواب مضاعف دس گنے سے زائد سات سو گنا تک عطا فرماوے۔

اور یہ بدلہ ان کے ایمان اور عمل صالح کا ہے اور وہ غرفات جنت میں اور بلند محلوں میں ہر قسم کی تکالیف و مکروہات سے مامون و مصئون ہوں گے۔

والذین یسعون فی ایتنا معاجزین اولئک فی العذاب محضرون۔ اور وہ جو ہماری آیتوں کی تکذیب میں سعی کرتے ہیں اس زعم باطل سے کہ آیات الٰہی اور انبیاء پر غالب آجائیں گے یہ لوگ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

آلوسی فرماتے ہیں والذین یسعون فی ایتنا بالرد والطعن فیہا۔ وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں طعن اور رد کی سعی کرتے ہیں

معاجزین بحسب ظنہم الباطل۔ اللہ عزوجل اور انبیاء علیہم السلام کو ہرانا چاہتے ہیں اپنے زعم باطل میں اللہ تعالے یا انبیاء علیہم السلام کو۔

کحاصلہ ذاعمین سبقہم وعدم قدرۃ اللہ تعالی۔ اور انبیاء علیہم السلام۔ خلاصہ یہ کہ ان کا گمان تھا کہ اللہ تعالے اور انبیاء علیہم السلام کو ان پر کوئی قدرت حاصل نہیں۔

اولئک فی العذاب محضرون۔ لا یجد منہم ما تعلقوا علیہ نفعا۔ ایسے لوگ عذاب میں ایسے پھنسیں گے کہ اس سے نجات پانے کا کوئی ذریعہ بھی نہ ملے گا۔

قل ان ربی یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر لہ۔ فرما دیجئے بیشک میرا رب کشادہ فرماتا ہے رزق جس پر چاہے اپنے بندوں سے اور تنگ کرتا ہے جسکے لیے چاہے۔

ای یوسعہ سبحانہ علیہ تارۃ ویضیقہ علیہ اخری فلا تخشوا الفقر و انفقوا فی سبیل اللہ وتقربوا لدیہ عز وجل باموالکم وتعرضوا لنفحاتہ جل وعلا

یعنی کبھی وہ اپنے فضل سے رزق فراخ فرما دیتا ہے اور کبھی اس پر تنگ فرما دیتا ہے تو نہیں

چاہیئے فقروفاقہ کا خوف نہ کرو اور اللہ کی راہ میں خرچ کر کے تقرب الی اللہ اپنے مالوں کے ذریعہ حاصل کر کے نفحات رحمت سے متمتع ہو۔ اس لیے کہ

وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔ جو کچھ اس کیلئے خرچ کرو گے تو وہ اس کے بدلے میں تمہیں اجر دے گا۔

اِمَّا فِی الدُّنْیَا بِالْکَمَالِ کَمَا هُوَ الظَّاهِرُ اَوْ بِالْقَنَاعَةِ الَّتِیْ هِیَ کَنْزٌ لَّا یَفْنٰی۔ خواہ وہ چیز دنیا میں ملے جیسا کہ ظاہر ہے یا قناعت سے کہ وہ ایسا خزانہ ہے کہ کبھی فنا ہی نہیں ہوتا۔ اور وہ بہترین رزاق ہے۔

بخاری مسلم میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عِبَادٍ یُّصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَیَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا۔ حضور نے فرمایا ہر صبح دو فرشتے نازل ہو کر دعا کرتے ہیں الٰہی تیری راہ میں خرچ کرنے والے کو بہتر بدلہ دے دوسرا دعا کرتا ہے الٰہی بخیل و ممسک کا مال تلف کر دے۔

اور بیہقی شعب الایمان میں جابر بن عبد اللہ سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُلُّ مَا اَنْفَقَ الْعَبْدُ لِنَفَقَتِهٖ فَعَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی خَلْفُهَا ضَامِنًا اِلَّا نَفَقَتُهٗ فِیْ بُنْیَانٍ اَوْ مَعْصِیَةٍ۔ ہر صدقہ اور خرچ کا بدلہ دینے کا اللہ تعالےٰ ذمہ لیتا ہے مگر مکان بنانے یا گناہ کرنے میں جو خرچ کیا جائے وہ بے اجر ہے۔

اور بخاری شریف میں، ابن مردویہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْفِقْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْکَ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے ابن آدم خرچ کر ہم تجھ پر خرچ کریں گے۔

نوادر الاصول میں حکیم ترمذی راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الْمَعُوْنَةَ تَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ عَلٰی قَدْرِ الْمَئُوْنَةِ

اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث ہے جس میں حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْکَ وَوَسِّعْ اُوَسِّعْ عَلَیْکَ وَلَا تُضَیِّقْ اُضَیِّقْ عَلَیْکَ وَلَا تَصُرَّ فَاُصِرَّ عَلَیْکَ وَلَا تَخْزُنْ فَاُخْزَنَ عَلَیْکَ اِنَّ بَابَ الْاَرْزَاقِ مَفْتُوْحٌ مِّنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ مُتَوَاصِلٌ اِلَی الْعَرْشِ لَا یُغْلَقُ لَیْلًا وَّلَا نَهَارًا یُنَزِّلُ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْهُ الرِّزْقَ عَلٰی کُلِّ امْرِئٍ بِقَدْرِ نِیَّتِهٖ

وَعَطِيَّتِهٖ وَصَدَقَتِهٖ وَنَفَقَتِهٖ فَمَنْ اَكْثَرَ اُكْثِرَ لَهٗ وَمَنْ اَقَلَّ اُقِلَّ لَهٗ وَمَنْ اَمْسَكَ اُمْسِكَ عَلَيْهِ يَا زُبَيْرُ فَكُلْ وَاَطْعِمْ وَلَا تُوْكِ فَيُوْكٰى عَلَيْكَ وَلَا تُحْصِ فَيُحْصٰى عَلَيْكَ وَلَا تُقَتِّرْ فَيُقَتَّرَ عَلَيْكَ وَلَا تُعَسِّرْ فَيُعَسَّرَ عَلَيْكَ الْحَدِيْث۔

خلاصہ مفہوم حدیث یہ ہے کہ حضور نے فرمایا خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا توسیع کر تجھے وسعت ملے گی تنگی نہ کر ورنہ تجھ پر تنگی ہوگی۔ صدقہ کر کہ کہیں تجھ پر سختی نہ ہو جمع نہ کر کہیں تیری بداعمالیاں جمع نہ ہو جائیں بے شک رزق کا دروازہ ساتویں آسمان سے عرش تک کھلا ہوا ہے اور وہ رات دن میں بند نہیں ہوتا جو کثرت سے خرچ کرے اللہ اس کے مال میں برکت دیتا ہے جو خرچ میں کمی کرے اللہ اس کے مال میں کمی کرتا ہے۔

جو ممسک ہو اس پر رزق میں امساک ہوتا ہے اللہ تعالے ہر بندے پر اس کی نیت اور خیرات وصدقات کے مطابق رزق عطا فرماتا ہے جو خوب خرچ کرے اللہ اس کے مال میں کثرت کرتا ہے جو کم خرچ کرے اللہ اس کے رزق میں کمی کرتا ہے۔ اے زبیر کھا اور کھلا اور مشک کا منہ بند نہ کر کہ تجھ پر رزق بند ہو جائے گا اور گن گن کر نہ رکھ کہ تجھ کو گن کر ہی دیا جائے گا اور تنگی سے خرچ نہ کر کہ تجھ پر تنگی ہوگی سختی نہ کر کہ تجھ پر سختی ہوگی۔ الی آخر الحدیث

اور وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ فرمانے سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ رزق دینے ہبہ کرنے والے کو مجازاً رازق کہا جا سکتا ہے، مگر حقیقتاً رزاق مطلق سوا ذات واجب تعالے کے کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور غیر خدا کو رازق باین اعتبار کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایصال رزق کا واسطہ ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ۔ اور جس دن محشور کریں ہم سب کو پھر کہیں فرشتوں سے کیا یہ تمہیں پوجتے تھے۔

یعنی مستکبرین اور مستضعفین اور جو غیر لکے پجاری ہیں سب یوم حشر میں جمع کیے جائیں، یہاں یَوْمَ، ظرف ہے مضمر کے لیے جو متقدم ہے تو گو اس کے معنی یہ ہوئے وَاذْكُرْ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا۔ یاد فرمائیں اس دن کو جب ہم سب کو محشور فرما کر ملائکہ سے فرمائیں۔ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ۔

چنانچہ مروی ہے کہ تمام مخلوق بعد حشر موقف میں کھڑی ہو اور ان سے سات ہزار برس تک کلام نہ ہو حتیٰ کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کے لیے کھڑے ہوں تو اس وقت اللہ تعالے ملائکہ سے یہ فرمائے جس کا ذکر ہو چکا۔

جیسے عیسیٰ علیہ السلام سے ارشاد ہوءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللہِ۔

اور اہل عرب میں شرک کی ابتداء یہ ہے جیسے علامہ ابن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ

اِنَّ سَبَبَ حُدُوْثِ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ فِی الْعَرَبِ اَنَّ عَمْرَو بْنَ لُحَیٍّ مَرَّ بِقَوْمٍ بِالشَّامِ فَرَاٰهُمْ یَعْبُدُوْنَ الْاَصْنَامَ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوْا لَهٗ هٰذِهٖ اَرْبَابٌ نَتَّخِذُهَا عَلٰی شَکْلِ الْهَیَاکِلِ الْعُلْوِیَّةِ فَنَسْتَنْصِرُ بِهَا وَنَسْتَسْقِیْ فَتَبِعَهُمْ وَاَتٰی بِصَنَمٍ مَعَهٗ اِلَی الْحِجَازِ وَسَوَّلَ لِلْعَرَبِ فَعَبَدُوْهُ وَاسْتَمَرَّتْ عِبَادَةُ الْاَصْنَامِ فِیْهِمْ اِلٰی اَنْ جَاءَ الْاِسْلَامُ۔

وَحَدَثَتْ عِبَادَةُ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِزَمَانٍ کَثِیْرٍ فَظُهُوْرُ قُصُوْدِهِمْ عَنْ رُتْبَةِ الْمَعْبُوْدِیَّةِ وَتَنَزُّهِهِمْ عَنْ عِبَادَتِهِمْ یَظْهَرُ حَالُ سَائِرِ الشُّرَکَاءِ بِطَرِیْقِ الْاَوْلَوِیَّةِ۔

عرب میں بت پرستی جاری ہونے کا بانی عمرو بن لحی ہے یہ اپنی قوم کے ساتھ ملک شام گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ بت پوج رہے ہیں اس نے ان سے پوچھا ان لوگوں نے کہا کہ یہ ہمارے رب ہیں جنہیں ہم نے اختیار کیا ہے اور ان کی شکلیں بلند اور لطیف بنائی ہیں تو ان سے ہم مدد مانگتے اور بارش طلب کرتے ہیں۔

عمرو بن لحی اور اس کی قوم نے ان کی پیروی کی اور اپنے ساتھ ایک بت حجاز میں لے آیا اور عرب لوگ بھی اسے پسند کرنے لگے۔

مختصر یہ کہ وہ بھی بت پرستی کرنے لگ گئے اور اس طرح بت پرستی ان میں جاری ہو گئی حتیٰ کہ عہد اسلام آیا اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پرستاری عیسائیوں میں پیدا ہوئی۔ الی آخرہ۔ غرضکہ ملائکہ جناب باری میں عرض کریں جس کا تذکرہ آگے آتا ہے۔

قَالُوْا سُبْحَانَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَکْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُوْنَ

ملائکہ عرض کریں الٰہی تیرے وجہ منبر کو پاکی ہے تو ہی ہمارا والی ہے ان سے ہمارا کیا واسطہ بلکہ وہ جنوں اور شیاطین کو پوجتے تھے اکثر ان کے ان پر ایمان رکھتے تھے۔

اس کی تفسیر روح المعانی میں یہ ہے اَیْ اَنْتَ الَّذِیْ نُوَالِیْهِ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا مُوَالَاةَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ کَاَنَّهُمْ بَیَّنُوْا اِیْذَانًا بِذٰلِكَ بَرَاءَتَهُمْ مِنَ الرِّضَا بِعِبَادَتِهِمْ۔ یعنی فرشتے عرض کریں الٰہی تو وہ ہے جس سے ہماری دوستی ہے نہ کہ یہ لوگ ان سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں گویا ان سے اور ان کی عبادت سے برائت ظاہر کریں گے اور عرض کریں گے۔

بَلْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ۔ بلکہ وہ تو جن و شیاطین کو پوجتے تھے اور انہی پر ایمان رکھتے تھے ان

میں سے ایک جماعت انہیں بنات اللہ کہتی تھی جیسا کہ ارشاد ہے وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا اس پر ارشاد ہے۔

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَلَا ضَرًّا۔ آج کے دن ان میں کا ایک دوسرے کو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔

یعنی نہ ملائکہ سے انہیں نفع پہنچ سکتا ہے نہ نقصان بلکہ جناب باری کی طرف سے ارشاد ہو جیسا کہ فرمایا۔ وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ۔ اور ہم فرمائیں انہیں جو ظالم و مشرک ہیں چکھو اس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلاتے تھے۔

اور کہتے تھے عذاب و ثواب مرنے کے بعد کچھ نہیں ہے آگے ارشاد ہے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَن يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ وَقَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ مُّفْتَرًى وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ۔ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری روشن آیتیں تو کہتے ہیں یہ کیا ہے ایک آدمی جو چاہتا ہے کہ تمہیں روک دے اس سے جنہیں تمہارے باپ دادا پوجتے تھے اور مشرک بولے یہ قرآن کیا ہے مگر نرا دھوکہ اور بہتان اور کافر بولے اس حق سے جو ان کے پاس ہمارا حبیب لایا یہ کچھ نہیں مگر کھلا جادو۔

یعنی جب حضور کی زبان مبارک سے آیات قرآن مشرکین نے سنیں جن میں ابطال شرک اور احقاق توحید ہے تو وہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں بکنے لگے (قاتلہم اللہ) یہ کچھ نہیں مگر ایک آدمی ہیں اور ان کا منشا یہ ہے کہ تمہیں اپنے پرانے مذہب سے روک دیں اور جنہیں تمہارے باپ دادا پوجتے تھے ان کی پرستش سے باز رکھیں اور ساتھ ہی کلام پاک کی شان میں بولے کہ یہ قرآن بھی کچھ نہیں مگر گھڑا ہوا بہتان ہے جسے اللہ تعالے کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

اور عام کفار بھی کہنے لگے اس کتاب حق کی شان میں جب وہ ان کے سامنے آئی اور وہ اس کے مقابلہ سے عاجز آ گئے تو بول پڑے یہ کچھ نہیں مگر کھلا جادو ہے۔

اس پر جناب باری تعالے عز اسمہ فرماتا ہے کہ یہ بکواس تو وہ جب کرتے جبکہ ان کے پاس پہلے کبھی ہوئی کوئی کتاب آچکی ہوتی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَا آتَيْنَاهُم مِّن كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِن نَّذِيرٍ۔ اور نہ دی ہم نے انہیں کوئی کتاب کہ اسے پڑھتے اور نہ بھیجا ہم نے ان کی طرف تم سے قبل کوئی ڈر سنانے والا۔

یعنی کفار مکہ کو ہم نے کوئی کتاب بھی نہ دی اور ان کے پاس آپ سے پہلے کوئی رسول بھی نہ آیا الخ

الزامی جواب قرآن پاک میں اور بھی دیے ہیں چنانچہ ارشاد ہے اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْہِمْ سُلْطَانًا فَہُوَ یَتَکَلَّمُ بِمَا کَانُوْا بِہٖ یُشْرِکُوْنَ ۔ ایک جگہ ارشاد ہے اَمْ اٰتَیْنٰہُمْ کِتٰبًا مِّنْ قَبْلِہٖ فَہُمْ بِہٖ مُسْتَمْسِکُوْنَ

پر اس لیے الزام دیا گیا کہ ہر منکر کسی دلیل سے انکار کرتا ہے لیکن ان کے پاس تو کوئی دلیل ہی نہیں سوا اپنے عناد اور حسد کے کہ اس سے ہی جو چاہتا ہے وہ بک دیتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ مشرکین مکہ میں حضور سے قبل کوئی رسول بھی نہ آیا کہ اس کے بیانات، وہدایات کے خلاف حضور کی تعلیم قرار دے سکتے تو ان کے انکار پر ان کے پاس کوئی وجہ وجیہ موجود نہیں

وَکَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَیْنٰہُمْ فَکَذَّبُوْا رُسُلِیْ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ۔ اور ان سے پہلے جنہوں نے ہمارے رسولوں کی تکذیب کی (اور اس کی سزا میں وہ ہلاک ہوئے) ان کی قوت و تمول اور درازی عمر میں یہ مکہ والے تو دسویں درجہ کو بھی نہیں پہنچے تو انہوں نے ہمارے رسولوں کی تکذیب کی تو کیا ہوا ان کے انکار کا نتیجہ۔

یہی کہ وہ تباہ و برباد ہو گئے اور ان کی تدمیر ایسی ہوئی کہ وہ افسانہ بن کر رہ گئے تو انہیں ڈرنا چاہیئے۔ اس لیے کہ سرکار ابد قرار صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور ان کی تکذیب تمام انبیاء کرام کی تکذیب ہے تو مشرکین مکہ اگر ہمارے نبی آخر الزمان کی تکذیب کر رہے ہیں تو یہ مکذب جمیع انبیاء ہیں تو ان پر عذاب بھی سب سے زیادہ ہو گا اور یہ اشد ترین کفار ہیں۔

ایسے جو خاتم الانبیاء علیہ التحیہ والثناء کا منکر ہو کر کسی غیر کو نبی یا مسیح موعود مانتا ہے وہ عقیدہ اساسی کا منکر ہو کر قطعی مرتد قرار پاتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع۔ سورۃ سبا پ ۲۲

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَۃٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰہِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَکَّرُوْا مَا بِصَاحِبِکُمْ مِّنْ جِنَّۃٍ اِنْ ہُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ؁	فرما دیجئے میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے کھڑے ہو دو دو یا اکیلے پھر سوچو کہ تمہارے ان صاحب میں کوئی بات جنون کی ہے یا نہیں وہ تو تمہیں ڈر سنانے والے ہیں کہ تمہارے آگے سخت عذاب ہے۔
قُلْ مَا سَاَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَہُوَ	اے محبوب فرما دیجئے کہ میں نے تم سے اس تعلیم پر

لَكُمْ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝
قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ
الْغُيُوْبِ ۝
قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ
وَمَا يُعِيْدُ ۝
قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى
نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ
اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ۝
وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا
مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝
وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ
مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝
وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ
بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝
وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا
فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا
فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝

کچھ بدلا مانگا ہو تو تمہارے لیے ہے میرا بدلا نہیں
مگر اللہ تعالیٰ پر اور وہی ہر چیز پر گواہ ہے۔
انہیں فرما دیجئے کہ بیشک میرا رب القا فرماتا ہے
حق کا وہ بہت جاننے والا ہے غیبوں کا۔
فرما دیجئے حق آیا اور باطل نہ پلیٹ کر آئے اور نہ
واپس لوٹے۔
فرما دیجئے اگر میں بہکا تو اپنے ہی لیے بہکا اور اگر میں
نے راہ پائی تو اس کے ذریعہ جو مجھے وحی کی میرے
رب نے بے شک وہ سننے والا قریب ہے۔
اور تو دیکھے جب گھبراہٹ میں مبتلا ہوں تو کوئی
بچنے کی راہ نہیں اور پکڑے جائیں گے قریب سے۔
اور کہیں گے ہم اس پر ایمان لائے لیکن حال یہ
ہوگا کہ اب وہ ایمان حاصل نہیں کر سکتے دور سے
اور بے شک وہ کفر کر چکے ہیں اللہ سے پہلے ہی اور
اب دور سے غیب کی بات پھینک رہے ہیں۔
اور حائل ہو چکی ہے ان میں اور اس ایمان میں جسے
چاہتے ہیں جیسے ان کے پہلے گروہوں سے کیا گیا
بے شک وہ شک میں اور دھوکے میں ہیں۔

لفظی ترجمہ

قُلْ ۔ کہہ	اِنَّمَا ۔ اسکے سوا نہیں	اَعِظُكُمْ ۔ میں نصیحت کرتا ہوں تم کو	
بِوَاحِدَةٍ ۔ ایک بات کی	اَنْ ۔ یہ کہ	تَقُوْمُوْا ۔ کھڑے ہو تم	لِلّٰهِ ۔ اللہ کے لیے
مَثْنٰى ۔ دو دو	وَ ۔ اور	فُرَادٰى ۔ اکیلے	ثُمَّ ۔ پھر
تَتَفَكَّرُوْا ۔ سوچو کہ	مَا ۔ نہیں ہے	بِصَاحِبِكُمْ ۔ تمہارا صاحب	مِنْ جِنَّةٍ ۔ دیوانہ

اِنْ ۔ نہیں	ھُوَ ۔ وہ	اِلَّا ۔ مگر	نَذِیْرٌ ۔ ڈرانے والا
لَکُمْ ۔ تمہارے لیے	بَیْنَ ۔ پہلے	عَذَابٍ ۔ عذاب	شَدِیْدٍ ۔ سخت کے
قُلْ ۔ کہو	مَا ۔ جو	سَاَلْتُکُمْ ۔ مانگوں میں تم سے	مِّنْ اَجْرٍ ۔ کوئی مزدوری
فَھُوَ ۔ تو وہ	لَکُمْ ۔ تمہارے ہی لیے ہے اِنْ ۔ نہیں		اَجْرِیَ ۔ میرا اجر
اِلَّا ۔ مگر	عَلٰی ۔ اوپر	اللّٰہِ ۔ اللہ کے	وَھُوَ ۔ اور وہ
عَلٰی ۔ اوپر	کُلِّ ۔ ہر	شَیْءٍ ۔ چیز کے	شَھِیْدٌ ۔ گواہ ہے
قُلْ ۔ کہو	اِنَّ ۔ بیشک	رَبِّیْ ۔ میرا رب	یَقْذِفُ ۔ ڈالتا ہے
بِالْحَقِّ ۔ حق کو	عَلَّامُ ۔ جاننے والا ہے	الْغُیُوْبِ ۔ غیبوں کا	قُلْ ۔ کہہ
جَآءَ ۔ آیا	اَلْحَقُّ ۔ حق	وَ ۔ اور	مَا ۔ نہیں
یُبْدِئُ ۔ شروع ہوگا	اَلْبَاطِلُ ۔ باطل	وَ ۔ اور	مَا ۔ نہ
یُعِیْدُ ۔ لوٹے گا	قُلْ ۔ کہہ	اِنْ ۔ اگر	ضَلَلْتُ ۔ میں گمراہ ہوں
فَاِنَّمَا ۔ تو	اَضِلُّ ۔ میری گمراہی	عَلٰی ۔ اوپر	نَفْسِیْ ۔ میرے ہے
وَ ۔ اور	اِنِ ۔ اگر	اِھْتَدَیْتُ ۔ میں ہدایت پر ہوں فَبِمَا ۔ تو اس سے جو	
یُوْحِیْ ۔ وحی کرتا ہے	اِلَیَّ ۔ میری طرف	رَبِّیْ ۔ میرا رب	اِنَّہٗ ۔ بیشک وہ
سَمِیْعٌ ۔ سننے والا	قَرِیْبٌ ۔ قریب ہے	وَ ۔ اور	لَوْ ۔ اگر
تَرٰی ۔ تو دیکھے	اِذْ ۔ جب	فَزِعُوْا ۔ وہ گھبرائیں	فَلَا ۔ تو نہ
فَوْتَ ۔ بچنا ہے	وَ ۔ اور	اُخِذُوْا ۔ پکڑے جائینگے	مِنْ مَّکَانٍ ۔ جگہ
قَرِیْبٍ ۔ قریب سے	وَ ۔ اور	قَالُوْا ۔ کہیں گے	اٰمَنَّا ۔ ہم ایمان لائے
بِہٖ ۔ اس پر	وَ ۔ اور	اَنّٰی ۔ کہاں ہے	لَھُمُ ۔ ان کے لیے
التَّنَاوُشُ ۔ حاصل کرنا	مِنْ مَّکَانٍ ۔ جگہ	بَعِیْدٍ ۔ دور سے	وَ ۔ اور
قَدْ ۔ بیشک	کَفَرُوْا ۔ کفر کیا انہوں نے	بِہٖ ۔ اس کا	مِنْ قَبْلُ ۔ پہلے
وَ ۔ اور	یَقْذِفُوْنَ ۔ پھینکتے ہیں	بِالْغَیْبِ ۔ غیب کی باتیں	مِنْ مَّکَانٍ ۔ جگہ
بَعِیْدٍ ۔ دور سے	وَ ۔ اور	حِیْلَ ۔ حائل ہوگا	بَیْنَھُمْ ۔ ان کے
وَ ۔ اور	بَیْنَ ۔ درمیان	مَا ۔ اسکے جو	یَشْتَھُوْنَ ۔ چاہیں گے
کَمَا ۔ جیسا کہ	فُعِلَ ۔ کیا گیا	بِاَشْیَاعِھِمْ ۔ انکے ساتھیوں سے	مِنْ قَبْلُ ۔ پہلے

اِنَّھُمْ۔ بیشک وہ　　كَانُوْا۔ تھے　　فِیْ۔ بیچ　　شَكٍّ۔ شک
مُرِیْبٍ۔ دھوکے والے کے۔

نادر لغات

اس رکوع کی لغات نادرہ اول سمجھ لینی چاہئیں
اَعِظُكُمْ۔ وعظ سے ہے۔ اس کے معنی نصیحت کے ہیں۔
مَثْنٰی وَفُرَادٰی۔ مثنٰی کے معنی دو دو کے ہیں اور فرادی کے معنی ایک ایک کے
یَقْذِفُ۔ قذف سے ہے اور قذف کہتے ہیں کسی چیز کے پھینک مارنے کو یہاں حق کو باطل پر پھینک مارنا مراد ہے۔
وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ۔ یہ عربی کا ایک محاورہ ہے جو ایسی جگہ بولتے ہیں جہاں ایک چیز اس درجہ ہٹ جائے کہ اس کا اثر و نشان بھی نہ رہے جیسے کسی شاعر نے کہا۔

اِنْقَرَضَ اَھْلُهٗ عَبِیْدٌ　　لَیْسَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ

تو اس جگہ یہ بتانا مقصود ہے کہ دین باطل ایسا ہٹا کہ اس کا مطلقًا اثر ہی نہ رہا۔
وَاَنّٰى لَھُمُ التَّنَاوُشُ۔ تناوش کہتے ہیں کسی چیز کو آسانی سے لینے کو تو معنی ہوئے مِنْ اَیْنَ لَھُمْ اَنْ یَّتَنَاوَلُوا الْاِیْمَانَ تَنَاوُلًا سَھْلًا۔ کہاں ان کے لیے اب وہ وقت آسکتا ہے کہ وہ ایمان آسانی سے حاصل کر سکیں۔
كَمَا فُعِلَ بِاَشْیَاعِھِمْ۔ اشیاع کہتے ہیں اشباہ کو اور اشباہ ہمجنس کے معنی دیتا ہے۔
مُرِیْبٍ۔ رَیب سے ہے اور ریب کہتے ہیں شک و شبہ کو

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع سورۃ سبا۔ پ ۲۲

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى۔ اے محبوب فرمادیجئے ہیں تو تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور وہ صرف ایک ہی نصیحت ہے یہ کہ تم اللہ کے لیے کھڑے ہو دو دو اور ایک ایک۔

یعنی اگر تم میری اس ایک نصیحت پر عامل رہے تو تم پر حق واضح ہو جائے گا اور تم توسوس شیطانی اور توہم دیگر اہی سے نجات پا جاؤ گے وہ نصیحت یہ ہے کہ تم طلب حق کی نیت سے اپنے آپ کو عقیدہ داری اور تعصب قومی سے خالی کر کے اللہ کے لیے قائم ہو جاؤ۔ دو دو تاکہ باہم مشورہ کر سکو اور تنہا ایک ایک تاکہ متوحش نہ ہو اور اطمینان سے دل میں انصاف کرو۔

ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ

پھر تم غور کرو اور سوچو کہ تمہارے اس سردار میں جنون کی کوئی بات ہے کہ نہیں وہ تو نہ جنون کے مریض ہیں نہ کچھ اور مگر تمہیں ڈر سنانے والے ہیں ایک سخت عذاب کا جو تمہارے آگے ہے۔

اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت غور کرو کہ کیا جیسا کفار کہتے ہیں اور آپ پر جنون کی نسبت کرتے ہیں اس میں کسی پہلو سے بھی شائبہ صداقت ہے یا محض حسد ورزی وعناد پروری ہے اور قریش کے اونچے دماغوں سے تو ازن کرو کہ ان میں ایک بھی سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی عقل و نظر کے مساوی ہے ایک بھی ان میں ان جیسا صاحب الرائے اور ذہین ہے کوئی ان کے مقابلہ کا صادق و امین ہے۔ دنیا میں کوئی بھی ان جیسا پاک نفس ہے۔

جب تمہارا ضمیر فیصلہ کر دے اور تمہارے ذہن میں مرکوز ہو جائے کہ حضور تو حضور ہی ہیں اور اپنی صفات میں یکتا اور بے نظیر ہیں تو تم انہیں نبی اللہ مانو اور وہ جس آنے والے عذاب سے ڈراتے ہیں یعنی عذاب قیامت سے اس کا یقین کرو۔ پھر اپنے حبیب پاک کو ارشاد ہے۔

قُلْ مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔ فرما دیجئے میں نے تم سے اس تعلیم پر کچھ اجر مانگا ہو تو وہ تمہیں مبارک رہے میرا اجر تو اللہ پر ہی ہے اور وہ ہر شے پر گواہ ہے یعنی تبلیغ رسالت وہدایت پر میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا اور جو کچھ تم دیتے ہو وہ تمہارے لیے ہے اور وہ ذات پاک شہید علی کل شئے ہے۔

قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُيُوبِ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ۔ فرما دیجئے بیشک میرا رب حق کا القا فرماتا ہے بہت جاننے والا سب غیبوں کا فرما دیجئے حق آگیا اور باطل کی نہ ابتدا ہو نہ پھر کر آئے۔

اللہ تعالے اپنے انبیاء کی طرف بذریعہ وحی القاء فرماتا ہے کہ وہ سب غیبوں کا جاننے والا ہے اور جَاءَ الْحَقُّ سے مراد قرآن و اسلام ہے اور جب نور اسلام آگیا تو اس کے بعد نہ کفر کی ابتدا رہی اور نہ اس کا اعادہ ہو سکتا ہے۔

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِىْ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِىْٓ اِلَىَّ رَبِّىْ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ۔ انہیں فرمادیجئے کہ اگر میں بہکا تو اپنے پر بہکا اور اگر میں نے راہ پائی تو اس کے سبب کہ میرا رب میری طرف وحی فرماتا ہے بیشک وہ سننے والا قریب ہے

کفار مکہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ (معاذ اللہ) آپ گمراہ ہو گئے ہیں اس کا جواب اللہ تعالے نے حضور سے کہلوایا کہ انہیں فرمادیجئے کہ اگر تمہارے گمان باطل میں میں بہکا ہوا ہوں تو اس کا وبال میرے اوپر ہے اور اگر میں راہ پر ہوں تو اس کا سبب وحی الٰہی ہے جو مجھے کی جاتی ہے جس میں حکمت وبیان حق ہے اس لیے کہ راہ یاب ہوتا اللہ تعالے کی توفیق وہدایت پر ہے۔

اور متفقہ الامر یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں ان سے گناہ نہیں ہو سکتا اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو سید الرسل افضل الکل ہیں تمام خلق کو نیک راہیں آپ کی ہی اتباع سے ملتی ہیں باوجود جلالت منزلت ورفعت مرتبت آپ کو حکم الٰہی ہوا کہ نسبت علی سبیل الفرض اپنے نفس کی طرف فرمائیں تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ ضلالت کا منشا نفس انسانی ہے جبکہ اسے اس پر چھوڑ دیا جاتا ہے تو ضلالت پیدا ہوتی ہے اور ہدایت حضرت حق کی رحمت وموہبت سے حاصل ہوتی ہے اس کا مبدأ و منشا نفس نہیں اور وہ اتنا قریب اور سمیع ہے کہ ہر ہدایت یافتہ اور گمراہ کو جانتا ہے اور اس کے عمل وکردار سے پوری طرح باخبر ہے۔

کوئی کتنا ہی چھپ کر کوئی عمل کرے مگر اللہ تعالے سے وہ مخفی نہیں ہو سکتا۔

عرب کے ایک مایہ ناز شاعر جب اسلام لے آئے تو کفار مکہ نے انہیں طعنہ کیا اور کہا کہ تم اپنے دین سے پھر گئے باآنکہ تم بڑے شاعر اور ماہر لسان تھے۔

انہوں نے کہا ہاں یہ صحیح ہے کہ میں ماہر زبان اور شاعر تھا مگر وہ کلام مجھ پر غالب آگیا اور حضور سے جب میں نے تین آیتیں سنیں تو میں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اس کے قافیہ پر میں تین شعر کہوں۔ لیکن نہ کہہ سکا تو مجھے یقین آگیا کہ فی الواقع یہ کلام بشر نہیں ہے وہ تین آیتیں یہ ہیں۔

قُلْ اِنَّ رَبِّىْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ۝ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِىْ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِىْٓ اِلَىَّ رَبِّىْ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ (روح البیان)

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۔ اور اگر تو دیکھے جب وہ گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے تو پھر بچ کر نہ نکل سکیں گے اور پکڑ لیے جائیں گے قریب سے۔

یہاں فزعو سے مراد کفار کا مرنے کا بعد کا وقت ہے یا قبر سے اٹھنے کا یا میدان بدر میں ذلیل ہونے کا اور فلا فوت۔ محاورہ میں ایسے موقعہ پر بولتے ہیں جب بھاگنے بچنے اور چھپنے کی کوئی جگہ نہ مل سکے چنانچہ کفار جیسا بھی ہوں اس دن انہیں چھپنے بچنے کی کوئی جگہ نہ ملے۔

اور فزعو کے معنی اضطراب و اضطرار کے ہیں تو اس وقت وہ گھبرائے ہوئے ہوں اور گھبراہٹ میں پڑے جائیں اس وقت وہ معترف ہوں اور ایمان کی طرف میلان کریں جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَقَالُوْا اٰمَنَّا بِہٖ وَاَنّٰی لَہُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّکَانٍۭ بَعِیْدٍ۔ اور کہیں گے ہم اس پر ایمان لائے یعنی سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر حالانکہ اب وہ ایمان کہاں سے حاصل کر سکتے ہیں اب تو وہ دور ہو چکے۔

یعنی توبہ کا دروازہ بند ہو چکا۔ دار العمل سے نکل کر دار الجزاء میں آ چکے اب نہ تو یہ ہے نہ ایمان اب تو جیسا کیا اس کا بدلہ ملے گا یہ سب کچھ عذاب دیکھنے سے پہلے پہلے تھا۔

وَقَدْ کَفَرُوْا بِہٖ مِنْ قَبْلُ وَیَقْذِفُوْنَ بِالْغَیْبِ مِنْ مَّکَانٍۭ بَعِیْدٍ۔ بے شک وہ کفر کر چکے اس وقت سے پہلے اور بے دیکھے غیب کی ڈینگ مارتے تھے دور سے۔

یعنی نہ کچھ دیکھا نہ دیکھ سکتے تھے لیکن ہمارے حبیب کی شان میں بے سوچے سمجھے بکتے تھے کہ وہ شاعر ہیں ساحر ہیں کاہن ہیں حالانکہ انہوں نے حضور سے شعر و سحر اور کہانت کا کبھی صدور نہ دیکھا مگر حقیقت آشنائی کے مقام سے بعید رہ کر دور سے ہی بولیاں ٹھولیاں پھینکتے تھے۔

وَحِیْلَ بَیْنَہُمْ وَبَیْنَ مَا یَشْتَہُوْنَ کَمَا فُعِلَ بِاَشْیَاعِہِمْ مِّنْ قَبْلُ اِنَّہُمْ کَانُوْا فِیْ شَکٍّ مُّرِیْبٍ۔ اور روک کر دی گئی ان میں اور توبہ و ایمان میں جسے وہ اب چاہتے ہیں جیسے ان کے پہلوں سے کیا گیا تھا۔

اشیاع سے مراد ان جیسے لوگ ہیں جو پہلے گذر چکے وہ ہیں وہ بھی دھوکہ ڈالنے والے اور شک میں تھے یہ بھی ایسے ہی ہیں۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع سورۃ سبا پ ۲۲

قُلْ اِنَّمَا اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَۃٍ۔ فرما دیجئے میں تو تمہیں ایک ہی نصیحت کرتا ہوں۔

آلوسی فرماتے ہیں اَیْ مَا اُرْشِدُکُمْ وَاَنْصَحُ لَکُمْ اِلَّا بِخَصْلَۃٍ وَّاحِدَۃٍ۔ میری نصیحت و ہدایت تمہارے لیے صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ

اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰہِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی۔ تم اللہ کے لیے دو دو ایک ایک ہو کر قائم ہو جاؤ۔

روح المعانی میں اس کی تفسیر یہ ہے اَنْ تَجِدُّوْا وَتَجْتَھِدُوْا فِی الْاَمْرِ بِاِخْلَاصٍ لِوَجْہِ اللّٰہِ تَعَالٰی یہ کہ تم سعی و کوشش کرو امور اسلامی میں خالصاً لوجہ اللہ۔

مَثْنٰی وَفُرَادٰی سے مراد یہ ہے کہ مُتَفَرِّقِیْنَ اِثْنَیْنِ اِثْنَیْنِ وَاحِدًا وَاحِدًا فَاِنَّ فِی الْاِزْدِحَامِ عَلَی الْاَغْلَبِ تَشْوِیْشُ الْخَاطِرِ وَالْمَنْعُ مِنَ الْفِکْرِ وَتَخْلِیْطُ الْکَلَامِ وَقِلَّۃُ الْاِنْصَافِ کَمَا ھُوَ مُشَاھَدٌ فِی الدُّرُوْسِ الَّتِیْ یَجْتَمِعُ فِیْھَا الْجَمَاعَۃُ فَاِنَّہٗ لَا یَکَادُ یُوْقَفُ فِیْھَا عَلٰی تَحْقِیْقٍ۔

دو دو ایک ایک متفرق ہو کر غور کرو اس لیے کہ اکثر ازدحام متوحش خاطر ہو جاتا ہے اور غور کرنے میں رکاوٹ ڈال دیتا ہے اور مختلط گفتگو سے انصاف پر نظر نہیں رہتی جیسے اکثر دیکھا گیا ہے کہ اکثر مدرسوں میں کہ اس میں جماعتیں ہوتی ہیں تو تحقیق کا موقف نہیں رہتا۔

ثُمَّ تَتَفَکَّرُوْا مَا بِصَاحِبِکُمْ مِّنْ جِنَّۃٍ۔ پھر غور و فکر سے نتیجہ اخذ کرو کہ ایسا عظیم نظام جو دنیا اور آخرت پر حاوی ہو اس کا دعویٰ ایک مجنون کیسے کر سکتا ہے۔

پھر دلائل و براہین ایسے مسکت کیوں کر دے سکتا ہے۔

اور جب سب نے دیکھ بھی لیا کہ اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَرْجَحُ النَّاسِ عَقْلًا وَاَصْدَقُھُمْ قَوْلًا وَاَذْکَاھُمْ نَفْسًا وَاَفْضَلُھُمْ عِلْمًا وَاَحْسَنُھُمْ عَمَلًا وَاَجْمَعُھُمْ لِلْکَمَالَاتِ الْبَشَرِیَّۃِ وَجَبَ اَنْ تُصَدِّقُوْہُ فِیْ دَعْوَاہُ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم از روئے عقل سب سے زیادہ عقیل و فہیم ہیں سب سے زیادہ کلام میں سچے ہیں سب سے اپنی ذات میں اذکی ہیں سب سے زیادہ علم میں افضل ہیں سب سے زیادہ عمل میں بہتر ہیں اور سب سے زیادہ کمالات بشری کے جامع ہیں تو تم پر واجب و لازم ہے کہ ان کے دعوی کی تصدیق کرو۔

پھر اس کے ساتھ یہ فضائل بھی ان میں ہیں کہ بطور معجزہ بے جان پتھر بھی ان کے آگے جھکتا ہے

سَلَکَ الشَّجَرُ نَطَقَ الْحَجَرُ شَقَّ الْقَمَرُ بِاِشَارَتِہٖ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے نعتیہ کلام میں خوب فرمایا

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدے کریں | بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے!
جن کو سوئے آسماں پھیلا کے جل تھل کر دیے | صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

اسی لیے تم تَتَفَکَّرُوْا فرمایا کہ پھر غور کرو تا کہ تم سمجھ سکو کہ مَا بِصَاحِبِکُمْ مِّنْ جِنَّۃٍ اس تمہارے صاحب کی طرف جنون کی نسبت کرنا غلط ہے بلکہ تم پر واضح اور روشن ہو جائے گا کہ

اِنْ ھُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ۔ وہ مجنون نہیں مگر روشن طریقہ سے

ڈر سنانے والے ہیں کہ تمہارے آگے شدید عذاب آرہا ہے۔

اور عذاب شدید سے مراد ھُوَ عَذَابُ الْاٰخِرَةِ فَاِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَبْعُوْثٌ فِیْ نَسْمِ السَّاعَۃِ وَجَاءَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ وَضَمَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ الْوُسْطٰی وَالسَّبَّابَۃَ عذاب قیامت ہے اس لیے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم آثارات ساعۃ کے مخبر ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا میں ایسے حال میں مبعوث ہوا کہ قیامت اس طرح سامنے ہے اور یہ فرماتے ہوئے حضور نے سبابہ اور وسطی ملا کر دکھائیں۔ یعنے فرمایا جیسے کلمہ کی انگلی اور بڑی انگلی تمہارے سامنے ہے اور ساتھ ساتھ ہیں آگے ارشاد ہے۔

قُلْ مَا سَاَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَھُوَ لَکُمْ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ۔ یعنے جب بھی میں تم سے تبلیغ رسالت پر کچھ مانگوں تو وہ تمہارے ہی فائدے کے لیے ہے۔ اَیْ اَلَّذِیْ سَاَلْتُکُمْ مِنَ الْاَجْرِ فَھُوَ لَکُمْ وَثَمَرَتُہٗ لِنُجُوْدِ اِلَیْکُمْ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِشَارَۃٌ اِلَی الْمَوَدَّۃِ فِی الْقُرْبٰی فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اجر تبلیغ کا تم سے مطالبہ صرف مودۃ فی القربیٰ ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب انہیں فرما دیجئے کہ میں تم سے اجر تبلیغ میں کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر مودۃ فی القربیٰ۔

اس میں قربیٰ سے حضور کے قریبی مراد ہیں اور دوسری آیت کریمہ میں ہے مَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مودّۃ فی القربیٰ اتخاذ سبیل الی اللہ میں ہے۔

یہی وجہ ہے محبت قربیٰ جزو ایمان ہے اور جزو ایمان مومن کے لیے ہی فائدہ دے گا اور چونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر مطلع ہے تو وہ صدق و خلوص نیت سے واقف ہے اسی لیے فرمایا وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ اور قربیٰ میں صدیق و فاروق عثمان و علی و حسنین امہات المومنین سب داخل ہیں۔

اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں

سِتٌّ بِھِمْ اَجْمَعُ مُعْتَمَدًا بَلْ اَقْرِبَائِیْ کُلُّھُمْ

فِی الْقَبْرِ اِشْفَعْ یَا شَفِیْعُ بِالصَّادِ وَالنُّوْنِ وَالْقَلَمِ

آگے ارشاد ہے۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اے محبوب آپ فرما دیں میرا رب وحی فرماتا ہے

حق کے ساتھ اور وہ غیوب کا خوب جاننے والا ہے۔

قذف بالحق سے مراد علامہ سدی وحی کے ذریعہ حکم دنیا مراد لیتے ہیں۔

اور قتادہ اس سے مراد قرآن کریم لیتے ہیں۔

اور قذف کی تعریف یہ ہے اَلرَّمْیُ بِدَفْعٍ شَدِیْدٍ۔ وَهُوَ هٰهُنَا مَجَازٌ عَنِ الْاِلْقَاءِ۔ قذف بمعنی رمی شدید آتا ہے لیکن اس کے معنی مجازی القاء کے ہیں۔

اور اس میں یَقْذِفُ بِالْحَقِّ جو فرمایا یہاں بِ زائد ہے تو معنی یہ ہوئے اِنَّ رَبِّیْ یُلْقِی الْوَحْیَ وَیُنْزِلُهٗ عَلٰی قَلْبِ مَنْ یَّجْتَبِیْهِ مِنْ عِبَادِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی۔ بے شک میرا رب وحی فرماتا ہے اور اپنا حکم ہر اس شخص کے قلب پر نازل کرتا ہے جسے اپنے بندوں میں سے چن لے۔

ایک قول ہے کہ قذف متضمن بمعنی امر ہے ایسی صورت میں بِ زائد نہیں ہوگی تو معنی یہ ہوں گے اِنَّ رَبِّیْ یُلْقِیْ مَا یُلْقِیْ اِلٰی اَنْبِیَائِهٖ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ مِنَ الْوَحْیِ بِالْحَقِّ لَا بِالْبَاطِلِ۔

عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ یہ خبر ثانی ہے یعنی ہو علام الغیوب وہ خوب جاننے والا ہے غیبوں کا۔ اب آگے ارشاد ہے۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ۔ فرما دیجئے حق یعنی اسلام آگیا اور توحید عام ہو گئی یا قرآن آگیا اور توحید کا سکہ جم گیا اور باطل یعنی کفر و شرک گیا اور اس کے دلائل مضمحل ہو گئے اور ایسے ہو گئے کہ ان کا اثر بھی باقی نہ رہا۔

یہ محاورہ میں ہلاکت حی پر بولا جاتا ہے تو جیسے زندہ ہلاک ہو کر ہمیشہ کے لیے معدوم ہو جاتا ہے ایسے ہی دلائل قرآن و اسلام اور براہین توحید کے مقابل اب کفر و شرک زندہ نہیں ہو سکتا اور اس سے دنیا و آخرت میں نفع نہیں پہنچ سکتا۔

بعض نے اس سے مراد بت لیا چنانچہ ابی سلیمان کہتے ہیں اِنَّ الْمَعْنٰی اِنَّ الصَّنَمَ لَا یَبْتَدِئُ مِنْ عِنْدِهٖ کَلَامًا۔ باطل سے مراد صنم ہے اس لیے کہ صنم بولنے کے لیے بنا ہی نہیں اور اس سے کلام ہو ہی نہیں سکتا پھر ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ وَاِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْٓ اِلَیَّ رَبِّیْ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ۔ انہیں فرما دیجئے کہ اگر میں بہکا حق سے تو اس کا بار مجھ پر ہے اور اگر میں ہدایت پر رہا تو اس وحی کی نسبت سے جو میرے رب نے مجھے کی اور وہ بیشک سننے والا قریب ہے۔

یعنی اگر تمہارے گمان باطل میں میں ہدایت سے ہٹا ہوا ہوں تو یہ ہٹنا میرے اوپر ہی ہے اور اگر میں

ہدایت پر ہوں تو یہ ہدایت منجانب اللہ ہے جو وحی کے ذریعہ میرے رب نے کی اور وہ سننے والا اور قریب ہے۔

گویا مقصد ارشاد یہ ہے کہ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَا اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ اَیْ بِسَبَبِ نَفْسِیْ وَاِنِ اهْتَدَیْتُ فَاِنَّمَا اَهْتَدِیْ لِنَفْسِیْ بِهِدَایَۃِ اللّٰہِ وَتَوْفِیْقِہٖ سُبْحَانَہٗ۔

علامہ زمخشری اس کا حکم عام فرماتے ہیں اور کہتے ہیں وَاِنَّمَا اُمِرَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّسْنِدَ اِلٰی نَفْسِہٖ لِاَنَّ الرَّسُوْلَ اِذَا دَخَلَ تَحْتَہٗ مَعَ جَلَالَۃِ مَحَلِّہٖ وَسَدَادِ طَرِیْقَتِہٖ کَانَ غَیْرُہٗ اَوْلٰی بِہٖ حضور کا اپنی ذات اقدس کی طرف ضلالت کا منسوب کرنا بحکم الٰہی ہے اس لیے کہ رسول بھی جبکہ اس میں مع جلالہ محل وسداد طریقت کے داخل ہو سکتا ہے تو غیر بطریق اولی داخل ہے۔

علامہ رازی فرماتے ہیں اَیْ اِنَّ ضَلَالَ نَفْسِیْ کَضَلَالِکُمْ لِاَنَّہٗ صَادِرٌ مِّنْ نَفْسِیْ وَوَبَالُہٗ عَلَیْہَا وَاَمَّا اهْتِدَائِیْ فَلَیْسَ کَاهْتِدَائِکُمْ بِالنَّظْرِ وَالْاِسْتِدْلَالِ وَاِنَّمَا هُوَ مِنْ وَحْیِ الْمُنِیْرِ۔ میرے نفس کی گمراہی تمہارے جیسی ہے کیونکہ وہ میرے نفس سے ہے اور اسکا وبال اسی پر ہے اور میرا ہدایت پانا تمہاری ہدایت جیسا نہیں اس لیے کہ تمہاری ہدایت نظر و استدلال سے ہے اور ہدایت انبیاء کرام بذریعہ وحی منیر ہے۔

اِنَّہٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ اس لیے فرمایا کہ ذات واجب تعالیٰ شانہ سے کوئی شے مخفی نہیں وہ ہر ہدایت یافتہ اور گمراہ کو جانتا ہے۔

وَلَوْ تَرٰی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ اور آپ دیکھیں جبکہ وہ گھبراہٹ میں ڈالے جائیں تو وہ بچ کر نہ جا سکیں گے اور جہنم کے لیے پکڑے جائیں گے قریب سے۔

اس میں حضور کے لیے خطاب ہے یا ہر اس سے مخاطبہ ہے جس کی رویت صحیح ہو اور اِذْ فَزِعُوْا سے مراد کفار کی گھبراہٹ ہے۔

ابن ابی حاتم مجاہد سے راوی ہیں کہ اس سے مراد یوم قیامت ہے۔

ابن منذر کہتے ہیں اِنَّہٗ فِی الدُّنْیَا عِنْدَ الْمَوْتِ حِیْنَ عَایَنُوا الْمَلَائِکَۃَ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ۔ اس سے مراد دنیا میں مرنے کا وقت ہے جب وہ ملائکہ عذاب کو دیکھیں گے۔

اور عبد بن حمید ضحاک سے راوی ہیں اِنَّہٗ یَوْمُ بَدْرٍ فَقِیْلَ هُوَ فَزَعُ الْحَرْبِ۔ اس سے مراد یوم بدر میں جنگ کی گھبراہٹ ہے۔

اور فَلَا فَوْتَ کے معنی یہ ہیں فَلَا یَفُوْتُوْنَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے بھاگ

نہیں سکتے اور

وَأُخِذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ۔ وہ قریب سے پکڑے جائیں گے جہنم کی طرف

وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ۔ اور کافر کہیں ہم ایمان لائے اللہ عزوجل پر یا حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر لیکن کہاں حاصل ہو سکتا ہے انہیں ایمان اب دور سے۔

یعنی ایمان کے جہاں مکلف تھے وہاں ایمان نہ لائے اب عذاب دیکھ کر آمنا کہتے ہیں اور یہ مقام جزا ہے موقع جزا پر ایمان حاصل نہیں ہو سکتا۔

تناوش کے معنی راغب اصفہانی تناول کرتے ہیں یعنی ایمان حاصل کرنا۔

زمخشری مجاہد سے ناقل ہیں هُوَ تَنَاوُلُ سَهْلِ الشَّيْءِ۔ تناوش کا معنی آسانی سے کسی چیز کا حاصل کرنا۔ تو فرمایا وَأَنَّىٰ کہاں آسان ہے انہیں اب ایمان کا حاصل کرنا مقام بعید سے یعنی وہ وقت جب کہ ایمان مل سکتا تھا وہ اب دور چلا گیا اور جب وقت توبہ اور ایمان کا تھا اس وقت انہوں نے کیا کیا اسے فرمایا جاتا ہے۔

وَقَدْ كَفَرُوا مِن قَبْلُ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ۔ اور اس سے پہلے یہ کفر کیا کرتے تھے اور غیب پر ٹولیاں ٹھولیاں پھینکتے تھے دور سے۔

يَعْنِي كَانُوا يَرْجُمُونَ بِالْمَظْنُونِ وَيَتَكَلَّمُونَ بِمَا لَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ۔ اپنے گمان باطل سے وہ باتیں کرتے تھے جن کی حقیقت ان پر ظاہر نہ تھی یعنی کبھی کہتے اللہ کے شریک ہیں بت ہیں کبھی کہتے یہ رسول (معاذ اللہ) جادوگر اور کاہن و شاعر ہیں کبھی کہتے کہ ملائکہ اللہ تعالے کی بیٹیاں ہیں تَعَالَى اللهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔

آج آمَنَّا بِهِ کہتے ہیں تو آج آمنا کہہ کر ایمان کہاں حاصل کر سکتے ہیں بلکہ

وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِم مِّن قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ اور حائل ہو گیا ان میں اور اس میں جو وہ چاہ رہے ہیں جیسا کہ ان کے مشابہ پہلے کافروں پر حائل ہوا بے شک وہ شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

ابن عباس فرماتے ہیں حِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ سے مراد حشر کے دن رجوع الی الدنیا کی آرزو ہے۔

حسن فرماتے ہیں اس سے مراد ایمان مقبول ہے

قتادہ کہتے ہیں طاعۃ اللہ مراد ہے۔

سدی کہتے ہیں تو یہ مراد ہے۔
مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد اہل و مال اور اولاد کے ذریعہ نجات چاہنا مراد ہے۔
اور آشیاع بمعنی اشباہ ہے اور اس سے اصحاب فیل کے ساتھ جو ہوا وہ ہے۔

سُوْرَۃُ فَاطِرٍ

وَتُسَمّٰی سُوْرَۃُ الْمَلٰٓئِکَۃِ۔ اس سورۃ کا نام سورۃ ملائکہ بھی ہے۔
یہ بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما مکیہ ہے۔
اور مجمع البیان میں حسن فرماتے ہیں کہ یہ مکی ہے مگر دو آیتیں اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ اور
وَاَوْرَثْنَا الْکِتَابَ یہ مکی نہیں ہیں۔
اس میں ۴۶ آیت ہیں اور بروایت شامی ۴۵ آیت ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ فاطر ۲۲

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمان و زمین پیدا کیے اور فرشتوں کو رسول کرنے والا جنکے دو دو تین تین چار چار پر ہیں بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَہَا وَمَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

جو کھولے اللہ لوگوں کے لیے رحمت سے اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جو روک لے تو نہیں کوئی چھوڑنے والا اس کے بعد اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ

اے لوگو یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر کی گئی کیا اللہ

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝

کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے کہ روزی دے تمہیں آسمان و زمین سے نہیں کوئی معبود اس کے سوا تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو بے شک جھٹلائے گئے کتنے رسول تم سے پہلے اور اللہ کی طرف ہی سب کام پھرتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝

اے لوگو بے شک اللہ کا وعدہ سچ ہے تو نہ دھوکہ دے تمہیں دنیا کی زندگی اور نہ فریب دے تمہیں اللہ کے نام پر وہ بڑا فریبی ہے۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ بلاتا ہے اپنے گروہ کو تاکہ ہو جائیں وہ دوزخیوں میں سے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۬ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

کافروں کے لیے سخت عذاب ہے اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

لفظی ترجمہ

اَلْحَمْدُ۔ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ۔ اللہ ہی کی ہیں جو	فَاطِرِ۔ پیدا کرنے والا ہے	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کا	جَاعِلِ۔ بنانے والا ہے	الْمَلٰٓئِكَةِ۔ فرشتوں کو
رُسُلًا۔ پیغام رساں	اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ۔ پروں والے	مَّثْنٰى۔ دو دو	وَ۔ اور
ثُلٰثَ۔ تین تین	وَ۔ اور	رُبٰعَ۔ چار چار	يَزِيْدُ۔ بڑھاتا ہے
فِي۔ بیچ	الْخَلْقِ۔ پیدائش کے	مَا۔ جو	يَشَآءُ۔ چاہے
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	عَلٰى۔ اوپر	كُلِّ۔ ہر
شَيْءٍ۔ چیز کے	قَدِيْرٌ۔ قادر ہے	مَا۔ جو	يَفْتَحِ۔ کھولے

اللّٰہُ ۔ اللہ | لِلنَّاسِ ۔ لوگوں کے لیے | مِنْ رَّحْمَتِہَا ۔ اپنی رحمت سے
فَلَا ۔ تو نہیں | مُمْسِكَ ۔ کوئی روکنے والا | لَهَا ۔ اس کو | وَ ۔ اور
مَا ۔ جو | يُمْسِكْ ۔ روک لے | فَلَا ۔ تو نہیں کوئی | مُرْسِلَ ۔ بھیجنے والا
لَهٗ ۔ اس کو | مِنْۢ بَعْدِهٖ ۔ اس کے بعد | وَ ۔ اور | هُوَ ۔ وہ
الْعَزِيْزُ ۔ غالب ہے | الْحَكِيْمُ ۔ حکمت والا | يٰٓاَيُّهَا ۔ اے | النَّاسُ ۔ لوگو
اذْكُرُوْا ۔ یاد کرو | نِعْمَتَ ۔ نعمت | اللّٰهِ ۔ اللہ کی | عَلَيْكُمْ ۔ اپنے اوپر
هَلْ ۔ کیا کوئی | مِنْ خَالِقٍ ۔ پیدا کرنیوالا ہے | غَيْرُ ۔ سوا | اللّٰهِ ۔ اللہ کے جو
يَرْزُقُكُمْ ۔ رزق دے تم کو | مِّنَ السَّمَآءِ ۔ آسمان سے | وَ ۔ اور | الْاَرْضِ ۔ زمین سے
لَآ ۔ نہیں | اِلٰهَ ۔ کوئی معبود | اِلَّا ۔ مگر | هُوَ ۔ وہی
فَاَنّٰى ۔ تو کہاں | تُؤْفَكُوْنَ ۔ پھیرے جاتے ہو | وَ ۔ اور | اِنْ ۔ اگر
يُّكَذِّبُوْ ۔ جھٹلائیں | كَ ۔ تجھ کو | فَقَدْ ۔ تو بیشک | كُذِّبَتْ ۔ جھٹلائے گئے
رُسُلٌ ۔ رسول | مِّنْ قَبْلِكَ ۔ تجھ سے پہلے | وَ ۔ اور | اِلَى ۔ طرف
اللّٰهِ ۔ اللہ کی | تُرْجَعُ ۔ لوٹائے جاتے ہیں | الْاُمُوْرُ ۔ سب کام | يٰٓاَيُّهَا ۔ اے
النَّاسُ ۔ لوگو | اِنَّ ۔ بیشک | وَعْدَ ۔ وعدہ | اللّٰهِ ۔ اللہ کا
حَقٌّ ۔ سچا ہے | فَلَا ۔ تو نہ | تَغُرَّنَّكُمُ ۔ دھوکہ دے تمہیں | الْحَيٰوةُ ۔ زندگی
الدُّنْيَا ۔ دنیا کی | وَ ۔ اور | لَا ۔ نہ | يَغُرَّنَّكُمْ ۔ دھوکہ دے تم کو
بِاللّٰهِ ۔ اللہ کے متعلق | الْغَرُوْرُ ۔ دھوکے باز | اِنَّ ۔ بیشک | الشَّيْطٰنَ ۔ شیطان
لَكُمْ ۔ تمہارا | عَدُوٌّ ۔ دشمن ہے | فَاتَّخِذُوْهُ ۔ تو بناؤ اسے | عَدُوًّا ۔ دشمن
اِنَّمَا ۔ اس کے سوا نہیں | يَدْعُوْا ۔ کہ بلاتا ہے وہ | حِزْبَهٗ ۔ اپنے لشکر کو | لِيَكُوْنُوْا ۔ تاکہ ہوں وہ
مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۔ دوزخ والوں سے | اَلَّذِيْنَ ۔ وہ جو | كَفَرُوْا ۔ کافر ہوئے
لَهُمْ ۔ ان کے لیے | عَذَابٌ ۔ عذاب ہے | شَدِيْدٌ ۔ سخت | وَ ۔ اور
الَّذِيْنَ ۔ وہ جو | اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے | وَ ۔ اور | عَمِلُوا ۔ عمل کیے
الصّٰلِحٰتِ ۔ اچھے | لَهُمْ ۔ ان کے لیے | مَّغْفِرَةٌ ۔ بخشش ہے | وَّ ۔ اور
اَجْرٌ ۔ اجر | كَبِيْرٌ ۔ بڑا

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع سورۃ فاطر پ ۲۲

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ سب خوبیاں اللہ تعالےٰ کو جو آسمانوں اور زمین کو بنانے والا ہے۔

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔ فرشتوں کو رسول کرنے والا اپنے انبیاء کی طرف، جن کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں

یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ۔ زیادہ کرے آفرینش میں جو چاہے۔

ان فرشتوں میں اور ان کے سوا اور مخلوق میں۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا۔ بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اللہ جو رحمت کھولتا ہے لوگوں کے لیے اس کا کوئی روکنے والا نہیں۔

جیسے بارش کہ اسے کوئی نہیں روک سکتا ایسے ہی رزق اور صحت وغیرہ کے۔

وَمَا یُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ۔ اور جو کچھ وہ روک لے تو اس کے روکنے کے بعد اس کا کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی عزت اور حکمت والا ہے اے لوگو اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو۔

کہ اس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا آسمان کو بغیر کسی ستون کے قائم کیا، راہ مستقیم دکھائی اور دعوت الی اللہ دینے کے لیے اپنے رسولوں کو بھیجا اور تم پر رزق کے دروازے کھولے کیا ایسا احسان کرنے والا سوا اللہ تعالےٰ کے ہے۔

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ کیا ہے کوئی خالق اللہ کے سوا جو تمہیں رزق دے آسمان اور زمین سے۔

مینہ برسا کر انواع و اقسام کے نباتات پیدا کرکے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ۔ نہیں کوئی معبود مگر وہی اللہ تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو۔

باآنکہ تم جانتے ہو کہ وہی خالق و رازق ہے پھر ایمان سے اور اس کی توحید سے کیوں منحرف ہو کر اوندھے راستہ چل رہے ہو۔

اس کے بعد اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے ارشاد ہے۔

وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ اے محبوب اگر یہ تمہیں جھٹلائیں۔ اور آپ کی نبوت ورسالت کو نہ مانیں اور ہماری توحید اور بعث وحساب اور عذاب آخرت کا انکار کریں تو آپ سے پہلے جتنے رسول آئے انہیں بھی یہ جھٹلا چکے ہیں۔

مگر انہوں نے صبر کیا آپ بھی صبر فرمائیں۔ کفار کا دستور انبیاء کرام کے ساتھ ہمیشہ سے ایسا ہی رہا ہے بلکہ آپ کے خاتم الانبیاء ہونے کی تکذیب کرنے والے اور خاتم النبیین کے معنی میں تاویلات بعیدہ بھی کرنے والے پیدا ہوں گے جو آپ کے منصب کے خلاف ہی نہ ہوں گے بلکہ قرآن میں بھی دست اندازی کریں گے۔ اور کہیں گے کہ آپ کا خاتم النبیین ہونا بایں معنی ہے کہ آپ ہر مدعی نبوت کی تصدیق کریں گے خواہ وہ آپ سے پہلے نبی ہوئے یا آپ کے بعد۔ خاتم کے معنی آخر نبی کے نہ لیں گے جیسے محمد بن تومرت۔ اتیق اخرس۔ طلیحہ۔ مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی حتیٰ کہ غلام احمد کادیانی جو مرزا تھا اور کادیاں میں پیدا ہوا اعاذنا اللہ تعالےٰ۔

اور سب کام اللہ کی طرف پھرتے ہیں۔ جس سے تکذیب کرنے والے سزا پائیں گے اور وہی اللہ اپنے نبیوں کی مدد فرمائے گا۔ اب ارشاد عام ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ۔ اے لوگوں بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

اور قیامت ضرور آئے گی مرنے کے بعد تم ضرور اٹھائے جاؤ گے اور آخرت میں تمہارے اعمال کا حساب ضرور ہوگا اور ہر ایک کو اس کے اعمال صالح کی جزا اور اعمال طالح کی سزا ضرور ملے گی۔

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا۔ تمہیں دھوکہ نہ دے دنیا کی زندگی۔

کہ اس کی لذتوں میں مشغول رہ کر آخرت کو بھول جاؤ۔

وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ۔ اور تمہیں اللہ کے حکم کے ساتھ شیطان فریب نہ دے۔

یعنی وہ لعین ابلیس تمہارے دلوں میں یہ وسوسہ نہ ڈال دے کہ خوب گناہ کرو۔ اللہ تعالےٰ رحیم کریم حلیم ہے وہ تمہاری خطاؤں سے درگذر فرمائے گا۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ رحیم کریم حلیم ہے لیکن شیطان کے فریب کاری یہ ہے کہ وہ بندوں کو اس سے صالح اعمال سے روکتا ہے۔ اور عصیان شعاری پر جرأت دلاتا ہے لہٰذا اس سے ہوشیار رہو اس لیے کہ

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا۔ بے شک شیطان تمہارے حق میں دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔

اور ظاہر ہے کہ دشمن کے فریب میں آنے والا خراب ہی ہوتا ہے لہٰذا اس کا فریب نظر میں رکھو

اور اپنے ارحم الراحمین کی اطاعت میں مشغول رہو اور وہ اپنے متبع گروہ کو کفر کی طرف بلاتا ہے۔
اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ۔ اور اس کا بلانا اپنے متبعین کو کفر کی طرف اس لیے ہے کہ وہ جہنم والے ہو جائیں۔

اس کے بعد شیطان کے پیروکاروں اور اس کے مخالفین کا حال مفصل بیان فرمایا جاتا ہے۔
اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ۔ وہ جو کافر ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔
یعنی متبعین شیطان خدا کے منکر کافر ہیں وہ سخت عذاب کے مستحق ہیں۔
وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ۔ اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

فاطر۔ فطر سے مشتق ہے۔ اور فطر کہتے ہیں مطلق شق کو یعنی پھاڑنے کو خواہ طولا کوئی چیز پھاڑ دی جائے یا عرضاً ہیں تو فاطر السمٰوات آسمانوں کا پھاڑنے والا تاکہ وہاں سے روحیں اتریں۔ اور زمین کا پھاڑنے والا تاکہ اس سے اجسام کا خروج ہو۔
آیہ کریمہ میں فاطر سے مراد مُبدِع اور موجد ہے یعنی کتم عدم سے منصہ شہود پر لانے والا اور فاطر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ فاطر پ ۲۲

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کو ہیں جو موجد سما و ارض ہے
آلوسی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَیۡ مُوۡجِدُہُمَا مِنۡ غَیۡرِ مِثَالٍ یُحۡتَذٰی بِہٖ وَلَا قَانُوۡنٍ یُنۡتَحٰی
یعنی آسمان و زمین کا موجد بلا ایسی مثال کے جو مقابلہ میں ہو اور نہ کسی قانون کے جو اس کے مقابل ہو۔
فَالۡفَطۡرُ الۡاِبۡدَاعُ۔
وَقَالَ الرَّاغِبُ ھُوَ اِیۡجَادُہٗ تَعَالیٰ الشَّیۡءَ وَاِبۡدَاعُہٗ عَلٰی ھَیۡئَۃٍ مُتَرَشِّحَۃٍ لِفِعۡلٍ مِّنَ الۡاَفۡعَالِ فطر یہ اللہ تعالیٰ کی ایجاد ہے کسی شئے کی اور اس کی ابداع اس کی ہیئت پر جو افعال الٰہی کے کسی فعل سے ہو۔

لغت فطر کی تصریح پر اہل عرب کی طرف سے وضاحت

عبد بن حمید اور بیہقی شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں قَالَ کُنۡتُ لَا اَدۡرِیۡ مَا فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ حَتّٰی اَتَانِیۡ اَعۡرَابِیَّانِ یَخۡتَصِمَانِ فِیۡ بِئۡرٍ فَقَالَ اَحَدُھُمَا اَنَا فَطَرۡتُھَا اَیۡ

اِبْتَدَأْتُہَا وَاَصْلُ الْفَطْرِ الشَّقُّ۔ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ فاطر السمٰوات والارض کا کیا مفہوم ہے
تو دو اعرابی جھگڑتے ہوئے آئے ایک کنوئیں پر تو ایک ان میں سے کہنے لگا میں نے اس کا فطر کیا تھا۔
جس کے یہ معنی مراد لیے کہ میں نے اس کی ابتداء کی تھی۔
اور فطر کے اصل معنی چیرنے کے ہیں۔

وَقَالَ الرَّاغِبُ اَلشَّقُّ طُوْلًا ثُمَّ تَجَوَّزَ بِہٖ عَمَّا تَقَدَّمَ وَشَاعَ فِیْہِ حَتّٰی صَارَ حَقِیْقَۃً اَیْضًا۔
وَقِیْلَ فِیْ ذٰلِکَ کَاَنَّہٗ تَعَالٰی شَقَّ الْعَدَمَ بِاِخْرَاجِہِمَا مِنْہُ۔ اس میں یہ بتایا گیا کہ گویا اللہ تعالیٰ
نے عدم کو چیر کر زمین و آسمان خارج فرمائے۔

وَیَکُوْنُ اِشَارَۃً اِلَی الْاَمْطَارِ وَالنَّبَاتِ۔ اور اس میں اشارہ ہے بارشوں کی طرف آسمان سے
اور نبات کی طرف زمین سے۔

تو گویا آیۂ کریمہ میں ارشاد ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ بِالْاَمْطَارِ وَفَاطِرِ الْاَرْضِ بِالنَّبَاتِ
تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو آسمانوں کو چیرتا ہے بارش کے ساتھ اور زمین کو چیرتا ہے
سبزیوں کے ساتھ۔

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا۔ کرنے والا ہے فرشتوں کو رسول

اس پر دو قول ہیں۔ یُحْتَمَلُ اَنْ یَّکُوْنَ مَعْنَاہُ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ وَسَائِطَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ
اَنْبِیَائِہٖ وَالصَّالِحِیْنَ مِنْ عِبَادِہٖ یُبَلِّغُوْنَ اِلَیْہِمْ رِسَالَتَہٗ سُبْحٰنَہٗ بِالْوَحْیِ وَالْاِلْہَامِ وَالرُّؤْیَا
الصَّادِقَۃِ۔ ایک قول تو یہ ہے کہ ملائکہ علیہم السلام کو ذریعہ بناتا ہے اپنے اور انبیاء کرام کے مابین
اور اپنے صالح بندوں کو ان کی رسالت پہنچاتا ہے جو انہیں وحی اور الہام اور رویا صادقہ سے پہنچی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جَاعِلُہُمْ وَسَائِطَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ خَلْقِہٖ عَزَّوَجَلَّ یُوْصِلُوْنَ اِلَیْہِمْ اٰثَارَ
قُدْرَتِہٖ وَصُنْعِہٖ کَالْاَمْطَارِ وَالرِّیَاحِ وَغَیْرِہِمَا وَہُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُوَکَّلُوْنَ بِاُمُوْرِ الْعَالَمِ۔
ذریعہ بناتا ہے ان میں اور اللہ کی مخلوق میں کہ انہیں آثار قدرت اور صنعت کمال مثل بارش اور ہوا
وغیرہ کے پہنچاتے ہیں اور وہ وہی ملائکہ ہیں جو مؤکل ہیں امور عالم پر جن کا تذکرہ فالمدبرات امرا فرما کر
سورہ نازعات میں بتایا گیا ہے۔

وَقَالَ الْاِمَامُ اِنَّ الْحَمْدَ یَکُوْنُ عَلَی النِّعَمِ وَنِعَمُہٗ تَعَالٰی عَاجِلَۃٌ وَّاٰجِلَۃٌ وَّہُوَ فِیْ سُوْرَۃِ سَبَا
اِشَارَۃٌ اِلٰی نِعْمَۃِ الْاِیْجَادِ وَالْحَشْرِ وَدَلِیْلُہٗ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْہَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ
السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْہَا۔

حمد اللہ کی نعمتوں پر اور اللہ تعالے کی نعمتیں عاجل اور آجل یعنی فوراً اور دیر سے ظاہر ہوتی ہیں اور وہ جو سورۃ سبا میں ہے وہ اشارہ ہے نعمت ایجاد اور حشر کی طرف اور اس کی دلیل آیہ کریمہ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ الخ ہے۔

اور اس سورۃ مبارکہ میں حمد سے اشارہ ہے اس نعمت کی طرف جو آخرت میں باقی ہو اور جاعل الْمَلٰئِكَةِ رُسُلًا کے یہ معنی ہیں کہ يَجْعَلُهُمْ مُنْجِيَةً رُسُلًا يَتَلَقَّوْنَ عِبَادَ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا قَالَ سُبْحَانَهٗ تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰئِكَةُ فَيَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمَعْنٰى اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ شَاقِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِنُزُوْلِ الْاَرْوَاحِ مِنَ السَّمَآءِ وَخُرُوْجِ الْاَجْسَادِ مِنَ الْاَرْضِ وَجَاعِلِ الْمَلٰئِكَةِ رُسُلًا فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ يَتَلَقَّوْنَ عِبَادَهٗ۔

اللہ تعالے نے ملائکہ کو رسول بنایا کہ وہ اللہ کے بندوں سے ملیں جیسے ارشاد تتلقاہم الملائکۃ ملیں گے ان سے فرشتے تو یہ معنی جائز ہوں گے جو کیے جائیں الحمد للہ الخ

سب حمد اللہ کو ہیں جو آسمان وزمین کا نزول ارواح کے لیے چیرنے والا ہے بروز قیامت کہ وہ آسمان سے اتریں اور زمین کا چیرنے والا ہے خروج اجساد کے لیے کہ وہ زمین سے نکلیں گے اور ملائکہ کو رسول اس دن بنایا جائے گا کہ وہ بندوں سے مل کر کہیں هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔

تو پہلی سورۃ سبا کے مضمون سے سورۃ فاطر کا یہ ربط ہوا کہ

سبا میں ارشاد ہوا وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ بروز قیامت اللہ تعالے مشرکوں اور قبولیت توبہ کے مابین آڑ فرمائے گا اور مشرک مشرکوں میں ہی رہ جائیں اس لیے کہ وہ ریب وشک میں ہی رہتے تھے تو ان آنے والوں میں انقطاع رجا قبولیت فرمادیا گیا۔

اب سورۃ فاطر میں حال مومنین بیان کرنے سے اول ارسال ملائکہ کی بشارت دی اس لیے تُفَتَّحُ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ لَهُمْ۔ مومنین کے لیے ابواب کھول دیے جائیں گے۔

اسی وجہ میں مفسرین نے فاطر اللہ تعالے کی صفت فرمائی۔ اور اضافت اضافت محضہ رکھی گئی ارشاد ہے جو صفت ہے ملائکہ کی چنانچہ ارشاد ہے۔

اُولِيْ اَجْنِحَةٍ۔ وہ ملائکہ جو رسل بنائے جائیں گے وہ پر اور بازو والے ہوں گے۔

مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔ دو دو تین تین چار چار اس سے یہ مراد ہے کہ ہم ذوا جنحہ متعددہ متفاوتہ فی العدد حسب تفاوت مَا لَهُمْ مِّنَ الْمَرَاتِبِ يَتَنَزَّلُوْنَ بِهَا وَيَعْرُجُوْنَ اَوْ يُسْرِعُوْنَ بِهَا حَيْثُ يَأْمُرُهُمُ اللّٰهُ

وہ فرشتے پر دار ہوں گے اور وہ پر متفاوت ہوں گے گنتی میں بموجب تفاوت مرتبہ کے ان کے ذریعہ وہ اتریں گے اور چڑھیں گے اور تیزی سے جائیں گے جب کہ وہ حکم کیے جائیں اور یہ ایسی مخلوق ہے جس کے دو پر بھی ہیں اور تین بھی اور چار بھی حسب مراتب۔

چنانچہ شیخین اور ترمذی ابن مسعود سے راوی ہیں کہ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی کی تفسیر میں ہے رَاٰی جِبْرِیْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ۔ حضور نے جبریل امین کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔

اور ترمذی مسروق سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَرَ جِبْرِیْلَ فِیْ صُوْرَتِهٖ اِلَّا مَرَّتَیْنِ مَرَّةً عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی وَمَرَّةً فِیْ جِیَادٍ لَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ قَدْ سَدَّ الْاُفُقَ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو بار ملاحظہ فرمایا ایک بار سدرۃ المنتہی پر اور ایک بار جیاد میں آپ کے چھ سو پر تھے جنہوں نے افق سما کو ڈھانپ رکھا تھا (روح المعانی)

بہر حال ملائکہ ذوا جنحہ ہیں اور ان کی صفت یہ ہے جو ارباب شرائع نے کی۔

اِنَّ الْمَلٰٓئِکَةَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ اَجْسَامٌ لَطِیْفَةٌ نُوْرَانِیَّةٌ یَقْدِرُوْنَ عَلَی التَّشَکُّلِ بِالصُّوَرِ الْمُخْتَلِفَةِ وَعَلَی الْاَفْعَالِ الشَّاقَّةِ۔ بے شک ملائکہ علیہم السلام اجسام لطیفہ نوریہ ہیں انہیں قدرت دی گئی ہے کہ وہ صور مختلفہ پر متشکل ہوں اور سخت سے سخت مشکل کاموں پر غالب ہوتے ہیں۔

اور فلاسفہ اپنے عقل کے خر لنگ پر جب تحقیق کو نکلے تو انہوں نے یہ کہا اِنَّ الْمَلٰٓئِکَةَ هِیَ عُقُوْلُ الْمُجَرَّدَةُ۔ ملائکہ عقول مجردہ کا نام ہے۔

ایسے ہی اشراقیین نے بھی اپنے عقلی چکر سے بہت لمبی بحث کر ڈالی ہے۔ مختصر یہ کہ اس کے بعد ارشاد الٰہی ہے۔

یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اپنی خلق میں جو چاہے بڑھا دے بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

یہاں زجاج کہتے ہیں هٰذَا فِی الْاَجْنِحَةِ الَّتِیْ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اَیْ یَزِیْدُ فِیْ خَلْقِ الْاَجْنِحَةِ لِلْمَلٰٓئِکَةِ مَا یَشَآءُ فَیَجْعَلُ لِکُلٍّ سِتَّةَ اَجْنِحَةٍ اَوْ اَکْثَرَ۔ یہاں یزید فرما کر ملائکہ کے لیے ارشاد ہوا یعنی خلق اجنحہ میں ملائکہ کے لیے جو چاہے زیادہ کر دے تو ان میں چھ پر یا اس سے زائد بھی پیدا کرے۔

اور حسن فرماتے ہیں یزید دفع توہم کے لیے ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالٰی نے چار سے زائد نہیں فرما سکتا۔

اور سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یَزِیْدُ فِی خَلْقِ الْمَلٰئِکَۃِ وَالْاَجْنِحَۃِ مَا یَشَآءُ۔ اللہ تعالیٰ ملائکہ کے پیدا فرمانے میں جیسے زیادہ کرنے پر قادر ہے ایسے ہی پر جتنے چاہے فرما دے۔

بعض نے یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ کی یوں تفسیر کی۔

اَلْخَلْقُ خَلْقُ الْاِنْسَانِ مَا یَشَآءُ الْخُلُقَ الْحَسَنَ اَوِ الصَّوْتَ الْحَسَنَ اَوِ الْخَطَّ الْحَسَنَ اَوِ الْمَلَاحَۃَ فِی الْعَیْنِ اَوْ فِی الْاَنْفِ اَوْ فِی الْوَجْہِ اَوْ خِفَّۃَ الرُّوْحِ اَوْ جُعُوْدَۃَ الشَّعْرِ وَحُسْنَہٗ اَوِ الْعَقْلَ اَوِ الْعِلْمَ اَوِ الصَّنْعَۃَ اَوِ الْعِفَّۃَ فِی الْفُقَرَآءِ وَحَلَاوَۃَ النُّطْقِ۔

یزید فی الخلق سے مراد خلق انسانی ہے وہ چاہے خلق حسن بڑھا دے یا خوش آواز کر دے یا ناک نقشہ کے حسین کو اور بے یا چشم سرگیں بخش دے یا ناک سے حسن دوبالا فرما دے یا خدوخال سے حسین کر دے یا روح لطیف میں مزید لطافت بخش دے یا بال گھنگریالے کر دے یا حسن عقل یا جوہر علم عطا فرما دے یا عفت کی دولت سے مالا مال کر دے یا حلاوۂ نطق بخش دے اور آخر میں اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فرما دیا۔ پھر ارشاد ہے۔

مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا وَمَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ جو کچھ اللہ کھولے اپنی رحمت سے لوگوں کے لیے تو اسے روکنے والا کوئی نہیں اور جو کچھ روکے تو کوئی اسے چھوڑنے والا نہیں اس کے بعد اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اس کے معنی علامہ آلوسی یہ کر رہے ہیں اَیْ اَیُّ شَیْءٍ یَفْتَحُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَتِہٖ اَیُّ رَحْمَۃٍ کَانَتْ مِنْ نِعْمَۃٍ وَصِحَّۃٍ وَاَمْنٍ وَّعِلْمٍ وَحِکْمَۃٍ اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ مِمَّا لَا یُحَاطُ بِہٖ یعنی جو شے بھی اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ رحمت سے کھولے خواہ وہ نعمت صحت ہو یا امن و علم اور حکمت وغیرہ سے جس کی حد نہیں۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ السُّدِّیِّ اَلرَّحْمَۃُ الْمَطَرُ۔ سدی فرماتے ہیں رحمت سے مراد بارش ہے۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلتَّوْبَۃُ۔ ابن عباس فرماتے ہیں رحمت سے مراد قبولیت توبہ ہے۔ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا۔ تو اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کسی قسم کی رحمت کو کوئی روکنے پر قادر نہیں۔

وَمَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ اور جو رحمت اللہ تعالیٰ

روک دے تو اس سے کوئی جاری نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

کہ وہ اپنی حکمت و مصالح سے جو چاہے کرے۔

آیۂ کریمہ پر ابن منذر عامر بن عبد قیس سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا اَرْبَعُ آیَاتٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِذَا قَرَأْتُھُنَّ فَمَا اُبَالِیْ مَا اُصْبِحُ عَلَیْہِ وَاُمْسِیْ۔

مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا وَمَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ۔

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِہٖ۔

وَسَیَجْعَلُ اللّٰہُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا۔

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔

وَبَعْدَ مَا بَیَّنَ سُبْحَانَہٗ اَنَّہُ الْمُوْجِدُ لِلْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْمُتَصَرِّفُ فِیْھِمَا عَلَی الْاِطْلَاقِ اَمَرَ النَّاسَ قَاطِبَۃً اَوْ اَھْلَ مَکَّۃَ۔

چار آیتیں ہیں قرآن کریم میں جب میں نے انہیں پڑھا تو اب مجھے پرواہ نہیں رہی کہ شام کیا ہوتی ہے اور صبح کیسی۔

پہلی آیت مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ۔

اور دوسری آیت وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ

اور تیسری آیت سَیَجْعَلُ اللّٰہُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا۔

اور چوتھی آیت وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔

اس کے علاوہ جس پر آیتیں اور بھی ہیں مثلاً اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ اس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِذَا اشْتَدَّتْ بِکَ الْبَلْوٰی فَفَکِّرْ فِیْ اَلَمْ نَشْرَحْ

فَعُسْرٌ بَیْنَ یُسْرَیْنِ اِذَا فَکَّرْتَہٗ فَافْرَحْ

یعنی جب تجھ پر بلاؤں کی شدت ہو تو سورۃ اَلَمْ نَشْرَحْ میں غور کر۔ اس لیے کہ ایک تنگی دو آسانیوں کے درمیان ہے جب تو اس پر غور کرے گا تو خوش ہوگا۔

یعنی جب اَلَمْ نَشْرَحْ کی تلاوت کی جائے گی تو اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا میں غور کرنے کے بعد واضح ہوگا کہ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا کے ساتھ مَعَ الْعُسْرِ آیا ہے تو اس کے اول میں عسر یسرا کے بعد عسر ہے پھر یسر ہے تو ایک عسر یعنی سختی اول آخر کے دو یسر یعنی آسانی کے بیچ میں ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ

ان اپنی نعمتوں کو یاد دلاتا ہے جو بندوں پر فرمائیں چنانچہ ارشاد ہے۔
یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۔ اے لوگو اللہ کی وہ نعمت یاد کرو جو اس نے تمہیں دی کیا ہے کوئی پیدا کرنے والا سوا اللہ کے جو تمہیں روزی دیتا ہے آسمان اور زمین سے نہیں کوئی معبود مگر وہی تو کہاں اوندھے جا رہے ہو۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وَقَدْ جَعَلَ الْخِطَابَ لِمَنْ سَمِعَ اُذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ حَیْثُ اَسْكَنَكُمْ حَرَمَهٗ وَمَنَعَكُمْ مِنْ جَمِیْعِ الْعَالَمِ وَالنَّاسُ یُتَخَطَّفُوْنَ مِنْ حَوْلِكُمْ یعنی خطاب ہر اس شخص کو ہے جو اس خطاب کو سنے کہ یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر فرمائی اور تمہیں حرم میں ٹھہرایا اور تمہیں محفوظ کیا تمام عالم سے حالانکہ لوگ تمہارے گرداگرد اچک لیے جاتے ہیں۔

تو کیا اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اور ایسا خالق جو تمہیں روزی دے آسمان سے بارشوں کے ذریعہ اور زمین سے سبزہ اگا کر یہاں استفہام انکاری سے یہ ثابت ہوا کہ لَا خَالِقَ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰی۔ کوئی خالق نہیں مگر اللہ تعالےٰ۔ پھر ارشاد ہے۔

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۔ تو کہاں اوندھے پھر رہے ہو۔

گویا ارشاد ہے اِذَا تَبَیَّنَ تَفَرُّدُهٗ تَعَالٰی بِالْاُلُوْهِیَّةِ وَالْخَالِقِیَّةِ وَالرَّازِقِیَّةِ فَمِنْ اَیِّ وَجْهٍ تُصْرَفُوْنَ عَنِ التَّوْحِیْدِ اِلَی الشِّرْكِ۔ جب تفرد ذات واجب تعالےٰ الوہیت اور خالقیت و رازقیت کے دلائل سے واضح ہو چکی تو پھر کس وجہ سے تم توحید سے شرک کی طرف پلٹ رہے ہو۔

اس کے بعد ارشاد ہے جس میں حضور کو تسلی دی گئی ہے۔

وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اے محبوب اگر وہ تمہاری تکذیب کریں (تو انوکھی بات نہیں) آپ سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے اور آخر سب کے کام اللہ کی طرف لوٹیں گے۔

آلوسی فرماتے ہیں وَاِنِ اسْتَمَرُّوْا عَلٰی اَنْ یُّكَذِّبُوْكَ فِیْمَا بَلَّغْتَ اِلَیْهِمْ مِنَ الْحَقِّ الْمُبِیْنِ بَعْدَمَا اَقَمْتَ عَلَیْهِمُ الْحُجَّةَ وَاَلْقَمْتَهُمُ الْحَجَرَ فَتَاَسَّ بِاُولٰئِكَ الرُّسُلِ فِی الصَّبْرِ فَقَدْ كَذَّبَهُمْ قَوْمُهُمْ وَصَبَرُوْا۔ اور اگر یہ اس بات پر جمے رہیں کہ تکذیب ہی کریں اس کی جو روشن حق انہیں پہنچا بعد قیام حجت قاطعہ کے تو پہلے رسول بھی صبر فرماتے رہے اور ان کی قوم ان کی تکذیب کرتی رہی اور وہ صبر ہی کرتے رہے۔ آپ بھی صبر فرمائیں۔

آخر یہ کہاں جائیں گے ان کا مرجع کسی غیر معبود کی طرف نہیں بلکہ ہماری طرف ہی انہیں آنا ہے پھر ہم انہیں وہی بدلہ دیں گے جو ان کے قابل ہوگا اور وہ عذاب ہے۔ اب عام مخاطبہ کے ساتھ عوام کو خطاب ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اے غفلت شعار لوگو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کے لذائذ دھوکہ نہ دیں اور شیطان تمہیں اللہ کی طرف سے دھوکے میں نہ ڈالے۔

گویا آیہ کریمہ میں خطاب عام فرماکر ارشاد ہوا تم دنیا کی عیش و عشرت سے دھوکے میں نہ پڑنا کہ بس جو کچھ ہے یہی ہے اور حیات دنیوی کے کھیل میں مشغول نہ ہو جانا اور اس وہم میں نہ پڑنا کہ اللہ تعالیٰ غفور وکریم اور رؤف و رحیم ہے۔

یہ توہمات اللہ تعالیٰ کی ایک صفت سے شیطان تم میں پیدا کرتا ہے کہ وہ غفور و رحیم رؤف و کریم ہے جو چاہو کرو وہ بخش دے گا۔ بلکہ وہ جبار و قہار و منتقم بھی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے اپنا دشمن ہی جانو۔

اس کے اس توسوس میں نہ مبتلا ہو یا آنکہ وہ غفور بھی ہے کریم بھی ہے رؤف بھی ہے رحیم بھی ہے۔ لیکن صرف انہی صفتوں پر بھروسہ کر کے گناہ کرنے والے مرجیہ ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ۔ مومن کا ایمان خوف بے نیازی اور امید بخشش کے مابین ہے۔

اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ۔ شیطان تو اپنی جماعت اور اپنے متبعین کو ایسے ہی راہ پر بلاتا ہے کہ وہ اسی راہ چل کر جہنم والے ہو جائیں۔

اور تلذذ دنیا اور اتباع ہوا میں تباہ رہیں۔ لہذا یاد رکھو دو فرقے ہیں ایک کافر دوسرے مومن۔ لہذا اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ۔ جو کافر فرقہ ہے اس کے لیے عذاب شدید ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ۔ اور جو مومن ہیں اور نیک عمل ان کے لیے بخشش ہے اور بڑا ثواب۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ فاطر پ ۲۲

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ تو کیا وہ جسے اس کا عمل بد اغوائے شیطانی سے (

حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

اچھا کر دکھایا اور وہ خواہش نفسانی کی پیروی کر کے اسے اچھا سمجھتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے تو نہ جلتے تمہاری جان ان پر افسوس کرتے کرتے بے شک اللہ ان کے کرتوت خوب جانتا ہے

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝

اور اللہ وہ ہے جو ہوائیں چلاتا ہے پھر ہوائیں بادل ابھارتی ہیں تو سیراب کرتے ہیں ہم بنجر زمین تو زندہ کرتے ہیں ہم اس سے زمین کو مرنے یعنے بنجر ہونے کے بعد ایسے ہی مُردوں کا نشر ہوگا۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝

جو عزت چاہتا ہے تو تمام عزت اللہ کے لیے ہے اسی کی طرف پہنچتی ہیں پاک باتیں اور نیک عمل اور جو مکر گانٹھتے ہیں گناہوں کے لیے ان کے لیے سخت سزا ہے۔ اور ان کا مکر تمام کا تمام ملیا میٹ ہوگا۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر نطفہ سے پھر تمہیں کیا جوڑا جوڑا اور جس عورت کو حمل ہوتا ہے وہ نہیں جنتی مگر اللہ کے علم میں ہے اور جو کسی کی عمر زیادہ ہوتی ہے یا کم مگر سب کتاب میں ہے اور یہ سب اللہ پر مشکل نہیں بلکہ آسان ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور سمندر دونوں قسم کے ہیں ایک میٹھا خوشگوار ایک کھاری کڑوا اور باوجود اس کے تم کھاتے ہو دونوں دریاؤں سے مچھلی جس کا تازہ گوشت ہوتا ہے اور اس میں سے زیور موتیوں کے نکالتے ہو جو پہنتے ہو اور کشتیاں تو دیکھتا ہے کہ دریا میں پانی پھاڑتی چلی جاتی ہیں تاکہ تم خدا کا فضل تلاش کرو

اور اللہ کے شکر گذار بنو۔

يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ...

داخل کرتا ہے رات کے حصہ کو دن میں اور دن کو رات میں اور سورج اور چاند کو اپنی تسخیر میں لے رکھا ہے یہ سب ایک مقرر وقت تک ہیں یہ ہے اللہ تمہارا رب جس کی سب ملک ہے اور وہ جو پوجتے ہیں اس کے سوا وہ کھجور کی جھلی پر بھی قبضہ نہیں رکھتے۔

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ

اگر تم انہیں بلاؤ تو نہ سنیں گے تمہاری آواز اور اگر خود وہ سنیں تو جواب نہ دے سکیں گے اور قیامت کے دن انکار کریں گے تمہارے شرک سے اور وہ تمہیں نہیں بتا سکتے مثل اس خبیر کے۔

لفظی ترجمہ

اَ ۔ کیا	فَمَنْ ۔ پھر جو آدمی کہ	زُيِّنَ ۔ خوشنما معلوم ہوئے	لَہٗ ۔ اس کو
سُوْٓءُ ۔ برے	عَمَلِہٖ ۔ عمل اس کے	فَرَاٰہُ ۔ تو دیکھا انکو	حَسَنًا ۔ اچھے
فَاِنَّ ۔ تو بیشک	اللّٰہَ ۔ اللہ	یُضِلُّ ۔ گمراہ کرتا ہے	مَنْ ۔ جسے
یَّشَآءُ ۔ چاہے	وَ ۔ اور	یَھْدِیْ ۔ ہدایت دیتا ہے	مَنْ ۔ جسے
یَّشَآءُ ۔ چاہے	فَلَا ۔ تو نہ	تَذْھَبْ ۔ چلی جائے	نَفْسُکَ ۔ تیری جان
عَلَیْھِمْ ۔ ان پر	حَسَرٰتٍ ۔ افسوس کرنے	اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰہَ ۔ اللہ
عَلِیْمٌ ۔ جانتا ہے	بِمَا ۔ جو وہ	یَصْنَعُوْنَ ۔ کرتے ہیں	وَ ۔ اور
اللّٰہُ ۔ اللہ	الَّذِیْ ۔ وہ ہے جس نے	اَرْسَلَ ۔ بھیجا	الرِّیٰحَ ۔ ہواؤں کو
فَتُثِیْرُ ۔ تو اٹھاتی ہیں	سَحَابًا ۔ بادل	فَسُقْنٰہُ ۔ پھر لے جاتے ہیں ہم اس کو	
اِلٰی ۔ طرف	بَلَدٍ ۔ شہر	مَّیِّتٍ ۔ مردہ کے	فَاَحْیَیْنَا ۔ تو زندہ کیا ہم نے

بہٖ۔ اس سے	الْاَرْضَ۔ زمین کو	بَعْدَ۔ بعد	مَوْتِهَا۔ اسکے مرنے کے
كَذٰلِكَ۔ اسی طرح ہے	النُّشُوْرُ۔ اٹھنا	مَنْ۔ جو	كَانَ۔ ہے
يُرِيْدُ۔ چاہتا	الْعِزَّةَ۔ عزت	فَلِلّٰهِ۔ تو اللہ ہی کے لیے ہے	الْعِزَّةُ۔ عزت
جَمِيْعًا۔ ساری	اِلَيْهِ۔ اسی کی طرف	يَصْعَدُ۔ چڑھتے ہیں	الْكَلِمُ۔ کلمات
الطَّيِّبُ۔ پاکیزہ	وَ۔ اور	الْعَمَلُ۔ عمل	الصَّالِحُ۔ نیک
يَرْفَعُهٗ۔ اٹھاتا ہے اسکو	وَ۔ اور	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	يَمْكُرُوْنَ۔ مکر کرتے ہیں
السَّيِّاٰتِ۔ برے	لَهُمْ۔ انکے لیے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے	شَدِيْدٌ۔ سخت
وَ۔ اور	مَكْرُ۔ مکر	اُولٰٓئِكَ۔ ان کا	هُوَ۔ وہ
يَبُوْرُ۔ برباد ہوگا	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ نے	خَلَقَكُمْ۔ پیدا کیا تم کو
مِنْ تُرَابٍ۔ مٹی سے	ثُمَّ۔ پھر	مِنْ نُّطْفَةٍ۔ نطفہ سے	ثُمَّ۔ پھر
جَعَلَكُمْ۔ بنایا تم کو	اَزْوَاجًا۔ جوڑے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
تَحْمِلُ۔ حاملہ ہوتی	مِنْ اُنْثٰى۔ کوئی مادہ	وَ۔ اور	لَا۔ نہیں
تَضَعُ۔ جنتی	اِلَّا۔ مگر	بِعِلْمِهٖ۔ اسکے علم میں ہے	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	يُعَمَّرُ۔ عمر دیا جاتا	مِنْ مُّعَمَّرٍ۔ کوئی عمر رسیدہ	وَلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ۔ اور نہیں جو کم کیا
اِلَّا۔ مگر فِيْ۔ بیچ	كِتٰبٍ۔ کتاب کے ہے	اِنَّ۔ بیشک	عمر زیادہ ہوئی اسکا ذٰلِكَ۔ یہ
عَلَى۔ اوپر	اللّٰهِ۔ اللہ کے	يَسِيْرٌ۔ آسان ہے	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	يَسْتَوِي۔ برابر ہیں	الْبَحْرٰنِ۔ دو دریا	هٰذَا۔ یہ
عَذْبٌ۔ میٹھا ہے	فُرَاتٌ۔ خوش ہضم	سَآئِغٌ۔ خوشگوار ہے	شَرَابُهٗ۔ اس کا پانی
وَ۔ اور	هٰذَا۔ یہ	مِلْحٌ۔ نمکین ہے	اُجَاجٌ۔ کڑوا
وَ۔ اور	مِنْ۔ ہر	كُلٍّ۔ ایک میں سے	تَاْكُلُوْنَ۔ کھاتے ہو
لَحْمًا۔ گوشت	طَرِيًّا۔ تازہ	وَ۔ اور	تَسْتَخْرِجُوْنَ۔ نکالتے ہو
حِلْيَةً۔ زیور کہ	تَلْبَسُوْنَهَا۔ پہنتے ہو اسکو	وَ۔ اور	تَرَى۔ دیکھتا ہے تو
الْفُلْكَ۔ کشتی کو	فِيْهِ۔ اس میں	مَوَاخِرَ۔ پانی پھاڑتی	لِتَبْتَغُوْا۔ تاکہ تم ڈھونڈو
مِنْ فَضْلِهٖ۔ اس کا فضل	وَ۔ اور	لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ۔ شکر کرو
يُوْلِجُ۔ داخل کرتا ہے	الَّيْلَ۔ رات کو	فِيْ۔ بیچ	النَّهَارِ۔ دن کے

وَ۔ اور	یُوْلِجُ۔ داخل کرتا ہے	النَّهَارَ۔ دن کو	فِیْ۔ بیچ
اللَّیْلِ۔ رات کے	وَ۔ اور	سَخَّرَ۔ تابع کیا	الشَّمْسَ۔ سورج
وَ۔ اور	الْقَمَرَ۔ چاند کو	کُلٌّ۔ ہر ایک	یَّجْرِیْ۔ چلتا ہے
لِاَجَلٍ۔ مدت	مُّسَمًّی۔ مقرر تک	ذٰلِکُمُ۔ یہ ہے تمہارا	اللّٰهُ۔ اللہ
رَبُّکُمْ۔ تمہارا رب	لَهُ۔ اسی کی	الْمُلْکُ۔ بادشاہی ہے	وَ۔ اور
الَّذِیْنَ۔ وہ جنہیں	تَدْعُوْنَ۔ تم پکارتے ہو	مِنْ دُوْنِهٖ۔ اس کے سو	مَا۔ نہیں
یَمْلِکُوْنَ۔ مالک ہیں	مِنْ قِطْمِیْرٍ۔ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے		اِنْ۔ اگر
تَدْعُوْ۔ تم پکارو	هُمْ۔ ان کو	لَا۔ نہ	یَسْمَعُوْا۔ سنیں گے
دُعَاءَ۔ پکار	کُمْ۔ تمہاری	وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر
سَمِعُوْا۔ سن بھی لیں تو	مَا۔ نہ	اسْتَجَابُوْا۔ جواب دیں	لَکُمْ۔ تم کو
وَ۔ اور	یَوْمَ۔ دن	الْقِیٰمَةِ۔ قیامت کے	یَکْفُرُوْنَ۔ کفر کریں گے
بِشِرْکِکُمْ۔ تمہارے شرک کا	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	یُنَبِّئُکَ۔ بتائے گا تجھ کو
مِثْلُ۔ مثل	خَبِیْرٍ۔ خبر والے کے		

حلِ لغاتِ نادرہ

اس رکوع میں بعض لغات دقیق ہیں انہیں اول سمجھ لینا ضروری ہے۔

لَا تَذْهَبْ نَفْسُکَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ۔ حسرات مفعول لہ ہے تذہب کا ای للحسرات اور علیہم صلہ ہے تذہب کا۔ محاورہ ہے هَلَکَ عَلَیْهِ حُبًّا وَمَاتَ عَلَیْهِ حُزْنًا۔ تو اس اعتبار سے اسکے معنی ہوئے اے محبوب ان کی جہالت پر افسوس کرتے کرتے کہیں آپ جان نہ دیدیں۔ بلکہ آپ صبر سے انتظار فرمائیں۔

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ

یَصْعَدُ بمعنی یَصِلُ ہے یعنی پہنچتا ہے

اور الْکَلِمُ چونکہ اسم جنس ہے اسی لیے اس کی صفت الطیب کا مذکر لانا جائز ہوا۔ اور یرفع کا فاعل محذوف اللہ ہے اور ضمیر منصوب راجع ہے العمل الصالح کی طرف۔

وَالَّذِیْنَ یَمْکُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ میں السیئات صفت ہے مفعول مطلق محذوف کی تو اس کے

معنی یہ ہوں گے یُمْکِھُدْنَ مُکَمَا التِّبَنَّانِ۔
ھُوَ یُبُوْرُ کے معنے یَھْلِکُ وَیَفْسُدُ۔ کے ہیں بمعنی رائیگاں۔
ھٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ۔ عَذْبٌ شیریں فُرَاتٌ وہ پانی جس سے تشنگی رفع ہو اور تشنگی کی تیزی مٹے سَائِغٌ وہ جو اپنی شیریں اور با ذائقہ ہونے کی وجہ سے آسانی کے ساتھ گلے میں اتر جائے۔
وَھٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ۔ مِلْح کھاری۔ اُجَاج نہایت تلخ جو اپنے کھاری پنے کی وجہ سے گلا جلا دے۔
لَحْمًا طَرِیًّا۔ لحم گوشت طَرِیٌّ تازہ اور یہاں لحم طری سے مراد مچھلی کا گوشت ہے۔
فِیْہِ مَوَاخِرَ۔ مَوَاخِر ماخرہ کی جمع ہے اور ماخرہ اس کشتی کو کہتے ہیں جو چلنے میں آواز کرتی ہے یا جو اپنے سینہ سے پانی پھاڑتی ہے یہ مشتق ہے مَخْر سے اور مَخْر کہتے ہیں پھاڑنے کو محاورہ ہے تَمْخُرُ الْبَحْرَ اَیْ تَشُقُّ۔
مِنْ قِطْمِیْرٍ۔ قِطْمِیْر اس جھلی کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی پر ہوتی ہے اور عرب نے اسے حقیر چیز پر ضرب المثل بنا لیا جیسے اردو میں تل رائی۔ رتی بولتے ہیں۔
ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔ لغت میں عزیز غالب کے معنی میں ہے محاورہ میں بولتے ہیں مَنْ عَزَّ بَزَّ اَیْ مَنْ غَلَبَ سَلَبَ۔ اس جگہ دشوار کے معنی میں ہے یعنی یہ بات اللہ پر دشوار نہیں۔ اب مختصر خلاصہ ملاحظہ کیجیے۔

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع سورۃ فاطر پ ۲۲

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا۔ تو کیا وہ جس کی نظر میں اس کا برا کام اچھا دکھایا گیا تو اس نے اسے بھلا سمجھا۔
ہدایت یافتہ کے برابر ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں برے کام کو اچھا سمجھنے والا ہدایت یافتہ کی طرح کیسے ہو سکتا ہے اس لیے کہ وہ تو بدکار سے بدرجہا بدتر ہے۔
اس لیے کہ براکام کرنے والا اپنے اس کام کو برا جانتا ہے اور یہ اس برے کام کو اچھا سمجھتا ہے۔
آیہ کریمہ کا شان نزول:۔
یہ آیت کریمہ ابوجہل وغیرہ مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئی جو اپنے مشرکانہ اور کفریہ جیسے قبیح افعال کو وسوسۂ شیطانی سے اچھا سمجھتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ آیۂ کریمہ اصحاب بدعت گمراہ طریقہ پر چلنے والوں کے حق میں نازل ہوئی جن میں جن میں روافض و خوارج وغیرہ گمراہ فرقے داخل ہیں جو اپنی بد اطواریوں کو اچھا جانتے تھے اور آج بھی جو ایسے ہیں وہ بھی انہیں میں داخل ہیں حتیٰ کہ مرزائی نجدی لامذہب۔ چکڑالوی پرویزی نیچری دہریئے اور شرابی جواری بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔ البتہ وہ اس حکم میں داخل نہیں جو مرتکب کبائر تو ہیں مگر انہیں گناہ سمجھتے ہیں۔

فَإِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ

اللہ جسے چاہے گمراہ کرے اور ہدایت دے جسے چاہے تو اے حبیب ان کی حالت پر افسوس کرتے کرتے آپ اپنی جان نہ دیں۔

اور اس کا رنج نہ فرمائیں کہ فلاں ایمان نہیں لایا اور حق قبول نہیں کیا اور ہدایت سے محروم رہا۔ خلاصہ یہ کہ آپ ان کے کفر و گمراہی سے ہلاک ہونے کا غم نہ فرمائیں۔

إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ اللہ ان کے کرتوت اور کوتک خوب جانتا ہے۔

اس کا بدلہ ہم ہی انہیں دیں گے۔ اس کے بعد اپنی کمال قدرت کا بیان فرما کر اپنا تعارف فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاللّٰهُ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ۔ اور اللہ وہ اللہ ہے جس نے ہوائیں چھوڑیں جو بادل اٹھاتی ہیں پھر اسے رواں کرتا ہے کسی مردہ خزاں رسیدہ شہر کی طرف (بلد میت سے مراد وہ آبادی ہے جس میں سبزہ اور کھیتی خشک ہوگئی ہو اور خشکی کی وجہ سے وہاں کی زمین بنجر اور مردہ ہو چکی ہو

فَاَحْيَيْنَا بِهِ۔ تو اس کے سبب ہم زندہ فرماتے ہیں زمین کو اس کے مردہ اور بنجر ہو جانے کے بعد۔ یعنی اس کا میت ہونا عدم تخضر اور سبزہ نہ رہنا ہے اور زندہ کرنا سرسبز و شاداب فرمانا ہے اور اسی شان قدرت کا نقشہ دکھا کر آگے ارشاد ہے۔

كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ۔ یونہی حشر میں تمہارا نشر یعنی مرے بعد زندہ ہونا ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو مرنے کے بعد کس طرح زندہ فرمائے گا۔ حضور نے فرمایا کیا تیرا کبھی ایسے جنگل سے بھی گذر ہوا جو سرسبز و شاداب تھا اور وہاں سبزہ کا نشان بھی نہ رہا پھر دوبارہ جب وہاں سے گذرا تو اسے لہلہاتا ہوا اور سرسبز و شاداب پایا۔

عرض کیا بیشک ایسا دیکھنے میں آیا ہے حضور نے فرمایا ایسے ہی اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائے گا یہی اس کی شان قدرت کا مظاہرہ ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا۔ جو عزت کا خواہشمند ہے تو عزت تمام اللہ تعالیٰ کے یدِ قدرت میں ہے۔

دنیا و آخرت کی تمام عزتیں اس کے قبضہ قدرت میں ہیں جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ۔ تو عزت کے طلبگار کو ہر قسم کی عزت اللہ سے مانگنی چاہیئے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت رب العزت تبارک و تعالیٰ ہر روز فرماتا ہے کہ جسے عزت دارین کی خواہش ہے اسے چاہیئے کہ وہ رب العزت کی اطاعت کرے اس لیے کہ ذریعہ عزت ایمان اور اعمال صالح ہیں چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ۔ اسی کی طرف پہنچتا ہے پاکیزہ کلام اور عمل صالح اسے بلند کرتا ہے۔

یعنی نیک کلام اور نیک عمل محل قبول و رضا تک پہنچاتے ہے اور پاکیزہ کلام سے مراد کلمہ توحید اور تسبیح و تحمید اور تکبیر ہے كَمَا قَالَ الْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ۔ اور وہ جو بری چالیں اور گناہ کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

ایسے مکر و گناہ کرنے والوں سے مراد قریش ہیں جو دار الندوہ میں جمع ہو کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے قید کرنے کے منصوبے کرتے اور قتل کے مکر اور داؤں چلاتے اور حضور کو جلا وطن کرنے کی تدابیر سوچتے تھے ان کا مفصل بیان سورۃ انفال میں ہو چکا ہے۔

وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ۔ اور ان کا مکر برباد و رائیگاں ہوگا اور وہ اپنی چالوں میں کامیاب نہ ہوں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور ان کی چالوں شرارتوں سے محفوظ رہے اور انہوں نے اپنے کرتوت کی بدر میں سزائیں پائیں قید بھی ہوئے اور قتل بھی کیے گئے اور مکہ معظمہ سے نکالے بھی گئے اس کے بعد تخلیق انسانی کی کیفیت کا بیان ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا۔ اور اللہ نے تمہیں بنایا مٹی سے (یعنی تمہاری اصل حضرت آدم صفی علیہ السلام سے ہے) اور وہ مٹی سے ہی مخلوق کیے گئے ہیں اور تم بھی مٹی سے پیدا کیے گئے (مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ) پھر پانی کی بوند یعنی نطفہ سے پھر تمہیں جوڑا جوڑا کیا یعنے مرد

اور عورت بنایا۔

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِہٖ وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِہٖٓ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ۔ اور جو بھی حمل رہے ہے اور نہیں جنتی کوئی عورت مگر اس کے علم میں ہے اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے یا کسی کی عمر کم رکھی جائے یہ سب ایک کتاب میں ہے۔

یعنی لوح محفوظ میں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ معمرہ ہے جس کی عمر ساٹھ سال تک ہو جائے اور کم عمر وہ ہے جو اس سے قبل انتقال کرے۔

اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ بے شک یہ اللہ کو آسان ہے۔

یعنی عمر بڑھانا گھٹانا اسے لوح محفوظ میں اجل و عمل کے ساتھ مکتوب فرمانا اس کی کمال قدرت کا ادنیٰ سا کرشمہ ہے۔

وَمَا یَسْتَوِی الْبَحْرٰنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُہٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَمِنْ کُلٍّ تَاْکُلُوْنَ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْیَۃً تَلْبَسُوْنَهَا۔ اور دونوں سمندر یکساں نہیں (بلکہ دونوں میں اتنا فرق ہے کہ) یہ میٹھا خوشگوار پینے والا ہے اور یہ کھاری کڑوا اور ہر ایک سمندر سے تم کھاتے ہو تازہ گوشت مچھلی کا اور انہیں سمندروں سے تم نکالتے ہو گہنا زیور موتیوں کا اور مرجان کا جو پہنے جاتے ہیں۔

وَتَرَی الْفُلْکَ فِیْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ پانی چیرتی ہیں (دریا میں چلتے ہوئے یا آواز کرتی ہیں اور ایک ہی ہوا میں آتی ہیں اور جاتی بھی ہیں) تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو (اور اپنی تجارت کے ذریعہ نفع حاصل کرو) اور تاکہ تم شکر گزار ہو (اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو مانو)

یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی رات لاتا ہے دن کے حصہ میں (تو دن بڑھ جاتا ہے) اور دن لاتا ہے رات کے حصہ میں (تو رات بڑھ جاتی ہے حتی کہ بڑھنے والے دن یا رات کی مقدار پندرہ گھنٹہ تک پہنچ جاتی ہے اور گھٹنے والا نو گھنٹہ کا رہ جاتا ہے) اور مسخر کیے اس نے چاند سورج ہر ایک مقرر میعاد تک چلتا ہے (یعنی روز قیامت تک تو جب قیامت آئے گی تو ان کا چلنا موقوف ہو جائے گا اور یہ نظام باقی نہ رہے گا)

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَکُمْ۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی ملکیت مطلقہ ہے اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو (بت وغیرہ) وہ دانہ خرما کی گٹھلی کی جھلی تک کے مالک نہیں تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری

پکارنہ سنیں (کیونکہ وہ بے جان جماد محض ہیں)
وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ۔ اور بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روانہ کر سکیں (کیونکہ وہ اصلاً قدرت واختیار نہیں رکھتے) اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک اور پکارنے سے منکر ہوں گے) اور اظہار بیزاری کریں گے (اور کہہ دیں گے کہ ہم انہیں جانتے ہی نہیں) اور تمہیں کوئی خبر نہ دے سکے گا اس خبردار کی طرح (جو عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ہے اسے دارین کے احوال اور بت پرستوں کی پرستش سب معلوم ہے۔)

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۂ فاطر پ ۲۲

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ۔ کیا وہ جسے پسندیدہ ہوئے اس کے برے عمل
آلوسی کہتے ہیں اَیْ حُسِّنَ لَهٗ عَمَلُهُ السَّیِّئُ۔
فَرَاٰهُ حَسَنًا تو وہ انہیں اچھا جانتا ہے فَاعْتَقَدَهٗ بِسَبَبِ التَّزْيِيْنِ تو شیطان کے بہکانے سے برے افعال کو اچھا سمجھتا ہے خلاصہ مفہوم آیت یہ ہے۔
اَهُمَا اَیِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مُتَسَاوِیَانِ فَالَّذِیْ زُیِّنَ لَهُ الْکُفْرُ مِنْ جِهَةِ عَدُوِّهِ الشَّیْطَانِ فَاعْتَقَدَهُ حَسَنًا وَانْهَمَکَ فِیْهِ کَمَنِ اسْتَقْبَحَهٗ وَاجْتَنَبَهٗ وَاخْتَارَ الْاِیْمَانَ وَالْعَمَلَ الصَّالِحَ اَیْ مَا هُمَا مُتَسَاوِیَانِ یَکُوْنُ الَّذِیْ زُیِّنَ لَهُ الْکُفْرُ کَمَنِ اسْتَقْبَحَهٗ
کیا وہ جو کافر ہوا اور وہ جو ایمان لایا اور عمل صالح کرتا رہا دونوں مساوی ہو سکتے ہیں تو جسے کفر اچھا معلوم ہوا شیطان کے توسوس سے اور اس نے اس کفر کے ساتھ اچھا اعتقاد کر لیا اور اسی میں منہمک ہو گیا اس جیسا نہیں ہو سکتا جو کفر کو قبیح جان کر اس سے مجتنب رہا اور اس نے ایمان اختیار کیا۔ اور عمل صالح کیے۔
یعنی دونوں مساوی نہیں جسے کفر اچھا نظر آیا اور وہ جس نے کفر کو قبیح سمجھا۔ اور ایسی استفہام انکاری آیات قرآن کریم میں متعدد جگہ ہیں۔
جیسے اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ۔
اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ کَمَنْ هُوَ اَعْمٰی۔
اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ کَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی

الظُّلُمَاتِ۔

فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ۔ تو بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔

توجب ہدایت وضلالت مشیت الٰہی کے ماتحت ہے تو اے حبیب

فَلَا تَذْھَبْ نَفْسُکَ عَلَیْھِمْ حَسَرَاتٍ۔ آپ اپنی جان ان پر حسرت و افسوس کرتے ہوئے دیں

آلوسی کہتے ہیں اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ حَرِیْصًا عَلٰی اِیْمَانِ الْقَوْمِ وَاَنْ یُّسْلِکَ الضَّالِّیْنَ فِیْ زُمْرَۃِ الْمُھْتَدِیْ فَقِیْلَ لَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِنْکَارِ۔ اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ مِنْ ھٰذَیْنِ الْفَرِیْقَیْنِ کَمَنْ لَّمْ یُزَیَّنْ لَہٗ فَلَا بُدَّ اَنْ یُّقِرَّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بِالنَّفْیِ وَیَقُوْلُ لَا۔ فَحِیْنَئِذٍ یُقَالُ لَہٗ فَاِذَا کَانَ کَذٰلِکَ فَلَا تَذْھَبْ نَفْسُکَ عَلَیْھِمْ حَسَرَاتٍ فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ فَفِیْہِ تَقْدِیْمٌ وَّتَاْخِیْرٌ۔

بے شک حضور صلے اللہ علیہ وسلم حریص تھے اپنی قوم کے ایمان لانے پر اور آپ چاہتے تھے کہ ان گمراہوں کو ہدایت یافتہ لوگوں کے طریقہ پر چلائیں۔

توحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بر سبیل انکار ارشاد ہوا اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ تو ان دو فرقوں میں سے جس کا ایک ہدایت پر ہے دوسرا کافر کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

تو لازمی طور پر حضور کی طرف سے نفی میں لا ہی عرض کیا گیا تو اس موقع پر ارشاد ہوا کہ جب یہ بات ہے تو آپ ان کے مومن ہونے کی حرص نہ فرمائیں اور اپنی جان پاک ان کی حسرت میں ہلاک نہ کریں۔ اس لیے کہ جسے اللہ چاہے ہدایت پر لائے اور جسے چاہے گمراہ بنائے یہ تقدم و تاخر طریق لف و نشر غیر مرتب کے ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ۔ بے شک اللہ ان کے کرتوت خوب جانتا ہے۔

لِہٰذا اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ۔ جو کافر ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ۔ اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

اس کا شان نزول بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ ہے

نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ جَھْلٍ وَّمُشْرِکِیْ مَکَّۃَ۔ یہ آیت مشرکین مکہ اور ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی۔

وَاَخْرَجَ جَرِیْرٌ عَنِ الضَّحَّاکِ اَنَّھَا نَزَلَتْ فِیْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاَبِیْ جَھْلٍ حَیْثُ ھَدَی

اللہُ عُمَرَ وَاَضَلَّ اَبَا جَھلٍ ۔ جریر ضحاک سے راوی ہیں کہ یہ آیات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کے متعلق نازل ہوئیں کہ حضرت عمر کو اللہ تعالے نے ہدایت دی اور ابوجہل کو گمراہ کیا۔ آگے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان ہے۔

وَاللّٰہُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ۔ اور اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو بادل چلاتا ہے تو سیراب فرماتا ہے مردہ شہروں کو کہ ہم اس کے ذریعہ زندہ کرتے ہیں زمین اس کے مرنے بنجر اور خشک ہوجانے کے بعد ایسے ہی مُردوں کا نشر ہے۔

اس قسم کا بیان سورۃ روم میں بھی ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا۔

اور سورۃ اعراف میں بھی ہے وَھُوَالَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ۔

فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ سے مراد قطعہ زمین ہے جس پر سبزہ نہ ہو۔

مَیّت کی تعریف کلیات ابوالبقا کفوی میں ہے اَلْمَیْتُ بِالتَّخْفِیْفِ ھُوَالَّذِیْ مَاتَ وَالْمَیِّتُ بِالتَّشْدِیْدِ وَالْمَائِتُ ھُوَالَّذِیْ لَمْ یَمُتْ بَعْدُ۔ مَیْت اسے کہتے ہیں جو مرجائے اور مَیّت اسے کہتے ہیں جو بعد میں نہ مرے جیسے سبزہ گھاس وغیرہ اس پر کسی شاعر نے بھی کہا ہے

وَمَنْ یَّكُ ذَا رُوْحٍ فَذَالِكَ مَیِّتٌ ۔۔۔ وَمَا الْمَیْتُ اِلَّا مَنْ اِلَی الْقَبْرِ یُحْمَلُ

تو اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ بِالتَّشْدِیْدِ اسی لیے ارشاد ہوا کہ وہ سرسبز ہو کر ہرا بھرا ہوجاتا ہے چنانچہ اس کی تفصیلی تحقیق ہم اول بیان کرچکے ہیں۔

فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ تو ہم زندہ کرتے ہیں اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد یعنی خشک ہونے کے بعد آلوسی فرماتے ہیں اَیْ بِالْمَطَرِ النَّازِلِ مِنْهُ الْمَدْلُوْلِ عَلَیْهِ بِالسَّحَابِ فَاِنَّ بَیْنَهُمَا تَلَازُمًا فِی الذِّھْنِ كَمَا فِی الذِّھْنِ كَمَا فِی الْخَارِجِ اَوْ بِالسَّحَابِ فَاِنَّهٗ سَبَبُ السَّبَبِ وَاِحْیَاءُ الْاَرْضِ اِنْبَاتُ الشَّجَرِ وَالْكَلَاءِ فِیْهَا یعنی بارش برسنے والی جو بادل سے آتی ہے وہ سبب ہوتی ہے زمین کی زندگی کا جسے سرسبزی کہتے ہیں جس سے چارہ گھاس پیدا ہوتا ہے۔

كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ۔ ایسے ہی تم زمین سے اٹھو گے۔

آیۂ کریمہ سے پہلی آیت میں اَحْیَیْنَا فرما کر اپنی ذات پاک کا تعارف کرایا اور اپنے افعال میں سے ایک فعل ارسال ریاح ظاہر کیا پھر گویا ارشاد ہوا۔

اَنَا الَّذِیْ عَرَفْتَنِیْ سُقْتُ السَّحَابَ وَاَحْیَیْتُ الْاَرْضَ۔ اس کے پہلے جملہ میں اپنی تعریف

فعل عجیب کے ساتھ فرمائی اور دوسرے جملہ میں تذکیر نعمت کی گئی۔ اور فرمایا اِنَّ کَمَالَ تَعَلُّقِ الرِّیَاحِ وَالسُّحُبِ بِالسَّوْقِ وَالْاِحْیَاءِ۔

اور نہایہ ابن اثیر میں ہے یُقَالُ نَشَرَ الْمَیِّتُ یَنْشُرُ نُشُوْرًا اِذَا عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَنْشَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحْیَاهُ۔ نشر میت پر جب کہا جاتا ہے تو بعد موت زندہ کرنے کے معنی ہی ہوتے ہیں۔
وَقَالَ الرَّاغِبُ قِیْلَ نَشَرَ اللّٰهُ تَعَالَی الْمَیِّتَ وَاَنْشَرَهٗ بِمَعْنًی وَالْحَقِیْقَةُ اَنَّ نَشَرَ اللّٰهِ تَعَالٰی الْمَیِّتَ یُسْتَعَارُ مِنْ نَشْرِ الثَّوْبِ اَیْ بَسْطِہٖ۔ نشر اللہ تعالے کا میت کے لیے معنی میں مستعمل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میت کا نشر بمعنی زندہ کرنا مستعار ہے نشر ثوب سے یعنی اس کے معنی کپڑا پھیلانے کے ہیں۔
وَالْمُرَادُ بِالنُّشُوْرِ هٰهُنَا اِحْیَاءُ الْاَمْوَاتِ فِیْ یَوْمِ الْحِسَابِ اور کَذٰلِکَ النُّشُوْرُ سے مراد اس جگہ مردوں کا یوم قیامت زندہ کرنا ہے۔

گویا فرمایا کہ جیسے بادلوں کو اللہ تعالے بنجر اور مردہ زمین کی طرف ہانکتا ہے ایسے ہی اللہ تعالے روح اور حیات کو بدن انسان کی طرف ہانکے گا اور بدن مٹی میں ملا ہوا ہوگا جیسے گھاس وغیرہ خشک ہو کر زمین میں مل جاتی ہے اسی وجہ میں بعض کے نزدیک یہ باعتبار کیفیت تشبیہ ہے۔
چنانچہ ابن جریر وغیرہ عبداللہ بن مسعود سے راوی ہیں قَالَ یَقُوْمُ مَلَکُ الصُّوْرِ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَیَنْفُخُ فَلَا یَبْقٰی خَلْقٌ لِلّٰهِ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا مَاتَ ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مَاءً کَمَنِیِّ الرِّجَالِ فَتَنْبُتُ اَجْسَامُهُمْ مِنْ ذٰلِکَ الْمَاءِ ثُمَّ قَرَءَ الْاٰیَةَ ثُمَّ یَقُوْمُ مَلَکٌ فَیَنْفُخُ فِیْهِ فَتَنْطَلِقُ کُلُّ نَفْسٍ اِلٰی جَسَدِهَا۔
ملک صور آسمان و زمین کے مابین کھڑا ہو کر صور پھونکے جس سے اللہ تعالے کی مخلوق سے سب مرجائیں سوا اس ہستی کے جسے اللہ چاہے۔

پھر اللہ تعالے تحت عرش سے پانی مثل منی کے بھیجے تو اس سے اجسام اگیں پھر آیہ کریمہ تلاوت فرمائی پھر فرشتہ کھڑا ہو کر نفخ صور کرے تو ہر جان چلنے لگے اپنے جسم کی طرف۔
اور مسلم شریف کی حدیث میں مرفوعاً اس طرح ہے یُنْزِلُ اللّٰهُ تَعَالٰی مَطَرًا کَاَنَّهُ الطَّلُّ فَیَنْبُتُ اَجْسَادُ النَّاسِ وَنَبَاتُ الْاَجْسَادِ مِنْ عَجْبِ الذَّنَبِ عَلٰی مَا وَرَدَ فِی الْاٰثَارِ۔ اللہ تعالے مثل شبنم بارش فرمائے جس سے لوگوں کے اجسام اگیں اور اجساد کے اگنے کی ابتدا عجب ذنب یعنی ریڑھ کی ہڈی سے ہو جیسا کہ اکثر احادیث سے ثابت ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ زَيْدِ الْوَقْوَاقِيُّ هُوَ جَوْهَرٌ فَرْدٌ يَبْقَى مِنْ هٰذِهِ النَّشْأَةِ لَا يَتَغَيَّرُ۔ ابوزید وقواقی کہتے ہیں کہ ہر مخلوق کے جسم سے ایک جوہر باقی رہتا ہے جو متغیر نہیں ہوتا۔ اس پر نشأۃ ثانیہ ہوگی۔

اس کے علاوہ فلاسفہ کے بہت سے اقوال عجیب عجیب ہیں منجملہ

ایک قول فلسفیوں کا یہ بھی ہے هُوَ الْعَقْلُ الْهَيُوْلَانِيُّ جس پر نشأۃ ثانی ہوگی وہ ہیولانی ہے اور بعض نے کہا وہی ہیولا ہے۔

غزالی کہتے ہیں اِنَّمَا هُوَ النَّفْسُ وَعَلَيْهَا تُنْشَأُ النَّشْأَةُ الْاٰخِرَةُ۔ وہ نفس ہی ہے جس پر نشأۃ ثانیہ ہوگی وغیرہ وغیرہ بہت سے اقوال ہیں لیکن علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ وَاَيُّ حَاجَةٍ اِلَى التَّاْوِيْلِ بَعْدَ التَّصْدِيْقِ بِقُدْرَةِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ جَلَّ شَانُهٗ۔ ان تاویلات بعیدہ کی کیا حاجت ہے جبکہ قدرت قادر کی ہم تصدیق کر چکے ہیں۔

لہٰذا بہر حال جیسے جس طرح اور جب چاہے وہ کَذٰلِكَ النُّشُوْرُ فرما چکا ہے لہٰذا مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے آگے ارشاد ہے جس میں عبدۃ الاوثان مشرکین کے اوہام باطلہ کا رد ہے کہ تم جن بتوں سے عزت حاصل کرنا چاہتے ہو یہ تمہارا وہم باطل ہے حیث قال سبحانہ

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا۔ جو عزت چاہے تو ہر قسم کی عزت اللہ تعالیٰ کے لیے۔ آلوسی فرماتے ہیں اَلْعِزَّةُ الشَّرَفُ وَالْمَنَعَةُ مِنْ قَوْلِهِمْ اَرْضٌ عَزَازٌ اَيْ صَلْبَةٌ۔ عزت شرف دولت کو کہتے ہیں جیسے محاورہ میں اَرْضٌ عَزَازٌ بولتے ہیں یعنی سخت زمین۔ آیت کا

شان نزول

یہ ہے کہ مشرکین بتوں سے عزت مانگتے تھے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا۔

اور ارشاد ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا۔

یہاں بھی مشرکین کو فرما دیا گیا فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا۔ گویا تنبیہ فرما دی گئی اور ارشاد ہوا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلْيَطْلُبْهَا مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلِلّٰهِ وَحْدَهٗ لَا لِغَيْرِهِ الْعِزَّةُ فَهُوَ سُبْحَانَهٗ يَتَصَرَّفُ فِيْهَا كَمَا يُرِيْدُ۔ جو بھی عزت چاہے اسے چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور ایک ذات ہے نہ کہ کوئی اور اور وہی منفرد ہے جیسے چاہے جسے چاہے عزت دے۔

اور اس بیان سے اس فرمان الٰہی کی نفی نہیں ہوتی جو ارشاد ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

لِاَنَّ مَا لِلّٰہِ تَعَالٰی وَحْدَہٗ اَلْعِزَّۃُ بِالذَّاتِ فَمَا لِلرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعِزَّۃُ بِوَاسِطَۃِ قُرْبِہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی فَمَا لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلْعِزَّۃُ بِوَاسِطَۃِ الرَّسُوْلِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔

اس لیے کہ جو عزت صرف اللہ تعالےٰ کی ہے وہ بالذات ہے۔

اور جو عزت حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے وہ بواسطۂ قرب الٰہی ہے۔

اور جو عزت مومنین کو ہے وہ بواسطہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ۔ اسی کی طرف چڑھتا ہے کلام طیب اور عمل صالح اسے بلند کرتا ہے۔

کلمۂ طیب اللہ کے حضور پہنچتا ہے اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے۔

اور کلمۂ طیب سے کیا مراد ہے اس کے متعلق متعدد رائے ہیں۔

کشاف میں ہے ابن عباس فرماتے ہیں کلمہ طیب سے مراد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور اسی پر مدار نجات ہے اور یہی وسیلۂ نعیم مقیم ہے۔

اور ابن جریر ابن منذر۔ ابن ابی حاتم اور بیہقی وغیرہ کلمہ طیب کی تفسیر میں ذکر اللہ مطلقاً فرماتے ہیں۔

اور ایک قول ہے کلمۂ طیب سے مراد سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا ہے۔

اور یہی ابن مردویہ۔ دیلمی ابو ہریرہ سے مروی ہے۔

اور ابن ابی حاتم شہر بن حوشب سے راوی ہیں کہ کلمۂ طیب سے مراد قرآن کریم ہے۔

ایک قول ہے کہ اس سے مراد ثناء حسن ہے جو مومنین صالحین کی کی جائے۔

ایک قول ہے کہ کلمۂ طیّب سے وہ دعا مراد ہے جس میں کسی پر ظلم نہ ہو۔

اور صعود سے مراد قبول ہے۔

اور وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ کے یہ معنی ہیں کہ کلمۂ طیب کو عمل صالح بلند کرتا ہے۔

اور ایک قول ہے کہ وَاللّٰہُ تَعَالٰی یَتَقَبَّلُ مِنْ کُلِّ مَنِ اتَّقَی الشِّرْکَ۔ اللہ تعالےٰ ہر اس کلمہ کو قبول فرماتا ہے جس میں شرک سے اجتناب ہو۔

اور ایک حدیث میں ہے لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ قَوْلًا اِلَّا بِعَمَلٍ وَلَا یَقْبَلُ قَوْلًا وَعَمَلًا اِلَّا بِنِیَّۃٍ وَلَا یَقْبَلُ قَوْلًا وَعَمَلًا وَنِیَّۃً اِلَّا بِاِصَابَۃِ السُّنَّۃِ۔ اللہ کسی قول کو قبول نہیں فرماتا مگر عمل کے ساتھ اور کوئی قول وعمل قبول نہیں مگر نیت کے ساتھ اور قول وعمل اور نیت مقبول نہیں مگر اتباع سنت سے۔

وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ اور وہ جو برائی کے داؤں گاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

مکر السیئات سے مراد بقول ابوالعالیہ ان لوگوں کی چالیں ہیں جو وہ دار الندوہ میں جمع ہو کر حضور کے خلاف چلتے تھے جس کا تذکرہ دوسری جگہ فرمایا گیا وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ۔ اس آیت کریمہ میں حکایت حال ماضیہ ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے۔

وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ۔ اور ان کا مکر ہی برباد ہوگا۔

بوار کے اصل معنی انتہائی کساد ہے یا ہلاک ہے۔ یہاں فساد سے استعارہ کیا گیا یعنی ان کا مکر فاسد ہوگا اور وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ میں اس امر کا اظہار ہے کہ ان کا مکر فاسد ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا مکر جو خفیہ تدبیر کے معنی میں ہے ایسا غالب آیا کہ انہیں مکہ معظمہ سے نکالا قتل کیا گیا قید کیا گیا ان کی لاشیں قلیب بدر میں ڈالی گئیں۔ اب تخلیق النشانی پر کلام فرمایا گیا۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا۔ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر نطفہ سے پھر تمہیں جوڑا کیا۔

یہ دلیل ہے مسئلہ بعث و نشر پر اس میں فرمایا گیا کہ خلق آدم علیہ السلام کے ساتھ تمہاری تخلیق اجمالی فرماکر پھر تخلیق تفصیلی نطفہ سے فرمائی پھر تمہاری قسمیں ذکور و اناث میں بنائیں جیسا کہ دوسری جگہ بھی ارشاد ہے اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا۔

اور ابن ابی حاتم سدی سے اور قتادہ سے راوی ہیں اَنَّہٗ قَدَّرَ بَیْنَکُمُ الزَّوْجِیَّۃَ وَزَوَّجَ بَعْضَکُمْ بَعْضًا۔ زوجیت مقدر فرماکر بعض کو بعض کا جوڑا بنایا۔

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ۔ اور کوئی حاملہ نہیں ہوتی اور بچہ نہیں جنتی مگر اللہ کے علم میں ہے۔

وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔ اور نہیں عمر پاتا کوئی معمر اور نہیں کمی ہوتی کسی کی عمر میں مگر وہ کتاب میں ہے اور اللہ تعالیٰ پر یہ آسان ہے۔

معمر کی تعریف میں آلوسی لکھتے ہیں وَالْمُعَمَّرُ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ عُمُرًا طَوِيْلًا اَوْ قَصِيْرًا معمر وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ عمر طویل دے یا قصیر وَلَا مَانِعَ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُعَمَّرُ وَمَنْ يُّنْقَصُ مِنْ يُّنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖ شَخْصًا وَّاحِدًا۔ اور اس میں کوئی مانع نہیں کہ کوئی طویل عمر ہو یا جس کی عمر میں کمی ہو اس سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کی عمر سو سال کی لکھی گئی پھر اس کے نیچے لکھ دیا گیا کہ ایک دن یا دو دن

اس پہ گذریں۔

ایک قول یہ ہے کہ کمی یا زیادتی عمر میں باعتبار اسباب مختلفہ ہوتی ہے اور وہ لوح محفوظ میں لکھی ہوتی ہے چنانچہ ایسا ہی حدیث میں ہے۔ اَلصَّدَقَۃُ تَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ۔ صدقہ عمر میں ترقی کر دیتا ہے یہ اسباب مختلفہ کی صورت ہے۔

چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں فَیَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ اَحَدٌ مُّعَمَّرًا اَیْ مُزَادًا فِیْ عُمُرِہٖ اِذَا عَمِلَ عَمَلًا وَّیَنْقُصُ مِنْ عُمُرِہٖ اِذَا لَمْ یَعْمَلْہُ وَھٰذَا الْاٰیَۃُ مُرْمِنَۃٌ تَغَیُّرُ التَّقْدِیْرِ لِاَنَّہٗ فِیْ تَقْدِیْرِہٖ تَعَالٰی مُعَلَّقٌ یہ جائز ہے کہ ایک شخص کی عمر بڑی ہو تو اس کی عمر بڑی ہو سکتی ہے جبکہ وہ عمل صالح کرے اور عمر میں نقص آسکتا ہے اگر وہ نیک عمل نہ کرے اور اس تغیر و تبدل سے تغیر تقدیر لازم نہیں آتی اس لیے کہ اس کے لیے تقدیر اللہ میں ایسا ہی معلق تھا۔

وَلِذَا اَجَازَ الدُّعَاءَ بِطُوْلِ الْعُمُرِ۔ اسی لیے طول عمر کی دعا جائز ہے۔

وَقَالَ کَعْبٌ لَوْ اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ دَعَا اللّٰہَ تَعَالٰی اَخَّرَ اَجَلَہٗ۔ کعب احبار فرماتے ہیں کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ دعا کرتے تو یقیناً ان کی موت کا وقت موخر ہو جاتا۔ اور اِذَا جَاءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ کے خلاف بھی نہ ہوتا اس لیے کہ اجل مشیت الٰہی پر موقوف ہے اور یہی تقدیر ہے تو اگر مشیت میں طوالت عمر دعا پر معلق ہوتی تو آپ دعا کرتے اور طوالت عمر معلق بالدعا نہ تھی تو دعا بھی نہیں کی۔

چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الصَّدَقَۃَ وَالصِّلَۃَ تَعْمُرَانِ الدِّیَارَ وَتَزِیْدَانِ فِی الْاَعْمَارِ۔ صدقہ اور صلہ رحمی گھروں کو آباد کرتے اور عمریں بڑھاتے ہیں۔ یعنی عمر میں برکت ہوتی ہے۔

اور اِلَّا فِیْ کِتَابٍ سے مراد لوح محفوظ ہے کَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا ھُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ اور بعض نے کہا کتاب سے مراد صحیفہ انسان ہے۔

چنانچہ ابن منذر اور ابن ابی حاتم سے مروی ہے کہ حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری فرماتے ہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْمَلَکُ عَلَی النُّطْفَۃِ بَعْدَ مَا تَسْتَقِرُّ فِی الرَّحِمِ بِاَرْبَعِیْنَ اَوْ بِخَمْسٍ وَّاَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَشَقِیٌّ اَمْ سَعِیْدٌ اَذَکَرٌ اَمْ اُنْثٰی فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَیَکْتُبُ ثُمَّ یَکْتُبُ عَمَلَہٗ وَرِزْقَہٗ وَاَجَلَہٗ وَاَثَرَہٗ وَمُصِیْبَتَہٗ ثُمَّ تُطْوَی الصَّحِیْفَۃُ فَلَا یُزَادُ فِیْھَا وَلَا یُنْقَصُ مِنْھَا۔

ابن منذر اور ابن ابی حاتم حضرت حذیفہ بن اسید غفاری سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ صحیفۃ الانسان) یہ ہے کہ فرشتہ بعد استقرار رحم کے چالیس دن یا پچاس یا پنتالیس رات گذر جانے کے بعد نطفہ پر آتا ہے اور وہ بارگاہ رب الارباب میں عرض کرتا ہے الٰہی اسے شقی لکھوں یا سعید مرد لکھوں یا عورت تو جو حکم ہوتا ہے وہی وہ لکھ دیتا ہے پھر اس کے عمل اس کا رزق اور عمر اور اثرات زندگی اور مصائب وغیرہ سب لکھ دیتا ہے پھر وہ صحیفہ لپیٹ دیا جاتا ہے اس سے کم زیادہ پھر نہیں ہوتا اور اس نظام حیات کو بیان فرما کر ارشاد ہوا۔

اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔ بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔

اس لیے کہ اللہ تعالے علل واسباب سے مستغنی ہے اور ایسے بعث ونشر بھی اس پر آسان ہے اب آگے ارشاد ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ۔ اور دو دریا مساوی نہیں یہ عذب ہے پاک ستھرا ہے۔ فرات مسکن عطش اور مزیل تشنگی ہے۔

علامہ راغب کہتے ہیں اَلْفُرَاتُ اَلْمَاءُ الْعَذْبُ۔ فرات اور ماء عذب ایک ہی چیز ہے۔
سَائِغٌ شَرَابُہٗ۔ سَهْلُ الْاِنْحِدَارِ جو حلق میں آسانی سے اترنے والا ہے۔

وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ۔ اور یہ نمکین ہے کڑوا۔ ارباب لغت مِلْحٌ اور مَالِحٌ میں فرق کرتے ہیں۔ ملح وہ پانی ہے جو قدرتی طور پر سمندر کے پانی کی طرح کھاری اور کڑوا ہو اور مالح وہ پانی ہے جس میں نمک ڈال کر اس کا ذائقہ بدلا جائے۔

اور اُجَاج اسے کہتے ہیں جو شدید الملوحۃ اور شدید المرارت ہو یعنی وہ پانی جو اپنی ملوحت سے گلا جلا ڈالے۔ یہ مثال اللہ تعالے نے کافر اور مومن پر دی آگے ارشاد ہے۔

وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا۔ اور کڑوے میٹھے پانی سے تم کھاتے ہو تازہ گوشت۔
آلوسی کہتے ہیں اَیْ غَضًّا جَدِيْدًا وَهُوَ السَّمَكُ۔ تازہ بتازہ گوشت یعنی مچھلی۔

اس پر مالک اور ثوری فرماتے ہیں۔ کہ آیہ کریمہ سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ لحم طری اور لحم البقر دونوں علیحدٰہ ہیں اس لیے کہ لحم طری سے مراد مچھلی ہے اور لحم سے مراد ذبیحہ گاؤ اور دابہ ہے بنا برین مَنْ حَلَفَ لَا يَاْكُلُ لَحْمًا وَاَكَلَ السَّمَكَ لَا يَحْنَثُ۔ جو قسم کھائے کہ گوشت نہیں کھائے گا اور مچھلی کھالے تو اس پر حنث یمین لازم نہیں آئے گا۔

وَلِذٰلِكَ لَا يَحْنَثُ مَنْ حَلَفَ لَا يَرْكَبُ دَابَّةً فَرَكِبَ كَافِرًا مَعَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى سَمَّاهُ دَابَّةً فِيْ قَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اسی وجہ میں حانث نہ ہوگا جو قسم کھائے

کہ دابہ پر سوار نہ ہوگا اور کافر پر سوار ہو جائے یا آنکہ اللہ تعالے نے کافر کو فرمایا اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا۔ تو دابہ کافر بھی ہے مگر قسم میں مراد کافر نہیں بنا بریں حانث نہ ہوگا۔

وَتَسۡتَخۡرِجُوۡا حِلۡیَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا۔ اور نکالتے ہو اس دریا سے زیورات کہ اسے پہنتے ہو۔

وَالۡحِلۡیَةُ الَّتِیۡ تُسۡتَخۡرَجُ مِنَ الۡبَحۡرِ الۡمِلۡحِ اللُّؤۡلُؤُ وَالۡمَرۡجَانُ وَیَلۡبَسُ ذٰلِكَ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ وَاِنِ اخۡتَلَفَتۡ کَیۡفِیَّةُ اللُّبۡسِ۔ اور حلیہ وہ زیور ہے جو کھاری سمندر سے موتی اور مونگا نکال کر زیور کی شکل میں استعمال ہوتا ہے اگرچہ ان کے پہننے کے طریقے علیحدہ ہیں۔

وَلَا نَعۡلَمُ حِلۡیَةً تُسۡتَخۡرَجُ مِنَ الۡبَحۡرِ الۡعَذۡبِ۔ اور میٹھے سمندر سے یہ زیور موتی مونگا ہم نے نکلتے نہیں دیکھا حالانکہ اللہ تعالے یَخۡرُجُ مِنۡهُمَا اللُّؤۡلُؤُ وَالۡمَرۡجَانُ فرما رہا ہے یہ بطور مقاربت ارشاد ہے یا جیسے مچھلی کی ہڈی سے تلوار کا قبضہ بھی بنتا ہے اور وہ میٹھے کھاری دونوں دریاؤں سے نکالی جاتی ہے اور مچھلی کی ہڈی سے زیورات بھی بنتے ہیں۔

اور علامہ خفاجی فرماتے ہیں لَامَانِعَ مِنۡ اَنۡ یَّخۡرُجَ اللُّؤۡلُؤُ مِنَ الۡمِیَاهِ الۡعَذۡبِ وَاِنۡ لَّمۡ یَرَهُ۔ ناممکن تو یہ بھی نہیں کہ موتی میٹھے پانی سے بھی نکلتے ہوں اگرچہ دیکھے نہیں گئے۔

وَتَرَی الۡفُلۡكَ فِیۡهِ مَوَاخِرَ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ۔ اور تو کشتی دیکھتا ہے کہ اس میں اس کے چلتے وقت پانی چیرتے جانے کی آواز ہے (جیسے عربی میں شواق الماء کہتے ہیں)

راغب کہتے ہیں یُقَالُ مَخَرَتِ السَّفِیۡنَةُ مَخۡرًا وَّمُخُوۡرًا اِذَا شَقَّتِ الۡمَآءَ بِجُؤۡجُئِهَا جب پانی اپنی حرکت میں کشتی سے پھٹتا جاتا ہے اسے مَخَرَتِ السَّفِیۡنَةُ کہتے ہیں۔

اور صاحب کشاف کہتے ہیں یُقَالُ مَخَرَتِ السَّفِیۡنَةُ الۡمَآءَ وَیُقَالُ لِلسَّحَابِ بَنَاتُ مَخۡرٍ لِاَنَّهَا تَمۡخَرُ الۡهَوَآءَ وَالسُّفُنُ الَّذِیۡ اِشۡتَقَّتۡ مِنۡهُ السَّفِیۡنَةُ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمَخۡرِ لِاَنَّهَا تَسۡفُنُ الۡمَآءَ کَاَنَّهَا تَقۡشِرُهٗ کَمَا تَمۡخَرُهٗ۔

اور ایک قول ہے کہ اَلۡمَخۡرُ صَوۡتُ جَرۡیِ الۡفُلۡكِ مخر کشتی کے چلنے سے جو پانی میں آواز ہوتی ہے اسے کہتے ہیں چنانچہ سورۂ نحل میں بھی ہے وَتَرَی الۡفُلۡكَ مَوَاخِرَ فِیۡهِ۔

وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ۔ اور تاکہ ڈھونڈو اس کے فضل سے۔

اس ملک سے اس ملک میں سفر کر کے اپنے تجارتی منافع حاصل کرو۔ اور

وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ۔ اور تاکہ تم شکر کرو ہماری نعمتوں پر آگے ارشاد ہے۔

یُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّهَارِ وَیُوۡلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیۡلِ۔ داخل کرتا ہے رات کا حصہ دن میں اور داخل کرتا ہے

دن کا حصہ رات میں یعنی کبھی دن بڑا کر دیتا ہے کبھی رات طویل فرما دیتا ہے۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى۔ اور سورج اور چاند مسخر فرمائے کہ ہر ایک چل رہا ہے ایک مقررہ مدت تک۔

یعنی ان کا طلوع و غروب قیامت تک کے لیے مقرر ہے یا سورج کی مدت سیر ایک سال ہے اور چاند کی سیر ایک ماہ مقرر ہے آگے ارشاد ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ

یہ ہے تمہارا اللہ ہے جو رب ہے تمہارا اسی کی ملک ہے اور وہ جو اس کے سوا پوجتے ہو وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کے چھلکے برابر۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ کے یہ معنے ہیں ذٰلِكُمُ الْعَظِيْمُ الشَّانِ الَّذِيْ اَبْدَعَ هٰذِهِ الصَّنَائِعَ الْبَدِيْعَةَ یہ وہ اللہ ہے جس کی عظیم شانیں اس کی صنعت کمال سے ظاہر ہیں کہیں میٹھے کڑوے سمندر بنائے اور کہیں ان میں سے موتی اور مرجان نکال کر پہننے کے زیور پیدا کیے کہیں سمندر میں کشتی جہاز چلائے جو آواز دیتے ہوئے پانی چیرتے چلتے ہیں جس کے ذریعہ تم اپنی تجارتوں میں ترقی کر رہے ہو کہیں اپنی شیون قدرت سے رات دن میں داخل کر کے دن بڑا کیا کہیں دن رات میں ڈال کر رات بڑھائی پھر چاند سورج ایسے مسخر کیے کہ

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ہر ایک اپنے اپنے محور پر چل رہا ہے چنانچہ سورج سال بھر میں اپنا دورہ ختم کرتا ہے اور چاند وہی دورہ ایک ماہ میں پورا کر لیتا ہے اور ان کے دورے ایک مقرر وقت تک ہیں جو قیامت تک ہے جب وہ دن آئے گا ختم ہو جائیں گے۔

یہ سب شانیں تمہارے رب جل مجدہ کی ہیں جو لائق پرستش ہے اور جنہیں مشرک پوجتے ہیں ان میں شانِ مالکیت کھجور کی گٹھلی کی جھلی پر بھی نہیں۔

قطمیر عربی زبان میں خرمے کی گٹھلی پر جو جھلی ہوتی ہے اسے کہتے ہیں مَا اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَّعَبْدٌ عَنْ مُّجَاهِدٍ بِلِفَافَةِ النَّوَاةِ وَهِيَ الْقِشْرُ الْاَبْيَضُ الرَّقِيْقُ الَّذِيْ بَيْنَ التَّمْرِ وَالنَّوَاةِ۔

اور ابن جریر ابن منذر کہتے ہیں قطمیر وہ ہے جو کھجور کے سر پر ایک ٹوپی ہوتی ہے اِنَّهُ الْقِمْعُ الَّذِيْ هُوَ عَلٰى رَاْسِ التَّمْرَةِ۔

اور عبد بن حمید قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ چھلکا ہے جو کھجور کی گٹھلی کے سر پر ہوتا ہے۔
ایک قول ہے کہ وہ لہسن کا چھلکا ہے هُوَ قِشْرُ الثَّوْمِ۔

بہر حال اس سے مراد کم سے کم مقدار ومالیت کی چیز ہے گویا جیسے اردو میں بولتے ہیں وہ تو ذرہ بھر کا بھی مالک نہیں ایسے ہی مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ فرما کر یہ بتانا مقصود ہے کہ معبودات باطل باطل محض ہیں ان کی پوجا پاٹ بھی باطل ہے۔ معبود حقیقی وہی ذات ہے جو منفرد بالالوہیت ہے جو ایک اور صرف ایک ہے چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ۔ اور اگر تم انہیں پکارو تو تمہاری پکار نہ سن سکیں (اور اگر پوچھو تو تمہارے پوجا سے وہ بے خبر ہیں) اور اگر سن بھی لیں تو تمہاری حاجت پوری نہ کر سکیں اور بروز قیامت تمہاری پوجا پاٹ شرک سے وہ منکر ہوں۔

یعنی اگر بروز قیامت اللہ تعالے بتوں کو بولنے کی استعداد دے بھی دے تو وہ کہیں مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ۔ تم ہماری پوجا ہی نہ کرتے تھے۔

آیۂ کریمہ میں اللہ تعالے نے ملائکہ کے قول کو بیان فرمایا جو پہلی سورت میں آچکا ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ۔ جس دن ہم سب کو محشور فرمائیں پھر فرمائیں ملائکہ سے کیا یہ تمہیں پوجتے تھے۔ سب ملائکہ عرض کریں الٰہی تیرے وجہ منیر کو پاکی ہے تو ہی ہمارا مالک ہے بلکہ یہ تو جنوں کی پوجا کرتے تھے اور انہی پر ان کا ایمان تھا۔

وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ۔ اور یہ اس خبیر وبصیر کی طرح تجھے اے سننے والے خبر نہیں دے سکتے يُنَبِّئُكَ میں خطاب حضور سے بھی ہو سکتا ہے۔

اور لَا يُخْبِرُكَ اَيُّهَا السَّامِعُ بھی جائز ہے۔

بہر حال حضور کو علم خبیر کی طرف سے ہی عطا ہوا اور ہر سننے والے کو جو کچھ معلومات ہوتی ہیں وہ تمام اس خبیر وعلیم بصیر وسمیع کی طرف سے ہی ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ فاطر پ ۲۲

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝	اے لوگو تم محتاج ہو اللہ کے اور اللہ ہی غنی ہے اور سراہا گیا۔

إِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝
وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝

اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور لے آئے نئی مخلوق اور یہ اللہ پر دشوار نہیں۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ

اور نہیں کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ اٹھائے اور اگر بلائے اپنا بوجھ اٹھانے کو اپنے بوجھ کی طرف تو اس کے بوجھ میں سے کوئی کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝

اے محبوب تمہارا ڈر سنانا انہیں کے لیے مفید ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو ستھرا ہوا تو اپنی جان کے لیے ستھرا ہوا اور اللہ کی طرف پھرنا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝

اور نہیں برابر اندھا اور آنکھ والا۔

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝

اور نہیں برابر اندھیریاں اور نور۔

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝

اور نہ سایہ اور نہ تیز دھوپ۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ

اور نہیں برابر زندہ اور مردے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۝

بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے اور نہیں تم اپنی قوت سے سنانے والے قبر والوں کو۔ تم تو ڈر ہی سنانے والے ہو۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝

بے شک ہم نے بھیجا تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور کوئی گروہ نہیں مگر ہم نے ان میں ڈر سنانے والا بھیجا۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝

اور اگر تمہیں یہ جھٹلائیں تو تم سے پہلے بھی جھٹلائے گئے ہیں جب ان میں ان کے رسول آئے روشن دلیلیں لے کر اور صحیفے اور چمکتی کتاب لے کر۔

ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝

پھر میں نے کافروں کو پکڑا تو کیسا ہوا ان کے انکار کا انجام۔

لفظی ترجمہ

يَا أَيُّهَا - اے	النَّاسُ - لوگو	أَنْتُمْ - تم	الْفُقَرَاءُ - محتاج ہو
إِلَى - طرف	اللّٰهِ - اللہ کی	وَ - اور	اللّٰهُ - اللہ
هُوَ - وہی ہے	الْغَنِيُّ - بے نیاز	الْحَمِيدُ - تعریف کیا گیا	إِنْ - اگر
يَشَأْ - چاہے	يُذْهِبْكُمْ - لے جائے تم کو	وَ - اور	يَأْتِ - لے آئے
بِخَلْقٍ - مخلوق	جَدِيدٍ - نئی	وَ - اور	مَا - نہیں
ذٰلِكَ - یہ	عَلَى - اوپر	اللّٰهِ - اللہ کے	بِعَزِيزٍ - مشکل
وَ - اور	لَا - نہ	تَزِرُ - اٹھائے گی	وَازِرَةٌ - کوئی جان
وِزْرَ - بوجھ	أُخْرٰى - دوسرے کا	وَ - اور	إِنْ - اگر
تَدْعُ - پکارے	مُثْقَلَةٌ - کوئی بوجھل	إِلَى - طرف	حِمْلِهَا - اپنے بوجھ کی
لَا - نہ	يُحْمَلْ - اٹھایا جائے	مِنْهُ - اس سے	شَيْءٌ - کچھ
وَ - اور	لَوْ - اگرچہ	كَانَ - ہو وہ	ذَا قُرْبٰى - رشتہ دار
إِنَّمَا - سوا نہیں	تُنْذِرُ - تو ڈراتا ہے	الَّذِينَ - ان کو جو	يَخْشَوْنَ - ڈرتے ہیں
رَبَّهُمْ - اپنے رب سے	بِالْغَيْبِ - بن دیکھے	وَ - اور	أَقَامُوا - قائم کرتے ہیں
الصَّلٰوةَ - نماز	وَ - اور	مَنْ - جو	تَزَكّٰى - پاک ہوا
فَإِنَّمَا - تو وہ	يَتَزَكّٰى - پاک ہوا	لِنَفْسِهٖ - اپنی جان کے لیے	وَ - اور
إِلَى - طرف	اللّٰهِ - اللہ کی	الْمَصِيرُ - لوٹنا ہے	وَ - اور
مَا - نہیں	يَسْتَوِي - برابر	الْأَعْمٰى - اندھا	وَ - اور
الْبَصِيرُ - دیکھنے والا	وَ - اور	لَا - نہ	الظُّلُمَاتُ - اندھیرے
وَ - اور	لَا - نہ	النُّورُ - روشنی	وَ - اور
لَا - نہ	الظِّلُّ - سایہ	وَ - اور	لَا - نہ
الْحَرُورُ - گرمی	وَ - اور	مَا - نہیں	يَسْتَوِي - برابر
الْأَحْيَاءُ - زندے	وَ - اور	لَا - نہ	الْأَمْوَاتُ - مردے

اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰہَ ۔ اللہ	یُسْمِعُ ۔ سناتا ہے	مَنْ ۔ جسے
یَّشَآءُ ۔ چاہے	وَ ۔ اور	مَآ ۔ نہیں	اَنْتَ ۔ تو
بِمُسْمِعٍ ۔ سنانے والا	مَّنْ ۔ اسے جو	فِی ۔ بیچ	الْقُبُوْرِ ۔ قبروں کے ہیں
اِنْ ۔ نہیں	اَنْتَ ۔ تو	اِلَّا ۔ مگر	نَذِیْرٌ ۔ ڈرانے والا
اِنَّآ ۔ بیشک ہم نے	اَرْسَلْنَا ۔ بھیجا	کَ ۔ تجھ کو	بِالْحَقِّ ۔ حق کے ساتھ
بَشِیْرًا ۔ خوشخبری دینا	وَّ ۔ اور	نَذِیْرًا ۔ ڈرسناتا	وَ ۔ اور
اِنْ ۔ نہیں	مِّنْ اُمَّةٍ ۔ کوئی امت	اِلَّا ۔ مگر	خَلَا ۔ گذرا
فِیْهَا ۔ اس میں	نَذِیْرٌ ۔ ڈرانے والا	وَ ۔ اور	اِنْ ۔ اگر
یُّکَذِّبُوْ ۔ جھٹلائیں	کَ ۔ تجھ کو	فَقَدْ ۔ تو بیشک	کَذَّبَ ۔ جھٹلایا
الَّذِیْنَ ۔ انہوں نے جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ ان سے پہلے تھے	جَآءَتْهُمْ ۔ آئے انکے پاس	رُسُلُهُمْ ۔ ان کے رسول
بِالْبَیِّنٰتِ ۔ روشن دلائل	وَ ۔ اور	بِالزُّبُرِ ۔ صحیفوں	وَ ۔ اور
بِالْکِتٰبِ ۔ کتاب	الْمُنِیْرِ ۔ روشن لے کر	ثُمَّ ۔ پھر	اَخَذْتُ ۔ پکڑا میں نے
الَّذِیْنَ ۔ ان کو جو	کَفَرُوْا ۔ کافر تھے	فَکَیْفَ ۔ تو کیسا	کَانَ ۔ ہوا
نَکِیْرِ ۔ میرا انکار			

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع سورۃ فاطر پ ۲۲

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ اے لوگو تم اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ غنی وسراہا گیا ہے۔

یہاں اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ سے یہ مراد ہے کہ تم سب اللہ کے فضل و احسان کے حاجتمند ہو اور تمام مخلوق اسی کی محتاج ہے۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ خلق اس کی ہر طرح محتاج ہے اور حقیقت یہی ہے کہ سب کی ہستی و بقا اسی کے کرم سے ہے۔

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ وَمَا ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور فنا کردے اور نئی مخلوق لے آئے اور یہ اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں۔

یعنی اگر وہ چاہے تو تمہیں معدوم اور فنا کردے کیونکہ وہ بے نیاز ہے اور غنی بالذات ہے اور

تمہارے بجائے جو مطیع و فرمانبردار ہو لے آئے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ اور کوئی جان بوجھ اٹھانے والی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک کا گناہ اسی کے ذمہ ہوگا جو اس نے کیے اور کوئی جان کسی دوسرے کے عوض گرفتار نہ ہوگی۔ البتہ جو گمراہ کرنے والے ہیں یا کسی کو غلط راہ پر لگانے والے ہیں وہ اپنی تبلیغ گمراہی کے سبب ماخوذ ہوں گے اور جتنے ان کے سبب گمراہ ہوئے سب کا بار ان پر ہوگا جیسا کہ کلام پاک میں ہے وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ مَّعَ اَثْقَالِهِمْ تو یہ درحقیقت ان کے اپنے کیے کی سزا ہے نہ کہ دوسروں کے اعمال کی۔

وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى۔ اور اگر کوئی بوجھ بٹانے کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کوئی کچھ نہ بٹا سکے گا اگرچہ قریبی رشتہ دار ہو۔

یعنی قریبی رشتہ میں باپ ماں۔ بیٹا۔ بھائی کوئی ہو وہ گناہوں کا بوجھ نہ بٹا سکے گا چنانچہ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بیٹے ماں باپ کے لپٹیں اور ماں باپ بیٹے کے لپٹیں کہ ہمارے گناہوں کا کچھ بوجھ بٹالیں تو وہ جواب دے دیں کہ ہمارے امکان اور قوت سے یہ بات بلند ہے اسلیے کہ ہمارا اپنا بوجھ بھی کم نہیں ہے۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۔ اے محبوب تمہارا ڈر سنانا انہیں کو کام دے گا جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو ستھرا اور پاکیزہ رہا تو وہ اپنے ہی بھلے کو ستھرا ہوا اور ان کا اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

یعنی جو بدیوں سے بچا اور نیک عمل کیے اس نیکی کا فائدہ اسے ہی ملے گا بہرحال پاکیزگی سے مراد گناہوں سے بچنا ہے کہ انجام کار یہی ہے کہ سب کو اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ۔ اور نہیں برابر اندھا اور انکھیارا (اس سے مراد عالم اور جاہل ہے یا کافر اور مومن) اور نہ اندھیریاں (یعنی کفر کی ظلمتیں) اور نہ روشنی (یعنی ایمان کا اجالا) اور نہ سایہ (یعنی جنت یا حق دلائل) اور نہ تیز دھوپ (یعنی جہنم یا باطل) پھر ارشاد ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ۔ اور نہیں برابر زندہ اور مردے۔

یعنی مومن کہ نور ایمان سے زندہ ہیں اور نہ کافر کہ جہالت کفر میں مرے ہوئے ہیں یا علماء و جہال مراد ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ بے شک اللہ جسے چاہے سنا دے (یعنی جسے ہدایت دینا منظور ہو اسے توفیق گوش قبول عطا فرما دیتا ہے) اور تم خود اپنی قوت سے نہیں سنا سکتے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں (یعنی وہ کفار جو مردوں کی طرح اپنے دل کی میت لیے قبر جسم میں پڑے ہیں انہیں آپ کی نصیحت اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

یہاں مردہ سے تشبیہ کفار کو دی گئی گویا فرمایا جیسے مردہ سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اٹھا سکتا اور پند پذیر ہونے سے محروم رہتا ہے ایسے ہی یہ کافر ہیں)

اس آیت کریمہ سے مردوں کے نہ سننے پر استدلال کرنا جہل ہے یہ تمام مثالیں مسلمانوں اور کافروں اور اسلام اور کفر کی ہیں چنانچہ آگے فرمایا۔

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ اے محبوب تم تو عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہو (آگے لوگوں کو اختیار ہے کہ سنیں یا نہیں) ہم نے بیشک آپ کو خوشنودی خدا کی خوشخبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی گروہ نہیں جس میں ڈرانے والا نہ گذرا ہو چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ۔ اور اگر یہ منکرین کفار آپ کو جھٹلائیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے وہ بھی اپنے وقت میں اپنے پیغمبروں کو جھٹلا چکے ہیں (باآنکہ) ان کے پیغمبر ان کے پاس معجزے اور صحیفے اور ایسی کتابیں لے کر آئے جن میں نور ہدایت تھا مگر اس پر بھی جھٹلاتے رہے۔

ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ۔ پھر ہم نے بھی ان کو پکڑ لیا (جو تم نے اے محبوب دیکھ لیا) کہ ہماری ناخوشی ان کے حق میں کیسی زبوں حالی کا موجب ہوئی۔

اب چند لغات کا حل بھی سمجھ لیں

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ۔ لغت میں عزیز غالب کو کہتے ہیں۔ محاورہ میں بولتے ہیں مَنْ عَزَّ بَزَّ اَیْ مَنْ غَلَبَ سَلَبَ۔ تو وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ کے یہ معنی ہوئے کہ موجود لوگوں کو فنا کر دینا اور نئی مخلوق کا لے آنا اللہ تعالیٰ پر غالب نہیں اس لیے کہ اللہ غالب سب پر غالب ہے۔

مُثْقَلَةٌ۔ صفت ہے موصوف محذوف کی اَیْ نَفْسٌ مُّثْقَلَةٌ۔ اور مثقلہ وہ ہے جسے گناہوں کے بوجھ نے گراں بار کر دیا ہو۔

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ۔ ظل سایہ۔ حرور بروزن فعول یہ حر سے مشتق ہے اور حر گرمی کو کہتے ہیں۔

چنانچہ محاورہ میں جو گرم ہوا دن میں چلے اسے سموم کہتے ہیں اور جو شب میں چلے اسے حرور بولتے ہیں۔ مگر یہاں ظل کا مقابل ہے جو دھوپ سے کیا گیا۔

اِنۡ خَلَا۔ خلا معنی کے معنی ودتیا ہے اس کی اصل خلو تھی واو متحرک اپنے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے الف کے ساتھ بدل گیا۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع۔ سورۃ فاطر پ ۲۲

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ غنی حمد کیا گیا ہے۔

یہاں الفقراء پر الف لام جنس ہے یا استغراقی۔ کَاَنَّهُمۡ لِکَثۡرَةِ اِفۡتِقَارِهِمۡ وَشِدَّةِ اِحۡتِیَاجِهِمۡ هُمُ الۡفُقَرَآءُ۔ گویا تمام کے تمام کثرت افتقار اور شدۃ احتیاج میں اللہ کے حضور فقیر ہیں۔

اس لیے کہ قرآن کریم میں انسان کو ضعیف فرمایا گیا وَخُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا۔ اور حیوان پر یہ حکم نہیں آتا اس لیے کہ وہ محتاج مطاعم وملابس نہیں ہیں جیسے انسان وہ مطاعم وملابس میں محتاج ہے اللہ اسی وجہ میں جن قوم کو لوگوں میں داخل نہیں فرمایا لیکن تغلیبا جن اور انسان سب ہی مفتقر الی اللہ ہیں

چنانچہ علامہ طیبی فرماتے ہیں اَلَّذِیۡ یَقۡتَضِیۡهِ النَّظۡمُ الۡجَلِیۡلُ اَنۡ یُّحۡمَلَ التَّعۡرِیۡفُ فِی النَّاسِ عَلَی الۡعَهۡدِ وَفِی الۡفُقَرَآءِ عَلَی الۡجِنۡسِ لِاَنَّ الۡخَاطِبِیۡنَ هُمُ الَّذِیۡنَ خُوۡطِبُوۡا فِیۡ قَوۡلِهٖ تَعَالٰی ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمۡ لَهُ الۡمُلۡکُ۔ اَیۡ ذٰلِکُمُ الۡمَعۡبُوۡدُ هُوَ الَّذِیۡ وُصِفَ بِصِفَاتِ الۡجَلِیۡلِ لَا الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ وَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ الۡخَلَائِقِ اِحۡتِیَاجًا اِلَیۡهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

آیۂ کریمہ کا مقتضی یہ ہے کہ النّاس کا الف لام عہد ذہنی ہو اور الفقراء کا الف لام جنسی ہو اس لیے کہ مخاطبہ میں جن وانس سب ہی داخل ہیں جیسے ذلکم اللہ ربکم لہ الملک کے یہی معنی ہیں یہ ہے تمہارا سب کا معبود جس کی صفت جلیل بیان ہوئی نہ کہ وہ جسے تم پوجتے ہو اس کے سوا اور تم سخت ترین خلائق ہو کر بھی محتاج الی اللہ عزوجل ہو۔

وَهُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شے سے غنی ہے اور سراہا گیا۔ منعم جمیع موجودات ہے اور وہی مستحق حمد ہے۔

اور یہاں غنی کو حمید پر مقدم کرنے میں مناسبت خاص ہے اس لیے کہ غنی فقیر کو اس وقت تک

نفع نہیں دے سکتا جبتک جوّاد اور منعم نہ ہو تو ذات واجب تعالیٰ شانہٗ غنی ہی نہیں بلکہ جوّاد اور حمید بھی ہے اور ایسی صفت والا ہی مستحق حمد ہے۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ

اَنَّہٗ لَمَّا کَثُرَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدُّعَاءُ وَکَثْرَۃُ الْاِصْرَارِ مِنَ الْکُفَّارِ قَالُوْا لَعَلَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مُحْتَاجٌ بِعِبَادَتِنَا فَنَزَلَتْ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کرنے اور اللہ کے حضور سوال کرنے پر اصرار ہوا تو کفار کہنے لگے شائد اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی دعا کا محتاج ہے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا

اِنْ یَّشَاْ یُذْہِبْکُمْ۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں دنیا سے لے جائے اَیْ اِنْ یَّشَاْ سُبْحَانَہٗ اِذْہَابَکُمْ اَیُّہَا النَّاسُ۔

وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ اور لے آئے نئی مخلوق اَیْ بِعَالَمٍ غَیْرِ النَّاسِ لَا تَعْرِفُوْنَہٗ ھٰذَا اِذَا کَانَ الْخِطَابُ عَامًّا اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُذْہِبْکُمْ اَیُّہَا الْمُشْرِکُوْنَ اَوِ الْعَرَبُ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ لَیْسُوْا عَلٰی صِفَتِکُمْ بَلْ مُسْتَمِرُّوْنَ عَلٰی طَاعَتِہٖ وَتَوْحِیْدِہٖ۔

یعنی وہ مخلوق لے آئے لوگوں کے علاوہ جنہیں تم نہ جانتے ہو۔ یہ معنی اس صورت میں ہیں جب کہ خطاب عام ہو یا اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر وہ چاہے تو اے مشرکو یا اے عرب والو تمہیں فنا کر دے اور تمہاری جگہ ایسی مخلوق لے آئے جو تمہاری طرح ہٹیلی ضدی نہ ہو بلکہ وہ ہمیشہ ہماری اطاعت اور توحید پر قائم رہے۔

وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔ اور ایسا کر دینا اللہ تعالےٰ پر دشوار نہیں اس لیے کہ اس کے کمال قدرت سے یہ ہے کہ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ جب وہ ارادہ فرمائے کسی شے کے ہونے کا تو کُنْ حکم دیتا ہے تو وہ علی الفور ہو جاتی ہے لہٰذا اس کی مشیت اگر تمہارے فنا کرنے اور دوسری مخلوق لانے کی طرف منعطف ہو جائے تو اس کے کمال قدرت سے یہ کیا بعید ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ اور کوئی گناہ گار جان نہیں اٹھا سکتی دوسرے گناہگار کا بوجھ آلوسی فرماتے ہیں اَیْ لَا تَحْمِلُ نَفْسٌ اٰثِمَۃٌ اِثْمَ نَفْسٍ اُخْرٰی بَلْ تَحْمِلُ کُلُّ نَفْسٍ وِزْرَھَا اور سورۂ سجدہ اور عنکبوت میں جو ارشاد ہے وہ اس کے منافی نہیں حیث قال وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَہُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِہِمْ فَاِنَّہٗ فِی الضَّالِّیْنَ الْمُضِلِّیْنَ وَھُمْ یَحْمِلُوْنَ اِثْمَ اِضْلَالِہِمْ مَعَ اِثْمِ

مَنْ لَا يِهِمْ وَكُلٌّ ذٰلِكَ اٰثَامُهُمْ لَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ اٰثَامِ غَيْرِهِمْ۔ وہ ضرور اٹھائیں گے اپنے بوجھ اپنے بوجھوں کے ساتھ اس لیے کہ وہ گمراہ ہو کر گمراہ کرنے والے ہیں تو وہ گمراہ کرنے کا بوجھ بھی اپنی گمراہی کے گناہ کے ساتھ اٹھائیں گے اور یہ ان کا اپنا ہی بار گناہ ہے نہ کہ دوسروں کے گناہ کا بوجھ۔

وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى۔ اور اگر بلائے بوجھ والا اپنے گناہوں کے بوجھ کے لیے کسی کو تو وہ کچھ بوجھ نہ اٹھائے اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہو۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ

اِنَّ الْوَلِيْدَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ قَالَ لِقَوْمٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اُكْفُرُوْا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ وِزْرُكُمْ۔ ولید بن مغیرہ مومنین سے کہتا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار کر دو اور اس کا گناہ میرے ذمہ ہے۔

اس کے جواب میں ارشاد ہوا وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا الخ اور وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى بھی اسی مضمون کا حامل ہے۔

گویا خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ اِنَّهٗ لَا مُسْتَغَاثَ مِنْ هَوْلِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ۔ کہ اس دن کوئی مستغاث نہ ہوگا ہول قیامت پر۔

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى۔ اگرچہ جسے پکارے وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اس کے بعد ارشاد ہے۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ۔ آپ تو اے محبوب انہیں اپنے رب کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں جو اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے اور۔

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ۔ نماز قائم رکھتے ہیں۔

چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں اَیْ يَخْشَوْنَهٗ تَعَالٰى غَائِبِيْنَ عَنْ عَذَابِهٖ سُبْحٰنَهٗ۔ جو اللہ تعالے سے ڈرتے ہیں عذاب غائبانہ سن کر اور نماز قائم رکھتے ہیں اَیْ دَاوَمُوْهَا كَمَا يَنْبَغِيْ۔

وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۔ اور جو گناہوں سے پاکی حاصل کرے آپ کے انذار و تنذیر سے تو وہ اپنے بھلے کے لیے پاکی حاصل کرے گا اور ماننے نہ ماننے والے سب کو اللہ تعالے کی طرف ہی پہنچنا ہے۔

کسی اور جگہ تو ٹھکانہ نہیں تو وہی اعمال طالح کی سزا دے گا اور اعمال صالح کی جزا عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد کافر و مومن کا فرق اور دونوں میں عدم تساوی مثالوں سے بیان فرمائی جاتی ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ۔ اور برابر نہیں اندھا اور آنکھ والا یعنی اندھا کافر اور آنکھ والا مومن مساوی المراتب نہیں ہو سکتا جیسے پہلے فرمایا تھا وَمَا یَسْتَوِی الْبَحْرٰنِ ملیٹھا کڑوا دریا برابر نہیں۔ وَالْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ مَثَلَانِ لِلْکَافِرِ وَالْمُؤْمِنِ کَمَا قَالَ قَتَادَۃُ وَالسُّدِّیْ وَغَیْرُھُمَا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ تشبیہ بت اور اللہ تعالے کی ہے گویا فرمایا گیا جس جماد بے جان کے تم پجاری ہو وہ اور اللہ تعالے کی ذات دونوں مساوی نہیں ہو سکتے دوسری مثال میں پھر ارشاد ہے۔

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ اور تاریکی اور نور برابر نہیں ہو سکتے۔

یعنی جہالت کی اندھیریاں اور حق کے انوار مساوی نہیں۔ تیسری مثال فرمائی گئی۔

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ۔ اور ثواب عمل کا سایہ اور گرمی عذاب بھی برابر نہیں۔

یا جنت اور جہنم برابر نہیں۔ صاحب کشاف کہتے ہیں اَلْحَرُوْرُ اَلسَّمُوْمُ اِلَّا اَنَّ السَّمُوْمَ یَکُوْنُ بِالنَّهَارِ وَالْحَرُوْرُ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ۔ وَقِیْلَ بِاللَّیْلِ الْحَرُوْرُ۔ باد سموم ہے جو دن میں چلتی ہے اور حرور رات دن میں برابر چلتی ہے اور ایک قول ہے کہ حرور رات میں گرم ہوا جو چلتی ہے اسے کہتے ہیں اور سموم دن میں ہوا گرم جو چلتی ہے جسے لو بھی کہتے ہیں وہ ہے۔

اس کے بعد چوتھی مثال ارشاد فرمائی گئی۔

وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ۔ اور زندہ اور مردے مساوی نہیں۔

یہ مثال بھی مومن اور کافر کی ہے احیاء وہ مومن ہیں جو حضور کی بعثت کے بعد دین اسلام میں داخل ہوئے اور اموات وہ ہیں جو مصر علی الشرک رہے اور نکبر میں مر گئے۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں اور بعض مفسرین فرماتے ہیں یہ مثال علماء اور جہلا کے لیے ہے علماء سے مراد وہ ہیں جو علم کی چاشنی حاصل کر کے زندہ ہیں اور جہلا وہ اموات ہیں جو زہر جہالت سے مر گئے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ۔ بے شک اللہ ہدایت سنا دیتا ہے جسے چاہے اور گوش قبول کھول دیتا ہے۔

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ اور آپ اے محبوب اسے ہدایت کی آواز نہیں سنا سکتے جو اپنے جسم کی قبر میں ہے۔

یہ ترشیحا مثال ہے ان کی جو مصر علی الشرک ہیں اور اپنے کفر میں مرے ہوئے ہیں اور اتباعًا انکے ایمان سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو فرما دیا کہ ان کے ایمان لانے کی امید نہ فرمائیں چنانچہ روح المعانی میں آلوسی فرماتے ہیں تَرْشِیْحٌ لِتَمْثِیْلِ الْمُصِرِّیْنَ عَلَی الْکُفْرِ بِالْاَمْوَاتِ وَاِشْبَاعٌ فِیْ اِقْنَاطِهٖ عَلَیْهٖ

السَّلَامُ مِنْ اِیْمَانِہِمْ۔

وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ بہرے کہتے ہیں۔ وَالْمُرَادُ بِالسَّمَاعِ هٰهُنَا مَا اُرِیْدَ بِهٖ فِیْ سَابِقَتِهٖ وَلَا یُنَافِیْ اِرَادَۃُ سَمَاعِ الْمَعْرُوْفِ مَا وَرَدَ فِیْ حَدِیْثِ الْقَلِیْبِ لِاَنَّ الْمُرَادَ نَفْیُ الْاِسْمَاعِ بِطَرِیْقِ الْعَادَۃِ۔ یہاں سماع سے مراد وہی مثالوں کے مطابق ہے اور اس سے ہرگز سماع موتی مراد نہیں اس لیے کہ حدیث قلیب بدر والی سے ثابت ہے کہ حضور نے مقتولین کفار کو پکارا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب عرض کیا کہ حضور کیسے ندا فرما رہے ہیں اَجْسَادًا لَا اَرْوَاحَ فِیْهِمْ یہ تو جسم ہی جسم ہیں ان میں روح نہیں جو سننے کی استعداد رکھتی ہے تو حضور نے جواب دیا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ۔ قسم بخدا کے لایزال تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔

چنانچہ حدیث قلیب بدریہ ہے جو مشکوۃ المصابیح فی المعجزات میں منقول ہے۔

یَقُوْلُ عُمَرُ یُحَدِّثُنَا عَنْ اَهْلِ بَدْرٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُرِیْنَا مَصَارِعَ اَهْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَالَّذِیْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَؤُوا الْحُدُوْدَ الَّتِیْ حَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجُعِلُوْا فِیْ بِئْرٍ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی انْتَهٰی اِلَیْهِمْ فَقَالَ یَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ وَیَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ حَقًّا فَاِنِّیْ قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِیَ اللّٰهُ حَقًّا۔ فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ تُکَلِّمُ اَجْسَادًا لَا اَرْوَاحَ فِیْهَا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ غَیْرَ اَنَّهُمْ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ یَّرُدُّوْا عَلَیَّ شَیْئًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ حضور نے بدر میں کفار کے گرنے کی جگہ رات میں ہمیں دکھائی اور فرمایا یہ فلاں کے تڑپنے کا مقام ہے یہ فلاں کے تڑپنے کی جگہ ہے تو قسم اس ذات پاک کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث کیا کہ جو حدیں حضور نے بتائیں اسی جگہ وہ لاشیں تڑپیں پھر انہیں اس کنویں میں ایک پر ایک لاش ڈال دی۔

پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس کنویں پر تشریف لائے (جسے قلیب بدر کہتے ہیں) اور وہاں حضور نے نام لے کر ندا فرمائی اے فلاں فلاں کے بیٹے اے فلاں فلاں کے بیٹے کیا تم نے پالیا جو تم سے اللہ اور رسول نے وعدہ کیا پورا پورا تو ہم نے بیشک پالیا جو ہم سے ہمارے رب نے وعدہ کیا۔

تو حضرت عمر نے عرض کی حضور جسموں سے کیسے کلام فرما رہے ہیں ان میں تو روحیں نہیں ہیں۔

توحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان سے زیادہ نہیں سنتے جو میں ان سے کہہ رہا ہوں سوا اسکے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔ یہ حدیث مسلم میں ہے۔

اور دوسری حدیثوں میں وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ بھی آیا ہے کہ حضور نے یہ قسم فرمایا۔

مختصر یہ کہ مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ سے سماع موتی سے انکار غلط ہے اور یہ عقیدہ فاسدہ ہے اور جو لطیف و نفیس طرز سے مومن کا فر کی تشبیہات دی گئیں وہ کلام پاک ہی کا حصہ ہے۔

اول تشبیہ مومن اور کافر کی بحرین سے دی گئی اور اس میں عذب فرات کو ملح اجاج پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

پھر اعمیٰ و بصیر سے تمثیل دی گئی۔ پھر ظلمات اور نور سے پھر ظل اور حرور سے پھر احیاء و اموات سے اور یہ ظاہر ہے کہ کافر اعمیٰ نہیں اور ہر مومن بصیر نہیں دونوں بظاہر اعمیٰ و بصیر ہوتے نہیں ایسے ہی ہر جگہ ظلمت نہیں ہوتی اور ہر مقام پر نور نہیں ہوتا ایسے ہی ہر وقت ظل یا تو ران حرور نہیں ہوتا ایسے ہی ہر مومن احیاء نہیں اور ہر کافر بظاہر اموات نہیں ہوتا اس میں ترقیات کی نسبتیں ہیں۔

جو اعمیٰ و بصیر سے بڑھتے بڑھتے ظلمات و نور اور ظل و حرور تک تشبیہی ترقی کی اور انتہا احیاء و اموات پر فرمائی۔

اور آخر میں وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ فرما کر ظاہر فرمایا کہ
حق و باطل ایسے ہے آنکھ والا اور اندھا۔
اور ظلمات و نور ایسے ہے جیسے جہالت اور علم
اور ظل و حرور ایسے ہے جیسے ثواب و عقاب
تو ظلمات منافی نور ہے ایسے ہی کافر جاہل مخالف مومن ہے وقس علی ہذا۔

اور جیسے احیاء میں اشارہ مومنین کی طرف ہے اور اموات میں اشارہ کافر کی طرف۔ اور آخر میں فیصلہ ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ۔ بیشک اللہ جسے چاہے گوش قبول عطا فرمادے۔

اور آپ بلا مشیت الٰہی اور بغیر عطائے اذن کسی کافر مردہ دل کو ہدایت کی طرف نہیں لاسکتے۔ جیسا کہ ارشاد ہو چکا ہے اِنَّکَ لَا تَہْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَہْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اے محبوب آپ اپنی قوت و ارادے سے کسی کو ہدایت نہیں فرماتے بلکہ جسے اللہ چاہے اسے آپ کے ذریعہ ہدایت ملتی ہے۔

ورنہ ابوجہل ابولہب۔ امیہ بن خلف۔ ابن سلول سب ہدایت پر ہوتے اس لیے کہ آپ کے وجود باجود کو ہم نے رحمت عالم بنایا ہے اور صرف اور صرف مظہر رحمت ہیں اور ہماری ذات مظہر رحمت و زحمت ہے ہم رحمٰن و رحیم بھی ہیں اور جبار و قہار بھی لیکن آپ روف و رحیم اور حریص علی الایمان ہیں اس لیے ہم آپ کی نعت یوں فرماتے ہیں۔

إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ آپ نہیں مگر ڈرانے والے۔

اسی وجہ سے مَا عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ وَتَنْذِرَ وہ آپ پر یہ بار نہیں کہ آپ تبلیغ و تنذیر کے بعد ہدایت و عدم ہدایت کے بھی ذمہ دار ہوں بلکہ آپ جسے ڈرائیں ہدایت فرمائیں اس کے لیے اگر اللہ چاہے کہ ہدایت ہو تو وہ سن کر ہدایت پر آجائے گا۔

اور جسے اللہ نہ چاہے کہ اسے ہدایت ہو وہ گمراہ ہی رہے گا بلکہ اس کے دل پر مہر ضلالت ہوگی لہذا آپ پر یہ بار نہیں ہوگا کہ آپ اس کی ضلالت کے متعلق مسئول ہوں اس لیے کہ

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔ بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشارت دیتا اور ڈر سناتا بھیجا ہے۔

اور یہی ہماری عادت مستمرہ ہے۔ چنانچہ

وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ۔ اور کوئی جماعت زمانہ ماضیہ میں ایسی نہ گذری مگر اس میں ہمارا نذیر گذرا۔ یہاں خلا بمعنی مضی ہے۔

اب یہ کہ وہ نذیر نبی ہی آیا یا عالم۔

اس پر صاحب روح المعانی فرماتے ہیں مِنْ نَبِيٍّ أَوْ عَالِمٍ يُنْذِرُهَا۔

وَقِيلَ خَصَّ النَّذِيرُ بِالذِّكْرِ لِأَنَّ الْبِشَارَةَ لَا تَكُونُ إِلَّا بِالسَّمْعِ فَهُوَ مِنْ خَصَائِصِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَالْبَشِيرُ نَبِيٌّ أَوْ نَاقِلٌ عَنْهُ بِخِلَافِ النِّذَارَةِ فَإِنَّهَا تَكُونُ سَمْعًا وَعَقْلًا فَلِذَا وُجِّهَ النَّذِيرُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ۔

ایک قول یہ ہے کہ نذیر کا ذکر ارشاد فرمایا گیا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ اس لیے کہ بشارت نہیں ہو سکتی جب تک بشیر سمع و طاعت کا اہل نہ ہو اسی وجہ سے بشیر ہونا خصائص انبیاء سے ہے۔ تو بشیر یا نبی ہو سکتا ہے یا نبی کے احکام کا ناقل۔

برخلاف نذارت کے کہ وہ سن کر بھی ہو سکتی ہے اور عقل کی روشنی سے بھی۔

اسی لیے ہر جماعت میں نذیر کا آنا فرمایا۔

اور یہ عقیدہ باطل ہے کہ تمام حیوانات و بہائم میں بھی انبیاء یا علماء آئے ہیں وَرَاَیْتُ فِیْ بَعْضِ الْکُتُبِ اِنَّ الْقَوْلَ بِذٰلِکَ کُفْرٌ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔

وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ جَآءَتْہُمْ رُسُلُہُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْکِتٰبِ الْمُنِیْرِ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ۔ اور اگر یہ سرکش آپ کی تکذیب کریں تو فَلَا تَحْزَنْ مِنْ تَکْذِیْبِ ہٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکَ۔ تو آپ غمگین نہ ہوں ان کے جھٹلانے سے یہ تو ہمیشہ سے اپنے نبیوں کی تکذیب کرتے آئے ہیں اور جب تکذیب کی ہے جبکہ وہ نبی معجزات باہرہ اور صحف ساطعہ مثل ابراہیم علیہ السلام کے لائے اور روشن کتاب مثل توریت و انجیل و قرآن کریم کے لائے یہ تکذیب ہی کرتے رہے۔ آخر ش

ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ میں نے ان کافروں کی گرفت کی تو ان کا انکار ان کے لیے ان پر ہی وبال ہوا۔

اس آیہ کریمہ میں حضور کو تسلیہ ارشاد ہوا کہ ان کی تکذیب کی آپ پرواہ نہ کریں۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۂ فاطر پ ۲۲

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِہٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُہَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُہَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ ۝

کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے نازل کیا آسمان سے پانی تو ہم نے اس سے نکالے پھل جن کے رنگ مختلف ہیں اور پہاڑوں میں راستے ہیں سفید اور سرخ مختلف رنگوں کے اور بہت سے گہرے سیاہ کالے۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ کَذٰلِکَ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ۝

اور لوگوں میں اور چوپایوں میں اور جانوروں میں مختلف رنگ ایسے ہی رکھے اللہ سے ڈرتے ہیں اس کے بندوں میں وہی جو علم والے ہیں بے شک اللہ عزت والا ہے۔ بخشنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰہُمْ

بے شک وہ جو پڑھتے ہیں اللہ کی کتاب اور نماز قائم رکھتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں ہمارے دیے

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ
تَبُوْرَ

ہوئے میں سے پوشیدہ اور علانیہ امید رکھتے
ہیں ایسی تجارت کی جس میں ٹوٹا نہ ہو۔

لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ
فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ

تاکہ پورا دیا جائے انہیں بدلہ ان کا اور اپنے فضل
سے اور زیادہ عطا کرے بے شک وہ بخشنے والا
قدر کرنے والا ہے۔

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ
هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ
اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ

اور وہ کتاب جو ہم نے وحی فرمائی تمہاری طرف
وہ حق ہے تصدیق کرتی ہے اس کی جو اس سے
پہلے آئی بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار
دیکھنے والا ہے

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا
مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ
وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَّمِنْهُمْ سَابِقٌۢ
بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ
الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ

پھر ہم نے وارث کیا کتاب کا انہیں جنہیں چنا
ہم نے اپنے بندوں سے تو ان میں کوئی ظلم کرتا
ہے اپنی جان پر اور ان میں سے کوئی درمیانہ چال
پر ہے اور ان میں سے کوئی بھلائیوں میں سبقت
لے جانے والا ہے اللہ کے حکم سے یہ ہی ہے بڑا فضل

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ
فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا
وَّلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ

بسنے کے باغ ہیں داخل ہوں گے وہ ان میں
سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے
اور ان کا لباس ریشم ہو۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ
اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ
شَكُوْرُ

اور کہیں گے سب حمد اللہ کے لیے جس نے
ہمارا غم ہم سے دور کیا بے شک ہمارا رب بخشنے
والا قدر فرمانے والا ہے۔

الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ
فَضْلِهٖ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا
فِيْهَا لُغُوْبٌ

وہ جس نے اتارا ہمیں آرام کی جگہ اپنے فضل سے
نہیں پہنچتی ہمیں اس میں کوئی تکلیف اور نہ ہمیں
میں کوئی تکان۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ
لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ

اور وہ جو کافر ہوئے ان کے لیے ہے آگ جہنم
کی نہ موت آئے انہیں کہ مر جائیں اور نہ تخفیف

عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝

ہو ان کے عذاب میں ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں ہم ہر سرکش کو۔ اور چیختے ہوں اس میں لے ہمارے رب ہمیں نکال کہ نیک عمل کریں سوا ان عملوں کے جو کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں عمر نہ دی تھی کہ سمجھنا ہو تو اس میں سمجھ لیں اور آئے تم میں نذیر۔ تو چکھو اب عذاب کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں

لفظی ترجمہ

اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	تَرَ۔ دیکھا تو نے	اَنَّ۔ بیشک
اللّٰہَ۔ اللہ نے	اَنْزَلَ۔ اتارا	مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	مَآءً۔ پانی
فَاَخْرَجْنَا۔ تو نکالے ہم نے	بِہٖ۔ اسکے ساتھ	ثَمَرٰتٍ۔ پھل	مُّخْتَلِفًا۔ مختلف ہیں
اَلْوَانُہَا۔ انکے رنگ	وَ۔ اور	مِنَ الْجِبَالِ۔ پہاڑوں کی	جُدَدٌ۔ دھاریاں ہیں
بِیْضٌ۔ سفید	وَ۔ اور	حُمْرٌ۔ سرخ	مُّخْتَلِفٌ۔ مختلف ہیں
اَلْوَانُہَا۔ انکے رنگ	وَ۔ اور	غَرَابِیْبُ۔ گہری	سُوْدٌ۔ سیاہ
وَ۔ اور	مِنَ النَّاسِ۔ لوگوں میں سے		وَ۔ اور
الدَّوَآبِّ۔ جانوروں	وَ۔ اور	الْاَنْعَامِ۔ چارپایوں سے	مُخْتَلِفٌ۔ مختلف ہیں
اَلْوَانُہٗ۔ اس کے رنگ	کَذٰلِکَ۔ اسی طرح ہیں	اِنَّمَا۔ اسکے سوا نہیں	یَخْشَی۔ ڈرتے ہیں
اللّٰہَ۔ اللہ سے	مِنْ عِبَادِہِ۔ اس کے بندے		الْعُلَمٰٓؤُا۔ علم والے
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	عَزِیْزٌ۔ غالب ہے	غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا
اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَتْلُوْنَ۔ پڑھتے ہیں	کِتٰبَ۔ کتاب
اللّٰہِ۔ اللہ کی	وَ۔ اور	اَقَامُوا۔ قائم رکھیں	الصَّلٰوۃَ۔ نماز
وَ۔ اور	اَنْفَقُوْا۔ خرچ کریں	مِمَّا۔ اس سے	رَزَقْنٰہُمْ۔ جو ہم نے انکو دیا
سِرًّا۔ پوشیدہ	وَ۔ اور	عَلَانِیَۃً۔ ظاہر	یَرْجُوْنَ۔ امید رکھتے ہیں

تِجَارَةً. ایسی تجارت کی جو	لَّنْ. ہرگز نہ	تَبُوْرَ. برباد ہو	لِيُوَفِّيَهُمْ. تاکہ پورا دے انکو
اُجُوْرَ. اجر	هُمْ. ان کے	وَ. اور	يَزِيْدَ. زیادہ دے
هُمْ. ان کو	مِّنْ فَضْلِهٖ. اپنے فضل سے	اِنَّهٗ. بیشک وہ	
غَفُوْرٌ. بخشنے والا	شَكُوْرٌ. قدردان ہے	وَ. اور	الَّذِيْٓ. وہ جو
اَوْحَيْنَا. وحی کی ہم نے	اِلَيْكَ. تیری طرف	مِنَ الْكِتٰبِ. کتاب	هُوَ. وہ
الْحَقُّ. حق ہے	مُصَدِّقًا. تصدیق کرتی ہے	لِّمَا. اس کی جو	بَيْنَ يَدَيْهِ. پہلے اس سے ہے
اِنَّ. بیشک	اللّٰهَ. اللہ	بِعِبَادِهٖ. اپنے بندوں سے	لَخَبِيْرٌ. خبردار
بَصِيْرٌ. دیکھنے والا ہے	ثُمَّ. پھر	اَوْرَثْنَا. وارث بنایا ہمنے	الْكِتٰبَ. کتاب کا
الَّذِيْنَ. ان کو جنہیں	اصْطَفَيْنَا. چنا ہم نے	مِنْ عِبَادِنَا. اپنے بندوں سے	فَمِنْهُمْ. تو بعض ان سے
ظَالِمٌ. ظالم ہیں	لِّنَفْسِهٖ. اپنی جان کیلیے	وَ. اور	مِنْهُمْ. کچھ ان سے
مُّقْتَصِدٌ. میانہ رو ہیں	وَ. اور	مِنْهُمْ. کچھ ان سے	سَابِقٌ. بڑھنے والے ہیں
بِالْخَيْرٰتِ. نیکیوں کی طرف	بِاِذْنِ. حکم	اللّٰهِ. خدا سے	ذٰلِكَ. یہ
هُوَ. وہ ہے	الْفَضْلُ. فضل	الْكَبِيْرُ. بڑا	جَنّٰتُ. باغ ہیں
عَدْنٍ. ہمیشہ کے	يَّدْخُلُوْنَهَا. داخل ہوں گے اس میں	يُحَلَّوْنَ. پہنائے جائیں	فِيْهَا. اس میں
مِنْ اَسَاوِرَ. کنگن	مِنْ ذَهَبٍ. سونے کے	وَّ. اور	لُؤْلُؤًا. موتی
وَ. اور	لِبَاسُهُمْ. لباس ان کا	فِيْهَا. اس میں	حَرِيْرٌ. ریشم ہوگا۔
وَ. اور	قَالُوا. کہیں گے	الْحَمْدُ. سب تعریفیں	لِلّٰهِ. اللہ کو ہیں
الَّذِيْٓ. وہ جو	اَذْهَبَ. لے گیا	عَنَّا. ہم سے	الْحَزَنَ. غم
اِنَّ. بیشک	رَبَّنَا. ہمارا رب	لَغَفُوْرٌ. بخشنے والا	شَكُوْرٌ. قدردان ہے
الَّذِيْٓ. وہ جس نے	اَحَلَّنَا. اتارا ہمیں	دَارَ. گھر	الْمُقَامَةِ. قیام ہیں
مِنْ فَضْلِهٖ. اپنے فضل سے	لَا. نہیں	يَمَسُّنَا. پہنچے گی ہمیں	فِيْهَا. اس میں
نَصَبٌ. بھوک	وَ. اور	لَا. نہ	يَمَسُّنَا. پہنچے ہمیں
فِيْهَا. اس میں تکان	لُغُوْبٌ. تکان	وَ. اور	الَّذِيْنَ. وہ جو
كَفَرُوْا. کافر ہیں	لَهُمْ. ان کے لیے	نَارُ. آگ ہے	جَهَنَّمَ. جہنم کی
لَا. نہ	يُقْضٰى. فیصلہ ہو	عَلَيْهِمْ. ان کا کہ	فَيَمُوْتُوْا. مر جائیں

وَ - اور	لَا - نہ	يُخَفَّفُ - کم کیا جائے گا	عَنْهُمْ - ان سے
مِّنْ عَذَابِهَا - اس کا عذاب		كَذٰلِكَ - اسی طرح	نَجْزِىْ - بدلہ دیتے ہیں ہم
كُلَّ - ہر	كَفُوْرٍ - ناشکرے کو	وَ - اور	هُمْ - وہ
يَصْطَرِخُوْنَ - چیختے ہونگے	فِيْهَا - اس میں	رَبَّنَا - اے ہمارے رب	اَخْرِجْنَا - نکال ہم کو
نَعْمَلْ - ہم عمل کرینگے	صَالِحًا - نیک	غَيْرَ - سوا	الَّذِىْ - اس کے جو
كُنَّا - تھے ہم	نَعْمَلُ - عمل کرتے	اَوَ - کیا	لَمْ - نہ
نُعَمِّرْ - عمر دی ہم نے	كُمْ - تم کو	مَا - اتنی کہ	يَتَذَكَّرُ - نصیحت لیتا
فِيْهِ - اس میں	مَنْ - جو	تَذَكَّرَ - نصیحت لینا چاہتا	وَ - اور
جَآءَ - آیا	كُمُ - تمہارے پاس	النَّذِيْرُ - ڈرانے والا	فَذُوْقُوْا - تو چکھو
فَمَا - کہ نہیں ہے	لِلظّٰلِمِيْنَ - ظالموں کا	مِنْ نَّصِيْرٍ - کوئی مددگار	

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع سورۃ فاطر پ ۲۲

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً - کیا نہ دیکھا تو نے کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا۔ یعنی بارش نازل فرمائی۔

فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا - تو نکالے ہم نے اس سے پھل رنگ برنگ۔ یعنی سبز، سرخ، زرد مثل انار، سیب، انجیر، انگور، انار، کھجور، کیلا، سنگترہ، ناشپاتی، چکوترہ یعنی بگوگوشہ، بیر، فالسے، موسمی، آم، خربوزہ، تربوز، لوکاٹ، خوبانی، لیچی، ارنڈ، ککڑی، سرداو غیرہ وغیرہ کے بیشمار۔

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ - اور پہاڑوں میں راستے ہیں سفید اور سرخ مختلف اللون اور کالے بھوچنگ۔

یعنی پھلوں میں جیسے مختلف الالوان ہیں ایسے ہی پہاڑوں میں راستے سفید پتھر والے سفید سرخ پتھر والے سرخ رنگ کے اور سیاہ پتھر والے پہاڑوں میں سیاہ رنگ کے راستے۔ یہاں اللہ تعالٰے نے اپنے نشانہائے قدرت اور آثار صنعت ظاہر فرمائے تاکہ اس کی ذات وصفات پر استدلال کیا جاسکے

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ - اور بعض آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں کے رنگ ایسے

ہی مختلف ہیں اللہ سے ڈرتے والے بندوں میں وہی ہیں جو علم رکھتے ہیں بے شک اللہ عزت والا اور بخشنے والا ہے۔

علماء پر خوف و خشیۃ کا حصر اس وجہ میں فرمایا کہ وہ صفات الٰہی اور عظمت کو جانتے ہیں اسی سے علم کا تفاوت کچھ زیادہ کی نسبت سے ہے جتنا علم زیادہ ہوا اتنا ہی خوف بھی زیادہ ہوا ہے۔ اسٹیج پر بولنے والے واعظ قسم کے علماء اس تعریف میں داخل نہیں کہ وہ محض پیشہ ور کا سب اموال ہیں۔

وہ علماء جو خشیۃ الٰہی کے ماتحت اپنے لیل و نہار گذارتے ہیں وہ اخص الخواص ہیں موجودہ دور میں پیشہ ور زیادہ ہیں اور خوف و خشیت والے معدوم نہیں لیکن نادر ہیں اور اللہ تعالےٰ عزت والا بخشنے والا ہے جسے چاہے معاف فرما دے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ۔ بے شک وہ جو پڑھتے ہیں اللہ کی کتاب اور قائم رکھتے ہیں نماز اور ہمارے دیے سے خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر امید رکھتے ہیں ایسی تجارت کی جس میں ہرگز نقصان نہیں۔

یہ ان اہل علم کی تعریف ہے جو کتاب اللہ پڑھتے نماز قائم رکھتے اور جو اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے تنہا خوری کی بجائے غرباء و مساکین اور یتامیٰ پر خرچ کرتے ہیں اور یہ خرچ علانیہ و پوشیدہ وہ کرتے ہیں اور کتاب اللہ سے مراد قرآن کریم ہے جسے وہ سمجھ کر اللہ تعالےٰ کی جبروت اور اس کی عزت و شان جانتے ہیں پھر ان میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس خیرات میں ایسی تجارت کی امید ہے جس میں نقصان و خسران کا احتمال نہیں آگے ارشاد ہے۔

لِیُوَفِّیَھُمْ اُجُوْرَھُمْ وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ۔ تاکہ ان کے نیک عمل کا پورا پورا ثواب دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائے بے شک وہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے جبکہ وہ امید رکھتے ہیں تو ان کی امید سے بھی زیادہ انہیں بخشا جائے۔

وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ ھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ اِنَّ اللّٰہَ بِعِبَادِہٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ۔ اور وہ جو ہم نے تمہاری طرف وحی فرمائی کتاب وہی حق ہے اور پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار اور دیکھنے والا ہے۔

وحی کے ذریعہ جو کتاب کا ذکر ہے اس سے مراد قرآن کریم ہے اور کاف تخاطب کا حضور کی طرف ہے یعنی سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو یہ کتاب عطا فرمائی جیسے تمام کتابوں پر فضیلت ہے۔ اور جن کی امت تمام امم ماضیہ سے اشرف ہے اور اللہ تعالےٰ تمام کے تمام لوگوں کے ظاہر و باطن کو

جاننے والا ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ۔ پھر ہم نے وارث کیا کتاب کا اپنے چنے ہوئے بندوں کو (یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کو یہ کتاب عطا فرمائی جنہوں تمام امتوں پر فضیلت ہے اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بلندی اور نیاز مندی کی شرافت سے وہ نوازے گئے ان کے مختلف مدارج و مراتب ہیں) تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی درمیانہ روی میں ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو بھلائیوں میں سبقت لے گیا یہی وہ فضیلت ہے جو اللہ کا بڑا فضل ہے

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ تین گروہ وہ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

سبقت لے جانے والا گروہ مومن و مخلص ہے۔

اور مقتصد گروہ یعنی میانہ روی میں رہنے والا گروہ وہ ہے جس کے عمل ہیں مگر ریا سے ملوث ہیں۔

اور ظالم لنفسہ یعنی اپنی جان پر ظلم کرنے والا وہ گروہ ہے جو نعمات الٰہی کا منکر تو نہیں لیکن شکر بھی بجا نہ لائے۔

حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ہمارا سابق بالخیرات تو سابق ہی ہے

اور مقتصد ناجی ہے۔

اور ظالم مغفور۔

دوسری حدیث میں فرمایا۔

نیکیوں میں سبقت لے جانے والا بے حساب جنت میں جائیگا۔

اور مقتصد سے حساب ہوگا لیکن اس کے حساب میں آسانی ہوگی۔

اور ظالم حساب میں روکا جائے گا جس سے اسے پریشانی ہو مگر وہ بھی جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

سابق عہد رسالت کے وہ عشرہ مبشرہ ہیں جن کے لیے حضور نے بشارت جنت دی۔

اور مقتصد وہ اصحاب ہیں جو حضور کے طریقہ پر عامل رہے۔

اور ظالم لنفسہ ہم تم لوگ ہیں۔ یہاں ام المؤمنین کا یہ فرمانا کمال انکسار کا مظاہرہ ہے کہ اپنے کو آپ تیسرے طبقہ میں شمار فرما رہی ہیں۔

باآنکہ آپ جلالت مرتبت میں وہ ہیں جو آیت تطہیر بتارہی ہے اس لیے کہ سیاق آیۂ تطہیر ازواج مطہرات کے لیے ہے جو یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ سے شروع ہو کر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ پر ختم ہے اور اس کے علاوہ مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے جو مختصر تفسیر میں بیان ہوگا۔

پھر ہر سہ گروہ کے لیے ارشاد ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ۔ ہمیشہ آباد رہنے کے باغیچے ہیں جن میں یہ (ہر سہ گروہ) داخل ہوں (اور ان ہر سہ گروہ کو) سونے کے کنگن اور موتی کے زیور پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس وہاں ریشم ہوگا۔

اور جنت میں داخل ہونے کے بعد ان کا یہ بیان ہو جس کا تذکرہ فرمایا گیا۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ نِ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ۔ اور کہیں گے سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کو جس نے ہمارا غم دور کیا (اور ہمیں اپنے فضل و کرم سے بخش دیا) بے شک ہمارا رب بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔

(یعنی ہمیں عذاب جہنم کا خوف اور گناہوں کا غم تھا یا جو ہم نے عمل کیے ان کا فکر تھا کہ قبول ہوں گے یا نہیں اور ہول قیامت کی فکر تھی کہ وہاں کیا ہوگا اس پر وہ بخشش دیکھ کر حمد الٰہی کریں گے اور کہیں گے کہ) وہ جس نے ہمیں آرام کی جگہ اتارا اور یہ سب اس کے فضل سے ہے کہ ہمیں نہ کوئی تکلیف پہنچی اور نہ ہمیں اس میں کوئی ناپسندیدگی محسوس ہوتی

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا یُقْضٰى عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا وَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ۔ اور وہ جو کافر رہے ان کے لیے آگ جہنم کی ہے نہ انہیں قضا آئے کہ مرجائیں اور نہ ان پر ان کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ہر ناشکرے کو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی۔ پھر وہ نہ مریں نہ زندہ رہیں مرنا تو یوں نہیں کہ اگر مرجائیں تو عذاب سے نجات پائیں اور جینا یوں نہیں کہ وہاں کی تکالیف سے موت پسند کریں اور عذاب جہنم میں ان کی چیخ و پکار سے تخفیف بھی نہ ہو چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

وَهُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ۔ وہ اس جہنم میں چیخیں اور پکاریں کہ اے ہمارے رب ہمیں نکال تاکہ ہم اچھے عمل کریں ان اعمال کے خلاف جو ہم

پہلے کر چکے ہیں۔ اس کے جواب میں ارشاد ہو۔
اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ۔ کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تم میں تشریف لایا تو اب چکھو عذاب کہ ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔
یعنی ہم نے تمہیں عمریں دیں اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں بھیجے مگر تم نے ان کی دعوت قبول نہ کی ان کی فرمانبرداری کی طرف تم نہ جھکے۔ لہٰذا اب عذاب اپنے اعمال کے بدلے قبول کرو اور سزا کا مزہ چکھو ہمارے یہاں ظلم کی مدد نہیں ہے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ فاطر پ ۲۲

تفسیر سے پہلے چند لغات کا حل سمجھ لینا ضروری ہے وہو ہذا۔
جُدَدٌ۔ جمع جُدَّۃٌ کی ہے جُدَّہ خط اور راستے کو کہتے ہیں۔ گدھے کی پشت پر جو ریڑھ کی ہڈی دم تک ہوتی ہے اس پر ایک خط سیاہ ہوتا ہے اسے جُدَّۃُ الْحِمَارِ کہتے ہیں۔
چادر پر جو دھاریاں ہوتی ہیں اسے عربی میں کِسَاءٌ مُجَدَّدٌ بولتے ہیں۔
آیۂ کریمہ میں وَّجُدَدٌ بِیْضٌ جو فرمایا اس سے پہاڑوں کے طبقے مراد ہیں۔
بِیْضٌ جمع ہے اَبْیَض کی اور اَبْیَض سفید رنگ کو کہتے ہیں۔ اس کی اصل بُیْضٌ ہے یے سلامت رکھنے کو بے کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا۔ بِیْضٌ اس لیے پڑھا گیا۔
حُمْرٌ جمع ہے حَمْرَاءُ کی اور حَمْرَاءُ مؤنث ہے احمر کا اور احمر کے معنی سرخ رنگ کے ہیں۔
غَرَابِیْبُ سُوْدٌ۔ غرابیب جمع ہے غربیب کی اور غربیب سخت سیاہ کو کہتے ہیں جیسے اردو میں کالا بھوجنگ بولتے ہیں اور تیز سرخ کو لال بھبوکا کہتے ہیں تو یہاں غَرَابِیْبُ سُوْدٌ فرما کر غرابیب تاکید کے لیے لایا گیا اور بطور مبالغہ تاکید کو مؤکد پر مقدم کیا گیا۔
كَذٰلِكَ۔ کا کاف مختلف کے مصدر محذوف کی صفت کے متعلق ہے تو عبارت یوں ہوئی مُخْتَلِفٌ اِخْتِلَافًا كَائِنًا كَذٰلِكَ اَىْ كَاخْتِلَافِ الثَّمَارِ وَالْجِبَالِ۔
اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ یہاں اَلْعُلَمٰٓؤُا۔ یخشی کا فاعل ہے اور اللہ مفعول ہے۔
جَنّٰتُ عَدْنٍ۔ یہ بدل ہے اَلْفَضْلُ الْكَبِيْرُ سے یا مبتدا ہے اور خبر یدخلونہا ہے۔

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ میں یُحَلَّوْنَ دوسری خبر ہے جنت عدن کی یا حال۔ اَسَاوِر جمع ہے اسورہ کی اور اسورہ کا مفرد سوار ہے۔ سوار زیور کو کہتے ہیں۔

وَلُؤْلُؤًا۔ اس کا عطف یُحَلَّوْنَ مِنْ اَسَاوِر پر ہے۔

اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ۔ حَزَن بفتحتین اور حُزْن بضم حاء و سکون زا۔ دونوں کے معنے رنج و غم کے ہیں۔

اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ۔ مُقَامَة صیغہ مفعول ہے یعنی اقامہ مستعمل ہے۔ اس لیے کہ صیغہ اسم مفعول اکثر مصدر کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ خواہ کسی باب سے ہو جیسے رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اور مَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ۔ اور یہ اس لیے کہ مصدر حقیقت میں مفعول ہی ہوتا ہے اسی وجہ میں مفعول کا مصدر کے قائم مقام ہونا جائز ہے۔

لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ۔ نَصَبٌ بمعنی تعب اور مشقت آتا ہے اور لغوب بمعنی تکان اور درماندگی مستعمل ہے۔

فَيَمُوْتُوْا۔ دراصل فَيَمُوْتُوْنَ تھا۔ فَ کے بعد اَنْ ناصبہ جو مقدر ہے اس کی وجہ سے نون اعرابی حذف ہوگیا ہے۔

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ۔ اِصْطِرَاخ مصدر ہے باب افتعال کا مشتق ہے صراخ کہتے ہیں چیخنے کو یا چلانے کو چونکہ مستغیث بھی بوقت استغاثہ بلند آواز سے فریاد کرتا ہے اسی لیے اسے اصطراخ کہتے ہیں۔ اور اس کے معنی ہیں يَسْتَغِيْثُوْنَ۔

اب مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۂ فاطر پ۲۲ شروع ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔ کیا نہ دیکھا تو نے کہ بیشک اللہ نے نازل فرمایا آسمان سے پانی۔ یعنی اس کی قدرت کا یہ مشاہدہ نہ کیا کہ اس قادر وقیوم نے آسمان سے بارش کی۔

یہ استفہام تقریری ہے جو رویت قلبی کے بعد ہر انسان پر واضح ہے یعنی بارش کا ہونا اگرچہ آنکھ بھی دیکھتی ہے لیکن دل کی آنکھ اس کی قدرت کا مشاہدہ کرتی ہے کہ بلندی سے اسفال کی طرف پانی برسانا اسی قادر علی الاطلاق کا کام ہے اور پھر وہ بیکار نہیں بلکہ۔

فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا۔ اور اس پانی سے ہم نکالتے ہیں ایسے پھل کہ جن کے رنگ مختلف ہیں۔

اَیْ اَنْوَاعٌ مِّنَ التُّفَّاحِ وَالرُّمَّانِ وَالْعِنَبِ وَالتِّيْنِ وَغَيْرِهَا مِمَّا لَا يُحْصٰى۔ یعنی اقسام سیب

اور انار اور انگور اور انجیر وغیرہ اور پھر ان کے ذائقوں کا اختلاف اور ان کے رنگ زرد، سرخ، سبز وغیرہ، یعنی ایک پانی سے کتنے رنگ پھلوں میں رنگے۔ ایسے ہی

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ۔ اور پہاڑوں سے راستے سفید سرخ مختلف رنگوں والے۔

جُدَدٌ۔ جُدّہ کی جمع ہے وَهِيَ الطَّرِيقَةُ مِنْ جَدَّهُ إِذَا قَطَعَهُ۔ وہ راستہ ہے۔ جَدَّہ کہتے ہیں جب راستہ کاٹ لیا جائے۔

وَقَالَ أَبُو الْفَضْلِ هِيَ مِنَ الطَّرَائِقِ مَا يُخَالِفُ لَوْنُهُ لَوْنَ مَا يَلِيهِ وَمِنْهُ جُدَّةُ الْحِمَارِ لِلْخَطِّ الَّذِي فِي وَسْطِ ظَهْرِهِ يُخَالِفُ لَوْنَهُ۔ ابو الفضل کہتے ہیں وہ راستوں میں جو مختلف رنگ ہوتے ہیں سے جُدّہ بولتے ہیں۔ اور گدھے کی پشت پر جو ایک خط ہوتا ہے اسے بھی جدّہ بولتے ہیں۔

اور ابن الازرق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جدہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا طَرَائِقُ طَرِيقَةٌ بَيْضَاءُ وَطَرِيقَةٌ خَضْرَاءُ۔ وہ راستے ہیں ایک راستہ سپید ہے کہیں راستہ سبز ہے۔

صاحب لوامع کہتے ہیں هُوَ جَمْعُ جَدِيدٍ بِمَعْنَى آثَارٍ جَدِيدَةٍ وَاضِحَةِ الْأَلْوَانِ۔

اور غرابیب غربیب کی جمع ہے وہ دور کی سیاہی ہے هُوَ الَّذِي أَبْعَدُ فِي السَّوَادِ وَأَغْرَبُ مِنْهُ وَمِنْهُ الْغُرَابُ۔ خلاصہ یہ کہ سخت سیاہ جیسے کالا بھجنگ کہتے ہیں اور اسی وجہ میں غُراب کوے کو کہتے ہیں

چنانچہ حدیث میں ہے اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الشَّيْخَ الْغِرْبِيبَ وَهُوَ الَّذِي يَخْضِبُ بِالسَّوَادِ اللہ تعالے شیخ غربیب کو بغض سے دیکھتا ہے اور شیخ غربیب وہ ہے جو بڈھا ہو کر بالوں پر سیاہ خضاب کرے اور مَنْ سَوَّدَ شَعْرَهُ سَوَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بھی فرمایا گیا۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ۔ اور لوگوں سے اور دواب اور چارپایوں سے بھی مختلف رنگ ہیں ایسے ہی۔

جیسے پھلوں اور پھولوں میں اور یہ سب صناع مطلق کی صنعت و رنگ آمیزی ہے بقول شاعر

رنگ وہ رنگتے ہیں جس رنگ کا رنگنا مشکل   روپ وہ بھرتے ہیں جس روپ کا بھرنا ہے کٹھن

ان تمام علامات قدرت کا بیان فرما کر ارشاد ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔ اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں علماء ہی ہیں۔

یعنے جیسے رنگ اور طبائع کا اختلاف ہے ایسے ہی بندوں میں خشیۃ اللہ کے درجات کا بھی اختلاف ہے۔ ایسے ہی ابن منذر ابن جریج سے روایت کرتے ہیں اِنَّهُ قَالَ فِي الْآيَةِ كَمَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَنْعَامُ

تَخْتَلِفُ النَّاسُ فِیْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔

وَالْمُرَادُ بِالْعُلَمَاءِ الْعَالِمُوْنَ بِاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ لَا الْعَارِفُوْنَ بِالنَّحْوِ وَالصَّرْفِ مَثَلًا فَمَدَارُ الْخَشْیَۃِ ذٰلِکَ الْعِلْمُ لَا ھٰذِہِ الْمَعْرِفَۃُ فَکُلُّ مَنْ کَانَ اَعْلَمُ بِہٖ تَعَالٰی کَانَ اَخْشٰی۔

علماء سے مراد وہ ہیں جو اللہ تعالے کا عرفان رکھیں نہ کہ وہ جو نحو وصرف کے عالم ہیں تو مدار خشیت علم وعرفان الٰہی ہے نہ کہ وہ معرفت جو صرف ونحو وغیرہ منطق وتاریخ سے متعلق ہو تو ہر وہ شخص جو اللہ تعالے کا عرفان زیادہ رکھتا ہے وہی اللہ تعالے کی خشیت زیادہ رکھتا ہے۔

رَوَی الدَّارِمِیُّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ قَالَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا رَبِّ اَیُّ عِبَادِکَ اَحْکَمُ قَالَ الَّذِیْ یَحْکُمُ لِلنَّاسِ کَمَا یَحْکُمُ لِنَفْسِہٖ۔

قَالَ یَا رَبِّ اَیُّ عِبَادِکَ اَغْنٰی قَالَ اَرْضَاھُمْ بِمَا قَسَمْتُ لَہٗ۔

قَالَ یَا رَبِّ اَیُّ عِبَادِکَ اَخْشٰی قَالَ اَعْلَمُھُمْ بِیْ۔

دارمی حضرت عطا سے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب تیرے کونسے بندے صحیح حکم دینے والے ہیں فرمایا جو لوگوں پر وہی حکم کریں جو اپنے نفس پر حکم کرتے ہیں۔ عرض کیا اے میرے رب کونسے بندے سب سے زیادہ بے پرواغنی ہیں فرمایا جو میری تقسیم پر راضی ہیں موسیٰ نے عرض کی الٰہی کونسے تیرے بندے زیادہ تجھ سے خوف کرتے ہیں فرمایا جو میری شیون قدرت کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ علماء وہی ہیں جو دین کا علم رکھتے ہیں اور اسی مفہوم کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا اَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ وَاَتْقَاکُمْ لَہٗ۔ میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور منہیات سے اجتناب کرنے والا ہوں۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ۔ بے شک اللہ غالب اور بخشنے والا ہے۔

یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی اور آپ کی خشیت عام طور پر ظاہر ہو چکی ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ۔ وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور نماز قائم رکھتے اور ہمارے دیئے سے خفیہ وعلانیہ خرچ کرتے ہیں اور امیدوار ہیں ایسی تجارت کے جس میں ہرگز ٹوٹا نہیں۔

یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ پر آلوسی فرماتے ہیں یُدَاوِمُوْنَ عَلٰی قِرَاءَتِہٖ حَتّٰی صَارَ

سِیْمٰہُمْ یعنی کتاب کی تلاوت اور نماز ادا کرتے ہیں حتی کہ ان کی پیشانیوں پر نشان ہیں۔

علامہ عبد الغنی بن سعید ثقفی اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اِنَّھَا نَزَلَتْ فِیْ حُصَیْنِ بْنِ الْحٰرِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْقُرَشِیِّ تُثْوَاتُ الْعِبْرَۃُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ۔ یہ آیت حضرت حصین بن حارث کی شان میں نازل ہوئی لیکن عبرت عموم لفظ کے ساتھ ہوتی ہے۔

بنا بریں یہ بشارت ہر اس مومن کے لیے عام ہے جو ان صفات سے متصف ہو۔

اور سدی کہتے ہیں هُمْ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

اور عطا فرماتے ہیں کہ اس تعریف میں عامہ مومنین داخل ہیں اور یہی قول راجح ہے۔ کہ اس میں اول درجہ کے اندر صحابہ کرام ہیں۔

اور ایک قول ہے کہ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰهِ سے مراد یَتَّبِعُوْنَهٗ فَیَعْمَلُوْنَ بِمَا فِیْهِ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰهِ سے مراد یہ ہے کہ اتباع کتاب کرتے ہوئے جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کریں۔

گو مفہوم آیت سے یہ معنی متبادر ہوتے ہیں کہ کتاب اللہ پڑھتے ہوئے اس کے مخارج و حقوق کا لحاظ رکھنے والے اسی تعریف میں داخل ہیں اسی لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رُبَّ قَارِیٍٔ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُهٗ۔ بہت سے قرآن ایسے پڑھتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

اور جبکہ اللہ تعالے نے اول خشیۃ الٰہی کا ذکر فرمایا جو عمل بالقلب ہے اس کے بعد عمل اللسان اور عمل جوارح ہے پھر عبادت مالی ہے۔

اور یُنْفِقُوْنَ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً سے یہ امر واضح ہوا کہ اخلاص کے ساتھ خرچ کرنے والا پوشیدہ خرچ کرے یا علانیہ دونوں میں ماجور ہے البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ

اَلسِّرُّ فِی الْاِنْفَاقِ الْمَسْنُوْنِ وَالْعَلَانِیَةُ فِی الْاِنْفَاقِ الْمَفْرُوْضِ۔ صدقات مسنونہ پوشیدہ کرنے مسنون ہیں اور صدقات مفروضہ مثل زکوۃ وغیرہ کے علانیہ دینے بہتر ہیں۔ مگر اسراف سے بچتے ہوئے وَلَمْ یَبْسُطُوْا اَیْدِیَهُمْ کُلَّ الْبَسْطِ آگے ارشاد ہے۔

یَرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ۔ امید رکھتے ہیں اپنے رب کے ساتھ ایسی تجارت کی جس میں کھوٹ اور نقصان نہیں ہے۔

اَیْ مُعَامَلَةً مَعَ اللّٰهِ بِنَیْلِ رِبْحِ الثَّوَابِ۔ یعنی اللہ تعالے سے معاملہ رکھنا ثواب کا نفع حاصل کرنے کو اسی بنا پر روح المعانی میں ہے۔ اِنَّ التِّجَارَةَ مَجَازٌ عَمَّا ذُكِرَ۔ یہاں مجازا التجارۃ فرمایا گیا۔ اور لَنْ تَبُوْرَ کے یہاں معنی ہیں لَنْ تَكْسُدَ وَلَنْ تَهْلِكَ بِالْخُسْرَانِ۔ اللہ سے جو معاملہ کیا جائے

وہ نیت کے کھوٹ سے نہ ہو تو وہ ضائع نہیں ہوتا اور اس میں نقصان و خسران کا احتمال نہیں۔
چنانچہ قتادہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَلتِّجَارَۃُ بِالْجَنَّۃِ اَنَّھَا مَجَازٌ عَنِ الرِّبْحِ۔ آگے ارشاد ہے۔
لِیُوَفِّیَھُمْ اُجُوْرَھُمْ وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ۔ تاکہ پورا پورا دیا جائے
ان کا بدلہ اور زائد عطا ہو اس کے فضل سے بے شک وہ بخشنے والا قدردان ہے۔
وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ پر مفسرین نے متعدد پہلو بیان فرمائے۔
مِنْ فَضْلِہٖ عَلٰی ذٰلِکَ مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَتِہٖ مَا یَشَاءُ۔
ابی وائل کہتے ہیں زِیَادَتُہٗ تَعَالٰی اِیَّاھُمْ بِتَشْفِیْعِھِمْ فِیْمَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھِمْ۔
ضحاک کہتے ہیں بِتَفْسِیْحِ الْقُلُوْبِ۔ کشادگی دلوں میں پیدا فرمانا۔
حدیث میں ہے بِتَضْعِیْفِ حَسَنَاتِھِمْ نیکیوں میں ضعف فرمانا وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ہے
ایک قول ہے بِالنَّظْرِ اِلٰی وَجْھِہِ الْکَرِیْمِ۔ جمالِ الٰہی حاصل ہونا۔
وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ ھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ اِنَّ اللّٰہَ
بِعِبَادِہٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ۔ اور وہ کتاب جو وحی فرمائی ہم نے وہ حق ہے تصدیق کرتی ہے ان کتابوں کی جو
آپ سے پہلے آئیں بے شک اللہ اپنے بندوں کے احوال سے خبردار ہے اور ہر ایک کو دیکھنے والا۔
یہاں کتاب سے مراد قرآن کریم ہے اور مِن برائے تبیین ہے اس لیے کہ حضور سے تخاطب میں
وحی کا تذکرہ مخصوص قرآن کریم کے لیے ھُوَ الْحَقُّ وہ حق ہے یعنی لَارَیْبَ فِیْہِ اس کے سچ ہونے میں
کوئی شک و شبہ نہیں اور
مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ۔ تصدیق فرماتا ہے ان کتابوں کی جو پہلے اتریں۔
اَیْ لِمَا تَقَدَّمَ مِنَ الْکُتُبِ السَّمَاوِیَّۃِ۔ اور مصدقًا پر نصب اس لیے آیا کہ وہ حالیہ ہے یعنی
یہ کتاب حق ہے درانحالیکہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ بِعِبَادِہٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ۔ اور بے شک اللہ محیط ہے بواطن امور اور ظواہر امور عباد سے
اور خبردار ہے اور دیکھنے والا جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَعْمَالِکُمْ
وَاِنَّمَا یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ۔
ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ پھر وارث کیا ہم نے کتاب کا ان بندوں
کو جنہیں ہم نے چنا۔
اس جگہ بھی کتاب سے مراد عند الجمہور قرآن کریم ہے اور ثُمَّ اَوْرَثْنَا سے مراد ہے ثُمَّ اَعْطَیْنَا

مِنْ غُبُوْبِكَۃٍ وَتَعَبٍ فِیْ طَلَبِہٖ۔ پھر ہم نے بلا محنت و تعب وہ قرآن کریم عطا فرمایا اپنے چنے ہوئے بندوں کو۔

اس سے مراد بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما امت مرحومہ ہے اس لیے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں میں سے چنا ہے اور اسے امت وسط فرمایا لِیَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اور حضور کی ذات اقدس کو اکرم الرسل اور افضل الرسل فرمایا اور یہاں ثُمَّ اگرچہ تراخی کے لیے لیکن یہ تراخی رتبی ہے جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مخاطبہ میں ارشاد ہے اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ۔

گویا اس امر کا بیان ہے کہ امم سابقہ کو بھی ہم نے کتاب دی اور بعد میں اپنے چنے ہوئے بندوں کو جو عطا فرمائی وہ امت محمدی ہے جسے قرآن کریم عطا کیا۔

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ پھر ان میں متعدد فرقے ہو گئے۔

بعض وہ ہوئے جو اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں۔

اور بعض درمیانہ رو ہیں۔

اور بعض بھلائیوں میں سبقت لے گئے۔

اس پر مفسرین کے متعدد قول ہیں۔

ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ۔ وہ ہے جو کتاب پر عمل کرنے میں کوتاہی کرے اور اپنی جان پر ظلم کرے۔

اور مُقْتَصِدٌ وہ جو متردد ہو عمل کرنے اور مخالفت میں تو کبھی عمل کرے کبھی مخالفت کرے اور اصل میں معنی اقتصاد توسط کے ہیں اتباع احکام میں۔

اور سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ ثواب اور جنت حاصل کرنے میں مسابقت کرنے والے یعنی بھلائیوں کے سبب اور اعمال صالحہ کے ذریعہ جنت کے مستحق ہوں۔

اور ایک قول ہے ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ سے مراد معصیت شعار ہے۔

اور مقتصد درمیانہ رو۔

اور سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ اعمال صالحہ میں آگے نکلنے والے۔

اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَالظَّالِمُ لِنَفْسِهٖ مَنْ خَفَّتْ حَسَنَاتُهٗ۔ جو اعمال صالحہ میں کم ہو۔

وَالْمُقْتَصِدُ مَنِ اسْتَوَتْ جس کی نیکی اور گناہ برابر ہوں۔
وَالسَّابِقُ مَنْ رَجَحَتْ جس کی نیکیاں زیادہ ہوں۔
حضرت معاذ فرماتے ہیں۔
وَالظَّالِمُ لِنَفْسِہٖ الَّذِیْ مَاتَ عَلٰی کَبِیْرَۃٍ لَمْ یَتُبْ مِنْھَا جو توبہ سے قبل معصیت شعاری ہیں مرجائے وہ ظالم لنفسہ ہے۔
وَالْمُقْتَصِدُ مَنْ مَاتَ عَلٰی صَغِیْرَۃٍ وَلَمْ یُصِبْ کَبِیْرَۃً لَمْ یَتُبْ مِنْھَا مقتصد وہ ہے جو صغائر کے ارتکاب ہیں مرجائے اور کبائر کی حد تک نہ پہنچا ہو اور صغیرہ سے توبہ بھی نہ کی ہو۔
وَالسَّابِقُ مَنْ مَاتَ تَائِبًا مِّنْ صَغِیْرَۃٍ وَکَبِیْرَۃٍ اَوْلَمْ یُصِبْ ذٰلِکَ سابق بالخیرات وہ ہے جو صغیرہ وکبیرہ سے توبہ کرکے مرے یا ایسے صغائر وکبائر کا اتفاق ہی نہ ہوا ہو۔
ایک قول یہ ہے کہ اَلظَّالِمُ لِنَفْسِہٖ الْعَاصِیُ الْمُسْرِفُ ظالم لنفسہ وہ ہے جو عصیاں شعار ہو۔
اور مقتصد وہ ہے جو کبائر سے پرہیز کرے۔
اور سابق وہ ہے جو مطلقاً متقی اور پرہیزگار ہو۔
اور ایسے ایسے بہت سے اقوال ہیں۔
بعض نے اس کی تفسیر میں تینتالیس اقوال تک لکھے ہیں
لیکن تفاسیر کے تتبع سے یہ واضح ہوتا ہے اِنَّ الْاَصْنَافَ الثَّلَاثَۃَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ کہ تینوں قسم اہل جنت کی ہیں۔
چنانچہ امام احمد اور طیالسی اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی اور ترمذی حضرت ابو سعید خدری سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ ھٰؤُلَاءِ کُلُّھُمْ بِمَنْزِلَۃٍ وَّاحِدَۃٍ وَّکُلُّھُمْ فِی الْجَنَّۃِ۔ آیت کریمہ کی تلاوت فرماکر بتایا کہ یہ سب جنتی ہونے میں بمنزلہ واحد ہیں اور سب جنتی ہیں۔
اور طبرانی اور ابن مردویہ اسامہ بن زید سے ناقل ہیں کہ حضور نے آیت کریمہ پڑھ کر فرمایا یہ تمام اس امت کے افراد ہیں اور سب جنتی ہیں۔
اور ابن النجار حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا۔ سَابِقُنَا سَابِقٌ وَّمُقْتَصِدُنَا نَاجٍ وَّظَالِمُنَا مَغْفُوْرٌ۔ ہمارے سابق تو سابق ہی ہیں اور مقتصد نجات یافتہ ہیں اور ہمارے ظالم

بخشنے ہوئے ہیں۔

اور امام احمد عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور طبرانی اور حاکم اور ابن مردویہ اور بیہقی حضرت ابی درداء سے راوی ہیں فرماتے ہیں سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ فَاَمَّا الَّذِیْنَ سَبَقُوْا فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اقْتَصَدُوْا فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُحَاسَبُوْنَ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَاَمَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَاُولٰٓئِکَ یُحْبَسُوْنَ فِیْ طُوْلِ الْمَحْشَرِ ثُمَّ ھُمُ الَّذِیْنَ یَتَلَقَّاھُمُ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ فَھُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ۔

حضور نے آیت کریمہ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا۔ تلاوت فرما کر اسکی تفصیل فرمائی

وہ لوگ جو سابق ہیں وہ تو جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے۔

اور مقتصدین یہ ہلکا حساب دے کر جنت میں جائیں گے۔

اور ظالم لنفسہ ان کا حساب طول محشر تک ہو پھر اللہ تعالٰے انہیں اپنی رحمت سے ملے گا۔

تو وہ یہی لوگ ہیں جو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ۔

اور طبرسی کہتا ہے اِنَّ ھٰذَا التَّرْتِیْبَ عَلٰی مَقَامَاتِ النَّاسِ فَاِنَّ اَحْوَالَ الْعِبَادِ ثَلٰثٌ مَّعْصِیَۃٌ ثُمَّ تَوْبَۃٌ ثُمَّ قُرْبَۃٌ فَاِذَا عَصَی الْعَبْدُ فَھُوَ ظَالِمٌ فَاِذَا تَابَ فَھُوَ مُقْتَصِدٌ فَاِذَا صَحَّتْ تَوْبَتُہٗ وَکَثُرَتْ مُجَاھَدَتُہٗ فَھُوَ سَابِقٌ۔

اس ترتیب میں مقامات ہیں لوگوں کے اس لیے کہ احوال عباد تین ہیں۔

پہلے معصیت۔ پھر توبہ۔ پھر قربت۔

تو جب بندہ معصیت کرے تو وہ ظالم ہے تو جب توبہ کرے تو وہ مقتصد ہے اور جب اس کی توبہ صحیح ہو گئی اور مجاہدہ کثرت سے ہو گیا تو وہ سابق ہے۔

ذٰلِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ۔ یہ ہے اللہ تعالٰے کا بڑا فضل۔

جس میں بندے کے عمل اور کسب کو دخل نہیں ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا یُحَلَّوْنَ فِیْھَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُھُمْ فِیْھَا حَرِیْرٌ۔ بسنے والے باغ ان میں داخل ہوں زیور پہنائے جائیں اس میں کنگن سونے کے اور موتیوں کے اور ان کا لباس اس میں ریشم ہو۔

حریر۔ ابریشم کو کہتے ہیں جو ریشمی کیڑا شہتوت کے پتے کھا کر بناتا ہے۔
اس سے ثابت ہوا کہ جو موجودہ ریشم ہے مثلاً دل کی پیاس۔ آنکھ کا نشہ وغیرہ جاپٹنا سلک سن گلرہ انڈیا بوسکی۔ فلش۔ لیڈی منٹن وغیرہ کا ہوتا ہے وہ ریشم نہیں بلکہ یہ درختوں کی چھال اور سن وغیرہ سے بنتا ہے یہ وہ نہیں جو مردوں کے لیے حرام ہے۔ ابریشم کا بنا ہوا سلک صرف مردپر حرام ہے۔
اور سونے کے کنگن اور موتیوں کا جڑاؤ زیور جنت میں جنتیوں کو ملے گا دنیا میں یہ مردوں پر حرام ہے کما صرح فی مجمع البیان۔
اور جنتی جنت میں داخل ہونے کے بعد کہیں گے جس کا ذکر آگے فرمایا جاتا ہے۔
وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۙ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ۔ اور جنت میں داخل ہونے والے کہیں (سب ہی تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو ہم سے حزن وملال لے گیا (اور ہمیں بے فکر کیا) بیشک ہمارا رب بخشنے والا اقدر دان ہے جس نے ہمیں آتارا ہمیشہ کے مقام والے گھر میں اپنے فضل سے جس میں ہمیں نہ تکلیف پہنچی اور نہ کوئی قلبی کوفت۔
حُزْن۔ تقلب قلب اور خوف عاقبت کو کہتے ہیں۔
اور قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت ابودرداء نے فرمایا حزن سے مراد اہوال قیامت ہے اور جو کچھ ظلم نفس سے مصیبتیں آئیں۔
اور حاکم اور ابن ابی حاتم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حزن سے مراد آگ ہے۔
ضحاک فرماتے ہیں حزن سے مراد حزن الموت ہے تو اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اس وقت کہیں گے جب موت ذبح کر دی جائے۔
اور قتادہ کہتے ہیں حزن یہ ہے کہ اَنْ لَّا تُقْبَلَ اَعْمَالُهُمْ حزن اس وقت ہوگا جب کہ اعمال قبول نہ ہوں۔
اس کے علاوہ اور بہت سے اقوال ہیں بہرحال جس چیز کا فکر تھا جب وہ ٹل گیا تو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ۔
اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ۔ کے یہ معنی ہیں کہ بے شک ہمارا رب بخشش فرمانے والا ہے مطیعوں کی ابن منذر ابن عباس سے اس کی تفسیر فرماتے ہیں غَفَرَ لَنَا الْعَظِیْمَ مِنْ ذُنُوْبِنَا وَشَكَرَ لَنَا الْقَلِیْلَ مِنْ اَعْمَالِنَا۔ اللہ تعالیٰ بخشش فرمانے والا ہے ہمارے گناہ کو اور چشم پوشی کرنے والا ہے ہمارے

عملوں کی کمی سے۔

اَلَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ۔ جس نے ہمیں اتارا رہنے کے گھر میں اپنے فضل سے، جس سے کبھی نکلنا نہ ہو اور وہ جنت ہے۔ اور مِنْ فَضْلِهٖ سے مراد انعام الٰہی ہے اس لیے کہ عمل اگرچہ سبب ہیں دخول جنت کے لیکن بغیر فضل الٰہی کوئی عمل کامیاب نہیں ہو سکتا۔

لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ۔ نہیں پہنچتی ہمیں کوئی تکان اور نہیں چھوتی ہمیں اس میں کوئی آفت۔

اس کی تفسیر میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں مَلَالٌ وَّفُتُوْرٌ وَّهُوَ نَتِیْجَةُ النَّصَبِ وَقَالَ بَعْضُهُمُ النَّصَبُ الْجِسْمَانِیُّ وَاللُّغُوْبُ التَّعَبُ النَّفْسَانِیُّ۔ جسمانی تکان کو نصب کہتے ہیں اور نفسانی کوفت کو لغوب کہتے ہیں اور ابن جریر حضرت قتادہ سے راوی ہیں کہ نصب درد کو کہتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا یُقْضٰی عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا وَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ۔ اور وہ جو کافر ہوئے ان کے لیے جہنم کی آگ ہے ان پر دوسری موت کا حکم نہ دیا جائے کہ وہ مریں تاکہ عذاب سے استراحت حاصل کریں اور نہ تخفیف ہو ان کے عذاب میں ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں ہم ہر سرکش منکر کو۔

یعنی جیسا کہ قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی۔ عذاب جہنم میں جہنمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ نہ مرتا ہے نہ جیتا ہے۔

یہاں لسے واضح الفاظ میں فرمایا کہ کافروں کے لیے جہنم ہے وہاں وہ جائیں گے کہ مر جائیں لیکن مرنے کے بعد پھر مرنا کہاں اگر موت کے بعد پھر موت آتی تو کافر کے لیے عذاب کی کوئی اہمیت ہی نہ ہوتی اسی لیے فرمایا لَا یُقْضٰی عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا۔ ان پر موت کا حکم نہیں کیا جائے گا کہ وہ مر کر عذاب سے نجات پالیں بلکہ ان کا عذاب ابد الآباد تک رہے گا اور نہ جہنمی جہنم میں پکارتے ہوں گے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

وَهُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ۔ وہ چیختے ہوں گے جہنم میں کہ اے ہمارے رب ہمیں نکال اس جہنم سے کہ اب ہم نیک عمل کریں ان عملوں کے سوا جو ہم پہلے کرتے تھے۔

اس سے ان کی مراد یہ ہوگی کہ وہ پکاریں اَخْرِجْنَا مِنَ النَّارِ وَرُدَّنَا اِلَى الدُّنْیَا نَعْمَلْ صَالِحًا كَاَنَّهُمْ اَرَادُوْا بِالْعَمَلِ الصَّالِحِ التَّوْحِیْدَ وَاِمْتِثَالَ اَمْرِ الرَّسُوْلِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَالْاِنْقِیَادَ لَهٗ۔ یعنی الٰہی ہمیں جہنم سے نکال کر دنیا میں واپس بھیج دے کہ وہاں عمل صالح کریں گویا وہ چاہیں گے عمل صالح یعنی اعتراف

توحید اور اتباع امر حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کا پیرو ہونا اور کلمۂ توحید پڑھنا اس کے جواب میں اللہ تعالٰے کی طرف سے توبیخاً جواب ہو۔

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ

کیا تمہیں ہم نے عمر نہیں دی دنیا میں کہ جو تم میں ہدایت قبول کرنا چاہے وہ کر لے اور تم میں ہماری طرف سے نذیر یعنی انبیاء کرام تشریف لائے (تو جب ان کی تذکیر سے تم پند پذیر نہ ہوئے) تو اب چکھو عذاب کا مزہ آج ظالم یعنی کافر کا کوئی مددگار نہیں۔

يَصْطَرِخُونَ۔ باب افتعال سے ہے اس کا مبدا اشتقاق صرخ ہے اس کے معنی شِدَّةُ الصِّيَاحِ سختی سے چیخنا اور یہ اصل میں اصتراخ تھا تو یصترخون پڑھا جاتا۔ لیکن تؔ کو طؔ سے بدل لیا گیا یصطرخون ہو گیا اس کا استعمال اکثر استغاثہ کے معنی میں ہے اور مستغیث ہمیشہ پکارتا اور چیختا ہے۔

چنانچہ قتادہ اس کی تفسیر میں يَسْتَغِيثُونَ فرماتے ہیں۔

اور وہ عمر جس کا تذکرہ فرمایا گیا۔ اس کی مقدار بقول سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ساٹھ سال ہے۔

اور احمد و بخاری اور نسائی سہل بن سعد سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَعْذَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَى امْرِئٍ اَخَّرَ عُمُرَهٗ حَتّٰى بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً۔ اللہ تعالٰے بندہ کو اس کی آخر عمر تک مہلت دیتا ہے حتی کہ ساٹھ سال تک پہنچے۔

ایک قول ہے وہ مدت پچاس سال تک ہے۔

ایک روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے اِنَّهٗ سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ سَنَةً۔ یہ عمر چھیالیس سال تک ہے۔

عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم حسن سے راوی ہیں اِنَّهٗ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً۔ وہ چالیس سال تک عمر ہے۔

گویا یہ ارشاد ہوا عَمَّرْنَاكُمْ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ۔ تمہیں عمر دی اور اپنا نذیر

اور اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ کے یہ معنے ہیں کہ اَلَمْ نُمْهِلْكُمْ وَنُعَمِّرْكُمْ کیا ہم نے [illegible] دی اور عمر نہ عطا فرمائی۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۂ فاطر پ ۲۲

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ بے شک اللہ جاننے والا ہے۔ ۔ ۔ آسمانوں

وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

اور زمین کے بے شک وہ جانتا ہے دلوں کی بات کو۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ○

وہی اللہ ہے جس نے تمہیں جانشین کیا زمین میں پہلوں کا تو جو کفر کرے تو وہ کفر اسی پہ ہے اور نہیں بڑھائے گا کافروں کو ان کا کفر مگر ان کے رب کے حضور بیزاری اور نہیں بڑھائے گا اللہ ان کو مگر نقصان۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰي بَيِّنَتٍ مِّنْهُ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ○

انہیں فرمائیے بھلا کیا تم دیکھتے ہو اپنے ان شریکوں کو جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین میں کونسا حصہ بنایا یا ان کا ساجھا ہے آسمانوں میں کیا ہم نے دی ہے انہیں کوئی کتاب تو وہ اس کی روشن دلیلوں پہ ہیں بلکہ وعدہ دیتے ہیں ظالم ایک دوسرے کو اور یہ محض دھوکہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ○

بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ نہ ہل سکیں اور اگر وہ ہل جائیں تو انہیں کون روک سکتا ہے اللہ کے سوا بے شک وہ حلم والا اور بخشنے والا ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ○

اور قسم کھائی انہوں نے اللہ کی اپنی قسموں میں حد کی کوشش سے کہ اگر آئے کوئی ڈر سنانے والا ان کے پاس تو وہ ضرور سب میں یگانے راہ پہ ہوں گے تو جب آیا ان کے پاس نذیر تو نہ بڑھایا انہوں نے مگر نفرت کرنا۔

اِسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ○

تکبر سے اپنے کو اونچا کرنا زمین میں اور برائی کے داؤں گانٹھنا اور نہیں پڑتا برا مکر مگر برائی کرنے والے پہ تو کیا انتظار میں ہیں مگر پرانی طرح کی ہلاکت کے تو ہرگز تم اللہ کے دستور کو بدلتا نہ پاؤ گے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۝
اور ہرگز اللہ کا قانون تم ٹلتا نہ پاؤ گے۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝
کیا نہ سیر کی تم نے زمین میں کہ دیکھتے ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا اور وہ ان سے سخت تھے زور میں اور اللہ وہ نہیں کہ جس کے قابو سے کوئی نکل سکے آسمانوں میں اور نہ زمین میں بے شک وہ علم و قدرت والا ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝
اور اگر اللہ لوگوں کے کرتوت پکڑے تو زمین پر کسی چلنے والے کو نہ چھوڑے لیکن اس نے چھوڑ رکھا ہے ایک مقرر میعاد تک تو جب وقت آئے گا تو بے شک اللہ کی نگاہ میں سب بندے ہیں۔

لفظی ترجمہ

اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰهَ ۔ اللہ	عَالِمُ ۔ جاننے والا ہے	غَيْبِ ۔ غیب
السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں	وَ ۔ اور	الْاَرْضِ ۔ زمین کے	اِنَّهٗ ۔ بیشک وہ
عَلِيْمٌ ۔ جاننے والا ہے	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ سینوں کی باتیں		هُوَ ۔ وہ
الَّذِيْ ۔ وہ ہے جس نے	جَعَلَكُمْ ۔ بنایا تم کو	خَلٰٓئِفَ ۔ جانشین	فِي ۔ بیچ
الْاَرْضِ ۔ زمین کے	فَمَنْ ۔ تو جو	كَفَرَ ۔ کفر کرے	فَعَلَيْهِ ۔ تو اس پر ہے
كُفْرُهٗ ۔ اس کا کفر	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہیں	يَزِيْدُ ۔ بڑھاتا
الْكٰفِرِيْنَ ۔ کافروں کو	كُفْرُ ۔ کفر	هُمْ ۔ ان کا	عِنْدَ ۔ نزدیک
رَبِّهِمْ ۔ ان کے رب کے	اِلَّا ۔ مگر	مَقْتًا ۔ ناراضگی	وَ ۔ اور
لَا ۔ نہیں	يَزِيْدُ ۔ بڑھاتا	الْكٰفِرِيْنَ ۔ کافروں کو	كُفْرُ ۔ کفر
هُمْ ۔ ان کا	اِلَّا ۔ مگر	خَسَارًا ۔ نقصان	قُلْ ۔ کہہ
اَ ۔ کیا	رَاَيْتُمْ ۔ دیکھا تم نے	شُرَكَآءَ ۔ شریکوں	كُمْ ۔ اپنے کو
الَّذِيْنَ ۔ وہ جن کو	تَدْعُوْنَ ۔ پکارتے ہو	مِنْ دُوْنِ ۔ سوا	اللّٰهِ ۔ اللہ کے

اَرُوْنِیْ۔ دکھاؤ	نِیْ۔ مجھ کو	مَاذَا۔ کیا	خَلَقُوْا۔ پیدا کیا انہوں نے
مِنَ الْاَرْضِ۔ زمین سے	اَمْ۔ یا	لَهُمْ۔ انکا	شِرْكٌ۔ ساجھا ہے
فِیْ۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے	اَمْ۔ کیا	اٰتَيْنٰهُمْ۔ دی ہم نے
هُمْ۔ ان کو	كِتٰبًا۔ کتاب کوئی	فَهُمْ۔ تو وہ	عَلٰى۔ اوپر
بَيِّنَتٍ۔ دلیل کے ہیں	مِّنْهُ۔ اس سے	بَلْ۔ بلکہ	اِنْ۔ نہیں
يَعِدُ۔ وعدہ دیتے	الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالم	بَعْضُهُمْ۔ بعض انکے	بَعْضًا۔ بعض کو
اِلَّا۔ مگر	غُرُوْرًا۔ دھوکے کا	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ
يُمْسِكُ۔ روکے ہوئے ہے	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضَ۔ زمین کو
اَنْ۔ یہ کہ	تَزُوْلَا۔ ٹل جائیں	وَ۔ اور	لَئِنْ۔ اگر
زَالَتَا۔ ٹل جائیں تو	اِنْ۔ نہ	اَمْسَكَهُمَا۔ روک سکے انکو	مِنْ اَحَدٍ۔ کوئی بھی
مِنْ بَعْدِهٖ۔ اسکے بعد	اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	كَانَ۔ ہے	حَلِيْمًا۔ حوصلے والا
غَفُوْرًا۔ بخشنے والا	وَ۔ اور	اَقْسَمُوْا۔ قسمیں کھائیں انہوں نے	بِاللّٰهِ۔ اللہ کی
جَهْدَ۔ مضبوط	اَيْمَانِهِمْ۔ قسمیں	لَئِنْ۔ اگر	جَآءَ۔ آئے
هُمْ۔ انکے پاس	نَذِيْرٌ۔ ڈرانے والا	لَيَكُوْنُنَّ۔ توضرور ہوں	اَهْدٰى۔ زیادہ ہدایت والے
مِنْ اِحْدَى۔ ایک	الْاُمَمِ۔ امتوں سے	فَلَمَّا۔ تو جب	جَآءَ۔ آیا
هُمْ۔ ان کے پاس	نَذِيْرٌ۔ ڈرانے والا	مَّا۔ نہ	زَادَ۔ زیادہ کیا
هُمْ۔ ان کو	اِلَّا۔ مگر	نُفُوْرًا۔ نفرت	اسْتِكْبَارًا۔ تکبر سے
فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور	مَكْرَ۔ تدبیر
السَّيِّئِ۔ بری سے	وَ۔ اور	لَا۔ نہیں	يَحِيْقُ۔ گھیرتی
الْمَكْرُ۔ تدبیر	السَّيِّئُ۔ بری	اِلَّا۔ مگر	بِاَهْلِهٖ۔ اسکے کرنے والے کو
فَهَلْ۔ تو نہیں	يَنْظُرُوْنَ۔ انتظار کرتے	اِلَّا۔ مگر	سُنَّتَ۔ طریقے
الْاَوَّلِيْنَ۔ پہلوں کا	فَلَنْ۔ تو ہرگز نہ	تَجِدَ۔ پائے گا تو	لِسُنَّتِ۔ طریقے
اللّٰهِ۔ اللہ کے ہیں	تَبْدِيْلًا۔ کوئی تبدیلی	وَ۔ اور	لَنْ۔ ہرگز نہ
تَجِدَ۔ پائے گا تو	لِسُنَّتِ۔ طریقے	اللّٰهِ۔ اللہ کے ہیں	تَحْوِيْلًا۔ ٹلنا
اَوَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	يَسِيْرُوْا۔ چلے پھرے	فِیْ۔ بیچ

اَلۡاَرۡضِ۔ زمین کے	فَیَنۡظُرُوۡا۔ کہ دیکھیں	کَیۡفَ۔ کیسا	کَانَ۔ ہوا
عَاقِبَۃُ۔ انجام	الَّذِیۡنَ۔ ان کا جو	مِنۡ قَبۡلِہِمۡ۔ ان سے پہلے تھے	وَ۔ اور
کَانُوۡا۔ تھے وہ	اَشَدَّ۔ زیادہ سخت	مِنۡہُمۡ۔ ان سے	قُوَّۃً۔ قوت میں
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	کَانَ۔ ہے	اللّٰہُ۔ اللہ کہ
لِیُعۡجِزَہٗ۔ عاجز کر سکے اسکو	مِنۡ شَیۡءٍ۔ کوئی چیز	فِی۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	فِی۔ بیچ	الۡاَرۡضِ۔ زمین کے
اِنَّہٗ۔ بیشک وہ	کَانَ۔ ہے	عَلِیۡمًا۔ جاننے والا	قَدِیۡرًا۔ قدرت والا
وَ۔ اور	لَوۡ۔ اگر	یُؤَاخِذُ۔ پکڑے	اللّٰہُ۔ اللہ
النَّاسَ۔ لوگوں کو	بِمَا۔ بدلے	کَسَبُوۡا۔ انکی کمائی کے تو	مَا۔ نہ
تَرَکَ۔ چھوڑے	عَلٰی۔ اوپر	ظَہۡرِ۔ پیٹھ	ہَا۔ اس کی کے
مِنۡ دَآبَّۃٍ۔ کوئی جاندار	وَ۔ اور	لٰکِنۡ۔ لیکن	یُّؤَخِّرُ۔ مہلت دیتا ہے
ہُمۡ۔ ان کو	اِلٰی۔ طرف	اَجَلٍ۔ مدت	مُّسَمًّی۔ مقرر کی
فَاِذَا۔ تو جب	جَآءَ۔ آئے گی	اَجَلُہُمۡ۔ انکی مدت	فَاِنَّ۔ تو بیشک
اللّٰہَ۔ اللہ	کَانَ۔ ہے	بِعِبَادِہٖ۔ اپنے بندوں کو	بَصِیۡرًا۔ دیکھنے والا

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع سورۃ فاطر پ ۲۲

اِنَّ اللّٰہَ عَالِمُ غَیۡبِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ۔ بیشک اللہ جاننے والا ہے پوشیدہ امور آسمانوں اور زمین کے بیشک وہ جانتا ہے دل کی باتیں۔

اس جگہ غیب ذاتی مراد ہے اس لیے کہ غیب ذاتی سوا اللہ تعالے کے کوئی نہیں جانتا اور غیب عطائی جسے جتنا اللہ تبارک و تعالے دے وہ انبیاء و اولیاء کو حاصل ہے۔

ھُوَ الَّذِیۡ جَعَلَکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ فَمَنۡ کَفَرَ فَعَلَیۡہِ کُفۡرُہٗ وَلَا یَزِیۡدُ الۡکٰفِرِیۡنَ کُفۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ اِلَّا مَقۡتًا وَلَا یَزِیۡدُ الۡکٰفِرِیۡنَ کُفۡرُہُمۡ اِلَّا خَسَارًا۔ وہ ذات وہ ہے جس نے تمہیں زمین میں پہلوں کا جانشین کیا اور ان کی متروکہ زمین و جائداد اور مقبوضات کا مالک و متصرف بنایا اور ان کی آمدنی اور منافع تمہارے لیے مباح کیے تاکہ تم ایمان و طاعت کرکے شکر گذار بنو۔ تو جو کفر کرے اور

سرکش رہے تو اسی پر اس کفر کا بار ہے (یعنی جو شکر گذار نہ بنے اور ہماری نعمتوں پہ سرنہ جھکائے تو اس پر اس کفر کی مار اور سزا ہے) اور کافروں کو نہ بڑھائے گا ان کے رب کے حضور مگر بیزاری (یعنی ان کے کفر کا وبال انہیں پر پڑے گا جس سے بیزار ہو کر کہیں گے رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ اور یٰلَیْتَنِیْٓ اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا) پھر دوبارہ ارشاد ہے۔ کہ کافروں کو ان کا کفر نہ بڑھائے گا مگر نقصان و خسران۔ یعنی آخرت میں ان پر غضب الٰہی ہوگا اور اپنے کیے پر افسوس اور حسرت کریں گے۔ آگے ارشاد ہے
قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَکَآءَکُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَہُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ۔ انہیں فرمایئے کیا تم دیکھتے ہو کہ تمہارے شرکاء بت جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کونسا حصہ پیدا کیا یا ان کے لیے آسمانوں میں کوئی ساجھا یا شرکت ہے۔

اگر ساجھا ہے تو آسمانوں میں ان کا دخل عمل ہوگا اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو انہیں مستحق عبادت کیسے سمجھتے ہو اگر یہ نہیں تو دوسری بات یہ ہے کہ
اَمْ اٰتَیْنٰہُمْ کِتٰبًا فَہُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْہُ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُہُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا۔ کیا ہم نے انہیں دی ہے کوئی کتاب کہ وہ اس کی روشنی اور براہین پر ہیں۔

اور جب یہ بھی نہیں اور یقیناً نہیں تو ہم فرماتے ہیں۔

بلکہ بات یہ ہے کہ یہ ظالم آپس میں ایک دوسرے کو جو وعدہ دیتے ہیں وہ نرا فریب ہے۔
یعنی ان میں جو سرکش ہیں وہ بہکانے کے لیے اپنے متبعین کو دھوکہ دیتے ہیں اور اپنے بتوں کی طرف سے انہیں باطل اور لایعنی بے اصل امیدیں دلاتے ہیں۔ اور حقیقت یہی ہے کہ
اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا۔ بے شک اللہ اپنی قدرت سے روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ اپنی جگہ سے نہ ہلیں۔

یعنی آسمان اور زمین میں قدرت الٰہی سے اپنی جگہ قائم ہیں اور ہل نہیں سکتے۔
وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَکَہُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا۔ اور اگر وہ ہل جائیں تو انہیں کوئی نہیں روک سکتا اللہ تعالیٰ کے سوا بیشک وہی حلیم و غفور ہے۔

یعنی آسمان و زمین کا قیام قبضۂ قدرت الٰہی میں ہے اور یہ اس کا حلم و شان غفاری ہے ورنہ ہمارے اعمال و افعال پر اگر وہ غضب فرمادے تو زمین و آسمان ہل جائیں اور یہ بت اور معبودات باطلہ دھرے کے دھرے رہ جائیں اور کچھ نہ کر سکیں۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَہْدَ اَیْمَانِہِمْ لَئِنْ جَآءَہُمْ نَذِیْرٌ لَّیَکُوْنُنَّ اَہْدٰی مِنْ اِحْدَی الْاُمَمِ اور انہوں نے اللہ کی قسمیں کھا کھا کر اپنی قسموں کو پختہ دکھایا (اور کہا) اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو ضرور وہ ہدایت پر ہوں گے کسی نہ کسی گروہ سے زیادہ۔

آیہ کریمہ کا شان نزول بتاتا ہے کہ قبل بعثت جناب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا تمام قریش یہود و نصاریٰ کی مذمت کرتے تھے کہ انہوں نے بڑی غلطی کی کہ اپنے رسولوں کو جھٹلایا اور مضبوط قسمیں کھا کر کہا کہ اللہ ان پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے رسول کا اتباع نہیں کیا خدا کی قسم اگر ہمارے پاس خدا کا بھیجا ہوا کوئی رسول آئے تو ہم ضرور ان کی پیروی کریں گے اور اتنا اتباع کریں گے کہ یہود و نصاریٰ کے متبع گروہ پر سبقت لے جائیں گے لیکن ان کی یہ قسمیں بھی رکھی رہ گئیں اور جب سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف لائے تو متکبرانہ صورت میں منحرف ہو گئے چنانچہ ارشاد ہے۔

فَلَمَّا جَآءَہُمْ نَذِیْرٌ مَّا زَادَہُمْ اِلَّا نُفُوْرَا اسْتِکْبَارًا فِی الْاَرْضِ وَمَکْرَ السَّیِّیِٔ۔ تو جب ان کے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا (یعنی سیدالمرسلین حبیب رب العالمین جب ان میں جلوہ آرائے ہدایت ہوئے تو بموجب اپنی قسم کے اتباع کرنے کے بجائے) انہوں نے نفرت کا اظہار کیا اور اپنی ضد پر اڑے رہے اور ایمان نہ بڑھایا (حق و ہدایت قبول کر کے بلکہ اپنے کو زمین میں اونچا کرنا چاہا اور برے داؤں چلنے کی ٹھانی۔

یعنی شرک و کفر کو فروغ دینا چاہا یا مکر اور فریب سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برائیاں کرنے کی ٹھانی مگر چاہ کن را چاہ درپیش کے مطابق ہوا کیا اسے یہاں بیان فرمایا جاتا ہے۔

وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَہْلِہٖ۔ برے مکر اور فریب اسی کو گھیرتے ہیں جو وہ چالیں چلے۔

چنانچہ یہ مکار میدان بدر میں مارے گئے اور قید کیے گئے چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

فَہَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا۔ تو کیا انتظار کر رہے ہیں یہ کافر مگر اسی عذاب کا جو ان سے اگلوں اور پہلوں پر آیا (جس کا نقشہ شام و عراق اور یمن کے سفروں میں یہ دیکھتے ہیں کہ ان سے پہلی قوموں پر کیسے ہلاکت آئی چنانچہ ارشاد ہے) فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا۔ تو ہرگز تم اللہ کے دستور کو بدلتا نہ پاؤ گے اور ہرگز قانون الٰہی ٹلتا نہ دیکھو گے۔

جس قوم نے بھی انبیاء و مرسلین کی تکذیب کی ان کا جو حشر ہوا وہی ان کا ہوگا۔

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ وَکَانُوْٓا اَشَدَّ

مِنْهُمْ قُوَّةً۔ کیا یہ زمین میں سفر نہیں کرتے کہ دیکھتے ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا حالانکہ وہ ان سے قوت و طاقت میں بہت اشد اور سخت تھے۔

یعنی تباہ شدہ آبادیاں اور ان کے کھنڈر سفر کرنے والوں کی نظر میں ہیں کہ ان مکہ والوں سے قوت اور زور میں سخت تھے مگر جب بطش الٰہی آیا تو بھاگ کر بھی جان نہ بچا سکے اور کسی جگہ انہیں پناہ نہ ملی۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا۔ اور اللہ وہ نہیں کہ جس کی گرفت سے کوئی شے نکل سکے آسمانوں میں اور نہ زمین میں بے شک وہ علم و قدرت والا ہے۔

یعنی جسے اللہ عذاب دینا چاہے یا جس پر اپنا قہر نازل فرمائے تو اس سے بچ کر نکل جانے والا کوئی نہیں اس کی شان وسیع القدرت ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا۔ اور اگر گرفت فرمائے اللہ لوگوں کی کرنیوں پر تو پشت زمین پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے لیکن خدائی گرفت ایک مقررہ میعاد تک ہے اسی لیے اس وقت تک انہیں ڈھیل دے رہی ہے تو جب وہ وقت مقرر آئے گا تو بے شک اللہ کے سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔

یعنی اللہ تعالٰے بندوں کے معاصی پر گرفت فرمائے تو کوئی بھی نہ بچے۔

لیکن اجل مسمی یعنی قیامت کا دن اس کے لیے مقرر ہے اس دن ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو عذاب کا مستحق ہے وہ عذاب پائے گا اور جو لائق کرم ہے اس پر رحم و کرم ہوگا۔ غرضکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے آگے ہے۔

اس رکوع کی لغات نادرہ کی تصریح اول سمجھ لیں پھر تفسیر عرض ہوگی۔

لغاتِ نادرہ

مَا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ اسْتِكْبَارًا۔ استکبار مفعول لہ ہے اس کے معنی یہ ہیں اَیْ لِاَجْلِ الْاِسْتِکْبَارِ فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں تکبر کرنا۔

وَمَكْرَ السَّيِّئِ۔ مکر کی اضافت السیئ کی طرف اضافت جنس کی ہے نوع کی طرف جیسے علم الفقہ۔ یہاں السیئ فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے جس کے معنی یہ ہوں گے وَمَکَرُوْا مَکْرَ السَّیِّئِ۔

مَقْتًا۔ اَشَدُّ الْاِحْتِقَارِ وَالْبُغْضِ وَالْغَضَبِ۔

اَرُوْنِیْ۔ یَعْنِیْ اَخْبِرُوْنِیْ مجھے بتاؤ۔

اَرَاَیْتُمْ۔ یَعْنِیْ اَخْبِرُوْنِیْ۔ مجھے بتاؤ۔

اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ۔ اَیْ اِنَّ اللّٰہَ یَحْفَظُ السَّمٰوٰتِ۔ اللہ حفاظت فرما رہا ہے آسمانوں اور زمین کی گرنے اور ہلنے سے۔

بعض نے زوال کی تفسیر اِنْتِقَالٌ عَنِ الْمَکَانِ کی ہے۔ گویا انہوں نے یوں تفسیر کی اِنَّ اللّٰہَ یَمْنَعُ السَّمٰوٰتِ مِنْ اَنْ تَنْتَقِلَ عَنْ مَکَانِہَا فَتَرْتَفِعَ اَوْ تَنْخَفِضَ وَیَمْنَعُ الْاَرْضَ اَیْضًا مِنْ اَنْ تَنْتَقِلَ کَذٰلِکَ۔

مَازَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا۔ تَبَاعُدًا عَنِ الْحَقِّ وَهَرَبًا مِنْہُ۔ حق سے دوری اور ہدایت سے بھاگنا۔

وَمَکْرَ السَّیِّئِ۔ هُوَ الْخِدَاعُ الَّذِیْ یَرُوْمُوْنَہٗ رَسُوْلَ اللّٰہِ۔

وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ۔ اَیْ لَا یُحِیْطُ۔ نہیں گھیرتا مکر بگر مکار کو۔

راغب کہتے ہیں لَا یُصِیْبُ وَلَا یَنْزِلُ۔ نہیں پہنچتا مکر کا اثر مگر اسی کو جو مکر کرے۔

اس کی اصل حاق ہے۔ عربی میں اس پر مثال ہے مَنْ حَفَرَ بِئْرًا لِاَخِیْہِ وَقَعَ فِیْہَا۔ فارسی میں اس کا ترجمہ ہے۔ چاہ کن را چاہ درپیش۔ یعنی جو اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودتا ہے خود آپ اس میں گرتا ہے

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورۂ فاطر پ ۲۲

اِنَّ اللّٰہَ عَالِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک اللہ جانتا ہے مغیبات سماوی وارضی کو بے شک وہ دلوں کے مخفی امور جانتا ہے۔

یعنی ہر غیب سماوی وارضی اللہ تعالٰے سے مخفی نہیں اور وہ مضمرات صدور کا بھی جاننے والا ہے اس سے یہ امر بھی ثابت ہو گیا کہ جس کے دل میں کفر متمکن ہے اسے بھی اللہ تعالٰے جانتا ہے تو فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ فرمانا صحیح ہے کہ ظالم یعنی مشرک وکافر جس کے دل میں کفر کے سوا ایمان نہیں وہ اللہ تعالٰی کی نصرت کا مستحق نہیں اور چونکہ اللہ تعالٰے کا علم محیط بالاشیاء ہے تو جس کا وہ نصیب ہے وہ وہی ہے جس کے دل میں ایمان آسکتا ہے اور جو علم الٰہی میں مشرک اور کافر ہے اس کے لیے اللہ تعالٰے کی طرف سے نفی نصرت کا اعلان ہے۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ فَمَنْ کَفَرَ فَعَلَیْهِ کُفْرُهٗ وَلَا یَزِیْدُ الْکٰفِرِیْنَ کُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا وَلَا یَزِیْدُ الْکٰفِرِیْنَ کُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا۔ وہ ذات وہ ہے جس نے بنایا تمہیں خلیفہ زمین میں تو جو کفر کرے اس پر اس کا کفر ہے اور کافروں کو نہیں بڑھاتا ان کا کفران کے رب کے حضور مگر سخت ذلت اور غضب اور کافر کے لیے اس کا کفر نقصان ہی بڑھاتا ہے۔

یعنی اللہ تعالے نے تمہیں زمین میں تم سے پہلی امتوں کے متروکہ جائداد اور مال پر وارث بنایا تاکہ تم شکر گذاری کرو۔ تو جو اس عطاءِ نعمت پر بھی سرکشی اور کفر کرے تو اس پر اس کے کفر کا وبال ہے یہ خطاب عام ہے یا اہل مکہ کے لیے اور خلائف جمع خلیفہ کی ہے۔ یہاں لَا یَزِیْدُ الْکٰفِرِیْنَ کُفْرُهُمْ کی تکرار ہے یہ اس لیے کہ پہلا کفر دنیا میں موجب اشد احتقار اور بغض و غضب کا موجب ہے اور دوسرے کفر سے آخرت کا بدلہ نقصان و خسران مراد ہے آگے ارشاد ہے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَکَآءَکُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ کِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْهُ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا۔ انہیں فرمائیں بھلا بتاؤ تو تمہارے وہ شریک جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا تو مجھے دکھاؤ انہوں نے کیا پیدا کیا زمین سے یا ان کا کچھ ساجھا ہے آسمانوں میں یا لائے ہیں ہم انکے پاس وہ کتاب جس کی روشنی پر وہ ہیں بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے کو جھوٹا وعدہ دیتے ہیں۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ کے معنی ہیں حقیقت استفہام عن الرویۃ ہے یعنی اَخْبِرُوْنِیْ یا یہ معنی ہیں اَعَلِمْتُمْ کیا تم جانتے ہو ھٰذِہٖ الَّتِیْ تَدْعُوْنَهَا مَا هِیَ انہیں جن کی تم پوجا پاٹ کرتے ہو یہ کیا ہیں۔ انہوں نے آسمان و زمین میں کونسا حصہ بنایا ہے یا وہ آسمانوں میں سے کسی حصے کے شریک ہیں جس کی وجہ سے وہ بھی مستحق عبادت ہو گئے اور جب ایسا نہیں اور یقینا نہیں تو یقینا کوئی کتاب ناطق تمہارے پاس ہوگی جس کے اوپر تمہارا عمل ہوگا۔

اور حقیقت یہ ہے کہ یہ کچھ بھی نہیں بلکہ یہ وعدہ ایک دوسرے کو دیتے ہیں کہ یہ بت اللہ کے ہاں شفاعت کرنے والے ہیں ان تمام عبدۃ الاصنام کو ایسے ہی جھوٹے وعدہ دیتے ہیں وَعَدَ هُوَ نِعْمَ بِهِ الْاَسْلَافُ لِلْاَخْلَافِ وَاِضْلَالُ الرُّؤَسَاءِ لِلْاَتْبَاعِ بِاَنَّهُمْ شُفَعَآءُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی یَشْفَعُوْنَ لَهُمْ بِالتَّقَرُّبِ اِلَیْهِمْ۔

اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا بے شک اللہ محافظت کرتا ہے آسمانوں اور زمین کی ان کے ہلنے اور ہٹنے سے۔

یُمْسِکُ کے معنی زجاج کے نزدیک یَمْنَعُ کے ہیں، یعنی اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَمْنَعُ السَّمٰوٰتِ مِنْ اَنْ تَنْتَقِلَ عَنْ مَکَانِہِمَا فَتَرْتَفِعَ اَوْ تَنْخَفِضَ وَ یَمْنَعُ الْاَرْضَ اَیْضًا مِنْ اَنْ تَنْتَقِلَ کَذٰلِکَ۔

اور عبد بن حمید اور ایک جماعت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ یہ زوال سے روکنا ہے جیسا کہ بلنمنا حرکت ہو۔

اور ایک قول ہے ذَوَالُ السَّمَاءِ دَوَرَانُہُمَا فَہُمَا سَاکِنَانِ وَالدَّائِرَۃُ بِالنُّجُوْمِ اَفْلَاکُہَا وَہِیَ غَیْرُ السَّمٰوٰتِ۔ ان کا زوال ان کا چکر ہے اس لیے کہ زمین و آسمان ساکن ہیں اور دائرہ نجوم فلکی ہیں جو آسمانوں کے علاوہ ہیں۔

چنانچہ سعید بن منصور اور ابن جریر اور ابن منذر اور عبد بن حمید شقیق سے راوی ہیں قَالَ قِیْلَ لِابْنِ مَسْعُوْدٍ اِنَّ کَعْبًا یَقُوْلُ اِنَّ السَّمَاءَ تَدُوْرُ فِیْ قُطْبِہٖ مِثْلَ قُطْبَۃِ الرَّحٰی فِیْ عَمُوْدٍ عَلٰی مَنْکِبِ مَلَکٍ۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ حضرت کعب نے کہا آسمان اپنے قطب میں چکی کی طرح پھرتا ہے اور اس کا کیلہ ایک فرشتے کے کندھے پر ہیں۔ تو آپ نے فرمایا غلط ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا۔

اس میں فلاسفہ قدیم و جدید کے بہت اختلافات ہیں بہرحال قرآن کریم یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فرمارہا ہے بنابریں جو اپنی باطل قیاس آرائیاں کرکے زمین کا پھرنا مانتے ہیں ہمارے یہاں یہ مسلّم نہیں اس لیے خلاف نص ہے۔

وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَکَہُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا۔ اور اگر وہ ہل جائیں تو کون انہیں روک سکتا ہے اس کے سوا بیشک وہ حلیم و غفور ہے۔

یعنی اگر اس کا زلزلہ ساعت آجائے تو کون ہے جو انہیں سنبھال سکے اور جب وہ وقت آئے گا تو کوئی سنبھال ہی نہ سکے گا جبکہ طی سماوات اور نسف جبال ہوگا یہ اس کا حلم اور بخشش ہے کہ تمہارے اعمال پر چشم پوشی فرماتا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ قریش مکہ نے قبل بعثت نبی علیہ السلام جب ایک جماعت کو اہل کتاب سے دیکھا کہ وہ اپنے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں تو وہ کہنے لگے۔

لَعَنَ اللّٰہُ تَعَالَی الْیَہُوْدَ وَالنَّصَارٰی اَتَتْہُمُ الرُّسُلُ فَکَذَّبُوْہُمْ فَوَاللّٰہِ لَئِنْ جَاءَنَا رَسُوْلٌ لَنَکُوْنَنَّ اَہْدٰی مِنْ اِحْدَی الْاُمَمِ۔ اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر کہ ان کے پاس رسول آئے تو انہوں نے تکذیب کی خدا کی قسم اگر ہمارے اوپر رسول آیا تو ہم سب سے زیادہ ہدایت

اور اتباع میں ثابت ہوں گے۔

چنانچہ حبیب سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ بھی انہیں کی طرح منحرف ہو گئے۔

اب اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ

اور انہوں نے مضبوط قسمیں کھائیں کہ اگر ان میں کوئی نذیر تشریف لایا تو وہ ہدایت قبول کرنے میں پہلی امتوں سے زیادہ ہوں گے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ اسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۔ تو جب ان میں ہماری طرف سے نذیر تشریف لائے تو ان میں کچھ زیادہ نہ بڑھا مگر تباعد عن الحق اور اس سے بھاگنا اور تکبر سے اپنے کو اونچا کرنا زمین میں اور حضور کی ذات سے لوگوں میں مکاری کر کے اپنی خداع اور چالیں چلنا اور مکر نہیں گھیرتا مگر مکار کو۔

یعنی ان میں حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نذیر بن کر تشریف لائے تو وہ اپنی پختہ قسمیں سب فراموش کر بیٹھے اور حضور کی تعلیم سے بھاگنے لگے اور نئی نئی چالیں چلنے لگے۔

مکر کی تعریف قتادہ کے نزدیک شرک ہے۔

اور بعض کے نزدیک مکر سے مراد سازش کرنا مخالفت میں خفیہ چالیں چلنا ہے۔

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۔ اور مکر نہیں گھیرتا مگر مکر کرنے والے کو۔ اَیْ لَا یُحِیْطُ راغب کہتے ہیں اَیْ لَا یُصِیْبُ وَلَا یَنْزِلُ ۔ گویا خلاصہ یہ ہے جو عربی فارسی کی ضرب المثل سے واضح ہوتا ہے مَنْ حَفَرَ لِاَخِیْهِ جُبًّا وَقَعَ فِیْهِ مُکِبًّا ۔ جو اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودے وہ منہ کے بل اس میں جائے جیسے فارسی والے بولتے ہیں چاہ کنندہ را چاہ درپیش۔

اسی بنا پر ارشاد الٰہی ہے اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۔ لَا تَبْغُوْا وَلَا تَبْغُوْا بَاغِیًا ۔

وَقَدْ حَاقَ مَكْرُ هٰؤُلَاءِ بِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ ۔ اور اس مکر نے ان کفار کو بدر والے دن گھیرا قتل ہوئے اور قیدی بنائے گئے۔

وَالْاٰیَةُ عَامَّةٌ عَلَى الصَّحِیْحِ وَاللّٰهُ تَعَالٰى یُمْهِلُ وَلَا یُهْمِلُ وَرَاءَ الدُّنْیَا الْاٰخِرَةُ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ اور بقول صحیح چونکہ آیۂ کریمہ عام ہے اور اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتا ہے دنیا سے دنیا میں اس کے بعد پھر نہ چھوڑے جائیں گے اور وہ یوم آخرت ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا الخ

اَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی بِحُرْمَةِ حَبِیْبِہِ الْاَعْظَمِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّدْفَعَ وَیَرْفَعَ عَنَّا مَکْرَ الْمَاکِرِیْنَ وَاَنْ یُّعَامِلَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالدِّیْنِ بِعَدْلِہٖ اِنَّہٗ سُبْحٰنَهٗ الْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ ۔

فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِیْلًا

تو کیا انتظار کر رہے ہیں مگر پہلوں کی طرح عذاب کا تو ہرگز نہ پائے گا تو پہلے طریقہ میں تبدیلی یعنی عذاب کا ٹلنا اور نہ پائے گا تو اللہ کے دستور میں کوئی تحویل۔

کہ عذاب مکذبین سے پلٹ کر کسی اور کی طرف چلا جائے۔

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَکَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً - کیا انہوں نے زمین میں سیر نہ کی کہ انہوں نے دیکھا ہو کہ کیا ہوا انجام ان کا جو ان سے پہلے تھے اور وہ قوت میں ان سے سخت تھے۔

اس میں جریان سنة اللہ پر استشہاد ہے تعذیب مکذبین پر جو وہ سیر شام اور یمن و عراق کرتے ہوئے امم ماضیہ کی عمارتوں کے کھنڈر اور ان کی ہلاکت کی علامتیں دیکھیں۔ یہاں اَوَلَمْ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے اور وہ قوم اہل مکہ سے زیادہ قوی تھے۔

وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعْجِزَهٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ اِنَّهٗ کَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا - اور اللہ وہ نہیں کہ اس کی گرفت سے کوئی نکل جائے آسمانوں اور زمین میں بے شک وہ علم والا اور قدرت والا ہے۔

وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰکِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِعِبَادِہٖ بَصِیْرًا - اور اگر اللہ گرفت کرے ان کی کرنیوں پر تو نہ چھوڑے زمین کی پشت پر کسی چلنے والے کو لیکن وقت مؤخر کر رکھا ہے ایک معین مدت تک تو جب وقت مقررہ آئے گا تو اللہ کی نظر میں بندے ہیں۔

یعنی اگر اللہ تعالے گرفت فرمانا چاہے تو دے زمین پر کوئی نہ رہے مگر عذاب کا ایک وقت معہود ہے اور وقت معہود روز قیامت تک ہے۔ اور قیامت کے قیام پر ہر بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا۔ اس دن نیک پر نیکیوں کا اجر اور بد پہ برائی کا عذاب ہوگا۔ اور ہر ایک عمل خیر و شر کا بدلہ دیا جائے گا۔

سورۃ یٰسٓ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ یٰسٓ پ ۲۲

یٰسٓ ۝
اے انسان کامل۔

وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝
حکمت والے قرآن کی قسم۔

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝
بے شک آپ بھیجے گئے ہو۔

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝
مستقیم راہ پر۔

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝
اتارا ہوا عزت والے رحم فرمانے والے کا۔

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَاۤؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝
تاکہ تم ڈر سناؤ اس قوم کو جس کے ماں باپ نہ ڈرائے گئے تو وہ غفلت میں ہیں۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝
بیشک ثابت ہو چکی بات ان کے اکثر پر تو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝
ہم نے ان کی گردنوں میں طوق لعنت کر دیے ہیں تو وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو وہ منہ اٹھائے رہ گئے۔

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝
اور ہم نے کر دی ہے ان کے آگے دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور ڈھانپ دیا ہم نے انہیں تو وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔

وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝
اور یکساں ہے انہیں اگر تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ ۝ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۝

آپ تو اے محبوب اسی کو ڈر سنائیں جو نصیحت پر چلے اور رحمان سے ڈرے بغیر دیکھے تو اسے بشارت دیجئے بخشش اور عزت والے ثواب کی ہم زندہ کریں گے مردوں کو اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور نشانیاں جو چھوڑ گئے اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتلانے والی کتاب میں۔

لفظی ترجمہ

یٰسٓ۔ اے انسان کامل	وَ۔ قسم ہے	الْقُرْاٰنِ۔ قرآن	الْحَكِیْمِ۔ حکمت والے کی
اِنَّكَ۔ بیشک آپ	لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ پیغمبروں سے ہیں		عَلٰى۔ اوپر
صِرَاطٍ۔ راہ	مُّسْتَقِیْمٍ۔ سیدھی کے	تَنْزِیْلَ۔ اتاری گئی ہے	الْعَزِیْزِ۔ غالب
الرَّحِیْمِ۔ رحم والے کی طرف سے	لِتُنْذِرَ۔ تاکہ تو ڈرائے	قَوْمًا۔ اس قوم کو کہ	مَّا۔ نہیں
اُنْذِرَ۔ ڈرائے گئے	اٰبَاؤُهُمْ۔ باپ دادا	هُمْ۔ ان کے	فَهُمْ۔ تو وہ
غٰفِلُوْنَ۔ بیخبر ہیں	لَقَدْ۔ بیشک	حَقَّ۔ حق ہوئی	الْقَوْلُ۔ بات
عَلٰى۔ اوپر	اَكْثَرِ۔ اکثر	هِمْ۔ ان کے کے	فَهُمْ۔ تو وہ
لَا۔ نہیں	یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے	اِنَّا۔ بیشک	جَعَلْنَا۔ بنائے ہم نے
فِیْ۔ بیچ	اَعْنَاقِهِمْ۔ انکی گردنوں کے	اَغْلٰلًا۔ طوق	فَهِیَ۔ تو وہ
اِلَى۔ طرف	الْاَذْقَانِ۔ ٹھوڑیوں کے ہیں	فَهُمْ۔ تو وہ	مُّقْمَحُوْنَ۔ منہ اٹھائے ہیں
وَ۔ اور	جَعَلْنَا۔ بنائی ہم نے	مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ۔ ان کے آگے	
سَدًّا۔ دیوار	وَّ۔ اور	مِنْ خَلْفِهِمْ۔ انکے پیچھے	سَدًّا۔ دیوار
فَاَغْشَیْنٰهُمْ۔ تو ہم نے ان کو ڈھانپا		فَهُمْ۔ تو وہ	لَا۔ نہیں
یُبْصِرُوْنَ۔ دیکھتے	وَ۔ اور	سَوَآءٌ۔ برابر ہے	عَلَیْهِمْ۔ ان کے اوپر
ءَ۔ کیا	اَنْذَرْتَهُمْ۔ ڈرائے تو انکو	اَمْ۔ یا	لَمْ۔ نہ

لِتُنْذِرَ - ڈرائے تو
اِنَّمَا - تو صرف
الذِّکْرَ - نصیحت کی
بِالْغَیْبِ - بغیر دیکھے
وَ - اور
نَحْنُ - ہم
نَکْتُبُ - ہم لکھتے ہیں
اٰثَارَ - نشانات
شَیْءٍ - چیز
مُّبِیْنٍ - روشن کے

هُمْ - ان کو
تُنْذِرُ - ڈراتا ہے
وَ - اور
فَبَشِّرْهُ - تو خوشخبری دو
اَجْرٍ - اجر
نُحْیِ - زندہ کرتے ہیں
مَا - جو
هُمْ - ان کے
اَحْصَیْنٰهُ - گنا ہم نے اسکو

لَا - نہیں
مَنِ - اس کو جو
خَشِیَ - ڈرے
هُ - اس کو
کَرِیْمٍ - اچھے کی
الْمَوْتٰی - مردوں کو
قَدَّمُوْا - آگے بھیجا انہوں نے
وَ - اور
فِیْ - بیچ

یُؤْمِنُوْنَ - ایمان لائیں گے
اتَّبَعَ - پیروی کرے
الرَّحْمٰنَ - رحمٰن سے
بِمَغْفِرَۃٍ - بخشش کی
اِنَّا - بیشک
وَ - اور
وَ - اور
کُلَّ - ہر
اِمَامٍ - کتاب

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع سورۃ یٰسٓ پ ۲۲

یہ سورۃ مبارکہ مکیہ ہے اس میں پانچ رکوع. تراسی آیتیں سات سو انتیس کلمے اور تین ہزار حروف ہیں۔

مختصر فضائل سورۃ یٰسٓ شریف

ترمذی شریف میں ہے کہ ہر چیز کے لیے ایک قلب ہوتا ہے اور قرآن کریم کا قلب یٰسٓ ہے جس نے سورہ یٰسین پڑھی اللہ تعالٰے اس کے لیے دس بار قرآن کریم پڑھنے کا ثواب لکھتا ہے۔ اگرچہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد میں ایک راوی مجہول ہے. لیکن فضائل میں مسلّم ہے علاوہ ازیں دوسری احادیث صحیحہ اس کی مؤید ہیں۔

چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا اپنے اموات پر یٰسین پڑھا کرو اسی بنا پر جان کندن اور سکرات موت کے وقت یٰسین پڑھی جاتی ہے۔ اس کے باقی فضائل مختصر تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

یٰسٓ ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۔ اے انسان کامل. قسم ہے حکمت والے قرآن کی بے شک آپ صراط مستقیم پر بھیجے گئے ہیں۔

انسان کامل سے مراد سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور وَاؤ قسمیہ کے بعد مقسم بہ قرآن کریم لاکر ارشاد ہے کہ آپ اللہ کی طرف سے سیدھے اور سچے راستے پر مبعوث ہوئے ہیں جس کے ذریعہ مومن منزل مقصود تک پہنچے گا اور سیدھا سچا راستہ توحید کا راستہ ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اسی راہ پر رہے ہیں۔ آیت کریمہ میں کفار کے اس جملے کا بھی رد ہے جو انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ لَسْتَ مُرْسَلًا۔ آپ رسول نہیں۔ اللہ تعالے جواب میں فرماتا ہے وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

اس کے بعد ارشاد ہے

تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُھُمْ فَھُمْ غٰفِلُوْنَ۔ یہ قرآن عزت والے رحم فرمانے والے کا اتارا ہوا ہے تاکہ تم ڈر سناؤ اس قوم کو جس کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے تو وہ غافل بے خبر ہیں۔

یعنی اس قوم کو ہدایت کرنے کے لیے یہ قرآن پاک نازل ہوا جس قوم کے آباؤ اجداد میں کوئی نبی تشریف نہ لایا۔ چنانچہ یہ حال قوم قریش کا تھا کہ ان میں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل کوئی رسول نہیں آئے اور ان کے آباؤ اجداد غفلت کی ظلمت میں ہی رہے لیکن ان میں چونکہ امام الکل ہادی سبل سید الرسل تشریف لا چکے ہیں تو۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِھِمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ اب بیشک ان میں ان کے اکثر پر بات ثابت ہو چکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

یعنی حکم الٰہی اور قضاؤ قدر علم ازلی ان کے کافر رہنے اور جہنمی ہونے پر جاری ہو چکی ہے جیسا کہ ارشاد ہے لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ جو کفر پر اپنے اختیار سے مصر ہیں اور حق کے ماننے سے منکر ہیں ان سے ضرور میں جہنم بھر دوں گا جنوں سے بھی اور ایسے آدمیوں سے بھی اور وہ مشیت الٰہی سے ایمان نہ لائیں گے اس پر ایک مثال دی گئی چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِھِمْ اَغْلٰلًا فَھِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَھُمْ مُّقْمَحُوْنَ۔ ہم نے کر دیے ہیں ان کی گردنوں میں طوق (لعنت کے) کہ وہ ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے۔

اس مثال سے یہ ظاہر فرمانا مقصود ہے کہ وہ اپنے کفر میں ایسے راسخ ہیں کہ پند و نصائح اور آیات و ہدایت کسی سے منتفع نہیں ہو سکتے جیسے وہ شخص جس کی گردن میں غل کی قسم کا طوق پڑا ہو جو ٹھوڑی تک پہنچتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ سر نہیں جھکا سکتے۔ یہی حال ان کا ہے کہ کسی طرح ان کو حق کی طرف

التفات نہیں ہوتا اور اس کے حضور سر نہیں جھکاتے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ ان کی حقیقت کا حال ہے جہنم میں انہیں اسی طرح کا عذاب کیا جائیگا جیسا دوسری جگہ ارشاد ہے وَالْاَغْلٰلُ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ۔

آیت کریمہ کا شان نزول

ابوجہل اور اس کے دو بنی مخزوم کے دوستوں نے قسم کھائی کہ اگر وہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دیکھے تو پتھر سے سر کچل دے گا تو جب اس نے حضور کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ ایک بھاری پتھر لے کر چلا تو اس کے ہاتھ گردن سے چپکے رہ گئے یہ دیکھ کر وہ اپنے دوستوں کی طرف واپس ہوا اور واقعہ بیان کیا یہ سن کر اس کے دوست ولید بن مغیرہ نے کہا

یہ کام میں کروں گا چنانچہ وہ پتھر لے کر چلا حضور صلے اللہ علیہ وسلم ابھی نماز میں ہی تھے جب یہ قریب پہنچا اللہ تعالے نے اسے اندھا کر دیا اور بینائی سلب کر لی یہ حضور کی آواز سنتا تھا اور کچھ دیکھ نہ سکتا تھا پریشان ہو کر اپنے دوستوں کی طرف واپس آیا تو وہ بھی اسے نظر نہ آئے آخر ش اس کے دوستوں نے اسے پکارا اور پوچھا کیا کر آیا بولا مجھے آواز آتی تھی مگر حضور نظر نہ آئے۔

ابوجہل کے دوسرے دوست نے ہمت کی اور کہا کہ یہ کام میں کروں گا چنانچہ وہ پورے وثوق کے ساتھ چلا اور قریب پہنچ کر الٹے پاؤں واپس ہوا اور نہایت بدحواسی میں بھاگا ہوا آکر اوندھا گرا دوستوں نے پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا ہوا۔ بولا حضور کے میرے مابین ایک بہت بڑا اژدہا دیکھا لات و عزی کی قسم اگر میں ذرا بھی آگے بڑھتا تو وہ مجھے کھا جاتا (خازن۔ جمل)

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔ اور ہم نے کر دی ہے ان کے آگے دیوار اور ان کے پیچھے دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا ہے تو انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔

یہ بھی ایک تمثیل ہے کہ جیسے کسی شخص کے لیے دونوں طرف دیواریں ہوں اور ہر طرف سے راستہ بند ہو وہ کیسے مقصود تک پہنچ سکتا ہے ایسے ہی ان کفار کے آگے پیچھے جہالت اور تکبر کی دیواریں ہیں۔ ایمان کی راہ بند ہے جہالت کے بندقید میں محبوس ہیں وہ آیات الٰہی اور پند و نصائح سننے سے محروم ہیں۔ چنانچہ آگے ارشاد ہے جس میں ان کے کفر پہ مہر لگادی گئی ہے

وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ اور یکساں ہے ان پر کہ آپ انکو ڈرائیں نصیحت فرمائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

یعنی جبکہ وہ اصلی کافر ہیں انہیں آپ کی نصیحت کرنا نہ کرنا یکساں ہیں اس لیے کہ

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ

آپ تو اسی کو ڈر سناتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور رحمٰن سے بغیر دیکھے غائبانہ ڈرے تو اسے بخشش اور عزت کے ثواب کی بشارت دو۔

عزت کے ثواب سے مراد جنت ہے اور یہ اسی کے لیے ہے جو غائبانہ اپنے رب سے ڈرنے والا ہے

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ

بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب ہیں۔

یعنی مردوں کو زندہ کرنے کے بعد ان کا محاسبہ ہوگا کہ دنیا کی زندگانی ہیں کتنی نیکی اور کتنی بدی کی ہے تاکہ اس کے مطابق جزا و سزا مرتب ہو۔

وَآثَارَهُمْ سے مراد وہ طریقے ہیں جو حیات دنیا میں انہوں نے نکلے مثلاً نا چ رنگ یا جا جو ئے کے نئے نئے طریقے جنہیں اصطلاح شرعیہ میں بدعت سیئہ کہتے ہیں چنانچہ ان کی نوعیت حدیث میں ہے۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهٗ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا۔

یعنی نیک طریقہ جو صلحاء اولیاء اللہ کی اتباع میں جاری کرے اسے اس کا اجر ملے گا اور جتنے اس پر عمل کریں گے اور سب کے ثوابوں کے برابر اسے ثواب ملے گا اور برا طریقہ رائج کرنے والا خود گنہگار ہوگا اور جتنے اس کے ساتھ خراب ہوئے ان سب کا عذاب علیحدہ علیحدہ ہوگا اور اس بانی پر ان سب کے گناہوں کے برابر عذاب ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ صدہا امور خیر ایسے ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں نے جاری کیے انہیں ناجائز کہنا ناجائز ہے یہ امور اگرچہ بدعت میں ہیں لیکن بدعت حسنہ ہیں اور صدہا امور مثل سینما۔ ڈانس بے حیائی کی محفلوں کے ایسے ہیں کہ پہلے نہ تھے وہ بدعت سیئہ ہیں۔ اور مذموم ہیں۔

بعض نے مسجد میں آنے کے قدم کی فضیلت بیان کی ہے۔

آیت کریمہ کا شان نزول

بنی سلمہ مدینہ طیبہ کے کنارے پر رہتے تھے انہوں نے چاہا کہ مسجد نبوی کے قریب آبسیں تو انہیں

حضور نے فرمایا مکان نہ بدلو وہاں سے آنے میں تمہارے قدم لکھے جائیں گے اور ثواب زیادہ ملے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
وَاٰثَارَھُمْ اور اِمَامٍ مُّبِیْنٍ سے مراد لوح محفوظ ہے۔

لُغاتِ نادرہ

اس رکوع میں چند ایک لغات نادرہ ہیں پہلے ان کو سمجھ لیں
اَعْنَاق ۔ جمع ہے عُنُق کی، عنق گردن کو کہتے ہیں۔
اَغْلَال ۔ جمع ہے غُلّ کی، غلّ کہتے ہیں طوق کو۔
اَذْقَان ۔ جمع ہے ذقن کی، ذقن کہتے ہیں ٹھوڑی کو۔
فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۔ مُقْمَح اُسے کہتے ہیں جو سر اوپر کو اٹھائے ہو جو اونٹ پانی کے لیے سر نیچا نہ کرے اسے بعیر قامح بولتے ہیں۔ قَمَحَ الْبَعِيْرُ قُمُوْحًا اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ عَنِ الْحَوْضِ وَلَمْ يَشْرَبْ۔
اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۔ امام مفرد بھی ہے اور جمع بھی۔ مفرد ہونے کی صورت میں حِجَاب اور کِتَاب کے وزن پر ہے اور جمع ہونے کی صورت میں بروزن جِبَال اور جِبَال ہے۔
امام پیشوا کو کہتے ہیں اور شارع عام کو۔
مُبِیْنٍ یعنی مُظہر ہے۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ یٰسٓ پ۲۲

امام احمد ابوداؤد و نسائی، ابن ماجہ، طبرانی معقل بن یسار سے راوی ہیں اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يٰسٓ قَلْبُ الْقُرْاٰنِ وَعَدَّ ذٰلِكَ اُحُدًا اَسْمَائِهَا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یٰسین قرآن کریم کا دل ہے اور اس لیے اس سورۃ کا نام سورۃ یٰس فرمایا۔
اور فرمایا لَعَلَّ هٰذَا هُوَ السِّرُّ فِى الْاَمْرِ الْوَارِدِ فِىْ صَحِيْحِ الْاَخْبَارِ بِقِرَاءَتِهَا عَلَى الْمَوْتٰى لَدَى الْمُحْتَضِرِيْنَ اس سورۃ مبارک کے لیے حکم ہے کہ اسے مرنے والوں پر تلاوت کریں۔
اور ابو نصر سجزی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں فرماتی ہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صلی اللہ علیہ وسلم ان فی القرآن لسورۃ تدعی العظیمۃ عند اللہ ویدعیٰ صاحبہا الشریف عند اللہ یشفع صاحبہا یوم القیامۃ فی اکثر من ربیعۃ ومضر وھی سورۃ یٰسین - قرآن کریم میں ایک سورت ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیمہ ہے اور اس کا پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے حضور ایسا شرافت والا ہے کہ قیامت کے دن ربیع و مضر کے لوگوں سے زیادہ کی شفاعت کرے گا اور وہ سورۂ یٰسین ہے۔

سعید بن منصور اور بیہقی حسان بن عطیہ سے راوی ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سورۃ یٰس تدعی فی التوراۃ المعمۃ تعم صاحبہا بخیر الدنیا والاخرۃ وتکابد عنہ بلوی الدنیا والاخرۃ وتدفع عنہ اھاویل الدنیا والاخرۃ وتدعی المدافعۃ القاضیۃ تدفع عن صاحبہا کل سوء وتقضی لہ کل حاجۃ۔

حضور نے فرمایا سورۂ یٰس توریت میں معمّہ کہلاتی ہے اس کے پڑھنے والے کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں اور یہ دنیا و آخرت کی بلاؤں سے حفاظت کرتی ہے اور دنیا و آخرت کے ہول سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور ہر قسم کی مصیبتیں جو اس کے لیے مقرر ہوں دفع کرتی ہے اور اس کی تمام حاجتیں پوری کرتی ہے۔

اور محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر جدعانی سلیمان بن دفاع سے بھی یہی روایت کرتے ہیں۔

اس کے مکی ہونے پر ابن الفریس اور نحاس اور ابن مردویہ اور بیہقی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ اور

بعض نے اس کے مکی ہونے پر اس آیت کا استثنیٰ کیا۔ انا نحن نحی الموتی ونکتب ما قدموا وآثارھم ان کا دعویٰ ہے کہ یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی۔ اور واقعہ بطور شان نزول یہ بتاتے ہیں۔ لما اراد بنو سلمۃ النقلۃ الی قرب مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا فی ناحیۃ المدینۃ فقال علیہ السلام ان آثارکم تکتب فلم ینتقلوا۔

قبیلہ بنی سلمہ نے جو نواحی مدینہ میں رہتے تھے جب ارادہ کیا کہ وہ وہاں سے منتقل ہو کر مسجد نبوی کے قریب آجائیں تو حضور نے فرمایا تمہارے قدم لکھے جاتے ہیں جس کا تمہیں زیادہ ثواب ہے تو وہ وہاں سے منتقل نہ ہوئے اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور واذا قیل لھم انفقوا مما رزقکم اللہ۔ یہ منافقین کے لیے نازل ہوئی بنا بریں یہ آیت بھی مدنی ہے۔

بہر حال اس پہ صحت کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس سورۂ مبارکہ میں تراسی آیتیں ہیں۔

اور اس کے فضائل میں بہت سی احادیث ہیں علاوہ ان کے جو بیان ہو چکیں یہ بھی ہیں کہ معقل بن یسار سے یہ صحیح حدیث ہے۔

لَا یَقْرَأُهَا عَبْدٌ یُرِیْدُ اللّٰهَ تَعَالٰی وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ اسے بندہ اللہ کے واسطے اور آخرت کی نجات کے لیے جب پڑھتا ہے تو اس کے سب گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

اور ترمذی دارمی حدیث انس سے راوی ہیں مَنْ قَرَأَ یٰسٓ کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ۔ جو سورۂ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالےٰ اسے دس قرآنوں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ وَذَکَرَ بَعْضُهُمْ اَنَّ مَنْ قَرَأَهَا اُعْطِیَ مِنَ الْاَجْرِ کَمَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ اِثْنَتَیْنِ وَعِشْرِیْنَ مَرَّةً جو سورۂ یٰسین پڑھے اسے اللہ تعالےٰ بائیس قرآن کی تلاوت کا اجر عطا فرماتا ہے۔

اور بیہقی شعب الایمان میں ابو قلابہ سے روایت کرتے ہیں جو کبار تابعین سے ہیں اَنَّ مَنْ قَرَأَهَا فَکَاَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْاٰنَ اِحْدٰی عَشْرَ مَرَّةً۔ جو سورۂ یٰسین ایک بار تلاوت کرے اس نے گویا گیارہ قرآن ختم کیے۔

اور ایک حدیث مرفوع سے بھی جس کے راوی ابن عباس، معقل بن یسار، عقبہ بن عامر، اور ابو ہریرہ اور انس رضی اللہ عنہم ہیں دس بار قرآن پڑھنے کا اجر ثابت ہے۔

اب فاطر کے بعد سورۂ یٰسین کا اتصال کس ربط کی بنا پر ہے۔

اس کے متعلق امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ سورۂ فاطر میں وَجَاءَکُمُ النَّذِیْرُ اور وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِیْرٌ اور فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِیْرٌ فرمایا جس سے مراد ذات مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا ہے۔

اور مشرکین مکہ نے حضور سے اعراض و انکار کیا اور تکذیب کی تو اس سورۂ مبارکہ میں قسمیں یاد فرما کر حضور کی صحت رسالت ظاہر کر کے اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَاؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ جو مشرکین کے گمان باطلہ عاطلہ فاسدہ کاسدہ کے رد میں بیان کیا گیا ہے۔

اور فاطر میں وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی فرمایا تو اس سورۂ مبارکہ میں وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا اور وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ ارشاد ہوا

لہٰذا فاطر سے یٰسین کے مضمون کا یہ ربط ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یٰسٓ اے سردار عالم یا اے انسان کامل۔

آلوسی فرماتے ہیں اَلْکَلَامُ فِیْہِ کَالْکَلَامِ فِیْ الٓمٓ وَنَحْوِہٖ مِنَ الْحُرُوْفِ الْمُقَطَّعَاتِ فِیْ اَوَائِلِ السُّوْرَۃِ اِعْرَابًا۔ یٰسٓ پر بھی الٓمٓ کی طرح بہت کچھ تاویلی معنی ہو سکتے ہیں اور ایسے ہی دوسرے حروف مقطعہ کے جو سورتوں کے اول میں ہیں۔

چنانچہ ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم چند طرق سے سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ناقل ہیں کہ یٰسین کے معنی یا انسان ہیں۔ روح المعانی

اور ابو حیان کہتے ہیں کہ عرب میں تصغیر انسان انیسیان ہے وَھُوَ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ الْاِنْسَانَ مِنَ النِّسْیَانِ وَاَصْلُہُ النُّسَیَّانُ۔ انسان کی تصغیر انیسیان ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ انسان نسیان سے ہے اور اس کی اصل نسیان ہے۔

وَمَعَ ذٰلِکَ لَا یَجُوْزُ التَّصْغِیْرُ فِیْ اَسْمَاءِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کَمَا لَا یَجُوْزُ فِیْ اَسْمَاءِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔ اور یہ بھی ہے کہ تصغیر اسماء انبیاء میں ایسے ہی ناجائز ہے جیسے کہ اسماء الٰہی کی تصغیر ممنوع ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اِنَّمَا یَمْتَنِعُ مِنَّا وَاَمَّا مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی فَلَہٗ سُبْحٰنَہٗ اَنْ یُّطْلِقَ عَلٰی نَفْسِہٖ عَزَّوَجَلَّ وَعُظَمَاءِ خَلْقِہٖ مَا اَرَادَ وَیُحْمَلُ حِیْنَئِذٍ عَلٰی مَا یَلِیْقُ کَالتَّعْظِیْمِ وَالتَّحْبِیْبِ وَنَحْوِہٖ مِنْ مَّعَانِ التَّصْغِیْرِ کَمَا قَالَ ابْنُ الْفَارِضِ

مَا قُلْتُ حُبَیِّیَ مِنَ التَّحْقِیْرِ   بَلْ یَعْذُبُ اسْمُ الشَّیْءِ بِالتَّصْغِیْرِ

یہ تصغیر اگر ہماری طرف سے ہو تو ممنوع ہے لیکن اگر منجانب اللہ اگر ہو تو وہ مختار مطلق ہے اور اپنی معظم مخلوق کو جس طرح چاہے مخاطب کرے اور یہ مخاطبہ جیسا کہ اس کی شایان شان ہے وہ مثل تعظیم ہی ہے یا بطریق تحبیب اور اس میں تصغیر بھی ہے۔

چنانچہ ایک جماعت اس طرف ہے کہ ایسان بمعنی انسان اور لفظ یٰسین پر اجماعاً کہا گیا کہ یہ ایاسین ہے۔ اس میں یا حرف اور سین انسان کے مقام کا ایک نام ہے۔

اور اسکی تائید سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے ہوتی ہے جو آپ نے حٰمٓ عٓسٓقٓ وغیرہ حروف مقطعات میں فرمایا اِنَّھَا حُرُوْفٌ مِنْ جُمْلَۃِ اَسْمَائِہٖ تَعَالٰی کَرَحْمٰنٍ رَحِیْمٍ وَعَلِیْمٍ وَسَمِیْعٍ وَقَدِیْرٍ وَنَحْوِ ذٰلِکَ۔ یہ تمام حروف اسماء الٰہی سے ہیں رحیم، علیم، سمیع، قدیر

اور مثل اس کے ہیں۔
چنانچہ بعض نے مثل ابن جبیر کے کہا کہ یٰسین اسماء سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک نام ہے جیساکہ سید حمیری کے اس شعر سے ظاہر ہے۔

یَا نَفْسُ لَا تَمْحَضِیْ بِالْوُدِّ جَاھِدَۃً عَلَی الْمَوَدَّۃِ اِلَّا اٰلَ یَاسِیْنَا

اور زجاج کہتے ہیں اَلنَّصْبُ عَلٰی تَقْدِیْرِ اُتْلُ یٰسِیْنَ وَھٰذَا عَلٰی قَوْلِ سِیْبَوَیْہِ اِنَّہٗ اِسْمٌ لِلسُّوْرَۃِ۔ یٰسین میں مقدر اُتل ہے یعنی حکم ہے اُتْلُ یٰسِیْن۔ یٰسین پڑھا اور یہ بموجب قول سیبویہ ہے نام سورۃ کا ہے۔

وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ اور قسم قرآن حکمت والے کی بے شک آپ نبی مرسل ہیں۔
وَالْقُرْاٰنِ میں واو قسمیہ ہے ابتدا ہے اور حکیم سے مراد حکمت والا ہے یعنی اس کا ہر بیان بیان حکمت ہے۔

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ بیشک آپ ہی ہمارے نبی مرسل ہیں۔
یہ جواب قسم ہے اور اس میں رد ہے مشرکین کے انکار رسالت کا چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں۔
جَوَابٌ لِلْقَسَمِ وَالْجُمْلَۃُ لِرَدِّ اِنْکَارِ الْکَفَرَۃِ رِسَالَتَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَدْ قَالُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا
چنانچہ اس کا تذکرہ پہلے ہو چکا فَلَمَّا جَآءَھُمْ نَذِیْرٌ مَّا زَادَھُمْ اِلَّا نُفُوْرَا اِنِ اسْتِکْبَارًا فِی الْاَرْضِ وَمَکْرَ السَّیِّئِ۔ یعنی جب ہمارا نذیر تشریف لایا تو ان میں کچھ نہ بڑھا مگر نفور و استکبار زمین میں اور برے داؤں۔ تو اللہ تعالے نے ان کے رد میں فرمایا۔ اے انسان کامل یا اے سردار عالم قرآن حکمت والے کی قسم بے شک آپ ہمارے مرسلین سے ہیں۔ اور

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ یہ خبر ثانی ہے کہ مرسلین سے ہیں اور سیدھے راہ پر ہیں۔
اس لیے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ مرسلین کرام ہی جب ہوتے ہیں جب وہ صراط مستقیم پر ہوں تو یہاں اس تصریح کی ضرورت نہ تھی مگر بغرض اعلام فرمایا کہ ہمارے حبیب ان صفات سے متصف ہیں

تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ۔ یہ قرآن نازل کیا ہوا ہے غالب رحم فرمانے والے کا۔
لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَآؤُھُمْ فَھُمْ غٰفِلُوْنَ۔ تاکہ اس قوم کو آپ ڈر سنائیں جن کے آباؤ اجداد ڈر نہ سنائے گئے اور غافل ہیں۔
یہاں آبا سے مراد قریب کے آباؤ اجداد ہیں اس لیے کہ بعید آباء کو تو حضرت سیدنا اسمٰعیل

ذبیح اللہ شریعت ابراہیم کی تبلیغ فرما چکے تھے۔ عہد عیسٰی علیہ السلام کے بعد ایک مدید زمانہ فترت گذرا جس میں تعلیم عیسٰی علیہ السلام نسیًا منسیًا کردی گئی اور آپ کی شریعت میں سے سوا نام عیسائیت کچھ باقی نہیں رہا تھا۔

تو آیۂ کریمہ سے یہ ثابت ہوا کہ قریش میں نذیر تشریف نہیں لائے یعنی رسول نہیں آئے اور غیر نبی کے ذریعہ انذار و تنذیر رہی جیسے زید بن عمرو بن نفیل۔ قس بن ساعدہ وغیرہ اور وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ کا بھی یہی مقصد ہے۔

اسی وجہ میں فترت کے معنی ہی یہ ہیں کہ ارسال رسل نہیں ہوا نہ کہ مطلقًا انذار بھی نہ رہا تو ان کے آباء اقرب کو کسی رسول کی طرف سے انذار نہیں ہوا اور غیر نبی کے انذار و تنذیر کو انہوں نے قبول نہیں کیا اور غافل ہی رہے۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِھِمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ اور بے شک ثابت ہو گیا قول الٰہی اور وہ ایمان نہ لائے۔ یعنے۔

حَقَّ الْقَوْلُ کے معنی لَقَدْ ثَبَتَ وَ وَجَبَ الَّذِیْ قُلْتُ لِاِبْلِیْسَ یَوْمَ قَالَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ وَھُوَ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ بے شک ثابت و واجب ہو گیا وہ قول جو میں نے ابلیس کو فرمایا جبکہ اس نے کہا رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ اے میرے رب تو نے مجھے دھتکار دیا ہے تو اب میں ان بندوں کو سب کو گمراہ کروں گا اِلَّا عِبَادَکَ الصّٰلِحِیْنَ۔ سوا تیرے چلی نیک بندوں کے۔

تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ضرور میں جنوں اور لوگوں سے جہنم بھروں گا اور عَلٰٓی اَکْثَرِھِمْ سے مراد وہ ہیں جو علم اللہ میں جہنم کے لیے ہی پیدا کیے گئے چنانچہ اس کی تصریح دوسری آیت میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْھِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ وہ جن کے لیے واجب و ثابت ہو چکا حکم تیرے رب کا وہ ایمان نہیں لاسکتے۔ ان کے لیے مثال میں واضح فرمایا۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِھِمْ اَغْلٰلًا فَھِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَھُمْ مُّقْمَحُوْنَ۔ ہم نے کردی ہیں ان کی گردنوں میں مشکیں تو وہ ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں تو وہ منہ اٹھائے رہ گئے ہیں۔

اس مثال میں عربی محاورہ کے ماتحت منکرین نے حیوانیت دکھائی ہے۔

اَعْنَاق عُنُق کی جمع ہے وَہُوَ الْجِیْدُ۔ یہ ایک قسم کی پھانسی یا پھندا ہے۔

اَغْلَال، غُلّ کی جمع ہے بالضم، یہ اس موقعہ پہ بولتے ہیں جبکہ کسی کے ہاتھ باندھ کر گردن سے باندھ دیے

جائیں اور راغب اصفہانی کہتے ہیں اِنَّہٗ مَا یُقَیَّدُ بِہٖ فَیُجْعَلُ الْاَعْضَاءُ وَسْطَہٗ۔ ایسے قید کرنے کو اغلال کہتے ہیں جبکہ اس کے اعضاء گٹھڑی کی طرح باندھ دیے جائیں۔

فَہِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ۔ تو وہ پھانسی یا پھندا ٹھوڑی تک ہے۔

اَذْقَان جمع ذقن کی ہے اور ذقن ٹھوڑی کو کہتے ہیں۔

فَہُمْ مُّقْمَحُوْنَ۔ مقمح کی تعریف نہایہ میں ہے اَلَّذِیْ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ وَیَغُضُّ بَصَرَہٗ۔ مقمح وہ ہے جس کا سر اٹھا ہوا اور آنکھیں بند ہوں۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں یُقَالُ قَمَحَ الْبَعِیْرُ قُمُوْحًا اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ عَنِ الْحَوْضِ وَلَمْ یَشْرَبْ وَالْجَمْعُ قِمَاحٌ۔ محاورہ میں بولتے ہیں قَمَحَ الْبَعِیْرُ اونچا منہ کرلیا اونٹ نے جبکہ وہ حوض سے منہ اونچا کرلے اور پانی نہ پئے اس کی جمع قماح ہے۔

اور لیث کہتے ہیں ھُوَ رَفْعُ الْبَعِیْرِ رَاْسَہٗ اِذَا شَرِبَ الْمَاءَ الْکَرِیْہَ ثُمَّ یَعُوْدُ کا سو وہ اونٹ کا سر اونچا کرنا ہے جب وہ کریہہ پانی پیئے پھر اسکو لوٹا دے۔

وَالْمَعْرُوْفُ فِی الْقَمْحِ الرَّفْعُ۔ اور مشہور قمح کے معنی سر اونچا کرنے کے ہیں۔

پھر دوسری مثال میں منکرین مشرکین کا حال ظاہر فرمایا۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْہِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِہِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰہُمْ فَہُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔ اور کردی ہم نے ان کے آگے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور ڈھانپ دیا ہم نے انہیں کہ کچھ نہ دیکھ سکیں۔

مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْہِمْ۔ یَعْنِیْ مِنْ قُدَّامِہِمْ ان کے آگے سَدًّا عَظِیْمًا۔ بھاری دیوار

وَمِنْ خَلْفِہِمْ یَعْنِیْ مِنْ وَّرَاۗئِہِمْ۔ یعنے پیچھے اور یہ آگے پیچھے اس امر کا کنایہ ہے کہ وہ ہر پہلو سے اندھے ہیں۔

فَاَغْشَیْنٰہُمْ۔ یَعْنِیْ فَغَطَّیْنَا بِمَا جَعَلْنَاہُ مِنَ السَّدِّ۔ تو ڈھانپ دیا ہمنے انہیں دیوار سے۔

فَہُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔ بِسَبَبِ ذٰلِکَ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلَی اِبْصَارِ شَیْءٍ مَّا اَصْلًا۔ اس سبب سے وہ کسی شے کے دیکھنے سمجھنے پر قادر ہی نہیں۔

لفظ سَدًّا۔ بالضم اور بالفتح دونوں طرح پڑھتے ہیں۔ اس پر یہ تفریع ہے کہ مَا کَانَ مِنْ عَمَلِ النَّاسِ فَہُوَ بِالْفَتْحِ۔ سد اگر لوگوں کے عمل سے ہو تو بفتح سین پڑھتے ہیں وَمَا کَانَ مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَہُوَ بِالضَّمِّ۔ اور اگر اللہ تعالےٰ کی تخلیق سے ہو تو بضم سین پڑھیں گے۔

فَاَغْشَیْنٰهُمْ کو بِالْعَیْنِ بھی پڑھا گیا ہے مِنَ الْعَشَاۗءِ وَھُوَ ضُعْفُ الْبَصَرِ فَاَغْشَیْنَا ھُمْ عشا سے ہے جو ضعف بصر کے معنی میں آتا ہے۔

چنانچہ آیۂ کریمہ کا شان نزول ابن مردویہ اور ابو نعیم دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بتاتے ہیں کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْمَسْجِدِ فَیَجْھَرُ بِالْقِرَاءَۃِ فَتَاَذّٰی مِنْہُ نَاسٌ مِّنْ قُرَیْشٍ حَتّٰی قَامُوْا لِیَاْخُذُوْہُ فَاِذَا اَیْدِیْھِمْ مَجْمُوْعَۃٌ اِلٰی اَعْنَاقِھِمْ وَاِذَا ھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ فَجَاءُوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا نُنْشِدُکَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَالرَّحِمَ یَا مُحَمَّدُ قَالَ اَوَلَمْ یَکُنْ بَطْنٌ مِّنْ بُطُوْنِ قُرَیْشٍ اِلَّا وَلِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْھِمْ قَرَابَۃٌ فَدَعَا النَّبِیُّ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَتّٰی ذَھَبَ ذٰلِکَ عَنْھُمْ فَنَزَلَتْ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَاۗؤُھُمْ فَھُمْ غٰفِلُوْنَ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی اَکْثَرِھِمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ.... اِلٰی وَسَوَاۗءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ فَلَمْ یُؤْمِنْ مِنْ ذٰلِکَ النَّفَرِ اَحَدٌ۔

حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں بالجہر قراءت فرماتے تھے تو لوگ قریش کے اسے ناگوار محسوس کرتے تھے حتی کہ وہ کھڑے ہو گئے تاکہ مواخذہ کریں کہ منجانب اللہ حضور کا یہ معجزہ ظہور پذیر ہوا کہ ان کی مشکیں بندھ گئیں اور ہاتھ گردن میں لپٹ گئے اور اندھے ہو گئے۔

مجبور ہو کر بارگاہ رسالت میں آئے اور پکارے کہ حضور آپ کو خدا کی قسم ہم پر رحم فرمائیں کیا آپ قریش نہیں ہیں اور یہ حضور کے قرابتی تھے حضور نے ان کے لیے خلاصی کی دعا فرمائی اور وہ کھل گئے۔

اس وقت یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ سے اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ تک نازل ہوا۔

یہ غالباً پہلا حکم ہے جس میں مشرکین کے لیے ایسی دعا کی ممانعت نہیں ہوئی بلکہ صرف لَا یُؤْمِنُوْنَ ہی فرمایا گیا ہے۔

اس کے بعد وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اور وَلَا تُصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ کا حکم آیا۔ چنانچہ ان نابکاروں میں سے بموجب پیشگوئی قرآن کریم ایک بھی ایمان نہ لایا۔

اور دوسری روایت شان نزول یہ ہے۔

دُرُوِیَ اَنَّ الْاٰیَتَیْنِ نَزَلَتَا فِیْ بَنِیْ مَخْزُوْمٍ وَذٰلِکَ اَنَّ اَبَا جَھْلٍ حَمَلَ حَجَرَ الْیَمَانِ بِھَا مَا یُرِیْدُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُصَلِّیْ فَاَثْبَتَتْ یَدُہٗ اِلٰی عُنُقِہٖ حَتّٰی عَادَ اِلَی الصَّخْرَۃِ

وَالْحَجَرُ فَذَالِكَ فِيْ يَدِهٖ فَمَا فَكُّوْهُ اِلَّا بِجُهْدٍ فَاَخَذَهٗ مَخْزُوْمِيٌّ اٰخَرُ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الرَّسُوْلِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَمَسَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَصَرَهٗ فَعَادَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَلَمْ يُبْصِرْهُمْ حَتّٰى نَادَوْهُ فَقَامَ
ثَالِثٌ فَقَالَ لَاَشْدَخَنَّ رَاْسَهٗ ثُمَّ اَخَذَ الْحَجَرَ وَانْطَلَقَ فَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى يَنْكُصُ عَلٰى عَقِبَيْهِ
حَتّٰى خَرَّ عَلٰى قَفَاهُ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ فَقِيْلَ لَهٗ مَا شَاْنُكَ قَالَ عَظِيْمٌ رَاَيْتُ الرَّجُلَ فَلَمَّا دَنَوْتُ
مِنْهُ فَاِذَا فَحْلٌ مَا رَاَيْتُ فَحْلًا اَعْظَمَ مِنْهُ حَالَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ فَوَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى لَوْ دَنَوْتُ
مِنْهُ لَاَكَلَنِيْ۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلَالًا اور وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا یہ دونوں آیتیں قبیلہ بنی مخزوم کے حق میں نازل ہوئیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ابوجہل نے ایک پتھر اٹھایا اور لے کر چلا اسی ارادے سے کہ حضور پر اسے ڈال دے۔ اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے تو ابوجہل کے ہاتھ گردن میں لپٹ گئے حتی کہ یہ اپنے قبیلہ والوں میں واپس آگیا اور پتھر اس کے ہاتھوں سے چمٹا ہوا تھا ہر چند کوشش کی گئی مگر پتھر علیحدہ نہ ہوا آخر ش بڑی کوشش کے بعد وہ علیحدہ ہوا۔

تو ایک اور مخزومی کھڑا ہوا اور اس نے پتھر اٹھایا جب حضور کے قریب پہنچا تو اللہ تعالی نے اسے اندھا کر دیا۔ پھر اکر اپنے آدمیوں میں واپس آیا مگر اس کے ساتھی نظر نہ آئے یہاں تک کہ انہوں نے اسے پکارا۔ آخر ان میں سے تیسرا سرکش اٹھا اور دعوے کرنے لگا میں سر اقدس پر پتھر مار دوں گا بھلا پھر پتھر لے کر چلا اور قریب پہنچ کر الٹے پاؤں ایڑیوں پر واپس ہوا حتی کہ غش کھا کر گر گیا ساتھیوں نے اس سے پوچھا تجھے کیا ہوا بولا ایک بھاری بھرکم آدمی میں نے دیکھا جب میں قریب حضور پہنچا تو ایک بہت بڑا سانڈ میں نے دیکھا کہ اس جیسا سانڈ کبھی نہ دیکھا تھا وہ میرے اور حضور کے مابین حائل تھا قسم لات و عزی کی اگر میں اور قریب ہوتا تو وہ مجھے کھا جاتا۔

فحل منجد میں ہر جانور کے نر کو بھی کہتے ہیں اَلْفَحْلُ الذَّكَرُ مِنْ كُلِّ حَيَوَانٍ۔ اس اعتبار سے اژدر بھی ہو سکتا ہے۔

اس پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں فَجَعْلُ الْغُلِّ يَكُوْنُ اِسْتِعَارَةً عَنْ مَنْعِ مَنْ اَرَادَ اَذَاهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَجَعْلُ السَّدِّ اِسْتِعَارَةً عَنْ سَلْبِ قُوَّةِ الْاِبْصَارِ كَمَا قِيْلَ۔

وَقَالَ السُّدِّيُّ اَلسَّدُّ ظُلْمَةٌ حَالَتْ فَمَنَعَتِ الرُّؤْيَةَ۔ کہ غل جس کی جمع اغلال ہے یہ استعارہ ہے روکنے کا اسے جو حضور کو اذیت دینا چاہے۔ اور سد سے بھی استعارہ کیا گیا سلب قوت ابصار سے۔

اور سدی کہتے ہیں کہ سدّ وہ ظلمت ہے جو حائل ہو جائے اور دیکھنے سے روکے۔ آگے ارشاد ہے۔
وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ اور برابر ہے ان کے لیے آپ انہیں ڈر سنائیں یا نہ سنائیں وہ ایمان نہ لائیں گے۔

یہ وہی مضمون ہے جو سورہ کے پہلے رکوع میں صاف آچکا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔ وہ جو کفر کر رہے ہیں برابر ہے ان کے لیے کہ آپ ڈر سنائیں یا نہ سنائیں وہ ایمان نہ لائیں گے (اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے) ان کے دلوں پر مہر کردی ہے (تاکہ نصیحت اندر نہ جائے اور کفر باہر نہ آئے) اور مہر کردی ہے ان کے کانوں پر (تاکہ آیات سن کر قبول کرنے کے قابل بھی نہ رہیں) اور ان کی آنکھوں پر غشا (جہالت ہے (وہ اس کی دھندلاہٹ سے دیکھ بھی نہیں سکتے)

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ اور ان کے لیے زبردست عذاب (مقدر ہو چکا) ہے۔ آگے ارشاد ہے۔
اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ۔ آپ تو اسی کو ڈرائیں جو نصیحت مانیں اور رحمٰن سے غائبانہ ڈرے تو اسے خوشخبری دیجیے بخشش کی اور عزت والے بدلہ کی۔

جس کی شان یہ ہوگی جیسے قتادہ فرماتے ہیں اَجْرٍ كَرِيْمٍ بِالْجَنَّةِ وَالْمُرَادُ نَعِيْمُهَا الشَّامِلُ لِمَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ وَّاَجَلُّ جَمِيْعِ ذٰلِكَ رُؤْيَتُهُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اجر کریم سے مراد جنت ہے اور اس کی وہ نعمتیں جو اس جنت میں ہوں وہ ایسی ہوں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی دل میں خطرہ بھی آیا ہو اور سب سے بڑی نعمت رویت الٰہی کا شرف ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔
ہم ہی ہیں جو مردہ کو زندہ کرنے اور جو کچھ وہ (دنیا کی زندگی میں عمل و صدقات سے) آگے بھیجے وہ لکھتے ہیں اور اس کے نشان (عام اس سے کہ برے اعمال کے رواج دینے سے ہو یا اس کے اچھے برے قدموں سے ہو) اور ہر شے حفاظت میں لوحِ محفوظ کے اندر ہے۔

یہ مشرکین و مومنین کے لیے ترہیب و ترغیب ہے اور مشرکوں کے لیے وعید اور مومنوں کے لیے وعدہ ہے۔ اور چونکہ مشرکین اس غلط فہمی میں تھے اور کہتے تھے۔ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ۔ آگے کچھ نہیں صرف یہ دنیا کی زندگی ہے جس میں ہم مرتے جیتے

ہیں اس کے بعد ہماری بعثت نہیں ہوگی اس کا جواب دیا گیا اور ارشاد ہوا کہ اس گمان باطل میں نہ رہنا ہم ہی ہیں جو تمہیں مرنے کے بعد زندہ کریں گے۔

اور جو کچھ حیات دنیا میں تم اچھے برے عمل کروگے سب ہم لکھتے ہیں۔

وَاٰثَارَهُمْ۔ اور تمہارے نشان جو تم چھوڑ کر مروگے عام اس سے کہ وہ طریقہ نیک ہو یا بد سب ہمارے پاس لکھا ہوا ہے

اعمال حسن جیسے تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری کرکے چھوڑ گئے۔

یا دینی کتاب لکھ کر دنیا سے گئے۔

یا مدرسہ بنا کر وقف کر گئے۔

یا بنا فی سبیل اللہ طیار کرا کر چھوڑ گئے۔

یا عید میلاد النبی کا سلسلہ جاری کر گئے۔

یا بزرگان دین کی فاتحہ کے لیے کچھ وقف کر گئے۔

یا مسجد تعمیر کرکے انتقال کیا۔

یا برے رواج مروج کرنے کو کلب بنا گئے جہاں ڈانس کیے جائیں یا گانا بجانا ہو۔

یا شراب نوشی کی جگہ تعمیر کر گیا۔

یا جوئے بازی زناکاری کا اڈہ قائم کر گیا۔

یا ایسے قانون بنا کر مر گیا جس میں ظلم و عدوان اور شر و فساد نشو و نما پائیں۔

دونوں قسم کے اعمال خدا تعالیٰ لکھ رہا ہے۔

چنانچہ ابن ابی حاتم جریر بن عبد اللہ بجلی سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَہٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَیِّئَةً کَانَ عَلَیْہِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِہٖ لَا یُنْقَصُ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْئًا ثُمَّ تَلَا وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ۔

جو کوئی اچھا طریقہ جاری کرے اسے اس کا اجر اور جو اس پر عمل کریں اس کے بعد ان کا اجر بھی بلا نقص اجر عاملین اسے ملے گا۔ اس کو صدقہ جاریہ کہتے ہیں۔

اور جو برا طریقہ جاری کرے گا اس کا اس پر عذاب ہے اور جو اس برے طریقہ پر چلیں اس کے بعد ان کا عذاب بھی اس پر ہے بلا نقص عذاب عاملین پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی وَنَکْتُبُ مَا

قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں جمعہ میں حاضر ہونے والوں کے قدموں کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

اور بعض اس طرف گئے کہ اس میں مسجد کی طرف مطلقاً آنے والوں کے قدموں کی فضیلت ہے۔

اور عبدالرزاق اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ترمذی بطریق حسن حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں قَالَ کَانَتْ بَنُوْ سَلَمَۃَ فِیْ نَاحِیَۃٍ مِّنَ الْمَدِیْنَۃِ فَاَرَادُوْا اَنْ یَّنْتَقِلُوْا اِلٰی قُرْبِ الْمَسْجِدِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی الخ فَدَعَاھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّہٗ یُکْتَبُ اٰثَارُکُمْ ثُمَّ تَلَا عَلَیْھِمُ الْاٰیَۃَ فَتَرَکُوْا۔

فرماتے ہیں قبیلہ بنو سلمہ مدینہ پاک کے ایک کنارے میں آباد تھے انہوں نے چاہا کہ وہاں سے منتقل ہو کر مسجد نبوی کے قریب آجائیں تو اللہ تعالے نے اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ الخ آیت نازل فرمائی۔

تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا کر فرمایا کہ تمہارا مدینہ کے کنارے سے یہاں آنا مفید نہیں ہے کیونکہ تمہارے قدم لکھے جاتے ہیں اور اس پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور یہ سن کر بنو سلمہ نے تبدیلی رہائش کا ارادہ ترک کر دیا۔

اور امام احمد اس واقعہ کو زہد میں اور ابن ماجہ وغیرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح راوی ہیں کہ انصار مدینہ کے مکان مسجد نبوی سے دور تھے تو انہوں نے منتقل ہو کر قرب مسجد میں آباد ہو جانا چاہا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یہ سن کر انصار بولے بَلْ نَمْکُثُ مَکَانَنَا پھر ہم اپنے مکانوں میں ہی رہیں گے۔

روح المعانی میں ہے وَالظَّاھِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْکِتَابَۃِ الْکِتَابَۃُ فِیْ صُحُفِ الْمَلٰئِکَۃِ الْکِرَامِ الْکَاتِبِیْنَ۔ لکھنے سے مراد کراماً کاتبین کا صحیفوں میں لکھنا ہے۔

وَفَسَّرَ بَعْضُھُمُ الْکِتَابَۃَ بِالْحِفْظِ اَیْ نَحْفَظُ ذٰلِکَ وَنُثْبِتُہٗ فِیْ عِلْمِنَا لَا نَنْسَاہُ۔ بعض مفسرین نے اپنی تفسیر میں کتابت سے محافظت الٰہی مراد لیا یعنی اللہ تعالے کے علم میں سب کے اعمال ہیں۔

وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنَاہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ۔ اور ہر شے لکھی ہوئی ہے بیان و حفاظت میں۔ یعنی ہمارے سامنے روشن اور واضح ہے۔

قتادہ مجاہد سے اور ابن زید سے روایت فرماتے ہیں اَللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ۔ اس سے مراد لوح محفوظ ہے وَبَیَانُ کُلِّ شَیْءٍ فِیْہِ۔ اور ہر شے کا اس میں بیان ہے۔

یہاں شیعہ حضرات کا خیال بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا ملاحظہ کریں
علامہ آلوسی فرماتے ہیں وَحُکِیَ لِیْ عَنْ بَعْضِ غُلَاۃِ الشِّیْعَۃِ اِنَّ الْمُرَادَ بِالْاِمَامِ الْمُبِیْنِ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہٗ وَ اِحْصَاءُہٗ کُلَّ شَیْءٍ۔ بعض شیعہ نے مجھ سے کہا کہ امام مبین سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور انہوں نے ہر شے کا احصا فرمایا ہے۔ اس میں ہم کہتے ہیں
لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکِرٍ اَنْ یَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ

اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ سے یہ بعید نہیں کہ تمام عالم ایک میں جمع ہو جائے۔
لیکن خزائن معلومات مثل لوح محفوظ کسی ولی میں آجانا جب ممکن ہے تو سینۂ مولا علی میں آجانا مستبعد نہیں وَلَا یَخْفٰی مَا فِیْ ذٰلِکَ مِنْ عَظِیْمِ الْجَھْلِ بِالْکِتَابِ الْجَلِیْلِ نَسْأَلُ اللّٰہَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ لیکن یہ امر اہل علم پر مخفی نہیں کہ آیہ کریمہ کی تفسیر میں وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ پڑھ کر ایسی جہالت کی جائے میں اللہ تعالےٰ سے عفو و عافیت طلب کرتا ہوں۔
وَکَمَالُ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ لَا یُنْکِرُہٗ اِلَّا نَاقِصُ الْعَقْلِ عَدِیْمُ الدِّیْنِ۔ اور حضرت مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ کے کمالات کا وہی منکر ہوگا جو ناقص العقل بے دین ہو۔
اس طرز تردید میں علامہ آلوسی بغدادی ہمیں طریقہ تردید تعلیم دے گئے جو ہمارے لیے سبق آموز ہے رد کتنے مہذب اور محتاط رویہ سے فرمایا کہ حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ کی عظمت بھی ہاتھ سے نہ گئی اور غلو شیعہ کا رد بھی ہو گیا۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ یٰسٓ پ ۲۲

وَاضْرِبْ لَھُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَۃِ اِذْ جَآءَھَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝	اور انہیں مثال دو اس شہر والوں کی جب ان کے پاس آئے ہمارے بھیجے ہوئے۔
اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمُ اثْنَیْنِ فَکَذَّبُوْھُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَیْکُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۝	جب ہم نے بھیجے ان کی طرف دو مرسل پھر انہوں نے انہیں جھٹلایا تو ہم نے تیسرے سے زور دیا تو بولے وہ سب بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔
قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا	بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے بشر اور کچھ اتارا نہیں

اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝

کیا رحمٰن نے تم تو نرے جھوٹے ہو۔

قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّا اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۝

وہ بولے ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝

اور ہمارے ذمہ سوا حکم پہنچا دینے کے کچھ نہیں۔

قَالُوْا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَیَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

بولے ہم تم سے بدشگونی لیتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم ضرور تم پر پتھراؤ کریں گے اور ضرور تمہیں ہمارے ہاتھوں دکھ پہنچے گا۔

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝

وہ بولے تمہاری بدشگونی تمہارے ساتھ ہے کیا ہماری نصیحت سے بدکتے ہو بلکہ تم حد سے بڑھنے والے ہو۔

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰی قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ۝

اور آیا شہر کے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا کہنے لگا اے میری قوم پیروی کرو بھیجے ہوؤں کی۔

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

جبکہ وہ پیروی پر تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پر ہیں۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	اضْرِبْ۔ بیان کر	لَهُمْ۔ انکے لیے	مَثَلًا۔ مثال
اَصْحٰبَ۔ رہنے والوں	الْقَرْیَةِ۔ بستی کی	اِذْ۔ جب	جَآءَ۔ آئے
هَا۔ انکے پاس	الْمُرْسَلُوْنَ۔ بھیجے ہوئے	اِذْ۔ جب	اَرْسَلْنَا۔ بھیجے ہم نے
اِلَیْهِمُ۔ ان کی طرف	اثْنَیْنِ۔ دو پیغمبر	فَكَذَّبُوْ۔ تو جھٹلایا	هُمَا۔ ان کو
فَعَزَّزْنَا۔ تو ہم نے غلبہ دیا	بِثَالِثٍ۔ تیسرے سے	فَقَالُوْا۔ تو کہا انہوں نے	اِنَّا۔ بیشک ہم
اِلَیْكُمْ۔ تمہاری طرف	مُّرْسَلُوْنَ۔ بھیجے گئے ہیں	قَالُوْا۔ بولے	مَا۔ نہیں
اَنْتُمْ۔ تم	اِلَّا۔ مگر	بَشَرٌ۔ آدمی ہو	مِّثْلُنَا۔ ہمارے جیسے
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	اَنْزَلَ۔ اتاری	الرَّحْمٰنُ۔ رحمٰن نے

مِنْ شَيْءٍ - کوئی چیز	اِنْ - نہیں تم	اَنْتُمْ - تم	اِلَّا - مگر
تَكْذِبُوْنَ جھوٹ بولتے ہو	قَالُوْا - انہوں نے کہا	رَبُّنَا - ہمارا رب	يَعْلَمُ - جانتا ہے
اِنَّا بیشک ہم	اِلَيْكُمْ - تمہاری طرف	لَمُرْسَلُوْنَ بھیجے گئے ہیں	وَ - اور
مَا - نہیں	عَلَيْنَا - ہم پر	اِلَّا - مگر	الْبَلٰغُ - پہنچانا
الْمُبِيْنُ - ظاہر	قَالُوْا - بولے	اِنَّا - بیشک ہم نے	تَطَيَّرْنَا - بدشگونی لی
بِكُمْ - تم سے	لَئِنْ - اگر	لَمْ - نہ	تَنْتَهُوْا - باز آئے
لَنَرْجُمَنَّكُمْ - تو ہم سنگسار کریں گے تم کو		وَ - اور	لَيَمَسَّنَّكُمْ - ضرور پہنچے گا تم
	مِنَّا - ہم سے	عَذَابٌ - عذاب	اَلِيْمٌ - دردناک
کو			
قَالُوْا - انہوں نے کہا	طَآئِرُكُمْ - بدشگونی	كُمْ - تمہاری	مَعَكُمْ - تمہارے ساتھ ہے
اَئِنْ - اگر	ذُكِّرْتُمْ - تم نصیحت دیے جاؤ	بَلْ - بلکہ	اَنْتُمْ - تم
قَوْمٌ - قوم ہو	مُّسْرِفُوْنَ - حد سے بڑھنے والی	وَ - اور	جَآءَ - آیا
مِنْ اَقْصَا - دور کنارے	الْمَدِيْنَةِ - شہر سے	رَجُلٌ - ایک آدمی	يَّسْعٰى - دوڑتا
قَالَ - اس نے کہا	يٰقَوْمِ - اے میری قوم	اتَّبِعُوا - پیروی کرو	الْمُرْسَلِيْنَ - پیغمبروں کی
اتَّبِعُوْا - تابعداری کرو	مَنْ - اسکی جو	لَّا - نہیں	يَسْئَلُكُمْ - مانگتا تم سے
اَجْرًا - مزدوری	وَّ - اور	هُمْ - وہ	مُّهْتَدُوْنَ - ہدایت پر ہیں

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع - سورہ یٰسٓ - پ ۲۲

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ - اور انہیں مثال دو اس شہر والوں کی۔

یہ شہر انطاکیہ تھا۔ اس کی شان یہ تھی کہ اس میں چشمہ اور پہاڑ کافی تھے اس شہر کا دور بارہ میل میں تھا اس کی شہر پناہ سنگین تھی۔

اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ - جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے آئے۔

جن کے نام صادق اور صدوق تھے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے آپ نے انہیں ہدایت فرما کر انطاکیہ بھیجا تھا اس لیے کہ یہ لوگ بت پرست تھے۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر انہیں بتایا کہ ہم دعوت حق دینے آئے ہیں۔ شہر کے کنارے انہیں ضعیف العمر بزرگ ملے جن کا نام حبیب نجار تھا بکریاں

چراتے تھے۔ انہوں نے ان سے پوچھا کہ تم کیسے آئے ہو اور کہاں سے آئے ہو۔

انہوں نے بتایا کہ ہم حضرت عیسٰی علیہ السلام کے فرستادہ ہیں ہماری ہدایت صرف یہ ہے کہ یہ قوم بت پرستی چھوڑ کر ایک وحدہ لاشریک کی پیروی کرے۔

حبیب نجار نے اس پر نشانی طلب کی انہوں نے کہا نشانی یہ ہے کہ ہم بیماروں کو صحت یاب کرتے ہیں نابینا کو بینا کرتے ہیں مبروص یعنے برص جسے پنجابی میں پھلبہری کہتے ہیں اسے صحت یاب کر دیتے ہیں۔

چنانچہ حبیب نجار کا ایک بیٹا دو سال سے بیمار تھا انہوں نے اسے پیش کیا فرستادوں نے اس پر ہاتھ پھیرا وہ تندرست ہو گیا حبیب یہ دیکھ کر ایمان لے آئے۔

یہ خبر آبادی میں مشہور ہو گئی اور ایک کثیر جماعت نے ان کے ہاتھ سے شفا پائی حتیٰ کہ یہ خبر بادشاہ تک پہنچی اس نے انہیں طلب کر لیا اور ان سے دریافت کیا کہ ہمارے معبودوں کے سوا بھی کوئی اور معبود ہے جس کی طرف تم بلاتے ہو۔

انہوں نے کہا کا یہ جواب دیا کہ ہاں وہ معبود وہ ہے جس نے تجھے اور تیرے بتوں کو پیدا کیا اس پر لوگ بگڑ گئے اور ان کے درپے ہو گئے غرض کہ انہیں مارا پیٹا اور بادشاہ نے انہیں قید کر دیا۔

جب حضرت عیسٰی علیہ السلام نے یہ قصہ سنا تو حضرت شمعون کو انطاکیہ بھیجا اور فرمایا تم اجنبی بنکر ان کی رہائی کی تدبیر کرو۔

آپ بالکل اجنبیانہ انداز سے انطاکیہ پہنچے اور حکمت عملی سے مصاحبین و وزراء سے ملے اور ان میں ایسے غلاملا ہوئے کہ دوستانہ تعلقات ہو گئے۔

شدہ شدہ اپنی رسائی بادشاہ تک پیدا کر لی بادشاہ ان سے مانوس ہو گیا۔

ایک روز باتیں کرتے ہوئے حضرت شمعون نے پوچھا کہ وہ دو آدمی جو قید کیے گئے ہیں آپ نے ان کی بات بھی سنی یا یونہی سنی سنائی پر انہیں قید کیا ہے۔

بادشاہ بولا میری ان کی گفتگو تفصیلی نہیں ہوئی جب انہوں نے نیا خدا اور نیا دین ظاہر کیا تو مجھے غصہ آگیا اور میں نے قید کر دیا۔

حضرت شمعون نے مشورۃً فرمایا کہ بادشاہ کا خیال ہو تو انہیں بلایا جائے اور معلوم کیا جائے کہ ان کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے یا ان کے پاس کوئی برہان بھی ہے۔

مشورہ معقول سمجھ کر بادشاہ نے انہیں بلایا اور پوچھا کہ تمہیں کس نے بھیجا ہے وہ بولے اس اللہ نے جو خالق کل اور مالک کل ہے اور رزاق مطلق ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

حضرت شمعون نے فرمایا اس کی کچھ مختصر صفت بیان کرو انہوں نے کہا وہ فعال لما یرید ہے اور احکم الحاکمین ہے جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

حضرت شمعون نے فرمایا تمہارے دعوی کی صداقت پہ کیا نشانی ہے۔

دونوں بولے جو بادشاہ چاہے ہم وہی پیش کریں گے۔

بادشاہ نے ایک اندھا لڑکا بلایا اور کہا اس کی آنکھیں ٹھیک کرلو وانہوں نے دعا کی اور وہ انکھیارا ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت شمعون نے بادشاہ سے فرمایا کہ اب ہمیں اس کے جواب میں اپنے رب سے کہنا چاہئے کہ وہ بھی ایسا ہی ایک اندھا سو انکھا کریں تاکہ تیری عزت بھی ہو اور ان کی بھی۔

بادشاہ نے حضرت شمعون سے کہا آپ سے کیا چھپاؤں اور کیوں چھپاؤں حقیقت یہ ہے کہ ہمارے معبود تو خود آنکھ نہیں رکھتے دوسرے کو آنکھ کہاں سے دیں گے ان کی نہ زبان ہے نہ کان پھر وہ کسی کا نہ کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ کسی کا کچھ بنا سکتے ہیں۔

پھر بادشاہ نے ان دونوں حواریوں سے کہا اگر تمہارا خدا مردے زندہ کردے تو ہم اس پہ ایمان لے آئیں گے۔

حواری بولے مردہ زندہ کرنا ہی نہیں وہ تو ایسا قادر ہے کہ جو تو چاہے وہ کردے گا۔

بادشاہ نے ایک زمیندار کے لڑکے کو بلایا جسے مرے ہوئے سات دن ہو چکے تھے اس کا جسم پھول گیا تھا لاش متعفن تھی حواریوں سے کہا اسے زندہ کرادو۔

حواریوں نے دعا کی بحکم الٰہی وہ زندہ ہو گیا۔

اس سے بادشاہ نے پوچھا کہ مرنے کے بعد تو کہاں تھا؟

لڑکا بولا میں مشرک تھا مجھے جہنم کی سات وادیوں میں داخل کیا گیا تھا۔

میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ جس دین پر تم لوگ ہو یہ بہت برا دین ہے۔ تم ایمان لاؤ میں گواہی لاتا ہوں۔ میرے لیے ابواب سماویہ کھلے اور ایک حسین جوان مجھے نظر آیا جس نے ان تینوں آدمیوں کی اتباع کی تعلیم دی۔

اور میرا واقعہ یہ ہے کہ جو میں نے بیان کردیا۔

بادشاہ نے پوچھا وہ تین کون ہیں۔

حضرت شمعون کی طرف اشارہ کرکے لڑکا بولا یہ

اور حواریوں کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا اور دو یہ ہیں۔
بادشاہ نے حیرت میں آ کر متعجبانہ طور سے دیکھنا شروع کیا۔
حضرت شمعون سمجھ گئے کہ زندہ شدہ لڑکے کی بات بادشاہ پر اثر کر گئی ہے۔
پھر آپ نے بھی اسے نصیحت کی حتیٰ کہ وہ ایمان لے آیا اور اس کی قوم کے کچھ آدمی ایمان لے آئے اور کچھ سرکش رہے ان پر ایسا عذاب آیا کہ ہلاک ہو گئے چنانچہ اس قصہ کو اجمالاً یہاں بیان فرمایا گیا جیسا کہ ارشاد ہے۔

اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَیْهِمُ اثْنَیْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا۔ جب ہم نے بھیجے ان کی طرف دو تو تکذیب کی ان دونوں کی یہ دو جن کا ذکر ہے بقول وہب حواری تھے ایک کا نام یوحنا تھا اور دوسرے کا نام بولس۔
اور بقول کعب ان کا نام ایک کا صادق تھا اور دوسرے کا صدوق۔ تو جب انہیں جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ۔ تو ہم نے تیسرے سے ان پر زور دیا اور تینوں نے انطاکیہ والوں سے کہا کہ بے شک تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔
عززنا سے مراد تقویت و طاقت ہے گویا ارشاد ہے کہ ہم نے حضرت شمعون کو ان کا تیسرا ساتھی بنا کر بھیجا کہ ان دو کو تائید حاصل ہو۔ اب یہ تینوں نے فرمایا کہ ہم تمہاری ہدایت کے لیے بھیجے گئے ہیں تو قوم بولی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

قَالُوْا مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَاۤ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ۔ بولے تم کیا ہو ہمارے جیسے آدمی اور رحمٰن نے کچھ نہ اتارا تم کچھ نہیں مگر نرا جھوٹ بول رہے ہو۔
جب صادق صدوق اور شمعون نے خلاف جواب سنا تو بولے اور بلام تاکید کہنے لگے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّاۤ اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ۔ وہ تینوں بولے ہمارا رب جانتا ہے کہ بے شک ہم ضرور تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔
وَمَا عَلَیْنَاۤ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔ اور ہمارے ذمہ صاف حکم پہنچا دینا ہے۔
یعنی دلائل واضحہ اور براہین ساطعہ سے تمہیں بتا دیں کہ وہ مردوں کو جلانے والا اور اندھوں کو انکھیارا کرنے والا ہے اس پر بھی وہ راہ راست پر نہ آئے تو امساک باراں کا عذاب ان پر آیا جس سے یہ ہوا کہ قبول ہدایت کی بجائے اور بگڑ گئے حتیٰ کہ کہنے لگے۔

قَالُوْا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ بولے ہم تمہیں منحوس قدم سمجھتے ہیں اب سمجھ لو اگر تم باز نہ آئے تو ہم ضرور تمہیں پتھروں سے ماریں گے اور تمہیں بیشک ہمارے ہاتھوں دکھ پہنچے گا۔

بدشگونی یا نحوست سے یہ مراد ہے کہ جب سے تم ہمارے اندر آئے ہو بارش بند ہوگئی یہ تمہاری نحوست ہے حالانکہ امساک باراں کی وجہ ان کی سرکشی تھی جب انہوں نے ہدایت قبول نہ کی تو امساک باراں کا عذاب ان پر آیا چنانچہ حواریوں نے انہیں جواب دیا۔

قَالُوْا طَائِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۔ حواریوں نے فرمایا کہ تمہاری بدشگونی اور نحوست تمہارے بداعمال کی وجہ سے تمہارے ساتھ ہے کیا جب تمہیں نصیحت کی گئی تو اس سے بدشگونی لیتے ہو بلکہ تم حد سے بڑھنے والے ہو۔

یعنی جب تمہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو تم چمکتے ہوئے اس آواز سے بدک گئے اور اپنی گمراہی اور طغیان میں پڑ گئے ہو یہ تمہاری نحوست ہے

وَجَاءَ مِنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى۔ اور آیا شہر انطاکیہ کے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا

یعنی حبیب نجار جو شہر کے کنارے ایک پہاڑ کے غار میں رہتے تھے جب انہوں نے سنا کہ قوم کے لوگ ان بھیجے ہوئے حواریوں کی تکذیب کر رہی ہے تو وہ غار سے نکل کر دوڑتے ہوئے قوم میں تشریف لائے

قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ۔ اِتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ اور کہنے لگے اے میری قوم پیروی کرو ان کی جو بھیجے ہوئے ہیں اور ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ راہ پر ہیں۔

یعنی حبیب نجار نے قوم کو ہدایت کی اور بتایا کہ یہ تم سے کچھ نہیں مانگتے بلکہ تمہاری خیر اندیشی میں تمہیں نصیحت فرماتے ہیں۔

اس رکوع کی خاص لغات کی تصریح ملاحظہ فرمائیں

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا۔ قرآن کریم میں ضرب المثل کا استعمال دو معنی میں ہوا ہے ایک کسی حالت غریبہ کو ایسی حالت کے ساتھ جو پہلی حالت کی مانند ہے تطبیق دینے ہیں۔

دوسری کسی حالت غریبہ کو بے قصد تطبیق لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں پہلی کی مثال ہے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ۔ اور دوسری کی وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ہے۔

فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ۔ عَزَّزْنَا محاورہ میں قَوَّيْنَا کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ عَزَّ الْمَطَرُ الْاَرْضَ۔

اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ۔ طیرہ بدشگونی کے معنی میں آتا ہے جیسے حدیث میں ہے۔ لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ
لَنَرْجُمَنَّکُمْ۔ رجم کہتے ہیں پتھروں سے مارنے کو۔
قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۔ مسرف حد سے بڑھنے والے کو کہتے ہیں۔
اَقْصَا الْمَدِیْنَۃِ۔ اقصا کنارے کا پرلا حصہ مراد ہے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ یٰسٓ پ ۲۲

وَاضْرِبْ لَہُمْ مَثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَۃِ۔ اور مثال میں بتائیں انہیں قریہ والوں کا حال یعنی انہیں ڈرسنائیں اور مثال دیجئے۔ وَضَرْبُ الْمَثَلِ یُسْتَعْمَلُ تَارَۃً فِیْ تَطْبِیْقِ حَالَۃٍ غَرِیْبَۃٍ بِاُخْرٰی مِثْلِہَا کَمَا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَۃَ نُوْحٍ۔
وَاُخْرٰی فِیْ حَالَۃٍ غَرِیْبَۃٍ وَبَیَانِہَا لِلنَّاسِ مِنْ غَیْرِ قَصْدٍ اِلٰی تَطْبِیْقِہَا بِنَظِیْرَۃٍ لَہَا کَمَا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَضَرَبْنَا لَکُمُ الْاَمْثَالَ۔ اس کی تصریح ہم خلاصہ تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔
اِذْ جَآءَہَا الْمُرْسَلُوْنَ۔ جب آئے اس قریہ میں بھیجے ہوئے۔
یہ بدل اشتمال ہے اصحاب قریہ سے۔ یہاں اِذْ جَآءَہَا فرمایا۔ اِذْ جَآءَہُمْ نہیں فرمایا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ مرسلین اس قریہ کی قیام گاہ پر آئے۔
اور یہ بھیجے ہوئے جو آئے تھے وہ قتادہ وغیرہ اجلہ مفسرین کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے حواری تھے بَعَثَہُمْ حِیْنَ رُفِعَ اِلَی السَّمَآءِ۔ آپ نے انہیں اس وقت بھیجا جبکہ آپ آسمان کی طرف گئے۔
وَنِسْبَۃُ اِرْسَالِہِمْ اِلَیْہِ تَعَالٰی فِیْ قَوْلِہٖ سُبْحَانَہٗ اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَیْہِمُ اثْنَیْنِ۔ اور ان کے بھیجنے کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف آیۂ کریمہ میں ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ جب ہم نے بھیجا اس قریہ والوں کی طرف ان دو کو یہ اس بنا پر ہے کہ ان کا بھیجنا بحکم الٰہی تھا۔
اور سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ ھُمْ رُسُلُ اللّٰہِ تَعَالٰی یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہی تھے۔
اور بعض اجلّہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں اتباع شریعت عیسیٰ علیہ السلام پر بھیجا تھا جیسے حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خلیفہ فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا۔

إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ جب ہم نے بھیجا ان کی طرف دو کو تو جھٹلایا انہوں نے تو ہم نے قوت دی انہیں تیسرے کے ساتھ تو وہ بولے ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے ہیں۔

تو چونکہ اہل قریہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ بشریت منافی رسالت ہے بنا بریں وہ جھٹلانے پر آمادہ ہوئے تو انہوں نے انہیں کہا ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔

وَاسْتَدَلَّ الْبَعْضُ عَلٰى ذٰلِكَ بِظُهُوْرِ الْمُعْجِزَةِ كَابْرَاءِ الْاَكْمَهِ وَاِحْيَاءِ الْمَيِّتِ عَلٰى اَيْدِيْهِمْ كَمَا جَاءَ فِيْ بَعْضِ الْاٰثَارِ وَالْمُعْجِزَةُ مُخْتَصَّةٌ بِالنَّبِيِّ عَلٰى مَا قُرِّيَ فِي الْكَلَامِ۔

اسی بنا پر بعض نے ان پر استدلال کیا ظہور معجزہ کی وجہ میں نبوت کا جیسا کہ انہوں نے اندھا انکھیارا کیا اور ان کے سامنے مردہ زندہ کیا جیسا کہ بعض احادیث سے ثابت ہے۔

اور معجزہ کے متعلق ارباب کلام یہ عقیدہ بتاتے ہیں کہ وہ مختص بالنبی ہوتا ہے۔

حالانکہ معجزہ اور کرامت دونوں کا ظہور یکساں ہوتا ہے البتہ اگر نبی سے سرزد ہو تو معجزہ ہے اور اگر ولی سے صادر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں۔

لہٰذا اگر وہ حواری مانے جائیں تو بطریق کرامت ان سے یہ خرق عادت ظاہر ہوا اور اگر انہیں رسول الٰہی مانا جائے تو مذکورہ امور معجزہ مانے جائیں گے۔

اب یہ سوال کہ وہ کون تھے ان کے نام کیا تھے؟

اس پر ایک قول تو یہ ہے کہ ایک کا نام یوحنا تھا اور دوسرے کا نام بولُس تھا۔

اور مقاتل کہتے ہیں ایک کا نام اومان تھا اور دوسرے کا بولس۔

اور شعیب الجبائی کہتے ہیں ایک کا نام شمعون تھا اور دوسرے کا نام یوحنا۔

اور وہب اور کعب فرماتے ہیں ایک کا نام صادق تھا اور دوسرے کا نام صدوق تھا۔

ایک اور قول ہے کہ ایک کا نام ناردص تھا اور دوسرے کا نام ماردص۔

اور یہ اس قریہ میں جب تشریف لائے تھے اس وقت یہ سب کے سب بت پرست تھے۔

اور فَعَزَّزْنَا پر آلوسی فرماتے ہیں اَیْ قَوَّیْنَاهُمَا وَشَدَّدْنَا۔ قوت دی ہم نے ان دو کو تیسرے سے اور مضبوط کیا۔

محاورہ بتاتے ہیں یُقَالُ تَعَزَّزَ لَحْمُ النَّاقَةِ اِذَا صَلُبَ جب اونٹنی کا گوشت سخت ہو جائے تو کہتے ہیں تَعَزَّزَ لَحْمُ النَّاقَةِ۔

اور محاورہ ہے جب بارش سے زمین نرم ہو جائے تو بولتے ہیں عَزَّزَ الْمَطَرُ الْاَرْضَ۔

اور سخت زمین کو ارض عزاز بولتے ہیں۔

اور بہ تیسرے بروایت ابن عباس شمعون الصفا تھے۔

اور بعض نے کہا سمعان تھے۔

اور وہب و کعب کہتے ہیں وہ تیسرے شلوم تھے۔

اور شعیب جبائی کے نزدیک وہ بولص تھے۔

تو اہل انطاکیہ اپنے عقیدہ کے موافق ان سے بولے۔

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (جب ہم نے بھیجا تو) وہ کہنے لگے تم ہمارے جیسے بشر ہی تو ہو اور رحمٰن نے کچھ نازل نہیں فرمایا تم نرے جھوٹے ہو۔

یعنی تم پر کوئی وحی نہیں آئی اور تم ہماری مثل بشر ہو کر نبی و رسول کیسے ہو سکتے ہو۔ اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ بت پرست تھے لیکن الوہیت خداوندی اور بتوں کے قائل تھے ان کا انکار اگر تھا تو رسالت اور توہبّ سے تھا اور بتوں سے توسل کے قائل تھے چنانچہ وہ کہتے تھے لَا اِلٰہَ وَ رِسَالَتَہٗ

چنانچہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ وہ کہتے تھے اَلَنَا اِلٰہٌ سِوٰی اٰلِهَتِنَا۔ کیا ہمارا کوئی اور خدا ہو سکتا ہے سوا ہمارے معبودوں کے جو بت تھے۔

اسی وجہ سے وہ کہہ بیٹھے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ۔ تم کچھ نہیں مگر نرے جھوٹے ہو اور وہ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ محض حکایۃً کہتے تھے۔

اس پر ان مرسلوں نے تیسری بار لام تاکید کے ساتھ اپنا دعوی موکد کیا۔ اور فرمایا۔

قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ۔ فرمایا انہوں نے ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف ضرور بھیجے ہوئے ہیں۔

یہ استشہاد بعلم اللہ فرما کر اپنا مرسل ہونا ثابت کیا گویا فرمایا رَبُّنَا يَعْلَمُ لَا اَنْتُمْ۔ ہمارا رب جانتا اگرچہ تم نہیں جانتے کہ ہم ضرور تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں پھر فرمایا۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ اور ہمارے ذمہ کچھ نہیں سوا ظاہر تبلیغ دین حق کے پہنچا۔

یعنی اگر تم ہماری ہدایت اور نصیحت قبول کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر قبول نہ کرو گے تو ہم اپنے عہدہ سے سبک سار ہو گئے ہم پر تمہاری گمراہی و انکار کا کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔

اور ان ابراء اکمہ اور احیاء میت کا دعوی پیش کیا۔

یہ معجزہ اس صورت میں مانا جائے گا جبکہ انہیں رسول تسلیم کر لیا جائے۔ ورنہ عادت کے خلاف امور بطریق کرامت مانے جا سکتے ہیں۔

مختصر یہ کہ جب ان دو کو قید کر لیا تو حضرت شمعون الصفا بن کر تشریف لائے جس کی تفصیل ہم خلاصہ تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔

اور شاہ انطاکیہ معہ اکثر قوم کے لوگوں کے مشرف باسلام ہو گیا تو سرکش لوگ اپنی ضد پر اڑے رہے اور ان کے پاس جواب نہ تھا تو اللہ تعالٰی نے ان پر امساک باراں فرمایا جیسا کہ مقاتل کا قول ہے اور بعض نے کہا اسرع فیھم الجذام عند تکذیبھم الرسل علیھم السلام ان پر جذام یعنی کوڑھ مسلط ہو گیا تکذیب رسل کرام علیہم السلام کی سزا میں تو کہنے لگے۔

قَالُوْا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ ہم تم سے بدشگونی لیتے ہیں اور تمہیں منحوس کہتے ہیں اگر تم اس تبلیغ و ہدایت سے باز نہ آئے تو تمہیں پتھر ماریں گے اور ضرور ہم تمہیں سخت عذاب اور تکلیف پہنچائیں گے۔

تطیر اصل میں نحوست اور بدشگونی کے معنی میں مستعمل ہے۔

اور رجم پتھروں سے ہلاک کرنے کو کہتے ہیں۔

تو اس قسم کی دھمکیاں انہوں نے دیں۔

اس کے جواب میں انہوں نے بے پرواہ ہو کر جواب دیا۔

قَالُوْا طَائِرُكُمْ مَّعَكُمْ ءَاِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۔ انہوں نے فرمایا تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے (کہ کفر میں پڑے ہو یہ بدشگونی اسی وجہ میں لے رہے ہو) کہ ہم نے نصیحت کی تو تم بگڑ گئے اور ہدایت سے بدک گئے درحقیقت تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہو۔

یعنی تمہاری عادت میں اسراف اور حد سے متجاوز ہونا اور اپنی معصیت شعاری میں منہمک رہنا ہے اسی وجہ میں تم بدشگونی لیتے ہو۔

وَجَاءَ مِنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى۔ اور آیا شہر کے بعید حصہ سے ایک شخص بھاگا ہوا۔

یہاں رجل پر تنوین تعظیمی ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تنوین تنکیر ہو کہ اس سے اس امر کا اظہار ہو کہ وہ کھیچے ہوئے انہیں نہیں پہچان سکے تھے (کہ وہ کون ہے)

ان کا نام ابن عباس اور ابی مجاز اور کعب احبار اور مجاہد اور مقاتل۔ حبیب نجار بتاتے ہیں۔ یہ اسرائیلی

کے بیٹے تھے چنانچہ روح المعانی میں ہے

وَاسْمُہٗ عَلٰی مَارُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِیْ مِجْلَزٍ وَکَعْبِ الْاَحْبَارِ وَمُجَاھِدٍ وَّمُقَاتِلٍ حَبِیْبٌ وَّھُوَ ابْنُ اِسْرَائِیْلَ۔

اور بعض نے کہا وہ ابن مری تھے۔

وَکَانَ عَلَی الْمَشْہُوْرِ نَجَّارًا۔

وَقِیْلَ کَانَ حَرَّاثًا۔

وَقِیْلَ کَانَ قَصَّارًا۔

وَقِیْلَ کَانَ اِسْکَافًا

وَقِیْلَ نَحَّاتًا لِلْاَصْنَامِ

وَیُمْکِنُ اَنْ یَّکُوْنَ جَامِعًا لِھٰذِہِ الصِّفَاتِ۔

بعض نے کہا وہ مری کے بیٹے تھے۔

یوں مشہور تر کھان تھے۔

ایک قول ہے وہ کاشتکار تھے۔

ایک قول ہے کہ دھوبی تھے۔

بعض نے کہا کہ وہ موچی کا کام کرتے تھے۔

بعض نے کہا کہ وہ بت تراش تھے۔

اور ممکن ہے وہ ان تمام صفات کے جامع ہوں۔

ان کے حالات میں بعض نے لکھا ہے اِنَّہٗ کَانَ فِیْ غَارٍ مُؤْمِنًا یَعْبُدُ رَبَّہٗ عَزَّوَجَلَّ فَلَمَّا سَمِعَ اَنَّ قَوْمَہٗ کَذَّبُوا الرُّسُلَ جَاءَ یَسْعٰی۔ اَیْ یَعْدُوْ وَیُسْرِعُ فِیْ مَشْیِہٖ حِرْصًا عَلٰی نُصْحِ قَوْمِہٖ۔ یہ ایک غار میں رہتے تھے مومن تھے اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ انہوں نے جب سنا کہ قوم نے ان مرسلین کو جھٹلایا تو وہ دوڑتے ہوئے دور سے آئے قوم کو نصیحت کرنے کی غرض سے۔

وَقِیْلَ اِنَّہٗ سَمِعَ اَنَّ قَوْمَہٗ عَزَمُوْا عَلٰی قَتْلِ الرُّسُلِ فَقَصَدَ وَجْہَ اللّٰہِ تَعَالٰی بِالذَّبِّ عَنْہُمْ فَسَعٰی ھٰھُنَا مِثْلُہَا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَسَعٰی لَہَا سَعْیَہَا۔

ایک قول ہے کہ جب حبیب نے سنا کہ ان کی قوم ان تینوں کے قتل پر آمادہ ہے تو روکنے کے

لیے انہوں نے اللہ کے حضور دعا کی کہ وہ اس ارادے سے باز آئیں اور دوڑتے ہوئے قوم میں آئے جیساکہ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ان کے لیے وہ دوڑتا ہوا آیا۔

ابن ابی لیلے سے بحر میں مروی ہے کہ سُبَّاقُ الْاُمَمِ ثَلَاثَۃٌ لَمْ یَکْفُرُوْا اَفْطَرَفَۃَ عَیْنٍ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَصَاحِبُ یٰسِیْنَ وَمُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ۔

پہلی امتوں میں تین ہیں کہ جنہوں نے قطعاً کفر نہ کیا۔ حضرت علی بن ابی طالب اور صدیق اکبر اور ایک آل فرعون کا مومن۔

زمخشری کہتے ہیں اِنَّہٗ مِمَّنْ اٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا اٰمَنَ تُبَّعُ الْاَکْبَرُ وَوَرَقَۃُ بْنُ نَوْفَلٍ وَغَیْرُھُمَا۔

وہ ان لوگوں میں سے ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جیسے تبع اکبر اور ورقہ بن نوفل وغیرہما۔ رضی اللہ عنہم

ایک قول ہے کہ حبیب نجار کو جذام تھا ان کی قیام گاہ شہر سے باہر تھی یہ ستر سال تک بت پوجتے رہے اور اپنے جذام یعنی کوڑھ سے نجات کی دعا کرتے رہے مگر اچھے نہ ہوئے۔

تو جب ان حواریوں نے انہیں دعوت اسلام دی تو حبیب نجار نے ان سے کہا تمہاری صداقت پر کیا دلیل ہے؟

حواریوں نے کہا ہم اپنے رب قادر سے جس مریض کے لیے دعا کرتے ہیں تو وہ صحت یاب ہوجاتا ہے۔

تو حبیب نے اپنے مرض کے لیے کہا انہوں نے دعا کی وہ فوراً صحت یاب ہوگئے اور کہنے لگے اِنَّ ھٰذَا لَعَجَبًا لِیْ سَبْعُوْنَ سَنَۃً اَدْعُوْا ھٰذِہِ الْاٰلِھَۃَ فَلَمْ تَسْتَطِعْ تَفْرِیْجَہَا فَکَیْفَ یُفْرِجُہَا رَبُّکُمْ فِیْ غَدَاۃٍ وَّاحِدَۃٍ۔

یہ عجیب بات ہے کہ مجھے ستر سال دعا کرتے ہوگئے ان پتھروں سے تو وہ قطعاً مرض سے نجات دینے پر قادر نہ ہوئے اور تمہارا رب البتہ ہے کہ مجھے ایک صبح میں ہی اس مہلک مرض سے نجات دیتا ہے

حواری بولے رَبُّنَا عَلٰی مَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ وَھٰذِہٖ لَا تَنْفَعُ شَیْئًا وَّلَا تَضُرُّ۔ ہمارا رب جو چاہے اس پر قادر ہے اور یہ بت نہ کچھ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔

فَاٰمَنَ وَدَعَوْا رَبَّہُمْ سُبْحٰنَہٗ فَکَشَفَ عَزَّ وَجَلَّ مَا بِہٖ کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ بَاْسٌ۔ تو وہ ایمان لے آئے اور حواریوں نے اللہ تعالے سے دعا کی تو اللہ تعالے نے ان کی تکلیف ایسی دفع کی کہ گویا

کبھی وہ تکلیف ہی نہ تھی۔

پھر حبیب اپنی کمائی اساس البیت لے آئے اور شام تک اپنا آدھا مال صدقہ کر دیا اور آدھا اپنے لیے رکھ لیا۔

تو جب قوم ان مرسلین کے قتل پر آمادہ ہوئی تو یہ آبادی کے کنارے سے دوڑتے ہوئے پہنچے تو فرمانے لگے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ بولا اے میری قوم پیروی کرو ان کی جو مرسلین ہیں اور تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ راہ پر ہیں۔

یعنی انہیں کسی معاوضہ کا لالچ نہیں بلکہ صرف لوجہ اللہ تبلیغ ہدایت کرتے ہیں لہٰذا ایسے خالص ومخلص لوگوں کا اتباع کرو جن کے ذریعہ تم بھی ہدایت پر آجاؤ۔

اس پر قوم نے حبیب نجار سے کہا تو کیا تو بھی ان کے دین پر ہے اور ان کے معبود پر ایمان لے آیا ہے؟ اس کے جواب میں حبیب نجار نے فرمایا۔

بحمد اللہ وفضلہ بائیسواں پارہ تفسیر کا ختم ہوا

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی

۱۹۵۷ء

تحفہ امام اہلسنت غزالی دوراں استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیث علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ شاہ صاحب

تفسیر الحسنات بآیات بینات" مؤلفہ مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا سبحان اللہ تفسیری محاسن کا حسین و جمیل مرقع ہے۔ کیوں نہ ہو جس کے مؤلف فاضل اجل عالم بے بدل محقق عالی علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قدس اللہ سرہ العزیز جو اباً عن جدٍ وارث علوم قرآن و حدیث ہیں۔ فنون متداولہ عقلیہ و نقلیہ کے ماہر قرآن کریم حافظ اور قاری تفسیر و حدیث فقہ اور تصوف کے علوم کے جامع بلکہ طب یونانی کے بھی حکیم فاضل طبیب حاذق۔ صالح متقی شریعت و طریقت کے حامل تصنیف و تالیف میں بے مثال ان کی لکھی ہوئی تفسیر کیسی نفیس اور عمدہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح معنی میں جسے تفسیر کہا جا سکتا ہے وہ تفسیر الحسنات ہے لفظی ترجمہ میں لغات قرآن کو حل کر دیا اور بامحاورہ ترجمہ فرما کر قرآن پاک کے مفہوم کو آسان کر دیا۔ شان نزول تحریر فرما کر مطالب قرآن کو مزید واضح فرما دیا۔ افسوس ہے کہ تاحال فقیر کو بالاستیعاب مطالعہ کا موقع نہیں ملا۔ لیکن جو کچھ دیکھا جہاں تک دیکھا صفحات اوراق پر جواہر پارے اور دُرہائے نایاب بکھرے ہوئے پائے۔ سورہ ق تک حضرت مؤلف قدس سرہ تفسیر الحسنات لکھنے پائے تھے کہ رب العٰلمین کی بارگاہ عظمت میں حاضری کا وقت آگیا۔ اے کاش بقیہ تفسیر بھی مکمل ہو جاتی تو ہمارے اس دینی علمی سرمایہ میں مزید نعمتیں نصیب ہوتیں۔ بہر نوع اور حسنات بمقتضاء اللہ جو کچھ ہمیں ملا ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور حضرت مؤلف علیہ الرحمۃ کے لخت جگر صاحبزادہ سید خلیل احمد قادری دامت برکاتہم العالیہ کے اس احسان عظیم پر اُن کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے اس علمی خزانہ کو محفوظ رکھا اور تفسیر الحسنات کو حسن و خوبی کے ساتھ زیور تصحیح و ترتیب سے آراستہ کر کے تشنگان علوم تک پہنچا دیا۔ اللہ حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے اسلاف کرام کی طرح جنات الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور صاحبزادہ ابن الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی دامت برکاتہم العالیہ کو صحت و عافیت کے ساتھ زندہ و سلامت رکھے کہ وہ اپنے اسلاف کرام کی یکتی ہوئی نشانی ہیں۔

فقیر سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

سرٹیفکیٹ

تفسیر الحسنات کی

آیات و معانی کو حرفاً حرفاً پڑھا۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

تصدیق کنندہ

صاحبزادہ مشتاق الرحمٰن ہاشمی

خطیب جامع مسجد حنفیہ فاروقیہ "اسلام پورہ" لاہور

و رکن اسلامی قرآت کمیٹی حکومت پاکستان

پارہ ۲۳

بامحاورہ ترجمہ نصف دوسرا رکوع سورۃ یٰسٓ پ ۲۳

وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ٥

اور مجھے کیا ہوا کہ نہ پوجوں اسے جس نے مجھے پیدا کیا اور تمہیں اسی کی طرف پلٹنا ہے۔

ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِ آلِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَّلَا يُنقِذُونِ ٥

کیا میں اختیار کروں اس کے سوا اور خدا اگر چاہے رحمٰن میرا کچھ برا تو نہ مستغنی کرے گی ان بتوں کی سفارش مجھے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں۔

إِنِّي إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ٥

میں بیشک ایسی صورت میں کھلی گمراہی میں ہوں۔

إِنِّي آمَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ ٥

میں ایمان لایا تمہارے رب پر تو سنو۔

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ٥

اس سے فرمایا گیا جنت میں داخل ہو۔
کہا اس نے کہ کاش میری قوم جانتی۔

بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ٥

جیسی بخشش کی میرے رب نے اور مجھے کیا عزت والوں میں۔

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِن جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ ٥

اور نہیں اتارا ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد کوئی لشکر آسمان سے اور نہ ہم لشکر اتارنے والے تھے

إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ ٥

وہ تو بس ایک ہی چیخ تھی تو وہ ٹھنڈے پڑ کر رہ گئے۔

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ٥

حسرت ان بندوں پر جب آتا ہے ان کے پاس کوئی رسول تو ملنے کی بجائے ان کا استہزاء ہی کرتے ہیں

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ٥

کیا نہ دیکھا انہوں نے ہم نے کتنے ہلاک کر دیے ان سے پہلی جماعتیں کہ وہ اب ان کی طرف پلٹنے

وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝

والے نہیں۔
اور جتنے بھی ہیں سب کے سب ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	مَا۔ کیا ہے	لِیَ۔ مجھے کہ	لَا۔ نہ
اَعْبُدُ۔ پوجا کروں	الَّذِیْ۔ اسکی جس نے	فَطَرَ۔ پیدا کیا	نِیْ۔ مجھ کو
وَ۔ اور	اِلَیْہِ۔ اس کی طرف	تُرْجَعُوْنَ۔ تم لوٹائے جاؤ گے	ءَ۔ کیا
اَتَّخِذُ۔ پکڑلوں میں	مِنْ دُوْنِہٖ۔ اس کے سوا	اٰلِهَةً۔ معبود	اِنْ۔ اگر
يُرِدْنِ۔ چاہے میرے متعلق	الرَّحْمٰنُ۔ رحمن	بِضُرٍّ۔ کوئی تکلیف	لَّا۔ تو
تُغْنِ۔ بچائے گی	عَنِّیْ۔ مجھے	شَفَاعَتُهُمْ۔ ان کی شفاعت	شَيْئًا۔ کچھ بھی
وَّ۔ اور	لَا۔ نہ	يُنْقِذُوْنِ۔ مجھے بچائیں	اِنِّیْٓ۔ بیشک میں
اِذًا۔ اس وقت	لَّفِیْ۔ بیچ	ضَلٰلٍ۔ گمراہی	مُّبِيْنٍ۔ ظاہر میں ہوں گا
اِنِّیْٓ۔ بیشک میں	اٰمَنْتُ۔ ایمان لایا	بِرَبِّكُمْ۔ تمہارے رب پہ	فَاسْمَعُوْنِ۔ تو سنو
قِيْلَ۔ کہا گیا	ادْخُلِ۔ داخل ہو جا	الْجَنَّةَ۔ جنت میں	قَالَ۔ کہنے لگا
يٰلَيْتَ۔ اے کاش	قَوْمِیْ۔ میری قوم	يَعْلَمُوْنَ۔ جانتی	بِمَا۔ جو
غَفَرَ۔ بخشا	لِیْ۔ مجھ کو	رَبِّیْ۔ میرے رب نے	وَ۔ اور
جَعَلَنِیْ۔ بنایا مجھ کو	مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ۔ عزت والوں سے		وَ۔ اور
مَا۔ تو	اَنْزَلْنَا۔ اتارا ہم نے	عَلٰی۔ اوپر	قَوْمِهٖ۔ اسکی قوم کے
مِنْ بَعْدِهٖ۔ اسکے بعد	مِنْ جُنْدٍ۔ کوئی لشکر	مِّنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	كُنَّا۔ تھے ہم	مُنْزِلِيْنَ۔ اتارنے والے	اِنْ۔ نہیں
كَانَتْ۔ تھی	اِلَّا۔ مگر	صَيْحَةً۔ چنگھاڑ	وَّاحِدَةً۔ ایک
فَاِذَا۔ تو ناگہاں	هُمْ۔ وہ	خٰمِدُوْنَ۔ بجھ گئے	يٰحَسْرَةً۔ اے حسرت
عَلَى۔ اوپر	الْعِبَادِ۔ بندوں کے	مَا۔ نہ	يَاْتِيْهِمْ۔ آیا انکے پاس

مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ کوئی رسول	اِلَّا ۔ مگر	کَانُوْا ۔ تھے	بِہٖ ۔ اس سے
یَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ ٹھٹھا کرتے	اَ ۔ کیا	لَمْ ۔ نہ	یَرَوْا ۔ دیکھا انہوں نے
کَمْ ۔ کتنے	اَهْلَکْنَا ۔ ہلاک کیے ہم نے	قَبْلَهُمْ ۔ ان سے پہلے	مِّنَ الْقُرُوْنِ ۔ زمانے
اَنَّهُمْ ۔ بیشک وہ	اِلَیْهِمْ ۔ ان کی طرف	لَا ۔ نہیں	یَرْجِعُوْنَ ۔ لوٹتے
وَ ۔ اور	اِنْ ۔ بیشک	كُلٌّ ۔ ہر ایک	لَّمَّا ۔ اس وقت
جَمِیْعٌ ۔ اکٹھے ہو کر	لَّدَیْنَا ۔ ہمارے پاس	مُحْضَرُوْنَ ۔ حاضر کیے جائیں	

خلاصہ تفسیر نصف دوسرا رکوع سورۃ یٰس پ ۲۳

وَمَالِیَ لَاۤ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (حبیب نجار نے اپنی قوم سے فرمایا) اور مجھے کیا ہوا کہ نہ پوجوں میں اسے جس نے مجھے پیدا کیا اور تمہیں سب کو اسی کی طرف واپس ہونا ہے۔

جب حبیب نجار نے قوم میں آکر قوم کو سمجھایا اور بتایا کہ ان رسولوں کی مخالفت نہ کرو وہ ہدایت پر ہیں اور تمہیں صحیح اور سچی دعوت دے رہے ہیں تو قوم نے بگڑ کر حبیب نجار سے کہا معلوم ہوتا ہے تم بھی انہیں کے خدا پر ایمان لاچکے ہو تو حبیب نجار نے جواب دیا کہ میں کیوں ایمان نہ لاتا جبکہ ان کی ہدایت سے میں سمجھ چکا کہ ان کا جو معبود ہے وہی قادر علی الاطلاق ہے اور وہ قادر علی کل شے ہے اور ایک دن اسی کے حضور مجھے اور تمہیں سب کو حاضر ہونا ہے۔ ابتدا ہستی سے اس کی نعمتیں ہم پر ہیں اور انجام کار اسی کے فضل سے ہماری بخشش ہوگی ایسے مالک حقیقی قادر تحقیقی کی عبادت و اطاعت نہ کرنا کیا معنی اور اس کی اطاعت سے انحراف کس عقل کے تحت ہے اس کی نسبت اعتراض کرنا کہاں کی ذہانت اور عقلمندی ہے ہر کس و ناکس ادنیٰ غور و تامل کے بعد اس کے حق نعمت اور احسان کو سمجھ سکتا ہے۔

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْــٴًـا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ اِنِّیْۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ کیا میں پکڑوں اللہ کے سوا اور آلہ کہ اگر رحمٰن میرے ساتھ چاہے برائی تو ان بتوں کی سفارش مجھے مستغنی نہ کرسکے اور میرے کام نہ آئے اور وہ بت مجھے عذاب سے نہ بچاسکیں میں جب تو کھلی گمراہی میں ہوں۔

اگر سمجھ بوجھ کر بھی بتوں کا پرستار بنوں۔

یہ مضمون حبیب نجار سے سن کر قوم کے لوگ یکبارگی ان پر حملہ آور ہوگئے اور ان پر سنگ باری شروع

کر دی اور آپ کو گرا کر پتھروں سے شہید کر دیا آپ کی قبر مبارک آج تک انطاکیہ میں ہے۔
آپ کا یہ حال جب قوم نے شروع کیا تو آپ نے جلدی سے ہر سہ مرسلین عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا

اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۔ میں آپ کے رب پر ایمان لا چکا ہوں اچھی طرح سن لیجئے۔
یعنی آپ میرے ایمان کے شاہد رہیں اور اللہ کے حضور میرے ایمان کی گواہی دیں۔ اس کے بعد بطریق اکرام اللہ تعالے کی طرف سے حبیب کو یہ بشارت ملی۔

قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّۃَ ۔ اور فرمایا گیا اے حبیب! جنت میں جا۔
جب آپ داخل جنت ہو گئے اور وہاں کی نعمتیں دیکھیں تو قوم کی ضلالت پر افسوس کرتے ہوئے فرمایا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ ۔ حبیب نجار نے جنت میں پہنچ کر کہا کیا کسی طرح میری قوم جان سکتی ہے جو میرے رب نے میرے ساتھ کرم فرمائی کی اور مجھے عزت والوں میں کیا۔

یہ حضرت حبیب نجار کی تمنا بیان فرمائی گئی کہ وہ داخل نازو نعمت الٰہی ہو کر یہ آرزو کرتے تھے کہ کاش میری قوم میرے اس نازو نعم کو جان لے کہ اللہ تعالے نے حبیب نجار پر کیا کرم فرمایا اور کیسی عزت دی تاکہ ان مرسلین کے دین کی طرف انہیں بھی رغبت ہو۔
مختصر یہ کہ جب حبیب شہید ہو چکے تو اس کے کیفر کردار پر منجانب اللہ تاخیر و تعویق نہ ہوئی اور عذاب کسی لشکر کی صورت میں نازل نہ ہوا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِہٖ مِنْۢ بَعْدِہٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا کُنَّا مُنْزِلِیْنَ اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ خٰمِدُوْنَ ۔ اور ہم نے نہیں نازل فرمایا اس قوم پر حبیب نجار کے بعد کوئی لشکر آسمان سے اور نہ ہمیں وہاں کوئی لشکر اتارنا تھا وہ تو بس ایک ہی چنگھاڑ تھی تو جبھی وہ ٹھنڈے ہو کر رہ گئے۔

یعنی انطاکیہ کے سرکش اور قاتلین حبیب نجار سے انتقام لینے کے لیے ہم نے نہ آسمان سے کوئی لشکر اتارا نہ ہمیں ان کے لیے کوئی لشکر اتارنا ہی تھا چنانچہ اس قوم کی ہلاکت کے لیے بس ایک چنگھاڑ تھی جس کی وجہ سے ایسے ٹھنڈے ہو کر رہ گئے جیسے آگ بجھ کر سرد ہو جاتی ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر افسوس فرمایا گیا اور ارشاد ہوا۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ افسوس ہے ان بندوں پر ان پر کوئی رسول نہ آیا مگر اس کا استہزاء ہی کرتے رہے۔

جمع کے صیغہ سے یہاں اس لیے فرمایا کہ یہی فقط ایسے نہیں تھے بلکہ ان کے علاوہ اور قومیں بھی جو ہلاک ہوئیں سب کا یہی وطیرہ تھا کہ وہ رسولوں کے ساتھ استہزاء اور مذاق ہی کرتے تھے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ہمارے رسولوں کی تکذیب انہیں ہلاک ہی کر کے چھوڑتی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اہل انطاکیہ اور ان کی مثل جو بھی رسولوں کی تکذیب کرنے والے تھے سب ہی ہلاک ہوئے لوط ہو یا ثمود عاد ہو یا اہل مدین فرعون ہو یا نمرود شداد ہو یا قارون اب سوال اہل مکہ کا ہے انہیں سبق عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں اور وہ اب ان کی طرف پلٹ کر آنے والی نہیں اور یقیناً جتنے بھی ہیں سب کے سب ہمارے سامنے حاضر لائے جائینگے یعنی اہل مکہ نے کیا نہیں دیکھا جو ہمارے حبیب سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں کہ جو اپنی عمارتوں کے کھنڈر شام و یمن اور عراق میں چھوڑ گئے ہیں ایسے ہلاک ہوئے کہ اب وہ واپس آکر اپنا حال بیان نہیں کر سکتے ان سے سبق عبرت لینا چاہیئے تھا اس کی بجائے اور سرکشی کر رہے ہیں انہیں یقین رکھنا چاہیئے تھا کہ تمام امتیں بروز حشر ہمارے حضور حساب دینے کے موقف پر حاضر کی جائیں گی۔

بعض نادر لغات کی تصریح پہلے سمجھ لینا ضروری ہے

وَمَا لِيَ۔ اس کے معنی ہیں کیا ہے میرے لیے۔ یا مجھے کیا ہوا۔

فَطَرَنِيْ۔ فطر پیدا کرنے کے معنی دیتا ہے۔

يُنْقِذُوْنِ۔ نقذ سے ہے۔ سلامتی آسائش کے معنی دیتا ہے ولاہم ینقذون۔ انہیں نجات نہیں ہو سکتی

مُكْرَمِيْنَ۔ اکرام اعزاز کو کہتے ہیں۔ مکرمین عزت والوں میں۔

جُنْدٍ۔ لشکر کے معنی میں مستعمل ہے۔

صَيْحَةً۔ چنگھاڑ۔ چیخ

خَامِدُوْنَ۔ خامد آگ سرد ہونے کے معنی دیتا ہے۔ خمود سے مشتق ہے آگ بجھ جانیکے معنی دیتا ہے۔

مُحْضَرُوْنَ۔ حضور سے ہے حاضر ہوں گے۔

مختصر تفسیر اردو نصف دوسرا رکوع سورۃ یٰس پ ۲۳

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ اور مجھے کیا ہوا کہ اسے نہ پوجوں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے۔

علامہ آلوسی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَیْ اَیُّ شَیْءٍ لِیْ اِذَا لَمْ اَعْبُدْ خَالِقِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ تُوَحِّدُوْنَ عِنْدَ الْبَعْثِ فَیُجْزِیْکُمْ بِکُفْرِکُمْ یعنی کیا وجہ ہے میرے لیے جبکہ وہ میرا خالق ہے اور میں اس کی عبادت نہ کروں باآنکہ مجھے اسی کی طرف پلٹنا ہے اس وقت جبکہ اس کے حضور پہنچو گے بوقت بعثت اپنے کفر پر سزا پاؤ گے

بعض نے یہ تفسیر کی اَیْ مَالِیَ لَا اَعْبُدُ الَّذِیْ مَنَّ عَلَیَّ بِنِعْمَةِ الْاِیْجَادِ وَنِعْمَةِ الْاِنْتِقَامِ مِنْکُمْ وَالتَّشَفِّیْ مِنْ غَیْظِکُمْ اِذْ تُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ فَیُجْزِیْکُمْ بِکُفْرِکُمْ وَتَکْذِیْبِکُمُ الرُّسُلَ وَعِنَادِکُمْ۔

آگے حبیب نجار کا بیان بطریق انکار اور نفی جنس آلہہ پر علی الاطلاق ہے۔

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖ اٰلِهَةً۔ کیا میں بھی اللہ تعالےٰ کے سوا غیروں کو خدا مان لوں۔

اس میں بت پرستوں کی حماقت ظاہر کی گئی گویا فرمایا جیسے تم احمق ہو اور بت پرستی کرتے ہو ایسے ہی میں بھی تمہاری طرح جاہل اور احمق ہو جاؤں۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ

اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْئًا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ اگر رحمان چاہے کوئی میری برائی تو تمہیں کسی کی سفارش مستغنی نہیں کرے گی اور نہ تمہیں اس عذاب سے خلاصی ملے گی میں ایسی گمراہی میں رہتا ہوا کھلی گمراہی میں ہوں گا۔

یعنی اگر میں تمہاری خاطر سے اللہ تعالےٰ کے سوا غیر کی پوجا کروں تو کھلی گمراہی میں ہوں گا اور شرک کا بدلہ نفع تو ہرگز نہیں لیکن دفع ضرر پر بھی یہ قادر نہیں لہٰذا اے مرسلین کرام۔

اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ۔ میں تو تمہارے رب کے ساتھ ایمان لے آیا ہوں سنو۔

اور میرے شاہد رہو یا یہ کہ میں بت پرستی ترک کر کے تمہارے خالق اور رب پر ایمان لایا ہوں تم سنو کہ یہ بت باطل ہیں یا یہ معنی ہیں کہ فَاسْمَعُوْا قَوْلِیْ فَاِنِّیْ لَا اُبَالِیْ بِمَا یَکُوْنُ مِنْکُمْ عَلٰی ذٰلِکَ۔ سن لو میرا بیان مجھے تم سے جو کچھ تکالیف پہنچیں مجھے اس کی پرواہ نہیں ایمان باللہ کے مقابلہ میں۔

چنانچہ جب حضرت حبیب نجار اپنا بیان قوم کو دے چکے تو ابن عباس اور کعب احبار اور وہب

بن منبہ اور حاکم ابن مسعود سے راوی ہیں کما قال صاحب یٰسین یٰقوم اتبعوا المرسلین خنقوہ لیموت فالتفت الی الانبیاء فقال انی اٰمنت بربکم فاسمعون ای فاشھدوا فالخطاب فیھا للرسل بطریق التلوین۔

جب حبیب نجار نے قوم کو ہدایت کی اور کہا اے میری قوم بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو تو قوم نے ان کا گلا گھونٹا تاکہ وہ مر جائیں پھر ان ہر سہ مرسلین کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں آپ کے رب پر ایمان لے آیا ہوں لہٰذا آپ سن لیں اور گواہ رہیں۔

وطلب السماع منھم لیشھدوا لہ بالایمان عند اللہ عزوجل۔ اور فاسمعون کہہ کر ان کو سنانا اس لیے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور گواہ رہیں جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

اب ان کے شہید ہو جانے کے بعد انہیں جو بشارت ہوئی اس کا ذکر ہے۔

قیل ادخل الجنۃ۔ انہیں فرمایا گیا جنت میں داخل ہو جاؤ۔

آلوسی اس پر فرماتے ہیں والظاھر ان الامر اذن لہ بدخول الجنۃ حقیقۃ۔ آیہ کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حبیب نجار کو دخول جنت کا حکم ملا وفی ذلک اشارۃ الی ان الرجل قد فارق الدنیا اور اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ حبیب نجار دنیا سے جا چکے تھے۔

فعن ابن مسعود انہ بعد ان قال ما قال قتلوہ بوطئ الارجل حتی خرج قصبہ من دبرہ والقی فی بئر۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ وہ جب انی اٰمنت بربکم فرما چکے تو انہیں شہید کرنے کے لیے پیروں سے رگڑا حتیٰ کہ ان کی ریڑھ کی ہڈی کو لہوں سے باہر آ گئی۔ اور آپ کو کنویں میں ڈال دیا۔

وقال السدی رموہ بالحجارۃ وھو یقول اللھم اھد قومی حتی مات۔ سدی کہتے ہیں کہ ان کو پتھروں سے مارنا شروع کیا اور حبیب کہتے رہے الٰہی میری قوم کو ہدایت فرما حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔

وقال الکلبی رموہ فی حفرۃ وردوا التراب علیہ فمات۔ حبیب نجار کو ایک گڑھے میں ڈال کر مٹی ڈالنی شروع کی کہ وہ شہید ہو گئے۔

وعن الحسن حرقوہ حتی مات وعلقوہ فی سور المدینۃ وقبرہ فی انطاکیۃ۔ حسن بصری فرماتے ہیں انہیں جلا کر جان سے مار کر شہر کے میدان میں لٹکا دیا اور آپ کی قبر مبارک انطاکیہ میں ہے۔

وقیل نشروہ بالمنشار حتی خرج من بین رجلیہ ودخولہ الجنۃ بعد الموت دخول روحہ وطوا فیھا فیھا کدخول سائر الشھداء۔ ایک قول ہے کہ آپ کو آرہ رکھ کر ایسے شہید کیا کہ وہ آرہ دونوں پیروں کے بیچ سے نکلا اور دخول جنت بعد موت ہوا روحانی طور پر اور ان کا

آزاد پھرنا اس جنت میں ایسا ہی ہے جیسے تمام شہداء کرام کا پھرنا ہے۔
اور قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّۃَ پر عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ اُدْخُلُوا کے معنی وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ کے ہیں کہ ان پر جنت واجب ہو گئی۔
اور ایک قول حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے یہ بھی ہے لَمَّا اَرَادَ قَوْمُہٗ قَتْلَہٗ رَفَعَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَی السَّمَاءِ حَیًّا کَمَا رُفِعَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلَی السَّمَاءِ فَہُوَ فِی الْجَنَّۃِ لَا یَمُوْتُ اِلَّا بِفَنَاءِ السَّمٰوٰتِ وَہَلَاکِ الْجَنَّۃِ فَاِذَا اَعَادَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْجَنَّۃَ اُعِیْدَ لَہٗ دُخُوْلُ الْجَنَّۃِ فَالْاَمْرُ کَمَا فِی الْاَوَّلِ وَالْجُمْہُوْرُ عَلٰی اَنَّہٗ قُتِلَ
جبکہ آپ کی قوم نے قتل کا ارادہ اللہ تعالے آپ کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اب وہ جنت میں ہیں اور مریں گے نہیں مگر جب آسمان اور جنت فنا ہوں گے قیامت کے روز نفخہ صور کے وقت تو جب جنت اور آسمان دوبارہ بنائے جائیں گے تو یہ بھی دوبارہ جنت میں جائیں گے تو اُدْخُلِ الْجَنَّۃَ کا اول کے لیے ہے اور جمہور اسی طرف ہیں کہ حبیب نجار شہید کیے گئے۔
اور اس پر ابن عطیہ باخبار المتواترۃ اور روایات کثیرہ سے زور دیتے ہیں۔
اور قول قتادہ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ وَہُوَ فِیْہَا حَیٌّ یُرْزَقُ لَیْسَ نَصٌّ فِیْ نَفْیِ الْقَتْلِ۔ اور حضرت قتادہ کا یہ قول کہ اللہ تعالے نے انہیں جنت میں داخل فرما دیا اور اس میں زندہ رزق دیے جاتے ہیں یہ نفی قتل پر نص نہیں۔ اور یہ بات یہی صحیح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ جنت میں بعد انتقال بھی جو داخل ہوتا ہے وہ نعیم جنت سے متمتع ہوتا ہے۔
اور وَہُوَ فِیْہَا حَیٌّ یُرْزَقُ اگر یہ قول قتادہ حبیب کے حق میں ہے تو بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ یُرْزَقُوْنَ عام شہداء کے حق میں بھی موجود ہے۔ بہر حال قول قتادہ حَیٌّ بِالْجِسْمِ کی دلیل نہیں ہوا۔ آگے ارشاد ہے۔
قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ۔ کہا حبیب نجار نے اے کاش میری قوم جان لیتی جو بخشش مجھ پر میرے رب نے فرمائی اور مجھے عزت والوں میں داخل فرمایا۔
روح المعانی میں ہے وَاِنَّمَا تَمَنّٰی عِلْمَ قَوْمِہٖ بِحَالِہٖ لِیَحْمِلَہُمْ ذٰلِکَ عَلَی اکْتِسَابِ مِثْلِہٖ بِالتَّوْبَۃِ عَنِ الْکُفْرِ وَالدُّخُوْلِ فِی الْاِیْمَانِ وَالطَّاعَۃِ۔ قوم تک اپنے حال کا علم ہونے کی تمنا کرنا اس غرض سے تھا کہ وہ بھی اکتساب عمل میں مثل حبیب کے آمادہ ہو اور توبہ کر کے کفر سے مجتنب ہو جائے اور اطاعت الٰہی کرنے لگے اور مومن بن جائے۔
اب آگے اہل انطاکیہ کے کیفر کردار کا تذکرہ ہے۔

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِہٖ مِنْۢ بَعْدِہٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ۔ اور ہم نے حبیب کی قوم پر ان کے بعد کوئی لشکر نہیں بھیجا جو آسمان سے آکر انہیں ہلاک کرتا اور نہ ہم آسمان سے ان کیلئے لشکر اتارنے والے ہی تھے۔

یعنی حبیب کی قوم پر ہم لشکر آسمان سے اتارنے والے نہ تھے کہ اسے ہلاک کرے۔

مِنْ بَعْدِہٖ پر آلوسی فرماتے ہیں اَیْ مِنْ بَعْدِ قَتْلِہٖ وَقِیْلَ مِنْ بَعْدِ رَفْعِہٖ اِلَی السَّمَآءِ حَیًّا۔ یعنی حضرت حبیب نجار کے بعد یعنی قتل یا زندہ آسمان پر چلے جانے کے بعد۔

جُنْدٍ یعنی لشکر ہم نے نازل نہ کرنا تھا جُند پر لغت میں ہے وَالْجُنْدُ الْعَسْكَرُ جُند لشکر ہے۔

وَالظَّاهِرُ اِنَّ الْمُرَادَ بِهٰذَا الْجُنْدِ جُنْدُ الْمَلٰٓئِكَةِ اَیْ مَا اَنْزَلْنَا لِاِهْلَاكِهِمْ مَلَائِكَةً۔ اور ظاہر ہے کہ اس جگہ لشکر سے مراد لشکر ملائکہ ہے یعنی ارشاد الٰہی یہ ہے کہ ہم ان کے ہلاک کرنے کو لشکر ملائکہ نازل فرمانے والے نہ تھے۔

چنانچہ حکمت الٰہی میں جب سب کی ہلاکت منظور ہوتی ہے تو اس کے اسباب بھی مقرر ہوتے ہیں پھر اسی کے مطابق ہلاکت کا عذاب بھی مقدر ہوتا ہے جیسے سابقہ امتوں پر خصب سے عذاب آیا خصب کہتے ہیں دھنسنے یا مکان کے گرنے کو تو وہ مکانوں میں ہی رہ گئے اور زمین میں دھنسا دیے گئے۔

بعض پر عذاب آیا محض چنگھاڑ سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔

اور بعض پر عذاب آیا زمین کے اندر چلے گئے جیسے خسف کہتے ہیں۔

اور بعض مسخ کر دیے گئے جیسے كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِیْنَ۔

اور بعض غرق طوفان کیے گئے۔

اور بعض پر ملائکہ نازل ہوئے جنہوں نے انہیں مارا جیسے بدر میں۔

کسی پر آندھی آئی ریح عاصف اور ریح صرصر۔

چنانچہ اہل انطاکیہ پر محض صیحہ آیا یعنی چنگھاڑ۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خَامِدُوْنَ۔ وہ کچھ نہیں مگر ایک چنگھاڑ تھی کہ اچانک سب ٹھنڈے ہو گئے۔

اَیْ قَطَعْنَا عَنْهُمُ الرِّسَالَةَ حِیْنَ فَعَلُوْا مَا فَعَلُوْا وَلَمْ نَعْبَأْ بِهِمْ وَاَهْلَكْنَاهُمْ۔ یعنی ہم نے ان سے رسالت منقطع کر دی جبکہ انہوں نے ہمارے رسول شہید کیے اور ہم کسی کی پرواہ نہیں کرتے اور ان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

صیحہ کا واقعہ آلوسی لکھتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَعَثَ عَلَیْہِمْ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَتّٰی اَخَذَ بِعِضَادَتَیْ بَابِ الْمَدِیْنَۃِ فَصَاحَ بِہِمْ صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَمَاتُوْا جَمِیْعًا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل انطاکیہ پر حضرت روح الامین مبعوث فرمائے آپ نے دروازہ شہر کا کنارہ پکڑ کر ایک چنگھاڑ ماری جس سے سب مر کے مرے رہ گئے جیسے فَاِذَا ہُمْ خَامِدُوْنَ فرمایا

خمود کہتے ہیں آگ ٹھنڈی ہو جانے کو تو ان کی آتش کفران کے ساتھ ہی ٹھنڈی ہو گئی۔ چنانچہ لبید شاعر کہتا ہے۔

وَمَا الْمَرْءُ اِلَّا کَالشِّہَابِ وَضَوْئُہٗ یَحُوْرُ رَمَادًا بَعْدَ اِذْ ہُوَ سَاطِعٗ

وَفِیْ بَعْضِ الْاٰثَارِ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْمَلِکِ ذَا مَنْ قَوْمٍ مِّنْ حَوَاشِیْہِ وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ ہَلَکَ بِالصَّیْحَۃِ۔ بعض احادیث میں ہے کہ انطاکیہ کا بادشاہ اور اس کے حاشیہ نشین ایمان لے آئے اور جو ایمان لائے وہ چنگھاڑ سے ہلاک ہو گئے اس پر مِنْ جَانِبِ اللّٰہ ان کے لیے اظہار حسرت و افسوس رہا ہے حیث قال تعالےٰ۔

یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْہِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَہْزِءُوْنَ۔ اے افسوس بندوں پر ان میں کوئی رسول نہ آیا مگر انہوں نے ان سے استہزاء و تمسخر ہی کیا۔

بہ قول ابن جریر وغیرہ قتادہ کے نزدیک ملائکہ کا ہے یعنی ملائکہ نے افسوس کیا اور کہا کہ کتنے بدنصیب یہ بندے نکلے کہ ان میں جو رسول بھی تشریف لایا انہوں نے ان کا استہزاء ہی کیا حتیٰ کہ ہلاک ہی ہوئے۔

اب جناب رب العزت اپنی جباری جبروتی شان کا مظاہر فرماتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَہْلَکْنَا قَبْلَہُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّہُمْ اِلَیْہِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ کتنی قومیں ہم نے ان سے پہلے ہلاک کر دیں کہ اب وہ ان کی طرف بالکل آنے والی نہیں اور یقیناً سب ہمارے حضور حاضر لائے جائیں گے۔

قرون۔ قرن کی جمع ہے اور یہ قوم کے معنی میں مستعمل ہے جو ایک وقت میں جمع ہوں حیث قال الآلوسی وَالْقُرُوْنُ جَمْعُ قَرْنٍ وَہُمُ الْقَوْمُ الْمُقْتَرِنُوْنَ فِیْ زَمَنٍ وَّاحِدٍ کَعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَغَیْرِہِمْ۔ قرن جمع قرن کی ہے اور وہ ایک وقت میں ایک زمانہ میں جمع ہونے والی قوم ہے جیسے قوم عاد و قوم ثمود وغیرہ۔ زجاج کہتے ہیں کیا نہ دیکھا اکثر یاران سے پہلے لوگوں کی ہلاکت کو کہ وہ اب ان کی طرف لوٹ کر آنے والے نہیں۔

مُحْضَرُوْنَ کے معنی ابن سلام مُعَذَّبُوْنَ کرتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ یٰسٓ ۔ پ ۲۳

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ○

اور ان کے لیے نشانی بنجر زمین ہے جو مردہ ہے ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے دانہ نکالا تو اس سے تم کھاتے ہو۔

وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ○

اور کیے ہم نے اس میں باغ کھجوروں اور انگوروں کے اور ہم نے اس میں جاری کیے کچھ چشمے۔

لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ○

تاکہ کھائیں اس کے پھلوں سے اور یہ انکے ہاتھوں کے بنائے ہوئے نہیں تو کیا شکر نہیں کریں گے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ○

پاکی ہے اسے جس نے بنائے تمام جوڑے ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے اور ان کی جانوں سے اور ان سے جنہیں وہ نہیں جانتے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ○

اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے کہ ہم اس سے دن کھینچ لاتے ہیں تو وہ اندھیرے میں ہیں۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○

اور سورج چلتا ہے اپنے مستقر میں یہ مقرر کیا ہوا ہے زبردست علم والے کا۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ○

اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں حتی کہ لوٹ آتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ڈالی۔

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○

سورج کو نہیں زیبا کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے اور ہر ایک ایک گھیرے میں تیر رہا ہے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○

اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی ذریت کی پشت میں سوار کیا بھری کشتی کے اندر۔

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ○

اور ان کے لیے ویسی ہی کشتیاں بنادیں جن پر سوار

سوار ہوتے ہیں۔

وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۝

اور اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں تو نہ کوئی ان کا فریاد رس ہو اور نہ انہیں کوئی بچانے والا۔

اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝

مگر ہماری رحمت اور ایک مدت کے لیے برتنا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

اور جب انہیں کہا جاتا ہے ڈرو اس سے جو تمہارے آگے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيَاتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝

اور جب آتی ہے کوئی نشانی ان کے رب کی نشانیوں سے مگر اس سے اعراض کرتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَاءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ۝

اور جب ان سے کہا جاتا ہے اللہ کے دیے ہوئے میں کچھ خرچ کرو تو وہ کہتے ہیں جو کافر ہیں ان سے جو ایمان والے ہیں کیا ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو کھلا دیتا تم تو نہیں مگر کھلی گمراہی میں۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اور کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۝

کیا منتظر ہو مگر ایک چیخ کے کہ انہیں پکڑ لے گی اور وہ دنیا کے جھگڑوں میں پھنسے ہوں گے۔

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا اِلٰى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

تو نہ طاقت ہو گی ان میں وصیت کی اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	اٰيَةٌ۔ نشانی ہے	لَهُمُ۔ ان کے لیے	الْاَرْضُ۔ زمین
الْمَيْتَةُ۔ مردہ	اَحْيَيْنَا۔ زندہ کیا ہم نے	هَا۔ اس کو	وَ۔ اور
اَخْرَجْنَا۔ نکالے ہم نے	مِنْهَا۔ اس سے	حَبًّا۔ دانے	فَمِنْهُ۔ تو اس سے
يَاْكُلُوْنَ۔ وہ کھاتے ہیں	وَ۔ اور	جَعَلْنَا۔ بنائے ہم نے	فِيْهَا۔ اس میں

جَنّٰتٍ۔ باغ	مِّنْ نَّخِیْلٍ۔ کھجوروں	وَّ۔ اور	اَعْنَابٍ۔ انگوروں کے
وَ۔ اور	فَجَّرْنَا۔ پھاڑ سے بہنے	فِیْهَا۔ اس میں	مِنَ الْعُیُوْنِ۔ چشمے
لِیَاْكُلُوْا۔ تاکہ کھائیں	مِنْ ثَمَرِهٖ۔ اس کا پھل	وَ۔ اور	مَا۔ نہ
عَمِلَتْهُ۔ بنایا اس کو	اَیْدِیْهِمْ۔ انکے ہاتھوں نے	اَ۔ کیا	فَلَا۔ پھر نہیں
یَشْكُرُوْنَ۔ شکر کرتے	سُبْحٰنَ۔ پاک ہے	الَّذِیْ۔ وہ جس نے	خَلَقَ۔ پیدا کیے
الْاَزْوَاجَ۔ جوڑے	كُلَّهَا۔ ہر قسم کے	مِمَّا۔ اس سے جو	تُنْۢبِتُ۔ اگاتی ہے
الْاَرْضُ۔ زمین	وَ۔ اور	مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ ان کی جانوں سے	
وَ۔ اور	مِمَّا۔ اس سے جو	لَا۔ نہیں	یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے
وَ۔ اور	اٰیَةٌ۔ نشانی ہے	لَّهُمُ۔ ان کے لیے	الَّیْلُ۔ رات
نَسْلَخُ۔ ہم کھینچتے ہیں	مِنْهُ۔ اس سے	النَّهَارَ۔ دن	فَاِذَا۔ تو اچانک
هُمْ۔ وہ	مُّظْلِمُوْنَ۔ اندھیرے میں ہیں	وَ۔ اور	الشَّمْسُ۔ سورج
تَجْرِیْ۔ چلتا ہے	لِمُسْتَقَرٍّ۔ اپنے مدار پر	لَّهَا۔ جو اسکے لیے ہے	ذٰلِكَ۔ یہ
تَقْدِیْرُ۔ اندازہ ہے	الْعَزِیْزِ۔ غالب	الْعَلِیْمِ۔ جاننے والے کا	وَ۔ اور
الْقَمَرَ۔ چاند	قَدَّرْنَا۔ مقرر کیں ہم نے	هُ۔ اس کی	مَنَازِلَ۔ منزلیں
حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	عَادَ۔ ہو گیا	كَالْعُرْجُوْنِ۔ مانند ٹہنی	الْقَدِیْمِ۔ پرانی کے
لَا۔ نہ تو	الشَّمْسُ۔ سورج کو	یَنْۢبَغِیْ۔ لائق	لَهَا۔ ہے
اَنْ۔ یہ کہ	تُدْرِكَ۔ پالے	الْقَمَرَ۔ چاند کو	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	الَّیْلُ۔ رات	سَابِقُ۔ آگے بڑھنے والی ہے	النَّهَارِ۔ دن سے
وَ۔ اور	كُلٌّ۔ ہر ایک	فِیْ۔ بیچ	فَلَكٍ۔ آسمان کے
یَّسْبَحُوْنَ۔ تیر رہے ہیں	وَ۔ اور	اٰیَةٌ۔ نشانی ہے	لَّهُمْ۔ ان کے لیے
اَنَّا۔ کہ ہم نے	حَمَلْنَا۔ اٹھایا	ذُرِّیَّتَهُمْ۔ انکی اولاد کو	فِی۔ بیچ
الْفُلْكِ۔ کشتی	الْمَشْحُوْنِ۔ بھری ہوئی کے	وَ۔ اور	خَلَقْنَا۔ پیدا کیے ہم نے
لَهُمْ۔ ان کے لیے	مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ اسی جیسے	مَا۔ کہ وہ	یَرْكَبُوْنَ۔ سوار ہوں
وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	نَّشَاْ۔ ہم چاہیں تو	نُغْرِقْهُمْ۔ انہیں غرق کریں
فَلَا۔ تو نہ ہو	صَرِیْخَ۔ بچانے والا	لَهُمْ۔ ان کو	وَ۔ اور

لَا ۔ نہ	هُمْ ۔ وہ	يُنْقَذُوْنَ ۔ بچائے جائیں	اِلَّا ۔ مگر
رَحْمَةً ۔ رحمت	مِّنَّا ۔ ہماری طرف سے	وَ ۔ اور	مَتَاعًا ۔ برتنا
اِلٰى ۔ ایک	حِيْنٍ ۔ وقت تک	وَ ۔ اور	اِذَا ۔ جب
قِيْلَ ۔ کہا جاتے	لَهُمْ ۔ ان کو	اتَّقُوْا ۔ ڈرو	مَا ۔ اس سے جو
بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ ۔ تمہارے آگے ہے		وَ ۔ اور	مَا ۔ جو
خَلْفَكُمْ ۔ تمہارے پیچھے ہے	لَعَلَّكُمْ ۔ تاکہ تم	تُرْحَمُوْنَ ۔ رحم کیے جاؤ	وَ ۔ اور
مَا ۔ نہیں	تَاْتِيْهِمْ ۔ آتی انکے پاس	مِّنْ اٰيَةٍ ۔ کوئی نشانی	مِّنْ اٰيٰتِ ۔ نشانیوں
رَبِّهِمْ ۔ ان کے رب سے	اِلَّا ۔ مگر	كَانُوْا ۔ تھے	عَنْهَا ۔ اس سے
مُعْرِضِيْنَ ۔ منہ پھیرتے	وَ ۔ اور	اِذَا ۔ جب	قِيْلَ ۔ کہا جاتے
لَهُمْ ۔ ان کو	اَنْفِقُوْا ۔ خرچ کرو	مِمَّا ۔ اس سے جو	رَزَقَكُمُ ۔ دیا تم کو
اللّٰهُ ۔ اللہ نے	قَالَ ۔ تو کہتے ہیں	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	كَفَرُوْا ۔ کافر ہیں
لِلَّذِيْنَ ۔ انکو جو	اٰمَنُوْا ۔ مومن ہیں	اَ ۔ کیا	نُطْعِمُ ۔ کھلائیں ہم
مَنْ ۔ اس کو کہ	لَوْ ۔ اگر	يَشَآءُ ۔ چاہے	اللّٰهُ ۔ اللہ
اَطْعَمَهٗ ۔ تو کھلائے اس کو	اِنْ ۔ نہیں	اَنْتُمْ ۔ تم	اِلَّا ۔ مگر
فِيْ ۔ بیچ	ضَلٰلٍ ۔ گمراہی	مُّبِيْنٍ ۔ ظاہر کے	وَ ۔ اور
يَقُوْلُوْنَ ۔ کہتے ہیں	مَتٰى ۔ کب ہوگا	هٰذَا ۔ یہ	الْوَعْدُ ۔ وعدہ
اِنْ ۔ اگر	كُنْتُمْ ۔ ہو تم	صٰدِقِيْنَ ۔ سچے	مَا ۔ نہیں
يَنْظُرُوْنَ ۔ انتظار کرتے	اِلَّا ۔ مگر	صَيْحَةً ۔ چنگھاڑ	وَّاحِدَةً ۔ ایک کا
تَاْخُذُ ۔ کہ پکڑے	هُمْ ۔ ان کو	وَ ۔ اور	هُمْ ۔ وہ
يَخِصِّمُوْنَ ۔ جھگڑتے ہوں	فَلَا ۔ تو نہیں	يَسْتَطِيْعُوْنَ ۔ طاقت رکھیں گے	
تَوْصِيَةً ۔ وصیت کی	وَّ ۔ اور	لَا ۔ نہ	اِلٰى ۔ طرف
اَهْلِهِمْ ۔ اپنے گھر کے	يَرْجِعُوْنَ ۔ لوٹیں گے		

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع سورۃ یٰس ۔ پ ۲۳

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۔ اور ایک نشانی

ان کے لیے مردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کیا اور نکالا اس سے دانہ تو اس میں سے کھاتے ہیں۔
جب وہ زمین جو اپنا سبزہ خشک کر کے مردہ ہو جاتی ہے اسے پھر سرسبز کر کے زندہ کر دیتا ہے یہ اس بات پر دلالت ہے کہ اللہ تعالےٰ اسی طرح مردوں کو زندہ فرمائے گا اور پانی برسا کر اس سبزہ سے دانہ یعنی جوار باجرہ گندم چنا کی نکالتا ہے جسے سب کھاتے ہیں۔
وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ لِيَاْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ۔ اور کیے ہم نے اس میں باغ انگوروں اور کھجوروں کے اور بہائے ہم نے اس میں کچھ چشمے تاکہ کھاؤ اس کے پھلوں سے اور یہ وہ نہیں جو ان کے ہاتھ بنائیں تو کیا شکر نہیں کرتے۔
یعنی اس زمین میں جو باغ بنائے وہ کھجور۔ انگور۔ انار۔ کیلہ۔ سنگترہ۔ مالٹا۔ سیب۔ ناکھ۔ ناشپاتی اور کیا کیا پھل اور یہ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں کوئی اپنے ہاتھوں سے بنانے پر قدرت نہیں رکھتا تو ان نعمتوں کا شکر بجا نہ لائیں گے۔
سُبْحٰنَ الَّذِي خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ
پاکی ہے اسے جس نے بنائے جوڑے ہر چیز کے جو زمین اگاتی ہے یعنی ہر درخت اور پھل پھول سب کے نر مادہ بنائے اور تمام اصناف واقسام جڑی بوٹی میں چمبیلی چمبیلا۔ نیم نیمڑی۔ املا۔ املی وغیرہ سب نر مادہ بنائے یہ اس کی قدرت ہے۔
وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اور ان کی جانوں سے اور ان چیزوں سے جن کی خبر نہیں۔
یعنی آدمیوں اور جانوروں میں ذکور واناث مرد وعورت۔ شیر شیرنی۔ طوطا طوطی۔ چڑا چڑی وغیرہ بنائے اس کے بعد پانچویں نشانی ظاہر فرمائی جاتی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔
وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ۔ اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے کھینچتے ہیں ہم اس سے دن کہ وہ جبھی اندھیرے میں ہوتے ہیں۔
یعنی دن میں آرام سے کام کرتے چلتے پھرتے ہوتے ہیں کہ یک لخت رات آجاتی ہے۔ اور اندھیرا ہو جاتا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آسمان وزمین کے مابین جو فضا ہے وہ تاریک ہے اور آفتاب کی روشنی اسے روشن اور منور کرتی ہے جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو وہی تاریکی جو اصل میں فضاؤں کے اندر ہے ظاہر ہو جاتی ہے اور تاریکی ہی تاریکی رہ جاتی ہے۔
اس کے بعد چھٹی نشانی کا اظہار ہے۔
وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ۔ اور سورج چلتا ہے اپنے مستقر کو

جو اس کا ہے یہ تعین و تقرر ہے زبردست علم والے کا۔
مستقر اس حد کو کہتے ہیں جہاں تک چلنے کی حد ہو اور یہ مقدار ہیں مقرر ہیں قیامت کے لیے جو عزیز و علیم نے مقرر کی ہیں یہ بھی اس کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی ہے۔ پھر ساتویں نشانی کا بیان ہے۔
وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ۔ اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کیں حتی کہ پلٹ آتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ڈال۔
چنانچہ چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں جنہیں وہ طے کر کے لوٹ آتا ہے۔
یہ ہر شب ایک منزل طے کرتا ہے اور اگر تیس کا مہینہ ہو تو آخری منزل میں دو شب رہ کر طلوع ہوتا ہے اگر انتیس کا ہو تو زرد رنگ کا باریک خطین کر ظاہر ہوتا ہے جیسے کھجور کی ڈال خشک ہو کر زرد رہ جاتی ہے۔
لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ سورج کو اختیار نہیں کہ چاند کو پکڑلے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے اور ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔
یعنی شب میں جو اس کے ظہور نور کا وقت ہے یعنی جب چاندنی چھٹک رہی ہوتی ہے تو سورج میں یہ قوت نہیں کہ اس کے ساتھ مل جائے اور چاند کے نور کو مغلوب کر سکے اور نہ چاند میں یہ قوت کہ سورج کی تابانی اس میں مل کر سرد کر سکے اس لیے کہ ہر ایک کے ظہور نور کا وقت ہے جو دن رات کے نام سے موسوم ہے اور رات کے لیے چاند اور دن کے لیے سورج ہے جو اپنے دائرہ سے اسی وقت نور پھینکے گا جو اس کا وقت ہے۔
اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ دن کا وقت پورا ہونے سے پہلے چاند اپنی نور بیزی کر سکے یا رات پوری ہونے سے قبل سورج اپنی نور بیزی رات میں کر دے۔
اگرچہ فلاسفہ کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند کسب نور سورج سے کرتا ہے۔ اور ہمیں اس کے رد کی حاجت نہیں اس لیے کہ جب ہر ایک اپنے اپنے دائرے اور فلک میں ہیں۔ برج شمس کے مقابل آ کر اگر مستنیر ہو جائیں تو ہمارے خلاف نہیں۔ اس لیے کہ قرآن کریم کا دعوی بہر حال صحیح ثابت ہوتا ہے کہ چاند سورج ایسے گھیرے ہوئے ہیں کہ محور چھوڑ کر سورج چاند سے آگے نہیں آ سکتا نہ سورج سے آگے چاند آ سکتا ہے پھر آٹھویں نشانی کا بیان ہوتا ہے۔
وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ

اور ایک نشانی ان کے لیے یہ ہے کہ انہیں سوار کیا ہم نے معہ ان کی ذریت کے بھری کشتی میں اور ان کے لیے اس کشتی کی مثل بنا دی جس پر سوار ہوتے ہیں۔

اس کشتی سے مراد کشتی نوح علیہ السلام ہے جو کشتی منزل کی تھی جس کی تفصیل ہم سورہ ہود میں بیان کر چکے ہیں بارہویں پارہ کے چھٹے رکوع میں دیکھیں۔ اس کشتی میں ان کے اجداد سوار کیے گئے تھے اور ان کی ذریتیں ان کی پشت میں تھیں آگے ارشاد ہے۔

وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ اور اگر ہم چاہتے تو انہیں غرق کر دیتے تو نہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچتا اور نہ وہ بچائے جاتے مگر ہماری رحمت سے اور ایک وقت تک انہیں متاع دنیا کا برتنا ہے۔

یعنی کشتی میں سوار ہو کر بھی ہماری رحمت سے نجات ہے ورنہ اگر ہم چاہیں تو کشتی سمیت غرق کر دیں مگر ہماری رحمت اور حیات مستعار جو مقدر و مقرر ہے اس کی وجہ سے محفوظ رہتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ اور جب ان سے فرمایا جائے ڈرو اس سے جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے آرہا ہے تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔

سامنے سے مراد عذاب دنیا ہے اور پیچھے سے مراد عذاب آخرت ہے اس کے بعد مشرکین کفار نابکار کی عادت مستمرہ کا تذکرہ ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ اور جب ان کے رب کی کوئی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو اس سے انحراف کرتے ہیں اور جب انہیں فرمایا جائے اللہ کے عطا کیے ہوئے سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو وہ کہتے ہیں جو کافر ہیں ان سے جو مومن ہیں کہ کیا ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہے تو کھلا دے تم کچھ نہیں مگر کھلی گمراہی میں ہو اور کہتے ہیں کب آئے گا تمہارا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔

یعنی ان کی عادت مستمرہ تھی کہ ان کے سامنے جب کبھی کوئی آیت آتی تو صاف اعراض و انحراف اور روگردانی کرنے کی طرف جاتے۔

اور اس سے اگلی آیت کا شان نزول یہ ہے کہ

کفار قریش سے مسلمانوں نے کہا تم کم از کم وہ حصہ اپنے مالوں کا مسکینوں پر خرچ کرو جو تم نے

بزعم خود اللہ کے لیے نکالا ہے۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ ہم انہیں کیوں دیں جنہیں اللہ دینا چاہتا تو تو دیدیتا اور کھلاتا پلاتا۔

اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کو ہی یہ منظور ہے کہ وہ مسکین و محتاج رہیں تو ہمیں دینا اور ان کی محتاجگی دفع کرنا مشیت الٰہی کے خلاف ہوگا۔

لہٰذا ہم اس وجہ سے نہیں دیتے یہ جواب لغو اٹے خوشے بدرا بہانہ ہا لیبیار تھے جو بخیل وکنجوس تھے اپنا مال خرچ کرنے سے بچانے کے لیے یہ بہانہ بنا لیا یا بطور تمسخر یہ بکواس کرتے تھے۔

حالانکہ یہ محض خیال باطل تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا دار الامتحان ہے۔ فقیر کی آزمائش صبر سے اور امیر کی آزمائش صرف سے ہوتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک جماعت زندیقوں کی تھی جب ان سے کہا جاتا کہ مسکینوں کو صدقہ دو تو وہ یہ جواب دیتے کہ ہم کیسے دے سکتے ہیں جب کہ اللہ ہی کی طرف سے وہ محتاج بنائے گئے ہیں۔

ان کے حق میں یہ آیت کریمہ تعریضاً نازل ہوئی انہیں گمراہ فرمایا۔

یا مشرکین مسلمانوں کو کھلی گمراہی میں بتلاتے۔

اور تیسری آیت منکرین بعث ونشر کے رد میں نازل ہوئی۔

وہ کہتے تھے اور حضور سے اور صحابہ کرام سے استہزاء کرتے تھے کہ وہ آپ کا وعدہ قیامت اور حشر ونشر کب پورا ہوگا۔ اگر تم سچے ہو تو جلدی پورا کرو۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۔ یہ انتظار نہیں کرتے مگر ایک چنگھاڑ کا جو انہیں اچانک پکڑ لے گی اور یہ دنیا کے جھگڑوں میں پھنسے ہوں گے تو جب ان میں اتنی بھی قوت نہ ہوگی کہ وصیت بھی کر سکیں اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جا سکیں۔

جس کی کیفیت دوسری جگہ فرمائی ہے يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا ۔ الخ اس کی تفسیر سورہ حج میں دیکھیں سترہویں پارہ میں چنانچہ حدیث میں اس کی کیفیت یوں بیان فرمائی گئی کہ قیامت ایسے اچانک آئے گی کہ مشتری اور بائع کے مابین کپڑا پڑا ہوگا اور سودا ہونے سے پہلے قیامت ہو جائے۔

اور لوگ اپنے دنیاوی کاموں میں مصروف ہوں گے کہ قیامت آجائے گی اسی لیے صیحۃ واحدۃ

فرمایا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ادھر نفخہ صور فرمائیں گے تو پہلے نفخہ میں قیامت برپا ہو جائے گی اور سب جہاں کے تہاں مرے رہ جائیں تو بھاگ کر گھر پہنچنا یا کسی سے وصیت کرنا کہاں ہوگا۔

اب نادر لغات کی تصریح ملاحظہ فرمائیں۔

وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَۃُ۔ یہاں ارض میتہ سے مراد بنجر زمین ہے یا خزاں رسیدہ سبزہ

فَجَّرْنَا۔ فجر اور تفجیر دونوں ایک معنی میں ہیں یعنی بہنا یا بہلے جانا۔

مِنَ الْعُیُوْنِ۔ اصل میں تھا بَعْضًا مِّنَ الْعُیُوْنِ۔ یہاں مِن تبعیضیہ ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ سبحان علم ہے تسبیح کا اور تسبیح کے معنی تبعید کے ہیں یہ مشتق ہے سَبَحَ فِی الْاَرْضِ وَالْمَآءِ اِذَا اَبْعَدَ فِیْھِمَا۔ اور اسی سے فَرَسٌ سَبُوْحٌ ہے اَیْ وَاسِعُ الْجَرْیِ۔ اَیْ اُسَبِّحُ سُبْحَانَہٗ۔

نَسْلَخُ۔ سلخ کہتے ہیں کھال اتارنے کو۔ نَسْلَخُ مِنْہُ النَّھَارَ یعنی ضیاء نہار کا لباس اتار دیتے ہیں تو فَاِذَا ھُمْ مُّظْلِمُوْنَ۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا۔ لِمُسْتَقَرٍّ کا لام بمعنی الیٰ ہے مستقر ٹھکانے کو کہتے ہیں۔

حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ۔ عَادَ بمعنی رَجَعَ ہے۔ عُرْجُوْنٌ تیلی بیر طیڑھی ٹہنی کو کہتے ہیں۔ عرجون بروزن فعلون یہ التورّج سے مشتق ہے اور التورّج کسی چیز کے ٹیڑھا ہونے کو کہتے ہیں۔

یَّسْبَحُوْنَ۔ سباحت سے مشتق ہے اور سباحۃ کہتے ہیں آسانی و سہولت سے چلنے کو۔

فَلَا صَرِیْخَ۔ صریخ کہتے ہیں فریادرسی کو یا فریاد کے پہنچنے والے کو۔

یَخِصِّمُوْنَ۔ اصل میں یَخْتَصِمُوْنَ تھا۔ ت ساکن کر کے صاد میں ادغام کر دیا اجتماع ساکنین کی وجہ سے ت کو کسرہ کی حرکت دیدی۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۃ یٰسٓ۔ پ ۲۳

وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَۃُ۔ اور ایک نشانی ان کے لیے مری ہوئی زمین ہے۔

اس میں لھم میں ضمیر جمع جو ہے وہ کفار اہل مکہ کی طرف ہے اور میتہ جو فرمایا ہے وہ بایں اعتبار کہ میتہ کا محاورہ جب زمین پر استعمال ہوتا ہے تو اس سے مراد زمین غیر مخضر ہوتی ہے یعنی زندہ زمین وہ ہے جس پہ سبزہ پھول پھل و سبزہ زار و مرغزار ہو اور مردہ زمین وہ ہے جس پر خاک اڑ رہی ہو اور سبزہ کا نام نہ ہو۔ جیسے اردو عرف میں بنجر یا خزاں رسیدہ کہتے ہیں۔ اور وہی میت جب انسان پر مستعمل ہو تو کسی جگہ اس

سے مراد عدم تعقل اور جہالت لیتے ہیں جیسے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى اور اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ
وغیرہ میں بے عقل جاہل مراد ہیں۔
اور کسی جگہ قبض روح کے موقعہ پر مستعمل ہے۔ یہاں ارض میتہ کے بعد احییناہا فرمانا یوں مزدی تھا
کہ کفار مکہ منکر حشر تھے اور کہتے تھے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ
اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ ہماری کمال قدرت کی ایک نشانی مری زمین ہے کہ اس پر سبزہ نہیں تھا
پھر بغیر تخم پاشی کے ہم نے
اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ۔ زندہ کرتے ہیں اور اس سے دانے نکالتے ہیں گندم
چاول چنا باجرہ جوار مکی وغیرہ کہ اس سے کھاتے ہیں۔
وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا
عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ۔ اور کیے ہم نے اس زمین میں باغیچے کھجوروں اور انگوروں سے اور بہا دیے
ہم نے اس زمین میں چشمے تاکہ تم کھاؤ اس کے پھلوں سے اور نہیں بنائے یہ پھل اور دانے انکے ہاتھوں
نے تو کیا ان نعمتوں پر شکر نہیں کرتے۔
جَنّٰت۔ جنت کی جمع ہے۔ راغب کہتے ہیں اَلْجَنَّةُ كُلُّ بُسْتَانٍ ذِيْ شَجَرٍ يَسْتُرُ بِاَشْجَارِهِ الْاَرْضَ
جنت ہر وہ باغ ہے جس کے درخت زمین کو ڈھانپ لیں۔
اور فَجَّرْنَا فِيْهَا اَيْ شَقَقْنَا فِي الْاَرْضِ۔ فجرنا فیہا کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے زمین میں پھاڑے مِنَ الْعُيُوْنِ
چشمے اور چونکہ چشمے عام طور پر نہیں ہوتے اسی لیے من تبعیضیہ لائے کہ چشمے عام نہ ہوں بلکہ بعض بعض
مقامات پر مانتے جائیں۔
اور ان سے جو پھل ہوں وہ کھائے جائیں۔
اور وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ میں اگر مَا موصولہ مانا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ باغوں کی سیرابی ڈول جیسی سے تمہارے
ہاتھ کرتے ہیں جو کنوئیں تالاب نہروں سے پانی نکالتے ہیں اور باغوں میں پہنچاتے ہیں۔
اور اگر مَا نافیہ لیا جائے تو ضمیر ثمر کی طرف راجع مانی جائے گی تو معنی یہ ہوں گے کہ ان پھلوں کو تمہارے
ہاتھ نہیں بناتے بلکہ ہم بقدرت سے انہیں رنگ آمیزی کرتے اور اپنی صنعت دکھاتے ہیں کہ کوئی پھل
سبز کوئی زرد کوئی نارنجی کوئی سرخ اور کیا کیا شکل میں ہوتے ہیں۔
چنانچہ سعید بن منصور اور ابن منذر سے مروی ہے اِنَّهٗ قَالَ وَجَدُوْهُ مَعْمُوْلًا لَمْ تَعْمَلْهُ اَيْدِيْهِمْ
يَعْنِي الْفُرَاتَ وَالدِّجْلَةَ وَنَهْرَ بَلْخٍ فَاَشْبَاهِهِمْ فرماتے ہیں تمام نہروں میں فرات و دجلہ اور نہر بلخ بنی

بنائی پاتے ہو اس میں تمہارے ہاتھوں نے کچھ عمل نہیں کیا پھر ان تمام نعمتوں کو دیکھ بھی رہے ہو۔
اَفَلَا تَشْكُرُوْنَ. کیا تم شکر نہیں کرتے۔
اس کے بعد استینافاً اپنی تنزیہ ظاہر فرما کر منکرین کے ترک شکر کی قباحت ظاہر فرمائی اور اپنی حقیقت اور صنعت کمال کا بیان کیا چنانچہ ارشاد ہے۔
سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ - پاک ہے وہ ذات اور منزہ ہے ہر قسم کی برائی اور نقص سے (یعنی اُسَبِّحُ سُبْحَانَہٗ اَیْ اُنَزِّهُهٗ عَمَّا لَا يَلِيْقُ بِهٖ عَقْدًا وَّعَمَلًا تَنْزِيْهًا خَاصًّا بِهٖ حَقِيْقًا بِشَاْنِهٖ عَزَّ شَانُهٗ - میں پاکی بیان کرتا ہوں اس ذات کی ہر اس صفت سے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔)
جس نے پیدا فرمایا جوڑا ہر اس چیز کا جسے زمین اگاتی ہے اور جانداروں سے جوڑے پیدا فرمائے مرد عورت کے اور انہیں بنایا جنہیں کوئی نہیں جانتا۔
جیسے دوسری جگہ فرمایا وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وہ ایسی ایسی مخلوق پیدا فرماتا ہے جسے تم نہیں جانتے چنانچہ اجمالاً چند مخلوق اول ظاہر فرمائیں وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً گھوڑے گدھے خچر ہم نے پیدا کیے کہ تم ان پر سوار ہو اور اپنی زینت کے لیے رکھو اس کے علاوہ ایسی ایسی سواریاں ہم پیدا فرمائیں گے جنہیں تم نہیں جانتے چنانچہ سائیکل، موٹر سائیکل، ریل، انجن، ایروپلین یہ علم اللہ نے پیدا کرتی تھیں اور ہمیں ان کا علم بھی نہ تھا اور نہ معلوم ابھی کیا پیدا فرمائی جائیں۔ اس کے بعد دوسری نشانی کا بیان فرمایا جاتا ہے۔
وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ - اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ اس سے کھینچ کر دن لاتے ہیں تو پھر وہ اندھیروں میں ہوتے ہیں۔
نَسْلَخُ. سلخ سے ہے علامہ قطب فرماتے ہیں اِنَّ السَّلْخَ قَدْ يَكُوْنُ بِمَعْنَى النَّزْعِ نَحْوُ سَلَخْتُ الْاِهَابَ عَنِ الشَّاةِ وَقَدْ يَكُوْنُ بِمَعْنَى الْاِخْرَاجِ نَحْوُ سَلَخْتُ الشَّاةَ مِنَ الْاِهَابِ وَالشَّاةُ مَسْلُوْخَةٌ - سلخ کبھی کھینچنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے جیسے سَلَخْتُ الْاِهَابَ عَنِ الشَّاةِ بولتے ہیں کھینچی میں نے کھال بکری سے اور کبھی بمعنی اخراج استعمال کرتے ہیں جیسے سَلَخْتُ الشَّاةَ مِنَ الْاِهَابِ وَالشَّاةُ مَسْلُوْخَةٌ نکالا میں نے بکری کو کھال سے تو ایسی صورت میں بکری کھال سے نکلی ہوئی ہوگی۔
تو جب بمعنی اخراج بولیں گے تو اخراج النہار من اللیل کہیں گے نکالا دن رات سے اور اگر سلخ بمعنی تنزع لیں گے تو تَنْزِعُ ضَوْءَ الشَّمْسِ عَنِ الْهَوَاءِ. سورج کی روشنی ہوا سے کھینچ لی۔

اسی بناپر رات دن کی تحقیق میں آلوسی فرماتے ہیں۔ اِنَّ الْاَصْلَ الظُّلْمَۃُ وَالنُّوْرُ طَارِیٌ عَلَیْھَا یَسْتُرُھَا بِضَوْئِہٖ۔ اصل میں فضا میں ظلمت ہے اور نور شمس اس پر طاری ہو کر اپنی روشنی سے تاریکی کو مستور کر دیتا ہے چنانچہ حدیث میں بھی اسی کی تائید ملتی ہے۔

امام احمد اور ترمذی عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے راوی ہیں قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ اَلْقٰی عَلَیْھِمْ مِّنْ نُّوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَہٗ مِنْ نُّوْرِہٖ اِھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَأَہٗ ضَلَّ۔ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا پھر ان پر اپنا نور ڈالا تو جسے اس نور سے کچھ پہنچ گیا وہ ہدایت پا گیا اور جو اس نور سے بھٹک گیا گمراہ ہو گیا۔ چنانچہ آیۂ کریمہ میں بھی یہی ترتیب بیان ہے۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ۔ اور ایک نشان ان کے لیے یہ ہے۔ آلوسی فرماتے ہیں عَطْفٌ عَلَی اللَّیْلِ اَیْ وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الشَّمْسُ۔ یعنی وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ کا عطف وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ اللَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْہُ النَّھَارَ پر ہے۔ اس اعتبار سے آیۂ کریمہ کے یہ معنی ہوں گے۔

اور ایک نشانی سورج ہے کہ تیزی سے چلنا یا تیر رہا ہے اپنی حد معین میں سال کے اندر یہ معین حد ہے اس غالب علم والے کی اور چاند کے لیے مقرر کیں ہم نے منزلیں یہاں تک کہ وہ واپس پلٹتا ہے مثل پرانی شاخ کے۔

تعریف مستقر

لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا بِحَدٍّ مُّعَیَّنٍ تَنْتَھِیْ اِلَیْہِ مِنْ فَلَکِھَا فِیْ اٰخِرِ السَّنَۃِ شَبَّہٗ بِمُسْتَقَرِّ الْمُسَافِرِ اِذَا قَطَعَ مَسِیْرَہٗ مِنْ حَیْثُ اَنَّ فِیْ کُلٍّ اِنْتِھَاءٌ اِلٰی مَحَلٍّ مُّعَیَّنٍ وَاِنَّ لِلْمُسَافِرِ قَرَارًا دُوْنَھَا۔ وَرُوِیَ ھٰذَا عَنِ الْکَلْبِیِّ وَاخْتَارَہٗ اِبْنُ قُتَیْبَۃَ وَالْمُسْتَقَرُّ عَلَیْہِ اِسْمُ مَکَانٍ وَاللَّامُ بِمَعْنٰی اِلٰی وَجُوِّزَ اَنْ تَکُوْنَ تَعْلِیْلِیَّۃً اَوْ لِمُنْتَھٰی لَّھَا مِنَ الْمَشَارِقِ الْیَوْمِیَّۃِ وَالْمَغَارِبِ لِاَنَّھَا تَتَقَصَّاھَا مَشْرِقًا مَشْرِقًا وَّمَغْرِبًا مَّغْرِبًا حَتّٰی تَبْلُغَ اَقْصَاھَا ثُمَّ تَرْجِعُ وَذٰلِکَ حَدُّھَا وَمُسْتَقَرُّھَا لِاَنَّھَا لَا تَعْدُوْہُ۔

مستقر حد معین ہے جہاں تک اس کی سیر منتہی ہوتی ہے اپنے دائرے میں سال کے آخر تک اسے مستقر مسافر سے تشبیہ دی کہ جب وہ اپنی سیر قطع کر لیتا ہے تو جیسے ہر ایک سیاح کے لیے ایک انتہاء سفر ہوتی ہے مقام معین تک اگرچہ مسافر اس کے علاوہ بھی ٹھہر جاتا ہے۔

اور کلبی و قتیبہ مستقر کو اسم مکان کہتے ہیں اور لمستقر کے لام کو بمعنی الی مانتے ہیں۔

بعض نے لام تعلیل کہا یا یہ معنی مانا کہ یہ منتہی لہا ہے کہ مشارق یومیہ سے مغارب تک اس کی رفتار کی حد ہے اس لیے کہ یہ سیر مشرق سے مشرق اور مغرب سے مغرب تک پوری ہوتی ہے حتیٰ کہ یہ اپنے مستقر کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے پھر واپس آجاتا ہے تو یہ اس کی سیر کی حد ہے اور مستقر اس لیے فرمایا کہ اس سے آگے نہیں جاتا۔

ایک قول یہ ہے کہ تجری لیلتها وھو برج الاسد۔ رات میں یہ برج اسد میں سیران کرتا ہے۔

اور واحدی کہتے ہیں۔ وعلیٰ ھذا مستقرھا انتهاء سیرها عند انقضاء الدنیا وھذا اختیار الزجاج۔ سورج کا مستقر یہ ہے کہ اس کی انتہاء سیر دنیا کے آخر تک ہے اور اس قول کو زجاج نے لیا۔

اور صحاح میں حضرت ابوذر غفاری سے ایک حدیث ہے جس میں وہ فرماتے ہیں۔

کنت مع النبی صلی الله علیه وسلم فی المسجد عند غروب الشمس فقال یا اباذر اتدری این تذھب ھذه الشمس قلت الله ورسوله اعلم قال تذھب تسجد فتستاذن فیؤذن لها ویوشك ان تسجد فلا یقبل منها وتستاذن فلا یؤذن لها فیقال لها ارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربها فذلك قوله تعالیٰ والشمس تجری لمستقر لها۔

میں غروب شمس کے وقت حضور کی خدمت میں مسجد کے اندر حاضر تھا حضور نے فرمایا اے ابوذر کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ سورج کہاں گیا میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہے۔

حضور نے فرمایا یہ جاتا ہے کہ سجدہ کرے تو وہ اجازت طلب کرتا ہے تو اسے اجازت دی جاتی ہے۔

اور قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے تو اس سے وہ سجدہ قبول نہ ہو اور پھر اجازت طلب کرے تو اسے اجازت نہ ملے اور کہا جائے اسے

جا جیسے آیا تھا تو وہ طلوع ہوگا اپنے مغرب سے یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان۔

والشمس تجری لمستقر لها۔

ایک روایت میں ہے اتدرون این تذھب ھذه الشمس قالوا الله ورسوله اعلم قال ان ھذه تجری حتی تنتھی الیٰ مستقرھا تحت العرش فتخر ساجدة الحدیث۔ اور ایسی بہت سی روایتیں ہیں۔

اور احمد اور بخاری اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ اور بیہقی حضرت ذر سے روایت کرتے ہیں۔

قال سالت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن قوله تعالیٰ والشمس تجری لمستقر لها۔

قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَالْمُسْتَقَرُّ اِسْمُ مَكَانٍ وَّالظَّاهِرُ اَنَّ لِلشَّمْسِ فِيْهِ قَرَارًا حَقِيْقَةً
قَالَ النَّوَوِيُّ قَالَ جَمَاعَةٌ بِظَاهِرِ الْحَدِيْثِ۔
قَالَ الْوَاحِدِيُّ وَعَلٰى هٰذَا الْقَوْلِ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ كُلَّ يَوْمٍ اِسْتَقَرَّتْ تَحْتَ الْعَرْشِ اِلٰى اَنْ تَطْلُعَ۔

اب خلاصہ مفہوم عبارت حدیث و اقوال نووی یہ ہے

کہ حضور نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ بعد غروب سورج کہاں جاتا ہے صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے۔

حضور نے فرمایا یہ سورج چلتا چلتا اپنے مستقر تک پہنچتا ہے یعنی عرش کے نیچے اور سر بسجود ہو جاتا ہے۔
اور دس محدثین حضرت ابوذر سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آیت کریمہ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا کے متعلق سوال کیا تو فرمایا اس کا مستقر تحت عرش ہے۔
اس پر شراح فرماتے ہیں کہ مستقر اسم مکان ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سورج کے لیے اس میں حقیقتاً قرار ہے
اس پر امام نووی اور واحدی اور ایک جماعت ظاہر الفاظ سے یہی معنی لے رہی ہے۔
اس پر بعض نے کہا دن بھر کے بعد جب سورج غروب ہوتا ہے تو عرش کے نیچے ٹھہرتا ہے حتیٰ کہ صبح پھر طلوع ہو جاتا ہے۔

اور اہل ہیئت کی تحقیق استقرائی علیحدہ ہے۔

اس کے متعلق یہاں کچھ لکھنا طوالت مضمون کے سوا اور کچھ فائدہ نہیں دے گا اس لیے ہم یہاں لکھنا بیکار سمجھتے ہیں۔ سوا اس کے سورج کا غروب اور طلوع وہ ہے کہ جس پر رات کا طویل ہونا اور دن کا بڑھنا ہے۔ اور رات دن کا طول و قصر خط استواء کے نزدیک ہے۔
چنانچہ بلاد بلغاریہ میں باعتبار عرض بلد نوّے درجہ تک ہے تو وہاں اس وقت تک طلوع رہتا ہے جب تک بروج شمالیہ اس کے مقابل رہیں اور ایسے ہی اس وقت تک غروب رہتا ہے جبتک بروج جنوبیہ اس کے مقابل نہ آئیں تو ایسے مقامات پر آدھا سال غروب اور آدھا سال طلوع رہتا ہے۔

اس کی تحقیق کتب ہیئت میں مفصل موجود ہے

اور اجلہ محققین کہتے ہیں اِنَّ نُوْرَ جَمِيْعِ الْكَوَاكِبِ ثَوَابِتِهَا وَسَيَّارَاتِهَا مُسْتَفَادٌ مِّنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ وَهُوَ مُفَاضٌ عَلَيْهَا مِنَ الْفَيَّاضِ الْمُطْلَقِ جَلَّ جَلَالُهُ وَعَمَّ نَوَالُهُ۔ تمام کواکب ثوابت وسیارہ ضوء شمس سے مستفید ہیں اور اس کو افاضہ فیض مطلق جل جلالہ سے ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کیں حتیٰ کہ وہ طے منازل کے بعد لوٹ آتا ہے خشل پرانی ڈالی کے۔

آلوسی فرماتے ہیں وَالْمَنَازِلُ جَمْعُ مَنْزِلٍ۔ منازل منزل کی جمع ہے اور اس سے مراد چاند کی مسافت قطع کرنا ہے جو ایک رات دن میں ہوتی ہے۔

اہل ہند کے حساب سے ستائیس منزل ہیں۔

اس لیے کہ چاند ان ستائیس برجوں کو ستائیس دن میں قطع کرتا ہے اور تین برجوں کو حذف مانتے ہیں یا اس لیے کہ وہ تنصیف میں ناقص ہیں اور اصطلاح اہل تنجیم میں اسے ناقص ہی کہتے ہیں۔

اور اہل عرب کے حساب سے اٹھائیس بروج میں اس کا دورہ مانا گیا ہے اس حساب سے انتیس والے دن میں اسے پورا کر لیتے ہیں غرضکہ اس طرح قمری حساب سے انتیس اور تیس کا مہینہ ہوتا ہے۔

اور شمسی حساب سے انتیس۔ تیس اور اکتیس کا مہینہ بن جاتا ہے۔ اہل نجوم میں اسے ایک شعر میں جمع کیا گیا ہے

لا و لا لب۔ لا و لا لا شش مہ است   لل کطر و لل لا شہور کوتہ است

اور اس کا حساب شمسی انگلیوں کی اٹھان اور گھائیوں سے بھی پورا نکلتا ہے۔ مٹھی بند کر کے انگلیوں کی اٹھان اور گھائیو پر گنا جائے تو

جنوری ۳۱۔ گھائی میں فروری ۲۸۔ یا ۲۹ ہوگا۔ مارچ ۳۱۔ اپریل ۳۰۔ مئی ۳۱۔ جون ۳۰۔ جولائی ۳۱۔ اگست ۳۱۔ ستمبر ۳۰۔ اکتوبر ۳۱۔ نومبر ۳۰۔ دسمبر ۳۱۔

یہ بحث ہیئت کے فن سے متعلق ہے اس لیے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

اس فن کے متعلق صاحب روضہ فرماتے ہیں

مَنِ اعْتَقَدَ اَنَّ النَّوْءَ يُمْطِرُ حَقِيْقَةً صَارَ مُرْتَدًّا وَاِنْ اَرَادَ بِهٖ اَنَّ النَّوْءَ سَبَبٌ يُنْزِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِ الْمَاءَ حَسْبَمَا عَلِمَ وَقَدَّرَ فَهُوَ لَيْسَ بِكُفْرٍ بَلْ مُبَاحٌ۔ لٰكِنْ قَالَ عَبْدُ الْبَرِّ هُوَ وَاِنْ كَانَ مُبَاحًا كُفْرٌ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ وَجَهْلٌ بِلَطِيْفِ حِكْمَتِهٖ۔

جو یہ عقیدہ رکھے کہ نوء ستارے نے بارش کی حقیقتہً تو وہ مرتد ہے اور اگر یہ عقیدہ کرے کہ نوء سبب ہے اس کا کہ اللہ تعالے بارش کرے جیسا اس کے علم میں ہے اور اس نے بارش مقدر فرمائی ہے تو کفر نہیں بلکہ مباح ہے۔ لیکن علامہ عبد البر فرماتے ہیں اس عقیدہ کا رکھنا اگرچہ مباح ہے لیکن نعمت الٰہی سے کفر و انکار ضرور لازم آتا ہے۔ اور لطائف حکمت الٰہی سے جہل ہے۔

اور صحیحین میں زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَثَرِ السَّمَآءِ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَرَحْمَتِہٖ فَذٰلِکَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ بِالْکَوْکَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا فَھُوَ کَافِرٌ بِیْ وَمُؤْمِنٌ بِالْکَوْکَبِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمانی اثر کے متعلق تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب عزوجل نے کیا فرمایا ہے صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے۔

فرمایا اللہ تعالے فرماتا ہے میرے بندوں سے صبح مومن ہوتے ہیں اور کافر ہوتے ہیں تو جو کہے کہ ہم پر بارش کی اللہ نے اپنے فضل سے اور رحمت سے یہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستارہ سے منکر ہے اور جو کہے ہم پر بارش ہوئی فلاں ستارے کے اثر سے تو وہ کافر ہے میرا اور مومن ہے ستارے کا۔

اس پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں وَظَاهِرُهٗ اَنَّ الْکُفْرَ مُقَابِلُ الْاِیْمَانِ فَیُحْمَلُ عَلٰی مَا اِذَا اَرَادَ الْقَائِلُ مَا سَمِعْتَ اَوَّلًا وَاللّٰہُ تَعَالٰی الْحَافِظُ عَنْ کُلِّ سُوْءٍ لَا رَبَّ غَیْرُہٗ وَلَا یُرْجٰی اِلَّا خَیْرُہٗ۔

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں کفر مقابل ایمان بیان ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ نجومیوں پر عقیدہ رکھنا اللہ تعالے سے کفر کرنا ہے۔ اللہ ہر برائی سے حفاظت کرنے والا ہے۔ ہمارا رب اس کے سوا کوئی نہیں اور اس سے ہماری امید نہیں مگر بھلائی کی۔

اور قمر کیا ہے عرف عام میں ایک ستارہ ہے چنانچہ سات سیارہ یہ ہیں

قمر است و عطارد و زہرہ شمس مریخ و مشتری و زحل

لیکن قمر وہ سیارہ ہے جو سیارہ شمس کے ماتحت منتبر ہوتا ہے اور اس کا نام قمر صرف تین رات سے چھبیسویں رات تک ہے اس کے علاوہ اسے ہلال کہا جاتا ہے چنانچہ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰہُ مَنَازِلَ کے بعد ارشاد ہے۔

حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ جتنی کہ لوٹ آتا ہے مثل پرانی ٹہنی کے۔

یعنی اواخر شہر میں اور قرب شمس میں مثل عرجون قدیم ہوتا ہے۔ عرجون اس لکڑی کو کہتے ہیں جو سوکھ کر ٹیڑھی ہو جائے۔ چنانچہ رویت ہلال کے وقت چاند ایک گول کمان کی طرح خط نظر آتا ہے اور ایسے ہی آخری تاریخوں میں ہوتا ہے آگے ارشاد ہے۔

لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ۔

سورج کو یہ قدرت نہیں کہ چاند کو پکڑ لے اور رات دن سے مسابقت نہیں کر سکتی اور دونوں

اپنے اپنے دائرے میں چل رہے ہیں۔
گویا ارشاد ہے کہ سورج کو یہ طاقت نہیں کہ چلتے چلتے چاند کو پالے۔ چنانچہ بعض فضلا نے حاشیہ بیضاوی پر ارقام فرمایا ہے۔
حَرْفُ النَّفْيِ عَلَى الشَّمْسِ لِلدَّلَالَةِ عَلٰى اَنَّهَا مُسَخَّرَةٌ لَا يَتَيَسَّرُ لَهَا اِلَّا مَا اُرِيْدَ بِهَا۔ حرف نفی یعنی لا سورج پر اس لیے لایا گیا تاکہ دلیل واضح ہو کہ سورج مسخر بقدرت الٰہی ہے اسے اپنے ارادہ سے چلنا آسان نہیں۔ تو خلاصہ مفہوم کلام یہ ہوا کہ
اِنَّ الشَّمْسَ لَيْسَ لَهَا قُدْرَةٌ عَلٰى اِدْرَاكِ الْقَمَرِ وَسُرْعَةِ الْمَسِيْرِ الَّتِيْ هِيَ ضِدٌّ لِحَرَكَتِهَا الْحَقَّةِ بَلِ الْقُدْرَةُ عَلَيْهِمَا لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ فَهُوَ فَاعِلٌ لِحَرَكَتِهَا حَقِيْقَةً۔ سورج میں قوت وقدرت نہیں ادراک قمر پر اور اپنی رفتار میں سرعت حاصل کرنے کی بلکہ دونوں رفتار بالقصد ہیں اور دونوں پر قدرت سبحانہ محرک حقیقی ہے۔
رَوَى الْعَيَّاشِيُّ فِيْ تَفْسِيْرِهٖ بِالْاِسْنَادِ عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ كُنْتُ بِخُرَاسَانَ حَيْثُ اِجْتَمَعَ الرِّضَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالْمَامُوْنُ وَالْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ فِي الْاِيْوَانِ بِمَرْوَ فَوُضِعَتِ الْمَائِدَةُ۔
عیاشی اپنی تفسیر میں اشعث بن حاتم سے راوی ہیں فرماتے ہیں میں خراسان میں تھا کہ مقام مرو میں حضرت موسی رضا اور مامون اور فضل بن سہل محل میں جمع ہوئے دستر خوان بچھا اور
حضرت موسی رضا نے فرمایا اِنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ سَاَلَنِيْ بِالْمَدِيْنَةِ۔ فَقَالَ النَّهَارُ خُلِقَ قَبْلُ اَمِ اللَّيْلُ فَمَا عِنْدَكُمْ فَاَرَادُوا الْكَلَامَ فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمْ شَيْءٌ۔ ایک آدمی نے جو بنی اسرائیل سے تھا مجھ سے پوچھا کہ رات پہلے پیدا ہوئی یا دن۔ تو سب نے جواب کی کوشش کی مگر ٹھیک جواب ان سے نہ بنا۔
فَقَالَ الْفَضْلُ لِلرِّضَا اَخْبِرْنَا بِهَا اَصْلَحَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ نَعَمْ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَمْ مِّنَ الْحِسَابِ قَالَ لَهُ الْفَضْلُ مِنْ جِهَةِ الْحِسَابِ۔ تو فضل نے حضرت رضا سے عرض کیا آپ فرمائیں آپ نے فرمایا ہاں میں بتاؤں گا۔
مگر یہ بتا دو کہ حساب سے جواب دوں یا قرآن کریم سے۔
تو حضرت فضل نے عرض کیا حساب سے فرمائیں تو حضرت موسیٰ رضا نے فرمایا۔
قَدْ عَلِمْتَ يَا فَضْلُ اَنَّ طَالِعَ الدُّنْيَا السَّرَطَانُ وَالْكَوَاكِبُ فِيْ مَوَاضِعِ شَرَفِهَا۔ فَزُحَلُ فِي الْمِيْزَانِ وَالْمُشْتَرِيْ فِي السَّرَطَانِ وَالْمِرِّيْخُ فِي الْجَدْيِ وَالشَّمْسُ فِي الْحَمَلِ وَالزُّهْرَةُ فِي الْحُوْتِ وَعُطَارِدُ

فِی السُّنْبُلَۃِ وَالْقَمَرُ فِی الثَّوْرِ وَتَکُوْنُ الشَّمْسُ فِی الْعَاشِرِ وَسْطَ السَّمَآءِ فَالنَّهَارُ قَبْلَ اللَّیْلِ۔

اے مفضل تم جانتے ہو کہ طالع دنیا سرطان ہے۔
اور تمام کواکب اپنے مواضع شرف میں ہوتے ہیں۔
تو زحل میزان میں ہوتا ہے۔
اور مشتری سرطان میں۔
اور مریخ جدی میں۔
اور شمس حمل میں۔
اور زہرہ حوت میں۔
اور عطارد سنبلہ میں
اور قمر ثور میں۔
اور شمس درجہ دہم میں وسط سما میں ہے۔
تو دن رات سے قبل ہے۔

وَمِنَ الْقُرْاٰنِ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَلَا اللَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ اَیِ اللَّیْلُ قَدْ سَبَقَتْہُ النَّهَارُ اھ قرآن کریم سے بھی اللہ تعالے کا ارشاد ہے وَلَا اللَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ۔ یعنی رات پر نہار کی مسابقت ہے۔
وَرَاَی الْمُنَجِّمُوْنَ اَنَّ اِبْتِدَاءَ الدَّوْرَةِ دَائِرَةٌ لِنِصْفِ النَّهَارِ وَذٰلِکَ مُوَافِقَۃٌ لِمَا ذُکِرَ۔
اور منجموں کے نزدیک ابتداء دورہ دائرۂ نصف النہار ہے اور وہ روایت مذکورہ کے موافق ہے۔
اور وَلَا اللَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ کا بھی یہی مفہوم ہے کہ اِنَّ اللَّیْلَ مَسْبُوْقٌ لَا سَابِقٌ۔ کہ رات مسبوق ہے نہ کہ سابق۔

وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ۔ اور دونوں اپنے دائرہ میں چل رہے ہیں۔
راغب۔ مجری الکوکب کو فلک کہتے ہیں۔
یَسْبَحُوْنَ کے معنی یَسِیْرُوْنَ فِیْہِ بِاِنْبِسَاطٍ ہیں۔ یعنی فراخی سے چلنے کے ہیں۔
اور سباحت پانی میں تیرنے کو بھی کہتے ہیں۔

وَاٰیَۃٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ وَخَلَقْنَا مِنْ مِّثْلِہٖ مَا یَرْکَبُوْنَ۔ اور ان کے لیے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری کشتی میں سوار کیا اور پیدا کیا ہم نے ان کے لیے مثل اس کشتی کے جس پر سوار ہوتے ہیں۔

یہاں ذریت سے مراد ان کی اولادیں ہیں۔ راغب کہتے ہیں اَلذُّرِّيَّةُ اَصْلُهَا الصِّغَارُ مِنَ الْاَوْلَادِ ذریت سے اصل چھوٹی اولاد مراد ہے۔

اور اس میں تین قول ہیں فَقِيْلَ هُوَ مِنْ ذَرَاَ اللّٰهُ الْخَلْقَ۔ ایک قول یہ ہے کہ جسے اللہ مخلوق میں پیدا فرمائے وہ ذریت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اَصْلُهٗ ذُرُّوِيَّةٌ۔ اصل ذریت کی ذُرُّوِيَّةٌ ہے۔

وَقِيْلَ هُوَ فُعْلِيَّةٌ مِنَ الذَّرِّ نَحْوُ قُمْرِيَّةٍ۔ ایک قول ہے کہ ذریت بروزن فعلیۃ ہے جو ذر سے ہے جیسے قمریۃ ہے۔

اور فِی الْفُلْكِ سے مراد کشتی ہے اسے کشتی بقول مجمع البیان والے اسی لیے کہتے ہیں کہ تَدُوْرُ فِی الْمَآءِ یہ پانی میں تیرتی اور دورہ کرتی ہے۔

مَشْحُوْنِ کے معنی مملو کے ہیں یعنی بھری ہوئی۔

ایک قول یہ بھی ہے جو باوردی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہے وہ یہ ہے اَلذُّرِّيَّةُ النُّطَفُ وَالْفُلْكُ الْمَشْحُوْنُ بُطُوْنُ النِّسَآءِ۔ ذریت سے مراد نطفہ ہے اور فلک المشحون سے مراد بطون نسوانی ہیں جن میں حمل رہتا ہے لیکن یہ توجیہ صحیح نہیں اور اس کا انتساب حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح نہیں۔

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ سے مراد اونٹ ہے کہ وہ سفینہ بری ہے چنانچہ سفائن و اسراب بحار ہا چنانچہ یہی قول حسن اور عبد اللہ بن شداد کا ہے۔

اور سید المفسرین ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہاں سفینہ سے مراد کشتی نوح علیہ السلام ہے حَيْثُ قَالَ اِنَّ الْمُرَادَ بِالْفُلْكِ سَفِيْنَةُ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ التَّعْرِيْفَ لِلْعَهْدِ فِیْ عِبَارَةٍ عَمَّا سَمِعْتَ۔

وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ۔ اور اگر ہم چاہتے تو انہیں غرق کر دیتے تو کوئی ان کا مغیث نہیں ہوگا جو ان کی محافظت کرے اور نہ کوئی انہیں نجات دے موت سے مگر ہماری طرف سے رحمت ہے اور ایک مدت کے لیے انہیں زندگی گذارنا۔

صَرِيْخَ بمعنی مغیث و محافظ ہے یعنی جب ہم غرق کریں تو ڈوبنے سے کوئی بچانے والا نہیں ہو سکتا كَمَا قَالَ الْمُجَاهِدُ وَقَتَادَةُ۔

اور وَلَا يُنْقَذُوْنَ کے معنی ہیں نہ نجات دینے والا موت سے آلوسی فرماتے ہیں اَیْ لَا يَنْجُوْنَ مِنَ الْمَوْتِ بِهٖ بَعْدَ وُقُوْعِهَا۔

اِلَّا رَحْمَةً میں استثناء مفرغ ہے۔ یعنی لَا یُغَاثُوْنَ وَلَا یُنْقَذُوْنَ لِشَیْءٍ مِّنَ الْاَشْیَاءِ اِلَّا لِرَحْمَۃٍ عَظِیْمَۃٍ مِّنْ قِبَلِنَا دَاعِیَۃٍ اِلَی الْاِغَاثَۃِ وَالْاِنْقَاذِ۔

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَمَا خَلْفَکُمْ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ اور جب کہا جائے انہیں کہ ڈرو اس عذاب سے جو تمہارے آگے اور جو پیچھے ہے تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔

یہ اہل مکہ کو بطریق انذار ارشاد ہے۔

قتادہ اور مقاتل کہتے ہیں مَا بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ سے مراد عَذَابُ الْاُمَمِ الَّتِیْ قَبْلَکُمْ ہے یعنی پہلی امتوں پر جو عذاب آئے وہ مراد ہیں۔

اور وَمَا خَلْفَکُمْ سے عذاب آخرت مراد ہے۔

اور مجاہد کہتے ہیں مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ سے مراد مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذُنُوْبِھِمْ ہے اور وَمَا خَلْفَھُمْ سے مراد مَا یَاْتِیْ مِنْھَا ہے۔

اور حضرت حسن بصری کا یہی قول ہے۔

اور ایک قول ہے کہ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ سے مراد نوازل سماوی ہیں اور مَا خَلْفَھُمْ سے مراد نوائب ارضی ہیں

اور ایک قول ہے کہ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وہ تکالیف مراد ہیں جنہیں دیکھ کر سمجھا جا سکے اور وہم و گمان میں آئیں اور مَا خَلْفَھُمْ سے مراد وہ تکالیف ہیں جن کا گمان و حسبان بھی نہ ہو۔

تو خلاصہ مضمون یہ ہوا کہ تم ان عذابوں سے ڈرو جن کا تمہیں حسبان و گمان ہو اور ان سے بھی کہ جن کا گمان بھی تمہیں نہ ہو۔

اور لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ سے مراد نجات ان عذابوں سے ہے جو ان پر آسکتے ہیں آگے ارشاد ہے۔

وَمَا تَاْتِیْھِمْ مِّنْ اٰیَۃٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّھِمْ اِلَّا کَانُوْا عَنْھَا مُعْرِضِیْنَ۔ اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی آیت آیات الٰہی سے مگر وہ اس سے اعراض و انحراف کرتے ہیں۔

گویا یہ ارشاد ہے وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّقُوا الْعَذَابَ اَوِ اتَّقُوْا مَا یُوْجِبُہٗ اَعْرَضُوْا لِاَنَّھُمْ اِعْتَادُوْہُ وَتَمَرَّنُوْا عَلَیْہِ۔ وَمَا نَافِیَۃٌ وَصِیْغَۃُ الْمُضَارِعِ لِلدَّلَالَۃِ عَلَی الْاِسْتِمْرَارِ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ عذاب سے ڈرو اور ایسے کاموں سے اجتناب کرو جو موجب عذاب ہیں تو اعراض و انحراف ہی کرتے ہیں اس لیے کہ انہیں تعلیم اسلام سے عناد اور ضد ہے یہاں ما نافیہ ہے اور یاتیہم صیغہ مضارع اس لیے لایا گیا کہ ان کے تمرد و قساوت کی ہمیشگی پر دلالت کرے۔

اور دوسری تفسیر میں اس سے زیادہ وضاحت کی چنانچہ ارشاد ہے اَیْ مَا نَزَلَ الْوَحْیُ بِاٰیَۃٍ

مِنَ الْاٰیَاتِ النَّاطِقَۃِ بِذٰلِکَ اِلَّا کَانُوْا عَنْھَا مُعْرِضِیْنَ عَلٰی وَجْہِ التَّکْذِیْبِ وَالْاِسْتِھْزَاۤءِ یعنی ان کی طرف بذریعہ وحی کوئی آیت آیات ناطقہ سے نازل نہیں ہوتی مگر اس سے اعراض کرتے اور تکذیب واستہزاء ہی کرتے ہیں

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَاۤءُ اللّٰہُ اَطْعَمَہٗۤ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ اور جب انہیں کہا جائے کہ خرچ کرو اس میں سے جو اللہ نے تمہیں عطا فرمایا تھا تو کافر کہتے ہیں مومنوں کو کیا ہم انہیں کھلائیں جنہیں اگر اللہ چاہتا تو کھلا دیتا تمہارا خیال نہیں مگر کھلی گمراہی ہے۔

اس کے معنی صاحب روح المعانی اس طرح کرتے ہیں۔

اِذَا قِیْلَ لَھُمْ بِطَرِیْقِ النَّصِیْحَۃِ وَالْاِرْشَادِ اِلٰی مَا فِیْہِ نَفْعُھُمْ اَنْفِقُوْا بَعْضَ مَا اٰتَاکُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ عَلَی الْمُحْتَاجِیْنَ فَاِنَّ ذٰلِکَ فَاِنَّ مِمَّا یَرُدُّ الْبَلَاءَ وَیَدْفَعُ الْمَکَارِہَ۔ یعنی جب انہیں بطور نصیحت و خیر اندیشی کہا جاتا ہے ان کے نفع کے لیے کہ کچھ اس میں سے اللہ کے لیے خرچ کرو جو تمہیں اللہ نے دیا اپنے فضل سے محتاجوں پر اس لیے کہ خیرات و صدقات بلائیں دفع کرتے ہیں اور مکروہات و مصائب کو رفع کرتے ہیں۔

تو کافر بطریق استہزاء و تمسخر کرتے ہیں (آپ لوگوں کا تو یہ اعتقاد ہے کہ جسے اللہ چاہے اسے فراخی سے رزق دیتا ہے) تو اللہ چاہتا تو جس کے لیے چاہتا رزق دیتا ہم اسے کیوں دیں) تم اس خیال میں کھلے گمراہ ہو۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ اِنَّ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِیْ قَوْمٍ مِّنَ الزَّنَادِقَۃِ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالصَّانِعِ وَاَنْکَرُوْا وُجُوْدَہٗ نَقُوْلُھُمْ لَوْ یَشَاۤءُ اللّٰہُ مِنْ بَابِ الْاِسْتِھْزَاءِ بِالْمُسْلِمِیْنَ۔ یہ آیت قوم زنادقہ کے لیے نازل ہوئی وہ صانع مطلق پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور اللہ تعالے کے منکر ہو کر بطریق استہزاء مسلمانوں سے یہ کہتے تھے۔

اور زندیق کسے کہتے ہیں اس کی تعریف آلوسی فرماتے ہیں اَلزِّنْدِیْقُ مُنْکِرُ الصَّانِعِ۔ زندیق وہ ہے جو صانع مطلق کا منکر ہو۔

اور حسن اور ابو خالد سے مروی ہے اِنَّ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِی الْیَھُوْدِ اُمِرُوْا بِالْاِنْفَاقِ عَلَی الْفُقَرَاءِ فَقَالُوْا ذٰلِکَ۔

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ پورا اگر تم سچے ہو۔

یہ مطالبہ کفار مشرکین کا اس لیے تھا کہ وہ بعث یعنی مرنے کے بعد اٹھنے اور زندہ ہونے کے منکر

تھے تو یہ سوال بطریق استہزاء و انکار تھا۔

اور اس میں ان کا مخاطبہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے تھا اور مومنین بھی اس مخاطبہ میں شامل تھے۔ اس کا جواب منجانب اللہ دیا گیا۔

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ۔ یہ وعدہ پورا ہونے کا کیا انتظار کر رہے ہیں مگر ایک چنگھاڑ کا کہ وہ اچانک انہیں پکڑ لے گی ایسے حال میں کہ وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے تو وہ کسی قسم کی وصیت بھی نہ کر سکیں گے اور نہ واپس اپنے گھر جا سکیں گے۔

صیحۂ عظیم سے مراد نفخۂ صور اولے ہے جس سے روئے زمین کی سب مخلوق ہلاک ہو جائے گی۔ آلوسی فرماتے ہیں وَهِيَ النَّفْخَةُ الْاُوْلٰى فِي الصُّوْرِ الَّتِيْ يَمُوْتُ بِهَا اَهْلُ الْاَرْضِ۔ اور یہ صیحہ لازمی طور پہ ہونے والا ہے یہ اسی کے منتظر ہیں۔

تَاْخُذُهُمْ۔ انہیں یہ جب پکڑے گا تو سب کو ہلاک کر دے گا۔

وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ۔ یعنی يَتَخَاصَمُوْنَ وَيَتَنَازَعُوْنَ فِيْ مُعَامَلَاتِهِمْ وَمَتَاجِرِهِمْ لَا يَخْطُرُ بِبَالِهِمْ شَيْءٌ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے فَاَخَذَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔

چنانچہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم ابن عمر سے راوی ہیں لَيُنْفَخَنَّ فِي الصُّوْرِ وَالنَّاسُ فِيْ طُرُقِهِمْ وَاَسْوَاقِهِمْ وَمَجَالِسِهِمْ حَتّٰى اِنَّ الثَّوْبَ لَيَكُوْنُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ يَتَسَاوَمَانِ فَمَا يُرْسِلُهُ اَحَدُهُمَا مِنْ يَدِهٖ حَتّٰى يُنْفَخَ فِيْهِ اَيْ فِي الصُّوْرِ فَيُصْعَقُ مِنْهُ۔ صور جب پھونکا جائے گا تو لوگ اس وقت بازاروں میں، راستوں میں۔ اپنی بیٹھکوں میں بے فکر بیٹھے ہوں گے حتیٰ کہ کپڑا پھیلائے دکھا رہے ہوں تو خریدار ہاتھ سے کپڑا نہ چھوڑ سکے گا کہ نفخۂ صور سے سب ہلاک ہو جائیں گے اسی قسم کی اور حدیثیں ہیں جن کا یہی مضمون ہے۔

تو یہ کیفیت ایسی اچانک آئے کہ کسی کو وصیت کرنے یا اپنے اہل و عیال میں جانے کی بھی مہلت نہ ملے گی۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ یٰسٓ پ ۲۳

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اور پھونکا جائے گا صور تو فوراً قبروں سے اپنے

إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ۝

رب کی طرف رینگنے لگیں گے۔

قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا
هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ۝

کہیں گے ہائے افسوس کس نے ہمیں اٹھا دیا ہماری
قبروں سے یہ وہ وعدہ ہے جو رحمان نے کیا تھا
اور سچ فرمایا رسولوں نے۔

إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ
لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝

وہ نہ ہوگی مگر ایک ہی چیخ تو فوراً وہ سب ہمارے
حضور آجائیں گے۔

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ
إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

تو آج کے دن نہیں ہوگا ظلم کسی جان پر کچھ اور تم
نہ دیے جاؤ گے بدلہ مگر اپنی کرنی کا۔

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ۝

بے شک جنت والے آج کے دن اپنی عیش
میں پھل کھاتے ہوں گے۔

هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ
مُتَّكِئُونَ ۝

وہ اور ان کی بیویاں سائے میں تخت نشین
تکیہ لگائے ہوں گے۔

لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُم مَّا يَدَّعُونَ ۝

ان کے لیے اس میں پھل ہوں گے اور ان کے
لیے سب کچھ ہے جو وہ مانگیں۔

سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ۝

سلام ہے ان پر رب رحیم کا کہا ہوا۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ۝

اور الگ ہوجاؤ آج کے دن اے مجرمو۔

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا
الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝

تم سے کیا عہد نہ لیا تھا اے ابن آدم میں نے کہ
شیطان کو نہ پوجنا بے شک وہ دشمن ہے تمہارا
کھلا کھلا۔

وَأَنِ اعْبُدُونِي هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝

اور میری ہی پرستش کرنا یہ سیدھا راستہ ہے۔

وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا
تَعْقِلُونَ ۝

اور بے شک گمراہ کیے تم میں سے اس نے بہت
سی خلقت کو کیا تمہیں عقل نہ تھی

هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝

یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ تھا۔

اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

داخل ہو اس جہنم میں اپنے کفر کے بدلے میں۔

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا

آج کے دن ہم مہر کر دیتے ہیں ان کے مونہوں پر اور

أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝
وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ ۝
وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ۝

بات کریں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور شہادت دیں گے ان کے پیر جو کچھ وہ کرتے تھے۔ اور اگر ہم چاہتے تو مٹا دیتے ان کی آنکھیں تو بعجلت چلتے راستہ کی طرف تو انہیں کیا نظر آتا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی صورتیں مسخ کر دیتے ان کی جگہ پر تو نہ آگے بڑھ سکتے نہ پیچھے پلٹتے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔اور	نُفِخَ۔پھونکا جائے گا	فِی۔بیچ	الصُّوْرِ۔صور کے
فَاِذَا۔تو اچانک	ھُمْ۔وہ	مِّنَ الْاَجْدَاثِ۔قبروں سے	اِلٰی۔طرف
رَبِّھِمْ۔اپنے رب کی	یَنْسِلُوْنَ۔رینگیں گے	قَالُوْا۔کہیں گے	یٰوَیْلَنَا۔ہائے افسوس
مَنْ۔کس نے	بَعَثَنَا۔اٹھایا ہم کو	مِنْ مَّرْقَدِنَا۔ہماری خوابگاہوں سے	
ھٰذَا۔یہ	مَا۔وہ ہے جو	وَعَدَ۔وعدہ دیا	الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن نے
وَ۔اور	صَدَقَ۔سچ کہا	الْمُرْسَلُوْنَ۔پیغمبروں نے	اِنْ۔نہیں
کَانَتْ۔ہوگی	اِلَّا۔مگر	صَیْحَۃً۔چنگھاڑ	وَّاحِدَۃً۔ایک
فَاِذَا۔تو اچانک	ھُمْ۔وہ	جَمِیْعٌ۔سب	لَّدَیْنَا۔ہمارے پاس
مُحْضَرُوْنَ۔حاضر کیے جائیں	فَالْیَوْمَ۔تو آج	لَا۔نہ	تُظْلَمُ۔ظلم کیا جائے گا
نَفْسٌ۔کوئی آدمی	شَیْئًا۔کچھ بھی	وَ۔اور	لَا۔نہ
تُجْزَوْنَ۔بدلہ دیے جاؤگے	اِلَّا۔مگر	مَا۔جو	کُنْتُمْ۔تھے تم
تَعْمَلُوْنَ۔عمل کرتے	اِنَّ۔بیشک	اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ۔جنت والے	الْیَوْمَ۔آج
فِیْ۔بیچ	شُغُلٍ۔عیش کے	فٰکِھُوْنَ۔خوش ہونگے	ھُمْ۔وہ
وَ۔اور	اَزْوَاجُھُمْ۔انکی بیویاں	فِیْ۔بیچ	ظِلٰلٍ۔سایوں کے
عَلَی۔اوپر	الْاَرَآئِکِ۔تختوں کے	مُتَّکِئُوْنَ۔تکیہ لگائے ہونگے	لَھُمْ۔ان کے لیے
فِیْھَا۔اس میں	فَاکِھَۃٌ۔میوے ہونگے	وَّ۔اور	لَھُمْ۔انکے لیے

مَا ۔ جو	يَدْعُوْنَ ۔ مانگیں	سَلٰمٌ ۔ سلام کی	قَوْلًا ۔ بات ہوگی
مِنْ رَّبٍّ ۔ رب	رَّحِيْمٍ ۔ رحیم سے	وَ ۔ اور	امْتَازُوا ۔ الگ ہو جاؤ
اَلْيَوْمَ ۔ آج	اَيُّهَا ۔ اے	الْمُجْرِمُوْنَ ۔ مجرمول	اَ ۔ کیا
لَمْ ۔ نہ	اَعْهَدْ ۔ عہد لیا میں نے	اِلَيْكُمْ ۔ تم سے	يٰ ۔ اے
بَنِيْ ۔ اولاد	اٰدَمَ ۔ آدم	اَنْ ۔ یہ کہ	لَا ۔ نہ
تَعْبُدُوا ۔ عبادت کرو	الشَّيْطٰنَ ۔ شیطان کی	اِنَّهٗ ۔ بیشک وہ	لَكُمْ ۔ تمہارا
عَدُوٌّ ۔ دشمن ہے	مُّبِيْنٌ ۔ کھلا کھلا	وَ ۔ اور	اَنِ ۔ یہ کہ
اعْبُدُوْنِیْ ۔ عبادت کرو	نِيْ ۔ میری	هٰذَا ۔ یہ ہے	صِرَاطٌ ۔ راستہ
مُّسْتَقِيْمٌ ۔ سیدھا	وَ ۔ اور	لَقَدْ ۔ بیشک	اَضَلَّ ۔ گمراہ کیا اس نے
مِنْكُمْ ۔ تم میں سے	جِبِلًّا ۔ خلقت	كَثِيْرًا ۔ بہت کو	اَفَلَمْ ۔ کیا نہیں
تَكُوْنُوْا ۔ تھے تم	تَعْقِلُوْنَ ۔ سوچتے	هٰذِهٖ ۔ یہ	جَهَنَّمُ ۔ جہنم
الَّتِيْ ۔ وہ ہے کہ	كُنْتُمْ ۔ تھے تم	تُوْعَدُوْنَ ۔ وعدہ دیے جاتے	اِصْلَوْا ۔ داخل ہو
هَا ۔ اس میں	اَلْيَوْمَ ۔ آج	بِمَا ۔ بدلہ اس کا کہ	كُنْتُمْ ۔ تھے تم
تَكْفُرُوْنَ ۔ کفر کرتے	اَلْيَوْمَ ۔ آج	نَخْتِمُ ۔ ہم مہر کریں گے	عَلٰى ۔ اوپر
اَفْوَاهِهِمْ ۔ انکے موہنوں کے	وَ ۔ اور	تُكَلِّمُنَا ۔ بولیں گے ہم سے	اَيْدِيْهِمْ ۔ انکے ہاتھ
وَ ۔ اور	تَشْهَدُ ۔ گواہی دینگے	اَرْجُلُهُمْ ۔ انکے پاؤں	بِمَا ۔ بدلہ اس کا کہ
كَانُوْا ۔ تھے	يَكْسِبُوْنَ ۔ کمائی کرتے	وَ ۔ اور	لَوْ ۔ اگر
نَشَآءُ ۔ ہم چاہیں	لَطَمَسْنَا ۔ تو مٹا دیں	عَلٰى ۔ ان کی	اَعْيُنِهِمْ ۔ آنکھیں
فَاسْتَبَقُوا ۔ تو دوڑیں	الصِّرَاطَ ۔ راستہ کی طرف	فَاَنّٰى ۔ تو کہاں	يُبْصِرُوْنَ ۔ دیکھیں گے
وَ ۔ اور	لَوْ ۔ اگر	نَشَآءُ ۔ ہم چاہیں	لَمَسَخْنٰهُمْ ۔ تو مسخ کر دیں ان کو
عَلٰى ۔ اوپر	مَكَانَتِهِمْ ۔ ان کی جگہ کے	فَمَا ۔ تو نہ	اسْتَطَاعُوْا ۔ طاقت رکھیں
مُضِيًّا ۔ آگے بڑھنے کی	وَّ ۔ اور	لَا ۔ نہ	يَرْجِعُوْنَ ۔ پیچھے پلٹنے کی

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع سورۃ یٰس ۔ پ ۲۳

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ

مَّرْقَدِنَا۔ اور پھونکا جائے گا صور تو فوراً وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف گرتے پڑتے پہونچیں گے کہیں گے ہائے افسوس کس نے اٹھا دیا ہمیں ہمارے مرقد سے۔

یہ نفخہ ثانیہ کا ذکر ہے پہلا نفخہ تمام کو ہلاک کریگا اور دوسرا نفخہ مُردوں کو جلانے اور اٹھانے کے لیے ہوگا اور دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔ اس وقت کفار کہیں گے یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا یعنی اے افسوس ہمیں کس نے سوتے ہوئے جگا دیا اپنی خوابگاہ سے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دونوں نفخوں کے مابین یہ چالیس سالہ مدت ان کے لیے سوئے رہنے کی ہوگی اس مدت میں انہیں کوئی عذاب نہ ہوگا جب دوسرے نفخہ کے بعد جاگیں گے اور احوال قیامت دیکھیں تو گھبرا کر چیخیں اور کہیں یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا۔

ایک قول یہ ہے کہ عذاب قیامت سے انہیں عذاب قبر ہلکا محسوس ہوگا اس وجہ میں وہ افسوس کریں اور کہیں کہ جس عذاب میں ہم تھے وہ آسان تھا آج یہ عذاب جو ہم پر آیا وہ خطرناک ہے۔

اس وقت ان امور کا جن کا تعلق بعث و نشر سے ہے اقرار کریں لیکن اب یہ اقرار ان کے لیے موجب نجات نہ ہو چنانچہ وہ سراسیمگی اور پریشانی میں کہیں۔

هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ۔ یہ وہ ہے جس کا رحمان نے وعدہ فرمایا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا۔

لیکن انکا یہ کہنا اسوقت کوئی فائدہ نہ دیگا یہ کہنا ایسے ہی ہے جیسے فرعون نے غرق کے وقت اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کہا تھا۔ یہ آواز نفخہ ثانیہ کے موقع پر ایک ہولناک ہوگی چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ○ نہیں ہوگی وہ آواز مگر چیخ تو فوراً وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر ہو جائیں گے تاکہ ان سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے اور انہیں یہ بھی فرما دیا جائے۔

فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْیَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ

آج کے دن کسی جان پر ظلم نہ ہوگا مگر اپنی کرنی کا بدلہ دیا جائیگا بیشک جنت والے آج کے دن عیش میں پھل کھاتے ہونگے یعنی انواع و اقسام کی نعمتوں سے متمتع ہوں گے اور قسم قسم کی خوشیاں انہیں ہوں گی۔ یہ شغل ان کے لیے ہوں گے۔ کہیں حسینان جنت کے طرب انگیز نغمات ہوں گے اور کہیں انعمہ و اطعمہ لذیذہ ہوں گے جن کو پہلے کبھی دیکھا سنا نہ ہوگا۔ اور پھر کہیں

سبزہ زار کی دلنواز فضائیں فرحت انگیز ہوائیں انہیں خوش کریں گی۔

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ۔ وہ جنتی اور ان کی بیویاں سایوں میں ہوں تخت پر تکیہ لگائے ان کے لیے اس میں میوے ہیں اور ان کے لیے ہے اس میں جو مانگیں ان پر سلام ہوگا رب تعالیٰ رحم والے کا فرمایا ہوا۔

یعنی جنت میں زریں تخت ہوں گے جن پر مسند زریں لگی ہو ان پر جنتی اور ان کی بیویاں ہوں اور اللہ عزوجل کی طرف سے ان پر سلام اور امن و امان کی بشارتیں ہوں بہ لواسطہ ملائکہ ہوں یا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے بشارتیں ہوں۔

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۔ اور آج کے دن جدا جدا ہو جاؤ اے مجرمو۔

جس وقت مومن جنت کی طرف روانہ ہوں اس وقت یہ حکم جہنمیوں کو دیا جائے کہ راہ میں نہ کھڑے رہو الگ الگ چھٹ جاؤ اور مومنین کے ساتھ نہ رہو۔

ایک قول یہ ہے کہ جہنمیوں کو حکم ہو کہ جہنم میں الگ الگ اپنے مقام عذاب میں چلے جاؤ۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۔ کیا تم سے عہد نہ لیا تھا اے بنی آدم اس کا کہ شیطان کو نہ پوجو گے بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی بندگی کرنا یہ سیدھی راہ ہے۔

یعنی بوساطت انبیاء کرام تم سے کیا یہ عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کی پرستاری نہ کرنا وہ تمہارا دشمن ہے اور میری عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا مگر تم نے عہد شکنی کی اور میرے سوا اس کی اطاعت کی۔

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۔ اور بے شک گمراہ کر دیا تم میں سے بہت سی خلقت کو تو کیا تمہیں عقل نہ تھی۔

یعنی اس کے بہکانے گمراہ کرنے کا تمہیں شعور نہ ہوا۔ اس کے بعد جب وہ جہنم میں چلے جائیں تو پھر ان سے کہا جائے گا۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۔ یہ وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ تھا آج کے دن اس میں جاؤ بدلہ ہے تمہارے کفر کا۔

یعنی اب بھگتو جیسا تم نے کیا اس کی سزا اب برداشت کرو اور آج تمہیں انکار و اقرار کا موقع نہیں ہے اس لیے کہ

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۔ آج ہم مہر کر

دیں گے ہم ان کے مونہوں پر اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پیر ان کے کرتوت کی گواہی دیں گے۔

پھر تو منہ پر اسی لیے لگائی جائے گی کہ وہ بول نہ سکیں اور جھوٹا جواب نہ دے سکیں کہ ہم مشرک نہ تھے اور ہم نے رسولوں کو نہیں جھٹلایا۔ اس کی شہادت ان کے ہاتھ پیر دیں گے اور بتائیں گے کہ انہوں نے فلاں بت کو پوجا فلاں پتھر کو پوجا۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں مٹا دیتے پھر مجلت سے راہ کی طرف جلتے تو انہیں کچھ نہ سوجھتا اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ان کی جگہ ان کی صورتیں مسخ کر دیتے تو نہ آگے بڑھ سکتے نہ پیچھے لوٹ سکتے۔

یعنی اندھا کرنا علیحدہ ہے یہاں طمس بعین فرمایا کہ آنکھوں کا نشان بھی نہ رہتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا بلکہ اپنے فضل سے نعمت بصر ان کے پاس رہی اور ان کی صورت بھی مسخ کر کے انہیں بندر اور سور نہ بنایا بلکہ انہیں مہلت دی۔

بعض لغات نادرہ کی تفصیل

اَجْدَاث ۔ جَدَث کی جمع ہے قبر کو کہتے ہیں۔

يَنْسِلُوْنَ ۔ نسلان سے مشتق ہے۔ تیزی سے چلنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

مَرْقَد مصدر میمی ہے یا ظرف مکان۔ یہ رقاد سے مشتق ہے اور رقاد سونے کو کہتے ہیں۔

فِیْ شُغُلٍ ۔ شغل اس حالت کو کہتے ہیں جو آدمی کو اور طرف متوجہ ہونے سے روک دے اس میں چار لغت ہیں۔ شُغُل بضمتین شَغَل بفتحتین شُغْل بضم شین اور سکون غین کے ساتھ۔

ظِلَال ۔ جمع ظل کی ہے۔ سایہ کے معنی میں مستعمل ہے۔

وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ اصل میں يَدْتَعُوْنَ بروزن يَفْتَعِلُوْنَ ۔ ت کو دال سے بدل کر دال میں ادغام کیا واؤ کا ضمہ ماقبل کو دیدیا اجتماع ساکنین کی وجہ سے ایک واؤ حذف ہو گیا۔

سَلَامٌ قَوْلًا ۔ اس معنی ہے يُقَالُ لَهُمْ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ

جِبِلًّا كَثِيْرًا ۔ جبل ۔ ج۔ ب۔ ل مشدد سے مرکب ہے یہ ہمیشہ اجتماع کے معنی دیتا ہے مخلوق کو جبل اسی واسطے کہا گیا کہ اس میں اجسام کا اجتماع ہوتا ہے۔ چنانچہ جس بکری کے تھنوں میں دودھ جمع ہوتا ہو اسے شاۃ جِبِلًّا کہتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ یٰسٓ پ ۲۳

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا ھُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّہِمْ یَنْسِلُوْنَ۔ اور پھونکا جائے صور میں تو فوراً وہ سب اپنی قبروں سے نکل کر جلدی جلدی اپنے رب کی طرف چلیں گے۔

یہ نفخہ ثانیہ کا ذکر ہے اس میں اور پہلے نفخہ میں چالیس سال کی مدت کا فرق ہوگا۔

اور اَجداث جدث کی جمع ہے۔ جدث قبر کو کہتے ہیں۔ اجداث سے مراد قبریں ہیں۔ جَدَث بفتحتین اِلٰی رَبِّہِمْ۔ یعنی مالک امر کی طرف۔

یَنْسِلُوْنَ۔ یُسْرِعُوْنَ بِطَرِیْقِ الْاِجْبَارِ یعنی جلدی جلدی حکم الٰہی سے مجبور ہو کر چلیں گے۔

قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا۔ بولیں گے اے افسوس کس نے ہمیں اٹھا دیا ہماری خوابگاہ سے رقاد مصدر بھی ہے یا ظرف مکان ہے اور یہاں مفرد کہہ کر جمع مراد ہے یعنی مرقد سے مراقد مراد ہے اور مرقد سے مراد مقام استراحت ہے۔

وَیَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ الْمَرْقَدُ عَلٰی حَقِیْقَتِہٖ وَالْقَوْمُ لِاخْتِلَاطِ عُقُوْلِہِمْ ظَنُّوْا اَنَّہُمْ کَانُوْا نِیَامًا وَلَمْ یَکُنْ لَّہُمْ اِدْرَاکٌ بِعَذَابِ الْقَبْرِ لِذٰلِکَ فَاسْتَفْہَمُوْا عَنْ مُوْقِظِہِمْ۔ یہ بھی جائز ہے کہ مرقد سے مراد حقیقی ہو اور اختلاط عقول سے وہ یہ گمان کریں کہ سو رہے ہیں اور انہیں اس مدت میں ادراک عذاب قبر ہی نہ ہو تو وہ نفخہ ثانیہ پر یہ سمجھیں کہ سونے سے اب جاگے ہیں تو اس وقت یٰوَیْلَنَا کہیں۔

اور فرمایا ابی عبداللہ بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم ابی بن کعب سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا یَنَامُوْنَ قَبْلَ الْبَعْثِ نَوْمَۃً۔ نفخہ ثانیہ سے قبل وہ سو رہے ہوں جس کی مدت پہلی روایتوں میں چالیس سال تک ہے۔

اور ابن عباس فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَرْفَعُ عَنْہُمُ الْعَذَابَ بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ فَیَرْقُدُوْنَ فَاِذَا بُعِثُوْا بِالنَّفْخَۃِ الثَّانِیَۃِ وَشَاھَدُوا الْاَھْوَالَ قَالُوْا ذٰلِکَ۔ اللہ تعالٰے دونوں نفخوں کے مابین عذاب اٹھالے گا تو وہ سو جائیں گے تو جب وہ اٹھائے جائیں نفخہ ثانیہ سے اور اہوال قیامت دیکھیں تو یہ کہیں یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا۔

اور سب کچھ دیکھ کر تصدیقاً کہیں لیکن وہ تصدیق انہیں اس وقت فائدہ نہ دے گی۔

ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ۔ یہ ہے وہ جو رحمٰن نے وعدہ دیا اور اس کے رسولو

نے سچ فرمایا تھا۔

آلوسی فرماتے ہیں اَیْ ھٰذَا الَّذِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَالَّذِیْ صَدَّقَہُ الْمُرْسَلُوْنَ اَیْ فِیْہِ مِنْ قَوْلِھِمْ صَدَّقْتُ زَیْدًا الحدیث۔ یعنی یہ وہ ہے جس کا وعدہ رحمٰن یعنی رب العزت جل مجدہ نے دیا اور وہ ہے جس کی مرسلین کرام نے تصدیق کی۔

اور ابن زید کہتے ہیں ھٰذَا الْجَوَابُ مِنْ قَبْلِ الْکُفَّارِ عَلٰی اَنَّھُمْ اَجَابُوْا اَنْفُسَھُمْ حَیْثُ تَذَکَّرُوْا مَا سَمِعُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ۔ یہ کفار کی جانب سے کہا جائے گا جبکہ انہیں انبیاء کرام کی نصیحتیں یاد آئیں گی۔

اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ یہ نفخہ نہ ہوگا مگر چنگھاڑ ایک تو فوراً سب ہمارے حضور حاضر ہوں گے تو آج کے دن کسی جان پر ظلم نہ ہوگا کچھ اور انہیں بدلہ نہ ملے گا مگر اسی کا جو وہ کرتے تھے۔

اِنْ کَانَتْ کے معنی مَا کَانَتْ ہیں یہاں اِنْ نافیہ ہے اور صیحہ وہ آواز ہے جو نفخۂ اسرافیل سے پیدا ہوگی اور ایک قول ہے کہ اس نفخہ میں اَیَّتُھَا الْعِظَامُ النَّخِرَۃُ وَالْاَوْصَالُ الْمُتَقَطِّعَۃُ وَالشُّعُوْرُ الْمُتَمَزِّقَۃُ اِنَّ اللہَ تَعَالٰی یَاْمُرُکُنَّ اَنْ تَجْتَمِعْنَ لِفَصْلِ الْقَضَاءِ۔ آواز ہوگی۔ اے گلی ہوئی ہڈیوں اور علیحدہ کیے ہوئے جوڑو اور خاک میں ملے ہوئے بالوں اللہ حکم فرماتا ہے کہ تم سب جمع ہو جاؤ۔

اس آواز کے بعد حساب کے لیے طرفۃ العین میں سب جمع ہو جائیں گے پھر ارشاد ہوگا۔ فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا۔ تو آج تم ذرہ بھر ظلم نہ کیے جاؤ گے۔

اور تمہارے اعمال نیک و بد کا تمہیں بدلہ ملے گا اب ظاہر ہے کہ جیسا دنیا کی زندگی میں کیا ہوگا، ویسا ہی بدلہ ملے گا مگر۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ اور یُوَفِّی الْمُؤْمِنُوْنَ اُجُوْرَھُمْ وَیَزِیْدُھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنین و صابرین کے اجر کا کوئی حساب ہی نہیں اور مومنین کے اجر پر اضعافاً مضاعفہ کا وعدہ ہے تو کیا مشرکین کے بد اعمال پر بھی وَیَزِیْدُھُمْ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں نیکیوں کی جزا پر ازدیاد اجر ہے اور مشرکین کی زجر پر مثل جرم سزا ہے یہ رحمت خاص ہے جیسا کہ ارشاد ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَلَا یُجْزٰی اِلَّا مِثْلَھَا۔ نیکی کا بدلہ دس گنا ہے اور برائی کا اس کی مثل۔ وہی یہاں ارشاد ہے وَلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کے مطابق ہی تمہیں بدلہ ملے گا۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں اِنَّ الصَّالِحَ لَا یُنْقَصُ ثَوَابُہٗ

وَالطَّالِحِ لَا يَزِيْدُ عِقَابَهٗ۔ آگے ارشاد ہے۔
اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ بے شک جنت والے اپنی عیش میں ایسے مسرور ہوں کہ انہیں جہنمیوں کے مصائب کی طرف التفات ہی نہ ہو تو اپنی مسندوں پر اپنی بیویوں کے ساتھ ٹھنڈے سایہ میں تکیہ لگا کے بیٹھے ہوں ان کے لیے ہر قسم کے پھل اور میوے ہوں اور جو وہ چاہیں سلام کی آوازیں ان کے رب رحیم کی طرف سے آئیں۔

شغل کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسے حال میں منہمک ہوں کہ اپنے عیش کے سوا سب سے بے خبر ہوں وَالشُّغُلُ هُوَ الشَّاْنُ الَّذِیْ يَصُدُّ الْمَرْءَ وَيَشْغَلُهٗ عَمَّا سِوَاهُ مِنْ شُئُوْنِهٖ لِكَوْنِهٖ اَهَمَّ عِنْدَهٗ مِنَ الْكُلِّ اِمَّا لِاِيْجَابِهٖ كَمَالَ الْمَسَرَّةِ اَوْ كَمَالَ الْمَسَاءَةِ۔

ابن کیسان فرماتے ہیں ضِيَافَةُ اللّٰهِ وَهِیَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِی الْفِرْدَوْسِ الْاَعْلٰی عِنْدَ كُثُبِ الْمِسْكِ وَهُنَاكَ يَتَجَلّٰی سُبْحَانَهٗ لَهُمْ فَيَرَوْنَهٗ جَلَّ شَانُهٗ جَمِيْعًا۔ وہ ایک دعوت منجانب اللہ جمعہ کے روز ہوا کرے گی فردوس اعلیٰ میں اور مشکی ٹیلوں پر جنتی بیٹھے ہوں تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی تجلّی سب پر فرمائے گا۔

حرمیان اور ابو عمرو شُغُل کو بضم شین وسکون الغین پڑھتے ہیں۔

اور حجازی قراءت میں شُغُل بضمتین ہے جیسا کہ فراء کہتے ہیں۔

اور مجاہد اور ابو اسمال اور ابن ہبیرہ ابن خالویہ سے ناقل ہیں کہ وہ شَغَل بفتحتین بتلاتے ہیں۔

اور ابو الفضل رازی شَغْل بفتح شین واسکان الغین پڑھتے ہیں۔

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ۔ وہ اور ان کی بیویاں سایہ میں ہوں گے۔

آلوسی فرماتے ہیں وَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ الظِّلَّ بِالْمَعْنَی الَّذِیْ تُعْتَبَرُ فِيْهِ الشَّمْسُ لَا يُتَصَوَّرُ فِی الْجَنَّةِ اِذْ لَا شَمْسَ فِيْهَا۔ تو جانتا ہے کہ ظل بمعنی سایہ جو سورج سے مانا جاتا ہے وہ یہاں متصور نہیں ہے۔ اس لیے کہ جنت میں سورج نہیں ہوگا۔ سورج تو دنیا میں ہی ہے۔

چنانچہ ابن قیم اپنی کتاب حادی الارواح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اَنَّهٗ سُئِلَ مَا اَرْضُ الْجَنَّةِ قَالَ مَرْمَرَةٌ بَيْضَاءُ مِنْ فِضَّةٍ كَاَنَّهَا مِرْاٰةٌ قِيْلَ وَمَا نُوْرُهَا قَالَ اَمَا رَاَيْتَ السَّاعَةَ الَّتِیْ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ فَذٰلِكَ نُوْرُهَا اِلَّا اَنَّهَا لَيْسَ فِيْهَا شَمْسٌ وَّلَا زَمْهَرِيْرٌ۔ سوال کیا گیا جنت کی زمین کیسی ہوگی فرمایا مرمر کے رنگ پر سفید چاندی کی گویا کہ آئینہ ہے عرض کیا گیا اور اس میں نور کس چیز کا ہوگا

فرمایا جیسے ساعت نہار دیکھی جاتی ہے طلوع شمس سے قبل تو ایسا ہی وہاں نور ہوگا مگر وہاں سورج بھی نہ ہوگا اور سخت سردی بھی نہ ہوگی اور ایسا ہی ابن عطیہ نے کہا۔

اور حدیث میں ہے مَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ حُوْرَاءَ مِنْ حُوْرِ الْجَنَّۃِ لَوْ ظَهَرَتْ لَاَضَاءَتْ مِنْهَا الدُّنْیَا اگر حور عین جنت والی اگر اپنا حسن ظاہر کردے تو دنیا روشن ومنور ہو جائے۔

اور ابن ماجہ میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ہے قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا هَلْ مُشَمِّرٌ لِلْجَنَّۃِ فَاِنَّ الْجَنَّۃَ لَا خَطَرَ لَهَا اَیْ لَا عَدْلَ وَلَا مِثْلَ وَهِیَ وَرَبِّ الْكَعْبَۃِ نُوْرٌ یَتَلَاْلَاُ الحدیث۔

شیخین کی روایت میں ہے اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَۃَ عَامٍ لَا یَقْطَعُهَا فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے کہ گھوڑے سوار اس کے سایہ میں سو برس تک جائے گا اور وہ سایہ منقطع نہ ہوگا اگر چاہو تو قرآن میں پڑھ لو وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ اس کا سایہ بڑھتا ہوا ہو۔

اور ابن ابی الدنیا سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیۂ کریمہ کی تفسیر میں راوی ہیں اَلظِّلُّ الْمَمْدُوْدُ شَجَرَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ عَلٰی سَاقٍ قَدْرَ مَا یَسِیْرُ الرَّاکِبُ الْمُجِدُّ فِیْ ظِلِّهَا مِائَۃَ عَامٍ فِیْ کُلِّ نَوَاحِیْهَا۔ وہ ظل ممدود اس جنت کے درخت کا سایہ ہوگا جس کی مقدار یہ ہوگی کہ اس کے سایہ میں سوار سو برس تک جا سکے گا۔

عَلَی الْاَرَائِكِ مُتَّكِئُوْنَ۔ مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں۔

ارائک۔ اریکہ کی جمع ہے اور یہ سریر کا دوسرا نام ہے۔

وَقِیْلَ الْوِسَادَۃُ۔ ایک قول ہے کہ وہ وسادہ ہے یعنی گاؤتکیہ کما قال الطبرسی۔

وَقَالَ الزُّهْرِیُّ کُلُّ مَا اُتُّكِیَ عَلَیْهِ فَهُوَ اَرِیْكَۃٌ۔ ہر وہ چیز جس کا تکیہ لگایا جائے وہ اریکہ ہے۔

اور ابن عباس فرماتے ہیں لَا تَكُوْنُ اَرِیْكَۃً حَتّٰی یَكُوْنَ السَّرِیْرُ فِی الْحَجَلَۃِ فَاِنْ كَانَ سَرِیْرٌ بِغَیْرِ حَجَلَۃٍ لَا تَكُوْنُ اَرِیْكَۃً وَاِنْ كَانَتْ حَجَلَۃٌ بِغَیْرِ سَرِیْرٍ لَمْ تَكُنْ اَرِیْكَۃً فَالسَّرِیْرُ فِی الْحَجَلَۃِ اَرِیْكَۃٌ۔ جب تک مسہری پردہ دار نہ ہو اس وقت تک اریکہ نہیں کہا جاتا اور اگر چارپائی بغیر مسہری کے ہو تو وہاں اریکہ نہیں ہوتا تو چارپائی معہ مچھر دانی کے جہاں ہو وہاں اریکہ ہوتا ہے۔

اور حاوی الارواح میں ہے لَا تَكُوْنُ اَرِیْكَۃً اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ السَّرِیْرُ فِی الْحَجَلَۃِ وَاَنْ یَّكُوْنَ عَلَی السَّرِیْرِ فِرَاشٌ وَفِی الصِّحَاحِ اَلْاَرِیْكَۃُ سَرِیْرٌ مُنَجَّدٌ مُزَیَّنٌ فِیْ قُبَّۃٍ اَوْ بَیْتٍ۔ اریکہ نہیں ہوتا مگر اس سریر

پر جو مسہری کے پردوں میں ہو اگرچہ سر یہ پر بستر ہو اور صحاح میں ہو کہ اریکہ چارپائی کو مزین کرنے والا ہے جو قبہ میں یا گھر میں ہو۔

وَقَالَ الرَّاغِبُ الْاَرِيْكَةُ حَجَلَةٌ عَلَى السَّرِيْرِ وَالْجَمْعُ اَرَائِكُ ۔ اریکہ مسہری ہے جو چارپائی پہ ہوتے ہیں اور اس کی جمع ارائک ہے۔

وَيَجُوْزُ اَنْ يُّقَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ تَارَةً يَتَّكِئُوْنَ عَلَى الْاَرَائِكِ وَاُخْرٰى يَتَّكِئُوْنَ عَلَى السُّرُرِ الَّتِىْ لَيْسَتْ بِاَرَائِكَ وَسَيَاْتِىْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مَا يَزِيْدُ فِىْ وَصْفِ سُرُرِهِمْ رَزَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِيَّاكُمُ الْجُلُوْسَ عَلٰى هَاتِيْكَ السُّرُرِ وَالْاِتِّكَاءَ مَعَ الْاَزْوَاجِ عَلَى الْاَرَائِكِ ۔

اور یہ جائز ہے اگر کہا جائے کہ اہل جنت کبھی ارائک پر تکیہ لگائے ہوں اور کبھی چارپائیوں پر بغیر تکیہ ہوں اور اس کی مفصل بحث غالباً سورہ دہر میں آئے گی۔ ان شاء اللہ جو کچھ اوصاف سرر ہیں اللہ ہمیں اور تمہیں ان مسہریوں پر بیٹھنا لیٹنا نصیب کرے اپنے جوڑوں کے ساتھ۔

اور یہ ظاہر ہے کہ ازواج سے مراد وہی ازواج مومنات ہیں جو ایمان و اعمال صالحات کے ساتھ دنیا میں تھیں۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ازواج سے مراد وہ ازواج ہیں جن سے اللہ تعالے نے ہمارا تزوج فرمایا اور وہ حور عین ہیں۔

اور وہ بیویاں جو مومنہ تھیں اور ان کے خاوند کفار تھے وہ تو ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے اور وہ مومنہ بیویاں جنت میں جائیں گی جیسے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ۔

ان کی بابت حدیث میں آیا ہے کہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں ہوں گی چنانچہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں فَقَدْ جَآءَ فِى الْاَخْبَارِ اَنَّهَا تَكُوْنُ زَوْجَةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۔ ان کے لیے اس جنت میں پھل ہوں اور ان کے لیے ہر وہ نعمت ہو جو وہ چاہیں اور سلام اللہ کے فرمان سے ان کے رب رحیم کا۔

اس پر آلوسی فرماتے ہیں بَيَانٌ لِّمَا يَتَمَتَّعُوْنَ بِهٖ فِى الْجَنَّةِ مِنَ الْمَاٰكِلِ وَالْمَشَارِبِ وَمَا يَتَلَذَّذُوْنَ بِهٖ مِنَ الْمَلَاذِّ الْجِسْمَانِيَّةِ وَالرُّوْحَانِيَّةِ ۔ اس میں اس امر کا بیان ہے کہ جنت میں جتنی جس چیز کی تمنا اور خواہش کریں کھانے کی اشیا اور پینے کی چیزوں کی اور جو چیزیں تلذذ جسمانی اور روحانی کی ہیں سب انہیں حاصل ہوں گے آگے فرماتے ہیں فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ اِذَا كَانَ حَالُهُمْ مَّا ذُكِرَ فَكَيْفَ يَصْنَعُوْنَ فِىْ اَمْرِ مَاكِلِهِمْ فَاُجِيْبَ بِقَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۔ تو گویا کہا گیا کہ جب یہ حال ان کا ہوگا جیسا کہ بیان ہو چکا تو کیسے ان کے اکل و

شرب کا حال ہوگا تو آیۂ کریمہ میں جواب دیا گیا۔
لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُونَ - أَيْ مَا يَدَّعُونَ بِهِ لِأَنْفُسِهِمْ أَيْ لَهُمْ كُلُّ مَا يَطْلُبُهُ أَحَدٌ لِنَفْسِهِ
یعنی جو وہ چاہیں اپنے نفسوں کے لیے۔
يَدَّعُونَ۔ اصل میں يَدْتَعِيُوْنَ بروزن يفتعلون تھا۔ يدّعون۔ صیغہ جمع مذکر غائب باب افتعال سے ہے اس کی اصل يدتعيون ہے۔ دال واقع ہوئی باب افتعال کے ف کلمہ میں تاء افتعال کو دال سے بدل دیا يَدَّعِيُوْنَ ہو گیا۔ پھر ضمہ یا پر بعد کسرہ کے ثقیل تھا اسے دور کرنے کے بعد عین کلمہ کو کسرہ دے دیا پھر اجتماع ساکنین یا اور واو میں ہوا اس لیے یا گرا دی يدعون ہو گیا۔
اور ابو عبیدہ کہتے ہیں اَلْعَرَبُ تَقُوْلُ اُدْعُ اِلَيَّ مَا شِئْتَ بمعنى تَمَنَّ عرب کہتے ہیں اُدْعُ عَلَيَّ مَا شِئْتَ یعنی تَمَنَّ عَلَيَّ مَا شِئْتَ مانگ کیا مانگتا ہے کہتے ہیں۔
زجاج کہتے ہیں هُوَ مَأْخُوْذٌ مِنَ الدُّعَاءِ اَيْ كُلُّ مَا يَدَّعُوْنَهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ يَأْتِيْهِمْ۔ مَا يَدَّعُوْنَ دعا سے ماخوذ ہے، اس کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ وہ مانگیں گے انہیں ملے گا۔ اور قرآن کریم میں دوسری جگہ واضح طور پر ارشاد ہے وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ تمہارے لیے اس جنت میں ہے جو تمہارا دل چاہے اور جو تم چاہو وہ ملے گا۔
سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ۔ رب رحیم کا کلام سلام کے ساتھ ہوگا۔
اس پر آلوسی فرماتے ہیں اَيْ سَلَامٌ يُقَالُ لَهُمْ قَوْلًا مِّنْ جِهَةِ رَبٍّ رَّحِيْمٍ اَيْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ مِنْ جِهَتِهِ تَعَالٰى بِلَا وَاسِطَةٍ تَعْظِيْمًا لَهُمْ۔ جنتیوں کو سلام کے ساتھ رب تعالیٰ شانہ کی طرف سے بلا واسطہ کلام ہو ان کی عزت و عظمت کے اظہار کے لیے۔
چنانچہ ابن ماجہ اور ایک جماعت محدثین کہتے ہیں قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمِهِمْ اِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوْا رُءُوْسَهُمْ فَاِذَا الرَّبُّ قَدْ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ وَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ۔
حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی اپنی نعمتوں میں ہوں گے کہ یک لخت ان پر ایک نور متجلی ہو وہ اسے دیکھنے کے لیے اپنے سر اٹھائیں تو دیکھیں کہ رب جل مجدہ ان کی طرف جلوہ ریزی فرما رہا ہے اور ان پر سلام ارشاد ہو رہا ہے کہ سلامتی ہے تم پر اے جنت والو۔ یہی قرآن پاک میں ارشاد ہے سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ۔
قَالَ فَيَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَلَا يَلْتَفِتُوْنَ اِلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّعِيْمِ مَا دَامُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ

حَتّٰی یَتَجَبَّ عَنْہُمْ وَیَبْقٰی نُوْرُہٗ وَبَرَکَتُہٗ عَلَیْہِمْ فِیْ دِیَارِ ھِمْ۔ فرمایا جنتیوں کی طرف نظر رحمت رحمٰن ہو اور جنتی اس ذات کی طرف ایسے دیکھتے ہیں ہوں کہ کسی نعمت کی طرف ان کا التفات نہ رہے۔ جب تک وہ جمال الٰہی دیکھ رہے ہوں حتی کہ ان کی طرف سے حجاب جمال ہو اور اس کا نور اور برکت ان پر باقی رہے اور جنت کے درو دیوار پر وہ تجلی نور بیز رہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ تجلی بواسطہ ملائکہ ہو جیسا کہ ارشاد ہے وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْہِمْ مِنْ کُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ۔ آگے ارشاد ہے۔

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ اور آج کے دن تم مومنین سے علیحدہ ہو جاؤ اے مجرموں۔ اَیْ اِنْفَرِدُوْا عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی مَصِیْرِکُمْ اِلَی النَّارِ۔ مومنین سے تم اے مشرکوں کافروں اور جہنمیوں علیحدہ ہو جاؤ اپنے جہنم کی طرف پہنچنے کے لیے۔

عبد بن حمید قتادہ سے راوی ہیں اَیْ اِعْتَزِلُوْا عَنْ کُلِّ خَیْرٍ۔ ہر بھلائی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ ضحاک کہتے ہیں لِکُلِّ کَافِرٍ بَیْتٌ مِّنَ النَّارِ یَکُوْنُ فِیْہِ لَا یَرٰی وَلَا یُرٰی۔ ہر کافر کے لیے جہنم میں ایک ایسا گھر ہو کہ اس میں جہنمی نہ کچھ دیکھ سکے اور نہ اسے کوئی دیکھ سکے پھر ارشاد ہو۔

اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ وَاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ۔ کیا تم سے اقرار نہ لیا تھا اے بنی آدم یہ کہ شیطان کو نہ پوجنا بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ مجھے ہی پوجنا یہی سیدھا راستہ ہے۔

اسی قسم کے دوسری جگہ بھی قرآن پاک میں احکام ہیں وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔ اور ارشاد ہے یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ اس کے بعد ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْکُمْ جِبِلًّا کَثِیْرًا اَفَلَمْ تَکُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ۔ اور بے شک گمراہ کر دیے تم میں سے اکثر گروہ تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

یہ توبیخاً ارشاد ہے اور جبل کی تعریف علامہ راغب مفردات میں اَلْجَمَاعَۃُ الْعَظِیْمَۃُ فرماتے ہیں۔ اور ضحاک اُمّت عظیمہ کہتے ہیں جس کی مقدار دس ہزار ہو۔

ھٰذِہٖ جَھَنَّمُ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ اِصْلَوْھَا الْیَوْمَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ۔ آلوسی کہتے ہیں اَیْ ھٰذِہٖ الَّتِیْ تَرَوْنَھَا لَمْ تَزَالُوْا تُوْعَدُوْنَ بِدُخُوْلِھَا عَلٰٓی اَلْسِنَۃِ الرُّسُلِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ وَالْمُبَلِّغِیْنَ عَنْہُمْ بِمُقَابَلَۃِ عِبَادَۃِ الشَّیْطٰنِ۔ یعنی یہ جہنم جو تم دیکھ رہے ہو وہ تمہارے لیے دوامی طور پر

وعدہ دیا گیا ہے کہ اس میں جاؤ گے اور یہ خبر تمہیں انبیاء کرام اور رسل عظام اور مبلغین ذوی الاحترام کی زبانی تمہیں پہنچ چکی ہے۔

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ۔ آج کے دن تم اس میں جاؤ۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ طبری اس کے معنی فرماتے ہیں اَلْزِمُوا الْعَذَابَ بِهَا وَاَصْلُ الصَّلَا اَللُّزُوْمُ وَمِنْهُ الْمُصَلِّي الَّذِي يَجِيْئُ فِي اَثَرِ السَّابِقِ لِلُزُوْمِهِ اَثَرَهُ۔

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔ اور یہ تمہارے اس کفر کا صلہ ہے جو کرتے رہے تھے یَعْنِي كُفْرُكُمُ الْمُسْتَمِرُّ فِي الدُّنْيَا۔ یعنی وہ تمہارا کفر جو دنیا میں تم کرتے رہے تھے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ آج ہم نے مہر کر دی ان کے منہ پر اور بولیں گے ہمارے ساتھ ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پیر جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

یہ کنایہ ہے منع تکلم سے یہ ضروری نہیں ہے کہ مہر بمعنی حقیقی منہ پر لگانا محقق ہو یہ ایسے ہی ہے جیسے مہر سکوت بولتے ہیں یا کہتے ہیں سب کے منہ پر مہر سکوت لگ گئی یہ سب عدم تکلم سے کنایہ ہے خلاصہ معنی یہ ہوئے کہ اَلْيَوْمَ نَمْنَعُ اَفْوَاهَهُمْ مِنَ الْكَلَامِ مَنْعًا شَبِيْهًا بِالْخَتْمِ۔ آج منہ سے کلام ممنوع ہے مثل مہر کے۔

اور جو کچھ حیات دنیا میں کیا ہے وہ سب ہاتھ پیر ہی بتا دیں گے   نے خوب کہا ہے۔

دیا کسی نے نہ ساتھ میرا مجھی پہ چھوڑا خطا کار رکھا۔

الگ الگ ہو گئے سب اعضا مصیبتوں میں پھنسا کے مجھکو

آلوسی فرماتے ہیں اَيْ بِالَّذِيْ اِسْتَمَرُّوْا عَلٰى كَسْبِهِ فِي الدُّنْيَا۔ یعنی جن اعمال سے دنیا میں وابستہ تھے ان کا حال ہاتھ پیروں سے ظاہر ہو گا یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کلام پاک میں متعدد جگہ ارشاد ہوا۔ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ اور وَمَا عَمِلَتْ اَيْدِيْهِمْ اور بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ وَاذَا غيرهم آیات مبارکہ سے واضح ہے۔

اور سر سے پیر تک جو کچھ بذریعہ اعضاء انسان سے اعمال سرزد ہوتے ہیں وہ سب ان کی طرف اعمال منسوب فرمائے گئے۔ چنانچہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم حضرت ابی موسیٰ اشعری سے راوی ہیں۔ يُدْعَى الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُ لِلْحِسَابِ فَيَعْرِضُ رَبُّهُ عَلَيْهِ عَمَلَهُ فَيَجْحَدُ وَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ كَتَبَ عَلَيَّ هٰذَا الْمَلَكُ مَا لَمْ اَعْمَلْ۔ کافر اور منافق حساب کے لیے بلایا جائے تو اللہ ان پر

ان کے عمل پیش فرمائے تو وہ صاف انکار کر دے اور عرض کرے اے میرے رب تیری عزت و جلال کی قسم یہ سب فرشتے نے لکھ دیا ہیں نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔

فَیَقُوْلُ لَہُ الْمَلَكُ اَمَا عَمِلْتَ كَذَا فِیْ یَوْمِ كَذَا فِیْ مَكَانِ كَذَا۔ تو فرشتہ کہے کیا تو نے فلاں دن ایسا نہیں کیا فلاں مقام پر ایسا نہیں کیا۔

فَیَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ اَیْ رَبِّ مَا عَمِلْتُہٗ۔ تو کافر اور منافق کہے نہیں تیری عزت و جلال کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا۔

فَاِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ خُتِمَ عَلٰی فِیْہِ فَاِنِّیْ اَحْسَبُ اَوَّلَ مَا تَنْطِقُ مِنْہُ فَخِذُہُ الْیُمْنٰی۔ ثُمَّ تَلَا اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ الخ جب وہ ایسا انکار کرے تو اس کے منہ پر مہر کر دی جائے اور ارشاد ہو کہ میں حساب اس سے لوں گا جو اول کلام کرے اس کے جسم سے اس کی ران داہنی طرف کی پھر الیوم نختم علی افواہہم تلاوت فرمائی۔

دوسری حدیث مسلم اور ترمذی اور بیہقی کی ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ہے جو مرفوع طریقہ سے بیان کی اِنَّہٗ یَلْقَی الْعَبْدُ رَبَّہٗ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ اَلَمْ اُكْرِمْكَ۔ بندہ اللہ کے حضور حاضر ہو تو ارشاد کیا میں نے تجھے عزت نہ دی تھی۔

فَیَقُوْلُ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ وَبِرَسُوْلِكَ وَصَلَّیْتُ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ وَیُثْنِیْ بِخَیْرٍ مَّا اسْتَطَاعَ۔ تو وہ عرض کرے الٰہی میں تجھ پر ایمان لایا تیری کتاب پر ایمان لایا تیرے رسول پر ایمان لایا میں نے نماز پڑھی روزہ رکھا اور اپنی استطاعت کے مطابق صدقہ کیا اور اپنی طاقت کے مطابق اچھی ثنا کی۔

فَیَقُوْلُ اَلَا نَبْعَثُ شَاهِدَنَا عَلَیْكَ فَیُفَكِّرُ فِیْ نَفْسِہٖ مَنِ الَّذِیْ یَشْهَدُ عَلَیَّ فَیُخْتَمُ عَلٰی فِیْہِ وَیُقَالُ لِفَخِذِہٖ اِنْطِقِیْ فَتَنْطِقُ فَخِذُہٗ وَلَحْمُہٗ وَعِظَامُہٗ بِعَمَلِہٖ۔ تو ارشاد کیا ہم تجھ پر اپنا گواہ نہ پیش کریں تو کافر اپنے دل میں سوچے کہ کون مجھ پر گواہی دے گا۔ تو اس کے منہ پر مہر کر دی جائے اور اس کی ران کو حکم ہو کہ بولے تو وہ کلام کرے اور اس کا گوشت اور ہڈیاں بولنے لگیں اور اس کے اعمال بیان کریں۔

یہ بولنا قادر مطلق کی قدرت مطلقہ سے ہوگا اور اس کی نظیر انسان کی قدرت ضعیفہ حادثہ سے بھی ملتی ہے جیسے گراموفون کے ریکارڈ اور ریڈیو کی آواز یہ جماد محض اور بیجان عنصری چیز ہے اور انسان کے ادنیٰ تصرف کے بعد بولتی اور کلام کرتی ہے۔

بعض روایات سے واضح ہوتا ہے کہ بندہ اپنے جرائم پر گواہ طلب کرے تو اللہ تعالےٰ اس کے منہ پر مہر لگا کر اس کے اعضاء سے شہادت دلائے۔

اسی مضمون کی ایک حدیث جسے احمد اور مسلم اور ابن ابی الدنیا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ پر یہ واقعہ ہوا کہ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مِمَّ ضَحِکْتُ قُلْنَا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے کہ حضور نے ضحک فرمایا حتی کہ دندان مبارک ظاہر ہوگئے فرمایا تمہیں معلوم ہے ہم کس بات پر ہنسے سب نے عرض کیا حضور ہمیں معلوم نہیں۔

قَالَ مِنْ مُخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّہٗ یَقُوْلُ یَا رَبِّ اَلَمْ تُجِرْنِیْ مِنَ الظُّلْمِ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیَقُوْلُ اِنِّیْ لَا اُجِیْزُ عَلٰی اِلَّا شَاهِدًا مِّنِّیْ۔ فرمایا بندے کی اس بات پر ہمیں ہنسی آئی کہ وہ اپنے رب سے عرض کرے گا کہ میرے رب کیا ظالم سے تو نے امن نہ دی فرمایا جائے کیوں نہیں تو بندہ عرض کرے مجھ پر اثبات جرم میں صرف ایک فرشتہ کی گواہی گذری ہے۔ تو

فَیَقُوْلُ کَفٰی بِنَفْسِکَ عَلَیْکَ شَهِیْدًا وَّبِالْکِرَامِ الْکَاتِبِیْنَ شُهُوْدًا فَیُخْتَمُ عَلٰی فِیْہِ وَیُقَالُ لِاَرْکَانِہٖ اَنْطِقِیْ فَتَنْطِقُ بِاَعْمَالِہٖ ثُمَّ یُخَلّٰی بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْکَلَامِ۔ تو اللہ تعالے فرمائے تیری جان تیری گواہی کے لیے کافی ہے اور ہمارے کراما کاتبین کی شہادتیں پھر اس کے منہ پر مہر کردی جائے اور اعضاء کو حکم ہو کہ بولو تو ہر عضو اس کے اعمال پر بولے پھر اس میں اور اس کے بولنے میں تخلیہ ہو جائے اب آگے ارشاد ہے۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓی اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰی مَکَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّلَا یَرْجِعُوْنَ۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں مٹادیتے تو کہاں سے وہ دیکھتے اور اگر ہم چاہتے تو ان کی صورتیں بدل دیتے ان کی جگہ پر تو طاقت نہ رکھتے پہنچنے کی اور نہ واپس آنے کی۔

عربی محاورہ میں طمس ازالۂ اثر کو کہتے ہیں یہاں اس سے مراد آنکھوں کی روشنی محو ہوجانا ہے۔ کہ کچھ دیکھ نہ سکیں۔

چنانچہ ابن جریر سے مروی ہے وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓی اَعْیُنِهِمْ اَعْمَیْنٰهُمْ وَاَضْلَلْنٰهُمْ عَنِ الْهُدٰی فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ فَکَیْفَ یَهْتَدُوْنَ۔

اور وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ اَیْ لَمَحَوْنَا صُوَرَهُمْ اِلٰی صُوْرَةٍ اُخْرٰی قَبِیْحَةٍ۔ اگر ہم چاہتے ان کی صورتیں بصورت قبیح مسخ فرمادیتے۔

اور عَلٰی مَکَانَتِهِمْ۔ اَیْ لَوْ نَشَآءُ لَاَهْلَکْنٰهُمْ فِیْ مَسَاکِنِهِمْ۔ یعنی اگر ہم چاہتے ان کی صورتیں ہم ہلاک

کر بیٹھے ان کے مکانوں میں۔
فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا تو ان میں گذرنے کی بھی ہوتی نہ طاقت اَیْ ذَهَابًا اِلٰی مَقَاصِدِهِمْ
وَلَا يَرْجِعُوْنَ۔ اور نہ لوٹ کر دین اسلام میں آنے کے قابل ہوں۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورہ یٰسٓ پ ۲۳

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۝
اور جسے عمر دیں بڑی اسے الٹا پھیر دیں پیدائش میں تو کیا عقل نہیں رکھتے۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝
اور ہم نے اسے (یعنی محبوب کو) نہیں سکھایا شعر اور نہ ہی وہ ان کے شایان شان ہے وہ قرآن نہیں مگر نصیحت اور روشن پڑھنے والا۔

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝
تاکہ ڈراوے اسے جو زندہ ہے اور ثابت ہو ہمارا قول کافروں پر۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝
کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ ہم نے پیدا کیے اپنے ہاتھ سے بنائے چوپائے تو وہ ان کے مالک ہیں۔

وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝
اور دست نگر کیا ہم نے انہیں ان کے لیے تو کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں۔

وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝
اور ان کے لیے ان میں بہت سے منافع ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں تو شکر نہ کریں گے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝
اور پکڑے انہوں نے اللہ کے سوا اور خدا اس امید پر کہ ان کی مدد کریں۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ۝
نہیں طاقت رکھتے وہ ان کی مدد کی اور وہ ان کے لشکر گرفتار حاضر آئیں گے۔

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝
تو تم ان کی بات کا غم نہ کرو ہم جانتے ہیں جو وہ خفیہ کرتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝

کیا نہ دیکھا آدمی نے کہ ہم نے پیدا کیا اسے نطفہ سے تو اب وہ کھلا جھگڑالو ہے۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ۝

اور ہمارے لیے مثال دیتا ہے اور بھول گیا اپنی پیدائش کی حقیقت۔ بولتا ہے کون زندہ کرے گا گلی ہڈیاں۔

قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُ ۝

فرما دیجئے زندہ کرے گا انہیں وہی جس نے اول بار انہیں زندہ کیا اور وہ ہر قسم کی پیدائش جانتا ہے

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝

جس نے کیا تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ کہ تم اسے سلگاتے ہو۔

اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝

کیا وہ اللہ نہیں قادر جس نے آسمانوں کو بنایا اور زمین کو پیدا کیا اس پر کہ از سر نو اس جیسا پھر بنا دے بے شک وہ سب کچھ بنا سکتا ہے اور علم والا ہے

اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْــٴًـا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝

اس کا کام یہی ہے جب ارادہ کرے کسی چیز کا تو فرماتا ہے اسے ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

تو پاکی ہے اسے جس کے قبضہ میں ہر ملکیت ہے اور اسی کی طرف تمہیں واپس جانا ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	مَنْ۔ جسے	نُّعَمِّرْ۔ ہم بڑی عمر دیں	هُ۔ اس کو
نُنَكِّسْهُ۔ الٹا پھیریں ہم اسے	فِی۔ بیچ	الْخَلْقِ۔ پیدائش کے	اَ۔ کیا
فَلَا۔ پھر نہیں	یَعْقِلُوْنَ۔ عقل کرتے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
عَلَّمْنٰهُ۔ سکھایا ہم نے اسکو	الشِّعْرَ۔ شعر	وَ۔ اور	مَا۔ نہ وہ
یَنْۢبَغِیْ۔ لائق ہے	لَهٗ۔ اس کے	اِنْ۔ نہیں	هُوَ۔ وہ
اِلَّا۔ مگر	ذِكْرٌ۔ نصیحت	وَّ۔ اور	قُرْاٰنٌ۔ قرآن

مُبِیْنٌ۔ روشن	لِّیُنْذِرَ۔ تاکہ ڈرائے	مَنْ۔ اس کو جو	کَانَ۔ ہو
حَیًّا۔ زندہ	وَّ۔ اور	یَحِقَّ۔ حق کرے	الْقَوْلُ۔ بات
عَلَی۔ اوپر	الْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں کے	اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ
یَرَوْا۔ دیکھا انہوں نے کہ	اَنَّا۔ ہم نے	خَلَقْنَا۔ پیدا کیے	لَہُمْ۔ انکے لیے
مِّمَّا۔ اس سے	عَمِلَتْ۔ جو بنائے	اَیْدِیْنَا۔ ہمارے ہاتھوں نے	اَنْعَامًا۔ جانور
فَہُمْ۔ تو وہ	لَہَا۔ ان کے	مٰلِکُوْنَ۔ مالک ہیں	وَ۔ اور
ذَلَّلْنٰہَا۔ تابع کیا ہم نے انکو	لَہُمْ۔ ان کا	فَمِنْہَا۔ تو بعض اس سے	رَکُوْبُہُمْ۔ انکی سواریاں ہیں
وَ۔ اور	مِنْہَا۔ بعض سے	یَاْکُلُوْنَ۔ وہ کھاتے ہیں	وَ۔ اور
لَہُمْ۔ ان کے لیے	فِیْہَا۔ اس میں	مَنَافِعُ۔ فائدے ہیں	وَ۔ اور
مَشَارِبُ۔ پینا ہے	اَفَلَا۔ تو کیا نہیں	یَشْکُرُوْنَ۔ شکر کرتے	وَ۔ اور
اتَّخَذُوْا۔ پکڑے انہوں نے	مِنْ دُوْنِ۔ سوا	اللّٰہِ۔ اللہ کے	اٰلِہَۃً۔ معبود
لَّعَلَّہُمْ۔ تاکہ وہ	یُنْصَرُوْنَ۔ مدد کیے جائیں	لَا۔ نہیں	یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ طاقت رکھتے
نَصْرَ۔ مدد	ھُمْ۔ ان کی کی	وَ۔ اور	ھُمْ۔ وہ
لَہُمْ۔ ان کا	جُنْدٌ۔ لشکر ہیں	مُّحْضَرُوْنَ۔ حاضر کیے گئے	فَلَا۔ تو نہ
یَحْزُنْکَ۔ غم میں ڈالے تجھکو	قَوْلُہُمْ۔ انکی بات	اِنَّا۔ ہم	نَعْلَمُ۔ جانتے ہیں
مَا۔ جو	یُسِرُّوْنَ۔ چھپاتے ہیں	وَ۔ اور	مَا۔ جو
یُعْلِنُوْنَ۔ ظاہر کرتے ہیں	اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	یَرَ۔ دیکھا
الْاِنْسَانُ۔ انسان نے	اَنَّا۔ کہ ہم نے	خَلَقْنَا۔ پیدا کیا	ہُ۔ اس کو
مِنْ نُّطْفَۃٍ۔ نطفہ سے	فَاِذَا۔ تو ناگہاں	ھُوَ۔ وہ ہے	خَصِیْمٌ۔ جھگڑالو
مُّبِیْنٌ۔ کھلا	وَ۔ اور	ضَرَبَ۔ بیان کی	لَنَا۔ ہمارے لیے
مَثَلًا۔ مثال	وَّ۔ اور	نَسِیَ۔ بھول گیا	خَلْقَہٗ۔ اپنی پیدائش
قَالَ۔ بولا	مَنْ۔ کون	یُّحْیِ۔ زندہ کرے گا	الْعِظَامَ۔ ہڈیوں کو
وَ۔ اور	ھِیَ۔ وہ ہوں	رَمِیْمٌ۔ بوسیدہ	قُلْ۔ کہہ دیجیے
یُحْیِیْہَا۔ زندہ کرے گا انکو	الَّذِیْ۔ وہ جس نے	اَنْشَاَ۔ پیدا کیا	ھَا۔ ان کو
اَوَّلَ۔ پہلی	مَرَّۃٍ۔ مرتبہ	وَّ۔ اور	ھُوَ۔ وہ

بِکُلِّ ۔ ہر چیز	خَلْقٍ ۔ مخلوق کو	عَلِیْمٌ ۔ جاننے والا ہے	اَلَّذِیْ ۔ وہ جس نے
جَعَلَ ۔ بنائی	لَکُمْ ۔ تمہارے لیے	مِّنَ الشَّجَرِ ۔ درخت	الْاَخْضَرِ ۔ سبز سے
نَارًا ۔ آگ	فَاِذَآ ۔ تو اچانک	اَنْتُمْ ۔ تم	مِّنْهُ ۔ اس سے
تُوْقِدُوْنَ ۔ جلاتے ہو	اَوَ ۔ کیا	لَيْسَ ۔ نہیں	اَلَّذِیْ ۔ وہ جس نے
خَلَقَ ۔ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں	وَ ۔ اور	الْاَرْضَ ۔ زمین کو
بِقٰدِرٍ ۔ قادر	عَلٰٓی ۔ اوپر	اَنْ ۔ اس کے کہ	يَّخْلُقَ ۔ پیدا کرے
مِثْلَهُمْ ۔ انکی مثل	بَلٰی ۔ کیوں نہیں	وَ ۔ اور	هُوَ ۔ وہ ہے
الْخَلّٰقُ ۔ پیدا کرنے والا	الْعَلِیْمُ ۔ جاننے والا	اِنَّمَآ ۔ اسکے سوا نہیں	اَمْرُهٗٓ ۔ اس کا حکم
اِذَآ ۔ جب	اَرَادَ ۔ ارادہ کرتا ہے	شَيْئًا ۔ کسی چیز کا	اَنْ ۔ یہ کہ
يَّقُوْلَ ۔ کہتا ہے	لَهٗ ۔ اس کو	كُنْ ۔ ہو جا	فَيَكُوْنُ ۔ تو ہو جاتا ہے۔
فَسُبْحٰنَ ۔ تو پاک ہے	الَّذِیْ ۔ وہ کہ	بِيَدِهٖ ۔ اسکے ہاتھ میں ہے	مَلَكُوْتُ ۔ بادشاہی
كُلِّ ۔ ہر	شَیْءٍ ۔ چیز کی	وَ ۔ اور	اِلَيْهِ ۔ اسی کی طرف
تُرْجَعُوْنَ ۔ تم لوٹائے جاؤ گے۔			

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع سورۃ یٰسٓ پ ۲۳

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۔ اور جسے ہم عمر دیں اسے اس کی تخلیق میں الٹا پھیر دیں تو کیا عقل سے کام نہیں لیتے۔

یعنی طویل العمر ہونے کے بعد ضعف و ناتوانی ان پر لوٹ آتی ہے جیسے بچہ اٹھتے بیٹھتے گرتا ہے ایسا ہی طویل العمر ناتوان بڈھا بھی چلنے بیٹھتے گرنے پڑنے لگتا ہے اور حواس میں اتنا ضعف ہو جاتا ہے کہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگ جاتا ہے تو منکروں کو عقل سے کام لینا چاہئے کہ جس قادر علی الاطلاق میں انسان کے احوال زندگی بدلنے کی اتنی طاقت ہے کہ طفولیت کے ضعف و ناتوانی کو شباب اور جوانی کی آہن شکن قوتوں سے بدل کر ویسا ہی ضعیف و ناتوان بنا دیتا ہے اور جوانی کی تمام قوتیں سلب کر کے اسے ایسا حقیر و ناتوان بنا دیتا ہے کہ نشست و برخاست میں بھی بچے کی طرح سہارے کا محتاج ہو جاتا ہے اور عقل بھی کام نہیں کرتی۔ حافظہ بھی جواب دے دیتا ہے حتیٰ کہ اعزہ و اقربا کی پہچان بھی نہیں رہتی تو جو اتنا عظیم

انقلاب کرنے پر قادر ہے وہ آنکھ دے کر طمس اعین پر بھی قادر ہے۔ صورت بخش کر مسخ بھی کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور موت دے کر زندہ کرنے کی قوت بھی رکھتا ہے۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ۔ اور ہم نے انہیں شعر نہیں سکھایا اور نہ انہیں وہ شایانِ شان ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن ہے۔

اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالے نے حضور کو شعر گوئی کی تعلیم نہیں دی۔

یا یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں شعر گوئی کی تعلیم نہیں بلکہ وہ نصیحت اور روشن ہدایت ہے۔

الشعر سے مراد باقتضاء الف لام لغو کلام اور کاذب بیان ہے خواہ وہ کلام موزون اور مقفےٰ ہو یا غیر موزون تک بندی ہو۔

جیسے شاعر اور ماثر کا ایک قصہ ہے کہ کوئی شاعر باغ میں گلگشت کر رہا تھا کہ اچانک ایک تک بند آ گیا اور شاعر سے پوچھنے لگا تو کیستی؟

تو شاعر نے جواب دیا مَن شاعرم مگر تو کیستی؟

اس نے جواب دیا من ماثرم

شاعر سے پوچھا آپ کون ہیں اس نے کہا میں شاعر ہوں لیکن تو بتا کہ تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ میں ماثر ہوں۔

شاعر نے کہا ماثر کیا ہوتا ہے تو اس نے کہا شاعر کیا ہوتا ہے۔

اس کے جواب میں شاعر نے کہا شاعر وہ ہے جو شعر کہے تو اس نے اس کے وزن پر جواب دیدیا کہ ماثر وہ ہے جو مثر کہے۔

شاعر نے پوچھا مثر کیا ہوتا ہے اس نے کہا شعر کیا ہوتا ہے۔

شاعر نے کہا شعر یہ ہے رفتار تو شرمندہ کند کبک دری را

ماثر نے کہا مثر ایسے ہوتا ہے مرمار تو مرمندہ کند مرم مری را

خلاصہ یہ کہ لغو شاعری شایانِ شانِ اقدس نہ تھی اسی بنا پر وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ فرمایا کہ لغو کلام کاذب بندشوں پر ہم نے اپنے حبیب کو نہیں سکھایا۔

اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے علوم اولین و آخرین سے نوازا اور کشف حقائق پر قوت دی چنانچہ حضور کے معلومات نفس الامر ہیں اور آپ کے کلام میں کذب شعری نہیں۔

اس میں وہ شعر جو کلام موزون سے ہو اس کی نفی لازم نہیں آتی جیسے حضور نے میدان جنگ میں یہ شعر کلام موزون میں فرمایا۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

تعمیر مسجد نبوی کے موقعہ پر ایک پتھر سے انگشت سبابہ میں ضرب آگئی اور وہ خون دینے لگی تو آپ نے فرمایا۔

وَمَا اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دُمِیْتِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا لَقِیْتِ

آیہ کریمہ کا شان نزول

کفار مکہ نے کہا تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اور جس کلام کو وہ کلام الٰہی بتاتے ہیں وہ شعر ہے اس سے مراد یہ تھی کہ کلام اللہ کو کلام کاذب قرار دیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ کفار نے کہا بَلِ افْتَرَاہُ بَلْ ھُوَ شَاعِرٌ اس کا رد اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ یعنی ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا اور یہ کتاب حکیم اشعار و اکاذیب پر مشتمل ہی نہیں ہے۔

یہ کفار زبان سے بدذوق اور نظم عروض سے ناواقف تو نہ تھے کہ نثر کو نظم کہہ دیں مگر اپنے عناد کے ماتحت جانتے بوجھتے کلام پاک کو شعر عروض بتانے کی جرأت کر بیٹھے اور کسی کلام کا محض وزن عروض پر ہونا قابل اعتراض نہیں ہوتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ان بے دینوں کا کلام پاک کو شعر کہنے سے کلام کاذب بتانا مقصود تھا۔

(مدارک ۔ جمل ۔ روح البیان)

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے اس آیت کریمہ کے معنی میں فرمایا کہ مفہوم آیت یہ ہے کہ ہم نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کلام مجمل عطا نہیں فرمایا اور ہم نے ان کے ساتھ اجمالاً خطاب بھی نہیں کیا کہ اس کے معنی مخفی رہنے کا احتمال ہو بلکہ ایسا صاف اور صریح کلام فرمایا ہے کہ جس سے تمام حجاب اٹھ جائیں اور علوم روشن ہوں۔

اور چونکہ شعر میں اجمال ہوتا ہے اس لیے شعر کے علم کی نفی فرما کر اس کے معنی بیان فرما دیے اور صاف ظاہر کر دیا کہ کلام اللہ کیا ہے۔

اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ۔ وہ نصیحت اور روشن کلام ہے تاکہ

لِیُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا وَّیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ۔ تاکہ وہ کلام اسے ڈرائے جو ایمانی زندگی میں

ہے اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے۔

یعنی کہاں شعر و نغز گوئی اور کہاں صاف و صریح حق و ہدایت۔ یہ آسمانی کتاب تو تمام علوم کی جامع ہے برخلاف شعر کے کہ وہ مجموعۂ اکاذیب ہے (ماخوذ از کبریت احمر)

مَنْ كَانَ حَيًّا سے مراد زندہ دل مومن ہے کہ وہ ایمان کے ساتھ زندہ ہے اور اس کے مقابل کافر مردہ ہے کہ وہ زہر کفر و شرک سے مرا ہوا ہے اس پر حکم الٰہی قائم ہو چکا ہے آگے ارشاد ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ۔ کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ ہم نے اپنے ید قدرت کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے لیے پیدا کیے تو وہ ان کے مالک ہیں۔

وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ۔ اور انہیں ان کا دست نگر کر دیا کہ کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں۔

وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ۔ اور ان کے لیے ان چوپایوں میں کئی طرح کے منافع ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا شکر گذار نہ ہوں گے۔

یعنی چوپائے پیدا کر کے انہیں انسان کے لیے مسخر اور زیر حکم کیا اور ان میں ان کے لیے متعدد منافع رکھے کہ کھال سے لباس اور فرش بنائیں اون اتار کر کمبل تیار کریں اور دودھ نکال کر پئیں اسے جما کر اس سے مکھن بنائیں ہڈیوں سے کھاد کا کام لیں آنتوں سے روئی دھنکنے کے لیے تانت بنائیں اور متعدد کام میں لائیں گوشت کھائیں اور ماء اللحم تیار کریں وغیرہ وغیرہ منفعتیں حاصل کریں تو اللہ تعالےٰ کی ایسی بیش بہا نعمتوں کا معائنہ کر کے بھی شکر نہیں کرتے اور ایسے خالق و مالک و رازق کے ہوتے ہوئے بھی

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ۔ اور وہ اللہ کے سوا دوسرے خدا ٹھہراتے ہیں اس امید پر کہ وہ ان کی مدد کریں کبھی طاقت نہیں رکھتے کہ کسی کی وہ مدد کریں بلکہ وہ ان کے لشکر گرفتار شدہ بارگاہ الٰہی میں حاضر آئیں گے۔

یعنی اللہ کے سوا بتوں کو معبود بنانے والے ایسی امید میں ان کی پوجا کرتے ہیں کہ ان سے انہیں مدد ملے گی اور بوقت مصیبت وہ ان کی اعانت کریں گے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی اعانت ممکن ہی نہیں کیونکہ وہ جماد محض اور بے جان ہیں ان میں بولنے تک کی قدرت نہیں بے شعور محض اور ذلیل پتھر ہیں بلکہ ان کافروں کی پوجا پاٹ کی وجہ سے وہ بھی جہنم میں ڈال دیے جائیں گے تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ ان کے فعل ذمیم کی سزا انہیں تو ملی مگر ان کے معبود بھی انہیں کے ساتھ جہنم میں ہیں۔ اس کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ۔ تو (اے محبوب) تم ان کی اس بات کا غم نہ کرو ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں۔

اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ کفار کی تکذیب و انکار اور ان کی ایذا دہی سے آپ غمگین نہ ہوں ہم ان کے خفیہ و علانیہ تمام عمل جانتے ہیں اسکی انہیں سزا دیں گے۔

آگے ارشاد ہے جو عاص بن وائل یا ابوجہل اور بقول مشہور ابی بن خلف جمحی کو اس کے انکار بعثت کے جواب میں ہے وہ کہتا تھا اِنْ هٰذَا اِلَّا حَيٰوتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ۔ ہم دنیا کی زندگی میں مرتے جیتے ہیں اس کے بعد مر کر اٹھنا غلط ہے چنانچہ جواب دیا گیا۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ۔ کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے نطفہ کے ایک قطرہ سے پیدا کیا تو اب وہ کھلا جھگڑالو ہے اور ہم پر مثال دیتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا کہتا ہے کون زندہ کرے گا گلی ہڈیاں جو ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ عاص بن وائل یا ابوجہل یا ابی بن خلف جمحی حضور سے بحث و تحقیق کے لیے آیا اور اپنے ہاتھ میں ایک گلی ہوئی ہڈی لایا اسے چٹکی سے توڑتا اور ہوا میں مل کر اڑاتا اور حضور سے عرض کرتا آپ کے خیال میں اس ہڈی کے ریزے زندہ ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یہ زندہ ہوں گے اور تجھ جیسے سرکش جھگڑالو کو زندہ کر کے اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈالے گا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا۔

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ۔ اے محبوب اسے فرما دیجئے کہ گلی ہڈی وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔

یعنی گلی ہڈی کا بکھر جانے کے بعد اللہ تعالےٰ کی قدرت سے زندگی قبول کرنا اپنی نادانی سے محال جانتا ہے وہ کتنا احمق ہے کہ اپنی ابتداء کو نہیں دیکھتا کہ اسے اللہ تعالےٰ نے ہڈی سے بھی حقیر تر قطرہ سے پیدا کیا اس میں جان ڈالی اسے پروان چڑھایا حتی کہ آدمی بنا دیا تو آج وہ غرور و نخوت سے اس کی قدرت کا منکر ہے اور ہمارے حبیب سے جھگڑتا ہے اتنا نہیں دیکھتا کہ قطرہ بے جان میں جان ڈالنا جس کے لیے آسان ہے ہڈی کو زندہ کر دینا اسے کیا مشکل ہے اور وہ ہر قسم کی خلق کا عالم ہے حتی کہ وہ گلی ہڈی ہاتھ سے مسل کر مثال دیتا ہے حالانکہ

نِ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ۔ جس نے تمہارے لیے

سرسبز درخت سے آگ پیدا کردی جیسے تم سلگاتے ہو۔

ایک تحقیق اس کی یہ ہے کہ ریل کا کوئلہ کان کی شکل میں جو نکلتا ہے وہ سرسبز درختوں کے سیلاب میں بہ جانے کے بعد حرارت ارضی سے سیاہ ہو کر نکلتا ہے تو سرسبز درخت جیسے سلگایا جائے تو آگ بن جاتا ہے۔

دوسری تحقیق یہ ہے کہ عرب میں دو درخت ہوتے ہیں جو جنگلوں میں پائے جاتے ہیں ایک کا نام مرخ ہے اور دوسرے کا نام عفار ان کی خاصیت یہ ہے کہ جب ان کی سبز شاخیں کاٹ کر ایک دوسرے سے رگڑیں تو ان سے آگ نکلتی ہے باآنکہ وہ اتنی تر ہوتی ہیں کہ ان سے پانی ٹپکتا ہے۔

اس میں قدرت الٰہی کی یہ عجیب صنعت ہے کہ آگ پانی ایک جا جمع ہیں نہ پانی آگ بجھاتا ہے نہ آگ پانی خشک کرتی ہے۔

تو اس قادر مطلق کی قدرت کاملہ سے کیا بعید ہے اگر وہ ایک جسم کو موت کے بعد پھر زندہ کردے پھر یہ شان قدرت دیکھ کر بھی اگر انکار کیا جائے تو اسے عناد اور جہل کے سوا کیا کہا جائے گا آگے ارشاد ہے

اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ فَسُبْحٰنَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔ کیا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے ان جیسے اور نہیں بنا سکتا۔ کیوں نہیں اور وہ بڑا پیدا کرنے والا سب کچھ جانتا ہے اور اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہتا ہے تو اسے فرماتا ہے ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے تو پاکی ہے اس کے وجہ منیر کو جس کے ید قدرت میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور تم اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

خلاصہ یہ کہ وجود مخلوقات اس کے حکم کے تابع ہے اور آخرت میں تمہیں سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

لغاتِ نادرہ

نُعَمِّرْهُ۔ یہ عمر سے ماخوذ ہے اور عمر زندگی کو کہتے ہیں۔

نُنَكِّسْهُ۔ نکس سے ماخوذ ہے۔ اوندھا کرنے اور بدپرہیزی سے صحت مند ہو کر الٹا مرض کی طرف لوٹ جانے کے معنی دیتا ہے۔

يَحِقَّ الْقَوْلُ - حق کے معنی ہیں ثبوت و وجوب کے جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غسل یَوْمِ الْجُمُعَۃِ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔ اس کے معنی ہیں کہ غسل جمعہ ثابت و واجب ہے ہر مسلم پر۔

وَذَلَّلْنٰھَا لَھُمْ۔ اس کے معنی ہیں صَیَّرْنَاھَا مُنْقَادَۃً۔ اس لیے کہ ذلت کے معنی مغلوب و عاجز کے ہیں اور عجز اطاعت و انقیاد کو لازم ہے۔

خَصِیْمٌ۔ بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے معنی شدید الخصومت ہیں یعنی بڑا جھگڑالو۔

رَمِیْمٌ۔ یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے بہت پرانی بوسیدہ ہڈی۔ مبالغہ میں مذکر مؤنث یکساں ہیں رَمِیْمَۃٌ یہاں کہنا ضروری نہیں۔

تُوْقِدُوْنَ۔ وَقَدٌ سے ہے آگ کا لپٹیں مارنا اور بھڑکنا۔ بہت سخت گرمی۔ تُوْقِدُوْنَ سلگانے کے معنی میں آتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورۃ یٰسٓ پ ۲۳

وَمَنْ نُّعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ فِی الْخَلْقِ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ - اور جس کی عمر ہم بڑھاتیں اسے پہلی عمر میں پلٹ دیتے ہیں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

یعنی عمر بڑھا کر پھر اسے ایسی حالت ضعف میں پلٹتے ہیں کہ انتہاء ضعف کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت سفیان فرماتے ہیں اِنَّ التَّنَکُّسَ فِیْ سِنِّ ثَمَانِیْنَ سَنَۃً۔ طفولیت کی ناتواں عمر کی طرف پلٹنا اسی سال کی عمر میں ہوتا ہے۔

اور صحیح یہ ہے کہ زمانۂ ضعف انسان پر باختلاف امزجہ و عوارض یکساں عمر پر نہیں آتا کسی کو ساٹھ کی عمر میں کسی کو ستر کی عمر میں اور کسی کو اسی سال بلکہ نوے سال بلکہ سو سال کی عمر میں ضعف آتا ہے۔ بہر حال جوانی اور شباب کے ایام گذر جانے کے بعد ایک نہ ایک عمر میں انسان کو اسی ضعف میں پلٹنا پڑتا ہے جو ضعف ایام طفولیت میں ہوتا ہے۔

نکس کے معنی پلٹنے کے ہیں یعنی ایام طفولیت میں بچہ کی سمجھ بوجھ صحیح نہیں ہوتی پھر جوانی اور شباب میں فہیم و عقیل ہو جاتا ہے پھر عمر شیب میں اس کی عقل اور فہم و فراست بھی جواب دے دیتی ہیں اور اعضاء بھی اتنے ضعیف ہو جاتے ہیں کہ بچوں کی طرح اٹھنے بیٹھنے میں تکلف ہوتا ہے۔ تو

جس قادر مطلق ہیں یہ قدرت ہے وہ طمس و مسخ پر کیوں قادر نہیں۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ اور ہم نے اپنے حبیب کو شعر نہ سکھایا اور نہ یہ ان کی شایان شان ہے یہ تو شعر نہیں مگر نصیحت اور قرآن روشن ہے تاکہ ڈر سنائے اس قوم کو جو روح ایمان کے ساتھ زندہ ہے۔ اور قوم کفار پر حق ثابت ہو جائے۔

آیۂ کریمہ میں اس امر کو واضح فرمایا گیا کہ یہ قرآن حکیم منفی بہ جمیع منافع دینیہ و دنیویہ ہے اس میں اور شعر میں ثریا اور ثری جیسا فرق ہے یہی وجہ ہے کہ باعتبار الفاظ بھی اس میں نہ وزن شعری ہے نہ قافیہ بندی اور باعتبار معنی بھی شعر نہیں اس لیے کہ شعر نام ہے تخیلات منفرہ کا اور اس میں سوا استعارات کاذبہ کچھ نہیں ہوتا چنانچہ شعر یہ ہے۔

تھمتا نہیں ایک دم جو لہو دیدۂ تر کا ٹانکا کوئی پھر ٹوٹ گیا زخم جگر کا

بھلا غور فرمائیں کہ دیدۂ تر کا لہو اور زخم جگر کا ٹانکا اس میں کہاں کی حقیقت ہے اول تو جگر اس چیز کا نام ہے جس میں ٹانکا لگنا ہی ممکن نہیں کہ وہ تو مضغہ کا ہے ٹانکا ہمیشہ جلد میں لگ سکتا ہے نہ کہ مضغہ یا علقہ میں۔ اور اگرچہ یہ صحیح ہے کہ بخارات جگر سے جب اٹھتے ہیں تو آنسو آجاتے ہیں نہ کہ خونِ جگر کا آنکھوں سے بہنے لگے ایسے ہی فارسی کے شعرا کا حال ہے چنانچہ بڑا فاضل شاعر کہتا ہے۔

خندہ بر جوہر فرد است دلیل تقسیم گر بہ بازیچہ شوم مجرم ارباب کلام

یعنی دہن معشوق جسے ہم نقطہ کے مشابہ مانتے ہیں اور نقطہ وہ ہے جس کی تجزی نہ ہو آج ہمارے فرضی معشوق کے ہنسنے سے ثابت ہو گیا کہ جزو لا یتجزی بھی منقسم ہو سکتا ہے۔

یہاں اس امر پر غور کیا جائے کہ دہن معشوق کو اگر شعراء نقطہ مان کر جزو لا یتجزی فرض کرلیں۔ تو اہل نظر اسے کبھی جزو لا یتجزی ماننے کے لیے تیار نہیں۔

ایسے ہی عربی شعراء خیالات فاسدہ کا سدہ کا مظاہرہ کر گئے ہیں چنانچہ ابو نواس کہتا ہے۔

تَبَدّٰى فِي الظَّلَامِ فَقُلْتُ بَدْرًا تَجَلّٰى فِي السَّوَادِ عَلَى الْعِبَادِ

یہاں بھی اکاذیب کا طومار ہے بھلا کسی کا کسی کے سامنے آنے سے چاند کا منظر نور کے ساتھ کہاں سے آسکتا ہے اور اندھیرے میں روشنی کا متخیل ہونا کیسے ممکن ہے۔

اور یہاں حضور کی ذات اقدس کو عیوب سے پاک کرنا مقصود ہے چنانچہ امام محمد بوصیری رحمہ

فرماتے ہیں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ ۔۔۔ کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

بہر حال آیۂ کریمہ میں یہ بتایا کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو تعلیم دی گئی وہ قرآنی تعلیم ہے اور اس میں اس امر کا رد کیا گیا جو کفار مکہ نے کہا تھا کہ اِنَّ الْقُرْاٰنَ شِعْرٌ وَّ اَلنَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَاعِرٌ وَغَرَضُھُمْ مِنْ ذٰلِکَ اَنَّ مَا جَآءَ بِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مِنَ الْقُرْاٰنِ اِفْتِرَآءٌ وَّتَخَیُّلٌ وَّحَاشَاہُ ثُمَّ حَاشَاہُ مِنْ ذٰلِکَ ۔ قرآن کریم شعر ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اور اس کہنے سے ان کی غرض یہ تھی کہ حضور جو کلام الٰہی لائے اور جسے قرآن فرمایا وہ معاذ اللہ افتراء و تخیل ہے اور یہ خیال مشرکین کا محض خیال فاسد و کاسد تھا اسی لیے ارشاد ہوا۔

وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ ۔ ایسے اشعار جو افتراء محض اور خیالات کا مجموعہ ہیں وہ ہمارے حبیب کو زیبا نہیں۔

صاحب مواہب لدنیہ فرماتے ہیں کہ بعض اس طرف گئے کہ جامع کمال ہونے کے اعتبار سے حضور شعر فرمانے پر اگرچہ قادر تھے لیکن آپ پر شعر گوئی حرام کر دی گئی ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

اِنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ ذَھَبَ اِلٰی اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَہٗ قُدْرَۃٌ عَلَی الشِّعْرِ اِلَّا اَنَّہٗ حُرِّمَ عَلَیْہِ اَنْ یُّشْعِرَ ۔ آلوسی اس کی تائید میں لکھتے ہیں نَحْوُ الْقَوْلِ بِحُرْمَۃِ اِنْشَاءِ الشِّعْرِ مَقْبُوْلٌ ۔ ہاں شاعری کی حرمت والا قول مقبول ہے۔

اور حضور کا مقام تمام انبیاء کے مقام سے بلند ہے اس لیے قدرت علی الشعر حضور کے لیے ماننی ضروری ہے ۔ اس لیے کہ حضرت آدم صفی علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے قتل کے وقت یہ رباعی فرمائی۔

تَغَیَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَیْھَا ۔۔۔ وَوَجْہُ الْاَرْضِ مُغْبَرٌّ قَبِیْحٌ

تَغَیَّرَ کُلُّ ذِیْ طَعْمٍ وَّلَوْنٍ ۔۔۔ وَقَلَّ بَشَاشَۃُ الْوَجْہِ الصَّبِیْحِ

اور ابن حاجب لکھتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا سب میں بڑا معجزہ قرآن کریم ہے اگر حضور شعر فرماتے تو قرآن کریم پر مشرکین کی تہمت آسکتی تھی اس لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا شاعر نہ ہونا بھی ایک معجزہ ہے۔

اور یوم حنین میں حضور کا

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ۔۔۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

فرمانا اس پر اعتراض کرنا قابل تسلیم نہیں اس لیے کہ اسے شعر نہیں کہہ سکتے بلکہ کلام مقفی کہیں گے جو علی سبیل القصد زبان درفشاں پر جاری ہو گیا۔

اور ایسے کلام موزون اکثر حضور نے فرمائے اس لیے کہ آپ افصح العرب والعجم ہیں چنانچہ حدیث میں بھی ایسے الفاظ مقفی آتے ہیں حَیْثُ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

وَرُوِیَ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصَابَ اِصْبَعَہُ الشَّرِیْفَۃَ حَجَرٌ فِیْ بَعْضِ غَزَوَاتِہٖ فَدُمِیَتْ فَتَمَثَّلَ بِقَوْلِ الْوَلِیْدِ بْنِ مُغِیْرَۃَ عَلٰی مَا قَالَہٗ اِبْنُ هِشَامٍ فِی السِّیْرَۃِ وَابْنِ رَوَاحَۃَ عَلٰی مَا صَحَّحَہٗ اِبْنُ الْجَوْزِیِّ۔

مَا اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دُمِیْتِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا لَقِیْتِ

سیرت ابن ہشام میں ابن رواحہ سے مروی ہے جس کی تصحیح ابن جوزی بھی کرتے ہیں کہ حضور کی انگشت مبارک پتھر سے کسی غزوہ میں زخمی ہوگئی اور خون دینے لگی تو حضور نے فرمایا کہ تو کیا ہے مگر ایک انگلی جو خون دے رہی ہے، حالانکہ اللہ کے راستہ میں تجھے تکلیف پہنچی جو پہنچی اور حضور نے ابن رواحہ کا یہ شعر بھی پڑھا۔

یَبِیْتُ یُجَافِیْ جَنْبُہٗ عَنْ فِرَاشِہٖ اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِکِیْنَ الْمَضَاجِعُ

وَرُوِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْشَدَ۔ حضور نے یہ شعر بھی پڑھا

سَتُبْدِیْ لَکَ الْاَیَّامُ مَا کُنْتَ جَاهِلًا

وَیَاْتِیْكَ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدْ بِالْاَخْبَارِ

اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ لَیْسَ هٰکَذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اے اللہ کے رسول شعر اس طرح نہیں فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَنَا بِشَاعِرٍ وَّلَا یَنْبَغِیْ لِیْ حضور نے فرمایا میں قسم بخدا شاعر نہیں اور شاعری میری شایان شان بھی نہیں

بیہقی اپنی سنن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں قَالَتْ مَا جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْتَ شِعْرٍ قَطُّ اِلَّا بَیْتًا وَّاحِدًا۔

تَفَاءَلْ بِمَا تَهْوٰی یَکُنْ فَلَقَلَّمَا یُقَالُ لِشَیْءٍ کَانَ اِلَّا تَحَقَّقَ

قَالَتْ عَائِشَۃُ وَلَمْ یَقُلْ تَحَقَّقَا لِئَلَّا یُعْرِبَہٗ فَیَصِیْرُ شِعْرًا

حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا حضور نے کبھی مصرعہ کا شعر نہیں فرمایا مگر ایک بیت اور مثال میں مذکورہ شعر سنا کر فرمایا کہ اس میں تحققا حضور نے اس لیے نہیں فرمایا کہ کہیں وزن شعری میں پورا نہ ہو جائے

بلکہ تحقق فرمایا۔

بہر حال خلاصہ مقصد سمجھنے کے لیے اس امر کا جاننا ضروری ہے کہ ایک طرف حضور نے شعر و اشعار پسند نہیں فرمائے جیسا مسند احمد بن حنبل میں ہے جیسے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں كَانَ اَبْغَضُ الْحَدِيْثِ اِلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ حضور کے نزدیک باتوں میں شعر سب سے زیادہ مبغوض تھا۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ اَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے جوف بطن میں اگر راد پیپ بھر جائے تو اس سے بہتر ہے کہ اس میں شعر بھرا ہو۔

اس کے مقابلہ میں غنبل سے مروی ہے اِنَّهٗ قَالَ كَانَ الشِّعْرُ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْكَلَامِ حضور کو دوسرے کلام سے شعر محبوب ترین تھا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر شعراء کے کلام پسند آتے تھے۔ چنانچہ بارگاہ رسالت میں ایک غلام بارگاہ نے یہ رباعی سنائی

لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوٰى كَبِدِىْ ۔۔۔ فَلَا طَبِيْبَ لَهَا وَلَا رَاقِ

اِلَّا الْحَبِيْبُ الَّذِىْ شُغِفْتُ بِهٖ ۔۔۔ فَعِنْدَهٗ رُقْيَتِىْ وَتِرْيَاقِىْ

اس کا ترجمہ علامہ نامی عبد الرحمن جامی نے رباعی میں فرمایا۔

بگزید مار عشقت جگر کباب مارا ۔۔۔ نہ طبیب می شناسد نہ فسونگرے دوا را

مگر آں حبیب دل برکہ ربود دل زدستم ۔۔۔ بفسونگری گر آید بکند علاج مارا

لبید کا یہ شعر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت پسند فرمایا تھا

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ ۔۔۔ وَكُلُّ خَلْقٍ لَا مُحَالَةَ زَائِلٌ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ استاذ الشعراء حضور کے محبوب نعت خواں تھے چنانچہ انہوں نے حضور کی منقبت میں کہا

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِىْ ۔۔۔ لٰكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِىْ بِمُحَمَّدٍ

آپ فرماتے ہیں،

وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ ۔۔۔ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

اور آپ کا یہ شعر ہے:

وَضَمَّ الْاِلٰہُ اسْمَ النَّبِیِّ اِلٰی اسْمِہٖ ۔ اِذْ قَالَ فِی الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ

حضرت مولائے کائنات شیر خدا کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

تَغَیَّرَتِ الْمَوَدَّۃُ وَالْاِخَاءُ ۔ وَقَلَّ الصِّدْقُ وَانْقَطَعَ الرَّجَاءُ

آپ کا ایک شعر یہ بھی ہے۔

اِنِ افْتَخَرْتَ بِاٰبَاءٍ مَضَوْا سَلَفًا ۔ قُلْنَا صَدَقْتَ وَلٰکِنْ بِئْسَمَا وَلَدُوْا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جُدْ بِلُطْفِکَ یَا اِلٰهِیْ مَنْ لَّہٗ زَادٌ قَلِیْلٌ ۔ مُفْلِسٌ بِالصِّدْقِ یَاتِیْ عِنْدَ بَابِکَ یَا جَلِیْلُ

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

اِنْ نِّلْتِ یَا رِیْحَ الصَّبَا یَوْمًا اِلٰی اَرْضِ الْحَرَمْ

بَلِّغْ سَلَامِیْ رَوْضَۃً فِیْهَا النَّبِیُّ الْمُحْتَرَمْ

تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اشعار جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مبغوض تھے وہ تھے جن میں بے معنی لا یعنی مجموعۂ اکاذیب اور تخیلات و توہمات کا اجتماع ہو۔

اور جو اشعار ہدایت آمیز مضامین سے پر ہوں جن میں توحید و رسالت کے فضائل ہوں جو مناقب و مناعت سید الکونین کا مجموعہ ہوں وہ محمود و مستحسن ہیں چنانچہ حضور کی نعت میں حسان جب اشعار پڑھتے تو مسجد نبوی میں آپ کے لیے منبر لگا یا جاتا اور حضور دعا دیتے اور فرماتے اَللّٰهُمَّ اَیِّدِ الْحَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ الٰہی حسان کی مدد روح قدس کے ساتھ فرما۔

اور وہ اشعار جن میں ہزلیات و فواحشات مملو ہوں ان سے بہتر ہے کہ انسان کے جوف میں راد بیپ بھرا ہو چنانچہ سورۂ شعراء میں جہاں مذمت شعر ہے وہاں تصریح موجود ہے۔ وَالشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ۔ وہ شعراء جو اپنی غوایت و خواہشات کے تلبع میں وہ وادی فحش و غوایت میں سرگرداں رہتے ہیں۔

جیسے حماسہ۔ متنبی۔ سبعہ معلقہ کا مجموعہ یا دعبل۔ ابو العتاہیہ۔ ابو نواس وغیرہ کے اشعار اور فرزدق ابو الفراس کے اشعار۔

بعد اسلام حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار۔ لبید کے اشعار۔ امام زین العابدین اور امام شافعی اور حضرت صدیق و فاروق و مولا علی کرم اللہ وجہہ۔ امام محمد بوصیری وغیرہ وغیرہ کے اشعار جو منقبت سید دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم میں ہیں یہ سراسر محمود ہیں۔ اردو میں اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کا نعتیہ کلام

حسن میاں کا کلام۔ حافظ پیلی بھیتی کا کلام۔ کیفت کا مجموعہ مناعت یہ سب پسندیدہ بارگاہ رسالت ہیں تو خلاصہ کلام یہ نکلا کہ وہ شاعری جو انبیاء اولیاء کی منقبت میں ہو تاریخی مضامین کا مجموعہ ہو وہ سب مستحسن ہے اور وہ شاعری جس میں کسی خیالی فرضی معشوق کے رخساروں کو سیب آنکھوں کو لیموں سے بھوؤں کو شمشیر سے تشبیہ دے کر کمر کو معدوم قرار دے کر دہن کو نقطہ بنا کر بتایا جائے اور تضیع اوقات کے سوا اس کا کچھ حاصل نہ ہو ایسے اشعار سے بہتر ہے کہ انسان کے جوف میں راد پیپ بھر جائے۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس کلام کو جو یوم حنین میں اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ فرمایا تھا اسے عروض کے قاعدہ میں شعر نہیں مانا گیا بلکہ اسے کلام منثور ہی کہا۔

اس لیے کہ اس شعر میں ایک مصرعہ کی تقطیع تین بار مستفعلن کہنے سے پوری ہوتی ہے دونوں مصرعے چھ بار مستفعلن کہنے سے پورے ہوتے ہیں۔

اور یہاں مستفعلن کے بعد لاکذب پر پورا مستفعلن نہیں آتا۔ گویا دونوں مصرعوں میں تین مستفعلن آتے ہیں۔

وَاَصْلُہٗ مَا کَانَ عَلٰی مُسْتَفْعِلَنْ سِتَّ مَرَّاتٍ شِعْرًا وَلَا یُسَمّٰی قَائِلُہٗ رَاجِزًا وَّلَا شَاعِرًا۔ اسی لیے اس کا قائل نہ راجز کہلائے گا نہ شاعر۔

اور اس میں دعوی استحالۂ کذب علی النبی کی طرف اشارہ ہے۔ گویا اس فرمانے سے اس امر کا اظہار ہے اَنَا النَّبِیُّ وَالنَّبِیُّ لَا یَکْذِبُ فَلَسْتُ بِکَاذِبٍ فِیْمَا اَقُوْلُ حَتّٰی اَنْہَزِمَ وَاَنَا مُتَیَقِّنٌ اِنَّ الَّذِیْ وَعَدَنِیَ اللہُ تَعَالٰی مِنَ النَّصْرِ حَقٌّ فَلَا یَجُوْزُ عَلَیَّ الْفِرَارُ۔ ہم نبی ہیں اور نبی جھوٹ نہیں کہتا تو میں جھوٹا نہیں اس دعوی میں جو فرما چکا اور میں اس پر یقین رکھتا ہوں جو میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ایسی صورت میں یہ ان سے انہزام جائز نہیں چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ۔ یہاں اِن نافیہ کے ساتھ فرمایا یہ قرآن کریم نہیں ہے مگر نصیحت اور آسمانی کتاب روشن۔ یعنی یہ کلام شعر نہیں ہے بلکہ کلام الٰہی ہے۔

لِّیُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا وَّیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ۔ تاکہ یہ کلام انہیں ڈرائے جو زندہ ہیں اور عذاب واجب کرے اس پر جو کافر ہیں اور حیات ایمانی سے مردہ ہیں۔

یہاں لفظ حیٌّ فرما کر تشبیہ دی حیات ایمان سے اس لیے کہ مومنین ہی بعد موت حیات ملنے کا اور کفار ان ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیٰی وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

یعنی وہ اپنے اعتقاد کے ماتحت کہتے تھے یہ زندگی دنیا کی ہی زندگی ہے اسی میں جینا ہے اور اسی میں

مرنا اور ہم آخرت میں عذاب نہیں پائیں گے۔ اسی عقیدہ پر وہ مصر تھے۔ اس کے بعد بطریق استفہام انکار ارشاد ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ وَلَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ۔ کیا نہیں دیکھتے وہ کہ ہم نے پیدا کیا ان کے لیے اپنے ید قدرت سے چار پائے اور انہیں ان کے ملک کیا اور انہیں ان کے لیے ہر طرح مسخر کر دیا تو ان میں بعض کو سواری میں لیتے اور بعض کو ذبح کر کے کھاتے ہیں اور ان کے لیے ان میں اور منافع بھی ہیں کھانے پینے کے۔

یعنی ید قدرت سے چار پائے بنا کر ان پر انسان کو قابض کیا اور اتنا مقہور فرمایا کہ ان پر سوار ہو کر سیر کریں اور ذبح کر کے ان کا گوشت استعمال کریں۔ اون اتار کر سویٹر جراب۔ ٹوپ جراب مفلر چادریں بنائیں اور چلدر نگ کر جوتیاں اور سوٹ کیس فرش وغیرہ تیار کریں۔ دودھ نکال کر مکھن دہی کھویا پنیر کھائیں وغیرہ وغیرہ۔

تو اس کی قدرت کاملہ کا معائنہ کرتے ہوئے بھی شکر ادا نہیں کرتے۔ باوجودیکہ یہ صنعت ایسی ہے کہ بندہ اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہے پھر ارشاد ہے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ۔ اور اللہ کے سوا انہوں نے غیر خدا ٹھہرا لیے اس امید پر کہ ان کی مدد ہو ان میں مدد کی طاقت ہی نہیں اور وہ مشرکوں کے ساتھ جماعت کی جماعت حاضر کی جائے۔

ابن ابی حاتم اور ابن منذر حسن اور قتادہ سے راوی ہیں اَلْمَعْنٰی اَنَّ الْمُشْرِكِیْنَ جُنْدٌ لِّاٰلِهَتِهِمْ فِی الدُّنْیَا مُحْضَرُوْنَ لِلنَّارِ فِی الْاٰخِرَةِ۔ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ کے یہ معنی ہیں کہ مشرکین کے لشکر اپنے معبودوں کے لیے دنیا میں جیسے جمع ہوتے ہیں آخرت میں جہنم کی آگ کے لیے سب حاضر کیے جائینگے اعانت و نصرت کہاں سے کریں گے۔

اس کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلیتہً ارشاد ہے۔

فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ۔ اے محبوب آپ کو ان کے اقوال غمگین نہ کریں ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ خفیہ کرتے ہیں اور جو کچھ علانیہ کرتے ہیں۔

یعنی جب ان کا یہ حال اپنے رب عزوجل کے ساتھ ہے کہ اس کے مقابل انہوں نے غیر خدا بنا لیے تو آپ ان کے اس قول سے غمگین نہ ہوں کہ وہ آپ کی شان میں بکتے ہیں کہ هُوَ شَاعِرٌ سَاحِرٌ

مَجْنُوْنٌ ۔ وہ شاعر ہیں ساحر ہیں۔ مجنون ہیں۔ تو جب وہ اپنی سخافت عقل سے ایسا ایسا کہتے اور انواع واقسام کی بکواس کہتے ہیں ان کا خفیہ اعلانیہ ہر فعل ہمیں معلوم ہے ہم ان کے ہر عمل کا بدلہ دیں گے اور انہیں جہنم میں ڈالیں گے۔

اور ان کا مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار بھی ان کی بے عقلی کی صاف نشانی ہے ورنہ ہم بتلاتے ہیں کہ ان کا انکار بعث اسی بنا پر ہے کہ وہ مر کر مٹی میں مل جائیں گے اور مٹی میں جان پڑنا محال ہے اسی لیے تو انہوں نے کہا مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ ۔ ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ ۔ لیکن اس امر پر غور نہیں کرتے کہ ان کی ابتدا کس چیز سے ہوئی چنانچہ ارشاد ہے۔

اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۔ کیا نہ دیکھا انسان نے کہ ہم نے اسے پیدا کیا نطفہ سے تو وہ کھلا جھگڑالو ہے۔

آیہ کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ انکار بعث بعد الموت جو کرتا ہے وہ اپنی ابتداء تخلیق سے بےخبر ہے اس لیے کہ اس کی ابتداء نطفہ سے ہوئی ہے اور نطفہ وہ ذلیل وقلیل قطرہ ہے جس میں جان نہیں ہے اور اتنا ناپاک ہے کہ کپڑے یا جسم پر لگ جائے تو بغیر پاک کیئے نماز نہ ہو۔

خَلَقْنٰہُ مِنْ نُّطْفَۃٍ ۔ اس آیت کریمہ میں دلیل بعث بعد الموت ہے چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں اَیْ اَلَمْ یَتَفَکَّرِ الْاِنْسَانُ وَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ نُّطْفَۃٍ ۔ کیا وہ انسان جو بعث بعد الموت کا منکر ہے اس نے غور نہ کیا کہ وہ پیدا ہی نطفہ سے ہوا تھا جو بے جان اور جماد محض ہے۔

تو جب قطرۂ بے جان سے اول پیدا کیا گیا تو اس کے بعد دوبارہ پیدا کرنا اس قادر قیوم پر کیوں کر مشکل سمجھا جاتا ہے۔

بلکہ اگر غور کیا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ ابتداء تخلیق مشکل ہے اور دوبارہ بنانا تو آسان ہے مگر فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۔ وہ ہے کہ بلا دلیل جھگڑتا اور انکار کرتا ہے۔

گویا آیۂ کریمہ میں یہ فرمایا گیا کہ انسان نے کیا یہ نہ دیکھا کہ ہم نے اسے اخس اشیاء سے اور قطرۂ مہین سے جب بنایا تو آج وہ ہمارے سامنے جھگڑتا ہوا آرہا ہے اور وَنَسِیَ خَلْقَہٗ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ ۔ اپنی ابتدا بھول گیا اور کہتا ہے کون ہڈیاں زندہ کرے گا جب وہ بوسیدہ اور مٹی ہوں گی اس کا جواب فرمایا گیا کہ اے محبوب قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ۔ فرمادیجئے وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار اسے زندہ فرمایا۔

یہاں انسان سے مراد جنس ہے اور خصیم سے مراد وہ کافر ہے جو منکر بعث بعد الموت ہے۔

چنانچہ آیہ کریمہ کے شانِ نزول میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جَاءَ الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَظْمٍ حَائِلٍ فَفَتَّہٗ بِیَدِہٖ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اَیُحْیِی اللّٰہُ تَعَالٰی ھٰذَا بَعْدَ مَا اَرَمَ قَالَ نَعَمْ یَبْعَثُ اللّٰہُ تَعَالٰی ھٰذَا ثُمَّ یُمِیْتُکَ ثُمَّ یُحْیِیْکَ ثُمَّ یُدْخِلُکَ نَارَ جَھَنَّمَ فَنَزَلَتِ الْاٰیَاتُ۔

عاص بن وائل حضور کی خدمت میں ایک گلی ہڈی لے کر آیا اور اسے چٹکی میں ملتا ہوا بولا حضور کیا اللہ اسے بھی زندہ کرے گا جو گل کر مٹی ہو گئی ہے حضور نے فرمایا ہاں اللہ اسے زندہ کرے گا پھر تجھے موت دے گا پھر زندہ فرمائے گا پھر تجھے جہنم میں داخل فرمائے گا تو یہ آیتیں اللہ تعالٰی کی طرف سے اس کے جواب میں نازل ہوئیں۔

اور ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ آنے والا اور یہ سوال کرنے والا ابی بن خلف تھا یہ وہی ابی ہے جسے حضور نے یوم احد میں قتل فرمایا۔

اور درمنثور میں بھی ایسا ہی ابی مالک اور مجاہد اور قتادہ اور سدی اور عکرمہ سے منقول ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ آنے والا ابوجہل بن ہشام تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن ابی تھا۔

اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امیہ بن خلف تھا۔

اور ممکن ہے کہ اختلاف روات کی وجہ یہ ہو کہ یہ تمام کافر علیحدہ علیحدہ یہ اعتراض لائے ہوں۔ اب آگے ارشاد ہے۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَہٗ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ۔ اور ہمارے لیے کہاوت بناتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھولتا ہے اور کہتا ہے کون ہڈیاں زندہ کرے گا جبکہ وہ بوسیدہ ہو کر مٹی ہو چکی ہوں گی۔ اے محبوب فرما دیجئے انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اول اسے بنایا اور ہر قسم کی تخلیق کا عالم ہے۔

یعنی اللہ تعالٰی کی شیون قدرت پر انواع و اقسام کی مثال دے کر بعث بعد الموت پر استبعاد عقلی پیش کرتا ہے حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ معدوم کو کتم عدم سے منصۂ شہود پر لانا جتنا مشکل ہے اتنا دوبارہ بنانا دشوار نہیں ہوتا۔

اور یہ باعتبار مثال یا نسبت الی المخلوق کہا جا سکتا ہے اس لیے کہ وہ خالق مطلق تو وہ ذات ہے کہ اس کے لیے سوا قبائح کے کوئی شے محال ہی نہیں۔

البتہ ممتنع بالذات جیسے کہا جاتا ہے وہ کذب ہے کہ وہ صدق سے متباین ہے اور صفت صدق باری تعالیٰ ازلی ابدی سرمدی قدیم ہے ایسے ہی ذات واجب تعالیٰ شانہ احد ہے اس کا ثانی محال ہے۔ لہٰذا تخلیق ثانی بھی محال ہے وقس علیٰ ہٰذا۔

تو علاوہ ممتنعات کے وہ ہر شئے پر قادر علی الاطلاق ہے۔

اسی لیے اپنے حبیب پاک سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا قُل اے محبوب فرمادیجئے یُحْیِیْهَا الَّذِیْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ۔ وہ مرنے کے بعد ان سب کو زندہ فرمائے گا جنہیں اول زندہ کیا اور وہ تمام خلق کو جانتا ہے۔

یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سب کچھ پیدا فرما سکتا ہے تو حضور کا نظیر بھی پیدا فرما سکتا ہے حالانکہ یہ محال ہے اس لیے کہ ان کے متعلق وعدہ فرمادیا گیا کہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ وہ ہمارے رسول اور آخری نبی ہیں۔

اور خاتم کے معنی آخر زبان مصطفیٰ ہی سے ہم نے لیے ہیں اس لیے کہ حضور نے خود فرمادیا اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ ہم آخری نبی ہیں اب ہمارے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالے نے فرمادیا وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا۔ کون ہے کلام میں اللہ سے زیادہ سچا۔ بنا بریں حضور کا نظیر بھی ممتنع ہے اور جو حضور کے بعد نبی ملنے وہ منکر کلام الٰہی ہے اور کلام الٰہی کا انکار ردۃ خالص ہے۔

البتہ فلاسفہ کا ایک اشکال ضرور قابل غور ہے کہ ہڈیوں میں حیات ہے یا نہیں ؟ اگر ہڈی میں حیات ہے تو اس پر موت اثر پذیر ہوگی جیسے اعضاء انسانی پر موت آتی ہے تو وہ زندہ ہو گئے اور اس کا فرنے مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ کہا تھا۔

اس پر جالینوس خود اپنے کلام میں مضطرب ہے چنانچہ ابن زہر کتاب التیسیر میں لکھتا ہے۔

اِضْطَرَبَ كَلَامُ جَالِیْنُوْسَ فِی الْعِظَامِ هَلْ لَّهَا اِحْسَاسٌ اَمْ لَا۔ جالینوس اس میں مضطرب ہے کہ ہڈیوں میں احساس ہے یا نہیں۔ اس پر ابن زہر لکھتا ہے۔

وَالَّذِیْ ظَهَرَ لِیْ اِنَّ لَهَا حِسًّا بَطِیْئًا۔ اور جو میری تحقیق میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ ہڈی میں حس بطی ہے۔ لیکن خود ہی آگے کہتا ہے وَلَیْتَ شِعْرِیْ مَا یَمْنَعُهَا مِنَ التَّعَفُّنِ۔ لیکن تعجب ہے کہ جب اس میں حس بطی ہے تو مانع تعفن کیا ہے۔

اسی بنا پر فقہاء کی تحقیق میں ہے اِنَّ الْعِظَامَ لَا حَیَاةَ فِیْهَا یَنْبَنِیْ عَلَیْهَا الْحُكْمُ بِطَهَارَتِهَا مِنَ الْمَیْتَةِ اِذِ الْمَوْتُ زَوَالُ الْحَیٰوةِ فَحَیْثُ لَمْ تُحِلَّهَا الْحَیَاةُ لَمْ یُحِلَّهَا الْمَوْتُ فَلَمْ تَكُنْ نَجِسَةً۔ ہڈیاں وہ ہیں

کہ ان میں حیات نہیں اسی بناپر ان کی طہارت تسلیم کی گئی خواہ وہ زندہ کی ہوں یا میتہ کی۔ اس لیے کہ موت نام ہے زوال حیات کا تو جب حلول حیات ہڈیوں میں نہیں تو حلول موت بھی نہیں اسی وجہ میں وہ نجس بھی نہیں
وَیُوَضِّحُ مَنْ ذَهَبَ مِنَ الْفُقَهَاءِ اِلٰی اَنَّ الْعِظَامَ لَاحَیَاةَ فِیْهَا بَنیٰ عَلَیْهَا الْحُکْمَ بِطَهَارَتِهَا مِنَ الْمَیْتَةِ اِذِ الْمَوْتُ زَوَالُ الْحَیٰوةِ فَحَیْثُ لَمْ تَحِلَّهَا الْحَیَاةُ لَمْ یَحِلَّهَا الْمَوْتُ فَلَمْ تَکُنْ نَجِسَةً۔
وَهُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ۔ اور وہ ہر خلق کا عالم ہے۔ آگے ارشاد ہے۔
اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ۔ وہ قادر وہ ہے جس نے تمہارے لیے ہرے درخت سے آگ بنائی کہ تم اسے دھکاتے ہو۔
اس پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِهٰذَا الشَّجَرِ الْمَرْخُ وَالْعَفَارُ یُتَّخَذُ مِنَ الْمَرْخِ وَهُوَ ذَکَرٌ الزَّنْدُ الْاَعْلیٰ وَمِنَ الْعَفَارِ بِفَتْحِ الْعَیْنِ وَهُوَ اُنْثَی الزَّنْدِ السُّفْلیٰ وَیُسْحَقُ الْاَوَّلُ عَلَی الثَّانِیْ وَهُمَا خَضْرَاوَانِ یَقْطُرُ مِنْهُمَا الْمَاءُ فَتَنْقَدِحُ النَّارُ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالیٰ۔
مشہور یہ ہے کہ اس درخت سے مراد شجر مرخ اور عفار ہے۔ مرخ مذکر ہے اور عفار مؤنث جب مرخ کو عفار پر گھسیں تو دونوں سبز پانی ٹپکاتے ہوتے ہیں تو اللہ تعالے کے حکم سے ان سے آگ چمکنے لگتی ہے۔ اور علامہ زمخشری وغیرہ کہتے ہیں مرخ بمنزلہ نر ہے اور عفار بمنزلہ انثی ہے۔
اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اور کلبی بھی یہی کہتے ہیں کہ فِیْ کُلِّ شَجَرٍ نَارٌ اِلَّا الْعُنَّابَ کہ مرخ وعفار ہی پر کیا موقوف ہے ہر درخت میں آگ ہوتی ہے سوا عناب کے۔
چنانچہ علامہ خفاجی اپنے حسب حال فرماتے ہیں

اَیَا شَجَرَ الْعُنَّابِ نَارُکَ اُوْقِدَتْ ۔۔۔ بِقَلْبِیْ وَمَا الْعُنَّابُ مِنْ شَجَرِ النَّارِ

اے عناب کے درخت تیری آگ بھی بھڑک اٹھی میرے دل میں اور عناب آگ والے درخت سے نہیں ہے۔
اور مرخ وعفار کی خصوصیت سے یوں مثال دی کہ ان سے آگ کے سوا کچھ نہیں پیدا ہوتا۔
اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ کیا نہیں ہے اس پر قادر جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا کہ مثل ان کی پیدا فرما دے۔ کیوں نہیں وہ قادر ہے اور زبردست خلاق علم والا ہے اور اس کا تو یہی کام ہے کہ جب ارادہ فرماتا ہے کسی شے کا تو حکم فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ فی الفور ہو جاتی ہے۔

اَوَلَیْسَ میں استفہام انکاری ہے جس سے منکرین پر قیام حجت مقصود ہے جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے اَوَلَیْسَ الَّذِیْ اَنْشَاَھَا اَوَّلَ مَرَّۃٍ یا جیسے فرمایا اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا۔ اس بیان سے مقصود دفع توہم ہے اور بَلٰی فرما کر اس امر کا اظہار فرمایا گیا کہ بے شک وہ ذات علی کل شئی قدیر ہے اور وہ ایجاد اور عالم و قادر علی الاطلاق ہے۔

بلکہ اس کی شان قدرت تو یہ ہے کہ ایجاد میں وہ کسی مادہ کا محتاج نہیں بلکہ کُن فرما کر معدوم کو کتم عدم سے منصۂ شہود پہ لے آتا ہے بلکہ معظمین سلف تو یہ کہتے ہیں کہ کن بھی فرمانا ضروری نہیں اس کی شئون قدرت تو اتنی بلند ہیں کہ افہام مخلوق کی وہاں پہ رسائی نہیں ہمیں یہی مناسب ہے کہ اس کی شئون قدرت میں کلام بند کریں اور اعتراف کی گردن جھکائیں اور بارگاہ تعالےٰ شانہ میں عرض کریں۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ تنزیہ اور پاکی ہے اس ذات واجب الوجود کو جس کے ید قدرت میں ملک و ملکوت ہے اور اس کی ملکیت ملکیت تام ہے ہر شئے پر اور اسی کی طرف تمہیں یعنی مومنین کو لوٹ کر جانا ہے اور منکرین کو بھی پہنچنا ہے۔

آیۂ کریمہ میں ملکوت فرما کر ملکیت تام پہ مبالغہ فرمایا گیا۔

اور بعض نے ملکوت کی تفسیر میں یہ بھی کہا کہ عالم امر و غیب دونوں اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

اور وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ میں خطاب عام ہے مومنین و مشرکین کو۔

اور بعض نے کہا کہ اس میں خطاب مشرکین سے ہی ہے اور توبیخاً الٰہی کو فرمایا اور آیات بینات میں ملخصًا علامت واضحہ ہے معاد جسمانی پہ اور شبہ مشرکین کا پورا دفع ہے۔

اور مسئلہ معاد مہمات مسائل دین سے تھا جیسے اس سورت مبارکہ میں علی الخصوص واضح اور لائح فرما دیا گیا۔ اسی وجہ میں اس سورت مبارکہ کو اجلہ علماء نے قلب قرآن فرمایا۔

تحقیق الروح والانسان

اِعْلَمْ اَوَّلًا اَنَّ الْمُسْلِمِیْنَ اِخْتَلَفُوْا فِیْ اَنَّ الْاِنْسَانَ مَا ھُوَ؟ پہلے اس امر کا جاننا ضروری ہے کہ مسلمانوں میں اس امر پہ اختلاف ہے کہ انسان کیا ہے؟

فَقِیْلَ ھُوَ ھٰذَا الْھَیْکَلُ الْمَحْسُوْسُ مَعَ اَجْزَاءٍ سَارِیَۃٍ فِیْہِ سِرْیَانَ مَاءِ الْوَرْدِ فِی الْوَرْدِ وَالنَّارِ فِی الْفَحْمِ وَھُوَ جِسْمٌ لَطِیْفٌ نُوْرَانِیٌّ۔ تو بعض نے کہا وہ یہی ہیکل محسوس ہے معہ اجزاء ساریہ کے اس میں جیسے سریان لیسے ہے جیسے گلاب میں گلاب کا پانی یا کوئلہ میں آگ۔ اور روح ایک جسم لطیف ہے جو نورانی ہے وَلَا نَعْلَمُ حَقِیْقَۃَ ھٰذَا الْجِسْمِ وَھُوَ الرُّوْحُ اور اس کے جسم کی حقیقت نہیں جانتے سوا اس کے

کہ وہ روح ہے اور اللہ تعالٰی نے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ فرمایا ہے۔
تو عالم کون تو وہ ہے جس کی تخلیق اور نشو و نما تدریجی ہے جیسے جسم انسان و حیوان اور درخت تیھر وغیرہ
اور عالم امر وہ ہے جس کی تخلیق یک لخت ہے اور اس کی نشو و نما ایک بار ہے جیسے ملک فلک
نجوم و سیارہ عرش و کرسی لوح و قلم اور روح۔
چنانچہ روح کے متعلق جب سوال کیا گیا تو جناب باری تعالٰی کی طرف سے حضور کو ارشاد ہوا
وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں کہ یہ کیا ہے فرما دیجئے
امر رب سے ہے۔ اسی کو عالم امر کہتے ہیں۔ آلوسی بغدادی فرماتے ہیں۔
عِنْدَ مُعْظَمِ السَّلَفِ الصَّالِحِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَدَنِ عِلَاقَةٌ تُعَبَّرُ عَنْهَا بِالرُّوْحِ الْحَيْوَانِيَّةِ وَهُوَ بُخَارٌ
لَطِيْفٌ اِذَا فَسَدَ وَخَرَجَ عَنِ الصَّلَاحِيَّةِ لِاَنْ يَكُوْنَ عِلَاقَةً تَخْرُجُ الرُّوْحُ عَنِ الْبَدَنِ خُرُوْجًا
اِضْطِرَارِيًّا وَتَزُوْلُ الْحَيَاةُ وَمَا دَامَ بَاقِيًا عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ يُصْلِحُ بِهٖ لِاَنْ يَكُوْنَ عِلَاقَةً تَبْقَى
الرُّوْحُ وَالْحَيَاةُ۔
معظمین سلف صالحین کے نزدیک روح و بدن میں جو علاقہ ہوتا ہے اسے روح حیوانیہ کہتے ہیں اور وہ
ایک لطیف بخار ہے جب وہ فاسد ہو کر صلاحیت نہیں رکھتا تو روح بدن سے اضطراری حالت میں خارج
ہو جاتی ہے اور حیات انسانی کا زوال ہو جاتا ہے اور جبتک وہ روح حیوانی باقی رہتی ہے بدن میں صلاحیت
رہتی ہے اور روح و حیات کا علاقہ ہوتا ہے۔
علامہ امام قرطبی اپنی مولف تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ روح کے لیے اول و آخر کی نسبت نہیں یَعْنِیْ اَنَّهٗ
لَا يَفْنٰى ذَاتٌ فَارَقَ الْبَدَنَ الْمَحْسُوْسَ۔ وَذَكَرَ فِيْهَا اَنَّ مَنْ قَالَ اِنَّهٗ يَفْنٰى فَهُوَ مُلْحِدٌ۔ برایں معنی کہ وہ
فانی نہیں اگرچہ بدن محسوس سے وہ علیحدہ ہو جاتی ہے اور اسی تذکرہ میں فرمایا کہ جو روح کو فانی کہے وہ ملحد ہے۔
ایسے ایسے بہت سے احتمالات ہیں جو فلاسفہ نے نکالے چونکہ ایسے مضامین سے مذہبی تعلق کم ہے
لہٰذا ہم اسے نظر انداز کر کے کلام الٰہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
جیسا حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے واقعہ میں ہے رَبِّ اَرِنِیْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى اے میرے رب
مجھے دکھا دے کہ کس طرح مردہ کو زندہ فرماتا ہے۔
اور ارشاد ہے اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ۔ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ
کیا انسان اس گمان و خیال میں ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے۔ کیوں ہم قادر ہیں اس پر کہ اسکے
جوڑ بھی صحیح کر دیں۔ چنانچہ ایسا ہی لیلیین میں ارشاد ہوا۔

اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ

کیا وہ جس نے آسمان و زمین بنائے قادر نہیں اس پر کہ پیدا کردے اس جیسا دوبارہ۔ بَلٰی فرما کر ارشاد ہے کیوں نہیں وہ خلاق اور علم والا ہے۔

بلکہ وہ ایسا خلاق ہے کہ اسے اتمام اجزا کی بھی احتیاج نہیں۔ بلکہ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۔ اس کی شان تخلیق یہ ہے کہ جب کسی شے کا ارادہ فرماتا ہے حکم دیتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے اور کتم عدم سے منصۂ شہود پر آجاتی ہے۔

اس کی تحقیق و تدقیق ایسی عمیق ہے کہ فلاسفہ اپنے توہمات میں ہیں اور معتزلہ اپنے خیالات میں ہیں اور اس مبحث پر اقوال کثیر ہیں جن کے لکھنے سے سوائے خوف اضلال و ضلال کچھ حاصل نہیں اس لیے وہ سب مضامین ترک کردیے گئے۔

اور صوفیائے عظام نے یٰسٓ سے مراد سیادت بنی الانبیا علیہ التحیہ والثنا لی اور اس کے یہ معنے کیے یَا سَیِّدَ الْخَلْقِ اور حضور کی ہستی بمنزلہ قلب قرار دی اور عالم کو بمنزلہ ابدان بنایا۔

چنانچہ شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا

اَنَا الْقُرْاٰنُ وَالسَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَرُوْحُ الرُّوْحِ لَا رُوْحُ الْاَوَانِیْ

وَلَا اَحَدٌ اَكْمَلُ مِنَ النَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی هٰذَا الْاِنْعَامِ۔

سُوْرَةُ الصَّافَّاتِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ الصافات پ ۲۳

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝ فَالتّٰلِیٰتِ ذِكْرًا ۝

قسم ہے ان غازیوں کی جو صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں تو اپنے گھوڑوں کو ڈانٹتے ہیں اور تلاوت کرتے ہوئے ذکر میں مشغول ہیں۔

إِنَّ إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝

بے شک تم سب کا معبود ایک ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا رب ہے اور سورج کے نکلنے کی جگہ کا رب ہے۔

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ ۝

بے شک ہم نے آسمان دنیا کو مزین کیا ستاروں کی تزیین سے۔

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۝

اور محافظت کی ہر سرکش شیطان سے۔

لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلٰى وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝

نہیں سن سکتے ملأ اعلیٰ کی باتیں اور مارے جاتے ہیں ہر طرف سے۔

دُحُورًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝

اور دھتکارے جاتے ہیں اور ان کے لیے لازمی عذاب ہے۔

إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝

مگر شاذ و نادر کوئی چھپ کر سننا چاہے تو اس کے پیچھے چمکتا انگارا لگتا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَّنْ خَلَقْنَا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّنْ طِينٍ لَّازِبٍ ۝

تو اے محبوب ان سے پوچھیئے کہ کیا ان کا پیدا کرنا مشکل ہے یا ان کا جو ہم نے پیدا کیں بے شک ہم نے پیدا کیا ان کو چپکنے والی مٹی سے۔

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۝

اے محبوب آپ ان کے انکار پر تعجب کرتے ہیں اور وہ مسخر کرتے ہیں۔

وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ۝

اور جب انہیں نصیحت کریں وہ نصیحت قبول نہیں کرتے۔

وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَّسْتَسْخِرُونَ ۝

اور جب آپ کا معجزہ دیکھتے ہیں تو تمسخر کرتے ہیں۔

وَقَالُوا إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝

اور کہتے ہیں یہ کچھ نہیں مگر کھلا جادو ہے۔

أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۝

بھلا کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں تو کیا ہم زندہ ہوں گے۔

أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۝

کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے۔

قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ۝

اے محبوب فرما دیجئے کہ ہاں اور تم اس وقت ذلیل ہو.

ناتواں ہوگئے۔

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝
وہ تو ایک جھڑکی ہوگی جس سے تم سب زندہ ہو کر دیکھتے ہوگئے۔

وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝
اور قیامت کے منکر کہیں گے ہائے افسوس یہ تو وہی سزا کا دن ہے۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝
اللہ فرمائے یہ وہ دن ہے فیصلہ کا جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ قسم ہے	الصّٰٓفّٰتِ۔ صف باندھنے والے فرشتوں کی		صَفًّا۔ آراستہ ہو کر
فَالزّٰجِرٰتِ۔ پھر ڈانٹنے والوں کی		زَجْرًا۔ جھڑک کر	فَالتّٰلِيٰتِ۔ پھر پڑھنے
والوں کی	ذِكْرًا۔ ذکر کو	اِنَّ۔ بیشک	اِلٰهَكُمْ۔ تمہارا معبود
لَوَاحِدٌ۔ ایک ہے	رَبُّ۔ رب ہے	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور
الْاَرْضِ۔ زمین کا	وَ۔ اور	مَا۔ جو	بَيْنَهُمَا۔ انکے درمیان ہے
وَ۔ اور	رَبُّ۔ رب ہے	الْمَشَارِقِ۔ مشرقوں کا	اِنَّا۔ بیشک ہم نے
زَيَّنَّا۔ زینت دی	السَّمَآءَ۔ آسمان	الدُّنْيَا۔ دنیا کو	بِزِيْنَةِ۔ زینت
نِ الْكَوَاكِبِ۔ ستاروں کی	وَ۔ اور	حِفْظًا۔ حفاظت	مِّنْ كُلِّ۔ ہر ایک
شَيْطٰنٍ۔ شیطان	مَّارِدٍ۔ سرکش سے	لَا۔ نہیں	يَسَّمَّعُوْنَ۔ سن سکتے
اِلَى۔ طرف	الْمَلَاِ۔ مجلس	الْاَعْلٰى۔ بلند کی	وَ۔ اور
يُقْذَفُوْنَ۔ مارے جاتے ہیں	مِنْ كُلِّ۔ ہر ایک	جَانِبٍ۔ طرف سے	دُحُوْرًا۔ دھتکارے ہوئے
وَ۔ اور	لَهُمْ۔ ان کے لیے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے	وَّاصِبٌ۔ لازم ہونے والا
اِلَّا۔ مگر	مَنْ۔ جس نے	خَطِفَ۔ اچک لیا	الْخَطْفَةَ۔ کچھ اچکنا
فَاَتْبَعَهٗ۔ تو پیچھے لگا اسکے	شِهَابٌ۔ شعلہ	ثَاقِبٌ۔ چمکتا ہوا	فَاسْتَفْتِهِمْ۔ تو پوچھ ان سے
اَ۔ کیا	هُمْ۔ وہ	اَشَدُّ۔ سخت ہیں	خَلْقًا۔ پیدائش میں

اَمْ۔ یا	مَنْ۔ جو	خَلَقْنَا۔ ہم نے پیدا کیا	اِنَّا۔ بیشک ہم نے
خَلَقْنٰھُمْ۔ ان کو پیدا کیا	مِّنْ طِیْنٍ۔ مٹی	لَّازِبٍ۔ چپکنے والی سے	
بَلْ۔ بلکہ	عَجِبْتَ۔ تُو نے تعجب کیا	وَ۔ اور	یَسْخَرُوْنَ۔ وہ مذاق کرتے ہیں
وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	ذُکِّرُوْا۔ نصیحت کیے جائیں	لَا۔ نہیں
یَذْکُرُوْنَ۔ نصیحت لیتے	وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	رَاَوْا۔ دیکھتے ہیں
اٰیَۃً۔ کوئی معجزہ	یَّسْتَسْخِرُوْنَ۔ تو وہ ٹھٹھا کرتے ہیں		وَ۔ اور
قَالُوْا۔ بولے	اِنْ۔ نہیں	ھٰذَا۔ یہ	اِلَّا۔ مگر
سِحْرٌ۔ جادو	مُّبِیْنٌ۔ ظاہر	ءَ۔ کیا	اِذَا۔ جب
مِتْنَا۔ ہم مرجائینگے	وَ۔ اور	کُنَّا۔ ہوجائیں گے	تُرَابًا۔ مٹی
وَّ۔ اور	عِظَامًا۔ ہڈیاں	ءَ۔ کیا	اِنَّا۔ ہم
لَمَبْعُوْثُوْنَ۔ اٹھائے جائینگے	اَوَ۔ کیا	اٰبَآؤُ۔ باپ دادا	نَا۔ ہمارے
الْاَوَّلُوْنَ۔ پہلے	قُلْ۔ کہہ دیں	نَعَمْ۔ ہاں	وَ۔ اور
اَنْتُمْ۔ تم	دَاخِرُوْنَ۔ ذلیل ہوگے	فَاِنَّمَا۔ اسکے سوا نہیں	ھِیَ۔ وہ
زَجْرَۃٌ۔ ڈانٹ ہوگی	وَّاحِدَۃٌ۔ ایک	فَاِذَا۔ تو اچانک	ھُمْ۔ وہ
یَنْظُرُوْنَ۔ دیکھتے ہونگے	وَ۔ اور	قَالُوْا۔ کہیں گے	یٰوَیْلَنَا۔ ہائے افسوس
ھٰذَا۔ یہ ہے	یَوْمُ۔ دن	الدِّیْنِ۔ قیامت کا	ھٰذَا۔ یہ ہے
یَوْمُ۔ دن	الْفَصْلِ۔ فیصلے کا	الَّذِیْ۔ وہ کہ	کُنْتُمْ۔ تھے تم
بِہٖ۔ اس کو	تُکَذِّبُوْنَ۔ جھٹلاتے۔		

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع سورۃ صافات پ۲۳

یہ سورۃ مکیہ ہے۔ اس میں پانچ رکوع ایک سو بیاسی آیتیں ہیں آٹھ سو ساٹھ کلمے تین ہزار آٹھ سو چھبیس حرف ہیں۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے قسم یاد فرمائی متعدد گروہ کی چنانچہ بعض کے نزدیک اس سے مراد گروہ ملائکہ ہیں جو نماز پڑھنے والوں کی طرح صف بستہ کھڑے ہو کر اس

کے حکم کے منتظر رہتے ہیں۔

بعض نے کہا اس سے مراد گروہ علماء ہے یا جماعت اولیا جو تہجد اور تمام نمازوں میں صفیں باندھ کر مصروف عبادت ہوتے ہیں۔

بعض نے کہا اس سے مراد غازیوں کے گروہ ہیں جو راہ خدا میں کفن بردوش صف بستہ دشمنان دین سے مقابلہ و مقاتلہ کرتے ہیں (مدارک)

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا کے بھی متعدد مفہوم ہیں۔

پہلی تقدیر پر جھڑک کر چلانے والے وہ ملائکہ ہو سکتے ہیں جو ابر و باد پر متصرف ہیں اور انہیں ہانکتے ہیں۔

دوسری تقدیر پر وہ علماء و اولیاء ہیں جو وعظ و پند اور تزکیہ کے ذریعہ لوگوں کو زجر و توبیخ کرتے اور راہ ہدایت پر چلاتے ہیں۔

اور بر تقدیر ثالث وہ غازی جو میدان جنگ میں اپنی سواریاں دوڑاتے اور زجر کرتے ہوئے انکو ہانکتے ہیں

فَالتّٰلِیٰتِ ذِکْرًا۔ اور قسم ان جماعتوں کی کہ قرآن پڑھنے والیاں ہیں ہماری یاد میں۔

اِنَّ اِلٰهَکُمْ لَوَاحِدٌ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ بے شک تمہارا معبود یقیناً ایک ہے مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے اور مالک مشرقوں کا۔

یعنی آسمان اور زمین اور ان کے اندر جتنی کائنات ہے اور جس قدر حدود و جہات ہیں سب کا وہی ایک مالک ہے تو دوسرا اس کے مقابل کس قدر اور کس طرح مستحق عبادت ہو سکتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ شریک سے پاک و منزہ ہے۔

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْکَوَاکِبِ وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ۔ بیشک ہم نے آسمان دنیا کو تاروں کی زینت سے آراستہ فرمایا اور محافظت سماوی کے لیے ہر شیطان سرکش سے حفاظت کیے ہیں۔

سماء دنیا وہ ہے جسے آسمان اول کہا جائے اور وہ اور آسمانوں سے زمین کے قریب ہے اور سب آسمانوں میں جو کچھ ہے اس کی محافظت کو نافرمان شیاطین سے ملائکہ پاسبان مقرر فرمائے ہیں چنانچہ جب شیاطین آسمان پر جانے کا ارادہ کرتے ہیں تو فرشتے ان پر شہاب مارتے ہیں جس سے وہ دفع ہو جاتے ہیں اور آسمان پر نہیں جا سکتے اور یہ جانا اس غرض سے ہوتا تھا کہ ملائکہ کی گفتگو سن کر کاہنوں کے ذریعے عوام میں غلط فہمیاں پیدا کریں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اِلَّا

مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۔ نہیں کان لگا سکتے ملا اعلی کی طرف اور ہر طرف سے وہ مارے جاتے ہیں اور انہیں مردود و مطرود کرنے کو مقرر ہیں اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے مگر جو ایک آدھ بار بھنک اچک لے چلا تو چمکتا انگارا اس کے پیچھے لگا۔

یعنی شیاطین اڑ کر آسمان تک پہنچ کر ملائکہ کی گفتگو نہیں سن سکتے جب وہ وہاں کی خبریں لینے کو اٹھتے ہیں تو انگاروں کے گرزان پر گرتے ہیں اور اگر کوئی شیطان مکالمہ ملائکہ کی گفتگو سن کر لے بھاگا تو اس کے پیچھے شہابہ سماوی چمکتا ہوا چلا تا کہ اسے جلادے اس کی تحقیق تفسیر عزیزی میں مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے مفصل بیان فرمائی ہے۔ آگے حضور سے مخاطبہ ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۔ اے محبوب ان سے پوچھئے کیا ان کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری اور مخلوق آسمانوں اور فرشتوں وغیرہ کی بے شک ہم نے انہیں چپکتی ہوئی مٹی سے بنایا ہے۔

یعنی کفار مکہ سے پوچھئے کہ جس قادر مطلق کو آسمان و زمین جیسی زبردست اور عظیم الجثہ مخلوق پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں تو انسانوں کا پیدا کر دینا اسے کیا دشوار ہے اور ان کے ضعف اور ذلت کی یہ بڑی دلیل ہے کہ ان کی پیدائش کا اصل مادہ مٹی ہے اور وہ بھی چپکتی ہوئی ہے تو اب جسم کے گل جانے اور مٹی ہو جانے کے بعد اسی مٹی سے دوبارہ پیدا کرنا کیوں ناممکن ہے۔

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۔ بلکہ تم متعجب ہوا اور وہ تمسخر کرتے ہیں اور سمجھائے نہیں سمجھتے۔

وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ وَقَالُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۔ اور جب دیکھتے ہیں کوئی نشان ٹھٹھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ کچھ نہیں مگر کھلا جادو ہے بھلا کیا ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم زندہ اٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے باپ دادا بھی زندہ ہوں گے۔

یعنی آپ اس پر متعجب ہیں کہ ایسے واضح الدلالۃ معجزات بینات کے باوجود وہ کیسے تکذیب کی جرأت کرتے ہیں اور مرنے کے بعد اٹھنے کا مذاق اڑاتے ہیں اور آپ سے تمسخر کرتے ہیں۔ شق قمر رجعت شمس مری گوہ کے زندہ ہونے کلمہ شہادت پڑھنے۔ دعا سے عین امساک باراں میں موسلادھار بارش ہونے وغیرہ وغیرہ معجزات کو جادو کہہ رہے ہیں۔

اور مرنے کے بعد مٹی اور ہڈی رہ جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور ان کے باپ دادا کا جینا ان کو

مستبعد نظر آتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔
قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ۔ فرما دیجئے ہاں اور تم ذلت کے ساتھ اٹھو گے۔
یعنی تم زندہ ضرور کیے جاؤ گے لیکن انتہائی ذلت میں۔

فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ یَنْظُرُوْنَ وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ۔ وہ تو ایک جھٹکا ہی ہے کہ جبھی دیکھتے رہ جائیں گے اور کہیں گے ہائے مصیبت (یہ کیا ہوا انہیں جواب ملے گا) یہ ہے وہ فیصلہ کا دن جسے تم جھٹلاتے تھے۔

یعنی وہ ایک ہولناک آواز ہوگی جسے نفخہ ثانیہ کہتے ہیں اس کے بعد جب سب اٹھیں گے اور اپنے افعال کا نقشہ سامنے آئے گا تو افسوس کریں گے تو فرشتے کہیں گے کہ یہی وہ دن فیصلہ کا ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔

حلِ لغاتِ نادرہ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا۔ صف باندھے لشکروں کی قسم۔ اس میں واو قسمیہ ہے اور صافّات اصل میں صافِفات تھا۔ پہلی ف کو ساکن کرکے دوسری ف میں ادغام کر دیا۔ صفًا مفعول مطلق ہے جو اپنے عامل کی تاکید کرتا ہے۔

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا۔ پھر گھوڑوں کو زور سے ڈانٹ کر ہانکنے والے۔ زجر عربی زبان میں جانور کے ہانکنے کو کہتے ہیں۔ اور آدمی کو کسی فعل سے باز رکھنے یا جھڑکی دینے میں استعمال کرتے ہیں۔ محاورہ ہے زَجَرَ الْبَعِیْرَ فَازْدَجَرَهٗ زَجْرًا اِذَا اَحْثَثْتَهٗ لِیَمْضِیَ۔ وَزَجَرْتُ فُلَانًا عَنْ سُوْءٍ فَانْزَجَرَ اَیْ نَهَیْتُهٗ فَانْتَهٰی۔ یہ بھی مفعول مطلق ہے۔

فَالتّٰلِیٰتِ ذِكْرًا۔ اور تلاوت کرنے والے از روئے ذکر۔ تلاوۃ اسی سے ماخوذ ہے اور یہ بھی مفعول مطلق ہے۔

وَحِفْظًا اس کے معنی ہیں حَفِظْنٰهَا حِفْظًا۔ ہم نے اس کی محافظت کی حفظ تام۔

لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى۔ نہیں سن سکتے ملا اعلیٰ تک۔ یسّمّعون اصل میں یتسمعون تھا ت کو سین سے بدل کر سین کو سین میں ادغام کر دیا اس لیے کہ دونوں مخرج میں مشترک ہیں تسمع کہتے ہیں کان لگا کر سننے کو۔ ملأ اعلیٰ سے مراد فرشتے ہیں کیونکہ ان کا مقام سکونت آسمان ہے۔

دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ۔ دھتکارے ہوئے ان کے لیے مسلسل عذاب ہے۔

دحور کہتے ہیں سخت ذلت کو اور بعض کے نزدیک دحور ہانکنے اور نکالنے کے معنی دیتا ہے۔ محاورہ ہیں بولتے ہیں دَحَرْتُہٗ دَحْرًا وَدُحُوْرًا اَیْ دَفَعْتُہٗ وَطَرَدْتُہٗ۔ یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا اَیْ یُدْحَرُوْنَ دُحُوْرًا جیسے قرآن کریم میں دوسری جگہ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ فرمایا گیا۔

وَاصِبٌ کہتے ہیں دائم اور لازم کو اور اس کی مزید تحقیق سورہ نحل میں وَلَہُ الدِّیْنُ وَاصِبًا سے مل جاتی ہے۔ پوری آیت یہ ہے رکوع ۷ وَلَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَہُ الدِّیْنُ وَاصِبًا اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اسی کی فرمانبرداری لازم ہے۔

یہاں دین سے مراد طاعت ہے اور وَاصِب کے معنی دائم ولازم ہیں۔ محاورہ میں بولتے ہیں وَصَبَ الشَّیْئُ یَصِبُ وُصُوْبًا اِذَا اَدَامَ وَلَازَمَ۔

وَلَہُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ۔ بُعْدُ الْمَسَافَتِ یعنی وہ جنگل جس کی مسافت بعید ہو یا جس کی انتہا نہ ہو۔ اور علیل وبیمار کو واصب اس وقت کہتے ہیں جبکہ اس کا مرض طول پکڑ جائے اور حمیٰ لازمہ کو بھی حمّٰی واصبہ کہتے ہیں۔

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَۃَ۔ خَطِفَ خَطْفَۃً۔ تیز چلا۔ اچک لے جانا۔ بجلی سے چکا چوند ہونا۔ جھپٹ کر لے جانا۔

فَاَتْبَعَہٗ شِہَابٌ ثَاقِبٌ۔ پیچھے لگتا ہے چمکتا تارا۔ یہ وہ شہاب یا تارہ ہے جو آسمان سے ٹوٹتا ہے۔ ثاقب نہایت روشن۔ یہ ثُقب سے مشتق ہے۔ اس کے معنی سوراخ کے ہیں چونکہ شہاب بھی اپنے نور کی تیزی سے ہوا میں سوراخ کرکے باہر نکلتا ہے۔ اس وجہ سے اسے ثاقب بولتے ہیں۔ یہ وہ گرینیڈ بم ہے جو ملائکہ شیاطین پر مارتے ہیں۔

طِیْنٍ لَّازِبٍ چپکنے والی مٹی۔

فَاِنَّمَا ھِیَ زَجْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ۔ وہ تو ایک جھٹکا یا جھڑکی ہے۔ زجر کے معنی ہلا دینے یا جھڑکنے کے ہیں زجر۔ روکنا۔ منع کرنا۔ ڈانٹنا۔ دفع کرنا۔ جھڑکنا۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ صافّات پ ۲۳

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا فَالتّٰلِیٰتِ ذِکْرًا اِنَّ اِلٰـہَکُمْ لَوَاحِدٌ۔ قسم ہے صف باندھنے والوں کی اور ڈانٹ کر ہانکنے والوں کی اور تلاوت ذکر الٰہی سے کرنے والوں کی بیشک

تمہارا رب ایک ہی ہے۔

یہ قسمیں اللہ تعالے نے یاد فرمائیں۔ ملائکہ مقربین کی جیسا کہ ابن عباس ابن مسعود۔ مسروق۔ مجاہد۔ عکرمہ۔ قتادہ۔ سدی نے فرمایا اور ابو مسلم نے بھی ایسا ہی کہا۔

بعض نے کہا یہ لفظ مشعر التانیث ہے۔ اور ملائکہ اس سے مبرا و منزہ ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اسے جمع الجمع کے معنی میں لیا جائے تو یہ بمعنی صافہ لیا جائے گا جس کے معنی طائفہ یا جماعت کے ہونگے وَذٰلِكَ بِاعْتِبَارِ تَقَدُّمِ الرُّتْبَةِ وَالْقُرْبِ مِنْ حَظِيْرَةِ الْقُدْسِ۔ اور اَلصَّافَّاتُ اَلْقَائِمَاتُ صُفُوْفًا لِلْعِبَادَةِ۔

بعض نے کہا اس سے مراد نماز کی صف باندھنے والے ہیں۔

بعض نے کہا صافات سے مراد ہوا ہیں اپنے پروں سے صف باندھنے والے ملائکہ مراد ہیں جو منتظر امر الٰہی ہوتے ہیں۔

بعض نے کہا وہ پرند مراد ہیں جو صف بستہ فضاء ہوائیہ میں پرواز کرتے ہیں جیسے ارشاد الٰہی ہے وَ الطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ۔

اور زاجرات سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو مدبرات امور ہیں جن کا تذکرہ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا میں ہے۔
اور زجر اصل میں بمعنی دفع مستعمل ہے اور یہ بمعنی چلانے اور کسی کام سے روکنے کے معنی بھی دیتا ہے۔
بعض نے زجر سے مراد بندوں کا روکنا بھی معاصی سے مراد لیا خواہ وہ بالہام خیر ہو اور زجر شیطان کے لیے یہ ہے کہ وہ وسوسہ اور اغوا سے رکا رہے اور استراق سمع سے باز رہے۔

قتادہ کہتے ہیں کہ زاجرات سے مراد آیات الٰہیہ ہیں جو قرآن کریم میں ہیں۔

اور تالیات سے مراد ملائکہ ہیں۔

ابو صالح فرماتے ہیں اس سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو اللہ تعالے کے پاس سے احکام قرآن لوگوں کے لیے لاتے ہیں۔

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ بے شک تمہارا معبود ایک ہے۔

یہ جواب قسم ہے جس کے یہ معنی بنتے ہیں کہ وحدۃ صانع مطلق دلیل نقلی و عقلی سے جب ثابت ہو چکی تو واضح ہو گیا کہ معبود حقیقی ایک اللہ تعالے ہے۔ ع

وَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ لَّهٗ اٰيَةٌ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ وَاحِدٌ

جبکہ ہر شے میں اس کے وجود واحد کے دلائل ہیں تو ثابت ہوا کہ وہی ایک معبود حقیقی ہے۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۔ مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اس بیں ہے اور مالک مشارق کا ہے۔

یہاں مشارق سے مراد مشارق شمس ہیں۔ اس لیے کہ مشارق شمس سال بھر کے دنوں کے برابر ہیں۔ اس لیے کہ ہر دن طلوع شمس ایک نئے مشرق سے ہوتا ہے اور غروب بھی نئی جگہ ہوتا ہے۔

اسی بنا پر حضرت خلیب الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے نمرود پر حجت قائم کرنے کو فرمایا فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ۔

چنانچہ ابن عطیہ فرماتے ہیں اِنَّ مَشَارِقَ الشَّمْسِ مِائَةٌ وَّثَمَانُوْنَ۔ مشارق شمس ایک سو اسی ہیں۔ اس لیے کہ مشارق شمس رأس سرطان سے شروع ہوتا ہے۔

اور یہ پہلا برج بروج صیف کا ہے اور یہ راس جدی تک جاتی ہے اور جدی اول برج بروج شتا کی ہے۔

اور راس جدی سے راس سرطان تک متحد ہے اس اعتبار سے ایک سو اسی مشرق ہوتے ہیں اور اگر تغایر مشرق کا اعتبار کیا جائے تو تین سو ساٹھ مشرق ہوں گے۔ اس لیے کہ سن شمسی باعتبار عدد چھ دن زیادہ کا ہوتا ہے۔

اور رب المشرقین ورب المغربین جو فرمایا وہ باعتبار مشرق صیف اور مشرق شتا ہے ایسے ہی مغربین کا حال ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ۔ ہم نے آسمان دنیا کو مزین کیا کواکب کی تزیین سے اس سے مراد اقرب سما ہے جو اپنی زمین سے قریب ہے۔

اور اہل فلاسفہ کے نزدیک
قمر تنہا آسمان دنیا پر ہے۔ اور
عطارد آسمان دوئم پر ہے اور
زہرہ آسمان سوئم پر ہے اور
شمس آسمان چہارم پر ہے اور
مریخ آسمان پنجم پر ہے اور
مشتری آسمان ششم پر ہے اور
زحل آسمان ہفتم پر ہے اور

ثوابت اس فلک پر ہیں جو آسمان ہفتم سے اوپر ہے جسے اصطلاح شرع میں کرسی کہتے ہیں۔
یہ ساتوں سیارے ایک شعر میں منظوم ہیں۔

قمر است و عطارد و زہرہ شمس۔ مریخ۔ مشتری و زحل

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ۔ اور حفاظت کی ہم نے ان کی ہر سرکش شیطان سے
آلوسی فرماتے ہیں کَاَنَّہٗ قِیْلَ اِنَّا خَلَقْنَا الْکَوَاکِبَ زِیْنَۃً لِلسَّمَاءِ وَحِفْظًا لَّھَا۔ گویا فرمایا گیا بے شک ہم نے تارے زینت سما کے لیے بنائے اور ان کے محافظ مقرر کیے تاکہ سرکش شیاطین وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔

مَارِد بہتریوں سے معرا کو کہتے ہیں حَیْثُ قَالَ وَالْمَارِدُ کَالْمَرِیْدِ الْمُتَعَرِّیْ عَنِ الْخَیْرَاتِ مِنْ قَوْلِہِمْ شَجَرٌ اَمْرَدُ اِذَا تَعَرّٰی مِنَ الْوَرَقِ۔ جیسے بولتے ہیں شجر امرد جبکہ اس میں پتے نہ ہیں۔
وَمِنْہُ قِیْلَ رَمْلَۃٌ مَرْدَاءُ اِذَا لَمْ تُنْبِتْ شَیْئًا۔ اسی کے ماتحت رملۃ مرداء بولتے ہیں جب کہ اس میں کچھ پیداوار نہ ہو۔
وَمِنْہُ الْاَمْرَدُ لِتَجَرُّدِہٖ عَنِ الشَّعْرِ۔ اسی سے امرد ہے کہ اس کے چہرہ پر سبزہ نہ اُگے اور بلا ریش ہی رہ جائے۔

اور ارباب شرائع نے مارد کی تفسیر خارج عن الطاعۃ کے لیے اس لیے کہ وہ اطاعت سے معرّیٰ ہوتا ہے۔

لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی۔ نہیں سن سکتے ملأ اعلیٰ کی باتیں۔
یَسَّمَّعُوْنَ یعنے یَتَسَمَّعُوْنَ۔ اور یہ اصل میں تسمعون ہی ہے تؔ کو سیؔن میں ادغام کر دیا پھر وہ یَسَّمَّعُوْنَ ہو گیا۔

اور ملأ اصل میں جماعت کو کہتے ہیں جیسے وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ وغیرہ ارشاد ہے۔ اور یہاں ملأ اعلیٰ سے مراد جماعت ملائکہ علیہم السلام ہے جیسا کہ سدی نے کہا اور ملاء اعلیٰ من جہۃ العلو اعلیٰ ہے اور من جہت السفلی ملاء اسفل ہے جس میں انس و جن رہتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہوئے لَا یَتَمَکَّنُوْنَ مِنَ السَّمَاعِ۔

وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا وَّلَہُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ۔ اور مارے جاتے ہیں ہر سمت سے مطرود و مردود کرنے کو اور ان کے لیے دوامی عذاب ہے۔
یعنی وہ شیاطین رجم کیے جاتے ہیں جوانب سما سے جبکہ وہ چڑھ کر آسمانی خبریں لینے کا ارادہ کرتے

ہیں۔ دُحور عربی میں دفع کرنے اور دور کر دینے کے معنی میں مستعمل ہے۔

اور واصب بمعنی دائم آتا ہے۔

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَۃَ فَاَتْبَعَہٗ شِہَابٌ ثَاقِبٌ۔ مگر ان شیاطین میں سے جو بھی آواز کی بھنک اچک کر جانا چاہے تو اس کے پیچھے شہاب ثاقب لگ جاتا ہے۔

خطف عربی میں اختلاس اور لپکے سے کسی چیز کے اچک لینے کو کہتے ہیں یا جلدی سے لے لینے کو کہتے ہیں اور یہاں اختلاس سے مراد کلام ملائکہ کو چرا کر کاہنوں تک پہنچانا ہے تو جب شیاطین کلام ملائکہ چرا کر چلتے ہیں تو ان کے پیچھے شہاب لگتا ہے۔ شہاب اصل میں وہ شعلہ ہے جو آگ کی طرح دھکتا ہوا آسمان سے نکلتا ہے اور اسے تارا ٹوٹنا کہتے ہیں۔

اور ثاقب بمعنی روشن مستعمل ہے اور یہ نجوم سماویہ نہیں ہیں بلکہ یہ ایک شعاع ہے جو شیاطین کے جلانے کو ملائکہ پھینکتے ہیں۔

اس لیے کہ کواکب سماویہ تو ایک ایک تارا زبردست پہاڑ کے برابر ہے۔

اور فلاسفہ کی تحقیق میں ثوابت کی یہ شان ہے کہ ایک ایک تارا دنیائے زمین سے بڑا ہے پھر ظاہر ہے کہ اگر تارے ہی ٹوٹتے تو آج آسمان پر تھوڑے سے ہی رہ جاتے۔

اور قرآن کریم میں یہ بھی ارشاد ہے وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰہَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ۔ سماء دنیا کو چراغوں سے مزین فرمایا اور شیاطین کے لیے رجوم علیحدہ رکھے۔

اور اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَۃِ نِ الْکَوَاکِبِ وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ۔ سماء دنیا کو کواکب سے مزین فرمایا اور سرکش شیاطین کے لیے علیحدہ نظام رکھا۔ کہ استراق سمع نہ کر سکیں۔ اور شیاطین کی راہ بند ہو جائے۔

اس کے بعد حضور کو ارشاد ہے کہ ان مشرکین سے پوچھئے اس لیے کہ استفتا بمعنی استخبار آتا ہے چنانچہ مشرکین مکہ سے دریافت کرنے کا حکم ہوا اور ارشاد ہوا۔

فَاسْتَفْتِہِمْ اَہُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا اِنَّا خَلَقْنٰہُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ۔ تو ان مشرکوں سے پوچھو کہ کیا وہ مشکل ہیں بنانے میں یا جو ہم نے بنائے ہم نے انہیں پیدا کیا چپکتی مٹی سے۔

ابن منذر وغیرہ قتادہ سے راوی ہیں اِنَّہٗ یَلْزَقُ بِالْیَدِ اِذَا مَسَّ بِہَا۔ لازب وہ ہے جو ہاتھ لگانے سے چپکے۔

اور طبری کہتے ہیں خُلِقَ اٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ وَّمَآءٍ وَّہَوَآءٍ وَّنَارٍ وَّہٰذَا کُلُّہٗ اِذَا خُلِطَ صَارَ طِیْنًا

لَازِبًا ـ آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی، پانی، ہوا، آگ سے ہوئی اور یہ سب جب مل گئے تو طین لازب یعنی چکنی مٹی ہو گئی۔ اور لغت میں طین لازب کو لازم اور لاتب بھی کہتے ہیں اور ان سب کے معنی ایک ہی ہیں۔

وَاَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّہٗ قَالَ لَازِبٌ اَیْ لَازِمٌ مُنْتِنٌ وَلَعَلَّ وَصْفَہٗ بِمُنْتِنٍ مَاْخُوْذٌ مِّنْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔ لازب سے مراد سڑی مٹی ہے اور غالباً اسے سڑی مٹی اس لیے کہا گیا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔

لٰكِنْ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ اللَّازِبُ وَالْحَمَاُ وَالطِّیْنُ وَاحِدٌ كَانَ اَوَّلُہٗ تُرَابًا ثُمَّ صَارَ حَمَاً مَّسْنُوْنًا ثُمَّ صَارَ طِیْنًا لَازِبًا فَخَلَقَ اللّٰہُ مِنْہُ اٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لازب اور حما اور طین ایک ہی چیز ہے اول یہ تراب تھی پھر حما منتن بنی پھر طین لازب یعنی چکنی مٹی ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

بہر حال جو مٹی سے پیدا کیا جس میں صلابت وقوت ہی نہ تھی تو جس خالق مطلق نے طین لازب سے بنایا اور بے نظیر بنایا تو یہ منکرین بعث کس دلیل سے منکر ہیں کہ دوبارہ ہمیں نہیں بنایا جا سکتا۔ اور کہتے ہیں ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ۔ اس پر باری کی طرف سے ارشاد ہے بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ۔ آپ تعجب کرتے ہیں کہ واضح دلیل یہ کیوں قبول نہیں کرتے اور وہ آپ کا تمسخر اڑا رہے ہیں۔

وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ اور جب وہ نصیحت کیے جاتے ہیں تو نصیحت قبول نہیں کرتے اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اپنے تمسخر میں اور بڑھ جاتے ہیں۔

شان نزول:۔ آیت کا یہ ہے کہ

اِنَّ رُكَانَةَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ لَقِيَہُ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَبَلٍ خَالٍ يَرْعٰی غَنَمًا لَہٗ وَكَانَ مِنْ اَقْوَی النَّاسِ فَقَالَ لَہٗ يَا رُكَانَةُ اَرَاَيْتَ اِنْ صَرَعْتُكَ اَتُؤْمِنُ بِیْ فَقَالَ نَعَمْ فَصَرَعَہٗ ثَلَاثًا ثُمَّ عَرَضَ لَہٗ بَعْضَ الْاٰيَاتِ دَعَا عَلَيْہِ السَّلَامُ شَجَرَةً فَاَقْبَلَتْ فَلَمْ يُؤْمِنْ وَجَاءَ اِلٰی مَكَّةَ فَقَالَ يَا بَنِیْ هَاشِمٍ سَاحِرُوْا بِصَاحِبِكُمْ اَهْلَ الْاَرْضِ فَنَزَلَتْ فِيْہِ وَاَخْزَابِہٖ۔

وَيَسْتَسْخِرُوْنَ فَرِیٌّ يَسْتَسْخِرُوْنَ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ اَیْ يَعُدُّوْنَهَا سِحْرًا۔

رکانہ مشرکین مکہ سے ایک شخص تھا جو حضور سے ایک پہاڑ پر ملا جہاں اس کی بکریاں چرائی جاتی تھیں اور یہ قوی ہیکل آدمی تھا حضور نے فرمایا اے رکانہ اگر میں تجھے پچھاڑ دوں تو تو ایمان لے آئے گا اس نے کہا ہاں حضور نے اسے تین بار پچھاڑا ۔ پھر چند ایک اور معجزات ظاہر فرمائے ۔ ایک درخت کو بلایا تو وہ آگیا مگر یہ ایمان نہ لایا اور مکہ میں آکر کہنے لگا اے ابناء ہاشم تمہارے صاحب زمین والوں پر جادو کرتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔

وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۔ اور بولے یہ کچھ نہیں مگر کھلا جادو ہے ۔

یعنی جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے آیات باہرہ دیکھیں تو بجائے ایمان لانے اور اعتراف حق کرنے کے بولا یہ تو کھلا جادو ہے اور کہنے لگا ۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۔ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں رہ جائیں گی تو کیا ہم پھر زندہ اٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے باپ دادا جو پہلے ہیں ۔

یعنی اَنُبْعَثُ اِذَا مِتْنَا ۔ اور اسی کے ساتھ کہنے لگے اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ مَبْعُوْثُوْنَ اَيْضًا

یہاں اپنے زندہ ہونے کا محال ظاہر کرتے ہوئے بعث آباء کو زیادہ مستبعد کرنا مقصود ہے اس لیے کہ وہ ان سے پہلے مر چکے تھے تو ان سے ان کا زندہ ہونا زیادہ مستبعد تھا اس لیے اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ کہا ۔ اس کے جواب میں اللہ تعالے نے اپنے حبیب پاک کو فرمایا ۔

قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ۔ اے محبوب فرما دیجئے ہاں تم اور تمہارے باپ دادا سب اٹھائے جائیں گے اور حال یہ ہے کہ تمہارا اٹھنا ایسے حال میں ہوگا کہ تم سب ذلیل اور بے بس ہو گے ۔

گویا عبارت یوں ہی قُلْ نَعَمْ اَیْ تُبْعَثُوْنَ كُلُّكُمْ وَالْحَالُ اَنْتُمْ صَاغِرُوْنَ اَذِلَّآءُ ۔ اور یہ جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن خلف کو اس وقت دیا جبکہ وہ ایک بوسیدہ ہڈی لے کر اپنی چٹکی میں اس کے ذرات مل کر دکھا رہا تھا اور حضور سے عرض کر رہا تھا ۔

فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَيَبْعَثُكَ وَيُدْخِلُكَ جَهَنَّمَ ۔ تو حضور نے فرمایا ہاں خدا کی قسم اللہ تجھے اٹھائے گا اور جہنم میں داخل فرمائے گا ۔

اس کے بعد نوعیت بعث بعد الموت کی تفصیل بیان فرمائی گئی چنانچہ ارشاد ہوا ۔

فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۔ اور یہ بعث ایک جھڑکی سے ہوگی تو اپنے اپنے مرقدوں میں پڑے پڑے دیکھیں گے ۔

محاورہ عرب میں زجرۃ صیحہ کے معنی میں مستعمل ہے اور صیحہ اس آواز کو کہتے ہیں جو چرواہے اپنے جانوروں کے ہانکتے میں لگاتے ہیں۔
آلوسی فرماتے ہیں۔ وَالزَّجْرَةُ الصَّيْحَةُ مِنْ زَجْرِ الرَّاعِي غَنَمَهُ صَاحَ عَلَيْهَا۔ اور یہ نفخہ ثانیہ ہوگا جب صور اسرافیل دوبارہ پھونکا جائے گا تو اس وقت سب لیٹے اپنے مرقدوں میں زندہ ہو کر دیکھتے رہ جائیں گے اور یہ دیکھنا ایسا ہی ہوگا جیسے دنیا میں دیکھتے تھے اَيْ فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ مِّنْ مَرَاقِدِهِمْ اَحْيَاءٌ يُبْصِرُوْنَ كَمَا كَانُوْا فِي الدُّنْيَا۔ اور اس وقت دیکھیں گے
وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ۔ تو کہیں گے ہائے ہلاکت ہماری یہ تو وہی بدلہ کا دن ہے۔ دین بمعنی جزا ہے جیسے كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ بولا جاتا ہے جس کے معنی جیسے کرنی ویسے بھرنی ہے۔ یعنی اس وقت حسرت و افسوس کے ساتھ مشرکین کہیں گے ہائے خرابی یہ تو وہی دن ہے جس دن ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ ملنا تھا۔
ان بدنصیبوں کو اس دن یقین آئے گا جب آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور یہ دن وہ ہوگا کہ اب یقین آنا نہ آنا بیکار ہوگا۔ چنانچہ ملائکہ فرمائیں گے۔
هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ۔ یہ وہ فیصلہ کا دن ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے اب تم کتنی ہی معذرت کرو آج تمہاری شنوائی نہیں ہے بقول شخصے۔

آگے کے دن پاچھے گئے اور پی سے کیا نہ ہیت
اب پچھتائے کیا ہوت ہے چڑیاں چگ گئیں کھیت

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع صافات پ ۲۳

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ۝
وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝
مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۝

حاضر کرو انہیں جو ظلم کرتے رہے اور ان کے ساتھیوں کو اور انہیں جو پوجے جاتے تھے اللہ کے سوا پھیرے چلو انہیں جہنم کی راہ کی طرف۔
اور کھڑا رکھو انہیں وہ پوچھے جائیں گے۔
کہ اب تمہیں کیا ہوا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ہو۔

بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ٥

بلکہ وہ اس دن نیچی گردن کیے ہوں۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ٥

اور ان کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر پوچھے گا۔

قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ٥

تو وہ آپس میں کہیں تمہیں ہم پر دائیں طرف سے
آ آکر بہکاتے تھے۔

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ٥

وہ کہیں بلکہ تم ہی مومن نہ تھے۔

وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ٥

اور نہیں تھا ہمارا زور تم پر بلکہ تم سرکش تھے۔

فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ٥

تو پورا ہوگیا ہم پر وعدہ اسکے عذاب کا فرمان الٰہی
سے اب ہمیں ذائقہ عذاب چکھنا ہے۔

فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ٥

تو ہم نے تمہیں گمراہ کیا ہم سب گمراہ تھے۔

فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ٥

تو وہ اس دن عذاب میں سب مشترک ہونگے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ٥

ایسا ہی ہمارا کام مجرموں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
يَسْتَكْبِرُوْنَ ٥

یہ ایسے سرکش تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ کوئی
معبود نہیں مگر اللہ تو یہ تکبر کرتے تھے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ
مَّجْنُوْنٍ ٥

اور کہتے کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ کر ایک شاعر
مجنون کے پیرو ہوجائیں۔

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ٥

بلکہ وہ آئے ہیں دین حق کے ساتھ اور پہلے نبیوں
کی تصدیق فرماتے ہیں۔

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ٥

تم اس سرکشی کی وجہ میں دردناک عذاب کا مزہ
چکھنے والے ہو۔

وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥

اور تمہیں بدلہ نہ دیا جائے گا مگر تمہاری جیسی کرنی
ہوگی ویسا ہی بدلہ ہوگا۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ٥

مگر اللہ کے مخلصین بندے

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ٥

یہ وہ ہوں گے کہ انہیں اللہ کے کرم سے ان کی روزی
مقرر ہوگی۔

فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ٥

جو میووں سے ہو اور وہ عزت سے باغوں میں

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝
ہوں گے جہاں نعمتیں ہیں۔

عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝
تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں۔

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝
ان پر دور چل رہا ہو صاف شراب کا۔

بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝
سفید لذیذ شراب۔

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝
کہ نہ ہو اس میں بد حواسی اور نہ اس سے ان کی عقل مخمور ہو۔

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝
اور ان کے پاس شرمیلی نیچی نگاہ بڑی بڑی آنکھ والیاں بیویاں ہوں۔

كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝
گویا وہ بڑے چمکتے موتی ہیں۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝
تو وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں اور آپس میں پوچھ گچھ کریں۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ۝
اور کہنے والا کہے ان سے میں تھا دنیا میں تمہارا فریق۔

يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ۝
اور وہ تعجب سے کہے کیا تو بھی قیامت کو ماننے والا تھا۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۝
کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں کیا ہم دوبارہ اٹھیں گے۔ اور اپنی کرنی کا بدلہ دیے جائینگے۔

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ۝
کہے بیشک تم دیکھ سکتے ہو۔

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝
تو وہ دیکھے تو دیکھے بیچوں بیچ جہنم کے۔

قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۝
بولے قسم بخدا اگر تیرا مکر نہ چل جاتا تو مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔

وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝
اور اگر اللہ کی نعمت نہ ہوتی تو میں بھی انہی میں رہ کر عذاب پاتا۔

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۝
تو کیا ہم مرے نہیں۔

اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝
مگر ہمارا مرنا پہلا ہو گیا اور اب ہم عذاب میں نہیں جائیں گے۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝
لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝

بیشک یہ بڑی کامیابی ہے
(اور نیک عمل کرنے والے کامیاب ہیں) تو ہر ایک کو ایسا ہی عمل کرنا چاہیئے۔

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝

کیا یہ نعمت بہتر ہے اور مہمانی یا تھوہر کے درخت کی تواضع۔

اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝
اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝
طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝
فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمٰلِــُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝
ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۝

بے شک کیا ہے ہم نے اسے ظالموں کی آزمائش
وہ درخت ہے جو نکلتا ہے درخت کی جڑ سے۔
اور اس کا پھل گویا سانپ کا سر ہے۔
تو جہنمی اسے کھائیں گے پھر اس سے پیٹ بھریں۔
پھر ان کے لیے اس پر جہنم کا کھولتا پیپ ملا پانی ڈالا جائے۔

ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ۝
اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ۝

پھر لوٹ کر اسی جہنم میں جائیں۔
اے محبوب یہ وہ ہیں کہ باپ دادا کی محبت میں گمراہ ہیں۔

فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ۝
وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝

تو انہی کے قدم بقدم لپک رہے ہیں۔
اور بے شک ان سے پہلے بھی اکثر ایسے ہی گمراہ ہوئے
اور بیشک بھیجے ہم نے ان میں ڈر سنانے والے۔
تو دیکھئے کیا ہوا انجام ان ڈرائے ہوؤں کا۔
مگر اللہ کے مخلص بندے۔

لفظی ترجمہ

اُحْشُرُوْا۔ اکٹھا کرو	اَلَّذِيْنَ۔ ان کو جو	ظَلَمُوْا۔ ظالم ہیں	وَ۔ اور
اَزْوَاجَهُمْ۔ ان کے ساتھیوں کو	وَ۔ اور	مَا۔ جن کو	كَانُوْا۔ تھے وہ
يَعْبُدُوْنَ۔ پوجتے	مِنْ دُوْنِ۔ سوا	اللّٰهِ۔ اللہ کے	فَاهْدُوْ۔ تو راہ دکھاؤ

هُمْ۔ ان کو	اِلٰی۔ طرف	صِرَاطِ۔ راہ	الْجَحِیْمِ۔ دوزخ کی
وَقِفُوْ۔ کھڑا کرو	هُمْ۔ ان کو	اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ	مَسْئُوْلُوْنَ۔ پوچھے جائیں گے
مَا۔ کیا ہے	لَكُمْ۔ تم کو	لَا۔ کہ نہیں	تَنَاصَرُوْنَ۔ مدد کرتے آپس میں
بَلْ۔ بلکہ	هُمْ۔ وہ	الْيَوْمَ۔ آج کے دن	مُسْتَسْلِمُوْنَ۔ فرمانبردار ہیں
وَ۔ اور	اَقْبَلَ۔ متوجہ ہو	بَعْضُهُمْ۔ بعض ان کا	عَلٰی۔ اوپر
بَعْضٍ۔ بعض کے	يَتَسَاءَلُوْنَ۔ سوال کرتے	قَالُوْا۔ کہیں گے	اِنَّكُمْ۔ بیشک تم
كُنْتُمْ۔ تھے	تَاْتُوْنَنَا۔ آتے ہم کو	عَنِ الْيَمِيْنِ۔ داہنی جانب سے	قَالُوْا۔ کہیں گے
بَلْ۔ بلکہ	لَمْ۔ نہ	تَكُوْنُوْا۔ تھے تم	مُؤْمِنِيْنَ۔ مومن
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	كَانَ۔ تھا	لَنَا۔ ہمارا
عَلَيْكُمْ۔ تم پر	مِنْ سُلْطَانٍ۔ کوئی غلبہ	بَلْ۔ بلکہ	كُنْتُمْ۔ تھے تم
قَوْمًا۔ قوم	طَاغِيْنَ۔ سرکش	فَحَقَّ۔ تو حق ہوئی	عَلَيْنَا۔ ہم پر
قَوْلُ۔ بات	رَبِّنَا۔ رب ہمارے کی	اِنَّا۔ بیشک ہم	لَذَائِقُوْنَ۔ چکھنے والے ہیں
فَاَغْوَيْنَا۔ تو گمراہ کیا ہم نے	كُمْ۔ تم کو	اِنَّا۔ بیشک	كُنَّا۔ ہم تھے
غٰوِيْنَ۔ گمراہ	فَاِنَّهُمْ۔ تو وہ	يَوْمَئِذٍ۔ اس دن	فِی۔ بیچ
الْعَذَابِ۔ عذاب کے	مُشْتَرِكُوْنَ۔ شریک ہونگے	اِنَّا۔ بیشک ہم	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح
نَفْعَلُ۔ کرتے ہیں	بِالْمُجْرِمِيْنَ۔ مجرموں کے ساتھ	اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ	كَانُوْا۔ تھے
اِذَا۔ جب	قِيْلَ۔ کہا جاتا	لَهُمْ۔ ان کو	لَا۔ نہیں کوئی
اِلٰهَ۔ معبود	اِلَّا۔ مگر	اللّٰهُ۔ اللہ تو	يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ تکبر کرتے تھے
وَ۔ اور	يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے تھے	ءَ۔ کیا	اِنَّا۔ ہم
لَتَارِكُوْا۔ چھوڑنے والے ہیں	اٰلِهَتِنَا۔ اپنے معبودوں کو	لِشَاعِرٍ۔ شاعر	مَّجْنُوْنٍ۔ دیوانے کے لیے
بَلْ۔ بلکہ	جَآءَ۔ آیا	بِالْحَقِّ۔ حق لے کر	وَ۔ اور
صَدَّقَ۔ تصدیق کی	الْمُرْسَلِيْنَ۔ پیغمبروں کی	اِنَّكُمْ۔ بیشک تم	لَذَآئِقُوا۔ چکھنے والے ہو
الْعَذَابِ۔ عذاب	الْاَلِيْمِ۔ دردناک	وَ۔ اور	مَا۔ نہ
تُجْزَوْنَ۔ بدلہ دیے جاؤ گے تم	اِلَّا۔ مگر	مَا۔ جو	كُنْتُمْ۔ تھے تم
تَعْمَلُوْنَ۔ کرتے	اِلَّا۔ مگر	عِبَادَ۔ بندے	اللّٰهِ۔ اللہ کے

اَلْمُخْلَصِیْنَ۔ خالص　اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ　لَهُمْ۔ انکے لیے　رِزْقٌ۔ رزق ہے
مَّعْلُوْمٌ۔ مقرر　فَوَاكِهُ۔ میوے ہیں　وَ۔ اور　هُمْ۔ وہ
مُّكْرَمُوْنَ۔ عزت کیے جا ئیں　فِیْ۔ بیچ　جَنّٰتِ۔ باغوں　النَّعِیْمِ۔ نعمت والے میں
عَلٰى۔ اوپر　سُرُرٍ۔ تختوں کے ہونگے　مُّتَقٰبِلِیْنَ۔ آمنے سامنے　یُطَافُ۔ دور ہوگا
عَلَیْهِمْ۔ ان پر　بِكَاْسٍ۔ پیالے　مِّنْ مَّعِیْنٍ۔ شراب　بَیْضَآءَ۔ سفید کا
لَذَّةٍ۔ لذیذ ہوگا　لِّلشّٰرِبِیْنَ۔ پینے والوں کیلیئے　لَا۔ نہ ہوگی　فِیْهَا۔ اس میں
غَوْلٌ۔ بدحواسی　وَ۔ اور　لَا۔ نہ　هُمْ۔ ان کو
عَنْهَا۔ اس سے　یُنْزَفُوْنَ۔ سر درد ہو.　وَ۔ اور　عِنْدَ۔ پاس
هُمْ۔ ان کے ہونگی　قٰصِرٰتُ۔ نیچی　الطَّرْفِ۔ نگاہ والی عورتیں　عِیْنٌ۔ موٹی آنکھ والی
كَاَنَّهُنَّ۔ گویا وہ　بَیْضٌ۔ موتی ہیں　مَّكْنُوْنٌ۔ چھپے ہوئے　فَاَقْبَلَ۔ تو توجہ کریگا
بَعْضُهُمْ۔ بعض ان کا　عَلٰى۔ اوپر　بَعْضٍ۔ بعض کے　یَّتَسَآءَلُوْنَ۔ سوال کرتے
قَالَ۔ کہے گا　قَآئِلٌ۔ ایک کہنے والا　مِّنْهُمْ۔ ان میں سے　اِنِّیْ۔ بیشک
كَانَ۔ تھا　لِیْ۔ میرا　قَرِیْنٌ۔ ایک ساتھی　یَّقُوْلُ۔ کہتا تھا.
اَ۔ کیا　اِنَّكَ۔ تو　لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ۔ سچ مانتا ہے
ءَ۔ کیا　اِذَا۔ جب　مِتْنَا۔ ہم مرجائیں گے　وَ۔ اور
كُنَّا۔ ہوجائیں گے　تُرَابًا۔ مٹی　وَّ۔ اور　عِظَامًا۔ ہڈیاں
ءَ۔ کیا　اِنَّا۔ ہم　لَمَدِیْنُوْنَ۔ بدلہ دیے جائیں گے　قَالَ۔ کہے گا
هَلْ۔ کیا　اَنْتُمْ۔ تم　مُّطَّلِعُوْنَ۔ جھانکنے والے ہو　فَاطَّلَعَ۔ تو جھانکے گا
فَرَاٰهُ۔ تو دیکھے گا اس کو　فِیْ۔ بیچ　سَوَآءِ۔ درمیان　الْجَحِیْمِ۔ دوزخ کے
قَالَ۔ کہے گا　تَاللّٰهِ۔ خدا کی قسم　اِنْ۔ بیشک　كِدْتَّ۔ قریب تھا تو کہ
لَتُرْدِیْنِ۔ ہلاک کرتا مجھ کو　وَ۔ اور　لَوْ۔ اگر　لَا۔ نہ
نِعْمَةُ۔ احسان ہوتا　رَبِّیْ۔ میرے رب کا　لَكُنْتُ۔ تو ہوتا میں　مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ۔ حاضر کیے ہوؤں سے
اَ۔ کیا　فَمَا۔ پھر نہیں　نَحْنُ۔ ہم　بِمَیِّتِیْنَ۔ مرنے والے
اِلَّا۔ مگر　مَوْتَتَنَا۔ موت ہماری　الْاُوْلٰى۔ پہلی　وَ۔ اور
مَا۔ نہیں　نَحْنُ۔ ہم　بِمُعَذَّبِیْنَ۔ سزا دیے گئے　اِنَّ۔ بیشک

ھٰذَا۔ یہ	لَھُوَ۔ وہ ہے	اَلْفَوْزُ۔ کامیابی	اَلْعَظِیْمُ۔ بڑی
بِمِثْلِ۔ مثل	ھٰذَا۔ اس کی	فَلْیَعْمَلِ۔ چاہئے کہ عمل کریں	اَلْعَامِلُوْنَ۔ عمل کرنے والے
اَ۔ کیا	ذٰلِكَ۔ یہ	خَیْرٌ۔ بہتر ہے	نُزُلًا۔ مہمانی
اَمْ۔ یا	شَجَرَۃُ۔ درخت	الزَّقُّوْمِ۔ تھوہر کا	اِنَّا۔ بیشک ہم نے
جَعَلْنٰھَا۔ بنایا اسکو	فِتْنَۃً۔ آزمائش	لِلظّٰلِمِیْنَ۔ ظالموں کیلیئے	اِنَّھَا۔ بیشک وہ
شَجَرَۃٌ۔ درخت ہے	تَخْرُجُ۔ نکلتا ہے	فِیْ۔ بیچ	اَصْلِ۔ جڑ
الْجَحِیْمِ۔ دوزخ کے	طَلْعُھَا۔ اس کے پھل	کَاَنَّہٗ۔ گویا کہ وہ	رُءُوْسُ۔ سر ہیں
الشَّیٰطِیْنِ۔ شیطانوں کے	فَاِنَّھُمْ۔ بیشک وہ	لَاٰکِلُوْنَ۔ کھانے والے ہیں	مِنْھَا۔ اس سے
فَمَالِئُوْنَ۔ تو بھرنے والے ہیں	مِنْھَا۔ اس سے	الْبُطُوْنَ۔ پیٹ	ثُمَّ۔ پھر
اِنَّ۔ بیشک	لَھُمْ۔ ان کے لیے	لَشَوْبًا۔ ڈیکی ہے	مِنْ حَمِیْمٍ۔ گرم پانی کی
ثُمَّ۔ پھر	اِنَّ۔ بیشک	مَرْجِعَھُمْ۔ ان کا لوٹنا ہے	لَاِلَی۔ طرف
الْجَحِیْمِ۔ دوزخ کی	اِنَّھُمْ۔ بیشک انہوں نے	اَلْفَوْا۔ پایا	اٰبَآءَ۔ باپوں
ھُمْ۔ اپنے کو	ضَآلِّیْنَ۔ گمراہ	فَھُمْ۔ تو وہ	عَلٰٓی۔ اوپر
اٰثٰرِ۔ قدموں	ھِمْ۔ انکے کے	یُھْرَعُوْنَ۔ دوڑتے ہیں	وَ۔ اور
لَقَدْ۔ بیشک	ضَلَّ۔ گمراہ ہوئے	قَبْلَھُمْ۔ ان سے پہلے	اَکْثَرُ۔ اکثر
الْاَوَّلِیْنَ۔ پہلے لوگ	وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	اَرْسَلْنَا۔ بھیجے ہم نے
فِیْھِمْ۔ ان میں	مُّنْذِرِیْنَ۔ ڈرانے والے	فَانْظُرْ۔ تو دیکھ	کَیْفَ۔ کیسا
کَانَ۔ ہوا	عَاقِبَۃُ۔ انجام	الْمُنْذَرِیْنَ۔ ڈرائے ہوؤں کا	اِلَّا۔ مگر
عِبَادَ۔ بندے	اللّٰہِ۔ اللہ کے	الْمُخْلَصِیْنَ۔ خالص	

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع سورہ صافات۔ پ ۲۳

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَھُمْ وَمَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاھْدُوْھُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ۔ جمع کرو انہیں جنہوں نے ظلم و شرک کیا اور ان کے جوڑوں کو اور جو کچھ وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا ان سب کو دوزخ کی راہ کی طرف چلاؤ۔

بحکم منجانب اللہ فرشتوں کو ملے اور جوڑوں سے مراد ظالم کافروں کے شیاطین ہیں جو دنیا میں ان کے جلیس وقرین تھے۔ وہ بھی ان کے ساتھ جہنم کی راہ پر محشور ہوں اور ایک ہی زنجیر میں جکڑے جائیں۔
سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وَاَزْوَاجَهُمْ سے مراد ہر ایک کافر اپنی ہم قسم کافر کے ساتھ محشور کیا جاوے۔ بت پرست بت پرست کے ساتھ۔ آتش پرست آتش پرست کے ساتھ۔ ستارہ پرست ستارہ پرست کے ساتھ ملا کر جمع کیا جائے۔
وَقِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۔ مَالَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۔ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ اور حکم ہو کہ انہیں جہنم کے راستہ پر کھڑا رکھو۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کیا ہوا سب ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔ آج کیوں (شرمساری سے) گردن ڈلے ہوئے ہو۔
یعنی انہیں روکو تاکہ ان سے جواب طلب ہو کہ آج ان کی مدد کیوں نہیں کرتے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بروز قیامت بندہ اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہل سکے گا جبتک کہ چار باتیں اس سے نہ پوچھ لی جائیں اور وہ یہ ہیں۔

اول اس کی عمر کہ اس نے کس کام میں گذاری۔
دوسرے اس کا علم کہ اس پر کیا عمل کیا۔
تیسرے اس کا مال کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔
چوتھے اس کا جسم کہ اسے کس کام میں لایا۔

اور مَالَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۔ خازن جہنم ان سے بطریق توبیخ کہے گا کہ دنیا میں تو تم ایک دوسرے کی مدد کے دعویدار تھے آج کیا ہے کہ عاجزی سے گردن جھکائے کھڑے ہو کوئی تم میں سے کسی کا پرسان حال نہیں ہے سب ذلیل وعاجز کھڑے ہو۔
وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۔ اور بعض ان کا بعض کی طرف منہ کر کے پوچھتا ہے۔
قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۔ سب کہیں تم ہمارے دہنی طرف بہکانے آتے تھے۔ بولیں تم خود ہی ایمان نہ رکھتے تھے۔
کفار اپنے سرداروں سے کہیں گے جو دنیا میں انہیں گمراہ کرتے تھے۔ کہ تم خود ہی بے ایمان تھے۔
وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۔ (سردار کہیں) اور ہمارا تم پر کچھ زور نہ تھا بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے۔
یعنی ہم تمہیں اپنے زور سے گمراہ نہیں کرتے تھے بلکہ تم خود ہی مائل بہ سرکشی تھے اور اپنے اختیار سے

تم گمراہ ہوئے تھے۔

فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا إِنَّا لَذَائِقُونَ فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ۔ فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ۔ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ۔ تو ثابت ہوگئی ہم پر بات ہمارے رب کی بے شک ہمیں سزا کا مزہ چکھنا ہے۔ تو ہم نے تمہیں گمراہ کیا اس لیے کہ ہم خود گمراہ تھے تو وہ آج کے دن عذاب میں شریک ہیں ہم ایسا ہی مجرموں کے ساتھ کرتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالے نے زبان انبیاء علیہم السلام سے جو عذاب کے وعدے دیے تھے وہ صاف طور پر ثابت ہو گئے جیساکہ اس نے فرمایا تھا لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ وہ عذاب اور ہمیں اس کا مزہ لینا ہے اور اس عذاب میں گمراہ اور گمراہ کنندہ ان کے سردار سب سزا میں مساوی شریک ہیں یہ قانون الٰہی ہے کہ ضال مضل دونوں عذاب میں شریک ہوتے ہیں اور ایسی ہی سزا اللہ تعالے دیتا ہے آگے ارشاد ہے۔

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ۔ یہ وہ تھے کہ جب انہیں کہا گیا کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ تعالے کے تو استکبار کرتے۔

اور اپنے کو اونچا دکھاتے اور شرک سے باز نہ آتے توحید قبول نہ کرتے بلکہ انحراف میں اتنے پختہ ہوتے کہ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُونٍ۔ کہتے کیا ہم ایک شاعر مجنون کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے۔

یعنی ان خبیثوں نے شاعر و مجنون کہہ کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیے اور کہا کہ حضور کے فرمانے سے ہم اپنے پرانے معبودوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں اس کا جواب اللہ تعالی کی طرف سے دیا گیا۔ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ۔ بلکہ ہمارے حبیب تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی ہے۔

یعنی ان کے دین اور توحید الٰہی کی تصدیق فرما کر شرک کی نفی کی ہے تمہارے اس شرک اور تکذیب کے بدلے ہیں۔

إِنَّكُمْ لَذَائِقُو الْعَذَابِ الْأَلِيمِ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ تم بے شک ذائقہ عذاب اور دردناک تکلیف پاؤ گے اور حقیقت حال یہ ہے کہ تمہیں بدلہ نہ ملے گا مگر اپنی کرنی کا مگر جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں۔

یعنی شرک اور تکذیب انبیاء کا بدلہ تمہیں آخرت میں ملے گا کہ ہمارے یہاں فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ

ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ کا قانون ہے۔ البتہ جو ہمارے چنے ہوئے مخلص بندے ہیں ان کے رتبے ایسے بلند ہیں کہ۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ۔ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ۔ ان کے لیے وہ روزی اور نعمت ہے جو ہمیں معلوم ہے میوے اور ان کی عزت ہوگی عیش و عشرت کے باغوں میں جو نعمتوں سے مملو ہوں آمنے سامنے تختوں پر ہوں ان پر دور چلے گا پاک شراب کے جاموں کا سفید رنگ والا شربت پینے والوں کو لذت دیگا اس میں نہ خمار اور نشہ ہو اور نہ اس سے ان کے سر پھریں نہ مدہوش ہوں اور ان کے پاس وہ شرمیلی حوریں ہوں جو اپنے شوہروں کے سوا کسی غیر کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں بڑی آنکھ والیاں گویا کہ وہ انڈے ہیں محفوظ۔

یعنی ان مخلصین ایمان والوں کے لیے نفیس و لذیذ میوے اور نعمتیں خوش ذائقہ خوشبو اور خوش منظر ہوں۔ عزت کے ساتھ تخت نشین ہوں اور ایک دوسرے سے مانوس اور باہم مسرور و محظوظ اور ان کے سامنے ستھری نہریں جاری ہوں جو دودھ سے بھی زیادہ سفید ہوں اور ان کے گرد جام گردش کریں جس میں وہ شربت و شراب ہو جس میں نہ بدبو ہو اور نہ بدذائقہ نہ نشہ اور نہ بدحواسی اور نہ اس کے پینے سے اختلال عقل ہو نہ مدہوشی برخلاف دنیا کی گندی شراب کے کہ بدبو ہونے کے علاوہ بے گنتی مضرات و فسادات پیدا کرتی ہے کہیں درد سر اور کبھی جگر۔ درد شکم۔ پیشاب میں سوزش حتی کہ قے آنے لگتی ہے۔ عقل میں فتور آجاتا ہے۔

اور بیویاں حوران جنت ایسی صاف ستھری ہوں کہ نہ حیض نہ نفاس نہ ان کی نظریں غیروں کی طرف اٹھیں اپنے شوہروں کے سوا کسی طرف نظر نہ ڈالیں۔ ان کی آنکھیں بڑی بڑی ایسی صاف گویا صاف ستھرا محفوظ انڈا ہے۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ۔ تو ان میں بعض بعض کی طرف منہ کرکے آپس میں اپنی نعمتوں پر سوال کریں۔

یعنی اہل جنت جنتیوں سے پوچھیں کہ دنیا میں کیا حالات و واقعات پیش آئے۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ۔ ان میں سے کہنے والا بولا میرا ایک ہم نشین تھا جو مجھ سے کہا کرتا تھا کیا تو اسے سچ مانتا ہے۔

ءَ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۔ یعنی دنیا میں ایک ایسا بھی تھا جو مرنے کے بعد اٹھنے کا منکر تھا اور وہ طنزاً مجھ سے کہا کرتا تھا کہ کیا تو مرنے کے بعد اٹھنے کو مانتا ہے، کیا ہم جب مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے تو کیا ہمیں جزا و سزا دی جائے گی۔

یہ بیان کر کے وہ جنتی اپنے جنتی دوستوں سے کہے۔

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ۔ کیا تم جھانک کر دیکھو گے۔

تاکہ معلوم کرو کہ اس ہمنشین جہنمی کا کیا حال ہے۔

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۔ تو اس کی طرف جنتی جب جھانکے تو اسے بھڑکتی آگ میں دیکھے۔

کہ عذاب میں گرفتار ہے تو وہ اس جہنمی سے کہے۔

قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۔ خدا کی قسم قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر دیتا۔

یعنی صراط مستقیم سے ہٹا کر اور راہ راست سے بھٹکا کر اپنی طرح مجھے بھی ہلاک کر دیتا۔

وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۔ اور اگر میرے رب کی نعمت نہ ہوتی اور اس کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو ضرور میں بھی پکڑا جاتا اور تیرے ساتھ ہی حاضر کیا جاتا۔

یعنی اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت و کرم سے مجھے تیرے بہکانے سے محفوظ رکھا اگر ایسا نہ ہوتا اور اسلام سے منحرف ہو جاتا تو تیرے ساتھ میں بھی جہنم میں ہوتا۔

اب جبکہ موت کو موت آگئی اور وہ ذبح کر دی گئی۔ تو آج ہم کہتے ہیں۔

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

تو کیا ہمیں اب مرنا ہے۔ نہیں سوا اس موت کے جو ہم پر آچکی (دنیا میں) اور اب ہم مطمئن ہیں کہ ہم عذاب نہیں دیے جائیں گے۔ یہ ہے یقیناً زبردست کامیابی۔

یہ باتیں اطمینان ملنے کے بعد اہل جنت کریں گے۔ یا ملائکہ اہل جنت سے کہیں گے کہ بے شک تمہاری بڑی کامیابی ہے۔

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۔ ایسے ہی کام کرنے والوں کو کرنے چاہئیں۔

یعنی نیک عملوں کے بدلے میں رحمت الٰہی سے تلذذ اور عیش دائم حاصل ہوگا۔ اور ہر قسم کے ماکول و مشارب سے تمتع ملے گا جو موجب راحت و سرور ہوگا اس کے بعد فرمایا جائے گا اور اہل جنت سے سوال ہوگا کہ

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۔ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْ اَصْلِ

الجحیم۔ طلعھا کانہ رءوس الشیاطین۔ کیا یہ مہمانی بہتر ہے یا تھوہر کا درخت ہم نے اسے کیا ہے ظالموں کی جانچ کے لیے بے شک وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے۔ اس کا شگوفہ ایسا ہے گویا شیاطین کے سر ہیں۔

یعنی یہ جنت کی نعمتیں۔ لذتیں اور نفیس النعم وا طعمہ اور دوامی عیش بہتر ہیں یا وہ تھوہر کا درخت جو نہایت تلخ انتہا درجہ کا بدبو حد درجہ کا بد مزہ ہے جس سے جہنمیوں کی میزبانی ہوگی اور انہیں اس کے کھانے پر مجبور کیا جائے گا اور انہیں بتایا جائے گا کہ تمہارا یہ گمان باطل اور لغو تھا کہ آگ درختوں کو جلا ڈالتی ہے پھر آگ میں درخت کیسے ہوگا آج دیکھ لو کہ اس کی شاخیں درکات جہنم سے نکلتی ہیں اور اس کے شگوفے کیسے بد ہیئت اور قبیح المنظر ہیں اس کو بھوک سے مجبور ہو کر جہنمی کھائیں گے جیسا کہ ارشاد ہے۔

فانھم لاکلون منھا فمالئون منھا البطون ثم ان لھم علیھا لشوبا من حمیم ثم ان مرجعھم لالی الجحیم۔ تو وہ ضرور اس سے کھائیں گے پھر اس سے پیٹ بھریں گے پھر ان کے لیے اس پر کھولتا پانی ہوگا پھر لازمی طور پر ان کی بازگشت بھڑکتی آگ کی طرف ہے۔

یعنی وہ بھوک سے تنگ آ کر اس تھوہر کو کھائیں گے اس کی جلن سے ان کے شکم جھلس جائیں گے اور پیاس کی شدت سے جب پانی چاہیں گے تو گرم کھولتا پانی انہیں ملے گا۔ جو شدت حرارت سے ان کے اضطرار و اضطراب کو دوبالا کر دے گا۔ اس حال میں وہ درکات جہنم میں بے چین و مضطرب الحال ہوں گے۔

حتی کہ اس اضطراب ہی میں انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور آگے اس عذاب کی وجہ بیان فرمائی جاتی ہے۔

انھم الفوا اباءھم ضالین۔ فھم علی اثارھم یھرعون۔ ولقد ضل قبلھم اکثر الاولین۔ ولقد ارسلنا فیھم منذرین۔ فانظر کیف کان عاقبۃ المنذرین۔ الا عباد اللہ المخلصین۔ بے شک وہ اپنے گمراہ باپ دادا کی محبت میں ہلاک ہوئے اور وہ انہیں کے قدم بقدم دوڑے گئے اور بیشک ان سے پہلے بھی گمراہ ہوئے اور بے شک ہم نے ان میں ڈر سنانے والے بھیجے تو دیکھیے ان ڈر سنائے ہوؤں کا کیا انجام ہوا مگر وہ چنے ہوئے بندے محفوظ رہے۔

یعنی انہیں یہ عذاب ان کے گمراہ باپ داداؤں کی محبت سے ہوا کہ ان کی طرف داری میں دلائل واضحہ سے آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے لگ گئے اور غلط راہ پر پڑ گئے اور ہدایت سے فائدہ نہ اٹھایا۔ باآنکہ ان میں ہم نے انبیاء کرام ڈر سنانے والے بھیجے۔ انہوں نے ان کی بد عملی اور گمراہی سے متنبہ

کیا۔ مگر انہوں نے ان کی ایک نہ سنی تو دیکھ لو ان کا کیا انجام ہوا کہ عذاب میں گرفتار ہوئے مگر ایماندار اور مخلص بندے نجات یافتہ نکلے۔ رکوع ہذا کے

لغاتِ نادرہ کا حل

وَقِفُوْهُمْ۔ قِفُوْا۔ صیغہ امر ہے۔ وقف سے مشتق ہے یا وقوف سے اور وقف و وقوف ٹھہرنے اور رکنے کو کہتے ہیں۔ یہ لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے۔ چنانچہ وَقَفْتُ الدَّابَّۃَ اَقِفُهَا وَقْفًا فَوَقَفَتْ هِیَ وُقُوْفًا۔ جس کے معنی ہوتے ہیں اَحْبِسُوْهُمْ فِی الْمَوْقِفِ۔

مُسْتَسْلِمُوْنَ۔ اِسْتِسْلَام سے ہے۔ اس کے معنی سلامتی طلب کرنے کے ہیں ترک منازعت کے بعد اور عرف عرب میں جھکنے اور منقاد ہونے کے معنی میں مستعمل ہے جب کوئی کسی کا منقاد و مطیع ہو جاتا ہے تو اِسْتَسْلَمَ فُلَانٌ لِفُلَانٍ بولا کرتے ہیں۔

اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ۔ لفظ یمین استعارہ ہے قوت و قہر سے اس لیے کہ دایاں بائیں کی بہ نسبت قوی ہوتا ہے اس سے قہر و بطش وقوع میں آتا ہے تو معنی یہ ہوئے اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْقُوَّةِ وَالْقَهْرِ۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ۔ یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ ذائقوا کی ضمیر سے اور درمیانی جملہ معترضہ ہے۔

لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ۔ فَوَاكِهُ۔ فاکہہ کی جمع ہے اور فاکہہ اس غذا کو کہتے ہیں جو صرف لذت حاصل کرنے کو کھاتے ہیں۔

بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ۔ کاس اس برتن کو کہتے ہیں جسے جام بھی کہتے ہیں جو شراب پینے میں استعمال ہوتا ہے۔ شعراء کا قول ہے۔

وَكَاْسٍ شَرِبْتُ عَلٰى لَذَّةٍ وَاُخْرٰى تَدَاوَيْتُ

مِنْ مَّعِيْنٍ۔ ایک محذوف کے متعلق ہو کر کاس کی صفت ہے۔ عبارت یوں بنی اَیْ كَائِنَۃٍ مِّنْ شَرَابٍ مَّعِيْنٍ۔ اور معین اس چشمہ کو کہتے ہیں جو زمین پر جاری ہو۔ بیضاء اور لذت دونوں کاس کی صفتیں ہیں۔

لَا فِيْهَا غَوْلٌ۔ غول اس درد سر کو کہتے ہیں جو نشہ اترنے کے بعد ہوتا ہے۔ اس کے اصلی معنی ہلاک کرنے کے ہیں۔ محاورہ ہے غَالَہٗ غَوْلًا اَیْ اَهْلَكَہٗ۔ وَالْغَوْلُ وَالْغَائِلُ لِلْمُهْلِكِ اور درد سر کو غول

اس لیے کہتے ہیں کہ وہ بھی موذی ہوتا ہے اور مؤدی الی الہلاک ہوتا ہے۔

وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ۔ انزاف نشہ کی وجہ سے عقل چلی جانے کو کہتے ہیں۔ محاورہ ہے اَنْزَفَ اَىْ اِذَا ذَهَبَ عَقْلُهٗ مِنَ السُّكْرِ۔

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ۔ قصر لغت میں روکنے کو کہتے ہیں اَىْ يَحْبِسْنَ نَظْرَهُنَّ ۔ عِيْنٌ ۔ جمع ہے عَيْنَاءُ کی۔ اور عَيْنَاءُ بڑی آنکھ والی کو کہتے ہیں۔ مَكْنُوْنٌ مستور کو کہتے ہیں۔

كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ ۔ قرین مصاحب ہم نشین کو کہتے ہیں۔ یہ کَانَ کا اسم ہے اور لِی خبر ہے۔

ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۔ مدینون ۔ دین سے لیا گیا ہے اور دین بدلے کو کہتے ہیں ۔ محاورہ ہے کَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ ۔ اَىْ كَمَا تُجَازِىْ تُجَازٰى بِفِعْلِكَ ۔ یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ تو مدینون کے معنی مجزیون کے ہوئے۔

اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۔ زقوم ارض تہامہ میں چھوٹے چھوٹے پتوں کا ایک نہایت تلخ اور بدبو دار درخت ہوتا ہے۔ بعض نے زقوم سے تھوہر مراد لیا ہے۔

اور اس کے پھلوں کو بدصورتی میں سانپ سے تشبیہ دی ہے اور ہر بری اور ڈراونی صورت کے سانپوں کو محاورہ میں شیاطین سے تعبیر کرتے ہیں۔

لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۔ شوب مصدر ہے جو بمعنی مفعول ہے اور شوب کہتے ہیں گرم پانی میں ملونی کو حمیم سخت گرم خلاصہ یہ نکلا کہ جہنمی لوگوں کو گرم پانی اور زقوم ملے گا۔

عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ۔ اہراع کہتے ہیں تیزی سے دوڑنے کو۔ محاورہ ہے هَرَعَ وَاَهْرَعَ اِذَا اَسْتَحَثَّ ۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع۔ صافات۔ پ ۲۳

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ۔ جمع کرو انہیں جو مشرک ہیں اور ان کی مثل اور انہیں جو پوجتے تھے اللہ کے سوا غیر کو تو انہیں جہنم کے راستہ پر ہانکو۔

یہ حکم اللہ تعالے کی طرف سے ملائکہ کو ہوگا۔ یا ملائکہ ملائکہ کو کہیں گے چنانچہ آلوسی روح المعانی میں

فرماتے ہیں خطاب مِنَ اللّٰہِ تعالیٰ لِلْمَلٰئِکَۃِ اَوْ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ بَعْضِہِمْ بِبَعْضٍ۔

ابن ابی حاتم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں تَقُوْلُ الْمَلٰئِکَۃُ لِلزَّبَانِیَۃِ اُحْشُرُوْا ملائکہ زبانیہ جہنم یعنی ان فرشتوں کو کہیں گے جو جہنم میں جہنمیوں کو دھکیلیں گے۔ زبانیہ جمع زبنیۃ کی ہے یہ زبن سے لیا گیا ہے اور زبن لغت میں دفع کو کہتے ہیں۔

اور سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ جو سورہ اقرأ میں ہے اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو کفار کو جہنم کی طرف دھکیلیں گے۔ اور یہ حشر ظالمین کا امر ہے جو ان کے اماکن سے موقف حساب پر کیا جائے گا یا موقف حساب سے جہنم کی طرف ہوگا۔

اور ازواجہم سے مراد امثال ہیں یعنی بیاج خوار بیاج خوار دل میں۔ زانی زانیوں میں۔ اور شرابی شرابیوں میں جمع کیے جائیں۔

اور ابن جبیر و عکرمہ کہتے ہیں اس سے مراد مقارن ہیں یعنی بیویاں کافر اور ان کے ازواج۔

وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ یعنی اللہ کے سوا بتوں کے پجاریوں کو اور بتوں کو جو جماد ہیں سب کو جمع کرو۔

یہ جمع کرنا مشرکوں کی تحقیر اور تخجیل کے لیے ہوگا۔ اس لیے کہ پتھر کو آگ سے کیا تکلیف ہوسکتی ہے۔ لیکن بت پرست دیکھ لیں گے کہ جنہیں ہم پوجتے تھے وہ بھی جہنم میں ہیں اور

فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ۔ انہیں چلاؤ جہنم کی راہ پر۔

تاکہ وہ اپنی راہ کا انجام دیکھ لیں اور جحیم سے مراد جہنم ہے اور جحیم طبقہ جہنم کا نام ہے جس میں بشدت سے آگ دھکتی ہوتی ہے۔ چنانچہ جحیم جحمہ سے ہے اور جحمہ شدت کی حرارت کو کہتے ہیں۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ۔ اور انہیں روکو ان سے سوال ہونا ہے۔

وَقِفُوْا کے معنی اِحْبِسُوْا ہیں یعنی روکے رہو تاکہ ان کے عقائد کی حقیقت اور اعمال کی کیفیت کے متعلق پوچھا جائے۔

کہ ان بتوں کو یہ کیا سمجھتے تھے اور ان کی پوجا پاٹ کس طرح کرتے تھے۔

حدیث میں ہے لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ کوئی بندہ اس وقت تک نہ چھوڑا جائے گا جبتک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائیگا۔ کہ جوانی کیسے گذاری

وَعَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ۔ اس کی عمر جسے اس نے گذارا تو کس طرح لیے فنا کیا۔

وَعَنْ مَالِهٖ بِمَا يَكْسِبُهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ۔ اس کے مال کے متعلق سوال ہو کہ کیسے کمایا اور کس

راہ میں خرچ کیا۔

وَعَنْ عِلْمِہٖ مَاذَا عَمِلَ بِہٖ۔ اور علم کے متعلق پوچھا جائے کہ اس پر کیسے عمل کیا۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں یُسْئَلُوْنَ عَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اس دن کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ کے متعلق سوال ہو۔ اس کے بعد ارشاد ہو۔

مَا لَکُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ۔ آج کیا ہوا تمہیں کہ تناصر و تعاون سب چھوڑ بیٹھے ہو۔

تناصر محاورہ عربی میں ایک دوسرے کا جب معاون ہو اور بعض بعض کی اعانت کرے تو اسے تناصر و تعاون کہتے ہیں۔ گویا یوں ارشاد ہوگا مَا لَکُمْ لَا یَنْصُرُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا۔ آج تمہیں کیا ہوا کہ بعض تمہارا بعض کی مدد نہیں کرتا۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں وَالْخِطَابُ لَھُمْ وَلِاٰلِھَتِھِمْ اَیْ مَا لَکُمْ لَا یَنْصُرُوْنَ بَعْضُکُمْ کَمَا کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ فِی الدُّنْیَا۔ یہ خطاب مشرکین اور ان کے معبودوں سے ہوگا کہ تمہیں کیا ہوا کہ آج تمہارا بعض بعض کا مددگار نہیں بنتا جیسا کہ تمہیں دنیا میں زعم تھا۔

فَقَدْ رُوِیَ اَنَّ اَبَا جَھْلٍ قَالَ یَوْمَ بَدْرٍ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ۔ ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل نے بدر والے دن کہا تھا ہم سب ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ آج تو بخاً ارشاد ہوگا کہ یہ موقعہ ہے آپس میں مدد کا اب وہ مدد کام میں لاؤ۔

بَلْ ھُمُ الْیَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ۔ بلکہ آج وہ اپنے عجز سے جھکے پڑے ہیں۔

یعنی ان کے سب حیلے ان پر بند ہیں اور اپنی عاجزی اور مجبوری میں جھکے ہوئے ہیں مُسْتَسْلِمُوْنَ استسلام سے ہے اور استسلام کہتے ہیں طلب سلامتی کو یعنی جب انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو جائے اور ذلت سامنے آجائے تو بعض مجرم بعض سے سلامتی حاصل کریں گے۔ جیسے پوچھے۔ چنانچہ ارشاد ہے

وَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ۔ قَالُوْا اِنَّکُمْ کُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْیَمِیْنِ۔ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ وَمَا کَانَ لَنَا عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطَانٍ بَلْ کُنْتُمْ قَوْمًا طَاغِیْنَ فَحَقَّ عَلَیْنَا قَوْلُ رَبِّنَا اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ فَاَغْوَیْنٰکُمْ اِنَّا کُنَّا غٰوِیْنَ۔

اور رؤسا اور ان کے گمراہ پیرو آپس میں رخ کر کے پوچھیں کہ تم تو دنیا میں اپنے طریقہ کو یمن و برکت کا موجب بتا کر ہمیں یقین دلا دلا کر اپنی طرف راغب کرتے تھے حالانکہ تم ہرگز ایمان والے نہ تھے اس پر وہ سردار کہیں گے ہمارے پاس تمہارے اوپر کوئی قوت و حکومت نہ تھی کہ مجبور ہو کر ہمارے پاس آ گئے بلکہ تم خود ہی کفر و عصیان اور نافرمانی میں حد سے متجاوز تھے۔ اسی وجہ میں ہم پر فرمان الٰہی

لازم ہو گیا اب تو ہم ضرور عذاب کا مزہ چکھیں گے۔ تو ہم نے تمہیں گمراہ کیا ہم خود بھی گمراہ تھے۔

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ یہ رؤسائے مشرکین کا جواب ہوگا گویا وہ انکار ضلال کریں گے اور کہہ دیں گے تم نے خود ہی اپنے کو گمراہ کیا اور کفر میں پڑے رہے درحقیقت تم مومن ہی نہ تھے۔ اور

وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطَانٍ بھی رؤساء مشرکین کہیں گے یعنی تم پر ہمارا قہر و تسلط تو تھا ہی نہیں کہ ہم نے تمہارے اختیار سلب کر لیے تھے بلکہ تم متجاوز من الحد تھے اور عصیان شعاری میں تم ہی مصر تھے اور تم طاغی باغی تھے۔

فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ تو اسی وجہ سے ہم پر حکم الٰہی قائم ہوا اب ہمیں ملامت نہ کرو ہم تم سب کے سب درحقیقت مومن ہی نہ تھے اور ایمان کی استعداد ہم میں نہ تھی تو ہم پر لازم ہوا قول رب الارباب اور فرمان خالق عالم بس اب ہمیں کسی کو ملامت کرنا زیبا نہیں۔

فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ۔ تو ہم نے تمہیں غی و ضلالت کی طرف بلایا اور ہم خود بھی غی و ضلالت میں مبتلا تھے۔

گویا انہیں اس کا علم تھا یوم تساول و خصام ہوگا لیکن اپنی غوایت و ضلالت اور عناد و حسد سے اس کا انکار کرتے تھے چنانچہ دوسری جگہ ان کا بیان صاف طور پر ظاہر فرمایا کہ مشرکین جب جہنم میں ڈال دیے جائیں اور ان کے رؤساء بھی وہیں ہوں تو وہ عرض کریں۔

رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا۔ اے ہمارے رب ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا ہم نے انہیں کے بہکانے پر گمراہی قبول کی۔ تَبَرَّاْنَآ۔ آج ان سے تبری کرتے ہیں لیکن یہ تبری بے کار ہے اس لیے کہ جب وقت تھا اس وقت تو گمراہی کی تاریکی میں پڑے رہے اب جبکہ یوم تساءل و اختصام آیا تو آج تبری بیکار ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

فَاِنَّهُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ۔ تو بے شک وہ رؤسائے قوم اور ان کے متبعین آج عذاب میں مشترک ہیں۔

جیسے کہ یہ گمراہی ضلالت اور غوایت میں مشترک تھے۔ اگرچہ کمی زیادتی عذاب بقدر عمل طالح ہو گی۔ گمراہ کرنے والے اشد عذاب میں ہوں گے۔ اس لیے کہ ان کا گناہ دوسروں سے زیادہ ہے۔ تو شرکت عذاب مقتضی مساوات نہیں۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ہم مجرمین کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں یہ وہ سرکش ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا

کوئی معبود نہیں تو تکبر کرتے اور قبول کرنے سے منحرف ہوتے۔

یعنی مشرکین کے لیے یہی قانون حکمت ہے کہ انہیں سزا دی جائے اس لیے کہ انہیں جب کلمہ طیبہ سنایا جاتا اور اس کی طرف بلایا جاتا تو یہ بجائے قبول کرنے کے تکبر کرتے اس لیے کہ ان کے زعم باطل میں ایک معبود نہیں بلکہ متعدد معبود تھے۔ چنانچہ وہ کہتے تھے۔

اَئِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ۔ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر مجنون کے لیے چھوڑ دیں۔

آلوسی فرماتے ہیں یَعْنُوْنَ بِذٰلِكَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ جَمَعُوْا بَيْنَ اِنْكَارِ الْوَحْدَانِيَّةِ وَاِنْكَارِ الرِّسَالَةِ وَوَصْفِهِمُ الشَّاعِرَ بِالْمَجْنُوْنِ۔ مشرکین نے کہا کہ کیا ہم اپنے معبود ایک شاعر مجنون کے لیے چھوڑ دیں۔ اس سے وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیتے تھے اللہ انہیں ہلاک فرمائے، وہ سب باہم وحدانیت پروردگار اور رسالت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انکار پر جمع تھے۔ اور حضور کی صفت میں وہ خبثا حمقا شاعر مجنون کے الفاظ استعمال کرتے تھے اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا۔

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ یہ ان کا گمان باطل ہے۔ بلکہ وہ تو توحید لائے تو حق ہے اور پہلے رسولوں کی تصدیق فرماتے ہوئے آئے۔

اور اس کا ثبوت براہین سے قائم ہو چکا اور تمام مرسلین کرام کا اس پر اجماع ہوا تو کہاں شعر و جنون اور کہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان رفیعہ۔ لہذا اس گستاخانہ کلمہ اور تکذیب رسالت اور استکبار پر ارشاد فرمایا۔

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ بے شک تمہیں دردناک عذاب کا ذائقہ لینا ہے اور تم بدلہ نہ دیے جاؤ گے مگر جیسا تم عمل کرو گے۔

یعنی جیسے تمہارے عمل ہیں ویسا ہی اس کا تمہیں بدلہ ملتا ہے۔ آگے مخلصین مومنین کا استثناء فرمایا گیا اور ان کا مقام و مرتبہ ظاہر کیا گیا۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ۔ مگر اللہ کے مخلص بندے یہ وہ ہیں کہ ان کے لیے رزق معلوم الخصائص ہے کہ وہ نہ مقطوع ہو نہ ان کے لیے ممنوع اور وہ حسن المنظر اور لذیذ الطعم طیب الرائحہ وغیرہ صفات مرغوبہ کے ساتھ متصف ہو۔

قتادہ کہتے ہیں کہ رزق معلوم سے مراد جنت کی نعمتیں ہیں آگے اس کی تصریح کی گئی فَوَاكِهُ وَهُم مُّكْرَمُونَ۔ یعنی يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ فَمَا لَا يُدْخَلُ تَحْتَ الْحِسَابِ لَا يُعَدُّ وَلَا يُقَدَّرُ مطلب یہ کہ انہیں عزت کے ساتھ اتنا رزق عطا ہو کہ اس کا حساب ہی نہیں اور کسی حد کے ساتھ محدود ہی نہیں اور مُكْرَمُونَ فرمانے سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہ وہاں حصول رزق میں کسی تکلیف میں نہ پڑیں بلکہ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ یہ نعم دنیا کی نعمتوں میں سے ہے کہ ہر شے کے حصول کی مسرت کے ساتھ اس کے زوال کا خوف بھی ہوتا ہے وہاں جو عزت نعمت رحمت سے عطا ہو گی وہ دوامی ہو گی اور اس کے حصول میں تکلیف و تکلف کا واہمہ بھی نہ ہو گا۔

وَهُم مُّكْرَمُونَ عِندَ اللهِ۔ اور اللہ کے یہاں عزت والے ہوں وَذٰلِكَ أَعْظَمُ الْمَثُوبَاتِ اور یہ سب سے بڑا ثواب ہے۔ یہ گویا اس طرف اشارہ ہے کہ نعیم جسمانی اور نعیم روحانی بواسطۂ اکل و شرب عطا ہوں۔ اسی لیے فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ فرمایا یعنی ان باغیچوں میں سوا نعمتوں کے کوئی ناگوار بات ہی نہ ہو چنانچہ ارشاد ہے۔

عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ۔ آمنے سامنے سب تخت نشین ہوں اور

يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ۔ دور ہوتا رہے ان پر جام کا جس میں شراب ہو سفید اور پینے والوں کے لیے لذت دینے والی چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی یہی کہتے ہیں۔

اور ابن ابی شیبہ اور ابن جریر وغیرہ ضحاک سے راوی ہیں کہ كُلُّ كَأْسٍ ذَكَرَهُ اللهُ تَعَالَىٰ فِي الْقُرْآنِ إِنَّمَا عَنَىٰ بِهِ الْخَمْرَ۔ ہر کاس جس کا تذکرہ قرآن پاک میں ہوا ہے اس سے مراد شراب ہے۔

وَأَكْثَرُ اللُّغَوِيِّينَ عَلَىٰ أَنَّ الْإِنَاءَ الْخَمْرِ لَا يُسَمَّىٰ كَأْسًا حَقِيقَةً إِلَّا وَفِيهِ خَمْرٌ فَإِنْ خَلَا مِنْهُ فَهُوَ قَدَحٌ۔ اور اکثر اہل لغت اس پر متفق ہیں کہ کسی برتن کو کاس حقیقۃً نہیں کہا جاتا جب تک کہ اس میں شراب نہ ہو اور اگر وہ شراب سے خالی ہو تو اسے قدح کہتے ہیں چنانچہ کاس فرما کر آگے ارشاد ہے۔

لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ۔ وہ شراب ہو گی لیکن اس میں غول نہ ہو گا اور غول اس کیفیت کو کہتے ہیں جو دنیا کی شراب میں ہوتی ہے۔

راغب کہتے ہیں الْغَوْلُ إِهْلَاكُ الشَّيْءِ مِنْ حَيْثُ لَا يُحَسُّ بِهِ غول بے حسی کے عالم میں کسی شے کے ہلاک کرنے کو کہتے ہیں۔

اور ابن عباس فرماتے ہیں فِی الْخَمْرِ اَرْبَعُ خِصَالٍ اَلسُّکْرُ وَالصُّدَاعُ وَالْقَیْءُ وَالْبَوْلُ فَنَزَّہَ اللّٰہُ تَعَالٰی خَمْرَ الْجَنَّۃِ عَنْھَا لَا فِیْھَا غَوْلٌ لَا تَغُوْلُ عُقُوْلَھُمْ مِنَ السُّکْرِ۔ دنیا کی شراب میں چار خصلت لازمی ہوتی ہیں۔ سکر۔ صداع۔ قے اور پیشاب تو اللہ تعالےٰ نے جنت کی شراب کو ان خصائل سے منزہ فرمایا۔ چنانچہ لَا فِیْھَا غَوْلٌ فرما کر بتایا کہ وہاں کی شراب میں نشہ سے عقل خراب نہ ہوگی۔

وَلَا ھُمْ عَنْھَا یُنْزَفُوْنَ۔ اور نہ جنتی اس شراب سے قے کریں گے جیسے دنیا کے شرابی کرتے ہیں۔ نزف کے اصلی معنی نَزْعُ الشَّیْءِ وَاِذْھَابِہٖ بِالتَّدْرِیْجِ کے ہیں یعنی کسی شے کو نکالنا اور بتدریج اسے ضائع کر دینا۔

محاورہ میں بولتے ہیں نَزَفْتُ الْمَآءَ مِنَ الْبِئْرِ اِذَا نَزَفْتَہٗ وَنَزَعْتَہٗ کُلَّہٗ۔ میں نے کنویں سے پانی نکالا جبکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تمام پانی نکالا جائے۔

وَعِنْدَھُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ۔ کَاَنَّھُنَّ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ۔ اور ان کے پاس نیچی نظر والیاں بڑی بڑی آنکھوں والیاں ہوں گویا وہ محفوظ انڈے ہیں۔

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ کی تعریف آلوسی یہ کرتے ہیں قَصَرْنَ اَبْصَارَھُنَّ عَلٰی اَزْوَاجِھِنَّ لَا یَمْدُدْنَ طَرْفًا اِلٰی غَیْرِھِمْ قَالَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّمُجَاھِدٌ وَابْنُ زَیْدٍ۔ یعنی وہ اپنی نظریں اپنے خاوندوں تک محدود رکھنے والیاں ہوں غیر کی طرف ان کی نگاہ نہیں اٹھتی یہی تعریف سید المفسرین ابن عباس اور مجاہد اور ابن زید نے کی۔

گویا یہ کنایہ ہے فرط محبت سے جو حوران بہشتی اپنے خاوندوں سے کریں گی ان کا میلان غیر کی طرف قطعاً نہ ہو۔

عین۔ جمع ہے عیناء کی یہ حسن کی ایک خاص شان ہے یعنی موٹی آنکھ والیاں جیسے آہو چشم کہہ کر معشوق کی تعریف کی جاتی ہے پھر اس کی تشبیہ

کَاَنَّھُنَّ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ سے دی اس لیے کہ انڈا جب جوش کر لیا جائے تو اس کی زردی گول خوبصورت آنکھ کی صورت میں ہو جاتی ہے اور یہ محاورہ عرب میں حسن کی تعریف میں تشبیہاً بیان کیا جاتا ہے۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ۔ اور بعض بعض کی طرف متوجہ ہو کر سوال کرے۔ کہ یہ نعمتیں حسب وعدہ ہمیں مل گئیں اور جو بعثت کے منکر تھے انہیں آج پچھتانے کے سوا کیا ملا۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْھُمْ اِنِّیْ کَانَ لِیْ قَرِیْنٌ یَّقُوْلُ اَئِنَّکَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا

وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۔ تو کہنے کہنے والا میرا بھی ایک مصاحب تھا جو مجھے کہتا تھا کہ کیا تو بھی مرنے کے بعد زندہ ہونے کی تصدیق کرتا ہے کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو کر ہڈی رہ جائیں گے کیا ہم پھر اٹھیں گے اور بدلا پائیں گے۔

مَدِيْنُوْنَ ۔ دِین سے ہے اور دین بمعنی جزا ہے حضرت عطا خراسانی آیۂ کریمہ کے شانِ نزول کے متعلق فرماتے ہیں۔ كَانَ رَجُلَانِ شَرِيْكَانِ وَكَانَ لَهُمَا ثَمَانِيَةُ اٰلَافِ دِيْنَارٍ فَاقْتَسَمَاهَا فَعَمِلَهٗ اَكْبَرُهُمَا فَاشْتَرٰى بِاَلْفِ دِيْنَارٍ اَرْضًا ۔ دو آدمی مشترک الوراثت تھے اور ان کے پاس آٹھ ہزار دینار تھے انہوں نے بحصہ مساوی تقسیم کر لیے۔ تو ان کے بڑے حصہ دار نے اپنے حصہ سے ایک ہزار دینار میں زمین خرید لی۔

تو دوسرے نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانًا اِشْتَرٰى بِاَلْفِ دِيْنَارٍ اَرْضًا وَاِنِّىْ اَشْتَرِىْ مِنْكَ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ اَرْضًا فِى الْجَنَّةِ فَتَصَدَّقَ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ ۔ الٰہی فلاں شخص نے زمین ایک ہزار دینار میں خریدی اور میں تجھ سے ہزار دینار میں جنت کی زمین خریدتا ہوں اور ہزار دینار صدقہ کر دیے۔

ثُمَّ بَنٰى صَاحِبُهٗ دَارًا بِاَلْفِ دِيْنَارٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانًا قَدْ بَنٰى دَارًا بِاَلْفِ دِيْنَارٍ وَاِنِّىْ اَشْتَرِىْ مِنْكَ فِى الْجَنَّةِ دَارًا بِاَلْفِ دِيْنَارٍ ۔ پھر پہلے ساتھی نے ایک ہزار دینار لگا کر مکان بنوایا تو اس نے عرض کی الٰہی فلاں نے ایک ہزار دینار میں دنیا کے اندر مکان بنایا میں تجھ سے جنت میں ایک ہزار دینار میں مکان خریدتا ہوں۔

فَتَصَدَّقَ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ ۔ تو ایک ہزار دینار اس نے صدقہ کر دیے۔

ثُمَّ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً فَاَنْفَقَ عَلَيْهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانًا تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً فَاَنْفَقَ عَلَيْهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ وَاِنِّىْ اَخْطُبُ اِلَيْكَ مِنْ نِّسَاءِ الْجَنَّةِ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ فَتَصَدَّقَ اَلْفَ دِيْنَارٍ پھر اس نے ایک عورت سے نکاح کیا اس پر ہزار دینار خرچ کر ڈالے تو اس نے دعا کی الٰہی فلاں شخص نے بیوی پر ہزار دینار خرچ کیے ہیں میں تیرے حضور جنت کی بیوی کے لیے پیام دیتا ہوں اور ایک ہزار دینار صدقہ کر دیے۔

ثُمَّ اشْتَرٰى خَدَمًا وَّمَتَاعًا بِاَلْفِ دِيْنَارٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانًا اشْتَرٰى خَدَمًا وَّمَتَاعًا بِاَلْفِ دِيْنَارٍ وَاِنِّىْ اَشْتَرِىْ مِنْكَ خَدَمًا وَّمَتَاعًا فِى الْجَنَّةِ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ فَتَصَدَّقَ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ ۔ پھر اس کے ساتھی نے ایک ہزار خرچ کر کے غلام اور سامان خانگی ایک ہزار میں خریدا

تو اس نے بارگاہ آلہی میں عرض کی تعداد ندا فلاں شخص نے خدم و متاع خانگی ایک ہزار دینار خرچ کر کے بنائے تو میں تجھ سے خدم و متاع جنت میں ایک ہزار دینار کے بدلے خرید تا ہوں اور ہزار دینار صدقہ کر دیے۔

اس کے بعد اسے سخت ضرورت پیش آئی تو اس نے خیال کیا کہ اپنے ساتھی کے پاس جاؤں چنانچہ وہاں گیا اس نے دیکھ کر کہا کہ تو وہی ہے جس سے میں نے حصہ تقسیم کیا تھا اس نے اقرار کیا اس نے پوچھا وہ چار ہزار دینار کیا کیے اس نے سب قصہ سنا دیا۔ تو اس نے کہا کہ وہ تو میں نے بامید آخرت سب صدقہ کر دیے۔ تو اس نے بگڑ کر کہا۔

ءَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ۔ کیا تو بھی بعث بعد الموت کو ماننے والا ہے۔ لہٰذا اذْهَبْ فَوَاللّٰهِ لَا اُعْطِيْكَ شَيْئًا فَرَدَّهٗ فَقَضٰى لَهُمَا اَنْ تُوُفِّيَا فَكَانَ مَالُ الْمُصَدِّقِ الْجَنَّةَ وَمَالُ الْاٰخَرِ النَّارُ وَفِيْهِمَا نَزَلَتِ الْاٰيَةُ۔ اسی وجہ میں تیرا مال ضائع ہوا تو قسم بہ خدا میں تجھے کچھ نہ دوں گا اور اسے مایوس واپس کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حکم دیا کہ دونوں کی روح قبض کی جائے تو صدقہ کرنے والے کا انجام جنت ہوا اور دوسرے کا جہنم۔ ان دونوں کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں بھائی تھے اور ان میں آٹھ ہزار دینار نصف نصف تقسیم ہوئے ان میں سے ایک نے صدقہ کر دیے اور دوسرے نے وہی کیا جو دنیا دار کرتے ہیں یہ دونوں بھائی بنی اسرائیل سے تھے اور انہیں کو قرین کہا گیا اب جبکہ ان کا انجام واضح ہو گیا تو

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ۔ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِىْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ۔ کہا جنتی نے اپنے قرین نما سے کیا تم ان جہنمیوں کو دیکھ رہے ہو کہ کس حال میں ہیں تو دیکھے وہ جہنمیوں کا حال کہ وسط جہنم میں ہے۔ یہ کہنے والا وہ جنتی ہو گا جس کا قرین وہ منکر بعث و نشر تھا تو جب وہ دیکھے تو معلوم ہو کہ منکر بعث و نشر وسط جہنم میں ہے۔

اس پر آلوسی فرماتے ہیں وَلَعَلَّهُمْ اِذَا اَرَادُوْا ذٰلِكَ وُقِفُوْا عَلَى الْاَعْرَافِ فَاطَّلَعُوْا عَلٰى مَنْ اَرَادُوْا مِنْ اَهْلِ النَّارِ۔ شاید یہ یوں ہو کہ جب وہ ارادہ کریں تو اعراف پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اہل جہنم کا حال انہیں ظاہر ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ اِنَّ لَهُمْ طَاقَاتٍ فِى الْجَنَّةِ يَنْظُرُوْنَ مِنْهَا مِنْ عُلُوٍّ اِلٰى اَهْلِ النَّارِ وَعِلْمُ الْقَائِلِ بِاَنَّ الْقَرِيْنَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لِعِلْمِهٖ بِاَنَّهٗ كَانَ يُنْكِرُ الْبَعْثَ وَمُنْكِرُهٗ مِنْهُمْ قَطْعًا

وَالْاَصْلُ بَقَائُہٗ عَلٰی ذٰلِکَ ۔ جنت میں جھروکے ہوں اہل جنت بلندی سے ان جھروکوں کے ذریعہ اہل جہنم کو دیکھیں اور اِنِّیْ کَانَ لِیْ قَرِیْنٌ کہنے والا اپنے قرین کو جان لے کہ وہ جہنم میں ہے اس سبب سے کہ وہ منکر بعث تھا گویا وہ اپنے کفر پر قائم رہ کر مرا اور جہنم میں گیا۔

فَرَاٰہُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ کے معنی فِیْ وَسْطِھَا ہیں یعنی وہ جہنم کے بیچ میں ہو۔ اس وقت جنتی کہے قَالَ تَاللّٰہِ اِنْ کِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ وَلَوْلَا نِعْمَۃُ رَبِّیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ۔ کہا اس جنتی نے اپنے قرین سے قسم بخدا اگر میں تیرے کہنے میں آگیا ہوتا تو لازماً تو نے مجھے ہلاک کر دیا ہوتا اور اگر اللہ کی رحمت وعصمت وتوفیق خیر مجھ پر نہ ہوتی تو میں بھی تیری طرح اس جہنم میں ہوتا۔ لیکن اللہ تعالے نے فضل فرمایا اور گمراہی سے بچا لیا۔

اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ تو کیا ہم نہیں مرے مگر وہی دنیا کی پہلی موت اور اب ہم معذب نہیں بے شک یہ ہماری بڑی کامیابی ہے اسی طرح چاہئے کہ عمل کرنے والے عمل کریں۔

یہاں لَکُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ سے مراد یہ ہے کہ اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی عذاب کے لئے اسی طرح ہوتا جیسے تو اور تیرے ہمنوا معذب ہوئے۔

اس کے بعد اپنے اس دنیاوی قرین سے کہا جائے۔

اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ ۔ کیا ہم نہیں مرے یعنی حیات مخلد تو ہمیں بھی نہ ملی لیکن صرف وہی پہلی دنیاوی موت آئی۔ اس سے مراد اہل سنت کے نزدیک وہ موت ہے جو قبر میں سوال کے لئے زندہ کرکے مارا جائے گویا اس کے معنی یہ ہیں اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ مَوْتَۃً اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی۔

اس کے بعد ہمیں بشارت طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ اور اُدْخُلُوْھَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ کی مل گئی

آلوسی فرماتے ہیں اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ اَوَّلَ مَا دَخَلُوْا لَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّھُمْ لَا یَمُوْتُوْنَ فَاِذَا جِیْئَ بِالْمَوْتِ عَلٰی صُوْرَۃِ کَبْشٍ اَمْلَحَ وَذُبِحَ نُوْدِیَ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ خُلُوْدٌ بِلَا مَوْتٍ وَیَا اَھْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ بِلَا مَوْتٍ فَحِیْنَئِذٍ یَعْلَمُوْنَہٗ فَیَقُوْلُوْنَ تَحَدُّثًا بِنِعْمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

جنتی جب جنت میں داخل ہوں تو انہیں اس امر کا علم نہ ہو کہ وہ اس کے بعد نہ مریں گے تو جب موت مینڈھے کی شکل میں لاکر ذبح کر دی جائے اور اعلان عام ہو کہ وہ اس کے بعد نہ مریں گے کہ اے جنتیو اب تمہیں بغیر موت کے خلود ہے اور اے جہنمیو تمہیں بھی ہمیشگی ہے بلا موت کے اس وقت جنتی جانیں گے کہ اب ہمیں موت نہیں تو تحدیثاً بنعمۃ اللہ کہیں۔

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ اب ہم یقیناً عذاب نہ دیے جائیں گے اور یہ ہماری زبردست کامیابی ہے۔

اور جہنمیوں کا یہ حال ہو کہ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى وہ نہ مریں نہ زندہ ہوں تو اس پر لازکہ کہیں لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ۔ اس قسم کے عمل اہل عمل کو کرنے چاہئیں کیا یہ نعمتیں بہتر ہیں یا شجرۂ زقوم

اور نزلاً کے معنی آلوسی فرماتے ہیں اَصْلُ النُّزُلِ الْفَضْلُ۔ نزلاً کے معنی فضل الٰہی ہیں جیسے اول فرمایا گیا تھا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ۔

اور زقوم کے متعلق فرماتے ہیں وَالزَّقُّوْمُ اِسْمُ شَجَرَةٍ صَغِيْرَةِ الْوَرَقِ مُرَّةٍ كَرِيْهَةِ الرَّائِحَةِ ذَاتُ لَبَنٍ اِذَا اَصَابَ جَسَدَ اِنْسَانٍ تَوَرَّمَ تَكُوْنُ فِى النَّارِ۔ زقوم ایک درخت کا نام ہے جس میں چھوٹے چھوٹے پتے ہوتے ہیں سخت تلخ بدبودار دودھ والا جب یہ انسان کے جسم کو پہنچتا ہے تو اسے متورم کر دیتا ہے یہ صحرائے تہامہ میں ہوتا ہے۔

اور ہندوستان میں بھی پایا جاتا ہے بعض جنگلوں میں اسے اردو میں تھوہر کہتے ہیں اور اس کی مزید تعریف میں ارشاد ہے۔

اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِىْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ

ہم نے اسے آخرت میں لعنت وعذاب بنایا مشرکین کے لیے۔

اور دنیا میں ان کے لیے امتحان ہے (مشرکین نے جب سنا کہ وہ) ایسا درخت ہے کہ اس کی جڑ جہنم سے ہے اس کے شگوفے ایسے ہیں گویا شیاطین کے سر ہیں۔

وَالْعَرَبُ يُشَبِّهُ الْقَبِيْحَ الصُّوْرَةِ بِالشَّيْطَانِ۔ اہل عرب قبیح صورت والی چیز کو شیطان سے تشبیہ دیتے ہیں اسی محاورہ کے ماتحت یہاں یہ تشبیہ استعمال فرمائی ہے۔

فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ۔ تو وہ اس تھوہر سے کھائیں گے تو بھر جائیں گے اس سے ان کے پیٹ شدت گرما سے پانی پئیں۔ شوب شراب ممزوج بماء الحرارت کو کہتے ہیں۔

وَهُوَ الصَّدِيْدُ۔ وہ راد اور پیپ جہنمیوں کا ہو۔

اور غساق یہ ایک چشمہ ہے جہنم کا جس سے سانپ اور بچھوؤں کا زہر ابل کر نکلے گا۔

شدت تشنگی سے وہ اس سے پئیں گے جس سے ان کا جسم گل جائے مگر كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا۔ جب ان کی کھال گل سڑ جائے تو دوسری کھال پہنا دی جائے تاکہ لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ عذاب برابر چکھتے رہیں۔

ابن عباس فرماتے ہیں لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقُّوْمِ الْجَحِيْمِ اُنْزِلَتْ اِلَى الْاَرْضِ لَاَفْسَدَتْ عَلَى النَّاسِ مَعَاشَهُمْ۔ اگر ایک قطرہ زقوم جہنم کا زمین پر گر جائے تو لوگوں کی زندگی ختم و خراب ہو جائے۔

ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ۔ پھر ان کا لوٹنا جہنم میں ہو

یعنی ان کا مقر اور قیام جہنم ہو اور فرمایا هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ۔ یہ وہی جہنم ہے جسے یہ مجرم جھٹلاتے تھے اس میں پھرتے رہیں اور گرم گرم عذاب پاتے رہیں آگے ارشاد ہے کہ یہ عذاب کس وجہ ہیں ان کے لیے مقرر ہوا چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ فَهُمْ عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ۔ انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا پھر بھی انہیں کے قدموں پر دوڑتے رہے۔

اہراع۔ عربی میں اسراع شدید کو کہتے ہیں یعنی اندھا دھند کسی کے پیچھے لگ جانا۔ پھر ارشاد ہے کہ ان پر ہی کیا منحصر ہے ان سے پہلے بھی اکثر گمراہ ہوئے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ۔ اور بے شک ان سے پہلے اکثر گمراہ ہوئے اور بے شک ہم نے ان میں ڈر سنانے والے بھیجے تو اے محبوب دیکھئے کیا ہوا انجام ان ڈر سننے والوں کا۔

یعنی ہدایت سنکر منکر رہنے کا برا انجام ہے

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ۔ مگر اللہ کے مخلص بندے۔ اس قسم کے عذاب سے محفوظ رہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ صافات۔ پ ۲۳

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ٥

اور بے شک نوح نے پکارا ہمیں مدد کے لیے تو ہم بہتر فریاد رس ہیں۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ٥

اور ہم نے نجات دی اسے اور اسکے گھر والوں کو سخت مصیبت سے۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ۝

اور کیا ہم نے اسے اور اس کی ذریت کو باقی رہنے والے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝

اور چھوڑا ہم نے ان کا ذکر خیر آنے والی امتوں میں۔

سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ۝

کہ نوح پر سلام ہو۔

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝

ایسے ہی ہم بدلہ دیا کرتے ہیں نیکوں کو۔

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝

بیشک وہ ہمارے ایمان والے بندوں سے ہے۔

ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ۝

پھر غرق کر دیا ہم نے اوروں کو۔

وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ۝

اور بے شک اسی کے پیروؤں سے ابراہیم ہے۔

إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝

جب آیا وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے۔

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ۝

جب کہا اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کیا پوجتے ہو تم۔

أَئِفْكًا آلِهَةً دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ ۝

کیا جھوٹے خدا بنا کر اللہ کے سوا چاہتے ہو۔

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

تو تمہارا رب حقیقی کے ساتھ کیا گمان ہے۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۝

تو اس نے ایک نگاہ ستاروں کو دیکھا۔

فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۝

تو فرمایا میں بیمار ہونے والا ہوں۔

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ۝

وہ اس پر پیٹھ دے کر پھر گئے۔

فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝

تو چلا چل کر ان کے خداؤں کی طرف تو کہا کیا تم نہیں کھاتے۔

مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ۝

کیا ہوا کہ بولتے نہیں

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ۝

تو نظر بچا کر انہیں سیدھے ہاتھ سے مارنا شروع کیا

فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزِفُّونَ ۝

تو کافر ان کی طرف جھپٹ کر آئے۔

قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ۝

بولے ابراہیم کیا تم ہاتھ سے تراشے ہوؤں کو پوجتے ہو۔

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ۝

اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے عمل کیے پیدا۔

قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ

کافر بولے اس کے لیے ایک عمارت بناؤ تو ڈالو

لئے بھڑکتی آگ ہیں۔

فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ۝

تو انہوں نے یہ مکر گانٹھا تو ہم نے انہیں کر دیا ذلیل

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝

اور فرمایا ابراہیم نے میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے راہ دیگا۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

اے میرے رب مجھے لائق اولاد دے۔

فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۝

تو ہم نے اسے بشارت دی ایک عقلمند لڑکے کی۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۔

تو جب پہنچ گیا اس کے ساتھ کام کرنے کی قابلیت کو فرمایا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔

قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝

کہا اے میرے باپ وہی کر جو تجھے حکم ملا ہے آپ مجھے پائیں گے ان شاء اللہ صابر۔

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝

تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی۔

وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ ۝

تو ہم نے اسے ندا فرمائی اے ابراہیم۔

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝

بے شک خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝

بے شک یہ امتحان تھا روشن۔

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ۝

اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دیا۔ اور اسے بچا لیا۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝

اور چھوڑا ہم نے اس کو پچھلوں میں۔

سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝

سلام ہو ابراہیم پر

كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝

ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝

بیشک وہ ہمارے کامل الایمان بندوں سے ہے۔

وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝

اور بشارت دی ہم نے اسے اسحٰق کی جو صالح نبی ہے

وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ وَمِن

اور برکت دی ہم نے اس پر اور اسحاق پر اور اس کی

ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۝ — اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا اور ظالم اپنی جان پر کھلا ہوا۔

حلّ لغات

وَ۔اور	لَقَدْ۔بیشک	نَادٰنَا۔پکارا ہم کو	نُوْحٌ۔نوح نے
فَلَنِعْمَ۔تو اچھے ہیں ہم	الْمُجِیْبُوْنَ۔قبول کرنے والے	وَ۔اور	نَجَّیْنٰہُ۔نجات دی ہم نے اسکو
وَ۔اور	اَھْلَہٗ۔اسکے گھر والوں کو	مِنَ الْکَرْبِ۔سختی	الْعَظِیْمِ۔بڑی سے
وَ۔اور	جَعَلْنَا۔بنایا ہم نے	ذُرِّیَّتَہٗ۔اسکی اولاد کو	ھُمُ۔وہی
الْبٰقِیْنَ۔باقی رہنے والے	وَ۔اور	تَرَکْنَا۔چھوڑا ہم نے	عَلَیْہِ۔اس پر
فِی۔بیچ	الْاٰخِرِیْنَ۔پچھلوں کے	سَلٰمٌ۔سلام ہو	عَلٰی۔اوپر
نُوْحٍ۔نوح کے	فِی۔بیچ	الْعٰلَمِیْنَ۔جہانوں کے	اِنَّا۔بیشک ہم
کَذٰلِکَ۔اسی طرح	نَجْزِی۔بدلہ دیتے ہیں	الْمُحْسِنِیْنَ۔نیکوں کو	اِنَّہٗ۔بیشک وہ
مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ۔ہمارے مومن بندوں سے تھا		ثُمَّ۔پھر	اَغْرَقْنَا۔ہم نے غرق کیا
الْاٰخِرِیْنَ۔پچھلوں کو	وَ۔اور	اِنَّ۔پھر	مِنْ شِیْعَتِہٖ۔اسکے گروہ سے
لَاِبْرٰھِیْمَ۔ابراہیم تھا	اِذْ۔جب	جَآءَ۔لایا	رَبَّہٗ۔اپنے رب کے پاس
بِقَلْبٍ۔دل	سَلِیْمٍ۔سلامتی والا	اِذْ۔جب	قَالَ۔کہا
لِاَبِیْہِ۔اپنے باپ کو	وَ۔اور	قَوْمِہٖ۔اپنی قوم کو	مَاذَا۔کیا
تَعْبُدُوْنَ۔پوجتے ہو تم	اَ۔کیا	اِفْکًا۔جھوٹے	اٰلِھَۃً۔خدا
دُوْنَ۔سوا	اللہِ۔اللہ کے	تُرِیْدُوْنَ۔چاہتے ہو	فَمَا۔تو کیا
ظَنُّکُمْ۔خیال ہے تمہارا	بِرَبِّ۔رب	الْعٰلَمِیْنَ۔جہانوں کے متعلق	فَنَظَرَ۔تو دیکھا اس نے
نَظْرَۃً۔ایک بار	فِی۔بیچ	النُّجُوْمِ۔ستاروں کے	فَقَالَ۔تو کہا
اِنِّی۔میں	سَقِیْمٌ۔بیمار ہوں	فَتَوَلَّوْا۔تو پھر گئے	عَنْہُ۔اس سے
مُدْبِرِیْنَ۔پیٹھ دے کر	فَرَاغَ۔تو چلا	اِلٰی۔طرف	اٰلِھَتِھِمْ۔انکے معبودوں کے
فَقَالَ۔تو کہا	اَلَا۔کیوں نہیں	تَاْکُلُوْنَ۔تم کھاتے	مَا۔کیا ہے

لَکُمْ۔ تم کو	لَا۔ نہیں	تَنْطِقُوْنَ۔ بولتے تم	فَرَاغَ۔ تو جُھکا
عَلَیْہِمْ۔ ان پر	ضَرْبًا۔ مارتے ہوئے	بِالْیَمِیْنِ۔ دائیں ہاتھ سے	فَاَقْبَلُوْا۔ تو آئے
اِلَیْہِ۔ اسکی طرف	یَزِفُّوْنَ۔ دوڑتے	قَالَ۔ فرمایا	اَ۔ کیا
تَعْبُدُوْنَ۔ پوجتے ہو	مَا۔ جو	تَنْحِتُوْنَ۔ کریدتے ہو تم	وَ۔ اور
اللّٰہُ۔ اللہ نے	خَلَقَکُمْ۔ پیدا کیا تم کو	وَ۔ اور	مَا۔ جو
تَعْمَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو	قَالُوْا۔ بولے	ابْنُوْا۔ بناؤ	لَہٗ۔ اس کے لیے
بُنْیَانًا۔ ایک عمارت	فَاَلْقُوْہُ۔ تو ڈالو اسکو	فِی۔ بیچ	الْجَحِیْمِ۔ بھڑکتی آگ کے
فَاَرَادُوْا۔ تو چاہا انہوں نے	بِہٖ۔ اس کے ساتھ	کَیْدًا۔ تدبیر کرنا	فَجَعَلْنٰھُمُ۔ تو بنایا ہم نے ان کو
الْاَسْفَلِیْنَ۔ ذلیل	وَ۔ اور	قَالَ۔ کہا	اِنِّیْ۔ بیشک میں
ذَاھِبٌ۔ جانے والا ہوں	اِلٰی۔ طرف	رَبِّیْ۔ اپنے رب کی	سَیَھْدِیْنِ۔ وہ جلدی مجھ
کو راہ دکھائے گا	رَبِّ۔ اے میرے رب	ھَبْ۔ عنایت کر	لِیْ۔ مجھ کو
مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ نیک لڑکا	فَبَشَّرْنٰہُ۔ تو ہم نے بشارت دی اسے		بِغُلٰمٍ۔ لڑکے
حَلِیْمٍ۔ بردبار کی	فَلَمَّا۔ تو جب	بَلَغَ۔ پہنچا	مَعَہُ۔ اس کے ساتھ
السَّعْیَ۔ بھاگ دوڑ کو	قَالَ۔ کہا	یٰبُنَیَّ۔ اے میرے بیٹے	اِنِّیْ۔ بیشک میں نے
اَرٰی۔ دیکھا ہے	فِی۔ بیچ	الْمَنَامِ۔ خواب کے	اَنِّیْ۔ کہ میں
اَذْبَحُکَ۔ تجھے ذبح کرتا ہوں	فَانْظُرْ۔ تو تو دیکھ	مَاذَا۔ کیا	تَرٰی۔ خیال ہے
قَالَ۔ بولا	یٰ۔ اے	اَبَتِ۔ میرے باپ	افْعَلْ۔ کر
مَا۔ جو	تُؤْمَرُ۔ حکم دیا گیا ہے تو	سَتَجِدُنِیْ۔ جلدی پائیگا مجھے	اِنْ۔ اگر
شَآءَ۔ چاہے	اللّٰہُ۔ اللہ	مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ نیکوں سے	
فَلَمَّا۔ تو جب	اَسْلَمَا۔ فرمانبردار ہو گئے	وَ۔ اور	تَلَّہٗ۔ لٹایا اسکو
لِلْجَبِیْنِ۔ پیشانی کے بل	وَ۔ اور	نَادَیْنٰہُ۔ آواز دی ہمنے اسکو	اَنْ۔ یہ کہ
یٰ۔ اے	اِبْرٰھِیْمُ۔ ابراہیم	قَدْ۔ بیشک	صَدَّقْتَ۔ تو سچ کر دکھایا
الرُّؤْیَا۔ خواب کو	اِنَّا۔ بیشک ہم	کَذٰلِکَ۔ اسی طرح	نَجْزِی۔ بدلہ دیتے ہیں
الْمُحْسِنِیْنَ۔ نیکوں کو	اِنَّ۔ بیشک	ھٰذَا۔ یہ	لَھُوَ۔ وہ ہے
الْبَلٰٓؤُا۔ امتحان	الْمُبِیْنُ۔ کھلا	وَ۔ اور	فَدَیْنٰہُ۔ فدیہ ہم نے اس کا دیا

بین۔ مع۔ قربانی	عظیم۔ بڑی سے	وَ۔ اور	تَرَکْنَا۔ چھوڑا ہم نے
عَلَیْہِ۔ اس پر	فِی۔ بیچ	الْاٰخِرِیْنَ۔ پچھلوں کے	سَلٰمٌ۔ سلام ہو
عَلٰی۔ اوپر	اِبْرٰھِیْمَ۔ ابراہیم کے	کَذٰلِکَ۔ ایسا ہی	نَجْزِی۔ بدلہ دیتے ہیں ہم
الْمُحْسِنِیْنَ۔ نیکوں کو	اِنَّہٗ۔ بیشک وہ	مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ہمارے مومن بندوں سے تھا	
وَ۔ اور	بَشَّرْنٰہُ۔ خوشخبری دی ہم نے اسکو	بِاِسْحٰقَ۔ اسحاق کی	نَبِیًّا۔ وہ نبی تھا
مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ نیک لوگوں سے		وَ۔ اور	بٰرَکْنَا۔ برکت دی ہم نے
عَلَیْہِ۔ اسے	وَ۔ اور	عَلٰی۔ اوپر	اِسْحٰقَ۔ اسحاق کے
وَ۔ اور	مِنْ ذُرِّیَّتِہِمَا۔ انکی اولاد سے	مُحْسِنٌ۔ کچھ نیک ہیں	وَّ۔ اور
ظَالِمٌ۔ کچھ ظالم	لِنَفْسِہٖ۔ اپنی جان کے	مُبِیْنٌ۔ کھلے کھلے	

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع سورہ صافات۔ پ ۲۳

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ۔ اور بیشک نوح نے ہمیں پکارا۔ اور ہم سے اپنی اس قوم پر عذاب وہلاک کی درخواست کی جبکہ ساڑھے نوسو برس تبلیغ فرماتے رہے تھے۔

فَلَنِعْمَ الْمُجِیْبُوْنَ۔ تو ہم بہترین پکار سننے والے ہیں۔

تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں ان کے مقابلہ میں مدد کی اور ان سے پورا انتقام لیا حتی کہ انہیں غرق طوفان کر کے ہلاک کر دیا۔

وَنَجَّیْنٰہُ وَاَھْلَہٗ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَہٗ ھُمُ الْبٰقِیْنَ وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ۔ اور نجات دی ہم نے اسے اور اس کی ذریت کو بڑی سخت تکلیف سے اور کیا ہم نے اسی کی ذریت کو باقی رہنے والوں سے اور چھوڑی ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف سلام ہو نوح پر جہان بھر میں بیشک ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک وہ ہمارے کامل الایمان بندوں سے ہے پھر ہم نے غرق کر دیا دوسروں کو۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَہٗ ھُمُ الْبٰقِیْنَ۔ فرما کر یہ ظاہر کیا کہ اب دنیا میں جتنے بھی انسان ہیں سب حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

سیدالمفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت نوح کے کشتی سے اترنے کے بعد جتنے مرد عورت تھے سبھی مر گئے سوا آپ کی اولاد اور ان کی عورتوں کے انہیں سے دنیا کی رچنا رچی اور انہیں سے نسلیں چلیں عرب فارس اور روم آپ کے بیٹے سام کی اولاد ہیں۔

اور سوڈان کے لوگ آپ کے بیٹے حام کی نسل سے ہیں۔

اور ترک اور یاجوج ماجوج آپ کے تیسرے بیٹے یافث سے ہیں۔

اور وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ کے یہ معنی ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر جمیل ان کی امتوں میں باقی رکھا گیا۔ اور

سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ سے یہ مراد ہے کہ ملائکہ اور جن والنس سب قیامت تک آپ پر سلام بھیجیں گے اور

ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ سے یہ مراد ہے کہ آپ کی قوم کے تقیہ کافر بھی ہلاک کردیے گئے۔

وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ أَئِفْكًا آلِهَةً دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ اور بے شک ان کے گروہ سے ابراہیم ہیں جبکہ وہ اپنے رب کے حضور حاضر آئے قلب سلیم لے کر جب انھوں نے اپنے باپ اور قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو کیا بہتان تراشی سے اللہ کے سوا اور خدا چاہتے ہو تو تمہارا کیا گمان ہے رب العالمین کے ساتھ

وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ سے مراد حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہ السلام کا دین وملت میں ایک طریق وسنت پر ہونا ہے اگرچہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے مابین دو ہزار چھ سو چالیس برس کا زمانہ حائل ہے اور اس مدت میں صرف دو نبی حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام مبعوث ہوئے۔

إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا دل اللہ تعالےٰ کی طرف خالصًا مخلصًا متوجہ کیا اور اپنے کو ماسوی اللہ سے فارغ فرمایا حتیٰ کہ اپنے باپ کو بطریق توبیخ فرمایا اور قوم کو دعوت دی اور سوال کیا۔

مَاذَا تَعْبُدُونَ۔ یہ کیا ہیں جنہیں تم پوجتے ہو یا اگر تم اس کے سوا کسی چیز کو پوجو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دیے بغیر نہ چھوڑے گا۔ اور تم سمجھتے ہو کہ منعم حقیقی وہی ایک ہے اور وہی مستحق عبادت ہے۔

أَئِفْكًا آلِهَةً دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ۔ کیا ان جھوٹے معبودوں کی طرف اللہ کے سوا تمہارا رجحان ہے تو

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔ تمہارا رب العالمین کے ساتھ کیا گمان ہے تو قوم نے حضرت خلیل علیہ

السلام سے عرض کیا کہ کل ہماری عید ہے وہاں میلہ لگے گا ہم لوگ نفیس کھانے پکا کر بتوں کے پاس جاتے ہیں اور واپسی پر بطور تبرک اس میں سے کھاتے ہیں آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں اور میلہ کی رونق دیکھیں اور بتوں کی آرائش اور ان کا بناؤ سنگار آپ دیکھیں ہمیں یقین ہے کہ یہ منظر دیکھ کر آپ ہماری بت پرستی پر ہمیں ملامت نہ کریں گے۔

یہ زمانہ نجوم پرستی اور ان کے اثرات کے قائلوں کا تھا تو آپ نے بھی جیسے ستارہ شناس نجوم کے ماہر ستاروں کے مواقع اتصال و انصراف کو دیکھا کرتے ہیں ویسے ہی آپ نے انہیں مطمئن کرنے کو کہا چنانچہ ارشاد ہے فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ۔ تو ابراہیم نے ایک نگاہ ستاروں پر ڈالی اور فرمایا میں بیمار ہونے والا ہوں۔

تو قوم اپنے معتقدات کے ماتحت سمجھی کہ ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں سے اپنی بیماری کا حال معلوم کر لیا اب یہ معاذ اللہ کسی متعدی مرض میں مبتلا ہونے والے ہیں اور یہ متعدی امراض سے بہت ڈرتے تھے اسی بنا پر ارباب تحقیق کے نزدیک علم نجوم حق ہے اور اس پر عقیدہ کرنا ممنوع ہے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ چھوت چھات کچھ نہیں اور کسی کا مرض کسی کو بلا مشیت الٰہی نہیں لگ سکتا۔

مادوں کے فساد اور ہوا کی سمیت سے ایک وقت ایک ہی مرض عام ہو سکتا ہے لیکن اس کا حدوث ہر ایک میں جداگانہ ہوگا۔

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ۔ تو وہ یہ دیکھ کر چلے گئے۔ اور اپنے میلے میں پہنچ گئے۔

فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ۔ تو نظر بچا کر ان کے معبودوں کی طرف گئے اور فرمایا تم کیوں نہیں کھاتے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد پوشیدہ طور پر ان کے مندر میں تشریف لے گئے اور ان کے آگے جو کھانے رکھے ہوئے تھے دیکھ کر فرمایا تم کھاتے کیوں نہیں اور فرمایا

مَا لَكُمْ لَا تَنطِقُونَ۔ تمہیں کیا ہوا کہ بولتے نہیں۔

اس کا جواب بت کیا دیتے اس لیے کہ وہ بت ہی تھے اور بت کہتے ہی اسے ہیں جو بولنے کی استعداد نہ رکھتا ہو جماد محض ہو تو آپ نے انہیں توڑنے کے ارادے سے ان پر ضرب مارنی شروع کی جیسا کہ ارشاد ہے۔

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ۔ تو آپ نے ان پر عوام کی نگاہ بچا کر سیدھے ہاتھوں مارنا شروع

کیا تھی کہ انہیں پارہ پارہ کر دیا جب یہ خبر مشرکین کو پہنچی تو
فَاَقْبَلُوْٓا اِلَیْہِ یَزِفُّوْنَ تو کافر جھپٹ کر آئے۔
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم تو ان بتوں کو پوجتے ہیں اور تم نے انہیں پارہ پارہ کر دیا آپ نے فرمایا
قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ کیا اپنے ہاتھ کے گھڑے ہوؤں کو پوجتے
ہو اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔
تو وہی مستحق عبادت ہے نہ کہ یہ بت اس پر وہ حیران و ششدر ہو کر رہ گئے اور کوئی جواب نہ دے
سکے سوائے اس کے کہ
قَالُوا ابْنُوْا لَہٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْہُ فِی الْجَحِیْمِ فَاَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰہُمُ الْاَسْفَلِیْنَ ۔ کافر بولے کہ
ابراہیم کے لیے ایک مکان بناؤ پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو تو انہوں نے ابراہیم کے ساتھ چال چلنی چاہی
تو ہم نے انہیں ہی نیچا دکھایا۔
چنانچہ نمرودیوں نے پتھر کی تیس گز لمبی تیس گز چوڑی چار دیواری بنا کر اس میں لکڑیاں بھر دیں اور آگ
لگا دی جب وہ بھڑک گئی تو منجنیق کے ذریعہ آپ کو اس میں ڈال دیا لیکن اللہ تعالے نے ان کی یہ چال نہ
چلنے دی اور حضرت خلیل علیہ السلام کو آگ سے محفوظ فرمایا چنانچہ جب آپ اس میں سے باہر تشریف لائے
تو آپ نے اس دار الکفر سے ہجرت کا عزم کیا اور فرمایا
وَقَالَ اِنِّیْ ذَاہِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَہْدِیْنِ اور کہا ابراہیم نے میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں
اب وہ مجھے راہ دے گا۔
چنانچہ آپ اس دار الکفر سے ہجرت فرما کر روانہ ہو گئے اور منتظر حکم الٰہی رہے کہ کہاں جاؤں کہ حکم
الٰہی ملا کہ سرزمین شام میں ارض مقدسہ کے مقام پر جائیں آپ جب وہاں پہنچ گئے تو آپ نے بارگاہ واہب
المراد میں دعا کی اور عرض کیا۔
رَبِّ ہَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۔ الٰہی مجھے ایک لائق صالح اولاد دے۔ دعا مستجاب ہوئی اور
فَبَشَّرْنٰہُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ۔ ہم نے ابراہیم کو ایک عقلمند لڑکے کی بشارت دی چنانچہ حضرت اسمٰعیل
ذبیح علیہ السلام پیدا ہوئے۔
فَلَمَّا بَلَغَ مَعَہُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی تو جب وہ
اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا تو آپ نے صاحبزادہ سے فرمایا اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا
ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔

یہ سن کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بخوشی خاطر تیار ہو گئے اور بولے جس کا ذکر آتا ہے
قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ اسماعیل نے جواب دیا ابا جان وہی کام کیجئے جس کا آپ کو حکم ہوا ہے خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔

چونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب حق ہوتے ہیں اور ان کے تمام افعال حکم الٰہی سے ہوتے ہیں بنا بریں صاحبزادہ ذبیح اللہ بھی تعمیل حکم کے لیے آمادہ ہو گئے اور سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ اس لیے فرمایا کہ وہ اسے حکم الٰہی سمجھتے تھے اور خلیل اللہ علیہ السلام نے فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی اس لیے کہا کہ فرزند کو ذبح سے وحشت نہ ہو اور اطاعت امر کے لیے وہ بہ رضا و رغبت تیار ہوں چنانچہ ذبیح علیہ السلام نے حکم الٰہی پر فدا ہونا کمال شوق و رغبت سے ظاہر کیا۔

یہ واقعہ منیٰ میں ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرزند کے حلقوم پر چھری چلائی۔ قدرت الٰہی نے یہ مظاہرہ کیا کہ چھری نے رواں بھی نہ کاٹا چنانچہ آگے فرمایا جاتا ہے۔
فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ۔ تو ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن جھکا دی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا (تو ہمارا دریائے رحمت جوش زن ہوا) اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم بیشک تم نے خواب سچ کر دکھایا ہم بیشک ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک یہ روشن امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ فدیہ میں دیا اور اسے بچا لیا اور ہم نے اس سنت کو پچھلوں میں اس کی تعریف کے لیے باقی رکھا سلام ہو ابراہیم پر ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک وہ ہمارے کامل الایمان بندوں میں ہے۔

یعنی جب خلیل نے اپنی شان خلت دکھا دی اور رضا جوئی محبوب میں فرزند قربان کرنے کو جھک گئے اور بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا کر چھری چلا دی تو من جانب اللہ آواز آئی کہ ابراہیم بس اتنا ہی کافی ہے تمہارا امتثال امر کے لیے جھک جانا ثابت ہو گیا۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہ فرزند حضرت اسمٰعیل ہیں یا حضرت اسحاق علیہما السلام لیکن دلائل کی روشنی اسی پہلو کو واضح کرتی ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل ہی ہیں۔

اور جنت سے فدیہ میں جو ذبیحہ بھیجا گیا وہ بکری تھی جسے حضرت خلیل نے ذبح فرمایا۔ اور اسی واقعہ کے بعد ارشاد ہے کہ ہم نے نبی صالح کی بشارت دی جیسا کہ فرمایا۔

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ اور ہم نے بشارت دی اسحاق کی جو غیب کی خبر بتانے والا صالح ہے۔

یہی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل ہی ہیں اور ان کے بعد حضرت اسحٰق بھی صالح پیدا ہوئے اور وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ سے یہ سنت قیامت تک جاری رہنے کی خبر ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ۔ اور ہم نے برکت اتاری اس پر اور اسحاق پر اور ان کی اولاد میں اچھا کام کرنے والا اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔

یعنی ہم نے ہر طرح کی برکت دینی و دنیوی سے متمتع کیا اور ظاہر برکت یہ فرمائی کہ حضرت خلیل علیہ السلام کی اولاد میں کثرت فرمائی اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسل سے بہت سے انبیاء کرام بنائے حتی کہ یعقوب علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک سب آپ کی ہی نسل سے ہوئے۔

اور یہ بھی واضح فرمادیا کہ آپ کی ذریت سے محسن یعنی مومن اور ظالم لنفسہ یعنی کافر بھی ہوئے۔

اس سے یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ باپ کے ذی فضائل ہونے سے اولاد کا ویسا ہی ہونا لازم نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی شیون قدرت ہیں کسی نیک سے بد اور بد سے نیک پیدا فرمادے۔

اور اولاد کے بد ہونے سے آباؤ اجداد پر عیب نہیں لگتا اور آباء کے بد ہونے سے اولاد پر عیب نہیں آتا چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم سے بڑی بڑی ایذائیں پہنچیں اور یہ سلسلہ ساڑھے نو سو برس تک جاری رہا آخرکار آپ نے اپنے رب کو پکارا اللہ تعالیٰ نے طوفان کے ذریعہ آپ کی نجات مقدر کی۔

اور حضرت نوح علیہ السلام کو اس طوفان سے مطلع فرمادیا اور آپ کو کشتی تیار کرنے کا حکم دیا آپ نے تعلیم الٰہی کشتی بنالی اور اس میں اپنے خاندان اور ایمان والوں کو سوار کرلیا اور ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا بھی رکھ لیا۔ وقت موعود پر جب طوفان آیا تو صرف کشتی والے بچ گئے باقی دنیا غرق ہوگئی انہیں ڈوبنے والوں میں آپ کا بیٹا کنعان بھی تھا اور وہ کفر کی وجہ سے خاندان سے خارج کردیا گیا تھا جیسا کہ ارشاد ہے اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ۔

لغات نادرہ

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ۔ شیعتہ کی ضمیر نوح کی طرف راجع ہے۔ شیعہ کے معنی مشائع کے ہیں اور مشائع کہتے ہیں کسی کے پیچھے چلنے والے کو۔

ءَاِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ. میں ہمزہ استفہامیہ ہے اور اِفْکًا مفعول لہ ہے تریدون کا اور آلہہ مفعول بہ گویا عبارت یہ ہوئی اَتُرِيْدُوْنَ اٰلِهَةً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِفْكًا جھوٹ موٹ گھڑنے کو کہتے ہیں۔

فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ. روغ عربی میں چپکے سے کسی چیز کی طرف جانے کو کہتے ہیں۔ محاورہ ہے رَاغَ اِلَيْهِ اِذَا ذَهَبَ اِلَيْهِ فِي السِّتْرِ عَلٰى سَبِيْلِ الْخُفْيَةِ. اس کے اصل معنی حیلہ کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ. یہاں رَاغَ عَلَيْهِمْ کے معنی ہیں مَالَ عَلَيْهِمْ مُسْتَعْلِيًا تو حاصل معنی یہ ہوئے فَضَرَبَهُمْ ضَرْبًا۔

اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ بمعنی يُسْرِعُوْنَ ہے زَفِيْفُ النَّعَامَةِ شتر مرغ کی ابتدائی دوڑ کے معنی میں بولتے ہیں۔ بعض اہل لغت نے کہا زفیف جانور کے بدکانے کو کہتے ہیں جیسے تَزَخَّرَفَتِ الْاِبِلُ بولتے ہیں اونٹ کو بدکایا۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ. میں سعی کے معنی دوڑنے اور کوشش کرنے کے ہیں۔

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ. نحت کے معنی فطرت طبیعت خالص کے معنی بھی دیتا ہے اور اچھلنا کاٹنا، تراشنا، برائی کرنا، غیبت کرنا۔ زمین پر دے مارنا بھی اس کے معنی ہیں۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ. اَسْلَمَا، اَسْلَمَ صلح۔ جھکنا اسلام کی طرف۔ تَلَّهٗ، تلوی سے ہے مڑا ہوا جھکا ہوا۔ دوہرا ہونا وغیرہ۔ اور آلوسی فرماتے ہیں وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ. صَرَعَهٗ عَلٰى شِقِّهِ فَوَقَعَ جَبِيْنُهٗ عَلَى الْاَرْضِ۔

مختصر تفسیر تیسرا رکوع سورہ صافات۔ پ ۲۳

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ. اور بیشک ہمیں نوح نے پکارا تو ہم بہترین پکار سننے والے ہیں یہاں بعض مرسلین کا اجمالا تذکرہ فرمایا جارہا ہے جس سے ان کی حسن عاقبت واضح ہوتی ہے اور گمراہ مشرکین کی سوء عاقبت جیسے قوم نوح علیہ السلام اوران قوموں کا حال واضح ہوتا ہے جنہیں عذاب سے خلاصی ملی جیسے قوم یونس علیہ السلام اور تمام قصوں پر مقدم قصہ نوح علیہ السلام کا تقدم اس بنا پر کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی نے ساڑھے نوسو برس کی تبلیغ کے بعد اللہ تعالٰی کے حضور طلب نصرت کی اور

فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ فرما کر اپنی مخصوص مدح فرمائی کہ ہم ضرور اچھے سننے والے اور مدد فرمانے والے ہیں۔

تو آیت کریمہ کی یہ عبارت بنی تاللّٰہ لقد دعانا نوح حین ایس من ایمان قومہ بعد ان دعاھم احقابا ودھورا فلم یزدھم دعاؤہ الا فرارا ونفورا فلم یزدھم دعاؤہ الا فرارا ونفورا فاجبناہ احسن الاجابۃ فواللّٰہ لنعم المجیبون نحن والجمع للعظمۃ والکبریاء قسم بخدا بے شک ہمیں نوح نے اس وقت پکارا جبکہ وہ اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے بعد اس کے کہ مدت مدیدہ اور عرصہ بعیدہ تک دعوت ایمان فرمائی تو ان میں سوائے فرار ونفور کچھ نہ بڑھا تو ہم نے اس کی پکار سنی۔ اور یقینا ہم بہترین پکار سننے والے ہیں۔ اور مجیبون صیغہ جمع عظمت ذات اور کبریائی کے لیے لایا گیا۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی فی بیتی فمر بھذہ الایۃ ولقد نادانا نوح فلنعم المجیبون قال صدقت ربنا انت اقرب من دعی واقرب من بغی فنعم المدعو ونعم المعطی ونعم المسئول ونعم المولی انت ربنا ونعم النصیر۔ حضور جب میرے یہاں نماز ادا فرماتے اور اس آیت سے گذرتے ولقد نادانا نوح فلنعم المجیبون تو فرماتے سچ فرمایا اے میرے رب تو پکارنے والے کے قریب ہے اور بغاوت کرنے والے کو سزا دینے میں قریب ہے تو بہترین پکارا گیا ہے اور بہترین عطا فرمانے والا ہے اور بہترین سوال کیا گیا ہے اور اچھا مددگار ہے تو اے ہمارے رب اور اچھا مددگار۔

ونجیناہ واھلہ من الکرب العظیم وجعلنا ذریتہ ھم الباقین اور نجات دی ہم نے اسے اور اس کے اہل کو شدید غم سے اور غرق سے اور کیا ہم نے اس کی ذریت کو باقی رہنے والوں سے۔

عربی میں کرب راغب کے قول کے مطابق شدید غم کے معنی میں مستعمل ہے اور بموجب دعائے نوح علیہ السلام رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ تمام کافر سرکش ہلاک کر دیے گئے حتی کہ کنعان بھی ہلاک ہوا اور اس کے لیے فرمادیا انہ لیس من اھلک یہ تمہارے اہل ہی سے نہیں ہے۔

چنانچہ مروی ہے انہ مات کل من فی السفینۃ ولم یعقبوا عقبا باقیا غیر ابنائہ الثلاثۃ سام وحام ویافث وازواجھم فانھم بقوا متناسلین الی یوم القیامۃ جو بھی کشتی میں تھے وہ بھی مر گئے اور تین بیٹوں کے سوا کوئی نہ بچا یعنی سام، حام، یافث اور ان کی بیویاں باقی رہیں جن سے توالد وتناسل قیامت تک رہے گا۔

اور ترمذی بطریق حسن اور ابن سعد اور احمد اور ابو یعلی اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور طبرانی اور حاکم حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سام ابو العرب وحام ابو الحبش ویافث ابو الروم۔

سام سے عرب ہیں اور حام سے حبش کے لوگ ہیں اور یافث سے رومی نسل ہے۔

اور ابن ابی حاتم اور خطیب تلخیص میں راوی ہیں کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَدَ نُوْحٌ ثَلَاثَۃً سَامَ وَحَامَ وَیَافِثَ فَوَلَدَ سَامُ الْعَرَبَ وَفَارِسَ وَالرُّوْمَ وَالْخَیْرُ فِیْہِمْ۔

وَوَلَدَ یَافِثُ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَالتُّرْکَ وَالصَّقَالِبَۃَ وَلَاخَیْرَ فِیْہِمْ۔

وَوَلَدَ حَامُ الْقِبْطَ وَالسُّوْدَانَ وَلَا اَعْلَمُ حَالَ الْخَیْرِ

وَالْاَکْثَرُوْنَ عَلٰی اَنَّ النَّاسَ کُلَّہُمْ فِیْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِہَا مِنْ ذُرِّیَّۃِ نُوْحٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلِذَا قِیْلَ لَہٗ اٰدَمُ الثَّانِیْ۔

حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام سے تین بیٹے ہوئے سام حام یافث تو سام سے عرب اور فارس اور روم پیدا ہوئے اور ان میں برکت و خیر تھی۔

اور یافث سے یاجوج و ماجوج اور ترک اور قوم صقالبہ ہوئی اس میں خیر و برکت نہ تھی۔

اور حام سے قبط اور سوڈانی قوم ہوئی ان کا حال خیر و برکت کا معلوم نہیں۔

اور اکثر محققین اس طرف ہیں کہ تمام لوگ شرقی غربی حضرت نوح علیہ السلام سے ہی ہے اسی وجہ سے آپ کو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ ہیں

وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَہٗ ھُمُ الْبَاقِیْنَ۔ تو یہ ظاہر فرمایا کہ ذریت نوح علیہ السلام ہی باقی رہی نہ کہ وہ سب جو کشتی میں تھے۔

وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور چھوڑا ہم نے باقیوں کو پچھلوں کے حال پر۔ آلوسی فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ اَبْقَیْنَا لَہٗ دُعَاءَ النَّاسِ وَتَسْلِیْمَہُمْ عَلَیْہِ اُمَّۃً بَعْدَ اُمَّۃٍ۔ اس سے یہ مراد ہے کہ ہم نے باقی رکھا لوگوں کی دعا اور سلام ہمیشہ کے لیے کہ وہ کہتے رہیں سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ۔ سلام ہو نوح پر زمانہ بھر میں۔

اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ہم ایسے ہی نیکوں کو بدلہ دیتے ہیں بے شک وہ یعنی نوح ہمارے ایمان والے بندوں سے ہے۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ۔ پھر ہم نے ان کی دوسری قوم کو جو کافر تھی غرق کر دیا۔

یہاں ثُمَّ اس لیے لایا گیا تاکہ ثابت ہو جائے کہ بعد غرق کے جو باقی تھے وہ بھی بتدریج ہلاک کر دیے گئے اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرَاھِیْمَ۔ اور نوح کے پیروؤں سے ابراہیم ہیں۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اصول دین میں حضرت نوح علیہ السلام کے پیرو ہیں اگرچہ فروعی احکام میں آپ مختلف ہیں۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نوح و ابراہیم علیہما السلام کی شریعت میں اتفاق مکمل تھا آگے آلوسی فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتب میں دیکھا جن کا نام مجھے یاد نہیں کہ کتابیں ان سی تھیں کہ نوح علیہ السلام توحید اور اصول عقائد میں مرسل تھے اور فروع میں نہیں۔

وَقِیْلَ کَانَ بَیْنَ اِبْرَاھِیْمَ وَبَیْنَہٗ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ نَبِیَّانِ ھُوْدٌ وَصَالِحٌ لَاغَیْرَ۔
اور کہا گیا ہے کہ ابراہیم و نوح علیہما السلام کے درمیانی عرصہ میں صرف دو نبی حضرت ہود اور صالح ہوئے اور کوئی نہیں آیا۔

وَھٰذَا ابْتِنَاءٌ عَلٰی اَنَّ سَامًا کَانَ نَبِیًّا وَکَانَ بَیْنَہُمَا عَلٰی مَا جَاءَ فِیْ جَامِعِ الْاُصُوْلِ اَلْفُ سَنَۃٍ وَمِائَۃٌ وَاِثْنَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ سَنَۃً۔ اور یہ اس بنا پر ہے کہ سام نبی تھے اور ان کے اور ابراہیم علیہ السلام کے مابین بموجب روایت مذکورہ جامع الاصول ایک ہزار ایک سو بیالیس سال کا تفاوت ہے۔

وَقِیْلَ اَلْفَانِ وَسِتُّمِائَۃٍ وَّاَرْبَعُوْنَ سَنَۃً۔ اور ایک قول ہے کہ دو ہزار چھ سو چالیس سال ہیں۔

اور فراء کہتے ہیں کہ شیعتہ میں ضمیر ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور اسی کی تائید میں مجاہد و قتادہ وسدی ہیں۔

اور قصہ ابراہیم علیہ السلام قصہ نوح علیہ السلام کے بعد اسی لیے لایا گیا کہ آپ بالنسبۃ الی الانبیاء المرسلین آدم ثالث کے مثل ہیں اور آپ ذریت نوح علیہ السلام سے ہیں اور اس میں نوح و ابراہیم علیہما السلام میں یہ نسبت بھی ہے کہ آپ کو اللہ تعالے نے غرق سے نجات دی اور ابراہیم علیہ السلام کو حرق سے۔ اب آگے ارشاد ہے۔

اِذْ جَآءَ رَبَّہٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔ جب آئے وہ اپنے رب کی طرف سلامت دل کے ساتھ۔

یعنی ایسا سلامت دل لے کر اپنے رب کے حضور آئے جو تمام آفات سے مثل فساد اعتقاد اور نیات سیئہ اور صفات قبیحہ مثل حسد اور دھوکہ وغیرہ سے سلامت تھا۔

اب سلیم القلب کی تفسیر میں پانچ قول ہیں

اول یہ کہ عَنْ قَتَادَۃَ یَخْتَصُّ السَّلَامَۃُ بِالسَّلَامَۃِ مِنَ الشِّرْکِ۔ سلامتی کے ساتھ قلب کی تخصیص اشراک باللہ سے محفوظ ہونے کے معنی میں ہے۔

دوسرے یہ کہ اَوْسَالِمٌ مِّنَ الْعَلَائِقِ الَّتِیْ نَبُوِیَّۃٍ بِمَعْنٰی اَنَّہٗ لَیْسَ فِیْہِ شَیْءٌ مِّنْ حُبِّہَا دَلَّہٗ کَوْنٌ

وَالْمَيْلِ إِلَيْهِمَا وَإِلَى أَهْلِهِمَا سلیم القلب سے یہ مراد ہے کہ آپ علائق دنیویہ سے سلامت تھے یعنی آپ کے دل میں دنیا کی محبت اور اس کی طرف التفات قطعاً نہ تھا حتی کہ اہل و عیال سے بھی محبت نہ تھی۔ اور

تیسرا قول یہ ہے۔ سَلِيْمٍ أَيْ حَزِيْنٍ وَهُوَ مَجَازٌ مِّنَ السَّلِيْمِ بِمَعْنَى اللَّدِيْغِ مِنْ حَيَّةٍ أَوْ عَقْرَبٍ فَإِنَّ الْعَرَبَ تُسَمِّيْهِ سَلِيْمًا تَفَاؤُلًا بِسَلَامَتِهِ كَمَا تَحَقَّقَتْ فِيْهِ۔ سلیم سے مراد مجازاً بمعنی لدیغ ہے یعنی آپ سانپ بچھو سے محفوظ تھے۔ چنانچہ سلیم عرب اس پر بولتے ہیں جو سانپ بچھو کے ڈسنے سے محفوظ ہو۔

چوتھا قول یہ ہے کہ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنے رب کے حضور خالص و مخلص قلب لے کر حاضر ہوئے جو رضائے حق کے لیے مختص ہے۔

پانچویں قول یہ ہے مُحَاصِلُ مَعْنَى التَّرْكِيْبِ إِذَا خَلَّصَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلّٰهِ تَعَالٰى قَلْبَهُ السَّلِيْمَ مِنَ الْآفَاتِ أَوِ الْمُنْقَطِعَ عَنِ الْعَلَائِقِ۔ حاصل معنی یہ ہوئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے قلب سلیم کو آفات دنیا سے خالص فرمایا اور علائق سے منقطع کر لیا۔

إِذْ قَالَ لِأَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ءَ إِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ جب فرمایا ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہ تم کیا پوجتے ہو کیا بہتان و گمان سے اللہ کے سوا اور خدا چاہتے ہو۔ تو تمہارا اللہ تعالے پر کیا گمان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطریق تبلیغ و توبیخ آذر اور قوم کو مخاطب فرماتے ہوئے سمجھایا کہ فرضی معبود بنا کر حقیقی معبود کو چھوڑنے میں تمہارا کیا گمان ہے۔ کیا وہ تمہیں عذاب دیئے بغیر چھوڑ دے گا با آنکہ اس کا فرمان ہے کہ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ اور تم یقیناً جانتے ہو کہ منعم حقیقی اور رزاق تحقیقی وہی ایک ذات واجب تعالے شانہ ہے اور وہی مستحق عبادت ہے تو اس پر قوم نے کہا کہ کل ہماری عید ہے جنگل میں ہم سب بتوں کے ساتھ جمع ہوں گے اور اپنے بتوں کے سامنے نفیس کھانے پکا کر بھوگ چڑھائیں گے اور تبرکاً اس میں سے بچا ہوا ہم گھر لا کر کھائیں گے آپ بھی چلیں اور رونق دیکھیں ہمیں یقین ہے کہ اس کے بعد آپ ہمارے ہمنوا ہو جائیں گے اور ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں گے تو آپ نے ان کے دستور کے موافق تعریضاً ایک ستارہ کی طرف نظر ڈال کر فرمایا کہ کل میں بیمار ہونے والا ہوں تمہارے ساتھ نہ چل سکوں گا چنانچہ اس کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ إِنِّيْ سَقِيْمٌ۔ تو ابراہیم نے ایک نظر ستاروں میں ڈالی اور فرمایا میں بیمار ہونے والا ہوں۔

یہ نظر ستاروں میں ایسے ہی ڈالی جیسے ستارہ شناس ماہرین فن نجوم ستاروں کے مواقع اتصالات والافتراقات کو دیکھا کرتے ہیں چونکہ قوم عام پرست یہ نجوم پرست تھی انہیں مطمئن فرمانے کو آپ نے ایسا کیا اور وہ مطمئن ہو گئی اور سمجھے حضرت خلیل نے ستارہ سے اپنے بیمار ہونے کا حال معلوم فرما لیا اب یہ متعدی مرض میں معاذ اللہ مبتلا ہوں گے مثل طاعون وغیرہ کے اور ایسے امراض سے یہ لوگ مثل ڈاکٹروں کے بہت خائف ہوتے تھے اس سے چند مسائل سمجھ لینے ضروری ہیں۔

علم نجوم اگرچہ صحیح ہے لیکن اس میں مشغول ہونا اور اس پر اعتقاد کرنا شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ و السلام میں منسوخ ہو چکا ہے۔

دوسرے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ نہ مرض کسی کا کسی کو لگتا ہے نہ بدشگونی اسلام میں ہے جیسے بلی راستہ کاٹ گئی۔ الو کی آواز منحوس ہے وغیرہ وغیرہ

امراض متعدیہ کے متعلق جیسا کہ مغربی حکمت والے ڈاکٹر یقین کرتے ہیں کہ مرض کے جراثیم مریض سے تندرست کو لگ جاتے ہیں اور بعینہ وہ مرض تندرست کو لگ جاتا ہے یہ اسلام کے عقیدہ میں صحیح نہیں البتہ فساد مادہ اور ہوا کی سمیت کے اثرات صحت مند کو مریض بنا سکتے ہیں اور ایک وقت میں بہت سے صحت مند ایک قسم کے مرض میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ لیکن حدوث مرض ہر ایک میں جداگانہ ہوگا کسی کا مرض کسی دوسرے میں حلول نہیں کر سکتا۔

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ۔ تو وہ آپ سے پیٹھ پھیر کر پلٹ گئے۔

اور اپنی عید منانے میں مشغول ہو گئے اور آپ کو اپنے ساتھ لے جانے پر مصر نہ ہوئے اور آپ نے یہ کیا کہ ان کے چلے جانے کے بعد آپ بتخانہ میں تشریف لائے اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ۔ تو آپ خفیہ طور سے ان کے معبودوں کی طرف چلے اور فرمایا تم کیوں نہیں کھاتے تمہیں کیا ہوا کہ تم بولتے نہیں۔

بتوں کے آگے کھانے رکھا کرتے تھے جیسے وہ بھوگ کہتے ہیں آپ نے وہ کھانے سامنے رکھے دیکھ کر فرمایا تم یہ کھانے کیوں نہیں کھاتے اس کا جواب بت دے بھی کیا سکتا تھا اس لیے کہ بت تو بت ہی ہوتا ہے تو آپ نے دوسرا سوال فرمایا کہ تم بولتے کیوں نہیں اس پر بھی جب جواب کچھ نہ ملا تو آپ نے وہ کچھ کیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ۔ تو لوگوں کی نظر سے بچ کر ان بتوں کو سیدھے ہاتھوں مارنا شروع کیا۔
یعنی حضرت خلیل علیہ السلام نے مشرکین سے خفیہ بتوں کو پارہ پارہ کر دیا جب کافروں کو یہ خبر پہنچی

تو جلدی سے اپنے بتوں کی مدد کے لیے آئے جس کا تذکرہ آگے ہے۔
فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۔ تو جلدی سے مشرکین حضرت ابراہیم لپکے۔
اور حضرت خلیل سے کہنے لگے ہم تو ان کی پوجا کرتے ہیں آپ نے انہیں پارہ پارہ کر دیا تو آپ نے انہیں دلیل عقلی سے جواب دیا اور فرمایا جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔
قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ فرمایا ابراہیم نے کیا انہیں پوجتے ہو جنہیں تم نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے اور اللہ تعالے نے تمہیں پیدا فرمایا اور تمہارے عمل پیدا کئے۔
تو جو تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق ہے وہی مستحق عبادت ہے نہ کہ یہ ہاتھ کے گھڑے بت تو وہ اس پر لاجواب ہو کر جھنجھلا گئے اور تجویز کیا کہ ان کے دلائل کا تو جواب دے سکتے نہیں لہٰذا ان کے ہلاک کرنے کو ایک عمارت بناؤ اور اس میں آگ دھکا کر انہیں اس میں ڈال دو چنانچہ ارشاد ہے کہ انہوں نے آپس میں کہا۔
قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ۔ بولے ابراہیم کے لیے ایک عمارت چنو پھر اس میں بھڑکتی آگ جھکاؤ اور ابراہیم کو اس میں ڈال دو۔
چنانچہ تیس گز لمبی بیس گز چوڑی چار دیواری چن کر اس میں لکڑیاں جلائیں اور حضرت خلیل کو اس میں ڈال دیا چنانچہ ارشاد ہے۔
فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۔ تو انہوں نے حضرت خلیل پر داؤں چلانا چاہا تو ہم نے انہیں کو نیچا کر دکھایا۔
یعنی اللہ تعالی نے خلیل جلیل کو اس آگ سے محفوظ و سلامت نکال لیا اور مشرکین ذلیل ہو گئے اب آگے ارشاد ہے۔
وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۔ اور فرمایا میں جانے والا ہوں اپنے رب کی طرف وہ مجھے راہ دیگا۔
یعنی آپ نے فرمایا کہ میں اس دار الکفر سے جہاں لمز و دی خدائی ہے ہجرت کر کے وہاں جاؤں گا جہاں میرا رب جانے کا حکم فرمائے گا۔
چنانچہ آپ بحکم الٰہی سرزمین شام میں ارض مقدسہ پر تشریف لے آئے اور یہاں آپ نے اپنے رب سے دعا فرمائی جس کا ذکر آئندہ آیتوں میں ہے حیث قال۔
رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۔ الٰہی مجھے اولاد صالح عطا فرما تو ہم نے اسے بشارت دی ایک حلیم و عقلمند فرزند کی۔

یعنی حضرت اسماعیل ذبیح علیہ السلام کی ولادت کا مژدہ دیا۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ تو جب اسماعیل حضرت ابراہیم کے ساتھ کام کرنے کے قابل ہو گئے تو ابراہیم نے فرمایا اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اب بتا کہ تیری کیا رائے ہے۔

یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ حضرت خلیل اللہ کے نبی تھے اور نبی کا خواب حق ہوتا ہے اور ان کے افعال بحکم الٰہی ہوتے ہیں اور فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ فرمانا محض دفع وحشت کے لیے تھا تا کہ آپ بحکم الٰہی برضا و رغبت آمادہ ہوں اور متوحش نہ ہوں چنانچہ آپ نے حکم الٰہی سنتے ہی جواب میں عرض کیا۔

قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ۔ اسماعیل نے جواب دیا کہ ابا جان جس کا آپ کو حکم ہوا ہے وہ کیجئے خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔

چنانچہ یہ واقعہ مقام منیٰ میں ہوا اور حضرت خلیل نے رضا الٰہی حاصل کرنے کے لیے اپنے فرزند ارجمند کے حلقوم پر چھری چلا دی اور قدرت الٰہی نے اس چھری کو کاٹنے سے روک دیا آپ نے چھری کو حکم دیا کہ تیرا کام کاٹنے کا ہے یہاں کیوں نہیں کاٹتی چھری نے زبان حال سے عرض کیا اَلْخَلِيْلُ يَأْمُرُنِيْ بِالْقَطْعِ وَالْجَلِيْلُ يَنْهَانِيْ خلیل تو کاٹنے کا حکم دے رہے ہیں اور رب جلیل منع فرما رہا ہے مختصر یہ کہ آپ بغیر ذبح صحیح و سلامت رہے جس کا اجمالاً ذکر آگے ہو رہا ہے۔

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ۔ تو جب دونوں جھک گئے ہمارے حکم پر اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا تو ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم بیشک تیرا خواب سچا ہو گیا ہم ایسے ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک یہ کھلا اور روشن امتحان تھا اور ہم نے اس کے فدیہ میں ایک بڑا ذبیحہ دے کر اسے بچا لیا اور ہم نے یہ سنت پچھلوں میں باقی رکھی سلام ہے ابراہیم پر ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوں کو بیشک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں ہے۔

باری تعالٰے عزاسمہ کے حکم کی تعمیل میں جب حضرت خلیل جھک گئے اور ذبح کرنے کے لیے چھری چلا دی یہ منظر خونی ایسا ہیبت ناک تھا کہ ملأ اعلیٰ میں کھلبلی تھی حوران بہشتی جنت کے جھروکوں سے کلیجہ تھامے یہ واقعہ بے نیازی کا مشاہدہ کر رہی تھی کہ یک لخت ندا آئی کہ ابراہیم تم پر تعمیل کا فریضہ تھا وہ تم نے پورا کر دیا اب یہ ہماری رحمت ہے کہ چھری کی دھار رک گئی اس لیے کہ مؤثر حقیقی ہماری ذات ہے نہ کہ اشیا

ہر شے میں اثر ہم نے رکھا ہے لیکن اس اثر سے موثر ہونا یہ ہمارے قبضہ میں ہے یہاں اس امتحان سے دنیا کو دکھانا تھا کہ خلیل وہی ہو سکتا ہے جو ہمارے حکم کے آگے اس طرح جھکے اور ہم اسے تاج خلت سے نوازکر اس طرح بچا بھی لیتے ہیں اور اس سنت کو کھلوں میں باقی رکھنے کے لیے جنت سے بکرا بھیج کر ذبح بھی کرا دیتے ہیں یہی اصل ہے عید اضحٰی میں قربانی دینے کی۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہ واقعہ حضرت اسماعیل ذبیح علیہ السلام کے ساتھ ہوا یا حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ۔ لیکن قوت دلائل سے یہی ثابت ہے کہ یہ واقعہ حضرت ذبیح اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ ہی ہوا۔ اور اس واقعہ کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری ملی جیساکہ آیت کریمہ سے بھی واضح ہو رہا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰۤى اِسْحٰقَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ۔ اور خوشخبری دی ہم نے اسحٰق کی جو غیبی خبریں دینے والا صالحوں میں سے ہے اور برکت اتاری ہم نے اس پر اور اسحاق پر اور ان دونوں کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا اور کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے۔

آیۂ کریمہ کے ابتدائی مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ذبیح اسمٰعیل علیہ السلام ہی ہیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام ان کے بعد ہیں۔

اور برکت سے مراد دینی و دنیوی عام ہے اور ظاہر برکت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں کثرت فرمائی اور نسل اسحاق علیہ السلام سے بہت سے انبیاء کرام ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک یہ نسل رہی محسن سے مراد مومن ہے اور ظالم سے مراد کافر ہے اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ کسی باپ کے ذی فضیلت ہونے سے اس کی اولاد کا ویسا ہی ہونا ضروری نہیں ؎

پسر نوح با بداں بہ نشست   خاندان نبوتش گم شد

یہ شان الٰہی ہے کہ نیک سے بد اور بد سے نیک پیدا فرماتا ہے اور کبھی بد سے بد ہی بناتا ہے اس سے آباء کے لیے عیب نہیں نہ اولاد کے نیک ہونے سے برے آباء کو کوئی فضیلت ملتی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع صافات۔ پ ۲۳

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ اور بے شک ہم نے احسان فرمایا موسٰی اور ہارون پر

وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝

اور ان کی قوم کو ہم نے کرب عظیم سے نجات دی۔

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝

اور ہم نے ان کی مدد کی تو وہی غالب ہوئے۔

وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۝

اور ہم نے ان دونوں کو کتاب روشن عطا کی۔

وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرٰطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

اور انہیں ہم نے سیدھی راہ دکھائی

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝

اور باقی رکھی ان کی تعریف پچھلوں میں۔

سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝

سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝

بے شک ہم ایسے ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو

اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

بے شک وہ دونوں ہمارے بندے مومن ہیں۔

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

اور بیشک الیاس پیغمبروں سے ہیں۔

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

جب انہوں نے کہا اپنی قوم سے کیا تم ڈرتے نہیں۔

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخٰلِقِيْنَ ۝

کیا پوجتے ہو تم بعل کو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھے پیدا کرنے والے کو۔

اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

اور اللہ ہے تمہارا رب اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝

تو انہوں نے جھٹلایا انہیں وہ ضرور پکڑے جائیں گے

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝

مگر اللہ کے مخصوص بندے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝

اور ہم نے چھوڑی ان کی تعریف پچھلوں میں۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ۝

سلام ہے الیاس پر۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ

ہم ایسے ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

بیشک وہ ہمارے مومن بندوں سے ہے۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

اور بیشک لوط ہمارے رسولوں سے ہے۔

اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝

جب ہم نے اسے نجات دی اور اس کے گھر والوں کو سب کو۔

اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ۝

مگر ایک بڑھیا پیچھے رہ جانے والی

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝

پھر باقیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔

وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۝

اور بیشک تم ان پر گذرتے ہو صبح

وَبِالَّیْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اور شام کیا تمہیں عقل نہیں۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	مَنَنَّا۔ ہم نے احسان کیا	عَلٰی۔ اوپر
مُوْسٰی۔ موسیٰ	وَ۔ اور	هٰرُوْنَ۔ ہارون کے	وَ۔ اور
نَجَّیْنٰا۔ نجات دی ہم نے	هُمَا۔ ان کو	وَ۔ اور	قَوْمَهُمَا۔ انکی قوم کو
مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ۔ بڑی مصیبت سے		وَ۔ اور	نَصَرْنٰهُمْ ہمنے انکی مدد کی
فَكَانُوْا۔ تو ہوئے	هُمْ۔ وہی	الْغٰلِبِیْنَ۔ غالب	وَ۔ اور
اٰتَیْنٰهُمَا۔ دی ہمنے انکو	الْكِتٰبَ۔ کتاب	الْمُسْتَبِیْنَ۔ روشن	وَ۔ اور
هَدَیْنٰا۔ دکھائی ہمنے	هُمَا۔ ان کو	الصِّرَاطَ۔ راہ	الْمُسْتَقِیْمَ۔ سیدھی
وَ۔ اور	تَرَكْنَا۔ چھوڑا ہمنے	عَلَیْهِمَا۔ ان پر	فِی۔ بیچ
الْاٰخِرِیْنَ۔ پچھلوں کے	سَلٰمٌ۔ سلام ہو	عَلٰی۔ اوپر	مُوْسٰی۔ موسیٰ
وَ۔ اور	هٰرُوْنَ۔ ہارون کے	اِنَّا۔ بیشک ہم	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح
نَجْزِی۔ بدلہ دیتے ہیں	الْمُحْسِنِیْنَ۔ نیکوں کو	اِنَّهُمَا۔ بیشک وہ دونوں	مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ہمارے
مومن بندوں سے ہیں	وَ۔ اور	اِنَّ۔ بیشک	اِلْیَاسَ۔ الیاس
لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ پیغمبروں سے ہیں		اِذْ۔ جب	قَالَ۔ کہا
لِقَوْمِهٖ۔ اپنی قوم کو	اَ۔ کیا	لَا۔ نہیں	تَتَّقُوْنَ۔ ڈرتے تم
اَ۔ کیا	تَدْعُوْنَ۔ پکارتے ہو	بَعْلًا۔ بعل کو	وَ۔ اور
تَذَرُوْنَ۔ چھوڑتے ہو	اَحْسَنَ۔ بہترین	الْخٰلِقِیْنَ۔ پیدا کرنے والے کو	اَللّٰهَ۔ اللہ کو جو
رَبُّكُمْ۔ رب ہے تمہارا	وَ۔ اور	رَبَّ۔ رب	اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ۔ تمہارے
پہلے باپ دادا کا	فَكَذَّبُوْهُ۔ تو جھٹلایا اسکو	فَاِنَّهُمْ۔ تو وہی ہوئے	لَمُحْضَرُوْنَ۔ حاضر کیے گئے
اِلَّا۔ مگر	عِبَادَ۔ بندے	اللّٰهِ۔ اللہ کے	الْمُخْلَصِیْنَ۔ مخلص
وَ۔ اور	تَرَكْنَا۔ چھوڑا ہم نے	عَلَیْهِ۔ اس پر	فِی۔ بیچ
الْاٰخِرِیْنَ۔ پچھلوں کے	سَلٰمٌ۔ سلام ہو	عَلٰی۔ اوپر	اِلْ یَاسِیْنَ۔ الیاس کے

اِنَّا ۔ بیشک ہم | کَذٰلِکَ ۔ اسی طرح | نَجْزِی ۔ بدلہ دیتے ہیں | الْمُحْسِنِیْنَ ۔ نیکوں کو

اِنَّہٗ ۔ بیشک وہ | مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ ہمارے مومن بندوں سے تھا | وَ ۔ اور

اِنَّ ۔ بیشک | لُوْطًا ۔ لوط | لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۔ پیغمبروں سے تھا

اِذْ ۔ جب | نَجَّیْنٰہُ ۔ نجات دی ہم نے اسکو | وَ ۔ اور | اَھْلَہٗٓ ۔ اسکے گھر والوں کو

اَجْمَعِیْنَ ۔ سب کو | اِلَّا ۔ مگر | عَجُوْزًا ۔ ایک بڑھیا | فِی ۔ بیچ

الْغٰبِرِیْنَ ۔ پچھلوں کے | ثُمَّ ۔ پھر | دَمَّرْنَا ۔ ہلاک کیا ہم نے | الْاٰخَرِیْنَ ۔ دوسروں کو

وَ ۔ اور | اِنَّکُمْ ۔ بیشک تم | لَتَمُرُّوْنَ ۔ گذرتے ہو | عَلَیْھِمْ ۔ ان پر

مُصْبِحِیْنَ ۔ صبح | وَ ۔ اور | بِالَّیْلِ ۔ شام | اَفَلَا ۔ کیا پھر نہیں

تَعْقِلُوْنَ ۔ عقل رکھتے تم

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع سورہ صافات ۔ پ ۲۳

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ وَنَجَّیْنٰھُمَا وَقَوْمَھُمَا مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ وَنَصَرْنٰھُمْ فَکَانُوْا ھُمُ الْغٰلِبِیْنَ وَاٰتَیْنٰھُمَا الْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ وَھَدَیْنٰھُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ وَتَرَکْنَا عَلَیْھِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّھُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ اور بیشک ہم نے احسان فرمایا موسیٰ اور ہارون پر اور انہیں نجات دی اور ان کی قوم کو بڑے کرب سے اور ہم نے مدد کی ان کی تو وہی غالب رہے اور دی ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب اور دکھائی ہم نے ان دونوں کو سیدھی راہ اور باقی رکھی پچھلوں میں ان کی تعریف سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک وہ دونوں ہمارے ایمان والے بندوں سے ہیں۔

یہ احسان فرمایا ہے کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو توریت و رسالت عنایت فرمائی اور فرعون کے مظالم سے انہیں اور بنی اسرائیل کو قبطیوں کے مظالم سے نجات دلا کر انہیں یعنی قوم سبط کو قوم قبط پر غالب فرمایا اور ان کے لیے کتاب روشن یعنی توریت عطا فرمائی جس میں بیان بلیغ کے ساتھ حدود و احکام وغیرہ موجود ہیں۔ ان پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے سلام ہے اور وہ نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتا ہے اور فرمایا کہ یہ موسیٰ اور ہارون ہمارے مومن بندوں سے ہیں۔ اس کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام کی منقبت بیان کی اور ارشاد ہوا۔

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ - اور بے شک الیاس پیغمبروں سے ہے جبکہ اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔

حضرت الیاس علیہ السلام بعلبک اور اس کے نواح کے لوگوں کی طرف مبعوث تھے اس قوم کا ایک بت تھا جس کا نام بعل تھا جو سونے کا تھا یہ بیس گز لمبا تھا اس کے چار منہ تھے ان کی نظر میں یہ بت واجب التعظیم تھا جہاں اس بت کو رکھا تھا اسے بک کہتے تھے اور اپنے بت کی نسبت سے اسے بعلبک کہنے لگے بعلبک بلاد شام میں ہے تو حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم بعل کو پوجتے ہوئے اس خدا سے نہیں ڈرتے جس کی صفت ہے واحد قہار الغفار۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ - کیا تم بعل کی پوجا کرتے ہو اور سب سے اچھے خالق کو چھوڑتے ہو جو اللہ اور تمہارا رب اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے تو انہوں نے آپ کی نصیحت قبول نہ کی اور

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ - آپ کو جھٹلایا تو وہ یقیناً پکڑے آئیں گے مگر اللہ کے مخلص بندے اور ہم نے ان کی تعریف پچھلوں میں باقی رکھی۔ سلام ہے الیاس پر۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ - بیشک ہم ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں ہے۔

اس آیت کریمہ میں جہنمیوں کی مذمت اور اپنے صالح بندے حضرت الیاس علیہ السلام کی تعریف فرمائی اس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر فرما کر رکوع ختم کیا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ - اور بے شک لوط ہمارے پیغمبروں سے ہے جبکہ ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات دی مگر ایک بڑھیا کہ رہ جانے والوں میں رہی۔

جب حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے گھرانے والوں کو عذاب سے نجات ملی اور باقی سب ہلاک کیے گئے مگر اوس بڑھیا کے سوا جو پیچھے رہ گئی تھی

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ وَبِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ - پھر ان کے دوسروں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور بیشک تم ان پر صبح و شام گذرتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

یعنی جنھیں ہم نے ہلاک کیا انہیں تمہارے مکہ والوں اپنے سفروں میں صبح و شام دیکھتے اور ان پر سے

گذرتے ہو مگر تمہیں عقل نہیں کہ اس سے عبرت پکڑو۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورہ صافات پ ۲۳

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ۔ اور بیشک ہم نے احسان فرمایا موسی و ہارون پر۔
اس پر علامہ آلوسی بغدادی فرماتے ہیں کہ وہ احسان یہ تھا کہ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِمَا بِالنُّبُوَّةِ وَغَيْرِهَا مِنَ الْمَنَافِعِ الدِّيْنِيَّةِ وَالدُّنْيَوِيَّةِ۔ ہم نے ان دونوں پر انعام فرمایا نبوت وغیرہ کا منافع دینیہ اور دنیویہ کا۔ دینیہ تو یہ کہ توریت عطا کی اون کے ذریعہ فرعون پر فتح عطا کی اور دنیویہ یہ کہ ان پر من وسلوی اتار کر معاش کے تفکرات سے بے نیاز کیا ان کے لیے ایک پتھر سے بارہ چشمے جاری کر دیے وغیرہ وغیرہ
وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ۔ اور انہیں اور ان کی قوم کو کرب عظیم سے نجات دی۔
اور کرب عظیم سے نجات فرعون پر غلبہ دے کر قوم قبط سے عذاب اور ظلم سے نجات دینا ہے۔
حضرت موسٰی علیہ السلام کی قوم کا نام سبط تھا اور فرعون لعین کی قوم کا نام قبط تھا۔
وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ۔ اور ہم نے ان کی مدد فرمائی تو وہ ان پر یعنی فرعونیوں پر غالب رہے۔
باآنکہ فرعون جابر و ظالم تھا اور قوم قبط اس کی وجہ سے اظلم تھی مگر نصرت حق نے انہیں مغلوب کیا اور سبط جو موسٰی علیہ السلام کی متبع جماعت تھی وہ غالب رہی۔ اور اس کے بعد
وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور انہیں عطا فرمائی وہ کتاب جو بلیغ البیان اور تفصیل میں مکمل ہے جسے توریت کہتے ہیں اور ہم نے انہیں وہ راہ دکھائی جو موصل الی الحسن والصواب ہے اور تفاصیل شرائع میں اور تفاریع احکام میں کامل ہے اور ان کا ذکر خیر پچھلوں میں ہم نے چھوڑا سلام ہے موسٰی اور ہارون پر ہم بے شک ایسے ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بیشک وہ دونوں ہمارے بندوں میں مکمل ایمان والے ہیں۔
اس کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام کی منقبت فرمائی چنانچہ ارشاد ہے۔
وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ اور بیشک الیاس رسولوں سے ہے۔
لفظ الیاس کی تحقیق پر علامہ طبری فرماتے ہیں هُوَ اِلْيَاسُ بْنُ يَاسِيْنَ بْنِ فِنْحَاصِ بْنِ عَيْزَارَ بْنِ هَارُوْنَ اَخِيْ مُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَهُوَ اِسْرَائِيْلِيٌّ مِنْ سِبْطِ هٰرُوْنَ۔ حضرت الیاس یاسین کے بیٹے

تھے اور وہ فنحاص کے اور وہ عیزار کے اور وہ ہارون موسیٰ علیہ السلام کے بھائی کے تو یہ سبط ہارون علیہ السلام سے اسرائیلی تھے۔

وَحَكَى الْقُتَيْبِيُّ اِنَّهٗ مِنْ سِبْطِ يُوْشَعَ۔ اور قتیبی کہتے ہیں کہ حضرت الیاس سبط یوشع سے تھے

وَحَكَى الطَّبْرَسِيُّ اَنَّهٗ ابْنُ عَمِّ الْيَسَعِ وَاَنَّهٗ بُعِثَ بَعْدَ حِزْقِيْلَ۔ طبرسی کہتے ہیں کہ حضرت الیاس حضرت الیسع کے چچا کے بیٹے تھے اور آپ کی بعثت حضرت حزقیل کے بعد ہوئی۔

اور عجائب کرمانی میں ہے اَنَّهٗ ذُوالْكِفْلِ۔ حضرت الیاس ہی ذوالکفل ہیں۔

وَعَنْ وَهْبٍ اَنَّهٗ عُمِّرَ كَمَا عُمِّرَ الْخَضِرُ وَيَبْقٰى اِلٰى فَنَاءِ الدُّنْيَا۔ وہب فرماتے ہیں کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرح عمر ابدی میں ہیں اور فناء دنیا تک آپ دنیا میں رہیں گے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرَ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهٗ مُوَكَّلٌ بِالْفَيَافِيْ وَالْخَضِرُ بِالْبِحَارِ وَالْجَزَائِرِ وَاِنَّهُمَا يَجْتَمِعَانِ بِالْمَوْسِمِ فِيْ كُلِّ عَامٍ۔ آپ فیافی پر مؤکل ہیں اور حضرت خضر دریا اور جزائر پر اور یہ دونوں ایک خاص موقع پر ہر سال میں جمع ہوتے ہیں۔

فیافی۔ فیف کی جمع ہے۔ افیاف اور فیوف وغیرہ بھی اس کی جمع ہے۔ منجد میں ہے اَلْمَفَازَةُ لَا مَاءَ فِيْهَا اَلْمَكَانُ الْمُسْتَوِيْ یعنی وہ میدان جس میں پانی نہ ہو یا میدان چٹیل۔

اور ایک حدیث میں حضور کے ساتھ ان کا اجتماع بھی ثابت ہے کہ بعض سفروں میں حضور سے ملے اور ایک دسترخوان پر کھانا بھی تناول فرمایا جو آسمان سے نازل ہوا تھا اس میں روٹی مچھلی اور کرفس تھا اور نماز عصر حضور کی معیت میں ادا کی۔ یہ روایت حاکم انس سے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ۔

اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن عساکر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ اِنَّ اِلْيَاسَ هُوَ اِدْرِيْسُ الیاس حضرت ادریس ہی ہیں۔

اور یہ وہی ادریس علیہ السلام ہیں جن کی شان میں وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا فرمایا گیا یہ وہ ہیں جن کا شجرہ یہ ہے اخنوخ بن یرد بن مہلائیل بن انوش بن قینان بن شیث بن آدم ہے۔

اور بموجب اقوال مورخین نوح علیہ السلام سے پہلے ہوئے ہیں اور مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اَنَّ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ نُوْحٍ اَلْفُ سَنَةٍ۔ آپ میں اور حضرت نوح علیہ السلام میں ہزار سال کا فاصلہ ہے۔

اور الیاس بقول مشہور یاسین ہیں جو سبط بنی اسرائیل سے ہیں انہیں حضرت یوشع علیہ السلام نے جب

شام کے قریب ایک بستی ہیں جسے آج بعلبک کہتے ہیں ٹھہرایا۔
اس بستی کا اصلی نام بکہ یا بک تھا۔ آپ نے وہاں کے لوگوں کو تبلیغ توحید فرماتے ہوئے ہدایت کی اور کہا جس کا تذکرہ اجمالاً فرمایا۔

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ۔ جب کہا اس نے اپنی قوم سے کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے کیا بعل کو پوجتے اور احسن الخالقین اللہ کو چھوڑتے ہو جو تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تمہیں عذاب الٰہی کا خوف نہیں تم بعل کو پوجتے اور اس سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہو۔

بعل کی اصل حقیقت

هُوَ اِسْمُ صَنَمٍ لَّهُمْ كَمَا قَالَ الضَّحَّاكُ۔ بعل ایک بت کا نام تھا جسے یہ قوم پوجتی تھی جیسا کہ حضرت ضحاک نے کہا۔ اور حسن اور ابن زید نے بھی کہا۔

وَكَانَ مِنْ ذَهَبٍ طُوْلُهٗ عِشْرُوْنَ ذِرَاعًا وَّلَهٗ اَرْبَعَةُ اَوْجُهٍ فُتِنُوْا بِهٖ وَعَظَّمُوْهُ حَتّٰى اَخْدَمُوْهُ اَرْبَعَمِائَةِ سَادِنٍ وَجَعَلُوْهُمْ اَنْبِيَاءَهٗ فَكَانَ الشَّيْطَانُ يَدْخُلُ فِيْ جَوْفِهٖ وَيَتَكَلَّمُ بِشَرِيْعَتِهِ الضَّلَالَةِ وَالسَّدَنَةُ يَحْفَظُوْنَهَا وَيُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ۔ بعل سونے کا بت تھا جس کا قد بیس ہاتھ تھا اور اس کے چار چہرے تھے جس میں وہ مبتلا تھے وہ اسکی اس حد تک تعظیم کرتے تھے کہ اس کے چار سو خادم و محافظ تھے اور ان خادموں کو انہوں نے انبیاء کا درجہ دے رکھا تھا اور شیطان بعل کے پیٹ میں گھس کر گمراہی کی باتیں تعلیم کرتا اور وہ خادم اس کو یاد رکھتے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

اور عکرمہ اور قتادہ کہتے ہیں اَلْبَعْلُ الرَّبُّ بِلُغَةِ الْيَمَنِ۔ لغت یمن میں بعل رب کا ہی نام ہے۔
چنانچہ سید المفسرین ابن عباس اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا اَتَدْعُوْنَ رَبًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَتَذَرُوْنَ اَيْ وَتَتْرُكُوْنَ عِبَادَتَهٗ تَعَالٰى اَوْ طَلَبَ جَمِيْعِ حَاجَاتِكُمْ مِّنْهُ عَزَّ وَجَلَّ۔ یعنی آپ نے فرمایا تم بعل کو پوجتے ہو یعنی اسے رب مانتے ہو اور رب عزوجل کی عبادت ترک کرتے ہو۔ اور اس سے اپنی حاجتیں مانگتے ہو چنانچہ ارشاد ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ۔ تو انہوں نے تکذیب کی

تو وہ ضرور پکڑے جائیں گے مگر وہ بندے جو مخلص ہیں اور پچھلوں میں ہم نے ان کا ذکر باقی رکھا سلام ہو الیاس پر ہم ایسے ہی نیکوں کو صلہ دیتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایمان والے بندے ہیں۔

تحقیق اِلْیَاسِیْن

ال یاسین۔ لغۃً یاس سے ہے جو عربی میں مستعمل ہے۔

اور صاحب کشاف کی تحقیق یہ ہے کہ لَعَلَّ لِزِیَادَۃِ الْیَاءِ وَالنُّوْنِ بِمَعْنًی فِی لُغَۃِ السُّرْیَانِیَّۃِ اس باب میں سیناء اور سینین ہے یہ تصریح ابن حاجب نے شرح مفصل میں کی۔

اور نافع اور ابن عامر اور یعقوب اور زید بن علی نے آلِ یاسین بالاضافہ پڑھا اور فرمایا وَقِیْلَ الْاٰلُ عَلٰی اِلْیَاسَ وَفِی الْکِتَابَۃِ عَنْہُ تَفَخُّمٌ لَّہٗ کَمَا فِیْ اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ عَنْ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ۔

وَقِیْلَ یَاسِیْنَ فِیْہَا اِسْمُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاسِیْنَ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اس پر ابن ابی حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اِنَّہٗ قَالَ فِیْ سَلَامٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْنَ نَحْنُ اٰلُ مُحَمَّدٍ اٰلُ یٰسِیْنَ وَھُوَ ظَاھِرٌ فِیْ جَعْلِ یَاسِیْنَ اِسْمًا لَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

وَقِیْلَ ھُوَ اسْمٌ لِّلسُّوْرَۃِ الْمَعْرُوْفَۃِ۔

وَقِیْلَ اِسْمٌ لِّلْقُرْاٰنِ وَاٰلُ یٰسِیْنَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃُ الْمُحَمَّدِیَّۃُ اَوْ خَوَاصُّھَا۔

یہ تمام اقوال بیان فرما کر آلوسی فرماتے ہیں وَلَا یَخْفٰی عَلَیْکَ اَنَّ السِّیَاقَ وَالسَّبَاقَ یَاْبَیَانِ اَکْثَرَ ھٰذِہِ الْاَقْوَالِ، اور مخفی نہ رہنا چاہیے کہ سیاق و سباق اس کا انکار کرتے ہیں اور اس کے خلاف ان اقوال سے زیادہ قول آئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ

آل یاسین کسی نے تسلیم نہیں کیا اس لیے کہ سیاق میں وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ آچکا ہے اور لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ فرما کر ان کی رسالت کی تصدیق بھی فرما دی گئی ہے۔

اور آل یاسین اہلبیت اطہار کو نبی رسول کسی نے نہیں مانا اس لیے کہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خاص ہے۔

اور جب نبوت و رسالت حضور پر ختم کر دی گئی تو الیاس سے آل یاسین قرار دے کر انہیں لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ کہنا خلاف جمہور اور خلاف مقتضائے نص ہوگا۔ لہذا

سَلٰمٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْنَ سے جو سلام ملتا ہے وہ بالخصوص حضرت الیاس علیہ السلام کے لیے ہی

ہے اس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر ہے۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ وَبِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ اور بیشک لوط ہمارے رسولوں سے ہے جب ہم نے اسے اور اس کے اہل کو بچا لیا سب کو سوا ایک بڑھیا کے جو پچھلوں میں رہ گئی تھی پھر سب کو ہلاک کر دیا ہم نے اور اے اہل مکہ تم ان پر سے صبح و شام ملک شام کا سفر کرتے ہوئے ملک سلام سے گذرتے ہو تو کیا تمہیں شعور و عقل نہیں۔

یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم شہر سدوم میں آباد تھی یہ شہر ملک شام کا سفر کرتے وقت اہل مکہ کی راہ میں پڑتا ہے وہ صبح و شام سفر کرتے ہوئے اس شہر کے کھنڈروں اور ان کی تباہی کو دیکھتے ہیں اور عبرت نہیں پکڑتے۔ قوم لوط کے عذاب اور تباہی کا مفصل تذکرہ سورۃ شعراء میں گذر چکا ہے مَنْ شَآءَ فَلْيَنْظُرْ

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورہ صافات۔ پ ۲۳

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ — اور بے شک یونس پیغمبروں سے ہے۔

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ — جبکہ وہ بھری کشتی کی طرف نکلا۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝ — تو قرعہ اندازی میں وہی دھکیلے ہوؤں میں ہوا۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ — تو اسے نگل لیا مچھلی نے اور وہ اپنے کو ملامت کرتا تھا۔

فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ — تو اگر نہ ہوتا وہ تسبیح کرنے والا۔

لَلَبِثَ فِىْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ — تو ضرور ٹھہرتا اس کے پیٹ میں قیامت کے دن تک۔

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۝ — تو ہم نے اسے ڈال دیا میدان پر اور وہ بیمار تھا۔

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝ — اور اگائی ہم نے اس پر کدو کی بیل۔

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝ — اور بھیجا ہم نے اس کو لاکھ آدمیوں کی طرف بلکہ اس سے زیادہ۔

فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ — تو وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک مدت تک بسنے دیا۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ — تو پوچھئے ان سے کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں

الْبَنُونَ ۝
ہیں اور ان کے لیے بیٹے۔

أَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ إِنَاثًا وَّهُمْ شَاهِدُونَ ۝
یا بنایا ہم نے ملائکہ کو عورتوں میں اور وہ موجود تھے۔

أَلَا إِنَّهُمْ مِّنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ ۝
خبردار رہو وہ بیشک اپنے بہتان سے یہ کہہ رہے ہیں۔

وَلَدَ اللّٰهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝
کہ اللہ کی اولاد ہے اور بیشک وہ جھوٹے ہیں۔

أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ۝
کیا اس نے بیٹیاں پسند کیں بیٹوں پر۔

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝
تمہیں کیا ہوگیا ہے کیسے ایسے حکم لگاتے ہو۔

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝
تو کیا نصیحت نہیں پکڑتے۔

أَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُّبِينٌ ۝
کیا تمہارے لیے کوئی روشن سند ہے۔

فَأْتُوا بِكِتَابِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝
تو اپنی کتاب لاؤ اگر ہو تم سچے۔

وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ۝
اور اس کے اور جنوں کے درمیان رشتہ ٹھہرایا اور جن جانتے ہیں کہ وہ ضرور حاضر کیے جائیں گے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝
پاکی ہے اللہ کے لیے ان صفتوں سے جو وہ کہتے ہیں۔

إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ ۝
مگر اللہ کے مخلص بندے۔

فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ۝
تو تم اور جو کچھ تم پوجتے ہو۔

مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ۝
نہیں تم اس کے خلاف بھڑکانے والے۔

إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ۝
مگر وہی جو بھڑکتی آگ میں جلنے والا ہے۔

وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ۝
اور (فرشتوں نے کہا) نہیں ہم میں مگر اس کا ایک مقام معلوم ہے۔

وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ۝
اور بیشک ہم پر پھیلائے حکم کے منتظر ہیں۔

وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ۝
اور ہم بے شک اسکی تسبیح کرنے والے ہیں۔

وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ۝
اور بیشک وہ کہتے ہیں۔

لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝
اگر ہمارے پاس نصیحت ہوتی پہلوں کی۔

لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ ۝
تو ضرور ہوتے ہم مخلص بندے اللہ کے۔

فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝
تو کفر کیا انہوں نے اس کے ساتھ تو عنقریب وہ جان لیں گے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝	اور بیشک ہمارا فرمان سبقت کر چکا ہے ہمارے بندوں بھیجے ہوؤں کے لیے۔
اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝	بیشک وہ مدد کیے ہوئے ہیں۔
وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ ۝	اور بیشک ہمارا ہی لشکر غالب رہے گا۔
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝	تو پھیر لو ان سے اپنا منہ ایک مدت تک کے لیے۔
وَاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝	اور انہیں دیکھتے رہو تو وہ بھی عنقریب دیکھیں گے۔
اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝	تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں۔
فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝	تو جب اترے گا ان کے میدان پر تو بری ہو گی صبح ڈرائے گیوں کی۔
وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝	اور منہ پھیر لو ایک وقت تک ان سے۔
وَاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝	اور انتظار کرو وہ بھی عنقریب دیکھیں گے۔
سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝	پاکی ہے تیرے رب عزت والے کو ان کی باتوں سے۔
وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝	اور سلام ہے پیغمبروں پر۔
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝	اور سب تعریفیں اللہ کے لیے جو رب سارے جہان کا۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	اِنَّ۔ بیشک	يُوْنُسَ۔ یونس ہیں	لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ پیغمبروں سے
اِذْ۔ جب	اَبَقَ۔ گیا	اِلَى۔ طرف	الْفُلْكِ۔ کشتی
الْمَشْحُوْنِ۔ بھری ہوئی کے	فَسَاهَمَ۔ تو قرعہ ڈالا	فَكَانَ۔ تو ہو گیا	مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ۔ دھکیلے ہوؤں سے
	فَالْتَقَمَهُ۔ تو نگل گئی اسے	الْحُوْتُ۔ مچھلی	وَ۔ اور
هُوَ۔ وہ تھا	مُلِيْمٌ۔ ملامت کیا گیا	فَلَوْ۔ پھر اگر	لَا۔ نہ
اَنَّهُ۔ ہوتا	كَانَ۔ وہ	مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ۔ تسبیح کرنے والوں سے	
لَلَبِثَ۔ تو ٹھہرتا	فِيْ۔ بیچ	بَطْنِهٖ۔ اسکے پیٹ کے	اِلٰى۔ طرف
يَوْمِ۔ دن کے کہ	يُبْعَثُوْنَ۔ اٹھائے جائیں	فَنَبَذْنٰهُ۔ تو ڈال دیا ہم نے اس کو	

بِالْعَرَآءِ ۔ میدان میں
وَ ۔ اور
مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۔ کدو کا
مِائَةِ اَلْفٍ ۔ ایک لاکھ کے
فَمَتَّعْنٰهُمْ ۔ تو ہم نے ان کو فائدہ دیا
فَاسْتَفْتِهِمْ ۔ تو پوچھو ان سے
وَ ۔ اور
خَلَقْنَا ۔ پیدا کیا ہم نے
هُمْ ۔ وہ
مِّنْ اِفْكِهِمْ ۔ اپنے بہتان سے
وَ ۔ اور
الْبَنَاتِ ۔ بیٹیوں کو
لَكُمْ ۔ تم کو
تَذَكَّرُوْنَ ۔ نصیحت پکڑتے
مُّبِيْنٌ ۔ روشن
كُنْتُمْ ۔ ہو تم
بَيْنَهٗ ۔ اسکے درمیان
نَسَبًا ۔ نسب
الْجِنَّةُ ۔ جنوں نے
اللّٰهِ ۔ اللہ
عِبَادَ ۔ بندے
وَ ۔ اور
اَنْتُمْ ۔ تم
مَنْ ۔ اسے کہ
وَ ۔ اور

وَ ۔ اور
اَنْۢبَتْنَا ۔ اگایا ہم نے
وَ ۔ اور
اَوْ ۔ یا
اَ ۔ کیا
لَهُمُ ۔ ان کے لیے
الْمَلٰٓئِكَةَ ۔ فرشتوں کو
شٰهِدُوْنَ ۔ موجود تھے
لَيَقُوْلُوْنَ ۔ کہتے ہیں
اِنَّهُمْ ۔ بیشک وہ
عَلَى ۔ اوپر
كَيْفَ ۔ کیسے
اَمْ ۔ یا
فَاْتُوْا ۔ تو لاؤ
صٰدِقِيْنَ ۔ سچے
وَ ۔ اور
وَ ۔ اور
اِنَّهُمْ ۔ کہ وہ
عَمَّا ۔ اس سے جو
اللّٰهِ ۔ اللہ کے
مَا ۔ جسکی
عَلَيْهِ ۔ اس کو
هُوَ ۔ وہ
مَا ۔ نہیں

هُوَ ۔ وہ
عَلَيْهِ ۔ اس پر
اَرْسَلْنٰهُ ۔ بھیجا ہم نے اسکو
يَزِيْدُوْنَ ۔ وہ زیادہ تھے
اِلٰى ۔ طرف
لِرَبِّكَ ۔ تیرے رب کیلئے
الْبَنُوْنَ ۔ بیٹے
اِنَاثًا ۔ عورتیں
اَلَآ ۔ خبردار
وَلَدَ ۔ اولاد جنی
لَكٰذِبُوْنَ ۔ جھوٹے ہیں
الْبَنِيْنَ ۔ بیٹوں کے
تَحْكُمُوْنَ ۔ فیصلے کرتے ہو
لَكُمْ ۔ تمہارے پاس
بِكِتٰبِكُمْ ۔ اپنی کتاب
وَ ۔ اور
بَيْنَ ۔ درمیان
لَقَدْ ۔ بیشک
لَمُحْضَرُوْنَ ۔ حاضر کیے جائینگے
يَصِفُوْنَ ۔ بیان کرتے ہیں
الْمُخْلَصِيْنَ ۔ خالص
تَعْبُدُوْنَ ۔ پوجا کرتے ہو
بِفٰتِنِيْنَ ۔ گمراہ کرنے والے
صَالِ ۔ داخل ہونے والا ہے
مِنَّا ۔ کوئی ہم سے

سَقِيْمٌ ۔ بیمار تھا
شَجَرَةً ۔ درخت
اِلٰى ۔ طرف
فَاٰمَنُوْا ۔ تو ایمان لائے
حِيْنٍ ۔ ایک وقت کے
الْبَنَاتُ ۔ بیٹیاں ہیں
اَمْ ۔ یا
وَّ ۔ اور
اِنَّهُمْ ۔ بیشک وہ
اللّٰهُ ۔ اللہ نے
اَصْطَفَى ۔ کیا پسند کیا اس نے
مَا ۔ کیا ہے
اَفَلَا ۔ کیا نہیں
سُلْطٰنٌ ۔ دلیل ہے
اِنْ ۔ اگر
جَعَلُوْا ۔ بنایا انہوں نے
الْجِنَّةِ ۔ جنوں کے
عَلِمَتِ ۔ جان لیا
سُبْحٰنَ ۔ پاک ہے
اِلَّا ۔ مگر
فَاِنَّكُمْ ۔ تو تم
مَا ۔ نہیں
اِلَّا ۔ مگر
الْجَحِيْمِ ۔ جہنم میں
اِلَّا ۔ مگر

لَہٗ۔ اس کے لیے	مَقَامٌ۔ مقام ہے	مَعْلُوْمٌ۔ مقرر	وَ۔ اور
اِنَّا۔ بیشک	لَنَحْنُ۔ ہم	الصَّافُّوْنَ۔ صف باندھنے والے ہیں	وَ۔ اور
اِنَّا۔ بیشک	لَنَحْنُ۔ ہم	الْمُسَبِّحُوْنَ۔ تسبیح کرنیوالے ہیں	وَ۔ اور
اِنْ۔ بیشک	کَانُوْا۔ تھے	لَیَقُوْلُوْنَ۔ کہتے	لَوْ۔ اگر
اَنَّ۔ بیشک	عِنْدَنَا۔ ہمارے پاس ہوتا	ذِکْرًا۔ ذکر	فِ۔ بیچ
الْاَوَّلِیْنَ۔ پہلوں کے	لَکُنَّا۔ تو ہوتے ہم	عِبَادَ۔ بندے	اللّٰہِ۔ اللہ کے
الْمُخْلَصِیْنَ۔ خالص	فَکَفَرُوْا۔ تو کفر کیا انہوں نے	بِہٖ۔ اسکے ساتھ	فَسَوْفَ۔ تو جلدی
یَعْلَمُوْنَ۔ جانیں گے	وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	سَبَقَتْ۔ گزر چکی
کَلِمَتُنَا۔ ہماری بات	لِعِبَادِ۔ واسطے بندوں	نَا۔ ہمارے	الْمُرْسَلِیْنَ۔ پیغمبروں کے
اِنَّھُمْ۔ بیشک وہ	لَھُمُ۔ وہی ہیں	الْمَنْصُوْرُوْنَ۔ مدد دیے گئے	وَ۔ اور
اِنَّ۔ بیشک	جُنْدَنَا۔ ہمارا لشکر	لَھُمُ۔ وہی ہیں	الْغَالِبُوْنَ۔ غالب
فَتَوَلَّ۔ تو منہ پھیر	عَنْھُمْ۔ ان سے	حَتّٰی۔ ایک	حِیْنٍ۔ وقت تک
وَ۔ اور	اَبْصِرْ۔ دیکھ	ھُمْ۔ ان کو	فَسَوْفَ۔ تو جلدی
یُبْصِرُوْنَ۔ دیکھیں گے	اَ۔ کیا	فَبِعَذَابِنَا۔ ہمارے عذاب کی	یَسْتَعْجِلُوْنَ۔ جلدی کرتے ہیں
فَاِذَا۔ تو جب	نَزَلَ۔ اترے گا	بِسَاحَتِھِمْ۔ انکے میدان میں	فَسَآءَ۔ تو بری ہوئی
صَبَاحُ۔ صبح	الْمُنْذَرِیْنَ۔ ڈرائے ہوؤں کی	وَ۔ اور	تَوَلَّ۔ منہ پھیر
عَنْھُمْ۔ ان سے	حَتّٰی۔ ایک	حِیْنٍ۔ وقت تک	وَ۔ اور
اَبْصِرْ۔ دیکھ	فَسَوْفَ۔ جلدی	یُبْصِرُوْنَ۔ دیکھیں گے وہ بھی	سُبْحٰنَ۔ پاک ہے
رَبِّکَ۔ تیرا رب	رَبِّ۔ رب	الْعِزَّۃِ۔ عزت کا	عَمَّا۔ اس سے جو
یَصِفُوْنَ۔ بیان کرتے ہیں	وَ۔ اور	سَلٰمٌ۔ سلام ہو	عَلَی۔ اوپر
الْمُرْسَلِیْنَ۔ پیغمبروں کے	وَ۔ اور	الْحَمْدُ۔ سب تعریف	لِلّٰہِ۔ اللہ کو ہے جو
رَبِّ۔ رب ہے	الْعٰلَمِیْنَ۔ سب جہانوں کا		

خلاصہ تفسیر اردو پانچواں رکوع۔ صافات۔ پ ۲۳

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ اور بیشک یونس ہمارے پیغمبروں میں سے ہیں۔

اس رکوع میں حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہے۔
اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ۔ جبکہ وہ کشتی کی طرف نکلا جو بھری ہوئی تھی۔

اس کے متعلق سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما اور وہب فرماتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو ہدایت پر آتے نہ دیکھا تو انہیں عذاب کی خبر دی لیکن عذاب میں تاخیر ہوئی تو آپ قوم سے پوشیدہ طور پر نکل گئے اور دریائی سفر کا عزم کر لیا اور کشتی میں سوار ہو گئے راستہ میں کشتی درمیان دریا ٹھہر گئی اور اس کے ٹھہر جانے کا سبب معلوم نہ ہوا تو ملاح کہنے لگے کشتی بلا وجہ نہیں ٹھہری ہے ہمارے اندر کوئی ایسا غلام ہے جو اپنے مولا سے بھاگ کر سوار ہوا ہے چنانچہ فَسَاهَمَ۔ یعنی قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ میں آپ کا نام آیا۔

آپ نے فرمایا تمہارا سہم یعنی قرعہ صحیح ہے میں ہی وہ غلام ہوں جو اپنے مولا سے بھاگ کر آیا ہوں مختصر یہ کہ آپ پانی میں ڈال دیئے گئے کہ ملاحوں میں یہی دستور تھا کہ بھاگا ہوا غلام دریا میں جب تک نہ ڈال دیا جائے کشتی پانی میں چلتی ہی نہ تھی۔

اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ۔ جب وہ چلے طرف ایک بھری ہوئی کشتی کے تو قرعہ ڈالا گیا تو وہ دھکیلے ہوئے تھے۔

یہ تذکرہ سابقہ ذکر سے ملحق ہے دحض عربی میں دھکیلنے کو کہتے ہیں اس میں اشارہ ہے آپ کو کشتی سے پانی میں ڈال دینے کا آگے ارشاد ہے۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ۔ تو اسے نگل لیا مچھلی نے اور یونس اپنے کو ملامت کر رہے تھے۔

کہ میں نے نکلنے میں کیوں جلدی کی اور قوم سے جدا ہونے میں حکم الٰہی کا انتظار نہ کیا۔

فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو ضرور اس کے پیٹ میں رہتا اس دن تک جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔

یعنی اگر حضرت یونس علیہ السلام شکم ماہی میں ذکر الٰہی کرنے والے نہ ہوتے یعنی لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ نہ پڑھ رہے ہوتے تو قیامت تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ۔ تو ہم نے اسے ڈال دیا میدان پر اور وہ بیمار تھا۔

یعنی مچھلی کے پیٹ سے نکال کر اسی روز یا تین روز یا سات روز یا چالیس روز کے بعد باختلاف رواۃ عرا یعنی میدان میں ڈال دیا آپ شکم ماہی کے اندر رہنے سے اس مدت میں نحیف و ضعیف ہو چکے تھے اور

آپ کی یہ کیفیت ہو گئی تھی جیسے بچہ کی ولادت کے وقت ہوتی ہے آپ کے جسم کی کھال طفل رضیع کی طرح نرم و نازک ہو گئی تھی اسی کو فرمایا۔ وَهُوَ سَقِيمٌ۔

وَأَنبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّن يَقْطِينٍ۔ اور اگا دیا ہم نے ان پر ایک پودا کدو کا۔

تاکہ آپ پر سایہ کرے اور مکھیوں سے بچائے اس لیے کہ کدو پر مکھی نہیں آتی اور اگرچہ کدو کی بیل ہوتی ہے لیکن حضرت یونس علیہ السلام کی یہ معجزانہ شان تھی کہ آپ کا یہ درخت کدو کی بیل کی بجائے شاندار پودا بن گیا اور اس کے گھنے پتوں کے سایہ تلے آپ تشریف فرما تھے۔

اور بحکم الٰہی ایک بکری روزانہ آ کر اپنے تھن منہ میں دے کر دودھ دے جاتی تھی حتی کہ جسم مبارک کی جلد مضبوط ہو گئی اور جہاں بال اگنے کی جگہ تھی وہاں بال آ گئے۔ آگے ارشاد ہے

وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ۔ اور بھیجا ہم نے اسے ایک لاکھ سے زیادہ کی طرف تو وہ ایمان لائے اور ہم نے انہیں ایک مدت تک آباد کیا۔

اس قصہ کو مفصل سورۃ انبیاء میں چھٹے رکوع کے اندر بیان کیا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ آپ سرزمین موصل میں قوم نینوا کے اندر مبعوث ہوئے ان کی آبادی ایک لاکھ سے زائد تھی اب بھی آپ کو وہیں بھیجا۔ عذاب کا ذکر تو سورہ یونس کے دسویں رکوع میں ہو چکا اور بقیہ قصہ سورہ انبیاء میں گزر گیا۔

فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ سے یہ مراد ہے کہ ایمان لانے کے بعد یہ قوم آخر عمر تک آسائش سے آباد رہی۔ اس بیان کے بعد اللہ تعالے اپنے حبیب پاک سید لولاک صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اے محبوب ان منکروں سے اور کفار مکہ سے انکار کی وجہ معلوم فرمائیں چنانچہ ارشاد ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ أَلَا إِنَّهُم مِّنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ۔ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ۔ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ۔

تو اے محبوب ان سے پوچھئے کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے یا ہم نے ملائکہ کو ان کی موجودگی میں اناث بنایا خبردار رہو بیشک وہ بہتان سے ایسا کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے اور وہ یقیناً کذاب ہیں کیا اس نے بیٹیاں پسند کیں بیٹے چھوڑ کر تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسا حکم لگاتے ہو تو کیا تم ہدایت نہیں حاصل کرتے قبیلہ جہینہ اور بنی سلمیٰ کا یہ عقیدہ تھا کہ معاذ اللہ فرشتے اللہ تعالے کی بیٹیاں ہیں۔ اس کے رد میں یہ مضمون ہے۔ اور نہایت حسین طرز بیان اختیار فرمایا کہ یہ بے عقل ہمارے لیے بیٹیاں اور اپنے لیے بیٹے قرار دیتے

ہیں تو جب ملائکہ پیدا کیے گئے تھے گویا یہ اس وقت موجود تھے ان کی بکواس سے ہوشیار رہو یہ سب کچھ اللہ تعالے پر اتہام لگا رہے ہیں اور اسی اتہام تراشی میں بک رہے ہیں کہ اللہ تعالے شانہ کی اولاد ہے۔
اور حقیقت یہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں، غضب خدا کا اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہیں اور اپنے گمان فاسد میں اللہ تعالے کے لیے بیٹیاں پسند کرتے ہیں ان کی شعور عقل ہی زائل ہو چکے ہیں اور نصیحت اور ہدایت قبول نہیں کرتے اصول بھی یہی ہے۔ کہ ہرچہ برخود نہ پسندی بہ دیگراں مپسند۔ لیکن انہیں پتھر پوجتے پوجتے ہوش ہی نہیں ہے آگے ارشاد ہے۔
اَمۡ لَكُمۡ سُلۡطَانٌ مُّبِيۡنٌ فَاۡتُوۡا بِكِتَابِكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صَادِقِيۡنَ۔ کیا تمہارے لیے کوئی کھلی سند ہے تو لاؤ اپنی سند اگر تم سچے ہو۔
یعنی تمہارا دعوی بے دلیل ہے اور اگر کوئی دلیل تمہارے پاس ہے تو لاؤ مگر ہرگز نہیں لا سکتے مزید براں یہ کہ مشرکین کے بعض افراد نے یہ بھی بکواس کی تھی کہ اللہ تعالے جل شانہ نے اپنی شادی جنوں میں کی اس سے فرشتے پیدا ہوئے معاذ اللہ اس کے رد میں ارشاد ہے۔
وَجَعَلُوۡا بَيۡنَهٗ وَبَيۡنَ الۡجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدۡ عَلِمَتِ الۡجِنَّةُ اِنَّهُمۡ لَمُحۡضَرُوۡنَ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ۔ اور بنایا ان مشرکین نے اللہ اور جنوں کے مابین رشتہ اور یقینا جن جانتے ہیں کہ وہ ضرور حاضر کیے جائیں گے پاک ہے اللہ تعالے شانہ اس قسم کی باتوں سے مگر اللہ کے چنے ہوئے مخلص بندے۔ وہ ایسے گندے خیالات سے مبرا ہیں یہ عظیم کفر ہے جس کے وہ مرتکب ہو رہے ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔
فَاِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ بِفٰتِنِيۡنَ اِلَّا مَنۡ هُوَ صَالِ الۡجَحِيۡمِ ۔ تو تم اے مشرکین مکہ اور وہ بت جنہیں تم پوجتے ہو تم اللہ تعالے کے خلاف بہکا کر فتنے میں ڈال نہیں سکتے۔ یعنی تم اور تمہارے بت اس قابل ہی نہیں کہ مومنین میں یہ فتنہ برپا کر سکیں مگر وہی گمراہ ہوں گے جو جہنم کے کندے ہیں مومنین تو اللہ تعالے کی حمد کرتے اور پاکی بیان کرتے ہیں اور یہ حمد و تسبیح بیان کرنے والے آسمانوں میں بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما اتنے ہیں کہ ایک بالشت جگہ بھی خالی نہیں چنانچہ فرشتوں کا خود بیان موجود ہے جو آگے مذکور ہے۔
وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعۡلُوۡمٌ وَاِنَّا لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ وَاِنَّا لَنَحۡنُ الۡمُسَبِّحُوۡنَ ۔ اور فرشتوں نے کہا کہ ہم میں ہر ایک کا ایک مقرر و معلوم مقام ہے اور بیشک ہم یہ پھیلائے صف بستہ بانتظار حکم کھڑے ہیں اور بیشک ہم اس کی تسبیح میں مصروف ہیں۔
اب کفار مکہ کی بہانہ سازیاں واضح فرمائی جا رہی ہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ۔ اور بیشک کفار مکہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت ہوتی تو ضرور ہم اللہ کے چنے ہوئے بندے ہوتے۔

یعنی کفار و مشرکین حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کہا کرتے تھے کہ اگر ہمیں ہمارے پہلوں کی کوئی ہدایت یا کتاب ملتی تو ہم ضرور اس کی پیروی کرتے لیکن نہیں ملا اور جب تمام کتابوں سے افضل واشرف کتاب معجز نظام یعنی قرآن پاک ان میں آیا تو انہوں نے وہ کیا جس کا ذکر آگے ہے۔

فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ۔ تو انہوں نے اس کتاب سے کفر کیا تو عنقریب وہ جان لیں گے۔

یعنی ان کے اس کفر کا انجام ان پر واضح ہو جائے گا اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ۔ اور بیشک ہمارا فرمان سبقت کر چکا ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے بیشک وہ مدد دیے جائیں گے اور بے شک ہمارا ہی لشکر غالب رہے گا۔

یعنی اہل ایمان واسلام ہی غالب رہیں گے اس پر مشرکین و مجرمین اور منکر بطریق استہزاء و تمسخر کہنے لگے کہ وہ غلبہ اور فتوحات کہاں ہیں ابھی تو ہم ہی غالب ہیں اس کے جواب میں ارشاد ہوا۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ۔ انہیں تمسخر کرنے دیجئے تھوڑی دیر ان سے منہ پھیر لو اور انہیں دیکھتے رہو اور وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے تو کیا کفار ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں۔

یعنی ان کا استہزاء و تمسخر اور ان کا عذاب آنے پر جلدی کرنا فائدہ مند نہیں بلکہ۔

فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ۔ جب ہمارا عذاب ان کے آنگن میں اترے گا تو ان لوگوں کا انجام اور ان کی صبح بہت بری ہوگی۔

اس وقت ان کا پچھتانا بے کار ہوگا۔

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ۔ اور اے محبوب تھوڑی مدت تک ان سے منہ پھیر لیجئے اور انتظار کیجئے وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے۔

کہ کس طرح ہلاک ہوتے ہیں اس کے بعد اپنی شان کی تنزیہ اور مرسلین پر سلام اور اپنے لیے حمد بیان فرما کر سورۃ ختم کی۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ ہمارے رب کے لیے پاکی ہے جو عزت والا رب ہے اور ان صفتوں سے وہ منزہ ہے جو مشرکین بیان کرتے ہیں اور

سلام ہے پیغمبروں پر اور تمام خوبیاں اسی کے وجہ منیر کو ہیں جو تمام جہان کا پلنے والا ہے۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورہ صافات۔ پ ۲۳

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ اور بے شک یونس ہمارے رسولوں سے ہیں۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں یُرْوٰی عَلٰی مَا فِی الْبَحْرِ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ نَبِیٌّ وَّھُوَ ابْنُ ثَمَانٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً وَحُکِیَ فِی الْبَحْرِ اَنَّہٗ کَانَ فِیْ زَمَنِ مُلُوْکِ الطَّوَائِفِ مِنَ الْفُرْسِ وَھُوَ ابْنُ مَتّٰی بِفَتْحِ الْمِیْمِ وَتَشْدِیْدِ التَّاءِ الْفَوْقِیَّۃِ مَقْصُوْرٌ وَھَلْ ھٰذَا اِسْمُ اُمِّہٖ اَوْ اَبِیْہِ فِیْہِ خِلَافٌ فَقِیْلَ اِسْمُ اُمِّہٖ وَھُوَ الْمَذْکُوْرُ فِیْ تَفْسِیْرِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ۔

وَقِیْلَ اِسْمُ اَبِیْہِ وَھٰذَا کَمَا قَالَ ابْنُ حَجَرٍ اَصَحُّ۔ وَبَعْضُ اَھْلِ الْکِتَابِ یُسَمِّیْہِ یُوْنَانَ بْنَ مَائِیْ وَبَعْضُھُمْ یُسَمِّیْہِ یُوْنَہْ اِبْنَ اِمْتِیَائِیْ۔

حضرت یونس علیہ السلام نبی تھے اٹھائیس برس کی عمر میں انکو نبوت ملی۔ اور بحر میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایرانیوں کی طوائف الملوکی کے زمانہ میں ہوئے

آپ متی کے بیٹے ہیں۔ متی بفتح میم اور تشدید تا سے ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ متی آپ کے باپ کا نام ہے یا ماں کا تفسیر عبد الرزاق نے اسے بیان کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ متی آپ کے باپ کا نام ہے جیسا کہ علامہ ابن حجر سے مروی ہے۔

اور بعض اہل کتاب نے کہا کہ آپ کا نام یونان بن مائی تھا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا نام یونہ ابن امتیائی تھا۔

اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ فَسَاھَمَ فَکَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ۔ جبکہ وہ چلے بھری ہوئی کشتی کی طرف تو فَسَاھَمَ تو قرعہ ڈالا۔ ساہم کے معنی قارع ہیں یعنی اس امر کا قرعہ ڈالا کہ کشتی میں کون ہے تو قرعہ اندازی میں آپ مغلوب ہو گئے۔ مدحضین کے معنی مغلوبین ہیں۔ اور یہی وہ آیت ہے جس سے قرعہ اندازی مشروع رکھی گئی۔

اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے قوم سے عذاب کا وعدہ فرمایا تھا اور انہیں بتایا تھا کہ یہ عذاب تین دن میں آئے گا لیکن تین دن گذر جانے کے بعد بھی وہ عذاب نہ آیا تو حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالے کا حکم حاصل کیے بغیر ہی وہاں سے نکل گئے۔ اس شرم سے کہ قوم مجھے جھوٹا نہ کہے۔

اور جب قوم پر آثارات عذاب نمودار ہوئے تو انھوں نے آپ کو تلاش کیا مگر نہیں پایا تو کبار قوم نے

سب کو جمع کیا اور فیصلہ کیا کہ اگر یونس نہیں ملے تو ان کا خدا انو ہے اور سب چھوٹے بڑے اپنے گھر کے جانوروں سمیت جنگل میں نکلو اور بارگاہ مستجاب الدعوات میں توبہ کرو غرضکہ وہ عذاب ٹل گیا اور قوم تائب ہو کر عذاب سے بچ گئی۔

آپ کشتی میں تشریف لے آئے اور فرمایا لَا اَرْجِعُ اِلَيْهِمْ كَذَّابًا اَبَدًا۔ میں جھوٹا بن کر قوم میں کبھی نہ جاؤں گا حتی کہ جب کشتی موجوں میں گھر گئی اور پانی میں رک گئی تو کشتی والوں نے کہا مَا يَمْنَعُهَا اَنْ تَسِيْرَ اِلَّا اَنَّ فِيْكُمْ رَجُلًا مَشْئُوْمًا یہ کشتی یوں رکی ہے کہ ہم میں کوئی ایسا آدمی ہے جس کی وجہ کا یہ اثر ہے۔

فَاقْتَرَعُوْا لِيُلْقُوْا مَنْ وَقَعَتْ عَلَيْهِ الْقُرْعَةُ فِي الْمَاءِ فَوَقَعَتْ عَلٰى يُوْنُسَ ثُمَّ اَعَادُوْا فَوَقَعَتْ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ رَمٰى بِنَفْسِهٖ فِي الْمَاءِ۔ اس کے لیے قرعہ اندازی کی گئی فَسَاهَمَ سہم سے ہے جس کے معنی قرعہ اندازی کے ہیں تو کشتی والوں نے پہلی بار قرعہ ڈالا تاکہ جس کے نام پر قرعہ نکلے اسے دریا میں پھینک دیں تو قرعہ میں آپ کا نام نکلا کشتی والے حیران ہوئے کہ ایسی بزرگ ہستی پر قرعہ صحیح نہیں پڑا پھر دوبارہ قرعہ اندازی کی اس بار بھی آپ ہی کا نام نکلا جب حضرت یونس علیہ السلام نے ایسا دیکھا تو آپ نے اپنے کو دریا میں ڈال دیا آگے ارشاد ہے۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ۔ يَعْنِيْ اِبْتَلَعَهٗ مِنَ اللُّقْمَةِ۔ مچھلی نے آپ کو غرق ہونے سے قبل لقمہ کر لیا۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ اَخْرَجَهٗ اَحْمَدُ وَغَيْرُهٗ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ اَتٰى قَوْمًا فِيْ سَفِيْنَةٍ فَحَمَلُوْهُ وَعَرَفُوْهُ فَلَمَّا دَخَلَهَا رَكَدَتْ وَالسُّفُنُ تَسِيْرُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَقَالَ مَا بَالُ سَفِيْنَتِكُمْ قَالُوْا مَا نَدْرِيْ قَالَ وَلٰكِنِّيْ اَدْرِيْ اَنَّ فِيْهَا عَبْدًا اَبَقَ مِنْ رَّبِّهٖ وَاِنَّهَا وَاللّٰهِ لَا تَسِيْرُ حَتّٰى تُلْقُوْهُ قَالُوْا وَمَا اَنْتَ وَاللّٰهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَلَا نُلْقِيْكَ فَقَالَ لَهُمْ اقْتَرِعُوْا فَمَنْ قُرِعَ فَلْيُلْقَ۔ فَاقْتَرَعُوْا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَفِيْ كُلِّ مَرَّةٍ تَقَعُ الْقُرْعَةُ عَلَيْهِ فَرَمٰى بِنَفْسِهٖ فَكَانَ مَا قَضَى اللّٰهُ تَعَالٰى۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک جماعت اس کشتی میں آئی انہوں نے آپ کو پہچان لیا اور کشتی میں سوار کر لیا جب آپ کشتی میں آئے تو وہ چلنے سے رک گئی اور دائیں بائیں ہچکولے کھانے لگی تو آپ نے پوچھا تمہاری کشتی کو کیا ہوا۔ ملاحوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ آپ نے کہا البتہ میں جانتا ہوں کہ اس کشتی میں کوئی بندہ اپنے مالک سے بھاگ کر آیا ہوا ہے اور یقیناً خدا کی قسم یہ کشتی نہیں چلے گی جب تک وہ دریا میں نہ ڈالا جائے گا وہ لوگ بولے اور خدا کی قسم اے اللہ کے نبی وہ آپ نہیں ہیں پس ہم آپ کو دریا میں نہیں ڈالیں گے۔

تو آپ نے ان سے کہا قرعہ ڈالو تاکہ جس کے نام پر قرعہ آئے اسے ڈال دیا جائے چنانچہ تین بار قرعہ اندازی کی گئی مگر ہر بار قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا آخر حضرت یونس علیہ السلام نے خود ہی اپنے کو دریا میں

ڈال دیا یہ ہے وہ جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

اور قرعہ کس طرح ڈالا اس کا حال صاحب بحر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں اِنَّھُمْ اَخَذُوْا لِکُلٍّ سَھْمًا عَلٰی اَنَّ مَنْ طَفَا سَھْمُہٗ فَھُوَ وَمَنْ غَرَقَ سَھْمُہٗ فَلَیْسَ اِیَّاہُ فَطَفَا سَھْمُ یُوْنُسَ۔ اس ہی واقعہ کے ماتحت قرعہ اندازی کو مشروع قرار دیا اور آیت کریمہ فَسَاھَمَ سے استدلال کیا گیا۔

روایت ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام کشتی کے کنارے پکڑے ہوئے تاکہ اپنے کو دریا میں ڈالیں تو آپ نے ایک مچھلی دیکھی کہ پانی سے تین گز کی مقدار منہ نکالے ہوئے ہے اور آپ کی طرف بڑھ رہی ہے آپ نے اپنے کو دریا میں جانے کا دوسری سمت سے ارادہ فرمایا تو وہ مچھلی اس طرف آگئی غرضکہ آپ نے سمجھ لیا کہ یہ مچھلی بحکم الٰہی میرے لیے آئی ہے اور آپ نے اپنے کو دریا میں ڈال دیا مچھلی نے آپ کو پانی میں پہنچنے سے قبل ہی لقمہ کر لیا۔

اس مچھلی کا نام بروایت ابن ابی حاتم وقتادہ نجم تھا (روح المعانی)

وَھُوَ مُلِیْمٌ کے معنی آلوسی یہ کرتے ہیں اَیْ دَاخِلٌ فِی الْمَلَامَۃِ۔

ابن عباس فرماتے ہیں یہاں ملیم کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے اپنے کو قصوروار تصور فرمایا اور اس حال میں آپ شکم ماہی میں گئے اسی لیے بعض نے کہا ہے

قرص خورشید در سیاہی شد یونس اندر دہان ماہی شد

یہاں قرص خورشید سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں اور مصرعہ ثانی میں نام مبارک بھی صاف بتا دیا۔

اب ملیم سے مراد مسی و مذنب ہونا حضرت یونس علیہ السلام ہیں مگر یہ مسی ہونا اللہ کے نزدیک نہیں۔ بلکہ خود حضرت یونس علیہ السلام کے خیال میں ظاہر کیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین لہٰذا اسے اساءت اور خطا مقام یونس علیہ السلام کے اعتبار سے بتایا گیا کہ وہ حسنات سے بھی اعلیٰ ہے پھر ارشاد ہے۔

فَلَوْلَآ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ تو اگر وہ نہ ہوتا تسبیح کرنے والوں سے تو ضرور ٹھہرتا اس کے پیٹ میں قیامت تک۔

یعنی آپ کا شکم ماہی میں سلامت رہنا تسبیح کی برکت سے تھا چنانچہ ابن ابی شیبہ ضحاک بن قیس سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا اُذْکُرُوا اللہَ تَعَالٰی فِی الرَّخَاءِ یَذْکُرْکُمْ فِی الشِّدَّۃِ فَاِنَّ یُوْنُسَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ عَبْدًا صَالِحًا ذَاکِرًا لِلہِ تَعَالٰی فَلَمَّا وَقَعَ فِیْ بَطْنِ الْحُوْتِ قَالَ اللہُ تَعَالٰی فَلَوْلَآ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ الخ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ کَانَ عَبْدًا طَاغِیًا نَاسِیًا لِذِکْرِ اللہِ تَعَالٰی فَلَمَّآ اَدْرَکَہُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ

إِلَّا الَّذِيْ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقِيْلَ لَهٗ اٰلْاٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ مِنْ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ۔

حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے رہو فراخی میں وہ تمہیں یاد فرمائے گا تمہاری تنگی کے موقعہ پر اس لیے کہ حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے صالح بندے تھے اور اس کی یاد میں رہتے تھے اور جب بطن ماہی میں گئے تو بھی اس کی یاد کرتے رہے اسی بنا پر ارشاد ہے فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ الخ اور فرعون سرکش بندہ تھا اللہ کی یاد کو بھلا دینے والا تھا تو جب اسے غرق نے پکڑ لیا تو بولا میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ کوئی معبود نہیں مگر وہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔

تو اس کے جواب میں ارشاد ہوا اٰلْاٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ الخ اب تجھے ایمان کی سوجھی حالانکہ اس سے قبل تو تو بڑا نافرمان اور فسادی تھا۔

علامہ آلوسی اس پر توضیح فرماتے ہیں وَالْاَوْلٰى حَمْلُ زَمَانِ كَوْنِهٖ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ عَلٰى مَا يَعُمُّ زَمَانَ الرَّخَاءِ وَزَمَانَ كَوْنِهٖ فِيْ بَطْنِ الْحُوْتِ فَاِنَّ لِاِتِّصَافِهٖ بِذٰلِكَ فِيْ كِلَا الزَّمَانَيْنِ مَدْخَلًا فِيْ خُرُوْجِهٖ مِنْ بَطْنِ الْحُوْتِ لِلْمَفْهُوْمِ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ كَمَا يُشْعِرُ بِهٖ مَا فِيْ حَدِيْثٍ اَخْرَجَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدُوَيْهِ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا مِنْ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا الْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهَوٰى بِهٖ حَتّٰى اِنْتَهٰى اِلٰى مَا اِنْتَهٰى مِنَ الْاَرْضِ سَمِعَ تَسْبِيْحَ الْاَرْضِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاَقْبَلَتِ الدَّعْوَةُ نَحْوَ الْعَرْشِ فَقَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ يَا رَبَّنَا اِنَّا نَسْمَعُ صَوْتًا ضَعِيْفًا مِنْ بِلَادٍ غَرِيْبَةٍ۔

قَالَ سُبْحَانَهٗ وَمَا تَدْرُوْنَ مَا ذَاكُمْ؟

قَالُوْا لَا يَا رَبَّنَا۔ قَالَ ذَالِكَ عَبْدِيْ يُوْنُسُ۔

قَالُوا الَّذِيْ كُنَّا لَا نَزَالُ نَرْفَعُ لَهٗ عَمَلًا مُتَقَبَّلًا وَدَعْوَةً مُسْتَجَابَةً۔ قَالَ نَعَمْ

قَالُوْا يَا رَبَّنَا اَلَا تَرْحَمُ مَا كَانَ يَصْنَعُ فِي الرَّخَاءِ وَتُنْجِيْهِ عِنْدَ الْبَلَاءِ قَالَ بَلٰى فَاَمَرَ عَزَّ وَجَلَّ الْحُوْتَ فَلَفَظَهٗ۔

پہلے جو فرمایا وہ متحمل زمان مطلق ہے یعنی حضرت یونس علیہ السلام مطلقاً مسبح تھے عام اس سے کہ فراخی کے زمانہ میں تھے تو مسبح تھے اور جب شکم ماہی میں گئے تو مسبح تھے اس لیے کہ آپ کی صفت میں دونوں زمانہ داخل ہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ۔ اور ایسا ہی اس حدیث سے واضح ہے جسے عبدالرزاق اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت

یونس علیہ السلام کو جب مچھلی نے نگل لیا اور اس کے شکم کی گہرائیوں میں پہنچے تو زمین کی تسبیح آپ کو مسموع ہوئی تو آپ نے بھی ظلمات شکم میں پڑھنا شروع کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ تو آپ کی دعا جب عرش کی طرف گئی تو ملائکہ نے عرض کیا الٰہی ہم ایک ضعیف و نحیف آواز ایک غریب و کئیب مقام سے سن رہے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہوا تم جانتے ہو یہ کس کی آواز ہے؟

ملائکہ نے عرض کیا الٰہی ہم نہیں جانتے۔

ارشاد ہوا یہ میرے بندے یونس (علیہ السلام) کی آواز ہے۔

ملائکہ نے عرض کی یہ وہی یونس ہیں جن کے عمل ہم لایا کرتے اور ان کی دعا مستجاب ہوتی تھی۔

ارشاد ہوا ہاں یہ وہی یونس ہیں۔

ملائکہ نے عرض کی الٰہی کیا ان پر رحم نہ ہوگا جو فراخی میں تیری تسبیح کرتا تھا اب اسے بلا کے موقعہ پر نجات دیدے۔

ارشاد ہوا کیوں نہیں اور مچھلی کو حکم ہوا اس نے آپ کو اگل دیا۔

ابو حیان فرماتے ہیں لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖ سے یہ مراد ہے کہ آپ شکم ماہی میں قیامت تک رکھے جاتے لیکن آپ کی تسبیح کی برکت سے

فَنَبَذْنٰہُ بِالْعَرَآءِ وَھُوَ سَقِیْمٌ ۔ تو ڈال دیا ہم نے یونس کو میدان میں اور وہ بیمار تھا۔

یعنی ایسی جگہ نبذ یونس علیہ السلام کیا گیا جو مکان خالی اور میدان تھا۔ قاموس میں نبذ کی تعریف یہ ہے طَرْحُکَ الشَّیْءَ اِمَامًا اَوْ وَرَآءً ۔ نبذ کسی شے کا پھینکنا آگے یا پیچھے۔ نبذ دونوں کے لیے عام ہے علامہ راغب فرماتے ہیں اَلنَّبْذُ اِلْقَاءُ الشَّیْءِ وَطَرْحُہٗ لِقِلَّۃِ الْاِعْتِدَادِ بِہٖ وَالْمُرَادُ بِہٖ ھٰھُنَا الطَّرْحُ وَالْاِلْقَاءُ ۔ نبذ کسی شے کا ڈال دینا ہے۔

بِالْعَرَآءِ ۔ اَیْ بِالْمَکَانِ الْخَالِیْ عَمَّا یُغَطِّیْہِ مِنْ شَجَرٍ اَوْ نَبْتٍ ۔ یعنی ایسا میدان جسے کسی درخت کا سایہ نہ پہنچے۔ آگے آلوسی فرماتے ہیں۔

وَیُرْوٰی اَنَّ الْحُوْتَ سَارَ مَعَ السَّفِیْنَۃِ رَافِعًا رَاْسَہٗ یَتَنَفَّسُ وَیُوْنُسُ یُسَبِّحُ حَتّٰی اِنْتَھَوْا اِلَی الْبَرِّ فَلَفَظَہٗ ۔ روایت ہے کہ مچھلی کشتی کے ساتھ سطح آب سے منہ نکالے سانس لیتی ہوئی چل رہی تھی اور یونس علیہ السلام تسبیح میں مشغول تھے حتیٰ کہ وہ مچھلی ایک میدان میں پہنچی تو وہاں اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو اگل دیا۔

اور یہ سانس اس لیے مچھلی لیتی رہی کہ آپ کا دم نہ گھٹے۔
ایک روایت یہ بھی ہے کہ دریا میں مچھلی پھرتی رہی حتیٰ کہ جب دجلہ کے کنارے آئی تو نینوا ارض موصل کے پاس آپ کو اگل دیا۔ کما فی الکشف۔

بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ مچھلی دجلہ کی مچھلیوں میں سے تھی اور وہاں بڑی بڑی مچھلی دیکھی گئی ہیں۔

ایک قول ہے کہ وہ مچھلی دریائے نیل کی تھی۔

اور چونکہ روایات شبہہ سے خالی نہیں ہوتیں اس لیے اس روایت کی صحت پر حضرت وہب نے ایک قصہ نقل کیا جو ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

عَنْ وَهْبٍ اَنَّہٗ جَلَسَ هُوَ وَطَاؤُسُ وَنَحْوُهُمَا مِنْ اَهْلِ ذَالِكَ الزَّمَانِ فَذَكَرُوْا اَیَّ اَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَسْرَعُ ۔ فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی كَلَمْحِ الْبَصَرِ۔

وَقَالَ بَعْضُهُمُ السَّرِیْرُ حِیْنَ اُتِیَ بِهٖ سُلَیْمَانُ۔

وَقَالَ وَهْبٌ اَسْرَعُ اَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَنَّ یُوْنُسَ عَلٰی حَافَّةِ السَّفِیْنَةِ اِذْ اَوْحَی اللّٰهُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اِلٰی نُوْنٍ فِیْ نِیْلِ الْمِصْرِ فَمَا خَرَّ مِنْ حَافَّتِهَا اِلَّا فِیْ جَوْفِهٖ وَلَا شُبْهَةَ فِیْ اَنَّ قُدْرَةَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ لٰكِنَّ الشُّبْهَةَ فِیْ صِحَّةِ الْخَبَرِ۔

وہب فرماتے ہیں کہ وہ اور طاؤس اور مثل ان کے چند اس زمانہ کے لوگوں سے بیٹھے تھے تو امر الٰہی پر بحث ہوگئی کہ اسرع امر الٰہی کونسا ہے۔

بعض نے کہا اس کا حکم لمح بصر کی طرح پورا ہوتا ہے۔

بعض نے کہا تخت بلقیس پر حکم کی سرعت واضح ہوئی۔

حضرت وہب نے فرمایا اسرع امر الٰہی یہ تھا جبکہ یونس علیہ السلام کشتی کے کنارہ پر تھے اور اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو خفیہ حکم دیا کہ مصر کے دریائے نیل سے چلے اور یونس دریا میں نہ گرنے پائیں اور اس کے شکم میں داخل ہو گئے۔

اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ قدرت الٰہی اس سے بھی بلند ہے لیکن روایت کا شبہہ ضرور باقی رہتا ہے۔ اب اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کتنی مدت شکم ماہی میں رہے۔ اس کے متعلق ہمارے سامنے سات قول ہیں۔

اول عبداللہ بن احمد زوائد الزہد میں شعبی سے راوی ہیں قَالَ الْتَقَمَہُ الْحُوْتُ ضُحًی وَلَفَظَہٗ عَشِیَّۃً

بِکَاَنَّہٗ اَرَادَ حِیْنَ اَظْلَمَ اللَّیْلُ۔ دو پہر کو مچھلی نے لقمہ کیا اور شام کو اگل دیا۔

دوسرا قول عبد بن حمید وغیرہ قتادہ سے ہے اِنَّہٗ لَبِثَ فِیْ جَوْفِہٖ ثَلٰثًا۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں تین گھڑی رہے۔

تیسرا قول کتب اہل کتاب سے ہے ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَّثَلٰثَ لَیَالٍ تین دن تین رات رہے۔

چوتھا قول حضرت عطا اور ابن جبیر سے ہے سَبْعَۃَ اَیَّامٍ۔ سات دن آپ جوف ماہی میں رہے۔

پانچواں قول ضحاک سے ہے عِشْرِیْنَ یَوْمًا بیس دن رہے۔

چھٹا قول سید المفسرین ابن عباس اور ابن جریج اور ابی مالک اور سدی اور مقاتل بن سلیمان اور کلبی اور عکرمہ سے ہے اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا۔ چالیس دن آپ شکم ماہی میں رہے۔

ساتواں قول صاحب بحر کا ہے وہ کہتے ہیں صحیح روایت مدت لبث کی ہمیں نہیں ملتی جس سے ہم یہ بتا سکیں کہ کتنی مدت آپ رہے۔

البتہ یہ قطعی یقینی ہے کہ آپ کشتی سے بطن ماہی میں تشریف لے گئے اور وَھُوَ سَقِیْمٌ جو فرمایا اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ بطن حوت کی حرارت کا اثر بھی آپ کے جسد اطہر پر ہوا۔

چنانچہ ابن عباس اور سدی کہتے ہیں اِنَّہٗ عَادَ بَدَنُہٗ کَبَدَنِ الصَّبِیِّ حِیْنَ یُوْلَدُ۔ آپ کا جسم اس بچے کی مانند ہو گیا تھا جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔

اور ابن جبیر کہتے ہیں اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اُلْقِیَ وَلَا شَعْرَ لَہٗ وَلَا جِلْدَ وَلَا ظُفْرَ۔ حضرت یونس علیہ السلام کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ آپ کے جسم پر نہ بال تھے نہ کھال نہ ناخن چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

وَاَنْبَتْنَا عَلَیْہِ شَجَرَۃً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ۔ اور اگا دیا ہم نے اس پر ایک درخت یقطین کا۔

اور یقطین اگر قطن سے لیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ پر مثل خیمہ کوئی سایہ بنا دیا گیا۔

اور طبرسی کہتے ہیں کہ یہ سایہ عارضی کیا گیا تھا۔ نہ کہ پختہ

اور ابن مسعود اور ابو ہریرہ اور عمرو بن میمون اور قتادہ اور عکرمہ اور ابن جبیر اور مجاہد کہتے ہیں وہ درخت خرما یا یہی یا گھیا تھا۔ وَھُوَ الْقَرْعُ الْمَعْرُوْفُ اور گھیا کا درخت مشہور وہی ہے جسے عربی میں قرع بھی کہتے ہیں۔

اور حدیث میں ہے وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّہٗ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دبا یعنی گھیا محبوب تھا۔

اور آلوسی فرماتے ہیں اَنْبَتَہَا اللّٰہُ تَعَالٰی مُظِلَّۃً عَلَیْہِ لِاَنَّہَا تَجْمَعُ خِصَالًا۔ بَرْدُ الظِّلِّ وَالْمَلْمَسِ وَعِظَمُ الْوَرَقِ وَاَنَّ الذُّبَابَ لَا یَقَعُ عَلَیْہَا وَکَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِرِقَّۃِ جِلْدِہٖ بِمُکْثِہٖ فِیْ بَطْنِ الْحُوْتِ

يُؤْذِيهِ الذُّبَابُ فَمَمَا سَّتُهُ مَا بِهِ خُشُونَةٌ وَيُؤْلِمُهُ حَرُّ الشَّمْسِ وَيَسْتَطِيبُ بَارِدَ الظِّلِّ فَلَطَفَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِ بِذٰلِكَ۔

اللہ تعالےٰ نے اس بیل کو درخت کی شکل میں پیدا فرمایا تاکہ وہ آپ پر سایہ گستر رہے اس لیے کہ اس درخت میں متعدد خصائل ہیں۔

یہ سایہ میں برودت ہے۔

ہاتھ لگانے میں نہایت نرم اور چکنا ہے۔

اس کے پتے بڑے بڑے اور چوڑے ہیں جو سایہ پورا کرتے ہیں۔

مکھی اس پر اور اس کے پتوں پر نہیں بیٹھتی

اس کے چکنے ہونے اور نرم ہونے کی وجہ سے یہی درخت حضرت یونس علیہ السلام پر سایہ کرنے کے لیے مخصوص کیا گیا اس لیے کہ آپ شکم ماہی میں رہنے سے مثل جنین مضمحل ہو گئے۔ اور ایسی حالت میں مکھی سے محفوظ رکھنا ضروری تھا اور سایہ بھی ضروری تھا کہ حرارت شمس آپ کو اذیت نہ پہنچا سکے اور یہ سب اللہ تعالےٰ کا لطف و کرم تھا جو اپنے نبی پر فرمایا۔

اور ایک روایت ہے کہ کھیرے کے پتے اس کے لیے انفع ترین ہیں جس کی جلد کچی ہو جائے اور یہ بیل درخت کی شکل میں قدرت الٰہی سے ہو گئی۔

ابو حیان یہ بھی کہتے ہیں کہ بیل کا درخت کی شکل میں ہو جانا خارق عادات امور سے ہے تاکہ وہ آپ پر سایہ کرتا رہے۔

اور عبید بن حمید اور ابن جریر ابن جبیر سے ناقل ہیں کہ كُلُّ شَجَرَةٍ لَّا سَاقَ لَهَا فَهُوَ مِنَ الْيَقْطِيْنِ۔ ہر وہ درخت جس کا تنہ نہ ہو اسے یقطین کہا جاتا ہے دَالَّذِیْ یَکُوْنُ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مِنَ الْبِطِّيْخِ وَ الْقِثَّاءِ۔ اور جو زمین پر اگتا ہے وہ تربوز یا ککڑی ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اَنَّہٗ سُئِلَ عَنِ الْيَقْطِيْنِ اَهُوَ الْقَرْعُ قَالَ لَا وَلٰكِنَّهَا شَجَرَةٌ سَمَّاهَا اللّٰهُ الْيَقْطِيْنَ۔ یقطین کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ کدو کھیرا ہے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے سایہ کے لیے جو درخت پیدا فرمایا اس کا نام یقطین رکھا۔

اور ایک قول ہے شَجَرَةُ الْيَقْطِيْنِ هِیَ شَجَرَةُ الْمَوْزِ تَغَطّٰى بِوَرَقِهَا وَتُظِلُّ بِاَغْصَانِهَا وَاَفْطَرَ عَلٰى ثِمَارِهَا وَقِيْلَ شَجَرَةُ التِّيْنِ وَالْاَصَحُّ مَا تَقَدَّمَ۔ یقطین کیلے کے درخت کو کہتے ہیں اس نے اپنے پتوں میں حضرت یونس علیہ السلام کو سایہ کیا اور اس کے پھل سے آپ نے افطار فرمایا۔

ایک قول ہے وہ انجیر کا درخت تھا اور صحیح پہلی ہی روایت ہے۔

اور احمد نے زہد میں فرمایا جس کے راوی وہب ہیں کہ جب آپ دریا سے نکلے تو آپ کو نیند آگئی تو اللہ تعالے نے آپ پر گھیا اگادیا وہ دن بھر سایہ کرتا رہتا۔

ایک روایت ہے کہ گھیا کا سایہ کر دیا اور غیب سے ایک بکری صبح و شام آکر آپ کو دودھ پلا جاتی۔

ایک روایت ہے کہ جب آپ دریا سے نکلے تو آپ کو نیند آگئی اللہ تعالے نے آپ پر گھیا کی بیل اگادی وہ تمام دن آپ پر سایہ کرتی رہی آپ نے اس کا سبزہ اور سایہ دیکھ کر مسرت حاصل کی پھر آپ سو گئے اب بیدار ہوئے تو دیکھا وہ خشک ہو گئی ہے تو آپ غمگین ہوئے۔

تو ارشاد ہوا یونس تم وہ ہو کہ پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور آج اس درخت کے خشک ہو جانے پر غمگین ہو رہے ہو اور ہم وہ ہیں کہ ایک لاکھ آپ کے امتی پیدا کیے بلکہ اس سے بھی زاید پھر ان پر رحم فرمایا اور وہ اہل نینوی ہیں جس کا ذکر آگے فرمایا۔

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۔ اور ہم نے بھیجا اسے ایک لاکھ یا اس سے زاید کی طرف۔

فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۔ تو وہ یونس پر ایمان لے آئے تو ہم نے ایک مدت تک انہیں جینے دینے کی عمر دی۔ اس لیے کہ یہ لوگ آپ کی بعثت کے بعد ایمان نہیں لائے تھے۔

چنانچہ روایت ہے کہ جب یونس علیہ السلام ان سے علیحدہ ہو گئے تو انہوں نے عذاب دیکھا تو خوفزدہ ہو کر ایمان لے آئے۔ اسی کے متعلق ارشاد فرمایا فاٰمنوا۔ (روح)

اور حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ کے متعلق ایک طویل حدیث ہے جس میں مفصل بیان یہ ہے جسے احمد نے زہد میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ

حضرت یونس علیہ السلام جب شکم ماہی سے میدان میں آگئے اور اللہ تعالے نے آپ پر کدو کی بیل یا کیلہ یا انجیر پیدا کیا اور آپ کی حالت صحتیاب ہو گئی تو آپ وہاں سے نکلے تو راہ میں ایک لڑکا بکریاں چراتا ہوا ملا۔

آپ نے فرمایا اے لڑکے تو کس قوم سے ہے۔؟

اس نے کہا میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے ہوں۔

آپ نے فرمایا جب تو اپنی قوم میں جائے تو اسے میرا سلام کہنا اور کہہ دینا میں حضرت یونس علیہ السلام سے مل کر تمہیں ان کا سلام پہنچا رہا ہوں۔

غلام نے عرض کیا اگر آپ یونس ہیں تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میرے اس بیان کو قوم جھوٹ سمجھے گی اور جھوٹا قتل کیا جاتا ہے تو اس بیان پر میرے لیے گواہ کی ضرورت ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا یہ درخت تیرا گواہ ہے اور یہ مقام تیرے حق میں شہادت دیگا۔
غلام نے عرض کی حضور اسے حکم فرمادیں۔
آپ نے اس مقام اور درخت کو حکم دیا کہ جب یہ لڑکا آئے تو تم گواہی دینا۔ درخت اور بقعہ نے اقرار کیا۔
اب یہ لڑکا قوم میں آیا اور اس کے بھائی اس واقعہ کے بیان کرنے سے روکتے رہے مگر وہ بادشاہ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا میں حضرت یونس علیہ السلام سے ملا ہوں انہوں نے آپ کو سلام کہا ہے۔
بادشاہ نے یہ سنکر اسے جھوٹا قرار دیا اور قتل کا حکم دے دیا۔
لڑکے نے کہا حضور میرے پاس گواہ ہیں۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کے گواہ دیکھو چنانچہ وہ آدمیوں کو اس درخت اور بقعہ پر لایا اور کہا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا میں نے حضرت یونس علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔
درخت اور بقعہ نے شہادت دی۔
چنانچہ ان آدمیوں نے آکر بادشاہ کے حضور تصدیق کی۔
بادشاہ نے کہا تیری شہادت شجرہ اور بقعہ نے دی اور لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر اپنی مسند پر بٹھالیا اور کہا تو اس مسند کا زیادہ حقدار ہے میرے مقابلہ میں۔
چنانچہ چالیس سال تک یہ لڑکا اس ملک کا حکمران رہا۔
اس واقعہ سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام قوم میں واپس تشریف نہیں لائے جبتک کہ مچھلی کا واقعہ اور بقیہ قصہ پورا نہ ہو گیا۔
تو ارسال اول میں قوم نے انحراف کیا جس پر ارشاد ہے وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔
اور ارسال ثانی بعد لقمہ حوت آپ کا تشریف لانا اہل نینوی کی طرف نہیں ہوا چنانچہ اسرائیلیات سے بھی یہ امر واضح ہوتا ہے اور وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ پر آلوسی روایت کرتے ہیں کہ ایک لاکھ پر بیس ہزار انداز تھے۔
اور مفصل قصہ یونس علیہ السلام یہ ہے جو کتب اہل کتاب سے روح المعانی میں نقل کیا گیا

مفصّل قصہ یونس علیہ السلام

اللہ تعالے نے اہل نینوی کو دعوت اسلام دینے کے لیے آپ کو بھیجا۔

آپ کے مقام سے نینوی کا راستہ تین روز میں قطع ہوتا تھا اور اہل نینوی شر و فساد میں مشہور تھے۔
آپ نے انہیں دعوت اسلام دی انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا آپ نے انہیں عذاب سے ڈرایا اور تین روز میں عذاب آنے کی خبر دی تیسرے دن جب عذاب نہ آیا آپ وہاں سے نکل پڑے۔ آپ مقام نہ سبیس میں تشریف لائے اور وہاں سے یافا آئے۔
یہاں آپ نے کشتی دیکھی جو جانے والی تھی اس میں سواریاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے بھی کرایہ دے کر اس میں سواری فرمالی۔
اچانک چاروں طرف سے طوفانی ہوائیں اٹھیں اور موجوں کا تلاطم ہونے لگا اور کشتی چکرا کر ڈوبنے کے قریب آگئی تو ملاح گھبرا گئے اور کشتی کا بہت سا سامان دریا میں ڈالنا شروع کیا تاکہ کشتی ہلکی ہو جائے۔
حضرت یونس علیہ السلام کشتی کے بیچ میں تشریف لا کر سو گئے حتیٰ کہ آپ کا تنفس بلند ہو گیا۔ کشتی کا مالک آپ کے پاس آیا اور بولا آپ بے فکر سو رہے ہیں اٹھیے اللہ کے حضور دعا کیجئے تاکہ اللہ خلاصی عطا فرمائے اور ہمیں ہلاکت سے محفوظ فرمائے۔
اور کشتی والوں نے آپس میں گفتگو کرنی شروع کی کہ قرعہ اندازی کر کے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اس بلا کا موجب کون ہے۔
چنانچہ قرعہ اندازی میں حضرت یونس علیہ السلام کا نام آیا۔
لوگوں نے آپ سے استفسار کیا کہ ہمیں بتلائیے کہ آپ نے ایسا کیا کام کیا ہے جس سے یہ مصیبت ہم پر آئی اور آپ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں آپ کس قوم سے ہیں اور کس قبیلہ سے آپ کا نکاس ہے۔؟
حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا میں اس اللہ کا بندہ ہوں جو زمین و آسمان کا رب اور خالق بحر و بر ہے اور اپنا سب حال انہیں سنایا۔
لوگ آپ سے سخت خائف ہوئے اور کہنے لگے آپ نے ایسا کیوں کیا اور ملامت کرنے لگے۔ پھر آپ سے ہی سوال کیا کہ اب آپ ہی فرمائیں کہ ہم اب کیا کریں جس سے کشتی سکون پکڑے اور دریا طوفان سے سکون پر آئے۔
آپ نے فرمایا مجھے دریا میں ڈال دو دریا ساکن ہو جائے گا اس لیے کہ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہے۔
لوگوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح آپ کو کشتی سے خشکی پر اتار دیں۔ مگر ایسا نہ کر سکے اور خشکی پر اتارنے میں کامیاب نہ ہوئے۔

آخر ش مجبوراً حضرت یونس علیہ السلام کو کشتی والوں کی نجات کے لیے دریا میں ڈال دیا اور علی الفور دریا میں سکون آگیا۔

ادھر منجانب اللہ ایک بڑی مچھلی کو حکم ہوا کہ آپ کو نگل کر محفوظ رکھے چنانچہ آپ اس کے پیٹ میں تین دن تین رات رہے اور اس کے پیٹ میں تسبیح و تہلیل فرماتے رہے اور نجات کی درخواست کی تو اللہ تعالے نے مچھلی کو حکم دیا کہ انہیں خشکی میں اگل دے چنانچہ فَنَبَذْنٰہُ بِالْعَرَآءِ وَھُوَ سَقِیْمٌ قرآن پاک میں بھی ارشاد ہے کہ اس مچھلی نے آپ کو میدان میں ڈال دیا اس وقت آپ سقیم و نحیف اور کمزور تھے۔

پھر جناب باری تعالے عز شانہ کی طرف سے حضرت یونس علیہ السلام کو حکم ہوا قُمْ وَامْضِ اِلٰی نِیْنَوٰی کھڑے ہو اور نینوی پہنچو۔ وَنَادِ فِیْ اَھْلِھَا کَمَا اَمَرْتُکَ مِنْ قَبْلُ اور وہاں کے لوگوں کو ہدایت کرو جس کا میں تمہیں اس سے قبل حکم دیا تھا۔ فَمَضٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَنَادٰی تُخْسَفُ نِیْنَوٰی بَعْدَ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام ان میں پہنچے اور انہیں پکار کر فرمایا نینوی تین دن بعد دھنس جائے گا۔

فَاٰمَنَتْ رِجَالُ نِیْنَوٰی بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَنَادَوْا بِالصِّیَامِ وَلَبِسُوا الْمُسُوْحَ جَمِیْعًا وَّوَصَلَ الْخَبَرُ اِلَی الْمَلِکِ فَقَامَ عَنْ کُرْسِیِّہٖ وَنَزَعَ حُلَّتَہٗ وَلَبِسَ مُسُوْحًا وَّجَلَسَ عَلَی الرَّمَادِ وَنُوْدِیَ اَنْ لَّا یَذُوْقَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ وَالْبَھَائِمِ طَعَامًا وَّلَا شَرَابًا وَّجَارُوْا اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَرَجَعُوْا عَنِ الشِّرْکِ وَالظُّلْمِ فَرَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی فَلَمْ یَنْزِلْ بِھِمُ الْعَذَابُ فَحَزِنَ یُوْنُسُ وَقَالَ اِلٰھِیْ مِنْ ھٰذَا ھَرَبْتُ فَاِنِّیْ عَلِمْتُ اِنَّکَ الرَّحِیْمُ الرَّؤُفُ الصَّبُوْرُ التَّوَّابُ یَارَبِّ خُذْ نَفْسِیْ فَالْمَوْتُ خَیْرٌ لِّیْ مِنَ الْحَیَاۃِ

یہ سن کر نینوی والے ایمان لے آئے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ روزے رکھیں اور سب ٹاٹ پہنیں یہ خبر بادشاہ کو پہنچی وہ سنتے ہی اپنی کرسی سے اٹھا اور لباس شاہی اتار کر لباس ٹاٹ کا ملبس کیا اور خاک پر بیٹھ گیا اور اعلان کر دیا کہ کوئی کسی سے کچھ لے کر نہ کھائے جانوروں سے کوئی گوشت نہ لے نہ دودھ پئے اور اللہ تعالے کی طرف رجوع رہے اور شرک اور جور وظلم سے رک جائے تو اللہ تعالے نے ان پر رحم فرمادیا اور عذاب آتا ہوا رک گیا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے دیکھا کہ عذاب موعود نہیں آیا تو غمگین ہوئے کہ میں ان میں جھوٹا کہلاؤں گا تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی خدایا میں یہاں سے جاتا ہوں۔

اس لیے کہ میں جانتا ہوں تو رحیم رؤف، صبور اور توبہ قبول کرنے والا ہے یا اللہ اب تو میری جان قبض کر لے اس لیے کہ مجھے موت اس زندگی سے بہتر ہے جس میں مجھے اپنی قوم کے آگے جھوٹا بننا پڑا تو ارشاد ہوا یَا یُوْنُسُ حَزِنْتَ مِنْ ھٰذَا اَحَدًا۔ اے یونس کیا تمہیں اس کا بہت زیادہ رنج ہے۔

عرض کی نَعَم یَا رَبِّ ہاں اے میرے رب وَخَرَجَ یُوْنُسُ وَجَلَسَ مُقَابِلَ الْمَدِیْنَۃِ وَصَنَعَ لَہٗ ھُنَاکَ مَظَلَّۃً وَجَلَسَ تَحْتَھَا اِلٰی اَنْ یَرٰی مَا یَکُوْنُ فِی الْمَدِیْنَۃِ۔ اور یونس علیہ السلام نکلے اور شہر کے سامنے ایک چھپر بنا کر اس میں بیٹھ گئے تاکہ آپ شہر والوں کے کوائف سے آگاہ ہو سکیں۔

تو اللہ تعالٰے نے حکم دیا کہ کدو درخت بن کر آپ کو سایہ کرے چنانچہ اس ٹھنڈے سایہ سے آپ بہت خوش ہوئے۔

تو اللہ تعالٰے نے کیڑے کو حکم دیا اس نے یقطین کو کھو کھلا کر دیا وہ سوکھ گیا۔

پھر باد سموم آئی اور سورج حضرت یونس علیہ السلام کی طرف چڑھا حتی کہ آپ دھوپ سے گھبرا گئے اور موت پسند فرمانے لگے تو اللہ تعالٰے کی طرف سے ارشاد ہوا۔

یَا یُوْنُسُ اَحَزِنْتَ جِدًّا عَلَی الْیَقْطِیْنِ۔ اے یونس کیا کدو کے خشک ہونے سے آپ کو بہت رنج ہوا آپ نے عرض کی بیشک اے میرے رب مجھے بہت زیادہ رنج ہوا۔

ارشاد الٰہی ہوا یونس تم صرف درخت کے خشک ہونے پر غمگین ہو گئے اور ہمیں نینوی کی بستی کی ہلاکت پر بھی رحم نہ آتا جو بارہ بستیوں میں لوگ آباد ہیں اور وہ اپنا دایاں بایاں کچھ نہیں جانتے اور ان کے جانور اور مویشی بکثرت ہیں۔

یہ قصہ اسرائیلیات سے بغرض تفکہ ناظرین لکھ دیا گیا وَکَمْ لِاَھْلِ الْکِتَابِ مِنْ بَاطِلٍ۔

اس کے بعد مشرکین مکہ کے عقائد باطلہ فاسدہ کاسدہ کی طرف رجوع فرما کر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے۔

فَاسْتَفْتِہِمْ اَلِرَبِّکَ الْبَنَاتُ وَلَہُمُ الْبَنُوْنَ۔ تو اے محبوب آپ ان سے پوچھیں کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے۔

عرب میں قبیلہ جہینہ اور سلیم اور خزاعہ اور بنی ملیح کا یہ عقیدہ تھا کہ ملائکہ معاذ اللہ اللہ تعالٰے کی بیٹیاں ہیں۔ تَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ اسی طرح یہود کا عقیدہ تھا کہ حضرت عزیر علیہ السلام ابن اللہ ہیں۔ اور عیسائی کہتے تھے کہ حضرت عیسی علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں ان سب کا رد اور بطلان فرمایا گیا اور فرمایا تم میں جو رسول آئے انہوں نے تمہیں بتایا سمجھایا مگر تم اپنے باطل اعتقاد پر اڑے ہوئے ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰی یَکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ۔ زمین اور آسمان کا بنانے والا کائنات کا خالق اس کے لیے اولاد قرار دینا عقل کا نقصان اور سمجھ کی کوتاہی ہے۔ رب السموات والارض کے لیے اپنے جیسا کنبہ قرار دینا بے شعوری اور کفر صریح ہے۔

اسی لیے فَاسْتَفْتِهِمْ فرما کر ارشاد ہوا کہ اپنے لیے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے لیے جو بیٹیاں پسند کر رہے ہیں وہ کتنے بے عقل ہیں اور حضور کو اس سوال پہ مامور فرمانا حضور کی شرافت تام اور اعزاز خاص کے لیے ہے۔ پھر ارشاد ہے۔

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ۔ ان سے دریافت فرمائیے کیا ہم نے ملائکہ کو اناث بنایا تو وہ اس امر کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

حالانکہ ملائکہ تو وہ لطیف نورانی اجسام سے ہیں جنہیں سوا انبیاء کرام کوئی دیکھ بھی نہیں سکتا۔ انہیں کم از کم اتنا ہی سوچنا تھا کہ ملائکہ جب ان سے اقوی اور اعظم تقدس ہیں جو نقائص طبعی سے بھی منزہ ہیں وہ اناث کیسے ہو سکتے ہیں اس لیے کہ انوثیت تو اخص صفات حیوانیت سے ہے اس لیے دوسری جگہ فرمایا اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ کیا وہ پیدائش ملائکہ کے وقت حاضر تھے آخر فیصلہ فرمایا۔

اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ خبردار رہو یہ سب کچھ ان کا افتراء صریح اور کذب قبیح ہے۔ اور

بعض ان کے یہ بھی کہتے ہیں یعنی عیسائی اور یہودی۔

وَلَدَ اللّٰهُ۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اور حضرت عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کو ابن اللہ بتاتے ہیں۔
اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ یقیناً وہ نرے جھوٹے کذاب ہیں۔

عربی میں افک بمعنی اتہام و کذب مستعمل ہے۔

اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ۔ کیا بیٹوں پر اس نے بیٹیاں چنیں۔

عربی میں اصطفاء کہتے ہیں اَخَذَ صَفْوَةَ الشَّيْءِ لِنَفْسِهٖ۔ کسی شے کی صفت خاص کو اپنے لیے پسند کر لینا۔ آخر میں ارشاد ہے۔

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ تمہیں کیا ہو گیا کیسے محاکمہ کرتے ہو کیا تم ہدایت نہیں لیتے اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ۔ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ کیا تمہارے پاس کوئی روشن دلیل ہے تو لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔

یعنی اگر تمہارے پاس کوئی حجت واضح ہے جو آسمان سے تم پر اتری ہے کہ ملائکہ بنات اللہ ہیں تو لاؤ اپنے صحت دعوی پہ ناطق دلیل اگر تم سچے ہو۔

اس کے بعد ان مشرکین کے اوہام باطلہ کا رد ہے جو جن و شیاطین اور رب العزت جلت مجدہ تبارک و تعالیٰ شانہ کے مابین رشتہ مصاہرت قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے علی سبیل التکبیت سوال فرمایا فَمَنْ اُمَّهَاتُهُمْ تو ان کی مائیں کون ہیں فَقَالُوْا بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ تو بولے جنوں کی بیٹیاں۔

چنانچہ حضرت حسن بصری سے بھی یہی روایت ہے۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ زنادقہ کا یہ عقیدہ تھا کہ شیطان اور اللہ تعالے معاذ اللہ بھائی ہیں۔ تو اللہ تعالے خیر کریم ہے اور ابلیس لعین شریر لئیم۔ اسی کا رد فرمایا گیا جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ۔ اور ان زندیقوں نے اللہ تعالے اور شیاطین میں رشتہ بنایا اور حقیقت حال یہ ہے کہ جن جانتے ہیں کہ وہ ضرور حاضر کیے جائیں گے۔ چنانچہ

طبرسی کلبی سے اور امام رازی بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ مذہب مجوس کا تھا وہ کہتے تھے کہ یزداں اور اہرمن۔ ان میں سے ایک نوری ہے اور ایک ظلمت ہے لیکن اس اعتقاد کی اصل قریش اور ان کے قبائل میں نہیں ملتی۔

اور مجاہد اور عبد بن حمید عکرمہ سے راوی ہیں اور ابن ابی شیبہ ابی صالح سے کہ اِنَّ الْمُرَادَ بِالْجِنَّةِ الْمَلٰئِكَةُ۔ جنۃ سے مراد ملائکہ ہی ہیں۔

اور مجمع البیان میں قتادہ بھی یہی کہتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ جن کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وَجْهُ التَّسْمِيَةِ بِالْجِنِّ الْاِسْتِتَارُ عَنْ عُيُوْنِنَا فَالْجِنُّ وَالْجِنَّةُ بِمَعْنٰى مَفْعُوْلٍ مِنْ جَنَّهٗ اِذَا سَتَرَهٗ۔ جن ہماری نظروں سے مستتر ہے تو جن اور جنت بمعنی مفعول ہے اور جنہ اس وقت بولتے ہیں جب اس میں پوشیدہ ہو جائیں۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّ نَوْعًا مِنَ الْمَلٰئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يُسَمّٰى الْجِنَّ۔ ایک قسم ملائکہ کی وہ ہے جنہیں جن کہا جاتا ہے وَمِنْهُمْ اِبْلِيْسُ اور انہیں سے ابلیس علیہ اللعنہ ہے۔ لیکن قرآن کریم میں ابلیس کو کَانَ مِنَ الْجِنِّ فرمایا گیا مگر ملائکہ کو جن نہیں کہا بنا بریں یہ اقوال من حیث الاقوال منقول کیے گئے حقیقت وہی ہے جو قرآن کریم سے واضح ہے۔ اور

وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ اسی لیے فرمایا کہ ان سے رشتہ ماننے والے زنادقہ خالص گمراہ ہیں اس لیے کہ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَتِ الشَّيَاطِيْنُ اَيْ جِنُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحْضِرُهُمْ وَلَاُذِيْقَنَّهُمُ النَّارَ وَيُعَذِّبُهُمْ بِهَا۔ اور قسم بخدا شیاطین الجن اور تمام جنین جانتے ہیں کہ اللہ تعالے انہیں محشور فرمائے گا اور لازمی طور پر ان کے لیے جہنم ہے اور انہیں عذاب دیگا۔

یا اس کے یہ معنی ہیں وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ الَّذِيْنَ جَعَلُوْا بَيْنَهٗ تَعَالٰى وَبَيْنَهُمْ نَسَبًا وَّقَالُوْا بَنَاتُهٗ اِنَّ الْكَفَرَةَ لَمُحْضَرُوْنَ النَّارَ مُعَذَّبُوْنَ بِهَا لِكَذِبِهِمْ وَاِفْتِرَائِهِمْ فِيْ قَوْلِهِمْ ذٰلِكَ۔

قسم بخدا ملائکہ انہیں جانتے ہیں جو اللہ تعالے اور اجنہ کے مابین نسب بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ملائکہ اسکی معاذ اللہ بیٹیاں ہیں کہ یہ تمام کفار ضرور جہنم میں ہوں گے اور عذاب دیے جائیں گے اپنے جھوٹے خیال اور افترا کی وجہ سے آخر میں ارشاد ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ صفت کرتے ہیں۔

تمام وجوہ سے وہ منزہ ہے اس کے لیے یہ لائق ہی نہیں۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ۔ مگر اللہ کے خالص بندے۔

یہ استثناء منقطع ہے من المحضرین سے یعنی مخلص بندے جہنم میں نہیں جائیں گے کہ وہ نجات یافتہ ہیں اس کے بعد ارشاد ہے۔

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِيْنَ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ۔ تو تم اور جسے تم پوجتے ہو اس پر قدرت نہیں رکھتے کہ مومنین کو فتنہ میں ڈالو مگر وہی جو تقدیر الٰہی میں جہنم سے ملنے والے ہیں۔

یعنی جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا کہ مومنین مخلصین نجات یافتہ ہیں تو تم انہیں فتنہ کفر میں مبتلا نہیں کر سکتے مگر وہی جن کے لیے جہنم مقدر ہو چکا ہے گویا یہ ارشاد ہے۔ اَنَّكُمْ وَاٰلِهَتَكُمْ قُرَنَاءُ لَا تَبْرَحُوْنَ تَعْبُدُوْنَهَا ثُمَّ قَبْلَ مَا اَنْتُمْ عَلٰى عِبَادَةِ مَا يَعْبُدُوْنَ بِبَاعِثِيْنَ اَوْ حَامِلِيْنَ عَلٰى طَرِيْقِ الْفِتْنَةِ وَالْاِضْلَالِ اَحَدًا اِلَّا مَنْ سَبَقَ فِيْ عِلْمِهٖ تَعَالٰى اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ۔ یعنی تم اور تمہارے ساتھی جنہیں تم پوجتے ہو اس کے ساتھ فتنہ کی راہ پر نہیں ڈال سکتے اور کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے مگر اسی آدمی کو علم الٰہی میں جہنمی لکھا گیا ہے۔

قَالَ فِي الْكَشْفِ وَمَعْنَى الْاٰيَةِ اَيْ عَلَيْهِ اِنَّكُمْ يَا كَفَرَةُ مَعَ مَعْبُوْدِيْكُمْ لَا يَتَسَهَّلُ لَكُمْ اِلَّا اَنْ تُفْتِنُوْا مَنْ هُوَ ضَالٌّ مِثْلُكُمْ۔ صاحب کشف فرماتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے کافرو تم بمعہ اپنے معبودوں کے آسان نہیں مومنین کو فتنہ میں ڈالنا مگر وہی گمراہ ہو سکتے ہیں جن کے لیے علم اللہ میں جہنمی ہونا مقدر ہو چکا ہے۔

یہ اسلوب بیان ایسا ہی ہے جیسا کہ لبید بن عقبہ بن ابی معیط جَعَلَهُ اللّٰهُ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ نے حضرت امیر معاویہ کو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ پر برانگیختہ کرنا چاہا تھا مگر آپ آمادہ نہ ہوئے اور فتنہ میں پڑنے سے محفوظ رہے۔

اس کے بعد ملائکہ مقربین کا اعتراف عبودیت ظاہر فرمایا تاکہ ان کے زعم باطل کا رد ہو جائے حیث قال وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ہم میں سے کوئی فرشتہ نہیں مگر اس کا ایک مقرر مقام ہے اور ہم لازمی طور پر صف بستہ پر پھیلائے ہوئے اس کی تسبیح کرنے ہیں

اس آیت کریمہ میں ملائکہ کا اعتراف عبودیت بیان فرمایا اور جن کا زعم باطل تھا کہ ملائکہ بنات اللہ ہیں اس کا رد فرمایا اور بتایا کہ تمام ملائکہ عبادت میں جھکے ہوئے اور امر الٰہی کے انتظار میں صف بستہ پر پھیلائے ہوئے ہیں وہ امر الٰہی سے ذرہ بھر متجاوز نہیں ہو سکتے اور ہر حال میں عظمت ذات کے حضور خشوع وخضوع میں خشیت الٰہی سے سر بسجود اور متواضع ہیں جلال الٰہی جل وعلا سے جیسا کہ حدیث میں ہے فَمِنْهُمْ رَاكِعٌ لَا يُقِيْمُ صُلْبَهٗ وَسَاجِدٌ لَا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ۔ ملائکہ میں سے ایک جماعت راکع ہے وہ کمر سیدھی نہیں کرتے اور ایک جماعت ساجد ہے جو سر نہیں اٹھاتی۔

اور ترمذی نے بسند حسن اور ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے حضرت ابوذر سے روایت کیا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ السَّمَآءَ اَطَّتْ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِيْهَا مَوْضَعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَفِيْهِ مَلَكٌ وَاضِعًا جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے بیشک آسمان چڑ چڑا رہا ہے اور اس کا چڑ چڑانا صحیح ہے آسمان میں چار انگل جگہ نہیں مگر اس میں فرشتہ اللہ تعالے کے حضور سجدہ میں پڑا ہے۔

اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ اور محمد بن نصر مروزی کتاب الصلوٰۃ میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فِي السَّمَآءِ مَوْضَعُ قَدَمٍ اِلَّا عَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ اَوْ قَائِمٌ وَذٰلِكَ قَوْلُ الْمَلٰٓئِكَةِ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضور نے فرمایا آسمان میں ایک قدم جگہ نہیں مگر اس پر ایک فرشتہ ساجد یا قائم ہے اور یہ ہے وہ بیان ملائکہ جو قرآن کریم میں ہے وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ۔

اور سدی کہتے ہیں الا لہ مقام معلوم سے مراد قرب ومشاہدہ ہے۔ اور سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ سے مراد تنزیہہ ملائکہ ہے جو مشرکین نے کہا کہ ملائکہ بنات اللہ ہیں اور اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ میں برامت مخلصین ہے کہ وہ ایسی گمراہی سے باتیں نہیں کرتے گویا آیت کریمہ میں یوں ارشاد ہوا۔

وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْمَلٰئِكَةُ اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ لَمُعَذَّبُوْنَ بِقَوْلِهِمْ ذٰلِكَ وَقَالُوْا سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ نَحْنُ مِنْ جُمْلَتِهِمْ بُرَآءُ مِنْ ذٰلِكَ الْوَصْفِ۔ بیشک ملائکہ جانتے ہیں کہ مشرکین ضرور معذب ہوں گے اپنے اس قول کی وجہ سے اور ملائکہ نے کہا وہ ذات تعالیٰ شانہ پاک ہے ایسی باطل اور گمراہ باتوں سے جو مشرکین کہتے ہیں لیکن ہم اللہ کے بندے وہ ہیں کہ ان کی ان باتوں سے بری ہیں اور ایسے اوصاف بیان کرنے سے محترز ہیں۔ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ۔ جو جنوں کے پرستار ہیں وہ جہنمی ہیں۔ اور اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ میں یہ بھی تصریح ہے کہ ملائکہ عبادت الٰہی میں صف بستہ ہیں۔

اس پر متعدد قول ہیں

قَالَ نَاصِرُ الدِّيْنِ اَيْ فِيْ اَدَآءِ الطَّاعَةِ وَمَنَازِلِ الْخِدْمَةِ۔ ناصر الدین کہتے ہیں کہ ملائکہ اداء طاعت اور منازل خدمت میں صف بستہ ہیں۔

وَقِيْلَ الصَّآفُّوْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ مُنْتَظِرُ الْاَمْرِ الْاِلٰهِيْ۔ ایک قول یہ ہے کہ ملائکہ صف بستہ منتظر حکم الٰہی کھڑے ہیں۔

وَقِيْلَ صَآفُّوْنَ اَجْنِحَتَهَا فِي الْهَوَآءِ مُنْتَظِرِيْنَ مَا يُؤْمَرُ۔ پر پھیلائے ہوئے انتظار امر الٰہی کر رہے ہیں کہ کیا حکم ہوتا ہے۔

وَاَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا كَصُفُوْفِ الْمَلٰئِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَجُعِلَتْ لَنَا تُرْبَتُهَا طَهُوْرًا اِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَآءَ۔ ہمیں آدمیوں پر تین فضیلتیں حاصل ہیں۔

ہماری عبادت میں ملائکہ کی صفوں کی طرح صف ہیں۔

ہمارے لیے روئے زمین مسجد کی گئی۔

ہمارے لیے زمین کی مٹی پاک کی گئی جب ہم پانی نہ پاسکیں۔

وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ۔ اور ہم ضرور اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

یعنی اس کو منزہ سمجھتے ہیں ان صفات سے جو اس کے لائق نہیں اور مسبحون کے اور معنی بھی ہیں۔

اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَغَيْرُهٗ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ قَالَ الْمُسَبِّحُوْنَ اَيِ الْمُصَلُّوْنَ۔ مسبحون سے مراد مصلون ہے اور ابن عباس فرماتے ہیں اِنَّ كُلَّ تَسْبِيْحٍ فِي الْقُرْاٰنِ بِمَعْنَى الصَّلٰوةِ۔ قرآن کریم میں تمام تسبیح جو مذکور ہیں وہ بمعنی نماز ہیں۔

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ فَكَفَرُوْا بِهٖ

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۔ اور بیشک یہ کفار قریش کہتے ہیں حضور کی بعثت سے پہلے کہ اگر ہمارے پاس ہوتی پہلے سے کوئی کتاب تو ہم ضرور مخلص بندوں سے ہوتے تو کفر کیا انہوں نے قرآن کے ساتھ تو اس انکار کا بدلہ عنقریب جان لیں گے۔

ترجمہ سے مفہوم آیت کریمہ واضح ہے آگے ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ۔ اور یقیناً قطعاً ہمارا وعدہ ہمارے مرسلین کرام کے ساتھ اول ہی ہو چکا ہے کہ وہ منصور و مظفر ہیں اور ہمارا لشکر لازمی طور پر غالب ہے۔

ایسا ہی ارشاد دوسری جگہ بھی فرمایا گیا لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ۔ اور جند سے مراد انبیاء کرام کے متبعین ہیں اور مومنین مشرکین پر ضرور غالب رہیں گے چنانچہ ارشاد ہے۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ۔ ان سے ایک مدت تک اعراض فرمائیں اور صبر کیجئے عنقریب یہ اپنے کفر کی سزا دیکھ لیں گے۔

یعنی ابھی اعراض فرمائیں اور قتال کی طرف نہ جائیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مخاطبہ ہے۔

سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ بدر کے دن تک اعراض فرمائیں۔

بعض کہتے ہیں حدیبیہ تک صبر و اعراض کا حکم ہے۔

اور ابن جریر قتادہ سے راوی ہیں اِنَّهٗ قَالَ اِلٰى يَوْمِ مَوْتِهِمْ۔ ان کی موت تک انتظار کا حکم ہے۔ وَاَبْصِرْهُمْ سے مراد ان کا سوء حال اور انقطع نکال ہے جو بعد چندے ان پر گذرا کہ قید بھی ہوئے قتل بھی ہوئے۔ اور مسلمانوں نے اپنی فتح و نصرت دیکھی فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ سے مراد مومنین کی فتح اور نصرت دیکھنا ہے اس کے بعد بطریق استفہام توبیخی ارشاد ہے۔

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ۔ یہ کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں تو جب وہ عذاب ان پر میدان میں اترے گا تو ڈرائے گئے کیا ہی بری صبح ہوگی ڈرائے ہوؤں کی آیہ کریمہ کے شان نزول سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مشرکین کا جواب ہے جو انہوں نے حضور سے سوال کیا تھا جیبر ابن عباس سے راوی ہیں قَالُوْا يَا مُحَمَّدُ اَرِنَا الْعَذَابَ الَّذِيْ تُخَوِّفُنَا بِهٖ وَعَجِّلْهُ لَنَا فَنَزَلَتْ۔ مشرکین نے حضور سے عرض کیا حضور ہمیں وہ عذاب دکھا دیجئے جس سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں اور جلدی کیجئے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا۔ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ الخ اور جواب دیا گیا۔

فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ۔ تو جب عذاب موعود نازل ہو گیا بساحتہم ان کے

آنگنوں اور میدانوں میں ساحۃ میدان و سبع کے معنی میں مستعمل ہے۔

تو بری صبح ہوگی ان کے لیے اور صباح عرف میں استعارتاً وقت عذاب کے معنی میں فرمایا گیا جیسے صباح الجیش بولتے ہیں جو اچانک دشمن کو غافل پا کر حملہ کیا جائے اور قتل وغارت عموماً صبح کے وقت ہی کی جاتی رہی ہے چنانچہ خیبر کے موقع پر صبح کے وقت حضور نے فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَۃِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ۔ اللہ اکبر خیبر خراب ہوگا جبکہ ہم ان کے میدانوں میں نازل ہوں گے تو بری صبح ہوگی ڈرائے ہوؤں کی۔ اس کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلیہ ارشاد ہے۔

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ۔ اور ایک مدت تک ان سے منہ پھیرے رہیے اور دیکھئے یہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے۔

کہ انہیں دنیا میں کیا رسوائی اور عذاب آتا ہے اور آخرت کا عذاب کیسا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کا بیان ہے جو مشرکین اس کی ذات پر کہتے تھے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ پاکی ہے تمہارے رب کے لیے جو رب العزت ہے ان چیزوں سے جس کے ساتھ اس کی صفت یہ مشرک کرتے ہیں۔

یعنی اولاد بیٹے اور بیٹیوں سے منزہ ہے اس کے بعد شرافت انبیاء ظاہر فرمانے کو ارشاد ہوا۔

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اور اللہ کے رسولوں پر سلامتی ہے ہر طریقہ سے وہ دشمنوں میں اسی سلامتی کے ماتحت محفوظ و مصئون ہیں۔ اور تمام محامد اسی کے وجہ منیر کو ہے جو رب العالمین ہے۔

سورۃ مبارکہ کی آخری آیت کی فضیلت اور اجر۔ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ مِنَ الْجَوَامِعِ وَالْكَوَامِلِ وَوُقُوْعُهَا هٰذَا يُنَادِيْ بِلِسَانٍ ذَلْقٍ اَنَّهُ كَلَامُ مَنْ لَّهُ الْكِبْرِيَاءُ وَمِنْهُ الْعِزَّةُ جَلَّ جَلَالُهُ وَعَمَّ نَوَالُهُ۔ یہ آیت جامع و کامل ہے اور اس کا وقوع یہ ہے کہ عجز کے ساتھ زبان سے اس ذات کے ساتھ کلام کیا جاتا ہے جس کے لیے کبریائی زیبا ہے اور اسی کی ذات کے لیے عزت ہے جل جلالہ وعم نوالہ و اعظم شانہ وتم برہانہ۔

خطیب حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَعْدَ اَنْ يُّسَلِّمَ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ حضور جب نماز کا سلام فرماتے تو بعد میں سبحان ربک رب العزۃ۔ آخر تک پڑھتے

طبرانی حضرت زید بن ارقم سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بعد نماز

کے کہے سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ الخ تین بار تو اس نے بڑے پیمانہ میں اپنا اجر ناپ لیا اور ابن ابی حاتم شعبی سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْاَوْفٰى مِنَ الْاَجْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلْيَقُلْ اٰخِرَ مَجْلِسِهٖ حِيْنَ يُرِيْدُ اَنْ يَّقُوْمَ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ الخ جسے پسند ہو کہ اس کا اجر قیامت کے دن پورا تولا جائے اسے چاہئے کہ نماز کے آخر میں جب اٹھنے کا ارادہ کرے تو سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھے۔

اور ابو داؤد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ فرمایا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے چند کلمہ ہیں کہ اسے جو بھی بعد الفراغ نماز کھڑے ہوتے ہوئے تین بار پڑھ لے تو اس کے صغائر کے لیے کفارہ ہو جاتے ہیں وہ کلمے یہ ہیں سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اور اگر یہ بھی بڑھا لے تو افضل ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ صٓ ۔ پ ۲۳

صٓ ۝	اے صادق و مصدوق
وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ ۝	قسم ہے قرآن اللہ کی یاد دلانے والے کی۔
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝	بلکہ وہ جو کافر ہیں تکبر و نفاق و شقاق میں ہیں۔
كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝	کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں ان سے پہلے تو اب وہ پکاریں اور نہیں تھا ان کے لیے چھوٹنے کا وقت
وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝	اور تعجب کیا انہوں نے اس پر کہ ان کے پاس آیا ڈر سنانے والا انہی میں سے تو کافر بولے یہ جادوگر کذاب ہے۔
اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عُجَابٌ ۝	کیا کر دیے اس نے سب خداؤں کا ایک خدا بیشک یہ عجیب بات ہے۔
وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا	اور چلے ان کے سرداران میں سے کہ ان کے پاس سے

عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝

چل دو اور اپنے خداؤں پر صابر رہو بے شک اس میں اس کا کچھ مطلب ہے۔

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝

ہم نے نہ سنا پچھلے دین نصرانیت میں بھی یہ تو نری من گھڑت بات ہے۔

ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝

کیا ان پر اتارا گیا ہے قرآن ہمارے اندر بلکہ وہ شک میں ہیں میری کتاب سے بلکہ ابھی نہیں چکھا انہوں نے میرے عذاب کا مزہ۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ۝

کیا ان کے پاس رحمت کے خزانہ ہیں تمہارے رب عزت والے کے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ۝

کیا ان کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان میں ہے تو چڑھ جائیں رسیاں ڈال کر

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝

یہ ایک ایسا لشکر ہے جو اس کی طاقت نہیں رکھتا بھگا دیا گیا خدائی لشکروں سے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝

جھٹلا چکے ہیں پہلے بھی قوم نوح اور عاد اور فرعون چومیخا کرنے والا۔

وَ ثَمُوْدُ وَ قَوْمُ لُوْطٍ وَّ اَصْحٰبُ لْــَٔیْكَةِ اُولٰٓىِٕكَ الْاَحْزَابُ ۝

اور ثمود اور قوم لوط اور بنوں والے یہ سب گروہ تھے۔

اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝

ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے رسولوں کی تکذیب نہ کی ہو تو لازم ہوا میرا عذاب۔

لفظی ترجمہ

صٓ	وَ۔ قسم ہے	الْقُرْاٰنِ۔ قرآن	ذِی الذِّكْرِ۔ نصیحت والے کی
بَلِ۔ بلکہ	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہیں	فِیْ۔ بیچ
عِزَّةٍ۔ عزت	وَّ۔ اور	شِقَاقٍ۔ بدبختی کے ہیں	كَمْ۔ کتنے

اَهْلَكْنَا۔ ہلاک کیسے ہم نے
وَّ۔ اور
وَ۔ اور
هُمْ۔ ان کے پاس
الْكٰفِرُوْنَ۔ کافروں نے
اَ۔ کیا
وَّاحِدًا۔ ایک ہی
عُجَابٌ۔ عجیب
مِنْهُمْ۔ ان میں سے
اصْبِرُوْا۔ صبر کرو
هٰذَا۔ یہ
سَمِعْنَا۔ سنا ہم نے
الْاٰخِرَةِ۔ پچھلی کے
اخْتِلَاقٌ۔ من گھڑت
الذِّكْرُ۔ قرآن
فِیْ۔ بیچ
لَمَّا۔ نہیں
عِنْدَهُمْ۔ انکے پاس
الْعَزِیْزِ۔ عزت والے
مُلْكُ۔ بادشاہی ہے
وَ۔ اور
فِیْ۔ بیچ
هُنَالِكَ۔ اس جگہ
قَبْلَهُمْ۔ ان سے پہلے
عَادٌ۔ عاد

مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ان سے پہلے
لَاتَ۔ نہ تھا
عَجِبُوْا۔ تعجب کیا انہوں نے
مُّنْذِرٌ۔ ڈرانے والا
هٰذَا۔ یہ
جَعَلَ۔ بنایا اس نے
اِنَّ۔ بیشک
وَ۔ اور
اَنِ۔ یہ کہ
عَلٰی۔ اوپر
لَشَیْءٌ۔ چیز
بِهٰذَا۔ یہ
اِنْ۔ نہیں
ءَ۔ کیا
مِنْۢ بَیْنِنَا۔ ہم میں سے
شَكٍّ۔ شک سے ہیں
یَذُوْقُوْا۔ چکھا انہوں نے
خَزَآئِنُ۔ خزانے ہیں
الْوَهَّابِ۔ عطا کرنے والے کے
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
مَا۔ جو
الْاَسْبَابِ۔ رسیوں کے
مَهْزُوْمٌ۔ شکست دیا گیا
قَوْمُ۔ قوم
وَّ۔ اور

مِّنْ قَرْنٍ۔ زمانے
حِیْنَ۔ وقت
اَنْ۔ یہ کہ
مِّنْهُمْ۔ ان میں سے
سٰحِرٌ۔ جادوگر ہے
الْاٰلِهَةَ۔ سب خداؤں کا
هٰذَا۔ یہ
انْطَلَقَ۔ چلے
امْشُوْا۔ چلو
اٰلِهَتِكُمْ۔ اپنے خداؤں کے
یُّرَادُ۔ مطلب کی ہے
فِیْ۔ بیچ
هٰذَا۔ یہ
اُنْزِلَ۔ اتارا گیا
بَلْ۔ بلکہ
مِّنْ ذِكْرِیْ۔ میری یاد سے
عَذَابِ۔ میرا عذاب
رَحْمَةِ۔ رحمت
اَمْ۔ کیا
وَ۔ اور
بَیْنَهُمَا۔ انکے درمیان ہے
جُنْدٌ۔ لشکر ہے
مِّنَ الْاَحْزَابِ۔ لشکروں سے
نُوْحٍ۔ نوح
فِرْعَوْنُ۔ فرعون

فَنَادَوْا۔ تو انہوں نے پکارا
مَنَاصٍ۔ بچاؤ کا
جَآءَ۔ آیا
فَقَالَ۔ تو کہا
كَذَّابٌ۔ جھوٹا
اِلٰهًا۔ خدا
لَشَیْءٌ۔ چیز ہے
الْمَلَاُ۔ سردار
وَ۔ اور
اِنَّ۔ بیشک
مَا۔ نہیں
الْمِلَّةِ۔ ملت
اِلَّا۔ مگر
عَلَیْهِ۔ اس پر
هُمْ۔ وہ
بَلْ۔ بلکہ
اَمْ۔ کیا
رَبِّكَ۔ تیرے رب
لَهُمْ۔ انکے لیے
الْاَرْضِ۔ زمین کی
فَلْیَرْتَقُوْا۔ تو چڑھیں وہ
مَّا۔ یہ
كَذَّبَتْ۔ جھٹلایا
وَّ۔ اور
ذُو الْاَوْتَادِ۔ میخوں والے نے

وَ۔ اور ثَمُوْدُ۔ ثمود وَ۔ اور قَوْمُ۔ قوم
لُوْطٍ۔ لوط وَ۔ اور اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ۔ بن والے
اُولٰٓئِكَ۔ یہ الْاَحْزَابُ۔ لشکر تھے اِنْ۔ بیشک نہیں كُلٌّ۔ ہر ایک
اِلَّا۔ مگر كَذَّبَ۔ جھٹلایا الرُّسُلَ۔ رسولوں کو فَحَقَّ۔ تو حق ہوا
عِقَابِ۔ میرا عذاب۔

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع سورۃ صٓ۔ پ ۲۳

سورۃ صٓ اس کا نام سورۃ داؤد بھی ہے۔
یہ سورۃ مکی ہے۔ اس میں پانچ رکوع۔ اٹھاسی آیات اور سات سو بتیس کلمے اور تین ہزار ستر سٹھ حرف ہیں۔
صٓ۔ فرمانے سے حضور سے اگر مخاطبہ ہے تو اس کے معنی ہوں گے لے صادق و مصدوق۔
اور اگر یہ رموز میں ارشاد ہے تو بموجب اقوال مفسرین اللہ اعلم بمرادہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس کے حقیقی معنی کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور بعطاء الٰہی صاحب قرآن حبیب رحمٰن صلے اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں ہمارا صرف اتنا ایمان ہے کہ یہ قرآن کریم کی آیت ہے۔
وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ۔ اور ذکر بمل قرآن کریم کی قسم
جو شرف و عظمت میں تمام کتابوں سے افضل اور ناسخ ادیان وملل ہے جس میں معجزانہ شان یہ ہے کہ اس جیسی کوئی بھی جن وانس میں سے ایک آیت بھی نہیں لاسکتا جیسا کہ ارشاد ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ لیکن جنہیں ذات مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے عداوت تھی اور وہ اپنے تکبر میں اندھے تھے وہ اس کے منکر ہوئے چنانچہ ارشاد ہے
كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ۔ کتنی سنگتیں ہم نے ان سے پہلے ہلاک کردیں تو اب وہ پکاریں ان کے چھوٹنے کا وقت نہ تھا۔
اس میں وَلَاتَ بمعنی لیس ہے یعنی لَيْسَ حِيْنَ مَنَاصٍ لَّهُمْ ہے مثلاً ابن حرمۃ الطائی النصرانی کہتا ہے

طَلَبُوْا صُلْحَنَا وَلَاتَ اَوَانٍ   فَاَجَبْنَا اَنْ لَاتَ حِيْنَ بَقَاءٍ

۔ گویا لَاتَ حِيْنَ کے معنی لَيْسَ حِيْنَ ہیں گئے یعنی نہیں وقت نجات کا۔ حاصل معنی یہ ہوئے کہ اے محبوب

آپ سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر دی گئیں ان کے تکبر اور انبیا کی مخالفت کی وجہ سے تو انہوں نے وقت نزول عذاب فریاد تو بہت کی کہ خلاصی پا سکتے تو اس وقت ان کی فریاد بے کار تھی مگر کفار مکہ نے ان کے مآل سے عبرت حاصل نہ کی۔

وَعَجِبُوٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۔ اور تعجب کیا انہوں نے کہ ان کے پاس ایک ڈر سنانے والا انہیں میں کا تشریف لایا اور کافر بولے یہ جادوگر بڑا جھوٹا ہے۔ بھلا اس نے بہت سے معبودوں کا ایک ہی معبود بنا دیا بے شک یہ عجیب ہی بات ہے۔

یعنی جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم انہیں میں سے تشریف لائے تو کافروں نے معجزات باہرہ مثل کنکروں کا پڑھنا وغیرہ وغیرہ دیکھ کر کہنا شروع کر دیا کہ معاذ اللہ یہ جادوگر اور کذاب ہیں۔ آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شرف اسلام سے مشرف ہوئے تو مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی اور مشرکین دشمن بن گئے۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ نے عمائدین قریش سے پچیس آدمی جمع کیے اور انہیں ابو طالب کے پاس لایا۔ سب نے ایک زبان ہو کر کہا آپ ہمارے سردار اور بزرگ ہیں ہم اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمارے اور اپنے بھتیجے کے مابین فیصلہ کر دیں۔ ان کی جماعت کے وہ لوگ جو چھوٹے درجے کے آدمی ہیں اب انتہائی شورش پر اتر آئے ہیں اور انہیں آپ بھی جانتے ہیں۔

ابو طالب نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بلا کر عرض کیا کہ یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں آپ سے صلح چاہتے ہیں آپ ان سے یک لخت اعراض و انحراف نہ فرمائیں۔

حضور نے فرمایا یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟

مشرکین کے وفد نے عرض کیا ہم اتنا چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اور ہمارے معبودوں کا تذکرہ چھوڑ دیں۔ ہم بھی اقرار کرتے ہیں کہ آپ کا اور آپ کے معبود کا ہم بھی برا بھلا ذکر نہ کریں گے۔

حضور نے فرمایا کیا تم ایک کلمہ قبول کر سکتے ہو اگر ایسا کرو گے تو عرب و عجم کے مالک و فرمانروا ہو جاؤ گے۔

اس پر ابو جہل نے کہا ہم ایک نہیں دس کلمے قبول کر سکتے ہیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یہ سنتے ہی وہ سب کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔ انہوں نے تو ہمارے بہت سے معبودوں کا ایک ہی معبود رکھ دیا جو سمجھ میں نہیں آتا اتنی بہت سی مخلوق کے لیے ایک خدا کیسے کافی ہو سکتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۔ اور ان کے سردار چل دیے

اور بولے چلو یہاں سے اور اپنے معبودوں پر صابر رہو بے شک اس میں ان کا کوئی مطلب ہے۔
یعنی ابو طالب کی مجلس سے آپس میں یہ کہتے ہوئے چلدئے کہ اس تعلیم میں ان کا کوئی مطلب ہے۔ اس لیے کہ

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔ ہم نے یہ تعلیم تو ان سے پہلی جماعت نصرانی میں بھی نہیں سنی یہ تو نئی گھڑت ہے۔

اس لیے کہ عیسائی بھی تین خدا مانتے ہیں اور یہ تین کے خلاف ایک ہی بنا رہے ہیں جو بالکل نئی بات ہے حقیقت یہ ہے کہ اہل مکہ کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر حسد ہوا اور وہ سوچنے لگے کہ ہم ہیں ذی عزت اور ذی شرف آدمی تھے انہیں چھوڑ کر قرآن کریم ایک یتیم ابو طالب پر کیوں اترا۔ چنانچہ ان کا کہنا تھا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔ یہ قرآن طائف کے سرداروں یا مکہ کے صنادید پر کیوں نہ اترا۔

اس کا جواب اللہ تعالے نے دیا اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ۔ کیا وہ اپنے رب کی رحمتیں تقسیم کرتے ہیں حالانکہ ہم ان میں ان کی معاش تقسیم کرتے ہیں حیات دنیا میں اور ہم ہی ان کے بعض کو بعض پر درجہ دیتے ہیں۔

وہی اعتراض مشرکین کا بیان ظاہر فرمایا کہ انہوں نے کہا۔

ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ۔ کیا ان پر نازل کیا گیا قرآن ہم سب میں سے بلکہ وہ شک میں ہیں میری کتاب سے بلکہ ابھی میرے عذاب کی مار نہیں چکھی ہے کیا وہ تمہارے رب کی رحمت کے خزانچی ہیں وہ عزت والا بہت عطا فرمانے والا ہے کیا ان کے لیے سلطنت آسمانوں اور زمین کی ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تو رسیاں لگا کر چڑھ جائیں یہ ایک ذلیل لشکر ہے انہی لشکروں میں سے جو وہیں بھگا دیا جائے گا۔

مشرکین نے بغرض تکذیب کہا کہ قرآن لانے والے یہ نہیں باوجودیکہ ہم میں بڑے بڑے صنادید ہیں اس تکذیب کی وجہ سے جب ان پر عذاب آئے گا تو توبہ کریں گے مگر اس وقت کی توبہ انہیں مفید نہ ہوگی۔ پھر فرمایا کہ ان کے خیال میں ہماری رحمت کے یہی خزانچی بنے ہوئے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ جسے یہ چاہیں دیں اور جسے نہ چاہیں نہ دیں۔ حالانکہ غالب معطی اور وہاب اللہ تعالے کی ذات ہے وہ حسب اقتضاء حکمت جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے چنانچہ اس نے اپنے حبیب پاک سید لولاک صلے اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کی۔

اس میں کسی کو دخل دینے کا مجاز نہیں۔

اور اگر انہیں خزائنِ الٰہی میں اختیار ہے تو جسے چاہیں وحی کے ساتھ خاص کر لیں اور تدبیر عالم میں اپنا دخل دیں اور جب یہ نہیں تو امور ربانیہ اور حکمتِ الٰہیہ میں کیوں دخل دیتے ہیں انہیں اس میں دخیل ہونے کا کوئی حق نہیں۔ اس جواب کے بعد اللہ تعالےٰ کی طرف سے اپنے نبی کریم رؤف و رحیم کو تسلیہ فرمایا گیا اور نصرت و اعانت کا وعدہ دیا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ۔ یہ ایک ذلیل لشکر ہے انہیں جماعتوں میں سے جو بھگا دیا جائے گا۔

یعنی قریش کی جماعت انہی لشکروں میں سے ہے جو اے محبوب آپ سے قبل انبیاء کے مقابل آئے اور ہلاک کر دیے گئے اس کی مثال میں ارشاد ہوا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ۔ جھٹلا چکی ہے ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور چومیخا کرنے والا فرعون اور ثمود اور قوم لوط اور بنوں والی قوم یہ وہ گروہ ہیں جن میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے رسولوں کو نہ جھٹلایا ہو تو میرا عذاب ان پر لازم ہوا۔

فرعون جب کسی پر غضب ناک ہوتا تو اسے لٹا کر اور ہاتھ پیر بندھوا کر ٹھوا دیتا تھا اسے فرعون ذو الاوتاد فرمایا اس کے علاوہ بھی وہ سختیاں کرتا تھا۔

ثمود اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم سے تھے۔ یہ سب وہ ہیں جو جتھے باندھ کر مشرکین مکہ کی طرح آئے تھے انہیں اور مشرکین مکہ کو ایک قسم کا گروہ فرمایا۔ اور فَحَقَّ عِقَابِ فرما کر ظاہر کیا کہ جیسے پہلی جماعتوں پر عذاب آیا تو ان کا کیا حال ہوگا جب ان پر عذاب آئیگا۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ صٓ پ ۲۳

سورۃ ص کے متعلق آلوسی فرماتے ہیں

مَكِّيَّةٌ كَمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهٖ۔ یہ سورت بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما مکیہ ہے۔ وَهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً فِي الْكُوْفِيِّ وَسِتٌّ وَّثَمَانُوْنَ فِي الْحِجَازِيِّ وَالْبَصْرِيِّ وَالشَّامِيِّ۔ اس سورت میں اٹھاسی آیت کوفی ہیں اور چھیاسی حجازی۔ بصری شامی ہیں۔ کما قال الدانی۔

صٓ ۔ وَجَدَ هَا اٰيَۃً كَمَا قِيْلَ فِيْ غَيْرِهَا مِنَ الْحُرُوْفِ فِيْ اَوَائِلِ السُّوْرَةِ ۔ یہ ایک آیت ہے جیسا کہ اور بعض سورتوں میں بھی ہے جیسے یٰسٓ ۔ قٓ ۔ نٓ ۔ الرا ۔ المرا ۔ المص وغیرہ وغیرہ ۔

ابن جریر حسن سے راوی ہیں اِنَّہٗ اَمْرٌ مِنْ صَادِیْ اَیْ عَارِضْ ۔ یہ حکم ہے صادی سے جس کے معنی عارض کے ہیں ۔

وَمِنْہُ الصَّدٰی وَھُوَ مَا یُعَارِضُ الصَّوْتَ الْاَوَّلَ ۔ اور اسی سے صدیٰ ہے اور وہ آواز ہے جو مکان خالی یا گنبد سے معارض ہوتی ہے ۔

توصٓ کے یہ معنی ہوئے عَارِضِ الْقُرْاٰنَ بِعَمَلِكَ اَیْ اِعْمَلْ بِاَوَامِرِهٖ وَنَوَاهِيْهِ اپنے عمل قرآن کے مطابق اوامر و نواہی ہیں کر ۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَیْ اَعْرِضْهُ عَلٰی عَمَلِكَ فَانْظُرْ اَيْنَ عَمَلُكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۔ اپنے عمل پر نظر رکھ اور دیکھ کونسا عمل قرآن سے ہے ۔

ایک قول ہے اِنَّ صَادَ مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مُضْمَرٍ اَیْ اُذْكُرْ اَوْ اِقْرَأْ صَادَ ۔ صاد میں فعل مضمر ہے تو معنی یہ ہوئے یاد کر صاد یا پڑھ صاد ۔

بعض نے یہ سورت کا نام بتایا اور خبر مبتدا محذوف قرار دے کر لکھا اَیْ هٰذِهٖ صَادُ یعنی یہ سورت صاد ہے ۔

عبد بن حمید ابی صالح سے راوی ہیں سُئِلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ صَادَ فَقَالَا مَا نَدْرِیْ مَا هُوَ ۔ حضرت جابر اور ابن عباس سے پوچھا گیا کہ صاد کے کیا معنی ہیں فرمایا ہم نہیں جانتے ۔

ابن جریر کہتے ہیں صٓ ایک دریا ہے جس سے اللہ تعالے نفختین کے مابین مردے زندہ کرے گا ۔ واللہ تعالے اعلم بحقیقۃ المعنی ۔

ابن جریر ضحاک سے راوی ہیں قَالَ صٓ صَدَقَ اللّٰهُ ۔ ص سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے سچ فرمایا ۔

ابن مردویہ کہتے ہیں صٓ بِقَوْلِ اللّٰهِ اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ الصَّادِقُ ۔ صٓ کہہ کر ارشاد ہے ہم اللہ صادق ہیں ۔

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں هُوَ مِفْتَاحُ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی صَمَدٌ وَصَانِعُ الْمَصْنُوْعَاتِ وَصَادِقُ الْوَعْدِ ۔ یہ اسماء الٰہی صمد ، صانع المصنوعات اور صادق الوعد کی کنجی ہے ۔

علامہ خلیل کہتے ہیں یہ سورۃ مبارکہ کا نام ہے ۔

سیبویہ وغیرہ کہتے ہیں یہ قرآن کریم کا نام ہے ۔

ایک قول ہے اِنَّ الْمَعْنٰی صَادَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلُوْبَ الْخَلْقِ وَاسْتَمَالَهَا حَتّٰی

امنوا۔ ص کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت مخلوق کے دلوں نے قبول کرلی حتی کہ آپ پر ایمان لے آئے ۔ انتہی مختصراً

وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ۔ اور قسم ہے قرآن نصیحت والے کی۔

قرآن کریم میں ذکر سے مراد نصیحت و ہدایت ہے جیسے وَاِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ ۔

حضرت ضحاک کہتے ہیں ذِکْرٌ مَا یَحْتَاجُ اِلَیْہِ فِی اَمْرِ الدِّیْنِ مِنَ الشَّرَائِعِ وَالْاَحْکَامِ وَغَیْرِھَا ۔ ذکر اس کا ہوتا ہے جس کی احتیاج امور دین میں شرائع اور احکام سے ہو وَغَیْرِھَا مِنْ اَقَاصِیْصِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَاَخْبَارِ الْاُمَمِ الْمَاضِیَۃِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعِیْدِ ۔ اور اس کے علاوہ انبیاء کرام کے قصے اور گذشتہ امتوں کی خبریں اور وعد و وعید۔

اور ص سے اسی وجہ میں یہ معنی لیے گئے صَدَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَوْ صَدَقَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ اللہ نے سچ فرمایا یا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سچے ہیں۔

گویا ص ۔ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ کے یہ معنی ہوئے ھٰذِہِ السُّوْرَۃُ الَّتِیْ اَعْجَزَتِ الْعَرَبَ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ۔ یہ وہ سورت ہے جس کے مقابلہ سے عرب عاجز آ گئے ۔ اور قرآن کریم جو مجموعہ ہدایات ہے آگے ارشاد ہے ۔

بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ۔ بلکہ کافر لوگ اپنے تکبر و نفاق میں ہیں۔

اس وجہ میں وہ رسالت سید اکرم تسلیم کرنے سے منحرف ہیں اور امتثال امور ما جاء من اللہ سے منکر ہیں اور انہیں معلوم ہے کہ اس انکار و تکبر کی وجہ سے ۔

کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِہِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۔ کتنے ہلاک کر دیے ہم نے ان سے پہلے لوگوں کے جتھے تو نزول عذاب کے وقت نجات حاصل کرنے کو پکارے تو نہ ملی انہیں نجات اور نہ بھاگنے کی کوئی راہ۔

آلوسی فرماتے ہیں فَنَادَوْا عِنْدَ نُزُوْلِ بَاْسِنَا وَحُلُوْلِ نِقْمَتِنَا اِسْتِغَاثَۃً لِیَنْجُوْا مِنْ ذٰلِکَ یعنی جب ان پر عذاب نازل ہوا تو وہ استغاثہ کرتے ہوئے پکارے تاکہ نجات پائیں۔

اور حسن و قتادہ بھی یہی فرماتے ہیں رَفَعُوْا اَصْوَاتَہُمْ بِالتَّوْبَۃِ حِیْنَ عَایَنُوا الْعَذَابَ لِیَنْجُوْا مِنْہُ آوازیں توبہ کی بلند کرنے لگے جبکہ انہوں نے عذاب دیکھا تاکہ نجات پائیں۔

وَلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۔ لَاتَ ۔ سیبویہ کے نزدیک لا مشبہ بلیس ہے جو نفی کے معنی دیتا ہے یہاں لا پر تائے تانیث زائد کی گئی اس لیے کہ زیادۃ البناء زیادت معنی پر دلالت کرتی ہے۔

بعض نے کہا تَ مبالغہ کے لیے لاتے ہیں چنانچہ متنبی کہتا ہے۔

لَقَدْ تَصَبَّرْتُ حَتّٰی لَاتَ مُصْطَبَرٍ ۔۔۔ وَالْاٰنَ اَقْحَمُ حَتّٰی لَاتَ مُقْتَحَمِ

تو معنی یہ ہوئے لَيْسَ الْحِيْنُ حِيْنَ مَنَاصٍ۔ اب وقت نچ کر نکلنے کا نہیں۔

منذر بن حرملہ طائی نصرانی کہتا ہے۔

طَلَبُوْا صُلْحَنَا وَلَاتَ اَوَانٍ ۔۔۔ فَاَجَبْنَا اَنْ لَاتَ حِيْنَ بَقَاءٍ

گویا یہ ارشاد ہوا لَاتَ مِنْ حِيْنِ مَنَاصٍ وَلَاتَ مِنْ اَوَانِ صُلْحٍ۔

اور بمعنی بچار اور فوت آتا ہے جیسے بولتے ہیں نَاصَهٗ يَنُوْصُهٗ اِذَا فَاتَهٗ۔

فراء کہتے ہیں اَلنَّوْصُ التَّاَخُّرُ چنانچہ خلاصہ معنی یہ ہوئے نَادَوْا اِذَا اسْتَغَاثُوْا طَلَبًا لِلنَّجَاةِ وَالْحَالُ اَنْ لَيْسَ الْحِيْنُ حِيْنَ فَوَاتٍ وَّنَجَاةٍ۔ وہ پکارے اور عاجزی کرنے لگے تاکہ نجات مل جائے حالاں کہ نجات ملنے کا وقت گذر چکا تھا۔ اسی لیے ارشاد الٰہی ہے۔ اِنَّ عَذَابِیْ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ۔ میرا عذاب آنے کے بعد واپس نہیں ہوتا اور قوم یونس علیہ السلام پر ان کی توبہ سے عذاب آنے والا رک گیا تھا نہ کہ عذاب آکر واپس ہوا تھا۔

اور علامہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اِنَّ نَافِعَ ابْنَ الْاَزْرَقِ قَالَ لَهٗ اَخْبِرْنِیْ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ۔ فَقَالَ لَيْسَ الْحِيْنُ فِرَارٍ وَاَنْشَدَ لَهٗ قَوْلَ الْاَعْشٰی۔

تَذَكَّرْتُ لَيْلٰی لَاتَ حِيْنَ تَذَكُّرٍ ۔۔۔ وَقَدْ بِنْتُ عَنْهَا وَالْمَنَاصُ بَعِيْدٌ

نافع بن ازرق نے سوال کیا وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ کے کیا معنی ہیں تو آپ نے فرمایا اب وقت بھاگنے کا نہیں اور اعشیٰ کا شعر سند میں سنایا۔

کلبی کہتے ہیں جب مقاتلہ کرتے کرتے اضطرار و اضطراب بڑھتا ہے تو ایک دوسرے کو کہتے ہیں مناص یعنی عَلَيْكُمْ بِالْفِرَارِ۔ مناص مناص کہتے ہیں جس کے معنی ہوتے ہیں بھاگو بھاگو۔

وَعَجِبُوْا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۔ اور عجب واستکبار کیا انہوں نے یا تعجب کیا اس پر کہ تشریف لائے ان میں انہیں میں سے ایک منذر یعنی ڈرانے والے تو کافر بولے یہ جھوٹے جادوگر ہیں۔

یعنی مشرکین اپنے نفاق و شقاق سے سید اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تکبر کرتے ہوئے منکر ہو گئے اور حضور کی ہدایت قبول کرنے سے احتراز کرکے کہتے یہ جادوگر کذاب ہیں۔ معاذ اللہ اس لیے کہ قرآن کریم کے مقابلہ سے عاجز تھے تو ان کے پاس اس جواب کے سوا اور کچھ جواب نہ تھا یا کہتے تھے۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔ کیا کر دیا اس نے بہت سے معبودوں کا ایک ہی معبود یہ نہایت ہی عجیب بات ہے۔

یعنی اتنے معبود ہوتے ہوئے نظام صحیح نہیں ہوتا تو ایک معبود سے نظام کیوں کر مکمل ہوگا ہم کو اس پر سخت تعجب ہے۔

اور ویسے یہ اللہ تعالے کو خالق السماء والارض مانتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ ان سے اگر پوچھیں کہ زمین و آسمان پیدا کرنے والا کون ہے تو ضرور کہیں گے اللہ ہے۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سلمی اور عیسیٰ اور ابن مقسم نے بہ تشدید جیم عجّاب پڑھا اور وہ ابلغ ہے مخفف سے۔

اور مقاتل کہتے ہیں لغت ازد شنوءہ ہیں عجاب ہے۔

اور شان نزول آیت کریمہ یہ ہے جسے احمد ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور ترمذی بسند صحیح اور نسائی اور ابن جریر وغیرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں قَالَ لَمَّا مَرِضَ اَبُوْطَالِبٍ نَزَلَ عَلَيْهِ رَهْطٌ مِنْ قُرَيْشٍ فِيْهِمْ اَبُوْجَهْلٍ فَقَالُوْا اِنَّ اَبْنَ اَخِيْكَ يَشْتِمُ اٰلِهَتَنَا وَيَفْعَلُ وَيَقُوْلُ فَلَوْ بَعَثْتَ اِلَيْهِ فَنَهَيْتَهٗ۔ جب حضرت ابو طالب بیمار ہوئے تو ان کے پاس ایک جماعت قریش کی آئی ان ہی میں ابو جہل بھی تھا اور کہنے لگے آپ کے بھتیجے ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں اور کہلواتے ہیں تو آپ ان کے پاس کسی کو بھیج کر منع کر دیں۔

فَبَعَثَ اِلَيْهِ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ الْبَيْتَ وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَدْرُ مَجْلِسٍ فَخَشِيَ اَبُوْجَهْلٍ اِنْ جَلَسَ اِلٰى اَبِيْ طَالِبٍ اَنْ يَكُوْنَ اَرَقَّ عَلَيْهِ فَوَثَبَ فَجَلَسَ فِيْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ فَلَمْ يَجِدْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسًا قُرْبَ عَمِّهٖ فَجَلَسَ عِنْدَ الْبَابِ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْطَالِبٍ اَيْ اِبْنَ اَخِيْ مَا بَالُ قَوْمِكَ يَشْكُوْنَكَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ تَشْتِمُ اٰلِهَتَهُمْ وَتَقُوْلُ وَتَقُوْلُ قَالَ وَاَكْثَرُوْا عَلَيْهِ مِنَ الْقَوْلِ۔

ابو طالب نے حضور کو بلایا حضور تشریف لائے اور گھر میں داخل ہوئے تو قریشیوں اور ابو طالب کے مابین ایک آدمی کی جگہ تھی تو ابو جہل کود کر اس خوف سے وہاں بیٹھ گیا کہ حضور ابو طالب کے پاس اگر بیٹھ گئے تو ان کا دل نرم ہو جائے گا چنانچہ جب حضور نے بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ پائی تو دروازے کے قریب تشریف فرما ہو گئے۔ تو ابو طالب نے کہا اے بھتیجے ان لوگوں کو تم سے کیا شکایت ہے۔ یہ کہتے

نہیں کہ تم ان کے معبودوں کو برا کہتے ہو اور اس پر یہ بہت کچھ مجھ سے کہہ چکے ہیں۔

فَقَالَ یَا عَمِّ اِنِّیْ اُرِیْدُ هُمْ عَلٰی كَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ یَقُوْلُوْنَهَا یَدِیْنُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَتُؤَدِّیْ اِلَیْهِمْ بِهَا الْعَجَمُ الْجِزْیَةَ فَفَرِحُوا الْكَلِمَةَ وَلِقَوْلِهٖ۔ فَقَالَ الْقَوْمُ حضور نے فرمایا چچا میں ان سے ایک کلمہ پر صلح چاہتا ہوں اگر وہ کہہ لیں تو تمام عرب وعجم انہیں جزیہ دے اور باجگذار ہو جائے یہ سن کر سب خوش ہوئے اور قوم نے کہا۔

مَا هِیَ وَاَبِیْكَ لَنُعْطِیَنَّكَهَا وَعَشْرًا۔ وہ کیا کلمہ ہے ہم ایک نہیں دس کلموں پر صلح کرلیں گے۔ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حضور نے فرمایا وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔

فَقَامُوْا فَزِعِیْنَ یَنْفُضُوْنَ ثِیَابَهُمْ وَهُمْ یَقُوْلُوْنَ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔ تو وہ گھبرا کر کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کیا بہت سے معبودوں کے مقابل یہ ایک معبود کرتے ہیں یہ بات تو بہت ہی عجیب ہے۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَلْنَا غَیْرَ هٰذَا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا اس کے علاوہ کچھ اور فرمائیں۔

فَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَوْ جِئْتُمُوْنِیْ بِالشَّمْسِ حَتّٰی تَضَعُوْهَا فِیْ یَدِیْ مَا سَاَلْتُكُمْ غَیْرَهَا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم سورج لا کر میرے ہاتھ میں رکھ دو تو بھی میں اس کے سوا تم سے اور کچھ طلب نہ کروں گا۔

فَغَضِبُوْا وَقَامُوْا غِضَابًا وَّقَالُوْا وَاللّٰهِ لَنَشْتِمَنَّكَ وَاِلٰهَكَ الَّذِیْ یَاْمُرُكَ بِهٰذَا۔ تو وہ غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور بولے قسم بخدا ہم تمہیں اور تمہارے اس خدا کو برا کہیں گے جو تمہیں اس قسم کا حکم دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰی اٰلِهَتِكُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ۔ اور چل دیے سرداران قریش اس سے یہ کہتے ہوئے چلو اور اپنے خداؤں پر صابر رہو یہ تو بات قابل قبول ہی نہیں۔

یعنی اشراف قریش مجلس ابوطالب سے حضور کا عقیدہ توحید میں تصلب دیکھ کر بحالت مایوسی چل دیے اور انہیں جو امید تھی کہ بواسطہ ابوطالب ہم کامیاب ہو جائیں گے وہ یاس سے بدل گئی۔ اس رہط یعنی وفد میں ابوجہل، عاص بن وائل، اسود بن مطلب بن عبد یغوث اور عقبہ بن ابی معیط تھے۔

اور ابن ابی حاتم ابی مجاز سے راوی ہیں کہ ایک شخص نے یوم بدر میں کہا مَا هُمْ اِلَّا النِّسَاءُ یہ جماعت تو عورتیں ہی تھیں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بَلْ هُمُ الْمَلَاُ وَتَلَا وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ عورتیں نہیں بلکہ

وہ ولید تھا قریشیوں کا اور وانطلق الملاء منہم تلاوت فرمائی۔

اور اَنِ امْشُوْا سے مراد اِمْشُوْا سِيْرُوْا عَلٰى طَرِيْقَتِكُمْ وَدَاوِمُوْا عَلٰى سِيْرَتِكُمْ ہے یعنی اپنے پرانے راستے پر رہو اور اسی طریقہ پر جمے رہو۔

وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ۔ يَعْنِيْ اُثْبُتُوْا عَلٰى عِبَادَتِهَا۔ اور اپنے خداؤں پر صابر رہو۔ یعنی قائم رہو انہیں کی پوجا پاٹ پر۔

اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ۔ يَعْنِيْ اِنَّ هٰذَا الَّذِيْ يَدَّعِيْهِ مِنْ اَمْرِ التَّوْحِيْدِ اَوْ يَقْصِدُهٗ مِنَ الرِّيَاسَةِ وَالتَّرَفُّعِ عَلَى الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ لَشَيْءٌ يَتَمَنّٰى اَوْ يُرِيْدُهٗ كُلُّ اَحَدٍ وَّلٰكِنْ لَّا يَكُوْنُ لِكُلِّ مَا يَتَمَنَّاهُ اَوْ يُرِيْدُهٗ فَاصْبِرُوْا۔ یہ توحید کے پردے میں ریاست و حکومت اور عرب و عجم پر حکومت چاہتے ہیں اور ہمارے ہر ایک پر حکومت کا ارادہ رکھتے ہیں، لیکن ایسا نہیں ہو سکتا لہٰذا تم اپنی پوجا پاٹ پر ثابت و قائم رہو۔ اور

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ۔ ہم نے تو پچھلی ملتوں میں بھی یہ بات نہ دیکھی نہ سنی۔

سید المفسرین ابن عباس اور مجاہد اور محمد بن کعب اور مقاتل کہتے ہیں اَرَادُوْا مِلَّةَ النَّصَارٰى وَالتَّوْحِيْفُ بِالْاٰخِرَةِ بِحَسْبِ الْاِعْتِقَادِ لِاَنَّهُمُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِنُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُرَادُهُمْ مِنْ قَوْلِهِمْ مَا سَمِعْنَا الخ پچھلی ملت سے مراد مذہب نصاری ہے کہ وہ اپنے اعتقاد میں نبوت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے تھے اور تعلیم اسلام میں انہیں اختلاف تھا۔ اور پھر دوسرے اعتراض کا پہلو یہ بھی تھا کہ۔

ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ۔ کیا اس پر نازل ہوا قرآن ہمارے ہوتے ہوئے بلکہ یہ شک میں ہیں میرے قرآن سے بلکہ جب میرا عذاب چکھیں گے تو انہیں معلوم ہوگا۔

ذکر سے مراد قرآن پاک ہے اور مِنْ بَيْنِنَا کہہ کر یہ ظاہر کیا کہ یتیم ابو طالب ہی اس کے قابل سمجھے گئے کہ ان پر قرآن اترے وَنَحْنُ رُؤَسَاءُ النَّاسِ وَاَشْرَافُهُمْ۔ حالانکہ ہم لوگوں کے سردار اور شرفاء سے تھے۔ یہی اعتراض ان کی طرف سے پہلے بھی ہو چکا تھا جس کا ذکر دوسری جگہ ہے۔

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔ یہ قرآن طائف کے سرداروں اور مکہ کے ہٹیلوں پر کیوں نہ اترا اس کا جواب دیا گیا تھا اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ۔ کیا یہ تمہارے رب کی رحمت تقسیم کرنے والے ہیں۔ ایسا نہیں بلکہ ہم تقسیم معاش میں مختار ہیں حیات دنیا میں اور ہم نے بعض کو ان کے بعض پر درجات

میں فضیلت دی۔

یہی اس جگہ فرمایا اور بتایا کہ یہ سب کچھ حسد و عناد کے ماتحت ان کا کہنا ہے اور قرآن کریم کے ساتھ اظہار شک کرنا محض اپنے دل کی جلن کی وجہ سے ہے ابھی انہیں عذاب نہیں پہنچا ہے جب یہ ہمارے عذاب کی آگ میں جلیں گے تو ان کا حسد و عناد جاتا رہے گا۔ اور مضطربانہ تصدیق کریں گے اور کہیں گے یَا لَیْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ کاش ہم اللہ اور اس کے رسول کے مطیع ہوتے لیکن اس وقت کی حسرت فائدہ مند نہ ہوگی تو آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوا۔ اَیْ لَمْ یَذُوْقُوْا عَذَابِیْ فَاِذَا ذَاقُوْهُ زَالَ شَکُّهُمْ وَ اضْطُرُّوْا اِلَی التَّصْدِیْقِ بِیْ نِکُمْ ہی۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ۔ کیا ان کے پاس ہیں تمہارے رب کی رحمت کے خزانے جو عطا فرمانے والا ہے۔

یہ محل انکار میں ارشاد ہوا۔ اس کی عبارت یہ ہوئی اَیْ بَلْ یَمْلِكُوْنَ خَزَائِنَ رَحْمَتِهٖ تَعَالٰی وَیَتَصَرَّفُوْنَ فِیْهَا حَسْبَمَا یَشَاءُوْنَ حَتّٰی اِنَّهُمْ یُصِیْبُوْنَ بِهَا مَنْ شَاءُوْا وَیَصْرِفُوْنَهَا عَمَّنْ شَاءُوْا وَیَتَحَكَّمُوْنَ فِیْهَا بِمُقْتَضٰی رَأْیِهِمْ فَیَتَخَیَّرُوْا لِلنُّبُوَّةِ بَعْضَ صَنَادِیْدِهِمْ اور یہ مخاطبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے تشریف و لطف کے لیے فرمایا گیا۔

اور عزیز الوہاب فرما کر یہ بھی واضح فرما دیا کہ اِنَّ النُّبُوَّةَ مَوْهِبَةٌ رَبَّانِیَّةٌ۔ نبوت کسبی نہیں ہوتی بلکہ موہبت ربانیہ سے وہبی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کسی استاذ کے رہین منت نہیں ہوتے بلکہ ان کا علم علم لدنی ہوتا ہے آگے ارشاد ہے۔

اَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ۔ کیا ان کے لیے آسمان و زمین کی ملکیت ہے اور جو کچھ اس میں ہے اس پر تصرف ہے اگر ایسا ہے تو فَلْیَرْتَقُوْا یعنی فَلْیَصْعَدُوْا چڑھ جائیں آسمانوں پر اپنی سیڑھیوں کے ذریعہ۔

یعنی آیت کریمہ میں ارشاد ہے اَلَهُمْ مُلْكُ هٰذِهِ الْاَجْرَامِ الْعَلَوِیَّةِ وَالْاَجْسَامِ السُّفْلِیَّةِ حَتّٰی یَتَكَلَّمُوْا فِی الْاُمُوْرِ الرَّبَّانِیَّةِ وَیَتَحَكَّمُوْا فِی التَّدَابِیْرِ الْاِلٰهِیَّةِ الَّتِیْ یَسْتَاْثِرُ بِهَا رَبُّ الْعِزَّةِ وَالْكِبْرِیَاءِ فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ۔ اَیْ اِنْ كَانَ لَهُمْ مَا ذُكِرَ مِنَ فَلْیَصْعَدُوْا فِی الْمَعَارِجِ وَالْمَنَاهِجِ الَّتِیْ یُتَوَصَّلُ بِهَا اِلَی السَّمٰوٰتِ فَلْیُدَبِّرُوْهَا وَلْیَتَصَرَّفُوْا فِیْهَا فَاِنَّهُمْ لَا طَرِیْقَ لَهُمْ اِلٰی تَدْبِیْرِهَا وَالتَّصَرُّفِ فِیْهَا اِلَّا ذٰلِكَ۔

خلاصہ مختصر یہ کہ اگر ان کا تصرف اجرام علویہ اور اجسام سفلیہ پر ہے یہاں تک کہ امور ربانیہ میں کلام

کر سکتے ہیں اور تدابیر آلہیہ میں اتنے محاکمہ کے مجاز ہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ ان کی مرضی کے مطابق کرے تو انہیں چاہئے کہ اپنی سیڑھیوں کے ذریعہ چڑھیں اور آسمانوں پر پہنچیں اور اپنے تصرفات سے اپنی مرضی کے موافق نظام بدل دیں لیکن ان کے تصرفات و تدابیر کا وہاں تک کوئی راستہ ہی نہیں بلکہ ارشاد ہے۔

جُنۡدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهۡزُوۡمٌ مِّنَ الۡاَحۡزَابِ۔ وہ ایک ذلیل لشکر ہے جو اس درجہ کا اہل ہی نہیں۔ جدھر سے آئیگا بھگا دیا جائے گا پہلے لشکروں کی طرح۔

اس میں حضور کے لیے تسلیہ ہے اور بشارت کہ وہ مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا ان کے انہزام کی پیشگوئی فرمائی گئی اور ان کے خذلان و تحقیر اور اہانت کی خبر دی گئی جیسے کسی شاعر نے کہا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ السَّيْفَ يَنْقُصُ قَدْرُهٗ   اِذَا قِيْلَ اِنَّ السَّيْفَ اَمْضٰى مِنَ الْعَصَا

اور اسی آیۂ کریمہ میں مکہ معظمہ کی فتح پر اخبار بالغیب ہے چنانچہ آلوسی کہتے ہیں وَجُعِلَ ذٰلِكَ اِخْبَارًا بِالْغَيْبِ عَنْ هَزِيْمَتِهِمْ يَوْمَ الْفَتْحِ وَقِيْلَ يَوْمَ بَدْرٍ۔

وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَقَتَادَةَ۔ اس روایت کو مجاہد و قتادہ نے بھی نقل کیا۔

هزم کی لغوی تشریح

اَصْلُ الْهَزْمِ غَمْزُ الشَّيْئِ الْيَابِسِ حَتّٰى يَنْحَطِمَ كَهَزْمِ الشَّنِّ وَهَزْمِ الْقِثَّاءِ وَالْبِطِّيْخِ وَمِنْهُ الْهَزِيْمَةُ لِاَنَّهٗ كَمَا يُعَبَّرُ عَنْهُ بِالْحَطْمِ وَالْكَسْرِ۔ ہزم کے حاصل معنی ککڑی خربوزہ کی طرح پھٹ جانے کے ہیں اور اسی سے ہزیمت ہے جس کے معنی ٹوٹنے کے لیے جاتے ہیں۔

اور جند کی تفسیر میں آلوسی کہتے ہیں اَیْ هُمْ جُنْدٌ يَسِيْرُوْنَ اَذِلَّاءُ اَوْ كَثِيْرُوْنَ عُظَمَاءُ كَائِنُوْنَ هُنَالِكَ مِنَ الْكُفَّارِ الْمُتَحَزِّبِيْنَ عَلَى الرُّسُلِ مَكْسُوْرُوْنَ عَنْ قَرِيْبٍ۔ بہر حال تحقیق حقیق یہی ہے کہ کفار و مشرکین اہل اسلام کے مقابل جم نہیں سکتے اسی لیے دوسری جگہ ارشاد ہے۔ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ۔ الخ یہ مجتمع ہو کر بھی مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن گڑھی میں چھپ کر یا دیواروں کی اوٹ میں بیٹھ کر آگے ارشاد ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ۔ جھٹلا چکی ہیں ان سے قبل نوح کی قوم اور عاد اور میخوں والے فرعون اور ثمود اور قوم لوط اور بن والے یہ سب جماعتیں تھیں انہوں نے سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہمارا عذاب ان پر لازم ہو گیا۔

یعنی عذاب ان پر قائم ہوا چنانچہ قوم نوح غرق طوفان ہوئی۔ اس لئے حضرت نوح علیہ السلام کی

تکذیب کی تھی۔

قوم فرعون ہلاک و غرق نیل ہوئی۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور آپ کے مقابلہ میں لشکر کشی کی۔

قوم ہود ریح صرصر سے تباہ کی گئی۔ ان کی طرف حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے انہوں نے آپ کی تکذیب کی۔

قوم ثمود ایک چنگھاڑ میں ختم ہوئی ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام تشریف لائے۔

قوم لوط پر پتھروں اور رال کی بارش ہوئی۔ ان کی طرف حضرت لوط علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے تشریف لائے۔

قوم ایکہ ان کی طرف بھی حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے اور یہ قوم گرم لو سے ہلاک کی گئی۔

اور ان سب کی ہلاکت کا سبب اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ تھا۔

قوم ایکہ کو اصحاب غیضہ بھی کہتے ہیں اور اصحاب ایکہ بھی۔ یہ نام ان کی بستی کے ہیں۔
یعنی یہ سب وہ اقوام تھیں جنہوں نے رسل کرام کی تکذیب کی اس تکذیب کی سزا میں یہ ہلاک کی گئیں

فرعون کے ذوالاوتاد ہونے کی وجہ تسمیہ

آلوسی فرماتے ہیں۔ ذی الاوتاد سے اس کی صفت مبالغہ ہے جس کے معنی ہیں مضبوط حکومت اور محکم سلطنت والا۔

ابن مسعود اور ابن عباس فرماتے ہیں اوتاد سے مراد وہ لشکر ہے جس سے سلطنت مستحکم اور مضبوط تھی اور قتادہ اور عطا کہتے ہیں کَانَتْ لَہٗ عَلَیْہِ اللَّعْنَۃُ اَوْتَادٌ وَّ خَشَبٌ یَلْعَبُ یہ اس ملعون نے میخیں اور لکڑیاں جیسے شک کہتے ہیں جمع کر رکھے تھے اور ان سے یہ کھیلا کرتا تھا جیسے ہاکی یا پولو کھیلا جاتا ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ سزا دینے وقت چار میخیں قائم کر کے اس پر ملزم کو باندھ دیتا تھا حتیٰ کہ اسی حال میں اس کی موت واقع ہو جاتی۔

اس کے علاوہ اور بھی اس کے مظالم کی کیفیتیں ہیں بہر حال ظالم بلکہ اظلم تھا اور مدعی الوہیت تھا۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ ص پ۲۳

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝

اور یہ منتظر نہیں مگر ایک چنگھاڑ کے جس کے پھیرنے کی کسی میں قوت نہیں۔

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝

اور بولے اے ہمارے رب جلدی دے ہمیں ہمارا حصہ یوم حساب سے پہلے۔

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝

اے محبوب آپ صبر کریں ان کی باتوں پر اور یاد کریں ہمارے بندے داؤد نعمتوں والے کو بے شک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے۔

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝

بے شک ہم نے مسخر کیے اس کے لیے پہاڑ کہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے وقت۔

وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝

اور پرندے جمع کیے ہوئے سب اس کے پیرو تھے

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝

اور ہم نے مضبوط کیا اس کی سلطنت کو اور اسے حکمت اور قول فیصل دیا۔

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝

اور کیا آئی خبر آپ کے پاس متخاصمین کی جب وہ دیوار کود کر مسجد میں آئے۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝

جب وہ داخل ہوئے داؤد پر تو داؤد ان سے گھبرایا تو انہوں نے عرض کی خوف نہ کیجئے ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو فیصلہ دیجئے ہم میں سچا اور حق کے خلاف نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ دکھائیے۔

اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ۝

بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے۔ تو یہ کہتا ہے مجھے وہ دنبی بھی دیدے اور اس بات میں

مجھ پر زور دیتا ہے۔

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۖ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩

داؤد نے فرمایا بیشک یہ تجھ پر ظلم کرتا ہے کہ تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کو مانگتا ہے اور بے شک اکثر ساجھی والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور وہ بہت کم ہیں اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اس کی جانچ کی تھی تو اس نے اپنے رب سے استغفار کی اور سجدے میں گرا اور رجوع کیا۔

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۖ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝

تو ہم نے اسے بخش دیا اور بے شک اس کے لیے ہمارے حضور ضرور قرب اور اچھا مقام ہے۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝

اے داؤد ہم نے کیا تمہیں زمین میں نائب تو حکم پہنچا لوگوں میں سچ سچ اور نہ پیچھے لگ خواہش کے کہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی بے شک وہ جو اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے تھے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	يَنْظُرُ۔ انتظار کرتے	هٰٓؤُلَآءِ۔ یہ
اِلَّا۔ مگر	صَيْحَةً۔ چنگھاڑ	وَّاحِدَةً۔ ایک	مَا۔ نہیں
لَهَا۔ اس کے لیے	مِنْ فَوَاقٍ۔ کوئی دیر	وَ۔ اور	قَالُوْا۔ بولے
رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	عَجِّلْ۔ جلدی کر	لَنَا۔ ہمارے لیے	قِطَّنَا۔ ہمارا حصہ
قَبْلَ۔ پہلے	يَوْمِ۔ دن	الْحِسَابِ۔ حساب سے	اِصْبِرْ۔ صبر کر
عَلٰى۔ اوپر	مَا۔ اس کے جو	يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	وَ۔ اور

اِلَّا ۔ مگر	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے	وَ ۔ اور
عَمِلُوا ۔ عمل کیے	الصّٰلِحٰتِ ۔ اچھے	وَ ۔ اور	قَلِيْلٌ مَّا ۔ تھوڑے ہیں
هُمْ ۔ وہ	وَ ۔ اور	ظَنَّ ۔ گمان کیا	دَاوٗدُ ۔ داؤد نے
اَنَّمَا ۔ کہ بیشک	فَتَنّٰهُ ۔ آزمایا ہم نے اس کو	فَاسْتَغْفَرَ ۔ تو بخشش مانگی	رَبَّهٗ ۔ اپنے رب سے
وَ ۔ اور	خَرَّ ۔ گر پڑا	رَاكِعًا ۔ جھکتا ہوا	وَّ ۔ اور
اَنَابَ ۔ رجوع کیا	فَغَفَرْنَا ۔ تو ہم نے بخش دیا	لَهٗ ۔ اس کو	وَ ۔ اور
اِنَّ ۔ بیشک	لَهٗ ۔ اس کے لیے	عِنْدَ ۔ پاس	نَا ۔ ہمارے
لَزُلْفٰى ۔ یقیناً قرب ہے	وَ ۔ اور	حُسْنَ ۔ اچھی	مَاٰبٍ ۔ جگہ
يٰ ۔ اے	دَاوٗدُ ۔ داؤد	اِنَّا ۔ بیشک	جَعَلْنٰكَ ۔ بنایا ہم نے
لَكَ ۔ تجھ کو	خَلِيْفَةً ۔ خلیفہ	فِي ۔ بیچ	الْاَرْضِ ۔ زمین کے
فَاحْكُمْ ۔ تو فیصلہ کر	بَيْنَ ۔ درمیان	النَّاسِ ۔ لوگوں کے	بِالْحَقِّ ۔ انصاف سے
وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	تَتَّبِعِ ۔ پیروی کر	الْهَوٰى ۔ خواہش کی
فَيُضِلَّكَ ۔ تو وہ گمراہ کر دے گی تجھ کو		عَنْ سَبِيْلِ ۔ راہ	اللّٰهِ ۔ خدا سے
اِنَّ ۔ بیشک	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	يَضِلُّوْنَ ۔ گمراہ ہوتے ہیں	عَنْ سَبِيْلِ ۔ راہ
اللّٰهِ ۔ خدا سے	لَهُمْ ۔ انکے لیے	عَذَابٌ ۔ عذاب ہے	شَدِيْدٌ ۔ سخت
بِمَا ۔ بدلہ اس کا کہ	نَسُوْا ۔ وہ بھولے	يَوْمَ ۔ دن	الْحِسَابِ ۔ حساب کا

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع سورۃ صٓ ۔ پ ۲۳

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۔ اور نہیں منتظر یہ لوگ مگر ایک چنگھاڑ کے جسے کوئی روک نہیں سکتا۔

یہ صیحہ چنگھاڑ کے معنی میں ہیں جو بروز قیامت نفخہ اولیٰ میں مشرکین کے عذاب کے لیے ہوگا اور اس نفخہ کو کوئی طاقت روک نہیں سکے گی۔

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۔ اور مشرک بولے الٰہی ہمارا حصہ ہمیں یوم حساب سے قبل دے دے۔

یہ عجل لنا قطنا بہ طریق تمسخر نضر بن حارث نے کہا تھا اس پر اللہ تعالے کی طرف سے اپنے حبیب پاک کو ارشاد ہوتا ہے کہ

اِصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاذْکُرْ عَبْدَنَا دَاؤُدَ ذَا الْاَیْدِ اِنَّہٗ اَوَّابٌ۔ اے محبوب آپ ان کی باتوں پر صبر فرمائیں اور ہمارے بندے داؤد نعمتوں والے کو یاد کریں بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے۔

یعنی حضرت داؤد علیہ السلام جنہیں عبادت کی ہم نے بہت قوت عطا فرمائی تھی حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ شان تھی کہ ایک روز افطار فرماتے اور ایک دن روزہ رکھتے۔ شب بیداری کی یہ شان تھی کہ نصف رات عبادت کرتے پھر درمیانی حصہ میں آرام فرما کر پچھلی رات مشغول عبادت رہتے اور اپنے رب کا قرب حاصل کرتے گویا اشارہ فرمایا گیا کہ بے دینوں کی بکواس سے بے پرواہ ہو کر عبادت داؤد کی طرف متوجہ رہیں۔ اس کے بعد ان کی معجزانہ شان کا بیان ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَۃً کُلٌّ لَّہٗ اَوَّابٌ وَشَدَدْنَا مُلْکَہٗ وَاٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ۔ بے شک ہم نے مسخر کیے اس کے ساتھ پہاڑ کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے اور پرند جمع کیے ہوئے سب اس کے مطیع تھے اور ہم نے مضبوط کیا اسکی سلطنت کو اور دی ہم نے اسے حکمت اور قول فیصل۔

یعنی پہاڑ داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرتے۔ اور صاحب مدارک آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے آپ کے لیے پہاڑوں کو ایسا مسخر فرمایا تھا کہ جہاں آپ چاہتے انہیں ساتھ لے جاتے۔

اور حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح فرماتے تو پہاڑ اور پرند سب آپ کے ساتھ تسبیح کرتے۔

اور شددنا ملکہ کے یہ معنی ہیں کہ آپ کو حکمرانی کی قوت کے لیے فوج بھی بکثرت عطا کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روئے زمین کے حکمرانوں میں آپ کی سلطنت مضبوط اور قوی تھی حتیٰ کہ آپ کے محراب عبادت کے پہرے دار چھتیس ہزار مرد تھے۔

اور حکمت سے مراد نبوت ہے۔

بعض نے حکمت کی تفسیر عدل سے کی ہے۔

بعض نے کتاب اللہ یعنی زبور مراد لی ہے۔

بعض نے تفقہ فی الدین بتایا۔

بعض نے سنت مراد لی اور

قول فیصل سے علم قضا اور سیاست حکمرانی مراد لیا جو حق و باطل میں تمیز کر دے۔

وَہَلْ اَتَاکَ میں مخاطبہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

اور نَبَؤُ الْخَصْمِ سے مراد آنے والے فرشتے تھے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے امتحان کے لیے آئے تھے اور اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ۔ جب وہ دیوار پھاند کر مسجد داؤد میں آئے۔ اور اچانک آپ پر ظاہر ہوئے تو لازمی طور پر اس آنے سے فزع اور گھبراہٹ ہوئی تھی چنانچہ ارشاد ہے۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ ۔ وہ داؤد پر داخل ہوئے تو ان سے گھبرائے۔

آپ متحیر ہو کر گھبرائے کہ چھتیس ہزار پہرے والوں سے مخفی طور پر یہ کیسے آگئے تو فرشتے عرض کرنے لگے جیسا کہ ارشاد ہے۔

قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَاۤ اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۔ فرشتوں نے عرض کی گھبرائیے نہیں ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو ہم میں آپ سچا فیصلہ فرما دیجئے اور خلاف حق نہ کیجئے۔

واقعہ یہ تھا کہ

حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیبیاں تھیں اور ایک مسلمان کے پاس ایک بیوی تھی جس کی طرف حضرت داؤد علیہ السلام کا رجحان تھا۔ آپ نے اس پر اپنی رغبت کا اظہار فرما کر اسے اس امر کی طرف آمادہ کر لیا کہ وہ طلاق دیدے تاکہ بعد عدۃ اسے آپ اپنے نکاح میں لیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ننانوے بیویاں آپ کے پاس تھیں اور اس پر ایک عورت کے لیے پیغام دیا یہ بیوی وہ تھی جسے ایک مسلمان پیام دے چکا تھا اور آپ کے علم میں وہ پیام دینا نہیں تھا۔ ورنہ خطبہ علے الخطبہ آپ نہ دیتے۔ لڑکی کے والدین خطبہ داؤدی کے مقابلہ میں کسی کا خطبہ کیوں کر قبول کرتے۔ چنانچہ یہ عقد آپ سے ہو گیا۔

اس زمانہ میں ایسا رواج تھا کہ اگر کوئی کسی عورت کی طرف رغبت رکھتا ہو تو اس سے استدعا کر کے طلاق دلوا دیتا اور بعد عدت نکاح کر لیتا۔

یہ طریقہ نہ شرعاً ممنوع تھا نہ اس رسم و رواج کے خلاف۔ لیکن انبیاء کرام کی شان اس سے ارفع ہے تو مرضی الٰہی یہ ہوئی کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس سے آگاہ کیا جائے۔

اس تنبیہ کا ذریعہ یہ نکالا گیا کہ ملائکہ مدعی و مدعا علیہ کی شکل میں آپ کے حضور پیش ہوں اور مسئلہ کو ایک فرضی شکل میں پیش کرے۔ چنانچہ وہ ملائکہ حاضر دربار ہوئے اور عرض کیا۔

اِنَّ ھٰذَا اَخِیْ لَہٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَۃً وَّلِیَ نَعْجَۃٌ وَّاحِدَۃٌ فَقَالَ اَکْفِلْنِیْہَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ

یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے اب یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دے اور اپنے مطالبہ میں مجھ پر زور ڈالتا ہے۔

یعنی ننانوے دنبیوں والا مجھ سے ایک دنبی بھی طلب کر کے مجھ پر زور ڈالتا ہے۔ یہ فرضی شکل مسئلہ کی پیش کر کے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرشتوں نے استفسار کیا اس کا جواب آپ نے دیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَکَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِکَ اِلٰی نِعَاجِہٖ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُہُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ داؤد نے فرمایا بے شک یہ تجھ پر ظلم کرتا ہے اور تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملاتا ہے اور بیشک اکثر ساجھی والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں۔

یہ جواب سن کر ملائکہ نے آپس میں دیکھا اور متبسم ہو کر نظر سے غائب ہو گئے۔

اس سوال میں دنبی ایک کنایہ تھا جس سے ننانوے بیویاں اور ایک بیوی مراد تھی اور متبسم ہو کر ملائکہ کا نظر سے غائب ہو جانا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ آپ کے پاس جب ننانوے بیویاں ہیں تو دوسرے کی بیوی کی طرف خواہش کرنا آپ کی شان کے خلاف ہے چنانچہ آپ نے جواب میں فرمایا۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ۔ مگر جو ایمان والے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں وہ بہت تھوڑے ہیں۔

اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو محسوس ہوا کہ میرے لیے یہ امتحان تھا سوال میرے ہی متعلق تھا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰہُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّہٗ وَخَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ۔ اور داؤد سمجھے کہ یہ سوال کرنے والے من جانب اللہ آئے تھے اور اللہ تعالےٰ نے اس میں ان کا امتحان فرمایا تھا تو اسی وقت آپ نے استغفار فرمائی اور سجدے میں گر گئے اور اللہ کے حضور رجوع لائے۔

اس آیت کریمہ میں وَخَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ پر سجدۂ تلاوت ہے۔

یہاں یہ مسئلہ یاد رکھنا چاہئے کہ آیت سجدہ پڑھنے والا اگر رکوع بنیت سجدہ کر لے تو وہ رکوع سجدہ کے قائم مقام سمجھا جاتا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

فَغَفَرْنَا لَہٗ ذٰلِکَ وَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ۔ تو ہم نے اسے معاف فرمایا اور اس کے لیے ہماری بارگاہ میں قرب اور بہترین مقام ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام سے اللہ تعالے لغزش بھی نہیں ہونے دیتا۔ اگر باقتضاء بشریت ان کا رجحان ان کی شان کے خلاف ہو تو بذریعہ ملائکہ انہیں اس سے روک دیتا ہے چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ۔ اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں نائب بنایا تاکہ اللہ کے بندوں کی تدبیر امور فرمائیں اور آپ کا حکم ان میں نافذ ہو تو آپ لوگوں میں حق فیصلہ دیں اور خواہشات کے پیچھے نہ لگیں کہ وہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں گی بے شک جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس بنا پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے ہیں۔

ایسے لوگ گمراہ ہیں اور ایمان سے محروم لہذا ان کے پیچھے لگنا غلط روی ہے۔

لغاتِ نادرہ

مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ۔ فَوَاق اس افاقہ کو کہتے ہیں جو دودھ کے وقت ایک دھار سے دوسری دھار کے مابین ہوتا ہے اس کے اصل معنی رجوع کے ہیں۔

اَفَاقَ مِنْ مَّرَضِهٖ۔ اَیْ رَجَعَ اِلَى الصِّحَّةِ۔

اس میں دو لغت ہیں فَوَاق بفتح فا اور فُوَاق بضم فا۔ یہاں فواق سے مراد توقف ہے۔

عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا۔ قِط کسی چیز کے ٹکڑے کو کہتے ہیں یہ مشتق ہے قَطَّہٗ اِذَا قَطَعَہٗ سے۔ صحیفہ جائزہ کو قِط کہتے ہیں کہ وہ بھی کاغذ کا ایک ٹکڑہ ہوتا ہے۔

ذَا الْاَیْدِ۔ اَید کہتے ہیں قوت کو اور اسی سے وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ہے۔ اور وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ بھی کہا ہے۔

بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ۔ اشراق وہ وقت ہے جس میں آفتاب خوب چمکنے لگے اور شروق آفتاب کے طلوع کے وقت کو کہتے ہیں شَرَقَتِ الشَّمْسُ اِذَا طَلَعَتْ وَ اَضَاءَتْ

وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً۔ پرندوں کا یکجا جمع ہونا۔

اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ۔ تَسَوَّرُوْا کے معنی ہیں جب وہ دیوار کی طرف آئے۔ تَسَوَّرُوا السُّوْرَ

کتراتا بولتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ صٓ پ ۲۳

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ۔ اور نہیں انتظار کرتے یہ مگر ایک ایسی چنگھاڑ کی جس کے اندر کمی کرنے کی کسی میں قوت نہیں۔

یہاں سے عذاب کفار مکہ کا بیان شروع ہے ینظرتے مراد یہاں انتظار ہے وَالْمُرَادُ بِالصَّيْحَةِ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ اور صیحہ سے مراد نفخہ ثانیہ ہے گویا عبارت یوں ہے مَا يَنْظُرُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ الْكَفَرَةُ الْحَقِيْرُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ اَمْثَالُ اُولٰٓئِكَ الطَّوَاۗئِفِ الْمُهْلَكُوْنَ فِي الْكُفْرِ وَالتَّكْذِيْبِ شَيْئًا اِلَّا النَّفْخَةَ الثَّانِيَةَ الَّتِيْ يَقُوْمُ بِهَا السَّاعَةُ۔ یہ ذلیل وحقیر کفار جو پہلے ہلاک کیے گئے طائفوں کی ہم مثل ہیں وہ بھی کفر وتکذیب کے اندر تھے اور یہ بھی اسی راہ پر ہیں انہیں انتظار نہیں مگر نفخہ ثانیہ کا جس کے ساتھ قیامت قائم ہوگی۔

اور یہ نفخہ وہ ہوگا جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم موجود ہوں گے اور یہ سنت آلہیہ حضور پر اثر انداز نہ ہوگی اور آپ کے متبعین بھی اس سے محفوظ رہیں گے چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں

وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْجُوْدٌ خَارِجٌ عَنِ السُّنَّةِ الْاِلٰهِيَّةِ الْمَبْنِيَّةِ عَلَى الْحِكَمِ الْبَاهِرَةِ كَمَا نَطَقَ بِهٖ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ اِذِ الْمُرَادُ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وُجُوْدُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت موجود ہوں گے اور نفخہ ثانیہ کے اثر سے آپ معہ اپنی امت کے محفوظ ہوں گے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ آیت کریمہ میں اَنْتَ فِيْهِمْ سے مراد وجود باجود سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

اور مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ کی تفسیر میں فرماتے ہیں وَالْفَوَاقُ الزَّمَنُ الَّذِيْ بَيْنَ حَلْبَتَيِ الْحَالِبِ وَرَضْعَتَيِ الرَّاضِعِ وَيُقَالُ لِلَّبَنِ الَّذِيْ يَجْتَمِعُ فِي الضَّرْعِ بَيْنَ الْحَلْبَتَيْنِ فِيْقَةٌ وَيُجْمَعُ عَلٰى اَفْوَاءٍ وَاَفَاوِيْقَ جَمْعُ الْجَمْعِ۔

تو خلاصہ معنی یہ ہوئے مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ تَوَقُّفٍ مِقْدَارَ فَوَاقٍ۔

وَقِيْلَ الْمَفْتُوْحُ اِسْمُ مَصْدَرٍ مِنْ اَفَاقَ الْمَرِيْضُ اِفَاقَةً وَفَاقَةً اِذَا رَجَعَ اِلَى الصِّحَّةِ۔

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۔ اور مشرک بولے اے ہمارے رب جلدی کر ہمارے لیے ہمارا حصہ یوم حساب سے پہلے۔

یہ بیان ہے نضر بن حارث اور ابوجہل کا جب اس نے سنا کہ عذاب آخرت موخر ہے اس دن تک جسے یوم حساب کہتے ہیں تو نضر بن حارث بن علقمہ بن کاوہ اور ابوجہل بن ہشام نے بطریق استہزاء کہا کہ آخرت والا عذاب ہم پر ابھی کیوں نہیں آتا چنانچہ سورہ معارج میں بھی اس کا تذکرہ ہے سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۔

تعریف لفظ قِطّ

اَلْقِطُّ وَالْقِطْعَةُ مِنَ الشَّيْءِ مِنْ قَطَّهٗ اِذَا قَطَعَهٗ وَيُقَالُ لِصَحِيْفَةِ الْجَائِزَةِ قِطٌّ لِاَنَّهَا قِطْعَةٌ مِّنَ الْقِرْطَاسِ ۔ چنانچہ اعشٰی بھی کہتا ہے۔

وَلَا الْمَلِكُ النُّعْمَانُ يَوْمَ لَقِيْتُهٗ بِنِعْمَتِهٖ يُعْطِي الْقُطُوْطَ وَيُطْلِقُ

خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ قِطَّنَا میں جو لفظ قِطّ ہے وہ حصہ یا کسی شئے کے ٹکڑے یا جز کے متعلق ہی مستعمل ہوتا ہے ۔ اسی وجہ ہیں

کلبی کہتے ہیں اَيْ عَجِّلْ لَنَا صَحِيْفَةَ اَعْمَالِنَا نَنْظُرْ فِيْهَا ۔ ہمارا صحیفہ اعمال ہمیں جلد دے دیا جائے تاکہ اس میں اپنا عمل دیکھ لیں۔

چنانچہ حضرت ابن جبیر فرماتے ہیں وَذٰلِكَ اَنَّهُمْ لَمَّا سَمِعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ وَعْدَ اللّٰهِ الْمُؤْمِنِيْنَ الْجَنَّةَ فَقَالُوْا عَلٰى سَبِيْلِ الْهُزْءِ عَجِّلْ لَنَا نَصِيْبَنَا مِنْهَا نَتَنَعَّمْ بِهٖ فِي الدُّنْيَا ۔ جب مشرکین نے سنا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مومنین سے جنت کا وعدہ فرما رہے ہیں ۔ تو مشرکین نے استہزاء کیا کہ ہمارا حصہ بھی اس میں سے ہمیں دے دیا جائے تاکہ دنیا میں ہم نعمتیں لے سکیں اس کا جواب اللہ تعالے کی طرف سے یہ ملا کہ اے محبوب ان کے مقالات باطلہ موذیہ پر صبر کیجئے اور انبیاء سابقہ کے حالات یاد فرمائیں ۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ۔ اے محبوب ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤد بڑی قوتوں والے کا معاملہ یاد فرمائیں بے شک وہ بڑا رجوع کرنے والا اطاعت الٰہی میں ہے ۔

حضرت داؤد علیہ السلام علو شان اور منصب نبوت کے حامل تھے مگر باوجود اس کے آپ کی مخالفت ہوئی مگر انہوں نے صبر فرمایا حتیٰ کہ اللہ تعالے نے فرج الم فرمایا اور اس غم کا انجام اچھا کیا۔

تفسیر لفظ اَوَّاب

ابن جریر، ابن عباس، مجاہد فرماتے ہیں اَلْاَوَّابُ الْمُسَبِّحُ۔ اوّاب سے مراد تسبیح کرنے والے کئے ہیں۔
عمرو بن شراجیل کہتے ہیں اِنَّمَا الْمُسَبِّحُ بِلُغَتِہِ الْحَبَشَۃِ۔ مسبح لغت حبشہ میں اوّاب کو کہتے ہیں
دیلمی مجاہد سے راوی ہیں قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْاَوَّابِ فَقَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْہُ فَقَالَ ھُوَ الرَّجُلُ یَذْکُرُ ذُنُوْبَہٗ فِی الْخَلَاءِ فَیَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی۔ فرماتے ہیں میں
نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے لفظ اوّاب کے معنی پوچھے آپ نے فرمایا میں نے حضور سے سوال کیا تو آپ
نے فرمایا اوّاب وہ آدمی ہے جو اپنے گناہ یاد کرکے تنہائی میں اپنے رب سے استغفار کرے۔

اور ذالاید قوت دینیہ رکھنے والے کو کہتے ہیں وَھُوَ الْقُوَّۃُ عَلَی الْعِبَادَۃِ کَمَا قَالَ مُجَاھِدٌ وَقَتَادَۃُ وَ
الْحَسَنُ اور یہی قوت عبادت کی ہے۔

اسی بنا پر حضرت داؤد علیہ السلام کو قوی الجسم بھی لکھا گیا۔

اور بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت ابو درداء سے نقل کیا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اِذَا ذَکَرَ دَاؤدَ وَحَدَّثَ عَنْہُ قَالَ کَانَ اَعْبَدَ الْبَشَرِ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب حضرت داؤد کا ذکر
فرماتے تو فرماتے وہ انسانوں میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔

وَرُوِیَ اَنَّہٗ کَانَ یَصُوْمُ یَوْمًا وَیُفْطِرُ یَوْمًا وَکَانَ یَقُوْمُ نِصْفَ اللَّیْلِ۔ ایک روایت میں ہے
کہ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے اور آدھی رات قیام فرماتے۔

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَۃً کُلٌّ لَّہٗ اَوَّابٌ۔
ہم نے مسخر کیے پہاڑ ان کے ساتھ غروب و طلوع کے وقت تسبیح کرتے اور پرند جمع ہوتے سب ان کے
لیے مطیع تھے۔

یہاں تسخیر جبال وہ نہ تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تھی کہ ہوا بھی تابع فرمان اور پہاڑ بھی
مطیع حکم تھے بلکہ یہ تسخیر بہ طریق اقتداء تھی عبادت الٰہی میں۔ اس کا ذکر سورۃ انبیاء میں ہو چکا ہے جہاں
وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاؤدَ الْجِبَالَ آیا ہے۔

یہ تسخیر جبال تسبیح میں تھی جیسے تَسْبِیْحُ الْحَصٰی الْمَسْمُوْعُ فِیْ کَفِّ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جیسے کنکریوں
کی تسبیح جو مسموع ہوئی کف اقدس سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم میں۔

صرف ایک قول ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پہاڑ آپ کے ساتھ مسخر تھے سَیَّرْنَ مَعَہٗ عَلٰی اَنْ
یُّسَبِّحْنَ مِنَ السِّبَاحَۃِ۔ پہاڑ آپ کی معیت میں چلتے تاکہ تسبیح کرتے رہیں۔

عشیؔ و اشراق کی توضیح

هُوَ كَمَا قَالَ الرَّاغِبُ مِنْ زَوَالِ الشَّمْسِ اِلَى الصَّبَاحِ اَیْ يُسَبِّحْنَ بِهٰذَا الْوَقْتِ۔ راغب کہتے ہیں عشی و اشراق زوال شمس سے صبح تک کے وقت کو کہتے ہیں یعنی پہاڑ اس وقت میں تسبیح کرتے تھے۔

اور اشراق سے مراد وقت اشراق ہے۔

ثعلب کہتے ہیں محاورہ میں ہے شَرَقَتِ الشَّمْسُ اِذَا طَلَعَتْ وَاَشْرَقَتْ اِذَا اَضَاءَتْ وَصَفَتْ فَوَقْتُ الْاِشْرَاقِ وَقْتُ اِرْتِفَاعِهَا مِنَ الْاُفُقِ الشَّرْقِیِّ وَصَفَاءِ شُعَاعِهَا وَهُوَ الضَّحْوَةُ الصُّغْرٰى۔ جب آفتاب طلوع ہو کر روشن ہو جائے اور شعاعیں صاف ڈالنے لگے تو وہ اشراق ہے جبکہ وہ افق شرقی سے بلند ہو کر صاف شعاعیں ڈالنے لگے اور اسی کو ضحوہ صغری کہتے ہیں۔

اور اسے نماز اشراق سنت داؤدی کے ماتحت کہتے ہیں جو حضور نے بھی پڑھیں۔

صلوٰۃ الاشراق کی اصل

حضرت ام ہانی بنت ابو طالب سے مروی ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلٰوةَ الْفَجْرِ قَالَ هٰذَا صَلٰوةُ الْاِشْرَاقِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب بلند ہوتے وقت نفل پڑھیں اور فرمایا یہ نماز اشراق ہے۔

وَاَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ الْخُرَاسَانِیِّ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَمْ يَزَلْ فِیْ نَفْسِیْ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ حَتّٰى قَرَأْتُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں میرے دل میں نماز اشراق کے متعلق کچھ شبہ تھا حتی کہ جب آیۂ کریمہ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ پڑھی تو یقین ہو گیا کہ نماز اشراق کی اصل ہے اور یہ مشروع ہے۔

رکعات نماز اشراق

کی بابت شیخ امام ولی الدین ابن العراقی نے متعدد احادیث نقل فرمائیں اور محمد بن جریر طبری نے فرمایا کہ اس کی روایتیں حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔ البتہ صحیحین سے ثابت ہوتا ہے کہ اِنَّ تِلْكَ الصَّلٰوةُ كَانَتْ صَلٰوةَ شُكْرٍ لِذٰلِكَ الْفَتْحِ الْعَظِيْمِ صَادَفَتْ ذٰلِكَ الْوَقْتَ لَا اَنَّهَا عِبَادَةٌ مَخْصُوْصَةٌ فِيْهِ دُوْنَ سَبَبِ اَدَائِهَا۔ یہ نماز صلوٰۃ شکر ہے اس لیے کہ فتح عظیم بدر پر حضور نے ادا فرمائی۔

اور مسلم شریف کی کتاب الطہارۃ بطریق ابی ہریرہ روایت ہے کہ ثُمَّ صَلّٰى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ سُبْحَةَ الضُّحٰى آٹھ رکعت ادا فرمائیں۔

اور ابن عبد البر تمہید میں بطریق عکرمہ بن خالد راوی ہیں کہ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَكَّۃَ فَصَلّٰى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ الصَّلٰوۃُ قَالَ هٰذِهٖ صَلٰوۃُ الضُّحٰى۔ حضور مکہ میں تشریف لائے تو آٹھ رکعت ادا فرمائیں۔ میں نے عرض کیا یہ کونسی نماز ہے فرمایا یہ نماز اشراق ہے۔

اور ابن ماجہ میں ہے کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى اَرْبَعًا وَيَزِيْدُ مَا شَاءَ اللّٰهُ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اشراق کی چار رکعت بھی پڑھیں اور زیادہ بھی ادا فرمائیں۔

اور اس نماز کے متعلق حاکم حضرت ابوذر غفاری اور ابوسعید اور زید بن ارقم اور ابوہریرہ اور بریدہ اسلمی اور ابودرداء اور عبداللہ بن ابی اوفی اور عتبان بن مالک اور عتبہ بن عبد اسلمی اور نعیم بن ہمام غطفانی اور ابوامامہ باہلی اور ام ہانی اور ام سلمہ وغیرہ سے افضل نوافل فرماتے ہیں۔

بہر حال روایت بخاری سے اس کی اقل مقدار دو رکعت ہیں اور زیادہ سے زیادہ چار رکعت ہیں اگرچہ حضور نے اس سے زائد بھی پڑھیں۔

وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ۔ اور مسخر کیے پرند کہ جمع رہتے اور سب یعنی پہاڑ اور پرند تسبیح کے لیے آپ کی طرف رجوع تھے۔

یہاں اوّاب بمعنی مسبح ہے آگے ارشاد ہے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ۔ اور مضبوط کی ہم نے ان کی حکومت اور عطا کی ہم نے حکمت اور فیصلہ دینے کی طاقت۔

یعنی ہیبت و نصرت اور کثرت جنود سے آپ کی حکومت مضبوط فرمائی چنانچہ ابن جریر اور حاکم راوی ہیں اِنَّهٗ كَانَ يَحْرُسُهٗ كُلَّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ اَرْبَعَةُ اٰلَافٍ۔ آپ کے پہرے دار رات اور دن کے چار ہزار تھے۔

وَحُكِيَ اَنَّهٗ كَانَ حَوْلَ مِحْرَابِهٖ اَرْبَعُوْنَ اَلْفُ مُسْتَلِمٍ يَحْرُسُوْنَهٗ۔ ایک روایت ہے کہ آپ کی عبادتگاہ کے محافظ چالیس ہزار پہریدار تھے۔

آپ کی حکومت و حکمت کی پختگی پر عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے حضرت داؤد علیہ السلام کے حضور ایک آدمی پر دعوی کیا کہ اس کی گائے دینے سے وہ منکر ہے اس پر گواہ طلب کیے تو وہ گواہ نہ دے سکا آپ نے دونوں کو اپنے سامنے کھڑا کر لیا اور آپ پر غنودگی طاری ہوئی اور اس میں کہا گیا کہ مدعا علیہ کو قتل کر دیا جائے۔

آپ نے خیال فرمایا کہ یہ خواب ہے اس پر میں کسی کے قتل پر عجلت نہیں کروں گا۔ دوسری رات

خواب میں پھر قتل کا حکم ہوا آپ نے پھر ٹال دیا۔ پھر تیسری رات بھی قتل کا حکم ہوا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اگر ایسا نہ کرو گے تو عذاب الٰہی آئے گا۔

آپ نے مدعا علیہ کو بلا کر فرمایا کہ تیرے قتل کا مجھے حکم ہوا ہے۔ وہ بولا حضور بلا ثبوت جرم مجھے قتل کیوں کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے حکم الٰہی ہے اس کے نفاذ سے میں رک نہیں سکتا۔

تو اس آدمی نے عرض کیا حضور میں سچ سچ عرض کر دوں قسم بخدا میں اس جرم میں ماخوذ نہیں بلکہ میں نے مدعی کے والد کو قتل کیا تھا اس پر میری گرفت ہوئی ہے۔

غرضکہ آپ نے اس کو قصاص میں قتل کرا دیا۔ اس کی وجہ سے بنی اسرائیل میں آپ کی ہیبت طاری ہو گئی اور آپ کا ملک مضبوط ہو گیا۔ چنانچہ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ اسی بنا پر فرمایا گیا اور

وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ سے مراد نبوت و کمال علم اور اتقان فی العمل ہے۔

ایک قول ہے زبور اور علم شرائع مراد ہیں۔

ایک قول ہے کہ آپ کو ایسا جامع الکلم فرمایا کہ حکمت سے خالی کوئی کلام نہ ہوتا تھا۔ اور فَصْلَ الْخِطَابِ سے مراد حق و باطل کی تمیز ہے۔

چنانچہ آپ مقدمات میں اور حکومت اور تدبیر ملک اور مشوروں میں نہایت صاحب الرائے تھے اس کے بعد ایک خاص واقعہ کا ذکر شروع ہے۔

وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ۔ اور کیا آئی تمہیں خبر جھگڑا کرنے والوں کی جبکہ وہ دیوار پھاند کر آئے۔

خصم اصل میں مصدر ہے خصم کے لیے اس کے معنی خاصمہ و غلبہ کے ہیں۔

إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ۔ یعنی جبکہ وہ چڑھے دیوار پر اور اندر آترے۔

اور سور دیوار کو کہتے ہیں جو مکان کے چاروں طرف ہوتی ہے۔ اور محراب بمعنی غرفہ ہے یعنی کھڑکی یا روشندان اور محراب مسجد بھی اس سے ماخوذ ہے۔

راغب کہتے ہیں مِحْرَابُ الْمَسْجِدِ قِيلَ سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِأَنَّهُ مَوْضِعُ مُحَارَبَةِ الشَّيْطَانِ وَالْهَوٰى مسجد کے محراب کو محراب اس بنا پر کہتے ہیں کہ وہ موضع محاربہ شیطان ہے۔ یہاں شیطان سے امام کو اپنا مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ محراب مسجد کو محراب بایں معنی کہتے ہیں کہ انسان کو اس مقام پر اشتغال دنیا ترک کر کے حرص و ہوائے نفسانیہ سے مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔

اور امام جلال الدین سیوطی نے اس مضمون میں ایک رسالہ تالیف فرمایا ہے جس میں تحقیق محراب فرماتے ہوئے لکھتے ہیں اِنَّ الْمَحَارِیْبَ الَّتِیْ فِی الْمَسَاجِدِ بَیْنَنَا الْمَعْرُوْفَۃَ الْیَوْمَ لَمْ تَکُنْ فِیْ عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ یہ محرابیں جو اب مساجد میں بنائی جاتی ہیں اس ہیئت پر عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھیں۔

اور یہ ظاہر ہے کہ ہیئت کذائی کی محرابیں عہد شاہان مغلیہ سے بنی ہیں۔

بہرحال بناء تحاکم الخصمین کا تذکرہ منصوص ہے اور دیوار پھاندکر آنا بھی قرآن کریم میں مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْھُمْ۔ جبکہ وہ داخل ہوئے داؤد پر تو اس آنے سے آپ گھبرا گئے۔

اس لیے کہ جس جگہ کی حفاظت چار ہزار سے لے کر چالیس ہزار پہرے داروں سے ہو رہی ہو۔ وہاں اچانک متخاصمین کا داخل ہو جانا باقتضاء البشریت موجب فزع اور باعث تحیر ضرور تھا اس لیے کہ فزع کی تعریف میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں وَالْفَزَعُ اِنْقِبَاضٌ وَنَفَارٌ یَعْتَرِی الْاِنْسَانَ مِنَ الشَّیْءِ الْمُخِیْفِ فزع انقباض و نفور کو کہتے ہیں جو انسان پر کسی شئے مخیف سے طاری ہوتا ہے۔

واقعہ یہ ہے

رُوِیَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَعَثَ اِلَیْہِ مَلَکَیْنِ فِیْ صُوْرَۃِ اِنْسَانَیْنِ قِیْلَ ھُمَا جِبْرَئِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ فَطَلَبَا اَنْ یَّدْخُلَا عَلَیْہِ فَوَجَدَاہُ فِیْ یَوْمِ عِبَادَتِہٖ فَمَنَعَھُمَا الْحَرَسُ فَتَسَوَّرَا عَلَیْہِ الْمِحْرَابَ فَلَمْ یَشْعُرْ اِلَّا وَھُمَا بَیْنَ یَدَیْہِ جَالِسَانِ وَکَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَمَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ جَزَّاَ زَمَانَہٗ اَرْبَعَۃَ اَجْزَاءٍ یَوْمًا لِلْعِبَادَۃِ وَیَوْمًا لِلْقَضَاءِ وَیَوْمًا لِلْاِشْتِغَالِ بِخَاصَّۃِ نَفْسِہٖ وَیَوْمًا لِجَمِیْعِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَیَعِظُھُمْ وَیُبْکِیْھِمْ۔

روایت ہے کہ اللہ تعالے نے انسانی شبیہ میں دو فرشتے حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں بھیجے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ جبرئیل و میکائیل علیہما السلام تھے تو جب انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا تو دیکھا کہ آپ مشغول عبادت ہیں اور پہرے داروں نے داخل ہونے سے روک دیا تو انہوں نے دیوار پھاند کر اپنے کو خدمت داؤد میں پہنچایا۔ اور ایسے حال میں پہنچے کہ کوئی نہ سمجھ سکا کہ کدھر سے داخل ہوئے۔

اور بروایت ابن عباس مروی ہے کہ آپ نے اپنے اوقات چار طرح تقسیم فرما رکھے تھے ایک دن عبادت کے لیے اور ایک دن مقدمات کے فیصلے کے لیے اور ایک دن اپنے خصوصی کاموں کے لیے

اور ایک دن تمام بنی اسرائیل کے لیے کہ اس میں ان کو نصیحت فرمائیں اور رلائیں۔

وَسَبَبُ الْفَزَعِ قِيْلَ اِنَّهُمْ نَزَلُوْا مِنْ فَوْقِ الْحَائِطِ وَفِيْ يَوْمِ الْاِحْتِجَابِ وَالْحَرَسُ حَوْلَهٗ لَا يَتْرُكُوْنَ مَنْ يُّرِيْدُ الدُّخُوْلَ عَلَيْهِ فَخَافَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ يُّؤْذُوْهُ لَاسِيَّمَا عَلٰی مَا قِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ لَيْلًا۔

اور آپ کے گھبرا جانے کا سبب یہ ہوا کہ وہ دیوار پر سے آپ پر اترے اور یہ دن خاص پردہ کے لیے رکھا گیا تھا اور پہرے دار آپ کے گرداگرد تھے جس کی وجہ سے کسی کی مجال نہ تھی کہ داخل ہوتا تو آپ خوفزدہ ہوئے کہ یہ حرکت کسی ایذا دہندہ کی ہے خصوصاً جبکہ یہ واقعہ رات کا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے گمان فرمایا کہ مملکت کے کسی صوبہ نے نظام کی اہانت کا خیال رکھے ایسا نہ کیا ہو۔ اور بلاحصول اجازت وہ داخل ہو گیا ہو اس وجہ میں آپ خائف ہوئے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ کے قلعہ کی دیوار اتنی بلند تھی کہ مہینوں مدد لگانے کے بعد بھی کوئی دیوار پھاند نہ سکتا تھا۔ مختصر یہ کہ آپ کو خائف دیکھ کر دونوں فرشتے بولے۔

قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا اِلٰی سَوَاءِ الصِّرَاطِ۔ عرض کیا خوف نہ فرمائیں ہم دو متخاصم ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو آپ ہمارے اندر حق حق فیصلہ دیں اور حق سے متجاوز نہ ہوں اور ہمیں صحیح سیدھی راہ پر لے آئیں۔

گویا فرشتوں نے یہ کہہ کر خاموشی اختیار کی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے دریافت کیا مَا اَمْرُكُمْ۔ تمہارا کیا معاملہ ہے تو انہوں نے عرض کیا خَصْمَانِ یعنی ہم مدعی مدعا علیہ ہیں جاء بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ ایک نے دوسرے پر جور کیا ہے اس طرح انہوں نے آپ کو مطمئن کر کے عرض کیا ہمارا فیصلہ فرما دیجئے جو حق ہو اور حق سے تجاوز نہ فرمائیں۔ اور تُشْطِطْ، شطط سے ہے جس کے معنی تبعد عن الحق کے ہیں۔ يَعْنِيْ لَا تُشْطِطْ لَے لَا تَبْعُدْ عَنِ الْحَقِّ۔

وَاهْدِنَا اِلٰی سَوَاءِ الصِّرَاطِ۔ اور ہماری راہنمائی فرمائیں وسط طریق حق پر۔

پھر ایک مفروضہ وضاحت مسئلہ کے لیے پیش کیا جیسے سوال میں کیا کرتے ہیں مثلاً لکھتے ہیں الف نے ب کے ساتھ ایسا کیا تو جیم اس پر دعویٰ کرتا ہے اور حق فیصلہ چاہتا ہے حالانکہ نہ الف کوئی ہوتا ہے نہ ب اور نہ جیم اسی طرح فرشتوں نے فرضی شکل بنا کر پیش کی کما قال تعالیٰ۔

اِنَّ هٰذَا اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ۔ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے تو اس نے کہا ہے کہ یہ دنبی بھی میرے ملک کر دے اور اس مطالبہ پر زور دیتا ہے۔

یہاں بھائی کہہ کر اخوت دینی یا اخوت شرکت مراد لی گئی ہے۔

ایک قول ہے کہ اس اخوت سے مراد اخوت نسبی تھی اور یہ متخاصمین بنی اسرائیل سے حقیقی بھائی تھے لیکن یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آنے والے دونوں فرشتے تھے اور انھوں نے تنانوے دنبی کہہ کر ننانوے بیوی مراد لی تھیں اور ایک دنبی کہہ کر ایک بیوی ظاہر کی تھی۔

اور وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ کہہ کر اس امر کا اظہار کیا کہ میں کمزور ہوں اور یہ طاقتور رہے حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے بیان لے کر فیصلہ دیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ فرمایا داؤد نے بے شک وہ تجھ پر ظلم کرتا ہے کہ تیری دنبی مانگتا ہے اپنی دنبیوں کی طرف۔

یعنی جب حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی کا ضعف اس درجہ دیکھا کہ وہ مظلوم ہے تو صاف فیصلہ دیا اور فرمایا لَقَدْ ظَلَمَكَ اور اس کے ساتھ ہی فرمایا۔

وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ۔ اور اکثر خلطاء یعنی شریک لوگ ضرور زیادتی کرتے ہیں آپس میں، اور مراعات حق ملحوظ نہیں رکھتے۔

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور ایسے لوگ کم ہوتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے گویا فرمایا إِنَّ هَٰذَا الْأَمْرَ الَّذِي جَرَىٰ بَيْنَكُمَا أَيُّهَا الْخَلِيطَانِ كَثِيرًا مَّا يَجْرِي بَيْنَ الْخُلَطَاءِ۔ یہ معاملہ جو تم دونوں کے مابین ہوا یہ اکثر شریکوں میں ہوتا رہتا ہے۔

چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اس فیصلہ کے بعد متخاصمین نے آپس میں دیکھا اور ہنسے پھر آسمان کی طرف غائب ہوگئے چنانچہ آلوسی اس روایت کو نقل کرتے ہیں۔

لَمَّا قَضَىٰ بَيْنَهُمَا نَظَرَ أَحَدُهُمَا إِلَىٰ صَاحِبِهِ فَضَحِكَ ثُمَّ صَعِدَا إِلَى السَّمَاءِ حِيَالَ وَجْهِهِ فَعَلِمَ بِذَٰلِكَ أَنَّهُ تَعَالَىٰ ابْتَلَاهُ۔ اس سے حضرت داؤد علیہ السلام سمجھے کہ اس میں اللہ تعالے نے مجھے آزمایا ہے جیسا آگے ارشاد ہے۔

وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ ۔ اور یقین کیا داؤد نے کہ وہ آزمایا گیا ہے۔

اور ظن کے قرآنی معنی یقین و علم کے ہیں چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں فَالْمَعْنَىٰ وَعَلِمَ دَاوُودُ أَيْقَنَ بِمَا جَرَىٰ فِي مَجْلِسِ الْحُكُومَةِ إِنَّ اللَّهَ ابْتَلَاهُ۔

اور آپ کو محسوس ہوا کہ یہ میرے مرتبہ کا گناہ ہے۔ اگرچہ حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ ارشاد

فرمایا جا چکا ہے۔ تو آپ وہیں سجدہ میں گر گئے اور استغفار کرنے لگے جیسا کہ ارشاد ہے۔
فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ۔ تو اپنے رب سے معافی چاہی اور سجدہ میں گر کر رجوع کیا۔
جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

فَخَرَّ عَلٰى وَجْهِهٖ رَاكِعًا ‌ ‌ ‌ ‌ وَتَابَ اِلَى اللّٰهِ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ

چنانچہ آیہ کریمہ آیت سجدہ بھی ہے۔ اس کے بعد سجدۂ تلاوت کرنا چاہیئے۔

چنانچہ نسائی نے ابن مردویہ سے بسند جید ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِيْ صٓ وَقَالَ سَجَدَهَا دَاوٗدُ تَوْبَةً وَّنَسْجُدُهَا شُكْرًا۔ اَيْ عَلٰى قَبُوْلِ تَوْبَةِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سورۃ صٓ میں اس آیت پر سجدہ کیا اور کہا داؤد علیہ السلام نے توبہ کے لیے سجدہ کیا اور ہم قبولیت توبہ داؤد پر بطور شکر سجدہ کرتے ہیں۔

اور حضرت ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ نے اس جگہ سجدہ واجب فرمایا۔

اور اَنَابَ کے معنی توبہ کے ساتھ بارگاہ حق میں رجوع کرنے کے ہیں اس کے بعد ارشاد ہے۔
فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ۔ تو ہم نے انہیں معاف کیا اور بے شک ان کے لیے ہمارے پاس تقرب اور بہترین مقام ہے جنت میں۔

احمد عبد بن حمید۔ یونس ابن حبان سے راوی ہیں اِنَّ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَكٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً حَتّٰى نَبَتَ الْعُشْبُ حَوْلَهٗ مِنْ دُمُوْعِهٖ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَرِحَ الْجَبِيْنُ وَرَقَاَ الدَّمْعُ وَخَطِيْئَتِيْ عَلَيَّ كَمَا هِيَ فَنُوْدِيَ يَا دَاوٗدُ اَجَائِعٌ فَتُطْعَمَ اَمْ ظَمْاٰنٌ فَتُسْقٰى اَمْ مَظْلُوْمٌ فَيُنْتَصَرَ لَكَ فَنَحَبَ نَحْبَةً هَاجَ مَا هُنَالِكَ مِنَ الْخُضْرَةِ فَغُفِرَ لَهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ۔

خلاصہ یہ کہ آپ چالیس رات روتے رہے اور اس مدت میں آپ کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آیا۔
دوسری روایت ہے کہ چالیس رات کے گریہ سے سبزہ اگ آیا۔
ایک روایت میں ہے کہ آپ نے چالیس دن تک کھانا پینا ترک فرمادیا بہر حال اللہ تعالیٰ نے معافی دی۔
اور ایک روایت میں ہے کہ آپ روتے روتے اتنے نحیف ہو گئے کہ انتقال فرما جائیں کہ ایشا آپ کے بیٹے نے دعا کی اور آپ کو معافی ملی۔ پھر بنی اسرائیل کے گندہ خیال افراد نے مخالفت کی اور محاربہ ہوا آپ نے انہیں ہزیمت دی۔

اس قسم کی اور بھی روایات ہیں جو بخوف طوالت نقل نہیں کیں۔ من شاء فلینظر فی روح المعانی
آخر ش اللہ تعالے نے ان کے مراتب کی بلندی کا اعلان فرمایا اور ارشاد ہوا۔

وَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ اور داؤد کے لیے ہمارا قرب اور بہترین مقام ہے یہ ارشاد ہوا

یہاں سیر کی روایت سے واقعہ آلوسی نقل کرتے ہیں۔

اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ رَاٰی اِمْرَأَۃً رَجُلٍ یُقَالُ لَہٗ اُوْرِیَا مِنْ مُؤْمِنِیْ قَوْمِہٖ وَفِیْ بَعْضِ الْاٰثَارِ اَنَّہٗ وَزِیْرُہٗ فَمَالَ قَلْبُہٗ اِلَیْہَا فَسَاَلَہٗ اَنْ یُّطَلِّقَہَا فَاسْتَحْیٰ اَنْ یَّرُدَّہٗ فَفَعَلَ فَتَزَوَّجَہَا وَھِیَ اُمُّ سُلَیْمَانَ وَکَانَ ذٰلِکَ جَائِزًا فِیْ شَرْعِیَّتِہٖ مُعْتَادًا فِیْمَا بَیْنَ اُمَّتِہٖ غَیْرُ مُخِلٍّ بِالْمُرُوَّۃِ حَیْثُ کَانَ یَسْاَلُ بَعْضًا اَنْ یَّنْزِلَ لَہٗ عَنْ اِمْرَأَتِہٖ فَیَتَزَوَّجُہَا اِذَا اَعْجَبَتْہٗ وَقَدْ کَانَ الرَّجُلُ مِنَ الْاَنْصَارِ فِیْ صَدْرِ الْاِسْلَامِ بَعْدَ الْہِجْرَۃِ اِذَا کَانَتْ لَہٗ زَوْجَتَانِ نَزَلَ عَنْ اِحْدٰھُمَا لِمَنِ اتَّخَذَہٗ اَخًا لَہٗ مِنَ الْمُہَاجِرِیْنَ لٰکِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِعِظَمِ مَنْزِلَتِہٖ وَارْتِفَاعِ مَرْتَبَتِہٖ وَعُلُوِّ شَانِہٖ نُبِّہَ بِالتَّمْثِیْلِ عَلٰی اَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَّتَعَاطٰی مَا یَتَعَاطَاہُ اٰحَادُ اُمَّتِہٖ وَیَسْاَلُ رَجُلًا لَیْسَ لَہٗ اِلَّا امْرَأَۃٌ وَّاحِدَۃٌ اَنْ یَّنْزِلَ عَنْہَا فَیَتَزَوَّجُہَا مَعَ کَثْرَۃِ نِسَائِہٖ بَلْ کَانَ یَجِبُ عَلَیْہِ اَنْ یُّغَالِبَ مَیْلَہُ الطَّبْعِیَّ وَیَقْہَرَ نَفْسَہٗ وَیَصْبِرَ عَلٰی مَا اُمْتُحِنَ بِہٖ۔

روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نگاہ ایک شخص کی بیوی پر پڑی جس کا نام اوریا تھا یہ شخص آپ کی قوم کے مومنین میں سے تھا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ اوریا آپ کے وزراء میں سے تھا۔ آپ کا دل اس کی طرف مائل ہو گیا آپ نے اس سے طلاق کے لیے فرمایا اس نے انکار کرنے سے حیا کی اور طلاق دیدی پھر آپ نے اس سے عقد فرما لیا۔ یہ عورت ام سلیمان تھی اور شریعت داؤد میں یہ جائز تھا اور اس زمانہ میں یہ بھی معیوب نہیں تھا کہ کسی کی عورت کے لیے طلاق کا سوال کر کے اس سے عقد کر لیا جائے جبکہ وہ اسے پسند ہو۔

اور عہد سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم میں انصار نے مہاجرین کے لیے بھی یہ ایثار کیا کہ جس کی دو بیویاں تھیں اس نے ایک بیوی کو طلاق دے کر اپنے بھائی مہاجر کے لیے پیش کیا۔ مگر خود حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عظم منزلت اور ارتفاع مرتبت اور علو شان کے ماتحت اسے گوارا نہ فرمایا۔

یہاں حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ یہ ہے کہ باوجود کثرت بیویوں کے میلان طبع کی وجہ میں اوریا کی بیوی کے لیے خطبہ دیا اور یہ معصیت ہے۔

اور دوسری روایت ہے کہ ایک عورت کو کسی نے خطبہ دے رکھا تھا اور آپ نے بھی خطبہ علے الخطبہ دیدیا۔ لیکن اس کے متعلق یہ بھی روایت ہے کہ آپ کا خطبہ لاعلمی میں دیا گیا۔ بہر حال روایت من حیث الروایت روایت ہی ہے۔

ہمارا مسلک یہ ہے کہ انبیاء کرام معصوم عن العصیان ہوتے ہیں رہا ملائکہ کا حاضر ہونا اور حضرت

داؤد علیہ السلام سے ایک مفروضہ پیش کر کے سوال کرنا یہ کسی حکمت کے ماتحت ہے۔ اور وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰہُ کا بھی علم اللہ ہی میں ہے کہ اصل صورت حال کیا تھی وَلْنَعْلَمْ قَطْعًا اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ مَعْصُوْمُوْنَ مِنَ الْخَطَاءِ لَایُمْکِنُ وُقُوْعُھُمْ فِیْ شَیْءٍ مِّنْھَا ضَرُوْرَۃً اور اگر ہم ان روایتوں کو تسلیم کر لیں تو بَطَلَتِ الشَّرَائِعُ۔

بنا بریں ایسی روایتوں کو ہم موثق نہیں مانتے سوال تنے واقعہ کے کہ اس میں حضرت داؤد کا امتحان تھا اور واقعہ جو بھی ہوا وہ علم اللہ میں ہے۔

چنانچہ اختلاف روایت سے یہ بھی واقعہ ہے کہ ایک قوم آپ کے قتل کے ارادہ سے دیوار پھاند کر آئی اور جب وہ قتل پر قادر نہ ہوئے تو یہ قصہ سوالی کی صورت میں پیش کر دیا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے تو آپ نے ان کے ایسے آنے پر انتقام لینا چاہا اس پر آپ کو محسوس ہوا کہ یہ میری آزمائش ہے تو آپ سربسجود ہو گئے۔ بہرحال۔

فَغَفَرْنَا لَہٗ ذٰلِکَ وَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ۔ فرما کر حضرت داؤد علیہ السلام سے مقدمہ صاف فرما دیا گیا اب اعتراض کرنے والا اگر معترض ہوتا ہے تو وہ یا جاہل ہو گا یا اللہ تعالے کے فیصلے کا مخالف۔ اعاذنا اللہ تعالے۔ اس کے بعد ارشاد ہے جو ہماری مزید تائید کرتا ہے۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ

واللہ تعالے نے فرمایا اے داؤد ہم نے تجھے خلیفہ بنایا زمین میں تو لوگوں میں فیصلے دے حق حق اور نہ پیروی کر خواہشات کی کہ تجھے اللہ کے راستہ سے بہکا دے گا بے شک وہ جو اللہ کے راستہ سے بہکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے بہ سبب اس کے کہ وہ حساب کے دن کو بھلا چکے۔

آیہ کریمہ میں مخاطبہ حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا گیا اور اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کو نیابت عطا کی گئی اور یہ نیابت و خلافت ملک کی حضرت داؤد علیہ السلام کو دی گئی غرضکہ حضرت داؤد علیہ السلام خلیفۃ اللہ مقرر کیے گئے۔

ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ خلیفۃ اللہ سوائے رسول کے کوئی نہیں ہو سکتا مگر رسولوں کے خلیفہ ہو سکتے ہیں قیس رقیانی کہتے ہیں

خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ فِیْ بَرِیَّتِہٖ ۔۔۔ جَفَّتْ بِذٰلِکَ الْاَقْلَامُ وَالْکُتُبُ

اللہ کا خلیفہ تمام عالم کا خلیفہ ہوتا ہے اس پر قلم قضا اور کتب الٰہیہ فیصلہ لکھ کر خشک ہو گئیں

وَقَالَتِ الصَّحَابَۃُ لِاَبِیْ بَکْرٍ خَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَبِذٰلِکَ کَانَ یُدْعٰی اِلٰی اَنْ تُوُفِّیَ فَلَمَّا وَلِیَ

ثُمَّ قَالُوْا خَلِیْفَۃُ خَلِیْفَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَعَدَلَ اِخْتِصَارًا اِلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ اور صحابہ کرام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول اللہ کہتے تھے اور آپ بھی اسی طرح اپنے کو خلیفہ رسول فرماتے تھے حتی کہ جب آپ کی وفات کے بعد عمر رضی اللہ عنہ والی ہوئے تو آپ کو خلیفہ خلیفہ رسول اللہ کہا جاتا تھا اور اسی پر عہد علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک عمل رہا اور

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۔ رسول کی طرف سے خلافت تفویض شرائع کے معنی میں ہے اور یہ اصطلاحات ہیں ولا مشاحۃ فی الاصطلاح ۔

یہی وجہ ہے کہ من جانب اللہ داؤد علیہ السلام کا استخلاف نصب امامت کے لیے تھا جو لطف و کرم واجب تعالے شانہ سے تھا چنانچہ حکم ہوا ۔

فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ تو لوگوں میں حق حق فیصلہ دو اور خواہشات کا اتباع نہ کرو بے شک وہ لوگ جو خواہشات نفسانی کی اتباع کرنے والے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے بوجہ بھول جانے یوم حساب کے ۔

یعنی فیصلہ کرو اللہ کے حکم کے مطابق اور خلاف حکم فیصلہ اتباع ہوی ہے جو معصیت ہے اور معصیت موجب گمراہی ہے اس میں مخاطبہ حضرت داؤد علیہ السلام سے ہے لیکن یہ حکم آپ کے امتیوں کے لیے ہے کہ وہ یوم حساب سے بھول سکتے ہیں ۔ نہ کہ حضرت داؤد علیہ السلام جو کہ معصوم ہیں اس قسم کے مخاطبہ اہمیت حکم کے لیے ہوتے ہیں ۔

جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضور نے فرمایا لَکَ الْاُوْلٰی وَعَلَیْکَ الثَّانِیَۃَ ۔ اے علی غیر عورت پر پہلی نظر جو پڑے وہ معاف ہے لیکن بالقصد دوسری نظر تمہارے اوپر ہے ۔

اس سے مراد حضرت شیر خدا کی ہدایت نہیں بلکہ اہمیت حکم کی غرض سے حضرت علی مخاطب فرمائے گئے اور یہ حکم عامہ مومنین کے لیے ہے کہ وہی یوم حساب کے خوف کو فراموش کر سکتے ہیں نہ کہ انبیأ کرام علیہم السلام ۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ صٓ پ ۲۳

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا اور نہیں پیدا کئے ہم نے آسمان اور زمین اور جو

بَاطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ۝

کچھ ان میں ہے بیکار یہ ان لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں تو خرابی ہے کافروں کی آگ سے۔

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ۝

کیا ہم کر دیں انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان جیسا جو فساد پھیلاتے ہیں زمین میں یا ہم کر دیں پرہیزگاروں کو شریر فجار جیسا۔

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے نازل فرمائی آپ کی طرف برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقل والے نصیحت مانیں۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوُودَ سُلَيْمَانَ ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝

اور ہم نے عطا کیا داؤد کو سلیمان بہترین بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ ۝

جبکہ پیش کیے گئے اس پر تیسرے پہر کو کہ روکیں تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے تو چلیں تو ہوا ہو جائیں۔

فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَن ذِكْرِ رَبِّي حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝

تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لیے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا حتیٰ کہ نگاہ سے پردہ میں چھپ گئے۔

رُدُّوهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ۝

پھر حکم دیا انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ۝

اور بے شک ہم نے امتحان لیا سلیمان کا اور ڈال دیا اس کے تخت پر ایک بے جان جسم پھر رجوع لایا۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّن بَعْدِي ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ۝

عرض کی اے اللہ مجھے بخشش دے اور مجھے دے ایسی سلطنت کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بے شک تو بڑی بخشش والا ہے۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝

تو ہم نے مسخر کی ہوا کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلے جہاں وہ چاہے۔

وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝
وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ۝
هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝
وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝

اور دیو مسخر کیے ہوئے معمار اور غوطہ زن اور دوسرے بیڑیوں میں جکڑے ہوئے۔
یہ ہماری بخشش ہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب طلبی نہیں۔
اور بے شک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	مَا۔ نہ	خَلَقْنَا۔ پیدا کیا ہم نے	السَّمَآءَ۔ آسمان
وَ۔ اور	الْاَرْضَ۔ زمین کو	وَ۔ اور	مَا۔ جو
بَيْنَهُمَا۔ ان کے درمیان ہے	بَاطِلًا۔ بیکار	ذٰلِكَ۔ یہ	ظَنُّ۔ گمان ہے
الَّذِيْنَ۔ ان کا جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہیں	فَوَيْلٌ۔ تو خرابی ہے	لِلَّذِيْنَ۔ ان کو جو
كَفَرُوْا۔ کافر ہیں	مِنَ النَّارِ۔ آگ سے	اَمْ۔ کیا	نَجْعَلُ۔ بنائیں گے ہم
الَّذِيْنَ۔ ان کو جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَ۔ اور	عَمِلُوا۔ عمل کیے
الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے	كَالْمُفْسِدِيْنَ۔ فساد کرنے والوں کی طرح		فِى۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے	اَمْ۔ کیا	نَجْعَلُ۔ بنائیں گے ہم	الْمُتَّقِيْنَ۔ پرہیزگاروں کو
كَالْفُجَّارِ۔ شریروں کی طرح	كِتٰبٌ۔ یہ کتاب ہے	اَنْزَلْنٰهُ۔ اتارا ہم نے اسکو	اِلَيْكَ۔ تیری طرف
مُبٰرَكٌ۔ برکت والی	لِيَدَّبَّرُوْا۔ تاکہ غور کریں	اٰيٰتِهٖ۔ اسکی آیتوں پہ	وَ۔ اور
لِيَتَذَكَّرَ۔ تاکہ نصیحت پکڑیں		اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ عقل والے	وَ۔ اور
وَهَبْنَا۔ دیا ہم نے	لِدَاوٗدَ۔ داؤد کو	سُلَيْمٰنَ۔ سلیمان	نِعْمَ۔ اچھا
الْعَبْدُ۔ بندہ تھا	اِنَّهٗ۔ بیشک وہ تھا	اَوَّابٌ۔ رجوع کرنے والا	اِذْ۔ جبکہ
عُرِضَ۔ پیش کیے گئے	عَلَيْهِ۔ اس پر	بِالْعَشِيِّ۔ پچھلے پہر	الصّٰفِنٰتُ۔ تین پاؤں پر کھڑے
الْجِيَادُ۔ اچھے گھوڑے	فَقَالَ۔ تو کہا	اِنِّىْٓ۔ بیشک میں نے	اَحْبَبْتُ۔ پسند کیے
حُبَّ۔ اچھے	الْخَيْرِ۔ گھوڑے	عَنْ ذِكْرِ۔ یاد	رَبِّىْ۔ اپنے رب کی سے

حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	تَوَارَتْ چھپ گیا	بِالْحِجَابِ۔ پردے ہیں	رُدُّوْ۔ واپس لاؤ
هَا۔ اس کو	عَلَیَّ۔ مجھ پر	فَطَفِقَ۔ تو شروع ہوا	مَسْحًا۔ چھونا
بِالسُّوْقِ۔ پنڈلی	وَ۔ اور	الْاَعْنَاقِ۔ گردن کو	وَ۔ اور
لَقَدْ۔ بیشک	فَتَنَّا۔ ہم نے آزمایا	سُلَیْمٰنَ۔ سلیمان کو	وَ۔ اور
اَلْقَیْنَا۔ ڈال دیا	عَلٰی۔ اوپر	کُرْسِیِّهٖ۔ اسکی کرسی کے	جَسَدًا۔ ایک جسم
ثُمَّ۔ پھر	اَنَابَ۔ رجوع لایا	قَالَ۔ کہا	رَبِّ۔ اے میرے رب
اغْفِرْ۔ بخش دے	لِیْ۔ مجھ کو	وَ۔ اور	هَبْ۔ عطا کر
لِیْ۔ مجھ کو	مُلْكًا۔ ایسی بادشاہی کہ	لَا۔ نہ	يَنْبَغِيْ۔ لائق ہو
لِاَحَدٍ۔ کسی کے لیے	مِّنْ بَعْدِیْ۔ میرے بعد	اِنَّكَ۔ بیشک تو	اَنْتَ۔ تو ہی ہے
الْوَهَّابُ۔ عطا کرنے والا	فَسَخَّرْنَا۔ تو تابع کیا ہمنے	لَهٗ۔ اس کے	الرِّيْحَ۔ ہوا کو
تَجْرِیْ۔ وہ چلتی	بِاَمْرِهٖ۔ اسکے حکم سے	رُخَآءً۔ نرم نرم	حَيْثُ۔ جہاں
اَصَابَ۔ وہ چاہتا	وَ۔ اور	الشَّيٰطِيْنَ۔ دیو	كُلَّ۔ ہر ایک
بَنَّآءٍ۔ معمار	وَّ۔ اور	غَوَّاصٍ۔ غوطہ خور	وَ۔ اور
اٰخَرِيْنَ۔ دوسرے کچھ	مُقَرَّنِيْنَ۔ جکڑے ہوئے	فِي۔ بیچ	الْاَصْفَادِ۔ زنجیروں کے
هٰذَا۔ یہ ہے	عَطَآءُ۔ عطا	نَا۔ ہماری	فَامْنُنْ۔ تو دے کسی کو
اَوْ۔ یا	اَمْسِكْ۔ نہ دے	بِغَيْرِ۔ بغیر	حِسَابٍ۔ حساب کے
وَ۔ اور	اِنَّ۔ بیشک	لَهٗ۔ اسکے لیے ہے	عِنْدَنَا۔ ہمارے پاس
لَزُلْفٰی۔ قرب	وَ۔ اور	حُسْنَ۔ اچھا	مَاٰبٍ۔ ٹھکانا

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع۔ سورۂ صٓ۔ پ ۲۳

حل لغات نادرہ

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ۔ اِذْ منصوب ہے اذکر مقدر کی وجہ سے

عَشِیّ۔ عصر سے شام تک کے وقت کو کہتے ہیں۔

صَافِنَات۔ جمع ہے صَافِن کی۔ صافن اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو تھان پہ بندھا ہوا ایک پاؤں اٹھائے

رکھتا ہو یہی وجہ ہے کہ تین پاؤں پر کھڑا رہنے والا گھوڑا خیل جیاد میں داخل ہے یعنی اچھا اور شاہی گھوڑا۔
جیاد۔ جمع ہے جَوَاد کی اور جَوَاد اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو تیز رفتار ہو اس سے جواد اس آدمی کو بھی کہا جاتا ہے جو بے دریغ خرچ کرتے ہیں تیز ہو۔
حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ رُدُّوْهَا عَلَیَّ۔ حتی متعلق ہے اَحْبَبْتُ کے۔
تَوَارَتْ۔ ضمیر راجع شمس کی طرف۔ اگرچہ پہلے شمس کا ذکر نہیں ہے مگر عَشِیّ جس کا تعلق شمس کے ساتھ ہے اسی بنا پر ضمیر کا سورج کی طرف عود کرنا صحیح ہے۔
اور رُدُّوْهَا کی ضمیر صافنات کی طرف ہے۔
فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔ طَفِقَ کے معنی اَخَذَ ہیں یا شَرَعَ۔
مَسْحًا۔ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا اَیْ مَسَحَ بِالسَّیْفِ مَسْحًا۔ اور مَسَحَ بمعنی ضَرَبَ ہے اَیْ ضَرَبَ عُنُقَهٗ
اور سُوْق۔ جمع ہے ساق کی۔ اور ساق پنڈلی کو کہتے ہیں۔
اَعْنَاق۔ عُنُق کی جمع ہے اور عنق گردن کو کہتے ہیں اس کی تحقیق میں مفسرین کے مختلف بیانات ہیں جو تفسیر اردو میں آگے بیان ہوں گے۔
وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا۔ کرسی بمعنی تخت ہے اور اس کی لغوی تحقیق تیسرے پارہ کے دوسرے رکوع میں ہے وہاں دیکھ لیں۔
جَسَدًا۔ جسم بالروح کو کہتے ہیں یہاں اس سے مراد دھڑ ہے۔
رُخَاءً حَیْثُ اَصَابَ۔ رخاء مشتق ہے رخادہ سے اور رَخَاوَہ اور رِخْوہ لینت و نرمی کے معنی میں آتا ہے تو فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً اور آیت کریمہ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً میں کوئی منافات نہیں اس لیے کہ دراصل وہ ہوا نرم اور آہستہ ہی چلتی تھی لیکن جب سلیمان علیہ السلام کو کسی جگہ جلدی پہنچنا ہوتا تو تیز ہو جاتی تھی۔
حَیْثُ اَصَابَ میں اَصَابَ کے معنی قَصَدَ کے ہیں۔ محاورہ میں بولتے ہیں اَصَابَ الصَّوَابَ فَاَخْطَاَ قصد کیا صحیح کا لیکن ہو گئی غلطی۔
وَالشَّيَاطِيْنَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَّغَوَّاصٍ۔ الشیاطین کا عطف اَلرِّيْحَ پر ہے۔
كُلَّ بَنَّاءٍ۔ الشیاطین کا بدل ہے۔
بَنَّاء اور غَوَّاص۔ دونوں جمع کے صیغے ہیں۔ بنّاء جمع ہے بانی کی اور غَوَّاص جمع ہے غائص کی۔
وَاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ۔ آخرین کا عطف ہے کل بناء پر۔ اور
مُقَرَّنِيْنَ۔ ماخوذ ہے تَقْرِیْن سے اور تقرین اور قرن دونوں کے ایک معنی ہیں یعنے ایک چیز کو ایک سے

ملا کر باندھ دینا
اَصْفَاد - جمع ہے صفد کی اور صفد کہتے ہیں زنجیر کو محاورہ ہے صَفَدَ قَیَدَہٗ - اب ملاحظہ فرمائیں

خلاصۂ تفسیر

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ۔ اور نہیں بنایا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے بیکار یہ ان کا گمان ہے جو کافر ہیں تو خرابی ہے ان کی جو کافر ہیں آگ سے۔

کافر لوگ اگرچہ صراحۃً نہیں کہتے کہ آسمان وزمین اور ما فیہا بے کار نہیں بنائے گئے لیکن جب وہ بعث و حشر اور جزا و سزا کے منکر ہیں اور کہتے ہیں مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ۔ تو نتیجہ یہی نکلا کہ ان کے نزدیک ایجاد عالم عبث اور بے فائدہ ہے تو ایسے فاسد کاسد اعتقاد والوں کو جہنم کی آگ میں خرابی ہے اس لیے کہ ان کا یہ گمان خلاف حکمت ہے اس لیے کہ جو جزا سزا کا قائل نہیں وہ اپنے گمان باطل میں مفسد و مصلح فاجر و متقی کو مساوی سمجھنے والا ہے اور ایسا خیال جاہل ہی کر سکتا ہے۔

شان نزول

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ کفار قریش نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ آخرت میں جو نعمتیں تم کو ملیں گی وہ ہمیں بھی ملیں گی اور ہماری تمہاری جزا برابر ہے - اس پر ارشاد باری ہوا کہ یہ تمہارا گمان غلط ہے اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ کیا ہم بنا دیں انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان جیسا جو شریر و مفسد ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں پر غور کریں۔ اور عقلمند نصیحت پکڑیں۔

آیہ کریمہ میں ارشاد ہے کہ نیک و بد مومن و کافر کو مساوی کر دینا حکمت کے خلاف ہے جیسا کہ کفار کا خیال باطل ہے ایسا ہماری طرف سے نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ہم حکیم مطلق ہیں اور فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ۔

اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے اسے غور و تدبر سے پڑھنے والے ہدایت پاتے ہیں اور اہل

عقل اس سے نصیحت حاصل کریں۔ آگے ارشاد ہے جو ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ۔ فَقَالَ اِنِّيْ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔ رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔ اور بخشا ہم نے داؤد کو سلیمان اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے جبکہ اس پر پیش کیے گئے تیسرے پہر کو باندھے ہوئے تین پیروں پر کھڑے ہونے والے اصیل گھوڑے تو سلیمان نے فرمایا میں محبوب رکھتا ہوں ان کی کثرت کو اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) پھر انہیں دوڑایا حتی کہ وہ نگاہ سے چھپ گئے (پھر حکم دیا) کہ انہیں میرے پاس لاؤ تو ان کی پنڈلی اور گردنیں ملنے لگا۔

یعنی اللہ تعالے نے داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام جیسا فرزند ارجمند عطا فرمایا جو ایسے عبادت گذار تھے کہ ہر لحہ تسبیح و ذکر ہی میں گذارتے تھے حتی کہ جب ان کے حضور بعد ظہر جہاد کے گھوڑے اصیل اور خاصہ پیش ہوئے جن کی اصالت اس درجہ تھی کہ پچھلا پیر ہمیشہ ادھر رکھتے اور تین پیروں پر کھڑے ہوتے یہ اصیل گھوڑے کی خاص علامت ہے۔ یہ گھوڑے بعد ظہر آپ کے سامنے لائے گئے اور آپ انہیں ملاحظہ فرماتے رہے۔

اور اس شغل کے متعلق آپ نے فرمایا کہ انہیں اس لیے محبوب رکھتا ہوں کہ یہ جہاد کے لیے ہیں اور جہاد کلمۃ الحق کے لیے ہوتا ہے۔

پھر انہیں دوڑا کر ملاحظہ کیا تو وہ ایسے تیز دوڑے کہ نظر سے غائب ہو گئے۔

تو آپ نے انہیں واپس لانے کا حکم دیا تو جب وہ واپس آئے تو آپ نے ان کی عیال پر ہاتھ پھیرا اور پنڈلیاں ملیں، جیا یک سوار عموماً گھوڑوں کی گردن اور پنڈلی پر ہاتھ پھیرا کرتے ہیں اور یہ ہاتھ پھیرنا خوشنودگی اور عطا شرف کی غرض سے تھا اور یہ عطا شرف اس لیے کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں معین ہوتے ہیں امور سلطنت میں ان سے مدد ملتی ہے اور آپ چونکہ گھوڑوں کے عیب و ہنر جاننے میں خاص ماہر تھے بنا بریں یہ ایک ہزار گھوڑے آپ نے جہاد کے لیے خاص فرمائے تھے۔

مفسرین نے اس جگہ مختلف تفسیر کی ہیں۔ اور ایسی ایسی روایات لکھ دی ہیں جن کی صحت پر کوئی دلیل نہیں وہ محض حکائتیں ہیں جو مفہوم منطوق آیت کریمہ اور دلائل قویہ کے سامنے کسی طرح قابل قبول نہیں۔

اور جو تفسیر ہم نے یہاں پیش کی ہے وہ عبارت قرآن کریم کے بالکل مطابق ہے اور صاحب تفسیر کبیر بھی اسی کی صحت کے موید ہیں۔

ایک روایت بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ آج میں اپنی نوّے بیویوں کے پاس جاؤں گا اور جب وہ حاملہ ہوں گی تو ان سے جو اولاد پیدا ہوگی اسے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف کروں گا اور ہر ایک کو جہاد کے لیے اعلیٰ سوار بناؤں گا۔

لیکن یہ فرماتے کسی ایسے شغل میں آپ محو تھے کہ انشاء اللہ فرمانا بھول گئے۔

چنانچہ اس رات کو کوئی بیوی حاملہ نہ ہوئی سوا ایک کے اور یہ بھی ناقص الخلقت ہی ہوا چنانچہ حضور نے فرمایا اگر سلیمان ان شاء اللہ فرما لیتے تو تمام بیویوں سے لڑکے ہی پیدا ہوتے اور سب جہاد فی سبیل اللہ کرتے۔ بخاری شریف کتاب الانبیاء

چنانچہ اس واقعہ کی طرف اگلی آیت میں اشارہ ہے حیث قال

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ۔ اور بے شک ہم نے امتحان کیا سلیمان کا اور اس کے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر اس نے رجوع کیا۔

یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کے انشاء اللہ کہے بغیر بیویوں سے بچوں کے ہونے کا دعویٰ فرمانا اگرچہ معصیت نہ تھا اگر مرتبہ رسالت کے خلاف اور شان مرسلین کے مغائر تھا تو ہم نے ان کا دعویٰ پورا نہ کیا اور ایک بیوی سے جو حمل وضع ہوا اسے بھی ناقص الخلقت بنا کر ان کے تخت پر ڈال دیا آپ کو علی الفور خیال آیا کہ یہ انشاء اللہ نہ کہنے کا بدلہ ہے آپ نے اسی وقت بارگاہ رحمت میں اس پر بھی استغفار فرمائی اور اپنے سہو کو خطا مانا اس کے بعد آپ نے معطی حقیقی کے حضور عرض کیا۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّن بَعْدِي إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ۔ عرض کیا اے میرے رب میرا سہو معاف فرما اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بے شک تو بڑی بخشش والا ہے۔

دعا و استغفار کے بعد آپ نے اپنے لیے ایسا ملک طلب کیا جو معجزانہ شان رکھتا ہو چنانچہ ارشاد ہوا کہ ہم نے وہ ملک انہیں عطا فرمایا

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ۔ تو ہم نے مسخر کر دی ہوا کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا اور دیو جن بھی مسخر دیے جو ہر قسم کے معمار اور غوطہ زن تھے اور دوسرے زنجیروں میں جکڑے ہوئے۔

ہوا سے مراد ہوائی گھوڑے ہیں جیسا کہ سورۃ انبیاء میں مفصل فرمایا جا چکا ہے وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ۔ اور یہ ایرولین سلیمانی ہے کہ آج تک بڑے بڑے سائنسدان اس کے

مقابلہ کا ابرو پلین نہ بنا سکے جس کا عرض و طول اتنا تھا کہ رعایا فوج وزراء سلطنت اس میں آجاتے ۔ اور وسط میں آپ کا تخت زرنگار ہوتا ۔ مستغیث و مدعی حاضر ہوتے مقدمات فیصل ہوتے جاتے راہ میں جو آبادی گذرتی اس کے ہر فرد کی آواز فرداً فرداً مسموع فرماتے حتیٰ کہ چیونٹی کی آواز بھی آپ نے سنی جیسا کہ سورہ نمل میں ہے قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ۔

پھر جتنا تیز وہ چاہتے بلا پٹرول وہ چلتا اور جتنا آہستہ چاہتے چلاتے ۔ سیر کی روایتوں میں ایک قصہ مذکور ہے جو یہاں حسب موقع لکھا جاتا ہے جس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا بستیوں کے رہنے والوں کی گفتگو فرداً فرداً مسموع ہوتا واضح ہوتا ہے۔

حکایت

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی ہوائی سواری پر گذر رہے تھے کہ ایک جنگل میں ایک لکڑہارا تھا جس کا نام بھی سلیمان تھا ۔ اس نے سلیمانی ایرو پلین گذرتا دیکھ کر اپنے رب کی بے نیازی کا بیان کرتے ہوئے کہا ۔ الٰہی تو بھی عجیب بے نیاز ہے جسے چاہے جیسے چاہے رکھے جس قدر جتنا چاہے دے ۔ ایک سلیمان (علیہ السلام) یہ ہیں کہ اس کروفر کے مالک ہیں اور ایک سلیمان میں ہوں کہ نان شبینہ کا محتاج ہوں ۔

یہ آواز ہوتے گوش سلیمانی میں پہنچائی آپ نے ہوائی سواری روکی اور حکم اس لشکر کو دیا کہ اس وادی میں سلیمان نام کا ایک لکڑہارا ہے اسے ہمارے حضور پیش کیا جائے ۔

مختصر یہ کہ غریب پیش ہو گیا لرزاں و ترساں سامنے کھڑا ہوا آپ نے فرمایا تو جنگل میں کیا کہہ رہا تھا سلیمان نے عرض کی حضور میں جو کچھ کہہ رہا تھا اپنے رب سے کہہ رہا تھا آپ سے کچھ مخاطبہ نہ تھا ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا وہ کیا الفاظ تھے اب ہمیں سنا ۔

غریب سلیمان جھجکا ڈرا مگر کہے بغیر چارہ بھی کب تھا آخر اس نے سنا دیا کہ میں اپنے رب کی شان بے نیازی بیان کر رہا تھا کہ نسبت اسمی کی بھی پرواہ نہیں فرماتا ایک سلیمان یہ ہیں جن کے کروفر کا منتہی ہی نہیں اور ایک سلیمان میں ہوں کہ نان جویں کو ترستا ہوں ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس پر رحم آیا اور نسبت اسمی کی غیرت نے آپ کو بخشش کی طرف مائل کیا آپ نے اسے ایک قیمتی یاقوت عطا فرمایا اور ہدایت کی کہ اب اسے فروخت کر کے عیش کی زندگی بسر کر ۔ غریب سلیمان ممنون منت ہوتا اس یاقوت کو اپنی روٹیوں میں باندھ کر چل دیا ۔ راستہ میں کتا ملا اور

وہ روٹیاں معہ دستر خوان اور یاقوت کے لے کر چل دیا اس نے اس میں سے چھڑا لینے کی سعی بلیغ کی مگر وہ ہاتھ نہ آیا اور آج یہ بھوکا ہی رہا۔

دوسرے دن پھر وہی لکڑیاں کاٹنے کے کام میں مصروف ہو گیا۔ چند روز بعد آپ کی سواری ادھر سے پھر گذری دیکھا کہ وہی سلیمان لکڑیاں کاٹ رہا ہے حکم دیا کہ اسے لایا جائے وہ پیش ہوا آپ نے فرمایا تو بڑا ناشکرا انسان ہے تجھے حرص نے پھر اپنے کام میں لگا رہنے کے لیے مجبور کر دیا اور یاقوت فروخت کر کے فارغ البالی پسند نہ آئی۔

بدنصیب سلیمان نے عرض کی حضور میں ناشکرا نہیں ہوں بلکہ اس دن مجھے فاقہ بھی کرنا پڑا میں نے وہ یاقوت اپنے دستر خوان میں باندھ لیا تھا کہ راستے میں کتے نے وہ جھپٹ لیا اور مجھے اس دن فاقہ بھی کرنا پڑا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے تہدید فرمائی اور کہا بے وقوف دستر خوانوں میں یاقوت نہیں رکھا کرتے۔ اچھا لے یہ اور یاقوت ہم عطا فرماتے ہیں اب اسے حفاظت سے لے جا اور فارغ البالی سے بسر کر۔

غریب سلیمان نے اس یاقوت کو اپنی پگڑی میں باندھ لیا کہ راستے میں چیل نے جھپٹ مار کر معہ پگڑی کے یاقوت لے لیا۔

اب یہ غریب ننگے سر رہ گیا صبر کر کے پھر جنگل میں چوب تراشی کرنے لگا اب پھر اس طرف سے سلیمانی سواری گذری دیکھا وہی سلیمان ہے اور جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا ہے۔

آپ نے اسے بلوایا اور فرمایا اب کیا ہوا جو تو اسی حال میں ہے۔

سلیمان نے عرض کی حضور اس دن سے ننگے سر اور ہو گیا عطا کردہ یاقوت پگڑی میں باندھ کر جا رہا تھا کہ چیل نے جھپٹ لیا۔

آپ نے اسے تیسرا یاقوت عطا فرمایا اور تاکید کی کہ اسے احتیاط سے لے جا اور جا۔

یہ غریب یاقوت مٹھی میں دبائے راہ طے کر رہا تھا۔ پیاس معلوم ہوئی ایک تالاب کے کنارے آ کر پانی لینا چاہا کہ پھسل گیا اور از خود رفتگی میں وہ یاقوت حوض میں گر گیا۔ صبر و شکر کرتا ہوا آیا اور وہی اپنے پرانے کام میں مصروف ہو گیا۔ کہ

سلیمانی سواری پھر ادھر سے گذری اور سلیمان کو اپنے پرانے پیشہ میں مصروف پایا آپ نے اسے بلوا کر پوچھا کہ میاں سلیمان اس دفعہ کیا ہوا۔

غریب نے سرگذشت سنادی آپ نے فرمایا کہ سلیمان اللہ کی مرضی ہی یہ ہے کہ تو اس ہی حال میں رہے اب ہم کیا کہہ سکتے ہیں اچھا جاؤ اللہ تم پر رحم کرے۔

لکڑہارا سلیمان علیہ السلام کو سلام کرکے واپس آگیا۔

اب سلیمانی سواری بعد چندے اس جنگل سے گذری تو وہ سلیمان نہ ملا۔ سواری روک کر معلوم کیا کہ وہ لکڑہارا سلیمان کہاں ہے۔

جنگل والوں نے عرض کیا حضور وہ لکڑہارا جب کبھی ہوگا ہوگا اب تو وہ رئیس اعظم ہے روزانہ غربا کو خیرات تقسیم کرتا ہے اور نہایت خوشحال ہے۔ آخرش بحکم سلیمانی وہ لایا گیا۔

سامنے آیا تو نہایت قیمتی گھوڑے پر سوار لباس فاخرہ میں حاضر آیا۔

حضرت نے فرمایا سناؤ سلیمان کیا حال ہے؟

سلیمان نے عرض کیا حضور آپ کے دیے پوری نہ پڑی لیکن معطی حقیقی نے جب دینا چاہا تو دے ہی یا فو دے دیے میں ایک درخت کاٹ رہا تھا کہ اس کی ڈالی میں چیل کا آشیانہ تھا اس میں یاقوت مل گیا اور آج میں اس حال میں ہوں جو آپ دیکھ رہے ہیں۔

اس حکایت سے چند باتیں ہدایت آموز نکلتی ہیں

اول یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو بشارت تھی هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ یہ ہماری عطا کردہ نعمتیں ہیں ان میں سے جیسے چاہیں آپ عطا کریں جس پر احسان فرمائیں چاہیں یا روک رکھیں آپ سے اصلاً محاسبہ نہیں۔ چنانچہ آپ نے جتنا چاہا بخشا احسان فرمایا اور جب چاہا روک لیا لیکن حقیقی معطی اللہ تعالےٰ ہے اور اسی کے دیے سے پورا پڑتا ہے۔

دوسرے یہ کہ آپ کے پاس دیو وجن ایسے تھے کہ سمندر میں غوطہ لگا کر موتی جواہرات نکال کر لاتے چنانچہ سب سے پہلے آپ ہی نے سمندر کے موتی اور جواہرات نکالے۔

تیسرے یہ کہ نبی۔ رسول۔ ولی۔ مقربان الٰہی ابناء وطن پر احسان کرسکتے ہیں اور یہ احسان سنت انبیاء کرام ہے چنانچہ آگے کی آیتوں میں ارشاد ہے۔

هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ

یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں اور بیشک اس کے لیے ہمارے حضور ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ عطاء الٰہی سے بندہ جس پر چاہے جتنا چاہے احسان کرسکتا ہے

اور یہ عطاء الٰہی سے

نہ کس مے دہاند نہ کس میدہد خدائے دہاند خدائے دہد

لیکن ہٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِکْ بِغَیْرِ حِسَابٍ کے اندر من جانب اللہ اعتبار تام حضرت سلیمان علیہ السلام کو من جانب اللہ عطا ہوا ہے جس کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ ہماری عطا ہے۔ تسخیر ریاح تسخیر جنہ بناء وغواص انہیں سے جو آپ چاہیں کسی پر احسان فرمائیں یا روک رکھیں۔

قصہ سلیمانی مفصل سورۃ انبیاء کے رکوع ششم میں ملاحظہ کریں۔

نوٹ

زنجیروں میں جکڑے ہوئے شیاطین برائے تادیب و اصلاح آپ کے قبضہ میں تھے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۃ صٓ پ ۲۳

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَا بَاطِلًا ذٰلِکَ ظَنُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنَ النَّارِ۔ اور نہیں پیدا کیے ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے عبث یہ گمان ان کا ہے جو کافر ہیں تو خرابی ہے انہیں جو کافر ہوئے آگ کی۔

آلوسی فرماتے ہیں وَالْبَاطِلُ مَا لَا حِکْمَۃَ فِیْہِ۔ باطل وہ ہے جس کے بنانے میں کوئی حکمت نہ ہو۔

دوسرا قول ہے وَالْبَاطِلُ اللَّعِبُ وَالْعَبَثُ۔ باطل وہ ہے جو کھیل اور لغو ہو۔

چنانچہ دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَا لٰعِبِیْنَ۔ گویا ارشاد ہے مَا خَلَقْنَا ھٰذَا الْعَالَمَ لِلْبَاطِلِ الَّذِیْ ھُوَ مُتَابَعَۃُ الْھَوٰی بَلْ لِلْحَقِّ الَّذِیْ ھُوَ مُقْتَضَی الرُّسُلِ مِنَ التَّوْحِیْدِ وَالتَّدَرُّعِ بِالشَّرَائِعِ۔ نہیں بنایا ہم نے اس عالم کو باطل کے لیے کہ تتبع ہوا ہے بلکہ اس حق کے لیے بنایا جو مقتضی رسل ہے توحید اور اتباع شرع میں۔

آگے ارشاد ہے ذٰلِکَ ظَنُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ یہ گمان باطل کافروں کا ہے کہ اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا۔ یہ عالم کچھ نہیں مگر دنیا کی زندگی ہے جس میں مرتے جیتے ہیں۔ اس پر ان کے لیے وعید شدید فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنَ النَّارِ تو خرابی ہے ان کے لیے جو کافر ہوئے آگ کی۔

جیسے ایک جگہ فرمایا فَوَیْلٌ لَّھُمْ مِّمَّا کَتَبَتْ اَیْدِیْھِمْ وَوَیْلٌ لَّھُمْ مِّمَّا یَکْسِبُوْنَ۔ یعنی جو تخلیق عالم کے متعلق یہ گمان باطل رکھتے ہیں ان کے لیے آگ کی خرابی ہے چنانچہ تخلیق عالم کی فلاسفی بیان فرمائی

کہ عالم کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ اچھے کام کرنے والوں کو آخرت میں اچھا ملے اور برے فعل کرنے والوں پر زجر ہو تاکہ برے اور بھلے کا امتیاز ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ٘-اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ۔ کیا ہم کر دیں ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں فسادیوں کی طرح جو زمین میں فساد کرتے ہیں یا کر دیں پرہیزگاروں کو بے حکموں فاجروں کی طرح۔

یہاں اَمْ منقطعہ ہے اور ہمزہ انکار تسویہ کے لیے ہے کافر و مومن کے مابین تو عبارت مفہوم آیت یوں ہوئی اَفَنَجْعَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْمُصْلِحِیْنَ كَالْكَفَرَةِ الْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ الَّتِیْ جُعِلَتْ لَهُمْ مَقَرًّا لَهُمْ كَمَا یَقْتَضِیْهِ عَدَمُ الْبَعْثِ وَمَا یَتَرَتَّبُ عَلَیْهِ مِنَ الْجَزَاءِ لِاسْتِوَاءِ الْفَرِیْقَیْنِ فِی التَّمَتُّعِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا بَلْ اَكْثَرُ الْكَفَرَةِ اَوْفَرُ حَظًّا مِنْهَا مِنْ اَكْثَرِ الْمُؤْمِنِیْنَ لٰكِنْ ذٰلِكَ الْجَعْلُ مُحَالٌ مُخَالِفٌ لِلْحِكْمَةِ فَتَعَیَّنَ الْبَعْثُ وَالْجَزَاءُ حَتْمًا لِرَفْعِ الْاَوَّلِیْنَ اِلٰی اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ وَرَدِّ الْاٰخَرِیْنَ اِلٰی اَسْفَلِ السَّافِلِیْنَ۔

کیا مومنین صالحین کو مثل کفار مفسدین فی الارض کے۔ یا کر دیں ہم ان کا ٹھکانہ ان کے عقیدہ انکار بعث کی وجہ میں اسفل السافلین رکھا ہے باآنکہ دنیا میں وہ کافی متمتع ہو چکے ہیں بلکہ اکثر کافر مومنین سے زیادہ حصہ نعم دنیا کا لے چکے ہیں۔

لیکن یہ محال ہے کہ وہ آخرت میں بھی نعمتوں سے متمتع ہوں اور یہ خلاف حکمت ہے کہ عقیدہ فاسدہ کا بدلہ انہیں نہ ملے اس لیے حتمی طور پر بعث بعد الموت اور جزاء اعمال لازم کی گئی جس کی بنا پر مومنین اعلی علیین میں ہوں گے اور کفار اسفل السافلین میں۔ اسی لیے ارشاد ہوا ام نجعل المتقین کالفجار۔ اب آگے ارشاد خداوندی ہے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ یہ کتاب ہے جو ہم نے تم پر اے محبوب نازل کی برکت والی ہے تاکہ اس کی آیتوں میں غور و تدبر کریں اور تاکہ اہل عقل اس سے ہدایت حاصل کریں۔

کتاب سے مراد قرآن کریم ہے مبارک اس کی صفت ہے یعنی یہ کتاب کثیر المنافع ہے دینی اور دنیوی امور میں۔

لِیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ متعلق ہے اَنْزَلْنٰهُ کے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کے معنی یوں فرمائے۔ اَیْ اَنْزَلْنٰهُ لِیَتَفَكَّرُوْا فِیْ اٰیٰتِهِ الَّتِیْ مِنْ جُمْلَتِهَا هٰذِهِ الْاٰیٰتُ الْمُعْرِبَةُ عَنْ اَسْرَارِ التَّكْوِیْنِ وَالتَّشْرِیْعِ فَیَعْرِفُوْا مَا یُدَبَّرُوْا وَیَتَّبِعُ ظَاهِرُهَا مِنَ الْمَعَانِی الْفَائِقَةِ وَالتَّاوِیْلِ اللَّائِقَةِ۔

اور اِلَیْکَ سے حضور کو اور علماء امت کو خطاب ہے آلوسی کہتے ہیں وَالْخِطَابُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعُلَمَاءُ اُمَّتِہٖ عَلَی التَّغْلِیْبِ اَیْ لِیَتَدَبَّرُوْا اَنْتَ وَعُلَمَاءُ اُمَّتِکَ۔

وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ یَعْنِیْ وَلِیَتَّعِظَ بِہٖ ذَوُوا الْعُقُوْلِ السَّلِیْمَۃِ الْخَالِصِ مِنَ الشَّوَائِبِ

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کی پیدائش اور ان کی صفت کا بیان ہے اور ایک واقعہ بھی سنایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ۔ اور عطا فرمایا ہم نے داؤد کو سلیمان اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع کرنے والا ہے۔

اس کے بعد واقعہ رجوع کا بیان ہے۔

اِذْ عُرِضَ عَلَیْہِ بِالْعَشِیِّ الصَّافِنَاتُ الْجِیَادُ فَقَالَ اِنِّیْ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔ اور یاد فرمائیے اس واقعہ کو جبکہ ان پر پیش کیے گئے ظہر کے وقت صافنات الجیاد خاص اصیل گھوڑے تو سلیمان نے فرمایا میں محبوب رکھتا ہوں انہیں اپنے رب کے ذکر کے لیے حتی کہ وہ نظروں سے غائب ہو گئے۔

آلوسی فرماتے ہیں وَاِذْ مَنْصُوْبٌ بِاُذْکُرْ وَالْمُرَادُ بِذِکْرِہٖ الزَّمَانُ مَا وَقَعَ فِیْہِ یعنی اذ منصوب ہے اُذْکُرْ کے ساتھ اور اس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں یہ واقعہ پیش آیا۔ تو اس کے معنی یہ ہوئے اُذْکُرْ مَا صَدَرَ مِنْہُ اِذْ عُرِضَ عَلَیْہِ۔

بِالْعَشِیِّ پر راغب کہتے ہیں اَلْعَشِیُّ مِنْ زَوَالِ الشَّمْسِ اِلَی الصَّبَاحِ۔ عشی سورج کے ڈھلنے سے صبح تک کو کہتے ہیں۔

بعض نے کہا مِنْہُ اِلٰی اٰخِرِ النَّھَارِ سورج ڈھلے سے آخر نہار تک عشی کہتے ہیں۔

صَافِنَاتٌ۔ جمع ہے صَافِنٌ کی وَالصَّافِنُ الْخَیْلُ الَّذِیْ یَرْفَعُ اِحْدٰی یَدَیْہِ اَوْ رِجْلَیْہِ وَیَقِفُ عَلٰی مُقَدَّمِ حَافِرِھَا۔ صافن اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو اپنے اگلے پیروں میں سے ایک پیر اٹھائے رکھے یا پچھلے پیروں میں سے ایک سُم کا کنارہ زمین پر رکھے یہ گھوڑے کے اصیل ہونے کی صفت ہے۔

الجیاد۔ یہ جمع ہے جواد کی۔ مونث و مذکر کے لیے استعمال ہوتا ہے اچھے اور خاصہ گھوڑوں کے لیے بولتے ہیں۔ بعض نے کہا تیز رفتار گھوڑے کو جواد اور جیاد کہتے ہیں۔

کلبی کہتے ہیں اِنَّ ھٰذِہِ الْخَیْلَ کَانَتْ اَلْفَ فَرَسٍ غَنِمَہَا سُلَیْمَانُ عَلَیْہِ السَّلَامُ دِمَشْقَ وَنَصِیْبِیْنَ فَاَصَابَہَا۔ یہ ایک ہزار گھوڑے تھے جو سلیمان علیہ السلام کو غزوہ دمشق و نصیبین سے حاصل ہوئے۔

لیکن اس روایت کے تسلیم کر لینے سے یہ اشکال واقع ہوتا ہے کہ اِنَّ الْغَنَائِمَ لَمْ تَحِلَّ لِغَیْرِ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا وَرَدَ فِی الْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ۔ غنائم سوا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کو حلال نہ تھے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے وَاُحِلَّتْ لَنَا الْغَنَائِمُ۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ غنیمت سے نہ ہوں۔ بلکہ ہدیہ کے طور پر آئے ہوں۔

اور مقاتل کہتے ہیں اِنَّھَا اَلْفُ فَرَسٍ وَرِثَھَا مِنْ اَبِیْہِ دَاوٗدَ وَکَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَدْ اَصَابَھَا مِنَ الْعَمَالِقَۃِ وَھُوَ بَنُوْ عِمْلِیْقِ بْنِ عَادِبْنِ اِرَمَ۔ یہ ہزار گھوڑے ورثہ داؤد علیہ السلام سے آئے تھے اور وہ آپ کو عمالقہ سے ملے تھے اور عمالقہ عملیق بن عوص بن عاد بن ارم تھے۔

لیکن یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ لَا یُوْرَثُوْنَ کَمَا جَاءَ فِی الْحَدِیْثِ الَّذِیْ رَوَاہُ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرِثُ وَلَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاہُ فَھُوَ صَدَقَۃٌ۔ انبیاء کرام ورثہ کسی کا نہ لیں نہ اپنا ورثہ کسی کو دیں جیسا کہ حدیث میں ہے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فدک کے معاملہ میں حضرت سیدہ کو جواب دیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ من حیث السلطان یہ گھوڑے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تصرف میں آئے ہوں نہ کہ ملکیت سلیمانی قرار دیے گئے ہوں۔

اور عوف فرماتے ہیں کہ مجھے ایک روایت سے معلوم ہوا کہ کَانَتْ خَیْلًا ذَاتَ اَجْنِحَۃٍ اُخْرِجَتْ لَہٗ مِنَ الْبَحْرِ لَمْ یَکُنْ لِاَحَدٍ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ۔ وہ گھوڑے پر دار تھے جو دریا سے آپ کے لیے نکالے گئے تھے اس کے بعد پھر نہیں نکلے نہ اس سے پہلے نکالے گئے۔

ابن جریر وغیرہ ابراہیم تیمی سے راوی ہیں اِنَّھَا کَانَتْ عِشْرِیْنَ اَلْفَ فَرَسٍ ذَاتَ اَجْنِحَۃٍ یہ بیس ہزار اڑنے والے گھوڑے تھے۔

اس قسم کی اور بہت سی روایتیں ہیں جو پیشہ ور واعظوں کے لیے تفکہ طبع کی موجب ہوتی ہیں۔ علامہ آلوسی کی رائے یہ ہے کہ لَیْسَ فِیْ ھٰذَا الشَّیْءِ سِوَی الْاِسْتِبْعَادِ۔

لیکن میرا خیال ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان کی دعا رَبِّ ھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ کے بعد اگر من جانب اللہ ایسی معجزانہ مل بھی گئی ہوں تو کیا استبعاد ہے اور یوں اگر دیکھا جائے تو معجزہ کہتے ہی اس کو ہیں جو خارق عادات امور سے ہو اسی بنا پر اسے معجزہ کہا جاتا ہے یعنی جس کے سمجھنے سے عقل عاجز ہو جیسے

سنگریزوں کا کلمہ پڑھنا۔ نکلی ہوئی آنکھ کا تندرست آنکھ سے زیادہ روشن ہونا۔ ٹوٹی ہوئی پنڈلی کا

صحیح پنڈلی سے زیادہ طاقتور ہونا۔ ستون حنانہ کا ہجر میں گریہ کرنا۔ اندھے کا سوانکھا ہونا اور مردے کا زندہ ہو جانا۔ اور مری ہوئی گوہ کا زندہ ہو کر کلمہ پڑھنا۔ اونٹ کا بارگاہ رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم میں استغاثہ کرنا غرضیکہ ؎

کَمْ اَبْرَأَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُہٗ ۔ وَاَطْلَقَتْ اِرْبًا مِنْ رِبْقَۃِ اللَّمَمِ

تو اندریں حال سلیمانی سواریوں میں ایسے پردار گھوڑوں کا ہونا کیوں مستبعد ہو۔ اب رہا حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔ کا معاملہ اس کے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ اور صدر الافاضل رحمہ اللہ تعالے کی تفسیر میں نظر سے بعید ہونا جو ثابت ہے وہ ان کی تیز رفتاری سے بہت قریب ہے۔

اور مفسرین کے مختلف اقوال وہ بھی میرے نزدیک ممکن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آلوسی بھی اس کے خلاف نہیں گئے بلکہ فرماتے ہیں۔ فَلَنَا اَنْ نَّقُوْلَ هِیَ خَیْلٌ کَانَتْ لَہٗ کَالْخَیْلِ الَّتِیْ تَکُوْنُ عِنْدَ الْمُلُوْکِ وَصَلَتْ اِلَیْہِ بِسَبَبٍ مِّنْ اَسْبَابِ الْمُلْکِ فَاسْتَعْرَضَهَا فَلَمْ تَزَلْ تُعْرَضُ عَلَیْہِ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ۔ ہم کہتے ہیں کہ ان روایتوں پر یوں کہا جائے کہ وہ گھوڑے ایسے خاصہ ہوں گے جیسے بادشاہوں کے پاس ہوتے ہیں جو ان کو کسی ذریعہ سے پہنچے ہوں تو انہیں ملاحظہ فرماتے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

اور طبرسی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور قتادہ اور سدی بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں اور یہ بھی توجیہ کرتے ہیں کہ فَاتَتْہُ اَوَّلَ الْوَقْتِ۔

اور بعض نے کہا اول وقت عصر فوت ہوا جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی شان کے خلاف بلند مرتبہ کے خیال کیا۔

جبائی کہتے ہیں لَمْ یَفُتْہُ الْفَرْضُ وَاِنَّمَا فَاتَہٗ نَفْلٌ کَانَ یَفْعَلُہٗ اٰخِرَ النَّهَارِ۔ فرض فوت نہیں ہوا تھا بلکہ وہ نفلیں فوت ہوئی تھیں جو آپ آخر دن میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ تو آپ نے اپنی شان کے مطابق اسے بھی پسند نہ فرمایا۔ اور کہا۔

اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔ میں نے مال کی کثرت کو اپنے رب کے ذکر سے محبوب رکھا۔

یہ فرمانا اشتغال بلاحظہ خیل کے متعلق تھا جس پر اعتراف ندامت فرمایا جو آپ کے تورع اور تقویٰ اور مرتبۂ منصب نبوت کے مقابل آپ کے لیے شایان شان تھا۔ اس لیے کہ خیر کا استعمال کثرت مال پر ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْہُ اللّٰہُ۔ اور وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ۔ یہاں دونوں آیتوں میں خیر سے مراد کثرت مال ہے۔

چنانچہ بعض علما کا تو یہ قول ہے لَا یُقَالُ لِلْمَالِ خَیْرٌ حَتّٰی یَکُوْنَ کَثِیْرًا وَّمِنْ مَّکَانٍ طَیِّبٍ مال جب تک کثیر نہ ہو اسے خیر نہیں کہتے ایسے ہی مکان جبتک ستھرا نہ ہو اسے خیر نہیں کہتے۔

اور ابن جبیر۔ ابو حیان کہتے ہیں یُرَادُ بِالْخَیْرِ الْخَیْلُ وَالْعَرَبُ تُسَمِّی الْخَیْلَ الْخَیْرَ۔ خیر سے مراد گھوڑے ہیں اور عرب گھوڑے کا نام ہی خیر رکھتے ہیں۔ پھر

اَحْبَبْتُ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ کی تفسیر میں بعض اس طرف بھی گئے کہ یُرَادُ بِہِ الصَّلٰوۃُ کہ اس سے مراد نماز ہے۔ نَفْیٌ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ عَنْ صَلٰوۃِ رَبِّی الَّتِیْ شَرَعَہَا۔ تو عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ کے معنی صلوٰۃ ربّی ہیں اور وہ نماز جسے آپ پر مشروع کیا گیا مراد ہے۔

اور بعض نے معنی تعلیل کیے اور آیۂ کریمہ کی تفسیر میں اسی طرف گئے کہ ربی سے مراد کتاب الٰہی ہے اور وہ توارت ہے۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ اَحْبَبْتُ الْخَیْلَ بِسَبَبِ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَھُوَ التَّوْرَاۃُ فَاِنَّ فِیْہِ الْمَدْحَ اِرْتِبَاطِہَا۔ یعنی میں نے گھوڑوں سے محبت کی بہ سبب کتاب اللہ کے کہ وہ توریت ہے۔ اور اس میں گھوڑے باندھنے والے کی مدح اور فضیلت ہے۔ اس طرف ابو مسلم۔ جعفر۔ ابو نافع اور ابن کثیر اور ابو عمرو گئے۔

حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ یہ متعلق ہے احببت سے بایں اعتبار کہ استمرار محبت بالخیل تھی تو اس کی وجہ میں توارت بالحجاب ہوا تو عبارت یوں بنی اَیْ اَنْبَتُّ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ وَاسْتَمَرَّ ذٰلِکَ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ۔ شَبَّہُ غُرُوْبَہَا فِیْ مَغْرِبِہَا۔ گھوڑوں کی محبت مجھے پیدا ہوئی ذکر الٰہی سے اور اس پر میں رہا کہ غروب شمس کی صورت مغرب میں نظر آنے لگی۔

توارت کے معنی پر آلوسی فرماتے ہیں بِتَوَارِی الْمُخَبَّاتِ بِحِجَابِہَا عَلٰی طَرِیْقِ الْاِسْتِعَارَۃِ التَّبْعِیَّۃِ وَیَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ ھُنَاکَ اِسْتِعَارَۃٌ مَکْنِیَّۃٌ تَخْیِیْلِیَّۃٌ۔ یعنی آپ کو ایسا معلوم ہوا کہ غروب شمس قریب ہے حالانکہ ایسا نہ تھا۔

اس غروب کی کیفیت پر ابن منذر۔ ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ کعب سے یہ بتاتے ہیں قَالَ الْحِجَابُ ھُوَ حِجَابٌ مِّنْ یَّاقُوْتٍ اَخْضَرَ مُحِیْطٌ بِالْخَلَائِقِ مِنْہُ اِخْضَرَّتِ السَّمَآءُ۔ حجاب وہ حجاب یاقوت اخضر کا ہے جو خلائق پر محیط ہے اور اسی کی سبزی آسمان پر ہوتی ہے۔

وَمَا قِیْلَ اِنَّہٗ جَبَلٌ دُوْنَ قَافٍ بِسَنَۃٍ تَغْرُبُ الشَّمْسُ وَرَآءَہٗ لَا یَخْفٰی حَالُہٗ۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ وہ قاف کے پیچھے وہ پہاڑ ہے جس میں سال بھر کے اندر سورج غروب ہوتا ہے

آگے کہتے ہیں وَالنَّاسُ فِیْ ثُبُوْتِ جَبَلِ قَافٍ بَیْنَ مُصَدِّقٍ وَّمُکَذِّبٍ وَالْقَرَافِیْ لَا یُسَلِّمُ وُجُوْدَہٗ

وَاِلَیْہِ اَمِیْلُ وَاِنْ قَالَ الْمُثْبِتُوْنَ مَا قَالُوْا۔ کہتے ہیں کہ کوہ قاف کے ثبوت میں معاملہ مصدق ومکذب کے اندر ہے اور تحقیقات الارض والے کہتے ہیں کہ اس کا وجود ہی نہیں ہے اور وہ اس پر مائل ہیں اگرچہ ثابت کرنے والے اپنے دلائل پر زور دے چکے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بہرحال اگر شمس کے غروب کی طرف ہی جایا جائے تو۔

رُدُّوْھَا عَلَیَّ کے معنی یہ نہیں گے کہ ڈوبے سورج کو مجھ پر واپس لوٹایا جائے۔

اور اگر ردوہا کی ضمیر صافنات الجیاد کی طرف لائی جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ وہ خاصہ گھوڑے جو تیز رفتاری سے حد نظر سے غائب ہو چکے ہیں انہیں واپس لاؤ۔ اور جب وہ واپس آ گئے تو

فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔ یَعْنِیْ فَرَدُّوْھَا عَلَیْہِ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔ تو وہ تیز گام گھوڑے آپ کے آگے لائے گئے تو آپ نے ان کی پنڈلیوں اور گردن پر تلوار چلا دی۔

اس لیے کہ مسح شرعی معنی میں یَمْسَحُ السَّیْفَ بِسُوْقِھَا وَاَعْنَاقِھَا کے ہیں یعنے تلوار سے پنڈلیاں اور گردن کاٹ دی۔ مسح کے معنی راغب بھی یہی کرتے ہیں کہ کِنَایَۃٌ عَنِ الضَّرْبِ۔

اور کشاف میں ہے مَسَحَ السَّیْفَ بِسُوْقِھَا وَاَعْنَاقِھَا یَقْطَعُھَا تَقُوْلُ مَسَحَ عَلَاوَتَہٗ اِذَا ضَرَبَ عُنُقَہٗ وَمَسَحَ الْمُسْفِرُ الْکِتَابَ اِذَا قَطَعَ اَطْرَافَہٗ بِسَیْفِہٖ۔

اور طبرانی اوسط میں اور اسمٰعیل اپنی معجم میں اور ابن مردویہ سند حسن سے حضرت ابی بن کعب سے ناقل ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ پر فرمایا قَطَعَ سُوْقَھَا وَاَعْنَاقَھَا بِالسَّیْفِ یعنی تلوار سے پنڈلیاں اور گردنیں کاٹ دیں۔

اور ایسا حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالےٰ کیا یہ وہ سب گھوڑے قربانی کر دیے اللہ تعالےٰ کے لیے اور یہ ان کی شریعت میں مشروع تھا (روح المعانی)

وَقِیْلَ اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَبَسَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی لِذٰکَ کَانَ ذٰلِکَ الْمَسْحُ الصَّادِرُ مِنْہُ وَسْمًا لَّھَا لِتُعْرَفَ اَنَّھَا خَیْلٌ مَّحْبُوْسَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَھُوَ نَظِیْرُ مَا یُفْعَلُ الْیَوْمَ مِنَ الْوَسْمِ بِالنَّارِ وَلَا بَاْسَ فِیْہِ شَرْعًا مَا لَمْ یَکُنْ فِی الْوَجْہِ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ گھوڑے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے باندھے ہوئے تھے اور یہ مسح سوق و اعناق جو ہوا وہ اس نشان کی طرف اشارہ ہے جس سے دیکھنے والے سمجھ سکیں کہ گھوڑے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے باندھے ہوئے ہیں اور وہ آج بھی نشانات آگ پر لوہا گرم کر کے لگائے جاتے ہیں اور اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

آگے فرماتے ہیں وَلَعَلَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ رَاَی الْوَسْمَ بِالسَّیْفِ اَھْوَنَ مِنَ الْوَسْمِ بِالنَّارِ فَاخْتَارَہٗ

اور غالباً حضرت سلیمان علیہ السلام نے تلوار سے نشان لگانا آسان تصور فرمایا آگ کے داغ کے مقابلہ میں تو اسے ہی اختیار فرمایا۔ یا اس زمانہ میں ایسا ہی رواج ہوگا۔

اور اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا مسخر فرما دی یہ آپ کی من جانب اللہ عزت افزائی تھی

غرضیکہ بعض نے یہ بھی لکھا کہ آپ گھوڑوں میں اتنے مشغول ہوئے کہ نماز سے غفلت ہوگئی اس لیے آپ نے وہ تمام گھوڑے اللہ کی راہ میں قربان کر دیے لیکن اس پر سیّد الصوفیہ حضرت عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں تنبیہ فرماتے ہیں کہ ایسی روایات ہرگز صحیح نہیں اور ان کا تسلیم کرنا شنیع غلطی ہے۔

بعض اس طرف گئے کہ رُدُّوْهَا عَلَيَّ میں جو ضمیر ہے وہ شمس کی طرف ہے اور یہ خطاب حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملائکہ سے تھا جو مؤکلین شمس تھے۔

چنانچہ جب آپ نے رجعت شمس کا مطالبہ ملائکہ سے فرمایا کہ عصر فائتہ ادا کریں تو رجعت شمس ہوئی۔ اور آپ نے وقت پر عصر ادا فرمائی۔

اور ایسا واقعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ بھی ہو چکا ہے جسے علامہ خفاجی اور طبرسی نے روایت کیا۔

اور اس پر امام رازی نے تعجب کیا کہ جب قادر علی الاطلاق تحریک افلاک وکواکب پر صرف اور صرف اللہ تعالےٰ ہے تو بصیغہ جمع رُدُّوْهَا کیوں فرمایا؟

پھر فرماتے ہیں کہ یہ ہو سکتا ہے کہ ضمیر جمع تعظیم کے لیے لائی جا سکتی ہے جیسے رب ارجعون میں بغرض تعظیم جمع لائی گئی۔ لیکن رجعت شمس بعد الغروب اگر ہوئی ہوگی تو دنیا نے اس کا مشاہدہ کیا ہوگا لیکن کوئی روایت اس مشاہدہ پر نہیں ملتی۔

اور اگر ردِ شمس ایسا ہوا ہو جیسا کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے ہوا

اور جیسا کہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام پر ہوا جیسا کہ حدیث العیر اور یوم خندق پر ہوا جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور کی آرام گستری کی وجہ میں حضور پر عصر قربان کر چکے تھے تو حضور کی دعا سے سورج واپس آ گیا۔ جس کا واقعہ یہ ہے۔

فَقَدْ رُوِيَ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْحٰى اِلَيْهِ وَرَاْسُهٗ فِيْ حِجْرِ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّيْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ فِيْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ

رَسُولِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَرَأَيْتُهَا غَرَبَتْ ثُمَّ رَأَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ وَوَقَعَتْ عَلَى الْاَرْضِ وَذٰلِكَ بِالصَّهْبَاءِ فِي خَيْبَرَ۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پر وحی کا نزول ہوا اس حال میں کہ آپ کا سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا کہ حضرت علی نے حضور کی کیفیت وحی میں خلل اندازی نہ کی اور نماز عصر نہ پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا۔ جب آثار وحی فرو ہوگئے تو حضور نے حضرت علی سے پوچھا تم نے عصر پڑھی یا نہیں۔ عرض کی نہیں تو حضور نے دعا کی الٰہی علی تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے۔ لہٰذا سورج واپس فرما۔

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سورج ڈوب چکا تھا پھر دیکھا کہ وہ طلوع ہوا اور اس کی کرنیں زمین پر پڑنے لگیں اور یہ واقعہ منزل صہباء خیبر میں ہوا۔

اس پر علامہ آلوسی ابن جوزی کا قول نقل کرتے ہیں وَهٰذَا الْخَبَرُ فِي صِحَّتِهِ خِلَافٌ فَقَدْ ذَكَرَهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي الْمَوْضُوْعَاتِ وَقَالَ اِنَّهُ مَوْضُوْعٌ بِلَا شَكٍّ۔

وَفِي سَنَدِهِ اَحْمَدُ بْنُ دَاؤُدَ وَهُوَ مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ كَذَّابٌ كَمَا قَالَهُ الدَّارُقُطْنِيُّ۔

وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ كَانَ يَضَعُ الْحَدِيْثَ۔

لیکن دوسری طرف علامہ طحاوی اور قاضی عیاض اس کی تصحیح فرماتے ہیں۔

اور صاحب طبرانی اپنی معجم کبیر میں بسند حسن اسے روایت فرمارہے ہیں۔

اور شیخ الاسلام ابن عراقی شرح تقریب میں حضرت اسماء سے اس کے ناقل ہیں۔

اور ابن مردویہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

اور احمد بن صالح فرماتے ہیں لَا يَنْبَغِيْ لِمَنْ سَبِيْلُهُ الْعِلْمُ التَّخَلُّفُ عَنْ حِفْظِ حَدِيْثِ اَسْمَاءَ لِاَنَّهُ مِنْ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ وَكَذَا اُخْتُلِفَ فِي حَدِيْثِ الرَّدِّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقِيْلَ ضَعِيْفٌ وَقِيْلَ مَوْضُوْعٌ

غرضیکہ طبرانی معجم کبیر میں اور طحاوی اور قاضی عیاض اس کی سند کو حسن فرمارہے ہیں اور ابن مردویہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کے راوی ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ حدیث اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے تخلف نازیبا ہے اس لیے کہ یہ علامات نبوت سے ہے۔

علاوہ ازیں علامہ ابن حجر ہیتمی اس کی صحت کے مدعی ہیں۔

علاوہ اس کے حدیث یوشع بن نون میں کہ لَمْ تُحْبَسِ الشَّمْسُ اِلَّا لِيُوْشَعَ ابْنِ نُوْنٍ جو آبا سب کے اس حدیث کو صحیح مانا ہے۔

اور علامہ ابن حجر ہیتمی تحفۃ العلام میں فرماتے ہیں لَوْ عَادَتِ الشَّمْسُ بَعْدَ الْغُرُوْبِ عَادَ الْوَقْتُ کَمَا ذَکَرَ ابْنُ الْعِمَادِ۔ کہ ابن العماد کہتے ہیں اگر سورج لوٹ آیا غروب کے بعد تو وقت بھی ضرور لوٹ آیا۔

اور یہ لوٹ کر آجانا معجزانہ شان میں سے ہے اور معجزہ نظر بندی نہیں ہوتی بلکہ حقیقتاً ظہور ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ عصر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وقت پر ادا فرمائی۔ اعلیحضرت قدس سرہ نے بھی فرمایا۔

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز ۔۔۔ اور وہ بھی عصر جو کہ اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے ۔۔۔ اور حفظ جاں تو حفظ فرائض غرر کی ہے
ہاں تو نے پھیر دی انہیں جاں اور انہیں نماز ۔۔۔ پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

علاوہ اس کے یہ بھی کہاں تسلیم ہے کہ عصر مشغلہ معائنہ خیل میں قضا ہوئی اس لیے کہ ایک جماعت محققین تو اس کے معنی ہی اور رکھتی ہے۔ چنانچہ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ پر آلوسی فرماتے ہیں۔ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ فِی الْمُسَابَقَۃِ بِمَا یَحْجُبُھَا عَنِ النَّظْرِ جس کے صاف معنی نکلتے ہیں کہ وہ گھوڑے ایسی تیزی سے دوڑے کہ نظر سے مخفی ہو گئے۔

اور رُدُّوْھَا عَلَیَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ پر آلوسی لکھتے ہیں عُرِضَ عَلٰی سُلَیْمَانَ الْخَیْلُ وَھُوَ فِی الصَّلٰوۃِ فَاَشَارَ اِلَیْھِمْ اِنِّیْ فِی الصَّلٰوۃِ فَاَزَالُوْھَا عَنْہُ حَتّٰی دَخَلَتْ فِی الْاِصْطَبْلَاتِ فَقَالَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اِنِّیْ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پر گھوڑے پیش کیے گئے اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے تو ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ میں نماز میں ہوں تو وہ گھوڑے اصطبل میں داخل کر دیے گئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا میں گھوڑوں کی کثرت کو محبوب رکھتا ہوں۔ اور آیہ کریمہ کی تفسیر یہ فرماتے ہیں

اَیِ الَّذِیْ لِیْ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی فِی الْاٰخِرَۃِ بِسَبَبِ ذِکْرِ رَبِّیْ۔ یعنی یہ گھوڑے مجھے عند اللہ آخرت کے لیے بسبب ذکر الٰہی محبوب ہیں۔ کَاَنَّہٗ یَقُوْلُ فَشَغَلَنِیْ ذٰلِکَ عَنْ رُؤْیَۃِ الْخَیْلِ حَتّٰی دَخَلَتْ اِصْطَبْلَاتِہَا رُدُّوْھَا عَلَیَّ فَطَفِقَ یَمْسَحُ اَعْرَافَھَا وَسُوْقَھَا مَحَبَّۃً لَّھَا وَتَکْرِیْمًا۔ گویا آپ نے فرمایا کہ گھوڑوں کے دیکھنے میں میں مشغول ہوا حتی کہ اصطبل میں وہ داخل ہوئے تو آپ نے حکم دیا کہ اب انہیں میرے پاس لاؤ جب وہ لائے گئے تو محبت سے آپ ان کی گردنیں اور پنڈلیاں ملنے لگے اور ان کا اعزاز بڑھانے کو ایسا عمل کیا۔

اور ابن عباس۔ زہری۔ ابن کیسان نے بھی یہی روایت کی اور طبری نے بھی اسی روایت کو ترجیح دی۔

اور امام رازی اس روایت کو بیان فرما کر جس میں عصر قضا ہوتا بیان ہوا ہے چند سبب بیان فرما کر تردید کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ایسے بیانات ایک نبی کی طرف منسوب کرنا ان کی طرف ارتکاب گناہ

کا الزام دیتا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں۔

وَالصَّوَابُ اَنْ یُّقَالَ اِنَّ رِبَاطَ الْخَیْلِ کَانَ مَنْدُوْبًا اِلَیْہِ فِیْ دِیْنِہِمْ کَمَا اَنَّہٗ کَذٰلِکَ فِیْ دِیْنِ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اور صحیح یہی ہے کہ کہا جائے کہ گھوڑا باندھنا مستحب و مشروع تھا ان کے دین میں جیسا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دین میں بھی مستحب ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ثُمَّ اِنَّ سُلَیْمَانَ اِحْتَاجَ اِلَی الْغَزْوِ فَجَلَسَ وَاَمَرَ بِاِحْضَارِ الْخَیْلِ وَاَمَرَ بِاِجْرَائِہَا وَذَکَرَ اِنِّیْ لَا اُحِبُّہَا لِاَجْلِ الدُّنْیَا وَنَصِیْبِ النَّفْسِ اِنَّمَا اُحِبُّہَا لِاَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَتَقْوِیَۃِ دِیْنِہٖ وَھُوَ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِہٖ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ ثُمَّ اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَمَرَ بِاِعْدَائِہَا وَتَسْیِیْرِھَا حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ اَیْ غَابَتْ عَنْ بَصَرِہٖ ثُمَّ اَمَرَ الرَّائِضِیْنَ بِاَنْ یَّرُدُّوْا تِلْکَ الْخَیْلَ اِلَیْہِ فَلَمَّا عَادَتْ اِلَیْہِ طَفِقَ یَمْسَحُ سُوْقَہَا وَاَعْنَاقَہَا وَالْغَرْضُ مِنْ ذٰلِکَ الْمَسْحِ اُمُوْرٌ۔

سلیمان علیہ السلام کو غزوہ کے لیے تیاری کرنی پڑی تو آپ نے گھوڑوں کے معائنہ کا حکم دیا اور انہیں دوڑا کر دیکھنا چاہا اور فرمایا میں ان گھوڑوں کو دنیا کے لیے یا اپنے نفس کے لیے محبوب نہیں رکھتا بلکہ ان سے میری محبت اللہ تعالے کے حکم کی تعمیل میں ہے اور تقویت دین الٰہی کے لیے اور انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی کا یہی مفہوم ہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے دشمن کی طرف گھوڑے دوڑانے کا حکم دیا تو وہ گھوڑے دوڑائے اور اتنے دوڑائے کہ حتی توارت بالحجاب جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ نظر سے غائب ہو گئے پھر آپ نے نیزہ بازوں کو حکم دیا کہ انہیں لوٹا لائیں تو جب وہ گھوڑے واپس لائے گئے تو آپ نے ان کی گردنیں اور پنڈلیاں ملیں اور اس مسح فرمانے سے تین مقصد تھے۔

اول یہ کہ انہیں شرف بخشا جائے اور ان کی عزت افزائی کی جائے اس لیے کہ لشکر کے بڑے معاون اور دفع عدو میں یہی ممد ہوتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ان سے آپ نے اس ضبط سیاست اور حفاظت ملک فرمائی تھی تو ان سے اظہار آپ نے محبت کا کیا۔

تیسرے یہ کہ آپ گھوڑوں کے معاملے میں خاص ماہر تھے ان کے امراض و عیوب جانتے تھے تو ان کی پنڈلی پر اور گردن پہ ہاتھ پھیر کر ان کا امتحان فرما رہے تھے۔ اس کے بعد علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

فَھٰذَا التَّفْسِیْرُ الَّذِیْ تَنْطِقُ عَلَیْہِ لَفْظُ الْقُرْاٰنِ اِنْطِبَاقًا مُّوَافِقًا وَّلَا یَلْزَمُ مَنَاسَبَۃُ شَیْءٍ مِّنْ تِلْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَالْمَحْذُوْرَاتِ اِلٰی نَبِیٍّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ۔ یہ وہ تفسیر ہے جس پہ لفظ قرآن کریم ناطق ہے اور یہی مفہوم منطبق و موافق ہے۔

اور ہم پر اس تفسیر کے بعد کسی منکرو مخذور چیز کا کسی نبی کی طرف منسوب کرنا لازم نہیں آتا۔
پھر فرماتے ہیں کہ ہمیں ان لوگوں پر انتہائی تعجب ہے کہ ایسی روائتیں کیوں قبول کر لیتے ہیں جنہیں عقل ونقل قبول کرنے سے عاری ہے۔
اور حقیقت بھی یہ ہے کہ جب ہمارا اساسی عقیدہ عصمت انبیاء ہے تو ہمیں ان روایتوں کی طرف التفات نہ کرنا چاہیئے۔ روح المعانی۔
اور مسح سوق واعناق کے معنی قطع کے جو لیتے ہیں وہ وامسحوا برؤسکم کے کیا معنی لیں گے۔ ان کی تفسیر کے ماتحت تو یہ ماننا پڑے گا کہ وامسحوا برؤسکم میں حکم قطع سر کا ہے حالانکہ یہ نہیں ہے۔
علامہ خفاجی فرماتے ہیں اِسْتِعْمَالُ الْمَسْحِ بِمَعْنَی الضَّرْبِ الْعُنُقِ اِسْتِعَارَۃٌ۔ مسح بمعنی ضرب استعارہ ہے اور حقیقی معنی ہاتھ پھیرنے کے ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔
وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمَانَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ۔ اور بے شک امتحان کیا ہم نے سلیمان کا اور ڈالا ہم نے اس کے تخت پر ایک جسم بے جان پھر اس نے رجوع کر لیا۔
یہ اس واقعہ کا اظہار ہے جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان ہوا۔
واقعہ یہ ہے کہ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے فرمایا کہ میری جو ستر بیویاں ہیں ان پر میں ایک رات میں پھروں گا ان سے ایک ایک سوار پیدا ہوگا جو جہاد فی سبیل اللہ کرے گا۔ یہ فرماتے ہوئے آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے اور یہ بھول عوام سے اگر ہو جائے تو یقینا معصیت نہیں ہوتی اور اس پر شرعاً گرفت بھی نہیں لیکن ع جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔
جیسے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے۔ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللہُ۔ اے محبوب آپ بغیر انشاء اللہ فرمائے کسی کام پر یہ نہ فرمایا کریں کہ کل میں یہ کام کرونگا۔
حضرت سلیمان علیہ السلام بھی رسول الٰہی ہیں لہذا ان کی شان رسالت کا مقتضا بھی یہی تھا کہ کوئی دعوی بغیر ان شاء اللہ کہے نہ کرتے۔ مگر سہواً آپ ان شاء اللہ نہ فرما سکے اور ازواج میں گذر گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی بیوی بھی حاملہ نہ ہوئی۔ مگر ایک بیوی کو حمل ہوا اور اس سے بھی ناقص الخلقت ایک جسم بے جان پیدا ہوا۔
اصلی عبارت منقولہ روح المعانی یہ ہے۔
اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَاَطُوْفَنَّ اللَّیْلَۃَ عَلٰی سَبْعِیْنَ اِمْرَاَۃً تَاْتِیْ کُلُّ وَاحِدَۃٍ بِفَارِسٍ یُّجَاھِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ وَلَمْ یَقُلْ اِنْ شَاءَ اللہُ فَطَافَ عَلَیْھِنَّ فَلَمْ تَحْمِلْ اِلَّا امْرَاَۃٌ وَجَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ۔

اس پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ لَجَاھَدُوْا فُرْسَانًا ۔ حضور نے فرمایا قسم بخدا اگر حضرت
سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ فرما دیتے تو ضرور مجاہد سوار پیدا ہوتے۔

اور صحیح بخاری میں جو حدیث ہے اس میں ستر کی جگہ چالیس بیویاں مذکور ہیں

اور ترک استثناء پر آلوسی فرماتے ہیں غَایَتُہٗ تَرْکُ الْاَوْلٰی فَلَیْسَ بِذَنْبٍ وَاِنْ عَدَّہٗ ھُوَ
عَلَیْہِ السَّلَامُ ذَنْبًا ۔ یہ ترک استثناء غایت ما فی الباب ترک اولیٰ ہو سکتا ہے اگرچہ حضرت اپنی شان
کے اعتبار سے اسے بھی ذنب محسوس فرماتے ہوں ۔ اور اسی کی تصریح ثم اناب میں فرمائی گئی ہو۔

اور جسد سے مراد وہی ناقص الخلقت جسم ہے جو متولد ہوا اور فَاَلْقَیْنٰہُ عَلٰی کُرْسِیِّہٖ کے معنی القائہ علی
کرسیہ ہے جو وَضَعَ الْقَابِلَۃُ لَہٗ عَلَیْہِ لِیَرَاہُ ۔ دایہ نے آپ کے ملاحظہ کے لیے تخت پر لا کر ڈالا تا کہ
آپ ملاحظہ فرمالیں۔

پھر اس قسم کی روایتوں کے متعلق حضرت ابوہریرہ سے بعض ارباب تحقیق روایت کرتے ہیں کہ لَا
یَشُکُّ فِیْ وَضْعِہٖ اِلَّا مَنْ یَشُکُّ فِیْ عِصْمَۃِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ ۔ ایسی روایتوں کے موضوع ہونے میں
وہی شک کرے گا جو عصمت انبیاء میں شک رکھے ۔ پھر آلوسی کہتے ہیں۔

وَاَنَا فِیْ صِحَّۃِ ھٰذَا الْخَبَرِ لَسْتُ عَلٰی یَقِیْنٍ ۔ اور ہم بھی اس خبر کی صحت پر یقین نہیں رکھتے۔

اور اس قسم کی روایتیں عموماً پیشہ ور واعظوں کے لیے مفید ہوتی ہیں جن کے سننے سے دماغی عیاشی
اور نعرے لگا کر مجلس گرم کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ واعظ نے کیا کہہ دیا منجملہ اس قسم کے افسانوں کے اور
بہت سے واقعات ہیں۔

مثلاً خاتم سلیمانی کا ایک عجیب قصہ ہے جسے مختلف رنگ میں بیان کیا گیا۔

اول کہا گیا کہ آپ کی سلطنت خاتم سلیمانی میں تھی اور آپ جب غسل فرماتے اور حمام میں تشریف
لے جاتے تو اپنی انگوٹھی بستر کے نیچے رکھ جاتے۔

ایک بار آپ حمام میں غسل کو تشریف لے گئے تو شیطان نے آکر وہ انگوٹھی نکال کر پہن لی لوگ
اس کی طرف مسخر ہونے لگے جب آپ غسل خانہ سے تشریف لائے تو دیکھا لوگ ایک شیطان کی طرف
مائل ہیں آپ نے فرمایا یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَنَا سُلَیْمَانُ نَبِیُّ اللّٰہِ فَدَفَعُوْہُ فَسَاحَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا فَاَتٰی
اَھْلَ سَفِیْنَۃٍ فَاَعْطَوْہُ حُوْتًا فَشَقَّھَا فَاِذَا ھُوَ بِالْخَاتَمِ فِیْھَا فَتَخَتَّمَ بِہٖ ثُمَّ جَاءَ فَاَخَذَ بِنَاصِیَتِہٖ
اے لوگو میں سلیمان اللہ کا نبی ہوں تو لوگوں نے انکار کیا آخر آپ چالیس دن پھرتے رہے ایک روز کشتی

والوں میں تشریف لائے۔ انہوں نے آپ کو ایک مچھلی پیش کی آپ نے اسے کاٹا تو اس کے شکم میں وہ انگوٹھی نکل آئی آپ نے وہ پہنی پھر آپ تشریف لائے اور اس شیطان کی چوٹی پکڑ کر قید فرمایا۔

اور نسائی، ابن جریر اور ابن ابی حاتم ناقل ہیں اور ابن حجر اور سیوطی سند قوی سے راوی ہیں کہ ابن عباس فرماتے ہیں اَرَادَ سُلَیْمَانُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْ یَّدْخُلَ الْخَلَاءَ فَاَعْطَی الْجَرَادَۃَ خَاتَمَہٗ وَکَانَتْ اِمْرَاَتَہٗ وَ کَانَتْ اَحَبَّ نِسَائِہٖ اِلَیْہِ فَجَاءَ الشَّیْطَانُ فِیْ صُوْرَۃِ سُلَیْمَانَ فَقَالَ لَہَا ھَاتِیْ خَاتَمِیْ فَاَعْطَتْہُ فَلَمَّا لَبِسَہٗ دَانَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ وَالشَّیَاطِیْنُ فَلَمَّا خَرَجَ سُلَیْمَانُ فَقَالَ لَہَا ھَاتِیْ خَاتَمِیْ قَالَتْ قَدْ اَعْطَیْتُہٗ سُلَیْمَانَ قَالَ اَنَا سُلَیْمَانُ قَالَتْ کَذَبْتَ لَسْتَ سُلَیْمَانَ فَجَعَلَ لَا یَاْتِیْ اَحَدًا فَیَقُوْلُ لَہٗ اَنَا سُلَیْمَانُ اِلَّا کَذَّبَہٗ حَتّٰی جَعَلَ الصِّبْیَانُ یَرْمُوْنَہٗ بِالْحِجَارَۃِ فَلَمَّا رَاٰی ذٰلِکَ عَرَفَ اَنَّہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَقَامَ الشَّیْطَانُ یَحْکُمُ بَیْنَ النَّاسِ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت الخلاء جانے کے ارادے سے جرادہ کو اپنی انگوٹھی دی یہ آپ کی تمام بیویوں میں محبوب بیوی تھی شیطان متمثل بصورت سلیمان ہو کر آیا اور انگشتری طلب کی جرادہ نے دے دی اس نے اس انگشتری کو جیسے ہی پہنا انسان و جن اور شیاطین اس کے متبع ہو گئے۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام تشریف لائے بیوی سے فرمایا میری انگشتری دو جرادہ بولی میں تو وہ انگشتری سلیمان کو دے چکی ہوں۔ آپ نے فرمایا میں سلیمان ہوں جرادہ کہنے لگی تم جھوٹ بولتے ہو تم سلیمان نہیں غرضکہ آپ جس کے قریب جاکر فرماتے کہ میں سلیمان ہوں سب جھٹلاتے حتیٰ کہ بچے آپ پر پتھر پھینکنے لگے۔

جب آپ نے دیکھا کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے تو سمجھے کہ اللہ کے حکم سے ہے اور شیطان جس نے انگشتری لی تھی وہ حکمرانی پر کھڑا ہو گیا۔ لوگوں میں مقدمات کے فیصلے دینے لگا۔

مختصر یہ کہ پھر اس فرضی سلیمان کی طرف سے اس کی بداعمالیوں کی بنا پر تنفر پیدا ہوا اور اس نے سمجھ لیا کہ اب میری حکومت منقطع ہے غرضکہ اس نے وہ انگشتری دریا میں ڈال دی اور اسے ایک مچھلی نے نگل لیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام ان ایام میں دریا کے کنارے مزدوری فرماتے رہے۔

ایک روز ایک شخص مچھلیاں خرید کر اجرت پر حضرت سلیمان کو ساتھ لے گیا جب آپ اس کے گھر تک وہ مچھلیاں پہنچا دیں تو اس نے ایک مچھلی آپ کو دی آپ نے جب اس کا پیٹ چاک کیا تو اس میں وہ انگشتری ملی آپ نے وہ پہن لی فی الفور آپ کی پیروی کے لیے انس و جن و شیاطین سب حاضر ہو گئے اور گئی ہوئی سلطنت لوٹ آئی۔

اور وہ شیطان جس نے وہ انگشتری لی تھی ایک جزیرہ کی طرف بھاگ گیا آپ نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا تو اس کی گرفتاری پر کوئی جن کامیاب نہ ہو سکا تھی کہ ایک روز وہ سو رہا تھا تو جنوں نے اس کے اوپر ایک مکان بنا دیا جو رصاص پینے سکے کا تھا۔

غرضکہ ایک دن وہ مارا گیا اس کے رنج میں جرادہ جو آپ کی محبوب بیوی اور اس جن کی بیٹی تھی روتی رہی اور اس کے آنسو کسی وقت خشک نہ ہونے تھے وغیرہ وغیرہ۔

مختصر یہ کہ اس شیطان کا نام روایت سدی سے حبقیق لکھا گیا۔

اور بعض نے اس کا نام صخر بتایا۔

بعض نے اس سے بھی زیادہ نہ معلوم کیا کیا لکھا ہے مَنْ شاء فلینظر فی تفسیر روح المعانی۔

لیکن اس قسم کی روایتوں پر آلوسی۔ ابن حبان وغیرہ کی تحقیق نقل کرتے ہیں کہ اِنَّ هٰذِهِ الْمَقَالَةَ مِنْ اَوْضَاعِ الْيَهُوْدِ وَالزَّنَادِقَةِ السُّوْفَسْطَائِيَّةِ وَلَا يَنْبَغِيْ لِعَاقِلٍ اَنْ يَّعْتَقِدَ مَا فِيْهَا الخ نَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی سلامۃ دِيْنِنَا وَعُقُوْلِنَا وَمِنْ اَفْجَعِ مَا فِيْهَا زَعْمُ تَسَلُّطِ الشَّيْطَانِ عَلٰى نِسَآءِ نَبِيٍّ۔

یعنی اس قسم کی روایات اسرائیلیات اور یہودیوں کی گھڑی ہوئی ہیں اور ان کی صحت پر یقین کرنا بے عقل لوگوں کا کام ہے اس لیے کہ انبیاء کرام کی نبوت و معجزات پر شیطانی تسلط ہرگز ممکن نہیں۔

اور ثُمَّ اَنَابَ سے مراد حضرت سلیمان علیہ السلام کا ماسوی اللہ سے انقطاع اور اپنے رب کی طرف رجوع فرمانا ہے جو شایان شان انبیاء علیہم السلام ہے چنانچہ آپ نے اپنے رب سے ملک عظیم طلب فرمایا اور عرض کی۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ اے میرے رب مجھ کو بخشدے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نہ ملے بیشک تو بڑا بخشش فرمانے والا ہے۔

لَا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ پر آلوسی فرماتے ہیں وَهُوَ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ الْغَيْرُ فِيْ عَصْرِهٖ۔ یہاں لا ينبغي عام ہے اس سے کہ آپ کے زمانہ میں غیر ایسی سلطنت والا نہ ہو۔

اور عبد بن حمید اور بخاری و مسلم اور نسائی اور حکیم ترمذی نوادر الاصول میں اور ابن مردویہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے ایک حدیث نقل فرماتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن و انس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی تصرف تھا چنانچہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عِفْرِيْتًا تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ صَلٰوتِيْ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمْكَنَنِيْ مِنْهُ فَلَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَرْبِطَهٗ اِلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى تُصْبِحُوْا

مُنتَظِرُ وَاللّٰهِ یُکَلِّمُکُمْ قَدْ کَرَّرْتَ قَوْلَ اَخِیْ سُلَیْمَانَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ فَرَدَّہُ اللّٰہُ تَعَالٰی خَاسِئًا۔

حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سرکش جن نے صبح ہماری طرف التفات فرمایا تاکہ ہم پر نماز میں اختلاط کرے اور اللہ تعالےٰ نے مجھے اس پر قوت عطا فرمائی ہوئی تھی تو ہم نے ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دیں حتیٰ کہ جب دن نکلے تو تم لوگ سب اسے دیکھو تو ہمیں ہمارے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول یاد آگیا جو انہوں نے اپنی دعا میں فرمایا تھا رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ تو ہم نے اسے قید نہ کیا اور اللہ تعالےٰ نے اسے خائب وخاسر دفع کر دیا۔

اور لَا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ان کے زمانہ کے اہل سلطنت ہیں اور یہ معجزانہ سلطنت طلب کرنے کی وجہ بتاتے ہیں اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ فِیْ زَمَنِ الْجَبَّارِیْنَ وَتَفَاخُرِھِمْ بِالْمُلْکِ حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ ظالم جابر بادشاہوں کا تھا اور وہ اپنی مملکت پہ فخر کیا کرتے تھے تو آپ نے اپنے رب سے وہ سلطنت طلب کی جس کا مقابلہ کرنے سے تمام سلاطین جبارین عاجز ہوں اور اس کی تصریح فرمائی گئی۔

فَسَخَّرْنَا لَہُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِہٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ۔ تو ہم نے ان کے قبضہ میں ہوا کر دی کہ وہ آپ کے حکم سے چلتی نرم نرم جیسے آپ چاہتے۔

یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ سلطنت سلیمانی اس لیے نہ تھی کہ آپ حکومت چاہتے تھے بلکہ جس قوم میں جو نبی مبعوث ہوا اسے وہی معجزے عطا کیے گئے جو ان کے تفاخر وتکبر کو مٹانے والے ہوں چنانچہ عہد سلیمانی جبارین متکبرین حکمرانوں کا تھا آپ کو ایسی معجزانہ سلطنت دے کر مبعوث فرمایا گیا جس سے ان کا تفاخر وتکبر کٹ گیا۔ عہد موسوی میں ساحری کا زور تھا حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کو ایک عصا ہی ایسا معجزہ نما عطا ہوا کہ جادوگروں کو سربسجود ہو کر ایمان لانا پڑا۔

عہد مسیح علیہ السلام میں فن طب زوروں پہ تھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابراء اکمہ وابرص اور احیاء موتٰی کا معجزہ دے کر مبعوث فرمایا جس سے تمام قوم مغلوب ہو گئی۔

عہد خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم میں فصاحت وبلاغت کا اتنا زور تھا کہ میدان فصاحت میں کوس لِمَنِ الْمُلْکُ بجانے والے موجود تھے انہیں مقہور کرنے کے لیے حضور کو وہ کلام معجز نظام عطا فرما کر بھیجا کہ اس کلام کا مقابلہ ایک سورت ایک آیت سے بھی کوئی نہ کر سکا۔

چنانچہ روح المعانی میں ہے اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ فِیْ زَمَنِ الْجَبَّارِیْنَ وَتَفَاخُرُھُمْ بِالْمُلْکِ

وَمُعْجِزَةُ كُلِّ نَبِيٍّ مِّنْ جِنْسِ مَا اشْتَهَرَ فِيْ عَصْرِهٖ اَلَا تَرٰی اَنَّہٗ لَمَّا اشْتَهَرَ السِّحْرُ وَغَلَبَ فِیْ عَهْدِ الْكَلِيْمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَاءَهُمْ بِمَا يَتَلَقَّفُ مَا اَتَوْا بِهٖ۔
وَلَمَّا اشْتَهَرَ الطِّبُّ فِیْ عَهْدِ الْمَسِيْحِ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَاءَهُمْ بِاِبْرَاءِ الْاَكْمَهِ وَالْاَبْرَصِ وَاِحْيَاءِ الْمَوْتٰی،
وَلَمَّا اشْتَهَرَ فِیْ عَهْدِ خَاتَمِ الرُّسُلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَصَاحَةُ اَتَاهُمْ بِكَلَامٍ لَمْ يَقْدِرُوْا عَلٰی اَقْصَرِ فَصْلٍ مِّنْ فُصُوْلِهٖ۔

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدت سلطنت چالیس سال بتائی گئی۔ اور آپ کی آزمائش بیس سال سلطنت کرنے کے بعد ہوئی حَيْثُ قَالَ الْاٰلُوْسِیْ وَذَكَرَ بَعْضُ الذَّاهِبِيْنَ اِلٰی ذٰلِكَ اَنَّہٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَقَامَ فِیْ مُلْكِهٖ قَبْلَ هٰذِهِ الْفِتْنَةِ عِشْرِيْنَ سَنَةً وَاَقَامَ بَعْدَهَا عِشْرِيْنَ سَنَةً۔

اور اسرائیلیات کا رد جو کیا گیا وہ اس وجہ میں کیا گیا کہ آلوسی نے معقول وجہ بیان کی وہ لکھتے ہیں رد اَلْحَقُّ اِنَّ اِسْتِخْدَامَ الْجِنِّ الثَّابِتَ لِسُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ بِوَاسِطَةِ اَسْمَاءٍ وَرِيَاضَاتٍ بَلْ هُوَ تَسْخِيْرٌ اِلٰهِيٌّ مِّنْ غَيْرِ وَاسِطَةِ شَیْءٍ۔ صحیح یہ ہے کہ جنوں کا مطیع ہونا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہرگز کسی اسم یا ریاضت سے ہرگز نہ تھا۔ بلکہ یہ تسخیر من جانب اللہ تھی جو بلا واسطہ کسی عمل اور انگشتری کے تھی۔ ورنہ آج بھی سب عامل ایسے ہیں جو حاضرات کر کے جنوں کے بادشاہ تک کو طلب کر لیتے ہیں اگر ایسا تسلیم کر لیا جائے تو عاملوں اور انبیاء کرام میں کیا فرق ہوگا۔

آلوسی فرماتے ہیں وَمِنَ الْاِتِّفَاقِيَّاتِ الْغَرِيْبَةِ اِنِّیْ اجْتَمَعْتُ يَوْمَ تَفْسِيْرِیْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ بِرَجُلٍ مُوْصِلِیٍّ يَدَّعِیْ ذٰلِكَ دَامْتَحَنْتُہٗ بِمَا يُصَدِّقُ دَعْوَاهُ فِیْ مَحْفِلٍ عَظِيْمٍ وَاَتٰی بِالْعَجَبِ الْعُجَابِ۔ اتفاقاً جس دن میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تھا کہ ایک موصلی نے میرے سامنے دعوی کیا کہ یہ کام میں بھی کر سکتا ہوں میں نے اس کے دعوی کی تصدیق کی لیے اس کا امتحان لیا اس نے بھری محفل میں بڑے بڑے عجائبات دکھائے اور اس کے اس مظاہرہ میں کسی قسم کے شعبدہ کا بھی احتمال نہیں ہوا اس لیے کہ بڑے بڑے ذی فہم وہاں موجود تھے اور اس نے کوئی اسٹیج یا پردہ نہیں رکھا تھا جیسا کہ شعبدہ دکھانے والے کرتے ہیں تو فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَاءً حَيْثُ اَصَابَ میں عطاء ربانی بلا معاوضہ ہی ماننی لازم ہے یعنی یہ مرتبہ استغفار کے بدلہ نہیں تھا بلکہ استغفار تو انبیاء کرام کا خاصہ ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔

اور اگر استغفار کے بدلے میں یہ عطا مانی جائے تو آیہ کریمہ یوں ماننی پڑے گی فَغَفَرْنَا لَهٗ وَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ حالانکہ آیت یوں ہے ثُمَّ اَنَابَ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ الخ پھر ارشاد ہے۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ۔ یہاں ریح فرمانا اس وجہ میں ہے کہ دشمن کو زیر کرنے کے لیے یہ تسخیر ریح تھی اور اِنَّ الرِّيْحَ تُسْتَعْمَلُ فِی الشَّرِّ وَالرِّيَاحُ فِی الْخَيْرِ۔ ریح محاورہ میں شر کے موقعہ پر استعمال ہوتی ہے اور ریاح خیر کے لیے۔ تو جب ریح شر مسخر کر دی گئی تو ریاح تو بطریق اولے مسخر مانی جائے گی چنانچہ

تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ سے وضاحت ہے کہ ریح جو شر کے لیے تھی وہ بھی آپ کے حکم سے چلتی تھی۔

رُخَآءً۔ اَیْ   اور وہ بھی نرم نرم چلتی تھی۔ رُخا۔ رخاوت سے ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً جس کے معنی ہی ہوئے شدید کے ہیں تو خلاصہ یہ نکلا کہ بامر سلیمان علیہ السلام نرم اور سخت چلتی تھی۔

اگرچہ اصل خلقت کے اعتبار سے وہ شدید ہوتی تھی لیکن حکم سلیمانی سے وہ نرم اور ہلکی رہتی تھی اور جب آپ کی سواری جاتی تو شدید و تند ہو جاتی تھی تو یہ دونوں حال ظاہر کئے گئے کہ جب آپ چاہتے نرم ہو جاتی اور جب آپ چاہتے تو شدید ہو جاتی اس لیے کہ جب مسخر و مطیع کر دی گئی تو امر سلیمانی کے ماتحت ہی اسے چلنا تھا۔ پھر

حَيْثُ اَصَابَ فرما کر اور وضاحت فرما دی جس کے معنی ہی قَصَدَ کے ہیں یعنی جیسی آپ چاہتے چنانچہ قتادہ بھی اَصَابَ کے معنی اَرَادَ فرماتے ہیں۔ یہ لغات ہجر یا حمیر سے ہے۔ پہلی شان تسخیر ہوا تھا کہ اب دوسری شان کا بیان ہے۔

وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِی الْاَصْفَادِ۔ اور مسخر کیے ہم نے دیو تعمیر کرنے والے اور غوطہ زن اور دوسرے جو مقید ہیں زنجیروں ہیں۔

یہ عطف ہے وَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ پہ۔ یعنی جو دیو قوت تعمیر رکھتے ہیں وہ اور جو دریا میں غوطہ لگا سکتے ہیں وہ مسخر کیے اور ان کے علاوہ دوسرے جن جو مقید ہیں۔

اَصْفَاد صَفَدٌ کی جمع ہے اور یہ قید کے معنی دیتا ہے۔

اور یہ بھی قول ہے کہ مقرنین فرما کر فی الاصفاد فرمانے کے یہ معنی ہیں اَعْنِی الْغُلَّ الَّذِیْ يَجْمَعُ الْيَدَيْنِ اِلَی الْعُنُقِ۔ اس سے مراد وہ زنجیر ہے جس سے دونوں ہاتھ باندھ کر گردن تک قید کیا جائے اس سلسلہ صَفَدَه کہہ کر قَيَّدَه مراد لیتے ہیں اور اس سے وہ سرکش شیاطین مراد ہیں جو قید رکھے جاتے ہیں چنانچہ روح المعانی میں ہے وَالْمُرَادُ بِهٰؤُلَآءِ الْمُقَرَّنِيْنَ الْمَرَدَةُ فَقُيِّدُوْا۔ اس سے مراد وہ سرکش شیاطین ہیں جو قید ہیں۔ تو تعمیر کرنے والوں سے محل بنوائے جاتے اور غوطہ زنوں سے دریا کے موتی اور جواہرات نکلوائے جاتے ھُوَ عَلَیْہِ

السَّلَامُ عَلٰی مَا قِیْلَ اَوَّلُ مَنِ اسْتَخْرَجَ الدُّرَّ حضرت سلیمان علیہ السلام ہی وہ ہیں جنہوں نے اول دریا اور سمندر سے موتی نکلوائے۔

اور شیاطین اگرچہ اجسام ناریہ لطیفہ رکھتے ہیں اور ارواح خبیثہ مجردہ ہیں ان کا مقید کرنا ممکن نہیں لیکن معجزانہ شان سے ان کا قید کرنا بھی ممکن ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عفریت کو قید فرما کر مسجد کے ستون سے باندھنے کا ارادہ فرمایا اور بذریعہ عزلیت و اعمال جب غیر نبی بھی اس پر قادر ہے تو نبی کی شان تو معجزانہ طور پر بعطاء الٰہی بطریق اولیٰ قادر ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے۔

هٰذَا عَطَاۗؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ یہ ہماری عطا ہے تو احسان کرو جس پر چاہو اور روکے رکھو تم پر اس معاملہ میں کوئی محاسبہ نہیں اور سلیمان کے لیے ہمارے پاس تقرب اور بہترین ٹھکانہ ہے۔

یہ مخاطبہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے بطور حکایت ہے جو بغرض اظہار عظمت شان بیان فرمایا۔ یا تفویض اختیار کے لیے فرمایا کہ جو نعمتیں ہم نے آپ کو دیں آپ اس پر کلیتہ مختار ہیں جیسے چاہیں جتنا چاہیں جو چاہیں جب چاہیں عطا فرما کر کسی پر احسان کریں یا تمام قوتیں اپنی ذات تک روک رکھیں بغیر حساب۔ اس پر آپ سے محاسبہ نہیں ہوگا۔

چنانچہ علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں اِمَّا حِكَايَةٌ لِمَا خُوْطِبَ بِهٖ سُلَيْمَانُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُبَيِّنَةٌ لِعِظْمِ شَانِ مَا اُوْتِيَ مِنَ الْمُلْكِ وَاِنَّهٗ مُفَوَّضٌ اِلَيْهِ تَفْوِيْضًا كُلِّيًّا۔ گویا یوں ارشاد فرمایا۔

هٰذَا الَّذِيْ اَعْطَيْنَاكَ مِنَ الْمُلْكِ الْعَظِيْمِ وَالْبَسْطَةِ وَالتَّسْلِيْطِ عَلٰى مَا لَمْ يُسَلَّطْ عَلَيْهِ غَيْرُكَ عَطَاۗؤُنَا الْخَاصُّ بِكَ فَاَعْطِ مَنْ شِئْتَ وَامْنَعْ مَنْ شِئْتَ غَيْرَ مُحَاسَبٍ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ الْاَمْرَيْنِ وَلَا مَسْئُوْلٍ عَنْهُ فِي الْاٰخِرَةِ لِتَفْوِيْضِ التَّصَرُّفِ فِيْهِ اِلَيْكَ عَلَى الْاِطْلَاقِ۔ ابن مسعود کی قراءت میں تو صاف ہے۔ هٰذَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ عَطَاۗؤُنَا بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

اور زُلفٰی کا ترجمہ فرماتے ہیں تَقْرِبَةٌ وَكَرَامَةٌ مَعَ مَا لَهٗ مِنَ الْمُلْكِ الْعَظِيْمِ یعنی سلیمان علیہ السلام کے لیے ہمارا قرب اور ہماری طرف سے عزت ہے مع مال اور ملک عظیم کے۔

اور حُسْنَ مَاٰبٍ۔ حُسْنَ مَرْجِعٍ فِي الْجَنَّةِ۔ اچھا ٹھکانہ جنت میں ہے۔

اور باوجود اس مرتبہ جلیل کے آپ کے عجز وانکساری کی یہ شان تھی کہ آپ اپنے ہاتھ سے کھیت میں پانی دیتے جو کی روٹی نوش فرماتے اور بنی اسرائیل کے لیے اچھی اچھی چیزیں کھلاتے۔ یہ روایات احمد نے زہد میں عطاء سے نقل فرمائیں۔

اور ابن ابی حاتم ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَفَعَ سُلَیْمَانُ طَرْفَہٗ اِلَی السَّمَآءِ تَخَشُّعًا۔

اور آپ کے زمانہ میں ملوک فارس سے کیخسرو تھا۔

چنانچہ فقیہ ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت پر زمانہ کیخسرو ابن سیاوش میں قبضہ فرما کر ملک شام کی طرف رخ فرمایا اور عراق تک فتح کیا۔

جب یہ خبر کیخسرو کو پہنچی تو وہ خراسان کی طرف بھاگ گیا اور چند دن زندہ رہ کر مر گیا۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے مرو پر قبضہ فرما کر بلاد ترک فتح کیے پھر چین کے ملکوں سے بھی تجاوز فرما کر بلاد فارس فتح کر کے چند دن یہاں ٹھہرے پھر آپ واپس ملک شام میں تشریف لائے اور بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا جب اس سے فارغ ہوئے تو تہامہ کی طرف رخ فرمایا اور یہاں سے صنعا تک فتح فرمایا۔

پھر بلاد مغرب اور اندلس اور طنجہ وغیرہ پر قبضہ کیا اور ہر جگہ افواج سلیمانی کے کیمپ قائم کیے۔

(روح المعانی) فَسُبْحَانَ الْمَلِكُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا یَزُوْلُ مُلْکُہٗ وَلَا یَنْقَضِیْ سُلْطَانُہٗ

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۂ صٓ پ ۲۳

وَاذْکُرْ عَبْدَنَا اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ٥	اور یاد کرو ہمارے بندے ایوب کو جبکہ اس نے پکارا اپنے رب کو کہ مجھے شیطان نے چھوا تکلیف و ایذا کے ساتھ۔
اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ٥	ہم نے فرمایا مار اپنا پاؤں زمین پر یہ ہے سرد چشمہ ٹھنڈا نہانے کو اور پینے کو۔
وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ٥	اور ہم نے عطا فرمایا اسے اس کے گھر والے اور ان کی مثل اپنی رحمت سے اور نصیحت عقلمندوں کو
وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ	اور ہم نے فرمایا اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اسے مار اور قسم نہ توڑ ہم نے اسے صابر پایا اچھا

أَوَّابٌ ۝

بندہ ہے بیشک وہ بہت رجوع کرنے والا ہے۔

وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ۝

اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قوت اور علم والوں کو۔

إِنَّا أَخْلَصْنَاهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝

بے شک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا وہ اس گھر کی یاد ہے۔

وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ۝

اور وہ ہمارے نزدیک یقیناً چنے ہوئے اور پسندیدہ ہیں۔

وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ۝

اور یاد کرو اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو اور یہ سب اچھے لوگ ہیں۔

هَٰذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ۝

یہ نصیحت ہے اور یقیناً نیکوں کا ٹھکانا اچھا ہے۔

جَنَّاتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ۝

بسنے کے باغ کھلے ہوئے ہیں ان کے لیے دروازے

مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ۝

ان میں تکیہ لگائے ہوں ان میں جو چاہیں کثرت سے میوے ہوں اور پینے کو شربت۔

وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ۝

اور ان کے پاس پاک دامن بیویاں ہوں ایک عمر کی

هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝

یہ ہے وہ جس کا تم سے وعدہ حساب کے دن کا ہے۔

إِنَّ هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِن نَّفَادٍ ۝

بیشک یہ ہمارا روزی دیا ہوا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

هَٰذَا وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ۝

یہ ہے اور بیشک سرکشوں کا برا ٹھکانا ہے۔

جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

جہنم کہ اس میں جائیں گے وہ بیشک برا بچھونا ہے۔

هَٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ۝

یہ ہے تو اسے چکھیں کھولتا پانی اور پیپ۔

وَآخَرُ مِن شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ۝

اور اسی کی شکل کی اور چیزیں۔

هَٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ إِنَّهُمْ صَالُو النَّارِ ۝

ان سے کہا جائے یہ ہے اور فوج تمہارے ساتھ دھنس پڑتی ہے جو تمہارے ساتھ تھی انہیں مبارک نہ ہو یہ تو جہنم میں جائیں۔

قَالُوا بَلْ أَنتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ أَنتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝

بولیں بلکہ تمہیں مبارک نہ ہو تمہیں نے آگے بھیجا ہمارے لیے تو بہت برا ٹھکانا ہے۔

قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ۔ بولے اے ہمارے رب جو آگے لایا یہ مصیبت کو زیادہ کر انہیں دو چند عذاب جہنم میں۔

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۔ اور کہیں گے کیا ہوا ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہیں برا سمجھتے تھے۔

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ۔ کیا ہم نے انہیں مسخر ابنا لیا یا آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئیں۔

اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ۔ بے شک یہ ضرور حق ہے جہنمیوں کا باہم جھگڑا۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	اُذْکُرْ۔ یاد کر	عَبْدَ۔ بندے	نَا۔ ہمارے
اَیُّوْبَ۔ ایوب کو	اِذْ۔ جبکہ	نَادٰی۔ پکارا اس نے	رَبَّهٗ۔ اپنے رب کو
اَنِّیْ۔ بیشک	مَسَّنِیَ۔ چھوا مجھے	الشَّیْطٰنُ۔ شیطان نے	بِنُصْبٍ۔ تکلیف
وَ۔ اور	عَذَابٍ۔ ایذا سے	اُرْکُضْ۔ مار زمین پر	بِرِجْلِكَ۔ اپنا پاؤں
هٰذَا۔ یہ	مُغْتَسَلٌۢ۔ چشمہ ہے نہانے کا	بَارِدٌ۔ ٹھنڈا	وَّ۔ اور
شَرَابٌ۔ پینے کا	وَ۔ اور	وَهَبْنَا۔ عطا کیا ہم نے	لَهٗ۔ اس کو
اَهْلَهٗ۔ اسکے گھر والے	وَ۔ اور	مِثْلَهُمْ۔ مثل ان کی	مَّعَهُمْ۔ انکے ساتھ
رَحْمَةً۔ یہ رحمت ہے	مِّنَّا۔ ہم سے	وَ۔ اور	ذِکْرٰی۔ نصیحت ہے
لِاُولِی الْاَلْبَابِ۔ عقلمندوں کے لیے		وَ۔ اور	خُذْ۔ پکڑ
بِیَدِكَ۔ اپنے ہاتھ میں	ضِغْثًا۔ جھاڑو	فَاضْرِبْ۔ تو مار	بِّهٖ۔ اس کو
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَحْنَثْ۔ قسم توڑ	اِنَّا۔ بیشک ہم نے
وَجَدْنَا۔ پایا	هٗ۔ اس کو	صَابِرًا۔ صبر کرنے والا	نِعْمَ۔ اچھا
الْعَبْدُ۔ بندہ تھا	اِنَّهٗ۔ بیشک وہ تھا	اَوَّابٌ۔ بڑا رجوع کرنیوالا	وَ۔ اور
اُذْکُرْ۔ یاد کر	عِبَادَنَا۔ ہمارے بندوں	اِبْرٰهِیْمَ۔ ابراہیم	وَ۔ اور
اِسْحٰقَ۔ اسحاق	وَ۔ اور	یَعْقُوْبَ۔ یعقوب کو	اُولِی الْاَیْدِیْ۔ جو قوت

ولے وَ۔اور اَلۡاَبۡصَارِ۔علم والے اِنَّا۔بیشک
اَخۡلَصۡنٰهُمۡ۔ہم نے ان کو امتیاز بخشا بِخَالِصَةٍ۔کھری بات سے ذِكۡرَى۔وہ ہے یاد
الدَّارِ۔اس گھر کی وَ۔اور اِنَّهُمۡ۔بیشک وہ عِنۡدَنَا۔ہمارے نزدیک
لَمِنَ الۡمُصۡطَفَيۡنَ۔برگزیدہ اور اَلۡاَخۡيَارِ۔پسندیدہ لوگوں سے ہیں وَ۔اور
اُذۡكُرۡ۔یاد کرو اِسۡمٰعِيۡلَ۔اسمٰعیل وَ۔اور اَلۡيَسَعَ۔الیسع
وَ۔اور ذَا الۡكِفۡلِ۔ذوالکفل کو وَ۔اور كُلٌّ۔یہ سب
مِّنَ الۡاَخۡيَارِ۔پسندیدہ لوگ تھے هٰذَا۔یہ ذِكۡرٌ۔نصیحت ہے
وَ۔اور اِنَّ۔بیشک لِلۡمُتَّقِيۡنَ۔پرہیزگاروں کیلئے لَحُسۡنَ۔اچھا
مَاٰبٍ۔ٹھکانہ ہے جَنّٰتُ۔باغ عَدۡنٍ۔ہمیشہ رہنے کے مُّفَتَّحَةً۔کھلے ہوں گے
لَّهُمُ۔ان کے لیے الۡاَبۡوَابُ۔دروازے مُتَّكِـِٕيۡنَ۔تکیہ لگائے ہونگے فِيۡهَا۔اس میں
يَدۡعُوۡنَ۔مانگیں گے فِيۡهَا۔اس میں بِفَاكِهَةٍ۔پھل كَثِيۡرَةٍ۔بہت
وَّ۔اور شَرَابٍ۔شربت وَ۔اور عِنۡدَ۔پاس
هُمۡ۔ان کے ہوں گی قٰصِرٰتُ۔نیچی الطَّرۡفِ۔نگاہ والی اَتۡرَابٌ۔ہم عمر بیویاں
هٰذَا۔یہ ہے مَا۔جو تُوۡعَدُوۡنَ۔وعدہ دیے جاتے تھے لِيَوۡمِ۔دن
الۡحِسَابِ۔حساب کا اِنَّ۔بیشک هٰذَا۔یہ لَرِزۡقُنَا۔ہماری روزی ہے
مَا۔نہیں ہے لَهٗ۔اسکو مِنۡ نَّفَادٍ۔ختم ہونا هٰذَا۔یہ ہے
وَ۔اور اِنَّ۔بیشک لِلطّٰغِيۡنَ۔سرکشوں کا لَشَرَّ۔برا
مَاٰبٍ۔ٹھکانا ہے جَهَنَّمَ۔جہنم يَصۡلَوۡنَهَا۔داخل ہوں اسمیں فَبِئۡسَ۔تو برا ہے
الۡمِهَادُ۔بچھونا هٰذَا۔یہ ہے فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ۔چکھو اس کو حَمِيۡمٌ۔گرم پانی
وَّ۔اور غَسَّاقٌ۔پیپ وَ۔اور اٰخَرُ۔اور بھی
مِنۡ شَكۡلِهٖۤ۔اسکی شکل سے اَزۡوَاجٌ۔ملتی جلتی هٰذَا۔یہ فَوۡجٌ۔فوج ہے
مُّقۡتَحِمٌ۔داخل ہونے والی مَّعَكُمۡ۔تمہارے ساتھ لَا۔نہ مَرۡحَبًۢا۔مبارک ہو
بِهِمۡ۔ان کو اِنَّهُمۡ۔بیشک وہ صَالُوا۔ملنے والے ہیں النَّارِ۔آگ کو
قَالُوۡا۔کہیں گے بَلۡ۔بلکہ اَنۡتُمۡ۔تمہیں ہی ہو کہ لَا۔نہ
مَرۡحَبًۢا۔مبارک ہو بِكُمۡ۔تم کو اَنۡتُمۡ۔تمہیں نے قَدَّمۡتُمُوۡهُ۔آگے بھیجا

لَنَا۔ ہمارے لیے	فَبِئْسَ۔ تو برا ہے	اَلْقَرَارُ۔ ٹھکانہ	قَالُوْا۔ بولے
رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	مَنْ۔ جس نے	قَدَّمَ۔ آگے بھیجا	لَنَا۔ ہمارے لیے
هٰذَا۔ یہ	فَزِدْهُ۔ تو زیادہ دے اسکو	عَذَابًا۔ عذاب	ضِعْفًا۔ دگنا
فِی۔ بیچ	النَّارِ۔ آگ کے	وَ۔ اور	قَالُوْا۔ بولے
مَا۔ کیا ہوا	لَنَا۔ ہمیں کہ	لَا۔ نہیں	نَرٰی۔ دیکھتے ہم
رِجَالًا۔ ان آدمیوں کو کہ	كُنَّا۔ ہم	نَعُدُّ۔ گنتے تھے	هُمْ۔ ان کو
مِنَ الْاَشْرَارِ۔ شریر لوگوں سے	اَتَّخَذْنٰهُمْ۔ کیا بنایا ہمنے	هُمْ۔ ان کو	سِخْرِيًّا۔ ٹھٹھا
اَمْ۔ یا	زَاغَتْ۔ پھر گئیں	عَنْهُمُ۔ ان سے	الْاَبْصَارُ۔ آنکھیں
اِنَّ۔ بیشک	ذٰلِكَ۔ یہ	لَحَقٌّ۔ حق ہے	تَخَاصُمُ۔ جھگڑنا

اَهْلِ النَّارِ۔ دوزخ والوں کا۔

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع۔ سورۃ ص۔ پ ۲۳

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ اور یاد کرو ہمارے بندے ایوب کو جبکہ وہ پکارا مجھے چھوا شیطان نے تکلیف اور ایذا سے۔

اس کا مفصل حال سورۃ انبیاء میں گذر چکا یہاں اجمالاً مال اور جسم میں تکلیف و ایذا کا ذکر فرمایا گیا سورۃ انبیاء میں چھٹے رکوع میں دیکھنا چاہئیے۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ حکم ملا اے ایوب اپنا پاؤں زمین پر مارو یہ ہے سرد چشمہ نہانے اور پینے کو۔

چنانچہ آپ نے زمین پر پیر مارا اس سے آب شیریں کا ایک چشمہ ظاہر ہوا اور آپ کو حکم ملا یہ ہے سرد چشمہ نہانے اور پینے کو چنانچہ آپ نے اس سے پیا اور غسل کیا جس سے تمام جسمانی و مالی تکالیف دفع ہوگئیں حتی کہ آپ کی جو اولاد اس ابتلاء میں مرچکی تھی اللہ تعالےٰ نے اسے بھی زندہ کیا اور اپنے فضل و رحمت سے اتنے ہی اور عطا فرمائے جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ۔ اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے مثل اور عطا فرما دیے اپنی رحمت سے اور عقلمندوں کے لیے یادگار بنادی۔

اس کے بعد اس واقعہ کا ذکر ہے جس میں آپ نے اپنی بیوی کو سو ضربیں مارنے کی قسم کھائی تھی ان کے دیر سے حاضر ہونے کی سزا میں چنانچہ جب آپ صحت یاب ہو گئے تو خیال آیا اب میں قسم کیسے پوری کروں اس کے ایام مرض میں مجھ پر احسانات ہیں اس کا بدلہ سو ضربیں مار کر کیسے دوں چنانچہ رحمت الٰہی جوش زن ہوئی اور ارشاد ہوا۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ

اور پکڑ لو اپنے ہاتھ میں خشک و تر گھاس کا ایک مٹھا اس سے مار دو اور قسم نہ توڑو بے شک ہم نے اسے صابر پایا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

اس کے بعد چھ انبیاء کرام کا ذکر فرمایا گیا جس میں حضرت ابراہیم حضرت اسحٰق حضرت یعقوب حضرت اسمٰعیل حضرت یسع حضرت ذوالکفل مذکور ہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِنَ الْأَخْيَارِ

اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو جنہیں اللہ تعالےٰ نے حکمت علمیہ عطا فرمائی بے شک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے ممتاز فرمایا کہ وہ اس گھر کی یاد گار ہے اور وہ دار آخرت کی لوگوں کو یاد دلاتے ہیں اور خود اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں ان کے دلوں میں محبت دنیا کی جگہ نہیں ہے۔

اور یاد کرو اسمٰعیل اور یسع اور ذوالکفل کو اور ان کے صبر اور فضائل کو تاکہ ان کے فضائل معلوم کر کے لوگ نیکیوں کا ذوق و شوق حاصل کریں۔

نوٹ

حضرت ذوالکفل کی نبوت میں اختلاف ہے مگر ولایت یقینی ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے۔

هٰذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُفَتَّحَةً لَهُمُ الْأَبْوَابُ مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ وَعِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ إِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ نَفَادٍ

هٰذَا ۔ یہ نصیحت ہے اور بیشک پرہیزگاروں کا ٹھکانہ یقیناً اچھا ہے بسنے کے باغ ہیں جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں ان میں تکیہ لگائے مرصع مسندوں پر بیٹھے ہوں۔ ان باغوں میں کثرت سے میوے اور شراب ہو جیسے وہ چاہیں گے۔

اوران کے پاس وہ بیویاں ہیں جو انتہائی دوشیزہ عفیفہ ہیں کہ اپنے شوہر کے سوا کسی طرف آنکھ نہیں اٹھاتیں سب اَتۡرَاب یعنی ہم عمر یہ ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا حساب کے دن کا۔
بیشک یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہ ہو ان کو تو یہ ہے۔
اب رہے باغی طاغی فاسق و منافق ان کے لیے جو کچھ ہے اس کا ذکر آئندہ آیتوں میں ہے چنانچہ ارشاد ہے
وَاِنَّ لِلطّٰغِیۡنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ جَهَنَّمَ یَصۡلَوۡنَهَا فَبِئۡسَ الۡمِهَادُ هٰذَا فَلۡیَذُوۡقُوۡهُ حَمِیۡمٌ وَّغَسَّاقٌ وَّاٰخَرُ مِنۡ شَكۡلِهٖۤ اَزۡوَاجٌ هٰذَا فَوۡجٌ مُّقۡتَحِمٌ مَّعَكُمۡ لَا مَرۡحَبًۢا بِهِمۡ اِنَّهُمۡ صَالُوا النَّارِ قَالُوۡا بَلۡ اَنۡتُمۡ لَا مَرۡحَبًۢا بِكُمۡ اَنۡتُمۡ قَدَّمۡتُمُوۡهُ لَنَا فَبِئۡسَ الۡقَرَارُ۔

اور بیشک سرکشوں کا برا ٹھکانہ جہنم ہے اس میں جائیں گے تو بہت ہی برا بچھونا ہے جہاں بھڑکتی آگ ہے ان کے لیے یہی ہے تو اسے چکھیں کھولتا پانی اور پیپ جو جہنمیوں کے جسم سے نکل کر بہے گا جیسے طینۃ الخبال کہا گیا اور اسی شکل کے بہت سے عذاب جوڑے دار۔
آگے کی آیت میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما جہنمیوں کے سرداروں کا ذکر ہے جبکہ وہ جہنم میں ڈالے جائیں اور ان کے پیچھے پیچھے ان کے متبعین بھی ٹھونسے جائیں تو خازن جہنم ان سے کہیں یہ تمہارے متبعین کی فوج ہے جو تمہارے ساتھ جہنم میں دھنس رہی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔
هٰذَا فَوۡجٌ مُّقۡتَحِمٌ الخ یہ ایک اور فوج تمہارے ساتھ دھنس رہی ہے جو تمہاری متبع تھی تو وہ ان سے کہیں
لَا مَرۡحَبًۢا بِهِمۡ اِنَّهُمۡ صَالُوا النَّارِ۔ انہیں جہنم میں کھلی جگہ نہ ہو آگ میں تو انہیں جانا ہے۔
قَالُوۡا بَلۡ اَنۡتُمۡ لَا مَرۡحَبًۢا بِكُمۡ اَنۡتُمۡ قَدَّمۡتُمُوۡهُ لَنَا فَبِئۡسَ الۡقَرَارُ۔ تو جہنمی کہیں بلکہ تم کھلی جگہ نہ پاؤ تم ہی یہ مصیبت ہمارے آگے لائے تو یہ کیسا برا ٹھکانہ ہے۔ تو کفار کے عمائد اور سردار کہیں۔
قَالُوۡا رَبَّنَا مَنۡ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدۡهُ عَذَابًا ضِعۡفًا فِی النَّارِ۔ اے ہمارے رب جو یہ مصیبت ہمارے آگے لایا اسے آگ میں دوچند عذاب دے۔
جب جہنمی ان غریب مومنوں کو وہاں نہ دیکھیں جنہیں دنیا میں یہ ذلت کی نظر سے دیکھتے تھے تو بولیں۔
وَقَالُوۡا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمۡ مِّنَ الۡاَشۡرَارِ۔ اور کافر کہیں ہمیں کیا ہوا کہ ہم انہیں نہیں دیکھتے جنکو دنیا میں ہم ذلیل اور برا سمجھتے تھے۔
اَتَّخَذۡنٰهُمۡ سِخۡرِیًّا اَمۡ زَاغَتۡ عَنۡهُمُ الۡاَبۡصَارُ۔ کیا ہم نے ہنسی بنالیا ان کو اور درحقیقت وہ ایسے نہ تھے وہ تو جہنم میں نہیں آئے آج ہمیں معلوم ہوا کہ ان سے تمسخر کرنا ان کی ہنسی اڑانا ہمارا باطل تھا۔ یا ہماری آنکھیں پھر گئی تھیں کہ ہم نے دنیا میں ان کا مرتبہ اور مقام نہ سمجھا۔

اس کے بعد حضور سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطبہ ہے۔

اِنَّ ذٰلِکَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَھْلِ النَّارِ۔ اے محبوب بے شک یہ حق بات ہے اور دوزخیوں کا مخاصمہ قطعی ہوگا

اس رکوع میں بعض ادق لغات ہیں ان کی تصریح ضروری ہے

حلّ لغات

نُصْب۔ نصب کہتے ہیں رنج و مشقت اور تکلیف والم کو

اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ۔ رکض کہتے ہیں زور سے پاؤں مارنے کو۔ محاورہ ہے رَکَضَ الْفَرَسُ گھوڑے نے سم مارا

وَخُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا۔ ضغث کہتے ہیں سوکھی ہری گھاس کے مٹھے کو یا تنکوں کے چھوٹے مٹھے یا جھاڑو کو۔

مُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ۔ اخیار خیر کی جمع ہے جیسے اشرار شر کی جمع ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ۔ رہنے بسنے اور آباد رہنے والے باغ

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ۔ اس کی تفصیل سورۃ صافات کے دوسرے رکوع میں گذر چکی

اَتْرَابٌ۔ جمع ہے ترب کی۔ ہم عمر کے معنی میں مستعمل ہے۔

مَا لَہٗ مِنْ نَّفَادٍ۔ نفاد کے معنی انقطاع کے ہیں۔

حَمِیْمٌ۔ جوش کھا کر کھولتا پانی۔

غَسَّاقٌ۔ زخم سے بہتا ہوا کچ لہو۔ راد پیپ۔ یہ غسق سے مشتق ہے اور اس کے معنی ٹھنڈک کے بھی ہوتے ہیں جو سخت ٹھنڈ ہو جیسے مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ۔ یہاں رات مراد ہے اس لیے کہ رات بہ نسبت دن کے ٹھنڈی ہوتی ہے۔

وَاٰخَرُ مِنْ شَکْلِہٖ اَزْوَاجٌ۔ سے مراد اجناس ہیں۔ یعنی عذاب کی جنس سے اور انواع واقسام کے عذاب

ھٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَکُمْ۔ اقتحام سے لیا گیا ہے اور یہ قحمہ سے مشتق ہے۔ اور قحمہ کہتے ہیں شدت کو ایک دوسرے پر گرتے پڑتے جب اژدحام کرے تو اسے اقتحام کہتے ہیں اور یہی معنے فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ کے ہیں۔

لَا مَرْحَبًا بِھِمْ۔ یہ بددعا کے موقعہ پر نفی بلا کے ساتھ بولتے ہیں اور دعا کے موقع پر بغیر نفی کے۔ تو مرحبا کے معنی ہیں اَتَیْتَ رَحْبًا فِی الْبِلَادِ۔ آیا تو فراخی وکشادگی سے شہروں کے اندر جب اس پر کلمہ لا لگا دیا جائے تو اس کے برعکس معنی ہوتے ہیں۔ اس کی اردو کالا منہ ہے جیسے بولتے ہیں کالا منہ نیلے ہاتھ اور پاؤں۔

اَتَّخَذْنٰھُمْ سِخْرِیًّا۔ مسخر اور استہزاء کی جگہ مستعمل ہے۔

اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ۔ زَاغَ پھرنے کو کہتے ہیں یہاں آنکھ پھرنے اور پتھرا جانے کے معنی میں مستعار ہے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ ص پ ۲۳

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَيُّوْبَ۔ اور یاد کرو ہمارے بندے ایوب کو۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں اَلصَّحِيْحُ اِنَّهٗ كَانَ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ وَلَمْ يَصِحَّ فِیْ نَسَبِهٖ شَیْءٌ غَيْرَ اَنَّ اِسْمَ اَبِيْهِ اَمُوْصُ۔ صحیح یہ ہے کہ آپ بنی اسرائیل سے تھے اور آپ کے نسب کے متعلق سوا آپ کے نام اور آپ کے والد کے نام اور کچھ نہیں ملتا۔ ایوب بن اموص ہی معلوم ہوتا ہے۔

اور ابن جریر کہتے ہیں هُوَ اَيُّوْبُ بْنُ اَمُوْصِ بْنِ رُوْمِ بْنِ عِيْصِ بْنِ اِسْحٰقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وہ ایوب اموص کے صاحبزادے تھے ان کے دادا روم پردادا عیص اور لکڑدادا اسحٰق علیہ السلام ہیں۔

اور ابن عساکر سے روایت ہے اِنَّ اُمَّهٗ بِنْتُ لُوْطٍ وَاِنَّ اَبَاهُ مِمَّنْ اٰمَنَ بِاِبْرَاهِيْمَ فَعَلٰی هٰذَا كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ مُوْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ آپ کی والدہ لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں اور والدان میں سے تھے جو ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے اس اعتبار سے حضرت ایوب علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوئے۔

اور ابن جریر کا ایک قول یہ ہے كَانَ بَعْدَ شُعَيْبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ آپ حضرت شعیب علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں۔

اور ابن جریر کا ایک قول یہ ہے كَانَ بَعْدَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی اُذْكُرْ عَطْفٌ عَلٰی اُذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ وَعَدَمُ تَصَدُّرِ قِصَّةِ سُلَيْمَانَ بِهٰذَا الْعُنْوَانِ لِكَمَالِ الْاِتِّصَالِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ دَاوٗدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ۔ حضرت ایوب علیہ السلام سلیمان علیہ السلام کے بعد ہوئے اور ارشاد الٰہی اذکر عبدنا ایوب کا عطف اذکر عبدنا داؤد پر ہے۔ اور عدم صدور قصہ سلیمان علیہ السلام اس عنوان سے ہے جو کمال اتصال ان میں اور داؤد علیہما السلام میں ظاہر کرتا ہے آگے ارشاد ہے۔

اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ جب وہ اپنے رب کو پکارے کہ مجھے شیطان نے مشقت و تکلیف سے چھوا ہے۔

نُصْب۔ بضم نون و سکون الصاد بمعنی تعب اور تکلیف آتا ہے اور بفتحتین نَصَب بھی یہی معنے دیتا ہے اور نُصُب اور نَصْب اور نُصْب اس میں محض اختلاف قرأت ہے معنی تینوں صورتوں میں

ایک ہی ہیں اور سب نے مشقت و تکلیف کے معنی ہیں ہی لے لیا ہے۔
البتہ نصب اور عذاب ہیں یہ فرق ضرور کیا ہے کہ نُصُبٌ اَلضُّرُّ فِی الْجَسَدِ یعنی نصب سے جسمانی تکلیف مراد ہے اور عذاب سے اہل اور مال کی تکلیف مراد ہے۔
اور مسّ شیطان کا واقعہ یہ بتایا جاتا ہے۔
اِنَّہٗ عَلَیْہِ اللَّعْنَۃُ سَمِعَ ثَنَاءَ الْمَلٰئِکَۃِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ عَلٰی اَیُّوْبَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَسَاَلَ اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یُّسَلِّطَہٗ عَلٰی جَسَدِہٖ وَمَالِہٖ وَوَلَدِہٖ فَفَعَلَ عَزَّوَجَلَّ اِبْتِلَاءً لَّہٗ۔ ابلیس لعین نے ملائکہ علیہم السلام سے حضرت ایوب کی تعریف سنی اس کی رگ حسد پھڑکی اور اللہ تعالٰی سے عرض کی کہ مجھے جسم ایوب اور اس کے مال و اولاد پر مسلط فرمایا جائے شان بے نیازی کی طرف سے اسے تسلط دیدیا گیا تاکہ صبر ایوب کی استقامت کا امتحان دنیا پر ہو جائے۔
اور بارگاہ الٰہی ہیں تسلط شیطانی نے اس لیے اجازت طلب کی کہ بلا اذن الٰہی نبی پر کوئی شیطان مسلط نہیں ہو سکتا۔
ایک قول یہ ہے کہ وَسْوَسَ اِلَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْ یَّسْاَلَ اللّٰہَ تَعَالٰی الْبَلَاءَ لِیَمْتَحِنَ وَیُجَرِّبَ صَبْرَہٗ عَلٰی مَا یَقِیْنَہٗ۔ آپ کے دل ہیں یہ وسوسہ آیا کہ اللہ تعالٰی سے بلا طلب کریں تاکہ آپ کا امتحان ہو اور بلاؤں پر صبر کا تجربہ کریں۔ جیساکہ حضرت شرف الدین عمر بن الفارض کا شعر ہے۔

وَبِمَا شِئْتَ فِیْ ھَوَاکَ اِخْتَبِرْنِیْ   فَاخْتِیَارِیْ مَا کَانَ فِیْہِ رِضَاکَ

اور جیسے تو چاہے اپنے ارادہ سے مجھے جانچ۔ میرے اختیارات وہی ہیں جس ہیں تیری رضا ہو۔
اور بقول شاعر ع راضی ہیں ہم اسی ہیں جس ہیں تیری رضا ہے۔
اور ایک قول یہ ہے کہ اِنَّ رَجُلًا اِسْتَغَاثَہٗ عَلٰی ظَالِمٍ فَوَسْوَسَ اِلَیْہِ الشَّیْطَانُ بِتَرْکِ اِغَاثَتِہٖ فَلَمْ یُغِثْہُ فَمَسَّہُ اللّٰہُ بِسَبَبِ ذٰلِکَ بِمَا مَسَّہٗ۔ ایک شخص نے کسی ظالم پر استغاثہ کیا تو توسوس شیطانی سے آپ نے اس کی مدد نہ کی تو منجانب اللہ آپ پر وہ سب کچھ ہوا جو ہوا۔
ایک قول یہ ہے کہ آپ کو کثرت مال و اولاد پر فخر ہوا تو اللہ تعالٰی نے آپ کو اس ابتلا ہیں ڈالا۔
اس کے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں جن پر علامہ آلوسی بغدادی فرماتے ہیں۔
وَکُلُّ ھٰذِہِ الْاَقْوَالِ عِنْدِیْ مُتَضَمِّنَۃٌ مَا لَا یَلِیْقُ بِمَنْصَبِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ۔ ایسے تمام اقوال وہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی شان سے بعید ہیں۔ البتہ پیشہ ور واعظوں اور خطیبوں کے لیے یہ ایک دلچسپ مصالحہ ضرور ہے۔

اور ایک روایت آخر میں ہے جو قابل تسلیم معلوم ہوتی ہے وَذَهَبَ جَمْعٌ اِلٰى اَنَّ النُّصْبَ وَالْعَذَابَ لَيْسَا مَا كَانَا لَهٗ مِنَ الْمَرَضِ وَالْاَلَمِ اَوِ الْمَرَضِ وَذَهَابِ الْاَهْلِ وَالْمَالِ بَلْ اَمْرَانِ عَرَضَا لَهٗ وَهُوَ مَرِيْضٌ فَاقِدُ الْاَهْلِ وَالْمَالِ فَقِيْلَ لَهُمَا مَا كَانَا لَهٗ مِنْ وَسْوَسَةِ الشَّيْطَانِ اِلَيْهِ فِيْ مَرَضِهٖ مِنْ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَالْقُنُوْطِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَالْاِغْرَاءِ عَلَى الْجَزَعِ كَانَ الشَّيْطَانُ يُوَسْوِسُ اِلَيْهِ بِذٰلِكَ وَهُوَ يُجَاهِدُ فِيْ دَفْعِ ذٰلِكَ حَتّٰى تَعِبَ وَتَاَلَّمَ عَلٰى مَا هُوَ فِيْهِ مِنَ الْبَلَاءِ فَنَادٰى رَبَّهٗ لِيَتَصَرَّفَهٗ عَنْهُ وَلِيَسْتَعِيْنَ عَلَيْهِ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ۔

محققین کا اس پر اجماع ہے کہ نصب و عذاب جو تھا وہ مرض اور الم اور اہل و مال کے جانے کا نہ تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب عوارض تھے کہ آپ مریض بھی تھے اور فاقد الاہل والمال بھی تو بعض نے ان کیفیات کو وسوسہ شیطان کہہ دیا کہ آپ مریض بھی تھے اور عیال و مال بھی ضائع ہو چکے تھے بلکہ آپ اپنی طرف سے ان وساوس کا دفع فرماتے فرماتے جب تھک گئے تو اپنے رب سے عرض کی اور مدد مانگی کہ یہ بلا ٹال دے چنانچہ عرض کی اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ وسوسہ غیر ایوب علیہ السلام کی طرف تھا چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ شیطان بصورت طبیب آپ کی بیوی کی طرف آیا آپ نے اس سے کہا کہ یہ بیمار ہیں کیا تم ان کا علاج کر سکتے ہو وہ بولا ہاں میں علاج کر سکتا ہوں بشرطیکہ بعد صحت ایوب کہیں کہ تو نے مجھے شفا دی۔ انھوں نے اقرار کر لیا اور حضرت ایوب علیہ السلام سے یہ قصہ عرض کر دیا تو آپ نے بھانپ لیا کہ وہ طبیب صورت شیطان تھا اور بیوی کا یہ اقرار آپ پر بہت گراں گذرا تو آپ نے اپنے رب سے عرض کی اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ۔

اس کے علاوہ اور بھی ایسے اقوال ہیں جیسے آلوسی نے روح المعانی میں نقل کیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالٰی کی طرف سے ایوب علیہ السلام کو بشارت ملی۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ۔ اپنا پاؤں زمین پر مار

گویا عبارت یہ ہوئی اَیْ فَقُلْنَا لَهٗ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ۔ ہم نے ایوب کو فرمایا زمین پر پیر مار اُرْكُضْ کے معنی اِضْرِبْ بہا کے ہوتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے

هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ۔ یہ غسل کے لیے ٹھنڈا اور پینے کا چشمہ ہے۔

گویا ارشاد ہے فَضَرَبَهَا فَنَبَعَتْ عَيْنٌ فَقُلْنَا لَهٗ هٰذَا مُغْتَسَلٌ تَغْتَسِلُ بِهٖ وَتَشْرَبُ مِنْهُ فَيَبْرَأُ ظَاهِرُكَ وَبَاطِنُكَ۔ تو آپ نے پیر مارا تو چشمہ ابل پڑا تو ہم نے فرمایا یہ غسل کے لیے ہے آپ غسل کریں اور اس سے پئیں تو اندر باہر کی تکالیف سے آپ صحتیاب ہوں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے داہنا پائے اقدس مارا تو چشمہ ابل پڑا اس سے آپ نے غسل کیا پھر بایاں پاؤں مارا تو اس سے سرد چشمہ پھوٹ پڑا اس سے آپ نے پیا۔

یہ دو پاؤں مارنے سے یہ مراد ہے کہ غسل کے لیے گرم اور پینے کے لیے سرد چشمہ پھوٹ پڑے۔

یہ واقعہ بروایت قتادہ اور حسن اور مقاتل شام میں ارض جابیہ میں ہوا۔

اس کے بعد جبکہ تمام عوارضات جانی ومالی سے آپ صحت یاب ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے ہلاک شدہ اولاد اور اس کے مثل اور بھی اولاد عطا فرما دی جیسا کہ ارشاد ہے

وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ۔ اور ہم نے عطا فرمائی اسے اس کی آل اور مثل اس کے اور اس کے ساتھ رحمت تھی ہماری طرف سے اور نصیحت وغیرہ عقل والوں کے لیے۔

بروایت حسن بِإِحْيَائِهِمْ بَعْدَ هَلَاكِهِمْ یعنی جو اس امتحان میں ہلاک ہو چکے تھے وہ زندہ کر دیے اور ان کی مثل اور اولاد بھی بخشی۔

طبرسی کی روایت میں ہے جو ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ أَحْيَا لَهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِهِ وَعَافَ الْمَرَضَى وَجَمَعَ عَلَيْهِ مَنْ تَشَتَّتَ مِنْهُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے لیے وہ زندہ فرما دیے جو آپ کے اہل وعیال سے ہلاک ہو چکے تھے اور تمام مرض مٹا دیا اور سب کو جمع کر دیا جو آپ سے منتشر ہو چکے تھے۔

ومثلہم معہم سے یہ مراد ہے کہ جتنے اہل وعیال تھے اس سے دو چند مرحمت فرما دیے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عظیمہ جلیلہ تھی۔

وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ۔ اور یہ عقل والوں کو نصیحت تھی۔ کہ شدائد پہ صبر کرنے والوں کو ایسے ہی نوازا جاتا ہے۔

آپ اس ابتلا میں سات سال مسلسل رہے اور چند ماہ چنانچہ قتادہ کہتے ہیں۔ إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ابْتُلِيَ سَبْعَ سِنِيْنَ وَأَشْهُرًا وَأُلْقِيَ عَلَىٰ كُنَاسَةٍ لِبَنِي إِسْرَائِيْلَ تَخْتَلِفُ الدَّوَابُّ فِي جَسَدِهِ فَصَبَرَ فَفَرَّجَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ وَأَعْظَمَ لَهُ الْأَجْرَ وَأَحْسَنَ۔ آپ اس امتحان میں سات سال اور چند ماہ رہے آپ کو بنی اسرائیل کے کوڑے پر ڈال دیا آپ کے جسد انور پر جانور پھرتے اور آپ صبر سے رہے آخر اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کو کھولا اور زبردست اجر دے کر بہترین مبادلہ عطا کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ کے دونوں پیروں سے لے کر بستر تک زخم ہی زخم تھے آپ کو ریت ڈال دیا تھا حتیٰ کہ آپ کی پسلیاں نظر آتی تھیں، آپ کی بیوی جو آپ کی خدمت کرتی تھی

وہ کہنے لگیں ایوب اب تو خدا کی قسم ہم پر مصیبت کی حد ہو گئی۔ فاقہ مستی نے بھی پریشان کر دیا ہمیں ایک ٹکڑا روٹی کا نہیں ملتا کہ آپ کو تو کھلاؤں تو اب آپ اللہ تعالے سے دعا کریں کہ وہ آپ کو شفا دے آپ نے یہ سن کر فرمایا۔

وَيْحَكِ كُنَّا فِي النَّعِيْمِ سَبْعِيْنَ عَامًا فَاصْبِرِيْ حَتّٰى نَكُوْنَ فِي الضُّرِّ سَبْعِيْنَ عَامًا۔ افسوس ہے تجھ پر ہم ستر برس نعمتوں میں رہے تھے تو صبر کر اب حتیٰ کہ ستر برس اس مصیبت میں گذریں۔

تو آپ کو ابھی سات سال ہی گذرے کہ آپ نے بارگاہ مستجاب میں دعا فرمائی کہ جبریل امین حاضر خدمت ہوئے اور پائے اقدس زمین پر مارنے کو کہا اور چشمہ ابلا غسل فرمایا صحت حاصل فرمائی اور حلۂ بہشتی ملبوس فرما کر آپ سر راہ تشریف فرما ہوئے کہ آپ کی بیوی آئیں اور آپ کو نہ پہچان سکیں تو بولیں کہ اے خدا کے بندے یہاں ایک بیمار تھا وہ کہاں ہے شاید اسے جانور نہ لے گئے ہوں۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا بے خبر وہ ایوب میں ہی ہوں اللہ تعالے نے میری تمام تکالیف رفع فرما دیں اور اب مجھے میری آل و اولاد بھی واپس ملے گی اور اس کے مثل اور بھی عطا ہو گی۔

وَاُمْطِرَ عَلَيْهِ جَرَادًا مِّنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ يَاْخُذُ الْجَرَادَ بِيَدِهٖ وَيَجْعَلُ فِيْ ثَوْبِهٖ وَيَنْشُرُ كِسَاءَهٗ فَيَجْعَلُ فِيْهِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ يَا اَيُّوْبُ اَمَا شَبِعْتَ قَالَ يَا رَبِّ مَنِ الَّذِيْ يَشْبَعُ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ اور اللہ تعالے نے آپ پر بارش کی جس سے ٹیڈیاں سونے کی برسیں تو آپ انہیں اٹھا اٹھا کر اپنے کپڑے میں رکھتے رہے پھر آپ نے اپنی کمل پھیلا دی اور اس میں بھرتے رہے۔ تو وحی ہوئی ایوب اب تو جی بھر گیا عرض کیا الٰہی وہ کون ہے جس کا جی تیرے فضل و رحمت سے بھرے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَيُّوْبَ بَقِيَ فِيْ مِحْنَتِهٖ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً يَتَسَاقَطُ لَحْمُهٗ حَتّٰى مَلَّهُ الْعَالَمُ وَلَمْ يَصْبِرْ عَلَيْهِ اِلَّا امْرَاَتُهٗ۔ ایوب علیہ السلام اس بلاو مصیبت میں اٹھارہ سال رہے آپ کے جسم مبارک سے گوشت جھڑ گیا حتیٰ کہ اس پر زمانہ غمگین ہو گیا اور کسی کو صبر نہ تھا مگر آپ کی بیوی صابرہ کاملہ قانعہ رہیں۔

لیکن علامہ طبرسی کہتے ہیں کہ محققین اسے جائز نہیں مانتے کہ ایک نبی ایسے مرض میں ہو جس سے لوگ تنفر کریں البتہ فقر اور مرض اور ذہاب اہل یہ جائز ہے کہ اللہ تعالے ان کا امتحان لے تاکہ لوگوں پر ان کی شان ظاہر ہو اور لوگ ان کا مرتبہ جانیں۔

اور ہدایۃ المرید میں علامہ قانی فرماتے ہیں اِنَّهٗ يَجُوْزُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ كُلُّ عَرَضٍ بَشَرِيٍّ لَيْسَ مُحَرَّمًا وَّلَا مَكْرُوْهًا وَّلَا مُبَاحًا مُزْرِيًا وَّلَا مُزْمِنًا وَّلَا مِمَّا تَعَافُهُ الْاَنْفُسُ وَلَا مِمَّا يُؤَدِّيْ اِلَى النَّفْرَةِ۔

انبیاء علیہم السلام پر عوارض بشری آنا نہ حرام ہیں نہ مکروہ اور نہیں جائز ان کے لیے ایسا مرض جس سے عقل میں فتور آئے یا بدحواسی ہو یا ایسا مرض جس سے لوگوں کو نفرت ہو۔

اس کے دو ورق بعد آگے لکھتے ہیں وَاحْتَرَزْنَا بِقَوْلِنَا وَلَا مُزْمِنًا وَّلَا مِمَّا تَعَافُهُ الْاَنْفُسُ عَمَّا كَانَ كَذٰلِكَ كَالْاِقْعَاءِ وَالْبَرَصِ وَالْجُذَامِ وَالْعَمٰى وَالْجُنُوْنِ۔ اور ہم مزمن وغیرہ سے محترز ہو کر مصرح کہتے ہیں کہ گنٹھیا، برص، جذام، اندھاپن جنون ایسے امراض بھی نبی کے لیے جائز نہیں۔

لیکن دھندلا نظر آنا اس پر علامہ نووی فرماتے ہیں لَا شَكَّ فِيْ جَوَازِهٖ عَلَيْهِمْ لِاَنَّهٗ مَرَضٌ بِخِلَافِ الْجُنُوْنِ فَاِنَّهٗ نَقْصٌ۔ آنکھوں میں دھند ہو جانا یہ بلاشک جائز ہے اس لیے کہ یہ مرض ہے برخلاف جنون کے کہ وہ نقص ہے۔

وَمَا ذُكِرَ عَنْ شُعَيْبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ ضَرِيْرًا لَمْ يَثْبُتْ وَاَمَّا يَعْقُوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَحَصَلَتْ لَهٗ غِشَاوَةٌ وَّزَالَتْ۔ اور جو شعیب علیہ السلام کے متعلق ہے کہ آپ نابینا تھے یہ بروایات صحیح ثابت نہیں اور یعقوب علیہ السلام کے متعلق جو ہے وہ قرآن کریم میں وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ آیا ہے اور وہ ایک قسم کی دھند تھی جو جاتی رہی۔

جیسا کہ ارشاد ہے اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا۔ تو وہ دھند قمیص یوسف علیہ السلام کی خوشبو اور مسرت سے جاتی رہی۔ یا قمیص یوسف علیہ السلام کی معجزانہ شان سے وہ غشاوہ جاتی رہی۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ۔ اور اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دو اور حانث نہ ہو ہم نے اسے صابر پایا کیا نیک بندہ اور بہت رجوع لانے والا۔

یہ عطف ارکض پر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کی بیوی حضرت رحمۃ بنت افرائیم یا میشا بن یوسف یا لیۃ بنت یعقوب یا ماخیر بنت میشا بن یوسف باختلاف رواۃ آپ کسی کام کے لیے گئیں اور دیر سے واپس آئیں۔ یا شیطان نے ان کے ذریعہ کسی کلمۂ محذورہ کے کہنے کا پیغام دیا تاکہ شفا پا جائیں اور ساتھ ہی کہا کہ آخر کب تک اس تکلیف میں رہیں گے جو کلمہ میں بتاؤں وہ کہہ دیں بعد صحت استغفار کر لیں اللہ معاف کرنے والا ہے۔

انہوں نے آکر حضرت ایوب علیہ السلام سے وہ قصہ بیان کر دیا آپ نے خیال کیا کہ حضرت رحمہ سے یہ گناہ ہوا ہے جو حرام تھا اس لیے کہ رضا بالکفر کفر ہے۔

تو آپ نے قسم کھائی کہ جب اللہ مجھے صحت عطا فرمائے گا تو اپنی بیوی رحمہ کو سو ضرب لگاؤں گا۔ اب صحت یاب ہوتے تو خیال آیا کہ اس وفادار بیوی کو انعام کی بجائے سو ضربیں لگانی ہیں تو حکم الٰہی ہوا۔ کہ ایوب ایک جھاڑو تر او رخشک گھاس کی لے کر انہیں مارو تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔

چنانچہ آپ نے وہ جھاڑو لی جس میں سو تنکے گھاس کے تھے ایک بار حضرت رحمہ کو ماردی۔ اللہ تعالے نے حنث یمین سے آپ کو بری کر دیا۔

یہ حسن خدمت رحمہ اور صبر ایوب علیہ السلام کا بدلہ تھا۔ اس پر آلوسی

متعدد حدیثیں نقل کرتے ہیں۔

اَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَسَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ حَمَلَتْ وَلِيْدَةٌ فِيْ بَنِيْ سَاعِدَةَ مِنْ زِنًا فَقِيْلَ لَهَا مِمَّنْ حَمْلُكِ قَالَتْ مِنْ فُلَانٍ لِلْمُقْعَدِ فَسُئِلَ الْمُقْعَدُ فَقَالَ صَدَقَتْ فَرُفِعَ ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُذُوْا عُثْكُوْلًا فِيْهِ مِائَةُ شِمْرَاخٍ فَاضْرِبُوْهُ بِهٖ ضَرْبَةً وَّاحِدَةً فَفَعَلُوْا۔

ایک لڑکی قبیلہ بنی ساعدہ کی زنا سے حاملہ ہوئی اس سے پوچھا گیا تو کس سے حاملہ ہوئی وہ بولی فلاں لولے آدمی سے تو جب اس اپاہج سے پوچھا تو اس نے اقرار کیا تو اسے اٹھا کر حضور کی خدمت میں لایا گیا تو حضور نے فرمایا ایک عثکول یعنی کھجور کا شاخ والا گچھا لے کر اس کے مارو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور شمراخ انگور کے خوشہ کو کہتے ہیں۔ یہاں استعارۃً سو سیخ مراد لی گئیں۔

(۲) اَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ فَاحِشَةً عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَرِيْضٌ عَلٰى شَفَا مَوْتٍ فَاَخْبَرَ اَهْلُهٗ بِمَا صَنَعَ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِنْوٍ فِيْهِ مِائَةُ شِمْرَاخٍ فَضُرِبَ بِهٖ ضَرْبَةً وَّاحِدَةً۔

حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ عہد رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم میں ایک شخص مرتکب زنا ہو گیا۔ اور وہ جاں بلب موت کے کنارے پر تھا تو اس کے اہل نے اس کے فعل مذموم کی اطلاع دی تو حضور نے حکم فرمایا کہ ایک کھجور کی شاخ لو جس میں سو سیخ ہوں اسے مارو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

(۳) اَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَيْخٍ قَدْ ظَهَرَتْ عُرُوْقُهٗ قَدْ زَنٰى بِامْرَاَةٍ فَضَرَبَهٗ بِضِغْثٍ فِيْهِ مِائَةُ شِمْرَاخٍ ضَرْبَةً وَّاحِدَةً۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شیخ فانی لایا گیا جس کی رگیں جسم پر ابھری ہوئی تھیں۔ اس نے ایک عورت سے زنا کیا تھا تو حضور نے اسے ایک بار جھاڑو لگوائی جس میں سو سیخ تھیں۔

اس پر علامہ آلوسی محاکمہ فرماتے ہیں۔

وَلَا دِلَالَۃَ فِیْ ھٰذِہِ الْاَخْبَارِ عَلٰی عُمُوْمِ الْحُکْمِ مَنْ یُّطِیْقُ الْجَلْدَ الْمُتَعَارَفَ وَلٰکِنَّ الْقَائِلَ بِبَقَاءِ حُکْمِ الْاٰیَۃِ قَائِلٌ بِالْعُمُوْمِ لٰکِنْ شَرَطُوْا فِیْ ذٰلِکَ اَنْ یُّصِیْبَ الْمَضْرُوْبَ کُلُّ وَاحِدَۃٍ مِّنَ الْمِائَۃِ اِمَّا بِاَطْرَافِھَا اَوْ بِاَعْرَاضِھَا مَبْسُوْطَۃً عَلٰی ھَیْئَۃِ الضَّرْبِ۔

ان احادیث کو دلیل عموم حکم پر نہیں مانا جائے گا جس میں جلد متعارف یعنی درے کھانے کی طاقت ہے اسے درے ہی مارے جائیں گے لیکن آیت کے حکم کی بقا کو ماننے والے عموم کے بھی قائل ہیں لیکن یہ شرط پیش کہتے ہیں کہ مضروب ایسا ہو کہ حد کے وقت کھڑا رہ سکے یا پھر اپنے پہلو پر پڑا رہ کر ضربیں برداشت کر سکے۔ ×

علامہ خفاجی کی تحقیق یہ ہے کہ اِنَّھُمْ شَرَطُوْا فِیْہِ الْاِیْلَامَ اِمَّا مَعَ عَدَمِہٖ بِالْکُلِّیَّۃِ فَلَا فَلَوْ ضَرَبَ بِسَوْطٍ وَّاحِدٍ لَہٗ شُعْبَتَانِ خَمْسِیْنَ مَرَّۃً مَنْ حَلَفَ عَلٰی ضَرْبِہٖ مِائَۃً بَرَّ اِذَا تَاَلَّمَ فَاِنْ لَّمْ یَتَاَلَّمْ لَا یَبَرُّ وَلَوْ ضَرَبَہٗ مِائَۃً لِاَنَّ الضَّرْبَ وُضِعَ لِفِعْلٍ مُؤْلِمٍ بِالْبَدَنِ بِاٰلَۃِ التَّادِیْبِ۔

پھر ابن عساکر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ناقل ہیں لَا یَجُوْزُ ذٰلِکَ لِاَحَدٍ بَعْدَ اَیُّوْبَ اِلَّا الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی یہ سزا بالضغث یعنی جھاڑو سے پوری کر دینا یہ رعایت منجانب اللہ صرف انبیاء کے لیے ہے ان کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں۔

اور احکام القرآن للسیوطی میں ہے قَالَ مُجَاھِدٌ کَانَتْ ھٰذِہٖ لِاَیُّوْبَ خَاصَّۃً یہ اجازت مخصوص طور پر صرف ایوب علیہ السلام کے لیے تھی۔

اور امام مالک رحمہ اللہ اس حکم کو حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے تھی خاص فرماتے ہیں۔

بعض کا قول ہے اِنَّ الْحُکْمَ کَانَ عَامًّا ثُمَّ نُسِخَ۔ یہ حکم اگرچہ عام تھا پھر منسوخ ہوگیا۔

علاوہ اس کے آیۂ کریمہ کا مفہوم منطوق بھی حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے اس حکم کو مخصوص ظاہر فرما رہا ہے جیسا کہ ارشاد ہے اِنَّا وَجَدْنٰہُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّہٗ اَوَّابٌ۔ ہم نے ایوب کو صابر پایا اچھا بندہ ہے اور وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

یعنی جو کچھ آپ پر اور آپ کے اہل اور مال پر گزری اسے صبر و شکیبائی سے برداشت کیا۔ روح المعانی میں ہے وَقَدْ کَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ کُلَّمَا اَصَابَتْہُ مُصِیْبَۃٌ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اَخَذْتَ وَاَنْتَ اَعْطَیْتَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَلَا یُخِلُّ بِذٰلِکَ شِکْوَاہُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مَسَّنِیَ الشَّیْطَانُ لِاَنَّ الصَّبْرَ عِنْدَھُمْ الْجَزَعُ وَلَا جَزَعَ فِیْ مَا ذُکِرَ کَمَتَنِّی الْعَافِیَۃِ وَطَلَبِ الشِّفَا مَعَ اَنَّہٗ قَالَ ذٰلِکَ عَلٰی مَا قِیْلَ خِیْفَۃَ الْفِتْنَۃِ فِی الدِّیْنِ کَمَا

بہشت فیما تقدم۔

حضرت ایوب علیہ السلام کو جب یہ ابتلا ہوا تو آپ نے بارگاہ حق میں عرض کی الٰہی تو نے ہی لیا اور تو نے ہی دیا اور اللہ تعالےٰ کی حمد کرتے رہے اور اس میں ان کا شکوہ اللہ تعالےٰ سے شیطان کا تھا اس لیے صبر ہی ہے جس میں جزع نہ ہوا اور جزع اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں تمنا عافیت اور طلب شفا ہو اور آپ نے جو بھی عرض کیا وہ خوف فتنۂ شیطان اور دین کے نقصان پر کیا جیسا کہ اول گذر چکا۔

ایک روایت ہے کہ آپ نے اپنی مناجات میں یہ عرض کیا الٰہی فَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّہٗ لَمْ یُخَالِفْ لِسَانِیْ قَلْبِیْ وَلَمْ یَتَّبِعْ قَلْبِیْ بَصَرِیْ وَلَمْ یُلْھِنِیْ مَا مَلَکَتْ یَمِیْنِیْ وَلَمْ اٰکُلْ اِلَّا وَمَعِیْ یَتِیْمٌ وَلَمْ اَبِتْ شَبْعَانَ وَلَا کَاسِیًا وَمَعِیْ جَائِعٌ اَوْ عُرْیَانٌ فَکَشَفَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

اے اللہ تو جانتا ہے کہ بیشک میری زبان نے میرے دل کی مخالفت نہ کی اور میرا دل آنکھوں کا متبع نہ ہوا اور مجھے میرے مال نے مشغول نہ کیا میں نے کبھی نہ کھایا مگر میرے ساتھ یتیم نے بھی کھایا اور میں شکم سیر نہ سویا اور میں نے کبھی کپڑا نہ پہنا مگر میرے ساتھ بھوکا اور ننگا بھی کھاتا پہنتا تھا تو اللہ تعالےٰ نے ابتلاء ایوب علیہ السلام کو دفع فرمایا۔

نِعْمَ الْعَبْدُ یعنی ایوب اچھے بندے ہیں

اِنَّہٗ اَوَّابٌ۔ وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔ اس کے بعد تین نبیوں کے اوصاف کا بیان ہے۔

وَاذْکُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ۔ اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو جو اطاعت الٰہی میں قوت والے اور صاحب بصیرت ہیں۔

یَعْنِیْ اُولِی الْقُوَّۃِ فِی الطَّاعَۃِ وَالْبَصِیْرَۃِ فِی الدِّیْنِ عَلٰی اَنَّ الْاَیْدِیْ مَجَازٌ مُّرْسَلٌ عَنِ الْقُوَّۃِ وَالْاَبْصَارُ جَمْعُ بَصَرٍ بِمَعْنٰی بَصِیْرَۃٍ وَّھُوَ مَجَازٌ اَیْضًا لٰکِنَّہٗ مَشْھُوْرٌ فِیْہِ اَوْ اُولِی الْاَعْمَالِ الْجَلِیْلَۃِ وَالْعُلُوْمِ الشَّرِیْفَۃِ۔

وَقِیْلَ الْاَیْدِیْ النِّعَمُ۔ یعنی طاعت الٰہی کے لیے مستعد اور دین کے معاملات میں بصیرت رکھنے والے یہ مجاز مرسل ہے قوۃ اور ابصار سے اور ابصار جمع ہے بصیرۃ کی یہ بھی مجازاً اس معنی میں استعمال کیا گیا اور اس کے مشہور معنی اعمال جلیلہ اور علوم شریفہ کے مالک۔

اِنَّآ اَخْلَصْنٰھُمْ بِخَالِصَۃٍ ذِکْرَی الدَّارِ وَاِنَّھُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ۔ ہم نے انہیں اپنے لیے خالص کیا بسبب خصلت خالصہ اور جلیل الشان کے اور ان کا ذکر خیر دار آخرت میں ہے اور وہ ہمارے نزدیک منتخب چنے ہوئے بہترین لوگوں سے ہیں۔

ابن منذر ضحاک سے راوی ہیں کہ ذکر دار سے مراد لوگوں میں ان کا ذکر خیر دار آخرت میں ہوگا۔

سبب اس کے کہ ان کا زہد و تقوی اور حظوظ نفسانیہ سے وہ خالص و مخلص تھے جو انبیاء کی شان ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ دار دنیا میں ان کی ثناء جمیل اور لسان صدق اس شان سے ہو کر غیر کو ایسی شان سے نہیں فرمایا۔ اس کے بعد ان کے آباء و اخوان کی تعریف فرمائی حیث قال۔

وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِنَ الْأَخْيَارِ۔ اور یاد کیجئے اسمعیل اور یسع اور ذوالکفل کو اور یہ سب بہترین لوگ ہیں۔

حضرت اسمعیل ذبیح اللہ ابراہیم خلیل اللہ کے صاحبزادہ ہیں ان کے صبر کا مقابل کوئی نہیں ہوا

حضرت یسع کے متعلق ابن جریر کہتے ہیں هُوَ ابْنُ خُطُوبَ بْنِ الْعَجُوزِ۔ یہ خطوب کے بیٹے اور عجوز کے پوتے ہیں۔ آپ کو حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنا خلیفہ مقرر کیا اور یہ بنی اسرائیل سے ہیں۔ پھر انہیں نبی کیا گیا۔

الیاس کو بعض نے عجمی کہا اسی وجہ میں اعلام عجمیہ پر الف لام لگا کر معرب کیا گیا جیسے سکندر اسم عجمی کو اسکندر رکھ کر معرب کر لیا گیا۔

اور ایک قول اتقان میں سیوطی نے نقل کیا هُوَ اسْمٌ عَرَبِيٌّ مَنْقُولٌ مِنْ يَسَعُ مُضَارِعُ وَسِعَ یہ اسم عربی ہے یسع مضارع ہے وسع سے۔

اور قاموس میں ہے يَسَعُ كَيَضَعُ أُدْخِلَ عَلَيْهِ ال۔ یسع بروزن یضع اسم عجمی ہے اس پر ال لگایا گیا۔

اور ذوالکفل کے متعلق ہے هُوَ ابْنُ أَيُّوبَ۔ یہ ایوب کے بیٹے ہیں۔

وَعَنْ وَهْبٍ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَعَثَ بَعْدَ أَيُّوبَ سَرَفَ ابْنَ أَيُّوبَ نَبِيًّا وَسَمَّاهُ ذَا الْكِفْلِ وَأَمَرَهُ بِالدُّعَاءِ إِلٰى تَوْحِيدِهٖ وَكَانَ مُقِيمًا بِالشَّامِ عُمْرَهٗ حَتّٰى مَاتَ وَعُمْرُهٗ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ سَنَةً۔ وہب راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعد ایوب علیہ السلام حضرت سرف بن ایوب کو مبعوث کیا اور ان کا نام ذوالکفل رکھا اور انہیں دعوت توحید دینے ملک شام بھیجا وہاں آپ نے عمر گزاری حتیٰ کہ پچھتر سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔

اور عجائب للکرمانی میں ہے قِيلَ هُوَ إِلْيَاسُ۔ الیاس ہی ذوالکفل ہیں۔

وَقِيلَ هُوَ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ۔ ایک قول ہے کہ ذوالکفل یوشع بن نون کو کہا گیا۔

ایک قول ہے کہ وہ نبی ہیں ان کا نام ذا الکفل ہے۔

اور ایک قول ہے كَانَ رَجُلًا صَالِحًا تَكَفَّلَ بِأُمُوْرٍ فَوَفّٰى بِهَا۔ ذوالکفل ایک صالح آدمی تھے ان کے ذمہ چند امور تھے جو انہوں نے پورے کیے۔

ایک قول ہے هُوَ زَكَرِيَّا مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا۔ یعنی ذو الکفل حضرت زکریا علیہ السلام ہیں۔
جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا۔
ابن عساکر کہتے ہیں هُوَ نَبِيٌّ تَكَفَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ فِيْ عَمَلِهٖ بِضِعْفِ عَمَلِ غَيْرِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ۔ وہ نبی تھے اللہ تعالےٰ نے انہیں ان کے عمل میں دوسرے انبیاء سے دو چند عمل کرنے کا ذمہ دار بنایا۔
ایک قول یہ ہے کہ وہ نبی تو نہیں تھے لیکن حضرت یسع نے انہیں اپنا خلیفہ بنایا تو انہوں نے اپنے ذمہ لیا کہ صائم الیوم اور قائم اللیل رہیں۔
ایک قول میں یہ بھی آیا کہ وہ دن میں سو رکعت ادا فرماتے تھے۔
ایک قول ہے کہ ذو الکفل ایک صالح آدمی تھے ان کے زمانہ میں چار سو نبی انبیاء بنی اسرائیل سے تھے تو ایک ظالم جابر بادشاہ نے انہیں قتل کر ڈالا مگر جو رہے وہ جان بچا کر ذو الکفل کے پاس آگئے تو انہوں نے اپنی پناہ میں لیا اور انہیں مخفی رکھ کر ان کی حفاظت میں رہے تو اللہ تعالےٰ نے ان کا نام ذو الکفل رکھا آگے ارشاد ہے۔
وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ۔ یہ تمام کے تمام اخیار سے ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے مقبول ہیں۔
هٰذَا ذِكْرٌ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ هٰذَا۔ یہ بھلوں کا ذکر ہے اور بیشک پرہیزگاروں کے لیے ضرور اچھا ٹھکانہ ہے باغیچے بسنے رہنے کے جن کے در کھلے ہوں ان کے لیے وہ مسندوں پر ان میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں اور بکثرت پھل اور شراب اور ان کے پاس وہ بیویاں ہوں جو نظر اٹھا کر کسی جانب نہ دیکھیں سب ہم عمر یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا تمہیں وعدہ دیا گیا حساب والے دن کو بے شک یہ تمہارا وہ رزق ہے جسے ختم ہونا نہیں یہ ہے بدلہ۔
یہاں ذکر سے مراد مذاکرہ شرافت انبیاء ممدوحین ہے اور ذکر بین الناس مراد ہے۔
سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّضٰى مِنَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔
اور وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ۔ فرما کر بیان اجر جزیل فرمایا گیا۔ گویا یوں ارشاد ہے هٰذَا شَرَفٌ لَّهُمْ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّ لَهُمْ وَلِاَضْرَابِهِمْ اَوْ اِنَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ لَحُسْنَ مَاٰبٍ۔
اس کے بعد بطریق بدل اشتمال جَنّٰتُ عَدْنٍ ارشاد ہوا۔
اور جنات عدن ایسے ہی ہے مَدِيْنَةٌ طَيِّبَةٌ۔

بعض نے کہا اِنَّ عَدْنًا مَصْدَرٌ۔ عَدَنَ بِمَکَانٍ کَذَا اِسْتَقَرَّ۔ مِنْهُ الْمَعْدَنُ لِمُسْتَقَرِّ الْجَوَاہِرِ عدن مصدر ہے اس مکان کا جس میں استقرار ہو۔ اس سے معدن ہے جو مستقر جواہر کو کہتے ہیں۔

تو جنات عدن سے مراد جَنَّاتُ اِسْتِقْرَارٍ وَّثَبَاتٍ۔ جہاں ہمیشہ قرار و ثبات رہے۔

اور ابن جریر ابن عباس سے راوی ہیں قَالَ سَأَلْتُ کَعْبًا عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی جَنّٰتُ عَدْنٍ فَقَالَ جَنّٰتُ کُرُوْمٍ وَّاَعْنَابٍ حضرت کعب سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا اس سے مراد انگور و اعناب کے باغیچے ہیں یہ سریانی کا لغت ہے اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اسے لغت رومی کہا ہے۔

اور وہ باغیچے وہ ہوں کہ مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ۔ اس کے در پرہیزگاروں کے لیے کھلے ہوں پھر ان کی شان رہائش ظاہر فرمائی۔

مُتَّکِئِیْنَ فِیْهَا یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِفَاکِهَةٍ کَثِیْرَةٍ وَّشَرَابٍ۔ مسند نشینی کے ساتھ کثرت سے پھل میوے اور شراب ان کی طلب اور خواہش سے وہاں ہوں اور

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ۔ ان کے پاس وہ بیویاں ہم عمر اور ہم سن عفیفہ ہوں کہ غیر کی طرف ان کی نظر نہ اٹھے۔

اَتْرَابٌ سے مراد ایک سن و عمر والیاں ہیں۔

اس ہم عمری کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی کسی کے حسن و جمال پر رشک تو کجا غبطہ بھی نہ کرے اور ہم عمری کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ازواج اپنے خاوندوں سے مانوس ہوں اور خاوند اپنی بیویوں سے۔

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِیَوْمِ الْحِسَابِ۔ یہ ہے تمہارے اعمال صالحہ کا بدلہ جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو حساب والے دن۔

اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ۔ هٰذَا۔ بے شک یہ ہمارا وہ عطیہ ہے جسے ختم ہونا نہیں۔ یہ ہے ہماری نعمت۔

نفاد کے معنی انقطاع کے ہیں یعنی جو انواع و اقسام نعمت ہم نے بیان فرمائی وہ تمہیں عطا کیے جائیں گے اور ان نعمتوں کا انقطاع نہ ہوگا۔ یہ مومنین کے لیے وعدہ ہے۔

اب بموجب اسلوب بیان قرآن حکیم نیکوں کے ذکر کے بعد طاغی لاغی افراد کا حال بھی بیان فرمانا تھا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ۔ یَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ اور بے شک کافروں کے لیے بہت برا ٹھکانہ ہے جہنم کے اندر داخل ہوں گے تو وہ بہت برا بچھونا ہے۔

طاغین کے متعلق آلوسی کہتے ہیں وَالطَّاغُوْتَ هٰهُنَا الْكُفَّارُ۔ یہاں طاغین سے مراد کفار ہیں اور یہی سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اَیِ الَّذِیْنَ طَغَوْا عَلَیَّ وَکَذَّبُوْا رُسُلِیْ۔ اور جبائی کہتے ہیں اَصْحَابُ الْكَبَائِرِ كُفَّارًا كَانُوْا اَوْ لَمْ يَكُوْنُوْا۔ طاغین سے مراد اصحاب کبائرہ ہیں کافر ہوں یا نہ ہوں۔

اور شَرَّ مَآبٍ۔ مقابلہ ہیں حسن مآب کے ہیں۔

چنانچہ حماسہ میں مرزوقی نے کہا۔ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ وَحُسْنَ مَاٰبٍ وَاِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَقُبْحَ مَاٰبٍ وَشَرَّ مَاٰبٍ۔

جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا۔ اَیْ يَدْخُلُوْنَهَا۔ جہنم جس میں داخل ہوں۔

فَبِئْسَ الْمِهَادُ تو برا ہے بچھونا وَالْمِهَادُ كَالْفِرَاشِ۔

هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ۔ یہ ہے عذاب تو چکھو کھولتا ہوا پانی۔ اور جہنمیوں کی راد پیپ۔ حمیم کی تعریف ہے اَلْحَمِيْمُ الْمَاءُ الشَّدِيْدُ الْحَرَارَةِ حمیم کھولتا پانی ہے۔ وَالْغَسَّاقُ اِسْمٌ لِمَا يَجْرِیْ مِنْ صَدِيْدِ اَهْلِ النَّارِ۔ غساق نام ہے اس کا جو جہنمیوں کا پیپ ہے۔

ابن جریر کعب سے راوی ہیں اِنَّ عَيْنًا فِیْ جَهَنَّمَ تَسِيْلُ اِلَيْهَا حُمَةُ كُلِّ ذِیْ حُمَةٍ مِّنْ حَيَّةٍ وَّعَقْرَبٍ وَّغَيْرِهِمَا يَغْتَمِسُ فِيْهَا الْكَافِرُ فَيَنْسَاقِطُ جِلْدُهٗ وَلَحْمُهٗ۔ غساق جہنم میں ایک چشمہ ہے جس میں بہتی ہے راد پیپ اور اس کی کیچڑ جس میں سانپ بچھو وغیرہ ہیں اس میں کافر غوطہ کھاتا ہے جس سے اس کی جلد اور گوشت سب گر جاتا ہے۔

اور احمد و ترمذی اور ابن حبان اور حاکم حضرت ابو سعید سے ناقل ہیں قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ دَلْوًا مِّنْ غَسَّاقٍ يُهْرَاقُ فِی الدُّنْيَا لَاَنْتَنَ اَهْلُ الدُّنْيَا۔ حضور نے فرمایا اگر ایک ڈول چشمہ غساق سے دنیا میں بہا دیا جائے تو دنیا والے متعفن ہو جائیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اَلْغَسَّاقُ عَذَابٌ لَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ۔ غساق ایک ایسے عذاب کا نام ہے جسے سوا اللہ تعالے کے کوئی نہیں جانتا۔

وَاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖ اَزْوَاجٌ۔ اور دوسرے عذاب اس کی مثل جوڑا جوڑا ہیں۔

یعنی جہنم کے عذاب انواع و اقسام کے ہیں کہ ان کی تفصیل احاطہ بیان سے باہر ہیں۔

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ۔ یہ جماعت کثیر تمہارے ہمنواؤں کی تمہارے ساتھ دھکیلی جارہی ہے۔

مقتحم کی تعریف رَاکِبُ الشِّدَّۃِ دَاخِلٌ فِیْھَا کی گئی ہے جس کے خلاصہ معنی ایک پر ایک گرتا پڑتا دھکیلتا ہوا ہے لَا مَرْحَبًا بِکُمْ کے معنی نہ فراخی ہو تمہیں ہو سکتے ہیں۔

محاورہ میں بولتے ہیں مَرْحَبًا بِکَ یَعْنِیْ رَحُبَتْ بِلَادُکَ رُحْبًا یَعْنِیْ اَتَیْتَ رُحْبًا مِنَ الْبِلَادِ لَا ضِیْقًا لَا مَرْحَبًا بِکُمْ کے معنی ہوئے لَا رَحُبَتْ بِھِمُ الدَّارُ مَرْحَبًا۔ مَرْحَبًا مِنَ الرُّحْبِ بِضَمِّ الرَّاءِ وَھُوَ السَّعَۃُ وَمِنْہُ الرَّحْبَۃُ لِلْفَضَاءِ الْوَاسِعِ۔ خلاصہ مفہوم یہی نکلتا ہے کہ مرحبا رُحب سے ہے اور یہ فضا کی فراخی و وسعت کے معنی میں مستعمل ہے۔ لَا مَرْحَبًا بِکُمْ کے معنی ہوئے نہ فراخی و وسعت ہو تمہیں۔

اِنَّھُمْ صَالُوا النَّارِ بے شک وہ آگ میں جلنے والے ہیں۔

آلوسی فرماتے ہیں کَاَنَّہٗ قِیْلَ اِنَّھُمْ دَاخِلُوْنَ النَّارَ بِاَعْمَالِھِمْ مِثْلَنَا فَاَیُّ نَفْعٍ لَّنَا مِنْھُمْ فَلَا مَرْحَبًا بِھِمْ۔ گویا یوں کہا گیا کہ وہ جہنم میں اپنے اعمال کے بدلے ہماری طرح داخل ہوں گے تو ہمیں کیا فائدہ ان کے لیے بھی وسعت و کشادگی نہیں تو اتباع روسائے کفار جو فوج مقتحم ہوں اپنے رؤسا کو کہیں۔

قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِکُمْ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْہُ لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ۔ کہیں وہ سردار بلکہ تم وہ ہو کہ تمہیں نہ فراخی و کشادگی ہو تم نے ہمیں عذاب میں ڈالا جو بدترین قرار کی جگہ ہے۔

یعنی تم نے ہمیں گمراہ کر کے اس عذاب میں مبتلا کیا جو بدترین جگہ ہے۔

اس کے جواب میں وہ اتباع کفار بارگاہ الٰہی میں تضرع عرض کریں۔

قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا ھٰذَا فَزِدْہُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ۔ متبعین سرداران کفار کہیں اے رب ہمارے جس نے یہ عذاب ہم پر کرایا تو انہیں عذاب دو چند جہنم میں کر۔

یعنی اتباع سرداران کفار تضرع و زاری بارگاہ الٰہی میں عرض کریں کہ خدایا جن کی وجہ سے ہم پر یہ بلا آب آیا انہیں عذاب زیادہ کر کہ وہی ہماری گمراہی کا سبب بنے۔

اور فقراء مومنین جنہیں یہ بنظر حقارت دیکھتے تھے انہیں جب وہ اپنے ساتھ نہ دیکھیں اس لیے کہ وہ بموجب وعدہ الٰہی اِنِّیْ جَزَیْتُھُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا اَنَّھُمْ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ جنات عالیہ میں ہوں تو کہیں۔

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّھُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ۔ اَتَّخَذْنٰھُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْھُمُ الْاَبْصَارُ اور کہیں جہنم والے کیا بات ہے کہ ہم نہیں دیکھتے ان لوگوں کو جنہیں ہم شریر گمان کرتے تھے ہم نے انہیں مسخرا سمجھا تھا یا ان کے مراتب سے ہماری نظریں پھر گئی تھیں۔

یہ ان فقراء صحابہ کی شان میں ہے جنہیں یہ مشرکین بنظر ذلت دیکھتے اور ان کا تمسخر کرتے تھے۔ صنادید قریش ابوجہل۔ امیہ بن خلف اور اصحاب قلیب بدر حضرت عمار بن یاسر اور صہیب رومی اور حضرت سلمان اور خباب

بن الارتؓ اور بلال حبشی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ استہزاء کرتے اور انہیں اراذل میں شمار کرتے تھے۔
اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ۔ ہم نے تو انہیں مسخرو استہزاء کیا تھا۔ یا ان کے مراتب
میں نظر نہ آئے۔ آگے ارشاد ہے۔
اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ۔ بیشک مخاصمہ اور گفتگو حق ہے جو جہنمی آپس میں مخاصمہ کرتے تھے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۃ ص پ ۲۳

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝
آپ فرما دیں میں تو ڈر سنانے والا ہوں اور معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ سب پر غالب۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝
مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے مابین ہے عزت والا بڑا بخشنے والا۔

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ۝ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ۝
فرما دیجیے وہ خبر عظیم ہے جس سے تم غفلت میں ہو۔

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝
مجھے ملأ اعلی کی خبر نہ تھی جب وہ جھگڑتے تھے۔

اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝
مجھے یہی وحی ہوتی ہے کہ میں نہیں مگر میں روشن ڈر سنانے والا ہوں۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۝
جب ملائکہ سے تیرے رب نے فرمایا کہ میں بناؤں گا انسان مٹی سے۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝
تو جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور پھونک دوں اس میں اپنی طرف سے روح تو تم گر جانا اس کے لیے سجدے میں

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝
تو سجدہ کیا سب فرشتوں نے مگر ابلیس نے اس نے تکبر کیا اور وہ کافر ہی تھا۔

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝
فرمایا اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ کرے اس کے لیے جسے میں نے اپنے ید قدرت سے بنایا کیا تجھے غرور آیا یا تو تھا ہی مغروروں میں۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ
بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا

وَخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ٥
قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ٥
وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ٥
قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ٥
قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ٥
اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ٥
قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ٥
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ٥
قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۔
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ
اَجْمَعِيْنَ ٥
قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ
الْمُتَكَلِّفِيْنَ ٥
اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥
وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ٥

اور اسے بنایا مٹی سے۔
ارشاد ہوا تو نکل جا جنت سے تو راندا گیا ہے،
اور بیشک تجھ پہ میری لعنت ہے قیامت تک،
بولا اے میرے رب اگر یہ بات ہے تو مہلت
دے مجھے نشر والے دن تک،
فرمایا تو مہلت والوں میں ہے
وقت معلوم کے دن تک،
بولا قسم ہے تیری عزت وجلال کی میں ضرور ضرور
سب کو گمراہ کروں گا،
مگر تیرے بندے جو چنے ہوئے ہیں،
فرمایا تو سچ یہ ہے اور میں سچ ہی فرماتا ہوں،
بیشک میں ضرور بھر دوں گا جہنم تجھ سے اور ان سے
جتنے تیری پیروی کریں گے سب سے۔
فرما دیجئے میں نہیں مانگتا اس تعلیم پہ کوئی اجر اور میں
تصنع کرنے والوں سے نہیں،
وہ قرآن تمام عالموں کے لیے نصیحت ہے اور ضرور
تم جان لوگے اس کی خبر ایک وقت۔

لفظی ترجمہ

قُلْ۔ کہہ دیں	اِنَّمَا۔ صرف	اَنَا۔ میں	مُنْذِرٌ۔ ڈر سنانے والا ہوں
وَّ۔ اور	مَا۔ نہیں	مِنْ اِلٰہٍ۔ کوئی معبود	اِلَّا۔ مگر
اللّٰہُ۔ اللہ	الْوَاحِدُ۔ اکیلا	الْقَهَّارُ۔ زبردست	رَبُّ۔ رب
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کا	وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کا	وَ۔ اور
مَا۔ جو	بَيْنَهُمَا۔ ان کے درمیان ہے	الْعَزِيْزُ۔ غالب	الْغَفَّارُ۔ بخشنے والا

قُلْ۔ کہہ	هُوَ۔ وہ	نَبَاٌ۔ خبر ہے	عَظِیْمٌ۔ بہت بڑی
اَنْتُمْ۔ تم	عَنْهُ۔ اس سے	مُعْرِضُوْنَ۔ منہ پھیرتے ہو	مَا۔ نہیں
کَانَ۔ ہے	لِیَ۔ مجھے	مِنْ عِلْمٍ۔ کوئی علم	بِالْمَلَاِ۔ مجلس
اَلْاَعْلٰی۔ بلند کا	اِذْ۔ جب	یَخْتَصِمُوْنَ۔ جھگڑتے تھے	اِنْ۔ نہیں
یُوْحٰی۔ وحی کی جاتی	اِلَیَّ۔ میری طرف	اِلَّا۔ مگر	اَنَّمَا۔ یہ کہ
اَنَا۔ میں	نَذِیْرٌ۔ ڈرانے والا ہوں	مُّبِیْنٌ۔ ظاہر	اِذْ۔ جب
قَالَ۔ کہا	رَبُّكَ۔ تیرے رب نے	لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔ فرشتوں کو	اِنِّیْ۔ بیشک میں
خَالِقٌ۔ پیدا کرنے والا ہوں	بَشَرًا۔ بشر	مِنْ طِیْنٍ۔ مٹی سے	فَاِذَا۔ پھر جب
سَوَّیْتُهٗ۔ میں درست کرلوں اسے	وَ۔ اور	نَفَخْتُ۔ پھونک دوں	فِیْهِ۔ اس میں
مِنْ رُّوْحِیْ۔ اپنی روح	فَقَعُوْا۔ تو گر پڑو	لَهٗ۔ اس کے سامنے	سٰجِدِیْنَ۔ سجدہ کرتے
فَسَجَدَ۔ تو سجدہ کیا	الْمَلٰٓئِكَةُ۔ فرشتوں نے	كُلُّهُمْ۔ سب کے	اَجْمَعُوْنَ۔ سب نے
اِلَّا۔ مگر	اِبْلِیْسَ۔ ابلیس نے	اِسْتَكْبَرَ۔ تکبر کیا	وَ۔ اور
کَانَ۔ ہوا	مِنَ الْكٰفِرِیْنَ۔ منکروں سے	قَالَ۔ فرمایا	یٰا۔ اے
اِبْلِیْسُ۔ ابلیس	مَا۔ کس نے	مَنَعَكَ۔ روکا تجھ کو	اَنْ۔ یہ کہ
تَسْجُدَ۔ تو سجدہ کرے	لِمَا۔ اس کو کہ	خَلَقْتُ۔ پیدا کیا میں نے	بِیَدَیَّ۔ اپنے ہاتھ سے
اَسْتَكْبَرْتَ۔ کیا تو نے تکبر کیا		اَمْ۔ یا	كُنْتَ۔ ہے تو
مِنَ الْعَالِیْنَ۔ سرکش لوگوں سے		قَالَ۔ بولا	اَنَا۔ میں
خَیْرٌ۔ بہتر ہوں	مِّنْهُ۔ اس سے	خَلَقْتَنِیْ۔ پیدا کیا تو نے مجھے	مِنْ نَّارٍ۔ آگ سے
وَ۔ اور	خَلَقْتَهٗ۔ پیدا کیا اسکو	مِنْ طِیْنٍ۔ مٹی سے	قَالَ۔ فرمایا
فَاخْرُجْ۔ نکل جا	مِنْهَا۔ اس سے	فَاِنَّكَ۔ بیشک تو	رَجِیْمٌ۔ مردود ہے
وَ۔ اور	اِنَّ۔ بیشک	عَلَیْكَ۔ تجھ پر	لَعْنَتِیْ۔ میری لعنت ہے
اِلٰی۔ طرف	یَوْمِ۔ دن	الدِّیْنِ۔ قیامت کے	قَالَ۔ بولا
رَبِّ۔ اے میرے رب	فَاَنْظِرْ۔ مہلت دے	نِیْ۔ مجھ کو	اِلٰی۔ طرف
یَوْمِ۔ دن	یُبْعَثُوْنَ۔ اٹھنے کے	قَالَ۔ فرمایا	فَاِنَّكَ۔ بیشک تو
مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ۔ مہلت والوں سے	اِلٰی۔ طرف	یَوْمِ۔ دن	الْوَقْتِ۔ وقت

الْمَعْلُوْمِ۔ مقرر کے	قَالَ۔ بولا	فَبِعِزَّتِكَ۔ تیری عزت کی قسم	لَاُغْوِيَنَّهُمْ۔ میں انکو گمراہ کرونگا
اَجْمَعِيْنَ۔ سب کو	اِلَّا۔ مگر	عِبَادَ۔ بندے	كَ۔ تیرے
مِنْهُمْ۔ ان میں سے	الْمُخْلَصِيْنَ۔ خالص	قَالَ۔ فرمایا	فَالْحَقُّ۔ سچی بات یہ
وَ۔ اور	الْحَقَّ۔ سچ ہی	اَقُوْلُ۔ میں کہتا ہوں	لَاَمْلَئَنَّ۔ میں ضرور بھر دونگا
جَهَنَّمَ۔ جہنم کو	مِنْكَ۔ تجھ سے	وَ۔ اور	مِمَّنْ۔ ان سے جو
تَبِعَكَ۔ پیروی کریں تیری	مِنْهُمْ۔ ان میں سے	اَجْمَعِيْنَ۔ سب سے	قُلْ۔ کہہ
مَا۔ نہیں	اَسْئَلُكُمْ۔ مانگتا ہوں تم سے	عَلَيْهِ۔ اس پر	مِنْ اَجْرٍ۔ کوئی اجرت
وَّ۔ اور	مَا۔ نہیں	اَنَا۔ میں	مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ۔ تصنع کرنے
والوں سے	اِنْ۔ نہیں	هُوَ۔ وہ	اِلَّا۔ مگر
ذِكْرٌ۔ نصیحت	لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ جہانوں کیلئے	وَ۔ اور	لَتَعْلَمُنَّ۔ ضرور جانوگے تم
نَبَاَهٗ۔ اسکی خبر	بَعْدَ۔ بعد	حِيْنٍ۔ ایک وقت کے	

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع سورہ ص پ ۲۳

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ۔ آپ فرمادیجئے اے محبوب کفار مکہ سے کہ میں تو ڈر سنانے والا ہی ہوں وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ اور کوئی معبود نہیں مگر ایک اللہ سب پر غالب۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ۔ وہی ایک رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے مابین ہے عزت والا بڑا بخشنے والا۔

گویا اس امر کو واضح فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کے مابین بھی نہ معلوم کیسی کیسی مخلوق ہے جسے سائنس والے اپنے فن کے ذریعہ معلوم کرلیں گے۔ اور کیا کیا معلوم کرچکے ہیں لیکن اس کے ساتھ انہیں یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ ان سب کا مالک اور رب وہی ایک عزیز و غفار ہے آگے ارشاد ہے۔

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ۔ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ۔ اے محبوب انہیں فرمادیجئے کہ وہ بڑی خبر ہے تم اس سے اعراض کر رہے ہو اور غفلت میں ہو۔

یعنی قرآن کریم یا روز قیامت یا رسول کریم کا متذر ہونا یا اللہ تعالی کا وحدہ لاشریک لہ ہونا ان لوگوں سے تم غفلت میں رہ کر اعراض کرتے اور مجھ پر ایمان نہیں لاتے باآنکہ حقیقت یہ ہے کہ

مَاکَانَ لِیَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰی اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ۔ مجھے بھی عالم بالا کی کیا خبر تھی جب وہ جھگڑ رہے تھے۔
یعنی ملائکہ مقربین حضرت آدم علیہ السلام کے باب میں جو سوال و جواب دے رہے تھے اس کا مجھے کچھ علم نہ ہوتا اگر میں نبی نہ ہوتا۔ یہ میرے نبی ہونے کی بین دلیل ہے کہ بذریعہ وحی اللہ تعالٰی نے مجھے مطلع فرمایا۔
چنانچہ ارشاد ہے اے محبوب فرما دو۔
اِنْ یُّوْحٰٓی اِلَیَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ مجھے یہی وحی ہوتی ہے کہ میں روشن ڈر سنانے والا ہوں۔
چنانچہ دارمی اور ترمذی میں حدیثیں ہیں کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے بہترین حال میں اپنے رب عزوجل کے دیدار سے مشرف ہوا۔ حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے گمان میں یہ واقعہ خواب کا ہے۔
ایک حدیث میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اے محبوب عالم بالا کے ملائکہ کس معاملہ میں مخاصمہ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا الٰہی تو ہی دانا ہے تو پھر رب العزت جلت مجدہ نے اپنا ید قدرت میرے دونوں شانوں کے مابین رکھا میں نے اس کے فیض کی برودت اپنے قلب میں پائی تو تمام آسمان و زمین کی ہر شے میرے اوپر منکشف ہو گئی۔
پھر ارشاد ہوا اے محبوب بتاؤ عالم بالا کے ملائکہ کس امر میں مخاصمہ کرتے ہیں میں نے عرض کی ہاں اے رب وہ کفارات میں مخاصمہ کرتے ہیں۔
اور کفارات یہ ہیں۔
نمازوں کے بعد مسجد میں ٹھہرنا۔
اور پیادہ با جماعت کے لیے جانا۔
اور سردی کے وقت جبکہ پانی ناگوار ہو اس وقت اچھی طرح وضو کرنا۔
جس نے یہ کیا اس کی زندگی بھی بہتر اور موت بھی بہتر ہے۔
اور وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوتا ہے جیسا پیدائش کے دن تھا۔
پھر جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوا اے محبوب نماز کے بعد یہ دعا کیا کرو۔
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ اِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِکَ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ ۔
بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے جان لیا فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَّعَرَفْتُ ۔

ایک حدیث میں ہے فَعَرَفْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا میں نے جان لیا جو کچھ زمین کے مشرق و مغرب میں ہے۔

اور علامہ خازن اپنی تفسیر میں اس حدیث پر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا سینۂ انور کھول دیا اور قلب مبارک کو منور فرما دیا اور جس کا کسی کو علم نہیں اس علم کی معرفت آپ کو عطا فرما دی حتی کہ آپ نے نعمت و معرفت کی برودت اپنے قلب منور میں پائی اور قلب اقدس منور ہو گیا اور سینۂ مبارک کھل گیا تو جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے باعلام الٰہی جان لیا آگے ارشاد ہے

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ۔ جب فرمایا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں مٹی سے انسان بناؤں گا۔

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کروں گا۔ یہ آدم علیہ السلام کا میلاد شریف بیان ہو رہا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ تو جب میں برابر بنا لوں اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدے میں گر جانا تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا کوئی منحرف نہ ہوا مگر ابلیس کہ اس نے تکبر کیا اور وہ کافر ہی تھا۔

علم الٰہی میں۔ اس آیت کریمہ سے چند امور ظاہر ہوئے۔

اول یہ حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت پر ملائکہ کو بشارت دی گئی۔

دوسرے یہ کہ فقط پتلۂ خاکی پر ملائکہ کو سجدہ کا حکم نہ دیا بلکہ فرمایا جب میں اس کا مجسمہ بنا کر اس میں اپنے حکم سے جان ڈال دوں تو اس کے لیے تعظیماً سجدہ کرنا۔

معلوم ہوا کہ ولادت آدم کی خوشی میں سجدہ کا حکم منجانب اللہ ہوا اور ولادت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی فرحت میں فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا حکم ملا یعنی میلاد آدم پر سجدہ کا حکم ہوا اور ولادت محبوب دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر اظہار فرح و سرور کا مبالغہ کرنا واجب فرمایا۔

پھر جناب باری عز اسمہ کی طرف سے ارشاد ہوا

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ۔ فرمایا اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا اس سے کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ید قدرت سے بنایا کیا تجھے غرور آ گیا یا تو مغرور دل میں ہی تھا۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ شیطان جسے ابلیس فرمایا گیا وہ قوم جن سے تھا فرشتوں میں سے نہ تھا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کَانَ مِنَ الْجِنِّ وہ جن تھا اور جن ایسی قوم ہے جس کا شیوہ ہی تکبر ہے چنانچہ اس نے جواب دیتے ہوئے بھی اپنا امتیاز تخلیقی بیان کیا جیسا کہ ارشاد ہے۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ. شیطان بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

اس جواب سے اس کی مراد یہ تھی کہ اگر آدم آگ سے پیدا ہوتے تب بھی میرے برابر ہوتے اور ایسی صورت میں بھی مجھ پر سجدہ لازم نہ تھا چہ جائیکہ وہ مٹی سے بنائے گئے تو میں اسے کیسے سجدہ کر سکتا ہوں اسی قیاس کی مذمت میں حضور نے فرمایا اَوَّلُ مَنْ قَاسَ الشَّيْطَانُ۔

حالانکہ اسے یہ سوچنا تھا کہ آگ یا مٹی سے مخلوق ہونے میں کوئی امتیاز نہیں من حیث المخلوق سب مخلوق ہیں پھر ان میں سے جسے جتنا اور جیسا شرف دیا جائے یہ دینے والے کا عطا کردہ ہے تو امتثال امر کرنے والے وہ معصوم تھے جو جھک گئے اور تکبر و غرور کرنے والا وہ تھا جس نے سرتابی کی اور بموجب حکم الٰہی رجیم و مردود و مقہور ہو گیا چنانچہ ارشاد ہوا۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے نکل جنت سے کہ تو راندا گیا اور بیشک تجھ پر قیامت تک میری لعنت ہے۔

جنت سے تو اس لیے نکال دیا گیا کہ اس نے سرکشی اور نافرمانی کی اور تکبر کے باعث اس کی صورت بدل دی وہ پہلے حسین تھا اب بدشکل اور روسیاہ کر دیا گیا اور اس کے چہرہ کی نورانیت سلب کر لی گئی۔

اور اس پر قیامت تک لعنت و پھٹکار اور انواع و اقسام کے عذاب ہیں۔ اس کے بعد شیطان نے بارگاہ بے نیاز میں عرض کی۔

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۔ بولا اے میرے رب اگر مجھے ملعون کر دیا گیا ہے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ مجھے مہلت دی جائے اس دن تک جبکہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔

چونکہ آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت اپنی فنا کے بعد جزائے اعمال کے لیے اٹھائے جائیں گے تو شیطان نے اس دن تک کی مہلت اس لیے طلب کی کہ وہ ابنائے آدم کو اس مہلت میں گمراہ کرے اور اس ذریعہ سے اپنا بغض خوب نکالے اور حیات دنیا میں موت سے محفوظ رہے کہ بعث و نشر کے بعد موت نہیں۔

اور ذات بے نیاز چونکہ بے نیاز ہے اسے اس کی مراد کا یقیناً علم تھا۔ مگر پھر بھی اس کی آرزو پوری فرما دی اور ارشاد ہوا۔

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ فرمایا تو مہلت والوں میں ہے جانے ہوئے وقت کے دن تک۔

یعنی نفخہ اولیٰ تک جس کو خلق کی فنا کے لیے متعین فرمایا گیا ہے۔ غرضکہ جب شیطان نے یہ مہلت حاصل کرلی تو اس کے بعد عرض پیرا ہوا چنانچہ ارشاد ہے۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ۔ بولا اب تیری عزت و جلال کی قسم میں ضرور انہیں سب کو گمراہ کروں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

اس لیے کہ تیرے چنے ہوئے بندوں پر میرا داؤں چلنا نا ممکن ہے ارشاد باری ہوا۔

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ فرمایا سچ بات یہ ہے جو سچے طریقہ یہ ہم فرماتے ہیں بے شک میں ضرور جہنم بھر دوں گا تجھ سے معہ تیری ذریت کے جو تیری پیروی کریں گے سب کو۔ پھر ارشاد ہوا کہ اے محبوب

قُلْ مَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ۔ اے محبوب فرما دیں میں اس تعلیم قرآن پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا اور میں بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لیے اور ضرور ایک وقت کے بعد تم اس کی خبر جان لو گے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ موت کے بعد یا بقول ثانی قیامت کے روز بَعْدَ حِیْنٍ مراد ہے۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورۃ صٓ پ ۲۳

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ۔ اے محبوب ان مشرکین مکہ سے فرما دیجئے کہ میں تو ڈرانے والا ہی ہوں تمہیں عذاب آخرت سے۔

آلوسی فرماتے ہیں یہ مشرکین مکہ کے اس قول کا رد ہے جو وہ کہتے تھے ہٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ۔ اسلیے کہ انذار منافی سحر و کذب ہے گویا اس کے یہ معنی ہوئے اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلٌ مُّنْذِرٌ لَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ۔ میں تو رسول ہی ہوں نہ کہ ساحر و کذاب۔ اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جو وصف رسالت و انذار سے

متصف ہوگا اس کے لیے وصف سحر و کذب منافی ہے۔ نیز حضور کا یہ فرمانا کہ کوئی معبود نہیں مگر ایک اللہ ہی ہے جو ہر شے پر غالب ہے اور یہی صفت رسالت پر موید ہے چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ وہی مالک اور رب ہے آسمانوں اور زمین کا۔

یعنی موجودات کی پیدائش اسی ذات سبحانہ وتعالیٰ سے ہوئی اور وہی مدبر جمیع امور ہے اور وہی غالب ہے اس پر کوئی کسی امر میں غالب نہیں اور وہی بخشنے والا ہے جسے چاہے یہ تقریر توحید ہے۔

آیۂ کریمہ کے پہلے ختم میں قہار فرمایا اور دوسری کے ختم پر غفار کہا۔

یہ اس لیے کہ قہار علی کل شئ وہی ہو سکتا ہے جو ایک ہو اور اگر اس کے سوا کوئی اور بھی ہوتا تو پھر وہ قہار نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اسے اللہ مطلق نہیں کہہ سکتے اس واسطے کہ دو قہار ماننے میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ کبھی جو قہار ہے وہ دوسرے قہار سے مقہور ہوگا اور صفت مقہوری منافی الوہیت ہے تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

اس لیے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ اس کے مابین ہے ان کا قیام ناممکن ہو جاتا ہے اس لیے کہ ایک قہار زمین و آسمان بنانا چاہے گا اور دوسرا مٹانا چاہے گا تو لَفَسَدَتَا کا ہی ظہور ہوگا اس لیے ضروری ہے کہ قہار ایک اور صرف ایک ہی ہو اور جہاں قہار کا ایک ہونا ضروری ہے وہاں غفار بھی ایک ہی ہونا ضروری ہے آگے ارشاد ہے۔

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ۔ فرما دیجئے وہ خبر عظیم ہے جس سے تم بے خبر اور معرض ہو۔

وہ نبا عظیم تین امور پر مشتمل ہے۔

اول حضور خاتم نبوت کا رسول ہونا۔

دوسرے منذر یعنی عذاب آخرت سے ڈرانے والا ہونا۔

تیسرے اللہ تبارک وتعالیٰ کا وحدہ لاشریک لہ ہونا۔

اور یہ خبر عظیم یقینی تمہارے لیے مفید ہے اور اس کے اندر کسی قسم کا ریب و شک نہیں۔ مگر تم اس سے بے خبر اور اعراض پر قائم ہو۔

اور اس مضمون سے اس سورۃ مبارکہ کی ابتدا کی گئی چنانچہ ارشاد ہے۔ صٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ۔

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ۔ مجھے علم نہ تھا عالم بالا کا جبکہ ملائکہ میں مخاصمہ ہو رہا تھا گویا اس امر کا اظہار فرمایا گیا کہ ملأ اعلیٰ میں جو مخاصمہ تھا اس کا علم بلا اعلام الٰہی کچھ نہ تھا اور علم قیامت

بھی بغیر اعلام مجھے نہیں تھا گویا یہ بتایا کہ میرا علم تمام و کمال عطائی ہے ذاتی علم مجھے نہیں۔

چنانچہ ترمذی سے بسند صحیح مروی ہے اور طبرانی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں جو ہمارے دعوی کی مؤید ہے۔

قَالَ احْتَبَسَ عَنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مِّنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى كِدْنَا نَتَرَاءٰى عَيْنَ الشَّمْسِ فَخَرَجَ سَرِيْعًا فَثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهٖ فَقَالَ عَلٰى مَصَافِّكُمْ ثُمَّ انْفَتَلَ عَلَيْنَا ثُمَّ قَالَ اَمَا اِنِّىْ اُحَدِّثُكُمْ بِمَا حَبَسَنِىْ عَنْكُمُ الْغَدَاةَ اِنِّىْ قُمْتُ اللَّيْلَةَ. فَقُمْتُ وَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِىْ وَنَعَسْتُ فِىْ صَلٰوتِىْ حَتَّى اسْتَثْقَلْتُ فَاِذَا اَنَا بِرَبِّىْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِىْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّىْ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ لَا اَدْرِىْ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَىَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَيْنَ ثَدْيَىَّ فَتَجَلّٰى لِىْ كُلُّ شَىْءٍ وَعَرَفْتُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ فِى الدَّرَجَاتِ وَالْكَفَّارَاتِ فَقَالَ مَا الدَّرَجَاتُ فَقُلْتُ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَاِفْشَاءُ السَّلَامِ وَالصَّلٰوةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ. قَالَ صَدَقْتَ فَمَا الْكَفَّارَاتُ قُلْتُ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِى الْمَكَارِهِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ وَنَقْلُ الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ قَالَ صَدَقْتَ۔

سَلْ يَا مُحَمَّدُ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِىْ وَتَرْحَمَنِىْ وَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِىْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُنِىْ اِلٰى حُبِّكَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْهُنَّ وَادْرُسُوْهُنَّ۔

اس طویل حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

صبح کی نماز میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز دیر سے تشریف لائے حتی کہ ہم سورج کی کرنوں کے طلوع کا گمان کرنے لگے تو حضور تیزی سے تشریف لائے اور نماز میں مشغول ہو گئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو باآواز بلند ہمیں حکم دیا کہ اپنی اپنی صفوں میں ٹھہرے رہو پھر ہماری طرف التفات فرما کر ارشاد کیا میں تمہیں بتاتا ہوں جس وجہ میں آج صبح نماز میں دیر ہو گئی۔

میں شب میں اٹھا اور مشغول نوافل رہا کہ مجھ پر نیند غالب ہو گئی حتی کہ اس نیند کا بوجھ مجھے محسوس ہوا کہ میں اپنے رب تعالے شانہ کے پاس تھا اور میں نے اپنے رب کو حسین ترین صورت میں دیکھا کہ رب مجھے ارشاد ہوا۔

اے محمد!

میں نے عرض کیا اے میرے رب میں حاضر ہوں۔

ارشاد ہوا عالم بالا کے فرشتے کس معاملہ میں جھگڑتے ہیں؟

میں نے عرض کیا الٰہی میں نہیں جانتا۔

تو رب جلت مجدہ نے اپنا ید قدرت میرے شانوں کے مابین رکھا

تو میں نے اس کی رحمت کی انگلیوں کی برودت اپنے سینے میں محسوس کی۔

تو مجھ پر تمام اشیائے کائنات متجلی ہو گئی اور میں نے سب کچھ جان لیا۔

پھر ارشاد ہوا اے محمد!

میں نے عرض کیا میں حاضر ہوں۔

فرمایا بتاؤ وہ کونسے عمل ہیں جن پر ملاء اعلیٰ والے جھگڑتے ہیں؟

میں نے عرض کیا درجات اور کفارات ہیں

ارشاد ہوا درجات کیا ہیں؟

میں نے عرض کیا کھانا کھلانا۔ سلام عام کرنا یعنی ہر ایک مسلمان کو سلام کہنا اور رات میں اس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سو رہے ہوں۔

ارشاد ہوا تم نے سچ کہا لیکن کفارات کیا ہیں؟

میں نے عرض کیا۔ وضو پورا کرنا تکلیف میں اور نماز کا انتظار کرنا بعد نماز کے اور قدموں کا اٹھانا جماعت کی طرف۔

پھر ارشاد باری ہوا اے محبوب تم نے سچ فرمایا۔

پھر ارشاد ہوا اے محمد صلے اللہ علیک اب مانگئے جو آپ مانگنا چاہتے ہیں۔

تو میں نے عرض کیا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِیْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ۔ الٰہی میں تجھ سے اچھے کاموں کی توفیق طلب کرتا ہوں اور برے کاموں کے ترک کی ہمت اور مساکین سے محبت اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو اپنے بندوں سے امتحان کا ارادہ فرمائے تو مجھے فتنہ و امتحان سے قبل قبض فرما۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّكَ۔ الٰہی میں تجھ سے تیری

محبت کی توفیق کا سائل ہوں اور اس کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرے اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت کے قریب کرے۔

اس کے بعد حضور سید عالم نے فرمایا تَعَلَّمُوْهُنَّ وَادْرُسُوْهُنَّ فَاِنَّهُنَّ حَقٌّ۔ اس دعا کو سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ یہ الفاظ حق ہیں۔

معنی اختصام ملائکہ

جو سوال میں حضور سے ارشاد ہوا فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى۔

آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں وَمَعْنٰى اِخْتِصَامِهِمْ فِيْ ذٰلِكَ عَلٰى مَا فِي الْبَحْرِ اِخْتِلَافُهُمْ فِيْ قَدْرِ ثَوَابِهٖ۔ بحر میں اختصام کے معنی یہ ہیں کہ ملاء اعلی میں مقدار ثواب پر اختلاف ہو۔ یعنی کوئی کہے اتنا ثواب ہے کوئی کہے یہ کم ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے آگے ارشاد ہے۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ۔ یاد فرمائیے وہ واقعہ جب فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ میں بنانے والا ہوں ایک بشر مٹی سے۔

علامہ شہاب خفاجی اِذْ کے متعلق فرماتے ہیں اَیْ مُطْلَقًا تَعَلَّقَ اِذْ بِاذْكُرِ الْمُقَدَّرِ۔ اذ متعلق ہے اذکر مقدر سے چنانچہ جہاں بھی اذ کے ساتھ کلام شروع ہوگا اذکر یا محمد مقدر ماننا پڑے گا۔

تعریف لفظ بَشَر

وَالْبَشَرُ الْجِسْمُ الْكَثِيْفُ يُلَاقِيْ وَيُبَاشِرُ اَوْ بَادِي الْبَشَرَةِ ظَاهِرُ الْجِلْدِ غَيْرُ مَسْتُوْرٍ بِشَعْرٍ اَوْ وَبَرٍ اَوْ صُوْفٍ وَالْمُرَادُ بِهٖ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ بشر اس جسم کثیف کو کہتے ہیں جو ہر ایک سے ملے اور مباشر ہو یا ظاہر بشرہ رکھے جس کی جلد صاف ہو بالوں سے یا صوف اور اُون سے چھپی نہ ہو جیسے بھیڑ بکری ریچھ وغیرہ اور یہاں اس سے مراد حضرت آدم صفی اللہ ہیں علیہ السلام۔

اور یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ اس جگہ اللہ تعالٰے نے آدم صفی کی تخلیق طِیْن سے کرنا ظاہر فرمائی۔

اور آل عمران میں خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ فرما کر سوکھی مٹی سے ظاہر کی۔

اور سورہ حجر میں صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ فرما کر بجنی مٹی سے ظاہر کیا۔

اور سورہ انبیاء میں خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ فرمایا جس سے گندھی ہوئی مٹی مراد ہے۔

اس میں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ علیحدہ علیحدہ صورت سے تخلیق ظاہر کی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے منافات لازم نہیں آتی۔

غایت ما فی الباب یہ ہے کہ کسی جگہ مادہ قریبہ سے شان تخلیق ظاہر کی ہے اور کہیں مادہ بعیدہ

چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں۔ وَلَا مُنَافَاۃَ غَایَتُ مَا فِی الْبَابِ اَنَّہٗ ذُکِرَ فِیْ بَعْضِ الْمَادَّۃِ الْقَرِیْبَۃِ وَفِیْ بَعْضِ الْمَادَّۃِ الْبَعِیْدَۃ۔ آگے ارشاد ہے۔

فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ۔ جب میں اسے صورت انسانی میں یا خلقت بشری میں برابر کر دوں اور اس میں اپنے حکم سے روح ڈال دوں تو تم سجدے میں اس کے لیے گر پڑو۔

اس پر آلوسی فرماتے ہیں اَیْ صَوَّرْتُہٗ بِالصُّوْرَۃِ الْاِنْسَانِیَّۃِ وَالْخِلْقَۃِ الْبَشَرِیَّۃِ اَوْ سَوَّیْتُ اَجْزَاءَ بَدَنِہٖ بِتَعْدِیْلِ طَبَایِعِہٖ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ تَمْثِیْلٌ لِاِفَاضَۃِ مَا بِہِ الْحَیَاۃُ بِالْفِعْلِ عَلَی الْمَادَّۃِ الْقَابِلَۃِ لَہَا فَلَیْسَ ثَمَّتَ نَفْخٌ وَّلَا مَنْفُوْخٌ۔ یعنی جب میں اس کی صورت کو صورت انسانی اور خلقت بشری سے بنا دوں یا اس کے اجزاء بدن کو طبائع انسانی سے معتدل کر دوں اور اس میں اپنے حکم سے روح ڈال کر اسے حیات بالفعل سے مکمل کر دوں تو تم اس کے لیے سجدہ میں گر جانا اور یہاں نفخ و منفوخ سے مراد القاء روح ہے۔

تو اس کے یہ معنی ہوئے فَاِذَا اَکْمَلْتُ اِسْتِعْدَادَہٗ وَاَفَضْتُ عَلَیْہِ مَا یُحْیِیْہِ مِنَ الرُّوْحِ الطَّاہِرَۃِ الَّتِیْ ہِیَ اَمْرِیْ تو تم اس کے لیے سجدہ میں گر جانا۔

اور یہاں سجدہ بمعنی انحناء نہیں ہے بلکہ قَعُوْا کے معنی اُسْقُطُوْا لَہٗ کے ہیں یعنی سجدہ میں گر جا ہی مراد ہے اور سَاجِدِیْنَ سے سجدہ تحیہ و تکریم مراد ہے۔

یہاں یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے۔ کہ

سجدۂ تحیہ و تکریم شریعت آدم علیہ السلام میں جائز تھا اور شریعت مصطفی علیہ التحیہ والثناء میں حرام ہے۔ حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے غیر خدا کے لیئے ہر قسم کا سجدہ حرام فرمایا حتی کہ جب حضور کو سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی گئی تو حضور نے فرمایا اَرَاَیْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَکُنْتَ تَسْجُدُ لَہٗ بھلا یہ تو بتا جب تو میری قبر پر گزرے گا تو کیا اسے بھی سجدہ کرے گا۔ سائل نے عرض کیا نہیں فرمایا جس کی قبر کو سجدہ نہیں اس قبر والے کو سجدہ نہیں۔

خواتین اسلام نے جب سجدہ کی اجازت طلب کی تو حضور نے فرمایا اگر غیر خدا کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں مگر چونکہ غیر خدا کے لیے میں اپنی شریعت میں سجدہ حرام کرتا ہوں بنابریں عورتوں کو بھی ممانعت کرتا ہوں کہ وہ اپنے شوہروں کو بھی سجدہ نہ کریں۔

اور جو لوگ سجدۂ تعظیمی اور سجدہ عبودیت کا فرق نکالتے ہیں وہ جاہل ہیں۔

اور قرآن کریم میں جو سجدہ یوسف علیہ السلام کو ثابت ہے یا آدم علیہ السلام کو یہ سب پہلی شریعتوں کا حکم ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شریعت میں غیر اللہ کے لیے سجدہ حرام فرما دیا خواہ تعظیمی

ہو یا عبودی۔ آگے ارشاد ہے۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ یعنی جب آدم علیہ السلام بنا دیئے اور ان میں نفخ روح ہو گیا تو انہیں تمام ملائکہ نے سجدہ کیا کوئی سجدہ سے مقدم و موخر نہ رہا، یعنی جنس ملائکہ امتثال امر الٰہی میں سجدہ کو گر گئے۔ آگے استثناء منفصل ہے حیث قال۔

اِلَّآ اِبْلِيْسَ۔ مگر شیطان۔ یہاں استثناء متصل اس لیے ہے کہ اگرچہ وہ جنی تھا مگر زمرۂ ملائکہ میں گنا جاتا تھا اور ان کی صفات سے متصف تھا اس کا اٹھنا بیٹھنا ان کے ہی ساتھ تھا تو تغلیبًا ملائکہ میں شامل تھا۔

اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ اس نے تکبر کیا اور سجدہ سے انکاری ہوا اور وہ علم اللہ میں کافر ہی تھا۔

آلوسی لکھتے ہیں وَيَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمَعْنٰى وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ فِىْ عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى لِعِلْمِهٖ عَزَّوَجَلَّ سُبْحٰنَهٗ وَيَصْدُرُ عَنْهُ مَا يَصْدُرُ بِاخْتِيَارِهٖ وَخُبْثِ طَوِيَّتِهٖ وَاسْتِعْدَادِهٖ۔ آگے ارشاد ہے۔

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَىَّ۔ فرمایا اے ابلیس کس چیز نے تجھے روکا اس سے کہ سجدہ کرے اسے جسے میں نے اپنی قدرت سے بنایا۔

یعنی ان کی پیدائش بلا توسط اب و ام ہوئی اور چھوٹے سے جسم کو عالم اکبر میں منطوی کیا۔ اور بعض نے خَلَقْتُ بِيَدَىَّ کے معنی کیے قدرت کے۔

وَذٰلِكَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فِىْ خَلْقِهٖ اَفْعَالًا مُّخْتَلِفَةً مِّنْ جَعْلِهٖ طِيْنًا مُّخَمَّرًا ثُمَّ جِسْمًا ذَا لَحْمٍ وَّعَظْمٍ ثُمَّ نَفْخِ الرُّوْحِ فِيْهِ وَاِعْطَائِهٖ قُوَّةَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ مِمَّا هُوَ دَالٌّ عَلٰى مَزِيْدِ قُدْرَةِ خَالِقِ الْقُوٰى وَالْقَدْرِ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اور ابن جریر اور ابو الشیخ عظمۃ میں اور بیہقی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَرْبَعًا بِيَدِهٖ۔

اَلْعَرْشَ۔

وَجَنّٰتِ عَدْنٍ

وَالْقَلَمَ

وَاٰدَمَ۔

ثُمَّ قَالَ لِكُلِّ شَىْءٍ كُنْ فَكَانَ۔

فرمایا اللہ تعالٰی نے چار اپنے ہاتھ سے تخلیق فرمائے۔

اول عرش

دوم جنات عدن

سوم قلم

چہارم آدم علیہ السلام

پھر ہر شے کے لیے فرمایا ہو جا تو وہ ہو گئی۔

أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ۔ کیا تو نے تکبر کیا یا تو تھا بلندی کے گمان میں۔

أَسْتَكْبَرْتَ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے جس کے معنی ہوئے أَتَكَبَّرْتَ مِنْ غَيْرِ اسْتِحْقَاقٍ تو نے تکبر کیا اور بلند مخلوق یعنی ملائکہ کی برابری کا تجھے وہم ہو گیا اس لیے کہ بلند مخلوق صنف ملائکہ ہے اس لیے کہ يُقَالُ لَهُمُ الْمُهَيَّمُوْنَ مُسْتَغْرِقُوْنَ بِمُلَاحَظَةِ جَمَالِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَجَلَالِهٖ لَا يَعْلَمُ اَحَدٌ هُمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ غَيْرَهٗ لَمْ يُؤْمَرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوْ هُمْ مَلَائِكَةُ السَّمَآءِ كُلِّهِمْ وَلَمْ يُؤْمَرُوْا بِالسُّجُوْدِ وَاِنَّمَا الْمَأْمُوْرُ مَلَائِكَةُ الْاَرْضِ۔ تو اس کے جواب میں ابلیس بولا

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۔ ابلیس نے کہا الٰہی میں آدم سے افضل ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا فرمایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔

اور یہ جواب ابلیس کا احمقانہ تھا اس لیے کہ افضلیت مادہ سے کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ لبطاء خالق الکل سے ہوتی ہے اسی وجہ میں اسے مطرود و مردود کر دیا۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ۔ ارشاد ہوا نکل اس جنت سے کہ تو راندا ہوا ہے۔

یہاں منہا سے مراد من الجنۃ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اِنَّهٗ كَانَ فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ لَا فِيْ جَنَّةِ الْخُلْدِ جس سے ابلیس نکالا گیا وہ جنت عدن تھی نہ کہ جنت خلد۔

اور ایک قول یہ ہے کہ وَقِيْلَ۔ مِنْهَا اَيْ مِنْ زُمْرَةِ الْمَلٰئِكَةِ الْمُعَزَّزِيْنَ وَهُوَ الْمُرَادُ مِنَ الْهُبُوْطِ لَا الْهُبُوْطُ مِنَ السَّمَآءِ۔

اور ایک قول ہے۔ وَقِيْلَ اُخْرُجْ مِنَ الْخِلْقَةِ الَّتِيْ اَنْتَ فِيْهَا وَانْسَلِخْ مِنْهَا وَالْاَمْرُ لِلتَّكْوِيْنِ۔ یعنی ابلیس کو اس خلقت ملکی سے نکلنے کا حکم ہوا اور انسلاخ کیفیت ملکی کیا گیا۔

وَكَانَ عَلَيْهِ اللَّعْنَةُ يَفْتَخِرُ بِخِلْقَتِهٖ فَغَيَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى خِلْقَتَهٗ فَاسْوَدَّ بَعْدَ مَا كَانَ اَبْيَضَ وَقَبُحَ بَعْدَ مَا كَانَ حَسَنًا وَاَظْلَمَ بَعْدَ مَا كَانَ نُوْرَانِيًّا۔ ابلیس لعین اپنی خلقت پر فخر کرتا تھا تو اللہ تعالےٰ نے اس کی خلقت بدل دی چنانچہ سیاہ فام کر دیا بعد اس کے کہ سرخ و سپید تھا اور قبیح المنظر کر دیا گیا بعد اس کے کہ

حسین تھا اور ظلمانی کردیا گیا بعد اس کے کہ نورانی تھا اور
فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ یعنی مطرود فرمایا گیا جس کے معنی یہ ہوئے کہ تو ہر قسم کی خیر و کرامت سے نکالا ہوا ہے
تو رجم میں کنایہ ہے طرد یعنی دھتکار سے۔
اور رجم کہتے ہیں پتھروں سے مارنے کو یا شیاطین کو شہب ثاقب سے۔ جیسے رجوما للشیاطین فرمایا
گیا اور کبھی رجم بمعنی ذلیل بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ سورہ اعراف میں فَاخْرُجْ فَاِنَّكَ مِنَ
الصّٰغِرِيْنَ ارشاد ہے۔
وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اور بیشک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک۔
اور لعنت کے معنی اَلْاِبْعَادُ عَنِ الرَّحْمَۃِ ہے یعنی رحمت سے دور کر دینا اور سورہ حجر میں اِنَّ عَلَيْكَ
اللَّعْنَۃَ ارشاد ہے۔
یعنی ملائکہ اور ثقلین کی طرف سے بھی اس پر لعنت ہے۔
اور اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ فرما کر یہ بتایا کہ قیامت تک لعنت رہے گی اور قیامت یوم جزاء عقوبت
ہے اس لیے اس کے بعد انواع واقسام کے عذاب ہمیشہ کے لیے ہوں گے۔ چنانچہ جب ابلیس نے یہ سنا
تو عرض کی جس کا آگے تذکرہ ہے۔
قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ ابلیس نے عرض کی الٰہی جب تو نے مجھے رجیم و مطرود کردیا تو
کم از کم حیات دنیا میں تو مجھے مہلت دیدے۔
یعنی دنیا میں تو مجھے زندہ چھوڑ دے اور قیامت تک موت سے مجھے محفوظ فرما۔ يَعْنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ
اٰدَمُ وَذُرِّيَّتُہٗ لِلْجَزَاءِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَهُوَ وَقْتُ النَّفْخَۃِ الثَّانِيَۃِ وَاَرَادَ اللَّعِيْنُ بِذٰلِكَ اَنْ يَّجِدَ فُسْحَۃً
مِنْ اِغْوَائِهِمْ۔ یعنی جس دن آدم اور ان کی ذریت مرنے کے بعد جزاء اعمال کے لیے اٹھائی جائے اور وہ
نفخہ ثانیہ کا وقت ہے اور اس سے ابلیس لعین نے یہ سوچا کہ جب میں نفخہ ثانیہ تک موت سے بچ رہوں گا
تو مجھے اغواء اولاد آدم کے لیے گنجائش مل جائے گی۔
اور رب تعالےٰ شانہٗ اگرچہ اس کی نیت کا عالم تھا لیکن گمراہ ہونے والوں اور راہ راست پر رہنے
والوں سے باخبر تھا۔ بنابریں بے نیازانہ طور پر اسے یہ مہلت عطا کی گئی اور ارشاد ہوا۔
قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ ہاں تجھے مہلت دی گئی وقت معلوم کے
دن تک یعنی وقت معلوم نفخہ ثانیہ تک تجھے مہلت ہے اور موت سے محفوظ رہے گا۔
قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔ ابلیس بولا الٰہی اب تیری عزت

وجلال کی قسم میں ضرور سب کو گمراہ کروں گا سوا ان تیرے بندوں کے جو تیری اطاعت کی وجہ میں محفوظ ہیں۔ یعنی جنہیں تو نے چن لیا ہے اپنی عبادت واطاعت کے لیے انکے سوا سب کو گمراہ کروں گا۔

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ ارشاد ہوا ہم جو فرماتے ہیں وہ حق ہی فرماتے ہیں ہم ضرور جہنم بھر دیں گے تیری جنس اور تیرے متبعین سے سب سے۔

خواہ وہ اولاد آدم ہو یا تیری جنس کے شیاطین سے جو بھی تیرے اغواء سے گمراہ ہوں گے ان کے لیے جہنم ہے۔ گویا عبارت کا مفہوم یہ ہوا لَاَمْلَئَنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِيْنِ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْ جَمِيْعِ النَّاسِ لَا تَفَاوُتَ فِيْ ذٰلِكَ بَيْنَ نَاسٍ وَّنَاسٍ بَعْدَ وُجُوْدِ الْاِتِّبَاعِ مِنْهُمْ مِنْ اَوْلَادِ الْاَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ۔

قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ۔ اے محبوب فرما دیجئے میں تم سے اس تبلیغ وتعلیم قرآن پہ کوئی بدلہ نہیں مانگتا اور نہ میں تصنع کرنے والوں سے ہوں یہ قرآن نہیں مگر ہدایت ہے ثقلین کے عالم والوں کے لیے اور جو کچھ اس میں خبریں ہیں تھوڑی مدت کے بعد تم جان لوگے کہ سچ اور حق ہیں۔

حضرت ابن عباس لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ سے مراد تعلیم فرماتے ہیں۔

اور بعض نے کہا وہ تبلیغ مراد ہے جو بذریعہ وحی حضور نے فرمائی۔

اور اجر سے مراد مال دنیا ہے۔

اور مَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ سے مراد تصنع اور وہ دکھاوا ہے جو اصل میں نہ ہو اس کا دعوی ہے۔

چنانچہ ابن عدی حضرت ابو برزہ سے راوی ہیں قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْنَا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هُمُ الرُّحَمَاءُ بَيْنَهُمْ۔ حضور نے کہا کیا میں تمہیں جنتی کی علامت بتا دوں عرض کیا ہاں حضور نے فرمایا وہ رحم ومحبت والے ہیں جو آپس میں رکھیں۔

پھر فرمایا جہنمیوں کی علامت بھی بتا دوں عرض کیا کیوں نہیں ضرور فرما دیجئے فرمایا هُمُ الْاٰيِسُوْنَ الْقَانِطُوْنَ الْكَذَّابُوْنَ الْمُتَكَلِّفُوْنَ۔ وہ مایوس اور ناامید جھوٹ بولنے تصنع کرنے والے ہیں۔

اور وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ سے مراد وہ وعدو وعید ہیں جو حضور نے اور کلام اللہ نے بتلائے۔ وہ جان لوگے تھوڑی مدت بعد۔

اور بعد حین سے مراد

ابن عباس اور عکرمہ اور زید فرماتے ہیں روز قیامت ہے۔

اور قتادہ۔ فراء۔ اور زجاج کہتے ہیں اس سے مراد بعد الموت ہے۔

اور بعض نے فتح بدر مراد لیا۔
واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ زمر پ ۲۳

تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ○

نازل کرنا ہے کتاب کا اللہ عزت وحکمت والے کی طرف سے۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ ○

بے شک ہم نے نازل کی تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ تو اللہ تعالے کی پرستش کرو اس کے خالص بندے ہو کر۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ فِىۡ مَا هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ○

خبردار اللہ ہی کے لیے ہے خالص بندگی اور وہ جنہوں نے اللہ کے سوا اور والی بنا لیے کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اس لیے پوجتے ہیں کہ نزدیک کر دیں ہمیں اللہ کی طرف بے شک اللہ ان میں فیصلہ کر دے گا اس کا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ○

بے شک اللہ راہ نہیں دیتا اسے جو جھوٹا ناشکرا ہو۔

لَوۡ اَرَادَ اللّٰهُ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصۡطَفٰى مِمَّا يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ○

اگر اللہ اپنے لیے بچہ بنانا چاہتا تو پکڑ لیتا بچہ اپنی مخلوق سے جسے چاہتا پاکی ہے اسے وہی ہے ایک اللہ سب پر غالب۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَـقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيۡلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيۡلِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجۡرِىۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡغَفَّارُ ○

بنائے اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور اس نے مسخر کیا سورج اور چاند کو سب چلتے ہیں ایک مقرر میعاد سے خبردار رہو وہی صاحب عزت ہے بخشنے والا۔

خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡهَا

تمہیں پیدا کیا ایک جان سے پھر اسی سے اس کا جوڑا

زَوْجَهَا وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ
يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ
خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ
لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ○

بنایا اور اتارے تمہارے لیے چوپایوں سے
آٹھ جوڑے پیدا کرتا ہے تمہیں تمہاری ماؤں کے
شکم سے پیدا کرنا ایک طرح کے بعد اور طرح تین
اندھیریوں میں یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی ملک
ہے کوئی معبود نہیں مگر وہی تو تم کہاں پھیرے جاتے ہو۔

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ
لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ
مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ
إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ○

اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ تم سے غنی ہے اور
نہیں خوش اپنے بندوں کے کفر سے اور اگر تم شکر
کرو تو اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے اور کوئی
بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے
گا پھر تمہیں اپنے رب کی طرف ہی پھرنا ہے تو وہ
تمہیں بتا دے گا جو تم کرتے تھے۔ بیشک وہ دلوں
کی بات جانتا ہے۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا
إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِنْهُ نَسِيَ
مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ
لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قُلْ
تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ
النَّارِ ○

اور جب پہنچتی ہے آدمی کو کوئی تکلیف پکارتا ہے
اپنے رب کو اس کی طرف جھکا ہوا پھر جب اسے
دیتا ہے اپنی نعمت اپنی طرف سے تو بھول جاتا
ہے اس پکار کو جو پہلے پکارتا تھا اور بناتا ہے اللہ
کا برابر کہ تا کہ اس کی راہ سے بہکا دے فرما دیجئے کہ
اے سرکش کچھ دن اپنے کفر میں رہ لے بے شک
تو جہنم والوں سے ہے۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَ
قَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ
لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ○

کیا وہ جس کی فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گذریں
سجود اور قیام میں آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب
کی رحمت کا امیدوار ہے فرما دیجئے کیا وہ نافرمانوں
جیسا ہو جائے گا۔ فرما دیجئے کیا برابر ہیں جاننے والے
اور جاہل نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

لفظی ترجمہ

تَنْزِیْلُ ۔ اتارنا ہے			
	الْکِتٰبِ ۔ کتاب کا	مِنَ اللہِ ۔ اللہ	الْعَزِیْزِ ۔ غالب
الْحَکِیْمِ ۔ حکمت والے کی طرف سے	اِنَّا ۔ بیشک	اَنْزَلْنَا ۔ ہم نے اتارا	اِلَیْکَ ۔ تیری طرف
الْکِتٰبَ ۔ کتاب کو	بِالْحَقِّ ۔ حق کے ساتھ	فَاعْبُدِ ۔ سو عبادت کر	اللہَ ۔ اللہ کی
مُخْلِصًا ۔ خالص کرتا ہوا	لَہٗ ۔ اس کے لیے	الدِّیْنَ ۔ دین	اَلَا ۔ خبردار
لِلّٰہِ ۔ اللہ کے لیے ہے	الدِّیْنُ ۔ دین	الْخَالِصُ ۔ خالص	وَ ۔ اور
الَّذِیْنَ ۔ وہ جنہوں نے	اتَّخَذُوْا ۔ بنا لیے	مِنْ دُوْنِہٖ ۔ اس کے سوا	اَوْلِیَآءَ ۔ کارساز
مَا ۔ نہیں	نَعْبُدُ ۔ عبادت کرتے ہم	ھُمْ ۔ ان کی	اِلَّا ۔ مگر
لِیُقَرِّبُوْ ۔ تاکہ قریب کریں ہم کو	نَا ۔ ہم کو	اِلَی ۔ طرف	اللہِ ۔ اللہ کی
زُلْفٰی ۔ نزدیک	اِنَّ ۔ بیشک	اللہَ ۔ اللہ	یَحْکُمُ ۔ فیصلہ کریگا
بَیْنَھُمْ ۔ ان کے درمیان	فِیْ ۔ بیچ	مَا ۔ اس کے کہ	ھُوَ ۔ وہ
فِیْہِ ۔ اس میں	یَخْتَلِفُوْنَ ۔ اختلاف کرتے تھے	اِنَّ ۔ بیشک	اللہَ ۔ اللہ
لَا ۔ نہیں	یَھْدِیْ ۔ ہدایت دیتا	مَنْ ۔ اس آدمی کو کہ	ھُوَ ۔ وہ
کَاذِبٌ ۔ جھوٹا	کَفَّارٌ ۔ ناشکرا ہو	لَوْ ۔ اگر	اَرَادَ ۔ ارادہ کرے
اللہُ ۔ اللہ	اَنْ ۔ یہ کہ	یَّتَّخِذَ ۔ بنائے	وَلَدًا ۔ اولاد
لَاصْطَفٰی ۔ تو چن لیتا	مِمَّا ۔ اس سے جو	یَخْلُقُ ۔ پیدا کردیا	مَا ۔ جو
یَشَآءُ ۔ چاہے	سُبْحٰنَہٗ ۔ پاک ہے وہ	ھُوَ ۔ وہ	اللہُ ۔ اللہ
الْوَاحِدُ ۔ اکیلا ہے	الْقَھَّارُ ۔ زبردست	خَلَقَ ۔ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں
وَ ۔ اور	الْاَرْضَ ۔ زمین کو	بِالْحَقِّ ۔ حق کے ساتھ	یُکَوِّرُ ۔ لپیٹتا ہے
الَّیْلَ ۔ رات کو	عَلَی ۔ اوپر	النَّھَارِ ۔ دن کے	وَ ۔ اور
یُکَوِّرُ ۔ لپیٹتا ہے	النَّھَارَ ۔ دن کو	عَلَی ۔ اوپر	الَّیْلِ ۔ رات کے
وَ ۔ اور	سَخَّرَ ۔ مسخر کیا	الشَّمْسَ ۔ سورج	وَ ۔ اور
الْقَمَرَ ۔ چاند کو	کُلٌّ ۔ ہر ایک	یَّجْرِیْ ۔ چلتا ہے	لِاَجَلٍ ۔ مدت

مُّسَمًّی۔ مقرر تک	اَلَا۔ خبردار	هُوَ۔ وہ ہے	الْعَزِيْزُ۔ غالب
الْغَفَّارُ۔ بخشنے والا	خَلَقَكُمْ۔ پیدا کیا تم کو	مِّنْ نَّفْسٍ۔ جان	وَّاحِدَةٍ۔ ایک سے
ثُمَّ۔ پھر	جَعَلَ۔ بنایا	مِنْهَا۔ اس سے	زَوْجَهَا۔ اسکی بیوی کو
وَ۔ اور	اَنْزَلَ۔ اتارلے	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مِّنَ الْاَنْعَامِ۔ چارپائے
ثَمٰنِيَةَ۔ آٹھ	اَزْوَاجٍ۔ جوڑے	يَخْلُقُكُمْ۔ پیدا کرتا ہے تم کو	فِيْ۔ بیچ
بُطُوْنِ۔ پیٹوں	اُمَّهٰتِكُمْ۔ اپنی ماؤں کے	خَلْقًا۔ پیدائش	مِّنْ بَعْدِ۔ بعد
خَلْقٍ۔ پیدائش کے	فِيْ۔ بیچ	ظُلُمٰتٍ۔ اندھیروں	ثَلٰثٍ۔ تین کے
ذٰلِكُمُ۔ یہ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	رَبُّكُمْ۔ تمہارا رب	لَهٗ۔ اسی کی
الْمُلْكُ۔ بادشاہی ہے	لَا۔ نہیں	اِلٰهَ۔ کوئی معبود	اِلَّا۔ مگر
هُوَ۔ وہ	فَاَنّٰى۔ تو کہاں	تُصْرَفُوْنَ۔ پھیرے جاتے ہو	اِنْ۔ اگر
تَكْفُرُوْا۔ تم کفر کرو	فَاِنَّ۔ تو بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	غَنِيٌّ۔ بے نیاز ہے
عَنْكُمْ۔ تم سے	وَ۔ اور	لَا۔ نہیں	يَرْضٰى۔ پسند کرتا
لِعِبَادِهِ۔ اپنے بندوں کیلئے	الْكُفْرَ۔ کفر کو	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر
تَشْكُرُوْا۔ تم شکر کرو	يَرْضَهُ۔ تو پسند کرتا ہے	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	وَ۔ اور
لَا۔ نہیں	تَزِرُ۔ بوجھ اٹھائے گا	وَازِرَةٌ۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا	وِّزْرَ۔ بوجھ
اُخْرٰى۔ دوسرے کا	ثُمَّ۔ پھر	اِلٰى۔ طرف	رَبِّكُمْ۔ اپنے رب کی ہے
مَّرْجِعُكُمْ۔ تمہارا لوٹنا	فَيُنَبِّئُكُمْ۔ تو بتائے گا تم کو	بِمَا۔ جو	كُنْتُمْ۔ تھے تم
تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے	اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	عَلِيْمٌ۔ جاننے والا ہے	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ سینے
کی باتیں	وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	مَسَّ۔ پہنچتی ہے
الْاِنْسَانَ۔ انسان کو	ضُرٌّ۔ تکلیف تو	دَعَا۔ پکارتا ہے	رَبَّهٗ۔ اپنے رب کو
مُنِيْبًا۔ رجوع کرتا ہوا	اِلَيْهِ۔ اسکی طرف	ثُمَّ۔ پھر	اِذَا۔ جب
خَوَّلَهٗ۔ سونپتا ہے اسکو	نِعْمَةً۔ نعمت	مِّنْهُ۔ اپنی طرف سے تو	نَسِيَ۔ بھول جاتا ہے
مَا۔ جو	كَانَ۔ تھا	يَدْعُوْا۔ پکارتا	اِلَيْهِ۔ طرف اسکی
مِنْ قَبْلُ۔ پہلے	وَ۔ اور	جَعَلَ۔ بناتا ہے	لِلّٰهِ۔ اللہ کے لیے
اَنْدَادًا۔ شریک	لِّيُضِلَّ۔ تا کہ گمراہ کرے	عَنْ سَبِيْلِ۔ رستے	اللّٰهِ۔ خدا سے

قُلْ۔ کہہ	تَمَتَّعْ۔ فائدہ اٹھا	بِکُفْرِكَ۔ ساتھ کفر	لَكَ۔ اپنے کے
قَلِیْلاً۔ تھوڑا سا	اِنَّكَ۔ بیشک تو	مِنْ اَصْحَابِ۔ آگ	النَّارِ۔ والوں سے ہے
اَمَّنْ۔ کیا جو کہ	هُوَ۔ وہ	قَانِتٌ۔ فرمانبردار ہے	آنَاءَ۔ گھڑیوں
الَّیْلِ۔ رات ہیں	سَاجِدًا۔ سجدہ کرتے	وَّ۔ اور	قَائِمًا۔ قیام کرتے
یَحْذَرُ۔ ڈرتا ہے	الْاٰخِرَةَ۔ آخرت سے	وَ۔ اور	یَرْجُوْا۔ امید کرتا ہے
رَحْمَةَ۔ رحمت	رَبِّهٖ۔ اپنے رب کی	قُلْ۔ کہہ	هَلْ۔ کیا
یَسْتَوِی۔ برابر ہیں	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے ہیں	وَ۔ اور
الَّذِیْنَ۔ وہ جو	لَا۔ نہیں	یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	اِنَّمَا۔ اسکے سوا نہیں کہ

یَتَذَکَّرُ۔ نصیحت پکڑتے ہیں اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ عقلمند لوگ

خلاصہ تفسیر پہلا رکوع سورۃ زمر پ ۲۳

اس سورۃ مبارکہ کا نام زمر ہے یہ مکیہ ہے سوا دو آیات کریمہ کے قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا اور اللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کے۔

اس سورۃ مبارکہ کے آٹھ رکوع اور پچھتر آیتیں اور ایک ہزار ایک سو بہتر کلمے اور چار ہزار نو سو آٹھ حروف ہیں۔

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ۔ کتاب اتارنا ہے اللہ عزت اور حکمت والے کی طرف سے یہاں کتاب سے مراد قرآن کریم ہے کہ اسے نازل فرمایا آگے حضور سے مخاطبہ ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ۔ بے شک ہم نے آپ کی طرف اے محبوب یہ کتاب حق کے ساتھ نازل فرمائی تو اللہ کی پوجا کرو خالص و مخلص اس کے بندے ہو کر۔ اس میں انا انزلنا الیک فرما کر حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے مخاطبہ ہے۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ۔ خبردار رہو اللہ کی ہی بندگی ہے اس لیے کہ اس ذات پاک کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور جو اس کے سوا دوسروں کو اپنا والی بناتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰی۔ ہم تو انہیں نہیں پوجتے مگر صرف اتنی بات کے لیے کہ یہ

ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کر دیں۔

یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہ بیان صرف اور صرف بت پرستوں کے متعلق ہے ۔اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو اپنا والی اور معبود جانتے تھے۔ برخلاف عام مسلمانوں کے کہ وہ اولیاء کرام کو اپنا والی اور معبود سمجھتے نہیں وہ یقیناً انہیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ جانتے ہیں۔

اور جو اولیاء اللہ کو اپنا والی اور معبود سمجھتے ہیں وہ یقیناً مشرک ہیں چنانچہ انہیں مشرکوں کے حق میں ارشاد ہے
اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔ بے شک اللہ ان میں فیصلہ کرے گا اس بات کا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔

یعنی ایمان والوں کو جنت میں اور غیر خدا کے پرستاروں کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ آگے ارشاد ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ۔ بے شک اللہ سے راہ نہیں دیتا جو جھوٹا ناشکرا ہو۔
جھوٹا تو اس وجہ میں کہ بتوں کو اللہ تعالیٰ سے نزدیک کرنے والا بتاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ٹھہراتے ہیں اور ناشکرا یا یں معنی کہ بت پرست ہیں۔
لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ اگر اللہ اپنے لیے بچہ بنانے کا ارادہ فرماتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا۔
یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ممکن ہوتی تو وہ جسے چاہتا اولاد بناتا اس میں کفار کی تجویز پر کیوں رہتا کہ یہ بت پرست جسے خدا کی اولاد بنا دیں وہی اولاد ہو۔ معاذ اللہ جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ بنا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ
"وہ پاک ہے اولاد سے اور بیوی سے"
یہ تو رام لچھمن، مہادیو کے پجاریوں کے توہمات ہیں۔
"وہ ایک اللہ سب پر غالب ہے"۔ اس کے بعد اپنی شئون غفاری و قہاری کا مظاہرہ فرمایا جاتا ہے۔
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ۔ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ۔
اس نے بنائے آسمان اور زمین حق بنانے کا رات کو لپیٹتا ہے دن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور مسخر کیے اس نے سورج اور چاند کہ سب چلتے ہیں ایک مقررہ میعاد پر خبردار رہو وہی عزت والا بخشنے والا ہے۔

تمہیں اس نے ایک جان سے بنایا پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا اور تمہارے لیے اس نے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے اتارے تمہیں پیدا کرتا ہے تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک طرح کے بعد اور طرح تین اندھیریوں میں یہ ہے اللہ تمہارا رب اس کی ملکیت ہے سب کچھ اس کے سوا کسی کی پوجا نہیں تو تم کہاں پلٹے جاتے ہو۔

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ سے مراد یہاں حضرت آدم صفی اللہ ہیں کہ ان سے ہی سب پیدا ہوئے۔

اور ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا سے مراد حضرت حوا ہیں کہ وہ سب کی ماں ہیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا۔

اَلنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التِّمْثَالِ اَكْفَاءٌ   اَبُوْهُمْ اٰدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّاءُ

اور ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ سے مراد چارپایوں میں چار قسم کے جوڑے مراد ہیں۔ اونٹ۔ گائے۔ بکری۔ بھیڑ۔ چار یہ نر اور چار ان کی مادہ۔ اور ازواج سے مراد نر اور مادہ ہیں۔ پھر

يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ سے مراد وہ مختلف شان تخلیق ہے جو رحم مادر میں نطفہ سے علقہ کی صورت میں بدلتا ہے پھر خون بستہ سے مضغہ ہوتا ہے جسے گوشت پارہ کہتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ الخ

فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ سے مراد ایک پیٹ کی اندھیری دوسری رحم مادر کی تیسری بچہ دانی کی اندھیری ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یہ ہیں شانیں تمہارے رب کی جس کی بادشاہی اور سلطنت ہر شے پر ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ میں توبیخاً ارشاد ہے کہاں سے چھوڑ کر طریق حق سے دور ہو کر اس کی عبادت سے کدھر موڑے ہوئے ہو۔ اس کے بعد اپنی شان بے نیازی کا مظاہرہ فرمایا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ اگر تم ناشکری کرو تو بے شک اللہ تم سے بے نیاز ہے اور اپنے بندوں کی ناشکری سے وہ ناراض ہے اور اگر تم شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے اور کوئی جان بوجھ نہیں اٹھا سکتی دوسرے کا پھر تمہیں اپنے رب کی طرف ہی پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتا دے گا جو تم کرتے تھے بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

یعنی اگر تم کفران نعمت کرو اور طاعت و عبادت چھوڑ دو تو اللہ تعالے تمہاری طاعت و عبادت سے بے نیاز ہے۔ البتہ تم ضرور اس کے محتاج ہو اور ایمان لانا تمہارے ہی لیے مفید ہے اور کفر تمہارے اپنے ہی لیے مضر ہے۔

اور شکر گزاری سے اللہ خوش ہے لیکن وہ بھی تمہاری ہی کامیابی کا سبب ہے اس پہ منجانب اللہ تمہیں ثواب ملیگا اور جنت میں تمہیں داخل کیا جائے گا۔

اور لاتزر کا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ میں ماخوذ نہیں سوا اس کے کہ جواب طلبی ہو سکتی ہے مثلاً اولاد بیوی کے متعلق یہ جواب طلب ہوگا کہ اسے تم نے کیا تعلیم دی اس کے چال چلن کی تم نے نگرانی کیوں نہ کی تو اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ کے یہی معنی ہیں۔

اور ینبئکم سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں آخرت میں تمہارے اعمال کی جزاء و سزا ملے گی۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّہٗ مُنِیْبًا اِلَیْہِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَہٗ نِعْمَۃً مِّنْہُ نَسِیَ مَا کَانَ یَدْعُوْٓا اِلَیْہِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰہِ اَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ ۔ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا ہے اسی کی طرف جھکا ہوا اور جب اللہ نے اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت دی تو بھول جاتا ہے اس پکار کو جو پہلے پکاری تھی۔ اور اللہ کے شریک بناتا ہے تاکہ اس کی راہ سے گمراہ کرے۔

یہاں انسان سے مراد مطلقاً کافر یا صرف ابو جہل یا عتبہ بن ربیعہ ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ کو پکارتا ہے اسی سے فریاد کرتا ہے اور جب اسے دنیاوی نعمتیں مل جاتی ہیں تو وہیں تنگدستی کے زمانہ کو بھول جاتا ہے جس کے لیے اللہ تعالےٰ سے فریاد کی تھی اور حاجت براری کے بعد پھر بت پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ارشاد ہے۔

قُلْ تَمَتَّعْ بِکُفْرِکَ قَلِیْلًا اِنَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ اے محبوب انہیں فرما دیجئے کہ کچھ دن اپنے کفر کے ساتھ بسر کرلے تو بیشک اہل نار سے ہے۔

یعنی دنیا کی زندگی پوری کرلے آخر ہر کافر کو جہنم میں جانا ہے۔

اس کے بعد جو آیت ہے اس کے شان نزول میں تین قول ہیں۔

پہلا قول یہ ہے جو سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی شان میں نازل ہوئی۔

دوسرا قول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ یہ آیت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابن مسعود اور حضرت عمار بن یاسر اور حضرت سلمان فارسی کے حق میں نازل ہوئی۔

اس آیت کریمہ میں رات کے نوافل کا دن کے نوافل سے افضل ہونا ظاہر ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ رات کا عمل خفیہ ہوتا ہے اس میں ریا کا واہمہ بھی نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ شب میں دنیا کے کاروبار بند

ہونے ہیں اس وجہ میں قلب بہ نسبت دن کے زیادہ یکسو ہوتا ہے۔
تیسرے یہ کہ شب راحت و خواب کے لیے ہوتی ہے اس میں بیداری نفس کے لیے موجب مشقت ہوتی ہے تو ثواب بھی اس کا زیادہ ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔
اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۔کیا وہ جس کی شب فرمانبرداری میں گذری سجدہ اور قیام میں آخرت کے خوف اور اپنے رب کی رحمت کی امید میں۔
اس سے ثابت ہوا کہ مومن کے لیے لازم ہے کہ وہ بین الخوف والرجا رہے اور اپنی تقصیر عمل پر نظر رکھ کر عذاب سے خائف ہو اور رحمت الٰہی کی امید میں رہے۔
خلاصہ یہ کہ دنیا میں بے خوف ہونا اور رحمت الٰہی سے مایوس ہوجانا دونوں علامت کفر و کفار ہیں چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ اور ارشاد ہے لَا يَيْاَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۔آگے ارشاد ہے۔
قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔فرمادیجئے کیا وہ جو جانتا ہے اور وہ جو نہیں جانتا برابر ہے نصیحت تو وہی مانتا ہے جو عقل والے ہیں۔
جاہل اور عالم کا فرق ذی عقل اور ناعاقبت اندیش کا تفاوت آیۂ کریمہ میں واضح فرمادیا۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۂ زمر پ ۲۳

اس سورت مبارکہ کا نام اتقان و کشاف میں الغرف بھی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ۔
ابن ضریس اور ابن مردویہ اور بیہقی دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اِنَّهَا نَزَلَتْ بِمَكَّةَ لَمْ يُسْتَثْنِ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اور کسی آیت کا استثناء نہیں کیا۔
اور نحاس ابن عباس سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا نَزَلَتْ سُوْرَةُ الزُّمَرِ بِمَكَّةَ سِوٰى ثَلٰثِ اٰيَاتٍ نَزَلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ فِىْ وَحْشِيٍّ قَاتِلِ حَمْزَةَ قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اِلٰى ثَلٰثِ اٰيَاتٍ وَزَادَ بَعْضُهُمْ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ الخ ۔سورۂ زمر مکہ میں نازل ہوئی سوا تین آیتوں کے کہ وہ مدینہ میں نازل ہوئیں حضرت وحشی کے حق میں۔
اوّل۔ قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ آخر تک

دوسرے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا۔
تیسرے۔ اِنَّہٗ ھُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ۔
بعض نے قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ الخ اور زیادہ کی
علامہ سخاوی جمال القراء میں اور ابو حیان مقاتل سے اس کی تائید میں راوی ہیں
اور بعض نے اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کو اور زیادہ کیا کما حکاہ ابن الجوزی۔
اور بعض نے سات آئتیں قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا سے سات آئتوں تک مدنی بتائیں۔
اس سورۃ مبارکہ میں ۷۵ آئتیں کوفی ہیں اور تین شامی ہیں اور دو آئتیں اور اس حساب سے اسّی آئتیں کل ہوتی ہیں۔

اس سورت کا سورۃ صٓ سے اتصال کیوں ہیں؟

اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ آخر صٓ۔ اِنۡ ھُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ہے اور سورۃ زمر کا شروع تنزیل الکتاب ہے۔ مضمون کے اعتبار سے دونوں آئتیں ملی ہوئی ہیں بلکہ اگر بسم اللہ سے سورۃ شروع نہ ہو تو کلام مسلسل ہو جاتا ہے۔
پھر آخر سورۃ صٓ میں آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہے اور سورۃ زمر میں خلق ازواج اور خلق فی بطون امہات اور خلقا من بعد خلق وغیرہ ہے جو مناسبت سے بہت ہی قریب ہے۔

سورۃ زمر

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ زمر پ ۲۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ٥

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ۔ نازل کرنا کتاب کا عزت والے اور حکمت والے اللہ کی طرف سے ہے۔
اس کی عبارت مبتدا اور خبر کے اعتبار سے یہ ہوئی ھٰذَا الۡمُنَزَّلُ تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ۔ اور کتاب سے مراد تمام قرآن کریم ہے۔ یا صرف یہ سورۃ مبارکہ
اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ۔ ہم نے اسے اے محبوب آپ کی طرف کتاب کی صورت میں

حق کے ساتھ نازل فرمایا۔

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ۔ تو اللہ کو پوجو خالص اللہ کے لیے ہر قسم کے شوائب شرک سے اور توہمات ریا سے محترز رہتے ہوئے۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ۔ خبردار رہو دین خالص اللہ کے لیے ہے۔

دین لغت میں تقریباً تیس معنی دیتا ہے۔ دین مذہب کے معنی میں مستعمل ہے اور بدلہ، اسلام، عادت، کام، عبادت، بارش، ترشح، نرم چیز، ذلت، بیماری، حساب، ضلعہ، اقتدار، عزت، برتری، بادشاہ، حکم، خصلت، تدبیر، توحید، پرہیزگاری، پاکبازی، زبردستی، حال، فیصلہ، تابعدار، قوم، اسکی جمع ادیان ہے تو آیۂ کریمہ کی اس عبارت سے معنی مکمل ہوتے ہیں۔

اَلَا هُوَ سُبْحَانَهٗ الَّذِیْ یَجِبُ اَنْ یُّخَصَّ بِاِخْلَاصِ الدِّیْنِ لَهٗ تَعَالٰی لِاَنَّهُ الْمُتَفَرِّدُ بِصِفَاتِ الْاُلُوْهِیَّةِ الَّتِیْ هِیَ الْاِطِّلَاعُ عَلَی السَّرَائِرِ وَالضَّمَائِرِ۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیہ کریمہ کے معنی ہماری تائید میں اس طرح منقول ہیں

ابن مردویہ یزید رقاشی سے راوی ہیں کہ ایک شخص نے حضور کی خدمت میں عرض کیا حضور ہم اپنا مال لوگوں کو دیتے ہیں تاکہ ہمارا تذکرہ ہو تو کیا ہمیں اس کا اجر ملیگا تو حضور نے فرمایا نہیں۔ پھر اس نے عرض کیا ہم اپنا مال دیتے ہیں بامید اجر اور بغرض مذاکرہ تو کیا ہمیں اس کا اجر ہے حضور نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَا یَقْبَلُ اِلَّا مَنْ اَخْلَصَ لَهٗ ثُمَّ تَلَا عَلَیْهِ السَّلَامُ هٰذِهِ الْاٰیَةَ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ۔ بے شک اللہ کسی کی خیرات و عبادات قبول نہیں کرتا مگر جو خالص و مخلص اللہ تعالے کے لیے ہو پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ

آگے آلوسی لکھتے ہیں وَمُؤَیِّدُ هٰذَا اِنَّ الْمُرَادَ بِالدِّیْنِ فِی الْاٰیَةِ الطَّاعَةُ۔ اس امر کی موید آیت ہے کہ دین سے یہاں مراد اطاعت خالصہ ہے۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ۔ اور وہ جنہوں نے پکڑا اللہ کے سوا اپنا والی۔

اس میں توحید الٰہی کا اثبات اور شرک کا ابطال ہے۔ تاکہ حقیقت اخلاص جان لی جائے اور مشرکین قریش وغیرہ کے عقائد باطلہ واضح ہوجائیں۔ جیسا کہ مجاہد نے کہا

اور حضرت حبیر سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ یہ آیت کریمہ عامر اور کنانہ اور بنی سلم تین قبائل کے خلاف نازل ہوئی۔ یہ بتوں کے پجاری تھے ان کا عقیدہ تھا کہ ملائکہ اللہ تعالے کی بیٹیاں ہیں۔

لیکن خصوصیت مورد سے حکم خاص نہیں ہوجاتا اس لیے یہ حکم عامہ مشرکین پہ ہے فَیَکُوْنُ الْاَوْلِیَآءُ عِبَادَةً عَنْ کُلِّ مَعْبُوْدٍ۔ آیت کریمہ میں اولیاء سے مراد ہر معبود باطل ہے

اور یہ ارشاد باری تعالے شانہ

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ سے مشرکین کا وہ بہانہ ظاہر کیا گیا جو وہ کہتے تھے کہ ہم ان بتوں کو صرف اس لیے پوجتے ہیں کہ اللہ تعالٰے کا تقرب حاصل کریں۔

گویا وہ لوگ جو اللہ تعالٰے کی عبادت بہ نیت خالص نہیں کرتے وہ غیر خدا کی عبادت یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ مَا نَعْبُدُهُمْ لِشَیْءٍ مِّنَ الْاَشْیَآءِ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى تَقْرِيْبًا۔ ہم کسی شے کو نہیں پوجتے مگر اس لیے کہ ہمیں تقرب الی اللہ حاصل ہو جائے چنانچہ اس کا جواب فرمایا گیا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْمَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔ بیشک اللہ ان میں محاکمہ فرمائے گا ان باتوں کا جس میں یہ اختلاف کرتے ہیں۔

اس کے معنی میں مختلف قول ہیں۔

پہلا قول تو یہ ہے کہ اِنَّهٗ تَعَالٰى يَفْصِلُ الْخُصُوْمَةَ بَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُخْلِصِيْنَ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ التَّوْحِيْدِ وَالْاِشْرَاكِ۔ بیشک اللہ تعالٰے فیصلہ فرمائے گا مشرک و مومن کی خصومت کا جو توحید اور اشراک باللہ میں جھگڑتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مخلصین و موحدین کو جنت میں داخل فرما کر مشرکین کو جہنم میں داخل کرے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالٰے عابدین و معبودین کا فیصلہ کرے گا اس صورت میں کہ عابدوں کو اپنے معبودوں سے امید شفاعت ہوگی اور جنہیں معبود بنایا تھا وہ تبری کریں گے اور ان پر لعنت کریں گے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ جن ولیوں نبیوں کی اتباع سے جو لوگ ان سے امید رکھیں گے وہ معہ اپنے متبعین کے جنت میں داخل ہوں گے اور جو نااہل بجائے اتباع ان کی عبادت اور پرستش کرتے تھے جیسے بت پرست انہیں معہ بتوں کے جہنم میں داخل فرمائے گا۔

اور وَاِدْخَالُ الْاَصْنَامِ النَّارَ لَيْسَ لِتَعْذِيْبِهَا بَلْ لِتَعْذِيْبِ عَبَدَتِهَا بِهَا۔ اور بتوں کا جہنم میں داخلہ عذاب کے لیے نہ ہوگا بلکہ پوجنے والوں کے عذاب کے لیے ہوگا تاکہ وہ سمجھ سکیں کہ جن کی ہم نے پوجا کی وہ بھی ہمارے ساتھ جہنم میں ہیں تو امید شفاعت کس سے کریں۔ آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ۔ بے شک اللہ اسے راہ نہیں دیتا جو جھوٹا اور ناشکرا ہے۔

یعنی وہ جھوٹا جو اللہ تعالٰے کے لیے اولاد مانے اور ناشکرا وہ جو قدرت کاملہ الٰہیہ کا مشاہدہ کر کے بھی غیر خدا کا پرستار ہو کہیں ملائکہ کو بنات اللہ کہتا پھرے کہیں عیسٰی و عزیر علیہما السلام کو ابن اللہ بنائے اس کا جواب آگے آتا ہے۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ اگر اللہ اولاد

بناناچاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا۔ پاکی ہے اس کے لیے وہ اللہ ایک اور قہار ہے۔

اس فرمان میں تحقیق حق اور ابطال قول کفار ہے جو وہ کہتے تھے کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں اور حضرت عیسیٰ و عزیر علیہما السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ تعالےٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔

اس بیان میں اللہ الواحد القہار فرما کر استحالہ اتخاذ ولد حق واجب تعالےٰ علی الاطلاق ظاہر ہو گیا تو حاصل معنی یہ ہوئے لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ اتِّخَاذَ الْوَلَدِ لَامْتَنَعَتْ تِلْكَ الْاِرَادَةُ لِتَعَلُّقِهَا بِالْمُمْتَنِعِ الْغَنِيِّ الذَّاتِيِّ لٰكِنْ لَا يَجُوْزُ لِلْبَارِيْ اِرَادَةٌ مُمْتَنِعَةٌ لِاَنَّهَا تَرْجِيْحُ بَعْضِ الْمُمْكِنَاتِ عَلٰى بَعْضٍ۔ اگر اللہ تعالےٰ بیٹا بنانے کا ارادہ کرتا تو یہ ارادہ بھی ممتنع بالذات تھا اس لیے کہ اتخاذ ولد کا ارادہ بھی ذات واجب تعالےٰ شانہ کے لیے ممتنع ہے اس لیے کہ شان الوہیت کے خلاف ہے۔

علاوہ اس کے جو ذات قہار ہے اس کی قہاریت مقتضی غنی ہے اور غنی کا اقتضاء تجرد ہے اور تجرد کا مقتضی یہ ہے کہ وہ مادہ اور تولد ولد سے بھی مجرد ہو۔ اس کی تفصیل سورہ اخلاص میں آئے گی۔

چنانچہ علامہ آلوسی بغدادی روح المعانی میں فرماتے ہیں اِنَّ الْقَهَّارِيَّةَ تَقْتَضِيْ كَمَالَ الْغِنٰى وَهُوَ يَقْتَضِيْ كَمَالَ التَّجَرُّدِ الَّذِيْ هُوَ مِنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ فَلَا يَكُوْنُ هُنَاكَ جِنْسٌ وَّفَصْلٌ وَّمَادَّةٌ وَّصُوْرَةٌ وَّاَعْرَاضٌ وَّاَبْعَاضٌ اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يُخِلُّ بِالْبَسَاطَةِ الْكَامِلَةِ الْحَقِيْقِيَّةِ وَاتِّخَاذُ الْوَلَدِ لِمَا فِيْهِ مِنَ الْاِنْفِصَالِ وَالْمِثْلِيَّةِ مُخِلٌّ بِتِلْكَ الْبَسَاطَةِ فَيُخِلُّ بِالْغِنٰى فَيُخِلُّ بِالْقَهَّارِيَّةِ وَقَدْ اَشَارَ سُبْحٰنَهٗ اِلٰى اَنَّ الْغِنٰى يُنَافِيْ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ سُبْحَانَهٗ وَلَدٌ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اتخاذ ولد مقتضی انفصال شے ہے تو لازم آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کوئی جز اس سے منفصل ہو اور حسب البیان لیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ متاثر و مقہور ہے معاذ اللہ نہ کہ موثر و قہار۔ تعالےٰ عن ذلک علوا کبیرا۔

تو جب واجب تعالیٰ شانہ اپنی صفت ذاتی میں قہار ہے جیسا کہ اقتضاء الوہیت ہے تو استحالہ لازم ہے کہ اس ذات کے لیے اولاد ہو۔

پھر ایک قول اور بھی واضح ہے وہو ہذا اِنَّ الْقَهَّارِيَّةَ مُنَافِيَةٌ لِلزَّوَالِ لِاَنَّ الْقَهَّارَ لَوْ جُبِلَهٗ كَانَ مَقْهُوْرًا اِذِ الْمُزِيْلُ قَاهِرُهٗ وَلِذَا قِيْلَ سُبْحَانَ مَنْ قَهَرَ الْعِبَادَ بِالْمَوْتِ۔ انتہی مختصراً۔

چنانچہ اپنی شان قہاری کے لیے اظہار کیا گیا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ۔ پیدا کیے اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ لپیٹتا ہے رات

کو دن پر اور لپیٹتا ہے دن کو رات پر اور مسخر کیا سورج اور چاند کو سب جاری ہیں اپنے وقت مقررہ پر۔

اس لیے کہ حدوث لیل و نہار تحریک اجرام سماویہ کے ساتھ ہے اور تکویر اصل میں لپیٹنے کو کہتے ہیں۔

اور عمامہ سر پر لپیٹنے کو كَارُ الْعِمَامَةِ عَلَى الرَّأْسِ بولتے ہیں اور یہاں تکویر سے مراد بروایت قتادہ ایک کو دوسرے سے ڈھانپنا ہے۔ چنانچہ کور ایسا لفظ ہے جو لپیٹنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

ایسے ہی يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ہے ولوج کہتے ہیں ایک شے کو دوسری میں داخل کرنا۔

اور وَجَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ۔ وہ ذات وہ ہے جس نے لیل و نہار کو ایک پر دوسرے کو خلیفہ کیا اور يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا۔ یہاں حثیث بروزن فعیل ایک دوسرے پر برانگیختہ و آمادہ ہونے کے معنی میں ہے تو رات دن پر آمادہ ہے اور دن رات پر آمادہ ہے۔

یہ تمام استعارات ہیں کہیں استعارہ تبعیہ کہیں استعارہ مکنیہ کہیں استعارہ تخییلیہ اور تمثیلیہ ہے۔

اور تسخیر شمس و قمر بایں معنی ہے کہ یہ دونوں حکم کے ساتھ پابند ہیں اسی لیے فرمایا كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى یعنے دونوں اپنے دور میں یا انقطاع حرکت میں چلتے ہیں۔

اور چونکہ ارباب ہیئت کے نزدیک شمس متحرک ہے بنا بریں یہ تقریر قرآنی اس سے منطبق ہے اور ہیئت جدیدہ کا زعم ہے کہ شمس ساکن ہے اور وہ مرکز عالم ہے یہ خلاف آیت کریمہ ہے مگر اب بعض ارباب فرنگ شمس کے متحرک ہونے کو مانتے ہیں اس کے مرکز میں تو یہ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ کے مطابق ہے۔

أَلَا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ۔ خبردار رہو وہ عزت والا قادر ہے۔

باطل عقائد والوں پر اصرار کرنے والوں پر عذاب کرتا ہے اور غفار ہے ان کے لیے جو اپنے گناہوں سے تائب ہوں آگے ارشاد ہے۔

خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ تمہیں پیدا فرمایا نفس واحد سے۔

یہ دوسری دلیل ہے وحدت و قہر قہار پر کہ نفس واحدہ حضرت آدم صفی علیہ السلام سے کائنات پیدا فرمائی۔ اور نفس انسان ایک قطرہ سے ہے اور خود آدم علیہ السلام ذات احدیت کی ایسی شان میں کہ ان کی ولادت ید قدرت سے ہے پھر عالم سفلی سے متعلق ہو کر عالم علوی سے بلند تر ہے یہی وجہ ہے کہ شیخ اکبر نے فرمایا

دَوَاؤُكَ فِيكَ وَلَا تَشْعُرُ   وَدَاؤُكَ فِيكَ وَلَا تُبْصِرُ

وَتَعْلَمُ أَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيرٌ   وَفِيكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْأَكْبَرُ

آگے ارشاد ہے

ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔ پھر اسی جرم صغیر انسان سے اس کا جوڑا بنایا۔
یعنی حضرت حوا کو بائیں پسلی سے پیدا کیا اور بائیں پسلی بھی جو تمام پسلیوں کے نیچے ہے۔
اس شانِ تخلیق میں تین باتیں خاص ہیں۔
اول آدم علیہ السلام کا بغیر ماں باپ پیدا فرمانا۔
دوسرے حضرت حوا کا بائیں پسلی سے پیدا فرمانا۔
تیسرے آپ کی ذریت کا پیدا فرمانا کہ جس کی گنتی سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ آگے ارشاد ہے۔
وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ۔ اور نازل فرمایا تمہارے لیے آٹھ جوڑے۔
اس میں بنوع دیگر استدلال ہے عالم سفلی کا۔ اور انزال بطریق مجاز فرمایا جس سے مراد قضائے الٰہی ہے اور قسمت غیر متناہی ہے۔
اور یہ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے اور تقسیم کرتا ہے تو اسے لوح محفوظ میں ثبت فرماتا ہے پھر ملائکہ مؤکلین اس کے اظہار کے لیے نازل ہوتے ہیں۔
دوسرے یہ بھی کہ نزول سے تخلیق کو موصوف کرنا بایں معنی صحیح ہے کہ انزال و قضا ظہور بعد الخفا میں متعارف و شائع ہے گویا یہاں وانزل میں استعارہ تبعی ہے۔
اور اسے مجاز مرسل بھی کہہ سکتے ہیں۔
اور انعام سے مراد اونٹ۔ گائے۔ بکری اور بھیڑ ہیں یہ چار جب جوڑا جوڑا ہوئے تو آٹھ ہو گئے چار نر چار مادہ۔ آگے ارشاد ہے۔
يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ۔ تمہیں پیدا فرماتا ہے تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک پیدائش سے اور پیدائش پر تین اندھیریوں میں۔
آیت کریمہ میں اپنی عجائب قدرت کا بیان ہے۔ کہ تمہاری پیدائش تمہاری ماؤں کے پیٹ میں حالت ایک پر نہیں بلکہ نطفہ سے علقہ بنایا گیا پھر علقہ سے مضغہ پھر مضغہ سے جوان عظام پھر عظام پر گوشت غرضکہ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ پورا کر کے فی ظلمات ثلاث میں اس کی پرورش کی۔ اول ظلمت بطن۔ دوسرے ظلمت رحم تیسرے ظلمت مشیمہ۔
بعض نے کہا ظلمت صلب۔ ظلمت بطن اور ظلمت رحم مراد ہے۔ اس کے بعد اپنے وجود واجب الوجود کا تعارف فرمایا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ۔ یہ ہے تمہارا اللہ جو تمہارا رب ہے اسی کی ملک ہے

سب پر کوئی معبود نہیں مگر وہی تو کہاں بھٹک رہے ہو۔

یعنی یہ قوتیں سوا اللہ تعالیٰ کے کسی میں نہیں اسی کی ملکیت علی الاطلاق دنیا و آخرت میں ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ ایک واحد قہار ہے تو تم کہاں بھٹکے پھر رہے ہو باوجود اس کے تمہیں اس کی شئیون و قدرت کا مشاہدہ ہو رہا ہے آگے اپنی بے نیازی کا اظہار ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنْکُمْ وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ۔ اب بھی اگر تم کفر کرو تو اللہ بے نیاز ہے تمہارے ایمان و عبادت سے اور وہ راضی نہیں اپنے بندوں کی ناشکری سے البتہ۔

وَاِنْ تَشْکُرُوْا یَرْضَہُ لَکُمْ۔ اور اگر شکر گذار رہو تو وہ تم سے راضی ہے۔

اور بندے کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ جب کہے بارگاہ رحمت میں یہ کہے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ بِقَضَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَرَضِیْتُ بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ رَبًّا وَّقَاضِیًا۔

تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اِنَّہٗ جَلَّ شَانُہٗ لَا یَسْتَحْمِدُ الْکُفْرَ لِعِبَادِہٖ کَمَا یَسْتَحْمِدُ الْاِسْلَامَ لَھُمْ وَلَرْ تَضِیْہِ۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ اور نہیں اٹھاتا کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ پھر تم اپنے رب کی طرف ہی لوٹو گے تو وہ تمہیں متنبہ کر دے گا جو کچھ تم نے کیا بے شک وہ تمہارے سینوں کے حالات سے واقف ہے۔

آیۂ کریمہ کا مفہوم واضح ہے کہ کسی کے عمل کا بوجھ دوسرے پر نہیں پھر آخر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں تمہارے عملوں کی حالت سے مطلع فرما دے گا اور وہ یقیناً تمہارے صدری حالات سے واقف ہے آگے ارشاد ہے۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَا رَبَّہٗ مُنِیْبًا اِلَیْہِ۔ اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا اور رجوع ہوتا ہے۔

یہ عتبہ بن ربیعہ جیسے سرکش کافر کی کیفیت ظاہر فرمائی۔ اور بقول ابن حبان یہ کیفیت جنس کافر کی فرمائی گئی۔ چنانچہ دوسری فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ۔ اور اس کی دوسری کیفیت کا آگے اظہار فرمایا۔

ثُمَّ اِذَا خَوَّلَہٗ نِعْمَۃً مِّنْہُ نَسِیَ مَا کَانَ یَدْعُوْا اِلَیْہِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰہِ اَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ۔ پھر جب اسے دنیاوی نعمت عطا کر دی جاتی ہے تو اس پکار کو بھول جاتا ہے جو پہلے پکارا تھا اور اللہ کے لیے شریک بنا لیتا ہے عبادت اور پرستش میں تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے اللہ کے راستہ سے۔

آلوسی خَوَّلَہٗ کے معنی رجوع الیہ مرۃ بعد اخرٰی کہ کے فرماتے ہیں وَاُطْلِقَ عَلَی الْعَطَاءِ لِمَا اَنَّ لِلْمُعْطِی الْکَرِیْمِ یَتَعَھَّدُ مَنْ ھُوَ رَبِیْبُ اِحْسَانِہٖ وَنَشُوْءُ اِمْتِنَانِہٖ نَبَنِکَھِہٖ بِالْعَطَاءِ عَلَیْہِ مَرَّۃً بَعْدَ اُخْرٰی۔

خلاصہ مفہوم عبارت یہ ہوا کہ بندے کو عطا پر عطا فرماتے اور وہ ایسا معطی ہے کہ بندے کو ہر صورت دیتا ہے بقول سعدی علیہ الرحمۃ

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب — گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم — تو کہ با دشمناں نظر داری

تو منعم حقیقی کو بھلا کر اس کی عبادت و اطاعت سے منہ موڑ کر وہی بتوں کی طرف جھکنے لگتا ہے اور اللہ تعالےٰ کا شریک بتوں کو بنا لیتا ہے حالانکہ اس کی یہ شان ہے کہ

لَا ضِدٌّ وَ لَا نِدٌّ وَ لَا حَدٌّ لِرَبِّیْ — اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ وَ لَمْ یَلْقَ زَوَالًا

اسی وجہ میں آگے تہدیدًا ارشاد ہے۔

قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِیْلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ اے محبوب فرما دیجئے اپنے کفر سے برائے چندے نفع حاصل کر لے اے عتبہ تو جہنمیوں سے ہے۔

اس کے بعد کی آیتوں میں صدیق و فاروق عثمان و علی اور دیگر صحابہ کے طریقہ عبادت اور مقام تقرب ظاہر کیا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ. کیا تو بت پرست بہتر ہے یا وہ جو راتوں میں سجدہ اور قیام کرے آخرت کے خوف اور امید رحمت رب الارباب میں۔

یہاں حرف ام منفصلہ ہے گویا ارشاد ہے بطریق تہدید ءَاَنْتَ اَحْسَنُ حَالًا وَّ مَالًا اَمْ مَنْ هُوَ قَائِمٌ بِمَوَاجِبِ الطَّاعَاتِ وَدَائِمٌ عَلٰی وَظَائِفِ الْعِبَادَاتِ فِیْ سَاعَاتِ اللَّیْلِ الَّتِیْ فِیْهَا الْعِبَادَةُ اَقْرَبُ اِلَی الْقَبُوْلِ وَاَبْعَدُ عَنِ الرِّیَاءِ حَالَتَیِ السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ لَا عِنْدَ مَسَاسِ الضُّرِّ فَقَطْ كَدَابِكَ حَالَ كَوْنِهٖ سَاجِدًا اَوْ قَائِمًا۔

یعنی کیا تو اے عتبہ بن ربیعہ اپنی حالت شرک و بت پرستی میں اچھا ہے اور اس کا انجام جو عذاب آخرت ہے بہتر ہے یا وہ جو قائم ہے مواجبات طاعات پر اور دائم ہے وظائف عبادت پر ساعات لیل و نہار میں جو اقرب الی القبول اور ابعد من الریاء ہیں حقیقہ طور پر مشغول عبادت حالانکہ انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی تیری طرح نہیں کہ جب تکلیف پہنچے تو اللہ کو پکارے اور جب تکلیف رفع ہو جائے تو اللہ کو بھول جائے

اس کے بعد آگے ارشاد ہے

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ فرما دیجئے کیا برابر ہے جاننے والا اور انجان

چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ سے یہاں تک آیت کریمہ حضرت عثمان ذو

النورین کے حق میں نازل ہوئی۔

اور ابن سعد طبقات میں اور ابن مردویہ اور ابن عسا کر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ناقل ہیں کہ یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

اور حضرت جویبر راوی ہیں کہ یہ آیت عمار اور ابن مسعود اور سالم مولے ابی حذیفہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

اور حضرت عکرمہ صرف عمار بن یاسر کے لیے فرماتے ہیں۔

اور مقاتل کہتے ہیں کہ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ سے مراد صہیب رومی اور ابن مسعود اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور ضحاک کہتے ہیں بروایت ابن عباس کہ اس میں حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے اور حضرت یحییٰ بن سلام حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ اس میں کسی کی تعیین نہیں جو ان اوصاف کا حامل ہے وہی اس فضیلت میں داخل ہے اور اس میں فضیلت خوف ورجا ظاہر فرمائی گئی ہے چنانچہ ترمذی شریف میں اور نسائی میں اور ابن ماجہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے ایک حدیث ہے کہ

دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ وَّهُوَ فِي الْمَوْتِ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ أَرْجُوْا وَأَخَافُ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا أَعْطَاهُ الَّذِيْ يَرْجُوْا وَأَمَنَّهُ الَّذِيْ يَخَافُ۔ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس تشریف لائے اور وہ موت کے قریب تھا تو حضور نے فرمایا تو کیا محسوس کر رہا ہے اس نے عرض کی امید رحمت اور خوف بے نیازی تو حضور نے فرمایا بندے کے دل میں یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوتیں مگر اللہ تعالیٰ اسے امید رحمت سے نواز دیتا ہے اور خوف بے نیازی سے امن دیتا ہے۔ آخر رکوع میں حصر کر کے ارشاد ہے

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ نصیحت تو وہی پاتے ہیں جو ذی عقل و فہم ہیں۔

اس کی تفسیر روح المعانی میں یہ ہے اِنَّمَا يَتَّعِظُ بِهٰذِهِ الْبَيَانَاتِ الْوَاضِحَةِ اَصْحَابُ الْعُقُوْلِ الْخَالِصَةِ عَنْ شَوَائِبِ الْخَلَلِ جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ ان واضح بیانات سے صرف وہی عقلمند نصیحت لیتے ہیں جن کی عقلیں اختلال کی ملاوٹ سے پاک ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ زمر پ۲۳

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

آپ فرمادیں اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو ڈرو اپنے رب سے ان کے لیے جو بھلائی کریں اس دنیا میں بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے بے شک صبر کرنے والوں کو ہی پورا ملے گا ان کا اجر بے حساب۔

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

فرمادیجئے مجھے حکم ہے کہ اللہ کی پوجا کروں اس کا خالص بندہ ہو کر اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے اول اس کے حضور گردن جھکاؤں۔

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝

فرمادیجئے کہ مجھے خوف ہے اگر میں نافرمانی کروں اپنے رب کی سخت عذاب سے قیامت کے دن۔

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝

فرمادیجئے اللہ ہی وہ ہے جس کی پوجا کروں خالص اس کا ہو کر تو پوجو جسے چاہو اس کے سوا فرمادیجئے بیشک انہیں نقصان ہے جو اپنی جانوں کو نقصان میں ڈال چکے اور اپنے گھر کو روز قیامت خبردار رہو یہ نرا کھلا نقصان ہے۔

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ۝

ان کے لیے اوپر آگ کے پہاڑ ہیں اور ان کے نیچے پہاڑ ہیں اس سے ڈراتا ہے اللہ اپنے بندوں کو اے میرے بندو تم مجھ سے ڈرو۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِيْ ۝

اور جو بچتے ہیں بتوں کی پوجا سے کہ انہیں پوجیں اور رجوع لائیں اللہ کی طرف انہیں بشارت ہے تو خوشخبری دو میرے بندوں کو۔

اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ

جو سنتے ہیں بات اور اس پر اچھا اتباع کریں یہی وہ

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ ۝

لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۝

وَعْدَ اللّٰهِ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ ۝

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ۝

ہیں جنہیں اللہ نے راہ دی اور یہی وہ ہیں جو عقل والے ہیں
تو کیا جس پر ثابت ہو چکا حکم عذاب کا تو تم بچا لوگے جو آگ میں ہے۔

لیکن وہ جو ڈرے اپنے رب سے ان کے لیے بالا خانے ہیں اور بالاخانوں پر بالاخانے بنے ہوئے جاری ہیں ان کے نیچے نہریں۔

اللہ کا وعدہ ہے کہ کبھی خلاف نہیں ہوگا۔

کیا نہ دیکھا تم نے کہ اللہ نے نازل کیا آسمان سے پانی پھر جاری کیے چشمے زمین میں پھر نکالی اس سے کھیتی مختلف رنگوں کی پھر سوکھ جاتی ہے تو دیکھے تو اسے زرد رنگ کی پھر اسے کر دیتا ہے ریزہ ریزہ بے شک اس میں ہدایت ہے عقل والوں کے لیے۔

لفظی ترجمہ

قُلْ۔ کہہ دیں	یَا۔ اے	عِبَادِیَ۔ میرے بندو	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	اتَّقُوْا۔ ڈرو	رَبَّکُمْ۔ اپنے رب سے	لِلَّذِیْنَ۔ ان کے لیے جنہوں نے
اَحْسَنُوْا۔ نیکی کی	فِیْ۔ بیچ	هٰذِهِ۔ اس	الدُّنْیَا۔ دنیا کے
حَسَنَةٌ۔ نیکی ہے	وَ۔ اور	اَرْضُ۔ زمین	اللّٰهِ۔ اللہ کی
وَاسِعَةٌ۔ فراخ ہے	اِنَّمَا۔ اس کے سوا نہیں	یُوَفَّی۔ پورا دیے جائیں گے	الصّٰبِرُوْنَ۔ صابر لوگ
اَجْرَ۔ اجر	هُمْ۔ اپنا	بِغَیْرِ۔ بغیر	حِسَابٍ۔ حساب کے
قُلْ۔ کہہ دیں	اِنِّیْ۔ بیشک میں	اُمِرْتُ۔ حکم دیا گیا ہوں	اَنْ۔ یہ کہ
اَعْبُدَ۔ عبادت کروں میں	اللّٰهَ۔ اللہ کی	مُخْلِصًا۔ خالص کر کے	لَهُ۔ اس کے لیے
الدِّیْنَ۔ عبادت	وَ۔ اور	اُمِرْتُ۔ میں حکم دیا گیا ہوں	لِاَنْ۔ یہ کہ
اَکُوْنَ۔ ہوں میں	اَوَّلَ۔ پہلا	الْمُسْلِمِیْنَ۔ فرمانبردار	قُلْ۔ کہہ دیں

اِنِّیْ ۔ بیشک میں	اَخَافُ ۔ ڈرتا ہوں	اِنْ ۔ اگر	عَصَیْتُ ۔ نافرمانی کروں میں
رَبِّیْ ۔ اپنے رب کی	عَذَابَ ۔ عذاب	یَوْمٍ ۔ دن	عَظِیْمٍ ۔ بڑے سے
قُلِ ۔ کہہ دیں	اللّٰہَ ۔ اللہ ہی کی	اَعْبُدُ ۔ میں عبادت کرتا ہوں	مُخْلِصًا ۔ خالص کرکے
لَہٗ ۔ اس کے لیے	دِیْنِیْ ۔ اپنی عبادت	فَاعْبُدُوْا ۔ تو عبادت کرو	مَا ۔ جس کی
شِئْتُمْ ۔ تم چاہو	مِنْ دُوْنِہٖ ۔ اس کے سوا	قُلْ ۔ کہہ دیں	اِنَّ ۔ بیشک
الْخٰسِرِیْنَ ۔ خسارہ والے	الَّذِیْنَ ۔ وہ ہیں جنہوں نے	خَسِرُوْا ۔ خسارہ دیا	اَنْفُسَہُمْ ۔ اپنی جانوں کو
وَ ۔ اور	اَہْلِیْہِمْ ۔ اپنے گھر والوں کو	یَوْمَ ۔ دن	الْقِیٰمَۃِ ۔ قیامت کے
اَلَا ۔ خبردار	ذٰلِکَ ۔ یہ ہے	ھُوَ ۔ وہ	الْخُسْرَانُ ۔ خسارہ
الْمُبِیْنُ ۔ ظاہر	لَہُمْ ۔ انکے لیے	مِّنْ فَوْقِہِمْ ۔ انکے اوپر	ظُلَلٌ ۔ پہاڑ ہیں
مِّنَ النَّارِ ۔ آگ کے	وَ ۔ اور	مِنْ تَحْتِہِمْ ۔ انکے نیچے	ظُلَلٌ ۔ پہاڑ ہیں
ذٰلِکَ ۔ یہ ہے جس سے	یُخَوِّفُ ۔ ڈراتا ہے	اللّٰہُ ۔ اللہ	بِہٖ ۔ اس سے
عِبَادَہٗ ۔ اپنے بندوں کو	یٰ ۔ اے	عِبَادِ ۔ میرے بندو	فَاتَّقُوْنِ ۔ مجھ سے ڈرو
وَ ۔ اور	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	اجْتَنَبُوا ۔ بچے	الطَّاغُوْتَ ۔ بتوں سے
اَنْ ۔ یہ کہ	یَّعْبُدُوْ ۔ پوجیں	ھَا ۔ ان کو	وَ ۔ اور
اَنَابُوْا ۔ رجوع کیا	اِلَی ۔ طرف	اللّٰہِ ۔ اللہ کی	لَہُمُ ۔ انکے لیے
الْبُشْرٰی ۔ خوشخبری ہے	فَبَشِّرْ ۔ تو خوشخبری دو	عِبَادِیَ ۔ میرے بندوں کو	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو
یَسْتَمِعُوْنَ ۔ سنتے ہیں	الْقَوْلَ ۔ بات	فَیَتَّبِعُوْنَ ۔ تو پیروی کرتے ہیں	اَحْسَنَہٗ ۔ اسکی اچھی
اُولٰٓئِکَ ۔ یہی	الَّذِیْنَ ۔ وہ ہیں کہ	ھَدٰا ۔ ہدایت کی	ھُمُ ۔ ان کو
اللّٰہُ ۔ اللہ نے	وَ ۔ اور	اُولٰٓئِکَ ۔ یہی	ھُمْ ۔ وہ ہیں
اُولُوا ۔ صاحب	الْاَلْبَابِ ۔ عقل	اَفَمَنْ ۔ تو کیا جس پر	حَقَّ ۔ حق ہوئی
عَلَیْہِ ۔ اس پر	کَلِمَۃُ ۔ بات	الْعَذَابِ ۔ عذاب کی	اَفَاَنْتَ ۔ تو کیا تو
تُنْقِذُ ۔ بچائے گا	مَنْ ۔ اسے جو	فِی ۔ بیچ	النَّارِ ۔ آگ کے ہے
لٰکِنِ ۔ لیکن	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	اتَّقَوْا ۔ ڈرے	رَبَّہُمْ ۔ اپنے رب سے
لَہُمْ ۔ ان کے لیے	غُرَفٌ ۔ بالا خانے ہیں	مِّنْ فَوْقِہَا ۔ انکے اوپر بھی	غُرَفٌ ۔ بالا خانے
مَّبْنِیَّۃٌ ۔ بنے ہوئے	تَجْرِیْ ۔ چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِہَا ۔ انکے نیچے	الْاَنْہٰرُ ۔ نہریں

وَعْدَ ۔ وعدہ ہے	اللّٰہِ ۔ اللہ کا	لَا ۔ نہیں	یُخْلِفُ ۔ خلاف کرتا
اللّٰہُ ۔ اللہ	الْمِیْعَادَ ۔ وعدے کا	اَ ۔ کیا	لَمْ ۔ نہ
تَرَ ۔ دیکھا تونے	اَنَّ ۔ کہ بیشک	اللّٰہَ ۔ اللہ نے	اَنْزَلَ ۔ اتارا
مِنَ السَّمَآءِ ۔ آسمان سے	مَآءً ۔ پانی	فَسَلَکَہٗ ۔ تو چلایا اسے	یَنَابِیْعَ ۔ چشموں میں
فِی ۔ بیچ	الْاَرْضِ ۔ زمین کے	ثُمَّ ۔ پھر	یُخْرِجُ ۔ نکالتا ہے
بِہٖ ۔ اس سے	زَرْعًا ۔ کھیتی	مُّخْتَلِفًا ۔ مختلف ہیں	اَلْوَانُہٗ ۔ اس کے رنگ
ثُمَّ ۔ پھر	یَہِیْجُ ۔ خشک ہوتی ہے	فَتَرٰہُ ۔ تو دیکھے تو اسے	مُصْفَرًّا ۔ زرد رنگ
ثُمَّ ۔ پھر	یَجْعَلُہٗ ۔ کر دیتا ہے اسے	حُطَامًا ۔ ریزہ ریزہ	اِنَّ ۔ بیشک
فِی ۔ بیچ	ذٰلِکَ ۔ اس کے	لَذِکْرٰی ۔ نصیحت ہے	لِاُولِی ۔ واسطے صاحب
الْاَلْبَابِ ۔ عقل کے۔			

خلاصہ تفسیر دوسرا رکوع سورۃ زمر پ ۲۳

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّکُمْ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ وَاَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۔ آپ فرمائیں لے میرے وہ بندوں جو ایمان لائے اپنے رب سے ڈرو جنہوں نے دنیا میں نیکیاں کیں ان کے لیے اس دنیا میں بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے اور صابروں کے لیے ہے اس کا ثواب پورا پورا دیا جائے گا بلا حساب۔

اَحْسَنُوْا سے مراد دنیا میں طاعت بجالانا ہے اور اچھے عمل کرنا اس کا بدلہ صحت وعافیت ہے۔

اور اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ میں ہجرت کی ترغیب ہے اور ارشاد ہے کہ جہاں معصیت شعاری تغافل شعاری برت جائے اور مومن کو وہاں رہنے میں دینداری مشکل ہو تو اسے چاہیئے کہ وہاں سے ہجرت کرے۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ مہاجرین حبشہ کو اجازت ہجرت دی گئی۔

اور دوسری روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھی جنہوں نے مصیبتوں پر صبر کیا اور ہجرت کی اور اپنے دین پر قائم رہے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اور اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ پر حضرت علی شیر خدا اسد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر نیکی کا وزن کیا جائے گا۔ مگر صبر ایسی نیکی ہے کہ اس کا اجر بلا وزن بے حساب ملے گا۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ مصیبت زدہ مومنین بروز قیامت حاضر کیے جائیں اور ان کے صبر کا بدلہ ایسے دیا جائے کہ نہ ان کے لیے میزان قائم ہو نہ ان کا حساب کیا جائے ان پر رحمت رحمان کی بارش کی جائے اور بے حساب کی جائے حتیٰ کہ دنیا میں امن و عافیت سے بسر کرنے والے جب دیکھیں تو آرزو کریں کہ کاش ہم بھی ان مصیبت زدوں میں ہوتے اور ان کے جسم مقراض سے کاٹے جاتے تاکہ ہم بھی اجر بے حساب پاتے اس کے بعد حضور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے۔

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ۔ اے محبوب آپ فرمادیں مجھے حکم ہے کہ اللہ کی پرستش کروں اس کا خالص بندہ ہو کر اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلے گردن جھکانے والا ہوں اے محبوب آپ فرمادیں کہ اگر بالفرض محال مجھ سے نافرمانی ہو جائے تو میں ڈرتا ہوں اپنے رب سے بڑے دن کے عذاب سے آپ فرمادیں میں تو اللہ ہی کا پرستار ہوں خالص اس کا بندہ ہو کر۔

اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ آپ فرمادیں کہ میں اہل طاعت و اخلاص میں مقدم و سابق ہوں۔ یہاں اللہ تعالےٰ نے پہلے اخلاص کا حکم دیا جس کا تعلق عمل قلب سے ہے اس کے بعد اطاعت کا حکم ہے جس کا تعلق عمل بالجوارح سے ہے۔

اس میں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ احکام شرعیہ کا نفاذ رسول کی طرف سے ہوتا ہے اور وہی اس حکم کے پہنچانے والے ہیں تو اس اعتبار سے رسول احکام میں سب سے مقدم اور اول ہوئے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے سب سے اول اپنے رسول کو حکم دے کر عامۂ مسلمین کو تنبیہ فرمائی کہ جب ہمارا رسول ہمارے احکام میں پابند ہے تو تم پر اس کی پابندی اشد ضروری ہے۔

آیۂ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ کفار قریش نے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ اپنی قوم کے سرداروں اور اپنے رشتہ داروں کو نہیں دیکھتے کہ وہ لات اور عزیٰ کی پرستش کرتے ہیں تو ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اس کے بعد بطریق تہدید و توبیخ مشرکین کو حضور کی طرف سے اعلان کا حکم ہوا چنانچہ ارشاد ہے۔

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۔ تو اب تم پوجو جسے چاہو اللہ کے سوا۔

اور اگر اسی میں پڑ کر ہمیشہ کے لیے جہنم کے مستحق ہو جاؤ اور جنت کی نعمتوں سے محروم کہ یہ نعمتیں ایمان لانے پر مل سکتی ہیں اس کا نقشہ آئندہ آیتوں میں بیان ہو رہا ہے۔

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ

ان کے لیے اوپر آگ کے سایہ ہیں اور ان کے نیچے آگ کے پہاڑ اس سے اللہ تعالے خوف دلاتا ہے اپنے بندوں کو کہ اے میرے بندو تم مجھ سے ڈرو۔

خلاصہ آیت کریمہ یہ ہے کہ بت پرستوں کو ہر طرف سے آگ گھیرے ہو گی اللہ اس سے خوف دلا کر حکم دیتا ہے کہ ایمان لاؤ اور ممنوعات سے بچو اور وہ کام نہ کرو جو میری ناراضگی اور غضب کا سبب ہو۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ اور وہ جو بتوں کی پوجا سے اجتناب کریں اور اللہ کی طرف رجوع ہوں ان کے لیے خوشخبری ہے تو اے محبوب مژدہ دو میرے بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں اور اچھی طرح اتباع کریں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی عقل والے ہیں۔

آیت کریمہ کا مفہوم لفظی ترجمہ سے واضح ہے۔ اس کا شان نزول یہ ہے جیسے حضرت سید المفسرین ابن عباس نے بیان فرمایا کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو آپ کے پاس حضرت عثمان غنی اور حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت طلحہ اور زبیر اور سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید حاضر آئے۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی معصومیت اور صداقت بیان کی اور اپنے ایمان لانے کی خبر دی یہ سن کر سب کے سب بیک وقت ایمان لے آئے اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور فبشر عبادی الذین سے ان کے لیے بشارت آئی اب رہے ازلی مشرک ان کے لیے آگے جو ارشاد ہے وہ ازلی جہنمی بدبخت لوگوں کے لیے فرمان ہے۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ۔ تو کیا وہ جن پر عذاب مقرر ہو چکا وہ نجات یافتہ لوگوں کے برابر ہو جائیں گے تو کیا تم اے محبوب ان کی قسمت بدل کر ہدایت دے کر مستحق انلی کو جہنم سے بچا لو گے۔

یعنی جو علم الٰہی میں ازلی جہنمی ہے اسے آپ اپنی ذاتی قوت و ہدایت سے نہیں بچا سکتے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ابولہب اور اس کے لڑکے ہیں۔

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ۔ لیکن وہ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے ان کے لیے بالاخانے ہیں ان پر اور

بالاخانے بنے ہوئے ان کے نیچے نہریں رواں ہیں اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کا خلاف ہرگز نہیں کرے گا۔

یعنی جنہوں نے اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کی ان کے لیے جنت میں منازل رفیعہ ہیں جن کے اوپر اور بلند منزلیں ہیں اور ان کے نیچے نہریں صاف ستھری رواں۔

اس کے بعد اپنی شیون قدرت کا اظہار ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ۔ کیا نہ دیکھا تو نے کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر اس سے جاری کیے چشمے زمین میں پھر اس سے کھیتی نکالتا ہے مختلف رنگوں کی پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تو دیکھتا ہے کہ وہ زرد پڑ گئی پھر اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے بیشک اس میں تذکیر ہے عقل والوں کے لیے۔

مختلف اللون کھیتیاں کہ ظاہر ہے کہ سرسوں آنکھوں میں پھول کر کتنا خوشگوار رنگ کا زرد پھول دیتی ہے۔ آلو کا پودا کتنا خوبصورت پھول نکالتا ہے۔ غرض کہ زرد و سبز سرخ و سفید قسم قسم کی گندم جوار۔ باجرہ مکئی اور انواع و اقسام کے غلے پیدا فرماتا ہے۔ حالانکہ پانی ایک رنگ کا اور مٹی ظاہری شکل میں ایک قسم کی ہوتی ہے۔

اور لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ فرما کر اس امر کو ظاہر کیا کہ عقلمند ان چیزوں سے اللہ تعالےٰ کی وحدانیت و قدرت پر دلیلیں قائم کرتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ زمر پ۲۳

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ۔ اے محبوب آپ فرمائیں اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو ڈرو اپنے اللہ سے جو تمہارا رب ہے۔

اس کی تفسیر صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اَمَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّذَكِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَيَحْمِلَهُمْ عَلَى التَّقْوٰى وَالطَّاعَةِ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کریمہ میں حکم ہے کہ آپ مومنین کو ہدایت فرمائیں اور انہیں تقوی و طاعت پر آمادہ کریں آگے فرماتے ہیں۔

وَفِيْهِ اِيْذَانٌ بِاَنَّهُمْ هُمْ اَيْ قُلْ لَهُمْ قَوْلِيْ هٰذَا بِعَيْنِهٖ وَفِيْهِ تَشْرِيْفٌ لَهُمْ بِاِضَافَتِهِمْ اِلَى ضَمِيْرِ

الجلالۃ۔ اس میں اعلان ہے کہ احکام ہیں وہ وہی ہیں۔ یعنی اے حبیب آپ میرا قول بعینہٖ فرما دیں اور اس میں حضور کی شرافت کو بڑھانے کے لیے فرمایا اور حضور کی طرف اضافت ضمیر جلالت کی طرف کی گئی۔ یہی مضمون مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ نے بیان فرمایا چنانچہ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے تحت مثنوی رومی میں فرماتے ہیں

بندۂ خود خواند احمد در رشاد جملہ عالم را بگو قُلْ یَا عِبَاد

اسی کی وضاحت امام اہل سنت حضرت والد قبلہ شیخ الحدیث والفقہ قدس سرہ نے ایک شعر میں فرمائی۔

بندہ بنتے ہیں اوس کے کب بندۂ خدا ہو دیدار ہوں میں بندہ اس بندۂ خدا کا

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ عبد اللہ اور عبد المصطفیٰ ایک معنی میں ہیں یا فرق ہے۔ اس کے متعلق عَبْدِی وَاَمَتِی کا استعمال ہی معنی متعین کر دیتا ہے۔

باعتبار لفظ ظاہر ہے کہ عَبْدِی کے معنی میرے غلام اور مطیع کے ہیں اور عبد اللہ کے معنی خدا کا بندہ اور عابد حق کے ہیں۔ تو جب عبدیت مضاف الی الرسول ہو گی تو مطیع اور فرمانبردار کے معنے دے گی اور جب مضاف الی اللہ ہو گی تو پرستش کرنے والے پوجنے والے کے معنی دے گی آگے ارشاد ہے۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ۔ وہ لوگ جو بھلائی کریں ان کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے۔ گویا عبارت یوں ہوئی۔

اَیْ لِلْمُحْسِنِیْنَ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَّ فِی الْاٰخِرَةِ اَیْ حَسَنَةٌ۔ وَالْمُرَادُ بِهَا الْجَنَّةُ۔ نیکی کرنے والوں کے لیے دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت میں بھی بھلائی اور اخروی بھلائی سے مراد جنت ہے، جیسا کہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ میں دنیا و آخرت کے لیے حسنہ طلب کیا گیا۔ اس سے دنیا کا حسنہ فراخی رزق و صحت اور حسن معاش ہے اور آخرت کا حسنہ جنت ہے جس کی برکت سے جہنم سے خلاصی ہو گی۔

اس کے بعد بطریق جملہ معترضہ فرمایا گیا کہ وطن سے ہجرت اگر برعایت اوامر و مناہی کی جائے تو جائے خدا تنگ نیست و پائے گدا لنگ نیست، چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ اور اللہ کی زمین وسیع ہے اور صابروں کو ہے البتہ ان کا بدلہ بے حساب۔

آیہ کریمہ میں اس امر کا اظہار ہے کہ اگر حمایت مذہب و ملت میں تمہیں اپنا گھر وطن بھی چھوڑنا پڑیں

تو اللہ کی زمین وسیع ہے وطن چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جاؤ اور رضائے الٰہی میں ہجرت کرو تمہیں دوسری جگہ بھی تمہارے وطن سے بہترین مقام ملے گا۔ لیکن بشرطیکہ ترک وطن پر اور مصائب پر صبر کرو تو بے حساب تم کو آخرت میں اجر ملے گا اور دنیا میں بھی محروم نہ رہو گے دنیا میں اجر سے مراد صحت و عافیت ہے اور آخرت میں جنت اور نعمت ہائے جنت بے حساب ملے گا۔

چنانچہ مہاجرین مکہ کے لیے اَرْضُ اللّٰہ سے مراد مدینہ منورہ ہے اور آخرت کی زمین کے متعلق ارشاد ہے وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ نَشَآءُ اور ارشاد ہے وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ۔ اور احسان کی تعریف حدیث جبریل میں ہے جبکہ حضرت روح الامین علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا مَا الْاِحْسَانُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تو حضور نے جواب دیا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔

بعض حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور آپ کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی جبکہ آپ نے مکہ معظمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کا عزم فرمایا اور نجاشی کے دربار میں پہنچ کر تبلیغ اسلام کی جس سے شاہ حبشہ نجاشی مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ آگے ارشاد ہے۔

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ۔ اے محبوب آپ فرما دیں کہ مجھے حکم ہے کہ میں اللہ کی پوجا کروں خالص و مخلص طریقہ سے جس میں نہ شائبہ شرک ہو نہ وا ہمہ ریا۔

وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلے گردن جھکانے والوں میں ہوں۔ اخلاص سے گردن جھکانا اسلام میں افضل و احوط ہے۔

اور اخلاص سید الانبیاء سب سے اعلیٰ ہے اسی لیے شرف و مرتبت کے اظہار کے لیے حضور کو از راہ گردن اخلاص جھکانے میں حضور کو اول ظاہر کیا۔

چنانچہ قرآن میں تین طریقہ پر بیان فرمایا۔

اول اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ۔

دوسری جگہ وَاُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

سوم وَاُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

تو معلوم ہوا کہ حضور تمام فواضل میں کائنات سے اول ہیں۔ آگے ارشاد ہے

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ اور فرما دیجیے میں ڈرتا ہوں اگر بفرض محال میں نافرمانی کروں اپنے رب کے عذاب یوم عظیم سے۔

یوم عظیم یوم قیامت ہے۔ اور آیۂ کریمہ میں ذات واجب تعالیٰ شانہ کی بے نیازی اور جلالت کا اظہار فرمایا کہ تم ہی نہیں میں بھی نافرمانی سے عذاب الٰہی سے خائف ہوں باآنکہ میرا تقرب میری عظمت اتنی ہے کہ کسی کی نہیں یہ تہدیداً حضور نے فرمایا کہ مجھے بھی خوف ہے تو تمہاری کیا حیثیت ہے۔

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ۔ فرما دیجئے میں تو اللہ تعالیٰ کو ہی پوجتا ہوں خالص و مخلص اس کا بندہ ہوکر۔ اس عبادت سے مراد خالص و مخلص طریقہ سے اللہ تعالیٰ کو ہی پوجنا ہے اور اس میں کسی شئے کی طلب مقصود نہیں جیسے حضرت رابعہ بصریہ اپنی دعا میں کہتی تھیں سُبْحٰنَكَ مَا عَبَدْتُكَ خَوْفًا مِّنْ عِقَابِكَ وَلَا رَجَآءَ ثَوَابِكَ۔ تیرے وجہ منیر کو پاکی ہے میں تیری عبادت خوف عقاب سے نہیں کرتی اور نہ امید ثواب پر۔

اور یہ اعلان حضور کا کفار قریش کے جواب میں تھا جبکہ انہوں نے اپنے دین میں آنے کی حضور کو دعوت دی تھی اس پر تہدیداً یہ جواب دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی فرمایا گیا۔

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ۔ تو تم جسے چاہو اللہ تعالیٰ کے سوا پوجو۔

اس کا نتیجہ تمہیں عذاب شدید سے ملے گا۔

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔

فرما دیجئے بیشک وہ جو خسران و نقصان میں ہیں وہ اضاعت و اتلاف میں ہیں انہوں نے اپنی جان اور اپنے اہل کو نقصان میں ڈالا بروز قیامت اور یہ کھلا نقصان ہے۔

اور جس نقصان و خسران میں وہ پڑے اس کی تصریح اگلی آیت میں بیان فرمائی حیث قال۔

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ۔ ان کے اوپر آگ کے پہاڑ ہیں اور ان کے نیچے بھی آگ۔

آلوسی فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ اَنَّ النَّارَ مُحِيْطَةٌ بِهِمْ۔ گویا یہ فرمایا کہ ان پر آگ محیط ہے۔

ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ۔ اس عذاب فظیع سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اور ارشاد فرماتا ہے يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ۔ اے میرے بندو ڈرو مجھ سے

یہ ہدایت و نصیحت ہے من جانب اللہ اپنے غایت لطف و ترحم سے۔ آگے ارشاد ہے۔ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى۔ اور وہ جو اجتناب کریں طاغوت سے اور قبول و رجوع کریں اپنے رب کی طرف انہیں بشارتیں ہیں۔

ابن زید فرماتے ہیں یہ آیت تین جماعتوں کے حق میں نازل ہوئی جو زمانۂ جاہلیت میں لا الٰہ الا اللہ کہتے تھے وہ زید بن عمرو بن نفیل اور سلمان اور حضرت ابوذر ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں اس میں اشارہ ہے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور سعید بن

زید اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی طرف۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب انہوں نے اسلام صدیق اکبر کی خبر سنی تو آپ کے پاس آئے اور پوچھا اَسْلَمْتَ کیا تم اسلام لے آئے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا نَعَمْ وَذَکَرَ ھُوَ بِاللّٰہِ تَعَالٰی فَاٰمَنُوْا بِاَجْمَعِھِمْ فَنَزَلَتْ فِیْھِمْ۔ ہاں میں نے اسلام قبول کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی جلالت شان بیان کی تو یہ سب یک وقت ایمان لے آئے اور ان کی شان میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

تعریف طاغوت

طاغوت فعلوت کے وزن پر ہے یہ طغیان سے مشتق ہے۔

اس کی اصل طغیوت یا طغووت ہے یا کے ساتھ یا واو کے ساتھ چنانچہ طَغٰی یَطْغٰی و یطغوا دونوں ثابت ہیں (جوہری)

اس کے معنی صحاح میں شیطان اور کاہن کے ہیں اور اس کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو رأس الضلال یعنے گمراہی کا سرغنہ ہو۔

اور راغب کہتے ہیں ھُوَ عِبَارَۃٌ عَنْ کُلِّ مُعْتَدٍ وَکُلِّ مَعْبُوْدٍ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَسُمِّیَ بِالسَّاحِرِ وَالْکَاھِنِ وَالْمَارِدِ مِنَ الْجِنِّ وَالصَّارِفِ عَنِ الْخَیْرِ۔ طاغوت ہر حد سے گزرنے والا اور اللہ کے سوا ہر معبود اور ساحر وکاہن اور سرکش جن اور نیکی سے منحرف کو بھی کہا جاتا ہے اور بتوں پر اس کا اطلاق ہے۔

اور لہم البشری سے وہ بشارات جنت ہیں جو زبان رسل علیہ السلام سے ملیں یا ملائکہ بوقت موت دیں گے اور بروز حشر سَلَامٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فرمائیں گے۔ آگے حضور کو حکم ہے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰھُمُ اللّٰہُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ تو بشارت دو میرے ان بندوں کو جو بات سنتے اور اس کا اچھی طرح اتباع کرتے ہیں یہی وہ ہیں کہ اللہ نے انہیں راہ دی اور یہی وہ ہیں جو عقلمند ہیں۔

آیہ کریمہ میں ان کی مدح ہے جو اتباع دین کرتے ہوئے حسن اور احسن اور فاضل اور افضل میں تمیز کرتے ہوئے واجب و مستحب اور مباح میں تمیز کرتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اوامر الٰہیہ کو حسن کر اچھی طرح بطیب خاطر اتباع کرتے ہیں جیسے قصاص اور عفو و بخشش اور چشم پوشی اور اخفاء جس کی تعریف قرآن کریم میں ہے وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی اور وَاِنْ تُخْفُوْھَا وَتُؤْتُوْھَا الْفُقَرَآءَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ۔ گویا مفہوم آیت یہ ہوا یَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَ الْقَوْلَیْنِ وَالْمَذْھَبَیْنِ فِیْ مَعْنًی لَّا الْاَوَّلِ یَتَّبِعُوْنَ الْاَحْسَنَ مِنَ الْقَوْلَیْنِ مُطْلَقًا کَالْاِیْجَابِ بِالنِّسْبَۃِ اِلَی النَّدْبِ مَثَلًا۔

اور زجاج کہتے ہیں یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَغَیْرَہٗ فَیَتَّبِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ۔

بہرحال جن کی صفت فرمائی گئی ان کے لیے فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پر ہیں اور یہی اصحاب عقول سلیمہ ہیں اس کے بعد ارشاد ہے۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ۔ کیا جس پر حکم عذاب ثابت ہو چکا ہے کیا تم اپنی قوت سے انہیں جہنم سے بچا سکتے ہو۔

یعنی وہ عبدۃ الطاغوت جو بت پرستی کرتے ہوئے جہنم میں گئے جن پر عذاب نار محقق ہو چکا ہے اور لَاُغْوِیَنَّهُمْ اِنَّ فِیْ تُبَارَكَ یہ اور لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ فرمایا گیا ہے انہیں کوئی اپنی ذاتی قوت سے نہیں بچا سکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ منجانب اللہ جسے جتنی طاقت عطا ہو وہ اس طاقت کو کام میں لاسکتا ہے۔ آیۃ کریمہ ابوجہل اور اس کے اتباع کے حق میں آئی۔

اور قادر و مالک علی الاطلاق تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے علاوہ جسے جتنی قوت دی گئی وہ عطائی ہے اس کے بعد بطریق استدراک ارشاد ہے۔

لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ۔ لیکن جو پرہیزگار ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بالاخانوں پر بالاخانے ہیں قائم جن کے نیچے نہریں رواں ہیں یہ اللہ کا وعدہ ہے اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا۔

یہاں غرف، غرفہ کی جمع ہے اس لیے کہ جنت میں ایک منزل یا ایک مکان نہ ہوگا۔

ایسے ہی نہریں یہاں کی نہروں کی طرح نہیں ہوں گی بلکہ ہر منزل کے نیچے [illegible] میں رواں ہوں گی۔

چنانچہ اولیکی مرض میں سلاطین مغلیہ نے بھی اپنے غرفوں میں پانی کی آبشاریں جاری کی تھیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطٰمًا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ۔ کیا نہ دیکھا تو نے کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا تو جاری کیے اس سے چشمے زمین میں پھر نکالی اس سے کھیتی مختلف رنگ کی پھر وہ سوکھ جاتی ہے تو تو دیکھے اسے کہ پیلی پڑ گئی پھر کرتا ہے اسے ریزہ ریزہ بے شک اس میں عقل والوں کے لیے تذکیر ہے۔

یعنی صرف پانی برسا کر زرد، سفید، سرخ، بسنتی پیلے پیلے پھول والی کھیتی اگا کر اسے خشک کر کے ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دیتا ہے پھر اس سے پھل اور دانہ نکالنا یہ سب قدرت قادر کے لیے زبردست دلیل ہے جسے عقل والے دیکھ کر ہدایت لیتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ زمر پ۲۳

أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى
نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ
اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے کھول دیا اسلام کے لیے
تو وہ نور پر ہے اپنے رب کی طرف سے تو خرابی ہے
سنگدل کے لیے جو اللہ کے ذکر سے سخت ہے یہ کھلی
گمراہی میں ہے۔ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا
مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ
رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ إِلٰى
ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ
يَّشَآءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ
هَادٍ ○

اللہ ہے جس نے نازل کیا سب سے اچھی کتاب کو جو
اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی
جس کی ہیبت سے رونگٹے کھڑے ہوں ان کے جو
ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر ان کی جلد اور دل نرم
ہوتے ہیں اللہ کی طرف رغبت کرنے میں یہ ہدایت
ہے اللہ کی راہ دکھلائے اس سے جسے چاہے اور گمراہ
کرے اسے اللہ تو نہیں اس کا کوئی ہادی۔

أَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ
تَكْسِبُوْنَ ○

تو کیا بچا سکتا ہے وہ اپنے چہرے کو برے عذاب
قیامت سے اور کہا جائے گا ظالموں کو چکھو اپنا
کمایا ہوا عذاب۔

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتٰىهُمُ الْعَذَابُ
مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ○

جھٹلایا ان سے قبل والوں نے تو آیا ان پر عذاب ایسے
کہ انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔

فَأَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ
لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

تو اللہ نے چکھائی انہیں رسوائی دنیا کی زندگی میں اور
بے شک آخرت کا عذاب بڑا ہے کاش وہ جانتے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ
لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○
قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ

اور بے شک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں
ہر قسم کی مثالیں بیان فرمائیں کہ کسی طرح ہدایت پکڑیں
قرآن عربی زبان کا جس میں کوئی کجی نہیں تاکہ وہ ڈریں
بیان کرتا ہے اللہ مثال دیتا ہے ایک آدمی کی کہ

مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اس کے چند مالک ہیں بدخو اور ایک خالص مالک ایک کا کیا ان دونوں کا حال یکساں ہے سب خوبیاں اللہ کو ہیں بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝

بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور انہیں بھی مرنا ہے پھر تم بروز قیامت اپنے رب کے حضور جھگڑو گے۔

لفظی ترجمہ

اَ۔کیا	فَمَنْ۔جس کا	شَرَحَ۔کھول دیا	اللّٰہُ۔اللہ نے
صَدْرَہٗ۔سینہ	لَہٗ۔اس کا	لِلْاِسْلَامِ۔اسلام کے لیے	فَھُوَ۔تو وہ
عَلٰی۔اوپر	نُوْرٍ۔نور کے ہے	مِّنْ رَّبِّہٖ۔اپنے رب سے	فَوَیْلٌ۔تو خرابی ہے انکے لیے کہ
لِّلْقٰسِیَۃِ۔سخت ہیں	قُلُوْبُھُمْ۔انکے دل	مِّنْ ذِکْرِ۔ذکر	اللّٰہِ۔الٰہی سے
اُولٰٓئِکَ۔یہی ہیں	فِیْ۔بیچ	ضَلٰلٍ۔گمراہی	مُّبِیْنٍ۔ظاہر کے
اَللّٰہُ۔اللہ نے	نَزَّلَ۔اتاری	اَحْسَنَ۔بہترین	الْحَدِیْثِ۔بات
کِتٰبًا۔کتاب کی صورت میں	مُّتَشَابِھًا۔ملتی جلتی	مَّثَانِیَ۔دوہرے مضمون کی کہ	تَقْشَعِرُّ۔رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں
مِنْہُ۔اس سے	جُلُوْدُ۔چمڑوں پر	الَّذِیْنَ۔انکے جو	یَخْشَوْنَ۔ڈرتے ہیں
رَبَّھُمْ۔اپنے رب سے	ثُمَّ۔پھر	تَلِیْنُ۔نرم ہوتے ہیں	جُلُوْدُ۔چمڑے
ھُمْ۔ان کے وَقُلُوْبُھُمْ اور دل انکے	اِلٰی۔طرف	ذِکْرِ۔ذکر	اللّٰہِ۔الٰہی کے
ذٰلِکَ۔یہ	ھُدَی۔ہدایت ہے	اللّٰہِ۔اللہ کی	یَھْدِیْ۔ہدایت دیتا ہے
بِہٖ۔اس کی	مَنْ۔جسے	یَّشَآءُ۔چاہے	وَ۔اور
مَنْ۔جسے	یُّضْلِلِ۔گمراہ کرے	اللّٰہُ۔اللہ	فَمَا۔تو نہیں
لَہٗ۔اسکو	مِنْ ھَادٍ۔کوئی ہدایت دینے والا	اَ۔کیا	فَمَنْ۔جو
یَّتَّقِیْ۔بچے گا	بِوَجْھِہٖ۔اپنے چہرے سے	سُوْٓءَ۔برے	الْعَذَابِ۔عذاب سے
یَوْمَ۔دن	الْقِیٰمَۃِ۔قیامت کے	وَ۔اور	قِیْلَ۔کہا جائے گا
لِلظّٰلِمِیْنَ۔ظالموں کو	ذُوْقُوْا۔چکھو	مَا۔جو	کُنْتُمْ۔تم تھے

تَكْسِبُوْنَ۔ کماتے	كَذَّبَ۔ جھٹلایا	الَّذِيْنَ۔ ان لوگوں نے جو	مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ان سے پہلے تھے
فَاَتٰىهُمُ۔ تو آیا	هُمُ۔ ان پر	الْعَذَابُ۔ عذاب	مِنْ حَيْثُ۔ اس طرح کہ
لَا۔ نہیں	يَشْعُرُوْنَ۔ خبر نہ ہوتی	فَاَذَاقَهُمُ۔ تو چکھایا ان کو	اللّٰهُ۔ اللہ نے
الْخِزْيَ۔ ذلت	فِيْ۔ بیچ	الْحَيٰوةِ۔ زندگی	الدُّنْيَا۔ دنیا کے
وَ۔ اور	لَعَذَابُ۔ البتہ عذاب	الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کا	اَكْبَرُ۔ بہت بڑا ہے
لَوْ۔ اگر	كَانُوْا۔ وہ ہوں	يَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	وَ۔ اور
لَقَدْ۔ بیشک	ضَرَبْنَا۔ ہم نے بیان کیں	لِلنَّاسِ۔ لوگوں کیلئے	فِيْ۔ بیچ
هٰذَا۔ اس	الْقُرْاٰنِ۔ قرآن کے	مِنْ كُلِّ۔ ہر طرح کی	مَثَلٍ۔ مثالیں
لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ	يَتَذَكَّرُوْنَ۔ نصیحت پکڑیں	قُرْاٰنًا۔ قرآن ہے	عَرَبِيًّا۔ عربی
غَيْرَ۔ نہیں اس میں	ذِيْ عِوَجٍ۔ کوئی کجی	لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ	يَتَّقُوْنَ۔ ڈریں
ضَرَبَ۔ بیان کی	اللّٰهُ۔ اللہ تعالےٰ نے	مَثَلًا۔ مثال	رَّجُلًا۔ ایک آدمی کی
فِيْهِ۔ اس میں	شُرَكَاۗءُ۔ شریک ہیں	مُتَشٰكِسُوْنَ۔ بدخو	وَ۔ اور
رَجُلًا۔ ایک آدمی	سَلَمًا۔ پورا	لِّرَجُلٍ۔ ایک آدمی کا ہے	هَلْ۔ کیا
يَسْتَوِيٰنِ۔ دونوں برابر ہیں	مَثَلًا۔ مثال میں	اَلْحَمْدُ۔ سب تعریفیں	لِلّٰهِ۔ اللہ کی ہیں
بَلْ۔ بلکہ	اَكْثَرُ۔ اکثر	هُمْ۔ ان کے	لَا۔ نہیں
يَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	اِنَّكَ۔ بیشک تم بھی	مَيِّتٌ۔ مرنے والے ہو	وَ۔ اور
اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ بھی	مَّيِّتُوْنَ۔ مرنے والے ہیں	ثُمَّ۔ پھر	اِنَّكُمْ۔ تم
يَوْمَ۔ دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے	عِنْدَ۔ پاس	رَبِّكُمْ۔ اپنے رب کے
تَخْتَصِمُوْنَ۔ جھگڑو گے			

خلاصہ تفسیر تیسرا رکوع سورہ زمر پ ۲۳

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ تو کیا وہ جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے اسلام کے لیے تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے اس جیسا ہو جائے گا جو سنگ دل ہے تو خرابی ہے ان کی جن کے دل یاد خدا سے سخت ہو گئے

ہیں یہ کھلی گمراہی ہے۔

یعنی جن کا شرح صدر اسلام کے لیے منجانب اللہ کر دیا گیا وہ نور ایمان پر قائم ہو گیا اور اسے توفیق نیک عطا ہو گئی۔ حدیث میں ہے کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی تو صحابہ نے عرض کی حضور شرح صدر کیسے ہوتا ہے فرمایا جب نور ایمان دل میں روشن ہوتا ہے تو شرح صدر ہو جاتا ہے اور قلب مومن میں وسعت ہوتی ہے صحابہ نے سوال کیا اس کی علامت کیا ہے فرمایا وہ دار الخلود کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دار دنیا سے اسے نفرت ہو جاتی ہے اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لیے آمادہ رہتا ہے۔

نفس انسان میں چار ہیں۔ امارہ۔ لوامہ۔ ملہمہ۔ مطمئنہ۔ امارہ وہ نفس خبیث ہے جیسے قبول حق سے بہت دوری ہوتی ہے اور ذکر اللہ کی سماعت سے اس میں سختی آتی اور کدورت بڑھتی ہے جیسے آفتاب کی حرارت سے موم نرم ہوتا ہے اور نمک سختی حاصل کرتا ہے۔

ایسے ہی مومن کا دل ذکر اللہ سے نرم ہوتا ہے اور کافر کا دل سخت ہوتا ہے۔

آیۂ کریمہ سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو ذکر اللہ سے خود دور اور دوسروں کو روکنے والے ہیں۔

صوفیاء کرام کے ذکر کا استہزاء کرنے کے ساتھ اسے بدعت و ناجائز کہہ کر اس سے لوگوں کو روکتے ہیں۔

نمازوں کے بعد ذکر اور صلوٰۃ و سلام کی مخالفت کرتے ہیں۔

حتیٰ کہ میت کے ایصال ثواب میں قرآن پڑھنے ذکر کلمہ شریف کو ممنوع کہتے ہیں۔

اس پر ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ۔ اللہ نے نازل فرمائی سب سے اچھی کتاب کہ وہ تمام کی تمام یکساں بلاغت والی ہے۔ اور دوہرے بیان والی اس سے بدن کے رونگٹے لرزتے ہیں جو اللہ سے ڈریں پھر ان کے جسم کی کھالیں اور دل نرم پڑ جاتے ہیں یاد الٰہی کی رغبت کی طرف یہ اللہ کی ہدایت ہے جسے چاہے راہ دکھائے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

احسن الحدیث سے مراد قرآن کریم ہے اور اس کی بلاغت و فصاحت کی یہ شان ہے کہ اول سے آخر تک تمام کا تمام بلیغ و فصیح ہے۔ متشابہ اس لیے فرمایا کہ اس کی آیتوں میں سے کسی آیت کو پہلی آیت سے ادنیٰ اعلیٰ نہیں کہہ سکتے اور مثانی اس لیے فرمایا کہ نظم و شعر سے منزہ اور احکام میں واضح بار بار حکم دینا

اور ہر پہلو سے حکم میں علوم و فنون کی جامعیت ہونا۔
تَقْشَعِرُّ مِنْهُ۔ یہاں مُتَشَابِہًا کتاب کی پہلی صفت ہے۔
اور مَثَانِیَ دوسری صفت۔
اور تَقْشَعِرُّ تیسری صفت۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ صفت اولیاء کرام کی ہے کہ ذکر الٰہی سے ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور جسم کانپنے لگتے ہیں اور دل چین پاتے ہیں۔

گویا کتاب متشابہ اور مثانی ایسی ہے جس سے تقشعر منہ جلود بھی ہے۔ مَثَانِیَ مَثْنٰی کی جمع ہے۔

تفصیل لفظ تَقْشَعِرُّ

تَقْشَعِرُّ ماخوذ ہے اِقْشِعْرَار سے اور اقشعرار کے معنی سکڑنے کے ہیں۔ محاورہ ہے اِقْشَعَرَّ الْجِلْدُ اِذَا انْقَبَضَ تَقَبُّضًا شَدِیْدًا۔ اس میں ق ش عر بی کے لیے کیا گیا۔ قشع کے معنی سوکھی کھال کے ہیں۔

پھر رباعی اور زائد معنی پر دلالت کرنے کی غرض سے رے ملائی گئی۔ اب اقشعرار کے معنی بدن کے رونگٹے کھڑے ہونے کے ہو گئے چنانچہ بولا جاتا ہے اِقْشَعَرَّ جِلْدُہٗ اِذَا وَقَفَ شَعْرُہٗ مِنَ الْخَوْفِ وَالْفَزَعِ تو گرا رشاد ہے

اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَقِیْلَ لِلظّٰلِمِیْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ۔ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْیَ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔ تو کیا جو شخص بروز قیامت اپنے منہ کو بدترین عذاب کی سپر بناتا ہے وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو بہشت میں ہے اور ظالم نافرمانوں سے کہا جائے گا کہ دنیا میں جو کچھ کرتے رہے ہو اب اس کے مزے چکھو۔ ان لوگوں نے تکذیب کی پیغمبروں کی جو پہلے گزر گئے ہیں انہیں ایسے عذاب نے آلیا کہ انہیں اس کی خبر بھی نہ ہوئی تو انہیں اس دنیا کی زندگی میں اللہ نے ذلت و رسوائی کا مزہ چکھا دیا اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے کاش یہ لوگ جانتے۔

اپنے چہرے کو جہنم کے عذاب میں مبتلا کرنے والا کافر ہوگا جس کے ہاتھ گردن کے ساتھ ملا کر باندھ دیے جائیں گے اور اس کی گردن میں گندھک کا جلتا ہوا پہاڑ پڑا ہوگا جو اس کے چہرے کو جھلس ڈالے گا اس حال میں اسے اوندھا کر کے آتش جہنم میں ڈالا جائے گا وہ اس مومن کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے جو عذاب سے مامون اور بہشت میں با فرح و سرور داخل ہوگا اسے تو کہا جائے گا کہ دنیا میں جو کفر و سرکشی کرتا رہا اب اس کا وبال و عذاب برداشت کر۔ اور کفار مکہ سے پہلے کافروں نے رسولوں کی تکذیب کی ان پر اچانک ایسا عذاب آیا کہ انکو خبر بھی نہ ہوئی وہ بے فکر بیٹھے تھے کہ ہلاک کر دیے گئے جیسے عاد و ثمود کہ ان میں سے کسی کو مسخ کر دیا گیا کوئی زمین

میں دھنسا دیا گیا۔ اگر یہ سمجھ لیتے اور جان جاتے تو توبہ کر لیتے اور انبیاء کی تکذیب نہ کرتے۔ اب دنیا کے عذاب کے علاوہ آخرت کا بڑا عذاب بھی انہیں ملے گا۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۔ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۔ اور بے شک ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں بیان فرمائیں کہ کسی طرح انہیں ہدایت ہو عربی زبان کا قرآن جس میں قطعاً کوئی کجی نہیں تاکہ سننے والے ڈریں۔

ایسا صاف فصیح و بلیغ کلام جس نے فصحاء بلغاء خطباء کو اس کے مقابلہ سے عاجز کر دیا پھر مضمون کی یہ شان کہ وہ تناقض و اختلاف سے پاک ہے۔ یہ کلام اسی لیے نازل فرمایا کہ کفر و تکذیب سے باز آ کر موحد و مومن بن جائیں۔ آگے دوسری مثال بیان فرمائی جاتی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَاءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے ایک غلام کہ اس میں چند بدخو آقا شریک ہوں اور ایک غلام خالص ایک مالک کا ہو کیا یہ دونوں مساوی ہیں۔ تمام خوبیاں اللہ تعالٰے کو ہیں بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔

مُتَشٰكِسُوْنَ کی تشریح

یہ مُتَشَاكِسٌ کی جمع ہے اور اسم فاعل ہے۔
تشاکس کہتے ہیں باہم بدخوئی کرنے اور اختلاف کرنے کو۔
یہ باب تفاعل سے ہے اس کا مادہ شکس ہے۔
اور شَكِسَ يَشْكُسُ شَكْسًا بولتے ہیں جب تنگ ہو جائیں۔
اور رات دن پر بھی مُتَشَاكِسَان بولتے ہیں اسلئے کہ وہ باہمی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

سَلَمًا لِّرَجُلٍ کی تفسیر

سلم مصدر ہے۔ اس کے معنی خالص کے ہیں۔
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا سے مراد مشرک و مومن کی مثال ہے۔

گویا ارشاد ہے کہ ایک جماعت کا غلام پریشان ہے اور پریشان ہی رہیگا اس لیے کہ ہر فرد اسے اپنی طرف کھینچے گا جیسے سات ماموؤں کا بھانجا کہ وہ ہر ماموں کے زیر حکم رہ کر ہر ایک کے حکم کی تعمیل سے قاصر رہے گا اور سب کے حکم کی تعمیل میں پریشان ہے کہ کس کی مانوں تمام آقاؤں کے حکم کی تعمیل ایک غلام کے لیے ناقابل تعمیل ہو گی لازمی طور پر ایک آقا عدم تعمیل کی وجہ میں غلام سے ناراض ہو گا اور یہ غلام سب کو راضی رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

اور یہ غلام جب اپنی کسی حاجت کے لیے کچھ کہنا چاہے تو اسے یہ مشکل ہے کہ کس آقا سے کہے تو اپنی حاجت روائی کرنا اس کے لیے مشکل ہے۔

برخلاف اس غلام کے جس کا ایک ہی آقا ہے وہ اپنے آقا کی خدمت کر کے اسے راضی رکھ سکتا ہے اور جب اسے کوئی حاجت پیش آئے تو اس سے عرض کر سکتا ہے اسے کوئی پریشانی نہیں ہو سکتی۔

یہ حال مومن موحد کا ہے کہ وہ ایک مالک کا بندہ ہے اسی کی عبادت کرتا اسی سے سب کچھ مانگتا ہے۔ خواہ کسی مقرب خاص کے توسل سے مانگے یا خود عرض کرے اور جس کا توسل کرتا ہے اسے اسی مالک کا بندہ جانتا ہے البتہ مقرب سمجھتا ہے اس سے انبیاء و اولیاء کا وسیلہ ممنوع نہیں اس لیے کہ مومن جس نبی ولی کا توسل کرتا ہے اسے وہ خدا نہیں جانتا اور نہ اپنے کو اس کا عبد مملوک سمجھتا ہے بلکہ سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ کہتا ہے۔ مالک الملک صرف اور صرف ایک ہی ذات کو جانتا ہے۔ پھر کسی کے توسل کو آیۂ کریمہ سے ممنوع سمجھنا جہالت ہے۔

اور مشرک جماعت کے غلام کی طرح ہے اس لیے کہ وہ کئی کروڑ معبودوں کا بندہ ہے اور سب کی پوجا پاٹ کرتا ہے۔

تو دونوں قسم کے غلام یکساں نہیں ایک کامیاب عبد مملوک خدا ہے اور دوسرا ناکام متعدد خداؤں کا بندہ ہے۔ اسی لیے بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ فرما کر وضاحت کر دی گئی کہ یہ فرق اکثر نہیں جانتے آگے ارشاد ہے۔ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ۔ بے شک اے محبوب تمہیں انتقال کرنا ہے اور ان کافروں کو بھی مرنا ہے پھر تم بروز قیامت اپنے رب کے حضور جھگڑو گے۔

آیت کریمہ میں کفار کے اعتقاد کا رد ہے جو حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے منتظر تھے کہ ان کی وفات کے دن ہم آزادی سے اپنے معتقدات پہ عمل کریں گے۔

انہیں فرمایا کہ تم خود مرنے والے ہو کر دوسرے کی موت کا انتظار کر رہے ہو یہ تمہاری حماقت ہے تم تو وہ ہو کہ زندگی دنیا میں بھی مرے ہوئے ہو اور انبیاء کرام کی موت ایک آن کی موت ہے پھر وہ حیات جاودانی پاتے ہیں۔ اس پر شرعی براہین احادیث صحیحہ سے موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بھی اس پر ایک رباعی فرمائی جس میں مسئلہ حل فرما دیا ہے

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے۔ مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

پھر اس آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے

روح تو سب کی ہے زندہ ان کا جسم پر نور بھی روحانی ہے

اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
چنانچہ حدیث میں بھی یہی وارد ہے اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ۔ انبیاء کرام زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ نماز بغیر صحت اعضاء ادا نہیں ہو سکتی اسی لیے ان کے اجسام بھی زمین پر حرام ہیں وہ نہیں کھا سکتی۔ چنانچہ حدیث میں ہے اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔ اللہ نے زمین پر حرام فرمایا کہ انبیاء کرام کے جسم کھائے۔
اور بروز قیامت تختصمون جو فرمایا وہ یہ ہے کہ انبیاء کرام امت پر حجت قائم کریں گے کہ انہوں نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں جہد بلیغ فرمائی۔ آج کافر بے فائدہ معذرتیں کر رہے ہیں۔
ایک قول یہ ہے کہ اختصام سے مراد خصومت عام ہے کہ لوگ دنیوی حقوق میں جھگڑیں گے اور اپنا حق ہر ایک طلب کرے گا۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع۔ سورۃ زمر پ ۲۳

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ۔ کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کشادہ کیا۔
عربی میں شرح بسط و کشادگی کے معنی میں مستعمل ہے۔ چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں وَالشَّرْحُ فِی الْاَصْلِ الْبَسْطُ وَیُکْنٰی بِہٖ عَنِ التَّوْسِیْعِ۔
اور اس سے مراد نفس ناطقہ کا مستعد ہونا ہے قبول کی طرف۔
اور نفس ناطقہ کا محل قلب ہے۔ اس کے جوف میں بخار لطیفہ غذا کی کیفیت سے متکون ہوتے ہیں اور اس کے واسطے سے تمام بدن پر تدبیر و تصریف وابستہ ہے۔
پھر یہی نفس متصف بالاسلام والایمان ہوتا ہے۔
تو جس کے سینہ میں اللہ تعالےٰ استعداد اسلامی پیدا فرما دے وہ فطرت اصلی کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس کے ایمان میں تغیر نہیں آتا خواہ کتنے ہی وساوس قادحہ اس پر مستولی ہوں اس لیے کہ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ۔ وہ اللہ کے نور عظیم کی روشنی میں ہوتا ہے۔
اور جس میں یہ نور نہ ہو اس کے حق میں ارشاد ہے۔
فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ تو خرابی ہے سنگدلوں کو جو اللہ کے ذکر سے منحرف ہیں یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

یعنی ذکر الٰہی کا مقتضا یہ ہے کہ سننے والے کا دل نرم ہو اور بجائے نرم ہونے کے دل میں قساوت پیدا ہونا ان کے لیے ہلاکت اور خرابی کا موجب ہے اور یہ عدم قبول اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے دل مثل صخرہ صماء کے ہیں اسی بنا پر حدیث میں ہے اِنَّ فِی جَسَدِ ابْنِ اٰدَمَ لَمُضْغَۃً اِنْ صَلَحَتْ صَلَحَتِ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِنْ فَسَدَتْ فَسَدَتِ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ. انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو تو تمام بدن درست ہوتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو تمام جسم میں فساد آجاتا ہے اور وہ انسان کا قلب ہے تو ایسے قسی القلب لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

آیۂ کریمہ حضرت شیر خدا اور حمزہ رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل ہوئی اور اس کا دوسرا حصہ ابولہب اور اس کے بیٹے کے لیے آئی۔ شیر خدا اور حمزہ کے لیے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ نازل ہوئی اور ان کے لیے فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ ارشاد ہوا۔ آگے فرمایا جاتا ہے۔

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ۔ اللہ نے نازل فرمایا قرآن بہترین کلام کتاب میں جو اپنے معنی اور مطالب میں ایک دوسرے کے مشابہ ہے بار بار دہرایا گیا جس کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ان کے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر نرم ہو جاتی ہیں ان کی جلدیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف۔

احسن الحدیث سے مراد قرآن کریم ہے۔ شان نزول آیہ کریمہ یہ ہے جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک جماعت صحابہ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ حَدِّثْنَا بِاَحَادِیْثِ حِسَانٍ وَبِاَخْبَارِ الدَّھْرِ حضور ہمیں اچھی اچھی حدیثیں سنائیں اور زمانہ کی خبریں دیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور احسن الحدیث کا بدل کِتٰبًا ہے اور مُتَشَابِھًا سے مراد مَا تَشَابَہَ مَعَانِیْہِ فِی الصِّحَّۃِ وَالْاَحْکَامِ ہے یعنی معانی اور صحت احکام میں تمام مشابہت تام رکھتا ہے۔

مَثَانِیَ میں دوسری صفت کتاب کی بیان کی گئی۔ مثانی جمع ہے مثنی کی جس کے معنی مکرر کے ہیں یعنی احکام و مواعظ مکرر اور قصص کا بار بار ذکر۔

اور ایک قول کہ مثنی سے مراد یُثْنٰی فِی التِّلَاوَۃِ یعنے تلاوت بار بار کی جائے۔ آگے ارشاد ہے۔

تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ۔ اقشعرار بمعنی تقبض ہے۔ محاورہ میں بولتے ہیں اِقْشَعَرَّ الْجِلْدُ اِذَا انْقَبَضَ تَقَبُّضًا شَدِیْدًا ۔ اور یہ قَشْعٌ سے مرکب ہے اور قشع سوکھی کھال کو کہتے ہیں جیسے بولتے ہیں اِقْشَعَرَّ جِلْدُہٗ اِذَا وَقَفَ شَعْرُہٗ اِذَا عَرَضَ لَہٗ خَوْفٌ شَدِیْدٌ مِنْ اَمْرٍ ھَائِلٍ وَھٰذَا یَعْنِیْ تو اس کے معنی یہ ہوئے۔ اَنَّھُمْ اِذَا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ وَقَوَارِعَ اٰیَاتِ وَعِیْدِہٖ اَصَابَتْھُمْ رَھْبَۃٌ وَّخَشْیَۃٌ تَقْشَعِرُّ مِنْھَا جُلُوْدُھُمْ وَاِذَا ذُکِرَ

رحمۃ اللہ تعالیٰ عند سماع آیات وعیدہٖ تعالیٰ والطافہٖ تبدلت خشیتہم رجاءً فذہبتہم رغبۃً وذلک قولہ تعالیٰ ثم تلین جلودہم وقلوبہم الیٰ ذکر اللہ ای ساکنۃً مطمئنۃً الیٰ ذکر رحمتہٖ تعالیٰ۔ پھر ان کے جلد اور دل ٹھہر جاتے ہیں اور مطمئن ہو جاتے ہیں ذکر اللہ کی طرف۔

بعض اس طرف گئے کہ یہ نعت اولیاء کرام ہے اور بعض نے کہا کہ اقشعرار جلود سماعت قرآن پاک سے ہونا پھر رحمت الٰہی سے سکون پانا یہ توصفت اولیاء کرام ہے لیکن صعق و وجد اور صفقہ جیسا کہ کلام سن کر بعض لوگ کرتے ہیں یہ نعت اولیاء کرام نہیں۔

چنانچہ ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن عروہ بن زبیر سے راوی ہیں قلت لجدتی اسماءَ کیف کان یصنع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرؤا القراٰن۔ میں نے اپنی دادی حضرت اسماء سے پوچھا کہ صحابہ کرام جب قرآن پڑھتے تھے تو کیا کرتے تھے۔

قالت کانوا کما نعتہم اللہ تعالیٰ تدمع اعینہم وتقشعر جلودہم۔ فرمایا ان کا وہی حال ہوتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نعت میں بیان فرمایا ان کی آنکھیں آنسو بہانے لگتیں اور انکے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔

قلت ان ناسا ھٰھنا اذا سمعوا ذلک تاخذہم غشیۃ میں نے عرض کیا آج لوگ جب ایسا سنتے ہیں تو ان پر غش طاری ہو جاتا ہے۔

قالت اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ فرمایا میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں شیطان مردود سے۔

اور زبیر بن بکار موفقیات میں عامر اور عبد اللہ بن زبیر سے راوی ہیں قال جئت امی فقلت وجدت قوما ما رایت خیرا منہم قط یذکرون اللہ تعالیٰ فیرعد احدہم حتی یغشی علیہ من خشیۃ اللہ تعالیٰ فقالت لا تقعد معہم۔ میں اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں نے ایک قوم کو پایا تو میں نے ان میں قطعاً بھلائی نہ دیکھی اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کانپتے ہیں اچھلتے اچھلتے ہیں حتی کہ ان پر خوف الٰہی سے غشی طاری ہو جاتی ہے تو فرمایا بیٹا ان کے پاس تو نہ بیٹھ۔

ثم قالت رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتلو القراٰن ورایت ابابکر وعمر یتلون القراٰن فلا یصیبہم ھٰذا افتراھم اخشی من ابی بکر وعمر۔ پھر فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے تو ان پر یہ کیفیت طاری نہ ہوتی تھی تو کیا تو انہیں صدیق وفاروق سے زیادہ خوف الٰہی کرنے والا سمجھتا ہے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جبکہ آپ نے ایک شخص کو قرآن کریم سنتے ہوئے غشی میں گرا ہوا دیکھا تو فرمایا ہم اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں اور غش ہو کر نہیں گرتے یہ لوگ جن کا یہ حال ہوتا ہے ان میں شیطان گھس

جاتا ہے اور کچھ نہیں

اور عبد الرزاق اور عبد بن حمید اور ابن المنذر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے آیۂ کریمہ کے متعلق فرمایا هٰذَا نَعْتُ اَوْلِيَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ تَقْشَعِرُّ جُلُوْدُهُمْ وَتَبْكِىْ اَعْيُنُهُمْ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَلَمْ يَنْعَتْهُمُ اللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ بِذَهَابِ عُقُوْلِهِمْ وَالْغَشَيَانِ عَلَيْهِمْ اِنَّمَا هٰذَا فِىْ اَهْلِ الْبِدَعِ وَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطٰنِ
آیۂ کریمہ میں نعت اولیاء کرام ہے کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں روتی ہیں اور ان کے دل ذکر الٰہی سے اطمینان پاتے ہیں اور ان کی نعت ہرگز نہیں فرمائی جن کی عقل زائل ہو جائے اور جو غشی سے بیہوش ہو جائیں یہ تو اہل بدعت کی علامت ہے اور وہ اثر شیطان سے ہے۔

ابن ابی شیبہ حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ اَلصَّعْقَةُ مِنَ الشَّيْطٰنِ یعنے چیخنا یہ حرکت شیطانی سے ہے۔

ابن سیرین کی ایک روایت ہے جس سے مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں بَيْنَنَا وَبَيْنَ هٰؤُلَآءِ الَّذِيْنَ يُصْرَعُوْنَ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ اَنْ يُّجْعَلَ اَحَدُهُمْ عَلٰى حَائِطٍ بَاسِطًا رِجْلَيْهِ ثُمَّ يُقْرَأُ الْقُرْاٰنُ عَلَيْهِمْ كُلُّهٗ فَاِنْ رَمٰى بِنَفْسِهٖ فَهُوَ صَادِقٌ وَهٰذِهٖ اَخْبَارٌ نَاعِيَةٌ عَلٰى بَعْضِ الْمُتَصَوِّفَةِ صَعْقَهُمْ وَتَوَاجُدَهُمْ وَضَرْبَ رُءُوْسِهِمُ الْاَرْضَ عِنْدَ سَمَاعِ الْقُرْاٰنِ۔

تلاوت قرآن پاک کے وقت ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان یہی حالت رہی جبکہ وہ لوگ اونچی جگہ پاؤں پھیلائے ہوتے اور ان پر قرآن کی تلاوت ہوتی تو اگر وہ خود بخود گر پڑتے تو سچے ہوتے۔ یہ بعض صوفیا کے خون کی خبریں ہیں کہ وہ سماع قرآن پر چیخ مار کر تواجد میں آجاتے اور اپنے سر زمین پر مارتے تھے۔

وَيَقُوْلُ مَشَايِخُهُمْ اِنَّ ذٰلِكَ لِضُعْفِ الْقُلُوْبِ عَنْ تَحَمُّلِ الْوَارِدِ وَلَيْسَ فَاعِلُوْا ذٰلِكَ فِى الْكَمَالِ كَالصَّحَابَةِ اَهْلِ الصَّدْرِ الْاَوَّلِ فِىْ قُوَّةِ التَّحَمُّلِ فَمَا هُوَ اِلَّا دَلِيْلُ النَّقْصِ بِدَلِيْلِ اِنَّ السَّالِكَ اِذَا كَمُلَ رَسَخَ وَقَوِىَ قَلْبُهٗ وَلَمْ يَصْدُرْ مِنْهُ شَىْءٌ مِنْ ذٰلِكَ وَيَقُوْلُوْنَ لَيْسَ فِى الْاٰيَةِ اَكْثَرُ مِنْ اِثْبَاتِ الْاِقْشِعْرَارِ وَاللِّيْنِ وَلَيْسَ فِيْهَا نَفْىُ اَنْ تَعْتَرِيَهُمْ حَالٌ اُخْرٰى لَكِنْ فِى الْاٰيَةِ اِشْعَارٌ بِاَنَّ الْمَذْكُوْرَ حَالُ الرَّاسِخِيْنَ الْكَامِلِيْنَ حَيْثُ قَالَ سُبْحٰنَهٗ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ۔

اس پر مشائخ فرماتے ہیں یہ کیفیت عدم تحمل پر ہوتی ہے اس لیے کہ جن کا دل کمزور ہوتا ہے وہ برداشت نہیں کر سکتے اور صحابہ کرام صدر اول میں وہ تھے کہ ان میں تحمل وضبط کی قوت علی وجہ الکمال تھی اور آیہ کریمہ میں اسی وجہ میں تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ آیا ہے اس لیے کہ جب سالک کامل ہو جاتا ہے

اور اس کا دل قوت حاصل کر لیتا ہے تو اس سے ایسی اضطراری حالت صادر نہیں ہوتی۔ اسی وجہ میں آیۂ کریمہ اس قسم کی کیفیت کی نفی نہیں کرتی بلکہ اس کی طرف مشعر ہے کہ راسخ کامل پر یہ حالت طاری ہو کر رہ جاتی ہے اور ناقص الحال پر اس سے زیادہ تواجد وغیرہ ہو سکتا ہے تو ایسے حالات کی مذمت صحیح نہیں بلکہ کوشش کی جائے کہ وہ ناقص الحال نہ رہے بلکہ راسخ الحال بننے کی سعی کرے نَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْنَا مِمَّا یَتَفَضَّلُ بِہٖ عَلٰی اَصْحَابِ نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

آگے ارشاد ہے

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جسے چاہے ہدایت فرمائے اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کے لیے کوئی ہادی نہیں۔

یعنی جسے اللہ ہدایت فرما دے اسے نیکی کی توفیق عطا فرماتا ہے اور جس میں گمراہی کا مادہ پیدا کر دے وہ اعراض عن الحق ہی کرے گا اس لیے کہ اس میں استعداد ہی گمراہی کی ہے تو اس کا کوئی ہادی بھی نہیں ہو سکتا کہ اسے ورطۂ ضلالت سے نکال سکے آگے ارشاد ہے۔

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ کیا وہ جو اپنے چہرے کو ڈھال بنائے دن قیامت کے۔

آیت کریمہ میں بِوَجْھِہٖ اس لیے فرمایا کہ چہرہ اشرف اعضائے جسم ہے اور کافر بروز قیامت عذاب شدید میں اس طرح مبتلا ہوگا کہ یَکُوْنُ یَدَاہُ الَّتِیْ بِھِمَا کَانَ یَتَّقِی الْمَکَارِہَ مَغْلُوْلَتَانِ اِلٰی عُنُقِہٖ کہ اس کا وہ ہاتھ جو تکالیف و مکروہات سے بچاتا ہے وہ اس کی گردن سے لپٹا ہوا ہو اور تمام لپٹیں اس کے چہرے پر آئیں گی تو ایسا کافر اور مومن دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کبھی نہیں اس لیے کہ مومن بے فکری سے باغیچوں میں عیش کرتے ہوں گے۔ گویا آیت کریمہ کے یہ معنے ہوئے اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ عَذَابَ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَالْمُصِرِّ عَلٰی کُفْرِہٖ۔

اس آیت کا شان نزول ابو جہل کے حق میں ہے۔

وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ۔ اور مشرکوں سے کہا جائے گا اب چکھو اپنے کیے کا بدلہ۔

یعنی جو کچھ حیات دنیا میں تم نے کیا اس کا وبال و نکال ہمیشہ کے لیے تم پر آگیا اب اس کا مزہ چکھتے رہو

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ جھٹلایا انہوں نے نبیوں کو جو پہلے گذرے تو ان پر ایسے عذاب آیا کہ انہیں خیال بھی نہ تھا۔

یعنی ان کے گمان و وہم میں بھی عذاب کے آنے کا خطرہ نہ تھا۔

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْیَ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَکْبَرُ لَوْکَانُوْا یَعْلَمُوْنَ

تو اللہ نے انہیں دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھایا اور آخرت کا عذاب بڑا ہے اگر وہ جانتے۔

یعنی اگر وہ جانتے تو عبرت پکڑتے اور مائل بہ ہدایت ہو جاتے مگر گمراہ دنیا کی عیش میں آخرت سے اندھے تھے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۔ بے شک ہم نے ہر قسم کی مثال اس قرآن کریم میں دیں کہ کہیں ہوش کریں قرآن عربی زبان میں جس کے اندر کوئی کجی نہیں تاکہ وہ ڈریں۔

عوج اسے کہتے ہیں جس میں کسی طرح کا اختلال ہو اور چونکہ قرآن پاک ہر قسم کے اختلال سے پاک ہے اس لیے غیر ذی عوج فرمایا۔

بعض نے عوج کے معنی شک و تلبیس کیے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ شک و تلبیس سے پاک کلام چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ بِالْعِوَجِ الشَّكُّ وَاللَّبْسُ۔

اور مجاہد کا ایک شعر بھی اسی معنی کا مؤید ہے۔

وَقَدْ اَتَاكَ یَقِیْنٌ غَیْرُ ذِیْ عِوَجٍ ۔۔۔ مِّنَ الْاِلٰهِ وَقَوْلٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ

اور حضرت عثمان بن عفان فرماتے ہیں اَیْ غَیْرُ مُضْطَرِبٍ وَّلَا مُتَنَاقِضٍ۔ اضطراب و تناقض سے پاک کلام غیر ذی عوج ہے۔

اور دیلمی مسند الفردوس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں اِنَّهٗ قَالَ غَیْرُ ذِیْ عِوَجٍ غَیْرُ مَخْلُوْقٍ حضور نے غیر ذی عوج کے معنی غیر مخلوق فرمائے۔

لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۔ تاکہ تقوی حاصل کریں اور اللہ سے ڈریں پھر ارشاد ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَکَآءُ مُتَشٰکِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ اللہ مثال دیتا ہے ایک آدمی کی کہ اس میں مشرک معبود اور ہر معبود مختلف مزاج کا ہے اور اس آدمی کی جو موحد و مخلص ہے کیا دونوں مثال میں برابر ہیں تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں بلکہ اکثر ان مشرکوں سے نہیں جانتے۔

علامہ آلوسی اس کے معنی میں فرماتے ہیں ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلْمُشْرِكِ حَسْبَمَا یَقُوْدُ اِلَیْهِ مَذْهَبُهٗ مِنْ اِدِّعَاءِ کُلِّ مَعْبُوْدِیْهِ عُبُوْدِیَّتَهٗ عَبْدًا یَتَشَارَكُ فِیْهِ جَمَاعَةٌ مُّتَشَاجِرُوْنَ لِشَکَاسَةِ اَخْلَاقِهِمْ وَسُوْءِ طِبَاعِهِمْ یَتَجَاذَبُوْنَهٗ وَیَتَعَاوَرُوْنَهٗ فِیْ مُهِمَّاتِهِمُ الْمُتَبَایِنَةِ فِیْ تَحَیُّرِهٖ وَتَوَزُّعِ قَلْبِهٖ

اللہ مثال دیتا ہے مشرک کے لیے جیسا کہ وہ اپنے مذہب باطل میں پھنسا ہے اپنے خیال فاسد میں بندگی
کرتا ہے ہبل ولات و منات کی۔ نائلہ و اساف کی تو اس کے معبود ایک جماعت ہے جو باہمی جھگڑتے
ہیں اپنی بد اطواری کے ماتحت اور برے اخلاق سے اور گندی طبیعتوں کے ساتھ ہر ایک اپنی طرف
جذب کرتا ہے جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو تحیر میں پڑ جاتا ہے کہ یہ مصیبت میں کس سے دفع
کراؤں اور اس تحیر میں اس کا دل اپنے نظام میں پریشان ہو جاتا ہے۔ بقول مر بدہا میں دونوں گئے مایا ملی نہ رام
اور دوسری مثال مرد مومن کی ہے جو خالص و مخلص ایک ہی رب کا بندہ ہے۔ سَلَم عربی میں خالص کو
کہتے ہیں تو وہ اپنے رب سے ہی سب کچھ طلب کرتا ہے اور اسے ملتا ہے وہ راحت میں ہے۔ اس
کے بعد استفہام انکاری ہیں

هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا فرمایا یعنی کیا دونوں برابر ہیں۔ یعنی ہر گز برابر نہیں ہو سکتے دونوں میں بون بعید
ہے اِنَّ اَحَدَهُمَا فِي كُوْمٍ وَّعَنَاءٍ وَّالْاُخْرٰى فِي رَاحَةِ بَالٍ وَّرَضَاءٍ اس لیے کہ ایک ملامت اور غم میں ہے اور
دوسرا اپنے حال میں خوش اور راضی ہے۔

اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فرما کر نفی استواء فرمادی اور مشرکین کی جہالت ظاہر فرمانے کو بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْلَمُوْنَ فرمایا۔ آگے ارشاد ہے جس میں ان لوگوں کا رد ہے جو حق بات ماننے کی بجائے حضور کی وفات
کے منتظر تھے۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ۔ اے محبوب تم
بھی منتقل ہونے والے ہو اور یہ کافر بھی مرنے والے ہیں پھر تم قیامت کے روز اپنے رب کے حضور جھگڑو گے۔
آلوسی فرماتے ہیں دَ فِي الْبَحْرِ اَنَّ لَمَّا لَمْ يَنْتَقِلُوْا اِلَى الْحَقِّ وَلَمْ يَنْتَفِعُوْا بِضَرْبِ الْمَثَلِ اَخْبَرَ سُبْحَانَهٗ
بِاَنَّ مَصِيْرَ الْجَمِيْعِ بِالْمَوْتِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَنَّهُمْ يَخْتَصِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ عَزَّ وَ
جَلَّ الْحَكَمُ الْعَدْلُ فَيَتَمَيَّزُ هُنَاكَ الْمُحِقُّ وَالْمُبْطِلُ۔

بحر میں ہے کہ جب مشرکین حق کی طرف ملتفت نہ ہوئے اور انہوں نے مثالوں سے بھی نفع حاصل
نہ کیا تو حق سبحانہ و تعالے نے خبر دی کہ سب کا لوٹ کر آنا موت کے بعد اللہ تعالے کی طرف ہے اور
یہ مشرکین اس دن قیامت کو مخاصمہ کریں گے بحضور الٰہی اور وہ ذات عادل اور فیصلہ دینے والی ہے
تو اس کے بعد حق پرست اور باطل نواز میں تمیز ہو جائے گی۔

اور بعض اجلہ علماء نے فرمایا کہ اول سورۃ زمر سے آخر تک براہین سے رگ مشرکین کاٹی گئی لیکن
مشرکین اپنے جہل میں رہ کر حضور کی طرف رجوع نہ ہوئے اور یہ قیاس کرنے لگے کہ جیسے ہمیں مرنا ہے

ایسے ہی حضور کی بھی وفات ہونی ہے تو اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ اے محبوب آپ بھی وفات پانے والے ہیں اور یہ تو مردار ہیں ہی۔

چنانچہ ابن زبیر اور ابن ابی اسحاق اور ابن معین اور عیسیٰ اور یمانی اور ابن ابی غوث اور ابن ابی عبلہ اپنی قراءت میں اِنَّكَ مَائِتٌ وَّاِنَّهُمْ مَائِتُوْنَ پڑھتے ہیں۔

وَالْفَرْقُ بَيْنَ مَيِّتٍ وَّمَائِتٍ اِنَّ الْاَوَّلَ صِفَةٌ مُّشَبَّهَةٌ وَّهِيَ تَدُلُّ عَلَى الثُّبُوْتِ فَفِيْهَا اِشْعَارٌ بِاَنَّ حَيَاتَهُمْ عَيْنُ الْمَوْتِ وَاِنَّ الْمَوْتَ طَوْقٌ فِي الْعُنُقِ لَازِمٌ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَائِتُوْنَ۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلا صفت مشبہ ہے جو دلالت کرتا ہے ثبوت پر اور اس میں اشعار ہے کہ مشرکین کی زندگی عین موت ہے اور وہ موت ان کی گردن میں طوق لازم ہے۔

وَالثَّانِيْ اِسْمُ فَاعِلٍ وَّهُوَ يَدُلُّ عَلَى الْحُدُوْثِ فَلَا يُفِيْدُ هُنَا مَعَ الْقَرِيْنَةِ اَكْثَرَ مِنْ اَنَّهُمْ سَيُحْدَثُ لَهُمُ الْمَوْتُ اور دوسرا مَائِتٌ اسم فاعل ہے اور وہ دلالت کرتا ہے حدوث پر تو یہاں قرینہ حدوث اس سے زیادہ فائدہ نہیں دیتا کہ سمجھ لیا جائے کہ حدوث موت حضور پر بھی ہوگا جیسا کہ فاضل بریلوی فرما گئے ؎

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے   مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

اقسام موت

قَالَ الرَّاغِبُ الْاَصْفَهَانِيْ۔ اَنْوَاعُ الْمَوْتِ بِحَسْبِ اَنْوَاعِ الْحَيَاتِ۔ موت کی اقسام حسب انواع حیات ہیں یعنی جس طرح زندگی سب کی یکساں نہیں ایسے ہی موت بھی سب کی یکساں نہیں۔ چنانچہ موت کا اطلاق بارہ صورتوں میں ہوتا ہے۔

اوّل۔ موت کا اطلاق ازالہ قوت نامیہ پر ہوتا ہے جیسا کہ شیخ عطار نے فرمایا۔

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام   ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

سبزہ کی طرح میں بارہا پیدا ہوا ہوں۔ سات سو ستر قالب دیکھ چکا ہوں۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ انسان اول نطفہ بنتا ہے پھر علقہ پھر مضغہ پھر جنین۔ پھر مولود پھر رضیع پھر طفل پھر صبی پھر شاب پھر شیب پھر شیخ فانی پھر میت پھر مقبور پھر مقہور یا مغفور ہو کر اعلیٰ علیین یا اسفل السافلین میں پہنچتا ہے۔

اور یہ تشریح اسی پر مکتفی نہیں ہوتی۔

بلکہ عالم ہوتا ہے یا جاہل۔ ذاہل ہوتا ہے یا حافظ۔ متکبر ہوتا ہے یا منکسر غضب ناک ہوتا ہے یا بردبار حسین ہوتا ہے یا قبیح سیاہ فام ہوتا ہے یا صبیح۔ ملیح ہوتا ہے یا گورا۔ بیمار ہوتا ہے یا تندرست ذہین ہوتا ہے یا غبی وغیرہ وغیرہ لا لے غیر النہایۃ۔

تو انواع حیات جتنی فرض کرلی جائیں انواع ممات بھی ایسی ہی ہیں۔

نبی کی موت۔ ولی کی موت۔ عالم کی موت۔ حاکم عادل کی موت نامور کی موت گمنام کی موت بچے کی موت۔ جوان کی موت۔ پہلوان کی موت۔ مدقوق کی موت۔ ایسے ہی شہید اور مومن اور عالم باعمل کی موت۔ مشرک کافر گبر و ترسا کی موت۔ خائب دغا باز مرتد کی موت۔ تائب ذاکر کی موت ان جملہ اموات میں وہی فرق ہے جو زندہ افراد کی حیات میں فرق ہے۔ چنانچہ انسان میں حیوانات ونباتات میں جیسے کہ کلام پاک میں ارشاد ہوا۔

یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا۔ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ یہاں موت سے مراد عدم تخضر ہے جب زمین بنجر ہو جائے تو اسے مردہ زمین کہتے ہیں اور جب سرسبز و شاداب ہو جائے تو اسے زندہ بولتے ہیں۔

اَحۡیَیۡنَا بِہٖ بَلۡدَۃً مَّیۡتًا کَذٰلِکَ الۡخُرُوۡجُ۔ ہم زندہ کرتے ہیں مردہ آبادی کو ایسے ہی قبروں سے نکالنا ہے۔ یعنی جب زمین خاک اڑا رہی ہو تو بارش سے اس پر سبزہ اگتا ہے ایسے ہی قبروں سے مردے نکلیں گے۔

دوسری قسم موت کی زوال قوت عاقلہ ہے اور وہ جہالت ہے جیسے ارشاد ہے۔

اَوَمَنۡ کَانَ مَیۡتًا فَاَحۡیَیۡنٰہُ۔ کیا جو جہالت کفر سے مرا ہوا ہے تو اسے ہم ایمان دے کر زندہ کرتے ہیں۔ وَاِیَّاہُ قَصَدَ بِقَوۡلِہٖ اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی۔ اور اسی طرف اشارہ ہے فرمان الٰہی میں کہ آپ ان کافروں کو ہدایت نہیں پہنچا سکتے اس لیے کہ یہ مرے ہوئے ہیں اور وَاِنَّہُمۡ مَّیِّتُوۡنَ بھی اسی مقصد کے لیے فرمایا گیا۔

تیسری قسم زوال قوت حاسہ ہے۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے قول میں ہے یٰلَیۡتَنِیۡ مِتُّ قَبۡلَ ہٰذَا۔ اے کاش میری قوت حاسہ جاتی رہتی اور ارشاد ہے۔

ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوۡفَ اُخۡرَجُ حَیًّا۔ تو کیا مجھ میں جب قوت حاسہ نہ رہے گی تو پھر میں زندہ قبر سے نکالا جاؤں گا۔

چوتھی قسم :- حزن مکدر حیات ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَيَاتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ اور آتی ہے اسے قدم قدم پر موت حالانکہ وہ مرا ہوا نہیں ہوتا بلکہ حزن وملال مکدر حیات جب ہوتا ہے تو اسے بھی موت کہہ دیا جاتا ہے۔

پانچویں قسم منام قلیل ہے چنانچہ اَلنَّوْمُ مَوْتٌ خَفِيفٌ وَالْمَوْتُ نَوْمٌ ثَقِيلٌ عرف میں کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے هُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وہی ذات ہے جو تمہیں وفات دیتی ہے رات میں۔

اور ارشاد ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا۔ اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے میں

اور ارشاد ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ۔ اور نہ گمان کرنا جو قتل کیے گئے اللہ کے راستے میں مرا ہوا بلکہ وہ زندہ ہیں۔

قِيلَ نَفْيُ الْمَوْتِ هُوَ عَنْ اَرْوَاحِهِمْ فَاِنَّهُ نَبَّهَ عَلٰى نَعِيْمِهِمْ۔ موت کی نفی ان کی روحوں سے ہے اس لیے کہ ان کا نعمتوں میں ہونا بتایا۔

وَقِيلَ نَفْيٌ عَنْهُمُ الْحُزْنَ الْمَذْكُورَ فِي قَوْلِهِ وَيَاتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ۔ اور ایک قول ہے کہ یہاں نفی حزن ہے جیسا کہ وَيَاتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ میں ہے۔

چھٹی قسم زوال قوت حیوانیہ اور روح کا جسم سے علیحدہ ہونا ہے جیسے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ میں ارشاد ہے۔

ساتویں قسم اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ ہے۔

فَقَدْ قِيلَ مَعْنَاهُ سَتَمُوْتُ تَنْبِيْهًا اَنَّهُ لَا بُدَّ لِاَحَدٍ مِّنَ الْمَوْتِ۔

جیسا کہ کہا گیا وَالْمَوْتُ حَتْمٌ فِي رِقَابِ الْعِبَادِ۔

آٹھویں قسم موت کی یہ ہے کہ تحلل والنقص پر اس کا اطلاق ہوتا ہے فَاِنَّ الْبَشَرَ مَادَامَ فِي الدُّنْيَا يَمُوتُ جُزْءًا فَجُزْءًا۔

وَقِيلَ الْمَائِتُ هُوَ الْمُتَحَلِّلُ۔ تو اس صورت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا متحلل عن البشریت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

نویں قسم مَيْتَة کی ہے وَهُوَ مَا زَالَ رُوْحُهُ بِغَيْرِ تَذْكِيَةٍ۔ یعنے بغیر بسم اللہ اللہ اکبر کہے جس حیوان کی روح نکلے وہ مَيْتَة ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ۔

دسویں قسم شراب کی صفت بدل جانے پر بولتے ہیں جبکہ اس کا رنگ بدل جائے۔
گیارھویں: جنون پر بھی موت کا اطلاق ہوتا ہے۔ وَالْمُوْتَۃُ بِشِبْہِ الْجُنُوْنِ۔
بارھویں زوال عقل و علم کے معنی میں بولتے ہیں۔
اور علامہ نسفی نے اپنی تفسیر میں فرمایا قَالَ الْخَلِیْلُ اَنْشَدَ اَبُوْعَمْرٍو۔

وَتَسْأَلُنِیْ تَفْسِیْرَ مَیْتٍ وَّمَیِّتٍ فَدُوْنَکَ قَدْ فَسَّرْتُ اِنْ کُنْتَ تَعْقِلُ
فَمَنْ کَانَ ذَا رُوْحٍ فَذٰلِکَ مَیِّتٌ وَمَا الْمَیْتُ اِلَّا مَنْ اِلَی الْقَبْرِ یُحْمَلُ

اور مجھ سے پوچھتے ہیں میت اور مَیِّتَہ کی تفسیر۔ تو ٹھہر میں تفسیر کرتا ہوں اگر تو عاقل ہے۔
جو ذی روح ہے وہ میت ہے۔ اور میتہ کوئی نہیں مگر وہ جسے قبر کی طرف لے جایا جائے۔
مشرکین حضور کی وفات کے منتظر تھے تو انہیں خبر دی گئی کہ موت سب کے لیے عام ہے۔ تو انتظار بے معنے ہے۔

صاحب تفسیر نسفی فرماتے ہیں۔ کَانُوْا یَتَرَبَّصُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ مَوْتَہٗ فَاَخْبَرَ اِنَّ الْمَوْتَ یَعُمُّہُمْ فَلَا مَعْنٰی لِلتَّرَبُّصِ وَشَمَاتَۃِ الْفَانِیْ بِالْفَانِیْ۔ کفار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا انتظار کرتے تھے تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ جب موت سب کے لیے عام ہے تو کسی کی موت کا انتظار کرنا یا اس پر خوش ہونا بے فائدہ ہے۔ آگے ارشاد ہے۔
ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ۔ پھر تم سب قیامت کے روز اپنے رب کے حضور متخاصم ہو گے۔
نسفی فرماتے ہیں اِنَّکَ وَاِیَّاھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ فَتَحْتَجُّ اَنْتَ عَلَیْہِمْ بِاَنَّکَ بَلَّغْتَ فَکَذَّبُوْا وَاَدَّ فِی الدَّعْوَۃِ فَلَجُّوْا فِی الْعِنَادِ وَیَعْتَذِرُوْنَ بِمَا لَا طَائِلَ تَحْتَہٗ تَقُوْلُ الْاَتْبَاعُ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَاءَنَا وَتَقُوْلُ السَّادَاتُ اَغْوَتْنَا الشَّیَاطِیْنُ وَاٰبَاؤُنَا الْاَقْدَمُوْنَ۔ یعنی تم لوگ اور مشرکین قیامت کے روز اللہ تعالے کے حضور متخاصم ہو گے تو اے محبوب آپ ان پر حجت لائیں گے کہ آپ نے انہیں دعوت اسلام پہنچا دی۔
اور وہ تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نے اپنے بڑے سرداروں کا اتباع کیا تھا اور ان کے سردار کہیں گے ہمیں شیطان نے گمراہ کیا اور ہمارے پرانے باپ دادوں نے بہکایا۔
وَیَعْتَذِرُوْنَ بِمَا لَا طَائِلَ تَحْتَہٗ۔ اور عذر کریں گے جو محض لاطائل ہوں گے۔
قَالَ الصَّحَابَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ مَا خُصُوْمَتُنَا وَنَحْنُ اِخْوَانٌ فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالُوْا ھٰذِہٖ خُصُوْمَتُنَا۔
صحابہ نے فرمایا ہم میں خصومت کیسے ہوگی حالانکہ ہم بھائی ہیں تو جب حضرت عثمان شہید کیے گئے
تو وہ کہنے لگے یہ ہماری خصومت تھی۔

روح المعانی میں ہے۔ سعید بن منصور حضرت ابو سعید خدری سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا جب ثُمَّ اِنَّکُمْ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ نازل ہوئی تو ہم کہتے تھے رَبُّنَا وَاحِدٌ وَّدِیْنُنَا وَاحِدٌ فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ صِفِّیْنَ وَشَدَّ بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ بِالسُّیُوْفِ قُلْنَا نَعَمْ ھُوَ ھٰذَا ہمارا رب ایک اور دین ایک پھر جھگڑا کیسا۔ پھر جب یوم صفین آیا اور ہمارے بعض نے بعض پر تلواریں سونتیں تو ہم نے کہا بے شک یہ ہے ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ۔

اور اس قسم کی بہت سی روایتیں ہیں جو بخوف طوالت نقل نہیں کی گئیں مَنْ شَاءَ فَلْیَنْظُرْ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ۔

تَمَّتْ پ۲۳ وَیَلِیْہِ پ۲۴ فَمَنْ اَظْلَمُ۔ بِعَوْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ۲۳ واں پارہ ختم ہوا۔ ۲۴ واں شروع ہے۔

فقیر قادری ابوالحسنات قادری،
۲۰، دسمبر ۱۹۵۷ء

پارہ ۲۴

بامحاورہ ترجمہ سورہ زمر چوتھا رکوع

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ
كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ
جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ○

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے
اور سچائی کو جھٹلائے جب اس کے پاس آئے کیا
جہنم میں ٹھکانا نہیں کافروں کا۔

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

اور وہ جو صداقت لے کر آئے اور وہ جنہوں نے
تصدیق کی ان کی یہی ہیں متقی۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا
الْمُحْسِنِيْنَ ○

ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں ان کے رب کے
پاس یہی بدلا ہے نیکو کاروں کا۔

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا
وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ○

تاکہ اللہ اتار دے ان سے سخت برے عملوں کا
بوجھ اور بدلہ دے انہیں اچھے عملوں کا جو انہوں
نے کیے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ
مِنْ دُوْنِهٖ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا
لَهٗ مِنْ هَادٍ ○

کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندہ خاص کو اور تمہیں ڈراتے
ہیں ان کے سوا سے اور جسے اللہ گمراہ کر دے
تو اس کا کوئی ہادی نہیں۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ
اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ○

اور جسے ہدایت دے اللہ تو اسے کوئی بہکانے
والا نہیں کیا نہیں اللہ عزت والا بدلہ لینے والا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ
اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ

اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے پیدا کیے آسمان
اور زمین تو ضرور کہیں گے اللہ نے آپ فرمادیں
بھلا بتاؤ تو وہ چیزیں جنہیں اللہ کے سوا پوجتے
ہو اگر اللہ مجھے تکلیف دینا چاہے کیا وہ ہٹا

أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝

سکتے ہیں وہ تکلیف یا وہ مجھ پر رحمت فرمائے تو کیا وہ اس رحمت کو روک سکتے ہیں فرما دیجئے اللہ مجھے کافی ہے اسی پر بھروسہ والے بھروسہ کرتے ہیں۔

قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيمٌ ۝

فرما دیجئے اے میری قوم اپنی جگہ عمل کرتے رہو اور میں اپنے عمل کرتا ہوں تو تم عنقریب جان لوگے کہ کس پر آتا ہے عذاب جو اسے رسوا کرے اور کس پر اترتا ہے دوامی عذاب۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ

بے شک ہم نے آپ پر نازل کی لوگوں کی ہدایت کے لیے حق احکام کی کتاب تو جو ہدایت قبول کرے تو اپنے لیے اور جو بہکا تو وہ بہکا اپنے لیے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔

لفظی ترجمہ

فَمَنْ ۔ تو کون	أَظْلَمُ ۔ زیادہ ظالم ہے	مِمَّنْ ۔ اس سے جو	كَذَبَ ۔ جھوٹ بولے
عَلَى ۔ اوپر	اللّٰهِ ۔ اللہ کے	وَ ۔ اور	كَذَّبَ ۔ جھٹلائے
بِالصِّدْقِ ۔ سچائی کو	إِذْ ۔ جبکہ	جَاءَهُ ۔ آئے اسکے پاس	أَلَيْسَ ۔ کیا نہیں ہے
فِي جَهَنَّمَ ۔ جہنم میں	مَثْوًى ۔ ٹھکانا	لِلْكَافِرِينَ ۔ کافروں کا	وَ ۔ اور
الَّذِي ۔ وہ جو	جَاءَ ۔ لایا	بِالصِّدْقِ ۔ سچائی	وَ ۔ اور
صَدَّقَ ۔ تصدیق کی	بِهِ ۔ اس کی	أُولٰئِكَ ۔ یہ لوگ	هُمُ ۔ وہی ہیں
الْمُتَّقُونَ ۔ پرہیزگار	لَهُمْ ۔ انکے لیے ہے	مَا ۔ جو	يَشَاءُونَ ۔ وہ چاہیں
عِنْدَ ۔ نزدیک	رَبِّهِمْ ۔ اپنے رب کے	ذٰلِكَ ۔ یہ	جَزَاءُ ۔ بدلہ ہے
الْمُحْسِنِينَ ۔ نیکوں کا	لِيُكَفِّرَ ۔ تاکہ دور کرے	اللّٰهُ ۔ اللہ	عَنْهُمْ ۔ ان سے
أَسْوَأَ ۔ برے	الَّذِي ۔ وہ جو	عَمِلُوا ۔ انہوں نے کیے	وَ ۔ اور

لِيَجْزِيَهُمْ ۔ بدلہ دے انکو	اَجْرَ ۔ اجر	هُمْ ۔ ان کا	بِاَحْسَنِ ۔ اچھا
مَا ۔ اس کا جو	كَانُوْا ۔ تھے	يَعْمَلُوْنَ ۔ عمل کرتے	اَ ۔ کیا
لَيْسَ ۔ نہیں ہے	اللّٰهُ ۔ اللہ	بِكَافٍ ۔ کافی	عَبْدَهٗ ۔ اپنے بندے کو
وَ ۔ اور	يُخَوِّفُوْنَكَ ۔ ڈراتے ہیں تجھ کو		بِالَّذِيْنَ ۔ ان سے جو
مِنْ دُوْنِهٖ ۔ اسکے سوا ہیں	وَ ۔ اور	مَنْ ۔ جسے	يُّضْلِلِ ۔ گمراہ کرے
اللّٰهُ ۔ اللہ	فَمَا ۔ تو نہیں	لَهٗ ۔ اسکو کوئی	مِنْ هَادٍ ۔ ہدایت کرنے والا
وَ ۔ اور	مَنْ ۔ جسے	يَّهْدِ ۔ ہدایت دے	اللّٰهُ ۔ اللہ
فَمَا ۔ تو نہیں	لَهٗ ۔ اس کو کوئی	مِنْ مُّضِلٍّ ۔ گمراہ کرنے والا	اَ ۔ کیا
لَيْسَ ۔ نہیں	اللّٰهُ ۔ اللہ	بِعَزِيْزٍ ۔ غالب	ذِي انْتِقَامٍ ۔ بدلہ لینے والا
وَ ۔ اور	لَئِنْ ۔ اگر	سَاَلْتَهُمْ ۔ تو ان سے پوچھے	مَنْ ۔ کس نے
خَلَقَ ۔ پیدا کیے	السَّمٰوٰتِ ۔ آسمان	وَ ۔ اور	الْاَرْضَ ۔ زمین
لَيَقُوْلُنَّ ۔ تو ضرور کہیں گے	اللّٰهُ ۔ اللہ نے	قُلْ ۔ کہہ دیں	اَفَرَءَيْتُمْ ۔ بھلا بتاؤ
مَّا ۔ جن کو	تَدْعُوْنَ ۔ پکارتے ہو	مِنْ دُوْنِ ۔ سوا	اللّٰهِ ۔ اللہ کے
اِنْ ۔ اگر	اَرَادَنِيَ ۔ ارادہ کرے میرے لیے	اللّٰهُ ۔ اللہ	بِضُرٍّ ۔ تکلیف کا
هَلْ ۔ کیا	هُنَّ ۔ وہ	كٰشِفٰتُ ۔ دور کریں گے	ضُرِّهٖ ۔ اسکی تکلیف
اَوْ ۔ یا	اَرَادَنِيْ ۔ ارادہ کرے میرے لیے	اللّٰهُ ۔ اللہ	بِرَحْمَةٍ ۔ اپنی رحمت کا
هَلْ ۔ کیا	هُنَّ ۔ وہ	مُمْسِكٰتُ ۔ بند کریں گے	رَحْمَتِهٖ ۔ اس کی رحمت کو
قُلْ ۔ کہہ	حَسْبِيَ ۔ کافی ہے مجھ کو	اللّٰهُ ۔ اللہ	عَلَيْهِ ۔ اسی پر
يَتَوَكَّلُ ۔ بھروسہ کریں	الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۔ بھروسہ کرنے والے	قُلْ ۔ کہہ دیں	يٰقَوْمِ ۔ اے میری قوم
اعْمَلُوْا ۔ عمل کرو	عَلٰى ۔ اوپر	مَكَانَتِكُمْ ۔ اپنی جگہ کے	اِنِّيْ ۔ بیشک میں
عَامِلٌ ۔ عمل کرنے والا ہوں	فَسَوْفَ ۔ تو جلدی	تَعْلَمُوْنَ ۔ جانو گے تم	مَنْ ۔ کہ کون ہے کہ
يَّاْتِيْهِ ۔ آتا ہے اسکو	عَذَابٌ ۔ عذاب	يُّخْزِيْهِ ۔ جو رسوا کرے اسکو	وَ ۔ اور
يَحِلُّ ۔ اترتا ہے	عَلَيْهِ ۔ اس پر	عَذَابٌ ۔ عذاب	مُّقِيْمٌ ۔ دائمی
اِنَّا ۔ بیشک ہم نے	اَنْزَلْنَا ۔ اتاری	عَلَيْكَ ۔ تجھ پر	الْكِتٰبَ ۔ کتاب
لِلنَّاسِ ۔ لوگوں کے لیے	بِالْحَقِّ ۔ حق کے ساتھ	فَمَنِ ۔ تو جس نے	اهْتَدٰى ۔ ہدایت پائی

فَلِنَفْسِہٖ۔ تو اپنی جان کیلئے	مَنْ۔ جو	ضَلَّ۔ گمراہ ہوا
وَ۔ اور	عَلَیْھَا۔ اپنے اوپر	وَ۔ اور
فَاِنَّمَا۔ تو اسکے سوا نہیں	يَضِلُّ۔ گمراہ ہوگا	
مَا۔ نہیں	اَنْتَ۔ تو	عَلَيْهِمْ۔ ان کا
		بِوَکِیْلٍ۔ ذمہ وار

خلاصہ تفسیر چوتھا رکوع سورۃ زمر پ ۲۴

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔

اور اس کا شریک ملانے اور اس کے لیے اولاد قرار دے جیسا کہ مشرکین مکہ کا خیال تھا اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے۔

وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ اور حق کی تکذیب کرے جب اسکے پاس آئے۔

یعنی قرآن کریم کو جھٹلائے یا صدق مجسم جناب مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کی تکذیب کرے۔

اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں اور وہ جو تشریف لائے سچائی کے ساتھ اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی تقوی والے ہیں۔

اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ میں استفہام انکاری ہے جس کے لغوی معنی یہ ہوئے کہ کافروں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وَالَّذِىْ جَآءَ سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جو سچائی کے ساتھ قرآن اور اسلام اور توحید لائے اور وَصَدَّقَ بِہٖ میں حضرت صدیق اکبر مردوں میں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم لڑکوں میں ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مردوں میں تصدیق اسلام کی اور لڑکوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایمان لائے ان پر اللہ تعالے نے تقوی اور خوف الٰہی کی تصدیق کی اور بشارت کے ساتھ فرمایا۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ۔ ان کے لیے سب نعمتیں ہیں جو وہ چاہیں ان کے رب کے پاس یہی صلہ ہے نیکوکاروں کا۔

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِىْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تاکہ اللہ اتار دے لوجھ ان سے بدترین اعمال کا جو وہ زمانہ جہالت میں انہوں نے کیا اور انہیں ان کے عملوں کا اجر اچھا دے جو انہوں نے اچھے عمل کیئے

یعنی ان کے برے عملوں کو توبہ کے بعد معاف فرما دے اور نیکوں کا بہترین بدلہ دے جیسے دوسری

جگہ ارشاد ہے اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ

پھر آگے ارشاد ہے۔

اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ ؕ وَ يُخَوِّفُوۡنَكَ بِالَّذِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ وَ مَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ۚ وَ مَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِعَزِيۡزٍ ذِی انۡتِقَامٍ ۔ کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں اور اے محبوب تمہیں وہ ڈراتے ہیں اللہ کے سوا اوروں سے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور جسے اللہ ہدایت کرے اسے کوئی بہکانے والا نہیں کیا اللہ عزت والا اور بدلہ لینے والا نہیں۔

بِكَافٍ عَبۡدَهٗ کی بجائے بکاف عبادہ بھی ایک قراءت میں آیا ہے تو عبدہ کی قراءت سے حضور مراد ہیں یعنی اللہ اپنے بندے جناب مصطفیٰ کے لیے کافی ہیں اور عبادہ کے ماتحت تمام انبیاء کرام آتے ہیں جن کے ساتھ ان کی قوم نے سختیاں کیں اور ایذائیں پہنچائیں اللہ تعالیٰ نے ان کے شر سے انہیں محفوظ رکھا تو سب کے لیے وہی کافی ہوا اور اگر حضور ہی مراد ہوں تو مشرکین مکہ کے شر سے اللہ تعالیٰ نے حضور کو محفوظ رکھا۔

اور وَ يُخَوِّفُوۡنَكَ میں اس امر کو ظاہر فرمایا کہ کفار مکہ آپ کو اے محبوب بتوں سے ڈرانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہمارے معبودوں کی مخالفت نہ کریں ورنہ وہ آپ کو نقصان پہنچاویں گے بلکہ ہلاک کر دیں گے تو حضور کو تسلی دے کر آخر میں فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ عزت والا اور پورا انتقام لینے والا ہے اور یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ بنایا اسے کوئی راہ پر نہیں لا سکتا اور جسے ہدایت کے لیے پیدا کیا اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا یہ کفر و اسلام منجانب اللہ ہے اس لیے کہ جب تک کسی شے کی ضد مقابلہ میں نہ ہو اچھے اور برے کا امتیاز نہیں ہوتا اسی بنا پر تُعۡرَفُ الۡاَشۡيَاءُ بِاَضۡدَادِهَا مقولہ فلاسفہ ہے تو اسلام کی شان پہچاننے کے لیے کفر کا ہونا ضروری ہوا تاکہ ظلمت کفر کے مقابل نور اسلام چمکے اور گمراہی سے ہدایت متمیز ہو۔ آگے ارشاد ہے کہ تخلیق سماء و ارض کا خالق یہ مشرک بھی اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں

وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ۔ اور اگر آپ ان سے سوال فرمائیں کہ آسمان و زمین کس نے بنائے تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔

گویا یہ ظاہر فرمایا کہ مشرکین بھی وجود علیم و حکیم اور خالق کائنات تسلیم کرتے ہیں اور یہ چیز تمام خلائق میں مسلم ہے اور فطرت خلائق اس کی شاہد ہے اور جو شخص بھی آسمان و زمین کے عجائبات

پر نظر ڈالے اسے یقینی طور پر منکشف ہوگا کہ یہ موجودات ایک قادر مطلق حکیم علی الاطلاق کی تخلیق ہے اور اس سے کوئی بھی منکر نہیں ہو سکتا بلکہ سائنس ہمارے اس دعوی کی موید ہے چنانچہ ارشاد ہوا کہ اے محبوب آپ ان پر حجت عقلی قائم فرمائیں چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ اے محبوب آپ فرمائیں بھلا بتاؤ تو کہ وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے۔ کیا یہ بت اس کی بھیجی ہوئی تکلیف ٹال سکتے ہیں یا وہ مجھ پر رحمت فرمانا چاہے کیا یہ بت اس کی رحمت کو روک سکیں گے۔

گویا عقلی دلیل سے مشرکین پر حجت قائم فرمائی کہ رحمت و زحمت تو بڑی چیز ہے یہ بت تو ایسے جماد لایعقل ہیں کہ اپنی مکھی بھی اڑانے کی قوت نہیں رکھتے پھر یہ قحط و مرض و بلا کے دفع کرنے کی طاقت کہاں سے لا سکتے ہیں۔ یہ سوال جب حضور نے مشرکین سے فرمایا تو وہ لاجواب ہو کر گونگے بن کر رہ گئے اس کے بعد ارشاد ہوا

قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۔ فرما دیجئے مجھے اللہ کافی ہے اسی پر ہی بھروسہ کرتے ہیں بھروسہ کرنے والے۔

یعنی مجھے اللہ تعالے پر بھروسہ ہے اور جس کا بھروسہ اللہ پر ہو وہ کسی سے نہیں ڈرتا تم مجھے بت جیسی جماد لایعقل شے سے ڈراتے ہو یہ تمہاری انتہا درجہ کی بے عقلی ہے اور اسی جہالت نے تمہیں ذلیل کر رکھا ہے آگے ارشاد ہے۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۔ انہیں فرما دیجئے کہ اے میری قوم تم اپنی جگہ کام کرو اور میں اپنا کام کر رہا ہوں تو عنقریب جان لو گے کہ کس پر آتا ہے عذاب رسوا کرنے والا اور کس پر دوامی مصیبت آتی ہے۔

یعنی تم اپنے مکر و حیلے اور میرے ساتھ عداوت کرتے رہو اور میں جس کام پر مامور ہوں وہ کرتا رہوں گا یعنی دین کا قائم کرنا میرا کام ہے میں وہ کروں گا اس میں اللہ تعالے میری مدد فرمائے گا اور تم عنقریب اپنی رسوائی دیکھو گے چنانچہ بدر میں رسوائی کے شکار ہوئے اور عذاب مقیم آخرت میں جہنم کا عذاب ان پر لازمی ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۔ بے شک ہم نے تم پر کتاب نازل کی لوگوں کی ہدایت کے لیے حق کے

ساتھ تو جس نے راہ پائی تو اپنی جان کے لیے اور جو گمراہ ہوا وہ اپنی ہی برائی کے لیے گمراہ ہوا اور آپ کچھ ان کے ذمہ دار نہیں۔

کتاب سے مراد قرآن کریم ہے جس سے لوگوں کو ہدایت ہو اور جو ہدایت حاصل کرے گا وہ اپنے ہی نفع کے لیے اور جو گمراہ ہو گا وہ اپنے ہی لیے اور آپ سے اس کی گمراہی کا مواخذہ نہ ہو گا۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ زمر پ۲۴

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ۔ تو کون ظالم تر ہے اس سے جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور سچائی کو جھٹلائے جب وہ لایا۔

اظلم ترین اسے فرمایا جو اللہ تعالے کا شریک ٹھہرا کر جھوٹ باندھے یا اس کے لیے اولاد قرار دے اور سچائی کو جھٹلانے سے قرآن کریم کا جھٹلانا مراد ہے کہ اس سے زیادہ حق و صدق اور کیا ہو سکتا ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے تو جھوٹے بہتان لگانے والا اور اللہ تعالے کی اولاد یا اس کا شریک ماننے والا اَظْلَمُ مِنْ كُلِّ ظَالِمٍ ہے

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ۔ کیا جہنم میں ٹھکانہ ایسے کافروں کا نہیں۔

جو اللہ تعالے پر افترا کریں اور تکذیب حق میں پیش پیش ہوں جیسے ایک جگہ فرمایا حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا۔ آگے ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔ اور وہ جو حق اور صدق لائے اور وہ جنہوں نے اس کی تصدیق کی یہ سب متقی پرہیزگار ہیں۔

جاء بالصدق سے مراد حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ ہی قرآن کریم لائے۔

اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی اسماء وصفات میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صدق کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد لا الہ الا اللہ ہے اور دلالۃ سیاق کے اعتبار سے مومنین بھی اس میں داخل ہیں۔

اور باعتبار دخول تبعاً آگے ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔

اور ابو العالیہ اور کلبی وغیرہ جاء بالصدق کے ماتحت فرماتے ہیں هُوَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور وَصَدَّقَ بِهٖ پر فرماتے ہیں هُوَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ اس سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ہیں اور یہی ابن جریر نے کہا اور علامہ ماوردی معرفۃ الصحابۃ اور ابن عساکر بطریق اسید بن صفوان جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صحبت یافتہ ہیں سب نے فرمایا۔

اور ابوالاسود اور مجاہد ایک روایت ہیں اور اہل بیت کرام کی ایک جماعت کہتی ہے صدق بہ سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

اور بعض اس طرف گئے کہ اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ سے روح الامین مراد ہیں اور صَدَّقَ بِہٖ سے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

غرضکہ اقوال ثلاثہ ہیں اگر حضور اور حضرت صدیق اور حضرت علی تینوں مراد لے لیے جائیں تو بھی صحیح ہے اس لیے صلہ توموصول کے لیے ہوتا ہے۔

اور ممکن ہے کہ حضرت صدیق اور حضرت علی کا ذکر اس بنا پر ہو کہ کَوْنُہٗ اَوَّلَ مَنْ اٰمَنَ وَصَدَّقَ مِنَ الرِّجَالِ وَفِیْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ کَوْنُہٗ اَوَّلَ مَنْ اٰمَنَ وَصَدَّقَ مِنَ الصِّبْیَانِ اول مردوں میں ایمان لاکر تصدیق کرنے والے صدیق اکبر ہیں اور بچوں میں ایمان لاکر تصدیق فرمانے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

اور اگر دیکھا جائے تو جب تمام صحابہ حافظ قرآن تھے اور جو احکام نازل ہوتے ان پر عمل کرنے والے تو وَصَدَّقَ بِہٖ سے تمام صحابہ ہی مراد ہیں چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں فَاِنَّ جُمْلَۃَ الْقُرْاٰنِ حَفِظَہُ الصَّحَابَۃُ عَنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاَخَذُوْہُ کَمَا اُنْزِلَ اس کے بعد سب کو بشارت ہے

لَھُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ ذٰلِکَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ۔ ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں ان کے رب کے پاس یہ ہے بدلہ نیکوں کا۔

یعنی جنہوں نے نیک عمل کیے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی وہ جو چاہیں اللہ تعالے سے بدلہ حاصل کرلیں گے۔ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں اَیْ لَھُمْ کُلُّ مَا یَشَآءُوْنَہٗ مِنْ جَلْبِ الْمَنَافِعِ وَدَفْعِ الْمَضَارِّ فِی الْاٰخِرَۃِ لَا فِی الْجَنَّۃِ فَقَطْ لِمَا اَنَّ بَعْضَ مَا یَشَآءُوْنَہٗ مِنْ تَکْفِیْرِ السَّیِّئَاتِ وَالْاَمْنِ مِنَ الْفَزَعِ الْاَکْبَرِ وَسَائِرِ اَھْوَالِ الْقِیَامَۃِ اِنَّمَا یَقَعُ قَبْلَ دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ یعنی ان کے لیے ہر وہ نعمت ہوگی جو چاہیں گے جلب منافع اور دفع مضار کی آخرت میں اور یہ فقط جنت میں ہی نہیں بلکہ وہ بھی جو تکفیر سیئات وغیرہ سے ہیں جیسے فزع اکبر اور تمام احوال قیامت سے اس لیے کہ یہ سب کچھ دخول جنت سے قبل ہوگا اور وہ اس سے بھی محفوظ رہیں گے اسی لیے فرمایا ذٰلِکَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ یَعْنِی الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا اَعْمَالَھُمْ فِی الدُّنْیَا آگے ارشاد ہے

لِیُکَفِّرَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ

تاکہ اتار دے اللہ ان سے بوجھ ان برے عملوں کا اور بدلہ دے ان کے اچھے عملوں کا جو انہوں نے کیے۔
اس کی تفسیر میں آلوسی کہتے ہیں اَیْ وَعَدَ ھُمُ اللّٰہُ جَمِیْعَ مَا یَشَاؤُنَہٗ مِنْ زَوَالِ الْمَضَارِّ وَحُصُوْلِ الْمَسَارِّ لِیُکَفِّرَ عَنْھُمْ بِمُوْجِبِ ذٰلِکَ الْوَعْدِ اَسْوَأَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ
یعنی اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا ہر اس نعمت کا جو وہ چاہیں تکالیف کے دور ہونے اور آسانیوں کے حصول کا اور وعدہ فرمایا اس وعدہ کے سبب ان سے ان کے برے عملوں کی معافی کا اور پورا بدلہ دینے کا ان کے نیک عملوں کا جو انہوں نے کیے۔

گویا خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ ایام جاہلیت کے برے کاموں کا عذاب انہیں معاف ہوگا اور نیک عملوں کا پورا بدلہ ملے گا۔ چنانچہ آلوسی بھی یہی کہتے ہیں وَالْمُرَادُ لِیُکَفِّرَ جَمِیْعَ مَا سَلَفَ مِنْھُمْ قَبْلَ الْاِیْمَانِ مِنَ الْمَعَاصِیْ۔ اَسْوَاء بوزن افعال ہے یہ جمع ہے سیئہ کی آگے ارشاد ہے جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے ڈرانے پر تسلی ہے۔

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں۔
یہ استفہام انکاری ہے جس کے معنی اثبات میں ہیں یعنی اللہ کافی ہے اپنے بندے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد اور نصرت کے لیے۔

وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ۔ اور مشرکین ڈراتے ہیں آپ کو اللہ کے سوا غیروں سے۔
یعنی مشرکین مکہ ان بتوں کا خوف حضور کو دلاتے تھے جنہیں وہ معبود بنائے ہوئے تھے چنانچہ روایت ہے کہ قریش نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بتوں کی مخالفت پر کہا ہم خوف کرتے ہیں کہ ہمارے معبود بُت کہیں آپ کے دماغ پر خراب اثر نہ ڈال دیں یعنے معاذ اللہ اختلال دماغی نہ پیدا کر دیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ وَمَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّضِلٍّ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ۔ اور جسے اللہ گمراہی میں چھوڑے اس کے لیے کوئی ہادی نہیں اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں کیا اللہ تعالےٰ غالب اور انتقام لینے والا نہیں۔
جو اسلام کے دشمنوں سے انتقام لے اور ظاہر ہے کہ جسے اللہ تعالےٰ نے جہنم کے لیے پیدا فرمایا جیسے ابوجہل۔ ابولہب۔ نضر بن حرث۔ امیہ بن خلف کعب بن اشرف اور عامہ مشرکین وہ اگر ہدایت پاتے ہیں تو بتوفیق الہٰی ایسے ہی ہدایت پر جو مخلوق ہوتے انہیں کون راہ راست سے بھٹکا سکتا ہے آگے ارشاد ہے جس میں منکرین و مشرکین پر حجت تمام فرمائی گئی اور ارشاد ہوا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَہُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ۔ اے محبوب اگر ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔

اس لیے کہ اس پر دلیل ظاہر ہے اور خالق عالم کی طرف سبیل واضح اس پر عقول عامہ قائم ہیں اور نظام ممکنات پر تصرف واجب الوجود عقلاً ثابت اس وجہ میں برہان عقلی قائم فرمائی آگے ارشاد ہوا۔

قُلْ اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ہَلْ ہُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖٓ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ ہَلْ ہُنَّ مُمْسِکٰتُ رَحْمَتِہٖ۔ ان سے فرمائیے بھلا یہ تو بتاؤ جنہیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو اگر اللہ میرے لیے کوئی برائی کرنا چاہے کیا وہ اس تکلیف کو کھول سکتے ہیں یا اگر اللہ میرے ساتھ رحمت کا ارادہ فرمائے کیا وہ اسے روک سکتے ہیں۔

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ یَتَوَکَّلُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ۔ فرما دیجئے مجھے میرا رب کافی ہے اس پر ہی بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں۔

اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ کائنات اس کے تحت قدرت ہے اور اس کے زیر ملکوت ہے آگے ارشاد ہے۔

قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ یَّاْتِیْہِ عَذَابٌ یُّخْزِیْہِ وَیَحِلُّ عَلَیْہِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ۔ فرما دیجئے اے میری قوم تم اپنی جگہ کام کرو میں اپنی جگہ کر رہا ہوں تو عنقریب جان لوگے کہ کس پر عذاب ذلیل کرنے والا آتا ہے اور کس پر دوامی عذاب قائم ہوتا ہے۔

یہ ارشاد بطور تہدید ہے۔ پھر اس میں قوم کو تو اِعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ ارشاد ہوا مگر اِنِّیْ عَامِلٌ عَلٰی مَکَانَتِیْ نہیں فرمایا اس میں یہ لطیف پہلو ملحوظ ہے کہ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہ فرماتے کہ اِنِّیْ عَامِلٌ عَلٰی مَکَانَتِیْ تو یہ سمجھ لیا جاتا کہ حضور کا تعلق بھی ایک حال پر ہے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں نہ بڑھ سکتا ہے نہ گھٹ سکتا ہے۔
حالانکہ حضور کا متعلق ہر آن ترقی پر ہے ہر زمان بلندی پر ہے اور نصرت الٰہی ہر آن حضور کے ساتھ ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ فرما کر یہ ظاہر کر دیا کہ محبوب دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم سب پر منصور ہے اور دنیا اور آخرت میں منصور ہیں۔

اور وہ قوم جسے اِعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ فرمایا گیا اسے فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ فرما کر اول مَنْ یَّاْتِیْہِ عَذَابٌ یُّخْزِیْہِ سے دنیاوی ذلتیں ظاہر کر دیں جیسے بدر میں ان کے سامنے آئیں اور وَیَحِلُّ عَلَیْہِ فرما کر دوامی عذاب جہنم کی خبر دے دی ہے پھر ارشاد ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰی فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ

عَلَيْهَا وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ۔ ہم نے اے محبوب آپ کی طرف لوگوں کے لیے یہ کتاب نازل فرمائی حق کے ساتھ تو جو ہدایت پائے گا وہ اپنے لیے اور جو گمراہ ہوگا وہ گمراہی کا بار اپنے اوپر لے گا اور آپ اے محبوب ان کی گمراہی کے ذمہ دار نہیں۔

آپ کا فرض تو حکم پہنچا دینا ہے اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ یعنی ہدایت وضلالت اللہ تعالے کے قبضہ میں ہے کوئی نبی قوم کی گمراہی کا جواب دہ نہیں۔ بالذات ہادی مطلق اللہ تعالے ہے۔ اور خالق ہدایت و ضلالت وہی خالق علی الاطلاق ہے۔

ہادی عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمہ اِرَاءَۃُ الطَّرِیْق ہے اور جو ہدایت پائے اسے موصل الی المطلوب حضور کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۂ زمر پ۲۴

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اللہ وفات دیتا ہے جانوں کو جب انہیں موت ہو اور وہ جو نہ مریں اپنی نیند میں تو روک رکھتا ہے انہیں جس پر موت کا حکم فرما دیا اور چھوڑ دیتا ہے ایک مقرر میعاد تک بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝

کیا انہوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں فرما دیجیے کیا نہیں وہ اگرچہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں۔

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

فرما دیجیے شفاعت تو اللہ کے ہاتھ ہے اسی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی پھر تمہیں اسی کی طرف پلٹنا ہے۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝

اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو سمٹ جاتے ہیں ان کے دل جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر ہوتا ہے تو جبھی خوشیاں مناتے ہیں۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

آپ اللہ سے عرض کریں اے اللہ آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے نہاں اور عیاں کے جاننے والے تو فیصلہ فرمائے گا اپنے بندوں میں جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے۔

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝

اور اگر ہوتا ظالموں کے لیے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب کچھ اور اس کے ساتھ اس جیسا تو ضرور یہ سب کچھ فدیہ کر دیتے بڑے عذاب کے بدلے قیامت کے دن اور ظاہر ہوئی ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ بات جو ان کے گمان میں نہ تھی۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور ظاہر ہو گئی ان کے لیے اپنے گناہوں کی کمائی اور آپڑا ان پر وہ جس کا یہ استہزاء کرتے تھے۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

تو جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب اسے پہنچاتے ہیں ہم کوئی نعمت تو کہتا ہے یہ مجھے ایک علم کے ذریعہ ملی بلکہ وہ تو آزمائش ہے لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔

قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

بے شک کہہ چکے ہیں ان سے پہلے بھی تو نہیں مستغنی نہ کر سکا ان کا کمایا ہوا۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝

تو ان پر پڑ گیا ان کی کمائیوں کا عذاب اور وہ جو ان میں ظالم ہیں عنقریب پہنچے گی برائی ان کے کرنے کی اور وہ قابو سے نہیں نکل سکتے۔

اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

کیا وہ نہیں جانتے کہ بیشک اللہ کشادہ کرتا ہے جس پر چاہے روزی اور تنگ کرتا ہے بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔

حلِّ لغات

اَللّٰهُ ۔ اللہ	یَتَوَفّٰی ۔ فوت کرتا ہے	اَلْاَنْفُسَ ۔ جانوں کو	حِیْنَ ۔ وقت
مَوْتِهَا ۔ ان کی موت کے	وَ ۔ اور	الَّتِیْ ۔ وہ جو	لَمْ ۔ نہیں
تَمُتْ ۔ مری	فِیْ ۔ بیچ	مَنَامِهَا ۔ اپنی نیند کے	فَیُمْسِكُ ۔ تو روکتا ہے
الَّتِیْ ۔ اس کو کہ	قَضٰی ۔ فیصلہ ہو گیا	عَلَیْهَا ۔ اس پر	الْمَوْتَ ۔ موت کا
وَ ۔ اور	یُرْسِلُ ۔ بھیجتا ہے	الْاُخْرٰی ۔ دوسری کو	اِلٰی ۔ طرف
اَجَلٍ ۔ مدت	مُّسَمًّی ۔ مقرر کے	اِنَّ ۔ بیشک	فِیْ ۔ بیچ
ذٰلِكَ ۔ اس کے	لَاٰیٰتٍ ۔ نشانیاں ہیں	لِقَوْمٍ ۔ واسطے قوم	یَّتَفَكَّرُوْنَ ۔ سوچنے والی کے
اَمِ ۔ کیا	اتَّخَذُوْا ۔ بنائے انہوں نے	مِنْ دُوْنِ ۔ سوا	اللّٰهِ ۔ اللہ کے
شُفَعَآءَ ۔ سفارشی	قُلْ ۔ کہہ	اَوَ ۔ کیا	لَوْ ۔ اگرچہ
كَانُوْا ۔ ہوں	لَا ۔ نہ	یَمْلِكُوْنَ ۔ اختیار رکھتے	شَیْئًا ۔ کچھ
وَّ ۔ اور	لَا ۔ نہ	یَعْقِلُوْنَ ۔ سمجھتے	قُلْ ۔ کہہ
لِلّٰهِ ۔ اللہ کے لیے ہے	الشَّفَاعَةُ ۔ سفارش	جَمِیْعًا ۔ ساری	لَهٗ ۔ اسی کی
مُلْكُ ۔ بادشاہی ہے	السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں	وَ ۔ اور	الْاَرْضِ ۔ زمین کی
ثُمَّ ۔ پھر	اِلَیْهِ ۔ اسی کی طرف	تُرْجَعُوْنَ ۔ لوٹائے جاؤ گے تم	وَ ۔ اور
اِذَا ۔ جب	ذُكِرَ ۔ ذکر کیا جاتا ہے	اللّٰهُ ۔ اللہ	وَحْدَهٗ ۔ اکیلے کا
اشْمَاَزَّتْ ۔ تو گھٹ جاتے ہیں	قُلُوْبُ ۔ دل	الَّذِیْنَ ۔ ان کے جو	لَا ۔ نہیں
یُؤْمِنُوْنَ ۔ ایمان لاتے	بِالْاٰخِرَةِ ۔ قیامت پر	وَ ۔ اور	اِذَا ۔ جب
ذُكِرَ ۔ ذکر کیا جاتا ہے	الَّذِیْنَ ۔ ان کا جو	مِنْ دُوْنِهٖ ۔ سوا اس کے ہیں	اِذَا ۔ تو اس وقت
هُمْ ۔ وہ	یَسْتَبْشِرُوْنَ ۔ خوش ہوتے ہیں	قُلِ ۔ کہہ	اللّٰهُمَّ ۔ اے اللہ
فَاطِرَ ۔ پیدا کرنے والے	السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں	وَ ۔ اور	الْاَرْضِ ۔ زمین کے
عٰلِمَ ۔ جاننے والے	الْغَیْبِ ۔ غیب	وَ ۔ اور	الشَّهَادَةِ ۔ حاضر کے
اَنْتَ ۔ تو	تَحْكُمُ ۔ فیصلہ کرے گا	بَیْنَ ۔ درمیان	عِبَادِكَ ۔ اپنے بندوں کے

فی۔ بیچ	مَا۔ اسکے جو	کَانُوْا۔ تھے	فِیْہِ۔ اس میں
یَخْتَلِفُوْنَ۔ اختلاف کرتے	وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر	اَنَّ۔ بیشک
لِلَّذِیْنَ۔ ان لوگوں کیلئے ہو	ظَلَمُوْا۔ جو ظالم ہیں	مَا۔ جو	فِی۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	جَمِیْعًا۔ سب	وَ۔ اور	مِثْلَہٗ۔ مثل اسکی
مَعَہٗ۔ اس کے ساتھ	لَافْتَدَوْا۔ تو فدیہ دیں	بِہٖ۔ اس کا	مِنْ سُوْءِ۔ برے
الْعَذَابِ۔ عذاب سے	یَوْمَ۔ دن	الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے	وَ۔ اور
بَدَا۔ ظاہر ہوگا	لَھُمْ۔ ان کے لیے	مِنَ اللّٰہِ۔ اللہ سے	مَا۔ جو
لَمْ۔ نہ	یَکُوْنُوْا۔ تھے	یَحْتَسِبُوْنَ۔ خیال کرتے	وَ۔ اور
بَدَا۔ ظاہر ہوگی	لَھُمْ۔ ان کے لیے	سَیِّاٰتُ۔ برائی اس کی	مَا۔ جو
کَسَبُوْا۔ کمایا	وَ۔ اور	حَاقَ۔ گھیر لے گا	بِھِمْ۔ ان کو
مَا۔ جو	کَانُوْا۔ تھے	بِہٖ۔ اسکو	یَسْتَھْزِءُوْنَ۔ ٹھٹھا کرتے
فَاِذَا۔ پھر جب	مَسَّ۔ پہنچتی ہے	الْاِنْسَانَ۔ انسان کو	ضُرٌّ۔ تکلیف تو
دَعَا۔ پکارتا ہے	نَا۔ ہم کو	ثُمَّ۔ پھر	اِذَا۔ جب
خَوَّلْنٰہُ۔ دیتے ہیں ہم	ہُ۔ اس کو	نِعْمَۃً۔ نعمت	مِنَّا۔ اپنی طرف سے
قَالَ۔ تو کہتا ہے	اِنَّمَا۔ سوا اسکے نہیں	اُوْتِیْتُہٗ۔ دیا گیا ہوں میں	عَلٰی۔ اوپر
عِلْمٍ۔ علم کے	بَلْ۔ بلکہ	ھِیَ۔ وہ	فِتْنَۃٌ۔ آزمائش ہے
وَ۔ اور	لٰکِنَّ۔ لیکن	اَکْثَرَ۔ اکثر	ھُمْ۔ ان کے
لَا۔ نہیں	یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	قَدْ۔ بیشک	قَالَھَا۔ کہا تھا یہ
الَّذِیْنَ۔ ان لوگوں نے جو	مِنْ قَبْلِھِمْ۔ انسے پہلے تھے	فَمَا۔ تو نہ	اَغْنٰی۔ کام آیا
عَنْھُمْ۔ ان کے	مَّا۔ جو	کَانُوْا۔ تھے	یَکْسِبُوْنَ۔ کماتے
فَاَصَابَھُمْ۔ تو پہنچی ان کو	سَیِّاٰتُ۔ برائی	مَا۔ اسکی جو	کَسَبُوْا۔ کمایا انہوں نے
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	ھُمْ۔ وہ	بِمُعْجِزِیْنَ۔ عاجز کرنیوالے
اَوَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	یَعْلَمُوْا۔ جانا انہوں نے	اَنَّ۔ کہ بیشک
اللّٰہَ۔ اللہ	یَبْسُطُ۔ فراخ کرتا ہے	الرِّزْقَ۔ رزق	لِمَنْ۔ جس کا
یَّشَآءُ۔ چاہے	وَ۔ اور	یَقْدِرُ۔ تنگ کرتا ہے	اِنَّ۔ بیشک

ذٰلِكَ ۔اس کے   لَاٰيٰتٍ ۔نشانیاں ہیں   لِّقَوْمٍ ۔واسطے قوم

فِىْ ۔بیچ
يُّؤْمِنُوْنَ ۔مومن کے۔

خلاصہ تفسیر پانچواں رکوع سورۂ زمر پ۲۴

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ اللہ وفات دیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کی سوتے وقت تو اسے روک رکھتا ہے جس پر موت کا حکم فرما دیا اور چھوڑ دیتا ہے دوسری کو ایک مقرر میعاد تک۔

یعنی جسے مرنا ہے اسے اس کے جسم کی طرف واپس نہیں کرتا اور جس کی موت مقدر نہیں اسے اس کی موت کے وقت تک چھوڑ دیتا ہے۔ گویا یہ فلسفہ موت اور سونے کا فرمایا کہ اَلنَّوْمُ اُخْتُ الْمَوْتِ۔ نیند موت کی بہن ہے سو با مرا برابر ہے لیکن جس کی موت مقدر نہیں وہ نیند میں رہ کر پھر جاگ پڑتا ہے اس لیے کہ اس کی موت کا وقت نہیں آیا ہوتا اور جس کی موت مقدر ہے وہ سو کر جاگتا ہی نہیں۔

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ بیشک اس سونے جاگنے میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کو۔

یعنی سوچنے سمجھنے والوں کے لیے اس میں سبق ہے کہ جو ذات اس امر پر قادر ہے کہ سلا کر جگا دے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنَّ فِىْ ابْنِ اٰدَمَ نَفْسًا وَّرُوْحًا بَيْنَهُمَا مِثْلُ شُعَاعِ الشَّمْسِ فَالنَّفْسُ هِىَ الَّتِىْ بِهَا الْعَقْلُ وَالتَّمْيِيْزُ وَالرُّوْحُ هِىَ الَّتِىْ بِهَا النَّفْسُ وَالتَّحَرُّكُ فَيَتَوَفَّيَانِ عِنْدَ الْمَوْتِ وَتُتَوَفَّى النَّفْسُ وَحْدَهَا عِنْدَ النَّوْمِ وَهُوَ قَوْلٌ بِالْفَرْقِ بَيْنَ النَّفْسِ وَالرُّوْحِ۔

انسان میں نفس اور روح ہیں اور دونوں میں تعلق سورج کی شعاع کی مثل ہے
تو نفس وہ ہے جس سے عقل و تمیز قائم ہے
اور روح وہ ہے جس کے ساتھ نفس و تحرک ہے۔
تو نفس و تحرک سلب ہو جاتے ہیں موت کے دن
اور فقط نفس کو وفات ہوتی ہے سونے کے وقت
اس قول سے نفس و روح میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

اور بعض نے یہ تقسیم کی کہ نفس عبارت ہے نفس ناطقہ سے اور روح آمر یہ عبارت ہے روح الہیہ سے اور روح سے مراد روح حیوانیہ ہے اور ایسے ہی نفس سے مراد نفس حیوانیہ ہے۔

بنابریں روح حیوانیہ مثل عرش کے ہے۔

اور بعض حکماء فلسفۂ آلہیات کہتے ہیں

کہ قلب صنوبری شے ہے جس میں بخارات لطیف ہیں وہ روح حیوانیہ کے لیے بمنزلہ عرش ہے۔ اور اس کی محافظ ہے۔

اور روح حیوانیہ عرش اور آئینہ ہے روح آلہیہ کے لیے اور اس کو نفس ناطقہ کہتے ہیں۔

اور یہی واسطہ ہے روح و بدن میں اور اسی سے تدبیر بدن ہے۔

شیخین اپنی صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ إِذَا أَوَى أَحَدُكُمْ إِلَى فِرَاشِهِ فَلْيَنْفُضْهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَقُلْ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِاسْمِكَ أَرْفَعُهُ إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ الصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكَ ۔ جب تمہارا کوئی اپنے بستر پر آئے تو اسے چاہیئے کہ اپنے ازار سے بستر کو جھاڑ لے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے پیچھے کیا ہے پھر کہے الٰہی تیرے نام کے ساتھ لے میرے رب میں اپنا پہلو رکھتا ہوں اور تیرے نام سے اپنے پہلو کو اٹھاتا ہوں اگر تو نے میری جان روک لی تو اس پر رحم فرما اور اگر تو نے میری جان چھوڑ دی تو اسے محفوظ فرما جیسے اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

اور احمد اور بخاری اور ابو داود اور نسائی اور ابن ابی شیبہ حضرت ابو قتادہ سے ناقل ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رات جنگل میں فرمایا إِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ بے شک اللہ تعالے تمہاری روحیں قبض فرماتا ہے جب چاہے اور رد فرما دیتا ہے جب چاہے۔

اور ابن مردویہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ مَنْ يَكْلَؤُنَا اللَّيْلَةَ فَقُلْتُ أَنَا فَنَامَ النَّاسُ وَنَامَ هُوَ وَنِمْتُ فَلَمْ أَسْتَيْقِظْ إِلَّا بِحَرِّ الشَّمْسِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ هٰذِهِ الْأَرْوَاحَ عَارِيَةٌ فِي أَجْسَادِ الْعِبَادِ فَيَقْبِضُهَا اللّٰهُ إِذَا شَاءَ وَيُرْسِلُ إِذَا شَاءَ ۔ حضرت انس فرماتے ہیں میں حضور کے ساتھ ایک سفر میں تھا سو فرمایا تم میں سے کون رات میں ہمارا محافظ ہوگا حضرت انس نے عرض کیا حضور میں اس کے بعد حضور آرام فرما ہو گئے اور لوگ بھی سو گئے اور میں بھی سو گیا تو ہم سب حرارت آفتاب سے اٹھے تو حضور نے فرمایا لوگو یہ روحیں بندوں کے جسموں میں عاریت ہیں تو جب اللہ چاہے قبض کرتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے جب چاہے۔

احادیث منقولہ سے بھی ثابت ہوا کہ قبض ارواح عند النوم اور عند الموت فیعنہ قدرت الٰہی میں ہے۔
اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَعْقِلُوْنَ۔ کیا انہوں نے اللہ کے سوا اپنے سفارشی بنا رکھے ہیں انہیں فرما دیجئے کیا اگرچہ وہ کسی چیز پر قادر نہ ہوں اور کسی شے پر کچھ قبضہ نہ رکھیں اور نہ وہ عقل رکھتے ہوں۔

یعنی وہ بُت جو جماد محض ہیں وہ بقول مشرکین اللہ کے حضور سفارشی ہیں جنہیں نہ عقل نہ وہ کسی چیز کے مالک ہیں اس سے ثابت ہوا کہ شفیع وہی ہو سکتا ہے جو ذی فہم و عقل ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصرف و ملکیت بھی عطا کی گئی ہو جیسے انبیاء و اولیاء علیہم السلام نہ کہ وہ بت جو تبر کے تراشے ہوئے ہوں۔ یا وہ شیاطین جو مردود بارگاہ ہیں چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ فرما دیجئے شفاعت تو سب اللہ کے اختیار میں ہے اسی کے لیے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی پھر تمہیں اسی کی طرف پلٹنا ہے۔

جو ماذون بالشفاعت ہو وہی شفاعت کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اذن شفاعت دے نہ کہ بتوں کو جو جماد محض ہیں نہ شیاطین کو جو مردود بارگاہ ہیں اسی وجہ میں عبادت سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کی جائز نہیں اور اگر کوئی شفیع ہو بھی سکے اس کی عبادت بھی شرک ہے حتیٰ کہ جناب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی عبادت بھی شرک ہے اس کے بعد مشرکین کا طریقہ ظاہر فرمایا حیث قال۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو دل سمٹ جاتے ہیں ان کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب ان کا ذکر کیا جاتا ہے جو اللہ کے سوا ہیں تو وہیں خوشیاں مناتے ہیں۔

اشمئزاز اور استبشار ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ استبشار اس خوشی اور سرور کو کہتے ہیں جس سے دل اتنا بھر جائے کہ اس کا اثر چہرے پر نمایاں ہو۔ اور چہرہ چمک اٹھے اور اشمئزاز اس غیظ و غم کو کہتے ہیں جس سے روح داخل قلب میں منقبض ہو جائے جس کا اثر چہرے پر اتنا پڑے کہ ظلمت و کدورت کے آثار نمایاں ہوں۔

چنانچہ اشمئزت فرما کر مشرکین کے غلط عقیدے کا رد فرمایا اور یستبشرون فرما کر بتوں کے ساتھ ان کا تعلق دکھایا کہ ان کے ذکر سے مسرور اور فرحت سے محظوظ ہوتے ہیں آگے ارشاد ہے اور اس آیت کے متعلق ابن مسیب فرماتے ہیں کہ جو اس آیت کو پڑھ کر دعا مانگے اللہ ضرور قبول فرماتا ہے بشرطیکہ جائز دعا ہو چنانچہ اپنے حبیب سے مخاطبہ ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝ تم عرض کرو اے اللہ پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے نہاں اور عیاں کے جاننے والے تو اپنے بندوں میں فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے۔

یعنی اے محبوب ان کے اختلافات کا فیصلہ ہم پر چھوڑ دیں اور یہ دعا کریں جو ہم نے بتائی

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ اور اگر ظالموں کے لیے ہوتا جو کچھ زمین میں ہے سب اور اس کے ساتھ اس جیسا تو عذر بدل میں دیتے قیامت کے روز کے برے عذاب سے اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے وہم و گمان میں نہ تھی اور ظاہر ہوئی ان پر اپنی کی ہوئی برائیاں اور ان پر آپڑا وہ عذاب جس کا وہ استہزاء کیا کرتے تھے۔

گویا ارشاد ہے کہ اگر بالفرض کافر تمام اموال و ذخائر کے مالک ہوتے اور اتنا ہی اور بھی ان کے ملک میں ہوتا تو عذاب آخرت کے بدلے سب کچھ دے ڈالتے کہ کسی طرح اس عذاب عظیم سے رہائی مل جائے لیکن اس سے نجات ملنا ناممکن ہے۔ بلکہ ایسے ایسے عذاب شدید ہوں گے جس کا انہیں سان اور گمان بھی کبھی نہ تھا۔

بعض نے آیہ کریمہ کی تفسیر میں یہ بھی کہا کہ مشرکین اپنی دانست میں یہ گمان کرتے ہوں گے کہ انکے پاس نیکیاں ہیں اور جب ان کے اعمالنامے کھلیں تو سب برائیاں بداعمالیاں ظاہر ہوں جو انہوں نے حیات دنیا میں کی ہوں گی یعنی اللہ تعالٰے کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور اس کے دوستوں محبوبوں کو ستانا وغیرہ وغیرہ آئندہ آیات میں مشرکین کے اعتقادمیں تلون مزاجی ظاہر فرمائی گئی۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ بَلْ هِیَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ تو جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اسے اپنے پاس سے فراخی نعمت فرمائیں کہتا ہے یہ تو مجھے ایک علم کی بدولت ملی ہے بلکہ وہ تو آزمائش ہے لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔

اس پر کسی شاعر عربی نے خوب کہا ہے ؎

اِذَا مَسَّهُ الشَّدِیْدُ عَلٰی نَهَا ۔۔۔ وَاِذَا مُجَاسُ الْحَیْسُ یُدْعَی الْجُنْدُبُ

جب مصیبت آتی ہے تو اللہ کو پکارا جاتا ہے اور جب مالیدہ بنایا جائے تو جندب کو پکارا جاتا ہے

اللہ تعالٰی نے فرمایا جب تکلیف پہنچتی ہے تو بتوں کو بھول کر ہمیں ہی پکارتے ہیں اور جب نعمتوں سے فراخی دی جائے تو اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِہٖ ہم سے منحرف ہو کر اس فراخی کا سبب اپنی عقلمندی اور کوشش کو بتاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ نعمت اور فراخی میرے اس تجربے اور علم کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے جیسا قارون نے بھی کہا تھا۔

تخویل عربی میں تفضلاً اور احساناً کسی چیز کے دینے کو کہتے ہیں تو ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰہُ کے معنی ہوئے پھر جب ہم احساناً اپنی نعمت سے اسے مالا مال کر تے ہیں تو وہ کہہ دیتا ہے اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ یہ تو میری چالاکی اور چالبازی سے دولت ملی ہے اس پر یہ ارشاد ہوا۔

بَلْ ھِیَ فِتْنَۃٌ وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ بلکہ درحقیقت یہ ایک امتحان ہے لیکن ان غفلت شعاروں کے اکثر نہیں جانتے۔

قَدْ قَالَھَا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَمَآ اَغْنٰی عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ۔ ان سے پہلے لوگ بھی ایسے ہی کہہ چکے ہیں تو ان کا کمایا ہوا انہیں مستغنی نہ کر سکا۔

اس میں قارون کی طرف اشارہ ہے کہ اس نے بھی یہی کہا تھا کہ یہ سب کچھ دولت میرے علم و چالاکی سے مجھے ملی اور اس کی قوم بھی اس پر خاموش رہی اور اسکی خاموشی اس کے لیے وبال ہوئی چنانچہ

فَاَصَابَھُمْ سَیِّاٰتُ مَا کَسَبُوْا وَالَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ ھٰٓؤُلَآءِ سَیُصِیْبُھُمْ سَیِّاٰتُ مَا کَسَبُوْا وَمَا ھُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ہ تو پہنچ گئیں انہیں ان کی برائیوں کی سزا اور وہ جو ان میں ظالم ہیں عنقریب ان پر پڑیں گی ان کے عملوں کی برائیاں اور وہ اللہ تعالٰی کے قبضہ سے باہر نہیں نکل سکتے۔

یعنی ان کی کرنیوں کی سزا ان کو ملے گی اور ان کے ساتھ جو ظالم تھے انہیں بھی اس کا وبال پڑے گا چنانچہ یہ لوگ سات برس قحط میں مبتلا کیے گئے۔

اَوَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ روزی کشادہ کرتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ کرتا ہے جس پر چاہے بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورۃ زمر پ ۲۴

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ

وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔ اللہ وفات دیتا ہے جانوں کو ان کے مرنے کے وقت اور وفات دیتا ہے ان جانوں کو جو نہیں مریں اپنے سوتے وقت اور روک لیتا ہے اسے جس پر حکم موت کا ہو اور چھوڑتا ہے دوسری کو ایک وقت مقرر تک بیشک اس میں سوچنے سمجھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں

یعنی سوتے ہوئے بھی قبض روح اور مرنے کے وقت بھی قبض روح پھر ایک قبض کے بعد ارسال اور ایک کے بعد وفات یہ اس کی شیون قدرت کی زبردست نشانی ہے آگے ارشاد ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُفَعَآءَ۔ کیا کفار قریش اللہ کے سوا شفاعت کرنے والوں کو رفع بلا کا مختار جانتے ہیں۔

یہ بطور استفہام انکار ارشاد ہے۔ یعنی کفار مکہ جن بتوں کو اپنے لیے شفیع مانتے ہیں یہ ان کا خیال غلط ہے۔ امور اخرویہ اور دنیویہ میں انہیں قطعاً کوئی اختیار نہیں ہے اس لیے کہ بت جماد محض۔ اور لایعقل ہوتا ہے۔

چنانچہ قاضی بیضاوی نے تو نہایت واضح طور پر وضاحت کر دی چنانچہ فرماتے ہیں وَمَعْنٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ دُوْنِ رِضَاءِ اللّٰہِ وَاِذْنِہٖ لِاَنَّہٗ سُبْحٰنَہٗ لَایَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہٗ مِمَّنْ اَرْضَاہُ وَمِثْلُ ھٰذِہِ الْجَمَادَاتِ الْخَسِیْسَۃِ لَیْسَتْ مَرْضِیَّۃً وَّلَا مَاذُوْنَۃً۔

من دون اللہ کے معنی ہیں مِنْ دُوْنِ رِضَاءِ اللّٰہِ اَوْ اِذْنِہٖ ہیں یعنی بلا رضاء الٰہی اور اذن کوئی شفاعت نہیں کر سکتا اس لیے کہ اس بارگاہ میں وہی سفارش کر سکتا ہے جسے اجازت مل چکی ہو (جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ماذون بالشفاعت ہیں) یا وہ جس پر رضاء الٰہی ہو اور ان جمادات کے مثل جو ذلیل ترین ہیں یہ کبھی رضاء حق کے مستحق نہیں اور نہ یہ ماذون ہو سکتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

قُلْ اَوَلَوْ کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَعْقِلُوْنَ۔ فرما دیجئے کیا یہ شفاعت کریں گے جو کسی چیز کے مالک نہیں نہ عقل رکھتے ہیں۔

آلوسی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں اَیْ اَیَشْفَعُوْنَ حَالَ تَقْدِیْرِ عَدَمِ مِلْکِہِمْ شَیْئًا مِّنَ الْاَشْیَاءِ وَعَدَمِ عَقْلِہِمْ اِیَّاہُ اور حاصل معنی یہ لکھتے ہیں اَیَشْفَعُوْنَ وَ ھُمْ جَمَادَاتٌ لَّا تَقْدِرُ وَلَا تَعْلَمُ۔ کیا یہ شفاعت کریں گے جو جماد محض ہیں کسی شے پر قادر نہیں اور نہ کچھ جانتے ہیں۔

اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ جو ماذون بالشفاعت ہیں یا بروز قیامت بہ اذن الٰہی شفاعت کریں گے وہ بعطائے الٰہی اشیاء پر قدرت بھی رکھتے ہیں اور انہیں علم بھی ہے۔ چنانچہ آگے ارشاد ہوا۔

قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ اے محبوب فرما دیجئے کہ اذنِ شفاعت کا مالک اللہ ہے اور تمام امور اسی کی ملک ہیں اور آسمانوں اور زمین کی ملکیت اسی کے لیے ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹنے والے ہو۔

آیۂ کریمہ میں مشرکین کے اس زعم باطل کا رد ہے جو وہ کہتے تھے کہ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ یہ بت اللہ کے یہاں ہمارے شافع ہیں کما قال الآلوسی اِنَّ الشُّفَعَاءَ لَيْسَتِ الْاَصْنَامُ اَنْفُسُهَا بَلِ الْاَشْخَاصُ مُقَرَّبُوْنَ هِيَ تَمَاثِيْلُهُمْ وَالْمَعْنٰى اِنَّهٗ تَعَالٰى مَالِكُ الشَّفَاعَةِ كُلِّهَا لَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدٌ شَفَاعَةً مَّا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْمَشْفُوْعُ مُرْتَضٰى وَالشَّفِيْعُ مَاذُوْنًا لَّهٗ۔

خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ شفاعت کا بتوں کو حق نہیں اور مالک شفاعت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے کوئی قطعًا شفاعت کا مجاز نہیں مگر وہی جو مرتضٰی ہو اور شفیع وہی ہو سکتا ہے جسے اذن شفاعت حاصل ہو۔ آگے فرماتے ہیں۔

وَقَدْ يُسْتَدَلُّ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ عَلٰى وُجُوْدِ الشَّفَاعَةِ فِي الْجُمْلَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ آیہ کریمہ سے استدلال کیا ہے وجود شفاعت پر بروز قیامت اور جو نفی شفاعت پر استدلال کرتے ہیں وہ نہایت ضعف میں ہیں آگے لہٗ ملک السمٰوات والارض کی نفیس توجیہ فرماتے ہیں حیث قال

اِسْتِئْنَافٌ تَعْلِيْلِيٌّ لِكَوْنِ الشَّفَاعَةِ جَمِيْعًا لَهٗ عَزَّوَجَلَّ كَاَنَّهٗ قِيْلَ وَذٰلِكَ لِاَنَّهٗ عَزَّوَجَلَّ مَالِكُ الْمُلْكِ كُلِّهٖ فَلَا يَتَصَرَّفُ اَحَدٌ بِشَيْءٍ مِّنْهُ بِدُوْنِ اِذْنِهٖ وَرِضَاهُ فَالسَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ كِنَايَةٌ عَنْ كُلِّ مَا سِوَاهُ سُبْحَانَهٗ۔

یہ استیناف تعلیلی ہے اس لیے کہ شفاعت کے تمام اختیارات رب تعالیٰ عزوجل کو ہیں۔ گویا یہ فرمایا گیا کہ یہ سب قوۃ اللہ عزوجل کو ہے اس لیے کہ مالک الملک ہے کسی کو اس کے ملک میں بلا اذن ورضا اختیار تصرف نہیں اور لہ ملک السموات والارض میں کل ماسوا کی طرف کنایہ ہے۔

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ پھر اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔

اس کے معنی صاف ہیں کہ اس مالک الملک کی طرف ہی تمہیں جانا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اسی کے اختیار میں سب کا فیصلہ ہے آگے ارشاد ہے۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ۔ اور جب صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو سمٹ جاتے ہیں ان کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔

یعنی بے دینوں کے دلوں میں انقباض ہو جاتا ہے اور اس ذکر سے نفرت کرتے ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ

ارشاد ہے وَاِذَا ذَکَرْتَ رَبَّکَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَہٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ نُفُوْرًا جب آپ اپنے رب کا ذکر فرماتے ہیں تو وہ ایڑیوں کے بل نفرت سے لوٹ جاتے ہیں۔

وَاِذَا ذُکِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ اور جب ذکر اس کے سوا بتوں کا ہو تو مسرت سے کھل جاتے ہیں۔

استبشار کہتے ہیں خوشی سے دل کا بھر جانا حتی کہ اس کی خوشی چہرہ پر ظاہر ہو جانا اور اشمئزاز یہ ہے کہ دل میں غیظ و غضب اور غم بھر جانا چنانچہ آلوسی کہتے ہیں

اَلْاِسْتِبْشَارُ اَنْ یَّمْتَلِیَٔ الْقَلْبُ سُرُوْرًا حَتّٰی یَنْبَسِطَ لَہٗ بَشَرَۃُ الْوَجْہِ وَالْاِشْمِئْزَازُ اَنْ یَّمْتَلِیَٔ غَیْظًا وَّغَمًّا یَنْقَبِضُ عَنْہُ اَدِیْمُ الْوَجْہِ کَمَا یُشَاھَدُ فِیْ وَجْہِ الْعَابِسِ الْمَحْزُوْنِ۔

ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ آیت کریمہ ابوجہل بن ہشام اور ولید بن عقبہ اور صفوان اور ابی بن خلف کے حق میں نازل ہوئی۔ بعض اس طرف گئے کہ یہ آیت مطلقاً مشرکین کیلئے نازل ہوئی ہے۔

اور اَلَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ سے مراد لات و عزٰی ہیں جو مشرکین مکہ کے محبوب معبود تھے۔

بعض نے کہا اس آیت میں وہ واقعہ بیان کیا گیا ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سورہ والنجم کی تلاوت فرمائی تھی اور آپ کعبہ میں تھے اور مشرکین باب کعبہ پر اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی کے ساتھ تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی کہہ دیا تھا۔ اس کا جواب اس آیت کریمہ میں دیا گیا کہ یہ باطل طریقہ سے ایسا بکتے ہیں اس کے بعد آلوسی لکھتے ہیں۔

وَقَدْ رَاَیْنَا کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَلٰی نَحْوِ ھٰذِہِ الصِّفَۃِ الَّتِیْ وَصَفَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِھَا الْمُشْرِکِیْنَ یَھَشُّوْنَ لِذِکْرِ اَمْوَاتٍ یَّسْتَغِیْثُوْنَ بِھِمْ وَیَطْلُبُوْنَ مِنْھُمْ وَیَطْرَبُوْنَ مِنْ سَمَاعِ حِکَایَاتٍ کَاذِبَۃٍ عَنْھُمْ تُوَافِقُ ھَوَاھُمْ وَاعْتِقَادَھُمْ فِیْھِمْ وَیُعَظِّمُوْنَ مَنْ یَّحْکِیْ لَھُمْ ذٰلِکَ وَیَنْقَبِضُوْنَ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَحْدَہٗ وَنِسْبَۃِ الْاِسْتِقْلَالِ بِالتَّصَرُّفِ اِلَیْہِ عَزَّوَجَلَّ وَسَرْدِ مَا یَدُلُّ عَلٰی مَزِیْدِ عَظَمَتِہٖ وَجَلَالِہٖ وَیَنْفِرُوْنَ مِمَّنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ کُلَّ النَّفْرَۃِ وَیَنْسِبُوْنَہٗ اِلٰی مَا یَکْرَہُ۔

وَقَدْ قُلْتُ یَوْمًا لِرَجُلٍ یَّسْتَغِیْثُ فِیْ شِدَّۃٍ بِبَعْضِ الْاَمْوَاتِ وَیُنَادِیْ یَا فُلَانُ اَغِثْنِیْ فَقُلْتُ لَہٗ قُلْ یَا اَللّٰہُ فَقَدْ قَالَ سُبْحَانَہٗ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَغَضِبَ وَبَلَغَنِیْ اَنَّہٗ قَالَ فُلَانٌ مُنْکِرٌ عَلَی الْاَوْلِیَآءِ وَسَمِعْتُ عَنْ بَعْضِھِمْ اَنَّہٗ قَالَ الْوَلِیُّ اَسْرَعُ اِجَابَۃً مِّنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَھٰذَا مِنَ الْکُفْرِ

اور ہم نے اکثر لوگ دیکھے کہ وہ اللہ کی صفتوں کے ساتھ مشرکوں کی طرح بندوں کو متصف کرتے ہیں اور مُردوں کا ذکر کرکے ان سے ایسی طرح مدد مانگتے ہیں کہ (بندہ و خالق میں فرق نہیں کرتے) اور گا بجا کر جھوٹی حکائتیں بیان کرکے اپنی خواہشات اور اعتقادات باطلہ بیان کرتے ہیں اور جو ایسی روائتیں بیان کرے اسے بنظر عظمت دیکھتے ہیں اور جو صحیح اعتقادات اصلیہ بیان کرے اور خدا تعالے کا ذکر کرے اس سے وہ منقبض ہوتے ہیں اور اموات کو ایسا ہی متصرف بالاستقلال سمجھتے ہیں جیسے اللہ تعالے کو اور مزید عظمت وجلال اور نصرت میں انہیں اللہ تعالے کے برابر جانتے ہیں اور جو اس کے خلاف کہے اس سے متنفر ہوتے ہیں اور اس کے متعلق کراہت کی باتیں کرتے ہیں۔

چنانچہ میں نے ایک شخص کو اموات سے استغاثہ کرتے دیکھا اور سنا کہ وہ پکار رہا تھا کہ اے فلاں میری مدد کو پہنچ تو میں نے اسے کہا یا اللہ کہہ کر مدد مانگ اس لیے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ تم سے اے محبوب میرا سوال کرے تو میں اس کے قریب ہوں پکار کو پہنچتا ہوں جو مجھے پکارے تو وہ غضب ناک ہوگیا اور مجھے خبر ملی کہ وہ کہتا ہے کہ فلاں منکر اولیاء ہے۔

اور بعض سے میں نے سنا کہ ولی، اللہ تعالے سے بھی جلدی دعا قبول کرتے ہیں اور یہ کفر ہے۔

اَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ

عبارت بالا سے بعض غبی الذہن یا مفرط فی العقائد آلوسی بغدادی کو مائل بوہابیت کہہ دیں گے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو آلوسی نے سچ کہا ہے۔ اہل سنت وجماعت کے عقیدہ میں ولی تو ولی نبی کو بھی یہ قدرت نہیں کہ بلا رضائے الٰہی کسی کی مدد کرسکیں اور جو بالاستقلال متصرف غیر خدا کو سمجھے وہ کفر ہے اور یقیناً کفر ہے البتہ بعطاء الٰہی اولیا انبیاء کو حق تصرف ہے۔

اور آلوسی اس سے منکر نہیں دوسرے کسی نبی ولی کو جو اسرع اجابت من اللہ ماننے یہ بھی کفر ہے بنا بریں افراط عقیدہ میں غبی الذہن ہوکر کسی کی طرف سے بدظن ہونا سوء ظن ہے۔

اور عقیدہ حقہ کے ماتحت بعطاء الٰہی متصرف ماننے سے وہ منکر نہیں۔ بلکہ اکثر مقامات پر آلوسی نے اس کی تائید کی ہے اور بالاستقلال متصرف ماننا اور غیر خدا کو متصرف تسلیم کرنا کسی بھی مذہب میں روا نہیں والعیاذ باللہ تعالے۔ نَسْئَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یَّعْصِمَنَا مِنَ الزَّیْغِ وَالطُّغْیَانِ۔ آگے ارشاد ہے۔

قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْ مَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ۔ عرض کیجئے اے میرے اللہ آسمان وزمین کے بنانے والے غیبوں کے عالم

اور حاضر کے جاننے والے تو ہی فیصلہ کرے گا اپنے بندوں میں اس سے جس میں یہ اختلاف کرتے ہیں۔ آیت کریمہ میں حکم دعا و التجا ہے اللہ تعالیٰ کے حضور اور اس حکم سے مقصود بت پرستوں کے حال کا بیان کرنا اور جو وعیدان پر ہے اس کا ظاہر کرنا اور اپنے حبیب جناب مصطفیٰ کو تسلیہ فرمانا ہے اور یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ مومنین کی سعی اور کوشش علم الٰہی میں ہے اور بندوں کو التجاء اور دعا کی تعلیم ہے۔

چنانچہ حضرت ربیع بن خثیم سے جب قتل سید الشہداء رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ رد پڑے اور یہ آیت اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔ تلاوت کی۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ اور اگر ان کے لیے جنہوں نے ظلم کیا جو کچھ زمین میں ہے سب ہو جائے اور اس کے مثل اتنا ہی اور ہو یقیناً فدیہ اور بدلہ میں دیں برے عذاب سے بروز قیامت اور ان کے لیے ظاہر ہو وہ جس کا وہ گمان بھی نہ کرتے تھے اور ظاہر ہوا ان کے لیے ان کے برے اعمالوں کی سزا جو انہوں نے دنیا میں کیے اور گھر جائیں اس عذاب میں جس کا یہ استہزاء کیا کرتے تھے۔

یعنی یہ ظالم مشرک جب عذاب آخرت دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ یہ عذاب تو ایسا ہے جس کا ہمیں گمان بھی نہ تھا تو دنیا میں جو کچھ مال و ذخائر ان کے پاس ہیں وہ اور اس کے مثل اتنا ہی اور ملا کر دینا چاہیں گے تاکہ اس عذاب سے نجات پا جائیں لیکن وہ قبول نہ ہوگا اس لیے کہ عذاب آخرت ان کے لیے لازم ہے اس سے خلاصی کسی طرح نہیں ہوگی۔ یہ مفروضہ اس لیے فرمایا گیا تاکہ وعید آخرت اس پر قطعی لازم ہو اور ان کے لیے مایوسی پوری ہو۔

اور وَبَدَا لَهُمْ فرما کر یہ ظاہر کیا گیا کہ انواع عذاب ان پر ایسے ایسے ظاہر ہوں کہ ان کا سان گمان بھی انہیں نہ ہوگا اور جو جو اعمال طالحہ انہوں نے کیے اس کے بدلے میں انہیں عذاب گھیر لے گا اور وہ عذاب وہی ہوگا جس کا یہ استہزاء کیا کرتے تھے آگے ارشاد ہے۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ تو جب انسان کو کوئی تکلیف مس کرتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب اس پر ہماری عطا ہوتی ہے نعمتوں کی ہماری طرف سے کہتا ہے یہ سب میرے علم سے ملا بلکہ وہ امتحان ہوتا ہے لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔

خولنا کا مطلب ۔ تخویل مہربانی سے کسی کو کچھ دنیا عطا کرنا ہے ۔ اور اس کا یہ کہنا کہ کمائی کے ڈھنگ مجھے معلوم تھے اس لیے یہ نعمت ملی حالانکہ یہ نعمت اللہ تعالٰے کی طرف سے آزمائش و امتحان ہے کہ بندہ اس پر شکر کرتا ہے یا ناشکری۔

جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ اور جب ہم انسان پر احسان فرماتے ہیں تو منحرف ہو کر اس کامیابی کو اپنی کوششوں کا نتیجہ قرار دے کر اسے اپنی طرف ہی منسوب کر لیتا ہے

یہ حذیفہ بن مغیرہ کے حق میں ارشاد ہوا بعض کے نزدیک عام کافروں کے حق میں اس کا نزول ہوا اس کا رد کیا گیا اور فرمایا گیا بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ یعنی یہ اس کی آزمائش ہوتی ہے۔ جو عوام کے سامنے واضح ہو کہ یہ نعمت و فراخی پر شکر کرتا ہے یا ناشکری کا ہی شکار بنا رہتا ہے اور یہ ایسی حقیقت ہے جسے اکثر نہیں جانتے۔

یہی کیفیت ذکر الٰہی کے ساتھ ہے جیسا کہ اول ارشاد ہوا وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ جب ذکر الٰہی کیا جائے تو منکروں کے دل تنگ ہو جاتے ہیں اور جب غیر اللہ کا ذکر کیا جائے تو اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ یعنے اپنے باطل معبودوں کا ذکر سن کر ہشاش بشاش ہو جاتے ہیں۔

قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بے شک ایسا ہی کہا ان کے پہلوں نے تو متاع دنیا انہیں مستغنی نہ کر سکی اپنی کمائی سے۔

یعنی قارون ۔ ہامان ۔ شداد ۔ فرعون اور ان کی قوم کا بھی یہی حال تھا اور وہ بھی ایسا ہی کہتے تھے مگر ان کی متاع دنیا اور کسب مال انہیں مستغنی نہ کر سکا باآنکہ انہوں نے اتنے خزانہ جمع کیے کہ چالیس چالیس اونٹوں پر ان کے خزانہ کی کنجیاں لادی جاتی تھیں مگر

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ه تو پہنچا انہیں بدلہ ان کی کرنی کا اور وہ جو ان میں سے ظالم ہیں عنقریب ان کی کرنی کا بدلہ ان کو پہنچے گا اور وہ اس عذاب کو دفع نہ کر سکیں گے۔

اس مضمون کو دوسری طرح یوں فرمایا وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا اور والذین ظلموا سے مراد وہ مشرک ہیں جو مصر علی الشرک ہو کر اس شرک پر قائم رہیں انہیں بھی وہی عذاب ہو گا اور دنیا میں بھی معذب ہوں گے جیسے اہل مکہ سات سال قحط میں مبتلا رہے اور بدر میں ان کے صنادید ہلاک کئے گئے اور وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ سے یہ مراد ہے کہ اس دن انہیں اس عذاب کو دفع کر کے اللہ تعالٰے کی

قدرت کو عاجز کرنے کی ہمت نہ ہوگی

اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ٥ کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ فراخ کرتا ہے رزق جس کے لیے چاہے اور تنگ فرماتا ہے جس کے لیے چاہے بے شک اس نشان قدرت میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ حوادث تمام کے تمام اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں الخ میں اور کسی کا دخل نہیں ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۂ زمر پ ۲۴

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ٥

آپ کہہ دیں اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا یقیناً اللہ سارے گناہ بخش دے گا بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ٥ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ٥ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ٥

اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اسکے فرمانبردار ہوجاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر تم مدد نہ کیے جاؤ اور پیروی کرو بہتر اس چیز کی جو تمہاری طرف اتاری گئی تمہارے رب سے پہلے اس سے کہ آئے تمہارے پاس عذاب اچانک اور تم نہ سمجھتے ہو یہ کہ کہے کوئی آدمی ہائے افسوس اس پر جو میں نے کوتاہی کی اللہ کے معاملہ میں اور میں تو اس کو مذاق سمجھ رہا تھا۔

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ٥

یا کہے اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں سے ہو جاتا۔

اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ٥

یا کہے جب دیکھے عذاب کاش کہ مجھے پھر ایک دفعہ دنیا میں جانا نصیب ہو تو میں بھی نیک لوگوں سے ہو جاؤں۔

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ

بلکہ تیرے پاس یقیناً میری آیتیں آئی تھیں

فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

تو تو نے ان کو جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو کافروں میں سے تھا۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

اور قیامت کے دن تو ان لوگوں کو دیکھے گا جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ ان کے چہرے سیاہ ہیں کیا جہنم میں متکبر لوگوں کے لیے جگہ نہیں ہے۔

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

اور اللہ پرہیزگاروں کو نجات دے کر کامیاب کریگا انہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی اور نہ وہ کسی قسم کا غم کھائیں گے۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝

اللہ تعالےٰ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر شے پر مختار ہے۔

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

اسی کے پاس ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اور وہ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی ہیں خسارہ اٹھانے والے۔

حل لغات

قُلْ۔ آپ کہہ دیں	یٰ۔ اے	عِبَادِیَ۔ میرے بندو	الَّذِیْنَ۔ جنہوں نے
اَسْرَفُوْا۔ ظلم کیا ہے	عَلٰی۔ اوپر	اَنْفُسِهِمْ۔ اپنی جانوں کے	لَا۔ نہ
تَقْنَطُوْا۔ مایوس ہو	مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ اللہ کی رحمت سے		اِنَّ۔ بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ	یَغْفِرُ۔ بخش دیگا	الذُّنُوْبَ۔ گناہ	جَمِيْعًا۔ سارے
اِنَّهٗ۔ بے شک وہ	هُوَ۔ وہی ہے	الْغَفُوْرُ۔ بخشنے والا	الرَّحِيْمُ۔ مہربان
وَ۔ اور	اَنِيْبُوْا۔ رجوع کرو	اِلٰى۔ طرف	رَبِّكُمْ۔ اپنے رب کی
وَ۔ اور	اَسْلِمُوْا۔ فرمانبردار ہو جاؤ	لَهٗ۔ اس کے	مِنْ قَبْلِ۔ پہلے
اَنْ۔ اس سے کہ	يَّاْتِيَكُمُ۔ آئے تم پر	الْعَذَابُ۔ عذاب	بَغْتَةً۔ ناگہاں

وَ۔ اور	اَنْتُمْ۔ تم	لَا۔ نہ	تَشْعُرُوْنَ۔ سمجھتے ہو
اَنْ۔ یہ کہ	تَقُوْلَ۔ کہے	نَفْسٌ۔ کوئی جان	یٰا۔ ہائے
حَسْرَتٰی۔ افسوس	عَلٰی۔ اوپر	مَا۔ اس کے جو	فَرَّطْتُ۔ کوتاہی کی میں نے
فِیْ۔ بیچ	جَنْبِ۔ پہلو	اللّٰہِ۔ خدا کے	وَ۔ اور
اِنْ۔ بیشک	کُنْتُ۔ میں تو تھا	لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ۔ مذاق سمجھنے والوں سے	
اَوْ۔ یا	تَقُوْلَ۔ کہے	لَوْ۔ اگر	اَنَّ۔ بیشک
اللّٰہَ۔ اللہ	ھَدٰا۔ ہدایت دیتا	نِیْ۔ مجھ کو	لَکُنْتُ۔ تو ہوتا میں
مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔ پرہیزگاروں سے		اَوْ۔ یا	تَقُوْلَ۔ کہے
حِیْنَ۔ جبکہ	تَرَی۔ دیکھے	الْعَذَابَ۔ عذاب	لَوْ۔ کاش کہ
اَنَّ۔ ہو	لِیْ۔ میرے لیے	کَرَّۃً۔ دوسری مرتبہ جانا	فَاَکُوْنَ۔ تو ہو جاؤں میں
مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ نیک لوگوں سے		بَلٰی۔ کیوں نہیں	قَدْ۔ بیشک
جَآءَتْكَ۔ آئیں تیرے پاس	اٰیٰتِیْ۔ میری آیتیں	فَکَذَّبْتَ۔ تو جھٹلایا تونے	بِھَا۔ ان کو
وَ۔ اور	اسْتَکْبَرْتَ۔ تکبر کیا	وَ۔ اور	کُنْتَ۔ تھا تو
مِنَ الْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں سے		وَ۔ اور	یَوْمَ۔ دن
الْقِیٰمَۃِ۔ قیامت کے	تَرَی۔ دیکھے گا تو	الَّذِیْنَ۔ ان کو جنہوں نے	کَذَبُوْا۔ جھوٹ بولا
عَلَی۔ اوپر	اللّٰہِ۔ اللہ کے	وُجُوْھُھُمْ۔ ان کے منہ	مُّسْوَدَّۃٌ۔ سیاہ ہونگے
اَ۔ کیا	لَیْسَ۔ نہیں	فِیْ۔ بیچ	جَھَنَّمَ۔ جہنم کے
مَثْوًی۔ ٹھکانہ	لِّلْمُتَکَبِّرِیْنَ۔ مغروروں کیلیے	وَ۔ اور	یُنَجِّی۔ نجات دیگا
اللّٰہُ۔ اللہ	الَّذِیْنَ۔ ان کو جو	اتَّقَوْا۔ پرہیزگار ہیں	بِمَفَازَتِھِمْ۔ انکی کامیابی سے
لَا۔ نہیں	یَمَسُّھُمُ۔ پہنچے گی ان کو	السُّوْٓءُ۔ کوئی تکلیف	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	ھُمْ۔ وہ	یَحْزَنُوْنَ۔ غم کھائیں گے	اَللّٰہُ۔ اللہ
خَالِقُ۔ پیدا کرنے والا ہے	کُلِّ۔ ہر چیز	شَیْءٍ۔ چیز کو	وَ۔ اور
ھُوَ۔ وہ	عَلٰی۔ اوپر	کُلِّ۔ ہر	شَیْءٍ۔ شے کے
وَّکِیْلٌ۔ مختار ہے	لَہٗ۔ اسی کے لیے ہیں	مَقَالِیْدُ۔ کنجیاں	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کی	وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ جو

كَفَرُوْا منکر ہیں بِاٰيٰتِ ۔ آیات اللّٰهِ ۔خداوندی سے اُولٰٓئِكَ ۔ یہی
هُمُ ۔ وہ ہیں الْخٰسِرُوْنَ بخسارہ اٹھانے والے

خلاصہ تفسیر چھٹا رکوع سورۃ زمر۔ پ۲۴

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ آپ فرمائیں اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت کریمہ میں قل بصیغہ امر لایا گیا اور اس میں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو آقا قرار دے کر ارشاد ہو رہا ہے کہ آپ اپنے غلاموں کو خوشخبری دیدیں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ وہ رحمت باری سے مایوس نہ ہوں کیوں کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے اور اللہ تعالےٰ تمام گناہوں کو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے یہ آیت رحمت الٰہی لا انتہاہی کی وسعت اور بندوں پر کمال مہربانی وشفقت پر دلالت کرتی ہے۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

دائما خاقانِ ما کردست طو گوش مارا مے کشد لا تقنطوا
نیستم امیدوار از ہیچ سو واں کرم میگو یدم لا تیاسوا

ترجمہ:۔ ہمارا رب ہمارے لیے ہمیشہ دست رحمت پھیلائے ہوئے ہے اور ہمارے کان اس کی صدائے لا تقنطوا پر لگے ہوئے ہیں اور جب ہمیں کسی طرف سے بھی کوئی امید نہیں نظر آتی تو وہ ایسا مہربان ہے کہ ہمیں کہتا ہے کہ تم مایوس نہ ہو۔

شان نزول آیت کریمہ کا یہ ہے کہ مشرکین میں سے چند آدمی سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کا دین بے شک حق اور سچا معلوم ہوتا ہے لیکن ہم نے بڑے گناہ کیے ہیں بہت سی معصیتوں میں مبتلا رہے ہیں تو کیا آپ کی غلامی میں آ جانے کے بعد ہمارے وہ گناہ معاف ہو جائیں گے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا کہ جس نے میرے محبوب کی غلامی کر لی اس کا اسلام اس کے پچھلے گناہوں کا

کفارہ ہو گیا اور جس نے میرے محبوب کی غلامی میں ہوتے ہوئے اقرار توبہ کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے بشرطیکہ وہ سچے دل سے تائب ہو اور رحمت باری سے ناامیدی فی نفسہ گناہ ہے اور تائب کی شان میں فرمایا اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد تائب ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اس کے ذمہ کوئی بھی گناہ نہیں پھر ارشاد ہوا۔

وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ٥ اور رجوع لاؤ اپنے رب کی طرف اور گردن جھکاؤ اس کے حضور اس سے قبل کہ تم پر عذاب آئے۔ پھر تمہاری مدد نہ ہو۔

یعنی توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع ہو کر اس کے حضور گردن اطاعت جھکاؤ اس لیے کہ اسلام کی تعریف ہی گردن اطاعت نہادن کے ہیں تو اَسْلِمُوْا کے معنی گردن اطاعت اس کے لیے جھکائے ہوئے تو اخلاص سے اس کی اطاعت کرنا اسلام ہوا اور یہ اطاعت وفرمانبرداری اسی وقت تک مفید ہے جبتک کہ اللہ تعالٰے کی طرف سے نافرمانی کی گرفت ہو کر عذاب نہ آئے اس لیے کہ عذاب آجانے کے بعد اِنَّ عَذَابِیْ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ کی وعید ہے یعنی جب عذاب آجائے تو پھر ہزار توبہ کی جائے وہ عذاب کے رد ہونے کا موجب نہیں ہو سکتی۔

اور قوم یونس علیہ السلام پر چونکہ ابھی علامات عذاب کا ہی ظہور ہوا لہذا اسے یہاں نظیر نہیں پیش کیا جا سکتا۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ٥

اور پیروی کرو اس کی جو بہترین تعلیم تمہارے رب کی طرف سے اتاری گئی اس سے قبل کہ تم پر عذاب اچانک آجائے اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

وہ بہترین تعلیم قرآن پاک کی ہے اور اس سے بے خبر رہنے والوں پر عذاب اچانک آئے گا لہذا اس کے آنے سے قبل اتباع کلام الٰہی کی ہدایت کی اور ظاہر ہے کہ یہ اتباع اسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے جبکہ اس ہستیٔ پاک کا بھی اتباع ہو جس پر یہ کلام نازل ہوا یعنی حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پھر ارشاد ہے کہ ہمارا یہ ارشاد اس لیے ہے کہ

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ٥ کہیں کوئی جان یہ نہ کہہ دے کہ ہائے افسوس ان معصیتوں پر جو میں نے اللہ تعالٰے کے بارے میں کیں اور بے شک میں تمسخر کرنے والوں میں سے تھا۔

گویا ارشاد ہے کہ ہمارے انتباہ کا مقصد یہ ہے کہ عذاب آ جانے کے بعد کوئی یہ نہ کہے کہ افسوس مجھ پر ہے اس تمسخر کی سزا یہ معلوم نہ تھی جو اب دیکھی گئی ورنہ میں ایسا نہ کرتا یا یہ عذر لنگ بنائے اور کہے اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۔ یا کہے اگر مجھے ہدایت فرماتا اللہ تو میں ضرور پرہیز گاروں میں سے ہوتا ۔

اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور کتاب کی پیروی کرتا آگے ارشاد ہے ۔

اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ یا کہے اور آرزو کرے جب عذاب دیکھے کہ اگر مجھے واپسی مل جائے اور (دنیا میں بھیجا جائے) کہ میں نیکوکار ہو جاؤں ۔

یعنی قیامت کے دن حیرت سے اس قسم کی باتیں کہنے کی کوئی گنجائش نہ رہے اور اس قسم کی بیکار باتیں نہ کہنے پائے لیکن عذاب کو دیکھ کر دنیا میں لوٹ جانے کی آرزو کا پورا ہونا ناممکن ہے ۔

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۔ ہاں کیوں نہیں بے شک تیرے پاس میری آیتیں آئیں تو تو نے ان کو جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو کافروں سے ہو گیا

یعنی جو جبلی کافر ہو لے ان باطل ضدوں کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی ہو گا جیسا کہ فرمایا کہ تمہارے پاس میری آیتیں آئیں یعنی تمہارے پاس قرآن پاک پہنچا اور حق و باطل کی راہیں واضح کر دی گئیں اور تمہیں حق و ہدایت اختیار کرنے کی قدرت دے دی گئی باوجود اس کے تم نے حق کو چھوڑ دیا اور اس کو قبول کرنے سے تکبر کیا اور گمراہی اختیار کی جو حکم دیا گیا تھا اس کی ضد اور مخالفت کی تو اب تم لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں راستہ دکھاتا تو ہم ڈر والوں میں سے ہوتے ۔ کفار کے بارے میں ارشاد ہے ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ کہ اے نبی آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں یہ ایمان لانے والے نہیں ۔ لہٰذا آج ان کے سب عذر جھوٹے ہیں ۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ

اور بروز قیامت آپ دیکھیں گے انہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور اللہ تعالیٰ پر وہ الزام لگایا جو اس کی شایان شان نہ تھا اس کا شریک ٹھہرایا اس کے لیے اولاد تجویز کی اس کی صفات کا انکار کیا اس کا بدلہ یہ ہے کہ ان کے منہ کالے ہیں کیا مغرور و متکبر کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ۔

ہاں ضرور جہنم ہے اور آگے بموجب اسلوب بیان قرآن منکروں کا انجام ظاہر فرما کر اب مومنوں پرہیز گاروں کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے ۔

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ اور نجات دے گا اللہ

پرہیزگاروں کو ان کی نجات کی جگہ نہ چھوٹے گا انہیں عذاب اور انہیں کچھ غم نہ ہوگا۔
یعنی ان کی پرہیزگاری کا صلہ جنت ہوگی اور وہاں انہیں کچھ غم نہ ہوگا۔ آگے ارشاد ہے جس میں اپنی قدرت و رحمت کا اظہار ہے۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے اور وہی ہر شے پر مختار ہے اسی کے لیے ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی اور جنہوں نے اللہ تعالے کی آیتوں کا انکار کیا وہی نقصان و خسران میں ہیں۔

یعنی خزائن رحمت و رزق اور بارش وغیرہ کی کنجیاں اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت میں ہیں وہی ان سب کا مالک ہے اس میں بجز عطاء الٰہی کسی بندے ولی نبی کو اختیار نہیں جسے وہ اختیار دیدے وہ لبعطاء الٰہی تصرف کر سکتا ہے اپنی قدرت و قوت سے کچھ نہیں کر سکتا یعنی خازن حقیقی صرف اور صرف اللہ تعالے ہے اور اس کے بندے جو کچھ بھی کر سکتے ہیں وہ لبعطاء الٰہی کر سکتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس آیت کریمہ کی تفسیر دریافت کی تو حضور نے فرمایا مقالید سماوات و زمین یہ ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَهُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ گویا حضور نے ان کلمات کے لیے فرمایا کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی توحید و تمجید ہے یہ آسمان و زمین کی بھلائیوں کی کنجی ہے جو مومن پڑھے گا وہ دین و دنیا کی بھلائی حاصل کر لے گا۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع سورۃ زمر پ ۲۴

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ اے محبوب آپ فرمائیں اے میرے وہ غلامو جو اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو نہ مایوس ہونا اللہ کی رحمت سے بے شک اللہ بخش دے گا تمہارے تمام گناہ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس پر علامہ آلوسی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں اَیْ اَفْرَطُوْا فِی الْمَعَاصِیْ جَانِبَیْنَ عَلَیْہَا۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے گناہوں کی کثرت کی اور اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اسراف کے بارے میں فرماتے ہیں وَاَصْلُ الْاِسْرَافِ الْاِفْرَاطُ فِیْ صَرْفِ الْمَالِ اور اسراف کی حقیقت یہ ہے کہ مال و دولت کو ناجائز خرچ کیا یعنی حرام کاموں میں لگایا۔

اور امام راغب کہتے ہیں هُوَ تَجَاوُزُ الْحَدِّ فِیْ کُلِّ فِعْلٍ یَّفْعَلُہُ الْاِنْسَانُ وَاِنْ کَانَ ذٰلِکَ فِی الْاِنْفَاقِ۔ یعنی اسراف انسان کے کسی فعل میں جو کہ وہ کرتا ہے حد سے بڑھنا ہے اگرچہ وہ خرچ کرنے کے معاملہ میں ہی ہو اور یہی قول حسن ہے اور اسراف کے معانی جنایت کے بھی ہیں وَضُمِّنَ مَعْنَی الْجِنَایَتِ اور اسراف کا ظلم کی حمایت کرنا بھی ہے اور یہ لازم نہیں ہے کہ اسراف کے یہی معنی مراد لیے جائیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسراف کے معنی ظلم اور بوجھ اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہے۔

لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔ اور رحمت خطاب خاص ہے جناب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے ساتھ کیونکہ قُلْ یٰعِبَادِیَ سے محبت کی جانب بھی اشارہ ہے اور رحمت الٰہی اس وقت تک متصور نہیں جبتک مغفرت اس کے ساتھ نہ ہو۔ اسی وجہ میں مولانا روم علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

بندۂ خود خواند احمد در رشاد ‏ جملہ عالم را بخواں قُلْ یٰعِبَاد

یعنی اللہ تعالے نے حضور کا غلام بتایا اور فرمایا تمام عالم کو آپ یٰعِبَادِیْ اے میرے غلامو فرماکر مخاطب کیا۔ اسی بنا پر عبد الغنی عبد الرسول غلام رسول غلام نبی نام رکھنا جائز و مباح ہے یہی وجہ ہے کہ عبد المصطفی بھی نام رکھا گیا حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ایک شعر میں یہ مسئلہ واضح کیا فرماتے ہیں۔

بندہ بنتے ہیں اس کے کب بندۂ خدا ہو ‏ دیدار ہوں میں بندہ اس بندۂ خدا کا

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ بے شک بخش دے گا تمہارے سب گناہ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہاں بطریق صنعت الاحتباک کہہ کر فرمایا لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ وَمَغْفِرَتِہٖ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا وَیَرْحَمُ۔ اللہ کی رحمت اور اس کی مغفرت سے مایوس نہ ہونا بے شک وہ تمہارے تمام گناہ معاف فرماکر رحم کرے گا اور اس کی تائید اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ

ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ میں بھی ہے اس لیے کہ اشراک باللہ اعظم معاصی ہے جس کی بخشش نہیں اگر مرنے والا شرک کرتا ہوا مرا۔ اس کے علاوہ تمام معاصی قابل بخشش ہیں بشرطیکہ توبہ کر کے اسکی طرف رجوع لائے۔

اور یغفر کے معنی آلوسی کرتے ہیں اَلْمُرَادُ بِمَغْفِرَةِ الذُّنُوْبِ التَّجَافِيْ عَنْهَا وَعَدَمُ الْمُوَاخَذَةِ بِهَا فِي الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ وَهُوَ الْمُرَادُ وَبِسَتْرِهَا۔ مغفرت ذنوب سے مراد عدم مواخذہ اور ظاہر و باطن معاصی کا مخفی کرنا ہے

ایک قول ہے اَلْمُرَادُ بِهَا مَحْوُهَا مِنَ الصَّحَائِفِ بِالْكُلِّيَّةِ۔ گناہوں کا صحائف سے کلیۃً مٹا دینا مراد ہے اور اس پر متعدد وجوہ نکلتی ہیں

اول یہ کہ عبودیت کے ساتھ اپنے رب کو پکارنا غایت مذلت کے ساتھ یہ عاصی کے لیے خاص طور پر انسب ہے اور اس کی ندا ترحم کے لیے ہے۔

دوسرے یہ کہ بندہ کی ندا اپنے مولا کی طرف اس غرض سے ہوتی ہے کہ شان مالک یہی ہے کہ اپنے بندے پر رحم کرے اور شفقت فرمائے۔

وَاَنِيْبُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔ اور رجوع لاؤ اپنے رب کی طرف اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے۔ پھر تم مدد نہ کیے جاؤ۔

یہ عطف ہے لا تقنطوا پر بالتعلیل معترض ہے گویا یوں ارشاد ہے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَتَظُنُّوْا اَنَّهٗ لَا يَقْبَلُ تَوْبَتَكُمْ وَاَنِيْبُوْا اِلَيْهِ تَعَالٰى وَاَخْلِصُوْا لَهٗ عَزَّ وَجَلَّ۔

اور بعض اجلہ مدققین نے فرمایا اِنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا خِطَابٌ لِّلْكَافِرِيْنَ وَالْعَاصِيْنَ۔ کلام الٰہی ہیں يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا خِطَابٌ لِّلْكَافِرِيْنَ وَالْعَاصِيْنَ۔ کلام الٰہی میں يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا سے خطاب کفار اور معصیت شعار سے ہے۔

شان نزول آیت کریمہ

فَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اَهْلُ مَكَّةَ قَالُوْا يَزْعَمُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مَنْ عَبَدَ الْاَوْثَانَ وَدَعَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَقَتَلَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ لَمْ يُغْفَرْ لَهٗ فَكَيْفَ نُهَاجِرُ وَنُسْلِمُ وَقَدْ عَبَدْنَا الْاٰلِهَةَ وَقَتَلْنَا النَّفْسَ وَنَحْنُ اَهْلُ شِرْكٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا الخ۔ اہل مکہ نے کہا کہ حضور صلے اللہ علیہ

وسلم ہمیں عبدالاوثان فرماتے ہیں یعنی بت پرست اور ہم نے اللہ تعالے کے ساتھ دوسرے معبود ٹھہرائے اور وہ جانیں قتل کیں جن کا قتل حرام تھا اور ایسے افعال کا مرتکب ہرگز نہیں بخشا جا سکے گا تو ہم کیوں ہجرت کریں اور کس لیے قبول اسلام کریں ہم نے تو بت پرستی بھی کی اور اللہ کے سوا دوسرے معبود بھی ملانے اور ناحق قتل بھی کیے اور ہم اہل شرک سے ہیں تو اللہ تعالے کی طرف سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

دوسری روایت میں یہ بھی ہے جو ابن جریر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں یہ آئتیں عیاش بن ابی ربیعہ اور ولید بن ولید اور مسلمانوں کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی جو مسلمان ہو کر فتنۂ کفر میں پڑ گئے تھے ان پر عذاب بھی آئے اور وہ اسی طرح گمراہی کے شکار رہے تو ہم کہتے تھے کہ اللہ تعالے ان کے صدقات وخیرات قبول نہ فرمائے گا یہ وہ ہیں کہ اسلام لاکر اپنے دین سے منحرف ہو گئے تو یہ آئتیں نازل ہوئیں۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آئتیں لکھ کر عیاش اور ولید کو بھیجیں جس پر وہ اسلام لائے اور مہاجر ہو گئے۔

اور ابن جریر عطاء بن لیسار سے راوی ہیں کہ یہ تین آئتیں قُلْ یٰعِبَادِیَ سے وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ تک مدینہ منورہ میں حضرت وحشی اور ان کی جماعت کے حق میں نازل ہوئیں۔

اس آیت کی فضیلت میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت ثوبان سے راوی ہیں قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ الٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ

اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں ثوبان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ میرے لیے دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس آیت کریمہ سے زیادہ محبوب وپسندیدہ نہیں ہے فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ اَشْرَکَ پس ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اور جس نے شرک کیا یعنی جس آدمی نے شرک کا ارتکاب کیا کیا وہ بھی اس آیت کے زمرے میں آتا ہے اور اس کے لیے بھی مغفرت کی بشارت ہے ؟ فَسَکَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ اَلَا وَمَنْ اَشْرَکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ پس نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر توقف فرمایا پھر ارشاد فرمایا۔ ہاں جان لو اگرچہ اس نے شرک کیا ہو اور

ایسا تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔
یہاں مشرک کے لیے مغفرت کا ذکر اس صورت میں ہے جو توبہ کر لے اور اسلام قبول کر لے یا بحالت اسلام شرک کا مرتکب ہو تو توبہ پر معافی ہے ورنہ حقیقی شرک کے لیے مغفرت نہیں ہے اور آپ کا سکوت انتظار وحی کے لیے تھا یہ آیت وسعت مغفرت پر دال ہے اور گنہگاروں کے لیے بشارت عظیم ہے اور مغفرت الٰہی ایمان کے ساتھ مشروط ہے اور ایمان کے بغیر مغفرت نہیں ہے اور مومن عاصی جو بغیر توبہ مر گئے ان کو بھی یہ آیت شامل ہے۔

چنانچہ ابن منذر اور ابن الانباری اور حاکم اور ابن مردویہ حضرت اسماء بنت یزید سے راوی ہیں کہ میں نے حضور سے سنا کہ آپ پڑھ رہے تھے یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا وَلَا یُبَالِیْ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ یعنے وہ ایسا بے نیاز ہے کہ بخشش پر آئے تو توبہ کے ساتھ مشرک معصیت شعار سب کی بخشش فرمائے۔

چنانچہ ابن جریر ابن سیرین سے راوی ہیں کہ حضرت مولانا علی شیر خدا اسد اللہ نے صحابہ سے فرمایا کونسی آیت وسیع تر ہے گنہگار کے حق میں تو جواب میں آیات قرآنی سنائی گئیں منجملہ اس کے مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ وغیرہ بھی پڑھی گئی پھر حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا قرآن کریم میں اس سے وسیع تر کوئی آیت نہیں قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ الخ

وَالظَّاھِرُ اِنَّ مَغْفِرَۃَ ذَنْبٍ لَا تُجَامِعُ الْعَذَابَ عَلَیْہِ اَصْلًا۔ اور ظاہر ہے گناہ کی بخشش اور عذاب دونوں ہرگز جمع نہیں ہو سکتے اس لیے کہ رحمت کی ضد زحمت ہے اور ضدان لا یجتمعان مقولہ اصولیین ہے اور انابت کے اصل معنی رجوع کے ہیں لہذا وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ کے معنی ہوں گے اَیْ اِرْجِعُوْا اِلَیْہِ سُبْحٰنَہٗ بِالْاِعْرَاضِ عَنْ مَعَاصِیْہِ وَالنَّدَمِ عَلَیْھَا۔

فَرْقٌ بَیْنَ الْاِنَابَۃِ وَالتَّوْبَۃِ

اَنَّ التَّائِبَ یَرْجِعُ مِنْ خَوْفِ الْعُقُوْبَۃِ وَالْمُنِیْبُ یَرْجِعُ اِسْتِحْیَاءً لِکَرَمِہٖ تَعَالٰی۔ توبہ کرنے والا خوف عذاب سے رجوع کرتا ہے اور منیب رجوع لاتا ہے اللہ کے کرم کی امید اور حیاء معصیت سے سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما ابن جریر کی حدیث اور ابن منذر کی روایت سے استخراج فرماتے ہیں مَنْ اٰیَسَ مِنَ الْعِبَادِ مِنَ التَّوْبَۃِ فَقَدْ جَحَدَ کِتَابَ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ لکن لا یقدر العبد ان یتوب حَتّٰی یَتُوْبَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ۔ جو بندوں میں سے کوئی توبہ قبول ہونے سے مایوس ہوا اس نے کتاب اللہ

سے جدوانکار کیا لیکن کوئی بندہ اس پر قادر نہیں کہ توبہ کر سکے جبتک اللہ تعالے اسے توفیق توبہ نہ دے آگے ارشاد ہے۔

وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ اور اتباع کرو اس بہترین کتاب کا جو تم پر نازل کی گئی تمہارے رب کے پاس سے قبل اس کے کہ آئے تم پر عذاب اچانک اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

بَغْتَةً کے معنی فجاءۃً ہیں اور یہ اچانک کے معنی میں مستعمل ہے

یہ حکم ہر مخاطب پر ہے عام اس سے کہ وہ مومن ہوں یا کافر اور اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ سے مراد قرآن کریم ہے جو مومن اور کافر کے لیے حجت ہے اور مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ سے مراد موت یا قیامت ہے یا عذاب ناگہانی۔

وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ تم کو خیال بھی نہ ہو کہ یہ عذاب کہاں سے آیا اور کیسے آیا۔ موت کل کی بات۔ اور قیامت کا علم کسی کو نہیں سوائے جناب محمد مصطفے صلے اللہ علیہ و سلم کے جن کو یہ علم بعطائے الٰہی حاصل ہے جیسا کہ حدیث جبریل میں آیا ہے کہ جبریئل نے حضور علیہ السلام سے پوچھا اَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ مجھے قیامت کے بارے میں خبر دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ جس سے پوچھا گیا ہے اس کا علم (قیامت کے بارے میں) پوچھنے والے سے زیادہ نہیں ہے یعنی امر قیامت کے بارے میں جس قدر تم کو خبر ہے اسی قدر ہم کو ہے۔

اور یہاں خطاب سے مراد یہ ہے کہ مرنے سے پہلے پہلے اپنے رب کی ہدایت کی پیروی کرلو اور اس کے مطابق عمل کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم پر ناگہانی آفت آجائے اور تم افسوس کرتے رہ جاؤ کیونکہ جب قیامت قائم ہو جائے گی تو کوئی عذر معذرت کام نہ دے گا۔

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ اور کہیں کوئی یہ نہ کہے اے افسوس اس پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کوتاہی کی اور یقیناً میں تو اسے مذاق ہی سمجھتا رہا۔

یعنی کل ایسا نہ ہو کہ کوئی کہنے لگے کہ افسوس اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کی جناب میں کی اور احکام خداوندی پر ہنستا ہی رہا۔ اَنْ تَقُوْلَ سے یعنی ایسا نہ ہو کہ کوئی کہنے لگے نفسٌ میں تنوین تکثیر کے لیے ہے یا تقلیل کے لیے ہے کیونکہ قیامت کے دن ایسا کہنے والے کچھ ہی لوگ ہوں گے۔ حسرت غم میں پژمردہ جانے کو کہتے ہیں۔

عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ میں ما مصدریہ ہے یعنی تقصیر کوتاہی کرنا۔ عربی میں تفریط تقصیر کو کہتے ہیں۔ اور جَنْبِ اللّٰہِ میں جو جنب لایا گیا ہے اس کے متعلق راغب اصفہانی مفردات میں کہتے ہیں

اَصْلُ الْجَنْبِ الْجَارِحَۃُ ثُمَّ یُسْتَعَارُ لِلنَّاحِیَۃِ وَالْجِھَۃِ الَّتِیْ تَلِیْھَا تو حاصل معنی جنب اللہ کے فی طاعۃ اللہ یا فی حقہ تعالےٰ چنانچہ حماسہ میں ہے ؎

اَمَا تَتَّقِیْنَ اللّٰہَ فِیْ جَنْبِ عَاشِقٍ لَہٗ کَبِدٌ حَرِیٌّ عَلَیْکِ تَقَطَّعُ

حاصل معنی یہ ہوئے کہ عذاب دیکھ کر پھر معصیت شعار کہے گا ہائے خرابی میرے حد سے گزرنے جو اطاعت الٰہی کے خلاف میں نے کی اور میں تمسخر کرنے والوں میں سے تھا اس وقت سے قبل ہی انسان کو لازم ہے کہ اس کی پیروی کرے جو بہترین تعلیم یعنے قرآن کریم میں ہے اچانک عذاب آ جانے سے قبل

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰہَ ھَدَانِیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۝ یا کہے گا اگر اللہ مجھے راہ دیتا میں ضرور ہی پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔

اور سرکشی اور معاصی سے پرہیز کرتا ہوا نیکی کی طرف مائل ہوتا۔ تیسرا قول اس کا یہ ہوگا جس میں اس کی تمنا رجعت الی حیات الدنیا کی ہوگی حیث قال۔

اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَی الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ کَرَّۃً فَاَکُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔ یا کہے جب عذاب دیکھے کہ اگر مجھے پھر دنیا میں بھیجا جائے تو میں عقیدۂ شرک سے مجتنب رہ کر محسنین میں ہو جاؤں۔

لَوْ اَنَّ لِیْ کَرَّۃً کے معنی آلوسی اَیْ رُجُوْعًا اِلَی الدُّنْیَا فرماتے ہیں یعنے وہ تمنا کرے گا کہ اگر مجھے دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تو میں نیکوکار ہو جاؤں حالانکہ قیام قیامت سے قبل ہی حیات دنیا میں جزا و سزا ہے اس کے بعد پھر تمہاری ہوگی اور اس کا واپس دنیا میں جانا محال ہے چنانچہ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا۔

بَلٰی قَدْ جَآءَتْکَ اٰیٰتِیْ فَکَذَّبْتَ بِھَا وَاسْتَکْبَرْتَ وَکُنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۔ ہاں بے شک تیرے پاس میری آیتیں آئیں تو تو نے ان کی تکذیب کی اور تکبر کیا اور تو ازل میں ہی کافروں میں تھا۔

آج تیرا عذاب دیکھ کر یہ کہنا غلط ہے کہ لَوْ اَنَّ اللّٰہَ ھَدٰنِیْ ۔ یہ کہنا بعد ذوق عذاب ہوگا اور عذاب آنے کے بعد پھر تمنائے باطل باطل ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ ۔ حالانکہ دخول نار کے بعد عذاب سے نجات کافر کے لیے محال ہے اب جبکہ متقیوں کا مقام اور جہنم کا عذاب مشاہدہ میں آگیا اب تبدیلی اور آخرت سے دنیا میں آنا ناممکن ہے تو ایسی تمنا کرنا بھی باطل ہے۔

چنانچہ علامہ طیبی بھی یہی فرماتے ہیں اَنَّ النَّفْسَ عِنْدَ رُؤْیَتِہٖ یَتَمَنّٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بَیْنَ النَّاس

مُجْزِیِّیْنَ بِاَعْمَالِہِمْ مُتَعَسِّرٌ عَلٰی تَفْوِیْتِ الْاَعْمَالِ عَلَیْہِمَا ثُمَّ قَدْ یَتَعَلَّلُ بِاَنَّ التَّقْصِیْرَ لَمْ یَکُنْ حَتّٰی فَاذَا النَّظَرُ وَعَلِمَ اَنَّ التَّقْصِیْرَ کَانَ مِنْہُ۔ تمنا سے رجوع اور اَنَّ النَّفْسَ سے مراد شخص اور فرد انسانی فرمایا۔ یہاں معتزلہ کا یہ عقیدہ ہے کہ

اَنَّ الْعَبْدَ خَالِقٌ لِاَفْعَالِہٖ کہ بندہ خود اپنے فعل کا خالق ہے اور یہ بات اہل سنت کے نزدیک باطل ہے چنانچہ اشاعرہ اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ افعال کا خالق اللہ ہے لیکن بندوں کے افعال میں قدرت خداوندی دخیل و اثر انداز ہے اور یہ آیت اہل سنت کے مسلک کی تائید کرتی ہے یعنی ہم نے تو تجھے افعال پر قدرت دی تھی اور تجھے افعال کے خیر و شر پہ مطلع کر دیا تھا اور اب باعتبار قدرت تو نے جو کسب کیا اسی پر جزا و سزا ہے ورنہ اللہ تعالٰے تو کسی کو یونہی عذاب نہیں دیتا اور اس آیت میں بَلٰی قَدْ جَاءَتْکَ اٰیَاتِیْ میں اس قول کی مزید تردید کر دی ہے کہ ہم نے تو تجھے قدرت دی تھی جس راستہ کو اختیار کرنا چاہے اختیار کر لے اسی پہ عذاب و ثواب کی عمارت کی بنیاد ہے ورنہ اللہ تعالٰے تو سبھی چیزوں کا خالق ہے۔ نیک و بد، خیر و شر، ایمان و کفر سب کا وہی خالق ہے جس طرح بندوں کا خالق اسی طرح بندوں کے افعال کا بھی خالق ہے اس پر نص وارد ہے وَخَلَقَ مِنَّا تَعْمَلُوْنَ اور جو تم کرتے ہو اس نے پیدا کیا اللہ تعالٰے نے تخلیق خیر و شر کے ساتھ بندے کو اچھائی اور برائی کی ہدایت بھی دیدی ہے اب کوئی چاہے تو نیک کام کرے یا برا کام کرے ایسا کرنے پر آدمی کو قدرت حاصل ہے چاہے اچھا کرے یا برا کرے اور اصطلاح قرآن میں اس قدرت و فعل کو کسب کہا گیا ہے اور کسب پر ہی جزا و سزا ہے۔

وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَرَی الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلَی اللّٰہِ وُجُوْہُہُمْ مُّسْوَدَّۃٌ اَلَیْسَ فِیْ جَہَنَّمَ مَثْوًی لِّلْمُتَکَبِّرِیْنَ

اور قیامت کے تو ان لوگوں کو دیکھے گا جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے کیا جہنم میں متکبر لوگوں کے لیے جگہ نہیں ہے۔

یہ خطاب استفہام تقریری ہے یعنی ضرور ان کی یہ حالت نظر آئے گی یعنی مومن لوگ ایسا دیکھیں گے یا ہر اس صاحب رؤیت سے جسے اللہ تعالٰے نے بصیرت کافی عطا فرمائی ہے وہ کافروں کو اس حال میں دیکھے گا۔

دیکھنے والے لوگوں سے مراد وہ منکرین نہیں جن پہ آیات الٰہی آئیں اور انہوں نے اسے جھٹلایا اور قبول کی بجائے تکبر کیا۔

اس کے بعد قبول اسلام پہ جھکنے والوں کا حال ہے جیسا کہ اسلوب بیان قرآن ہے کہ اگر اول

جہنمیوں کا ذکر ہو جائے تو بعد میں جنتیوں کا تذکرہ ہوتا ہے اور اگر اول جنتیوں کا ذکر فرما دیا جائے تو بعد میں جہنمیوں کا ذکر کیا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَیُنَجِّی اللّٰہُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِہِمْ لَا یَمَسُّہُمُ السُّوْٓءُ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ اور نجات دے گا اللہ انہیں جو پرہیز گار ہیں ان کی کامیابی سے اور فلاح عمل سے نہیں پہنچے گی انہیں برائی اور نہ ہوں گے وہ کبھی غمگین۔

مَفَازَتِہِمْ سے مراد نجات کی جگہ ہے یہ اسم مکان ہے یعنے پرہیز گار مقام امن میں ہوں گے اور انہیں ہر برائی اور تکلیف سے نجات ہوگی آگے ارشاد ہے۔

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ۔ اللہ ہی ہر شے کا خالق و مالک ہے اور وہ ہر شے کا محافظ ہے۔

چنانچہ آلوسی لکھتے ہیں اَلْمَعْنٰی اِنَّہٗ تَعَالٰی حَفِیْظٌ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَا اَنْتَ عَلَیْہِمْ بِوَکِیْلٍ۔ یہاں بھی وکیل سے مراد حفیظ ہیں۔

لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ
اسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیتوں سے کفر کیا وہ ہی نقصان و خسران والے ہیں۔

مقالید کا ترجمہ آلوسی مفاتیح کرتے ہیں کما قال ابن عباس والحسن وقتادہ وغیرہم۔ اور بتاتے ہیں کہ مقالید مقلید و مقلد کی جمع ہے یہ تقلید سے ہے اور اس سے قلادہ ہے جو گردن میں ڈالا جاتا ہے قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ آیۂ کریمہ کے بیان پر فرماتے ہیں ھُوَ کِنَایَۃٌ عَنْ قُدْرَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ حِفْظِہٖ لَھَا وَفِیْہِ مَزِیْدُ دِلَالَۃٍ عَلَی الْاِسْتِقْلَالِ وَالْاِسْتِبْدَادِ۔

اور علامہ راغب اصفہانی مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَا یُحِیْطُ بِھَا۔ اس سے مراد ہر شے کا احاطہ ہے وَیَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ الْمَعْنٰی لَا یَمْلِکُ التَّصَرُّفَ فِیْ خَزَائِنِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اس کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ کوئی تصرف کی طاقت بالذات نہیں رکھتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ گویا آیت کریمہ کے یہ معنی ہیں ھُوَ تَعَالٰی یَتَوَلَّی التَّصَرُّفَ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ لِاَنَّہٗ لَا یَمْلِکُ اَمْرَہٗ سِوَاہُ عَزَّ وَجَلَّ۔

اور ابو یعلی اور یوسف قاضی اپنی سنن اور ابو الحسن القطان مطولات میں اور ابن السنی عمل الیوم واللیلۃ میں اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

سے راوی ہیں قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَقَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ وَھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

مراد یہ ہے کہ ان کلمات میں اللہ تعالٰی کی توحید و تمجید ہے۔ یہ آسمانوں اور زمین کی بھلائیوں کی کنجیاں ہیں اور جس مومن نے یہ کلمے پڑھے دارین کی بہتری پائے گا۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ خزائن رحمت رزق و بارش وغیرہ کی کنجیاں اس کے پاس ہیں وہی اس کا مالک ہے ان حسنات ازلیہ ابدیہ کے منکر پر ارشاد ہوتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ یعنے جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی نقصان میں ہیں۔

آیات اللہ سے مراد قدرت مستقلہ کے نشانات و علامات ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ زمر پ۲۴

قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَاْمُرُوْنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّھَا الْجٰھِلُوْنَ ۝	ان کافروں سے فرمائیں کہ کیا تم اللہ کے سوا غیر کے پوجنے کو مجھے کہتے ہو اے جاہلو۔
وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝	اور بے شک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے پہلوں کی طرف کہ اے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرے عمل اکارت ہو جائیں گے اور ضرور تو نقصان و خسران میں ہوگا۔
بَلِ اللّٰہَ فَاعْبُدْ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ ۝	بلکہ اللہ ہی کی بندگی کر اور شکر گذار رہو۔
وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝	اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ حق ہے قدر کرنے کا اور وہ بروز قیامت سب زمین قبضہ میں لے گا اور آسمانوں کو اپنی قدرت سے لپیٹ دے گا اور اللہ بلند ہے ان کے

شرک سے

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝

اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے پھر دوبارہ پھونکا جائے گا تو وہ بھی دیکھتے ہوئے کھڑے رہ جائیں گے

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

اور جگمگا اٹھے گی زمین اپنے رب کے نور سے اور رکھی جائے گی کتاب اور لائے جائیں گے انبیاء اور یہ نبی اور اس کی امت کے ان پر گواہ ہوں گے اور فیصلہ دیا جائے گا حق حق ان میں اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ

اور ہر جان کو اس کی کرنی کا بدلہ پورا دیا جائے گا اور اسے خوب معلوم ہے جو وہ کرتے تھے۔

حل لغات

قُلْ۔ کہہ دیں	اَ۔ کیا	فَغَيْرَ۔ سوائے	اللّٰهِ۔ اللہ کے
تَاْمُرُوْٓنِّيْ۔ حکم دیتے ہو مجھے	اَعْبُدُ۔ کہ میں پوجوں	اَيُّهَا۔ اے	الْجٰهِلُوْنَ۔ جاہلو
وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	اُوْحِيَ۔ وحی کی گئی	اِلَيْكَ۔ تیری طرف
وَ۔ اور	اِلَى۔ طرف	الَّذِيْنَ۔ انکی جو	مِنْ قَبْلِكَ۔ تجھ سے پہلے تھے
لَئِنْ۔ اگر	اَشْرَكْتَ۔ شرک کیا تو نے	لَيَحْبَطَنَّ۔ تو برباد ہو جائینگے	عَمَلُكَ۔ تیرے عمل
وَ۔ اور	لَتَكُوْنَنَّ۔ ہوگا تو	مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ نقصان والوں سے	
بَلِ۔ بلکہ	اللّٰهَ۔ اللہ ہی کی	فَاعْبُدْ۔ عبادت کر	وَ۔ اور
كُنْ۔ ہو جا	مِنَ الشّٰكِرِيْنَ۔ شکر گذاروں سے		وَ۔ اور
مَا۔ نہ	قَدَرُوا۔ قدر کی انہوں نے	اللّٰهَ۔ اللہ کی	حَقَّ۔ حق
قَدْرِهٖ۔ اسکے قدر کا	وَ۔ اور	الْاَرْضُ۔ زمین	جَمِيْعًا۔ ساری

قَبْضَتُهٗ۔ اس کی مٹھی میں ہوگی یَوْمَ۔ دن الْقِیٰمَةِ۔ قیامت کے
وَ۔ اور السَّمٰوٰتُ۔ آسمان مَطْوِیّٰتٌ۔ لپیٹے ہونگے بِیَمِیْنِهٖ۔ اسکے دائیں ہاتھ میں
سُبْحٰنَهٗ۔ پاک ہے وہ وَ۔ اور تَعٰلٰی۔ بلند ہے عَمَّا۔ اس سے جو
یُشْرِکُوْنَ۔ شرک کرتے ہیں وَ۔ اور نُفِخَ۔ پھونکا جائے گا فِی۔ بیچ
الصُّوْرِ۔ صور کے تو فَصَعِقَ۔ بیہوش ہوجائیگا مَنْ۔ جو فِی۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے وَ۔ اور مَنْ۔ جو فِی۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے اِلَّا۔ مگر مَنْ۔ جسے شَآءَ۔ چاہے
اللّٰهُ۔ اللہ ثُمَّ۔ پھر نُفِخَ۔ پھونکا جائیگا فِیْهِ۔ اس میں
اُخْرٰی۔ دوسری مرتبہ فَاِذَا۔ تو اچانک وہ هُمْ۔ وہ قِیَامٌ۔ کھڑے
یَّنْظُرُوْنَ۔ دیکھتے ہونگے وَ۔ اور اَشْرَقَتِ۔ چمک اٹھے گی الْاَرْضُ۔ زمین
بِنُوْرِ۔ ساتھ نور رَبِّهَا۔ اپنے رب کے وَ۔ اور وُضِعَ۔ رکھی جائے گی
الْکِتٰبُ۔ کتاب وَ۔ اور جِایْٓءَ۔ لایا جائے گا بِالنَّبِیّٖنَ۔ نبیوں کو
وَ۔ اور الشُّهَدَآءِ۔ گواہوں کو وَ۔ اور قُضِیَ۔ فیصلہ کیا جائیگا
بَیْنَهُمْ۔ ان میں بِالْحَقِّ۔ انصاف سے وَ۔ اور هُمْ۔ وہ
لَا۔ نہ یُظْلَمُوْنَ۔ ظلم کیے جائینگے وَ۔ اور وُفِّیَتْ۔ پورا دیا جائیگا
کُلُّ۔ ہر نَفْسٍ۔ آدمی کو مَّا۔ جو عَمِلَتْ۔ عمل کیا اس نے
وَ۔ اور هُوَ۔ وہ اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے بِمَا۔ جو
یَفْعَلُوْنَ۔ وہ کرتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر ساتواں رکوع سورۃ زمر پ۲۴

قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ۔ اے محبوب تم فرماؤ تو کیا اللہ کے سوا دوسرے کو پوجنے کو مجھے کہتے ہو اے جاہلو۔

یعنی اے مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم ان کفار قریش سے جو آپ کو اپنے دین یعنے بت پرستی کی طرف بلاتے ہیں ان کو کہہ دو کہ تم مجھے کس طرف بلاتے ہو تو کہہ دیجئے کہ کیا تم مجھ کو غیر اللہ کی عبادت کا مشورہ

دیتے ہو حالانکہ اللہ کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں اور جاہل اس واسطے فرمایا کہ انہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ خدا کے سوا کوئی اور عبادت کا مستحق نہیں باوجودیکہ اس پر قطعی دلیلیں قائم ہیں۔

آگے آیت وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ الخ اور بے شک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ اے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا اور ضرور تو خسارے میں رہے گا۔ یہ کلام مبنی بر فرض ہے اس سے مراد کافروں کو نا امید کرنا اور امت کو در پردہ تنبیہ کرنا ہے۔ اس آیت کی روشنی میں کہا گیا ہے کہ مرتد ہو جانے سے تمام گذشتہ نیکیوں کا ثواب ساقط کر دیا جاتا ہے اور یہاں خطاب امت سے ہے نبی سے نہیں کیونکہ انبیاء سے شرک کا صدور محال ہے۔

بَلِ اللّٰہَ فَاعْبُدْ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ ۝ بلکہ اللہ ہی کی بندگی کر اور شکر والوں سے ہو جا۔ یعنی جو نعمتیں اللہ تعالےٰ نے تجھ کو عطا فرمائیں اس کی اطاعت بجالا کر ان کی شکر گذاری کر کافروں نے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا تھا یعنے غیر اللہ کی پوجا کریں تو یہ آیت اس کی تردید ہے۔ لفظ اللہ کو فاعبد سے پہلے ذکر کرنا مفید حصر ہے۔ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ سے مراد شکر گذار رہنا ہے اور اطاعت بجالانا ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِہٖ ط سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ اور انہوں نے نہیں قدر کی اللہ کی جیسا کہ حق تھا اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ لے گا اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے اور اللہ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

اللہ تعالےٰ کی قدر و منزلت نہ کرنے کی وجہ سے ہی تو یہ لوگ مبتلائے شرک ہوئے اور اگر عظمت الٰہی سے واقف ہوتے اور اس کا مرتبہ جان لیتے تو ایسا ہرگز نہ کرتے اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے اپنی عظمت و جلال کا اظہار فرمایا اور کہا وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ وہ ایسا صاحب جلال ہے کہ بروز قیامت تمام زمینیں اپنی قدرت سے سمیٹ دے گا اور تمام آسمان اس کی قدرت مطلقہ سے سمیٹ دیئے جائیں گے اور اس کے سوا کسی میں یہ قدرت نہیں وہی سبحان ہے وہی بلند و بالا ہے مشرکوں کے شریکوں سے پھر آگے اس سے بھی بلند قدرت کا بیان ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ط اور پھونکا جائے گا صور تو سب بے ہوش ہو جائیں جتنے آسمانوں میں اور زمین میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے

بپہلے نفخہ کا بیان ہے اس نفخہ سے جو بیہوشی طاری ہوگی اس کا یہ اثر ہوگا کہ ملائکہ اور سکان زمین جو اس وقت زندہ ہوں اور ان پر موت نہ ہوئی ہو سب مر جائیں اور جن پر موت طاری ہو چکی تھی اور انہیں اللہ تعالیٰ نے حیات عنایت فرمائی اور وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی ہے اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِہِمْ یُصَلُّوْنَ ۔ تمام نبی زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں ایسے ہی شہداء کرام کہ قرآن کریم میں ہے بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ یُرْزَقُوْنَ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔ ان پر بھی اس نفخہ سے کیفیت بیہوشی طاری ہوگی مگر بقول اعلیٰ حضرت قدس سرہ یہ موت آنی ہوگی اس کے پھر وہ حیات جسمانی مل جائے گی چنانچہ فرماتے ہیں۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے ! مگر ایسی کہ فقط آنی ہے !

اور جو لوگ قبروں میں مرے پڑے ہیں انہیں اس نفخۂ اولیٰ کا شعور بھی نہ ہوگا کما فی الجمل وغیرہا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰہُ میں استثناء کس کس کا ہے اس میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں

سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نفخۂ صعق سے تمام آسمان و زمین والے مر جائیں گے مگر جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام پر اس کا اثر نہ ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نفخۂ اولیٰ و ثانیہ کے مابین چالیس سال کی جو مدت ہے اس میں انہیں بھی موت دیگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس استثناء سے مراد شہداء کرام ہیں جن کے حق میں بَلْ اَحْیَاءٌ ارشاد ہو چکا ہے حدیث میں بھی آیا ہے کہ اس سے مراد وہ شہداء ہیں جو تلواریں لگائے گرد عرش حاضر ہونگے۔

تیسرا قول حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ اس استثناء میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام مراد ہیں جو کوہ طور پر پہلے بیہوش ہو چکے ہیں اس وقت آپ ہوش میں رہیں گے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اس استثناء میں حوران جنت اور سکان عرش و کرسی ہیں۔

پانچواں قول ضحاک کا ہے کہ اس نفخہ کے اثر سے مستثنیٰ رضوان جنت اور حوران بہشتی اور حفظۂ جہنم یعنی وہ فرشتے جو جہنم پر مامور ہیں اس کے علاوہ جہنم کے سانپ اور بچھو ہیں۔

ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی ۔ پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا اس سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے جس کے بعد مردے زندہ کیے جائیں گے اور یہاں اس کا ہی ذکر ہے چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

فَاِذَا ہُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ۔ جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے یعنی اپنی قبروں سے اور دیکھتے ہوئے کھڑے ہوئے سے یا تو یہ مراد ہے کہ وہ حیرت میں آکر مبہوت شخص کی طرح ہر طرف

نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے یا یہ مطلب ہے کہ وہ یہ دیکھتے ہوں گے کہ اب انہیں کیا معاملہ درپیش آئے اور مومنین کی قبروں پر اللہ تعالٰی کی رحمت سے سواریاں حاضر کی جائیں گی جیسا کہ اللہ تعالٰی نے وعدہ فرمایا ہے یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا دونوں مرتبہ صور پھونکے جانے میں چالیس سال کا فصل ہوگا اور منتظرین کی کیفیت جو نفخہ ثانیہ کے بعد ہوگی اس کا ذکر سورۃ الحج میں بھی آیا ہے ارشاد ہے یَوْمَ تَرَوْنَهَا جس دن تم اسے دیکھو گے۔ اور تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى اور تو لوگوں کو دیکھیگا جیسے نشہ میں ہیں اور مبہوت ہو کر دیکھیں اب کیا ہوگا۔

تو جب حضور زلزلۂ ساعت میں سب کی کیفیات ملاحظہ فرمائیں گے تو نفخۂ اولی کی کیفیت بھی کیوں نہ ملاحظہ فرمائیں گے اور استثناء ان کا کیا گیا جب یہ کیفیت آنی ممکن تھی۔ اسی وجہ میں حضور کو مختار محشر مالک کوثر مانا گیا اس لیے کہ حضور کے ذمہ حشر کا تمام نظام ہوگا آگے ارشاد ہے۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۔ اور زمین جگمگا اٹھے گی اپنے رب کے نور سے اور رکھی جائے گی کتاب اور لائے جائیں گے انبیاء اور یہ نبی اور ان کی امت اس پہ گواہ ہوں گے اور لوگوں میں حق حق فیصلہ فرمایا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

اور اشراق ارض نور رب سے جو ہوا سے مفسرین نے بتایا کہ زمین بھی نئی ہوگی جیسا کہ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ سے ظاہر ہے تو اب یا تو یہ نور اللہ تعالٰی پیدا فرمائے گا جیسا کہ صاحب جمل نے لکھا یا وہی نور ہوگا جسے اللہ تعالٰی نے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ فرما کر ہمیں بتایا یعنی جناب مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء بے نقاب جلوہ افروز ہوں جن کی تابانی سے اشرقت الارض ہوا اور منور رہا بھی صحیح ہو سکتا ہے اس لیے کہ حضور نور الٰہی ہیں۔

اور وُضِعَ الْكِتٰبُ سے مراد اعمالنامہ بھی ہو سکتے ہیں اور لوح محفوظ بھی ہو سکتی ہے اس لیے کہ اس میں تمام احوال و اعمال موجود ہیں اور ان کے موافق حق حق فیصلہ دیا جائے جس میں بے انصافی اور ظلم کا واہمہ بھی نہ ہو۔

وَوُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ۔ اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر جان کو اور اسے خوب علم ہے ہر فعل کا جو جس نے کیا۔

یعنی اللہ تعالٰی سے کچھ مخفی نہیں اور اسے اپنے علم کے مقابلہ میں شاہد و کاتب کی حاجت نہیں اور جو گواہ امت محمدیہ کے بلائے جائیں گے وہ اتمام حجت کے لیے ہیں۔ جمل

مختصر تفسیر ار دو ساتواں رکوع سورۃ زمر پ۲۴

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ۔ فرما دیجئے کیا غیر خدا کی پرستاری کے لیے تم اے مشرک جاہلو مجھے کہتے ہو۔

مشرکین مکہ نے حضور سے درخواست کی تھی کہ آپ ہمارے بعض بتوں کو پوجئے ہم آپ کے خدا کو پوج لیں گے یہ غایت جہل وغباوت سے انہوں نے کہا اس بنا پر اللہ تعالے نے عنوان جلی کے ساتھ ان کی حقیقت واضح کی اور ایہا الجاہلون فرمایا یعنی کیا تم مجھ سے یہ چاہتے ہو کہ میں سوائے ذات واجب تعالے کے غیر کی پوجا کروں حالانکہ یہ کام جاہلوں کا ہے اس لیے کہ

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ہ اور بے شک تمہاری طرف بذریعہ رسل کرام حکم مل چکا ہے اور تم سے پہلوں کو بھی بتا دیا گیا ہے کہ اگر تم شرک کروگے تو تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے اور ضرور تو گھاٹے میں رہے گا۔

یہ کلام مبنی بر فرض ہے اس سے مراد ہے کافروں کو ناامید کرنا اور امت کو درپردہ متنبہ کرنا اس آیت کی روشنی میں ہم کہتے ہیں کہ مرتد ہو جانے سے تمام گذشتہ نیکیوں کا ثواب ساقط ہو جاتا ہے جسطرح اسلام سابق تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اسی طرح ارتداد ساری گذشتہ نیکیوں کو اکارت کر دیتا ہے بیضاوی نے لکھا ہے کہ حبط اعمال کا حکم شاید انبیاء کے لیے مخصوص ہو کیونکہ انبیاء کا شرک کرنا امت کے شرک کے مقابلہ میں بہت برا ہے لیکن یہ قول باطل ہے اس لیے کہ کلام محض فرض محال پر ہے اور انبیاء کا شرک کرنا امر محال ہے اور ایسا تصور بھی انتہائی مذموم ہے اور اس آیت میں امت کو تعلیم وانتباہ مقصود ہے کہ شرک مہلک اور عظیم جرم ہے۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ۔ بلکہ اللہ تعالے ہی کی بندگی کرو اور شکر والوں میں سے ہو جاؤ۔ گویا یوں فرمایا گیا کہ

اِنْ كُنْتَ عَابِدًا اَوْ عَاقِلًا فَاعْبُدِ اللّٰهَ۔ اگر تو عاقل وعابد ہے تو اللہ کی عبادت کر کہ اس کے سوا کسی غیر خدا کی پوجا بے عقلی اور حماقت ہے اس لیے کہ وہی پیدا کرنے والا اور روزی دینے والا ہے چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ۔ تو پوجو تم سب اس گھر کے رب کو جو تمہیں بھوک میں کھلاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رزاق مطلق وہی رب البیت

ہے اگرچہ مجازی رب مخلوق ہیں لیکن حقیقی رب ورزاق وہی ایک اور صرف ایک اللہ تعالےٰ ہے
چنانچہ آگے ارشاد ہے جس سے قدرت مطلقہ کا اظہار ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ اور نہ قدر وعظمت کی اللہ کی انہوں نے جیساکہ حق تھا یا آنکہ تمام روئے زمین اس کی مقبوضہ ومحروسہ ہے اور بروز قیامت تمام آسمان اس کی قدرت سے لپیٹے ہوئے ہوں پاک اور بلند ہے وہ ان کے شرک سے۔

علامہ آلوسی اس آیت کریمہ کا ترجمہ کرتے ہیں اَیْ مَا عَظَّمُوْهُ جَلَّ جَلَالُهٗ حَقَّ عَظْمَتِهٖ اِذْ عَبَدُوْا غَيْرَهٗ تَعَالٰى وَطَلَبُوْا مِنْ نَّبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِبَادَةَ غَيْرِهٖ سُبْحٰنَهٗ ۔ یعنی عظمت نہ کی حق تعالےٰ کی حق عظمت اس لیے کہ انہوں نے غیر اللہ کی پوجا شروع کی اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے غیر اللہ کی پرستش کا مطالبہ کیا۔ قَالَهُ الْحَسَنُ وَالسُّدِّيُّ ۔

وَقَالَ الْمُبَرِّدُ اَصْلُهٗ مِنْ قَوْلِهِمْ فُلَانٌ عَظِيْمُ الْقَدْرِ يُرِيْدُوْنَ بِذٰلِكَ جَلَالَتَهٗ ۔ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ میں جلالت شان اور عظمت ذات کا اظہار مقصود ہے اور قدر کی اصل پر فرماتے ہیں وَ اَصْلُ الْقَدْرِ اِخْتِصَاصُ الشَّيْءِ بِعِظَمٍ اَوْ صِغَرٍ اَوْ مُسَاوَاةٍ ۔

علامہ راغب مفردات میں کہتے ہیں اَیْ مَا عَرَفُوْا كُنْهَهٗ عَزَّوَجَلَّ یعنے مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ کے یہ معنی ہیں کہ کنہ ذات اور عظمت صفات کو ان بے دینوں نے نہیں جانا۔

اور اس کو نہایت لطیف طریقہ پر آلوسی نے واضح کر دیا چنانچہ فرمایا اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ وَالْبَحْثُ عَنْ كُنْهِ ذَاتِ اللّٰهِ اِشْرَاكٌ ۔ کنہ ذات کے ادراک یعنی معرفت الٰہی کے کماحقہ ادراک کا انکار ہی درحقیقت ادراک ذات ہے اور ذات الٰہی کی عظمت سے ناواقفیت ہی تو شرک ہے یعنی

جس شخص کو معرفت الٰہی حاصل ہوئی تو اس نے معرفت کے باوجود یہ کہا کہ میں عظمت الٰہی سے کماحقہ بیگانہ ہوں یعنی عجز کا اظہار کیا کیونکہ کنہ ذات کا ادراک حقیقی ممکن ہی نہیں کیونکہ فانی باقی کی حقیقت کو کیونکر ادراک کر سکتا ہے اور لامتناہی متناہی کے ادراک میں کیونکر آسکتا ہے لہذا اہل معرفت کا اظہار عجز درحقیقت اپنی نفی اور معرفت الٰہی کا اثبات ہے اور جو عظمت الٰہی سے بیگانہ رہا تو وہ اس بے گانگی اور بے خبری کے سبب شرک میں مبتلا ہوا۔ اور اگر وہ مرتبہ الٰہی پہچانتے تو کبھی شرک پر مصر نہ ہوتے اور واجب تعالےٰ شانہ کی معرفت کے نور سے معمور ومنور ہوتے۔ اور وہ

قَدَرُوا اللّٰہَ سے مراد یعنی ان لوگوں نے خدا کی قدر نہ جانی مراد مشرک لوگ ہیں یا پھر وہ لوگ ہیں جنہوں نے محض روایات پڑھ کر کورانہ تقلید کی اور اپنے جہل پر مصر رہے ایسوں کو مشرک طریقت کہتے ہیں ورنہ ادراک ذات کا دعویٰ بھی عظیم خطا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

سمجھ آئی سمجھ میں کچھ نہ آیا سمجھنا ہی تمہارا بس خطا ہے۔

اور وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ کا مفہوم واضح ہے کہ قبضہ بمعنی مقبوضہ ہے یعنی تمام روئے زمین اللہ جل وعلا شانہ کے قبضۂ اقتدار میں ہے جو چاہے اس میں تصرف فرمائے چنانچہ آلوسی بھی اسی طرف گئے ہیں اور اس کے مفہوم پر روح المعانی میں فرمایا قَبْضَتُہٗ اَیْ مَقْبُوْضَتُہٗ۔ البتہ ارض کو منفرد اور واحد ذکر کرنے پر فرماتے ہیں کہ یہ اس لیے ہے تا کہ سمجھا جائے کہ زمین کی تخلیق اول امر ہے اور یہ بتانا اس امر کو مستلزم نہیں کہ ارض سے مراد ایک ہی ارض ہے۔ بلکہ ارضین پر بھی باعتبار اول امر ارض کہا جا سکتا ہے اور ایسے ہی آسمانوں کے متعلق اسی قبضہ پر عطف فرماتے ہوئے فرمایا وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ قدرت جلیل اکبر یہ ہے کہ زمین اور آسمان اس کے داہنے ید قدرت بروز قیامت ہوں گے اس فرمانے سے صرف جلالت شان سے متنبہ کرنا مقصود ہے چنانچہ آلوسی بھی یہی فرماتے ہیں قَالَ بَعْضُہُمْ اَلْمُرَادُ التَّنْبِیْہُ عَلٰی مَزِیْدِ جَلَالَتِہٖ عَزَّ وَجَلَّ جس کا مفہوم یہی نکلا کہ زمین و آسمان بتمام قبضۂ اقتدار میں ذات واجب تعالیٰ شانہ کے ہے اور اس کے سوا کوئی اس پر متصرف اور قابض نہیں اور یہ ملکیتیں جو کاشتکار اور زمیندار دکھاتے ہیں یہ تمام کی تمام مجازی ہیں نہ کہ حقیقۃً ان کا تصرف اس پر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے لین لارڈ مربعوں کے مالک اس مجازی تصرف و قبضہ کے باوجود عظمت الٰہی کے سامنے جھکے ہوئے ہیں کہ ان کی مملوکہ محروسہ زمینوں پر ان کو حقیقی تصرف حاصل نہیں اور ہر وقت اس خطرے سے خالی نہیں ہیں کہ ان کی ملکیت ان سے چھن نہ جائے۔ دنیادار حاکم جب یہ اعلان کرتے ہیں کہ پندرہ ایکڑ سے زیادہ زمین نہیں رکھی جا سکتی تو ان کی پریشانیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کو اپنا عارضی قبضہ و تصرف متزلزل نظر آتا ہے۔

قیامت کے روز اللہ تعالےٰ آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے دست قدرت میں لے لے گا۔ پھر فرمائے گا کہاں ہیں جبار کہاں ہیں متکبر ملک و حکومت کے دعویدار پھر زمینوں کو لپیٹ کر اپنے دست قدرت میں لیگا اور یہی فرمائے گا کہ میں ہوں بادشاہ کہاں ہیں دنیا کے بادشاہ یعنی جو دنیا میں بڑے

دعوے کرتے تھے آج ان کا قبضہ و تصرف کہاں ہے۔ بلا تصرف غیر ہم ہی زمین و آسمان پر متصرف ہیں اور بروز قیامت ارشاد ہوگا کہ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ آج کون ہے جو ملک و مملکت کا مدعی ہو۔ بلکہ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِلّٰهِ۔ آج کے دن ملک صرف اور صرف اللہ تعالےٰ ہی کے لیے ہے جو ہمیشہ سے متصرف تھا اور آج بھی ہے اور اپنی قدرت کاملہ کے اظہار میں اور بھی وضاحت کی اور فرمایا کہ یہ آسمان جس کے سایہ تلے مخلوق انسانی و حیوانی بس رہی ہے جس تک پہنچنے کے لیے سائنس والے اپنی قوت پرواز مادیات کی مدد سے دکھا رہے ہیں اور یہاں تک دعوے کر رہے ہیں کہ چاند میں ایروڈرم بھی بنا رہے ہیں اور وہاں تک پہنچنے کے لیے شعاعیں اپنے ہائیڈروجن بم میں ریزرو کر رہے ہیں۔

لیکن اس افسانے کو سنتے سنتے ہمیں بھی تقریباً چالیس سال گذر گئے ہیں مگر جو ایٹم بم چلا اس میں بندر کو بٹھایا۔ چوہا رکھا کتے کو بند کیا محض اس امر کو دیکھنے کے لیے کہ وہاں کی لطافت ہوا ان کو زندہ چھوڑتی ہے یا نہیں۔ وائرلیس کے ذریعہ ان جانے والوں کی سانس سنتے رہے یہاں تک کہ وہ سانس والے تو کہاں وہ بم ہی جل کر فضاء ہوائیہ میں فنا ہو گیا۔ اگرچہ قرآن کریم اس کو بھی بتاتا ہے کہ وہ جانے والے کیسے جائیں گے اور کس طرح دم زدن میں واپس آکر حالات بتائیں گے جیسا کہ واقعہ معراج سے وضاحت ہو گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۔

جس کے معنی یہ ہیں کہ جن تو اپنی جماعتوں کے ساتھ قبل بعثت مصطفی علیہ التحیہ والثناء آسمانوں پر چلے جاتے اور وہاں فرشتوں کا کلام سنتے اور خبروں کے ساتھ واپس آتے اور جن انسانوں سے زیادہ قوی ہیں تاہم قوت کے بغیر نکلنا ممکن نہیں اور الا بسلطان کے تحت قوت سے مراد روحانی قوت ہے جو فیضان الٰہی کا نتیجہ ہے یعنی اگر یہ زمین کے کناروں سے نکلیں گے تو قوت کے ساتھ اور یہ نکلنا بھی بس آنا جانا ہی ہوگا اور وہ بھی قطعی نہیں کہ فی نفسہ پہنچے یا نکلے۔ تاہم بڑے زور شور سے دعوے جاری ہیں کہ ہم آسمانوں پر پہنچیں گے۔

امریکہ اور روس آسمانوں پر پہنچنے اور چاند و مریخ کی تسخیر کے تصور کے تحت وہاں زمینیں الاٹ کرنے کا اعلان کر رہے ہیں۔ اگرچہ آج تک وہ کر نہ سکے اور نہ کر سکیں گے مگر جو پہنچے ان کے لیے اِلَّا بِسُلْطٰنٍ فرما کر استثناء کیا کہ قوت نبوت اس شان پر ہے کہ اگر خدا چاہے تو انہیں براق کی برق رفتاری نہ صرف آسمانوں پر عبور کرا دے بلکہ جنت و دوزخ۔ حور و غلمان اور تمام ملکوت السموات کی سیر کرا کر دم زدن میں بلکہ طرفۃ العین میں واپس لے آئے اور یادداشت کی یہ شان ہو کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى اور ثُمَّ اسْتَوٰى وَهُوَ

بالْاُفُقِ الْاَعْلیٰ تک پہنچا کر واپس مسجد حرام میں لے آیا۔ غیر بحث طویل ہے اس کو ان شاء اللہ سورۂ نجم کی تفسیر میں تفصیلا بیان کریں گے یہاں تو صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اس قادر قیوم کی قدرت کاملہ کا ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ

وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ۔ آسمان اس کے ید قدرت میں لپٹے ہوئے ہوں گے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ۔ چنانچہ ارباب لغت مطویات کے ترجمہ میں فرماتے ہیں طَیَّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ بِقُدْرَتِہٖ الَّتِیْ لَا یَتَعَاصَاھَا شَیْءٌ یعنی اپنی قدرت کاملہ سے وہ آسمانوں کو ایسے لپیٹ دیگا جیسے کاغذ کے جز لپیٹ دیے جاتے ہیں اور اس بیان میں یہ رمز ہے کہ سننے والا سمجھ سکے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کاملہ وہ نہیں جسے مشرکین مثالوں میں ارضی وسماوی کہہ کر ذات واجب تعالیٰ شانہ پر بحثیں کرتے ہیں چنانچہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وَفِیْہِ رَمْزٌ اِلٰی مَا یُشِیْرُ کَوْنُہٗ مَعَہٗ عَزَّوَجَلَّ اَرْضِیًّا کَانَ اَمْ سَمَاوِیًّا مَقْهُوْرٌ تَحْتَ سُلْطَانِہٖ جَلَّ شَانُہٗ وَعَزَّ سُلْطَانُہٗ فَالْقَبْضَۃُ مَجَازٌ عَنِ الْمُلْکِ اَوِ التَّصَرُّفِ کَمَا یُقَالُ بَلَدُ کَذَا فِیْ قَبْضَۃِ فُلَانٍ وَالْیَمِیْنُ مَجَازٌ عَنِ الْقُدْرَۃِ التَّامَّۃِ۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ لوگ تو پروردگار کے ساتھ شرک کر رہے ہیں زمینیں ہوں یا آسمان پروردگار عالم کے قبضہ وتصرف میں ہیں اور قبضہ ملکیت وحکومت یا تصرف کا مجاز ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شہر فلاں کے قبضہ میں ہے اور دائیں ہاتھ میں ہونے سے مراد مکمل قدرت وتصرف ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ اعضاء وجوارح سے منزہ ہے جیسے ہمارے زمانے میں حکومت ایوبی ہے اور پاکستان اس کے قبضہ وتصرف میں ہے لیکن یہ قبضہ وتصرف مجازی ہے حقیقی نہیں جبکہ خداوند عالم حقیقتا قادر ومتصرف ہے اور وہ فرماتا ہے بلا تصرف غیرے ہم ہی زمین وآسمان پر متصرف ہیں۔

اور جب سے اللہ تعالیٰ نے اسرافیل کو پیدا کیا ہے ان کے منہ کے ساتھ صور ہے اور وہ منتظر ہیں کہ انہیں اشارہ نفخ صور کا ہو اور وہ پھونکیں۔

(حقیقت صور) ذَا الصُّوْرُ قَرْنٌ عَظِیْمٌ فِیْہِ ثَقْبٌ بِعَدَدِ کُلِّ رُوْحٍ مَخْلُوْقَۃٍ وَنَفْسٍ مَنْفُوْسَۃٍ اور صور ایک بہت لمبا چوڑا سینگ ہے جس میں تمام مخلوق کی تعداد کے مطابق سوراخ ہیں۔

اور ایک روایت میں ابو الشیخ نے وہب سے روایت کی اِنَّہٗ مِنْ لُؤْلُؤَۃٍ بَیْضَآءَ فِیْ صَفَآءِ الزُّجَاجَۃِ بِہٖ ثَقْبٌ دَقِیْقَۃٌ بِعَدَدِ الْاَرْوَاحِ وَفِیْ وَسْطِہٖ کُوَّۃٌ کَاسْتِدَارَۃِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَنَحْنُ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنُفَوِّضُ کَیْفِیَّتَہٗ اِلٰی عَلَّامِ الْغُیُوْبِ جَلَّ شَانُہٗ کہ وہ صور ایک شفاف موتی ہے جو مثل

شیشہ کے روشن ہے اس میں بہ تعداد ارواح سوراخ ہیں اور اس کے بیچ میں ایک کھڑکی ہے کہ جس سے تمام مخلوق زمین و آسمان کی نظر آتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اعتقاداً ہمارا اس پر ایمان ہے اور اس کی کیفیت اللہ تعالےٰ کے علم میں ہے۔

اور بعض نے صور کو بفتح واو پڑھ کر صُوَر مخلوق مراد لیا بہرحال قراءت قتادہ میں اگرچہ نُفِخَ فِی الصُّوَر آیا مگر احناف نے قرادت حفص کے مطابق صُور ہی پڑھا ہے۔ لہٰذا ہم اللہ اعلم بمرادہ کہہ کر اس بحث کو ختم کرتے ہیں آگے ارشاد ہے۔

فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ۔ صور پھونکا جائے گا تو بیہوش ہو جائیں گے زمین و آسمان والے مگر جسے اللہ چاہے۔

اس استثناء میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔

جُمل اور تفسیر کبیر میں کہا کہ وہ مستثنیٰ منہ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ کہ نفخۂ صعق سے تمام آسمان و زمین والے مر جائیں گے سوائے جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و ملک الموت کے پھر اللہ تعالےٰ کے دونوں نفخوں کے درمیان جو چالیس برس کی مدت ہے اس میں ان فرشتوں کو بھی موت دیگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ شہداء ہیں جن کے حق میں قرآن مجید میں بل احیاء نازل ہوا ہے حدیث شریف میں بھی ہے کہ وہ شہداء ہیں جو تلواریں حمائل کیے گرد عرش حاضر ہوں گے۔

تیسرا قول حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ہے کہ اس مستثنیٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جو اس سے پہلے کوہ طور پر بے ہوش ہو چکے تھے اس لیے آپ اس نفخہ سے مستثنیٰ متیقظ و ہوشیار رہیں گے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ جنت کی حوریں اور عرش و کرسی کے رہنے والے ہیں۔

اور ضحاک کا قول ہے کہ مستثنیٰ رضوان اور حوریں اور وہ فرشتے ہیں جو جہنم پر مامور ہیں وہ اور جہنم کے سانپ و بچھو ہیں۔ اور ایسا ہی روح المعانی میں آلوسی نے اور در منثور میں اور تفسیر نسفی میں بیان کیا ہے۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ جب نفخ صور سے مستثنیٰ منہ موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ ملائکہ مقربین اور حاملان عرش حتیٰ کہ جہنم کے مالک تک مراد ہیں تو لازمی طور پر یہ ماننا پڑے گا کہ ہمارے حضور امام الانبیاء سید الاصفیاء رئیس الملائکہ صلے اللہ علیہ وسلم بطریق اولےٰ مستثنیٰ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نے نفخ صور اولےٰ اور نفخہ ثانیہ سب کی حقیقت ہی بیان نہیں فرمائی بلکہ ملائکہ کے جسم و جسمانیت کا عرض و طول بھی بیان فرما کے مدت صور اولیٰ اور صور ثانیہ ظاہر کر دی اور چالیس کے عدد کی تصریح

ابوداؤد کی حدیث میں ثابت کی اور فرمایا اَنَّھَا اَرْبَعُوْنَ عَامًا کہ اس اربعون سے مراد چالیس سال ہیں پھر ارشاد ہے۔

ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ۔ پھر مدت معہودہ کے بعد دوسرا نفخ ہوگا تو وہ سب مخلوق قبروں سے نکل کر حیرت زدہ دیکھ رہی ہوگی۔ کہ رب کیا حکم دیتا ہے اور فکرمند ہوگی کہ ان کے ساتھ رب کیا کرتا ہے۔

بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ امام احمد وغیرہ ابی ہریرہ سے راوی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم اس استثناء کے زیادہ حقدار ہیں جو اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ میں ہے۔ چنانچہ آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا فَاَکُوْنُ اَوَّلُ مَنْ یَّرْفَعُ رَأْسَہٗ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰی اٰخِذٌ بِقَائِمَۃٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ اَرَفَعَ رَأْسَہٗ قَبْلِیْ اَوْ کَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَی اللّٰہُ تَعَالٰی۔ پس میں سب سے اول ہوں گا جسے اٹھایا جائے گا تو میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش الٰہی کے پایوں میں سے ایک پایہ کو تھامے ہوئے ہوں گے پس مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے پہلے اٹھائے ہوئے ہوں گے یا ان میں سے ہوں گے جن کا اللہ تعالے نے استثناء فرمایا۔

بخاری۔ مسلم۔ نسائی اور ترمذی وغیرہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور کی خدمت میں ایک حبر آیا جو نصاریٰ کی اصطلاح میں عالم کے معنی دیتا ہے) اور اس نے حضور کی خدمت میں عرض کیا ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالے آسمانوں کو قیامت کے دن ایک انگلی میں اٹھالیگا اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور تمام درختوں کو ایک انگلی پر اور پانی و فضا ایک انگلی پر اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر اٹھا کر فرمائے گا کہ میں مالک مطلق ہوں۔

یہ بیان سنکر اس نصرانی عالم پر حضور اتنے ہنسے کہ کیلے دانتوں کے ظاہر ہوگئے اور پھر حضور نے یہی رکوع شروع سے تلاوت فرمایا اور وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ سے سنایا حالانکہ اس کی تاویل میں متاولین نے فرمایا کہ انگلیوں پر اٹھانا یا سیدھے ہاتھ میں لینا یہ معنی عدم کلفت ہے نہ کہ بمعنے حقیقی چنانچہ آلوسی روح المعانی میں یہی بحث اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

فقد اخرج البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وغیرھم عن ابن مسعود قَالَ جَآءَ حَبْرٌ مِّنَ الْاَحْبَارِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّا نَجِدُ اَنَّ اللّٰہَ یَجْعَلُ السَّمٰوٰتِ عَلٰی اِصْبَعٍ وَالْاَرَضِیْنَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَالشَّجَرَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَالْمَآءَ وَالثَّرٰی عَلٰی اِصْبَعٍ وَسَائِرَ الْخَلْقِ عَلٰی اِصْبَعٍ

فَيَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ تَصْدِيْقًا لِقَوْلِ الْحَبْرِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اَلْاٰيَةَ وَالْمُتَأَوِّلُوْنَ يَتَأَوَّلُوْنَ الْاَصَابِعَ عَلَى الْاِقْتِدَارِ وَعَدَمِ الْكُلْفَةِ كَمَا فِيْ قَوْلِ الْقَائِلِ اَقْتُلُ زَيْدًا بِاِصْبَعِيْ۔

اور ایک واقعہ اسی کی تائید میں اور ہے جو آیت کریمہ کا شان نزول بھی ہے جسکو امام احمد ترمذی بیہقی وغیرہ صحیح فرماتے ہیں حیث قَالَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ يَهُوْدِيٌّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ قَالَ كَيْفَ تَقُوْلُ يَا اَبَا الْقَاسِمِ اِذَا وَضَعَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ عَلٰى ذِهٖ وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْاَرْضِيْنَ عَلٰى ذِهٖ وَالْجِبَالَ عَلٰى ذِهٖ وَسَائِرَ الْخَلْقِ عَلٰى ذِهٖ كُلُّ ذٰلِكَ يُشِيْرُ بِاَصَابِعِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک یہودی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے گذرا اور آپ تشریف فرما تھے اس نے کہا اے ابوالقاسم آپ اس معاملہ میں کیا کہتے ہیں جبکہ اللہ آسمانوں کو ایک انگلی پر روک لے گا اور اس نے انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور پہاڑوں کو ایک انگلی پر اور ساری مخلوق کو ایک انگلی پر اس نے اس طرح اپنی ساری انگلیوں سے اشارہ کیا اور کہا ایسا کیونکر ہوگا تو اس پر اللہ تعالے نے یہ آیت وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ نازل کی۔

اور بعض متاولین نے فرمایا یہ سب اشارات ہیں تمثیل ہیں اور بعض نے کہا یہ آیت ہی اعتقاد یہود کے رد میں نازل ہوئی کہ ان کے زعم میں اللہ تعالے کی انگلیاں تھیں اور ہر انگلی پر زمین و آسمان پہاڑ اور تمام مخلوق اٹھائی جائے گی اَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى عَمَّا يَفْتَرُوْنَهٗ اور اسی وجہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہنستے ہوئے ان کے اعتقاد باطل کا ابطال فرمایا۔

اور علامہ امام نووی فرماتے ہیں حضور نے جو والارض جمیعا پر مٹھی بند فرمائی یہ محض تمثیلاً فرمایا اور یہ حقیقۃً اس کی قوت مطلقہ کا اظہار مقصود تھا اور یہ دکھانا تھا کہ اس کی شان جبروتی اس کے قبضۂ اقتدار میں مقبوضہ و مملوکہ ہے چنانچہ آخر میں ارشاد ہوا سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ پاک اور بلند ہے وہ ذات جس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ۔ اور پھونکا جائے گا صور۔

نفخ صور کی حقیقت روح المعانی میں اس طرح منقول ہے کہ نفخ صور کرنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں اور علامہ قرطبی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

اور ایک حدیث جس کو ابن ماجہ اور بزار اور ابن مردویہ نے حضرت ابو سعید خدری سے مرفوعًا نقل کیا ہے کہ نفخ صور کے نافخ دو ہیں اور اس کی تائید میں دوسری احادیث بھی ہیں۔ احمد اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یقینًا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دونوں صور پھونکنے والے دوسرے آسمان میں ہوں گے ان دونوں میں سے ایک کا سر مشرق میں اور پاؤں مغرب میں وہ منتظر ہوں گے کہ انہیں کب حکم دیا جائے کہ وہ دونوں پھونکیں صور میں پس وہ پھونکیں گے۔ اور بعض آثار میں ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ یقینًا وہ ایک ہی ہے اور وہ صور ہے جو حضرت اسرافیل علیہ السلام کے ساتھ ہے اور جب سے اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے وہ انتظار میں ہیں کہ انہیں کب حکم ملے اور وہ اس صور میں پھونکیں۔

اور جب نفخ صور ہو تو سب بیہوش ہو جائیں اور میں اچانک دیکھوں کہ موسیٰ علیہ السلام عرش اعظم کا پایہ پکڑے ہوئے کھڑے ہیں۔ البتہ اس کے ساتھ یہ فرمایا کہ فَلَا اَدْرِیْ اَرَفَعَ رَأْسَہٗ قَبْلِیْ اَوْ کَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَی اللّٰہُ تَعَالٰی یعنے میں نہیں جانتا کہ موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے سر اٹھائیں یا وہ ہوں ان میں سے جنہیں اللہ نے مستثنیٰ کیا۔

اس مضمون سے واضح ہو گیا کہ استثناء میں مستثنیٰ منہ صرف اور صرف حضور ہی ہیں جیسے تیسرے پارہ میں بھی فرمایا گیا ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ اور وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ پ ۲۲ ان تمام استثناء کے مستثنیٰ منہ جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ کے مستثنیٰ منہ حضور نہ ہوں فَتَدَبَّرُوْا تَامَّل۔

اور علامہ قرطبی نے تو جملہ انبیاء و رسل کے لیے صعق تسلیم نہیں کیا اور موت نہیں مانی چنانچہ حدیث میں بھی آیا ہے کما روی ابن ماجۃ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ وَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُوْنَ۔ چنانچہ قرطبی کا قول ہے جسے روح المعانی سے ہم نقل کرتے ہیں

وَرَدَّہُ الْقُرْطُبِیُّ بِاَنَّ اَخْذَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بِقَائِمَۃِ الْعَرْشِ اِنَّمَا ھُوَ عِنْدَ نَفْخَۃِ الْبَعْثِ وَادَّعٰی اَنَّ الصَّحِیْحَ اَنْ لَیْسَ اِلَّا نَفْخَتَانِ لَا ثَلَاثٌ وَلَا اَرْبَعٌ کَمَا قِیْلَ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ یُزِیْحُ الْاِشْکَالَ مَا قَالَ بَعْضُ مَشَایِخِنَا اِنَّ الْمَوْتَ لَیْسَ بِعَدَمٍ مَحْضٍ بِالنِّسْبَۃِ لِلْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ وَالشُّھَدَاءِ فَاِنَّھُمْ مَوْجُوْدُوْنَ اَحْیَاءٌ وَاِنْ لَّمْ نَرَھُمْ فَاِذَا نُفِخَتْ صَعِقَ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَصَعْقَۃُ غَیْرِ الْاَنْبِیَاءِ مَوْتٌ وَصَعْقُھُمْ غَشْیٌ فَاِذَا کَانَتْ نَفْخَۃُ الْبَعْثِ عَاشَ مَنْ مَاتَ وَاَفَاقَ مَنْ غُشِیَ عَلَیْہِ وَلِذَا وَقَعَ فِی الصَّحِیْحَیْنِ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ اِنْتَھٰی

اور علامہ قرطبی نے رد کیا کہ موسیٰ علیہ السلام جو عرش اعظم کا پایہ پکڑے ہوں گے تو ایسا نفخہ بعث ہی کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ نفخہ اولیٰ اور ثانیہ میں اس لیے کہ انبیاء کرام اور شہداء کے لیے موت نہیں ہے وہ زندہ موجود میں اگرچہ ہم ان کو نہیں دیکھ سکتے اور نفخہ اولیٰ اور ثانیہ میں سب پر موت طاری ہوگی مگر انبیاء و شہداء اس سے مستثنیٰ ہیں اور صعقہ انبیاء کے سوا سب کے لیے موت ہے۔ اور انبیاء کا صعقہ بطور غشی کے ہوگا نہ کہ بصورت موت اب جب نفخۃ البعث ہوگا تو جو مرگیا ہے وہ زندہ ہو جائے گا اور جس پر غشی تھی اس کو افاقہ ہو جائے گا۔

اسی لیے صحیحین میں حدیث ہے جس میں حضور نے فرمایا فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ کہ سب سے پہلے میں ہوں گا کہ جس کو اس غشی سے افاقہ ہوگا۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ مذکورہ بالا مضمون سے ماتحن فیہ پر کافی روشنی پڑ گئی اب اس کے بعد وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّہَا کی تفسیر ملاحظہ ہو کما قال تعالےٰ

فَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّہَا۔ اور زمین روشن ہو جائے گی اپنے رب کے نور سے۔

تفسیر جمل میں اس کی تشریح یوں ہے کہ وہ روشنی بہت تیز ہوگی یہاں تک کہ اس میں سرخی کی جھلک ہوگی اور یہ زمین جس پر ہم بستے ہیں یہ نہیں ہوگی بلکہ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ اس دن محفل حشر سجانے کے لیے زمین بھی بدل دی جائے گی۔ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ اشراق جس سے زمین روشن ہو اور جگمگا اٹھے وہ اس چاند سورج کا نور نہ ہوگا بلکہ وہ نور کوئی انوکھا ہی نور ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ وہ انوکھا نور وہی انوکھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی ہو سکتا ہے جنہیں قرآن کریم نے قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ فرمایا ہے اس سے ثابت ہوا کہ دنیا میں اس نور کی مثل نہیں اور نہ ہی یہ نور چاند اور سورج کا نور ہوگا بلکہ یہ اور ہی نور ہوگا جس کو اللہ تعالےٰ پیدا فرمائے گا۔ اور زمین روشن ہو جائے گی یعنی نور محمدی جلوہ گر ہوگا جو مخلوق ہے اور اس کے انوار سے زمین جگمگا اٹھے گی جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلا میں ہی ہوں گا جس کے لیے زمین شق ہوگی اور کدورت محشورہ کے بیان کے بعد کہ لوگ قبروں سے نکل کر انتظار کریں گے کہ آئندہ ہمارے متعلق کیا ہوگا فرمایا الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّہَا مفسرین نے تصریح کی ہے کہ اس سے مراد ارض محشر ہے نہ کہ ارض دنیا۔

اور علامہ آلوسی فرماتے ہیں وَفِی الصَّحِیْحِ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی اَرْضٍ بَیْضَآءَ عَفْرَآءَ کَقُرْصَۃِ النَّقِیِّ لَیْسَ فِیْہَا عَلَمٌ لِاَحَدٍ وَّھُوَ اَوْسَعُ بِکَثِیْرٍ مِّنَ الْاَرْضِ الْمَعْرُوْفَۃِ صحیح روایت یہ ہے کہ لوگ محشور کیے جائیں گے سفید و ستھری زمین پر جیسے صاف کی ہوئی ٹکیہ۔ اس کا علم کسی کو نہیں کہ وہ چاندی کی ہو یا کسی اور چیز

ی یہ واضح ہے کہ اس زمین کے علاوہ وہ زمین ہوگی۔
بعض روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ زمین چاندی کی ہوگی مگر اس روایت کی تصحیح نہیں ہوئی بہر حال وہ روشن ہوگی اللہ تعالے کے نور سے اور بروایت ابن عباس یہ ثابت ہوتا ہے کہ نور شمس وقمر کے واسطہ کے بغیر وہ زمین جگمگائے گی اور ظاہر ہے کہ نور شمس وقمر نور مصطفے سے مستنیر ہے چنانچہ کسی عاشق نے تصریح کی ہے اور کہا ہے۔

اَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِہٖ — وَاللَّیْلُ دَجیٰ مِنْ وَفْرَتِہٖ
فَاقَ الرُّسُلَا فَضْلًا وَّعُلیٰ — اَھْدَی السُّبُلَا بِدَلَالَتِہٖ
کَنْزُ الْکَرَمِ مَوْلیٰ نِعَمِ — ھَادِی الْاُمَمِ لِشَرِیْعَتِہٖ
سَلَکَ الشَّجَرُ نَطَقَ الْحَجَرُ — شَقَّ الْقَمَرُ بِاِشَارَتِہٖ
مُحَمَّدُنَا ھُوَ سَیِّدُنَا — فَالْعِزُّ لَنَا لِاِجَابَتِہٖ

اس نعت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ لیل ونہار کا اشراق وسواد چہرۂ زیبائے مصطفی اور گیسوئے مصطفی سے ہے اور یہی کیا وجود کائنات حتی کہ انبیاء ورسل سب کا ظہور صدقۂ مصطفی ہی ہے۔ تو اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّہَا سے مراد نور مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم زیادہ قریب الفہم ہے۔ اس کے علاوہ صاحب روح المعانی میں زمین کے جگمگانے کو متعدد تاویلات سے واضح کیا اور اس پر مثالیں بھی دیں وہ یہاں غیر ضروری سمجھ کر نہیں لکھی گئیں۔ آگے ارشاد ہے

وَوُضِعَ الْکِتَابُ وَجِیْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّھَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَھُمْ بِالْحَقِّ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ

اور رکھی جائے گی کتاب اور لائے جائیں گے انبیاء اور یہ نبی اور اس کی امت کے لوگ ان پر گواہ ہوں گے اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

اور کتاب سے مراد اعمال کی کتاب ہے حساب کے لیے یا پھر اس سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں دنیا کے تمام احوال قیامت تک مفصل موجود ہیں یا ہر شخص کا اعمال نامہ ہے جو اس کے ہاتھ میں موجود ہوگا۔

اور انبیاء کے سامنے شہداء کا لانا بایں معنی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تبلیغ انبیاء کی شہادت دیں گے اور اسی شہادت پر اللہ تعالے کی طرف سے فیصلہ ہوگا۔ اور یہی تشریح روح المعانی میں آلوسی نے کی۔ اس تشریح وتفصیل سے مقام مصطفی علیہ التحیہ والثناء کا اعلی ہونا ثابت ہو گیا۔ اور آیت کریمہ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا سے بھی منصب مصطفی واضح

ہوتا ہے اور وَہُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ کہہ کر تصدیق شہادت سید الانبیاء فرمادی جس سے واضح ہو گیا کہ حضور کی شہادت کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔ آگے ارشاد ہے۔

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۔ اور پورا پورا دیا جائے گا ہر جان کو اس کے عمل کے مطابق اور اللہ تعالے خوب جانتا ہے جو جس نے عمل کیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا عمل مخفی نہیں ہے۔

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ زمر پ ۲۴

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور ہانکے جائیں گے وہ جو کافر ہوئے جہنم کی طرف گروہ گروہ یہاں تک کہ جب وہاں جائیں گے کھول دیے جائیں گے جہنم کے دروازے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کیا نہ آئے تھے تمہارے پاس رسول جو تم ہی میں سے تھے اور تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور ڈراتے تھے تم کو اس دن کے آنے سے وہ کہیں گے بے شک مگر عذاب مقدر ہو چکا تھا کفر کرنے والوں پر۔

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

کہا جائے گا اب داخل ہو جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ ہمیشہ کو۔ اس میں رہو تو بہت بُرا ہے مقام متکبروں کا۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝

اور چلائے گا ان کا رب انہیں جنت کی طرف جو پرہیزگار ہیں گروہ گروہ یہاں تک کہ جب وہ آئیں گے اس جنت پر اور دروازے کھول دیے جائیں گے اس کے اور کہیں گے داروغہ جنت تم پر سلام ہو مبارک ہو ہمیشہ اس میں رہو۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا

اور کہیں گے جنتی تمام حمد ہیں اس اللہ کے لیے

وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝

ہیں جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور وارث کیا ہمیں جنت کی زمین کا کہ ہم جنت میں رہیں جہاں چاہیں تو کیا ہی اچھا بدلہ ہے کام کرنے والوں کا۔

وَتَرَی الْمَلٰٓئِکَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرش کے آس پاس حلقہ کیے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو جہانوں کا پروردگار ہے۔

حلِّ لغات

وَ۔ اور	سِیْقَ۔ چلائے جائینگے	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	کَفَرُوْا۔ کافر ہیں
اِلٰی۔ طرف	جَهَنَّمَ۔ جہنم کی	زُمَرًا۔ گروہ گروہ	حَتّٰی۔ یہانتک کہ
اِذَا۔ جب	جَآءُوْ۔ آئیں	هَا۔ اسکے پاس	فُتِحَتْ۔ کھولے جائیں
اَبْوَابُهَا۔ اسکے دروازے	وَ۔ اور	قَالَ۔ کہیں	لَهُمْ۔ ان کو
خَزَنَتُهَا۔ اسکے داروغہ	اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	یَاْتِکُمْ۔ آئے تمہارے پاس
رُسُلٌ۔ رسول	مِنْکُمْ۔ تم میں سے	یَتْلُوْنَ۔ پڑھتے	عَلَیْکُمْ۔ تم پر
اٰیٰتِ۔ آیتیں	رَبِّکُمْ۔ تمہارے رب کی	وَ۔ اور	یُنْذِرُوْنَکُمْ۔ ڈراتے تم کو
لِقَآءَ۔ ملاقات	یَوْمِکُمْ۔ تمہارے دن	هٰذَا۔ اسکی سے	قَالُوْا۔ کہیں گے
بَلٰی۔ کیوں نہیں	وَ۔ اور	لٰکِنْ۔ لیکن	حَقَّتْ۔ حق ہوئی
کَلِمَةُ۔ بات	الْعَذَابِ۔ عذاب کی	عَلَی۔ اوپر	الْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں کے
قِیْلَ۔ کہا جائیگا	اُدْخُلُوْا۔ داخل ہو	اَبْوَابَ۔ دروازے	جَهَنَّمَ۔ دوزخ میں
خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہیں	فِیْهَا۔ اس میں	فَبِئْسَ۔ تو برا ہے	مَثْوَی۔ ٹھکانہ
الْمُتَکَبِّرِیْنَ۔ تکبر والوں کا	وَ۔ اور	سِیْقَ۔ چلائے جائیں	الَّذِیْنَ۔ وہ جو

اتَّقَوْا۔ پرہیزگار ہیں	رَبَّهُمْ۔ اپنے رب سے	اِلَى۔ طرف	الْجَنَّةِ۔ جنت کی
زُمَرًا۔ گروہ گروہ	حَتّٰى۔ یہانتک کہ	اِذَا۔ جب	جَآءُوْ۔ آئیں
هَا۔ اس کو	وَ۔ اور	فُتِحَتْ۔ کھولے جائیں	اَبْوَابُهَا۔ اسکے دروازے
وَ۔ اور	قَالَ۔ کہیں	لَهُمْ۔ ان کو	خَزَنَتُهَا۔ اسکے داروغے
سَلٰمٌ۔ سلام ہو	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	طِبْتُمْ۔ مبارک ہو	فَادْخُلُوْ۔ داخل ہو
هَا۔ اس ہیں	خٰلِدِيْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے	وَ۔ اور	قَالُوا۔ کہیں گے
الْحَمْدُ۔ سب تعریفیں	لِلّٰهِ۔ اللہ کو ہیں	الَّذِیْ جس نے	صَدَقَنَا۔ سچ کردیا ہم سے
وَعْدَ۔ وعدہ	هٗ۔ اپنا	وَ۔ اور	اَوْرَثَنَا۔ وارث کیا ہم کو
الْاَرْضَ۔ زمین کا	نَتَبَوَّاُ۔ ہم جگہ پکڑتے ہیں	مِنَ الْجَنَّةِ۔ جنت سے	حَيْثُ۔ جہاں
نَشَآءُ۔ ہم چاہیں	فَنِعْمَ۔ تو اچھا ہے	اَجْرُ۔ اجر	الْعٰمِلِيْنَ۔ عمل کرنے والوں کا
وَ۔ اور	تَرَى۔ دیکھے گا تو	الْمَلٰٓئِكَةَ۔ فرشتوں کو	حَآفِّيْنَ۔ گھیرے ہوئے
مِنْ حَوْلِ۔ گردا گرد	الْعَرْشِ۔ عرش کا	يُسَبِّحُوْنَ۔ تسبیح کرتے ہیں	بِحَمْدِ۔ ساتھ تعریف
رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کے	وَ۔ اور	قُضِیَ۔ فیصلہ کیا جائیگا	بَيْنَهُمْ۔ ان ہیں
بِالْحَقِّ۔ انصاف سے	وَ۔ اور	قِيْلَ۔ کہا جائے گا	الْحَمْدُ۔ سب تعریفیں
لِلّٰهِ۔ اللہ کی ہیں جو	رَبِّ۔ رب ہے	الْعٰلَمِيْنَ۔ سب جہانوں کا	

حلِّ لُغاتِ نادِرہ

وَسِيْقَ بوزن قِيْلَ و بِيْعَ مجہول کا صیغہ ہے اور سَوق سے ماخوذ ہے اور سَوق کہتے ہیں ہنکانے اور چلانے کو

زُمَرًا۔ زُمَر جمع ہے زُمرہ کی اور زمرہ کہتے ہیں جماعت کو یہ مشتق ہے زمر سے جسکے اصلی معنی آواز کے ہیں چونکہ جماعت بھی آواز سے خالی نہیں ہوتی اس وجہ ہیں زمرہ کو جماعت کہتے ہیں۔

حَقَّتْ۔ یہ چار معنی ہیں مستعمل ہے منجملہ ان کے وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ ہے اور قَالُوا بَلٰى وَلٰكِن حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ جس کے معنی بحسب مقتضائے حکمت کسی کے لیے مقرر اور متعین ہوتا ہے۔ مفردات

مَثْوٰى۔ ٹھکانہ کے معنی دیتا ہے۔

طبتم ۔ یہ لفظ خوشخبری اور مژدہ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے چنانچہ طبتم کے معنی بنتے ہیں تم بڑے مزے میں رہے
تبوأ ۔ رہنے کے معنی میں ہے۔
حآفین ۔ حفوف سے ماخوذ ہے اور حفوف کہتے ہیں کسی چیز کے گھیرنے اور اس کے ارد گرد پھرنے کو بولا کرتے ہیں حف القوم بسیدھم یحفون حفا اذا طافوا بہ۔

مختصر تفسیر اردو آٹھواں رکوع سورۃ زمر پ۲۴

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۔ اور چلائے جائیں گے وہ جو کافر ہوئے جہنم کی طرف گروہ گروہ۔
اس سے مراد قیدیوں کی طرح ذلت سے جہنم کی طرف لے جانا ہے۔ آلوسی فرماتے ہیں۔
اي سيقوا اليها بالعنف والاهانة افواجا متفرقة بعضها في اثر بعض مترتبة حسب ترتب طبقاتهم في الضلالة والشرارة ۔ اور جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے سختی اور درشتی اور ذلت کے ساتھ۔ اور زمر کا ترجمہ افواج متفرقہ کیا اور بعض ان میں اپنی گمراہی کے درجات کے مطابق اور بعض اپنے برے اعمال کے مطابق جہنم میں ڈالے جائیں گے۔
حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا ۔ یہانتک کہ جب پہنچیں گے ابواب جہنم پر تو دروازہ کھول دیا جائے اور انہیں اس میں داخل کر دیا جائے چنانچہ جہنم کے جیل خانہ کا دروازہ ہمیشہ ہی بند رہے گا مجرموں کے آنے پر کھولا جائے گا اور پھر بند کر دیا جائے گا چنانچہ اسی کی نقل دنیا کے جیل خانہ کی ہے کہ یہ بھی بند رہتے ہیں جب قیدی آئے تو کھولا جاتا ہے حیث قال الالوسی في روح المعاني ليدخلوها وكانت قبل مجيئهم غير مفتوحة فهي كسائر ابواب السجون لا تزال مغلقة حتى ياتي اصحاب الجرائم الذين يسجنون فيها فتفتح ليدخلوها فاذا دخلوها اغلقت عليهم۔
وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا ۔ اور کہیں گے انہیں داروغہ جہنم کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رسول تم میں سے جو پڑھتے تم پر ہماری آیتیں اور ڈراتے تم کو اس دن کے آنے سے۔
یہ خزنہ جہنم بطریق توبیخ ان کافروں کو کہیں گے چنانچہ وہ شرمندہ ہو کر جواب دیں گے۔
قَالُوا بَلَى وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۔ بے شک آئے ہم پر رسول اور انہوں نے اس دن سے ڈرایا لیکن عذاب کا حکم مقرر ہو چکا تھا کافروں پر۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں اس آیت سے استدلال فرماتے ہیں کہ اسلام میں اکراہ اور جبر نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام کے ذریعہ کفار کو دلائل عقلیہ سے قبیح کفر واضح فرمایا جاتا ہے پھر ان پر اباء و انکار کی بنا پر عذاب مقرر ہوتا ہے یہی دوسرے مقام پر قرآن کریم میں ہے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ اسلام میں اکراہ و اجبار نہیں بے شک ظاہر کر دیا گیا راہ رشد کو گمراہی سے اور بتا دیا گمراہی کی برائیوں اور ایمان کی خوبیوں کو فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَہَا وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ تو جس نے بتوں کے ساتھ کفر کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے اللہ کی رسی کو پکڑ لیا جو مضبوط ہے۔

اس سے ارباب عقائد نے کفر کی دو قسم رکھی ہیں (۱) ایک کفر ثابت (۲) دوسرا کفر زائل۔ کفر ثابت وہی ہے جو مومن کو طاغوت اور بتوں کی مخالفت میں حاصل ہوتا ہے اور یہ جتنا حیات دنیا میں ہے بعد ممات اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے اور یہی نجات کا موجب ہے۔ دوسرا کفر زائل یہ کفر کفار ہے جو حق سے انکار اور بتوں کے ساتھ اقرار کرتے ہیں۔ بہر حال اللہ تعالٰے اپنی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق عطا فرمائے اور کفر و انکار سے بچائے آمین بحرمۃ النبی الامین

قِیْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا فَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ ؕ فرمایا جائے گا جاؤ جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہتے تو کیا ہی برا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کے لئے۔ یہاں متکبرین سے مراد کافر ہی ہیں۔

اب مومنین کا حسب اسلوب بیان قرآن مذکور ہے۔ اس لیے کہ پہلے جہنمیوں کا تذکرہ فرمایا اب جنتیوں کا تذکرہ ضروری ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّہُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْہَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُہَا وَقَالَ لَہُمْ خَزَنَتُہَا سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْہَا خٰلِدِیْنَ۔ اور چلائے جائیں گے پرہیزگار جنت کی طرف گروہ گروہ۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئیں تو اس کے دروازے کھلے ہوں گے اور کہیں گے حفظۂ جنت سلام ہو تم پر تم اچھے رہے فَادْخُلُوْہَا تو داخل ہو تم اس جنت میں ہمیشہ کے لیے۔

یہاں سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ نعمت دنیا اور عیش و عشرت یہ سب عارضی ہیں کوئی عیش میں نہیں رہ سکتا۔ دولت مند ہمیشہ متمول نہیں رہ سکتا۔ ارباب سلطنت ہمیشہ متمکن حکومت نہیں رہ سکتے۔ حتی کہ جوان ہمیشہ جوان نہیں رہ سکتا اس کی عمر میں زوال آئے گا بخلاف جنت کے کہ وہاں کی ہر نعمت ابدی ہے ہر عیش ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ پھل پھول اور موسم کی کیفیت بھی

جنتیوں کی مرضی کے مطابق ہوگی جیسا کہ فرمایا گیا وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ جنت میں تمہارے لیے جو تم چاہو وہی ہے۔ اسی لیے خالدین فرما کر زوال نعمت کا خطرہ مٹا دیا اور جنتیوں کی طرف سے ان نعمتوں کے ساتھ یہ الفاظ ادا ہوئے چنانچہ ارشاد ہے وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ۔ اور جنتی کہیں گے تمام حمد اللہ کے لیے ہے جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہمیں وارث کیا زمین جنت کا کہ ہم رہیں اس میں جیسے چاہیں تو بہت اچھا ہے بدلہ نیک عمل والوں کا۔

چنانچہ صحیح مسلم میں جنتیوں کے درجات منقول ہیں جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى أَشَدِّ نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً ثُمَّ هُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ مَنَازِلُ جنت میں داخل ہونے والا پہلا زمرہ ایسا ہوگا کہ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے پھر دوسرا ان کے بعد والا مثل ستاروں کے چمک رہا ہوگا۔ بس اس کے بعد اپنے اپنے منزل اور مقام کے اعتبار سے جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے۔

اور ان کا جنت کی طرف جانا عزت کے ساتھ سواریوں پر اور ان کا در جنت پر استقبال اس پر علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ وَاخْتَارَ الزَّمَخْشَرِيُّ هٰهُنَا بِسَوْقِهِمْ سَوْقَ مَرْكَبِهِمْ لِأَنَّهُمْ لَا يُذْهَبُ بِهِمْ إِلَّا رَاكِبِينَ وَتَعَقَّبَ بِأَنَّهُ لَا قَرِينَةَ عَلَى إِرَادَةِ ذٰلِكَ وَكَوْنُ جَمِيعِ الْمُتَّقِينَ لَا يُذْهَبُ بِهِمْ إِلَّا رَاكِبِينَ يَحْتَاجُ إِلَى دَلِيلٍ وَالْإِسْنَادُ لَا لَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا لَا يُتِمُّ إِلَّا عَلَى الْقَوْلِ بِأَنَّ الْوَفْدَ لَا يَكُونُونَ إِلَّا رُكْبَانًا وَإِنَّ الرُّكُوبَ يَسْتَمِرُّ لَهُمْ إِلَى أَنْ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ۔

اس کی تصریح مزید یہ کی گئی کہ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ میں پرہیزگاروں کا حشر وفدوں میں ہوگا اور وفود بغیر سواری کے نہیں ہو سکتا۔ تو ثابت ہوا کہ اہل جنت اللہ کے حضور سواریوں پر محشور ہوں گے اور وہ ہمیشہ سواری پر ہی ہوں گے جبتک کہ جنت میں داخل نہ ہو جائیں

اور طِبْتُمْ فرما کر ہر قسم کی معاصی کی نجاستوں سے پاک کر دیا جیسا کہ روح المعانی میں ہے طِبْتُمْ أَيْ مِنْ دَنَسِ الْمَعَاصِي۔ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ہمیشہ رہو اسی جنت میں اس پر اہل جنت بطور شکر کہیں گے جس کا ذکر اس ایک آیت کے آگے ہے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ

فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ - اہل جنت کہیں گے تمام حمدیں اس کے وجہ منیر کو ہیں جس نے ہمیں زمین جنت کا مالک بنا یا رہیں اس جنت میں جہاں چاہیں تو پڑا اچھا بدلہ ہے نیک عمل والوں کا۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ - اور آپ ملاحظہ فرمائیں گے ملائکہ کو کہ وہ گرداگرد عرش کے پھر رہے ہوں گے یا ماحول عرش کو گھیرے ہوئے ہوں گے اور تسبیح کر رہے ہوں گے اپنے رب کی اور کہتے ہوں گے کہ تمام حمدیں رب العالمین کے وجہ منیر کو ہیں

یہاں تَرٰی کے معنی تم دیکھو گے سے دراصل سید المخاطبین سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ - تَرٰی سے اشارہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے جو ایسا ملاحظہ فرمائیں گے عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور مجلس حق میں۔

اس لیے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم عرش پر جلوہ گر ہوں گے اور حفوف ملائکہ ملاحظہ کر رہے ہوں گے اسی لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حشر کا تمام نقشہ۔ عرش کی تمام کیفیات ملائکہ مقربین کے تمام حالات مفصل بیان فرما دیے اور یہ ثابت کر دیا کہ حضور پر عالم مستحضر ہے اور ما غبر وما غبر زیر نظر وللہ الحمد۔

اسی بنا پر قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ پر مفسرین نے کہا اَیْ عَلٰی مَا قَضٰی بَیْنَنَا بِالْحَقِّ یعنی اعمال صالح پر ہم میں صحیح صحیح حکم نافذ فرما دیا اور جہنمیوں کے عمل طالح کا بدلہ عذاب جہنم دیا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اَفْضَالِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَحْبَابِہٖ وَعِتْرَتِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا

سورۃ مومن

یہ سورۃ مکی ہے اس میں پچاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ مومن پ ۲۴

حٰمٓ ہ

اے حامد و محمود

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

یہ کتاب اتارنا ہے اس اللہ کی طرف سے جو عزت اور حکمت والا ہے۔

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

بخشنے والا گناہ کا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب کرنے والا۔ بڑے انعام والا اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی اسی کی طرف لوٹنا ہے

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝

اللہ کی آیتوں میں نہیں جھگڑتے مگر کافر تو اے سننے والے نہ دھوکہ دے تجھے اُن کا زور و شور بیچ ملکوں کے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝

جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے اور جماعتوں نے ان کے بعد اور آمادہ ہو گئی ہر قوم کہ اپنے رسول کو پکڑیں اور باطل کے ساتھ جھگڑے کہ اس سے حقانیت کو ٹال دیں تو میں نے انہیں پکڑ لیا پھر کیسا ہوا میرا عذاب۔

وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝

اور یونہی تمہارے رب کی بات کافروں پر ثابت ہو چکی ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝

وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور اس پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور بخشش مانگتے ہیں اُن کے لیے جو ایمان لائے اے ہمارے رب ہر شے کی سمائی ہے تیری رحمت وعلم میں تو بخش ان لوگوں کو جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستہ کی پیروی کی اور بچا ان کو عذاب جہنم سے۔

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ

اے ہمارے رب اور داخل کرا انہیں ہمیشہ کے باغوں میں جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور

مِّنْ اٰبَآئِہِمْ وَاَزْوَاجِہِمْ وَذُرِّیّٰتِہِمْ ؕ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۙ

ان کو جو نیک ہوں ان کے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔

وَقِہِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَہٗ ؕ وَذٰلِکَ ہُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۙ

اور بچا ان کو گناہوں سے اور جسے تو بچالے گناہوں سے اس دن تو بے شک تو نے اس پر رحم فرمایا۔ اور یہی زبردست کامیابی ہے

حلِّ لُغات

حٰمٓ۔ اس میں حاء سے کنایہ ہے حامد کا اور میم میں محمود کا   تَنْزِیْلُ۔ اتارنا ہے   اَلْکِتَابِ۔ کتاب کا

مِنَ اللّٰہِ۔ اللہ   اَلْعَزِیْزِ۔ غالب   اَلْحَکِیْمِ۔ حکمت والے سے   غَافِرِ۔ بخشنے والا

الذَّنْبِ۔ گناہوں کا   وَ۔ اور   قَابِلِ۔ قبول کرنے والا   التَّوْبِ۔ توبہ کا

شَدِیْدِ۔ سخت   الْعِقَابِ۔ عذاب والا   ذِی الطَّوْلِ۔ بڑے انعام والا

لَا۔ نہیں کوئی   اِلٰہَ۔ معبود   اِلَّا۔ مگر   ھُوَ۔ وہی

اِلَیْہِ۔ اسی کی طرف   الْمَصِیْرُ۔ پھرنا ہے   مَا۔ نہیں   یُجَادِلُ۔ جھگڑتے

فِیْ اٰیٰتِ اللّٰہِ۔ اللہ کی آیتوں میں   اِلَّا۔ مگر   الَّذِیْنَ۔ وہ جو

کَفَرُوْا۔ کافر ہیں   فَلَا۔ تو نہ   یَغْرُرْ۔ دھوکے میں ڈالے   کَ۔ تجھ کو

تَقَلُّبُہُمْ۔ ان کا پھر   فِی۔ بیچ   الْبِلَادِ۔ شہروں کے   کَذَّبَتْ۔ جھٹلایا

قَبْلَہُمْ۔ ان سے پہلے   قَوْمُ۔ قوم   نُوْحٍ۔ نوح نے   وَّ۔ اور

الْاَحْزَابُ۔ لشکروں نے   مِنْ بَعْدِ۔ بعد   ھِمْ۔ ان کے   وَ۔ اور

ھَمَّتْ۔ قصد کیا   کُلُّ۔ ہر   اُمَّۃٍ۔ امت نے   بِرَسُوْلِہِمْ۔ اپنے رسول سے

لِیَاْخُذُوْ۔ کہ پکڑیں   ہُ۔ اس کو   وَ۔ اور   جٰدَلُوْا۔ جھگڑیں

بِالْبَاطِلِ۔ باطل سے   لِیُدْحِضُوْا۔ کہ ٹال دیں   بِہٖ۔ اس سے   الْحَقَّ۔ حق کو

فَاَخَذْتُہُمْ۔ تو میں نے ان کو پکڑا   فَکَیْفَ۔ تو کیسا   کَانَ۔ ہوا

عِقَابِ۔ میرا عذاب   وَ۔ اور   کَذٰلِکَ۔ اسی طرح   حَقَّتْ۔ حق ہوئی

كَلِمَتُ - بات	رَبِّكَ - تیرے رب کی	عَلَی - اوپر	الَّذِیْنَ - ان کے جو
كَفَرُوْا - کافر ہیں	اَنَّهُمْ - کہ وہ	اَصْحٰبُ النَّارِ - آگ والے ہیں	
اَلَّذِیْنَ - وہ جو	یَحْمِلُوْنَ - اٹھاتے ہیں	الْعَرْشَ - عرش کو	وَ - اور
مَنْ - جو	حَوْلَهٗ - اسکے اردگرد ہیں	یُسَبِّحُوْنَ - تسبیح کہتے ہیں	بِحَمْدِ - ساتھ حمد
رَبِّهِمْ - اپنے رب کے	وَ - اور	یُؤْمِنُوْنَ - ایمان لاتے ہیں	بِهٖ - اس پر
وَ - اور	یَسْتَغْفِرُوْنَ - بخشش مانگتے ہیں		لِلَّذِیْنَ - انکے لیے جو
اٰمَنُوْا - مومن ہیں	رَبَّنَا - اے ہمارے رب	وَسِعْتَ - سمالیا تونے	كُلَّ - ہر
شَیْءٍ - چیز کو	رَحْمَةً - رحمت	وَ - اور	عِلْمًا - علم ہیں
فَاغْفِرْ - تو بخش	لِلَّذِیْنَ - انکو جو	تَابُوْا - توبہ کریں	وَ - اور
اتَّبَعُوْا - پیروی کریں	سَبِیْلَكَ - تیری راہ کی	وَقِهِمْ - اور بچا انکو	عَذَابَ - عذاب
الْجَحِیْمِ - جہنم سے	رَبَّنَا - اے ہمارے رب	وَ - اور	اَدْخِلْهُمْ - داخل کران کو
جَنّٰتِ - جنت	عَدْنِ - ہمیشہ کے ہیں	الَّتِیْ - کہ جس کا	وَعَدْتَّهُمْ - تونے انسے وعدہ کیا
وَ - اور	مَنْ - ان کو جو	صَلَحَ - نیک ہیں	مِنْ اٰبَآئِهِمْ - انکے باپوں سے
وَ - اور	اَزْوَاجِهِمْ - انکی بیویوں سے	وَ - اور	ذُرِّیّٰتِهِمْ - ان کی اولاد سے
اِنَّكَ - بیشک	اَنْتَ - تو ہی ہے	الْعَزِیْزُ - غالب	الْحَكِیْمُ - حکمت والا
وَ - اور	قِهِمُ - بچا ان کو	السَّیِّاٰتِ - برائیوں سے	وَ - اور
مَنْ - جسے	تَقِ - بچایا تونے	السَّیِّاٰتِ - برائیوں سے	یَوْمَئِذٍ - اس دن
فَقَدْ - تو بیشک	رَحِمْتَهٗ - تونے رحم کیا اسپر	وَ - اور	ذٰلِكَ - یہ
هُوَ - وہی ہے	الْفَوْزُ - کامیابی	الْعَظِیْمُ - بڑی	

حلّ لغاتِ نادرہ

ذی الطَّوْلِ: اس کے معنی فضل وزیادت کے ہیں کہا جاتا ہے لِفُلَانٍ عَلٰی فُلَانٍ طَوْلٌ اَیْ فَضْلٌ وَزِیَادَةٌ۔ اور اسی سے ہے تطوّل بمعنی تفضل طُول جو قصر کی ضد ہے اسی لیے طول کہتے ہیں کہ اس میں کمال اور زیادت ہوتی ہے اور طول سے تموّل اور فراخ دستی بھی مراد لی جاتی ہے اسی لیے دولتمند

آدمی کو وہ تفضل وزیادت حاصل ہوتی ہے جو مفلس کو نہیں ہوتی۔

فَلَا یَغۡرُرۡكَ: یہ وہ چیز جو انسان کو دھوکہ میں ڈالے۔ مال، جاہ، شہوت اور توسوس شیطانی سے

تَقَلُّبُهُمۡ: تقلب کہتے ہیں۔ آمدورفت کرنے کو۔

وَهَمَّتۡ: آمادہ کرنے کے معنی دیتا ہے

لِیُدۡحِضُوۡا: اصلہ من دحض الرجل یعنے پاؤں پھسلنے کے معنی دیتا ہے یہاں لید حضوا کے معنی راہ حق سے پھسلا دینے کے ہوں گے۔

وَقِهِمۡ: وقایۃ بمعنی نگرانی۔ قِ صیغہ امر ہے۔

جَنّٰتِ عَدۡنٍ: جمع جنت ہے جس کے معنی باغ کے آتے ہیں اور عدن ہمیشہ سرسبز اور شاداب رہنے والے کو بسنے والے کو کہا جاتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ مومن پ ۲۴

اس سورت مبارکہ کا نام سورۃ مومن ہے اور اسے سورۃ غافر بھی کہتے ہیں۔ یہ سورت مکیہ ہے۔ سوائے دو آیتوں کے جو اَلَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ سے شروع ہوتی ہیں۔ اس سورت میں نو رکوع پچاسی آیتیں ایک ہزار ایک سو ننانوے کلمے اور چار ہزار نو سو ساٹھ حرف ہیں۔

حٰمٓ: جس سے سورۃ شروع ہے یہ حروف مقطعات سے ہے مفسرین نے اس کے متعلق یہی کہا ہے کہ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمُرَادِهٖ یعنی اس کے حقیقی معنی اللہ اور اس کے حبیب جناب مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کے اور کوئی نہیں جانتا لیکن مقتضائے حروف کے اعتبار سے حا اور میم دونوں میں کنایۃً بن سکتے ہیں جن کو معنی تعبیری کہیں گے اور حا سے یا حامد اور میم سے یا محمود معنی بن سکتے ہیں اس لیے کہ اس کا مخاطبہ سید المخاطبین صلے اللہ علیہ وسلم سے ہی ہے۔

تَنۡزِیۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ: میں اپنی ذات کا تعارف کرایا گیا اور فرمایا کہ اس کتاب کا نازل ہونا اللہ تعالے کی طرف سے ہے جو غالب اور علم والا ہے۔

پھر اپنی صفت غفرانی دکھانے کو ارشاد ہوا۔

غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ: بخشنے والا گناہوں کا اور قبول فرمانے والا توبہ کا۔

اور چونکہ توبہ متعدد ہوتی ہے اس لیے جمع کے صیغہ توب کو استعمال کیا جو توبۃ کی جمع ہے اور

اسی کے ساتھ جہاں ایمان والوں کی توبہ قبول فرمانا ظاہر کیا وہاں کافروں پر عذاب کا اظہار فرمایا فرمایا شَدِیْدُ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ۔ سخت عذاب فرمانے والا۔ اور بخششوں کے اظہار میں عارفوں کے لیے ذِی الطَّوْلِ بتا کر اپنی شان توحید دکھائی اور فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ کوئی معبود نہیں مگر وہی اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے بندوں کو آخرت میں آگے ارشاد ہے مَا یُجَادِلُ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ اِلَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَلَا یَغْرُرْکَ تَقَلُّبُھُمْ فِی الْبِلَادِ۔ یعنی اللہ کی آیتوں میں نہیں جھگڑتے مگر وہی جو کافر ہیں تو اے سننے والے نہ دھوکہ میں ڈالے تجھے ان کا شہروں میں آنا جانا۔ یہاں پر فَلَا یَغْرُرْکَ فرما کر ہر سننے والے سے خطاب ہے اور حکم کو عام کر دیا ہے اور اس مخاطبہ سے ہر مومن کو خبر دار کیا گیا ہے کہ کافروں کا شہروں میں تجارتوں کے لیے آنا جانا اور ان کے تمول و تونگری سے تمہیں دھوکہ نہ ہو کیونکہ ان کا انجام کار بالآخر عذاب اور خواری ہے۔ یہ سب عارضی و فانی ہے اور جو کچھ تمہیں ملے گا وہ ابدی اور لافانی ہے۔

کَذَّبَتْ قَبْلَھُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِھِمْ وَھَمَّتْ کُلُّ اُمَّۃٍۭ بِرَسُوْلِھِمْ لِیَاْخُذُوْہُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِہِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُھُمْ فَکَیْفَ کَانَ عِقَابِ۔ ان سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد کی جماعتوں نے جھٹلایا اور ہر امت آمادہ ہوگئی کہ وہ اپنے رسول کو پکڑیں اور باطل کی حمایت میں جھگڑے تاکہ ان کا قدم راسخ حق سے پھسلا دیں تو میں نے انہیں پکڑا تو کیسا ہوا میرا عذاب۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پاک میں جھگڑا کرنا کافر کے سوا مومن کا کام نہیں۔ ابو داؤد میں ایک حدیث ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے اور جھگڑے اور جدال سے آیات الٰہیہ میں طعن کرنا اور تکذیب و انکار کے ساتھ پیش آنا ہے اور حل مشکلات اور کشف معضلات کے لیے علمی و اصولی بحثیں جدال نہیں ہیں بلکہ اعظم طاعات میں سے ہیں کفار کا جھگڑا کرنا آیات میں یہ تھا کہ وہ کبھی قرآن پاک کو سحر کہتے اور کبھی صاحب قرآن کو ساحر کذاب کہتے اور کبھی قرآن پاک کی آیات کو سحر۔ شعر۔ کہانت اور اساطیر الاولین سے تشبیہ دیتے۔

وَکَذٰلِکَ حَقَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّھُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ۔ اور ایسے ہی مقرر ہو چکا تمہارے رب کا حکم کافروں پر کہ وہ جہنمی ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَۃً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَقِھِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ اور وہ ملائکہ جو عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی حمد کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں اور اللہ تعالے کی توحید پر ایمان لانا ان کا خاصہ ہے

شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ حاملین عرش آٹھ ہیں ان میں سے چار کی تسبیح یہ ہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ اور چار کی یہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ۔ اور مومنوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں یہ حاملین عرش اس طرح دعا کرتے ہیں رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ اے ہمارے رب تیری رحمت وعلم میں ہر چیز کو سمائی ہے تو بخش دے ان کو جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور انہیں بچا عذاب جہنم سے۔

اس طرز بیان سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ بارگاہ حق میں دعا کرنے سے پہلے ثنائے الٰہی ضروری ہے پھر عرض مدعا اور وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ اللہ کے راستہ سے مراد یہاں اسلام ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوا اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ اے ہمارے رب انہیں رہنے بسنے والے باغوں میں داخل فرما جن کا تو نے وعدہ فرمایا ہے اور ان کو جو نیک ہوں انکے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں بیشک تو ہی غالب اور حکمت والا ہے اور بچا انہیں گناہوں سے اور جسے تو اس دن کے شامت اعمال سے بچالے تو بیشک تو نے اس پر رحم کیا اور یہ زبردست کامیابی ہے ایسا ہی مضمون علامہ آلوسی نے روح المعانی میں دیا البتہ بعض جگہ کمی بیشی کی ہے۔

اخرج البیھقی فی الشعب عن الخلیل بن مرۃ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَوَامِيْمُ سَبْعٌ وَاَبْوَابُ جَهَنَّمَ سَبْعٌ فِيْ كُلِّ حٰمٓ مِنْهَا فَتَقِفُ عَلٰى بَابٍ مِنْ هٰذِهِ الْاَبْوَابِ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَا تُدْخِلْ مِنْ هٰذَا الْبَابِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِيْ وَيَقْرَؤُنِيْ۔ قرآن کریم میں سات حٰمٓ ہیں اور جہنم کے دروازے بھی سات ہیں ہر دروازہ پر ایک حٰمٓ قائم ہوگی اور بارگاہ الٰہی میں دعا کرتی ہوگی کہ الٰہی جو مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تلاوت کی اسے اس دروازہ سے داخل نہ فرما۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعمال میں ارباب عمل جو حٰمٓ اور طواسین انگشتری کے نگینہ میں کندہ کراتے ہیں یہ وسعت رزق کے لیے اور حفاظت اور صیانت ہر بلا کے لیے ضامن ہے چنانچہ دوسری حدیث البیھقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ حٰمٓ اِلٰى اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ وَاٰيَةَ الْكُرْسِيِّ حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ قَرَاَهُمَا حِيْنَ يُمْسِيْ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُصْبِحَ۔ حضور نے فرمایا جو حٰمٓ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم۔ الیہ المصیر تک شام کو تلاوت کرے تو صبح تک ہر بلا سے محفوظ رہیگا اور جو صبح ایک مرتبہ پڑھ لے وہ شام تک ہر مصیبت سے مصئون ومحفوظ رہے۔

اخرج عبد بن حمید عن یزید بن الاصم اَنَّ رَجُلًا کَانَ ذَا بَاْسٍ وَکَانَ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ وَاَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَدَهٗ فَسَاَلَ عَنْهُ فَقِیْلَ لَهٗ تَتَابَعَ فِی الشَّرَابِ فَدَعَا عُمَرُ کَاتِبَهٗ فَقَالَ لَهٗ اُکْتُبْ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِلٰی فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَیْکُمُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حٰمٓ اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ وَخَتَمَ الْکِتَابَ وَقَالَ لِرَسُوْلِهٖ لَا تَدْفَعْهُ اِلَیْهِ حَتّٰی تَجِدَهٗ صَاحِیًا ثُمَّ اَمَرَ مَنْ عِنْدَهٗ بِالدُّعَاءِ لَهٗ بِالتَّوْبَةِ فَلَمَّا اَتَتْهُ الصَّحِیْفَةُ جَعَلَ یَقْرَؤُهَا وَیَقُوْلُ قَدْ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ وَحَذَّرَنِیْ عِقَابَهٗ فَلَمْ یَبْرَحْ یُرَدِّدُهَا عَلٰی نَفْسِهٖ حَتّٰی بَکٰی ثُمَّ نَزَعَ فَاَحْسَنَ النَّزْعَ فَلَمَّا بَلَغَ عُمَرَ تَوْبَتُهٗ قَالَ هٰکَذَا فَافْعَلُوْا اِذَا رَاَیْتُمْ اَخَاکُمْ قَدْ زَلَّ زَلَّةً فَسَدِّدُوْهُ وَوَفِّقُوْهُ وَادْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِ وَلَا تَکُوْنُوْا اَعْوَانًا لِلشَّیَاطِیْنِ عَلَیْهِ

یزید بن اصم سے روایت ہے کہ ایک آدمی اہل شام سے مریض تھا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے وہ روپوش تھا آپ نے اس کا پتہ لگا کر نامۂ عالی لکھا جس کا یہ مضمون تھا۔ عمر بن خطاب کی جانب سے فلاں بن فلاں کو یہ نامۂ عالی بھیجا جاتا ہے بعد حمد وصلوٰۃ کے تجھے تعلیم دی جاتی ہے حم کی الیہ المصیر تک آپ نے خط لے جانے والے کو فرمایا کہ تول سے چیخا ہوا پائے گا پھر فرمایا کہ اسے یہ آیت بتا کر توبہ کی تعلیم دو۔

جس وقت نامہ پہنچا اور صحیفۂ عمر اس نے پڑھا تو وہ کہنے لگا کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے بخش دے گا اور عذاب الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہاں تک کہ وہ فکر کرتا رہا اور رو پڑا اور وہ خوف اس پر کافی ہوا۔ جب یہ واقعہ فاروق اعظم تک پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ جب اپنے بھائی کو ایسی حالت میں دیکھو تو اسے ایسی ہی تعلیم دو تاکہ وہ ثابت ہو جائے۔

اس کے بعد جو کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ کی آیت ہے اس میں فَلَا یَغْرُرْکَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ پر فرماتے ہیں کہ تقلب سے مراد مشرکین کا سفر کرنا ہے جو وہ گرمی میں یمن کی طرف کرتے تھے اور سردی میں ملک شام کی طرف۔

لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ کا ترجمہ ٹیڑھ بلوا فرمایا ہے جس کا مفہوم ہم ابتداء میں لکھ چکے ہیں۔
فَکَیْفَ کَانَ عِقَابِ میں اشارہ ہے ان ملکوں میں دورہ کرنے سے عذاب کے نقشے نظر آتے ہیں جو ان پر آئے۔ باقی مضمون وہی ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ مومن پ ۲۴

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَکْبَرُ مِنْ مَّقْتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَی الْاِیْمَانِ فَتَکْفُرُوْنَ ٥

بے شک وہ لوگ جو کافر ہوئے انہیں ندا کی جائے گی کہ تم سے اللہ کی بیزاری بڑی ہے تمہاری جانوں کی بیزاری سے جب تم بلائے جاتے تھے ایمان کی طرف تو تم کفر کرتے تھے۔

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ٥

کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں مردہ کیا دو مرتبہ اور زندہ کیا دو مرتبہ ہم نے اقرار کیا اپنے گناہوں کا تو کیا جہنم سے نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟

ذٰلِکُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ کَفَرْتُمْ وَاِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا فَالْحُکْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ ٥

یہ تمہارے لیے جب ہوا جب تمہیں ایک اللہ کی طرف بلایا گیا تو تم نے کفر کیا اور اگر اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا تو تم اس پر ایمان لاتے تو حکم اللہ ہی کا ہے جو سب سے بلند اور بڑا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِهٖ وَیُنَزِّلُ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا یَتَذَکَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ٥

اور وہ وہ ذات ہے کہ اپنی نشانیاں دکھا کر تمہارے لیے نازل فرمایا رزق آسمان سے اور نصیحت نہیں مانتا مگر وہی جو رجوع لائے۔

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ ٥

تو پکارو اللہ کو مخلصانہ طور پر کہ اسی کا دین ہے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔

رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ٥

بلند درجے دینے والا عرش کا مالک جو جان ڈالتا ہے ایمان میں اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں سے تاکہ وہ ملنے کے دن سے ڈرائے۔

یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ٥

جس دن وہ ظاہر ہو جائیں گے نہیں مخفی ہوگا اللہ پر ان کے حال سے کچھ آج کے دن کس کی بادشاہی ہے ایک اللہ کے لیے جو سب پر غالب ہے۔

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

آج کے دن بدلہ دیا جائے گا ہر جان کو اس کی کرنی کا۔ آج کسی پر بے انصافی نہیں بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۝

اور انہیں ڈراؤ اس نزدیک آنے والی آفت کے دن سے جب کہ دل غم میں بھرے گلوں کے پاس آجائیں گے۔

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۝

نہیں ظالموں کے لیے کوئی دوست اور نہ سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ۝

اللہ جانتا ہے آنکھوں کی چوریوں کو اور جو سینوں میں مخفی ہے۔

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ط وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ط اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝

اور اللہ صحیح فیصلہ نافذ فرمائے گا اور جو لوگ پوجتے ہیں اللہ کے سوا وہ کچھ فیصلہ نہیں کرتے بے شک اللہ ہی سنتا دیکھتا ہے۔

حلِ لغات

اِنَّ۔ بیشک	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے	یُنَادَوْنَ۔ پکارے جائیں گے
لَمَقْتُ۔ کہ ناراضگی	اللّٰہِ۔ اللہ کی	اَکْبَرُ۔ بہت بڑی ہے	مِنْ مَّقْتِکُمْ۔ تمہاری ناراضگی
اَنْفُسَکُمْ۔ اپنی جانوں پر	اِذْ۔ جب	تُدْعَوْنَ۔ تم بلائے جاتے	اِلَی۔ طرف
اَلْاِیْمَانِ۔ ایمان کی	فَتَکْفُرُوْنَ۔ تو تم کفر کرتے	قَالُوْا۔ کہیں گے	رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب
اَمَتَّنَا۔ مارا تو نے ہم کو	اثْنَتَیْنِ۔ دو مرتبہ	وَ۔ اور	اَحْیَیْتَنَا۔ زندہ کیا ہم کو
اثْنَتَیْنِ۔ دو مرتبہ	فَاعْتَرَفْنَا۔ ہم نے اقرار کیا	بِذُنُوْبِنَا۔ اپنے گناہوں کا	فَھَلْ۔ تو کیا
اِلٰی۔ طرف	خُرُوْجٍ۔ نکلنے کی ہے	مِّنْ سَبِیْلٍ۔ کوئی راہ	ذٰلِکُمْ۔ یہ
بِاَنَّہٗ۔ اس لیے کہ	اِذَا۔ جب	دُعِیَ۔ پکارا جاتا	اللّٰہُ۔ اللہ
وَحْدَہٗ۔ اکیلے کو	کَفَرْتُمْ۔ تو تم کفر کرتے	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر

يُشْرَكْ۔ شرک کیا جاتا	بِهٖ۔ اس کے ساتھ	تُؤْمِنُوْا۔ تم ایمان لاتے	فَالْحُكْمُ۔ تو حکم
لِلّٰهِ۔ اللہ	الْعَلِيِّ۔ بلند	الْكَبِيْرِ۔ بڑے کا ہے	هُوَ۔ وہ
الَّذِيْ۔ وہ ہے جو	يُرِيْكُمْ۔ دکھاتا ہے تم کو	اٰيٰتِهٖ۔ اپنی نشانیاں	وَ۔ اور
يُنَزِّلُ۔ اتارتا ہے	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مِّنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	رِزْقًا۔ رزق
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	يَتَذَكَّرُ۔ نصیحت لیتے	اِلَّا۔ مگر
مَنْ۔ جو	يُّنِيْبُ۔ رجوع کریں	فَادْعُوا۔ تو پکارو	اللّٰهَ۔ اللہ کو
مُخْلِصِيْنَ۔ خالص کر کے	لَهُ۔ اس کے لیے	الدِّيْنَ۔ دین	وَ۔ اور
لَوْ۔ اگرچہ	كَرِهَ۔ ناپسند کریں	الْكٰفِرُوْنَ۔ کافر	رَفِيْعُ۔ بلند
الدَّرَجٰتِ۔ درجات والا	ذُو الْعَرْشِ۔ عرش کا مالک	يُلْقِي۔ ڈالتا ہے	الرُّوْحَ۔ روح
مِنْ اَمْرِهٖ۔ اپنے حکم سے	عَلٰى۔ اوپر	مَنْ۔ جس کے	يَّشَآءُ۔ چاہے
مِنْ عِبَادِهٖ۔ اپنے بندوں میں سے		لِيُنْذِرَ۔ تاکہ ڈرائے	يَوْمَ۔ دن
التَّلَاقِ۔ ملاقات سے	يَوْمَ۔ جس دن	هُمْ۔ وہ	بٰرِزُوْنَ۔ نکلیں گے
لَا۔ نہیں	يَخْفٰى۔ چھپی ہوگی	عَلَى۔ اوپر	اللّٰهِ۔ اللہ کے
مِنْهُمْ۔ ان کی	شَيْءٌ۔ کوئی چیز	لِمَنِ۔ کس کی ہے	الْمُلْكُ۔ بادشاہی
الْيَوْمَ۔ آج کے دن	لِلّٰهِ۔ اللہ	الْوَاحِدِ۔ اکیلے	الْقَهَّارِ۔ زبردست کی
اَلْيَوْمَ۔ آج	تُجْزٰى۔ بدلہ دیا جائے گا	كُلُّ۔ ہر	نَفْسٍ۔ آدمی
بِمَا۔ جو	كَسَبَتْ۔ اس نے کمایا	لَا۔ نہیں ہوگا	ظُلْمَ۔ ظلم
اَلْيَوْمَ۔ آج کسی پر	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	سَرِيْعُ۔ جلدی
الْحِسَابِ۔ حساب لینے والا ہے	وَ۔ اور	اَنْذِرْ۔ ڈرا	هُمْ۔ ان کو
يَوْمَ۔ دن	الْاٰزِفَةِ۔ قریب سے	اِذِ۔ جب	الْقُلُوْبُ۔ دل
لَدَى۔ پاس	الْحَنَاجِرِ۔ گلے کے ہوں گے	كٰظِمِيْنَ۔ غم میں بھرے	مَا۔ نہیں
لِلظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں کا	مِنْ حَمِيْمٍ۔ کوئی دوست	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ
شَفِيْعٍ۔ سفارشی	يُّطَاعُ۔ جو کہا مانا جائے	يَعْلَمُ۔ جانتا ہے	خَآئِنَةَ۔ چوری
الْاَعْيُنِ۔ آنکھوں کی	وَ۔ اور	مَا۔ جو	تُخْفِي۔ چھپاتے ہیں
الصُّدُوْرُ۔ سینے	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	يَقْضِيْ۔ فیصلہ کرے گا

بِالْحَقِّ حق کے ساتھ ۔ وَ۔ اور ۔ الَّذِیْنَ ۔ وہ جن کو ۔ یَدْعُوْنَ ۔ پوجتے ہیں
مِنْ دُوْنِہٖ اسکے سوا ۔ لَا ۔ نہیں ۔ یَقْضُوْنَ ۔ فیصلہ کرسکتے ۔ بِشَیْءٍ ۔ کسی چیز کا
اِنَّ بیشک ۔ اللّٰہَ ۔ اللہ ۔ ھُوَ ۔ وہ ہے ۔ السَّمِیْعُ ۔ سننے والا
الْبَصِیْرُ ۔ دیکھنے والا ۔

حل لغات نادرہ

مَقْتٌ : بیزاری

یُنِیْبُ : یہ انابت سے ہے جس کے معنی رجوع لانے کے ہیں ۔

یَوْمَ التَّلَاقِ : ملاقات کا دن ۔ اس سے مراد قیامت ہے ۔

بَارِزُوْنَ : یہ بروز سے ہے اور بروز کہتے ہیں ظاہر ہونے کو

یَوْمَ الْاٰزِفَۃِ ۔ آفت کا دن ۔ اس سے مراد قیامت ہے ۔

الْحَنَاجِرِ : حنجرہ کی جمع ہے جس کے معنی گلا کی کھنڈی کے ہیں ۔

کَاظِمِیْنَ : کظم غصہ دبانے اور مجبوری ہیں جب انسان کچھ نہیں کرسکتا تو غصہ کھا لیتا ہے تو وہ غم سے مملو ہو جاتا ہے ۔

تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ مومن پ ۲۴

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنَادَوْنَ ۔ بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے انہیں ندا دی جائے گی ۔

لَمَقْتُ اللّٰہِ اَکْبَرُ مِنْ مَّقْتِکُمْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ : ۔ یہ ندا ملائکہ کی طرف سے جہنمیوں کو ہوگی ۔ روز قیامت جبکہ جہنم میں داخل کیئے جائیں گے اور ان کے برے اعمال ان کے سامنے ہوں گے تو وہ عذاب دیکھیں گے تو فرشتے ان سے کہیں گے کہ اللہ جل وعلا کی بیزاری تمہاری اپنی جانوں سے بیزاری کے مقابلہ میں بہت بڑی ہے ۔

اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَی الْاِیْمَانِ فَتَکْفُرُوْنَ ۔ جب تم بلائے گئے ایمان کی طرف تو تم نے کفر کیا ۔ یعنی جب دنیا میں مرسلین کرام نے تمہیں دعوت اسلام دی تو تم نے قبولیت سے انکار کیا اس کی وجہ سے اللہ تم سے بیزار ہے اور یہ بیزاری تمہاری جانوں کی بیزاری سے بڑی ہے جو آج تم اپنی جانوں سے اظہار بیزاری

کررہے ہوا ور عذاب دیکھ کر یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا کی آواز لگا رہے ہو اس پر کافر کہیں

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ۔ اے رب ہمارے تو نے ہمیں دوبارہ مردہ کیا اور دوبارہ زندہ کیا اب ہم اپنے گناہوں پر مقر ہوئے تو آگ سے نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے۔؟

دو دفعہ زندہ کرنا پہلا بصورت نطفہ جنین ہو کر طفل صغیر بن کر عمر طبعی تک زندہ رہا۔ پھر موت آئی ایسے ہی اس موت سے پہلی زندگی اور اس موت کے بعد حشر کی زندگی دو زندگیاں ہو گئیں تو کافر ان دونوں کو بنا کر عرض کریں گے کہ ہم اپنے جرموں کا اعتراف کرتے ہیں تو کیا جہنم سے ہمارے نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟ اس کا جواب ہو گا کہ تمہارے جہنم سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں ہے اور فرمایا جائے گا کہ

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ وَاِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ۔ یہ عذاب اس بات پر ہے کہ جب ایک اللہ پکارا جاتا تو تم کفر کرتے اور اگر اس کا شریک ٹھہرایا جاتا تو تم ایمان لے آتے تو آج حکم اللہ ہی کا ہے جو بلند اور زبردست ہے۔

یعنی اس عذاب اور اس کے دوام وخلود کا سبب تمہارا یہ فعل ہے کہ جب توحید کا اعلان ہوتا اور لا الٰہ الا اللہ کہا جاتا تو تم اس کا انکار کرتے اور کفر اختیار کرتے اور اس شرک کی تصدیق کرتے تو آج اللہ کی طرف سے تمہارے لیے حکم ہے جہنم میں رہنے کا اور یہ رہنا ہمیشہ کے لیے ہو گا اس کے بعد اپنی قدرت کاملہ کی تعریف فرمائی گئی اور ارشاد ہوا۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَیُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۭ وَمَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ۔ وہ وہ ذات ہے جو اپنی نشانیاں دکھاتی ہے اور تمہارے لیے آسمان سے رزق اتارتی ہے اور نہیں نصیحت مانتا مگر جو رجوع لائے۔

نشانیاں دکھلانے سے مطلب یہ ہے کہ اپنے عجائبات قدرت کا مشاہدہ کراتا ہے اور مینہ برسا کر سبزہ اگا کر ہر مخلوق کے لیے رزق دیتا ہے۔ مگر ان چیزوں سے وہی ہدایت پا سکتے ہیں جو اس جل شانہ کی طرف رجوع لانے والے ہیں۔ رجوع لانے والے شرک وکفر سے تائب ہو کر اس کی طرف جھکنے والے ہیں۔

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ تو پوجو اسی اللہ کو نرے اس کے بندے ہو کر اسی کا حکم ہے اور دین اگرچہ کافروں کو برا لگے۔

دُعا۔ تَدْعُوا۔ اُدْعُوا۔ تَدْعُوا کی بحث ہم نویں اور تیرھویں پارہ میں مکمل کر چکے ہیں۔

رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ بلند درجے

عرش کا مالک ایمان کی جان ڈالتا ہے اپنے حکم سے اپنے بندوں میں جس پر چاہے یعنی اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے منصب نبوت عطا فرماتا ہے۔ ایمان کی جان انبیاء کرام ہی کو عطا ہوتی ہے اور جس کو نبی بناتا ہے اس کا کام ہوتا ہے کہ

لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ کہ وہ ملنے کے دن یعنی قیامت سے ڈرائے۔ یَوْمَ التَّلَاقِ سے مراد قیامت ہے۔
یَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ جس دن وہ ظاہر ہو جائیں گے یعنی ان کا کفر اور شرک اتنا واضح ہوگا کہ ان کے اعمال متمثل بصورت ان کے سامنے ہونگے جیسے مومنوں کے عمل متمثل ہو کر سامنے آئیں گے اور انہیں مسرور کریں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب مومن قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو نکیرین آکر اس سے سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ مَنْ نَّبِیُّكَ وَمَا دِیْنُكَ تو وہ سراسیمہ و پریشان ادھر ادھر دیکھتا ہو کہ اچانک ایک نہایت حسین وجمیل صورت سامنے آکر نکیرین اور اس کے مابین حائل ہو جائے اور یہ کہے کہ یہ اعزہ اقربا سے بچھڑا ہوا سراسیمہ و پریشان یہاں ہے اور تم لسے اور پریشان کر رہے ہو اس کے متعلق جو کچھ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھو میں اس کے نیک اعمال کا مجسمہ ہوں میں اس کی نماز ہوں میں اس کا روزہ ہوں حج وزکوٰۃ ہوں خیرات وصدقات ہوں یہ سن کر فرشتے واپس ہو جائیں اور کہہ کر جائیں کہ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ اب تو سو جیسے دلہن سوتی ہے اب قیامت کے دن دو جہان کے دولہا اللہ عالم شافع محشر ساقی کوثر تجھے جگائیں گے۔

ایسے ہی یَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ کافر کتنا ہی نیک خصلت اور دان پن کرنے والا کیوں نہ ہو مگر اس کا شرک اس پر ظاہر ہو جائے گا اور اس کے عمل کا ایک ہیبت ناک مجسمہ اس کے سامنے ہوگا اس سے وہ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ کے مطابق اپنی کیفیت دیکھے گا اور کہے گا یَا لَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرَابًا۔ اے کاش میں مٹی ہوا ہوتا بقول شاعر ؎

انساں بنا کے تو نے کیوں مری مٹی خراب کی

اسی کو واضح کیا گیا کہ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ اللہ تعالےٰ پر کسی کی کوئی عملی کیفیت پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے چنانچہ اعلان فرمایا جائے گا کہ

لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ۔ کون ہے آج کے دن ملکیتوں کا مدعی۔ جب ہر طرف سے سکوت کا عالم ہو اور جواب کہیں سے نہ ملے تو خود ہی ارشاد ہو۔

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ مملکت حقیقی اور سلطنت غیر فانی اسی ایک اللہ کے لیے ہے جو قہار اور سب پر غالب ہے اس کے بعد ارشاد ہو

اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ آج کے دن ہر جان اپنی کرنی کا بدلہ پائے گا۔ آج کسی پر ظلم نہیں بیشک اللہ بہت جلدی حساب لینے والا ہے۔

مومن چونکہ دنیا میں بھی اپنے رب کے سامنے نگونسار رہتا ہے وہاں بھی نہایت سرخروئی سے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ کہے اور کافر چونکہ اللہ تعالےٰ کا ساجھی اور شریک مانتا رہا تھا آج اس کے برعکس حقیقت مملکت اور شان جبروتی دیکھ کر خجل و منفعل ہو اور وہ بھی مرے جی سے یہی اقرار کرے مگر یہ اقرار اس کو فائدہ مند نہ ہو اور فرما دیا جائے کہ آج کے دن نیکوں کو نیکی کا بدلہ اور بدوں کو بدی کا معاوضہ بغیر کسی زیادتی کے اور بغیر کسی قسم کے ظلم کے ملے گا اللہ سب کا حساب جلدی طے فرمائے گا اور اپنے محبوب مخبر صادق و طبیب حاذق رحمت مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔

وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَی الْحَنَاجِرِ كٰظِمِیْنَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ اے محبوب ڈراؤ ان کافروں کو آفت کے دن قریب آنے والے سے جبکہ کلیجے منہ کو آجائیں گے اور سب کافر غمگین ہونگے ہر کافر کی جان پر بن رہی ہوگی ان کے دل شدت خوف سے سینے میں اٹکے ہونگے نہ باہر آسکیں گے نہ اندر رہ سکیں گے اور وہ ایسی حالت میں ہونگے کہ

مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ۔ ان کا نہ کوئی گرم جوش دوست ہوگا اور نہ کوئی حمایتی جس کی سفارش مانی جائے۔

یہاں ظالم کے معنی مشرک کے ہیں جیسا تفسیر القرآن بالقرآن سے واضح ہے کہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ شرک ہی سب میں بڑا ظلم ہے۔ تو مشرک ہونے والا سب سے بڑا ظالم ہوا۔ آگے اپنی وسعت علم کو واضح فرمایا گیا۔ یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ۔ وہ ذات مقدس جل وعلا شانہ وہ ذات ہے کہ وہ ہر چور آنکھ اور ہر دل کی خفیہ بات جانتی ہے۔

اسی لیے اسے علام الغیوب کہا جاتا ہے۔ وہی فرماتا ہے وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ۔ اور اللہ جل وعلا شانہ سچا فیصلہ فرماتا ہے یعنی ہر کافر و مومن۔ گبر۔ ترسا۔ یہودی۔ مجوسی سب کی عملی کیفیتیں اس کے سامنے ہیں اور واضح ہوں گی اسی کے مطابق اس کا فیصلہ فرمایا جائے گا۔ جہنمی جہنم میں اور جنتی جنت میں داخل ہوں گے البتہ گنہگار سیاہ کار ایسے ہوں گے جو شفاعت بالوجاہت سے بخشے جائیں جس کی تصریح سورہ زمر میں فرمائی گئی اور ارشاد ہوا۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اے محبوب فرما دیجئے کہ میرے ایسے بندو جو اپنی جانوں پر ظلم کر گذرے ہو اپنی بداعمالی پر اللہ کی رحمت

سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تمہارے سب گناہ معاف فرمائے گا۔
اور کس صدقہ میں فرمائے گا اس کی تصریح لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ میں موجود ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور رحمت کون ہے؟ قرآن کریم بطور حصر فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اے محبوب ہم نے تمہیں بھیجا ہی نہیں مگر عالموں کے لیے رحمت۔ تو اس رحمت سے عدم قنوط مومن پر لازمی ہے اور اس سے یہ مستفاد ہوا کہ کافر وہی ہے جس میں ایمان نہ ہو۔ برخلاف سیہ کار گنہگار کے کہ وہ بدعمل ضرور ہے مگر ایمان اس میں موجود ہے۔ اس ایمان کی جھلک کا ہی نتیجہ ہوگا کہ اس کی سیاہ کاریاں شفاعت بالوجاہت کے ذریعہ معاف کر دی جائیں گی اور اسے جنت ملے گی اسی لیے آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ
وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ اور وہ جو اللہ کے سوا غیر کی پوجا کرتے ہیں وہ کچھ فیصلہ نہیں کر سکتے بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔
یہاں اس امر کو واضح کر دیا کہ غیر خدا کی پوجا شرک خالص ہے اور جن کی پوجا کی جاتی ہے خواہ وہ بُت ہوں یا شجر و حجر یا شمس و قمر ان میں کسی شے کے فیصلہ کی طاقت نہیں اور اللہ تعالےٰ ان کی عملی کیفیتیں اور عبادت لغیر اللہ کی صورتیں سنتا اور دیکھتا ہے۔ یہاں اس امر کا سمجھ لینا ضروری ہے کہ پوجا جسے تعبد لغیر اللہ کہا جاتا ہے اس میں اور تعظیم لغیر اللہ میں کیا فرق ہے۔
اس بحث کو ہم نے تفصیلی طور پر اس تفسیر کے تیرھویں پارہ میں بیان کر دیا ہے یہاں بھی تبرکاً کچھ تفصیل عرض ہے۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ تعبد اور تعظیم میں کون بعید ہے۔ تعبد کہتے ہیں اللہ تعالےٰ کے ساتھ غیر کی پوجا کرنے کو اور تعظیم کہتے ہیں مقربان خاص کو عظمت کی نظر سے دیکھنا اور انہیں اللہ کا بندہ اور محبوب جاننا۔ اسی طرح استعانت لغیر اللہ کے معنی ہیں مستعین حقیقی کے حضور کسی مقرب خاص کا توسل پیش کرنا اور یہی استمداد کا مفہوم ہے۔ تو مسئلہ واضح ہو گیا کہ استعانت اور امداد شرک نہیں ہے اس لیے کہ مقربان خاص کے توسل سے اللہ تعالےٰ کے حضور کچھ عرض کرنا اور ماننا یہ سنت صحابہ ہے اس کو شرک کہنا خود مشرک بننا ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی، علامہ نسفی اور علامہ خازن اور علامہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں یہی تصریح فرمائی ہے وللہ الحمد۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۂ مومن پ ۲۴

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا — کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کیسا ہوا

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ○

انجام ان کا جوان سے پہلے تھے وہ ان سے قوت میں سخت تھے اور ان کی نشانیاں زمین میں ہیں۔ تو اللہ نے ان کے گناہوں پر ان کو پکڑا اور نہیں ہے کوئی اللہ سے بچانے والا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○

یہ اس لیے کہ آتے ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیوں کے ساتھ تو سرکشی کی انہوں نے تو اللہ نے انہیں پکڑ لیا بے شک وہ بڑی قوت والا سخت عذاب دینے والا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○

اور بے شک بھیجا ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ اور روشن قوت کے ساتھ۔

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ○

فرعون، ہامان اور قارون کی طرف تو وہ کہنے لگے یہ جادوگر جھوٹا ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ○

اور جب وہ تشریف لائے حق لے کر ہماری طرف سے تو بولے کہ قتل کرو ان کے متبعین کو جو انکے ساتھ ہیں اور زندہ رکھو ان کی لڑکیوں کو اور نہیں مکر کافروں کا مگر رائیگاں۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ○

اور بولا فرعون کہ چھوڑ دو مجھے کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو پکارے مجھے خطرہ ہے کہ تمہارا دین نہ بدل دے یا غالب آئے زمین میں فساد کرتا ہوا۔

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ○

اور فرمایا موسیٰ نے میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر متکبر سے جو ایمان نہیں لاتا حساب کے دن پر۔

حلِ لغات

اَوَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ	یَسِیْرُوْا۔ سیر کی انہوں نے	فِیْ۔ بیچ
اَلْاَرْضِ۔ زمین کے	فَیَنْظُرُوْا۔ کر دیکھتے	کَیْفَ۔ کیسا ہو	کَانَ۔ تھا
عَاقِبَۃُ۔ انجام	الَّذِیْنَ۔ ان کا جو	کَانُوْا۔ تھے	مِنْ قَبْلِہِمْ۔ ان سے پہلے
کَانُوْا۔ تھے	ہُمْ۔ وہ	اَشَدَّ۔ سخت	مِنْہُمْ۔ ان سے
قُوَّۃً۔ قوت میں	وَّ۔ اور	اٰثَارًا۔ نشانوں میں	فِیْ۔ بیچ
اَلْاَرْضِ۔ زمین کے	فَاَخَذَ۔ تو پکڑا	ہُمُ۔ ان کو	اللّٰہُ۔ اللہ نے
بِذُنُوْبِہِمْ۔ انکے گناہوں سے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	کَانَ۔ تھا
لَہُمْ۔ ان کے لیے	مِّنَ اللّٰہِ۔ اللہ سے	مِنْ وَّاقٍ۔ کوئی بچانے والا	ذٰلِکَ۔ یہ
بِاَنَّہُمْ۔ اسلیے کہ وہ	کَانَتْ۔ تھے	تَّاْتِیْہِمْ۔ آتے ان کے پاس	رُسُلُہُمْ۔ ان کے رسول
بِالْبَیِّنٰتِ۔ دلائل لے کر	فَکَفَرُوْا۔ تو انکار کیا انہو نے	فَاَخَذَ۔ تو پکڑا	ہُمُ۔ ان کو
اللّٰہُ۔ اللہ نے	اِنَّہٗ۔ بیشک وہ	قَوِیٌّ۔ طاقتور	شَدِیْدُ۔ سخت
الْعِقَابِ۔ عذاب دینے والا ہے	وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے
مُوْسٰی۔ موسیٰ کو	بِاٰیٰتِنَا۔ اپنی نشانیوں سے	وَ۔ اور	سُلْطٰنٍ۔ غلبہ
مُّبِیْنٍ۔ ظاہر سے	اِلٰی۔ طرف	فِرْعَوْنَ۔ فرعون	وَ۔ اور
ہَامٰنَ۔ ہامان	وَ۔ اور	قَارُوْنَ۔ قارون کی	فَقَالُوْا۔ تو بولے
سٰحِرٌ۔ جادوگر ہے	کَذَّابٌ۔ جھوٹا	فَلَمَّا۔ پھر جب	جَآءَ۔ لایا
ہُمْ۔ ان کے پاس	بِالْحَقِّ۔ حق	مِنْ عِنْدِنَا۔ ہماری طرف سے	
قَالُوا۔ تو بولے	اُقْتُلُوْا۔ قتل کردو	اَبْنَآءَ۔ بیٹے	الَّذِیْنَ۔ ان کے
اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے	مَعَہٗ۔ اس کے ساتھ	وَ۔ اور	اسْتَحْیُوْا۔ زندہ رکھو
نِسَآءَ۔ عورتیں	ھُمْ۔ ان کی	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
کَیْدُ۔ تدبیر	الْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں کی	اِلَّا۔ مگر	فِیْ۔ بیچ
ضَلٰلٍ۔ گمراہی کے	وَ۔ اور	قَالَ۔ بولا	فِرْعَوْنُ۔ فرعون

ذَرُوْنِیْ۔ مجھے چھوڑ دو	اَقْتُلْ۔ میں قتل کروں	مُوْسٰی۔ موسیٰ کو	وَ۔ اور
لْیَدْعُ۔ وہ بلا لائے	رَبَّہٗ۔ اپنے رب کو	اِنِّیْ۔ بیشک میں	اَخَافُ۔ ڈرتا ہوں
اَنْ۔ یہ کہ	یُّبَدِّلَ۔ بدل دے	دِیْنَکُمْ۔ تمہارا دین	اَوْ۔ یا
اَنْ۔ یہ کہ	یُّظْهِرَ۔ پھیلائے	فِیْ۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے
الْفَسَادَ۔ فساد	وَ۔ اور	قَالَ۔ فرمایا	مُوْسٰی۔ موسیٰ نے
اِنِّیْ۔ بیشک میں	عُذْتُ۔ پناہ لیتا ہوں	بِرَبِّیْ۔ اپنے رب	وَ۔ اور
رَبِّکُمْ۔ تمہارے رب کی	مِّنْ کُلِّ۔ ہر ایک	مُتَکَبِّرٍ۔ متکبر سے جو	لَا۔ نہ
یُؤْمِنُ۔ ایمان رکھتا ہو	بِیَوْمِ۔ یوم	الْحِسَابِ۔ حساب پر	

تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۂ مومن پ۲۴

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ کَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ کَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّۃً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَمَا کَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ٥ تو کیا انہوں نے زمین میں سیر نہ کی کہ وہ دیکھتے کہ کیسا ہوا انجام ان کا جو طاقت میں ان سے کہیں زیادہ تھے اور ان کے نشان زمین میں ہیں تو پکڑا اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب اور نہ ہوا کوئی انہیں اللہ سے بچانے والا۔

قوم عاد و ثمود جو ان سے پہلے گذری ہیں یہ پہاڑوں کو کھود کر مکان بناتی تھیں اور بڑے بڑے محل اور باغ انہوں نے تعمیر کیے مگر ان کے شرک و کفر کی بنا پر ان پر عذاب آیا اور یہ ہلاک کر دیے گئے ان کی عمارتوں کے نشانات اور کھنڈرات تک شام و فلسطین میں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ یہاں فرمایا گیا کہ تم زمین کی سیر کرو اور پہلی قوموں کی قوتیں اور ان کی عمارتوں کے نشانات دیکھ کر عبرت حاصل کرو اور عقل سے کام لو اور سوچو کہ جب ایسی ایسی بڑی قومیں ہم نے مٹا دیں تو تمہارا مٹا دینا ہمارے لیے کیا دشوار ہے آگے ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ اِنَّهٗ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ٥ یہ اس لیے کہ ان میں ہمارے رسول نشانیاں لے کر آئے تھے اور انہوں نے ان سے سرکشی کی تو اللہ نے انہیں پکڑ لیا سرکشی اور کفر کی بنا پر بے شک وہ بڑی قوت والا اور سخت عذاب دینے والا ہے۔

بَیِّنَات سے مراد معجزات ہیں جو انبیاء کرام دکھاتے تھے اور یہ کافر اور مشرک اس کو جادو قرار دیکر

تکذیب کرتے تھے تو ان پر اللہ تعالے کا عذاب آیا اور وہ ہلاک ہوئے۔ البتہ عہد رسالت مآب رحمت دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں نزول عذاب رک گیا اور ارشاد ہوا۔ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ ہماری یہ شان نہیں کہ آپ کو رحمت عالم بھی بنائیں اور جن میں آپ جلوہ افروز ہوں انہیں معذب بھی کریں آخرت میں محاسبہ کے بعد یہ عذاب دیکھیں گے ابھی ان کو امم ماضیہ کے حالات ہی سنا کر عبرت دلائی جاتی ہے پھر نظیر میں موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرماتے ہوئے عبرت دلانے کو ارشاد ہوا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَھَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ کَذَّابٌ بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ اور سند واضح عطا فرما کر فرعون ہامان اور قارون کی طرف بھیجا تو بولے جادوگر جھوٹا ہے۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ان سرکشوں کے آگے ید بیضا اور عصا کے ذریعہ بھی کچھ قوتیں دکھائیں مگر ان جھوٹوں کی نظر میں سب کچھ جھوٹ ہی نظر آیا اور کہہ دیا یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے متبعین کی اولاد نرینہ کے قتل کی تیاریاں کیں چنانچہ ارشاد ہے۔

فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ وَاسْتَحْیُوْا نِسَآءَھُمْ وَمَا کَیْدُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ۔ تو جب حق آگیا ہماری طرف سے تو دیکھائے ایمان لانے کے بولے قتل کردو ان کی اولاد نرینہ کو جو موسیٰ پر ایمان لائے ہیں اور زندہ رکھو ان کی لڑکیوں کو۔ اور کافروں کا مکر نہیں مگر رائیگاں ہونے والا۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خبر منجموں کے ذریعہ سنی اور انہوں نے بتایا کہ وہ جو اس سال پیدا ہونے والا ہے وہ تیری سلطنت کو نیست ونابود کردے گا تو اس وقت بھی اس نے یہی حربہ اختیار کیا تھا۔ چنانچہ ستر ہزار کے قریب بچے اس نے قتل کرائے ہر گھر کے اوپر پہرہ رکھا اور دائی کو حکم دیدیا کہ اگر لڑکی ہو تو زندہ رکھے اور لڑکا ہو تو فوراً اس کو مار دے چنانچہ ستر ہزار کے قریب اس طرح جب بچے مارے جاچکے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی بھی نوبت آگئی چنانچہ قرآن کریم میں اس کا تذکرہ ہے اور ارشاد ہے وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈالی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے انہیں محبوب بنایا اور خلق کا محبوب کردیا اور جس کو اللہ تعالے اپنی محبوبیت سے نوازتا ہے تو قلوب میں اس کی محبت پیدا کردیتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں بھی وارد ہوا۔

یہی حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا جو آپ کو دیکھتا تھا اسی کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوجاتی

تھی۔ قتادہ نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں ایسی ملاحت تھی جسے دیکھ کر دیکھنے والے کے دل میں محبت جوش مارنے لگتی تھی چنانچہ ایسی نگرانی اور حفاظت میں پرورش پائی کہ جب دایہ کی نگاہ آپ پر پڑی تو وہ فریفتہ ہوگئی اور آپ کی والدہ حضرت (یوخاند) سے کہا کہ اس بچے کو قتل کرنے کے بجائے میں تمہارے پاس چھوڑتی ہوں اور بکری کا بچہ ذبح کرکے ہنڈیا میں ڈال کر لے جاتی ہوں۔ پہرہ والے میرا اعتبار کریں گے میں انہیں کہہ دوں گی کہ لڑکا ہوا تھا میں لے جارہی ہوں وہ یقین کرلیں گے پھر آپ ان کی پرورش بحفاظت کریں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ کی پرورش ہونے لگی تو یہ اس القاء محبت کا اثر تھا جس سے دایہ قتل نہ کرسکی اور حفاظت الٰہی میں آپ پرورش پاتے رہے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ کی والدہ حضرت یوحاند آپ کو گود میں لیے تنور جھونک رہی تھیں کہ آپ رونے لگے روتے کی آواز سن کر پہرے والوں نے گھر میں مداخلت کی اور کہا کہ آپ کے ہاں لڑکا ابھی رویا ہے آپ نے سوچا اگرچہ میں عمران، فرعون کے وزیر اعظم کی بیوی ہوں مگر قانون کے مقابلہ میں میرا بچنا مشکل ہے آبرو کے مقابلہ میں بچہ نہ رہے تو نہ سہی آپ کو تنور میں پھینک دیا اور سپاہیوں سے کہا آؤ دیکھ لو۔ سپاہیوں نے گھر کی تلاشی لی اور بے نیل مرام واپس ہوئے جب وہ چلے گئے تو شفقت مادری نے جوش کیا۔ اور بے تابانہ آپ تنور کی طرف آئیں تو عجیب کرشمۂ قدرت وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ کا دیکھا تنور سے لپٹیں نکل رہی تھیں اور آپ آرام سے اس میں لیٹے ہوئے تھے اور انگوٹھا چوس رہے تھے۔

اس واقعہ سے آپ کی والدہ کو یہ خطرہ ہوا کہ بچہ بہرحال بچہ ہے اس کا پھر رونا اور پہرہ والوں کا آکر گرفت کرلینا بہت ممکن ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ میں اسے صندوق میں محفوظ کرکے دریائے نیل میں بہاؤ پر چھوڑ دوں صندوق جدھر راستہ ملے بہہ جائے۔ اور جب کسی کے ہاتھ آجائے تو اس بچے کو نکال کر پرورش کرلے۔

غرضیکہ آپ نے اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نجّار یعنی ترکھان کو بلایا۔ جو آپ کے مکان کے پاس ہی رہتا تھا اور کہا کہ ایک ایسا صندوق بناؤ جس کا طول و عرض یہ ہو۔ اور ایسی پانی سرایت کرسکے جو کچھ تو چاہے گا میں وہ قیمت ادا کردوں گی۔

اس نے کہا کہ صندوق بھی بن جائے گا اور ایسا بن جائے گا کہ جس میں پانی سرایت نہیں کرسکے گا۔ مگر مجھے یہ بتلائیے کہ یہ کس مقصد کے لیے بنوایا جارہا ہے میں آپ کا رازدار رہوں گا اور کسی پر اس راز کو منکشف نہ کروں گا۔

آپ نے اصل واقعہ اسے سنادیا وہ سن کر صندوق بنانے کا وعدہ کرکے گھر پہنچا تو وسوسہ شیطانی نے

اس عہد سے اسے منحرف کر دیا۔ اور اس نے سوچا کہ اگر ان کو صندوق بنا کر دے دیا تو یہ مجھے دس بیس درہم دیں گی اور اگر بارگاہ فرعونی میں میں نے مخبری کی تو مجھے بے بہا دولت ملے گی۔ چنانچہ اس لالچ میں وہ گھر سے چلا گھر کے دروازہ پر آیا تو زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لیے اور یہ چلنے سے رہ گیا پھر توبہ کی اور ارادہ کیا کہ صندوق بنا دوں تو پھر توسوس شیطانی غالب آیا اور خیال کیا کہ اتفاقیہ وہ پیر زمین میں دھنس گئے تھے اب مجھے پھر جانا چاہیئے۔

چنانچہ چلا اور دروازہ پر آیا ہی تھا کہ کمر کمر زمین نے پکڑ لیا آخر توبۃ النصوح کی اور صندوق بنایا اور انکشاف راز سے باز رہا صندوق بنا کر جب حضرت یوحانذ کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس کی قیمت پوچھی اس نے کہا اس کی قیمت صرف یہ ہے کہ اس بچہ کی مجھے زیارت کرا دیجئے یہ زیارت کر کے آپ کا پہلا امتی بنا اور حضرت یوحانذ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس صندوق میں لٹایا اور بند کر کے دریائے نیل پر مع اپنی صاحبزادی روانہ ہوئیں۔ اور کلیجہ تھام کر ہمت باندھ کر اس صندوق کو نیل میں ڈال دیا۔ اب ڈالنے کے بعد عجیب کرشمہ قدرت رونما ہوا۔

کہ لکڑی یا کوئی چیز بہاؤ کی طرف بہتی ہے یہ صندوق الٹا دھارا کر چڑھنے لگا آپ کی بہن کنارے کنارے نیل کے چلتی گئی اور دیکھتی رہی کہ یہ صندوق کہاں جاتا ہے۔ فرعون نے نیل پر کچھ آبشاریں بنائی تھیں اور سوراخوں کے لیے وہاں بیٹھنے کی جگہ رکھی تھی۔ آپ کی بہن نے دیکھا کہ وہ صندوق اس آبشار پر گذر رہا ہے اور فرعون کی نظر پڑی فوراً حکم دیا کہ اس صندوق کو پکڑ کر لاؤ۔ بحکم فرعون وہ لایا گیا فرعون نے جب اسے کھولا تو ایک نہایت حسین تنومند بچہ اس میں پایا اور جونہی فرعون کی نظر آپ پر پڑی تو فرعون کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہو گئی۔

بظاہر اعیان دولت سے کہنے لگا کہ یہ میرا اقبال شاہی ہے کہ وہ بچہ جس کی نجومیوں نے خبر دی تھی وہ میرے گھر میں آ گیا ہے۔ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ محل کے جھروکوں سے یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ کہ فرعون نے جلاد کو بلایا اور آپ کے قتل کا حکم دیا کہ حضرت آسیہ محل سے اتر آئیں اور فرعون سے ماجرا پوچھ کر فرمایا کہ اگرچہ یہ بچہ وہی کیوں نہ ہو جس کی نجومیوں نے خبر دی ہے لیکن جب تو پرورش کر رہا ہے تو تیرا اولی عہد یہی ہو گا پھر سلطنت کو کیوں غارت کرنے لگا اس کو بحفاظت پرورش کرا اور اپنا فرزند بنا لے۔ فرعون نے مشورہ مان لیا اور حکم دیا کہ رضاعت کے لیے انائیں بلائی جائیں چنانچہ ورزاء تک کی بیویاں حاضر آئیں مگر قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ ہم نے دودھ پلانے والیوں کے دودھ موسیٰ علیہ السلام پر حرام کر دیے۔

چنانچہ دوپہر کا کھانا فرعون نے نہیں کھایا اور کہا جبتک اس بچہ کو دودھ پلانے والی نہ ملے گی میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ ادھر آپ کی بہن بھی یہ سب منظر دیکھ رہی تھی تو انہوں نے فرعون سے کہا کہ

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ۔ کیا میں تمہیں ایسے گھر والے بتلا دوں کہ اس بچہ کی کفالت کریں اور اس کے لیے خیر خواہ ثابت ہوں۔ چنانچہ فرعون نے حکم دیا وہ کون ہے انہیں لاؤ۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ۔ کہ ہم تجھے تیری ماں کے پاس پھیر لائے تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کرے۔

چنانچہ آپ کی بہن نے حضرت یوحانذ کو خبر کی اور انہیں ساتھ لے کر آئیں آپ نے جیسے آتے ہی منہ میں چھاتی دی آپ نے پینا شروع کر دیا۔ غرضکہ اسی طرح آپ فرعون کے گھر پرورش پاتے رہے چنانچہ گیارہ بارہ سال تک آپ فرعون کے گھر پرورش پاتے رہے اور شاہی قانون یہ تھا کہ دودھ پلانے والی پھر اسی گھر میں رہتی تھی جہاں بچے کو دودھ پلاتی تھی۔ آپ رہتی تھیں اور موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر سے سلطنت شاہی کو چھوڑ کر تعلیم حق کی طرف آ گئے۔ جس کا مفصل واقعہ ہم نے سولھویں اور بیسویں پارہ میں بیان کر دیا ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تبلیغ حق کے لیے کھڑے ہو گئے اور فرعون نے اسی پرانے حربہ کی طرف رخ کیا اور کہا ان کی عورتوں کو زندہ رکھو اور ان کے مردوں کو قتل کر دو۔ مگر یہ منصوبہ بھی فرعون کا رائیگاں گیا جیسا کہ آیہ کریمہ میں ارشاد ہو چکا وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۔

عربی زبان میں ضلال کا مادہ ضل ہے اور ضل کے معنی مفردات راغب نے عدول عن طریق المستقیم کے بتلائے ہیں۔ اور دوسرے معنی ہیں عدول عن المنہج کے خواہ وہ قصداً ہو یا سہواً۔ تیسرے معنی اللہ اور رسول سے مخالفت کرنا۔ چوتھے معنی احکام شرعیہ سے انحراف کرنا۔ پانچویں معنی موت کے ہیں۔ چھٹے معنی گمراہ ہونے کے ہیں۔ ساتویں معنی اپنی طاقت سے بے خبر ہونے کے ہیں۔ آٹھویں معنی رائیگاں اور عبث کے ہیں جس کو مفصل ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ۔ اور بولا فرعون مجھے چھوڑو کہ میں قتل کروں موسیٰ کو اور وہ اپنے رب کو پکارے مجھے خطرہ ہے کہ بدل دے تمہارا دین اور عام کرے زمین میں فساد۔

واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے جب قتل موسیٰ کا ارادہ کیا تو قوم نے اسے روکا اور کہا اگر اس کو قتل کر دیا تو

لوگوں کا خیال موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی طرف مائل ہو جائے گا اور وہ سمجھ لیں گے کہ وہ سچے نبی تھے حالانکہ فرعونیوں کی نظروں میں آپ ایک معمولی جادوگر کی حیثیت رکھتے تھے برخلاف فرعون کے کہ وہ آپ کو سچا نبی جان کر آپ کے ہلاک کرنے کی طرف مائل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے قوم سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں انہیں قتل کر دوں مجھے خطرہ ہے کہ یہ اپنی حقانیت کے چمکارے دکھا کر تمہارا دین نہ بدل دے اور زمین میں فساد عام نہ کرے۔

لیکن قوم نے اسے کہا کہ ہم اس کے جادو کا جادوگروں کے ذریعہ مقابلہ کریں گے ہمارے ملک میں جادو کے بڑے بڑے ماہر موجود ہیں اس کے جواب میں فرعون یہ نہیں کہتا کہ یہ خیال تمہارا غلط ہے بلکہ وہ سچے نبی ہیں اس لیے کہ اگر وہ کہہ دیتا تو قوم پلٹ پڑتی اور کہتی کہ جب یہ سچے نبی ہیں تو تیرا دعویٰ خدائی باطل ہے تو تجھے ہی ایمان لے آنا چاہئے اور اس کے بعد اس کی سلطنت درہم برہم ہو جاتی۔

غرضیکہ اس نے یوں کہا کہ موسیٰ اپنے رب کو پکارے اور میں اس کے قتل کی تیاری کرتا ہوں اور وہ اپنے رب کو پکارتا ہے جس کا وہ رسول بنا ہوا ہے۔ یہ جو کہا اِنِّیٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَکُمْ مجھے خوف ہے کہ تمہارا دین نہ بدل دے اس سے مراد یہ ہے کہ فرعون کی خدائی کو چھوڑ کر ایک وحدہ لاشریک کے آگے سب کہیں نہ جھک جائیں اور یہ خطرہ فرعون کے دل میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھا۔ آگے ارشاد ہے وَقَالَ مُوْسٰىٓ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِّنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے رب کی پناہ مانگتا ہوں وہ رب جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے ہر متکبر اور اس سے جو قیامت پر یقین نہیں رکھتا۔

فرعون کی دھمکیاں سنکر موسیٰ علیہ السلام نے کوئی تعلی ظاہر کرنے کی بجائے یہی فرمایا کہ اس رب کی پناہ چاہتا ہوں جو درحقیقت میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ اس میں آپ کی طرف سے یہ ہدایت بھی تھی کہ تم جس غلط راستہ پر ہو وہ غلط ہے اور درحقیقت رب حقیقی تمام کائنات کا ایک ہے۔ دوسری ہدایت یہ بھی فرمائی کہ مقربان بارگاہ فخر و مباہات کو چھوڑ کر ایک رب حقیقی کے آگے ہی جھکتے ہیں۔ تم اگر نجات چاہتے ہو تو اسی کے حضور جھک جاؤ۔ تیسری ہدایت یہ تھی کہ رب حقیقی کے ماننے والے قیامت پر ضرور ایمان رکھتے ہیں۔

فرعون کی ابتدائی حالت اور تمکن علی السلطنت۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ یہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا کہ اس کی ماں کو دریائی سفر لاحق ہوا اور یہ کشتی میں چلی کہ موجوں نے اپنے تھپیڑوں سے کشتی کو توڑ دیا اور اس کی ماں کو وضع حمل ہو گیا اور وہ اس کی موج کی لپیٹ میں آ کر غرق ہو گئی۔ یہ طفل رضیع تختہ پر بہتا ہوا کنارے

آنکا کسی نے اس کو لے کر پرورش کیا۔ قوی ہیکل جوان ہوگیا اور چونکہ کوئی تربیت کا نظام نہ تھا تو اس کو اپنی معاش کے لیے بھیک مانگنا ہی آسان نظر آیا اور یہ بھکاریوں میں شامل ہو کر بھیک مانگتا اور شکم پروری کرتا۔ اس زمانہ میں مصر کے اندر وبائے کالرہ پھیل گئی اور حکماء نے اس کا علاج تربوز سے بتایا۔ اس نے دو گدھے تربوز کے خرید لیے اور مصر جاکر منہ مانگی قیمت میں فروخت کیا۔ کچھ روپیہ اس کے پاس ہوگیا تو ایک قبرستان پر قابض ہوگیا۔

بادشاہ وقت نہایت آرام طلب اور رعایا سے بے خبر تھا اس نے میت دفن کرنے کے عوض میں کافی رقم وصول کی۔ پریشان حال غمزدہ لوگ مجبور ہوکر جو یہ چاہتا وہ دیدیتے۔ آخر سب نے مل کر بادشاہ کو درخواستیں دیں۔ بادشاہ کی آنکھ کھلی اس نے کہا یہ کون شخص ہے جس کے خلاف اتنی درخواستیں موصول ہوئیں اس کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ پیش کر دیا گیا۔

بادشاہ نے وجہ ظلم دریافت فرمائی اس نے جواب دیا کہ میں جانتا تھا کہ ظالم کے پاس بغیر ظلم کیے پہنچنا مشکل ہے اس لیے میں نے ایسا کیا ہے اور آخر میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ بادشاہ نے کہا تو کیا چاہتا ہے اس نے کہا آپ آرام سے بیٹھیں اور زمام سلطنت اول آٹھ روز کے لیے مجھے دیں اگر اس ہفتہ میں ساری رعایا میرے حق میں ووٹ دیدے تو مجھے مستقل کر دیا جائے ورنہ جو سزا منظور ہو مجھے دے دیا جائے بادشاہ نے غنیمت جانا اور اپنی آرام طلبی کے لحاظ سے اس کو اپنا وزیر اعظم بنا دیا اس نے آٹھ دن میں رات دن ایک کر کے رعایا کی آوازیں سنیں اور خاطر خواہ فیصلے دیے حتیٰ کہ سب کے ووٹ اسی کے حق میں ہوگئے اور یہ مستقل وزیر اعظم بن گیا۔

چند روز بعد بادشاہ مر گیا اور اس کی جگہ یہی بادشاہ بن گیا۔ فرعون مصر کے تاجداروں کو عموماً کہا جاتا تھا اسے بھی فراعنہ مصر سے فرعون کہا گیا۔ اس نے رعایا کو اتنا مسخر کیا کہ جو یہ چاہتا تھا سب اس کے حکم کی تعمیل کو تیار تھے۔ جب متمکن علی السلطنت ہوگیا تو اپنی اصلیت کو کھول کر رعایا میں اعلان کیا کہ تمہارا خدا میں ہوں اور سب نے مان لیا۔ اپنی تصویریں سب کو دے کر حکم دیا کہ روزانہ انہیں سجدہ کرو اور آٹھویں دن میرے دربار میں آکر مجھے سجدہ کرو۔ تبلیغی مبلغ سے یہ تمام کے تمام محروم تھے انہوں نے اسی کو خدا مان لیا۔ آخر غیرت حق حرکت میں آئی اور موسیٰ علیہ السلام کو اعطاء نبوت کے بعد حکم ملا کہ اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی۔ اس واقعہ کو تفصیلاً سولھویں پارہ میں بھی بیان کر چکے ہیں۔ غرضکہ پھر موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ ہوا اور یہ غرق قلزم نیل کر دیا گیا اور توحید کا ڈنکا بجا۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ مومن پ ۲۴

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗ	اور کہا ایک ایماندار آدمی نے جو فرعون والوں میں
اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ	سے ایک مرد مسلمان کہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا کیا تم قتل کروگے اسکو
جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وَاِنْ	جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور بے شک آیا وہ تمہارے پاس
یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ وَ	تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لے کر اگر وہ ہو
اِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ	جھوٹا تو اس پر اس کا وبال ہوگا اور اگر ہے وہ سچا تو
الَّذِیْ یَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ	تمہیں پہنچے گی اس سے مخالفت کی سزا ایسی سزا جو تم
مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝	سے وعدہ کی گئی بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا اسے
	جو کہ حد سے بڑھنے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔
یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ظٰهِرِیْنَ	اے میری قوم تمہارے لیے آج کے دن ملک ہے
فِی الْاَرْضِ فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ	اور تم غالب ہو زمین میں تو کون ہماری مدد کرے گا
اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ	اللہ کے عذاب کے مقابلہ میں اگر آیا ہمارے اوپر
اُرِیْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِیْكُمْ	فرعون بولا میں تمہیں وہی کہتا ہے جو میری سمجھ میں آتا
اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ ۝	ہے میں تمہیں نہیں بتاتا مگر راستہ بھلائی کا۔
وَقَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ	اور کہنے لگا وہ جو ایمان لا چکا تھا اے قوم میں خوف
عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ۝	کھاتا ہوں تم پر پہلے گروہوں کا سا۔
مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ	جیسا دستور گذرا نوح کی قوم عاد و ثمود اور ان کے
وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَمَا اللّٰهُ	بعد اوروں کا اور اللہ ارادہ نہیں فرماتا ظلم کا بندوں
یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝	کے لیئے
وَیٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ	اور اے قوم میں خوف کرتا ہوں تم پر اس دن کا جس
یَوْمَ التَّنَادِ ۝	دن سب پکارتے پریشان ہوں گے۔
یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ مَا لَكُمْ مِّنَ	جس دن تم پیٹھ دے کر بھاگو گے نہیں ہے تمہارے
اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ	لیے اللہ سے کوئی بچانے والا اور جسے اللہ گمراہ کرے

فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝
وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ
بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِىْ شَكٍّ مِّمَّا
جَآءَكُمْ بِهٖ ۭ حَتّٰىٓ اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ
لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ

تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔
بے شک آئے تم میں یوسف علیہ السلام اس سے پہلے روشن نشانیاں لے کر تو ہمیشہ رہے تم شک میں اس سے جو تمہارے پاس لائے یہاں تک کہ جب وہ وفات فرما گئے تو تم نے کہا ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ کوئی رسول۔ ان کے بعد۔

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ
مُّرْتَابُ ۝

ایسے ہی اللہ گمراہ کرتا ہے اسے جو حد سے گزرنے والا شکی ہو۔

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ
بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ
اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ
اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝

وہ جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں بغیر کسی دلیل کے کہ انہیں ملی کس قدر بیزاری کی بات ہے اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک ایسے ہی اللہ مہر لگا دیتا ہے ہر اس دل پر جو متکبر اور جبار ہو۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ
صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝

اور بولا فرعون اے ہامان تعمیر کر میرے لیے ایک بلند محل شاید کہ پہنچ جاؤں راستوں تک۔

اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ
مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ
زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ
عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ
اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝

ایسے راستے جو آسمانوں کے ہیں تاکہ میں جھانک کر موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں میرا گمان یہ ہے کہ وہ جھوٹا ہے اور ایسے ہی پسندیدہ کر دیا ہم نے فرعون کے لیے فرعون کی نظر میں اس کا برا کام اور وہ روکا گیا راہ راست سے اور نہیں مکر فرعون کا مگر ہلاکت اور تباہی میں۔

حلِّ لُغات

وَ۔ اور
قَالَ۔ کہا
رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ۔ ایماندار آدمی نے
مِّنْ اٰلِ۔ آل
فِرْعَوْنَ۔ فرعون سے
اَ۔ کیا
تَقْتُلُوْنَ۔ قتل کرتے ہو
رَجُلًا۔ اس آدمی کو جو

اَنْ ۔ یہ کہ	یَّقُوْلَ ۔ کہتا ہے	رَبِّیَ ۔ میرا رب	اللّٰہُ ۔ اللہ ہے
وَ ۔ اور	قَدْ ۔ بیشک	جَاءَ ۔ لایا	کُمْ ۔ تمہارے پاس
بِالْبَیِّنٰتِ ۔ دلیلیں	مِنْ رَّبِّکُمْ ۔ تمہارے رب سے	وَ ۔ اور	اِنْ ۔ اگر
یَّکُ ۔ ہوگا	کَاذِبًا ۔ جھوٹا	فَعَلَیْہِ ۔ تو اسی پر ہوگا	کَذِبُہٗ ۔ اس کا جھوٹ
وَ ۔ اور	اِنْ ۔ اگر	یَّکُ ۔ ہے وہ	صَادِقًا ۔ سچا
یُّصِبْکُمْ ۔ تو پہنچے گی تم کو	بَعْضُ ۔ بعض	الَّذِیْ ۔ وہ سزا جو	یَعِدُ ۔ وعدہ دیتا
کُمْ ۔ تم کو	اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰہَ ۔ اللہ	لَا ۔ نہیں
یَہْدِیْ ۔ ہدایت دیتا	مَنْ ۔ اسکو جو	ھُوَ ۔ ہو	مُسْرِفٌ ۔ حد سے بڑھنے والا
کَذَّابٌ ۔ جھوٹا	یٰا ۔ اے	قَوْمِ ۔ میری قوم	لَکُمُ ۔ تمہارے لیے
الْمُلْکُ ۔ ملک ہے	الْیَوْمَ ۔ آج	ظٰہِرِیْنَ ۔ غالب ہو	فِی ۔ بیچ
الْاَرْضِ ۔ زمین کے	فَمَنْ ۔ تو کون	یَّنْصُرُ ۔ مدد کرے گا	نَا ۔ ہماری
مِنْ بَاْسِ ۔ عذاب	اللّٰہِ ۔ خدا سے	اِنْ ۔ اگر	جَآءَ ۔ ہمارے پاس
نَا ۔ آئے	قَالَ ۔ کہا	فِرْعَوْنُ ۔ فرعون نے	مَا ۔ نہیں
اُرِیْکُمْ ۔ دکھاتا ہیں تمکو	اِلَّا ۔ مگر	مَا ۔ جو	اَرٰی ۔ خود دیکھتا ہوں
وَ ۔ اور	مَا ۔ نہیں	اَھْدِیْکُمْ ۔ دکھاتا ہیں تمکو	اِلَّا ۔ مگر
سَبِیْلَ ۔ راہ	الرَّشَادِ ۔ بھلائی کی	وَ ۔ اور	قَالَ ۔ کہا
الَّذِیْ ۔ اس نے جو	اٰمَنَ ۔ ایمان لایا	یٰا ۔ اے	قَوْمِ ۔ میری قوم
اِنِّیْ ۔ بیشک میں	اَخَافُ ۔ ڈرتا ہوں	عَلَیْکُمْ ۔ تم پر	مِثْلَ ۔ مثل
یَوْمِ ۔ دن	الْاَحْزَابِ ۔ لشکروں کے	مِثْلَ ۔ مثل	دَاْبِ ۔ عادت
قَوْمِ ۔ قوم	نُوْحٍ ۔ نوح	وَّ ۔ اور	عَادٍ ۔ عاد
وَّ ۔ اور	ثَمُوْدَ ۔ ثمود کے	وَ ۔ اور	الَّذِیْنَ ۔ انکے جو
مِنْ بَعْدِ ۔ بعد	ھِمْ ۔ ان کے ہوئے	وَ ۔ اور	مَا ۔ نہیں
اللّٰہُ ۔ اللہ	یُرِیْدُ ۔ چاہتا	ظُلْمًا ۔ ظلم	لِلْعِبَادِ ۔ بندوں پر
وَ ۔ اور	یٰا ۔ اے	قَوْمِ ۔ میری قوم	اِنِّیْ ۔ بیشک میں
اَخَافُ ۔ ڈرتا ہوں	عَلَیْکُمْ ۔ تم پر	یَوْمَ ۔ دن	التَّنَادِ ۔ پکار سے

يَوْمَ ۔ جس دن	تُوَلُّوْنَ ۔ پھر جاؤ گے	مُدْبِرِيْنَ ۔ پیٹھ دیتے	مَا ۔ نہیں
لَكُمْ ۔ تمہارے لیے	مِّنَ اللّٰهِ ۔ اللہ سے	مِنْ عَاصِمٍ ۔ کوئی بچانیوالا	وَ ۔ اور
مَنْ ۔ جسے	يُّضْلِلِ ۔ گمراہ کرے	اللّٰهُ ۔ اللہ	فَمَا ۔ تو نہیں
لَهٗ ۔ اس کو کوئی	مِنْ هَادٍ ۔ ہدایت دینے والا	وَ ۔ اور	لَقَدْ ۔ بیشک
جَآءَ ۔ آئے	كُمْ ۔ تمہارے پاس	يُوْسُفُ ۔ یوسف	مِنْ قَبْلُ ۔ پہلے
بِالْبَيِّنٰتِ ۔ دلائل لے کر	فَمَا زِلْتُمْ ۔ تو ہمیشہ رہے تم	فِيْ ۔ میں	شَكٍّ ۔ شک کے
مِّمَّا ۔ اس سے جو	جَآءَكُمْ ۔ آیا تمہارے	بِهٖ ۔ پاس	حَتّٰى ۔ یہاں تک کہ
اِذَا ۔ جب	هَلَكَ ۔ وہ فوت ہوئے	قُلْتُمْ ۔ تو تم نے کہا	لَنْ ۔ ہرگز نہ
يَّبْعَثَ ۔ بھیجے گا	اللّٰهُ ۔ اللہ / مِنْ بَعْدِهٖ ۔ میرے بعد	رَسُوْلًا ۔ کوئی رسول	كَذٰلِكَ ۔ اسی طرح
يُضِلُّ ۔ گمراہ کرتا ہے	اللّٰهُ ۔ اللہ	مَنْ ۔ اسکو جو	هُوَ ۔ ہو
مُسْرِفٌ ۔ حد سے گذرنیوالا	مُّرْتَابٌ ۔ شک کرنیوالا	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	يُجَادِلُوْنَ ۔ جھگڑتے ہیں
فِيْٓ ۔ بیچ	اٰيٰتِ ۔ آیات	اللّٰهِ ۔ الٰہی کے	بِغَيْرِ ۔ بغیر
سُلْطٰنٍ ۔ دلیل کے	اَتٰىهُمْ ۔ جو انکے پاس ہو	كَبُرَ ۔ بہت بڑی	مَقْتًا ۔ ناراضگی ہے
عِنْدَ ۔ نزدیک	اللّٰهِ ۔ اللہ کے	وَ ۔ اور	عِنْدَ ۔ نزدیک
الَّذِيْنَ ۔ انکے جو	اٰمَنُوْا ۔ مومن ہیں	كَذٰلِكَ ۔ اسی طرح	يَطْبَعُ ۔ مہر کردے گا
اللّٰهُ ۔ اللہ	عَلٰى ۔ اوپر	كُلِّ ۔ ہر	قَلْبِ ۔ دل
مُتَكَبِّرٍ ۔ متکبر	جَبَّارٍ ۔ سخت گیر سے	وَ ۔ اور	قَالَ ۔ بولا
فِرْعَوْنُ ۔ فرعون	يٰ ۔ اے	هَامٰنُ ۔ ہامان	ابْنِ ۔ بنا
لِيْ ۔ میرے لیے	صَرْحًا ۔ محل	لَّعَلِّيْٓ ۔ تاکہ میں	اَبْلُغُ ۔ پہنچوں
الْاَسْبَابَ ۔ راہوں پر	اَسْبَابَ ۔ راستے	السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں کے	فَاَطَّلِعَ ۔ تو میں جھانکوں
اِلٰٓى ۔ طرف	اِلٰهِ ۔ خدا	مُوْسٰى ۔ موسیٰ کے	وَ ۔ اور
اِنِّيْ ۔ بیشک میں	لَاَظُنُّهٗ ۔ اسے خیال کرتا ہوں	كَاذِبًا ۔ جھوٹا	وَ ۔ اور
كَذٰلِكَ ۔ اسی طرح	زُيِّنَ ۔ زینت دی گئی	لِفِرْعَوْنَ ۔ فرعون کے لیے	سُوْٓءُ ۔ برے
عَمَلِهٖ ۔ عمل اسکے	وَ ۔ اور	صُدَّ ۔ روکا گیا	عَنِ السَّبِيْلِ ۔ راہ سے
وَ ۔ اور	مَا ۔ نہیں	كَيْدُ ۔ مکر	فِرْعَوْنَ ۔ فرعون کا

حلِّ لغاتِ نادرہ

مُسْرِفٌ:۔ حد سے بڑھنے والا۔

ظَاهِرِيْنَ:۔ غَالِبِيْن کے معنی دیتا ہے۔

بَأْس: تکلیف کے معنی میں ہے اور یہاں عذاب کے معنی دیتا ہے۔

دَأْب:۔ دستور۔ طریقہ۔

يَوْمَ التَّنَادِ:۔ ندا والا دن۔ مراد قیامت کا روز ہے۔

عَاصِم:۔ بچانے والا

مُرْتَاب:۔ رَیب سے ہے جسکے معنی ہیں شک میں رہنے والا

صَرْحًا: صرح بلند محل کو کہتے ہیں

أَسْبَاب:۔ سبب کے معنی دیتا ہے اور یہاں راہ کے معنی سے استعارہ ہے۔

تَبَاب:۔ تب سے ہے جیسے تَبَّتْ يَدَا ہلاکت کے معنی ہیں

مختصر تفسیر چوتھا رکوع سورہ مومن پ۲۴

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ۔ اور کہا ایک ایمان والے آدمی نے جو فرعون والوں سے تھا اور فرعون سے اپنا ایمان مخفی رکھتا تھا کیا اس آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ لایا ہے نشانیاں تمہارے رب کے پاس سے تو اگر وہ ہے جھوٹا تو اس جھوٹ کا وبال اس پر ہے اور اگر ہے وہ سچا تو پہنچے گا تمہیں بعض وہ عذاب جس کا تم سے وعدہ ہے بے شک اللہ ہدایت نہیں فرماتا اسے جو حد سے گذر جانے والا جھوٹا ہو۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ یہ رجل مومن قبطی تھا اور فرعون کا چچازاد بھائی تھا۔ اور یہ

فرعون کا ولی عہد بھی ہونے والا تھا۔ اور بعض نے کہا یہ شخص قوم میں تھا یہ لبظاہر فرعون کا ہمنوا تھا لیکن خفیہ طور پر ایمان رکھتا اور مومن تھا۔

ایک قول ہے کہ یہ اسرائیلی تھے اور ایک قول میں بتایا گیا ہے کہ فرعونی یا موسوی گروہ میں سے کسی کے ساتھ تعلق نہ تھا بلکہ وہ ایک غریب آدمی تھے۔ اور اس نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ کیا تم اسے قتل کرنا چاہتے ہو جو ایک وحدہ لاشریک کو اپنا رب کہتا ہے اور اس کی صداقت ایمان پر تم اس سے معجزات باہرہ کا مشاہدہ بھی کر چکے ہو۔ ان کا نام علامہ نسفی سمعان لکھتے ہیں اور اختلاف رواۃ کے ساتھ حبیب، خربیل، حزبیل بھی بیان فرماتے ہیں مگر پہلے قول کی تصحیح فرماتے ہیں۔ اَتَقْتُلُوْنَ یہ فرماتے ہیں کہ کیا قصد کرتے ہو تم ان کے قتل کا جو اپنا اور سارے جہان کا رب اللہ کو کہتا ہے اور اپنے دعوی کی صداقت پر دلائل باہرہ پیش فرماتا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہوگا اور اگر وہ سچا ہے تو اس کی تکذیب کرنے والوں پر جو عذاب آنا ہے وہ تم پر بھی یقیناً آئے گا۔ اور ایسے حد سے بڑھنے والے جھوٹوں کی ہدایت نہیں ہوتی آگے ارشاد ہے۔

یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ۔ اے میری قوم آج بادشاہی تمہاری ہے اور تم اس زمین میں غلبہ رکھتے ہو تو کون بچائے گا ہمیں اللہ کے عذاب سے اگر آیا ہم پر۔ فرعون بولا جو کچھ میں دیکھتا ہوں وہی تمہارے لیے بہتر سمجھتا ہوں اور میں نہیں بتاتا تمہیں مگر بھلائی کی راہ۔

گویا فرعون کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا کہ اس پر اس نے کہا کہ مجھے جو کچھ تمہارے لیے بہتر نظر آتا ہے میں تمہیں وہی بتاتا ہوں اور اسی کو بھلائی کا راستہ جانتا ہوں۔

اور رجل مومن یعنی سمعان نے فرعون کو کہا کہ تم مصر میں تو ایسا نہ کرو کہ اس پر عذاب الٰہی آتا ہے۔ اگر اللہ کا عذاب آیا تو ہمیں بچانے والا کوئی نہیں ہے آگے ارشاد ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ۔ اور کہا اس نے جو ایمان لایا ہوا تھا کہ میری قوم مجھے خوف ہے کہ تم پر عذاب آجائے گا پہلی قوموں کی طرح جیسا کہ قوم نوح اور عاد و ثمود پر اور ان پر آیا جو ان کے بعد ہوئے اور اللہ نہیں چاہتا بندوں پر ظلم کرنا۔

پہلی قوموں سے وہی قوم مراد ہے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور ان پر عذاب آیا چنانچہ قوم نوح پر پانی کا طوفان آیا۔ قوم عاد پر ایسی آندھی آئی کہ ان کی سنگین عمارتوں کو الٹ گئی۔ ثمود پر بھی تیز بہ یہ سارے عذاب بطور ظلم نہیں ہوئے بلکہ ان کی سرکشی اور بغاوت کی سزا عدل و انصاف سے دی گئی۔

اور اللہ تعالے کی طرف سے کسی پر بطور ظلم عذاب نہیں آیا بلکہ بہ اقتضائے قسط و عدل وہ معذب ہوتے ہیں۔
آگے ارشاد ہے۔

وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ۔ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ۔ اور سمعان نے کہا کہ اے میری قوم میں تم پر خوف کرتا ندا والے دن کا جس دن تم پیٹھ دے کر بھاگو گے اور کوئی نہ ہو گا تمہیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لیے کوئی راہ ہدایت دینے والا نہیں ہے۔

یہ قول اسی رجل مومن کا تھا کہ جس کا نام سمعان بتایا گیا اس نے بطور ہدایت قوم کو کہا کہ میں تم پر خوف کرتا ہوں یوم تناد کا۔ یوم تناد سے مراد قیامت ہے۔ یوم التناد پر آلوسی فرماتے ہیں۔

وَالتَّنَادُ مَصْدَرُ تَنَادَى الْقَوْمُ اَيْ نَادٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَيَوْمَ التَّنَادِ يَوْمُ الْقِيَامَةِ سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِاَنَّهٗ يُنَادِيْ فِيْهِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لِلْاِسْتِغَاثَةِ اَوْ يَتَصَايَحُوْنَ فِيْهِ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ اَوْ لِتَنَادِيْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِ النَّارِ كَمَا حُكِيَ فِيْ سُوْرَةِ الْاَعْرَافِ اَوْ لِاَنَّ الْخَلْقَ يُنَادُوْنَ اِلَى الْمَحْشَرِ

تناد مصدر ہے اور اس سے مراد روز قیامت ہے جیسا کہ سورۂ اعراف میں مذکور ہے وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اور یہ پکارنا ان کا بطور استغاثہ ہو گا کہ کوئی ہمیں عذاب دوزخ سے چھڑوائے۔ چنانچہ جنتیوں کو جہنمی پکاریں گے کہ ہم پر کچھ پانی ڈال دو تو جنتی جواب دیدیں گے کہ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ اللہ نے حرام فرمایا کافروں پر جنت کی نعمتوں کا حصہ۔ تو سمعان نے اسی بات کو یاد دلا کر یَوْمَ التَّنَادِ کہا اور يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ سراسیمگی اور پریشانی میں اس دن بھاگتے پھر رہے ہوں گے کہ کوئی انہیں بچا لے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ۔ نہیں تمہیں کوئی آج اللہ سے بچانے والا اور جو گمراہی کے لیے پیدا ہوتے ہیں ان کا کوئی ہادی نہیں ہے آگے ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا۔ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ۔ اور بے شک آئے تمہارے پاس یوسف روشن نشانیوں کے ساتھ تو ہمیشہ رہے تم شک میں جو کچھ وہ لائے اس سے یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم بولے کہ ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ ان کے بعد کوئی رسول ایسے ہی اللہ گمراہ کرتا ہے اسے جو حد سے تجاوز کرنے والا شکی ہے

وہ جو جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جو انہیں دی گئی ہو۔ بہت بڑی ہے بیزاری اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک ایسے ہی مہر کرتا ہے اللہ ہر اس دل پر جو متکبر اور سرکش ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ۔ اس سے مراد حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام ہیں ان کی صداقت پر بھی یہ شک کرتے رہے اور ان کی وفات کے بعد یہ منصوبہ گھڑا کہ اب کوئی رسول نہیں آئے گا تاکہ آپ کے بعد جو آئیں ان کی تکذیب پہلے ہی سے کرتے رہیں۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے بے خوف و خطر تکذیب کی اسی کو فرمایا گیا کہ حد سے بڑھنے والے سرکش ایسے ہی گمراہ ہوتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ أَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى إِلٰهِ مُوسٰى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْءُ عَمَلِهِ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيلِ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ۝ اور فرعون بولا اے ہامان میرے لیے ایسا بلند محل تعمیر کر کہ اس سے میں آسمانوں کے راستوں تک پہنچ جاؤں اور موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں اور میرا گمان ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ایسے ہی پسندیدہ کر دیا ہم نے فرعون کے لیے اس کا برا کام اور وہ روکا گیا راہ ہدایت سے اور فرعون کا مکر نہیں مگر ہلاکت میں۔

ہامان سلطنت فرعونی میں وزیر اعظم تھا۔ تو فرعون نے اس سے کہا کہ میرے لیے ایک بلند محل تعمیر کر۔ صرح کہتے ہیں عربی میں بلند محل کو اور چونکہ اسے یقین تھا کہ آلہ العالمین ایک ہی ہے مگر قوم کو دھوکہ دینے کے لیے کوئی ایسا ذریعہ بناؤں جس سے میری خدائی چمکے اسی بنا پر اس نے قوم کو بیوقوف بنانے کے بلند محل تعمیر کیا۔

راکٹ تو اس زمانہ میں تھے نہیں ورنہ اس کی دھوکہ بازی اس سفیہ قوم پر اچھی طرح چل جاتی۔ لیکن بلند محل کے ذریعہ اس نے قوم کو دھوکہ دیا اور کہا کہ میں موسیٰ کے خدا کو دیکھوں گا اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا۔

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْءُ عَمَلِهِ الخ کہ ایسے ہی ہم نے فرعون کی نظر میں اس کے برے عمل جچا دیے اور راہ راست سے اسے روک دیا۔ اور فرعون کا مکر اسے ہلاکت میں لے جانے ہی کے لیے تھا چنانچہ ہلاک ہوا اور غرق قلزم نیل کر دیا گیا۔

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع پ ۲۴ سورۃ مومن

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَھْدِکُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ۚ

اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاتا ہوں ۔

یٰقَوْمِ اِنَّمَا ھٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ۫ وَّاِنَّ الْاٰخِرَۃَ ھِیَ دَارُ الْقَرَارِ ۝

اے میری قوم یہ دنیا کا جینا تو برتنا ہی ہے اور بے شک وہ پچھلا ہمیشہ رہنے کا گھر ہے ۔

مَنْ عَمِلَ سَیِّئَۃً فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَھَا ۚ

جو برا کام کرے اُسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ یُرْزَقُوْنَ فِیْھَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

اور جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں کیے جائیں گے وہاں بے حساب رزق پائیں گے ۔

وَیٰقَوْمِ مَا لِیْٓ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوۃِ وَتَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ ۚ

اے میری قوم مجھے کیا ہوا تمہیں بلاتا ہوں نجات کیطرف اور تم مجھے بلاتے ہو دوزخ کیطرف

تَدْعُوْنَنِیْ لِاَکْفُرَ بِاللّٰہِ وَاُشْرِکَ بِہٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ ۫ وَّاَنَا اَدْعُوْکُمْ اِلَی الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ۝

مجھے اسطرف بلاتے ہو کہ اللہ کا انکار کروں اور ایسے کو اسکا شریک کروں جو میرے علم میں نہیں اور میں تمہیں اس عزت والے بہت بخشنے والے کیطرف بلاتا ہوں ۔

لَاجَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْہِ لَیْسَ لَہٗ دَعْوَۃٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَۃِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَی اللّٰہِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ ھُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝

آپ ہی ثابت ہوا کہ جسکی طرف بلاتے ہو اسے بلانا نہیں کام نہ ہی دنیا میں نہ ہی آخرت میں اور یہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں ۔

فَسَتَذْکُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَکُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ۭ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ۝

تو جلد وہ وقت آتا ہے کہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اسے یاد کرو گے اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۚ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝

تو اللہ نے اُسے بچا لیا ان کے مکر کی برائیوں سے اور فرعون والوں کو برے عذاب نے آگھیرا آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس وقت قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ۝

اور جب وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے تو کمزور ان سے کہیں گے جو بڑے بنتے تھے ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ گھٹا لو گے

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۝

وہ تکبر والے بولے ہم سب آگ میں ہیں بے شک اللہ بندوں میں فیصلہ فرما چکا

وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۝

اور جو لوگ آگ میں ہیں اسکے داروغوں سے بولے اپنے رب سے دعا کرو ہم پر عذاب کا ایک دن ہلکا کر دے۔

قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ۝

انہوں نے کہا کیا تمہارے پاس تمہارے رسول روشن نشانیاں لائے تھے بولے کیوں نہیں بولے تو تمہیں دعا کرو اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھٹکتے پھرتے کو۔

حل لغات پانچواں رکوع سورۃ مومن پ ۲۴

وَ	اور	قَالَ	بولا	اٰمَنَ	ایمان والا	يٰقَوْمِ	اے میری قوم
اتَّبِعُوْنِ	میرے پیچھے	اَهْدِكُمْ	ہدایت تمہیں	سَبِيْلَ	راہ	الرَّشَادِ	بھلائی

یٰقَوْمِ اے میری قوم	اِنَّمَا بے شک	هٰذِهِ یہی	الْحَیٰوۃُ زندگی
الدُّنْیَا دنیائی	مَتَاعٌ برتنا	وَ اور	اِنَّ بے شک
الْاٰخِرَۃِ پچھلا	هِیَ وہ	دَارُ گھر	الْقَرَارِ رہنے کا

مَنْ جو	عَمِلَ کام	سَیِّئَۃً برا	فَلَا ہی نہیں
یُجْزٰٓی بدلہ	اِلَّا گھر	مِثْلَهَا اسکی مثل	وَ اور
مَنْ جو	عَمِلَ کام	صَالِحًا اچھا	مِّنْ سے
ذَکَرٍ مرد	اَوْ یا	اُنْثٰی عورت	وَ اور
هُوَ وہ	مُؤْمِنٌ ایمان والے	فَاُولٰٓئِکَ تو یہی	یَدْخُلُوْنَ داخل ہونگے
الْجَنَّۃَ جنت میں	یُرْزَقُوْنَ رزق پائینگے وہ	فِیْهَا اس میں	بِغَیْرِ بغیر
حِسَابٍ حساب	وَ اور	یٰقَوْمِ اے قوم	مَالِیْٓ کیا ہوا
اَدْعُوْکُمْ بلاتا ہوں تمکو	اِلَی طرف	النَّجٰوۃِ نجات	وَ اور
تَدْعُوْ بلاتے ہو	نَنِیْٓ مجھے	اِلَی طرف	النَّارِ دوزخ
تَدْعُوْ بلاتے ہو	نَنِیْ مجھے	لِاَکْفُرَ تاکہ انکار	بِاللّٰہِ اللہ سے
وَ اور	اُشْرِکَ شریک کروں	بِهٖ اس سے	مَا جو
لَیْسَ نہیں	لِیْ مرے	بِهٖ اُس سے	عِلْمٌ علم میں
وَّ اور	اَنَا میں	اَدْعُوْکُمْ بلاتا ہوں	اِلَی طرف
الْعَزِیْزِ عزت والے	الْغَفَّارِ بخشنے والے	لَاجَرَمَ آپ ہی ثابت ہوا	اَنَّمَا جس کی
تَدْعُوْنَ بلاتے ہو	اِلَیْهِ جس کی طرف	لَیْسَ نہیں	لَهٗ اسے
دَعْوَۃٌ بلانا	فِی میں	الدُّنْیَا دنیا	وَ اور
لَا نہیں	فِی میں	الْاٰخِرَۃِ آخرت میں	وَ اور
اَنَّ بے شک	مَرَدَّنَآ پھرنا	اِلَی طرف	اللّٰہِ اللہ
وَ اور	اَنَّ بے شک	الْمُسْرِفِیْنَ حد سے بڑھنے والے	هُمْ وہ
اَصْحٰبُ والے	النَّارِ آگ	فَسَتَذْکُرُوْنَ پس تم اسے یاد کروگے	مَا جو

اَقُوْلُ کہتا ہوں میں لَکُمْ تم سے وَ اور اُفَوِّضُ سپرد کرتا ہوں میں

اَمْرِیْٓ کام اِلَی طرف اللّٰہِ اللہ اِنَّ بے شک

اللّٰہَ اللہ بَصِیْرٌۢ دیکھتا ہے بِالْعِبَادِ بندوں کو فَوَقٰىهُ تو بچا لیا

اللّٰهُ اللہ نے سَیِّاٰتِ برائیوں سے مَا جو مَکَرُوْا مکر

وَ اور حَاقَ گھیر بِاٰلِ اولاد فِرْعَوْنَ فرعون

سُوْٓءُ برے الْعَذَابِ عذاب نے اَلنَّارُ آگ یُعْرَضُوْنَ پیش کیے جاتے ہیں

عَلَیْهَا جس پر غُدُوًّا صبح وَ اور عَشِیًّا شام وَ اور

یَوْمَ جس دن تَقُوْمُ قائم ہوگی السَّاعَةُ قیامت اَدْخِلُوْٓا داخل کرو

اٰلَ اولاد فِرْعَوْنَ فرعون کو اَشَدَّ سخت تر الْعَذَابِ عذاب میں

وَ اور اِذْ جب یَتَحَآجُّوْنَ جھگڑیں گے فِی میں

النَّارِ آگ میں فَیَقُوْلُ پس کہیں گے الضُّعَفٰٓؤُا کمزوروں نے لِلَّذِیْنَ جو

اسْتَکْبَرُوْٓا بڑے بنتے تھے اِنَّا ہم کُنَّا تھے لَکُمْ تمہارے

تَبَعًا تابع تھے فَهَلْ تو کیا اَنْتُمْ تم مُّغْنُوْنَ گھٹاؤ گے

عَنَّا ہم سے نَصِیْبًا حصہ مِّنَ سے النَّارِ آگ

قَالَ کہا الَّذِیْنَ جو لوگ اسْتَکْبَرُوْٓا وہ تکبر والے اِنَّا ہم

کُلٌّ سب فِیْهَآ اس میں ہیں اِنَّ بے شک اللّٰهَ اللہ

قَدْ ضرور حَکَمَ فیصلہ بَیْنَ درمیان الْعِبَادِ بندوں میں

وَ اور قَالَ کہا الَّذِیْنَ جو لوگ فِی میں

النَّارِ آگ لِخَزَنَةِ داروغں جَهَنَّمَ جہنم کے ادْعُوْا دعا کرو

رَبَّکُمْ تم اپنے رب سے یُخَفِّفْ ہلکا کردے عَنَّا رحم سے یَوْمًا ایک دن

مِّنَ سے الْعَذَابِ عذاب سے قَالُوْٓا کہا انہوں نے اَوَ لَمْ الیانہ تمہارے

تَکُ پاس تَاْتِیْکُمْ لائے رُسُلُکُمْ نشانیاں بِالْبَیِّنٰتِ روشن

قَالُوْا وہ کہیں گے بَلٰی کیوں نہیں قَالُوْا وہ کہیں گے فَادْعُوْا پس دعا کرو

وَ اور مَا نہیں دُعٰٓؤُا دعا الْکٰفِرِیْنَ کافر

اِلَّا مگر فِیْ بیچ ضَلٰلٍ بھٹکتے

مختصر تفسیر پانچواں رکوع سورہ مومن پ ۲۴

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ۝ — اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاتا ہوں۔

(وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ) اور وہ ایمان والا بولا : ھو مومن آل فرعون وہ فرعون کے خاندان سے ایک مومن شخص تھا۔ سدی نے کہا کہ وہ مومن قبطی تھا اور فرعون کا عم زاد تھا۔ ابن عباس نے کہا کہ وہ اسرائیلی تھا۔ اور اس کا نام حزبیل تھا۔

(یقوم اتبعون) اے میری قوم میرے پیچھے چلو فیما دللتکم علیہ اس راہ پر چلو جو میں نے تمہیں بتائی ہے۔ (اھدکم سبیل الرشاد) میں تمہیں بھلائی کی راہ دکھاتا ہوں سبیلا یصل بہ سالکہ الی المقصود یعنی وہ راستہ جس پر چلنے والا منزل مقصود کو پا لیتا ہے اور اس میں تعریض ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کا راستہ گمراہی کا راستہ ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ مومن آل فرعون نے لوگوں پر واضح کیا کہ فرعون اور اس کی قوم کا راستہ گمراہی ہے۔ اور تم اس راستے پر چلو جو میں نے تمہیں بتایا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرو اور یہی راہ ہدایت ہے۔

یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ۝ — اے میری قوم یہ دنیا کا جینا تو کچھ برتنا ہی ہے اور بے شک وہ پچھلا ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔

(یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ) اے میری قوم یہ دنیا کا جینا تو کچھ برتنا ہی ہے۔ ای تمتع اوممتع بہ یسیر بسرعۃ زوالہ یعنی دنیا کی زندگی چند دنوں کا فائدہ ہے۔ اور اس سے جو آسانی سے فائدہ مل جاتا ہے وہ جلد ختم ہو جانے والا ہے۔

(وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ) اور بلا شبہ آخرت ہی اصل رہنے کا گھر ہے۔ لخلودھا ودوام ما فیھا یعنی آخرت میں ہمیشہ رہنا ہے۔ اور جو کچھ وہاں کی نعمتیں ہیں، دائمی ہیں ختم ہونے والی نہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اے لوگو یہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ اور یہاں کا نفع و فائدہ عارضی ہے۔ وقتی ہے اور ختم ہو جانے والا ہے۔ کیونکہ یہاں کسی شے کو بھی دوام حاصل نہیں اور آخرت ہی حقیقی گھر ہے۔ جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ اور وہاں کی سب نعمتیں نہ مٹنے والی اور ہمیشہ ہمیش

کے لیے ہے۔ دنیا بے حقیقت ہے اور آخرت کی زندگی ہی اصل حقیقت ہے لہٰذا آخرت پر دنیا کو ترجیح دینا ناسمجھی کی بات ہے۔

مَنْ عَمِلَ سَیِّئَۃً فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا ج وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝	جو برا کام کرے اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی اور جو اچھا کام کرے مرد یا عورت ہو۔ اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ وہاں بے حساب رزق پائیں گے۔

(مَنْ عَمِلَ سَیِّئَۃً جو برا کام کرے، یعنی دنیا کی زندگی میں برائی کرے۔

(فَلَا یُجْزٰٓی) تو بدلہ نہ ملے گا، فی الدنیا یعنی برائیوں کا بدلہ آخرت میں ملے گا۔ (سزا ملے گی)

(اِلَّا مِثْلَهَا) مگر اتنا ہی عدلاً من اللہ عَزَّوَجَلَّ اللہ عزوجل انصاف فرمائے گا۔ اور برائی کی سزا برائی کے مطابق دے گا اگر اس نے عذاب دینا چاہا۔ ورنہ اللہ پر کچھ واجب نہیں، چاہے بخشے، چاہے عذاب کرے برائی کے حوالے سے گناہگاروں کا تذکرہ ہے، علماء نے اسی آیت کے تحت زخموں کی (جنایات) کے سلسلے میں برابر کے بدلے پر استدلال کیا ہے۔

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ	اور جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو یہی۔

اَلَّذِیْنَ عَمِلُوْا ذٰلِکَ یعنی مومن وہ لوگ جنہوں نے اچھے کام کئے نیکیاں کیں۔

(یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ) جنت میں داخل ہوں گے وہاں بے حساب رزق پائیں گے

بغیر تقدیر وموازنۃ بالعمل بل اضعافاً مضاعفۃ فضلاً منہ تعالیٰ ورحمۃ

یعنی ثواب بندوں کے اعمال کے برابر نہیں، اور نہ ہی اعمال سے عطا و بخشش کا موازنہ ومقابلہ ہوگا، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے دوگنا چوگنا بلکہ کئی گنا عطا فرمائے گا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جو شخص برائی کرے گا تو اس کو برائی کے برابر سزا ہوگی۔ اور جو شخص اچھائی کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ لیکن ایماندار ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ اور وہاں بے اندازہ رزق دیئے جائیں گے، ایمان کا یہاں بطور خاص ذکر فرمانا اس لیے ہے ان الایمان شرط فی اعتبار العمل کہ ایمان عمل کی قبولیت وثواب کے لیے شرط ہے کہ ایمان کے بغیر عمل کوئی حقیقت نہیں رکھتا یہاں ایمان کا ذکر مومنین کے لیے خصوصی شرف کا حامل ہے اور جملہ عنایات مثوبات ایمان ہی کا ثمرہ ہیں، یہ ثواب اعمال کے موافق یا اس کے مقابل نہیں بلکہ کئی گنا عطا ہوگا اور یہ اہل ایمان پر اللہ کا خصوصی فضل ورحمت وکرم

ہے۔ عورتوں کا یہاں ذکر کرنا اہتمام کے لیے ہیں کہ ان میں کمی محتمل ہے۔ لیکن ایمان کی برکت ان کی کمی کا ازالہ کر دے گی جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے۔ عورتیں دین میں ناقص ہیں یہ نقص فطری ہے اور ثواب ایمان میں کمی کو مستلزم نہیں۔

ویٰقوم مالی ادعوکم الی النجوۃ وتدعوننی الی النار ۝ — اے میری قوم مجھے کیا ہوا تمہیں بلاتا ہوں نجات کی طرف اور تم مجھے بلاتے ہو دوزخ کی طرف۔

تَدْعُوْنَنِیْ لِاَکْفُرَ بِاللّٰہِ وَاُشْرِکَ بِہٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْکُمْ اِلَی الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ۝ — مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ اللہ کا انکار کروں۔ اور ایسے کو اس کا شریک کروں جو میرے علم میں نہیں۔ اور میں تمہیں اُس عزت والے بہت بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔

(ویٰقوم مالی ادعوکم الی النجوۃ و تدعوننی الی النار ۝ — اور اے میری قوم مجھے کیا ہوا تمہیں بلاتا ہوں نجات کی طرف اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔

کرّر ندا ءھم ایقاظاً لھم عن سنۃ الغفلۃ واھتماما بالمنادی لہ ومبالغۃ فی توبیخھم علی ما یقابلون بہٖ دعوتہٗ

فرعون اور اس کے ساتھیوں کو دوبارہ خطاب ہے تاکہ وہ خواب غفلت سے جاگ اٹھیں۔ اور اس خطاب میں اس امر پہ نہیں۔ انتباہ کرتے ہوئے مبالغتاً کہا گیا ہے کہ میں نجات کی طرف تمہیں بلاتا ہوں اور تم اُس کے برعکس مجھے دوزخ کی دعوت دیتے ہو۔ یعنی تمہارا یہ طرزِ عمل اسقدر ہوش و خرد سے بعید کیوں ہے نجات کی طرف بلاتے سے ارشاد توحید پہ ایمان لانا اور رسول کی پیروی ہے اور دوزخ کی طرف بلانا مردِ مومن کو کفر و شرک کی طرف بلاتا ہے، اگلی آیت میں اس کی صراحت ہے۔

(تَدْعُوْنَنِیْ لِاَکْفُرَ بِاللّٰہِ) مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں بدل من تدعوننی الی النار پچھلی آیت کے ٹکڑے تَدْعُوْنَنِیْ اِلَی النَّارِ کا بدل ہے یا اُس کی صراحت ہے۔ یعنی تم مجھے کفر کی طرف بلاتے ہو یا یہ کہ مجھے چاہتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں۔

(وَاُشْرِکَ بِہٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ) اور ایسے کو اُس کا شریک کروں جو میرے علم میں نہیں"

ای بکونہ شریکاً لہ تعالیٰ فی المعبودیۃ او ربوبیتہٖ والوھیتہٖ۔

یعنی میں کسی ایسے کو اللہ کی معبودیّت یا ربوبیت اور الوہیت میں شریک ٹھہراؤں۔ (علم

ونفی العلم ھنا کنایۃ عن نفی المعلوم۔

جس کے رب ہونے کا مجھے علم نہیں اور یہاں علم کی نفی معلوم کی نفی سے کنایہ ہے یعنی ایسا کوئی نہیں

اور نہ ایسے پر کوئی دلیل ہے

ابن مسعود اور مجاہد نے تفسیر کی ہے کہ مسرفین سے مراد ناحق خون بہانے والے (قتل کرنیوالے) جیسا کہ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا سے واضح اشارہ ہے۔ قتادہ نے کہا مسرفین سے مراد مشرکین ہیں کیونکہ شرک کرنا حد سے بڑھی ہوئی گمراہی ہے۔ عکرمہ نے کہا مسرفین سے مراد ظالم اکھڑ اور مغرور متکبر لوگ ہیں۔ اور کہا گیا کہ ہر وہ شخص جس کا شر اُس کی بھلائی پر غالب آجائے وہی مسرف ہے۔ یعنی مشرک لوگ ہی دوزخی ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ تم مجھے (مرد مومن کو) بت پرستی کی دعوت دیتے ہو جو کوئی شے بھی نہیں ہے اور یہ امر حق اور ثابت شدہ ہے کہ یہ بت دونوں جہان میں باطل و بے اصل ہیں اور نہ کسی کام کے ہیں۔ اور نہ ہی کام آئیں گے۔ جب کہ ہم سب کو مرنے کے بعد اللہ ہی کے حضور پیش ہونا ہے۔ اور وہ لوگ جو کفر و شرک کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں وہ اپنے بتوں کے ساتھ ہی جہنم واصل ہوں گے۔

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ط وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ — تو جلد وہ وقت آتا ہے کہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اسے یاد کرو گے اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں۔ بے شک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

(فَسَتَذْكُرُوْنَ) تو جلد وہ وقت آتا ہے کہ تم اسے یاد کرو گے

بعضکم بعضا عند معاینۃ العذاب پڑھا گیا ہے۔ یعنی تم میں سے بعض لوگ بعض کے ساتھ میری کہی باتیں یاد کریں گے جب عذاب کو دیکھیں گے۔

(مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ) جو میں تم سے کہہ رہا ہوں من النصائح یعنی جو کچھ میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں

(وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ) اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں ليعصمنی من کل سوء یعنی اس لیے کہ وہ مجھے ہر قسم کے دکھ اور تکلیف سے بچالے۔

(اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ) بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے یعنی بندوں کے اعمال و احوال کو جانتا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ فرعونیوں نے مومن آل فرعون کو ڈرایا دھمکایا۔ اور کہا اگر تو نے ہمارے دین کی مخالفت جاری رکھی تو ہم اُس کے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے۔ اس پر اُس مرد مومن نے کہا کہ تمہیں میری نصیحت بُری معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ میں حقیقت کہہ رہا ہوں تمہیں میری نصیحت کی یہ باتیں اُس وقت یاد آئیں گی جب عذاب نازل ہو جائیگا اور تم باہم مانو گے کہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ صحیح تھا۔ لیکن اُس وقت کا اقرار یا ایمان نفع نہ دے گا۔ اور رہا تمہارا دھمکیاں دینا تو میں تمہارے شر سے پناہ کے لیے اپنے سارے امور رب ذوالجلال وحدہٗ لاشریک کے سپرد کرتا ہوں جو بندوں کے اعمال و احوال کو بخوبی جانتا ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ وہی میرا نگہبان ہے۔ اس کے بعد وہ مومن ان لوگوں سے روپوش ہوگا۔ اور نماز میں مشغول ہوگیا۔ فرعون

نے کئی آدمی اُس کی تلاش میں دوڑائے مگر اللہ نے درندوں کو اُس مومن کی حفاظت پر بھیج دیا۔ جو فرعون وہاں پہنچتا وہ اسے ہلاک کر دیتے اور جو بھاگ کر واپس لوٹتا تو فرعون مرد مومن کے گرفتار نہ کرنے کے جرم میں اسے پھانسی دے دیتا تاکہ دوسرے لوگوں پر اُس کا ضعف ظاہر نہ ہو اور نہ لوگوں کو حقیقت حال کا صحیح علم ہو۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا — تو اللہ نے اسے بچا لیا ان کے مکر کی برائیوں سے اور

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ — فرعون والوں کو بُرے عذاب نے آگھیرا۔

(فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا) تو اللہ نے اسے بچا لیا ان کے مکر کی برائیوں سے۔

ہ سے مراد مومن آل فرعون ہے (فَوَقٰىهُ اللّٰهُ) اللہ نے اُسے محفوظ رکھا (سيّئات ما مكروا) الشدائد یعنی اللہ نے اس مومن کو فرعون اور اُس کے ساتھیوں کی سختی سے تکلیفوں سے بچا لیا۔ مومن آل فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات پائی۔

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ) اور فرعون والوں کو بُرے عذاب نے آگھیرا۔

یہاں آل فرعون سے مراد وہ لوگ ہیں جو مومن آل فرعون کو پکڑنے پر مامور ہوئے اور بعض نے کہا ای لفرعون و قومه یعنی فرعون اور اُس کی قوم (سوء العذاب) سے مراد الغرق علی الاول و اکل السباع والموت عطشا او بالقتل والصلب یعنی فرعون اور اس کی قوم غرق ہوئی اور مرد مومن کو پکڑنے والے لوگوں کو درندوں نے پھاڑ کھایا یا بھوک پیاس سے مر گئے یا فرعون نے قتل کروا دیئے یا پھانسی دے دیئے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے مرد مومن کو فرعون والوں کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھا۔ مرد مومن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غلاموں میں شامل ہو گیا اور نجات پائی جب کہ اسے گرفتار کرنے والوں کو درندوں نے پھاڑ کھایا۔ اور جو درندوں سے بچ گئے وہ بھوک پیاس سے مر گئے اور جو یونہی لوٹ گئے انہیں فرعون نے نافرمانی کے جرم میں قتل کرا دیا یا پھانسی دے دی۔ اور اگر مراد فرعون اور اس کی قوم لی جائے تو وہ دریا میں غرق کر کے ہلاک کیے گئے۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا — آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں، اور جس
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا — وقت قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا۔ فرعون والوں کو
اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ — سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

(اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا) آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں۔

اَلنَّارُ مبتدا ہے۔ جملہ اور يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا) اس کی خبر ہے اور یہ جملہ اللہ کے قول وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ کی تفسیر ہے یعنی ما سوء العذاب قيل هو النار وہ بُرا عذاب کیا ہے تو کہا گیا عذاب، مطلب یہ

واضح مفہوم یہ ہے کہ میرے علم میں اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ میرے پاس اس کی دعوٰت کے ٹھوس دلائل موجود ہیں اور ایمان کے لیے دلیل ضروری ہے۔ یعنی ایسی دلیل جو ذات الٰہی اور اس کی ربوبیت کو ثابت کرے۔ جب کہ تمہارا حال یہ ہے کہ تم مجھے بغیر سوچے سمجھے کفر کی دعوت دے رہے ہو جو دلیل و عقل دونوں کے اعتبار سے باطل ہے۔ بے اصل ہے۔

وَاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ) اور میں تمہیں عزت والے بہت بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔

یعنی میں تمہیں اس ذات اقدس کی طرف بلاتا ہوں جو عزت والا ہے غلبے والا ہے اور کافروں سے بدلہ لینے کی مکمل قدرت رکھتا ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ غایت درجہ گناہوں کا معاف کرنے والا ہے۔ اور جملہ صفات الوہیت و ربوبیت کا مالک ہے۔

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ۝

آپ ہی ثابت ہوا کہ جس کی طرف مجھے بلاتے ہو۔ اسے بلانا نہیں کام کا نہ ہی دنیا میں نہ ہی آخرت میں اور یہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں۔

(لَا جَرَمَ آپ ہی ثابت ہوا) فعل ماضی ہے ان معنوں میں کہ ثابت ہوا۔ اور حق یہ ہے۔

(اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ کہ جس کی طرف مجھے بلاتے ہو الکفر باللہ سبحانہ وشرک الالہۃ الباطلۃ عزّ وجلّ بہ) یعنی اللہ کے انکار کی طرف اور اللہ کے ساتھ جھوٹے معبودوں کو شریک کرنے کی طرف جبکہ اللہ بزرگ و برتر پاک وحدہٗ لاشریک ہے۔

(لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ) اسے بلانا نہیں کام کا نہ دنیا میں نہ آخرت میں

یعنی تم اصنام پرستی کی طرف بلاتے ہو جن کا دنیا اور آخرت میں باطل و بے اصل ہونا امر یقینی ہے۔ کیونکہ وہ تو جماد محض بے عقل ہیں نہ ہی دنیا میں کام کے ہیں اور نہ ہی آخرت میں کسی کام آئیں گے۔ بلکہ اپنے ماننے والوں سے بیزار ہوں گے۔

(وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ) اور یہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے۔

یعنی موت کے بعد ہمارا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے۔

(وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ) اور یہ کہ حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں۔

ہے کہ فرعون والے روزانہ صبح وشام دوزخ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اُس سے روزانہ صبح وشام اُس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ اہل جنت سے ہوتا ہے کہ اہل جنت کے ٹھکانوں سے اور اگر جہنم ہوتا ہے تو جہنموں کے ٹھکانوں سے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تیرا یہی ٹھکانہ ہے یہاں تک کہ تجھے اللہ دوبارہ اٹھائے آیت سے عذاب قبر کا اثبات ہوتا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ فرعون والوں کو روزانہ آتش دوزخ آتش پر پیش کیا جاتا ہے تاکہ انہیں اپنا ٹھکانا دیکھ کر حسرت شدید ہو۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ٥ — اور جب قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

اور جملہ جو اس سے پہلے پر عطف ہے یعنی جب قیامت قائم ہوگی۔ فرشتوں سے فرمایا جائیگا فرعون والوں کو سخت ترین عذاب یعنی جہنم کے عذاب میں داخل کرو اور بعض نے اشد العذاب سے مراد ھاویہ کا عذاب لیا ہے، جو جہنم کے عذابوں سے سب سے بڑھ کر ہے۔ یعنی ان کو ھاویہ میں ڈالدو اور یہ عذاب قبر و برزخ کے عذاب سے علیحدہ قسم کا ہوگا اور کہا گیا ہے کہ یہ معمول ہے۔ یعنی قیامت تک یونہی رہے گا۔

وَاِذْ يَتَحَاجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ٥ — اور جب وہ لوگ میں باہم جھگڑیں گے تو کمزور ان سے کہیں گے جو بڑے بنتے تھے ہم تمہارے تابع تھے تو کیا ہم سے آگ کا کوئی حصہ گھٹا لوگے۔

(وَاِذْ يَتَحَاجُّوْنَ فِي النَّارِ) اور جب وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے

یعنی اُس وقت کا ذکر کیجیے جب کافر لوگ دوزخ میں باہم جھگڑیں گے۔ یا اے نبی مکرم اپنی قوم سے کفار کا جہنم میں باہمی جھگڑنے کا بیان فرمائیں۔

يَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا) تو کمزور ان سے کہیں گے جو بڑے بنتے تھے تفصیل للمحاجة والتخاصم فى النار اى يقول المرؤسون لرؤسائهم کفار کے باہمی جھگڑے اور گفتگو کی جو وہ دوزخ میں کریں گے۔ یعنی جب بے ثروت لوگ (نادار، کمزور، غریب) اپنے سرداروں یا رئیسوں سے کہیں گے

(اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا) ہم تمہارے تابع تھے فِي الدُّنْيَا تَبَاعًا یعنی ہم دنیا میں تمہاری پیروی کرتے تھے اور تمہاری بدولت ہی کفر پر ڈٹے رہے اتبعًا جمع کا صیغہ ہے۔ لیکن اس کا واحد نہیں۔ یعنی واحد و جمع بھی ہے البتہ اس کی جمع اَتْبَاعْ ہے۔

(فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ) توکیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ گھٹا لو گے۔
مغنون فائدہ کے معنی میں ہے۔ اور نصیبا کے معنی حصہ کے ہیں، آلوسی لکھتے ہیں۔ یدفع بعض عذابھا او بتحملہ عنا ھل حرف استفہام امر کے مفہوم میں ہے یا تقریری ہے۔ کفار میں سے کمزور لوگ اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ کیا تم میں کوئی طاقت ہے کہ ہم سے اس عذاب کے کسی یا کچھ حصہ کو دور ہٹا دو۔ یا ہماری طرف سے اسے اٹھالو، کیونکہ رؤسائے کفار دنیا میں اس قسم کے دعوے کرتے تھے۔ کہ اگر کوئی عذاب ہوا تو تم تمہاری طرف سے اس کے ذمہ دار ہیں یا اسے اٹھالیں گے اور جہنم میں جھگڑے کے دوران کمزور اس بات کو یاد دلائیں گے کیونکہ دنیا میں وہ انہی سرداروں کے بہکانے پر کافر بنے رہے تھے اور قبول حق سے دور رہے تھے۔

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ — اور تکبر والے بولے ہم سب آگ میں ہیں، بے شک
اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ○ — اللہ بندوں میں فیصلے فرما چکا

(قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا) وہ تکبر والے بولیں گے یعنی بڑے بننے والے کمزور لوگوں سے کہیں گے (جہنم میں کہیں گے)

(اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ) ہم سب آگ میں ہیں نحن وانتم فکیف نغنی عنکم ولو قدرنا لدفعنا عن انفسنا شیئًا من العذاب ہم اور تم سبھی دوزخ میں ہیں تو ہم تمہیں کیونکر فائدہ دے سکتے ہیں یا تم سے عذاب کا کوئی حصہ گھٹا / ہٹا سکتے ہیں۔ اور اگر ہم قدرت رکھتے تو ہم اپنے نفوس سے عذاب میں سے کچھ گھٹا لیتے یا ہٹا لیتے یعنی ہم بے بس ہیں اور نہ اپنے لیے اور نہ ہی تمہارے لیے کچھ کر سکتے ہیں۔

(اِنَّ اللّٰهَ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ) بے شک اللہ بندوں میں فیصلہ فرما چکا۔ فادخل اھل الجنۃ واھل النار النار وقدر لکل منا ومنکم عذابا لا یدفع عنہ ولا یتحملہ عنہ غیرہ

اللہ نے اہل جنت کو جنت میں اور جہنمیوں کو جہنم میں داخل کر دیا۔ اور ہم میں سے اور تم میں سے ہر ایک کے لیے عذاب مقرر کر دیا (عذاب کا فیصلہ فرما دیا) جسے اس کے سوا (اللہ کے سوا) نہ کوئی ہٹا سکتا ہے نہ اٹھا سکتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ — اور جو لوگ آگ میں ہیں اس کے داروغوں سے بولے
جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا — اپنے رب سے دعا کرو۔ ہم پر عذاب کا ایک دن
يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ○ — ہلکا کر دے۔

(وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ) اور جو آگ میں ہیں کہیں گے من الضعفاء والمستکبرین جمیعًا لما ضاقت بہم الحیل وعیت بہم العلل یعنی کمزور اور بڑے بننے والے سبھی دوزخ میں کہیں گے، جب کہ ان کے سبھی حیلے

بہانے ختم ہو جائیں گے۔ اور ان کی تمام امیدیں ٹوٹ جائیں گی اور اسباب منقطع ہو جائیں گے اور دوزخ سے رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آئے گی اور ہر طرف سے مایوس ہو جائیں گے۔

لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ جہنم کے داروغوں سے أی للقوام بتعذیب اھل النار ان فرشتوں سے جو دوزخیوں کے لیے عذاب پر مقرر ہیں۔

(ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ) اپنے رب سے دعا کرو کہ ہم پر عذاب کا ایک دن ہلکا کر دے

دوزخی کفار ملائکہ سے دعا کی درخواست کریں گے، شاید اس وجہ سے کہ وہ خیال کریں گے کہ یہ فرشتے قرب حق میں زیادہ ہیں اور کہیں گے کہ اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کیجیے کہ وہ ہم پر عذاب کا ایک دن یعنی دنیا کے دنوں میں ایک دن کی مقدار ہم سے عذاب میں کمی کرے یا ایک روز کے لیے ہم سے عذاب کو ہٹا دے۔

قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۚ قَالُوا فَادْعُوا ۗ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ○ انہوں نے کہا کیا تمہارے پاس تمہارے رسول روشن نشانیاں نہ لائے تھے۔ بولے کیوں نہیں۔ بولے تو تمہیں دعا کرو اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھٹکتے پھرنے کو

(قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُم بِالْبَيِّنَاتِ) انہوں نے کہا کیا تمہارے پاس تمہارے رسول روشن نشانیاں نہ لائے تھے۔

ای لم تنبہوا علی ھذا ولم تک تاتیکم رسلکم فی الدنیا یعنی کیا تمہارے پاس دنیا میں رسول نہ آئے اور انہوں نے تمہیں اس انجام کے بارے میں انتباہ نہ فرمایا تھا۔ اور وہ واضح نشانیاں نہ لائے تھے جن سے انکار پر عاقبت کی بربادی پر دلالت ہوتی تھی۔

(قالوا بلی) وہ کہیں گے کیوں نہیں ای اتونا بھا فکذبناھم کما نطق بہ قولہ تعالیٰ: بلی قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیء ان انتم الا فی ضلٰل کبیر۔ یعنی وہ ان نشانیوں کے ساتھ ہمارے پاس آئے تو ہم نے انہیں جھٹلایا جس طرح کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کفار کہیں گے۔ کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا اللہ نے کچھ نہیں اتارا تم تو نہیں مگر بڑی گمراہی میں۔

(قَالُوا فَادْعُوا) وہ کہیں گے تو تمہی دعا کرو فصیحۃ ای اذا کان الامر کذلک فادعوا انتم فان الدعاء لمن یفعل نعدکم ذلک مستحیل صدورہ عنا۔ یعنی جب معاملہ اس طرح ہے تو تم خود ہی درخواست کرو کیونکہ اس کے لیے دعا نہیں ہر رسوائی ہے

جس طرح کہ تم نے کیا اور تم ہم سے دعا چاہتے ہو جو ناممکن ہے یا یہ مطلب ہے کہ ہمیں تمہاری طرح کے لوگوں کے لیئے دعا کی اجازت نہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ مؤکل فرشتے دعا نہ فرمائیں گے۔

وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھٹکتے پھرنے اسی فی ضیاع و بطلان ای لا یجابی کافروں کی دعائیں ضائع اور باطل ہیں یعنی قبول نہ ہوں گی یہ جملہ یا تو داروغوں کا کلام ہے کفار کے جواب میں یا یہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اور حدیث نبوی سے اس پر استدلال کیا گیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ بے شک کافر کی دعا قبول نہ ہوگی اور نہ ہی وہ نماز استسقار کے لیے حاضر ہوں۔ لیکن حق یہ ہے کہ کفار کی بعض دعاؤں کا دنیا میں قبول ہونا امر واقعی ہے۔ لیکن روز قیامت قبول نہ ہوں گی۔ اور یہاں دعا کا قبول نہ ہونا روز قیامت کے ساتھ خاص ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار سے جہنم کے کارندے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے رسول معجزات آیات و معجزات کے ساتھ تشریف نہ لائے اور انہوں نے تمہیں اس دن سے نہ ڈرایا تھا تو کفار اس کا اقرار کریں گے اور کہیں گے بلا شبہ وہ ہمارے پاس آئے۔ لیکن ہم نے انہیں جھٹلایا اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو دوزخی نہ ہوتے تو کارکنان جہنم کہیں گے تو جب صورت حال یہ ہے تو تم خود ہی دعا مانگو، فرشتے کفار کے لیے دعا نہ کریں گے یا انہیں اس امر کی اجازت نہیں جب وہ خود کفر سے پاک ہیں تو کسی کافر کے لیے کیونکر دعا کریں گے۔ اس سے مسئلہ واضح ہو گیا ہے کہ کسی کافر کے لیے (مرنے کے بعد) دعا جائز نہیں کیونکہ کفر و شرک پر مرنے والے کے لیے مغفرت سے ہی نہیں اور جس کے ایمان میں شک ہو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور غسل میت مسنون طریقے سے نہ دے یونہی پانی بہا دے، موکلین فرمائیں گے کہ کفار کی دعائیں گمراہی ہیں اور وہ قبول نہ ہوں گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جملہ حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اس سے مراد کفار کی دعاؤں کا قبول نہ ہونا اور ضیاع و بطلان ہونا قیامت کے ساتھ خاص ہے۔ البتہ دنیا میں ان کی بعض دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورہ مومن پ۲۴

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝

بیشک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝

جس دن کوئی نفع نہیں دے گا ظالموں کا عذر (ان کا) اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے بُرا گھر ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدٰى وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتٰبَ ۝ هُدًى وَّذِكْرٰى لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝

اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو ہدایت اور وارث کیا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا جس میں ہدایت اور نصیحت ہے عقل والوں کے لیے۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝

تو صبر فرمائیے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور بخشش طلب فرمائیے اپنے غلاموں کے گناہوں کے لیے اور تسبیح بیان فرمائیے اپنے رب کی حمد کے ساتھ شام کو اور صبح کو۔

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ أَتٰهُمْ إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

بے شک وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جو انہیں ملی ہو ان کے دلوں میں نہیں مگر وہ تکبر جس تک وہ نہیں پہنچ سکیں گے تو اللہ سے پناہ مانگئے بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ ۝ وَ

اور اندھا اور انکھیارا برابر نہیں ہے اور نہ وہ لوگ

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِیْٓءُ ؕ
قَلِیْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝
اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝
وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ
اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ
سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ۝

اور نہ وہ جو ایمان لاتے اور اچھے کام کیئے۔ اور بدکار
بہت کم ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔
بے شک یقیناً قیامت آئے گی نہیں ہے اس
میں کوئی شک لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔
اور فرمایا تمہارے رب نے مجھ ہی کو پکارو،
بے شک وہ لوگ جو تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے
عنقریب وہ داخل ہوں گے جہنم میں ذلیل ہو کر۔

حلِّ لغات

اِنَّا۔ بیشک ہم	لَنَنْصُرُ۔ ضرور مدد کرتے ہیں		رُسُلَنَا۔ اپنے رسولوں کی
وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ ان کی جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	فِی۔ بیچ
الْحَیٰوۃِ۔ زندگی	الدُّنْیَا۔ دنیا کے	وَ۔ اور	یَوْمَ۔ جس دن
یَقُوْمُ۔ کھڑے ہونگے	الْاَشْهَادُ۔ گواہ	یَوْمَ۔ جس دن	لَا۔ نہ
یَنْفَعُ۔ نفع دیگا	الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالموں کو	مَعْذِرَتُهُمْ۔ انکا عذر	وَ۔ اور
لَهُمُ۔ ان کیلئے	اللَّعْنَةُ۔ لعنت ہے	وَ۔ اور	لَهُمْ۔ انکے لیے
سُوْٓءُ۔ برا ہے	الدَّارِ۔ گھر	وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک
اٰتَیْنَا۔ دی ہم نے	مُوْسَی۔ موسیٰ کو	الْهُدٰی۔ ہدایت	وَ۔ اور
اَوْرَثْنَا۔ وارث کیا ہمنے	بَنِیْٓ۔ اولاد	اِسْرَآءِیْلَ۔ یعقوب کو	الْكِتٰبَ۔ کتاب کا
هُدًی۔ جو ہدایت تھی	وَ۔ اور	ذِكْرٰی۔ نصیحت	لِاُولِی الْاَلْبَابِ۔ عقلمندوں
کے لیے	فَاصْبِرْ۔ تو صبر کر	اِنَّ۔ بیشک	وَعْدَ۔ وعدہ
اللّٰهِ۔ اللہ کا	حَقٌّ۔ سچا ہے	وَ۔ اور	اسْتَغْفِرْ۔ بخشش مانگ
لِذَنْۢبِكَ۔ اپنے متبعین کے گناہوں کی		وَ۔ اور	سَبِّحْ۔ تسبیح بیان کر
بِحَمْدِ۔ ساتھ حمد	رَبِّكَ۔ رب اپنے کے	بِالْعَشِیِّ۔ شام	وَ۔ اور
الْاِبْكَارِ۔ صبح کو	اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یُجَادِلُوْنَ۔ جھگڑتے ہیں

فِیْ۔بیچ	اٰیٰتِ۔آیات	اللہِ۔الٰہی کے	بِغَیْرِ۔بغیر
سُلْطٰنٍ۔دلیل کے	اَتٰہُمْ۔جو انکے پاس ہو	اِنْ۔نہیں	فِیْ۔بیچ
صُدُوْرِ۔سینوں	ھِمْ۔ان کے	اِلَّا۔مگر	کِبْرٌ۔تکبر
مَا۔جو نہیں	ھُمْ۔وہ	بِبَالِغِیْہِ۔اسکو پانے والے	فَاسْتَعِذْ۔تو پناہ مانگ
بِاللہِ۔اللہ کی	اِنَّہٗ۔بیشک وہ	ھُوَ۔وہی ہے	السَّمِیْعُ۔سننے والا
الْبَصِیْرُ۔دیکھنے والا	لَخَلْقُ۔یقیناً پیدائش	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَ۔اور
الْاَرْضِ۔زمین کی	اَکْبَرُ۔بہت بڑی ہے	مِنْ خَلْقِ۔پیدائش	النَّاسِ۔آدمیوں سے
وَ۔اور	لٰکِنَّ۔لیکن	اَکْثَرَ۔اکثر	النَّاسِ۔لوگ
لَا۔نہیں	یَعْلَمُوْنَ۔جانتے	وَ۔اور	مَا۔نہیں
یَسْتَوِی۔برابر	الْاَعْمٰی۔اندھا	وَ۔اور	الْبَصِیْرُ۔دیکھنے والا
وَ۔اور	الَّذِیْنَ۔وہ جو	اٰمَنُوْا۔ایمان لائے	وَ۔اور
عَمِلُوْا۔عمل کیے	الصّٰلِحٰتِ۔اچھے	وَ۔اور	لَا۔نہ
الْمُسِیْٓءُ۔بدکار	قَلِیْلًا۔تھوڑا ہے	مَّا۔جو	تَتَذَکَّرُوْنَ۔نصیحت لیتے ہو تم
اِنَّ۔بیشک	السَّاعَۃَ۔قیامت	لَاٰتِیَۃٌ۔آنے والی ہے	لَّا۔نہیں
رَیْبَ۔شک	فِیْہَا۔اس میں	وَ۔اور	لٰکِنَّ۔لیکن
اَکْثَرَ۔اکثر	النَّاسِ۔لوگ	لَا۔نہیں	یُؤْمِنُوْنَ۔ایمان لاتے
وَ۔اور	قَالَ۔فرمایا	رَبُّکُمُ۔تمہارے رب نے	ادْعُوْنِیْ۔مجھے پکارو
اَسْتَجِبْ۔میں قبول کرونگا	لَکُمْ۔تمہاری دعا	اِنَّ۔بیشک	الَّذِیْنَ۔وہ جو
یَسْتَکْبِرُوْنَ۔تکبر کرتے ہیں	عَنْ عِبَادَتِیْ۔میری عبادت سے		سَیَدْخُلُوْنَ۔جلدی داخل ہونگے
جَہَنَّمَ۔جہنم میں	دٰخِرِیْنَ۔ذلیل ہوکر		

حلِّ لغاتِ نادرہ

الْمُسِیْٓءُ:۔بدکار

دٰخِرِیْنَ:۔ذلیل ہوکر

مختصر تفسیر چھٹا رکوع سورۂ مومن پ ۲۴

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْہَادُ ۔ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُہُمْ وَلَہُمُ اللَّعْنَۃُ وَلَہُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۔ بے شک ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ان کی جو دنیا میں ایمان لائے اور جس دن گواہ کھڑے ہونگے اور وہ دن جس دن نہ نفع دے مشرکوں کو ان کی معذرت اور ان کے لیے رحمت سے بعد اور ان کے لیے بُرا گھر ہے۔

اللہ تعالے جل شانہ اپنے رسول اور ان مومنوں کے لیے وعدہ دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہم اپنے رسولوں کی مدد فرمائیں گے اور ان ایمان والوں کی اعانت کرینگے جو دنیا میں مومن ہوئے اس لیے کہ حیات دنیا کے بعد حیوٰۃ اخروی میں منتقل ہو کر تو ہر مشرک اور جاحد و منکر ایمان لے آتا ہے تو اسلام میں یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے ماتحت ایمان حیات دنیا میں شرط ہے ورنہ غرق ہونے کے وقت تو فرعون نے بھی کہا اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآئِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اس اقرار و اعتراف کا جواب اسی آیت کریمہ کے آگے دیدیا گیا ہے اور فرمایا آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ کیا اب ایمان لانے کی سوجھی جبکہ حیات دنیا ختم ہوگئی اور دنیا میں تو بڑا فسادی تھا۔

معلوم ہوا کہ ایمان بالغیب حیات دنیا میں شرط ہے اور مرنے کے بعد عذاب کو دیکھ کر ہر کافر و مشرک و جاحد منکر عاند ایمان لے ہی آتا ہے لیکن یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُہُمْ وَلَہُمُ اللَّعْنَۃُ وَلَہُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ کافروں کے لیے وعید ہے۔ یعنی دنیا سے جانے کے بعد ان کی معذرت ان کی توبہ کوئی نفع نہیں دے گی اور ان کے لیے اللہ کی رحمت سے بُعد اور تکلیفوں کا گھر ہوگا۔

اسی بنا پر ارباب عقائد نے کفر دو قسم کے رکھے (۱) ایک کفر مقبول (۲) کفر مردود۔ کفر مقبول کفر مومن ہے جس کو قرآن کریم نے فرمایا فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی جو کفر کرے بتوں سے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط رسی تھامی۔ اسی کو کفر ثابت کہا جاتا ہے اور کفر زائل یہ کفر کفار جو حیات دنیا ختم ہونے کے بعد ختم ہو جاتا ہے جیسے فرعون دنیاوی زندگی تک اپنے کو خدا کہتا رہا اور غرق میں جانے کے بعد اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ الخ پکارتا رہا۔ بنا بریں اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا کے ساتھ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کو مطلق نہیں فرمایا جو کہ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کے ساتھ مقید کر دیا اور انہی کے لیے یَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْہَادُ فرمایا۔

اشہاد جمع شہید ہے اور شہید گواہ کو کہتے ہیں تو ان کے لیے (یعنی ایمان والوں کے لیے) گواہ ملائکہ و انبیاء ہوں گے جو بتائیں گے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی میں ایمان قبول کیا اور اعمال صالحہ پر رہے اور وہ جو کفر کرتے رہے وہ بھی معذرت کریں گے اور کہیں گے ہم سے غلطی ہوئی اب ہمیں معافی دی جائے۔ تو فرمایا یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ الظّٰلِمِیۡنَ مَعۡذِرَتُہُمۡ اس دن ظالم یعنی مشرک کی معذرت انہیں نفع نہ دے گی۔ یہاں ظالم کے معنی مشرک یوں لیے گئے کہ ظلم کہتے ہیں وَضۡعُ الشَّیۡءِ عَلٰی غَیۡرِ مَحَلِّہٖ کو تو چونکہ مشرک رب جل وعلا شانہٗ کی بجائے بے محل بت پرستی کرتا تھا تو اسے مشرک کہا گیا اور وَلَہُمُ اللَّعۡنَۃُ کے معنی رحمت الٰہی سے بعد اسی لیے کیے گئے کہ لعنت کے معنی آلوسی نے روح المعانی میں اَلۡبُعۡدُ مِنَ الرَّحۡمَۃِ فرمائے ہیں اور سُوۡءُ الدَّارِ۔ سُوۡءٌ کہتے ہیں برائی کو۔ دَارٌ کہتے ہیں گھر کو یعنی ان کے لیے برا گھر یعنی جہنم ہی ہوگا۔ اب آگے ارشاد ہے۔

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡہُدٰی وَاَوۡرَثۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ الۡکِتٰبَ ہُدًی وَّذِکۡرٰی لِاُولِی الۡاَلۡبَابِ۔ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور بنی اسرائیل کو ہدایت کی کتاب پر وارث بنایا جس میں عقلمندوں کے لیے نصیحت اور ہدایت تھی۔

یعنی موسیٰ علیہ السلام کو توریت کے ذریعے ہدایت نامہ عطا ہوا اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث فرمایا اس کتاب میں ہدایت تھی اور تذکیر بھی عقل والوں کے لیے تو اس کے بعد حضور کو تسلی دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِکَ وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ بِالۡعَشِیِّ وَالۡاِبۡکَارِ۔ اے محبوب آپ صبر فرمائیں اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے غلاموں کے لیے ان کی معصیتوں پر بخشش طلب کریں اور تسبیح بیان صبح و شام اللہ کی حمد کے ساتھ۔

یہاں وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِکَ فرمایا ہے جس کے لفظی معنی یہ ہوتے ہیں کہ معافی مانگئے اپنے گناہوں کی۔ لیکن چونکہ انبیاء معصوم عن الخطا ہیں اس بنا پر اس نسبت سے اس کو سمجھا جائے گا کہ حضور کے متبعین حضور کے غلام ہیں اور غلام کے ہر فعل آقا کی طرف منتسب (منسوب) کیا کرتے ہیں تو اس بنا پر حضور کے غلاموں کی خطاؤں کو حضور کی طرف منتسب کر کے وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِکَ فرمایا۔

چنانچہ علامہ مدارک نے وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِکَ کا ترجمہ امت کی خطاؤں کی معافی طلب کرنا لکھا ہے۔ چنانچہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِکَ اَیۡ لِذَنۡۢبِ اُمَّتِکَ فِیۡ حَقِّکَ وَسَبِّحۡ بِالۡعَشِیِّ وَالۡاِبۡکَارِ۔ اور تسبیح بیان کیجئے صبح و شام۔

اس سے مراد فجر اور عصر ہے اس لیے کہ قیام مکہ میں دو ہی وقت کی نماز فرض تھی چنانچہ روح المعانی میں ہے عَنِ الْحَسَنِ اُرِيْدَ رَكْعَتَانِ بُكْرَةً وَّرَكْعَتَانِ عَشِيًّا قَبْلَ اِنَّ الْوَاجِبَ بِمَكَّةَ كَانَ بِمَكَّةَ ذٰلِكَ دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں شام کی مراد ہیں جو مکہ میں اول اول تھیں پانچ نمازیں تو بعد معراج فرض ہوئیں آگے ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ بیشک وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں بغیر کسی دلیل کے جو انہیں ملی ہو ان کے دلوں میں نہیں مگر بڑائی کی ہوس جس تک وہ نہیں پہنچ سکتے۔ اللہ سے پناہ مانگئے بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

جھگڑا کرنے والوں سے مراد کفار قریش ہیں جو اپنے عناد قلبی کے ماتحت بیجا طور پر اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے تھے اور اس پر ان کے پاس کوئی دلیل واضح نہیں تھی۔

اور جناب مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کی جامعیت اور خطابت سے انکار اپنی بڑائی کے لالچ میں کرتے تھے اور یہ خیال فاسد رکھتے تھے کہ اگر ان کو مان لیا تو ہم کو چھوٹا بننا پڑے گا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان کے دلوں میں ایسی بڑائی کا وہم تھا کہ جس تک ان کا پہنچنا دشوار تھا چنانچہ ارشاد ہے۔

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ۔ اللہ کی پناہ لیجئے۔ اور ان کی پرواہ نہ کیجئے وہ سنتا دیکھتا ہے آگے ارشاد ہے۔ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

اور بہت لوگوں سے مراد کفار اور مشرکین ہیں کہ یہ بھی سمجھ سکتے تھے۔ حالانکہ اظہر من الشمس اور بیّن من الامس ہے کہ انسان کی تخلیق ایک قطرہ سے ہوتی ہے اور وہ نشوو نما پاتے پاتے جوان ہو کر بڑھاپے تک جاتا ہے لیکن آسمان اور زمین یہ ایک ایسی تخلیق ہے کہ اس کا کنارہ اور منتہیٰ طبقات الارض کی تحقیق کرنیوالے بھی معلوم نہ کر سکے نہ آسمانوں کا منتہیٰ نظر آیا اور زمین کا سوائے اس کے کہ راکٹ اڑا کر اعلان کر دیتے ہیں کہ اب ہم چاند تک جا رہے ہیں۔ سورج تک پہنچ رہے ہیں۔ پھر واپس آکر کہہ دیتے ہیں کہ اس تک نہیں پہنچ سکتے راکٹ جل گیا یا واپس آگیا اور اسی قسم کی تعلیاں کی لیتے لیتے ختم ہو جائیں گے اس لیے کہ قرآن کریم کا دعوےٰ ہے کہ جن اور انسان اگر اقطار السماوات اور ارض میں نفوذ کرنا چاہیں تو نفوذ نہیں کر سکتے مگر ہماری قوت کے ساتھ نہ کہ سائنس کی قوت اور مادیات کی طاقت سے بحیث قال تعالیٰ

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ فضائے ہوائیہ میں سے کسی عجوبہ شان کو دیکھ کر انہوں

نے سورج بنا لیا ہو اور کسی کو چاند قرار دے دیا ہو اس لیے کہ فضلئے ہوائیہ جہاں پر کرۂ ارضی ختم ہو جاتا ہے وہاں سے آگے نہ زمان ہے نہ مکان۔ نہ گھڑی ہے نہ گھنٹہ نہ اس کی سیر میں کسی تعین کا دخل ہے وہاں جاتے جاتے جہاں کہیں روشنی افراط سے دیکھی سمجھ لیا کہ چاند ہے یا سورج اس کے سوا ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہاں کی زمین کا الاٹ منٹ لندن کی عدالتوں سے کرایا جائے یا یونائیٹڈ نیشنل سے اس کا فیصلہ لے کر اپنا حکم نافذ کرائیں۔

اور ان پر کہ انہیں جنہیں نہ قید زمانی ہے نہ مکانی جو یہاں کے حکام تو اپنے یہاں دخیل ہی نہیں سمجھنے واللّٰہ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ آگے ارشاد ہے۔

وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِیْٓءُ قَلِیْلًا مَّا تَتَذَکَّرُوْنَ ۔ اندھا اور انکھیارا برابر ہے اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور برے کام کرنے والے برابر نہیں ہیں تو تم بہت کم غور کرتے ہو۔

مفہوم آیت واضح ہے اس میں اندھے سے مراد جاہل ہے اور انکھیارے سے مراد عالم ہے تو خلاصہ یہ نکلا کہ عالم و جاہل برابر نہیں ہے ایسے ہی نیک عمل کرنے والے اور برے عمل والے جس سے مراد اللہ کے ولی اور سیاہ کار ہیں یہ بھی دونوں برابر نہیں آگے فرمایا گیا کہ تم ان باتوں پر بہت کم دھیان کرتے ہو اور اگر غور کرو تو خود بخود تم راہ راست پر آسکتے ہو۔ آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ السَّاعَۃَ لَاٰتِیَۃٌ لَّا رَیْبَ فِیْھَا وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اکثر غفلت شعار ایمان نہیں لاتے۔

یہاں اس سے مراد مواعید یوم آخرت کے بھول جانے والے کافر ہیں اور لَا یُؤْمِنُوْنَ کا مقتضا بھی یہی ہے کہ ابتلائے بے ایمان کافروں کو فرمایا گیا کہ جس قیامت پر تمہیں ایمان نہیں وہ بلا شک و شبہ آنے والی ہے آگے ارشاد ہے۔

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دٰخِرِیْنَ۔ اور فرمایا تمہارے رب نے کہ مجھ ہی کو پوجو میں تمہاری عبادت قبول کروں گا اور جو میرے سوا غیر کو پکارتے یا پوجتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں ذلت کے ساتھ داخل ہوں گے۔

محاورات قرآنی میں اُدْعُوْ۔ نَدْعُوْ۔ دعوٰی۔ دُعا کے متعدد معنی ہیں۔ منجملہ اس کے پکارنے اور پوجنے کے بھی ہیں۔ لہٰذا یہاں پوجنے اور پکارنے کے معنی صحیح ہیں۔ اور غیر خدا کا پوجنا اور غیر خدا کو معبود حقیقی سمجھ کر پکارنا یہ شرک اور کفر ہے۔ البتہ مظہر عون الٰہی جان کر اولیاء اللہ کو پکارنا مثل یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئًا

لِلّٰہ۔ یا علی مشکل کشا۔ اس کے متعلق علامہ خیر الدین آملی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں کہ قَوْلُھُمْ یَا شَیْخ عَبْدَ الْقَادِرِ جِیْلَانِیْ نِدَاءٌ فَمَا الْحُرْمَۃُ فِیْ نِدَاءِ آیتہٖ لوگوں کا یا شیخ عبد القادر جیلانی کہنا یہ محض نداء ہے اور غیر اللہ کو ندا کرنے میں کونسی حرمت ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ غیر خدا کو پکارے بغیر دنیا کے کاروبار منقطع ہو جاتے ہیں۔ تو اس پکارنے کو حرام یا شرک کہنا اسی کا کام ہے جو خود مشرک بننے کا شوقین ہو۔ البتہ ایسی ندا جس میں متصرف حقیقی خدا کی طرح غیر کو سمجھے یہ حرام ہے اور ایسی ندا دینے والا بلا ریب مشرک ہے اس بحث کو ہم نے اسی تفسیر کے تیرھویں پارہ میں مفصل بیان کیا ہے۔ وللہ الحمد

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ مومن پ ۲۴

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ سکون حاصل کرو اس میں اور دن بنایا تمہارے جاگنے کے لیے بیشک اللہ یقیناً فضل والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر غفلت شعار شکر گزاری نہیں کرتے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝

یہ ہے تمہارا اللہ تمہاری پرورش کرنے والا جو ہر شئے کا پیدا کرنے والا ہے کوئی معبود نہیں سوائے اس کے کہاں اوندھے جا رہے ہو۔

كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝

ایسے اوندھے ہوتے ہیں جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اللہ وہ ہے جس نے زمین تمہارے لیے قرار پکڑنے کو بنائی اور آسمان کو چھت اور تمہاری صورتیں بنائیں تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمہیں روزی دی پاک چیزوں سے یہ ہے اللہ تمہارا رب تو بڑی برکت والا ہے اللہ جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے۔

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

وہ ازلی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو پوجو خلوص سے اسی کے بندے ہو کر تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب ہے تمام عالموں کا۔

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

فرما دیجئے کہ مجھے منع کیا گیا ہے اس سے کہ میں پوجوں ان کو جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو جبکہ میرے پاس روشن دلیلیں آگئیں میرے رب کی طرف سے اور مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں جھکوں اپنے رب کے لیے جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا وَّمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

وہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر تم کو بطن مادر سے بچے کی شکل میں خارج کیا پھر تم کو جوانی تک پہنچایا پھر تاکہ ہو جاؤ تم بوڑھے اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو مر جاتے ہیں اس سے پہلے اور اس لیے کہ تم ایک وعدہ تک اپنی زندگی کرو اور اس لیے شاید کہ تمہیں عقل آئے۔

هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

وہ وہ ذات ہے جو زندہ رکھتی ہے اور مارتی ہے جب پورا ہو جاتا ہے حکم تو فرمایا جاتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

حلِ لغات

اَللّٰهُ۔ اللہ	اَلَّذِیْ۔ وہ ہے جس نے	جَعَلَ۔ بنایا	لَکُمْ۔ تمہارے لیے
اَلَّیْلَ۔ رات کو	لِتَسْکُنُوْا۔ تاکہ آرام پاؤ	فِیْہِ۔ اس میں	وَ۔ اور
اَلنَّہَارَ۔ دن کو	مُبْصِرًا۔ جاگنے کے لیے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ

لَذُوْ فَضْلٍ - فضل والا ہے | عَلَى - اوپر | النَّاسِ - لوگوں کے

وَ - اور | لٰكِنَّ - لیکن | اَكْثَرَ - اکثر | النَّاسِ - لوگ

لَا - نہیں | يَشْكُرُوْنَ - شکر کرتے | ذٰلِكُمُ - یہ ہے تمہارا | اللّٰهُ - اللہ

رَبُّكُمْ - تمہارا پالنے والا | خَالِقُ - پیدا کرنے والا | كُلِّ - ہر | شَيْءٍ - شے کا

لَا - نہیں | اِلٰهَ - کوئی معبود | اِلَّا - مگر | هُوَ - وہی

فَاَنّٰى - تو کہاں | تُؤْفَكُوْنَ - پھرے جاتے ہو | كَذٰلِكَ - ایسے | يُؤْفَكُ - پھرے

الَّذِيْنَ - وہ جو | كَانُوْا - تھے | بِاٰيٰتِ - آیات | اللّٰهِ - الٰہی کا

يَجْحَدُوْنَ - انکار کرتے | اَللّٰهُ - اللہ | الَّذِيْ - وہ ہے جس نے | جَعَلَ - بنایا

لَكُمُ - تمہارے لیے | الْاَرْضَ - زمین کو | قَرَارًا - قرار کی جگہ | وَّ - اور

السَّمَآءَ - آسمان کو | بِنَآءً - چھت | وَّ - اور | صَوَّرَ - شکلیں بنائیں

كُمْ - تمہاری | فَاَحْسَنَ - تو اچھی بنائی | صُوَرَ - شکلیں | كُمْ - تمہاری

وَ - اور | رَزَقَكُمْ - روزی دی تم کو | مِّنَ الطَّيِّبٰتِ - پاکیزہ چیزوں سے

ذٰلِكُمُ - یہ ہے تمہارا | اللّٰهُ - اللہ | رَبُّكُمْ - تمہارا رب | فَتَبٰرَكَ - تو برکت والا ہے

اللّٰهُ - اللہ | رَبُّ - رب | الْعٰلَمِيْنَ - جہانوں کا | هُوَ - وہ ہی

الْحَيُّ - زندہ ہے | لَا - نہیں | اِلٰهَ - کوئی معبود | اِلَّا - مگر

هُوَ - وہی | فَادْعُوْهُ - تو اسی کو پکارو | مُخْلِصِيْنَ - خالص کرکے | لَهُ - اس کے لیے

الدِّيْنَ - دین | اَلْحَمْدُ - تمام تعریفیں | لِلّٰهِ - اللہ | رَبِّ - رب

الْعٰلَمِيْنَ - جہانوں کی ہیں | قُلْ - کہہ | اِنِّيْ - بیشک میں | نُهِيْتُ - منع کیا گیا ہوں

اَنْ - یہ کہ | اَعْبُدَ - میں پوجوں | الَّذِيْنَ - ان کو جن کو | تَدْعُوْنَ - تم پکارتے ہو

مِنْ دُوْنِ - سوا | اللّٰهِ - اللہ کے | لَمَّا - جبکہ | جَآءَنِيَ - آئیں میرے پاس

الْبَيِّنٰتُ - روشن دلیلیں | مِنْ رَّبِّيْ - میرے رب سے | وَ - اور | اُمِرْتُ - میں حکم کیا گیا ہوں

اَنْ - یہ کہ | اُسْلِمَ - جھک جاؤں | لِرَبِّ - واسطے رب | الْعٰلَمِيْنَ - جہانوں کے

هُوَ - وہ | الَّذِيْ - وہ ہے جس نے | خَلَقَكُمْ - پیدا کیا تم کو | مِّنْ تُرَابٍ - مٹی سے

ثُمَّ - پھر | مِنْ نُّطْفَةٍ - نطفہ سے | ثُمَّ - پھر | مِنْ عَلَقَةٍ - جمے ہوئے خون سے

ثُمَّ - پھر | يُخْرِجُكُمْ - نکالتا ہے تم کو | طِفْلًا - بچہ بنا کر | ثُمَّ - پھر

لِتَبْلُغُوْا۔ تاکہ پہنچو	اَشُدَّ۔ جوانی	كُمْ۔ اپنی کو	ثُمَّ۔ پھر
لِتَكُوْنُوْا۔ تاکہ ہوجاؤ	شُيُوْخًا۔ بوڑھے	وَ۔ اور	مِنْكُمْ۔ بعض تم میں سے
مَنْ۔ وہ ہیں جو	يُّتَوَفّٰى۔ فوت ہوجاتے ہیں	مِنْ قَبْلُ۔ پہلے اس سے	وَ۔ اور
لِتَبْلُغُوْا۔ تاکہ پہنچو تم	اَجَلًا۔ مدت	مُّسَمًّى۔ مقرر کو	وَ۔ اور
لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم	تَعْقِلُوْنَ۔ سوچو	هُوَ۔ وہ	الَّذِيْ۔ وہ ہے جو
يُحْيٖ۔ زندہ کرتا ہے	وَ۔ اور	يُمِيْتُ۔ مارتا ہے	فَاِذَا۔ تو جب
قَضٰى۔ فیصلہ کرتا ہے	اَمْرًا۔ کسی کام کا	فَاِنَّمَا۔ تو اسکے سوا نہیں	يَقُوْلُ۔ کہتا ہے
لَهٗ۔ اس کو	كُنْ۔ ہوجا	فَيَكُوْنُ۔ تو ہوجاتا ہے۔	

حلِّ لغاتِ نادرہ

مُبْصِرًا۔ آنکھیں کھولنے کے لیے یعنی جاگنے کے لیے تاکہ کاروبار کرسکیں۔

لِتَسْكُنُوْا۔ تاکہ تم سکون پکڑو یعنی دن بھر کی محنت سے جو دماغ تھک گیا ہے اسے سکون نصیب ہو کر تازہ ہوجائے

تُؤْفَكُوْنَ۔ اس کا مادہ افک ہے جس کے معنی راغب فرماتے ہیں يُصْرَفُوْنَ عَنِ الْحَقِّ فِي الْاِعْتِقَادِ اِلَى الْبَاطِلِ حق سے انحراف کرنا اور باطل کی طرف جھکنا جس کے حاصل معنی اوندھے پڑنے کے ہیں۔

تَدْعُوْنَ۔ اَیْ تَعْبُدُوْنَ۔ پوجتے ہو تم۔ اس کے علاوہ حسب موقعہ نداء وغیرہ کے بھی معنی ہوتے ہیں۔

مختصر تفسیر ساتواں رکوع سورۃ مؤمن پ۲۴

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو تمہارے کام کاج کے لیے جاگتا رکھا بے شک اللہ فضل والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکرگزار نہیں ہوتے۔

مفہوم آیت واضح ہے کہ انسان کام کرتے ہوئے جب تھک جاتا ہے تو محتاج سکون ہوتا ہے۔ تو احتیاج سکون کو پورا کرنے کے لیے رات بنائی تاکہ دن بھر کی دماغی تکان رفع ہو۔ اور دماغ میں سکون آئے

اور صبح تازہ دم اٹھے اور دن اس کے کاروبار کے لیے بنایا کہ وہ اس میں اپنے کام انجام دے اور یہ اللہ کا بڑا فضل ہے لیکن اس فضل الٰہی کو دیکھ کر بھی انسانوں میں بہت سے ناشکرے ہیں اور یہ اکثر الناس جنہیں لَا یَشْکُرُوْنَ کہا گیا۔ ان سے مراد کفار و مشرکین ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ۔ یہی اللہ ہے جو ہر شئے کا پیدا فرمانے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو تم حق سے بھٹک کر کہاں قعر ضلالت میں پڑ رہے ہو۔

کَذٰلِکَ یُؤْفَکُ الَّذِیْنَ کَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ۔ ایسے ہی بھٹکنے والے اور باطل کی طرف اوندھے جانے والے اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

اور وہ حق سے انحراف کرتے ہیں باوجود اس کے کہ ان پر دلائل قائم ہو چکے ہیں۔ لیکن حق کوشی کے باطل کوشی کرتے ہیں۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ وَرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو قرار بنایا اور آسمان کو چھت کیا اور تمہیں صورتیں دیں تو اچھی صورتوں میں تمہاری تخلیق فرمائی اور پاک چیزیں تمہارے لیے روزی فرمائیں یہ ہے اللہ جو تمہارا رب ہے تو برکت والی ہے وہ ذات جو رب ہے تمام عالموں کی۔

مفہوم آیت واضح ہے کہ انسان کے ہر عضو کو موزونیت کے ساتھ بنا کر رکھا اور اس کی تصویر تمام مخلوق کی صورتوں سے افضل و بہتر بنائی چرند پرند اور جملہ دابۃ الارض اور حشرات الارض سے وہ بہتر اور افضل ہے اسی لیے اس کو بنا کر اشرف مخلوقات قرار دیا۔ عقل دی تو ایسی کہ کسی مخلوق کو وہ عقل نہ ملی۔ قوت دی تو ایسی کہ حیوانات میں سب سے خطرناک حیوان مفترس بھی اس سے خائف ہے اور وہ سب پر غالب۔ حتیٰ کہ دماغ کے ایک گوشہ میں انسان کو ایسا دفتر عطا ہوا کہ جس میں ہر چیز کا نقشہ اس کا ذہن بناتا ہے اور ہر قسم کی ایجادات میں کامیاب ہے۔

ریل گاڑی سے لے کر موٹر کار ایروپلین حتیٰ کہ راکٹ تک اسی کے اختراعات ہیں اور ایجادات میں اتنا کامیاب ہے کہ جس چیز کا تصور کر رہا ہے وہ بنی نہیں ہے کبھی سوئی سے دھاگہ پرو کر کپڑے سلتے تھے آج اسی کے دماغ کا اختراع ہے کہ جو کام دن بھر میں بمشکل ادا ہو سکتا تھا وہ گھنٹہ بھر میں اس ایجاد کی بدولت تیار کر لیتا ہے۔ کبھی ایک قمیص دن بھر میں سلتی تھی اب وہ ایک گھنٹہ میں تیار ہو تو دیر میں اس کی تیاری مانی جاتی ہے۔ کبھی لاہور سے کراچی پہنچنے کے لیے مہینوں پہلے اہتمام ہوتے تھے اور اعزا و اقربا

سے وداع ہو کر ایسے جاتے تھے کہ دوبارہ ملنے کی امید کم رہتی تھی۔ اب دیر کی سواری سے جاؤ تو دوسرے دن کراچی پہنچ جاتی ہے اور اگر ایروپلین سے جاؤ تو صبح روانہ ہو کر آٹھ بجے پہنچ کر کام کر کے شام کو آٹھ بجے گھر واپس آ سکتے ہیں۔ گویا اب ہزار دو ہزار میل کا سفر جو مہینوں میں پورا ہونے والا ہوتا تھا وہ گھنٹوں میں ختم ہو جاتا ہے۔ یہ سب انسان کے دماغی اختراع ہی کا نتیجہ ہے اسی کی وجہ سے اب راکٹ کے ذریعہ لاکھوں میل جانے کی تیاریاں کر رہا ہے حتی کہ چاند سورج کی آبادیوں میں پہنچ جانے کی سعی میں دیوانہ وار کوشاں ہے اسی لیے اجمالاً فرمایا فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ آگے ارشاد ہے جس میں اللہ تعالے اپنے خالق و رازق ہونے کی طرف متوجہ کرتا ہے اور فرماتا ہے۔

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ وہ زندہ ہے اور قدیم ازلی ابدی، سرمدی کوئی معبود نہیں مگر وہی تو پوجو اسے خالص اس کے بندے ہو کر سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے تمام عالموں کا۔

اس میں تعلیم توحید دی گئی اور انسان کو متوجہ کیا گیا کہ پوجا کے لیے شجر و حجر شمس و قمر کواکب سیارہ ہر چیز کے مقابلہ میں ... ایک وحدہ لاشریک ہی لائق عبادت ہے اور اس کے سوا غیر کے پرستار مشرک نابکار ہیں۔ آگے اپنے حبیب لبیب جناب مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کو ارشاد ہے۔

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اے حبیب فرما دیجئے کہ میں منع کیا گیا ہوں اس سے کہ پوجوں ان کو جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا جبکہ آ چکیں میرے پاس نشانیاں روشن میرے رب کی طرف سے اور میں حکم کیا گیا ہوں کہ جھکوں اس رب کی طرف جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے۔

آیت کریمہ میں اللہ تعالے نے اپنی شیون قدرت ظاہر فرمانے کے لیے اپنے حبیب جناب مصطفی کی زبان سے اعلان کرایا اور فرمایا کہ متبعین خاص وہی ہیں جو رب العالمین کے حضور جھکے رہیں آگے ارشاد ہے جس میں اللہ تعالے نے حقیقت انسانی واضح کی اور بتایا کہ نیست سے ہست کر دینا یہ ہمارا ہی کام ہے اور تقلیب ایمان کی قوت بلا عطائے غیر ہم میں ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ وہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تر مٹی سے پھر نطفہ اور پھر جمے ہوئے خون سے پھر تم کو بچے کی شکل میں نکالتا ہے پھر تمہیں چھوڑتا ہے کہ پہنچو تم اپنے بلوغ کو پھر چھوڑتا ہے تاکہ ہو جاؤ تم بوڑھے اور بعض تم میں سے وہ ہیں جنکو

ان سے پہلے موت آ گئی تاکہ پہنچو تم اپنی عمر طبعی کی مدت تک۔ اور تاکہ تم عقل حاصل کرو۔
تخلیق من التراب آدم علیہ السلام کی تھی اور باقی تمام مخلوق نطفہ یعنی قطرۂ منی سے پیدا کی گئی پھر قطرۂ منی کی کیفیت بدلی تو وہ خون منجمد ہو گیا۔ پھر مضغہ ہو کر رحم مادر میں جنین بن کر نوماہ نشوونما پاتا رہا پھر بطن سے باہر آ کر اس کا نام طفل ہو گیا پھر ایام رضاعت میں وہ رضیع کہلایا حتی کہ شاب یعنی جوان یا شیب یعنی بوڑھا ہو گیا۔
اور پھر قبر میں جا کر مغفور یا مقہور ہو گیا۔
اس کیفیت کو بیان کرنے کے لیے فرمایا کہ ہم نے تمہارے جد اعلیٰ آدم علیہ السلام کو تو مٹی سے بنایا اور ان کی ذریت کو قطرہ منی سے تخلیق کیا اور پھر جوان یا بوڑھا کر کے قبر میں بھیجا اور قبر میں اعمال صالحہ کے بدلے مغفور ہوا اور اعمال طالح کے بدلے مقہور ہو گیا اور انہی میں سے بعض کی عمر کوتاہ تھی وہ پیدا ہوتے ہی مر گئے یا کچھ دن دنیا کی ہوا کھا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ یہ سب مرنا جینا کم عمری میں یا دراز عمری میں یہ عمر طبعی کے ماتحت ہوتا ہے کوئی کسی کی عمر کو گھٹا بڑھا نہیں سکتا۔ البتہ دعاؤں میں یہ اثر ضرور ہے کہ دراز عمر کوتاہ عمر ہو جائے اور کوتاہ عمر دراز عمری میں نشوونما پائے۔ آگے ارشاد ہے۔
هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۔ وہی ذات ہے جو ہمیں زندہ رکھتی ہے اور مارتی ہے تو جب حکم پورا ہو جائے تو وہاں سے فرمایا جاتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔
گویا تمام اختیارات قدرت قبضہ قدرت الٰہی میں ہیں کسی کو اس میں دم مارنے کی اجازت نہیں۔
حتی کہ جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صاحبزادے ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر یہی فرماتے رہے اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا بِمَا یَرْضٰی بِهٖ رَبُّنَا۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی ہیں اور دل غمگین ہے لیکن ہم نہیں کہیں گے کوئی لفظ مگر وہی جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ یَا اِبْرَاهِیْمُ اِنَّا بِفِرَاقِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی سے بیشک غمگین ہیں۔
تو معلوم ہوا کہ جب مختار کل فی الکل اس مقام پر یہ شان دکھا رہے ہیں تو کسی اور کی کیا مجال جو دم مار سکے۔ البتہ مقربان خاص محبوبان ذی اختصاص اگر چاہیں تو ؎

تیر جستہ باز گرداند ز راہ!

کا مظاہرہ فرما سکتے ہیں۔ مولانا معنوی اپنی مثنوی میں فرما رہے ہیں ؎

اولیا را ہست قدرت از الٰہ   تیر جستہ باز گرداند ز راہ

اور دوسری جگہ فرمایا ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

بامحاورہ ترجمہ آٹھواں رکوع سورۃ مومن پ ۲۴

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ
اللّٰهِ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ۝

کیا نہ دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جو مجادلہ کرتے
ہیں اللہ کی آیتوں میں کہاں پھیرے جاتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ
اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ
يَعْلَمُوْنَ ۝

وہ جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی کتاب کو اور جو کچھ ہم
نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا وہ عنقریب جان
لیں گے۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ
يُسْحَبُوْنَ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ
يُسْجَرُوْنَ ۝

جبکہ زنجیریں اور طوق ان کے گلوں میں ہوں گے
گھسیٹے جائیں گے کھولتے پانی میں پھر آگ میں دھکائے
جائیں گے۔

ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ
لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا
كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۝

پھر کہا جائے گا ان سے کہاں ہیں جنہیں اللہ کے سوا
تم شریک بناتے ہو جہنمی کہیں گے وہ ہم سے گم ہو
گئے بلکہ ہم پہلے ہی کسی چیز کو پوجتے ہی نہ تھے ایسے
اللہ گمراہ کر دیتا ہے کافروں کو۔

ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ
الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝

یہ اس کا بدلہ ہے جو تم زمین میں باطل پر خوش ہوتے
تھے اور اس کا بدلہ ہے جس پر تم اتراتے تھے۔

اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

داخل ہو جاؤ تم سب جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ کے
لیے تو بہت برا ہے ٹھکانہ تکبر والوں کا۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَاِمَّا
نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ
اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝

صبر فرمائیے اللہ کا وعدہ سچ ہے تو اگر ہم دکھادیں
تمہیں کچھ وہ چیز جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا
تمہیں پہلے ہی وفات دیدیں تو ہماری ہی طرف وہ
سب لوٹائے جائیں گے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ
مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ

اور بے شک بھیجا ہم نے رسولوں کو آپ سے پہلے
ان میں سے وہ ہیں جن کا ذکر ہم نے آپ پر فرمایا

مَنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝

اور ان میں سے بعض کا قصہ نہیں کیا آپ پر، اور کسی رسول کو نہیں پہنچتا یہ کہ نشانی لائے بغیر اذن الٰہی کے۔ پھر جب حکم الٰہی آئے گا، تو سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اس وقت نقصان میں رہیں گے باطل والے۔

حلِّ لغات

اَلَمْ ۔ کیا نہ	تَرَ ۔ دیکھا آپ نے	اِلَی ۔ طرف	الَّذِیْنَ ۔ ان کی جو
یُجَادِلُوْنَ ۔ جھگڑتے ہیں	فِیْ ۔ بیچ	اٰیٰتِ ۔ آیات	اللّٰہِ ۔ الٰہی کے
اَنّٰی ۔ کہاں	یُصْرَفُوْنَ ۔ پھیرے جاتے ہیں	الَّذِیْنَ ۔ وہ	کَذَّبُوْا ۔ جنہوں نے جھٹلایا
بِالْکِتٰبِ ۔ کتاب کو	وَ ۔ اور	بِمَا ۔ اسکو جو	اَرْسَلْنَا ۔ بھیجا ہم نے
بِہٖ ۔ اسکے ساتھ	رُسُلَنَا ۔ اپنے رسولوں کو	فَسَوْفَ ۔ تو جلدی	یَعْلَمُوْنَ ۔ جان لیں گے
اِذِ ۔ جب	الْاَغْلٰلُ ۔ طوق ہونگے	فِیْ ۔ بیچ	اَعْنَاقِہِمْ ۔ انکی گردنوں کے
وَ ۔ اور	السَّلٰسِلُ ۔ زنجیریں	یُسْحَبُوْنَ ۔ گھسیٹے جائینگے	فِی ۔ بیچ
الْحَمِیْمِ ۔ گرم پانی کے	ثُمَّ ۔ پھر	فِی ۔ بیچ	النَّارِ ۔ آگ کے
یُسْجَرُوْنَ ۔ دھکائے جائیں	ثُمَّ ۔ پھر	قِیْلَ ۔ کہا جائے	لَہُمْ ۔ ان کو
اَیْنَ ۔ کہاں ہیں	مَا ۔ جو	کُنْتُمْ ۔ تھے تم	تُشْرِکُوْنَ ۔ شریک بناتے
مِنْ دُوْنِ ۔ سوا	اللّٰہِ ۔ اللہ کے	قَالُوْا ۔ کہیں گے	ضَلُّوْا ۔ بھول گئے
عَنَّا ۔ ہم کو	بَلْ ۔ بلکہ	لَمْ ۔ نہیں	نَکُنْ ۔ تھے ہم
نَدْعُوْا ۔ پکارتے	مِنْ قَبْلُ ۔ پہلے سے	شَیْئًا ۔ کسی کو	کَذٰلِکَ ۔ ایسے ہی
یُضِلُّ ۔ گمراہ کرتا ہے	اللّٰہُ ۔ اللہ	الْکٰفِرِیْنَ ۔ کافروں کو	ذٰلِکُمْ ۔ یہ
بِمَا ۔ اس لیے کہ	کُنْتُمْ ۔ تم تھے	تَفْرَحُوْنَ ۔ خوش ہوتے	فِی ۔ بیچ
الْاَرْضِ ۔ زمین کے	بِغَیْرِ ۔ بغیر	الْحَقِّ ۔ حق کے	وَ ۔ اور
بِمَا ۔ بدلہ اس کا کہ	کُنْتُمْ ۔ تھے تم	تَمْرَحُوْنَ ۔ اکڑتے	اُدْخُلُوْا ۔ داخل ہو جاؤ

اَبْوَابَ ۔ دروازوں میں	جَهَنَّمَ ۔ جہنم کے	خٰلِدِیْنَ ۔ ہمیشہ رہیں	فِیْهَا ۔ اس میں
فَبِئْسَ ۔ تو برا ہے	مَثْوَى ۔ ٹھکانہ	الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۔ تکبر والوں کا	فَاصْبِرْ ۔ تو صبر کر
اِنَّ ۔ بیشک	وَعْدَ ۔ وعدہ	اللّٰهِ ۔ اللہ کا	حَقٌّ ۔ سچا ہے
فَاِمَّا ۔ تو اگر	نُرِيَنَّكَ ۔ دکھائیں ہم آپ کو	بَعْضَ ۔ بعض حصہ	الَّذِيْ ۔ اس عذاب کا
نَعِدُ ۔ جو وعدہ دیتے ہم	هُمْ ۔ ان کو	اَوْ ۔ یا	نَتَوَفَّيَنَّكَ ۔ ہم آپ کو وفات کریں
فَاِلَيْنَا ۔ تو ہماری طرف	يُرْجَعُوْنَ ۔ لوٹائے جائینگے	وَ ۔ اور	لَقَدْ ۔ بیشک
اَرْسَلْنَا ۔ ہم نے بھیجے	رُسُلًا ۔ رسول	مِنْ قَبْلِكَ ۔ آپ سے پہلے	مِنْهُمْ ۔ ان میں سے
مَنْ ۔ وہ بھی ہیں جو	قَصَصْنَا ۔ بیان کیا ہمنے	عَلَيْكَ ۔ آپ پر	وَ ۔ اور
مِنْهُمْ ۔ ان میں سے	مَنْ ۔ وہ بھی ہیں جو	لَّمْ ۔ نہیں	نَقْصُصْ ۔ بیان کیا ہمنے
عَلَيْكَ ۔ آپ پر	وَ ۔ اور	مَا ۔ نہیں	كَانَ ۔ ہے
لِرَسُوْلٍ ۔ کسی رسول کے لیے	اَنْ ۔ یہ کہ	يَّاْتِيَ ۔ لائے	بِاٰيَةٍ ۔ کوئی نشانی
اِلَّا ۔ مگر	بِاِذْنِ ۔ حکم	اللّٰهِ ۔ خدا سے	فَاِذَا ۔ تو جب
جَآءَ ۔ آئے گا	اَمْرُ ۔ حکم	اللّٰهِ ۔ اللہ کا	قُضِيَ ۔ تو فیصلہ ہوگا
بِالْحَقِّ ۔ انصاف سے	وَ ۔ اور	خَسِرَ ۔ نقصان اٹھائینگے	هُنَالِكَ ۔ اس جگہ
الْمُبْطِلُوْنَ ۔ باطل پرست لوگ			

حلِّ لُغاتِ نادرہ

يُصْرَفُوْنَ: پھیرے جاتے ہیں۔

الْاَغْلٰلُ: غُل کی جمع ہے جس کے معنی طوق کے آتے ہیں

السَّلٰسِلُ: جمع سلسلہ بمعنی زنجیر

يُسْحَبُوْنَ: کھینچنے اور گھسیٹنے کے معنی آتے ہیں

يُسْجَرُوْنَ۔ انگیٹھی دھکانے کے معنی دیتا ہے۔

تَمْرَحُوْنَ: مرح سے اترانے کے معنی دیتا ہے

مَثْوٰى: ٹھکانے کے معنی دیتا ہے۔

مختصر تفسیر آٹھواں رکوع سورۂ مومن پ۲۴

اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْ اٰیٰتِ اللّٰہِ اَنّٰی یُصْرَفُوْنَ ۔ اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِالْکِتٰبِ وَبِمَا اَرْسَلْنَا بِہٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۔ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِہِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۔ کیا نہیں دیکھا تم نے انھیں جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ کی آیتوں میں کہاں پلٹے جارہے ہیں وہ جو جھٹلاتے ہیں کتاب کو اور اس کو جو ہم نے رسولوں کو بھیجے وہ عنقریب جان لیں گے جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں گھسیٹے جائیں گے کھولتے پانی میں پھر آگ میں جھلسائے جائیں گے۔

قرآن کریم کی آیتیں جھٹلانے والے اور کتاب کی تکذیب کرنے والے اور انبیاء و رسل کے منکر کے لیے وعید ہے کہ ان کے گلوں میں طوق پڑے ہوں گے اور زنجیروں سے ان کو گھسیٹا جائے گا اور کھولتے پانی میں انہیں ڈال کر پھر آگ میں انہیں جھلس دیا جائے گا۔ پھر ارشاد ہے۔

ثُمَّ قِیْلَ لَہُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَکُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْئًا کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ الْکٰفِرِیْنَ ۔ پھر کہا جائے گا ان سے کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے وہ کہیں گے کہ ہم سے وہ گم ہوگئے بلکہ ہم تو پہلے ہی سے کچھ پوجتے نہ تھے اللہ تعالے یونہی کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔

بتوں کی پرستش کا انکار کرنے پر ان کے سامنے بت حاضر کیے جائیں گے اور کفار سے فرمایا جائے گا کہ تم اور تمہارے یہ معبود سب جہنم کا ایندھن ہو۔ بعض مفسرین نے کہا کہ جہنمیوں کا یہ کہنا کہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے اس کے یہ معنی ہیں اب ہمیں ظاہر ہوگیا کہ جنہیں ہم پوجتے تھے وہ کچھ نہ تھے کہ کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتے پھر آگے ارشاد ہے۔

ذٰلِکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا کُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو تم زمین میں ناحق خوش ہوتے تھے اور اس کا بدلہ ہے جس پر کہ تم اتراتے تھے

یعنی بتوں کی پوجا جو خالص نامعقولیت تھی اس پر خوش تھے اور اس پرستاری پر اتراتے تھے اس کا بدلہ وہی تھا جو قرآن کریم نے فرمایا۔

اُدْخُلُوْا اَبْوَابَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا فَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ ۔ یعنی جہنم میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ کے لیے اسی میں رہو متکبر اور سرکشوں کا ٹھکانہ ایسا ہی برا ہے۔

کہ انہوں نے باطل کو قبول کیا اور حق کو چھوڑ کر تکبر میں رہے۔ آگے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے اور یقین دلایا ہے کہ سرکشوں کا اور مشرک متکبروں کا یقیناً برا ٹھکانہ ہے چنانچہ ارشاد ہے

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ۔

تو صبر فرمائیے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو اگر دکھلا دیں ہم تمہیں ان بعض چیزوں کو جن کا وعدہ کیا ہے یا وفات دیں ہم آپ کو تو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

گویا فرمایا گیا ہے کہ جنگ بدر میں جو ذلتیں کفار کو ہوئیں اور بعد مرنے کے جو کچھ ان پر آئے گا ان سب کو ہماری طرف ہی آکر دیکھیں گے یعنی قیامت کے بعد ان کے عذاب و نکال کا نقشہ ان کے سامنے آجائے گا۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ مِنْھُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْھُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ فَاِذَا جَاءَ اَمْرُ اللّٰہِ قُضِیَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ ھُنَالِکَ الْمُبْطِلُوْنَ

اور بے شک بھیجے ہم نے اپنے رسول آپ سے پہلے جن کا احوال آپ پر بیان کر دیا اور بعض وہ ہیں جن کا احوال قرآن نے بیان نہیں فرمایا اور کوئی رسول ایسا نہیں جو کوئی آیت بغیر ہمارے حکم کے لائے تو جب آئے گا حکم اللہ کا تو سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور نقصان و خسران میں باطل والے رہینگے۔

آیہ کریمہ میں قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْھُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ جو فرمایا اس میں اجمال کی وجہ سے پڑھنے والے کو یہ شبہ پڑتا ہے کہ بہت سے انبیاء کے حالات حضور کو بتائے گئے اور بعض نہیں بتائے گئے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور کو تمام انبیاء کا علم نہیں حالانکہ یہاں قائل اس امر کی وضاحت کر رہا ہے کہ ہم نے اپنے حبیب کو ان کا علم بھی دیا جن کا حال قرآن کریم میں اجمالاً بیان ہوا اور وہ علم بھی دیا جس کا علم قرآن کریم میں بالوضاحت نہیں۔ معلوم ہوا کہ علم مصطفی کی شان وہی ہے جو علامہ بوصیری نے اپنے قصیدہ میں بیان کی حیث

قال فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یعنی حضور کے خوان کرم سے دنیا بھی ایک حصہ ہے اور علم مصطفی سے لوح و قلم بھی ایک جزو ہے۔

تو معلوم ہوا کہ علم مصطفی علیہ التحیۃ والثناء مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ پر حاوی ہے۔ دنیا کا کوئی ذرہ نہیں چمکتا اور لو ٹی کا کوئی پتہ نہیں کھڑکتا مگر علم مصطفی اس پر حاوی ہے۔ تو آیت کریمہ کا مفہوم واضح یہ نکلا کہ اے محبوب ہم نے جتنے اپنے رسول بھیجے ان کا احوال قرآن کریم میں بیان کیا مگر بعض وہ ہیں کہ قرآن کریم میں ان کا احوال بیان نہیں فرمایا اور آپ کے بیان پر اسے موقوف کیا تاکہ آپ کی وسعت علم دنیا پر دنیا میں اہل دنیا کے سامنے واضح ہو اور منکرین وسعت علم مصطفی کو دیکھ کر انگشت بدنداں متحیر ہو کر رہ جائیں اور سمجھ لیں کہ قرآن کریم کے

علم کی وسعت وفسحت۔ علم مصطفیٰ پر یہی روشن ہے اور علم مصطفیٰ کی وسعت اتنی ہے کہ اس کو شپرہ چشم تو کیا دیکھ سکتا ہے۔ اہل عقل بھی اس تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا

وَكُلُّ الْعِلْمِ فِي الْقُرْاٰنِ لٰكِنْ ‏ تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

اس بحث کو تفصیل کے ساتھ سورہ جن میں ہم واضح کریں گے۔ باقتضائے ضرورت حسب موقعہ کچھ اجمالاً یہاں بیان کردیا۔ وللہ الحمد

بامحاورہ ترجمہ نواں رکوع سورہ مومن پ۲۴

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ٥

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے چارپائے بنائے تاکہ ان میں سے بعض پر سواری کرو اور بعض کا گوشت کھاؤ۔

وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ٥

اور ان میں تمہارے لیے بہت سے نفعے ہیں اور تاکہ پہنچو تم ان کے اوپر سوار ہو کر اپنی ضرورتوں کو اور دلی مرادوں کو اور ان پر اور کشتیوں پر بار برداری کرو۔

وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ٥

وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو کونسی نشانی سے تم انکار کرو گے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَا اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٥

کیا نہیں سیر کی تم نے زمین میں کہ دیکھتے کیا ہوا انجام اگلوں کا جو ان سے بہت تھے اور شدید ترین تھے قوت میں اور ان کی نشانیاں زمین میں ہیں تو نہیں مستغنی کر سکا وہ کام جو وہ کرتے تھے۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ٥

تو جب لائے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں تو وہ خوش رہے اس چیز سے جو ان کے پاس علم سے تھا اور پلٹ گیا وہ چیز جس کا استہزاء کیا کرتے تھے۔

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْا اٰمَنَّا

تو جب دیکھا انہوں نے ہمارے عذاب کو بولے

بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ
مُشْرِكِيْنَ ۝
فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا
بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ
فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ
الْكٰفِرُوْنَ ۝

ہم ایمان لائے اللہ پر جو ایک ہے اور انکار کیا ہم نے اس سے جس پر ہم شرک کرتے تھے۔
تو نہ ہوا نفع دینے والا ان کا وہ ایمان جب دیکھ چکے وہ ہمارے عذاب کو یہ وہ ہے طریقہ اللہ کا جو پہلے سے اس کے بندوں میں رائج تھا اور نقصان وخسران میں رہے اس وقت کافر۔

حلِ لُغات

اَللّٰهُ۔ اللہ	الَّذِیْ۔ وہ ہے جس نے	جَعَلَ۔ بنائے	لَكُمُ۔ تمہارے لیے
الْاَنْعَامَ۔ چارپائے	لِتَرْكَبُوْا۔ تاکہ تم سوار ہو	مِنْهَا۔ ان میں سے بعض پر	وَ۔ اور
مِنْهَا۔ بعض کو	تَاْكُلُوْنَ۔ کھاؤ	وَ۔ اور	لَكُمْ۔ تمہارے لیے
فِیْهَا۔ اس میں	مَنَافِعُ۔ نفعے ہیں	وَ۔ اور	لِتَبْلُغُوْا۔ تاکہ پہنچو
عَلَیْهَا۔ اس پر	حَاجَةً۔ ضرورت کو جو	فِیْ۔ بیچ	صُدُوْرِ۔ سینوں
كُمْ۔ تمہارے کے ہے	وَ۔ اور	عَلَیْهَا۔ اس پر	وَ۔ اور
عَلَی۔ اوپر	الْفُلْكِ۔ کشتی کے	تُحْمَلُوْنَ۔ اٹھائے جاتے ہو	وَ۔ اور
یُرِیْكُمْ۔ دکھاتا ہے تم کو	اٰیٰتِهٖ۔ اپنی نشانیاں	فَاَیَّ۔ تو کونسی	اٰیٰتِ۔ نشانی
اللّٰهِ۔ اللہ کی کا	تُنْكِرُوْنَ۔ انکار کرتے ہو	اَفَلَمْ۔ کیا نہیں	یَسِیْرُوْا۔ پھرے وہ
فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	فَیَنْظُرُوْا۔ کہ دیکھیں	كَیْفَ۔ کیسا
كَانَ۔ ہوا	عَاقِبَةُ۔ انجام	الَّذِیْنَ۔ ان کا	مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جو ان سے پہلے تھے
كَانُوْا۔ تھے وہ	اَكْثَرَ۔ زیادہ	مِنْهُمْ۔ ان سے	وَ۔ اور
اَشَدَّ۔ سخت	قُوَّةً۔ قوت میں	وَّ۔ اور	اٰثَارًا۔ نشان میں انکے
فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	فَمَا۔ تو نہ	اَغْنٰی۔ کام آیا
عَنْهُمْ۔ ان کے	مَّا۔ جو	كَانُوْا۔ تھے وہ	یَكْسِبُوْنَ۔ کرتے
فَلَمَّا۔ تو جب	جَآءَتْهُمْ۔ آئے انکے پاس	رُسُلُهُمْ۔ ان کے رسول	بِالْبَیِّنٰتِ۔ دلائل کے ساتھ

فرحوا۔ خوش ہوئے	بما۔ اس پر جو	عندک۔ پاس	ھُم۔ انکے تھا
من العلم۔ علم	و۔ اور	حاق۔ گھیر لیا	بہم۔ ان کو
مما۔ اس سے کہ	کانوا۔ تھے	بہ۔ اس کا	یستھزءون۔ مذاق اڑاتے
فلما۔ پھر جب	راوا۔ دیکھا انہوں نے	باسنا۔ ہمارا عذاب	قالوا۔ تو بولے
امنا۔ ایمان لائے ہم	باللہ۔ اللہ پر	وحدہ۔ اکیلے پر	و۔ اور
کفرنا۔ انکار کیا ہم نے	بما۔ اس کا	کنا۔ کہ تھے ہم	بہ۔ اس کے ساتھ
مشرکین۔ شریک ٹھہراتے	فلم۔ تو نہ	یک۔ ہوا کہ	ینفعھم۔ نفع دیتا ان کو
ایمانھم۔ ان کا ایمان	لما۔ جب	راوا۔ دیکھا انہوں نے	باسنا۔ ہمارا عذاب
سنت۔ یہی طریقہ ہے	اللہ۔ اللہ کا	التی۔ جو	قد۔ بیشک
خلت۔ گذر چکا	فی۔ بیچ	عبادہ۔ اسکے بندوں کے	و۔ اور
خسر۔ نقصان اٹھایا	ھنالک۔ اس جگہ	الکافرون۔ کافروں نے	

حل لغات نادرہ

حاق:۔ لوٹ پڑا

باسنا:۔ ہمارا عذاب

مختصر تفسیر نواں رکوع سورۃ مومن پ ۲۴

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۔ اللہ وہ ہے جس نے بنایا تمہارے لیے چارپائے تاکہ تم سواری کرو ان پر بعض سے اور کھاؤ ان میں سے بعض کو اور تمہارے لیے اس میں بہت سے نفع ہیں اور تاکہ تم ان کی پیٹھ پر اپنی دلی حاجتوں کو پہنچو اور ان پر اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو۔

آیۂ کریمہ میں اللہ جل وعلا شانہ نے اپنی شیئون قدرت میں سے جانوروں کی تخلیق کا مظاہرہ فرمایا اور بتایا کہ ہم نے تمہارے لیے سوار ہونے کو اور وزن لاد کر لے جانے کو گھوڑا گدھا۔ اونٹ ہاتھی

پیدا فرمائے اور بعض وہ چارپائے پیدا کیے جن کا گوشت تمہارے لیے غذا ہے مثلاً بکری دنبہ بھیڑ گائے بھینس اسی وجہ میں یہاں مِنْهَا فرما کر مِنْ تبعیضیہ لائے تاکہ یہ امر واضح ہو جائے کہ ہر چارپایہ نہ حلال ہے نہ وہ سواری کے قابل ہے جیسے بھیڑ بکری یہ صرف کھانے اور دودھ پینے کے کام کی ہیں اور بھینس گائے بیل اونٹ یہ بار برداری کا بھی کام دیتے ہیں اور دودھ کے ذریعہ بھی ہماری نشو ونما میں معاون ہیں اور ان کا گوشت بھی ہم کھا سکتے ہیں۔ گھوڑا گدھا اونٹ ہاتھی بیل یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ ہمیں اور ہمارے سامان کو پہنچانے میں معاون ہیں اور کاشتکاری میں زمین پر ہل بھی چلاتے ہیں۔ بوجھ بھی اٹھاتے ہیں اور ہم کو سواری کا کام بھی دیتے ہیں۔

غرض یہ کہ مِنْ تبعیضیہ نے یہ واضح کر دیا کہ بعض چارپائے کھانے کے کام کے ہیں اور بعض بار برداری اور سواری کے کام میں آتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کا نجس العین اور حرام قطعی ہونا واضح ہے جیسے سُور، کتا بلی، شیر، چیتا، ریچھ وغیرہ کہ یہ حرام قطعی ہیں ان کا گوشت بھی حرام ان کا پسینہ بھی نجس مگر ہماری خدمات کے لیے انہیں بھی بنایا گیا مثلاً سور کہ نجاستوں بول و براز وغیرہ کو صاف کرتا ہے اور خود کھا جاتا ہے۔ ریچھ اور شیر چیتا بلی۔ لومڑی ان میں سے بعض ہماری رکھوالی کرتے ہیں اور بعض چوہوں کو مار کر ہم کو محفوظ کرتے ہیں۔

غرض یہ کہ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ سے ہر چارپائے میں نفع اور ہمارے لیے محافظت اور دشمن کے مقابلہ میں پیش پیش آنے کے لیے درندے اور پرندے سب پیدا فرمائے اور دریاؤں میں پشت دریا کو کھوند کر مشرق سے مغرب پہنچانے کے لیے کشتیاں اور آگبوٹ پیدا فرما دیے۔ تو جنگل کی لکڑیوں اور کان سے لوہا تانبا وغیرہ نکال کر انہیں پانی پر تیرا دیا اور اس کو ہماری سواری کے لیے بنایا۔ اسی طرح فضاء ہوائیہ میں پرواز کرنے کے لیے لکڑی۔ تانبا۔ لوہا۔ المونیم وغیرہ کے ذریعہ ہمیں قوت عطا فرمائی جسے ہم اپنی زبان میں کہیں ایروپلین کہتے ہیں کہیں ریل گاڑی کہتے ہیں ان سب کا مجموعہ شیون قدرت کے مظاہر کے لیے ہمارے سامنے رکھ دیا اور فرما دیا کہ یہ سب کچھ ہم نے پیدا کیے اور تمہارے لیے بنائے اور تم کو اس سے بہت سے نفع پہنچتے ہیں چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

وَيُرِيكُمْ اٰيَاتِهٖ فَاَيَّ اٰيَاتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ۔ اللہ وہ اللہ ہے جو اپنی نشانیاں شیون قدرت کی انہیں دکھاتا ہے تو کس کس نشانی کا تم انکار کرو گے۔

کہیں فرمایا کہ ہمارے کون سے احسان کو جھٹلاؤ گے جیسا کہ سورۂ رحمان میں فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ فرمایا۔ کہیں فرمایا کونسی بات پر تم بعد میں ایمان لاؤ گے فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ غرض کہ وہ رحیم و کریم حیات دنیا میں نئے نئے عنوان سے اپنے بندوں کو اپنا تعارف کرا رہا ہے۔ اور دعوت ایمان

اور اسلام اپنے رسولوں کے ذریعہ دے رہا ہے آگے پھر ارشاد ہے جس سے دنیا کی سیر کر کے انسان قدرت کاملہ کا معترف بنتا ہے چنانچہ فرمایا۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ وہ دیکھتے کہ کیا ہوا انجام ان سے پہلوں کا۔ جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور طاقت میں بھی سخت تھے اور ان کے نشان زمین میں موجود ہیں تو ان کے کچھ کام نہ آیا ان کا کمایا ہوا۔

مشرکین مکہ کو عبرت دلانے کے لیے قوم عاد وثمود وغیرہ کے حالات کی طرف متوجہ کیا گیا اور بتایا کہ ان سے زیادہ طاقت اور قوت میں تم نہیں انہوں نے پہاڑوں کو کھود کر عمارتیں بنوائیں تم زمین پر کچی عمارتوں میں آباد رہ کر ہی گذارہ کر رہے ہو۔ انہوں نے جب انبیاء ورسل سے مخالفت کی تو عذاب الٰہی نے ان کو نیست ونابود کر دیا۔ ان کی عمارتوں کے نشانات اور آبادیوں کے آثار ملک شام میں اب تک موجود ہیں تو تمہارا تمرد وفسادت تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟ جبکہ ان کی سرکشی اور بغاوت ان کی مدد نہ کر سکی۔ گویا یہ فرمایا گیا کہ اگر یہ لوگ زمین میں سیر کریں تو انہیں معلوم ہو کہ پہلوں کے تمرد اور سرکشی کا کیا انجام ہوا۔ وہ کس طرح ہلاک وبرباد کیے گئے۔ ان کا مال ان کی کثرت تعداد اور ان کی قوت ان کے کچھ کام نہ آسکی اور عذاب الٰہی کے آگے وہ کچھ نہ کر سکے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ پھر جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ اپنے معلومات پر اتراتے رہے اور انہی پر الٹ پڑا جس کی ہنسی وہ اڑاتے تھے۔

یعنی انبیاء کرام جو چیزیں لائے اور جو نشانیاں انہوں نے حقانیت اسلام کی پیش کیں ان کی طرف التفات نہ کیا اور اپنی معلومات جو درحقیقت جہل خالص تھیں اس پر اتراتے رہے تو نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر عذاب الٰہی آیا اور ان کے استہزاء کی سزا انہیں ملی آگے ارشاد ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ۔

پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو بولے ہم ایمان لائے اللہ کی وحدانیت پر اور انکار کرتے ہیں ہم اس سے جسے ہم اللہ کا شریک بناتے تھے تو نہ ہوا نفع دینے والا ان کا یہ ایمان جبکہ وہ دیکھ چکے ہمارے عذاب کو یہ طریقہ ہے اللہ کا جو اس کے بندوں میں پہلے سے گزر چکا ہے اور نقصان وخسران میں رہے

وہاں کفر کرنے والے۔
اس لیے کہ عذاب سے پہلے پہلے توبہ قبول ہو جاتی ہے اور عذاب آجانے کے بعد تو ہر سرکش متمرد توبہ کے لیے تیار ہو جاتا ہے لیکن عذاب کے نزول کے بعد عذاب ہی ہوتا ہے اور ان کا ایمان لانا انہیں فائدہ نہیں دیتا چنانچہ ایسا ایمان تو مدعی خداوندی فرعون لعین نے بھی قبول کیا تو اس پر وہ ایمان قبول نہیں فرمایا گیا اور ارشاد ہوا آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ۔ یعنی ہمارے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرتا ہوا جب تو قلزم نیل میں پھنس گیا تو اس وقت تجھے توبہ کی سوجھی اور اس سے پہلے پہلے تو زمین میں پورا فسادی تھا۔ لہٰذا یہ تیری توبہ مردود ہے۔
ایسے ہی یہاں ارشاد ہوا کہ جب سرکشوں نے انبیاء و رسل کی نہ مانی اور مخالفت میں کوئی کسر اٹھا رکھی۔ تو ہماری طرف سے ان پر عذاب آیا۔ جب عذاب دیکھ لیا اور اس کے مقابلہ کی تاب نہ رہی تو کہنے لگے کہ ہم اب ایمان لاتے ہیں اور جنہیں اللہ کا شریک بنایا تھا اس سے انکار کرتے ہیں۔ مگر یہ ایمان چونکہ بعد نزول عذاب تھا اس لیے لَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ فرما کر مسترد کر دیا اور بتا دیا کہ اللہ کا قانون یہی ہے کہ نزول عذاب سے پہلے توبہ قبول ہو جاتی ہے اور وہ قوم عذاب سے محفوظ کر دی جاتی ہے جیسے قوم یونس علیہ السلام اور جب عذاب آجائے تو اس کے بعد کتنی ہی توبہ کریں وہ نامقبول ہے اور اس عذاب میں ان پر نقصان و خسران اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے اور وہ ہلاک کر دیے جاتے ہیں۔

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة ۴۱

اس میں چھ رکوع پچاس آیتیں ہیں اس کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سُوْرَةُ حٰمٓ السجدہ پ ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝ — اے حامد اور اے محمود

تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ — یہ اتارا ہوا ہے بڑے رحم والے مہربان کا۔

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا — یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل بیان فرمائی

عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ٥
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ
لَا يَسْمَعُوْنَ ٥

گئیں قرآن زبان عربی میں عقل والوں کو۔ خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا ہے تو منحرف ہوئے اکثر تو وہ سنتے ہی نہیں۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ
اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ
بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا
عٰمِلُوْنَ ٥

اور بولے ہمارے دل غلاف میں ہیں جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں بہرہ پن ہے اور ہم میں اور تم میں پردہ ہے تم اپنا عمل کرو ہم اپنے کام میں ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ
وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ٥

اے حبیب فرما دو کہ میں آدمی ہونے میں تمہاری ہی مثل ہوں۔ میری طرف اللہ کی وحی آتی ہے کہ میرا اور تمہارا خدا ایک ہے تو اس کے حضور سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور خرابی ہے ان مشرکوں کے لیے۔

الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ
بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ٥

جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ٥

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے بے انتہا ثواب ہے۔

حلِّ لغات

حٰمٓ۔ اے حامد اے محمود	تَنْزِيْلٌ۔ اتاری گئی ہے	مِّنَ الرَّحْمٰنِ بڑے رحم والے	الرَّحِيْمِ۔ مہربان سے
كِتٰبٌ۔ یہ کتاب ہے کہ	فُصِّلَتْ۔ مفصل ہیں	اٰيٰتُهٗ۔ اسکی آیتیں	قُرْاٰنًا۔ قرآن
عَرَبِيًّا۔ عربی زبان میں	لِّقَوْمٍ۔ واسطے قوم	يَّعْلَمُوْنَ۔ علم والی کے	بَشِيْرًا۔ خوشخبری دینے والا
وَّ۔ اور	نَذِيْرًا۔ ڈرانے والا	فَاَعْرَضَ۔ تو منہ پھیرا	اَكْثَرُ۔ اکثر
هُمْ۔ ان کے نے	فَهُمْ۔ تو وہ	لَا۔ نہیں	يَسْمَعُوْنَ۔ سننے
وَ۔ اور	قَالُوْا۔ بولے	قُلُوْبُنَا۔ ہمارے دل	فِيْ۔ بیچ

اَكِنَّةٍ ۔ پردے کے ہیں	مِّمَّا ۔ اس سے جو	تَدْعُوْ ۔ بلاتا ہے	نَا ۔ ہم کو
اِلَيْهِ ۔ اس کی طرف	وَ ۔ اور	فِيْ ۔ بیچ	اٰذَانِنَا ۔ ہمارے کانوں کے
وَقْرٌ ۔ بوجھ ہے	وَّ ۔ اور	مِنْۢ بَيْنِنَا ۔ ہمارے درمیان	وَ ۔ اور
بَيْنِكَ ۔ تیرے درمیان	حِجَابٌ ۔ پردہ ہے	فَاعْمَلْ ۔ تو عمل کر	اِنَّنَا ۔ بیشک ہم
عٰمِلُوْنَ ۔ عمل کرنیوالے ہیں	قُلْ ۔ کہہ	اِنَّمَا ۔ اسکے سوا نہیں	اَنَا ۔ میں
بَشَرٌ ۔ آدمی ہوں	مِّثْلُكُمْ ۔ تمہارے جیسا	يُوْحٰى ۔ وحی کی جاتی ہے	اِلَيَّ ۔ میری طرف
اَنَّمَا ۔ کہ یقینا	اِلٰهُكُمْ ۔ تمہارا خدا	اِلٰهٌ ۔ خدا	وَّاحِدٌ ۔ ایک ہے
فَاسْتَقِيْمُوْٓا ۔ تو سیدھے رہو	اِلَيْهِ ۔ اس کی طرف	وَ ۔ اور	اسْتَغْفِرُوْهُ ۔ بخشش مانگو اس سے
وَ ۔ اور	وَيْلٌ ۔ خرابی ہے	لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۔ مشرکوں کیلئے	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو
لَا ۔ نہیں	يُؤْتُوْنَ ۔ دیتے	الزَّكٰوةَ ۔ زکوٰۃ	وَ ۔ اور
هُمْ ۔ وہ	بِالْاٰخِرَةِ ۔ آخرت کا	هُمْ ۔ وہ	كٰفِرُوْنَ ۔ انکار کرتے ہیں
اِنَّ ۔ بیشک	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے	وَ ۔ اور
عَمِلُوا ۔ عمل کیے	الصّٰلِحٰتِ ۔ اچھے	لَهُمْ ۔ ان کے لیے	اَجْرٌ ۔ اجر ہے
غَيْرُ ۔ نہ	مَمْنُوْنٍ ۔ ختم ہونے والا		

حلِّ لُغاتِ نادِرہ

اَكِنَّة: ۔ غلاف کے معنی میں آتا ہے اور اَکِنّہ جمع کنان کی ہے اور کنان کہتے ہیں تیر رکھنے کے تھیلے کو یہاں اکنہ سے مراد (غلاف) پردے ہیں۔

وَقْر: ۔ ثقل سماعت کو کہتے ہیں تو اس کے معنی ہوئے کہ ہمارے کانوں میں ثقل سماعت ہے۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ حٰمٓ السجدۃ ۔ پ ۲۴

حٰمٓ ۔ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ قرآن کریم میں سات آٹھ "حَامِیْم" اور الٓمٓ ۔ الٓمٓرٰ ۔ الٓرٰ ۔ قٓ ۔ نٓ ۔ طٰسٓ ۔ طٰسٓمٓ ۔ یہ تمام مقطعات ہیں جن میں رموز ہیں جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالے کے مابین کھی

گئی ہیں۔ اسی بنا پر مفسرین نے تفسیر بیان کرتے ہوئے جہاں مقطعات آئے وہاں اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ کہہ کر سکوت فرمایا تاکہ حقیقت معنی اللہ تعالےٰ کے علم میں رہے اور جو وہاں سے ملے وہ حضور کے علم میں آئے۔ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ کیوں نہ فرمایا۔ یہ اہل علم پر روشن او رمبرہن ہے کہ علم الٰہی ذاتی غیر عطائی ہے اور علم مصطفیٰ محض عطائی ہے تو واو عاطفہ سے اگر عطف کر دیا جاتا تو علم الٰہی اور علم رسالت پناہی دونوں میں تساوی کا واہمہ پیدا ہو جاتا۔

اس لیے اللہ اعلم کہہ کر علم الٰہی کی طرف اس کے معنی حقیقی منسوب کیے۔ اور علم رسالت پناہی چونکہ ضمناً واضح تھا اس لیے کہ نزول قرآن کا مورد خاص حضور ہی تھے اس لیے ورسولہ اعلم کہنا تحصیل حاصل تھا۔

بہر حال حقیقت معنی تو اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔ رہے معنی تاویلی یہ ہم بھی کر لیتے ہیں جیسے حا میں منادی حامد جناب مصطفیٰ ہیں اور میم میں منادی دوسری صفت کے ساتھ محمود و محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں اپنے حبیب کو حامد و محمود کے خلعت سے مزین فرما کر یا حامد و محمود فرمایا۔ اور اسکے بعد مضمون شروع کیا چنانچہ ارشاد ہوا۔

تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ یہ فرمان خدائے رحمان و رحیم کے حضور سے صادر ہوتا ہے۔ جس کا فلک مصطفیٰ متحمل ہے۔

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۔ یہ قرآن کتاب ہے جس کی باتیں زبان عربی میں تفصیل کے ساتھ سمجھ والوں کے لیے بیان کر دی گئیں یہ تخصیص سمجھ والوں کی یوں کی گئی کہ عرب میں عربی زبان کے بڑے بڑے ماہر ادیب و خطیب تھے۔ مگر جنہیں فہم سلیم ملا اور عقل مستقیم نے رہنمائی کی وہی اس کی طرف جھکے باقی جن کی فصاحت و بلاغت اور ذہانت و ادبیت نے اس طرف رہنمائی نہیں کی وہ گمراہ کے گمراہ ہی رہے جیسے ابو جہل اور مثل اس کے اکثر جہال اور جن کو رہنمائی ہوئی وہ سیدھے اسلام کی طرف آ گئے جیسے نافل کلام حضرت حسان اور مثل ان کے بہت سے تو معلوم ہوا کہ لقوم یعلمون فرما کر ذی فہم اور غیر ذی فہم کی تفریق فرما دی گئی اور یہ امر واضح کر دیا کہ ایمان محض علم سے نہیں آتا اس کے لیے فہم مستقیم اور عقل سلیم کی ضرورت ہے۔

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فرما کر واضح کر دیا کہ کلام الٰہی میں بشارت و نذارت دونوں ہیں مگر ان کے لیے جو فہم سلیم اور عقل مستقیم رکھے۔ چنانچہ فرمایا کہ

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۔ تو منحرف ہوئے اکثر ان کے اور وہ نہیں سنتے تھے۔

یعنی یہ نہ سننا اس معنی میں تھا کہ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۔ ان کے کان

دل آنکھ وغیرہ سب تھے مگر نہ دل میں قبولیت تھی نہ کان میں سماعت نہ آنکھوں میں بصارت صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ کے مصداق تھے آگے ارشاد ہے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ وَ فِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَیْنِنَا وَ بَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ۔ یعنی کافر بولے کہ ہمارے دل غلافوں میں محفوظ ہیں اور ہمارے کان ثقیل السماعت ہیں اور ہمارے آپ کے درمیان وہ حجاب ہے جو مانع سماعت و قبول ہے تو آپ اپنے عمل کیجئے اور ہم اپنے عمل کر رہے ہیں۔

گویا وہ خود معترف ہوئے کہ ہم میں قبولیت کا مادہ نہیں حق نوشی اور حق نیوشی ہمارے اندر نہیں۔ ہم جانوروں کی طرح سنتے دیکھتے ہیں مگر قبولیت اور عمل ہم میں نہیں ہے یہی حجاب ہے جو آپ کے ہمارے مابین ہے لہذا آپ اپنی کیے جائیں ہم اپنی کر رہے ہیں آگے ارشاد ہے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْۤا اِلَیْهِ وَ اسْتَغْفِرُوْهُ وَ وَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ۔ اے محبوب آپ فرمادیں کہ صورت مثالی میں تو میں بھی بشر تمہارے جیسا ہوں مگر میں مورد وحی ہوں اور مجھ سے احکام خداوندی تم تک آتے ہیں اور یہ وحی بھی مجھے آئی کہ میرا اور تمہارا خدا ایک ہے تو اس کی طرف جھکے رہو اور بخشش مانگو اور خرابی ہے شرک کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

آیۂ کریمہ میں رب جل و علا شانہ نے اپنے حبیب جناب سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا۔ قُلْ اے محبوب آپ تواضعاً یہی فرمائیں اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ گویا بطریق حصر انفرادان منکروں کو فرمائیے جو آپ کو بشر کہہ کر چاہتے ہیں کہ ہماری تبلیغ کے لیے ملک آتا (فرشتہ نازل ہوتا) حالانکہ ملک اور فرشتہ اجسام نوری ہونے کی وجہ سے ہمیں نظر بھی نہ آتا اور جب نظر ہی نہ آتا تو تبلیغ کیسے ہوتی۔ اصول تبلیغ میں مجانست صوری اور مشابہت جسمی لازمی ہے۔ اگر انسان بھی انسانی جسم ایسے لے کر آتا کہ اس کا قد و قامت ہی مہیب ہوتا اور جسم و جسمانیت بھی عریض و طویل ہوتی تو اسے دیکھ کر ہمارے دماغ اس سے مانوس نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قامت موزوں، شبیہہ مقبول صورت انسانی میں عطا فرما کر بھیجا تاکہ تبلیغ میں کامیابی ہو۔ اور اسی چیز کو آیۂ کریمہ میں ظاہر کیا اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ میں تو صورت انسانی میں بشر ہی ہوں اور تمہارا مثل ہوں یعنی مماثلت صوری مجھے تمہاری حاصل ہے اگرچہ حقیقتاً میں وہ ہوں کہ جمال الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہوں اور وہاں تک پہنچا ہوں۔ جہاں تک کسی بشر کی رسائی نہیں یعنی مقام جمع تک پہنچ کر دم زدن میں واپس آنا جسے معراج کہا جاتا ہے تو مجھے اپنا جیسا بشر ماننا تو گستاخی ہے۔

البتہ مماثلت صوری کے اعتبار سے ہیں خود ہی تمہیں تواضعاً کہتا ہوں اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اور میرا تمہارا حقیقی فرق جو ہے وہ یہی کم نہیں کہ یُوْحٰی اِلَیَّ مجھے اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے جو ہر بشر کے لیے ناممکن اور محال ہے اور اس وحی میں جو حکم آیا ہے وہ یہی ہے کہ میرا اور تمہارا خدا ایک ہے تاکہ تم افراطِ عقیدت میں مجھے خدا یا جزو خدا نہ کہنے لگو جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہا۔ بنابریں مسئلہ واضح ہے کہ ذاتِ مصطفیٰ مماثلت صوری میں ہمارے لیے الیسا البشر ہے کہ اسکی بشریت کو اپنی بشریت کے مشابہ یا مماثل کہنا خالص گستاخی اور بیدینی ہے۔ البتہ مماثلت صوری میں وہ بشر تھے اور مماثلت حقیقی میں وہ نور تھے۔

اسی وجہ میں شیخ محقق علامہ مدقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ برزخ مصطفیٰ ایک نوعیت کا نہیں ہے بلکہ جب آپ مسند تبلیغ پر جلوہ آرا ہوتے ہیں تو ہمارے مثل جامۂ البشریت میں آتے ہیں اور تبلیغ فرماتے ہیں جب جبریل و میکائیل سے ملتے ہیں تو برزخ ملکی میں جلوہ آرائی ہوتی ہے اور جب رب العزت جلت مجدہ وعز اسمہ کے حضور مقام جمع پر پہنچتے ہیں تو برزخ حقی میں ہوتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل ‏ ‏ خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

تو ہمیں یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ حضور کی ذات اکرم الخلق اور حضور سید عالم ہیں، حضور کا مساوی امتی تو کہاں نبی بھی نہیں وہ اگرچہ ہمیں صورت بشری میں نظر آتے ہیں ان کا کلام بھی ہمیں سنائی دیتا ہے مگر حقیقت محمدیہ اس سے کہیں بلند ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ حضور کا کلام ہمارے دل تک پہنچے حضور کی گفتگو ہم سنیں اور قبول کریں اور فرائض تبلیغی اس طرح ادا ہوں۔ تو

وَمِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ کہنا مشرکین کا صحیح نہیں۔ اور یہ بھی صحیح نہیں کہ مماثلت صوری میں دیکھ کر اپنا جیسا البشر ہی کہدیں۔ اور حضور کا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ فرمانا محض تواضعاً تھا نہ کہ حقیقتاً اس لیے کہ بلند پایہ ہستیاں بطور تواضع جو بھی فرمائیں اسے ہر کس و ناکس اپنے اوپر قیاس کرلے تو گمراہی ہے۔ یوں تو حضور نے صحابہ کو اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ وَهُمْ اِخْوَانِیْ بھی فرمایا۔ مگر صحابہ نے اپنے کو حضور کا غلام ہی کہا اور امت مرحوم نے اپنے امت ہی مانا۔ نہ یہ کہ کہا ہو کہ ہم حضور کے بھائی ہیں۔ یہ جملے کہنے والے جو ہیں وہ گستاخ اور منصب مصطفیٰ کو نہ سمجھنے والے ہیں ان کی یہ ادنیٰ شان ہے جو کسی شاعر نے عربی میں کی حیث قال

اَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِہٖ ‏ ‏ وَاللَّیْلُ دَجٰی مِنْ وَفْرَتِہٖ

فَاقَ الرُّسُلَ فَضْلًا وَّ عُلًا ‏ ‏ اَهْدَی السُّبُلَ بِدَلَالَتِہٖ

سَلَّکَ الشَّجَرُ نَطَقَ الْحَجَرُ ‏ ‏ شَقَّ الْقَمَرُ بِاِشَارَتِہٖ

مُحَمَّدُنَا هُوَ سَیِّدُنَا ‏ ‏ فَالْعِزُّ لَنَا لِاِجَابَتِہٖ

جامی رحۃ نے بھی کہا کہ ؎ بہ مقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی
غرضیکہ مقام مصطفی اتنا بلند و بالا ہے کہ جبریل بھی یہی کہہ کر رہ گئے ؎
لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَۃً لَاحْتَرَقْتُ۔ اگر یہاں سے ایک انگلی بھی آگے بڑھوں تو تجلیات جمال سے میں جل جاؤں۔ سرکار ابد قرار صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل تمہاری سیر کا منتہیٰ یہ ہے جہاں سے ہماری ابتداء سیر شروع ہے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔ وہ ایسی برکت والی ذات ہے کہ اس نے نبیوں میں صفی بھی بنائے کلیم نجی بھی بنائے۔ مسیح بھی بنائے۔ خلیل بھی بنائے مگر جناب مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کو ایسا حبیب بنایا کہ تمام انبیاء پر تفوق اور شرف دیا ؎
تکیں گے انبیاء اس منہ کو صدقے آپ کے منہ کے قیامت میں وسیلہ جان کر حاجت روائی کا
اس بحث کو تفصیلاً سولھویں پارہ میں ایسی ہی آیت کریمہ کے ماتحت بیان کر چکے ہیں۔ وللہ الحمد آگے ارشاد ہے۔
فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ۔ یعنی ہمارے حبیب کے مرتبہ کو سمجھ کر اس پر قائم رہو اور ہمارے حضور بخشش مانگو اور خرابی ہے ان مشرکوں کو جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔
آگے بموجب اسلوب بیان قرآن مومنین کا تذکرہ فرمایا۔ اس لیے کہ اصول بیان قرآن یہی ہے کہ اگر اول جہنمیوں کا ذکر آجائے تو بعد میں جنتیوں کا تذکرہ ضروری ہوتا ہے۔ اگرچہ لف ونشر غیر مرتب ہے کہ کہیں پہلے جنتیوں کا ذکر پھر جہنمیوں کا تذکرہ اور کہیں اول جہنمیوں کا ذکر پھر جنتیوں کا احوال۔ چنانچہ فرمایا گیا۔
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لیے بے انتہا اجر ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ حٰمٓ السجدۃ پ ۲۴

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا۔ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اے محبوب انہیں فرماؤ کیا تم انکار کرتے ہو اس قادر مطلق سے جس نے ساری زمین دو دن میں بنا دی اور تم اس کے لیے اس کا مقابل ٹھہراتے ہو؟ یہ ہے تمام عالموں کا پالنے والا۔

وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ۝

اور کیے اسی قادر مطلق نے لنگر اس زمین پر اور اس میں برکت رکھی اور اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں رکھیں یہ سب ملا کر چار دن میں سب مانگنے والوں کے لیے برابر۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ۝

پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اس وقت کہر کی طرح تھا تو اس کہر کو اور زمین کو فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی اور جو حکم ہم دیتے ہیں اس پر کاربند ہو دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حکم بجالانے کو حاضر ہیں۔

فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝

اس کے بعد دو دن میں اس کہر کے طبقات کے سات آسمان بنائے اور ہر ایک آسمان میں جو انتظام خدا کو منظور تھا وہ انتظام کارکنان قضا و قدر کو بتا دیا اور آسمان دنیا کو ستاروں کی قندیلوں سے سجایا اور حفاظت کے لیے بھی۔ یہ اندازے اس خدا کے باندھے ہوئے ہیں جو زبردست اور دانا ہے۔

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ۝

اگر وہ انحراف کریں تو فرما دیجیے کہ میں ڈراتا ہوں تمہیں اس کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی۔

إِذْ جَاءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ۝ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ

جب آئے ان کے پاس رسول آگے اور پیچھے سے (کثرت سے) یہ کہہ کر نہ پوجو مگر ایک اللہ کو بولے اگر چاہتا ہمارا رب تو ضرور نازل کرتا فرشتے تو ہم جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں پھر عاد نے زمین میں بغیر حق کے تکبر کیا اور بولے ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ جس اللہ نے انکو پیدا کیا وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے

قُوَّةً ۚ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝
اور تھے وہ ہماری نشانیوں کے منکر

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝

تو ہم نے بھی ان کے نحوست کے دنوں میں ان پر بڑے زور کی آندھی چلائی تاکہ چکھائیں ہم انہیں ذلت کا عذاب دنیوی زندگی میں اور آخرت کا عذاب بہت زیادہ رسواکن ہے دنیا کے عذاب سے اور انہیں کسی طرف سے مدد نہیں دی جائے گی۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

لیکن قوم ثمود ہم نے انہیں سیدھا رستہ دکھا دیا تھا۔ مگر انہوں نے بجائے اس کے اندھا راستہ اختیار کیا تو پکڑا ان کو ذلت کے عذاب نے ان کی بدکرداریوں کے سبب۔

وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

اور نجات دی ہم نے ان کو جو ایمان لائے اور وہ اللہ سے ڈرتے تھے۔

حلِ لغات

قُلْ۔ کہہ دیجیے	اَئِنَّكُمْ۔ کیا تم	لَتَكْفُرُوْنَ۔ انکار کرتے ہو	بِالَّذِيْ۔ اس ذات کا جس نے
خَلَقَ۔ پیدا کیا	الْاَرْضَ۔ زمین کو	فِيْ۔ بیچ	يَوْمَيْنِ۔ دو دن کے
وَ۔ اور	تَجْعَلُوْنَ۔ بناتے ہو تم	لَهٗ۔ اس کا	اَنْدَادًا۔ مقابل
ذٰلِكَ۔ یہ ہے	رَبُّ۔ پالنے والا	الْعٰلَمِيْنَ۔ جہانوں کا	وَ۔ اور
جَعَلَ۔ بنائے	فِيْهَا۔ اس میں	رَوَاسِيَ۔ پہاڑ	مِنْ فَوْقِهَا۔ اسکے اوپر سے
وَ۔ اور	بٰرَكَ۔ برکت رکھی	فِيْهَا۔ اس میں	وَ۔ اور
قَدَّرَ۔ اندازہ رکھا	فِيْهَا۔ اس میں	اَقْوَاتَهَا۔ انکی روزی کا	فِيْ۔ بیچ
اَرْبَعَةِ۔ چار	اَيَّامٍ۔ دن کے	سَوَآءً۔ برابر ہے	لِلسَّآئِلِيْنَ۔ مانگنے والوں کیلیے
ثُمَّ۔ پھر	اسْتَوٰى۔ قصد کیا	اِلَى۔ طرف	السَّمَآءِ۔ آسمان کی
وَ۔ اور	هِيَ۔ وہ	دُخَانٌ۔ کہر تھا	فَقَالَ۔ تو فرمایا

لَهَا۔ اس کو　وَ۔ اور　لِلْاَرْضِ۔ زمین کو　اِئْتِيَا۔ آؤ
طَوْعًا۔ خوشی سے　اَوْ۔ یا　كَرْهًا۔ مجبور ہو کر　قَالَتَا۔ بولے
اَتَيْنَا۔ ہم آئے　طَآئِعِيْنَ۔ خوشی سے　فَقَضٰىهُنَّ۔ تو بنایا ان کو　سَبْعَ۔ سات
سَمٰوٰتٍ۔ آسمان　فِيْ۔ بیچ　يَوْمَيْنِ۔ دو دن کے　وَ۔ اور
اَوْحٰى۔ وحی کی　فِيْ۔ بیچ　كُلِّ۔ ہر　سَمَآءٍ۔ آسمان کے
اَمْرَ۔ حکم　هَا۔ اس کے کی　وَ۔ اور　زَيَّنَّا۔ ہم نے سجایا
السَّمَآءَ۔ آسمان　الدُّنْيَا۔ دنیا کو　بِمَصَابِيْحَ۔ چراغوں سے　وَ۔ اور
حِفْظًا۔ حفاظت کیلئے　ذٰلِكَ۔ یہ ہے　تَقْدِيْرُ۔ اندازہ　الْعَزِيْزِ۔ غالب
الْعَلِيْمِ۔ جاننے والے کا　فَاِنْ۔ تو اگر　اَعْرَضُوْا۔ منہ پھیریں　فَقُلْ۔ تو فرما دیجئے
اَنْذَرْتُكُمْ۔ میں نے تم کو ڈرایا　صٰعِقَةً۔ عذاب سے　مِّثْلَ۔ مثل
صٰعِقَةِ۔ عذاب　عَادٍ۔ عاد　وَّ۔ اور　ثَمُوْدَ۔ ثمود کے
اِذْ۔ جب　جَآءَتْهُمُ۔ آئے انکے پاس　الرُّسُلُ۔ رسول　مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ۔ انکے
آگے سے　وَ۔ اور　مِنْ خَلْفِهِمْ۔ ان کے پیچھے سے
اَنْ۔ یہ کہ　لَّا۔ نہ　تَعْبُدُوْٓا۔ پوجو　اِلَّا۔ مگر
اللّٰهَ۔ اللہ کو　قَالُوْا۔ بولے　لَوْ۔ اگر　شَآءَ۔ چاہتا
رَبُّنَا۔ ہمارا رب　لَاَنْزَلَ۔ تو اتارتا　مَلٰٓئِكَةً۔ فرشتے　فَاِنَّا۔ تو ہم
بِمَآ۔ اس چیز سے　اُرْسِلْتُمْ۔ جو بھیجے گئے ہو تم　بِهٖ۔ اس کے ساتھ　كٰفِرُوْنَ۔ منکر ہیں
فَاَمَّا۔ تو پھر　عَادٌ۔ عاد نے　فَاسْتَكْبَرُوْا۔ تکبر کیا　فِي۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے　بِغَيْرِ۔ بغیر　الْحَقِّ۔ حق کے　وَ۔ اور
قَالُوْا۔ بولے　مَنْ۔ کون　اَشَدُّ۔ زیادہ ہے　مِنَّا۔ ہم سے
قُوَّةً۔ طاقت میں　وَّ۔ اور　كَانُوْا۔ تھے　بِاٰيٰتِنَا۔ ہماری آیتوں کا
يَجْحَدُوْنَ۔ انکار کرتے　فَاَرْسَلْنَا۔ تو بھیجی ہم نے　عَلَيْهِمْ۔ ان پر　رِيْحًا۔ ہوا
صَرْصَرًا۔ تیز و تند　فِيْ۔ بیچ　اَيَّامٍ۔ دنوں　نَّحِسَاتٍ۔ منحوس کے
لِّنُذِيْقَهُمْ۔ کہ چکھائیں ہم انکو　عَذَابَ۔ عذاب　الْخِزْيِ۔ ذلت کا　فِي۔ بیچ
الْحَيٰوةِ۔ حیاتی　الدُّنْيَا۔ دنیا کے　وَ۔ اور　لَعَذَابُ۔ یقیناً عذاب

الاٰخِرَۃِ۔ آخرت کا	اَخْزٰی۔ بہت رسوا کن ہے	وَ۔ اور	ھُمْ۔ وہ
لَا۔ نہ	یُنْصَرُوْنَ۔ مدد دیے جائینگے	وَ۔ اور	اَمَّا۔ وہ جو
ثَمُوْدُ۔ ثمود تھے	فَھَدَیْنٰھُمْ۔ تو ہم نے راہ دکھائی	ھُمْ۔ ان کو	فَاسْتَحَبُّوا۔ تو پسند کیا انہوں نے
الْعَمٰی۔ اندھا رہنے کو	عَلَی۔ اوپر	الْھُدٰی۔ ہدایت کے	فَاَخَذَتْھُمْ۔ تو پکڑا ان کو
صٰعِقَۃُ۔ کڑک	الْعَذَابِ۔ عذاب	الْھُوْنِ۔ ذلیل کرنیوالے نے	بِمَا۔ بدلے اسکے جو
کَانُوْا۔ تھے وہ	یَکْسِبُوْنَ۔ کرتے	وَ۔ اور	نَجَّیْنَا۔ نجات دی ہم نے
الَّذِیْنَ۔ ان کو جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَ۔ اور	کَانُوْا۔ تھے
یَتَّقُوْنَ۔ پرہیزگار			

حلّ لغاتِ نادرہ

اَنْدَادًا:۔ نِدّ کی جمع ہے مقابل کے معنی دیتا ہے۔

رَوَاسِیَ:۔ لنگروں کے معنی میں مستعمل ہے۔

اَقْوَاتَھَا:۔ جمع قُوت کی ہے جس کے معنی روزی کے ہیں۔

رِیْحًا صَرْصَرًا:۔ وہ آندھی جو کنکریاں اڑاتی ہو۔

مختصر تفسیر اردو۔ دوسرا رکوع سورۃ حٰمٓ السجدۃ پ ۲۴

قُلْ اَئِنَّکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَہٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِکَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ

(اے پیغمبر آپ ان لوگوں سے) فرما دیجئے کیا تم اس (قادر مطلق کی خدائی) سے انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین کو پیدا کیا اور تم (دوسروں کو) اس کا مقابل بناتے ہو یہی (خدا تو) سارے جہان کا پروردگار ہے۔

آیۂ کریمہ میں جل وعلا شانہٗ نے فِیْ یَوْمَیْنِ فرمایا۔ یہ یَوْمَیْن اقل مدت بہ نسبت الی المخلوق ہے۔ ورنہ اس کی قدرت کا ملہ وہ ہے کہ زمین ہی نہیں بلکہ آسمان بھی کُنْ فرما کر پیدا فرما دیتا ہے اور طرفۃ العین میں زمین وآسمان دونوں بن جاتے ہیں۔ مگر یہ یَوْمَیْن مخلوق کی قوت تخلیق کی نسبت سے بیان فرمائی گئی۔ ورنہ ظاہر ہے کہ یوم اور یَوْمَیْن اور اَرْبَعَۃِ اَیَّامٍ یہ سب اس کے بنائے ہوئے ہیں ان کا وجود اس کی مشیت پر ہے نہ کہ ایام

کی مشیت قادر علی الاطلاق پر حاوی ہو۔ اسی لیے آگے ارشاد ہوا۔ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا اور تم اللہ کے مقابل ٹھہرا رہے ہو حالانکہ اس کی ادنیٰ شان یہ ہے کہ

لَا ضِدَّ وَلَا نِدَّ وَلَا حَدَّ لِحَقِّهٖ   اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ وَلَمْ یَلْقَ زَوَالًا

اس کی قدرت کاملہ میں نہ کوئی ضد ہے نہ کوئی مقابل نہ اس کی قدرت کاملہ کی کوئی حد آج بھی اسی شان سے ہے جس شان سے تھا اس کی شیون قدرت میں کوئی حدوث و زوال نہیں۔

اسی لیے یہاں فرمایا وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ اس کے لیے جو مقابل بنا رہے ہیں اور اس کا ضد ٹھہرا رہے ہیں یہ حمق خالص اور بے دینی ہے یہ تمام عالموں کا پرورش فرمانے والا ہے۔ چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ

چونکہ زمین کی تخلیق پانی پر ہے اور پانی پر کوئی شئے بغیر لنگروں کے قائم نہیں رہ سکتی حتیٰ کہ کشتی سے لے کر اسٹیمر اور آگ بوٹ بغیر لنگروں کے قائم نہیں رہ سکتے تو زمین کا قیام عقول عامہ کے ماتحت بغیر رواسی یعنے لنگروں کے عقلاً متعذر تھا اس لیے فرمایا وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا زمین بنا کر ہم نے اس پر لنگر ڈال دیئے پھر مزید قدرت کاملہ کا مظاہرہ فرمایا اور ارشاد ہوا

وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ۔ اور برکت دی ہم نے اس میں اس کی پیداوار کا اندازہ بھی ٹھہرا دیا اور یہ سب کچھ چار دن میں سب مانگنے والوں کے لیے برابر۔

یہاں بھی اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ کی نسبت عقول عامہ اور افہام ناقصہ کی نسبت سے فرمایا گیا۔ گویا یہ بتایا کہ اقل قلیل مدت تخلیق زمین اور تعین اقوات دو دن اور چار دن جو ہیں یہ تمہاری قدرت اور قوت سے بالا ہیں مگر ہم نے سب کچھ بنا کر رکھ دیا۔ یہ اس لیے کہ ہم رب العالمین ہیں۔ اٹھارہ ہزار عالم اور فضائیں اگر ہم بنانا چاہیں تو طرفۃ العین میں ایسے ایسے اور بنا سکتے ہیں یہ ہماری شان ہے کہ ہم رب العالمین ہیں اور یہ رزقوں کا دینا اور اقوات کا تعین فرمانا یہ ہماری قدرت کاملہ میں ہر مانگنے والے کے لیے برابر ہے اس کے بعد آسمان کی تخلیق کی شان ظاہر فرمائی اور ارشاد ہوا کہ

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ۔ پھر رجوع فرمایا آسمان کی طرف جبکہ وہ کہر تھا حکم ہوا اِئْتِیَا وجود میں آ خوشی سے یا زبردستی تو دونوں نے عرض کیا کہ ہم حکم بجالانے کو حاضر ہیں۔

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ

حِفۡظًا ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ - اور اس کے بعد دو دن میں اس کہر کے طبقات کے سات آسمان بنائے اور ہر آسمان میں جو انتظام خدا کو منظور تھا وہ انتظام کارکنان قضا و قدر کو بتا دیا اور دوسرے آسمان کو ہم نے ستاروں کی قندیلوں سے سجایا اور سجانے کے لیے فرشتوں کو محافظت پر مقرر فرمایا یہ اندازہ اس زبردست اور علم والے کے باندھے ہوئے ہیں۔

آسمان اول کی طرف شیاطین چڑھتے تھے اور وہاں سے خبریں لے کر کاہنوں کو پہنچاتے تھے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہ شیاطین مسترق روک دیے گئے اور ان کے لیے ملائکہ مقرر کیے گئے جو ان کو آنے سے روکتے اور رجم شہاب سے ان کو مارتے چنانچہ اس کا تذکرہ دوسری جگہ فرمایا گیا ہے جس کی تفصیل سورۃ ملک پارہ انتیس میں عنقریب آئے گی۔ یہاں اجمالاً فقط حفظاً فرما کر تصریح فرما دی کہ سماء دنیا میں ثوابت کے ذریعہ آسمان کو مزین فرمایا اور اس کو مصابیح کہا۔ اور وہ جو شیاطین کے مارنے کو شہاب ثاقب ہیں وہ آگ کے شعلے ہیں جن کی یہ صورت ہوتی ہے کہ جس شیطان پر وہ شعلہ لگے جسے عام اصطلاح میں تارہ ٹوٹنا کہتے ہیں وہ اس شیطان کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے اور اگر وہ شہاب ثاقب جس کا تذکرہ دوسرے مقام سورہ صٰفٰت میں فرمایا گیا۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِزِيۡنَةِ ۨالۡكَوَاكِبِ وَحِفۡظًا مِّنۡ كُلِّ شَيۡطٰنٍ مَّارِدٍ لَا يَسَّمَّعُوۡنَ اِلَى الۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰى وَيُقۡذَفُوۡنَ مِنۡ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوۡرًا وَّلَهُمۡ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَةَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ - بے شک ہم نے آسمان دنیا کو تاروں کے ساتھ آراستہ کیا اور محافظت کیلئے شیطان سرکش سے (شہاب ثاقب) روشن انگارے رکھے جس کی وجہ سے عالم بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ان کو ہر طرف سے مار پڑتی ہے انہیں بھگانے کے لیے ان کے واسطے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ مگر جو ان خبروں میں سے کچھ اچک لے یعنی اڑتی خبر اسے مل جائے اور وہ دنیا میں کاہنوں تک لانا چاہے تو اس کے پیچھے لگتا ہے روشن انگارا۔ یا قدرتی کرم۔

اس سے ثابت ہوا کہ ثوابت و سیارے یہ نہیں ٹوٹتے اور نہ گرتے ہیں بلکہ وہ جسے تارا ٹوٹنا کہا جاتا ہے وہ جہنمی انگارے علیحدہ ہیں اس پر حدیث میں آیا کہ جب شہاب ثاقب گرتا نظر آئے تو مسلمان کے لیے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم لازم ہے۔ اس لیے کہ جس شیطان کو وہ لگتا ہے وہ تو جل جاتا ہے اور جو اس سے بڑھ جائے اور جل نہ سکے وہ دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اس دیوانے شیطان کو اصطلاح اردو میں چھلاوہ کہتے ہیں۔ یہ دیوانہ شیطان لوگوں کو راستہ بھلاتا ہے اور انواع و اقسام کی اذیتیں دیتا دیتا رہتا ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آگ کی شکل میں بھی جنگل کے اندر چلتا نظر آتا ہے اور بلینڈھا بھی بن جاتا ہے اور اکا دکا راہرو پر حملہ بھی کر دیتا ہے آگے ارشاد ہے۔

وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا۔ اور سکان سماویہ کو علیحدہ علیحدہ احکام اور امر و مناہی کی وحی فرمائی گئی۔

اور آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کر کے اس کی محافظت فرمائی۔

ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۔ یہ اس عزت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا انتظام ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ۔ پھر اگر وہ انحراف کریں تو آپ فرمائیں میں تم کو اس کڑک سے ڈراتا ہوں جو عاد و ثمود پر آئی اور انہیں تباہ کر گئی۔

باوجودیکہ یہ قوت میں اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ ان کا ایک فرد پہاڑ کی چٹان کو اکھاڑ دیتا تھا چنانچہ علامہ نسفی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کَانُوْا ذَوِیْ اَجْسَامٍ طِوَالٍ وَّخَلْقٍ عَظِیْمٍ وَبَلَغَ مِنْ قُوَّتِهِمْ اَنَّ الرَّجُلَ كَانَ یَقْتَلِعُ الصَّخْرَةَ مِنَ الْجَبَلِ بِیَدِهٖ۔ یہ بڑے جسیم الاجسام اور طویل القامت تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ان کا ایک آدمی پہاڑ کی چٹان کو اکھاڑ دیتا تھا۔ اسی پر انہوں نے کہا تھا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ہم سے زیادہ قوت میں کون ہے؟ تو جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوا۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً۔ کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالٰی وہ ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور ان سے قوت میں زبردست ہے وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ۔ اور دیدہ دانستہ وہ ہماری آیتوں سے انحراف کرتے ہیں اور سخت منکر ہیں۔

چنانچہ ارشاد ہے۔

اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۔ یعنی جب آئے ان کے پاس رسول ان کے سامنے اور ان کے بعد اور انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی کی پوجا نہ کرو تو ان سرکشوں نے کہا اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے نازل فرما دیتا اور ہم تمہاری تبلیغ سے منکر ہیں۔

یعنی تم ہمارے ہم جنس بشر ہو اور بشر کی تبلیغ بشر کیوں کرے۔ اگر اپنی تبلیغ کرانی تھی تو فرشتے نازل کیے جاتے باآنکہ حقیقت یہ ہے کہ اصول تبلیغ میں مجانست صوری لازمی ہوتی ہے اگر فرشتے تبلیغ کو آتے تو یہ اس تبلیغ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اس لیے کہ ملائکہ اجسام نوری کے ساتھ اگر آتے ان کی آنکھیں خیرہ ہوتیں اور ان کے حواس باختہ ہو جاتے پھر تبلیغ سے کیونکر استفادہ کر سکتے اسی بنا پر حکمت الٰہی نے ہمارے لیے تبلیغ انبیاء اس صورت میں رکھی کہ وہ ہمارے ہم شبیہ ہوں۔ ان کی آوازوں کو ہم سنیں انہیں ہم دیکھیں اور جانیں تاکہ ان کی تبلیغ سے ہمیں فائدہ پہنچے مگر عقل کے اندھے ضد کے پکے اس

حکمت بالغہ کو نہ سمجھ سکے اور کہنے بیٹھ گئے لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً اگر چاہتا ہمارا رب تو ہمارے اجسام خاکی کے لیے نور والے فرشتے نازل فرما دیتا۔ لہٰذا ہم اپنے ہم جنس کی تبلیغ سے منکر ہیں اور کفر کرتے ہیں۔ اب اس کی تصریح فرمائی گئی کہ جب انہوں نے خلاف فطرت کفر کیا تو

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ۔ تو قوم عاد نے زمین میں تکبر کیا اور ناحق اپنی بڑائی دکھائی اور بولے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کون ہے ہماری قوت سے زیادہ اور یہ تھے ہماری آیتوں سے منکر پھر ارشاد ہوا کہ ہم نے اس کا جواب ہوا کے عذاب سے دیا چنانچہ ارشاد ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ تو ہم نے ان پر ریح صرصر یعنی وہ ٹھنڈی ہوا بھیجی جس میں ٹھٹھر کر رہ گئے اور ذلت کے ساتھ ہلاک ہوئے۔ محاورہ عربی میں صرصر اس ہوا کو کہتے ہیں جس میں غایت برودت اور انتہائے اذیت ہو۔ چنانچہ نسفی فرماتے ہیں کہ یہ ہوا چہارشنبہ شوال کی آخری تاریخوں میں آئی اور کسی قوم پر عذاب نہیں آیا مگر چہارشنبہ ہی کو آیا۔ اور ریح صرصر کی تعریف میں فرماتے ہیں بَارِدَةٌ تُحْرِقُ بِشِدَّةِ بَرْدِهَا۔ ریح صرصر وہ ٹھنڈی ہوا ہے جو اپنی برودت سے جسموں کو جلا دے اسی بنا پر ریح صرصر کے ساتھ ریح عقیم بھی رکھی جو اپنی غایت حرارت سے ہلاک کر دے۔

حلیہ میں ہے کہ ریاح چار ہیں۔ صبا اسے ریح قبول بھی کہتے ہیں ابن خلکان میں ہے کہ ریح صبا نے رب عزو جل تبارک وتعالےٰ عز اسمہ سے اجازت طلب کی کہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچائے قبل اس کے کہ بشیر قمیص لے کر پہنچے تو اسے اجازت دیدی گئی۔ اسی بنا پر بادصبا ہر محزون وغمگین کو مسرور کرتی ہے اور بدنوں کو تر و تازہ کرتی ہے۔ دوسری قسم کا نام جنوب ہے یہ ہوا ابرول کو جمع کرتی ہے اور اسی ہوا سے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں۔

حاکم نے نیشاپوری میں ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور سے راوی ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ نے ارادہ خلق خیل فرمایا تو ریح جنوب کو حکم دیا کہ میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کروں گا لہٰذا جمع ہو تو وہ جمع ہوئی اور جبریل حاضر ہوئے اور اس سے ایک قبضہ لیا۔ پھر اللہ نے فرمایا هٰذِهٖ قَبْضَتِيْ ثُمَّ خَلَقَ فَرَسًا كُمَيْتًا یہ قبضہ ہے پھر اس سے کمیت گھوڑے پیدا فرمائے پھر فرمایا میں نے تجھے گھوڑا بنایا اور عربی کیا اور تجھے تمام چارپاؤں پر فضیلت دی۔ اور تیسری قسم شمال ہے اور چوتھی قسم دبور ہے۔ یہ دونوں ہوائیں ایسی ہیں کہ ان سے بنیادیں اکھڑ جاتی ہیں اور درخت اڑ جاتے ہیں اسی کو ریح عقیم اور ریح صرصر اور عاصف بھی کہتے ہیں جس کا تذکرہ

مذکور ہو چکا ہے۔
اور ایام نحسات سے مراد ان کی بداعمالی کی نحوست کے دن ہیں جس میں انہیں ذلت کا عذاب چکھایا گیا اور یہ عذاب دنیا کا تھا اسی لیے فرمایا لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اور اخروی عذاب سے انہیں بری نہیں کیا چنانچہ ارشاد ہوا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ ذلیل کرنے والا ہے وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ اور قیامت کے دن اپنے بتوں کی پرستاری سے مدد نہیں کیے جائیں گے اور دوسری قوم ثمود کے لیے ارشاد ہوا۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. لیکن قوم ثمود ان پر ہدایت کے لیے ہم نے حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا مگر انہوں نے اندھے پن کو ہدایت پر ترجیح دی تو ان پر ناقہ صالح کے عقر کے بعد ذلت کا صاعقہ آیا اور اپنی کرنی کا بدلہ پایا۔ اس واقعہ کی تصریح تیسویں پارہ کے سورہ شمس میں آئے گی یہاں اجمالاً اتنا فرمایا کہ جو حضرت صالح پر ایمان لائے ہوئے تھے ان کو ہم نے اس عذاب سے نجات دی اس لیے کہ وہ پرہیزگار تھے حیث قال وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ. اور نجات دی ہم نے ایمان لانے والوں کو جو پرہیزگار تھے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۂ حٰمٓ سجدہ پ ۲۴

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝

اور جس دن دشمنان خدا (کافر) دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے پھر وہ (اور دوزخیوں کے جمع ہونے کے انتظار میں) روکے جائیں گے

حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

یہاں تک کہ (جب سب) دوزخ پر آ جمع ہونگے تو شہادت دیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے گوشت پوست ان کے مقابلہ ان عملوں کی گواہی دیں گے۔

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ

اور یہ لوگ اپنے گوشت پوست سے پوچھیں گے تم نے ہم پر گواہی کیوں دی تو وہ جواب دیں گے جس خدا نے ہر چیز کو گویا کیا اسی نے ہم کو بھی اپنی

تُرْجَعُوْنَ ○

قدرت سے گویا کیا اور اسی نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا اور اب تم اسی کی طرف لوٹائے جارہے ہو۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ○

اور گناہ کرتے وقت تم پردہ داری بھی کرتے تھے تو اس خیال سے نہیں کہ تمہارے خلاف گواہی دیں گے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں تمہارے گوشت پوست بلکہ تمہیں تو یہ خیال تھا تمہارے بہت سے عملوں سے تمہارا خدا بھی واقف نہیں۔

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

اور یہ بدگمانی جو تم نے اپنے پروردگار کے حق میں کی اس تمہاری بدگمانی نے تو آج تم کو تباہ کیا اور تم گھاٹے میں آگئے۔

فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ

تو اگر یہ لوگ صبر کر کے (خاموش ہو) رہیں تو بھی ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور اگر وہ معافی مانگیں تو ان کو معافی نہیں دی جائے گی۔

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ○

اور ہم نے ان (کفار) کے ساتھ (برے) ہمنشین تعینات کر دیے تھے جنہوں نے اچھے کر دکھائے تھے ان کے اگلے پچھلے تمام حالات اور صحیح ہوگیا ان کے اوپر فرمان الٰہی جن اور انسانوں کی پہلی جماعتوں پر جو گذر گئی بے شک وہ نقصان و خسران والے تھے۔

حلِ لغات

وَ۔ اور	يَوْمَ۔ جس دن	يُحْشَرُ۔ اکٹھے کیے جائینگے	اَعْدَآءُ۔ دشمن
اللّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ کے	اِلٰى۔ طرف	النَّارِ۔ آگ کی	فَهُمْ۔ تو وہ
يُوْزَعُوْنَ۔ روکے جائینگے	حَتّٰى۔ یہاں تک کہ	اِذَا۔ جب	مَا۔ وہ
جَآءُوْ۔ آئیں گے	هَا۔ اسکے پاس تو	يَشْهَدُ۔ گواہی دینگے	عَلَيْهِمْ۔ ان پر

سَمْعُهُمْ۔ ان کے کان	وَ۔ اور	اَبْصَارُ۔ آنکھیں	هُمْ۔ ان کی
وَ۔ اور	جُلُوْدُ۔ چمڑے	هُمْ۔ ان کے	بِمَا۔ جو
كَانُوْا۔ تھے وہ	يَعْمَلُوْنَ۔ کام کرتے	وَ۔ اور	قَالُوْا۔ کہیں گے
لِجُلُوْدِ۔ چمڑوں	هِمْ۔ اپنوں کو	لِمَ۔ کیوں	شَهِدْتُّمْ۔ گواہی دی تم نے
عَلَيْنَا۔ ہم پر	قَالُوْا۔ کہیں گے	اَنْطَقَنَا۔ بلایا ہم کو	اللّٰهُ۔ اللہ نے
الَّذِیْ۔ جس نے	اَنْطَقَ۔ بلایا	كُلَّ۔ ہر	شَیْءٍ۔ چیز کو
وَ۔ اور	هُوَ۔ اسی نے	خَلَقَكُمْ۔ پیدا کیا تم کو	اَوَّلَ۔ پہلی
مَرَّةٍ۔ مرتبہ	وَ۔ اور	اِلَيْهِ۔ اسی کی طرف	تُرْجَعُوْنَ۔ لوٹائے جاؤ گے تم
وَ۔ اور	مَا۔ جو	كُنْتُمْ۔ تھے تم	تَسْتَتِرُوْنَ۔ پردہ کرتے
اَنْ۔ یہ کہ	يَّشْهَدَ۔ گواہی دینگے	عَلَيْكُمْ۔ تم پر	سَمْعُكُمْ۔ تمہارے کان
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	اَبْصَارُ۔ آنکھیں	كُمْ۔ تمہاری
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	جُلُوْدُ۔ چمڑے	كُمْ۔ تمہارے
وَ۔ اور	لٰكِنْ۔ لیکن	ظَنَنْتُمْ۔ خیال کیا تم نے	اَنَّ۔ کہ بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ	لَا۔ نہیں	يَعْلَمُ۔ جانتا	كَثِيْرًا۔ بہت سی
مِّمَّا۔ وہ چیزیں جو	تَعْمَلُوْنَ۔ کرتے ہو تم	وَ۔ اور	ذٰلِكُمْ۔ یہ
ظَنُّكُمُ۔ تمہارا خیال تھا	الَّذِیْ۔ جو	ظَنَنْتُمْ۔ خیال کیا تم نے	بِرَبِّكُمْ۔ اپنے رب کے متعلق
اَرْدٰا۔ ہلاک کر دیا اسنے	كُمْ۔ تم کو	فَاَصْبَحْتُمْ۔ تو ہو گئے تم	مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ خسارہ اٹھانے
والوں سے	فَاِنْ۔ تو اگر	يَّصْبِرُوْا۔ صبر کریں	فَالنَّارُ۔ تو آگ
مَثْوًى۔ ٹھکانہ ہے	لَّهُمْ۔ ان کا	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر
يَّسْتَعْتِبُوْا۔ معافی مانگیں	فَمَا۔ تو نہیں	هُمْ۔ وہ	مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ۔ معاف کئے جائینگے
وَ۔ اور	قَيَّضْنَا۔ مقرر کیے ہم نے	لَهُمْ۔ ان کے لیے	قُرَنَآءَ۔ ساتھی
فَزَيَّنُوْا۔ تو سجائے انہوں نے	لَهُمْ۔ ان کے لیے	مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ۔ جو ان کے آگے تھے	
وَ۔ اور	مَا۔ جو	خَلْفَهُمْ۔ ان کے پیچھے تھے	وَ۔ اور
حَقَّ۔ حق ہوئی	عَلَيْهِمُ۔ ان پر	الْقَوْلُ۔ بات	فِیْٓ۔ بیچ
اُمَمٍ۔ امتوں کے	قَدْ۔ جو	خَلَتْ۔ گذر گئیں	مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ان سے پہلے

مِنَ الْجِنِّ۔ جنوں | وَ۔ اور | الْاِنْسِ۔ انسانوں سے | اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ
كَانُوْا۔ تھے | خٰسِرِيْنَ۔ خسارہ اٹھانے والے

حلِّ لغاتِ نادرہ

يُوْزَعُوْنَ۔ مشتق ہے وَزْع سے جس کے معنی روک رکھنے کے ہیں۔
اَرْدٰى بمعنی اَهْلَكَ
مِنَ الْمُعْتَبِيْنَ۔ یہ عُتْبٰی سے ہے اور عتبی کہتے ہیں رضا جوئی کو۔ معافی طلب کرنے کو۔ یہاں معنی ہوگا کفار معافی طلب کرینگے تو معافی نہیں ملے گی۔
قَيَّضْنَا۔ بمعنی قدّرنا ہے۔
قُرَنَآءَ۔ جمع ہے قرین کی۔ یعنی ہمنشین۔
حَقَّ۔ صحیح ہوگیا۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۃ حٰم سجدہ پ۲۴

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ۔ اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف ہانکے جائیں گے تو ان کے اگلوں کو روکا جائے گا یہاں تک کہ پچھلے آملیں۔

اعداء جمع ہے عدوّ کی اور عدو عربی میں تین معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ راغب فرماتے ہیں اَلْعَدْوُ وَالتَّجَاوُزُ وَمُنَافَاةُ الْاِلْتِئَامِ فَتَارَةً يُعْتَبَرُ بِالْقَلْبِ فَيُقَالُ لَهُ الْعَدَاوَةُ وَالْمُعَادَاةُ وَتَارَةً بِالْمَشْيِ فَيُقَالُ لَهُ الْعَدْوُ وَتَارَةً فِي الْاِخْلَالِ بِالْعَدَالَةِ فِي الْمُعَامَلَةِ فَيُقَالُ لَهُ الْعُدْوَانُ وَالْعَدْوُ قَالَ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَتَارَةً بِاَجْزَاءِ الْمَقَرِّ فَيُقَالُ لَهُ الْعَدْوَاءُ يُقَالُ لَهُ مَكَانٌ ذُوْ عَدْوَاءَ اَيْ غَيْرُ مُتَلَائِمِ الْاَجْزَاءِ فَمِنَ الْمُعَادَاةِ يُقَالُ رَجُلٌ عَدُوٌّ وَقَوْمٌ عَدُوٌّ وَقَالَ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَقَدْ يُجْمَعُ عَلٰى عِدًى وَاَعْدَاءٍ قَالَ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ الخ۔ اس کے حاصل معنی اقسام ثلثہ کے ماتحت تخلیقی اور جبلی نکلتے ہیں یعنی یہ معنی دیتا ہے دل سے کسی کی منافرت ہونے پر اور دل میں محبت اور منافرت پیدا کردینا احسن الخالقین کے قبضۂ اقتدار میں ہے یہی وجہ ہے کہ عالم ارواح میں جس روح سے جو روح موافق ہوتی ہے وہ عالم دنیا میں بھی باہمی محبت و وداد سے

رہتی ہے اور جو عالم ارواح میں باہمی مخالف ہے وہ دنیا میں بھی مخالف ہوتی ہے اور یہ تخلیق احسن الخالقین کا ایک کرشمہ ہے۔ چنانچہ جن کا فرقوں کو خالق مطلق نے اسلام کی مخالفت کے لیے جبلۃً بنایا انہیں اعداء اللہ فرمایا اور جو ایمان و اسلام کی حمایت کے لیے بنائے گئے وہ مومن کہلائے۔

تو اب مسئلہ واضح ہو گیا کہ اعداء اللہ سے یہاں وہی مراد ہیں جن کی جبلت میں ایمان و اسلام کی مخالفت ڈال دی گئی اور یہ اس لیے کہ تُعْرَفُ الْاَشْيَاءُ بِاَضْدَادِهَا اصول ہے کائنات کی تخلیق کا۔ اور اسی سے حقائق اشیاء کا امتیاز ہوتا ہے۔ چنانچہ دن پیدا فرما کر اس کی ضد رات بنا دی صحت دے کر اس کی ضد علالت و مرض رکھ دی گئی۔ حسین و جمیل پیدا فرما کر قبیح الاشکال لوگ پیدا کئے تاکہ حسن کی قدر صحت کی حقیقت دوست کا منصب واضح ہو سکے۔

غرضکہ دنیا میں دنیا پر اہل دنیا کو اسی طرح رکھا کہ صحت مند بھی ہوں اور بیمار بھی حسین بھی ہوں اور قبیح بھی گورے کالے کا امتیاز بھی اسی میں ہے۔ عالم اور جاہل کو خود ہی فرمایا وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ۔ گویا اندھا انکھیارے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ عالم جاہل کے برابر نہیں۔ تاریکی روشنی کے مساوی نہیں سایہ تمازت آفتاب میں آرام دہ ہوتا ہے۔ زندہ مردے سے بہتر ہے۔ اسی طرح کفر سے اسلام افضل ہے تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اعداء اللہ وہی ہیں جو جبلی طور پر مخالف اسلام ہیں۔ اسی لیے اس اصطلاح کو ظاہر کرنے کے لیے اعداء اللہ کہا گیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا دشمن باعتبار غلبہ نہ کوئی ہو سکتا ہے اور نہ کوئی ہے اب مفہوم آیت واضح ہو گیا کہ يَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَاءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ سے مراد وہی جبلی مخلوق ہے جس کو اسلام کے مقابل مخالف بنایا گیا اور ان کا مآل بتایا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ وہ ایک جگہ روکے جائیں گے تاکہ سب کے سب یک وقت جہنم میں جائیں اور ان کے خلاف گواہی دینے کے لیے انہی کا گوشت پوست۔ ہاتھ پاؤں۔ آنکھ کان سامنے ہوں چنانچہ ارشاد ہے۔

حَتّٰى اِذَا مَا جَاءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ یہاں تک کہ جب سب دوزخ پر آ جمع ہوں گے تو جیسے جیسے یہ لوگ عمل کرتے رہے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور انکے گوشت پوست ان کے مقابلہ میں ان کے عملوں کی گواہی دیں گے۔

چونکہ کافر، انسان کے سوا اور کسی چیز کے نطق کے قائل نہیں تھے یہاں دیکھیں گے کہ انسان کی کھال اعضاء میں ہاتھ پیر سب علیحدہ علیحدہ بولیں گے جیسا کہ دوسری جگہ واضح فرمایا۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ یعنی اس دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے

اور ہم سے بات کریں گے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پیر جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔
مادیت کی دنیا میں ناطق انسان کو قرار دیا اور باقی کو جمادی اتنا اللہ تعالے اپنی قدرت کاملہ کا مظاہر مادہ پرست انسان پر اس طرح کیا کہ پتھر، کنکر، لوہا، پیتل، تانبا ان کو بھی بولنے کی قدرت دیدی چنانچہ انہی کے ہاتھوں سے ریڈیو بنوا دیا۔ انہی کے ہاتھوں گرامو فون ریکارڈ تیار کرا دیے جو صرف بولنے والے کی آواز کو اس کی زندگی تک محفوظ نہیں رکھتے بلکہ بولنے والا مر جائے تو اس کے مرنے کے بعد بھی وہ آواز باقی رہتی ہے یہ اسی امر کو واضح کرنے کے لیے کرشمہ قدرت دکھایا تاکہ منکرین سمجھ سکیں کہ خاک کنکر مٹی پتھر ہر چیز جب بولنے پر قادر ہے تو قیامت کے دن ہاتھ پیر جلود انسانی اور آنکھ کان ناک کیوں نہ بول سکیں گے چنانچہ منکرین جب دیکھیں گے کہ ہماری گواہی ہمارے ہی جسم کے اعضاء دے رہے ہیں تو کہیں گے۔

وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ - اور یہ لوگ اپنے گوشت و پوست سے پوچھیں گے بھلا تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب دیں گے کہ جس خدا نے ہر چیز کو گویا کیا ہے اسی نے ہمیں بھی اپنی قدرت سے گویا کیا اور اسی نے اول بار پیدا کیا تھا اور اب تم لوگ اسی کی طرف لوٹا کر لائے جا رہے ہو۔
یہاں منکرین کے استعجاب کو نہایت خوبصورت طریقہ سے اٹھایا اور واضح کیا کہ زبان جو نرم عضو ہو کر جب ناطق ہو سکتی ہے تو اعضاء جسمانی اس کی قدرت کاملہ سے کیوں نہ ناطق ہوں چنانچہ جلود انسانی اور اعضائے جسمانی جواب دیں گے کہ

أَنْطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ الخ ہمیں بولنے کی قدرت اسی اللہ نے بخشی جس کی قدرت کاملہ سے ہر شے بول رہی ہے اور اسی نے تمہیں پہلی بار پیدا فرما کر ناطق کیا۔ تو جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوسری تیسری بار کیوں نہیں ناطق کر سکتا اس لیے کہ اسی نے پہلے تمہیں ہمیں پیدا فرمایا اور اب بھی اس کی طرف لوٹ کر آئے ہیں۔ البتہ تمہارا یہ گمان اور خیال خام تھا کہ

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ - اور گناہ کرتے وقت تم پردہ داری سے بھی کام کرتے تھے تو اس خیال سے نہیں کہ کل کو تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے گوشت پوست تمہارے خلاف گواہی دینے کھڑے نہ ہو جائیں گے بلکہ تم کو تو یہ خیال تھا کہ تمہارے بہت سے عملوں سے خدا بھی واقف نہیں ہے۔ مگر اس علام الغیوب نے تمہارے ہر خفیہ و علانیہ اعمال تمہارے ہی اعضاء کی شہادت

سے ایسے واضح کر دیے کہ اب تمہیں انکار کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی بقول کیفے کے ؎
دیا کسی نے نہ ساتھ میرا مجھی پہ چھوڑا خطا کا رکھا
الگ الگ ہو گئے سب اعضاء مصیبتوں میں پھنسا کے مجھکو

چنانچہ ارشاد باری ہے۔
وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ اور یہ بدگمانی تم نے اپنے رب کے ساتھ کی تھی جس نے تمہیں تباہ کیا تو صبح کی تم نے نقصان والوں میں۔ آگے ارشاد ہے۔
فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ۔ تو اگر یہ لوگ صبر کر کے خاموش ہو رہیں تو بھی ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور اگر معافی چاہیں تو ان کو معافی بھی نہیں دی جائے گی
حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر وہ عذاب پر صبر کریں تو یہ صبر ان کے لیے مفید نہیں اس لیے کہ جہنم ہی ان کا ٹھکانا ہے۔ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا اور اگر منت سماجت کر کے معافی مانگیں تو ان کی منت سماجت انہیں فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ خلاصۂ مفہوم آیت یہ ہے کہ جہنمیوں کو جہنم میں جلنے کے بعد نہ صبر فائدہ مند نہ خوشامد و منت سماجت مفید۔ چنانچہ اٹھارہویں پارہ میں ہے۔
رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۔ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۔ اے ہمارے رب ہماری شقاوتیں ہم پر غالب آگئیں اور ہم راہ بہک گئے الٰہی اب ہمیں اس جہنم سے نکال تو اگر پھر بھی گمراہی پر رہیں تو پھر ہم ظالم ہیں۔
اس کا جواب ملے گا قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۔ اپنے نقصان میں پڑے رہو اور کوئی کلام نہ کرو وہی یہاں فرمایا وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ۔ اگر وہ معافی مانگیں تو انہیں معافی نہ ملے گی۔ آگے ارشاد ہے۔
وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۔ تو ہم نے ان کفار کے ساتھ برے ہم نشین تعینات کر دیے تھے تو انہوں نے ان کے اگلے اور پچھلے تمام افعال ان کی نظر میں اچھے کر دکھائے اور ان سے پہلے جنات اور آدمیوں کی اور بہت سی نافرمان امتیں ہو گذری تھیں ان کے شمول میں عذاب کا وعدہ ان کے حق میں پورا ہو کر رہا۔ بیشک یہ لوگ شروع ہی سے اپنے نقصان کے درپے تھے۔
مفہوم آیت یہ ہے کہ جس کی جبلّت میں بداعمالی اور بے دینی رکھ دی گئی ہے۔ وہ کسی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ان کا انجام نقصان و خسران ہی ہے اور اسی لیے یہاں بھی اِنَّهُمْ كَانُوْا

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۂ حٰم سجدہ پ ۲۴

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝

اور بولے جنہوں نے کفر کیا (ایک دوسرے سے) اس قرآن کو سنو ہی مت اس کے بیچ بیچ میں غل مچا دیا کرو شاید اس تدبیر سے بازی لے جاؤ۔

فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا وَّلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

تو جو لوگ (دین اسلام سے) منکر ہیں ہم ان کو ضرور سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور ضرور انکے ان بدترین اعمال کا بدلہ دیں گے۔

ذٰلِکَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ لَهُمْ فِیْهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ۝

یہ دوزخ ہی دشمنان خدا (یعنی کافروں) کا بدلہ ہے کہ وہ جو ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے اس کی سزا میں ان کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں گھر ملا۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا رَبَّنَا اَرِنَا الَّذَیْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِیَکُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ ۝

اور جو لوگ منکر ہیں (قیامت میں) کہیں گے۔ کہ ہمارے پروردگار ان کو ہمیں بھی دکھا جنہوں نے شیطان اور آدمیوں میں سے ہمیں تباہ کیا۔ تاکہ ہم انہیں پاؤں تلے مسل ڈالیں تاکہ وہ بہت ہی ذلیل ہوں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝

بے شک جن لوگوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے پھر وہ اس عقیدہ پر جمے رہے (مرتے وقت) ان پر فرشتے نازل ہوں گے اور ان سے کہیں گے کہ آئندہ کے لیے نہ کسی طرح کا اندیشہ کرو اور نہ گذشتہ کے لیے کسی طرح کا رنج اور بہشت جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اب اس کی خوشیاں مناؤ۔

نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا

دنیا کی زندگی میں بھی ہم بحکم خدا تمہارے حامی و مددگار

وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝

تھے اور آخرت میں بھی (رہوں گے۔) اور جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا تمہارے لیے بہشت میں موجود ہوگی اور جو چیز تم طلب کرو گے وہاں حاضر ہوگی۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝

یہ بخشنے والے مہربان (یعنی خدا) کی طرف سے تمہاری ضیافت ہے۔

حلِّ لُغات

وَ۔ اور	قَالَ۔ بولے	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر تھے
لَا۔ نہ	تَسْمَعُوْا۔ سنو	لِهٰذَا۔ اس	الْقُرْاٰنِ۔ قرآن کو
وَ۔ اور	الْغَوْا۔ شور کرو	فِيْهِ۔ اس میں	لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم
تَغْلِبُوْنَ۔ غالب رہو	فَلَنُذِيْقَنَّ۔ تو ہم ضرور چکھائیں گے		الَّذِيْنَ۔ ان کو
كَفَرُوْا۔ جو کافر تھے	عَذَابًا۔ عذاب	شَدِيْدًا۔ سخت	وَ۔ اور
لَنَجْزِيَنَّهُمْ۔ ضرور بدلہ دینگے ہم ان کو		اَسْوَاَ۔ برا	الَّذِيْ۔ اس کا
كَانُوْا۔ جو تھے	يَعْمَلُوْنَ۔ کام کرتے	ذٰلِكَ۔ یہ	جَزَآءُ۔ بدلہ ہے
اَعْدَآءِ۔ دشمنانِ	اللّٰهِ۔ خدا کا	النَّارُ۔ آگ	لَهُمْ۔ انکے لیے
فِيْهَا۔ اس میں	دَارُ۔ گھر ہے	الْخُلْدِ۔ ہمیشہ کا	جَزَآءً۔ بدلہ ہے
بِمَا۔ اس کا جو	كَانُوْا۔ تھے	بِاٰيٰتِنَا۔ ہماری آیتوں کا	يَجْحَدُوْنَ۔ انکار کرتے
وَ۔ اور	قَالَ۔ کہیں گے	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہیں
رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	اَرِنَا۔ دکھا ہم کو	الَّذَيْنِ۔ وہ دونوں فریق	اَضَلّٰنَا۔ جنہوں نے گمراہ کیا ہم کو
مِنَ الْجِنِّ۔ جنوں	وَ۔ اور	الْاِنْسِ۔ انسانوں سے	نَجْعَلْهُمَا۔ کہ ملیں ہم انکو
تَحْتَ۔ نیچے	اَقْدَامِنَا۔ اپنے قدموں کے	لِيَكُوْنَا۔ تاکہ ہوں	مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ۔ وہ ذلیل
لوگوں سے	اِنَّ۔ بیشک	الَّذِيْنَ۔ وہ جنہوں نے	قَالُوْا۔ کہا
رَبُّنَا۔ ہمارا رب	اللّٰهُ۔ اللہ ہے	ثُمَّ۔ پھر	اسْتَقَامُوْا۔ جمے رہے

تَتَنَزَّلُ۔ اترتے ہیں	عَلَيْهِمُ۔ ان پر	الْمَلٰٓئِكَةُ۔ فرشتے	اَلَّا۔ یہ کہ نہ
تَخَافُوْا۔ خوف کرو	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَحْزَنُوْا۔ غم کھاؤ
وَ۔ اور	اَبْشِرُوْا۔ خوشخبری حاصل کرو	بِالْجَنَّةِ۔ جنت کی	الَّتِيْ۔ جو
كُنْتُمْ۔ تھے تم	تُوْعَدُوْنَ۔ وعدہ دیے جاتے	نَحْنُ۔ ہم	اَوْلِيٰٓؤُكُمْ۔ دوست ہیں
كُمْ۔ تمہارے	فِي۔ بیچ	الْحَيٰوةِ۔ زندگی	الدُّنْيَا۔ دنیا کے
وَ۔ اور	فِي۔ بیچ	الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کے	وَ۔ اور
لَكُمْ۔ تمہارے لیے ہے	فِيْهَا۔ اس میں	مَا۔ جو	تَشْتَهِيْ۔ چاہیں
اَنْفُسُكُمْ۔ تمہارے نفس	وَ۔ اور	لَكُمْ۔ تمہارے لیے ہے	فِيْهَا۔ اس میں
مَا۔ جو	تَدَّعُوْنَ۔ تم مانگو	نُزُلًا۔ مہمانی ہے	مِّنْ غَفُوْرٍ۔ بخشنے والے
رَّحِيْمٍ۔ مہربان سے۔			

حلِّ لغاتِ نادرہ

اَلْغَوْا:۔ لَغَا يَلْغُوْا سے ہے لغو کہتے ہیں بیہودہ گوئی کو

اَسْوَاَ:۔ سُوْء کا افعل التفضیل ہے جس کے معنی ہوتے ہیں بہت برے افعال

تَدَّعُوْنَ:۔ مشتق از دَعَا يَدْعُوْ بمعنی طلب حاصل معنی تَتَمَنَّوْن یعنی جو تم چاہو اور آرزو کرو

نُزُلًا:۔ نزل اس کو کہتے ہیں جو مہمان کے آگے رکھا جائے

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۂ حٰمٓ سجدہ پ۲۴

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۔ اور جو لوگ کافر ہیں انہوں نے ایک دوسرے سے کہا نہ سنو اس قرآن کو اور اس میں بے ہودہ شور غل کیا کرو۔ شاید کہ تم غالب آجاؤ۔

مشرکین مکہ کا طریقہ عمل تھا کہ جب قرآن کریم کی تلاوت ہوتی تو لغو شور و غل مچاتے اور اس کے سننے سے لوگوں کو مانع ہوتے۔ چنانچہ دوسری جگہ نویں پارہ میں ان کی کیفیت اور لغویت اس طرح

ظاہر فرمائی وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً - ان کی نماز بیت اللہ کے قریب یہ تھی کہ تالیاں اور سیٹیاں بجاتے ۔ تو اس کا بدلہ فرمایا فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ چکھو عذاب اس کا جس کا تم کفر کیا کرتے تھے ۔ یہ قاعدہ ہے کہ منکر ضدی ہٹیلے جب حق کے مقابل آتے ہیں تو قبول کرنے کے بجائے وہ لغویت اور بیہودگی کرتے ہیں ۔ کفار مکہ بھی ایسا ہی کرتے تھے اور آج بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس کو واضح فرمایا گیا کہ جواب تو یہ کیا دیں گے لاجواب رہنے کی شکل میں اپنی جماعت والوں کو بھی ہدایت کرتے تھے کہ لَا تَسْمَعُوْا تلاوت کلام پاک کے وقت اس کو نہ سنو اور لغو شور و غل کرو ۔ شاید کہ تم اس میں کامیاب ہو جاؤ ۔ تو اس کے بدلہ میں جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوا ۔

فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللّٰهِ النَّارُ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۔ تو ضرور ہم کافروں کو مزہ چکھائیں گے سخت عذاب کا اور بیشک ہم ان کے بدترین اعمال کا بدلہ دیں گے یہ ہے بدلہ اللہ کے دشمنوں کا آگ میں ان کے لیے دوامی اور ہمیشہ کا گھر ہے یہ معاوضہ ہے اس عمل کا جو ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ۔

یعنی آیتوں کو سن کر ماننے اور تسلیم کرنے کی بجائے کج بحثی اور ڈھٹائی کرتے تھے اس نے انہیں دار خلد یعنی ہمیشگی کے لیے جہنم میں گھر دیدیا ۔ آیت کریمہ سے یہ امر واضح ہو گیا کہ کافر دخول جہنم کے بعد نجات نہیں پائے گا ۔ جیسے مومن جنت میں ہمیشہ رہے گا ایسے ہی کافر جہنم میں ہمیشہ رہیں گے ۔ جہنم سے نکلنے کی روائتیں وہ صرف سیاہ کاران امت کے لیے ہیں ۔ وہ عذاب سے شفاعت یا لوجاہت کے ذریعہ یا مقربان خاص کی سفارش سے نجات پائیں گے ۔ مگر کافر مشرک یہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں رہینگے اور یہ کافر مایوس ہو کر خدا کے حضور عرض کرے گا جس کا ذکر فرمایا گیا ۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْأَسْفَلِيْنَ ۔ کافر کہے گا اے ہمارے رب بخشش سے تو ہم رہے ہمیں کم از کم انہیں دکھلا دے جنہوں نے جن اور انسانوں سے ہمیں گمراہ کیا تاکہ ان دونوں کو ہم اپنے پیروں تلے کھوندیں ۔ اور ہم انہیں ذلیل تر دیکھیں ۔

اور یہ بھی ان کی محض آرزو ہوگی جو پوری نہ ہوگی ۔ اگرچہ وہ گمراہ کرنے والے ذلت و رسوائی کے شکار ہوں اور ان کے ساتھ جہنم میں رہیں ۔ یہ پہلا مضمون ہے جو بموجب اسلوب بیان قرآنی جہنمیوں کے متعلق ہے اور چونکہ اسلوب بیان اس امر کا مقتضی تھا کہ جب جہنمیوں کا ذکر آ گیا تو جنتیوں کا ذکر ضرور ہو لہٰذا اب دوسرا مضمون مقربان خاص اہل جنت کا شروع فرمایا گیا اور ارشاد ہوا ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم ہوئے تو ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں کہ خوف مستقبل نہ کرو اور نہ دل میں گذشتہ کا ملال لاؤ اور خوشخبری لو جنت کی اور جنت بھی وہ جنت جس کا ان سے وعدہ کیا گیا۔

یہاں یہ بھی بتا دیا کہ مومنین پر جو مستقیم علی الایمان ہیں اور اللہ تعالے کو اپنا حقیقی رب مانتے ہیں ان پر بشارتیں دینے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لَاتَخَافُوْا الخ کسی کا خوف نہ کرو جو تم پر غالب ہو سکے اور ملال نہ کرو جو چیز تم چاہتے ہو اس کے نہ ملنے کا اس لیے کہ خوف ہمیشہ اپنے سے غالب کا ہوتا ہے۔ اور ملال اس چیز کا ہوتا ہے جس کے حاصل کرنے کی سعی کرے اور کامیاب نہ ہو تو مومن کے لیے دونوں چیزوں سے اطمینان دلایا گیا کہ تمہیں نہ خوف ہے نہ ملال۔ اب رہا معاملہ اخروی زندگی کا اس کے لیے فرمایا کہ وہ فرشتے کہیں گے

نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۔ ہم تمہارے معاون و مددگار ہیں دونوں زندگیوں میں حیات دنیا کے بعد حیات اخروی آتی ہے اس لیے فی الحیوٰة الدنیا و فی الاخرہ فرمایا تاکہ مومن دنیا اور عقبیٰ دونوں سے مطمئن رہے اور دونوں کے لیے ضمیر واحد لگا کر فرمایا لَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ ۔ یعنی دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی دونوں میں تمہارے لیے وہ سب کچھ ہے جو تمہارے دل چاہیں اور دنیا اور آخرت کی زندگی میں تمہارے لیے لَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ وہ بھی ہے جو تم مانگو اس لیے کہ تم آج مہمان ہو اللہ تعالے کے اور اس مہمانی میں جو دستر خوان تم پر لگے وہ ایسا ہے کہ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۔ مہمانی ہے بخشنے والے اور رحم فرمانے والے کی طرف سے۔

آیۂ کریمہ سے واضح ہوگیا کہ مومن خواہ ولی ہو یا غوث قطب ہو یا ابدال ان کو اللہ کی طرف سے دنیا و آخرت کی زندگی میں ان کی خواہش کے مطابق عطائیں ہوں گی اسی بنا پر ہم اولیاء کی کرامت کو حق مانتے ہیں حتی کہ غوث الثقلین غیث الملوین غیاث الدارین حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کا بھی ہم انکار نہیں کر سکتے جو بارہ سال کی ڈوبی ہوئی کشتی کو نکالنے کے متعلق ہے۔ اس لیے کہ مَا موصولہ عموم کا فائدہ دیتا ہے اور بلا کسی استثناء کے مستثنیٰ منہ کو علیحدہ نہیں کرتا تو جو بھی آپ کے دل کی خواہش ہوتی ہو خواہ وہ ڈوبی ہوئی کشتی ہو یا غرق شدہ افراد ان کے نکالنے میں آپ کا اشتہاء قلبی اگر اس طرف مائل ہو گیا ہو کہ یہ بڑھیا جس کی برات کو ڈوبے بارہ سال ہو گئے ہیں یہ پھر باہر آئے اور دنیا کی ہوا کھائے اور اس کا بیٹا مع دلہن کے

ماں کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائے تو بر اقتضائے لکم فیہا ما تشتہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون۔ اس کا پانی سے نکل آنا اور کشتی کا تیر جانا سب کچھ ممکن ہے۔ اس لیے کہ نزلاً من غفور رحیم۔ یہ غفور رحیم قادر علی الاطلاق کی طرف سے ان کے لیے تواضع اور مہمانی ہے۔ وللہ الحمد

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۂ حٰم سجدہ پ ۲۴

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے اور نیکو کار بھی ہو اور لوگوں سے کہے کہ میں بھی خدا کے فرمانبردار بندوں میں ہوں۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝

اور اے سننے والے نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی برائی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کرو کہ وہ دیکھنے والوں کی نظروں میں بہت ہی اچھا ہو تو جب اس میں اور تم میں عداوت تھی (تم دیکھ لوگے) کہ وہ تمہارا گہرا دوست ہو گیا۔

وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝

اور حسن مدارات کی توفیق نہیں ملتی مگر انہیں جو صبر کرتے ہیں اور نہیں دی جاتی کسی کو یہ توفیق مگر جن کا بڑا حصہ ہو۔

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

اور اگر تجھے تو سوس شیطانی گدگدائے تو خدا کے ساتھ پناہ مانگ لیا کرو بے شک وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

اور اللہ کی نشانیوں میں رات دن۔ سورج اور چاند ہیں (مگر خدا نہیں ہیں) لہٰذا نہ سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند اور سجدہ کرو اس اللہ کو جس نے یہ سب پیدا فرمائے اگر تم خدا ہی کی عبادت کرنے والے ہو۔

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ

تو اگر وہ تکبر کریں تو وہ جو تیرے رب کے ہاں تسبیح

رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ۝

کرتے ہیں رات دن اور وہ کبھی نہیں تھکتے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اس کی قدرت کی نشانیوں میں ایک یہ ہے کہ تم زمین کو دیکھتے ہو کہ سنسان بے حس و حرکت پڑی ہے تو جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو تر سبز شاداب ہو کر بڑھ جاتی ہے بے شک وہ جس نے زمین کو زندہ کیا وہ ضرور مردے کو بھی زندہ فرمائے گا۔ بے شک وہ ہر شے پر قادر ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

بے شک وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں نہیں مخفی ہم پر ان کا حال بھلا جو شخص آخر کار دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر یا وہ شخص جو قیامت کے دن آئے اور اس کو کسی بات کا کھٹکا نہ ہو جو چاہو تم کرو جو کچھ بھی تم کر رہے ہو خدا اس کو دیکھ رہا ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝

بے شک وہ لوگ جن کے پاس قرآن جیسی نصیحت آئی اور انہوں نے نہ مانا اور یہ قرآن بڑی عزت والی کتاب ہے۔

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝

کہ جھوٹ نہ تو اس کے آگے ہی کی طرف سے اسکے پاس کھٹکنے پاتا ہے اور نہ اس کے پیچھے اتاری ہوئی یہ حکمت والی تعریف کیے گئے کی۔

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۝

اے محبوب آپ سے بھی وہی فرمایا گیا ہے جو آپ سے پہلے پیغمبروں سے فرمایا گیا بے شک تمہارا رب بخشش فرمانے والا اور سزا بھی دردناک دینے والا ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور اگر ہم عربی کے سوا دیگر زبان میں قرآن بناتے تو یہ کفار مکہ ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں ہماری زبان میں اچھی طرح کھول کر کیوں نہ سمجھائی گئیں کیا کتاب

هُدًى وَّشِفَآءٌ ۗ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۗ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ٥

عجمی اور نبی عربی۔ آپ فرمائیے کہ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بہرہ پن ہے اور ان پر اندھا پن چھایا ہوا ہے (قرآن پاک کی جانب ان کی لاپرواہی ایسی ہے) گویا وہ دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔

حلِّ لغات

وَ۔ اور	مَنْ۔ کون	اَحْسَنُ۔ بہتر ہے	قَوْلًا۔ بات میں
مِمَّنْ۔ اس سے جو	دَعَا۔ بلائے	اِلَی۔ طرف	اللّٰہِ۔ اللہ کی
وَ۔ اور	عَمِلَ۔ کام کرے	صَالِحًا۔ اچھے	وَ۔ اور
قَالَ۔ کہے	اِنَّنِیْ۔ بیشک میں	مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ فرمانبرداروں سے ہوں	
وَ۔ اور	لَا۔ نہیں	تَسْتَوِی۔ برابر	الْحَسَنَۃُ۔ نیکی
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	السَّیِّئَۃُ۔ برائی	اِدْفَعْ۔ روک
بِالَّتِیْ۔ ایسی طرح سے کہ	ھِیَ۔ وہ	اَحْسَنُ۔ اچھی ہو	فَاِذَا۔ تو پھر
الَّذِیْ۔ وہ کہ	بَیْنَکَ۔ تیرے درمیان	وَ۔ اور	بَیْنَہٗ۔ اسکے درمیان
عَدَاوَۃٌ۔ دشمنی ہے	کَاَنَّہٗ۔ گویا کہ وہ	وَلِیٌّ۔ دوست ہے	حَمِیْمٌ۔ گہرا
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	یُلَقّٰھَا۔ توفیق ہوتی اسکی	اِلَّا۔ مگر
الَّذِیْنَ۔ ان کو جو	صَبَرُوْا۔ صابر ہیں	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
یُلَقّٰھَا۔ توفیق ہوتی اسکی	اِلَّا۔ مگر	ذُوْحَظٍّ۔ حصے	عَظِیْمٍ۔ بڑے والے کو
وَ۔ اور	اِمَّا۔ اگر	یَنْزَغَنَّکَ۔ وسوسہ آئے تجھکو	مِنَ الشَّیْطٰنِ۔ شیطان سے
نَزْغٌ۔ کوئی وسوسہ	فَاسْتَعِذْ۔ تو پناہ مانگ	بِاللّٰہِ۔ اللہ کی	اِنَّہٗ۔ بیشک وہ
ھُوَ۔ وہی ہے	السَّمِیْعُ۔ سننے والا	الْعَلِیْمُ۔ جاننے والا	وَ۔ اور
مِنْ اٰیٰتِہٖ۔ اسکی نشانیوں سے	الَّیْلُ۔ رات	وَ۔ اور	النَّہَارُ۔ دن ہے۔

وَ۔ اور	الشَّمْسُ۔ سورج	وَ۔ اور	الْقَمَرُ۔ چاند
لَا۔ نہ	تَسْجُدُوْا۔ سجدہ کرو	لِلشَّمْسِ۔ سورج کو	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	لِلْقَمَرِ۔ چاند کو	وَ۔ اور	اسْجُدُوْا۔ سجدہ کرو
لِلّٰهِ۔ اللہ کو	الَّذِیْ۔ جس نے	خَلَقَهُنَّ۔ پیدا کیا ان کو	اِنْ۔ اگر
كُنْتُمْ۔ ہو تم	اِيَّاهُ۔ خاص اسکی	تَعْبُدُوْنَ۔ پوجا کرتے	فَاِنِ۔ تو اگر
اسْتَكْبَرُوْا۔ تکبر کریں	فَالَّذِيْنَ۔ تو وہ جو	عِنْدَ۔ پاس	رَبِّكَ۔ تیرے رب کے ہیں
يُسَبِّحُوْنَ۔ تسبیح کرتے ہیں	لَهٗ۔ اس کی	بِالَّيْلِ۔ رات	وَ۔ اور
النَّهَارِ۔ دن	وَ۔ اور	هُمْ۔ وہ	لَا۔ نہیں
يَسْئَمُوْنَ۔ تھکتے	وَ۔ اور	مِنْ اٰيٰتِهٖ۔ اسکی نشانیوں سے ہے	اَنَّكَ۔ کہ تو
تَرَى۔ دیکھتا ہے	الْاَرْضَ۔ زمین کو	خَاشِعَةً۔ دبی ہوئی	فَاِذَا۔ تو جب
اَنْزَلْنَا۔ اتارتے ہیں ہم	عَلَيْهَا۔ اس پر	الْمَآءَ۔ پانی	اهْتَزَّتْ۔ تو لہلہاتی ہے
وَ۔ اور	رَبَتْ۔ پھولتی ہے	اِنَّ۔ بیشک	الَّذِيْٓ۔ وہ جس نے
اَحْيَا۔ زندہ کیا	هَا۔ اس کو	لَمُحْيِ۔ وہ زندہ کرنے والا ہے	الْمَوْتٰى۔ مُردوں کو
اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	عَلٰى۔ اوپر	كُلِّ۔ ہر	شَيْءٍ۔ شے کے
قَدِيْرٌ۔ قادر ہے	اِنَّ۔ بیشک	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	يُلْحِدُوْنَ۔ ٹیڑھے چلتے ہیں
فِيْٓ۔ بیچ	اٰيٰتِنَا۔ ہماری آیتوں کے	لَا۔ نہ	يَخْفَوْنَ۔ مخفی
عَلَيْنَا۔ ہم سے	اَفَمَنْ۔ تو کیا جو	يُّلْقٰى۔ ڈالا جائے گا	فِي۔ بیچ
النَّارِ۔ آگ کے	خَيْرٌ۔ بہتر ہے	اَمْ۔ یا	مَّنْ۔ وہ جو
يَّاْتِيْٓ۔ آئے گا	اٰمِنًا۔ امن والا	يَّوْمَ۔ دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے
اِعْمَلُوْا۔ عمل کرو	مَا۔ جو	شِئْتُمْ۔ تم چاہو	اِنَّهٗ۔ بیشک وہ
بِمَا۔ اس کو	تَعْمَلُوْنَ۔ جو تم کرتے ہو	بَصِيْرٌ۔ دیکھنے والا	اِنَّ۔ بیشک
الَّذِيْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہوئے	بِالذِّكْرِ۔ قرآن سے	لَمَّا۔ جب
جَآءَهُمْ۔ آیا انکے پاس	وَ۔ اور	اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	لَكِتٰبٌ۔ کتاب ہے
عَزِيْزٌ۔ عزت والی	لَا۔ نہیں	يَاْتِيْهِ۔ آیا اسکے پاس	الْبَاطِلُ۔ باطل
مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ۔ اسکے آگے سے		وَ۔ اور	لَا۔ نہ

مِنْ خَلْفِہٖ - اس کے پیچھے سے	تَنْزِیْلٌ - اتارا گیا ہے	مِّنْ حَکِیْمٍ - حکمت والے	حَمِیْدٍ - تعریف کیے گئے سے
مَا - نہیں	یُقَالُ - کہا جاتا	لَکَ - آپ کو	اِلَّا - مگر
مَا - وہی	قَدْ - جو	قِیْلَ - کہا جاتا تھا	لِلرُّسُلِ - رسولوں کو
مِنْ قَبْلِکَ - آپ سے پہلے	اِنَّ - بیشک	رَبَّکَ - تیرا رب	لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ - بخشش کرنے
والا ہے	وَ - اور	ذُوْ عِقَابٍ - عذاب	اَلِیْمٍ - دردناک والا ہے
وَ - اور	لَوْ - اگر	جَعَلْنَا - بناتے ہم	ہُ - اس کو
قُرْاٰنًا - قرآن	اَعْجَمِیًّا - عجمی زبان میں	لَقَالُوْا - تو کہتے	لَوْلَا - کیوں نہیں
فُصِّلَتْ - مفصل	اٰیٰتُہٗ - اس کی آیتیں	ءَ - کیا	اَعْجَمِیٌّ - عجمی قرآن
وَّ - اور	عَرَبِیٌّ - عربی نبی	قُلْ - کہہ	ھُوَ - وہ
لِلَّذِیْنَ - ان کے لیے جو	اٰمَنُوْا - مومن ہیں	ھُدًی - ہدایت	وَّ - اور
شِفَآءٌ - شفاء ہے	وَ - اور	الَّذِیْنَ - وہ جو	لَا - نہیں
یُؤْمِنُوْنَ - ایمان لاتے	فِیْ - بیچ	اٰذَانِھِمْ - ان کے کانوں کے	وَقْرٌ - بوجھ ہے
وَ - اور	ھُوَ - وہ	عَلَیْھِمْ - ان پر	عَمًی - اندھاپن ہے
اُولٰٓئِکَ - یہ لوگ	یُنَادَوْنَ - پکارے جاتے ہیں	مِنْ مَّکَانٍ - جگہ	بَعِیْدٍ - دور سے

حلِ لغاتِ نادرہ

وَلِیٌّ حَمِیْمٌ: - گرم جوش - دلسوز دوست

وَمَا یُلَقّٰھَا: - اور نہیں ملتا اسے

نَزْغٌ: - نزغ اور نسغ دونوں کے معنی ہیں کچوکا دینے کے ہیں پھر وسوسہ شیطانی کو نزغ کہنے لگے کیونکہ کچوکا جیسے جانور کو اکساتا ہے شیطانی وسوسہ انسان کو گناہ پر ابھارتا ہے۔ نزغ ہے تو مصدر مگر یہاں اسم فاعل کے معنی میں مستعمل ہے ای مَا یَنْزِغَنَّکَ نَازِغٌ

یَسْئَمُوْنَ: - من سأم - ملال - تھکاوٹ - دل برداشتہ ہونا - وقال تعالیٰ لَا یَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَیْرِ

خَاشِعَۃً: خشوع دراصل تذلل کو کہتے ہیں یہاں زمین کا خشک ہونا خشوع سے کنایہ ہے ذا المعنیٰ تَرَی الْاَرْضَ یَابِسَۃً مُتَطَامِنَۃً۔

يُلۡحِدُوۡنَ :- از الحاد - استقامت سے انحراف کو کہتے ہیں جب گڑھا کھودنے والا سیدھے خط سے دوسری طرف جھک جاتا ہے تو اَلۡحَدَ الۡحَافِرُ و لَحَدَ بولتے ہیں ۔ مُلۡحِد منحرف کو ۔ مگر عرف میں حق سے باطل کی طرف انحراف کرنے کو الحاد کہتے ہیں ۔

اِهۡتَزَّتۡ :- سرسبز و شاداب ہو جانا ۔ رَبَتۡ :- بڑھنا ۔ پرورش ہونا ۔ مادہ ربی ہے ۔

اَلذِّكۡرُ :- یہاں مراد قرآن کریم ہے

وَقۡرٌ :- بہرہ پن کو کہتے ہیں ۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورہ حٰم سجدہ پ ۲۴

وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ - اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے کہ میں خود بھی مسلمان ہوں ۔

آیۂ کریمہ کے شان نزول میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے نزدیک یہ حکم مؤذنوں کے فضائل میں ہے ۔ اور یہ قول بھی ہے جو کسی کو اللہ کی طرف بلائے وہ وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا میں داخل ہے ۔ دعوت الی اللہ کے کئی مرتبے ہیں اول دعوت انبیاء علیہم السلام معجزات اور حجج و براہین و سیف کے ساتھ یہ مرتبہ انبیاء ہی کے ساتھ خاص ہے ۔ دوم دعوت علماء فقط حجج و براہین کے ساتھ اور علماء کئی طرح کے ہیں ۔ ایک عالم باللہ دوسرے عالم بصفات اللہ تیسرے عالم باحکام اللہ ۔ مرتبہ سوم دعوت مجاہدین ہے یہ کفار کو تلوار کے ساتھ ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ دین میں داخل ہوں اور طاعت قبول کرلیں ۔ مرتبہ چہارم مؤذنین کی دعوت نماز کے لیے ۔

عمل صالح کی دو قسم ہیں ۔ ایک وہ جو قلب سے ہو وہ معرفت الٰہی ہے دوسرے وہ جو جوارح سے ہو وہ تمام طاعات ہیں وَقَالَ اِنَّنِىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ سے مراد یہ ہے کہ یہ کہنا دل سے ہو ۔ نہ کہ محض قول اس لیے کہ اقرار باللسان وہی ہے جس میں تعمیل بالارکان و تصدیق بالجنان ہو ۔ اس لیے کہ اقرار باللسان فقط کرنے والا اگرچہ مسلمان ہے مگر جبتک وَعَمِلَ صَالِحًا کے ماتحت تعمیل بالارکان نہ کرے تو اسلام مکمل نہیں اور تعمیل بالارکان محض دکھاوے کی نہ ہو بلکہ تصدیق بالجنان کے ساتھ تو مومن کا دل ہے اسی لیے فرمایا کہ معصیت شعار بداعمال اور نیکوکار دونوں برابر نہیں جیسا کہ ارشاد ہے ۔

وَلَا تَسۡتَوِى الۡحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدۡفَعۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِىۡ بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ

حَمِیْمٌ ۔ کہ نیکیاں اور برائیاں برابر نہیں۔ برائی کرنے والے کے لیے قانون تبلیغ یہ تعلیم فرمایا کہ نیکیاں اور برائیاں برابر نہیں اور جب اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ ان برائیوں کو اچھے طریقہ سے دفع کرنے کا طرز اختیار کرو۔ نہ کہ موجودہ مبلغین کی طرح ننگے پھلا کر زبانیں گندی کر کے سب وشتم کے ساتھ دعوت ہو بلکہ فرمایا فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ تو جب تمہارے اور بدعمل کے مابین عداوت ہو جائے تو اس اچھے طرز تبلیغ سے اور حسن تعلیم کے ذریعہ اسے اپنی طرف بلاؤ اور اس کو ایسا بنا لو کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۔ گویا کہ وہ تمہارا دل سوز گرم جوش دوست ہے اور یہ طریقۂ تبلیغ ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتا مگر اسی کو جسے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَا یُلَقّٰہَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰہَا اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ ۔ یہ مرتبہ نہیں ملتا مگر انہیں جو صابر ہیں اور یہ درجہ حاصل نہیں ہوتا مگر انہیں جو اللہ کی رحمتوں میں بڑے حصہ دار ہیں۔

شان نزول: ۔ آیت کا یہ ہے کہ حضرت ابوسفیان جو حضور کے ساتھ کبھی شدید العداوت اور مخالفت میں انتہائی غالی تھے حضور کے اس نرم برتاؤ نے کہ حضور نے ان کی صاحبزادی اپنے عقد میں لی اور ان کی تالیف قلوب مال سے بھی فرمائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حضور کے ساتھ نہایت مخلصانہ طور پر محبت کرنے لگے اور ولی حمیم کہلانے کے مستحق ہوئے۔ سابقہ عداوتیں اور مخالفتیں سب نسیاً منسیا ہو گئیں حتیٰ کہ حضور کے صحابی اور جلیل القدر صحابی کہلانے لگے۔ اس پر قرآن کریم نے فرمایا کہ بدیوں کو نیکی سے بدلنے کی خصلت اسی کو ودیعت ہوتی ہے جو خزانۂ رحمت سے زبردست حصہ حاصل کرلے اور مخالفت پر صبر کرتا ہوا اظہار محبت کرکے دشمن کو دوست بنائے جیسا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا طرز تبلیغ تھا۔ اس کے بعد ارشاد ہے۔

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ اور اگر تجھے تو سوسِ شیطانی کسی قسم کا کچوکا دے تو اللہ سے پناہ طلب کر بے شک وہ سنتا جانتا ہے۔

اس میں ہر مومن کو اللہ تعالےٰ کی ذات سے استعاذہ کی تعلیم ہے تاکہ وہ توسوس شیطانی سے محفوظ رہے۔ آگے اپنی شیون قدرت میں سے خاص نشانیں دکھائی گئیں اور ارشاد ہوا۔

وَمِنْ اٰیٰتِہِ الَّیْلُ وَالنَّہَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَہُنَّ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ۔ اور اللہ کی نشانیوں سے رات اور دن ہیں اور سورج اور چاند لہٰذا ان کو نہ پوجو اور نہ انہیں سجدہ کرو بلکہ اسی کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو پیدا فرمایا اگر تم اس کے پوجنے والے ہو۔

یعنی رات اور دن سورج اور چاند یہ اپنی ابدیت کے اعتبار سے دوامی ہیں مگر خدا نہیں نہ مسجود۔ مسجود وہی ہے جس نے رات بھی پیدا کی اور دن بھی بنایا جس نے سورج بھی پیدا فرمایا اور چاند بھی ظاہر کیا۔ تو جو موحد خالص ہے وہ کسی مخلوق کو سجدہ نہیں کرے گا اور چونکہ یہ بھی مخلوق ہیں لہذا انہیں سجدہ کے لیے وہ کبھی منتخب نہیں کر سکتا۔ اللہ جل وعلا شانہ کے سوا وہ کسی کی طرف سجدہ کو نہیں جھکے گا آگے ارشاد ہے۔

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ۔ تو اگر وہ تکبر کریں تو وہ مخلوق جو تمہارے رب کے پاس ہیں وہ صبح و شام اس کی تسبیح و تہلیل کرتے ہیں اور وہ کبھی تھکتے نہیں ہیں۔

اس میں ملائکہ کی فضیلت اور ان کی عبودیت ظاہر فرمائی گئی یعنی یہ لوگ کفار و مشرکین کا تکبر ہمیں نقصان نہیں دے سکتا اس لیے کہ ایک مخلوق جنہیں ملائکہ کہا جاتا ہے ہمارے پاس ایسی ہے کہ وہ صبح و شام ہمارے حضور تسبیح و تہلیل کرتی رہتی ہے اور انسان کی طرح اس پر تکان طاری نہیں ہوتی بلکہ وہ ہر ہر لمحہ لحظہ دقیقہ پل اور آن میں ہماری ہی اطاعت اور عبادت کرتی ہے۔ یہ مرتبہ ملائکہ کو اللہ نے ودیعت فرمایا مگر باوجود اس کے انسان کی اطاعت کو زیادہ وقیع قرار دیا اسی لیے کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ۔ ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

بہرحال مشرکین کے مقابلہ میں فرمایا کہ ان کا تکبر بے معنی ہے۔ اس لیے کہ ہماری ایک مخلوق وہ بھی ہے جو ہر آن ہر لمحہ ہماری عبادت میں مشغول ہے اور تسبیح و تہلیل میں مصروف۔ ان پر تھکان طاری نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کا کھانا پینا سونا جاگنا سب عبادت میں ہی ہے۔ دوسری نشانی اپنی شیون قدرت دکھائی اور فرمایا۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم نے دیکھا ہے کہ زمین بے قدر پڑی ہے تو جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ لہلہا اٹھتی ہے اور سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور بڑھ جاتی ہے بے شک وہ ذات وہی ہے جس نے زمین مردہ کو زندہ فرمایا وہ ضرور مردوں کو زندہ فرمائے گا اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

یہ جواب ہے اس آیت کا جو پارہ چھبیس ۲۶ میں مشرکین کا قول فرمایا گیا تھا کہ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ۔ مر کر مٹی ہونے کے بعد ہمارا پھر زندہ ہونا استبعاد عقلی ہے۔ تو فرمایا ہم تو سوکھی زمین کو سرسبز و شاداب کر کے زندہ کرتے ہیں ایسے ہی تمہیں مرنے کے بعد زندہ فرما دیں گے اور ہم سب کچھ کرنے پر قادر ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا اَفَمَنْ یُّلْقٰى فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔ بے شک وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں وہ ہم پر مخفی نہیں کیا جو آگ میں ڈالا جاتا ہے وہ اچھا ہے یا وہ جو قیامت میں امن سے رہے کرو جو تمہارا جی چاہے تمہارے عملوں کو وہ دیکھ رہا ہے۔

یہ توبیخ ہے کفار نابہنجار کے لیے اور اس میں نیکوکار مومنین کو قیامت کے دن امن کی بشارت دی گئی ہے آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ۔ بے شک وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں ذکر یعنی قرآن سے جبکہ آیا ان کے پاس حالانکہ وہ قرآن پاک ایسا عزت والا ہے کہ اس کے آگے پیچھے کوئی باطل نہیں آسکتا اتارا گیا ہے حکیم اور سراہے گئے کی طرف سے۔

آیہ کریمہ میں گویا یہ بتایا گیا کہ قرآن پاک کہی ہر قسم کی تحریف ونقص سے محفوظ ومصئون ہے اور اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھنے والے کہ اس میں سے فلانی آیتیں نکال دی گئی ہیں یا فلاں پارہ جلا دیا گیا یہ سب ایمان کے خلاف ہے اور اس عقیدہ والے مسلمان نہیں قرآن پاک نے خود فرما دیا کہ لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ۔ اس میں جھوٹ اور باطل اس کے آگے پیچھے نہیں آسکتا۔ یہ حکیم اور حمید کی طرف سے اتارا گیا ہے آگے محبوب اکرم نبی عالم جناب مصطفی علیہ التحیہ والثناء کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا کہ

مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ (اے محبوب) تمہیں نہیں فرمایا گیا مگر وہی جو آپ سے پہلے نبیوں کو فرمایا گیا تھا بیشک آپ کا رب بخشش فرمانے والا اور دردناک عذاب دینے والا ہے۔

یہاں اگر مَا کو نافیہ رکھا جائے تو "نہیں کہا گیا" معنے ہوں گے اور اگر مَا موصولہ رکھا جائے تو "جو کچھ فرمایا گیا" آپ کو اے محبوب معنی ہوں گے اور اس امر کی تصدیق کی گئی کہ حضور کی تعلیم بحکم الٰہی وہی ہے جو انبیاء کرام کو دی گئی اور تعلیم توحید وہی ہے جو انبیاء کرام دینے آئے یہی وجہ ہے کہ نبیوں میں کوئی نبی ایسا نہ آیا جس نے ایک وحدہ لاشریک کے سوا دوسرے کو معبود و مسجود کہا ہو۔ یہی تعلیم ہمارے حضور سید یوم النشور نے دی یہی وجہ ہے کہ متبعین کے لیے مغفرت اور مخالفین کے لیے عذاب الیم فرمایا گیا۔ آگے ارشاد ہے۔

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

هُدًى وَّشِفَآءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ۔ اور اگر کرتے ہم اس قرآن کو عربی کے سوا کسی اور زبان میں تو کہتے (مشرکین مکہ) کیوں نہ تفصیل سے بیان کیا گیا ان آیتوں کو کیا کتاب اللہ عجمی زبان میں اور نبی عرب (یہ بھی اصول کے خلاف تنزیل تھا) چنانچہ ارشاد ہے۔ اے محبوب آپ فرمادیں کہ یہ قرآن وہ ہے جو ہدایت اور دلوں کے لیے شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بہرہ پن ہے اور ان پر اندھاپن طاری ہے گویا وہ دور سے پکارے جاتے ہیں۔

آیۂ کریمہ میں کفار (مشرکین کو بہرہ اندھا ظاہر کیا گیا اور یہ بہرہ اور اندھا ہونا ہی ان کی گمراہی کا موجب ہے اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ ہمارا اصول احکام نازل فرمانے میں یہی ہے کہ جس زبان کا نبی ہو اسی کی زبان میں قرآن کریم آتا ہے نہ اس متنبیّ کی طرح جو پنجاب میں پیدا ہو کر پنجابی کہلا کر بے ربط عبارتیں عربی کی پیش کرے اور انگریزی کی وحی اور پنجابی کے الہامات اندھے لوگوں کو سمجھائے۔ والعیاذ باللہ

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورہ حٰم سجدہ پ۲۴

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝

اور بے شک ہم نے دی موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور اس میں اختلاف کیے گئے اور اگر فیصلہ پہلے سے نہ کر دیا گیا ہوتا تیرے رب کی جانب سے تو یقیناً جبھی ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک وہ شک میں مذبذب ہیں۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

جو اچھا عمل کرے تو اپنی جان کے لیے اور جو بُرا کام کرے اس کا بار اسی پر ہے اور اے محبوب آپ کا رب ظلم نہیں کرتا اپنے بندوں پر۔

حلِّ لُغات

وَ اور — لَقَدْ ۔ بیشک — اٰتَيْنَا ۔ دی ہم نے — مُوْسٰى ۔ موسیٰ کو

اَلْكِتَابَ ۔ کتاب	فَاخْتُلِفَ ۔ تو اختلاف کیا گیا	فِيْهِ ۔ اس میں	وَ ۔ اور
لَوْلَا ۔ اگر نہ ہوتی	كَلِمَةٌ ۔ بات جو	سَبَقَتْ ۔ پہلے گذر چکی	مِنْ رَّبِّكَ ۔ تیرے رب
کی طرف سے	لَقُضِيَ ۔ تو فیصلہ ہو جاتا	بَيْنَهُمْ ۔ انکے درمیان	وَ ۔ اور
اِنَّهُمْ ۔ شک وہ	لَفِيْ ۔ بیچ	شَكٍّ ۔ شک کے	مِّنْهُ ۔ اس سے
مُرِيْبٍ ۔ متردد ہیں	مَنْ ۔ جو	عَمِلَ ۔ عمل کرے	صَالِحًا ۔ نیک
فَلِنَفْسِهٖ ۔ تو اسی کے لیے ہے	وَ ۔ اور	مَنْ ۔ جو	اَسَاءَ ۔ برے کرے
فَعَلَيْهَا ۔ تو اسی پر ہے	وَ ۔ اور	مَا ۔ نہیں	رَبُّكَ ۔ تیرا رب
بِظَلَّامٍ ۔ ظلم کرنے والا	لِّلْعَبِيْدِ ۔ بندوں پر		

مختصر تفسیر چھٹا رکوع سورۃ حٰمٓ السجدۃ پ ۲۴

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۔ اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کتاب عطا فرمائی تو اس میں اختلاف کیے گئے اور اگر فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا اس سے پہلے تو کبھی ان کا فیصلہ ہو جاتا اور بے شک وہ شک اور دہوکہ میں مضطرب ہیں۔

کتاب سے مراد یہاں توریت ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اور الواح زمردیں یا زبرجد میں آپ کو کوہ طور سے چالیس دن میں عطا کی گئی جس کا مفصل تذکرہ تو نویں پارہ میں آ چکا ہے اس پر بنی اسرائیل میں دو فرقے ہو گئے۔ ایک ایمان لے آیا۔ دوسرا شک و ریب میں رہا اور عذاب آخرت پر یقین نہیں رکھا چنانچہ ارشاد ہے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۔ اگر پہلے سے فیصلہ تمہارے رب کا عذاب آخرت کے ساتھ نہ ہوتا تو لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ تو دنیا ہی میں ان پر عذاب آ جاتے اور وہ اپنے شک کے دہوکہ میں پڑے رہتے۔ آگے فرمایا جاتا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۔ جو نیک عمل کرے گا اس کے لیے اس کا بدلہ ہے اور جو برے عمل کرے گا اس پر اس کا وبال ہے۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۔ اور اے محبوب تمہارا رب بندوں کے لیے ظلم نہیں فرماتا۔

پارہ ۲۴ ختم ہوا۔ اس کے بعد پچیسواں پارہ شروع ہے۔ وَهَا اَنَا اَشْرَعُ فِی الْمَقْصُوْدِ بِعَوْنِ الْمَعْبُوْدِ

پارہ ٢٥

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۂ حٰم سجدہ پ ٢٥

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِن
ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ
أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ
أَيْنَ شُرَكَائِي قَالُوا آذَنَّاكَ
مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ ۝

اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے قیامت کا علم اور
کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور نہ کسی
مادہ کو پیٹ رہے اور نہ وہ جنے مگر یہ سب کچھ
اس کے علم وارادہ سے ہے اور جس دن پکارے
جائیں گے وہ کہاں ہیں میرے شریک کہیں گے
کہ ہم تجھ سے عرض کر چکے ہم میں سے کوئی گواہ
نہیں ہے۔

وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِن
قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ ۝

اور گم گیا ان سے جسے پہلے پوجتے تھے اور
سمجھ لیا کہ انہیں نہیں کوئی بھاگنے کا راستہ۔

لَا يَسْأَمُ الْإِنسَانُ مِن دُعَاءِ الْخَيْرِ
وَإِن مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ ۝

اور آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اکتاتا اور اگر
اسے کوئی برائی چھوئے تو دل شکستہ ناامید ہو
جاتا ہے۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِن بَعْدِ
ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي
وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً
وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي
عِندَهُ لَلْحُسْنَىٰ فَلَنُنَبِّئَنَّ
الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا

اور اگر ہم اسے اپنی رحمت کا مزہ دیں اس تکلیف
کے بعد جو اسے پہنچی ہے تو کہے گا یہ تو میرے
لیے ہے اور میرے گمان میں قیامت نہیں آئے
گی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو
ضرور میرے لیے اس کے پاس اچھا ہی اچھا ہے
تو ضرور ہم انہیں آگاہ کر دیں گے کافروں کو جو

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ○

انہوں نے کیا اور ضرور انہیں گاڑھا عذاب چکھائیں گے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ○

اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور ہم سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ○

اے محبوب آپ فرمائیے بھلا بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے پھر تم اس کے منکر ہوئے تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو پرلے درجے کی مخالفت میں پڑا ہوا ہے۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۗ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○

سو عنقریب اپنی قدرت کی نشانیاں اطراف اور ان کے درمیان بھی دکھائیں گے یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے ان کے لیے کہ یہ قرآن حق ہے کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ آپ کا رب ہر چیز کا شاہد حال ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۗ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ○

سنو یہ لوگ اپنے رب کے حضور میں حاضر ہونے سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ سنو وہ ذات ہر شے کو محیط ہے۔

لفظی ترجمہ

اِلَيْهِ۔ اسی کی طرف	يُرَدُّ۔ لوٹایا جاتا ہے	عِلْمُ۔ علم	السَّاعَةِ۔ قیامت کا
وَ۔ اور	مَا۔ جو	تَخْرُجُ۔ نکلتا ہے	مِنْ ثَمَرٰتٍ۔ پھل
مِنْ اَكْمَامِهَا۔ اپنے غلافوں سے		وَ۔ اور	مَا۔ نہ
تَحْمِلُ۔ حاملہ ہوتی ہے	مِنْ اُنْثٰى۔ کوئی مادہ	وَ۔ اور	لَا۔ نہ

تَضَعُ۔ جنتی ہے	اِلَّا۔ مگر	بِعِلْمِہٖ۔ اسکے علم میں ہے	وَ۔ اور
یَوْمَ۔ جس دن	یُنَادِیْہِمْ۔ پکاریگا انکو	اَیْنَ۔ کہاں ہیں	شُرَکَآءِیْ۔ میرے شریک
قَالُوْا۔ کہیں گے	اٰذَنّٰکَ۔ اطلاع دے چکے تجھکو	مَا۔ نہیں	مِنَّا۔ ہم میں سے
مِنْ شَہِیْدٍ۔ کوئی گواہ	وَ۔ اور	ضَلَّ۔ بھول جائیگا	عَنْہُمْ۔ ان سے
مَا۔ جو	کَانُوْا۔ تھے	یَدْعُوْنَ۔ پکارتے	مِنْ قَبْلُ۔ پہلے
وَ۔ اور	ظَنُّوْا۔ خیال کرینگے	مَا۔ نہیں	لَہُمْ۔ انکے لیے
مِنْ مَّحِیْصٍ۔ کوئی بھاگنے کی جگہ	لَا۔ نہیں	یَسْئَمُ۔ تھکتا	الْاِنْسَانُ۔ انسان
مِنْ دُعَآءِ۔ دعاء	الْخَیْرِ۔ خیر سے	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر
مَسَّہُ۔ پہنچے اس کو	الشَّرُّ۔ برائی	فَیَئُوْسٌ۔ تو ہوتا ہے ناامید	قَنُوْطٌ۔ مایوس
وَ۔ اور	لَئِنْ۔ اگر	اَذَقْنٰہُ۔ چکھائیں ہم	ہٗ۔ اس کو
رَحْمَۃً۔ رحمت	مِّنَّا۔ اپنی طرف سے	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	ضَرَّآءَ۔ تکلیف کے
مَسَّتْہُ۔ جو پہنچے اسکو	لَیَقُوْلَنَّ۔ تو ضرور کہیگا	ہٰذَا۔ یہ	لِیْ۔ میرے لیے ہے
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	اَظُنُّ۔ خیال کرتا میں	السَّاعَۃَ۔ قیامت کو
قَآئِمَۃً۔ قائم ہونے والی	وَ۔ اور	لَئِنْ۔ اگر	رُّجِعْتُ۔ میں لوٹایا گیا
اِلٰی۔ طرف	رَبِّیْ۔ اپنے رب کی	اِنَّ۔ بیشک	لِیْ۔ میرے لیے
عِنْدَہٗ۔ اسکے پاس	لَلْحُسْنٰی۔ بھلائی ہے	فَلَنُنَبِّئَنَّ۔ تو ہم ضرور خبر دیں گے	
الَّذِیْنَ۔ ان کو جو	کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے	بِمَا۔ جو	عَمِلُوْا۔ انہوں نے کیا
وَ۔ اور	لَنُذِیْقَنَّہُمْ۔ ضرور چکھائیں گے ہم ان کو		مِنْ عَذَابٍ۔ عذاب
غَلِیْظٍ۔ سخت	وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	اَنْعَمْنَا۔ ہم انعام کرتے ہیں
عَلَی۔ اوپر	الْاِنْسَانِ۔ انسان کے	اَعْرَضَ۔ منہ پھیرتا ہے	وَ۔ اور
نَاٰ۔ دور کرتا ہے	بِجَانِبِہٖ۔ اپنی کروٹ	وَ۔ اور	اِذَا۔ جب
مَسَّہُ۔ پہنچے اس کو	الشَّرُّ۔ برائی	فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ۔ تو لمبی چوڑی دعاؤں والا ہے۔	
قُلْ۔ کہہ	اَ۔ کیا	رَاَیْتُمْ۔ دیکھا تم نے	اِنْ۔ اگر
کَانَ۔ ہو	مِنْ عِنْدِ۔ پاس سے	اللّٰہِ۔ اللہ کے	ثُمَّ۔ پھر
کَفَرْتُمْ۔ تم نے کفر کیا	بِہٖ۔ اس کا	مَنْ۔ تو کون	اَضَلُّ۔ زیادہ گمراہ ہے

مِمَّنْ ۔ اس سے کہ	هُوَ ۔ وہ	فِیْ ۔ بیچ	شِقَاقٍ ۔ بدبختی
بَعِیْدٍ ۔ دور کے ہے	سَنُرِیْهِمْ ۔ جلدی دکھائینگے ہم ان کو		اٰیٰتِنَا ۔ اپنے نشان
فِیْ ۔ بیچ	الْاٰفَاقِ ۔ زمانے کے	وَ ۔ اور	فِیْ ۔ بیچ
اَنْفُسِهِمْ ۔ انکی جانوں کے	حَتّٰی ۔ یہاں تک کہ	یَتَبَیَّنَ ۔ ظاہر ہو جائے	لَهُمْ ۔ ان کے لیے
اَلْحَقُّ ۔ حق	اَوَ ۔ کیا	لَمْ ۔ نہیں	یَکْفِ ۔ کافی
بِرَبِّکَ ۔ تیرا رب	اِنَّهٗ ۔ بیشک وہ	عَلٰی ۔ اوپر	کُلِّ ۔ ہر
شَیْءٍ ۔ چیز کے	شَهِیْدٌ ۔ گواہ ہے	اَلَا ۔ خبردار	اِنَّهُمْ ۔ بیشک وہ
فِیْ مِرْیَةٍ ۔ شک میں ہیں	بِلِقَاءِ ۔ ملاقات	رَبِّهِمْ ۔ اپنے رب سے	اَلَا ۔ خبردار
اِنَّهٗ ۔ بیشک وہ	بِکُلِّ ۔ ہر	شَیْءٍ ۔ چیز کو	مُّحِیْطٌ ۔ گھیرنے والا ہے

لغات نادرہ کا حل

اَکْمَامِهَا ۔ جمع کِمّ بکسر کاف ۔ کِمّ کہتے ہیں غلاف کو جس میں پھل رہتا ہے۔

اٰذَنّٰکَ ۔ اٰذَنَّا ۔ جمع متکلم ماضی کا صیغہ ہے باب افعال سے جس کے معنی اَسْمَعْنٰکَ کے ہوتے ہیں، کما قال اللہ تعالٰی وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ اَیْ سَمِعَتْ یا معنی ہیں اَعْلَمْنَاکَ کے کما قال اللہ تعالٰی فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الخ اَیْ فَاعْلَمُوْا

ضَلَّ : کے متعدد معنی ہیں گم ہونے کے ۔ بہک جانے کے ۔ رائیگاں ہونے کے ۔ بے خبر ہونے کے ۔ خاک میں ملنے کے وغیرہ وغیرہ

مَّحِیْصٍ ظرف مکان ہے ۔ بھاگنے کی جگہ ۔

فَیَئُوْسٌ قَنُوْطٌ یہ دونوں مترادف المعنی ہیں اور تکرار مبالغے کے لیے ہے یَئُوْسٌ مشتق یَئِسَ سے ہے اور قَنُوْطٌ قَنِطَ سے یاس بمعنی ناامیدی اور اس کا تعلق دل سے ہے ۔ قنوط مایوس ہونا اور یہ چہرے اور احوال ظاہری سے بذریعہ آثار معلوم ہوتی ہے ۔

نَاٰ بِجَانِبِهٖ نا معنی ہیں ذَهَبَ اور تَبَاعَدَ ہے اور جانب سے مراد نفس ذات کما فی قول اللہ تعالٰی فِیْ جَنْبِ اللّٰهِ ۔ اللہ کی عطا کو چھوڑ کر اس کامیابی کو اپنی طرف منسوب کرنا اور کامیابی کو صرف اپنی مساعی کا نتیجہ سمجھنا ۔

ہم نفیض ململی چوڑی

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع سورۃ حٰمٓ سجدہ پ ۲۵

اِلَیۡهِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَکۡمَامِهَا وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَیَوۡمَ یُنَادِیۡهِمۡ اَیۡنَ شُرَکَآءِیۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰکَ ۙ مَا مِنَّا مِنۡ شَهِیۡدٍ ۔ اسی کی طرف قیامت کے علم کا علم حوالہ دیا جا سکتا ہے (یعنی وہی جانتا ہے کہ قیامت کب قائم ہوگی؟) اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور نہ کسی مادہ کو پیٹ رہے اور نہ جنے مگر اس کے علم سے اور جس دن انہیں ندا فرمائے گا کہ کہاں ہیں میرے شریک کہیں گے ہم عرض کر چکے کہ ہم میں کوئی گواہ نہیں۔

علم ذاتی سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں اور علم عطائی اولیاء کرام اور انبیائے عظام حاصل ہے اور یہ حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کے علم ذاتی کے منافی نہیں۔ اسی لیے آیت کریمہ میں اِلَیۡهِ یُرَدُّ فرما کر عِلۡمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَکۡمَامِهَا الخ فرمایا گیا تاکہ ہر ذی فہم سمجھ سکے کہ اِلَیۡهِ یُرَدُّ میں علم الساعۃ ہو یا وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَکۡمَامِهَا۔ یہ سب علم ذاتی کے لیے ہے اور بعطاء الٰہی جو کچھ جسے ملے وہ اس کے منافی نہیں۔

البتہ علم عطائی اور علم نجوم اس میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ علم عطائی تفصیلی و اجمالی ہو سکتا ہے اور جس کو جتنا ملے گا وہ قطعی یقینی اذعانی ہوگا۔ اور علم نجوم سیاروں کی رفتار اور ان کی کیفیات کے ماتحت ہوتا ہے جو محض ظنی ہے اس کو قطعی ماننا جہالت خالص۔ مریخ، زحل، عطارد، زہرہ و مشتری انکے اثرات عطاء الٰہی سے جو کچھ بھی ہیں وہ ہیں مگر جو ان کی رفتار کے زائچے بنا کر حوادث قرار دیے جاتے ہیں وہ محض ظنی اور استقرائی ہیں ان کو قطعی و یقینی سمجھنا کسی طرح صحیح نہیں یہی وجہ ہے کہ منجموں کی خبریں زائچوں کے ذریعہ جو ہوتی ہیں وہ کبھی صحیح بھی نکل آتی ہیں اور اکثر و بیشتر بے اصل اور غلط ہوتی ہیں۔ گویا یہاں یہ جو فرمایا اِلَیۡهِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ اسی کے حوالہ ہے علم قیامت اور پھلوں کے پیدا ہونے کا حال ان کی کیفیت کی صورت اور حمل کی حالت، کالے گورے کی تشریح عمر کی تفصیل یہ صحیح اور یقینی بالذات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور بعطائے الٰہی جتنی خبر ہو گئی جس کو ہو گئی وہ جانتا ہے۔ اور اس جاننے میں انبیاء کرام مختار ہیں اور اولیاء عظام اس میں حصہ رکھتے ہیں۔

بہرحال علم عطائی جس کو جتنا ملا وہ علم ذاتی کے منافی نہیں اور اس میں تضاد بھی لازم نہیں آتی اس

لیے کہ ذاتی ذاتی ہے کہ کسی کے دینے سے ظاہر نہیں ہوتا اور عطائی وہ ہے جو اللہ تعالے کے دے اور بندے پر ظاہر ہو جیسا کہ متعدد احادیث سے ظاہر ہے۔

منجملہ اس کے حدیث جبریل اس کی مؤید ہے کہ جب روح الامین نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر ایمان و اسلام کی تعریف حضور سے دریافت کی تو حضور نے اس کا جواب دیا اور جب پوچھا فَاَخْبِرْنِیْ بِالسَّاعَۃِ تو فرمایا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ قیامت کا علم بعطاء الٰہی مجھے بھی ہے اور تمہیں بھی اور اس کی بتلانے کی ممانعت ہے۔

تو عرض کیا کہ اس کی علامتیں ہی فرما دیجئے۔ تو حضور نے جواب میں نہ نہیں فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں بلکہ ارشاد ہوا اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَھَا وَاَنْ تَرَی الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃَ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ۔ علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ لڑکیاں اپنے سردار جنیں گی یعنی وہ ایسی سرکش ہوں گی کہ ماں کا کہنا نہ مانیں گی اور ننگے پیر ننگے بدن پھرنے والوں کو تم دیکھو گے کہ وہ اپنی عمارتیں بلند بنائیں گے اور اس کے علاوہ بہت سی علامتیں دوسری حدیثوں میں ظاہر فرمائیں۔

جیسے ارشاد ہوا کہ قرب قیامت مسلمانوں پر اغیار اتنے غالب ہوں گے کہ جیسے کھانے کی رکابی کو کھانے والے ختم کر دیتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا اِذًا نَحْنُ قَلِیْلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اس وقت حضور کیا ہم بہت کم رہ جائیں گے تو فرمایا بَلْ اَنْتُمْ کَثِیْرٌ وَّلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ اس وقت تم بہت زیادہ ہو گے لیکن پرنالے کے کوڑے کی طرح تمہاری حالت ہوگی کہ نام مسلمان کا ہوگا اور کام بے دینوں کے کرو گے۔

چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج مسلمان نام کا مسلمان ہے اور کام کلبے ایمان ہے۔ یہ رقص و سرود کی محفلیں۔ قمار بازی کے جلسے۔ شراب نوشی کے اجتماع۔ سینما کی گرم بازاری بے حیائی کی زیادتی۔ عورت اور مرد کی فحاشی عام ہے۔ اور آثار قیامت میں حضور نے یہ نقشہ پہلے ہی پیش فرما دیا تھا یَتَھَارَجُوْنَ کَمَا تَھَارَجَ الْحُمُرُ عورت اور مرد آپس میں ایسے بازاروں میں پھریں گے جیسے گدھا اور گدھی دولتیاں مارتی چلتی ہیں۔ وہ بھی آج ہمارے سامنے ہے۔

ایک حدیث میں کَاسِیَاتٌ اَلْعَارِیَاتٌ فرما کر بتایا کہ عورتوں کی بے حیائی اتنی بڑھ جائے گی کہ ملبوس ہوں گی اور ننگی نظر آئیں گی وہ بھی دیکھ رہے ہیں والعیاذ باللہ۔ تو یہ سب خبریں غیبی ہیں مگر عطائی اور اس کا ذاتی علم اس جل و علا شانہ کے سوا کسی کو نہیں آگے ارشاد ہے۔

وَیَوْمَ یُنَادِیْھِمْ۔ اور جس دن پکارے جائیں گے مشرک اور انہیں فرمایا جائے گا۔

اَیْنَ شُرَکَاءِیْ - وہ کہاں ہیں جنکو تم ہمارا شریک بناتے تھے - یعنی لات و منات. عزی نائلہ عائلہ. مہادیو - پاربتی اور تمام بت جن کو وہ پوجتے تھے ان کے لیے ارشاد ہوگا کہ کہاں ہیں وہ تو وہ عرض کریں گے کہ الٰہی ہم نے تو عرض کر دیا کہ ہمارا ان میں کوئی گواہ نہیں۔

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيصٍ - اور گم گئے وہ سب ان سے جنہیں پہلے پوجتے تھے۔

یہاں ضَلَّ کی بحث اور یَدْعُو کی بحث مختصراً پھر بیان کر دی جاتی ہے تاکہ ناظرین کی تفریح خاطر میں نقص نہ رہے۔

عربی محاورہ میں ضَلَّ الضَّلَالُ العُدُولُ عَنِ الطَّرِيقِ الْمُسْتَقِيمِ. سیدھے راستہ سے ہٹنے کو ضلال کہتے ہیں

دوسرے معنی منہج صحیح سے عدول کرنا عمداً ہو یا سہواً تھوڑا ہو یا بہت ہو

تیسرے معنی معلوم نظریہ اور عملیہ میں پہلو تہی اور انحراف کرنا جیسے توحید باری تعالے کا انکار یا کسی نبی کی نبوت سے انحراف یا کسی عبادت مفروضہ کا انکار۔

چوتھے معنی موت اور استحالۂ بدن کے ہیں جیسے ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ یعنے مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے سے انکار

پانچویں معنی غفلت کے ہیں۔ اور رائیگاں اور گم ہونے کے معنی بھی دیتا ہے جیسے اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ -

ساتویں معنی اپنی قوت سے بے خبر ہونے کے معنی میں آتا ہے فَعَلْتُهَا اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّالِّيْنَ اور اسی طرح

يَدْعُوا تَدْعُوا نَدْعُو - دَعْوٰی - دُعَاءً اس کے معنی ندا اور عبادت وغیرہ کے آتے ہیں

وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيصٍ - اور وہ سمجھے کہ ان کے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں یعنی عذاب الٰہی سے کہیں بھاگ کر جانے کا راستہ نہیں اور وہ بت جن کو کہیں هٰؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا کہتے تھے اور کہیں ان کے آگے سر جھکاتے اور انہیں پوجتے تھے۔ وہ انہیں نظر بھی نہ آئیں گے

آگے انسان کی حرص و آز اور ناکامیابی کی شکل میں فوراً مایوسی کا تذکرہ ہے چنانچہ ارشاد ہے لَا يَسْأَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ - انسان بھلائی مانگنے میں کبھی نہیں تھکتا اور جب اسے برائی چھوتے تو علی الفور مایوس ہو کر آس توڑ دیتا ہے۔

یہ خاصہ انسان میں ایسا عام ہے کہ جاہل تو دعائیں کرتے کرتے یہاں تک کہہ بیٹھتا ہے۔ کہ معاذ اللہ خدا ہی نہیں ہے اور اگر کچھ سمجھدار ہے تو اتنا کہے بغیر تو نہیں رہ سکتا کہ اب تو خدا بھی نہیں سنتا اور کس سے مانگیں یہی نقشہ یؤس قنوط میں بتایا گیا ہے کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ سے فراخ دستی تونگری مال و دولت کا ہمیشہ طالب رہتا ہے اور جب اس پر تنگی آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت اور عطائے بیکراں سے مایوس ہو جاتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم میں زبان یعقوبی سے برادران یوسف علیہ السلام کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وَلَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَيْاَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ اللہ کے فضل سے مایوس نہ ہو اس لیے کہ فضل الٰہی سے مایوسی کافروں کا کام ہے آگے ارشاد ہے۔

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ۔ اگر ہم انسان کو اپنی رحمت کا کچھ مزہ دیں اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی تو وہ کہے گا یہ میرے ہی لیے ہے اور میرے گمان میں قیامت قائم نہ ہوگی اگر میں اپنے رب کی جانب لوٹایا بھی گیا تو ضرور میرے لیے اس کے پاس یقیناً بہتری ہے (اچھا ہی اچھا ہے) تو ضرور ہم بتا دیں گے کافروں کو جو انہوں نے کیا اور ضرور انہیں گاڑھا عذاب چکھائیں گے (غلیظ عذاب میں مبتلا کریں گے)

یہ بات ہے کہ مشرکین مکہ اور ملحدین اسلام منکر قیامت تھے۔ انہی کا یہ دعویٰ ہوگا کہ اگر خدا کے پاس ہم گئے بھی تو وہاں ہمیں بھلائی ہی ملے گی اور ہمارا تو گمان ہی یہ ہے کہ قیامت نہیں آئے گی اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا۔ کہ

منکرین قیامت ہوں۔ یا منکرین وجود الٰہی انہیں سب کو ہم عذاب چکھائیں گے اور وہ بڑا غلیظ اور سخت ہوگا۔ اس وقت پچھتانے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا حتیٰ کہ جہنم میں پکاریں گے رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ۔ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ۔ اے رب ہمارے ہماری شقاوت ہم پر غالب آگئی اور ہم راہ راست سے بھٹک گئے اے رب ہمارے ہمیں جہنم سے اب نکال لے تو اگر اس کے بعد بھی ہم اس پر چلیں اور لوٹ کر وہی گمراہی کی باتیں کریں تو ہم یقیناً ظالم ہیں۔ اس کا جواب دیا جائے گا قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اپنے نقصان و خسران میں پڑے رہو اور ہم سے بات نہ کرو آخر ابدالآباد کے لیے وہ جہنم ہی میں رہیں گے۔ آگے ارشاد ہے جس میں احسان فراموش انسانوں کا تذکرہ آتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ۔ اور ہم جب آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور اس کامیابی کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی فریاد کرنے لگتا ہے۔

یہ اس احسان فراموش ناشکرے کا حال ہے جو منکر وجود باری نہیں مگر علل و اسباب کا بندہ ہے اب جیسے متمولین دنیا کا قول ہے کہ ہم نے یہ اور یوں کوشش کی تو ہمیں مال ملا خدا نے تو ہمیں آسمان سے پھینک کر نہیں دیا یہی وَنَا بِجَانِبِہٖ کا مفہوم ہے مگر جب اس پر تنگی سختی آتی ہے تو مجبوراً پھر خدا کے حضور جھک جاتا ہے اور عریض و طویل دعائیں کرنے لگتا ہے۔ اس کے بعد اپنے حبیب لبیب جناب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو ارشاد ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝ آپ فرمائیں بھلا بتاؤ تو اگر یہ قرآن اللہ کے پاس سے ہے پھر تم اس کے منکر ہوتے ہو تو کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو دور کی ضد میں ہے۔

یہ کفار مکہ کا حال تھا کہ ابوجہل جیسا اخبث بھی یہ کہتا تھا کہ اِنَّ لَهٗ لَحَلَاوَةً وَاِنَّ لَهٗ لَطَلَاوَةً اس سے زیادہ شیریں اور جامع کلام ہم نے نہیں دیکھا مگر جب حضور کے مقابل آتا تو انحراف و انکار ہی کرتا اس پر فرمایا گیا کہ اے محبوب انہیں فرماؤ کہ جب یہ کلام جامع اور اللہ کی طرف سے ہے جس کا تم دل میں اقرار کر رہے ہو اور زبان سے انکار تو تم سے زیادہ گمراہ اور کون ہو سکتا ہے تم ہی اپنے نفاق و شقاق میں دور پڑے ہوئے ہو۔ تو اب سن لو کہ ہم بھی اپنی نشانیاں آفاق اور نفوس میں تمہیں دکھائیں گے جیسا کہ ارشاد ہے۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ۔ ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی نشانیاں دنیا بھر میں اور خود ان کی جانوں میں تاکہ ان پر روشن ہو جائے کہ یہی حق ہے۔ کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں ہے خبردار رہو کہ انہیں ضرور اپنے رب کے ملنے میں شک ہے خبردار رہو وہ ذات جل وعلا ہر شے پر محیط ہے۔

سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ان آیات سے مراد گذری ہوئی امتوں کی اجڑی ہوئی بستیاں ہیں جو آفاق یعنی دنیا کے کونے کونے میں نظر آتی ہے اور اجڑی قوموں کا منظر پیش کرتی ہیں یہ وہی بستیاں ہیں جو انبیاء کرام کی مخالف اور کلام الٰہی کی منکر تھیں۔

اور بعض مفسرین اس طرف گئے کہ سَنُرِیْہِمْ اٰیٰتِنَا سے وہ شرق و غرب کے طول و عرض کی فتوحات مراد ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔

اور فِیْٓ اَنْفُسِہِمْ سے مراد ان کی بستیوں میں جو بے گنتی لطائف تھے اور دیکھنے میں آئے وہ مراد ہیں۔ مثلاً عہد نمرودی میں انہی کے دماغی اختراع سے عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرایا گیا۔ اس کی سلطنت میں ایک بطخ کسی حکیم نے ایجاد کر کے لگائی جو رعایا کے علاوہ کسی غیر کے داخلہ پر پکارتی تھی۔ ایک نقارہ شاہی محل کے دروازہ پر ایجاد کر کے رکھا گیا جس پر چوٹ مارنے والا جواب پالیتا تھا کہ اس کا مال کس نے چرایا کہاں رکھا ہے کس کس میں تقسیم ہوا۔

عید نوروز پر ایک حوض کسی حکیم نے بنایا تھا جس میں ہر فرد رعیت اپنا اپنا جام بھرا ہوا انڈیل دیتا تھا اور جب وہ اس بھرے ہوئے حوض میں جام لگاتا تھا تو اسی کا ڈالا ہوا اس میں آجاتا تھا۔

محل شاہی میں نمرود کی عدالت کے آگے ایک حوض ایجاد کیا گیا تھا جس میں ٹخنے ٹخنے پانی ہوتا تھا۔ مدعی۔ مدعیٰ علیہ اس میں اتار دیے جاتے تھے اور جب تک وہ سچ سچ بیان دیتے تھے وہ پانی ٹخنے تک ہی رہتا تھا اور ادنیٰ دروغ بیانی پر بیان دینے والے کے سر پر وہی پانی چڑھ جاتا تھا۔

یہ ملک کی نشانیاں قدرت کاملہ کی ان کے دماغوں سے ظاہر کی گئیں اور دکھائی گئیں۔ ایسے ہی آج تک جام جمشید۔ آئینہ سکندری۔ ایروپلین ریڈیو۔ وائرلیس ٹیلیفون۔ ٹیلی ویژن ایجاد ہوتے رہے ہیں۔

جن کو دیکھ کر اس قادر مطلق کی نشانیوں کو انفس انسانی میں مشاہدہ کرتا ہے اور جس میں ذرہ بھر ایمان ہے وہ سَنُرِیْہِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ پر اور فِیْٓ اَنْفُسِہِمْ پر ایمان لے آتا ہے۔ غرضکہ نفوس انسانی اور آفاق عالم ان تمام شیون قدرت کی آئینہ دار ہیں اور تیار ہے ہیں کہ اس قادر و قیوم نے اسلام کا فروغ دکھانے کو شرق و غرب میں فتوحات دیں۔ مشرکین مکہ کو بدر میں ذلیل کیا اور نفوس انسانی سے اختراعات اور ایجادات کا مشاہدہ کرایا۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ اس پر بھی اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت و حقانیت ظاہر نہ ہو تو ان سے زیادہ گمراہ اور کون ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اپنے حبیب پاک سید لولاک زبان العرب و العجم تاجدار عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا۔

اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ۔ کیا یہ شیون قدرت تمہارے رب کی انکے لیے کافی نہیں کہ وہ جان لیں کہ اشیاء عالم مَاغَبَرَ وَمَاغَبَرَ کا گواہ ہے۔

خبردار رہو کہ یہ تو اپنے رب کے حضور میں جانے سے بھی شک میں ہیں انہیں تو اس کے ملنے میں بھی تامل ہے کہ قیام قیامت پر جمال الٰہی کا مشاہدہ کیا جائے حالانکہ اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ

وہ ہر شے پر محیط ہے کوئی شے اس سے مخفی اور مستتر نہیں ذرات عالم اس کے آگے روشن اور ظاہر ہیں۔ اور اس کی عطا سے
اس کے حبیب لبیب جناب مصطفی علیہ التحیۃ والثناء پر بھی طوبیٰ کا پتہ نہیں ہلتا مگر ظاہر ہے زمین کا ذرہ نہیں چمکتا مگر علم مصطفی میں ہے یعنی کہ حضور کے پرتو صورت سے غوث الثقلین غیث الکونین مغیث الملوین سیدی شیخ عبد القادر جیلانی اپنی وسعت نظر اس طرح ظاہر فرماتے ہیں

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ

کہ کائنات عالم پر جب میں نے نظر ڈالی نورانی کے دانہ کی طرح سب مجھ پر منکشف ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سورۃ شوریٰ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ شوریٰ پ ۲۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حٰمٓ ۚ عٓسٓقٓ ۝

یہ حروف مقطعات ہیں ان کے حقیقی معنے کو اللہ اور اس کا حبیب جناب مصطفی ہی جانتے ہیں۔

كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ایسے ہی وحی فرماتا ہے آپ کی طرف اور آپ سے پہلے نبیوں کی طرف اللہ جو غالب حکمت والا ہے۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں اور وہی بلندی و عظمت والا ہے۔

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

قریب ہوتا ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے شق ہو جائیں اور فرشتے تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور بخشش مانگتے ہیں ان کے لیے جو زمین میں ہیں۔ خبردار رہو بیشک اللہ بخشنے والا

رحم فرمانے والا ہے

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

اور وہ لوگ جو پکڑتے ہیں اللہ کے سوا اپنا مددگار وہ اللہ کی نگاہ میں ہیں اور آپ (اے محبوب) ان کے ذمہ دار نہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ فَرِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِى السَّعِيْرِ ۝

اور ایسے ہی ہم نے عربی قرآن کی وحی فرمائی آپ کی طرف تاکہ ڈرائے جائیں مکہ والے اور جتنے اس کے گرد بس رہے ہیں تاکہ ڈرائے جائیں وہ اکٹھے ہونے کے دن سے جس میں کچھ شبہ نہیں ایک جماعت جنت میں اور ایک جہنم میں ہوگی۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِىْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک جماعت بنا دیتا لیکن اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل فرماتا ہے اور مشرکوں کا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِىُّ وَهُوَ يُحْىِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

کیا وہ لوگ جنہوں نے پکڑے اللہ کے سوا اور مددگار تو بے شک اللہ ہی سب کا والی اور مددگار ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

لفظی ترجمہ

حٰمٓ	عٓسٓقٓ	كَذٰلِكَ ۔ ایسے ہی	يُوْحِىْٓ ۔ وحی کرتا ہے
اِلَيْكَ ۔ تیری طرف	وَ ۔ اور	اِلٰى ۔ طرف	الَّذِيْنَ ۔ انکی جو
مِنْ قَبْلِكَ ۔ تجھ سے پہلے تھے	اللّٰهُ ۔ اللہ	الْعَزِيْزُ ۔ غالب	الْحَكِيْمُ ۔ حکمت والا
لَهٗ ۔ اسی کا ہے	مَا ۔ جو	فِىْ ۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں کے ہے
وَ ۔ اور	مَا ۔ جو	فِى ۔ بیچ	الْاَرْضِ ۔ زمین کے ہے
وَ ۔ اور	هُوَ ۔ وہ	الْعَلِىُّ ۔ بلند ہے	الْعَظِيْمُ ۔ بڑا

تَكَادُ۔ قریب ہیں	السَّمٰوٰتُ۔ آسمان کہ	یَتَفَطَّرْنَ پھٹ جائیں	مِنْ فَوْقِهِنَّ اپنے اوپر سے
وَ۔ اور	الْمَلٰٓئِكَةُ۔ فرشتے	یُسَبِّحُوْنَ۔ تسبیح کرتے ہیں	بِحَمْدِ۔ ساتھ حمد
رَبِّهِمْ۔ رب اپنے کے	وَ۔ اور	یَسْتَغْفِرُوْنَ بخشش مانگتے ہیں	لِمَنْ۔ انکے لیے جو
فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	اَلَآ۔ خبردار	اِنَّ۔ بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ	هُوَ۔ وہی	الْغَفُوْرُ۔ غالب	الرَّحِیْمُ۔ بخشنے والا ہے
وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ جنہوں نے	اتَّخَذُوْا۔ بنا لیے	مِنْ دُوْنِهٖٓ۔ اسکے سوا
اَوْلِیَآءَ۔ کارساز	اَللّٰهُ۔ اللہ	حَفِیْظٌ۔ نگہبان ہے	عَلَیْهِمْ۔ ان پر
وَ۔ اور	مَآ۔ نہیں	اَنْتَ۔ تو	عَلَیْهِمْ۔ ان کا
بِوَكِیْلٍ۔ ذمہ وار	وَ۔ اور	كَذٰلِكَ۔ ایسے ہی	اَوْحَیْنَآ۔ وحی کی ہم نے
اِلَیْكَ۔ تیری طرف	قُرْاٰنًا۔ قرآن	عَرَبِیًّا۔ عربی کی	لِّتُنْذِرَ۔ تاکہ تو ڈرائے
اُمَّ الْقُرٰی۔ مکہ والوں کو	وَ۔ اور	مَنْ۔ جو	حَوْلَهَا۔ اس کے گرد ہیں
وَ۔ اور	تُنْذِرَ۔ تو ڈرائے	یَوْمَ۔ دن	الْجَمْعِ۔ قیامت سے
فَرِیْقٌ۔ ایک جماعت	فِی۔ بیچ	الْجَنَّةِ۔ جنت کے	وَ۔ اور
فَرِیْقٌ۔ ایک جماعت	فِی۔ بیچ	السَّعِیْرِ۔ دوزخ کے	وَ۔ اور
لَوْ۔ اگر	شَآءَ۔ چاہے	اللّٰهُ۔ اللہ	لَجَعَلَهُمْ۔ تو بناتا انکو
اُمَّةً۔ جماعت	وَّاحِدَةً۔ ایک	وَّ۔ اور	لٰكِنْ۔ لیکن
یُّدْخِلُ۔ داخل کرتا ہے	مَنْ۔ جسے	یَّشَآءُ۔ چاہے	فِیْ۔ بیچ
رَحْمَتِهٖ۔ اپنی رحمت کے	وَ۔ اور	الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالم	مَا۔ نہیں
لَهُمْ۔ انکے لیے	مِّنْ وَّلِیٍّ۔ کوئی دوست	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ
نَصِیْرٍ۔ مددگار	اَمِ۔ کیا	اتَّخَذُوْا۔ پکڑے انہوں نے	مِنْ دُوْنِهٖٓ۔ اسکے سوا
اَوْلِیَآءَ۔ دوست	فَاللّٰهُ۔ تو اللہ	هُوَ۔ وہی	الْوَلِیُّ۔ دوست ہے
وَ۔ اور	هُوَ۔ وہی	یُحْیِ۔ زندہ کرتا ہے	الْمَوْتٰی۔ مردوں کو
وَ۔ اور	هُوَ۔ وہ	عَلٰی۔ اوپر	كُلِّ۔ ہر
شَیْءٍ۔ شے کے	قَدِیْرٌ۔ قادر ہے۔		

مختصر تفسیر پہلا رکوع سورۃ شوریٰ۔ پ ۲۵

اس سورہ مبارکہ میں پانچ رکوع اور ۵۳ آیتیں ہیں اور یہ مکہ میں نازل ہوئی۔
حٰمٓ ۞ عٓسٓقٓ ۞ حروف مقطعات کے متعلق پہلے بھی بتایا جاچکا ہے کہ اس کے حقیقی معنے کو سوائے اللہ اور اس کے حبیب جناب مصطفیٰ کوئی نہیں جانتا اس لیے کہ یہ رموز ہیں جو بقول شاعر

میان طالب و مطلوب رمزیست   کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

لیکن معنی تاویلی کے اعتبار سے یہ معنی بن سکتے ہیں کہ حاء سے حامد مراد ہے اور میم سے محمود۔ عین سے عالم علوم غیبیہ اور سین سے سید عالم۔ اور قاف سے قاسم کونین مراد ہیں۔
تفسیر ابن عباس کے مطابق یہ حروف مقطعات ہیں ان کے حقیقی معنی کو تمام مفسرین نے لکھا ہے اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ۔ حقیقت معنی کو اللہ ہی جانتا ہے یا وہ جس پر یہ قرآن کریم نازل ہوا۔
لیکن معنے تاویلی اگر ایسے کیے جائیں جو احادیث اور نصوص کے خلاف نہ ہو تو جائز ہیں چنانچہ ہم تتبع میں ان حروف کے معنی بھی پیش کرتے ہیں وھو ہذا۔
حاء سے مراد حامد الٰہی جناب مصطفےٰ ہیں اور میم سے مراد محمود کائنات جناب مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عین میں جامعیت علم مصطفےٰ ظاہر کی گئی یعنی ہمارے حبیب علم لدنی کے عالم اور علوم غیبیہ کے واقف ہیں۔ سین سے مراد حضور کی سیادت ہے جس سے مراد سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات لی جاسکتی ہے اور قٓ سے مراد۔ قاسم کونین سید الثقلین ہیں آگے ارشاد ہے۔
کَذٰلِکَ یُوْحِیْ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ ایسے ہی وحی فرماتا ہے خداوند کریم آپ کی طرف اور ان کی طرف جو پہلے انبیاء گذر چکے جو غالب اور حکمت والا ہے۔
اس میں اس امر کو واضح فرمایا گیا کہ وحی انبیاء کے سوا کسی اور پر نہیں آتی اور اگر آئی ہے تو وہ خفیہ پیغام کے معنی میں ہے جیسے اَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ۔ اَوْحَیْنَا اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰی وغیرہ۔
یہ بمعنی القاء و الہام خداوندی ہے۔ مگر وہ وحی جو بذریعہ فرشتہ آتی ہے وہ صرف اور صرف انبیاء کرام پر ہی آتی ہے۔ اور جو مدعی وحی کا ہو اور نبی نہ ہو وہ کاذب اور مفتری ہے جیساکہ قرآن پاک میں فرمایا
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ۔ اسی لیے یہاں بھی فرمایا کہ کَذٰلِکَ یُوْحِیْ اِلَیْکَ الخ ایسے ہی وحی کی آپ اور آپ سے پہلے انبیاء کی جانب آگے ارشاد ہے

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔ اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ بلند مرتبہ زبردست ہے۔

اس سے یہ مستفاد ہوا کہ اس ذات ستودہ صفات کے مقابلہ میں کوئی وحی بنا کر اپنی طرف سے نہیں لا سکتا اور اگر لائے گا تو اس کی وحی ایسی ہی بے معنی ہوگی جیسے پنجابی نبی کی وحیاں بے معنی ہیں۔ بہرحال وہ کلام جو وحی کے ذریعہ اللہ کی طرف سے آتا ہے وہ اپنی بلاغت و فصاحت میں آپ اپنی مثل ہوتا ہے کہ انسان اس کے مقابلہ سے عاجز رہ جاتا ہے اسی لیے فرمایا گیا۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ۔ اور ارشاد ہوا قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا۔

(پہلی آیت کا ترجمہ) فرما دیجئے اگر ہو تم شک میں اس سے جو ہم نے اپنے بندۂ خاص پر نازل فرمایا تو ایک سورت ہی اس کی مثل بنا لاؤ۔

(دوسری آیت کا ترجمہ) فرما دیجیے اگر جن و انس سب اس امر پر ایکا کر لیں کہ اس قرآن کے مقابلہ میں لے آئیں تو اس کا مثل نہیں لا سکتے اگرچہ ایک دوسرے سے تعاون بھی کریں۔

اسی بنا پر فرمایا گیا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ کہ وہ بلندی و عظمت والا ہے آگے ارشاد ہے۔

تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَلَآ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (ایسے مدعیان نبوت کو دیکھ کر) قریب ہوتا ہے کہ ہیبت و جلال الٰہی سے آسمان اپنے اوپر سے شق ہو جائیں۔ اور ملائکہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور مومنین دنیا کے لیے بخشش مانگتے ہیں۔ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ میں صرف مومنین دنیا ہی مراد ہیں اور اگر کافر بھی ہوں تو اس طرح کہ ان کے لیے توفیق توبہ کی دعا کریں اور ایمان ملنے کی التجا ورنہ کافر کے لیے دعاء مغفرت جائز نہیں ہے۔

"خبردار رہو کہ بے شک اللہ وہ جو بخشش فرمانے والا رحم فرمانے والا ہے"۔

کافر وہ خواہ مشرک ہو یا ملحد ہو اس کو دنیا میں توفیق توبہ دے کہ بخشش فرماتا ہے اور گنہگار سیاہ کار بداعمال ان کے لیے دعاء بخشش جائز ہے آگے ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ اللّٰہُ حَفِیْظٌ عَلَیْھِمْ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْھِمْ بِوَکِیْلٍ۔ اور جنہوں نے اللہ کے سوا اور والی (مالک) بنا رکھے ہیں وہ اللہ کی نگاہ میں ہیں اور آپ اے محبوب ان کے ذمہ دار نہیں یہاں وَلی۔ والی لغت کے ماتحت ترجمہ والی کا یوں کیا گیا کہ ولی کے معنی قرآن کریم میں بہت سے

ہیں جس کی توضیح ہم اس سے قبل آیت اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ میں کر آئے ہیں۔ اس سے مراد اولیاء کرام سے استعانت اور امداد و توسل کی ممانعت نہیں ہے بلکہ اس میں مشرکین کا بتوں کو اپنا والی و مختار ماننا مراد ہے اور جو فرقہ اس سے توسل اولیاء کی مذمت میں ساعی ہے وہ غلطی پر ہے اس کی تصریح ہم اپنی تفسیر میں کر چکے ہیں آگے ارشاد ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ۔ اور ایسے ہی وحی فرمائی ہم نے قرآن عربی کی تاکہ آپ ڈرائیں مکہ والوں اور اس کے گرد بسنے والوں کو اور آپ ڈرائیں اکھٹے ہونے کے دن سے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ایک جماعت جنت اور ایک جماعت دوزخ میں ہوگی۔

یہاں یوم الجمع سے مراد قیامت ہے اور قرآن کریم میں قیامت کے نام یوم الجمع کے علاوہ اور بھی بیان فرمائے گئے۔ جو اپنے موقع پر ظاہر کیے جائیں گے ایسے ہی سعیر جہنم کا نام ہے اور جہنم کو بھی ایک نام سے ظاہر نہیں فرمایا۔ بلکہ نار، سعیر، جحیم، جہنم، حطمہ، حاویہ وغیرہ وغیرہ نام دیے گئے ہیں تفصیل وار اپنی جگہ بیان کیے جائیں گے آگے ارشاد ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک دین پر کر دیتا لیکن جسے وہ چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے اور مشرکوں کا کوئی والی و مددگار نہیں ہے۔

مشیت الٰہی مخلوق انسانی میں اتنی اثر انداز ہے کہ جسے چاہے دین پر رکھے اور جسے چاہے گمراہ کر دے مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ جسے اللہ ہدایت دے وہ ہدایت پر ہوگا اور جسے گمراہ فرمائے وہ نقصان و خسران میں ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ضلالت و ہدایت قبضۂ قدرت الٰہی میں ہے وہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور وہ جسے گمراہ بنائے اسے کوئی ہدایت نہیں کر سکتا۔

گویا ضلالت و ہدایت منجانب اللہ ہے اور چونکہ ہمارے علم میں نہیں کہ کون ہدایت پر پیدا ہوا اور کون گمراہی پر اس لیے تبلیغ مبلغ لازمی ہوئی اور انبیاء کرام کا تشریف لانا وہ بھی اسی غرض سے ہے کہ عامۃ الناس کے سامنے مشاہدہ ہو جائے کہ معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لانے والا اور دلائل باہر کو نہ ماننے والا کون ہے اور ایک آواز پر لبیک کہنے والا اور ایمان کی روشنی لینے والا کون؟

بہر حال ضلالت و ہدایت منجانب اللہ ہوئی اور تبلیغ مبلغین اس امر کو ظاہر کرنے کے لیے مقرر

کی گئی کہ دیکھنے والے سمجھ لیں کہ کون جبلی کافر ہے اور کون مومن اسی لیے فرمایا کہ اگر ہماری مشیت اسی طرف ہوتی کہ اضداد کے ساتھ کھوٹے کھرے کا امتیاز نہ رکھنے ہوتے سب کو دین پر پیدا فرما دیں تو اس کے قبضۂ قدرت میں تھا مگر صاف فرما دیا کہ جس کو ہم چاہیں اپنی رحمت میں لیں اور جسے چاہیں علماً کی زحمت میں مبتلا کریں۔

اس لیے کہ اگر جنت ہی جنت ہوتی اور جہنم نہ بنایا جاتا تو قدرِ عافیت کا امتیاز نہ ہوتا۔ فلاسفہ کا اصول ہے کہ تُعْرَفُ الْاَشْيَاءُ بِاَضْدَادِهَا ہر شے کی قدر و قیمت ضد کے تقابل سے ہوتی ہے اسی وجہ میں صحت کی ضد مرض رکھی دن کی ضد راتیں بنائی۔ آرام کی ضد محنت ہوئی شکم سیری کی ضد بھوک ہوئی۔ پیاس کی ضد سیرابی غرضکہ ہر چیز کے ساتھ اس کی ضد رکھی گئی تاکہ قدر نعمت ذہن نشین ہو سکے اسی لیے مخلوق کا خالق ایک ہے وہی کافر بناتا ہے وہی مومن اس بنانے میں حکمت یہی ہے کہ ضد کے مقابلہ سے مخلوق قدر و قیمت سمجھ سکے۔ بہرحال فرما دیا

وَلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ یعنی ہم مختار ایسے ہیں کہ جسے چاہیں اپنی رحمت میں لے کر جنت کا مستحق بنا دیں اور جسے چاہیں جہنم کا کندہ کر دیں۔

اور صفت صناعیت بھی اسی امر کی مقتضی ہے جیسے بلا تشبیہ ترکھان اسی لکڑی سے قیمتی صندوق اور ریل کے ڈبے اور موٹروں کی باڈیاں بناتا ہے اور اسی لکڑی سے چار چار پیسے کے کھلونے تیار کر کے بازار میں لاتا ہے لیکن کسی مصنوع کو حق اعتراض نہیں ہوتا۔ مصنوع ہمیشہ صانع کی صنعت کاری پر ظاہر ہوتا ہے۔ عام اس سے کہ وہ اعلیٰ درجہ کا بنا ہو یا ادنیٰ۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ مٹی کے کھلونے ایک ایک پیسہ کے چار چار بھی بنائے جاتے ہیں اور ایک روپیہ کا ایک بھی تیار ہوتا ہے ظاہر ہے کہ مٹی ایک ہے مگر صنعت صناع کی دستکاری اسے اس کی قدر و قیمت گھٹا بڑھا دیتی ہے ایسے ہی اس صناع مطلق نے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ فرما کر ابوجہل بھی بنایا اور ابولہب بھی اور اسی مٹی کو نکھار کر صدیق اکبر اور فاروق اعظم پیدا کیے۔ اسی مٹی سے غوث قطب۔ ابدال پیدا فرمائے اور اسی مٹی کو اتنا منور کیا کہ انبیاء کرام حتیٰ کہ سید الانبیاء جناب مصطفےٰ پیدا ہوئے۔ اور چشم حق بین نے ان کے متعلق فیصلہ کیا اور کہہ دیا ؎

تو جان پاکی سر بسر تے آب ئے خاک اے نازنین	واللہ زجان ہم پاک تر روحی فداک اے نازنین
پاکاں نہ دیدہ روئے تو جاں دادہ اندر کوئے تو	اینک مگر در کوئے تو صد جان پاک اے نازنین

چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہی مٹی ہے جو بلجیم کے شیشوں کی شکل میں نظر آتی ہے اور وہی مٹی

ہے جس سے بجلی کے بلب بن کر ظلمت کو نور سے بدل دیتے ہیں اور وہی مٹی ہے جس سے مکان تعمیر ہو رہے ہیں اور وہی مٹی ہے جو لاکھوں اور کروڑوں کے پیروں تلے کھند رہی ہے یہ سب اس صناع مطلق کی شیون قدرت ہیں جو دماغ انسانی کے اختراع سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ پھر اس صناع مطلق کی صنعت کمال تو ایسی بے مثل ہے کہ اس کا مقابلہ مخلوق کے دماغ نہیں کر سکتے اگرچہ اس نے بھی اپنے دماغی اختراع سے مٹی کو ناطق بنا لیا اور ریکارڈ کی شکل میں گراموفون پر بلوا لیا۔ کان سے دہانیں نکال کر جو محض جماد تھیں دوسرے کی آواز کو جذب کر کے ہمیں سنانے کے قابل بنا دیا جیسے ریڈیو۔ وائرلیس۔ ٹیلیفون وغیرہ

بہرحال وَلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ فرما کر اپنی مشیت کاملہ کا عام اثر ظاہر فرما دیا۔ اور وَالظّٰلِمُوْنَ کہہ کر مشرکوں کو ظاہر کر دیا اس لیے کہ قرآن کریم میں شرک کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ تو مشرک سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے۔ اسی لیے مشرکوں کو ظالم فرما کر اپنی حمایت و نصرت سے محروم کر دیا اور فرما دیا۔

مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ یعنی ان کا کوئی والی اور مددگار نہ ہوگا۔

اور طرز بیان میں اشارۃ النص کے ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ میدان حشر میں والی و مددگار انہیں کا نہیں ہو سکتا جو ظالم اور مشرک ہیں باقی رہے ہم جیسے سیاہ کار بدکردار ان کے لیے شفاعت مصطفیٰ اور حمایت اولیاء والی و ناصر ہے اور جو اس کا انکار کرنے والے ہیں وہ ظالم اور مشرکین کے ہمنوا ہیں آگے ارشاد ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

کیا اللہ کے سوا اور والی ٹھہرا لیے ہیں تو اللہ ہی والی ہے اور وہی مردوں کو جلائے گا اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

اس میں مشرکین کا رد ہے کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے سوا بتوں کو اپنا والی بنایا اور معبود ٹھہرایا تو اس کا جواب دیدیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی قادر مطلق ہے۔

با محاورہ ترجمہ دوسرا رکوع۔ سورۃ شوریٰ پ ۲۵

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ — اور جو اختلاف تم اس دین میں کسی قسم کا بھی کرو

إِلَى اللّٰهِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ ۝

تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے یہی اللہ میرا رب ہے میں اسی پہ بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف جھکا ہوا ہوں۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَّمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝

اور وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے تمہارے لیے تمہیں میں سے جوڑے بنائے اور نر و مادہ چوپائے اس میں تمہاری نسل پھیلاتا ہے اس کی مثل کوئی شے نہیں ہے اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اسی کے لیے ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی رزق وسیع کرتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ فرماتا ہے جس پہ چاہے بے شک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ إِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى أَنْ أَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ إِلَيْهِ اللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ إِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝

تمہارے لیے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم نوح کو ہوا اور جو وحی فرمائی ہم نے تمہاری طرف اور جس کا حکم کیا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ کو یہ کہ دین کو ٹھیک رکھو اور تفرقہ اندازی اس میں نہ کرو بھاری ہے یہ مشرکوں پہ جس کی طرف آپ بلا رہے ہیں اللہ چن لیتا ہے دین کی طرف جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جو اس کی طرف جھکے۔

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ إِلٰٓى أَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الَّذِيْنَ أُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ

اور نہیں اختلاف کیا مگر بعد اس کے کہ انہیں علم آچکا تھا آپس کے حسد سے اور اگر تمہارے رب کا حکم نہ ہو چکا ہوتا تو کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا مگر وہ لوگ جن کو وارث کیا کتاب کا بعد ان کے بے شک وہ شک میں دھوکہ کھلتے

مُرِيْبٍ ٥

ہوئے ہیں۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ
وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَقُلْ اٰمَنْتُ
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَاُمِرْتُ
لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ
رَبُّكُمْ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ
لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَللّٰهُ
يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ٥

تو اسی لیے بلاؤ اور ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم ہوا ہے اور نہ پیروی کرو ان کی خواہشات کی اور کہو کہ ایمان لایا میں اس پر جو اللہ نے کتاب سے نازل کیا اور میں حکم کیا گیا ہوں کہ میں عدل کروں تم میں اللہ میرا رب اور تمہارا رب ہے ہمارے لیے ہمارا عمل اور تمہارے لیے تمہارا عمل کوئی جھگڑا نہیں ہم میں تم میں اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ
مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ
عَذَابٌ شَدِيْدٌ ٥

اور وہ کہ اللہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں بعد اس کے کہ قبول کر چکے اس کی دعوت کو ان کی دلیل محض بے اثر ہے ان کے رب کے نزدیک اور ان کے اوپر غضب الٰہی ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
وَالْمِيْزَانَ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ
السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ٥

اللہ وہ ہے جس نے کتاب نازل کی اور انصاف کی ترازو اور تمہیں کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی ہو۔

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِهَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ
مِنْهَا وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ اَلَآ اِنَّ
الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ
ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ٥

جلدی کرتے ہیں اس قیامت کی جو ایمان نہیں اس پر اور جو ایمان لائے وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ قیامت حق ہے خبردار رہو وہ جو قیامت کے بارہ میں شک کرتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں ہیں۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ
يَّشَآءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ٥

اللہ کرم فرماتا ہے اپنے بندوں پر جو چاہے روزی دے اور وہی قوت والا غالب ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	مَا۔ جو	اخْتَلَفْتُمْ۔ اختلاف کرو تم	فِیْہِ۔ اس میں
مِنْ شَیْءٍ۔ کچھ بھی	فَحُکْمُہٗ۔ تو اسکا فیصلہ	اِلَی۔ طرف	اللّٰہِ۔ اللہ کے ہے
ذٰلِکُمُ۔ یہ ہے	اللّٰہُ۔ اللہ	رَبِّیْ۔ میرا رب	عَلَیْہِ۔ اسی پر
تَوَکَّلْتُ۔ میں نے بھروسہ کیا	وَ۔ اور	اِلَیْہِ۔ اسی کی طرف	اُنِیْبُ۔ میں رجوع کرتا ہوں
فَاطِرُ۔ پیدا کرنے والا	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کا
جَعَلَ لَکُمْ۔ بنایا تم کو	مِّنْ اَنْفُسِکُمْ۔ تمہاری اپنی جانوں سے		اَزْوَاجًا۔ جوڑے
وَ۔ اور	مِنَ الْاَنْعَامِ۔ چارپایوں سے		اَزْوَاجًا۔ جوڑے
یَذْرَؤُ۔ پھیلاتا ہے	کُمْ۔ تم کو	فِیْہِ۔ اس میں	لَیْسَ۔ نہیں ہے
کَمِثْلِہٖ۔ اس کی مثل	شَیْءٌ۔ کوئی چیز	وَ۔ اور	ھُوَ۔ وہ ہے
السَّمِیْعُ۔ سننے والا	الْبَصِیْرُ۔ دیکھنے والا	لَہٗ۔ اسی کے پاس ہیں	مَقَالِیْدُ۔ کنجیاں
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کی	یَبْسُطُ۔ پھیلاتا ہے
الرِّزْقَ۔ رزق	لِمَنْ۔ جس کے لیے	یَّشَآءُ۔ چاہے	وَ۔ اور
یَقْدِرُ۔ تنگ کرتا ہے	اِنَّہٗ۔ بیشک وہ	بِکُلِّ۔ ہر	شَیْءٍ۔ چیز کو
عَلِیْمٌ۔ جانتا ہے	شَرَعَ۔ مقرر کیا	لَکُمْ۔ تمہارے	مِّنَ الدِّیْنِ۔ دین
مَا۔ جو	وَصّٰی۔ وصیت کی تھی	بِہٖ۔ اس کی	نُوْحًا۔ نوح کو
وَّ۔ اور	الَّذِیْٓ۔ وہ جو	اَوْحَیْنَآ۔ وحی کی ہم نے	اِلَیْکَ۔ تیری طرف
وَ۔ اور	مَا۔ جو	وَصَّیْنَا۔ وصیت کی ہم نے	بِہٖ۔ اس کی
اِبْرٰھِیْمَ۔ ابراہیم	وَ۔ اور	مُوْسٰی۔ موسیٰ	وَ۔ اور
عِیْسٰی۔ عیسیٰ کو	اَنْ۔ یہ کہ	اَقِیْمُوا۔ ٹھیک رکھو	الدِّیْنَ۔ دین
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَتَفَرَّقُوْا۔ فرقے بناؤ	فِیْہِ۔ اس میں
کَبُرَ۔ بڑی بات ہے	عَلَی۔ اوپر	الْمُشْرِکِیْنَ۔ مشرکوں کے	مَا۔ جو
تَدْعُوْ۔ بلاتے ہو	ھُمْ۔ ان کو	اِلَیْہِ۔ طرف اسکی	اَللّٰہُ۔ اللہ

يَجْتَبِيْ - چن لیتا ہے
وَ - اور
يُنِيْبُ - رجوع کرے
اِلَّا - مگر
اَلْعِلْمُ - علم
لَوْ - اگر
مِنْ رَّبِّكَ - تیرے رب سے
لَقُضِيَ - تو فیصلہ ہو جاتا
الَّذِيْنَ - وہ جو
لَفِيْ - بیچ
فَلِذٰلِكَ - تو اسی لیے
كَمَا - جیسے
تَتَّبِعْ - پیروی کر
قُلْ - کہہ
اللّٰهُ - اللہ نے
لِاَعْدِلَ - انصاف کروں
وَ - اور
وَ - اور
حُجَّةَ - جھگڑا
اَللّٰهُ - اللہ
اِلَيْهِ - اسی کی طرف
يُحَاجُّوْنَ - جھگڑتے ہیں
مَا - اس کے کہ
دَاحِضَةٌ - کمزور ہے
عَلَيْهِمْ - ان پہ

اِلَيْهِ - اپنی طرف
يَهْدِيْ - ہدایت دیتا ہے
وَ - اور
مِنْ بَعْدِ - بعد
بَغْيًا - حسد کرتے ہوئے
لَا - نہ ہوتی
اِلٰى - طرف
بَيْنَهُمْ - ان میں
اُوْرِثُوا - وارث ہوئے
شَكٍّ - شک کے ہیں
فَادْعُ - بلاؤ
اُمِرْتَ - آپ کو حکم ہوا
اَهْوَاءَ - خواہشوں
اٰمَنْتُ - میں ایمان لایا
مِنْ كِتٰبٍ - کتاب
بَيْنَكُمُ - تم میں
رَبُّكُمْ - تمہارا رب
لَكُمْ - تمہارے لیے
بَيْنَنَا - ہمارے
يَجْمَعُ - جمع کریگا
الْمَصِيْرُ - پھرنا ہے
فِيْ - بیچ
اسْتُجِيْبَ - قبول کر چکے
عِنْدَ - نزدیک
غَضَبٌ - غضب ہے

مَنْ - جسے
اِلَيْهِ - اپنی طرف
مَا - نہ
مَا - اسکے کہ
بَيْنَهُمْ - آپس میں
كَلِمَةٌ - بات
اَجَلٍ - مدت
وَ - اور
الْكِتٰبَ - کتاب کے
مِنْهُ - اس سے
وَ - اور
وَ - اور
هُمْ - انکی کی
بِمَا - اس پر جو
وَ - اور
اَللّٰهُ - اللہ
لَنَا - ہمارے لیے
اَعْمَالُكُمْ - تمہارے عمل
وَ - اور
بَيْنَنَا - ہم سب کو
وَ - اور
اللّٰهِ - اللہ کے
لَهٗ - اس کو
رَبِّهِمْ - انکے رب کے
وَ - اور

يَّشَآءُ - چاہے
مَنْ - اسکو جو
تَفَرَّقُوْا - اختلاف کیا انہوں نے
جَآءَهُمُ - آیا انکے پاس
وَ - اور
سَبَقَتْ - پہلے گذری ہوئی
مُّسَمًّى - مقرر کے
اِنَّ - بیشک
مِنْ بَعْدِهِمْ - انکے بعد
مُرِيْبٍ - دھوکے ہیں
اسْتَقِمْ - ثابت قدم رہو
لَا - نہ
وَ - اور
اَنْزَلَ - اتاری
اُمِرْتُ - مجھے حکم ہے کہ
رَبُّنَا - ہمارا رب ہے
اَعْمَالُنَا - ہمارے عمل
لَا - نہیں
بَيْنَكُمْ - تمہارے درمیان
وَ - اور
الَّذِيْنَ - وہ جو
مِنْ بَعْدِ - بعد
حُجَّتُهُمْ - انکی دلیل
وَ - اور
لَهُمْ - انکے لیے

عذاب۔عذاب	شدید۔سخت	اللہ۔اللہ	الذی۔وہ ہے جس نے
انزل۔اتاری	الکتاب۔کتاب	بالحق۔ساتھ حق کے	و۔اور
المیزان۔میزان	و۔اور	ما۔کیا	یدریک۔معلوم تجھ کو کہ
لعل۔شاید	الساعۃ۔قیامت	قریب۔قریب ہو	یستعجل۔جلدی کرتے ہیں
بہا۔اس کی	الذین۔وہ جو	لا۔نہیں	یومنون۔ایمان لاتے
بہا۔اس پر	و۔اور	الذین۔وہ جو	امنوا۔ایمان لائے
مشفقون۔ڈرتے ہیں	منہا۔اس سے	و۔اور	یعلمون۔جانتے ہیں
انہا۔کہ وہ	الحق۔حق ہے	الا۔خبردار	ان۔بیشک
الذین۔وہ جو	یمارون۔جھگڑتے ہیں	فی۔بیچ	الساعۃ۔قیامت کے
لفی۔بیچ	ضلال۔گمراہی	بعید۔دوریں ہیں	اللہ۔اللہ
لطیف۔مہربان ہے	بعبادہٖ۔اپنے بندوں پر	یرزق۔رزق دیتا ہے	من۔جس کو
یشاء۔چاہے	و۔اور	ھو۔وہ	القوی۔طاقتور ہے
العزیز۔غالب۔			

حلِّ لغاتِ نادرہ

فاطر۔پیدا کرنے والا۔

یذرؤکم از ذرؤ جسکے معنی پھیلانے کے آتے ہیں۔

مقالید جمع ہے مقلد کی۔کسی شے کے باندھنے کو کہتے ہیں پھر اسکو کنجی کے معنی میں استعمال کیا گیا۔

یجتبی اجتباء سے ہے چننے کے معنی دیتا ہے۔

ینیب از انابۃ جھکنے کے معنی دیتا ہے۔

بغیا لغاوت اور حسد کے معنی دیتا ہے۔

داحضۃ دحض لغت میں پھسلنے کو کہتے ہیں بولا کرتے ہیں المطر قد دحضت التلاع ای مزلقۃ

یمارون۔ممارات کہتے ہیں مجادلہ کو لیا گیا ہے عرب کے قول مریت الناقۃ اور یہ اس موقعہ پر بولا جاتا ہے جب اونٹنی کو دودھ دوہنے کے وقت اس کے تھنوں کو شدت وسختی سے ملا جاتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ شوریٰ پ ۲۵

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے یہ ہے اللہ میرا رب اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور میں اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

اس میں مخاطبہ ہے مومنین کو کہ تمہارے اور مشرکین کے مابین جو کچھ بھی اختلاف ہے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے اور اسی پر فرمایا گیا حضور کو ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبِّی کا ارشاد ہوا کہ یہ میرا رب جو اللہ ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف رجوع لاتا ہوں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ مشرکین کے اختلافات مومنین کے ساتھ جو کچھ بھی ہیں اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہی ہے۔ رہا تبلیغ مبلغ کی سعی یا آیت سیف کے ذریعہ ان کو اکراہ کے ساتھ اسلام میں لانا ان کے ہوتے ہوئے بھی فیصلہ قطعی اللہ تعالیٰ ہی کے حضور میں ہوگا۔ اسی وجہ میں اکراہ و اجبار سے اسلام لانیوالے ریب و شک میں رہ کر منافق کہلائے گئے ارشاد ہے۔

فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا تمہارے لیے تمہیں میں سے جوڑا۔ اور چارپایوں میں سے نر و مادہ تمہاری نسل پھیلاتا ہے اس میں نہیں کوئی اس کی مثل اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔

آیت کریمہ میں اپنی قدرت کاملہ کو سب سے بڑی اہم مخلوق کے ساتھ ظاہر فرمایا جو آسمان اور زمین ہے اس کے بعد بنایا کہ تمہاری پیدا وار تمہیں میں سے نر مادہ بنا کر ہم نے کی اور ایسے چارپایوں میں نر مادہ بنا کر تمہارے لیے بسنے اور بڑھنے کے ذریعے بنائے۔ اور اس کی مثل مخلوق میں کوئی نہیں۔ حالانکہ وہ سنتا دیکھتا ہے۔ لیکن اس کا سننا دیکھنا ہمارے سننے اور دیکھنے کے مشابہ نہیں ہے۔ ہم سمیع ہیں لیکن آلہ سماعت کے محتاج۔ بصیر ہیں مگر آلۂ بصارت کے بغیر ہم اندھے ہیں۔

اسی بنا پر احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے صفات الٰہیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ سَمِيعٌ لَا بِالْأُذُنِ۔ بَصِيرٌ لَا بِالْأَعْيُنِ۔ اس کی صفت سماعت اور بصارت محتاج آلہ نہیں۔ آلات اس کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ کان اس نے بنایا۔ صماخ اذن بنا کر مطرقۃ الاذن میں دوسرے کی آواز کو پہنچایا

اور انسان کو سمیع بنایا۔ اور اس پر حدوث و تغیر کا یہ اثر رکھا کہ اگر صماخ اذن ہو جائے تو یہ سمیع نہیں رہتا۔ مطرقۃ الاذن میں سختی آجائے تو بہرا ہے حتی کہ کان کے کسی پرزہ میں کوئی نقص آجائے تو یہ سمیع نہیں رہتا حالانکہ سمیع ہے مگر اس کی قوت سامعہ متغیر الکیفیت اور حادث ہے۔

اسی بنا پر عالم کے لیے مناطقہ نے حکم لگایا کہ اَلْعَالَمُ حَادِثٌ اس کی وجہ بتائی لِاَنَّہٗ مُتَغَیِّرٌ اور صفات الٰہی ازلی ابدی سرمدی غیر متغیر اور غیر حادث ہیں اسی لیے فرمایا لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔ اس کی مثل کوئی شے نہیں پھر واو حالیہ سے عطف کر کے وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ فرمایا۔

یعنی صفت سماعت و بصارت میں ہم سمیع و بصیر ہیں اور تم بھی سمیع و بصیر ہو مگر ہماری صفت قدیم ازلی ہے اور تمہاری صفت حادث و متغیر یہی کیفیت بصارت کی ہے جل و علا شانہ اگرچہ بصیر ہے مگر اس کی بصارت کسی آلہ کی محتاج نہیں کسی حد کی محتاج نہیں وہ کائنات کو دیکھنے والا ہے اس کے لیے قرب و بعد کی کوئی حقیقت نہیں وہ جیسا قریب سے دیکھتا ہے اتنا ہی وہ بعید سے برخلاف ہمارے کہ ہماری بصارت ایک حد سے شروع ہے اور ایک حد تک ہے اس حد سے ورے ہم آنکھیں ہوتے ہوئے بھی ہم دیکھنے سے قاصر ہیں اور حد سے آگے باوجود صحت بصارت کے ہم دیکھنے سے عاجز ہیں۔

اسی لیے فلاسفہ نے کہا کہ انسان کی بصارت و سماعت غایت قرب میں انتہائے خفا و استتار کی مقتضی ہے اور یہی حال سماعت کا ہے کہ غایت قرب و غایت بعد میں وہ سننے سے رو کتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وجود باری تعالےٰ واجب الوجود ہوتے ہوئے اپنے غایت قرب کی وجہ میں ہماری نظروں سے مخفی ہے اس لیے کہ فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ہم تمہاری رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں تو انسان کی جان بوجہ غایت قرب انسان سے مخفی ہے تو پھر ذات واجب الوجود تعالےٰ شانہ کا قرب درجہ اقرب میں ہے۔ پھر وہ نظر میں کیسے آئے اور اس کا ادراک نظر کیونکر کر سکے۔

بہرحال اپنی دو صفت سماعت و بصارت کو ظاہر فرما کر بتایا کہ سمیع و بصیر ہم بھی ہیں اور تم بھی مگر ہماری سماعت و بصارت لَا بِالْاُذُنِ وَلَا بِالْعُیُوْنِ ہے کسی آلہ کی محتاج نہیں۔ قرب و بعد کی پابند نہیں۔ تو کَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کل موجودات پر حاوی نہ سماعت میں ہمارا مثیل نہ بصارت میں کوئی مثیل یا آنکہ ہم سمیع و بصیر ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اسی کے لیے ہیں کنجیاں آسمان اور زمین کی فراخ کرتا ہے جس کے لیے چاہے رزق اور محدود فرماتا ہے جس کے لیے چاہے بیشک وہ سب کچھ جانتا ہے

مقالید سماوات وارض اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں اور سکان سماوی وارضی۔ روزی کا فراخ اور محدود کر دینا۔ یہ سب اسی کے قبضۂ اقتدار میں ہے اور وہ ہر شئے کا جاننے والا ہے تو اس کی حکمت بالغہ کا مقتضی یہی ہے کہ اس کی مشیت سے اس کے علم کے ماتحت رزق فراخ ہوا ور تنگ اس میں کسی کو دخل اندازی کا حق نہیں ہے آگے ارشاد ہے۔

شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ مَا تَدْعُوْھُمْ اِلَیْہِ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ۔

تمہارے لیے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم۔ موسیٰ اور عیسٰی کو یہ کہ قائم رکھو تم دین پر اور اس میں اختلاف سے فرقے نہ بناؤ۔ بھاری ہے مشرکین پر جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو اللہ اپنے قرب کے لیے جسے چاہے چن لیتا ہے اور ہدایت دیتا ہے شریعت کی طرف اسے جو جھکے۔

آیت کریمہ میں اس امر کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جو سب سے پہلے نبی گذرے ہیں ان سے لے کر ابراہیم و موسیٰ و عیسٰی حتی کہ جناب مصطفی علیہ التحیۃ والثناء تک احکام شریعت ایک ہی رہے اور اعمالی کیفیتوں میں تبدل و تغیر بہ مقتضائے آیت کریمہ لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّمِنْھَاجًا ہر امت احکام میں ضروریات و خصوصیات سے مختلف ہیں۔ چنانچہ مولائے کائنا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جماعت رحمت اور فرقت عذاب ہے۔ بنا بریں تمام جماعتیں اعتراف توحید اور رسالت میں ایک ہیں۔ اختلاف عمل سے تفرقہ نہیں پڑتا یہی وجہ ہے کہ حنفی شافعی مالکی حنبلی سب ایک ہیں باآنکہ عملی نوعیت میں اختلاف ہے اور جو ان سے علیحدہ ہوکر اختلاف عمل دکھلائے وہ گمراہ ہے۔

اسی بنا پر ارشاد ہوا کہ اللہ جسے چاہے دین کے اتباع میں چن کر ہدایت فرماتا ہے اور جسے چاہے گمراہی کے راستوں پر چھوڑ دیتا ہے چنانچہ جس قدر فرقہ ضالہ ہیں وہ سب اتباع ہدایت سے محروم ہیں اور انابت الی اللہ سے دور۔ آگے ارشاد ہے۔

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ

اور انہوں نے فرقے نہیں بنائے مگر بعد اس کے کہ انہیں علم آچکا تھا اپنے حسد و عناد کی بنا پر اور اگر تیرے رب کی بات گذر نہ چکی ہوتی تو کب کا انہیں فیصلہ کر دیا ہوتا اور بے شک جو ان کے بعد کتاب کے وارث ہوئے وہ اس سے شک اور دھوکے میں ہیں۔

آیۂ کریمہ میں کتابیوں کی مذمت ہے جنہیں توریت۔ انجیل۔ زبور کے ذریعہ تمام احکام پہنچ چکے تھے مگر انہوں نے حسد و عناد سے اس کی مخالفت کی اور وہ شک اور دھوکے میں پڑ گئے۔

نصاریٰ نے انجیل کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا بنا لیا۔ یہود نے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہا۔

غرضیکہ یہ آپس کی فرقہ بندیاں حسد و عناد کی وجہ سے ہوئیں اور انہیں دین سے دور کا بھی واسطہ نہ رہا شک اور دھوکے کے شکار بن گئے اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ کے لیے قیامت کا دن مقرر نہ کیا گیا ہوتا تو ان کے فیصلے کبھی کے ہو گئے ہوتے لیکن تعیین یوم قیامت ہو جانے کی بنا پر انہیں یہ ڈھیل دی گئی قیامت تک جیسے چاہیں کریں اس دن ان کے فیصلے ہوں گے اور اس وقت وہ اپنے گذشتہ حالات پر افسوس کریں گے آگے ارشاد ہے۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔

اور اسی لیے بلاؤ اور ثابت قدم رہو جیسا آپ کو حکم دیا گیا اور ان کی خواہشوں پر نہ چلو اور فرما دیجئے کہ میں ایمان لایا اس پر جو کتاب اللہ نے اتاری اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں انصاف کروں اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے ہمارے لیے ہمارے عمل اور تمہارے لیے تمہارے ہمارا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ ان کفار کے اختلاف اور پراگندگی کی وجہ سے انہیں توحید اور ملت حنیفیہ پر متفق ہونے کی دعوت دو۔ جیسا کہ آپ کو حکم کیا گیا دین اور دین کی دعوت دینے پر مضبوط رہو اور ان کی خواہشات کے پیچھے نہ جاؤ جیسا کہ مشرکین یہ چاہتے تھے کہ ہمارے بتوں کی مذمت حضور چھوڑ دیں تو ہم حضور کے خدا کو برا نہیں کہیں گے تو اس کا جواب

دے دیا گیا۔ یہ ان کی خواہش باطل ہے ہوا منکر ہے اس کی پرواہ نہ کیجئے اور انہیں کہہ دیجئے آمنت بما انزل اللہ میں جو کچھ اللہ کا حکم آیا اس پر ایمان لایا کتاب سے اور مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں تم میں انصاف کروں لنا اعمالنا ولکم اعمالکم لا حجۃ بیننا و بینکم۔ ہم میں تم میں کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ یجمع بیننا والیہ المصیر۔ اس پر قاضی آلوسی بغدادی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

فیفصل بیننا وبینکم ولیس فی الآیۃ ما یدل علی متارکۃ الکفار رأسا حتی تکون منسوخۃ بآیۃ السیف وادعی الوحیان ان ما یظہر منہا الموادعۃ المنسوخۃ تبلک الآیۃ

اس سے کافروں کو چھوڑ دینے کا حکم نہیں بلکہ آیات سیف نے اس کو منسوخ الحکم قرار دیا۔ آیات سیف یہ ہیں یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم اور وقاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ۔ واقتلوہم حیث ثقفتموہم۔ فاقتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ وغیرہ وغیرہ

اس قسم کی آیتیں استحکام دین متین کے بعد نازل ہوئیں۔ اور اس سے پہلے ابتدائی دور میں لکم دینکم ولی دین اور لنا اعمالنا ولکم اعمالکم لا حجۃ بیننا وبینکم وغیرہ نازل ہوئی تھیں۔ اسی بنا پر علامہ ہبۃ اللہ بن ابی قاسم نے اپنے رسالہ ناسخ ومنسوخ میں ایک واقعہ لکھا کہ

حضرت مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جامع مسجد کوفہ میں ایک شخص کو تقریر کرتے دیکھا کہ وہ آیات منسوخہ پر احکام لگا رہا تھا۔ اور آیت سیف کا ذکر نہیں کرتا تھا۔ تو آپ نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ کیا تو ناسخ اور منسوخ نہیں جانتا اس نے اپنی لاعلمی ظاہر کی آپ نے اس کو کان سے پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیا اور فرمایا لا تقصص بعد فی مساجدنا۔ جب تو ناسخ ومنسوخ نہیں سمجھتا تو آج کے بعد ہماری مساجد میں کوئی قصہ کہانی نہ کہنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مقرر اور مبلغ کے فرائض میں یہ بھی ہے کہ جو بیان کرے وہ تحقیق کے درجہ پر بیان کرے نہ کہ موجودہ قصہ گو واعظوں کی طرح اپنا وعظ رنگین کرنے کو سیر واحادیث اور آیات قطعیہ کو مخلوط کر کے بے تحقیق قصہ بنا کر بیان کر دے اس قسم کے واعظ قصہ گو افسانہ سنانے والے اسلام میں نامقبول ہیں۔

حسب موقع ناسخ ومنسوخ کی حقیقت بھی واضح کر دینا ضروری معلوم ہو رہا ہے تاکہ تفریح خاطر ناظرین ہو سکے۔ لفظ ناسخ سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اپنے ہی کلام کا ناسخ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ ناسخ ومنسوخ یہ دونوں لفظ تبدیل حکم کے معنی میں ہیں

یعنی علم الٰہی میں جو حکم جب تک کے لیے ہو اس کے بعد جب علم الٰہی میں وہ حکم بدلنا منظور ہوا تو پہلے حکم کے تبدیل امر کو منسوخ کہا گیا اور جس حکم سے وہ حکم بدلا اسے ناسخ کہا گیا۔ اور یہ حاکم حقیقی کے اختیارات سے ہے کہ جس حکم کو جب تک چاہا نافذ فرمایا جب چاہا بدل کر اسے منسوخ کر دیا اور لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ اور لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ کے برخلاف بھی نہیں ہے اس لیے کہ مبدل کلمات الٰہی غیر خدا نہیں ہو سکتا اور خود رب جل و علا شانہ جب چاہے جیسے چاہے اپنی مشیت کے ماتحت تبدیل احکام فرما سکتا ہے اور اسی کو ناسخ و منسوخ کہا جاتا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُحَاجُّوْنَ فِی اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِیْبَ لَہٗ حُجَّتُہُمْ دَاحِضَۃٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ وَعَلَیْہِمْ غَضَبٌ وَّلَہُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ۔ اور جو اللہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں بعد اس کے کہ مسلمان اس کی دعوت قبول کر چکے ان کا جھگڑا محض بے ثبات ہے اللہ کے ہاں اور ان کے اوپر غضب الٰہی ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

ان جھگڑنے والوں سے مراد یہود ہیں جو قرآن کریم اور حضور رؤف و رحیم کی شان میں بکواس کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا دین پرانا ہماری کتاب پرانی اور ہمارے نبی پہلے ہیں اس لیے ہم تم سے بہتر ہیں تو یہ حجتیں ان کی داحض ہیں اور داحض کہتے ہیں پھسلنے والے کو جس کا ماحصل بے ثبات اور بے اصل ہوتا ہے بنابریں فرمایا ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے کہ وہ دین الٰہی میں بے معنی اعتراضات اور باطل حجتیں لاتے تھے۔ آگے ارشاد ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ قَرِیْبٌ۔ اللہ وہ ہے جس نے کتاب اور حق و باطل کی ترازو نازل فرمائی اور تم نے کیا جانا شاید کہ قیامت کا دن قریب ہی ہو۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ساتھ حق و باطل کے امتیاز کی ترازو بھی نازل فرمائی اور جب مشرکین کو قیامت کے حالات حضور نے بیان فرمائے تو انہوں نے استہزاء کہا کہ ایسی قیامت جس کا نقشہ آپ نے کھینچا یہ کب آئے گی چنانچہ دوسری جگہ بھی اس کا تذکرہ ہے۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰہَا۔ اے محبوب آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ یہ کب ہوگی۔ یہاں اس کا جواب دیا وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ قَرِیْبٌ۔ پوچھنے والا کیا جانے شاید کہ قیامت قریب ہی ہو چنانچہ حضور سے جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَہَاتَیْنِ۔ میں اور قیامت اس طرح ہیں جیسے یہ دو انگلیاں یعنی قیامت تمہارے سامنے ہی ہے اس سے خائف رہو چنانچہ اسکے

قائم ہونے کا حال بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ آٹا گوندھنے والی آٹا گوندھ رہی ہوگی۔ مکان کو لیپنے پوتنے والے لیپ رہے ہوں گے کہ زلزلہ قیامت ظہور پذیر ہوجائے گا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ اے لوگو اپنے رب سے ڈرو بیشک زلزلہ قیامت بہت زبردست ہے اس دن آپ دیکھیں گے کہ دودھ پلانے والی مائیں اپنے بچوں کو بھول جائیں اور حاملہ عورتیں اپنے حمل گرادیں اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو نشہ میں حالانکہ وہ نشہ نہ ہوگا وہ اللہ کا عذاب شدید ہوگا۔

بہر حال قیامت کے متعلق متعدد پہلوؤں سے بیان فرمایا گیا لیکن مشرک متمرد منکر انکار ہی کرتے رہے تو اس پر فرمادیا کہ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ تمہیں کیا خبر شاید کہ قیامت قریب ہی ہو۔ آگے ارشاد ہے کہ یہ جو جلدی کرنے والے ہیں وہ بے ایمان ہیں حسب قال۔

یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ۔ جلدی کرتے ہیں وہ اس قیامت کی جو ایمان بالآخرت کے قائل ہی نہیں اور جو ایمان لاتے ہیں وہ اس سے خائف ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ حق ہے خبردار رہو کہ قیامت کے معاملہ میں جو شک کر رہے ہیں وہ دور کی گمراہی میں ہیں۔

آیت کریمہ سے یہ امر واضح ہوا کہ قیامت کی جلدی کرنے والے مسخرے ہیں اور وہ بطور تمسخر جلدی مچاتے ہیں اور یہ ان کی گمراہی ہے برخلاف ایمان والوں کے کہ وہ اس سے خائف اور ترساں ہیں۔ یہ ان کے ایمان کا مقتضیٰ ہے تو منکرین قیامت ضلال بعید میں ہوئے اور معترفین قیامت ایمان دار۔ آگے ارشاد ہے۔

اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ وَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ۔ اللہ لطف فرمانے والا ہے اپنے بندوں پر جسے چاہے روزی دیتا ہے اور وہ قوت والا غالب ہے۔

یعنی اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے ساتھ بے شمار احسانات فرماتا ہے حتیٰ کہ بندے ارتکاب معصیت میں مبتلا رہتے ہیں مگر وہ ان کے رزق میں فراخی اور وسعت ہی دیتا ہے۔ اس میں مومن و کافر دونوں پر لطف عام ہے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میرے بعضے مومن بندے ایسے ہیں کہ تونگری ان کی قوت ایمانی کا باعث ہے تو اگر میں ان کو فقیر محتاج کردوں تو ان کے اعتقادات بدل جائیں اور بعض ایسے بندے ہیں کہ تنگی و محتاجی ان کی قوت ایمانی کا موجب ہے اگر میں انہیں غنی مالدار کردوں

تو ان کے عقیدے خراب ہو جائیں۔

یہ دونوں چیزیں ہمارے مشاہدہ میں ہیں کہ تنگ دست محتاج و فقیر اتباع احکام میں جھکے ہوئے ہیں اور بہت سے متمول سفید پوش عیش و عشرت میں رہ کر اللہ تعالےٰ کا اتباع کر رہے ہیں حتیٰ کہ جب ان پر تنگی آئی تو حرف شکایت زبان پر لے آئے اور کہہ دیا کہ ہم نے خیرات و صدقات بھی کیے اور اس کے احکام کی پیروی بھی کی لیکن پھر بھی اس نے ہماری پرواہ نہ کی۔ لہٰذا اب ہم اتباع شریعت کو چھوڑ دوسری راہ اختیار کرتے ہیں۔ غرضکہ حدیث کے مضمون میں دونوں کی کیفیت واضح فرما دی گئی۔ اللہ محفوظ رکھے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ شوریٰ۔ پ۲۵

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝

جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اسکی کھیتی میں اس کے لیے برکت دیں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اسے اس میں سے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۚ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

کیا ان کے لیے وہ شریک ہیں جنھوں نے انکے لیے دین کا راستہ بنا دیا ہے جس کی خداوند کریم نے اجازت نہیں دی اور خدا کا قطعی وعدہ قیامت نہ ہوتا تو ان کے اختلافات کا ضرور فیصلہ کر دیا گیا ہوتا اور بیشک مشرکوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَ هُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ

اے محبوب آپ مشرکوں کو دیکھیں گے اپنے کیے ہوئے اعمال پر ڈر رہے ہوں گے اور وہ لازمی طور پر ان پر پڑے گا اور وہ جو مومن نیک اعمال والے ہیں جنت کے باغیچوں میں ہوں گے وہاں انکے لیے موجود ہوگا جو وہ چاہیں ان کے رب کے پاس

الْكَبِيْرُ ۝

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝

یہی تو خداوند کریم کا بہت بڑا فضل ہے۔ یہ وہ بشارتیں ہیں کہ جو اللہ دیتا ہے ان بندوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ آپ فرما دیجئے میں تم سے نہیں مانگتا اس تبلیغ کا کوئی معاوضہ مگر محبت قرابت کی اور جو شخص نیکی کریگا ہم اس کی نیکی کو اور خوبی سے زیادہ کریں گے بیشک اللہ بخشش فرمانے والا قدر کرنے والا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

کیا کہتے ہیں یہ ہمارے حبیب نے اللہ پر افترا کیا ہے جھوٹا تو اگر اللہ چاہتا مہر کر دیتا تمہارے دل پر اور اللہ اپنے کلام سے باطل کو مٹاتا ہے اور قائم کرتا ہے حق کو بیشک وہ جاننے والا ہے دلوں کی باتوں کو۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝

وہ وہ ذات ہے جو قبول کرتی ہے توبہ کو اپنے بندوں سے اور درگذر فرماتی ہے گناہوں سے اور وہ جانتی ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝

اور قبول فرماتا ہے ان لوگوں کی دعا جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور اپنے فضل سے ان کا ثواب بڑھاتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ بَصِيْرٌ ۝

اور اگر اللہ وسیع فرمائے رزق کو اپنے بندوں پر تو وہ ضرور ملک میں سرکشی کرنے لگ جائیں مگر بقدر مناسب ہر ایک کی جتنی روزی چاہتا ہے اتارتا ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں کی ضرورتوں سے خبردار اور ان کی حالت کا نگراں ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ

اور وہ وہ ہے جو بارش نازل فرماتا ہے بعد مایوس

مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ۝
وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ۝

ہو جانے کے اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت اور وہی سب کا کارساز سزاوار حمد وثنا ہے۔
اور اس کی قدرت کی نشانیوں سے آسمان و زمین کی پیدائش ہے اور جو پھیلائے ہیں آسمان و زمین میں (جاندار) اور وہ ان کے جمع کرنے پر جب چاہے قادر ہے۔

لفظی ترجمہ

مَنْ ۔ جو	كَانَ ۔ ہے	يُرِيْدُ ۔ چاہتا	حَرْثَ ۔ کھیتی
الْاٰخِرَةِ ۔ آخرت کی	نَزِدْ ۔ زیادہ کرینگے ہم	لَهٗ ۔ اسکے لیے	فِيْ ۔ بیچ
حَرْثِهٖ ۔ اسکی کھیتی کے	وَ ۔ اور	مَنْ ۔ جو	كَانَ ۔ ہے
يُرِيْدُ ۔ چاہتا	حَرْثَ ۔ کھیتی	الدُّنْيَا ۔ دنیا کی	نُؤْتِهٖ ۔ ہم دینگے اس کو
مِنْهَا ۔ اس سے	وَ ۔ اور	مَا ۔ نہیں	لَهٗ ۔ اس کے لیے
فِيْ ۔ بیچ	الْاٰخِرَةِ ۔ آخرت کے	مِنْ نَّصِيْبٍ ۔ کوئی حصہ	اَمْ ۔ کیا ہیں
لَهُمْ ۔ ان کے	شُرَكٰٓؤُا ۔ شریک	شَرَعُوْا ۔ کہ بنایا انھوں نے	لَهُمْ ۔ انکے لیے
مِنَ الدِّيْنِ ۔ دین	مَا ۔ جو	لَمْ ۔ نہیں	يَاْذَنْ ۔ حکم دیا
بِهٖ ۔ اس کا	اللّٰهُ ۔ اللہ نے	وَ ۔ اور	لَوْ ۔ اگر
لَا ۔ نہ ہوتا	كَلِمَةُ ۔ کلمہ	الْفَصْلِ ۔ فیصلے کا	لَقُضِيَ ۔ تو فیصلہ ہوتا
بَيْنَهُمْ ۔ انکے درمیان	وَ ۔ اور	اِنَّ ۔ بیشک	الظّٰلِمِيْنَ ۔ ظالم
لَهُمْ ۔ ان کے لیے	عَذَابٌ ۔ عذاب ہے	اَلِيْمٌ ۔ دردناک	تَرَى ۔ دیکھے گا تو
الظّٰلِمِيْنَ ۔ ظالموں کو	مُشْفِقِيْنَ ۔ ڈرتے	مِمَّا ۔ اس سے جو	كَسَبُوْا ۔ کیا انھوں نے
وَ ۔ اور	هُوَ ۔ وہ	وَاقِعٌ ۔ واقع ہونیوالا ہے	بِهِمْ ۔ ان پر
وَ ۔ اور	الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے	وَ ۔ اور
عَمِلُوا ۔ عمل کیے	الصّٰلِحٰتِ ۔ اچھے	فِيْ ۔ بیچ	رَوْضٰتِ ۔ باغیچوں

الْجَنّٰتِ۔ جنت میں ہونگے لَهُمْ۔ ان کے لیے ہے مَا۔ جو يَشَآءُوْنَ۔ وہ چاہیں
عِنْدَ۔ نزدیک رَبِّهِمْ۔ انکے رب کے ذٰلِكَ۔ یہ هُوَ۔ وہ ہے
الْفَضْلُ۔ فضل الْكَبِيْرُ۔ بڑا ذٰلِكَ۔ یہ الَّذِيْ۔ وہ ہے جسکی
يُبَشِّرُ۔ خوشخبری دیتا ہے اللّٰهُ۔ اللہ عِبَادَهُ۔ اپنے بندوں کو الَّذِيْنَ۔ جو
اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے وَ۔ اور عَمِلُوا۔ عمل کیے الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے
قُلْ۔ کہہ لَآ۔ نہیں اَسْئَلُكُمْ۔ مانگتا ہیں تم سے عَلَيْهِ۔ اس پر
اَجْرًا۔ مزدوری اِلَّا۔ مگر الْمَوَدَّةَ۔ محبت فِي۔ بیچ
الْقُرْبٰى۔ قرابت کے وَ۔ اور مَنْ۔ جو يَّقْتَرِفْ۔ کمائے
حَسَنَةً۔ نیکی نَّزِدْ۔ زیادہ کرینگے ہم لَهٗ۔ اس کے لیے فِيْهَا۔ اس میں
حُسْنًا۔ نیکی اِنَّ۔ بیشک اللّٰهَ۔ اللہ غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا
شَكُوْرٌ۔ قدر دان ہے اَمْ۔ کیا يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں افْتَرٰى۔ بنالیا ہے
عَلَى۔ اوپر اللّٰهِ۔ اللہ کے كَذِبًا۔ جھوٹ فَاِنْ۔ تو اگر
يَّشَاِ۔ چاہتا اللّٰهُ۔ اللہ تو يَخْتِمْ۔ مہر کرتا عَلٰى۔ اوپر
قَلْبِكَ۔ تیرے دل کے وَ۔ اور يَمْحُ۔ مٹاتا ہے اللّٰهُ۔ اللہ
الْبَاطِلَ۔ باطل کو وَ۔ اور يُحِقُّ۔ حق کرتا ہے الْحَقَّ۔ حق کو
بِكَلِمٰتِهٖ۔ اپنے حکم سے اِنَّهٗ۔ بیشک وہ عَلِيْمٌ۔ جانتا ہے بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ سینے
کی باتیں وَ۔ اور هُوَ۔ وہ الَّذِيْ۔ وہ ہے
يَقْبَلُ۔ جو قبول کرتا ہے التَّوْبَةَ۔ توبہ عَنْ عِبَادِ۔ بندوں عبادہٖ۔ اپنے سے
وَ۔ اور يَعْفُوْا۔ معاف کرتا ہے عَنِ السَّيِّاٰتِ۔ برائیاں وَ۔ اور
يَعْلَمُ۔ جانتا ہے مَا۔ جو تَفْعَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو وَ۔ اور
يَسْتَجِيْبُ۔ قبول کرتے ہیں الَّذِيْنَ۔ وہ جو اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے وَ۔ اور
عَمِلُوا۔ عمل کیے الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے وَ۔ اور يَزِيْدُ۔ زیادہ دیگا
هُمْ۔ ان کو مِّنْ فَضْلِهٖ۔ اپنے فضل سے وَ۔ اور الْكٰفِرُوْنَ۔ کافر
لَهُمْ۔ انکے لیے عَذَابٌ۔ عذاب ہے شَدِيْدٌ۔ سخت وَ۔ اور
لَوْ۔ اگر بَسَطَ۔ فراخ کرے اللّٰهُ۔ اللہ الرِّزْقَ۔ رزق

لِعِبَادِ۔ واسطے بندوں	ہٖ۔ اپنے کے	لَبَغَوْا۔ تو سرکشی کرتے	فِی۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور	لٰکِنْ۔ لیکن	یُنَزِّلُ۔ اتارتا ہے
بِقَدَرٍ۔ اندازے سے	مَّا۔ جو	یَشَآءُ۔ چاہے	اِنَّہٗ۔ بیشک وہ
بِعِبَادِ۔ بندوں	ہٖ۔ اپنے کو	خَبِیْرٌ۔ خبردار ہے	بَصِیْرٌ۔ دیکھنے والا
وَ۔ اور	ھُوَ۔ وہ	الَّذِیْ۔ وہ ہے جو	یُنَزِّلُ۔ اتارتا ہے
الْغَیْثَ۔ بارش	مِنْۢ بَعْدِ۔ بعد	مَا۔ اس کے جو	قَنَطُوْا۔ مایوس ہوئے
وَ۔ اور	یَنْشُرُ۔ پھیلاتا ہے	رَحْمَتَہٗ۔ اپنی رحمت	وَ۔ اور
ھُوَ۔ وہ	الْوَلِیُّ۔ کارساز	الْحَمِیْدُ۔ تعریف کیا گیا	وَ۔ اور
مِنْ اٰیٰتِہٖ۔ اسکی نشانیوں میں سے ہے		خَلْقُ۔ پیدائش	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کی	وَ۔ اور	مَا۔ جو
بَثَّ۔ پھیلائے	فِیْھِمَا۔ ان میں	مِنْ دَآبَّۃٍ۔ جانور	وَ۔ اور
ھُوَ۔ وہ	عَلٰی۔ اوپر	جَمْعِھِمْ۔ انکے جمع کرنیکے	اِذَا۔ جب
یَشَآءُ۔ چاہے	قَدِیْرٌ۔ قادر ہے		

حلِّ لغاتِ نادرہ

یَقْتَرِفْ۔ از اقتراف بمعنی اکتساب کسب کرنے کو کہتے ہیں
یُنَزِّلُ الْغَیْثَ غیث اور غوث دونوں کے اصلی معنی فریاد کو پہنچنے کے ہیں۔ یہاں غیث سے مراد مینہ ہے کیونکہ وہ بھی قحط سے لوگوں کی فریاد رسی کرتا ہے۔
قَنَطُوْا از قنوط۔ مایوسی اور ناامیدی کے معنی دیتا ہے جیسے فرمایا گیا
بَثَّ پھیلانے کے معنی دیتا ہے۔
دَآبَّۃٍ دبیب سے ہے جس کے معنی جاندار کے ہیں۔ جیسے دَابَّۃُ النَّمْلَۃِ۔

مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورۃ شوریٰ۔ پ ۲۵

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ○ جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے دیتے ہیں ہم اسے اس میں سے اس کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے

حرث عربی میں کھیتی کو کہتے ہیں یہ استعارہ ہے اعمال سے اگر اس کو مضاف کیا جائے آخرت سے تو اعمال صالح اور اگر مضاف دنیا سے کیا جائے تو اعمال طالح مراد ہیں گویا طالب آخرت محمود ہے اور طالب دنیا مردود اسی بنا پر فرمایا کہ طالب دنیا کو ملنا ضرور ہے مگر آخرت سے وہ ہمیشہ محروم رہتا ہے اور طالب آخرت مقبول ہے اس کو نعمت دنیا بھی ملتی ہے اور نعمت عقبیٰ بھی چنانچہ دوسری جگہ فرمایا وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا الخ

اور طالب دنیا کے لیے کہا وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۔ تو خلاصہ یہ نکلا کہ طالب دنیا آخرت کی نعمتوں سے محروم اور طالب عقبیٰ دنیا و آخرت دونوں سے متمتع ہوتا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ کیا ان کے لیے وہ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے وہ دین نکال دیا ہے جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی اور اگر ایک فیصلہ کا وعدہ نہ ہوتا تو یہیں ان کا فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ظالموں سے مراد یہاں مشرک ہیں۔ جزا کیلئے اگر روز قیامت نہ متعین فرما دیا گیا ہوتا تو دنیا ہی میں وہ گرفتار عذاب ہو جاتے۔ مگر چونکہ سب کا فیصلہ قیامت کے دن پر رکھا گیا اس لیے دنیا میں انہیں مہلت دی گئی اور اعلان فرما دیا گیا کہ مشرکوں کافروں مرتدوں کے لیئے قیامت کے دن دردناک عذاب ہے آگے ارشاد ہے۔

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ۔ تم مشرکوں

کو دیکھو گے کہ وہ اپنی کرنیوں کی بدولت سہمے ہوئے ہوں گے اور اس کا عذاب ان پر پڑ کر رہیگا اور بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کیے وہ جنت کے باغیچوں میں ہوں گے ان کے لیے ان کے رب کے پاس جو وہ چاہیں وہ ہوگا موجود یہی اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

یہاں دو جماعتوں کا تذکرہ فرمایا گیا۔

(۱) پہلے مشرکوں کا ذکر فرمایا اور اپنے حبیب لبیب کو ارشاد ہوا کہ ان کا انجام بھی آپ دیکھیں گے جس سے ظاہر یا ہر ہے کہ حضور جہاں اہل جنت کے مکانات ملاحظہ فرمائیں گے وہاں جہنمیوں کے حالات بھی آپ پر منکشف ہوں گے اسی وجہ میں اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالے نے حضور پر مَاغَبَرَ وَمَا غَبَرَ منکشف فرمایا دنیا میں ملک کے حالات حضور مثل کف دست ملاحظہ فرما رہے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْہَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ۔ بیشک اللہ نے میرے لیے دنیا اٹھا کر رکھی تو میں دیکھ رہا ہوں اور دیکھتا رہوں گا قیامت تک اسے اور جو کچھ اس میں ہوگا یا ہو رہا ہے جیسے میں دیکھتا ہوں اپنی اس ہتھیلی کو۔

اس سے یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ سید یوم النشور ہمارے حضور بہ حیات جسمانی جس طرح سب کچھ ملاحظہ فرما رہے تھے بعد وفات بھی قیام قیامت تک سب ملاحظہ فرمائیں گے اور آیت کریمہ نے حشر کے نقشہ کو حضور پر منکشف کرنے کا اس طرح بیان فرمایا کہ تَرَی الظّٰلِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا کَسَبُوْا۔ آپ ملاحظہ فرمائیں گے مشرکوں کو کہ وہ اپنی کرنیوں پر خائف ہوں گے۔

اور جہاں مشرکوں کو خوفزدہ دکھایا وہ بموجب اسلوب بیان قرآنی مومنین کا بھی تذکرہ کر دیا۔ فرما دیا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ تو حضور جہنمیوں کو جہنم میں اور مومنین کو جنت میں ملاحظہ فرما دینگے اور ان کو بشارت دی گئی کہ جو وہ چاہیں گے ان کو ملے گا ذٰلِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہے آگے ارشاد ہے۔

ذٰلِکَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰہُ عِبَادَہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَۃً نَّزِدْ لَہٗ فِیْہَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ۔ یہ ہے وہ جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے ان بندوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اس سے یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ اولیاء کرام جو آمنوا وعملوا الصالحات کے پورے مصداق ہیں انکو یہ بشارت بھی مل گئی کہ وہ جنت کے باغیچوں میں رہ کر جو چاہیں وہ حاصل کر سکتے ہیں اس لیے کہ لَھُمْ

مَّا يَشَاءُوْنَ میں مَا موصولہ بلا قید مکان وزمان عموم کا فائدہ دیتا ہے اس سبب سے یہ وہم بھی زائل ہو جاتا ہے جو جاہل بے دین کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد کچھ نہیں کر سکتے۔ حالانکہ قرآن کریم روضات جنات میں داخل ہونے کے بعد بھی لَهُمْ مَّا يَشَاءُوْنَ فرما رہا ہے یعنی نعمت ہائے جنت اور مقاصد دنیا جو وہ چاہیں ان کے لیے انکے رب کی طرف سے عطا ہوگا۔

آگے ارشاد ہے جس میں اپنے حبیب لبیب جناب مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کے اقرباء اور آل پاک کی فضیلت ظاہر کی گئی اور بتایا کہ ہماری خدمت دینی اور ہمارے ایمان کی ترقیوں کے ذرائع جو ہم نے دیے اس کا معاوضہ ہم صرف مودت فی الاقربا رکھتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مخدوم تارک السلطنت جہانگیر اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مبحث پر ایک رسالہ تالیف فرمایا جس کا نام مودۃ ذوالقربیٰ رکھا۔ اس میں بتایا کہ اہل بیت اطہار اور اقربائے سرکار کا احترام ہر مومن پر لازمی ہے اور جو آل اطہار کی عظمت نہیں رکھتا اس کا ایمان ضعیف ہے اور وہ حضور سید یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی رحمت سے محروم ہے حتیٰ کہ شفاعت سے بھی اس کو حصہ ملنا دشوار ہے اسی لیے فرمایا گیا لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

جمل وخازن میں ہے کہ اہل قرابت سے مراد کون کون ہیں اس میں کئی اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اہل قرابت سے حضرت علی حضرت فاطمہ وحسنین کریمین مراد ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس مراد ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ حضور کے وہ اقارب مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور وہ مخلصین بنی ہاشم وبنی مطلب ہیں۔

حضور کی ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں۔

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے جو سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمہ مصارف بہت ہیں اور مال کچھ بھی نہیں تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا اور حضور کے حقوق واحسانات یاد کر کے حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے بہت سا مال جمع کیا اور اس کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کی بدولت ہمیں ہدایت ہوئی۔ ہم نے گمراہی سے نجات پائی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور کے مصارف بہت زیادہ ہیں اس لیے ہم یہ مال خدام آستانہ کی خدمت میں نذر کے لیے لائے ہیں قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کی جائے اس پر یہ آیت کریمہ

نازل ہوئی اور حضور نے وہ اموال واپس فرمائے۔

اور یہ آیت کریمہ بھی نازل ہوئی کہ اے محبوب فرمادو کہ تبلیغ دینی میں میں تم سے کوئی معاوضہ مالی نہیں مانگتا مگر تم پر قرابت کی محبت لازم ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان مودت و محبت واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ اور حدیث شریف میں ہے اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُهَا بَعْضًا کہ مومن مثل ایک عمارت کے ہے جس کا ہر ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت اور مدد پہنچاتا ہے۔

جب مسلمانوں میں باہم ایک دوسرے کے ساتھ محبت واجب ہوئی تو سید عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس قدر محبت فرض ہوگی؟ خلاصہ یہ نکلا کہ حضور نے فرمایا کہ میں ہدایت و ارشاد پر کچھ اجرت نہیں چاہتا لیکن قرابت کے حقوق تو تم پر واجب ہیں ان کا لحاظ کرو اور میرے قرابت والے تمہارے بھی قرابتی ہیں انہیں ایذا نہ دو۔

حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ قرابت والوں سے مراد حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی آل پاک ہے (بخاری شریف) آگے ارشاد ہے: وَمَنْ یَّقْتَرِفْ الخ اور جو نیکیاں جمع کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھائیں گے بیشک اللہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔ یہاں نیکیوں سے مراد رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے آل پاک کی محبت یا تمام امور خیر ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جو ایک نیکی کرے تو اس کے لیے دس نیکیاں ہیں۔

آگے ارشاد ہے۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِكَ وَیَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَیُحِقُّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِهٖ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اللہ پر جھوٹا افترا باندھا ہے اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت و حفاظت کی مہر فرمادے اور مٹاتا ہے باطل کو اور حق کو ثابت فرماتا ہے اپنی باتوں سے بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

قلب پاک میں احساس مخالفین کی مخالفت اور موافقین کی موافقت کا ضرور تھا تو جب مشرکین نے حضور پر افتراء و بہتان باندھا تو حضور کو اس کا قلق ہوا۔ تو جناب کی طرف سے ارشاد ہوا کہ محبوب اگر ہم چاہیں تو آپ کے قلب اطہر پر ایسی رحمت کی مہر لگا دیں کہ مخالفین کی مخالفت کا احساس ہی نہ ہو مگر یہ ہماری حکمت ہے کہ ہم نے آپ کو قلب حساس عطا فرمایا ہے اور آپ سے باطل کو ہم مٹا دیا اور حق کو ہم نے ثابت و قائم کر دیا اپنی باتوں سے اور بیشک وہ دلوں کی باتوں کو جانتے

والا ہے۔ آگے ارشاد ہے

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ

اور وہ ہے جو قبول فرماتا ہے توبہ کو اپنے بندوں سے اور گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور دعائیں قبول فرماتا ہے ان کی جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور انہیں اپنے فضل سے اور انعام دیتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔

آیۂ کریمہ کے مفہوم منطوق سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ توبہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے بعد اس کی معصیت معصیت نہیں رہتی بشرطیکہ توبہ کا مفہوم پورا ہو اور وہ یہ ہے کہ توبہ کرنے والا اپنے اعمالِ بد سے مجتنب ہو کر اللہ کے حضور جھکے تو وہ توبہ توبہ ہے ورنہ کسی کا شعر ہے ؎

گناہوں سے مرے اب معصیت بھی عار کرتی ہے
مری توبہ سے۔ توبہ۔ توبہ استغفار کرتی ہے

ایسی توبہ کرنے والے استہزاء باللہ کرنے والے کہلاتے ہیں کہ ابھی توبہ کی اور ابھی اسی معصیت کے مرتکب ہوئے یہ توبہ نہیں بلکہ توبہ وہی ہے کہ اعمالِ سابقہ سے عہد کرے اور اللہ کے حضور جھکے تو اس پر وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ تو ہم اس کو اپنے فضل سے بڑھاتے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا جس سے مفہوم توبہ واضح ہوتا ہے إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لا کر نیک عمل کرے تو اس کے گناہ بھی اللہ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ۔ اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو یقیناً سرکشی کرتے ملک بھر میں لیکن اللہ اندازے سے رزق نازل فرماتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کے حالات سے خبردار اور ان کو دیکھنے والا ہے۔

مفہوم آیت سے واضح ہے کہ تمول وافر ہر کس و ناکس کے لیے موجب تکبر و غرور ہوتا ہے۔ اپنی حکمت بالغہ سے جتنا جس کو چاہتا ہے دیتا ہے تاکہ وہ اعتدال میں رہیں اور وہ یقیناً سب کے حالات درونی سے خبردار اور سب کو دیکھ رہا ہے آگے ارشاد ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ۔ اور وہ

اللہ وہ ہے کہ نازل فرماتا ہے بارش بعد مایوسی و ناامیدی کے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہ کارساز اور سراہا گیا ہے۔

یعنی بندہ امساک باراں سے تنگ آ کر مایوس ہو جاتا ہے اور سمجھ لیتا ہے کہ قحط سالی آگئی کہ یک لخت حکمت الٰہی اس یاس و ناامیدی میں بارش لاتی ہے اور سبزہ زار کر دیتی ہے اور اپنی رحمت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور وہ ذات کارساز اور حمد کی گئی ہے آگے ارشاد ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْہِمَا مِنْ دَآبَّۃٍ وَّھُوَ عَلٰی جَمْعِھِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ۔ اور اس کی قدرت کی نشانیوں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور وہ جو پھیلائے زمین و آسمان میں پھرنے والے۔ اور وہ ان سب کے جمع کرنے پر جب چاہے قادر ہے

آیۂ کریمہ میں آسمانوں اور زمین کو اپنا نشان قدرت بنایا اور ظاہر ہے کہ دابہ چلنے والے کو کہا جاتا ہے عام اس سے کہ وہ حیوان یا انسان ہو تو وَمَا بَثَّ فِیْہِمَا مِنْ دَآبَّۃٍ میں لطیف اشارہ یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ زمین والے فضائے ہوائیہ میں ایروپلین سے لے کر راکٹ وغیرہ کے ذریعہ جو چل رہے ہیں یہ بھی ہماری قدرت کی نشانیاں ہیں کہ فضائے کثیف والے فضائے لطیف تک جا رہے ہیں اور یہ امر بھی واضح کر دیا کہ جسم لطیف جیسے ہم نے عطا فرمایا وہ تو آسمانوں کی فضاؤں کو عبور کر کے عرش و کرسی سے بھی عبور فرما گئے اور معراج کا مقام حاصل فرمایا جیسے ہمارے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ بھی ہماری قدرت میں ہے کہ جب چاہیں ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیں۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ شوریٰ پ ۲۵

وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ	اور جو بھی پہنچتی ہے تمہیں کوئی مصیبت مگر وہ ہاتھوں تمہارے کی کرنی کا نتیجہ ہے اور بہت کچھ معاف کر دیتا ہے۔
وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ	اور تم زمین میں ہمارے قبضہ سے باہر نہیں نکل سکتے اور نہیں تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی کارساز و مددگار۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ
اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ
رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

اور اس کی قدرت کی نشانیوں سے یہ بھی ہے
کہ دریا میں چلنے والیاں مانند پہاڑ کے اگر وہ
چاہے تو ہوا تھما دے تو اس کی پیٹھ پر ٹھہری
رہ جائیں اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں
ہر صبر کرنے والے شکر گذار کے لیے۔

اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ
كَثِيْرٍ ۝

یا انہیں لوگوں کے گناہوں کے سبب تباہ فرما
دے اور بہت کچھ معاف فرما دیتا ہے۔

وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا
مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝

اور جان جائیں وہ جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے
ہیں انہیں بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

اور جو کچھ تمہیں ملا ہے وہ حیات دنیا کا سرو سامان
ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہت بہتر اور ہمیشہ
باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان
لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کیا۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَ
الْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ
يَغْفِرُوْنَ ۝

اور وہ لوگ جو بچتے ہیں بڑے گناہوں اور بے
حیائیوں سے اور جب غضب ناک ہوتے ہیں
کسی پر تو معاف کر دیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ
وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور
نماز قائم کی اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورہ
سے ہے اور جو کچھ ہم ان کو دیتے ہیں اس سے
خرچ کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ
يَنْتَصِرُوْنَ ۝

اور وہ کہ جب انہیں بغاوت پہنچے تو کسی باغی
سے تو بدلہ لیتے ہیں

وَجَزٰۗؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ
عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ
لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور برائی کا بدلہ اسی کے برابر برائی ہے اور جو اس
سے معاف کر دے تو اس کا ثواب اللہ پر ہے
بیشک اللہ بے انصافی کرنے والوں کو دوست

نہیں رکھتا

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝

اور بے شک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا ان پر کچھ مواخذہ نہیں۔

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

بے شک مواخذہ انہی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا یہ ضرور اس کی بلند ہمتی ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	مَا۔ جو	اَصَابَكُمْ۔ پہنچے تم کو	مِّنْ مُّصِيْبَةٍ۔ کوئی مصیبت
فَبِمَا۔ تو اس کا سبب	كَسَبَتْ۔ کمائی ہے	اَيْدِيْكُمْ۔ تمہارے ہاتھوں کی	وَ۔ اور
يَعْفُوْا۔ معاف کرتا ہے	عَنْ كَثِيْرٍ۔ بہت کچھ	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
اَنْتُمْ۔ تم	بِمُعْجِزِيْنَ۔ عاجز کرنیوالے	فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مِنْ دُوْنِ۔ سوا
اللّٰهِ۔ اللہ کے	مِنْ وَّلِيٍّ۔ کوئی دوست	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ
نَصِيْرٍ۔ مددگار	وَ۔ اور	مِنْ۔ اسکی	اٰيٰتِهِ۔ نشانیوں سے ہے
الْجَوَارِ۔ کشتیاں	فِي۔ بیچ	الْبَحْرِ۔ سمندر کے	كَالْاَعْلَامِ۔ پہاڑوں جیسی
اِنْ۔ اگر	يَّشَاْ۔ چاہے	يُسْكِنِ۔ ٹھہرا دے	الرِّيْحَ۔ ہوا کو
فَيَظْلَلْنَ۔ تو ہو جائیں	رَوَاكِدَ۔ ٹھہری ہوئی	عَلٰى۔ اوپر	ظَهْرِهٖ۔ اسکی پیٹھ کے
اِنَّ۔ بیشک	فِيْ۔ بیچ	ذٰلِكَ۔ اس کے	لَاٰيٰتٍ۔ نشانیاں ہیں
لِكُلِّ۔ واسطے ہر ایک	صَبَّارٍ۔ صبر کرنے والے	شَكُوْرٍ۔ شکر گذار کے	اَوْ۔ یا
يُوْبِقْهُنَّ۔ ہلاک کرے ان کو		بِمَا۔ بدلے	كَسَبُوْا۔ انکی کمائی کے
وَ۔ اور	يَعْفُ۔ معاف کرتا ہے	عَنْ كَثِيْرٍ۔ بہت کچھ	وَ۔ اور

يَعْلَمَ ۔ جانیں الَّذِيْنَ ۔ وہ جو يُجَادِلُوْنَ ۔ جھگڑتے ہیں فِيْ ۔ بیچ

اٰيٰتِنَا ۔ ہماری آیتوں کے مَا ۔ نہیں لَهُمْ ۔ انکے لیے مِّنْ مَّحِيْصٍ ۔ کوئی پناہ کی جگہ

فَمَا ۔ تو جو اُوْتِيْتُمْ ۔ دیے گئے ہو تم مِّنْ شَيْءٍ ۔ کچھ بھی فَمَتَاعُ ۔ تو سامان ہے

الْحَيٰوةِ ۔ زندگی الدُّنْيَا ۔ دنیا کا وَ ۔ اور مَا ۔ جو

عِنْدَ ۔ پاس اللّٰهِ ۔ اللہ کے ہے خَيْرٌ ۔ بہتر ہے وَّ ۔ اور

اَبْقٰى ۔ باقی رہنے والا لِلَّذِيْنَ ۔ انکے لیے جو اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے وَ ۔ اور

عَلٰى ۔ اوپر رَبِّهِمْ ۔ اپنے رب کے يَتَوَكَّلُوْنَ ۔ بھروسہ کرتے ہیں وَ ۔ اور

الَّذِيْنَ ۔ وہ جو يَجْتَنِبُوْنَ ۔ بچتے ہیں كَبٰٓئِرَ ۔ بڑے الْاِثْمِ ۔ گناہوں سے

وَ ۔ اور الْفَوَاحِشَ ۔ بے حیائیوں سے وَ ۔ اور اِذَا ۔ جب

مَا ۔ بھی غَضِبُوْا ۔ ناراض ہوتے ہیں هُمْ ۔ وہ يَغْفِرُوْنَ ۔ معاف کرتے ہیں

وَ ۔ اور الَّذِيْنَ ۔ وہ جنہوں نے اسْتَجَابُوْا ۔ قبول کیا لِرَبِّهِمْ ۔ اپنے رب کو

وَ ۔ اور اَقَامُوا ۔ قائم کیا الصَّلٰوةَ ۔ نماز کو وَ ۔ اور

اَمْرُهُمْ ۔ کام هُمْ ۔ ان کا شُوْرٰى ۔ مشورہ کرنا ہے بَيْنَهُمْ ۔ آپس میں

وَ ۔ اور مِمَّا ۔ اس سے جو رَزَقْنٰهُمْ ۔ دیا ہم نے ان کو يُنْفِقُوْنَ ۔ خرچ کرتے ہیں

وَ ۔ اور الَّذِيْنَ ۔ وہ کہ اِذَا ۔ جب اَصَابَهُمُ ۔ پہنچے ان کو

الْبَغْيُ ۔ بغاوت هُمْ ۔ وہ يَنْتَصِرُوْنَ ۔ بدلہ لیتے ہیں وَ ۔ اور

جَزٰٓؤُا ۔ بدلہ سَيِّئَةٍ ۔ برائی کا سَيِّئَةٌ ۔ برائی ہے مِّثْلُهَا ۔ اسکے برابر

فَمَنْ ۔ تو جو عَفَا ۔ معاف کرے وَ ۔ اور اَصْلَحَ ۔ درست کرے

فَاَجْرُ ۔ تو اجر هٗ ۔ اس کا عَلَى ۔ اوپر اللّٰهِ ۔ اللہ کے ہے

اِنَّهٗ ۔ بیشک وہ لَا ۔ نہیں يُحِبُّ ۔ پسند کرتا الظّٰلِمِيْنَ ۔ ظالموں کو

وَ ۔ اور لَمَنِ ۔ جو انْتَصَرَ ۔ بدلہ لے بَعْدَ ۔ بعد

ظُلْمِهٖ ۔ اپنی مظلومی کے فَاُولٰٓئِكَ ۔ تو یہ ہیں کہ مَا ۔ نہیں عَلَيْهِمْ ۔ ان پر

مِّنْ سَبِيْلٍ ۔ کوئی راہ اِنَّمَا ۔ اسکے سوا نہیں السَّبِيْلُ ۔ راہ عَلَى ۔ اوپر

الَّذِيْنَ ۔ ان کے ہے يَظْلِمُوْنَ ۔ جو ظلم کرتے ہیں النَّاسَ ۔ لوگوں پر وَ ۔ اور

يَبْغُوْنَ ۔ سرکشی کرتے ہیں فِي ۔ بیچ الْاَرْضِ ۔ زمین کے بِغَيْرِ ۔ بغیر

الحق۔ حق کے اُولٰئِکَ۔ یہی لوگ ہیں کہ لَھُمْ۔ ان کے لیے ہیں عَذَابٌ۔ عذاب

اَلِیْمٌ۔ دردناک وَ۔ اور لَمَنْ۔ جو صَبَرَ۔ صبر کرے

وَ۔ اور غَفَرَ۔ بخش دے اِنَّ۔ توبیشک ذٰلِکَ۔ یہ

لَمِنْ۔ ضرور عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ ہمت کے کاموں سے ہے۔

حلّ لغاتِ نادرہ

اَلْجَوَارِ اصل میں جواری تھا۔ یا تخفیفاً حذف ہوگئی۔ الجواری صفت ہے موصوف محذوف کی اَیِ السُّفُنُ الْجَوَارِیْ دریا میں چلنے والی کشتیاں۔

کَالْاَعْلَامِ اَعلام سے مراد پہاڑ ہیں جیسے شاعر کہتا ہے ؎

وَاِنَّ صَخْرًا لَتَاْتَمُّ الْھُدَاۃُ بِہٖ کَاَنَّہٗ عَلَمٌ فِیْ رَاْسِہٖ نَارٌ

یُوْبِقْھُنَّ بمعنی یُھْلِکُھُنَّ ہے مجرم اور گنہ گار کو کہا کرتے ہیں اَوْبَقَتْہُ ذُنُوْبُہٗ اَیْ اَھْلَکَتْہُ

اَمْرُھُمْ شُوْرٰی۔ شوریٰ بروزن بُشرٰی وزُلفٰی مصدر ہے اس کے معنی ہیں مشورہ کرنے کے اس کا حمل مبتدا پر بہ تقدیر مضاف ہوگا۔ اَیْ اَمْرُھُمْ شُوْرٰی

یَنْتَصِرُوْنَ۔ اِنتصار سے بمعنی بدلہ لینے کے۔

رَوَاکِدَ۔ جمع رَکَدَ اَیْ سَکَنَ یعنی ٹھہرتا

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ شوریٰ پ ٢٥

وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ۔ اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا

مکلف بالاحکام مومنین اور عاقل و بالغ ہیں۔ آیۂ کریمہ سے بعض گمراہ فرقے تناسخ کا استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مَا اَصَابَکُمْ میں بالغ نابالغ شیرخوار مومن سب داخل ہیں اس بنا پر یہ مستفاد ہوتا ہے کہ شیرخوار بچے جب کسی کرنی کے بدلے تکلیف پاتے ہیں تو ان کی زندگی اس زندگی سے پہلے ضرور ہونی چاہیے اسی کا نام جُون بدلنا ہے۔ پہلی جون کے اعمال کا بدلہ دوسری جون میں دینے کے لیے بچوں کو

تکلیفیں ہوتی ہیں۔

حالانکہ یہ وہم باطل ہے بلکہ اس میں مخاطب ہی عاقل و بالغ مومن ہیں اسی لیے فرمایا وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ تمہارے عملوں کیے بہت سے گناہ اللہ معاف فرما دیتا ہے نہ یہ کہ ایک لاکھ چوراسی ہزار جونوں پر اس کا اطلاق ہے یہ تو ایک ایسا واہمہ ہے کہ جس واہمہ سے دور لازم آتا ہے اور تسلسل و دور باطل ہے یہ کیسے سمجھ میں آسکتا ہے کہ وہی مرنے والا گاٹے بن کر آجائے بیل بن کر آجائے پھر کتا بھی بن جائے بندر اور لنگور بھی اسی کو بنایا جائے اس کو ہندؤں کے مذہب میں آواگون کہتے ہیں۔ اسلام ایسے توہمات میں پڑنے سے منع کرتا ہے۔ آریوں کے رد میں مولانا سید قطب الدین سیبوانی مرحوم نے ایک نظم لکھی تھی جس کا مطلع ہے ؎

مہاشہ جی پھنسے آواگون کے خوب چکر میں بنے جو بیل تیلی سے تو آلو ہیں نومبر میں

تو خلاصہ یہ نکلا کہ یہ خطاب مومنین مکلفین کے لیے ہے جن سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ دنیا میں جو تکلیفیں اور مصیبتیں مومنین کو پہنچتی ہیں اکثر ان کا سبب ان کے گناہ ہوتے ہیں اور اسی سے آخرت کا عذاب ان پر نہیں ہوتا بلکہ یہاں کی تکالیف ہی اسے معاف کرا دیتی ہیں۔

اکثر تکالیف مومنین کو رفع درجات کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ بخاری مسلم میں ہے کہ اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ۔ اس پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں وَیَکُوْنُ ذٰلِكَ لِرَفْعِ دَرَجَاتِہِمْ۔ انبیاء کرام کو جو تکالیف و مصائب آتے ہیں وہ رفع درجات کے لیے آتے ہیں۔

اور حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق کے متعلق علامہ آلوسی فرماتے ہیں ھِیَ کَانَتْ تُصْدَعُ فَتَضَعُ یَدَھَا عَلٰی رَاْسِھَا وَتَقُوْلُ بِذَنْبِیْ وَمَا یَغْفِرُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَکْثَرُ۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا اس تکلیف کے عالم میں سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ میرے کسی گناہ کے سبب ہے اور اکثر گناہوں کو اس معمولی تکلیف کے بدلہ میں اللہ معاف فرما دیتا ہے۔

اور اطفال اور مجانین (دیوانوں) کے متعلق آلوسی فرماتے ہیں حَیْثُ قَالَ فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ وَاَمَّا الْاَطْفَالُ وَالْمَجَانِیْنُ فَقِیْلَ غَیْرُ دَاخِلِیْنَ فِی الْخِطَابِ لِاَنَّہُمْ مُکَلَّفِیْنَ۔ مجانین اور اطفال اس حکم میں غیر مکلف ہونے کی بنا پر داخل نہیں ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ۔ اور تم زمین میں اللہ پر غالب نہیں آسکتے اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی والی اور مددگار نہیں۔

آیۂ کریمہ کا مفہوم منطوق صراحۃً واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالے کی مشیت کے مقابلہ میں انسان

کچھ نہیں کر سکتا اور اللہ ہی کی ذات وہ ذات ہے جو اپنے بندوں کا والی و مددگار ہے اور یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ جو مصائب و آلام مقدرات انسانی میں ہیں ان سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ آگے ارشاد ہے

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰی ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ۔ اور اس کی نشانیوں سے ہے دریا میں چلنے والیاں جیسے پہاڑیاں وہ چاہے تو ہوا تھما دے کہ اس کی پیٹھ پر ٹھہری رہ جائیں بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صابر شاکر کو۔

مفہوم آیت ظاہر ہے کہ سمندر میں پہاڑوں جیسی کشتیاں جس کو اگنبوٹ اور اسٹیمر کہا جاتا ہے چلتی ہیں اور لنگر ڈال دینے پر اسی دریا میں ٹھہری رہتی ہیں تو یہ بھی قادر و قیوم کی ایک بہت بڑی نشانی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ سمندر جیسا ذخار جو بگڑنے پر آجائے تو اپنے تلاطم سے یہ اگنبوٹ جہاز ایسے اڑا دے کہ ان کے ٹکڑے بھی نہ ملیں مگر چونکہ ہر شے حکم الٰہی کے ماتحت ہے تو اس میں سمندر کو بھی اپنے حکم سے ہمارے لیے مسخر فرمایا کہ پانی کی پشت پر جہاں چاہیں ٹھہر جائیں اور جہاں تک چاہیں ہزار دس ہزار بیس ہزار ایسے غیر النہایۃ میلوں کا سفر کر لیں جو اس کے نشانہائے قدرت ہیں کہ لوہا پانی پر تیر رہا ہے ورنہ ہمیں تو یہی نظر آتا ہے کہ پانی پر لوہا کبھی نہیں تیر سکتا۔ مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ چھ انچ اور ایک فٹ موٹی چادر سے اسٹیمر اور آگنبوٹ بنتے ہیں اور پانی کی پشت کو چیرتے ہوئے کراچی سے بحرین۔ جدہ اور اس سے آگے ہزارہا میل چلے جاتے ہیں اور پھر یہ ہی نہیں کہ وہی جائیں بلکہ ہزارہا جانیں بھیڑ بکری گھوڑے ہاتھی اور انسان بھی اس میں سواری کر کے پہنچتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَیَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ وَّیَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ۔ یا انہیں تباہ کر دے لوگوں کے گناہوں کے سبب اور بہت کچھ معاف فرما دے اور جان جائیں وہ جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہ انہیں کہیں بھاگنے کی جگہ نہیں ہے۔

آیۂ کریمہ میں دوسرا پہلو ظاہر فرمایا کہ یا تو ہم ان کشتیوں میں جہازوں میں سفر کرنے والوں کو منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں اور جب ہم چاہیں تو ان کو تباہ اور غرق دریا کر دیتے ہیں اور یہ جو کچھ بھی ہے یہ انکی کرنیوں کے بدلے میں بہت سوں کو معاف ہو جاتا ہے اور اکثر ماخوذ ہوتے ہیں اور اس امر کو واضح کیا کہ ہم بے خبر نہیں بلکہ جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں اور بے جا تاویلیں کرتے ہیں ان کی گرفت ہونے کے بعد ان کو بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں آگے ارشاد ہے۔

فَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ

یَتَوَکَّلُوْنَ۔ جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے برتنا ہے دنیا میں تمہارے لیے ہے اور جو اللہ کے پاس ہے تمہیں ملیگا وہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے اور ایمان والوں کے لیے اور ان کے لیے جو اپنے رب پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر جو قبائل عرب میں بہت متمول تھے۔ اسلام لانے کے بعد سب کچھ انہوں نے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ تو دنیا والوں نے آپ کو ملامت کی اور کہا کہ یہ اسلام خوب ہے جس میں داخل ہونے کے بعد سے آپ فقیر و مسکین ہو گئے متاع و دولت سب کھو بیٹھے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اللہ کی راہ میں ایمان لانے کے بعد جو دنیا دی مال و متاع کو خرچ کر دیتا ہے اس کے لیے اللہ کے پاس ایسی نعمتیں ہیں کہ جنہیں فنا نہیں اور وہ اللہ پر بھروسہ رکھ کر جب خرچ کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر مال اور دولت سے متمتع ہوتے ہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ دولت دنیا ناپائدار ہے اس کی ہر چیز آنی جانی ہے حتیٰ کہ صحت و تندرستی بھی کافی ہے آج جو دولت کے ڈھیروں پر بیٹھا ہے کل وہ دریوزہ گر ہے۔ آج نازو نعم میں جو لیل و نہار گذار رہا ہے کل کربت وکلفت کا شکار ہے برخلاف نعمت اخروی کے کہ وہ ملنے کے بعد زائل نہیں ہو گی یہاں تک کہ جوانی کو بھی زوال نہیں صحت بھی اسی شان سے ہو گی جیسی کہ اسے ملی حسن وجمال بھی زائل نہیں ہو گا۔ دنیا میں بڑے حسین وجمیل متمول اہل ثروت جائدادوں والے ہم نے دیکھا کہ آج ان کا ڈنکا پٹ رہا ہے اور کل انہیں کوئی پوچھتا بھی نہیں تھا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؂

جن کے محلوں میں ہزاروں رنگ کے فانوس تھے جھاڑ ان کی قبر پر ہیں اور نشاں کچھ بھی نہیں

تو مومن کی شان یہی ہے کہ دوامی نعمت ازلی عشرت کے مقابلہ میں متاع دنیا کو ترجیح نہ دے اور اپنے رب کی رضا جوئی میں لیل و نہار خواہ عشرت سے کٹیں خواہ عسرت سے شکر کرتا ہوا گذار دے آگے ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ۔ اور وہ لوگ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں اور وہ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام آپس کے مشورہ سے ہے اور ہمارے سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں اور وہ کہ جب انہیں بغاوت پہنچے بدلہ لیتے ہیں۔

آیت کریمہ میں مومن کی مقتضیات ایمانی کو پانچ صورتوں میں دکھلایا۔
اول اجتناب کبائر و فواحش۔
دوسرے کسی غضب ناک بات کی معافی دیدینا۔
تیسرے اللہ کے حکم کے آگے جھک کر نماز قائم رکھنا۔
چوتھے اپنے معاملات مشوروں سے طے کرنا۔
پانچویں اللہ کی راہ میں اپنی روزی سے خرچ کرنا۔
اور ایک درجہ یہ بھی دکھایا کہ اگر کوئی شخص اس کے ساتھ زیادتی کرے تو اتنا ہی اس سے یہ بدلہ لے لیتے ہیں۔

یہ دو درجے کے مومن ظاہر فرمائے گئے۔ اعلیٰ درجہ وہی ہے جو اول پانچ صفات میں ظاہر فرمایا گیا اور اگر ظالم سے ظلم کا بدلہ لے لے تو یہ دوسرا درجہ ہے۔ آیت کریمہ کا شان نزول انصار کے حق میں ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی دعوت قبول کر کے احکام دینی کا اتباع کیا اور اپنا مال مہاجرین میں خرچ کیا اور نماز پر مداومت رکھی اور خود رائی و عجلت میں نہیں آئے بلکہ ہر مسلمانوں کے معاملہ میں ان سے مشورے کر کے کام کیے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو قوم مشورہ کرتی ہے وہ صحیح راہ کو پہنچتی ہے اور جب مسلمانوں پر ظلم کیا جاتا ہے تو انصاف سے بدلہ لیتے ہیں مگر اعلیٰ قوم وہی ہے جس میں معافی ہو۔ چنانچہ ابن زید فرماتے ہیں کہ آیۂ کریمہ میں دو قسم کے مومنین کا تذکرہ ہے۔ پہلے وہ جو ظلم کو معاف فرما کر بدلہ نہیں لیتے۔ دوسرے وہ جو ظالم سے بدلہ لیتے ہیں مگر حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ عطا فرماتے ہیں کہ یہ وہ مومنین ہیں جنہیں کفار نے مکہ مکرمہ سے نکالا اور ان پر ظلم کیا۔ پھر اللہ نے ان مومنین کو جب سرزمین مکہ پر مسلط کیا تو انہوں نے معافی دی اور بدلہ نہ لیا۔ آگے قانون ظاہر فرمایا۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۔ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ اور برائی کا بدلہ اسی کے برابر ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے بیشک وہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا اور بے شک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا ان پر کوئی مواخذہ کی راہ نہیں، مواخذہ تو انہیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں ان

کے لیے دردناک عذاب ہے اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔ آیۂ کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ بدلہ قدرِ جنایت ہونا چاہیے اس میں زیادتی نہ ہو اور بدلے کو برائی کہنا مجاز ہے کہ صورۃً مشابہ ہونے کے سبب سے کہا جاتا ہے۔ اور جس کو وہ بدلہ دیا جائے اسے برا معلوم ہوتا ہے اور برائی کے ساتھ تعبیر کرنے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگرچہ بدلہ لینا جائز ہے مگر عفو اس سے بہتر ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ظالموں سے مراد ظلم کی ابتداء کرنے والے ہیں اور جو ظلم کا بدلہ لے وہ ظالم نہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ ظلم کو معاف کر دے۔ اسی لیے فرمایا وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ جو ظلم پر صبر کرکے معافی دیدے وہ یقیناً بہت بڑی ہمت کے کام ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ ظلم ظالم پر صبر کرنا اور معافی دینا یہ حسنین کریمین اور سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی ہی ہمتیں تھیں کہ یزید کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اس کے ظلم کی تلافی کے لیے صلوٰۃ اوابین تعلیم فرماتے ہیں۔ اور جب وہ پڑھ نہ سکا تو آپ نے فرمایا کہ میرا کام یہی تھا جو میں نے کیا آگے جو معاملہ ہے وہ مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ ایسے ہی سید الشہداء شہزادہ گلگوں قبا کا معاملہ تھا کہ اپنے اعزہ واقرباء کے شہید ہونے کے بعد فرمادیا کہ اگر اب بھی تم باز آجاؤ تو میں تمہیں معافی دیدیتا ہوں۔ یہی عزم امور ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۂ شوریٰ پ ۲۵

وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ وَّلِیٍّ مِّنْۢ بَعْدِہٖ وَتَرَی الظّٰلِمِیْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ یَقُوْلُوْنَ ھَلْ اِلٰی مَرَدٍّ مِّنْ سَبِیْلٍ ۝

اور جس کو اللہ گمراہ کردے اس کے بعد اس کا کوئی والی وارث نہیں اور آپ دیکھیں گے مشرکوں کو جبکہ وہ عذاب دیکھیں گے کہیں گے کیا یہاں سے لوٹنے کا کوئی رستہ ہے

وَتَرٰىھُمْ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا خٰشِعِیْنَ مِنَ الذُّلِّ یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ وَقَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ وَاَھْلِیْھِمْ

اور آپ دیکھیں گے انہیں کہ آگ پر پیش کیے جاتے ہیں ڈرتے ہوئے ذلت سے کنکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور کہیں گے ایمان والے بیشک نقصان میں وہ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝

اور گھروالوں کو نقصان میں ڈالا قیامت کے دن خبردار رہو بے شک ظالم ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝

اور نہیں ہوگا ان کا کوئی ولی جو مدد کریں انہیں اللہ کے سوا اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لیے کوئی راستہ نہیں۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝

اپنے رب کے حکم کو مانو اس دن کے آنے سے پہلے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں اس دن تمہارے لیے کوئی پناہ نہ ہوگی اور نہ تمہیں انکار کرتے بنے۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۝

تو اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے تمہیں ان کا نگران نہیں بنایا آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں مگر پہنچا دینا احکام کا۔

وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ۝

اور جب ہم آدمی کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو خوش ہو جاتا ہے اس سے اور اگر اس کو پہنچے کوئی برائی بدلہ اس کا جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو بے شک انسان ناشکرا ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

اللہ ہی کے لیے ملکیت ہے آسمانوں اور زمین کی پیدا کرے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا کرے اور جسے چاہے لڑکے دے یا دونوں ملا کر دے (بیٹے بیٹیاں) اور جسے چاہے بانجھ کر دے بے شک وہ جاننے والا قدرت والا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ

اور نہیں کوئی بشر کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے اندر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ اس کے حکم سے

إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ۝

وحی کرے جو وہ چاہے بے شک وہ بلند اور حکمت والا ہے۔

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ۝

اور ایسے ہی وحی فرمائی ہم نے آپ کی طرف ایک زندگی بخشنے والی اپنے حکم سے اور نہیں تھے آپ جاننے والے کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان کی تفصیل لیکن ہم نے اسے نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہیں اور بے شک آپ ہدایت کرتے ہیں سیدھی راہ کی اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ خبردار رہو کہ تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	مَنْ۔ جسے	يُّضْلِلِ۔ گمراہ کرے	اللّٰهُ۔ اللہ
فَمَا۔ تو نہیں	لَهٗ۔ اس کا	مِنْ وَّلِيٍّ۔ کوئی دوست	مِّنْ بَعْدِهٖ۔ اسکے بعد
وَ۔ اور	تَرَى۔ دیکھے گا تو	الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں کو	لَمَّا۔ جب
رَاَوُا۔ دیکھیں گے	الْعَذَابَ۔ عذاب	يَقُوْلُوْنَ۔ کہیں گے	هَلْ۔ کیا
اِلٰى۔ طرف	مَرَدٍّ۔ لوٹنے کی ہے	مِّنْ سَبِيْلٍ۔ راہ	وَ۔ اور
تَرٰا۔ دیکھے گا تو	هُمْ۔ ان کو	يُعْرَضُوْنَ۔ پیش کیے جائینگے	عَلَيْهَا۔ اس پر
خٰشِعِيْنَ۔ ڈرتے ہونگے	مِنَ الذُّلِّ۔ ذلت سے	يَنْظُرُوْنَ۔ دیکھتے ہونگے	مِنْ طَرْفٍ۔ نگاہ
خَفِيٍّ۔ مخفی سے	وَ۔ اور	قَالَ۔ کہیں گے	الَّذِيْنَ۔ وہ
اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے	اِنَّ۔ بے شک	الْخٰسِرِيْنَ۔ نقصان والے	الَّذِيْنَ۔ وہ ہے
خَسِرُوْا۔ کہ خسارہ دیا	اَنْفُسَهُمْ۔ اپنی جانوں کو	وَ۔ اور	اَهْلِيْهِمْ۔ اپنے گھر والوں کو
يَوْمَ۔ دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے	اَلَآ۔ خبردار	اِنَّ۔ بے شک

الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالم ہیں	فِیْ۔ بیچ	عَذَابٍ۔ عذاب	مُّقِیْمٍ۔ ہمیشہ کے
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	کَانَ۔ ہے	لَهُمْ۔ انکے لیے
مِنْ اَوْلِیَآءَ۔ کوئی دوست	یَنْصُرُوْنَهُمْ۔ جو ان کی مدد کریں		مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اللہ کے سوا
وَ۔ اور	مَنْ۔ جسے	یُّضْلِلِ۔ گمراہ کرے	اللّٰهُ۔ اللہ
فَمَا۔ تو نہیں	لَهٗ۔ اسکے لیے	مِنْ سَبِیْلٍ۔ کوئی راہ	اِسْتَجِیْبُوْا۔ کہا مانو
لِرَبِّكُمْ۔ اپنے رب کا	مِنْ قَبْلِ۔ پہلے	اَنْ۔ اس سے کہ	یَّاْتِیَ۔ آئے
یَوْمٌ۔ ایسا دن	لَّا۔ کہ نہ ہو	مَرَدَّ۔ لوٹنا	لَهٗ۔ اسکے لیے
مَا۔ نہیں	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مِنْ مَّلْجَاٍ۔ کوئی پناہ کی جگہ	یَّوْمَئِذٍ۔ اس دن
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مِّنْ نَّكِیْرٍ۔ کوئی انکار
فَاِنْ۔ تو اگر	اَعْرَضُوْا۔ منہ پھیریں	فَمَا۔ تو نہیں	اَرْسَلْنٰكَ۔ بھیجا ہم نے
آپ کو	عَلَیْهِمْ۔ ان پر	حَفِیْظًا۔ چوکیدار	اِنْ۔ نہیں
عَلَیْكَ۔ آپ پر	اِلَّا۔ مگر	الْبَلٰغُ۔ پہنچانا	وَ۔ اور
اِنَّا۔ بیشک ہم	اِذَا۔ جب	اَذَقْنَا۔ چکھاتے ہیں	الْاِنْسَانَ۔ انسان کو
مِنَّا۔ اپنی طرف سے	رَحْمَةً۔ رحمت	فَرِحَ۔ خوش ہوتا ہے	بِهَا۔ اس سے
وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	تُصِبْهُمْ۔ پہنچے ان کو	سَیِّئَةٌ۔ برائی
بِمَا۔ بسبب اسکے جو	قَدَّمَتْ۔ آگے بھیجا	اَیْدِیْهِمْ۔ ان کے ہاتھوں نے	فَاِنَّ۔ تو بیشک
الْاِنْسَانَ۔ انسان	كَفُوْرٌ۔ ناشکرا ہے	لِلّٰهِ۔ اللہ ہی کی	مُلْكُ۔ بادشاہی ہے
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین میں	یَخْلُقُ۔ پیدا کرتا ہے
مَا۔ جو	یَشَآءُ۔ چاہے	یَهَبُ۔ عطا کرتا ہے	لِمَنْ۔ جسے
یَشَآءُ۔ چاہے	اِنَاثًا۔ لڑکیاں	وَّ۔ اور	یَهَبُ۔ عطا کرتا ہے
لِمَنْ۔ جسے	یَّشَآءُ۔ چاہے	الذُّكُوْرَ۔ لڑکے	اَوْ۔ یا
یُزَوِّجُهُمْ۔ ملا دے ان کو	ذُكْرَانًا۔ لڑکے	وَّ۔ اور	اِنَاثًا۔ لڑکیاں
وَّ۔ اور	یَجْعَلُ۔ کر دے	مَنْ۔ جسے	یَّشَآءُ۔ چاہے
عَقِیْمًا۔ بانجھ	اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	عَلِیْمٌ۔ جاننے والا	قَدِیْرٌ۔ قدرت والا ہے
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	كَانَ۔ ہے	لِبَشَرٍ۔ کسی آدمی کے لیے

اَنْ۔ یہ کہ	یُکَلِّمَہٗ۔ کلام کرے اس سے	اللّٰہُ۔ اللہ	اِلَّا۔ مگر
وَحْیًا۔ وحی سے	اَوْ۔ یا	مِنْ وَّرَآئِ۔ پیچھے	حِجَابٍ۔ پردے کے
اَوْ۔ یا	یُرْسِلَ۔ بھیجتا ہے	رَسُوْلًا۔ فرشتہ	فَیُوْحِیَ۔ تو وحی کرتا ہے
بِاِذْنِہٖ۔ اپنے حکم سے	مَا۔ جو	یَشَآءُ۔ چاہتا ہے	اِنَّہٗ۔ بیشک وہ
عَلِیٌّ۔ بلند ہے	حَکِیْمٌ۔ حکمت والا	وَ۔ اور	کَذٰلِکَ۔ اسی طرح
اَوْحَیْنَا۔ وحی کی ہم نے	اِلَیْکَ۔ تیری طرف	رُوْحًا۔ روح	مِّنْ اَمْرِنَا۔ اپنے حکم سے
مَا۔ نہیں	کُنْتَ۔ تھا تو	تَدْرِیْ۔ جانتا	مَا۔ کہ کیا ہے
اَلْکِتٰبُ۔ کتاب	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	الْاِیْمَانُ۔ ایمان
وَ۔ اور	لٰکِنْ۔ لیکن	جَعَلْنٰہُ۔ بنایا ہم نے	ہٗ۔ اس کو
نُوْرًا۔ نور	نَّہْدِیْ۔ ہدایت دیتے ہیں بِہٖ۔ اس کے ساتھ		مَنْ۔ جو
نَّشَآءُ۔ چاہیں	مِنْ عِبَادِنَا۔ اپنے بندوں سے	وَ۔ اور	اِنَّکَ۔ بیشک تو
لَتَہْدِیْٓ۔ راہنمائی کرتا ہے	اِلٰی۔ طرف	صِرَاطٍ۔ راہ	مُّسْتَقِیْمٍ۔ سیدھی کی
صِرَاطِ۔ رستہ	اللّٰہِ۔ اللہ کا	الَّذِیْ۔ وہ کہ	لَہٗ۔ اس کے لیے ہے
مَا۔ جو	فِی۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور
الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	اَلَآ۔ خبردار	اِلَی۔ طرف	اللّٰہِ۔ اللہ
تَصِیْرُ۔ پلٹتے ہیں	الْاُمُوْرُ۔ سب کام		

حلِّ لُغاتِ نادِرہ

مَرَدٌّ۔ لوٹنے کے معنی ہیں

طَرْفٍ خَفِیٍّ۔ عرف میں طرف کے معنی البصر کے ہے اور طرف خفی کے معنی کن انکھیوں سے دیکھنے کے ہیں

مِنْ مَّلْجَاٍ۔ ظرف کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں پناہ کی جگہ

مَا لَکُمْ مِّنْ نَّکِیْرٍ۔ نہیں ہوگی ان کے لیے انکار کی گنجائش جیسے بلا نکیر منکر فلاں بات یوں ہے کا محاورہ ہے یہ بروزن فعیل۔ مفعول کے معنی میں ہے اور ہو سکتا ہے کہ مصدر یعنی انکار کے معنی میں ہو۔

کَفُوْرٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بڑا ناشکرا۔

عَقِیْمٌ عقیم وہ ہے جس کے ہاں بچہ نہ ہو لولا کرتے ہیں رَجُلٌ عَقِیْمٌ لَا یَلِدُ وَ امْرَأَۃٌ عَقِیْمٌ لَا تَلِدُ عقم کے اصل معنی ہیں قطع کے اسی سے ہے مُلْكٌ عَقِیْمٌ لِاَنَّہٗ یَقْطَعُ الْاَرْحَامَ بِالْقَتْلِ وَالْعُقُوْقِ اور عقر بھی اسی معنی میں مستعمل ہے وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا۔

تَدْرِیْ درایت سے ماخوذ ہے اور درایت کہتے ہیں اٹکل اور قیاس سے کسی چیز کا جاننا

مختصر تفسیر اردو پانچواں رکوع سورہ شوریٰ پ ۲۵

وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ وَّلِیٍّ مِّنْ بَعْدِہٖ وَتَرَی الظّٰلِمِیْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ یَقُوْلُوْنَ ھَلْ اِلٰی مَرَدٍّ مِّنْ سَبِیْلٍ ۔ اور جس کو خدا گمراہ کرے تو پھر اس کا کوئی یار و مددگار نہیں اور اے محبوب قیامت کے دن آپ مشرکوں کو دیکھیں گے کہ جب عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو (پھر حسرت سے) کہیں گے (دنیا میں) پھر لوٹنے کی کوئی سبیل (راہ) ہے۔

ہدایت و گمراہی دونوں قوتیں قبضۂ قدرت الٰہی میں ہیں جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں کر سکتا جیسے ابوجہل ابولہب اور جس کو وہ ہدایت فرما دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا جیسے صدیق و فاروق و عثمان غنی و علی اسد اللہ۔

اب سوال باقی رہتا ہے کہ جب ہدایت و گمراہی دونوں قبضۂ قدرت مشیت میں ہیں تو تبلیغ مبلغ بیکار ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں پردۂ تقدیر کا نقشہ معلوم نہیں کہ کسے ہدایت پر پیدا فرمایا اور کسے گمراہی پر تو مبلغ کا فرض ہے کہ وہ تبلیغ کرتا رہے اگر وہ ہدایت پر آگیا تو سمجھ لیا جائے گا کہ اسے اللہ نے ہدایت دی اور اگر وہ کج بحثی اور جحد و عناد پر جما رہا اور اسی کفر پر مرا تو سمجھ لیا جائے گا کہ اس کی قسمت میں ہی گمراہی تھی بنا بریں تبلیغ مبلغ بہر صورت لازمی ہے۔

وَتَرَی الظّٰلِمِیْنَ میں جو حضور کو مخاطب فرما کر ارشاد ہوا اس سے مراد مشرکین ہیں اس لیے کہ قرآن کریم نے شرک کو ظلم عظیم فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔ قرآن کریم میں جہاں بھی ظالمین آئے گا وہ باستثناء چند مقام کے مشرکوں کے ہی حق میں ہوگا۔ اور جیسے اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا یہ انبیاء کرام کے دعائیہ لفظ ہیں۔ یا اعتراف انکسار ہے اس لیے اس کے معنی شرک نہیں ہوں گے بلکہ اپنی جان پر زیادتی کے معنی ہوں گے۔ آگے ارشاد ہے جس میں حضور کو فرمایا گیا وَتَرٰھُمْ یعنے آپ انہیں ملاحظہ فرمائیں گے اس سے ثابت ہوا کہ دنیا میں مَاغَبَرَ وَمَا یَغْبُرُ جیسے حضور

پر منکشف ہے ایسے ہی عرصات محشر اور جنت و جہنم تمام حضور کے سامنے روشن ہوں گے۔

وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ

اور آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جو دوزخ کے روبرو لائے جائیں گے ذلت سے جھکے ہوئے اور انکھیوں سے دیکھتے جاتے ہوں گے اور اس وقت ایمان والے کہیں گے کہ حقیقت میں بڑے بدنصیب تو وہ ہیں جنہوں نے (خود گمراہ ہونے سے آج) قیامت کے دن اپنے آپ کو بھی) تباہ کیا اور اپنا برا نمونہ دکھلانے اور بہکانے سے اپنے گھر والوں کو بھی برباد کیا۔ خبردار رہو کہ شرک کرنے والے ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

مفہوم آیت واضح ہے کہ شرم کی وجہ سے وہ لوگوں کی طرف نظر نہ اٹھا کر دیکھ سکیں گے اور جہنم میں جاتے وقت نیم باز نگاہیں اہل جنت پر ڈالیں گے اور اپنے نقصان و خسران سے چھپائیں گے۔

اب رہا وَاَهْلِيْهِمْ کا مقصد یہ بھی ظاہر ہے۔ تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول پر اس کا ترجمہ یہ ہوگا۔ کہ اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا اور اپنے متبعین کو بھی تباہ کیا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ تو اہل سے مراد متبع کے ہیں۔ اہل اور آل مترادف المعنی ہیں اسی بنا پر فرمایا وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ اس میں بھی متبعین فرعون مراد ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اہل السنت والجماعت آل پاک پر درود پڑھتے ہوئے تمام متبعین پر علی حسب مراتب درود پہنچا سمجھتے ہیں یعنی یہ ضروری نہیں جانتے کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ پڑھتے ہوئے ازواج واصحاب اور تمام امتیوں کا تذکرہ بھی کیا جائے بلکہ یہ کہہ دینا سب کے لیے کافی ہے اور اگر تفصیلات سے ہو تو مضائقہ نہیں اور چونکہ مشرکوں کے لیے ان کا دار الخلد جہنم ہے اسی لیے تنبیہ سے فرمایا کہ خبردار رہو کہ ظالم یعنی مشرک ہمیشہ ہمیش عذاب میں رہیں گے آگے ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ لَّكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ۔ اور نہیں ہوگا اللہ کے سوا ان کا کوئی حمایتی کہ ان کی مدد کرے۔ اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کے لیے نجات کا کوئی رستہ ہی نہیں۔ لوگو! اس دن کے آنے سے پہلے جو خدا کی طرف سے ٹلنے والا نہیں ہے اپنے پروردگار کا حکم مانو کہ اس دن نہ تو تمہیں کہیں پناہ ہوگی اور نہ ہی تمہیں گناہوں سے انکار کرتے ہی بن پڑے گی۔

آیۂ کریمہ سے واضح ہوا کہ قرآن کریم کا روئے سخن واضح کر رہا ہے۔ کہ مشرکوں بیدینوں کے لیے

اس دن کوئی مددگار اور حمایتی نہ ہوگا۔ برخلاف مومنین کے کہ ان کی حمایت کیواسطے بڑے بڑے نظام ہیں۔ ولی، نبی، غوث، قطب، ابدال، اوتاد، نقباء، نجباء، حتیٰ کہ اسقاط شدہ بچہ بھی حمایت کرے گا۔ چنانچہ حدیث میں واضح ہے کہ جب علم شفاعت حضور اٹھالیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو کہ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ تو پھر تمام ولی نبی غوث قطب عالم فاضل نیکو کار سب کو حق پہنچے کہ وہ اپنے اپنے متعلقین کو ساتھ لے کر شفاعت کے لیے آگے بڑھے آخر درجہ اس اسقاط شدہ بچے کا ہوگا جسے جنت میں جانے کی اجازت ہو۔ تو وہ مچل جائے اور عرض کرے کہ میں اپنے والدین کے بغیر نہیں جاؤں گا تو ارشاد ہو اَیُّھَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ اے ضدی اسقاط شدہ جا جنت میں اپنے والدین کو ساتھ لے کر۔ اسی لیے یہاں فرمایا گیا۔

وَمَا كَانَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ الخ یعنی مشرکوں کا کوئی حمایتی نہ ہوگا جو ان کی مدد کرے برخلاف مومنین کے کہ ان کی نصرت و اعانت نیچے سے لے کر بارگاہ رسالت تک ہوگی۔ آگے ارشاد ہے۔

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ۔ تو اگر یہ لوگ انحراف کریں تو ہم نے اے محبوب آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا آپ کے ذمہ کچھ نہیں مگر حکم پہنچا دینا اور ہم جب آدمی کو اپنی رحمت کا ذائقہ چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر اس کو اپنی ہی کرنی کے بدلے میں اس کو کوئی مصیبت پہنچ جاتی ہے تو بیشک انسان ناشکرا ہے۔

مومن اور گمراہ کا یہی فرق ہے کہ وہ جب مصیبت آئے تو اسے بارگاہ احدیت میں سر بسجود ہوتا ہے اور فراخی آئے تو اسے رحمت جان کر سجدۂ شکر ادا کرتا ہے۔ برخلاف بیدین گمراہ کے کہ اس پر فراخی آئے تو بھول جاتا ہے اور خدا کی رحمت کو بھول کر سرکشی میں آگے بڑھتا ہے اور اگر تنگی یا مصیبت آئے تو اللہ کی ناشکری اور شکائتیں کرنے لگتا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے نری بیٹیاں عنایت کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے نرے بیٹے عنایت کرتا ہے یا بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دونوں قسم کی اولاد دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ایسا بے نام و نشان کر دیتا ہے کہ اس کے اولاد ہوتی ہی نہیں اور وہ اولاد کی مصلحت سے واقف اور وہ سب کچھ جانتا اور اپنی حکمت کے ساتھ پیدا فرماتا ہے۔

آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ قادر مطلق ایسا قادر ہے کہ ایک گھر میں لڑکے ہی لڑکے پیدا کرے ایک گھر میں لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا کرے۔ کسی کے ہاں لڑکے اور لڑکیاں دونوں پیدا فرما دے اور کسی میاں بیوی ہوتے ہوئے لاولد اور گمنام کر دے۔ یہ تمام معاملات اس کی حکمت بالغہ کے ساتھ ہیں اس میں کوئی اس کا مشیر نہیں جیسے چاہے جس طرح چاہے جب چاہے جیسے چاہے جو دے لڑکا دے لڑکی دے یا لڑکے لڑکیاں دونوں دے یا کچھ بھی نہ دے اس کے آگے جھکا رہنا ہی ہمارا فرض ہے حرف شکایت زبان پر لانا ہی کفران نعمت ہے۔

اب رہا یہ گنڈے تعویذ۔ ادویات، معجونات جوب شافہ کا استعمال اور معالجین سے علاج وغیرہ یہ سب چیزیں اسباب دنیا سے متعلق ہیں۔ اگر قدرت کو اس بہانے میں کامیابی دینی ہو تو حکیم کا نام ہو جاتا ہے اور آپ کا کام بن جاتا ہے۔ ایسے ہی عمل فال لیجیئے۔ گنڈوں کا حال ہے کہ اگر منظور الٰہی ہو تو اس بہانے عامل کا نام اور علاج کرانے والے کا کام ہو جاتا ہے ورنہ سب بے کار اور بے سود ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ یَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ اِنَاثًا کا مقتضا یہی ہے کہ ہم اپنے عقیدہ میں واحد حقیقی اللہ تعالٰے کو مانیں اور باقی اسباب و ذرائع ان کو بہانہ مانیں البتہ ناجائز طریقوں سے جو تارے پڑھا دے کیے جائیں وہ شرعاً ممنوع ہیں ان سے اجتناب لازمی ہے آگے ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحۡيًا اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوۡ يُرۡسِلَ رَسُوۡلًا فَيُوۡحِىَ بِاِذۡنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِىٌّ حَكِيۡمٌ ۔ اور کسی آدمی کو تاب نہیں کہ خدا اس سے روبرو ہو کر کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا پردہ عظمت کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو اس کے پاس بھیج دیتا ہے وہ خدا کے حکم سے جو اسے منظور ہوتا ہے پیغام خدا پہنچا دیتا ہے بے شک خدا عالی شان اور حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس امر کو ظاہر فرمایا گیا ہے کہ متحمل وحی محض بشر نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے ساتھ جب نور نبوت عطا ہو جائے تو اس میں اس کا تحمل پیدا ہوتا ہے یہی شان ملکی ہے کہ فرشتے کو کوئی بشر دیکھنے پر قادر نہیں۔ حتی کہ صحابہ کو حضور نے فرمایا تھا کہ تم فرشتے کو نہیں دیکھ سکتے اور اگر دیکھ بھی لو تو ان کی نورانیت تمہاری آنکھوں کی روشنی سلب کر لے گی۔ چنانچہ ایک صحابی کے ساتھ ایسا ہوا بھی کہ انہوں نے حضور کے پاس روح الامین کو آتے ہوئے دیکھا اور صرف ان کے قدموں پر نظر پڑی تو حضور نے فرمایا کہ اب تمہاری آنکھیں جاتی رہیں گی چنانچہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔

تو جب رویت ملائکہ کا تحمل چشم بشر میں نہیں تو رویت الٰہی دنیا میں کیونکر ممکن ہے البتہ انبیاء میں بھی صرف ایک ہی آنکھ پیدا فرمائی کہ جو چشم سر جمال الٰہی کا مشاہدہ کر سکے۔ ورنہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام

کو بھی لن ترانی فرمادیا گیا۔
جب حقیقت یہ ہے کہ مَا کَانَ لِبَشَرٍ الایۃ کسی بشر میں یہ تاب نہیں کہ وہ کلام الٰہی رو برو سنے تو پھر زید عمرو بکر کی تو مجال ہی نہیں۔ اب سوال وحی کا پیدا ہوتا ہے کہ وحی بھی بشر کو ہو سکتی ہے یا نہیں اس پر فرمادیا وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا۔
استدراک کے لیے لکن فرما کر بتایا کہ نور قرآن کے ذریعہ جس کو ہم چاہیں ہدایت فرمادیں اور نور نبوت کے ساتھ ہماری وحی بھی آتی ہے۔ چنانچہ وحی نام ہے اس خفیہ پیغام کا جو اللہ کی طرف سے بذریعہ ملک یا کسی خاص آواز کے ذریعہ نبی پر نازل ہوتی ہے اور اس کا متحمل غیر نبی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیثوں میں واضح طور پر اس کا بیان ہے کہ جب حضور پر وحی آتی تھی تو پیشانی اقدس پر تیز سردی کے موسم میں بھی پسینہ آجاتا تھا۔
صحابہ کا بیان ہے کہ ہمیں اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ وحی میں کیا آیا جب وہ کیفیت فرو ہو جاتی تو حضور فرماتے آج یہ حکم آیا یہ وحی ہوئی۔ وحی جتنی بھی ہیں یہ بذریعہ روح الامین یا القاء فی الروع یعنی حضور کے قلب اقدس میں القاء ہوا ہو۔ بذریعہ رؤیا کوئی حکم ملا ہو۔ یہ مختص ہے انبیاء کرام کے لیے ہی اس کے علاوہ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ۔ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِ یہ وہ وحی نہیں جو انبیاء پر ہو بلکہ یہ القاء فی القلب ہے جس کو الہام ہی کہہ سکتے ہیں۔
اس کی تصریح علامہ آلوسی اور صاحب نسفی اور امام راغب وغیرہ نے کی۔ باقی وہ وحی انبیاء پر مختص ہے جس پر وعید قرآنی ہے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ یہ وحی مختص بہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ تو لفظ وحی اشارہ سریعہ کے معنی بھی دیتا ہے اور القاء فی الروع کے معنی میں بھی آتا ہے اور رویاء انبیاء میں بھی ہوتا ہے اس میں فرق کرنا اور اسکی نوعیت کو سمجھنا نہایت ضروری ہے تو آیۂ کریمہ میں جو فرمایا گیا وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ۔ تو یہ وحی سوائے انبیاء کرام کے کسی کو نہیں ہو سکتی اور اشارات سریعہ یا القاء والہام سے جو کچھ ہو وہ غیر نبی کو بھی ہو سکتی ہے مگر وہ ایسی وحی نہیں جس پر احکام قطعی نافذ ہو سکیں۔ اسی لیے انبیاء کی وحی میں نور نبوت مشروط کیا اور غیر نبی کے القاء والہام میں نور قرآن لازم رکھا اس لیے کہ یہ القاء والہام تو سوس شیطانی کے بھی ہوتے ہیں جس سے انبیاء کرام محفوظ و معصوم ہیں اسی لیے ارشاد ہوا کہ نبی پر جو وحی آتی ہے وہ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ

بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ۔ ہم اپنی وحی کی حفاظت کے لیے اپنا فرشتہ بھیجتے ہیں کہ وہ جو ہم چاہتے ہیں وہ حکم پہنچاتا ہے اس میں کسی قسم کا واہمہ اور شائبہ غلطی کا نہیں ہو سکتا۔ اور جو قرآن کے ذریعہ امم انبیاء میں احکام پہنچتے ہیں وہ بذریعہ مرسلین کرام ہوتے ہیں اس کا اتباع امتیوں پر لازم ہے۔ اسی لیے بشر کے ساتھ نور قرآنی سے احکام قرآن کا پہنچانا مشروط کیا۔ اور انبیاء کے لیے فرشتے کے ذریعہ یا القاء فی القلب کی شرط رکھی اور اس سے پہلے یہ امر بھی واضح کر دیا۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ۔

اور یونہی ہم نے وحی تمہیں بھیجی ایک زندگی بخشنے والی چیز یعنی قرآن کریم اپنے حکم سے اس سے پہلے نہ تو آپ کتاب جانتے تھے اور نہ احکام شرع کی تفصیل ہاں ہم نے قرآن شریف کو نور کیا جس سے ہم اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بیشک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔ اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے خبردار رہو کہ سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

آیت کریمہ نے صحیح عقیدے کی وضاحت کر دی جس سے ہم اہلسنت وجماعت وابستہ ہیں اور وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ذاتی علم نہیں رکھتے بلکہ عطائے الٰہی علم رکھتے ہیں علم ذاتی اللہ کیلئے خاص ہے ماکنت میں زمانہ ماضی واضح ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اظہار نبوت واحکام سے پہلے لوگوں کو کتاب، ایمان اور اسکی تفصیلات کا علم نہ تھا بظاہر خطاب حضور سے ہے مراد لوگ ہیں اور اگر آپ کو ہی مراد لیا جائے تو نفی علم ذاتی کی ہوگی نہ کہ عطائی کی جس پر یہ آیت دلیل ہے یہ نفی آپکی عظمت کی دلیل ہے کہ آپ نبی امی تھے اور ان علوم کا بیان ہی آپکے نبی برحق ہونے کی دلیل ہے مگر عطاء الٰہی کے بعد ما غبر وما غبر کے علوم سے حضور نوازے گئے اور کائنات کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے۔ اسی لیے حضور کو نبی امی کہا گیا یعنی رحم مادر سے پیدا ہونے کے بعد سے وفات تک کسی ایک فرد سے ایک حرف نہ سیکھا نہ کسی کے آگے زانوئے ادب تہ کیے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکشاف ہوا تو تمام کائنات کے علوم حضور پر روشن ومستظہر ہو گئے اسی بنا پر ہم اپنے عقیدہ اہلسنت میں علوم انبیاء کو عطائی کہتے ہیں۔ ذاتی علم کسی نبی کو نہیں۔

چنانچہ حدیث بھی اس پر صادق شاہد عدل ہے جس میں ذکر ہے کہ میرے رب نے مجھ سے پوچھا اور چند سوالات فرمائے تو میں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی پھر فرماتے ہیں فَضَرَبَ اللّٰهُ يَدَهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَكَشَفَ اللّٰهُ لِيْ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ یعنی اللہ جل وعلا نے میرے دونوں شانوں کے مابین بد قدرت مارا جس کی برودت میں نے اپنے سینہ

ہیں محسوس کی اور سب کچھ اللہ نے کھول دیا جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو گا۔
دوسری حدیث میں فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَّعَرَفْتُ فرمایا یعنی ہر شے مجھ پہ روشن ہو گئی تو میں نے اسے پہچان لیا۔
تیسری حدیث میں فرمایا اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَنِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ۔ اللہ نے دنیا یعنی ماسوی اللہ کو میرے آگے رکھا ہے میں دیکھ رہا ہوں اور قیامت تک دیکھتا رہوں گا جیسے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔
تو ثابت ہوا کہ عطاء معطی نے حضور کو علوم اولین و آخرین سے نوازا۔ اور اس سے قبل نہ حضور نے کسی علم کا دعویٰ فرمایا اور نہ حضور کو کوئی علم تھا۔ وللہ الحمد

سُورۃ زُخْرُف

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس کے سات[۷] رکوع اور اناسی[۸۹] آیتیں ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا[۱] رکوع سُورۃ زُخرف پ ۲۵

حٰمٓ ۞	اے حامد و محمود
وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۞	قسم ہے روشن کتاب کی
اِنَّا جَعَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞	بے شک ہم نے اسے عربی میں قرآن اتارا تاکہ تمہیں شعور عقل ہو
وَاِنَّہٗ فِیْٓ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ ۞	اور بے شک وہ لوح محفوظ میں ہمارے پاس موجود ہے بہت بلند حکمت و دانائی کی کتاب ہے۔
اَفَنَضْرِبُ عَنْکُمُ الذِّکْرَ صَفْحًا اَنْ کُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِیْنَ ۞	کیا ہم اس وجہ سے کہ تم ہدایت قبول کرنے سے ہٹ گئے ہو تمہیں نصیحت کرنا چھوڑ دینگے۔
وَکَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِیٍّ فِی	اور بہت سے نبی تم سے پہلوں میں ہم نے

الْأَوَّلِينَ ٥

بھیجے۔

وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ٥

اور جو بھی نبی آیا مگر لوگ ان کا تمسخر اڑاتے رہے

فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ٥

تو ہم نے انہیں ہلاک کیا جو ان کافروں سے قوت میں شدید تر تھے اور دنیا میں ان اگلے لوگوں کے افسانے چل پڑے۔

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کس نے آسمان و زمین پیدا کیے تو وہ ضرور کہیں گے ان کو زبردست دانا و بینا نے پیدا فرمایا۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ٥

جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔ اور بنائے تمہارے لیے اس میں راستے تاکہ تم راہ پا سکو۔ (منزل مقصود کی)

وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ٥

اور جس نے نازل کیا آسمان سے پانی اندازے کا تو ہم نے اٹھایا اس سے مردہ آبادی کو یونہی تم سے قبروں سے نکالے جاؤ گے۔

وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ٥

لِتَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ٥

اور وہ جس نے تمام جوڑے پیدا فرمائے اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں سے سواریاں بنائیں تاکہ تم ان کی پیٹھ پر اچھی طرح سے بیٹھ جاؤ۔ پھر اپنے رب کا احسان یاد کرو جب تم ان پر اچھی طرح بیٹھ جاؤ اور کہو تم پاک ہے وہ ذات جس نے مسخر کیا ہمارے لیے اس کو اور نہیں تھے ہم اس کو قابو کر سکنے والے۔

وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ

اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف واپس لوٹیں گے۔

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا إِنَّ

اور لوگوں نے خدا کے فرشتوں کو خدا کا جزو

اِلْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ یعنی اولاد قرار دے رکھا ہے۔ بے شک انسان کھلا ناشکرا ہے۔

لفظی ترجمہ

حٰمٓ۔ اے حامد و محمود	وَ۔ قسم ہے	اَلْكِتٰبِ۔ کتاب	الْمُبِيْنِ۔ روشن کی
اِنَّا۔ بیشک ہم نے	جَعَلْنٰهُ۔ بنایا	هُ۔ اس کو	قُرْءٰنًا۔ قرآن
عَرَبِيًّا۔ عربی	لَّعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم	تَعْقِلُوْنَ۔ سوچو سمجھو	وَ۔ اور
اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	فِيْٓ۔ بیچ	اُمِّ۔ اصل	الْكِتٰبِ۔ کتاب کے
لَدَيْنَا۔ ہمارے پاس	لَعَلِيٌّ۔ بلند مرتبہ ہے	حَكِيْمٌ۔ حکمت والی	اَ۔ کیا
نَضْرِبُ۔ دور کر دینگے ہم	عَنْكُمُ۔ تم سے	الذِّكْرَ۔ نصیحت	صَفْحًا۔ اعراض کرتے ہوئے
اَنْ۔ یہ کہ	كُنْتُمْ۔ ہو تم	قَوْمًا۔ قوم	مُّسْرِفِيْنَ۔ حد سے بڑھنے والی
وَ۔ اور	كَمْ۔ کتنے	اَرْسَلْنَا۔ بھیجے ہم نے	مِنْ نَّبِيٍّ۔ نبی
اِلَّا۔ مگر	كَانُوْا۔ تھے	بِهٖ۔ اس سے	يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ٹھٹھا کرتے
فَاَهْلَكْنَآ۔ تو ہم نے ہلاک کیا	اَشَدَّ۔ زیادہ سخت کو	مِنْهُمْ۔ ان سے	بَطْشًا۔ پکڑ میں
وَ۔ اور	مَضٰى۔ گذر چکی	مَثَلُ۔ مثال	الْاَوَّلِيْنَ۔ پہلے لوگوں کی
وَ۔ اور	لَئِنْ۔ اگر	سَاَلْتَهُمْ۔ تو ان سے پوچھے	مَّنْ۔ کس نے
خَلَقَ۔ پیدا کیے	السَّمٰوٰتِ۔ آسمان	وَ۔ اور	الْاَرْضَ۔ زمین
لَيَقُوْلُنَّ۔ تو ضرور کہینگے	خَلَقَهُنَّ۔ پیدا کیا انکو	الْعَزِيْزُ۔ غالب	الْعَلِيْمُ۔ جاننے والے نے
الَّذِيْ۔ وہ جس نے	جَعَلَ۔ بنایا	لَكُمُ۔ تمہارے لیے	الْاَرْضَ۔ زمین کو
مَهْدًا۔ بچھونا	وَّ۔ اور	جَعَلَ۔ بنائے	لَكُمْ۔ تمہارے لیے
فِيْهَا۔ اس میں	سُبُلًا۔ راستے	لَّعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم	تَهْتَدُوْنَ۔ راہ پاؤ
وَ۔ اور	الَّذِيْ۔ وہ جس نے	نَزَّلَ۔ اتارا	مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے
مَآءً۔ پانی	بِقَدَرٍ۔ اندازے سے	فَاَنْشَرْنَا۔ تو اٹھے ہمنے	بِهٖ۔ اس کے ساتھ
بَلْدَةً۔ شہر	مَّيْتًا۔ مردہ	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح	تُخْرَجُوْنَ۔ نکلے جاؤ گے تم

وَ۔ اور
کُلَّهَا۔ سارے
مِّنَ الْفُلْکِ۔ کشتیاں
تَرْکَبُوْنَ۔ تم سوار ہوتے ہو
ثُمَّ۔ پھر
اِذَا۔ جب
تَقُوْلُوْا۔ کہو
لَنَا۔ ہمارے لیے
کُنَّا۔ تھے ہم
اِنَّا۔ بیشک ہم
وَ۔ اور
جُزْءًا۔ جزء
مُّبِیْنٌ۔ کھلا ہوا۔

الَّذِیْ۔ وہ جس نے
وَ۔ اور
وَ۔ اور
لِتَسْتَوٗا۔ تاکہ بیٹھو تم
تَذْکُرُوْا۔ یاد کرو
اسْتَوَیْتُمْ۔ تم برابر ہو جاؤ
سُبْحَانَ۔ پاک ہے
هٰذَا۔ اس کو
لَهٗ۔ اسکے
اِلٰی۔ طرف
جَعَلُوْا۔ بنائے انہوں نے
اِنَّ۔ بیشک

خَلَقَ۔ پیدا کیے
جَعَلَ۔ بنائیں
الْاَنْعَامِ۔ چار پائے
عَلٰی۔ اوپر
نِعْمَةَ۔ نعمت
عَلَیْهِ۔ اس پر
الَّذِیْ۔ وہ جس نے
وَ۔ اور
مُقْرِنِیْنَ۔ قریب جانے والے
رَبِّنَا۔ اپنے رب کی
لَهٗ۔ اسکے لیے
الْاِنْسَانَ۔ انسان

الْاَزْوَاجَ۔ جوڑے
لَکُمْ۔ تمہارے لیے
مَا۔ جن پر
ظُهُوْرِهٖ۔ انکی پیٹھوں کے
رَبِّکُمْ۔ اپنے رب کی
وَ۔ اور
سَخَّرَ۔ تابع کیا
مَا۔ نہیں
وَ۔ اور
لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ لوٹنے والے ہیں
مِنْ عِبَادِهٖ۔ اسکے بندوں سے
لَکَفُوْرٌ۔ ناشکرا ہے

حلِّ لُغاتِ نادِرہ

اُمُّ الْکِتَابِ۔ اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔
اَفَنَضْرِبُ۔ محاورہ عربی میں ترک کے معنی میں آتا ہے
صَفْحًا۔ صفح کہتے ہیں انحراف کو یعنی تمہارے اعراض وانحراف کی وجہ سے
بَطْشًا۔ قوت اور گرفت کے معنی میں آتا ہے۔
لِتَسْتَوٗا بمعنی اِسْتِوَاء یعنی چڑھ جانا۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ زخرف پ ۲۵

حٰمٓ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ۔ اے حامد ومحمود قسم ہے روشن کتاب کی

إِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ وَإِنَّهٗ فِيْٓ أُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ۔ ہم نے اسے عربی قرآن اتارا تاکہ تم عقل پکڑو اور بے شک وہ لوح محفوظ میں ہمارے پاس بلند اور حکمت والی ہے علامہ نسفی ام الکتاب پر فرماتے ہیں وَإِنَّ الْقُرْاٰنَ مُثْبَتٌ عِنْدَ اللّٰهِ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ کہ قرآن لوح محفوظ میں محفوظ ہے۔ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں اَیْ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ عَلٰی مَا ذَهَبَ اِلَيْهِ الْجُمْعُ فَاِنَّهٗ اُمُّ الْكُتُبِ السَّمَاوِيَّةِ اَیْ اَصْلُهَا لِاَنَّ كُلَّهَا مَنْقُوْلَةٌ مِّنْهُ اسی سے جملہ کتب منزلہ منقول ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ۔ کیا ترک کر دیں ہم تم سے نصیحت تمہارے انحراف کی وجہ سے۔ کہ تم حد سے زیادہ بڑھ جانے والے ہو۔

نَضْرِبُ۔ عربی میں نَتْرُكُ کے معنی بھی دیتا ہے۔ آیہ کریمہ کے مفہوم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قوم مسرف ہو یا مجرم سب کو دعوت الی الحق ضرور دی جائے گی قبول کریں گے راہ پائیں گے اور یہ انحراف کریں گے تو مستحق عذاب ہوں گے۔ اسی لیے یہاں استفہام انکاری کے لیے فرمایا أَفَنَضْرِبُ کیا چھوڑ دیں ہم یعنی نہیں چھوڑیں گے۔

صَفْحًا۔ یہ بھی عربی میں انحراف کے معنی دیتا ہے اور صَفْح کو صفح اسی لیے عربی میں کہتے ہیں کہ وہ ایک پہلو سے دوسرے پہلو بدلا جاتا ہے آگے ارشاد ہے

وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِيْنَ وَمَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْأَوَّلِيْنَ۔ اور ہم نے کتنے ہی غیب بتانے والے (نبی) اگلوں میں بھیجے اور ان کے پاس جو بھی غیب بتانے والا آیا (نبی) مگر وہ اس کا استہزاء کرتے رہے تو ہم نے ان کو ہلاک کیا جو ان سے (مکہ والوں سے) بھی زیادہ سخت تھے قوت میں اور ان کے افسانے پہلوں میں رہ گئے۔

آیہ کریمہ میں مکہ والوں کو عبرت دلانے کے لیے فرمایا گیا کہ تم سے پہلے بھی ہم نے بہت سے نبی بھیجے۔ یہاں ترجمہ میں غیب بتلانے والے جو بڑھایا گیا وہ اس لیے کہ نبی ماخوذ ہے "نبأ" سے اور نبأ کہتے ہیں خبر کو اور نبی کہتے ہیں خبر دینے والے کو اور خبر وہی دی جاتی ہے جو انسان کے علم و ادراک سے بالا ہو اور اسی کو غیب کہتے ہیں بنابریں ترجمہ میں غیبی خبر دینے والا جو کیا گیا وہ صحیح ہے۔ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو نبی آئے وہ غیبی خبریں دینے آئے اور حضور تمام غیوب کی خبروں پر حاوی تھے اسی بنا پر ہم حضور کے لیے غیب کلی مانتے ہیں اور دوسرے انبیاء کے لیے جزئی تو ارشاد ہوا

جو غیبی خبر دینا ہوا آیا رسول تو اس کا استہزاء پہلی قوموں نے بھی کیا اور یہ مکہ والے بھی کر رہے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم نے اس استہزاء کے بدلہ میں انہیں ہلاک کر دیا باوجودیکہ ان مکہ والوں سے وہ قوت میں بہت زیادہ تھے تو ان کا ہلاک کر دینا ہمارے لیے کیا دشوار ہے مگر چونکہ نبی آخر الزمان کو وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کا طغرا امتیاز عطا ہوا اس بنا پر یہ ہلاکت عامہ سے محفوظ و مصئون ہیں ان کی ہلاکت ایک وقت کے اوپر مؤخر ہے آگے ارشاد ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَہُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَہُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَہْدًا وَّجَعَلَ لَکُمْ فِیْہَا سُبُلًا لَّعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو ضرور کہیں گے بنایا انہیں غالب اور علم والے نے وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے اس میں راستے بنا ڈالے تاکہ تم (منزل مقصود کو) راہ پا سکو۔

لفظ سبل پر علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں اَیْ طُرُقًا تَسْلُکُوْنَہَا فِیْ اَسْفَارِکُمْ لِکَیْ تَہْتَدُوْا بِسُلُوْکِہَا اِلٰی مَقَاصِدِکُمْ وَلِتَتَفَکَّرُوْا فِیْہَا اِلَی التَّوْحِیْدِ الَّذِیْ ہُوَ الْمَقْصَدُ الْاَصْلِیُّ تاکہ معنی یہ ہیں کہ سفروں میں راستے معلوم کر سکو اور مقصد اصلی اس میں تفکر و تدبر ہے ایصال الی المطلوب کے لیے کیونکہ مقصود و مطلوب وہی ہے اگر فقط زمین چٹیل میدان ہوتی اور اس میں راستے نہ ہوتے تو سفر کرنے والوں کو ایصال الی المطلوب میں دقتیں ہوتیں۔

اسی طرح شریعت مطہرہ کے راستے اور طریقے نہ ہوتے تو واصل الی اللہ ہونے میں بہک جانے کا خطرہ تھا اس لیے فرمایا وَجَعَلَ لَکُمْ فِیْہَا سُبُلًا اسی طرح اگر مسافرین کو زمین میں سڑکیں اور راہیں نہ ہوتیں تو منزل پر پہنچنا انہیں بھی دشوار ہوتا اس لیے دونوں معنی کے اعتبار سے لَعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ فرمایا گیا جس سے واضح ہے کہ شریعت مطہرہ کی راہیں لے کر ہدایت حاصل ہوگی اور زمین کی راہیں لے کر ایک منزل سے دوسری منزل آسان ہو جائے گی اور یہ دونوں انعام الٰہی ہیں۔ اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ فطرۃً کافر مشرک جاحد اور جاہل سب کی عقل راہنمائی کرتی ہے کہ ان کا ایک خالق ہے بتوں کو پوجتے ہوئے بھی خالق کل اور مالک کل ایک عزیز و علیم کو جانتے ہیں اسی کو ارباب عقائد ایمان عقلی کہتے ہیں جو بلا تبلیغ مبلغ ہر ایک ماننا ہے آگے ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ

اور وہ جس نے آسمان سے پانی اتارا اندازے کا تو ہم نے اس سے مردہ بستی کو زندہ فرمادیا ایسے ہی تم بھی قبروں سے نکالے جاؤ گے۔

آیہ کریمہ میں دلیل عقلی سے مردوں کو زندہ کرنا اور نشر من القبور کو ثابت کرنا ہے ظاہر ہے کہ زمین کا سبزہ جب خشک ہو جاتا ہے تو وہ مٹی میں مل جاتا ہے پھر جب بارش ہوتی ہے اسی مٹی سے اس کی کونپلیں نکل کر زمین کو سرسبز و شاداب کر دیتا ہے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ خاک میں مل جانے کے بعد پھر دوبارہ قدرت الٰہیہ اس کو اپنی اصلی صورت پر ایسے ہی لانے پر قادر ہے جیسے گھاس خشک ہو کر مٹی میں مل جائے پھر سرسبز و شاداب ہو۔ انسان کے متعلق مشرکین کو یہی اعتراض تھا کہ ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے پھر دوبارہ لوٹ کر کیسے زندہ ہو سکتے ہیں۔ اس میں استبعاد عقلی ہے تو اس پر مثال گھاس کے خشک ہونے اور مٹی میں مل کر بارش کی نمی سے سرسبز و شاداب ہونے کی دی۔ اور فرمایا

وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ جیسے وہ خاک میں مل کر گھاس پھر سرسبز و شاداب ہوتی اور اپنی شاخیں نکالتی ہے ایسے ہی تم قبر میں جا کر اگرچہ مٹی ہو جاؤ گے مگر تم بھی نکالے جاؤ گے اس پر کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

یَلُوْحُ الْخَطُّ فِی الْقِرْطَاسِ دَھْرًا ۔۔۔ وَکَاتِبُہٗ رَمِیْمٌ فِی التُّرَابِ

لکھنے والے کا قلم اپنے حروف سے ایک عرصہ تک زندہ رہتا ہے حالانکہ وہ لکھنے والا مٹی میں مل چکا ہوتا ہے آگے ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا وَجَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْفُلْکِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْکَبُوْنَ لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُھُوْرِہٖ ثُمَّ تَذْکُرُوْا نِعْمَۃَ رَبِّکُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْہِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ وَجَعَلُوْا لَہٗ مِنْ عِبَادِہٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ

اور وہ ذات جس نے ہر قسم کے جوڑے بنائے اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو کہ تم ان کی پیٹھ پر اچھی طرح اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر جب اطمینان سے ان پر بیٹھ جاؤ تو اپنے پروردگار کا احسان یاد کرو اور اس کا شکر ادا کرو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا ہے اور ہم تو ایسے طاقتور نہ تھے کہ ان کو قابو میں کر لیتے اور بے شک ہم تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور لوگوں نے خدا کے بندوں میں سے اس کا لخت جگر یعنی اولاد قرار دے رکھا ہے کچھ شک نہیں کہ انسان کھلم کھلا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

آیت کریمہ میں اپنی ذات کے تعارف کے لیے دوسری شان قدرت دکھائی کہ ہم نے جو کچھ پیدا فرمایا سب کو جوڑے کی شکل میں بنایا یہاں تک کہ چار پائے اور انسان سے لے کر درختوں میں پھولوں

بیں زیادہ پیدا کیے اور چارپایوں کا ذکر فرمانے ہوئے کشتی کا ذکر کرکے ظاہر فرمایا کہ تم زمین پہ چارپایوں کے ذریعہ عام اس سے کہ وہ گدھا ہو گھوڑا ہو خچر ہو۔ بیل ہو اور موٹر کار ہو لاری ہو یہ سب چارپائے کے ذریعہ چلتی ہیں اور کشتی کا تذکرہ یوں فرمایا کہ انعام کے ذریعہ دریا میں عبور نہیں ہوتا اس لیے فرمایا۔ کہ دریا کا عبور کشتی۔ آگبوٹ جہاز کے ذریعہ ہوتا ہے اسی لیے اسے بھی ہم نے تمہارے لیے بنایا تو دونوں سواریوں کا اظہار اپنی شئیون قدرت کے ذریعے کیا۔ یہ سب چیزیں اگرچہ انسان ہی کے ہاتھ سے نشو و نما پاتی رہتی ہیں مگر ید قدرت اس میں ضرور کار فرما ہے انسان کے دماغ میں ایک حصہ ہے جس میں ید قدرت ہر ایجاد کا نقشہ بناتا ہے اور اسے حس مشترک میں اتار کر انسان اس سے اس چیز کی ایجاد مکمل کرتا ہے۔ مثلاً

اس نے ارادہ کیا کہ میں ہوا پر ایسی موٹر کار کو اڑاؤں تو اس کے اڑنے کے تمام ذرائع جوف دماغ میں آئے اور حس مشترک نے اس کے پرزے بنائے اس نے ان پرزوں کی نقل کی اور ایروپلین بنا لیا۔ اور زمین سے فضاء ہوائیہ میں اڑ کر یہاں سے وہاں پہنچ گیا۔

تو جبتک ید قدرت اس کے جوف دماغ میں اس کا نقشہ نہ دیتا اور وہ اس کے اجزاء کا تمام نقشہ نہ کھینچ لیتا یہ لوہا۔ تانبہ۔ پیتل لکڑی کسی بھی کام نہیں آسکتے تھے۔ لکڑی بنائی تو ید قدرت نے لوہا بنایا تو قدرت نے اس کو اشکال متعددہ میں متشکل کرنے کے لیے انسان کے دماغ میں ایک حصہ رکھا۔ جس سے اس نے پرزوں کی شکلیں ڈھالیں اور ایک مشین بنا ڈالی۔

تو معلوم ہوا کہ اصل ایجاد کی ید قدرت پیش کرتا ہے اور اسے باشکال متعددہ مرتب کرنا اور جوڑنا یہ انسان کی عقلی راہنمائی پر ہے تو اصل ایجاد کی اسی کی طرف گئی جس نے فرمایا وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا۔ اسی بناء پر ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر شے کا خالق اللہ تعالٰی ہے۔

اس کی تخلیقی نشانیں اس کے بندوں کے ہاتھ سے اسی کی عطا کردہ عقل کے ذریعہ انسان بناتا ہے اس کے بعد ہمیں ادب و آداب کے اصول بتائے اور فرمایا کہ کسی چیز کو تم بنا کر سدھا کر مسخر کر کے کتنے ہی اس سے کام لو مگر ہمارا شکر نعمت ضرور ادا کرو۔ چنانچہ سواری پر سوار ہونے کے بعد عام اس سے کہ وہ حیوانی ہو یا جمادی یعنی ریل موٹر وغیرہ ان پر جب بھی سواری کرو۔ تو یہ کہو۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس حیوان کو یا اس جماد محض کو ہمارے لیے مسخر فرمایا ہے اور ہم اس پر قادر نہ تھے اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

تاکہ کوئی موحد اپنی ایجاد پر تکبر نہ کر سکے یعنی غرور و نخوت کا شکار نہ کرے اور یہ پڑھنے والا جب یہ پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت و صیانت میں رہ کر اپنی منزل حاصل کر سکے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ کو علامہ دیربی نے اپنے اعمال کے مجموعہ میں کہا کہ سواری پر بیٹھ کر جو اسے پڑھ لے وہ اس کے ہر خطرہ سے مامون و مصئون رہے گا۔ آگے ارشاد ہے۔ کہ ہمارے بندوں میں ایسے سرکش بھی ہیں جنہوں نے ہمارے جزو فرض کیے اور ان کو ہمارا شریک بنایا چنانچہ اس کا یہ ترجمہ ہے وَجَعَلُوا لَهٗ الخ اور کیا انہوں نے اللہ کے لیے اس کے بندوں سے جزو بیشک انسان کھلا ناشکرا ہے۔

جیسا کہ پاربتی۔ بھیرول اور شیاطین کے بہت سے افراد جن کو مشرکین متصرف مانتے ہیں اور قوت الٰہیہ کے مقابلہ میں ان کی قوت کو بھی مستقل سمجھتے ہیں اور یہ مرض پڑھتے پڑھتے مسلمانوں میں بھی پھیل گیا ہے یہ بھی ٹونا ٹوٹکہ آثار چڑھاوا جادو موٹھ وغیرہ کے اتنے قائل ہو چکے ہیں کہ آج اللہ تعالیٰ کے تصرفات اور قدرت کاملہ کے مقابلہ میں اپنی غرض کے دیوانے کلیجی گوشت وغیرہ پر سندھور سوئی وغیرہ لگا کر دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ سب مشرکین کے افعال اور توہمات عاطلہ باطلہ کاسدہ فاسدہ ہیں جن پر عقیدہ کرنے سے ایمان میں نقصان کا خطرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور اس قسم کی جہالتوں سے مسلمانوں کو بچائے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ زخرف پ ۲۵

أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَّأَصْفٰكُمْ بِالْبَنِينَ ۝

کیا خداوند کریم نے اپنی مخلوقات میں آپ تو بیٹیاں لیں اور تم لوگوں کو بیٹے دے کر نوازا۔

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيمٌ ۝

جب ان لوگوں میں سے کسی کو بشارت دی جائے اس کی جو رحمن کے لیے مانتے ہیں تو دن بھر اس کا منہ کالا رہے اور غم کھایا کرے۔

أَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ۝

وہ جو گہنے میں نشوونما پائے اور جھگڑے کے وقت صاف بات نہ کر سکے۔

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ إِنَاثًا أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ

اور کیا ان فرشتوں کو جو رحمن کے بندے ہیں عورتیں کیا ان کے بنانے وقت وہ موجود تھے عنقریب

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ يُسْئَلُوْنَ ۝

لکھ لی جائے گی ان کی گواہی اور ان سے پوچھا جائے گا۔

وَقَالُوْا لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝

اور وہ بولے اگر رحمان چاہتا تو ہم انہیں نہ پوجتے انہیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں یونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۝

کیا اس سے قبل ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔

بَلْ قَالُوْا اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

بلکہ وہ کہیں گے کہ ہم نے پایا اپنے باپ کو ایک دین پر اور ہم ان کے قدم بقدم ہدایت پر چل رہے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ

اور ایسے ہی آپ سے پہلے جب کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا مگر وہاں کے مالداروں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے قدم بقدم ہدایت پر ہیں۔

قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ قَالُوْا اِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝

نبی نے فرمایا کیا جب بھی کہ میں تمہارے پاس زیادہ ہدایت والی چیز اس سے جس پر کہ تم نے اپنے باپ دادا کو پایا کافر بولے جو کچھ آپ دے کر بھیجے گئے ہیں ہم اُنکا انکار کرتے ہیں۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو دیکھئے کیا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا۔

لفظی ترجمہ

اَمِ ۔ کیا
بَنٰتٍ بیٹیاں

اتَّخَذَ ۔ لے لیں
وَّ ۔ اور

مِمَّا ۔ اس سے جو
اَصْفٰكُمْ نوازا تم کو

يَخْلُقُ ۔ پیدا کرتا ہے
بِالْبَنِيْنَ ۔ بیٹوں سے

وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	بُشِّرَ۔ خبر دیا جاتا ہے	اَحَدُھُمْ۔ ایک انکا
بِمَا۔ اس کی جو	ضَرَبَ۔ بیان کرتا ہے	لِلرَّحْمٰنِ۔ اللہ کے لیے	مَثَلًا۔ مثال
ظَلَّ۔ تو ہو جاتا ہے	وَجْھُہٗ۔ اس کا منہ	مُسْوَدًّا۔ کالا	وَ۔ اور
ھُوَ۔ وہ ہوتا ہے	کَظِیْمٌ۔ غم کا بھرا ہوا	اَوَ۔ کیا	مَنْ۔ جو
یُنَشَّؤُا۔ پرورش پائے	فِی۔ بیچ	الْحِلْیَۃِ۔ زیور کے	وَ۔ اور
ھُوَ۔ وہ	فِی۔ بیچ	الْخِصَامِ۔ لڑائی کے	غَیْرُ۔ نہیں
مُبِیْنٍ۔ بات کرنے والا	وَ۔ اور	جَعَلُوْا۔ بنایا انہوں نے	الْمَلٰئِکَۃَ۔ فرشتوں کو
الَّذِیْنَ۔ جو کہ	ھُمْ۔ وہ	عِبٰدُ۔ بندے ہیں	الرَّحْمٰنِ۔ رحمٰن کے
اِنَاثًا۔ عورتیں	اَ۔ کیا	شَھِدُوْا۔ حاضر تھے وہ	خَلْقَھُمْ۔ انکی پیدائش پر
سَتُکْتَبُ۔ جلدی لکھی جائے گی		شَھَادَتُھُمْ۔ انکی گواہی	وَ۔ اور
یُسْئَلُوْنَ۔ وہ پوچھے جائینگے	وَ۔ اور	قَالُوْا۔ بولے	لَوْ۔ اگر
شَآءَ۔ چاہتا	الرَّحْمٰنُ۔ اللہ	مَا۔ تو نہ	عَبَدْنَا۔ عبادت کرتے ہم
ھُمْ۔ ان کی	مَا۔ نہیں	لَھُمْ۔ ان کو	بِذٰلِکَ۔ اس کا
مِنْ عِلْمٍ۔ کوئی علم	اِنْ۔ نہیں	ھُمْ۔ وہ	اِلَّا۔ مگر
یَخْرُصُوْنَ۔ اٹکل کرتے ہیں	اَمْ۔ کیا	اٰتَیْنَا۔ دی ہم نے	ھُمْ۔ ان کو
کِتٰبًا۔ کتاب	مِنْ قَبْلِہٖ۔ اس سے پہلے	فَھُمْ۔ کہ وہ	بِہٖ۔ اس سے
مُسْتَمْسِکُوْنَ۔ سند لیتے ہیں۔		بَلْ۔ بلکہ	قَالُوْا۔ بولے
اِنَّا۔ بیشک ہم نے	وَجَدْنَا۔ پایا	اٰبَآءَنَا۔ اپنے باپ دادا کو	عَلٰی۔ اوپر
اُمَّۃٍ۔ ایک دین کے	وَ۔ اور	اِنَّا۔ ہم	عَلٰی۔ اوپر
اٰثٰرِ۔ قدموں	ھِمْ۔ انکے کے	مُّھْتَدُوْنَ۔ راہ پانے والے ہیں	وَ۔ اور
کَذٰلِکَ۔ اسی طرح	مَا۔ نہیں	اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے	مِنْ قَبْلِکَ۔ آپ سے پہلے
فِیْ۔ بیچ	قَرْیَۃٍ۔ کسی بستی کے	مِنْ نَّذِیْرٍ۔ کوئی ڈرانے والا	اِلَّا۔ مگر
قَالَ۔ کہا		مُتْرَفُوْھَا۔ اس کے دولتمندوں نے	اِنَّا۔ ہم نے
وَجَدْنَا۔ پایا	اٰبَآءَنَا۔ اپنے باپوں کو	عَلٰی۔ اوپر	اُمَّۃٍ۔ ایک دین کے
وَ۔ اور	اِنَّا۔ بیشک ہم	عَلٰی۔ اوپر	اٰثٰرِھِمْ۔ انکے قدموں کے

مُقْتَدُوْنَ۔ پیروی کرنے والے ہیں | قَالَ۔ کہا | اَوَ۔ کیا
لَوْ۔ اگرچہ | جِئْتُکُمْ۔ لاؤں میں تمہارے پاس | بِاَھْدٰی۔ زیادہ اچھا | مِمَّا۔ اس سے جو
وَجَدْتُّمْ۔ پایا تم نے | عَلَیْہِ۔ اس پر | اٰبَآءَ۔ باپ دادا | کُمْ۔ اپنے کو
قَالُوْا۔ بولے | اِنَّا۔ بیشک ہم | بِمَا۔ ساتھ اس کے جو | اُرْسِلْتُمْ۔ بھیجے گئے ہو تم
بِہٖ۔ ساتھ اس کے | کَافِرُوْنَ۔ منکر ہیں | فَانْتَقَمْنَا۔ تو بدلہ لیا ہم نے | مِنْھُمْ۔ ان سے
فَانْظُرْ۔ تو دیکھ | کَیْفَ۔ کیسا ہوا | کَانَ۔ ہوا | عَاقِبَۃُ۔ انجام
الْمُکَذِّبِیْنَ۔ جھٹلانے والوں کا۔

حلِّ لغاتِ نادرہ

اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَۃِ۔ یُنَشَّؤُا یُرَبّٰی کے معنی میں ہے۔ (پرورش)
حِلْیَۃِ زینت کو کہتے ہیں د للعتی اَوَجَعَلُوْا مِنْ شَاْنِہٖ اَیْ تُرَبّٰی فِی الزِّیْنَۃِ۔
فِی الْخِصَامِ۔ خصام جھگڑا کرنے کو کہتے ہیں جن سے آدمی عادۃً خالی نہیں ہوتا۔
اِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ۔ خرص سے ماخوذ ہے جس کے معنی درخت کے پھلوں کے اندازہ کرنے کے ہیں
یہاں مطلقاً اندازہ اور اٹکلیں دوڑانے کے معنی مراد ہیں
مُتْرَفُوْھَا اَیْ مُتَنَعِّمُوْھَا یعنی مالدار لوگ (النسفی)
اُمَّۃٍ۔ دین وطریقہ جس کی طرف قصد کیا جائے کیونکہ اس کے اصلی معنی قصد کرنے کے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۂ زخرف پ ۲۵

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنَاتٍ وَّاَصْفٰکُمْ بِالْبَنِیْنَ۔ کیا لیا اللہ نے اس میں سے جسے پیدا کیا لڑکیاں اور تمہیں نوازا لڑکوں سے۔

آیت کریمہ میں مشرکین کی حماقت وجہالت ظاہر فرمائی گئی اس لیے کہ یہ اولاد نرینہ کو افضل و بہتر مانتے تھے اور انثی کو منحوس تصور کرتے تھے حتی کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے بھی عادی تھے۔ اس لیے وہ لڑکی کے ہونے پر بدشگونی لیتے تھے اور ان کو یہ عار ہوتی تھی کہ ان کا کوئی داماد ہو تو جو چیز انکے نزدیک

موجب عار تھی وہ اللہ تعالیٰ کے لیے منسوب تھی اور ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا۔ حالانکہ وہ بیٹا اور بیٹی دونوں سے مبرا اور منزہ ہے۔ تو اسی کو بطور استفہام انکاری فرمایا کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے لڑکیاں اپنے لیے مخصوص کیں جو تمہارے خیال و گمان میں قبیح ہیں۔

وَاَصْفٰىكُمْ فرما کر ارشاد ہوا کہ تم اپنی صفت بلند کرنا چاہتے ہو کہ لڑکوں کے باپ ہو حالانکہ یہ تمہاری جہالت خالص ہے لڑکی ہو یا لڑکا یہ سب ہماری مخلوق ہیں اور اولاد چونکہ جزو باپ ہے اور ہم کسی کے باپ نہیں ہو سکتے اس لیے کہ ہمارا جزو محال ہے۔ بنا بریں ہمارے لیے لڑکی اور لڑکا دونوں نہیں مگر تم نے ہماری طرف منتسب بھی کیا تو اس مخلوق کو جسے تم اپنے وہم باطل میں قبیح سمجھتے ہو اور خوف شماتت سے اسے زندہ درگور کر دیتے ہو تو استفہام انکاری فرماتے ہوئے ارشاد ہوا کہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ ہمارے متعلق تمہارا گمان ہے آگے ارشاد ہے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ اور جب ان میں کسی کو خبر دی جائے اس چیز کے لیے جس کا وہ وصف رحمٰن کے لیے ظاہر کر چکا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا ہو کر غمگین نظر آنے لگتا ہے۔

زمانۂ جہالت میں مشرکین مکہ کا یہ طریقہ تھا کہ اگر ان کے ہاں لڑکی ہو جاتی تو یہ اس کا گلا گھونٹ کر یا زندہ کو ہنڈیا میں بند کر کے گاڑ دیتے تھے چنانچہ ایک واقعہ بھی اس کا ہے کہ ایک شخص تجارت کے لیے اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑ کر جا رہا تھا تو وصیت کر گیا تھا کہ میرے بعد اگر لڑکا ہو تو اسے حفاظت سے پرورش کرنا اور اگر لڑکی ہو تو میرے آنے کا انتظار کیے بغیر اس کو زمین میں دفنا دینا۔

پیچھے سے بجائے لڑکا ہونے کے لڑکی ہوئی ماں کو اس کا مارنا گوارا نہ ہوا اس نے ہمسائے کو دے دی وہ پرورش پاتی رہی۔ دو تین سال کے بعد یہ سفر سے واپس آیا معلوم کیا کہ حمل کیا ہوا؟ بتایا گیا کہ لڑکی ہوئی تھی اسے مار کر دفنا دیا گیا ہے یہ سن کر وہ خوش ہوا اتنے میں کھانے پر بیٹھا تھا کہ وہ لڑکی کھیلتی ہوئی آگئی، اس نے دریافت کیا کہ یہ کس کی لڑکی ہے؟ بتایا گیا کہ یہ ہمسائے کی ہے۔ خون کا جوش لازمی اثر کرتا ہے اس نے اسے پیار کیا اور اپنے ساتھ کھانے پر بٹھا لیا۔ چند روز وہ آتی رہی ماں کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ اب اسے محبت ہو چکی ہے اب واقعہ اصلی کیوں نہ ظاہر کر دوں چنانچہ ایک روز اس نے کہہ دیا کہ یہ لڑکی تمہاری ہے میں نے اسے مارنے کی بجائے ہمسایہ کو دے دی تھی۔ بس یہ سنتے ہی تیور بدل گئے اور اسے کندھے پر اٹھا کر جنگل میں لے گیا گڑھا کھود کر اس میں اتارا اور اس کے اوپر اتنی مٹی ڈالی کہ اس کی آواز آنی بند ہو گئی۔ پھر گھر میں آیا اور کھانا کھایا یہ واقعہ جب حضور کے سامنے انہوں نے بیان کیا تو حضور کی چشم مبارک سے

آنسو نکل پڑے۔

یہ کیفیت تھی ان کی جہالت کی اور پھر جس کے متعلق جن کے یہ اوہام باطلہ تھے اسے اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرنا یہ ان کی جہالت تھی اس کو فرمایا گیا کہ تمہارا تو یہ حال ہے کہ اگر تمہیں اس کی خبر مل جائے کہ تمہارے لڑکی ہوئی ہے تو خوف شماتت سے تمہارا منہ کالا اور غم آلودہ ہو جائے اور اسی انتساب کو ہماری ذات کے ساتھ منتسب کرتے ہو باآنکہ ہمیں رحمان مانتے ہو یہ تمہاری حماقت ہے۔ پھر آگے ارشاد ہے۔

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ اور وہ جو گہنے میں نشوونما پائے۔ اور جھگڑنے وقت صاف بات نہ کر سکے۔

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ اور کیا انہوں نے ان فرشتوں کو جو رحمان کے بندے ہیں عورتیں کیا ان کے بناتے وقت وہ موجود تھے عنقریب ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے جواب طلب کیا جائے گا۔

آیۂ کریمہ میں چند امور ظاہر فرمائے پہلا یہ کہ جس کی زیب و زینت کا مدار زیورات پر ہو وہ مرد کے مقابل نہیں آ سکتا۔ اسی لیے زیور مرد کے لیے ناروا اور عورت کے لیے موجب زینت ہے۔

دوسرے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ عورت جب گفتگو کرنے پر آئے تو بسا اوقات اس کا طرز تکلم اسی پر الزام عائد کر دیتا ہے اور وہ اپنے خلاف خود ہی بول پڑتی ہے اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت ناقص العقل ہے اور ناقص الدین۔ عقل کا نقص تو یہ ہے کہ اس کی گفتگو پر قرآن کریم فرماتا ہے کہ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ اپنے دعوی کی دلیل بالوضاحت وہ پیش نہیں کر سکتی۔

اور ناقص الدین بایں معنی کہ اس کا کوئی مہینہ عبادت الٰہی کے لیے پورا نہیں آتا بلکہ ایام حیض و نفاس میں وہ عبادت سے محروم رہتی ہے۔ حج کے لیے بغیر محرم کے تنہا نہیں جا سکتی اپنے خاوند کی کمائی میں سے بلا اجازت شوہر کچھ نہیں دے سکتی۔ صدقہ و خیرات بھی با اجازت خاوند کر سکتی ہے۔ تو خلاصہ یہ نکلا کہ کفار مکہ نے ملائکہ کی طرف لڑکی ہونے کا الزام دے کر کفر پہ دوسرا کفر کیا پہلے تو وہ شرک کی وجہ میں بے ایمان تھے دوسرے ملائکہ کی طرف مؤنث ہونے کا الزام دے کر کافر ہوئے۔ تیسرے وہ مخلوق جو نوری اور اس قسم کی باتوں سے منزہ تھی اس کو بیٹی ہونے کا انتساب کیا۔ اور ظاہر ہے کہ ملائکہ کو لڑکی یا لڑکا بیٹی یا بیٹا کہنا محض بے دلیل ہے اس پر ان کے پاس کوئی دلیل عقلی نہیں ہے اسی لیے فرمایا

کہ جب تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں تو تم کم ازکم ان کی پیدائش کے وقت موجود ہونے کا دعوے کرو اور جب یہ بھی نہیں تو تمہارے ان تنبلوں جرموں پر تم سے جواب طلبی کی جائے گی اور تم ماخوذ کیے جاؤ گے آگے ارشاد ہے۔

وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ - اور اگر رحمان چاہتا تو ہم ملائکہ کو نہ چاہتے۔ انہیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں وہ تو اندازے سے اٹکل دوڑا رہے ہیں۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار سے سوال کیا تھا کہ تم ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کیسے کہتے ہو؟ اس پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو یہی کہتے سنا اور ہم انہیں سچا مانتے ہیں تو اس پر ارشاد ہوا کہ یہ جو تم کہہ رہے ہو یہ تمہارا بیان لکھ لیا جائے گا اور اس پر تم سے جواب طلبی کی جائے گی۔ تو انہوں نے کہا لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ۔ اگر رحمان چاہتا اور ملائکہ کی پرستش کو برا جانتا تو ہم پر عذاب نازل کرتا جب عذاب کا نزول نہ ہوا تو ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ اس کی مشیت کا یہی تقاضا ہے یہ انہوں نے ایسی بیہودہ اور باطل بات کہی جس سے یہ لازم آتا ہے کہ دنیا میں ہونیوالے تمام جرائم سے خداوند کریم راضی ہے اللہ تعالے ان کی تکذیب فرماتا ہے کہ کفار رضاء الٰہی کے جاننے والے کب ہوئے وہ خلاف واقعہ جھوٹ بکتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ یا اس سے قبل ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے جس سے وہ استدلال کرتے ہوئے کاربند ہیں

آیت کریمہ میں واضح طور پر فرمایا گیا کہ کفار مکہ پر ہم کوئی ایسی کتاب نازل نہیں فرمائی جس میں غیر خدا کی پرستش کو روا رکھا گیا ہو۔ ایسا قطعاً نہیں ہے اور علاوہ ازیں بھی ان کے پاس کوئی حجت و دلیل نہیں جس سے وہ سہارا لیتے ہوں۔ آگے ارشاد ہے۔

بَلْ قَالُوْا اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ـ وَكَذٰلِكَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ـ بلکہ وہ بولے کہ ہم نے اپنے باپ داداؤں کو ایک دین پر پایا اور ہم انہی کے نشانوں پر راہ پا رہے ہیں اور ایسے ہی ہم نے آپ سے پہلے جب کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے مالداروں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم انہی کے نشانوں کی اقتداء کر رہے ہیں۔

گویا ان کے پاس ایسی دلیل نہ تھی جسے غبار عقل پر پورا اتار سکتے بلکہ وہی پرانی بات کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے ہی دیکھا اور ہم انہیں کی اتباع کر رہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ باپ دادا کی پیروی میں قدامت پسندی کا شکار ہونا یہ مشرکین کا پرانا مرض تھا۔ آگے ارشاد ہے۔

قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۔ نبی نے فرمایا اور کہا جب بھی میں تمہارے پاس وہ لاؤں جو سیدھی راہ ہو اس سے جس پر تمہارے باپ دادا تھے تو وہ بولے جو کچھ تم لے کر بھیجے گئے ہم اسے نہیں مانتے۔ تو ہم نے بدلہ لیا تو دیکھئے جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

انبیاء کرام جب ہدایت پیش فرماتے اور دین حق ظاہر کرتے تو ان کے پاس جواب میں انکار کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسی بنا پر باری تعالے نے فرمایا کہ ہمارے نبیوں کے جھٹلانے والے ماخوذ عذاب ہوئے اور ان کا انجام دیکھ لو کہ کیا ہوا۔ یعنی کوئی غرق دریا ہوا اور کسی کو زلزلے نے ہلاک کیا کسی پر پتھر برسے کسی پر آندھیاں ایسی آئیں کہ ان کے گھروں تک کو الٹ گئیں۔ اور ان ہلاک شدگان کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ اور ان کی عمارتوں کے کھنڈر ان کی مرثیہ خوانی کر رہے ہیں۔ اسی لیے فرمایا فَانْظُرْ کہ ان کا انجام دیکھ لو کہ کیا ہوا۔

با محاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ زخرف پ۲۵

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝

اور جب فرمایا ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو کہ میں بیزار ہوں اس سے جسے تم پوج رہے ہو

اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ۝

مگر اس ذات کو جس نے مجھے پیدا فرمایا تو بیشک وہ ضرور بہت جلد مجھے راہ دکھائے گا۔

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

اور انہوں نے اس عقیدہ توحید کو (وصیت وغیرہ سے) ایسا مستحکم کیا کہ وہ بات مدتوں ان کی نسل میں باقی چلی آئی۔

بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝

بلکہ میں نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے یہاں تک کہ ان کے پاس حق

اور صاف بتلانے والا رسول تشریف لایا۔

وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝

اور جب ان کے پاس حق آیا تو وہ بولے کہ یہ جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝

اور بولے کیوں نہ نازل کیا گیا یہ قرآن دو شہروں (طائف مکہ) کے کسی بڑے آدمی پر

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

کیا وہ تمہارے رب کی رحمت بانٹتے ہیں ہم نے ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور ہم نے ایک دوسرے پر درجوں میں بلندی دی۔ تاکہ ان میں ایک دوسرے کو محکوم بنائے رہے اور تمہارے رب کی رحمت ان کے جمع جتھے سے بہتر ہے۔

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝

اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر جمع ہو جائیں تو ہم ضرور منکرین رحمان کے لیے بناتے ان کے گھروں کی چھتوں کو چاندی سے اور سیڑھیاں جس پر وہ چڑھتے۔

وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۝

اور ان کے گھروں کے لیے چاندی کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے۔

وَزُخْرُفًا ۚ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

اور طرح طرح کی آرائش حاصل کرتے اور نہیں یہ سب کچھ مگر دنیا کی زندگی کے لیے اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	اِذْ۔ جب	قَالَ۔ کہا	اِبْرٰهِيْمُ۔ ابراہیم نے
لِاَبِيْهِ۔ اپنے باپ کو	وَ۔ اور	قَوْمِهٖ۔ اپنی قوم کو	اِنَّنِىْ۔ بے شک میں

بَرَآءٌ ۔ بیزار ہوں	مِمَّا ۔ اس سے	تَعْبُدُوْنَ کہ تم پوجتے ہو	اِلَّا ۔ مگر
الَّذِیْ ۔ وہ جس نے	فَطَرَ ۔ پیدا کیا	نِیْ ۔ مجھ کو	فَاِنَّهٗ ۔ تو بیشک وہی
سَیَهْدِیْنِ مجھے راہ دکھائیگا	وَ ۔ اور	جَعَلَهَا ۔ بنایا اس کو	كَلِمَةً ۔ کلمہ
بَاقِيَةً ۔ باقی رہنے والا	فِیْ ۔ بیچ	عَقِبِهٖ ۔ اس کی نسل کے	لَعَلَّهُمْ ۔ تاکہ وہ
يَرْجِعُوْنَ ۔ لوٹیں	بَلْ ۔ بلکہ	مَتَّعْتُ ۔ میں نے انکو فائدہ دیا	هٰٓؤُلَآءِ ۔ ان کو
وَ ۔ اور	اٰبَآءَ ۔ باپوں	هُمْ ۔ انکے کو	حَتّٰى ۔ یہانتک کہ
جَآءَ ۔ آیا	هُمُ ۔ ان کے پاس	الْحَقُّ ۔ حق	وَ ۔ اور
رَسُوْلٌ ۔ رسول	مُّبِيْنٌ ۔ بیان کرنے والا	وَ ۔ اور	لَمَّا ۔ جب
جَآءَهُمُ ۔ آیا انکے پاس	الْحَقُّ ۔ حق	قَالُوْا ۔ بولے	هٰذَا ۔ یہ
سِحْرٌ ۔ جادو ہے	وَ ۔ اور	اِنَّا ۔ ہم	بِهٖ ۔ اس کے
كٰفِرُوْنَ ۔ منکر ہیں	وَ ۔ اور	قَالُوْا ۔ بولے	لَوْلَا ۔ کیوں نہیں
نُزِّلَ ۔ اتارا گیا	هٰذَا ۔ یہ	الْقُرْاٰنُ ۔ قرآن	عَلٰى ۔ اوپر
رَجُلٍ ۔ ایک آدمی کے	مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ ۔ دونوں بستیوں سے		عَظِيْمٍ بڑے پر
اَ ۔ کیا	هُمْ ۔ وہ	يَقْسِمُوْنَ تقسیم کرتے ہیں	رَحْمَتَ ۔ رحمت
رَبِّكَ ۔ تیرے رب کی	نَحْنُ ۔ ہم	قَسَمْنَا تقسیم کرتے ہیں	بَيْنَهُمْ ۔ انکے درمیان
مَّعِيْشَتَهُمْ ۔ انکی معاش کے سامان		فِیْ ۔ بیچ	الْحَيٰوةِ ۔ زندگی
الدُّنْيَا ۔ دنیا کے	وَ ۔ اور	رَفَعْنَا ۔ بلند کیا	بَعْضَهُمْ ۔ انکے بعض کو
فَوْقَ ۔ اوپر	بَعْضٍ ۔ بعض کے	دَرَجٰتٍ ۔ درجوں میں	لِّيَتَّخِذَ ۔ تاکہ بنائے
بَعْضُهُمْ ۔ بعض ان کا	بَعْضًا ۔ بعض کو	سُخْرِيًّا ۔ محکوم	وَ ۔ اور
رَحْمَتُ ۔ رحمت	رَبِّكَ ۔ تیرے رب کی	خَيْرٌ ۔ بہتر ہے	مِّمَّا ۔ اس سے جو
يَجْمَعُوْنَ ۔ جمع کرتے ہیں	وَ ۔ اور	لَوْلَآ ۔ اگر نہ ہوتا	اَنْ ۔ یہ کہ
يَّكُوْنَ ۔ ہو جائیں	النَّاسُ ۔ لوگ	اُمَّةً ۔ جماعت	وَّاحِدَةً ۔ ایک
لَجَعَلْنَا ۔ تو ہم بناتے	لِمَنْ ۔ اسکے لیے جو	يَّكْفُرُ ۔ کفر کرے	بِالرَّحْمٰنِ ۔ رحمٰن کے ساتھ
لِبُيُوْتِهِمْ ۔ انکے گھروں کے	سُقُفًا ۔ چھت	مِّنْ فِضَّةٍ ۔ چاندی سے	وَّ ۔ اور
مَعَارِجَ ۔ سیڑھیاں کہ	عَلَيْهَا ۔ اس پر	يَظْهَرُوْنَ چڑھیں	وَ ۔ اور

لِبُیُوْتِہِمْ۔ ان کے گھروں کے دروازے	اَبْوَابًا۔ دروازے		وَ۔ اور	
سُرُرًا۔ تخت کہ	عَلَیْہَا۔ اس پر	یَتَّکِئُوْنَ۔ تکیہ لگائیں	وَ۔ اور	
زُخْرُفًا۔ آرائش کا سامان	وَ۔ اور	اِنْ۔ نہیں	کُلُّ۔ سب کچھ	
ذٰلِکَ۔ یہ	لَمَّا۔ مگر	مَتَاعُ۔ سامان	الْحَیٰوۃِ۔ زندگی	
الدُّنْیَا۔ دنیا کا	وَ۔ اور	الْاٰخِرَۃُ۔ آخرت	عِنْدَ۔ نزدیک	

رَبِّکَ۔ تیرے رب کے لِلْمُتَّقِیْنَ۔ پرہیزگاروں کے لیے۔

حلِّ لُغاتِ نادرہ

بَرَآءٌ۔ بیزار ہوں۔ یہ مصدر ہے اس کا استعمال واحد جمع مذکر مؤنث سب میں یکساں ہے۔

فَطَرَنِیْ مجھے پیدا کیا

عَقِبِہٖ عقب کے اصل معنی پیچھے کے ہیں یہاں ذرّیت مراد ہے۔ کیونکہ وہ بھی پیچھے ہی چھوڑی جاتی ہے۔

زُخْرُفًا مراد زینت یا سونا ہے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۂ زخرف پ ۲۵

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ لِاَبِیْہِ وَقَوْمِہٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ۔ اور جبکہ ابراہیم نے کہا اپنے باپ اور اپنی قوم کو کہ میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم پوجتے ہو۔

خطیب الانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا اور آزر کو تغلیبا باپ کہا گیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے فَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ لِاَبِیْہِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِھَۃً۔ یہ بت تراشی کے فن میں بڑا ماہر تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ یہاں اجمالاً فرمایا لِاَبِیْہِ وَقَوْمِہٖ جس سے تغلیباً آزر کو بھی تخاطب ہوگیا اور بت پرست باپ تارخ کو بھی خطاب ہوگیا اور عطف فرما کر قوم کو بھی شریک کیا۔ اس لیے کہ یہ دور نمرود بن کنعان کا تھا اور یہ مدعی الوہیت تھا۔ اس نے قوم کو اپنی پوجا کی طرف اتنا مائل کر لیا تھا کہ اسی کی تصویر کا بت بنتا تھا اور ساری قوم پوجتی تھی۔ تو آپ

کا یہ اعلان حق آپ کی ولادت کے بعد جو قوم سے ہوا وہ یہی تھا اِنَّنِیْ بُرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ۔ اور یہ ایمان عقلی تھا جو فطرتاً ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے خالق کو بلا تبلیغ مبلغ مانے چنانچہ آپ کی ولادت کا واقعہ بھی اس امر کو واضح کر دیتا ہے۔

کہ آپ نے با صول ایمان عقلی اِنَّنِیْ بُرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ کا اعلان فرمایا جو آپ کے واقعہ ولادت سے واضح ہوتا ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ عہد نمرودی میں منجموں نے نمرود کو خبر دی کہ اس سال ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تیرے ان تمام دعاوی کو باطل قرار دے گا اس نے اسی دن سے حکم نافذ کر دیا کہ جو لڑکا پیدا ہو اس کو فوراً قتل کر دیا جائے چنانچہ اس طرح ستر ہزار سے زائد بچے مار ڈالے گئے اسی میں آپ کی والدہ بھی حاملہ تھیں انہوں نے سوچا کہ یہ بچہ بہر حال ہوتا ہے۔ اگر لڑکا ہوا تو میری آنکھوں کے سامنے ذبح کیا جائے گا۔ آپ نے اس منظر خونی کو دیکھنے سے بچنے کے لیے یہ تجویز سوچی کہ جنگل میں جا کر وضع حمل ہو۔ وہاں اسے چھوڑ آؤں میری آنکھوں سے اوجھل جو کچھ ہو وہ ہو جائے۔

چنانچہ آپ نے آثار وضع محسوس کرتے ہوئے جنگل کا رخ کیا ایک غار کے پاس وضع حمل ہوا آپ نے اسی غار میں گھاس بچھا کر آپ کو لٹا دیا اور غار کا منہ پتھروں سے تیغا کر کے آ گئیں قوم نے پوچھا کہ تمہارا حمل کیا ہوا؟ آپ نے کہا جنگل میں وضع حمل ہوا اور لڑکا تھا اس لیے اسے وہیں ڈال آئی ہوں۔ نگرانی کرنے والے یہ سوچ کر مطمئن ہو گئے کہ جنگل میں شیر خوار بچے کو کون چھوڑتا ہے؟ کوئی درندہ کھا گیا ہوگا آپ نے ایک ہفتہ بعد اپنی شفقت مادری سے مجبور ہو کر ادھر کا رخ کیا اور وہاں سے غار دیکھا تو بدستور تیغا تھا پتھر ہٹائے تو کرشمۂ قدرت نظر آیا۔

آپ نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام تندرست ہیں اور اپنے ہاتھ کا انگوٹھا چوس رہے ہیں۔ علامہ اسمٰعیل حقی اندلسی روح البیان میں اس واقعہ کو مفصل لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قدرت نے آپ کے ہاتھ کی پانچوں انگلیوں میں پانچ ذائقے رکھ دیے تھے دودھ کا۔ شہد کا۔ نمک کا۔ پانی کا اور گھی کا۔ اس سے آپ نشو و نما پا رہے تھے۔

چند روز کے بعد ابراہیم علیہ السلام گھٹنوں چلتے ہوئے کھڑے ہو کر چلنے لگے تو آپ نے وہ تیغا کھولا رات کا وقت تھا۔ اندھیری شب تھی تاریکی میں ستاروں کے جھرمٹ نظر آئے۔ اس کی تفصیل ہم دوسری جلد ساتویں پارہ میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

مختصر یہ کہ آپ نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ میرا معبود کون ہے تو انہوں نے اپنے عقیدہ کہن کے

مطابق کہا کہ میں تیرا معبود ہوں آپ نے پوچھا اور تمہارا معبود تو والدہ نے جواب دیا کہ تمہارا باپ۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا خدا تو جواب دیا گیا نمرود۔ جب آپ نے کہا کہ نمرود کا خدا کون ہے تو والدہ ناراض ہوگئیں غرضکہ آپ غار سے باہر آگئے اور آپ نے قوم میں آکر اعلان فرمایا کہ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ شدہ شدہ یہ خبر نمرود تک پہنچی اور آپ کو پیش کیا گیا۔ پھر بقیہ واقعات جو ہوئے۔ نار نمرود۔ آتش گلزار یہ سب اس کے بعد کے واقعات ہیں۔

مختصر یہ کہ نبی کی عصمت اتنی محفوظ ہوتی ہے کہ وہ پیدا ہونے کے بعد سے ہی شرک سے بیزار ہوتا ہے اور توحید اس کا مطمح نظر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت خطیب الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بھی اعلان فرمایا اور اپنے باپ و قوم کو مخاطب کیا اور اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ۔ اے قوم تمہاری اس پوجا پاٹ سے میں بیزار اور بت پرستی سے علیحدہ ہوں۔ میں صرف اسی کا بندہ ہوں اور اسی کو پوجتا ہوں جس نے مجھے پیدا فرمایا اور وہی مجھے عبادت کے طور طریقے کی راہنمائی فرمائے گا۔ آگے ارشاد ہے جس میں حفاظت دین ابراہیم کا ذمہ لیا اور فرمایا۔

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِىْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ کہ وہ اعلان ابراہیمی ان کی نسل میں باقی رہا تاکہ جن کے حصہ میں ایمان کی نعمت تھی انہیں مل جائے۔ آگے ارشاد ہے۔

بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۔ بلکہ میں نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف بتانے والا رسول تشریف لایا اور جب ان کے پاس حق آیا تو وہ بولے یہ جادو ہے ہم اسے نہیں مانتے۔

یعنی جب یہ قوم رہتی بستی عہد رسالتمآب تک آئی اور سرکار ابد قرار جناب مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کا ظہور ہوا اور آپ کی زبان مبارک سے قرآن بلیغ اور کلام فصیح سنا اور معجزات کے چمکارے دیکھے تو آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور اندھا دھند بلا دلیل کہنے لگے یہ جادو ہے اور جادو کہنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اس کلام بلیغ اور معجزات مبین کے مقابلے سے عاجز تھے اس کے بعد پھر نئے نئے شاخسانے اٹھانے شروع کیے کہیں کہنے لگے کہ یہ یتیم ابو طالب پر قرآن آیا اس سے ہم کیسے مانیں اگر ایسا ہی تھا تو طائف کے سرداروں یا مکہ کے صنادید اس کے حامل ہوتے تو ہم پھر بھی مان لیتے چنانچہ اس کا تذکرہ آگے فرماتے ہوئے ارشاد ہوا

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۔ اور کافر بولے یہ قرآن کیوں نہ طائف اور مکہ میں کی دو بستیوں سے کسی بڑے آدمی پر اتارا گیا۔

اس کا جواب دیا۔

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○

کیا وہ تمہارے رب کی رحمت بانٹتے ہیں اے محبوب ہم نے ان کی زلیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور ایک دوسرے کو درجات میں بلندی دی اور ایک کو دوسرے کا خادم بنایا اور تمہارے رب کی رحمت ان کے جمع جتھا سے بہتر ہے۔

اس میں کمیونزم کا بھی رد ہو گیا ان کے یہاں سب کو مساوی رکھنے کا اصول ہے۔ قرآن پاک نے فرمایا کہ سب یکساں نہیں جتنا اور جس طرح ہم چاہیں عطا فرمائیں کسی کو کم اور کسی کو زیادہ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ۔ اے محبوب آپ کا رب جس پر چاہے رزق فراخ کرے اور جس پر چاہے تنگ فرمائے اور یہاں بھی فرمایا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ نظام دنیا اسی میں ہے کہ بادشاہ۔ وزیر۔ عہدے دار۔ سپاہی۔ چپراسی۔ خدّام ادب ایک طرف ہوں تو دوسری طرف دھوبی۔ نائی۔ درزی باورچی وغیرہ ہوں کہ ہر کام جس کا ہو وہ انجام دے اور کسی کو دقت نہ ہو۔ اسی لیے فرمایا لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا۔ تاکہ ان کا بعض بعض کو اپنا محکوم۔ اخیر میں فرمایا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ اور آپ کے رب کی رحمت دنیا کے جمع جتھے سے بہتر ہے۔ پھر اس کے بعد دوسرے پہلو سے رد فرمایا اور ارشاد ہوا

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر جمع ہو جائیں تو ہم ضرور رحمان کے منکروں کے لیے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بناتے اور سیڑھیاں کہ ان پر چڑھتے اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت کہ ان پر تکیہ لگاتے اور سونا (طرح طرح کی آرائش) اور یہ جو کچھ ہے جیتی دنیا ہی کا اسباب ہے اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

مشرک کافر بے دین اور دنیا میں ان کے لیے فراخی ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

فرعون۔ ہامان۔ قارون۔ شداد یہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے منکر تھے تو ان کے لیے دنیا میں وہ فراخیاں ہوئیں کہ شداد کے خزانے کی کنجیاں چالیس اونٹوں پر لادی جاتی تھیں۔ فرعون کے اصطبل میں گھوڑوں کے باندھنے کے لیے سونے کی میخیں ہوتی تھیں۔ غرضکہ دنیا اہل دنیا کے لیے ہے اور اہل دنیا کے متعلق مولانا روم کا فتویٰ ہے فرماتے ہیں۔

اہل دنیا چہ کہین و چہ مہین ـ لعنۃ اللہ علیہم اجمعین!

ساتھ دوسرے شعر میں فرماتے ہیں ؎

چیست دنیا از خدا غافل شدن ـ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اس سے معلوم ہوا کہ مومن کے لیے فراوانی مال اتنی ہی ہے جس سے وہ اپنے رب حقیقی سے غافل نہ ہو اور جب غفلت آئی محبت دنیا غالب آئی تو پھر ایمان ضعیف ہوتے ہوتے چلا جاتا ہے اسی لیے فرمایا کہ جو ہمارے ساتھ کفر کرنے والے ہیں ان کا حصہ آخرت میں کچھ نہیں ہے البتہ دنیا میں وہ سونے چاندی میں کھیلیں گے اور مرنے کے بعد پھر یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا کہتے ہوئے پچھتائیں گے۔ کمیونسٹ یہ وہی ہیں جن پر دنیا اتنی غالب آئی کہ نظریۂ قرآن کے خلاف انہوں نے سب کو مساوی رکھنا چاہا اور وجود الٰہی کے منکر ہوئے آخرت کو اور اس کے درجات کو افسانہ قرار دیا۔ دنیا کو دنیا میں اہل دنیا کے لیے مقدم سمجھا۔ یہ اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے اس خیال کو الحاد اور ایسے خیال والوں کو ملحد کہا جاتا ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ زخرف پ ۲۵

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ — اور جو شخص خدا کی یاد سے اغماض کیا کرتا ہے ہم اس کے ساتھ ایک شیطان تعینات کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی رہے

وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ — اور بے شک شیاطین ان کو راہ سے روکتے ہیں اور وہ گمان یہ کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ — حتیٰ کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا تو اپنے قرین (شیطان) سے کہے گا کہ کاش میرے تیرے مابین

فَبِئۡسَ الۡقَرِیۡنُ ۝

مشرق و مغرب کی دوری ہوتی تو وہ کتنا برا ساتھی ہے۔

وَلَنۡ یَّنۡفَعَكُمُ الۡیَوۡمَ اِذۡ ظَّلَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ فِی الۡعَذَابِ مُشۡتَرِكُوۡنَ ۝

اور ہرگز آج کے دن تمہیں نفع نہیں پہنچے گا جبکہ تم اپنی جانوں پر بداعمالی سے ظلم کر گذرے ہو۔ بیشک تم اور تمہارے قرین عذاب میں شریک ہیں۔

اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ اَوۡ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَمَنۡ كَانَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۝

اور اے محبوب کیا آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو راہ دکھائیں گے اور انہیں جو کھلی گمراہی میں ہیں۔

فَاِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ ۝

اگر ہم آپ کو دنیا سے اٹھا بھی لیں تو ہم نے ان کافروں سے ضرور بدلہ لینا ہے۔

اَوۡ نُرِیَنَّكَ الَّذِیۡ وَعَدۡنٰهُمۡ فَاِنَّا عَلَیۡهِمۡ مُّقۡتَدِرُوۡنَ ۝

یا ہم آپ کو دکھا دیں گے جس کا ہم نے وعدہ کیا ہے تو ہم کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔

فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِیۡۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۝

تو مضبوطی سے تھامے رہو اسے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔

وَاِنَّهٗ لَذِكۡرٌ لَّكَ وَلِقَوۡمِكَ وَسَوۡفَ تُسۡـَٔلُوۡنَ ۝

اور بے شک وہ قرآن آپ اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت و شرف ہے اور آئندہ تم سب سے بازپرس کی جائے گی۔

وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِهَةً یُّعۡبَدُوۡنَ ۝

اور اے محبوب آپ سے پہلے جو ہم نے رسول بھیجے ان سے دریافت فرمالیجئے کیا ہم نے خدائے رحمن کے علاوہ کوئی معبود تجویز کیے تھے جن کی پوجا کی جائے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور   مَنۡ جو   یَّعۡشُ۔ منہ پھیرے   عَنۡ ذِكۡرِ۔ ذکر

الرَّحْمٰنِ ۔ خدا سے　نُقَيِّضْ ۔ ہم مقرر کر دیتے ہیں　لَهٗ ۔ اس کے لیے　شَيْطٰنًا ۔ شیطان

فَهُوَ ۔ تو وہ　لَهٗ ۔ اس کا　قَرِيْنٌ ۔ ساتھی ہے　وَ ۔ اور

اِنَّهُمْ ۔ بیشک وہ　لَيَصُدُّوْنَهُمْ ۔ روکتے ہیں ان کو　عَنِ السَّبِيْلِ ۔ راہ سے

وَ ۔ اور　يَحْسَبُوْنَ ۔ خیال کرتے ہیں　اَنَّهُمْ ۔ کہ وہ　مُّهْتَدُوْنَ ۔ راہ پر ہیں

حَتّٰى ۔ یہاں تک کہ　اِذَا ۔ جب　جَآءَ ۔ آئے گا　نَا ۔ ہمارے پاس

قَالَ ۔ کہے گا　يٰا ۔ اے　لَيْتَ ۔ کاش　بَيْنِيْ ۔ میرے

وَ ۔ اور　بَيْنَكَ ۔ تیرے درمیان　بُعْدَ ۔ دوری ہو　الْمَشْرِقَيْنِ ۔ مشرق مغرب کی

فَبِئْسَ ۔ تو برا ہے　الْقَرِيْنُ ۔ ساتھی　وَ ۔ اور　لَنْ ۔ ہرگز نہ

يَّنْفَعَكُمُ ۔ نفع دیگا تم کو　الْيَوْمَ ۔ آج　اِذْ ۔ جبکہ　ظَّلَمْتُمْ ۔ تم ظلم کر چکے

اَنَّكُمْ ۔ کہ تم　فِي ۔ بیچ　الْعَذَابِ ۔ عذاب کے　مُشْتَرِكُوْنَ ۔ شریک ہو

اَفَاَنْتَ ۔ کیا تو　تُسْمِعُ ۔ سنائے گا　الصُّمَّ ۔ بہروں کو　اَوْ ۔ یا

تَهْدِي ۔ راہ دکھائے گا　الْعُمْيَ ۔ اندھوں کو　وَ ۔ اور　مَنْ ۔ جو

كَانَ ۔ ہو　فِيْ ۔ بیچ　ضَلٰلٍ ۔ گمراہی　مُّبِيْنٍ ۔ کھلی کے

فَاِمَّا ۔ تو اگر　نَذْهَبَنَّ ۔ لیجائیں ہم　بِكَ ۔ آپ کو　فَاِنَّا ۔ تو ہم

مِنْهُمْ ۔ ان سے　مُّنْتَقِمُوْنَ ۔ بدلہ لینے والے ہیں　اَوْ ۔ اور یا　نُرِيَنَّكَ ۔ دکھائیں آپ کو

الَّذِيْ ۔ وہ جو　وَعَدْ ۔ وعدہ دیا ہے　نَا ۔ ہم نے　هُمْ ۔ ان کو

فَاِنَّا ۔ تو ہم　عَلَيْهِمْ ۔ ان پر　مُّقْتَدِرُوْنَ ۔ قدرت رکھنے والے ہیں

فَاسْتَمْسِكْ ۔ تو تھام لے　بِالَّذِيْ ۔ اس کو جو　اُوْحِيَ ۔ وحی کی گئی　اِلَيْكَ ۔ تیری طرف

اِنَّكَ ۔ بیشک تو　عَلٰى ۔ اوپر　صِرَاطٍ ۔ راہ　مُّسْتَقِيْمٍ ۔ سیدھی کے ہے

وَ ۔ اور　اِنَّهٗ ۔ بیشک وہ　لَذِكْرٌ ۔ نصیحت ہے　لَّكَ ۔ تیرے لیے

وَ ۔ اور　لِقَوْمِكَ ۔ تیری قوم کیلیے　وَ ۔ اور　سَوْفَ ۔ جلدی

تُسْئَلُوْنَ ۔ پوچھے جاؤ گے　وَ ۔ اور　اسْئَلْ ۔ پوچھ　مَنْ ۔ ان سے جو

اَرْسَلْنَا ۔ بھیجے ہم نے　مِنْ قَبْلِكَ ۔ تجھ سے پہلے　مِنْ رُّسُلِنَا ۔ اپنے رسولوں میں سے

اَ ۔ کیا　جَعَلْنَا ۔ بنائے ہم نے　مِنْ دُوْنِ ۔ سوائے　الرَّحْمٰنِ ۔ رحمن کے

اٰلِهَةً ۔ معبود جو　يُّعْبَدُوْنَ ۔ پوجے جائیں

حلِ لُغاتِ نادِرہ

مَنْ یَّعْشُ عشو سے ہے تبکلف اندھا بننے کو کہتے ہیں یہاں مراد ہے منہ موڑنا۔ اعراض کرنا اور ایک ہے عَشٰی ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ جب آنکھ میں کوئی آفت پیدا ہو جاتی ہے تو عَشٰی بولا جاتا ہے۔ اور بلا آفت کے عشو جیسے عَرَج اس شخص کو کہتے ہیں جس کا پاؤں ماؤف ہو اور عَرِج وہ جو بغیر آفت کے لنگڑوں کی طرح چلتا ہے

نُقَیِّضْ معنی ہیں نضم" (ساتھ کر دیتے ہیں ہم)

قَرِیْنٌ ساتھی

فَاسْتَمْسِكْ از استمساک مضبوطی سے تھامنے کے معنی دیتا ہے۔

مُنْتَقِمُوْنَ از انتقام۔ بدلہ لینے کے معنی میں مستعمل ہے۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۂ زخرف پ ۲۵

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ۔ اور جو شخص رحمٰن کے ذکر سے اعراض کرتا ہے ہم اس کے ساتھ ایک شیطان متعین کر دیتے ہیں جو اس کا قرین (ہمنشین) ہوتا ہے۔

یَّعْشُ۔ عَشْو سے ہے اور عشو اندھا بننے کو کہتے ہیں۔

تو ذکر رحمن سے اندھا وہی ہو سکتا ہے جس پر دنیا غالب ہو اور نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطَانًا جو فرمایا یہ گویا ایک قسم کا عذاب ہے کہ جب بد بختی سے انسان پر دنیا غالب آ جائے تو اس کے خیال و گمان میں یہ بچ جاتا ہے کہ جو کچھ کرتا ہے وہ دنیا ہی میں کرتا ہے۔ کھانا۔ پینا۔ پہننا۔ رہنا سہنا عیش و عشرت کرنا یہ سب دنیا ہی میں ہے اور جب اس پر اس خیال کا شیطان غالب آجاتا ہے تو وہ آخرت کو نسیا منسیا کر دیتا ہے۔

اور اگر معنی حقیقی شیطان بھی لیا جائے تو یہ اس پر دنیا کا عذاب ہے جس کو وہ عذاب نہیں سمجھتا بلکہ اپنی خوش قسمتی جانتا ہے اور اس کا انجام کار آخرت سے نقصان و خسران ہوتا ہے اسی طرف آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے اور فرمایا کہ جس کو دنیا کی محبت غالب آجائے وہ دین کو بھلا بیٹھتا ہے اور اس

پر شیطان یا اس کے توسوسات کا شیطان ہم مقرر کر دیتے ہیں وہ اس کا ہمنشیں ہوتا ہے اس کو غلط راہوں پر جانے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب تحقیق نے نفس انسان چار قسموں پر منقسم کیے۔

(۱) ملہمہ

(۲) لوامہ

(۳) امارہ

(۴) مطمئنہ

ان چاروں کا تذکرہ قرآن پاک میں آیا چنانچہ ایک آیت میں ارشاد ہے۔ یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔

دوسری جگہ فرمایا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ۔

اور تیسری جگہ فرمایا لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ۔

اور چوتھی جگہ ارشاد ہے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔

بہر حال یہ چاروں نفوس وہ ہیں جن میں سے دو کا تعلق رحمانیت سے ہے۔ نفس مطمئنہ اور دوسرا نفس لوامہ کہ جو برے افعال پر انسان کو ملامت کرتا ہے۔ اور دو شیطانی ہیں پہلا ملہمہ جو فسق و فجور کی طرف انسان کو آمادہ کرتا ہے اور دوسرا امارہ کہ یہ برائی کا حکم دیتا ہے۔

بہر حال شیطان بمعنی حقیقی ہو یا نفوس انسان دونوں قرین انسان ہیں اور اسی بنا پر فرمایا کہ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ۔ اب اس کا کام بتایا وَاِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور بے شک وہ شیاطین راستے سے روکتے ہیں اور گمراہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔ البتہ قیامت کے دن جب حضور الٰہی میں پیش ہوں گے تو ان کا گمان باطل جسے ہدایت سمجھتے تھے باطل ثابت ہوگا چنانچہ ارشاد ہے۔

حَتّٰٓی اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ۔ یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا اپنے شیطان سے اے کاش میرے اور تیرے مابین مشرق و مغرب کی مسافت ہوتی۔ تو کیا ہی برا ساتھی ہے

یعنی دنیا کے نشہ میں تو غفلت شعار ناہنجار بدکردار یہی گمان کرتا ہے کہ ہیں اچھے طریقے اور راہ پر ہوں مگر جب اسے اپنی زیاں کاری کا نتیجہ معلوم ہوگا تو وہ اپنے قرین سے نفرت کرے گا اور کہیگا کہ تیرے میرے مابین مشرق و مغرب یعنی پورب پچھم کا فرق ہوتا تو میں تیری ان فتنہ پردازیوں سے

محفوظ رہتا اور آج مجھے اس کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑتا تو اخیر فرمایا فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ اس کا ساتھی بہت ہی برا ہے اب اس تنافر و منافرت کا آج اسے فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور اگر پہنچ سکتا تو ادر کا فروں کو بھی پہنچنا چاہئے تھا۔ اس لیے وہ بھی عذاب کی نوعیتیں دیکھ کر کہیں گے یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا اور رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَکُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ مگر ان کو جواب میں یہی ارشاد ہوگا اِخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُکَلِّمُوْنَ۔ نقصان و خسران میں پڑے رہو اور ہم سے بات نہ کرو۔ بہرحال وہ قرین جو برا ہے اس کے نتائج بھی برے ہی نکلے اسی وجہ میں اسے افسوس کرنا پڑا۔ آگے ارشاد ہے کہ آج کا افسوس اسے نفع نہیں پہنچا سکے گا اور عذاب دفع نہیں کرا سکو گے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَنْ یَّنْفَعَکُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّکُمْ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِکُوْنَ اور ہرگز اس سے تمہارا بھلا نہ ہوگا کہ آج جبکہ تم نے ظلم کیا کہ تم سب مع قرین کے عذاب میں شریک ہو۔

آگے ارشاد ہے۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَمَنْ کَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو راہ دکھائیں گے اور ان کو جو کھلی گمراہی میں ہیں۔ یا ہم اگر آپ کو لے جائیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا آپ کو دکھا دیں گے جس کا انہیں ہم نے وعدہ دیا ہے تو ہم ان پر بڑی قدرت والے ہیں تو مضبوطی سے تھامے رہئے اسے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے (قرآن) بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔

وَاِنَّهٗ لَذِکْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ۔ اور بے شک قرآن آپ اور آپ کی قوم کے لیے باعث شرف و نصیحت ہے اور عنقریب قیامت میں تم سے بازپرس کی جائے گی۔

اُصُمّ اور اَعْمٰی سے مراد یہاں حقیقی گونگے اندھے نہیں ہیں بلکہ وہ ہیں جن کی حقیقت کو دوسری جگہ فرمایا لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ یعنی وہ دل رکھتے ہیں مگر اس سے سمجھ کا کام نہیں لیتے آنکھ رکھتے ہیں مگر حق کو دیکھنے کے لیے وہ اندھے ہیں۔ کان رکھتے ہیں مگر حق نوش اور حق نیوش نہیں ہیں یہ لوگ آدمی ہو کر جانوروں سے گئے گذرے ہیں اس لیے کہ غافل ہیں تو یہاں بھی مراد اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ میں تغافل شعار اور غفلت دثار مراد ہیں جنکو فرمایا گیا کہ اے محبوب کیا ان گونگے اور اندھوں کو جو آنکھ

اور زبان رکھتے ہیں آپ ہدایت فرمائیں گے یعنی جب ان میں قبولیت کا مادہ ہی نہیں تو دیکھ کیسے بات قبول کر سکتے ہیں وہ تو گمراہ ہی پیدا ہوئے۔ گمراہ ہی رہیں گے اور ایسی ہی گمراہی میں مریں گے اور عذاب آخرت ان کا حصہ ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ الخ کہ اگر آپ کو دنیا سے ہم لے جائیں تو ان سے بدلہ لینا ہمارا کام ہے یا آپ کی موجودگی میں ہم انہیں دکھا دیں گے جس کا ہم نے ان کو وعدہ دے رکھا ہے ہم ہیں بڑی قدرت ہے کہ اس وعدہ کو پورا کر سکیں۔ چنانچہ فرمایا اس پر مضبوط رہیے جس کی آپ کو وحی کی گئی بے شک آپ سیدھے راستہ پر ہیں۔

اس میں حضور کی صراط مستقیم اور آپ کی تعلیم پر تصدیق کی سند دی گئی تاکہ انکار منکر شبہ میں نہ ڈالے اور اس سے آگے مزید وضاحت فرما دی کہ یہ قرآن کریم ہدایت ہے آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے اور جو منکر ہیں وہ انکار کرتے رہیں عنقریب وہ پوچھ لیے جائیں گے یعنے ان عذاب آنے کا اور وہ ماخوذ ہوں گے آگے ارشاد ہے۔

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ٥ اور پوچھیے ان سے جو آپ سے پہلے ہم نے بھیجے اپنے رسولوں میں سے کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ دوسرے معبود بھی ٹھہرائے تھے جن کی پوجا کی جائے۔

آیت کریمہ میں علاوہ اس کے کہ معبودات باطلہ کی پوجا کو باطل فرمایا ایک لطیف اشارہ حیات انبیاء کے ثبوت میں بھی ہے اس لیے کہ حضور سے پہلے انبیاء جتنے بھی آئے حضور کے زمانہ میں وہ نہ تھے اور یہاں ارشاد ہے وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا تو جو حضور سے پہلے رسول آئے اگر وہ حیات نہیں ہیں تو وَاسْئَلْ کا حکم کیا معنی رکھتا ہے۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام نہ صرف روحانی زندگی کے ساتھ ہیں بلکہ جسمانی و روحانی دونوں حیات انہیں حاصل ہیں جبھی تو وَاسْئَلْ فرمایا گیا کہ ان سے پوچھیے اسی بنا پر احادیث میں حیات انبیاء پر جو ارشاد ہے وہ شاہد عدل ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔ انبیاء کرام زندہ ہیں اور ایسے زندہ ہیں کہ اپنی قبروں میں وہ نماز پڑھتے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ نماز کے لیے جوارح لازمی ہیں اور اعضاء کا تعلق اجسام سے ہے نہ کہ ارواح سے تو معلوم ہوا کہ حیات انبیاء عام مخلوق کی حیات سے علیحدہ ہے کہ وہ مع جسم کے زندہ ہیں۔ رہی روحانی زندگی یہ مومن۔ کافر۔ جاحد حتیٰ کہ ابوجہل و ابولہب ان کو بھی حاصل ہے اور اگر یہ نہ مانا جائے اور مشرکین

کی طرح ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ہی کو رکھا جائے تو اسلام کی وہ تمام احادیث اور آیات قرآنیہ سب غلط قرار پائیں گی جن میں بعد موت عذاب کی خبریں ہیں۔ نکیرین کے سوال و جواب کے حالات ہیں جو محض روحانی ہیں۔ برخلاف انبیاء کے کہ ان کو مع جسم کے بعد وفات بھی حیات ہے۔

اور اس دعویٰ پر دوسری حدیث صاف واضح ہے جس میں حضور نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ بے شک اللہ نے زمین پر حرام فرمایا کہ وہ اجساد انبیاء کو کھائے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں اور ایسے زندہ ہیں کہ انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ رزق تقوم بدن اور بقائے جسم کے لیے ہوتا ہے نہ کہ روح کے لیے تو حضور کو ارشاد ہوا کہ اے محبوب آپ سے پہلے جو رسول ہم نے مبعوث فرمائے ان سے بھی پوچھئے کہ کیا ہم نے اللہ کے سوا کچھ اور خدا تجویز کیے تھے کہ وہ پوجے جائیں یعنی ایسا نہیں ہوا اور کسی نبی کو ایک وحدہ لاشریک کے سوا کسی معبود کے پوجنے اور ماننے کی تعلیم نہیں دی۔ اور یہ مذہب توحید آدم صفی علیہ السلام سے لے کر حضور تک اور قیامت تک برابر وساری ہے۔ سب معلن توحید اور مقر وحدانیت الٰہی رہے اور ہر مومن اسی تعلیم پر کاربند رہا اور رہے اور قیامت تک رہے گا۔ وللہ الحمد

بامحاورہ ترجمہ پانچواں رکوع سورۂ زخرف پ ۲۵

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو فرمایا (موسیٰ علیہ السلام نے) کہ میں رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ۝

جب وہ تشریف لائے ہماری نشانیاں لے کر۔ تو وہ ان کا مذاق اڑانے لگے۔

وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ پہلے سے بڑی ہوتی اور پکڑا ہم نے انہیں عذاب میں تاکہ وہ باز آجائیں۔

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا

اور وہ بولے اے جادوگر اپنے رب سے مانگ

رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ۝ — جو تجھ سے اس نے وعدہ کر رکھا ہے (یعنی عذاب) ہم یقیناً ہدایت پر ہیں۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝ — جب ہم نے ان سے عذاب ہٹایا جبھی وہ عہد شکنی کر گئے۔

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ — اور پکارا فرعون اپنی قوم میں کہا اے قوم کیا مصر کی سلطنت میرے لیے نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہتی ہیں کیا تم نہیں دیکھتے۔

اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۝ — یا میں بہتر ہوں اس سے کہ وہ کمزور ہے۔

وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ — اور زبان بھی صاف نہیں رکھتا (یعنی لکنت کی وجہ سے اچھی طرح بول نہیں سکتا)

فَلَوْلَا اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۝ — تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ ڈالے گئے۔ یا اس کے ساتھ فرشتے آتے جو اس کے قریب رہتے۔

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ — تو اس کی قوم بے وقوف ہو گئی اور اس کی پیروی کر لی بے شک وہ بے عقل لوگ تھے۔

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ — پھر جب انہوں نے وہ کیا جس پر ہمارا غضب ان پر آیا تو ہم نے ان سب کو ساتھیوں سمیت غرق کر ڈالا۔

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝ — تو ہم نے بنایا ان کو اگلی داستان اور عبرت پچھلوں کے لیے

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور — لَقَدْ۔ بیشک — اَرْسَلْنَا۔ بھیجا ہم نے — مُوْسٰی۔ موسیٰ کو

بِاٰيٰتِنَا۔ اپنی نشانیاں دیکر — اِلٰی۔ طرف — فِرْعَوْنَ۔ فرعون — وَ۔ اور

مَلَائِہٖ - اس کے سرداروں کی فَقَالَ - تو فرمایا اِنِّیْ - بیشک میں رَسُوْلُ - رسول ہوں

رَبِّ - رب الْعٰلَمِیْنَ - جہانوں کا فَلَمَّا - پھر جب جَآءَ - لایا

هُمْ - انکے پاس بِاٰیٰتِنَآ - ہماری نشانیاں اِذَا - تو ناگہاں هُمْ - وہ

مِّنْهَا - ان سے یَضْحَكُوْنَ - ہنستے تھے وَ - اور مَا - نہیں

نُرِیْهِمْ - دکھاتے تھے ہم انکو مِّنْ اٰیَةٍ - کوئی نشانی اِلَّا - مگر هِیَ - وہ

اَكْبَرُ - بڑی ہوتی تھی مِنْ اُخْتِهَا - پہلی سے وَ - اور اَخَذْنٰا - پکڑا ہم

هُمْ - ان کو بِالْعَذَابِ - عذاب میں لَعَلَّهُمْ - تاکہ وہ یَرْجِعُوْنَ - رجوع کریں

وَ - اور قَالُوْا - بولے یٰٓا - اے اَیُّهَ - بڑے

السّٰحِرُ - جادوگر ادْعُ - دعا کر لَنَا - ہمارے لیے رَبَّكَ - اپنے رب سے بِمَا - جو عَهِدَ - وعدہ کیا عِنْدَكَ - تجھ

اِنَّنَا - بیشک ہم لَمُهْتَدُوْنَ - ہدایت پر ہیں فَلَمَّا - تو جب كَشَفْنَا - ہم کھولتے

عَنْهُمُ - ان سے الْعَذَابَ - عذاب اِذَا - تو ناگہاں هُمْ - وہ عہد

یَنْكُثُوْنَ - توڑ دیتے وَ - اور نَادٰی - پکارا فِرْعَوْنُ - فرعون

فِیْ - بیچ قَوْمِهٖ - اپنی قوم کے قَالَ - کہا یٰقَوْمِ - اے میری قوم

اَ - کیا لَیْسَ - نہیں لِیْ - میری مُلْكُ - حکومت

مِصْرَ - مصر میں وَ - اور هٰذِهِ - یہ الْاَنْهٰرُ - نہریں

تَجْرِیْ - چلتی ہیں مِنْ تَحْتِیْ - میرے نیچے اَفَلَا - کیا نہیں تُبْصِرُوْنَ - دیکھتے تم

اَمْ - یا اَنَا - میں خَیْرٌ - بہتر ہوں مِّنْ هٰذَا - اس سے

الَّذِیْ - جو کہ هُوَ - وہ مَهِیْنٌ - ذلیل ہے وَ - اور

لَا - نہیں یَكَادُ - قریب کہ یُبِیْنُ - صاف بولے فَلَوْلَا - تو کیوں نہ

اُلْقِیَ - ڈالے گئے عَلَیْهِ - اس پر اَسْوِرَةٌ - کنگن مِّنْ ذَهَبٍ - سونے کے

اَوْ - یا جَآءَ - آتے مَعَهُ - اسکے ساتھ الْمَلٰٓئِكَةُ - فرشتے

مُقْتَرِنِیْنَ - قریب رہتے فَاسْتَخَفَّ - تو بیوقوف بنایا قَوْمَهٗ - اپنی قوم کو فَاَطَاعُوْ - تو انہوں نے پیروی کی

هُ - اس کی اِنَّهُمْ - بیشک وہ كَانُوْا - تھے قَوْمًا - قوم

فٰسِقِیْنَ - نافرمان فَلَمَّا - تو جب اٰسَفُوْ - غصہ چڑھایا انہوں نے نَا - ہم کو

انْتَقَمْنَا - بدلہ لیا ہم نے مِنْهُمْ - ان سے فَاَغْرَقْنَا - تو غرق ہم نے هُمْ - ان

اَجْمَعِیْنَ۔سب کو　فَجَعَلْنٰا۔تو کیا ہم نے　هُمْ۔ان کو　سَلَفًا۔پہلوں کی داستان
وَّ۔اور　مَثَلًا۔عبرت　لِّلْاٰخِرِیْنَ پچھلوں کے لیے

حلّ لغاتِ نادرہ

کَشَفْنَا ہم نے ان سے عذاب اٹھالیا
یَنْکُثُوْنَ از نکث بمعنی عہد شکنی
مَهِیْنٌ ماخوذ از مہانۃ بمعنی قلّت یہاں مراد فقیر حقیر ضعیف الحال کمزور ہے۔
وَلَا یَکَادُ یُبِیْنُ اور وہ بات بھی صاف نہیں کر سکتا
اَسْوِرَۃٌ جمع سِوار بمعنی کنگن
مُقْتَرِنِیْنَ ماخوذ از قرن۔ ساتھ اور ملنے کے معنی دیتا ہے
فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ تو بہک گئی اس کی قوم
اٰسَفُوْنَا بمعنی اَغْضَبُوْنَا غضبناک کیا انہوں نے ہم کو
سَلَفًا اگر مصدر تسلیم کیا جائے تو معنی میں ہے قدوۃ کے یعنی آنے والی نسلوں کے مقتدا ہیں کہ وہ ان کے مسلک پر چلتے ہیں اور اگر سَلَفًا کو جمع سالف بنایا جائے تو وہ آباء واقارب مراد ہیں جو پہلے گذر چکے سلف اس عمل صالح کو بھی کہتے ہیں جو تم آگے بھیج چکے ہو اور بیع سلم کو بھی سلف کہتے ہیں کیونکہ اس میں مبیع سے پہلے رقم حوالے کر دی جاتی ہے۔حاصل معنی گذری ہوئی کہانی۔
مَثَلًا۔عبرت۔

مختصر تفسیر اردو پانچواں ۵ رکوع سورۃ زخرف پ ۲۵

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔اور بیشک ہم ہی نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے معجزے (نشانیاں) دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے (ان لوگوں سے کہا) کہ میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔
موسیٰ علیہ السلام عمران کے بیٹے تھے اور عمران فرعون کا چیف منسٹر یا وزیر اعظم تھا۔آپ کی والدہ کا

نام جو عمران کی بیوی تھی یوحایا یوحانذ تھا۔ ولادت کا واقعہ آپ کا بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی طرح ہے اس کے زمانہ میں بھی منجموں کا زور تھا فن نجوم میں ایک سے بڑھ کر دوسرا نجومی کوس لمن الملک بجاتا تھا فالنامہ فرعون کا جو بنا اس میں انہوں نے خبر دی کہ اس سال میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو بظاہر بے سروسامان ہوگا اور بباطن اس کی قوت ایسی ہوگی کہ تیری سلطنت کو مع تیرے نیست و نابود کر دے گا۔

بیسویں پارہ میں مفصل واقعہ تو ہم لکھ چکے ہیں۔ یہاں مختصراً اتنا بتانے ہیں کہ جب فرعون نے نجومیوں سے خبر سنی کہ ہونے والا لڑکا میری ہلاکت کا موجب ہوگا تو اس نے ہر گھر پہ پہرے لگا دیے اور حکم دیدیا کہ لڑکا ہو تو فوراً قتل کر دیا جائے اور لڑکی ہو تو زندہ رکھی جائے۔ اس کو ہم نے نویں پارہ اور پہلے پاؤں میں بھی بیان کیا ہے۔ غرضکہ آپ کو ولادت کے بعد اللہ تعالے نے فرعون کے گھر میں پرورش کرایا گویا فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ۔ جو مشرکین کا اعتراض تھا اس کا جواب دیدیا کہ سونے چاندی میں رہنے والا پیغمبر بھی تم نے نہیں مانا اور موسیٰ علیہ السلام کی بھی مخالفت ہی کی جو فرعون کے گھر میں پرورش پائے اور سونے چاندی کو لات مار کر اعلاء کلمۃ الحق کے لیے اسی کے مقابل آئے اور آخر اسے غرقاب قلزم نیل کر کے چھوڑا۔

تو اسباب ظاہری کی قوتوں کے ساتھ جو نبی آیا اس کو بھی تم نے کب مانا جیسا کہ پہلے رکوع میں تذکرہ آچکا ہے اسی کے ربط کے مطابق یہاں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس آیت سے فرمایا گیا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ آگے ارشاد ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ۔ تو پھر جب ان کے پاس ہمارے معجزات (نشانیاں) لے کر تشریف لائے تو فرعون موسیٰ علیہ السلام کا استہزاء کرنے لگ گئے۔

حالانکہ آپ دنیاوی سلطنت کے بھی مالک تھے جتنی کہ فرعون کے یہاں اس کے متبنٰی رہے تو معلوم ہوا کہ مشرکین کے اعتراضات محض لغو اور باد رہوا تھے۔ وہ نہ اسباب دنیا کے ماتحت جھکنے کو تیار تھے اور نہ باطنی قوتوں کے آگے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ اور نہیں دکھلاتے ہم کوئی نشانی مگر پہلے سے بڑی ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب سے پکڑا شاید کہ وہ لوٹ آئیں۔

جو نشانیاں کہ آپ کو عطا کی گئیں وہ دلائل نبوت سے تھیں اور ہر نشانی پہلی نشانی سے بڑھ کر تھی اور ایسی ہی نشان عذاب کی تھی کہ پہلے طوفان آیا پھر ٹیڑیاں آئیں پھر جوؤں نے انہیں کھایا پھر مینڈک

مسلط ہوئے پھر عون پر سا۔ یہ آیات مفصلات الٰہی شان کی تھیں کہ ہر عذاب پہلے عذاب سے بڑھ کر تھا مگر ان کے استکبار اور خود سری نے ان کو ہدایت پر نہ آنے دیا اس لیے کہ وہ قوم مجرم ہی تھی اور ایسے مجرم تھی کہ بجائے اتباع کرنے اور جھکنے کے ایک پیغمبر جلیل القدر کے مقابلے میں بولے جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ۔ اور وہ اپنی ہٹ دھرمی میں بولے اے جادوگر مانگ ہمارے لیے اپنے رب سے جس کا تیرے پاس وعدہ ہے بیشک ہم ہدایت پر ہیں۔

یہ قوم فرعون کی جماعت میں قبطی کہلاتی تھی اور ان کی ضد و کد اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ اپنی گمراہی کو ہدایت کہتی تھی اور یہ جرأت تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہتی اور مطالبہ کرتی تھی کہ جس عذاب کا تیرے رب نے وعدہ کیا ہے وہ اپنے رب سے مانگ ہم یقیناً ہدایت یافتہ ہیں اور اس پر آیا ہوا عذاب اگر ان سے اٹھا دیا جاتا تو نقض عہد اور وعدہ خلافی پر آجاتے چنانچہ جب ان پر طوفان آیا اور اس میں غرق ہونے لگے تو موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اب ہم آپ کی مانیں گے یہ مصیبت ہم سے ٹلا دیجئے آپ نے دعا کی وہ طوفان فرو ہو گیا تو اس کے بعد وہی بد اطواری۔ بداعمالی۔ ناہنجاری پر آ گئے۔ آخر پھر عذاب آیا غرضکہ پانچ عذاب طوفان۔ جراد۔ قمل۔ ضفادع اور دم کی شکل میں آئے مگر یہ کبھی بھی شرارتوں سے باز نہ آئے چنانچہ ارشاد ہے۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ۝ پھر جب ہم نے ان سے عذاب اٹھا لیا تو وہ عہد شکنی پر اتر آئے۔

اور جو ان کا خدا بنا ہوا تھا اس نے بھی قوم سے کہا جس کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

وَنَادَى فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ اور فرعون نے اپنی قوم کو پکارا کہ اے میری قوم مصر کی سلطنت میرے ہاتھ میں ہے اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہتی ہیں میرے قبضہ میں ہیں تو کیا تم نہیں دیکھتے۔

تو اس کی نظر میں ملکیت مصر اور فراوانی انہار ہی سب سے بڑی قوت تھی اسی کو پیش کیا اور کہنے لگا

أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِنْ هَذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ۔ بھلا بتاؤ تو میں بہتر ہوں اس سے یا یہ جو ضعیف و ذلیل ہے اور بات بھی صاف نہیں کر سکتا۔

یہ اس طرف آسان تھا کہ سلطنت فرعونی کو آپ لات مار کر اعلائے کلمۃ الحق کے لیے باہر آ چکے تھے۔ اور ایک روز آپ فرعون کی گود میں تشریف فرما تھے تو یہ تعلیموں کی لینے لگا تو آپ نے اس کے

منہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے اس کا منہ پھر گیا تو اس نے کہا نجومیوں نے جس لڑکے کی خبر دی تھی وہ
یہی لڑکا ہے اور جلاد کو بلا کر قتل کا حکم دیا کہ حضرت آسیہ جو فرعون کی بیوی تھیں آ گئیں اور انہوں نے
سب کچھ سن کر فرعون سے کہا کہ تیری جیسی سلطنت ہو ویسا ہی طاقتور ولی عہد چاہیے اسے قتل نہ
کر بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور ارادہ قتل ترک کر دیا۔ لیکن اس کو شبہ رہا تو اس نے ایک طشت میں
یاقوت منگوائے اور ایک طشت آگ کے دہکتے انگاروں سے پر کر دیا اور کہا کہ اگر یہ بچہ ہے اور نا سمجھ
محض ہے تو اس کی عقل ایسے چمکتے ہوئے انگاروں کی طرف لے جائے گی اور اگر یہ نبی ہے تو اس کی عقل
اسے ہرگز آگ کی طرف نہیں جانے دے گی۔ اس لیے کہ نبی کی عقل ایام طفولیت میں بھی مکمل ہوتی ہے
چنانچہ آپ کو چھوڑا گیا۔ اور منجانب اللہ جبریل کو حکم ہوا کہ وہ آپ کے ہاتھ میں انگارہ دے دے۔
مختصر یہ کہ وہ آگ کا انگارہ جو آپ کے ہاتھ میں دے دیا گیا تھا وہ آپ نے زبان پر رکھ لیا اس سے
آپ کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی اسی کا تذکرہ ولا یکاد یبین میں ہے۔

جو لوگ اس لکنت کو نہیں مانتے اور غلط قرار دیتے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے کہ نبی میں جسمانی نقص پیدائشی
نہیں ہو سکتا لیکن عوارض کے ساتھ اگر نقص آ جائے تو اس کے مکمل ہونے میں کوئی تعارض نہیں ہو
سکتا جیسے حضور کے دندان مبارک احد میں شہید ہو گئے تو اس سے ان کے کمال تخلیق میں کوئی نقصان
نہیں ہے کیونکہ یہ عوارض خارجیہ سے ہے۔

ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کے کامل ہونے میں کوئی شک نہیں باقی عارضہ خارجی سے اگر آپ میں
لکنت آ گئی تو یہ نقص جسمانی نہیں کہلا سکتا۔ پھر فرعون نے مادہ پرستوں کو ایک چیز اور بھی سمجھائی ہو گی۔

فَلَوْلَآ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ۔ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَا
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ۔ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا
وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ۝

تو کیوں نہ ڈالے گئے ان پر کنگن سونے کے یا آتے ان کے ساتھ فرشتے جو ساتھ رہتے تو عقل کھو
دی اس کی قوم نے اور پیروی کی انہی فرعون کی بے شک وہ تھی قوم بے حکمی تو جب غضب ناک کیا ہمیں
تو بدلہ لیا ہم نے ان سے تو غرق کیا انہیں سب کو۔ تو کیا ہم نے انہیں افسانہ اور بنایا ان کو عبرت
پچھلوں کے لیے۔

آیت کریمہ میں فرعون کی ظاہر پرستی اور علل و اسباب کی خواہش ظاہر کی گئی اور بتایا کہ اس کی نظر
سونے کے کنگن اور ملائکہ کا علانیہ نزول دلیل صداقت نبوت ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سونے کے

لگن متاع دنیا کے ملنے اور نزول ملائکہ یہ عام نظروں میں ناممکن تھا اس لیے کہ ملائکہ اجسام نوری رکھتے ہیں اور اس مادی نظروں میں نظر آنا محال ہے تو ملائکہ انہیں کیونکر نظر آسکتے تھے مگر قوم قبط جو فرعون کی تابعدار تھی وہ عقل کی اوچھی اور دماغ کی اوندھی تھی اس نے فرعون کی ان باتوں کے کہ تم گئے اپنی عقل کو بالائے طاق رکھ دیا اور اتنی خفیف ہوئی کہ اس کی پیروی میں گردن جھکا دی الحد جب قانونی اور بے حکمی زیادہ میں انہیں فاسق کہا جاتا ہے۔

اور فاسق اس جگہ اصطلاح قرآنی میں کافر کے معنی میں مستعمل ہیں اسی لیے فرمایا کہ جب اس قوم نے خلاف عقل و خرد اس کے دلائل مانے اور ہمیں غضب ناک کیا تو ہم نے ان کے انحراف کا ایسا بدلہ لیا کہ سب کو غرق قلزم نیل کر دیا اور ان کے واقعات کہانی بنا کر پچھلوں کے لیے عبرت دلانے والے کر دیے اور یہی طریقہ سنت الٰہیہ میں ہر باغی طاغی کے انجام میں جاری ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چھٹا رکوع سورۃ زخرف پ ۲۵

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝	اور جب مثال بیان کی جائے ابن مریم کی تو جبھی تمہاری قوم اس سے رکتی ہے۔
وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝	اور بولے کیا ہمارے خدا بہتر ہیں یا وہ انہوں نے نہ کہا آپ کو مگر نرے جھگڑے کے لیے۔ بلکہ وہ قوم جھگڑالو ہے۔
إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ۝	وہ تو نہیں مگر ایک بندے جس پر ہم نے انعام فرمایا اور کیا ہم نے اسے مثال بنی اسرائیل کیلیے۔
وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝	اور اگر ہم چاہتے تو ضرور کر دیتے ہم تمہاری جگہ فرشتے کہ وہ زمین پر بستے۔
وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝	اور بے شک عیسیٰ قیامت کے لیے خبر ہیں تو نہ شک کرو اس سے اور پیروی کرو میری یہ سیدھا راستہ ہے۔
وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ	اور نہ روک دے تمہیں شیطان بیشک وہ تمہارا

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

کھلا دشمن ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝

اور جب آئے عیسیٰ روشن نشانیوں کے ساتھ تو فرمایا بے شک میں لایا ہوں تمہارے پاس حکمت تاکہ روشن کر دوں تمہارے لیے بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

بے شک اللہ وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی تو اسے پوجو یہ ہے مضبوط سیدھی راہ۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۝

تو اختلاف کیا جماعتوں نے آپس میں تو خرابی ہے ان کی جنہوں نے ظلم کیا عذاب سے دردناک دن سے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

کیا انتظار ہے انہیں مگر قیامت کا یہ کہ آجائے ان پر اچانک اور وہ بے خبر ہوں گے۔

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝

یہ گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	لَمَّا۔ جب	ضُرِبَ۔ بیان کی گئی	اِبْنُ۔ بیٹے
مَرْيَمَ۔ مریم کی	مَثَلًا۔ مثال	اِذَا۔ تو ناگہاں	قَوْمُكَ۔ تیری قوم
مِنْهُ۔ اس سے	يَصِدُّوْنَ۔ رکتی ہے	وَ۔ اور	قَالُوْا۔ بولے
ءَ۔ کیا	اٰلِهَتُنَا۔ ہمارے خدا	خَيْرٌ۔ بہتر ہیں	اَمْ۔ یا
هُوَ۔ وہ	مَا۔ نہیں	ضَرَبُوْهُ۔ بیان کرنے اسکو	لَكَ۔ تیرے لیے
اِلَّا۔ مگر	جَدَلًا۔ جھگڑا	بَلْ۔ بلکہ	هُمْ۔ وہ
قَوْمٌ۔ قوم ہیں	خَصِمُوْنَ۔ جھگڑالو	اِنْ۔ نہیں	هُوَ۔ وہ

اِلَّا ۔ مگر   عَبْدٌ ۔ ایک بندہ کہ   اَنْعَمْنَا ۔ انعام کیا ہم نے   عَلَیْہِ ۔ اس پر

وَ ۔ اور   جَعَلْنٰہُ ۔ بنایا ہم نے اسکو   مَثَلًا ۔ مثال   لِّبَنِیْٓ ۔ واسطے اولاد

اِسْرَآءِیْلَ ۔ اسرائیل کے   وَ ۔ اور   لَوْ ۔ اگر   نَشَآءُ ۔ ہم چاہیں

لَجَعَلْنَا ۔ تو بنائیں   مِنْکُمْ ۔ تم میں سے   مَّلٰٓئِکَۃً ۔ فرشتے   فِی ۔ بیچ

الْاَرْضِ ۔ زمین کے   یَخْلُفُوْنَ ۔ بستے   وَ ۔ اور   اِنَّہٗ ۔ بیشک وہ

لَعِلْمٌ ۔ نشانی ہے   لِّلسَّاعَۃِ ۔ قیامت کی   فَلَا ۔ تو نہ   تَمْتَرُنَّ ۔ شک کرو

بِہَا ۔ اس میں   وَ ۔ اور   اتَّبِعُوْنِ ۔ پیروی کرو میری   ھٰذَا ۔ یہ ہے

صِرَاطٌ ۔ راہ   مُّسْتَقِیْمٌ ۔ سیدھی   وَ ۔ اور   لَا ۔ نہ

یَصُدَّنَّکُمُ ۔ روکے تم کو   الشَّیْطٰنُ ۔ شیطان   اِنَّہٗ ۔ بیشک وہ   لَکُمْ ۔ تمہارا

عَدُوٌّ ۔ دشمن ہے   مُّبِیْنٌ ۔ کھلا   وَ ۔ اور   لَمَّا ۔ جب

جَآءَ ۔ لائے   عِیْسٰی ۔ عیسی   بِالْبَیِّنٰتِ ۔ نشانیاں   قَالَ ۔ تو فرمایا

قَدْ ۔ بیشک   جِئْتُکُمْ ۔ لایا ہوں میں تمہارے پاس   بِالْحِکْمَۃِ ۔ حکمت   وَ ۔ اور

لِاُبَیِّنَ ۔ تاکہ بیان کروں میں   لَکُمْ ۔ تمہارے لیے   بَعْضَ ۔ بعض

الَّذِیْ ۔ وہ چیزیں کہ تم   تَخْتَلِفُوْنَ ۔ اختلاف کرتے ہو   فِیْہِ ۔ اس میں   فَاتَّقُوا ۔ تو ڈرو

اللّٰہَ ۔ اللہ سے   وَ ۔ اور   اَطِیْعُوْنِ ۔ کہا مانو میرا   اِنَّ ۔ بیشک

اللّٰہَ ۔ اللہ   ھُوَ ۔ وہی ہے   رَبِّیْ ۔ میرا رب   وَ ۔ اور

رَبُّکُمْ ۔ تمہارا رب   فَاعْبُدُوْ ۔ تو عبادت کرو   ہُ ۔ اسی کی   ھٰذَا ۔ یہ ہے

صِرَاطٌ ۔ راہ   مُّسْتَقِیْمٌ ۔ سیدھی   فَاخْتَلَفَ ۔ تو اختلاف کیا   الْاَحْزَابُ ۔ جماعتوں نے

مِنْۢ بَیْنِہِمْ ۔ ان میں سے   فَوَیْلٌ ۔ تو خرابی ہے   لِّلَّذِیْنَ ۔ ان کو جو   ظَلَمُوْا ۔ ظالم ہیں

مِنْ عَذَابِ ۔ عذاب سے   یَوْمٍ ۔ دن   اَلِیْمٍ ۔ دردناک ہے   ھَلْ ۔ نہیں

یَنْظُرُوْنَ ۔ انتظار کرتے   اِلَّا ۔ مگر   السَّاعَۃَ ۔ قیامت کا   اَنْ ۔ یہ کہ

تَاْتِیَہُمْ ۔ آ جائے انکے پاس   بَغْتَۃً ۔ اچانک   وَّ ۔ اور   ھُمْ ۔ وہ

لَا ۔ نہ   یَشْعُرُوْنَ ۔ سمجھتے ہوں   اَلْاَخِلَّآءُ ۔ دوست   یَوْمَئِذٍۭ ۔ اس دن

بَعْضُہُمْ ۔ بعض انکے   لِبَعْضٍ ۔ واسطے بعض کے   عَدُوٌّ ۔ دشمن ہیں   اِلَّا ۔ مگر

الْمُتَّقِیْنَ ۔ پرہیزگار لوگ۔

حلِ لغاتِ نادرہ

ضُرِبَ ضرب سے ہے اور ضرب کہتے ہیں مارنے کو تو چونکہ مثال بھی دی جاتی ہے تو محاورہ عرب میں اس کے معنی ہوں گے وَلَمَّا ذُکِرَ یعنی جب ذکر کیا گیا ابن مریم کا مثال میں۔
یَصِدُّوْنَ پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تو قبول حق سے اعراض کرتے ہوئے مشرکین نے قہقہہ لگایا اور اپنے اعراض پر قائم رہتے ہوئے استہزا اس قول پر کرنا علامہ آلوسی دوسرا قول لکھتے ہیں وَیَجُوْزُ اَنْ یَکُوْنَ اور ایک قول میں یَصِدُّوْنَ کے معنی یَضِجُّوْنَ کے ہیں یعنی خوشی اور ہنسی میں مبالغہ کرتے اور اونچی آواز سے ہنستے۔
اِلَّا جَدَلًا جدل مفعول لہ ہے مَاضَرَبُوْا کا گویا یہ معنی ہوئے کہ مَاضَرَبُوْہُ لَکَ ذٰلِکَ الْمَثَلَ اِلَّا لِاَجْلِ الْجِدَالِ وَالْخِصَامِ۔
فَلَا تَمْتَرُنَّ۔ لَاتَمْتَرُنَّ لیا گیا ہے مریۃ سے اور مریۃ کہتے ہیں شک کو تو حاصل معنی یہ بنے کہ نہ شک کرو اس پر۔
اِنْ هُوَ۔ میں اِنْ نافیہ ہے جس کے معنی بنیں گے "نہیں" تو خلاصہ کیا ہوا نہیں وہ مگر بندے۔
بَغْتَۃً یہ بدل ہے ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَۃَ کا بدل ہے بغتۃً اچانک کے معنی میں مستعمل ہے۔
اَلْاَخِلَّاءُ۔ الاخلاء جمع ہے خلیل کی جس طرح اصحاء جمع ہے صحیح کی اور اخلاء خلیل کی خلیل کہتے ہیں دوست کو مشتق ہے خلت سے بمعنی محبت۔

مختصر تفسیر اردو چھٹا رکوع سورۃ زخرف پ ۲۵

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُکَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ۔ اور جب ابن مریم کو مثال میں پیش کیا جائے تو جبھی تمہاری قوم استہزاء کرنے لگتی ہے۔
عربی محاورہ میں یَصِدُّوْنَ کے معنی بدنیت۔ ردّ واستخفاف دعویٰ و استہزاء کرنے کو کہتے ہیں تو مشرکین مکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق استہزاء کرتے تھے اور قرآن کریم میں دوسری جگہ جو ارشاد ہے اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ جس کا مقصد یہ ہے کہ پوجنے والے جو پتھر لکڑی

چاند سورج ستاروں کے ہیں وہ بیجان کے پجاری ہیں اور جنہیں پوجتے ہیں وہ بے جان ہیں اسی بنا پر بلاغت قرآنی اس امر کو واضح کر رہی ہے کہ وَمَنْ تَعْبُدُوْنَ نہیں کہا بلکہ مَا تَعْبُدُوْنَ کہا۔ مَا عربی میں بے جان جماد کے لیے استعمال ہوتا ہے اور مَنْ ذی روح کے لیے مگر باوجود اس کے کہ یہ نزاکت زبان اور خوبی سے واقف تھے اپنی ہٹ دھرمی میں آ کر اعتراض کر بیٹھے۔

چنانچہ عبداللہ بن زبعری نے جب آیت کریمہ سنی تو حضور سے عرض کیا حضور کیا یہ ہمارے اور ہمارے معبودوں کے ہی لیے ہے یا ہر امت اور گروہ کے لیے ہے تو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے اور تمہارے معبودوں کے لیے ہے اور سب امتوں کے لیے بھی۔

اس پر ابن زبعری نے کہا کہ آپ کے نزدیک عیسیٰ بن مریم نبی ہیں اور ان کی اور ان کی والدہ کی تعریف کرتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ نصاریٰ ان دونوں کو پوجتے ہیں اور حضرت عزیر اور فرشتے بھی پوجے جاتے ہیں یعنی یہود وغیرہ ان کو پوجتے ہیں تو اگر یہ حضرات معاذاللہ جہنم میں ہوں تو ہم راضی ہیں کہ ہم اور ہمارے معبود بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔

یہ سن کر کفار خوب ہنسے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ الآیہ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب ابن زبعری نے اپنے معبودوں کے لیے حضرت عیسیٰ کی مثال پیش کی اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کیا کہ نصاریٰ انہیں پوجتے ہیں تو قریش نے اس بات پر استہزاء کیا اور کہنے لگے جس کا تذکرہ آگے ہے۔

وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَیْرٌ اَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ۔ اور کافر بولے ہمارے بت بہتر ہیں یا عیسیٰ۔ نہیں کہا انہوں نے اس کو جھگڑے کے لیے بلکہ وہ قوم جھگڑالو ہی تھی یعنی جان بوجھ کر انہوں نے یہ اعتراض کیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وَمَا تَعْبُدُوْنَ جو آیا ہے اس میں غیر ذی روح جماد محض داخل ہے نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اس لیے قرآن کریم نے جنہیں حَصَبُ جَهَنَّمَ کہا ہے وہ غیر ذی روح پتھر کے بت ہیں اور اس میں ذی روح داخل نہیں مگر اپنی کج بحثی اور عناد کی بنا پر زبان کی بلاغت کو چھوڑتے ہوئے انہوں نے استہزاءً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم اور ملائکہ بھی لے لیے اور کہا کہ ہمارے بت تو پتھر کے ہیں اگر وہ جہنم میں جائیں بھی تو انہیں کیا تکلیف ہوگی برخلاف عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کے کہ انہیں آگ سے تکلیف ہوگی تو یہ ثابا کہ ہمارے معبود بہتر ہے برخلاف نصاریٰ کے معبودوں کے کہ انہیں تکلیف ہوگی۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ جہنم کے ایندھن بت ہوں گے نہ کہ یہ لوگ مگر یہ بات انہوں نے محض جھگڑے کے لیے کی اور حقیقت پہ پردہ ڈالا اور وہ تھے بھی جھگڑالو۔ آگے ارشاد ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

منصب اور مرتبہ ظاہر فرمایا حیث قال۔

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۔ وہ تو نہیں مگر ایک بندہ جس پر ہم نے احسان فرمایا اور کیا ہم نے اس کو عجیب و غریب مثال بنی اسرائیل کے لیے اور اگر ہم چاہتے تو کر دیتے تمہاری جگہ فرشتے زمین میں کہ وہ بستے۔

یہ اس میں یہ فرمایا گیا جو کسی شاعر نے کہا ہے ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

تو فرشتے بسا کر اللہ تعالے اپنی عبادت کراتا مگر مقصد خلق انسانی یہی تھا کہ بندے انسانی مخلوق میں عبادتِ الٰہی کریں آگے ارشاد ہے

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۔ اور وہ عیسٰی علیہ السلام خبر ہیں قیامت کی تو شک نہ کرو اس پر اور پیروی کرو یہی میرا راستہ سیدھا مضبوط ہے۔

اس آیت کریمہ میں نہایت نفیس طریقہ پر نزول عیسٰی کی خبر دی اور بتایا کہ وہ زندہ آسمان پر تشریف لے جا کر قرب قیامت میں نازل ہوں گے اور وہ قیامت کی خبر ہوں گے اس میں شک کرنا مومن کا کام نہیں بلکہ حکم دیا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ میرے احکام کی پیروی کرو یہی میرا سیدھا مضبوط راستہ ہے۔ اور نزول عیسٰی علیہ السلام کے بعد ہی قیامت کا آنا ہے اس پر یقین رکھو مگر بجائے یقین رکھنے کے جماعتیں شک میں پڑ گئیں۔

کسی نے کہا وہ آسمان پہ گئے ہی نہیں۔

کسی نے کہا ان کا نزول ہی نہ ہوگا

اور کسی نے ان کی قبر بھی کشمیر کے محلہ خانیار میں بنا کر رکھ دی۔

اسی کی طرف اشارہ فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔ اور اس اعتقاد سے تمہیں شیطان نہ روکے وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

یعنی اسلامی اعتقادیات میں شک و شبہ پیدا کر کے توسوس شیطانی سے انسان گمراہ ہوتا ہے اور وہ حقیقتاً انسان کے لیے عدو مبین ہے چنانچہ ارشاد ہوا کہ اس توسوس شیطانی سے جماعتوں میں اختلاف پیدا ہوئے حیث قال

وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۔ اور جب آئے عیسٰی روشن دلائل کے ساتھ فرمایا بیشک میں لایا ہوں تمہارے پاس حکمت اور اس لیے کہ ظاہر کردوں میں تم پر بعض وہ امور جس میں اختلاف کرتے تو ڈرو اللہ سے اور پیروی کرو میری یعنی بعد رفع عیسٰی علیہ السلام کسی نے انہیں خدا مانا کسی نے خدا کا بیٹا اور حضرت مریم کو خدا کی بیوی ایسے ہی کسی نے ان کے رفع الی السماء کا انکار کیا۔

غرضکہ ان تمام اختلافیات کو حضرت عیسٰی علیہ السلام اول ہی ظاہر فرما گئے تھے اور صراط مستقیم پر قائم رہنے اور آپ کا اتباع کرنے کی ہدایت کر گئے تھے مگر ایسا نہ ہوا بلکہ

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔ پھر وہ جماعتیں آپس میں مختلف ہو گئیں تو خرابی ہے ان کو جنہوں نے ظلم کیا دردناک عذاب والے دن سے ۔ کیا انتظار کر رہے ہیں مگر قیامت کا یہ کہ آ جائے ان پر اچانک اور ان کو شعور بھی نہ ہو۔

یعنی یہ اختلاف میں پڑنے والی جماعتیں آج انکار کر لیں جیسے چاہیں کھینچ تان کر عیسٰی علیہ السلام کو خدا خدا کا بیٹا بنا دیں ۔ نزول ور فع کا انکار کرتے رہیں قیامت جب آ جائے گی تو انہیں اس دردناک عذاب میں مبتلا ہونے کے وقت افسوس کرنا پڑے گا اور اس دن گرم جوش دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور آپس میں ملامت کریں گے آگے ارشاد ہے۔

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۔ گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار

اس لیے گمراہوں کی جماعتوں میں جو اتحاد ہوتا ہے وہ بر بنائے گمراہی ہوتا ہے اور اسی وجہ سے جو اس گمراہی کا نتیجہ دیکھیں گے تو آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے برخلاف نیکوکار، پرہیزگار متقیوں کے کہ وہ وہاں بھی آپس میں افراط محبت سے پیش آئیں گے اور ایک دوسرے کو مبارکباد یاں پیش کریں گے۔

بامحاورہ ترجمہ ساتواں رکوع سورۃ زخرف پ ۲۵

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ — مومنین سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو آج

وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝

کے دن تمہیں کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝

وہ لوگ جو ایمان لائے ہماری آیتوں پر اور تھے وہ مسلمان۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝

داخل ہو تم باغیچوں میں اور تمہاری بیبیاں اور تم خاطر کیے جاؤگے۔

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَّفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

گشت کرائے جائیں گے ان کے اوپر سونے کے پیالوں اور جاموں سے اور اس میں ہے جو تمہارا جی چاہے اور آنکھیں لذت پکڑیں اور تم رہوگے اس میں ہمیشہ ہمیش۔

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث ہوئے اس کے بدلے جو تم عمل کرتے رہے۔

لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝

تمہارے لیے اس جنت میں پھل ہوں گے بہت سے اور اسی سے کھاؤگے۔

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝

بے شک مجرم کافر جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہینگے۔

لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝

وہ عذاب ان سے ہلکا نہ ہوگا اور وہ اس میں مایوس ہوں گے۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ تھے اپنی جانوں پر ظلم کرتے۔

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝

اور پکاریں گے وہ اے مالک جہنم اپنے رب سے عرض کر کہ ہمیں موت دے تو وہ مالک کہے گا کہ تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔

لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝

بے شک لائے ہم تمہارے پاس حق لیکن اکثر تمہارے حق سے کراہت کرتے رہے۔

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۝

کیا انہوں نے اپنے خیال میں کوئی کام پکا کر لیا ہے تو ہم بھی اپنا کام پکا کرنے والے ہیں۔

أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ
بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ۝

کیا وہ اس گمان میں ہیں کہ ہم نہیں سنتے ان کی خفیہ باتیں اور مشورہ کیوں نہیں حالانکہ ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کے پاس لکھتے ہیں۔

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ
الْعٰبِدِينَ ۝

اے محبوب فرمایئے اگر ہوتا اللہ کے لیے لڑکا تو سب سے پہلے میں پوجتا۔

سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝

پاک ہے وہ ذات جو رب سما وارض ہے اور رب عرش ہے ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى
يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝

تو چھوڑ دو انہیں کہ بکواس کرتے رہیں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ ملیں اس دن کو جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ
إِلٰهٌ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝

اور وہ ذات ہے جو آسمان کا خدا ہے اور زمین والوں کا خدا ہے اور حکمت والا جاننے والا ہے۔

وَتَبٰرَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ
وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

اور برکت والا ہے وہ جس کے لیے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی ہے اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹو گے۔

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ
دُونِهِ الشَّفٰعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ
وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝

اور نہیں مالک ہیں وہ جنہیں پوجتے ہیں اس کے سوا شفاعت کے مگر جو گواہی دے حق کی اور وہ جانتے ہیں۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ
اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ۝

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا انہیں تو ضرور کہیں گے کہ اس کا پیدا کرنے والا اللہ ہے تو کہاں بہک رہے ہیں۔

وَقِيلِهِ يٰرَبِّ إِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ
لَا يُؤْمِنُونَ ۝

اور ان کا فرمانا کہ اے میرے رب بیشک یہ وہ قوم ہے جو ایمان نہیں لائے گی۔

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ

تو ان سے درگذر کرو اور فرماؤ کہ بس سلام، تو

تَعْلَمُوْنَ ۵ عنقریب جان لیں گے۔

لفظی ترجمہ

یَا۔ اے	عِبَادِ۔ میرے بندو	لَا۔ نہیں	خَوْفٌ۔ خوف
عَلَیْکُمُ۔ تم پر	اَلْیَوْمَ۔ آج	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
اَنْتُمْ۔ تم	تَحْزَنُوْنَ۔ غمگین ہوگے	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے
بِاٰیٰتِنَا۔ ہماری آیتوں پر	وَ۔ اور	کَانُوْا۔ تھے	مُسْلِمِیْنَ۔ فرمانبردار
اُدْخُلُوا۔ داخل ہو جاؤ	اَلْجَنَّةَ۔ جنت میں	اَنْتُمْ۔ تم	وَ۔ اور
اَزْوَاجُکُمْ۔ تمہاری بیویاں	تُحْبَرُوْنَ۔ خاطر میں کیے جاؤ گے		یُطَافُ۔ پھیرے جائینگے
عَلَیْهِمْ۔ ان پر	بِصِحَافٍ۔ آبخورے	مِّنْ ذَهَبٍ۔ سونے کے	وَ۔ اور
اَکْوَابٍ۔ جام	وَ۔ اور	فِیْهَا۔ اس میں	مَا۔ وہ ہے جو
تَشْتَهِیْهِ۔ چاہیں	الْاَنْفُسُ۔ نفس	وَ۔ اور	تَلَذُّ۔ لذت پائیں
الْاَعْیُنُ۔ آنکھیں	وَ۔ اور	اَنْتُمْ۔ تم	فِیْهَا۔ اس میں
خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہو گے	وَ۔ اور	تِلْکَ۔ یہ	الْجَنَّةُ۔ جنت ہے
الَّتِیْ۔ جو	اُوْرِثْتُمُوْ۔ وارث بنائے گئے تم	هَا۔ اس کے	بِمَا۔ بدلہ اس کا جو
کُنْتُمْ۔ تھے تم	تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے	لَکُمْ۔ تمہارے لیے	فِیْهَا۔ اس میں
فَاکِهَةٌ۔ پھل ہیں	کَثِیْرَةٌ۔ بہت	مِّنْهَا۔ اس سے	تَاْکُلُوْنَ۔ تم کھاؤ گے
اِنَّ۔ بے شک	الْمُجْرِمِیْنَ۔ مجرم	فِیْ۔ بیچ	عَذَابِ۔ عذاب
جَهَنَّمَ۔ دوزخ کے	خٰلِدُوْنَ۔ ہمیشہ رہینگے	لَا۔ نہ	یُفَتَّرُ۔ کم کیا جائے
عَنْهُمْ۔ ان سے	وَ۔ اور	هُمْ۔ وہ	فِیْهِ۔ اس میں
مُبْلِسُوْنَ۔ ناامید ہونگے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	ظَلَمْنَا۔ ظلم کیا ہم نے
هُمْ۔ ان پر	وَ۔ اور	لٰکِنْ۔ لیکن	کَانُوْا۔ تھے وہ
هُمُ۔ خود ہی	الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالم	وَ۔ اور	نَادَوْا۔ پکاریں گے
یَا۔ اے	مٰلِکُ۔ مالک	لِیَقْضِ۔ چاہیے کہ فیصلہ کرے	عَلَیْنَا۔ ہم پر

رَبُّكَ - تیرا رب	قَالَ - کہیگا	اِنَّكُمْ - بیشک	مٰكِثُوْنَ - ٹھہرنے والے ہو
لَقَدْ - بیشک	جِئْنٰكُمْ - لائے ہم تمہارے پاس		بِالْحَقِّ - حق
وَ - اور	لٰكِنَّ - لیکن	اَكْثَرَ - اکثر	كُمْ - تم میں سے
لِلْحَقِّ - حق کو	كٰرِهُوْنَ - ناپسند کرتے ہیں	اَمْ - کیا	اَبْرَمُوْا - پکا ارادہ کر چکے ہیں وہ
اَمْرًا - کسی کام کا	فَاِنَّا - تو ہم بھی	مُبْرِمُوْنَ - ارادہ کر چکے ہیں	اَمْ - کیا
يَحْسَبُوْنَ - خیال کرتے ہیں	اَنَّا - کہ ہم	لَا - نہیں	نَسْمَعُ - سنتے
سِرَّ - پوشیدہ باتیں	هُمْ - ان کی	وَ - اور	نَجْوٰهُمْ - مشورے انکے
بَلٰى - کیوں نہیں	وَ - اور	رُسُلُنَا - ہمارے فرشتے	لَدَيْهِمْ - انکے پاس
يَكْتُبُوْنَ - لکھتے ہیں	قُلْ - کہہ	اِنْ - اگر	كَانَ - ہوتا
لِلرَّحْمٰنِ - رحمان کا	وَلَدٌ - کوئی بیٹا	فَاَنَا - تو میں	اَوَّلُ - سب سے پہلے
الْعٰبِدِيْنَ - عبادت کرنا	سُبْحٰنَ - پاک ہے	رَبِّ - رب	السَّمٰوٰتِ - آسمانوں کا
وَ - اور	الْاَرْضِ - زمین کا	رَبِّ - رب	الْعَرْشِ - عرش کا
عَمَّا - اس سے جو	يَصِفُوْنَ - بتاتے ہو	فَذَرْ - تو چھوڑ	هُمْ - ان کو
يَخُوْضُوْا - بحث کریں	وَ - اور	يَلْعَبُوْا - کھیلیں	حَتّٰى - یہانتک کہ
يُلٰقُوْا - ملیں	يَوْمَهُمُ - اپنے دن	الَّذِيْ - اس کو جو	يُوْعَدُوْنَ - وعدہ دیے جاتے ہیں
وَ - اور	هُوَ - وہ	الَّذِيْ - وہ ہے جو	فِيْ - بیچ
السَّمَآءِ - آسمانوں کے	اِلٰهٌ - خدا ہے	وَ - اور	فِيْ - بیچ
الْاَرْضِ - زمین کے	اِلٰهٌ - خدا ہے	وَ - اور	هُوَ - وہ
الْحَكِيْمُ - حکمت والا	الْعَلِيْمُ - جاننے والا ہے	وَ - اور	تَبٰرَكَ - برکت والا ہے
الَّذِيْ - وہ	لَهٗ - کہ اسکی	مُلْكُ - بادشاہی ہے	السَّمٰوٰتِ - آسمانوں
وَ - اور	الْاَرْضِ - زمین میں	وَ - اور	مَا - جو
بَيْنَهُمَا - انکے درمیان ہے	وَ - اور	عِنْدَهٗ - اسی کے پاس ہے	عِلْمُ - علم
السَّاعَةِ - قیامت کا	وَ - اور	اِلَيْهِ - اسی کی طرف	تُرْجَعُوْنَ - پھیرے جاؤ گے تم
وَ - اور	لَا - نہیں	يَمْلِكُ - مالک ہیں	الَّذِيْنَ - وہ جو
يَدْعُوْنَ - پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖ - اسکے سوا	الشَّفَاعَةَ - شفاعت کے	اِلَّا - مگر

مَنْ۔ جو	شَہِدَ۔ گواہی دے	بِالْحَقِّ۔ حق کی	وَ۔ اور
ھُوَ۔ وہ	یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے ہیں	وَ۔ اور	لَئِنْ۔ اگر
سَاَلْتَہُمْ۔ تو ان سے پوچھے	مَنْ۔ کس نے	خَلَقَہُمْ۔ پیدا کیا انکو تو	لَیَقُوْلُنَّ۔ کہیں گے
اللّٰہُ۔ اللہ نے	فَاَنّٰی۔ تو کہاں	یُؤْفَکُوْنَ۔ بہک رہے ہو	وَ۔ اور
قِیْلِہٖ۔ اس کا کہنا	یَا۔ اے	رَبِّ۔ میرے رب	اِنَّ۔ بیشک
ھٰٓؤُلَآءِ۔ یہ	قَوْمٌ۔ قوم جو	لَا۔ نہیں	یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے
فَاصْفَحْ۔ تو درگذر کر	عَنْہُمْ۔ ان سے	وَ۔ اور	قُلْ۔ کہہ
سَلٰمٌ۔ سلام ہو	فَسَوْفَ۔ پھر جلدی	یَعْلَمُوْنَ۔ جانیں گے	

حلِّ لُغاتِ نادِرہ

تُحْبَرُوْنَ حَبرہ سے مشتق ہے حسن ہیئت اور اکرام بلیغ کو کہتے ہیں، حاصل معنی تواضع یا احترام کیے گئے وہ۔

صِحَاف جمع صحفہ ہے بمعنی بڑا پیالہ

اَکْوَاب جمع کوب ہے بمعنی بے دستے کے آبخورے یعنی جام

لَا یُفَتَّرُ۔ اَیْ لَا یُخَفَّفُ یعنی نہیں ہلکا کیا جائے گا

مُبْلِسُوْنَ ماخوذ از بلس بمعنی ناامید خاموش اور مایوس۔

لِیَقْضِ۔ اَیْ لِیُمِتْ

اَبْرَمُوْا۔ ابرام سے ماخوذ ہے جس کے معنی کسی چیز کے مضبوط اور مستحکم کرنے کو کہتے ہیں

یُؤْفَکُوْنَ انہونی بات کے پیچھے لگنا۔ بہکنا

وَقِیْلِہٖ۔ قول مصدر کی طرح ہے بمعنی فرمودہ۔ ارشاد پیغمبر

فَاصْفَحْ درگذر کرنا

مختصر تفسیر اردو چھیاسٹھواں رکوع سورۃ زخرف پ۲۵

یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا مُسْلِمِیْنَ اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ تُحْبَرُوْنَ ۔ یُطَافُ عَلَیْہِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَہَبٍ وَّاَکْوَابٍ وَفِیْہَا مَا تَشْتَہِیْہِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ وَاَنْتُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ ۝

(اور ان سے کہا جائے گا) اے ہمارے بندو آج تم کو کسی طرح کا خوف نہیں ہے اور نہ تم کسی طرح پر آزردہ خاطر غمگین ہو گے یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور ہمارے فرمانبردار رہے ہم ان سے فرماویں گے کہ تم اور تمہاری بیویاں عزت و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ان پر سونے کی پیالیاں اور رکابیوں کا دور چلے گا اور جس چیز کو ان کا جی چاہے اور جو ان کی نظر میں بھلی معلوم ہو بہشت میں ان کے لیے موجود ہو گی (اور ان کو مژدہ سنا دیا جائے گا) کہ تم ہمیشہ ہمیش یہیں رہو گے۔

شروع رکوع یٰعِبَادِ سے ہے اس پر علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ حِکَایَۃٌ لِّمَا یُنَادٰی بِہِ الْمُتَّقُوْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ تَعَالٰی یَوْمَئِذٍ فَہُوَ بِتَقْدِیْرِ قَوْلٍ اَیْ فَیُقَالُ لَہُمْ یَا عِبَادِیَ الخ اَوْ فَاَقُوْلُ لَہُمْ بِنَاءً عَلٰی اَنَّ الْمُنَادِیَ ہُوَ اللّٰہُ تَعَالٰی تَشْرِیْفًا لَّہُمْ۔ خلاصہ یہ کہ وہ بندے جو ایمان کے زیور سے آراستہ ہیں ان کو یہ ارشاد ہو گا۔ یٰعِبَادِ الخ اس کے یہ معنی ہیں اے میرے بندو اس میں یُقَالُ یا اَقُوْلُ یعنی کہا جائے گا یا میں کہوں گا مقدر ہے۔ اس کے بعد آیت کریمہ کا مفہوم واضح ہے کہ انہیں بشارت دی جائے گی کہ آج تمہیں خوف و حزن نہیں ہے تم ایماندار اور مسلمان تھے اس کے صلہ میں تم جنت میں جاؤ جہاں تمہارے اوپر سونے کے پیالوں اور جاموں کا دور ہو گا اور جو تم چاہو گے نعمتوں سے متمتع کیے جاؤ گے اور آنکھوں کو لذتیں ملیں گی یعنی حسن و جمال و حور و غلمان سے آنکھیں لذت لیں گی اور نعمتوں سے متمتع ہو گے

اور پھر دنیا کی طرح یہ نعمتیں نہیں کہ یہاں کی ہر نعمت کو زوال ہے۔ ہر فصل کو ہمیشگی نہیں۔ ظاہر ہے کہ آم کی فصل میں آم کھا سکتے ہو مگر جب فصل چلی گئی تو آم بھی دستیاب نہ ہو گا یہی حال دیگر میوہ جات و پھلوں کا ہے برخلاف جنت کی نعمتوں کے کہ وہ پابند فصل نہیں ہمیشہ۔ ہر وقت مَا تَشْتَہِیْ کے ماتحت بہت کچھ ملے گا حتیٰ کہ جو پھل جنتی کھانا چاہے گا اس کو اتنی زحمت بھی نہ ہو گی کہ وہ لٹکے اور درخت پر سے توڑے یا چھیلے اس کیفیت کو دوسری جگہ فرمائی گئی فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ قُطُوْفُہَا دَانِیَۃٌ بہشت بریں میں ہیں جسکے باغوں کے پھل ایسے جھکے ہوئے ہوں گے کہ چاہیں تو اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے توڑ لیں پھر جتنی نعمت اور جو جو نعمتیں

وہاں ملیں گی ان میں زوال کا خطرہ نہ ہوگا ہر نعمت ہمیشہ رہنے والی ہوگی ہر عیش ابدی ہوگا۔ اور ان کو دوسری بشارت یہ دی گئی اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ عزت دی گئی ہے تمہیں۔

تیسری بشارت یہ ہے يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ الخ سونے کے پیالے اور جام تم پر دور کریں گے جن میں نعمتہائے گوناگون تمہیں ملیں گی اور سب سے بڑی بشارت یہ ہے کہ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اس میں داخل ہونے کے بعد نکالے نہیں جاؤ گے۔ وہاں داخل ہونے کے بعد نہ بیماری نہ کمزوری اور نہ کسی چیز کے حاصل کرنے کی فکر ہر شئے تمہارے اشتہاء نفس کے ساتھ وجود ہوگی نہ کاشت کی زحمت۔ نہ پھلوں کو کاٹنے کی کلفت جو پھل چاہو۔ جو چیز چاہو دل میں خیال آتے ہی سامنے ہوگی۔ چنانچہ آگے ارشاد خداوندی ہے۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُوْنَ۔ یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے نیک عملوں کے بدلے میں اور تمہارے لیے اس میں بہت میوہ جات ہیں جن کو تم کھاؤ گے۔

اب بموجب اسلوب بیانِ قرآن جنتیوں کے ذکر کے بعد جہنمیوں کا تذکرہ فرمایا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔
اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۔ بے شک مجرمین مشرکین عذاب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۔ نہیں ہلکا ہوگا ان سے عذاب اور وہ اس جہنم میں مایوس پڑے ہوں گے۔

مجرمین سے مراد مشرکین ہیں اس لیے کہ خلود عذاب کا سوائے مشرک کے کسی گنہگار کے لیے نہیں اسی لیے ہم نے ترجمہ میں مجرمین مشرکین بڑھایا اور جو جہنم میں جائیں گے اور وہاں آہ و بکا کریں گے ان کی اس پکار سے اور واویلا کرنے سے عذاب میں تخفیف نہ ہوگی آخر پکار کر واویلا کر کے مایوسی کے ساتھ جہنم میں پڑے رہیں گے۔ آگے ارشاد ہے
وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں فرمایا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے۔ معنی صاف ہیں کہ اللہ تعالے کی طرف سے ازروئے ظلم یہ عذاب نہیں ہوگا بلکہ انہوں نے جو شرک کیا جیسے قرآن کریم نے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ فرمایا اسی ظلم کی سزا انہیں ملے گی اور تنگ آکر مالک جہنم سے کہیں گے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔
وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ اور پکاریں گے کہ اے مالک جہنم اپنے رب سے عرض کر

کہیں موت دے تاکہ اس مصیبت سے نجات پائیں داروغہ جہنم انہیں جواب دے گا کہ
قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ـ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ـ اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ـ تم یہیں رہو گے بیشک لاتے ہم تمہارے لیے حق لیکن اکثر تمہارے حق سے کراہت کرتے رہے کیا انہوں نے اپنے خیال میں کام پکا کر لیا ہے تو ہم نے بھی کام پکا کر رکھا ہے۔
یہ مشرکین مکہ کو ارشاد ہے کہ وہ جس گھمنڈ میں ہیں کیا وہ پختہ اور پکا ہے انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارا کام بھی پختہ اور پکا ہے یعنی ان کا عذاب کہ اسے کوئی نہیں ٹلا سکے گا آگے ارشاد ہے۔
اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ـ کیا وہ کرتے ہیں کہ ہم ان کی خفیہ اور مجمع کے مشوروں کو نہیں سنتے کیوں نہیں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کے پاس سب کچھ لکھتے ہیں یعنی انسان خفیہ یا اعلانیہ کوئی بات کرے یا ارادہ تو کرامًا کاتبین جو اللہ تعالے کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں وہ اس کے ہر ارادہ اور مشورہ کو لکھتے رہتے ہیں اور انہیں کے ساتھ ہوتے ہیں بندہ جب نیک کام کرے تو وہ لکھ لیتے ہیں اور برا کام کرے تو بھی لکھ لیتے ہیں تو مشرکین کا یہ گمان غلط ہے کہ ہماری خفیہ باتیں نہیں سنتا بلکہ وہ خفیہ علانیہ سب سنتا ہے اور دیکھتا ہے آگے ارشاد ہے۔
قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ـ اے محبوب آپ نصاریٰ کو فرما دیجئے کہ اگر رحمٰن کے بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے پوجنے والا ہوتا۔

اس لیے کہ بیٹا باپ کا راز ہے اور خلیفہ جب جس باپ کو پوجا جائے تو اس کے بیٹے کی پوجا لازمی ہے علاوہ اس کے بیٹا وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ باپ کی شفقت اتنی بڑھ جاتی کہ بہت معاملات میں بیٹے سے وہ مجبور ہو جاتا ہے تو اللہ تعالے نہ کسی سے مجبور ہے نہ اس کے معاملات میں کوئی مشیر اسی بنا پر اس کے لیے اولاد محال ہے اس کی صفت تو یہ ہے کہ

فَرْدٌ صَمَدٌ عَنْ صِفَةِ الْخَلْقِ بَرِيٌّ رَبٌّ اَزَلِيٌّ خَلَقَ الْخَلْقَ كَمَا لَا
لَا صَاحِبَةٌ وَلَا وَلَدٌ وَلَا حَدٌّ لِبَرِيٍّ اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ وَلَمْ يَبْقَ زَوَالًا

وہ ذات وہ ذات ہے کہ فرد صمد ہے صفات خلق سے منزہ و مبرا ہے اور اپنی صفت کمال کے مظاہرہ میں تمام مخلوق پیدا فرمائی اور سب کا رب ازلی ہوا بنا بریں اس کی نہ بیوی ہے نہ اولاد اس کا کوئی رشتہ دار ہے نہ مشیر نہ بیر وہ فرد صمد ہے اور رب ازلی خالق مخلوق۔ اسی بنا پر فرمایا کہ اگر رحمٰن کے اولاد ہوتی تو میں اس کا پوجنے والا ہوتا۔ آگے ارشاد ہے جس میں نصاریٰ کا رد کیا گیا اور فرمایا۔
سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ـ پاک ہے وہ ذات جو آسمانوں

اور زمین کی پیدا کرنے والی اور عرش کا رب ہے اور اس سے منزہ ہے جو اس کی صفت میں ایسی باتیں کرتے ہیں آگے ارشاد ہے۔

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ۔ تو آپ انہیں چھوڑیں کہ بیہودہ بکواس کرتے رہیں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ اس دن سے ملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جا چکا ہے وہ وہ ذات ہے جو آسمان میں بھی خدا ہے اور زمین میں بھی خدا اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ نضر بن حارث نے کہا تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں تو اس پر پہلی آیت نازل ہوئی تو نضر کہنے لگا دیکھنے ہو قرآن میں میری تصدیق آگئی ولید نے کہا کہ تیری تصدیق نہیں آئی بلکہ فرمایا گیا کہ رحمٰن کے ولد نہیں اور میں اہل مکہ میں سے پہلا موحد ہوں اس سے ولد کی نفی کرنے والا اس کے بعد اللہ تبارک وتعالی کی تنزیہہ کا بیان ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ٥ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ تو برکت والا ہے وہ کہ اسی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے اور نہیں مالک ہیں وہ جنہیں یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں شفاعت کے مگر جو گواہی دے حق کی اور وہ جانتے ہیں۔

آیت کریمہ میں اول تنزیہہ ذات فرما کر توبیخاً فرمایا کہ یہ بے دین بکواس کرتے رہیں یہاں تک کہ جب ہمارے حضور آئیں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وعدہ والے دن ان کے ساتھ کیا ہوگا اور الوہیت ذات آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب پر عام ہے اور وہ سب کا سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور وہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ مطلق ایک ہی ہے اگلی آیت میں فرمایا کہ جو شفاعت کے منکر ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ البتہ غیر خدا کی پوجا کرنے والے بتوں کو جو کہتے ہیں هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ کہنے والے غلطی پر ہیں وہ شفاعت کے مالک نہیں مگر ان کو حق شفاعت حاصل ہے جنہوں نے حق کی شہادت دی اور اعتراف رسالت کیا تو جن کا یہ وہم ہے کہ خدا کے حضور کوئی سفارش نہیں کر سکتا یہ بھی غلط اور جو بتوں کو اپنا سفارشی مانتے ہیں وہ بھی غلط معلوم ہوا کہ شاہد بالحق کو حق شفاعت حاصل ہے اور جماد محض بے شعور بتوں کو اپنا شفیع ماننا یہ جہالت خالص ہے جس کو ہر ایک سمجھ سکتا ہے اور وہ خود بھی جانتے ہیں آگے ارشاد ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ - اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا انہیں تو ضرور کہیں گے اللہ نے تو کہاں اوندھے جارہے ہیں اور ہمارے حبیب کا فرمانا کہ اے میرے رب یہ قوم ایمان نہیں لائے گی تو درگذر فرمایئے اور انہیں کہہ دیجئے کہ بس سلام ہے تو عنقریب جان لینگے۔ آیہ کریمہ کا حکم آیات قتال سے پہلے کا ہے آیات قتال کے نزول میں انہیں منسوخ الحکم قرار دے دیا اس قسم کی آئتیں اور بھی ہیں جیسے لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ وغیرہ ان کے حکم کے منسوخ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت منسوخ التلاوت بھی ہے۔

سُوْرَةُ دُخَان

اس سورۃ مبارکہ میں تین رکوع اور پچاس آیات ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ دخان پ ۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۞	اے حامد و محمود
وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞	روشن کتاب کی قسم
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ	بیشک ہم نے نازل فرمایا اسے برکت والی رات میں بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں۔
اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۞	
فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۞	اس رات میں تقسیم کیے جاتے ہیں ہر حکمت والے کام۔
اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۞	ہمارے حکم سے بیشک ہم ہیں بھیجنے والے۔
رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞	رحمت تمہارے رب کی طرف سے بے شک وہ سنتا جانتا ہے۔
رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا	رب ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے

إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ ○
اندر ہے اگر ہو تم یقین کرنے والے۔

لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ○
کوئی معبود نہیں مگر وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ داداؤں کا بھی۔

بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ○
بلکہ وہ شک میں کھیل رہے ہیں۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ○
تو انتظار کر اس دن کا جب آئے آسمان سے دھواں کھلا ہوا۔

يَغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ○
ڈھانپ لے گا لوگوں کو یہ دردناک عذاب ہے۔

رَّبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ○
اس دن کہیں گے کھول دے اے ہمارے رب ہم سے عذاب ہم بیشک ایمان لاتے ہیں۔

أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ○
کہاں سے ہو انہیں نصیحت حالانکہ ان کے پاس صاف بیان فرمانے والا رسول تشریف لا چکا۔

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ○
پھر اس سے منحرف ہو گئے اور بولے سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔

إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا ۚ إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ○
ہم کچھ دنوں کو عذاب کھولے دیتے ہیں بیشک تم وہی کرو گے۔

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ○
جس دن ہم سب سے گرفت کریں گے بیشک ہم انتقام لینے والے ہیں۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ○
بے شک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا اور ان کے پاس ایک معزز رسول تشریف لائے۔

أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ○
(فرعون سے فرمایا کہ) اللہ کے بندوں کو میرے سپرد کر دو بے شک میں تمہارے لیے رسول امین ہوں۔

وَأَن لَّا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي آتِيكُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ○
اور اللہ کے مقابل سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس ایک روشن لایا ہوں سند۔

وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَن
اور میں پناہ مانگتا ہوں اپنے اور تمہارے رب سے

تَرْجُمُوْنِ ۝
یہ کہ تم مجھ کو پتھراؤ کر دو۔

وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ۝
اگر تم مجھ پر ایمان نہ لاؤ تو تم مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ۔

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ۝
تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝
(تو ارشاد ہوا کہ) راتوں رات میرے بندوں کو ساتھ لے کر چلو بیشک تم پیچھا کیے جاؤ گے۔

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۝
اور چھوڑ دے دریا کو اپنی جگہ ٹھہرا ہوا بے شک وہ لشکر غرق کیا جائے گا۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝
(آخر ش انجام یہ ہوا کہ فرعونی) کتنے چھوڑ گئے باغ اور چشمے۔

وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ۝
اور کھیت اور عمدہ مکان۔

وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ۝
اور نعمتیں جن میں وہ پھل کھاتے تھے۔

كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ۝
ایسے ہی کیا ہم نے ان کا وارث دوسری قوم کو۔

فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِیْنَ ۝
تو نہیں رویا ان پر آسمان اور زمین اور انہیں مہلت نہیں دی گئی۔

لفظی ترجمہ

حٰمٓ۔ اے حامد و محمود	وَ۔ قسم ہے	اَلْكِتٰبِ۔ کتاب	الْمُبِیْنِ۔ روشن کی
اِنَّا۔ بیشک ہم نے	اَنْزَلْنٰهُ۔ اتارا اس کو	فِیْ۔ بیچ	لَیْلَةٍ۔ رات
مُّبٰرَكَةٍ۔ برکت والی کے	اِنَّا۔ بیشک	كُنَّا۔ ہم ہیں	مُنْذِرِیْنَ۔ ڈرانے والے
فِیْهَا۔ اس میں	یُفْرَقُ۔ تقسیم ہوتا ہے	كُلُّ۔ ہر	اَمْرٍ۔ کام
حَكِیْمٍ۔ حکمت والا	اَمْرًا۔ حکم ہے	مِّنْ عِنْدِنَا۔ ہماری طرف سے	
اِنَّا۔ بیشک	كُنَّا۔ ہم ہیں	مُرْسِلِیْنَ۔ بھیجنے والے	رَحْمَةً۔ رحمت ہے
مِّنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب کی	اِنَّهٗ۔ بیشک	هُوَ۔ وہی ہے	السَّمِیْعُ۔ سنتا
الْعَلِیْمُ۔ جانتا	رَبِّ۔ رب	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کا	وَ۔ اور

اَلْاَرْضِ۔ زمین کا	وَ۔ اور	مَا۔ جو	بَيْنَهُمَا۔ انکے درمیان ہے
اِنْ۔ اگر	كُنْتُمْ۔ ہو تم	مُّوْقِنِيْنَ۔ یقین کرنے والے۔	
لَا۔ نہیں کوئی	اِلٰهَ۔ معبود	اِلَّا۔ مگر	هُوَ۔ وہی
يُحْيٖ۔ زندہ کرتا ہے	وَ۔ اور	يُمِيْتُ۔ مارتا ہے	رَبُّكُمْ۔ رب ہے تمہارا
وَ۔ اور	رَبُّ۔ رب	اٰبَآئِكُمُ۔ باپوں تمہارے	الْاَوَّلِيْنَ۔ پہلوں کا
بَلْ۔ بلکہ	هُمْ۔ وہ	فِيْ۔ بیچ	شَكٍّ۔ شک کے
يَّلْعَبُوْنَ۔ کھیلتے ہیں	فَارْتَقِبْ۔ تو انتظار کر	يَوْمَ۔ جس دن	تَاْتِي۔ لائے گا
السَّمَآءُ۔ آسمان	بِدُخَانٍ۔ دھواں	مُّبِيْنٍ۔ ظاہر	يَّغْشَى۔ ڈھانپے گا
النَّاسَ۔ لوگوں کو	هٰذَا۔ یہ ہے	عَذَابٌ۔ عذاب	اَلِيْمٌ۔ دردناک
رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب	اكْشِفْ۔ دور کردے	عَنَّا۔ ہم سے	الْعَذَابَ۔ عذاب
اِنَّا۔ بیشک ہم	مُؤْمِنُوْنَ۔ مومن ہیں	اَنّٰى۔ کہاں ہے	لَهُمُ۔ ان کے لیے
الذِّكْرٰى۔ نصیحت	وَ۔ اور	قَدْ۔ بیشک	جَآءَ۔ آیا
هُمْ۔ انکے پاس	رَسُوْلٌ۔ رسول	مُّبِيْنٌ۔ بیان کرنے والا	ثُمَّ۔ پھر
تَوَلَّوْا۔ پھر گئے	عَنْهُ۔ اس سے	وَ۔ اور	قَالُوْا۔ بولے
مُعَلَّمٌ۔ سکھایا ہوا	مَّجْنُوْنٌ۔ دیوانہ ہے	اِنَّا۔ بیشک ہم	كَاشِفُوْا۔ دور کرنے والے ہیں
الْعَذَابِ۔ عذاب	قَلِيْلًا۔ تھوڑا سا	اِنَّكُمْ۔ بیشک تم	عَآئِدُوْنَ۔ پھر کرنے والے ہیں
يَوْمَ۔ جس دن	نَبْطِشُ۔ پکڑیں گے ہم	الْبَطْشَةَ۔ پکڑ	الْكُبْرٰى۔ بڑی
اِنَّا۔ بیشک ہم	مُنْتَقِمُوْنَ۔ بدلہ لینے والے ہیں	وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک
فَتَنَّا۔ آزمایا ہم نے	قَبْلَهُمْ۔ ان سے پہلے	قَوْمَ۔ قوم	فِرْعَوْنَ۔ فرعون کو
وَ۔ اور	جَآءَ۔ آیا	هُمْ۔ انکے پاس	رَسُوْلٌ۔ رسول
كَرِيْمٌ۔ بزرگ	اَنْ۔ یہ کہ	اَدُّوْٓا۔ ادا کرو	اِلَيَّ۔ میری طرف
عِبَادَ۔ بندے	اللّٰهِ۔ اللہ کے	اِنِّيْ۔ بیشک میں	لَكُمْ۔ تمہارے لیے
رَسُوْلٌ۔ رسول ہوں	اَمِيْنٌ۔ امانت دار	وَ۔ اور	اَنْ۔ یہ کہ
لَّا۔ نہ	تَعْلُوْا۔ سرکشی کرو	عَلَى۔ اوپر	اللّٰهِ۔ اللہ کے
اِنِّيْ۔ بیشک میں	اٰتِيْكُمْ۔ لایا ہوں تمہارے پاس	بِسُلْطٰنٍ۔ سند	مُّبِيْنٍ۔ روشن۔

وَ۔ اور	اِنِّیْ۔ بیشک میں	عُذْتُ۔ پناہ لیتا ہوں	بِرَبِّیْ۔ اپنے رب
وَ۔ اور	رَبِّکُمْ۔ تمہارے رب کی	اَنْ۔ یہ کہ	تَرْجُمُوْنِ۔ پتھراؤ کرو مجھ پر
وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر	لَّمْ۔ نہ	تُؤْمِنُوْا۔ ایمان لاؤ
لِیْ۔ مجھ پر	فَاعْتَزِلُوْنِ۔ تو چھوڑ دو مجھے	فَدَعَا۔ تو دعا کی	رَبَّهٗ۔ اپنے رب سے
اَنَّ۔ بیشک	هٰٓؤُلَآءِ۔ یہ	قَوْمٌ۔ قوم ہے	مُّجْرِمُوْنَ۔ مجرموں کی
فَاَسْرِ۔ تو لے چل	بِعِبَادِیْ۔ میرے بندوں کو	لَیْلًا۔ رات میں	اِنَّكُمْ۔ بیشک تم
مُّتَّبَعُوْنَ۔ پیچھا کیے جاؤ گے	وَ۔ اور	اتْرُكِ۔ چھوڑ دے	الْبَحْرَ۔ دریا کو
رَهْوًا۔ چلتا ہوا	اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ	جُنْدٌ۔ لشکر ہیں	مُّغْرَقُوْنَ۔ غرق کیے گئے
كَمْ۔ کتنے	تَرَكُوْا۔ چھوڑے انہوں نے	مِنْ جَنّٰتٍ۔ باغ	وَّ۔ اور
عُيُوْنٍ۔ چشمے	وَ۔ اور	زُرُوْعٍ۔ کھیتیاں	وَّ۔ اور
مَقَامٍ۔ مقام	كَرِيْمٍ۔ اچھے	وَ۔ اور	نَعْمَةٍ۔ نعمتیں کہ
كَانُوْا۔ تھے	فِيْهَا۔ اس میں	فٰكِهِيْنَ۔ پھل کھاتے	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح
وَ۔ اور	اَوْرَثْنٰ۔ وارث بنایا ہم نے	هَا۔ اس کا	قَوْمًا۔ قوم
اٰخَرِيْنَ۔ دوسری کو	فَمَا۔ تو نہ	بَكَتْ۔ روئے	عَلَيْهِمُ۔ ان پر
السَّمَآءُ۔ آسمان	وَ۔ اور	الْاَرْضُ۔ زمین	وَ۔ اور
مَا۔ نہ	كَانُوْا۔ ہوئے وہ	مُنْظَرِيْنَ۔ مہلت دیے گئے	

حلِّ لُغاتِ نادِرہ

يُفْرَقُ۔ معنی ہیں ہے يُكْتَبُ اور يُفْصَلُ کے

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ سری اور اسراء دونوں کے ایک معنی ہیں یعنی رات کو چلنا۔

فَارْتَقِبْ۔ اِنْتَظِرْ۔ انتظار کر

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا۔ رہو کہتے ہیں ساکن اور ٹھہرے ہوئے کو۔ بولا کرتے ہیں عَيْشٌ رَاهٍ اِذَا كَانَ خَافِضًا وَاَفْعَلُ ذٰلِكَ سَهْوًا رَهْوًا اَيْ سَاكِنًا بِغَيْرِ تَشَدُّدٍ۔

نَعْمَةٌ حسن اور تازگی کے معنی دیتا ہے حاصل معنی عیش و عشرت ہوئے

جُنْدٌ ۔ بمعنی لشکر

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ دخان پ ۲۵

حٰمٓ ۔ ہم نے حامیم کا ترجمہ بمعنی تاویلی حامد و محمود پیش کیا ہے ۔ ورنہ مقطعات کے بارہ میں مفسرین اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ کہہ کر آگے چلے جاتے ہیں اگر وہ تاویلی معنی احادیث کے مطابق ہوں تو وہ مقبول ہیں لہذا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حامد و محمود ہیں اور اسمائے مصطفی میں بھی یہ آچکے ہیں لہذا ہم نے حاء سے حامد اور میم سے محمود لے کر معنی تاویلی پیش کیے ہیں ۔ اب اس کے بعد واو قسمیہ ہے ۔

وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ یعنی قسم ہے کتاب مبین کی ۔ اور اس سے مراد قرآن کریم ہے اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ اس قرآن پاک کو ہم نے برکت والی رات میں نازل فرمایا ہے ۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا اور ہم ڈرسانے والے ہیں ۔

اب لیلہ مبارکہ کی تحقیق حضور غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے غنیہ میں اور دیگر مفسرین نے اپنی تفاسیر میں شعبان کی ۱۵ تاریخ بتائی ہے ۔ حالانکہ نزول قرآن کی اطلاع و ابتداء رمضان المبارک میں ہوئی اور ستائیسویں شب اس کی تصریح بھی آئی یہاں لیلہ مبارکہ سے شعبان کی ۱۵ دکھائی گئی ۔ اس کی تطبیق یوں لکھی ہے کہ لوح محفوظ سے بیت النور کی طرف ۱۵ شعبان کو نزول قرآن ہوا اور بیت النور سے قلب مصطفی پر ستائیسویں شب رمضان کو نزول ہوا ۔

یہ رات بڑی برکت والی رات ہے اس رات میں ملائکہ احکام لے کر آتے ہیں اور سال بھر تک آئندہ پندرہ شعبان تک کے لیے تمام احکام مدبرین امور ملائکہ میں تقسیم ہو جاتے ہیں اس رات کے فضائل بہت ہیں ۔ صلوٰۃ الرغائب غنیہ میں اس رات کے لیے بتائی گئی ۔ چار رکعت ہر رکعت میں سوسو بار سورۃ اخلاص پڑھ کر موجب اجابت دعا ہے ۔

۱۲ رکعت ۴ ۔ ۴ رکعتوں کی نیت سے پڑھنا اور دعا مانگنا موجب قبول ہے ۔ ان رکعتوں میں بعد الحمد اخلاص ۔ کافرون ۔ انا انزلناہ الخ پڑھی جائے اور ہر چار کے بعد سجدہ میں اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ پڑھ کر دعا کرنا موجب قبول ہے ۔

اس شب کی فضیلت قرآن کریم میں بھی ظاہر کر دی اور فرما دیا کہ یہ لیلہ مبارکہ ہے اس رات

ہمارے تمام احکام تقسیم ہوتے ہیں گویا اشارۃً یہ بتادیا کہ اس رات کو آتش بازیاں چلا کر لہو و لعب میں پڑ کر ضائع نہ کیا جائے بلکہ اس کی برکتوں سے مصلوں پر بیٹھ کر قیام و سجود کر کے برکتیں حاصل کی جائیں۔ مفصل فضائل غنیۃ الطالبین میں ملاحظہ فرمائیں یہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی معتمد اور مستند تالیف ہے

اور اس میں تفریح فرمائی کہ ہمارے حکمت والے تمام احکام اسی رات تقسیم ہو جاتے ہیں اور ملائکہ کو دیئے جاتے ہیں اور وہ ہمارے ہی احکام ہوتے ہیں۔ جو ملائکہ مدبرین امور ہیں جن کے متعلق فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا۔ فرمایا گیا حیث قال

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ۔ اس میں ہر حکمت والا کام بانٹ دیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس کے حکم سے بیشک ہم بھیجنے والے ہیں۔

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے بے شک وہ سنتا جانتا ہے۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِينَ۔ وہ جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے اگر تم یقین رکھنے والے ہو۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِيْ وَيُمِيتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَائِكُمُ الْاَوَّلِينَ۔ اس کے سوا کسی کی پرستش نہیں وہ جلاتا اور مارتا ہے وہ تمہارا رب اور اگلے باپ دادا کا رب ہے۔

یعنی کائنات میں ایک ہی رب ہے جو ہمارا اور اگلوں سب کا رب ہے اسی پر ایمان لانا ضروری ہے مگر کفار مکہ اور مشرکین بجائے ایمان لانے کے شک و شبہ پیدا کرتے تھے اور اسی میں استہزاء کر کے تکذیب کرتے تھے اس کو فرمایا۔ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ۔ بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں پھر تو بجا فرمایا۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ تو تم اس دن کا انتظار کرو کہ جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ یہ ہے دردناک اور بہت بڑا عذاب۔

یعنی کفار کا اقرار علم و یقین سے نہیں بلکہ ان کی بات میں ہنسی اور تمسخر شامل ہے۔ اور وہ آپ کے ساتھ استہزا کرتے ہیں تو حضور نے دعا فرمائی کہ یارب انہیں ہفت سالہ قحط کی مصیبت میں مبتلا کر کہ جیسے سات سالہ قحط حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں بھیجا تھا۔ یہ دعا مستجاب ہوئی اور حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا کہ فَارْتَقِبْ کہ انتظار فرمایئے۔ چنانچہ قریش پر قحط سالی

آئی اور یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ کا ظہور ہوا۔

اس واقعہ کو مفسرین لکھتے ہیں کہ جب ان پر قحط آیا تو اس قحط میں مردار تک کھا گئے تو ضعف و ناتوانی کی وجہ میں ان کی آنکھوں کے آگے آسمان میں دہواں ہی دہواں نظر آتا تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ دھواں سے مراد علامات قیامت کا وہ دہواں ہے جو قریب قیامت کے ظاہر ہوگا۔ مشرق و مغرب اس سے بھر جائیں گے یہ دھواں چالیس روز و شب رہے گا اس کا اثر مومنین پر تو یہ ہوگا کہ انہیں زکام کی سی کیفیت ہو جائے گی اور کافر مدہوش ہوں گے اور ایسے مدہوش ہوں گے ان کے نتھنوں، کانوں اور بدن کے سوراخوں سے دہواں نکلے گا اور کفار کہیں گے یہ دردناک عذاب ہے اور دعا کریں گے۔

رَبَّنَا اکْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ اے ہمارے رب ہم سے عذاب کھول دے ہم ایمان لاتے ہیں اس کے جواب میں ارشاد ہوگا۔

اَنّٰی لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ۔ کہاں سے ہو انہیں نصیحت ماننے کی توفیق حالانکہ ان کے پاس صاف بیان کرنے والے رسول تشریف لائے پھر اس سے روگرداں ہو گئے اور بولے سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔

(جس کو غشی کی حالت میں جنات کلمات کی تلقین کر جاتے ہیں) حالانکہ یہ ان کا خالص کفر تھا۔ نزول وحی کے وقت جو تجلیات الٰہیہ ہوتی تھی اس سے چہرہ اقدس سرخ ہو جاتا تھا اور پیشانی انور سے پسینہ ٹپکتا تھا اور استغراقی کیفیت ہوتی تھی۔ نہ کہ بے ہوشی یا بدحواسی جیسا کہ مشرکین کا وہم تھا مگر وہ تو مخالفت کے نشہ میں اتنے بدحواس تھے کہ ہر بات کو اعتراضی کیفیت میں ظاہر کرتے تھے جب وہ یہ آرزو کریں گے کہ یہ عذاب ہم سے دفع ہو جائے تب ہم ایمان لاتے ہیں تو اس کا جواب دیا جائے گا

اِنَّا کَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِیْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ۔ ہم کچھ دنوں کے لیے عذاب ہٹاتے ہیں مگر تم ہر پھر کر اسی کفر پہ جاؤ گے۔

گویا پیشین گوئی بھی فرمادی کہ تمہارے حصہ میں ایمان نہیں اور تمہاری درخواست پر ہم عذاب کو چند روز کے لیے ہٹا کر دکھا بھی دیتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب قحط سالی اور کھلا دہواں فرو ہو گیا تو یہ اسی کفر پر جم گئے اسی پر ارشاد ہے۔

یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ۔ جس دن ہم سب سے بڑی پکڑ پکڑیں گے بے شک ہم بدلا لینے والے ہیں

یعنی قیامت کے دن کوئی عرض معروض تمہاری مسموع نہ ہوگی اور عذاب سے کسی طرح چھٹکارا نہیں ملے گا۔ آگے ارشاد ہے جس میں امم ماضیہ کے حال کو عبرت دلانے کے بیان فرمایا اور ارشاد ہوا
وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ إِنِّي آتِيكُمْ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ - وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ - فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ مُجْرِمُونَ - فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُتَّبَعُونَ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُغْرَقُونَ -

اور بیشک ہم نے فرعون کی قوم کو آزمایا اور ان کے پاس ایک معزز رسول تشریف لائے (اور فرمایا) کہ اللہ کے بندوں کو میرے سپرد کرو بیشک میں تمہارے لیے امانت والا رسول ہوں اور اللہ کے مقابل اپنی بڑائیاں نہ بگھارو میں تمہارے پاس روشن سندیں لایا ہوں اور میں پناہ لیتا ہوں اپنے اور تمہارے رب کی اس سے کہ تم پتھراؤ کرو مجھ پر اور اگر تم مجھ پر ایمان نہ لاؤ تو مجھ سے کنارے ہو جاؤ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا بے شک یہ قوم مجرم ہے ہم نے حکم فرمایا کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ یقیناً تمہارا تعاقب کیا جائے گا اور دریا کو اپنی جگہ ٹھہرا ہوا چھوڑ کر پار ہو جانا کہ اس میں فرعونیوں کا سارا لشکر غرق کردیا جائے گا۔

جب موسیٰ علیہ السلام بحکم الٰہی بارہ راستے بنا کر دریا عبور فرما گئے اس کے بعد لشکر فرعون آیا اور وہ اس میں غرق ہوگیا اور آپ صحیح سلامت محفوظ رہے اس کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے کہ
كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ كَذَلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ کتنے باغیچے اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور ہر قسم کی نعمتیں جن میں عیش کیا کرتے تھے۔ یونہی کیا ہم نے اور ان کا وارث دوسری قوم کو کردیا تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور انہیں مہلت نہ دی گئی۔

وہ دوسری قوم جو ان کے ہم مذہب نہ تھی اس کو وارث کردیا اور ان کی زمین باغ چشمے سب ان کے قبضہ میں دے دیے گئے حتی کہ وہ نیست و نابود ہوگئے اور ان کا ماتم زمین و آسمان نے نہیں کیا۔ یہ عربی کا محاورہ بھی ہے اور حدیث میں آیا ہے جیسے ترمذی نے نقل کیا ہے کہ جب مومن مرتا ہے تو چالیس دن تک زمین روتی ہے کہ اس پر رکوع وسجود کرکے اسے آباد رکھتا تھا۔ مختصر یہ کہ وہ سرکش قوم ہلاک کر دی گئی اور اس کی جگہ دوسری جگہ بنی اسرائیل وارث بنادی گئی۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۂ دخان پ ۲۵

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝

اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات بخشی۔

مِنْ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِنَ الْمُسْرِفِينَ ۝

جو فرعون کی طرف سے تھا بے شک وہ متکبر حد سے بڑھنے والوں سے تھا۔

وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝

اور بیشک ہم نے ان کو اپنے علم سے اس زمانہ کے لوگوں پر چن لیا۔

وَآتَيْنَاهُمْ مِنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُبِينٌ ۝

اور ان کو (من وسلویٰ وغیرہ کے) وہ معجزات دیئے جن میں ان کے ایمان کی صریح آزمائش تھی۔

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ۝

اور یہ کفار مکہ تو مسلمانوں سے کہتے ہیں۔

إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ ۝

کہ یہ ہمارا پہلی ہی دفعہ کا مرنا ہے (اور بس ہمیشہ ہی کے لیے خاتمہ ہے) اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے

فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

اگر تم اپنے دعویٰ قیامت میں سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو جلا کر ہمارے سامنے لاؤ۔

أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝

بھلا یہ لوگ بہتر ہیں یا (شاہ یمن) قوم تبع اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے (ہم نے سب کو ہلاک کر ڈالا) وہ لوگ نافرمان تھے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ۝

اور ہم نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے کھیل بنانے کے لیے نہیں پیدا کیا۔

مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

ہم نے آسمانوں اور زمین کو ایک حکمت سے پیدا کیا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ۝

بیشک فیصلے (یعنی قیامت) کا دن ان سب کے دوبارہ زندہ ہونے کا وقت مقرر ہے۔

لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْئًا وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝
اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝

اس دن نہیں مستغنی کرے گا کوئی دوست کسی دوست کو کچھ اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے۔ مگر جس پر خدا تعالےٰ رحم فرمائے بیشک وہ غالب اور رحم فرمانے والا ہے۔

لفظی ترجمہ

وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	نَجَّیْنَا۔ نجات دی ہم نے	بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ یعقوب کی
اولاد کو	مِنَ الْعَذَابِ۔ عذاب	الْمُهِیْنِ۔ ذلیل کرنے والے سے	مِنْ فِرْعَوْنَ۔ فرعون سے
اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	کَانَ۔ تھا	عَالِیًا۔ متکبر	مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ۔ حد سے
گذرنے والا	وَ۔ اور	لَقَدِ۔ بیشک	اخْتَرْنَا۔ ہم نے چن لیا
هُمْ۔ ان کو	عَلٰی۔ اوپر	عِلْمٍ۔ علم کے	عَلَی۔ اوپر
الْعٰلَمِیْنَ۔ جہانوں کے	وَ۔ اور	اٰتَیْنَا۔ دیں ہم نے	هُمْ۔ ان کو
مِّنَ الْاٰیٰتِ۔ نشانیاں	مَا۔ جو	فِیْهِ۔ اس میں	بَلٰٓؤٌا۔ آزمائش تھی
مُّبِیْنٌ۔ کھلی	اِنَّ۔ بیشک	هٰٓؤُلَآءِ۔ یہ لوگ	لَیَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں
اِنْ۔ نہیں	هِیَ۔ یہ	اِلَّا۔ مگر	مَوْتَتُنَا۔ موت ہماری
الْاُوْلٰی۔ پہلی	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	نَحْنُ۔ ہم
بِمُنْشَرِیْنَ۔ اٹھائے جائیں گے		فَاْتُوْا۔ تو لاؤ	بِاٰبَآئِنَا۔ ہمارے باپ دادا کو
اِنْ۔ اگر	کُنْتُمْ۔ ہو تم	صٰدِقِیْنَ۔ سچے	اَ۔ کیا
هُمْ۔ وہ	خَیْرٌ۔ بہتر ہیں	اَمْ۔ یا	قَوْمُ۔ قوم
تُبَّعٍ۔ تبع کی	وَ۔ اور	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ان سے پہلے
تھے	اَهْلَکْنَا۔ ہلاک کیا ہم نے	هُمْ۔ ان کو	اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ
کَانُوْا۔ تھے	مُجْرِمِیْنَ۔ مجرم	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
خَلَقْنَا۔ پیدا کیا ہم نے	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضَ۔ زمین کو
وَ۔ اور	مَا۔ جو	بَیْنَهُمَا۔ انکے درمیان ہے	لٰعِبِیْنَ۔ کھیل تماشہ

مَا۔ نہیں	خَلَقْنَا۔ پیدا کیا ہم نے	هُمَا۔ ان کو	اِلَّا۔ مگر
بِالْحَقِّ۔ ساتھ حق کے	وَ۔ اور	لٰکِنَّ۔ لیکن	اَکْثَرَ۔ اکثر
هُمْ۔ ان کے	لَا۔ نہیں	یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	اِنَّ۔ بیشک
یَوْمَ۔ دن	اَلْفَصْلِ۔ فیصلے کا	مِیْقَاتُهُمْ۔ ان کا وعدہ ہے	اَجْمَعِیْنَ۔ سب کا
لَا۔ نہ	یُغْنِیْ۔ کام آئے گا	مَوْلًی۔ کوئی دوست	عَنْ مَّوْلًی۔ کسی دوست کے
شَیْئًا۔ کچھ بھی	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	هُمْ۔ وہ
یُنْصَرُوْنَ۔ مدد کیے جائیں	اِلَّا۔ مگر	مَنْ۔ جس پر	رَّحِمَ۔ رحم کرے
اللّٰهُ۔ اللہ	اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	هُوَ۔ وہی ہے	الْعَزِیْزُ۔ غالب
الرَّحِیْمُ۔ رحم کرنے والا۔			

حلِّ لُغاتِ نادرہ

مُنْشَرِیْنَ۔ اَیْ مَبْعُوْثِیْنَ۔ یعنی قبروں سے نہیں نکالے جائیں گے۔

اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ۔ تبع یمن کے بادشاہوں کا لقب ہے جس طرح ملوک فارس کا کسریٰ اور چونکہ اہل دنیا ان کا اتباع کرتے ہیں اس لیے ان کا لقب تبع ہوا۔

یَوْمَ الْفَصْلِ۔ یوم الفصل سے مراد قیامت کا دن ہے

مِیْقَاتُهُمْ۔ اَیْ وَقْتُ مَوْعِدِهِمْ

مَوْلًی۔ بمعنی قرابت۔ دوست۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ دخان پ ۲۵

وَلَقَدْ نَجَّیْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ مِنْ فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ کَانَ عَالِیًا مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ

ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب یعنی فرعون کے پنجۂ غضب سے نجات دی اس میں شک نہیں کہ وہ بڑا سرکش اور حد عبودیت سے باہر ہو گیا تھا۔

آیۂ کریمہ میں اس ذلیل عذاب سے نجات کی خبر ہے۔ جو فرعون نے سبطیوں کے لیے جائز رکھا

تھا۔ اس کا ظلم اتنا بڑھا ہوا تھا کہ قوم سبط جو موسیٰ علیہ السلام کی پیرو تھی انہیں شریف پیشہ تک کرنے کی اجازت نہ تھی۔ سڑکیں جھاڑنا۔ موریاں صاف کرنا یہ توان کی معاش کے ذرائع تھے۔ اور نگرانی کا یہ عالم تھا کہ ان کی جو اولادیں ہوتیں ان میں سے لڑکیوں کو زندہ چھوڑنا اور لڑکوں کو فوراً قتل کرا دینا اور یہ کام اس نے منجموں کے بتانے پر کیا تھا کہ انہوں نے کہا تھا کہ اس سال کے اخیر تک ایسا ایک لڑکا پیدا ہو رہا ہے جو تجھے اور تیری سلطنت کو نیست و نابود کر دے گا۔ اس پر اس نے یہ اسکیم بنائی کہ لڑکے زندہ ہی نہ چھوڑے جائیں جو پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔

واقعہ اس کا یوں ہے کہ منجموں نے وہ شب بھی بتائی جس شب میں اس بچے کا استقرار حمل تھا۔ چنانچہ اس شب اس نے اپنے وزیر اعظم عمران کو حکم دیا کہ ایک جشن کا انتظام کرے اور تمام رعایا برایا کے مردوں کو اس میں بلائے کھانے پکائے اور جشن و طرب کا نظام ہو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ تمام مرد رعایا کے وہاں جمع ہو گئے اور عمران جو وزیر اعظم تھا اس نے اپنا خیمہ بیچ میں نصب کر لیا۔ رات میں جشن ہوتے رہے النعمہ والطعمہ لذیذہ سب میں تقسیم ہوئے کہ

اچانک حضرت یوحانذ جو عمران کی بیوی تھیں اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ وہ گھر میں بے چین ہوئیں اور عمران کے خیمے میں پہنچ گئیں اس وقت عمران محو خواب تھا۔ انہوں نے اسے جگایا اس نے کہا یہ تم نے کیا غضب کیا کہ تم یہاں آ گئیں فرعون کا سخت حکم ہے کہ کوئی عورت اس جشن میں شریک نہ ہو۔ انہوں نے کہا میں اپنے دل سے مجبور تھی آ گئی۔

مختصر یہ کہ استقرار حمل ہو گیا اور حضرت یوحانذ کو خفیہ طریقہ سے گھر واپس بھیج دیا۔ اس کے بعد فرعون نے آسمانی آوازیں سنیں کہ اس بچے کا استقرار ہو گیا ہے اس نے بگل کیا عمران کو بلایا اور کہا کہ جس بات کے رد کرنے کے لیے میں نے یہ نظام کیا تھا وہ بیکار گیا اور بچے کا استقرار ہو گیا۔ عمران اگرچہ سمجھ رہا تھا کہ یہ قصور میرا ہے مگر وہ کیسے اعتراف کرتا۔ اس نے فرعون کو مطمئن کرنے کے لیے معمولی تحقیقات شروع کر دی اخیر کہہ دیا کہ اضغاث احلام ہیں ایسا نہیں ہوا۔

غرضیکہ اسی شب کی صبح سے حکم دیدیا گیا کہ ہر گھر پر پہرہ رہے اور جس کے ہاں لڑکا ہو اسے قتل کر دیا جائے اور لڑکی ہو تو زندہ رکھی جائے اس طرح سے ستر ہزار بچے مارے گئے مگر جسے خدا رکھے اسے کون چکھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت جب ہوئی اور دایہ نے دیکھا کہ لڑکا ہے تو مارنے کا ارادہ کیا مگر موسیٰ علیہ السلام کی ایک نظر پڑنے سے دایہ اتنی مانوس ہوئی کہ اس نے حضرت یوحانذ سے کہا کہ اگرچہ یہ لڑکا ہوا ہے مگر میں اسے قتل کرنا نہیں چاہتی۔ اس کو حفاظت سے پرورش کرو اور میں بکھری

کا بچہ مار کر سپاہیوں کو کہہ کر کہ لڑکا ہوا تھا میں دفن کر آؤں گی وہ میرے اتنا کہنے پر اطمینان کر لیں گے۔

مختصر یہ کہ دایہ نے ایسا ہی کیا۔ پہرے والوں نے اعتماد کر لیا آپ پرورش پاتے رہے ایک روز آپ کی والدہ تنور جھونک رہی تھیں کہ آپ نے دودھ مانگا اور دیر ہونے پر آپ بتقضائے طفولیت رونے لگے۔ سپاہیوں کو آواز پہنچی وہ محل میں گھس آئے۔ آپ کی والدہ کو کچھ اور نہ بن پڑا یہ سوچ کر کہ یہ بچہ بہر حال مارا جائے گا اور مجھے بھی سزا ملے گی۔ آپ نے اسی دھکتے تنور میں موسیٰ علیہ السلام کو ڈال دیا اور سپاہیوں کو کہہ دیا کہ یہاں کوئی بچہ نہیں گھر کی تلاشی لے لیں وہ گھر کا کونہ کونہ دیکھ کر واپس ہو گئے۔ اولاً آپ کو آئندہ کے لیے یہ فکر ہوئی کہ یہ بچہ آخر بچہ ہے اور بچہ روتا بھی ہے سوتا بھی ہے تو اس کا کوئی انتظام کیا جائے۔

چنانچہ آپ کے محل کے پاس ہی ایک ترکھان تھا اس سے ایک صندوق بنانے کی فرمائش کی جو آپ کے قد و قامت کے مطابق بنوایا گیا اس قصہ کو مفصل بیسویں پارہ میں ہم لکھ چکے ہیں مَنْ شَآءَ فَلْيَنْظُرْ تحت آیت کریمہ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ الخ غرضکہ وہ عذاب مہین جو قوم سبط پر فرعون کی طرف سے تھا اس سے نجات دی اور فرعون کو غرق دریا کیا جس کا مفصل واقعہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ اور ہم نے انہیں چن لیا اپنے علم پر اس زمانہ کے لوگوں پر

وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓـؤٌا مُّبِيْنٌ۔ اور ہم نے انہیں وہ معجزات عطا فرمائے جس میں صریح آزمائش تھی۔

یعنی من و سلوی۔ ابر کا سایہ جہاں جائیں ان کے ساتھ ہو جب دریا کو عبور کرنے لگے تو عصائے موسیٰ سے ان کے لیے بارہ راستے بارہ قبائل کے لیے بنے وغیرہ وغیرہ۔ یہ ان کا امتحان تھا جس پر وہ بجائے شکر گزاری کے سرکشی کرنے لگ گئے۔ عربی میں بلاء امتحان کو کہتے ہیں تو اس امتحان میں وہ پورے نہ اترے اسی وجہ میں وہ تیہ میں سرگرداں پھرائے گئے۔ آگے ارشاد ہے جس میں ان کا عقیدہ باطلہ ظاہر کیا گیا۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ۔ بے شک یہ لوگ کہتے ہیں۔ کچھ نہیں مگر پہلی دفعہ کا مرنا اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔

حالانکہ یہ عقیدہ اسلام کا نہیں بلکہ کافروں کا ہے۔ اسلام موت کے بعد نشر بتاتا ہے اور اس کے اوپر دلائل عقلی بھی دئیے ہیں چنانچہ اس سے پہلی سورت زخرف میں فرمایا جا چکا ہے فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ کہ ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں اور مری ہوئی بنجر زمین کو بغیر تخم پاشی کے پھر سرسبز و شاداب کرتے ہیں ایسے ہی تم قبروں سے نکالے جاؤ گے اور دوسری جگہ فَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ سے ارشاد ہے کہ ایسے ہی تمہارا قبروں سے نکلنا ہوگا۔ اور متعدد جگہ اپنے دلائل قدرت ظاہر فرمائے لیکن یہ اپنے اعتقاد میں باطل

پر ہی جمے رہے آگے ارشاد ہے
فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ تو اگر تم اپنے دعوی قیامت میں سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر لاؤ
یہ اپنی ہٹ دھرمی پر ایسے بضد رہے کہ انہوں نے کہا فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو یعنی جو مر چکے ہیں ان سے ہمیں ملا دو۔ حالانکہ یہ نشر کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ کہ بندے کی طرف سے تو اللہ تعالیٰ ان کو زندہ کر کے ملا سکتا ہے اور وہ ایسا کرے گا نہ کہ ہم اس اعتقاد کا اظہار کر رہے ہیں وہی الساکلی کریں اسی پر آگے بھی ارشاد ہے۔
اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۔ کیا وہ بہتر ہیں یا شاہ یمن کی قوم تبع اور جو ان سے پہلے تھے جنہیں ہم نے ہلاک کر ڈالا بے شک وہ مجرم لوگ تھے۔

تبع اکبر حمیری یہ وہی ہیں جو حمیر سے دورہ کرتے ہوئے مکہ میں آئے اور یہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ان کا رعب نہیں مانتے تو وزراء سلطنت سے پوچھا کہ یہ ہمارا رعب کیوں نہیں تسلیم کرتے تو انہوں نے کہا یہاں ایک مکان ہے جس کو بیت اللہ کہا جاتا ہے اس کی زیارت کے لیے سالانہ اجتماع اس قدر ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگ آپ کے لشکر کے اجتماع کو خاطر میں نہیں لاتے۔ تو غضب ناک ہو کر فیصلہ کیا کہ میں دوپہر کا کھانا اس وقت تک نہ کھاؤں گا جب تک بیت اللہ کو مسمار نہ کر لوں یہ ارادہ کرنا تھا کہ عذاب آلہی اس پر مستولی ہوا اور سر میں مواد بہنا شروع ہو گیا۔

اس کے ساتھ دورے میں پانچ سو عالم اور پانچ سو حکیم تھے انہیں بلایا اور کہا کہ یہ مجھے کیا مرض ہو گیا ہے انہوں نے دیکھ بھال کر بتایا کہ ہمیں مرض معلوم نہیں ہوتا۔ غرضیکہ ایک وزیر جو حضرت ابوایوب انصاری کے اجداد میں سے تھے انہوں نے کہا کیا آپ نے بیت اللہ کے متعلق تو کوئی برا ارادہ نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ برا ارادہ کیا ہیں نے قسم کھائی ہے کہ دوپہر کا کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک میں بیت اللہ کو مسمار نہ کر لوں۔ انہوں نے فرمایا کہ بس یہ عذاب ہے آپ توبہ کریں اور منت مانیں تو یہ بلا ابھی ٹل جائے گی۔ غرضیکہ انہوں نے فوراً توبہ کی اور ریشمی جوڑے اور اشرفیاں اہل مکہ کی نذر میں مانے اور کعبۃ اللہ پر ریشمی غلاف بھی مانا یہ ماننا تھا کہ مرض خواب و خیال ہو گیا اور بالکل تندرست ہو گئے اس کے بعد اہل مکہ کی خدمت کر کے یہاں سے روانہ ہوئے اور اس سرزمین پر پہنچے جس کو آج مدینہ منورہ کہا جاتا ہے یہاں آکر قیام کیا تو علماء نے وہاں کے ستاروں کو دیکھ کر علامتیں معلوم کیں اور پرانی کتابوں کی پیشین گوئی کے مطابق سمجھے کہ حضور نبی آخر الزمان کا ورود مسعود اسی زمین پر ہونا ہے۔ سب نے فیصلہ کر لیا کہ اب یہاں سے نہیں جانا۔ بادشاہ کو جب معلوم ہوا تو اس نے وجہ معلوم کی انہوں نے سب حال بتلایا تو بادشاہ نے ان سے کہا کہ کیا تمہیں تاریخ بھی معلوم

ہے کہ کب آویں گے؟ انہوں نے خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کا مضمون ؎

کششے کہ عشق دارد نہ گذاردت بدینسا بجنازہ گر نہ آئی بمزار خواہی آمد

کہہ دیا کہ ہمیں اپنی زندگی میں اگر ان کی تشریف آوری نہ ہوگی تو ہماری خاک قبر کو وہ ضرور ٹھکرائیں گے اور یہی ہماری نجات کا ذریعہ ہوگا۔

اس جواب کا اثر تبع اول حمیری کے دل پر پڑا اور وہ آبدیدہ ہو کر کہنے لگے کہ اگر امور سلطنت کا بار میرے اوپر نہ ہوتا تو میں بھی تمہارے ساتھ یہیں رہ جاتا۔ چنانچہ پانسو مکان ان پانسو علماء کے لیے بنوا کر ان کو یہاں چھوڑا اور ایک عریضہ لکھا جس پر ان سے وعدہ لیا کہ حضور کے زمانہ میں آپ لوگوں کی نسل سے جو بھی ہو وہ اس عریضہ کو حضور تک پیش کر دے۔ مضمون عریضہ یہ تھا۔

مِنْ اَذَلِّ الْخَلِیْقَۃِ تُبَّعِ الْاَوَّلِ الْحِمْیَرِیِّ اِلٰی رَسُوْلِ الثَّقَلَیْنِ نَبِیِّ الْحَرَمَیْنِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ۔ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ لَا تَحْرِمْنِیْ مِنْ شَفَاعَتِکَ فِیْ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔

چنانچہ یہ نسلاً بعد نسل عریضہ منتقل ہوتے ہوئے حضرت ابو ایوب انصاری تک آیا اور جب حضور ہجرت فرماتے ہوئے مدینہ تشریف لائے اور آپ کی اونٹنی حضرت ابو ایوب کے دروازہ پر پہنچی اور آپ سامنے آئے تو حضور نے انہیں ملاحظہ کرتے ہی فرمایا ھَلْ بَلَّغْتَ یَا قَاصِدَ تُبَّعِ الْاَوَّلِ الْحِمْیَرِیِّ اسی وجہ میں تبع اول یا تبع اکبر حمیری کو علامہ آلوسی روح المعانی میں کَانَ صَادِقًا فرماتے ہیں۔ باقی ان کی قوم جرائم پیشہ تھی۔ جسے اللہ نے ہلاک کر ڈالا آگے ارشاد ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ۔ ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں میں ہے کھیل کے طور پر نہیں بنائے۔

مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ زمین و آسمان کو نہیں پیدا فرمایا مگر حکمت سے لیکن اکثر لوگ لاعلم ہیں۔

اگر کفار کے اقوال کو کوئی درجہ دیا جائے تو اس سے متبادر یہی مفہوم ہوگا کہ قیام قیامت، و مرنے کے بعد اٹھنا عبث ہے۔ مگر باری تعالےٰ نے اسکو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مرنے کے بعد اٹھنا اور حساب و عذاب نہ ہو تو خلق کی پیدائش محض فنا کے لیے ہوگی یہ عبث و لعب ہے تو اس آیت کریمہ سے اقتضائیہ ثابت ہوا کہ اس دنیوی زندگی کے بعد اخروی زندگی ضرور ہے جس میں حساب و جزا ہو یعنی جس میں طاعت پر ثواب اور معصیت پر عذاب کا سامنا کرنا پڑے۔

پیدا کرنے کی جو حکمت ہے وہ تو واضح ہے کہ دنیا کی زندگی کے اندر جو کچھ کیا جائے وہ

اخروی زندگی میں بعد محاسبہ ان کی جزا و سزا ہو مگر اس حکمت کو اکثر جاہل نہیں جانتے۔ آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ مِیْقَاتُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْئًا وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۔ بے شک فیصلہ کا دن ان سب کی آخری میعاد ہے جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے اور نہ ان کی مدد ہوگی۔ مگر جس پر اللہ رحم کرے۔ مگر جس پر اللہ تعالٰے رحم فرمائے بیشک وہی عزت والا رحم فرمانے والا ہے۔

آیۂ کریمہ واضح فرما رہی ہے کہ قیامت کے دن جسے یوم الفصل کہا گیا کافروں کو ان کے دوست اور مددگار کوئی مدد نہ پہنچا سکیں گے اور آخری دن ان کا وہ ہوگا کہ اس میں سوائے عذاب انہیں کچھ نہ ملے گا۔ وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ کا مقتضا یہ ہے کہ کافر مدد نہ کیے جائیں اور مومنین کی مدد ہو۔ اگر کسی کی بھی مدد نہ ہو تو وَلَا یُنْصَرُوْنَ فقط ہوتا۔ لفظ ہُمْ نے تخصیص کفار کر دی کہ وہ مدد نہیں کیے جائیں گے اور پھر استثنا اِلَّا کا اس نے اور مزید وضاحت کر دی۔ کہ اللہ کا رحم اور کرم جس پر ہوگا ان کی مدد بھی کی جائے گی اور ان کی حمایت بھی ہوگی۔ یہ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی الخ جو ہے وہ صرف کفار کے لیے ہے۔ اور مومنین کی حمایت اور مدد باذن الٰہی انبیاء اولیاء صلحاء فضلاء فرمائیں گے اور ان کا انکار آیت کریمہ سے نہیں نکلتا اور اس غالب رحم والے کی طرف سے ایک واسطہ رحمۃ للعالمین ہی کا ہمارے لیے اتنا زبردست ہے کہ ہمیں کثرت معاصی کی فکر کے مقابلہ میں امید رحمت بھی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۂ دخان پ ۲۵

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ۝
بے شک تھوہر کا درخت کافروں کا کھانا ہوگا۔

كَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ۝
جیسے پگھلا ہوا تانبا پیٹ میں ایسا کھولے گا۔

كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ۝
جیسے کھولتا ہوا پانی کھولتا ہے۔

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ۝
(علاوہ ازیں ہم فرشتوں کو حکم دیں گے) کہ انہیں پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بیچ لے جاؤ۔

ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ۝
پھر (یہ سزا دو) کہ کھلتا ہوا پانی اس کے سر پر ڈالو۔

ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ۝
(پھر ہم دوزخی کی مصیبت بڑھانے کو کہیں گے) کہ اس عذاب کا مزہ چکھ کیونکہ تو بڑا ہی عزت والا

کرم والا تھا۔

إِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ٥

یہ ہے جس پر تم شبہ کرتے تھے۔

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ أَمِيْنٍ ٥

بیشک پرہیزگار امن کی جگہ پر ہونگے۔

فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ٥

باغیچوں اور چشموں میں۔

يَلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ٥

ریشم کی مہین اور دبیز پوشاکیں پہنے ہوئے ایکدوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہونگے۔

كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ٥

ایسا ہی ہوگا۔ اور علاوہ ازیں بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کے جوڑے لگا دیے ہوں گے

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ٥

وہاں اطمینان سے ہر طرح کے میوے کھا رہے ہوں گے۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ٥

پہلی دفعہ (دنیا) کی موت کے سوا وہاں موت دوبارہ چکھنی نہ پڑے گی اور خدا انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ٥

اے محبوب! یہ آپ کے رب کا انعام ہے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ٥

اے محبوب! ہم نے اس قرآن کو آپ کی بولی میں اس لیے آسان کر دیا کہ اہل عرب اسے سمجھ کر نصیحت حاصل کر سکیں۔

فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ٥

مگر سردست آپ بھی نتیجہ کا انتظار فرمائیں وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

حلِّ لغات

إِنَّ ۔ بیشک　شَجَرَةَ ۔ درخت　الزَّقُّوْمِ تھوہر کا　طَعَامُ ۔ کھانا ہے

الْأَثِيْمِ ۔ گنہگاروں کا　كَالْمُهْلِ ۔ جیسے پگھلا ہوا تانبہ　يَغْلِيْ ۔ جوش مارے گا　فِيْ ۔ بیچ

اَلْبُطُوْنِ۔ پیٹوں کے
فَاعْتِلُوْهُ۔ پھر گھسیٹو اس کو
ثُمَّ۔ پھر
مِنْ عَذَابِ۔ عذاب
اَنْتَ۔ تو تھا
هٰذَا۔ یہ ہے
تَمْتَرُوْنَ۔ شک کرتے
مَقَامٍ۔ مقام
وَ۔ اور
وَ۔ اور
وَ۔ اور
عِیْنٍ۔ موٹی آنکھ والی سے
فَاكِهَةٍ۔ پھل
فِیْهَا۔ اس میں
الْاُوْلٰى۔ پہلی
الْجَحِیْمِ۔ دوزخ سے
هُوَ۔ وہ ہے
یَسَّرْنٰهُ۔ آسان کیا ہم نے
یَتَذَكَّرُوْنَ۔ نصیحت لیں

كَغَلْیِ۔ جیسے جوش مارتا ہے
اِلٰى۔ طرف
صُبُّوْا۔ گراؤ
الْحَمِیْمِ۔ گرم پانی کا
الْعَزِیْزُ۔ غالب
مَا۔ جو
اِنَّ۔ بیشک
اَمِیْنٍ۔ امن والے کے ہونگے
عُیُوْنٍ۔ چشموں کے
اِسْتَبْرَقٍ۔ موٹا ریشم
زَوَّجْنٰهُمْ۔ نکاح کردینگے ہم
یَدْعُوْنَ۔ مانگیں گے
اٰمِنِیْنَ۔ امن والے
الْمَوْتَ۔ موت
وَ۔ اور
فَضْلًا۔ فضل ہے
الْفَوْزُ۔ کامیابی
هُ۔ اس کو
فَارْتَقِبْ۔ تو انتظار کر

الْحَمِیْمِ۔ گرم پانی
سَوَآءِ۔ درمیان
فَوْقَ۔ اوپر
ذُقْ۔ چکھ
الْكَرِیْمُ۔ عزت والا
كُنْتُمْ۔ تھے تم
الْمُتَّقِیْنَ۔ پرہیزگار
فِیْ۔ بیچ
یَلْبَسُوْنَ۔ پہنیں گے
مُّتَقٰبِلِیْنَ۔ آمنے سامنے
هُمْ۔ ان کا
فِیْهَا۔ اس میں
لَا۔ نہ
اِلَّا۔ مگر
وَقٰهُمْ۔ بچائے گا ان کو
مِّنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب کا
الْعَظِیْمُ۔ بڑی
بِلِسَانِكَ۔ تیری زبان سے
اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ

خُذُوْهُ۔ پکڑو اس کو
الْجَحِیْمِ۔ جہنم کے
رَاْسِهٖ۔ سر اس کے کے
اِنَّكَ۔ بیشک تو
اِنَّ۔ بیشک
بِهٖ۔ اس میں
فِیْ۔ بیچ
جَنّٰتٍ۔ باغوں
مِنْ سُنْدُسٍ۔ باریک
كَذٰلِكَ۔ اسی طرح ہوگا
بِحُوْرٍ۔ حور
بِكُلِّ۔ ہر طرح کے
یَذُوْقُوْنَ۔ چکھیں گے
الْمَوْتَةَ۔ موت
عَذَابَ۔ عذاب
ذٰلِكَ۔ یہ
فَاِنَّمَا۔ اسکے سوا نہیں
لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ
مُّرْتَقِبُوْنَ۔ انتظار میں ہیں

حلِ لغاتِ نادرہ

شَجَر:۔ درخت کو کہتے ہیں۔
زَقُّوم:۔ تھوہر کو کہتے ہیں۔
اَثِیْم:۔ کافر کو کہتے ہیں۔

كَالْمُهْلِ: جہل پگھلا ہوا تانبہ کیونکہ وہ آگ میں اتنی دیر تک رکھا جاتا ہے کہ پگھل کر پانی ہو جاتے۔
يَغْلِيْ: غلیان سے ہے جوش کے معنی دیتا ہے۔
حَمِيْم۔ کھولتا پانی
خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ: عتل لغت میں کہتے ہیں کسی کے مونڈھے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے کو جب کوئی شخص اونٹنی کی مہار زور سے کھینچتا ہے تو اَخَذَ فُلَانٌ بِزِمَامِ النَّاقَۃِ يَعْتِلُهَا بولا کرتے ہیں۔
مِنْ سُنْدُسٍ۔ باریک ریشم
اِسْتَبْرَقٍ۔ دبیز ریشم کو کہتے ہیں
فَارْتَقِبْ۔ صیغہ امر ہے۔ رقب کہتے ہیں انتظار کو۔

مختصر تفسیر تیسرا رکوع سورۃ دخان پ ۲۵

اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ۔ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ۔ بیشک درخت تھوہر کا کھانا ہے کافروں کے لیے مثل پگھلے ہوئے تانبہ کے جو جوش مارے گا پیٹوں میں مثل جوش کھولتے پانی کے۔ حکم ہو گا پکڑو انہیں پھر گھسیٹو جہنم میں۔ ثُمَّ صُبُّوْا پھر ڈالو فَوْقَ رَاْسِهٖ ان کے سر پہ عذاب جہنم۔

دنیا کا تھوہر اتنا خبیث درخت ہے کہ اس کا کانٹا جہاں چبھ جائے تو سارے عضو کو گلا دیتا ہے۔ پھر جہنم کا درخت جو جہنم میں ہی پیدا ہوا ہو وہ تو سخت موذی اور اخبث ہو گا۔ حدیث پاک میں ہے کہ اس درخت کے دودھ کا ایک قطرہ اگر دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو اہل دنیا کو ہلاک کر دے۔ اور دنیا میں اہل دنیا کے ہاتھوں ایٹم کے ذرات غالبًا اسی لیے بنائے گئے تاکہ جہنم کے تھوہر کے ایک قطرہ پر تعجب نہ ہو اور سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایٹمی ذرات جو قطرہ سے کہیں کم ہوتے ہیں وہ ایک آبادی کی تباہی کا موجب ہو جاتے ہیں تو جہنم کا ایک قطرہ تو الامان والحفیظ کیا قیامت ہو گا۔ بہرحال جہنمیوں کی غذا میں سے ایک غذا تھوہر ظاہر فرمائی گئی اور اس کا اثر یہ بتایا کہ اثیم اور ذمیم بدکار کفار ابوجہل جیسے نابکار کی وہ غذا ہو گی تو اس کا اثر یہ ہو گا کہ جیسے پگھلا ہوا تانبہ جب منہ میں ڈالا جائے تو تمام جسم کو جھلس کر رکھ دے ایسے ہی وہ تھوہر کا کھانا جب ان کے حلق میں پہنچے گا تو پگھلے ہوئے تانبہ کی طرح تمام جسم کو ایسے ابال دے گا جیسے کھولتا ہوا پانی یا بالفاظ دیگر الجن کا اسٹیم جسم کو جھلس دیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کافروں کے ملائکہ کو حکم ہو گا کہ پکڑو انہیں اور گھسیٹتے

ہوئے جہنم کے بیچ میں لے جاؤ پھر حکم ہوگا۔
ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۔ پھر حکم ہوگا کہ ڈالو ان کے سر ول کے اوپر جہنم کے کھولتے پانی کا عذاب ۔

اور چونکہ ابوجہل اور اس کے ہمنوا اپنے کو مکہ کا صندید اور معزز و شریف کہتا تھا تو تو بیخا طنزاً اسے کہا جائیگا
ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۔ اب چکھ عذاب کہ تو عزت والا اور کرامت والا اپنے کو کہتا تھا۔
اِنَّ هٰذَا ۔ اور یہ لوگ عذاب جہنم اور انعام جنت کے بھی منکر تھے تو ارشاد ہوگا۔
اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ۔ بے شک یہ عذاب وہ ہے جس کی طرف سے تم شک کرتے تھے
یہاں تک جہنمیوں کا عذاب اور اس کے ہمنواؤں کا حال بیان فرما کر حسب دستور قرآن اب جنتیوں کا تذکرہ فرمایا گیا۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۔ يَلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۔ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۔ ڈرنے والے امن کی جگہ میں ہیں باغوں اور چشموں میں پہنیں گے کریب اور تفاویز آمنے سامنے ۔ یوں ہی ہے اور ہم نے انہیں بیاہ دیا نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والیوں سے اس میں ہر قسم کا میوہ مانگیں گے امن و امان سے ۔

لیعنی جنتیوں کے لیے نازک ریشمی لباس کریب اور تفاویز کا ہوگا اور باغیچہ اور چشمہ ان کے لیے ہوں گے جس میں وہ سیر و تفریح کریں گے اور حسینہ و جمیلہ حوروں سے ان کے رشتے ہوں گے اور انواع و اقسام کے پھل ان کی طلب اور خواہش پر ملیں گے ۔ اب آخری خطرہ جو تھا وہ یہ تھا کہ دنیا میں انسان خواہ کتنے ہی ناز و نعمت میں رہے آخر اسے فنا ہے اس سے بے فکر کرنے کو ارشاد ہوا۔
لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ جنت میں داخل ہونے کے بعد وہاں کوئی موت کا مزہ نہ چکھیں گے سوا پہلی موت کے جو دنیا میں آئی اور نفخۂ صور پر واقع ہوئی
وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۔ اور جہنم کے عذاب سے محفوظ ہوں گے اس لیے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد جہنم حرام ہو جاتا ہے ۔ اس پر ارشاد ہے کہ یہ سب انعام
فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۔ تمہارے رب کے فضل سے ان پر ہوں گے ۔
ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے ۔ اس کے بعد ارشاد ہے جس میں بتایا گیا کہ قرآن کریم عربی زبان میں کیوں لایا گیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ
فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۔ ہم نے تو قرآن آپ کی زبان میں اسی لیے آسان کیا کہ

تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں اور اگر اس پر بھی وہ نصیحت حاصل نہ کریں تو فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ۔ تو آپ بھی انتظار فرمائیں اور وہ بھی انتظار میں ہیں یعنی قیامت کے دن آپ کا فیصلہ حقانیت پر اور ان کا انجام باطل پرستی کا واضح ہو جائے گا۔

سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ

یہ سورۃ مکی ہے اور اس میں چار رکوع اور تیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ جاثیہ پ۲۵

حٰمٓ ٥

اے حامد و محمود

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ٥

یہ فرمان تحریری (قرآن کریم) پیشگاہ خداوندی سے صادر ہوتا ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے۔

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ٥

بے شک آسمانوں اور زمین میں ایمان والوں کے لیے (قدرت خدا کی) بہتیری نشانیاں ہیں۔

وَفِیْ خَلْقِکُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ٥

اور (لوگو) تمہارے پیدا کرنے میں اور (نیز) جانوروں میں جن کو روئے زمین پر پھیلاتا ہے (قدرت خدا کی) بہتیری نشانیاں ہیں جو یقین کی صلاحیت رکھتے ہیں

وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ٥

اور رات دن کی تبدیلیوں میں (اور سرمایۂ رزق) یعنی پانی میں جس کو خدا آسمان سے اتارتا ہے پھر اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مرے پیچھے (بنجر ہونے کے بعد) زندہ (سرسبز و شاداب) کر دیتا ہے اور ہواؤں کے ردوبدل میں (خدا کی قدرت کی) بہتیری نشانیاں ہیں مگر ان لوگوں کو جو عقل

رکھتے ہیں

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝

(حقیقت میں) یہ خدا کی (ہماری ہی) آیتیں ہیں جو ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں تو اب اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد اور کونسی بات ہوگی جسے سن کر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝

ہلاکت ہے ہر بڑے جھوٹے بدکار کے لیے۔

يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

جو اللہ کی (ہماری) آیتیں سنتا ہے کہ اس پر پڑھی جاتی ہیں پھر ہٹ پر جم جاتا ہے گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں تو ایسے نالائق کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔

وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَا ِۨاتَّخَذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

(اور کفر پر اڑنے کے علاوہ) وہ جب ہماری آیتوں آیتوں کی کچھ خبر پاتا ہے تو ان کی ہنسی بناتا ہے ایسے ہی لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

کہ آگے چل کر ان کے لیے عذاب جہنم ہے اور دنیا میں جو کچھ کام کر گئے ان کے کچھ کام نہ آئیں گے اور نہ ان کے معبود جن کو انہوں نے خدا کے سوا اپنا کارساز بنا رکھا تھا اور ان کو بڑا عذاب ہونا ہے۔

هٰذَا هُدًى وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝

یہ (قرآن) (سراپا) ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں کے منکر ہیں ان کو بڑے (سخت) عذاب کی دردناک سزا ہوتی ہے۔

حلِّ لغات

حٰمٓ ۔ تَنْزِيْلُ ۔ اتاری گئی ہے ۔ اَلْكِتَابُ ۔ کتاب ۔ مِنَ اللّٰهِ ۔ اللہ

اَلْعَزِيْزِ غالب ۔ اَلْحَكِيْمِ حکمت والے نے ۔ اِنَّ ۔ بیشک ۔ فِيْ ۔ بیچ

السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کے	لَاٰیٰتٍ۔ یقیناً نشانیاں ہیں
لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کیلئے	وَ۔ اور	فِیْ۔ بیچ	خَلْقِکُمْ۔ تمہاری پیدائش کے
وَ۔ اور	مَا۔ جو	یَبُثُّ۔ پھیلائے	مِنْ دَآبَّۃٍ۔ جانور
اٰیٰتٌ۔ نشانیاں ہیں	لِقَوْمٍ۔ واسطے قوم	یُّوْقِنُوْنَ۔ مومن کے	وَ۔ اور
اخْتِلَافِ۔ اختلاف	الَّیْلِ۔ رات	وَ۔ اور	النَّهَارِ۔ دن میں
وَ۔ اور	مَا۔ جو	اَنْزَلَ۔ اتارا	اللّٰهُ۔ اللہ نے
مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے	مِنْ رِّزْقٍ۔ رزق	فَاَحْیَا۔ تو زندہ کیا	بِهٖ۔ اس سے
الْاَرْضَ۔ زمین کو	بَعْدَ۔ بعد	مَوْتِهَا۔ اس کی موت کے	وَ۔ اور
تَصْرِیْفِ۔ پھیرنے	الرِّیٰحِ۔ ہواؤں میں	اٰیٰتٌ۔ نشانیاں ہیں	لِّقَوْمٍ۔ واسطے قوم
یَّعْقِلُوْنَ۔ عقلمند کے	تِلْكَ۔ یہ	اٰیٰتُ۔ آیتیں ہیں	اللّٰهِ۔ اللہ کی
نَتْلُوْ۔ پڑھتے ہیں ہم	هَا۔ ان کو	عَلَیْكَ۔ اوپر تیرے	بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ
فَبِاَیِّ۔ تو کونسی	حَدِیْثٍ۔ بات پر	بَعْدَ۔ بعد	اللّٰهِ۔ اللہ کے
وَ۔ اور	اٰیٰتِهٖ۔ اسکی آیتوں کے	یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لائینگے	وَیْلٌ۔ ہلاکت ہے
لِّکُلِّ۔ واسطے ہر ایک	اَفَّاكٍ۔ جھوٹے	اَثِیْمٍ۔ گنہگار کے	یَّسْمَعُ۔ سنتا ہے
اٰیٰتِ۔ آیتیں	اللّٰهِ۔ اللہ کی	تُتْلٰی۔ پڑھی جاتی ہیں	عَلَیْهِ۔ اس پر
ثُمَّ۔ پھر	یُصِرُّ۔ جم جاتا ہے	مُسْتَکْبِرًا۔ تکبر کرتا ہوا	کَاَنْ۔ گویا کہ
لَّمْ۔ نہیں	یَسْمَعْهَا۔ سنا اس کو	فَبَشِّرْهُ۔ تو خوشخبری دو اسکو	بِعَذَابٍ۔ عذاب
اَلِیْمٍ۔ دردناک کی	وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	عَلِمَ۔ جانتا ہے
مِنْ اٰیٰتِنَا۔ ہماری آیتوں سے	شَیْئًا۔ کچھ تو	اتَّخَذَ۔ پکڑتا ہے	هَا۔ ان کو
هُزُوًا۔ ٹھٹھا	اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ	لَهُمْ۔ انکے لیے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے
مُّهِیْنٌ۔ رسوا کرنے والا	مِنْ وَّرَآئِهِمْ۔ انکے آگے	جَهَنَّمُ۔ جہنم ہے	وَ۔ اور
لَا۔ نہیں	یُغْنِیْ۔ کام آئے گا	عَنْهُمْ۔ ان کے	مَا۔ جو
کَسَبُوْا۔ انہوں نے کمایا	شَیْئًا۔ کچھ بھی	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
مَا۔ جو	اتَّخَذُوْا۔ بنالیے ہیں انہوں نے	مِنْ دُوْنِ۔ سوائے	اللّٰهِ۔ اللہ کے
اَوْلِیَآءَ۔ کارساز	وَ۔ اور	لَهُمْ۔ ان کے لیے	عَذَابٌ۔ عذاب ہے

عَظِیْمٌ۔ بڑا	هٰذَا۔ یہ	هُدًى۔ ہدایت ہے	وَ۔ اور
اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ منکر ہوئے	بِاٰیٰتِ۔ آیات	رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کی سے
لَهُمْ۔ انکے لیے	عَذَابٌ۔ سزا ہے	مِّنْ رِّجْزٍ۔ عذاب	اَلِیْمٌ۔ دردناک کی

حلِّ لغاتِ نادِرہ

یَبُثُّ۔ پھیلاتا ہے
اَفَّاكٌ۔ کذّاب
اَثِیْمٌ۔ بہت بڑا گنہگار
یُصِرُّ۔ ازاصرار ایک بات پر جمے رہنے کو کہتے ہیں۔
مِنْ وَّرَآئِهِمْ۔ وَرَاء اضداد میں سے ہے آگے اور پیچھے دونوں کے معنی دیتا ہے کیونکہ اصل میں وراء اس سمت کو کہتے ہیں جسے کوئی شخص آگے یا پیچھے سے چھپالے یہاں آگے کے معنی مراد ہیں۔
رِجْزٌ۔ سخت تر عذاب

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۂ جاثیہ پ۲۵

حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ۔ حٰمٓ۔ یہ حروف مقطعات سے ہے اس کے حقیقی معنی اللہ کے سوا یا اس کے حبیب جن پر نازل ہوا کوئی نہیں جانتا ہم نے اس کے تاویلی معنی حامد و محمود تجویز کیے ہیں۔ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ الخ نازل فرمانا ہے قرآن کریم کا اللہ عزت اور حکمت والے کی طرف سے۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے اپنی صفت کا تعارف کرایا ہے اور بتایا ہے کہ اس کتاب کو ہم نے ہی نازل فرمایا ہے۔ جیسا کہ مشرکین مکہ کا وہم تھا کہ یہ جن مستولی ہو کر سکھلا جاتا ہے اس کا رد بلیغ کیا گیا اور غیر مبہم الفاظ میں فرما دیا کہ اس کتاب کا نازل کرنا ہماری طرف سے ہے اور جو اسے کسی کی تلقین و القاء کہتے ہیں وہ خیال فاسد کا سبب ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ وَفِیْ خَلْقِكُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ۔ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ

بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيَاحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ بے شک آسمانوں اور زمین میں ایمان والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں اور رات دن کی تبدیلیوں میں اور جو اللہ نے آسمان سے نازل فرمایا سرمایۂ رزق سے تو اس سے ہم نے بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کیا اور ہواؤں کی گردش میں عقلمندوں کے لیے بہت سی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

آیات کریمہ میں اول اختلاف لیل و نہار میں نشانیاں بتائیں پھر گردش ریاح میں علیحدہ نشانیاں ظاہر کیں۔ تیسرے نَنَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ میں رزق دینے کا اور بنجر زمین کو زندہ کرنے کا اظہار فرمایا۔ یہ بہت بڑی حکمت بالغہ ہے کہ اس کے ذریعے انسان بہت سے سبق لیتا ہے۔ اختلاف لیل و نہار سے بظاہر سوائے رات و دن کے آنے جانے کے کچھ نہیں ہے مگر اس کو دوسری جگہ فرمایا۔ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ - وہ ذات وہ ہے جس نے دن میں سورج کو روشن بنایا اور رات کے لیے چاند کو نور بنایا یہاں دو لفظ استعمال کیے ایک کے لیے ضیاء اور دوسرے کے لیے نور۔ اس میں یہ بتایا کہ رات نور سے روشن ہوتی ہے اور دن میں ضیاء شمس پھیلتی ہے۔

تو رات اور دن کے اختلاف میں اس قادر مطلق کی یہ نشانی ہے کہ اس نے چاند اور سورج کو لیل و نہار کے منور کرنے میں اپنی حکمت بالغہ کا اظہار فرمایا۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ دن جا کر رات جب آئے تو ایک دن پورا ہوتا ہے اسی طرح ہفتہ۔ مہینہ اور سال کا حساب پورا ہوتا ہے جس سے کام کرنے والوں کو معاوضے تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ مہینوں میں علیحدہ علیحدہ امتیاز رکھے جنہیں آپ اسی لیل و نہار کے اختلاف سے جان سکتے ہیں جیسا کہ فرمایا اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ - مہینے سال کے لیے بارہ ہیں اور ان کا تعین آسمان و زمین کے بنانے کے ساتھ ہی کیا گیا۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔

ذی الحجہ جس میں حج کیا جاتا ہے اور تین ماہ رجب۔ ذی قعدہ اور محرم الحرام یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب مہینوں سے محترم ہیں۔ تو اگر اختلاف لیل و نہار نہ ہو تو اہل ایمان پر یہ نشانیاں کیونکر ظاہر ہوتیں علاوہ اس کے قرض و دام میں جو ادائیگی کے وعدے ہوتے ہیں وہ بھی اسی اختلاف پر موقوف ہیں شادیوں کی تاریخیں اسی اختلاف کے ماتحت متعین ہوتی ہیں اور اس کے علاوہ اگر ہم تفصیل میں لائیں تو بہت سی نشانیاں ملتی ہیں مگر ہم اختصاراً اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ایسے ہی تصریف الریاح ہواؤں کی گردشیں بتا دیتی ہیں سردی کب آئے گی اور گرمی کب ہوگی۔

موسم برشگال کب سے شروع ہوگا؟ یہ بھی بہت بڑی نشانیاں ہیں جس کے معلوم کرنے کو ایبدرو میٹری یعنی موسمیات کا محکمہ بنایا گیا جو استقرائی آلات کے ذریعے بتاتا ہے کہ آج بارش ہوگی یا نہیں۔ آج ہوا گرم یا ٹھنڈی رہیگی۔ موسم کا ٹمپریچر کتنا رہا وغیرہ وغیرہ۔

ایسے ہی یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ میں نشانہائے قدرت ہیں کہ نازل تو ہوتا ہے آسمان سے (مینہ) مگر اس کے منافع یہ ہیں کر دینا پھل پھول اور رزق سے متمتع ہوتی ہے اس کے علاوہ اس امر کو بھی ثابت کرتا ہے (بارش) کو خاک میں ملا کر بغیر تخم پاشی کے چند قطروں کے ذریعہ زمین بنجر کو سر سبز و شاداب کر دینا جیسے مردہ زمین کو زندہ کرنا فرمایا اس میں یہ بھی لطیف اشارہ ہے کہ مرکر جو خاک میں مل جائیں گے وہ ایسے ہی زندہ ہوں گے اور کفار کا یہ اعتراض غلط ہے کہ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ وہ کہتے تھے جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے تو لوٹ کر آنا اور زندہ ہونا یہ بعید از عقل ہے۔ تو فرمایا کہ سبز گھاس کو خاک میں ملا پھر سر سبز کر دینا تو تمہارے مشاہدہ میں ہے۔ پھر اسے رجع بعید کہنا بے عقلوں کا کام ہے۔

علاوہ اس کے مینڈک جھینگے اور برساتی کیڑے مکوڑے پروانے یہ خاک میں مل جاتے ہیں۔ اور جب بارش کا چھینٹا پڑتا ہے تو یہ پھر زندہ ہو جاتے ہیں تو یہاں رجع بعید کیوں نہیں تو معلوم ہوا کہ وہ عقل سے ہی بعید تھے ورنہ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ عقلمندوں کے لیے اس میں بھی ہمارے نشانہائے قدرت ہیں۔

ایک سوال یہاں باقی رہتا ہے کہ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰہُ سے کیا مراد ہے۔ اس لیے کہ نزول آسمان سے ضرور ہوتا ہے۔ بارش آسمان سے ضرور آتی ہے مگر یہ امر تحقیق طلب ہے کہ محاورۂ عرب میں سماء کس کو کہتے ہیں؟ شرعیات میں تو سماء سے وہی سماء مراد ہے جس کے متعلق اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وغیرہ آیا ہے۔ لیکن لغت میں سماء محض بلندی کو کہتے ہیں۔

علاوہ بریں اگر مان لیا جائے کہ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ سے مراد بارش کا محض بلندی سے نازل ہونا ہے جیسا کہ تحقیقات جدیدہ میں مانسون بتایا گیا اور مانسون وہی ہے جو حرارت شمسی سے سمندر کی سطح کو گرم کر کے بخارات اوپر چڑھتے ہیں اور پھر برودت اور ٹھنڈی ہوا سے وہ پانی ہو کر برستا ہے تو ہم اس کے خلاف نہیں اس میں بھی مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰہُ ہی ہے۔ آفتاب کی شعاعیں اگر نہ ہوں تو مانسون کیسے بنے اور آفتاب بندے کی بنائی ہوئی مشین نہیں بلکہ ید قدرت نے اس کی تخلیق فرمائی۔ بنابریں مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰہُ اس پر بھی صادق آتا ہے۔

اور شرعیات کی روشنی میں احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کے مابین ایک دریا

ہے جس سے یہ بارش آتی ہے۔ تو اگر مانسون والی بارش کو مان لیا جائے تو مَا اَنْزَلَ اللہ ہوگا اور اگر اس دریا سے مانی جائے تو بھی مَا اَنْزَلَ اللہ ہوگا۔ بہرحال بلندی سے جس کو سماء کہا گیا بارش ہونا تو یقینی ہے۔ اب وہ مانسون سے ہو یا اس دریا سے جو فضا میں ہے۔ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا بہر صورت کرشمہ قدرت ہے۔ اور یہاں اللہ جل وعلا شانہ اپنے کرشمہ قدرت کا مظاہرہ فرمارہا ہے اور بتارہا ہے۔ کہ وہ بارش جو بلندی سے ہم برساتے ہیں وہ خاک میں ملی ہوئی گھاس کو سرسبز و شاداب کردیتی ہے اور حشرات الارض کے لاکھوں کیڑے مکوڑے بھنگے پروانے یہ بھی اس سے زندہ ہوجاتے ہیں تو تمہارا خاک میں مل جانے کے بعد پھر زندہ ہوجانا کیوں مستبعد ہو؟ آگے ارشاد ہے

تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتْلُوْھَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ حقیقت میں یہ خدا کی آیتیں ہیں جنہیں پڑھ کر ہم آپ کو سناتے ہیں تو اب اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد وہ کونسی بات ہوگی جسے یہ سنکر ایمان لائیں گے؟

تو جس کے حصہ میں ایمان ہی نہیں وہ تو ایمان نہ لائیں گے اور نہ لائے اور جو ایمان والے ہیں انکے لیے یہ دلائل قدرت ہیں وہ اس پر ایمان لاتے ہیں تسلیم کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ کرشمہ ہائے قدرت دنیا میں اہل دنیا پر ہزار ہا صورتوں سے ظاہر و باہر ہیں۔ آگے ارشاد ہے۔

وَیْلٌ لِّکُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ۔ یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰہِ تُتْلٰی عَلَیْہِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَکْبِرًا کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْھَا فَبَشِّرْہُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ ہلاکت وخرابی ہے ہر اس جھوٹے بدکار پر جو اللہ کی آیتیں سنتا ہے جو اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر اپنی ہٹ پر جما رہتا ہے گویا کہ اس نے سنی ہی نہیں تو اسے دردناک عذاب کی بشارت دیدیجیے۔

یہ منکرین کے لیے توبیخ ہے کہ وہ سن کر ایمان لانے کی بجائے منکر ہی رہتا ہے آگے ارشاد ہے۔

وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْئَا نِ اتَّخَذَھَا ھُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ۔ اور جب اسے ہماری آیتوں کا کچھ علم ہوتا ہے تو وہ ان سے تمسخر کرنا شروع کردیتا ہے ایسے ہی لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

یہ دونوں آیتیں نضر بن حرث کے لیے نازل ہوئیں وہ عجمی قصے سنا سنا کر لوگوں کو قرآن سننے سے روکتا تھا اور آیات قرآنیہ کا استہزاء کرتا تھا اور حکم اس آیت کا ہر ایسے شخص کے لیے عام ہے جو ایسا کرے یعنی دین کو ضرر پہنچائے اور قرآن سننے سے روکے اور آیات قرآنیہ کے استہزاء میں پیش پیش ہو اس لیے کہ آیات کا مورد خاص ہوجاتا ہے مگر حکم اس کا ہمیشہ عام ہی رہتا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اس کے بعد ان کے لیے جہنم ہے اور نہ مستغنی کرے گا ان سے وہ جو وہ دنیا میں کر گئے کچھ بھی اور نہ وہ جنہیں انہوں نے اللہ کے سوا مددگار بنا رکھا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے

یہ بھی مشرکین کی بد اعتقادیوں پر توبیخ ہے اور وہ بتوں کو کہا کرتے تھے هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ اس کا رد ہے کہ تمہارے مددگار جن کو تم تصور کیے بیٹھے ہو یہ نہیں ہو سکتے جو دنیا میں تم کر گئے وہ تمہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اس لیے کہ کافر مشرک بھی خیرات و صدقات وان ہی کے نام سے کرتا ہے تو مومن کا یہ صدقات و خیرات کرنا تو اتنا مبارک ہے کہ حدیث میں آیا اَلصَّدَقَةُ تُطْفِیءُ غَضَبَ الرَّبِّ۔ صدقہ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ یہ مومن کے لیے ہے۔

مگر مشرک کے لیے وعید ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ بے شک وہ جو کافر ہوئے اور کفر پر مرے ان سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا زمین سونے سے بھری ہوئی اگر وہ دیں اور اسکو خیرات کر دیں یہ وہ ہیں کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں

تو معلوم ہوا کہ آخرت میں کافر کا مددگار کوئی نہ ہوگا۔ برخلاف مومن کے کہ اس کی حمایت مدد اور سفارش میں برگزیدگان حق اور اولیا انبیاء پیش پیش ہوں گے حتیٰ کہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ قرآن اپنی سات پشتیں بخشوائے گا۔ اور عالم دین متبع شریعت چودہ پشتوں کی شفاعت کرے گا حتیٰ کہ اسقاط شدہ بچہ بھی اپنے والدین کے حق میں شفیع ہوگا۔ تو جہاں جہاں قرآن کریم میں مدد کی نفی کی گئی ہے یہ صرف اور صرف مشرکین ہی کے لیے ہے جو اسے عام کرتے ہیں وہ عامی ہیں اور اپنی جہالت میں اس نعمت سے اپنے کو محروم رکھتے ہیں جو منجانب اللہ مومن کو عطا ہوئی۔ اب آگے ارشاد ہے۔

هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ یہ قرآن سرتا پا ہدایت ہے اور جو لوگ اللہ کی آیتوں کے منکر ہیں ان کے لیے سخت دردناک عذاب ہے۔

آیت کریمہ میں قطعی فیصلہ فرمایا کہ ہدایت قبول کرنے والوں کے لیے یہ قرآن کریم سرا پا ہدایت ہے اور منکروں کو بہ سبب انکار دردناک عذاب ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ جاثیہ پ ۲۵

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے مسخر کیا دریا کو تاکہ چلاؤ اس میں کشتی اللہ کے حکم سے تاکہ ڈھونڈو اس کے فضل سے اور شکر گذار بنو۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اور مسخر کیا تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کچھ اس سے بیشک اس میں نشان ہیں اس قوم کے لیے جو غور و فکر کرے۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝

اے محبوب فرمادیجئے ان لوگوں کو جو ایمان لائے درگزر کریں ان سے جو نہیں امید رکھتے اللہ کے دنوں سے تاکہ بدلہ دیا جائے اس قوم کو جو اس نے کمایا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝

جو اچھے عمل کرے گا وہ اس کے لیے ہے اور جو برا کرے وہ اس کے اوپر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۝

اور بیشک دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکمت اور نبوت اور دیا ہم نے انہیں پاک چیزوں سے رزق اور ان کے زمانہ والوں پر ہم نے ان کو فضیلت دی۔

وَاٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝

اور ہم نے دیں انہیں روشن دلیلیں کاموں سے پس انہوں نے اختلاف نہ کیا مگر بعد اس کے کہ آیا ان کے پاس علم آپس کے حسد سے بیشک تیرا رب فیصلہ کرے گا ان میں قیامت کے دن اس بات میں جس میں اختلاف کر رہے تھے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

پھر کیا ہم نے آپ کو ایک طریقہ پر معاملات سے تو پیروی کرو اس کی اور نہ پیچھے لگو ان کی نفسانی خواہشات کے جیسے وہ نہیں جانتے۔

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

بے شک وہ اللہ کے مقابل تمہیں کام نہ دیں گے اور بے شک مشرک لوگ بعض ان کے بعض کے حمایتی ہیں اور اللہ پرہیزگاروں کا مددگار ہے۔

هٰذَا بَصَآئِرُ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

یہ لوگوں کی آنکھیں کھولتا ہیں اور ہدایت اور رحمت ان کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ جو مرتکب معاصی ہیں یہ کہ کردیں گے ہم انہیں ان جیسا مثل ان کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے برابر ہے ان کی زندگی اور موت بہت برا ہے جو حکم لگاتے ہیں۔

حلِّ لُغات

اَللّٰهُ۔ اللہ	اَلَّذِیْ وہ ہے جس نے	سَخَّرَ۔ تابع کیا	لَکُمْ۔ تمہارے
اَلْبَحْرُ۔ سمندر کو	لِتَجْرِیَ۔ تاکہ چلیں	اَلْفُلْکُ۔ کشتیاں	فِیْهِ۔ اس میں
بِاَمْرِهٖ۔ اس کے حکم سے	وَ۔ اور	لِتَبْتَغُوْا۔ تاکہ تلاش کرو تم	مِنْ فَضْلِهٖ۔ اس کا فضل
وَ۔ اور	لَعَلَّکُمْ۔ تاکہ تم	تَشْکُرُوْنَ۔ شکر کرو	وَ۔ اور
سَخَّرَ۔ تابع کیا	لَکُمْ۔ تمہارے	مَّا۔ جو	فِیْ۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے	وَ۔ اور	مَا۔ جو	فِیْ۔ بیچ
اَلْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	جَمِیْعًا۔ سب	مِّنْهُ۔ اس سے	اِنَّ۔ بے شک
فِیْ۔ بیچ	ذٰلِکَ۔ اس کے	لَاٰیٰتٍ۔ نشانیاں ہیں	لِقَوْمٍ۔ واسطے قوم کے
یَتَفَکَّرُوْنَ۔ بیچ سوچیں	قُلْ۔ کہہ	لِلَّذِیْنَ۔ ان سے	اٰمَنُوْا۔ جو مومن ہیں
یَغْفِرُوْا۔ درگذر کریں	لِلَّذِیْنَ۔ ان سے جو	لَا۔ نہیں	یَرْجُوْنَ۔ امید رکھتے

اَیَّامَ اللّٰہِ ۔ اللہ کے دنوں کی   لِیَجْزِیَ ۔ تاکہ بدلہ دے   قَوْمًا ۔ قوم کو

بِمَا ۔ جو   کَانُوْا ۔ تھے   یَکْسِبُوْنَ ۔ کماتے   مَنْ ۔ جو

عَمِلَ ۔ کام کرے   صَالِحًا ۔ اچھے   فَلِنَفْسِہٖ ۔ تو اسی کے لیے ہے   وَ ۔ اور

مَنْ ۔ جو   اَسَاءَ ۔ برائی کرے   فَعَلَیْھَا ۔ تو اسی پر ہے   ثُمَّ ۔ پھر

اِلٰی ۔ طرف   رَبِّکُمْ ۔ اپنے رب کی   تُرْجَعُوْنَ ۔ پھیرے جاؤ گے   وَ ۔ اور

لَقَدْ ۔ بیشک   اٰتَیْنَا ۔ دی ہم نے   بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ ۔ بنی اسرائیل کو   الْکِتٰبَ ۔ کتاب

وَ ۔ اور   الْحُکْمَ ۔ حکمت   وَ ۔ اور   النُّبُوَّۃَ ۔ نبوت

وَ ۔ اور   رَزَقْنٰھُمْ ۔ رزق دیا ہمنے انکو   مِنَ الطَّیِّبٰتِ ۔ پاک چیزوں سے   وَ ۔ اور

فَضَّلْنٰھُمْ ۔ بزرگی دی ہم نے ان کو   عَلَی ۔ اوپر   الْعٰلَمِیْنَ ۔ جہان والوں کے

وَ ۔ اور   اٰتَیْنٰھُمْ ۔ دیں ہمنے ان کو   بَیِّنٰتٍ ۔ کھلی دلیلیں   مِّنَ الْاَمْرِ ۔ احکام ہیں

فَمَا ۔ تو نہ   اخْتَلَفُوْا ۔ اختلاف کیا انہو   اِلَّا ۔ مگر   مِنْ بَعْدِ ۔ بعد

مَا ۔ اس کے جو   جَآءَ ۔ آیا   ھُمُ ۔ انکے پاس   الْعِلْمُ ۔ علم

بَغْیًا ۔ سرکشی کرتے ہوئے   بَیْنَھُمْ ۔ آپس ہیں   اِنَّ ۔ بیشک   رَبَّکَ ۔ تیرا رب

یَقْضِیْ ۔ فیصلہ کریگا   بَیْنَھُمْ ۔ ان ہیں   یَوْمَ ۔ دن   الْقِیٰمَۃِ ۔ قیامت کے

فِیْمَا ۔ اس ہیں جو   کَانُوْا ۔ تھے   فِیْہِ ۔ اس ہیں   یَخْتَلِفُوْنَ ۔ اختلاف کرتے

ثُمَّ ۔ پھر   جَعَلْنٰکَ ۔ بنایا ہم نے آپ کو   عَلٰی ۔ اوپر

شَرِیْعَۃٍ ۔ ایک شریعت کے   مِّنَ الْاَمْرِ معاملات سے   فَاتَّبِعْھَا ۔ تو پیروی کر اسکی   وَ ۔ اور

لَا ۔ نہ   تَتَّبِعْ ۔ پیروی کر   اَھْوَآءَ ۔ خواہش   الَّذِیْنَ ۔ ان لوگوں کی

لَا ۔ جو نہیں   یَعْلَمُوْنَ ۔ جانتے   اِنَّھُمْ ۔ بیشک وہ   لَنْ ۔ ہرگز نہ

یُّغْنُوْا ۔ کام آئیں گے تیر   عَنْکَ ۔ تیرے   مِنَ اللّٰہِ ۔ اللہ سے   شَیْئًا ۔ کچھ بھی

وَ ۔ اور   اِنَّ ۔ بیشک   الظّٰلِمِیْنَ ۔ ظالم   بَعْضُھُمْ ۔ بعض انکے

اَوْلِیَآءُ ۔ دوست ہیں   بَعْضٍ ۔ بعض کے   وَ اللّٰہُ ۔ اور اللہ   وَلِیُّ ۔ دوست ہے

الْمُتَّقِیْنَ ۔ پرہیزگاروں کا   ھٰذَا ۔ یہ   بَصَآئِرُ ۔ آنکھیں کھولنا ہے   وَ ۔ اور

ھُدًی ۔ ہدایت   وَ ۔ اور   رَحْمَۃٌ ۔ رحمت   لِّقَوْمٍ ۔ واسطے اس قوم کے جو

یُّوْقِنُوْنَ ۔ یقین کریں   اَمْ ۔ کیا   حَسِبَ ۔ خیال کرتے ہیں   الَّذِیْنَ ۔ وہ

اِجْتَرَحُوا۔ کماتے ہیں اَلسَّیِّئَاتِ۔ برائیاں اَنْ۔ یہ کہ نَجْعَلَهُمْ۔ کر دینگے ہم ان کو
کَالَّذِیْنَ۔ ان کی طرح جو اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے وَ۔ اور عَمِلُوا۔ عمل کیے
الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے سَوَآءً۔ برابر ہے مَحْیَاهُمْ۔ زندگی هُمْ۔ ان کی
وَ۔ اور مَمَاتُهُمْ۔ موت ان کی سَآءَ۔ برا ہے مَا۔ جو
یَحْکُمُوْنَ۔ فیصلہ کرتے ہیں۔

حل لغاتِ نادرہ

فُلْکٌ۔ کشتی کو کہتے ہیں۔
اِجْتَرَحُوا السَّیِّئَاتِ۔ اِجْتَرَحَ۔ کہتے ہیں کسب کرنے کو
اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا۔ اِجْتِرَاح کے معنی ہیں اکتساب یعنی جو گناہ کماتے ہیں۔

مختصر تفسیر دوسرا رکوع سورہ جاثیہ۔ پ ۲۵

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۝
اللہ وہ ہے جس نے مسخر کیا تمہارے لیے سمندر کو تاکہ چلاؤ کشتی اس میں اس کے حکم سے تاکہ ڈھونڈو اس کا فضل اور تاکہ تم شکر گذار ہو۔

آیہ کریمہ میں اللہ جل وعلا شانہ اپنے کمال قدرت کا مظاہرہ فرما کر اپنا تعارف کراتا ہے اور بتاتا ہے کہ وہ سمندر جس میں پہاڑوں کی کوئی حیثیت نہیں جو بہانے پر آئے تو بڑی سے بڑی چٹان اور پتھر کو بلبلے کی طرح بہا کر لے جائے مگر ارشاد ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے اس سمندر کو مسخر فرمایا اور اس میں فائدہ تمہیں یہ پہنچایا کہ چھوٹی سے چھوٹی کشتی اور بڑے سے بڑا جنگی جہاز دونوں چلا رہے ہو۔ پھر فیہ بامرہ کا ایک فائدہ یہ بھی نظر آیا کہ جو کشتیاں پانی پر چلتی تھیں ان کے متعلق فرمایا کہ فیہ پانی میں چلیں گی۔ نزول قرآن کے وقت کوئی کشتی پانی میں چلنے والی نہ تھی پانی پر چلتی تھیں مگر بطور پیشگوئی اس امر کو ظاہر فرمایا کہ سمندر کی تسخیر ہم نے تمہارے لیے اس قدر کی کہ اس میں غوطہ زن کشتیاں چلاؤ گے چنانچہ آج جہاں پانی پر آگ بوٹ۔ اسٹیمر جہاز بادبانی کشتیاں چل رہی ہیں وہاں پانی کے اندر تارپیڈو اور غوطہ زن کشتیاں بھی جاری ہیں۔

اور اس کے کمال قدرت کا ایک مظاہرہ یہ ہے کہ سمندر جیسے بحر عمیق میں باہر اور اندر کشتیاں چل رہی ہیں اور شہر کے شہر ایک جگہ سے ہزاروں میل دوسری جگہ پہنچ رہے ہیں اس پہنچنے کا فائدہ دکھایا کہ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهٖ ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا کر اللہ کا فضل ڈھونڈو اور فضل سے مراد مال دنیا اور ترقی تجارت ہے جیسا کہ دوسری جگہ سورۂ جمعہ میں ارشاد ہے فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ جب نماز پوری ہو جائے تو پھیل جاؤ زمین میں اور ڈھونڈو اللہ کا فضل یعنی اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاؤ اور جو کچھ معاش ملے اسے خدا کا فضل سمجھو۔

یہی صورت یہاں ہے کہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا ابتغاء فضل الٰہی کے لیے ہے یعنی یہاں کا مال وہاں پہنچانا اور وہاں سے مال لے کر یہاں آنا اور نفع کمانا فضل الٰہی ہے جب یہ نفع کما لو تو یہ ہرگز مت سمجھو کہ اس میں تمہاری مساعی کا نتیجہ ملا ہے بلکہ اسے محض اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھ کر اس کا شکر ادا کرو۔ آگے ارشاد ہے

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ اور مسخر کیا تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ بے شک اس میں نشان قدرت ہے اس قوم کے لیے جو غور و فکر کرے۔

اس میں مَا فِی الْاَرْضِ تو واضح ہے کہ زمین سے کان کھود کر یاقوت پکھراج، نیلم، زمرد اور دریاؤں سے موتی سیپ نمک مچھلیاں اور درختوں سے انواع و اقسام کے پھول اور پھل اور حیوانوں میں سے بھیڑ بکری، گائے بھینس اور درندوں میں سے ان کی کھالیں یہ سب کچھ زمین سے لی جاتی ہیں اور زمین پر ہی مل جاتی ہیں۔ مگر مَا فِی السَّمٰوٰتِ کا مسخر ہونا بایں معنی ہے کہ سورج سے پھولوں اور پھلوں کے لیے اس کی شعاعوں کا حاصل کرنا اور چاند کی روشنی سے پھولوں میں خوشبو لینا۔

علاوہ اس کے اب جدید تحقیق کے ماتحت بذریعہ ایٹم فضا میں جانا اور طبقات ہوائیہ کو عبور کر کے عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرنا یہ ما فی السماوات ہے اگرچہ اب تو آسمانوں کو مسخر کر کے چاند سورج اور ستاروں تک پہنچنے کے دعوے ہو رہے ہیں۔ اگر وہاں پہنچ سکیں یا نہ پہنچ سکیں مگر فضا کے ہوا یہ میں بے گنتی ایسے مقام ہیں جن کا مشاہدہ کرنے کے بعد اس دھوکہ میں پڑا جا سکتا ہے کہ ہم سورج کے گرد ہیں چاند کے قریب ہیں۔ مریخ سے پرے نکل گئے ہیں وہاں کی آبادیوں سے ہمارے اشارے ہو رہے ہیں۔ یہ خواہ وہم ہو یا کچھ، بہرحال قرآن کریم نے بشارت دے دی ہے وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ تمہارے لیے مسخر کر دیا ہم نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یہ غور و فکر کرنے والوں کے لیے ہمارے

کمال قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ اے محبوب آپ فرمائیں ایمان والوں کو چشم پوشی کریں ان سے جو ایام اللہ سے امید نہیں رکھتے تاکہ اللہ جزا دے اس قوم کو جو وہ کر رہے ہیں جو اچھا عمل کرے وہ اسکی جان کے لیے ہے اور جو برا کرے وہ اس پر ہے پھر تمہارے رب کی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔

اس آیت کے شان نزول تین ہیں۔ پہلا یہ کہ فنحاص بن عاذورا یہودی نے جب مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا سنا تو یہ بکواس کی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا رب (معاذ اللہ) محتاج ہو گیا ہے اور اپنے بندوں سے قرض مانگتا ہے۔ اس کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار کھینچی اور اس کے قتل کو چل نکلے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں آدمی بھیج کر واپس بلا لیا اور اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جو بعد آیت قتال سے منسوخ الحکم ہو گئی۔

دوسرا شان نزول یہ ہے کہ غزوہ بنی مصطلق میں مسلمان بیر مریسیع پر اترے۔ یہ ایک کنواں تھا عبد اللہ بن ابی نے اپنے غلام کو پانی لینے بھیجا وہ دیر سے واپس آیا تو اس سے سبب دریافت کیا تو کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کنویں کے کنارے بیٹھے تھے جبتک نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق نے اپنی اپنی مشکیں نہ بھر لیں اس وقت تک انہوں نے کسی کو مشک نہ بھرنے دی۔ اس لیے کہ یہ اصول شرعی تھا کہ الاوّل فالاوّل جو پہلے پانی پر آئے وہ پہلا حقدار ہوگا۔ مگر اس کو عناد بھی تھا اور یہ قانون سے واقف بھی نہ تھا اس نے حضور کی شان میں سخت سست الفاظ کہے۔ وہ سنکر عمر فاروق تلوار لے کر اسے قتل کرنے چلے۔ حضور نے انہیں روک لیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں حضور کی رائے کو ترجیح دی گئی۔ اس روایت کے مطابق یہ آیت مدنی مانی جائے گی۔

تیسرا شان نزول بقول مقاتل یہ ہے کہ قبیلۂ بنی غفار کے ایک شخص نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گالی دی آپ نے اس کو پکڑنا چاہا تو حضور نے روک دیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

بہرحال اسلام میں جبتک مسلمانوں کی تعداد کم تھی اور مسلمان کفار سے کمزور تھے اس وقت تک یہ حکم جاری رہا جب مسلمانوں کی قوت بڑھ گئی اور آیات قتال فَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ۔ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ نازل ہوئی تو اس کے بعد سے مشرکین کا مقابلہ اور مقاتلہ لازمی ہو گیا اور اس آیت کا حکم منسوخ قرار پایا یہ نسخ جو

ہے۔ تبدیلِ امر کے مرادف ہے کہ ماحول کے مطابق حکمۃً نفوذِ احکام ہوں۔ بہرحال آیت کریمہ میں جو ارشاد ہے کہ ان سے چشم پوشی کریں اور درگذر کریں یہ احکامِ اول کے ہیں ان پر آج عمل نہیں اور اگر ایسا موقعہ ہو کہ مسلمان کمزور ہوں اور کافر طاقتور تو وہی حکم پھر آجاتا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ۔ جو اچھا عمل کرے وہ اس کے لیے ہے اور جو برا کام کرے اس کا وبال اس پر ہے۔ آخر تم سب اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (جہاں تمہارا محاسبہ ہوگا اور جزا سزا کا استحقاق قائم ہوگا)

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا مختصر تذکرہ بطورِ عبرت فرمایا گیا حیث قال وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔ اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکمت اور نبوت عطا فرمائی اور ہم نے انہیں ستھری روزیاں دیں اور انہیں ان کے زمانہ والوں پر فضیلت بخشی اور ہم نے انہیں اس کام میں روشن دلیلیں دیں تو انہوں نے اختلاف نہ کیا مگر بعد اس کے کہ علم ان کے پاس آچکا آپس کے حسد سے بے شک تمہارا رب قیامت کے دن اس میں فیصلہ فرمادے گا جس بات میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے توریت ملی اور فرعون کو غرق کرا کر انہیں قوتِ تامہ حاصل ہوئی اور بنی اسرائیل میں علاوہ موسیٰ علیہ السلام کے اور بھی نبی ہوئے قطع نظر اس کے بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بہت سی فضیلتیں بھی حاصل ہوئیں۔ مثلاً ایک پتھر سے بارہ چشمے جاری ہونا اور ہر قبیلہ کا گھاٹ الگ الگ بن جانا۔ جنگل میں ابر کا سایہ کرنا۔ دریائے نیل میں خشک راستے بن جانا وغیرہ وغیرہ چنانچہ فرمایا گیا وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ۔ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ میں الف لام عہد ذہنی کا ہے۔ چنانچہ مفسرین نے بھی اَیْ عَالِمِی زَمَانِہِمْ کا فرمایا یعنی ان کو ان کے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی گئی اور آگے ان کی کیفیت بتلائی جو فَمَا اخْتَلَفُوْا سے شروع ہوتی ہے۔

یعنی ان میں اختلافات جو کچھ بھی ہوئے تو وہ آپس کے بغض و عناد کی بنا پر ہوئے۔ باوجودیکہ انہیں علم توریت حاصل تھا۔ تو ان میں یہ عیب نہیں آنا چاہئے تھا اس حسد ورزی نے انہیں خراب کیا تو قیامت کے دن اس کے فیصلے کا وعدہ ہے اور اللہ تعالے اس کا فیصلہ فرمائے گا۔ پھر حضور اکرم نبی محترم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کر فرمایا گیا۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ پھر اے محبوب ہم نے آپ کو ایک دین پر لگا دیا اس کے احکام بتلائے) بس اسی کی پیروی فرمایئے اور ان لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلو جن کو ان باتوں کا علم نہیں اور یہ لوگ اللہ کے مقابل آپ کے کچھ کام نہ آئیں گے اور اس میں شک نہیں کہ مشرکین آپس میں ایک دوسرے کے مددگار و حمایتی ہیں اور اللہ پرہیزگاروں کا مددگار ہے یہ قرآن ایمان کی آنکھ کھولنے والا ہے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔

آیت کریمہ میں اس امر کو واضح فرمایا کہ مشرکین کی دلی خواہش یہ تھی کہ حضور کو اپنے طریقے پر چلائیں اور اس میں مصالحت کی بھی بہت آسانی تھی حتی کہ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ آپ اللہ کے احکام پہنچائیں مگر ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں لیکن یہ دونوں باتیں ان کے ہوائے نفس کے ماتحت تھیں اس لیے فرمادیا کہ انکی خواہشات کی آپ پیروی نہ فرمائیں اور جس شریعت پر ہم نے آپ کو بھیجا ہے اس پر لوگوں کو چلائیں۔ اسی طرح کا دوسری جگہ حکم فرمایا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ دو ٹوک فرما دیجئے جو حکم آپ کو کیا گیا اور مشرکوں سے اعراض فرمایئے۔

چنانچہ حضور نے مشرکین کی خواہشات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے احکام شرعیہ کو علانیہ عام فرمایا اور جہاں جہاد و قتال کی ضرورت ہوئی اس سے بھی دریغ نہ کیا۔ قرآن کریم کے متعلق ہٰذا بصائر فرما کر واضح فرمایا کہ ایمان کی آنکھیں کھولتا اور مجسم ہدایت و رحمت ہے۔ مگر ان کے لیے ہدایت و رحمت فرمایا جو حق بات کو سن کر معقولیت کے ساتھ یقین کرتے ہیں نہ کہ ہٹ دھرم ضدی ہٹیلوں کے لیے کہ وہ تو ہر بات کی مخالفت ہی کو اپنا مذہب سمجھتے تھے جیسے ابن ابیّ منافق اور اس کے ہمنوا ان کے لیے نہ یہ بصائر نہ ہدایت و رحمت تھا آگے ارشاد ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۔ کیا انہوں نے خیال کر رکھا ہے کہ ہم ان کو انہی لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے کہ ان کو ان کی زندگی اور موت برابر ہو جائے گی بہت ہی برا ہے جو وہ حکم لگاتے ہیں۔

یعنی مشرکین کو جو خیال تھا کہ ہماری بھی بخشش ہو گی اور مومنین کے ساتھ وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے فرمادیا یہ غلط ہے وہ ہرگز ان کے ساتھ نہیں مل سکتے۔ بلکہ ان کا مرنا جینا یکساں ہے۔ نہ زندگی میں وہ کسی

اجر کے مستحق ہوئے اور نہ مرنے کے بعد ہوں گے اور یہ گمان ان کا بہت بُرا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ جاثیہ پ ۲۵

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

اور پیدا فرمایا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک ٹھیک اور اس لیے کہ بدلہ دیا جائے ہر جان کو اس کی کرنی کا اور وہ (لوگ) ظلم نہیں کیے جائیں گے۔

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○

کیا دیکھا ہے آپ نے اسے جس نے اپنی خواہشات کو معبود بنا رکھا ہے اور علم ہوتے ہوئے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور مہر کر دی اس کے کانوں اور دل پر اور اس کی آنکھوں پر پردہ کر دیا تو خدا کے بعد کون ہے جو اسے ہدایت کرے کیا تم لوگ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

وَقَالُوْا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○

اور کافر بولے نہیں یہ کچھ مگر دنیا کی زندگی (اور بس) مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور نہیں ہلاکت ہوتی ہماری مگر زمانہ کے ہیر پھیر سے اور انہیں کچھ تحقیق تو ہے نہیں وہ نہیں مگر نرے گمان ہیں۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

اور جب ان پر ہماری آیتیں روشن پڑھی جاتی ہیں تو ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی مگر یہ کہ وہ کہیں ہمارے باپ دادا کو لے آؤ اگر ہو تم سچے۔

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے پھر تمہیں مارتا ہے پھر زندہ فرمائے گا پھر جمع فرمائے گا تمہیں قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حلِّ لُغات

وَ۔ اور
وَ۔ اور
لِتُجْزٰی۔ تاکہ بدلہ دیا جائے
كَسَبَتْ۔ اس نے کمایا
يُظْلَمُوْنَ۔ ظلم کیے جائینگے
اتَّخَذَ۔ جس نے بنایا
وَ۔ اور
عِلْمٍ۔ علم کے
سَمْعِهٖ۔ اسکے کان کے
جَعَلَ۔ بنایا
فَمَنْ۔ پھر کون
اَ۔ کیا
قَالُوْا۔ بولے
حَيَاتُنَا۔ ہماری زندگی
وَ۔ اور
الدَّهْرُ۔ زمانہ
بِذٰلِكَ۔ اس کا
اِلَّا۔ مگر
تُتْلٰى۔ پڑھی جاتی ہیں
مَا۔ نہیں
اَنْ۔ یہ کہ
اِنْ۔ اگر

خَلَقَ۔ پیدا کیا
الْاَرْضَ۔ زمین کو
كُلُّ۔ ہر
وَ۔ اور
اَ۔ کیا
اِلٰهَهٗ۔ اپنا معبود
اَضَلَّهُ۔ گمراہ کیا اسے
وَ۔ اور
وَ۔ اور
عَلٰى۔ اوپر
يَّهْدِيْهِ۔ ہدایت دیگا اسے
فَلَا۔ پھر نہیں
مَا۔ نہیں
الدُّنْيَا۔ دنیا کی
مَا۔ نہیں
وَ۔ اور
مِنْ عِلْمٍ۔ کچھ علم
يَظُنُّوْنَ۔ گمان کرتے ہیں
عَلَيْهِمْ۔ ان پر
كَانَ۔ ہوتا
قَالُوْا۔ بولے
كُنْتُمْ۔ ہو تم

اللّٰهُ۔ اللہ نے
بِالْحَقِّ۔ ٹھیک ٹھیک
نَفْسٍ۔ آدمی
هُمْ۔ وہ
فَرَاَيْتَ۔ تو نے دیکھا
هَوٰا۔ خواہش
اللّٰهُ۔ اللہ نے
خَتَمَ۔ مہر کی
قَلْبِهٖ۔ اسکے دل کے
بَصَرِهٖ۔ اسکی آنکھ کے
مِنْ بَعْدِ۔ بعد
تَذَكَّرُوْنَ۔ نصیحت لیتے تم
هِيَ۔ یہ
نَمُوْتُ۔ ہم مرتے ہیں
يُهْلِكُنَا۔ ہلاک کرتا ہم کو
مَا۔ نہیں
اِنْ۔ نہیں
وَ۔ اور
اٰيٰتُنَا۔ ہماری آیتیں
حُجَّتَهُمْ۔ انکا جواب
ائْتُوْا۔ لاؤ
صٰدِقِيْنَ۔ سچے

السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَ۔ اور
لِمَا۔ جو
لَا۔ نہ
مَنِ۔ اس کو
هٗ۔ اپنی کو
عَلٰى۔ اوپر
عَلٰى۔ اوپر
وَ۔ اور
غِشَاوَةً۔ پردہ
اللّٰهِ۔ اللہ کے
وَ۔ اور
اِلَّا۔ مگر
وَنَحْيَا۔ اور زندہ ہوتے ہیں
اِلَّا۔ مگر
لَهُمْ۔ ان کو
هُمْ۔ وہ
اِذَا۔ جب
بَيِّنٰتٍ۔ روشن
اِلَّا۔ مگر
بِاٰبَآئِنَا۔ ہمارے باپ دادا کو
قُلِ۔ کہہ

اَللّٰہُ۔ اللہ	یُحْیِیْکُمْ۔ زندہ کرتا ہے تم کو	ثُمَّ۔ پھر	یُمِیْتُکُمْ۔ مارتا ہے تم کو
ثُمَّ۔ پھر	یُحْیِیْکُمْ۔ زندہ کریگا تم کو	ثُمَّ۔ پھر	یَجْمَعُکُمْ۔ جمع کریگا تم کو
اِلٰی۔ طرف	یَوْمِ۔ دن	الْقِیَامَۃِ۔ قیامت کے	لَا۔ نہیں
رَیْبَ۔ شک	فِیْہِ۔ اس میں	وَ۔ اور	لٰکِنَّ۔ لیکن
اَکْثَرَ۔ اکثر	النَّاسِ۔ لوگ	لَا۔ نہیں	یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۃ جاثیہ پ۲۵

وَخَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۝ اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک ٹھیک بنایا اور اس لیے کہ ہر جان اپنے کیے کا بدلہ پائے۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

آسمان اور زمین کی پیدائش کا مقصد ایک نہیں ہے۔ مگر منجملہ دیگر مقاصد کے ایک یہ بھی ہے کہ دنیا کو دار العمل قرار دیا جائے اور آخرت کو دار الجزاء جیسا کہ سیاق آیت سے بھی واضح ہے کہ وَلِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ تو دنیا میں افراد دنیا ایک لائن پر نہیں ہو سکتے۔ ان میں نیک بھی ہوں گے اور بد بھی مسلمان بھی ہونگے اور کافر بھی مومن بھی ہوں گے اور فاسق تو ان سب کی کرنیوں کا بدلہ دنیا میں نہیں ملیگا بلکہ دار الجزاء آخرت میں دیا جائے گا۔ اور وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ جو فرمایا گیا جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جو کچھ دنیا میں مصیبت پہنچے وہ تمہاری کرنیوں کا نتیجہ ہے اور یہ رحمت ہے اللہ کی طرف سے کہ اخروی سزا کے بجائے دنیا میں ہی مومن کو کچھ تکلیف پہنچ کر اخروی عذاب سے نجات مل جاتی ہے تو کافر کو آخرت میں ہی اس کی کرنیوں کا بدلہ ملے گا اور اس میں صحیح صحیح فیصلہ کیا جائے گا۔ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا یعنی بغیر کئے کسی چیز کی سزا کسی کو نہیں ملے گی۔ اس لیے کہ وہ ظلم ہے۔ اب آگے ارشاد ہے۔

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْ بَعْدِ اللّٰہِ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ۔ بھلا دیکھو تو جس شخص نے اپنی خواہشات کو معبود بنا رکھا ہے اور اللہ نے باوجود علم کے اسے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر کر دی اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

یہ مشرکین کے لیے آیت ہے ان کا یہ رویہ تھا جس بُت کو آج پوجا اگر کل اس سے اچھا نظر آگیا تو اسے توڑ کر اسے پوجنے لگ گئے، سونے چاندی کے بت یہ بناتے تھے اور اگر کوئی ان میں بھی اچھا خوبصورت بن گیا تو پہلے کو توڑ دیا اور دوسرے کو خدا بنا لیا۔ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی خواہشات اور دلی پسند یدگیاں ان کی معبود ہیں۔ ان کا کوئی اصول اور معیار عبادت نہیں یہی وجہ ہے کہ راستہ میں چلتے چلتے اگر کسی پتھر سے ٹھوکر لگ جائے اور چکنا چیڑا ہو تو اٹھا کر سیندور لگا کر مندر میں لے جائیں گے اور پاربتی یا بھیرول رام یا سیتا۔ مہادیو گنیش نام رکھ کر اس کے آگے ڈھوک شروع کر دیں گے اور انہیں پوجیں گے یہ خواہشات کو خدا بنا لینے کا نتیجہ ہے۔

تو اللہ تعالے نے ان کے اس علم پر جس کے ذریعہ وہ جانتے ہیں یہ ٹھوکر میں آیا تھا یا اس کو فلاں زرگر نے بنایا تھا پھر بھی اسے پوجتے ہیں۔ تو یہ گواہی منجانب اللہ ان پر مستولی ہوگئی اور جب اللہ نے ان کو گمراہ کر دیا تو ظاہر ہے کہ پھر کون ہدایت دے سکتا ہے۔ چنانچہ آگے فرمایا اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ تم کیوں نہیں ہدایت لیتے؟ اس کے بعد ارشاد ہے جس میں انکے عقائد باطلہ کا اظہار ہے چنانچہ فرمایا

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اور وہ بولے نہیں یہ کچھ مگر دنیاوی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کی کچھ تحقیق نہیں نہیں وہ مگر نرے گمان باطل میں اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں روشن پڑھی جاتی ہیں تو ان کے پاس کوئی روشن دلیل نہیں مگر وہ کہتے ہیں لے آؤ ہمارے باپ دادا کو اگر تم سچے ہو۔

زمانہ کے نشیب و فراز سے کوئی جوان ہوتا ہے اور کوئی بوڑھا۔ کوئی تندرست ہوتا ہے کوئی بیمار کوئی تنومند ہوتا ہے کوئی کمزور و نحیف و نزار ان کے اعتقاد میں یہ چیز قطعاً غلط تھی کہ ملک الموت قبض روح کرتے ہیں اور بحکم الٰہی ان پر حوادثات آتے ہیں اس کو ظاہر کیا گیا کہ اس حقیقت کا انہیں علم ہی نہیں۔ جاہل محض ہیں اور جب ان کے آگے قرآن کریم کی آیتیں پیش کی جاتی ہیں جن میں مرنے اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کے دلائل ہیں تو انہیں سنکر یہ لایعنی کج بحثی شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا جو مر گئے ہیں انہیں زندہ کر کے ہمارے سامنے لے آؤ تو ہم مان لیں گے حالانکہ زندہ کرنا اور مارنا قبضۂ قدرت الٰہی میں ہے مگر ایسی بحث میں اور ضد و مکر میں اپنے انکار پر اڑے رہتے ہیں جس کو قرآن کریم نے گمان باطل اور خیال باطل قرار دیا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

قُلِ اللّٰہُ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یَجْمَعُکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَارَیْبَ فِیْہِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ - آپ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں زندہ کرتا ہے پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کریگا پھر تمہیں جمع فرمائے گا قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یعنی تم ایک بار مرنے اور جینے کے دعویدار ہو لیکن اللہ تعالے حیات دنیا سے تمہیں مار کر پھر زندہ فرمائے گا اور اس کے بعد بروز قیامت تمہارا حشر ہوگا جس میں تم سب جمع کیے جاؤ گے لیکن تمہارے اکثر جاہل مطلق ہیں وہ کچھ نہیں جانتے۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ جاثیہ پ۲۵

وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ یَوْمَئِذٍ یَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ہ

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس دن جھٹلانے والے گھاٹے میں رہیں گے۔

وَتَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً کُلُّ اُمَّۃٍ تُدْعٰی اِلٰی کِتٰبِہَا اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَاکُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ہ

اور آپ دیکھیں گے ہر گروہ کو دو زانو بیٹھا ہوا۔ ہر جماعت اپنا نامۂ اعمال دیکھنے کے لیے بلائی جائے گی آج کے دن بدلہ دیا جائے گا تمہاری کرنیوں کا۔

ھٰذَا کِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَاکُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ہ

یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے مقابلہ میں حق بول رہی ہے ہم لکھواتے تھے جو کچھ تمہاری کرنیاں تھیں۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُہُمْ رَبُّہُمْ فِیْ رَحْمَتِہٖ ذٰلِکَ ھُوَالْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ہ

تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو انہیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ یہ کھلی کامیابی ہے۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَفَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ فَاسْتَکْبَرْتُمْ وَکُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ہ

لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (ہم انہیں کہیں گے) کیا نہیں تھیں ہماری آیتیں تم پر پڑھی جاتیں تو تم نے غرور کیا اور تم ہوگئے مجرموں سے۔

وَاِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّالسَّاعَۃُ لَارَیْبَ فِیْہَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِیْ مَا

اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تم بولے ہم نہیں جانتے

السَّاعَةُ إِنْ نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝

کہ قیامت کیا ہے ہمیں تو یوں ہی کچھ گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور ان پر ان کے گناہ ظاہر ہو جائیں گے اور جس عذاب کی وہ ہنسی اڑاتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔

وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

اور کہا جائے گا آج کے دن ہم تمہیں بھلاتے ہیں جیسا تم نے فراموش کر دیا تھا اس دن کے ملنے کو اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝

یہ اس لیے کہ تم نے بنایا اللہ کی آیتوں کو مذاق اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکہ دیا ہے تو آج کے دن وہ اس جہنم سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ان کو موقع دیا جائے گا (کہ توبہ و استغفار کر کے) خدا کو منا لیں۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

پس اللہ ہی کی تعریف ہے جو آسمانوں کا مالک اور زمین کا مالک ہے اور تمام جہانوں کا رب ہے۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اور اسی کے لیے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی زبردست اور حکمت والا ہے۔

حلِّ لغات

وَ۔ اور	لِلّٰهِ۔ اللہ ہی کا ہے	مُلْكُ۔ ملک	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کا	وَ۔ اور	يَوْمَ۔ جس دن
تَقُوْمُ۔ قائم ہوگی	السَّاعَةُ۔ قیامت	يَوْمَئِذٍ۔ اس دن	يَخْسَرُ۔ نقصان اٹھائینگے
الْمُبْطِلُوْنَ۔ کافر	وَ۔ اور	تَرٰى۔ دیکھے گا تو	كُلَّ۔ ہر
اُمَّةٍ۔ امت کو	جَاثِيَةً۔ زانو کے بل	كُلُّ۔ ہر	اُمَّةٍ۔ امت
تُدْعٰى۔ بلائی جائے گی	اِلٰى۔ طرف	كِتٰبِهَا۔ اپنی کتاب کے	اَلْيَوْمَ۔ آج

تُجْزَوْنَ تم بدلہ دیے جاؤ گے مَا جو | كُنْتُمْ تھے تم | تَعْمَلُوْنَ کرتے

هٰذَا یہ | كِتٰبُنَا ہماری کتاب ہے | يَنْطِقُ بولتی ہے | عَلَيْكُمْ تم پر
بِالْحَقِّ ٹھیک ٹھیک | اِنَّا بیشک | كُنَّا ہم | نَسْتَنْسِخُ لکھتے تھے
مَا جو | كُنْتُمْ تھے تم | تَعْمَلُوْنَ کرتے | فَاَمَّا تو وہ
الَّذِيْنَ جو | اٰمَنُوْا ایمان لائے | وَ اور | عَمِلُوا کام کیے
الصّٰلِحٰتِ اچھے | فَيُدْخِلُهُمْ تو پورا دیگا ان کو | اَجْرَ اجر | هُمْ ان کے
ذٰلِكَ یہ | هُوَ وہ ہے | الْفَوْزُ کامیابی | الْمُبِيْنُ ظاہر
وَ اور | اَمَّا وہ | الَّذِيْنَ جو | كَفَرُوْا کافر ہوئے
اَفَلَمْ کیا نہیں | تَكُوْنُوْا تھیں | اٰيٰتِيْ میری آیتیں | تُتْلٰى پڑھی جاتیں
عَلَيْكُمْ تم پر | فَاسْتَكْبَرْتُمْ تو تکبر کیا تم نے | وَ اور | كُنْتُمْ تھے تم
قَوْمًا قوم | مُجْرِمِيْنَ مجرموں کی | وَ اور | اِذَا جب
قِيْلَ کہا جاتا ہے | اِنَّ بیشک | وَعْدَ وعدہ | اللّٰهِ اللہ کا
حَقٌّ سچا ہے | وَ اور | السَّاعَةُ قیامت | لَا نہیں
رَيْبَ شک | فِيْهَا اس میں | قُلْتُمْ تم نے کہا | مَا نہیں
نَدْرِيْ جانتے ہم | مَا کیا ہے | السَّاعَةُ قیامت | اِنْ نہیں
نَظُنُّ خیال کرتے ہم | اِلَّا مگر | ظَنًّا ایک گمان | وَ اور
مَا نہیں | نَحْنُ ہم | بِمُسْتَيْقِنِيْنَ یقین کرنے والے
وَ اور | بَدَا ظاہر ہو جائیگی | لَهُمْ ان کے لیے | سَيِّاٰتُ برائی
مَا اس کی جو | كَسَبُوْا کمایا انہوں نے | وَ اور | حَاقَ گھیرے گا
بِهِمْ ان کو | مَّا جو | كَانُوْا تھے | بِهٖ اس سے
يَسْتَهْزِءُوْنَ ٹھٹھا کرتے | وَ اور | قِيْلَ کہا جائے گا | الْيَوْمَ آج
نَنْسٰىكُمْ ہم بھول جائینگے تمکو | كَمَا جیسے | نَسِيْتُمْ تم بھول گئے | لِقَآءَ ملاقات
يَوْمِكُمْ دن اپنے | هٰذَا اس کی | وَ اور | مَاْوٰى ٹھکانا
كُمُ تمہارا | النَّارُ آگ ہے | وَ اور | مَا نہیں
لَكُمْ تمہارا | مِّنْ نّٰصِرِيْنَ کوئی بھی مدد کرنے والا | ذٰلِكُمْ یہ اسلیے کہ

بِاَنَّكُمْ - كہ تم نے	اتَّخَذْتُمْ - بنایا	اٰيٰتِ - آیتوں	اللّٰهِ - اللہ کی
هُزُوًا - مذاق	وَّ - اور	غَرَّتْكُمُ - دھوکہ دیا تم کو	الْحَيٰوةُ - زندگی
الدُّنْيَا - دنیا نے	فَالْيَوْمَ - تو آج	لَا - نہ	يُخْرَجُوْنَ - نکالے جائیں گے
مِنْهَا - اس سے	وَ - اور	لَا - نہ	هُمْ - وہ ان کو
يُسْتَعْتَبُوْنَ - راضی کرنے کا موقعہ پائینگے	فَلِلّٰهِ - تو اللہ کی	الْحَمْدُ - تعریف ہے	رَبِّ - سب ہے
السَّمٰوٰتِ - آسمانوں کا	وَ - اور	رَبِّ - رب ہے	الْاَرْضِ - زمین کا
رَبِّ - رب ہے	الْعٰلَمِيْنَ - جہانوں کا	وَ - اور	لَهُ - اسی کی
الْكِبْرِيَآءُ - بڑائی ہے	فِي - بیچ	السَّمٰوٰتِ - آسمانوں	وَ - اور
الْاَرْضِ - زمین ہیں	وَ - اور	هُوَ - وہ	الْعَزِيْزُ - غالب

الْحَكِيْمُ - حکمت والا ہے۔

لغاتِ نادرہ کا حل

يَخْسَرُ - از خسران سے بمعنی گھاٹے اور نقصان میں پڑنا

جَاثِيَةً از جثو سے جس کے معنی دو زانو بیٹھنے کے ہیں جیسے حاکم کے سامنے بیٹھا جاتا ہے۔

جَذَو کے معنی بھی یہی ہیں مگر اس میں مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی گھٹنوں کے بل پاؤں کی انگلیوں پر کھڑا ہونا۔

اُمَّةٍ - امت - گروہ جماعت

حَاقَ بِهِمْ گھیر لیا ان کو

كُنَّا نَسْتَنْسِخُ - لکھتے جاتے تھے

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ - از استعتاب جس کے معنی رضامندی طلب کرنے کے۔

اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا - ہمیں کچھ یونہی سا گمان (خیال) سا گذرتا ہے

بِمُسْتَيْقِنِيْنَ - یقین کرنے والے

غَرَّتْكُمُ - دھوکہ میں ڈال دیا تم کو

الْكِبْرِيَآءُ - بڑائی

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ جاثیہ پ۲۵

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۔ اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ کے لیے ہے اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس دن قیامت کے جھٹلانے والے بڑے ہی گھاٹے میں ہوں گے۔

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ آپ دیکھیں گے کہ ہر امت دوزانو بیٹھی (فیصلہ کا انتظار کرتی) ہوگی۔ ہر ایک امت اپنا نامہ اعمال دیکھنے کے لیے بلائی جائے گی اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ دنیا میں تم جیسا عمل کرتے رہے آج تم کو ان کا عوض دیا جائے گا یہ ہماری کتاب ہے (جس میں تمہارے اعمال لکھے ہوئے ہیں) تمہارے مقابل حق حق بول رہی ہے جیسے جیسے تم عمل کرتے تھے ہم ان کو لکھواتے جاتے تھے۔

آیات کریمہ میں اول اللہ تعالے نے اپنی سلطنت مطلقہ کا اظہار فرمایا اس کے بعد میدان حشر کا ایک نقشہ دکھلایا جس میں ہر دین والے اپنے فیصلہ کے لیے دوزانو بیٹھ کر انتظار کریں گے اور لرزہ براندام ہونگے کہ ہمارے لیے کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ اس وقت ان کو کہا جائے گا کہ یہ ہمارے پاس تمہارے اعمال نامہ ہیں جو صحیح صحیح تمہارے عملوں کا نقشہ دکھلائیں گے۔ جو کراماً کاتبین ہمارے حکم سے لکھتے تھے وہ تمہاری کرنیاں اور اعمال سب قلم بند کر رہے تھے۔ یہی تمہارے سامنے ہے۔

آگے ارشاد ہے جس میں جنتیوں اور جہنمیوں کی تفریق دکھلائی گئی ہے قال

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۟ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۔ تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کو پروردگار اپنی رحمت میں لے لے گا یہی صریح کامیابی ہے اور جو لوگ کفر کرتے رہے (ہم ان سے کہیں گے) کیا تم کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں مگر تم نے غرور کیا اور تم کچھ تھے ہی نافرمان لوگ۔

پہلی آیت میں حسب اسلوب بیان قرآنی جنتیوں کا ذکر فرمایا اور ارشاد ہوا کہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کو ہم اپنی رحمت میں لے لیں گے اس کے بعد کافروں کا ذکر فرمایا اور ارشاد ہوا کہ تمہارے پاس

بھی ہماری آیتیں پڑھی جاتی تھیں مگر تم ماننے کے بجائے تکبر کرتے تھے۔ اس سے تم نافرمانوں جرائم پیشہ افراد کی فہرست میں شمار کیے جانے لگے۔ اب اپنی کرنی کا بدلہ لو اور عذاب کا مزہ چکھو۔ آگے ارشاد ہے کہ ہم تو تمہیں مطلع کرتے رہے اور اپنے انبیاء کے ذریعے تمہیں بتاتے رہے مگر تم بجائے ماننے کے انکار ہی کرتے رہے آج اس کی سزا بھگتو چنانچہ فرمایا گیا۔

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ۔ اور جب (ان سے) کہا جاتا تھا کہ خدا کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے آنے میں کچھ شبہ نہیں تو تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے۔ ہاں کچھ یوں ہی سا واہمہ ہمیں بھی تو گذرتا ہے مگر جس کو یقین کہتے ہیں وہ تو ہم کو ہے ہی نہیں۔

آیت کا مفہوم واضح ہے کہ جب مشرکین کو قیامت کا ڈر سنایا گیا تو بتایا کہ یہ قطعی حتمی طور پر آنا ہے تو تم نے سرے سے ہی انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کسے کہتے ہیں بلکہ یہ ہمارا گمان کہ تم اس گمان میں ہو۔ گویا ان کے نزدیک قیامت کا وعدہ اور اس کا قطعی آنا بے معنی تھا وہی ان کو یاد دلایا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ دنیا میں تو تم کہا کرتے تھے کہ قیامت کیا چیز ہے؟ اب بتاؤ کہ تم نے مان لیا یا نہیں کہ قیامت کی حقیقت کیا ہے؟ اب بھی کہو کہ ہمیں اس کا یقین نہیں مگر اس وقت بارگاہ الٰہی میں سب عرض پیرا ہوں گے اور کہیں گے۔

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ۔ اے ہمارے رب ہماری شقاوتیں ہم پر غالب آگئیں اور ہم گمراہ ہوگئے اب ہمیں معاف فرما اب ہمیں سب احکام تسلیم ہیں تو انہیں آخری جواب ملیگا اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اپنے نقصان و خسران میں جہنم کے اندر رہو اور ہم سے کلام نہ کرو۔ اب آگے ارشاد ہے۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ اور جیسے جیسے وہ عمل کرتے تھے اب ان کی برائیاں ان پر ظاہر ہوں گی اور جس عذاب کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ انہیں گھیرے گا۔ اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ جس طرح تم نے اس دن کے آنے کو بھلائے رکھا آج ہم بھی تم کو دیدہ دانستہ بھلا دیں گے اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں یہ اس کی سزا ہے کہ تم نے خدا کی آیتوں کی ہنسی بنائی اور دنیا کی زندگی نے تم کو دھوکے میں ڈال رکھا

رکھا۔ غرض آج یہ لوگ نہ تو دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ انہیں موقعہ دیا جائے گا کہ توبہ و استغفار کر کے خدا کو رضامند کر سکیں۔

یہ تینوں آیتیں بطریق توبیخ مشرکین کے لیے فرمائی گئیں۔ مفہوم آیتوں کا واضح ہے اس کے بعد اپنی ذات کی حمد فرماتے ہوئے سورۃ ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ پس اللہ ہی کی تعریف ہے جو آسمانوں کا مالک ہے اور زمین کا مالک ہے، اور دنیا جہان کا مالک ہے اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی بڑائی ہے اور وہی زبردست اور حکمت والا ہے۔

ذات واجب تعالےٰ شانہ کے وجہہ منیر پر حمد ہے جس کا وہ مستحق ہے۔ اور رب سماوات و ارض ہے اور تمام عالموں کا رب ہے۔ اور اسی کے لیے تمام کبریائی زیبا ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

بحمد اللہ تفسیر الحسنات کی جلد ۵ ختم ہوئی

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی

۱۹۵۰ء

طباعت بار چہارم ۱۹۹۳ء

اظہارِ تشکر

حضرت مولانا عبد الغنی عثمانی نے تصحیح میں بھرپور تعاون فرمایا اللہ تعالےٰ موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ ادارہ

ان تمام معاونین حضرات کا بیحد ممنون ہے جنہوں نے اس تفسیر کی کتابت، طباعت میں تعاون فرمایا

اللہ تعالےٰ ان تمام حضرات کو اس تعاون کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

(ناظم ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ

تفسیر الحسنات

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۰ لاہور

فہرست مضامین چھٹی جلد پارہ ۲۶ پارہ تا ۲۸

مضامین	صفحہ
سورہ احقاف بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع پ۲۶	
//	
حل لغات	۳
حل لغات نادرہ	۵
مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ احقاف پ۲۶	//
حٰمٓ پر مفصل بحث	
ایک وقت معہود کے لئے آسمان زمین کی تخلیق کیگئی	//
جب وقت آئیگا اس دن لپیٹ لئے جائیں گے	//
مفصل بحث	
امام اعظم کا مناظرہ ایک دہریہ سے	۶
کفار مشرکین کا حال ان کے عقائد کی تردید	
نبی کا کوئی فیصلہ روایتاً اس کی قیاس سے نہیں ہوتا بلکہ قطعی یقینی ہوتا ہے	۷
روایت پر مفصل بحث	۸
آیت کا مفہوم حدیث کی روشنی میں	۹
حضرت عبداللہ بن سلام کی قرآن کریم میں فضیلت	۱۰
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ احقاف پ۲۶	//
//	//
//	
حل لغات	۱۳

مضامین	صفحہ
حل لغات	۱۴
حل لغات نادرہ	۱۵
مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ احقاف پ۲۶	
مشرکین مکہ کا حضرت بلال یاسر صہیب رومی	۱۶
کے اسلام لانے پر اعتراض	//
علامہ آلوسی کی ایک روایت	//
قرآن کریم نیکیوں کی بشارت دیتا ہے اور بدوں کو ڈر سناتا ہے ارشاد باری ہے	۱۷
جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے اس پر ثابت قدم رہے۔	//
خوف کی تعریف، حزن کی تعریف	//
استقامت کے ساتھ ربنا اللہ کہنے والے اللہ کے ولی ہیں	//
والدین سے حسن سلوک کرنے کا حکم مفصل بحث	۱۸
رضاعت کی تفصیل	
جنت والدین کے قدموں تلے ہے۔	//
نیکوں کاروں پر پرہیزگاروں کے صغائر اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا	//
جنتیوں سے اللہ کا سچا وعدہ	۱۹
منکرین کا مرنے کے بعد زندہ ہونے سے انکار	
جہنم میں جانے کے بعد دنیا میں جانے کی خواہش	//

مضمون	صفحہ
حدیث پاک	۲۰
مومن آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے	//
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ احقاف پ۲۶	//
//	۲۱
حل لغات	//
//	۲۲
حل لغات نادرہ	۲۳
مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ احقاف پ۲۶	//
احقاف کی تعریف	۲۴
سورہ مبارکہ کا نام احقاف رکھنے کی وجہ	
حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کی سرکشی	//
قوم ہود پر عذاب اور ان کی ہلاکت	//
تشریح احقاف	۲۵
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ احقاف پ۲۶	۲۶
//	//
حل لغات	۲۷
//	۲۸
//	//
حل لغات نادرہ	۲۹
مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورہ احقاف پ۲۶	//
حضرت صالح کی اونٹنی کو شرک کی وجہ سے ہلاک کر دیا گیا	۳۰
اولیاء کرام کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ	۳۰
سجدہ تعظیمی اور عبودی کی بحث	//
شرک کی تعریف	۳۱
امام غزالی فرماتے ہیں سمیع لا باذن بصیر لا بالاعین	//
مفصل بحث	//
علامہ آلوسی فرماتے ہیں	//
بتوں کے ساتھ مشرکین کی عقیدہ مفصل بحث	//
ایک نو مسلم صحابی نے حالت شرک کا واقعہ بیان کیا	۳۲
ستو کا بت	//
جنوں کا شرف اسلام سے مشرف ہونا	//
جنوں کا اسلام کی اپنی قوم میں تبلیغ کرنا	//
شان نزول	//
مفصل واقعہ	۳۳
انتیسواں پارے میں مذکور ہوگا	//
کافر مرنے کے بعد عذاب و ثواب اور دوزخ سب منکر تھے	۳۴
سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع	۳۴
سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ۲۶	۳۵
حل لغات	۳۷
//	
حل لغات نادرہ	۳۸
مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ۲۶	۳۸
شان نزول	۳۹
ایمان کے ساتھ نیکیوں کا بدلہ ہے	//
ایمان لانے کے بعد زمانہ کفر کی خطائیں تمام معاف ہو جاتی ہیں	//

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کفار پر تشدد کا حکم ہے	۴۰	حل لغات	۵۲
مفصل بحث		//	
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۴۱	حل لغات نادرہ	۵۲
//	۴۲	مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۵۳
حل لغات	۴۳	مسلمانوں کی جہاد کے حکم کی خواہش	//
//	۴۴	منافقین کے نفاق کا ذکر اور ان کا حال	۵۴
حل لغات نادرہ	۴۵	منافقین پر اللہ کی لعنت	//
مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	//	منافقین کے اخروی عذاب کا ذکر	//
مومنین کے لئے جنت کی بشارت	//	بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۵۵
کافروں کو عذاب شدید کی خبر دی گئی		//	۵۶
شان نزول آیات	۴۶	حل لغات	۵۷
مومن کافر کا مقام	//	//	۵۸
مومن کی جنت کا بیان	//	حل لغات نادرہ	۵۹
منافقین کا حال	۴۷	مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۵۹
مشرکین کے تمسخر کا ذکر	//	منافقین کے نفاق کے اظہار کا وعدہ	//
حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی	۴۸	مسجد نبوی سے ستر منافقین حضور علیہ السلام نے نکالے	۶۰
قیامت کے حالات	//	تفصیلی واقعہ	//
آثار قیامت کا بیان	۴۹	ایک منافق کا واقعہ	//
مفصل حدیث پاک	//	خدا رسول کی مخالفت کر کے اپنے اعمال برباد نہ کرو	۶۱
تمام فرقے مسلمانوں کے درپئے آزاد ہونگے	//	مشرکین سے بے نیاز رہنے کی تعلیم	//
مسلمان ایسے ہونگے جیسے موری کا بہتا ہوا بھوسہ	//	مسلمانوں کو غالب رہنے کی بشارت	
واستغفر لذنبک کی تشریح	۵۰	مسلمانوں کو خود پیام دیکر دشمنوں کو صلح کی طرف بلاؤ	۶۲
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۵۰	صدقہ خیرات دینے کو قرض حسنہ سے تعبیر فرمایا	//
//	۵۱	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم	//

مضمون	صفحہ
کفار پر تشدد کا حکم ہے	۴۰
مفصل بحث	
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۴۱
//	۴۲
حل لغات	۴۳
//	۴۴
حل لغات نادرہ	۴۵
مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	//
مومنین کے لئے جنت کی بشارت	//
کافروں کو عذاب شدید کی خبر دی گئی	
شان نزول آیات	۴۶
مومن کافر کا مقام	//
مومن کی جنت کا بیان	//
منافقین کا حال	۴۷
مشرکین کے تمسخر کا ذکر	//
حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی	۴۸
قیامت کے حالات	//
آثار قیامت کا بیان	۴۹
مفصل حدیث پاک	//
تمام فرقے مسلمانوں کے درپئے آزاد ہونگے	//
مسلمان ایسے ہونگے جیسے موری کا بہتا ہوا بھوسہ	//
واستغفر لذنبک کی تشریح	۵۰
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۵۰
//	۵۱

مضمون	صفحہ
حل لغات	۵۲
//	
حل لغات نادرہ	۵۳
مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۵۳
مسلمانوں کی جہاد کے حکم کی خواہش	//
منافقین کے نفاق کا ذکر اور ان کا حال	۵۴
منافقین پر اللہ کی لعنت	//
منافقین کے اخروی عذاب کا ذکر	//
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۵۵
//	۵۶
حل لغات	۵۷
//	۵۸
حل لغات نادرہ	۵۹
مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۵۹
منافقین کے نفاق کے اظہار کا وعدہ	//
مسجد نبوی سے ستر منافقین حضور علیہ السلام نے نکالے	۶۰
تفصیلی واقعہ	//
ایک منافق کا واقعہ	//
خدا رسول کی مخالفت کرکے اپنے اعمال برباد نہ کرو	۶۱
مشرکین سے بے نیاز رہنے کی تعلیم	//
مسلمانوں کو غالب رہنے کی بشارت	//
مسلمانوں کو خود پیام دیکر دشمنوں کو صلح کی طرف نہ بلاؤ	۶۲
صدقہ خیرات دینے کو قرض حسنہ سے تعبیر فرمایا	//
اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم	//

صفحہ	مضمون
	سورہ فتح
۶۲	بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ فتح پ۲۶
۶۳	〃
۶۴	حل لغات
۶۵	〃
۶۶	حل لغات نادرہ
۶۶	مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ فتح
〃	روشن فتح کی بشارت
〃	لام سببی معنی ہوئے
〃	تاکہ آپ کے سبب بخشدے آپ کے غلاموں کے پہلے پچھلے گناہ
〃	شان نزول
۶۶	سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا
۶۷	ایک ہزار چار سو اصحاب کے ساتھ یکم ذوقعدہ ۶ھ تھے
	عمرہ کے لئے قصد فرمایا
〃	راستہ میں پانی ختم ہوگیا معجزہ کا ظہور کہ دست مبارک
〃	دھیرے چشمہ جاری ہونا
〃	مقام حدیبیہ پر دوسرا معجزہ
۶۸	کفار قریش کا مقام حدیبیہ میں حضور علیہ السلام
	سے گفتگو کرنا مفصل واقعہ
〃	صحابہ کرام کا احترام اور جانثاری
	وضو کا غسالہ زمین پر نہ گرنے دیا
〃	عروہ بن مسعود ثقفی کی گفتگو
〃	عروہ کا متاثر ہونا اور شرف اسلام سے مشرف ہونا
	بیعت رضوان

صفحہ	مضمون
۶۸	کفار خوفزدہ ہوئے اور صلح کی پیشکش کی
	صلح نامہ پر دستخط ہوگئے
〃	یہ صلح مسلمانوں کے حق میں بہت نافع رہی اور فتح
	ثابت ہوئی
〃	آیات کریمہ میں مومنوں کے لئے جنت کی بشارت
〃	منافق و مشرکین کے لئے وعید عذاب
۶۹	جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کا ناظر و حاضر
	بتا کر بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا ظاہر کیا
〃	شاہد کے معنی حاضر کے ہیں جو حاضر ہوتا ہے اس
〃	کا قائم ناظر ہونا لازمی ہے
〃	حاضر و ناظر اللہ تعالیٰ کے لئے کہنا جہالت ہے
〃	مفصل دلائل
۷۰	حضور علیہ السلام کی تعظیم و توقیر کی ہدایت
	صبح سے شام تک تسبیح و تہلیل کا حکم
۷۰	پردہ بنی میں خدائی قوت کا مظاہرہ
۷۰	خدائی ہاتھ پر بیعت
۷۰	بامحاورہ ترجمہ اردو دوسرا رکوع سورہ فتح پ۲۶
۷۱	〃
۷۲	حل لغات
〃	〃
۷۴	حل لغات نادرہ
۷۴	مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ فتح پ۲۶
〃	اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے
	قبیلہ بنی غفار و مزینہ و جہینہ و اشجع و اسلم

مضمون	صفحہ
حوالی مدینہ کے رہنے والے تھے نہیں بادیہ نشین دیہاتی کہتے ہیں۔	۷۵
یہ لوگ موت کے خوف سے حضور علیہ السلام کیساتھ نہ گئے	//
جب صحابہ واپس صلح نامہ کے بعد آئے	//
توان لوگوں نے معذرت کرنی چاہی	//
قرآن کریم نے مفصل واقعہ بیان فرمایا	//
//	
آیتہ کریمہ میں ان کے ظنون قلبی کو ظاہر فرمانے کے لئے ان کا حال بھی ظاہر کردیا۔	//
جو سرتابی حکم کرتے اس کے لئے عذاب شدید کی وعید ہے	۷۶،
علم اللہ میں ہر خفیہ تدابیر اور مکاریاں روشن ہیں	//
آیت کریمہ میں ان کی دلی بدعہدی ظاہر فرمائی	۷۷
اطاعت کرنے والا مستحق اجر ہے اور انحراف کرنے والا مستوجب زجر	۷۷
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ فتح پ ۲۶	۷۷
//	۷۸
حل لغات	۷۹
//	۸۰
حل لغات نادرہ	۸۱
مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ فتح پ ۲۶	۸۱
جب مسلمان کیکر کے درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر لڑنے کی بیعت کر رہے تھے۔	۸۲
رضوان الٰہی کی بشارت اور بیعت رضوان کی وجہ تسمیہ	//
حضرت عثمان کی شہادت کی افواہ	//

مضمون	صفحہ
مشرکین بیعت کا حال منکر خائف ہوئے اور حضرت عثمان کو واپس بھیجدیا	۸۳
حدیث مسلم شریف ایک غلط فہمی کا ازالہ	//
مشرکین نے شرائط پیش کئے حضور علیہ السلام نے دستخط فرمادیئے۔	۸۴
صحابہ پر یہ معاہدہ شاق گزرا	//
آیت کریمہ میں مغانم کثیرہ کا وعدہ اور ایک مقابلہ کی بشارت دی۔	//
کافروں کی شکست کی بشارت	//
گرفتار شدگان پر مسلمان فتحیاب تھے	
اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا	۸۵
کلمہ تقویٰ سے مراد کلمہ توحید ہے۔	۸۶
بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ فتح پ ۲۶	۸۷
حل لغات	۸۸
حل لغات نادرہ	
مختصر تفسیر چوتھا رکوع سورہ فتح پ ۲۶	۸۸
سچا خواب رسول کا	۸۹
شان نزول	//
نبی کے خواب کی تصدیق فرمائی	//
نعمت من جانب اللہ اسلام کو ملی کہ تمام ادیان پر یہ غالب ہو	۹۰
وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا	//
سلطنت کے تاجدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں	//

مضمون	صفحہ
پہلے وزیر صدیق اکبر ہیں دوسرے فاروق اعظم ہیں	۹۰
تیسرے عثمان غنی ہیں چوتھے حضرت علی المرتضیٰ رضوان	//
اللہ علیہم اجمعین	
سورہ الحجرات	
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ حجرات پ۲۶	۹۱
//	
حل لغات	۹۲
//	۹۳
مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ حجرات پ۲۶	۹۴
اے ایمان والو رسول کے آگے مت چلو نہ اپنی اونچی	۹۵
آواز نبی کی آواز پر کرو	//
تعلیم ادب ہے عام اس سے کہ آگے بڑھنا ہو یا کچھ	
اور شان نزول	//
آیت مذکورہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اجلال	۹۶
واکرام ادب واحترام تعلیم فرمایا گیا۔	//
علامہ اسماعیل اندلسی فرماتے ہیں	//
یا محمد کہہ کر پکارنے کو منع کیا گیا یہ عظمت رسالت ہے	
ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بعد وفات	//
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بدوی مسجد نبوی	
میں بلند آواز سے باتیں کر رہے تھے۔	//
حضرت فاروق اعظم نے کنکریاں پھینک کر اسے بلایا	۹۷
مفصل واقعہ	//
جو آوازیں ہلکی رکھتے ہیں ان کے دل تقویٰ	
اور پرہیزگاروں سے بھرے ہوتے ہیں۔	//

مضمون	صفحہ
وہ جو آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں	
اکثر بے عقل ہیں۔	۹۷
شان نزول	//
اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی	۹۸
خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔	
اگر مسلمانوں کے دو گروہ لڑیں تو ان میں صلح کرا دو	۹۹
مفصل حکم	
حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان	
جو جنگ ہوئی اس میں بھی فاصلحوا بینہما آتی ہے	۹۹
قبل فتح مکہ جہاد کرنے والوں اور خرچ کرنے والوں	
کی فضیلت	
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ حجرات پ۲۶	۱۰۰
//	۱۰۱
حل لغات	۱۰۲
//	۱۰۳
حل لغات نادرہ	۱۰۴
مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ حجرات پ۲۶	۱۰۴
مرد مردوں پر عورتیں عورتوں پر نہ ہنسیں	۱۰۵
آیۂ کریمہ میں کردار اخلاق کی بلندی کی تعلیم دی گئی	
چھ چیزوں کا ذکر جو اپنے مرے بھائی کا گوشت کھانے	۱۰۶
والا ہے۔	
تفاخر بالنسب مومن کی شان نہیں۔	۱۰۷
بنی اسد بن خزیمہ کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی	//

مضمون	صفحہ
اللہ تعالیٰ نے اُن کا راز فاش کر دیا	
ایمان والے وہی ہیں جو اللہ اس کے رسول پر ایمان لائیں۔	۱۰۸
سورہ ق	
بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ ق پ ۲۶	۱۰۸
//	۱۰۹
حل لغات	۱۱۰
//	۱۱۱
حل لغات نادرہ	۱۱۱
مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ ق پ ۲۶	۱۱۲
مرکر دوبارہ زندہ ہونے پر کافروں منکروں کا اچنبا	
آیات کریمہ میں اس امر کو واضح کیا گیا کہ گٹھلی کو اور بیج کو جب خاک میں ملا دیا جاتا ہے اس سے سبز کونپلیں نکلتی ہیں حتیٰ کہ پھل پھول بھی	۱۱۳
دوسری نظیر دی	//
ہم بلندی سے برکت والا پانی برساتے ہیں	۱۱۴
سما بلندی کو کہتے ہیں بنجر اور مردہ زمین پر جب برسایا گیا	//
تو اس سے باغ سرسبز شاداب ہوتے لوگوں کی غذا کے لئے غلہ پیدا کیا	//
مفردات راغب اصفہانی نے	//
پانچ موقعوں پر لفظ موت کے معنی پیش کئے	//
کافر حسد و عناد کی آگ میں جل رہے ہیں اُن کو مردہ	۱۱۵

مضمون	صفحہ
کہا گیا حالانکہ وہ زندہ ہیں	۱۱۵
قرآن کریم نے دلیل عقلی کے ساتھ مٹی میں مل کر زندہ ہونا ثابت کیا	//
نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا	۱۱۵
خندق والوں نے لوط نے ثمود عاد فرعون بن تبع کے لوگوں نے بھی اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا	
جھٹلانے والے جھٹلاتے رہے مگر قادر علی الاطلاق اپنی قدرت کاملہ کا مظاہرہ کرتا رہا اور اہل ایمان اس پر یقین کرتے رہے۔	//
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ ق پ ۲۶	۱۱۶
//	//
حل لغات	۱۱۷
//	
حل لغات نادرہ	۱۱۸
مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ ق پ ۲۶	//
بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہم اس کے شہ رگ سے قریب ہیں۔	۱۱۹
درید وہ رگ ہے جو انسان کے گلے میں ہے جس سے خون تمام جسم میں پھیلتا ہے کی مکمل تصریح	//
دو فرشتہ داہنے والے بائیں والے ایک اس کے محافظ تیار بیٹھا ہے	//
داہنی طرف والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے بائیں طرف والا برائیاں	۱۱۹
فرشتوں کی کتابت حسب اقتضاء حکمت ہے	//

مضمون	صفحہ
اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کو بیان فرمایا	۱۱۹
آیت نحن اقرب الیہ من حبل الورید کی تشریح	″
اقرب سے کیا مراد ہے	″
علماء مفسرین کے اقوال	″
نیکی بدی لکھنے والے فرشتوں کے متعلق احادیث اور تشریح۔	″
نفخ صور کی بابت احادیث	″
قیامت کے دن ہر شخص کے ہاتھوں میں اس کے اعمال ہوں گے۔	″
منکرین یوم حشر کا ردّ	″

مضمون	صفحہ
آیات وجارت کل نفس معها سائق و شہید کی تشریح	۱۲۰
جارت سکرۃ الموت کی تشریح	″
مشرکین کا ٹھکانہ جہنم ہوگا	″
دوزخ کہے گی میں ابھی بھری نہیں اور بھی ہے مفصل بحث	″
بارگاہ رب العزت میں شیطان عرض کریگا	″
حضرت کی آخری تحریر کے الفاظ	″
"آیت کا مفہوم منطوق واضح ہے مزید وضاحت کی حاجت نہیں" وصال	۱۲۰

نوٹ

حضرت مفسر قرآن امام اہلسنت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی نے چھبیسواں پارہ سورہ قٓ کے دوسرے رکوع کی تفسیر مکمل کی دوسرے دن ۲ شعبان ۱۳۸۰ھ بروز جمعۃ المبارک بارگاہِ رب العزت سے سفرِ آخرت کا بلاوا آگیا اور آپ کا وصال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے وصال سے دل ودماغ اس قدر مجروح ہوئے کہ غم واندوہ سے ہوش وحواس باختہ ہوگئے اور تفسیر کا کام تعطل میں پڑ گیا۔ پندرہ سال گذر گئے آخر خیال آیا کہ یہ ایک علمی خزانہ ہے اور امانت ہے جو اہل علم اور صاحب ذوق حضرات تک پہنچنا چاہیئے لیکن حالات اور صدمات کی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی تھی۔ ایک روز میرے پیارے بچا حضرت مفتی اعظم استاد العلماء علامہ ابوالبرکات سید احمد القادری اشرفی تشریف لائے اور تفسیر اور دیگر کتب کے بارے میں دریافت فرمایا حضرت نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی تاکید فرمائی۔

سفر حجازِ مقدس مدینہ شریف میں حاضر ہوا تو حضرت مولانا مفتی ضیاء الدین صاحب قادری مدنی جو اعلحضرت امام اہلسنت کے خلفاء میں سے تھے نے تفسیر کے بارے میں دریافت کیا اور مکمل کرنے کی تاکید فرمائی میرے مربّی شفیق بزرگ استاد غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی نے بھی حکم فرمایا اور تکمیل کے لئے دعا فرمائی۔

ان بزرگوں کے فیضان نظر اور دعاؤں سے تفسیر کے کام کو جاری رکھنے کا عزم صمیم کیا لیکن یہ کام آسان نہ تھا۔ مرتب شدہ مسودہ کی نظرثانی۔ اور کتابت۔ طباعت۔ مسودہ کے مضامین میں اضافات۔ کتابت کی تصحیح و ترتیب۔ آخری پانچ پاروں کی تفسیر کا کام آسان نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان بزرگوں کی دعاؤں سے عزیز القدر فاضل جلیل حضرت علامہ قاری محمد مشتاق احمد صاحب ایم اے نقشبندی قادری نے تحریری کام میں پُرخلوص تعاون فرمایا اور چھٹی جلد میں اٹھائیس پارے مکمل ہو گئے۔ انشاء اللہ بقایا بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں گے۔

کتابت کے اخراجات میں میرے کرم فرما محترم الحاج میاں عبداللطیف صاحب، محترم الحاج محمد افضال صاحب، محترم الحاج محمد ارشد صاحب نعیم، محترم الحاج محمد نعیم سلیمی، محترم الحاج ملک محمد خلیل احمد صاحب نے حصہ لیا۔

حضرت علامہ مفتی عبدالغنی صاحب عثمانی اور حافظ محمد شریف صاحب نے تصحیح کی خدمات انجام دیں۔

الحاج صاحبزادہ حفیظ البرکات صاحب چشتی مکتبہ ضیاء القرآن۔ گنج بخش روڈ نے حضرت کی تمام تصانیف بالخصوص تفسیر کی چھ جلدوں کی طباعت و اشاعت کی ذمہ داری قبول کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام معاونین، محبین، مخلصین کی پُرخلوص خدمات کو قبول فرمائے۔ دین دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کرے اور قرآن پاک کو سمجھنے سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت کا سرمایہ بنائے۔ آمین

فقیر قادری امین الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی
امیر جامعہ حسنات العلوم خطیب مسجد وزیر خان لاہور
(۲۸؍ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

مضمون	صفحہ
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ قٓ	۱۲۱
حل لغات	۱۲۲
"	۱۲۳
مختصر تفسیر تیسرا رکوع سورہ قٓ	۱۲۴
نفخ صور اور یوم الوعید کی تشریح	"
جہنم سے سوال ہوگا علامہ آلوسی اور بیضاوی	
شریعت کی تصریح	"
نفخ صور کی بابت علامہ آلوسی بیضاوی کی وضاحت	"
صحیح بخاری مسلم کی جہنم میں مخلوق کے بابت روایت	۱۲۵
جہنم کے بھر جلنے کی بابت احادیث	"
مومنین کے حال کا بیان	۱۲۶
علامہ آلوسی کی اوآب کے بارے میں تشریح	"
ضحاک نے اوآب کی تصریح کی	"
حضرت زید بن ارقم سے مسلم شریف کی ہدایت	۱۲۷
ذالک یوم الخلود کی تشریح	"

مضمون	صفحہ
حضرت امام بخاری حضرت ابوہریرہ کی روایت	١٢٧
اہل جنت کے متعلق حضرت ابوسعید خدری کی روایت	١٢٨
یوم المزید کی تشریح	١٢٩
حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے متعلق فرمایا۔	"
سرکش استوی کے ہلاک ہونے کا بیان	"
تنقیب سے مراد سیر و سیاحت ہے	١٣٠
قوم عاد قوم فرعون کے حالات	"
ہلاک شدہ اقوام کے کھنڈرات	"
علامہ آلوسی نے شہید کی تصریح کی	١٣١
زمین و آسمان چھ دن میں پیدا ہوئے	"
شان نزول	١٣٢
آسمانوں، زمین، پہاڑوں، آدم، چوپایوں کی تخلیق کے متعلق احادیث	"
یہودیوں کے سوالات اور اس کے جواب	"
یہود کے اعتراض پر	"
آیت تسکین کا شان نزول	١٣٣
علامہ آلوسی کی تشریح	"
تسبیحات و تحمیدات کا بیان	"
نماز عصر کے بارے میں حدیث	"
یہود کے ایذا پر حضور علیہ السلام کو تسکین صبر کی تلقین	"
حضرت عبداللہ بن عباس کا نماز ظہر و عصر کے بابت قول	١٣٣
نماز عصر کے فوت ہونے پر تنبیہہ	"
رات تسبیح و تحمید کے فضائل	١٣٤
امام مجاہد کا قول	"
حضرت ابن عباس کا قول	"
سبحان اللہ وبحمدہ کے فضائل احادیث کی روشنی میں	١٣٥
نفخ صور کے بارے میں علامہ آلوسی	"
دیگر مفسرین کے قول	"
من مکان قریب کی تصریح	١٣٦
لوگوں کی قبروں سے اُٹھنے کی کیفیات	"
حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر کے پاس کھڑے ہوکر فرمایا	"
حضرت عمر بن خطاب کے مُردہ اجسام کے بارے میں سوال کا جواب	"
اسرافیل علیہ السلام کا خطاب ہڈیوں اور کھالوں سے ہوگا۔	"
انّا نحنُ نحیّ ونمیت کی تشریح	"
مُردوں کا قبروں سے اُٹھنا مفصّل بحث	"
ابن مُنذر مجاہد کے اقوال	١٣٧
مُردوں کا زندہ ہوکر جمع ہونا	١٣٨
الحمد للہ سورہ قٓ کی تفسیر مکمل ہوئی	١٣٩

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ ذاریات پ۲۶	۱۴۰	آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال	۱۵۱
حل لغات	۱۴۱	زکوٰۃ کی فرضیت پر جمہور کا قول	〃
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ ذاریات	۱۴۲	زمین میں نشانیاں یقین والوں کے لئے ہیں	〃
سورہ مبارکہ ابن عباس ابن زبیر کی روایات	۱۴۳	زمین میں نشانیوں کا مفہوم	۱۵۲
دارقطنی ابن مودریہ ا		علی تفسیر کا قول	〃
ابن عساکر سعید بن حبیب کی روایات	۱۴۴	آسمان میں تمہارا رزق ہے	۱۵۳
قیامت کا وعدہ سچا ہے	۱۴۵	بیضاوی نے الماء سے مراد بادل رزق لکھا	
اللہ تعالیٰ ہر امر پر قادر ہے	〃	ہے مفصل بحث	〃
آرائش والے آسمان کی قسم مفصل بحث	〃	ضحاک سے روایت ہے کہ ما توعدون سے	
فرشتوں کے چلنے کے راستے	۱۴۶	مراد جنت اور دوزخ ہے۔ مفصل بحث	۱۵۴
کفار مکہ سے خطاب	〃	بے شک یہ قرآن حق ہے	〃
قتل سے مراد لعنت ہے	۱۴۷	بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ ذاریات	۱۵۵
کفار کے سوال کا جواب	۱۴۸	حل لغات	〃
نیکوں کا رباغات اور چشموں میں ہیں	۱۴۹	〃	۱۵۶
حضرت عبداللہ بن رواحہ		مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ ذاریات	〃
حضرت انس بن مالک کی رات میں مختصر		حضرت ابراہیم کے معزز مہمان	〃
آرام کرنے کی تفسیر	۱۵۰	مہمانوں کی تواضع کرنا	〃
رات میں عبادت کا مفصل ذکر	〃	کھانا کھلانا سلام کا رواج	۱۵۷
سحر کے وقت ذکر عبادت کی بحث	〃	اہل سے مراد گھر والے ہیں۔	
ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری		علامہ آلوسی کی وضاحت	〃
حصہ میں عبادت کرنا پہلے حصہ سے زیادہ		حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غریبہ بچھڑا ذبح	
پسند تھا	۱۵۱	کرکے بھون کر مہمانوں کے آگے رکھا۔	۱۵۸
بخاری ومسلم کی روایات	〃	تو ابراہیم علیہ السلام ان سے ڈرنے لگے وہ	
دعا کی مقبولیت کا وقت	〃	بولے ڈریے نہیں	۱۵۹

مضمون	صفحہ
علامہ آلوسی کی مفصل بحث	۱۵۹
عجب سیدہ سارہ نے خوشخبری سُنی	۱۶۰
عقیم بانجھ کی بحث	//
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ ذاریات پ۲۷	۱۶۱
حل لغات	۱۶۲
//	۱۶۳
مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ ذاریات پ۲۷	//
حضرت ابراہیم نے فرشتوں سے آنے کا مقصد	
دریافت کیا	//
مجرم قوم کو عذاب دیں	۱۶۴
قوم لوط گندے افعال میں مبتلا تھی	//
قوم لوط پر پتھروں کا عذاب	//
فاخرجنا کی تفصیلی بحث	۱۶۵
ان بستیوں میں صرف ایک مسلمان کا گھر تھا	۱۶۶
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ دے کر بھیجا	//
وہ یدِ بیضاء تھا	۱۶۷
فرعون نے حضرت موسیٰ کو جادوگر کہا	//
فرعون اور اس کا لشکر دریا میں غرق ہوا	۱۶۹
قوم عاد کی ہلاکت	//
قوم ثمود کی ہلاکت	۱۷۰
پس انہوں نے اپنے رب کے حکم سے کی	۱۷۱
حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی	//
اچانک کڑکنے آگیا	//
ان کو تین دن کی مہلت دی گئی	۱۷۲

مضمون	صفحہ
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ ذاریات	۱۷۳
حل لغات	۱۷۴
مختصر تفسیر اُردو تیسرا رکوع سورہ ذاریات	۱۷۵
وَالسَّمَاءَ آسمان کو بنایا	//
فَرَشْنٰهَا ہم نے اسے فرش کیا	۱۷۶
ہم نے شیٔ کو جوڑا۔ جوڑا بنائے	//
علامہ آلوسی کی مفصل بحث	//
مُردوں کو زندہ کرنے والی قادر ہے	۱۷۷
اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ کی تصریح	۱۷۸
ساحر مجنون کی بحث	۱۷۹
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسکین و	
تسلی کا پیغام	۱۸۰
عذاب کا خوف	
ابن جریر ابن حاتم بیہقی حضرت علی رضی اللہ	
عنہ سے نقل کیا	۱۸۱
تخلیق انسانی وجن کا مفصل بیان	//
حق معرفت ادا کرنا مجاہد کے نزدیک عبادت	
سے معرفت مراد ہے	۱۸۲
بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت	
قدرت والا ہے	۱۸۳
ذنوباً۔ عذاب کی باری	۱۸۴
کافروں کے لئے خرابی ہے	//
آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے	۱۸۵
سورہ ذاریات بحمدہٖ مکمل ہوئی	//

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ طور پ۲۷	۱۸۶	ایمان والوں سے ان کی اولاد کے ملنے کی بشارت	۱۹۹
〃	۱۸۷	اہلِ جنت کا بیان	〃
حلِ لغات	۱۸۸	جنت میں والدین	
〃	۱۸۹	اعزہ کے بارے میں سوال	۲۰۰
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ طور پ۲۷	۱۹۰	جنت میں والدین دیگر اعزہ کے اکٹھے کرنے	
	۱۹۱	کا حکم	〃
بیت المعمور	〃	متقی جنت میں نعمتوں سے نوازے جائیں گے	۲۰۱
حدیث معراج	۱۹۲	کاساً کی تصریح	〃
مشرکین سرکشوں کا عذاب نہیں ٹالا جائے گا	۱۹۳	وَلَا تَاثِیمٌ کی تصریح	۲۰۲
جبیر بن مطعم کی بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضری	〃	حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت	〃
جس دن آسمان ہلنا سا ہلیں گے مفصل بحث	۱۹۴	مخدوم کی فضیلت میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۰۳
روزِ قیامت آسمان تھرتھرائیگا	〃	جنتی باہم ایک دوسرے سے سوال کریں گے	〃
پہاڑ غبار کی طرح حرکت کریں گے	〃	فمنّ اللہ علینا کی تصریح	۲۰۴
مکذبین کی تشریح	۱۹۵	بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ طور پ۲۷	۲۰۵
مشغلہ میں کھیل رہے تھے	〃	〃	۲۰۶
عذاب قیامت کے منکرین	〃	حل لغات	۲۰۷
جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائینگے	〃	〃	۲۰۸
مشرکین سرکشوں کا قیامت کے دن انجام	۱۹۶	مختصر تفسیر دوسرا رکوع سورہ طور پ۲۷	۲۰۹
مومنین اور پرہیزگار جنت میں چین سے رہیں	۱۹۷	مشرکین کی بکواس کا جواب حضور علیہ السلام	
جنت میں نعیم کی تعریف	〃	کو تسکین دی گئی۔	〃
مومنین اور متقین کو بشارت	۱۹۸	کاہن کی تعریف	۲۱۰
اعمال فضل الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں	〃	مجنوں کی تعریف	۲۱۰
مستکبین عتی سرورپہ	۱۹۹	کفار مکہ اللہ کے رسول کی مخالفت	
معفوفہ کی تصریح		غار میں حدود سے پھیلا نگ گئے	۲۱۲

مضمون	صفحہ
کفار مشرکین کے ناپاک اعتراضات کا جواب	۲۱۳
〃	۲۱۴
ابن عطیہ کا قول	۲۱۵
علامہ آلوسی کا قول	۲۱۷
کفار مشرکین کی سازش کا ذکر	۲۱۹
کفار مشرکین کو ان کے حال پر چھوڑنے کا حکم	۲۲۰
فسبح بحمد ربک حین تقوم کی تشریح	۲۲۲
من اللیل	۲۲۳
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ نجم پ۲۷	۲۲۴
〃	۲۲۵
حل لغات	〃
〃	۲۲۶
مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورہ نجم پ۲۷	۲۲۷
نجم کی تعریف مفصل بحث	۲۲۸
وما ینطق عن الھوٰی کی مفصل تشریح	۲۲۹
شدید القوٰی کی تشریح	۲۳۰
ذومرہ کی تشریح	〃
وھو بالافق الاعلیٰ کی تشریح	۲۳۱
فکان قاب قوسین او ادنیٰ کی تشریح	۲۳۲
فاوحیٰ کی تشریح	۲۳۴
معراج کا بیان	۲۳۸
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت	〃
لات عزیٰ بتوں کی تشریح	۲۳۹
یہ تینوں بت کعبہ میں تھے	۲۴۰
بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ نجم پ۲۷	۲۴۴
حل لغات	۲۴۵
〃	۲۴۶
مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ نجم پ۲۷	〃
〃	۲۴۷
بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ نجم پ۲۷	۲۵۵
مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ نجم پ۲۷	۲۵۸
ولید بن مغیرہ کا مال کے لالچ میں شرک کی طرف واپس لوٹنا۔	۲۵۹
حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیل احکام میں منتہی پر تھے۔	〃
کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا	۲۶۰
خوشی وغمی کی تخلیق دنیا میں موت آخرت میں زندگی عطا کی	۲۶۳
اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان سے نر مادہ پیدا کیا	۲۶۴
شعریٰ ایک ستارے کا نام ہے	〃
نوح علیہ السلام آدم ثانی تھے ان کی قوم سرکشی ظلم بغاوت حد درجہ بڑھی	۲۶۵
اٹھنے والی بستیوں کو نیچے گرایا قوم لوط کی بستیاں قیامت کی گھڑی قریب آگئی	۲۶۷
سورہ قمر بامحاورہ ترجمہ رکوع اول	۲۶۹
حل لغات	۲۷۱

مضمون	صفحہ
مختصر تفسیر سورہ قمر پ۲۷ رکوع اول	۲۷۳
قیامت بہت ہی نزدیک آگئی	۲۷۴
چاند شق ہوگیا	//
حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کی چاند کے شق ہونے کی روایت	//
کفار کا انکار جاری رکھنا	//
استقرار کے معانی	۲۷۵
حضرت اسرافیل صخرہ بیت المقدس کھڑے ہو کر بلائیں گے	۲۷۷
قبروں سے نکلنے کا بیان	//
کفار خوف سے نیچے نظریں کئے نکلیں گے	۲۷۸
قریش سے پہلے قوم نوح نے پیغمبر کی تکذیب کی	//
قوم نوح پر پانی بارش کا عذاب	۲۷۹
زمین چشمے کرکے بہادی۔ آسمان اور زمین کا عذاب	۲۸۰
ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی پر	//
کشتی نوح علیہ السلام کا ذکر	۲۸۱
بے شک ہم نے ان پر سخت آندھی بھیجی مفصل واقعہ	۲۸۳
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت	//
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ قمر پ۲۷	۲۸۵
حل لغات	۲۸۶
//	۲۸۷
مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ القمر پ۲۷	۲۸۸

مضمون	صفحہ
ہم نے قرآن کریم کو یاد کرنے میں آسان کر دیا	//
بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورہ قمر پ۲۷	۲۹۶
حل لغات رکوع سوم سورہ قمر پ۲۷	۲۹۷
مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورہ قمر پ۲۷	۲۹۸
بدر کے روز کفار مکہ کی جماعت منتشر ہوگئی	۳۰۱
کفار شکست کھا کر بھاگے	//
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے	۳۰۶
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ رحمٰن پ۲۷	۳۰۸
حل لغات	۳۰۹
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ رحمٰن پ۲۷	۳۱۱
انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا	۳۱۳
اللہ کی نعمتوں کی یاد دہانی بطور تنبیہ توبیخ کفران نعمت کی	//
سبزہ درخت سجدہ کرتے ہیں	۳۱۴
کم مت تولو	۳۱۵
انسان کو مٹی سے پیدا کیا	۳۱۷
جنوں کو خالص آگ کے شعلوں سے پیدا کیا	۳۱۸
مشرکین سے مراد	۳۱۹
سمندر سے مونگا اور موتی نکلتا ہے	//
الجوار کشتیاں چلنے والی	۳۲۰
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ رحمٰن پ۲۷	۳۲۲
حل لغات	۳۲۳
مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ رحمٰن پ۲۷	۳۲۵

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کل من علیہا فانٍ	//	پناہ میں کفار کے بچوں کے بارے میں	
جن انسان کو خطاب	۳۲۸	دریافت کیا۔	۳۶۹
آسمان کا پھٹنا پھر آسمان کے فرشتوں کا اترنا	۳۳۱	باکواب وابا ریق	
مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے	۳۳۲	ایسے برتن کی تشریح	؍
مومنوں اور کافروں کا مختلف صورتوں میں		جنت کی ہر نعمت لافانی ہے	۳۷۱
نکلنا	//	حوروں کا بیان	۳۷۲
بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورہ رحمٰن پ ۲۷	۳۳۵	اہل جنت ایک دوسرے کو سلام کہیں گے	؍
حل لغات	۳۳۶	داہنے ہاتھ والے متقی کے اعمال نامے دائیں	
مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورہ رحمٰن پ ۲۷	۳۳۹	ہاتھ میں دیئے جائیں گے	//
جنت کی نعمتوں کا ذکر	۳۴۰	پھل شہد سے زیادہ شیریں ہوں گے	۳۷۳
جنتیوں کی نعمتوں کا ذکر	۳۴۳	بخاری و مسلم کی ایک حدیث	۳۷۴
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ واقعہ پ ۲۷	۳۵۷	عُرُباً کی تشریح	۳۷۵
حل لغات	۳۵۹	فُرُشٍ مرفوعۃ کی تشریح	//
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ واقعہ پ ۲۷	۳۶۱	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ واقعہ پ ۲۷	۳۷۶
جب زمین تھرتھرا کر کانپنے لگی۔ پہاڑ ریزہ		//	۳۷۷
ریزہ ہو جائیں گے	۳۶۲	حل لغات	۳۷۸
اصحاب یمین کون لوگ ہوں گے	۳۶۳	مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ واقعہ پ ۲۷	۳۸۰
بائیں جانب والے لوگ کون ہوں گے	۳۶۳	اصحٰب الشمال ما اصحٰب الشمال کی تشریح	۳۸۱
ایمان والوں کا ذکر	۳۶۴	سرکش نافرمان لوگوں کا انجام	۳۸۲
حضرت علی المرتضیٰ اور ابن عباس، ابونعیم		حیات بعد الموت کا یقین نہیں رکھتے تھے	۳۸۳
کے اقوال	۳۶۵	تھوہر کے درخت کا بیان	۳۸۵
ایک گروہ اول لوگوں کا صحابہ کی پیروی		میٹھا پانی اور اس وصف کے ساتھ خصوصی	
کرنے والوں کا ہوگا	//	تذکرہ	۳۹۱
ام المومنین عائشہ صدیقہ نے بارگاہِ رسالت		بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورہ واقعہ پ ۲۷	۳۹۴

مضمون	صفحہ
حل لغات	۳۹۵
مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورہ واقعہ پ۲۷	۳۹۶
ان جگہوں کا ذکر جہاں ستارے ڈوبتے ہیں	
قسم فرمانا اظہار عظمت کے لئے ہے	۳۹۷
بخاری ومسلم شریف میں ہر رات آسمان دنیا پر	
جبکہ رات کا آخری حصہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ	″
تجلی فرماتا ہے۔	۳۹۸
قرآن پاک کے چھونے پڑھنے کے احکام	″
بے وضو مصحف کو چھونا جائز نہیں	۴۰۰
کچھ لوگ ایمان رکھتے ہیں اور کچھ لوگ کفر کرتے ہیں	۴۰۱
روح کا گلے تک پہنچنا۔	
موت کا وقت مفصل بحث	۴۰۲
مفسرین کی تعریف اور ان کا مرتبہ	۴۰۴
جنت نعیم کی تعریف	۴۰۵
اصحاب یمین کی تعریف اور ان کا انعام	۴۰۶
اصحاب الشمال کا ذکر	۴۰۷
سورہ الحدید	۴۱۰
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ حدید پ۲۷	۴۱۱
حل لغات	۴۱۳
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ الحدید پ۲۷	۴۱۵
تسبیح وتحمید کے فضائل ومعانی	″
موت وزندگی اللہ کے ہاتھ ہے	۴۱۶
دن رات کی بحث	۴۲۰

مضمون	صفحہ
راہ خدا میں انفاق کا حکم	۴۲۵
ارشادات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۴۲۷
حضرت صدیق اکبر کی فضیلت	″
لفظ صدیق کی تعریف	″
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ الحدید پ۲۷	۴۳۱
حل لغات	۴۳۳
مختصر تفسیر اردو سورہ الحدید رکوع دوم پ۲۷	۴۳۵
انفاق با اخلاص کی دس صورتیں	″
مہاجرین مدینہ منورہ کی سستی کاہلی پر عتاب	۴۴۴
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت	″
بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورہ الحدید پ۲۷	۴۵۰
حل لغات	۴۵۱
مختصر تفسیر اردو سورہ الحدید رکوع سوم پ۲۷	۴۵۳
دنیا کی زندگی کھیل ہے	″
لعب کے معنی	۴۵۴
رسول کا انکار کفر ہے	۴۵۹
بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا	۴۶۴
بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم سورہ الحدید پ۲۷	۴۶۶
حل لغات	۴۶۷
مختصر تفسیر اردو سورہ الحدید رکوع چہارم پ۲۷	۴۶۹
ہم نے یکے بعد دیگرے رسول بھیجے	۴۷۱
آجکل جو انجیل نصاریٰ کے پاس ہے وہ اصل نہیں بلکہ من گھڑت ہے نصاریٰ نے تحریف کردی ہے	″

مضمون	صفحہ
رہبانیت کی تعریف	۴۷۲
سورہ مجادلہ پ ۲۸	۴۸۱
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ مجادلہ پ ۲۸	۴۸۳
حل لغات	۴۸۵
مختصر تفسیر اردو سورہ المجادلہ رکوع اول پ ۲۸	۴۸۶
شان نزول	۴۸۶
اللہ کی صفتیں غیر فانی ہیں	
ظہار کی تعریف اور تشریح	۴۸۷
ظہار کے احکام	۴۸۹
حدود اللہ توڑنے کی سزا	۵۰۰
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ مجادلہ پ ۲۸	۵۰۴
حل لغات	۵۰۶
مختصر تفسیر اردو سورہ مجادلہ رکوع دوم پ ۲۸	۵۰۸
سرکشی نافرمانی کی سزا	۵۱۱
شان نزول	〃
ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۵۲۲
حدیث۔ اہل علم اور جاہل برابر نہیں	۵۲۳
بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کرنے سے پہلے صدقہ کا حکم	۵۲۵
حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اور فقراء کی منفعت کا ذکر	〃
حضرت علی المرتضیٰ کا قول	۵۲۶
بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورہ مجادلہ پ ۲۸	۵۲۸
حل لغات	۵۳۰

مضمون	صفحہ
مختصر تفسیر اردو سورہ مجادلہ رکوع سوم	۵۳۱
امام احمد رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی تخریج کی ہے	۵۳۲
شان نزول	〃
منافقین کا حال زار	〃
منافقین یہود کے دوست تھے	۵۳۳
جھوٹی قسمیں کھانا منافقین کا شعار ہے	۵۳۵
جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا	۵۳۶
دوسری وعید	۵۳۷
غالب آنے کی صورتیں	۵۴۱
حق کا غلبہ امر قطعی ہے	〃
خدا اور رسول کے دشمنوں سے دوستی کی ممانعت	۵۴۳
امام احمد براء بن عازب سے روایت	۵۴۳
غزوہ بدر میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے اپنے والد کو قتل کیا	۵۴۴
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو دعوت مبارزت دی	〃
ایمان والوں کی فضیلت	۵۴۵
مختصر تفسیر سورہ الحشر پارہ ۲۸	۵۴۷
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ الحشر پ ۲۸	۵۴۹
حل لغات	۵۵۱
مختصر تفسیر اردو رکوع اول پ ۲۸	۵۵۳
آسمان و زمین میں جاندار اور بے جان مخلوق اللہ کا ذکر کرتے ہیں	۵۵۴

مضمون	صفحہ
بنو نضیر سے یہودیوں کے تعلقات مفصل بحث	۵۵۵
بنو نضیر کا نواح مدینہ سے جلاوطن ہونا	〃
حشر کے معنی اکٹھا کرنا	〃
بنو نضیر کا گمان	۵۵۶
بنو نضیر سے جہاد ان کے جلاوطن کرنے کا حکم	
مختلف معجزات کا ظہور	〃
بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے	۵۶۰
شان نزول	۵۶۱
کافروں کے درخت کٹوادینا ان کی عمارتوں کو ڈھا دینا جائز ہے	۵۶۲
اللہ نے بنو نضیر کی ملکیت سلب کر کے حضور علیہ السلام کو مالک فرمایا	۵۶۳
جیف کے معنی تیز رفتار ہے	〃
بنو نضیر کا متروکہ مال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہاجرین میں تقسیم فرمادیا	۵۶۴
حضرت سعد بن معاذ کو ابن الحقیق کی تلوار عطا کی	۵۶۵
مال کا پانچواں حصہ اور اس کی تقسیم	۵۶۷
قرابت داروں سے مراد مکمل تفصیل	〃
مہاجرین کی فضیلت	۵۷۱
صحیح بخاری میں روایت	۵۷۶
حضرت ابو طلحہ کی مہمان نوازی	〃
انتہائی حرص کنجوسی کا بیان	〃
جنت عدن کا بیان	۵۷۷

مضمون	صفحہ
دینی رشتے نسبی رشتوں سے کہیں بڑھ کر ہیں	۵۷۸
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ الحشر	۵۸۰
حل لغات	۵۸۱
مختصر تفسیر اردو سورہ الحشر رکوع دوم پ ۲۸	۵۸۲
شان نزول	
عبد اللہ بن ابی کا بنو نضیر کو مشورہ	۵۸۴
بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورہ حشر پ ۲۸	۵۹۱
حل لغات	۵۹۲
مختصر تفسیر اردو سورہ الحشر رکوع سوم پ ۲۸	۵۹۳
دنیا ایک دن کے مانند ہے۔	۵۹۴
جنت والے اور دوزخ والے برابر نہیں	۵۹۵
اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اُسے دیکھتا کہ پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے	〃
یہ تمثیل عظمت قرآن کے لئے ہے	۵۹۶
علم غیب پر مفصل بحث	۵۹۷
〃	〃
〃	۵۹۸
سورہ حشر کی آیات کی تشریح	〃
کفار کے نام حاطب بن بلتعہ کا خط	۵۹۹
سورہ الممتحنہ	۶۰۴
شان نزول	
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ ممتحنہ پ ۲۸	۶۰۶
حل لغات	۶۰۷
مختصر تفسیر اردو سورہ ممتحنہ رکوع اول پ ۲۸	۶۱۰

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کافروں سے دشمنی ضروری ہے خواہ قرابتدار ہوں	۶۱۱	سورہ الصّف	۶۴۶
حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کے		بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ صف پ ۲۸	۶۴۷
اسوہ قول عمل کی پیروی لازم ہے	۶۱۶	حل لغات	۶۴۸
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ ممتحنہ پ ۲۸	۶۲۱	مختصر تفسیر سورہ الصّف رکوع اول پ ۲۸	۶۴۹
حل لغات	۶۲۲	اللہ کی تسبیح تحمید کرتی ہے جو کچھ آسمانوں زمینوں	
مختصر تفسیر اردو سورہ ممتحنہ رکوع دوم پ ۲۸	۶۲۴	میں ہے	〃
قرآن پاک کی پیشگوئی	۶۲۵	مجاہد اللہ کو محبوب ہے	۶۵۱
شان نزول	۶۲۶	ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو راہ خدا میں جم کر	
حضرت اسما بنت ابی بکر سے روایت	۶۲۷	لڑتے ہیں	〃
جو کافر مسلمانوں سے نہ لڑیں ان سے حسن سلوک		پہلی صف کی فضیلت	۶۵۲
جائز ہے	〃	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب	۶۵۴
مہاجر عورتوں کی جانچ کر لینے کا حکم	〃	نبی معصوم ہے	〃
صلح حدیبیہ میں مشرکین کی شرائط	۶۲۹	نسب باپ سے متعین ہوتا ہے	۶۵۷
کافر مرد مومن عورت کے لئے حلال نہیں	۶۳۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور علیہ السلام	
مہاجرہ مومنہ عورتوں سے نکاح کرنے میں گناہ		کو بشارت دی	〃
نہیں اگرچہ ان کے کافر شوہر دار الحرب میں ہوں	۶۳۳	رسول معظم کی بشارت توریت میں موجود ہے	〃
کافرہ مرتد عورتوں کے مہر کا بیان	۶۳۶	فاران مکہ میں بنو ہاشم کے پہاڑوں کا نام ہے	〃
عورتوں کی بیعت کا بیان	۶۳۸	جبیر بن مطعم سے روایت	۶۵۸
اللہ نے مردوں و عورتوں پر ماؤں کی نافرمانی اور		حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام	〃
لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام فرمایا ہے	۶۳۹	یوحنا کی انجیل میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم	
تہمت طرازی سے ممانعت	۶۴۰	کی بشارت	۶۵۹
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں سے		فارقلیط کے معنی	۶۶۰
بیعت لی	۶۴۱	اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ	
امیمہ بنت رقیہ سے روایت	〃	باندھے	۶۶۱

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نور اللہ سے مراد دین حق ہے	۶۶۲	آپ کی مثل ونظیر کوئی پیدا ہی نہیں ہوا	۶۸۰
دین حق سب دینوں پر غالب کیا	۶۶۴	حکمت سے مراد	〃
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ صف پ ۲۸	〃	امی میں علم کا ہونا معجزہ ہے	〃
حل لغات	۶۶۵	آپ کی تشریف آوری سے قبل اہل عرب شرک	X
سورہ الصف رکوع دوم	۶۶۶	کفر باطل عقائد میں گرفتار تھے	۶۸۱
اخروی تجارت دردناک عذاب سے نجات		صحابہ کی فضیلت۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۶۸۲
دینے والی ہے	۶۶۷	تمام فضائل کمالات حضور پرنور صلی اللہ علیہ	
مال وجان سے جہاد کا حکم	〃	وسلم پر پورے کردیئے ہیں	۶۸۳
کل جنتیں آٹھ ہیں	۶۷۰	یہود کا حال زار	〃
حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام مخلصین ہیں جو		گدھے کی مثال	۶۸۴
بارہ ہیں	۶۷۲	حضور علیہ السلام نے ایسے علم سے پناہ مانگی	
عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ کے بارے میں عقیدہ	۶۷۳	جو نفع نہ دے	۶۸۵
سورہ جمعہ	۶۷۴	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ جمعہ پ ۲۸	۶۹۱
سورہ جمعہ کی فضیلت	〃	حل لغات	〃
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ جمعہ	۶۷۵	مختصر تفسیر اردو سورہ جمعہ رکوع دوم پ ۲۸	۶۹۲
حل لغات	۶۷۶	لغت میں جمعہ کا معنی ومفہوم	۶۹۳
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ جمعہ	۶۷۸	جمعہ کا قدیمی نام تحقیق	۶۹۴
ہر شئی کی تسبیح سے اس ذات کی عظمت ربوبیت		ہجرت نبوی سے قبل صحابہ کا جمعہ پڑھنا اس	
کا اظہار ہے	〃	کی تفصیل	〃
عرب میں اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجا جن کی		سب سے اول کس نے جمعہ قائم کیا	۶۹۵
اکثریت لکھنے پڑھنے والی نہ تھی	〃	حضور کا ہجرت کے بعد جمعہ قائم کرنا	۶۹۷
مسلم ابوداؤد کی روایت		جمعہ کی فضیلت	〃
منہم میں رسول کی عظمت کا اظہار ہے	۶۷۹	صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت	۶۹۸
یتلوا علیہم آیتہ کی تشریح	〃	فضائل نماز جمعہ	۶۹۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ترک جمعہ پر وعید	۶۹۹	زبانی ایمان لائے دل سے کافر ہوئے	۷۱۹
جمعہ کے دن نماز کے لئے غسل وتیاری کی فضیلت	۷۰۰	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ منافقون پ۲۸	۷۳۰
ساعت جمعہ کا تعین	۷۰۱	حل لغات	۷۳۱
شرائط جمعہ	〃	مختصر تفسیر سورہ المنافقون رکوع دوم پ۲۸	〃
مصر یا فنائے مصر	〃	مال اولاد و بنیادی زندگی کی زینت ہے	۷۳۲
بادشاہ یا نائب جمعہ قائم کرے یا حکم دے	۷۰۲	ہمارے دیئے میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو	۷۳۳
ظہر کا وقت ہونا	۷۰۳	سورہ تغابن پ۲۸	〃
اذن عام	〃	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ تغابن پ۲۸	〃
خطبہ	〃	حل لغات	۷۳۸
سائیل جماعت	۷۰۴	تفسیر اردو سورہ تغابن رکوع اول پ۲۸	۷۳۸
جمعہ کی شرائط	۷۰۵	بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے	〃
جمعہ واجب نہیں	〃	وہی ذات جس نے تم کو پیدا کیا تو تم میں کچھ	
جمعہ کے دن کا سفر	〃	کافر ہوئے کچھ مومن	۷۴۱
کیا جمعہ ایک جگہ ہونا چاہیئے	〃	ماں کے رحم میں نطفہ چالیس روز تک جمع کیا	〃
جمعہ کی سنتوں کا بیان	۷۰۶	چالیس روز بعد فرشتہ آتا ہے	۷۴۲
جمعہ میں قرأت سنتوں فضائل	〃	تم کو بہترین خلق پیدا کیا	۷۴۳
ستر ہزار فرشتہ استغفار کرتے ہیں	۷۰۷	تمہارے اندر ایک بہت بڑا جہاں پوشیدہ ہے	〃
نماز جمعہ کے بعد تجارت کا حکم	۷۰۹	تخلیق وجود صانع وخالق پر دلالت کرتی ہے	۷۴۴
اللہ کا ذکر کرو	〃	ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا	۷۴۵
سورہ المنفقون	۷۱۳	بشر کیونکر رسول ہو سکتا ہے کفار کا اعتراض	۷۴۶
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ منافقون پ۲۸	〃	یوم التغابن سے مراد قیامت ہے	۷۴۹
حل لغات	۷۱۵	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ تغابن	۷۵۱
تفسیر اردو سورہ المنافقون رکوع اول پ۲۸	۷۱۷	حل لغات	۷۵۲
عبد اللہ بن ابی اس کا قولہ	〃	مختصر تفسیر اردو سورہ تغابن رکوع دوم	۷۵۳

مضمون	صفحہ
اللہ اور رسول کا حکم مانو	۷۵۴
ایمان والے اللہ پر بھروسہ کریں	۷۵۵
شان نزول	۷۵۶
حضور علیہ السلام نے دوران خطبہ شہزادگان	
کو گود میں لے لیا	۷۵۹
اللہ کی راہ میں جو خرچ کرے گا اللہ اس کو دُگنا	
دے گا	۷۶۱
سورہ طلاق	۷۶۴
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ طلاق	۷۶۴
حل لغات	۷۶۶
مختصر تفسیر سورہ طلاق رکوع اول پ۲۸	۷۶۹
حیض کی حالت میں طلاق دینی حرام ہے	۷۷۱
عورت کے لئے حیض کے یوم معتبر طہر کے نہیں	״
جس عورت سے وطی نہ ہوئی اس پر عدت نہیں	۷۷۱
عدت کے لئے تین حیض کا گذرنا شرط ہے	״
عدت کے دوران عورت کا بلا عذر شوہر کے	
گھر سے نکلنا جائز نہیں	۷۷۱
حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک انتہائی	
مجبوری میں نکلنا جائز ہے	۷۷۲
اگر شوہر بدچلن ہے اور مطلقہ بائنہ کے لئے	
کوئی تحفظ نہیں۔ ایسی صورت میں عورت کا	
رہائش تبدیل کرنا جائز ہے۔	״
یہ اللہ کی حدیں ہیں	״
طلاق رجعی کے احکام	۷۷۴

مضمون	صفحہ
دو ثقہ گواہ کا حکم	۷۷۵
حسن سلوک اور شرافت سے علیحدہ کرنیکا حکم	״
لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی کثرت سے	
قیدی آزاد ہو جائے گا	۷۷۶
سزا سے محفوظ رہنے کا عمل	۷۷۶
تقویٰ سعادت دارین ہے	״
اللہ پر توکل بھروسہ کرنے کا صلہ ترقی رزق ہے	״
حمل کی صورت میں عدت کا حکم	۷۷۸
ابی بن کعب فلا دین النعمان کا بارگاہ رسالت	
پناہ میں سوال کرنا	۷۷۹
شوہر کے فوت ہونے کی صورت میں عدت	
کا حکم	۷۸۰
نیکیاں گناہوں کو محو کر دیتی ہیں	۷۸۱
مطلقہ کے لئے سکونت نان نفقہ دینا واجب ہے	۷۸۳
دودھ پلانے کی اجرت کے احکام	۷۸۴
اپنی حیثیت کے مطابق نفقہ دے	۷۸۵
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ طلاق	۷۸۶
حل لغات	۷۸۷
مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ طلاق	۷۸۸
ذکر کے معنی فضیلت	۷۹۰
تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتے ہیں	۷۹۱
آسمانوں اور زمینوں کی تعداد کیا ہے	۷۹۲
ان کا باہم فاصلہ کتنا ہے	۷۹۳
سورہ تحریم	۷۹۴

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ تحریم پ۲۸	۷۹۶	الحجارہ سے مراد بت ہیں	۸۱۳
حل لغات	۷۹۷	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ تحریم پ۲۸	۸۱۵
مختصر تفسیر سورہ تحریم رکوع اول پ۲۸	۷۹۸	حل لغات	۸۱۷
حل لغات	″	مختصر تفسیر سورہ تحریم رکوع دوم	۸۱۸
مختصر تفسیر سورہ تحریم رکوع اول پ۲۸	۷۹۹	توبۃ النصوح کی تعریف	۸۱۹
شان نزول	۸۰۰	توبہ قبول کرنا اس کے فضل پر ہے	۸۲۱
حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے		پل صراط	۸۲۲
شہد حرام کرلیا تھا	″	جب منافقوں کا نور بجھا دیا جائے گا	۸۲۳
تفصیلات		کافروں اور منافقوں سے جہاد کا حکم	۸۲۳
حضرت ماریہ قبیطہ کا واقعہ	۸۰۱	حضرت نوح اور حضرت لوط کی کافر بیبیوں کا ذکر	″
حلال کو اپنے لئے حرام کرلینا قسم ہے یا نہیں	۸۰۴	دونوں عورتوں نے دغا دیا	۸۲۴
کیا وہ راز اسرار خلافت سے متعلق کوئی بات تھی	۸۰۵	کسی نبی کی عورت نے بدکاری نہ کی	۸۲۵
کیا حضرت حفصہ کو بطور سزا طلاق رجعی دی تھی	۸۰۶	دونوں عورتیں کافرہ منافقہ تھیں	″
حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ کو خطاب	″	مومن عورت کو کسی کافرہ کا ضرر نہ پہنچ سکے گا	۸۲۶
احمد اور ابن حبان سے روایت	″	حضرت آسیہ کا امتحان اور دعا	″
مجھے اس بات کی عرصہ سے خواہش تھی کہ حضرت		حضرت آسیہ کی فضیلت	۸۲۸
عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کروں	۸۰۷	جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی	۸۲۹
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تفصیلی جواب	″	حضرت مریم کا امید سے ہونا	۸۲۹
صالح اور مومنین کا خطاب	۸۰۸	بکلمت ربہا کی تشریح	۸۳۰
حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت	۸۰۹	″	۸۳۱
رسل بشری کو رسل ملائکہ پر فضیلت ہے	″	الحمد للہ احسانہ اٹھائیسواں پارہ کی تکمیل ہوئی	
اطاعت والیاں ایمان والیاں	۸۱۰		
بکرۃ کی تعریف	۸۱۱		
عذاب سے نجات اللہ کے فضل سے ہے	۸۱۲		

پارہ ۲۶

سورۂ احقاف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۂ احقاف پ ۲۶

حٰمٓ ۝
اے حامد و محمود۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝
اتارنا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب حکمت والا ہے۔

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝
نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے مگر حق کے ساتھ اور ایک مقررہ مدت کے لیے اور کافروں کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے (قیامت وغیرہ) وہ تو اس کی پرواہ ہی نہیں کرتے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝
فرمائیے بھلا بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو دکھاؤ مجھے کہ انہوں نے زمین کا کونسا ذرہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے۔ لاؤ تم اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا کوئی علمی روایت اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ
اور کون گمراہ تر ہے اس سے جو پوجتا ہے اللہ کے سوا

دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ
الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ
غٰفِلُوْنَ ۝
وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً
وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ
قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا
جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝
اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ اِنِ
افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ
اللّٰهِ شَيْـًٔا هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ
فِيْهِ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ
وَبَيْنَكُمْ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ
وَمَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ
اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ وَمَاۤ
اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ
اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ
مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ
فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ

سوا غیر کو جو قیامت تک اس کی نہ سن سکیں اور (جواب دینا تو درکنار) وہ ان کی پرستش سے بالکل بے خبر ہیں۔

اور جب قیامت کے دن لوگ حساب کے لیے اکٹھے کیے جائیں تو یہ معبود (بت) ان کے دشمن ہو جائیں گے اور وہ ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔

اور جب ہماری آیتیں روشن ان پر پڑھی گئیں تو بولے کافر قرآن برحق کے لیے جب آیا ان میں یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

کیا یہ کافر کہتے ہیں یہ قرآن اپنے دل سے گھڑ لیا ہے۔ آپ فرمائیے اگر میں نے اس کو دل سے گھڑ لیا ہے تو تم خدا کے سامنے میرے کچھ کام نہیں آسکو گے وہ خوب جانتا ہے جو تم باتیں بناتے ہو کافی ہے اس قرآن پر میرے اور تمہارے درمیان گواہ اور وہی بخشنے رحم فرمانے والا ہے۔

آپ فرما دیجیے کہ نہیں ہوں میں انوکھا رسولوں میں سے اور میں خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ تمہارے ساتھ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے وحی کی جاتی ہے اور میں نہیں ہوں مگر صاف ڈر سنانے والا۔

فرمائیے بھلا بتاؤ تو اگر ہے قرآن کریم اللہ کے پاس سے اور تم نے اس سے انکار کیا۔ اور بنی اسرائیل کے ایک شخص نے ایسی شہادت دی اور ایمان بھی لے آیا اور تم نے تکبر کیا بے شک

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

حلِّ لغات

حٰمٓ ۔ اے حامد و محمود	تَنْزِيْلُ ۔ اتاری گئی ہے	اَلْكِتٰبِ ۔ کتاب	مِنَ اللّٰهِ ۔ اللہ
الْعَزِيْزِ ۔ غالب	الْحَكِيْمِ ۔ حکمت والے سے	مَا ۔ نہیں	خَلَقْنَا ۔ پیدا کیا ہم نے
السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں	وَ ۔ اور	الْاَرْضَ ۔ زمین کو	وَ ۔ اور
مَا ۔ جو	بَيْنَهُمَآ ۔ ان کے درمیان ہے	اِلَّا ۔ مگر	بِالْحَقِّ ۔ حق کے ساتھ
وَ ۔ اور	اَجَلٍ ۔ مدت	مُّسَمًّى ۔ مقرر تک	وَ ۔ اور
الَّذِيْنَ ۔ وہ جو	كَفَرُوْا ۔ کافر ہوئے	عَمَّآ ۔ اس سے جو	اُنْذِرُوْا ۔ ڈرائے گئے
مُعْرِضُوْنَ ۔ منہ پھیرنے والے ہیں	قُلْ ۔ فرمائیے	اَ ۔ کیا	رَاَيْتُمْ ۔ دیکھا تم نے
مَا ۔ جو	تَدْعُوْنَ ۔ پکارتے ہو	مِنْ دُوْنِ ۔ سوا	اللّٰهِ ۔ اللہ کے
اَرُوْ ۔ دکھاؤ	نِيْ ۔ مجھ کو	مَاذَا ۔ کیا	خَلَقُوْا ۔ پیدا کیا انہوں نے
مِنَ الْاَرْضِ ۔ زمین سے	اَمْ ۔ یا	لَهُمْ ۔ ان کا	شِرْكٌ ۔ حصہ ہے
فِي السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں میں		اِئْتُوْ ۔ لاؤ	نِيْ ۔ میرے پاس
بِكِتٰبٍ ۔ کتاب	مِّنْ قَبْلِ ۔ پہلے	هٰذَآ ۔ اس سے	اَوْ ۔ یا
اَثٰرَةٍ ۔ کوئی روایت	مِّنْ عِلْمٍ ۔ علمی	اِنْ ۔ اگر	كُنْتُمْ ۔ ہو تم
صٰدِقِيْنَ ۔ سچے	وَ ۔ اور	مَنْ ۔ کون	اَضَلُّ ۔ زیادہ گمراہ ہے
مِمَّنْ ۔ اس سے جو	يَّدْعُوْا ۔ پکارے	مِنْ دُوْنِ ۔ سوا	اللّٰهِ ۔ اللہ کے
مَنْ ۔ اسکو جو	لَّا ۔ نہ	يَسْتَجِيْبُ ۔ سنے	لَهٗ ۔ اسکی
اِلٰى ۔ طرف	يَوْمِ ۔ دن	الْقِيٰمَةِ ۔ قیامت	وَ ۔ اور
هُمْ ۔ وہ	عَنْ دُعَآئِهِمْ ۔ ان کے پکارنے سے		غٰفِلُوْنَ ۔ بے خبر ہیں
وَ ۔ اور	اِذَا ۔ جب	حُشِرَ ۔ اکٹھے کیے جائیں گے	النَّاسُ ۔ لوگ
كَانُوْا ۔ تو ہو جائیں گے	لَهُمْ ۔ ان کے	اَعْدَآءً ۔ دشمن	وَ ۔ اور
كَانُوْا ۔ ہو جائیں گے	بِعِبَادَتِهِمْ ۔ ان کے پکارنے سے		كٰفِرِيْنَ ۔ انکار کرنے والے

وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	تُتْلٰی۔ پڑھی جاتی ہیں	عَلَیْہِمْ۔ ان پر
اٰیٰتُنَا۔ ہماری آیتیں	بَیِّنٰتٍ۔ ظاہر	قَالَ۔ کہتے ہیں	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
کَفَرُوْا۔ کافر ہیں	لِلْحَقِّ۔ حق کو	لَمَّا۔ جبکہ	جَآءَ۔ آیا
ھُمْ۔ انکے پاس	ھٰذَا۔ یہ ہے	سِحْرٌ۔ جادو	مُّبِیْنٌ۔ کھلا ہوا
اَمْ۔ کیا	یَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ۔ بنالیا ہے اس کو	قُلْ۔ کہہ دیں
اِنِ۔ اگر	افْتَرَیْتُهٗ۔ میں نے بنایا ہے اسکو	فَلَا۔ تو نہیں	تَمْلِکُوْنَ۔ اختیار رکھتے تم
لِیْ۔ میرے لیے	مِنَ اللّٰہِ۔ اللہ سے	شَیْئًا۔ کچھ	ھُوَ۔ وہ
اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے	بِمَا۔ جو	تُفِیْضُوْنَ۔ تم باتیں بناتے ہو	فِیْہِ۔ اس میں
کَفٰی۔ کافی ہے	بِہٖ۔ وہ	شَھِیْدًا۔ گواہ	بَیْنِیْ۔ میرے درمیان
وَ۔ اور	بَیْنَکُمْ۔ تمہارے درمیان	وَ۔ اور	ھُوَ۔ وہ ہے
الْغَفُوْرُ۔ بخشنے والا	الرَّحِیْمُ۔ مہربان	قُلْ۔ کہہ دیں	مَا۔ نہیں
کُنْتُ۔ ہوں میں	بِدْعًا۔ کوئی انوکھا	مِّنَ الرُّسُلِ۔ رسول	وَ۔ اور
مَآ۔ نہیں	اَدْرِیْ۔ جانتا میں	مَا۔ کیا	یُفْعَلُ۔ کیا جائے گا
بِیْ۔ میرے ساتھ	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	بِکُمْ۔ تمہارے ساتھ
اِنْ۔ نہیں	اَتَّبِعُ۔ پیروی کرتا میں	اِلَّا۔ مگر	مَا۔ اس کی جو
یُوْحٰی۔ وحی کی جاتی ہے	اِلَیَّ۔ میری طرف	وَ۔ اور	مَآ۔ نہیں
اَنَا۔ میں	اِلَّا۔ مگر	نَذِیْرٌ۔ ڈرانے والا	مُّبِیْنٌ۔ ظاہر
قُلْ۔ کہہ دیں	اَ۔ کیا	رَاَیْتُمْ۔ دیکھا تم نے	اِنْ۔ اگر
کَانَ۔ ہو	مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ اللہ کی طرف سے		وَ۔ اور
کَفَرْتُمْ۔ کفر کیا تم نے	بِہٖ۔ اس کے ساتھ	وَ۔ اور	شَھِدَ۔ گواہی دی
شَاھِدٌ۔ ایک گواہ نے	مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ بنی اسرائیل میں سے		عَلٰی۔ اوپر
مِثْلِہٖ۔ اسکی مثل کے	فَاٰمَنَ۔ تو ایمان لایا وہ	وَ۔ اور	اسْتَکْبَرْتُمْ۔ تکبر کیا تم نے
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	لَا۔ نہیں	یَھْدِی۔ ہدایت دیتا
الْقَوْمَ۔ قوم	الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالموں کو		

حلِّ لغاتِ نادِرہ

اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ: اثارہ ماخوذ ہے اثر سے جس کے معنی روایت کے آتے ہیں کہا جاتا ہے جَاءَ فِی الْاَثَرِ کَذَا وَکَذَا۔ آثار کہنے کی یہی وجہ ہے کہ لوگ اسے روایت کرتے ہیں۔
اِفْتَرٰی: کہتے ہیں بات کو غلط طریقہ سے دوسرے کی جانب نسبت کرنا۔
بِدْعًا: ماخوذ از بدیع بمعنی ایک جدید اور انوکھی چیز۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۂ احقاف پ ۲۶

حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ۔ یہ کتاب اتارنا ہے اللہ عزت و حکمت والے کی طرف سے۔

حٰمٓ حروف مقطعات سے ہے۔ مفسرین اللہ اعلم بمرادہ فرماتے ہیں۔ مگر معنی تاویلی کے اعتبار سے ہم نے اس کے معنی حاء سے حامد اور میم سے محمود لیئے ہیں۔ آیت کریمہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کسی کی گھڑی ہوئی کتاب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّا اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝
ہم نے آسمانوں اور زمین کو ایک وقت معہود کے لیئے آسمان و زمین کی تخلیق کی گئی جب وہ وقت آئے گا تو فرمایا یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ۔ اس دن آسمان تہ کر لیے جائیں گے جیسے کاغذ کے جزو لپیٹ لیے جاتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِهٖ۔ اس دن زمین بھی بدل دی جائے گی اور آسمان لپیٹ لیے جائیں گے۔ اس سے مراد وقت فنا ہے اسی لیے یہاں بھی فرمایا وَاَجَلٍ مُّسَمًّی یعنی ایک مقررہ مدت تک کے لیے یہ ہم نے پیدا کیئے اور ان کی پیدائش کی حکمت ہم سورہ جاثیہ میں بیان کر چکے ہیں۔

اور کفر و حسد کی بنا پر ڈر سنانے والی حقائق سے بے خبر ہیں۔ ورنہ دل میں یہ سمجھتے تھے کہ ان چیزوں کو پیدا کرنے والا ضرور ہے اور وہ ایسا یکتا ہے کہ اس کے مقابل کوئی نہیں آسکتا۔ چنانچہ امام اعظم کا ایک مناظرہ دہریہ سے ہوا۔ اس میں بھی اس کو اعتراف کرنا پڑا کہ خالق کل ایک ہی ہے چنانچہ واقعہ یوں ہے

اس نے تین سوال رکھے اور اعلان کیا کہ ان کا جواب ہو جائے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ پہلا سوال یہ تھا کہ خدا کا رخ کس طرف ہے؟ دوسرا یہ کہ خدا کے وجود کی کیا دلیل ہے؟ تیسرا یہ کہ اس وقت خدا کیا کر رہا ہے؟ چنانچہ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ شمع اور دودھ لے چلے۔

مناظرہ گاہ پہنچ گئے اس نے جب پوچھا کہ خدا کا رخ کس طرف ہے؟ تو آپ نے شمع روشن کرا دی اور فرمایا کہ یہ اس کی ایک مخلوق ہے اس کا رخ بتاؤ تو اس نے کہا اس کا کوئی رخ نہیں یہ تو سب طرف ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے خالق کا رخ کیسے ایک طرف متعین ہو سکتا ہے۔ تو جواب تسلیم کر لیا۔

دوسرا سوال شروع ہوا کہ وجود الٰہی کی کیا دلیل ہے؟ تو آپ نے دودھ سامنے کیا اور کہا کہ اس میں گھی ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ اس کے ترد رے اور دسومت اس کا پتہ دیتی ہے کہ اس میں گھی ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ زمین و آسمان چاند و سورج کا طلوع و غروب اس سے تجھے پتہ نہیں چلتا کہ کوئی ہے جو ان سب چیزوں کو حرکت میں لا رہا ہے۔ یہ جواب بھی مان لیا۔

تو تیسرا سوال آیا کہ اس وقت خدا کیا کر رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تیرے دو سوالوں کا میں جواب دے چکا ہوں اب تو کرسی خالی کر نیچے آ اور مجھے کرسی دے اس نے مان لیا آپ خالی کرسی پر تشریف فرما ہو گئے اور فرمایا کہ اس وقت خدا یہ کر رہا ہے کہ تجھے کرسی سے اتار دیا اور مجھے تیری جگہ متمکن کر دیا۔ تینوں جواب سن کر وہ مسلمان ہو گیا۔

ایسے ہی غزالی کا واقعہ ہے کہ مناظرہ کے ٹائم سے آپ لیٹ پہنچے۔ مناظر نے اعتراض کیا کہ آپ ذمہ دار ہو کر اس قدر دیر سے کیوں آئے۔ آپ نے فرمایا آ تو رہا تھا میں وقت پر ہی مگر راستہ میں ایک محیر العقل واقعہ کا ظہور ہوا اس کے دیکھنے میں مجھے دیر لگ گئی۔ اس نے واقعہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے زمین سے ایک درخت نکلتے دیکھا اور وہ بہت بلند ہو کر اپنے آپ کٹا اس میں سے تختے بنے اور وہ تختے آپس میں جڑے کھڑکیاں بنیں اور ایک مکان کی صورت اختیار کر لی۔

تو دہریہ کہنے لگا کہ آپ ایک قوم کے ذمہ دار فرد ہو کر ایسا مشاہدہ بیان کر رہے ہیں جس کو عقل تسلیم ہی نہیں کرتی

تو آپ نے فرمایا کس چیز کو عقل نہیں مانتی؟

دہریے نے کہا کہ تختے اپنے آپ درخت سے بغیر کاٹنے والے کے نہیں کٹ سکتے پھر ان کا جڑنا یہ بھی بغیر جوڑنے والے کے ناممکن ہے لہٰذا یہ بیان آپ کا صحیح نہیں ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ پھر مناظرہ کی چنداں ضرورت نہیں ہے تیرے سوال کا جواب خود ہی ہو گیا

اور بس۔ اور واضح کر دیا کہ جب ایک مکان بغیر بنانے والے کے نہیں بن سکتا اور اس کا وجود بغیر صانع
ناممکن تو یہ زمین و آسمان یہ چاند سورج ستارے ان کا وجود بغیر صانع مطلق کیونکر ممکن ہے تو ثابت
ہوا کہ ان کا بھی خالق ہے کسی نے خوب کہا ہے سے

فلک کو کب ہے سلیقہ ستم شعاری ہیں — کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

اس لیے یہاں فرمایا مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ آسمان اور زمین اور ان کے
درمیان جو کچھ ہے ہم نے پیدا فرمایا ہے اور ان کی پیداوار ایک حقیقت پر مبنی اور ایک مدت کے لیے
ہے مگر کافروں کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے اسی سے اعراض کرتے ہیں بے پرواہی برتتے ہیں آگے ارشاد ہے
قُلْ اَرَاَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ
اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ آپ فرمائیں بھلا بتاؤ تو جنہیں تم
اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ کہ کیا پیدا کیا انہوں نے زمین میں یا ان کا حصہ ہے آسمانوں میں میرے
پاس اس سے پہلے کا لکھا ہوا لاؤ یا کوئی روایت علمی اگر تم سچے ہو۔
بتوں کے پوجنے والے اور غیر خدا کے پرستار اس میں مخاطب ہیں۔ یہاں تَدْعُوْنَ کے معنی تَعْبُدُوْنَ
کے ہیں یعنی جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ان میں کسی کو بتاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کیا پیدا کیا ہے؟
اور آسمان کے کارخانہ میں ان کی کتنی شرکت ہے۔ اگر یہ نہیں تو قرآن پاک سے پہلے کا لکھا ہوا کوئی نوشتہ
(مضمون) دکھلاؤ یا کوئی روایت علمی پیش کرو اور جب سب کچھ ہی پیش نہیں کر سکتے تو تمہارا یہ عقیدہ
باطل اور کاسد و فاسد ہے جیسے اسلام شرک کہتا ہے اور تمہارا جھوٹا ہونا یقینی ہے آگے ارشاد ہے۔
وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ
دُعَآىٕهِمْ غٰفِلُوْنَ۔ اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہے جو اللہ کے علاوہ اوروں کی پوجا کرتا ہے جو اسے
قیامت تک جواب نہیں دے سکتے اور وہ اس کی عبادت سے بے خبر ہیں۔
اس آیت میں بتوں کے پجاریوں کا رد کیا گیا اور بتایا گیا کہ وہ اپنی مکھی نہیں اڑا سکتے تو تم ان
کی پوجا پاٹ کر کے ان سے کیا حاصل کر سکتے ہو وہ تو جماد محض ہیں ان کو تو تمہاری پوجا پاٹ کی بھی خبر
نہیں اس سے مراد بت ہیں جن کو وہ اپنے ہاتھ سے گھڑ کر پوجا کرتے تھے۔ آگے ارشاد ہے۔
وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ۔ اور جب لوگوں کو حشر کے دن جمع
کیا جائے گا اور ان بتوں کو بولنے کی قوت دی جائے گی تو وہ ان کے دشمن ہوں گے تو وہ ان کی
پوجا پاٹ سے انکاری ہوں گے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بتوں کے علاوہ اکثر ذی روح جن کی یہ پوجا کرتے ہیں وہ ان کے سخت دل ہو کر ان کی پوجا پاٹ سے انکار کر بیٹھیں گے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۔ ترجمہ ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو کافر لوگ قرآن برحق کے لیے کہتے ہیں کہ یہ کھلا جادو ہے۔

یہ اس لیے کہ فصاحت و بلاغت قرآنی کے آگے عرب کے بڑے بڑے فصحاء و بلغاء جو میدان فصاحت میں کوس لِمَنِ الْمُلْكُ بجانے والے تھے اس کے مقابلہ سے عاجز آگئے تو اور کچھ نہ بن پڑی تو کہہ دیا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ یہ ایک کھلا جادو ہے اور جادو اس لیے کہا کہ دماغ انسانی پر جادو کے منتر اور افسوں مستولی ہوجاتے ہیں تو وہ فاتر العقل ہوجاتا ہے تو انہوں نے گویا یوں کہا کہ اس کی فصاحت و بلاغت کے آگے ہماری عقل عاجز ہے تو اس کے جادو ہونے میں شک ہی کیا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۗ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۗ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۗ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۗ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن گھڑ کر بنا لیا ہے۔ آپ فرمائیے اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو اللہ کے سامنے میرا کچھ اختیار نہیں رکھتے اور وہی بطور گواہ میرے اور تمہارے درمیان اس پر کافی ہے اور وہی ہے بخشش فرمانے والا رحم کرنے والا۔

مشرکین کا یہ بھی خیال تھا کہ معاذ اللہ حضور پر کوئی جن آتا ہے اور وہ آکر جو کچھ کہہ جاتا ہے اس کا نام قرآن رکھ دیا گیا اس کا جواب دیا کہ یہ جو افتراء کا الزام تم رکھتے ہو اس کا جواب قرآن کریم نے دے دیا ہے کہ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۔ بنا بریں تو ہم تمہارا باطل ہے اور اس معاملہ میں میرے اور تمہارے مابین اللہ ہی گواہ ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۗ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۔ آپ فرما دیجئے کہ میں رسولوں میں من حیث الرسول کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا میں تو پیروی نہیں کرتا مگر اسی کی جو مجھے وحی ہو میں نہیں مگر ڈر سنانے والا۔

یہاں اس امر کا ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ عربی زبان میں اَدْرِيْ۔ درایت اور اَعْلَمُ۔ علم سے ہے درایت کہتے ہیں اٹکل اور قیاس و قرائن سے کسی بات کو سمجھنا اور علم کہتے ہیں جاننے کو یہاں مَا اَدْرِيْ فرمایا مَا اَعْلَمُ نہیں فرمایا تاکہ ذہن فیصلہ کرے کہ نبی کا کوئی فیصلہ درایتاً اٹکل و قیاس سے نہیں ہوتا بلکہ قطعی یقینی حتمی اذعانی ہوتا ہے۔ اب آیت کا مفہوم ایک حدیث سے اور واضح ہوجاتا ہے جو حضرت عثمان

بن مظعون کے متعلق ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی، غسل دیا پیشانی چومی اور خود ہی قبر میں لٹایا تو آپ کی بیوی حضرت ام علٰی رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں اور آپ نے فرمایا کہ وہ تو جنت کی چڑیا بن گئے۔

یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کہ چونکہ حضور نے حضرت عثمان بن مظعون کے ساتھ یہ سلوک فرمایا کہ غسل دیا پیشانی چومی نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں خود ہی لٹایا ان تمام قرائن کے ساتھ آپ کی بیوی نے فرمایا صَارَ عُصْفُوْرًا مِّنْ عَصَافِیْرِ الْجَنَّۃِ۔ عثمان جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہو گئے تو حضور نے فرمایا کہ قرینے اور اٹکل قیاس سے ام علٰی نے کہہ دیا مگر میں جو کچھ بھی کہوں گا وہ یقینی حتمی ہو گا چنانچہ حضور کے یہ لفظ ہیں وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ۔ قسم خدا کی میں اٹکل اور قیاس سے نہیں جانتا قسم خدا کی میں اٹکل اور قیاس سے نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں جو کچھ میرے ساتھ کیا جائے گا اور جو کچھ تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ یعنی حضور جو خبر دیں گے وہ قطعی ہو گی یقینی ہو گی اذعانی اور حتمی ہو گی اور ہم جو خبر دیتے ہیں وہ اٹکل اور قیاس سے دیتے ہیں اس لیے اس کا غلط ہونا بھی ممکن ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے عقیدہ میں عشرہ مبشرہ کو جو جنت کی بشارت دی گئی وہ قطعی تھی نہ کہ قرائن سے فرمائی گئی تو مَا اَدْرِیْ میں بعض جاہل یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ حضور نے اپنی ذات سے علم کی نفی فرما دی یہ غلط ہے بلکہ ظن وفطن اور قیاس کا رد کیا کہ میری خبروں میں ظن وفطن وقیاس نہیں بلکہ وہ قطعی وحتمی ہے میں اگر صدیق وفاروق وعثمان وعلی وغیرہ کو جنتی کہتا ہوں تو اپنی قطعی معلومات کی بنا پر اگر میں عشرہ کے واقعات سناتا ہوں تو وہ اذعانی اور حتمی ہیں۔ اس تقریر کے بعد مسئلہ واضح ہو گیا جو بد اعتقاد علم مصطفی میں مَا اَدْرِیْ کہہ کر زور دیتے ہیں وہ جاہل ہیں۔ اس لیے کہ اَدْرِیْ استعمال ہی اس جگہ ہو گا جہاں غیر یقینی بات ہو اور اَعْلَمُ وہاں استعمال ہو گا جہاں یقین کا درجہ پورا ہو اور کیوں نہ ہو جبکہ خود ہی فرما دیا اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ۔ میں کسی خیال وقیاس کا اتباع نہیں کرتا مگر اسی کا جو میری طرف وحی ہو۔ اور وحی چونکہ قطعی ہوتی ہے اس بنا پر اس میں واہمہ اور شائبہ شبہ اور غلطی کا نہیں ہوتا۔ اسی لیے فرمایا۔ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ میں نہیں مگر کھلا ڈر سنانے والا۔ جو اللہ تعالٰے کی اطلاع اور خبر کے ماتحت ہے آگے ارشاد ہے۔

قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَکَفَرْتُمْ بِہٖ وَشَہِدَ شَاہِدٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی مِثْلِہٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَکْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ آپ فرمائیے بھلا دیکھو تو اگر

قرآن کریم اللہ کے پاس سے ہو اور تم اس کا انکار کرتے ہو۔ حالانکہ گواہی دی ایک گواہ نے بنی اسرائیل میں سے اسی طرح کی ایک کتاب کے نازل ہونے کی اور وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا بے شک اللہ تعالے ظالموں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

اس آیت کریمہ میں حضرت عبد اللہ بن سلام جو حافظ توریت اور یہود کے بہت بڑے عالم تھے ان کی فضیلت بیان کی گئی اور بتایا کہ وہ توریت کو سن کر اور قرآن پاک کی حقانیت سمجھ کر ایمان لے آئے اور انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یہودیوں میں میرا وقار اتنا بڑھا ہوا ہے کہ اگر میرے اسلام کی انہیں خبر پہنچ گئی تو ممکن ہے ان میں سے کچھ ایمان لے آئیں۔ حضور نے یہود کے سرداروں کو بلایا اور فرمایا عبد اللہ بن سلام کو تم کیا سمجھتے ہو انہوں نے کہا ھُوَ سَیِّدُنَا وَسَیِّدُ اَسْیَادِنَا۔ وہ ہمارے سردار اور سرداروں کے سردار ہیں تو حضور نے فرمایا اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو پھر تمہیں مسلمان ہونے میں کیا عذر ہوگا انہوں نے کہا ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر ایسا ہو جائے تو پھر ہمیں مسلمان ہونے میں کیا انکار ہو سکتا ہے؟

حضور نے حضرت ابن سلام کو بلایا وہ سامنے تشریف لائے اور کلمہ پڑھ کر تصدیق اسلام فرمائی تو ان کی ہٹ دھرمی کا یہ عالم تھا کہ اپنا منہ کا اگلا نگل گئے اور برہم ہو کر بگڑ کر کہنے لگے کہ ھُوَ اَذَلُّنَا وَاَذَلُّ اَرَاذِلِنَا یہ ہماری قوم کے ایک ذلیل ترین آدمی ہیں ہم ان کے اسلام لانے کو کیا سمجھتے ہیں تو قرآن کریم نے فرمایا وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ تو ان کے اسلام کو سن کر بجائے اس کے کہ اتباع کرتے تم نے استکبار کیا اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں فرماتا۔ جن کو ایمان ملنا تھا وہ مومن ہو گئے جو ظالم گمراہ تھے وہ اپنے ظلم اور گمراہی کی دلدل میں پھنسے رہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۂ احقاف پ ۲۶

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَیْهِ ؕ وَاِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِیْمٌ

اور کافروں نے مسلمانوں کو کہا اگر اسلام بہتر ہوتا تو عوام جاہل ہم سے پہلے اس طرف نہ جاتے اور جب انہیں اس کی ہدایت نہ ہوئی تو اب سوائے اس کے اور کیا کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝

حالانکہ قرآن سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب (توریت) کہ وہ بجائے خود دین کی پیشوا اور خدا کی رحمت ہے اور یہ قرآن بھی اسی طرح کی کتاب الٰہی ہے توریت کی تصدیق کرتی ہے اور عربی زبان میں ہے تاکہ سرکش لوگوں کو عذاب سے ڈرائے اور نیکو کاروں کو خوشخبری سنائے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر آخر تک اس عقیدہ پر جمے رہے نہ ان پر کسی قسم کا خوف اور نہ وہ آزردہ خاطر ہونگے۔ یہی جنت والے ہیں کہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ ان کے عملوں کا بدلہ ہے جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے مشکل (تکلیف) سے اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا اور انتہائی تکلیف سے اس کو جنا اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوٹنا کم از کم تیس مہینوں میں جا کر پورا ہوتا ہے یہاں تک کہ جب آدمی اپنی پوری قوت کو پہنچا ہے یعنی چالیس برس کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے خداوند تعالےٰ مجھے توفیق دے کہ تیری نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جس سے تو راضی ہو اور میرے لیے میری اولاد میں صلاحیت پیدا فرمایں تیری طرف ہی جھکتا ہوں اور میں مسلمانوں (فرمانبردار بندوں) سے ہوں۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ أَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝

یہی ہیں وہ لوگ جن کی نیکیاں ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی تقصیروں سے درگذر فرمائیں گے جنت والوں میں یہ وہ سچا وعدہ ہے جس کا ان سے اقرار کیا گیا تھا دنیا میں۔

وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَآ أَتَعِدَانِنِيْٓ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ۝

اور وہ جس نے اپنے والدین سے کہا اف مجھے تم سے دل پک گیا مجھے وعدہ دیتے ہو کہ پھر میں زندہ کیا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے کئی امتیں گذر چکیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں (اور بیٹے سے کہتے ہیں) تیری خرابی ہو ایمان لا بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ یہ کہتا ہے یہ کچھ نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝

یہ وہ ہیں جن پر بات ثابت ہو چکی ان گروہوں میں جو ان سے پہلے گذر رہے ہیں جن اور آدمیوں سے بیشک وہ برباد ہونے والے ہی تھے۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

اور ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق درجے ہیں تاکہ خداوند کریم ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝

اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے تم اپنے حصہ کی پاک چیزیں دنیا میں فنا کر چکے اور انہیں برت چکے تو آج تمہیں بدلے میں ذلت کا عذاب ہے بوجہ اس کے کہ تھے تم تکبر کرتے زمین میں ناحق اور بدلہ اس کا کہ تم بے راہ روی کرتے تھے

حلِّ لغات

وَ۔ اور	قَالَ۔ بولے	اَلَّذِیْنَ وہ جو	کَفَرُوْا۔ کافر تھے
لِلَّذِیْنَ۔ ان سے	اٰمَنُوْا۔ جو مومن تھے	لَوْ۔ اگر	کَانَ۔ ہوتا
خَیْرًا۔ اچھا تو	مَّا۔ نہ	سَبَقُوْ۔ آگے بڑھتے	نَا۔ ہم سے
اِلَیْہِ۔ اس کی طرف	وَ۔ اور	اِذْ۔ جب	لَمْ۔ نہ
یَھْتَدُوْا۔ ہدایت پائی	بِہٖ۔ اس کی	فَسَیَقُوْلُوْنَ۔ تو عنقریب کہیں گے	
ھٰذَا۔ یہ ہے	اِفْکٌ۔ جھوٹ	قَدِیْمٌ۔ پرانا	وَ۔ اور
مِنْ قَبْلِہٖ۔ اس سے پہلے	کِتَابُ۔ کتاب تھی	مُوْسٰی۔ موسیٰ کی	اِمَامًا۔ پیشوا
وَّ۔ اور	رَحْمَۃً۔ رحمت	وَ۔ اور	ھٰذَا۔ یہ
کِتَابٌ۔ کتاب ہے	مُّصَدِّقٌ۔ تصدیق کرنے والی	لِسَانًا۔ زبان	عَرَبِیًّا۔ عربی ہیں
لِیُنْذِرَ۔ تاکہ ڈرائے	الَّذِیْنَ۔ ان کو جو	ظَلَمُوْا۔ ظالم ہیں	وَ۔ اور
بُشْرٰی۔ خوشخبری	لِلْمُحْسِنِیْنَ۔ نیکوں کے لیے	اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جنہوں نے
قَالُوْا۔ کہا	رَبُّنَا۔ ہمارا رب	اللّٰہُ۔ اللہ ہے	ثُمَّ۔ پھر
اسْتَقَامُوْا۔ اس پر جمے رہے	فَلَا۔ تو نہیں	خَوْفٌ۔ خوف	عَلَیْھِمْ۔ ان پر
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	ھُمْ۔ وہ	یَحْزَنُوْنَ۔ غم کھائیں گے
اُولٰٓئِکَ۔ یہ ہیں	اَصْحٰبُ۔ صاحب	الْجَنَّۃِ۔ جنت	خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے
فِیْھَا۔ اس میں	جَزَآءً۔ بدلہ	بِمَا۔ اس کا جو	کَانُوْا۔ تھے
یَکْسِبُوْنَ۔ کرتے	وَ۔ اور	وَصَّیْنَا۔ ہم نے حکم دیا	الْاِنْسَانَ۔ انسان کو
بِوَالِدَیْہِ۔ اسکے ماں باپ سے	اِحْسَانًا۔ نیکی کرنے کا	حَمَلَتْہُ۔ اٹھایا اس کو	اُمُّہٗ۔ اس کی ماں نے
کُرْھًا۔ مشکل سے	وَّ۔ اور	وَضَعَتْہُ۔ جنا اسکو	کُرْھًا۔ مشکل سے
وَ۔ اور	حَمْلُہٗ۔ اس کا اٹھانا	وَ۔ اور	فِصٰلُہٗ۔ دودھ چھوٹنا
ثَلٰثُوْنَ۔ تیس	شَھْرًا۔ مہینے ہے	حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	اِذَا۔ جب
بَلَغَ۔ پہنچا	اَشُدَّہٗ۔ اپنی جوانی کو	وَ۔ اور	بَلَغَ۔ پہنچا

اَرْبَعِیْنَ۔ چالیس	سَنَۃً۔ سال کو	قَالَ۔ کہا	رَبِّ۔ اے میرے رب
اَوْزِعْنِیْ۔ مجھے توفیق دے	اَنْ۔ یہ کہ	اَشْکُرَ۔ میں شکر کروں	نِعْمَتَکَ۔ تیری نعمت کا
الَّتِیْ۔ جو	اَنْعَمْتَ۔ تونے احسان کیا	عَلَیَّ۔ مجھ پر	وَ۔ اور
عَلٰی۔ اوپر	وَالِدَیَّ۔ میرے ماں باپ کے	وَ۔ اور	اَنْ۔ یہ کہ
اَعْمَلَ۔ میں عمل کروں	صَالِحًا۔ نیک	تَرْضٰہُ۔ جسے تو پسند کرے	وَ۔ اور
اَصْلِحْ۔ درستی کر دے	لِیْ۔ میرے لیے	فِیْ۔ بیچ	ذُرِّیَّتِیْ۔ میری اولاد کے
اِنِّیْ۔ بیشک میں نے	تُبْتُ۔ توبہ کی	اِلَیْکَ۔ تیری طرف	وَ۔ اور
اِنِّیْ۔ بیشک میں	مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ فرمانبرداروں سے ہوں		اُولٰٓئِکَ۔ یہ
الَّذِیْنَ۔ وہ ہیں کہ	نَتَقَبَّلُ۔ ہم قبول کرینگے	عَنْھُمْ۔ ان سے	اَحْسَنَ۔ اچھے
مَا۔ جو	عَمِلُوْا۔ کام کیے	وَ۔ اور	نَتَجَاوَزُ۔ درگذر کرینگے
عَنْ۔ سے	سَیِّاٰتِھِمْ۔ برائیاں	فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّۃِ۔ جنت والوں میں	
وَعْدَ۔ وعدہ ہے	الصِّدْقِ۔ سچا	الَّذِیْ۔ وہ جو	کَانُوْا۔ تھے
یُوْعَدُوْنَ۔ وعدہ دیے جاتے	وَ۔ اور	الَّذِیْ۔ وہ جس نے	قَالَ۔ کہا
لِوَالِدَیْہِ۔ اپنے ماں باپ سے	اُفٍّ۔ افسوس	لَّکُمَآ۔ تم پر	اَتَعِدَانِنِیْٓ۔ کیا تم مجھے وعدہ
دیتے ہو	اَنْ۔ یہ کہ	اُخْرَجَ۔ میں اٹھایا جاؤنگا	وَ۔ اور
قَدْ۔ بیشک	خَلَتِ۔ گزر چکے	الْقُرُوْنُ۔ کئی زمانے	مِنْ قَبْلِیْ۔ مجھ سے پہلے
وَ۔ اور	ھُمَا۔ وہ	یَسْتَغِیْثٰنِ۔ فریاد کرتے	اللّٰہَ۔ اللہ سے
وَیْلَکَ۔ تجھ پر افسوس	اٰمِنْ۔ ایمان لا	اِنَّ۔ بیشک	وَعْدَ۔ وعدہ
اللّٰہِ۔ اللہ کا	حَقٌّ۔ سچا ہے	فَیَقُوْلُ۔ تو وہ کہتا	مَا۔ نہیں
ھٰذَآ۔ یہ	اِلَّآ۔ مگر	اَسَاطِیْرُ۔ کہانیاں	الْاَوَّلِیْنَ۔ پہلوں کی
اُولٰٓئِکَ۔ یہ	الَّذِیْنَ۔ وہ ہیں کہ	حَقَّ۔ حق ہو چکی	عَلَیْھِمُ۔ ان پر
الْقَوْلُ۔ بات	فِیْٓ۔ بیچ	اُمَمٍ۔ امتوں کے	قَدْ۔ بیشک
خَلَتْ۔ گزر گئے	مِنْ قَبْلِھِمْ۔ ان سے پہلے	مِّنَ الْجِنِّ۔ جنوں	وَ۔ اور
الْاِنْسِ۔ انسانوں سے	اِنَّھُمْ۔ بیشک وہ	کَانُوْا۔ تھے	خٰسِرِیْنَ۔ خسارہ والے
وَ۔ اور	لِکُلٍّ۔ ہر ایک کے	دَرَجٰتٌ۔ درجے ہیں	مِّمَّا۔ اس سے

عَمِلُوْا۔ جو عمل کیے	وَ۔ اور	لِيُوَفِّيَهُمْ۔ تاکہ پورا دے انکو	اَعْمَالَهُمْ۔ ان کے عمل
وَ۔ اور	هُمْ۔ وہ	لَا۔ نہ	يُظْلَمُوْنَ۔ ظلم کیے جائینگے
وَ۔ اور	يَوْمَ۔ جس دن	يُعْرَضُ۔ پیش کیے جائینگے	الَّذِيْنَ۔ وہ جو
كَفَرُوْا۔ کافر ہیں	عَلَى۔ اوپر	النَّارِ۔ آگ کے	اَذْهَبْتُمْ۔ لے چکے تم
طَيِّبٰتِكُمْ۔ پاک چیزیں اپنی	فِيْ۔ بیچ	حَيَاتِكُمُ۔ زندگی اپنی	الدُّنْيَا۔ دنیا کی ہیں
وَ۔ اور	اسْتَمْتَعْتُمْ۔ فائدہ اٹھایا تم نے		بِهَا۔ ان سے
فَالْيَوْمَ۔ تو آج	تُجْزَوْنَ۔ بدلہ پاؤگے	عَذَابَ۔ عذاب	الْهُوْنِ۔ ذلت کا
بِمَا۔ بہ سبب اس کے جو	كُنْتُمْ۔ تھے تم	تَسْتَكْبِرُوْنَ۔ تکبر کرتے	فِي۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے	بِغَيْرِ۔ بغیر	الْحَقِّ۔ حق کے	وَ۔ اور
بِمَا۔ بہ سبب اسکے جو	كُنْتُمْ۔ تھے تم	تَفْسُقُوْنَ۔ گناہ کرتے۔	

حلِّ لُغاتِ نادِرہ

اِفْكٌ قَدِيْمٌ۔ قدیمی جھوٹ

اِمَامًا۔ پیشوا۔ رہنما

كُرْهًا۔ بمعنی مشقت۔ تکلیف

فِصَالُهٗ۔ فِصال اور فصل دونوں کے معنی دودھ چھڑانے کے ہیں۔

اَشُدَّهٗ۔ پوری قوت۔

اَوْزِعْنِيْ۔ توفیق دے مجھے۔

اُفٍّ۔ اُف ایک آواز ہے جو اس وقت نکلتی ہے جب وہ کسی کو جھڑکتا ہے۔

وَيْلَكَ۔ وَیل ایک ایسا کلمہ ہے جو بددعا کے موقع پر تباہی وہلاکت کے لیے بولا جاتا ہے

حَقَّ۔ پختہ اور ثابت ہونے کے معنی دیتا ہے

عَذَابَ الْهُوْنِ۔ ہَوَان سے ہے جس کے معنی حقارت وذلت کے آتے ہیں۔

مختصر تفسیر اُردو دُوسرا رکوع سُورۂ احقاف پ۲۶

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۚ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۔ اور منکر مسلمانوں کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر دین اسلام بہتر ہوتا تو یہ عوام الناس ہم سے پہلے اس کی طرف نہ دوڑ پڑتے تو جب قرآن کے ذریعے ان کو ہدایت نہ ہوئی تو اب سوائے اس کے اور کیا کہیں گے کہ یہ (تو ایک) قدیمی جھوٹ ہے۔

دعوت اسلام کے بعد حضرت عمار بن یاسر، صہیب رومی، بلال حبشی وغیرہ جب اسلام لائے تو مشرکین مکہ نے اسی کو وجہ اعتراض بنالیا اور کہا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ اگر تعلیم مصطفیٰ اور قرآن میں بھلائیاں ہوتیں تو ہم سے پہلے یہ غرباء مکہ اسلام نہ لاتے۔ مگر چونکہ بھلائی نہیں اس لیے یہ ضعفاء و فقراء عرب مسلمان ہوگئے اور ہم چونکہ جانتے ہیں کہ یہ قدیمی جھوٹ ہے اس لیے ہم نے اسے قبول نہیں کیا علامہ آلوسی ایک روایت کو نقل کرتے ہیں۔

فَاَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ عَوْنِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ كَانَتْ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَةٌ اَسْلَمَتْ قَبْلَهٗ يُقَالُ لَهَا زَنِيْرَةُ فَكَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَضْرِبُهَا عَلٰٓى اِسْلَامِهَا وَكَانَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقَتْنَآ اِلَيْهِ زَنِيْرَةُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ شَاْنِهَا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک لونڈی تھی جس کا نام زنیرہ تھا وہ اسلام لے آئیں اور حضرت فاروق اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے تو آپ نے اسے مارا اور کفار مکہ نے کہا کہ اگر اس اسلام میں بہتری ہوتی تو ہم سے پہلے زنیرہ اسلام نہ لاتی۔ مگر یہ ضعفاء قوم کا ایک گروہ ہے جس میں یہ سب شریک ہوگئے ہیں تو قرآن کریم نے اس پر فرمایا۔

کہ جب یہ اسلام نہیں لائے تو یہی کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔ غرضیکہ مشرکین نے اسلام کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا لیکن اسلام کو اپنی حقانیت کی روشنی میں پروان چڑھنا تھا چڑھا اور اکناف عالم میں اپنی نور ریزی کی اسی پر ان کی بیدینی کا اظہار فرمانے کو ارشاد ہوا کہ یہ اسی کے خلاف نہیں ہیں اس سے پہلی کتابوں کے بھی منکر ہیں چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۔ اور قرآن سے پہلے حضرت موسیٰ کی کتاب یعنی توریت نازل

ہو چکی کہ وہ بجائے خود دین کی پیشوا اور خدا کی رحمت ہے اور یہ قرآن بھی اسی طرح کی کتاب الٰہی ہے تورات کا مصدق عربی زبان میں۔ تاکہ جو لوگ بڑے سرکش ہیں ان کو عذاب خدا سے ڈرائے یعنی تورات جب موسیٰ علیہ السلام پر آئی تب بھی یہ خلاف ہی رہے اور قرآن آیا تو بھی یہ مخالف رہے حالانکہ یہ مبارک کتاب عربی زبان میں اسی لیے آئی تھی کہ قوم کو ڈر سنائے اور راہ راست پر لائے چنانچہ جو منصف مزاج تھے اور حق نیوش و حق نیوش تھے مثل عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے انہوں نے علی الفور اسلام قبول کر لیا اور جو حسد ور زاور عاند تھے وہ جب بھی خلاف رہے اور اب بھی خلاف اسی لیے یہ قرآن کریم نیکوں کو بشارت دیتا اور بدوں کو ڈر سناتا ہے۔ چنانچہ آگے صاف لفظوں میں ارشاد باری ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر آخر وقت تک اس عقیدہ پر ثابت قدم رہے تو آخرت میں نہ تو ان پر کسی قسم کا خوف طاری ہو گا اور نہ وہ کسی طرح سے آزردہ خاطر ہوں گے۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ یہی لوگ تو اہل جنت ہیں اور اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں۔

آیۂ کریمہ میں بتایا گیا کہ جو صدق نیت اور حسن عقیدت سے اللہ تبارک و تعالےٰ کو رب مان لے اور اس پر ہمیشہ کے لیے ثابت قدم رہے تو اسے کوئی خوف و غم نہیں۔ خوف کہتے ہیں اس کیفیت کو جو انسان پر اس سے زبردست کی طرف سے حائل ہو اور حزن اس کیفیت کا نام ہے جس کے حاصل کرنے میں انسان سعی کرے اور ناکام رہے تو یہ دونوں باتیں رَبُّنَا اللہ کہنے والے کے لیے نہیں ہیں نہ اسے اپنے سے اعلیٰ و بالا کا خوف اور نہ اسے کسی چیز کے حاصل نہ ہونے کا ملال چنانچہ دوسری جگہ اس کو بالوضاحت فرمایا جو پارہ چوبیس میں مذکور ہے

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ۔

اس سے واضح ہو گیا کہ رَبُّنَا اللہ بالاستقامت کہنے والے پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور اس کے حوصلے بڑھاتے ہیں۔ آخرت کی طرف سے اس کو بے فکر کر دیتے ہیں وابشروا بالجنۃ کہہ کر اور دنیا میں دنیاوی زندگی اور اخروی زندگی دونوں میں خدائی مدد کا وعدہ کیا گیا اور اسی زندگی کی طرف ضمیر کو لوٹا کر

خواہ وہ دنیاوی ہو یا اخروی فرمایا کہ جو کچھ تم چاہو اور جو تم مانگو وہ تمہارے لیے اس زندگی میں ہے۔ یہ کیوں؟ بتادیا کہ یہ مہمانی ہے غفور رحیم کی طرف سے چنانچہ استقامت کے ساتھ ربنا اللہ کہنے والے اللہ کے ولی ہیں اور انہیں دنیا و آخرت دونوں زندگیوں میں جو وہ مانگیں ملتا ہے اسی لیے ارشاد ہوا کہ یہ جنت والے ہیں یہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے یہ بدلہ ہے ان کے نیک عملوں کا آگے ارشاد ہے جس میں والدین سے حسن سلوک اور اطاعت کی تعلیم ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے کا حکم دیا کہ سخت مشقت سے اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا اور مشکل ہی میں اس کو جنا اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ کا چھوٹنا کم از کم تیس ماہ میں پورا ہوتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت یعنی چالیس برس کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو خدا سے دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو اس بات کی توفیق دے کہ تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر جو احسانات کیے ہیں ان احسانات کا شکریہ ادا کرتا رہوں اور میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو۔ میری اولاد میں نیکی بھی پیدا فرما جو میرے لیے موجب راحت ہو میں اپنی تمام حاجتوں میں تیری طرف جھکتا ہوں اور میں تیرے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں۔

آیت کریمہ میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دے کر اس کی وجہ بتائی کہ اس نے نو ماہ مشقتوں سے تجھے پیٹ میں رکھا پھر دودھ پلانے میں مشقتیں برداشت کیں یہ مدت ساری تیس ماہ بتائی۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے کیونکہ جب دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہوئی جیسا کہ اللہ نے فرمایا حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ تو حمل کے لیے چھ ماہ باقی رہے یہی قول ہے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالے کا اور حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس آیت سے رضاع کی مدت اڑھائی سال ثابت ہوتی ہے۔ مسئلہ کی تفصیل مع دلائل کتب اصول میں مذکور ہے۔

بہر حال اس خدمت کو جو حمل و فصال میں والدین انجام دیتے ہیں بڑی اہمیت دی گئی۔ ایسی بنا پر حضور نے فرمایا کہ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاَبَوَيْنِ جنت والدین کے قدموں تلے ہے اور قرآن کریم نے ان کی تعظیم و تکریم میں حکم فرمایا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ اپنے ذلت کے بازو ان کے آگے بچھائے رکھ اور دعا کر رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔ اے میرے رب دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے میرے بچپن میں

پرورش کرتے وقت رحم کیا اور دعا بھی تعلیم دی تو الٰہی مجھے توفیق دے کہ تیری نعمتوں کا شکریہ بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائیں اور صلاحیت پیدا فرما میری اولاد میں نیکیوں کی اور مجھے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی استعداد دے تاکہ میں تا زیست ان کا شکر گذار رہوں اور نیک عمل کروں میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں تیرا فرمانبردار ہوں۔ اس پر باری تعالٰے عزاسمہ کی طرف سے قبولیت کا وعدہ فرمایا گیا، چنانچہ ارشاد ہے۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ أَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ۔ یہی وہ ہیں جن کی نیکیاں ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی تقصیروں سے درگذر فرماویں گے جنتیوں کے شمول میں یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا گیا تھا۔

آیت کا مفہوم منطوق واضح ہے کہ نیکوکاروں پرہیزگاروں کے مغافر اللہ تعالے معاف فرمائے گا اور اس پر وعدہ حتمی ہے کہ یہ ہمارا سچا وعدہ ہے آگے ارشاد ہے باعتبار سیاق مضمون والدین ہی کے حقوق پر ارشاد ہے

وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَآ أَتَعِدَانِنِيْٓ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ۔ اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تف ہے تم دونوں پر کیا تم مجھے قبر سے نکل کر دوبارہ زندہ ہونے کا وعدہ دلاتے ہو حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گذر چکی ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور اپنے بیٹے سے کہتے ہیں کہ تیرے لیے خرابی ہو ایمان لے آ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ یہ فقط اگلوں کی کہانیاں ہیں (حقیقت نہیں) معاذ اللہ

یہ کسی خاص فرد کا مذاکرہ نہیں ہے بلکہ عام افراد کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نصیحت بھی کریں کہ وہ انکار کرتے ہوئے ان کو جواب دیدیتے ہیں کہ اتنے مر گئے ان میں سے کوئی زندہ نہ ہوا تو میں کیسے زندہ ہو سکوں گا۔ اس پر جنہیں ایمان کا نور عطا ہوا وہ اسے زجر کرتے ہوئے کہتے ہیں ویلک تیری خرابی امن ایمان لا اور ایسی باتیں نہ کر اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں یہ کچھ نہیں یہ پرانے قصے کہانیاں ہیں۔ آگے ارشاد ہے

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ یہ وہ ہیں جن پر بات ثابت ہو چکی ان گروہوں میں جو ان سے پہلے ہو گذرے جن اور انسانوں میں سے بے شک وہ زیاں کار تھے اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے مطابق درجے ہیں اور خداوند کریم انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا مفہوم آیت واضح ہے آگے ارشاد ہے۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۔ اور قیامت کے دن جب کافر دوزخ پر پیش کیے جائیں گے تو ان سے فرمایا جائے گا کہ تم دنیا کی زندگی میں اپنے حصہ کی پاکیزہ چیزیں فنا کر چکے اور ان کو برت کر فائدہ حاصل کر چکے تو آج تمہیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا یہ اس کی سزا ہے کہ تم دنیا میں تکبر اور نافرمانی و حکم عدولی کرتے تھے۔

جب جہنم کی چیزیں جہنمیوں کو پیش کی جائیں گی تو وہ دنیا کی چیزوں کو یاد کریں گے تو ارشاد ہوگا وہ چیزیں جلا تو تم دنیا میں کھا چکے اور دنیا میں لے چکے اس سے تمتع حاصل کر چکے آج کے دن تمہیں ذلت کے عذاب میں مبتلا کیا گیا ہے لہٰذا وہی چیزیں جو عذاب والوں کے لیے ہیں تم بھی لو تم دنیا میں تکبر کرتے تھے۔ اور بے حکمے تھے اس کا بدلہ آج تمہیں ملے گا۔ مزید تشریح یہ ہے کہ لذائذ دنیا اور عیش دنیا سے مراد تندرستی اور جوانی ہے جو انہوں نے فسق و فجور میں ضائع کی۔

بعض نے کہا کہ النعمہ و اطعمہ لذیذہ اس سے مراد ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ باوجودیکہ آپ کا مقام و درجہ یہ ہے کہ سے

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں — دو جہاں کی نعمتیں ہیں انکے خالی ہاتھ میں

خود بھی فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو تمام نعمتیں مہیا کر سکتا ہوں۔ مگر میں آخرت کو ترجیح دیتا ہوں حضور کے دولت سرائے اقدس میں حدیث کے مندرجات کے مطابق پورا پورا مہینہ گذر جاتا کہ آگ نہ جلتی تھی چند کھجوروں اور پانی پر گذر جاتی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں چاہتا تو تم سے اچھا کھانا کھاتا مگر میں اپنا عیش و راحت آخرت کے لیے باقی رکھنا چاہتا ہوں۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ احقاف پ ۲۶

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝

اور یاد کیجئے عاد کے ہم قوم جب اس نے سر زمین احقاف میں ڈرایا اور بے شک اس سے پہلے ڈر سنانے والے گذر چکے اور اس کے بعد (اور کہا) کہ خدا کے سوا مت پوجو بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

قَالُوْا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

وہ بولے کیا تم اس لیے آئے ہو کہ تم ہمارے معبودوں سے ہمیں پھیر دو تو لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچے ہو۔

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّا اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝

اس نے فرمایا کہ اس کی خبر تو اللہ ہی کو ہے میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں ہاں میری دانست میں تم نرے جاہل لوگ ہو۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

پھر جب انہوں نے عذاب کو بادل کی طرح آسمان پر پھیلے ہوئے دیکھا تو کہا یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

ہر چیز کو تباہ کر ڈالتی ہے اپنے رب کے حکم سے تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ نظر نہ آتے تھے مگر ان کے رہائشی مکان ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں مجرموں کو۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْئِدَةً فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۔

اور بے شک ہم نے انہیں وہ مقدور دیے جو تمہیں نہ دیے تھے اور ان کے لیے کان اور آنکھ اور دل بنائے تو کچھ کام نہ آئے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے دل جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور گھیر لیا انہیں اس عذاب نے جس کی وہ ہنسی بناتے تھے۔

حل لغات

وَ۔ اور	اُذْكُرْ۔ تذکرہ کرو	اَخَا۔ بھائی	عَادٍ۔ عاد کا
اِذْ۔ جب	اَنْذَرَ۔ ڈرایا اس نے	قَوْمَهٗ۔ اپنی قوم کو	بِالْاَحْقَافِ۔ احقاف

عُلاقریبیں	وَ۔اور	قَدْ۔بیشک	خَلَتِ۔گذرچکے
النُّذُرُ۔ڈرانے والے	مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ۔اس سے پہلے بھی		وَ۔اور
مِنْ خَلْفِہٖ۔اس کے بعد بھی		اَلَّا۔یہ کہ نہ	تَعْبُدُوْا۔پوجو
اِلَّا۔مگر صرف	اللّٰہَ۔اللہ کو	اِنِّیْ۔بیشک میں	اَخَافُ۔ڈرتا ہوں
عَلَیْکُمْ۔تم پر	عَذَابَ۔عذاب	یَوْمٍ۔دن	عَظِیْمٍ۔بڑے سے
قَالُوْا۔بولے	اَ۔کیا	جِئْتَنَا۔تو آیا ہمارے پاس	لِتَأْفِکَنَا۔کہ ہمیں پھیر دے
عَنْ اٰلِہَتِنَا۔ہمارے معبودوں سے		فَاْتِنَا۔تو لا ہمارے پاس	بِمَا۔جو
تَعِدُ۔وعدہ دیتا ہے تو	نَا۔ہم کو	اِنْ۔اگر	کُنْتَ۔ہے تو
مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔سچے لوگوں سے		قَالَ۔فرمایا	اِنَّمَا۔بات صرف یہ ہے کہ
الْعِلْمُ۔علم	عِنْدَ۔پاس	اللّٰہِ۔اللہ کے ہے	وَ۔اور
اُبَلِّغُکُمْ۔میں پہنچاتا ہوں تمکو	مَّا۔جو	اُرْسِلْتُ۔بھیجا گیا ہوں میں	بِہٖ۔ساتھ اس کے
وَ۔اور	لٰکِنِّیْ۔لیکن میں	اَرٰىکُمْ۔دیکھتا ہوں تم کو	قَوْمًا۔قوم
تَجْہَلُوْنَ۔جاہلوں کی	فَلَمَّا۔تو جب	رَاَوْہُ۔دیکھا انہوں نے ایک	عَارِضًا۔بادل
مُّسْتَقْبِلَ۔آتا ہوا	اَوْدِیَتِہِمْ۔انکے میدانوں میں	قَالُوْا۔تو بولے	ھٰذَا۔یہ
عَارِضٌ۔بادل ہے	مُّمْطِرُ۔بارش برسائے گا	نَا۔ہم پر	بَلْ۔بلکہ
ھُوَ۔وہ ہے	مَا۔جو	اسْتَعْجَلْتُمْ۔جلدی کی تمنے	بِہٖ۔اسکی
رِیْحٌ۔آندھی ہے	فِیْہَا۔اس میں	عَذَابٌ۔عذاب ہے	اَلِیْمٌ۔دردناک
تُدَمِّرُ۔توڑتی تھی	کُلَّ۔ہر	شَیْءٍ۔چیز کو	بِاَمْرِ۔حکم سے
رَبِّہَا۔اپنے رب سے	فَاَصْبَحُوْا۔تو ہو گئے	لَا۔نہیں	یُرٰٓی۔نظر آتے تھے
اِلَّا۔مگر	مَسٰکِنُہُمْ۔ان کے گھر	کَذٰلِکَ۔اسی طرح	نَجْزِی۔بدلہ دیتے ہیں ہم
الْقَوْمَ۔قوم	الْمُجْرِمِیْنَ۔مجرم کو	وَ۔اور	لَقَدْ۔بیشک
مَکَّنّٰہُمْ۔ہمنے انکو طاقت دی	فِیْمَا۔اتنی کہ	اِنْ۔نہیں	مَّکَّنّٰکُمْ۔طاقت دی تم کو
فِیْہِ۔اس میں	وَ۔اور	جَعَلْنَا۔بنائے ہم نے	لَہُمْ۔ان کے
سَمْعًا۔کان	وَّ۔اور	اَبْصَارًا۔آنکھیں	وَّ۔اور
اَفْئِدَۃً۔دل	فَمَا۔تو نہ	اَغْنٰی۔کام آئے	عَنْہُمْ۔ان کے

سَمْعُهُمْ۔ ان کے کان	وَ۔ اور	اَبْصَارُ۔ آنکھیں	هُمْ۔ ان کی
وَ۔ اور	لَا۔ نہ	اَفْئِدَتُهُمْ۔ ان کے دل	مِّنْ شَیْءٍ۔ کچھ بھی
اِذْ۔ جبکہ	کَانُوْا۔ تھے	یَجْحَدُوْنَ۔ انکار کرتے	بِاٰیٰتِ۔ آیات
اللّٰهِ۔ الٰہی کا	وَ۔ اور	حَاقَ۔ گھیر لیا	بِهِمْ۔ ان کو
مَّا۔ اس نے کہ	کَانُوْا۔ تھے	بِهٖ۔ اس کا	یَسْتَهْزِءُوْنَ۔ مذاق اڑاتے

حلِّ لغاتِ نادرہ

اَحْقَاف:۔ جمع حقف۔ اس ریت کے ٹیلے کو کہا جاتا ہے جس میں ایک طرح کا ٹیڑھا پن اور جھکاؤ ہو یہاں مراد وہ سرزمین ہے جس میں قوم عاد آباد تھی۔

نُذُر:۔ جمع نذیر بمعنی ڈرانے والا۔

لِتَاْفِكَنَا:۔ افك کہتے ہیں پھیرنے کو۔ بولا کرتے ہیں اَفَكَ عَنْ رَاْیِهٖ اَیْ صَرَفَہٗ۔

عَارِضٌ:۔ اس ابر کو کہا جاتا ہے جو ابتداءً آسمان کے کناروں پر دیکھا جاتا ہے پھر پھیل کر سارے آسمان پر چھا جاتا ہے۔

مُسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ:۔ مستقبل بمعنے متوجہ ہونے کے۔ اَوْدِیَۃ۔ جمع وادی۔ کھلے میدان کو کہا جاتا ہے۔

مُمْطِرُنَا:۔ برسنے والا

تُدَمِّرُ:۔ تدمیر سے ہے۔ اکھاڑ کر پھینکنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۂ احقاف پ ۲۶

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ اور یاد کیجئے عاد کے ہم قوم کو جب اس نے اپنی قوم کو سرزمین احقاف میں ڈرایا اور بے شک اس سے پہلے ڈر سنانے والے گذر چکے اور اس کے بعد بھی آئے اور یہ کہا کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پوجو بے شک مجھے تم پر بڑے عذاب کا

اندیشہ ہے۔

یہ قوم بدوی جنگل کی رہنے والی تھی اور جس جنگل میں رہتی تھی وہ نہایت ناہموار اور ٹیڑھا تھا اسی وجہ سے ہی اس جنگل کو احقاف کہتے تھے۔ عربی محاورہ میں احقاف ایسی سرزمین کو کہا جاتا ہے جو ناہموار اور کج ہو۔ یہاں حسب موقع اس امر کا بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ سورۃ مبارکہ کا نام احقاف رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ ان کے متعلق یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ سور قرآنیہ کے تمام نام بعد میں ہی رکھے گئے اور اس کے رکھنے کی صورت یہ رکھی کہ جس سورت میں جس کا ذکر اہمیت کے ساتھ بیان ہوا اسی نام کے ساتھ اس سورت کا نام ہو گیا مثلاً بقرہ اس میں چونکہ گائے کے ذبح کرنے کا ذکر خاص طور پر ہے اور اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً۔ اسی بنا پر اس کا نام بھی سورہ بقرہ رکھ دیا گیا۔ اور الحمد شریف کا نام سورہ فاتحہ اس بنا پر رکھا گیا کہ رکعات نماز میں اسی سے افتتاح ہوتا ہے۔ آل عمران اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں زیادہ ذکر آل عمران کا ہے۔

وقس علی ہذا تمام سُوَر قرآنیہ کے نام اس سورت کے مضمون مہتم بالشان کے ماتحت ہی رکھا گیا ہے تمام قرآن اسی طرح سورتوں کے نام سے مزین ہے مگر یہ وحی کے ذریعہ نام نہیں ہے بلکہ بعد میں سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کو یہ نام رکھ لئے۔ سورہ احقاف میں چونکہ قوم عاد کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا گیا اور وہ احقاف میں رہتے تھے تو سورۃ کا نام بھی احقاف ہو گیا۔

یہ قوم بدوی سرکش ضدی اور ہٹیلی تھی اس پر عذاب بھی ایسی ہی شان کا آیا کہ رات کو یہ آرام سے سوئے اور صبح ایک بھی نہ بچا صرف ان کے مکان ہی رہ گئے اسی کا تذکرہ فرمایا گیا۔ تو اس قوم کو حضرت ہود علیہ السلام نے ہدایت کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں تم عذاب الیم میں مبتلا نہ ہو جاؤ تو بجائے خوفزدہ ہونے اور آپ کی ہدایت قبول کرنے کے بگڑ گئے اور کہا۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِـهَتِنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ بولے لائے ہیں آپ ہمارے پاس ایسی تعلیم جو ہمارے معبودوں سے ہمیں منحرف کر دے ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ آپ جس عذاب سے ڈرا رہے ہیں اسے پورا کیجیئے اور اسے ہمارے اوپر آنے دیجیئے اگر آپ سچے ہیں۔ تو حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا

اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَيْكُمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ۔ اس کی خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے میں تو تمہیں اب رب کا پیغام پہنچاتا ہوں مہری تو دانست میں تم نرے جاہل ہو اور جہالت کا نتیجہ تمہاری تباہی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ اپنی جہالت پر اڑے رہے اور حضرت

ہود علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی تو انہوں نے ایک ابر دیکھا جو برسنے والا تھا مگر وہ ان کے اس مطالبہ کو پورا کرنے آیا
تھا جو انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے مانگا تھا کہ وہ عذاب ہم پر نازل کرا دیجئے اس ابر میں بجائے
اس کے کہ پانی ہو اور ان پر برستا۔ ریح صرصر تند و تیز ہوا جو آگ میں دھکی ہوئی گرم چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے
رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ وہ ایک ہوا تھی جس میں دردناک عذاب تھا وہ چلنے لگی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رات
بھر وہ چلی اور سب کچھ ہلاک کر گئی چنانچہ اس کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ۔ سر بسر کو تباہ
کر ڈالتی ہے تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ ان کا ایک بھی نظر نہ آتا تھا مگر ان کے گھر (دکھے) ایسے ہی ہم مجرموں
کو سزا دیتے ہیں۔

ایک پیغمبر کا انکار کرنا اور ہدایت سے منحرف ہونے کا یہ نتیجہ ان کو ملا اور اب ان کا قصہ اوراق قرآنی
میں موجود ہے۔ چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آندھی کے عذاب نے مردوں عورتوں چھوٹوں بڑوں سب
کو ہلاک کر دیا ان کے اموال آسمان اور زمین کے درمیان اڑتے پھرتے تھے۔ چیزیں پارہ پارہ ہو کر فضاء ہوائیہ
میں اڑتی تھیں اور حضرت ہود علیہ السلام نے اپنے اور اپنے اوپر ایمان لانے والوں کے گرد ایک خط کھینچ
دیا تھا جب ہوا اس خط کے اندر آتی تو نہایت نرم پاکیزہ فرحت انگیز سرد ہوتی اور وہی ہوا نافرمانوں کے
لیے موجب ہلاکت یہ حضرت ہود علیہ السلام کا معجزہ عظیم تھا۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ
وَلَآ اَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ اور بیشک
ہم نے انہیں وہ مقدور دیے جو تمہیں نہ دیے اور ان کے لیے کان ناک دل بنائے تو ان کے کان آنکھ اور دل
کچھ کام نہ آئے جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انہیں گھیر لیا اس عذاب نے جس کی وہ ہنسی بناتے تھے
یعنی مکہ والوں سے عمر میں بھی بڑھے ہوئے تھے اور مال میں بھی فارغ البال تھے۔

تشریح احقاف

احقاف جمع حقف ہے اس ریت کے ٹیلے کو کہا جاتا ہے جس میں ایک طرح کا ٹیڑھا پن اور جھکاؤ ہو
جب کوئی چیز ٹیڑھی ہو جاتی ہے تو اِحْقَوْقَفَ الشَّيْءُ بولا جاتا ہے۔ یہاں احقاف سے مراد وہ سرزمین ہے
جس میں قوم عاد آباد تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ جگہ
عمان و مہرہ کے درمیان واقع ہے۔ حضرت ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ بِلَادَ عَادٍ كَانَتْ بِالْيَمَنِ وَلَهُمْ

كَانَتْ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ - وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ مَسَاكِنُهُمْ مِنْ عُمَّانَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ۔ حضرت ابن عطیہ قوم عاد کی بستیوں کو یمن میں ظاہر فرماتے ہیں اور یمن کی بھی ایک مخصوص بستی جسے ارم سے تعبیر کیا جاتا ہے جہاں بڑے قدآور لوگ آباد تھے۔ مگر ابن اسحاق قوم عاد کی سکونت گاہ عمان اور حضرموت کے درمیان بیان فرماتے ہیں۔ ماخوذ از روح المعانی۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ احقاف پ ۲۶

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

اور بے شک ہم نے ہلاک کر ڈالیں تمہارے آس پاس کی بستیاں اور ہم طرح طرح کی نشانیاں لائے تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۗ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

تو کیوں نہ مدد کی انہوں نے جن کو اللہ کے سوا قرب حاصل کرنے کے لیے خدا ٹھہرا رکھا تھا بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ اور افتراء تھا۔

وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝

اور جبکہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے جو کان لگا کر قرآن سنتے پھر جب وہ وہاں ہوتے وہ آپس میں بولے خاموش رہو۔ تو پھر تلاوت ہو چکی تو اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے پلٹے۔

قَالُوْا يٰقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

وہ بولے اے ہماری قوم ایک کتاب ہم نے سنی جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو حق اور سیدھی راہ دکھاتی ہے۔

يٰقَوْمَنَاۤ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

اے ہماری قوم اللہ کے منادی کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے۔

وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ

اور جو اللہ کے منادی کی بات نہ مانے وہ زمین میں اللہ کے قابو سے نکل کر جانے والا نہیں اور اللہ کے

اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

مقابل اس کا کوئی مددگار نہیں اور وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے زمین و آسمان کو بنایا اور ان کے بنانے میں نہ تھکا قادر ہے کہ مردے زندہ فرمائے کیوں نہیں بلکہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝

اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے (ان سے پوچھا جائے گا) کیا یہ حق نہیں؟ کیوں نہیں ہمارے رب کی قسم فرمایا جائے گا کہ چکھو عذاب اپنے کفر کا بدلہ۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ

تو آپ صبر فرمائیے جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی نہ کیجئے گویا وہ جس دن دیکھیں گے جو انہیں وعدہ دیا گیا ہے دنیا میں نہ ٹھہرے تھے مگر ایک گھڑی بھر دن کی۔ (یہ پہنچانا ہے) تو کون ہلاک کیے جائیں گے مگر بے حکم لوگ۔

حلِ لُغات

وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	اَهْلَكْنَا۔ ہلاک کیں ہم نے	مَا۔ جو
حَوْلَكُمْ۔ تمہارے اردگرد تھیں	مِّنَ الْقُرٰى۔ بستیاں	وَ۔ اور	صَرَّفْنَا۔ طرح طرح سے بیان کیں
الْاٰيٰتِ۔ آیتیں	لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ	يَرْجِعُوْنَ۔ لوٹیں	فَلَوْلَا۔ تو کیوں نہ
نَصَرَ۔ مدد کی	هُمْ۔ ان کی	الَّذِيْنَ۔ جنکو	اتَّخَذُوْا۔ بنایا
مِنْ دُوْنِ۔ سوا	اللّٰهِ۔ اللہ کے	قُرْبَانًا۔ قرب کا سبب	اٰلِهَةً۔ خدا بنا کر
بَلْ۔ بلکہ	ضَلُّوْا۔ گم ہو گئے	عَنْهُمْ۔ ان سے	وَ۔ اور

ذٰلِكَ۔ یہ ہے　اِفْكُهُمْ۔ ان کا جھوٹ　وَ۔ اور　مَا۔ جو

كَانُوْا۔ تھے وہ　يَفْتَرُوْنَ۔ افترا کرتے　وَ۔ اور　اِذْ۔ جب

صَرَفْنَا۔ ہم نے پھیرا　اِلَيْكَ۔ تیری طرف　نَفَرًا۔ ایک جماعت　مِّنَ الْجِنِّ۔ جنوں کی

يَسْتَمِعُوْنَ۔ وہ سنتے رہے　الْقُرْاٰنَ۔ قرآن　فَلَمَّا۔ تو جب　حَضَرُوْهُ۔ حاضر ہوئے اسکو

قَالُوْا۔ تو بولے　اَنْصِتُوْا۔ خاموش رہو　فَلَمَّا۔ پھر جب　قُضِيَ۔ پورا ہوگیا

وَلَّوْا۔ تو پھرے　اِلٰى۔ طرف　قَوْمِهِمْ۔ اپنی قوم کی　مُّنْذِرِيْنَ۔ ڈرانے والے

قَالُوْا۔ بولے　يٰا۔ اے　قَوْمَنَا۔ ہماری قوم　اِنَّا۔ بیشک ہم نے

سَمِعْنَا۔ سنی　كِتٰبًا۔ ایک کتاب　مِّنْۢ بَعْدِ۔ بعد　مُوْسٰى۔ موسیٰ کے

مُصَدِّقًا۔ تصدیق کرتی ہے　لِّمَا۔ اس کی جو　بَيْنَ۔ پہلے　يَدَيْهِ۔ اس سے ہے

يَهْدِيْ۔ راہ دکھاتی ہے　اِلَى۔ طرف　الْحَقِّ۔ حق کی　وَ۔ اور

اِلٰى۔ طرف　طَرِيْقٍ۔ راہ　مُّسْتَقِيْمٍ۔ سیدھی کی　يٰا۔ اے

قَوْمَنَا۔ ہماری قوم　اَجِيْبُوْا۔ قبول کرو　دَاعِيَ۔ منادی　اللّٰهِ۔ اللہ کے کو

وَ۔ اور　اٰمِنُوْا۔ ایمان لاؤ　بِهٖ۔ اس کے ساتھ　يَغْفِرْ۔ بخش دے گا

لَكُمْ۔ تم کو　مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ۔ تمہارے گناہ　وَ۔ اور

يُجِرْ۔ بچائے گا　كُمْ۔ تم کو　مِّنْ عَذَابٍ۔ عذاب　اَلِيْمٍ۔ دردناک سے

وَ۔ اور　مَنْ۔ جو　لَّا۔ نہ　يُجِبْ۔ قبول کرے گا

دَاعِيَ۔ منادی　اللّٰهِ۔ اللہ کے کو　فَلَيْسَ۔ تو نہیں ہے وہ　بِمُعْجِزٍ۔ عاجز کرنے والا

فِي۔ بیچ　الْاَرْضِ۔ زمین کے　وَ۔ اور　لَيْسَ۔ نہیں ہے

لَهٗ۔ اس کے لیے　مِنْ دُوْنِهٖ۔ اسکے سوا　اَوْلِيَآءُ۔ دوست　اُولٰٓئِكَ۔ یہ لوگ

فِيْ۔ بیچ　ضَلٰلٍ۔ گمراہی　مُّبِيْنٍ۔ ظاہر کے ہیں　اَوَ۔ کیا

لَمْ۔ نہ　يَرَوْا۔ دیکھا انہوں نے　اَنَّ۔ کہ بیشک　اللّٰهَ۔ اللہ

الَّذِيْ۔ وہ جس نے　خَلَقَ۔ پیدا کیا　السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں　وَ۔ اور

الْاَرْضَ۔ زمین کو　وَ۔ اور　لَمْ۔ نہ　يَعْيَ۔ تھکا

بِخَلْقِهِنَّ۔ انکی پیدائش سے　بِقٰدِرٍ۔ قادر　عَلٰٓى۔ اوپر　اَنْ۔ اس کے کہ

يُّحْيِۦَ۔ زندہ کرے　الْمَوْتٰى۔ مردوں کو　بَلٰى۔ کیوں نہیں　اِنَّهٗ۔ بیشک وہ

عَلٰی - اوپر	کُلِّ - ہر	شَیْءٍ - چیز کے	قَدِیْرٌ - قادر ہے
وَ - اور	یَوْمَ - جس دن	یُعْرَضُ - پیش کیے جائیں گے	الَّذِیْنَ - وہ جو
کَفَرُوْا - کافر ہیں	عَلَی - اوپر	النَّارِ - آگ کے	اَلَیْسَ - کیا نہیں
ھٰذَا - یہ	بِالْحَقِّ - حق	قَالُوْا - کہیں گے	بَلٰی - کیوں نہیں
وَ - قسم ہے	رَبِّنَا - ہمارے رب کی	قَالَ - کہے گا	فَذُوْقُوْا - تو چکھو
الْعَذَابَ - عذاب	بِمَا - بدلہ اس کا کہ	کُنْتُمْ - تم تھے	تَکْفُرُوْنَ - کفر کرتے
فَاصْبِرْ - تو صبر کریں	کَمَا - جیسا	صَبَرَ - صبر کیا	اُولُوا الْعَزْمِ - ہمت والے
مِنَ الرُّسُلِ - رسولوں نے	وَ - اور	لَا - نہ	تَسْتَعْجِلْ - جلدی کر
لَّھُمْ - ان کے لیے	کَاَنَّھُمْ - گویا کہ وہ	یَوْمَ - جس دن	یَرَوْنَ - دیکھیں گے
مَا - جو	یُوْعَدُوْنَ - وعدہ دیے گئے	لَمْ - نہ	یَلْبَثُوْا - ٹھہرے وہ
اِلَّا - مگر	سَاعَۃً - ایک گھڑی	مِنْ نَّھَارٍ - دن کی	بَلٰغٌ - یہ پہنچانا ہے
فَھَلْ - تو کیا	یُھْلَکُ - ہلاک ہوں گے	اِلَّا - مگر	الْفٰسِقُوْنَ - بے حکمے

حلِ لغاتِ نادرہ

قُرْبَانًا :- ثواب کے لیئے۔

اِفْکُھُمْ :- جھوٹ ان کا۔

یُجِرْکُمْ :- تمہیں بچالے

لَمْ یَعْیَ :- ازعیی جس کے معنی تھکنے کے آتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ احقاف پ ۲۶

وَلَقَدْ اَھْلَکْنَا مَا حَوْلَکُمْ مِّنَ الْقُرٰی وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ - اور بے شک ہم نے ہلاک کر دیں تمہارے آس پاس کی بستیاں اور طرح طرح کی نشانیاں لائے کہ وہ باز آئیں۔

فَلَوْلَا نَصَرَھُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قُرْبَانًا اٰلِھَۃً بَلْ ضَلُّوْا عَنْھُمْ وَذٰلِکَ

اِفْکُہُمْ وَمَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۔ تو کیوں نہ مدد کی انھوں نے جن کو خدا کے سوا قرب حاصل کرنے کو خدا ٹھہرا رکھا ہے بلکہ وہ ان سے گم ہوگئے اور یہ انکا بہتان و افتراء ہے۔

آیہ کریمہ میں قریش کو مخاطب کرکے فرمایا گیا کہ تمہارے ماحول میں جو بستیاں تھیں مثل حجر اور حضرت صالح علیہ السلام کی آبادی مدین ان کو ہلاک کردیا گیا۔ اور ہلاکت کی وجہ ان کا شرک تھا اس شرک میں بتوں کی پرستاری کرتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کے ذریعے خدا کا تقرب ہمیں حاصل ہوتا ہے اس سے یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ غیر خدا کو خدا ماننا ہی شرک نہیں ہے بلکہ غیر خدا کو خدا کے ساتھ شریک ماننا بھی شرک ہے ۔ یہ عقیدہ کرنا بھی شرک ہے کہ یہ خدا تو نہیں ہیں مگر خدا کے مشیر اور اس کے معاملات میں دخیل ہیں تو ان کا یہ شرک تھا کہ وہ قربانا آلہتہ کہتے تھے۔

اور ہم اہل سنت وجماعت اولیاء کرام کے ساتھ جو عقیدہ رکھتے ہیں وہ اس لیے شرک نہیں کہ انہیں اور ان کی قبروں کو سجدہ کرنا حرام سمجھتے ہیں خواہ وہ سجدہ عبودیت ہو یا تعظیمی۔

. دوسرے ان کو اللہ کا بندہ مان کر مقرب خاص سمجھتے ہوئے ان کا توسل جائز سمجھتے ہیں اور مانگتے خدا سے ہیں تیسرے یہ کہ ہم اولیاء کرام کو نظام عالم میں متصرف بالذات سمجھتے ہیں۔ تصرف ذاتی سوائے ذات تواب تعالیٰ شانہ کسی کو حاصل نہیں اور تصرف عطائی جو اللہ کی طرف سے اس کے مقربوں کو ملے اس کے جائز ہونے میں کلام نہیں تو معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ اور ان کے ماحول میں جو ہلاک کیے گئے ان کے اعتقاد اور ہمارے اعتقاد کے مابین بون بعید ہے ۔ یہ بڑی جہالت ہے کہ کھینچ تان کر اچھے خاصے مسلمان کو کسی پہلو سے مشرک قرار دیا جائے حالانکہ شرک کی تعریف ہی یہ ہے کہ خدا کی ذات یا صفات میں غیر خدا کو شریک ماننا اس میں نہ غیر خدا شریک اور نہ صفات الٰہیہ کے ساتھ غیر خدا متصف ۔ باقی رہا نسبت اسمی یہ قطعاً شرک نہیں ہے جیسے ایک جگہ قرآن کریم میں فرمایا۔

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ اور اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اس کی مثل کوئی شے نہیں ۔ حالانکہ وہ سمیع وبصیر ہے مگر یہ سماعت اور بصارت وہ سماعت وبصارت ہے جس پر امام غزالی رح احیاء العلوم میں فرماتے ہیں سَمِیْعٌ لَا بِالْاُذُنِ بَصِیْرٌ لَا بِالْاَعْیُنِ ۔ نسبت اسمی کے اعتبار سے ہم بھی سمیع وبصیر اور رب تعالیٰ شانہ بھی سمیع وبصیر مگر لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ماننا ہمارے لیے لازمی ہے اس لیے کہ ہماری سماعت محتاج عطا اور آلہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ عطا فرماتے اور کان کا سماخ اور مطرقۃ الاذن کی صحت اس میں لازمی ہے اگر سماخ اذن خراب ہو جائے یا مطرقۃ الاذن بگڑ جائے تو ہم پھر سمیع نہیں رہتے بلکہ ثقیل السماعت ہو جاتے ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ وہ سمیع مطلق ہے کہ وہ نہ کان کا محتاج نہ اسے اس کی احتیاج

بلکہ یہ سب کچھ اس کا بنایا ہوا ہے پیدا کیا ہوا ہے یہی کیفیت بصارت کی ہے کہ ہم محتاج صحت چشم ہیں اگر ہماری مردمک صحیح ہے اس میں نزول یا غشا نہیں ہے تو ہم بصیر ہیں ورنہ اعمیٰ ہوتے ہیں باوجود آنکھ ہونے کے کوئی شک نہیں۔ برخلاف ذات واجب تعالےٰ شانہ کے کہ وہ نہ مردمک کا محتاج اور نہ وہ زجاجیہ عنبیہ شبکیہ وغیرہ کا محتاج یہ سب طبقات آنکھ میں اسی لیے پیدا فرمائے۔ اسی لیے غزالی نے کہا بَصِیْرٌ لَا بِاٰلَۃٍ عَیْنٍ۔ علاوہ بریں ہماری آنکھ تندرست ہوتے ہوئے بھی ایک حد سے دیکھتی ہے اور ایک حد تک دیکھتی ہے اس حد سے ورے غایت قرب کی وجہ سے استتار پیدا ہوتا ہے اور اس حد سے آگے غایت بُعد موجب خفا و استتار ہو جاتا ہے۔

ذات واجب تعالےٰ شانہ کے لیے نہ قُرب۔ قُرب نہ بُعد بُعد وہ جہاں چاہے جہاں تک چاہے جیسے چاہے جس طرح سب کچھ دیکھ سکتا ہے اور اس سے کائنات کا کوئی ذرہ مخفی و مستتر نہیں۔ معلوم ہوا کہ اشتراک صفت اسماً ہے نہ کہ حقیقۃً جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْہِ فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسمی صفات مستلزم شرک نہیں۔ اور صفات حقیقیہ میں کسی کو شریک ماننا یہ شرک جلی ہے تو وہ چونکہ کارخانہ قدرت میں غیر خدا کو شریک مانتے تھے۔ اس بنا پر ہلاک کیے گئے۔

اور مَا حَوْلَکُمْ مِّنَ الْقُرٰی سے مراد قوم ثمود اور قوم عاد اور قوم لوط اور قوم صالح کی بستیاں ہیں جو حجر وغیرہ میں تھیں چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں کَحَجْرِ ثَمُوْدَ قُرٰی قَوْمِ صَالِحٍ اور ان کو نشانیاں پھیر پھیر کر دکھائی گئیں تاکہ وہ پلٹ کر آ جائیں مگر جب انہوں نے راہ راست قبول نہ کی تو ہلاک کر دیے گئے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

فَلَوْلَا نَصَرَھُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قُرْبَانًا اٰلِھَۃً ط بَلْ ضَلُّوْا عَنْھُمْ ج وَذٰلِکَ اِفْکُھُمْ وَمَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ۔ تو کیوں نہ مدد کی انہوں نے ان کی جن کو انہوں نے اللہ کے سوا قرب حاصل کرنے کے لیے خدا ٹھہرا رکھا تھا بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے اور یہ ان کا بہتان و افترا ہے۔

یعنی بتوں کو جو جماد محض اور لایعقل تھے انہیں تقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھنا یہ بہتان تھا اور افترا خالص۔ جب ان کو مصیبت پڑی تو ضَلُّوْا عَنْھُمْ وہ ان سے گم ہو گئے اور گم ہونا ہی تھا اس لیے کہ پتھر کسی جاندار کی کیا مدد کر سکتا ہے اور ان کا یہ افترا خالص تھا کہ اللہ تعالےٰ کا تقرب ان کے ذریعے حاصل ہونے کے مدعی تھے جو محض افک اور دروغ تھا اور اسی افترا کی دلدل میں وہ پھنسے ہوئے تھے اور عام مشرک جو بتوں کے لیے ھٰؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ کہتے ہیں یہ بھی تمام کے تمام مفتری کذاب اور جھوٹے ہیں۔ مندرجہ ذیل میں بہا دیلو

اور گنیش اور پاربتی سیتا۔ بھیروں اور کالی کے بت جو یہ گھڑے ہوئے ہیں یہ سب کے سب پتھر کے ٹکڑے ہیں سان پر اگر سندھور لگا دیا جائے تو جان نہیں آسکتی اور کنیر کے پھول چڑھا دیے جائیں تو وہ حرکت نہیں کر سکتے پتھر تو پتھر ہی ہوتا ہے۔

اس پر ایک عجیب و غریب اور پر لطف واقعہ عہد رسالت میں ظہور پذیر ہوا حضور علیہ الصلوۃ والسلام بتوں کے جماد محض ہونے پر تقریر فرما رہے تھے اور جو نئے مسلمان ہوئے تھے انہیں بتا رہے تھے کہ یہ تمہیں ذرہ برابر فائدہ نہیں پہنچا سکتے تقرب الٰہی تو بہت بڑی چیز ہے یہ اپنی مکھیاں اڑانے پر بھی قادر نہیں تو ایک نو مسلم صحابی بولنے لگے کہ حضور میرے بت نے تو مجھے فائدہ پہنچایا۔

حضور نے فرمایا وہ کیا؟

عرض کیا میرا بت ستو کا تھا میں سفر میں تھا جب مجھے بھوک نے ستایا تو میں نے اسے پانی میں گھول کر پی لیا میری بھوک جاتی رہی۔ اس پر تمام مجمع ہنس پڑا اور حضور نے بھی تبسم فرمایا حتیٰ کہ نواجذ علیا لنظر آگئے تو بت سے یہی فائدہ پہنچ سکتا ہے اگر کسی کو مارنا چاہو تو اسے پھینک کر ضرب لگاؤ یا فراز کرنا چاہو تو ترازو کے باٹ بنا لو اس سے زیادہ اور کچھ نہیں اسے فرمایا تا آلھتہ کہنا افک بواح نہیں تو اور کیا ہے آگے ارشاد ہے جس میں اس امر کا اظہار فرمایا جا رہا ہے کہ جنوں نے جب قرآن کریم سنا تو اپنی قوم میں جا کر انہوں نے اس کی تبلیغ ظاہر کی اور اسلام قبول کرنے کی تحریک شروع کر دی حتیٰ کہ جنوں میں سے پوری جماعتیں شرف اسلام سے مشرف ہوئیں حیث قال۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ه قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ه اور جبکہ ہم نے آپ کی طرف ایک جماعت جنوں کی پھیری (اے محبوب) جو قرآن کان لگا کر سنتے تھے پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو پھر جب ختم کر دی گئی تلاوت واپس لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے سیدھا راستہ دکھاتی ہے اور مضبوط راہ کی طرف بلاتی ہے۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بطن نخلہ میں رونق افروز تھے تو جنوں کی ایک جماعت جو سات یا نو افراد پر مشتمل تھی حاضر ہوئی اس وقت تلاوت قرآن ہو رہی تھی تو انہوں نے آپس میں اسے کان لگا کر سننے کے لیے کہا کہ خاموش رہو اور سنو جب وہ تلاوت ختم ہو گئی تو یہ یہاں سے

اپنی قوم میں آئے اور آکر کہا اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ آج ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک کتاب سنی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ہدایت حق کے ساتھ طریق مستقیم کی راہنمائی فرماتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ يٰقَوْمَنَاۤ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ اے ہماری قوم اس داعی الی اللہ کی آواز پر ایمان لاؤ تاکہ تمہارے گناہ معاف ہوں اور عذاب الیم سے پناہ ملے۔

اور اگر ایمان نہ لائے اور اپنی جہالت پر اڑے رہے تو اسی کتاب مقدس میں ارشاد ہے۔
وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ ۚ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ اور جو اللہ کے منادی کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں اللہ کے قابو سے نکل کر جا نہیں سکتا اور اللہ کے مقابل اس کا کوئی مددگار نہیں ایسے ہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

آیہ کریمہ کا مفہوم منطوق واضح ہے کہ جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے وہ عذاب الیم سے نجات پاکر بخشش کا مستحق ہوا اور جو ایمان نہ لائے وہ اللہ کے قبضہ سے نکل نہیں سکتا روئے زمین میں اس کا سہارا کہیں نہیں وہ جہاں بھی ہوگا پکڑا جائے گا اور مبتلائے عذاب عظیم ہوگا۔ اس لیے کہ نہ ماننے والے کھلی گمراہی میں ہیں اور کھلی گمراہی میں رہنے والا لازمی طور پر مستحق عذاب ہے اس کا مفصل واقعہ انتیسویں پارہ کی سورہ جن میں مذکور ہوگا آگے ارشاد ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۚ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ بے شک اللہ وہ ہے جس نے آسمان و زمین بنائے اور ان کے بنانے سے کچھ نہ تھکا۔ قادر ہے اس پر کہ مردے زندہ فرمائے کیوں نہیں بیشک وہ سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔

یعنی وہ جس کی قدرت کاملہ کتم عدم سے منصۂ شہود پر لانے کی قدرت رکھتی ہے وہ مُردوں کو جلانے میں بطریق اولیٰ قادر ہے۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھیے کہ جو شے اپنے وجود میں معدوم ہے اس کو ظاہر فرمانے کی جو قدرت رکھتا ہے وہ اس مردے کو جس کا وجود ہے زندہ فرمانے کی قدرت نہ رکھے اسی لیے فرمایا بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى۔ پھر ارشاد ہوا بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ کیوں نہیں وہ ذات تو وہ ہے کہ وہ اپنی قدرت مطلقہ سے سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ - اور جس دن کافر دوزخ پر پیش کیے جائیں گے (انہیں فرمایا جائے گا) کیا یہ حق نہیں وہ عرض کریں گے۔ کیوں نہیں ہمیں اپنے رب کی قسم ہے ارشاد ہوگا تو اب چکھو عذاب جس کا تم انکار کرتے تھے۔

یعنی کافر مرنے کے بعد عذاب و ثواب اور جنت و دوزخ سب کے منکر تھے تو ارشاد ہوتا ہے کہ قیامت کے دن انہیں جہنم پر پیش کر کے ان کی زبان سے تصدیق کرائی جائے گی اور جب وہ اقرار کر لیں گے تو حجت قائم ہو جانے کے بعد ان کو فرمایا جائے گا کہ اب ہمیشہ یہ عذاب چکھتے رہو جس کا تم انکار کرتے تھے۔ اس کے بعد اپنے حبیب لبیب جناب مصطفی علیہ التحیہ والثنا کو تسلی دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ - اے محبوب آپ صبر فرمائیے جیسے دیگر بلند ہمت رسولوں نے صبر کیا اور ان کے عذاب کے لیے عجلت نہ فرمائیے گویا وہ جس دن دیکھیں گے جو انہیں وعدہ دیا گیا دنیا میں نہ ٹھہرے مگر دن کی ایک گھڑی۔ یہ پہنچانا ہے۔ تو کون ہلاک کیے جائیں گے مگر بے حکمے لوگ۔

اولوا العزم رسولوں میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ و حضرت داؤد و سلیمان وغیرہ علیہم الصلوٰۃ و السلام ہیں۔ ان کے ساتھ بھی قوم نے جو کچھ کیا انہوں نے صبر فرمایا۔ حضور کو بھی صبر ہی کا ارشاد ہوا۔ اور انجام اس کا دکھلایا کہ جب وقت آئے گا تو وہ سمجھیں گے کہ ہم دن کی ایک گھڑی بھی دنیا میں نہ رہے یہ احکام پہنچاتے رہیے۔ ہلاک وہی کیے جائیں گے جو بے قانونے اور بے حکمے ہیں۔

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

سورۃ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدنیہ ہے اس میں چار رکوع اڑتیس آیتیں پانسو کلمے اور دو ہزار چھ سو چھہتر حروف ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝

جن لوگوں نے دین حق کو نہ مانا اور اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکا خدا نے ان کے عمل برباد کر دیے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝

اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کیے اور قرآن کریم جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس پر بھی ایمان لائے اور وہ حق ہے جو ان کے پروردگار ہی کی طرف سے نازل ہوا خدا نے ان کے گناہ ان سے اتار دیے اور ان کی (دینی دنیوی) حالت بھی درست کر دی۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝

یہ (اختلاف حالت) اس لیے ہے کہ جن لوگوں نے دین حق سے انکار کیا وہ غلط راستے پر چلے اور جو ایمان لائے وہ اپنے پروردگار کے ٹھیک راستہ پر چلے یوں اللہ لوگوں کے سمجھنے کے لیے ان کے حالات بیان فرماتا ہے۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰى اِذَا اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۝

تو (اے مسلمانو!) جب لڑائی میں کافروں سے مڈبھیڑ ہو تو (بے تامل ان کی) گردنیں مارے چلو یہاں تک کہ جب تم ان کا اچھی طرح زور توڑ ڈالو تو ان کی مشکیں کس لو (یعنی قید کر لو) پھر (قید کیے پیچھے) احسان رکھ کر چھوڑ دینا یا معاوضہ لے کر یہاں تک کہ دشمن لڑائی کے لیے ہتھیار چھوڑ دے۔

ذٰلِكَ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ وَالَّذِيْنَ

یہ (ہمارا ارشاد ہے جس کی تعمیل ضرور ہونی چاہیے) اور خدا چاہتا تو (لڑنے کی نوبت نہ آتی اور یوں ہی) ان سے بدلہ لے لیتا۔ مگر (اس کو یہ منظور ہوا کہ ایک

قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝

کو ایک سے لڑوا کر تم سب کو آزمائے اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کے عملوں کو خدا ہرگز ضائع نہیں ہونے دیگا۔

سَیَهْدِیْهِمْ وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝

بلکہ انہیں منزل مقصود پر پہنچائے گا اور ان کو خوش حال کر دے گا۔

وَیُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝

یعنی ان کو جنت میں داخل فرمائے گا جس کا حال اس نے ان کو پہلے بتا رکھا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ ۝

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور دشمنوں کے مقابل تمہارے پاؤں جمائے رکھے گا۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝

اور جو لوگ دین حق سے منکر ہیں ان کے پاؤں اکھڑ جائیں گے اور ان کے اعمال برباد کر دیے جائیں گے۔

ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ کَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝

یہ اس سبب سے کہ خدا نے جو دین اتارا اسے انہوں نے پسند نہ کیا تو خدا نے ان کے عمل اکارت کر دیے۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰہُ عَلَیْهِمْ وَلِلْکٰفِرِیْنَ اَمْثَالُهَا ۝

کیا یہ لوگ اللہ کی زمین میں چلے پھرے نہیں تو دیکھتے اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام خدا نے انہیں تہس نہس کر دیا ایسے ہی ان کافروں کو بھی پیش آیا ہے۔

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَهُمْ ۝

یہ اس سبب سے کہ مسلمانوں کا حامی و مددگار تو اللہ ہے اور یقیناً کافروں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے۔

حلِ لغات

اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو   کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے   وَ۔ اور   صَدُّوْا۔ روکا

عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ خدا کی راہ سے   اَضَلَّ۔ ضائع کر دیے   اَعْمَالَهُمْ۔ ان کے عمل

وَ۔ اور   اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو   اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے   وَ۔ اور

عَمِلُوا - عمل کیے	الصّٰلِحٰتِ - اچھے	وَ - اور	اٰمَنُوْا - ایمان لائے
بِمَا - اس پر جو	نُزِّلَ - اتارا گیا	عَلٰی - اوپر	مُحَمَّدٍ - محمد کے
وَ - اور	هُوَ - وہ	الْحَقُّ - حق ہے	مِنْ رَّبِّهِمْ - ان کے رب سے
كَفَّرَ - دور کردیں	عَنْهُمْ - ان سے	سَيِّاٰتِهِمْ - انکی برائیاں	وَ - اور
اَصْلَحَ - درست کردی	بَالَهُمْ - ان کی حالت	ذٰلِكَ - یہ	بِاَنَّ - اسلیے ہے کہ
الَّذِيْنَ - وہ جو	كَفَرُوْا - کافر ہیں	اتَّبَعُوْا - پیروی کرتے ہیں	الْبَاطِلَ - باطل کی
وَ - اور	اَنَّ - بیشک	الَّذِيْنَ - وہ جو	اٰمَنُوْا - ایمان لائے
اتَّبَعُوْا - پیروی کرتے ہیں	الْحَقَّ - حق کی	مِنْ رَّبِّهِمْ - اپنے رب سے	كَذٰلِكَ - اسی طرح
يَضْرِبُ - بیان کرتا ہے	اللّٰهُ - اللہ	لِلنَّاسِ - لوگوں کے لیے	اَمْثَالَهُمْ - ان کی مثالیں
فَاِذَا - تو جب	لَقِيْتُمُ - ملو تم	الَّذِيْنَ - ان کو جو	كَفَرُوْا - کافر ہیں
فَضَرْبَ - تو مارو	الرِّقَابِ - گردنیں	حَتّٰى - یہاں تک کہ	اِذَا - جب
اَثْخَنْتُمُوْ - زور توڑ دو	هُمْ - ان کا	فَشُدُّوا - تو سخت کرو	الْوَثَاقَ - انکی مشکیں
فَاِمَّا - پھر یا تو	مَنًّا - احسان کرو	بَعْدُ - اس کے بعد	وَ - اور
اِمَّا - یا	فِدَآءً - فدیہ لو	حَتّٰى - یہاں تک کہ	تَضَعَ - رکھ دے
الْحَرْبُ - لڑائی	اَوْزَارَ - ہتھیار	هَا - اپنے	ذٰلِكَ - یہ ہے
وَ - اور	لَوْ - اگر	يَشَآءُ - چاہتا	اللّٰهُ - اللہ
لَانْتَصَرَ - تو بدلہ لیتا	مِنْهُمْ - ان سے	وَلٰكِنْ - اور لیکن	لِيَبْلُوَ - تاکہ آزمائے
بَعْضَكُمْ - بعض تمہارے کو	بِبَعْضٍ - بعض سے	وَ - اور	الَّذِيْنَ - وہ جو
قُتِلُوْا - مارے گئے	فِيْ سَبِيْلِ - راہ	اللّٰهِ - خدا میں	وَ - اور
لَنْ - ہرگز نہ	يُّضِلَّ - ضائع کریگا	اَعْمَالَهُمْ - ان کے عمل	سَيَهْدِيْهِمْ - عنقریب راہ
دکھلائے گا ان کو	وَ - اور	يُصْلِحُ - درست کریگا	بَالَهُمْ - انکی حالت
وَ - اور	يُدْخِلُهُمُ - داخل کریگا انکو	الْجَنَّةَ - جنت میں	عَرَّفَهَا - جو بتادی ہے وہ
لَهُمْ - ان کو	يٰۤاَيُّهَا - اے	الَّذِيْنَ - وہ جو	اٰمَنُوْا - ایمان لائے ہو
اِنْ - اگر	تَنْصُرُوا - مدد کروگے تم	اللّٰهَ - اللہ کی	يَنْصُرْكُمْ - تو وہ مدد کریگا
كُمْ - تمہاری	وَ - اور	يُثَبِّتْ - ثابت رکھے گا	اَقْدَامَكُمْ - تمہارے قدم

وَ۔ اور	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے	فَتَعْسًا تو ہلاکت
لَّهُمْ۔ ان کے لیے	وَ۔ اور	اَضَلَّ۔ ضائع کر دیئے	اَعْمَالَهُمْ۔ ان کے عمل
ذٰلِكَ۔ یہ	بِاَنَّهُمْ۔ اس لیے کہ	كَرِهُوْا۔ ناپسند کیا انہوں نے	مَا۔ جو
اَنْزَلَ۔ اتارا	اللّٰهُ۔ اللہ نے	فَاَحْبَطَ۔ تو ضائع کر دئے	اَعْمَالَهُمْ۔ انکے عمل
اَفَلَمْ۔ کیا نہیں	يَسِيْرُوْا۔ پھرے وہ	فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے
فَيَنْظُرُوْا۔ کہ دیکھتے	كَيْفَ۔ کیسا	كَانَ۔ ہوا	عَاقِبَةُ۔ انجام
الَّذِيْنَ۔ ان کا	مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جو ان سے پہلے تھے		دَمَّرَ۔ ہلاک ڈالی
اللّٰهُ۔ اللہ نے	عَلَيْهِمْ۔ ان پر	وَ۔ اور	لِلْكٰفِرِيْنَ۔ کافروں کے لئے
اَمْثَالُهَا۔ مثالیں	ذٰلِكَ۔ یہ	بِاَنَّ۔ اس لیے کہ	اللّٰهَ۔ اللہ
مَوْلَى۔ حمایتی ہے	الَّذِيْنَ۔ ان کا	اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے	وَ۔ اور
اَنَّ۔ بیشک	الْكٰفِرِيْنَ۔ کافر	لَا۔ نہیں ہے	مَوْلٰى۔ کوئی حمایتی
لَهُمْ۔ ان کا۔			

حلِ لُغاتِ نادِرہ

صَدُّوْا۔ اور روکا انہوں نے

بَالَهُمْ:۔ بال کہتے ہیں حال کو

اَثْخَنْتُمُوْهُمْ:۔ اَیْ اَغْلَظْتُمُوْهُمْ۔ یعنی ان پر خوب سختی کرو

فَشُدُّوا الْوَثَاقَ:۔ وثاق۔ وہ چیز جس سے کسی چیز کو باندھا جائے حاصل معنی مشکیں کسنا۔

تَعْسًا:۔ پاؤں اکھڑنا۔ ہلاک ہونا۔

دَمَّرَ:۔ تہس نہس کر دیا۔

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ

گے اللہ کے راستہ سے روکا اللہ نے ان کے عمل برباد کر دیے۔

اس کے شان نزول میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ چھ آدمی تھے ان کا سردار ابوجہل تھا اور اس کے ساتھ منبہ ابناء الحجاج۔ عتبہ۔ شیبہ ابناء ربیعہ۔ حرث ابناء ہشام۔ انہوں نے مسجد حرام کے زائرین کے لیے سقایت اور کھلانے کا انتظام کیا تھا اور یہ بظاہر نہایت اچھا کام تھا مگر اس کے ساتھ یہ لوگوں کو حضور کی اتباع سے روکتے تھے۔ تو کہا گیا اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ان کی تمام نیکیاں رائیگاں ہیں اور بقول مقاتل چھ اور بھی تھے۔ عامر بن نوفل۔ حکیم بن حزام۔ زمعہ بن اسود۔ عباس بن عبد المطلب۔ صفوان بن امیہ ابوسفیان بن حرب جو اللہ کے راستہ سے روکنے میں پیش پیش تھے اور حجاج کی خدمت بھی کرتے تھے تو اس پر فرمایا ان کی تمام نیکیاں رائیگاں گئیں۔

بہرحال صورت مسئلہ یہ بنی کہ نیکی اور خیرات و صدقات اسی وقت مقبول ہیں جبکہ ایمان صحیح ہو اور اگر ایمان نہیں تو کتنی ہی نیکیاں کوئی کرے وہ سب رائیگاں اور فضول ہیں اسی بنا پر بموجب اسلوب بیان قرآنی اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ کافروں کے حق میں فرما کر مومنوں کے حق میں ارشاد ہوا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور جو کچھ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے اللہ نے ان کی برائیاں معاف کر دیں اور ان کے حالات سنوار دیے۔

یعنی ایمان لانے کے بعد زمانۂ کفر کی خطائیں تمام معاف ہو جاتی ہیں۔ آگے ارشاد ہے جس میں کفار کے لیے تشدد کا حکم ہے اور اس کی وجہ فرمائی کہ کافر باطل کی پیروی کرتا ہے اور ایمان والا حق کی چنانچہ ارشاد فرمایا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۝ ذٰلِكَ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ۔

یہ اس لیے کہ کافر غلط راستہ کے پیرو ہوئے اور ایمان والوں نے حق کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے ہے اور لوگوں سے ان کے احوال یونہی بیان فرماتا ہے۔

مفہوم منطوق آیت کا واضح ہے آگے فرمایا
فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ جب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب ان کا زور اچھی طرح سے توڑ ڈالو تو ان کی مشکیں کس لو یعنی قید کر لو۔ پھر قید کیے پیچھے یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا یا معاوضہ لے کر یہاں تک کہ دشمن لڑائی کے ہتھیار رکھ دے۔ یہ ہمارا ارشاد ہے جس کی تعمیل بہت ضروری ہے اور خدا چاہتا تو لڑنے کی نوبت نہ آتی اور یوں ہی ان سے بدلہ لے لیتا۔ مگر اس کو تو منظور ہوا کہ وہ ایک کو ایک سے لڑوا کر تم کو آزمائے اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کے اعمال کو خدا رائیگاں نہیں فرمائے گا۔

کافر کے ساتھ اتنے تشدد کا حکم ہے کہ اس کو مارا جائے اور اس کی مشکیں کس دی جائیں یہاں تک کہ وہ لڑائی سے ہاتھ کھینچ لے جب وہ اتنا مجبور ہو جائے تو اس کے بعد اختیار دیا گیا کہ خواہ احسان کر کے اسے آزاد کر دو یا فدیہ لے کر اسے چھوڑ دو بہر حال اس سے ہتھیار رکھوا لینے ضروری ہیں اور ضرب کا طریقہ بھی بتا دیا کہ کافر کو جب مارو اس کی گردن پر مارو جیسے دوسری جگہ نویں پارہ میں بھی طریقہ ضرب تعلیم دیا اور فرمایا۔ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ انہیں جب مارو گردنوں پر یا ان کے جوڑوں پر ضرب دو۔ یہ فن سپہگری کے اصول ہیں جن کو قرآن کریم نے پیش کیا۔ اس کے بعد مجاہدین اسلام کو بشارت دی گئی کہ اگر تم مارے بھی گئے تو شہید کہلاؤ گے اور یہ عمل تمہارا رائیگاں نہیں جائے گا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ۔ سَیَهْدِیْهِمْ وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ وَیُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ۔ اور جو خدا کی راہ میں شہید ہوں تو ہرگز ان کے عمل ضائع نہ ہوں گے اور انہیں منزل مقصود تک پہنچا دے گا اور انہیں خوشحال کر دے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا جس کا حال ان پر پہلے ظاہر کر دیا گیا تھا۔

اس میں اس امر کی بھی بشارت ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے اخروی مدارج حاصل ہونے کے ساتھ دنیا میں بھی خوشحال رہیں گے اور ان کے رزق میں فراخی ہوگی اور جنت کا وعدہ تو قطعی ہے آگے ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ۔ اے ایمان والو اگر اللہ کے دین کی تم مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے پاؤں

اکھڑ جائیں گے اور وہ تباہ ہو جائیں گے اور ان کی نیکیاں سب رائیگاں ہیں۔ یہ اس وجہ میں کہ وہ کراہت کرتے تھے اس سے جو اللہ نے نازل فرمایا تو ان کے تمام عمل برباد کر دیے۔

آیہ کریمہ میں کافر مومن دونوں کا فرق دکھا کر ان کے عملوں کو مقبول دکھایا اور کافروں کے اعمال حبط اور رائیگاں ظاہر فرمائے اور اس کی وجہ صرف یہ دکھائی کہ یہ ما انزل اللہ سے کراہت کرنے والے تھے آگے ارشاد ہے۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ دَمَّرَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ وَلِلْکٰفِرِیْنَ اَمْثَالُہَا۔ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَہُمْ۔ کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں (چلتے پھرتے) تو دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا کہ خدا نے انہیں تہس نہس کر دیا اور ایسا ہی کچھ ان کافروں کو بھی پیش آنا ہے یہ اس سبب سے کہ مسلمانوں کا حامی و مددگار خدا ہے اور کافروں کا کوئی مددگار و حمایتی نہیں۔

پہلی امتیں انبیاء کرام پر ایمان نہ لانے کی بنا پر تباہ و برباد ہوئیں جن کے کھنڈر اور عمارتیں آج تک ان کی مرثیہ خواں ہیں۔ ملک شام کی زمین اور قرب و نواح میں اس کے نظائر موجود ہیں تو یہاں اس امر کو ظاہر فرمایا کہ جو اللہ تعالے پر ایمان لائے وہ کامیاب و کامران ہے اور جو مخالفت کرے وہ تباہ و برباد ہے اس لیے کہ اللہ کی حمایت و نصرت مومن کے لیے ہے اور کافر کے لیے کوئی حامی اور مددگار نہیں ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

اِنَّ اللّٰہَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْکُلُوْنَ کَمَا تَاْکُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًی لَّہُمْ۝

وَکَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ ہِیَ اَشَدُّ قُوَّۃً مِّنْ قَرْیَتِکَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْکَ

بے شک اللہ تعالے داخل فرمائے گا انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان باغیچوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور وہ جو کافر ہوئے وہ دنیا میں فائدہ اٹھا لیں اور کھا لیں جیسے جانور کھاتے ہیں اور آخر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اور کتنی ہی بستیاں تھیں جو اُن سے کہیں زیادہ سخت تھیں آپ کی بستی کے مقابلہ میں جس نے

أَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ

کہ آپ کو نکالا۔ ہم نے انہیں ہلاک کیا اور ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا أَهْوَآءَهُمْ

تو کیا جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اس جیسا ہوگا کہ جس کے برے عمل اسے اچھے دکھائے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیرو رہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَآ أَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَأَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَأَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَأَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ أَمْعَآءَهُمْ

احوال اس جنت کا جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے اس میں ایسی نہریں ہیں پانی کی جو کبھی خراب نہ ہوگا اور دودھ کی نہریں جن کا ذائقہ کبھی نہ بدلے اور ایسی شراب کی نہریں جس میں پینے والوں کو لذت ہے اور اس میں شہد کی نہریں ہیں جو صاف ہے اور ان کے لیے ان باغیچوں میں ہر قسم کے پھل ہیں اور بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے کیا ایسے چین والے ان کے برابر ہو جائیں گے جو ہمیشہ آگ میں رہیں اور انہیں ایسا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا کہ ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتّٰٓى إِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا أَهْوَآءَهُمْ

اور ان میں سے بعض آپ کے ارشاد سنتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب آپ کے نکل کر جائیں تو علم والوں سے کہتے ہیں ابھی انہوں نے کیا فرمایا؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر مہر کر دی اللہ نے اور وہ اپنی ہی خواہشات کے پیرو ہوگئے۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ

اور جنہوں نے راہ پائی اللہ نے ان کی ہدایت اور زیادہ فرمائی اور انہیں پرہیزگاری عطا کی۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا

تو وہ کاہے کا انتظار کر رہے ہیں؟ مگر قیامت کا جو ان پر اچانک آئے گی اور بے شک اس کی علامتیں

فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ

تو آہی چکی ہیں تو پھر جب وہ آجائے گی تو پھر کہاں وہ اور کہاں ان کا سمجھنا۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ

تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ اے محبوب معافی طلب فرمائیے اپنے متبعین مومن مرد اور عورتوں کے لیے اور اللہ جانتا ہے دن کو تمہارا پھرنا اور رات کو آرام کرنا

حلِ لغات

اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ	يُدْخِلُ۔ داخل کریگا	الَّذِيْنَ۔ ان کو
اٰمَنُوْا۔ جو ایمان لائے	وَ۔ اور	عَمِلُوْا۔ کام کیے	الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے
جَنّٰتٍ۔ باغوں میں کہ	تَجْرِیْ۔ چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا۔ ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ۔ نہریں
وَ۔ اور	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہیں وہ	يَتَمَتَّعُوْنَ۔ فائدہ اٹھالیں
وَ۔ اور	يَاْكُلُوْنَ۔ کھالیں	كَمَا۔ جیسے	تَاْكُلُ۔ کھاتے ہیں
الْاَنْعَامُ۔ جانور	وَ۔ اور	النَّارُ۔ آگ	مَثْوًى۔ ٹھکانہ ہے
لَهُمْ۔ ان کا	وَ۔ اور	كَاَيِّنْ۔ کتنی ہی	مِّنْ قَرْيَةٍ۔ بستیاں تھیں
هِیَ۔ کہ وہ	اَشَدُّ۔ زیادہ سخت تھیں	قُوَّةً۔ طاقت میں	مِّنْ قَرْيَتِكَ۔ تیری بستی
سے۔	الَّتِیْٓ۔ وہ کہ جس نے	اَخْرَجَتْكَ۔ آپ کو نکال دیا ہے	
اَهْلَكْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا		فَلَا۔ تو نہیں ہے	نَاصِرَ۔ کوئی مددگار
لَهُمْ۔ ان کا	اَفَمَنْ۔ تو کیا جو	كَانَ۔ ہے	عَلٰی۔ اوپر
بَيِّنَةٍ۔ دلیل کے	مِّنْ رَّبِّهٖ۔ اپنے رب کی طرف سے		كَمَنْ۔ وہ اس جیسا ہے کہ
زُيِّنَ۔ خوشنما بنائے گئے	لَهٗ۔ اس کے لیے	سُوْٓءُ۔ برے	عَمَلِهٖ۔ عمل اس کے
وَ۔ اور	اتَّبَعُوْٓا۔ پیروی کی انہوں نے	اَهْوَآءَ۔ خواہشوں	هُمْ۔ اپنی کی
مَثَلُ۔ مثال	الْجَنَّةِ۔ جنت کی	الَّتِیْ۔ وہ جس کا	وُعِدَ۔ وعدہ دیے گئے
الْمُتَّقُوْنَ۔ پرہیزگار	فِيْهَآ۔ اس میں	اَنْهٰرٌ۔ نہریں ہیں	مِّنْ مَّآءٍ۔ پانی کی

غَیْرِ۔ نہیں ہے   اٰسِنٍ۔ خراب ہونے والا   وَ۔ اور   اَنْہٰرٌ۔ کچھ نہریں
مِّنْ لَّبَنٍ۔ دودھ کی   لَّمْ۔ کہ نہیں   یَتَغَیَّرْ۔ متغیر ہوگا   طَعْمُہٗ۔ اس کا مزہ
وَ۔ اور   اَنْہٰرٌ۔ نہریں   مِّنْ خَمْرٍ۔ شراب کی   لَّذَّۃٍ۔ لذت
لِلشّٰرِبِیْنَ پینے والوں کے لیے   وَ۔ اور   اَنْہٰرٌ۔ نہریں
مِّنْ عَسَلٍ۔ شہد   مُّصَفًّی۔ خالص کی   وَ۔ اور   لَہُمْ۔ ان کے لیے
فِیْہَا۔ اس میں   مِنْ کُلِّ۔ ہر طرح کے   الثَّمَرٰتِ۔ پھل ہیں   وَ۔ اور
مَغْفِرَۃٌ۔ بخشش   مِّنْ رَّبِّہِمْ۔ ان کے رب سے   کَمَنْ۔ کیا اس جیسا ہے کہ
ہُوَ۔ وہ   خَالِدٌ۔ ہمیشہ رہنے والا ہے   فِی۔ بیچ   النَّارِ۔ آگ کے
وَ۔ اور   سُقُوْا۔ پلائے جائیں گے   مَآءً۔ پانی   حَمِیْمًا۔ گرم
فَقَطَّعَ۔ تو وہ کاٹ دیگا   اَمْعَآءَ۔ انتڑیاں   ھُمْ۔ ان کی   وَ۔ اور
مِنْہُمْ۔ بعض ان سے   مَّنْ۔ وہ ہیں جو   یَّسْتَمِعُ۔ کان رکھتے ہیں   اِلَیْکَ۔ تیری طرف
حَتّٰی۔ یہاں تک کہ   اِذَا۔ جب   خَرَجُوْا۔ نکلتے ہیں   مِنْ عِنْدِکَ۔ آپ کے
پاس سے تو   قَالُوْا۔ کہتے ہیں   لِلَّذِیْنَ۔ ان سے جو   اُوْتُوا۔ دیے گئے
الْعِلْمَ۔ علم   مَاذَا۔ کیا   قَالَ۔ کہا ہے   اٰنِفًا۔ اب
اُولٰٓئِکَ۔ یہ   الَّذِیْنَ۔ وہ ہیں کہ   طَبَعَ۔ مہر کر دی   اللّٰہُ۔ اللہ نے
عَلٰی۔ اوپر   قُلُوْبِہِمْ۔ ان کے دلوں کے   وَ۔ اور   اتَّبَعُوْا۔ پیروی کی انہوں نے
اَہْوَآءَ۔ خواہشوں   ھُمْ۔ اپنی کی   وَ۔ اور   الَّذِیْنَ۔ وہ جنہوں نے
اہْتَدَوْا۔ ہدایت پائی   زَادَ۔ زیادہ کی   ھُمْ۔ ان کو   ہُدًی۔ ہدایت
وَ۔ اور   اٰتٰہُمْ۔ دی ان کو   تَقْوٰىھُمْ۔ انکی پرہیزگاری   فَہَلْ۔ تو کیا
یَنْظُرُوْنَ۔ انتظار کرتے ہیں   اِلَّا۔ مگر   السَّاعَۃَ۔ قیامت کا   اَنْ۔ یہ کہ
تَاْتِیَہُمْ۔ آئے انکے پاس   بَغْتَۃً۔ ناگہاں   فَقَدْ۔ تو بیشک   جَآءَ۔ آچکیں
اَشْرَاطُہَا۔ اس کی علامتیں   فَاَنّٰی۔ تو کہاں ہوگا   لَہُمْ۔ ان کے لیے
اِذَا۔ جب   جَآءَتْہُمْ۔ آئیگا انکے پاس   ذِکْرٰہَا۔ سمجھنا   ھُمْ۔ ان کا
فَاعْلَمْ۔ تو جان لے   اَنَّہٗ۔ کہ بیشک   لَا۔ نہیں   اِلٰہَ۔ کوئی معبود
اِلَّا۔ مگر   اللّٰہُ۔ اللہ   وَ۔ اور   اسْتَغْفِرْ۔ بخشش مانگ

لِذَنۢبِكَ۔ اپنے گناہ کی وَ۔ اور لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ مومن مردوں کے لیے
وَ۔ اور لِلْمُؤْمِنَاتِ۔ مومن عورتوں کے لیے وَ۔ اور
اللّٰهُ۔ اللہ يَعْلَمُ۔ جانتا ہے مُتَقَلَّبَكُمْ تمہارا پھرنا وَ۔ اور
مَثْوٰىكُمْ تمہارا آرام کرنا۔

حلِّ لغاتِ نادرہ

غَيْرِ اٰسِنٍ:۔ جو متغیر نہ ہو
اٰنِفًا:۔ ابھی۔
اَشْرَاطُ:۔ اشراط جمع بمعنی علامت

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کیے۔ بلاشبہ اللہ انہیں بہشت کے ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو کافر ہیں دنیا میں بے فکری سے رہتے بستے تھے اور جس طرح چارپائے کھاتے تھے ایسے ہی یہ بھی اناپ شناپ کھاتے تھے اور ان کا آخری ٹھکانہ دوزخ ہے۔

آیہ کریمہ میں مومنین کے لیے بشارت اس جنت کی دی گئی جس میں نہریں رواں ہوں گی اور اس کے بعد کافروں کو عذاب شدید کی خبر دی گئی اور بتایا گیا کہ دنیا میں ان کا کھانا پینا رہنا بسنا یہ سب ایسے ہی ہے جیسے جانور کھاتا پیتا رہتا بستا ہے۔ آخر ان کا ٹھکانہ جہنم بتایا گیا۔ آگے ارشاد ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْۤ اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ۔ اور اے محبوب آپ کی بستی (مکہ) جس کے مکینوں نے آپ کو گھر سے نکال دیا تھا۔ کتنی ہی بستیاں اس سے بل بوتے میں بڑھی چڑھی تھیں کہ ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا تو کوئی بھی ان کی مدد کو نہ ٹھہرا ہوا تو کیا جو لوگ

اپنے پروردگار کے سیدھے کھلے راستہ پر ہیں ان کی طرح گئے گذرے ہو سکتے ہیں جن کی بدکرداریاں ان کو بھلی کر دکھائی گیئں اور وہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں۔

آیہ کریمہ میں مکہ والوں کو بطور عبرت فرمایا گیا کہ تم ان بستیوں کے مقابلہ میں طاقت نہیں رکھتے جو تم سے پہلے گذر چکی ہیں جیسے عاد ثمود وغیرہ۔

شان نزول آیت یہ ہے کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے جانے لگے تو حضور نے کعبہ کی طرف رخ فرما کر فرمایا کہ تو اللہ کو بہت پیارا ہے اور مجھے اللہ کی بستیوں میں سے تو بہت پیارا ہے اگر مشرکین مکہ مجھے نہ نکالتے تو میں کبھی نہ چھوڑتا۔ اس پر آیہ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ پہلی بستیاں مشرکین مکہ سے قوت میں کہیں زیادہ تھیں انہیں میں نے ہلاک کر دیا تو ان کا ہلاک کرنا میرے لیے کیا دشوار ہے لیکن حکمۃً ان کو ہلاک نہیں کیا جا رہا بلکہ ان کو جھکا کر آپ کے قدموں میں لانا ہے اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں بتایا کہ ان سے پہلی بستیاں جو طاقت میں شدید تر تھیں ہم نے انہیں ہلاک کر دیا تو یہ بستی جس سے آپ کو یہ نکال رہے ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

تو جو اللہ کے روشن راستے پر ہے وہ خواہشات نفسانی کے پیرو کے برابر کیسے ہو سکتا ہے وہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والا اور یہ ہمیشہ جنت کے باغیچوں میں رہنے والے اور یہ خواہشات نفسانی کا پیرو۔ وہ اللہ تعالے کا متبع۔ اس کو اپنے برے کام اچھے نظر آ رہے ہیں، یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اس فرق کو اگلی آیتوں میں ظاہر فرمایا

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ۔

جس بہشت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس میں بو کا نام نہیں اور ایسے دودھ کی نہریں کہ ذائقہ مطلقاً نہیں بدلا اور ایسی ہی پاک شراب کی نہریں جو پینے والوں کو بہت ہی خوش ذائقہ معلوم ہوں اور نیز صاف اور شفاف شہد کی نہریں اور ان کے لیے وہاں ہر طرح کے میوہ جات موجود ہوں گے اور ان کے پروردگار کی طرف سے گناہوں کی معافی سو الگ کیا ایسے بہشت کے رہنے والے ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ آگ میں پڑے جلتے ہوں گے اور پیاس لگے تو ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور وہ ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔

اس آیت کریمہ میں مومن اور کافر کا مقام دکھایا گیا ہے۔ مومن کے لیے فرمایا کہ ان کو جنت جو ملے گی اس میں چار قسم کی نہریں ہوں گی ایک مصفی پانی کی نہر ہوگی دوسری دودھ کی نہر ہوگی تیسری پاک شراب کی اور چوتھی مصفی شہد کی پھر وہاں کی جتنی نعمتیں بھی ہیں ان نعمتوں کو جتنا چاہیں استعمال کریں بدہضمی اور تخمہ اور کوئی مرض وہاں نہیں ہوگی پھر جو چیز بھی وہاں ہے خواہ دودھ کی نہر ہو یا شہد کی اس کا ذائقہ نہیں بدلے گا ہمیشہ یکساں رہیں گی جتنی جتنا چاہے اس میں سے استعمال کرے اس کے استعمال میں اس کو کوئی ثقل یا بدہضمی قطعی نہ ہوگی۔

اب رہے جہنمی ان کو فرمایا کہ ان کے لیے ابلتا پانی پینے کو ہوگا اور اس کے پینے کے ساتھ آنتوں کے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر دوسرے مقام پر پانچویں پارہ میں فرما دیا گیا کہ آنتیں کٹ جائیں منہ جھلس جائے جلد جل جائے فوراً دوسری تمام چیزیں واپس ہو جائیں گی تاکہ وہ عذاب برابر چکھتے رہیں اگر آنتوں کے کٹ جانے اور منہ کے جھلس جانے سے ان کا پیچھا چھوٹ جائے تو بھی برا نہ تھا مگر فرمایا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ۔ جب کھال گل سڑ جائے۔ آنتوں کے ٹکڑے ہو جائیں۔ تو فوراً انہیں اور جلد نئی بدل دی جائے گی تاکہ عذاب برابر چکھتے رہیں یہ دونوں فرق دکھلا کر مشرکین کی بد اعتقادی اور بے ایمانی کو ظاہر فرمایا گیا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ۔ اور اے محبوب ان میں سے بعض ایسے ہیں جو قرآن سننے کے لیے بظاہر آپ کی طرف کان تو لگاتے ہیں مگر جب آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں تو جن لوگوں کو دینی معلومات دی گئیں ان سے پوچھتے ہیں (کیوں جی) انہوں نے ابھی کیا فرمایا تھا۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے اور وہ اپنی خواہشات پر چلتے ہیں اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں جب وہ قرآن پاک سنتے ہیں ان کو خداوند کریم اس قرآن پاک کی برکت سے اور ہدایت دیتا ہے۔ نیز انہیں پرہیزگاری کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

انہی مشرکوں میں سے ایسے بھی مسخرے مشرک تھے جو حضور کی خدمت میں آکر قرآن پاک سنتے تھے جب وہاں سے نکلتے تو اہل علم حضرت عبداللہ بن مسعود اور رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آکر پوچھتے کہ اس وقت حضور نے کیا فرمایا تھا اور یہ سوال ان کا منافقانہ ہوتا تھا۔ یہ سوال چونکہ استہزاءً ہوتا تھا۔ اس لیے قرآن پاک نے فرمایا کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

اِتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ۔ فرمایا یہ ہیں وہ لوگ جنکے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی اور وہ اپنی خواہشات نفسانی کے پیرو ہوگئے اور اسی خواہشات نفسانی کی پیروی ہیں سب کچھ سن کر سنی ان سنی کر دیتے تھے برخلاف مومنین کے کہ انہوں نے جب قرآن پاک سنا تو اس سے ان کے لیے ہدایت کا راستہ ملا اور اللہ نے ان کی پرہیزگاری کو اور بڑھایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور خوش اعتقادی کے ساتھ قرآن پاک سننے والے ہدایت پاتے ہیں اور استہزاء سننے والے اور زیادہ گمراہ ہوتے ہیں۔ اسی لیے دوسری جگہ فرمایا یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا وَمَا یُضِلُّ بِہٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ۔ اس قرآن پاک کو سن کر بہت سے گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے ہدایت پر آتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں تو وہ بے حکمے بے دین لوگ جن کی نیت قبول ہدایت نہیں ہوتی آگے ارشاد ہے جس میں توبیخ ہے حیث قال۔

فَھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَۃَ اَنْ تَاْتِیَھُمْ بَغْتَۃً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُھَا فَاَنّٰی لَھُمْ اِذَا جَآءَتْھُمْ ذِکْرٰھُمْ تو کیا یہ لوگ قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ ایک دم سے ان پر آنا زل ہو۔ سو اس کی نشانیاں تو آہی چکی ہیں، پھر جب قیامت ان کے سامنے آموجود ہوگی اس وقت ان کا سمجھنا کیا مفید ہوگا؟

یہ مشرکوں کا انتظار مبنی بر انکار تھا وہ چونکہ قیامت کے قائل ہی نہ تھے اس لیے بار بار کہتے کہ قیامت کب آوے گی؟ چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا۔ اے حبیب آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آوے گی۔ اس کے متعلق اسی آیت میں جواب دیدیا گیا کہ اس کی کوئی تاریخ تمہیں نہیں معلوم ہوسکتی مگر یہی کہ اچانک آئے گی اور ایسے حال میں آئے گی۔

حدیث میں حضور کا ارشاد مذکور ہے کہ کاروباری لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے کوئی دیوار دل کو لیوت رہا ہوگا اور کوئی تعمیر میں مصروف ہوگا کہ اچانک ایک ہیبت ناک آواز آئے گی جس کو فرمایا اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ۔ اس آواز سے بدحواس ہوجائیں گے اور اس روز انہیں کچھ کیے نہ بن پڑے گی تو یہاں ارشاد ہوا کہ یہ کا ہے کا انتظار کر رہے ہیں قیامت کا؟ جو ان پر اچانک آنے والی ہے۔ مگر اس کی علامتیں جن کو اشراط ساعت کہتے ہیں وہ تو ظاہر ہورہی ہیں، چنانچہ حدیث جبریل میں آیا کہ جب روح الامین نے پوچھا کہ قیامت کب ہوگی تو حضور نے جواب میں فرمایا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ سوال کیا گیا اتنا ہی جانتا ہے جتنا سائل جانتا ہے یعنی تمہیں بھی تاریخ کی خبر نہیں اور مجھے بھی۔ تو روح الامین نے کہا تو کچھ علامات ہی بیان فرما دیجئے تو حضور نے فرمایا

اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَہَا وَاَنْ تَرَی الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃَ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ ۔ یعنی لڑکیاں ماں کی سردار ہوں گی ایسی سرکش ہوں گی کہ ماں کی کچھ نہ سنیں گی اور ننگے پیر ننگے سر پھرنے والے اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔

دوسری حدیث میں آیا یَتَہَارَجُوْنَ کَمَا تَتَہَارَجُ الْحُمُرُ۔ عورت اور مرد ایسے بے حیا ہو جائیں گے جیسے گدھا اور گدھی کہ سر راہ انہیں تمسخر اور مذاق سے عار نہ ہوگی۔ پھر ایک حدیث میں آیا کہ قرب قیامت میں تمام فرقے مسلمانوں کے درپئے آزار ہوں گے اور وہ چاہیں گے کہ ایک بھی نہ بچے جیسے کھانے والے چاولوں کو رکابی سے ایسے صاف کرتے ہیں کہ پلیٹ میں ایک دانہ بھی باقی نہیں رہتا۔

صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ اِذًا نَکُوْنُ قَلِیْلًا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟ حضور کیا اس وقت مسلمان بہت کم رہ جائیں گے ؟

تو حضور نے فرمایا بَلْ اَنْتُمْ کَثِیْرٌ وَلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ اس وقت نام کے مسلمان تو بہت زیادہ ہوں گے مگر ایسے ہوں گے جیسے موری کا بہتا ہوا بھوسا۔ یعنی نام مسلمانوں کا ہوگا اور ان کے کردار بے دینی کے ہوں گے غرضکہ بہت سی علامتیں حضور نے بیان فرمائیں۔ علاوہ ازیں حضور کی بعثت اور شق قمر یہ بھی علامات قیامت سے ہے آگے ارشاد ہے۔

فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَکُمْ وَمَثْوٰکُمْ ۔ تو اے محبوب اچھی طرح ظاہر فرما دیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور معافی طلب فرمائیے اپنے متبعین کی مومن مرد اور عورتوں سے اور کام کاج کے لیے تم لوگوں کا چلنا پھرنا اور آرام کے لیے گھر ٹھہرنا سب اللہ کو معلوم ہے۔

قیام قیامت کے بعد مشرکین اگر سمجھ بھی جائیں تو ان کے لیے وہ سمجھنا مفید نہیں ہے اگر توبہ بھی کریں تو نامقبول چنانچہ قرآن کریم ہی میں ارشاد ہے کہ اس وقت مشرکین کہیں گے قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَکُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْہَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ۔ الٰہی ہماری شقاوتیں ہم پر غالب آگئیں اور ہم گمراہ ہوگئے لے ہمارے رب اب ہمیں اس جہنم سے نکال اگر جہنم سے باہر آکر بھی ایسی گمراہی میں آئیں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔

اس کا جواب دیا جائے گا اِخْسَئُوْا فِیْہَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ فرمایا جائے گا اپنے نقصان و خسران میں پڑے رہو اور کوئی جواب نہیں ملے گا۔ اسی کو یہاں فرمایا اَنّٰی لَہُمْ اِذَا جَآءَتْہُمْ ذِکْرٰھُمْ۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے فَاعْلَمْ۔ جان لو اللہ وہ ہے کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے اور پھر ارشاد ہوا۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ جس کا لفظی ترجمہ یہ بنتا ہے کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگیئے۔ بات یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالےٰ نے حضور کا غلام بنایا اور یہ فقہ کا مسئلہ ہے کہ غلام ماذون کا ہر فعل آقا کی طرف منسوب ہوتا ہے تمام تر ذمہ داری آقا پر آتی ہے تو چونکہ حضور ہمارے آقا ہیں اور ہم حضور کے غلام تو اللہ تعالیٰ نے ہماری تمام خطاؤں کو حضور کے سپرد کیا اور فرمایا وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ آپ اپنے غلاموں کی خطاؤں کے لیے آپ استغفار کریں اور ان کے لیے بھی جو مومن مرد اور عورتیں ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ ہمارے مشاغل لیل و نہار ہماری معاش کے کردار سب کو جانتا ہے چنانچہ فرمادیا وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ۔ اللہ تعالےٰ تمہارے چلنے پھرنے اور آرام کرنے کو خوب جانتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۔

اور سچے مسلمان تو یہ تمنا ظاہر کرتے ہیں کہ جہاد کے بارہ میں کوئی سورت نازل ہو پھر جب کوئی سورۃ نازل ہوا اور اس میں جہاد کا حکم اور لڑائی کا تذکرہ ہو تو جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے انہیں آپ دیکھیں گے وہ آپ کی طرف ایسے دیکھ رہے ہوں گے جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو تو ان کے حق میں بہتر یہ تھا۔

طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۔

کہ آپ کی اطاعت کرتے اور اچھی بات کہتے تو جب لڑائی ٹھن جائے تو اگر وہ خدا سے سچے رہیں تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۔

تو کیا تم سے یہ بعید ہے اگر جہاد سے تم پیٹھ پھیر جاؤ یہ کہ زمین میں فساد کرنے لگ جاؤ اور قطع کر دو ناطوں کو۔

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ

یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی حق بات

أَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰٓ أَبْصَارَهُمْ ۝	سننے سے بہرا اور راہ راست کے دیکھنے سے اندھا
أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝	کیا یہ لوگ قرآن کے مطالب کو نہیں سوچتے کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔
إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰٓ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ۝	بے شک وہ لوگ جو پلٹ گئے اپنی ایڑیوں کے بل بعد اس کے کہ ظاہر ہوگئی تھی ان پر ہدایت شیطان نے انہیں فریب دیا اور دنیا میں ان کو مدتوں رہنے کی امید دلائی۔
ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ۝	یہ اس سبب سے کہ قرآن کو جو خدا نے اتارا ہے ناپسند رکھتے ہیں یہ ان سے کہا کرتے ہیں کہ ہم بعض باتوں میں تمہاری اطاعت کریں گے اور اللہ ان کی سرگوشیوں کو خوب جانتا ہے۔
فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۝	پھر ان کا کیا ہوگا جب ان کی روحوں کو فرشتے قبض کریں گے تو ان کے مونہوں اور کولہوں پر ماریں گے۔
ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝	یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے پیروی کی اس کی جس پر اللہ کا غضب ہوا اور نہ چاہی اس کی خوشنودی تو خدا نے ان کے عمل رائیگاں کر دیے۔

حل لغات

وَ۔ اور	يَقُولُ۔ کہتے ہیں	الَّذِينَ۔ وہ جو	آمَنُوا۔ مومن ہیں
لَوْلَا۔ کیوں نہیں	نُزِّلَتْ۔ اتاری جاتی	سُورَةٌ۔ کوئی سورت	فَإِذَا۔ تو جب
أُنْزِلَتْ۔ اتاری گئی	سُورَةٌ۔ سورہ	مُّحْكَمَةٌ۔ مضبوط	وَ۔ اور
ذُكِرَ۔ ذکر ہوا	فِيهَا۔ اس میں	الْقِتَالُ۔ جہاد کا	رَأَيْتَ۔ تو دیکھتا ہے تو
الَّذِينَ۔ ان کو جنکے	فِي قُلُوبِهِمْ۔ دلوں میں	مَّرَضٌ۔ بیماری ہے	يَنظُرُونَ۔ دیکھتے ہیں

إِلَيْكَ ۔ تیری طرف　　نَظَرَ ۔ دیکھنا　　الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ ۔ جس پر غشی طاری ہو
مِنَ الْمَوْتِ ۔ موت کی　　فَأَوْلَىٰ ۔ تو افسوس ہے　　لَهُمْ ۔ ان پر　　طَاعَةٌ ۔ فرمانبرداری چاہیے
وَ ۔ اور　　قَوْلٌ ۔ بات　　مَعْرُوفٌ ۔ اچھی　　فَإِذَا ۔ تو جب
عَزَمَ ۔ فیصلہ ہو جائے　　الْأَمْرُ ۔ کام کا　　فَلَوْ ۔ تو اگر　　صَدَقُوا ۔ وہ سچ کر دکھائیں
اللَّهَ ۔ اللہ کو　　لَكَانَ ۔ تو ہو　　خَيْرًا ۔ بہتر　　لَهُمْ ۔ ان کے لیے
فَهَلْ ۔ تو کیا　　عَسَيْتُمْ ۔ بعید ہے　　إِنْ ۔ اگر　　تَوَلَّيْتُمْ ۔ پھر جاؤ تم
أَنْ ۔ یہ کہ　　تُفْسِدُوا ۔ فساد کرو　　فِي ۔ بیچ　　الْأَرْضِ ۔ زمین کے
وَ ۔ اور　　تُقَطِّعُوا ۔ کاٹو　　أَرْحَامَكُمْ ۔ اپنے ناطے　　أُولَٰئِكَ ۔ یہ
الَّذِينَ ۔ وہ ہیں جن پر　　لَعَنَهُمُ ۔ لعنت کی　　اللَّهُ ۔ اللہ نے　　فَأَصَمَّهُمْ ۔ تو بہرا کیا ان کو
وَ ۔ اور　　أَعْمَىٰ ۔ اندھا کیا　　أَبْصَارَ ۔ آنکھوں　　هُمْ ۔ ان کی کو
أَفَلَا ۔ تو کیا نہیں　　يَتَدَبَّرُونَ ۔ غور کرتے　　الْقُرْآنَ ۔ قرآن پر　　أَمْ ۔ یا
عَلَىٰ ۔ اوپر　　قُلُوبٍ ۔ دلوں کے　　أَقْفَالُهَا ۔ تالے پڑے ہیں　　إِنَّ ۔ بیشک
الَّذِينَ ۔ وہ جو　　ارْتَدُّوا ۔ پھر گئے　　عَلَىٰ ۔ اوپر　　أَدْبَارِهِمْ ۔ اپنی ایڑیوں کے
مِنْ بَعْدِ ۔ بعد اس کے　　مَا ۔ جو　　تَبَيَّنَ ۔ ظاہر ہو گئی　　لَهُمُ ۔ ان کے لیے
الْهُدَى ۔ ہدایت　　الشَّيْطَانُ ۔ شیطان نے　　سَوَّلَ ۔ فریب دیا　　لَهُمْ ۔ ان کو
وَ ۔ اور　　أَمْلَىٰ ۔ امید دلائی　　لَهُمْ ۔ ان کو　　ذَٰلِكَ ۔ یہ
بِأَنَّهُمْ ۔ اس لیے کہ انہوں نے　　قَالُوا ۔ کہا　　لِلَّذِينَ ۔ ان کو جنہوں نے　　كَرِهُوا ۔ ناپسند کیا
مَا ۔ اس کو جو　　نَزَّلَ ۔ اتارا　　اللَّهُ ۔ اللہ نے　　سَنُطِيعُكُمْ ۔ ہم کہا مانیں
گے تمہارا　　فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۔ بعض کاموں میں　　وَ ۔ اور
اللَّهُ ۔ اللہ　　يَعْلَمُ ۔ جانتا ہے　　إِسْرَارَ ۔ سرگوشیاں　　هُمْ ۔ ان کی
فَكَيْفَ ۔ تو کیسے ہوگا　　إِذَا ۔ جب　　تَوَفَّتْهُمُ ۔ فوت کریں گے انکو　　الْمَلَائِكَةُ ۔ فرشتے
يَضْرِبُونَ ۔ ماریں گے　　وُجُوهَهُمْ ۔ ان کے مونہوں پر　　وَ ۔ اور
أَدْبَارَهُمْ ۔ ان کی پیٹھوں پر　　ذَٰلِكَ ۔ یہ　　بِأَنَّهُمُ ۔ اس لیے کہ
اتَّبَعُوا ۔ پیروی کی انہوں نے　　مَا ۔ اس کی جو　　أَسْخَطَ ۔ ناپسند کیا　　اللَّهَ ۔ اللہ نے
وَ ۔ اور　　كَرِهُوا ۔ انہوں نے ناپسند کیا　　رِضْوَانَهُ ۔ اسکی رضامندی کو　　فَأَحْبَطَ ۔ تو ضائع کر دیے

آعْمَالَهُمْ - ان کے عمل۔

حلِّ لغاتِ نادرہ

سَوَّلَ :- مذبذب کر دیا

اَمْلٰی :- از اِملا - اِمہال اور اِملاء مہلت دینا۔ حاصل معنی درازی عمر

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ

اور سچے مسلمان تو یہ تمنا ظاہر کرتے ہیں اے کاش جہاد کے لیے کوئی سورت نازل ہو اور جب سورت نازل ہو اور اس میں واضح طور پر جہاد کا حکم ہو تو اے محبوب جن لوگوں کے دل میں نفاق کی بیماری ہے آپ انکو دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف خوفزدہ ہو کر دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو اور اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔

فَأَوْلَىٰ لَهُمْ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

تو ان کے حق میں بہتر یہ تھا کہ حضور کی فرمانبرداری کرتے اور کچھ پوچھیں تو صاف اور اچھی طرح جواب عرض کریں اور اگر لڑائی ٹھن جائے تو یہ لوگ اس صورت میں خدا سے سچے رہیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔

آیۂ کریمہ میں مومنین کو جہاد کے شوق میں یہ عرض کرنا محسوس ہوا کہ جہاں اور احکام آ رہے ہیں وہاں جہاد کے بھی احکام کیوں نہیں آتے۔ اس پر آیۂ کریمہ نازل ہوئی کہ ایمان والے تو یہ چاہتے ہیں کہ احکام جہاد نازل ہوں مگر منافقین اسلام ان احکام کو سن کر ایسے غش ہوتے ہیں کہ گویا موت طاری ہو رہی ہے چنانچہ ارشاد ہوا فَأَوْلَىٰ لَهُمْ کہ ایمان والوں کے لیے تو یہ بہتر ہے کہ وہ طاعت کرتے ہوئے قول معروف کی پیروی کریں اور ان کے لیے یہ اجر بھی ہے کہ جب وہ جہاد کے لیے پختگی سے آگے بڑھیں تو ان کے لیے بھلائیاں ہی بھلائیاں ہیں۔ لیکن یہ بے دین ان کا تو حال ہے کہ

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ۔ تو منافقو کیا تم سے یہ بعید ہے کہ جہاد کرنے سے تم پیٹھ پھیر بیٹھو تو اس صورت میں بھی ملک میں فساد کرنے لگ جاؤ اور اپنے رشتوں ناطوں کو توڑ ڈالو۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی اور ان کو حق سننے سے بہرا اور راہ راست کے دیکھنے سے ان کو اندھا کر دیا ان کا ماحول ایسا ہے کہ جب احکام جہاد ان تک پہنچیں تو آپس میں بھی جھگڑ بیٹھتے ہیں اور رشتے ناطے توڑ دیتے ہیں اسی لیے اللہ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کے کان حق نوشی سے بہرے کر دیے اور حق بات دیکھنے سے انہیں اندھا کر دیا۔ آگے توبیخاً فرمایا۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْؕ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۔ کیا یہ لوگ قرآن کے مطالب کو نہیں سمجھتے یا دلوں پر تالے لگا رکھے ہیں بے شک جن لوگوں کو دین کا سیدھا راستہ معلوم ہو گیا پھر وہ اپنے الٹے پاؤں پھر گئے شیطان نے ان کو دھوکے میں رکھا اور ان کی آرزوؤں کی رسیاں دراز کر دی ہیں اور یہ ان لوگوں کا بیٹھ پھیر بیٹھنا اس سبب سے ہے کہ جو لوگ قرآن کو جو خدا نے اتارا ہے اسے ناپسند کرتے ہیں (مثلاً یہود) یہ منافق ان سے کہا کرتے ہیں کہ بعض باتوں میں ہم تمہاری ہی صلاح پر چلیں گے اور اللہ ان کی سرگوشیوں کو خوب جانتا ہے۔

یہ آیات منافقین کے لیے نازل ہوئیں کہ وہ کفر کو ترجیح دیتے تھے اور حق کو قبول کرنے میں انحراف کرتے تھے گویا یہ فرمایا کہ ان کے دلوں پر قفل لگے ہوتے ہیں کہ حق بات نہیں پہنچتی اور کفر کو قبول کرتے ہیں تو جو لوگ اسلام میں آکر مرتد ہو گئے اور حقانیت دیکھ کر منحرف ہوئے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ شیطان نے ان کو پھسلا دیا اور ان کی دنیا میں رہنے کی آرزوؤں کو دراز کر دیا۔ اسی لیے ان کے منہ سے یہی لفظ نکلتے ہیں کہ ہم اسلام کے دشمن کی حمایت کریں گے اور جو اللہ نے نازل فرمایا وہ ہمیں پسند نہیں اور ان کی یہ سرگوشیاں اور خفیہ راز اللہ اچھی طرح جانتا ہے اور اپنے حبیب لبیب جناب مصطفی علیہ التحیہ والثناء پر بھی منکشف فرما دیا۔ آگے تہدیداً ارشاد ہوا۔

فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۔ پھر اس وقت ان کا کیا حال ہو گا جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اور ان کے موتہوں اور کولہوں پر مارتے ہوں گے اور ان کی یہ نوبت اس لیے ہو گی کہ جو چیز خدا کو بری لگتی ہے یہ اسی کے راستے پر چلے اور اس کی خوشی نہ چاہی تو خدا نے بھی ان کے

عمل ملیا میٹ کر دیے۔

آیہ کریمہ کا مفہوم واضح ہے کہ حیات دنیا میں یہ رنگ رلیاں منا لیں جب فرشتوں کے قبضہ میں جائیں گے تو ان کے چہروں پر کولھوں پر ضربیں پڑیں گی پھر پچھتائیں گے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ اس لیے ایسا ہوگا جس چیز سے اللہ ناراض ہے اس کی طرف ان کا رجحان اور جن باتوں کی اللہ تعالے نے تعلیم دی اس سے نفرت کرتے ہیں اسی بنا پر فرمایا کہ اللہ کی رضامندی سے کراہت کرنے والے وہ ہیں جن کے اچھے کام بھی سب رائیگاں اور بیکار ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۝

کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق کا روگ ہے اس خیال میں ہیں کہ خدا ان کی دلی عداوتوں ظاہر نہیں فرمائے گا۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۝

اور اے محبوب ہم چاہتے تو تمہیں ان لوگوں کو ایسی اچھی طرح دکھا دیتے کہ آپ ان کو ان کی صورت ہی سے پہچان لیتے اور یوں بھی آپ ان کو ان کے طرز کلام سے ضرور پہچان لو گے اور اللہ تعالے تم سب کے عملوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ۝

اور اے مسلمانو تم سب کو ہم ضرور آزمائیں گے کہ تم میں جہاد کرنے والے افراد کو معلوم کر سکیں اور لڑائی کی تکلیفیں جو برداشت کرنے والے ہیں ان کو ٹھوک بجا کر (معلوم کر سکیں) تا کہ تمہارے اصلی حالات کو ہم جانچ لیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ

بے شک جن لوگوں نے انکار کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ دین کا صاف راستہ ان پر ظاہر ہو گیا خدا کو یہ

يَضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ

لوگ کسی طرح نقصان نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ وہ انہی کے اعمال کو اکارت کردے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ٥

اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر چلو اور اللہ کے رسول کے حکم پر چلو اور رسول کی مخالفت کر کے اپنے عملوں کو برباد مت کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ٥

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو خدا کے راستہ سے روکا پھر کفر کی حالت ہی میں مرگئے خدا انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ٥

تو نہ سستی کرو اور آپس کی صلح کی طرف نہ بلاؤ (اور یہ جانتے رہو کہ آخرکار) تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے عملوں کے ثواب میں کسی طرح کی کمی نہیں کریگا۔

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ٥

یہ دنیا کی زندگی بس نرا کھیل اور تماشہ ہے اور اگر خدا پر ایمان رکھو گے اور پرہیزگاری کرتے رہو گے تو وہ تم کو تمہارا اجر دے گا اور اپنے لیے تمہارے مال تم سے طلب نہیں کریگا۔

اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ٥

اگر وہ تم سے اپنے لیے مال طلب کرے اور تم سے چمٹے (زیادہ طلب کرے) تو تم ضرور بخل کرو اور اس سے تمہاری دلی عداوتیں ظاہر ہوں۔

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ٥

تم لوگ (سن رکھو) کہ خدا کو تم کیا دو گے (تم تو ایسے دل کے تنگ ہو) کہ تم کو اپنے قومی فائدے کے لیے (خرچ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے خدا کے راستہ میں اس پر بھی تم میں سے بہتیرے بخل سے کام لیتے ہیں تو جو بخل کرتا ہے حقیقت میں وہ اپنے سے بخل کرتا ہے ورنہ اللہ بے نیاز ہے اور تم اس کے

محتاج ہو اور اگر تم خدا کے حکم سے روگردانی کرو گے تو خدا تمہاری جگہ دوسروں کو لا بٹھائے گا اور وہ تم جیسے (دل تنگ بھی) نہیں ہوں گے ۔

حلِ لغات

اَمْ ۔ کیا　　حَسِبَ ۔ خیال کیا　　الَّذِیْنَ ۔ ان لوگوں نے کہ　　فِیْ ۔ بیچ

قُلُوْبِهِمْ ۔ ان کے دلوں کے　　مَرَضٌ ۔ بیماری ہے　　اَنْ ۔ یہ کہ　　لَنْ ۔ ہرگز نہ

یُخْرِجَ ۔ نکالے گا　　اللّٰهُ ۔ اللہ　　اَضْغَانَهُمْ ۔ انکا کینہ　　وَ ۔ اور

لَوْ ۔ اگر　　نَشَاءُ ۔ ہم چاہیں　　لَاَرَیْنٰکَهُمْ ۔ تو دکھائیں آپ کو انہیں

فَلَعَرَفْتَهُمْ ۔ کہ پہچان لیں آپ ان کو　　بِسِیْمٰهُمْ ۔ انکی پیشانی سے　　وَ ۔ اور

لَتَعْرِفَنَّهُمْ ۔ ضرور ان کو پہچانو گے　　فِیْ ۔ بیچ　　لَحْنِ الْقَوْلِ ۔ بات کے

انداز کے　　وَ ۔ اور　　اللّٰهُ ۔ اللہ　　یَعْلَمُ ۔ جانتا ہے

اَعْمَالَکُمْ ۔ تمہارے عمل　　وَ ۔ اور　　لَنَبْلُوَنَّکُمْ ۔ ضرور آزمائیں گے ہم تم کو

حَتّٰی ۔ یہاں تک کہ　　نَعْلَمَ ۔ ہم جانیں　　الْمُجٰهِدِیْنَ ۔ جہاد کرنے والوں کو

مِنْکُمْ ۔ تم میں سے　　وَ ۔ اور　　الصّٰبِرِیْنَ ۔ صبر کرنے والوں کو

وَ ۔ اور　　نَبْلُوَ ۔ ہم آزمائیں　　اَخْبَارَ ۔ خبریں　　کُمْ ۔ تمہاری

اِنَّ ۔ بے شک　　الَّذِیْنَ ۔ وہ جو　　کَفَرُوْا ۔ منکر ہوئے　　وَ ۔ اور

صَدُّوْا ۔ روکا　　عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۔ خدا کی راہ سے　　وَ ۔ اور

شَآقُّوا ۔ نافرمانی کی　　الرَّسُوْلَ ۔ رسول کی　　مِنْ بَعْدِ ۔ بعد　　مَا ۔ اس کے کہ

تَبَیَّنَ ۔ ظاہر ہوگئی　　لَهُمُ ۔ ان کے لیے　　الْهُدٰی ۔ ہدایت　　لَنْ ۔ ہرگز نہیں

یَضُرُّوا ۔ بگاڑ سکیں گے　　اللّٰهَ ۔ اللہ کا　　شَیْئًا ۔ کچھ بھی　　وَ ۔ اور

سَیُحْبِطُ ۔ جلدی ضائع کر دے گا　　اَعْمَالَهُمْ ۔ ان کے عمل　　یٰاَیُّهَا ۔ اے

الَّذِیْنَ ۔ وہ جو　　اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے ہو　　اَطِیْعُوا ۔ کہا مانو　　اللّٰهَ ۔ اللہ کا

وَ ۔ اور　　اَطِیْعُوا ۔ کہا مانو　　الرَّسُوْلَ ۔ رسول کا　　وَ ۔ اور

لَا ۔ نہ　　تُبْطِلُوْا ۔ ضائع کرو　　اَعْمَالَکُمْ ۔ اپنے عمل　　اِنَّ ۔ بیشک

الَّذِيْنَ وہ جو　كَفَرُوْا۔ کافر ہوئے　وَ۔ اور　صَدُّوْا۔ روکا
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ خدا کی راہ سے　وَ۔ اور　مَاتُوْا۔ مر گئے
وَ۔ اور　هُمْ۔ وہ　كُفَّارٌ۔ کافر ہی تھے　فَلَنْ۔ تو ہرگز نہ
يَّغْفِرَ۔ بخشے گا　اللّٰهُ۔ اللہ　لَهُمْ۔ ان کو　فَلَا۔ تو نہ
تَهِنُوْا۔ سست ہو جاؤ　وَ۔ اور　تَدْعُوْا۔ نہ بلاؤ　اِلَى۔ طرف
السَّلْمِ۔ صلح کی　وَ۔ اور　اَنْتُمُ۔ تم ہی　الْاَعْلَوْنَ۔ غالب ہو
وَ۔ اور　اللّٰهُ۔ اللہ　مَعَكُمْ۔ تمہارے ساتھ ہے　وَ۔ اور
لَنْ۔ ہرگز نہ　يَّتِرَ۔ کم کریگا　كُمْ۔ تمہارے لیے　اَعْمَالَكُمْ۔ تمہارے اعمال
اِنَّمَا۔ اسکے سوا نہیں　الْحَيٰوةُ۔ زندگی　الدُّنْيَا۔ دنیا کی　لَعِبٌ۔ کھیل
وَّ۔ اور　لَهْوٌ۔ تماشہ ہے　وَ۔ اور　اِنْ۔ اگر
تُؤْمِنُوْا۔ تم ایمان لاؤ　وَ۔ اور　تَتَّقُوْا۔ پرہیزگار بنو تو　يُؤْتِكُمْ۔ دیگا تم کو
اُجُوْرَ۔ اجر　كُمْ۔ تمہارے　وَ۔ اور　لَا۔ نہیں
يَسْئَلْكُمْ۔ مانگتا تم سے　اَمْوَالَكُمْ۔ تمہارے مال　اِنْ۔ اگر　يَّسْئَلْكُمُوْهَا۔ مانگے وہ
مال تم سے　فَيُحْفِكُمْ۔ اور اصرار کرے تم سے　تَبْخَلُوْا۔ تو تم بخیل بن جاؤ
وَ۔ اور　يُخْرِجْ۔ نکالے　اَضْغَانَكُمْ۔ تمہارے کینے
هٰاَنْتُمْ۔ خبردار تم　هٰؤُلَآءِ۔ وہ لوگ ہو کہ　تُدْعَوْنَ۔ بلائے جاتے ہو　لِتُنْفِقُوْا۔ تاکہ خرچ کرو
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اللہ تعالٰے کی راہ میں　فَمِنْكُمْ۔ تو تم میں سے بعض　مَنْ۔ وہ ہیں جو
يَّبْخَلُ۔ بخل کرتے ہیں　وَ۔ اور　مَنْ۔ جو　يَّبْخَلْ۔ بخل کریگا
فَاِنَّمَا۔ تو وہ　يَبْخَلُ۔ کریگا بخل　عَنْ نَّفْسِهٖ۔ اپنی جان سے　وَ۔ اور
اللّٰهُ۔ اللہ　الْغَنِيُّ۔ غنی ہے　وَ۔ اور　اَنْتُمُ۔ تم
الْفُقَرَآءُ۔ محتاج ہو　وَ۔ اور　اِنْ۔ اگر　تَتَوَلَّوْا۔ تم پھر جاؤ
يَسْتَبْدِلْ۔ تو بدل دیگا　قَوْمًا۔ کوئی قوم　غَيْرَ۔ سوا　كُمْ۔ تمہارے
ثُمَّ۔ پھر　لَا۔ نہیں　يَكُوْنُوْا۔ ہوں گے　اَمْثَالَكُمْ۔ تمہاری مثل

حل لغات نادرہ

اَضْغَانَهُمْ ضِغن کی جمع ہے کینہ کے معنی میں مستعمل ہے
لَحْنِ الْقَوْلِ ۔ طرز کلام
لَنْ یَّتِرَ ۔ اَیْ لَنْ یَنْقُصَ ۔ ہرگز کمی نہیں کریگا ۔
فَیُحْفِکُمْ ۔ از احفاء بمعنی مبالغہ کرنا اور اس مقام میں زیادتی کرنا مراد ہیں

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۂ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۔ کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے نفاق کا اس خیال میں ہیں کہ خدا ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہیں فرمائے گا ۔
منافق جو عداوتیں مومنین کے ساتھ رکھتے تھے اس بیان کا یہ گمان تھا کہ ہمارا راز مسلمانوں پر ظاہر نہیں ہے فرمایا یہ گمان ان کا غلط ہے اللہ ان کی عداوتیں ظاہر فرمادے گا بلکہ اگر اللہ چاہے تو ان حاسد لوگوں کو بھی دکھا دے چنانچہ ارشاد ہے ۔
وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ اور اے محبوب ہم چاہیں تو آپ کو وہ لوگ اچھی طرح دکھا دیں کہ آپ ان کو صورت ہی سے پہچان لیں اور یقیناً آپ جانتے ہیں ان کی پیشانیوں سے اور یقیناً آپ پہچانتے ہیں ان کے طرز تکلم کو اور اللہ تمہارے عملوں کو جانتا ہے اور ہم آزمائیں گے تمہیں یہاں تک کہ جانیں ہم مجاہدین کو اور تم میں سے صبر کرنے والوں کو اور ہم جانچیں گے تمہارے حالات چنانچہ اللہ تعالے نے جب چاہا تو منافقین کو حضور پر ایسا ظاہر فرمایا کہ مسجد نبوی سے ستر منافق حضور نے نکلوا دیئے اور قطعی فرمایا کہ اُخْرُجْ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ حالانکہ انھوں نے اپنا نفاق اتنا مخفی رکھا تھا کہ مسجد نبوی میں آکر سنن و نوافل پڑھتے خطبہ سنتے ہوئے روتے مگر جب ارشاد ہوا وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۔ اہل مدینہ میں بہت سے وہ ہیں جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں آپ انہیں جانتے ہوئے بھی نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں ۔ گویا آپ چشم پوشی فرماتے ہیں

حضور منبر سے اترے اور ستر بہت کے قریب پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیے اور فرمایا کہ اُخْرُجْ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ نکل تو منافق ہے۔ حالانکہ منافقانہ طریقہ اور نفاق کے طور ظاہر نہیں تھے مگر وہ جو فرمایا وَلَوْ نَشَاءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ اگر ہم چاہیں تو یقیناً آپ کو دکھلا دیں تو اللہ تعالے نے چاہا اور دکھا دیا اسی بنا پر آگے فرمایا فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمٰهُمْ۔ آپ ان کو ان کی پیشانیوں سے جانتے ہیں اور ان کے طرز تکلم سے آپ پہچانتے ہیں۔

آیۂ کریمہ سے واضح ہوا کہ نفاق منافقین حضور پر روشن تھا مگر اپنے غایت خلق کی بنا پر انہیں ذلیل نہیں کیا جاتا تھا تو جب حکم آیا لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ تو پہ تعمیل حکم الٰہی مسجد نبوی سے تمام کے تمام منافق نکال دیے گئے اور اللہ تعالے ان کے عملوں کو اور اس کی حقیقت کو خوب جانتا ہے کہ وہ سنتیں جمعہ میں آکر کیوں پڑھتے تھے اور خطبہ میں گریہ وزاری کیوں کرتے تھے آگے ارشاد ہے کہ ہم آزمائیں گے تمہیں یہاں تک کہ سچے جانباز مجاہد واضح ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مجاہدین اسلام میں کچھ منافقین بھی شامل ہو جاتے تھے۔

ایک منافق کا واقعہ ہے کہ اس نے خوب میدان کیا حتی کہ اس کا ہاتھ کٹ گیا صحابہ نے اس کی تعریف کی تو حضور نے فرمایا اگر وہ ایمان سے لڑا تو اچھا ہے ورنہ جہنمی ہے۔ غرضیکہ ایسا ہی ہوا کہ ہاتھ کی تکلیف سے مضطر ہوا اس نے اپنے کو ہلاک کر ڈالا اور جہنم میں گیا اور ایسے واقعات بہت سے ہیں جن کو بخوف طوالت نقل نہیں کیا جاتا آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ۔ بے شک جن لوگوں پر دین کا سیدھا راستہ صاف ظاہر ہو گیا اور ظاہر ہوئے پیچھے انہوں نے انکار کیا اور اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکا اور رسول کی مخالفت کی خدا کو تو یہ لوگ کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ وہ ان کے عملوں کو اکارت اور برباد کر دے گا۔

آیہ کریمہ میں صاف بتلایا کہ جو کافر ہوئے ان پر ہدایت کے راستے روشن تھے مگر کفر و عناد پر ایسے جمے کہ انحراف کیا ان کے لیے ارشاد ہوا کہ وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے البتہ اللہ ان کے عملوں کو حبط فرما کر رائیگاں کر دے گا۔ اس لیے کہ اعمال صالح ہمیشہ ایمان کی شرط پر فائدہ مند ہیں۔ اگر ایمان نہیں تو کتنا ہی دان پن کیا جائے کتنی ہی خیرات کریں اس پر وعید شدید ہے فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا اگرچہ وہ تمام روئے زمین سونے سے پر کر کے خیرات

کردیں تو ہرگز ہرگز قبول نہ کی جائے گی اسی بنا پر یہاں بھی ان کے عمل حبط ہو جائیں گے اب ارشاد ہے جس میں مومنین کو مخاطب کر کے فرمایا گیا۔

یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ۔ اے ایمان والو خدا کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور خدا اور رسول کی مخالفت کر کے اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ مَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَہُمْ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو خدا کے راستہ سے روکے رکھا پھر کفر کی حالت ہی میں مر گئے خدا انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔

آیۂ کریمہ میں بتایا گیا کہ اطاعت الٰہی و اطاعت رسالت بنا ہی عمل کی قبولیت میں شرط ہے اور جو بلا اطاعت عمل کرے اس کے تمام عمل رائیگاں ہیں اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جو کافر ہیں اور اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے عناد رکھتے ہیں باوجودیکہ معجزات باہرہ ان کے سامنے روشن ہو چکے حقانیت واضح ہو گئی اور اسی حالت میں وہ مرے ان کا کوئی عمل مقبول نہ ہوگا اب اس کے بعد تسلی دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

فَلَا تَہِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَی السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰہُ مَعَکُمْ وَلَنْ یَّتِرَکُمْ اَعْمَالَکُمْ اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَہْوٌ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا یُؤْتِکُمْ اُجُوْرَکُمْ وَلَا یَسْئَلْکُمْ اَمْوَالَکُمْ اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْہَا فَیُحْفِکُمْ تَبْخَلُوْا وَیُخْرِجْ اَضْغَانَکُمْ۔ اور اے مسلمانو تم بودے نہ بنو اور خود پیام دے کر دشمنوں کو صلح کی طرف نہ بلاؤ اور (یہ جان لو کہ آخر کار) تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے عملوں کے ثواب میں کسی طرح کی کمی نہ کرے گا۔ اور اگر (بالفرض) وہ تم سے (اپنے لیے) مال طلب کرے اور تم کو اصرار سے چمٹے تو تم ضرور بخل کرو اور اس سے تمہاری دلی عداوتیں ظاہر ہوں۔

بودے بن کر ان کو صلح کی دعوت مت دو تم ہمیشہ غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور اعمال کے ثواب میں کمی نہ فرمائے گا۔ دنیا کی زندگی تو کھیل کود ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری اختیار کرو تو تمہیں تمہارے عملوں کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ تمہارے مال طلب نہیں کرتا۔

غرضکہ مشرکین سے بے نیاز رہنے کی تعلیم اور مسلمانوں کو غالب رہنے کی بشارت ہے اور اپنی بے نیازی کا مظاہرہ ہے کہ وہ تم سے اور تمہارے مالوں سے بے نیاز ہے اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا جو فرمایا یہ بندوں پر کرم ہے کہ خیرات و صدقات کے دینے کو قرض حسنہ سے تعبیر فرمایا ورنہ

وہ ذات نہ قرض حسنہ لینے کی محتاج اور نہ اسے احتیاج یہ کرم خاص ہے کہ بندوں کو خیرات وصدقات کی تعلیم میں اپنی طرف قرض سے تشبیہ دی اور بتا بھی دیا کہ اگر ہم تم سے لیتے اور اس پر اصرار فرماتے تو تم دل میں تنگ ہوجاتے اور تم بخیل بن جاتے اور تمہارے کینے ظاہر ہوجاتے۔ اب آگے ارشاد باری ہے۔

هٰٓاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ۚ فَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يَّبۡخَلُ‌ۚ وَمَنۡ يَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا يَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ‌ؕ وَاللّٰهُ الۡغَنِىُّ وَاَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ‌ۚ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡۙ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ۔ ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے تاکہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو بعض تم میں سے وہ ہیں جو بخل کریں گے اور جو بخل کریگا وہ اپنی ہی جان پر کرے گا اللہ تعالےٰ غنی ہے اور تم اس کے در کے فقیر اور اگر تم نے انحراف کیا تو بدل کر تمہاری قوم کو دوسری قوم لے آئیگا پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوگی۔

یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کرنا عتاب الٰہی کا مستوجب ہے حتیٰ کہ اس پر یہ وعید شدید آیا کہ اگر مال کی محبت کو ترجیح دی تو ہم تم سب کو ہلاک کردیں گے اور تمہاری جگہ دوسرے لائیں گے جو ایسے نہ ہوں گے۔

تمت السورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سورۃ الفتح

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ‏

اے محبوب (حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی) حقیقت میں ہم نے کھلم کھلا تمہاری فتح کرادی۔

لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ

تاکہ اللہ آپ کے سبب سے گناہ بخشے اگلے اور پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں آپ پر تمام کردیں

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝
وَيَنصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝
هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ
الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَّعَ
اِيْمَانِهِمْ ۗ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝
لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۗ وَكَانَ ذٰلِكَ
عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

دے اور آپ کو سیدھی راہ پر قائم رکھے
اور اللہ آپ کی زبردست مدد فرمائے
وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان
ڈالا تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے اور اللہ ہی
کے ملک تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے ہیں
اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔
تاکہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو داخل
فرمائے جنت کے باغوں میں جن کے نیچے نہریں
رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور ان کے گناہوں
کا کفارہ کر دے اور یہ اللہ کے ہاں بڑی ہی
کامیابی ہے۔

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَ
الْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ
بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ
وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ
لَهُمْ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

اور عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں
اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ
پر گمان رکھتے ہیں برا گمان اب بھی مصیبت کے
چکر میں آگئے اور خدا کا غضب ان پر نازل ہوا
اور اس نے ان کو پھٹکار دیا اس کے علاوہ اس
نے ان کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت
بری جگہ ہے۔

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَكَانَ
اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝
اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا
وَّنَذِيْرًا ۝
لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ
وَتُوَقِّرُوْهُ ۚ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

اور آسمانوں اور زمین کی مخلوقات کے لشکر سب
اللہ ہی کے ہیں اور اللہ زبردست حکمت والا ہے
اور اے محبوب ہم نے آپ کو شاہد عالم اور خوش
خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔
تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور
رسول کی تعظیم کرو اور ان کا وقار دل میں رکھو اور
صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ
اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ
نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَ
وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ
فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا تو وہ عہد شکنی کا وبال اپنی جان پر لے رہا ہے اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اسے اللہ پورا ثواب دیگا۔

حلِّ لغات

إِنَّا۔ بیشک ہم نے	فَتَحْنَا۔ فتح دی	لَكَ۔ آپ کو	فَتْحًا۔ فتح
مُّبِينًا۔ کھلی کھلی	لِيَغْفِرَ۔ تاکہ بخشے	لَكَ۔ آپ کو	اللَّهُ۔ اللہ
مَا۔ جو	تَقَدَّمَ۔ پہلے ہو چکے	مِنْ ذَنْبِكَ۔ آپکے گناہ	وَ۔ اور
مَا۔ جو	تَأَخَّرَ۔ پیچھے ہیں	وَ۔ اور	يُتِمَّ۔ پوری کرے
نِعْمَتَهُ۔ اپنی نعمت	عَلَيْكَ۔ آپ پر	وَ۔ اور	يَهْدِيَكَ۔ راہ دکھائے تجھ کو
صِرَاطًا۔ راہ	مُّسْتَقِيمًا۔ سیدھی	وَ۔ اور	يَنْصُرَكَ۔ مدد کرے
كَ اللَّهُ۔ آپ کی اللہ	نَصْرًا۔ مدد	عَزِيزًا۔ زبردست	هُوَ۔ وہ
الَّذِي۔ اللہ وہ ہے جس نے	أَنْزَلَ۔ اتاری	السَّكِينَةَ۔ تسلی	فِي۔ بیچ
قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ۔ مومنوں کے دلوں کے		لِيَزْدَادُوا۔ تاکہ زیادہ ہوں	إِيمَانًا۔ ایمان میں
مَعَ۔ ساتھ	إِيمَانِهِمْ۔ اپنے ایمان کے	وَ۔ اور	لِلَّهِ۔ اللہ ہی کے ہیں
جُنُودُ۔ لشکر	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْأَرْضِ۔ زمین کے
وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے	اللَّهُ۔ اللہ	عَلِيمًا۔ جاننے والا
حَكِيمًا۔ حکمت والا	لِيُدْخِلَ۔ تاکہ داخل کرے	الْمُؤْمِنِينَ۔ مومن مردوں	وَ۔ اور
الْمُؤْمِنَاتِ۔ مومن عورتوں کو	جَنّٰتٍ۔ باغوں میں کہ	تَجْرِي۔ چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا۔ ان کے نیچے
الْأَنْهَارُ۔ نہریں	خٰلِدِينَ۔ ہمیشہ رہیں	فِيهَا۔ اس میں	وَ۔ اور
يُكَفِّرَ۔ دور کرے	عَنْهُمْ۔ ان سے	سَيِّئَاتِهِمْ۔ انکی برائیاں	وَ۔ اور

وَ - ہے	ذٰلِکَ - یہ	عِنْدَ - نزدیک	اللّٰہِ - اللہ کے
فَوْزًا - کامیابی	عَظِیْمًا - بڑی	وَ - اور	یُعَذِّبَ - سزا دے
اَلْمُنٰفِقِیْنَ - منافق مردوں	وَ - اور	اَلْمُنٰفِقٰتِ - منافق عورتوں کو	وَ - اور
اَلْمُشْرِکِیْنَ - مشرک مردوں	وَ - اور	اَلْمُشْرِکٰتِ - مشرک عورتوں کو	الظَّآنِّیْنَ - جو ظن کرتے ہیں
بِاللّٰہِ - اللہ کے متعلق	ظَنَّ - ظن	السَّوْءِ - برے	عَلَیْہِمْ - انہی پر ہے
دَآئِرَۃُ - گردش	السَّوْءِ - بری	وَ - اور	غَضِبَ - ناراض ہوا
اللّٰہُ - اللہ	عَلَیْہِمْ - ان پر	وَ - اور	لَعَنَہُمْ - لعنت کی ان پر
وَ - اور	اَعَدَّ - تیار کی	لَہُمْ - ان کے لیے	جَہَنَّمَ - دوزخ
وَ - اور	سَآءَتْ - بری ہے	مَصِیْرًا - جگہ پھرنے کی	وَ - اور
لِلّٰہِ - اللہ کے لیے ہیں	جُنُوْدُ - لشکر	السَّمٰوٰتِ - آسمانوں	وَ - اور
الْاَرْضِ - زمین	وَ - اور	کَانَ - ہے	اللّٰہُ - اللہ
عَزِیْزًا - غالب	حَکِیْمًا - حکمت والا	اِنَّا - بیشک ہم نے	اَرْسَلْنٰکَ - بھیجا تجھ کو
شَاہِدًا - گواہی دینے والا	وَّ - اور	مُبَشِّرًا - خوشخبری دینے والا	وَّ - اور
نَذِیْرًا - ڈرانے والا	لِتُؤْمِنُوْا - تاکہ تم ایمان لاؤ	بِاللّٰہِ - اللہ پر	وَ - اور
رَسُوْلِہٖ - اسکے رسول پر	وَ - اور	تُعَزِّرُوْہُ - تعظیم کرو اسکی	وَ - اور
تُوَقِّرُوْہُ - توقیر بجالاؤ	وَ - اور	تُسَبِّحُوْ - تسبیح بیان کرو	ہُ - اس کی
بُکْرَۃً - صبح	وَّ - اور	اَصِیْلًا - شام	اِنَّ - بیشک
الَّذِیْنَ - وہ جو	یُبَایِعُوْنَکَ - بیعت کرتے ہیں آپ سے		اِنَّمَا - اسکے سوا نہیں
یُبَایِعُوْنَ - وہ بیعت کرتے ہیں	اللّٰہَ - اللہ سے	یَدُ - ہاتھ	اللّٰہِ - اللہ کا ہے
فَوْقَ - اوپر	اَیْدِیْہِمْ - ان کے ہاتھوں کے	فَمَنْ - تو جس نے	نَّکَثَ - توڑا
فَاِنَّمَا - تو اسکے سوا نہیں	یَنْکُثُ - وہ توڑتا ہے	عَلٰی - اوپر	نَفْسِہٖ - اپنی جان کے
وَ - اور	مَنْ - جس نے	اَوْفٰی - پورا کیا	بِمَا - جو
عٰہَدَ - عہد کیا تھا	عَلَیْہُ - اس پر	اللّٰہَ - اللہ سے	فَسَیُؤْتِیْہِ - تو دیگا اس کو
اَجْرًا - اجر	عَظِیْمًا - بڑا		

حل لغات نادرہ

نَکَثَ: جس نے عہد شکنی کی

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

سورۃ ہذا مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس میں چار رکوع ۲۹ آئتیں ۵۸۶ کلمات اور ۲۵۵۹ حرف ہیں
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا۔ بے شک ہم نے آپ کے لیے روشن فتح دی تا کہ اللہ آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں اور آپ کے پچھلوں کے گناہ بخشدے اور اپنی نعمتیں آپ پر تمام کردے اور آپ کو سیدھی راہ پر قائم رکھے اور اللہ آپ کی زبردست مدد فرمائے۔

آیت کریمہ میں اِنَّا فَتَحْنَا فرما کر لِيَغْفِرَ لَكَ فرمایا ہے یہ لام جو لِيَغْفِرَ پر ہے سببی ہے۔ خازن اور روح البیان میں اسے لام سببی ظاہر کیا گیا ہے تو اس کے معنی یہ بنے تا کہ بخشدے آپ کی ذات کے باعث آپ کے غلاموں کے پہلے پچھلے گناہ۔ اور یہ وہی مضمون ہے جو سورہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہلے بیان ہو چکا ہے اور وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ پر ہم لکھ چکے۔ یہاں اور وضاحت سے فرما دیا کہ آپ کے سبب سے آپ کے پہلے اور پچھلے غلاموں کے گناہ معاف فرمائے اور اگر اس کے یہ معنی لیے جائیں کہ حضور کے گناہ معاف ہوں تو پھر عصمت انبیاء کا مسئلہ جو عقیدہ اہل سنت ہے لغو ہو جائیگا۔ بنابریں لام سببی ہی ماننا پڑے گا اور گناہوں کی معافیاں غلام مصطفی کی ہوں گی۔

شان نزول آیت کریمہ کا یہ ہے کہ سورہ انا فتحنا حدیبیہ سے واپس ہوتے ہوئے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ حضور اور صحابہ نے اس کے نزول پر بہت بڑی خوشی منائی اور بخاری ومسلم و ترمذی کی روایات کے مطابق صحابہ نے حضور کو مبارکبادیں پیش کیں۔ حدیبیہ مکہ مکرمہ کے نزدیک ایک کنواں تھا۔ مختصر واقعہ یہ ہے کہ

سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ حضور مع اپنے اصحاب کے امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ سے لی طواف فرمایا اور عمرہ کیا۔ جملہ اصحاب کو

اس خواب کی خبر دی اور یہ بھی یہاں سمجھ لینا ضروری ہے کہ نبی کا خواب وحی کے درجہ پر ہوتا ہے وہ خیال یا اضغاث احلام نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر حضور نے اس کی خبر صحابہ کو دی اور صحابہ کے اعتقاد میں چونکہ نبی کا خواب وحی تھا اسی وجہ میں سب خوش ہوئے۔ اور سمجھ گئے کہ یہ بشارت عظمیٰ ہے۔

چنانچہ حضور نے ایک ہزار چار سو اصحاب کے ساتھ یکم ذی قعدہ ۶ھ کو عمرہ کا قصد فرمایا۔ مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر مسجد میں دو رکعت ادا فرمائے (یہ وہ مقام ہے جو مدینہ والوں کا میقات ہے۔ مدینہ سے چل کر جب حاجی مکہ معظمہ آتا ہے تو اسی جگہ سے احرام باندھتا ہے اور بعض اصحاب نے مقام جحفہ سے احرام باندھا۔

راستہ میں پانی ختم ہو گیا حضور کے آفتابہ کے سوا اور کسی کے پاس پانی نہ تھا۔ حضور سے عرض کیا گیا تو آپ نے اپنا دست اقدس آفتابہ میں رکھا تو انگشت ہائے مبارکہ سے چشمے جاری ہو گئے۔ یہ حضور کا معجزہ تھا۔ تمام لشکر سیراب ہوا۔ جب مقام عسفان پر پہنچے تو خبر موصول ہوئی کہ کفار قریش بڑے ساز و سامان کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہیں اور مقام حدیبیہ پر جب تشریف لے آئے تو پانی کی ضرورت پڑی اب پانی بالکل ختم تھا صحابہ نے عرض کیا حضور نے حدیبیہ کے کنویں میں کلی فرمائی۔ یہ دوسرا معجزہ ہوا کہ پانی کنویں کے اوپر ابل آیا سب نے پانی پیا اور اونٹوں کو پلایا۔

یہاں کفار قریش کی طرف سے کئی شخص حضور کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجے گئے سب نے یہی کہا کہ حضور عمرہ کے ارادہ سے تشریف لائے ہیں مگر اہل مکہ کو یقین نہ آیا۔ آخر کار انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو جو سرداران طائف میں سے قبیلۂ بنی ثقیف کے بڑے متمول اور معتمد تھے ان کو یہاں بھیجا گیا۔ یہاں آکر انہوں نے جاں نثاران صحابہ کا نقشہ دیکھا کہ وہ حضور کے ساتھ اس قدر والہانہ عقیدت رکھتے ہیں کہ حضور کا غسالۂ وضو زمین پر گرنے نہیں دیتے اور لعاب دہن ہاتھوں میں لے کر تبرکاً اپنے بدن پر مل لیتے ہیں۔ حضور کے سامنے اتنے مؤدب ہیں کہ نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ اس نے واپس ہو کر اہل مکہ کو کہا کہ وہ یقیناً عمرہ کو تشریف لائے ہیں لیکن اگر وہ جنگ و جدال بھی فرمائیں تو ان کے ساتھ وہ جانباز ہیں کہ تم ان پر فتحیاب نہیں ہو سکتے۔ میں نے شاہان فارس و روم کے یہاں یہ جلال و ہیبت نہیں دیکھا۔

اس پر اہل مکہ نے کہا "ایسی بات مت کہو ہم اس سال انہیں واپس کر دیں گے۔ وہ اگلے سال آئیں"

عروہ نے کہا "مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر کوئی مصیبت نہ آئے"۔

عروہ یہ کہہ کر واپس ہو گئے اور بعد میں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد حضور نے صحابہ سے بیعت لی جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ بیعت کی خبر سن کر کفار خوفزدہ ہوئے تو انہوں نے صلح کی پیشکش کی حضور نے منظور فرمائی صلحنامہ پر دستخط ہو گئے سال آئندہ پر حضور کا تشریف لانا قرار پایا۔ اور یہ صلح مسلمانوں کے حق میں بہت نافع ثابت ہوئی بلکہ نتائج کے اعتبار سے فتح ثابت ہوئی۔ اسی لیے قرآن کریم نے فرمایا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔ چنانچہ اس سے اکثر مفسرین نے فتح سے صلح حدیبیہ مراد لی ہے اور بعض نے تمام فتوحات اسلامیہ جو آئندہ ہونے والی تھیں ان کی بشارت مراد لی ہے آگے ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔

وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ بڑھے ان کا ایمان ایمان کے ساتھ اور اللہ ہی کی ملک ہے لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے تاکہ داخل فرمائے مومن مرد عورت کو ان باغیچوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں اور ان کی خطائیں درگذر فرمائے اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے اور منافق مرد اور منافق عورتوں اور مشرک مرد اور مشرک عورتوں پر عذاب فرمائے جو اللہ پر برا گمان رکھتے ہیں ان پر اس کی بری گردش ہے ان پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور ان کے لیے تیار ہے دوزخ جو بری جگہ ہے لوٹنے کی اور اللہ کے لیے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔

آیات کریمہ میں مومنوں کے لیے بشارت جنت اور منافق و مشرکین کے لیے وعید عذاب فرمایا گیا۔ اس کے بعد ارشاد ہے جس میں اپنے حبیب جناب مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کو کائنات کا ناظر و حاضر بنا کر بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا ظاہر کیا اور یہ حقیقت ہے کہ بشارت دینا اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک بشیر خود مشاہدہ نعمت نہ کر لے اسی طرح نذیر اس وقت تک نذیر نہیں ہو سکتا جب تک عذاب کے نقشے نہ دیکھ لے تو یہاں ضمناً اس بات کو

دکھلایا گیا کہ ہمارے محبوب نے جنت و دوزخ ہی نہیں ملاحظہ کی بلکہ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا
فرمایا جس پر تنوین تنکیر لائی گئی چنانچہ ارشاد ہے۔
اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ
وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔ بے شک ہم نے آپ کو شاہد مطلق بنا کر بھیجا اور بشارت دیتا اور ڈر
سناتا تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور رسول کی تعظیم کرو اور ان کا وقار دل میں رکھو۔
اور اللہ کی تسبیح و تہلیل ہر صبح و شام کرو۔

آیہ کریمہ میں حضور کو شاہدا فرما کر تنوین تنکیر کے ساتھ شاہد مطلق بنایا اور شاہد کے معنی حاضر کے
ہیں تو گویا بالفاظ دیگر یوں ارشاد ہوا اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ حَاضِرًا اور جو حاضر ہوتا ہے اس کا ناظر ہونا
لازمی ہے۔ بعض کوتاہ اندیش حاضر و ناظر کہہ کر اللہ تعالے کی ذات کے ساتھ تساوی کا الزام
دیتے ہیں۔ حالانکہ علامہ شامی نے تصریح کی کہ اللہ تعالے کو حاضر و ناظر کہنے والے پر کفر کا حکم نہ لگایا
جائے اس لیے کہ لفظ حاضر و ناظر کی تاویل یا عَالِمٌ یا مَنْ یَّرَاهُ ہو سکتی ہے ورنہ اللہ تعالے نہ حاضر
ہے نہ ناظر اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالے کے اسماء میں حاضر و ناظر استعمال نہیں کیا گیا۔ ننانویں اسماء
حسنیٰ جو لکھے گئے اس میں حاضر و ناظر نہیں اس لیے کہ یہ صفت اس کی ہے جس میں غائب ہونے
کی اہلیت ہو اور ناظر اس کی صفت ہے جو مقلۂ چشم سے دیکھنے کا محتاج ہو اللہ تعالے نہ مقلۂ چشم
کا محتاج اور نہ کبھی غائب و معدوم۔ لہذا ثابت ہوا کہ حاضر و ناظر بندے ہی کو کہہ سکتے ہیں نہ کہ اللہ
تعالے جل شانہ کو تو اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا کے معنی حاضرا بالکل صحیح ہیں اور جو حاضر ہے اس کو ناظر ماننا
لازمی ہے تو شاہدا کے ماتحت حاضراً و ناظراً کہنا صحیح ہو گا۔

اور یہ جہالت خالص ہے کہ جو حاضر و ناظر اللہ تعالے کی ذات کے ساتھ لگاتے ہیں۔ وہ عالم
ہے وہ کائنات کا دیکھنے والا ہے مگر کسی آلہ کا محتاج نہیں اور جب محتاج آلہ نہیں تو اس کو ناظر کہنا
غلط ہے اس لیے کہ ناظر کا لغت ہی اس کے لیے ہے جو مقلۂ چشم کا محتاج ہو اللہ تعالے نے مقلۂ
چشم اور مردمک حتی کہ عین جسے کہا جاتا ہے سب بنائیں اور نہ وہ آنکھ کا محتاج نہ کان کا محتاج بلکہ وہ
وہ ذات ہے جس کی صفت غزالی نے احیاء العلوم میں کی کہ سَمِیْعٌ لَا بِالْاُذُنِ بَصِیْرٌ لَا بِالْاَعْیُنِ
یہ تنگ نظر افراد اس طرح کے لایعنی اعتراض پہلو میں ڈال کر ایک اچھے مسلمان کو مشرک بناڈالتے
ہیں اللہ ہدایت کرے اور اسی لیے حضور کی صفت بیان فرما کر تعظیم و توقیر کی ہدایت کی گئی اور
اپنے لیے تسبحوہ فرما کر صبح سے شام تک تسبیح و تہلیل کرنے کا حکم ہوا۔ آگے ارشاد ہے اور اس واقعہ

کو ظاہر کیا جاتا ہے جو حدیبیہ میں حضور نے صحابہ سے بیعت لی تھی چنانچہ فرمایا۔
اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۔ بے شک وہ جنہوں نے آپ کی بیعت کی انہوں نے یقیناً اللہ ہی سے بیعت کی ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ تھا تو جس نے عہد شکنی کی تو اس نے اپنی جان پر عہد شکنی کا وبال لیا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالےٰ اسے بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔

یہ بیعت رضوان کہلاتی ہے اور مقام حدیبیہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے لی تھی اور ظاہر ہے کہ صحابہ کے ہاتھ پر حضور کا ہاتھ تھا مگر آیت کریمہ میں بتایا کہ وہ ہاتھ اللہ کا ہاتھ تھا۔ ایسے ہی دوسرے موقعہ پر جبکہ حضور نے ایک مٹھی کنکریوں کی پھینکی تھی وہاں بھی یہی فرمایا کہ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔ اے محبوب آپ نے وہ کنکریاں نہیں پھینکیں جب آپ نے پھینکی تھیں لیکن اللہ نے انہیں پھینکا۔

اس سے ثابت ہوا کہ معجزانہ شانیں جتنی بھی انبیاء سے ثابت ہوتی ہیں وہ پردۂ نبی میں خدائی قوت کے مظاہرے ہوتے ہیں اسی طرح وہ بیعت جو حضور نے لی اس پر قطعی طور پر حضور کا دست اقدس صحابہ کے ہاتھوں پر تھا۔ مگر اس بات کو موثق فرمانے کے لیے ارشاد ہوا کہ وہ بیعت آپ سے نہیں ہم سے ہوئی اور وہ ہاتھ آپ کا نہ تھا بلکہ ان کے ہاتھوں پر ہمارا ہاتھ تھا تو جب خدائی ہاتھ پر بیعت ہو چکی ہو تو اس بیعت کو توڑنا اپنی جان پر وبال لینا ہے اور جو اس معاہدے کو پورا کرے اس کے لیے وعدۂ اجر عظیم ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ

اب تم سے کہیں گے دیہاتی لوگ کہ ہمیں ہمارے مال اور گھر والوں نے جانے سے مشغول رکھا اب حضور ہماری مغفرت چاہیں اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے سامنے

اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○

کون مختار ہے تمہارے لیے کچھ اگر وہ تمہارا برا چاہے یا تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے بلکہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ○

بلکہ آپ تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول ہرگز واپس نہ آئیں گے اور مومن اپنے گھروں میں ہمیشہ کے لیے اور اسی کو اپنے دلوں میں بھلا سمجھے ہوئے تھے اور تم نے برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ○

اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول پر تو ہم نے تیار کر رکھی ہے کافروں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۤءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۤءُ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○

اب کہیں گے پیچھے بیٹھ رہنے والے جب تم غنیمتیں لینے چلو کہ ہمیں اپنے پیچھے آنے دو وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام بدل دیں۔ آپ فرما دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ آؤ۔ یونہی اللہ نے پہلے فرما دیا ہے۔ تو اب کہیں گے بلکہ تم ہم سے جلتے ہو۔ بلکہ وہ بات نہ سمجھتے تھے مگر تھوڑی۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا

ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے فرما دیجئے عنقریب ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں اگر تم فرمان مانو گے اللہ تمہیں اچھا بدلہ

حُسْنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا

دیگا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دیگا۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا

کسی اندھے پر سختی نہیں اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار کو مواخذہ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اللہ اسے جنت کے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور جو پھر جائے گا اسے دردناک عذاب فرمائے گا۔

حلِّ لغات

سَيَقُوْلُ۔ اب کہیں گے	لَكَ۔ آپ سے	اَلْمُخَلَّفُوْنَ۔ پیچھے رہنے والے	مِنَ الْاَعْرَابِ۔ دیہاتی لوگ
شَغَلَتْنَا۔ ہمیں مشغول رکھا	اَمْوَالُنَا۔ ہمارے مالوں	وَ۔ اور	
اَهْلُوْنَا۔ ہمارے گھر والوں نے	فَاسْتَغْفِرْ۔ تو آپ بخشش مانگیں		لَنَا۔ ہمارے لیے
يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	بِاَلْسِنَتِهِمْ۔ اپنی زبانوں سے	مَا۔ جو	لَيْسَ۔ نہیں
فِيْ۔ بیچ	قُلُوْبِهِمْ۔ انکے دلوں کے	قُلْ۔ کہہ دیں	فَمَنْ۔ تو کون
يَمْلِكُ۔ مختار ہے	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ سے	شَيْئًا۔ کچھ بھی
اِنْ۔ اگر	اَرَادَ۔ ارادہ کرے	بِكُمْ۔ تمہارے متعلق	ضَرًّا۔ ضرر کا
اَوْ۔ یا	اَرَادَ۔ ارادہ کرے	بِكُمْ۔ تمہارے متعلق	نَفْعًا۔ نفع کا
بَلْ۔ بلکہ	كَانَ۔ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ	بِمَا۔ اس سے جو
تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے ہو	خَبِيْرًا۔ خبردار	بَلْ۔ بلکہ	ظَنَنْتُمْ۔ خیال کیا تم نے
اَنْ۔ یہ کہ	لَّنْ۔ ہرگز نہ	يَّنْقَلِبَ۔ واپس آئے گا	الرَّسُوْلُ۔ رسول
وَ۔ اور	الْمُؤْمِنُوْنَ۔ مومن	اِلٰى۔ طرف	اَهْلِيْهِمْ۔ اپنے گھر والوں کے
اَبَدًا۔ کبھی بھی	وَ۔ اور	زُيِّنَ۔ اچھا سمجھے	ذٰلِكَ۔ اسی کو
فِيْ۔ بیچ	قُلُوْبِكُمْ۔ اپنے دلوں کے	وَ۔ اور	ظَنَنْتُمْ۔ خیال کیا تم نے
ظَنَّ۔ خیال	السَّوْءِ۔ برا	وَ۔ اور	كُنْتُمْ۔ تھے تم

قَوْمًا ۔ قوم | بُوْرًا ۔ ہلاک ہونے والی | وَ ۔ اور | مَنْ ۔ جو

لَمْ | یُؤْمِنْ ۔ ایمان لائے | بِاللّٰهِ ۔ اللہ | وَ ۔ اور

رَسُوْلِهٖ ۔ اسکے رسول پر | فَاِنَّا ۔ تو ہم نے | اَعْتَدْنَا ۔ تیار کیا | لِلْكٰفِرِيْنَ ۔ کافروں کیلئے

سَعِيْرًا ۔ بھڑکتی آگ | وَ ۔ اور | لِلّٰهِ ۔ اللہ ہی کی | مُلْكُ ۔ بادشاہی ہے

السَّمٰوٰتِ ۔ آسمانوں | وَ ۔ اور | الْاَرْضِ ۔ زمین ہیں | يَغْفِرُ ۔ بخشنے

لِمَنْ ۔ جسے | يَّشَآءُ ۔ چاہے | وَ ۔ اور | يُعَذِّبُ ۔ سزا دے

مَنْ ۔ جسے | يَّشَآءُ ۔ چاہے | وَ ۔ اور | كَانَ ۔ ہے

اللّٰهُ ۔ اللہ | غَفُوْرًا ۔ بخشنے والا | رَّحِيْمًا ۔ رحم کرنے والا | سَيَقُوْلُ ۔ جلدی کہیں گے

الْمُخَلَّفُوْنَ ۔ پیچھے رہنے والے | اِذَا ۔ جب | انْطَلَقْتُمْ ۔ تم چلو گے | اِلٰى ۔ طرف

مَغَانِمَ ۔ غنیمتوں کی | لِتَاْخُذُوْا ۔ تاکہ لو | هَا ۔ ان کو | ذَرُوْنَا ۔ چھوڑو ہمیں

نَتَّبِعْكُمْ ۔ ہم تمہارے پیچھے آئیں | يُرِيْدُوْنَ ۔ چاہتے ہیں | اَنْ ۔ یہ کہ | يُّبَدِّلُوْا ۔ بدل دیں

كَلٰمَ ۔ کلام | اللّٰهِ ۔ اللہ کا | قُلْ ۔ کہہ | لَّنْ ۔ ہرگز نہ

تَتَّبِعُوْ ۔ پیچھے آؤ گے | نَا ۔ ہمارے | كَذٰلِكُمْ ۔ اسی طرح | قَالَ ۔ کہا ہے

اللّٰهُ ۔ اللہ نے | مِنْ قَبْلُ ۔ پہلے سے | فَسَيَقُوْلُوْنَ ۔ تو اب کہیں گے

بَلْ ۔ بلکہ | تَحْسُدُوْنَنَا ۔ تم ہم سے حسد کرتے ہو | بَلْ ۔ بلکہ

كَانُوْا ۔ تھے وہ | لَا ۔ نہ | يَفْقَهُوْنَ ۔ سمجھتے | اِلَّا ۔ مگر

قَلِيْلًا ۔ تھوڑا | قُلْ ۔ کہہ | لِّلْمُخَلَّفِيْنَ ۔ پیچھے رہنے والوں سے

مِنَ الْاَعْرَابِ ۔ دیہاتیوں میں سے | سَتُدْعَوْنَ ۔ اب بلائے جاؤ گے تم

اِلٰى ۔ طرف | قَوْمٍ ۔ قوم | اُولِیْ بَاْسٍ ۔ لڑائی | شَدِيْدٍ ۔ سخت والی کے

تُقَاتِلُوْنَهُمْ ۔ تم انسے لڑوگے | اَوْ ۔ یا | يُسْلِمُوْنَ ۔ وہ اسلام لائیں | فَاِنْ ۔ تو اگر

تُطِيْعُوْا ۔ تم فرمانبرداری کرو | يُؤْتِكُمُ ۔ تو دیگا تم کو | اللّٰهُ ۔ اللہ | اَجْرًا ۔ اجر

حَسَنًا ۔ اچھا | وَ ۔ اور | اِنْ ۔ اگر | تَتَوَلَّوْا ۔ تم پھر جاؤ

كَمَا ۔ جیسے | تَوَلَّيْتُمْ ۔ تم پھر گئے تھے | مِنْ قَبْلُ ۔ پہلے | يُعَذِّبْكُمْ ۔ سزا دیگا تم کو

عَذَابًا ۔ عذاب | اَلِيْمًا ۔ دردناک کی | لَيْسَ ۔ نہیں | عَلَى ۔ اوپر

الْاَعْمٰى ۔ اندھے کے | حَرَجٌ ۔ سختی | وَ ۔ اور | لَا ۔ نہ

عَلٰى۔ اوپر | اَلْاَعْرَجِ۔ لنگڑے کے | حَرَجٌ۔ تنگی | وَ۔ اور
لَا۔ نہ | عَلَى۔ اوپر | الْمَرِيْضِ۔ بیمار کے | حَرَجٌ۔ تنگی
وَ۔ اور | مَنْ۔ جو | يُّطِعِ۔ فرمانبرداری کرے | اللّٰهَ۔ اللہ
وَ۔ اور | رَسُوْلَهٗ۔ اس کے رسول کی | يُدْخِلْهُ۔ تو داخل کریگا اسکو | جَنّٰتٍ۔ باغوں میں کہ
تَجْرِيْ۔ چلتی ہیں | مِنْ تَحْتِهَا۔ انکے نیچے | الْاَنْهٰرُ۔ نہریں | وَ۔ اور
مَنْ۔ جو | يَّتَوَلَّ۔ منہ پھیرے تو | يُعَذِّبْهُ۔ عذاب کریگا اسکو | عَذَابًا۔ عذاب
اَلِيْمًا۔ دردناک

حلّ لغاتِ نادرہ

اَلْمُخَلَّفُوْنَ:۔ پیچھے رہ جانے والے
بُوْرًا:۔ جمع بائر ہلاک ہونے والے

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا
يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ
بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا

اب آپ سے دیہاتی لوگ پیچھے رہنے والے یہ کہیں گے کہ ہمارے مالوں اور گھر والوں نے ہمیں جانے سے مشغول رکھا۔ اب حضور ہماری بخشش مانگیں اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے تو آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے مقابل تم میں کسے اختیار ہے اگر وہ تمہارا برا چاہے یا تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے بلکہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

قبیلہ بنی غفار و مزینہ و جہینہ و اشجع و اسلم یہ حوالی مدینہ کے رہنے والے تھے انہیں بادیہ نشین دیہاتی کہا جاتا تھا ان کو ظاہر طور پر معلوم تھا کہ حضور بہ نیت عمرہ قربانیاں ساتھ لے کر مکہ شریف لے جا رہے ہیں مگر انہیں یہ خطرہ ہوا کہ قریش بہت زیادہ طاقتور ہیں ان کو واپس نہ آنے دیں گے اور جو ان کے ساتھ جائیں گے وہ بھی ہلاک ہو جائیں گے اس خطرہ سے وہ گھروں میں بیٹھ گئے اور حضور

کے ساتھ نہ گئے جب صحابہ کرام حضور کے ساتھ واپس آئے اور انہوں نے صلح کا قصہ سنا تو انہوں نے معذرت کرنے کے لیے حضور کی خدمت میں آنے کی ٹھانی تو قرآن کریم میں اس کی خبر دی گئی کہ اے محبوب اب یہ آپ کے پاس جھوٹا عذر لے کر آئیں گے اور جو کچھ یہ کہیں گے یہ صرف ان کا زبانی بیان ہوگا۔ ان کے دلوں میں یہ بات نہ ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حاضر آکر انہوں نے عرض کیا کہ شَغَلَتْنَا اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا ہمیں ہمارے مالوں اور اہل و عیال کی حفاظت نے مشغول رکھا اور حضور کے ہمراہ روانگی سے روکا۔ اب ہم عرض کرنے آئے ہیں کہ اب ہماری معافی کرادی جائے تو اللہ رب العزت کی طرف سے ارشاد ہوا انہیں فرما دیجئے فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا کون ہے جو اللہ کے مقابلہ میں کچھ بھی طاقت رکھتا ہو اگر وہ چاہے تمہارا برا تو روک نہیں سکتا اور اگر وہ چاہے تمہارا بھلا تو حائل نہیں ہو سکتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس کے بعد ارشاد ہوا۔

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ۝ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝ بلکہ تمہارا تو یہ گمان تھا کہ رسول علیہ السلام مع صحابہ اپنے اہل و عیال میں اب کبھی نہیں آسکتے اور یہ خیال تمہارے دلوں میں جچ گیا تھا اور یہ تمہارا گمان بڑا برا گمان تھا اور تم ہلاک ہونے والی قوم میں سے تھے اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے تیار کر رکھی ہے کافروں کے لیے دھکتی ہوئی آگ۔

آیۂ کریمہ میں ان کے ظنون قلبی کو ظاہر فرمانے کے لیے ان کا حال بھی ظاہر کر دیا اور فرمایا کہ عیال و اموال کی محض حفاظت ہی تمہیں نہیں روک رہی تھی بلکہ وہ گمان باطل جو تمہیں یقین کے درجہ تک ہو گیا تھا اور قریش کے خوف نے تمہیں بزدل بنا دیا تھا وہی چیز تھی جس کی وجہ میں تم آج یہ عذر چھانٹ رہے ہو اور یہ تمہیں خبر نہیں کہ اللہ تعالےٰ وہ علیم و خبیر ہے کہ تمہارے خطرات قلبی کو بھی جانتا ہے اور اس گمان باطل کو جو قریش کی طرف سے تمہارے دل میں پیدا ہوا تھا جس نے تمہیں صحابہ کے ساتھ نکلنے سے روکا۔ وہ درحقیقت عدم اطاعت تھی نہ کہ مشغولیت اور عدم اطاعت پر جو اللہ اور اس کے رسول کی پیروی نہ کرے اس کے لیے ہمارے یہاں بھڑکتی ہوئی آگ ہے اس سے یہ مسئلہ بھی نکل آیا کہ حفاظت مال اور نگرانی عیال کی وجہ میں اگر کوئی نہ نکلے تو وہ معذور سمجھا جائے گا۔ اور محض بہانہ سازی کرنے کے لیے شغلتنا اموالنا الخ کہہ دے تو اس کی حقیقت

تعالیٰ کے علم میں ہے اور جو سرتابیٔ علم کرے تو اس کے لیے عذاب شدید کا وعید ہے آگے ارشاد ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں جسے چاہے بخشے اور جس پر چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ علم اللہ میں ہر خفیہ تدبیر اور مکاریاں روشن ہیں باتیں بنانے اور عذر لاطائل کر کے اپنے کو بری ثابت کرنے سے علم الٰہی میں اس کی براءت نہیں ہو سکتی آگے ارشاد ہے جس میں ان کا حریص مال ہونا اور دنیا طلبی کی طرف جانا واضح کیا گیا اور توبیخ و تہدید سے انہیں بند کر دیا گیا۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔

تو اب پیچھے بیٹھ رہنے والے یہ کہیں گے جب آپ غنائم لینے چلیں گے ہمیں اجازت دو کہ ہم بھی تمہارے پیچھے چلیں وہ چاہتے یہ ہیں کہ اللہ کے فرمان کو بدل دیں فرما دیجئے کہ ہرگز ہمارے پیچھے نہ آؤ ایسا ہی تمہارے معاملہ میں اللہ فرما چکا ہے تو اب وہ کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ بلکہ وہ بات نہ سمجھتے تھے مگر تھوڑی فرما دیجئے پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں کو عنقریب وہ وقت آ رہا ہے کہ تم بلائے جاؤ گے ایک ایسی قوم کی طرف جو انتہائی شدید ہے لڑائی میں تم ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں اگر تم نے اس کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا بدلہ دے گا اور اگر تم منحرف ہو گئے جیسے کہ پہلے ہو چکے ہو اللہ تمہیں دردناک عذاب دیگا۔

آیہ کریمہ میں ان کی دلی بدعہدی ظاہر فرمائی اور ارشاد ہوا کہ جب مسلمان غنائم لینے کے لیے جائیں گے اس وقت یہ کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے پیچھے لگا لو تاکہ ہم بھی مال غنیمت حاصل کریں اس سے ان کا منشا فرمان الٰہی کو بدلنا ہے یعنی فرمان الٰہی ہیں تو وہ دنیا و آخرت میں محروم تھے مگر اب یہ چاہتے تھے کہ اس محرومی کو ہم مال حاصل کر کے بدل دیں گویا ان کو اب بھی ساتھ نہ لیا جائے اگرچہ وہ یہ بھی

کہیں گے کہ تم ہم سے جل کر حسد کر رہے ہو مگر وہ نہیں سمجھتے کہ علم الٰہی کی اہمیت کیا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ یہ پیچھے رہنے والے جنگلیوں کو آپ فرمادیں کہ اگر ایسا ہی ہے تو تیار رہو عنقریب تمہیں پھر دعوت دی جائے گی اور ایسی قوم سے مقابلہ کی ٹھہرے گی جو بڑے سخت اور شدید القوی ہیں اگر واقع میں تم سچے ہو تو ان سے مقابلہ کرنا اگر اس وقت تم نے مقابلہ کرلیا اور جم کر مقابلہ کیا تو تمہیں اچھا اجر ملے گا اور اگر اپنی بدباطنی کے ماتحت وقت پر پیٹھ دے گئے تو پھر تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جاوے گا۔

یہ احکام سن کر انہوں نے کہا یہ تو بڑا سخت حکم ہے ہم میں لنگڑے بھی ہیں اور اندھے بھی ہیں اور بیمار بھی ہیں سب کیونکر جاسکیں گے تو ارشاد ہوا۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا۔ نہیں ہے اندھے پر کوئی سختی اور نہ لنگڑے پر جواب طلبی اور نہ بیمار سے کوئی مواخذہ اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی تابعداری کیے اللہ اسے داخل فرمائے گا ان باغیچوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور جو انحراف کریگا اسے دردناک عذاب دیا جائے گا۔

آیت کریمہ میں یہ امر واضح کیا کہ اطاعت کرنے والا مستحق اجر ہے اور انحراف کرنے والا مستوجب جواب رہ گئے معذوران کی تصریح فرمادی کہ اندھا لنگڑا بیمار اس کے اوپر حکم نافذ نہیں ہوتا وہ اگر میدان میں نہ جاسکے تو کوئی گرفت نہیں مقصد صرف اطاعتِ حکم دیکھنا ہے اور حکم میں جو رخصت دی گئی وہ رخصت بحالہٖ قائم ہے مگر مریض نہ ہو کر مریض بننے والا اور عذر نہ ہوتے ہوئے عذر پیش کرنے والا وہ دردناک عذاب کا مستحق ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا۔

بے شک راضی ہوگیا اللہ ان مومنین سے جنہوں نے آپ سے بیعت کی درخت کے نیچے تو جان لیا اللہ نے جو ان کے دلوں میں تو نازل فرمایا ان پر سکینہ (اطمینان) اور انہیں

وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا کہ تم لوگے تو تمہیں بہت جلد عطا کر دیں اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اس لیے کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے۔

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝

اور ایک اور جو تمہارے بل کی نہ تھی وہ اللہ کے قبضہ میں ہے اور ہے اللہ ہر چیز پر قادر۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝

اور اگر کافر تم سے مقاتلہ کریں تو وہ ضرور ایڑیوں کے بل واپس ہو جائیں گے پھر کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝

اللہ کا دستور ہے کہ پہلے سے چلا آرہا ہے اور ہرگز تم دستور الٰہی کو بدلتا نہ پاؤ گے۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝

اور وہ وہ ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک لیے اور تمہارے ہاتھ ان سے وادی مکہ میں بعد اس کے کہ تم ان پر پوری طرح قابو پا چکے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے۔

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا

وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور رکے پڑے اپنی جگہ پہنچنے سے اور اگر نہ ہوتے ایمان والے اور ایمان والیاں عورتیں جن کی تمہیں خبر نہ تھی کہیں تم ہی ان کو روند ڈالو تو پہنچے تمہیں ان سے کوئی مکروہ بات انجانی میں اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل فرماتا ہے اگر وہ جدا ہو جاتے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًاه

تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًاه

جبکہ کافروں نے اپنے دل میں ضد رکھی زمانۂ جہالت کی۔ تو اللہ نے اپنا سکینہ نازل فرمایا اپنے رسول اور مومنین پر اور ان پر پرہیزگاری کا حکم نازل فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

حلّ لغات

لَقَدْ۔ بیشک	رَضِيَ۔ راضی ہوا	اللّٰهُ۔ اللہ	عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ مومنوں سے
سے	اِذْ۔ جبکہ	يُبَايِعُوْنَكَ۔ وہ بیعت کرتے تھے	
تَحْتَ۔ نیچے	الشَّجَرَةِ۔ درخت کے	فَعَلِمَ۔ تو جانا	مَا۔ جو
فِيْ۔ بیچ	قُلُوْبِهِمْ۔ انکے دلوں کے ہے	فَاَنْزَلَ۔ تو اتارا	السَّكِيْنَةَ۔ سکون
عَلَيْهِمْ۔ ان پر	وَ۔ اور	اَثَابَهُمْ۔ دی ان کو	فَتْحًا۔ فتح
قَرِيْبًا۔ قریب کی	وَعَدَ۔ وعدہ کیا	كُمُ۔ تم سے	اللّٰهُ۔ اللہ نے
مَغَانِمَ۔ غنیمتوں	كَثِيْرَةً۔ بہت کا	تَاْخُذُوْنَهَا۔ کہ تم لوگے انکو	
فَعَجَّلَ۔ تو جلدی کی	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	هٰذِهٖ۔ یہ	وَ۔ اور
كَفَّ۔ روکے	اَيْدِيَ۔ ہاتھ	النَّاسِ۔ لوگوں کے	عَنْكُمْ۔ تم سے
وَ۔ اور	لِتَكُوْنَ۔ تاکہ ہو	اٰيَةً۔ نشانی	لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ ایمانداروں کیلئے
وَ۔ اور	يَهْدِيَكُمْ۔ دکھائے تمکو	صِرَاطًا۔ رستہ	مُسْتَقِيْمًا۔ سیدھا
وَ۔ اور	اُخْرٰى۔ ایک اور	لَمْ۔ کہ نہیں	تَقْدِرُوْا۔ قادر ہوئے
عَلَيْهَا۔ اس پر	قَدْ۔ بیشک	اَحَاطَ۔ گھیر لیا	اللّٰهُ۔ اللہ
بِهَا۔ اس کو	وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے	اللّٰهُ۔ اللہ

فَوْقَ۔ اوپر	كُلِّ۔ ہر	شَيْءٍ۔ چیز کے	قَدِيرًا۔ قادر
وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر	قَاتَلَكُمُ۔ لڑتے تم سے	الَّذِينَ۔ وہ لوگ جو
كَفَرُوا۔ کافر ہیں	لَوَلَّوُا۔ تو پھیرتے	الْأَدْبَارَ۔ پیٹھ	ثُمَّ۔ پھر
لَا۔ نہ	يَجِدُونَ۔ پاتے	وَلِيًّا۔ کوئی دوست	وَّ۔ اور
لَا۔ نہ	نَصِيرًا۔ مددگار	سُنَّةَ۔ طریقہ ہے	اللّٰهِ۔ اللہ کا
الَّتِي۔ جو	قَدْ۔ بیشک	خَلَتْ۔ گزر چکا	مِنْ قَبْلُ۔ پہلے
وَ۔ اور	لَنْ۔ ہرگز نہ	تَجِدَ۔ پائے گا تو	لِسُنَّةِ۔ طریقے
اللّٰهِ۔ اللہ میں	تَبْدِيلًا۔ تبدیلی	وَ۔ اور	هُوَ۔ وہ
الَّذِي۔ وہ ہے جس نے	كَفَّ۔ روکے	أَيْدِيَهُمْ۔ انکے ہاتھ	عَنْكُمْ۔ تم سے
وَ۔ اور	أَيْدِيَكُمْ۔ تمہارے ہاتھ	عَنْهُمْ۔ ان سے	بِبَطْنِ۔ وادی
مَكَّةَ۔ مکہ میں	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	أَنْ۔ اس کے کہ	أَظْفَرَ۔ غالب کیا
كُمْ۔ تم کو	عَلَيْهِمْ۔ ان سے	وَ۔ اور	كَانَ۔ ہے
اللّٰهُ۔ اللہ	بِمَا۔ اس سے جو	تَعْمَلُونَ۔ عمل کرتے ہو تم	بَصِيرًا۔ دیکھنے والا
هُمُ۔ وہ	الَّذِينَ۔ وہ ہیں جو	كَفَرُوا۔ کافر ہوئے	وَ۔ اور
صَدُّوا۔ روکا	كُمْ۔ تم کو	عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ مسجد حرام سے	
وَ۔ اور	الْهَدْيَ۔ قربانی	مَعْكُوفًا۔ رکی ہوئی	أَنْ۔ یہ کہ
يَبْلُغَ۔ پہنچے	مَحِلَّهُ۔ اپنے ٹھکانے پر	وَ۔ اور	لَوْلَا۔ اگر نہ ہوتے
رِجَالٌ۔ مرد	مُؤْمِنُونَ۔ مومن	وَ۔ اور	نِسَاءٌ۔ عورتیں
مُؤْمِنَاتٌ۔ ایمان والی	لَمْ۔ کہ نہ	تَعْلَمُوا۔ جانا تم نے	هُمْ۔ ان کو
أَنْ۔ یہ کہ	تَطَئُوا۔ روند ڈالو	هُمْ۔ ان کو	فَتُصِيبَكُمْ۔ تو پہنچے تم کو
مِنْهُمْ۔ ان سے	مَعَرَّةٌ۔ تکلیف	بِغَيْرِ۔ بغیر	عِلْمٍ۔ جانے بوجھے
لِيُدْخِلَ۔ تاکہ داخل کرے	اللّٰهُ۔ اللہ	فِي۔ بیچ	رَحْمَتِهِ۔ اپنی رحمت کے
مَنْ۔ جسے	يَشَاءُ۔ چاہے	لَوْ۔ اگر	تَزَيَّلُوا۔ وہ نکل جاتے
لَعَذَّبْنَا۔ تو ہم سزا دیتے	الَّذِينَ۔ ان کو جو	كَفَرُوا۔ کافر ہیں	مِنْهُمْ۔ ان میں سے
عَذَابًا۔ عذاب	أَلِيمًا۔ دردناک کی	إِذْ۔ جب	جَعَلَ۔ بنایا

الَّذِیْنَ۔ انہوں نے جو	کَفَرُوْا۔ کافر ہیں	فِیْ۔ بیچ	قُلُوْبِہِمْ۔ اپنے دلوں کے
اَلْحَمِیَّۃَ۔ اڑ	حَمِیَّۃَ۔ ضد	الْجَاھِلِیَّۃِ۔ جاہلیت کی	فَاَنْزَلَ۔ تو اتارا
اللّٰہُ۔ اللہ نے	سَکِیْنَتَہٗ۔ اپنی تسلی	عَلٰی۔ اوپر	رَسُوْلِہٖ۔ اپنے رسول کے
وَ۔ اور	عَلَی۔ اوپر	الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کے	وَ۔ اور
اَلْزَمَھُمْ۔ لازم کیا ان پر	کَلِمَۃَ۔ کلمہ	التَّقْوٰی۔ پرہیزگاری کا	وَ۔ اور
کَانُوْا۔ تھے وہ	اَحَقَّ۔ زیادہ حقدار	بِھَا۔ اس کے	وَ۔ اور
اَھْلَھَا۔ لائق اس کے	وَ۔ اور	کَانَ۔ ہے	اللّٰہُ۔ اللہ
بِکُلِّ۔ ہر چیز	شَیْءٍ۔ چیز کو	عَلِیْمًا۔ جاننے والا	

حل لغات نادرہ

مَعْکُوْفًا۔ اَیْ مَحْبُوْسًا مَمْنُوْعًا۔ روکا ہوا۔

اَلْھَدْیَ۔ قربانی کا جانور

مَحِلَّہٗ۔ اپنی جگہ

اَنْ تَطَئُوْھُمْ۔ کہ تم انہیں پامال کر ڈالتے

مَعَرَّۃٌ۔ کے معنی مشقت، مکروہ

لَوْ تَزَیَّلُوْا۔ وہ جدا ہو گئے

اَلْحَمِیَّۃَ۔ ضد، تکبر، ہٹ، اڑ

سَکِیْنَۃَ۔ اطمینان

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ فَاَنْزَلَ
السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِمْ وَاَثَابَہُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا o وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً یَّاْخُذُوْنَہَا وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا o
وَعَدَکُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً تَاْخُذُوْنَہَا فَعَجَّلَ لَکُمْ ہٰذِہٖ وَکَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْکُمْ وَلِتَکُوْنَ

اٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَھْدِیَکُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۝ وَّاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰہُ بِھَا وَ کَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا

جب مسلمان کیکر کے درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر لڑنے کی بیعت کر رہے تھے۔ خدا (یہ حال دیکھ کر ضرور) ان مسلمانوں سے خوش ہوا اور اس نے ان کی دلی عقیدت کو جان لیا اور ان کو اطمینان قلب عنایت کیا اور اس کے بدلے میں ان کو سر دست خیبر کی فتح دی۔ اور فتح کے علاوہ بہت سی غنیمتیں جن پر ان لوگوں نے جا قبضہ کیا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ (مسلمانو) اللہ تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرما چکا ہے کہ تم ان پر قابض ہو گے تو یہ (خیبر کی غنیمت تم کو سر دست دلوادی اور صلح حدیبیہ کی وجہ سے عرب کے لوگوں کے دست تعدی کو تم سے روکا (سوا الگ) اور (ایک) مقصود یہ بھی تھا کہ یہ واقعات تم مسلمانوں کے لیے پیغمبر کی صداقت کی ایک دلیل ہوں اور نیز یہ کہ خدا تم کو اسلام کے سیدھے راستے پر لے چلے اور کوئی تمہارا مانع و مزاحم نہ ہو۔ اور اس کے سوا ایک اور فتح بھی ہونی ہے جس پر اس وقت تم نے قابو نہیں پایا مگر وہ خدا کے احاطہ قدرت میں ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

رضوان الٰہی کی بشارت اور بیعت رضوان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اشراف قریش کے پاس مکہ مکرمہ بھیجا کہ انہیں خبر دیں کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کی زیارت کے لیے بقصد عمرہ تشریف لائے ہیں آپ کا ارادہ جنگ کا نہیں ہے اور یہ بھی فرما دیا تھا کہ جو کمزور مسلمان وہاں ہیں ان کو اطمینان دلادیں کہ مکہ مکرمہ عنقریب فتح ہو گا اور اللہ تعالےٰ اپنے دین کو غالب فرمائے گا۔

قریش اس بات پر متفق رہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اس سال تو تشریف نہ لائیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ طواف کعبہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں بغیر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے طواف کروں۔

یہاں مسلمانوں نے کہا کہ عثمان غنی بڑے خوش نصیب ہیں کہ کعبہ مکرمہ پہنچے اور طواف سے مشرف ہوئے۔

حضور نے فرمایا کہ عثمان ایسا ہرگز نہیں کریں گے حسب حکم حضرت عثمان نے فتح کی بشارت کمزور مسلمانوں کو دی پھر قریش نے حضرت عثمان کو روک لیا۔ یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ عثمان شہید کر دیے گئے اس پر مسلمانوں کو بہت جوش آیا اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کفار

کے مقابل جہاد میں ثابت قدم رہنے کی بیعت کی اور یہ بیعت ایک بڑے خار دار درخت کے نیچے ہوئی جس کو عرب میں سمرہ کہتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ وہ درخت کیکر کا تھا جیسے ام غیلان کہا جاتا ہے۔

اثنائے بیعت میں حضور نے اپنا بایاں دست مبارک داہنے دست اقدس میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے اور فرمایا یارب عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کام میں ہیں۔ یہ واقعہ صراحتہً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور کو نور نبوت سے معلوم تھا کہ حضرت عثمان شہید نہیں ہوئے اور صحابہ سے بیعت ان کے جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لیے لی گئی۔ مشرکین بیعت کا حال سنکر خائف ہوئے۔ انہوں نے حضرت عثمان کو بھیجدیا۔

حدیث مسلم شریف میں ہے کہ جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ اس وقت صحابہ کا جوش ایسا تھا کہ وہ بآواز یہ رجز پڑھ رہے تھے

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

ہم وہ مسلمان ہیں جنہوں نے دست حق پرست مصطفی پر ہمیشہ ہمیش کے لیے جہاد کی بیعت کی ہے۔

یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ بیت اللہ کی کنجی جس کے پاس تھی ان کا نام بھی عثمان تھا مگر ولدیت کے اعتبار سے دونوں علیحدہ ہیں۔ یہ عثمان بن عفان ہیں جو خلیفۂ رسول ہیں اور وہ عثمان بن طلحہ ہیں جو ابھی تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے تو جس وقت فتح مکہ کے دن حضور مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کی کنجی عثمان بن طلحہ سے منگوائی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم ہوا کہ وہ ان سے جبراً لے لیں۔ بہ تعمیل حکم حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے وہ کنجی حاصل کی اور حضور نے طواف فرما کر حکم دیا کہ جس سے یہ کنجی لی گئی ہے اسے واپس کر دو۔ اس فراخدلی سے متاثر ہو کر حضرت عثمان بن طلحہ بھی شرف اسلام سے مشرف ہو گئے۔

بعض ابنائے وطن عثمان کا نام لے کر حضرت ابن عفان پر یہ الزام رکھتے ہیں کہ انہوں نے طواف بیت اللہ کے لیے کنجی نہیں دی حالانکہ یہ سراسر غلط ہے اور افک مبین ہے یہ عثمان بن طلحہ ہیں اور وہ عثمان بن عفان ہیں۔ بہرحال واقعہ مطابق واقعہ ہے اور حضور اس سال واپس تشریف لے

آئے اور عمرہ نہیں فرمایا، جو شرائط مشرکین نے پیش کیے ان پر حضور نے دستخط فرما دیے صحابہ کو یہ بھی ناگوار گذرا چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا حضور اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں؟ حضور نے فرمایا کیوں نہیں۔ آپ نے عرض کیا پھر یہ غیر منصفانہ شرط پر دستخط کرنے کے کیا معنی ہیں تو حضور نے حضرت فاروق کو جواب دیا اِنِّیْ عَبْدٌ مَّامُوْرٌ میں اللہ کے حکم کا بندہ ہوں مجھے ایسا ہی حکم ہے اس پر ارشاد باری ہوا۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ الآیۃ اور وعدہ فرمایا تم سے اللہ نے بہت سے غنائم کا جو تم لوگے تو تمہیں یہ جلد عطا فرما دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اس لیے کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے اور ایک اور جو تمہارے بس کی نہ تھی وہ اللہ کے قبضہ میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیہ کریمہ میں مغانم کثیرہ کا وعدہ فرمانے کے ساتھ ایک اور مقابلہ کی بھی بشارت دی جس پر ابھی تک مسلمانوں کی قدرت نہ تھی۔ مغانم میں غنائم فارس و روم مراد ہیں۔ یا خیبر کی غنیمتیں جب مسلمان جنگ خیبر کو روانہ ہوئے تو اہل خیبر کے حلیف بنی اسد و غطفان نے چاہا کہ مدینہ بڑھ کر مسلمانوں کے اہل و عیال کو لوٹ لیں تو اللہ نے ان کے ہاتھ روک دیے اور اس کے ساتھ بتایا کہ جن تک پہنچنا تمہاری قدرت سے باہر تھا وہ بھی تمہیں عطا فرمائے یعنی مغانم روم و فارس وغیرہ بیشک اللہ نے سب کا احاطہ فرما رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا۔ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

اور اگر کافر تم سے لڑیں تو ضرور تمہارے مقابلہ سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر وہ نہ کوئی حمایتی اور نہ ہی کوئی مددگار پائیں گے اللہ کا دستور ہے کہ پہلے سے چلا آ رہا ہے اور ہرگز تم اللہ کا دستور بدلتا نہ پاؤ گے اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک لیے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک لیے وادی مکہ میں بعد اس کے کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے عمل دیکھتا ہے وہ وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا

اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور رکے ہوئے اپنی جگہ پہنچنے سے اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم انہیں روند نہ ڈالو تو تمہیں ان کی طرف سے انجانے میں کوئی مکروہ پہنچے تو ہم تمہیں ان کے قتال کی اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کرے اگر وہ جدا ہو جاتے تو ہم ان کے کافروں کو ضرور دردناک عذاب دیتے۔

اس میں پیشگوئی فرمائی گئی کہ بنی اسد و غطفان اہل خیبر یا مکہ والے اگر آپ کی طرف مقاتلہ کو آئیں گے تو وہ ایڑیوں کے بل پلٹا دیے جائیں گے اور ان کا کوئی مددگار و ناصر نہ ہوگا یہ اللہ کا دستور پہلے سے چلا آرہا ہے اس میں اس امر کو بھی بتایا کہ نبی کا جو فعل ہے وہ مرضی الٰہی پر موقوف ہے چنانچہ رضائے الٰہی یہی تھی کہ تنعیم کے گرفتار شدگان کہ ایسی نیت حملہ سے اسے موقع کی تلاش میں گرفتار بلا ہوئے جب بارگاہ رسالت میں پیش ہوئے تو انہیں چھوڑ دیا جائے تو یہ چھوڑ دینا مشیت الٰہی پر ہوا اور اس کی تصدیق آیت کریمہ نے فرمادی۔

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ الاٰیۃ بطن مکہ اس اعتبار سے فرمایا گیا کہ جغرافیائی لحاظ سے تنعیم مکہ میں داخل ہے۔ گرفتار شدگان پر مسلمان فتحیاب تھے مگر حکمت الٰہی میں ان کا چھوڑ دینا ہی بہتر تھا اسی لیے ارشاد ہوا مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ بعد اس کے کہ تم ان پر مظفر و منصور تھے مگر ہم نے ہاتھ روک دیے اور یہ ہماری مرضی سے ہمارے حبیب نے انہیں رہا کیا اللہ تعالٰے کے علم میں سارے انسانوں کے عمل ہیں۔

گویا اس امر کو واضح کیا گیا کہ اللہ تعالٰے کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ یہاں چونکہ مسلمان مرد و عورت اور کافروں کے تمام قبائل غیر ممتاز تھے تو اس میں لازمی طور پر مسلمانوں کے ہاتھوں سے مسلمان بھی قتل ہو سکتے تھے تو اپنی حکمت ظاہر فرمادی کہ یہاں ہم نے اس وبال عظیم سے تمہیں بچایا اور یہی ہماری حکمت تھی کہ تمہارے ہاتھوں سے تمہارے ہی آدمی نہ مارے جائیں آگے ارشاد ہے۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں اڑ رکھی وہی زمانۂ جاہلیت کی اڑ تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار

اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

آیت کریمہ میں زمانۂ جاہلیت کی اڑ یعنی ہٹ دھرمی اور انحراف عن الحق تھا کہ رسول کریم اور ان کے اصحاب کو کعبہ معظمہ جانے سے روک دیا گیا اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر مع صحابہ کے سکینہ نازل فرمائی گئی کہ وہ مائل بہ صلح ہو گئے ورنہ کافروں کی طرح ضد پر اڑنے سے ضرور جنگ ہو جاتی۔

کلمۂ تقوی سے مراد اس مقام پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے یعنی کلمۂ تقوی مومن کا خاص زیور ہے اور یہ ان کے لیے لازم ہے کہ پرہیزگار بن کر اقرار توحید کریں اور وہ اس کے حقدار اور لائق تھے اور اللہ سب کے حالات بخوبی جانتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝

بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب بے شک تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا امن کے ساتھ بال منڈواتے یا ترشواتے بے خوف تو اس نے جانا جو تمہیں معلوم نہیں تو اس سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

وہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں آپس میں نرم دل۔ آپ انہیں دیکھیں گے رکوع کرتے سجدہ میں گرتے وہ اللہ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے

ذَالِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں وعدہ کیا اللہ نے ان سے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے بخشش اور بڑے ثواب کا۔

حلِ لغات

لَقَدْ۔ بیشک	صَدَقَ سچا کر دیا	اللّٰهُ۔ اللہ نے	رَسُوْلَهٗ۔ اپنے رسول سے
الرُّؤْيَا خواب	بِالْحَقِّ۔ سچا	لَتَدْخُلُنَّ۔ کہ داخل ہو گے تم	الْمَسْجِدَ۔ مسجد
الْحَرَامَ حرام	اِنْ۔ اگر	شَآءَ۔ چاہا	اللّٰهُ۔ اللہ نے
اٰمِنِيْنَ۔ امن والے	مُحَلِّقِيْنَ۔ سر منڈاتے	رُءُوْسَكُمْ اپنے سر	وَ۔ اور
مُقَصِّرِيْنَ ترشواتے بال	لَا۔ نہ	تَخَافُوْنَ۔ ڈروگے تم	فَعَلِمَ۔ تو جانا
مَا۔ جو	لَمْ۔ نہ	تَعْلَمُوْا۔ جانا تم نے	فَجَعَلَ۔ تو بنائی
مِنْ دُوْنِ۔ پہلے	ذٰلِكَ۔ اس سے	فَتْحًا۔ فتح	قَرِيْبًا۔ نزدیک
هُوَ۔ وہ	الَّذِيْ۔ وہ ہے جس نے	اَرْسَلَ۔ بھیجا	رَسُوْلَهٗ۔ اپنا رسول
بِالْهُدٰى۔ ہدایت	وَ۔ اور	دِيْنِ۔ دین	الْحَقِّ۔ حق دے کر
لِيُظْهِرَهٗ۔ تاکہ غالب کرے اسکو	عَلَى۔ اوپر	الدِّيْنِ كُلِّهٖ سارے دینوں کے	
وَ۔ اور	كَفٰى۔ کافی ہے	بِاللّٰهِ۔ اللہ	شَهِيْدًا۔ گواہ
مُحَمَّدٌ۔ محمد	رَّسُوْلُ۔ رسول ہیں	اللّٰهِ۔ اللہ کے	وَ۔ اور
الَّذِيْنَ۔ وہ جو	مَعَهٗ۔ اسکے ساتھ ہیں	اَشِدَّآءُ۔ سخت ہیں	عَلَى۔ اوپر
الْكُفَّارِ۔ کافروں کے	رُحَمَآءُ۔ رحمدل ہیں	بَيْنَهُمْ۔ آپس ہیں	تَرٰىهُمْ۔ دیکھے گا تو
هُمْ۔ ان کو	رُكَّعًا۔ رکوع کرتے	سُجَّدًا۔ سجدہ کرتے	يَّبْتَغُوْنَ۔ ڈھونڈتے ہیں

فَضْلًا۔ فضل	مِّنَ اللّٰہِ۔ اللہ کا	وَ۔ اور	رِضْوَانًا۔ رضامندی
سِیْمَا۔ نشان	ھُمْ۔ ان کا ہے	فِیْ۔ بیچ	وُجُوْھِھِمْ۔ انکے چہروں کے
مِنْ اَثَرِ۔ اثر	السُّجُوْدِ۔ سجدے سے	ذٰلِکَ۔ یہ	مَثَلُھُمْ۔ ان کی مثال ہے
فِیْ۔ بیچ	التَّوْرٰۃِ۔ توراۃ کے	وَ۔ اور	مَثَلُھُمْ۔ انکی مثال
فِیْ۔ بیچ	الْاِنْجِیْلِ۔ انجیل کے ہے	کَزَرْعٍ۔ جیسے کھیتی کہ	اَخْرَجَ۔ نکالی
شَطْأَہٗ۔ اپنی سوئی	فَاٰزَرَہٗ۔ پھر مضبوط ہوئی	فَاسْتَغْلَظَ۔ پھر سخت ہوئی	فَاسْتَوٰی۔ تو کھڑی ہوگئی
عَلٰی۔ اوپر	سُوْقِہٖ۔ اپنے تنے کے	یُعْجِبُ۔ پسند آتی ہے	الزُّرَّاعَ۔ بونے والے کو
لِیَغِیْظَ۔ کہ غصہ دلائے	بِھِمُ۔ انکے ساتھ	الْکُفَّارَ۔ کافروں کو	وَعَدَ۔ وعدہ کیا
اللّٰہُ۔ اللہ نے	الَّذِیْنَ۔ ان سے جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	وَ۔ اور
عَمِلُوا۔ عمل کیے	الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے	مِنْھُمْ۔ ان میں سے	مَّغْفِرَۃً۔ بخشش
وَ۔ اور	اَجْرًا۔ اجر	عَظِیْمًا۔ بڑے کا	

حل لغات نادرہ

شَطْأَہٗ۔ روئیدگی کے اس حصہ کو کہا جاتا ہے جو پہلے پہل زمین سے نکلتا ہے۔
اٰزَرَہٗ۔ اسے طاقت دی۔
سُوْق۔ ساق پنڈلی کو کہتے ہیں یہاں مراد کھیتی کی نال ہے (تنا)
الزُّرَّاع۔ زارع بونے جوتنے والا

مختصر تفسیر چوتھا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَکُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِکَ فَتْحًا قَرِیْبًا ؕ بے شک اللہ نے سچا کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب بیشک تم داخل ہوگے مسجد حرام میں امن کے ساتھ سر منڈاتے بال لپست کرواتے بے خوف تو اس نے جانا جو تمہیں معلوم ہے

تھا۔ تو اس سے پہلے ایک نزدیک ہونے والی فتح رکھی۔

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ تشریف لیجانے سے قبل ایک خواب دیکھا کہ آپ مع صحابہ کے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور وہاں حلق وقصر کرایا۔ اس خواب کو سنکر صحابہ بہت خوش ہوئے اور جب حضور نے روانگی کا ارادہ فرمایا۔ تو سب نے بعد مسرت وخوشی اس میں شرکت کی لیکن حدیبیہ سے مشرکوں کے مانع آنے پر واپسی ہوگئی جس کا واقعہ ہم پہلے رکوع میں بیان کر چکے ہیں تو منافقین جن کی جبلت میں اسلام کے خلاف کانٹ چھانٹ کی عادت تھی انہوں نے یہاں بھی طعن وتشنیع شروع کیا اور کہا کہ حضور نے تو خواب دیکھا تھا وہ کیا ہوا۔ آپ وہاں سے واپس کیوں آگئے اس پر اللہ تعالے کی طرف سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس میں اپنے نبی کے خواب کی تصدیق فرمائی اور بتایا کہ خواب میں جو کچھ دیکھا وہ صحیح اور ضرور ہو کر رہے گا۔ منافقین کا یہ کہنا کہ اب کے کیوں نہ گئے یہ محض حاسدانہ خواب وخیال ہے ورنہ خواب میں حضور نے یہ کب فرمایا تھا کہ میں ابھی جا رہا ہوں خواب کی تعبیر میں حضور آئندہ سال تشریف لے گئے اس کے بعد جب اگلا سال آیا تو اللہ نے حضور کے خواب کا جلوہ دکھایا اور واقعات خواب کے مطابق رونما ہوئے اور مسلمان شان وشکوہ سے فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ داخل ہوئے اور یہ جو فرمایا کہ اس کے علاوہ اس سے پہلے عنقریب ایک فتح اور ہوگی وہ فتح خیبر ہوئی اس سے مسلمانوں کے دل مضبوط ہوئے اس کے منافقین کا رد کرنے کے لیے ارشاد ہوا اور فرمایا گیا کہ ان کا کام اعتراضی پہلو اٹھانا اور ذلیل ہونا ہے چنانچہ فرمایا۔

هُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ‌ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔

یہ نعمت من جانب اللہ اسلام کو ملی کہ تمام ادیان وملل پر یہ غالب ہو عام اس سے کہ وہ کتابیوں کا دین ہو یا مشرکین کا۔ اس کے متعلق دوسری جگہ غیر مبہم الفاظ میں فرما بھی دیا اِنَّ الدِّيۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ اللہ کے نزدیک کوئی دین ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے چنانچہ آخر میں یہاں بھی فرمایا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا ۔ اس میں گواہی کے لیے اللہ کی ذات کافی ہے یعنی دین اسلام کی حقانیت پر اور اس کے غلبہ کی تصدیق اور تائید موجود ہے اور اسی کی گواہی اس کے حق ہونے کے لیے کافی ہے۔

اس دین کے مبلغ اعظم کون ہیں اس کو آگے ظاہر فرمایا اور بتایا کہ یہ ایک سلطنت کا نظام ہے جس میں یہ دین پھیلے گا اس کے بڑے تاجدار جناب مصطفی علیہ التحیہ والثنا ہیں اور اس سلطنت کے وزیر چار ہیں اور چاروں کی صفت علیحدہ علیحدہ ہے ایک وہ ہیں جنہیں وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ کہا یعنی جو حضور کے ساتھ سایہ کی طرح رہے حتیٰ کہ قبر میں بھی حضور کے ہم پہلو سو رہے ہیں انہیں صدیق اکبر کہا جاتا ہے۔ دوسرے وزیر وہ ہیں جو دشمنان اسلام کے ساتھ ڈیفنس کا نظام کرتے ہیں یعنی وزیر جنگ ان کا نام فاروق اعظم ہے اور تیسرے وزیر وہ ہیں جن کا تعلق تعلقات عامہ میں نظام رکھنے کا ہے باہمی محبت و مودت کو عام کرنا ان کا نام عثمان غنی ہے چوتھے وزیر وہ ہیں جن کا تعلق اطاعت و عبادات سے ہے ان کا نام مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہے۔

چنانچہ سلسلہ وار فرمایا کہ اس کی سلطنت کے تاجدار محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور پہلے وزیر حضرت صدیق اکبر ہیں دوسرے فاروق اعظم ہیں تیسرے عثمان غنی ہیں چوتھے حضرت علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں چنانچہ ان کے فرائض اور صفات بھی آیہ کریمہ میں بتا دیے۔ صدیق اکبر کے لیے فرمایا وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اور فاروق اعظم کے لیے فرمایا اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ عثمان غنی کے لیے فرمایا رُحَمَاءُ بَیْنَہُمْ حضرت علی کی شان میں ارشاد ہوا تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا جیسا کہ آیت کریمہ میں سلسلہ وار ارشاد ہے کما قال تعالیٰ۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِہِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُہُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُہُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِہِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْہُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۔

محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو ان کے ساتھ ہیں (صدیق اکبرؓ) کافروں پر سختی فرمانے والے (فاروق اعظم) آپس میں نرم دل (عثمان غنی) آپ انہیں دیکھیں گے رکوع کرتے سجدہ کرتے ہوئے اللہ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں (حضرت علی) ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور انجیل میں ہے جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر وہ اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے بخشش اور بڑے ثواب کا

چنانچہ ہم میں سے ایک جماعت وہ ہے جو جو تھے وزیر کے سوا پہلے تین وزیروں کے خلاف ہے حالانکہ قرآن کریم مقتضیات کے بیان سے یہ بتا رہا ہے کہ چاروں کو ماننے والا اسلام میں ہے اور جو تین کو چھوڑ کر صرف چوتھے کو مانے وہ درحقیقت اسلام میں رخنہ ہے وعدہ چاروں کے لیے ایک ہے مغفرت اور اجر عظیم کا تو جو ان میں سے ایک کے لیے مغفرت اور اجر عظیم مانے اور تین کے لیے نہ مانے وہ بیان منصوص کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا مخالف ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْہُ۔

سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ حجرات پ ۲۶

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی آواز سے اور ان کے حضور میں باتیں چلا کر نہ کرو جیسے ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝

بے شک جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل خدا نے پرہیزگاری کے لیے اچھی طرح جانچ لیے ہیں ان کے لیے گناہوں کی معافی اور بڑا اجر ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝

(اے محبوب) جو لوگ آپ کو آپ کے (مبارک) حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر ایسے ہیں جنکو عقل ہی نہیں۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

اگر یہ لوگ اتنا صبر کرتے کہ آپ از خود نکل کر انکے پاس تشریف لاتے تو وہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۝

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آوے تو خوب تحقیق کر لیا کرو کہیں کسی قوم کو بے جا ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں اگر بہت سے معاملات میں یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور ہی مشقت میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے اور کفر خود سری اور نافرمانی سے تم کو نفرت دلادی ہے ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کے فضل و کرم سے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝

اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو تو پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو اگر وہ پلٹ آئے (اللہ کے حکم کی جانب) تو ان میں انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کو ملحوظ رکھو بے شک اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا

مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دو بھائیوں

بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝	میں میل جول کرادیا کرو اور خدا کے غضب سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حلِّ لُغات

یٰاَیُّھَا۔ اے	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	لَا۔ نہ
تُقَدِّمُوْا۔ بڑھو	بَیْنَ یَدَیِ۔ آگے	اللّٰہِ۔ اللہ	وَ۔ اور
رَسُوْلِہٖ۔ اسکے رسول کے	وَ۔ اور	اتَّقُوا۔ ڈرو	اللّٰہَ۔ اللہ سے
اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	سَمِیْعٌ۔ سننے والا	عَلِیْمٌ۔ جاننے والا ہے
یٰاَیُّھَا۔ اے	اَلَّذِیْنَ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو	لَا۔ نہ
تَرْفَعُوْا۔ بلند کرو	اَصْوَاتَکُمْ۔ اپنی آوازیں	فَوْقَ۔ اوپر	صَوْتِ۔ آواز
النَّبِیِّ۔ نبی کے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَجْھَرُوْا۔ چلاؤ
لَہٗ۔ آپ کے سامنے	بِالْقَوْلِ۔ بات میں	کَجَھْرِ۔ جیسے چلاتا ہے	بَعْضِکُمْ۔ بعض تمہارا
لِبَعْضٍ۔ سامنے بعض کے	اَنْ۔ یہ کہ	تَحْبَطَ۔ ضائع ہوجائیں	اَعْمَالُکُمْ۔ تمہارے عمل
وَ۔ اور	اَنْتُمْ۔ تم	لَا۔ نہ	تَشْعُرُوْنَ۔ سمجھتے ہو
اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو	یَغُضُّوْنَ۔ نیچی رکھتے ہیں	اَصْوَاتَھُمْ۔ اپنی آوازیں
عِنْدَ۔ نزدیک	رَسُوْلِ۔ رسول	اللّٰہِ۔ اللہ کے	اُولٰٓئِکَ۔ یہی وہ ہیں
الَّذِیْنَ۔ جن کو	امْتَحَنَ۔ جانچ لیا	اللّٰہُ۔ اللہ نے	قُلُوْبَھُمْ۔ انکے دلوں کو
لِلتَّقْوٰی۔ پرہیزگاری کیلئے	لَھُمْ۔ انکے لیے	مَّغْفِرَۃٌ۔ بخشش ہے	وَّ۔ اور
اَجْرٌ۔ اجر	عَظِیْمٌ۔ بڑا	اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
یُنَادُوْنَکَ۔ پکارتے ہیں آپ کو		مِنْ وَّرَآءِ۔ دور	الْحُجُرٰتِ۔ حجروں سے
اَکْثَرُ۔ اکثر	ھُمْ۔ ان کے	لَا۔ نہیں	یَعْقِلُوْنَ۔ عقل رکھتے
وَ۔ اور	لَوْ۔ اگر	اَنَّھُمْ۔ وہ	صَبَرُوْا۔ صبر کرتے
حَتّٰی۔ یہاں تک کہ	تَخْرُجَ۔ آپ نکلتے	اِلَیْھِمْ۔ ان کی طرف	لَکَانَ۔ تو ہوتا
خَیْرًا۔ بہتر	لَّھُمْ۔ ان کے لیے	وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ

غفور ۔ بخشنے والا	رحیم ۔ مہربان ہے	یا ایہا ۔ اے وہ	الذین ۔ جو
آمنوا ۔ ایمان لائے ہو	ان ۔ اگر	جاء ۔ لائے	کم ۔ تمہارے پاس
فاسق ۔ فاسق آدمی	بنبا ۔ کوئی خبر	فتبینوا ۔ تو تحقیق کر لیا کرو	ان ۔ یہ کہ
تصیبوا ۔ پہنچو	قوما ۔ کسی قوم پر	بجہالۃ ۔ بے علمی میں	فتصبحوا ۔ تو ہو جاؤ
علی ۔ اوپر	ما ۔ اس کے جو	فعلتم ۔ کیا تم نے	نادمین ۔ افسوس کرنے والے
و ۔ اور	اعلموا ۔ جان لو	ان ۔ بیشک	فیکم ۔ تم میں
رسول ۔ رسول ہیں	اللہ ۔ اللہ کے	لو ۔ اگر	یطیعکم ۔ کہا مانے تمہارا
فی ۔ بیچ	کثیر ۔ بہت	من الامر ۔ باتوں کے	لعنتم ۔ تو تم مشقت میں پڑو
و ۔ اور	لکن ۔ لیکن	اللہ ۔ اللہ تعالے نے	حبب ۔ پسند کرایا
الیکم ۔ تمہیں	الایمان ۔ ایمان	و ۔ اور	زینہ ۔ سجایا اس کو
فی ۔ بیچ	قلوبکم ۔ تمہارے دلوں کے	و ۔ اور	کرہ ۔ ناپسند کرایا
الیکم ۔ تمہیں	الکفر ۔ کفر	و ۔ اور	الفسوق ۔ فسق
و ۔ اور	العصیان ۔ نافرمانی	اولئک ۔ یہ ہی ہیں	ہم ۔ وہ جو
الراشدون ۔ راہ پر ہیں	فضلا ۔ فضل ہے	من اللہ ۔ اللہ سے	و ۔ اور
رحمۃ ۔ رحمت	و ۔ اور	اللہ ۔ اللہ	علیم ۔ جاننے والا
حکیم ۔ حکمت والا ہے	و ۔ اور	ان ۔ اگر	طائفتان ۔ دو جماعتیں
من المؤمنین ۔ مسلمانوں کی آپس میں		اقتتلوا ۔ لڑ پڑیں	فاصلحوا ۔ تو صلح کراؤ
بینہما ۔ ان میں	فان ۔ پھر اگر	بغت ۔ زیادتی کرے	احداہما ۔ ایک ان میں سے
علی ۔ اوپر	الاخری ۔ دوسری کے	فقاتلوا ۔ تو لڑو	التی ۔ اس سے
تبغی ۔ جو زیادتی کرتی ہے	حتی ۔ یہاں تک کہ	تفیء ۔ لوٹ آئے	الی ۔ طرف
امر ۔ حکم	اللہ ۔ اللہ کے	فان ۔ پھر اگر	فاءت ۔ لوٹ آئے
فاصلحوا ۔ تو صلح کراؤ	بینہما ۔ ان میں	بالعدل ۔ انصاف سے	و ۔ اور
اقسطوا ۔ انصاف کرو	ان ۔ بیشک	اللہ ۔ اللہ	یحب ۔ پسند کرتا ہے
المقسطین ۔ انصاف والوں کو	انما ۔ بیشک	المؤمنون ۔ مسلمان	اخوۃ ۔ بھائی بھائی ہیں
فاصلحوا ۔ تو صلح کراؤ	بین ۔ درمیان	اخویکم ۔ اپنے بھائیوں کے	و ۔ اور

اتقوا۔ ڈرو اللہَ۔ اللہ سے لعلکم۔ تاکہ تم ترحمون۔ رحم کیے جاؤ

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ حجرات۔ پ ۲۶

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سنتا جانتا ہے اے ایمان والو! نہ اونچی کرو اپنی آوازیں ہمارے نبی کی آواز پر اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

آیت کریمہ کے لفظی معنی کے اعتبار سے تو یہی معنی نکلتے ہیں کہ حضور سے آگے مت چلو اور یہ معنی ہی تعلیم ادب کے لیے مناسب ہیں۔ آیت کریمہ میں حضور کے ساتھ تعلیم ادب ہے عام اس سے کہ وہ آگے بڑھنا ہو یا اور کچھ۔ شان نزول آیت یہ ہے۔ کہ

چند اشخاص نے عید اضحیٰ کے دن سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بعضے لوگ رمضان سے ایک دن پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے تو ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ اپنے نبی سے پہلے روزے نہ رکھا کرو۔

نیز آیت بالا میں حضور کا اجلال و اکرام ادب و احترام تعلیم فرمایا گیا اور حکم دیا گیا کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہیں ایسے نہ پکاریں۔ بلکہ کلمات ادب و تعظیم و توصیف و تکریم و القاب و عظمت کے ساتھ عرض کرو جو عرض کرنا ہو ترک ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔

شان نزول آیت جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے حق میں نازل ہوئی۔ انہیں ثقل سماعت تھا اور آواز ان کی اونچی تھی بات کرنے میں آواز بلند ہو جایا کرتی تھی جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس اپنے گھر میں بیٹھ رہے

اور کہنے لگے کہ میں اہل نار سے ہوں۔ حضور نے حضرت سعد سے ان کا حال دریافت فرمایا انہوں نے عرض کیا وہ میرے پڑوسی ہیں اور میرے علم میں ان کو کوئی بیماری نہیں ہے۔ پھر آکر حضرت ثابت سے اس کا ذکر کیا اور ثابت نے کہا یہ آیت نازل ہوئی اور تم یہ جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں تو میں جہنمی ہو گیا حضرت سعد نے یہ حال خدمت اقدس میں بیان کیا تو حضور نے فرمایا وہ اہل جنت سے ہیں۔

اسی بنا پر علامہ اسمٰعیل حقی اندلسی روح البیان میں فرماتے ہیں کہ آواز بلند کرنا ہی نہیں بلکہ نام پاک لے کر پکارنا بھی حبط عمل کا موجب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا پر فرماتے ہیں کہ یا محمد کہہ کر پکارنا بھی منع ہے فرماتے ہیں بَلْ عَظِّمُوْہُ وَوَقِّرُوْہُ مِثْلَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تعظیم و توقیر ذات اقدس اتنے مبالغے سے ہو کہ نام پاک لینے کے بجائے حضور کے مناصب کے ساتھ ندا ہو جیسے یا نبی اللہ یا حبیب اللہ یا خیر خلق اللہ۔

یا محمد کہہ کر پکارنے کو بھی منع کیا گیا یہ عظمت شان رسالت ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے تمام قرآن میں تین طرح سے نام پاک لیا۔ جہاں ضرورت تھی کہ نام کے ساتھ ہی بیان ہو جیسے۔ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ اور یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ باقی تمام قرآن میں کہیں طٰہٰ فرمایا کہیں یا ایہا المزمل ارشاد ہوا کہیں یا ایہا المدثر کہہ کر ندا دی گئی۔ غرضکہ تمام قرآن میں جہاں بھی آپ دیکھیں گے حضور کے القاب و آداب سے ہی مخاطبہ ملے گا اور یہ تین جگہ نام لینا لازمی تھا کہ کوئی تاویل کر کے کسی اور کی طرف اسے منسوب نہ کر دے۔
تو جب اللہ تعالےٰ خود اپنے حبیب کی عظمتِ شان کو اس طرح ملحوظ رکھتا ہے تو پھر زید بکر عمر کے اوپر ادب و آداب لازمی اور ضروری ہے۔ اسی سلسلہ کے ساتھ اگلی آیت میں بھی ارشاد ہوا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ بے شک وہ لوگ جو اپنی آواز پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے
آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ کے نازل ہونے کے بعد حضرت صدیق اکبر عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور چند دیگر صحابہ بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے۔
ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بعد وفات سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک بدوی مسجد نبوی میں

بلند آواز سے باتیں کر رہا تھا۔ فاروق اعظم نے کنکریاں پھینک کر اسے بلایا اور فرمایا تو کون ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں بدوی دیہاتی ہوں۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ تیری بدویت کی وجہ سے میں تمہیں معاف کرتا ہوں ورنہ سزا دیتا۔ اَتَجْهَرُ صَوْتَكَ عِنْدَ حُضُوْرِ النَّبِيِّ تو حضور کی بارگاہ میں آواز بلند کرتا ہے گویا آواز بلند سے کلام کرنا بھی بارگاہ رسالت میں عین حیات ممنوع تھا اور بعد وفات بھی ممنوع رہا اور آج بھی ممنوع ہے۔

اسی لیے فرمایا کہ جو آوازیں ہلکی رکھتے ہیں ان کے دل تقوی اور پرہیزگاری سے بھرے ہوئے ہیں اور اس ادب کی وجہ میں ان کے واسطے مغفرت اور بھاری اجر ہے حتیٰ کہ عہد رسالت میں جو لوگ حضور کو حجرۂ اقدس کے پیچھے سے آواز دے لیتے تھے انہیں بے عقل فرمایا گیا جیسا کہ ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بے شک وہ جو آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ از خود نکل کر باہر ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت وفد بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی یہ دوپہر کو دولت سرائے عالی پر حاضر آئے اور انہوں نے پکارنا شروع کیا حضور تشریف تو لے آئے مگر وہ قیلولہ میں حارج ہوئے اللہ تعالے کو یہ بھی پسند نہ آیا اور ارشاد ہوا کہ جو ہمارے حبیب کو حجرات کے باہر سے پکارتے ہیں وہ بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر سے ادب کے ساتھ بیٹھے رہتے حتیٰ کہ حضور باہر خود تشریف لاتے تو ان کے لیے اچھا تھا اور یہ ادب کی تعلیم دے کر احترام بتا کر فرما دیا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تا واقفی اور جہالت سے جو حرکت تم نے کی اسے اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ گویا یہ بتا دیا کہ یہ بے ادبی بربنائے جہالت جو تم سے ہوئی اسے تو ہم معاف فرماتے ہیں آگے کو ادب ملحوظ رکھنا۔

اس کے بعد آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ فاسق کی خبر بغیر اصول بیّنہ ماننے کی ممانعت ہوئی۔ شان نزول آیت یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو بنی مصطلق سے صدقات وزکوٰۃ وصول کرنے بھیجا تھا۔ انہوں نے جب معلوم کیا کہ حضور کا فرستادہ آیا ہے تو تعظیم وتکریم کے لیے اس کے استقبال کو آئے۔ ولید بن عقبہ اور بنی مصطلق میں پرانی عداوت تھی یہ سمجھے کہ یہ میرے قتل کے لیے آئے ہیں وہاں سے کسی طرح واپس ہو گئے اور حضور کو یہ خبر پہنچائی حالانکہ اس کی اصلیت کچھ نہ تھی چنانچہ ارشاد ہوا۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ہ اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں کسی قوم کو بے جا ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ آیت کریمہ سے یہ امر بھی مستفاد ہوا کہ کسی خبر کو اڑانا اور قرینہ ماحول کے ماتحت اس کو برائی پر محمول کرنا یہ بھی فسق ہے۔ چنانچہ جب واقعہ معلوم ہوا تو ولید شرمندہ ہوئے اور اظہار ندامت کیا آگے ارشاد ہے۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ہ اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہاری خوشی کیا کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے پیارا کر دیا ہے ایمان تمہارے لیے اور اس سے تمہارے دلوں کو آراستہ کر دیا ہے اور ناگوار کر دیا ہے تمہارے لیے کفر، حکم عدولی اور نافرمانی کو وہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کے فضل و احسان سے اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ہ

اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کرا دو پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے کے ساتھ لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان میں انصاف سے صلح کرا دو اور انصاف کرو بے شک اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

مورد آیت کا خاص ہوتا ہے مگر اس کا حکم عام رہتا ہے جب تک مخصص نہ ہو تو آیت کریمہ کا مورد تو خاص ہے کہ ابن ابی نے ناک ڈھک لی حضور کے دراز گوش (خچر) کے پیشاب کی بو سے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اس کو پسند نہ کیا اور بغایت محبت میں فرمایا کہ تیرے مشک و زعفران سے اس دراز گوش کا

پیشاب بھی خوشبو رکھتا ہے اور آپس میں بات بڑھ جانے پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا تو حضور نے ان کی صلح کرا دی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس کا مورد خاص تو ابن رواحہ اور ابن ابی کے معاملہ میں تھا لیکن حکم اس کا عام ہے ہر مسلمان کو جبکہ آپس میں جھگڑا ہو جائے تو حکم ہے کہ صلح کرادو۔ اسی بنا پر حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کی باہمی جنگ جو ہوئی اس میں بھی فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا آتا ہے چنانچہ وہ صلح اسی اصول کی بنا پر کی گئی۔ اور اس کے آگے جو ارشاد ہے فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى اور اگر اس صلح سے کوئی فریق راضی نہ ہو اور بغاوت حکم کرے تو اس کے لیے حکم ہے کہ اس سے مقاتلہ کیا جائے یہاں تک کہ وہ اطاعت کرے اور اس بغاوت کو ترک کردے۔ اسی بنا پر ہم حضرت معاویہ کو حضرت علی کے مقابلہ میں آنے کے بعد مصالحت کر لینے کی وجہ میں بے قصور قرار دیتے ہیں اور اہل سنت کا یہی مسلک ہے جو مقتضائے آیت کریمہ ہے۔

اور اسی کا فیصلہ قرآن کریم میں کیا گیا کہ فَاِنْ فَآءَتْ الخ جب پلٹ آئے باغی گروہ تو ان کے مابین صلح کرادو تو جب بحکم قرآن حضرت معاویہ اور حضرت علی کی صلح ہو گئی تو جو اس صلح میں رخنے نکالتے ہیں وہ درحقیقت مقصد قرآن کے خلاف ہیں قرآن کریم دونوں کو بے قصور قرار دیتا ہے اسکے علاوہ دوسری جگہ بھی فیصلہ کیا گیا جیسا کہ ارشاد ہے۔

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ تم میں سے دونوں برابر تو نہیں ہو سکتے جنہوں نے جان و مال قبل فتح مکہ خرچ کیا اور جہاد کیا یہ لوگ ان سے بہت بڑے درجے والے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ قبل فتح مکہ شرف اسلام سے مشرف ہو چکے تھے اور امیر معاویہ بعد فتح مکہ کے تو دونوں مرتبہ میں برابر تو نہیں رہے مگر وعدۂ حسنیٰ دونوں کے لیے ہوا اور جو وعدۂ حسنیٰ کے مقابلہ میں تاریخی جھگڑوں کو حائل کرے وہ قرآن کریم کے فیصلہ پر تاریخ کو ترجیح دیتا ہے اور یہ طریقہ غلط ہے۔ آگے ارشاد ہے۔ کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں کے مابین (شکر رنجی) کے موقعہ پر صلح کرا دیا کرو اور اللہ کے غضب سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ آیت کریمہ کا مفہوم منطوق پہلی آیات سے مربوط ہے اس میں بھی اسی پر زور دیا گیا کہ مصالحت بہتر ہے اور مصالحت کے بعد کسی قسم کا تاریخی شاخسانہ نکالنا خلاف مقصد قرآن ہے۔ رحم کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو حکم قرآن مجید کے

آگئے نگونسار رہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ حجرات پ۲۶

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ
قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا
نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا
مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا
بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ
بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ
فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اے ایمان والو! مرد مردوں پر نہ ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر ہنستے ہیں وہ خدا کے نزدیک ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر ہنستی ہیں وہ اللہ کے نزدیک بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنے نہ دیا کرو اور نہ ایک دوسرے کے برے نام دھرو بہت برا نام ہے مسلمان کہلا کر فاسق کہلانا تو جو ان حرکات سے باز نہ آئیں وہی اللہ کے نزدیک ظالم ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا
مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ
وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ
بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ
لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَ اتَّقُوا
اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے ایمان والو! لوگوں کی نسبت بہت شک (بد گمان) کرنے سے بچتے رہو کیونکہ بعض شک (گمان بد) داخل گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو بھلا تم میں سے کوئی گوارہ کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تو یقیناً تم گوارا نہ کرو گے (تو غیبت کیوں گوارا ہو یہ بھی ایک قسم کا مردار کھانا ہے) اور اللہ کے غضب سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ
ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا
وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۔ اِنَّ اللّٰهَ

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا اور پھر تمہاری ذاتیں اور برادریاں بنائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو (ورنہ) اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف

عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے بے شک اللہ جاننے والا باخبر ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اے محبوب آپ فرما دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو چکے اور ایمان کا تو ہنوز تمہارے دل گذر تک نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کروگے تو اللہ تمہارے اعمال کے اجر میں کسی طرح کی کانٹ چھانٹ نہیں کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

بے شک مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی طرح کا شک و شبہ نہ کیا اور جہاد کیا اپنے مال اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں وہی سچے ہیں۔

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اے محبوب ان لوگوں سے فرما دیجئے کیا تم اللہ کو اپنی دینداری جتاتے ہو حالانکہ اللہ تو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو جانتا ہے اور اللہ تو ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

(اے محبوب) یہ لوگ آپ پر اسلام لانے کا احسان رکھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر یہ احسان نہ رکھو اپنے اسلام لانے کا بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے دین اسلام کا راستہ دکھایا بشرطیکہ تم دعوائے اسلام میں سچے ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا

بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی غیب کی باتوں کو جانتا ہے اور تم لوگ جیسے جیسے عمل کرتے

تَعْمَلُوْنَ — ہو اللہ ان (سب کو) دیکھ رہا ہے

حلِّ لغات

یٰٓاَیُّهَا ۔ اے	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا ۔ مومن ہو	لَا ۔ نہ
یَسْخَرْ ۔ ہنسی کرے	قَوْمٌ ۔ کوئی قوم	مِّنْ قَوْمٍ ۔ کسی قوم سے	عَسٰی ۔ قریب ہے
اَنْ ۔ یہ کہ	یَّکُوْنُوْا ۔ ہوں	خَیْرًا ۔ بہتر	مِّنْهُمْ ۔ ان سے
وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	نِسَآءٌ ۔ کوئی عورت	مِّنْ نِّسَآءٍ ۔ کسی عورت سے
عَسٰی ۔ قریب ہے	اَنْ ۔ یہ کہ	یَّکُنَّ ۔ ہوں	خَیْرًا ۔ بہتر
مِّنْهُنَّ ۔ ان سے	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	تَلْمِزُوْا ۔ طعنہ دو
اَنْفُسَکُمْ ۔ اپنی جانوں کو	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	تَنَابَزُوْا ۔ ڈالو
بِالْاَلْقَابِ ۔ برے لقب	بِئْسَ ۔ برا	الِاسْمُ ۔ نام	الْفُسُوْقُ ۔ فاسق ہے
بَعْدَ ۔ بعد	الْاِیْمَانِ ۔ ایمان کے	وَ ۔ اور	مَنْ ۔ جو
لَّمْ ۔ نہ	یَتُبْ ۔ توبہ کرے	فَاُولٰٓئِکَ ۔ تو یہی	هُمُ ۔ وہ
الظّٰلِمُوْنَ ۔ ظالم ہیں	یٰٓاَیُّهَا ۔ اے	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے ہو
اجْتَنِبُوْا ۔ بچو	کَثِیْرًا ۔ اکثر	مِّنَ الظَّنِّ ۔ ظنوں سے	اِنَّ ۔ بیشک
بَعْضَ ۔ بعض	الظَّنِّ ۔ ظن	اِثْمٌ ۔ گناہ ہیں	وَّ ۔ اور
لَا ۔ نہ	تَجَسَّسُوْا ۔ ٹٹول کرو	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ
یَغْتَبْ ۔ غیبت کرے	بَّعْضُکُمْ ۔ بعض تمہارا	بَعْضًا ۔ بعض کی	اَ ۔ کیا
یُحِبُّ ۔ پسند کرتا ہے	اَحَدُ ۔ کوئی	کُمْ ۔ تم میں سے	اَنْ ۔ یہ کہ
یَّاْکُلَ ۔ کھائے	لَحْمَ ۔ گوشت	اَخِیْهِ ۔ اپنے بھائی	مَیْتًا ۔ مردہ کا
فَکَرِهْتُمُوْ ۔ تو ناپسند کرو گے	هُ ۔ اس کو	وَ ۔ اور	اتَّقُوا ۔ ڈرو
اللّٰهَ ۔ اللہ سے	اِنَّ ۔ بیشک	اللّٰهَ ۔ اللہ	تَوَّابٌ ۔ توبہ قبول کرنے والا
رَّحِیْمٌ ۔ مہربان ہے	یٰٓاَیُّهَا ۔ اے	النَّاسُ ۔ لوگو	اِنَّا ۔ بیشک ہم نے
خَلَقْنٰ ۔ پیدا کیا	کُمْ ۔ تم کو	مِّنْ ذَکَرٍ ۔ ایک مرد سے	وَّ ۔ اور

اُنْثٰی۔ ایک عورت سے	وَ۔ اور	جَعَلْنَا۔ بنایا ہم نے	کُمْ۔ تم کو
شُعُوْبًا۔ برادریاں	وَّ۔ اور	قَبَآئِلَ۔ قبیلے	لِتَعَارَفُوْا۔ تاکہ تم پہچانو
اِنَّ۔ بیشک	اَکْرَمَکُمْ۔ معزز تم میں سے	عِنْدَ۔ نزدیک	اللّٰہِ۔ اللہ کے
اَتْقٰا۔ زیادہ پرہیزگار	کُمْ۔ تمہارا ہے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ
عَلِیْمٌ۔ جاننے والا	خَبِیْرٌ۔ خبردار ہے	قَالَتِ۔ کہا	الْاَعْرَابُ۔ بدؤں نے
اٰمَنَّا۔ ہم مومن بن گئے	قُلْ۔ آپ کہیں	لَمْ۔ نہیں	تُؤْمِنُوْا۔ مومن ہوئے
وَ۔ اور	لٰکِنْ۔ لیکن	قُوْلُوْا۔ کہو	اَسْلَمْنَا۔ ہم مسلمان ہوئے
وَ۔ اور	لَمَّا۔ ابھی نہیں	یَدْخُلِ۔ داخل ہوا	الْاِیْمَانُ۔ ایمان
فِیْ۔ بیچ	قُلُوْبِکُمْ۔ تمہارے دلوں کے	وَ۔ اور	اِنْ۔ اگر
تُطِیْعُوْا۔ اطاعت کروگے	اللّٰہَ۔ اللہ	وَ۔ اور	رَسُوْلَہٗ۔ اسکے رسول کی تو
لَا۔ نہ	یَلِتْکُمْ۔ کمی کریگا	مِّنْ اَعْمَالِکُمْ۔ تمہارے اعمال میں	
شَیْئًا۔ کچھ بھی	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ	غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا
رَّحِیْمٌ۔ مہربان ہے	اِنَّمَا۔ بیشک	الْمُؤْمِنُوْنَ۔ مومن تو	الَّذِیْنَ۔ وہ ہیں جو
اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے	بِاللّٰہِ۔ اللہ پر	وَ۔ اور	رَسُوْلِہٖ۔ اس کے رسول پر
ثُمَّ۔ پھر	لَمْ۔ نہ	یَرْتَابُوْا۔ شک کیا	وَ۔ اور
جَاھَدُوْا۔ جہاد کیا	بِاَمْوَالِہِمْ۔ اپنے مالوں	وَ۔ اور	اَنْفُسِہِمْ۔ اپنی جانوں سے
فِیْ۔ بیچ	سَبِیْلِ۔ راہ	اللّٰہِ۔ اللہ کے	اُولٰٓئِکَ۔ یہی
ھُمُ۔ وہ ہیں	الصّٰدِقُوْنَ۔ سچے لوگ	قُلْ۔ کہہ	اَ۔ کیا
تُعَلِّمُوْنَ۔ سکھاتے ہو	اللّٰہَ۔ اللہ کو	بِدِیْنِکُمْ۔ اپنا دین	وَ۔ اور
اللّٰہُ۔ اللہ	یَعْلَمُ۔ جانتا ہے	مَا۔ جو	فِی۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	مَا۔ جو	فِی۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ	بِکُلِّ۔ ہر
شَیْءٍ۔ چیز کو	عَلِیْمٌ۔ جاننے والا ہے	یَمُنُّوْنَ۔ احسان رکھتے ہیں	عَلَیْکَ۔ آپ پر
اَنْ۔ یہ کہ	اَسْلَمُوْا۔ مسلمان ہوئے	قُلْ۔ آپ کہہ دیں	لَا۔ نہ
تَمُنُّوْا۔ احسان رکھو	عَلَیَّ۔ مجھ پر	اِسْلَامَکُمْ۔ اپنے اسلام کا	بَلِ۔ بلکہ

اللّٰہُ۔ اللہ	یَمُنُّ۔ احسان رکھتا ہے	عَلَیْکُمْ۔ تم پر	اَنْ۔ یہ کہ
ھَدٰا۔ ہدایت دی	کُمْ۔ تم کو	لِلْاِیْمَانِ۔ ایمان کی	اِنْ۔ اگر
کُنْتُمْ۔ ہو تم	صٰدِقِیْنَ۔ سچے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰہَ۔ اللہ
یَعْلَمُ۔ جانتا ہے	غَیْبَ۔ غیب	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور
الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور	اللّٰہُ۔ اللہ	بَصِیْرٌ۔ دیکھتا ہے
بِمَا جو تم	تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے ہو۔		

حل لغات نادرہ

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ: سخریہ سے ہے آدمی کا اپنے بھائی کو وقعت کی آنکھ سے نہ دیکھنا اور اسے اس کے مرتبہ سے گرا دینا۔ قَوْم اسم جمع ہے اور اس کا اطلاق، مردوں پہ ہوتا ہے نہ عورتوں اور نہ بچوں پر کیونکہ یہ جمع ہے قائم کی جس طرح صوم صائم اور زائر کی۔

لَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ: ۔ لمز کہتے ہیں زبان سے طعنہ دینے کو

وَلَا تَنَابَزُوْا: ۔ نبز برے نام سے پکارنے کو کہتے ہیں۔

وَلَا تَجَسَّسُوْا: ۔ ماخوذ از جسّ جس کے معنی طلب کے آتے ہیں تو تجسّس کے معنی تفتیش کے ہوئے۔

لَا یَلِتْکُمْ: ۔ ماخوذ از لَاتّ کمی کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے

ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا: ۔ ای لم یشکوا۔ پھر شک نہ کیا انہوں نے

یَمُنُّوْنَ: ۔ منّت سے لیا گیا ہے۔ احسان رکھنے کے معنی دیتا ہے اور منّت ماخوذ ہے منّ سے جس کے معنی قطع کے آتے ہیں۔ چونکہ احسان جتانے سے قطع اجر ہوتا ہے اس لیے منت کو احسان جتانے سے تعبیر کرتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ الحجرات۔ پ ۲۶

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ
ت: مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اے ایمان والو! مرد مردوں پر نہ ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر ہنستے ہیں وہ خدا کے نزدیک ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر وہ ہنستی ہیں وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کے برے نام دھرو ایمان لائے پیچھے فاسق کہلانا کس قدر برا ہے جو ان حرکات سے باز نہ آئیں وہی اللہ کے نزدیک ظالم ہیں۔

آیہ کریمہ میں کردار و اخلاق کی بلندی کی تعلیم دی گئی ہے یہ کام سفلہ خوش پوشاک لوگوں کا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ تمسخر کرنا اور اپنے مقابلہ میں دوسرے کی تذلیل کے درپے ہونا اسلام اس کو پسند نہیں کرتا اسی لیے ارشاد ہوا کہ ایمان والو تمہارا کام تمسخر اور کسی کو ذلیل نظر سے دیکھنے کا نہیں۔ اسی پر آیہ کریمہ ختم کی گئی۔ دوسرے مہذب قوموں کا یہ بھی طریقہ نہیں ہوتا کہ کسی کی برائی کسی کے آگے کریں جس کو غیبت کہا جاتا ہے۔ اور غیبت کی برائی قرآن پاک فرماتا ہے کہ کسی کی غیبت کرنا اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا ہے اگر تمہیں یہ پسند نہیں اور یقیناً پسند نہیں تو غیبت بھی پسند نہ کرو اور اپنے اخلاق کو بلند رکھو چنانچہ ارشاد ہوا

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِہْتُمُوْہُ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۝ اے ایمان والو! لوگوں کی نسبت بہت شک و گمان کرنے سے بچتے رہو کیونکہ بعض شک داخل گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو بھلا تم میں سے کوئی اس بات کو گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے یہ تو یقیناً تم کو گوارا نہیں (تو پھر غیبت کیوں گوارا ہے یہ بھی ایک قسم کا مردار ہے) اور اللہ کے غضب سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

یہ تمام آیتیں اصلاح اخلاق میں ہیں ان کو ایک ہی جگہ سمجھ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلا درجہ بازاری اخلاق کا یہ ہے کہ ہر ایک سے تمسخر کرنا اور اپنے کو بڑا سمجھنا۔ دوسرے طعن و تشنیع تیسرے ہر ایک کا نام بدل کر تذلیل کرنا جیسا کہ بازاری کرتے ہیں کہ فلاں فرعون ہے فلاں گدھا ہے ایسے ذلیل خطاب دوسرے کو دینا یہ بھی اخلاق رذیلہ کا ایک نمونہ ہے چوتھے ہر ایک کی غیبت کرتے رہنا پانچویں ہر ایک کے ساتھ سوء ظن رکھنا کہ فلاں ضرور میرے خلاف یوں یا ایسا ویسا کرے گا۔ چھٹے کسی کے تجسس اور تفحص میں رہنا یہ کہاں اور کیوں جا رہا ہے یہ بات کیوں اور کیا کر رہا تھا؟

یہ چھ چیزیں ہیں۔ کہ اندر ہو جائیں اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے اور وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے والا ہی کہلائے گا۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان آیتوں میں ان چیزوں کا رد فرمایا اور بتایا کہ یہ فسق و فجور اور ذلت اخلاق اور اکل حرام کے مرادف ہے چنانچہ آخری آیت میں اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ فرما کر واضح کر دیا کہ کسی کی طرف سے گمان بد رکھنا گناہ ہے۔ کسی کے پیچھے تجسس اور تفحص کرنا یہ مسلمان کا کام نہیں کسی کی غیبت کرنا یہ مردار خوری کے مترادف ہے اور تمسخر کرنا کسی کو ذلیل کرنے کے لیے القاب بدلنا یہ بازاریوں کے کام ہیں مومن ان صفات ستہ سے ہمیشہ علیحدہ ہی رہے گا اس کے بعد ارشاد ہے

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کر سکو۔ ورنہ اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

آیت کریمہ کا مفہوم منطوق بتا رہا ہے کہ تفاخر بالنسب یہ بھی مومن کی شان نہیں چنانچہ فرما دیا گیا کہ لوگو تمہیں ہم نے ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور مغل۔ پٹھان۔ شیخ۔ مرزا۔ ارائیں۔ کمبوہ وغیرہ یہ شاخیں تمہارے خاندانوں کی رکھیں تاکہ قبائل میں پہچانے جا سکو۔ رہا سید ہونا یہ محض بالنسبۃ الی الرسول موجب فخر ہے ورنہ یہ بھی قبائل کا ایک شعبہ ہے اسی لیے فیصلہ کیا کہ اللہ کے نزدیک اکرم و اشرف تم میں وہ ہے جو اللہ کے حضور خوف و خشیت رکھے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ خوف و خشیت رکھنے والے کون ہیں اور نڈر بے خوف کون۔ آگے ارشاد ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْــٴًـا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ گنوار بولے ہم ایمان لائے آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں گذرا تک نہیں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرو گے تو تمہارے اعمال کے اجر میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوگا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت بنی اسد بن خزیمہ کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی جو خشک سالی کے زمانہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام کا اظہار کیا حالانکہ وہ ایمان نہ لائے تھے ان لوگوں نے مدینہ کے رستہ میں گندگیاں کیں اور وہاں کے بھاؤ گراں کر دیے۔ صبح و شام حضور کی خدمت ... میں آ کر

اپنے اسلام لانے کا احسان جتلاتے اور کہتے کہ ہمیں کچھ دیجئے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی گویا یہ مشرکین ہی کا ایک گروہ تھا جو اپنے کو مسلمان جتا کر دھوکہ دینا چاہتا تھا ان کی بد باطنی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے بازار کی اجناس مسلمانوں پر گراں کر دیں اور مدینہ منورہ کے راستہ میں گندگی پھیلائی اور حاضر خدمت عالی ہو کر اپنے اسلام لانے کا احسان حضور پر جتایا۔

اللہ تعالے نے ان کا پردہ فاش کر دیا اور فرمایا کہ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا یہ بدوی جنگلی آکر عرض کرتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اے حبیب آپ فرما دیں لَمْ تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ زبانی ہم نے اسلام کا اعلان کیا۔ اسی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان کے لیے اقرار باللسان اور تصدیق بالجنان اور تعمیل بالارکان شرط ہے یعنی زبان سے اقرار کرے دل میں اس کی تصدیق ہو اور اعمال صالحہ کرتا رہے تو مومن اسی کو یہاں فرمایا گیا کہ لَمْ تُؤْمِنُوْا تم ہرگز ہرگز ایمان نہیں لائے البتہ یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم نے زبانی اقرار کیا پھر اس کے بعد دوسرا رویہ ان کی بے دینی کا یہ ظاہر ہوا کہ خدمت اقدس میں آئے اور ایسے وقت آئے جبکہ قحط سالی تھی تو عرض کیا کہ ہمیں اوروں کے مقابلہ میں زیادہ دیجئے کیونکہ ہم اول اسلام لائے ہیں اس پر ارشاد ہوا کہ تم مومن نہیں بلکہ محض زبانی اقرار کے مسلمان ہو جو تمہارے کردار اور اخلاق سے واضح ہو رہا ہے اسی لیے وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ فرمایا کہ تمہارے دلوں میں ایمان کہاں سے آ سکتا ہے؟ یاد رکھو جو اللہ اور اس کے رسول کا پیرو ہو جائے اس کے اجر عمل میں ہماری طرف سے کانٹ چھانٹ نہیں ہے مگر ہم جانتے ہیں کہ تم کیسے مسلمان ہو اور کیا عمل کر رہے ہو چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

بے شک ایمان والے وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی قسم کا شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو اپنی دینداری جتلاتے ہو حالانکہ اللہ آسمان اور زمین میں کا سب کچھ جانتا ہے اور اللہ ہر چیز کے حال سے خوف واقف ہے اے محبوب وہ اپنے اسلام لانے کا احسان آپ پر جتلاتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر اسلام

کا احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان و اسلام کی ہدایت بخشی بشرطیکہ تم اپنے دعوی ایمان میں سچے ہو۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہے اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

آیت کریمہ میں پہلے ایمان والوں کی صفت بیان فرمائی اور بتایا کہ ایمان لانے والوں کے دلوں میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی بلکہ وہ اپنے جان و مال سے اسلام پر فدا ہوتے ہیں۔ پھر انہی قبیلے والوں کا حال بتایا جو حضور کی خدمت میں احسان رکھنے کو آئے تھے یعنی قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ فرمایا کہ یہ لوگ جو اسلام کا احسان آپ پر رکھتے ہیں انہیں فرما دیجئے کہ مومن ہمارے اوپر احسان نہیں رکھا کرتا بلکہ اللہ کا احسان مومن پر ہے کہ اس نے ہدایت دی اور اسلام کی توفیق بخشی اگر تم بھی سچے ہوتے تو ایسا احسان نہ رکھتے اور اخیر میں فرمایا کہ اللہ آسمانوں اور زمین کے تمام غیوب پر حادی ہے اور جو کچھ تم عمل کر رہے ہو اسے بھی دیکھ رہا ہے جس کے معنی واضح ہیں کہ تمہارا اسلام لانا اور دعوٰی اسلام کرنا محض دکھلاوا ہے جس کی حقیقت خداوند کریم پر روشن ہے۔

سورۃ قٓ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ قٓ ۔ پ ۲۶

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۚ
بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۚ
ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۚ
قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۚ

اے قمر اسلام شب کفر میں
ہمیں قرآن مجید کی قسم ہے کہ آپ ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں مگر ان کافروں کو اس سے تعجب ہوا کہ ان میں ایک ڈر سنانے والا انکے پاس پیغمبر بن کر آیا تو یہ کافر کہنے لگے یہ تو عجیب بات ہے کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے تو لوٹنا بعید از عقل ہے مردوں کے جن اجزا کو مٹی کھاتی اور کم کرتی ہے ہم کو تو معلوم ہی ہے اور ہمارے پاس کتاب (لوح محفوظ

بھی موجود ہے) اور اس میں ذرہ ذرہ لکھا ہوا ہے۔

بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي
أَمْرٍ مَّرِيجٍ ۝

مگر ان لوگوں کو ایک حق بات پہنچی تو اسے جھٹلا بیٹھے تو وہ ایسی بات میں الجھ رہے (مذبذب) ہیں جس کو قرار نہیں۔

أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ
بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ۝

کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نظر بھر کر نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے اور ستاروں سے اس کو سجایا اور اس میں کہیں درز کا نام نہیں۔

وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا
رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ
بَهِيجٍ ۝
تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس کے اندر بھاری بوجھل پہاڑ پہاڑ کے لنگر ڈال دیے اور سب طرح کی خوشنما چیزیں (یعنی ہر بارونق جوڑا) اگایا تاکہ جتنے بندے ہماری طرف رجوع لانے والے ہیں وہ ہماری قدرت کا تماشہ دیکھیں اور عبرت پکڑیں۔

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا
فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝
وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ ۝

اور ہم نے آسمان سے برکت کا پانی اتارا اور اس کے ذریعہ باغ اگائے اور کھیتی کا اناج۔ اور لمبی لمبی کھجوریں جن کی کھرٹیں خوب گتھی ہوئی ہوتی ہیں۔

رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً
مَّيْتًا كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ ۝

بندوں کی روزی کے لیے اور ہم نے مینہ کے ذریعہ مری ہوئی بستی کو جلا اٹھایا اسی طرح قیامت کے دن لوگوں کو قبروں سے نکلنا ہوگا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ
الرَّسِّ وَثَمُودُ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ
وَإِخْوَانُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ
وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ
فَحَقَّ وَعِيدِ ۝

ان لوگوں سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور کنوئیں والوں نے اور ثمود وعاد فرعون اور قوم لوط نے اور بن کے رہنے والوں اور قوم تبع نے ان سب ہی نے اپنے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہمارا وعدہ عذاب ان کے

اَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝

حق میں پورا ہوا۔
کیا ہم اول بار پیدا کرنے میں تھک گئے (کہ قیامت کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکیں گے) نہیں بلکہ یہ لوگ از سرِ نو پیدا کرنے کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

حلِ لُغات

قٓ۔ اے قمرِ اسلام شبِ کفر میں		وَ۔ قسم ہے	الْقُرْاٰنِ۔ قرآن
الْمَجِیْدِ۔ بزرگ کی	بَلْ۔ بلکہ	عَجِبُوْا۔ تعجب کیا انہوں نے	اَنْ۔ یہ کہ
جَآءَ۔ آیا	هُمْ۔ ان کے پاس	مُنْذِرٌ۔ ڈرانے والا	مِّنْهُمْ۔ انہی میں سے
فَقَالَ۔ تو کہا	الْكٰفِرُوْنَ۔ کافروں نے	هٰذَا۔ یہ	شَیْءٌ۔ چیز
عَجِیْبٌ۔ عجیب ہے	ءَ۔ کیا	اِذَا۔ جب	مِتْنَا۔ ہم مرجائیں گے
وَ۔ اور	كُنَّا۔ ہوجائیں گے	تُرَابًا۔ مٹی	ذٰلِكَ۔ یہ
رَجْعٌ۔ لوٹنا ہے	بَعِیْدٌ۔ دور کی بات	قَدْ۔ بیشک	عَلِمْنَا۔ ہم نے جانا
مَا۔ جو	تَنْقُصُ۔ کم کرتی ہے	الْاَرْضُ۔ زمین	مِنْهُمْ۔ ان میں سے
وَ۔ اور	عِنْدَنَا۔ ہمارے پاس	كِتٰبٌ۔ کتاب ہے	حَفِیْظٌ۔ نگہبان
بَلْ۔ بلکہ	كَذَّبُوْا۔ انہوں نے جھٹلایا	بِالْحَقِّ۔ حق کو	لَمَّا۔ جب
جَآءَ۔ آیا	هُمْ۔ انکے پاس	فَهُمْ۔ تو وہ	فِیْ۔ بیچ
اَمْرٍ۔ کام کے	مَّرِیْجٍ۔ متردد ہیں	اَفَلَمْ۔ تو کیا نہ	یَنْظُرُوْا۔ دیکھا انہوں نے
اِلَى۔ طرف	السَّمَآءِ۔ آسمان کی	فَوْقَهُمْ۔ اپنے اوپر	كَیْفَ۔ کس طرح
بَنَیْنٰهَا۔ ہم نے بنایا اسکو	وَ۔ اور	زَیَّنّٰا۔ زینت دی	هَا۔ اس کو
وَ۔ اور	مَا۔ نہیں	لَهَا۔ اس میں	مِنْ فُرُوْجٍ۔ کوئی درز
وَ۔ اور	الْاَرْضَ۔ زمین کو	مَدَدْنَا۔ پھیلایا	هَا۔ ہم نے
وَ۔ اور	اَلْقَیْنَا۔ ڈالے	فِیْهَا۔ اس میں	رَوَاسِیَ۔ لنگر

وَ۔ اور اَنْۢبَتْنَا۔ اگائے ہم نے فِیْهَا۔ اس میں مِنْ كُلِّ۔ ہر طرح کے
زَوْجٍ۔ جوڑے بَهِيْجٍ۔ بارونق تَبْصِرَةً۔ دیکھنے کے لیے وَّ۔ اور
ذِكْرٰى۔ نصیحت ہے لِكُلِّ۔ واسطے ہر ایک عَبْدٍ۔ بندے مُّنِيْبٍ۔ رجوع کرنیوالے کے
وَ۔ اور نَزَّلْنَا۔ اتارا ہم نے مِنَ السَّمَآءِ۔ بلندی سے مَآءً۔ پانی
مُّبٰرَكًا۔ برکت والا فَاَنْۢبَتْنَا۔ تو اگائے ہم نے بِهٖ۔ اس سے جَنّٰتٍ۔ باغ
وَّ۔ اور حَبَّ۔ دانے الْحَصِيْدِ۔ کٹنے والے وَ۔ اور
النَّخْلَ۔ کھجوریں بٰسِقٰتٍ۔ بلند لَّهَا۔ ان کے طَلْعٌ۔ خوشے ہیں
نَّضِيْدٌ۔ تہ بہ تہ رِّزْقًا۔ رزق لِّلْعِبَادِ۔ بندوں کے لیے وَ۔ اور
اَحْيَيْنَا۔ زندہ کیا ہم نے بِهٖ۔ اس سے بَلْدَةً۔ شہر مَّيْتًا۔ مردہ کو
كَذٰلِكَ۔ اسی طرح الْخُرُوْجُ۔ نکلنا ہے كَذَّبَتْ۔ جھٹلایا قَبْلَهُمْ۔ ان سے پہلے
قَوْمُ۔ قوم نُوْحٍ۔ نوح نے وَّ۔ اور اَصْحٰبُ الرَّسِّ۔ کنویں
والوں نے وَ۔ اور ثَمُوْدُ۔ ثمود نے وَ۔ اور
عَادٌ۔ عاد وَّ۔ اور فِرْعَوْنُ۔ فرعون وَ۔ اور
اِخْوَانُ۔ بھائیوں لُوْطٍ۔ لوط نے وَ۔ اور اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ۔ بن کے
رہنے والوں نے وَ۔ اور قَوْمُ۔ قوم تُبَّعٍ۔ تبع نے
كُلٌّ۔ سب نے كَذَّبَ۔ جھٹلایا الرُّسُلَ۔ پیغمبروں کو فَحَقَّ۔ تو حق ہوا
وَعِيْدِ۔ میرے عذاب کا وعدہ اَفَعَيِيْنَا۔ کیا ہم تھک گئے بِالْخَلْقِ۔ پیدائش
الْاَوَّلِ۔ پہلی سے بَلْ۔ بلکہ هُمْ۔ وہ فِيْ۔ بیچ
لَبْسٍ۔ شک کے ہیں مِّنْ خَلْقٍ۔ پیدائش جَدِيْدٍ۔ نئی سے۔

حلِ لغاتِ نادرہ

رَجْعٌ۔ لوٹ کر پیدا ہونا عقلاً بعید ہے۔
مَرِيْجٍ: کہتے ہیں مضطرب کو جسے قرار نہ ہو یعنی یہ کافر اس معاملہ میں مذبذب ہیں۔
فُرُوْجٍ:۔ جمع فرج کی جس کے معنی دراڑ (درز) کے ہیں۔

بَهِيج: خوشگوار
حَبَّ الْحَصِيْدِ: کھیتی کا اناج
بَاسِقَاتٍ: جمع بَاسِقَۃ ماخوذ از بسق۔ اونچا اور لمبا ہونے کو کہتے ہیں
طَلْعٌ نَّضِيْدٌ: طلع خوشہ۔ نضید اوپر تلے ہونا۔ حاصل معنی خوشہ بھرا ہوا
اَفَعَيِيْنَا: عی کہتے ہیں تھکنے کو
لَبْسٍ: بمعنی شک

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ قٓ پ ۲۶

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ۔ اے قمر اسلام۔ قسم ہے قرآن مجید کی
یہاں قٓ حروف مقطعات سے ہے جس کے معنی مفسرین اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ کہہ کر آگے شروع ہو جاتے ہیں معنی حقیقی تو یقیناً اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے مگر معنی تاویلی اس کے ہو سکتے ہیں کہ حضور کی ذات سے ظلمت شرک مٹی اور شب دیجور کفر میں روشنی اسلام آئی اور وہ حضور کی ذات تھی جس نے یہ روشنی پھیلائی تو آپ اسلام کے قمر لازماً ہوئے اس اعتبار سے ہم نے اسکے معنی اے قمر اسلام کیے۔

وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ یہ قرآن کریم کو مقسم بہ بنایا گیا اور اس کی قسم یاد فرمائی پھر کفار کے اعتراضی پہلو کو دکھایا جو انھوں نے کیا کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو یہ عجیب و غریب بات ہے کہ پھر زندہ کیسے جائیں گے یہ عقلاً بعید ہے۔ حالانکہ رجع بعید جب ہو سکتا تھا جبکہ اس پر نظائر نہ پیش کیے گئے ہوں۔ آگے کی آیت میں بتایا گیا ہے کہ میت کے جسم سے جو چیز ضائع ہوتی ہے اور مٹی میں مل جاتی ہے اس کا حساب ہمارے پاس کتاب حفیظ میں ہے جسے لوح محفوظ کہا جاتا ہے تو ذرہ ذرہ عالم کا علم اللہ میں ہے اور جو شے علم اللہ میں ہے اس کے لانے اور لوٹانے پر وہ قادر علی الاطلاق ہے پھر اس پر نظیر پیش کی جس میں یہ مذبذب تھے اور ارشاد ہوا۔

بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ۝ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِیْظٌ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِیْۤ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ ۝ اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا

مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۝ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝

بلکہ انہیں اس کا اچنبا ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا تو کافر بولے یہ تو عجیب بات ہے کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے پھر پلٹ کر خلاف عقل آئیں گے یہ پلٹنا عقل سے بعید ہے ہم جانتے ہیں جو کچھ زمین ان مردوں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس کتاب لوح محفوظ بھی موجود ہے اور اس میں ذرہ ذرہ لکھا ہوا ہے مگر ان لوگوں کو ایک حق بات پہنچی تو اسے جھٹلایا تو وہ ایسی بات ہیں مذبذب ہیں جسکو قرار نہیں۔ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نظر بھر کر نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور ستاروں سے اس کو سجایا اور اس میں دراڑ کا کہیں نام تک نہیں اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس کے بھاری بوجھل پہاڑوں کے لنگر ڈالے ہر قسم کے خوشگوار جوڑے اس میں اگائے اور ہم نے آسمان سے برکت کا پانی آتارا اور اپنے بندوں کو روزی دینے کے لیے اس پانی کے ذریعہ باغ اگائے اور کھیتی کا اناج اور لمبی لمبی کھجوریں جن کی کھڑیں خوب گتھی ہوئی ہیں اور ہم نے پانی کے ذریعہ مری ہوئی (یعنی بنجر زمین) بستی کو جلا اٹھایا اور اسی طرح قیامت کے دن لوگوں کو قبروں سے نکلنا ہوگا۔

آیات کریمہ کا مفہوم منطوق اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ وہ گٹھلی اور بیج جسے خاک میں ملا دیا جاتا ہے اسی سے سبز کونپلیں نکلتی ہیں اور وہ چند دن میں سرسبز و شاداب درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے حتی کہ پھل پھول دینے لگتا ہے تو اگر یہ چیزیں مٹی میں ملا کر سرسبز و شاداب کرنے پر جو قادر ہے وہ میت کو خاک میں ملا کر پھر دوبارہ زندہ کرنے پر کیوں نہ قادر ہوگا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا کہہ کر جو رجع بعید اور استبعاد عقلی دوبارہ زندہ ہونے پر لاتے ہیں یہ ان کی جہالت ہے اس لیے کہ میت تو پھر بھی جاندار تھی اور گٹھلی تو اول ہی سے بے جان ہے تو جب بے جان کو خاک میں ملا کر سرسبز و شاداب کر دینا اور اس سے پھل پھول نکالنا اللہ کے قبضہ قدرت میں ہوا تو میت کو نکالنا اور زندہ کر دینا کیوں خلاف عقل ہے؟

پھر اس کے ساتھ دوسری نظیر دی کہ ہم نے جو آسمان بنایا اس میں کوئی جوڑ ایسا نہیں جس میں کوئی شگاف ہو تو یہ خلافِ عقل ہی ہے کہ ننھاسے ذرے سے بھی بڑے عریض و طویل چھت بنا دینا اور اس میں

کوئی درز نہ ہوتا اور جوڑ کا نشان تک نہ ملتا یہ عقل کے کہاں مطابق ہے مگر ظاہر ہے کہ جو خالق عقل ہے اس کے کمال قدرت سے یہ چیز بھی بعید نہیں۔

پھر فرمایا کہ ہم بلندی سے برکت والا پانی برساتے ہیں عام اس سے کہ وہ آسمان سے ہو یا کسی اور طرح بہرحال سَما بلندی کو کہتے ہیں تو بلندی سے پانی کا برسنا یہ مِنَ السَّمَا ہو گیا اور اس کو برکت والا فرمانا قدرت کاملہ کا دخل دکھلانا ہے تو اسے بنجر اور مردہ زمین پر جب برسایا گیا تو اس سے باغ سرسبز و شاداب ہوئے اور لوگوں کی غذا کے لیے غلہ پیدا ہوا اور قدرتی حلوہ کھجور کی نازک تھیلیوں میں بھرا ہوا نکلا یہ سب چیزیں مٹی میں سے آئیں اور برکت والے پانی نے اسے اگایا اور بندوں کے لیے رزق بنایا اور وہ زمین جو مردہ تھی جس پر سبزہ نہ تھا اس کو زندہ کیا اور سرسبز و شاداب فرما دیا یہی وجہ ہے کہ ارباب لغت نے بلدۃ میتۃ کو زندہ کر دینے کے معنی میں موت کو عدم تخفر کے معنی میں بھی لیا اور بتایا کہ زمین کی موت عدم تخفر ہے اور اس کی زندگی اس کا سرسبز و شاداب ہونا ہے۔

راغب اصفہانی نے مفردات میں موت کو متعدد معنی میں لیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ اَنْوَاعُ الْمَوْتِ بِحَسْبِ اَنْوَاعِ الْحَیَاتِ۔

فَالْاَوَّلُ مَا هُوَ بِاِزَاءِ الْقُوَّةِ النَّامِيَةِ الْمَوْجُوْدَةِ فِي الْاِنْسَانِ وَالْحَيَوَانَاتِ وَالنَّبَاتِ نَحْوُ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ اَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا۔

اَلثَّانِيْ زَوَالُ الْقُوَّةِ الْحَاسَّةِ قَالَ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا۔

اَلثَّالِثُ زَوَالُ الْقُوَّةِ الْعَاقِلَةِ وَهِيَ الْجَهَالَةُ نَحْوُ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ۔ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔

اَلرَّابِعُ الْحُزْنُ الْمُكَدِّرُ لِلْحَيَاةِ وَاِيَّاهُ قَصَدَ بِقَوْلِهٖ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ۔

اَلْخَامِسُ الْمَنَامُ فَقِيْلَ النَّوْمُ مَوْتٌ خَفِيْفٌ وَالْمَوْتُ نَوْمٌ ثَقِيْلٌ وَعَلٰى هٰذَا النَّحْوِ سَمَّاهُمَا اللّٰهُ تَوَفِّيًا فَقَالَ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا وَقَوْلُهٗ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا الخ

راغب نے پانچ موقعوں پر لفظ موت کے معنی پیش کیے۔

۱ عدم تخفر۔ ۲ زوال عقل۔ ۳ زوال قوت حاسہ۔ ۴ ایسا غم جو زندگی کو مکدر کر دینے والا ہو ۵ اور نیند

تو معلوم ہوا کہ سبزہ نہ اگنا زمین کی موت ہے اور اس کا سرسبز و شاداب ہونا اس کی زندگی ہے

بہرحال یُحیِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کر دینے کے معنی میں استعمال کیا گیا اور وہ کافر جو حسد و عناد میں جل رہے تھے ان کو بھی مردہ کہہ کر اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی فرمایا گیا حالانکہ وہ زندہ تھے مگر حسد و عناد کی آگ میں وہ اتنے جل رہے تھے کہ حضور کی حق بات کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے تو فرما دیا گیا کہ آپ اپنی آواز انہیں نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ یہ بہرے گونگے ہیں اور ایک جگہ اندھا بھی فرمایا۔ بہرحال قرآن کریم نے دلیل عقلی کے ساتھ مٹی میں مل کر زندہ ہونا ثابت فرمایا اور جو اسے تسلیم نہ کرے اسے مردہ کہا۔ آگے ارشاد ہے۔

کَذَّبَتْ قَبْلَہُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ وَعَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ وَّ اَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ کُلٌّ کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ ہ اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ ہُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۔

ان سے پہلے نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور خندق والوں نے اور ثمود۔ عاد اور فرعون اور قوم لوط نے اور بن کے رہنے والے اور تبع کے لوگوں نے ان سب ہی نے اپنے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہمارا وعدۂ عذاب ان کے حق میں پورا ہوا کیا ہم اول بار پیدا کرنے میں تھک گئے (کہ قیامت کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتے) نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ (خلاف عادت) از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

تو جھٹلانے والے جھٹلاتے رہے مگر قادر علی الاطلاق اپنی قدرت کاملہ کا ظہور فرماتا رہا اور اہل ایمان اس پر یقین کرتے رہے۔ قوم نوح پر طوفان آیا۔ اصحاب رس۔ یہ ایک کنویں کے پاس رہتے تھے۔ بت پرستی کیا کرتے تھے یہ کنواں دھنسا اور ان کے اموال و عیال سب تباہ ہو گئے۔ قوم عاد وغیرہ کے تذکرے سورۂ فرقان حجر اور دخان میں تفصیل کے ساتھ گزر چکے ہیں۔

کُلٌّ کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ میں فرمایا گیا کہ سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہماری وعید عذاب ان پر پوری ہوئی اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ الخ کہ اللہ تعالیٰ کو جو کسی تخلیق میں تھکا ہوا مانے وہ بے ایمان اور جو شبہ میں رہے وہ بھی بے ایمان ہے۔ وہ خلق جدید اور خلق اول دونوں پر بلا شبہ قادر ہے۔

بامحاورہ ترجمہ پندرھواں رکوع سورۃ ق۔ پ ۲۶

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ٥

اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسے اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم اس کی طرف قریب ہیں دل کی رگ سے بھی زیادہ۔

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ٥

جب اس سے لیتے ہیں دو لینے والے ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ٥

کوئی بات وہ زبان سے نہیں کہتا مگر اس کے قریب ایک محافظ بیٹھا ہوا ہے۔

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ٥

اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے وہ بھاگتا تھا۔

وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ٥

اور صور پھونکا گیا یہ ہے دن وعدے کا۔

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ٥

اور آئے گی ہر جان اس کے ساتھ ہانکنے والا اور گواہ ہوگا۔

لَقَدْ كُنْتَ فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ٥

بے شک تو غفلت میں تھا اس سے تو کھول دیا ہم نے تجھ سے تیرا پردہ تو آج کے دن تیری آنکھ تیز ہے۔

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَىَّ عَتِيْدٌ ٥

اور کہے گا اس کا ہم نشین فرشتہ یہ ہے جو میرے پاس حاضر ہے۔

اَلْقِيَا فِىْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ٥

حکم ہوگا کہ دونوں کو جہنم میں ڈال دو سرکش اور ہٹ دھرم کو۔

مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ٥

جو بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا ہے۔

الَّذِىْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ

جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا مانا تو ڈال دیا

فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ ○
اسے سخت عذاب میں۔

قَالَ قَرِیْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَیْتُهٗ وَلٰکِنْ کَانَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ ○
کہے گا اس کا ساتھی شیطان اے میرے رب میں نے اسے نافرمان نہیں کیا لیکن یہ خود ہی دور کی گمراہی میں تھا۔

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْکُمْ بِالْوَعِیْدِ ○
فرمایا جائے گا مت جھگڑا کرو ہمارے حضور بے شک میں پہلے ہی تمہیں ڈر سنا چکا تھا۔

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ○
نہیں بدلا جاتا میرا فرمان اور نہیں ہوں ظلم کرنے والا اپنے بندوں پر۔

حلِ لغات

وَ۔ اور	لَقَدْ۔ بیشک	خَلَقْنَا۔ پیدا کیا ہم نے	اَلْاِنْسَانَ۔ انسان کو
وَ۔ اور	نَعْلَمُ۔ ہم جانتے ہیں	مَا۔ جو	تُوَسْوِسُ۔ وسوسہ ڈالتا ہے
بِہٖ۔ اسکو	نَفْسُهٗ۔ اس کا نفس	وَ۔ اور	نَحْنُ۔ ہم
اَقْرَبُ۔ زیادہ قریب ہیں	اِلَیْہِ۔ اس کی طرف	مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ شاہ رگ سے بھی	
اِذْ۔ جب	یَتَلَقَّی۔ ملتے ہیں	اَلْمُتَلَقِّیٰنِ۔ دو ملنے والے	عَنِ الْیَمِیْنِ۔ دائیں سے
وَ۔ اور	عَنِ الشِّمَالِ۔ بائیں سے	قَعِیْدٌ۔ بیٹھے ہوئے	مَا۔ نہیں
یَلْفِظُ۔ بولتا	مِنْ قَوْلٍ۔ کوئی لفظ	اِلَّا۔ مگر	لَدَیْہِ۔ اس کے پاس
رَقِیْبٌ۔ نگہبان ہیں	عَتِیْدٌ۔ تیار	وَ۔ اور	جَآءَتْ۔ آئی
سَکْرَةُ۔ بیہوشی	الْمَوْتِ۔ موت کی	بِالْحَقِّ۔ ساتھ حق کے	ذٰلِکَ۔ یہ
مَا۔ وہ ہے جو	کُنْتَ۔ تو تھا	مِنْہُ۔ اس سے	تَحِیْدُ۔ بھاگتا
وَ۔ اور	نُفِخَ۔ پھونکا گیا	فِی۔ بیچ	الصُّوْرِ۔ صور کے
ذٰلِکَ۔ یہ	یَوْمُ۔ دن ہے	الْوَعِیْدِ۔ عذاب کے وعدے کا	وَ۔ اور
جَآءَتْ۔ آئے گا	کُلُّ۔ ہر	نَفْسٍ۔ آدمی	مَعَهَا۔ اسکے ساتھ
سَآئِقٌ۔ ہانکنے والا	وَّ۔ اور	شَهِیْدٌ۔ گواہ ہوگا	لَقَدْ۔ بیشک

كُنْتَ۔تھا تو	فِیْ۔بیچ	غَفْلَۃٍ۔غفلت کے	مِّنْ ھٰذَا۔اس سے
فَکَشَفْنَا۔تو ہم نے کھولا	عَنْکَ۔تجھ سے	غِطَآءَ۔پردہ	کَ۔تیرا
فَبَصَرُ۔تو نظر	کَ۔تیری	اَلْیَوْمَ۔آج کے دن	حَدِیْدٌ۔تیز ہے
وَ۔اور	قَالَ۔کہیگا	قَرِیْنُہٗ۔اس کا ساتھی	ھٰذَا۔یہ ہے
مَا۔جو	لَدَیَّ۔میرے پاس	عَتِیْدٌ۔تیار ہے	اَلْقِیَا۔ڈال دو
فِیْ۔بیچ	جَھَنَّمَ۔جہنم کے	کُلَّ۔ہر ایک	کَفَّارٍ۔کافر
عَنِیْدٍ۔ضدی کو جو	مَنَّاعٍ۔منع کرنے والا ہے	لِّلْخَیْرِ۔بھلائی سے	مُعْتَدٍ۔حد سے بڑھنے والا
مُّرِیْبٍ۔شک کرنے والا ہے	الَّذِیْ۔وہ جس نے	جَعَلَ۔بنایا	مَعَ۔ساتھ
اللّٰہِ۔اللہ کے	اِلٰھًا۔معبود	اٰخَرَ۔دوسرا	فَاَلْقِیٰہُ۔تو ڈالو اسکو
فِیْ۔بیچ	الْعَذَابِ۔عذاب	الشَّدِیْدِ۔سخت کے	قَالَ۔کہیگا
قَرِیْنُہٗ۔اس کا ساتھی	رَبَّنَا۔اے ہمارے رب	مَا۔نہیں	اَطْغَیْتُہٗ۔سرکش بنایا میں نے اسکو
وَ۔اور	لٰکِنْ۔لیکن	کَانَ۔تھا	فِیْ۔بیچ
ضَلٰلٍ۔گمراہی	بَعِیْدٍ۔دور کے	قَالَ۔کہیگا	لَا۔نہ
تَخْتَصِمُوْا۔جھگڑو	لَدَیَّ۔میرے پاس	وَ۔اور	قَدْ۔بیشک
قَدَّمْتُ۔آگے بھیجے ہیں نے	اِلَیْکُمْ۔تمہاری طرف	بِالْوَعِیْدِ۔عذاب کے وعدے	مَا۔نہیں
یُبَدَّلُ۔بدلی جاتی	الْقَوْلُ۔بات	لَدَیَّ۔میرے پاس	وَ۔اور
مَا۔نہیں	اَنَا۔میں	بِظَلَّامٍ۔ظلم کرنے والا	لِّلْعَبِیْدِ۔بندوں پر

حل لغات نادرہ

عَتِیْدٌ۔آمادہ۔تیار۔ کُنْتَ تَحِیْدُ تو گریز کرتا تھا۔ حَدِیْدٌ بہت تیز ہے۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ قٓ۔ پ ۲۶

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِہٖ نَفْسُہٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ

الْوَرِيْدِ۔ اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم اس کے دلی خیالات تک سے واقف ہیں۔
اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں مگر اس کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔
آیت کریمہ میں اللہ تعالے نے انسان کی پیدائش کو اپنی طرف منسوب فرمادیا اور بتایا کہ اس کے پیدا کرنے کے بعد جو کچھ توسوس اس کا نفس لاتا ہے اسے بھی ہم خوب جانتے ہیں اور اپنا قرب وَرِید سے بھی زیادہ قریب بتایا۔ وَرِید وہ رگ ہے جو انسان کے گلے میں ہے جس سے خون تمام جسم میں پھیلتا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ انسان کے اعضاء و اجزاء ایک دوسرے سے پردہ میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پردہ میں نہیں ہے آگے ارشاد ہے۔
اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔ جب اس کی باتیں لیتے ہیں دو لینے والے ایک داہنے بیٹھا ہے اور ایک بائیں کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔
داہنی طرف والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف برائیاں اس میں اس امر کا بھی اظہار ہے کہ اللہ تعالےٰ فرشتوں کے لکھنے سے بھی مستغنی ہے وہ اخفی الخفیات کا جاننے والا اور خطرات نفس تک اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں فرشتوں کی کتابت حسب اقتضائے حکمت ہے کہ روز قیامت نامہ اعمال ہر شخص کے اس کے ہاتھ میں دے دیے جائیں انسان خواہ کسی حال میں ہو سوائے قضائے حاجت اور وقت جماع کے یہ فرشتے آدمی کے [illegible] ان دونوں میں آدمی کو بولنا جائز نہیں تاکہ فرشتوں کو اس حالت میں لکھنے سے تکلیف نہ ہو۔ یہ فرشتے آدمی کی ہر بات لکھتے ہیں۔ بیماری میں کراہنا تک بھی۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف وہی چیزیں لکھتے ہیں جن میں اجر و ثواب اور گرفت و عذاب ہو۔ امام بغوی نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ جب آدمی ایک نیکی کرتا ہے تو داہنی طرف والا فرشتہ دس نیکیاں لکھتا ہے تو جب بدی کرتا ہے تو داہنی طرف والا فرشتہ بائیں طرف والے سے کہتا ہے کہ ابھی توقف کر شاید یہ شخص استغفار کرلے۔
منکرین بعث کا رد فرمانے اور اپنی قدرت و علم سے ان پر حجتیں قائم کرنے کے بعد انہیں بتایا جاتا ہے کہ وہ جس چیز کا انکار کر رہے ہیں وہ عنقریب ان کی موت اور قیامت کے وقت پیش آنے والی ہے اور صیغۂ ماضی سے اس کی آمد کی تعبیر فرما کر اس کے قرب کا اظہار کیا جاتا ہے اب آگے ارشاد ہے۔

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝ اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ اور صور پھونکا گیا یہ ہے وعدۂ عذاب کا دن۔

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝ اور ہر جان یوں حاضر ہوئی کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ ہے بے شک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

موت کی سختی یقیناً عقل و حواس کو مختل کر دیتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جس سے انسان گھبراتا اور بھاگتا ہے مگر اس کا بھاگنا اور گھبرانا بے کار ہے یہ آتی ہے اور ضرور آتی ہے اور اس کے بعد بعثت کو ظاہر فرمایا وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور جب نفخۂ صور ہوگا تو اس میں زندہ ہو کر سب کو سامنے آنا ہے اسی کو فرمایا ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ اور یہی وہ دن ہے جس دن وہ اٹھے اور اس کے ساتھ اس کا ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ ہوگا اس کو فرمایا کہ تو اس سے غفلت میں تھا تو اس دن اس کی غفلت کا پردہ اٹھا دیا جائے گا اور اس کی نظر اتنی تیز ہو جائے گی کہ وہ ساری حقیقتیں دیکھ اور سمجھ لے گا۔

وَقَالَ قَرِيْنُهُ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۔ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۨالَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۔ قَالَ قَرِيْنُهُ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهُ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۔ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ۔ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۔

اور اس کا ہمنشین فرشتہ کہے گا اس کا نامۂ اعمال میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے اس پر ہم اپنے فرشتوں کو حکم دیں گے کہ بچنے کا نیکی سے روکنے والے حد عبودیت سے بڑھے ہوئے ہیں دین میں شکوک پیدا کرنے والے ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرے دوسرے معبود ٹھہراتے تھے ان سب کو جہنم میں جھونک دو اور اس مجرم کو بھی سخت عذاب میں لے جا کر ڈال دو۔ پھر اس کا ساتھی شیطان عرض کرے گا اے ہمارے پروردگار میں نے اس کو سرکش نہیں بنایا بلکہ یہ از خود پرلے درجہ کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔ اس پر خداوند کریم فرمائیں گے کہ ہمارے حضور میں ایسے رگڑے جھگڑے کی باتیں نہ کرو اور ہم تو تم کو پہلے ہی سے اپنے عذاب کا ڈر سنوا چکے ہیں ہمارے ہاں جو ایک بات قرار پا چکی ہے پھر نہیں بدلا کرتی۔ اور ہم تو بندوں پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتے۔

آیت کا مفہوم منطوق واضح ہے مزید وضاحت کی حاجت نہیں۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع پ۲۶ سورہ ق

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ٥

جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی، وہ عرض کرے گی کچھ اور زیادہ ہے

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ٥

اور پاس لائی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے کہ ان سے دور نہ ہوگی۔

هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ

یہ ہے وہ جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو ہر رجوع لانیوالے نگہداشت والے کے لیے۔

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ٥

جو رحمان سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا۔

ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ٥

ان سے فرمایا جائے گا جنت میں جاؤ سلامتی کے ساتھ یہ ہمیشگی کا دن ہے۔

لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ٥

ان کے لیے ہے اس میں جو چاہیں اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُم بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِن مَّحِيصٍ ٥

اور ان سے پہلے ہم نے کتنی سنگتیں ہلاک فرما دیں کہ گرفت میں ان سے سخت تھیں تو شہروں میں کاوشیں کیں ہے کہیں بھاگنے کی جگہ۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ٥

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ ۔

اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور تکان ہمارے پاس نہ آئی۔

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ

تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے

الْغُرُوْبِ ۝	پہلے اور ڈوبنے سے پہلے۔
وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝	اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد۔
وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝	اور کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا ایک پاس جگہ سے۔
يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝	جس دن چنگھاڑ سنیں گے حق کے ساتھ۔ یہ دن ہے قبروں سے باہر آنے کا۔
اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝	بے شک ہم جلائیں اور ہم ماریں اور ہماری طرف پھرنا ہے۔
يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝	جس دن زمین ان سے پھٹے گی تو جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے یہ حشر ہے ہم کو آسان۔
نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝	ہم خوب جان رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں تو قرآن سے نصیحت کرو اسے جو میری دھمکی سے ڈرے

حل لغات تیسرا رکوع پ ۲۶ سورہ ق

يَوْمَ۔ جس دن	نَقُوْلُ۔ ہم کہیں گے	لِجَهَنَّمَ۔ دوزخ کو	هَلْ۔ کیا
امْتَلَأْتِ۔ تو بھر گئی	وَ۔ اور	تَقُوْلُ۔ کہے گی	هَلْ۔ کیا
مِنْ۔ کچھ	مَزِيْدٍ۔ اور بھی ہے	وَ۔ اور	اُزْلِفَتِ۔ قریب کی جائیگی
الْجَنَّةُ۔ جنت	لِلْمُتَّقِيْنَ۔ پرہیزگاروں کیلئے	غَيْرَ۔ نہیں ہو گی	بَعِيْدٍ۔ دور
هٰذَا۔ یہ ہے	مَا۔ جو	تُوْعَدُوْنَ۔ وعدہ دیے جاتے ہو تم	
لِكُلِّ۔ واسطے ہر ایک	اَوَّابٍ۔ رجوع کرنے والے	حَفِيْظٍ۔ نگہداشت والے کیلئے	مَنْ۔ جو
خَشِيَ۔ ڈرا	الرَّحْمٰنَ۔ رحمان سے	بِالْغَيْبِ۔ بن دیکھے	وَ۔ اور
جَآءَ۔ لایا	بِقَلْبٍ۔ دل	مُّنِيْبٍ۔ رجوع کرنے والا	ادْخُلُوْا۔ داخل ہو جاؤ

ھٰا - اس میں | بسلٰم - سلامتی سے | ذلک - یہ ہے | یوم - دن
الخلود - ہمیشہ کا | لھم - ان کے لیے ہے | ما - جو | یشاءون - چاہیں گے
فیھا - اس میں | و - اور | لدینا - ہمارے پاس | مزید - زیادہ بھی ہے
و - اور | کم - کتنے ہی | اھلکنا - ہلاک کیے ہم نے | قبلھم - ان سے پہلے
من قرن - زمانے | ھم - وہ | اشد - زیادہ سخت تھے | منھم - ان سے
بطشا - پکڑ میں | فنقبوا - پھر پھرے وہ | فی - بیچ | البلاد - شہروں کے
ھل - کیا | من محیص - پائی کوئی پناہ کی جگہ | ان - بیشک
فی - بیچ | ذالک - اس کے | لذکرٰی - نصیحت ہے | لمن - اسکے لیے
کان - ہو | لہٗ - اس کے لیے | قلب - دل | او - یا
القی - ڈالے | السمع - کان | و - اور | ھو - وہ ہو
شھید - حاضر | و - اور | لقد - بیشک | خلقنا - پیدا کیا ہم نے
السموات - آسمانوں | و - اور | الارض - زمین کو | و - اور
ما - جو | بینھما - انکے درمیان ہے | فی - بیچ | ستۃ - چھ
ایام - دنوں کے | و - اور | ما - نہ | مسنا - پہنچی
من لغوب - کوئی تھکاوٹ | فاصبر - تو صبر کر | علی - اوپر | ما - اسکے جو
یقولون - کہتے ہیں | و - اور | سبح - تسبیح بیان کر | بحمد - ساتھ حمد
ربک - رب اپنے کے | قبل - پہلے | طلوع - طلوع ہونے | الشمس - سورج کے
و - اور | قبل - پہلے | الغروب - غروب ہونے کے | و - اور
من اللیل - رات کے کچھ حصہ میں | فسبحہ - اسکی تسبیح کر | و - اور
ادبار - پیچھے | السجود - سجدوں کے | و - اور | استمع - سن
یوم - جس دن | یناد - آواز دیگا | المناد - آواز دینے والا | من مکان - جگہ
قریب - قریب سے | یوم - جس دن | یسمعون - سنیں گے | الصیحۃ - آواز
بالحق - حق کے ساتھ | ذلک - یہ ہے | یوم - دن | الخروج - نکلنے کا
انا - بیشک ہم | نحن - ہم | نحی - زندہ کرتے ہیں | و - اور
نمیت - مارتے ہیں | و - اور | الینا - ہماری طرف ہے | المصیر - پھرنا

یوم جس دن	تشقق پھٹے گی	الارض زمین	عنھم ان سے
سراعا جلدی سے	ذلک یہ ہے	حشر حشر	علینا اوپر ہمارے
یسیر آسان	نحن ہم	اعلم خوب جانتے ہیں	بما جو
یقولون کہتے ہیں	و اور	ما نہیں	انت تو
علیھم ان پر	بجبار جبر کرنے والا	فذکر تو نصیحت کر	بالقرآن ساتھ قرآن کے
من اسکو جو	یخاف ڈرے	وعید میرے عذاب کے وعدے سے	

مختصر تفسیر تیسرا رکوع سورۃ قٓ۔ پ ۲۶

یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی وہ عرض کرے گی کچھ اور زیادہ ہے۔

یوم سے مراد وہ دن ہے جس میں صور پھونکا جائے گا اور اسی دن کو یوم الوعید کہا گیا ہے اور یہاں اس دن کے بعد جہنم سے کہا جائے گا۔ آلوسی کہتے ہیں کَاَنَّہٗ قِیْلَ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ یَوْمَ قِیْلَ بِہٖ یُشَارُ بِذٰلِکَ اِلٰی یَوْمَ نَقُوْلُ جیسا کہ کہا گیا کہ اس دن میں صور پھونکا جائے گا اور اسی پر اشارہ ہے اس کے ساتھ کہ اس دن کہا جائے گا یعنی جہنم کو کہا جائے گا اس دن کہ کیا تو بھر گئی۔ یہ اللہ کریم فرماتے گا۔

بیضاوی فرماتے ہیں کہ "خداوند قدوس اور جہنم کے درمیان سوال و جواب صورۃً و تخیلاً بیان کیا گیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر"۔

یہ توجیہ اس صورت میں درست ہو سکتی ہے جب استفہام (ہل) کو انکاری مان لیں۔ لیکن اگر استفہام زیادتی چاہنے کے لیے قرار دیا جائے تو مطلب یوں ہوگا کہ دوزخ اس قدر وسیع ہوگی کہ سب کے داخل ہونے کے بعد بھی اس میں جگہ باقی رہے گی اور پُر نہ ہوگی لیکن یہ محض تاویل ہے حقیقی سوال و جواب آیت مذکورہ بالا مراد لیا جائے تو کسی طرح مانع نہیں کیونکہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے۔

قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ۔ (پ ۲۴) وہ کہیں گے ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔ تو جہنم کو بولنے والا اور جواب دینے والا بنا دیا کیونکہ ممکن نہیں۔ آلوسی کہتے ہیں

وَقَالَ الرُّمَّانِیُّ اَلْکَلَامُ عَلٰی حَذْفِ مُضَافٍ اَیْ نَقُوْلُ لِخَزَنَۃِ جَهَنَّمَ وَلَیْسَ بِشَیْءٍ۔ اور رمانی نے کہا اس کلام میں مضاف حذف ہے یعنی جہنم کے داروغہ سے کہا جائے گا اور اس میں کوئی شے قابل اعتراض

نہیں۔ لیکن درست یہی ہے کہ استفہام زیادتی کی طلب کو واضح کر رہا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں مخلوق مسلسل ڈالی جاتی رہے گی اور جہنم کہتی رہے گی "ہل من مزید" آخر رب العزت اپنا قدم اس میں رکھیں گے۔ قدم رکھتے ہی دوزخ سمٹنے لگے گی اس کے حصے باہم سکڑنے لگیں گے اور وہ کہے گی بس بس تیری عزت و کرم کی قسم میں بھر گئی۔

امام بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالے کا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ کہ میں ضرور جہنم کو بھر دوں گا ان جنوں اور انسانوں سب سے۔

جب قیامت کے روز اللہ کے دشمنوں کو دوزخ کی طرف ہنکا کر لے جایا جائے گا اور انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو سب اندر چلے جائیں گے مگر دوزخ کسی چیز سے پر نہ ہوگی تو دوزخ عرض کرے گی اے پروردگار کیا تو نے مجھے پُر کرنے کی قسم نہیں فرمائی تھی۔ تو اللہ تعالے اپنا قدم اس پر رکھ دے گا اور فرمائے گا کیا تو بھر گئی تو دوزخ کہے گی بس بس اب مزید گنجائش نہیں۔

یہاں آلوسی فرماتے ہیں کہ یہاں اشکال واقعہ ہوتا ہے کہ یہ قول ہَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ۔ لَاَمْلَئَنَّ کے منافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے بانہ لا منافاۃ لان الامتلاء قد یراد بہ انہ لا یخلو طبقۃ منہا عمن یسکنہا وان کان فیہا فراغ کثیر کما یقال ان البلدۃ ممتلئۃ باھلہا لیس فیہا دار خالیۃ۔ کہ وہ اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ بھر دینے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس میں کوئی طبقہ خالی نہ رہے جو وہاں رہیں گے اگرچہ اس میں کافی جگہ خالی ہو۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ شہر لوگوں سے بھر گیا ہے اور اس میں کوئی گھر خالی نہیں ہے۔ لہٰذا جہنم کا ایسا کہنا ہل من مزید استفہام انکاری نہیں ہے بلکہ طلب زیادتی پر محمول ہے۔

اور حدیث شریف میں ارشاد ہے لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقٰى فِيْهَا وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ اس میں فی نفسہ دلیل ہے۔ اور خداوند قدوس کے قدم کے بارے میں علماء کہتے ہیں کہ اس سے مراد تسکین ہے جیسا کہ امر کے لیے کہا جاتا ہے اور بعض صوفیاء کا ارشاد ہے کہ قدم سے مراد صفت جلالی کا اظہار ہے۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ٥ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ٥

اور جنت پاس لائی جائے گی پرہیزگاروں کے اور ان سے دور نہ ہوگی یہ ہے وہ جس کا تم وعدہ دیے

اجاتے رہے ہو ہر اس شخص کے لیے جو رجوع لانے والا اور پابندی کرنے والا ہو۔

کفار کے بیان کے بعد مومنین کے حال کا بیان ہے کہ جنت مومنین کے قریب لائی جائے گی کیونکہ اُزْلِفَت کا لفظ قرب پر دلالت کرتا ہے اور ایسا کہنا محاورۃً ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ متقی جنت کے قریب پہنچ جائیں گے۔ غیر بعید میں موصوف محذوف ہے جو تاکید مزید ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل تقوی کی عزت افزائی یوں ہوگی کہ جنت ان کے نزدیک کر دی جائے گی اور اللہ تعالے اس امر پر قادر ہے کہ جنت کو آسمانوں سے زمین پر منتقل کر دے"۔ جب اہل ایمان جنت کو قریب پائیں گے تو ان سے کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا۔ یعنی ہذا کا اشارہ جنت کی طرف ہوگا اور توعدون سے مراد دنیا میں وعدہ تھا کہ اگر تم نیکوکاری کرو گے تو خدا تم کو جنت میں داخل کرے گا جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ پ۔ اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے جنت کا وعدہ کیا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ پ۔

اب اس وعدہ کے ایفا کا وقت ہوگا اور مومنین سے کہا جائے گا کہ یہ وہی جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ہر اس مومن کے لیے جو اواب اور حفیظ ہو۔

آلوسی کہتے ہیں اواب سے مراد اَیْ رَجَّاعٌ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اللہ تعالے کی طرف رجوع کرنے والا اور حفیظ سے مراد حَفِظَ ذُنُوْبَہٗ حَتّٰی رَجَعَ عَنْہَا وہ شخص ہے جو اپنی نگہداشت کرے برائیوں سے یہاں تک کہ انہیں چھوڑ دے۔

امام مجاہد نے کہا اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِالْاَوَّابِ الْحَفِیْظِ؟ هُوَ الرَّجُلُ یَذْکُرُ ذَنْبَہٗ اِذَا خَلَا فَیَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی مِنْہُ۔ کیا میں تمہیں اواب اور حفیظ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ اواب حفیظ وہ شخص ہوتا ہے جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کرے اور پھر اپنے پروردگار سے معافی چاہے۔

ضحاک نے اواب کا معنی تواب یعنی توبہ کی کثرت کرنے والا بیان کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عطا نے آیت کے معنی یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ سے استدلال کرتے ہوئے کہا اواب سے مراد خدا کی پاکی و تعریف بیان کرنے والا ہے۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ اواب سے مراد نماز پڑھنے والا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں روایت ہے۔ کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا اوابین کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب اونٹوں کے بچے اونٹوں سے الگ کر دیئے جائیں۔ حفیظ سے مراد ہر وقت حضور قلب رکھنے والا اور اللہ سے غافل نہ ہونے والا ہے۔

ابن عباس کا قول ہے اپنے گناہوں کو پیش نظر رکھنے والا یہاں تک کہ توبہ کرلے۔

قتادہ نے کہا حقوق اللہ کی نگہداشت کرنے والا۔

اور سہیل بن عبداللہ کا قول ہے طاعت کا پابند، فرمانبردار یعنی ہر اس شخص کے لیے جو ان دونوں صفات کا حامل ہو جنت کا وعدہ ہے اور قیامت کے دن اسی بات کا جنت کی طرف اشارہ کرکے یاد دلایا جاتے گا۔ ہا کی ضمیر سے مراد جنت کی طرف اشارہ ہے۔ کس حال پر داخل ہو جاؤ ارشاد ہوگا۔

(بسلام) ای ادخلوها ملتبسین بسلامة من العذاب وزوال النعم او بتسلیم وتحیة من الله تعالی وملئکته۔

آلوسی فرماتے ہیں یعنی خوف خدا اور خلوص سے متوجہ الی اللہ ہونے والو جنت میں داخل ہو جاؤ تمہارے لیے عذاب اور زوال نعمت سے سلامتی ہے یا تم پر اللہ تعالے اور اس کے فرشتوں کی طرف سے تہنیت و مبارکبادی کے ساتھ جیسا کہ سورۂ زمر کے آخر میں دارو غۂ جنت کے حوالے سے کہا گیا۔

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ۔ اور ان سے کہا جائے گا دارو غۂ جنت کی طرف سے سلام ہو تم پر تم خوب رہے۔

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ۔ آلوسی فرماتے ہیں البقاء الذی لا انتہاء له ابدا اذا اشارۃ الی وقت الدخول بتقدیر مضاف ای ذلک یوم ابتداء الخلود۔ یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا، یعنی اس دن کے لیے بقا ہے کہ اس کی انتہا نہیں ہمیشہ رہے گا یا داخل ہونے کے وقت کا اشارہ ہے مضاف کی صورت میں یعنی یہ وہ دن ہے جس سے دائمی نعمت کی ابتداء ہے یہ جنت میں داخلہ کا دن ہے جس میں ہمیشہ جنت میں رہنے کا ارشاد ہوگا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً راوی ہیں کہ کہا جائے گا اے اہل جنت تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں آئے گی اور اے اہل جہنم تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے اب مرنا نہیں ہے۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ۔ ان کو وہاں ملے گا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے

پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

لَهُمْ مَا يَشَاؤُنَ فِيهَا ۔ یعنی اہل جنت کو وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے۔ فیہا متعلق ہے یشاؤن کے ساتھ متعلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جنت میں جو بھی چاہیں گے پائیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ فرمائے گا میں نے اپنے بندوں سے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ جس شخص کو جنت عطا کروں گا اس کے لیے وہ سب چیزیں مہیا کر دوں گا جس کی اسے خواہش ہوگی اور اتنی ہی اور بھی

وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۔ اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔

آلوسی کہتے ہیں ھو ما لا یخطر ببالھم ولا یندرج تحت مشیئتھم من معالی الکرامات التی لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔ یعنی وہ انعامات ایسے ہوں گے جن کا انہیں خیال بھی نہ آیا ہوگا اور نہ انہیں ان کی کبھی خواہش ہوئی ہوگی۔ نہ کسی آنکھ نے انہیں دیکھا ہوگا اور نہ کان نے سنا اور نہ قلب انسانی پر اس کا کبھی خیال آیا ہوگا۔ ابن ابی حاتم نے کثیر بن مرہ سے روایت کیا۔

ان تمر السحابۃ بھم فتقول ماذا تریدون فامطرہ علیکم فلا یریدون شیئا الا امطرت علیھم۔ ان پر سے ایک بادل گذرے گا پس کہا جائے گا تم جو کچھ بھی چاہتے ہو پس میں تم پر (انعامات کی) بارش کر دی پس وہ جو بھی چاہیں گے ان پر نعمت بارش ہو جائے گی۔ امام بیہقی نے رویت میں اور دیلمی مولا علی کرم اللہ تعالے وجہہ سرور دو عالم سے وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یتجلی لھم الرب عزوجل۔ ان پر ان کا پروردگار بزرگ و برتر تجلی فرمائے گا۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے اندر تمہارا ادنیٰ مرتبہ یہ ہوگا کہ تمہیں رب کا حکم ہوگا اپنی خواہش کرلو۔ تم اپنی تمنا کرو گے حق تعالی فرمائیگا تم نے اپنی آرزو کر لی تم کہو گے جی ہاں تو رب کریم فرمائے گا تمہارے لیے وہ سب کچھ دیا گیا جس کی تم نے خواہش کی اور اتنا ہی اور بھی تمہیں دیا جاتا ہے۔

واخرج ابن المنذر وجماعۃ عن انس انہ قال فی ذلک ایضا یتجلی لھم الرب تبارک وتعالی فی کل جمعۃ وجاء فی حدیث اخرجہ الشافعی فی الام وغیرہ ان یوم الجمعۃ یدعی یوم المزید وقیل المزید ازواج من الحور العین علیھن تیجان ادنی

لؤلؤة منها تضئ ما بین المشرق والمغرب وعلی کل سبعون حلتا وان الناظر لینفذ بصرہ حتی یری مخ ساقہا من وراء ذلک۔ ابن المنذر اور ایک جماعت نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے اس ضمن میں فرمایا ان پر ان کا پروردگار ہر جمعہ کو تجلی فرمائے گا۔

اور حدیث میں آیا ہے جیسے امام شافعی نے کتاب الام میں اور ان کے علاوہ لوگوں نے روایت کیا کہ جمعہ کے دن کہ جسے یوم المزید کہتے ہیں اور کہا گیا ہے المزید (زیادہ) سے مراد حورعین بیبیاں ہونگی جن پر قیمتی زیورات ہوں گے جن میں سے کمتر موتیوں کے ہوں گے جن کی چمک وصفائی سے شرق وغرب جگمگا اٹھے گا ان میں سے ہر ایک ستر جوڑے پہنے ہوگی اور دیکھنے والا اس لباس کے اندر سے ان کی پنڈلیوں کا مغز اس طرح دیکھے گا جس طرح شیشہ کی صراحی میں شراب سرخ نظر آتی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روز قیامت اللہ ایک منادی کرنے والے کو ندا کرنے کا حکم دیگا جسے سب لوگ سنیں گے (وہ کہے گا) اے اہل جنت تمہارے رب نے تمہارے لیے بہتر جزا اور زیادہ کا وعدہ فرمایا تھا (جیسا کہ قرآن میں ہے۔ للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ) تو اچھی جزاء بہشت ہے اور پروردگار کا دیدار مزید یعنے (زیادتی) ہے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ٥ اور ان سے پہلے ہم نے کتنی امتیں ہلاک کیں جو قوت میں ان سے سخت تھیں تو شہروں کو چھانتے پھرتے تھے کہیں بھاگنے کی جگہ نہ ملی۔

(وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ) ای کثیرا اهلکنا قبل قومك یعنی آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی قوم سے پہلے ہم نے بہتوں کو ہلاک کیا۔ (مِنْ قَرْنٍ) قوما مقترنین فی زمن واحد انکار و بغاوت کرنے والے لوگ ایک ہی وقت میں (هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا) ای قوۃ کما قیل او اخذ اشد ید انی کل شئ کعاد وقوم فرعون یعنی قوت وطاقت میں جیسا کہ کہا گیا کہ ہر ایک چیز میں زیادہ شدت وگرفت والے جس طرح کہ عاد اور قوم فرعون کے لوگ۔ یہ لوگ قوت واسباب وتصرف میں بہت بڑھ کر تھے۔

(فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ) ساروا فی الارض وطوفوا فیہا حذار الموت۔ انہوں نے زمین

میں خوب سیر کی یعنی دوڑے بھاگے اور گھومتے پھرے موت کے ڈر سے۔

آلوسی کہتے ہیں ما لتنقب السیر وقطع المسافۃ کما ذکرہ الراغب وغیرہ وانشد والحرث بن حلزۃ۔

نقبوا فی البلاد من حذر الموت وجالوا فی الارض کل مجال

تنقیب سے مراد سیر و سیاحت اور مسافتوں اور فاصلوں کا طے کرنا ہے جیسا کہ امام راغب اور اس کے علاوہ نے ذکر کیا اور حرث بن حلزہ کا شعر ہے

وہ موت سے ڈر کر شہروں میں بھاگتے پھرے اور وہ زمین میں جہاں بھی گھومے پھرے ان کو جگہ نہ ملی۔

یعنی وہ لوگ نفع و تصرف کے لیے جا بجا مارے مارے پھرے مگر انہیں رہائی کا مقام میسر نہ آیا نقبوا میں باب تفعیل کام کی کثرت (جگہ جگہ گھومنے پھرنے) کو واضح کر رہا ہے۔ اور فا اس مفہوم پر تعقیب کے لیے ہے (ھَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ) ای قائلین ھل لنا مخلص من اللہ تعالی اومن الموت۔

یعنی مارے مارے پھرنے والوں کو کیا خدا سے کوئی چھوٹ ملی سزا سے بچ گئے یا موت سے رہائی ملی؟

یہاں نقبوا کی ضمیر فاعلی ہے جس سے مراد اہل مکہ بھی ہو سکتے ہیں تو ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگوں نے ملکوں کی خوب سیر کی ہے اور پچھلی امتوں کے نشانات دیکھے ہیں ان کے تذکرے و احوال سنے ہیں تو کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کوئی شے بھی انہیں ہماری پکڑ سے نہ بچا سکی حالانکہ وہ قوت و شوکت، غلبہ و دبدبہ تصرف و قدرت۔ اسباب و وسائل میں اہل مکہ سے کہیں بڑھ کر تھے اور انہیں بچاؤ کی کوئی جگہ نہ مل سکی۔ تو کیا تم ان سے بڑھ کر ہو ہرگز نہیں تو تمہارا انکار و بغاوت کیوں ہے تم کیوں ہوش سے کام نہیں لیتے۔ جب تم یہ سب کچھ دیکھنے سننے سمجھنے کے باوجود انکار کرتے ہو تو کیا تم موت سے یا خدا کی پکڑ سے بچ جاؤ گے یہ یہاں انداز موعظت و عبرت کے مفہوم میں ہے اور اہل مکہ کو دعوت فکر ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ○ بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہے یا کان لگائے اور وہ متوجہ ہو۔

(اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ) اَیِ الْاِهْلَاكِ اَوْ مَا ذُكِرَ فِی السُّوْرَةِ۔ یعنی ہلاک شدہ اقوام کے کھنڈرات و نشانات میں یا پھر وہ جو اس سورۃ مبارکہ میں بیان کیا گیا۔

(لَذِكْرٰى) لَتَذْكِرَةٌ وَعِظَةٌ۔ البتہ نصیحت ہے اور وہ سبق ہے۔

(لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ) اَیْ قَلْبٌ وَاعٍ یُدْرِكُ الْحَقَائِقَ فَاِنَّ الَّذِیْ لَا یَعِیْ وَلَا یَفْهَمُ بِمَنْزِلَةِ

الْعَلّام - یعنی اس شخص کے لیے جس کا دل یاد رکھنے والا اور حقائق کا ادراک کرنے والا ہو یعنی وہ قلب ہے جو تھکنے والا نہیں یعنی سست رو نہیں اور نہ ہی سطحی و سرسری نظر سے دیکھنے والا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قلب سے مراد عقل لیا ہے۔

اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد قلب حاضر ہے۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قرآنی نصائح سے فیضان کے لیے قلب حاضر درکار ہے جو لمحہ بھر کے لیے بھی غفلت پذیر نہ ہو۔

(اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ) اَیْ اَصْغٰی اِلٰی مَا یُتْلٰی عَلَیْہِ مِنَ الْوَحْیِ۔ یعنی جو کچھ وحی سے بیان ہو اس پر متوجہ ہو۔

اور بعض نے کہا قرآن و نصیحت پر متوجہ ہو۔

وَهُوَ شَهِيدٌ۔ اور متوجہ ہو۔

آلوسی کہتے ہیں شہید یعنی شاہد ہے یعنی کانوں سے سن کر دل سے تصدیق کرے اور نصیحت پکڑے اور حضور قلب کی کیفیت طاری ہو خواہ خود بخود اور خواہ تکلف سے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اس سورۃ مبارکہ میں جو کچھ بیان ہوا یا امم گذشتہ کے جو نشانات ملتے ہیں اس کے مشاہدہ و تذکرہ سے اس شخص کے لیے عبرت و نصیحت کا سامان ہے جو حضور قلب کے ساتھ بدون غفلت و سستی کے قرآن کو سنتا ہے حقائق کا ادراک کرتا ہے اور دل سے تصدیق بھی کرتا ہے اور نصیحت قبول کرتا ہے تو یہی وہ ہے جو حقیقتًا متوجہ اور فیض حاصل کرنے والا ہے۔ اگرچہ اس کا متوجہ ہونا تکلف ہی سے کیوں نہ ہو۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ○ اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور تکان ہمارے پاس تک نہ آئی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا۔ اور بلاشبہ ہم نے زمین اور آسمانوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ ای من اصناف المخلوقات خلق کیا (فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ) چھ دنوں میں۔ ای مبدأ خلق العالم یوم الاحد و فرغ منہ یوم الجمعۃ۔ یعنی اللہ نے عالم کی پیدائش کی ابتداء اتوار کے دن سے کی اور تخلیق عالم کو پورا کیا جمعہ کے دن۔

(وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ) وما اصابنا اور نہ پہنچی ہمیں (من لغوب) تعب یعنی تھکاوٹ۔

و ھذا کما قال قتادۃ و غیرہ رد علی جھلۃ الیھود زعموا انہ تعالٰی شانہ بدأ خلق العالم یوم الاحد و فرغ منہ یوم الجمعۃ و استراح یوم السبت و استلقی علی العرش سبحانہ

تعالیٰ عما یقولون علوا کبیرا۔

آلوسی فرماتے ہیں اس آیت کا شان نزول یہ ہے جیسا کہ قتادہ رضی اللہ عنہ اور دیگر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت مبارکہ یہود کے رد میں نازل ہوئی جو یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کائنات کی پیدائش کا آغاز اتوار سے کیا اور جمعہ کے روز اس سے فارغ ہوا اور ہفتہ کے دن اس نے عرش پر لیٹ کر آرام کیا اور اللہ تعالےٰ اس امر سے پاک ہے جو وہ کہتے ہیں وہ بلند ہے عظمت والا چاہے تو ایک آن میں سارا عالم بنا دے ہر چیز کو حسب اقتضائے حکمت ہستی عطا کرتا ہے۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہود نے خدمت گرامی میں تخلیق عالم کے بارے میں سوال کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے

۱:۔ زمین کو اتوار کے دن۔

۲:۔ سمندروں کو پیر کے دن۔

۳:۔ پہاڑوں اور ان میں کی اشیاء کو پیر کے دن۔

۴:۔ درختوں، پانی، آبادیوں، ویرانوں اور بستیوں کو بدھ کے دن

۵:۔ آسمان، شمس و قمر اور نجوم و کواکب کو جمعرات کے دن

۶:۔ فرشتوں کو جبکہ یوم جمعہ کی تین ساعتیں باقی تھیں اس وقت پیدا کیا۔

اور پہلی ساعت میں اوقات موت کو پیدا کیا جس میں مرنے والے مرتے ہیں اور دوسری ساعت میں ان مصائب کو جو انسان کے نفع کے لیے نازل ہوتے ہیں پیدا فرمایا اور تیسری ساعت میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کو جنت میں ساکن کیا اور ابلیس کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرے اور تیسری ساعت کے آخر میں اسے جنت سے نکال دیا۔

یہود نے پوچھا اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پھر کیا ہوا؟

آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ فرمایا۔

یہودیوں نے کہا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے پورا بیان نہیں کیا یعنی آپ کا بیان غیر مکمل ہے۔ اگر آپ بیان مکمل فرماتے تو صحیح ہوتا اس کے بعد اللہ نے آرام کیا۔

یہ سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت ناگوار ہوا اور شدت غضب سے چہرہ انور پر سرخی نمودار ہو گئی تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی تسکین کے لیے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝

ومن اللیل فسبحہ وادبار السجود) تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد۔

(فاصبر علی ما یقولون) ای ما یقول المشرکون فی شأن البعث من الاباطیل المبنیۃ علی الاستبعاد والانکار فان من قدر علی خلق العالم فی تلک المدۃ الیسیرۃ بلا اعیاء قادر علی بعثہم والانتقام منہم او علی یقول الیہود من مقالۃ الکفر والتشبیہ۔

آلوسی فرماتے ہیں یعنی اس پر صبر کیجیے جو وہ کہتے ہیں یعنی یہودیوں کے اس قول پر کہ اللہ تعالٰی تھک گیا پھر اس نے آرام کیا صبر کیجیے یعنی جو کچھ تخلیق عالم کے بارے میں مشرک لوگ جولا یعنی اور باطل تاویلات پر مبنی انکار کرتے ہیں اس پر صبر سے کام لیجیے کیونکہ وہ بغیر تھکے ہوئے اس مدت میں بآسانی آفرینش عالم پر قدرت رکھتا ہے اور ان کو دوبارہ زندہ کرنے اور ان سے انتقام لینے پر بھی قدرت رکھتا ہے یا اس پر صبر کیجیے جو کچھ کفر و تشبیہ کے طور پر یہود کہتے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ یہود نا مسعود کے ان اباطیل باطل اور اقوال فاسدہ پر صبر کیجیے اور ان کی بیہودگیوں کو خاطر اقدس میں جگہ نہ دیں اور اس ذات پاک کی طرف متوجہ ہوں جو تمام نقائص سے پاک ہے اس کے ذکر سے آسودگی حاصل کیجیے چنانچہ ارشاد ہے۔

(وسبح بحمد ربک) وسبح اور پاکی بیان کیجیے۔ نماز پڑھیے (قبل طلوع الشمس وقبل الغروب) ھما وقتا الفجر والعصر وفضیلتہما مشہورۃ۔ وہ دونوں اوقات ہیں اور فجر اور عصر کی نمازوں کے جن کی فضیلت مشہور ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قبل الغروب سے مراد ظہر و عصر کی نمازیں ہیں۔

امام مالک کا قول بھی یہی ہے اس لیے کہ دونوں نمازوں کا ضروری وقت ایک ہی ہے۔

حدیث شریف میں ہے رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیہا۔ فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہیں۔

اور بخاری شریف میں ہے الذی یفوتہ صلوۃ العصر فکانما وتر اھلہ ومالہ جس کی نماز عصر فوت ہو گئی تو گویا اس کا اہل و مال جاتا رہا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ان اوقات میں اپنے پروردگار کی بندگی کیجیے اس کی پاکی بیان کیجیے اور اس کی تعریف سے زبان کو تر رکھیے کہ یہ اوقات

بڑی ہی برکتوں کے حامل اور تقرب الی اللہ کے مواقع ہیں۔

(وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ) اور کچھ رات گئے اسکی تسبیح کیجئے ای وسبحہ بعض اللیل (آلوسی) یعنی رات کے بعض حصہ میں تسبیح کیجئے۔ مغرب وعشاء کی نماز پڑھیں اور تہجد کے نوافل بھی۔

امام مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد تہجد ہے۔

(وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ) اَدبار کے معنی پیچھے۔ جمع دُبر بضم فسکون اَو دُبُر بضمتین۔ دبر کی جمع ہے پیش کے ساتھ یا دو پیش کے ساتھ دُبُرٌ کی جمع۔ معنی بعد یا پیچھے اور یہاں مراد ہے واعقاب الصلوٰۃ اور نمازوں کے پیچھے۔

وقرأ ابن عباس وابو جعفر وشيبة وعيسى والاعمش وطلحة وشبل و الحرميات (ادبار) بكسر الهمزة وهو مصدر تقول: ادبرت الصلوٰة ادبارا انقضت وتمت والمعنى ووقت انقضاء السجود كقولهم۔ اور ابن عباس، ابو جعفر، شیبہ، عیسیٰ۔ اعمش، طلحہ، شبلی اور اہل حرم نے ادبار کے لفظ کو ہمزہ کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اِدبار اور وہ مصدر ہے تو کہیں گے کہ نماز ختم کرنے کے بعد جو نماز پوری ہو جائے اور مکمل ہو جائے اور معنی یہ ہوں گے جیسا کہ ان کا قول سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد۔

وقال ابن عباس الصلوٰة قبل طلوع الفجر وقبل الغروب الظهر والعصر ومن الليل العشاءان وادبار السجود النوافل بعد الفرائض وفي رواية اخرى عنه الوتر بعد العشاء۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا طلوع فجر سے پہلے مراد نماز فجر اور غروب سے پہلے مراد ظہر وعصر اور رات میں سے مراد نماز مغرب وعشاء اور سجود کے بعد سے مراد فرضوں کے بعد نوافل پڑھنا ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ان ہی سے مروی ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد وتر پڑھنا۔

مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے رکعتان بعد العشاء يقرأ في الاول (قل يا ايها الكافرون) وفي الثانية (قل هو الله احد) عشاء کے بعد کی دو رکعتیں جن میں سے پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھے۔

اور ایک قول یہ ہے وفيه احتمال العموم لصلوٰة العشائين والخصوص بالتهجد وهو الاظهر۔ اور اس میں نماز مغرب اور عشاء کا احتمال عموم ہے اور تہجد کا خصوص تو واضح ہے بعض نے کہا یہ بھی درست ہے کہ اس جگہ سبحہ سے مراد سبحان اللہ پڑھنا مراد ہو۔

بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جو شخص دن میں سو بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ پڑھتا ہے اس کے گناہ ساقط ہو جاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

اور شیخین انہی سے راوی ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو جملے ہیں جو زبان پر ہلکے پھلکے قیامت کے دن میزان کے پلڑے میں بھاری اور رحمٰن کو بڑے محبوب ہیں وہ دو جملے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

اور شیخین ان ہی سے راوی ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر پڑھتا ہے اور پھر ان کی تکمیل کے لیے ایک بار پڑھتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تو اس کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ ہ یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَۃَ بِالْحَقِّ ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ اور کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا ایک پاس جگہ سے جس دن چنگھاڑ سنیں گے حق کے ساتھ یہ دن ہے قبروں سے باہر آنے کا۔

(وَاسْتَمِعْ) اور کان لگا کر سنو امر بالاستماع یعنے حقیقتاً تو جہ سے سنو (یَوْمَ) جس دن بما دل علیہ ذلک یوم الخروج ای یوم ینادِ المنادی یخرجون من القبور یعنے اس دال ہے کہ یہ وہ دن ہے جس دن لوگ قبروں سے نکلیں گے۔

(یُنَادِ الْمُنَادِ) پکارنے والا پکارے گا والمنادی علی ما فی بعض الاٰثار جبرائیل علیہ السلام ینفخ اسرافیل فی الصور و ینادی جبرائیل یا ایتھا العظام النخرۃ والجلود المتمزقۃ والشعور المتقطعۃ ان اللہ یامرکن ان تجتمعی لفصل الحساب

آلوسی کہتے ہیں۔ اور ندا کرنے والے بعض آثار میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور جبرائیل علیہ السلام پکاریں گے اے گلی ہوئی بوسیدہ ہڈیو اور اے ریزہ ریزہ شدہ کھالو اور اے پراگندہ و شکستہ بالو بے شک اللہ تعالےٰ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ تم فیصلہ وحساب کے لیے جمع ہو جاؤ۔

اور یزید بن جابر سے روایت ہے ان اسرافیل علیہ السلام ینفخ فی الصور بے شک اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور وہی پکاریں گے جیسا کہ اوپر کی روایت میں گزرا یعنی جبرائیل علیہ السلام نہیں بلکہ اسرافیل علیہ السلام ہی ندا کریں گے۔

(مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ) قریب کی جگہ سے

آلوسی کہتے ہیں ھو صخرۃ بیت المقدس مکان سے مراد یہاں صخرہ بیت المقدس ہے۔
اور کعب سے مروی ہے کہ زمین کا یہ ٹکڑا آسمان کے سب سے زیادہ قریب ہے۔
کلبی نے کہا زمین کے دوسرے حصے آسمان سے جتنے فاصلے پر ہیں ان سب سے اٹھارہ میل زائد صخرہ آسمان کے قریب ہے۔

(يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ) جس دن سنیں گے چنگھاڑ یقین کے ساتھ

اور یہ نفخہ ثانیہ ہوگا یعنی اس دن جس دن لوگ قبروں سے اٹھیں گے اور وہ یقین کے ساتھ سنیں گے اور یہاں بالحق میں با قسمیہ ہے یعنی مُردوں کا سننا بالحق ہوگا۔

یعنی اس روز بحکم خدا مردے سنیں گے۔ مردے ہوں یا جمادات وغیرہ سنتے ہیں زندوں کی طرح ہیں تمام موجودات خواہ بے حس بے شعور اور بغیر نام کے ہوں یا نام والے ان سب کو کسی نہ کسی طرح کی زندگی تو حاصل ہی ہے۔ اہل سنت کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ عذاب روح اور جسم دونوں پر ہوتا ہے۔

بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا جو وعدہ تم سے تمہارے پروردگار نے کیا تھا کیا تم نے اسے صحیح پالیا۔ ہم سے ہمارے پروردگار نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اسے خوب پالیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ بے جان اجسام کو کس طرح خطاب کر رہے ہیں فرمایا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ مجھے جواب نہیں دے سکتے۔

اسرافیل علیہ السلام کا خطاب ہڈیوں اور کھالوں سے ہوگا اور ارواح کا نہ یہاں محل ہے نہ ذکر اور نہ ہی ان کو سنانے کا فائدہ اور یسمعون میں سننے کی صراحت ہے اور حق سے مراد جزا و سزا کے لیے قبروں سے نکلنا ہے اور یہی وہ دن ہے جس کی آگے توضیح کی گئی ہے ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ

اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ

بے شک ہم جلاتے ہیں اور ہم مارتے ہیں اور ہماری طرف پھرنا ہے جس دن زمین ان سے پھٹے گی تو جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے یہ حشر ہے ہم کو آسان۔

(اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ) فی الدنیا من غیر ان یشارکنا فی ذلک احد۔ ہم ہی اب بھی زندہ رکھتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں یعنی دنیا میں یہ سب کچھ ہمارے ہی حکم سے ہے۔ اور اس امر موت و

حیات میں کوئی بھی ہمارے ساتھ شریک نہیں۔ علی الاطلاق ہمارا ہی یہ حکم ہے جس کو جب چاہیں اور جب تک چاہیں زندہ رکھیں اور یونہی موت دیں اور کسی کو کسی طرح سے بھی ہمارے ساتھ اشتراک نہیں۔ ہم ہی محی اور ہم ہی ممیت ہیں اور یہ دونوں امر ہمارے افعال صفات کا مظہر ہیں۔

(وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ) الرجوع للجزاء فی الآخرۃ۔ یعنی آخرت میں ہماری ہی طرف لوٹنا ہے۔ قیامت کے روز تمام مردے قبروں سے اٹھیں گے اور ہماری طرف لوٹیں گے اور یہ جزا کے لیے ہے ان اعمال کے بدلہ میں جو دنیا میں کرتے رہے اور یہ لوٹنا ہمارے غیر کی طرف استقلالاً اور اشتراکاً نہیں ہوگا۔ بلکہ مطلقاً ہماری طرف ہوگا اور ہمارے لیے ہوگا۔ بے شک ہم موت وحیات اور بعث بعد الموت پر قادر ہیں۔

یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا جس روز زمین ان مردوں پر پھٹ جائے گی یعنے کھل جائے گی اور وہ جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے۔ یوم سے مراد حشر کا دن ہے جیسا کہ اگلے ٹکڑے میں واضح ہے۔ (ذٰلِكَ حَشْرٌ) تَشَقَّقُ پھٹ جائے گی یا کھل جائے گی۔ الارض۔ زمین عنهم ان پر یعنے مردوں پر۔ آلوسی کہتے ہیں۔ اخرج ابن المنذر عن مجاهد انه قال فی الآیۃ

تمطر السماء علیهم حتی تنشق الارض عنهم وجاء ان اول من تنشق عنه الارض رسول الله صلی الله علیه وسلم اخرج الترمذی وحسنه والطبرانی والحاکم واللفظ له عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا اول من تنشق عنه الارض ثم ابوبکر وعمر ثم اهل البقیع فیحشرون معی ثم انتظر اهل مکة وتلا ابن عمر یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا)

ابن منذر مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں کہا۔ ان مردوں پر آسمان سے بارش ہوگی یہاں تک کہ زمین ان پر کھل جائے گی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ سب سے پہلا میں ہوں گا جس کے لیے زمین شق ہوگی اور اسے ترمذی نے روایت کیا اور اس کی تحسین کی اور طبرانی اور حاکم نے اور اس کے الفاظ یہ ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلا میں ہونگا جس کے لیے زمین شق ہوگی۔ پھر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پھر اہل بقیع پس وہ سب میرے ساتھ اکٹھے ہوں گے پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی۔ یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا جس دن زمین ان پر کھل جائے گی۔ اور وہ جلدی سے نکلیں گے۔ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ۔ یہ حشر ہے بعث وجمع

یہی قبروں سے مردوں کا جی اٹھنا اور جمع ہونا ہم پر آسان ہے۔

مردوں کا زندہ ہو کر جمع ہونا اسی ذات کے لیے آسان ہو سکتا ہے جو بالذات عالم و قادر ہو اور یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ یعنی یہ امر خداوند قدوس کے لیے کوئی مشکل نہیں بلکہ آسان ہے اس لیے کہ وہ بالذات علیم و قدیر ہے اور گمان کرنیوالوں کے گمان سے پاک ہے، سبحان ہے ذی شان ہے اور جب کسی امر کا ارادہ فرماتا ہے تو فرماتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔ اور معدوم کو موجود ہوئے بغیر چارہ نہیں۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ٥

ہم خوب جان رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں اور کچھ تم ان پر جبر کرنیوالے نہیں تو قرآن سے نصیحت کرو اُسے جو میری دھمکی سے ڈرے۔

(نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ) مِنْ نَفْیِ الْبَعْثِ وَتَكْذِیْبِ الْآیَاتِ النَّاطِقَةِ وَغَیْرِ ذٰلِكَ مِمَّا لَا خَیْرَ فِیْهِ۔ وَهٰذِهِ تَسْلِیَةٌ لِلرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَهْدِیْدٌ لَهُمْ جو کچھ وہ کہتے ہیں اسکو بھی فرماتے ہیں اللہ کریم اُس سے بخوبی آگاہ ہیں، جو لوگ موت کے بعد زندگی اور اس پر ناطق آیات کا انکار کرتے ہیں اور اُس کے علاوہ امور کی جن میں کوئی بھلائی نہیں یعنی کفار مکہ کے اقوال فاسدہ اور تکذیب آیات کو بخوبی جانتے ہیں۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ کے لیے تسلی و تشفی اور منکروں کے لیے عذاب کی دھمکی ہے۔ وَمَا اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ اور کچھ آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں۔ اَیْ مَا اَنْتَ مُسَلَّطٌ عَلَیْهِمْ تَقْسِرُهُمْ عَلَى الْاِیْمَانِ اَوْ مَا تَفْعَلُ بِهِمْ مَا تُرِیْدُ وَاِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ یعنی آپ اس لیے نہیں بھیجے گئے کہ انہیں جبر کے ساتھ ایمان پر آمادہ کریں اور ان کے ساتھ وہ کریں جو چاہیں بلکہ آپ کا کام صرف ڈرانا، نصیحت کرنا ہے اور پیغام خدا پہنچانا ہے یعنی نرمی و ملائمت، حلم و بردباری سے کام لیں اور شدت و درشتی نہ چاہییں۔ بلکہ آپ کا کام صرف ڈرانا، نصیحت کرنا ہے اور پیغام خدا پہنچانا ہے۔ یعنی نرمی و ملائمت حلم و بردباری سے کام لیں اور شدت و درشتی نہ چاہییں، اور علماء فرماتے ہیں کہ یہ ٹکڑا آیت جہاد سے منسوخ ہے

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ

وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ خَوَّفْتَنَا فَنَزَلَتْ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ٥

ابن جریر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اگر آپ ہمیں عذاب کا خوف دلاتے رہیں تو یہ بہتر ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی فَاِنَّمَا یَنْتَفِعُ بِهٖ غَیْرُهٗ

اس لیئے کہ قرآن کے بغیر یہ سود مند نہ ہوگا۔ یعنی لوگوں کو قرآن پاک کے ذریعہ دعوت دیں اور ڈرائیں کیونکہ نصیحتِ قرآن انہی لوگوں کے لیے فائدہ مند اور نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی ہے جو میرے عذاب کی دھمکی سے ڈرتے ہوں۔ اور یہ تذکیر و دعوت مسلمانوں ہی کے لیئے باعث نفع ہے اور کفار کا طرزِ عمل تو عیاں ہے کہ وہ تہدید عذاب کے باوصف سرکشی و طغیانی میں پیش پیش ہیں اور اس سے غفلت میں ہیں جو ان کو پیش آنے والا ہے۔

سورہ مبارکہ کا تذکیر قرآن سے اختتام اللہ جل شانہٗ کے قول قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ سے زیادہ تعلق رکھتا ہے اور یہی انسب ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ سورۃ ق کی تفسیر مکمل ہوئی۔

۲۶ اکتوبر ۱۹۸۵ء

۱۱ صفر المظفر ۱۴۰۶ھ بروز ہفتہ

سورۃ ذاریات مکیۃ

اس میں ساٹھ آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ ذاریات پ ۲۶

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝
قسم ان کی جو بکھیر کر اڑانے والیاں

فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝
پھر بوجھ اٹھانے والیاں

فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝
پھر نرم چلنے والیاں

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝
پھر حکم سے بانٹنے والیاں

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝
بیشک جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ ضرور سچ ہے۔

وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝
اور بیشک انصاف ضرور ہونا

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝
آرائش والے آسمان کی قسم

اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝
تم مختلف بات میں ہو

يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝
اس قرآن سے وہی اوندھا کیا جاتا ہے جسکی قسمت ہی میں اوندھایا جانا ہو۔

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝
مارے جائیں دل سے تراشنے والے

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝
جو نشے میں بھولے ہوئے ہیں۔

يَسْــَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝
پوچھتے ہیں انصاف کا دن کب ہوگا۔

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝
اس دن ہوگا جس دن وہ آگ پر تپائے جائینگے

ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۝ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝
اور فرمایا جائے گا چکھو اپنا تپنا یہ ہے وہ جس کی تمہیں جلدی تھی۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝
بیشک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہیں۔

اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ۝ — اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے بے شک وہ اس سے پہلے نیکوکار تھے۔

كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ۝ — وہ رات میں کم سویا کرتے۔

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ — اور پچھلی رات استغفار کیا کرتے۔

وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ — اور ان کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ — اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو۔

وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ — اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ — اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝ — تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

حل لغات رکوع اول سورۃ ذاریات پ ۲۶

وَ قسم ہے ان ہواؤں کی جو الذّٰرِیٰتِ بکھیرتی ہیں		ذَرْوًا۔ بکھیرنا	فَالْحٰمِلٰتِ۔ پھر اٹھاتی ہیں
وِقْرًا۔ بوجھ	فَالْجٰرِیٰتِ۔ پھر چلتی ہیں	یُسْرًا۔ نرمی سے	فَالْمُقَسِّمٰتِ۔ پھر تقسیم
کرنے والیاں	اَمْرًا۔ حکم سے	اِنَّمَا۔ اسکے سوا نہیں جو	تُوْعَدُوْنَ۔ تم وعدہ دیے گئے
لَصَادِقٌ۔ سچا ہے	وَ۔ اور	اِنَّ۔ بیشک	الدِّیْنَ۔ انصاف
لَوَاقِعٌ۔ ہونا ہے	وَ۔ قسم ہے	السَّمَآءِ۔ آسمان	ذَاتِ الْحُبُكِ۔ راستوں
والے کی	اِنَّكُمْ۔ بیشک تم	لَفِیْ۔ بیچ	قَوْلٍ۔ بات
مُخْتَلِفٍ۔ مختلف میں ہو	یُؤْفَكُ۔ پھیرا جاتا ہے	عَنْهُ۔ اس سے	مَنْ۔ جو
اُفِكَ۔ پھیرا گیا	قُتِلَ۔ مارے جائیں	الْخَرّٰصُوْنَ۔ اٹکل والے	الَّذِیْنَ۔ وہ کہ
هُمْ۔ وہ	فِیْ۔ بیچ	غَمْرَةٍ۔ مستی کے	سَاهُوْنَ۔ بھولے ہیں
یَسْئَلُوْنَ۔ پوچھتے ہیں	اَیَّانَ۔ کب ہوگا	یَوْمُ الدِّیْنِ۔ اٹھنا	یَوْمَ۔ جس دن
هُمْ۔ وہ	عَلَی۔ اوپر	النَّارِ۔ آگ کے	یُفْتَنُوْنَ۔ تپائے جائیں گے

ذُوْقُوْا۔ چکھو	فِتْنَتَكُمْ۔ اپنا تپنا	هٰذَا۔ یہ	الَّذِیْ۔ وہ ہے
كُنْتُمْ۔ کہ تھے تم	بِهٖ۔ ساتھ اسکی	تَسْتَعْجِلُوْنَ۔ جلدی کرتے	اِنَّ۔ بیشک
الْمُتَّقِیْنَ۔ پرہیزگار	فِیْ۔ بیچ	جَنّٰتٍ۔ باغوں	وَ۔ اور
عُیُوْنٍ۔ چشموں میں ہونگے	اٰخِذِیْنَ۔ لینگے	مَآ۔ جو	اٰتٰىهُمْ۔ دیگا انکو
رَبُّهُمْ۔ ان کا رب	اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ	كَانُوْا۔ تھے	قَبْلَ۔ پہلے
ذٰلِكَ۔ اس سے	مُحْسِنِیْنَ۔ نیکوکار	كَانُوْا۔ تھے وہ	قَلِیْلًا۔ تھوڑا
مِّنَ الَّیْلِ۔ رات سے	مَا۔ جو	یَهْجَعُوْنَ۔ سوتے	وَ۔ اور
بِالْاَسْحَارِ۔ پچھلی رات	هُمْ۔ وہ	یَسْتَغْفِرُوْنَ۔ بخشش مانگتے	وَ۔ اور
فِیْٓ۔ بیچ	اَمْوَالِهِمْ۔ ان کے مالوں کے	حَقٌّ۔ حق ہے	لِّلسَّآئِلِ۔ منگتے
وَ۔ اور	الْمَحْرُوْمِ۔ بے نصیب کا	وَ۔ اور	فِیْ۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے	اٰیٰتٌ۔ نشانیاں ہیں	لِّلْمُوْقِنِیْنَ۔ یقین والوں کے لیے	وَ۔ اور
فِیْ۔ بیچ	اَنْفُسِكُمْ۔ تمہاری جانوں کے	اَفَلَا۔ کیا نہیں	تُبْصِرُوْنَ۔ دیکھتے تم
وَ۔ اور	فِیْ۔ بیچ	السَّمَآءِ۔ آسمان کے	رِزْقُكُمْ۔ تمہارا رزق ہے
وَ۔ اور	مَا۔ جو	تُوْعَدُوْنَ۔ تم وعدہ دیے جاتے ہو	فَوَ۔ تو قسم ہے
رَبِّ۔ رب	السَّمَآءِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کے کی
اِنَّهٗ۔ بیشک وہ	لَحَقٌّ۔ حق ہے	مِّثْلَ۔ مثل	مَآ۔ اسکی
اَنَّكُمْ۔ کہ تم	تَنْطِقُوْنَ۔ بولتے ہو۔		

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ ذاریات پ ۲۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ۙ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا ۙ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ وَّاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ۙ

قسم ہے ان کی جو بکھیر کر اڑانے والیاں، پھر بوجھ اٹھانے والیاں، پھر نرم چلنے والیاں، پھر حکم سے بانٹنے والیاں، بے شک تمھیں جس بات کا وعدہ دیا جاتا ہے ضرور سچ ہے اور بے شک انصاف ضرور ہونا ہے۔

یہ سورہ مبارکہ مکی ہے۔ جیسا کہ ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا۔ اور اس کے خلاف کوئی روایت نہیں اور اس میں بالاتفاق ساٹھ آیات ہیں اور اس کی سورۂ ق سے مناسبت ہے کہ سورۂ ق کا اختتام بعث کے ذکر پر ہوا اور اس میں جزا و سزا، جنت و دوزخ کے احوال شامل تھے اور اس سورۃ الذاریات کا افتتاح بھی انہی امور سے ہوا کہ جن کا ذکر گذرا وہ حق ہیں اور قیامت کا وعدہ حق ہے اور اعمال کا بدلہ ضرور ملنے والا ہے۔

(وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا) ای الریاح التی تذروا التراب وغیرہ من ذرا ۔ المعتل بمعنی فرق و بدد ما رفعہ عن مکانہ یعنی ہوائیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ تک خاک وغیرہ اڑاتی ہیں۔ ایک قول ہے ایسی عورتیں جو اولاد پھیلانے والی ہیں یا فرشتے اور دوسرے زمینی و آسمانی اسباب جو مخلوق کو پھیلاتے ہیں، تاہم مستحق یہی ہے کہ اس سے مراد ہوائیں ہی ہیں جو خاک اڑانے والیاں ہیں۔

(فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا) ای حملا و ھی السحب الحاملۃ للمطر۔ یعنی وہ گھٹائیں اور بدلیاں جو بارش کا پانی اٹھاتی ہیں ایک قول ہے یا وہ عورتیں جو حمل کا بوجھ اٹھانے والیاں ہیں تاہم مراد ہوائیں ہی ہیں۔

(فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا) ای جریا سھلا الی حیث سیرت و ھی سفن ۔ یعنی وہ کشتیاں جو پانی میں آہستہ آہستہ چلتی ہیں، یا وہ ہوائیں جو سہولت روی کے ساتھ چلتی ہیں یا وہ عورتیں جو حاملہ ہونے کی وجہ سے اپنے خاوندوں کی خدمت میں سست چلنے والیاں ہیں یا وہ ستارے مراد ہیں جو اپنی منزلوں میں آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔ (فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا) ھی الملائکۃ الذین یقسمون الامور بین الخلق علی ما امرھا ربہ۔ یعنی فرشتوں کی وہ جماعتیں جو حکم الٰہی کے موافق مخلوقات میں امور تقسیم کرتی ہیں یا وہ ہوائیں جو بادلوں کو پھیلا کر بارش کی تقسیم کرتی ہیں یا وہ تمام اسباب جو اشیاء کی تقسیم کرتے ہیں، بعض مفسرین کا ارشاد ہے کہ یہ تمام صفات ہواؤں کی ہیں کہ وہ مٹی بھی اڑاتی ہیں بادلوں کو بھی اٹھائے پھرتی ہیں، اور انہیں اٹھائے ہوئے بسہولت تمام چلتی ہیں، پھر خداوند قدوس کے شہروں میں اس کے حکم کے موافق بارشیں تقسیم کرتی ہیں۔ قسم کا مقصود حقیقی اس چیز کی عظمت کا اظہار ہے جس کے ساتھ قسم فرمائی گئی ہے۔ کیونکہ یہ اشیاء کمال قدرت الٰہی پر دلالت کرنے والی ہیں تاکہ سمجھدار لوگ ان میں غور و فکر کرکے بعث و جزا پر دلیل پکڑیں کہ جب ان کا پروردگار امور عجیبہ پر قادر ہے تو وہ اپنی پیدا کردہ اشیاء کو فنا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر کیوں کر قادر نہیں ہے۔ اگر ان آیات میں مختلف اشیاء الگ الگ مراد ہوں تو ہر آیت میں ف ترتیب اقسام کو واضح کر رہی ہے۔ اور اگر ایک ہی چیز مراد ہو تو فاء ترتیب افعال کے لیے ہے اور اس میں بھی بکمال قدرت کا اظہار ہے۔ کیونکہ تمام اشیاء اظہار میں مختلف ہیں۔ اخرج البزار۔ والدارقطنی فی الافراد و ابن مردویہ و ابن عساکر

عن سعید بن المسیب قال جاء صبیغ التمیمی الی عمر بن الخطاب رضی اللہ فقال اخبرنی عن (الذّٰریٰت ذروا) قال ھی الریاح ولولا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ ما قلتہ قال فاخبرنی عن (الحاملات وقرا) قال ھی السحاب ولولا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ ماقلتہ۔ قال فاخبرنی عن (الجاریات یسرا) قال ھی السفن ولولا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ ما قلتہ قال فاخبرنی عن (المقسمات امرا) قال ھی الملٰئکۃ ولولا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ ماقلتہ ثم امربہ فضرب مائۃ الخ۔

البزار اور دارقطنی اور ابن مردویہ اور ابن عساکر سعید بن حسیب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں نے کہا کہ صبیغ تمیمی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا مجھے الذّٰریٰت ذروا کے بارے میں بتلائیے۔ آپ نے فرمایا ہے یہ ہوائیں ہیں،

اس شخص نے کہا پس مجھے الحاملات وقرا کے بارے میں بتلائیے آپ نے کہا یہ بادل ہیں اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا نہ سنا ہوتا تو تم سے نہ کہتا، اس نے کہا اب مجھے الجاریات یسرا کے بارے میں بتہ دیجیے آپ نے فرمایا یہ کشتیاں ہیں اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا نہ سنتا تو تم سے نہ کہتا اس نے کہا مجھے المقسمات امرا کی خبر دیجیے آپ نے کہا یہ فرشتے ہیں۔ اور اگر میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا نہ سنتا تو تم سے نہ کہتا پھر اس شخص کو سو بید مارنے کا حکم دیا۔

اس روایت میں ہواؤں کے علاوہ امور کی تشریح بھی ہے اور سائل کو سزا دینے کی وجہ یہ تھی وہ طالبعلم کے لیے نہیں پوچھتا بلکہ نامعقول تھا تاہم یہ امر واضح ہے کہ اس سے مراد ہوائیں ہی ہیں اور ان کے افعال میں ترتیب و یکسانیت ہے جیسا کہ حرف فاء سے مستفاد ہے اور اگر الگ الگ اشیاء مراد ہیں تو فاء ترتیب اقسام کو ظاہر کر رہی ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ کمال قدرت کے اظہار کے لیے سب کی حالت یکساں نہیں بلکہ بڑا فرق ہے اور یہ عظمت و قدرت ربانی پر دلالت کرتا ہے اور یہ قول صاحب کشاف کا ہے، جیسا کہ آلوسی نے روح المعانی میں ذکر کیا۔

(اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ وَّ اِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ۔	تم سے جو قیامت کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ وہ حق سچ ہے اور اعمال کا بدلہ بالضرور ملنے والا ہے۔

جواب للقسم، ما موصول لہ والعائد محذوف ومن ای ان الذی توعدونہ او توعدون بہ یہ قسم کے جواب کے لیے آیا ہے۔ اس آیت میں ما موصولہ ہے اور عائد محذوف ہے یعنی بے شک جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا اور جس چیز کے تم وعدہ کیے گئے یعنی قیامت وہ بالکل حق ہے۔ اور سورہ قٓ کے آخری لفظ وعید سے بھی یہ بہت ہی مناسبت رکھتا ہے۔ اگر اوعد سے مضارع مراد ہو۔

یعنی قیامت کا وعدہ سچا ہے اور اعمال کا بدلہ یقینی ہے اور وہ تمام اشیا جو کمال قدرت کو ظاہر کر رہی ہیں ان کی قسم فرما کر وضاحت کی جا رہی ہے۔ کہ یہ ہمارا استدلال ہے۔ قدرت پر کہ ہم قیامت پر بالکلیہ قادر ہیں۔ اور عقلمند لوگوں کے لیے اس میں بڑی نشانیاں ہیں اور دلائل بھی اور توعدون میں کفار مکہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ مرنے کے بعد بعث و جزا کے بارے میں شک و شبہ میں پڑ کر انکار کرتے تھے اور قدرت الٰہی پر نظر نہیں کرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر امر پر قادر ہے۔ اور ان اشیاء کی پیدائش و صنعت کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝ اِنَّكُمْ لَفِىْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝

آرائش والے آسمان کی قسم ۝ تم مختلف بات میں ہو ۝ اس قرآن سے وہی اوندھا کیا جاتا ہے جس کی قسمت میں ہی اوندھایا جانا ہو ۝ مارے جائیں دل سے تراشنے والے ۝ جو نشے میں بھولے ہوئے ہیں پوچھتے ہیں ۝ انصاف کا دن کب ہوگا۔ اس دن ہوگا جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے ۝ اور فرمایا جائے گا چکھو اپنا تپنا یہ وہ ہے جس کی تمہیں جلدی تھی ۝

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ اور آرائش والے آسمان کی قسم ای الطرق جمع حبیکۃ کطریقۃ، او حباک کمثال ومثل ویقال حبک الماء للتکسر الجاری فیہ اذا مرت علیہ الریح۔

یعنی راہوں والا حبک حبیکۃ کی جمع ہے جیسے طرق طریقۃ کی جمع ہے۔ یا جیسے مثال کی جمع مثل ہے اور کہا گیا ہے پانی میں نہریں جب اس پر سے ہوا کا گذر ہو صاحب قاموس لکھتے ہیں حبک المرمل ریت کی دھاریاں حبک الشعر گھونگریالے بال حبک السماء ستاروں کی راہیں مراد ہیں، بیضاوی نے لکھا ہے، راستوں والا اور راہوں سے مراد محسوس راستے ہیں یعنی عقلی راستے جن پر چل کر مقامات معرفت تک رسائی ہوتی ہے۔ مفہوم آیت یہ ہے کہ آسمان کی قسم جس میں

فرشتوں کے چلنے کے راستے ہیں یا جس کو ستاروں سے مزین فرمایا ہے اور قسم کا یاد فرمانا اظہار قدرت وعظمت کے لیے ہے اور اس میں اہل بصیرت کے لیے راہیں ہیں۔

(اِنَّكُمْ لَفِىْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ) اِنَّکُمْ بے شک تم۔ کفار مکہ سے خطاب ہے یعنی اے اہل مکہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کے بارے میں مختلف باتیں کرتے ہو۔

(لفی قول مختلف) ای متخالف متناقض فی امر اللہ عزوجل حیث تقولون۔ انہ جل شانہ خالق السموات والارض وتقولون بصحۃ عبادۃ الاصنام معہ سبحانہ وفی امر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فتقولون تارۃ انہ مجنون واخری انہ ساحر ولا یکون الساحر الا عاقلا وفی امر الحشر فتقولون تارۃ لا حشر ولا حیوۃ بعد الموت اصلا وتزعمون اخری ان اصنامکم شفعاؤکم عند اللہ یوم القیمۃ الی غیر ذلک من الاقوال المختلفۃ

یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہارے قول مختلف ومتناقض ہیں کبھی تم کہتے ہو بے شک اللہ تعالیٰ جل شانہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے اور کبھی تم بتوں کی بندگی کو اللہ کی بندگی میں شریک ٹھہراتے ہو اور اُسے صحیح مانتے ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے تم کبھی کہتے ہو کہ وہ ساحر ہیں اور جادوگر نہیں ہوتا مگر عقلمند اور حشر کے بارے میں سرے سے نہ کوئی حشر ہوگا اور نہ ہی مرنے کے بعد زندگی اور تم یہ بھی گمان رکھتے ہو کہ تمہارے بت اللہ کے نزدیک تمہارے سفارشی ہیں قیامت کے دن اور اسی طرح کے مختلف اقوال ہیں جن میں وہ ایمان کے ساتھ تکلیف دیئے گئے ہیں۔

تاہم یہ واضح مفہوم ہے کہ کفار کے اقوال خدا، رسول، قرآن اور حشر کے بارے میں مختلف ومنافی ہیں، کبھی تو خدا کو خالق مانتے ہیں مگر اس کی بندگی میں بتوں کو شریک ٹھہراتے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی دیوانہ اور کبھی شاعر کبھی جادوگر اور کبھی دیوانہ کہتے ہیں (معاذ اللہ) اور اسی طرح قرآن حکیم کو کبھی کہانت کبھی پرانے قصے کبھی شاعری بتاتے ہیں (معاذ اللہ) اور یونہی حشر کے انکاری ہیں کبھی کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد کسطرح زندہ ہوں اور کبھی سرے سے اس کا انکار کرتے ہیں، آلوسی کہتے ہیں۔ فی ذلک القسم تشبیہ اقوالہم فی اختلافہا وتنافی اغراضہا بطرائق السموات فی تباعدہا واختلاف ہیآتہا۔

اس قسمیہ جملہ میں کفار مکہ یا منکرین وکفار کے قولی اختلافات اور اغراض ومقاصد کی منافات کو آسمانی راہوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ سماوی راہیں بھی مختلف ہیں اور ان میں بڑی دوری ہے اور غایات کا اختلاف ہے۔

(يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ) اس سے وہی پھیر دیا جاتا ہے جس کا پھرنا علم الٰہی میں مقدر ہوچکا ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص بھی اسلام قبول کرنا چاہتا اور رغبت ایمانی کا اظہار کرتا تو کفار مکہ اس شخص

کے راستے میں رکاوٹیں ڈالتے اور اسے روک کر کہتے کہ تم اسلام کیوں قبول کرتے ہو اور جس کو تم رسول سمجھ رہے ہو۔ وہ تو پاگل ہے، دیوانہ ہے، ساحر ہے، کاہن ہے (معاذ اللہ) اور اسی قبیل کی باتیں کر کے اُسے ایمان و ایمان و اسلام کی راہوں سے موڑنے کی کوشش کرتے۔ لیکن جس کے لیے اللہ کی طرف سے ہدایت مقدر ہو چکی اور حقیقت واضح ہو چکی وہ ان کے ان اقوالِ مختلف کی پرواہ کئے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ حبیبہ میں حاضر ہوتا اور شرفِ ایمان اور دولتِ اسلام سے مالا مال ہو جاتا اور جو شخص اللہ کے علم ازلی میں محروم ہوتا ہے تو وہی محروم رہتا یعنی جو محرومِ ازلی ہے اس سعادت سے محروم رہتا ہے اور بہکانے والوں کے بہکانے میں آتا ہے۔

(قتل الخراصون ٥) مارے جائیں دل سے تراشنے والے۔ جو نشے میں بھولے ہوئے ہیں۔

(اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ٥)

قُتِلَ۔ مارے جائیں آلوسی کہتے ہیں۔ وفیہ بحث وحقیقة۔ القتل۔ معروفة والمراد بقتل۔ الدعاء علیهم مع قطع النظر عن المعنی الحقیقی۔ اور اس میں بحث ہے اور حقیقت ہے قتل یعنی مارا جانا معروف ہے اور اسی سے مراد بھی قتل ہی ہے۔ تاہم اس کے حقیقی معنوں سے قطعِ نظر یہ ان پر بددعا ہے۔ لیکن دعا کرنے والے کے عجز کو ظاہر کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ عجز سے پاک ہے تو اس جگہ دعا سے مراد لعنت ہے یعنی رحمتِ باری سے محرومی اور ابن عباس رضی اللہ عنھما سے یہی منقول ہے۔

قال ابن الانباری۔ و انما کان القتل بمعنی اللعن هنا اور ابن الانباری نے کہا ہے۔ کہ یہاں قتل سے مراد فقط لعنت ہی ہے، تو واضح مفہوم یہ ہوا کہ مارے جائیں یا ہلاک ہوں رحمتِ الٰہی سے محروم ہیں (الخراصون) ای الکذابون من اصحاب القول المختلف یعنی بڑے جھوٹے یعنی وہ کفار جو خدا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن حکیم کے بارے میں مختلف باتیں کہتے تھے، واصل الخرص الظن والتخمین ثم تجوزبہ عن الکذب۔ اور خرص کی اصل ظن اور اندازہ گمان ہے پھر جھوٹ کے ساتھ اس پر اضافہ ہے۔ امام راغب کے نزدیک خرص کا معنی ہے کہ محض گمان و اندازہ پر کسی بات کو تراش لینا خواہ وہ اس کے مطابق ہو یا مخالف ایک غلط سلط جھوٹا تصور بنا لینا اور جو بات صحیح دلیل پر مبنی ہو اس میں اختلاف کرنا۔ الذین هم فی غمرة ساهون جو نشے میں بھولے ہوئے ہیں الذین موصولہ ہے یعنی وہ لوگ جو دل سے تراشنے والے ہیں مراد کفار ہیں هم فی غمرة وہ نشے میں ہیں، غمرة۔ فی جهل عظیم یعنی بہت بڑی غفلت و جہالت میں ہیں۔ ساهون۔ غافلون عما امروا به۔ یعنی اس سے غافل ہیں جس کے ساتھ انہیں حکم دیا گیا ہے۔ فالمراد بالسهو مطلق الغفلة تاہم اُسے مراد غفلت

اور جہالت سے ہے۔

ما منع مفہوم یہ ہوا کہ وہ لوگ جو بڑے جھوٹے ہیں اور خدا و رسول و قرآن کے بارے میں مختلف باتیں کرتے ہیں الکل پچو باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ ما منع امور کا انکار کرتے ہیں یا تمسخراً ایسا کہتے ہیں وہ رحمت الٰہی سے محروم ہیں اور ہلاکت و بربادی ان کے لیے مقدر ہو چکی ہے جو اپنی جہالت کے نشے میں آخرت کو فراموش کئے ہوئے ہیں۔ در حقیقت وہ بڑی سخت جہالت میں پڑے ہیں اور انکی غفلت و جہالت انکا بغض انکار، استہزاء فساد انہیں ڈھکے ہوئے ہے۔ اور یہی امر ان کے قبول حق میں مانع ہے۔

(یسئلون ایان یوم الدین) پوچھتے ہیں انصاف کا دن کب ہوگا۔ یسئلون۔ ای بطریق الاستعجال استھزاءً۔ یعنی قیامت کے جلدی واقع ہونے کی بطور تمسخر و انکار حجت کرتے ہیں۔ ایان یوم الدین۔ ای فیقولون متی وقوع یوم الجزاء۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ قیامت کب واقع ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ کفار کا گروہ بطور استہزاء و انکار پوچھتا ہے۔ کہ قیامت جلد کیوں نہیں آجاتی اور یہ کہ اعمال کے بدلے کا دن کب ہوگا۔

یوم ھم علی النار یفتنون۔ یہ کفار کے سوال کا جواب ہے۔ کہ اس دن ہوگا جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے ای یحرقون یعنی جلائے جائیں گے یا یہ کفار کے سوال کا حصہ ہے۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ وہ دن کب آئے گا جب وہ آگ میں ڈالے جائیں گے۔ اور اگر اول صورت ہے تو جواب ہے۔ جیسا کہ آلوسی کہتے ہیں لان التقدیر السوال فی ای وقت یقع وجوابہ الاصلی فی یوم کذا۔ سوال کی صورت میں یعنی وہ جزا کا دن کب ہوگا تو اس کا حقیقی جواب یہ ہے کہ اس دن جبکہ ایسا ہوگا کہ وہ لوگ آگ میں ڈالے جائیں گے اور اگر صورت ثانی ہے تو کفار کا ایسا کہنا بطور استہزاء کے ہے کیونکہ وہ حشر اور یوم جزاء کے منکر تھے۔

(ذوقوا فتنتکم) ای جزاء کفرکم۔ اس دن کہا جائیگا اپنے کفر کا بدلہ یعنی سزا کا مزہ چکھو یعنی اس عذاب کو چکھو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ (ای عذابکم المعد لکم)

(ھذا الذی کنتم بہ تستعجلون) ای ھذا العذاب کنتم بہ تستعجلون بہ بطریق الاستھزاء۔ یعنی وہ عذاب ہے جس کا تم دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔ اور اس کے لئے جلدی چاہتے تھے تو آج کے دن یہ عذاب وہی ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ اور جس کا تم تمسخر اڑایا کرتے تھے پس اپنے کفر کی سزا کا مزہ چکھو

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ۝

بے شک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہیں اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے بے شک وہ اس سے
پہلے نیکوکار تھے۔

(ان المتقین فی جنت وعیون) بے شک وہ نیکوکار لوگ باغات اور چشموں میں ہیں۔
پرہیزگار نیک کام کرنے والے، جنّتٍ - جنت کی جمع ہے، باغات۔ عیون - عین کی جمع ہے
چشمے، یعنی مؤمنین متقین بہشت کے اندر باغات اور چشموں میں ہیں۔ انواع واقسام کی نعمتوں سے نوازے
جائیں گے جن کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا سکتا اور نہ ان کی حقیقت تک پہنچنے کی قدرت وطاقت ہے

(اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ) ای قابلین لکل ما اعطاھم عزوجل راضین
بہ - یعنی جو اجر ثواب اور عزت ونعمت بھی انہیں ان کے پروردگار کی طرف سے عطا ہوں گی وہ
اس کو خوشی کے ساتھ قبول کریں گے۔ یعنی انہیں جو کچھ عطا کیا جائیگا وہ اس پر راضی ہوں گے بلکہ خوشی ان کے چہروں
سے عیاں ہوں گی جس سے وہ راحتیں پائیں گے اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ عطائے الٰہی اعلیٰ وپسندیدہ
ہوگی اور ان کی طرف سے حسن سلوک قبول ہوگا۔ اظہار فرحت ورضا ہوگا۔

(کانوا قبل ذلک) وہ اس سے پہلے یعنی دنیا میں یا جنت سے داخل ہونے سے پہلے محسنین
جمع مُحْسِنٍ احسان کرنے والے، بھلائی کرنے والے۔ خالص اللہ کے لیے عبادت کرنے والے
رضائے الٰہی کے طالب

یعنی یہ مؤمن ومتقی لوگ جو دنیا میں نیک کام کرتے رہے اور خدا کی رضا کے طلبگار رہے، خلوص سے
اس کی بندگی بجالاتے رہے۔ انہیں ان طاعتوں کا بدلہ ملے گا جو انہوں نے دنیا میں بجالائیں اور اسی کے وہ
مستحق تھے اور یہ ان کے احسانوں کا بدلہ ہوگا جو بہت بڑی کامیابی ہے۔

کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ۝ وہ لوگ رات کو کم سویا کرتے۔

ما یھجعون۔ ما زائد ہے، جیسا کہ آلوسی کہتے ہیں (ما) اما مزیدۃ۔ الھجوع۔
سے مراد النوم رات کو سونا ہے جیسا کہ امام راغب نے کہا۔ قلیلاً۔ مفعول فیہ۔ یا مفعول
ہی ہے۔ ای ھجوعا قلیلا - یعنی رات کو تھوڑا سوتے ہیں قال الحسن کابدوا
قیام اللیل لاینامون منہ حسن نے کہا وہ لوگ ہمیشہ رات کو قیام کرتے ہیں اور اس میں نہیں سوتے مگر
بہت کم الاقلیلاً۔

وعن عبد اللہ بن رواحۃ ھجعوا قلیلا ثم قاموا وفسر انس بن مالک الآیۃ کما رواہ جماعۃ
عند وصححہ الحاکم فقال: کانوا یصلون بین المغرب والعشاء ولا ھی لا تدل علی الاقتصار

علی ذلك (آلوسی) اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ لوگ تھوڑی رات آرام کرتے ہیں پھر عبادت (قیام) کرتے ہیں اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کی جیسا کہ ایک جماعت نے ان سے روایت کی اور حاکم نے اس کی تصحیح کی، فرمایا وہ لوگ مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہیں اور یہ اس آیت کے اختصار پر دلالت نہیں کرتی تاہم آیت کا واضح مفہوم یہی ہے کہ وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے ہیں معمولی نیند کے بعد زیادہ حصہ نماز پڑھتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں کی رات کا بیشتر حصہ عبادت میں گذرتا ہے خواہ وہ اول یا درمیانی شب یا پچھلی رات میں عبادت کریں اور ساری رات نیند نہیں کرتے۔ عن عطاء انہ قال فی الایۃ، کان ذلك اذا امروا بقیام اللیل کلہ فکان ابوذر یعتمد علی العصاء فمکثوا شہرین ثم نزلت الرخصۃ (فاقرءوا ما تیسر منہ) اور عطاء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انہوں (اس آیت کے بارے میں کہا) کہ یوں تھا کہ جب وہ لوگ تمام رات کے قیام کا حکم دے گئے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ عصا کا سہارا لیتے یہاں تک کہ دو مہینے گذر گئے پھر رخصت نازل ہوئی پس جو کچھ تم سے میسر ہو سکے تلاوت کرو۔ تو یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ رخصت کے بعد بھی وہ لوگ ساری رات نہ سوتے۔

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ وہ پچھلی رات استغفار کرتے

اَسْحَار سحر کی جمع، رات کا آخری حصہ یا صبح سے پہلے کا وقت، يَسْتَغْفِرُوْنَ وہ بخشش مانگتے ہیں آلوسی کہتے ہیں ای ھم مع قلۃ ھجوعھم وکثرۃ تہجدھم یداومون علی الاستغفار فی الاسحار کانہم اسلفوا فی لیلھم الجرائم ولم یتفرغوا فیہ یعنی وہ لوگ اپنے کم سونے اور اکثر رات کو عبادت کے باوجود سحر کے وقت میں ہمیشہ استغفار کرتے ہیں گویا وہ خیال کرتے ہیں کہ رات کے سونے کے باعث ان سے کوئی بڑا قصور سرزد ہو گیا اور عبادت کے لیے فارغ کیوں نہ ہو سکے، حسن کہتے ہیں کہ وہ تھوڑی رات سوتے ہیں پھر مستعد ہو کر سحری تک عبادت کرتے ہیں اور بخشش مانگتے ہیں۔ وَقِيْلَ المراد طلبھم المغفرۃ بالصلاۃ اور کہا گیا ہے ان کا بخشش کا مانگنا نماز کے ساتھ ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان آخر اللیل فی التھجد احب الی من اولہ لان اللہ تعالی یقول (وبالاسحارھم یستغفرون) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے نزدیک رات کے آخری حصہ میں تہجد پڑھنا (عبادت کرنا) رات کے پہلے حصہ کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہے اس لیے کہ حق تعالی فرماتے ہیں اور وہ پچھلی رات استغفار کرتے ہیں، بخاری و مسلم میں

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر رات کو جب تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے۔ تو اللہ کریم آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے میں ہی مالک ہوں کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو عطا کروں کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی مانگے۔ اور میں اس کے گناہ بخش دوں۔ آیت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگ یعنی رات تہجد اور شب بیداری میں گزارتے ہیں اور بہت تھوڑی دیر سوتے ہیں اور ہر شب کا آخری حصہ استغفار میں گذارتے ہیں اور اتنے سو جانے کو بھی قصور سمجھتے ہیں۔

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم۔ اور ان کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا (للسائل) الطالب منہم ان لوگوں سے طلب کرنے والے (والمحروم) وھو المتعفف الذی یحسبہ الجاھل غنیا فیحرم الصدقۃ اور جو مانگنے سے حیا کی وجہ سے احتراز کرتے ہیں باوجودیکہ وہ حاجت مند ہوں اور ناواقف لوگ انہیں مالدار سمجھتے ہیں پس وہ ایسے اکثر لوگوں کو دینے سے رہ کے رہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے محروم سے مراد وہ شخص ہے جسے غنیمت یا فیٔ کے مال سے حصہ نہ ملا ہو۔ وہ لوگ اپنی دولت واموال سے ان لوگوں کو جو سوال کرنے والے ہیں۔ اور ان لوگوں کو بھی جو حیاءً سوال نہیں کرتے پہچان کر ان کو بھی دیتے ہیں آلوسی کہتے ہیں ای نصیب وافر یستوجبونہ علی انفسہم تقربا الی اللہ عزوجل واشفاقا علی الناس فھو غیر الزکاۃ کما قال ابن عباس ومجاہد یعنی وہ مال جو ان کی ضرورتوں کے بعد ہوتا ہے۔ اللہ کی خوشنودی کے لیئے اور لوگوں پر مہربانی کے طور پر بکثرت خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ زکوٰۃ کے علاوہ جیسا کہ ابن عباس اور مجاہد رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ نے فرمایا۔ اور جمہور کا یہی قول ہے کیونکہ زکوٰۃ کی فرضیت اصلی مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اور مقدار مدینہ طیبہ میں۔ یعنی صدقات وخیرات مراد ہیں۔

وفی الارض ایٰت للموقنین ۝ وفی انفسکم افلا تبصرون ۝ وفی السماء رزقکم وما توعدون ۝ فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون ۝

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو ۝ اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں ۝ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ۝ تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

وفی الارض ایٰت للموقنین ۝ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے۔

(وفی الارض ایٰت) آلوسی کہتے ہیں، دلائل من انواع المعادن والنباتات والحیوانات او وجوہ

دلالات من الوجود ارتفاع بعضها عن الماء واختلاف اجزائها فی الکیفیات والخواص ۔ فالدلیل علی الاول ما فی الارض من الموجودات والظرفیۃ حقیقیۃ والجمع علی ظاہرہ وعلی الثانی الدلیل نفس الارض الجمعیہ باعتبار وجوہ الدلال واحوالہ والظرفیۃ من ظرفیۃ الصفۃ فی الموصوف والدلالۃ علی وجود الصانع جل شانہ وعلمہ وقدرتہ وارادتہ ووحدتہ وفرط رحمۃ عزوجل ۔

مفہوم یہ ہے کہ زمین میں نشانیوں سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو معدنیات، نباتات اور حیوانات کی انواع سے ہے یا انسانوں کے لیے زمین رہنے کے لیے اس کے بعض حصے پانی سے بلندی پر ابھار دیئے گئے اور زمین بچھا دی گئی اور یہ کہ زمین کے مختلف حصوں کی مختلف کیفیات اور خواص کیا ہیں۔ پس پہلی نشانی تو اس سے متعلق ہے جو زمین میں ہے موجودات سے اور کیفیات وحالات اور متضاد خاصیات کیوں کر ہیں اور دوسری نشانی نفس زمین ہے کہ اس کے اوپر نباتات وحیوانات، انواع اجناس کی کثرت دلالت کر رہی ہے کہ ان کا نباتات والا واجب الوجود کا علم متناہی اور قدرت کاملہ کا مالک ہے اور اسی نے اپنے فضل ورحمت سے ان تمام اشیاء کو خلق کیا ہے۔

بعض علماء تفسیر کا قول ہے کہ حرف وعطف ہے اور تمام آیات جو واؤ سے شروع ہوئی ہیں درحقیقت انکم لفی قولٍ مختلف، سے متعلق ہیں کیونکہ کفار کو ان امور میں اختلاف و انکار تھا جب کہ حقیقت یہ نہیں ہے عطف مدحیہ آیات پر ہے جو محسنین کی تشریح میں مذکور ہے جس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لیے زمین میں علم الہی، قدرت تامہ اور خلاقیت وربوبیت کی واضح نشانیاں ہیں اور وہ ان علامات و نشانات قدرت کو دیکھ کر غور وفکر کرتے ہیں۔

(للموقنین) للموحدین الذین سلکوا الطریق السوی البرھانی الموصل الی المعرفۃ فھم نظارون بعیون باصرۃ وافھام نافذۃ ۔

یعنی وہ لوگ جو ایک خدا کو ماننے والے ہیں اور اس راہ پر چل رہے ہیں جو دلائل سے معرفت کے ساتھ مربوط ہے پس وہ اپنی بینا آنکھوں اور عقل تامہ کے ذریعہ ان امور کا نظارہ کر رہے ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہوا کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت وحکمت کے نشانات ہیں جو اس کی عظمت پر دلالت کر رہے ہیں اور اہلِ عقل وبصیرت اس کا نظارہ کرتے ہیں۔

وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

(وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ) ای فی ذواتکم آیاتٌ ۔ یعنی تمہاری ذاتوں میں نشانیاں ہیں مفہوم یہ ہے کہ تمہاری خلقت وپیدائش میں اور تمہارے بدنی وجسمانی تغیرات میں اور تمہارے ظاہر وباطن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے

ایسے بے شمار عجائب و غرائب ہیں جن سے بندے کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و ربوبیت کا پتہ چلتا ہے اور شان معلوم ہوتی ہے انسانوں کی شکلوں، زبانوں، رنگوں، طبائع، مزاجوں عقل و دانش، فہم و ادراک، قبول حق راہ پہ چلنے کی قابلیت کا تفاوت اہل بصیرت کے لیے بہت بڑی نشانیاں ہیں اور بے ساختہ کہتے ہیں فتبارك الله احسن الخالقين (افلا تبصرون) پھر کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا، آلوسی کہتے ہیں ای الا تنظرون فلا تبصرون بعين البصيرة مراد ہے کہ تم نہیں دیکھتے پس کیا تم نگاہ بصیرت سے نہیں دیکھتے اس میں یا تو منکروں سے خطاب ہے یا پھر مومنین کو نگاہ بصیرت سے دیکھنے کی دعوت ہے یعنی اے بے تکی ہانکنے والو (کفار) تمہیں وہ نشانیاں نظر نہیں آتیں جو اہل یقین اور پرہیزگاروں کو نظر آتی ہیں۔

واضح مفہوم یہی ہے کہ تمہارے اپنے وجود میں قدرت و عظمت الٰہی کے بے شمار نشان ہیں جو اہل بصیرت پر روشن ہیں اور منکروں کو دعوت نظارہ و فکر ہے کہ تمہیں یہ باتیں کیوں نظر نہیں آتیں حالانکہ اہل یقین اسے بخوبی دیکھتے ہیں اور عظمت پروردگار کا اقرار کرتے ہیں کہ تمہیں یہ باتیں کیوں نظر نہیں آتیں حالانکہ اہل یقین اسے بخوبی دیکھتے ہیں اور عظمت پروردگار کا اقرار کرتے ہیں کہ بے شک وہی خالق ہر دو عالم عظمت و برکت والا ہے۔

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے (وفی السمآء رزقکم) اور آسمان میں تمہارا رزق ہے، آلوسی کہتے ہیں ای تقدیرہ وتعیینہ او اسباب رزقکم من النیرین والکواکب والمطالع والمغارب التی تختلف بها الفصول التی هی مبادی الرزق فالکلام علی تقدیر مضاف او تجوز بجعل وجود الاسباب فیها کوجود المسبب، ذهب غیر واحد الی ان السمآء السحاب وهی سماء لغة والمراد بالرزق والمطر فانه سبب الاقوات وروی تفسیره بذلك مرفوعاً

یعنی اللہ نے جو مقدور متعین فرمایا ہے یا تمہارے پھر اسباب ہیں رزق مراد ہیں، چاند، سورج، ستاروں اور ان کے طلوع و غروب اور پھر ان سے پیدا ہونے والے مفید و مضر امور سب قدرت الٰہی کی آفاقی نشانیاں رزق کے پیدا ہونے کا سبب ہیں پس یہ گفتگو بر تقدیر مضاف ہے یا مراد یہ ہے کہ اُس پروردگار نے یہ سب اسباب بنائے ہیں اور یہی مسبب الاسباب کے وجود پر دلیل بھی ہیں اور بعض نے کہا سماء سے مراد سحاب (بادل) ہے اور یہ مجاز لغت سے ہے اور اس سے مراد بارش کے ساتھ رزق ہے کیونکہ وہی ان اقوات کا مالک ہے اور اس کی تفسیر مرفوعاً مروی ہے۔

بیضاوی نے السماء سے مراد بادل اور رزق سے بارش رکھی ہے اور کہا ہے کہ اس سے مراد اسباب رزق ہیں۔

(وما توعدون) عطف علی رزقکم ای والذی توعدونه من خیر وشر کما روی عن مجاھد وفی روایة اخری عنه وعن الضحاک — ما توعدون — الجنة والنار وھو ظاھر فی ان النار فی السماء وفیه خلاف وقال بعضھم وھو الجنة وھی علی ظھر السماء السابعة تحت العرش، وقیل: امر الساعة، وقیل: الثواب والعقاب فانھما مقدران معینان فیھا۔

(و) رزقکم پر عطف ہے یعنی وہ امر جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو خیر و شر سے جیسا کہ مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ایک دوسری روایت میں ان سے اور ضحاک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ماتوعدون سے مراد جنت اور دوزخ ہے اور وہ اس میں ظاہر ہے کہ دوزخ آسمان میں ہے اور اس میں اختلاف ہے اور بعض نے کہا کہ وہ جنت ہے جو ساتویں آسمان کی پشت پر عرش کے نیچے ہے اور کہا گیا مراد امر قیامت ہے اور کہا گیا مراد ثواب و عذاب ہے کیونکہ یہ دونوں امور اس میں مقدر و معین ہیں جہاں تک ان اقوال کا تعلق ہے سب ثواب ہیں سوائے ضحاک کے قول کے کہ اس سے مراد جنت و دوزخ ہیں کیونکہ جنت تو بلاشبہ آسمان پہ ہے مگر دوزخ زمین کے نیچے ہے جیسا کہ حدیث سے واضح ہے تاہم اس تاویل کی ضرورت صرف اسی صورت میں ہے جب مخاطبین صرف مومنین و محسنین ہوں اور اگر خطاب میں مومن و کفار دونوں مراد ہوں تو اس تاویل کی گنجائش نہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے تمہارے لیے اسباب رزق معین و مقرر فرمائے ہیں اور آسمان سے بارش کرکے رزق سے نوازا ہے۔ اور آخرت کے ثواب و عذاب کا وعدہ تفصیل سب آسمانوں میں مکتوب ہے

تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

(فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝ تو آسمان اور زمین کے پروردگار کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے، وقسمیہ ہے جو کلام کو موکد کرنے کے لیے ہے اور بلغار کا یہی طریقہ ہے کہ مخاطب کا انکار جس درجہ کا حق ہے خبر دینے والا کلام کو اسی قدر موکد کرکے بیان کرتا ہے، ل (لحق) تاکیدی ہے اور فرمایا جارہا ہے یہ امر اسی طرح حق و صواب ہے جس طرح انسان کا اپنا بولنا اور کلام ایک واضح روشن اور محسوس و معلوم حقیقت ہے یہاں مثل (تشبیہ) کا استعمال اس لیے ہے کہ روشن حقیقت کا انکار مشکل ہوتا ہے جس طرح انسان کا نطق و کلام واضح و محسوس ہے اسی طرح وہ باتیں جو پچھلی آیات کی تفصیل میں نشانات قدرت آیات الٰہی، وعدۂ عذاب و ثواب، خیر و شر اور رزق کے بارے میں گزریں حق ہیں اور رب ذوالجلال نے قسم یاد فرما کر اس بیان کو قوی و موکد کر دیا ہے اور ابن ابی حاتم نے حسن سے روایت کی ہے کہ یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس قوم کو ہلاک کرے جن کے لیے ان کے پروردگار نے قسم یاد فرمائی پھر بھی

انہوں نے اسے سچا نہ جانا. تو اس آیت میں تشبیہہ دقسم اظہار حقانیت، احقاق حق اور تاکید حق کے لیے ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ ذاریات پ ۲۶

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۞
اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۞
جب وہ اس کے پاس آکر بولے سلام۔ کہا سلام ناشناسا لوگ ہیں۔

فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۞
پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا

فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۞
پھر اسے ان کے پاس رکھا کہا کیا تم کھاتے نہیں

فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۞
تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا وہ بولے ڈریے نہیں اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۞
اس پر اس کی بی بی چلاتی آئی۔ پھر اپنا ماتھا ٹھونکا اور بولی کیا بڑھیا بانجھ۔

قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۞
انہوں نے کہا تمہارے رب نے یونہی فرما دیا ہے اور وہی حکیم دانا ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ ذاریات پ ۲۶

هَلْ۔ کیا	اَتٰىكَ۔ آئی تیرے پاس	حَدِيْثُ۔ بات	ضَيْفِ۔ مہمانوں
اِبْرٰهِيْمَ۔ ابراہیم کی	الْمُكْرَمِيْنَ۔ عزت والوں کی	اِذْ۔ جب	دَخَلُوْا۔ داخل ہوئے
عَلَيْهِ۔ اس پر	فَقَالُوْا۔ بولے	سَلٰمًا۔ سلام	قَالَ۔ کہا
سَلٰمٌ۔ سلام	قَوْمٌ۔ قوم تھی	مُّنْكَرُوْنَ۔ ناپہچان	فَرَاغَ۔ تو گیا

اِلٰی۔طرف	اَھْلِہٖ۔اپنے گھر کی	فَجَآءَ۔تو لایا	بِعِجْلٍ۔بچھڑا
سَمِیْنٍ۔موٹا	فَقَرَّبَہٗ۔پھر قریب کیا اسکو	اِلَیْھِمْ۔انکی طرف	قَالَ۔کہا
اَلَا۔کیا نہیں	تَاْکُلُوْنَ۔کھاتے تم	فَاَوْجَسَ۔تو چھپایا	مِنْھُمْ۔ان سے
خِیْفَۃً۔ڈر کو	قَالُوْا۔بولے	لَا۔نہ	تَخَفْ۔ڈر
وَ۔اور	بَشَّرُوْ۔بشارت دی	ہٗ۔اسکو	بِغُلٰمٍ۔لڑکے
عَلِیْمٍ۔علم والے کی	فَاَقْبَلَتْ۔تو آئی	امْرَاَتُہٗ۔اسکی بیوی	فِیْ۔بیچ
صَرَّۃٍ۔حیرت کے	فَصَکَّتْ۔تو اسنے ہاتھ مارا	وَجْھَھَا۔اپنے چہرے پر	وَ۔اور
قَالَتْ۔بولی	عَجُوْزٌ۔بڑھیا	عَقِیْمٌ۔بانجھ	قَالُوْا۔کہنے لگے
کَذٰلِکِ۔اسی طرح	قَالَ۔کہا ہے	رَبُّکِ۔تیرے رب نے	اِنَّہٗ۔بیشک وہ
ھُوَ۔وہی	اَلْحَکِیْمُ۔حکمت والا	اَلْعَلِیْمُ۔جاننے والا ہے۔	

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ ذاریات ۲۷

ہَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰہِیْمَ الْمُکْرَمِیْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْہِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰٓی اَھْلِہٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ۝ فَقَرَّبَہٗٓ اِلَیْھِمْ قَالَ اَلَا تَاْکُلُوْنَ ۝ فَاَوْجَسَ مِنْھُمْ خِیْفَۃً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْہُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ۝ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُہٗ فِیْ صَرَّۃٍ فَصَکَّتْ وَجْھَھَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ۝ قَالُوْا کَذٰلِکِ ۙ قَالَ رَبُّکِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ ۝

اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی ۝ جب وہ اس کے پاس آکر بولے سلام کہا سلام ناشناسا لوگ ہیں ۝ پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا ۝ پھر اسے ان کے پاس رکھا کہا کیا تم نہیں کھاتے ۝ تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا، وہ بولے ڈرئیے نہیں ؕ اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی ۝ اس پر اس کی بی بی چلاتی پھر اپنا ماتھا ٹھونکا اور بولی کیا بوڑھیا بانجھ انہوں نے کہا تمہارے رب نے یونہی فرمادیا ہے اور وہی حکیم و دانا ہے ۝

ہَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰہِیْمَ الْمُکْرَمِیْنَ اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز

مہمانوں کی خبر آئی۔

(ھَلْ اَتٰكَ) استفہام انکاری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ کی خبر بذریعہ وحی دی جا چکی ہے۔

(حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ) حدیث بمعنی حکایت و قصہ، ضیف، آلوسی کہتے ہیں فی الاصل مصدر بمعنی المیل و لذالك یطلق علی الواحد والمتعدد 'اصل میں لفظ ضیف مصدر ہے، مہمانوں کے معنوں کے ساتھ اداکی لیے اس کا اطلاق ایک پر بھی ہوتا ہے اور متعدد پر بھی ان مہمانوں کی تعداد کیا تھی تو اس میں اختلاف ہے آلوسی کہتے ہیں۔ قیل، کانوا اثنی عشر ملکا، وقیل، ثلاثة جبرائیل و میکائیل و اسرافیل علیهم السلام وسموا ضیفا لانهم کانوا فی صورته الضیف ولان ابراهیم علیه السلام حسبهم کذالك کہا گیا ہے کہ وہ بارہ فرشتے تھے۔

اور کہا گیا کہ تین تھے۔ جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام اور انہیں مہمان کا نام دیا گیا اس لیے کہ وہ مہمانوں کی صورت میں تھے اور اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ایسا ہی گمان کیا محمد بن کعب کا قول ہے جبرائیل اور ان کے ہمراہ سات فرشتے اور تھے جبکہ سدی کا قول ہے کہ یہ گیارہ فرشتے تھے نورانی چہروں کے ساتھ مرد لڑکوں کی صورت میں۔

(المکرمین) معزز۔ آلوسی کہتے ہیں ای عند اللہ عزوجل کما قال الحسن فهو کقوله تعالی فی الملائکة علیهم السلام (بل عباد مکرمون) او عند ابراهیم علیه السلام اذاخد مهم بنفسه وزوجة یعنی معزز اللہ کے نزدیک جیسا کہ حسن نے کہا پس وہ ملائکہ اللہ تعالی کے ملائکہ علیہم السلام کے بارہیں قول کی طرح ہے۔ یعنی وہ معزز بندے ہیں یا پھر حضرت ابراہیم کے نزدیک جبکہ انہوں نے اور ان کی زوجہ نے خود ان کی خدمت کی تھی۔

(اذ دخلوا علیه) جب وہ اس کے پاس آئے یعنی کہ جب مہمان آ گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے

(فقالوا سلما) پھر بولے سلام یعنی انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپ کو سلام کہتے ہیں (قال سلٰمٌ) ای علیکم السلام عدل به الی الرفع بالابتداء لقصد الثبات حتی یکون تحیه احسن من تحیتهم اخذا بمزید الادب والاکرام

یعنی تم پر سلام ہو اللہ سلامٌ بطور اجملہ اسمیہ کہا تاکہ سلامتی کی دعا ہمیشہ کیلئے ہو اور ان کا جواب سلام ملائکہ کے سلام سے بہتر ہو جائے اور ایسا ادب اکرام کیلئے تھا۔ کیونکہ سلام کا بہتر جواب ہدایت الٰہیہ کے موافق ہے اور صالحین کا یہی طریق ہے۔

(قومٌ منکرون) ناشناسا لوگ، آلوسی کہتے ہیں وانہٗ علیہ السلام قالہ فی نفسہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ اپنے جی میں کہا تھا کہ ناشناسا لوگ ہیں۔ ایک قول ہے لان اوضاعہم واشکالہم خلاف ما علیہ الناس آپ نے ناشناسا لوگ اس لیے کہا کہ ان لوگوں کی وضع قطع اور شکل وصورت جس پر کہ وہاں کے لوگ تھے مختلف تھی۔

(فراغ الیٰ اَھلِہٖ) او ذھب الیھم علی خفیۃ من ضیفہٖ۔ یعنی مہمانوں سے پوشیدہ طور پر اپنے گھر والوں کے پاس گئے تاکہ مہمانی سجالائیں۔ اہل سے مراد گھر والے ہیں یا فقط حضرت سارہ سلام اللہ علیہا فجاء بعجلٍ سمینٍ ۵ پس آئے ایک فربہ بچھڑے کے ساتھ۔ عجل گائے کے بچھڑے کو کہتے ہیں۔ جب بڑا ہو جائے تو ثور (بیل) کہتے ہیں، سمین ممتلی الجسد بالشحم واللحم جس کا جسم گوشت سے بھرا ہوا ہو۔ اور چربی والا ہو۔ فجاء پس وہ آئے ف عجلت کو ظاہر کر رہی ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جلدی سے ایک فربہ بچھڑے کو ذبح کیا اور بھون کر (پکوا کر) لے آئے کیونکہ ان کے ہاں بھی مویشی تھے۔ (بیل گائے۔ بچھڑے وغیرہ)

(فقربہٗ الیھم) پھر اسے ان کے پاس رکھا۔ یعنی کھانا مہمانوں کے پاس لا کر رکھا، آلوسی کہتے ہیں بان وضعہٗ لدیھم وفیہ دلیل علی ان من اکرام الضیف ان یقدم لہٗ اکثر مما یاکل وان لا یوضع ویدعی الضیف الیہ۔ یعنی آپ نے کھانا لا کر مہمانوں کے پاس رکھا یعنی اور اس میں دلیل یہ ہے کہ مہمان کی تکریم میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ کھانا اس کے سامنے لا کر رکھے تاکہ اس میں جس قدر چاہے، تناول کرے اور یہ نہیں کہ کھانا کسی اور جگہ لگائے اور مہمان کو کھانے کی طرف بلائے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو کہ کھانا الگ لگانا اور مہمانوں کو کھانے کی طرف بلانا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں فیشن بن گیا ہے، سنت کے خلاف ہے

(قال الا تاکلون) کہا کیا تم کھاتے نہیں، جب فرشتوں نے نہ کھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تم کھاتے نہیں آلوسی کہتے ہیں۔ قیل، عرض الاکل فان فی ذالک تانیساً للضیف، وقیل انکار لعدم تعرضھم للاکل کہا گیا ہے کہ آپ نے انہیں کھانے کے لیے کہا تاکہ اس میں مہمانوں کے لیے انسیت درغبت ہو اور بلا جھجک مشغول ہوں اور کہا گیا ہے فرشتوں کے طعام کو نہ کھانے کی وجہ سے کہا کہ وہ پس وپیش یا انکار نہ کریں اور کھائیں۔ میں کہتا ہوں کہ الا تاکلون میں تعریض بھی ہے کیونکہ اگر وہ حقیقتاً مہمان ہوتے تو بالضرور کھاتے اور چونکہ انہوں نے کھانے سے تعرض کیا تو آپ نے کہا، کیا تم کھاتے نہیں یعنی فرشتے ہو اس لیے فرشتوں کو طعام کی حاجت نہیں اور اس سے وہ پاک ہیں انکی خوراک ذکر الٰہی ہے۔ اور اگلی آیت میں خوف کی علت یہی ہے۔

فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَۃً ط قَالُوْا لَا تَخَفْ ط وَبَشَّرُوْہُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ہ

تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا وہ بولے ڈریے نہیں اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔
(فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَۃً) فاوجس ای میں محسوس کیا خیفۃ ڈر، خوف تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا آلوسی لکھتے ہیں فاضمر فی نفسہ منہم خوفاً لما رأی علیہ الصلوٰۃ والسلام اعراضہم عن طعامہ وظن ان ذالک لشر یریدونہ فان اکل الضیف آمنۃ ودلیل انبساط نفسہ وللطعام حرمۃ وزمام والامتناع منہ وحشۃ موجبۃ لظن الشر وعن ابن عباس انہ علیہ السلام وقع فی نفسہ انہم ملائکۃ ارسلوا للعذاب یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ کھانے کی طرف رغبت نہیں کرتے اور پہلو تہی کرتے ہیں تو گمان کیا کہ یہ معاملہ خرابی پر مبنی ہے جو وہ چاہتے ہیں (دشمن ہیں) پس اگر مہمان کھا لیتے تو خیر ہوتی اور ان کے دل کے لیے یہ امر موجب فرحت ہوتا اور کھانے کے لیے بھی تکریم ہوتی اور کھانے سے رکنا اور مائل نہ ہونا وحشت انگیز امر تھا جس سے خرابی کا گمان ہوا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک ابراہیم علیہ السلام کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ فرشتے ہیں اور ان کو عذاب کے لیے بھیجا گیا ہے۔ پس آپ کو خوف ہوا۔

(قالوا لا تخف) وہ بولے ڈریئے نہیں۔

قالوا فرشتے بولے لا تخف ڈریئے نہیں۔ آلوسی کہتے ہیں انہوں نے کہا انا رسل اللہ تعالیٰ۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں وقیل مع تحقیق انہم ملائکۃ اور تحقیق سے کہا گیا ہے کہ بے شک وہ فرشتے تھے یعنی ان فرشتوں نے کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں اس لیے آپ خوف نہ کریں۔

وبشروہ اور اُسے خوشخبری دی ای بواسطتہم یعنی فرشتوں کے واسطے سے یہ خبر دی۔

بغلم ساتھ لڑکے کے، غلام سے مراد یہاں حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں، آلوسی کہتے ہیں ہو عند الجمہور اسحٰق بن سارۃ وہو الحق للتنصیص علی انہ المبشر بہ فی سورۃ ہود، والقصۃ واحدۃ غلم سے مراد یہاں جمہور کے نزدیک حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں جو سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا کے فرزند ہیں اور نص کے مطابق یہی حق ہے کیونکہ سورہ ہود میں مبشر سے مراد یہی ہیں اور یہ قصہ بھی ایک ہی ہے لہذا یہاں کوئی اشکال نہیں۔

علیم ، علم والا۔ آلوسی کہتے ہیں عند بلوغہ واستوائہ وفیہ تبشیر لحیاتہ۔ یعنی بالغ ہو کر اس لڑکے کو کمال علوم حاصل ہوگا۔ الغرض اس میں انکی طول عمر کی بھی بشارت ہے۔

(فاقبلت امراتہ فی صرۃ) اس پر ان کی بی بی چلاتی آئی۔

فاقبلت پس آئی امراتہ اس کی بیوی یعنی سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا۔ فی صرۃ چلاتی ہوئی

آلوسی کہتے ہیں سارۃ لما سمعت بشارتہم الی بیتہا وکانت فی زاویۃ تنظر الیہم وفی التفسیر الکبیر انہا کانت فی خدمتہم فلما تکلموا مع زوجہا بولادتہا استحیت واعرضت عنہم فذکر اللہ تعالیٰ ذلک بلفظ الاقبال علی الاہل دون الادبار عن الملائکۃ

جب سیدہ سارہ نے اپنے گھر میں ان کی خوشخبری سنی اور وہ پردے سے انہیں دیکھ رہی تھیں اور تفسیر کبیر میں ہے کہ وہ یعنی حضرت سارہ ان کی خدمت میں مشغول تھیں پس جب فرشتوں نے ان کے شوہر سے بیٹے کی ولادت کے بارے میں گفتگو کی انہیں حیا آئی اور آپ نے ان سے (فرشتوں سے) اعراض کیا پس اللہ تعالیٰ نے اُس کا بیان لفظ اقبال کے ساتھ کیا ہے اور فرشتوں سے ادبار کے ساتھ نہیں کیا مطلب یہ ہے کہ سارہ ایک جگہ سے دوسری جگہ آئیں نہیں۔ بلکہ وہیں چلانا شروع کیا یہ چلانا کیا تھا وقیل، قولہا أوہ وقیل، یا ویلتی، انہوں نے کہا، ہائے خرابی۔ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا، پھر اپنا ماتھا

پھوڑ لگا آلوسی لکھتے ہیں قال مجاھد، ضربت بیدھا علی جبھتھا وقالت، یا ویلتاہ وقیل، انھا وجدت حرارۃ الدم فلطمت وجھھا من الحیاء وقیل، انھا لطمتہ تعجباً وھو فعل النساء اذا تعجبن من شیٔ، مجاہد نے کہا کہ انہوں نے اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا اور کہا ہائے خرابی اور کہا گیا ہے انہوں نے حیض کے خون کی گرمی محسوس کی تو شرم سے منہ ڈھانک لیا اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے تعجب کی وجہ سے اپنا منہ چھپا لیا اور یہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ جب وہ کسی چیز سے متعجب ہوتی ہیں یا عجیب و غریب امر دیکھتی ہیں تو شرم کی وجہ سے ایسا کرتی ہیں۔

(وقالت عجوز) ای انا عجوز انہوں نے کہا کہ میں بوڑھی ہوں۔

(عقیم) بانجھ۔ عاقر فکیف الد یعنی بانجھ ہوں کیونکر جنوں گی۔ حضرت سارہ کی عمر اس وقت نوے سال تھی۔

(قالوا کذلک قال ربک) بولے تمہارے رب نے یونہی فرما دیا ہے

ای مثل ذالک القول الکریم الذی اخبرنا بہ یعنی یہ رب کریم کے فرمان کے مطابق ہے جس کی ہمیں خبر دی گئی۔

قال ربک) وانما نحن معبرون نخبرک بہ عنہ عزوجل لا انا تقولہ من تلقاء انفسنا۔ اور ہم تمہیں اسی بات کی خبر دے رہے ہیں جس بات کی پروردگار جل جلالہ نے خبر دی ہے اور ہم اپنے پاس سے یا اپنے جی سے بنا کر نہیں کہہ سکتے ہو یعنی یہ پروردگار کا فرمان ہے آلوسی کہتے ہیں روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے سیدہ سارہ سے کہا اپنے گھر کی چھت کی طرف دیکھئے پس انہوں نے دیکھا کہ اُس کی کڑیاں پتوں اور پھلوں سے لدی ہیں۔ اس میں قدرت ربانی کی طرف اشارہ تھا۔

اِنَّهُ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ۔ بے شک وہ حکمت والا دانا ہے۔ یعنی صنعت و ایجاد میں حکیم ہے اور العلیم سے مراد یہ ہے کہ وہ ماضی و حال و مستقبل سب کو جانتا ہے اور اس کا علم لامتناہی ہے اور اس کی مرضی کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

بفضلہ تعالیٰ آج ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ ۲۶ پارہ مکمل ہوا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ ذاریات پ۲۷

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝

ابراہیم نے فرمایا تو اے فرشتو تم کس کام سے آئے۔

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝

بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۝

کہ ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر چھوڑیں۔

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝

جو تیرے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان کیے گئے ہیں۔

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

تو ہم نے جو اس شہر میں ایمان والے تھے وہ نکال لیے۔

فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

وَتَرَكْنَا فِيْهَاۤ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝

ک
اور ہم نے اس میں نشانی رکھی ان کے لیے جو درد ناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

وَفِيْ مُوْسٰۤى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝

اور موسیٰ میں جب ہم نے اسے روشن سند لے کر فرعون کے پاس بھیجا۔

فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝

تو اپنے لشکر سمیت پھر گیا اور بولا جادوگر ہے یا دیوانہ۔

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝

تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا۔

وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۝

اور عاد میں جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی۔

مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۝

جس چیز پر گزرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر کے چھوڑتی۔

وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ۝

اور ثمود میں جب ان سے فرمایا گیا ایک وقت تک برت لو۔

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝

تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آلیا۔ تو وہ نہ کھڑے ہو سکے اور نہ ہی وہ بدلہ لے سکتے تھے۔

اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک فرمایا بے شک وہ فاسق لوگ تھے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ ذاریات پ ۲۷

قَالَ۔ کہا	فَمَا۔ پھر کیا	خَطْبُكُمْ۔ کام ہے تمہیں	اَيُّهَا۔ اے
الْمُرْسَلُوْنَ۔ فرشتو	قَالُوْا۔ بولے	اِنَّا۔ ہم	اُرْسِلْنَا۔ بھیجے گئے ہیں
اِلٰى۔ طرف	قَوْمٍ۔ قوم	مُّجْرِمِيْنَ۔ مجرم کی	لِنُرْسِلَ۔ تاکہ بھیجیں ہم
عَلَيْهِمْ۔ ان پر	حِجَارَةً۔ پتھر	مِّنْ طِيْنٍ۔ گارے سے بنے ہوئے	
مُسَوَّمَةً۔ نشاندار ہیں	عِنْدَ۔ نزدیک	رَبِّكَ۔ تیرے رب کے	لِلْمُسْرِفِيْنَ۔ حد سے بڑھنے
والوں کے لیے	فَاَخْرَجْنَا۔ تو نکالے ہم نے	مَنْ۔ جو	كَانَ۔ تھے
فِيْهَا۔ اس میں	مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ مومنوں سے		فَمَا۔ تو نہ
وَجَدْنَا۔ پایا ہم نے	فِيْهَا۔ اس میں	غَيْرَ۔ سوائے	بَيْتٍ۔ ایک گھر کے
مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ مسلمانوں سے		وَ۔ اور	تَرَكْنَا۔ چھوڑی ہم نے
فِيْهَا۔ اس میں	اٰيَةً۔ نشانی	لِّلَّذِيْنَ۔ ان کے لیے جو	يَخَافُوْنَ۔ ڈرتے ہیں
الْعَذَابَ۔ عذاب	الْاَلِيْمَ۔ دردناک سے	وَ۔ اور	فِيْ۔ بیچ
مُوْسٰى۔ موسیٰ کے	اِذْ۔ جب کہ	اَرْسَلْنٰهُ۔ بھیجا ہم نے اس کو	
اِلٰى۔ طرف	فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی	بِسُلْطٰنٍ۔ ساتھ سند	مُّبِيْنٍ۔ روشن کے
فَتَوَلّٰى۔ تو پھر گیا	بِرُكْنِهٖ۔ اپنے لشکر سمیت	وَ۔ اور	قَالَ۔ بولا
سٰحِرٌ۔ جادوگر ہے	اَوْ۔ یا	مَجْنُوْنٌ۔ دیوانہ	فَاَخَذْنٰ۔ تو ہم نے
وَجُنُوْدَهٗ۔ اس کے لشکر کو	وَ۔ اور	فَنَبَذْنٰهُمْ۔ پکڑ کر	هٗ۔ اس کو

فَنَبَذْنٰہُمْ۔ تو ہم نے پھینک دیا انکو		فِیْ۔ بیچ	الْیَمِّ۔ دریا کے
وَ۔ اور	ھُوَ۔ وہ تھا	مُلِیْمٌ۔ ملامت کیا گیا	وَ۔ اور
فِیْ۔ بیچ	عَادٍ۔ عاد کے	اِذْ۔ جبکہ	اَرْسَلْنَا۔ بھیجی ہم نے
عَلَیْہِمُ۔ ان پر	الرِّیْحَ۔ ہوا	الْعَقِیْمَ۔ بانجھ کرنے والی	مَا۔ نہیں
تَذَرُ۔ چھوڑتی تھی	مِنْ شَیْءٍ۔ کسی شے کو	اَتَتْ۔ کہ آئی	عَلَیْہِ۔ اس پر
اِلَّا۔ مگر	جَعَلَتْہُ۔ کرتی اسکو	کَالرَّمِیْمِ۔ بوسیدہ	وَ۔ اور
فِیْ۔ بیچ	ثَمُوْدَ۔ ثمود کے	اِذْ۔ جبکہ	قِیْلَ۔ کہا گیا
لَہُمْ۔ ان کے لیے	تَمَتَّعُوْا۔ فائدہ اٹھاؤ	حَتّٰی۔ ایک	حِیْنٍ۔ وقت تک
فَعَتَوْا۔ تو سرکشی کی انہوں نے	عَنْ اَمْرِ۔ حکم	رَبِّہِمْ۔ اپنے رب سے	فَاَخَذَتْہُمُ۔ تو پکڑا انکو
الصّٰعِقَۃُ۔ کڑک نے	وَ۔ اور	ھُمْ۔ وہ	یَنْظُرُوْنَ۔ دیکھتے تھے
فَمَا۔ تو نہ	اسْتَطَاعُوْا۔ طاقت رکھی انہوں نے		مِنْ قِیَامٍ۔ کھڑا ہونے کی
وَ۔ اور	مَا۔ نہ	کَانُوْا۔ ہوئے وہ	مُنْتَصِرِیْنَ۔ بدلہ لینے والے
وَ۔ اور	قَوْمَ۔ قوم	نُوْحٍ۔ نوح	مِنْ قَبْلُ۔ ان سے پہلے
اِنَّہُمْ۔ بیشک	کَانُوْا۔ وہ تھے	قَوْمًا۔ لوگ	فٰسِقِیْنَ۔ فاسق

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ ذاریات پ ۲۷

قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ اَیُّھَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝

کہا تو اے فرشتو تم کس کام سے آئے۔

قال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا

فما خطبکم یعنی تمہارے آنے کی وجہ کیا ہے۔ یا یہ کہ اس بشارت کے سوا تمہارا اور کیا کام ہے

ایھا المرسلون اے بھیجے ہو یعنی معزز فرشتو!

واضح مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معزز فرشتوں سے ان کے آنے کا مقصد دریافت کیا کہ آیا وہ صرف حضرت اسحق علیہ السلام کی بشارت ولادت کے لیے آئے ہیں یا پھر کسی اور مہم کے لیے بھی آئے

آئے ہیں۔

قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ه بولے ہم ایک مجرم قوم کیطرف بھیجے گئے ہیں۔

قَالُوْ وہ فرشتے بولے۔ انہوں نے جواب دیا۔

(انا ارسلنا ہم بھیجے گئے ہیں، یعنی ہماری آمد کا مقصد یہ ہے ایک مجرم قوم کو عذاب دیں۔

الی قوم مجرمین ایک مجرم قوم کی طرف، یعنون قوم لوط علیہ السلام، اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ہے جو گندے افعال میں مبتلا و مشغول تھی یہ لوگ ڈاکو اور لٹیرے تھے۔ برملا بے حیائی کا مظاہرہ کرتے اور لڑکوں کیساتھ برے کام کی ابتدا انہوں نے ہی کی، انہوں نے لوط علیہ السلام کی تکذیب کی اس لیئے مجرم قوم کہا کہ ان کے جرائم شدید و قبیح تھے اور وہ انتہائی مفسد و بے باک تھے۔

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ه کہ ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر چھوڑیں۔

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ه جو تمہارے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان کر رکھے ہیں۔

لِنُرسل علیھم تاکہ ہم ان پر برسائیں (چھوڑیں)

یعنی ان کی بستیوں کا اوپر کا حصہ اور ان کے نیچے کا حصہ کر دیں یعنی بستیاں اُلٹ پلٹ دیں یا اوپر نیچے کر دیں۔

(حجارۃ من طین) ای طین متحجر وھو السجیل۔ یعنی وہ مٹی جو پتھر بن جاتی ہے اور وہ کنکر ہے، پتھر کے کنکر، سنگریزے۔

فرشتوں نے کہا کہ ہمیں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ ہم قوم لوط کی بستیوں کو اوپر نیچے کر دیں اور پتھر کے کنکر ان پر برسائیں۔

مُسَوَّمَةً نشان لگا ہوا معلمۃ من السومۃ وھی العلامۃ علی کل واحدۃ منھا اسم من یھلک بھا وقیل: اعلمت بانھا من حجارۃ العذاب بعلامۃ تدل علی انھا لیست من حجارۃ الدنیا

وہ ناموں سے نشان زدہ تھے اور یہ نشانی تھی اس امر کی کہ ان میں سے ہر ایک جسے ہلاک کرنے کا حکم ہے ہلاک ہوگا اور کہا گیا ہے وہ نشان دار تھے کیونکہ وہ عذاب کے پتھر تھے اور کہا گیا نشان دار سے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ دنیا کے پتھروں میں سے نہ تھے، قتادہ نے کہا کہ ان پر سرخ خطوط تھے جبکہ حسن سعدی کا قول ہے ان پر مہریں لگی ہوئی تھیں۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ ہلاک ہونے والا کا نام پتھر پر مقرر تھا۔

(عند ربك تمہارے رب کے پاس انھا فی علم اللہ تعالٰی معلقۃ یعنی وہ اللہ تعالٰی کے علم

میں متعین و مقرر تھا۔

(للمسرفین) حد سے بڑھنے والوں کے لئے۔ المجاوزین الحد فی الفجور، یعنی ان لوگوں کے لیے جو فسق و فجور کے امور میں حد سے گذر گئے تھے مراد قوم لوط کے لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام میں مبتلا ہوئے لواطت جیسے خبیث فعل کے مرتکب ہوئے اور تمام حدود کو پھلانگ گئے۔

فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ تو ہم نے اُس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لئے۔

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

(فاخرجنا) پس ہم نے نکالے، فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ کے گھر کے لوگ راتوں رات چلے جائیں اور تم میں سے کوئی پلٹ کر نہ دیکھے، یعنی ان کا نکلنا ہمارے امر سے تھا یا یہ کہ ہم نے فرشتوں کو اس کی ہدایت کی تھی، لہٰذا ہم نے ہی نکالا اور نکلنے کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

(مَنْ كَانَ فِيهَا) (جو اس شہر میں تھے) ای فی قری قوم لوط واضمارها بغیر ذکر لشهرتها یعنی جو قوم لوط کی بستیوں میں تھے۔ بستیوں کے لئے ضمیر کے ساتھ ذکر اس لئے کہا کہ وہ مشہور تھیں۔

(من المومنین) ممن آمن بلوط علیه السلام یعنی ان لوگوں میں سے جو لوط علیہ السلام پر ایمان لائے وا صح مفہوم یہ ہے کہ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ لوگ رات کے آخری حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر بستی سے نکل جائیں اور آپ لوگوں میں سے کوئی منہ پھیر کر نہ دیکھے، البتہ تمہاری زوجہ منہ پھیر کر دیکھے گی تو اُس پر بھی ہلاک ہونیوالوں کی طرح کا پتھر پڑے گا اور وہ بھی ہلاک ہو جائیگی تو یہ لوگ راتوں رات بستی سے نکال لیئے گئے اور یہی آیت کا مقتضی ہے۔

(فما وجدنا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ) پس ہم نے وہاں ایک ہی گھر پایا ای غیر اهل بیت للبیان لقوله تعالیٰ یعنی ایک گھر والوں کے سوا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

(من المسلمین) مسلمانوں سے، فالکلام بتقدیر مضاف وجوزان یراد بالبیت نفسه الجماعة مجازاً ما

پس کلام بر تقدیر مضاف ہے اور جو مجازاً دلالت کرتا ہے کہ بیت گھر اسے مراد کچھ لوگ ہوں اور انہی سے مراد ہے مسلمانوں سے، آلوسی کہتے ہیں کما اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم ۔عن مجاهد لوط وابنتاه جیسا کہ ابن منذر اور ابن حاتم نے مجاہد سے تخریج کی ہے کہ من المسلمین سے مراد لوط علیہ السلام اور انکی دو بیٹیاں تھیں، واخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر انه قال، کانوا ثلاثة عشر ۔ اور ابن ابی حاتم

نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا وہ تیرہ[۱۳] لوگ تھے۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ فرشتوں نے ان بستیوں میں ایک ہی گھر مسلمانوں کا پایا اور اس گھر کے لوگ
لوط علیہ السلام اور انکی دو صاحبزادیوں پر مشتمل تھے جب کہ بعض نے کہا کہ وہ تیرہ شخص تھے ان کے علاوہ
سبھی کفار فساق و فجار تھے جن کے لیے ہلاکت مقدر ہو چکی تھی۔

وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝

اور ہم نے اس میں نشانی باقی رکھی ان کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔
(وَتَرَكْنَا فِيهَا) اور ہم نے باقی رکھی ای فی القریٰ یعنی ان بستیوں میں، مطلب یہ ہے کہ
قوم لوط کو ہلاک کرنے کے بعد ان بستیوں میں نشانی رکھی۔
(آیۃ) نشانی۔ علامۃ دالۃ علی ما اصابھم من العذاب، قال ابن جریج ھی احجار کثیرۃ منضودۃ
وقیل، تلک الاحجار التی اھلکوا بھا، وقیل، ماء منتن قال الشھاب، کانہ بحیرۃ طبریہ
یعنی نشانی جو دلالت کرتی ہے اس پر جو انہیں عذاب سے پہنچا، ابن جریج نے کہا وہ کثرت کیساتھ
پتھروں کے ڈھیر ہیں اور کہا: وہ پتھر تھے جن کے ساتھ وہ ہلاک کیے گئے، اور کہا گیا کالا سڑا، بدبودار پانی
شہاب نے کہا گویا کہ وہ بحیرہ طبریہ ہے، یہ نشانی عبرت کے لیے رہنے دی۔
(للذین یخافون العذاب الالیم) ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں، آلوسی کہتے
ہیں ای من شانھم ان یخافوہ السلامۃ فطرتھم ورقۃ قلوبھم دون من عداھم من ذوی القلوب القاسیۃ فانھم
ولا یعتدون بھا ولا یعدونھا آیۃ، یعنی جو لوگ اپنی فطرتی سلامتی کے لیے اور رقت قلبی کی وجہ سے
اس سے ڈرتے ہیں اور انہیں دشمن جانتے ہیں برعکس ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں سختی ہے۔
وہ نہ تو اس کا خوف رکھتے ہیں اور نہ انہیں اس سے عبرت ہوتی ہے، واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ نشانی ان لوگوں
کے لیے عبرت و نصیحت ہے جو اللہ نے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں وہ ان نشانات کو دیکھ کر
گریہ زاری کرتے ہیں اور سلامتی کے طلبگار ہوتے برعکس ان لوگوں کے جن کے دل سخت ہو چکے ہیں
اور وہ فکر آخرت سے بے گانہ ہیں اور سرکش ہیں۔

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝

اور موسیٰ میں جب ہم نے سنا کے روشن سند دے کر فرعون کے پاس بھیجا۔
وفی موسیٰ اور موسیٰ میں بھی عطف علی (وترکنا فیھا) یتقدیر عامل لہ ای وجعلنا فی موسیٰ
عطف ترکنا والی آیت پر ہے، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارسال میں بھی ایک نشانی تھی اور

جملہ کمل معطوف ہے اور یہ فیما پر عطف ہے جیسا کہ آیت میں عامل کے مناسب ہے۔

(اذ ارسلنٰہ) جب ہم نے اسے بھیجا وقیل بمحذوف ای کائنۃ وقت ارسلنا اور کہا گیا ہے کہ محذوف کے ساتھ یعنی بھیجنے کے وقت میں حجہ کے ہوتا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کی طرف بھیجے گئے اس وقت آپکو جو نشانات دے گئے

(الیٰ فرعون بسلطٰن مبین) ساتھ کھلی دلیل فرعون کی طرف ۔ ھو ما ظھر علی یدیہ من المعجزات الخ۔ وہ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام ہاتھ پر عظیم معجزات کی صورت پر ظاہر ہوا۔ یعنی عصا، ید بیضاء، سمندر میں راستے، پتھر سے چشموں کا پھوٹنا وغیرہ۔

فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝

تو اپنے لشکر سمیت پھر گیا اور بولا جادوگر ہے یا دیوانہ۔

(فتولیٰ برکنہ) تو اپنے لشکر سمیت پھر گیا، فتولیٰ پس وہ پھر گیا۔ برکنہ اپنے لشکر کے ساتھ۔ اور قتادہ نے کہا الرکن بمعنی القوم رکن قوم کے معنی میں ہے وقیل: تولیٰ بقوتہ وسلطانہ والرکن یستعار للقوۃ اور کہا گیا ہے کہ وہ اپنی قوت شرکت اور قوم کی وجہ سے پھر گیا اور رکن میں قوت کی طرف اشارہ ہے آلوسی کہتے ہیں فاعرض عن الایمان بموسیٰ علیہ السلام پس فرعون نے اپنے جتھے کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے اعراض کیا۔

وقال سٰحر اور بولا جادوگر۔

وقال اور کہا یعنی فرعون نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام ساحرٌ جادوگر ای ھو ساحر یعنی وہ جادوگر ہیں۔

(او مجنون) یا دیوانہ، آلوسی کہتے ہیں کان اللعین جعل ما ظھر علی یدیہ علیہ السلام من الخوارق العجیبۃ منسوبۃ الی الجن وتردد فی انہ حصل باختیارہ فیکون سحراً او بغیر اختیارہ فیکون جنوناً وھذا مبنی علی زعمہ الفاسد والا فالسحر لیس من الجن کما بین فی محلہ فاو للشک وقیل الابھام وقال ابو عبیدۃ ھی بمعنی الواو لان اللعین قال الامرین قال: (ان ھذا لساحر علیم) وقال ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون وانت تعلم ان اللعین یتلون تلون الحرباء فلا ضرورۃ تدعو الی جعلھا بمعنی الواو فرعون لعین نے جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دست کرم پر عجیب خوارق عادات ظاہر دیکھے تو اسے جن کی طرف منسوب کیے جاتا اور اس میں متردد ہوا کہ اگر انہوں نے اپنے اختیار سے حاصل کیے ہیں تو یہ جادو ہوگا اور اگر ان کے اپنے اختیار کے بغیر ہے تو یہ جنون ہے اور یہ اس کے فاسد گمان و وہم پر مبنی تھا اور رہا سحر (جادو) تو وہ جن سے نہیں ہوتا جیسا کہ اس موقع و محل سے واضح ہے پس "او" شک کے لیے کہا اور کہا گیا کہ ابہام کے لیے

اور ابو عبیدہ نے کہا یہاں او واؤ کے معنی میں ہے کیونکہ لعین نے دو باتیں کیں کہ یہ تو علم والا جادوگر ہے اور کہا بے شک تمہارا رسول وہ شخص ہے جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ اگر دیوانہ ہے۔ اور معلوم ہونا چاہیے کہ لعین نے ایسا بلا ضرورت کہا اور اس نے یہاں اوؔ سے مراد وہی لیا ہے۔

تاہم میں کہتا ہوں کہ اس کے دونوں قول متضاد تھے، مجنون کیوں کر جادوگر ہو سکتا ہے۔ اور ساحر تو عقلمند ہوتا ہے اور عقلمند کا مجنون کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، درحقیقت فرعون لعین خود عقل سے کورا تھا اور جناب کلیم علیہ السلام کے دست کرم سے معجزات قاہرہ و باہرہ کا صدور دیکھ کر بے تکی ہانکنے لگا اور خیالات فاسدہ میں الجھ گیا اور حقیقت کو نہ سمجھ سکا۔

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَهُوَ مُلِیْمٌ ۝ وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ۝ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ۝

تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اس حال میں کہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا۔ اور عاد میں جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی جس چیز پر گذرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر چھوڑتی

(فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ) تو ہم نے اُسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا

پس ہم نے اُسے پکڑ لیا یعنی فرعون کو، (وجنودہ) اور اس کے لشکروں کو پکڑ کر فرعون کے لشکر کو جو موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کا تعاقب کر رہا تھا۔ (فنبذنھم) پس ہم نے ان کو غرق کر دیا۔

(فی الیم) فی البحر یعنی دریا میں

آلوسی لکھتے ہیں والمراد فاغرقناھم فیہ، وفی الکلام من الدلالة علی غایة عظم شان القدرة الربانیة نھایة مھانة فرعون وقومہ اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے انہیں دریا میں غرق کر دیا اور یہاں کلام میں اللہ تعالیٰ کی قدرتی اور عظمتوں کی غایت درجہ دلالت ہے اور فرعون اور اس کی قوم کی انتہائی بے کسی کا اظہار ہے۔

(وَهُوَ مُلِیْمٌ) اور وہ اپنے کو ملامت کر رہا تھا۔ آلوسی کہتے ہیں وکون الملام علیہ ھنا الکفر والطغیان ھو الذی یقتضیہ حال فرعون وھو مما یختلف باعتبار من وصف بہ فلا یتوھم انہ کیف وصف اللعین بما وصف بہ ذوالنون علیہ السلام۔

اور یہاں ملامت کرنے سے مراد کفر و طغیان (سرکشی و بغاوت) ہے جو کہ فرعون کے حال کی مقتضی ہے اور وہ اس کے اوصاف کے اختلاف کے اعتبار سے ہے لیکن یہاں یہ وہم نہ ہونا چاہیے کہ فرعون لعین

اس طرح خود کو ملامت کرنے لگا جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ قرآن عظیم میں ہے۔ فالتقمہ الحوت وھو ملیم۔ پھر اُسے (حضرت یونس علیہ السلام) کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا یعنی انہوں نے نکلنے میں جلدی کی اور قوم سے الگ ہونے میں امر الٰہی کا انتظار نہ کیا۔ لیکن یہاں فرعون کا خود ملامت کرنا مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ قابل ملامت افعال کے ارتکاب کی وجہ سے ملامت کا مستحق تھا اور بعض نے کہا کہ وہ خود کو ملامت کرتا تھا کہ وہ حضرت موسٰی علیہ السلام پر ایمان نہ لایا اور یہ ان پر کیوں طعن کیا جیسا کہ اُس کے کلام سے بھی ظاہر ہوا قرآن عظیم میں ہے حتّٰی اذا ادرکہ الغرق قال اٰمنت انہ لا الٰہ الا الذی اٰمنت بہ بنوا سرائیل الخ یہاں تک کہ جب اُسے ڈوبنے نے آ لیا، بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ لیکن اس کا ایسا کہنا حالت اختیار میں نہ تھا بلکہ اضطرار میں تھا اور وہ ایمانی وقت کو کھو چکا تھا تاہم واضح مفہوم یہی ہے کہ وہ خود ہی اپنے کفر و تکبر اور سرکشی کی وجہ سے قابل ملامت تھا۔

(وفی عادٍ اذ ارسلنا علیہم) اور عاد میں جب ہم نے بھیجی۔

(وفی عادٍ) اور قوم عاد کی ہلاکت میں بھی نشانی ہے، جب ہم نے ان پر آندھی بھیجی۔

اذ ارسلنا علیہم جب کہ ہم نے ان پر بھیجی۔ یعنی قوم عاد پر آندھی بھیجی۔

(الریح العقیم) ریح لا برکۃ فیہا ولا منفعۃ ولا ینزل غیث ولا یلقح بہا شجر۔ ایسی ہوا جس میں برکت و بھلائی نہ ہو اور نہ ہی نفع ہو اور نہ ہی اُس سے بارش برسے اور نہ ہی درختوں کو فائدہ پہنچے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ قوم عاد کی ہلاکت میں نشان قدرت ہے اللہ نے اس قوم پر ایسی آندھی بھیجی جس میں خیر و برکت نہ تھی اور اس نے انہیں ہلاک و برباد، تہس نہس کر دیا اور ان کی جڑ کاٹ دی۔ یہاں عقیم کے لفظ سے عورتوں کے بانجھ پن کی طرف بھی اشارہ ہے یعنی جس طرح سے عقیم عورت سے نسل نہیں بڑھتی بلکہ منقطع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ نے قوم عاد پر ایسی ہوا بھیجی جو ان کی نسل کو کاٹ دینے والی تھی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ نصرت بالصبا واھلکت عاد بالدبور میری صبا کے ساتھ مدد کی گئی اور قوم عاد پچھوا (پچھم) کی ہوا سے ہلاک کی گئی۔

ما تذر من شیءٍ اتت علیہ جس چیز پر گذری۔

(ما تذر من شیءٍ) ما تدع شیئاً نہ چھوڑا کسی شے کو یعنی اُس ہوا نے نہ کسی شے کو چھوڑا

(اتت علیہ) جو آئی علیہ جس چیز پر بھی وہ گذری، یعنی وہ ہوا جس چیز پر سے بھی گذری اُس نے اُسے تباہ و برباد کر دیا۔

(الا جعلته كالرميم) مگر اسے بنا ڈالا ریزہ ریزہ خاک کی طرح ۔
(جعلته الخ) مگر اس کو بنایا حالیہ والشئ هنا عام مخصوص ای من شئ اراد الله تعالى تدميره واهلاكه من ناس او دیار او شجر او غیر ذالك روى ان الريح كانت تمر بالناس فيهم الرجل من عاد فتنتزعه من بينهم وتهلكه الّا یہاں حالیہ ہے اور شئی یہاں عام مخصوص ہے۔ یعنی جس چیز کا بھی اللہ نے تباہ ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا انسانوں میں سے یا بستیوں میں سے یا درختوں میں سے یا ان کے علاوہ اشیا کا، روایت ہے کہ آندھی لوگوں میں سے گذرتی جن میں قوم عاد کے لوگ ہوتے تو انہیں ان کے درمیان ہی ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہلاک کر دیتی
(كالرميم) گلی ہوئی شے کی طرح، ریزہ ریزہ خاک کی طرح۔
رمیم کا لفظ رمّ سے مشتق ہے، رَمّ کے معنی گل جانا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا، فرسودہ ہونے کے ہیں ک تشبیہ کے لئے وفسره السدى هنا بالتراب اور یہاں سدی نے تفسیر کی ہے کہ خاک کی طرح ریزہ ریزہ ہو گئی اور قتادہ نے کہا چورہ چورہ ہو گئی واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ ہوا قوم عاد کے لوگوں پر عذاب بن کر آئی اور جس شے پر سے بھی اس کا گذر ہوا خواہ وہ آدمی ہوں یا اموال و جانور وغیرہ جن کے لئے بھی ارادہ الٰہی ہلاکت کا ہوا اسے گلا کر رکھ دیا اور یوں کر دیا جیسے ریزہ ریزہ خاک ہو یا مدتوں کی فرسودہ ہو یا اس آندھی نے سب کو جلا کر رکھ دیا

وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتّٰى حِيْنٍ ۝ فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۝ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ ۝

اور ثمود میں جب ان سے فرمایا گیا ایک وقت تک برت لو تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آلیا تو وہ نہ کھڑے ہو سکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے۔

(وفي ثمود) اور ثمود میں۔ یعنی قوم ثمود کے ہلاک میں بھی نشانیاں ہیں۔
(اذ قيل لهم تمتعوا حتى حين) جب انہیں کہا گیا ایک وقت تک برت لو۔
آلوسی کہتے ہیں اخرج البيهقي في سننه عن قتادة انه ثلاثة ايام واليه ذهب الفراء وجماعة امام بیہقی نے اپنی سنن میں قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ثمود کی قوم کو تین دن کی مہلت دی گئی یعنی ان لوگوں سے کہا گیا کہ اپنے گھروں میں تین دن تک عیش کر لیں اور حیات زندگانی کے مزے لے لیں اور فراء اور ایک جماعت اسی طرف گئی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ حق تعالیٰ کے قول کی تفسیر ہے جیسا کہ ارشاد ہے تمتعوا في داركم ثلاثة ايام کہ تم لوگ اپنے گھروں میں تین روز تک فائدہ اٹھا لو آلوسی کہتے ہیں۔ واستشكل بأن هذا التمتع مؤخر عن العتو لقوله تعالى فعقروها فقال تمتعوا اور اس میں اشکال

یہ ہے کہ یہ تمتع "(فائدہ اٹھانا۔ مزے اڑانا) عتو (نافرمانی) سے موخر ہے یا پہلے جیسا کہ ارشاد باری ہے پس جب انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ تو فرمایا تم فائدہ اٹھا لو اپنے گھروں میں تین روز تک۔ وقولہ تعالیٰ، فعتوعن امر ربھم یدل علی ان العتو متاخر اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول کہ پس انہوں نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی دلالت کرتا ہے کہ عتو موخر ہے۔ تاہم یہ مہلت کا زمانہ (تین دن) ان کی نافرمانی کے بعد بھی مستحق ہے۔ اور اس مقام پر حکائیت کے طور پر بیان ہے جس سے مراد لینا درست نہیں ہے کیونکہ قوم ثمود کو مہلت اس لیئے دی گئی تھی کہ چاہے ہلاکت کے لیئے منتظر رہیں یا ہدائیت قبول کریں لیکن انہوں نے صالح علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہ کیا نہ ان پر ایمان لائے اور نہ ہی ان کی اطاعت کی اور الٹا اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور بعض نے کہا تمتعوا حتیٰ حین سے مراد وقت موت تک زندگانی کی مہلت ہے اور اس سے اشکال سرے سے ہی نہیں رہتا۔

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ پس انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔

یعنی قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی، آپ پر ایمان نہ لائے اور آپ کی دعوت حق قبول نہ کی اور اسی حد تک سرکشی کا مظاہرہ کیا کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی جو نشانات قدرت سے تھی اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور غرور و تکبر کا مظاہرہ کیا۔

فاخذتھم الصعقۃ وھم ینظرون ○ پس انہیں آلیا کڑک نے ان کی آنکھوں کے سامنے۔

فاخذتھم الصعقۃ) ای اھلکتھم، روی ان صالحا علیہ السلام وعدھم الھلاک بعد ثلاثۃ ایام وقال لھم۔ تصبح وجوھکم غدا مصفرۃ وبعد غد محمرۃ والیوم الثالث مسودۃ ثم یصبحکم العذاب ولما راوا الایات التی بینھما علیہ السلام عمدوا الی قتلہ فنجاہ اللہ تعالیٰ فذھب الی ارض فلسطین ولما کان ضحوۃ الیوم الرابع تحفطوا وتکفنوا بالانطاع فاتتھم الصاعقۃ وھی نار من السماء وقیل، صیحۃ منھا فھلکوا۔

یعنی انہیں ہلاک کر دیا، روایت ہے کہ صالح علیہ السلام نے ان سے تین دن کے بعد ہلاکت کا وعدہ کیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ کل صبح تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے اور کل کے بعد سرخ اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے پھر تمہیں عذاب پہنچے گا اور جب انہوں نے اس مہلت کے درمیان نشانیاں دیکھیں تو ان لوگوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا پس اللہ نے آپ کو محفوظ رکھا تو ارض فلسطین کی طرف چلے گئے اور جب چوتھے دن دوپہر کا وقت ہو گیا۔ تو اور وہ اپنی سرکشی و بغاوت میں اکڑتے پھرتے تھے کہ اچانک انہیں کڑک نے آلیا اور یہ آسمان سے آگ تھی اور کہا گیا آسمان سے چنگھاڑ ایسا خوفناک آواز تھی جس سے سب ہلاک ہو گئے۔

(وھم ینظرون) اور ان کی آنکھوں کے سامنے (یعنی وہ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے)

وان المراد ینظرون الیھا وقال مجاھد (ینظرون) بمعنی ینتظرون ای وھم ینتظرون الاخذ والعذاب فی تلک الایام الثلاثۃ راؤ فیھا علاماتہ وانتظار العذاب اشد من العذاب۔

اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور امام مجاہد نے کہا یہاں ینتظرون کے معنی میں ہے، یعنی وہ پکڑے جانے اور عذاب کے منتظر تھے ان تین دنوں میں انہوں نے عذاب کی علامتیں دیکھ لی تھیں۔

اور وہ عذاب کے منتظر تھے اور عذاب کا انتظار عذاب سے شدید تر تھا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ انہیں تین روز کی مہلت دی گئی اور اس کے بعد ان کی آنکھوں کے سامنے آسمان سے خوفناک آواز آئی جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور سارے ہلاک ہو گئے۔

(فما استطاعوا من قیام) تو وہ کھڑے نہ ہو سکے

یعنی جب عذاب نازل ہوا تو اس سرعت کے ساتھ اور اتنا اچانک آیا کہ انہیں اٹھ کر بھاگنے کی مہلت بھی نہ ملی اور قتادہ کا قول ہے کہ زمین سے اٹھ بھی نہ سکے

(وما کانوا منتصرین ۵) اور وہ نہ بدلہ لے سکتے تھے۔

یعنی ان کی عاجزی و بے بسی کی یہ حالت تھی کہ وہ خود کو عذاب سے نہ بچا سکے اور نہ ہی بھاگ سکے، یہ لوگ غایت درجہ سرکش تھے اور بے باک تھے لیکن ان پر عذاب اس طرح مسلط کیا گیا کہ وہ بے بس ہو کر رہ گئے اور انہیں دفاع کے لیے کچھ بھی نہ سوجھا، اور ہلاکت سے بچ نہ سکے۔

وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۵ ع اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک فرمایا بے شک وہ فاسق لوگ تھے۔

(وقوم نوح): اور قوم نوح ؛ اور قوم نوح کی ہلاکت میں بھی عبرت اور نشانی ہے۔

(من قبل) پہلے سے ای من قبل ھؤلاء المھلکین یعنی ان ہلاک ہونے والوں سے پہلے مطلب یہ ہے کہ قوم لوط، فرعون، قوم عاد، اور قوم ثمود کی ہلاکت سے پہلے ہم نے قوم نوح کو بھی ہلاک کیا تھا ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے۔

(إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۵) بے شک وہ فاسق لوگ تھے، آلوسی کہتے ہیں۔

خارجین عن الحدود فیما کانوا فیہ من الکفر والمعاصی قوم نوح کے لوگ کفر و معاصی کی وجہ سے حدود سے پھلانگ گئے تھے۔ یعنی سرکشی و بغاوت میں حد سے بڑھ چکے تھے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ ذاریات پ۲۷

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝

اور آسمان کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا اور بیشک ہم وسعت دینے والے ہیں۔

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝

اور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ہیں۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے تاکہ تم دھیان کرو۔

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

تو اللہ کی طرف بھاگو بیشک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ بیشک میں اسکی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝

یونہی جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو یہی بولے کہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔

اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝

کیا آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات کہہ مرے ہیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝

تو اے محبوب تم ان سے منہ پھیر لو تو تم پر کچھ الزام نہیں ہے۔

وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝

اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

مَآ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ۝

میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھانا دیں۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ۝

بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا

فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِہِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ۝	قدرت والا ہے۔ تو بے شک ان ظالموں کے لیے عذاب کی ایک باری ہے جیسے کہ ان کے ساتھ والوں کے لیے ایک باری تھی تو مجھ سے جلدی نہ کریں۔
فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِہِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ۝	تو کافروں کی خرابی ہے ان کے اس دن سے جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ ذاریات پ ۲۷

وَ۔ اور	اَلسَّمَآءَ۔ آسمان	بَنَیْنٰہَا۔ بنایا ہم نے اسکو	بِاَیْدٍ۔ ہاتھوں سے
وَ۔ اور	اِنَّا۔ بیشک ہم	لَمُوْسِعُوْنَ۔ وسعت دینے والے ہیں۔	
وَ۔ اور	الْاَرْضَ۔ زمین	فَرَشْنٰہَا۔ بچھایا ہم نے اسکو	فَنِعْمَ۔ تو کیا اچھے ہیں
الْمٰہِدُوْنَ۔ بچھانے والے	وَ۔ اور	مِنْ۔ ہر	جس ایک
شَیْءٍ۔ چیز کے	خَلَقْنَا۔ پیدا کیے ہم نے	زَوْجَیْنِ۔ جوڑے	لَعَلَّکُمْ۔ تاکہ تم
تَذَکَّرُوْنَ۔ نصیحت پکڑو	فَفِرُّوْٓا۔ تو دوڑو	اِلَی۔ طرف	اللّٰہِ۔ اللہ کی
اِنِّیْ۔ بیشک میں	لَکُمْ۔ تمہارے لیے	مِّنْہُ۔ اسکی طرف سے	نَذِیْرٌ۔ ڈرانے والا ہوں
مُّبِیْنٌ۔ ظاہر	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَجْعَلُوْا۔ بناؤ
مَعَ۔ ساتھ	اللّٰہِ۔ اللہ کے	اِلٰـہًا۔ معبود	اٰخَرَ۔ دوسرا
اِنِّیْ۔ بیشک میں	لَکُمْ۔ تمہارے لیے	مِّنْہُ۔ اس سے	نَذِیْرٌ۔ ڈرانے والا ہوں
مُّبِیْنٌ۔ ظاہر	کَذٰلِکَ۔ اسی طرح	مَآ۔ نہ	اَتَی۔ آیا
الَّذِیْنَ۔ انکے پاس	مِنْ قَبْلِہِمْ۔ جو ان سے پہلے تھے		مِنْ رَّسُوْلٍ۔ کوئی رسول
اِلَّا۔ مگر	قَالُوْا۔ کہا انہوں نے	سَاحِرٌ۔ جادوگر ہے	اَوْ۔ یا
مَجْنُوْنٌ۔ دیوانہ	اَ۔ کیا	تَوَاصَوْا۔ وصیت کی	بِہٖ۔ اس کی
بَلْ۔ بلکہ	ہُمْ۔ وہ	قَوْمٌ۔ لوگ ہیں	طَاغُوْنَ۔ سرکش
فَتَوَلَّ۔ تو منہ پھیر	عَنْہُمْ۔ ان سے	فَمَآ۔ تو نہیں	اَنْتَ۔ تو

نُبْلُوْمٌ ملامت کیا گیا وَ۔ اور ذَكِّرْ نصیحت کر فَاِنَّ۔ بس بیشک
الذِّکْرٰی نصیحت تَنْفَعُ۔ فائدہ دیتی ہے الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کو وَ۔ اور
مَا۔ نہیں خَلَقْتُ۔ پیدا کیا میں نے الْجِنَّ جنوں وَ۔ اور
الْاِنْسَ۔ انسانوں کو اِلَّا۔ مگر لِیَعْبُدُوْنِ۔ تاکہ وہ میری عبادت کریں
مَا۔ نہیں اُرِیْدُ چاہتا ہوں مِنْهُمْ ان سے مِنْ۔ کچھ
رِّزْقٍ۔ رزق وَ۔ اور مَا۔ نہیں اُرِیْدُ۔ چاہتا ہوں
اَنْ۔ یہ کہ یُّطْعِمُوْنِ۔ کھانا کھلائیں مجھ کو اِنَّ۔ بیشک
اللّٰهَ۔ اللہ هُوَ۔ وہی ہے الرَّزَّاقُ۔ روزی دینے والا ذُوْ۔ صاحب
الْقُوَّةِ۔ قوت الْمَتِیْنُ۔ قدرت والا فَاِنَّ۔ تو بیشک لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ظالموں کیلئے
ذَنُوْبًا۔ باری ہے مِّثْلَ۔ مثل ذَنُوْبِ۔ باری اَصْحٰبِهِمْ۔ انکے ساتھیوں کے
فَلَا۔ تو نہ یَسْتَعْجِلُوْنِ۔ جلدی کریں مجھ سے فَوَیْلٌ۔ تو خرابی ہے
لِّلَّذِیْنَ۔ ان کی جو کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے مِنْ یَّوْمِهِمُ۔ ان کے دن سے الَّذِیْ۔ کہ اس کا
یُوْعَدُوْنَ۔ وعدہ دیے جاتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ ذاریات پ۲۷

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ٥ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ٥

اور آسمان کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا اور بے شک ہم وسعت دینے والے ہیں ٥ اور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ہیں۔

(والسماء) اور آسمان ای وبنینا السماء یعنی ہم نے آسمان کو بنایا۔

(بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ) ہم نے ہاتھوں سے بنایا ای بقوۃ یعنی قوت کے ساتھ، اور ایک قول ہے وسعت قدرت کے ساتھ اور یہاں اَیْد کا لفظ مجازاً کہا گیا ہے۔

(وَاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ) اور بے شک ہم وسعت دینے والے ہیں۔

ای لقادرون من الوسع بمعنی الطاقۃ یعنی ہم قوت اور طاقت والے ہیں اور وسع یہاں طاقت کے معنی میں ہے۔

وقیل ای لجاعلون بینها وبین الارض وسعۃ اور کہا گیا ہے کہ ہم نے آسمان اور زمین کے درمیان وسعت

رکھی ہے اور یہاں وسعت سے وسعت مکانی مراد ہے۔ ایک قول ہے کہ ہم مخلوق پر رزق کو وسیع کرنے والے ہیں جب کہ ضحاک نے کہا کہ اس سے مراد کہ ہم بے نیاز ہیں۔ ایک قول ہے کہ اس آیت میں گزشتہ آیت و فی السماء رزقکم کی مناسبت سے کہا گیا ہے کہ ہم قدرت اور طاقت والے ہیں۔

(وَالْاَرْضَ) اور زمین، ای و فرشنا الارض یعنی ہم نے زمین کو بچھونا کیا

(فَرَشْنٰهَا) ہم نے اُسے فرش کیا۔ ای مھدناھا و بسطنا ھا لتستقروا علیھا۔ یعنی ہم نے اسے بچھونا کیا اور کشادہ کیا تاکہ تم اس پر رہائش اختیار کرو یا ٹھہر یا رہ سکو)

(فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ) تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ہیں۔

ای نحن یعنی ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ہیں۔ یعنی زمین کا بچھونا بنانا ہماری عظمت قدرت کی نشانی ہے جس سے واضح ہے کہ صانع کس قدر عظیم ہے۔ اور اس کی تدبیر کس قدر عظمت والی ہے۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ہ اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑے بنائے کہ تم دھیان کرو

(ومن کل شیءٍ خلقنا زوجین) اور ہر چیز سے ہم نے بنائے جوڑے ای من کل جنس من الحیوان یعنی حیوانات کی تمام جنسوں سے اور ایک قول ہے کہ مثل آسمان اور زمین، سورج اور چاند، رات اور دن، خشکی و تری، گرمی و سردی، جن و انس، ظلمت و نور، کفر و ایمان، سعادت و شقاوت، حق اور باطل اور نر و مادہ کے، واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ہر مخلوق کی ایک سے زیادہ قسمیں پیدا کی ہیں بلکہ ہر وحدت میں جوڑا ہے جیسے معدوم بالذات اور واجب بالغیر، عاجز بالذات اور قادر بالغیر یعنی ہر ممکن اپنی ذات کے اعتبار سے معدوم لیکن غیر کے ساتھ واجب بھی ہے یہ مسلمہ امر ہے کہ کوئی شے جو ایجاد نہ ہوئی کیونکر واجب نہ ہوگی۔

(لعلکم تذکرون) تاکہ دھیان کرو ای فعلنا ذلك کلہ کی تتذکروا فتعرفوا انہ عزوجل الرب القادر الذی لا یعجزہ شیءٌ فتعملوا بمقتضاہ و لا تعبدوا ما سواہ، وقیل خلقنا ذالك کی تتذکروا فتعلموا ان التعدد من خواص الممکنات وان الواجب بالذات سبحانہ لا یقبل التعدد والانقسام۔

آلوسی کہتے ہیں یعنی ہم نے یہ سب کچھ بنایا ہے تاکہ تم توجہ کرو اور معرفت حاصل کرو بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل قدرت والا پروردگار ہے اور اس کی ذات عجز سے پاک ہے پس تم اُس کی مرضی کے مطابق عمل کرو اور اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور کہا گیا ہے کہ ہم نے یہ سب کچھ پیدا کیا تاکہ تم توجہ کرو اور بس جان لو کہ بلاشبہ تعدد ممکنات کے خواص سے ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات واجب ہے یعنی اللہ تعالیٰ واجب بالذات ہے اور وہ تعدد اور دوئی اور تقسیم سے پاک ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ حشر و نشر کے بارے میں جو کچھ پیچھے گزرا یہ سب پروردگار جل وعلا کی ایجاد و تخلیق ہے اور وہ قیامت کے روز مردوں کو زندہ کرنے پر بالکلیہ قادر ہے اور جو بھی ان امور کے اندر غور و فکر کرے گا۔ اس پر عظمت قدرت روشن ہو جائیگی۔

فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ ط اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ — تو اللہ کی طرف بھاگو، بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ ط - تو اللہ کی طرف بھاگو۔

آلوسی کہتے ہیں تفریع علیٰ قولہ سبحانہ، (لعلکم تذکرون) وھو تمثیل للاعتصام بہ سبحانہ وتعالیٰ و بتوحیدہ عزوجل والمعنی قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ففروا الی اللہ) یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد لعلکم تذکرون یعنی شاید کہ تم دھیان کرو کی ہی تصریح ہے اور اس میں اشارہ ہے لماسوا کو چھوڑ کر اللہ اور اس کی توحید کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اسی ہی کی بندگی کرو اور مراد یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو صرف حق تعالیٰ ہی کی طرف بھاگو اور تمام چیزوں سے منہ موڑ لو، اور متوجہ الی اللہ ہو جاؤ۔ اسی کی عبادت کرو اور یہی حقیقت نفس الامری کا مقتضا ہے۔

(انی لکم منہ) بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیئے۔

ای من عقابہ تعالیٰ المعد لمن لم یفر الیہ سبحانہ ولم یوحدہ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور اس کی توحید کا اقرار نہیں کرتا اس کے لیے ہے حق تعالیٰ کی طرف سے عذاب و سزا ہے اور یہ کہ میں تمہیں اس کے عذاب سے ڈراتا ہوں کیونکہ نافرمانی کا منطقی نتیجہ عذاب الہی کا نزول ہے۔

(نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ) صریح ڈرانے والا ہوں۔

بین کونہ منذرا من اللہ سبحانہ بالمعجزات، او (مبین) ما یجب ان یحذر عنہ)

یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن دلائل اور معجزات کے ساتھ آیا ہوں اور تمہیں صریحاً یعنی کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں اور تمہارے لیے واجب ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور میری دعوت قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ط اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ اَتَوَاصَوْا بِهٖ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝

اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریحاً ڈر

سنانے والا ہوں یونہی جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو یہی بولے کہ جادوگر ہے یا دیوانہ کیا آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات کہہ رہے ہیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں تو اے محبوب تم ان سے منہ پھیر لو تم پر کچھ الزام نہیں

(وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ) اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ

عطفٌ علی الامرِ وھو نھیٌ عن الاشراکِ صریحًا علی نحوِ وحدُوہ ولا تشرکوا ومن الاذکار المأثورۃ: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔

یہاں امر پر عطف (واؤ) ہے اور اس سے مراد ہے کہ ذات باری اور استحقاق معبودیت میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور یہ کہ تم شرک نہ کرو اور اذکار ماثورہ سے ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ جو ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

(اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ) بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے ڈر سنانے والا ہوں۔

وکرر قولہ تعالٰی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول کو دہرایا ہے، اور یہاں تکرار تاکید کے لیے ہے، آلوسی کہتے ہیں۔ لاتصال الاول بالامر واتصال ھذا بالنہی والغرض من کل ذلک الحث علی التوحید والمبالغۃ کلام الٰہی کا تکرار یہاں متصل ہے اول امر کے لیے اور اس جگہ یعنی نہی مؤخر کے لیے اور اس سب کا مقصود توحید پر زور دینا ہے اور نصیحت میں مبالغہ و تاکید کرنا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ لوگ شرک اور گناہوں سے باز رہیں اور اللہ کی طرف متوجہ رہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہیں۔

(کذلک) اسی طرح، یونہی ای الامر مثل ذلک تقریر و توکید علی ما ہو یعنی یہ معاملہ یونہی رہا ہے جیسا کہ گذشتہ آیات میں گذار اور کفار کا طریقہ پچھلے پیغمبروں سے یونہی رہا ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مَا اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ) جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا

آلوسی کہتے ہیں الاشارۃ الی تکذیبھم الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام وتسمیتھم ایاہ وحاشاہ ساحرًا او مجنونًا۔ اس میں اشارہ ہے کفار کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے کی طرف اور آپ کو ساحر یا مجنون کہنے کی طرف حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز ایسے نہیں تھے لیکن کفار کا یہی شیوہ رہا کہ وہ خدا کے مرسلوں کو یونہی ساحر و مجنون کہتے رہے ہے اور من قبلھم سے مراد یہاں قبل قریش ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف قریش نے ہی ایسا نہیں کہا بلکہ قریش سے پہلے جو لوگ یا قومیں ہو گذری ہیں ان کی طرف جو بھی رسول آئے ان لوگوں نے انہیں اسی طرح کہا اور ان کی تکذیب کرتے رہے من رسل سے مراد ای رسول من رسل اللہ یعنی جو بھی اللہ کی طرف سے

رسول بن کر آیا ان لوگوں نے اُسے ساحر و مجنون کہا اور بغاوت و سرکشی میں وہ لوگ بھی ایسے ہی تھے۔
(اِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ) مگر بولے جادوگر ہے یا دیوانہ۔
(الا قالوا) فی حقہ یعنی اس رسول کی شان میں بے ہودہ بکے۔

اور بحر میں ہے کہ یہ ساحر اور مجنون کہنے میں تفصیل ہے کیونکہ بعض نے کہا جادوگر اور بعض نے کہا دیوانہ اور بعض نے جادوگر اور دیوانہ کہا تو ضمیر میں سب کہنے والے جمع ہو گئے اور یہی دلالت کر رہا ہے، واضح مفہوم یہ ہے کہ صرف قریش اور کفار مکہ پر ہی منحصر نہیں بلکہ ان سے پہلے جتنی قومیں اور لوگ گذرے جب بھی خدا کے رسول میں سے کوئی ان کے پاس امر ہدایت لے کر مبعوث ہوا تو ان لوگوں نے اس رسول کی تکذیب کی اور اس کی شان میں نازیبا الفاظ کہے، بعض نے جادوگر کہا، بعض نے دیوانہ کہا اور بعض نے جادوگر اور دیوانہ کہہ کر ان کی مخالفت کی اگر قریش بھی اسطرح کہتے ہیں تو اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اور اچنبھے کا ہے۔ کیونکہ اگلے پچھلے کافروں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ رسولوں کی مخالفت میں یہی کچھ بکتے رہے ہیں۔
(اَتَوَاصَوْا بِہٖ) کیا آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات کہہ رہے ہیں۔
تَعَجِیْبٌ مِنْ اِجْمَاعِھِمْ عَلٰی تِلْكَ الْكَلِمَةِ الشَّنِیْعَةِ اَیْ كَانَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنْھُمْ اَوْصٰی بعضھم بعضاً بھذا القول حتی قالوہ جمیعاً

کفار کے ان بے ہودہ کلمات (ساحر و مجنون کہنے) کے کہنے پر اجماع انتہائی تعجب خیز ہے یعنی کفار نے پہلے اپنے پچھلوں کو یہ وصیت تو نہیں کی کہ تم انبیاء ورسل کو جھٹلانا اور ان کی شان میں اس طرح کی نازیبا اور بیہودہ باتیں بنانا لیکن چونکہ سرکشی و بغاوت کی علت اگلے اور پچھلے کافروں میں ایک جیسی ہے لہذا گمراہی کے طوفان میں بہہ کر ایک جیسا ہی بکتے ہیں اور رسولوں کی مخالفت میں ان کی بیہودہ گوئی ایک دوسرے کے موافق ہو گئی اور ایک قول یہ ہے (اِنْكَارٌ لِلتَّوَاصِیْ اَیْ مَا تَوَاصَوْا بِہٖ) کہ ہمزہ سوالیہ انکار کے لیے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگلے کافروں نے ایک دوسرے کو وصیت نہیں کی تھی کہ تم (بَلْ ھُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ) بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔

اضراب عن ان التواصی جامعھم الی ان الجامع لھم علی ذلك القول مشارکتھم فی الطغیان
باہم وصیت کرنے سے یہ مراد ہے کہ ان کفار نے باہم وصیت نہیں کی تھی کیونکہ ان کے درمیان زمانے کا بعد تھا بلکہ یہ لوگ فی نفسہٖ سرکش و باغی تھے اور ان کی ذاتی شرارت و عناد و بغض نے انہیں حق سے دور کر دیا۔

بندگی کا مکلف بنانا ہے۔ یعنی ان میں بندگی کی قابلیت رکھی ہے نہ کہ بندگی کے لیے پیدا کیا ہے، جب ان میں معرفتِ ربانی اور عبادت کی استعداد رکھ دی گئی ہے تو ان سے یہی مقتضا ہے کہ وہ حقِ بندگی بجا لائیں۔
وقال مجاهد ان معنی (لیعبدون) لیعرفون) اور مجاہد کے نزدیک لیعبدون سے مراد لِیَعْرِفُوْنَ یعنی میری پہچان حاصل کریں، اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ خداوند قدوس نے کہا ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لیقولن الله "اگر ان سے پوچھیں کہ تم کو کس نے پیدا کیا تو کہیں گے اللہ۔ اور یہاں واضح اشارہ کفار و مشرکین کی طرف ہے جس سے روشن ہے کہ وہ بھی اللہ کو پہچانتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ صرف پہچان کر لینا کافی نہیں بلکہ پہچاننے کے بعد حقِ معرفت ادا کرنا ہے جو بندگی و طاعت کا تقاضا کرتا ہے لہٰذا آیت کا مقصود و مفہوم یہی ہے، وگرنہ ہر شخص فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے مگر لوگ اُسے مذہب و طریق پر ڈھال لیتے ہیں تو اصل مقصد صرف پہچان ہی نہیں بلکہ اس معرفت کی حقیقت کو سمجھنا اور اس کا حق بجا لانا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے بات یہی ہوگی کہ معرفت و پہچان تو سب کو حاصل ہے اور یونہی استعداد و قابلیت بھی مگر اصل مقصود تو اس معرفت کی حقیقت کو اپنانا ہے استعداد اور چیز ہے اور استعداد کا استعمال اور چیز ہے اور یہاں اس استعداد کا ذکر ہے اور دعوت اُس کے مثبت استعمال کی ہے اور اس کی ضرورت انسانوں اور جنوں کی سرکشی و بغاوت اور عدم طاقت کے باعث ہے وگرنہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی بندگی و طاعت سے بے نیاز ہے اور دعوت کا مقصد ہدایت و فلاح ہے جو کہ جنوں اور انسانوں کے مفاد میں ہے۔ اور گزشتہ آیت کے پیش نظر کہ نصیحت میں ایمان رکھنے والوں کے لئے فائدہ ہے اس آیت کا یہی معنی مستفاد کہ انسانوں اور جنوں کو اسی مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے جس مقصد کی تذکیر و نصیحت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اور جنوں کا انسانوں سے پہلے ذکر کرنا ان کی پیدائش میں تقدیم کی طرف اشارہ ہے۔

مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنَ ۝ — میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلا دیں

وقیل: المراد قل لهم بعض علماء نے کہا ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیں کہ میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ لوگ مجھے کھانا کھلائیں کیونکہ لفظ قل یہاں محذوف ہے، اگر یہ شبہ وارد ہو کہ صیغۂ خطاب میں قل محذوف کیونکر ہے، کہ رسول کی بات خدا ہی کی بات ہے البتہ رسول اپنی طرف امر کی نسبت نہیں فرماتا اور اس کی نظیر قرآن حکیم میں قل لا اسئلکم علیه اجراً ہے، زمخشری نے کہا ہے ان المعنی ما اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ لِی وَلَهُمْ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں ان سے اپنے لیے اور ان کے لیے رزق نہیں چاہتا اور بحر میں ہے۔ ای اَنْ يَرْزُقُوْا اَنْفُسَهُمْ وَلَا غَيْرَهُمْ (وما اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنَ) ای اَنْ يُّطْعِمُوْا

اور وہ بغاوت پر تل گئے اور ان کے طبعی فساد کی وجہ سے انکے کلام میں موافقت ہوگئی اس لیئے اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ان کے طرز عمل سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اس میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے تسکین وتسلی کا پیغام ہے۔

(فَتَوَلَّ عَنْهُمْ) تو اے محبوب ان سے منہ پھیر لیجئے

فَاَعْرِضْ عَنْ جِدَالِهِمْ فَقَدْ كَرَّرْتَ عَلَيْهِمُ الدَّعْوَةَ فَلَمْ يَأْلُوا جُهْدًا فِي الْبَيَانِ قَالُوا الَّا إِبَاءً وعِنَادًا

پس ان کفار سے جھگڑے میں نہ پڑیں جبکہ آپ انہیں بار بار دعوت حق وارشاد دے چکے ہیں اور ان لوگوں نے بغض وعناد کی وجہ سے اسے ہرگز قبول نہیں کیا ہے اور یہ سرکشی اور بغض میں ہی بڑھ رہے ہیں اور اٹھا آپ کے خلاف بیہودہ سرائی کرتے ہیں تو آپ انکی طرف سے منہ پھیر لیں یعنی انکی باتوں پر توجہ نہ فرمائیں کیونکہ آپ اپنا فرض ادا کر چکے ہیں جو بلاغ المبین ہے۔

(فَمَا اَنْتَ بِمَلُوْمٍ) تم پر کچھ الزام نہیں۔

اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشفی ہے، کہ آپ اپنا پیغام پہنچا چکے ہیں اور سعی بلیغ فرما چکے ہیں اب ان کی طرف سے روگردانی اور سرکشی اور معاندانہ طرز عمل سے آپ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اس لیے کہ آپ اپنا فریضہ ادا کر چکے ہیں اور پیغام الہی پہنچا کر الزام کیسا نصیحت کر کے سرخرو ہو چکے ہیں تو آپ کا کوئی فعل نہیں ہو سکتا قابل الزام نہیں یعنی اب یہ لوگ گلہ نہیں کر سکتے کہ ہمیں کسی نے سمجھایا نہیں اور امر ہدایت کی طرف راہ نمائی نہیں کی۔

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ○

اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔ اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔

(وَذَكِّرْ) اور سمجھاتے رہئے، آلوسی کہتے ہیں فالامر بالتذکیر للدوام علیہ ذکر امر ہے اور یہاں امر اس لیے کہ آپ نصیحت ہمیشہ جاری رکھیں۔ مزید کہتے ہیں آم علی فعل التذکیر والموعظہ لا تدع ذالک نفعت عنبر یعنی پند وموعظت کو ہمیشہ جاری رکھیں اور اسے ترک نہ کریں، خواہ کفار اس نصیحت سے فائدہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں آپ اپنا کام جاری رکھیں (فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ) کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ

دیتا ہے۔

واخرج ابن جریر، وابن حاتم والبیھقی فی الشعب، والضیاء فی المختارۃ وجماعۃ من طریق مجاھد عن علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ قال لما نزلت (فتول عنھم فما انت بملوم) لم یبق منا احد الا ایقن بالھلکۃ اذا امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یتول عنا فنزلت (وذکر فان الذکری تنفع المومنین) فطابت انفسنا وعن قتادۃ انھم ظنوا ان الوحی قد انقطع وان العذاب قد حضر فانزل اللہ تعالٰی (وذکر) الخ۔

اور ابن جریر، ابن حاتم اور بیہقی نے شعب میں اور ضیاء نے مختارۃ میں اور ایک جماعت نے مجاہد کے واسطے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جب یہ آیت پس ان سے بے رخی کیجیے آپ پر کوئی الزام نہیں، نازل ہوئی تو ہم میں سے ہر ایک کو ہلاکت کا یقین ہوگیا کیونکہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے اعراض کرنے کا حکم دے دیا گیا، پس جب یہ آیت وذکر الخ نازل ہوئی تو ہمارے دل خوش ہو گئے اور خطرہ ٹل گیا، اور قتادہ سے مروی ہے کہ انہوں نے گمان کیا کہ اب وحی کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور بے شک عذاب آنیوالا ہے، تو اللہ نے یہ آیت وذکر الخ نازل فرمائی۔

نصیحت کے جاری رکھنے کے ساتھ مومنین کی تشفی یوں فرمائی کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے آلوسی کہتے ہیں۔ ای الذین قدر اللہ تعالٰی ایمانھم او المومنین بالفعل فانھا تزیدھم یعنی جن لوگوں کے لیے اللہ نے ایمان مقدر کیا ہے یا ایمان والوں کو بالفعل نصیحت سے فائدہ پہنچے گا یعنی ان کی بصیرت میں زیادتی ہوگی، اور ان کے یقین کی قوت ترقی پذیر ہوگی۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ آپ نصیحت جاری رکھیے اور تذکیری عمل کو نہ چھوڑیے اور کفار کی پرواہ نہ کیجیے خواہ فائدہ اٹھائیں یا محروم رہیں البتہ آپ کی نصیحت سے اہل ایمان کو بالضرور نفع ملے گا جو ان کی قوت یقین اور بصیرت کو ترقی دے گا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ) اور میں نے جن اور آدمی اسی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا باعث بیان کیا گیا ہے، لغت میں عبادت سے مراد معنی التذلل والخضوع بالتنفیذ عاجزی اور خضوع وخشوع ہے اور فرمانبرداری ہے، اگر یہ معنی مراد لیے جائیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ ان کی تخلیق کا انحصار یہ ہے کہ وہ میرے حضور سرکشی نہ کریں اور عاجزی وانکساری کریں، لیکن یہاں شبہ وارد ہوتا ہے کہ جب تخلیق کا مقصد یہی ہے تو ان سے بغاوت وسرکشی، کفر وطغیانی کیونکر متصور ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے جیسا کہ قرآن عظیم میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وما امروا الا لیعبدوا الھا واحدا ۔ یعنی انہیں صرف ایک معبود کی بندگی کا حکم دیا گیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تفسیر میں منقول ہے کہ تخلیق کا مقصد حکم عبادت اور

خلقی فھو علی حذف مضاف قالہ ابن عباس یعنی میں نہیں چاہتا کہ وہ اپنے آپ کو یا دوسروں کو رزق پہنچائے اور وما ارید ان یطعمون سے مراد ہے کہ وہ میری مخلوق کو رزق پہنچائیں اور اس صورت میں ہے جب مضاف محذوف ہو۔ اسے ابن عباس نے کہا یہاں طعام کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کھانے سے پاک ہے اور اُس کے بندوں کو کھلانا اللہ ہی کو کھلانا ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ فرمائے گا اے بنی آدم میں بھوکا تھا تو تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا، بندہ عرض کرے گا پروردگار تجھے کھاتا کیونکر دیتا تو تو خود رزاق ہے تو فرمائے گا فلاں بندے نے مانگا تھا تو تو نے اسے نہ کھلایا اگر اسے کھلاتا تو مجھے ہی کھلاتا، واضح مفہوم یہ ہے کہ میں ان لوگوں سے یہ نہیں چاہتا کہ میرے بندوں کو روزی دیں یا سب کی نہیں تو اپنی ہی روزی خود پیدا کریں کیونکہ رزاق میں ہوں اور سب کی روزی کا کفیل میں ہی ہوں اور اللہ تعالیٰ کا بندوں سے ویسا تعلق نہیں جو آقاؤں کا غلاموں کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ غلاموں سے خدمت لیتے ہیں اور ان کے ذریعہ رزق حاصل کرتے ہیں اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس سے مبرا و منزہ پاک ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ٥ بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے۔

(اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ) بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا۔
آلوسی کہتے ہیں اَلَّذِیْ یَرْزُقُ کُلَّ مُفْتَقِرٍ اِلَی الرِّزْقِ لَاغَیْرُہٗ سُبْحَانَہٗ استقلالا او اشتراکا ویفھم من ذلک استغناؤہ عزوجل عن الرزق وہ ذات ہی ہر رزق کے طلبگار کو مستقل یا باشرکت غیرے روزی رساں ہے اور خود رزق سے بے نیاز ہے اس سے اللہ کریم کی عظمت وجلالت اور شان بے نیازی واضح ہے۔
(ذو القوۃ) قوت والا، ای القدرۃ یعنی قدرت واختیار والا، یعنی رزق پہنچانے پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔

(المتین) قدرت والا ای شدید القوۃ یعنی بڑی طاقت والا ہے۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا روزی رساں ہے اور وہ مستقل اور بدون شریک کے رزاق ہے وہ بڑی قوت وطاقت کا مالک ہے اور عظیم قدرت والا ہے خود رزق سے غنی وبے نیاز ہے جبکہ مخلوق اس کی محتاج ہے گذشتہ آیت میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ میں تم سے روزی نہیں چاہتا اس لیے کہ میں خود ہی سب کی روزی کا کفیل ہوں اور نہ میرا تعلق تم سے دنیا کے آقاؤں جیسا ہے کہ میں تم سے کوئی طلب رکھوں بلکہ میں ان امور سے بے نیاز ہوں اور میں بڑی عظمت وقدرت کا مالک ہوں۔

فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ○ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ○

تو بے شک ان ظالموں کے لیے عذاب کی ایک باری ہے جیسے ان کے ساتھ والوں کے لیے ایک باری تھی تو مجھ سے جلدی نہ کریں۔ تو کافروں کی خرابی ہے ان کے اس دن سے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں۔

(فان للذین ظلموا) تو بے شک ان ظالموں کے لیئے، آلوسی کہتے ہیں۔ ای اذا ثبت ان اللہ تعالی ما خلق الجن والانس الا لیعبدوہ وانہ سبحانہ ما یرید منھم من رزق الی اخر ما تقدم فان للذین ظلموا انفسھم باشتغالھم بغیر ما خلقوا لہ من العبادۃ واشراکھم باللہ عزوجل وتکذیبھم رسولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وھم اھل مکۃ واضرابھم من کفار العرب یعنی جب واضح ہوگیا کہ بلاشبہ اللہ نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیئے کہ اس کی طاعت وعبادت بجالائیں اور کہ حق سبحانہ وتعالی ان سے رزق کا طلبگار نہیں جیسا کہ بیان ہوچکا تو ان ظالم لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان افعال کو اپنایا جس کے لیئے وہ پیدا نہیں کیئے گئے تھے یعنی خدا کے سوا کی بندگی اور اس کے ساتھ شرک وکفر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا اور ان لوگوں سے مراد اہل مکہ اور کفار مشرکین عرب ہیں۔

(ذَنُوْبًا) عذاب کی باری ای نصیبا من العذاب یعنی عذاب کا حصہ،

(مثل ذنوب) ای نصیب ۔ یعنی حصہ، زجاج نے کہا ذنوب سے مراد حصہ ہے۔

(اَصْحٰبِهِمْ) ان کے ساتھیوں کی ای نظرائھم من الامم السابقۃ یعنی گزری ہوئی قوموں میں انکی نظریں ہیں، جیسے قوم عاد وثمود، قوم لوط، قوم نوح،

(فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنَ) تو مجھ سے جلدی نہ کریں اَیْ لَا یَطْلُبُوْا مِنِّیْ اَنْ اُعَجِّلَ فِی الْاِتْیَانِ بِهٖ۔

یعنی مجھ سے نہ مانگیں کہ ان کے پاس میں عذاب لانے میں جلدی کروں اور بعض نے کہا ہے کہ کفار کے قول متی ھذا الوعد ان کنتم صدقین (یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو) کے جواب میں ہے کہ کفار مجھ سے جلد رجوع کی طلب نہ کریں اور فرمایا اتی امر اللہ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ اللہ کا حکم آپہنچا پس تم جلدی نہ کرو، یعنی عذاب اپنے وقت پر واقع ہوگا۔ اور جب واقع ہوگیا تو تمہیں اس سے خلاصی کی راہ نہیں ملے گی۔ یہاں بھی کفار سے یہی کہا ہے کہ عجلت نہ مانگو اگلی آیت میں جواب ارشاد فرمایا ہے۔

(فویل للذین کفروا) تو کافروں کے لیئے خرابی ہے۔ اَیْ فَوَیْلٌ لَّهُمْ یعنی ان کے لیئے ہلاکت ہے جو ان کے کفر ومعاصی کا صلہ اور بغاوت وسرکشی کا انجام ہے۔ اور یہ ان پر بڑا عذاب ہوگا جس سے رہائی ممکن نہ ہوگی۔

(مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ) اس دن سے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں، اس دن سے مراد یوم بدر ہے، کیونکہ ذنوب سے مراد حصہ اور عذاب کا یہ حصہ ان کے لیے علم باری میں مقرر ہے اور یعنی ہم تمہیں روز بدر کا عذاب کا مزا چکھائیں گے وقیل، یوم القیامۃ اور بعض نے کہا قیامت کے دن جیسا کہ اس سورۃ مبارکہ کے آغاز میں اور درمیان میں تفصیل سے گذرا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار کے لیئے عذاب مقرر ہے بالکل اسی طرح جس طرح ان سے پہلے کفار کے لیئے واقع ہو گا اس کی مثالیں، قوم عاد، ثمود، قوم نوح، قوم لوط ہیں لہذا کفار مکہ یا مشرکین عرب بھی جان لیں کہ ان کے لیے بھی عذاب مقرر و متعین ہے کہ اور وہ اپنے وقت پر واقع ہو گا جب اس کا وقوع ہو گیا تو رہائی ممکن نہیں ہو گی پس یہ ظالم لوگ مجھ سے (اللہ سے) عذاب میں جلدی کا مطالبہ نہ کریں اور سرکشی نہ دکھائیں پھر ان کے اس مطالبہ کے جواب میں واضح فرمایا ہے کہ کفر کے ہلاکت و بربادی مقرر ہو چکی ہے۔ اور یہ ہلاکت انہی کے شرک و کفر، سرکشی و بغاوت کا معصیت کا صلہ ہے جس کا کچھ حصہ دنیا میں یوم بدر کو دیکھ لیں گے، اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے اور قیامت کے دن دیکھ لیں گے۔ جس کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے، میں کہتا ہوں اگرچہ وعدہ قیامت کے دن کے ساتھ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ من مات قامت لہ القیامۃ جو مر گیا اس کے لیے قیامت قائم ہو گی تو روز قیامت کی جگہ یوم بدر کا مفہوم زیادہ روشن ہے کہ اس دن سے ہی تمہاری ہلاکت و بربادی کا وعدہ پورا ہو گا اور تم وعدہ الہی کی حقانیت دیکھ لو گے اس لیے تمہیں اللہ کی رحمت سے جو مہلت مل رہی ہے تمہیں لازم ہے کہ اسے غنیمت سمجھو مگر تم ہو کہ سرکشی میں وقوع عذاب کی عجلت چاہتے ہو مگر جب عذاب آ گیا تو پھر رہائی کی صورت نہ رہے گی۔

بحمدہ تعالیٰ آج سورۃ الذاریات ختم ہوئی

۱۸/۲/۸۶

۸ جمادی الثانی ۱۴۰۶ھ

سورۃ طور مکیہ

اس میں دو رکوع۔ انچاس آیتیں تین سو بارہ کلمات اور ایک ہزار پانچ سو حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ طور پ ۲۷

وَالطُّوْرِ ۝
طور کی قسم

وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝
اور اس نوشتہ کی

فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝
جو کھلے دفتر میں لکھا ہے

وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝
اور بیت معمور

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝
اور بلند چھت

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝
اور سلگائے ہوئے سمندر کی

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝
بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے۔

مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝
اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔

يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝
جس دن آسمان ہلنا سا ہلیں گے۔

وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝
اور پہاڑ چلنا سا چلیں گے۔

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝
تو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝
وہ جو مشغلہ میں کھیل رہے ہیں

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝
جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے

هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝
یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔

اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝
تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں سوجھتا نہیں۔

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝
اس میں جاؤ اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو سب تم پر ایک سا ہے تمہیں اسی کا بدلہ ملے گا جو تم کیا

کرتے تھے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ۝

بے شک پرہیزگار باغوں اور چین میں ہیں۔

فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَاهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝

اپنے رب کی دین پر شاد شاد اور انہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچا لیا۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

کھاؤ اور پیو خوشگواری سے صلہ اپنے اعمال کا۔

مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَصْفُوفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۝

تختوں پر تکیہ لگائے جو قطار لگا کر بچھے ہیں اور ہم نے انہیں بیاہ دیا بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝

اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی سب آدمی اپنے کیے میں گرفتار ہیں۔

وَأَمْدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝

اور ہم نے ان کی مدد فرمائی میوے اور گوشت سے جو چاہیں۔

يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ۝

ایک دوسرے سے لیتے ہیں وہ جام جس میں نہ بیہودگی اور نہ گنہگاری۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَكْنُونٌ ۝

اور ان کے خدمتگار لڑکے ان کے گرد پھریں گے گویا وہ موتی ہیں چھپا کر رکھے گئے۔

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝

اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔

قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۝

بولے بے شک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے۔

فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ۝

تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔

إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۝

بے شک ہم نے اپنی پہلی زندگی میں اسکی عبادت کی تھی بے شک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے

حل لغات رکوع اول سورۃ طور پ ۲۷

وَ - قسم ہے	اَلطُّوْرِ - طور کی	وَ - اور	کِتٰبٍ - کتاب
مَّسْطُوْرٍ - لکھی ہوئی کی	فِیْ - بیچ	رَقٍّ - دفتر	مَّنْشُوْرٍ - کھلے کے
وَ - اور	الْبَیْتِ - بیت	الْمَعْمُوْرِ - معمور کی	وَ - اور
السَّقْفِ - چھت	الْمَرْفُوْعِ - بلند کی	وَ - اور	الْبَحْرِ - سمندر
الْمَسْجُوْرِ - سلگائے ہوئی کی	اِنَّ - بیشک	عَذَابَ - عذاب	رَبِّکَ - تیرے رب کا
لَوَاقِعٌ - ضرور ہونا ہے	مَّا - نہیں	لَہٗ - اسکو	مِنْ - کوئی
دَافِعٍ - ٹالنے والا	یَّوْمَ - جسدن	تَمُوْرُ - ہلے گا	السَّمَآءُ - آسمان
مَوْرًا - ہلنا	وَ - اور	تَسِیْرُ - چلیں گے	الْجِبَالُ - پہاڑ
سَیْرًا - چلنا	فَوَیْلٌ - تو خرابی ہے	یَّوْمَئِذٍ - اسدن	لِّلْمُکَذِّبِیْنَ - جھٹلانے
والوں کی	اَلَّذِیْنَ - وہ کہ	ھُمْ - وہ	فِیْ - بیچ
خَوْضٍ - مشغلہ کے	یَّلْعَبُوْنَ - کھیلتے ہیں	یَوْمَ - جسدن	یُدَعُّوْنَ - دھکا دیے
جائیں گے	اِلٰی - طرف	نَارِ - آگ	جَہَنَّمَ - جہنم کی
دَعًّا - دھکیلنے کے لیے	ھٰذِہِ - یہ	النَّارُ - آگ	الَّتِیْ - وہ ہے
کُنْتُمْ - کرتے تھے تم	بِہَا - اس کو	تُکَذِّبُوْنَ - جھٹلاتے	اَفَسِحْرٌ - کیا پھر جادو ہے
ھٰذَآ - یہ	اَمْ - یا	اَنْتُمْ - تم	لَا - نہیں
تُبْصِرُوْنَ - دیکھتے	اِصْلَوْ - داخل ہو	ھَا - اس میں	فَاصْبِرُوْٓا - تو صبر کرو
اَوْ - یا	لَا - نہ	تَصْبِرُوْا - صبر کرو	سَوَآءٌ - برابر ہے
عَلَیْکُمْ - تم پر	اِنَّمَا - سوا اسکے نہیں	تُجْزَوْنَ - بدلہ دیے جاؤگے	مَا - جو
کُنْتُمْ - تھے تم	تَعْمَلُوْنَ - عمل کرتے	اِنَّ - بیشک	الْمُتَّقِیْنَ - پرہیزگار
فِیْ - بیچ	جَنّٰتٍ - باغوں	وَّ - اور	نَعِیْمٍ - نعمتوں میں ہونگے
فٰکِھِیْنَ - خوش ہونگے	بِمَآ - اس سے جو	اٰتٰھُمْ - دیا انکو	رَبُّھُمْ - انکے رب نے
وَ - اور	وَقٰھُمْ - بچایا انکو	رَبُّھُمْ - انکے رب نے	عَذَابَ - عذاب

الجحیم۔ جہنم سے   کلوا۔ کھاؤ   و۔ اور   اشربوا۔ پیو

ھنیئا۔ خوشگوار   بما۔ بدلہ اس کا   کنتم۔ کہ تھے تم   تعملون۔ عمل کرتے

متکئین۔ تکیہ لگائے ہونگے   علی۔ اوپر   سرر۔ تختوں کے   مصفوفۃ۔ جو قطار میں ہونگے

و۔ اور   زوجنھم۔ بیاہ دینگے ہم انکو   بحور۔ حور   عین۔ موٹی آنکھ والی سے

و۔ اور   الذین۔ وہ جو   امنوا۔ ایمان لائے   و۔ اور

اتبعتھم۔ پیچھے لگی ان کے   ذریتھم۔ انکی اولاد   بایمان۔ ایمان کے ساتھ

الحقنا۔ ملا دینگے ہم   بھم۔ انکے ساتھ   ذریتھم۔ انکی اولاد کو   و۔ اور

ما۔ نہ   التنھم۔ کم کرینگے ہم   من عملھم۔ ان کے عملوں میں سے

من۔ کوئی   شیء۔ چیز   کل۔ ہر   امرئ۔ آدمی

بما۔ اس کے ساتھ جو   کسب۔ کمایا اس نے   رھین۔ گروی ہے   و۔ اور

امددنھم۔ مدد کی ہم نے انکی   بفاکھۃ۔ میوے   و۔ اور   لحم۔ گوشت سے

مما۔ جو   یشتھون۔ چاہیں گے   یتنازعون۔ آپس میں لیں گے

فیھا۔ اس میں   کاسا۔ پیالے   لا۔ نہ   لغو۔ بیہودگی ہوگی

فیھا۔ اس میں   و۔ اور   لا۔ نہ   تاثیم۔ گناہ

و۔ اور   یطوف۔ پھریں گے   علیھم۔ ان پر   غلمان۔ غلام

لھم۔ ان کے   کانھم۔ گویا وہ   لؤلؤ۔ موتی ہیں   مکنون۔ چھپے ہوئے

و۔ اور   اقبل۔ منہ کیا   بعضھم۔ انکے بعض نے   علی۔ اوپر

بعض۔ بعض کے   یتساءلون۔ سوال کرتے ہوئے   قالوا۔ کہیں گے

انا۔ بیشک ہم   کنا۔ تھے   قبل۔ اس سے پہلے   فی۔ بیچ

اھلنا۔ اپنے گھروالوں کے   مشفقین۔ سہمے ہوئے   فمن۔ تو احسان کیا   اللہ۔ اللہ نے

علینا۔ ہم پر   و۔ اور   وقنا۔ بچایا ہم کو   عذاب۔ عذاب

السموم۔ زہریلے سے   انا۔ بیشک   کنا۔ ہم تھے   من قبل۔ اس سے پہلے

ندعوہ۔ عبادت کرتے   ہ۔ اس کی   انہ۔ بیشک وہ   ھو۔ وہی ہے

البر۔ احسان کرنے والا   الرحیم۔ مہربان

وَالطُّوْرِ ۙ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ فِىْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ طور کی قسم ۔ اور اس نوشتہ کی ۔ جو کھلے دفتر میں لکھا ہے ۔ اور بیت معمور کی قسم ۔ اور بلند چھت کی قسم ۔ اور سلگائے ہوئے سمندر کی قسم ۔ بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے

مختصر تفسیر اردو رکوع اوّل سورۂ طور پ ۲۷

سورۂ طور مکی سورت ہے ۔ اس میں دو رکوع اور انچاس ۴۹ آیات ہیں اس کی ابتدا میں وقوع عذاب کی خبر دی گئی ہے اور متعدد قسمیں یاد فرما کے وقوع عذاب کو موکد کیا ہے ۔ پچھلی سورۂ مبارکہ (الذاریات) میں کفار کے اس مطالبہ کہ عذاب کا وعدہ پورا کیوں نہیں ہوتا اور یہ کہ عذاب کب آئے گا یہ جواباً ارشاد ہوا کہ کفار اس امر میں عجلت نہ کریں عذاب تو مقرر و متعین ہے اور اس کا وقوع حتمی و یقینی ہے ، جب عذاب واقع ہوگا تو پھر ٹلنے یا رہائی کی صورت باقی نہ رہے گی اور وہ عذاب یوم بدر ، یوم قیامت ہوگا ، دنیا میں اس کا آغاز یوم بدر سے ہوگا ۔ اور قیامت کے دن کہ جس کا کفار سے وعدہ کیا گیا ہے وہ عذاب الٰہی کو برملا دیکھیں گے اور پھر اس سے رہائی نہ پا سکیں گے اس مضمون کا اور انداز سے تکرار ہے اور اس حقیقت کا بیان ہے اور پچھلے مضمون سے مناسبت کے ساتھ ہے جو عظمت کلام اور ربط کلام کا خصوصی اعجاز ہے ۔

(والطور) طور کی قسم ، الطور اسم لکل جبل علی ما قیل ، فی اللغة العربیة عند الجمهور ، و فی اللغة السریانیة عند بعض ، ورواہ ابن المنذر وابن جریر عن مجاهد ، والمراد به هنا (طور سینین) الذی کلم الله تعالٰی موسٰی علیه السلام عندہ والمعروف الیوم بذلك ما هو بقرب التیه بین مصر والعقبة ۔

لغت عربی میں جمہور کے نزدیک اور سریانی لغت میں بعض کے نزدیک طور ہر پہاڑ کو کہتے ہیں اور اسے ابن المنذر اور ابن جریر سے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اس سے یہاں مراد طور سینین ہے اللہ نے جہاں موسٰی علیہ السلام سے کلام فرمایا اور وہ آج کل بھی اسی نام سے مشہور ہے اور وہ الیتہ کے نزدیک مصر اور عقبہ کے درمیان ہے ۔ ایک قول ہے ۔ جَبَلٌ مِّنْ جِبَالِ الْجَنَّةِ وہ جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور ابو حیان نے کہا کہ اس سے مراد جنس ہے کوئی متعین پہاڑ نہیں اور یہی قول مجاہد اور قلبی کا ہے ، بعض نے کہا کہ طور سرسبز و شاداب پہاڑ کو کہتے ہیں اور سریانی زبان میں طور کے معنی یہی ہیں ۔ ایک قول ہے ملک شام میں جو طور نامی پہاڑ ہے وہ طور سینا ہے ، بعض نے کہا یہ مدین کا پہاڑ ہے ، قسم اس لیے یاد فرمائی ہے کہ پہاڑوں پر اللہ تعالٰی کی خاص مہربانی ہے ، اور اگر متعین پہاڑ طور مراد لیا جائے تو طور کی عظمت ظاہر ہے کہ اس پر حضرت موسی علیہ السلام خاص کلام الٰہی سے نوازے گئے ۔

(وکتٰبٍ مسطورٍ) اس نوشتہ کی : آلوسی لکھتے ہیں مکتوب علی وجه الانتظام فان السطر ترتیب الحروف مکتوبة

چونکہ سطر لکھے ہوئے حروف کی ترتیب ہوتی ہے لہٰذا اس نظم و ترتیب کی وجہ سے یہاں سطور سے مراد مکتوب ہے یعنی وہ کتاب لکھی ہوئی ہے اور فراء کے نزدیک کتاب سے مراد وہ نوشتہ ہے جس میں اعمال ہوں گے۔ اور قیامت کے روز بندے کو دائیں یا بائیں ہاتھ سے دیا جائے گا جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ونخرج لہ یوم القیامۃ کتابا یلقاہ منشورا اور قیامت کے روز اس سب کے لیے ایک نوشتہ نکالیں گے جسے کھلا ہوا پائے گا۔ وقال الکلبی: ھو التوراۃ، وقیل ھی والانجیل والزبور وقیل: القرآن: وقیل اللوح المحفوظ

اور کلبی نے کہا مراد تورات ہے۔ اور کہا گیا تورات انجیل اور زبور یا قرآن حکیم یا لوح محفوظ مراد ہے

(فی رق منشور) کھلے ورق پر

رق۔ ہرن کی جھلی یا کھال کو کہتے ہیں، پرانے وقتوں میں کھالوں کو رگڑ کر باریک اور چمکدار بنا لیتے تھے اور انہی پر لکھتے تھے یہی طریقہ دھاتوں کے لیے قدیم دواز سازی میں کھانے کے لیے ورق کی صورت میں بھی معروف ہے۔ لیکن کتابت و تحریر کے لیے بالعموم کھال کو ہی باریک و روشن بناتے تھے، تاہم اس سے ہر وہ شئے مراد ہے جس سے تحریر کا فائدہ لیا جا سکے۔

منشور۔ کھلی ہوئی، چونکہ کتاب کی صفت مکتوب (مسطور) بیان ہوئی ہے اس لیے یہاں لوح محفوظ مراد لینا درست نہیں ہے کیونکہ لوح محفوظ اس حال پر نہیں، اور منشور د مبسوط ہوتا چونکہ وصف کتاب ہے، اس لیے اس میں کتاب کی صحت غلطی سے سلامتی کی طرف اشارہ ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد قرآن حکیم ہے، کلبی کا قول زیادہ واضح ہے وہ کہتے ہیں طور کی مناسبت سے یہاں تورات مراد لینا زیادہ صحیح ہے کیونکہ تورات طور ہی پر موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی۔

واضح مفہوم یہی ہے کہ اس کتاب کی قسم جو کھلے ہوئے کاغذ پر لکھی ہے، یاد فرمائی ہے اور کتاب سے مراد قرآن حکیم یا تورات و انجیل یا لوح محفوظ یا کراماً کاتبین کے لکھے ہوئے نوشتے ہیں جو روز قیامت بندوں کو دیے جائیں گے۔ اور ہر شخص اسے بخوبی دیکھ لے گا کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو درست نہ ہو،

(والبیت المعمور) اور بیت معمور کی قسم: آلوسی لکھتے ہیں۔ ھو بیت فی السماء السابعۃ یدخلہ کل یوم سبعون الف ملک لا یعودون الیہ حتی تقوم الساعۃ کما اخرج ذلک ابن جریر وابن المنذر والحاکم وصححہ وابن مردویہ والبیہقی فی الشعب عن انس مرفوعاً۔

وہ ساتویں آسمان میں ایک مکان ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ کبھی نہیں آتے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو گی جیسا کہ اس کی تخریج کی ہے ابن جریر اور ابن منذر اور حاکم نے اسے صحیح کہا ابن مردویہ میں اور بیہقی نے شعب میں انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا۔

حدیث معراج میں بروایت صحیح سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المعمور کو ساتویں آسمان پر ملاحظہ کرنا منقول ہے بیضاوی نے کہا کہ بیت المعمور سے مراد قلبِ مومن ہے جس کی رونق خلوص و معرفت سے ہے ایک قول ہے کہ بیت المعمور سے مراد خانہ کعبہ ہے جو طواف و اعتکاف کرنے والوں سے آباد ہے حضرت علی کا قول ہے کہ یہ عرش کے نیچے ساتویں آسمان پر ایک مکان ہے جسے ضراح کہتے ہیں اور ابن عباس سے مروی ہے کہ بیت المعمور کعبہ کی عین سیدھ میں واقع ہے گویا چھت کی طرح ہے اگر اس سے کوئی چیز گرائی جائے تو وہ عین سیدھ میں کعبہ کی چھت پر گرے معمور سے مراد آباد، بھرا ہوا، پر ہجوم ہے، یعنی ایسا گھر جس میں چہل پہل ہو۔

والسقف المرفوع اور بلند چھت - ای السماء کما رواہ جماعۃ اس سے مراد آسمان ہے جیسے ایک جماعت نے روایت کیا وعن ابن عباس ھو العرش وھو سقف الجنۃ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ السقف المرفوع سے مراد عرش ہے اور وہ جنت کی چھت ہے، قرآن عظیم میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وجعلنا السماء سقفا مرفوعا اور ہم نے بنایا آسمان کو بلند و بالا چھت اس سے واضح ہو گیا کہ سقف المرفوع سے مراد آسمان ہی درست ہے اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت صحیح یونہی نقل کیا ہے۔

والبحر المسجور اور سلگائے ہوئے سمندر کی، ای الموقد نارا یعنی آگ سے بھڑکتے ہوئے سمندر کی قتادہ نے کہا المسجور المملو مسجور سے مراد بھرا ہوا یا بھڑکتا ہوا یقال سجرۃ ای ملاءۃ کہا جاتا ہے اُس کو بھر دیا یعنی پر کر دیا یا گرم کر دیا، اور ابن عباس سے منقول ہے انہ فسرہ بالمحبوس انہوں نے اس کی تفسیر محبوس سے کی یعنی سمندر کا پانی رکا ہوا یا گھرا ہوا ہے کہ وہاں سے بہہ نہیں سکتا۔ اور ایک قول ہے کہ عرش کے نیچے ایک سمندر یا دریا ہے اور کہا گیا کہ اس سے مراد نہر حیات ہے جس سے نفخۂ اولیٰ کے بعد چالیس روز تک بندوں پر بارش ہوگی جس سے بندے اپنی قبروں میں جاگیں گے (زندہ ہوں گے) ایک قول ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام سمندروں کو آگ کر دے گا جس سے جہنم کی آگ میں اور بھی اضافہ ہوگا۔ ابن جریر نے سعد بن مسیب سے نقل کیا کہ حضرت علی نے ایک یہودی سے فرمایا این موضع النار فی کتابکم قال البحر فقال علی کرم اللہ وجہہ ما اراہ الا صادقا وقرأ والبحر المسجور تمہاری کتاب میں آگ کا مقام کہاں ہے۔ اس نے کہا سمندر تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا میں نے اس کو سچا دیکھا مگر سچا اور پھر یہ آیت کریمہ والبحر المسجور تلاوت کی بیہقی نے یعلی بن امیہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سمندر جہنم ہے، سورۃ التکویر میں ارشاد ہے۔

(واذا البحار سجرت) اور جب سمندر سلگائے جائیں گے، واضح مفہوم یہی ہے کہ روز قیامت تمام سمندر آگ بنا دیئے جائیں گے اور آتشِ دوزخ میں زیادتی ہو جائے گی، یا یہ کہ قیامت کے روز سمندر خشک ہو جائیں گے اور پھر قیامت کے روز بھڑکائے جائیں گے، چونکہ قسم کا یا د فرمانا کفار کے جواب میں ہے یعنی وقوع

عذاب کے لیے عجلت چاہتے تھے یا وقوع قیامت کے منکر تھے اس لیے غالب معنی بھی مراد ہوں گے کہ جب وقوع عذاب ہوگا تو سمندروں کی یہ کیفیت ہوگی نہ یہ کہ موجودہ حالت یہ ہے جو کہ خلاف ہے اور اگر موجودہ حالت مراد لی جائے تو معنی یہ ہوں گے سمندر کی قسم جو پانی سے لبریز ہے اور یہی بات اولیٰ بھی ہے کہ جس طرح تم سمندروں میں پانی کو محسوس دیکھتے ہو اور سمندروں کی لبریزی ایک حقیقت ہے بعینہٖ وقوع عذاب و قیامت بھی ایک حقیقت جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی عذاب الٰہی رک سکتا ہے۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝

بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے، اُسے کوئی ٹالنے والا نہیں

(ان عذاب ربّك لواقع) بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے، یعنی جس عذاب کا کفار سے وعدہ کیا گیا ہے وہ بالضرور واقع ہوگا، آلوسی لکھتے ہیں و فی اضافتہ الی الرب مع اضافۃ الرب الی ضمیرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام امان لہ صلی اللہ علیہ وسلم واشارۃ الی ان العذاب واقع بمن کذبہ اور رب کی طرف اضافت میں مع اضافت رب کی ضمیر سرور دو عالم کی طرف مرجع ہونے میں یہ نکتہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلاموں کے لیے امان ہے اور اشارہ بھی ہے کہ عذاب بالضرور ان لوگوں پر واقع ہوگا جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔

(مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ) اُسے کوئی ٹالنے والا نہیں یعنی ایسا عذاب واقع ہوگا جو رکنے والا نہیں ہے اور مزید تاکید کے لیے ہے جب عذاب الٰہی واقع ہوگا تو کوئی بھی اُسے نہیں روک سکتا، تاہم اس سے یہ امر مستحق ہے کہ ایسا قیامت کے روز ہوگا اور بعض نے کہا یوم بدر کو ہوا۔ واخرج احمد و سعید بن منصور و ابن سعد عن جبیر بن مطعم قال: قدمت المدینۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاکلمہ فی اساری بدر فدفعت الیہ وھو یصلی باصحابہ صلوٰۃ المغرب فسمعتہ یقرأ (والطور) الی (ان عذاب ربك لواقع ما لہ من دافع) فکانما صدع قلبی وفی روایۃ فاسلمت خوفاً من نزول العذاب وما کنت اظن ان اقوم من مقامی حتّٰی یقع بی العذاب وھو لا یابی ان یکون المراد الوقوع یوم القیامۃ

احمد اور سعید بن منصور اور ابن سعد نے جبیر بن مطعم سے نقل کیا ہے کہ اُس نے کہا میں مدینہ منورہ میں جنگ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کے لیے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں خدمت اقدس میں پہنچا تو آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے آپ سے سورہ طور کی مالہ من دافع تک قرارت سنی تو قریب تھا کہ میرا دل پھٹ جائے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے نزول عذاب کے ڈر سے اسلام قبول کر لیا اور مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرے

اپنی جگہ پر سے اٹھنے سے پہلے عذاب مجھ پر واقع ہوجائے گا اور یہ بات اس مراد کے خلاف نہیں ہے کہ وقوع عذاب روز قیامت ہوگا، اور اُس کی تاکید اگلی آیت سے بھی ہو رہی ہے۔

(یوم تمور السماء مورا) جس دن آسمان ہلنا سا ہلیں گے تمود لغت میں مار الشیء سے مراد تحرک وجاء وذھب کسی چیز کا اس طرح حرکت کرنا کہ آگے پیچھے ہو یعنی جھومے۔ ومعنی (تمور) کما مضطربا کما قال ابن عباس وفی روایۃ تشقق اور تمور کا معنی مضطرب ہونا یا ڈولنا یعنی جھولنا ہے جیسا کہ ابن عباس نے کہا، اور ایک روایت میں ابن عباس سے مروی ہے، پھٹ جانا، وقال مجاھد: تدور اور مجاہد نے کہا گھومنا

وقیل: الجریان السریع اور کہا گیا جلدی جلدی حرکت کرنا یا تھر تھرانا۔

اُس دن یعنی روز قیامت آسمان تھر تھرائے گا، لرزنے لگے گا۔ یا جھومنے یا جھولنے لگے گا جس طرح تیز ہوا سے درختوں کی شاخیں حرکت کرتی ہیں یہی دن وقوع عذاب کا دن ہے جس کا وعدہ کفار کو دیا گیا ہے، اگلی آیت میں اس دن کی کیفیت کا مزید بیان ہے، اس آیت سے فلاسفہ کے اس نظریہ کا ابطال ہوگا کہ آسمان متحرک ہے۔

(وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا) اور پہاڑ چلنا سا چلیں گے۔

(تسیر الجبال) عن وجہ الارض فتکون ھباءً منبثا زمین سے اُڑ کر یوں ہوں گے جس طرح دھوپ میں غبار کے باریک ذرے، یعنی پہاڑ حرکت کریں گے اور غبار کے ذروں کی طرح ہوا میں اُڑنے لگیں گے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ پہاڑ جو زمین پر گڑے ہوئے ہیں اور جنہیں اپنی جگہ سے ہلایا نہیں جاسکتا اور نہ کسی میں یہ قوت ہے قیامت کے دن اللہ کے حکم سے چلنے لگیں گے اور اڑ کر خاک کے ذروں کی طرح ہو جائیں گے یہی وہ دن ہے جس میں وعدۂ عذاب پورا ہوگا، اس آیت سے زمین کا ساکن ہونا معلوم ہوا۔ واللہ اعلم۔

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝

تو اُس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ۝ وہ جو مشغلہ میں کھیل رہے ہیں ۝ جس دن جہنم کی طرف دھکا دیکر دھکیلے جائیں گے ۝ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ تو اُس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے

(فویل) تو خرابی ہے، یعنی ہلاکت و بربادی ہے۔

(یومئذ) اُس دن یعنی قیامت کے دن، جب عذاب الٰہی واقع ہوگا۔

(للمکذبین) جھٹلانے والوں کے لئے، یعنی ان لوگوں کے لیے جو رسولوں کو جھٹلاتے تھے اور آخرت کے منکر تھے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز جب عذاب واقع ہوگا تو ان لوگوں کے لئے جو رسولوں کی تکذیب کرتے تھے اور عذاب الہی کے منکر تھے سخت خرابی ہوگی، ان لوگوں کو اس وقت اپنی ہلاکت وبربادی حقیقتاً نظر آئے گی مگر اب ان کے لیے بچاؤ کا کوئی سہارا نہ ہوگا۔

الذین ہم فی خوض یلعبون ٥ وہ جو مشغلہ میں کھیل رہے ہیں۔

(اَلَّذِین ہم) وہ لوگ جو، یعنی کفار ومشرکین یاد اصل یہ مُکَذِّبِین ہی کی تشریح ہے یعنی رسولوں کے جھٹلانے والے عذاب قیامت کے منکرین۔

(فی خوض یلعبون) مشغلہ میں کھیل رہے ہیں۔ واصل الخوض المشی فی الماء اور خوض کا اصلی مفہوم پانی میں گذرنا ہے، راغب کے نزدیک اس سے اشارہ ہے ناپسندیدہ کام کا شروع کرنا مطلب یہ ہے کہ کفار ومشرکین کا چلن اور انداز سوچ غیر سنجیدہ ہے۔ وہ فرامین الہیہ اور دعوت رسول کو کھیل مشغلہ سمجھتے ہیں اور محض شغل کے طور پر رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور فضول ولغو باتوں میں لگے رہتے ہیں اور ان کے اعتراضات بھی زبانی جمع خرچ اور تفریح طبع کا سامان ہیں وہ نہ تو حقیقت تک پہنچنا چاہتے ہیں اور نہ ہی ان کا یہ مقصد ہے چنانچہ جب قیامت کے دن عذاب دیکھیں گے تو ان پر نہ صرف حقیقت روشن ہوجائیگی بلکہ انہیں شدید حسرت ہوگی مگر اس وقت یہ سب کچھ بیکار ہوگا اور وہ بربادی سے بچ نہ سکیں گے اور ان کا شغل ہی اس تباہی کا باعث ہوگا چنانچہ سورۃ الملک میں ارشاد ہے کہ وہ اس امر کا برملا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے۔ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے،

(یوم یدعون الی نار جہنم دعا) جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے۔

(یوم) جس دن، روز قیامت، یہاں لفظ یوم مکرر کردیا ہے اس دن یہ کیفیت ہوگی،

یدعون الی نار جہنم دعا) جہنم کی طرف دھکا دیکر دھکیلے جائیں گے۔

ای یدفعون دفعا عنیفا شَدِیْدًا بان تغل ایدیہم الی اعناقہم وتجمع نواصیہم الی اقدامہم فیدفعون الی النار ویطرحون فیہا۔

یعنی وہ سختی کے ساتھ زبردستی دھکے دے کر اس حال میں جہنم کی طرف لے جائیں گے کہ ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے بندھے اور ان کی پیشانیاں ان کے پاس پاؤں کے ملی ہوں گی اور وہ منہ کے بل آگ میں پھینکے جائیں گے۔

ھٰذِہِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ○ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے،

قیامت کے روز فرشتے جب کفار کو زنجیروں میں جکڑ کر ان کے ہاتھ گردنوں سے باندھ کر، انکی پیشانیاں ان کے پاؤں سے ملا کر انہیں دھکے دیتے ہوئے زبردستی دوزخ کی طرف لارہے ہوں گے تو کفار و مشرکین منکرین مکذبین سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ آگ یعنی جہنم جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے۔ مذاق اڑاتے تھے اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو، بلکہ اس میں داخل ہو جاؤ تم پر حقیقت کھل رہی ہے لیکن اس وقت کا اقرار یا معذرت بے فائدہ ہوگی۔

اَفَسِحْرٌ ھٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ○ تو کیا یہ جادو ہے یا تمھیں سوجھتا نہیں۔

(افسحر ھٰذا) تو کیا یہ جادو ہے ؟ استفہام انکاری ہے جو توبیخ کے لیے ہے اور فاء تعقیبی ہے یعنی اب بھی تمہیں جادو نظر آتا ہے دنیا میں تم اسے جادو کہتے تھے اور یہ کہ دنیا میں تم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سحر کی نسبت کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہماری نظروں پر افسوں کر دیا گیا ہے، لیکن اب یہ تمہارے سامنے روشن حقیقت ہے تو کیا تمہارے خیال میں یہ بھی افسوں و سحر ہی ہے۔ ایسا کہنا کفار پر زجر و توبیخ کے لئے ہوگا۔

(ام انتم لا تبصرون) یا تمہیں سوجھتا نہیں۔ اَیْ اَمْ اَنْتُمْ عُمْیٌ عَنِ الْمُخْبَرِ بِهٖ كَمَا كُنْتُمْ فِی الدُّنْیَا عُمْیًا عَنِ الْخَبَرِ یعنی کیا تم کو جو خبر دی گئی ہے اس سے اندھے ہو اسی طرح جس طرح تم دنیا میں اس حقیقت سے اندھے تھے ہوا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اب تمہاری نظریں حقیقت دیکھ رہی ہیں یہ جادو نہیں بلکہ حقیقت ہے اور یہ تمہارا خیال فاسد دنیا میں تھا کہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے یا یہ کہ ہماری نظریں افسوں زدہ ہوگئی ہیں اب تم خود دیکھ لو کیا یہ جادو یا افسوں ہے یا حقیقت جادو صرف نظر آتا ہے اور حقیقت نہیں ہوتی۔ تو آگے بڑھو دوزخ کی آگ میں داخل ہو جاؤ تمہیں حقیقت بھی معلوم ہو جائیگی یہ باطل نہیں بلکہ حقیقت ہے اور اب شک کی گنجائش نہیں کہ تم خیال کرو کہ یہ محض نظر آرہا ہے بلکہ یہ عذاب حقیقت ہے پس اس کا مزا چکھو اور یہ تمہاری تکذیب و سرکشی کی سزا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ اس میں جاؤ اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو سب تم پر ایک سا ہے۔ تمہیں اسی کا بدلہ جو تم کرتے تھے۔

(اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ) اس میں جاؤ اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو ای ادخلوھا وقاموا شدائدھا فافعلوا ما شئتم من الصبر وعدمہ یعنی تم لوگ اب دوزخ میں

داخل ہو جاؤ اور اُس کی سختیوں کا مزا چکھو تو کرو جو تم چاہو خواہ صبر کرو یا نہ کرو۔

(سواءٌ علیکم) سب تم پر ایک سا ہے۔ ای الامران سواء علیکم فی عدم النفع اذ کل منہما لا یدفع العذاب ولا یخففہ یعنی دونوں باتیں تمہارے لیے عدم نفع میں یکساں ہیں کیونکہ وہ سب تم سے نہ تو عذاب کو روکنے یا دور ہٹانے والی ہیں اور نہ ہی عذاب میں کمی کرنے والی ہیں مطلب یہ ہے کہ عذاب پر خواہ تم صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لیے کسی صورت کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی عذاب سے بچ سکتے ہیں اور نہ ہی عذاب کم ہو سکتا ہے۔ ایک قول ہے کہ سواء خبر ہے اور مبتدا محذوف ہے، جب کہ بعض نے کہا سواءٌ دراصل مصدر ہے اور بعض نے کہا مصدر بمعنی فاعل تو بہر نوع مطلب یہ ہوا کہ دونوں صورتیں تمہارے لیے برابر ہیں نہ تو وعید عذاب کے خلاف ہو سکتا ہے اور نہ ہی تمہاری سزا تبدیل ہو سکتی ہے، کسی صورت بھی تمہیں رہائی نہیں۔

(انما تجزون ما کنتم تعملون) تمہیں اُسی کا بدلہ جو تم کرتے تھے۔

آلوسی کہتے ہیں، تعلیل الاستواء فان الجزاء حیث کان متحتم الوقوع لسبق الوعید بہ وقضائہ سبحانہ ایاہ بمقتضی عدلہ کان الصبر وعدمہ مستویین فی عدم النفع ٥

یکسانیت کی وجہ یہ ہے کہ اعمال کی سزا تو بالضرور ہوتی ہے اور اس سے پہلے کفار کو اس کی وعید سنائی جا چکی ہے اور اللہ کا فیصلہ بھی ہے اور یہی اُس کے عدل کا تقاضا ہے مطلب یہ ہے کہ کفار کو عذاب کی خبر دی جا چکی تھی اور وہ دنیا میں جو کفر و تکذیب کرتے رہے اُس کی سزا ضرور ملنی ہے اور وہ کسی صورت ٹل نہیں سکتی اور نہ ہی اللہ اپنے وعدہ کے خلاف ایسا فرمائے گا، لہٰذا جب کفار دوزخ میں جھونکے جائیں گے تو خواہ چیخ و پکار کریں یا صبر و برداشت سے کام لیں کسی صورت فائدہ نہ ہوگا بلکہ دونوں صورتیں بے سود و لاحاصل ہوں گی نہ عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ ہی عذاب سے رہائی ملے گی اور ہمیشہ اسی حال پر رہیں گے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ٥ بے شک پرہیزگار باغوں اور چین میں ہیں۔

فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ٥ اپنے رب کی دین پر شاد، اور انہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچا لیا۔

(ان المتقین فی جنت ونعیم) بے شک متقی لوگ باغوں اور چین میں ہیں۔

کفار کا حال بیان کرنے کے بعد اہل ایمان کا تذکرہ ہے جیسا کہ ترہیب و ترغیب کے سلسلے میں قرآن عظیم کی روش ہے، اہل ایمان باغات میں ہوں گے اور ان کے لیے سامان عیش ہوگا، انہیں ہر قسم کی راحتیں عالی قدر نعمتیں حاصل ہوں گی، جنّٰتٍ ونعیم میں تنوین تعظیم پر دلالت کر رہی ہے جس سے مراد ہے کہ وہ بڑی عزت و عظمت کے ساتھ انعامات سے نوازے جائیں گے، اور بڑے آرام و چین میں ہوں گے۔

فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَاهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ اپنے پروردگار کی دین پر خوش خوش اور انہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچالیا۔

(فاکهین) خوش خوش ای متلذذین۔ یعنی لذت پانے والے یا مزے میں ہوں گے۔
(بما اتاهم ربهم) اس پر جو ان کے پروردگار نے عطا کیا۔ مِنَ الْاِنْعَامِ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کرم و مہربانی سے جو بھی انہیں عطا فرمائے گا اس پر راضی و مسرور ہوں گے۔

(ووقاهم ربهم عذاب الجحيم) اور انہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچالیا
عطف علی (فی جنات) علی تقدیر کونه خبرا کانه قیل استقروا فی جنات) پر عطف ہے اس تقدیر پر کہ اُس کی خبر (جزا) ہو گویا کہا جا رہا ہے تم باغوں میں رہو، اور تمہیں تمہارے پروردگار نے جہنم اور اُس کے عذاب سے بچالیا یعنی تمہارے ساتھ رب کا وعدہ تھا کہ تمہیں دوزخ اور اُس کے عذاب سے بچائے گا اور تمہیں جنت میں داخل کرے گا اور اپنے فضل و نعمت سے شادمان کرے گا سو اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا لہٰذا تم اب جنت میں عزت و تکریم سے رہو۔ تمہارے لیے راحت ہی راحت چین ہی چین اور انعام ہی انعام ہیں۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ کھاؤ اور پیو خوشگواری سے صلہ اپنے اعمال کا
(کلوا واشربوا هنیئا) کھاؤ اور پیو خوش گواری سے ای یقال لهم کلوا واشربوا۔
یعنی اہل ایمان سے کہا جائے گا کہ تم کھاؤ اور پیو، مزے اڑاؤ، هَنِيئًا خوشگواری کے ساتھ، والهنئ کل مالا یلحق فیه مشقة ولا یعقب وخامة، اور هنئ ایسی شے کو کہتے ہیں جس کے کھانے اور پینے میں کوئی تکلیف نہ ہو اور نہ ہی کھانے کے بعد ناگواری یا بدہضمی ہو، یعنی خوش ذائقہ لذت آفریں اور فرحت بخش ہو۔
(بما کنتم تعملون) صلہ اپنے اعمال کا، یعنی یہ جزا و انعام ہے تمہارے ان کاموں کا جو تم نے دنیا میں کیے اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے اور اُنکی فرماں برداری کی۔

یہاں یہ وہم نہ ہو کہ صلہ و جزا، انعام جنت صرف اچھے اعمال پر ہی منحصر ہے بلکہ یہ جاننا چاہیے کہ جنت اور اس کی نعمتوں کا حصول فضل الٰہی کے بغیر متصور نہیں اور اعمال فضل باری کے حصول کا ذریعہ ہیں اور اعمال کی قبولیت بھی اللہ کے کرم سے ہے ورنہ بندوں سے اعمال صالحہ میں جو لغزشیں، کوتاہیاں سرزد ہوتی ہیں وہ درجہ قبول کے قابل کہاں ہوتے ہیں مگر ایمان والوں پر اللہ کا فضل ہے کہ ان کے ناقص و غیر معیاری اعمال بھی قبول کر لیے جاتے ہیں کیونکہ ایمان کے تعلق نے انہیں فضل کا مستحق بنا دیا ہے، وکان اللہ بالمومنین رحیما۔

مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ تختوں پر تکیہ لگائے جو قطار لگا کر بچھے ہیں۔
وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ اور ہم نے بیاہ دیا انہیں بڑی آنکھوں والی حوروں سے

(مُتَّكِـِٔيْنَ) تکیہ لگائے یعنی جنت میں متقی لوگوں کا یہ حال ہوگا۔

(عَلٰى سُرُرٍ) تختوں پر، سُرُرٌ جمع سریر معروف چارپائی کی جمع ہے یعنی جب اہل جنت انعامات سے نوازے جائیں گے تو فرحت و سرور کے ساتھ ان کی یہ کیفیت ہوگی کہ وہ آرام وہ پلنگوں پر تکیہ لگائے ہوئے خوش وخرم ہوں گے۔

(مَّصْفُوْفَةٍ) جو قطار لگا کر بچھے ہیں۔ مَجْعُوْلَةٌ عَلٰى صَفٍّ وَخَطٍّ مُسْتَوٍ یعنی وہ پلنگ صف کی صورت میں ایک سیدھے خط میں بچھے ہوں گے، مطلب یہ ہے کہ ترتیب سے قطار میں لگے ہوں گے،

(وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ) اور ہم نے انہیں بیاہ دیا بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔ اَلّٰی قَرَنّٰاهُمْ بِهِنَّ یعنی ہم انہیں ان کے ساتھ بیاہ دیں گے زوجنھم ماضی ہے مگر مستقبل کے معنی دے رہا ہے، حور کے معنی ہیں گوری چٹی رنگت والی خوبصورت بڑی اور سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے بیاہ دیں گے، یہاں اعتراض ہوتا ہے کہ جنت میں عقد کے ساتھ تزویج کیونکر ہوگی جب کہ جنت محل تکلیف نہیں ہے تو یہاں تزویج بالعقد لغۃً مراد ہے اور یہاں اس سے محض نکاح ہی مراد نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہم انہیں جوڑے جوڑے سے بنا دیں گے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۔ اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی سب آدمی اپنے کیے میں گرفتار ہیں۔

(وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) اور جو ایمان لائے چونکہ اہل جنت کا بیان جاری ہے اس لیے یہ گروہ بھی اہل جنت سے ہی مراد ہیں مومن لوگ، متقی، اہل جنت۔

(وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ)۔ اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی یعنی ان مومن لوگوں کی اولاد میں سے جنہوں نے ان کی پیروی کی یا ایمان کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنے باپ دادا کے ساتھ جمع کر دے گا ذُرِّيَّتُهُمْ میں لفظ ذریت کا مفہوم میں واحد کثیر دونوں کو شامل ہے یعنی اولاد میں سے ایک ہو یا زیادہ اگر انہوں نے ایمان کے ساتھ تتبع کیا تو وہ اپنے بزرگوں سے جنت میں ملحق ہوں گے، بِاِيْمَانٍ میں تنوین تنکیری ہے جس سے واضح ہے کہ بزرگوں سے

الحاق میں صرف ایمان ہی نہیں بلکہ ایمان حکمی بھی کافی ہوگا ایسا کرنا اہل ایمان کے ساتھ باعث مسرت اور ان کی خوشی کے لیے ہوگا اگرچہ اولاد کے درجات بزرگوں کی نسبت کم تر ہوں، الحقنا بھم سے مراد فی اللہ حقہ ہے یعنی ان کے درجہ میں جمع ملادیں گے اور طبرانی میں ہے ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا دخل الرجل الجنۃ سأل عن ابویہ وزوجتہ وولدہ فیقال لہ: انھم لم یبلغوا درجتک وعملک فیقول یارب قد عملت لی ولھم فیؤمر بالحاقھم بہ۔

جب کوئی شخص جنت میں داخل ہوگا تو اپنے ماں باپ، بیوی، اور بچوں کے بارے میں پوچھے گا تو اس سے کہا جائیگا کہ وہ تیرے درجہ و عمل کو نہ پہنچ سکے تو وہ کہے گا اے پالنے والے میں نے اپنے اور ان کے لیے تو ہی کام کیا تو حکم دیا جائے گا کہ انہیں اس کے ساتھ یکجا جمع کردو (اکٹھے کردو)

(وما التنٰھم من عملھم من شیٔ) اور ان کے عمل میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے۔

(وما التنھم) ای وما نقصنا الآباء بھذا الالحاق یعنی ہم اولاد کو بزرگوں کے ساتھ جمع کرنے سے ان کے ثواب میں کمی نہیں کریں گے یا کمی واقع نہ ہوگی (من عملھم) ای من ثواب عملھم یعنی ان کے ثواب کے میں کمی نہ ہوگی، (من شیٔ) ای شیئا بان اعطینا بعض مثوباتھم ابناءھم فتنقص مثوباتھم وتنحط درجتھم وانما رفعناھم الی منزلتھم بمحض التفضل والاحسان۔ یعنی ہم نے ان کی اولاد کو جو بعض مثوبات عطا کئے ہوں گے تو ہم نہ ان کے ثواب میں کمی کریں گے اور نہ درجہ میں بلکہ ہم انہیں ان کے آباء کے درجہ میں بلند کریں گے محض مہربانی اور احسان کے طور پر، واضح مفہوم یہ ہے کہ ایمان والوں کی مومن اولاد اپنے آباء کے ساتھ ایک درجہ و منزلت میں ہوگی اگرچہ ان کے اعمال و مثوبات ان جیسے نہ ہوں اور ایسا محض اللہ کے فضل و احسان کے طور پر ہوگا تاکہ مومنوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی اولاد ان کے ساتھ شامل ہونے سے انہیں فرحت تسکین مزید حاصل ہو اور اولاد کے درجہ میں یہ ترقی اللہ کے فضل سے ہوگی نہ یہ کہ آباء کو نچلے درجے میں اولاد کے ساتھ جمع کردیا جائے، یہ صورت نہ ہوگی کیونکہ جنت مقام فضل و نعمت ہے اور وہاں کمی متصور نہیں اور آیت کا اقتضاء بھی یہی ہے

(كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ) سب آدمی اپنے کیے میں گرفتار ہیں۔

یہاں ہر شخص سے مراد کافر ہے۔ جو اپنے کفر و شرک کی بنا پر جہنم میں ڈالا جائے گا اور اس کی سزا دوسرے کو نہیں ملے گی ہر شخص کو اس کے عمل کے موافق جزا و سزا ہے، مومنوں کی اولاد جو ایمان سے محروم رہی اور کفر و شرک و معاصی پر ہی مرے وہ جہنم میں جائیں گے نہ ان کے سفارش ہوگی نہ بخشش، کفار کی اولاد بھی اگر کفر و شرک پر مری تو آباء کے ساتھ عذاب جہنم میں شامل ہوگی اور اگر اس کا عمل شامل نہیں ہے تو آباء کے ساتھ

شامل نہیں ہوگا اور یہ کافر اپنے کفر کے عمل کی پاداش میں گرفتار رہے۔

وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ اور ہم نے ان کی مدد فرمائی میوے اور گوشت سے جو وہ چاہیں۔

(وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ) اور ہم نے ان کی مدد فرمائی میوے اور گوشت سے۔

علی ماکان لهم من مبادی النعم وقتاً فوقتاً یعنی ہم ان کی نعمتوں میں وقتاً فوقتاً اضافہ فرماتے رہیں گے۔

(مِمَّا يشتهون) جو وہ چاہیں من فنون النعماء والوان الالاء یعنی قسم قسم کی نعمتیں اور میوے رنگارنگ یا کھانے کی اشیاء۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ متقی لوگ جنت میں مختلف قسم کی نعمتوں اور رنگارنگ میوے سے نوازے جائیں گے ان کے لیے وہاں اعلیٰ قسم کے پرندوں کا گوشت ہوگا اور یہ نعمتیں وقتاً فوقتاً ترقی پذیر ہوتی رہیں گی یعنی اضافہ ہی ہوتا رہے گا کمی نہ ہوگی اور جو بھی اہل جنت تمنا کریں گے یا جس چیز کی بھی خواہش و رغبت کریں گے ان کے لیے حاضر ہوگی، اور بطور احسان دم بدم نعمتیں عطا کیے جائیں گے۔

يتنازعون فيها كاسا لا لغو فيها ولا تاثيم ۝ ایک دوسرے سے لیتے ہیں وہ جام جس میں نہ ہوگی بے ہودگی اور نہ گنہگاری۔

(يتنازعون فيها كاسا) ایک دوسرے سے لیتے ہیں وہ جام

ای يتجاذبونها فی الجنة هم وجلساؤهم تجاذب ملاعبة كما يفعل ذلك الندامی بينهم فی الدنيا لشدة سرورهم۔

یعنی خوش طبعی کے طور پر وہ اور ان کے ہم نشیں ایک دوسرے سے شراب سے بھرے ہوئے جام ایک دوسرے سے جھپٹ لیں گے جس طرح کہ شرابی دنیا میں باہم لذت دسرور کے طور پر کیا کرتے تھے۔

(يتنازعون فيها) وہ لیتے ہیں، لغت میں نزع کے معنی کھینچ لینے اور اڑا اور چھیننے کے ہیں مطلب یہ کہ جنتی لوگ ساقی سے جام شراب چھین لیں گے یا یہ کہ ہر شخص اس کے لینے میں پہل کرے گا اور ایسا کرنا خوش طبعی کے طور پر ہوگا اور لذت وسرور، کیف ونشاط کے مظاہرہ کے طور پر ہوگا۔

(كاسا) جام، پیالہ، الکاس خمر کی مؤنث سماعی ہے اور جس طرح کہ مشہور ہے وہ جام نہیں کہلاتا سوائے اس کے جب وہ شراب سے بھر جائے یا بھر جانے کے قریب ہو راغب نے کہا ہے۔

الکاس الاناء بما فيه من شراب کاس وہ برتن ہے جس میں شراب ہو اور دونوں کو یعنی برتن کو بھی اور مشروب ويسمی كل واحد منهما بانفراده كاسا سے بھرے ہوئے برتن کو بھی انفرادی طور پر کاس ہی کہا جاتا ہے۔

اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ برتن ہے جس میں شراب ہو اور بعض نے کہا مطلق شراب مراد ہے (لاَ لَغْوٌ فِيهَا) جس میں نہ بے ہودگی ہوگی ۔ ای فی شربہا حیث لا یتکلمون فی اثناء الشرب بلغو الحدیث وسقط الکلام یعنی اس شراب کے پینے کے دوران نہ تو بے ہودہ گفتگو کریں گے اور نہ ہی جھگڑا یا گالی گلوچ ۔

(وَلَا تَأْثِيمٌ) اور نہ گنہگاری ولا یفعلون ما یؤثم بہ فاعلہ نسبب الی الاثم لو فعلہ فی دار التکلیف کما ھو دیدان الندامی فی الدنیا و انما یتکلمون بالحکم و احاسن الکلام و یفعلون ما یفعلہ الکرام

وہ ایسا کام نہیں کریں گے جس پر گناہ کا اطلاق ہو اور یہاں لفظ اثم اس لیے بولا گیا ہے کہ اگر اسے دنیا میں کیا جاتا جس طرح کہ شرابی دنیا میں کرتے ہیں یعنی بے ہودہ بکواس تو وہ دنیا میں گناہ کہلاتا لیکن یہاں تو وہ ایک بکواس سے محفوظ ہوں گے لہذا گناہ کیسا تو لفظ اثم صرف نسبت کے طور پر ہے نہ کہ حقیقتاً، بلکہ وہ وہاں احکام اور حسن کلام کے ساتھ گفتگو کریں گے اور وہ کام کریں گے جو نیکوکار کرتے ہیں ۔

بعض نے کہا ہے کہ شراب پینے کی وجہ سے جنتی لوگ گنہگار نہ ہوں گے ۔ ایک قول یہ ہے جیسا کہ دنیا کی شراب میں قسم قسم کے مفاسد تھے جنت میں نہ ہوں گے، شراب جنت کے پینے سے نہ عقل زائل ہوگی نہ ہی اس پر کوئی ناخوشگوار اثر ہوگا نہ پینے والا بے ہودہ بول سکے گا اور نہ ہی گنہگار ہوگا، کیونکہ جنت ایسا محل نہیں ہے ۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ○ اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے گرد پھریں گے گویا وہ موتی ہیں چھپا کر رکھے گئے ۔

(ويطوف عليهم) اور ان پر پھریں گے ای بالکاس یعنی جنتی لوگوں پر ان کے خدمت گار شراب سے بھرے جام لیے پھریں گے ۔

(غلمان لهم) ان کے خدمت گار ای ممالیک مختصون بہم کما یوذن بہ اللام ان کے لیے خاص خادم ہوں گے جو ان کی ملکیت ہوں گے جیسا کہ لام سے واضح ہے ۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کم ترین درجہ کا جنتی وہ ہوگا جس کی خدمت میں دس ہزار ہمہ وقت خدمتگار موجود ہوں گے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک ہزار ہوں گے اور ہر ایک الگ الگ خدمت پر مامور ہوگا ۔

(کانہم لؤلؤ مکنون) گویا وہ موتی ہیں چھپا کر رکھے گئے ۔ مصون فی الصدف لم تنلہ الایدی یعنی وہ خدمت گار ایسے ہوں گے جیسے سیپ کے پوشیدہ موتی جنہیں کوئی ہاتھ ہی نہ لگا ، ابن حجر نے کہا ووجہ الشبہ البیاض والصفاء کہ التشبیہ کی وجہ ان کی سفیدی ، صفائی اور حسن ہے اور ابن المنذر ، ابن جریر ، عبد الرزاق نے قتادہ سے مرسلا روایت کیا ہے کہ ہم سے بیان کیا گیا جب خادم کے حسن صفا کا یہ عالم ہوگا تو مخدوم

کیسا ہوگا تو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ ان فضل ما بینھم کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب) یقیناً مخدوم کی فضیلت ان کے درمیان اس طرح ہوگی جس طرح چودھویں رات کے چمکتے ہوئے چاند کی تمام ستاروں پر،

واضح مفہوم یہ ہے کہ مخدوم مثل ماہتاب کے اور غلام مثل کواکب کے ہوں گے۔ اور مخدوم کی صفائی اور حسن سب پر واضح، روشن اور فائق ہوگی۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ اور ان میں سے ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔

قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝ بولے ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے۔

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝ تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ بے شک ہم نے اپنی پہلی زندگی میں اس کی عبادت

اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۝ ع کی تھی بے شک وہی احسان فرمانیوالا مہربان ہے

واقبل بعضھم علی بعض یتساءلون ۝ اور ان میں سے ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔

وَاَقْبَلَ اور منہ کیا، متوجہ ہوئے، اگرچہ اَقْبَلَ صیغۂ ماضی ہے لیکن مراد مستقبل ہے یعنی ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے۔

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ ان میں سے بعض بعض سے پوچھتے ہوئے یعنی جنتی لوگوں میں سے ہر ایک دوسرے سے یا ان میں سے بعض بعض سے متوجہ ہوکر پوچھیں گے۔

آلوسی کہتے ہیں، ای یسال کل بعض منھم بعضاً آخر عن احوالہ واعمالہ فیکون کل بعض سائلاً ومسئولاً لانہ یسال بعض معین منھم بعضاً آخر معیناً ثم ھذا التساؤل فی الجنۃ کما ھو الظاھر۔

یعنی ان میں سے ہر ایک دوسرے سے دریافت کرے گا اُس کے احوال واعمال کے بارے میں پس سب

ہیں سے بعض سائل ہوں گے اور بعض مسئول ہوں گے اور یوں نہیں کہ ان میں سے متعین بعض خاص بعض خاص سے پوچھیں گے۔ پھر یہ پوچھنا جنت میں ہوگا جیسا کہ آیت سے واضح ہے۔
مطلب یہ ہے کہ جنتی لوگ جنت میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ وہ دنیا میں کس حال میں تھے کیا عمل کرتے تھے۔

قَالُوْا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْ أَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ○ بولے ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے۔

(قالوا) وہ کہیں گے، ای المسئولون وھم کل واحد منھم فی الحقیقۃ یعنی وہ جو پوچھے جائیں گے اور درحقیقت ان میں سے ہر ایک شخص پوچھا جائیگا، مطلب یہ ہے ہر کوئی ایک دوسرے سے پوچھے گا اور وہ کہیں گے۔

(انا کنا قبل) اس سے پہلے تھے ای قبل ھذا الحال یعنی اس حال سے پہلے جنت میں آنے سے پہلے دنیا میں۔

(فی اھلنا مشفقین) اپنے گھروں میں سہمے ہوئے ارقاء القلوب خائفین من عصیان اللہ عزوجل معتنین بطاعۃ سبحانہ او وجلین من العاقبۃ۔
یعنی ان کے دل ڈرے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کے باعث اور نیکیوں کے عدم قبول کے اور خدشہ فکر آخرت کے سبب سے ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جنتی لوگ جنت میں باہم پوچھنے پر بتائیں گے کہ دنیا میں وہ سہمے ہوئے اور ڈرے ہوئے تھے وہ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں سے خوف زدہ تھے اور نیکیوں کے بارے میں امید کے باوجود یہ خطرہ محسوس کرتے تھے کہ شائد قبول نہ ہوں، آخرت میں گرفت کا ڈر بھی تھا اور نفس و شیطان سے ایمان میں خلل کا دھڑکا بھی تھا۔

فمن اللہ علینا ووقنا عذاب السموم۔ تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔

(فمن اللہ علینا) تو اللہ نے ہم پر احسان کیا ای بالرحمۃ والتوفیق یعنی اللہ نے اپنے لطف و مہربانی سے ہم پر کرم کیا اور ہماری بخشش فرما دی۔

(ووقنا عذاب السموم) اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔ وقال الحسن: (السموم) اسم من اسماء جہنم اور حسن نے کہا کہ سموم جہنم کے ناموں میں سے ہے، یعنی ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لیا، آلوسی کہتے

ہیں۔ ای عذاب النار النافذة فی المسام نفوذ السموم وھوالریح الحارۃ المعروفۃ یعنی ایسی آگ کے عذاب سے جو لو کی طرح جسم کے مسامات میں سرایت کرنے والی ہے اور عرف میں اسے گرم لو کہتے ہیں۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ہم پر لطف کرم کیا اور ہمیں گرم لو کے عذاب دوزخ سے نجات دی اور ہماری سعی اپنے فضل سے قبول فرمائی اور ہمیں جنت عطا فرمائی۔

انا کنا من قبل ندعوہ بے شک ہم نے پہلی زندگی میں اس کی عبادت کی تھی۔

انہ ھو البر الرحیم ۰ بے شک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے

(انا کنا من قبل ندعوہ) بے شک ہم نے پہلی زندگی میں اُس کی عبادت کی تھی۔

ای انا کنا من قبل ذلک تعبدہ و تعالی ونسئلہ الوقایۃ یعنی اس سے پہلے ہم دنیا میں پروردگار جل وعلا کی بندگی کرتے تھے اور اس سے دعا مانگتے تھے کہ ہمیں عذاب دوزخ سے بچالے۔

(انہ ھو البر الرحیم) بے شک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے۔

یعنی اس رحیم وکریم غایت درجہ مہربان پروردگار نے ہماری التجاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور ہمیں اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا، جنت عطا کی اور اپنے فضل سے سرخرو کیا۔ بلاشبہ وہ ہی احسان کرنے والا اور ہمیشہ لطف کرم اور مہربانی کرنے والا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ طور پ ۲۷

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۰	تو اے محبوب تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون۔
اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۰	یا کہتے ہیں یہ شاعر ہیں ہمیں ان پر حوادثات زمانہ کا انتظار ہے۔
قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۰	تم فرماؤ انتظار کیے جاؤ میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں۔
اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۰	کیا ان کی عقلیں انہیں یہی بتاتی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیں۔
اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۰	یا کہتے ہیں انہوں نے یہ قرآن بنالیا بلکہ وہ ایمان

نہیں رکھتے۔

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝

تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۝

کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں۔

أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بَل لَّا يُوقِنُونَ ۝

یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے بلکہ انہیں یقین نہیں۔

أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ۝

یا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں یا وہ کڑوڑے ہیں۔

أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝

یا ان کے پاس کوئی زینہ ہے جس میں چڑھ کر سن لیتے ہیں تو ان کا سننے والا کوئی روشن سند لائے۔

أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ۝

کیا اس کو بیٹیاں اور تم کو بیٹے۔

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۝

یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔

أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝

یا ان کے پاس غیب ہیں جس سے وہ حکم لگاتے ہیں۔

أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ۝

یا کسی داؤں کے ارادہ میں ہیں تو کافروں ہی پر داؤں پڑنا ہے۔

أَمْ لَهُمْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے اللہ کو پاکی ان کے شرک سے۔

وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ۝

اور اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا دیکھیں تو کہیں گے تہ بہ تہ بادل ہے۔

فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ۝

تو تم انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بیہوش ہوں گے۔

يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ

جس دن ان کا داؤں کچھ کام نہ دے گا اور نہ ان

يُنْصَرُوْنَ ۝

کی مدد ہو۔

وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور بے شک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے مگر ان میں اکثر کو خبر نہیں۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝

اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو جب تم کھڑے ہو۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۝

اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے۔

حل لغات دوسرا رکوع سورۃ طور پ۲۷

فَذَكِّرْ۔ سو نصیحت کرو	فَمَآ۔ تو نہیں	اَنْتَ۔ تو	بِنِعْمَتِ۔ نعمت
رَبِّكَ۔ اپنے رب کی سے	بِكَاهِنٍ۔ کاہن	وَّ۔ اور	لَا۔ نہ
مَجْنُوْنٍ۔ دیوانہ	اَمْ۔ یا	يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	شَاعِرٌ۔ شاعر ہے
نَتَرَبَّصُ۔ ہم انتظار کرتے ہیں بِهٖ۔ اس کے متعلق		رَيْبَ۔ گردش	الْمَنُوْنِ۔ زمانے کا
قُلْ۔ کہو	تَرَبَّصُوْا۔ انتظار کرو	فَاِنِّیْ۔ تو بیشک میں بھی	مَعَكُمْ۔ تمہارے ساتھ
مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ۔ انتظار کرنے والوں سے ہوں		اَمْ۔ یا	تَاْمُرُهُمْ۔ حکم دیتی ہیں
هُمْ۔ ان کو	اَحْلَامُهُمْ۔ انکی عقلیں	بِهٰذَآ۔ اس کا	اَمْ۔ یا
هُمْ۔ وہ	قَوْمٌ۔ لوگ ہیں	طَاغُوْنَ۔ سرکش	اَمْ۔ یا
يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	تَقَوَّلَهٗ۔ بنا لیا ہے خود اس نے اسکو		بَلْ۔ بلکہ
لَا۔ نہیں	يُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے	فَلْيَاْتُوْا۔ تو چاہیے لائیں	بِحَدِيْثٍ۔ ایک بات
مِّثْلِهٖٓ۔ اس جیسی	اِنْ۔ اگر	كَانُوْا۔ ہیں وہ	صٰدِقِيْنَ۔ سچے
اَمْ۔ یا	خُلِقُوْا۔ پیدا کیے گئے ہیں	مِنْ غَيْرِ۔ بغیر کسی	شَيْءٍ۔ چیز کے
اَمْ۔ یا	هُمُ۔ وہ ہیں	الْخٰلِقُوْنَ۔ پیدا کرنے والے	اَمْ۔ یا

خَلَقُوا - پیدا کیا انہوں نے	السَّمٰوٰتِ - آسمانوں	وَ - اور	الْاَرْضَ - زمین کو
بَلْ - بلکہ	لَا - نہیں	یُوْقِنُوْنَ - یقین کرتے	اَمْ - یا
عِنْدَ - پاس	هُمْ - ان کے	خَزَآئِنُ - خزانے ہیں	رَبِّکَ - تیرے رب کے
اَمْ - یا	هُمُ - وہ ہیں	الْمُصَیْطِرُوْنَ - ذمہ دار	اَمْ - یا
لَهُمْ - انکے پاس	سُلَّمٌ - سیڑھی ہے کہ	یَّسْتَمِعُوْنَ - سن لیتے ہیں	فِیْهِ - اس ہیں
فَلْیَاْتِ - تو لے آئے	مُسْتَمِعُهُمْ - انکا سننے والا	بِسُلْطٰنٍ - کوئی دلیل	مُّبِیْنٍ - روشن
اَمْ - یا	لَهُ - اسکے لیے	الْبَنٰتُ - بیٹیاں ہیں	وَ - اور
لَکُمُ - تمہارے لیے	الْبَنُوْنَ - بیٹے	اَمْ - یا	تَسْئَلُهُمْ - مانگتا ہے تو ان سے
اَجْرًا - مزدوری	فَهُمْ - تو وہ	مِّنْ مَّغْرَمٍ - تاوان سے	مُّثْقَلُوْنَ - بوجھل ہیں
اَمْ - یا	عِنْدَ - پاس	هُمُ - انکے	الْغَیْبُ - غیب ہے
فَهُمْ - سو وہ	یَکْتُبُوْنَ - لکھتے ہیں	اَمْ - یا	یُرِیْدُوْنَ - چاہتے ہیں
کَیْدًا - مکر کرنا	فَالَّذِیْنَ - تو وہ جو	کَفَرُوْا - کافر ہوئے	هُمُ - وہی
الْمَکِیْدُوْنَ - مکر میں آئینگے	اَمْ - یا	لَهُمْ - ان کے لیے	اِلٰهٌ - معبود ہے
غَیْرُ - سوا	اللّٰهِ - اللہ کے	سُبْحٰنَ - پاک ہے	اللّٰهِ - اللہ
عَمَّا - اس سے جو	یُشْرِکُوْنَ - شرک کرتے ہیں	وَ - اور	اِنْ - اگر
یَّرَوْا - دیکھیں	کِسْفًا - ٹکڑا	مِّنَ السَّمَآءِ - آسمان سے	سَاقِطًا - گرتا ہوا
یَّقُوْلُوْا - کہیں	سَحَابٌ - بادل ہے	مَّرْکُوْمٌ - تہ بہ تہ	فَذَرْ - سو چھوڑ
هُمْ - ان کو	حَتّٰی - یہانتک کہ	یُلٰقُوْا - ملیں	یَوْمَهُمُ - اپنے دن کو
الَّذِیْ - وہ	فِیْهِ - جس ہیں	یُصْعَقُوْنَ - بیہوش ہو جائیں گے	
یَوْمَ - جسدن	لَا - نہ	یُغْنِیْ - کام آئے گا	عَنْهُمْ - انکے
کَیْدُ - مکر ان کا	هُمْ - انکا	شَیْئًا - کچھ بھی	وَ - اور
لَا - نہ	هُمْ - وہ	یُنْصَرُوْنَ - مدد دیے جائینگے	وَ - اور
اِنَّ - بیشک	لِلَّذِیْنَ - انکے لیے جو	ظَلَمُوْا - ظالم ہیں	عَذَابًا - عذاب ہے
دُوْنَ - سوا	ذٰلِكَ - اس کے بھی	وَ - اور	لٰکِنَّ - لیکن
اَکْثَرَ - اکثر	هُمْ - ان کے	لَا - نہیں	یَعْلَمُوْنَ - جانتے

وَ - اور اِصْبِرْ - صبر کر لِحُكْمِ - واسطے حکم رَبِّكَ - اپنے رب کے
فَاِنَّكَ - پس بیشک تو بِاَعْيُنِنَا - ہماری نگاہ میں ہے وَ - اور سَبِّحْ - تسبیح بیان کر
بِحَمْدِ - ساتھ حمد رَبِّكَ - اپنے رب کے حِيْنَ - جب تو تَقُوْمُ - کھڑا ہو
وَ - اور مِنَ الَّيْلِ - رات کے کچھ حصہ میں فَسَبِّحْهُ - اسکی تسبیح کر
وَ - اور اِدْبَارَ - پیٹھ دیتے النُّجُوْمِ - تاروں کے وقت

مختصر تفسیر دوسرا رکوع سورۃ طور پ ۲۷

فَذَكِّرْ فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ؕ — تو اے محبوب تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ — یا کہتے ہیں یہ شاعر ہیں ہمیں ان پر حوادث زمانہ کا انتظار ہے۔

قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝ — تم فرماؤ انتظار کیے جاؤ میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں۔

(فذکر) تو اے محبوب نصیحت فرماؤ، آلوسی کہتے ہیں، فاثبت علی ما انت علیہ من التذکیر بما انزل علیک من الآیات والذکر الحکیم ولا تکترث بما یقولون مما لاخیر فیہ من الاباطیل۔

پس آپ نصیحت سے جو آپ پر قرآن حکیم کی آیات اتاری گئی ہے جمے رہیے اور کفار جو کچھ کہتے ہیں ان سے پریشان نہ ہوں کیونکہ اس میں نہ تو بھلائی ہے اور وہ بے سروپا باتیں ہیں بعض نے کہا فذکر میں سببیہ ہے۔ اور وعظ و نصیحت کے کام کا باعث ہے اور آپ اس امر پر مامور ہیں یعنی آپ کفار کی بے بنیاد اور شر انگیز باتوں سے دل برداشتہ یا رنجیدہ نہ ہوں اور آپ اپنا کام دعوت ارشاد و وعظ و نصیحت کرتے رہیں۔

(فما انت بنعمت ربک بکاھن) کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو۔

(فما انت) تو نہیں ہیں آپ یعنی آپ نہ ہی کاہن اور مجنون ہیں بلکہ آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں کفار کی باتوں پر توجہ نہ فرمائیں، آپ لوگوں کو نصیحت کریں فما میں ف بطور تعلیل کے وارد ہے جو متضمن

ہے کہ آپ اپنا کام جاری رکھیں

(بِنِعْمَتِ رَبِّكَ) اپنے پروردگار کے فضل سے، یہاں نعمت سے مراد نبوت اور عقل سلیم ہے ربک میں بطورِ خاص فضل اپنے کی نسبت آپ کی طرف کی گئی ہے کہ آپ کے پروردگار نے آپکو شرف ورسالت سے سرفراز فرمایا اور عقل سلیم بکمال عطا فرمائی ہے

(بِكَاهِنٍ) نہ ہی کاہن، اس میں ب تاکید کے لیے یعنی آپ کاہن نہیں، کاہن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ کاہن وہ ہوتا ہے جو اٹکل سے غیب کی خبریں دے اور امام راغب نے کہا کاہن وہ شخص ہے جو اسی طرح گذری ہوئی پوشیدہ باتیں بتائے یا پھر یونہی مستقبل کی خبریں دے۔ والمشھور فی الکھانۃ الاستمداد من الجن فی الاخبار عن الغیب اور کہانت کے بارے میں کہ جنوں سے غیب کی خبروں میں مدد لے، کفار آپ کو کاہن کہتے حالانکہ جانتے تھے کہ آپ نہ ہی کاہن ہیں اور نہ ہی آپ میں کوئی کاہنوں جیسی بات ہے آپ نبی ورسول ہیں اور نبوت اور کہانت میں کیا تعلق ہے سوائے اس کے کہ محض الزام تراشی ہو جو فی نفسہ باطل اور گھٹیا حرکت ہے کفار کبھی کاہن کہتے اور کبھی مجنون اور اس تضاد سے ان کی بے ہودگی واضح ہے کہ کاہن نہ مجنون ہو سکتا ہے اور نہ ہی مجنون کاہن اور آپ دونوں باتوں سے پاک ومنزہ اس لیے کہ آپ نبی ورسول ہیں اور آپ کو جو صداقت وسچائی، عقل کی وجاہت حاصل ہے وہ کسی کو عطا نہیں ہوئی، اور ایک قول یہ ہے کہ نعمت کے ساتھ "ب" قسمیہ ہے جو عظمت نعمت اور شرافت وکرامت پر دلالت کرتی ہے اور ایک قول ہے سببیہ ہے جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے اور مطلب ہے کہ کفار کا یہ مقولہ انتہائی لچر ولغو ہے اور فی نفسہ انکی خود مذمت کرتا ہے، کفار میں جس شخص نے آپ کو کاہن کہا شیبہ بن ربیعہ تھا۔

(وَلَا مَجْنُونٍ) اور نہ ہی مجنون، مجنون وہ شخص ہوتا ہے جس کی عقل میں خرابی ہو اور وہ غور وفکر کی استعداد نہ رکھتا ہو، کفار میں سے عقبہ ابن ابی معیط نے یہ بکواس کی حالانکہ تمام کفار کو آپ کی عظمت کلام، وفور عقل اور اعلیٰ بصیرت کا اعتراف تھا ان کا مقصد صرف آپ کو رنج پہنچانا تھا، تو اس آیت میں ان کے لغو وافتراء اقوال کی تردید کی اور اپنے فضل ونعمت کا بتاکید ذکر کرتے ہوئے آپ کی تشفی فرمائی اور اس رنج سے آپ کو دور کیا جو آپ کی شانِ محبوبیت پر دلالت کرتا ہے اور ارشاد فرمایا کہ محبوب ان لوگوں کی بے ہودہ باتوں کو خاطر اقدس میں جگہ نہ دیجیے اور اپنا وعظ ونصیحت (تذکیر) جاری رکھیے اور اس پر جمے اور ڈٹے رہیے۔

(اَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ) یا وہ شاعر کہتے ہیں ای بل یقولون۔ یعنی وہ یہ بھی بکتے ہیں

(شَاعِرٌ) ای ھو شاعر یعنی کہ وہ (آپ) شاعر ہیں، حالانکہ وہ بخوبی جانتے کہ جو کچھ آپ انہیں پیش کرتے ہیں وہ کلام الٰہی ہے نہ کہ شاعری ہے اور نہ ہی شاعری سے اس کا کوئی رشتہ وتعلق ہے، شاعر کہہ کر اپنے آپ کو فریب دیتے ہیں

(نَتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ) ہمیں ان پر حوادث زمانہ کا انتظار ہے۔

(نتربص) ای ننتظر یعنی ہم منتظر ہیں۔ (به ریب المنون) ای الدھر وھو فعول من المن بمعنی القطع لانہ یقطع الاعمار وغیرھا ومنہ حبل متین ای مقطوع والریب مصدر رابہ اذا اقلقہ ارید بہ حوادث الدھر وصروفہ لانھا تقلق النفوس۔

یعنی زمانہ اور منون مَنٌّ سے اسم مفعول ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں کیونکہ زمانہ یا موت زندگی اور اس کے علاوہ کو کاٹ دیتا ہے اور اسی سے حبل منین کٹی ہوئی رسی مراد ہے اور ریب رَابَ کا مصدر ہے جس کا مطلب ہے مضطرب اور پریشان کرنا یا رنج میں ڈال دینا اس سے مراد زمانہ کے حوادث اور حالات کی تبدیلی ہے جو انسان کو رنجیدہ کرتی رہتی ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ منون سے مراد دھر (زمانہ) ہے اور ابن عباس کے نزدیک اس سے مراد موت ہے یعنی آپ بھی ایک شاعر ہیں جس طرح دوسرے شاعر مر گئے اور ان کی موت نے ان کے ساتھیوں کو پراگندہ کر دیا یہ بھی اسی طرح ہو جائیں گے اور کہا گیا ہے کہ کفار کہتے تھے کہ حضرت کے والد نے عین شباب میں انتقال کیا ان کے ساتھ بھی ایسا ہوگا اور ہم اسی وقت (آپ کی موت) کے منتظر ہیں۔

(قل تربصوا) تو فرما دُ انتظار کیے جاؤ تہکم بہم و تہدید لہم یعنی آپ بطور تہدید ان سے کہہ دیں اگر یوہنی ہے تو انتظار کئے جاؤ یہاں تک حکم الٰہی ظاہر ہو جائے

(وانی معکم من المتربصین) اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔

اتربص ھلاککم کما تتربصون ھلاکی وفیہ عدۃ کریمۃ باھلاکھم۔

میں بھی تمہاری ہلاکت کے انتظار میں جس طرح تم مجھ پر حوادث زمانہ کے انتظار میں ہو اور اس میں کفار کی ہلاکت کی واضح وعید ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تم اسی خیال میں ہو کہ مجھ پر حوادث زمانہ واقع ہوں تو بڑی اچھی بات ہے تم انتظار کرو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ اس وقت کا منتظر ہوں جب ہمارے درمیان فیصلہ ہو جائے گا کہ کون سچائی پر تھا اور کون گمراہی پر۔ میں بھی تمہارے لیے حکم الٰہی کا منتظر ہوں بالآخر بدر کے روز یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ اور یوم الفرقان (روز بدر) حق و باطل کا امتیاز ہو گیا۔

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ کیا ان کی عقلیں انہیں یہی بتاتی ہیں یا وہ سرکش

اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ لوگ ہیں۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ یا کہتے ہیں انہوں نے یہ قرآن بنا لیا بلکہ وہ ایمان

نہیں رکھتے

فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صدقین ٥ — تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں۔

(ام تامرھم احلامھم بھذا) کیا ان کی عقلیں ان کو یہی بتاتی ہیں۔
ای عقولھم وکانت قریش یدعون اھل الاحلام والنھی۔
یعنی ان کی عقلیں اور قریش کے لوگ اہل عقل و دانش جانے جاتے تھے۔ (بھذا) التناقض فی المقال الکاھن والشاعر یکونان ذا عقل تام وفطنۃ وقادۃ والمجنون مغطی عقلۃ مختل فکرہ۔ ان کے اقوال میں تناقض ہے کہ کاہن اور شاعر تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو بڑے عقلمند اور ذہین اور وسیع النظر ہوتے ہیں اور مجنون وہ ہوتا ہے جو بے عقل اور ہوش سے عاری ہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قریش مکہ جو عقلمند مشہور ہیں اور لوگ انہیں سمجھدار جانتے ہیں کیا انہیں عقلمند اور مجنون میں فرق دکھائی نہیں دیتا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن، کبھی شاعر اور کبھی مجنون کہتے ہیں تو کیا ان باتوں میں کوئی ربط ہے اور کیا یہ تضاد اقوال اہل دانش کا طریقہ ہے ظاہر ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ ایسا صرف اس لیے کر رہے ہیں کہ حسد و عناد میں بہت دور جا چکے ہیں اور اپنی حاسدانہ روش میں انہیں حق و باطل کا فرق یہ نہیں کہ نظر نہیں آتا بلکہ وہ دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔ ورنہ ان متضاد باتوں کی گنجائش کہاں ہے۔

(ام ھم قوم طاغون) یا وہ سرکش لوگ ہیں۔
مجاوزون الحدود فی المکابرۃ والعناد، یعنی کفار مکہ اللہ کے رسول کی مخالفت اور عناد میں حد کو پھلانگ چکے تھے اور وہ واضح اور روشن دلائل کے باوصف غلط سلط اور بے سروپا باتوں کے بنانے میں مصروف ہیں جو فی نفسہ ان کی بے عقلی پر دلالت کر رہی ہے اور دوسری طرف پیغام رسول کی حقانیت کو روشن سے روشن تر کر رہی ہے۔

(ام یقولون تقولہ) یا یہ کہتے ہیں انہوں نے قرآن بنا لیا۔
ای اختلقہ من تلقاء نفسہ یعنی وہ کہتے ہیں کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے قرآن کو گھڑ لیا ہے اللہ کی طرف سے یہ نازل نہیں ہوا، کفار کا یہ مقولہ عناد و دشمنی کی وجہ سے ہے اور یہ بھی پہلی باتوں کی طرح ہے کہ آپ معاذ اللہ ساحر، شاعر یا مجنون ہیں۔

(بل لا یومنون) بلکہ وہ ایمان نہیں رکھتے
فلکفرھم وعنادھم یرمون بھذہ الاباطیل کیف وما رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم الا واحد من العرب فکیف آتی بما عجز عنہ کافۃ الامم من العرب والعجم

توکفار کا ایسا کہنا کہ حضور نے خود قرآن بنالیا، ان کے غایت درجہ کفر و عناد کی وجہ سے ہے کہ اسطرح کی الزام تراشیاں کرتے ہیں جنکی کوئی اصل نہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں یکتا ہوئے اور کوئی ایسا نہ ہوا جو ان کی طرح لایا جس کے سامنے عرب و عجم کے لوگ عاجز ہو گئے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار مکہ اور قریش کا یہ کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو اپنے دل سے بنالیا ہے اور یہ پروردگار کے ہاں سے نازل نہیں ہوا بلکہ انہی باتوں کی طرح ایک تہمت تراشی ہے جسطرح کہ وہ لوگ آپ کو بغیر سوچے سمجھے شاعر و ساحر کاہن یا مجنون کہہ دیتے ہیں ان کا یوں کہنا صرف اور صرف حسد وعناد کی وجہ سے ہے جس میں وہ حدود کو پھلانگ چکے ہیں اور حق و باطل میں فرق نہیں کرنا چاہتے حالانکہ بخوبی سمجھتے ہیں کہ یہ حق ہے اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قرآن کو دل سے بنالیا ہوتا تو عرب کے فصحاء بلغاء و شعراء کو کیا ہوا کہ وہ اس کی مثل نہ لا سکے صرف وہ ہی نہیں بلکہ انہیں اس کا چیلنج دیا گیا ہے مگر نہ تو وہ انفرادی طور پر اور نہ ہی اجتماعی طور پر مثل قرآن لا سکے اور نہ ہی کلام ابلاغت، اخبار غیوب پیش کر سکے جو قرآن کا خاصہ ہے۔ اگلی آیت میں اسی امر کا اعادہ ہے۔

(فلیاتوا بحدیث مثلہٖ) تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں۔

مماثل القرآن فی النعوت التی استقل بہا من حیث النظم و من حیث المعنی۔

یعنی حسن و خوبی، فصاحت و بلاغت، نظم و معنی میں قرآن کی مثل لائیں، یہاں ایک اہم بات یہ ہے کہ کفار میں کاہن بھی تھے اور شاعر بھی اگر قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہے تو تم ایسا کیوں نہیں بنالاتے رہی مجنون کی بات تو وہ خود کفار کے قول کی نفی کرتی ہے ساحر و شاعر و کاہن عقلمند ہوئے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کاہن بھی شاعر بھی ہو اور مجنون بھی، آخری الزام یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قرآن بنالیا تو اب کھلی دعوت ہے کہ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو تم قرآن کی مثل لاؤ جو فصاحت و بلاغت، نظم و معنی، ایجاز و اختصار اور اخبار میں اس کی مثل ہو۔

(ان کانوا صٰدقین) اگر سچے ہیں۔

اگر کفار اپنے دعویٰ میں کوئی صداقت رکھتے ہیں تو پھر انفرادی یا اجتماعی طور پر قرآن کی مثل کیوں نہیں لے آتے کیونکہ وہ بھی انسان ہیں اور عرب کے رہنے والے ہیں اور شعر و سحر، کہانت، فصاحت و بلاغت نظم و نثر کے خوب سمجھنے جاننے والے ہیں جب وہ اس کا جواب لانے سے قاصر ہیں اور نہ ہی لا سکتے ہیں تو ان کا جھوٹا ہونا اور بے سروپا تمہیں گھڑنا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا اور کفار اپنے ہی اقوال باطلہ کی

روشنی میں جھوٹے ثابت ہو گئے لیکن مانتے اس لیے نہیں کہ عناد و تعصب دشمنی عداوت نے اندھا کر رکھا ہے۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝	کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں۔
اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝	یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے بلکہ انہیں یقین نہیں۔
اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝	یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ کڑوڑے (خود مختار) ہیں۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں۔

(اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ) کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے۔

اي ام احدثوا وقدروا هذا التقدير البديع من غير مقدر وخالق یعنی کیا یہ لوگ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے از خود پیدا ہو گئے ہیں، اور طبری نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی غیر زندہ شئے سے پیدا کیے گئے ہیں کہ انہیں جمادات کیطرح نہ حکم دیا جائے اور نہ روکا جا سکے اور ایک قول ہے کہ کیا وہ ماں باپ سے پیدا نہ ہوئے جماد بے عقل ہیں کہ ان پر کوئی حجت قائم نہ کی جائے گی حالانکہ ایسا نہیں یا مطلب یہ ہے کیا رب نے انہیں نطفہ سے پیدا نہیں کیا ہے۔ معدوم سے موجود ہونا بغیر موجودہ خالق کے کیونکر ممکن ہے۔ اور ایک قول ہے کہ بلا وجہ پیدا نہیں کئے گئے بلکہ شرعی احکام کے مکلف پیدا کیے گئے ہیں۔

(اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ) یا وہی بنانے والے ہیں۔ اَیِ الَّذِيْنَ خَلَقُوْا اَنْفُسَهُمْ فَلِذٰلِكَ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَلَا يَلْتَفِتُوْنَ اِلٰی رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی کیا ان لوگوں نے اپنے کو خود پیدا کیا ہے پس اس لیے عزوجل کی عبادت نہیں کرتے اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ نہیں کرتے حالانکہ اللہ کے بغیر ان کا پیدا ہونا کیونکر ممکن ہے۔ جب یہ محال ہے تو انہیں ماننا پڑے گا کہ اللہ نے پیدا کیا پھر اللہ کے سوا کسی کی بندگی کی کیا وجہ ہے۔ یعنی ان کی بت پرستی کا کیا سبب ہے۔

اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَل لَّا يُوْقِنُوْنَ ۔	یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے بلکہ انہیں یقین نہیں۔

(اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ) یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے

وقال ابن عطیہ: المراد ھم الذین خلقوا الاشیاء فھم لذلک یتکبرون ثم خص من تلک الاشیاء السموٰت والارض لعظمھما وشرفھما فی المخلوقات و فیہ ما سمتہ۔

ابن عطیہ نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کیا انہوں نے وہ تمام اشیاء کو پیدا کیا ہے جس کی وجہ سے وہ متکبر کر رہے ہیں اور مغرور ہو رہے ہیں پھر ان اشیاء یعنی آسمانوں اور زمین کی عظمت و بزرگی کو بطور خاص ذکر کیا ہے جو انہیں مخلوقات میں ہے۔ اور اس میں جو ذکر ہوا اس میں واضح دلیل ہے کہ جس طرح آسمان و زمین کو انہوں نے نہیں بنایا بلکہ رب العزت نے پیدا کیا یونہی وہ از خود پیدا نہیں ہوئے بلکہ انہیں بھی رب العزت ہی نے خلق کیا تو ان پر لازم تھا کہ قدرت رب پر یقین رکھتے اور اللہ کی بندگی کرتے۔

(بل لا یوقنون) بلکہ انہیں یقین نہیں۔ ای اذا سئلوا من خلقکم وخلق السموٰت و الارض؟ قالوا: اللہ وھم غیر موقنین بما اذ لو کانوا موقنین لما اعرضوا عن عبادتہ تعالیٰ فان من عرف خالقہ وایقن بہ امتثل امرہ و انقاد لہ۔

یعنی جب پوچھیں کہ تمہیں کس نے پیدا کیا اور آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا تو کہیں گے اللہ نے لیکن وہ پختہ یقین نہیں رکھتے اس لئے کہ اگر وہ پکا یقین رکھنے والے ہوتے تو اللہ کریم کی بندگی سے ہرگز منہ نہ موڑتے پس جس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا اور اس پر یقین کیا وہ اس کی بندگی اور اس کی اطاعت امر سے کیونکر رک جاتا ہے۔

امر عندھم خزائن ربک ام ھم یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا

المصیطرون ۝ وہ خود مختار ہیں۔

(ام عندھم خزائن ربک) یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں۔

ای خزائن رزقہ تعالیٰ ورحمۃ حتی یرزقوا النبوۃ من شاءوا ویمسکوھا عمن شاءوا۔ وقال الرمانی: خزائنہ تعالیٰ مقدورہ سبحانہ وقال ابن عطیہ المعنی ام عندھم الاستغناء عن اللہ تعالیٰ فی جمیع الامور لان المال و الصحۃ والعزۃ وغیر ذالک من الاشیاء من خزائن اللہ تعالیٰ، وقال الزھری یرید بالخزائن العلم واستعنہ؛ ابوحیان۔

یعنی کیا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے رزق اس کی رحمت کے خزانے ہیں کہ جس کو چاہیں نبوت عطا کردیں

اور جس سے چاہیں نبوت کو روک دیں اور ربانی نے کہا کیا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے اختیارات کے خزانے ہیں یعنی قضاء و قدر کے اختیار ہیں اور ابن عطیہ نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کیا ان کے پاس تمام امور میں یہاں تک کہ مال، صحت اور عزت اور اس کے علاوہ خزائن رب کی اشیاء میں سے وغیرہ کی دولت و قدرت ہے کہ جو چاہیں کریں اور زہری نے کہا خزائن سے مراد رب کے علم کے خزانے ہیں اور ابو حیان نے اس کی تحسین کی ہے مطلب یہ ہے کہ کیا ان کے پاس علم و حکمت الٰہی کے خزانے ہیں جس سے وہ جان لیں کہ استحقاق نبوت کس کے لیے ہے اور کس لئے نہیں۔

(ام ھم المصیطرون) یا وہ کڑوڑے (خود مختار ہیں)

یعنی کیا وہ لوگ خود مختار ہیں اور یہاں تک کہ احکام ربانی اور امور الٰہیہ پر قبضہ و تسلط رکھتے ہیں۔ اور تمام چیزوں کا اپنی خواہش اور ارادہ کے مطابق حکم دیتے ہیں، مسیطر کے معنی غالب و تسلط رکھنے والے کے ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا وہ خود مختار ہیں جو چاہیں کرتے پھریں انہیں کوئی پوچھنے والا نہ ہو جب ایسا نہیں ہے تو پھر خدا اور رسول پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ ۝
یا ان کے پاس کوئی زینہ ہے جس میں چڑھ کر سن لیتے ہیں تو ان کا سننے والا کوئی روشن سند لائے۔

أَمْ لَهُ الْبَنَٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ۝
کیا اس کو بیٹیاں اور تم کو بیٹے

أَمْ تَسْـَٔلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۝
یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔

(ام لھم سلم) یا ان کے پاس کوئی زینہ ہے جس پر چڑھ کر سن لیتے ہیں فھو ما یتوصل بہ الی الامکنۃ العالیۃ یعنی کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جو انہیں اونچے اور بلند مکانوں تک پہنچانے یا ملانے والی ہے یا وہ اس سیڑھی کے ذریعہ آسمانوں تک چڑھ کر فرشتوں کا کلام سن لیتے ہیں اور ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ کی طرف سے کونسا امر حق ہے۔

(یستمعون فیہ) ای صاعدین فیہ یعنی اس سیڑھی کے ذریعہ چڑھ کر آسمان کی خبریں سن لیتے ہیں۔

(فلیأت مستمعھم بسلطن مبین) تو ان کا سننے والا کوئی روشن سند لائے۔

(ای بحجۃ واضحۃ تصدق استماعہ) یعنی واضح اور روشن دلیل کے ساتھ اس دعویٰ پر کوئی سند لائے واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا کفار کے پاس آسمان تک پہنچانے والی کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ فرشتوں کی باتیں سن سکیں اور اخبار غیوب ان تک پہنچیں اور انہیں اس امر کا علم ہو گیا کچھ واقع ہونے والا ہے اور کونسی

بات حق ہے اور یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانیں اگر ایسی بات کا دعویٰ کافروں کو ہے تو ان میں سے جو اس کلام کے سننے کا مدعی ہے وہ واضح اور روشن دلیل پیش کرے اور جب ان کے پاس کوئی بھی ایسی بات نہیں اور نہ ہو سکتی ہے تو پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیوں نہیں کرتے اور اپنی بے بسی کے باوصف حقیقت کا اعتراف کیوں نہیں کرتے۔

(ام لہ البنٰت ولکم البنون) کیا اس کو بیٹیاں اور تم کو بیٹے۔

تسفیہ لھم و ترکیک لعقولھم وفیہ ایذان بان من ھذا بہ لا یکاد یعد من العقلاء فضلاً عن الترقی الی عالم الملکوت وسماع کلام ذی العزۃ والجبروت والالتفات الی الخطاب تشدید و التوبیخ۔

آلوسی کہتے ہیں ان کفار کی عقلیں کس قدر پست اور یہ لوگ کتنے سر پھرے ہیں اور ان لوگوں کو عقلمند تو کجا باہوش بھی نہیں کہا جا سکتا حالانکہ یہ لوگ حق تعالیٰ سبحانہٗ کے کلام کے سننے مدعی اور عالم ملکوت تک رسائی کے دعویدار بننے کی کوشش کرتے ہیں اور حال ان کا یہ ہے کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے ہیں جب کہ خود بیٹیوں کو ناپسند کرتے ہیں اور خدا کی طرف ناپسندیدہ بات معیوب کرتے ہیں اور اپنے لیئے بیٹے پسند کرتے ہیں ایسی بات وہی کہہ سکتا ہے جو غائیت درجہ بے وقوف اور معیار عقل سے کہیں گرا ہوا ہے اور اس پر مزید یہ کہ دعوی عالم ملکوت تک اور روحانی پہنچ کا رکھتے ہیں۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔

(اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا) یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو آلوسی کہتے ہیں ای علی تبلیغ الرسالہ وَھُوَ رجوع الی خطابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واعراض عنھم۔

یعنی کیا آپ تبلیغ رسالت کا کوئی معاوضہ ان سے طلب کر رہے ہیں اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کیا گیا ہے و کفار سے اعراض کیا گیا ہے۔

(فَهُمْ) پس وہ لاجل ذلک یعنی اس وجہ سے کفار

(من مغرم) چٹی کے بوجھ میں۔ مصدر میمی عن الغرم والغرامۃ وَھُوَ کما قال الراغب ما ینوب الانسان فی مالہ من ضرر بغیر جنایۃ منہ فالکلام بتقدیر مضاف من التزام مغرم

مغرم غرم اور غرامۃ سے مصدر میمی ہے اور اس سے مراد جیسا کہ امام راغب نے کہا یہ ہے کہ انسان اپنے

مال سے جو تکلیف محسوس کر کے ادا کرے اور ایسا کرنا بلا ضرورت یا خواہ مخواہ ہو اور یہ کلام بتقدیر مضاف ہے یعنی مغرم (چٹی) کے التزام سے ہے۔

(مُثْقَلُوْنَ) دبے ہیں۔ ای محملون الثقل فلذلک لا یتبعونک۔

یعنی بوجھ تلے دبے ہیں اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتے، واضح مفہوم یہ ہے کہ اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیا ان سے رسالت کی تبلیغ کا کوئی معاوضہ یا کوئی مطالبہ ان کفار سے کر رہے ہیں جس کی چٹی انہیں پڑ رہی ہے اور یہ اس چٹی کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں اور اسی وجہ سے آپ کا اتباع نہیں کرتے۔ حالانکہ ان کو اتباع کرنی چاہیے۔ کیونکہ نہ تو ان پر کوئی چٹی ہے اور نہ ہی کوئی بوجھ جو اتباع میں حارج ہو سکے تو پھر ان کے پاس کونسا عذر ہے۔

ام عندھم الغیب فھم یکتبون ۝ یا ان کے پاس غیب ہیں جس سے وہ حکم لگاتے ہیں۔

(ام عندھم الغیب) یا ان کے پاس غیب ہیں ای اللوح المحفوظ المثبت فیہ الغیوب۔ یعنی کیا ان کے پاس لوح محفوظ ہے جس میں تمام غیوب کا اندراج ہے۔

(فھم یکتبون) جس سے وہ حکم لگاتے ہیں منہ ویخبرون بہ الناس۔

یعنی کیا ان کے پاس لوح محفوظ ہے جس میں غیبوں کا اندراج ہے اور جس سے یہ لوگوں کو خبریں دے رہے ہیں وفسّر بعضھم (یکتبون) یحکمون اور بعض نے یکتبون کی تفسیر یحکمون سے کی ہے یعنی حکم لگاتے ہیں ابن عطیہ نے کہا کیا ان کے پاس علم غیب ہے جس سے شرعاً وہ حکم لگاتے ہیں جو وہ لوگوں کے لیے خیال کرتے ہیں جیسے بتوں کی بندگی ہے اور استھانوں کی قربانی ہے اور اسی قبیل کی باتیں ہیں اور قتادہ نے کہا کیا ان کے پاس اس بات کا علم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب وصال فرمائیں گے جس کا کہ انہیں انتظار ہے اور ایک قول یہ ہے کیا ان کے پاس علم غیب ہے سے مراد یہ ہے کہ مرنے کے بعد نہ اٹھیں گے اور اگر اُٹھے بھی تو ان پر عذاب نہیں ہو گا۔

اَمْ یُرِیْدُوْنَ کَیْدًا فَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا هُمُ الْمَكِیْدُوْنَ ۝ یا کسی داؤں کے ارادہ میں ہیں تو کافروں ہی پر داؤں پڑتا ہے۔

(ام یریدون کیدا) یا کسی داؤں کے ارادہ میں ہیں۔ بک و بشرعک وھو ما کان منھم فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم بدار الندوۃ مما ھو معلوم من السیر وھذا من الاخبار بالغیب فان قصۃ دار الندوۃ وقعت فی وقت الھجرۃ وکان نزول السورۃ قبلھا کما تدل علیہ الآثار۔

یعنی کیا یہ کافر لوگ آپ کے ساتھ اور آپ کی شریعت کے ساتھ کوئی سازش کر رہے ہیں اور اس سازش سے اشارہ کفار کی طرف سے دار الندوۃ میں مشورہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا تھا جیسا کہ سیرت کی کتب سے ظاہر و معلوم ہے اور یہ امر اخبار غیوب سے ہے کیونکہ دار الندوۃ کا مطالبہ ہجرت کے وقت واقع ہوا اور اس سورت مبارکہ یعنی سورۃ طور کا نزول اس سے بہت پہلے ہوا جیسا کہ آثار سے دلالت کرتا ہے۔

(فالذین کفروا) تو کافروں ہی پر (ھم المکیدون) المذکورون المریدون کیدہ علیہ الصلاۃ والسلام یعنی سازش کرنے والے کافر جن کا ذکر کیا گیا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکر کرنا چاہتے ہیں۔
(ھم المکیدون) انہی پر داؤں پڑتا ہے۔ ای الذین یحیق بھم کیدھم ویعود علیھم وبالہ لا من ارادوا ان یکیدوہ وکان وبالہ فی حق اولئک قتلھم یوم بدر فی السنۃ الخامسۃ عشر من النبوۃ۔

یعنی مکر کرنے والے لوگوں پر ہی ان کا مکر لوٹے گا اور وہ اس وبال میں مبتلا ہوں گے اور ان کے حق میں اس سازش کا وبال ان کا بدر کے دن مقتول ہونا تھا جو نبوت کے پندرھویں برس تک واقع ہوا۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ سازش و مکر کرنے والوں پر خود ہی ان کے مکر و فریب کا وبال پڑے اور اس میں غیب کی خبریں بھی ہیں کہ یہ لوگ یوم بدر کو جائیں گے اور اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے شر سے محفوظ رکھا مکہ میں بھی اور جب آپ نے ہجرت فرمائی اور یوم بدر کو بھی غلبہ عطا کیا گیا اور کافروں کو رسوائی ہوئی۔

ام لھم الہ غیر اللہ سبحن اللہ عما یشرکون ۝ یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے اللہ کو پاکی ان کے شرک سے۔

(ام لھم الہ غیر اللہ) یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے یعینھم ویحرسھم من عذابہ عزوجل یعنی کیا اللہ کے سوا ان کافر لوگوں کا کوئی اور اللہ ہے جو انکی مدد کرے اور انہیں اللہ عزوجل کے عذاب سے بچا سکے۔

(سبحن اللہ عما یشرکون) اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔ ای عن اشراکھم ان ما مصدریہ او عن شرکۃ الذی یشرکونہ علی انھا موصولۃ یعنی ان کی شرک کی باتوں سے جو وہ کہتے ہیں۔ اللہ عزوجل ان جملہ امور سے پاک ہے اور یہ مفہوم اس تقدیر پر ہو گا جب کہ ما مصدریہ سمجھا جائے اور اگر ما موصولہ ہو تو مطلب یہ ہو گا کہ جن کو یہ کفار خدا کا شریک مانتے یا ٹھہراتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔
وان یروا کسفا من السماء ساقطا اور اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا دیکھیں تو کہیں گے

يَقُولُوا سَحَابٌ مَرْكُومٌ ۝ تہ بہ تہ بادل ہے۔

وان یروا کسفا من السماء ساقطا اور اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا دیکھیں ای وان یروا کسفا عظیما یعنی اگر کفار آسمان سے کسی بڑے ٹکڑے کو گرتا دیکھیں، یہ دراصل کفار ومشرکین کے اس قول کا جواب ہے جو وہ کہتے تھے کہ اگر آپ سچے اور برحق ہیں فاسقط کسفا من السماء تو آسمان سے ایک ٹکڑا گرادو اگر یہ کفار ومشرکین آسمان سے ٹکڑا گرتا دیکھیں تو پھر بھی یہی کہیں گے کہ یہ تو بادل ہے جس سے ہم سیراب ہوں گے جیساکہ قوم عاد نے بھی کہا

(یقولوا) وہ کہیں گے من فرط طغیانہم وعنادھم یعنی مشرکین اپنی حد درجہ سرکشی حق سے اور بغض وعناد کی وجہ سے کہیں گے۔

(سحاب مرکوم) تہہ بہ تہ بادل متراکم ملقی بعضہ علی بعض ای ھم فی الطغیان مشرکین کفار کہیں گے کہ یہ تو تہہ در تہہ بادل ہے یعنی جس کا بعض حصّہ سے ملا ہوا اور پیوستہ ہے جسطرح کہ یہ خود بغاوت وسرکشی میں تہ بہ تہ ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر ہم ان کے عذاب کے لیئے آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا بھی دیں تو یہ اپنے کمال بغض وعناد کی وجہ سے کہیں گے کہ یہ تو بادل ہے جس سے نفع ہوگا پھر بھی اپنے کفر سے باز نہ آئیں گے بالآخر ہلاکت ہی ان کا مقدر ہے۔

فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۝ تو تم انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بے ہوش ہوں گے۔

يَوْمَ لَا يُغْنِىْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ جس دن ان کا داؤں کچھ نہ کام دے گا۔ اور نہ ان کی مدد ہو۔

(فذرھم) تو تم انہیں چھوڑ دو، یعنی ان کفار کو موت تک چھوڑ دیجیے اور ان پر عذاب نہ مانگیے۔

(حتّٰی یلٰقوا یومھم الذی فیہ یصعقون ۝) یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بے ہوش ہوں گے۔

(حتّٰی یلٰقوا یومھم یعنی وہ دیکھ لیں یا اس دن کو پہنچ جائیں یوم کے ساتھ ھم کی ضمیر واضح کررہی ہے، کفار جب تک موت کے دن کو دیکھ نہ لیں نہ یہ کہ نفخہ اولی تک ان کو مہلت ملے، اور آلوسی کہتے ہیں۔

والمراد بذلک الیوم یوم بدر یہاں یوم سے مراد بدر کا دن ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد نفخہ اولی ہے جس میں سب بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اے رسول ان کفار کو چھوڑ دیں یہاں تک کہ ان کو موت آجائے یا یہ کہ اور بے ہوشی سے مراد سکرات موت کی بے ہوشی ہے۔ واللہ اعلم۔

یوم بدر کو ہلاک ہوں اور ان کے لیے فوری عذاب نہ مانگیے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفار کو چھوڑنا اس وقت کے لیے ہے جب تک کہ جہاد و قتال فرض نہ ہوا تھا کیونکہ سورۂ طور مکی ہے اور مکہ میں قتال کا حکم نازل نہ ہوا تھا اور نہ ہی اہل ایمان ابھی اس حال کو پہنچے تھے یعنی مغلوبیت تھی اور کفر کا زور غلبہ تھا۔

(یوم لا یغنی عنھم کیدھم شیئا) جس دن ان کا داؤں کچھ کام نہ دے گا۔

یوم لا یغنی بدل ہے یومھم سے یعنی جس دن کفار کو موت آئے گی اور ان پر سکرات موت کی کیفیت طاری ہو گی یا یہ کہ بدر کے دن جب ہلاکت و موت ان کو گھیرے گی تو اس دن ان کا کوئی داؤں کوئی حیلہ کوئی حربہ انہیں مطلق فائدہ نہ دے گا اور نہ ہی وہ عذاب سے بچ سکیں گے یہاں کید کی مناسبت سے بدر کا دن ہی زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے کہ اس روز کفار اپنی تمام تدابیر کے باوصف ہلاکت سے نہ بچ سکے یوم سے مراد نفخہ اولی اپنی درست نہیں ہے۔ رہا ان کا بے ہوش ہونا تو اس کا اختصاص زندوں کے ساتھ ہے اور مردے بھی بے ہوش ہوں گے اور وہ آیت کے عموم میں داخل ہیں اور کہا گیا ہے اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور جمہور کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

(ولا ھم ینصرون اور نہ ان کی مدد کی جائے گی من جھۃ الغیر فی دفع العذاب عنھم) یعنی کوئی بھی ان سے عذاب کو دور نہ کر سکے گا اور نہ ہی ان کو کسی قسم کی مدد حاصل ہو سکے گی۔

وان للذین ظلموا عذابا دون ذالک ولکن اکثرھم لا یعلمون ۝ اور بے شک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے مگر ان میں اکثر کو خبر نہیں۔

(وان للذین ظلموا) اور بے شک ظالموں کے لیے ایک عذاب ہے یا تو عام کفار ہیں یا ان میں سے کے خاص لوگ بعض کے نزدیک خاص کفار ہی مراد ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ دونوں ہی مراد ہیں۔ اور اس تقدیر پر دونوں قول درست ہیں۔

(عذابا دون ذالک) اس سے پہلے ایک عذاب ہے دون ما لاقوہ من القتل ای قبلہ اس کے سوا جو انہیں نہیں پہنچا قتل سے پہلے (مرنے سے پہلے) وقال مجاھد القحط الذی اصابھم سبع سنین۔ اور مجاہد نے کہا کہ عذاب سے مراد قحط ہے جو ان کو (کفار کو) سات برس تک پہنچا۔

وعن ابن عباس ھو ما کان علیھم یوم بدر والفتح۔ اور ابن عباس کے نزدیک ان کے لیے وہ ہے جو انہیں بدر کے دن پیش آیا اور یونہی فتح مکہ کے وقت

وقيل دون ذلك) يقبل يوم القيامة بناءً على كون يومهم الذى فيه تصعقون ذالك وعنه ايضًا وعن البراء بن عازب انه عذاب القبر وهو مبنى على نحو ذلك التفسير وذهب اليه بعضهم بناءً على ان دون ذلك۔ بمعنى ورآء ذالك

اور دُوْنَ ذٰلِكَ کی تفسیر میں کہا کہ قیامت کے دن سے پہلے اور یہ اس تقدیر پر کہ يَوْمَهُمُ الَّذِىْ سے مراد قیامت کا دن ہے اور ابن عباس اور براء بن عازب سے مروی ہے کہ اس سے مراد عذاب القبر ہے اور وہ بھی اسی تفسیر پر مبنی ہے جب کہ یومھم سے مراد قیامت کا دن یا نفخہ اولیٰ کا دن ہو اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد اس کے علاوہ ہے یعنی مرنے کے علاوہ عذاب ہے۔ بہرصورت عذاب قبر جب ہی درست ہو سکتا ہے جب یومھم سے مراد نفخہ اولیٰ کا دن تسلیم کیا جائے۔ کیونکہ قبر کا عذاب مرنے سے پہلے کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور ہاں ان میں سے اکثر کو معلوم نہیں۔ چونکہ یہ ظالم کفار اپنے کفر و طغیانی میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں اس لیے انہیں ان کے کفر کے باعث عذاب ہوگا اور انہیں تعصب کی وجہ سے اس کا احساس نہیں کہ وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝

اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔ اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے پاکی بولو جب تم کھڑے ہو۔

(واصبر لحكم ربك) اور اے محبوب اپنے پروردگار کے حکم پر ٹھہرے رہو یا مهالهم الى يوم الموعود یعنی ان ظالم کفار کو جو ان کے وعدہ کے دن تک مہلت دی گئی ہے تو آپ اس وقت تک ٹھہرے رہیں اور ان کی بے ہودگیوں پر کبیدہ خاطر نہ ہوں جب مقررہ وقت آجائے گا تو تمہارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو گا لہٰذا آپ جب تک برداشت فرمائیں۔

(فانك باعيننا) بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو ای فی حفظنا وحراستنا یعنی آپ ہماری حراست و نگہداشت میں ہیں یہ کہ کفار آپ کو کچھ ضرر تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے فاعین مجاز عن الحفظ اور عین سے مراد حفاظت ہے یعنی آپ مکمل طور پر ہماری حفاظت و نگہداشت میں ہیں اور ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں

وسبح بحمد ربك حين تقوم اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو جب تم کھڑے ہو ای قل سبحان الله ملتقاً بحمده تعالیٰ علی نعمائه یعنی آپ کہیں کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور تمام

نعمتوں پر اس کی تعریف بیان کریں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تکبیر اولیٰ کے بعد ثناء کا پڑھنا ہے یا یہ معنی ہے کہ جب آپ سو کر اٹھیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کیا کریں عطاء نے کہا کہ حین تقوم سے مراد مجلس سے اٹھنے کا وقت مراد ہے اور حین تقوم (جب بھی آپ کھڑے ہوں) میں یہ بات واضح ہے کہ خواہ نماز کے لیے کھڑے ہوں یا سو کر اٹھ کھڑے ہو یا کسی مجلس سے کھڑے ہو خواہ کئی مرتبہ ہو تو آپ اپنے رب کی پاکی اور تعریف بیان کریں کیونکہ یہ تسبیح و تحمید مجلس کی بری باتوں کا کفارہ ہو جائیگی بیہقی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی ایسی جگہ بیٹھا ہو جہاں شور وغیرہ ہو تو پھر وہ شخص اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے کہے سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك تو جو اس مجلس میں جو کچھ ہو گا یہ کلمات دعا اس کا کفارہ ہوں گے۔

ومن اليل فسبحه وادبار النجوم — اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دینے

ومن اليل فسبحه) اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو وقيل التسبيح من اليل صلوة المغرب والعشاء۔

اور کہا گیا ہے رات میں تسبیح سے مراد مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں رات کے خصوصی ذکر سے بعض نے تہجد کی نماز مراد لی ہے کہ رات کی عبادت میں ریا کو دخل نہیں ہوتا اور نفس پر بھی دشوار ہوتی ہے۔

(وادبار النجوم اور تاروں کے غائب ہونے پر ای وقت ادبارها من اخر الليل اى غيبتها بضوء الصباح اور رات کے آخری حصہ میں تاروں کو پیٹھ دینے کے وقت سے مراد ان کا صبح کی روشنی سے چھپ جانا ہے یعنی فجر کا وقت، ضحاک کے نزدیک اس سے نماز فجر مراد ہے اور بعض کے نزدیک ركعتا الفجر نماز فجر سے پہلے کی دو سنتیں جیسا کہ صحیحین میں ہے

کہ فجر کی دو رکعتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔ اور حضرت عمر، علی، ابی ہریرہ اور حسن رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رات کے وقت تسبیح سے مراد نوافل اور ادبار النجوم سے مراد فجر کی دو رکعتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ نجم پ ۲۷

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝

اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝

تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝

انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے۔

ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝

پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا۔

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝

اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝

پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝

تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ۝

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝

دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝

تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝

اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا۔

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝

سدرۃ المنتہی کے پاس۔

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝

اس کے پاس جنت الماوی ہے۔

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝

جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝

آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝

بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝

تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزیٰ۔

وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ہ	اور اس تیسری منات کو۔
اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ہ	کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی۔
تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ہ	جب تو یہ سخت بھونڈی تقسیم ہے۔
اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ہ	وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری وہ تو نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کے پیچھے ہیں حالانکہ بے شک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آئی۔
اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ہ	کیا آدمی کو مل جائے گا جو کچھ وہ خیال باندھے۔
فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ہ	تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ نجم پ ۲۷

وَ۔ قسم ہے	اَلنَّجْمِ۔ ستارے کی	اِذَا۔ جب	هَوٰى۔ جھکے
مَا۔ نہ	ضَلَّ۔ بہکے	صَاحِبُكُمْ۔ تمہارے ساتھی	وَ۔ اور
مَا۔ نہ	غَوٰى۔ بے راہ ہوئے	وَ۔ اور	مَا۔ نہیں
يَنْطِقُ۔ بولتا وہ	عَنِ الْهَوٰى۔ اپنی خواہش سے		اِنْ۔ نہیں
هُوَ۔ وہ	اِلَّا۔ مگر	وَحْيٌ۔ وحی ہے جو	يُّوْحٰى۔ وحی کی گئی
عَلَّمَهٗ۔ سکھایا اسکو	شَدِيْدُ۔ سخت	الْقُوٰى۔ قوت والے نے	ذُوْ۔ صاحب
مِرَّةٍ۔ طاقت نے	فَاسْتَوٰى۔ پھر قصد کیا	وَ۔ اور	هُوَ۔ وہ
بِالْاُفُقِ۔ کنارے	الْاَعْلٰى۔ بلند پر تھا	ثُمَّ۔ پھر	دَنَا۔ قریب ہوا
فَتَدَلّٰى۔ پھر لٹکا	فَكَانَ۔ پھر ہو گیا	قَابَ۔ اندازہ	قَوْسَيْنِ۔ دو کمان کا
اَوْ۔ یا	اَدْنٰى اس سے بھی قریب	فَاَوْحٰى۔ تو وحی کی	اِلٰى۔ طرف
عَبْدِهٖ۔ اپنے بندے کی	مَا۔ جو	اَوْحٰى۔ وحی کی	مَا۔ نہیں
كَذَبَ۔ جھٹلایا	الْفُؤَادُ۔ دل نے	مَا۔ جو	رَاٰى۔ اس نے دیکھا

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ - کیا تم اس سے جھگڑتے ہو		عَلٰی - اس پر	مَا - جو
رَاٰی - دیکھا	وَ - اور	لَقَدْ - بیشک	رَاٰهُ - دیکھا اس نے اسکو
نَزْلَةً - ایک مرتبہ	اُخْرٰی - اور	عِنْدَ - نزدیک	سِدْرَةِ - سدرۃ
الْمُنْتَهٰی - المنتہی کے	عِنْدَ - پاس	هَا - اس کے ہے	جَنَّةُ - جنت
الْمَاْوٰی - الماوی	اِذْ - جب	یَغْشَی - چھا رہا تھا	السِّدْرَةَ - سدرہ پر
مَا - جو	یَغْشٰی - چھا رہا تھا	مَا - نہ	زَاغَ - پھری
الْبَصَرُ - آنکھ	وَ - اور	مَا - نہ	طَغٰی - حد سے بڑھی
لَقَدْ - بیشک	رَاٰی - دیکھیں اس نے	مِنْ اٰیٰتِ - نشانیاں	رَبِّهِ - اپنے رب کی
الْكُبْرٰی - بڑی بڑی	اَفَرَءَیْتُمُ - کیا تم نے دیکھا	اللّٰتَ - لات	وَ - اور
الْعُزّٰی - عزی کو	وَ - اور	مَنٰوةَ - منات	الثَّالِثَةَ - تیسرا
الْاُخْرٰی - اور	اَ - کیا	لَكُمُ - تمہارے لیے	الذَّكَرُ - بیٹے ہیں
وَ - اور	لَهُ - اس کے لیے	الْاُنْثٰی - بیٹیاں	تِلْكَ - یہ
اِذًا - اس وقت	قِسْمَةٌ - تقسیم ہے	ضِیْزٰی - ٹیڑھی	اِنْ - نہیں
هِیَ - وہ	اِلَّا - مگر	اَسْمَآءٌ - نام ہیں جو	سَمَّیْتُمُوْ - تم نے رکھے ہیں
هَا - ان کے	اَنْتُمْ - تم نے	وَ - اور	اٰبَآؤُ - باپ دادا
كُمْ - تمہارے نے	مَا - نہیں	اَنْزَلَ - اتاری	اللّٰهُ - اللہ نے
بِهَا - اس کی	مِنْ سُلْطٰنٍ - کوئی دلیل	اِنْ - نہیں	یَتَّبِعُوْنَ - پیروی کرتے وہ
اِلَّا - مگر	الظَّنَّ - ظن کی	وَ - اور	مَا - اسکی جو
تَهْوَی - چاہیں	الْاَنْفُسُ - نفس	وَ - اور	لَقَدْ - بیشک
جَآءَ - آئی	هُمْ - ان کے پاس	مِنْ رَّبِّهِمُ - انکے رب سے	الْهُدٰی - ہدایت
اَمْ - کیا	لِلْاِنْسَانِ - انسان کیلئے ہے	مَا - جو	تَمَنّٰی - چاہے
فَلِلّٰهِ - تو اللہ ہی کے لیے ہے	الْاٰخِرَةُ - آخرت	وَ - اور	الْاُوْلٰی - دنیا

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ نجم پارہ ۲۷

اس سورت نام النجم بھی ہے بغیر واؤ کے اور والنجم بھی اور یہ سورہ مبارکہ علی الاطلاق مکی ہے اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان میں سوائے آیہ مبارکہ الذین یجتنبون ... التقی کے باقی سورہ مبارکہ کو مکی اقرار دیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ افرائیت الذی تولی سے ۹ آیات مکی نہیں ہیں اور طبرسی نے حسن سے عجیب قول نقل کیا ہے کہ یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے لیکن یہ بے اصل ہے، اس سورہ مبارکہ کی باسٹھ آیات ہیں۔ قرار کوفی کے نزدیک اور ان کے علاوہ کے نزدیک اکسٹھ ہیں پانچسو ساٹھ کلمے اور چار سو پانچ حروف اور تین رکوع ہیں۔ ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ یہ وہ پہلی صورت ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلاوت کے ساتھ اعلان فرمایا اور حرم کعبہ میں پڑھا اس حال میں کہ مشرکین سن رہے تھے اور بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ پہلی سورت جو نازل ہوئی اور اس (آیت) میں سجدہ ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور تمام لوگوں نے سجدہ کیا سوائے ایک شخص کے جس کو میں نے دیکھا کہ اس نے مشت بھر خاک اٹھائی اور اس پر سجدہ کیا بعد میں میں نے اسے دیکھا کہ وہ بحالت کفر مارا گیا اور وہ امیہ بن خلف تھا اور سجر میں ہے کہ بلاشبہ سرور دوعالم نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مومنوں مشرکوں اور جنوں انسانوں نے سجدہ کیا سوائے ابی لہب کے تو اس نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور کہا مجھے یہی کافی ہے تو ان روائتوں سے احتمال ہے کہ ابولہب اور امیہ بن خلف دونوں نے ہی ایسا کیا ہوا اور اس سورہ مبارکہ کی اس سے جو پہلے گذری (والطور) سے شدید مناسبت ہے کیونکہ والطور اللہ کے قول ادبار النجوم پر ختم ہوئی اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے قول والنجم سے اس کا افتتاح ہوا اور اس میں افتتاح سورہ میں کفار کا ان کے اقوال کا رد ہے جس کی نسبت وہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے تھے یعنی کاہن، شاعر اور مجنون اور ابوحیان نے کہا کہ اس سورہ مبارکہ کے نزول کا سبب مشرکین کا یہ کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم گھڑ لیا ہے۔

(وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى) اس پیارے چمکتے تارے محمدؐ کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔

(والنجم اذا ھوی) اور قسم (مطلق) ستارے کی جب یہ معراج سے اترے۔

النجم میں الف لام جنسی ہے نجم کے معنی ہے ظاہر ہونا یا باہر نکل آنا اور ہر نکلنے والی شے کو نجم کہتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں النجم السن وانت نکل آیا اور حسن اور ابو حمزہ نے کہا اقسم سبحانہ بالنجوم اذا انتثرت فی القیامۃ آئت میں وہ ستارے مراد ہیں جو قیامت کے روز بکھر جائیں گے اور ابن عباس سے ایک روائت میں ہے۔ اذا نقضت فی اثر الشیاطین مراد وہ تارے ہیں جو شیاطین پر گرتے ہیں جب کہ وہ اہل سماء کی باتیں سننے اوپر جاتے ہیں وقیل: المراد بالنجم معین اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد معین تارا ہے فقال مجاھد وسفیان ھو الثریا علما بالغلبۃ (مجاہد اور سفیان نے کہا وہ ثریا ہے اگرچہ ثریا کئی تارے ہیں لیکن نجم کا اطلاق ان پر عرب کی عادت کے موافق ہے، فراء کا قول ہے المقدار النازل من القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مراد ہے قرآن حکیم کی وہ مقدار ہے جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر نازل ہوئی جو ہدایت کا کوکب تابندہ ہے۔ وقال جعفر الصادق رضی اللہ عنہ: ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھویہ نزولہ من السماء لیلۃ المعراج اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ھوٰی سے مراد ان کا آسمانوں سے شب معراج اترنا ہے تفسیر خازن میں بھی اسی قول کو ترجیح دی گئی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے نجم سے مراد حضرات صحابہ کرام ہیں یا علماء امت اور ھوٰی سے مراد تحقیق کی بلندیوں تک ان کا جانا افکار کے سمندروں کی انتہائی گہرائیوں میں غوطہ زن ہو کر اسرار کے موتی برآمد کرتا ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ پروردگار نے ذات گرامی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی جب کہ وہ معراج سے اترے اور اگر دوسرے تمام مذکور معانی مراد لیے جائیں تو سب وجود الٰہی اور عظمت ربانی اور صنعت باری پر واضح دلیل ہیں اور اگر معین ذات یعنی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد لی جائے تو معراج کے بعد آپ کا نیچے تشریف لانا اور مخلوق کو ہدایت کرنا اللہ کریم کا بے مثل احسان و انعام ہے۔

(ما ضل صاحبکم وما غوٰی) تمہارے صاحب نہ بھٹکے نہ بے راہ چلے

مَا ضَلَّ صاحبکم تمہارے صاحب نہ بھٹکے، ای ما عدل عن طریق الحق الذی ھو مسلک والآخرۃ فھو استعارۃ وتمثیل لکونہ علیہ الصلوۃ والسلام علی الصواب فی اقوالہ وافعالہ۔

"صاحبکم" سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی آپ نے کبھی بھی حق وہدایت کے راستہ کو ترک نہ کیا جو آخرت کی کامرانی کا ذریعہ ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اقوال و افعال میں ہمیشہ راہ صواب پر گامزن اور طریق حق پر فائز و متمکن ہیں اور آپ کے دامن عصمت پر کسی بھی امر مکروہ اعتقاد فاسد کی گرد نہ پہونچی اور ہمیشہ اور ہر وقت اپنے رب کریم کی توحید و عبادت میں رہے۔

(وَمَا غَوٰی) اور نہ بے راہ چلے ای وما اعتقد باطلاً قط یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی بھی اعتقاد فاسدہ کی گرد نہ پہنچی۔

اس میں گروہ قریش سے خطاب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا بیشتر حصہ تمہارے سامنے گزرا ہے اور تمہیں ان کے اقوال، افعال اور احوال کی تفصیلاً خبر بھی ہے پھر تم اس باطل خیال میں الجھے ہوئے ہو کہ آپ کو بھٹکا ہوا یا بے راہ سمجھتے ہو حالانکہ آپ ہمیشہ سے راہ صواب پر گامزن ہیں راہ حق پر ہیں ممکن ہیں آپ ہر امر مکروہ سے محفوظ رہے ہے اور اعتقاد فاسد سے معصوم ہیں تو کیا تمہیں انکے ہادی و مہدی ہونے میں کوئی شک ہے جو پہلے ہی طریق حق پر قائم ہیں اب وہ کیسے راہ حق سے بہک سکتے ہیں اے گروہ قریش یہ تمہاری کج فہمی، کج روی اور باعتراف حقیقت سے فرار ہے جو تم ایسا خیال کرتے ہو۔

(وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی) اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔

(وما ینطق) ای النبی صلی اللہ علیہ تعالٰی لتقدم ذکرہ فی قولہ سبحانہ و(صاحبکم) و النطق مضمن معنی الصدور (قلنا) اعدی بمن فی قولہ تعالٰی: (عن الھوٰی) وقیل ھی بمعنی الباء ولیس بذاک ای ما یصدر نطقہ فیما اتاکم بہ من جہۃ عزوجل کالقرآن، او من القرآن عن الھوٰی تفسیر ودایہ اصلاً

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ حق سبحانہ وتعالٰی نے آپ کا ذکر فرمایا یعنی صاحبکم (تمہارے صاحب کہہ کر) اور نطق (بولنا) متضمن ہے قول الٰہی میں کچھ کہنا (میلان نفس کے تحت) اور عن الھوٰی (خواہش سے) اس کے بارے میں کہا گیا کہ اس کے معنی ہیں اپنی رائے سے کچھ کہنا اور آپ سے ایسا ہرگز نہیں یعنی آپ پروردگار کی طرف سے قرآن میں جو کچھ تمہارے پاس لائے ہیں اس میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں فرماتے یا قرآن میں اپنی مرضی یا میلان نفس کے تحت کوئی بات نہیں بتاتے اور نہ رائے کے تحت کچھ بولتے ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی فرماتے ہیں خواہ وہ قرآن ہو یا آپ کے فرمودات (حدیث) وہ سب منجانب اللہ ہیں یہاں تک کہ امور اجتہادیہ میں بھی امر الٰہی کے تحت ناطق ہوتے ہیں یہ جملہ اولٰی کی دلیل ہے کہ حضور کا بے راہ چلنا ممکن و متصور ہی نہیں کیونکہ آپ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں اور یہ امر آپ کی عظمت شان پر دلالت کرتا ہے مراتب نفس میں اعلیٰ ترین یہ ہے کہ بندہ اپنی خواہش ترک کر دے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ فنافی اللہ کے اس درجہ پر ہیں کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا اور آپ کی بات حق تعالٰی کی بات ہو گئی ہے جیسا کہ کلام ربانی میں دیگر نظائر سے ظاہر ہے۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ، اَلَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔ کفار کا یہ طعن کہ آپ نے قرآن حکیم گھڑ لیا ہے، فضول ولغو ہے۔

اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

(ان ھو) وہ تو نہیں ای ما الذی ینطق بہ من ذالک او القرآن وکل ذالک مفہوم من سیاق یعنی جو کچھ بھی آپ گفتگو فرماتے ہیں یا قرآن سے بیان کرتے ہیں وہ سیاق سے اس مفہوم پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا فرمانا مخالف

وحی الٰہی ہے جو انہیں بھیجی جاتی ہے اور وہ اپنی مرضی سے کلام نہیں کرتے

(الّا وحیٌ) مگر وحی الٰہی من اللہ عزّوجلّ یعنی اللہ کی طرف سے

(یوحیٰ) جو انہیں کی جاتی ہے یوحیہ سبحانہ وتعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں وحی فرماتا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی ارشاد فرماتے ہیں وحی الٰہی کے تحت فرماتے ہیں اپنی منشاء و مرضی کے تحت نہیں اور نہ ہی اپنی رائے سے کچھ کہتے ہیں ان کا ارشاد وحی خالص ہے خواہ وحی جلی ہو یا خفی یا امور فکری و اجتہادی اور ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ کے جملے وما ینطق عن الھوٰی کی تائید ظاہر ہے۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰىۙ۝ انہیں سکھایا سخت قوتوں والے نے

ذُوْ مِرَّةٍؕ فَاسْتَوٰىۙ۝ طاقت ور نے پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا

(عَلَّمَهٗ) انہیں سکھایا۔ الضمیر للرسول صلی اللہ علیہ وسلم والمفعول الثانی محذوف ای القرآن او الوحی وجوز ابوحیان کون الضمیر للقرآن وان المفعول الاول محذوف ای علمہ الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے یعنی وہ مفعول اوّل ہیں مطلب یہ ہے کہ انہیں سکھایا اور مفعول ثانی محذوف ہے یعنی قرآن یا وحی (انہیں قرآن سکھایا یا وحی تعلیم کی) اور ابوحیان نے کہا کہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہوئے اور مفعول اول محذوف ہے یعنی قرآن سکھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

(شدید القوٰی) سخت قوتوں والے۔ ھو جبرئیل علیہ السلام کما قال ابن عباس و قتادہ والربیع فانہ الوسطۃ فی ابداء الخوارق وناھیک دلیلاً علی شدۃ قوتہ انہ قلع قریٰ قوم لوط من الماء الاسود الذی تحت الثریٰ وحملھا علی جناحہ ورفعھا الی السماء ثم قلبھا، وصاح بثمود صیحۃ فاصبحوا جاثمین وکان ھبوطہ علی الانبیاء علیھم السلام وصعودہ فی اسرع من رجعۃ الطرف فھو لعمری اسرع من حرکۃ ضیاء الشمس علی ما قرروہ فی الحکمۃ الجدیدۃ۔

اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ ابنِ عباس، قتادہ اور ربیع نے کہا کیونکہ وہ خوارق کے ظہور میں واسطہ ہیں اور ان کا امر الٰہی میں گرفت فرمانا ان کی شدتِ قوّت پر دلیل ہے۔ بیشک انھوں نے قوم لوط کی پانچوں بستیوں کو بحرِ اسود کے پانی سے جو کہ نچلے طبقۂ زمین سے تھا۔ اپنے ایک پر کو اٹھایا اور آسمانوں تک لے گئے۔ اور پھر الٹ دیا اور قومِ ثمود کو ایک ہی چیخ میں ہلاک کر دیا۔ گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ اور وہ انبیاء علیہ السلام پر نازل ہوتے تھے اور ان کا اوپر چڑھنا (بلند ہونا) پلک جھپکنے سے زیادہ سریع ہوتا پس وہ رفتار میں سورج کی شعاعوں کی حرکت، جیسا کہ حکمتِ جدیدہ کے ماہروں نے قرار دیا ہے، سے بھی زیادہ سریع تھے۔

ذو مِرّۃ طاقتور نے ذو حصافۃ واستحکام فی العقل کما قال بعضھم یعنی زور آور اور عقل میں مضبوط

جیسا کہ بعض نے کہا، قتادہ نے کہا ذو مرۃ سے مراد طویل قد والا حسین ہے۔ مجاہد نے کہا حسن الخلق بتاو ب والا، بعض مفسرین کے نزدیک یہ جبرائیل علیہ السلام کی صفت ہے۔ یا جیسا کہ سیاق کلام سے ظاہر یعنی شدید القویٰ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ذات الٰہی ہے اور معنی یہ ہیں کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے واسطہ تعلیم فرمائی (روح البیان)

(فاستویٰ) پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا ای فاستقام علی صورتہ الحقیقۃ التی خلقہ اللہ تعالیٰ علیہا وذلک عند حراء فی مبادی النبوۃ وکان لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی حقیقی صورت پر قائم ہوئے جس پر کہ اللہ نے انہیں پیدا فرمایا اور ایسا غار حرا کے قریب ہوا نبوت کے آغاز میں اور ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا، لیکن ظاہر تفسیر سے مراد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان اور منازل رفیعہ میں استویٰ فرمانا ہے اور یہ سب کے فاعل کی تقدیر پر ہے۔

وھو بالافق الاعلیٰ اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا

(وَھُوَ) اور وہ، اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعض نے کہا حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔

(بالافق الاعلیٰ) آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔ ای الجھۃ العلیا من السماء المقابلہ للناظر یعنی آسمان کی انتہائی بلندیوں پر جو دیکھنے والے کے مقابل تھیں۔

مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غایت درجہ رفیع پر متمکن اور آپکی استعداد نقطۂ کمال پر تھی۔

امام رازی کے نزدیک یہ حال سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا کہ آپ آسمانوں کی انتہائی بلندی پر تھے اور تجلی ربانی آپ کی طرف متوجہ ہوئی عام مفسرین نے کہا ہے یہ حال جبرائیل علیہ السلام کا تھا لیکن صاحب تفسیر روح البیان نے کہا کہ وہ تو سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ اگر میں سر مو آگے بڑھوں تو تجلیات ربانی مجھے جلا ڈالیں گی جبکہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فوق السموٰت ہی نہیں بلکہ مستوائے عرش سے بھی آگے گئے لہٰذا مفسرین کا یہ قول کہاں تک صواب ہے میں کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ جیسا کہ فراء نے کہا ان ھو عطف علی الضمیر المستتر فی استوٰی وَھُوَ عائد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما ان ذلک عائد لجبریل علیہ السلام استویٰ میں ضمیر مستور پر عطف ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی اسی طرح راجع ہے جس طرح کہ جبرائیل علیہ السلام کی طرف، تو بالافق الاعلیٰ کے تناظر میں اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہی ہو بھی سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا، پھر خوب اتر آیا۔

(ثم دنا) پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا۔

آلوسی کہتے ہیں ای ثم قرب جبریل علیہ السلام من النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی پھر جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (قریب) نزدیک ہوئے، ایک قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہ وتعالیٰ کے قرب سے مشرف ہوئے اور بعض نے کہا اللہ کریم نے اپنے حبیب مکرم کو اپنے قرب کی نعمت عطا کی اور میں کہتا ہوں کہ صحیح یہی ہے کہ اللہ کریم نے آپکو قرب کی نعمت بخشی جیسا کہ اگلی آیت سے ظاہر ہے۔

فاوحی الی عبدہ ما اوحی اوحی کا فاعل اللہ ہے اور عبدہ کی ضمیر مجرور الیٰ واضح کر رہی ہے کہ اس سے مراد بھی اللہ ہی کی ذات ہے اور اگر اوحی کی فاعلی ضمیر سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہوں تو ضمیروں میں انتشار لازم آتا ہے جو نظم قرآن کے موافق نہیں اور ضحاک کا قول بھی یہی ہے کہ دنیٰ فتدلیٰ کی ضمیریں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں۔

(فَتَدَلّٰی) پھر خوب اتر آیا

یعنی جبرائیل علیہ السلام، اور بعض نے کہا اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد باری تعالیٰ ہے جو لطف وکرم کے ساتھ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور اس میں کرم بالائے کرم فرمایا اور قرب میں مبالغہ فرمایا، ایک قول یہ ہے کہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور اس کی تائید بخاری ومسلم کی حدیث سے بھی ہوتی ہے اور خازن کہتے ہیں کہ فتدلیٰ سے مراد حضور کا قرب الٰہی سے فیضیاب ہو کر مخلوق کی طرف متوجہ ہونا ہے

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم

(فکان) تو رہا اَیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے اور بعض نے کہا اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے پروردگار کے قریب ہوئے یا مقام قرب پر فائز ہوئے اور سجدہ طاعت بجالائے بخاری ومسلم میں ہے کہ پروردگار دو عالم قریب ہوا، بغوی نے شریک بن عبداللہ سے روایت کی کہ رب العزت قریب ہوا پھر اُتر آیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہوا جیسے دو کمانوں کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی قریب یہ حدیث غریب ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہاں جبرائیل علیہ السلام مراد لینا کیونکر صواب ہے جب کہ جبرائیل علیہ السلام مفضول ہیں اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم افضل و برتر اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر بھی ہیں تو بادشاہ کے

لیے وزیر کا قرب و نزول کیونکر باعث شرف ہے، لامحالہ یہاں مراد ذات باری ہے جس نے اپنے حبیب مکرم کو قرب خاص سے مشرف فرمایا رہا قرب و نزول کا معاملہ تو ہمیں کیفیت کی طرف جانے کی ضرورت ہی کیا ہے اور اسے متشابہات میں سے سمجھنا چاہیے۔ اور معراج کا مقصد ہی لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ہے اور قرب الٰہی سے بڑھ کر کونسی آیت کا مشاہدہ ہو سکتا ہے رہا جبریل علیہ السلام کا حقیقی صورت میں دیکھنا جیسا کہ عام مفسرین نے مراد لیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام کو اس صورت پر زمین میں دیکھ چکے تھے اور حدیث

میں اس کی تفصیل موجود ہے (غار حرا میں تو مکرر آسمانوں میں دیکھنے میں کوئی خصوصی فضیلت کہاں ظاہر ہوتی ہے اگر عروج کے اس نقطہ پر جبرائیل علیہ السلام ہی کو دیکھنا تھا تو یہ آیت پہلے بھی آپ کو حاصل تھی تو یہاں تکرار کی وجہ ظاہر ہونا چاہیے لیکن اگلی آیت نے یہ مسئلہ حل کر دیا ہے فاوحی الی عبدہ الخ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس سے مراد ذات رب العزت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

قاب قوسین دو کمانوں کے برابر۔

قاب کے معنی مقدار کے ہیں اور قوس سے مراد کمان ہے جس سے تیر پھینکتے ہیں سعید بن جبیر کہتے ہیں هنا ذراعٌ قوس ایک ذراع ہوتی ہے جس سے ہر چیز ناپی جاتی ہے اور ابن عباس کا قول ہے قوس سے مراد چلے سے کمان تک کا فاصلہ ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے قاب قوسین سے مراد دو ہاتھ کی

مقدار ہے، صوفیہ کا قول ہے دو کمانوں سے مراد قوس امکان اور قوس وجوب ہے عربوں میں معاہدہ دوستی کے سلسلہ میں یہ عادت تھی کہ اظہار محبت اور کمال دوستی کے اظہار کے لیے ایک دوسرے کی کمانیں باہم ملا کر رکھتے جس سے واضح ہو جاتا کہ وہ باہم شیر و شکر ہیں۔

(اَوْ اَدْنٰی) یا اس سے کم ای او اقرب من ذلك و (او) لشك من جهة العباد على معنى اذا رآه الرائى يقول، هو قاب قوسين او ادنٰى، والمراد افادة شدة القرب۔

یعنی اس سے بھی زیادہ قریب اور (او) شک کے لئے ہے بندوں کی جہت سے اس معنی پر کہ جب کوئی اسکے دیکھنے والا دیکھے تو کہے وہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم اور اس سے مراد انتہائی قرب کا افادہ و اظہار ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے اس میں قرب کی طرف تاکید ہے جو اپنے کمال کو پہنچا اور دوستوں میں جو انتہائی نزدیکی خیال کی جا سکتی ہے وہ اپنے انتہائی نقطہ کمال اور درجہ غایت کو پہنچی۔

فاوحٰی الی عبدہ ما اوحٰی اب وحی فرمائی اپنے بندہ خاص کو جو وحی فرمائی۔

(فاوحی) اب وحی فرمائی آلوسی کہتے ہیں ای جبریل علیہ السلام یعنی جبریل علیہ السلام، روح البیان میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ وحی فرمانا بے واسطہ تھا لہٰذا آلوسی کا قول صواب نہیں اوحیٰ کی فاعلی ضمیر اور عبدہٗ کی ضمیر مجرور سے ذات باری مراد ہے

(الیٰ عبدہٖ) اپنے بندۂ خاص کو ای عبد اللہ وھو النبی صلی اللہ علیہ السلام یعنی اللہ کے بندے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(ما اوحیٰ) جو وحی فرمائی روح البیان میں ہے کہ یہ خدا اور اس کے رسول کے درمیان اسرار ہیں جن پران کے سوا کسی کو اطلاع نہیں اور یہی حق ہے، بعض علماء نے کہا کہ آپ کو جو وحی فرمائی گئی وہ کئی قسم کے علوم تھے ایک علم شریعت جس کی تبلیغ سبھی کے لیے ہے دوسرے علم معرفت الٰہیہ جو خواص کے لیے ہے تیسرے علم الحقائق اور اسرار ذوقیہ جو اخواص کے لیے ہے۔ غرضیکہ ان علوم کا کما حقہٗ ادراک و احاطہ نہیں ہو سکتا خدا اور رسول ہی ان اسرار کو جانیں اور یہ سب باتیں قیاسی، ذوقی وجدانی ہیں "ما" تخصیص کو ظاہر کر رہا ہے اور ساتھ ہی اخفا بھی ظاہر ہے لہٰذا وحی خصوصی میں درک علماء، فہم عرفاء کو کیا دخل اور یہی وہ مقام ہے جہاں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ محبوبیت اور شان تقرب الی اللہ عیاں ہے اور میں کہتا ہوں یہاں فاوحیٰ سے مراد جبرائیل السلام مراد لینا کیونکر درست ہو سکتا ہے جب کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ سے تجاوز ہی نہ ہوئے

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

(ما کذب الفؤاد) دل نے جھوٹ نہ کہا ای فؤاد محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر (ما راٰی) جو دیکھا ما راٰہ ببصرہ عن سورۃ جبریل علیہ السلام یعنی انہوں نے اپنی آنکھ سے جو شکل جبرائیل علیہ السلام سے دیکھا۔

مطلب یہ ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک نے جو دیکھا قلب اطہر نے اس کی تصدیق کی اور اسے جھوٹ نہ کہا۔ یعنی جو دیکھا قلب نے اسے کہا۔ اور جھوٹ کا خطرہ تک نہ گذرا۔ مَا رَاٰى جو دیکھا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دیکھا تو اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو انکی اصلی صورت میں دیکھا، حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے حضرت انس حسن اور عکرمہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھ سے پروردگار کو دیکھا، بصری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلت سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رؤیت

سے خاص کیا اس سلسلہ میں مذہب محقق یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار الٰہی نصیب ہوا تاہم علماء کا اختلاف رویت قلبی اور رویت چشم میں ہے ایک طبقہ کا قول ہے کہ چشم دل سے دیکھا جب کہ دوسرے کا چشم سر سے مسلم شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو اپنے قلب اطہر سے دو بار دیکھا ترمذی نے کعب احبار سے بھی یونہی مروی ہے۔ البتہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رویت باری کا انکار کیا اور آیت مبارکہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ تلاوت فرمائی۔ اب جبکہ صحابہ سے نفی و اثبات کے اقوال موجود ہیں تو اس صورت میں اثبات کا قول ہی قابل ترجیح ہے۔

چونکہ نفی عدم سمع کو مستلزم ہے اور مثبت کو تقدم حاصل ہے کہ اس میں یقینی سماعت ہے۔ اور راجح ہے۔ اور لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ میں نفی ادراک ہے اور رویت کی نفی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پچھلی آیت فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ میں فاعلی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ لہذا روایت بھی اس کی طرف سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو اپنے دیدار سے سرفراز فرمائے تو اعتراض کہاں رہ جاتا ہے۔ کیونکہ نفی روایت تو مخلوق کی طرف ہے کہ وہ نہیں دیکھ سکتی مگر اس میں یہ کہاں ہے کہ اللہ چاہے تو نہیں دکھا سکتا۔ اس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عرض کرنا ہے رَبِّ اَرِنِیْۤ اور جواب ہے لَنْ تَرٰىنِیْ یعنی تو نہیں دیکھ سکتا۔ تو اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ہم کسی کو نہیں دکھا سکتے یا کوئی بھی دیکھ نہیں سکتا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیکھنا خاص ہے۔ جیسا کہ حدیث کعب میں گذرا اور یہ خصوصیت انعام الٰہی سے ہے اور آپ سے مروی ہے رَاَیْتُ رَبِّیْ بِعَیْنِیْ وَبِقَلْبِیْ میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا۔ (مسلم) اور اس کا واضح مفہوم یہی ہے کہ آنکھ سے دیکھا۔ دل سے پہچانا۔ اور محقق مان لیا۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ؁ تو کیا تم اُن سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو

(افتمارونہ) تو کیا تم ان سے جھگڑتے ہو۔ (اَ) استفہام انکاری ہے اور توبیخ کے لیے ہے سے مشتق ہے جس کے معنی مجادلہ (جھگڑنے) کے ہیں، آلوسی کہتے ہیں۔

یعنی تم مشرکین ان کو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) جھٹلاتے ہو اور ان سے اس امر پہ جھگڑا کرتے ہو۔ جو انہوں نے مشاہدہ فرمایا، یعنی شب معراج کے واقعات کا انکار کرتے ہو۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ؁ اور انہوں نے وہ جلوہ دو بار دیکھا

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ؁ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس

(وَلَقَدْ رَاٰهُ) اور انہوں نے اسے دیکھا۔ ای رای النبی جبریل فی صورتہ التی خلقہ اللہ تعالیٰ علیھا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اس صورت میں دیکھا جس

یہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قلب مبارک سے رب تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا۔ اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور نے آنکھ سے دیکھا رَآہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی دو بارہ جلوہ ای مرۃ اخری من النزول یعنی دوسری مرتبہ نزول کے وقت، مطلب یہ ہے اس دفعہ رویت نزول اور قرب کی حالت میں واقع ہوئی، نیز اُخریٰ سے مراد رویت کو صرف دو مرتبہ میں سمجھنا صحیح نہیں بلکہ اس سے مراد تعدد ہے جس کا ادنیٰ درجہ دو کا عدد ہے۔ اور یہ رویت لیلۃ الاسریٰ میں ہوئی۔

(عند سدرۃ المنتھیٰ) سدرۃ المنتہیٰ کے قریب، آلوسی کہتے ہیں شجرۃ نبق عن یمین العرش فی السماء السابعۃ علی المشہور یہ عناب کا درخت ہے۔ ساتویں آسمان میں عرش کے دائیں جانب جیسا کہ مشہور ہے۔ اور امام احمد، مسلم اور ترمذی کی روایت میں کہ یہ چھٹے آسمان میں ہے۔ اس کے ہجر کے بیر مٹکے کی مانند ہیں اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح ہیں جن کے سائے میں چلنے والا سوار ستر برس چلتا رہے تو منقطع نہ ہو اور اسماء رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے کہ سوار اس کے سائے میں سو برس تک چلتا ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو دو بار دیکھا۔ اور یہ دیکھنا قلب اطہر سے تھا یا چشم سر سے اور یہ رویت سدرۃ المنتہیٰ کے قریب ہوئی۔ اسے منتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ مخلوق کے اعمال پہنچنے کی یہ آخری حد ہے اور اس سے پرے جو ہے وہ غیب ہے، سدرہ سے آگے ملائکہ اور ارواح، شہداء و صلحاء نہیں بڑھ سکتے۔

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى ۝

اُس کے قریب جنت الماویٰ ہے۔

(عِنْدَهَا) اس کے نزدیک ای عند سدرۃ یعنی سدرہ کے قریب (جَنَّةُ الْمَأْوٰى) التی یاوی الیھا المتقون یوم القیامۃ کما روی عن الحسن وہ جگہ جہاں قیامت کے روز پرہیزگاروں کو ٹھکانے کے لیے لایا جائے گا جیسا کہ حسن سے مروی ہے۔ ماویٰ اسم مکان ہے اور جنت کی طرف اضافت بیانیہ ہے عطاء سے مروی ہے کہ وہ ایسی جنت ہے جو فرشتوں اور جبریل علیہ السلام کے لوٹنے کی جگہ یا مکان ہے۔ قتادہ نے کہا وہ جنت ہے جس کی طرف شہداء کی روحیں جمع ہوتی ہیں یا رہتی ہیں وہ جنت نہیں جس کا کہ متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور حسن کی روایت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے۔ کہ بلاشبہ جنت آسمانوں میں ہے۔

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝

جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔

آلوسی کہتے ہیں متعلق برآہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے سے متعلق ہے۔ (ما یغشیٰ) یہ یَغْشٰی کا فاعل ہے۔ جو اذ کے بعد آیا (اذ یغشیٰ) الغاشی امر لا یحیط بہ نطاق البیان د

یا تسعہ اور ان النعالین گھیرنے والا۔ امر وہ تھا جس کے احاطہ و بیان سے زبانیں قاصر اور اذہان کی پرواز عاجز ہے مطلب یہ ہے کہ سدرہ کو جو شئے گھیرے ہوئے تھی اُس کے حسن، ہمہ گیری اور اس کی کنہ تک رسائی نہ ہونیکی وجہ سے کوئی بھی اُس کو جیسا کہ وہ تھی، بیان نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی اُس تک فکر و عمل کی پہنچ ہے جو شے گھیرے ہوئے تھی۔ اس کے بارے میں چند اقوال یہ ہیں جو آلوسی نے نقل کیے۔

۱:۔ حسنؓ نے کہا غشیها نور رب العزة جل شانه فاستنارت عزت و جلال والے پروردگار کا نور اُس پر چھا گیا جس سے وہ جگمگا رہا تھا۔

۲:۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یغشاها نور الخلاق سبحانه اسے (سدرہ) ہر شے کے پیدا کرنے والے پاک اللہ کے نور نے اسے گھیر لیا۔

۳:۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ غشیها رب العزة عز وجل وهو من المتشابه (سدرہ) کو رب العزت عزوجل سبحانہ نے گھیر لیا۔ یا اپنی تجلیات سے جگمگا دیا۔ اور یہ متشابہات سے ہے۔

۴:۔ ابن مسعود، مجاہد، ابراہیم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے یغشاها جراد من ذهب سدرہ کو سونے کی ٹڈیاں (پتنگے) گھیرے ہوئے تھیں۔

۵:۔ اور مجاہد سے ایک روایت یہ بھی ہے۔ ان ذلك تبدل اغصانها درًّا و یاقوتًا و زبرجدًا ان میں سے یعنی گھیرنے والی اشیاء میں سے درختوں کی شاخیں تھیں جو کبھی موتیوں اور کبھی یاقوت اور کبھی زبرجد میں بدلتی نظر آئیں یا یہ کہ درختوں کی شاخیں ان چیزوں کی تھیں اور سدرہ کو گھیرے ہوئے تھیں۔

۶:۔ عبد بن حمید سے سلمہ سے تخریج کی ہے کہ پروردگار جل و علا سے فرشتوں نے اجازت مانگی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھنا چاہتے ہیں (نظارۂ جمال کرنا چاہتے ہیں) تو انہیں اجازت عطا ہوئی تو تمام فرشتوں نے سدرہ کو گھیر لیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال روشن کو دیکھیں۔

۷:۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے سدرہ کے پتوں میں سے ہر پتے پر ایک فرشتے کو کھڑے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے دیکھا۔

۸:۔ اور کہا گیا یغشاها رفرف من طیر خضر سدرہ کو سبز رنگ کے پرندوں سے منقش بچھونوں نے گھیر رکھا تھا۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی

(وما زاغ البصر آنکھ نہ کسی طرف پھری ای ما مال بصر رسول الله صلی الله تعالی علیه عما رآه) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نہ پھری اُس سے جو آپ نے دیکھا۔

(وَمَا طَغٰی) وما تجاوز بل اثبتہ اثباتا صحیحاً اور نہ ہی آپکی نظر حد سے بڑھی بلکہ آپ ثابت قدم رہے اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اُس سے مشرف ہوئے۔

اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور کمال قوت کا اظہار ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں عقلیں حیران وسرگرداں ہیں اور ادراک کی رسائی نہیں مگر آپ صرف ثابت قدم ہی نہ رہے بلکہ نور ذات سے مشرف ہوئے نہ کسی طرف توجہ ہوئی اور نہ ہی مقصود سے آنکھ پھیری اور نہ ہی حال سے باہر ہوئے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر حال سے گذر گئے۔ بلکہ آپ اس مقام عظیم میں اس طرح ثابت رہے کہ

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں

ای واللہ لقد رأی الآیات الکبری من آیاتہ تعالیٰ وعجائبہ الملکیۃ والملکوتیۃ لیلۃ المعراج یعنی سچ ہے انہوں نے شب معراج اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں، عجائب، ملک وملکوت کا ملاحظہ فرمایا، آلوسی مزید کہتے ہیں۔ عجائب ملک وملکوت سے مراد انبیاء کرام، ملائکہ، آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ کا دیکھنا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج دیکھا اور آپ کا علم تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر حاوی ہوگیا اور بعض روایات میں اس امر کا تعین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دیکھا بخاری، ابن جریر اور ایک جماعت نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آیات کے بارے میں (نشانیوں کے بارے میں) جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمائیں کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز زخرف کو دیکھا جس نے افق کو مسدود کر رکھا تھا اور ابن زید سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو جیسا کہ ان کی صورت ہے اس میں دیکھا۔ اس آیت میں آیات کے لفظ سے شبہ ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہی ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اپنے رب کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہم اس پر حصر نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ نشانات عظمت میں سے صرف ایک تھے۔ اور یہاں بعض نشانات مراد ہیں تو تخصیص کیونکر ہوئی اور تعین پر حصر کیوں اور یہ امر تو واضح ہے کہ آیات کا دیکھنا ذات کی رویت کے منافی نہیں اور ما طغیٰ نے صورت حال کی صراحت کر دی ہے کہ آیات کو ملاحظہ کر کے جب مقصود تک رسائی ہوئی تو نہ نگاہ پھیری نہ حد سے بڑھی کسی اور شاعر نے خوب کہا ہے

مَا نَظَرَ الْعَيْنُ إِلٰى غَيْرِكُمْ
اُقْسِمُ بِاللهِ وَاٰيَاتِهٖ

اللہ اور اُس کی آیات کی قسم میری آنکھ تمہارے غیر کی طرف نہ پھری یعنی فقط تمہیں کو دیکھا۔

اَفَرَءَیتُمُ اللّٰتَ والعُزّٰی ۙ وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الاُخرٰی ۔ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَہُ الاُنثٰی ۔ | تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزّیٰ اور اُس تیسری منات کو کیا تم کو بیٹا اور اُس کو بیٹی۔

(اَفَرَءَیتُم) کیا تم نے دیکھا، استفہام انکاری تنبیہی ہے اور اُس کا عطف محذوف جملہ پر ہے۔ گویا یوں خطاب کیا کہ تم نے اپنے معبودوں لات اور عزّیٰ کو بنظر غائر دیکھا۔ اور اگر تم انصاف و تحقیق سے مشاہدہ کرو گے تو تم جان لو گے کہ بے بس اور بے قدرت ہیں تو قادرِ مطلق رب العزت کو چھوڑ کر ان بے حقیقت و بے بس جمادِ محض کو پوجنا کھلا ظلم اور خلافِ عقل و بصیرت ہے۔ تو کیا تمہیں حقیقتِ حال کا بنظر انصاف علم نہیں ہوتا۔ اور تم حق کا اقرار کیوں نہیں کرتے؟

(اللّٰت والعزّٰی) لات اور عزّیٰ بتوں کے نام ہیں مشرک ان کی پوجا کرتے تھے۔ آلوسی لکھتے ہیں۔ قتادہ رض نے کہا طائف میں بنو ثقیف لات کی پوجا کرتے تھے۔ ابو عبیدہ وغیرہ نے کہا کہ وہ کعبہ میں تھا اور ابن زید نے کہا لات سوق عکاظ کے قریب نخلہ میں تھا اور قریش اس کی پوجا کرتے تھے۔ اور کہا گیا کہ یہ بت ایک مرد کی صورت پر تھا جو حجاج کو ستو پلاتا تھا۔ اُس کے مرنے پر یہ لوگ اُس کو پوجنے لگے اور لوگوں کا خیال تھا کہ اُس کا نام ابن الظرب تھا عزّیٰ غطفان میں تھا اور اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ یعنی عزّیٰ نخلہ میں ایک کوٹھڑی تھی یا درخت تھا۔ ضحاک کا قول ہے کہ یہ بنی غطفان کی آبادی میں ایک بت تھا۔ نسائی نے ابو الطفیل سے روایت کی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو حضرت خالد بن ولید کو نخلہ کی طرف جہاں کہ عزّیٰ تھا مامور فرمایا تو وہ وہاں پہنچے اور وہ تین جھاڑیاں تھیں جنھیں انہوں نے کاٹ ڈالا اور اُس مکان کو گرا دیا جو عزّیٰ کے لیے تھا۔ پھر آکر حضور علیہ السلام کو خبر کی تو آپ نے کہا واپس جاؤ کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پس وہ دوبارہ گئے جب مجاوروں نے انہیں دیکھا تو پھیل گئے۔ اور وہ کہنے لگے، اے عزّیٰ، اے عزّیٰ۔ پس آپ اُس کی طرف بڑھے تو وہ ایک ننگی، بکھرے ہوئے بالوں والی عورت تھی جو اپنے سر پر خاک ڈال رہی تھی۔ حضرت خالد نے تلوار مار کر اُسے ختم کر دیا۔ پھر حاضر خدمتِ اقدس ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عزّیٰ تھی اور وہ اب کبھی بھی پوجی نہ جائے گی۔ ابن زید نے کہا کہ عزّیٰ نامی بت طائف میں تھا اور ابو عبیدہ نے کہا کہ کعبہ میں تھا اور انہوں نے ابو سفیان کے قول سے تائید پکڑی ہے جو اُس نے بعض مشاہدات میں مسلمانوں کے مقابل کہا۔ کہ ہمارے لیے عزّیٰ ہے۔ اور تمہارے لیے کوئی عزّیٰ نہیں۔

(وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الاُخرٰی) اور اُس تیسری منات کو، آلوسی کہتے ہیں۔ قیل صخرۃ کانت لھذیل وخزاعۃ وعن ابن عباس لثقیف وعن قتادۃ للانصار بقدید وقال ابو عبیدۃ کانت بالکعبۃ ایضاً،

کہا گیا کہ بنو ہذیل اور بنو خزاع کا بت (پتھر، قبہ) تھا اور ابن عباس نے کہا کہ یہ ثقیف کا بت تھا۔ اور قتادہ نے کہا یہ قدید میں انصار کا بت تھا اور ابو عبیدہ نے کہا کہ یہ بت بھی کعبہ میں تھا۔ ابو حیان نے اس سے اخذ

کہا کہ یہ تینوں بت کعبہ ہی میں تھے کیونکہ افرادِ میتم ہیں اللہ کے مخاطب قریش ہیں، کفار اس کے پاس اکٹھے ہوتے اور اس بت کو بابرکت جانتے تھے اور برکت چاہتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ بارش مانگتے تھے۔ اور مشرکین اس بت کے قریب قربانیاں بھی کرتے تھے الاخریٰ منات کی صفت ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد عزت و مرتبہ بھی پچھلے درجہ پر ہوتا ہے یعنی لات و منات سے اس کو کم تر مانتے تھے، مشرکین بتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہتے تھے۔

ان تینوں بتوں کے حوالے سے قریش کو انتباہ ہے کہ تم نے ان بتوں کو تحقیق کی نظر سے بھی کبھی دیکھا ہے، اگر تم چشمِ بصیرت سے دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ یہ نہ تو کوئی قدرت رکھتے ہیں، اور نہ ہی تصرف کی کوئی طاقت انہیں حاصل ہے۔ یہ جمادِ محض ہیں۔ ان کو پوجنا اور قادرِ مطلق برحق خداوند قدوس سے منہ موڑنا کہاں کا انصاف ہے اگر تم میں ذرہ برابر بھی عقل و خرد ہے تو تم اس حقیقت کا انکار کیونکر کرو گے۔ لہٰذا تمہیں ربِ قادر و قیوم کی طرف ہی متوجہ ہونا لازم ہے کہ وہی ذات بندگی کے لائق ہے۔ اور تمہارا یہ حال ہے کہ اس عظیم رسول سے انحراف کرتے ہو جس نے معبودِ برحق کی قدرت کے بڑے بڑے عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے۔ یعنی حق کی راہ چھوڑ کر باطل پر جمے ہوئے ہو تو کیا اے قریش تم نے حقیقت کا کبھی ادراک کیا ہے تو گویا یہ استفہام انکاری تنبیہی ہے اور دعوتِ غور و فکر اور قبولِ حق کی طرف آتے۔

اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى — کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی۔

تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى — جب تو یہ سخت بے جا تقسیم ہے۔

مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ کلبی نے نقل کیا ہے کہ مشرکین بتوں کے بارے میں بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے، حالانکہ مشرکین عرب کا یہ حال تھا کہ بیٹی کی پیدائش کو انتہائی برا جانتے تھے۔ بلکہ ان میں سے بعض اس قدر انتہا پسند، متعصب اور ظالم تھے کہ بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل یا زندہ درگور کر دیتے تھے۔ سورۃ تکویر میں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ ارشاد ہے۔ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائیگا کہ وہ کس خطا پر ماری گئی اور سورۂ زخرف میں مشرکین کے اس وطیرہ کا یوں ذکر ہے اور جب ان میں سے کسی کو بشارت دی جائے لڑکی کی جسے رحمٰن کے لیے بیان کرتے ہیں تو دن بھر اس کا منہ کالا رہے اور غم کھاتا رہے۔ مشرکین بیٹی کے معاملہ میں انتہائی ناگواری کا اظہار کرتے تو اس آیت میں ان سے خطاب ہے کہ جس شے کو تم اس قدر ناگوار جانتے ہو اس حق تعالیٰ کے لیے ثابت کرتے ہو، حالانکہ وہ اس سے پاک ہے۔ جو کچھ کہ یہ ظالم بیان کرتے ہیں تو یہ تقسیم کیسی ٹیڑھی، بے ڈھنگی اور بھونڈی ہے۔ آلوسی کہتے ہیں۔ وقیل المعنى: اخبرونی عن آلهتكم هل لها شیء من القدرة والعظمة التی وصف بها رب العزة۔

اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ مجھے بتاؤ اپنے اصنام کے بارے میں کہ کیا ان میں کوئی ویسی قدرت وعظمت ہے۔ جس کے ساتھ کہ رب العزت کی توصیف ہے۔ ظاہر ہے کہ بت جماد محض ہیں اور قدرت وعظمت سے خالی تو رب العزت قادر و قیوم کے مقابل ان کو ماننا، اور حق تعالیٰ سے کفر کہاں کا انصاف ہے۔ اور پھر یہ تمہاری تقسیم کیونکر ہے۔ استفہام انکاری تنبیہی ہے ضِیزیٰ کو ضِئْزیٰ بھی پڑھا گیا ہے جس کے معنی ظلم یا حق تلفی ہے۔ جب کہ مجاہد کے نزدیک اس کا معنی ٹیڑھی تقسیم ہے۔

اِنْ هِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ	وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا
وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ	نے رکھ لیے ہیں اللہ تعالیٰ نے انکی کوئی سند نہیں
اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا	اتاری وہ تو نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کے
تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَ	پیچھے لگے ہیں۔ حالانکہ بے شک ان کے پاس
هُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝	ان کے پرورد گار کی طرف سے ہدایت آئی۔

(اِنْ هِیَ) وہ تو نہیں الضمیر الاصنام ای ما الاصنام باعتبار الالوھیة التی تدعونھا ھِیَ کی ضمیر بتوں کی طرف راجع ہے۔ یعنی تمہارے بت کیا ہیں جماد محض بے قدرت ہیں اور جو تم ان کی الوھیت کے مدعی ہو تو کیا وہ الوھیت کے قابل ہیں۔

(اِلَّآ اَسْمَآءٌ) مگر کچھ نام محضة لیس فیھا شئ ما اصلا معنی الالوھیة یعنی برائے نام ہیں فرضی اور گھڑے ہوئے نام ہیں اور ان میں کوئی قدرت وطاقت نہیں۔ اور نہ الوہیت کی کوئی بات ہے

(سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ) تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ لیئے۔ کی ضمیر بتوں کی طرف راجع ہے اور نام رکھنے سے مراد بتوں کی صفات ہے یعنی تم نے اور تمہارے بڑوں نے جو ان کو اپنے شفیع، الٰہ اور خدا کی بیٹیاں وغیرہ کا جو نام دے رکھا ہے وہ بلا وجہ اور بغیر کسی دلیل کے ہے۔ اور یونہی جو بتوں کے نام عزیٰ، منات، لات مقرر کر رکھے ہیں باطل محض ہیں ورنہ حقیقت میں نہ تو ان میں کوئی بات الوھیت کی ہے اور نہ ہی معبود ہونے کی یہ صرف تمہاری مخترعات ہیں۔

(مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ) اللہ نے انکی کوئی سند نہیں اُتاری، یعنی اللہ نے ان سے متعلق کوئی دلیل نازل نہیں کی اصنام کے بارے میں یہ سب کچھ تمہارا خود ساختہ ہے، بلا اصل و بے دلیل ہے

(اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ) وہ تو نرے گمان کی پیروی کرتے ہیں۔

یعنی تم لوگ صرف فرضی قصے کہانیوں اور خیالات کے پیچھے لگے ہو اور باپ دادا کے طرز عمل کی پیروی میں اس گمان پر قائم ہو گئے ورنہ حقیقت حال کے بارے میں تمہیں طلب ہی کب ہوئی۔

وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ‎ اور جو تمہارے نفس ہیں۔

یعنی تم خواہشات نفس کے پیچھے لگے ہو اور بتوں کے بارے میں تمہارے خیالات اسی نفسانی خواہش کے تابع ہیں، یہ سب تمہارا واہمہ اور خواہشاتِ نفس کا تانا بانا ہے وگرنہ ان بتوں میں کونسی شے ہے، جو تم ان کی الوہیت ومعبودیت پر مائل وقائل کرتی ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ ۝ ‎ حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آ چکی

یعنی قرآن حکیم نازل ہو چکا اور رسول تشریف لا چکے جو راہِ ہدایت کی طرف راہنمائی فرما رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ حقیقت کا اعتراف نہیں کرتے اور راہِ ہدایت اختیار نہیں کرتے۔ حالانکہ ذہنی طور پر وہ خوب سمجھتے ہیں، کہ ان کا یہ راہ ہدایت سے دور ہے اور وہ گمراہی پر ہیں مگر رسول کی بات اس وجہ سے نہیں مانتے کہ انہیں باپ دادا کا طریقہ چھوڑنا منظور نہیں اور نہ ہی اوہام تشائیک اور فرضی کہانیوں کے گردابوں سے نکلنا پسند ہے۔ اور وہ فریب نفس میں مبتلا شیطان کے اسیر ہیں اور سمجھنے کے باوجود الٹکل پچو اور بے اصل امور کی طرف راغب وگامزن ہیں ظاہر ہے کہ یہ چلن باغیانہ ہے۔ اور غیر منصفانہ ہے۔ اور طلب حق سے بیگانہ ہو۔

أَمْ لِلْإِنسَانِ مَا تَمَنَّىٰ ۝ ‎ کیا انسان کو مل جائے گا جو کچھ وہ امید باندھے

فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۝ ‎ تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے

(أَمْ لِلْإِنسَانِ مَا تَمَنَّىٰ) کیا انسان کو مل جائیگا جو کچھ وہ آرزو کرے، آلوسی کہتے ہیں۔ (۱ھ)

منقطعۃ مقدرۃ والھمزۃ وھی الانکار والنفی ای بل لیس للانسان کل مایتمناہ وتشھیہ نفسہٗ

(۱ھ) منقطعہ مقدرہ ہے اور ہمزہ استفہام انکاری ہے یعنی انسان کو وہ سب کچھ نہیں مل سکتا جس کی کہ وہ تمنا کرتا ہے اور جس کے اُس کا نفس رغبت رکھتا ہے۔ الانسان سے مراد کافر ہی ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ مشرک وکفار جو اصنام سے امیدیں باندھے ہوئے ہیں، کہ وہ ان کے کام آئیں یا ان کی سفارش کریں گے وہ صرف خیال باطل ہی نہیں ان کا وہم محض ہے، کفار ومشرکین اپنے بتوں کو شفیع جانتے تھے اور قرآن حکیم کے بارے میں یہ بھی کہتے تھے کہ یہ طائف اور مکہ کے بڑے سرداروں پر کیوں نہ نازل ہوا تو یہ سب خرافات وتوہمات ان کے خیالات، آرزوئیں اور امیدیں تھیں جن کا رد کیا گیا ہے کہ کفار جن امیدوں کے سہارے قائم کیے ہوئے ہیں وہ باطل محض اور سراب ہیں۔

(فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ) تو آخرت اور دنیا اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ تعلیل لانتفاء ذلک

فان اختصاص ملك امور الآخرة والاولى جميعًا به تعالى مقتضٍ لانتفاء ان يكون للانسان امر من الامور بل ما شاء اراد تعالى له كان وما لم يشاء لم يكن ه

تعلیل سے انتفاء (نفع) کی طرف اللہ کی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے. کہ آخرت اور دنیا سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت کو مقتضی ہے کہ جس انسان کو جو چاہے دے اور جو نہ چاہے تو نہ دے اُس کے دینے نہ دینے میں کسی خواہش کو کیا دخل ہے. جب تک وہ نہ چاہے کسی کا چاہنا نہ چاہنا کچھ بھی حقیقت ہے.

واضح مفہوم یہ ہے کہ دونوں جہاں اللہ کی ملکیت ہیں اور اُس کے چاہے بغیر کسی کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور کفار کی مفروضہ امیدیں بس اٹکل پچو ہیں اور وہ خیالی گھوڑے دوڑا رہے ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں، ملک اللہ کا، بادشاہت اللہ کی، مرضی اللہ کی، جس طرح چاہے دے. وہ علی الطلاق مالک ہے. آخرت کا دنیا سے پہلے ذکر کرنا کفار کے تصورات کے رد میں اہتمام ہے. جیسا کہ اگلی آیت میں ان کی آرزوؤں کی وضاحت ہے.

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ نجم پ۲۷

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۝

اور کتنے ہی فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جبکہ اللہ اجازت دیدے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝

بیشک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ملائکہ کا نام عورتوں کا سا رکھتے ہیں۔

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝

اور انہیں اس کی کچھ خبر نہیں وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝

تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝

یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے کیے کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝

وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بے شک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

حل لغات دوسرا رکوع سورۃ نجم پ ۲۷

وَ۔ اور	کَمْ مِّنْ۔ کتنے ہی	مَّلَکٍ۔ فرشتے ہیں	فِی۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے	لَا۔ نہیں	تُغْنِیْ۔ کام آتی	شَفَاعَتُہُمْ۔ انکی سفارش
شَیْئًا۔ کچھ بھی	اِلَّا۔ مگر	مِنْ بَعْدِ۔ بعد	اَنْ۔ اسکے کہ
یَّاْذَنَ۔ اجازت دے	اللّٰہُ۔ اللہ	لِمَنْ۔ جس کو	یَّشَاءُ۔ چاہے
وَ۔ اور	یَرْضٰی۔ پسند کرے	اِنَّ۔ بیشک	الَّذِیْنَ۔ وہ جو
لَا۔ نہیں	یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لاتے	بِالْاٰخِرَۃِ۔ آخرت پر	لَیُسَمُّوْنَ۔ وہ نام رکھتے ہیں
الْمَلٰئِکَۃَ۔ فرشتوں کے	تَسْمِیَۃَ۔ نام	الْاُنْثٰی۔ عورتوں کے	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	لَہُمْ۔ انکو	بِہٖ۔ اس کا	مِنْ عِلْمٍ۔ کوئی علم
اِنْ۔ نہیں	یَّتَّبِعُوْنَ۔ پیروی کرتے	اِلَّا۔ مگر	الظَّنَّ۔ ظن کی
وَ۔ اور	اِنَّ۔ بے شک	الظَّنَّ۔ ظن	لَا۔ نہیں
یُغْنِیْ۔ کام آتا	مِنَ الْحَقِّ۔ حق سے	شَیْئًا۔ کچھ بھی	فَاَعْرِضْ۔ سو منہ پھیر
عَنْ۔ اس سے	مَّنْ۔ جس نے	تَوَلّٰی۔ منہ پھیرا	عَنْ ذِکْرِ۔ یاد
نَا۔ ہماری سے	وَ۔ اور	لَمْ۔ نہ	یُرِدْ۔ چاہا
اِلَّا۔ مگر	الْحَیٰوۃَ۔ زندگی	الدُّنْیَا۔ دنیا کی	ذٰلِکَ۔ یہ ہے
مَبْلَغُہُمْ۔ انکی پہنچ	مِّنَ الْعِلْمِ۔ علم سے	اِنَّ۔ بیشک	رَبَّکَ۔ تیرا رب
ھُوَ۔ وہ	اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے	بِمَنْ۔ اسکو جو	ضَلَّ۔ گمراہ ہوا
عَنْ سَبِیْلِہٖ۔ اس کی راہ سے		وَ۔ اور	ھُوَ۔ وہ
اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے	بِمَنِ۔ اسکو جس نے	اھْتَدٰی۔ راہ پائی	وَ۔ اور
لِلّٰہِ۔ اللہ ہی کا ہے	مَا۔ جو	فِی۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں
وَ۔ اور	مَا۔ جو	فِی۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے
لِیَجْزِیَ۔ تاکہ بدلہ دے	الَّذِیْنَ۔ انکو جو	اَسَاءُوْا۔ برے ہیں	بِمَا۔ اسکا جو
عَمِلُوْا۔ انہوں نے کیا	وَ۔ اور	یَجْزِیَ۔ بدلہ دے	الَّذِیْنَ۔ ان کو

اَحۡسَنُوۡا ۔ جو نیک ہیں	بِالۡحُسۡنٰی ۔ اچھا بدلہ	اَلَّذِیۡنَ ۔ وہ جو	یَجۡتَنِبُوۡنَ بچتے ہیں
کَبٰٓئِرَ ۔ بڑے بڑے	اَلۡاِثۡمِ ۔ گناہوں سے	وَ ۔ اور	الۡفَوَاحِشَ ۔ بے حیائی سے
اِلَّا ۔ مگر	اللَّمَمَ ۔ صغیرے گناہ	اِنَّ ۔ بیشک	رَبَّکَ ۔ تیرا رب
وَاسِعُ ۔ وسیع	الۡمَغۡفِرَۃِ ۔ بخشش والا ہے	ھُوَ ۔ وہ	اَعۡلَمُ ۔ خوب جانتا ہے
بِکُمۡ ۔ تم کو	اِذۡ ۔ جبکہ	اَنۡشَاَ ۔ پیدا کیا	کُمۡ ۔ تم کو
مِّنَ الۡاَرۡضِ ۔ زمین سے	وَ ۔ اور	اِذۡ ۔ جبکہ	اَنۡتُمۡ ۔ تم
اَجِنَّۃٌ ۔ بچے تھے	فِیۡ ۔ بیچ	بُطُوۡنِ ۔ پیٹوں	اُمَّھٰتِکُمۡ ۔ اپنی ماؤں کے
فَلَا ۔ تو نہ	تُزَکُّوۡا ۔ پاک بتاؤ تم	اَنۡفُسَکُمۡ ۔ اپنی جانوں کو	ھُوَ ۔ وہ
اَعۡلَمُ ۔ بڑا اچھا جانتا ہے	بِمَنِ ۔ اسکو جو	اتَّقٰی ۔ پرہیزگار ہے	

مختصر تفسیر دوسرا رکوع سورۃ نجم پ ۲۷

وَکَمۡ مِّنۡ مَّلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِیۡ شَفَاعَتُھُمۡ شَیۡئًا اِلَّا مِنۡ بَعۡدِ اَنۡ یَّاۡذَنَ اللّٰہُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَرۡضٰی ۝

اور کتنے ہی فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جب اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے۔

(وکم من ملك فی السموات لا تغنی شفاعتھم شیئا) ای وکثیر من الملائکۃ یعنی فرشتوں میں سے اکثر لا تغنی شفاعتھم عند اللہ تعالٰی شیئا من الاغناء فی وقت من الاوقات ضرورت کے اوقات میں سے کسی وقت ان کی سفارش وہ اللہ کے ہاں کام نہ آئے گی۔

(الا من بعد ان یاذن اللہ) لھم فی الشفاعۃ ان کے لیے سفارش یعنی اللہ ان کو سفارش کی اجازت دے۔

(لمن یشاء) ان یشفعوا لہ کہ وہ اس کے لیے سفارش کریں یعنی اللہ سے جس فرشتے کو جس شخص کیلئے سفارش کی اجازت دے۔

(ویرضی) ویراہ سبحانہ اھلا للشفاعۃ من اھل التوحید والایمان اور اللہ تعالٰی چاہے کہ وہ شخص شفاعت کے لیے اہل ہے۔ بشرطیکہ وہ اہل توحید و ایمان سے ہو۔ کفار کے لیے شفاعت ہے ہی نہیں اور نہ وہ اس کے اہل ہیں

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار و مشرکین یہ امیدیں باندھے ہوئے ہیں کہ ہم فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے ہیں اور اپنے بتوں کو بھی یونہی سمجھتے ہیں اور ہمارے بت اور فرشتے ہمارے لیئے خدا کے حضور ہماری سفارش کریں اور ان کی شفاعت مقبول ٹھہرے گی جب کہ حق یہ ہے آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ اللہ کے حضور ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی جب تک اللہ تعالیٰ انہیں اجازت شفاعت عطا نہ فرما دے اور یہ اجازت بھی فرشتوں کو صرف اہل ایمان یعنی مومنوں کو صرف ہی عطا فرمائی جائے گی، نہ کہ کفار و مشرکین کے لیے، مومنین میں سے اُسی کی یہ اجازت مرحمت ہوگی جس کے لیے خداوند قدوس پسند کرے اور اس کے نزدیک وہ سفارش کے قابل ہو، ملائکہ جو بارگاہ رب العزت میں خوب قدر و منزلت رکھتے ہیں جب اس کے لیے سفارش کریں گے جس کیلئے مرضی الٰہی ہو اور اجازت عطا ہو تو بتوں سے شفاعت کی اُمید رکھنا غایت درجہ باطل ولا یعنی ہے۔ جب کہ انہیں نہ تو قرب الٰہی حاصل ہے اور نہ ہی وہ سفارش کے اہل وہ تو جماد محض ہیں اور قدرت و تصرف سے کورے اور قرب حق سے خالی ہیں۔ اور یونہی یہ کافر جن فرشتوں کو پوجتے ہیں وہ بھی سفارش نہ کریں گے مگر اہل ایمان کی اور وہ بھی جب اذن و رضائے الٰہی حاصل ہو تو کفار کی اُمیدیں محض جھوٹ اور رسوائے نفس کا فریب ہیں۔ اس آیت سے کفار و مشرکین کے خیانت کی تفصیلی تردید ہوگئی اور واضح ہوگیا کہ کفار کے لیے نہ تو شفاعت ہے۔ نہ وہ شفاعت کے اہل اور نہ ہی ان کے لیے شفاعت ممکن ہے۔ ان کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

ان الذین لا یومنون بالاخرۃ بے شک وہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ ملائکہ

یسمون الملائکۃ تسمیۃ الانثیٰ کا نام عورتوں کا سا رکھتے ہیں۔

ان الذین لا یومنون بالاخرۃ بے شک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

وبما فیھا من العقاب علی ما یتعاطونہ من الکفر والمعاصی اور اس میں ان لوگوں کے لیے جو کچھ کہ وہ کفر و معاصی کرتے تھے زجر و شدت ہے یعنی کافر لوگ یا مراد مشرکین عرب یا کفار مکہ جن پر آخرت پر یقین نہیں تھا۔ یا وہ مرنے کے بعد زندگی کے قائل نہ تھے۔

لیسمون الملائکۃ فرشتوں کا نام رکھتے ہیں۔ یعنی فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے یا انہیں عورتوں کے نام سے یاد کرتے تھے۔

تسمیۃ الانثیٰ عورتوں سے نام فانھم کانوا یقولون الملائکۃ بنات اللہ سبحانہ وتعالیٰ عما یقولون سو ان میں سے ہر شخص فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں اور ایک قول ہے فرشتوں کے نام عورتوں کے نام پر رکھے ہوئے تھے اور یہ نظم قرآن کے زیادہ موافق ہے۔ کفار بتوں کو بھی اللہ کی بیٹیاں بتاتے اور کہتے تھے اور بتوں کے نام بھی عورتوں کے سے تھے جیسے لات۔ منات اور عزیٰ کے اسماء سے ظاہر ہے۔

وَمَا لَهُم بِہٖ مِنْ عِلْمٍ ط — اور انہیں اس کی کچھ خبر نہیں۔

اِن یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ — وہ نرے گمان کے پیچھے ہیں اور بے شک گمان

الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا — یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

(وَمَا لَهُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ) اور انہیں اس کی کچھ خبر نہیں۔ ای یسمونهم اناثاً، والحال انهم لا علم لهم بما یقولون اصلاً، وقرء ای بها ای بالتسمیة او بالملائکة۔

یعنی (کفار و مشرکین) انہیں (فرشتوں) کو بیٹیوں کا نام دیتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کو اس بات کا اصلاً کوئی علم نہیں ہے اور ابی رضی اللہ عنہ نے بِھَا پڑھا یعنی انہیں نام رکھنے (ناموں) یا ملائکہ کے بارے میں کچھ بھی حقیقت معلوم نہیں ہے۔

(اِن یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ) وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں۔

(ان یتبعون) ای ما یتبعون فی ذلک یعنی اس بات میں جس پر وہ لگے ہوئے ہیں یا پیروی کر رہے ہیں۔

(الا الظن) ای التوھم الباطل یعنی باطل توہمات و خیالات

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار و مشرکین صرف خیالات پر چل رہے ہیں اور ان توہمات اور بے اصل باتوں کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔

(وَاِنَّ الظن لا یغنی من الحق شیئاً) اور بلاشبہ گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

ظن یعنی گمان یقین (حق) کے مقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور نہ ہی سودمند ہے۔ یہاں ظن سے مراد کفار کے بے اصل خیالات اور فاسد توہمات اور ان کے آبا کے تراشیدہ خرافات و معنوات ہیں اور حق (یقین) سے مراد علم قطعی ہے۔ یعنی ایسا امر جو پکا اور شک و شبہ سے پاک اور واقع کے مطابق صحیح ہو اور امر واقعی کے مقابل گمان کی کیا حیثیت ہے۔ البتہ اہلِ ایمان کے لیے عملیات میں اتباع ظن شرعاً درست ہے بشرطیکہ وہ دلیلِ قطعی سے متعارض و متصادم نہ ہو ورنہ وہ ظن بھی باطل ہوگا اور مفید نہ ہوگا۔ علم بہرحال قوی اور گمان ضعیف ہے اور ضعیف قوی کے مقابل کیا کام دے سکتا ہے۔ دلیل ظنی اسی وقت مفید ہے جو دلیل قطعی حاصل نہ ہو اور یہاں کفار کا معاملہ تو سبحز واہمہ و خیال سے بڑھ کر کچھ نہیں اور خدا کے رسول کی بات حق ہے۔ یقینی اور قطعی ہے اور اس کا علم و بیان قوی، شبہ سے پاک دلیل حق ہے۔ اور کافروں کی خرافات و بکواسات کو حق سے کیا علاقہ۔

فَاَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلّٰى ۵ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۵ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ط اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۵

تو تم ان سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا۔ اور اُس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی، یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے۔ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی۔

(فَاَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلّٰى ۵ عَنْ ذِكْرِنَا)؛ تو تم (اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا

آلوسی کہتے ہیں۔ ای فاعرض مَنْ تَوَلّٰى عن ذکرنا المفید للعلم الحق وھو القرآن العظیم

المنطوی علی بیان الاعتقادات الحقہ المشتمل علی علوم الاولین و الاخرین المذکر للاخرۃ ما فیھا من الامور المرغوب فیھا والمرھوب عنھا والمراد بالاعراض عنہ ترک الاخذ بما فیہ وعدم الاعتناء بہ وقیل: المراد بالذکر الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبالاعراض عنہ ترک الاخذ بما جاء بہ وقیل: المراد بہ الایمان وقیل: ھو علی ظاھرہ والاعراض عنہ كِنَايَةٌ عَنِ الْغَفْلَةِ عَنْهُ عَزَّوَجَلَّ۔

یعنی اُس سے منہ موڑ لیجئے جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرے کیونکہ ہمارا ذکر قطعی وصحیح علم کے لیے مفید ہے اور وہ ذکر قرآن عظیم ہے جو اعتقادیات حقہ کا واضح اور روشن بیان ہے۔ اور سا اولین و آخرین کے علوم پر مشتمل ہے۔ آخرت اور جو کچھ ان میں مرغوب امور ہیں۔ اور خوف کی جو امور خوف و ڈر سے متعلق ہیں کی یاد دلانیوالا ہے۔ اور اس سے اعراض (روگردانی) سے مراد اُس پکڑنے والی چیز کو چھوڑنا ہے جو اُس (قرآن) میں ہے اور اس سے لا پرواہی برتنا ہے اور کہا گیا کہ ذکر سے مراد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سا عراض سے مراد اس چیز کو چھوڑنا ہے۔ جس کے ساتھ وہ تشریف لائے اور کہا گیا ذکر سے مراد ایمان ہے۔ اور کہا گیا کہ وہ اس کے اظہار پر ہے، اور اُس سے اعراض حق تعالٰی عزوجل شانہٗ سے غفلت پر کنایہ ہے۔

(وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۵ اور اُس نے چاہی مگر دنیوی زندگی

والمراد من الامر المذکور النھی عن المبالغۃ فی الحرص علی ھدایتھم اور اس سے مراد یہاں کفار کی ہدایت کی بجائے حد درجہ بڑھی ہوئی دنیا کی حرص ہے۔ جیسا کہ کفار میں نضر بن حارث اور ولید بن مغیرہ دنیا کی زندگی اور اُس کی خواہشات کے سوا کسی چیز کے چاہنے والے نہ تھے۔ ان کا تمام انہماک دنیا کے لیے ہے۔ ہدایت کی طرف کیونکر متوجہ ہوں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جب کفار ومشرکین ہدایت ربانی سے لاپرواہ ہیں اور آبار کے غلط سلط، فاسد اور بے اصل توہمات وخیالات پر جمے ہوئے ہیں تو آپ بھی ان کی پروا نہ کریں اور ان کے عدم توجہ پر غمگین نہ ہوں کیونکہ ان کا تمام تر مقصود دنیوی زندگی اور اُس کی خواہشات کا حصول اور یہ اُسی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

ذٰلِكَ یہ، یہاں تک، ای امر الحیاۃ الدنیا المفھوم من الکلام ولذا ذکر اسم الاشارۃ یعنی جیسا کہ کلام الہی سے مفہوم ہے۔ اس سے مراد دنیا کی زندگی اور اسی لیے یہاں اسم اشارہ ذلك بیان ہوا۔ اور ایک قول یہ ہے اشارہ سے مراد وہ گمان ہے جس کی وہ پیروی کرتے تھے۔ اور کہا گیا ہے اشارہ سے مراد ان (کفار) کا فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بتایا ہے۔

مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ان کے علم کی پہنچ ای منتھی علمھم لاعلم لھم فوقہ اعتراض مقرر لمضمون ماقبلھا من قصر الارادۃ علی الحیوۃ الدنیا۔

یعنی یہ ان کے علم کی انتہا ہے اور اس سے بڑھ کر انہیں کچھ علم نہیں یعنی اوپر جو مضمون گذرا کفار پر اُس کی تکرار ہے یعنی ان کا مبلغ علم صرف دنیا ہے اور دنیوی زندگی کی خواہشات ہی ان کا مقصود ومطلوب ہے

ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بمن اھتدیٰ — تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون راہ سے بھٹکا ہوا ہے۔ اور وہی خوب جانتا ہے کہ کون راہ ہدایت پر ہے۔

یعنی اللہ کو گمراہوں کا خوب علم ہے اور اس میں کفار پر گذشتہ مضمون کے تحت زجر ہے یعنی انہیں بہت سے سزائیں نہیں اور یونہی حق کے قبول کرنیوالوں اور راہِ ہدایت کے طالبوں کا بھی خوب علم ہے۔ اور اس میں اشارہ انعام ومغفرت کا ہے یعنی جو حقیقت کو ماننے اور سیدھا راہ چلے اس کے لیے نوازش ہے۔ اور رہا کفار کا بزعم خویش صحیح ہونا تو وہ محض گمان ہے اور دانستہ بے عقلی ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی	اور اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں میں اور جو کچھ
الْاَرْضِ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَاءُوْا	زمین میں ہے تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے کیے کا
بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ	بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہائیت اچھی جزا دے
اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۝	
(وللّٰه ما فی السمٰوٰت وما فی الارض)	اور اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں میں اور جو زمینوں میں ہے۔

ای لہٗ ذلک علی الوجہ الاتم ای خلقا وملکا لا لغیرہ عزوجل اصلاً لا استقلالاً ولا اشتراکاً، ویشعر بفعل یتعلق بہ قولہ تعالیٰ۔

یعنی اللہ ہی کے لیئے ہے مکمل طور پر اگرچہ مخلوق ہو یا ملک اور حق عزوجل کے غیر کے لیے استقلالی یا اشتراکی طور پر کچھ بھی نہیں اور جاننا چاہیے کہ یہ حق تعالیٰ کے فعل و اختیار کیساتھ متعلق ہے جیساکہ آگے ہے

(لیجزی الذین اساءوا بما عملوا) تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے کیئے کا بدلہ دے

ای خلق ما فیھما لیجزی الضالین بعقاب ما عملوا من الضلال الذی عبر عنہ بالاساءۃ بیاناً لحالہ، او بمثل ما عملوا او بسبب ما عملوا علی ان الباء صلۃ الجزاء بتقدیر مضاف او للسببیۃ بلا تقدیر۔

یعنی ان دونوں میں (آسمانوں) اور زمین میں) جو پیدا کیا ہے تاکہ گمراہوں کو سزا سے بدلہ دے انکی گمراہی کے کاموں کا جس کی تعبیر گناہوں کے ساتھ کی گئی ہے۔ اُس حال کے بیان کے لیئے یا ان کے اعمال کیطرح بدلہ یا ان کے اعمال کے سبب سے کیونکہ با میں جب جزا کا صلہ مضاف کی تقدیر پر یا بلا تقدیر سبب کے طور پر ہے

(ویجزی الذین احسنوا بالحسنیٰ) اور نیکی کرنے والوں کو خوب اچھی سزا دے۔

ویجزی الذین احسنوا سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدائیت قبول کی یعنی سیدھی راہ پر چلے اور اچھے عمل کیئے۔

(بالحسنیٰ) ای بالمثوبۃ الحسنی التی ھی الجنۃ یعنی اُن کو اچھے ثواب سے نوازے اور وہ جنت ہے
واضح مفہوم یہ ہے کہ سرکشوں کی کفر و طغیانی اور گناہوں کے باعث سزا دے اور ایمانداروں کو اچھا ثواب یعنی جنت دے ان کے اعمال صالحہ کے سبب سے اور یہ جزا ہو ان کے اخلاص و عمل کی اور اللہ تعالیٰ ہی کو سب اختیار ہے مخلوق اُس کی، بادشاہت اُس کی، اُس کے غیر کے لیے کیا ہے۔ کچھ بھی نہیں وہ ہی علی الاطلاق مالک و مختار ہے اور باقی سب بندے، عاجز ہیں

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝

وہ جو گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہوں کے پاس گئے اور رک گئے بیشک آپ کے رب کی بخشش وسیع ہے۔ وہ تمہیں خوب جانتا ہے۔ تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے۔ تو تم اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔ وہ خوب جانتا ہے۔ جو پرہیزگار ہیں۔

(اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں۔

گذشتہ آیت میں نیکی کرنے والوں کی جزا کا ذکر ہوا۔ یہاں یا تو ان کا ہی ذکر ہے یا ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے، کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو گناہوں سے اور بے شرعی کے کاموں سے بچتے ہیں۔ اِثْم کے معنی گناہ کے ہیں۔ اور کہا گیا (الاثم) الفعل المبطئ عن الثواب وھو الذنب وہ کام جو ثواب سے دور یا اسے مٹا دینے والا ہو وہ گناہ ہے۔ وکبائرہ مایکبر عقابہ اور گناہوں میں بڑے وہ ہیں۔ جس کی سزا بھی بڑی ہو کسائی کا قول ہے بکبیر الاثم سے مراد زنا یا شرک ہے۔ فواحش فحش کی جمع ہے۔ اور اس کا مطلب ہے حد سے بڑھی ہوئی برائی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فواحش اور کبائر دونوں مترادف ہیں۔ یعنی ایک جیسے ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کبیرہ گناہ ہی فواحش ہیں، کبیرہ سے مراد وہ گناہ ہیں جن پر وعدۂ عذاب دیا گیا۔ جیسے چوری، زنا اور قتل،

(اِلَّا اللَّمَمَ) مگر اتنا کہ گناہوں کے پاس گئے اور رک گئے ماصغر من الذنوب جو گناہوں میں سے چھوٹے (معمولی) ہیں واصلہ ماقل قدرہ اور اس کی اصل یہ ہے کہ جو ٹھہرنے میں معمولی ہو یعنی معمول نہ ہو کبھی کبھار صادر ہو جائے اور کہا گیا معناہ الدنو من الشیٔ دون ارتکاب لہٗ اس کا معنی ہے کہ کسی کام کے قریب ہونا۔ لیکن اس کا ارتکاب نہ کرنا اس سلسلہ میں اقوال کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

۱:۔ کسی کو بری نظر سے دیکھنا یعنی کسی نامحرم عورت کو منظر شہوت دیکھنا لمم ہے۔

۲:۔ غمزہ یعنی آنکھ سے اظہار رغبت، لمم ہے۔

۳:۔ نامحرم پر دوبارہ نظر ڈالنا لمم ہے۔

۴:۔ گناہ کا ارادہ کرنا مگر ارتکاب نہ کرنا اور یونہی حدیث نفس بدول ارتکاب یا وقوع لمم ہے۔

۵:۔ ابن المسیبؓ نے کہا لمم سے مراد زمانہ جاہلیت میں کیے ہوئے شرک و معاصی کے کام ہیں۔ اسلام قبول

کرنے سے پہلے یعنی بعد میں مسلمان ہو گیا تو پہلے گناہ جو حالت کفر میں ہوئے وہ مراد ہیں۔

۶:- مطلق گناہ مراد ہے۔

۷:- ابن المسیبؓ نے کہا لمم سے مراد وہ خطرہ ہے جو قلب پر گذرے۔

۸:- کلبی نے کہا کبیرہ گناہ میں پڑ جانے والا جب توبہ کر لیتا ہے تو وہ بھی لمم میں شامل ہے۔

(ان ربک واسع المغفرۃ) بے شک تمہارے پروردگار کی مغفرت وسیع ہے

یعنی تمہارے پروردگار کی بخشش ہے وسیع جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے۔ لیکن کرم کی انتہا یہ ہے کہ اُس نے خود فرمایا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے سبقت رحمتی علیٰ غضبی میری رحمت میری ناراضگی پر سبقت لے گئی یعنی رحمت کی بارش لامتناہی ہے۔ گذری ہوئی آیت میں کفار کے لیے وعید اور مومنوں کے لیے نوید تھی۔ اب سب کو صراحت کے ساتھ لطف و کرم کی خوشخبری دی، گناہ بے شک صغیرہ ہو یا کبیرہ، بری بات، بچنا ضروری ہے۔ لیکن یہ خیال کر کے رحمت الٰہی سے مایوس ہو جانا کہ بڑا گناہ مستوجب سزا ہے۔ نادرست اور قرین حق نہیں، معتزل کبیرہ گناہوں کے مرتکب کا فرلا اُس کے لیے عذاب کو واجب جانتے تھے۔ اہل سنت کا مذہب یہ ہے۔

۱:- گناہوں سے توبہ گناہوں کو مٹا ڈالتی ہے۔

۲:- صغیرہ گناہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے اور استغفار سے کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا اور اللہ پر کوئی شے واجب نہیں یعنی کہ ضرور بخشش دے یا ضرور عذاب کرے۔

۳:- اللہ کبیرہ و صغیرہ گناہوں کو معاف کر دے گا بشرطیکہ توبہ کرلے۔ لیکن وہ توبہ کے بغیر بھی بخش دے گا۔ اور یہی مومن کے ایمان کی برکت ہے۔

۴:- رحمت باری سے مایوسی ہی وہ گناہ ہے جس کی معافی نہیں اور یہی حقیقی گمراہی ہے۔

۵:- نیکیوں پر مغرور ہونا بھی بُری بات ہے ہو سکتا ہے کہ وہ نیکیوں پر بھروسہ کرنیوالوں کو بھی پکڑ لے اور جو پکڑا گیا اُس کے لیے خیر کہاں ہے۔

۶:- ایمان خوف و رجا کے درمیان ہے۔

۷:- گناہوں سے جزوی توبہ بھی درست ہے اور توبہ کے بعد پھر گناہ میں مبتلا ہوا تو پچھلی توبہ درست ہے رحمت الٰہی وسیع ہے اور وسیع کا مفہوم ہمارے شعور و ادراک سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور گناہ گاروں کا آسرا یہی ہے۔

(ھو اعلم بکم اذ انشاکم من الارض) وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔

(هو اعلم بکم) وہ تمہیں خوب جانتا ہے ای یاحوالکم من کل احد یعنی وہ تم میں سے ہرایک کے احوال کو جانتا ہے۔

اذ انشاء کم من الارض جب تمہیں مٹی سے پیدا کیا (انما نشاء کم فی ضمن انشاء ابیکم آدم علیہ السلام یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے) یعنی تمہارے حالات سے جب سے آگاہ ہے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے، لہذا من الارض سے اسی طرف اشارہ ہے اور کہا گیا ہے کہ لوگوں کا زمین سے پیدا ہونا اس اعتبار سے ہے کہ جو غذائیں زمین میں پیدا ہوتی ہیں انہی سے منی پیدا ہوتی ہے جو آدمی کا مادہ خلقت ہے، اور مکی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پیش آنے والے جملہ حالات سے واقف تھا۔ یعنی جب تم زندگی سے بھی نوازے نہ گئے تھے۔ اور تمہیں پیدائش سے قبل اپنے بارے میں کیونکر واقفیت ہو سکتی تھی وہ جب سے تمہیں جانتا ہے۔ یعنی اُس کا علم تمہاری سب کی ابتداء و انتہا کو محیط ہے (وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ) اور جب تم ماؤں کے پیٹوں میں حمل تھے۔

یعنی اُس وقت سے جب تم ماؤں کے پیٹ میں جنین کی صورت تھے اور اس میں اشارہ ہے کہ ان عادات و اطوار کی طرف جو ہم نے اس کی طرف ودیعت کئے۔ اور علم کی اس میں شان نمایاں ہے کہ ماں کا پیٹ بدرجہ غائیت تاریکی (ظلمت ہے) بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ خلقت شکم مادر میں جوڑا جاتا ہے۔ بصورت نطفہ چالیس روز تک پھر جما ہوا خون ہو جاتا ہے۔ چالیس روز تک پھر لوتھڑا ہو جاتا ہے۔ چالیس روز تک پھر اللہ اُس کی طرف فرشتہ بھیجتا ہے۔ جو اُس میں روح پھونک دیتا ہے۔ فَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ اور اسے چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے وہ اُس کی اجل (مدت قیام) عمل، رزق اور شقاوت و سعادت لکھ دیتا ہے۔ قسم پروردگار کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے کوئی شخص جنتی لوگوں سے کام کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ (ذراع) یا گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ فیسبق علیہ الکتب تو اُس پر لکھا ہوا غالب آجاتا ہے۔ اور وہ دوزخیوں جیسے کام کرتا ہے۔ اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور یونہی کوئی دوزخی لوگوں سے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اُس میں اور دوزخ میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ تو لکھا (تقدیر) غالب آجاتا ہے اور وہ جنتی لوگوں جیسے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ پروردگار جل وعلا تمہارے اعمال سے تمہارے اخلاق و اطوار سے تمہاری سعادت و شقاوت سے جب سے واقف ہے، کہ تم بطن مادر میں ابھی صورت جنین سے تھے اور تمہیں ظلمت رحم میں سے تنویر زندگی بھی نہ ملی تھی اور بیکر بے جان میں روح بھی نہ پڑی تھی۔

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ؀ | تو تم خود کو پاکیزہ نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

فلا تزکوا انفسکم اپنے نفس کو ستھرا بتانے سے ممانعت کی گئی ہے۔ جیسا کہ لمم (گناہوں) کے بارے میں تحریر کرنے (عدم مؤاخذہ) کا ذکر ہوا یعنی تمہارے نفوس گناہوں سے پاک ہونے پر تعریف نہ کریں کہ تمہیں انجام کار معلوم نہیں، کلبی نے کہا لوگ اچھے اعمال جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ پر تفاخر کرتے تو ستائش سے منع کی گئی، اور صلب آدم سے استخراج سے قبل اللہ جانتا تھا کہ کس کا انجام نیک ہے اور کس کا خراب، لہٰذا بندہ کو لازم ہے کہ وہ اعمال پر نازاں نہ ہو اور ہر وقت مہربانی کی التجا کرتا رہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ نجم پ ۲۷

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ؀ | تو کیا تم نے دیکھا جو پھر گیا۔
وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ؀ | اور کچھ تھوڑا سا دیا اور روک رکھا۔
اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ؀ | کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ دیکھ رہا ہے۔

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ؀ | کیا اسے خبر نہ آئی جو صحیفوں میں ہے موسیٰ کے
وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ؀ | اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا۔
اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؀ | کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ؀ | اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔
وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ؀ | اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔
ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَاۗءَ الْاَوْفٰى ؀ | پھر اس کا بھرپور بدلہ دیا جائیگا۔
وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ؀ | اور یہ کہ بیشک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے
وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ؀ | اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا اور رلایا۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ۝

اور یہ کہ وہی ہے جس نے مارا اور جلایا۔

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝

مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝

اور یہ کہ اسی نے دو جوڑے بنائے نر اور مادہ نطفہ سے جب ڈالا جائے۔

وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ۝

اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے پچھلا اٹھانا۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۝

اور یہ کہ اس نے غنی دی اور قناعت دی۔

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ۝

اور یہ کہ وہی ستارہ شعریٰ کا رب ہے۔

وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا لْاُوْلٰى ۝

اور یہ کہ اسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا۔

وَثَمُوْدَا فَمَاۤ اَبْقٰى ۝

اور ثمود کو تو کوئی باقی نہ چھوڑا۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ۝

اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو بے شک وہ ان سے بھی ظالم اور سرکش تھے۔

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ۝

اور اس نے الٹنے والی بستی کو نیچے گرایا۔

فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ۝

تو اس پر چھایا جو کچھ چھایا۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ۝

تو اے سننے والے اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس میں شک کریگا۔

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۝

یہ ایک ڈر سنانے والے ہیں اگلے ڈرانے والوں کی طرح۔

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝

پاس آئی پاس آنے والی۔

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۝

اللہ کے سوا اس کا کوئی کھولنے والا نہیں۔

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝

تو کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو

وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝

اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔

وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝

اور تم کھیل میں پڑے ہو۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝

تو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی بندگی کرو۔

حل لغات تیسرا رکوع سورۃ نجم پ ۲۷

اَ-کیا　فَرَاَیْتَ-تونے دیکھا ہے　اَلَّذِیْ-وہ جو　تَوَلّٰی-پھر گیا
وَ-اور　اَعْطٰی-دیا　قَلِیْلًا-تھوڑا سا　وَ-اور
اَکْدٰی-روک لیا　اَ-کیا　عِنْدَ-پاس　ہٗ-اسکے ہے
عِلْمُ-علم　الْغَیْبِ-غیب　فَھُوَ-تو وہ　یَرٰی-دیکھتا ہے
اَمْ-کیا　لَمْ-نہ　یُنَبَّاْ-خبر دیا گیا　بِمَا-اسکی جو
فِیْ-بیچ　صُحُفِ-صحیفوں　مُوْسٰی-موسیٰ کے ہے　وَ-اور
اِبْرٰھِیْمَ-ابراہیم کے　الَّذِیْ-جس نے　وَفّٰی-پورا کیا　اَلَّا-یہ کہ نہ
تَزِرُ-اٹھائے گی　وَازِرَۃٌ-کوئی اٹھانے والی　وِّزْرَ-بوجھ　اُخْرٰی-دوسرے کا
وَ-اور　اَنْ-یہ کہ　لَّیْسَ-نہیں ہے　لِلْاِنْسَانِ-انسان کیلئے
اِلَّا-مگر　مَا-جو　سَعٰی-کوشش کی　وَ-اور
اَنَّ-بیشک　سَعْیَہٗ-اسکی کوشش　سَوْفَ-جلدی　یُرٰی-دیکھی جائیگی
ثُمَّ-پھر　یُجْزٰىہُ-بدلہ دیا جائیگا اسکو　الْجَزَآءَ-بدلہ　الْاَوْفٰی-پورا پورا
وَ-اور　اَنَّ-بیشک　اِلٰی-طرف　رَبِّکَ-تیرے رب کی ہے
الْمُنْتَھٰی-منتہیٰ　وَ-اور　اَنَّہٗ-بیشک وہ　ھُوَ-وہی ہے جس نے
اَضْحَکَ-ہنسایا　وَ-اور　اَبْکٰی-رلایا　وَ-اور
اَنَّہٗ-وہی ہے　ھُوَ-جس نے　اَمَاتَ-مارا　وَ-اور
اَحْیَا-جلایا　وَ-اور　اَنَّہٗ-اسی نے　خَلَقَ-پیدا کیے
الزَّوْجَیْنِ-جوڑے　الذَّکَرَ-نر　وَ-اور　الْاُنْثٰی-مادہ
مِنْ نُّطْفَۃٍ-نطفہ سے　اِذَا-جب　تُمْنٰی-ڈالا جائے　وَ-اور
اَنَّ-بیشک　عَلَیْہِ-اسی پر ہے　النَّشْاَۃَ-پیدائش　الْاُخْرٰی-دوسری
وَ-اور　اَنَّہٗ-بیشک　ھُوَ-اسی نے　اَغْنٰی-غنی کیا
وَ-اور　اَقْنٰی-فقیر کیا　وَ-اور　اَنَّہٗ-بیشک وہی
ھُوَ-وہی ہے　رَبُّ-رب　الشِّعْرٰی-شعریٰ کا　وَ-اور

اَنَّہٗ ۔ اسی نے	اَھْلَكَ ۔ ہلاک کیا	عَادَنِ ۔ عاد	الْاُوْلٰی ۔ پہلے کو
وَ ۔ اور	ثَمُوْدَ ۔ ثمود کو	فَمَآ ۔ پھر نہ	اَبْقٰی ۔ باقی چھوڑا
وَ ۔ اور	قَوْمَ ۔ قوم	نُوْحٍ ۔ نوح کو	مِّنْ قَبْلُ ۔ ان سے پہلے
اِنَّھُمْ ۔ بیشک وہ	كَانُوْا تھے	ھُمْ ۔ وہ	اَظْلَمَ ۔ بڑے ظالم
وَ ۔ اور	اَطْغٰی ۔ بڑے سرکش	وَ ۔ اور	الْمُؤْتَفِكَةَ ۔ الٹائی گئی بستی کو
اَھْوٰی ۔ گرایا	فَغَشّٰھَا ۔ پھر چھا گیا اسپر	مَا ۔ جو	غَشّٰی ۔ چھایا
فَبِاَیِّ ۔ تو کونسی	اٰلَآءِ ۔ نعمت	رَبِّكَ ۔ اپنے رب کا	تَتَمَارٰی ۔ تو شک کریگا
ھٰذَا ۔ یہ	نَذِیْرٌ ۔ ڈرانے والا ہے	مِّنَ النُّذُرِ ۔ ڈرانیوالوں	الْاُوْلٰی ۔ پہلوں سے
اَزِفَتِ ۔ قریب آئی	الْاٰزِفَةُ ۔ قریب آنے والی	لَیْسَ ۔ نہیں	لَھَا ۔ اسکو
مِنْ دُوْنِ ۔ سوا	اللّٰہِ ۔ اللہ کے	كَاشِفَةٌ ۔ کوئی کھولنے والا	اَفَمِنْ ۔ تو کیا
ھٰذَا ۔ اس	الْحَدِیْثِ ۔ بات سے	تَعْجَبُوْنَ ۔ تعجب کرتے ہو	وَ ۔ اور
تَضْحَكُوْنَ ۔ ہنستے ہو	وَ ۔ اور	لَا ۔ نہیں	تَبْكُوْنَ ۔ روتے ہو
وَ ۔ اور	اَنْتُمْ ۔ تم	سٰمِدُوْنَ ۔ کھیلتے ہو	فَاسْجُدُوْا ۔ تو سجدہ کرو
لِلّٰہِ ۔ اللہ کو	وَ ۔ اور (اسی کی)	اُعْبُدُوْا ۔ عبادت کرو	

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ نجم ع۲۷

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی ۝ — توکیا آپ نے دیکھا جو پھر گیا۔

وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَكْدٰی ۝ — اور کچھ تھوڑا سا دیا اور روک رکھا۔

(اَفَرَءَیْتَ) توکیا آپ نے نہیں دیکھا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الذی تولی جو پھر گیا ای عن اتباع الحق والثبات علیہ یعنی جس شخص نے حق کی پیروی سے منہ پھیرا اور اس پر جمنے سے روگردانی کی۔ مجاہد اور ابن زید نے کہا یہ آیت ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ولید ابتدا میں قبولِ حق پر آمادہ ہو گیا تھا مگر کفار کے شرم دلانے پر پھر گیا اور مشرک ہی مرا (العیاذ باللہ تعالیٰ)

(وَاَعْطٰی قَلِیْلًا) اور کچھ تھوڑا سا دیا۔

مجاہد نے کہا یہ ولید بن مغیرہ کے حق میں اترا، وہ مائل بہ اسلام ہوا۔ اور حضور علیہ السلام کو اس کے اتباع کی توقع ہوئی تو مشرکوں نے اسے شرم دلائی کہ باپ دادا کا دین چھوڑ کر انہیں گمراہ کہتے ہو۔ ولید نے کہا مجھے خوف

عذاب ہے۔ تو ایک مشرک بولا اگر تم باپ دادا کے دین پر (شرک پر) لوٹ جاؤ۔ تو تم اتنا مال دو اور رہا خوف عذاب تو میں تمہاری جگہ اس کے لیے تیار ہوں چنانچہ ولید پھر گیا اور اس نے حسب وعدہ مال سے کچھ دیا۔ اور باقی روک لیا۔ محمد ابن کعب کے نزدیک اس شخص سے مراد ابوجہل لعین، سدی کے نزدیک عاص بن وائل سہمی اور ضحاک کے نزدیک نضر بن حارث ہے جو مرتد ہو گیا تھا (واکدی) اور روک رکھا، حائل ہونے والی سخت شے کو جریت کہتے ہیں مطلب یہ ہے۔ ولید نے اقرار کے باوصف کچھ دیا اور باقی روک رکھا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی قدر حق کا اقرار کرنے کے باوجود ایمان نہ لایا۔ قدرے حق کو مانا اور پھر قبول حق سے رک گیا۔ یا کھسک گیا۔

(اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى) کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ دیکھ رہا ہے

(اَعِنْدَهٗ) کیا اس کے پاس، (أ) استفہام انکاری ہے اور (هٗ) کی ضمیر الذی تولی کی طرف راجع ہے۔ کیا اس کے پاس یعنی ولید بن مغیرہ کے پاس (علم الغیب) علم بالامور الغیبیۃ یعنی کسی صحیح ذریعہ سے پوشیدہ امور کا علم یعنی علم غیب ہے۔

(فھو یری) فا سببی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ولید کے پاس کسی صحیح ذریعہ سے علم غیب ہے جس کی بناء پر اسے معلوم ہو گیا ہے کہ اگر میں اس شخص کو جس نے اس کے عذاب کا بوجھ اٹھانے کا وعدہ کیا تھا۔ بشرطیکہ وہ اسے اس قدر مال دے تو کیا کچھ مال دینے سے وہ شخص اس کے کفر و شرک کا بار اٹھا لے گا،

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝ یا اس کو اس کی خبر نہ آئی جو صحیفوں میں ہے۔
وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰى ۝ موسیٰ کے اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجا لایا۔

(اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ) یا اسے اس کی خبر نہ آئی اى بل الم یخبر یعنی کیا اسے خبر نہ ہوئی۔
(بما صحف موسیٰ) جو صحیفوں میں ہے موسیٰ کے وهى التوراة اور اس سے مراد تورات ہے۔
(وَ اِبْرٰهِيْمَ) اور ابراہیم کے (وبما فی صحف ابراھیم التی نزلت علیه) اور جو کچھ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ میں ہے جو آپ پر اتارا گیا۔

(الذی وفی) جو احکام پورے بجا لایا، ای وفر واتم ما امر به، او بالغ فی الوفاء بما عاهد علیه الله تعالیٰ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے پوری پوری بجا آوری کی جس چیز کا بھی وہ حکم دیے گئے۔ یا اللہ نے ان سے جس چیز کا بھی وعدہ لیا انہوں نے اس کی مکمل تعمیل کی صحف موسیٰ علیہ السلام یعنی تورات کا صحف ابراہیم علیہ السلام پر تقدم شہرت کی کثرت کی بنا پر ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیل احکام میں منتہائے کمال پر تھے۔ بیٹے کی قربانی، آتش نمرود میں استقامت وغیرہ اس کی نظیریں ہیں۔

أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ ۝ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔

(أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ) والمعنى انه لا يؤاخذ أحد بذنب غيره ليتخلص الثاني عن عقابه ولا يصرح في ذلك قوله صلى الله عليه وسلم من سن سنة سيئة فعليه وزرها ووزر من عمل بها الى يوم القيامة۔

اور مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا تاکہ دوسرے کو اس کی سزا سے خلاصی ہو۔ اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مخالف نہیں ہے کہ جس شخص نے کوئی برا طریقہ قائم کیا تو اس پر اس کا بوجھ ہوگا اور قیامت تک ان لوگوں کا بھی بوجھ اسی پر ہوگا۔ جنھوں نے اس برے طریقہ پر عمل کیا۔ اس ارشاد کا مخالف نہ ہونا اس لیے کہ موجد بدعت سیئہ پر تو گناہ کا بوجھ ویسے ہی ہو شخص اس بدعت سیئہ پر عمل کرے گا اس کا بوجھ گناہ پر عمل کے باعث موجد پر بھی ہوگا اور عامل بھی۔ اور عامل اس عذر پر خلاصی نہیں پائے گا کہ اسے بدعت سیئہ کے بارے میں علم نہ تھا کیونکہ برائی واضح اور روشن ہے۔ اور جس عمل کو صالحین برا جانے تو وہ برا ہی ہے۔ اگرچہ عامل اسے ایسا نہ سمجھے۔ بہر حال گناہ۔ گناہ ہی ہے۔ اور عامل اس سے بری کیونکر ہو سکتا ہے اور یونہی شرع کے عالموں اور پرہیزگاروں کا لوگوں سے برائی کو نہ روکنا بھی گناہ ہے۔ جو ان پر عذاب کے لیے کافی بات ہے۔ یعنی مجرم دیکھو کار سبھی برائی اور برائی سے منع نہ کرنے کی وجہ سے ماخوذ ہوں گے۔ اس آیت میں اس مشرک کے قول کا ابطال ہے جس نے ولید بن مغیرہ سے حمل عذاب کا وعدہ لیا تھا۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ میت پر گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ خاصا اختلافی ہے۔ اور اس آیت کے منافی ہے لیکن حدیث عائشہ صدیقہ میں میت پر اہل خانہ کے رونے سے عذاب کی نفی ہے اور عذاب کی کافر کے ساتھ تخصیص ہے۔ تاہم حق یہ ہے کہ آیت کا حکم عام ہے اور اس میں تخصیص نہیں۔ اور ابن جریر نے کہا ہے کہ اہل خانہ کے پکار سے میت کو دکھ یا تکلیف ہوتی ہے نہ کہ عذاب اور اکثر علماء نے اسی بات کی تحسین کی ہے۔ اور بعض نے کہا اس میت پر عذاب ہوگا جس نے اہل خانہ کو پکار سے منع نہ کیا ہوگا۔ یا رونے کو کہا ہوگا تو یہ عذاب اس کے کہنے یا نہ روکنے کی وجہ سے ہوگا لیکن ہمارے نزدیک ابن جریر کی تاویل پسندیدہ ہے

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝ اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش

بيان لعدم اثابة الانسان بعمل غيره اثر بيان عدم مواخذته بذنب غيره وفعله اس میں بیان ہے کہ کسی شخص کو بھی دوسرے کے عمل کا ثواب نہیں ملے گا اور یونہی کسی دوسرے

لیے گناہ یا فعل کا اس سے مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ للانسان میں لام علی کے معنی یہ ہے جس سے مطلب یہ نکلتا ہے کہ انسان کو صرف اس کی برائی ہی تکلیف دے گی۔ اور یہ مفہوم گذشتہ آیت کے موافق اور نظم کلام کے مطابق ہے۔

البتہ اشکال یہ ہے کہ دوسروں کے اچھے عمل کا ثواب بھی بندے کو مل سکتا ہے یا مرنے کے بعد پہنچ سکتا ہے یا نہیں، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور جمہور علماء سلف وخلف کا اس امر پر اجماع ہے کہ دوسروں کے اچھے عمل کا ثواب انسان کو پہنچتا ہے۔ جب کہ امام شافعی کے نزدیک نہیں پہنچتا اور ان کی دلیل یہی آیت ہے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے رجوع کر لیا تھا کہ پہنچتا ہے جیسا کہ اکثر شوافع قائل ہیں۔ اور علامہ سیوطی تو اس کے بڑے مؤید ہیں۔ حق یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے۔ اور یہ حکم صحف موسیٰ و ابراہیم میں تھا۔ مگر امت سرور دو عالم کے لیے منسوخ ہو گیا اور کثرت سے احادیث صحیحہ اس امر کی مؤید ہیں کہ دوسروں کے اعمال صالحہ کا ثواب انسان کو پہنچتا ہے جیسے نفع بخش علم، صدقہ جاریہ، اولاد صالحہ کی دعائیں یا اہل ایمان کی مغفرت کی دعائیں، یونہی حج بدل، تلاوت قرآن، نماز، خیرات وغیرہ کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ اور یہ سب صرف اہل ایمان کے لیے ہے اور ایمان اس شخص کا اپنا فعل اور اعمال صالحہ اس کے تابع ہیں۔ لہٰذا دوسروں کی نیکی اس شخص کے ایمان کے تتبع میں ہے تو کیونکر نفع نہ پہنچے، امام عزالدین عبدالسلام شافعی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ قائل نہ تھے مرنے کے بعد لوگوں سے کہا (خواب میں بیان کیا) کہ ہم قائل نہ تھے لیکن یہاں برزخ میں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ پہنچتا ہے۔ ورنہ درود شریف کا پڑھنا اور نماز جنازہ کا پڑھنا جائز نہ ہوتا۔ حالانکہ درود شریف واجب اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور بعض نے دونوں کو فرض کہا۔ اگرچہ ایک دفعہ درود کا پڑھنا یا چند لوگوں کا نماز جنازہ پڑھنا ہی کفایت کرتا ہے۔ لیکن درود کی کثرت واجب ہے۔ تاہم درود کا ایک دفعہ پڑھنا فرض ہے۔

وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ اور یہ کہ اس کی کوشش جلد ہی جلد دیکھی جائے گی۔

ای یعرض علیه ویکشف له یوم القیامه فی صحیفته و میزانه من أریته الشئ و فی البحر یراه حاضروا القیامة ویطلعون علیه تشریفاً للمحسن وتوبیخاً للمسیٔ۔

آلوسی کہتے ہیں کہ اس کی کمائی اس پر پیش کی جائے گی۔ اور قیامت کے دن اس پر کھولی جائے گی اس کے دفتر میں اور اس کے ترازو جو کچھ بھی دیکھنا ہو۔ اور بحر میں ہے کہ وہ اپنی کوشش کو قیامت کے دن موجود دیکھ لے گا۔ اور محسن کے لیے بطور اعزاز کے اس کی اطلاع ہو گی۔ اور گناہگار کے لیے بطور سزا کے دیکھنا ہو گا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تو مومن آخرت میں اپنی کمائی کو سامنے دیکھے گا رہا کافر تو اس کی نیکیوں کا بدلہ

دنیا میں ہو چکا آخرت میں اُس کے لیے بجز ہلاکت کے کچھ نہیں اور وہ کیا دیکھے گا سوائے عذاب کے اور یہ سب کچھ اُس کے شرک و کفر کا نتیجہ ہوگا۔ اور اگر یہ مطلب لیا جائے کہ ہر شخص کو خواہ کافر ہو یا مومن اُس کی کمائی دکھا دی جائے گی۔ یعنی جو کچھ کیا ہے۔ وہی کچھ پائے گا تو بھی منافی نہیں۔ اور کافر کو دکھانا حسرت اور شدت عذاب کے لیے ہوگا۔ واللہ اعلم یُریٰ فعل مجہول ہے اور فاعل محذوف ہے تو یہ دلالت کرتا ہے کہ اللہ جلد ہی ہر شخص کا کیا دھرا سامنے لائے گا تاکہ محسن مومن کو بہتر بدلہ و انعام دے اور کافر و فاجر کو زجر و توبیخ کرے اور سزا دے، اور یہ آخرت میں ہوگا اور حقیقت حال روشن ہو جائے گی۔

ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ پھر اُس کا بھرپور بدلا دیا جائے گا۔

(ثُمَّ يُجْزٰىهُ) ای یجزی الانسان سعیہ یعنی انسان کو اُس کے کیے ہوئے کا بدلہ دیا جائے گا۔

(الجزآء الاوفٰی) پورا پورا بدلہ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ انسان کو اُس کے اعمال و کوشش کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝ اور یہ کہ تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔

اَی اَنَّ انتہاءَ الخلقِ ورجوعَھم الیہ تعالٰی لا الٰی غیرہٖ سبحانہٗ استقلالاً ولا اشتراکاً یعنی مخلوق کی انتہا اور اُس کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ نہ کہ اُس کی ذات پاک کے غیر کی طرف۔ نہ استقلالی طور پر اور نہ ہی اشتراک کے طور پر، اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ اَنَّہٗ عزوجل منتہی الافکار بے شک ذات پاک تک تمام افکار کی انتہا ہے یعنی سب افکار اُس تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور ان کی رفتار وہاں ختم ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں (ذات و صفات الٰہیہ) غور کر رہے تھے، تو فرمایا مخلوق میں غور و فکر کرو اور خالق میں غور و فکر نہ کرو کیونکہ تم اُس کی قدرت نہیں رکھتے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی مخلوق (پیدائش) میں غور و فکر کرو اور اللہ (ذات و صفات الٰہیہ) میں غور و خوض نہ کرو کہ کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ۔ انسان کی سوچ، غور و فکر، محدود و متناہی ہے وہ لامحدود عظمتوں والے رب کا احاطہ کیسے کر سکتا ہے۔ اس لیے کہا گیا کہ وہ ذات کہ برتر از وہم، گمان، قیاس و عقل، شان ذوالجلال ماوراء الورٰی ثم ماوراء الورٰی ہے اور اس کی عظمتوں قدرتوں کی انتہا نہیں۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۝ اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا اور رلایا

وقال الطیبی: المراد خلق السرور والحزن او ما یسرّ و یحزن من الاعمال الصالحۃ والطالحۃ۔

اور طیبی نے کہا کہ اس سے مراد خوشی اور غم کی تخلیق ہے یا نیک اعمال سے جو خوشی ہوتی ہے یا

بُرے اعمال سے جو غم ہوتا ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ اللہ ہی ہے جو جنت میں جنتی لوگوں کو مسرور کرے گا اور کفار کو جہنم میں لائے گا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کا بھی خالق ہے اور خوشی غمی بھی اُس کی ہی پیدا کی ہوئی ہے۔ لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ لا یرضیٰ لعبادہ الکفر کہ اللہ بندے کے کفر سے راضی نہیں یعنی بندے کے اعمال صالحہ تو اللہ کے فضل و توفیق سے ہیں اور حصولِ رضا کا ذریعہ ہیں اور رہے۔ بُرے اعمال تو وہ بندے کے اپنی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں۔ اور سب کا قصور، اللہ نہ بُرائی کا حکم دیتا ہے اور نہ بندے کی برائی سے راضی لہٰذا بندے کی برائی اُس کا اپنا کسب اور خدا کی ناراضگی کا باعث ہے اور اسی لیے اس پر عقوبت و شدت و غضب ہے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَاهُ اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے۔

یعنی دنیا میں موت دی اور آخرت میں زندگی عطا فرمائی، اور یہ بھی کہا گیا کہ اباو اجداد کو وفات دی اور ان کی اولاد کو حیات بخشی اور ایک قول ہے کہ کفار کو موت سے ہلاک کیا اور اہل ایمان کو ایمان کے ساتھ زندگی عطا کی اور موت و حیات پر خدا کے سوا کسی کو قدرت حاصل نہیں وہی مارتا ہے وہی زندگی بخشتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد بھی یہی نقل ہوا رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے۔ اور مارتا ہے۔

اور ہنسنے اور رونے میں ایک تعلق بھی ہے۔ بلاشبہ موت کے بعد رونا تعاقب کرتا ہے۔ اور غالب آتا ہے اور پیدائش کے وقت لوگوں کو خوشی ہوتی ہے۔ یعنی جب انسان کو موت آتی ہے تو لوگ روتے ہیں۔ اور جو کسی کی ولادت ہوتی ہے تو وہ روتا ہے۔ اور لوگ خوش ہوتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے۔

ولدتك امك يا ابن ادم باكيا
والناس حولك يضحكون سرورا

فاجهد لنفسك ان تكون اذا بكوا
في يوم موتك ضاحكا مسرورا

اے ابن آدم تجھے تیری ماں نے جنا تو تو روتا تھا اور لوگ تیرے ارد گرد خوشی سے ہنستے تھے۔ تو اپنے نفس کے ساتھ خوب بھلائی کر جب تیری موت کا دن ہو تو لوگ روتے ہوں اور تو خوشی سے ہنستا ہو سعدی نے اسی کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔

وقت زادن تو ہمہ خنداں بودند تو گریاں
وقت مردن تو ہمہ گریاں تو خنداں

اقبال کہتے ہیں۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم چو مرگ آید تبسم برلب اوست

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝ — اور یہ کہ اُسی نے دو جوڑے بنائے نر اور مادہ نطفے سے جب ڈالا جائے۔

وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ۝ — اور یہ کہ اُسی کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا۔

اللہ تعالیٰ ہی نوعِ انسان سے اور حیوانات وغیرہ سے نر اور مادہ پیدا فرماتا ہے۔ یعنی جب رحم میں قطرۂ منی ڈالا جاتا ہے تو اللہ ہی اُس سے مذکر و مؤنث پیدا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔ علیہ میں علیٰ وجوب پر دال ہے۔ لیکن اہلِ سنت کا مذہب ہے کہ اللہ پر کوئی امر واجب نہیں لہٰذا یہاں علیٰ سے مراد دوبارہ پیدائش پر زور دینا اور مؤکد کرنا ہے یعنی نر ہوں یا مادہ قیامت کے روز دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ اور یہ امر وعدہ الٰہی ہے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۝ — اور یہ کہ اُسی نے غنا دی اور قناعت دی

(اغنٰی) قاموس میں ہے تغنّٰی یعنی اپنے اخراجات پورے کر لے، اور جو بچا وہ اکٹھا کر لیا اقنٰی اغنٰی ہی کے معنوں میں ہے، واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ ہی دولت مند بناتا ہے۔ اور وسعت و کشادگی عطا فرماتا ہے۔ بعض نے اقنٰی کا ترجمہ محتاج کیا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ ہی مالدار بناتا ہے۔ اور وہی کم دیتا ہے یا محتاج کرتا ہے۔ قتادہ نے کہا اقنٰی سے مراد مذمت گار عطا کرتا ہے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ۝ — اور یہ کہ وہی رب ہے شعریٰ کا

شعریٰ ایک ستارے کا نام ہے جیٔ (الشعریٰ) العبور بفتح العین یہ شعریٰ عبور ہے عین کی زبر کے ساتھ، شعریٰ دو ستاروں کا مجموعہ ہے ان میں ایک کو عبور کہتے ہیں، جب کہ دوسرے کو غمیص اور یہاں شعریٰ سے مراد عبور ستارہ ہے جو آسمان کے برج جوزار کے پیچھے طلوع ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں مشرک و کفار اس کی بندگی کرتے تھے۔ آیت میں رب الشعریٰ سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ ستاروں کا رب ہے کیونکہ ستارے رب کی پیدائش ہیں اور مخلوق شے عبادت کے لائق کیونکر ہو سکتی ہے۔ بعض نے کہا صحفِ ابراہیم میں اس کے تذکرہ کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ لوگ اسے پوجتے تھے۔ جب شعریٰ کا رب بھی اللہ ہی ہے تو اسی ہی کی عبادت لازمی ہے نہ کہ شعریٰ کی۔

وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا ِۨالْاُوْلٰى ۝ — اور یہ کہ اُسی نے پہلی عاد کو ہلاک کیا۔

عاد اولیٰ سے مراد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ لوگ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ اور یہ قوم نوح کے بعد سب سے پہلی قوم ہے جو ہلاک ہوئی۔ طبری نے کہا ہے، کہ یہ لوگ اولیٰ کے ساتھ موصوف مذکور ہوئے ہیں اور یہ قبائل عرب میں سے ایک دوسرا قبیلہ عاد نامی تھا اور

یہ قبیلہ مکہ میں عمالیقیوں کے ساتھ رہتا تھا اور یہ لوگ بنو تمیم بن مرال تھے مبرد نے کہا ہے۔ عاد الاخریٰ سے مراد ثمود ہیں اور یہ بھی منقول ہے کہ یہ لوگ جباروں تھے (سمت تنده غوالکثر تھے) اور ایک قول ہے عاد الاخریٰ عاد الاولیٰ کی اولاد ہیں اور صاحب کشاف نے کہا ہے کہ اس سے مراد قوم ہود ہے اور الاخریٰ سے مراد ارم، یہ لوگ باد صرصر سے ہلاک کیے گئے۔

وَثَمُودَ فَمَا أَبْقَىٰ ○ اور ثمود کو تو باقی نہ چھوڑا

ثمود عاد الاخریٰ تھے۔ اور یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی جو ہولناک آواز (چیخ) سے ہلاک کئے گئے۔

مَا أَبْقَىٰ مِنْهُمْ أَحَدًا تو ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا یعنی سب کے سب ہلاک کیے گئے۔

وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ○ اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو بے شک وہ ان سے بھی ظالم اور سرکش تھے۔

نوح علیہ السلام آدم ثانی تھے۔ ان کی قوم پہلی قوم ہے۔ جو سرکشی اور ظلم و بغاوت میں حد سے بڑھی ہوئی تھی وہ غرق کئے گئے۔ اس آیت میں ان کی سرکشی و شرارت کی شدت کا بطور خاص تذکرہ ہے۔ کہ وہ ظلم و کفر، طغیان میں قوم عاد و ثمود سے بھی بڑھے ہوئے تھے ان پر طوفان آیا اور چالیس روز مسلسل بارش برسی کہ اونچی نیچی جگہیں برابر ہو گئیں۔ سب طوفان میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے۔ اور بعض نے کہا کہ "انھم" میں ضمیر عاد، ثمود اور قوم نوح تینوں کی طرف عود کرتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سبھی اقوام ظلم و سرکشی میں قریش سے کہیں بڑھ کر تھیں۔ جب وہ ہلاک و برباد ہوئے تو یہ اسی راہ پر چل کر کیونکر بچ سکتے ہیں۔ اس میں حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جمعیت خاطر مقصود ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ○ اور الٹنے والی بستی کو نیچے گرایا۔

فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ○ تو اس پر چھایا جو کچھ چھایا۔

(والمؤتفكة) هي قرى قوم لوط سميت بذلك لانها ائتفكت باهلها اي انقلبت بهم

یہ قوم لوط کی بستیاں ہیں۔ وہ اسی نام سے موسوم ہیں۔ کیونکہ وہ بسنے والوں کے ساتھ بلندی سے الٹا گرائے گئے یا ان کے ساتھ الٹ پلٹ کئے گئے۔ (اھوی) جبرائیل علیہ السلام نے ان بستیوں کو پر پر اٹھا کر آسمان تک لے گئے اور الٹ دیا۔

(فغشها ما غشى) ما کا ابہام شدت ہلاکت اور ہیبت عذاب پر دلالت کرتا ہے۔ اور تکثیر و

مبالغہ کے لیئے ہے، غَشّٰی یعنی نشان زدہ پتھر برسائے ہر پتھر پر ہلاک ہونے والا کا نام لکھا تھا۔ یہ لوگ لڑکوں کے ساتھ بدفعلی میں مبتلا تھے۔ اور نہایت بے حیا، بے باک، سرکش تھے۔ شہوتوں میں غایت درجہ بدمست تھے۔ ان کی پانچ بستیاں تھیں، عورتوں کی طرف رغبت نہیں کرتے تھے اور اغلام بازی میں اندھے ہو چکے تھے ان پر عذاب آیا۔ اور جبرائیل علیہ السلام نے بحکم الہی انہیں اُٹھا کر اوندھا ڈال دیا۔ اور زیر و زبر کر دیا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکَ — تو اے سننے والے اپنے رب کی کونسی نعمتوں میں شک کرے گا۔

فلمتا دانی کا معنی ہے تو شک کرے گا۔ یہ خطاب عام ہے مطلب ہے کہ کسی کو پروردگار کی واضح نعمتوں میں شک و شبہ کرنا زیب نہیں دیتا اور بعض نے کہا اس سے مراد خاص کفار یا ولید بن مغیرہ ہے یہ لوگ آیات الہی کو جھٹلاتے تھے تو واضح مفہوم یہ ہی ہے کہ اے سننے والے (جو کوئی بھی ہو) تو اللہ کی کس کس نعمت کو جھٹلائے گا اور اس کی قدرت میں شک کرے گا۔

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۝ — یہ ایک ڈر سنانے والے ہیں اگلے ڈرانے والوں کی طرح

آلوسی کہتے ہیں۔ الاشارة الى القرآن وقال ابو مالك الى الاخبار عن الامم او الاشارة الى الرسول الله صلى الله عليه وسلم۔

اس میں قرآن کی طرف اشارہ ہے۔ اور ابو مالک نے کہا کہ گذشتہ امتوں کی خبریں مراد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔

اور هذا نذیر من سے مراد نذر الاولی کی جنس ہے، واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ قرآن پاک پچھلی کتابوں کی طرح تنبیہہ و حجت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ رسولوں کی جنس میں سے ہیں۔ یعنی ان کی طرح یہ بھی ایک رسول اور ڈر سنانے والے ہیں۔ نذیر یہاں بطور مصدر اور وصف کے آیا ہے۔ لہذا قرآن یا رسول کی تنبیہہ اسی نہج پر ہے جیسا کہ رسولوں کا طریقہ رہا یا سابقہ کتب و صحائف میں جس طرح سے حجت بیان ہوئی

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۝ — قریب آئی پاس آنے والی اللہ کے سوا اس کا کوئی کھولنے والا نہیں۔

(ازفت الازفة) اى قربت الساعة الموصوفة بالقرب یعنی وہ جلد آنے والی گھڑی پاس آگئی۔ یعنی قیامت کی گھڑی نزدیک ہو گئی۔ اور یہاں قرب بطور وصف مذکور ہوا ہے جو مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی بہت قریب ہو گئی۔

(لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) ای غیر اللہ تعالیٰ اولا اللہ عز وجل
یعنی اللہ کے سوا کوئی نہیں ظاہر کر سکتا۔

(کاشفۃ) نفس قادرۃ علی کشفھا اذ وقعت لکنہ سبحانہ لا یکشفھا،
ذات الٰہی ہی اُس کے کھولنے پر قادر ہے۔ جب وہ واقعہ ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اُسے نہیں ہٹائے گا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کا وقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اور اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور قیامت کی گھڑی قریب آگئی ہے۔ اور اللہ اُس کے مقررہ وقت پر اسے ظاہر فرمائے گا۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مطلب ہے کہ اہل ایمان پر قیامت کی شدت بجز اللہ کے سوا کوئی ہٹانے والا نہیں۔ اس میں کفار کو زجر و تنبیہ ہے۔

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ہ	توکیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو۔
وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ہ	اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔
وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ہ	اور تم کھیل میں پڑے ہو۔

(اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ) ای القرآن یعنی قرآن حکیم
(تَعْجَبُوْنَ) انکاراً یعنی انکار کرتے ہو۔

(افمن) میں استفہام انکاری ہے اور تنبیہ کے لیے ہے، واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا تم لوگ اس کتاب کریم کا انکار کرتے ہو اور سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔

(وَتَضْحَكُوْنَ) اِستھزاءً مع کونہ ابعد شیٔ من ذلک یعنی قرآن حکیم کے وعدہ وعید کو سن کر اس کے بعد بھی ہنسی اُڑاتے ہو۔ اور ہدایت سے دور ہوتے ہو۔

(وَلَا تَبْكُوْنَ) حزناً علی ما فرطتم فی شانہ وخوفاً من ان یحیق بکم ما حاق بالامم المذکورۃ۔

اور تم اس پر غم نہیں کرتے جو تم سے اُس کے بارے میں (قرآن حکیم) تقصیر ہوئی اور خوف نہیں کھاتے اس سے کہیں تمہیں پر بھی وہی نہ الٹ پڑے جو گذشتہ امتوں کیساتھ پیش آیا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اے گروہ کفار کیا تم قرآن حکیم کی اخبار غیوب، مواعید کو سن کر بھی ہوش کے ناخن نہیں لیتے اور ہنسی اُڑانے میں مشغول ہو کیا تم کو اس امر کا کوئی خوف نہیں کہ کہیں تمہیں بھی اسی طرح کا عذاب نہ گھیر لے جس طرح کہ گذری ہوئی اُمتوں پر مسلط ہوا۔ وہ بھی تمہاری طرح ہدایت سے روگردانی کرتے سرکشی

دکھاتے پھبتیاں کستے اور رسولوں کو جھٹلاتے۔ چاہیے تو یہ کہ تمہیں اپنی روش پر افسوس ہوتا اور تم ڈر جاتے اور اللہ کی طرف رجوع کرتے اور درد دل کے ساتھ روتے۔ اور اپنے گناہوں پر شرمسار ہوتے مگر تم اس کے برعکس غفلت میں پڑے اکڑ رہے ہو۔

(وَأَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ) ای لاھون یعنی کھیل میں پڑے ہو۔

امام راغب نے کہا ہے۔ السامد اللاھی الرافع رأسہ سامد سے مراد کھیل میں پڑنے والا اور سر اٹھا کر چلنے والا ہے۔ ھزیلہ بنت بکر کا شعر ہے۔ جو اس نے قوم عاد کے مرثیہ میں کہا اور جسے ابن عباسؓ نے نافع بن الازرق کے جواب میں روایت کیا ہے

لیت (عاداً) قبلوا الحق ولم یبدوا جحودا

قیل قم فانظر الیہم ثم دع عنک السمودا

کاش عاد حق کو قبول کر لیتے اور وہ ہرگز روگردانی (سرکشی) نہ کرتے۔ کہا گیا، ٹھہر ذرا ان کو دیکھ۔ پھر ان کو چھوڑ سر اٹھا کر چلنے والے (متکبر)

واضح مفہوم یہ ہے کہ اے گروہ کفار تم غفلت میں پڑے ہو اور مواعید قرآن کے سلسلہ میں تمہارا طرز عمل کھلنڈروں کا سا ہے یا تم متکبر بنے ہوئے اور تم حقیقت حال سے بے خبر ہو یا تم اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہو اور تم کو معلوم نہیں کہ کیا پیش آنے والا ہے۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۞ تو اللہ کے لیے سجدہ اور اس کی بندگی کرو۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اسی کے حضور سجدہ ریز ہو جس نے قرآن حکیم اتارا اور رسول معظم کو مبعوث فرمایا، اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے نہ لائق نہ مستحق ہے۔ یہ آیت سجدہ ہے۔ جس سے واضح ہے کہ اللہ کے وعدۂ ثواب اور وعید عذاب پر اعتماد کرتے ہوئے خالص اسی کے حضور جھک جاؤ۔ اور اطاعت بجالاؤ۔ اکثر اہل علم کے نزدیک حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس آیت پر سجدہ کیا۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ سب سے پہلے اوّل سورت جس میں سجدہ ہے نازل ہوئی وہ سورۃ النجم ہے۔ اور آپ نے اور آپ کے ساتھ تمام لوگوں (مومن وکافر سبھی نے) سجدہ کیا۔ سوائے ایک شخص کے اور وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔ حدیث زید بن ثابت میں ہے کہ آپ کے سامنے والنجم پڑھی گئی۔ اور آپ نے سجدہ نہ کیا۔ اس سے بعض سجدۂ تلاوت کو سنت قرار دیتے ہیں جب کہ جمہور کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب ہے۔

سورۃ القمر مکیۃ

اس سورہ میں تین رکوع پچپن آیات اور تین سو بیالیس کلمے اور ایک ہزار چار سو تیئس حرف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ القمر پ۲۷

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ
پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند

وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ
اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ
اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ
اور بے شک ان کے پاس وہ خبریں آئیں جن میں کافی روک تھی۔

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ
انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت پھر کیا کام دیں ڈر سنانے والے۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ
تو تم ان سے منہ پھیر لو جس دن بلانے والا ایک سخت بے پہچانی بات کی طرف بلائے گا۔

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ
نیچی آنکھیں کئے ہوئے قبروں سے نکلیں گے گویا وہ ٹڈی ہیں پھیلی ہوئی۔

مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ
بلانے والے کی طرف لپکتے ہوئے کافر کہیں گے یہ دن سخت ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ ۝

ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو ہمارے بندے کو جھوٹا بتایا اور بولے وہ مجنون ہے اور اسے جھڑکا۔

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝

تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے۔

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَاۗءِ بِمَاۗءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝

تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیے زور کے بہتے پانی سے۔

وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَاۗءُ عَلٰٓي اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝

اور زمین چشمے کرکے بہادی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی۔

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰي ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝

اور ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی کشتی پر۔

تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَاۗءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝

کہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

اور ہم نے اسے نشانی چھوڑا تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝

تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان کردیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝

عاد نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرے ڈر دلانے کے فرمان۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝

بیشک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی ایسے دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی۔

تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝

لوگوں کو یوں دے مارتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے ڈنڈ ہیں۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ○ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○

تو کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔ اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

حل لغات رکوع اول سورۃ القمر پ۲۷

اِقْتَرَبَتْ۔ قریب آئی — اَلسَّاعَةُ۔ قیامت — وَ۔ اور — اِنْشَقَّ۔ پھٹ گیا
اَلْقَمَرُ۔ چاند — وَ۔ اور — اِنْ۔ اگر — يَّرَوْا۔ دیکھیں
اٰيَةً۔ کوئی نشانی — يُعْرِضُوْا۔ تو منہ پھیریں — وَ۔ اور — يَقُوْلُوْا۔ کہیں
سِحْرٌ۔ جادو ہے — مُّسْتَمِرٌّ۔ چلا آتا — وَ۔ اور — لَقَدْ۔ بیشک
جَآءَ۔ آئیں — هُمْ۔ ان کے پاس — مِنَ الْاَنْبَآءِ۔ خبریں — مَا۔ جو
فِيْهِ۔ ان میں — مُزْدَجَرٌ۔ تنبیہ تھی — حِكْمَةٌ۔ حکمت تھی — بَالِغَةٌ۔ انتہا درجہ کی
فَمَا۔ پھر نہیں — تُغْنِ۔ کام — النُّذُرُ۔ ڈرانے والے — فَتَوَلَّ۔ تو منہ پھیر
عَنْهُمْ۔ ان سے — يَوْمَ۔ جس دن — يَدْعُ۔ پکاریگا — الدَّاعِ۔ پکارنے والا
اِلٰى۔ طرف — شَيْءٍ۔ چیز — نُّكُرٍ۔ ناپہچان کی — خُشَّعًا۔ جھکی ہونگی
اَبْصَارُ۔ آنکھیں — هُمْ۔ ان کی — يَخْرُجُوْنَ۔ نکلیں گے — مِنَ الْاَجْدَاثِ۔ قبروں سے
كَاَنَّهُمْ۔ گویا کہ وہ — جَرَادٌ۔ ٹڈی ہیں — مُّنْتَشِرٌ۔ پھیلی ہوئی — مُّهْطِعِيْنَ۔ دوڑتے ہونگے
اِلَى۔ طرف — الدَّاعِ۔ پکارنے والے کی — يَقُوْلُ۔ کہیں گے — الْكٰفِرُوْنَ۔ کافر
هٰذَا۔ یہ — يَوْمٌ۔ دن — عَسِرٌ۔ مشکل ہے — كَذَّبَتْ۔ جھٹلایا
قَبْلَهُمْ۔ ان سے پہلے — قَوْمُ۔ قوم — نُوْحٍ۔ نوح نے۔ — فَكَذَّبُوْا۔ تو جھٹلایا انہوں نے
عَبْدَ۔ بندے — نَا۔ ہمارے کو — وَ۔ اور — قَالُوْا۔ کہا
مَجْنُوْنٌ۔ دیوانہ ہے — وَ۔ اور — ازْدُجِرَ۔ جھڑک دیا گیا — فَدَعَا۔ تو پکارا اس نے
رَبَّهٗ۔ اپنے رب کو — اَنِّيْ۔ بیشک میں — مَغْلُوْبٌ۔ مغلوب ہوں — فَانْتَصِرْ۔ سو تو بدلہ لے
فَفَتَحْنَآ۔ تو ہم نے کھول دیئے — اَبْوَابَ۔ دروازے — السَّمَآءِ۔ آسمان کے — بِمَآءٍ۔ ساتھ پانی
مُّنْهَمِرٍ۔ گرنے والے کے — وَ۔ اور — فَجَّرْنَا۔ پھاڑا ہم نے — الْاَرْضَ۔ زمین کو

عُیُوْنًا۔ چشموں ہیں | فَالْتَقَی۔ تو مل گیا | الْمَآءُ۔ پانی | عَلٰی۔ اوپر
اَمْرٍ۔ مقدار کے | قَدْ۔ کہ جو | قُدِرَ۔ مقدر تھی | وَ۔ اور
حَمَلْنٰهُ۔ اٹھایا ہم نے اسکو عَلٰی۔ اوپر | ذَاتِ اَلْوَاحٍ۔ تختوں والی (کشتی)
وَ۔ اور | دُسُرٍ۔ میخوں والی کے | تَجْرِیْ۔ چلتی تھی | بِاَعْیُنِنَا۔ ہماری نگرانی میں
جَزَآءً۔ بدلہ تھا | لِمَنْ۔ اس کا | کَانَ۔ کہ جس کا | کُفِرَ۔ انکار کیا گیا
وَ۔ اور | لَقَدْ۔ بیشک | تَرَکْنٰهَا۔ چھوڑا ہم نے اسکو | اٰیَةً۔ نشانی
فَهَلْ۔ تو کیا | مِنْ۔ ہے کوئی | مُدَّکِرٍ۔ نصیحت لینے والا | فَکَیْفَ۔ تو کیسا ہوا
کَانَ۔ ہوا | عَذَابِیْ۔ میرا عذاب | وَ۔ اور | نُذُرِ۔ میرا ڈرانا
وَ۔ اور | لَقَدْ۔ بیشک | یَسَّرْ۔ آسان کیا | نَا۔ ہم نے
الْقُرْاٰنَ۔ قرآن | لِلذِّکْرِ۔ نصیحت کے لیے | فَهَلْ۔ تو کیا | مِنْ۔ ہے کوئی
مُدَّکِرٍ۔ نصیحت لینے والا | کَذَّبَتْ۔ جھٹلایا | عَادٌ۔ عاد نے | فَکَیْفَ۔ تو کیسا ہوا
کَانَ۔ ہوا | عَذَابِیْ۔ میرا عذاب | وَ۔ اور | نُذُرِ۔ میرا ڈرانا
اِنَّا۔ بیشک | اَرْسَلْنَا۔ بھیجی ہم نے | عَلَیْهِمْ۔ ان پر | رِیْحًا۔ ہوا
صَرْصَرًا۔ تیز آندھی | فِیْ۔ بیچ | یَوْمِ۔ دن | نَحْسٍ۔ منحوس
مُسْتَمِرٍّ۔ ہمیشہ کے لیے | تَنْزِعُ۔ اکھاڑتی تھی | النَّاسَ۔ لوگوں کو | کَاَنَّهُمْ۔ گویا کہ وہ
اَعْجَازُ۔ تنے ہیں | نَخْلٍ۔ کھجوروں | مُنْقَعِرٍ۔ اکھڑی ہوئی کے | فَکَیْفَ۔ تو کیسا ہوا
کَانَ۔ ہوا | عَذَابِیْ۔ میرا عذاب | وَ۔ اور | نُذُرِ۔ میرا ڈرانا
وَ۔ اور | لَقَدْ۔ بیشک | یَسَّرْ۔ آسان کیا | نَا۔ ہم نے
الْقُرْاٰنَ۔ قرآن کو | لِلذِّکْرِ۔ یاد کرنے کے لیے | فَهَلْ۔ تو کیا ہے | مِنْ۔ کوئی
مُدَّکِرٍ۔ یاد کرنے والا۔

مختصر تفسیر سورۃ قمر پ۲۷

سورۃ القمر مکی ہے، اور اس سورہ مبارکہ کا نام اقتربت بھی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تورات میں یہ سورہ مبارکہ "اَلْمُبَيِّضَۃ" کے نام سے پکاری جاتی تھی یہ اپنے پڑھنے والے کے چہرے کو روشن کردے گی جس دن چہرے سیاہ ہوجائیں گے۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی تخریج کی ہے۔ لیکن کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، جمہور کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے۔ اور کہا گیا اس میں سے ہے جو یوم بدر نازل ہوا۔ اور مقاتل نے کہا مکی ہے سوائے تین آیات اَمْ يَقُوْلُوْنَ سے دائمٌ تک اور بعض سوائے آیت سیھزم الجمع کے اقتصار کیا ہے۔ طبرانی نے اوسط میں اور ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تردید کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آیت سیھزم الجمع کو بدر سے بہت پہلے مکہ میں اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کونسی جماعت شکست سے دوچار ہوگی پس جب بدر کا دن آیا اور قریش کو ہزیمت ہوگئی تو میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قریش کے مقتولوں کے درمیان تلوار اٹھائے دیکھا۔ اور آپ فرماتے تھے۔ سیھزم الجمع ویولون الدبر، درمنثور میں بخاری سے بحوالہ عائشہ رضی اللہ عنہا درج ہے کہ یہ سورۃ مبارکہ حضور علیہ السلام پر مکہ میں نازل ہوئی جب کہ میں کھیلنے والی لڑکی تھی، اس سورۃ مبارکہ میں تین رکوع اور پچپن آیات ہیں۔ اس سورۂ مبارکہ کی گزشتہ سورہ مبارکہ النجم سے مناسبت اس طرح ہے کہ النجم کے آخر میں کہا گیا: ثم ازفت الازفۃ اور اس سورۃ کی ابتدا اقتربت الساعتہ سے ہوئی۔ اور نجم وقمر کے ناموں میں بھی ایک حسن تناسق وتناسب ہے، سورۂ نجم میں عاد وثمود اور قوم نوح کی ہلاکت کا اجمالی تذکرہ ہوا، اس سورۂ مبارکہ میں تفصیل ہے۔ بغوی نے کہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اہل مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا تو حضور نے چاند کے دو ٹکڑے کرکے دکھائے۔ کہ کوہ حرا ان ٹکڑوں کے درمیان نظر آنے لگا۔ یہ دیکھ کر کفار نے کہا چاند پر جادو کردیا گیا۔ اس پر آیت اقتربت الساعہ کا نزول ہوا۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ القمر پ۲۷

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ — پاس آئی قیامت اور شق ہوگیا چاند

وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ — اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے، اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

(اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ) پاس آئی قیامت، ای قربت جداً یعنی بہت ہی نزدیک آگئی۔
(وَانْشَقَّ الْقَمَرُ) اور پھٹ گیا چاند انفصل بعضہٗ عن بعض وصار فرقتین و
ذلک علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الھجرۃ۔

یعنی چاند کا بعض حصّہ اس کے بعض سے الگ ہو گیا۔ اور دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور ایسا ہجرت سے پہلے زمانہ رسالت میں واقعہ ہوا۔ ابن جریر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معجزہ کی درخواست کی تو آپ نے چاند شق کرکے دکھایا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کوہ حرا کو ان ٹکڑوں کے درمیان دیکھا صحیحین اور اُس کے علاوہ کتب میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور علیہ السلام کے زمانے میں چاند پھٹ گیا اور دو ٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑا پہاڑ پر اور دوسرا اُس کے پرے ہوا تو آپ نے فرمایا گواہ رہو۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ عہد نبوی میں چاند پھٹ گیا تو قریش نے کہا یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ انتظار کرو جب تک کہ مسافر یا آنے والے قافلے نہ آجائیں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں پر جادو کی طاقت نہیں رکھتے زنظر بندی کی طاقت نہیں رکھتے پس جب قافلے پہنچے تو انہوں نے اُس کی خبر دی کہ ہم نے اسے دیکھا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ شق القمر کا واقعہ لیلۃ القدر یا چودھویں رات کو پیش آیا۔ یہ معجزہ احادیث متواترہ صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور اس درجہ شہرت کو پہنچا ہوا ہے کہ اس کا انکار بے دینی اور بے عقلی ہے۔

وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَۃً يُّعْرِضُوْا اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے۔
فَاِنَّہٗ یفیق ان الانشقاق ایۃ رأوھا واعرضوا عنھا

تو یہ دلالت کر رہا ہے کہ چاند کا پھٹ جانا نشانی ہے۔ جسے کفار نے دیکھا اور اُس سے منہ پھیر لیا۔ یعنی کفار کا وطیرہ یہ ہے کہ اگر نشانی یا کوئی معجزہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صدق و نبوت پر دلالت کرنے والا ہے۔ تو یہ اُس میں غور کرتے اور ماننے سے پھر جاتے ہیں، اور تصدیق کرنے سے کتراتے ہیں۔ اور حقیقت کا اعتراف نہیں کرتے۔

(وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ) اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔
ای ھذا ادھوای ما نراہ سحر یعنی یہ اور وہ جو ہم نے دیکھا ہے جادو ہے۔
یعنی بے حقیقت جادو ہے جو جاتا رہے گا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں جو صداقت، نبوت اور عظمت نبوت پر دلالت کرتی ہے۔ تو تصدیق کرنے کی بجائے روگردانی کرتے ہیں۔ اور اعتراف حق سے کنی کتراتے ہیں، بلکہ اُس کے

برعکس کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو وقت کے ساتھ جاتا رہے گا حالانکہ وہ حقیقت کو خوب سمجھتے ہیں کہ یہ احقاق حق ہے۔ جادو یا نظر بندی نہیں اگر ایسا ہوتا تو وہ قافلے والوں سے شق القمر کی رویت و تصدیق نہ مانگتے۔ ان کا یہ میلان ہٹ دھرمی پر مبنی ہے کہ حضور کی تصدیق سے ان کی سرداری لوگوں میں مسلم ہو جائے گی اور ہماری قدر و منزلت باقی رہے گی۔

وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوٓا أَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ — اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔

(وَكَذَّبُوا) اور انہوں نے جھٹلایا۔ بنبی صلی اللہ علیہ وسلم وبما اظہرہ اللہ تعالیٰ علی یدہ من الآیات۔

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا اور جو نشانیاں آپ کے ہاتھ سے اللہ نے ظاہر کیں۔ اس کا انکار کیا واتَّبَعُوٓا أَهْوَآءَهُمْ اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے۔ اَلَّتِیْ زَیَّنَہَا الشَّیْطَانُ لَہُمْ۔ یعنی جو کچھ شیطان نے ان کے لیے سہانا دکھایا۔ اُس کے پیچھے ہو لیے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ کفار نے جو یہ کہا کہ چاند پر جادو کر دیا گیا۔ یا ہماری نظر بندی کر دی گئی یہ ہی وہ بات تھی جس کے پیچھے وہ ہو لیے۔

(وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ) اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔

استقرار سے مراد انتہا پر پہنچ کر ٹھہرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس امر کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے۔ وہ بالضرور ہو کر رہے گا۔ ایک قول ہے کہ دنیا میں کامرانی یا نامرادی اور آخرت میں نیک بختی یا بدبختی اپنی انتہا پر ہے۔ اور ایک قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین غالب ہو کر رہے گا۔ اور اس کے غلبہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور وہ مقررہ وقت پر ہو کر رہے گا۔ کفار جو چاہیں کہتے رہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار نے ان معجزات کو جو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست سے ظاہر ہوئے۔ محض عناد و بغض کی وجہ سے نہ مانا۔ شق القمر کے معجزہ قاہرہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوصف اپنے نفس کی خواہش کے پیچھے لگے رہے اور حق کو قبول نہ کیا۔ بلکہ الٹا یہ کہتے رہے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے ان کا تصدیق نہ کرنا محض اس خدشہ کی وجہ سے تھا کہ اگر انہوں نے تصدیق آیات کی تو حضور کا دین غالب آجائے گا۔ اور ان (کفار) کی قدر و منزلت دعویٰ و وقار مٹ جائے گا۔ لیکن انہیں یہ علم نہیں کہ اللہ کے نزدیک ہر امر طے پا چکا ہے۔ اور دین حق کا غلبہ اپنے وقت پر ہو کر رہے گا کفار جو چاہیں کہتے رہیں جس طرح چاہیں مذامت کرتے رہیں۔ اسلام کا غلبہ طے شدہ امر ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْأَنۢبَآءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ۝ — اور بے شک ان کے پاس وہ خبریں آئیں جن میں کافی عبرت تھی۔

حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۔ انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت پھر کیا کام دیں ڈر سنانے والے۔

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ اور بے شک ان کے پاس آئیں فی القرآن یعنی قرآن کے پاس قرآن حکیم میں گذری ہوئی قوموں کی باتیں اور ان کے تذکرے آ چکے۔

(مِنَ الْاَنْبَاءِ) خبروں میں سے أی اخبار القرون الخالیۃ او اخبار الآخرۃ۔
یعنی گذری ہوئی قوموں کی خبریں۔ یا آخرت کی اطلاعات

(مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ) جن میں کافی عبرت تھی۔ لقد جاءہم کائنا من الانباء ما فیہ ازدجارلہم۔

مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس ہونے والے یا ہو چکنے والے واقعات کی خبریں آ چکیں جو انہیں مخالفت حق سے روکنے کے لیے کافی ہیں۔ انباء سے مراد عذاب، و وعید کی اطلاعات ہیں۔ مزدجرٌ مصدر ہے۔ اور اس کے معنی منع کرنے روکنے یا انتباہ کرنے کے ہیں۔

(حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ) انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت
یعنی غایت درجہ انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت کی باتیں جن میں کوئی خلل (خرابی) نہیں۔

(فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ) پھر کیا کام دیں ڈر سنانے والے۔

ما سوالیہ انکاریہ ہے، نُذُر نذیر کی جمع ہے۔ جس کے معنی ڈرانے والے یا ڈرانے کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ رسولوں کے آنے یا ان کے ڈرانے کا کیا فائدہ ہوا۔ یعنی انہوں نے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار کے پاس گذشتہ قوموں کے قصے آ چکے اور ان کی خبریں قرآن میں بیان ہو چکیں اگر کفار ان واقعات سے نصیحت پکڑنا چاہتے تو عذاب و وعید کی یہ خبریں انہیں مخالفت حق سے روکنے کے لیے کافی تھیں، یہ انتہائی دانائی کی بات تھی۔ جس میں کسی طرح کا خلل نہ تھا۔ مگر رسولوں کے ڈرانے کا ان لوگوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور نہ ہی رسولوں کو غنیمت سمجھا۔ اور اپنی روش کافرانہ پر بگٹٹ دوڑتے رہے اور مخالفت حق پر جمے رہے۔ حالانکہ اہل عقل کے لیے اس میں نصیحت و عبرت تھی۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُكُرٍ ۝ تو تم ان سے منہ پھیر لو۔ جس دن بلانے والا ایک سخت بے چینی بات کی طرف بلائے گا۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ تو آپ اُن سے منہ پھیر لیں، فا سببیہ ہے اور التولی مسبب ہے یا اس کے ساتھ حکم دیا گیا ہے، اور سبب عدم الاغتنام ہے یعنی کفار کا فائدہ حاصل نہ کرنا وجہ ہے۔ اور تولی سے مراد قتال سے ابھی رکنا ہے۔ اور یہ حکم قتال کے حکم سے پہلے تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ آیت قتال سے اس آیت (فتول عنهم) کا حکم منسوخ ہے۔

(يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ) جس دن بلانے والا بلائے گا یوم سے مراد روز قیامت ہے، پکارنے والا سے مراد عظیم فرشتے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہوکر بلائیں گے۔

(الٰی شَیْءٍ نُّکُرٍ) ایک سخت ناگوار چیز کی طرف ای فظیع تنکرہ النفوس لعدم العهد بمثله وهو هو الا القيامة۔

اتنی ناگوار شے کہ لوگوں کو اس کی نظیر معلوم نہ ہو اور وہ قیامت کی مصیبت ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اے رسول معظم ان کفار سے رُخ انور پھیر لیجیے۔ کیونکہ یہ لوگ نصیحت سے یا ڈرانے سے فائدہ اُٹھانے والے نہیں۔ اور انہیں ان کی سرکشی و طغیانی پر جمے رہنے دیجیے اور ان سے قتال نہ کیجیے کیونکہ ابھی وقت نہیں آیا، آیت کے نزول کے وقت مسلمانوں کا غلبہ اس حال کو نہیں پہنچا تھا کہ کفار سے قتال کی اجازت ملتی تاہم بعد میں آیت قتال سے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ روز قیامت جب حضرت اسرافیل علیہ السلام صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہوکر پکاریں گے تو ان کفار کو حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ اور جب ان کو حشر کے لیے بلایا جائے گا تو یہ انتہائی ناگوار اور عدیم النظیر امر ہوگا۔ اور یہ ہول قیامت کی تاب نہ لاسکیں گے جس کے یہ منکر تھے اس دن اللہ کے رسولوں کی نصیحت اور ڈرانے کی قدر معلوم ہو جائیگی۔ مگر اب اس کا کیا فائدہ کہ وقت جاتا رہا۔

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ	نیچی آنکھیں کیے ہوئے قبروں سے نکلیں گے۔ گویا وہ ٹڈیاں ہیں پھیلی ہوئی۔ بلانے والے کی طرف لپکتے ہوئے، کافر کہیں گے یہ دن سخت ہے۔

(خشعا ابصارهم) نیچی آنکھیں کیے ہوئے، یہ کفار کا حال ہوگا کہ خوف و ذلت کی وجہ سے ان کی نظریں نیچے ہوں گی جس طرح کہ مجرموں کی نگاہیں نیچی ہوتی ہیں۔

(يخرجون من الاجداث) قبروں سے نکلیں گے، یہ نفخہ ثانیہ ہے جو مردوں کے اُٹھانے کے لیے ہوگا۔ اور اس کے ساتھ ہی زندہ ہوکر قبروں سے نکلیں گے۔

(كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝) گویا وہ ٹڈیاں ہیں پھیلی ہوئی۔ یہ بھی کیفیت ہے اور ٹڈیوں کے ساتھ تشبیہ سے مراد کثرت ہے اور لہروں کی طرح باہم الجھے ہوئے ہوں گے اور ان کی قطاروں میں انتشار ہوگا ہر طرف خوف کی وجہ سے حیران ہوں گے کہ کدھر جائیں اور نہیں معلوم کہاں جائیں۔ یہی حال ٹڈیوں اور پتنگوں کا ہوتا ہے جب وہ منتشر ہوں۔

مُهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ بلانے والے کی طرف لپکتے ہوئے۔ مسرعین الیہ یعنی پکارنے والے کی طرف جلدی سے دوڑتے ہوئے۔ پکارنے والے سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ عکرمہ نے کہا آواز پہ کان جمائے ہوئے لپکیں گے۔ ابن عباس نے کہا بلانے والے کی طرف دیکھتے ہوں گے اور ان کی نظریں اس سے نہ ہٹ سکیں گے۔

(يقول الكفرون هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ) کافر کہیں گے یہ دن سخت ہے، وہ سخت مصیبت اور خوف اور دشواریوں کا جب مشاہدہ کریں گے تو کہیں گے یہ دن بہت سخت ہے۔ شدائد قیامت کفار کے لیے طویل اور اشد ترین ہوں گے جب کہ اہل ایمان کے لیے ایسا نہ ہوگا۔ اور مومن کے لیے یہ دن آسان ہوگا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار مارے خوف و رسوائی کے نظریں نیچی کیے قبروں سے نکلیں گے۔ اور ان کی کیفیت یہ ہوگی کہ بکھری ہوئی ٹڈیوں کی طرح مارے مارے پھریں گے۔ حیرانی، خوف، ذلت و رسوائی کے مارے بھٹکتے پھریں گے۔ اور انہیں معلوم نہیں ہوگا کہ کدھر جائیں اور کیا کریں۔ وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز پہ کان لگائے یا ان کی طرف نظریں جمائے بسرعت تمام ان کی طرف چلیں گے اور جب قیامت و حساب کی ہولناکیاں شدائد دیکھیں گے تو پکار اٹھیں گے یہ دن بہت دشوار ہے، ان کی دشواری بڑھتی رہے گی اور ہر آنے والی گھڑی شدید سے شدید تر ہوتی جائے گی۔ جب کہ مومنوں کے لیے یہ دن انتہائی آسان ہوگا۔ یہ دن کفار کے لیے پچاس ہزار برس کا ہوگا اور مومن کے لیے ایک فرض نماز کے وقت سے بھی ہلکا ہوگا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۝

ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا۔ تو ہمارے بندہ کو جھوٹا بتایا۔ اور بولے وہ مجنون ہے اور اسے جھڑکا۔

(كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ) ان سے پہلے قوم نوح نے جھٹلایا ای فعلت التکذیب قبل تکذیب قومك قوم نوح یعنی آپ کی قوم کے جھٹلانے سے پہلے قوم نوح نے پیغمبر کو جھٹلایا۔ قَبْلَهُمْ میں ضمیر قریش کی طرف راجع ہے۔ یعنی قریش سے پہلے قوم نوح نے پیغمبر کی تکذیب کی۔

(فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا) تو ہمارے بندے کو جھوٹا بتایا، عَبْدِنَا سے مراد نوح علیہ السلام ہیں۔ اللہ نے آپ کو عَبْدًا شَكُورًا بھی فرمایا ہے ان کی قوم نے نسلاً و رنسل آپ کو جھوٹا بتایا۔ اور تکذیب کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہلاک کیئے گئے

(وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ) اور بولے وہ مجنون ہے اور اسے دھمکایا۔

مجاہد نے کہا کہ ان سب مکذبین کا متفقہ قول یہی تھا کہ آپ (نوح علیہ السلام) مجنون ہیں اور جنون نے اس کے حواس کو بگاڑ دیا ہے، اگر قالو پر عطف مانا جائے تو معنی یہ ہوں کہ آپ کی قوم نے آپ کو مجنون کہا اور دھمکیاں دیں جیساکہ دوسری جگہ قرآن حکیم میں ہے۔ لئن لم تنته لتكونن من المرجومين کہ اگر آپ امر تبلیغ وہدایت سے باز نہ آئے تو سنگساروں میں سے ہوں گے یعنی ہم قتل کر دیں گے یا پتھراؤ کرکے مار ڈالیں گے۔

فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ تو اس نے اپنے رب سے دعا کی میں

فَانْتَصِرْ ۝ مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے۔

(فَدَعَا رَبَّهُ) تو اس نے اپنے رب سے دعا کی، جب آپ پر روشن ہوگیا کہ آئندہ اس قوم سے کوئی ایمان نہ لائے گا۔ اور ان کی نسلوں سے بھی کفار فجار پیدا ہوں گے تو اپنے پروردگار سے گذارش کی کہ سطح ارضی سے ان کفار کو مٹا دے۔

إِنِّي مَغْلُوبٌ میں مغلوب ہوں من جهة قومي مالي قدرة على الانتقام منهم،

یعنی میری قوم مجھ پر غالب آگئی ہے۔ اور مجھ میں ان سے انتقام لینے کی قدرت نہیں ہے۔

فَانْتَصِرْ تو میرا بدلہ لے فَانْتَقِمْ لِيْ مِنْهُمْ تو ان سے میرا انتقام لے، وَقِيلَ فانتصر رَسُوْلَكَ اذ كَذَّبُوا رَسُوْلَكَ اور کہا گیا اے اللہ تو خود ان سے بدلہ لے جب کہ انہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ دعا ان کے ایمان نہ لانے سے مایوس ہو کر رہ گئی۔

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے

مُنْهَمِرٍ ۝ زور کے بہتے پانی سے۔

ابن حاتم نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اس روز سے پہلے کبھی آسمان سے مینہ نہ برسا اور نہ ہی اس دن کے بعد سوائے بادل کے، اور آسمان کے دروازوں سے پانی کا کھولنا اس دن بادل کے علاوہ تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بارش ہوئی جو چالیس روز تک جاری رہی منہمر زور سے برسنے والا، یعنی بڑے زور کی بارش ہوئی جو کسی وقت بھی نہ رکی۔

وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا — اور زمین چشمے کر کے بہا دی۔

فَالْتَقَی الْمَآءُ عَلٰۤی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ — تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی

وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا اور زمین چشمے کر کے بہادی، وجعلنا الارض کلھا کانھا عیون متفجرۃ۔

اور ہم نے ساری زمین کو بنا دیا گویا کہ وہ بہتے ہوئے چشمے ہیں۔ اصل مطلب یہ ہے کہ زمین کے سارے چشمے بہا دیئے۔ روایت ہے کہ چالیس روز تک ایسا ہوتا رہا۔

فَالْتَقَی الْمَآءُ تو دونوں پانی مل گئے ای ماء السماء وماء الارض یعنی آسمان اور زمین کا پانی باہم مل گیا۔

اور دونوں پانیوں میں سے ہر ایک کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ ان کا ملنا بطریق مجاورت نہ تھا بلکہ بطریق اختلاط و اتحاد تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ زمین کا پانی اس قدر قوت و زور سے نکلا اور بلند ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آسمان کے پانی سے مل گیا اور ایسا بطور مبالغہ کے بیان کیا گیا ہے۔

(عَلٰۤی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ) اس مقدار پر جو مقدر تھی۔ ای کائنا علی حال قد قدرھا اللہ تعالٰی فی الازل

یعنی اللہ نے ازل سے جو مقدر فرمایا تھا۔ اس کے مطابق ہو گیا اور یہ بھی کہا گیا اَنَّ مَا نَزَلَ عَلٰی قَدْرِ مَا خَرَجَ۔

جتنا برسا اُسی قدر زمین سے نکلا یعنی آسمان اور زمین کے پانی کی مقدار یکساں ہو گئی، واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار (قوم نوح) کی ہلاکت کے لیے جس مقدار کی ضرورت تھی۔ اس قدر پانی مل گیا۔

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ — اور ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی پر۔

تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ — کہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی اس کے صلہ

تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ۔ — میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

(وَحَمَلْنٰهُ) اور ہم نے اسے سوار کیا ای نوحاً علیہ السلام یعنی نوح علیہ السلام کو

(عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ) تختوں والی پر اخشاب عریضۃ چوڑے پھٹے، یعنی ایسی کشتی پر جو چوڑے پھٹوں سے بنائی گئی تھی۔

(وَدُسُرٍ) اور کیلوں والی پر ای مسامیر یعنی وہ کشتی کیلوں سے ٹھونکی گئی یا جوڑی گئی تھی۔

ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ کہ دُسُر۔ دِسار کی جمع ہے۔ جس طرح کتاب کی جمع کتب ہے۔ اور کہا گیا سقف کی جمع سُقُف ہے۔

واصل الدسر الدفع الشدید بقهر اور دُسُر کا مطلب ہے سختی کو شدت سے ہٹانا۔ اور کہا گیا ہے۔ حبال من لیف تشد بها السفن بٹے ہوئے رسّے۔ جس سے کشتیاں باندھی جاتی ہیں۔ اور لیث نے کہا خیوط تشد بها الواحها لوہے کی کیلیں جس سے کشتی کے پھٹے (تختے) مضبوط جوڑے گئے۔ مجاہد نے کہا کہ دُسُر سے مراد کشتی کے عوارض تھے۔ یعنی وہ پھٹے جو کشتی کے درمیانی حصے میں موجوں کو روکنے کے لیے جوڑے گئے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کشتی کے اضلاع تھے۔ حسن نے کہا کہ وہ کشتی مقادیم تھے۔ یعنی اُس کے اگلے حصے اور سینے کو موجوں سے بچاؤ کے لیے لگائے گئے تھے۔

(تجری باعیننا ہماری نگاہ کے روبرو بہتی) ای تجری فی ذلک الماء بحفظنا وکلاءتنا یعنی وہ کشتی اس پانی میں ہماری حفاظت و نگاہ میں چلتی تھی۔ اور ایک قول ہے کہ ہمارے اولیاء کو لیے چلتی تھی۔ اور اولیاء (دوستوں) سے مراد نوح علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھی تھے۔ جیسا کہ اہل عرب بولتے ہیں مات عین من عیون اللہ تعالیٰ اللہ کے دوستوں میں سے ایک دوست کا انتقال ہو گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ کشتی فرشتوں کی نگرانی میں چلتی تھی۔ جنھیں اللہ نے اپنا دوست فرمایا اور اپنی طرف ان کی خدمت ونسبت کی۔

(جزآء لمن کان کفر) اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

ای فعلنا ذلک جزاء لنوح علیہ السلام فانہ کان نعمۃ انعمھا اللہ تعالیٰ علی قومہ فکفروھا وکذا کل نبی نعمۃ من اللہ تعالیٰ علی امتہ۔

یعنی ہم نے ایسا نوح علیہ السلام کے بدلے میں کیا بے شک وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت تھے۔ جو اللہ نے ان کی قوم پر انعام فرمائی تھی۔ مگر انہوں نے انہیں جھٹلایا اور یونہی ہر نبی اپنی امت پر اللہ کی نعمت ہی مقرر ہے۔ یہ عذاب درحقیقت اس سلوک کا بدلہ تھا۔ جو قوم نوح نے اپنے پیغمبر سے کیا اور نوح علیہ السلام جو رب کی عظیم نعمت تھے۔ اس نعمت عظمیٰ کی ناقدری، ناشکری اور کفر و بغاوت کی سزا ملتی۔ جو ان کو دی گئی۔

ولقد ترکنھا ایۃ فھل اور ہم نے اسے نشانی چھوڑا تو ہے۔ کوئی دھیان من مدکر۔ کرنے والا۔

فکیف کان عذابی ونذر تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں

(ولقد ترکنھا آیۃ) اور ہم نے اسے چھوڑا نشانی ای ابقینا ھذہ الفعلۃ السفینۃ ... [illegible]

کو باقی رکھا۔

(آیۃً) بناءً علی ماروی عن قتادۃ والنقاش انہٗ بقی خشبھا علی الجودی حتّٰی رآہ بعض اوائل ھٰذہ الامۃ او ابقینا خبرھا

نشانی جیسا کہ قتادہ و نقاش سے مروی ہے کہ بلا شبہ اس کشتی کے تختے جودی پہاڑ پر باقی ہے۔ یہاں تک کہ اس آیت کے شروع میں بعض لوگوں نے اسے دیکھا، یا اُس کی اطلاع باقی رہی۔

تَرَکْنٰا سے مراد جَعَلْنَا ہے (ہم نے بنایا) اور جائز ہے کہ ضمیر فعل کے لیے بھی ہوں اور وہ نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا طوفان سے نجات پانا ہے۔ اور کافروں کا غرق و ہلاک ہونا ہے۔

فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ تو ہے کوئی توجہ کرنے والا، قتادہ نے مُدَّکِرٍ کو مُذَکِّر تذکیر سے کاف کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی ہے کہ، ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا، یا دھیان کرنے والا۔ اور استفہام ترغیب کے لیے ہے۔

(فکیف کانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ) تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں استفھام تعظیم وتعجیب ای کانا علی کیفیۃ ھائلۃ لا یحیط بھا الوصف ؛

استفہام عظمت عذاب اور اُس کی غرابت کے بیان کے لیے ہے۔ یعنی ایسی صورت عذاب واقع ہُوا جس کے بیان کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ اور بلا شبہ ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرمادیا

فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ۝ تو ہے کوئی یاد کرنے والا

(وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ) اور بے شک ہم نے قرآن کو آسان فرمادیا۔ ای وباللہ ولقد سھلنا القرآن لقومك بان انزلناہ علی لغتھم وشحناہ بانواع المواعظ والعبر وصرفنا فیہ من الوعید والوعد۔

یعنی سچا ہم نے قرآن حکیم کو آپ کی قوم کے لیے سہل (دشوار کی ضد) بنادیا اس لیے کہ ہم نے اُسے انکی لغت پر نازل کیا۔ اور اسے قسم قسم کے مواعظ اور عبرت کے واقعات سے بھر دیا اور اس میں وعدے اور دھمکیاں بیان کیں۔

(لِلذِّکْرِ) یاد کرنے کے لیے ای للتذکر والاتعاظ یعنی تعلیم وتعلم، حفظ اور وعظ و نصیحت کے لیے۔

(فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ) تو ہے کوئی یاد کرنے والا، مجاہد کا قول ہے یَسَّرْنَا القرآن ھوناقراءتہ

ہم نے قرآن کو تلاوت کیلئے آسان بنا دیا ہے، اس میں استفہام ترغیبی ہے اور مستفاد یہ ہے۔ قرآن حفظ کرنے والے کی اللہ مدد فرماتا ہے۔ اور قرآن کے سوا کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں جو سہولت سے یاد ہو جائے، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے تخریج کی ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ قرآن کو انسان کی زبان پر آسان نہ بنا دیتا تو مخلوق میں سے کسی ایک کو اللہ کے کلام کے ساتھ بولنے کی قدرت و طاقت نہ ہوتی۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ — عاد نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا عذاب اور

عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ — میرے ڈر دلانے کے فرمان۔

(كَذَّبَتْ عَادٌ) عاد نے جھٹلایا، حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کی طرف مبعوث کئے گئے۔ عاد نے ان کی دعوت قبول نہ کی اور انہیں جھٹلایا۔

(فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝) تو کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈرانا۔ عاد کا تذکرہ نصیحت کے لیے ہے۔ اور سننے والوں کے دلوں کو متوجہ کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم نے نہیں سنا یا یہ کہ سن لو کہ میرا ڈرانا اور عذاب ان کے لیئے کیسا تھا۔ یا ان کی ہلاکت بعد میں آنیوالوں کو کیسی معلوم ہوئی۔ فراء نے کہا نذر اور انذار ہم معنی مصدر ہیں اور یہاں مراد ڈرانے والی باتیں ہیں۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا — بے شک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی

فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ ۝ — ایسے دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے

تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ — لیے رہی۔ لوگوں کو یوں دے مارتی تھی کہ

أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ ۝ — گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے ڈنڈ ہیں،

(إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا) بے شک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ سخت سرد ہوا تھی اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کی آواز شدید تھی

(فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ) ایسے دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی شُؤْمٌ عَلَيْهِمْ یعنی ان کے لیے منحوس۔

(مُسْتَمِرٍّ) ہمیشہ کے لیے رہی، ان کے لیے اس کی نحوست یوں ہمیشہ کے لیے رہی کہ ہلاکت کے بعد برزخ میں عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت کے روز جہنم میں داخل ہوں گے۔ اور یوم سے مراد مطلق زمانہ ہے۔ اور مشہور ہے کہ وہ بدھ کا دن اور مہینے کی آخری تاریخ تھی۔ مستمر کا معنی شدید المرارۃ سخت کڑوا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے "مستمر" دن کی صفت ہے۔ یعنی ایسا دن جو قائم رہا۔ یہاں تک انہیں ہلاک کر دیا۔ اور ان میں سے چھوٹے بڑے کسی کو نہ چھوڑا، خطیب بغدادی نے ابن عباس

سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ مہینے کا آخری بدھ دائمی منحوس ہے۔ اور اسی کو اکثر لوگوں نے لے لیا۔ اور اسے منحوس سمجھنے لگے اور اپنی مصلحتوں کے پیش نظر بدھ چھوڑ دی، ابوحاتم نے کہا اس حدیث میں راوی مسلمہ بن صلت متروک ہے اور ابن جوزی نے اس روایت کو وضعی قرار دیا ہے۔ بیہقی نے شعب میں نقل کیا ہے کہ بدھ کے روز زوال کے بعد دعا قبول کی جاتی ہے۔ برہان الاسلام نے تعلیم المتعلم میں صاحب ہدایہ سے بیان کیا ہے کہ کسی کام کی ابتدا جب بدھ کے روز کی گئی تو وہ پورا ہوا۔ اور یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے نور کو پیدا فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ درس و تدریس کی ابتدا کے لیے اسی روز کی نشست پر متفق و مستعد ہیں۔ فردوس میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے اگر میری امت کے لیے ناگوار نہ ہوتا تو میں حکم فرماتا کہ وہ بدھ کے روز سفر نہ کریں، ابن ماجہ نے ابن عمر سے مرفوعاً اور حاکم نے تخریج کی ہے۔ کہ کوڑھ یا برص کی ابتدا نہیں ہوتی۔ مگر بدھ کے دن اور بعض آثار میں بدھ کو ناخن کاٹنے کی ممانعت آئی ہے کہ اس سے برص کے مرض کا خطرہ ہے۔ اور بعض نے بدھ کے روز مریض کی عیادت کو ناپسند فرمایا ہے۔

بدھ کے بارے میں اقوال دونوں طرف ہیں۔ لیکن واضح مفہوم یہی ہے کہ یوم سے مراد مطلق زمانہ ہے اور مستمر اس کی صفت ہے۔ اور اس کا مطلب بس یہی ہے کہ اس دن کا قیام اس وقت تک رہا جب وہ لوگ ہلاک نہ ہو گئے یا یہ اس دن کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی کہ ظہور عذاب سے لے کر دخول جہنم تک معذب رہیں گے اور دخولِ جہنم کے بعد تو دائمی عذاب ہے نہ اس میں کوئی مہلت نہ تخفیف بلکہ شدت بالائے شدت، اعاذنا اللہ منہا۔

(تَنْزِعُ النَّاسَ) لوگوں کو یوں دے مارتی تھی۔

یہ آندھی کی صفت ہے اور نَزَعَ کے معنی قَلَعَ کے ہیں۔ یعنی اکھاڑنے، پچھاڑنے اور ٹپکنے کے۔ آلوسی کہتے ہیں۔ روی انهم دخلوا الشعاب والحفر وتمسك بعضهم ببعض فقلعتهم الريح صرعتهم موتی کہ قوم عاد کے لوگ گھاٹیوں اور غاروں میں گھس گئے۔ اور ان میں سے بعض بعض کے ساتھ لپٹ گئے تو آندھی نے انہیں اکھاڑ دیا۔ اور پچھاڑ کر ہلاک کر ڈالا۔

(كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ) گویا کہ اکھڑی ہوئی کھجور کے ڈنڈ ہیں۔

نخل کے معنی کھجور کے درخت کے ہیں۔ اور ان سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اعجاز کے معنی ہیں کٹے ہوئے تنے منقعر کے معنی ہیں اکھڑے ہوئے۔ آندھی اس قدر شدید اور ہولناک تھی کہ کفار کے جسم بے دھڑ کے لاشوں کی طرح بکھرے پڑے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کھجور کے درخت جن کی شاخیں ٹوٹ پھوٹ گئی ہوں۔ اور ان کے تنے (ڈنڈ) جڑوں سے اکھڑے بکھرے منتشر پڑے ہیں۔ قوم عاد جس طرح کی سرکش تھی عذاب بھی اسی

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ قمر پ۲۷

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ

ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا

فَقَالُوٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ

تو بولے کیا ہم اپنے میں کے ایک آدمی کی تابعداری کریں جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں۔

ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ

کیا ہم سب میں سے اس پر ذکر اتارا گیا بلکہ یہ سخت جھوٹا اترانے والا ہے۔

سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ

بہت جلد کل جان جائیں گے کون تھا بڑا جھوٹا اترانے والا۔

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ

ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو تو اے صالح تو راہ دیکھ اور صبر کر۔

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَیْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ

اور انہیں خبر دیدے کہ پانی ان میں حصوں میں ہے ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے۔

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰی فَعَقَرَ

تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا تو اس نے لیکر اس کی کونچیں کاٹ دیں۔

فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ

پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ

بے شک ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی جبھی وہ ہو گئے جیسے گھیرا بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس سوکھی روندی ہوئی۔

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ

لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ نَّجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ

بیشک ہم نے ان پر پتھراؤ بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے ہم نے ان کو رات کے پچھلے پہر بچا لیا۔

نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ۝ — اپنے پاس کی نعمت فرما کر ہم یونہی صلہ دیتے ہیں اسے جو شکر کرے۔

وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ۝ — اور بے شک اس نے ان کو ہماری گرفت سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا۔

وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ — اور بیشک انہوں نے اسے اس کے مہمانوں سے پھسلانا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں میٹ دیں فرمایا چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۝ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ — اور بے شک صبح تڑکے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا تو چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ — اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ قمر پ ۲۷

كَذَّبَتْ۔ جھٹلایا	ثَمُوْدُ۔ ثمود نے	بِالنُّذُرِ۔ رسولوں کو	فَقَالُوْا۔ تو بولے
اَ۔ کیا	بَشَرًا۔ ایک آدمی کی	مِنَّا۔ جو ہم میں سے ہے	وَّاحِدًا۔ ایک
نَتَّبِعُهٗٓ۔ ہم اسکی پیروی کریں	اِنَّآ۔ بیشک ہم	اِذًا۔ اسوقت	لَّفِيْ۔ یقیناً بیچ
ضَلٰلٍ۔ گمراہ	وَّ۔ اور	سُعُرٍ۔ دیوانے	ءَ۔ کیا
اُلْقِيَ۔ ڈالا گیا	الذِّكْرُ۔ ذکر	عَلَيْهِ۔ اس پر	مِنْ بَيْنِنَا۔ ہم میں سے
بَلْ۔ بلکہ	هُوَ۔ وہ	كَذَّابٌ۔ جھوٹا ہے	اَشِرٌ۔ اترانے والا
سَيَعْلَمُوْنَ۔ جلدی جانیں گے	غَدًا۔ کل	مَنِ۔ کون تھا	الْكَذَّابُ۔ جھوٹا
الْاَشِرُ۔ اترانے والا	اِنَّا۔ ہم	مُرْسِلُوا۔ بھیجنے والے ہیں	النَّاقَةِ۔ اونٹنی
فِتْنَةً۔ آزمائش	لَّهُمْ۔ ان کے لیے	فَارْتَقِبْهُمْ۔ سو انتظار کر ان کا	
وَ۔ اور	اصْطَبِرْ۔ صبر کر	وَ۔ اور	نَبِّئْهُمْ۔ خبر دے انکو
اَنَّ۔ بیشک	الْمَآءَ۔ پانی	قِسْمَةٌ۔ تقسیم کیا گیا ہے	بَيْنَهُمْ۔ انکے درمیان

کُل۔ ہر   شِربٌ حصہ پر   مُحتَضَرٌ۔ باری والا حاضر ہو   فَنَادَوا۔ تو انہوں نے آواز دی

صَاحِبَہُم۔ اپنے ساتھی کو   فَتَعَاطٰی۔ تو اس نے پکڑا   فَعَقَرَ۔ اور کونچیں کاٹ دیں   فَکَیفَ۔ تو کیسا

کَانَ۔ ہوا   عَذَابِی۔ میرا عذاب   وَ۔ اور   نُذُرِ۔ میرا ڈرانا

اِنَّا۔ بیشک   اَرسَلنَا۔ ہم نے بھیجی   عَلَیہِم۔ ان پر   صَیحَۃً۔ چنگھاڑ

وَاحِدَۃً۔ ایک   فَکَانُوا۔ تو ہو گئے   کَہَشِیمِ۔ جیسے چورا چورا گھاس

المُحتَظِرِ۔ سوکھی ہوئی   وَ۔ اور   لَقَد۔ بیشک   یَسَّرنَا۔ آسان کیا ہم نے

القُرآنَ۔ قرآن کو   لِلذِّکرِ۔ یاد کرنے کے لیے   فَہَل۔ تو کیا ہے   مِن مُّدَّکِرٍ۔ کوئی یاد کرنے

والا اس کو   کَذَّبَت۔ جھٹلایا   قَومُ۔ قوم   لُوطٍ۔ لوط نے

بِالنُّذُرِ۔ رسولوں کو   اِنَّا۔ بیشک   اَرسَلنَا۔ ہم نے بھیجا   عَلَیہِم۔ ان پر

حَاصِبًا۔ کنکروں کی بارش   اِلَّا۔ مگر   آلَ۔ گھر والے   لُوطٍ۔ لوط کے

نَجَّینٰہُم۔ ہم نے نجات دی انکو   بِسَحَرٍ۔ سحری کے وقت   نِعمَۃً۔ نعمت تھی   مِن عِندِنَا۔ ہماری

طرف سے   کَذٰلِکَ۔ اسی طرح   نَجزِی۔ بدلہ دیتے ہیں ہم   مَن۔ اسکو جو

شَکَرَ۔ شکر کرے   وَ۔ اور   لَقَد۔ بیشک   اَنذَرَ۔ ڈرایا اس نے

ہُم۔ ان کو   بَطشَتَنَا۔ ہماری پکڑ سے   فَتَمَارَوا۔ تو شک کیا   بِالنُّذُرِ۔ ڈر کے فرمان میں

وَ۔ اور   لَقَد۔ بیشک   رَاوَدُو۔ پھسلایا انہوں نے   ہُ۔ اسکو

عَن ضَیفِہٖ۔ اس کے مہمانوں سے   فَطَمَسنَا۔ تو ہم نے مٹا دیں   اَعیُنَہُم۔ انکی آنکھیں

فَذُوقُوا۔ تو چکھو   عَذَابِی۔ میرا عذاب   وَ۔ اور   نُذُرِ۔ ڈر کے فرمان

وَ۔ اور   لَقَد۔ بیشک   صَبَّحَہُم۔ صبح   بُکرَۃً۔ تڑکے انپر

عَذَابٌ۔ عذاب آیا   مُستَقِرٌّ۔ ٹھہرنے والا   فَذُوقُوا۔ تو چکھو   عَذَابِی۔ میرا عذاب

وَ۔ اور   نُذُرِ۔ میرا ڈرانا   وَ۔ اور   لَقَد۔ بیشک

یَسَّر۔ آسان کیا   نَا۔ ہم نے   القُرآنَ۔ قرآن   لِلذِّکرِ۔ یاد کرنے کیلئے

فَہَل۔ تو کیا   مِن۔ ہے کوئی   مُدَّکِرٍ۔ یاد کرنے والا

اعتبار سے شدید و ہولناک اور گردن توڑ تھا۔ آندھی نے انہیں ہلاک و پراگندہ کر دیا۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ تو کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

عذاب کی شدت و ہولناکی کے بیان کے لیے دوبارہ ارشاد فرمایا، مطلب یہ ہے کہ یہ تو دنیا میں ہلاکت کی صورت تھی۔ اور آخرت کا عذاب اس سے زیادہ شدید ہوگا۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے۔ تو

فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝ ہے کوئی یاد کرنے والا۔

یعنی ہم نے قرآن حکیم کو تعلیم و تعلم، حفظ و قرات، وعظ و نصیحت کے لیے آسان بنا دیا ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۝ ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔

بالرسل علیهم الصلاة والسلام فإن تكذيب احدهم وهو صالح عليه السلام هنا تكذيب للكل لاتفاقهم على اصول الشرائع۔

نُذُر یا تو مصدر ہے یا نذیر کی جمع ہے۔ جس کا معنی ہے المنذر یعنی ڈرانے والا یا ڈرسنانے والا۔ انہوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی۔ اور اگر ان میں سے ایک کو جھٹلایا تو مراد صالح علیہ السلام ہیں۔ جو ان کی طرف نبی مبعوث ہوئے۔ یہاں جھٹلانے سے مراد تمام انبیاء کی تکذیب ہے کیونکہ تمام رسل اصول شریعت میں یکساں ہیں۔

فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ تو بولے کیا ہم اپنے میں سے ایک آدمی کی تابعداری

إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۝ کریں، جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں۔

فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ، تو بولے کیا ہم اپنے میں کے ایک آدمی کی تابعداری کریں

اى كائنا من جنسنا على یعنی ایسے شخص کی جو ہماری جنس سے ہے۔ یہاں جار اور مجرور بشر (انسان) کی صفت میں آئے ہیں اور فعل کے ساتھ انتساب اس کی توضیح کرتا ہے۔ یعنی نتبع کہ ہم اس کی پیروی کریں۔ اتباع فعل منصب ہے تو مفہوم یہ ہوگا أنتبع بشرا کیا ہم ایک آدمی کی پیروی کریں (واحدا) ای منفردا لاتبع له یعنی جو تنہا ہے اور کوئی اس کا تابع نہیں او واحدا من آحادهم لا من اشرافهم یا ان کے تنہا افراد میں سے ایک ہے اور ان کے امراء میں سے نہیں ہے۔ یعنی رئیس تونگر شخص نہیں نتبعه ہم اس کی تابعداری کریں، یہ بلحاظ انکار کے ہے جو دلالت کرتا ہے کہ وہ (صالح علیہ السلام) کو معمولی آدمی سمجھ کر تابعداری سے گریز کر رہے تھے۔ ہاں کوئی بڑا رئیس ہوتا تو مان لیتے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ رسول کسی امیر کبیر رئیس و سردار کو ہونا چاہیے تھا۔ اور یونہی کفار مکہ بھی کہتے تھے۔

(إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ) جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں

قوم ثمود کے کفار نے حضرت صالح علیہ السلام کے کلام کو جواباً لوٹایا کیونکہ آپ نے انہیں کہا تھا۔ اگر تم نے میری پیروی نہ کی تو تم گمراہ و بے عقل ہو، کفار نے کہا اگر ہم نے ان کی تابعداری کی جب تو ہم ضرور بڑی گمراہی۔ اور پاگل پن کا مظاہرہ کریں گے، سُعُر کے معنی جنون کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ انصاف کی راہ سے ہٹنے یا دور ہونے کے ہیں۔

ءَ اُلْقِیَ الذِّکْرُ علیہ من بَیْنِنَا — کیا ہم سب میں سے اُس پر ذکر اُتارا گیا۔ بلکہ یہ
بَلْ ھُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ ۝ — سخت جھوٹا اترانے والا ہے۔

(ءَ اُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْہِ مِن بَیْنِنَا) کیا ہم سب میں سے اس پر ذکر اتارا گیا۔ ای انزل علیہ الوحی من بیننا وفینا من ھو احق منہ بذالک۔

یعنی کیا ہم میں سے اسی پر ذکر اتارا گیا حالانکہ ہم میں ایسے لوگ ہیں جو اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ یعنی حضرت صالح علیہ السلام پر وحی نازل کی گئی اور کوئی ہم میں اس قابل ہی نہ تھا۔

(بَلْ ھُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ) بلکہ یہ سخت جھوٹا اترانے والا ہے ای شدید البطر یعنی بہت زیادہ اترانے والا۔

یعنی صالح علیہ السلام کا ذکر نبوت ہم سے تعظیم کی طالب کے لیے ہے۔ اور یہ ہم میں بڑا بننا چاہتے ہیں۔
قوم ثمود نے حد درجہ سرکشی بے باکی، اور بے ہودگی کا مظاہرہ کیا۔ اور آنجناب کو کذاب یعنی بڑا جھوٹا اور اشر یعنی بہت اترانے والا جو صریحاً بہتان اور ظلم تھا، انبیاء کے ساتھ بے ہودہ گفتگو اور الزام تراشی کفار کا وطیرہ رہا ہے۔

(سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْکَذَّابُ الْاَشِرُ ۝ — بہت جلد کل جان جائیں گے۔ کون تھا بڑا جھوٹا اترانے والا۔

(سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا) بہت جلد کل جان جائیں گے۔

سَیَعْلَمُوْنَ البتہ عن قریب یعنی بہت جلد زمانہ قریب میں غدًا کل والمراد بالغد وقت نزول اور کل سے مراد دنیا ہی میں عذاب کے نزول کا وقت ہے۔ یعنی جب عذاب میں مبتلا ہوں گے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ غدًا سے مراد قیامت کا دن ہے۔ ابن عامر، حمزہ، طلحہ، ابن وثاب اور اعمش نے سَیَعْلَمُوْنَ کو سَتَعْلَمُوْنَ پڑھا ہے۔ اور تا رخطاب کے لیے یعنی قوم ثمود کو صالح علیہ السلام نے جواباً کہا کہ جلد ہی کل تم جان جاؤ گے اور کشاف میں ہے کہ یہ کلام (ستعلمون) بر سبیل التفات ہے۔

مَنِ الْکَذَّابُ الْاَشِرُ کون تھا بڑا جھوٹا، اترانے والا والمراد سیعلمون انھم ھم الکذابون الاشرون

اور مطلب یہ ہے کہ انہیں جلد معلوم ہو جائیگا کہ وہ خود ہی بڑے جھوٹے اور شیخی بگھارنے والے ہیں، یعنی تمہارے الزام کی حقیقت کھل جائے گی۔

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ہ	ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو تو تو اے صالح! تو راہ دیکھ اور صبر کر۔

(اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ) ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں۔

قوم ثمود نے صالح علیہ السلام سے معجزہ مانگا اور کہا کہ پتھر سے ایک ناقہ نکال دیجیئے۔ آپ نے ان کے ایمان کے لیے اسے مشروط ٹھہرایا، اللہ نے ناقہ کے بھیجنے کا وعدہ فرمایا چنانچہ صالح علیہ السلام سے کہا گیا کہ ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں۔

(فِتْنَةً لَّهُمْ) ان کی جانچ کو امتحاناً یعنی ہم اس نشانی سے امتحان لیں گے کہ آیا وہ احقاق حق کے بعد ایمان لاتے ہیں یا سرکشی دکھاتے ہیں۔

فَارْتَقِبْهُمْ (تو اے صالح) تو راہ دیکھ فانتظر هم وتبصر ما هم فاعلون
تو آپ (صالح علیہ السلام) ان کا انتظار کیجیے اور دیکھیے کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔

(وَاصْطَبِرْ) اور صبر کر علیٰ اذاهم ولا تعجل حتی یاتی امر الله تعالیٰ۔
یعنی آپ (صالح علیہ السلام) کفار کی ایذاؤں پر صبر کریں اور عجلت نہ چاہیں یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ہ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ہ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ہ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ہ	ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو، تو اے صالح تو راہ دیکھ اور صبر کر۔ اور انہیں خبر دے دے کہ پانی ان میں حصوں سے ہے ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے۔ تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا تو اس نے لیکر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ) ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ای انا لمخرجوا الناقة اتی سالوها من صخرة
یعنی ہم ناقہ کو پتھر سے نکال دیں گے جس کے بارے میں کہ وہ مطالبہ کرتے ہیں، قوم صالح نے صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا۔ کہ آپ پتھر سے ایک اونٹنی نکال دیں جو سرخ رنگ کی ہو اور گابھن ہو اور آپ نے ان کے ایمان

کی شرط کرکے یہ بات منظور کرلی جس پر یہ وعدہ فرمایا گیا کہ اے صالح علیہ السلام ہم مطلوبہ ناقہ کو پتھر سے برآمد کردیں گے
(فِتْنَةً لَّهُمْ) ان کی جانچ کو امتحانًا یعنی قوم صالح کی آزمائش کے لیے۔
(فَارْتَقِبْهُمْ) تو اے صالح تو راہ دیکھ ای فانتظرهم و تبصر ما هم فاعلون
یعنی اے صالح علیہ السلام آپ ان لوگوں کے بارے میں انتظار فرمائیے اور ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کیا کرنے
والے ہیں۔
(وَاصْطَبِرْ) اور صبر کر علی اذاهم ولا تعجل حتی یاتی امر اللہ تعالیٰ۔
ان کی سختیوں اور ایذاؤں پر صبر فرمائیں اور عجلت نہ کریں۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔
(وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ) اور انہیں خبر دے کہ پانی ان میں حصوں سے ہے۔
وَاخبرهم بان ماء البئر التی لهم مقسوم لها یوم ولهم یوم۔
اور اے صالح علیہ السلام انہیں آگاہ کردیجیے کہ ان کے کنویں کا پانی ان کے لیے باری باری ہے ایک
دن ناقہ کے لیے اور ایک دن قوم کے لوگوں کے لیے۔
(كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ) ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے (کل شرب) نصیب وحصة
منه یعنی جس کی باری ہے وہ اپنی باری کے روز اپنے حصہ کے لیے کنویں پر حاضر ہو (محتضر) یحضره
صاحبه فی نوبته فتحضر الناقة تارة ویحضرونه اخری۔
یعنی جس کی باری ہے وہ باری پر حاضر ہو ایک روز اونٹنی حاضر ہوگی اور دوسرے روز وہ لوگ حاضر ہوں
گے۔
(فَنَادَوْا) تو انہوں نے پکارا ای فارسلنا الناقة وکانوا علی هذه الوتیرة من
القسمة فملوا ذلك وعزموا علی عقر الناقة (فنادوا) لعقرها۔
یعنی ہم نے ناقہ برآمد کی اور وہ لوگ پانی کی تقسیم کے سلسلہ میں اسی حال پر تھے کہ انہوں نے گھبرا کر
اور ناقہ کی کونچیں کاٹنے کا ارادہ کیا۔ اور انہوں نے ناقہ کے قتل کے لیے پکارا۔
(صاحبهم) اپنے ساتھی کو هو قدار بن سلف وہ قدار ابن سالف تھا۔ جسے پکارا گیا
(فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ) تو اس نے لے کر اس کی کونچیں کاٹ دیں فتعاطی السیف فقتلها
تو اس نے تیز تلوار لے کر ناقہ پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔
فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ) پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔
آیت مکرر ہے مراد عذاب کی شدت اور ہولناکی بتانا ہے یعنی قوم ثمود کو ہولناک عذاب نے گھیر لیا۔ آگے عذاب

کی تفصیل ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً — بے شک ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی۔

فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ۝ — تبھی وہ ہو گئے جیسے گھیرا بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس سوکھی روندی ہوئی۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ — اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

(اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً) بے شک ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی۔ ھی صیحۃ جبریل علیہ السلام صاح صباح یوم الاحد۔

یہ جبرائیل علیہ السلام کی ہولناک چیخ تھی جو انہوں نے اتوار کو صبح کے وقت بلند کی۔

(فَكَانُوْا) تبھی وہ ہو گئے ای فصاروا یعنی وہ ہو گئے (قوم ثمود کے لوگ)

كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ) جیسے گھیرا بنانیوالے کی بچی ہوئی گھاس سوکھی روندی ہوئی۔

ای کالشجر الیابس الذی یجمعہ صاحب الحظیرۃ لماشیتہ فی الشتاء

یعنی سوکھی ہوئی (بھس) کی طرح جسے چرواہے سردیوں میں مویشیوں کے لیے جمع کر کے رکھتے ہیں یا اُس روندی ہوئی گھاس کی طرح جسے چوپائے پاؤں سے ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں۔ یعنی قوم ثمود کے لوگ عذاب کے بعد روندی ہوئی بکھری ہوئی توڑی یا گھاس کی طرح ہو گئے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ — اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

یعنی نصیحت پکڑنے والوں کے لیے ہم نے اس کتاب کریم کو آسان بنا دیا ہے۔ جو امم سابقہ کے احوال کو بیان کر رہی ہے، قوم ثمود کے تذکرہ کے بعد کفار مکہ کو ترغیب دلائی گئی ہے۔

(كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ) — لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۝ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ۝ — بے شک ہم نے ان پر پتھراؤ بھیجا۔ سوائے لوط کے گھر والوں کے ہم نے انہیں پچھلے پہر بچا لیا۔ اپنے پاس کی نعمت فرما کر ہم یونہی صلہ دیتے ہیں۔ جو شکر کرے۔

(كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ) لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ یعنی لوط علیہ السلام کی قوم نے

نے بھی رسولوں کی تکذیب کی اور لوط علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اور ان کی دعوت کا انکار کیا۔
(اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا) بے شک ہم نے ان پہ پتھراؤ بھیجا، ملکا علی ماقیل۔
یعنی جیسا کہ کہا گیا کہ فرشتہ بھیجا۔ جس نے ان پر پتھراؤ کیا، یہ معنی اس تقدیر پہ ہوں گے، جب حاصب بمعنی فاعل لیا جائے، یعنی سنگباری کرنے والا، آلوسی کہتے ہیں۔
وہ ان پر پتھر برساتا تھا، یا اس سے مراد آندھی کا نام ہے۔ جس سے سنگریزے برستے تھے۔
(اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ) سوائے لوط کے گھر والوں کے خاصة المومنین بہ اس سے مراد ان پر ایمان لانے والے ہیں اور کہا گیا ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دو صاحبزادیاں مراد ہیں۔
(نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ) ہم نے انہیں پچھلے پہر بچا لیا۔
ای فی السحر وھو اٰخر اللیل یعنی سحر کے وقت جو رات کا پچھلا حصہ تھی۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ ہم نے انہیں پو پھٹنے سے پہلے عذاب سے محفوظ کر لیا۔
نِعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا) اپنے پاس کی نعمت فرما کر ای انعاما منا وھو علیہ لنجینا۔
یعنی ہماری طرف سے انعام کے طور پر اور یہی سبب ہے۔ نَجَّیْنَا کا، یعنی ان کو نجات دینا ہماری طرف سے بطور انعام تھا۔
(کَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ ہم یونہی صلہ دیتے ہیں جو شکر کرے۔
یعنی جو ایمان و اطاعت کا اظہار کرتا ہے اور فرمانبردار رہتا ہے تو ہم اُسے صلہ دیتے ہیں جس طرح آل لوط کو عطا فرمایا اور انہیں عذاب سے محفوظ رکھا۔

وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا اور بے شک اس نے انہیں ہماری گرفت
فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ٥ سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا۔

(وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ) اور بلاشبہ اس نے انہیں ڈرایا۔ یعنی لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو انتباہ کر دیا۔
(بَطْشَتَنَا) ہماری گرفت اخذتنا الشدید ة بالعذاب۔
ہماری عذاب کے ساتھ سخت پکڑ سے اور یہ بھی درست ہے کہ یہاں صرف عذاب ہی مراد ہو۔
(فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ) انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا۔
(فَتَمَارَوْا) فکذبوا یعنی انہوں نے جھٹلایا یا انکار کیا یا حضرت لوط علیہ السلام کو سچا نہ جانا اور عذاب کے بارے میں شک کرنے لگے۔

وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝

انہوں نے اسے اُس کے مہمانوں سے پھسلانا چاہا، تو ہم نے انکی آنکھیں میٹ دیں فرمایا چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

(وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ) انہوں نے اُسے اس کے مہمانوں سے پھسلانا چاہا۔ صَرَفُوْهُ عن رايه فيهم وطَلَبُوْا الفجور بهم۔

قوم لوط کے لوگوں نے ان مہمانوں کے بارے میں لوط علیہ السلام کی باتوں کی مطلق پرواہ نہ کی۔ اور خبیث ارادہ کے ساتھ مہمانوں کا مطالبہ کیا۔

یہ مہمان فرشتے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی ان میں شامل تھے۔ یہ ملائکہ خوش رو اور خوش جمال لڑکوں کی صورت میں آئے تھے، قوم کے لوگوں نے لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیں اور آپ ہمارے اور ان مہمانوں کے درمیان حائل و دخیل نہ ہوں۔ انہوں نے ایسا بدکاری کے ارادہ سے کہا حضرت نے بہت سمجھایا۔ مگر اہل قوم نہ مانے اور آپ کے گھر میں دروازہ توڑ کر گھسنے لگے۔ جس پر آپ بہت پریشان اور فکر مند ہوئے تو ان مہمانوں (فرشتوں) نے آپ سے کہا کہ ہم آپ کے پروردگار کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ آپ انہیں اندر آنے دیں۔ چنانچہ اہل قوم بہ نیت فاسد اندر گھس آئے۔

(فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ) تو ہم نے ان کی آنکھیں میٹ دیں ای ازلنا اثرها ذلك بمسحها تسويتها كسائر الوجه۔

یعنی ہم نے انکی نظروں کا دیکھنا زائل کر دیا۔ اور ان کی آنکھیں سارے چہرے کی طرح ہموار و برابر کر دیں۔ یعنی آنکھوں کا نشان بھی نہ رہا۔ اور مروی ہے کہ جس رات قوم لوط کے لوگ آئے اور لوط علیہ السلام کے گھر کے دروازہ کو توڑ کر اندر گھس آئے۔ تو پروردگار جل وعلا نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ ان پر سے ایک جھپٹ ماریں۔ چنانچہ انکی جھپٹ پر وہ لوگ اندھے ہو گئے اور حیرت زدہ سرگرداں پھرتے تھے۔ لیکن گھر کا دروازہ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ بالآخر لوط علیہ السلام نے انہیں اسی حالت پر باہر نکال دیا۔

(فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ) فرمایا چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان

اى فقلنا لهم ذالك على السنة الملائكة عليهم السلام

یعنی ہم نے فرشتوں کی زبانی ان لوگوں سے کہا کہ جس امر سے تمہیں لوط علیہ السلام ڈراتے رہے تھے اب اُس کا اور میرے عذاب کا مزہ چکھو۔

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ

اور بے شک صبح تڑکے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا۔

مُسْتَقِرٌّ ٥ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ ٥ تو چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے

مِنْ مُّدَّكِرٍ ٥ لیے تو ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔

(وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً) اور بے شک صبح تڑکے آیا ان پر۔ اول النھار وھی اخص من

الصباح یعنی صبح سویرے یا صبح سویرے پہلے یا دن ہوتے ہی یا پو پھٹتے ہی جو صبح کا اول وقت ہے۔

(عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ) ٹھہرنے والا عذاب یستقر بھم ویدوم حتی یسلمھم الی النار او

لا یدفع عنھم او یبلغ غایتہ۔

یعنی ایسا عذاب جو ان پر قائم رہے گا۔ اور ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ وہ جہنم میں ڈال دیے جائیں۔ یا

مراد ہے ان پر سے نہ ہٹنے والا عذاب مراد ہمیشہ طاری رہنے والا عذاب یا مراد ہے کہ ایسا عذاب جو انہیں

اس کی غایت درجہ و انتہا تک پہنچا دے۔ یعنی مرنے کے بعد بھی جہنم میں بحالت عذاب ہی داخل ہوں اور

ایک قول یہ ہے کہ دنیا میں پتھروں سے ہلاکت و بربادی، پھر عذاب برزخ و قبر اور پھر ہمیشہ ہمیش کے لیے

جہنم کا عذاب،

(فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ) تو چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

قوم لوط کے تذکرہ کے بعد بطور انتباہ کے ہے تاکہ کفار کو ترغیب ہو۔ اور وہ عبرت حاصل کریں۔

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن سمجھنے کے لیے

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

یعنی قرآن حکیم ذکر و نصیحت کیلئے آسان کر دیا ہے۔ تو کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے۔ یعنی

رغبت حق رکھنے والا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ قمر پ۲۷

وَلَقَدْ جَاۗءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ
اور بیشک فرعون والوں کے پاس رسول آئے۔

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ
انہوں نے ہماری سب نشانیاں جھٹلائیں تو ہم نے ان پر گرفت کی جو ایک عزت والے اور عظیم قدرت والے کی شان تھی۔

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰۗىِٕكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَاۗءَةٌ فِي الزُّبُرِ
کیا تمہارے کافر ان سے بہتر ہیں یا کتابوں میں تمہاری چھٹی لکھی ہوئی ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ
یا یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ
اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ
بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے اور قیامت نہایت کڑی اور سخت کڑوی ہے۔

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ
بے شک مجرم گمراہ اور دیوانے ہیں۔

يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ
جس دن آگ میں اپنے مونہوں پر گھسیٹے جائیں گے اور فرمایا جائے گا چکھو دوزخ کی آنچ۔

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ
بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی ہے۔

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ
اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک مارنا۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ
اور بے شک ہم نے تمہاری وضع کے ہلاک کر

مُّدَّكِرٍ ○ — دیہے تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ○ — اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ○ — اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ○ — بیشک پرہیزگار باغوں اور نہریں میں ہیں

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ○ — سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ قمر پ۲۷

وَ۔اور	لَقَدْ۔بے شک	جَآءَ۔آئے	آلَ۔قوم
فِرْعَوْنَ۔فرعون کے پاس	النُّذُرُ۔ڈرانے والے	كَذَّبُوا۔جھٹلایا انہوں نے	بِاٰيٰتِنَا۔ہماری ساری
كُلِّهَا۔آیات کو	فَاَخَذْنٰهُمْ۔توہم نے ان کو پکڑا۔		اَخْذَ۔پکڑنا
عَزِيْزٍ۔غالب	مُقْتَدِرٍ۔قدرت والے کا	اَ۔کیا	كُفَّارُ۔کافر
كُمْ۔تمہارے	خَيْرٌ۔بہتر ہیں	مِنْ۔ان	اُولٰٓئِكُمْ۔لوگوں سے
اَمْ۔یا	لَكُمْ۔تمہارے لیے	بَرَآءَةٌ۔براءت ہے	فِي۔بیچ
الزُّبُرِ۔کتابوں کے	اَمْ۔کیا	يَقُوْلُوْنَ۔کہتے ہیں	نَحْنُ۔ہم
جَمِيْعٌ۔سب مل کر	مُنْتَصِرٌ۔بدلہ لینگے	سَيُهْزَمُ۔جلدی شکست دیا جائیگا	الْجَمْعُ۔جماعت
وَ۔اور	يُوَلُّوْنَ۔پھیریں گے	الدُّبُرَ۔پیٹھ	بَلِ۔بلکہ
السَّاعَةُ۔قیامت	مَوْعِدُ۔وعدہ ہے	هُمْ۔ان کا	وَ۔اور
السَّاعَةُ۔قیامت	اَدْهٰى۔بڑی کڑی ہے	وَ۔اور	اَمَرُّ۔بڑی کڑوی
اِنَّ۔بیشک	الْمُجْرِمِيْنَ۔مجرم	فِيْ۔بیچ	ضَلٰلٍ۔گمراہی
وَ۔اور	سُعُرٍ۔دیوانگی کے ہیں	يَوْمَ۔جس دن	يُسْحَبُوْنَ۔گھسیٹے جائیں گے
فِي۔بیچ	النَّارِ۔آگ کے	عَلٰى۔اوپر	وُجُوْهِهِمْ۔اپنے موہنوں کے

ذُوْقُوْا ۔ چکھو	مَسَّ ۔ آنچ	سَقَرَ ۔ دوزخ کی	اِنَّا ۔ بیشک ہم نے
كُلَّ ۔ ہر	شَيْءٍ ۔ چیز کو	خَلَقْنٰهُ ۔ پیدا کیا ہے ایک	
بِقَدَرٍ ۔ اندازے سے	وَ ۔ اور	مَآ ۔ نہیں	اَمْرُنَآ ۔ حکم
نَا ۔ ہمارا	اِلَّا ۔ مگر	وَاحِدَةٌ ۔ ایک	كَلَمْحٍ ۔ جھپکنے
بِالْبَصَرِ ۔ آنکھ جیسا	وَ ۔ اور	لَقَدْ ۔ بے شک	اَهْلَكْنَآ ۔ ہم نے ہلاک کیے
اَشْيَاعَكُمْ ۔ تمہارے جیسے	فَهَلْ ۔ تو کیا	مِنْ ۔ کوئی ہے	مُّدَّكِرٍ ۔ دھیان کرنے والا
وَ ۔ اور	كُلُّ ۔ ہر وہ	شَيْءٍ ۔ چیز جو	فَعَلُوْهُ ۔ کی انہوں نے
هُوَ ۔ وہ ہے	فِي ۔ بیچ	الزُّبُرِ ۔ کتابوں کے	وَ ۔ اور
كُلُّ ۔ ہر	صَغِيْرٍ ۔ چھوٹی	وَ ۔ اور	كَبِيْرٍ ۔ بڑی
مُسْتَطَرٌ ۔ لکھی ہوئی ہے	اِنَّ ۔ بیشک	الْمُتَّقِيْنَ ۔ پرہیزگار	فِي ۔ بیچ
جَنّٰتٍ ۔ جنت	وَ ۔ اور	نَهَرٍ ۔ نہروں کے ہونگے	فِي ۔ بیچ
مَقْعَدِ ۔ مقام	صِدْقٍ ۔ صدق کے	عِنْدَ ۔ پاس	مَلِيْكٍ ۔ بادشاہ
مُّقْتَدِرٍ ۔ قدرت والے کے			

مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورہ قمر پ ۲۷

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ
اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ ۵

اور بے شک فرعون والوں کے پاس رسول آئے
انہوں نے ہماری سب نشانیاں جھٹلائیں۔ تو
ہم نے ان پر گرفت کی جو ایک عزت والے
اور عظیم قدرت والے کی شان تھی۔

(وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ) اور بے شک فرعون والوں کے پاس رسول آئے

وَ قسمیہ ہے اور لَقَدْ تاکید کے طور پر مزید ہے۔ یعنی فرعون والوں کے قصہ میں تو کید قسمی صادر ہوئی ہے۔ جو ان کے کفر و ضلال اور طغیانی و سرکشی کے اظہار پر صادر کرتی ہے۔ کہ باوجود ڈر سنانے یا رسولوں

کی تشریف آوری کے راہ ہدایت پر گامزن نہ ہوئے اور ایمان نہ لائے ۔ آل فرعون سے مراد فرعون والے ہیں اور فرعون ان میں شامل ہے۔ اس لیے اس کو الگ ذکر نہیں کیا گیا۔ فرعون کی اولاد نرینہ نہ تھی اور آل سے مراد اس کے متبعین ہیں ۔ اور متبوع (فرعون) کو الگ ذکر کرنا ضروری نہ تھا۔

النذر: اگر نذیر کی جمع ہے تو اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ہیں جو فرعون کی طرف مبعوث کئے گئے اور اگر النذر مصدر ہے تو مراد نصیحت کی باتیں، عذاب کی خبریں وعیدیں ہیں۔ جو رسولوں نے انہیں ارشاد فرمائیں۔ تاکہ قبول حق پر آمادہ ہوں، مگر وہ انہیں جھٹلاتے رہے۔

(كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا) انہوں نے ہماری سب نشانیاں جھٹلائیں۔

(وهی ایات الانبیاء کلهم علیهم السلام فان تکذیب البعض تکذیب للکل او هی الایات التسع)

اور یہاں آیات سے مراد تمام انبیاء کے فرمودات و معجزات ہیں کیونکہ حضرات انبیاء میں سے بعض کی تکذیب سب کی تکذیب ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تکذیب سب انبیاء علیہم السلام کی تکذیب ہے۔ یا اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارے گئے نو۔ احکام ہیں۔

(فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ) تو ہم نے ان پر گرفت کی جو ایک عزت والے اور عظیم قدرت والے کی شان تھی۔

(فاخذنهم) تو ہم نے ان پر پکڑ کی۔ ای آل فرعون وزعم بعض ان ضمیر (کذبوا) و ضمیر اخذناهم عائد ان علی جمیع من تقدم ذکرہ من الامم وتم الکلام عند قوله تعالی: (النذر) ولیس بشیء والفاء للتفریع ای فاخذنهم وقهرناهم لاجل تکذیبهم۔

یعنی ہم نے فرعون والوں کو پکڑ لیا اور بعض نے کذبوا کی ضمیر اور اخذناهم کی ضمیر سے گمان کیا یہ دونوں ان سب قوموں پر عائد ہوتی ہیں۔ جن کا ذکر پیچھے گذرا۔ اور حق تعالیٰ نے کلام کا خاتمہ لفظ نذر پر فرمایا ہے اور وہ کسی شے کے ساتھ خاص نہیں اور فا تفریع کے لیے ہے۔ یعنی ہم نے ان کی پکڑ کی اور ان کے جھٹلانے اور نہ ماننے کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا اور غضب فرمایا۔

(اخذ عزیز) پکڑ غالب کی یا عزت والے کی لا یغالب یعنی ایسی پکڑ کی جس پر کوئی غلبہ نہ پا سکے

(مقتدر) عظیم قدرت والے کی لا یعجزہ شیء یعنی ایسے عظیم قادر کی گرفت جس کو کوئی عاجز و مغلوب نہ کر سکے یا روک نہ سکے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ پروردگار جل وعلا نے جو عزت و غلبے والا ہے۔ اور عظیم قدرت والا ہے فرعون والوں کو پکڑ لیا جس طرح کہ اس کا شان مقتضی تھا اور فرعون جو کہ مدعی الوہیت تھا اور غلبہ و شوکت میں عدیم النظیر تھا۔ باوجود اپنی قوت و شوکت کے گرفت الٰہی کو نہ روک سکا نہ خود بچ سکا۔ اور نہ ہی کسی کو بچا سکا۔ اور اس پر اپنے دعویٰ کی حقیقت نہ صرف کھل گئی بلکہ بے بسی کے عالم میں اپنے متبعین سمیت غرق و ہلاک ہو گیا۔ اور داخل جہنم ہوا۔

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ ۝ — کیا تمہارے کافر ان سے بہتر ہیں یا کتابوں میں تمہاری چھٹی لکھی ہوئی ہے۔

(اَكُفَّارُكُمْ) کی ضمیر یا تو اہل ایمان کی طرف راجع ہے یا اہل عرب کی طرف یعنی اے اہل عرب تمہارے کفار یا اے مومنو کیا کفار مکہ یا پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے خطاب ہے کہ اے رسول معظم آپ کے جھٹلانے والے لوگ۔

خیر من اولیکم ان سے بہتر والمراد الخیریة باعتبار الدنیا وزینتها ككثرة القوة والشدة ووفور العدد والعدة۔

اور یہاں بہتر سے مراد دنیا اور اس کی زینت کے اعتبار سے برتری ہے جس طرح کہ قوت و شدت کی بہتات اور نفری اور تعدادی قوت کی کثرت۔

استفہام انکاری ہے جس کا واضح مطلب ہے کہ کفار مکہ اقوام گذشتہ مثل قوم نوح، عاد، ثمود اور آل فرعون سے ظاہری کر و فر، شان و شوکت، قوت و تعداد، ضلال و طغیان میں سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ حالانکہ اللہ نے ان میں سے بعض کا قول نقل فرمایا "مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً" (پ ۲۴) کہ وہ اپنے بڑھ کر کسی کو قوی نہ جانتے تھے تو کفار مکہ کیونکر عذاب سے بچ سکتے ہیں جب کہ ان سے اشد اقوام نہ بچ سکیں۔

(اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ) یا تمہارے لیے کتابوں میں چھٹی لکھی ہے

یعنی کیا تمہارے لیے آسمانی نوشتوں میں (تقدیر) عذاب سے رخصت مکتوب ہے کہ تم رسولوں کو جھٹلاؤ، کفر کرو، سرکشی و بغاوت کرو اور تمہیں پکڑا نہ جائے۔ واضح مطلب یہ ہے کہ خدا کی سنت تبدیل نہیں ہوتی جو قوم بھی رسولوں کی نافرمانی کرے، کفر و سرکشی دکھائے۔ اور آیات الٰہی کا انکار و تمسخر اڑائے اس کا انجام ہلاکت و عذاب ہے۔ اور کفار مکہ اس سے کیونکر بچ سکتے ہیں ان میں انتباہ اور موعظت ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ — یا یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے

(اَمْ يَقُوْلُوْنَ) یا وہ کہتے ہیں۔ یعنی کفار مکہ ابو حیوۃ اور موسیٰ الاسواری نے تَقُوْلُوْنَ پڑھا

یعنی تائے خطاب سے یعنی تم کفار مکہ یہ کہتے ہو۔

(نحن جمیع) ہم سب، نحن جماعۃ امرنا مجتمع لا یرام ولا یضام
ہم سب ہیں یعنی ایسے لوگ ہیں جن کا معاملہ اکٹھا ہے نہ مغلوب ہوں گے اور نہ ہی بکھریں گے
(منتصر) محفوظ، من الاعداء لا یغلب او متناصر ینصر بعضنا بعضنا۔

دشمنوں سے مغلوب نہ ہوں گے۔ یا ہم باہم ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا کفار مکہ یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت بڑی مضبوط اور قوی ہے۔ اور دشمن ہم پر غالب نہیں آسکتا یا یہ کہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور ان کا سب کا مقصد و معاملہ ایک ہی ہے۔ ابن جریر سے مروی ہے کہ یوم بدر کفار نے یہ بڑ ہانکی تھی۔ اور بڑے کروفر سے یہ کہا تھا نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنْتَصِرٌ تو آیت سیھزم الجمع و یولون الدبر نازل ہوئی، کفار کا یہ کہنا کہ ہمارا ٹولہ ایک ہی ہے۔ اور ہمارا امر اجتماعی اپنی شوکت کے اظہار کے لیے تھا۔ اور وہ بزعم خویش سمجھتے تھے کہ ہم مل کر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لے لیں گے اور غالب و منصور رہیں گے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے۔

(سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ) اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت

یوم بدر کفار نے کہا تھا کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی اور سورۂ قمر کی یہی آیت مدنی ہے جو یوم بدر اتری اور کفار کے جواب میں فرمایا گیا: سَ تاکید اور جلدی کے اظہار کے لیے ہے یعنی ابھی بھگائی جاتی ہے الجمع سے مراد جتھا یعنی کفار مکہ کا جتھا ابھی تتر بتر ہوتا ہے صحیح بخاری میں ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر اپنے پروردگار کے حضور دعا میں بہت مبالغہ فرمایا اور زرہ پہنے ہوئے تیزی سے عریش سے برآمد ہوئے اور آپ فرما رہے تھے۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ چنانچہ جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ کفار مکہ ہزیمت اٹھا کر پشت پھیر کر بھاگے۔

(ویولون الدبر) اور پیٹھ پھیر دیں گے۔

بدر کے روز کفار مکہ کی جماعت منتشر ہوگئی اور سخت ہزیمت اٹھائی، اور سبھی پشت دکھا کے چلے اور بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفار مکہ نے عہد مکی میں کہا تھا کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے تو باری تعالیٰ سے

یعنی تائے خطاب سے یعنی تم کفار مکہ یہ کہتے ہو۔

(نحن جمیع) ہم سب، نحن جماعۃ امرنا مجتمع لا یرام ولا یضام
ہم سب ہیں یعنی ایسے لوگ ہیں جن کا معاملہ اکٹھا ہے نہ مغلوب ہوں گے اور نہ ہی بکھریں گے
(منتصر) محفوظ، من الاعداء لا یغلب او متناصر ینصر بعضنا بعضاً۔
دشمنوں سے مغلوب نہ ہوں گے۔ یا ہم باہم ایک دوسرے کی مدد کرنیوالے ہیں۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا کفار مکہ یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت بڑی مضبوط اور قوی ہے۔ اور دشمن ہم پر غالب نہیں آسکتا یا یہ کہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور ان کا سب کا مقصد و معاملہ ایک ہی ہے۔ ابن جریر سے مروی ہے کہ یوم بدر کفار نے یہ بڑ ہانکی تھی۔ اور بڑے کر و فر سے یہ کہا تھا نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ تو آیت سیھزم الجمع ویولون الدبر نازل ہوئی، کفار کا یہ کہنا کہ ہمارا ٹولہ ایک ہی ہے۔ اور ہمارا امر اجتماعی اپنی شوکت کے اظہار کے لیے تھا۔ اور وہ بزعم خویش سمجھتے تھے کہ ہم مل کر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لے لیں گے اور غالب و منصور رہیں گے۔

سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے۔

(سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ) اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت
یوم بدر کفار نے کہا تھا کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی اور سورۂ قمر کی یہی آیت مدنی ہے جو یوم بدر نازل ہوئی اور کفار کے جواب میں فرمایا گیا: سَ تاکید اور جلدی کے اظہار کے لیے ہے یعنی ابھی بھگائی جاتی ہے الجمع سے مراد جتھا یعنی کفار مکہ کا جتھا ابھی تتر بتر ہوتا ہے صحیح بخاری میں ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر اپنے پروردگار کے حضور دعا میں بہت مبالغہ فرمایا اور زرہ پہنے ہوئے تیزی سے عریش سے برآمد ہوئے اور آپ فرما رہے تھے۔ سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ چنانچہ جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ کفار مکہ ہزیمت اٹھا کر پشت پھیر کر بھاگے۔

(ویولون الدبر) اور پیٹھ پھیر دیں گے۔
بدر کے روز کفار مکہ کی جماعت منتشر ہو گئی اور سخت ہزیمت اٹھائی، اور سبھی پشت دکھا کے جلدی بھاگے اور بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفار مکہ نے عہد مکی میں کہا تھا کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے تو باری تعالیٰ سے

ارشاد ہوا کہ کفار جلد بھاگیں گے اور پشت پھیر دیں گے اور اس آیت کا مکی ہونا دلائل نبوۃ سے ہے۔ اگر اسے مکی تسلیم کیا جائے تو اندریں صورت یہ پیشین گوئی بالغیب ہوگی کیونکہ اس وقت تک جہاد و قتال شروع نہ ہوا تھا۔ ابوحیوۃ اور موسی الاسواری نے گذشتہ آیت یَقُوْلُوْنَ کو تَقُوْلُوْنَ اور سَیُھْزَمُ کو سَتُھْزَمُ پڑھا ہے۔ اس قراءت پر صورت خطابی ہے کہ اگر تم یہ کہتے ہو تو تم جلد ہی ہزیمت سے دوچار ہوگے اور تمہاری جماعت منتشر ہو جائے گی اور تم سب پیٹھ پھیر کر بھاگو گے۔ واللہ اعلم۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ — بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے۔

وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ — اور قیامت نہایت کڑی اور سخت کڑوی

(بل الساعۃ موعدھم) بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے۔ ای لیس ھذا تمام عقوبتھم بل الساعۃ موعد عذابھم وھذا من طلائعہ

یعنی یہی سب کچھ نہیں کہ ان کی سزا پوری ہوگئی بلکہ ان سب کے عذاب کا مقررہ وعدہ تو روز قیامت ہے اور دنیا میں جو انہیں (کفار مکہ) پیش آیا۔ آخرت کے عذاب کا پیش خیمہ ہے اور اس عذاب دنیوی کے بعد روز قیامت عذاب کا پختہ وعدہ ہے۔

(وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى) اور قیامت نہایت کڑی۔

ای اعظم داھیۃ وھی الامر المنکر الفظیع الذی لا یھتدی الی الخلاص عنہ یعنی قیامت بہت بڑی اور کڑی مصیبت ہے۔ اور ایسا امر ہے جس کا تدارک ممکن نہیں اور نہ ہی اس سے رہائی اور خلاصی کا کوئی راستہ ہے۔

(وَاَمَرُّ) اور کڑوی واشد مرارۃ فی المذاق۔

اور وہ چکھنے میں سخت تلخ اور ناگوار ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ دنیوی عذاب حتمی امر نہیں بلکہ عذاب کا وعدہ روز قیامت ہے۔ اور یہ عذاب جو دنیا میں پہنچا ہے۔ یہ عذاب آخرت کی تمہید ہے اور دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے سامنے گویا عذاب ہی نہیں اور قیامت کا عذاب بڑی کڑی مصیبت اور انتہائی تلخ و ناگوار ہے جس سے رہائی و خلاصی کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۘ — بے شک مجرم گمراہ اور دیوانے ہیں۔

يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِى النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ — جس دن آگ میں اپنے مونہوں پر گھسیٹے جائیں گے۔ اور فرمایا جائے گا چکھو دوزخ

سَقَرَ ۰ کی آنچ۔

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ بے شک مجرم من الاولین والآخرین یعنی پہلوں سے اور پچھلوں سے یعنی تمام کافر لوگ خواہ پہلے ہوں یا پچھلے۔

فِیْ ضَلٰلٍ گمراہ فی ھلاک بربادی میں ہے او فی ضلال من الحق یا پھر حق سے پھرے ہوئے ہیں۔ سید ھا راستہ کھوئے ہوئے ہیں

(وَ سُعُرٍ) اور دیوانے ہیں قال ابن عباس فی خسران وجنون گھاٹے میں ہیں اور دیوانے ہیں حسن نے کہا بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ اور سعر سے مراد عذاب بھی ہے۔

(یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ) جس دن گھسیٹے جائیں گے ای یجرون یعنی دھکیلے جائیں گے۔ روز قیامت کفار دوزخ کی طرف گھسیٹے جائیں گے۔

(فِی النَّارِ) آگ میں یعنی دوزخ میں۔

(عَلٰی وُجُوْهِهِمْ) موہوں پر منہ کے بل یا نتھنوں کے بل یعنی اُلٹے کر کے منہ کے بل دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ) چکھو دوزخ کی آنچ

روز قیامت کفار سے کہا جائیگا ذُوْقُوْا یعنی چکھو مَسَّ سَقَرَ آگ کی گرمی یا عذاب جہنم کا مزہ چکھو

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۰ بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔

(اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ) بے شک ہم نے ہر چیز من الاشیاء یعنی ہر ایک شے سے (خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ) ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔ ای مقدرا مکتوبا فی اللوح قبل وقوعہ فالقدر بالمعنی المشہور الذی یقابل القضاء۔

یعنی وہ خاص اندازہ جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اس کے وقوع سے پہلے اور قدر کے مشہور معنی یہاں وہی ہیں جو قضا رکے مقابل ہیں یعنی حسب اقتضائے حکمت، حسن کا قول ہے قدر کا مطلب ہے ہر شے کا تخلیق سے پہلے وہ خاص اندازہ جو مقتضائے حکمت الہی ہے۔ اور اس شے کو ویسا ہی ہونا چاہیے یہ آیۂ مبارکہ مسئلہ تقدیر پر نص ہے۔ اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے خواہ ذوات ہوں یا افعال اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے ہر بھلائی برائی اپنے علم ازلی کے موافق مقدر فرمادی ہے۔ یعنی جیسا ہونے والا تھا

اور جو جیسا کرنے والا تھا۔ اللہ نے اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ دیا تو ایسا ہرگز نہیں کہ اللہ نے جو لکھ دیا ہم کو ویسا کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا اللہ کے علم یا نوشتہ تقدیر نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔ قضاو قدر میں زیادہ غور و فکر موجب ہلاکت ہے۔ شیخین کریمین جیسے بزرگ اس میں بحث سے منع کیے گئے عام لوگوں کی کیا حیثیت ہے، آدمی کو ایک نوع کا اختیار ہے کہ چاہے ایک کام کرے یا نہ کرے اور اس کے ساتھ عقل نفع و نقصان کی پہچان بھی عطا کی گئی ہے۔ سامان و اسباب مہیا ہیں۔ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔ اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں۔ اور اسی کسب پر مواخذہ ہے۔ آدمی کا خود کو بالکل مجبور یا مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہیں۔ صدر اوّل میں دو فرقے گذرے ایک جبریہ دوسرے قدریہ دونوں ہی گمراہ تھے۔ اور حق کا راستہ وہی ہے جو ہم نے اوپر لکھا یہ آیہ قدریہ کے رد میں اُتری۔ یہ قدریہ مذکورہ فرقہ نہ تھے۔ بلکہ قریش کے بعض لوگ یا مشرکین تھے جو مسئلہ تقدیر میں سردر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنے آئے تھے۔ اس مخاصمہ کی تفصیل امام احمد نے اپنی مسند مسلم نے اپنی صحیح اور ترمذی وابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کی ہے قدریہ قدرت الٰہی کے منکر ہیں۔ اور حوادث کو کواکب وغیرہ سے منسوب کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میری امت کے دو گروہ ہیں اور ان دونوں کا اسلام میں کچھ حصہ نہیں۔ وہ مرجیہ اور قدریہ میں متعدد احادیث میں انہیں اس امت کا مجوسی کہا گیا اور ان سے مجالست، موانست، نشست و برخاست، عبادت و تعزیت سختی سے منع فرمائی گئی اور انہوں اصحاب و رجال اور بدترین خلق فرمایا گیا۔ (احمد، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ)

آیت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ ہم نے ہر ایک شے کو اپنی اقتضائے حکمت کے موافق پیدا کیا ہے۔

وَمَا أَمْرُنَآ إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ٥	اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک مارنا۔

(وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ) اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے۔ ای ماشأننا الا فعلة واحدة على نہج لا یختلف ووتیرة لا تتعدد وهى الايجاد بلا معالجه ومشقة او ما امرنا الا كلمة واحدة وهى قوله تعالى (كُنْ)، فالامر مقابل النهى وواحد الامور فاذا اراد عزوجل سبحانه شيأ قال له كن فيكون،

یعنی ہمارا کوئی کام نہیں مگر ایک فعل ایسے طریق پر جو نہ مختلف اور نہ ہی بار بار کہنے کی ضرورت اور وہ کسی شے کا موجود ہونا ہے بغیر معالجہ و مشقت کے یا ہمارا امر صرف ایک بات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ کن (ہو جا) اور امر نہی کے مقابل ہے اور ایک ہی بات، پس جب پروردگار جل و علا کسی شے کا ارادہ فرماتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے ہو جا۔ تو وہ ہو جاتی ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے جس شے کے پیدا کرنے کا ارادہ ہو وہ حکم کے

کے ساتھ ہی ہو جاتی ہے۔

(کلمح بالبصر) جیسے پلک مارنا ای فی السیر و السرعة، وقیل: هذا فی قیام الساعة فهو کقوله تعالیٰ: (وما امر الساعة الا کلمح البصر)

یعنی تیزی اور جلدی سے بسرعت تمام جس طرح کہ پلک کا جھپکنا، اور کہا گیا ہے۔ یہ قیام قیامت کے لیے ہو گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ہی ارشاد ہے۔ اور قیامت کا حکم پلک جھپکنے سے بھی بڑھ کر تیز ہو گا۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اَشْيَاعَكُمْ اور بے شک ہم نے تمہاری وضع کے ہلاک

فهل من مُدَّكِرٍ ٥ کر دیے تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔

وَلَقَدْ اهلكنا اَشْيَاعَكُم اور بلا شبہ ہم نے تمہاری وضع کے ہلاک کر دیے۔

ای اشباهکم فی الکفر من الامم السالفة۔

یعنی کفر میں تم سے ملتے جلتے لوگ جو گذشتہ امتوں میں ہوئے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔

(فَهَلْ من مدکر) تو ہے کوئی دھیان کرنے والا متعظ بذلك

یعنی ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اے کفار مکہ تم سے پہلے تمہاری وضع کے لوگ جو تمہاری طرح کفر و سرکشی کرنے والے تھے۔ ہم نے ان کو ہلاک و برباد کر دیا۔ تو تمہیں ان لوگوں کے انجام سے عبرت پکڑنی چاہیے۔ تو کیا تم نصیحت پکڑتے ہو یہاں استفہام نصیحت و رغبت ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِى الزُّبُرِ اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے

(وکل شئ فعلوه) اور انہوں نے جو کچھ کیا۔ من الکفر المعاصی والضمیر المرفوع للاشیاع کما روی عن ابن عباس۔

یعنی کفر و معاصی سے اور ضمیر اشیاع کی طرف راجع ہے یعنی پہلی امتوں کے کفار نے جو کچھ کفر و سرکشی دکھائی اور معاصی کے مرتکب ہوئے۔

(فی الزبر) سب کتابوں میں ہے۔ ای کل شئ فعلوه فی الدنیا مکتوب فی کتب الحفظ غیر مغفول عنه

یعنی جو کچھ ان کفار نے کیا وہ حافظ اعمال فرشتوں کے نوشتوں میں لکھا ہوا ہے۔ بغیر کسی لاپرواہی کے اور زبر سے مراد لوح محفوظ بھی لیا گیا ہے یعنی ان کے اعمال و افعال لوح محفوظ میں بھی مکتوب ہیں۔

وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ٥ اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ) اور ہر چھوٹی بڑی شے۔
من الاعمال كما روى عن ابن عباس وقيل ومن كل ماهو كائن الى يوم القيامة
جیساکہ ابن عباس سے مروی ہے اعمال وافعال سے ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے یعنی لوح محفوظ میں اور کہا گیا ہے اور ہر وہ شے جو قیامت تک ہونے والی ہے خواہ اس میں بڑی ہے یا چھوٹی لوح محفوظ میں درج ہے۔

(مُسْتَطَرٌ) لکھی ہوئی۔ مسطور مکتتب فى اللوح بتفاصيله
لوح محفوظ میں لکھی گئی ہے اپنی تفاصیل کے ساتھ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ گذشتہ کافروں نے جو افعال و اعمال کیئے وہ سب کے سب کراماً کاتبین کے نوشتوں میں بغیر کسی شے سے غفلت کئے ہوئے بالتفصیل اور بالکلیہ لکھے ہوگئے ہیں۔ یا لوح محفوظ میں درج و مرقوم ہیں، میں کہتا ہوں کہ اقوام ماضی کی تاریخ بھی ان کے واقعات و قصص کی امین ہے اور ان کے کرتوتوں پر شاہد ہے اور یونہی گذشتہ کتب سماویہ میں بھی ان کی تفصیل عبرت دلانے کے لیے کم نہیں۔ اور ان کے اماکن سکونت بھی نصیحت پکڑنے والوں کو تا قیامت دعوتِ فکر دے رہے ہیں اور لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی شے درج ہے گویا کفار مکہ کو انتباہ ہے کہ تمہاری وضع وچلن کے گذشتہ کافر جب ہلاک و برباد ہوگئے اور ان کی ہر بات مرقوم ہے جو روز قیامت ان پر عیاں اور پیش ہوگی۔ تو تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے حالانکہ تمہارے سامنے ظاہری شواہد بھی موجود ہیں، لہذا تم یہ بھی جان لو کہ تمہارے افعال و اعمال لوح محفوظ میں بھی مرقوم ہیں اور فرشتوں کے نوشتوں میں درج ہو رہے ہیں۔

ان المتقين فى جنّٰتٍ ونَهَرٍ ہ	بے شک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ہیں
فى مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ	سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ
مَلِيكٍ مقتدرٍ ہ ع	کے حضور۔

(ان المتقين) بے شک پرہیزگار اى من الكفر والمعاصى، وقيل من الكفر۔
یعنی کفر اور گناہوں سے بچنے والے لوگ اور کہا گیا کفر سے بچنے والے یعنی یہ پرہیزگار مومن یا جنتی لوگ۔

(فى جَنّٰتٍ) باغوں میں، عظیم الشان ایسے باغ جو عالی شان ہوں گے۔
(وَنَهَرٍ) اور نہر، اى انهار كذلك یعنی جنت کی نہریں، سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں چار نہروں کا ذکر ہے۔ دودھ، شراب، شہد اور میٹھے پانی کی نہریں۔

واخرج الحکیم والترمذی فی نوادر الاصول عن محمد بن کعب قال:
(ونھر) ای فی نور وضیاء

اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں محمد بن کعب سے تخریج کی ہے انہوں نے کہا اس سے مراد روشنی اور چمک ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا لا ظلمۃ ولا لیل عندھم نہ ہی ان پر تاریکی ہوگی اور نہ رات ہوگی۔

(فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ) سیح کی مجلس میں عثمان البتی نے پڑھا فی مَقَاعِدِ یعنی جمع پڑھا (مقعد۔ مقاعد) مقاعد کے معنی ہیں مقام اور صدق مقام کی صفت ہے جس کی خداوند قدوس نے اپنے دوستوں کو بشارت دی ہے۔ اس مقام پر اللہ کریم ان پر تجلی فرمائیگا۔ اور وہ دیدار الٰہی سے مشرف ہوں گے

عِنْدَ مَلِیْکٍ بادشاہ کے حضور ای ملک عظیم

یعنی ایسے بادشاہ کے حضور جس کی حکومت عظیم ہے، پروردگار جلّ وعلا

(مُّقْتَدِرٍ) عظیم قدرت والے

عظیم قدرت والے قادر اللہ کے حضور

واضح مفہوم یہ ہے کہ جنتی لوگ باغات اور نہروں میں ہوں گے یا ہمیشہ روشنی میں ہوں گے۔ اللہ کریم کے حضور سچے مکان میں ہوں گے۔ جہاں کوئی لغو بات نہ ہوگی۔ اور عظیم شہنشاہ اور بڑی قدرتوں کے مالک کے حضور سچی مجلسوں سے سرفراز ہوں گے۔ یعنی بارگاہ رب العزت کے مقرب ہوں گے۔ اور قرب الٰہی میں رہیں گے جو فکر وعلم کی پہنچ سے باہر ہے۔ کفار کے مسلسل تذکرہ اور معذب اقوام کے ذکر کے بعد اہل جنت کا ذکر ہے تاکہ ایمانداروں کو راحت اور دوسروں کو رغبت ہو۔ واللہ اعلم۔

بعونہ تعالیٰ سورہ قمر کی تکمیل ہوگئی اللہ تعالیٰ قبول اور آخرت کا سرمایہ بنائے
الحمد للہ رب العلمین بحرمۃ نبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فقیر قادری ابن الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی،

سورۃ الرحمن مکیہ

اس میں تین رکوع اور چھہتر یا اٹھہتر آیتیں اور تین سو اکیاون کلمات اور ایک ہزار چھ سو چھتیس آیلیہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ الرحمن پ۲۷

اَلرَّحْمٰنُ ۝ — رحمٰن نے (اپنے محبوب کو)

عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ — سکھایا قرآن۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ — انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا

عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۝ — ماکان ومایکون کا بیان انہیں سکھایا۔

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ — سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ ۝ — اور سبزے اور پیڑ سجدہ کرتے ہیں۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ ۝ — اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی۔

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ۝ — کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو

وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ۝ — اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ — اور زمین رکھی مخلوق کے لیے۔

فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ — اس میں میوے اور غلاف والی کھجوریں ہیں

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ ۝ — اور بھس کے ساتھ اناج اور خوشبو کے پھول۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ — تو اے جن وانس تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لوکے سے

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ دونوں پورب کا رب اور دونوں پچھم کا رب

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے۔

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝ ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ اور اسی کی ہیں وہ چلنے والیاں کہ دریا میں اٹھی ہیں جیسے پہاڑ۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ الرحمٰن پ ۲۷

اَلرَّحْمٰنُ - رحمٰن نے	عَلَّمَ - سکھایا	اَلْقُرْاٰنَ - قرآن	خَلَقَ - پیدا کیا
اَلْاِنْسَانَ - انسان کو	عَلَّمَهُ - سکھایا اسکو	اَلْبَيَانَ - بیان کرنا	اَلشَّمْسُ - سورج
وَ - اور	اَلْقَمَرُ - چاند	بِحُسْبَانٍ - حساب سے ہیں	وَ - اور
اَلنَّجْمُ - سبزے	وَ - اور	اَلشَّجَرُ - درخت	يَسْجُدٰنِ - سجدہ کرتے ہیں
وَ - اور	اَلسَّمَآءَ - آسمان	رَفَعَهَا - بلند کیا اسکو	وَ - اور
وَضَعَ - رکھی	اَلْمِيْزَانَ - ترازو	اَلَّا - یہ کہ	تَطْغَوْا - زیادتی کرو
فِي - بیچ	الْمِيْزَانِ - ترازو کے	وَ - اور	اَقِيْمُوا - قائم کرو

الوزن۔ وزن　بالقسط۔ انصاف سے　و۔ اور　لا۔ نہ
تخسروا۔ گھٹاؤ　المیزان۔ وزن　و۔ اور　الارض۔ زمین
وضعھا۔ رکھا اسکو　للانام۔ مخلوق کے لیے　فیھا۔ اس میں　فاکھۃ۔ میوے ہیں
و۔ اور　النخل۔ کھجوریں　ذات الاکمام۔ غلافوں والی
و۔ اور　الحب۔ اناج　ذو العصف۔ بھس کے ساتھ
و۔ اور　الریحان۔ خوشبودار پھول　فبای۔ تو کونسی　الاء۔ نعمت
ربکما۔ اپنے رب　تکذبن۔ جھٹلاؤ گے　خلق۔ پیدا کیا　الانسان۔ انسان کو
من صلصال۔ بجنی مٹی سے　کالفخار۔ ٹھیکری کی طرح　و۔ اور
خلق۔ پیدا کیا　الجان۔ جنوں کو　من مارج۔ شعلے　من نار۔ آگ سے
فبای۔ تو کونسی　الاء۔ نعمت　ربکما۔ اپنے رب کی　تکذبن۔ جھٹلاؤ گے تم
رب۔ وہ رب ہے　المشرقین۔ دو مشرقوں کا　و۔ اور　رب۔ رب ہے
المغربین۔ دو مغربوں کا　فبای۔ تو کونسی　الاء۔ نعمت　ربکما۔ اپنے رب کی
تکذبن۔ تم جھٹلاؤ گے　مرج۔ چلائے　البحرین۔ دو سمندر　یلتقیان۔ ملتے ہوئے
بینھما۔ انکے درمیان　برزخ۔ پردہ ہے　لا۔ نہیں　یبغیان۔ بڑھتے ایکدوسرے پر
فبای۔ تو کونسی　الاء۔ نعمت　ربکما۔ اپنے رب کی　تکذبن جھٹلاؤ گے تم
یخرج۔ نکلتے ہیں　منھما۔ ان سے　اللؤلؤ۔ موتی　و۔ اور
المرجان۔ مونگے　فبای۔ تو کونسی　الاء۔ نعمت　ربکما۔ اپنے رب کی
تکذبن۔ جھٹلاؤ گے تم　و۔ اور　لہ۔ اسی کے ہیں　الجوار۔ چلنے والیاں
المنشئت۔ اٹھی ہوئی　فی۔ بیچ　البحر۔ سمندر کے　کالاعلام۔ جیسے پہاڑ
فبای۔ تو کونسی　الاء۔ نعمت　ربکما۔ اپنے رب کی　تکذبن۔ جھٹلاؤ گے تم

مختصر تفسیر رکوع اول سورۃ رحمٰن پ۲۷

یہ سورہ مبارکہ مکی ہے۔ اس میں ۷۸ آیات اور تین رکوع ہیں۔ موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے آباء الکرام الاطہار سے نقل کیا ہے۔ کہ سورہ مکی ہے اور جمہور کا قول یہی ہے۔ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے۔ مقاتل کا قول بھی یہی ہے۔ ابن عباس کا دوسرا قول ہے کہ سوائے آیت یسئلہ من السمٰوٰت کے باقی سورت مدنی ہے۔ تاہم جمہور کے نزدیک سورۂ مبارکہ مکی ہے۔ بیہقی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ اس سورۂ مبارکہ کا نام عروس القرآن ہے۔ الرحمٰن اسمائے صفات میں سے ہے اس کے معنی ہیں غایت درجہ مہربان۔ رحمٰن صیغۂ مبالغہ ہے۔ کفار مکہ نے کہا تھا کہ رحمٰن کیا ہے ہم نہیں جانتے۔ اس پر اللہ کریم نے یہ سورۂ مبارکہ الرحمٰن نازل فرمائی کہ رحمٰن جس کا تم انکار کرتے ہو۔ وہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا۔ تفسیر خازن میں ہے کہ کفار مکہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بشر سکھاتا ہے تو سورۂ مبارکہ کی آیات کا نزول ہوا اور اللہ نے فرمایا کہ رحمٰن نے اپنے نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھایا۔ اور رحمٰن وہی اللہ ہے جس نے ابتدا سے انتہا تک تمام دنیوی اور اخروی نعمتیں عطا فرمائیں اور اسی مناسبت سے اس سورہ مبارکہ میں نعمتوں کا بالتکرار ذکر ہے اور یہ تکرار حسن کلام ہے اور کلام عرب میں اس طرح تکرار کی بکثرت مثالیں ہیں تکرار آیات سے عظمت و قدرت الٰہی کا اظہار اور بندوں کو ترغیب ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ — رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا

خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۝ — انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔

مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا بیان انہیں سکھایا۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ رحمٰن، رحمۃ سے مشتق ہے اور صیغۂ مبالغہ ہے۔ لفظ رحمٰن اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے لفظ رحمٰن میں لفظ رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے۔ اس کے معنی ہیں غایت درجہ مہربان، یہ اسم صفت ہے اور اسمائے الٰہیہ میں سے ایک ہے۔ واضح مفہوم یہاں یہ ہے کہ وہ ذات یعنی اللہ کریم تمام دنیوی اور اخروی نعمتوں کا دینے والا ہے اور اسی مفہوم کے پیش نظر اللہ کو رحمٰن الدنیا والاخرہ بھی کہتے ہیں۔ کفار نے کہا تھا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ کفار نے کہا کہ کوئی بشر حضور علیہ السلام کو قرآن سکھا دیتا ہے۔ اور یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ تو ان کے قول کے رد میں یہ آیتیں اتریں۔

عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ — اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

لانہ اعظم النعم۔
کیونکہ قرآن ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔ کفار نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بشر قرآن سکھا دیتا ہے۔ اور یہ کہ یہ اللہ کا کلام نہیں۔ تو ان کے قول کا رد فرماتے ہوئے ارشاد ہوا کہ خداوند قدوس نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا اور یہ قرآن حکیم اسی ذات برحق کا کلام ہے کسی انسان و بشر میں یہ قدرت کہاں کہ ایسا کلام پیش کر سکے، اسی رحمٰن (اللہ) نے جو غائیت درجہ مہربان ہے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر بلکہ نعمتوں کی اصل ہے اور اسی نعمت کے ذریعہ دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اور تعلیم قرآن سے فقط اس کے الفاظ سے افادۂ علم مقصود نہیں بلکہ اس کے معانی و مطالب کا افادہ ہے کیونکہ قرآن حکیم اوّلین و آخرین کے علوم کا جامع ہے۔ اور اللہ کے سوا اس کا کوئی محیط نہیں یہ اللہ نے اپنے محبوب کو سکھایا اور مخلوق میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں اور سبھی کا علم آپ ہی کے واسطے فیضان سے ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ انسانیت کی جان محمدؐ کو پیدا کیا (صلی اللہ علیہ وسلم)

خَلَقَ کا فاعل الرحمٰن ہے، یعنی اللہ کریم نے پیدا کیا الانسان سے مُراد حضرت آدم علیہ السلام ہے اور قتادہ کا یہی قول ہے، حسن نے کہا انسان سے جنس مراد ہے۔ یعنی آدمی کو پیدا کیا، خازن میں ہے کہ الانسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ کی تخلیق جملہ مخلوقات سے اوّل ہے اور حدیث جابر میں ہے کہ اللہ نے تمام اشیاء کی پیدائش سے پہلے حضور کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور احادیث میں یہ بھی وارد ہے کہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ میں اگر محمد صلیّ اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرتا تو تجھ کو بھی پیدا نہ کرتا۔ یہاں تک کہ آدم علیہ السلام اور افلاک کو بھی پیدا نہ فرماتا، اور حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ الکل خلائق من نوری وانا من نور اللہ کہ تمام مخلوقات میرے نور سے پیدا ہوئی اور میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا۔ تو واضح ہوا کہ انسانیت کی تخلیق بھی آپ کے ظہور و تخلیق کا فیضان ہے۔ لہذا الانسان سے مراد روح انسانیت سرور دو عالمؐ کی پیدائش ہے۔ اور ابن کیسان نے بھی الانسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی لیا ہے۔

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ ماکان ومایکون (جو ہو چکا اور جو قیامت تک ہونے والا ہے) کا بیان انہیں سکھایا۔

(عَلَّمَهٗ) اسے سکھایا، مراد آدم علیہ السلام یا جنس انسان یا محمد صلیّ اللہ علیہ وسلم، ضمیر الانسان

کی طرف راجع ہے۔ اور ابن کیسان کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں۔

(البیان) ما کان وما یکون

ضحاک کے بیان سے مراد بھلائیوں اور برائیوں کا علم ہے۔

ابن جریج نے کہا اس سے مراد ہدایت کا راستہ اور گمراہی کا راستہ ہے۔

یمان نے کہا اس سے مراد کتابت (لکھنا پڑھنا) اور وہ ہر شے جو تم دیکھتے ہو اس کا علم ہے

یہ بھی کہا گیا کہ بیان سے مراد قرآن ہی ہے۔ جیسا کہ پروردگار جل وعلا نے فرمایا

قتادہ نے کہا دنیا اور آخرت کا علم مراد ہے۔

اور کہا گیا بیان سے مراد تمام اشیاء کے ناموں کا علم ہے،

ایک قول یہ بھی ہے بے شمار بولیوں سے بولنا یعنی لغات کثیرہ سے تکلم۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بیان سے مراد اسم الاعظم ہے جس سے تمام اشیاء کا علم سکھایا

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وحی قرآن کا اترنا اور اس کے معانی ومطالب کا بیان وضاحت تفسیر وتوضیح ہے۔

چونکہ قرآن ہر شئے کا تفصیلی بیان اور جملہ علوم الاولین والآخرین کا جامع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کی روشن دلیل ہے۔ اسی لیے یہی مفہوم قرین انصاف ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کو جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونیوالا ہے۔ اس کا بیان سکھایا۔

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ اور سبزے اور پیڑ سجدہ کرتے ہیں۔

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

والجار والمجرور فیہ خبر بتقدیر مضاف ای جری (الشمس والقمر) کائن او مستقر (بحسبان) او الخبر محذوف والجار متعلق بہ ای یجریان بِحُسْبَانٍ وھو مصدر کالغفران بمعنی الحساب کما قال قتادہ،

اور اس میں جار مجرور بتقدیر مضاف خبر ہے یعنی چاند اور سورج چل رہے ہیں یا ٹھہرے ہوئے ہیں حساب کے ساتھ یا پھر خبر محذوف ہے اور جار اس سے متعلق ہے یعنی وہ دونوں چل رہے ہیں، حساب کے ساتھ اور حسبان مصدر ہے اور اس کے معنی ہیں حساب جیسا کہ قتادہ کا قول ہے اور اس کے علاوہ کا کہ "ای

یجریان (بحسبان) مقدر فی بروجہما ومنازلہما بحیث ینتظم بذلک الامور الکائنات

السلفیۃ و تختلف النسول والاوقات ویعلم السنون والحساب ۔

یعنی وہ دونوں (چاند اور سورج) تقدیر معین کے ساتھ اپنے برجوں اور منزلوں میں چلتے ہیں جس کے مطابق عالم سفلی کا بند وبست اور فصول و اوقات کی تبدیلی اور سالوں میں اور حساب کا شمار ہوتا ہے۔ ہمارے زمانہ کے فلاسفہ کا خیال ہے۔ کہ سورج اصلاً چلتا ہی نہیں اور چاند زمین پر گھومتا ہے۔ اور زمین سورج کے گرد گھومتی ہے اور ہم نے سنا ہے کہ بعض نے اس سے اختلاف بھی کیا ہے۔ شاید ان کا خیال ہے کہ سورج کی کوکب آخر پر حرکت ہے اور یہی بات ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ تاہم یہ امر متحقق ہے کہ سورج اور چاند سیر کرتے ہیں۔ اور اس میں شک نہ کرنا چاہیے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ دونوں کی رفتار حساب معین سے ہے۔

وَّالنَّجۡمُ وَالشَّجَرُ یَسۡجُدٰنِ ۝ اور سبزے اور پیڑ سجدہ کرتے ہیں۔

(النجم) سبزے، النبات الذی ینجم ای یظہر و یطلع من الارض ولا ساق لہٗ وہ پودا جو پھیلتا ہے اور زمین سے ظاہر ہو کر بلند ہوتا ہے (چڑھتا جاتا ہے) اور اس کے لیے تنا نہیں ہوتا مراد سبزے۔ بیلیں، جھاڑیاں، خودرو پودے۔

(اَلشَّجَرُ) پیڑ النبات الذی لہٗ ساق وہ پودے جن کے تنا ہوتا ہے (یَسۡجُدٰن) سجدہ کرتے ہیں انقیادھما لہٗ تعالیٰ فیما یرید بھما طبعاً۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور مطیع ہیں جس طرح کہ ان سے طبعاً مطلوب ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ سبزے اور درخت اللہ کے فرماں بردار اور اطاعت گزار ہیں۔ اور طبعاً مطیع ہیں۔ اطاعت امر کے ذکر میں پہلے عالم علوی کا ذکر ہوا۔ پھر عالم سفلی کی اشیاء کا ذکر فرمایا گیا کہ سبھی خدا کے فرماں بردار ہیں۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الۡمِیۡزَانَ ۝ اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی

(وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا) اور آسمان کو بلند کیا۔ ای خلقھا مرفوعۃ ابتداءً لا انھا کانت مخفوضۃ ورفعھا والظاہر ان المراد برفعھا الرفع الصوری الحسی۔

یعنی آسمان کو شروع ہی سے بلند فرمایا۔ اس طرح نہیں کہ وہ پست تھا تو اسے بلند کر دیا اور ظاہر ہے کہ آسمان کے بلند کرنے سے مراد صوری و حسی طور پر اونچا کرنا ہے۔

(وَوَضَعَ الۡمِیۡزَانَ) اور ترازو رکھی ای شرع العدل وامر بہ بان وفر علی کل ذی حق حقہٗ حتی انتظم امر العالم واستقام کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: بالعدل قامت

السموٰت والارض۔

یعنی انصاف کا ضابطہ بنایا اور اسی کے مطابق حکم دیا تاکہ کوئی ہوشیار شخص اس پر جو اس کا حق واجب ہے زیادتی نہ کرے اور حقدار کو اس کو پورا پورا حق ملے یہاں تک عالم کا معاملہ و انتظام درست ہو اور وہ پختہ و قائم ہو جائے جیسا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آسمان اور زمین عدل کے ساتھ قائم ہیں، ابن عباس اور حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد آلہ وزن و پیمائش ہے تاکہ اشیاء کے اوزان یا مقدار معلوم ہوں اور لین دین میں عدل قائم رہے۔

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ہ کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو

ای لئلا تطغوا فیہ ای حقہ وشانہ بان تعتدوا وتتجاوزوا۔

یعنی تم اس میں سرکشی نہ کرو یعنی میزان میں کسی کی حق تلفی نہ کرو کہ تم زیادتی کرنے والے ٹھہرو یا حد سے بڑھ جاؤ واضح مفہوم یہ ہے کہ تم میزان کو حق کے ساتھ قائم رکھو اور حد اعتدال سے نہ ہٹ جاؤ۔

وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ اور انصاف کے ساتھ عدل قائم کرو

ولا تخسروا المیزان ہ اور وزن نہ گھٹاؤ۔

(وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ) اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو۔

یعنی عدل کے ساتھ وزن ٹھیک رکھو، امام راغب نے کہا یہ اشارہ ہے عدل و انصاف کی رعایت ملحوظ خاطر رکھنے کے لیے انسانوں کو ان کے تمام افعال اور اقوال میں جو وہ کہتے یا کرتے ہیں، مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد ہے کہ جب تم کسی شے کا معاہدہ کرنے کا ارادہ کرو یا لین دین کرو تو اپنی زبان کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو سفیان بن عیینہ کا قول ہے اقامت ہاتھ سے انصاف کرنا ہے اور قسط دل سے انصاف کرنا ہے۔ یہ ٹکڑا امر یعنی حکم الٰہی ہے۔ اور اگلے ٹکڑے میں نہی ہے۔

(وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ) اور وزن نہ گھٹاؤ۔ ای لا تنقصوہ فان من حقہ ان یسوی لانہ المقصود من وضعہ۔

یعنی ناپ تول میں کمی نہ کرو (نہ گھٹاؤ) اور لفظ نقص ہر طرح کی کمی کو محیط ہے) کیونکہ میزان کا حق یہ ہے کہ برابر برابر ہو نہ کمی نہ زیادتی اور جھکتا ہوا تول پسند ہے۔ کیونکہ قیام میزان کا مقصود یہی ہے نہی کمی کی ہے برابر یا پورا، پورا تولنا انصاف ہے اور مائل بہ زیادتی جھکتا ہوا تولنا مقصود ہے۔

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ہ اور زمین رکھی مخلوق کے لیے۔

فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ اس میں میوے اور غلاف والی کھجوریں۔

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا) اور زمین رکھی ۔ خلقها موضوعة مخفوعة عن السماء حسب ما يشاهد۔
زمین کو بچھایا اور آسمان سے (بلندی) پست بنایا جسطرح کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں

امام راغب نے کہا وضع سے یہاں مراد پیدا کرنا اور ایجاد کرنا ہے ۔ اور کہا گیا ہے کہ اسے پانی پر پست بچھایا گیا یا پھیلا یا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ نے پہلے پانی کو خلق کیا پھر اس پر زمین کو پھیلایا۔

(لِلْاَنَامِ) مخلوق کے لیے۔

ابن عباس، قتادہ، ابن زید اور مجاہد سے منقول ہے ۔ کہ تمام حیوانوں کے لیے اور حسن نے کہا انسانوں اور جنوں کے لیے قاموس میں ہے انام سے مراد انسان اور جن یا وہ سب مخلوقات مراد ہیں ۔ جو زمین پر ہیں۔

(فِيْهَا فَاكِهَةٌ) اس میں میوے ۔ ای فیها ضروب کثیرة مما یتفکه به
یعنی اس میں (زمین میں) بکثرت نعمتیں ہیں جن سے (انسانوں کو) فائدہ و نفع حاصل ہوتا ہے ۔ اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد لذت اور پھل ہیں۔

(وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ) اور غلاف والی کھجوریں، نخل سے مراد کھجوریں ہیں اور ذات الاکمام سے مراد غلاف والی اکمام، کُمّ کی جمع ہے اور کم کے معنی الثمر (پھل) ہیں اور کم کے معنی غلاف قمیص کے بھی ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ زمین میں انسانوں اور دیگر مخلوقات کے لیے میووں پھلوں کی کثرت و بہتات ہے ۔ جو ان کے لیے نفع و برکت ہیں اور یونہی ایسے پھل ہیں جو غلاف پوش ہیں اور اس میں کھجور کی تخصیص نہیں یعنی ہر وہ پھل جس پر غلاف ہے مراد ہے۔

وَالْحَبُّ ذُوالْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ اور بھس کے ساتھ اناج اور خوشبو کے پھول

(وَالْحَبُّ) اور اناج هو ما يتغذى به كالحنطة والشعير
مراد وہ غلّہ ہے جو بطور غذا استعمال ہوتا ہے ۔ جیسے گندم یا مکی اور جو

(ذُوالْعَصْفِ) بھس کے ساتھ ۔ قیل هو ورق المزرع کہا گیا ہے کہ وہ اناج کا چھلکا ہے۔
وَقِيلَ بعضهم باليابس اور بعض نے اسے خشک بھوسے ہی مراد لیا ہے، ابن عباس سے مروی ہے انه التبن یہ النجیر ہے، اور ضحاک نے کہا انه القشر الذى يكون على الحب اس سے مراد چھلکا ہے ۔ جو کہ دانے (یا پھل) پر ہوتا ہے۔

(وَالرَّيْحَانُ) اور خوشبو کے پھول۔

ابن جریر نے ابن زید سے نقل کیا ہے کہ ریحان سے مراد اُگے والی اشیار و نباتات سے آنیوالی پسندیدہ مہک یا خوشبو ہے۔ جس سے مروی ہے ھو ریحانکم ھذا ای الریحان المعروف وہ تمہارے یہی پھول یعنی جو پھول معلوم و مشہور ہیں۔ مجاہد کا قول ہے ریحان سے مراد رزق ہے اور بعض نے کہا ریحان سے مراد لب ہے یعنی گودا یا مغز، کسائی، حمزہ اور الاصمعی نے بروایت ابی عمرو والریحان کو العصف پر عطفاً جر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس تقدیر پر مفہوم یوں ہوگا۔ والحب ذو العصف الذی ھو رزق دوابکم اور بھس کے ساتھ جو اناج ہے۔ وہ تمہارے چوپایوں کا رزق ہے۔ اور "ذو اللب الذی ھو رزق لکم" جو مغز کے ساتھ ہے وہ تمہارے لئے رزق ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو اے جن و انس تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

آلاء سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں فَبِاَیِّ میں ف سببی اور استفہام تاکید کے لیے ہے ربکما میں کما اور تکذبٰن میں صیغہ تثنیہ ہے اس سے جن و انس مراد ہیں اور ان دونوں کو شکر و اطاعت کی بجا آوری اور ان کے نفوس کو تنبیہ کے لیے خطاب، اگلی دونوں آیتوں میں انس و جن کے پیدائش و تخلیق کا ذکر ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس آیت میں دونوں گروہوں یعنی جن و انس ہی کو خطاب ہے۔ سورہ مبارکہ میں یہ آیت اکتیس مرتبہ مکرر ہے جو کلام عرب کے موافق ہدایت و ارشاد کا بہترین اور موثر ترین اسلوب و انداز ہے حدیث میں وارد ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ مبارکہ اپنے اصحاب کے سامنے پڑھی تو وہ خاموش رہے تو آپ نے فرمایا میں نے جنوں سے بڑھ کر اچھا جواب نہیں سنا۔ جب بھی میں پروردگار کے اس قول پر پہنچتا فبای الاء..... تکذبٰن تو وہ (جن) جواباً کہتے لا بشیٔ من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد اے ہمارے پالنے ہمیں تیری کسی بھی نعمت کا انکار نہیں تو سب تعریف تیرے ہی لیئے ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ ۝ اُس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری۔

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ اور جن کو پیدا فرمایا خالص آگ سے۔

(خَلَقَ الْاِنْسَانَ) اُس نے آدمی کو بنایا والمراد بالانسان آدم عند الجمھور

اور جمہور کے نزدیک انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور حسن کا قول ہے کہ انسان سے مراد جنس انسان ہے۔

(مِنْ صَلْصَالٍ) بجتی مٹی سے والصلصال الطین الیابس الذی لہٗ صلصلۃ

اور صلصال سے مراد خشک مٹی ہے جو بجانے سے کھن کھن بجے۔

(کَالْفَخَّارِ) جیسے ٹھیکری وھو الخذف۔ اعنی ما احرق من الطین حتی تحجر

وہ مٹی جو آگ میں جلا کر پکائی جائے یہاں تک کہ پتھر ہو جائے اور وہ ٹھیکرا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو کھنکھناتی ہوئی ٹھیکرے کی مانند مٹی سے پیدا کیا، یہ تخلیق کے مراحل وصور کا ذکر ہے۔ اور دیگر آیات سے مختلف نہیں جن میں تخلیق انسانی کا ذکر ہے۔

وَخَلَقَ الْجَانَّ اور جن کو پیدا کیا۔ ھو ابو الجن وھو ابلیس قالہ الحسن وقال مجاھد وھو ابو الجن ولیس نابلیس وقیل، ھو اسم جنس شامل للجن

وہ جنوں کا باپ ہے اور وہ ابلیس ہے حسن کا یہی قول ہے اور مجاہد نے کہا وہ جنوں کا باپ ہے اور ابلیس مراد نہیں ہے۔ اور کہا گیا وہ اسم جنس ہے جو تمام جنوں کو شامل ہے۔

(مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ) خالص آگ سے۔

من لھب خالص لا دخان فیہ۔

خالص دھوئیں والے شعلے سے

یعنی جنوں کو خالص شعلے سے پیدا کیا جس میں دھواں نہ تھا۔ مرج کے معنی بہانے، ملانے، جلانے یا لہرانے یا لہریں مار کر چلنے کے ہیں مارج اسی سے مشتق ہے۔ اس کا مطلب ہے جنوں کو ایسی آگ سے پیدا کیا جو لہروں کی طرح چلتی تھی یعنی شعلہ مارتی آگ سے، آگ کے شعلے بھی لہراتے اور باہم خلط ملط ہوتے ہیں جب آگ جولانی پر چلتی ہے۔ اور اس وقت شعلوں کی لپیٹ میں دھواں نہیں ہوتا۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

یعنی دونوں کی پیدائش اللہ کی شان قدرت کا عظیم شاہکار ہے اور کیا دونوں مخلوقیں اس حقیقت کا انکار کر سکتی ہیں ظاہر ہے ہرگز نہیں

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۚ دونوں پورب کا رب اور دونوں پچھم کا رب

مراد مشرقی الشمس صیفا وشتاء ومغربیھا۔

آفتاب کے سردی اور گرمی میں طلوع وغروب ہونے کے مقام ہیں (ان کا رب)

اور کہا گیا ہے سورج اور چاند کے دونوں مقامات طلوع وغروب مراد ہیں۔

اور ابن عباس سے مروی ہے مشرقین سے مراد فجر کا مشرق اور شفق کا مشرق ہے۔
اور مغربین سے مراد سورج کے غروب ہونے کا مقام اور شفق کے غروب ہونے کا مقام ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

یعنی اختلاف طلوع و غروب اور اس کے اثرات و ثمرات اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے
تو کیا تمہیں اس سے انکار ہے، تنبیہ و ترغیب واضح ہے اور تکرار نے حسن دعوت کو بڑھا دیا ہے

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ○ اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ○ اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا۔

(مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ) اس نے دو سمندر بہائے اَرْسَلَ البحر الملح والبحر العذب میٹھے اور نمکین پانی کے سمندر چھوڑے۔

يَلْتَقِيٰنِ ○ باہم ملے ہوئے ای یتجاوران وتتماس سطوحهما لا فصل بينهما فی مرأی العین۔

یعنی دونوں ملے ہوئے اور دونوں کی سطحیں ایک دوسرے سے متصل وملحق اور ان کے درمیان ظاہر دیکھنے میں کوئی فصل نہیں۔

(بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ) اور ہے ان میں روک ای حاجز من قدرة الله تعالیٰ
یعنی ان کے درمیان برزخ (روک، اوٹ، پردہ) اللہ کی قدرت ہے۔

(لَا يَبْغِيٰنِ) ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتے۔
ہر ایک اپنی حد پر رہتا ہے اور کسی کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا، مجاہد کے نزدیک دونوں سمندروں سے مراد آسمانی اور زمینی سمندر ہیں جو ہر سال باہم ملتے ہیں اور آدمیوں پر نہیں چڑھ آتے کہ ان کو غرق کر دیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ تو اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے

یعنی سمندروں کی موجودہ تخلیق قدرت الٰہی کی مظہر ہے جو بے شمار حکمتوں اور فوائد کو شامل ہے۔ تو کیا اے انسانوں اور جنوں کی جماعت تمہیں اس نعمت کا انکار ہے؟

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ○ ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔

يَخْرُجُ مِنْهُمَا) ان دونوں سے نکلتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نکالتا ہے، دونوں سمندروں سے یعنی شیریں اور شور سمندروں سے بعض کا خیال ہے کہ موتی صرف نمکین سمندروں سے نکلتے ہیں۔ لیکن اللہ نے یہاں دونوں کا ذکر کیا ہے۔ جیساکہ تثنیہ سے ظاہر ہے۔ اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ عربی زبان میں دو چیزوں کا اکٹھا ذکر کیا جاتا ہے جب کہ حالت بطور خاص ایک کی بیان ہوتی ہے۔ اگرچہ ضمیر تثنیہ ہو قرآن حکیم میں اس کی نظیر ہے۔ نُزِّلَ هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم مجاہد کا قول ہے کہ اگر سمندروں سے مراد آسمان اور زمین کے سمندر مراد ہوں تو باہم ملنے کی شکل یہی ہے کہ جب آسمان سے مینہ برستا ہے تو زمینی سمندر کی سیپیاں اور سیپیاں کے قطرہ کو نگل لیتی ہیں جو قدرت الٰہی سے موتی بن جاتا ہے، مونگا (مرجان) جواہر اور سنگریزوں سے ملتا جلتا ہے اور لولو (مروارید) بڑے یا چھوٹے موتی ہیں، واللہ اعلم،

امامیہ نے بحرین سے مراد مولا علی وجہہ اللہ الکریم اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزھراء (رضی اللہ عنہا) مراد لیے ہیں اور برزخ سے مراد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور منھما اللولو والمرجان سے مراد حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ہیں (مجمع البیان) اگرچہ یہ تفسیر صوفیاء کے انداز پر عزیب ہے، تاہم ہمارے نزدیک حضرات مذکور علم و فضل میں بحر محیط سے افضل و اعظم ہیں بلکہ یہ سمندر تو ان کے فیضان کے دو قطرے ہیں چہ جائیکہ ان سے تشبیہ ہو اور یونہی شہزادگان کریمین کو مروارید و مرجان سے تشبیہ ان کی عظمت و شان کے سامنے انتہائی معمولی ہے۔ اور ان کے فضائل و کمالات حصر و شمار سے باہر ہیں اور اعلیٰ و اعظم ہیں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ تو اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے

مروارید کے تذکرے کے ساتھ تکرار نعمت رغبت کے لیے ہے اور مروارید کی مسلمہ افادیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے اور نعمت کا ذکر ترغیب و تفکر کے لیئے کیا خوب ہے؟ سبحان اللہ، والحمد للہ

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝ اور اسی کی ہیں وہ چلنے والیاں دریا میں اٹھی ہوئی ہیں جیسے پہاڑ

السفن جمع جاریۃ وخصھا سبحانہ بانھا لہ

الجوار جاریہ کی جمع ہے یعنی کشتیاں (یا چلنے والیاں) (ولہ) اور اللہ تعالیٰ نے انکی نسبت اپنے ساتھ خصوصیت کے ساتھ کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جن اشیاء سے یہ کشتیاں مصنوع ہوئیں اور جنھوں نے بنائیں اور دریاؤں میں ان کا چلنا سب قدرت و پیدائش و عطائے الٰہی سے ہے۔

المنشئٰت (اٹھی ہوئی) کشتیوں کی صفت ہے اور کہا گیا اس سے مراد ان کا مسخر ہونا ہے۔ پانی پر ان کشتیوں کا اٹھا ہونا اور موجوں یا پانی کا ان کو نہ ڈبونا قدرت الٰہی کا مظہر ہے، اعلام عَلَم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں اونچے لمبے پہاڑ اور یہ تشبیہ کا ہے جس سے ان کشتیوں کی لمبائی اونچائی (بڑا ہونے) کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی بڑے بڑے جہاز۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ سمندروں میں چلنے والے بڑے بڑے جہاز اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں دی ہوئی عقل و بصیرت، اور اس کی شان قدرت کا مظہر ہیں

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

تذکرہ و تکرار نعمت ترغیب و دعوت فکر کے لیے ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الرحمٰن پ۲۷

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝
وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے
اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝

اسی کے منگتا ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں اسے ہر دن ایک کام ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝

جلد سب کام نمٹا کر ہم تمہارے حساب کا قصد فرماتے ہیں اے دونوں بھاری گروہ۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۚ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝

اے جن و انسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝

تم پر چھوڑی جائے گی بے دھوئیں کی آگ کی لپٹ اور بے لپٹ کا کالا دھواں تو پھر بدلہ نہ لے سکو گے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝	پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے پھول سا ہو جائے گا جیسے سرخ نری۔
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝	تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ ۝	تو اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے۔
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝	تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۝	مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے تو ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝	تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ۝	یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھٹلاتے ہیں۔
يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ۝	پھیرے کریں گے اس میں اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں۔
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝	تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

حل لغات رکوع دوم سورۃ الرحمٰن پ ۲۷

كُلُّ۔ سب	مَنْ۔ جو	عَلَيْهَا۔ اس پر ہیں	فَانٍ۔ فنا ہونے والے ہیں
وَ۔ اور	يَبْقَىٰ۔ باقی رہے گی	وَجْهُ۔ ذات	رَبِّكَ۔ تیرے رب کی
ذُو الْجَلَالِ۔ جو عظمت	وَ۔ اور	الْإِكْرَامِ۔ بزرگی والا ہے	فَبِأَيِّ۔ تو کونسی
آلَاءِ۔ نعمت	رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی	تُكَذِّبَانِ۔ جھٹلاؤ گے	يَسْأَلُهُ۔ مانگتا ہے اس سے
مَنْ۔ جو	فِي۔ بیچ	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور
الْأَرْضِ۔ زمین کے ہے	كُلَّ۔ ہر	يَوْمٍ۔ دن	هُوَ۔ وہ
فِي۔ بیچ	شَأْنٍ۔ کسی کام کے ہے	فَبِأَيِّ۔ تو کونسی	آلَاءِ۔ نعمت
رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی	تُكَذِّبَانِ۔ جھٹلاؤ گے	سَنَفْرُغُ۔ جلد فارغ ہونگے ہم	لَكُمْ۔ تمہارے لیے
أَيُّهَ۔ اے	الثَّقَلَانِ۔ دو بھاری جماعتو	فَبِأَيِّ۔ تو کونسی	آلَاءِ۔ نعمت

رَبِّکُمَا - اپنے رب | تُکَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے | یٰا - اے | مَعْشَرَ - جماعت

الْجِنِّ - جنوں | وَ - اور | الْاِنْسِ - انسانوں کی | اِنِ - اگر

اسْتَطَعْتُمْ - تم طاقت رکھتے ہو | اَنْ - یہ کہ | تَنْفُذُوْا - نکل جاؤ

مِنْ اَقْطَارِ - کنارے | السَّمٰوٰتِ - آسمانوں | وَ - اور | الْاَرْضِ - زمین سے

فَانْفُذُوْا - تو نکل جاؤ | لَا - نہ | تَنْفُذُوْنَ - نکلو گے تم | اِلَّا - مگر

بِسُلْطٰنٍ - غلبہ سے | فَبِاَیِّ - تو کونسی | اٰلَآءِ - نعمت | رَبِّکُمَا - اپنے رب کی

تُکَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے | یُرْسَلُ - بھیجا جائیگا | عَلَیْکُمَا - تم پر | شُوَاظٌ - شعلہ

مِّنْ نَّارٍ - آگ کا | وَّ - اور | نُحَاسٌ - دھواں | فَلَا - تو نہ

تَنْتَصِرٰنِ - بدلے سکو گے | فَبِاَیِّ - تو کونسی | اٰلَآءِ - نعمت | رَبِّکُمَا - اپنے رب کی

تُکَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے | فَاِذَا - تو جب | انْشَقَّتِ - پھٹ جائیگا | السَّمَآءُ - آسمان

فَکَانَتْ - تو ہو جائیگا | وَرْدَةً - سرخ | کَالدِّهَانِ - تلچھٹ کی طرح | فَبِاَیِّ - تو کونسی

اٰلَآءِ - نعمت | رَبِّکُمَا - اپنے رب کی | تُکَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے | فَیَوْمَئِذٍ - تو اس دن

لَا - نہ | یُسْئَلُ - پوچھا جائیگا | عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ - اپنے گناہ سے | اِنْسٌ - کوئی انسان

وَّ - اور | لَا - نہ | جَآنٌّ - جن | فَبِاَیِّ - تو کونسی

اٰلَآءِ - نعمت | رَبِّکُمَا - اپنے رب کی | تُکَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے | یُعْرَفُ - پہچانے جائینگے

الْمُجْرِمُوْنَ - مجرم | بِسِیْمٰهُمْ - اپنی پیشانی سے | فَیُؤْخَذُ - تو پکڑے جائینگے | بِالنَّوَاصِیْ - پیشانی سے

وَ - اور | الْاَقْدَامِ - قدموں سے | فَبِاَیِّ - تو کونسی | اٰلَآءِ - نعمت

رَبِّکُمَا - اپنے رب کی | تُکَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے | هٰذِهٖ - یہ | جَهَنَّمُ - جہنم

الَّتِیْ - وہ ہے | یُکَذِّبُ - کہ جھٹلاتے تھے | بِهَا - اسکو | الْمُجْرِمُوْنَ - مجرم

یَطُوْفُوْنَ - پھریں گے | بَیْنَهَا - اسکے درمیان | وَ - اور | بَیْنَ - درمیان

حَمِیْمٍ - گرم | اٰنٍ - کھولتے پانی کے | فَبِاَیِّ - تو کونسی | اٰلَآءِ - نعمت

رَبِّکُمَا - اپنے رب کی | تُکَذِّبٰنِ - جھٹلاؤ گے۔

مختصر تفسیر اردو دو رکوع دوم سورۃ الرحمٰن پ ۲۷

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۞ زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے۔
وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت
الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۞ اور بزرگی والا
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا) زمین پر جتنے ہیں سب کو ای علی الارض التی وضعت للانام من الحیوانات والمرکبات۔

یعنی زمین پر جو کہ حیوانات اور مرکبات سے مخلوق کے لیے بچھائی گئی ہے، انام سے مراد تمام جاندار ہیں۔ مَنْ تغلیب کے لیے ہے یعنی جنوں اور انسانوں کے لیے یعنی ان سب کو فنا ہے یا پھر ہر چیز جو زمین پر ہے وہ مراد ہے یعنی سب کچھ فنا ہو جائیگا۔

(فَانٍ) فنا ہے، ھَالِكٌ

یعنی مٹ جانیوالا ہے، ایسا قیامت کے روز ہوگا۔ یا جب پروردگار ایسا چاہے۔

(وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ) اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات

ای ذاتہ عزوجل، والمراد ھو سبحانہ وتعالیٰ۔

یعنی اللہ عزوجل کی ذات باقی ہے اور اس سے مراد اللہ پاک کی ذات بزرگ و برتر ہے چہرہ کا ذکر بطور کنایہ کے ہے اور اس کی تفسیر ذات الٰہی ہے اور اللہ چہرہ سے پاک ہے کہ چہرہ صورت وجسم کو متلزم ہے اور اللہ کریم جسم وجسمانیت اور صورت شکل سے پاک ہے۔ بعض نے اسے متشابہات سے قرار دیا ہے رَبِّكَ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور

(تیرے رب کا) اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت درجہ بزرگی اور عظمت و شان ہے اور وجہ قصد کے معنی بھی لیا گیا ہے۔ اور اُس سے مراد مقصود ہے یعنی وہ شے باقی رہے گی جس کا تمہارا پروردگار اعمال سے (اعمال صالحہ) چاہے گا یا قصداً فرمائے گا۔

واضح مفہوم یہی ہے کہ اللہ فانی نہیں ہے اور فنا مخلوق کے لیے ہے۔

(ذوالجلال والاکرام) عظمت اور بزرگی والا

اللہ تعالیٰ غلبہ و بزرگی والا ہے اور اپنے غیر سے مستغنی ہے (بے پرواہ ہے) یا تو یہ صفت الٰہی ہے۔ یا یہ اسمار صفات ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ مخلوق کو فنا کے بعد زندہ کرے گا اور ہمیشہ کی زندگی دے گا اور اپنے مومن بندوں پر خوب نوازش فرمائے گا۔ ذوالجلال والاکرام اسم اعظم ہے جیسا کہ ترمذی کی روایت میں وارد ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دعاؤں میں ہمیشہ التزام کے ساتھ ورد کی تلقین فرمائی ہے کیونکہ اسم اعظم کے توسل سے مانگی ہوئی دعا رد نہیں ہوتی اور مستجاب ہے

(فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

جیسا کہ اوپر گذرا سب اشیاء کا فنا ہونا بقا کا دروازہ ہے اور فنا کے بعد حیات ابدی اور عنایات اللہ کی نعمتوں میں سے عظیم نعمت ہیں تو کیا جنوں اور انسانوں کو اس سے انکار ہے۔

یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝

اُسی کے منگتا ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں اُسے ہر دن ایک کام ہے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الارض) اسی کے منگتا ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

قاطبة ما یحتاجون الیه فی ذواتهم حدوثاً و بقاءً و فی سائر احوالهم سؤالاً مستمراً بلسان المقال او بلسان الحال

سب کے سب اپنے حدوث و بقار ذات میں اُسی کے محتاج ہیں اور تمام کیفیتوں اور حالوں میں ہمیشہ زبان حال و قال سے اسی کے حضور سوالی ہیں یعنی فرشتے ہوں یا جنات انسان ہو یا کوئی اور مخلوق سبھی اللہ کے فضل و کرم کے محتاج ہیں اور کوئی بھی کسی بھی حال میں اس سے بے نیاز نہیں اور جملہ امور میں اسی کے منگتا ہیں۔

ابن المنذر نے ابی صالح سے نقل کیا ہے کہ یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ سے مراد رحمت اور مَنْ

فی الارض سے مراد بخشش ورزق ہے اور ابن المنذر نے ابن جریج سے نقل کیا ہے، یسئلہ سے مراد ہے کہ فرشتے کہ ان پر اللہ کا سلام ہو اہل زمین کے لیے رزق اور بخشش مانگتے ہیں اور اہل زمین سارے کے سارے دونوں (رزق ومغفرت) مانگتے ہیں۔

(کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ) ۝ اسے ہر دن ایک کام ہے۔

مقاتل کا قول ہے کہ یہ آیت یہود کے اس قول کے رد میں اتری جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہفتہ کے روز کوئی کام نہیں فرماتا (کُلَّ یوم) کل وقت من الاوقات ولحظة من اللحظا یعنی دنیا کے اوقات ولحظات میں ہر لمحہ اور ہر وقت (ھو فی شان) ابن ماجہ نے ابی الدرداء سے ارشاد نبوی نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا من شانہٖ ان یغفر ذنباً و یفرج کرباً و یرفع قوماً و یضع اخرین اللہ کی شان ہے کہ وہ گناہوں کو بخشتا ہے اور پریشانیوں (دکھوں) کو دور کرتا ہے۔ اور کسی قوم سربلند اور کسی کو ذلت سے دوچار کرتا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے پروردگار جل وعلا ہر لحظہ، ہر وقت اپنی قدرت کی نشانیاں ظاہر فرماتا ہے عزت، ذلت، موت، حیات، غنی ومحتاج، بخشش وترقی رزق اور دکھوں کا مٹانا یہ سب اسی کے نشانات قدرت ہیں جو ہمہ وقت ظاہر ہو رہے ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

جب ہر لحظہ اس کے نشانات قدرت ونعمت ظاہر ہو رہے ہیں اور مخلوق میں ہر کوئی اسی ہی کی ذات کا محتاج اور ہر حال میں اُسی کا سائل ہے تو ان سب باتوں کے سمجھنے کے باوصف کیا تمہیں اس کی نعمتوں سے انکار ہے ظاہر ہے نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی ہے اور سب تعریف اسی کو سزاوار ہے۔ جو جملہ نعمتوں کا منعم ومعطی ہے اور بربادی ہے منکروں کافروں کے لیے جو جاننے کے باوجود نعمتوں کا اقرار نہیں کرتے اور اس کی ذات پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اطاعت وفرمانبرداری کا اظہار کرتے ہیں۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ اے دونوں بھاری گروہ ہم جلد سب کام نمٹا تمہارے حساب کا قصد فرماتے ہیں تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(سَنَفْرُغُ لَكُمْ) قاصدین الیکم ہم تمہارے حساب کے ارادہ فرماتے ہیں یا توجہ کرتے

س مستقبل قریب کے لیے وارد ہے یعنی جلد ہی قصد فرماتے ہیں۔
(اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ) اے دونوں بھاری گروہ ہما الانس والجن
وہ دونوں انسان اور جن ہیں۔
آیت مذکورہ میں تہدید ہے۔ انسانوں اور جنوں کو ہی احکام شرع کی تکلیف ہے اور ان میں سے منکروں کافروں اور جھٹلانے والوں کو دھمکی ہے کہ عنقریب تمہاری موعودہ مہلت ختم ہوجائیگی یعنی قیامت قائم ہوجائیگی تو ہم تم سے تمہارا حساب لیں گے یہ ہرگز مراد نہیں کہ ہم سب کاموں سے فارغ ہوکر تمہارا قصد فرمائیں گے کیونکہ اللہ ﷻ ایسی مشغولیت سے پاک ہے کہ دوسرے کام کی طرف توجہ نہ فرما سکے اور اللہ علم والا ۔ ہر شے والا قدرت والا ہے۔ ایسا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ قیام قیامت کے ساتھ سب معاملات منقطع ہوجائیں گے جن کا تعلق افعال و تخلیق سے ہے اور وہ دن حساب کے لیے خاص ہے اور تمہیں موت تک مہلت ہے تو جونہی ایسا ہوتا ہے ہم تم سے تمہارا حساب لیں گے، اور تہدید میں ترغیب اور عذاب سے ڈرانا ہے تاکہ منعم کے انعامات کا اقرار کریں اور ایمان لے آئیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
تہدید کے بعد ترغیب اور عذاب سے ڈرانا اور قبولِ حق پر آمادہ کرنا ہے تاکہ حساب وگرفت کے خوف سے ڈر جائیں اور ایمان لے آئیں۔

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝

اے جن وانس کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ۔ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ) اے جن و انسان کے گروہ،
بطور زیادتی تقریر کے دونوں بڑے گروہوں کو ان کے اسم جنس سے خطاب ہے کیونکہ جن قدرت وطاقت اور سخت و دشوار کاموں کے کرنے میں مشہور ہیں اور بیان کا مقصد یہ ہے کہ وہ اگر ارادہ بھی کریں تو بھی حق تعالیٰ کی جزا و سزا سے خلاصی پر قدرت نہیں رکھتے۔
(اِنِ اسْتَطَعْتُمْ) اگر تم سے ہو سکے اِنْ قَدَرْتُمْ یعنی اگر تم میں قدرت وطاقت ہے۔

(اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ
اَنْ تَخْرُجُوْا مِنْ جَوَانِبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ هَارِبِیْنَ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی فَارِّیْنَ مِنْ
قَضَائِہٖ سُبْحَانَہٗ۔

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی قضا سے فرار ہو کر آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ۔

(فَانْفُذُوْا) تو نکل جاؤ، فاخرجوا منہا وخلصوا انفسکم من عقابہ عز وجل والامر للتعجیز۔

تو تم آسمانوں اور زمین کے اطراف سے نکل بھاگو اور حق تعالیٰ سبحانہ وتعلیٰ کے عذاب (سزا) سے اپنے نفوس کو بچا لو اور یہ حکم تعجیز ہے یعنی تم ایسا کرنے سے عاجز ہو اور تم میں یہ قدرت نہیں۔

(لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ) جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے

(لَا تَنْفُذُوْنَ) لا تقدرون علی النفوذ یعنی تم میں بھاگ نکلنے کی قدرت نہیں اور نہ ہی ہوگی۔

(اِلَّا بِسُلْطٰنٍ) ای بقوۃ وقہر وانتم عن ذلک بمعزل۔

یعنی قوت اور غلبہ کے ذریعے سے اور تم دونوں گروہ اس سے عاجز ہو یعنی تمہیں اس کی قدرت نہ ہوگی ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب بروز قیامت ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تم موت سے بھاگ نکلنے کی قوت ہے تو بھاگ نکلو۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ دونوں گروہوں سے کہا گیا ہے کہ اگر تم میں قدرت وطاقت ہے یا تم سے ہو سکتا ہے تو تم آسمانوں اور زمین کے اطراف سے نکل بھاگو لیکن تم ایسا کرنے سے عاجز ہو اور اگر تم بھاگ کر نکل جانے کی کوشش بھی کرو گے تو جہاں جاؤ گے اللہ ہی کی سلطنت ہے لہذا نہ تو تم میں فرار کی قوت وہمت اور نہ عذاب الٰہی سے بچنے کی قدرت ہے جب تم عاجز ہو اور تمہیں بجز عجز کے چارہ نہیں تو پھر تم اللہ کی نعمتوں کا اقرار کیوں نہیں کرتے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٥ تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

بطور تنبیہ اور خوف دلانے کے ہے۔ کہ جب تم عذاب الٰہی سے بچنے کی ہمت وقدرت نہیں رکھتے تو پھر قبول حق کے لیے آمادہ کیوں نہیں ہوتے، تو کیا تمہیں اس روشن حقیقت سے انکار ہے کیا؟

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ۝ تم پر چھوڑی جائیگی بے دھوئیں کی آگ کی لپیٹ۔ اور بے لپیٹ کا کالا دھواں تو پھر بدلہ نہ لے سکو گے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا) تم پر چھوڑی جائیگی۔ اَیْ یُصَبُّ عَلَیْکُمَا یعنی تم پر قوت کے ساتھ ڈالی جائے گی۔ قیامت کے روز یا جب قبروں سے اٹھا کر محشر کی طرف لیجائے جائیں گے۔

(شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ) بے دھوئیں کی آگ کی لپیٹ۔

(شواظ) ابن عباسؓ سے مروی ہے هو اللهب الخالص وہ لپیٹ یا سچی خالص آگ ہے۔ ضحاک کا قول ہے الدخان الذی یخرج من اللهب وہ دھواں جو شعلہ یا سچی آگ سے نکلے اور کہا گیا ہے هو النار والدخان جمیعًا وہ آگ اور دھواں باہم اکٹھے ہوں۔

مجاہد کا قول ہے اللهب الاحمر المنقطع سرخ شعلہ جو آگ سے الگ ہو۔

(مِنْ نَارٍ) یہ شواظ کی صفت ہے۔

(وَنُحَاسٌ) اور بے لپیٹ کا کالا دھواں

هُوَ الدخان الذی لا لهب فیه

ابن عباس سے مروی ہے نحاس سے مراد وہ دھواں ہے جس میں آگ کی لپیٹ (شعلہ) نہ ہو اور انہوں نے نافع بن الازرق کے لیے نابغہ الجعدی کا شعر بطور حوالہ کے پڑھا۔

تضیءُ کضوءِ السراج السلیـ ط لم یجعل الله فیه نحاسًا

تیری چمک (رنگت) سلیط کے چراغ کی روشنی کی طرح ہے جس میں اللہ نے سیاہی نہ بنائی امام راغب نے اس کی تفسیر ایسی لپیٹ (شعلہ) والی آگ سے کی ہے جس میں دھواں نہ ہو اور کہا کہ آگ کی رنگت کی تشبیہ نحاس سے کی گئی ہے۔ واضح مفہوم ہے بغیر شعلہ کے سیاہ دھواں

(فَلَا تَنْتَصِرَانِ) تو پھر بدلہ نہ لے سکو گے۔ فَلَا تَمْتَنِعَانِ وَهٰذَا عِنْدَ الضحاك فی الدنیا ایضًا۔

تو دونوں گروہ (جن وانس) اسے روک نہ سکیں گے یعنی اس سے بچ نہ سکیں گے۔ اور ضحاک کے نزدیک دنیا میں بھی یوں ہی ہوگا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ روز قیامت بے دھوئیں کی آگ کی لپیٹ اور بغیر شعلے کا سیاہ دھواں

ان پر مسلط ہوگا جو انہیں حشر کی طرف لے جائے گا اور وہ (جن وانس) اس سے نہ بچ سکیں گے اور نہ ہی اسے روک سکیں گے اور نہ ہی ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے دنیا میں انکار و بغاوت کرنے والے اور اہل ایمان سے بدلہ کی دھمکیاں دینے والے یا مومنوں پر ظلم کرنے والے اس روز بدلے کی حسرت لیے ہوئے انتہائی عجز و ذلت کے حال میں گرفتار ہوں گے اور نہ کوئی پرسان حال ہوگا نہ مددگار و غمخوار

خسر الدنیا والآخرۃ وھنا لک المبطون ٥

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ — تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

عذاب آخرت کی دنیا ہی میں خبر دینا اللہ کریم کی خاص مہربانی اور عنایت ہے تاکہ منکرین و کافرو مکذبین اس کے عذاب سے ڈر جائیں اور بغاوت و نافرمانی سے رک جائیں اور اپنی نجات کے لیے راہ حق کی طرف رغبت کریں اور انجام کی خبر معلوم ہونے کے باوصف انکار اور کفر و سرکشی پر ڈٹے رہنا نہایت درجہ شقاوت و محرومی و بدنصیبی ہے۔ ومن یھد اللہ فھو المھتد ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ ولیا مرشدا ٥

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَۃً — پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے

کَالدِّھَانِ ٥ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا — پھول سا ہو جائیگا جیسے سرخ نری۔

تُکَذِّبٰنِ ٥ — تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ) پھر جب آسمان پھٹ جائے گا۔

ای انصدعت یوم القیامۃ یعنی قیامت کے روز آسمان پھٹ جائیگا

(فَکَانَتْ وَرْدَۃً) تو گلاب سا ہو جائے گا۔

ای کالورد فی الحمرۃ یعنی سرخی میں گلاب کے پھول کی طرح۔ بعض نے کہا جگہ جگہ سے پھٹ جائے گا۔ اور اس کی رنگت سرخ ہوگی۔

(کَالدِّھَانِ) جیسے سرخ نری (چمڑا)

ک تشبیہ کے لیے ہے دھان سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ دھان کے معنی سرخ چمڑے یا مرہم یا روغن کے ہیں۔ یعنی آسمان پھٹ کر سرخ چمڑے کی طرح ہو جائیگا یا اس روغن و تیل کی طرح جو آنچ پر رنگ بدلتا ہے اور بالآخر سرخی مائل ہو جاتا ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا اور اس کا رنگ سرخ گلاب کا سا ہو جائیگا اور اس کی رنگت سرخ چمڑے جیسی ہو جائے گی وہ منظر کس قدر ہولناک ہوگا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ٥ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
دنیاوی زندگی میں آسمان کے پھٹنے کی خبر کے بعد منکرین کے لیے انتباہ اور رغبت و خوف دلانے کے لیے بطور نعمت مکرر فرمایا گیا۔

فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ٥ تو اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ٥ تو اپنے نعمت کی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

(فَیَوْمَئِذٍ) تو اس دن
یعنی اس دن جب آسمان پھٹ جائیگا۔ (یوم قیامت)
(لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ) گناہ گار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے۔

لانهم یعرفون بسیماهم وهذا فی موقف
کیونکہ وہ اپنی پیشانیوں ہی سے پہچانے جائیں گے اور ایسا موقف میں ہوگا۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ فرشتے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیں گے اور سوال کا نہ کرنا مواقف روز قیامت میں سے ایک موقف میں ہوگا یعنی جب قبروں سے حشر کی طرف لیجائے جائیں گے۔ اور سوال نہ کرنا ان آیات سے متعارض نہیں جن میں پوچھنے کا ذکر ہے۔ کیونکہ قیامت کے روز مختلف موقف ہیں اور انہی مواقف میں سے ایک یہ ہے جہاں ان سے ابھی بازپرس نہ ہوگی۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ٥ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
قیامت کے حوالے سے بطور رغبت و خوف دلانے کے تکرار ارشاد ہے۔

یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَ الْاَقْدَامِ ٥ مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے تو ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ٥ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(یُعْرَفُ المجرمون بسیماهم) مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے۔
گزشتہ آیت میں سوال نہ کرنے کا ذکر ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملائکہ مجرموں کو کیونکہ جان لیں گے۔ تو اس آیت میں وضاحت ہے کہ فرشتے مجرموں کو چہروں سے شناخت کر لیں گے، یہی انکی

ظاہری وضع سے جان جائیں گے (ھم) ضمیر میں اشارہ بعض انسانوں اور جنوں کی طرف ہے۔ اور وہی مجرم لوگ ہوں گے۔ حسن سے مروی ہے کہ ان کے چہرے کالے اور آنکھیں نیلی ہوں گی۔

فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۝ تو ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے

نواصی جمع ناصیۃ وھی مقدم الراس۔ نواصی ناصیہ کی جمع ہے۔ اور ناصیہ سر کے اگلے حصے پیشانی کو کہتے ہیں۔ اقدام جمع قدم وھی قدم الرجل المعروف منہ اقدام قدم کی جمع ہے اور وہ آدمی کا معروف قدم (پاؤں) ہے۔ ضحاک سے مروی ہے کہ فرشتے ان میں سے (مجرموں) ہر ایک کو پیشانی اور قدموں سے پکڑ (اکٹھا کر کے باندھ کے) ان کی پیٹھ کی طرف سے ایک زنجیر میں باندھ کر آگ میں پھینک دیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرشتے بعض مجرموں کو پیشانی سے اور بعض کو قدموں سے پکڑ کر جہنم میں ڈالیں گے یا ایک مرتبہ پیشانی سے اور دوسری مرتبہ پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

مجرموں کی کیفیت عذاب کا ذکر فرما کر منکروں کو انتباہ تخویف و عبرت دلائی گئی ہے۔ اور مکرر ارشاد ہے۔

هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ۝ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ۝ یہ ہے جہنم جسے مجرم جھٹلاتے ہیں پھیرے کریں گے اس میں اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ) یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھٹلاتے تھے یہ فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس قول پر بطور معطوف مقدر ہے جو پچھلی آیت میں کہا گیا یعنی کفار ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جب جہنم میں ڈالے جائیں گے تو ان کفار و مشرکین سے کہا جائے گا یہ ہے وہ جہنم جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔ اور جس کا انکار کرتے تھے۔

(يَطُوفُونَ بَيْنَهَا) پھیرے کریں گے اس میں

یعنی جہنم کی آگ میں چکر کاٹیں گے یا خود بخود گھومیں گے جس طرح کوئی شے جلتے تیل کے کڑھاؤ میں ڈالی جائے تو وہ اس میں پیدا ہونے والی گھومنے یا چکر کاٹنے لگتی ہے ابلتی لہروں کے ساتھ جہنم میں ڈالتے وقت کفار کی ایسی کیفیت ہوگی۔

(وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ) اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں

۔ ماء حار (انتہائی گرم پانی) حسن نے کہا النحاس انتہی حرہ ہے پیٹ کا کالا دھواں جو انتہا درجہ کا گرم ہو۔ اور ایک قول ہے کہ آگ میں جلیں گے اور ان کے سروں پر انتہائی جلنا کھولتا پانی ڈالا جائے گا جیسا کہ حٰم الدخان میں مذکور ہے۔ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ اور ایک قول ہے کہ جب نار جہنم میں جل بھن کر فریاد کریں گے۔ تو انہیں جلنا کھولتا پانی پلایا جائے گا

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

کفار کو نافرمانیوں کے نتیجہ کے طور پر پیش آنے والے عذاب سے آگاہ کرنا عظیم نعمت ہے، اور منکروں کے لیے دعوت فکر و رغبت ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ الرحمٰن پ ۲۷

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝

اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۝

بہت سی ڈالوں والیاں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۝

ان میں دو چشمے بہتے ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝

ان میں ہر میوہ دو دو قسم کا۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ
وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝

اور ایسے بچھونوں پر تکیہ لگائے جن کا استر قناویز کا اور دونوں کے میوے اتنے جھکے ہوئے کہ نیچے سے چن لو۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ
قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝

ان بچھونوں پر وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں ان سے پہلے انہیں نہ چھوا کسی آدمی اور نہ جن نے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝

گویا وہ لعل اور مونگا ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝

نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝

اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے

مُدْهَآمَّتٰنِ ۝
نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝
ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝
ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۝
ان میں عورتیں ہیں عادت کی نیک صورت کی اچھی

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝
حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝
ان سے پہلے انہیں ہاتھ نہ لگایا کسی آدمی اور نہ کسی جن نے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝
تکیہ لگائے ہوئے سبز بچھونوں اور منقش خوبصورت چاندنیوں پر۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝
بڑی برکت والا ہے تمہارے رب کا نام جو بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ الرحمٰن پ ۲۷

وَ۔ اور — لِمَنْ۔ اسکے لیے جو — خَافَ۔ ڈرا — مَقَامَ۔ کھڑے ہونے

رَبِّهٖ۔ اپنے رب کے سامنے — جَنَّتٰنِ۔ دو جنت ہیں — فَبِاَيِّ۔ تو کونسی — اٰلَآءِ۔ نعمت

رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی — تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے — ذَوَاتَآ۔ دونوں باغ ہونگے — اَفْنَانٍ۔ لمبے ڈالوں والے

فَبِاَيِّ۔ تو کونسی	اٰلَآءِ۔ نعمت	رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے
فِيْهِمَا۔ ان میں	عَيْنٰنِ۔ دو چشمے	تَجْرِيٰنِ۔ جاری ہیں	فَبِاَيِّ۔ تو کونسی
اٰلَآءِ۔ نعمت	رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے	فِيْهِمَا۔ ان میں
مِنْ كُلِّ۔ ہر طرح کے	فَاكِهَةٍ۔ پھل ہونگے	زَوْجٰنِ۔ دو دو قسم کے	فَبِاَيِّ۔ تو کونسی
اٰلَآءِ۔ نعمت	رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے	مُتَّكِـِٕيْنَ۔ تکیہ لگائے ہونگے
عَلٰى۔ اوپر	فُرُشٍ۔ بچھونوں کے	بَطَآئِنُهَا۔ جن کا استر	مِنْ اِسْتَبْرَقٍ۔ قناویز کا ہوگا
وَ۔ اور	جَنَا۔ پھل	الْجَنَّتَيْنِ۔ دونوں باغوں کا	دَانٍ۔ قریب ہوگا۔
فَبِاَيِّ۔ تو کونسی	اٰلَآءِ۔ نعمت	رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے
فِيْهِنَّ۔ ان میں	قٰصِرٰتُ۔ نیچی	الطَّرْفِ۔ نگاہ والی ہونگی	لَمْ۔ نہیں
يَطْمِثْهُنَّ۔ چھوا ان کو	اِنْسٌ۔ کسی انسان نے	قَبْلَهُمْ۔ ان سے پہلے	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	جَآنٌّ۔ جن نے	فَبِاَيِّ۔ تو کونسی	اٰلَآءِ۔ نعمت
رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے	كَاَنَّهُنَّ۔ گویا کہ وہ	الْيَاقُوْتُ۔ لعل
وَ۔ اور	الْمَرْجَانُ۔ مونگے ہیں	فَبِاَيِّ۔ تو کونسی	اٰلَآءِ۔ نعمت
رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے	هَلْ۔ کیا ہے	جَزَآءُ۔ بدلہ
الْاِحْسَانِ۔ نیکی کا	اِلَّا۔ مگر	الْاِحْسَانُ۔ نیکی	فَبِاَيِّ۔ تو کونسی
اٰلَآءِ۔ نعمت	رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے	وَ۔ اور
مِنْ دُوْنِهِمَا۔ ان کے علاوہ بھی		جَنَّتٰنِ۔ دو باغ ہیں	فَبِاَيِّ۔ تو کونسی
اٰلَآءِ۔ نعمت	رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے	مُدْهَآمَّتٰنِ۔ نہایت
ہی سرسبز ہونگے	فَبِاَيِّ۔ تو کونسی	اٰلَآءِ۔ نعمت	رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے	فِيْهِمَا۔ ان میں	عَيْنٰنِ۔ دو چشمے ہونگے	نَضَّاخَتٰنِ۔ چھلکتے
فَبِاَيِّ۔ تو کونسی	اٰلَآءِ۔ نعمت	رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے
فِيْهِمَا۔ ان میں	فَاكِهَةٌ۔ پھل ہوں گے	وَ۔ اور	نَخْلٌ۔ کھجوریں
وَ۔ اور	رُمَّانٌ۔ انار	فَبِاَيِّ۔ تو کونسی	اٰلَآءِ۔ نعمت
رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے	فِيْهِنَّ۔ ان میں	خَيْرٰتٌ۔ اچھی عورتیں ہونگی
حِسَانٌ۔ خوبصورت	فَبِاَيِّ۔ تو کونسی	اٰلَآءِ۔ نعمت	رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے　حُوْرٌ۔ حوریں ہیں　مَّقْصُوْرٰتٌ۔ پردہ نشین　فِي۔ بیچ

الْخِيَامِ۔ خیموں کے　فَبِاَيِّ۔ تو کونسی　اٰلَاۤءِ۔ نعمت　رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے　لَمْ۔ نہیں　يَطْمِثْهُنَّ۔ چھوا ان کو　اِنْسٌ۔ کسی انسان نے

قَبْلَهُمْ۔ ان سے پہلے　وَ۔ اور　لَا۔ نہ　جَاۤنٌّ۔ کسی جن نے

فَبِاَيِّ۔ تو کونسی　اٰلَاۤءِ۔ نعمت　رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی　تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے

مُتَّكِـِٕيْنَ۔ تکیہ لگائے ہونگے　عَلٰى۔ اوپر　رَفْرَفٍ۔ بچھونے　خُضْرٍ۔ سبز کے

وَ۔ اور　عَبْقَرِيٍّ۔ منقش　حِسَانٍ۔ خوبصورت چاندنیوں پر　فَبِاَيِّ۔ تو کونسی

اٰلَاۤءِ۔ نعمت　رَبِّكُمَا۔ اپنے رب کی　تُكَذِّبٰنِ۔ جھٹلاؤ گے　تَبٰرَكَ۔ برکت والا ہے

اسْمُ۔ نام　رَبِّكَ۔ تیرے رب　ذِي۔ صاحب　الْجَلٰلِ۔ عظمت

وَ۔ اور　الْاِكْرَامِ۔ بزرگی والے کا۔

مختصر تفسیر اردو رکوع سوئم سورہ الرحمٰن پ ۲۷

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ٥ — اور جب اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ٥ — تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ) اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اُس کے لیے۔

مقام اسم مکان ہے۔ اور اس سے مراد قیامت کے روز وہ جگہ ہے جہاں حساب کے لیے مخلوق کھڑی ہوگی۔ یا مقام مصدر میمی ہے قیام کے معنوں میں اور فاعل کی طرف مضاف ہے یعنی جو شخص اپنے رب کے حضور محاسبہ سے ڈر گیا قتادہ کا قول ہے کہ مومن اس مقام سے خائف اور ہیبت کے ساتھ اطاعت الٰہی میں ساعی رہتے ہیں۔

(جَنَّتٰنِ) دو جنتیں ہیں۔

جبائی کا کہنا ہے کہ ان دونوں جنتوں میں سے ایک تو اُس کی منزل اور دوستوں سے زیارت و ملاقات کا محل ہے اور دوسری وہ منزل ہے جہاں اُس کے لیے بیویاں اور خدام ہوں گے۔

اور ایک قول ہے ایک جنت رب سے ڈرنے کا صلہ اور دوسری شہوات کے ترک کرنے کی جزا مقاتل کا قول ہے کہ ایک جنت عدن اور دوسری جنت نعیم۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جو موقف حساب سے ڈر گیا اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اچھے کاموں میں مشغول ہو گیا اور اطاعتِ الٰہی میں سرگرم رہا اور گناہ چھوڑ دیئے تو اُس کو دو باغ عطا کیے جائیں گے۔ یعنی جنت میں اُس کو دو باغ عطا کیے جائیں گے ایک اُس کے محل کا اندر ہوگا اور دوسرا اُس کے باہر ہوگا۔

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ٥ — بہت سی ڈالوں والیاں

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ٥ — تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ٥ — ان میں دو چشمے بہتے ہیں

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ٥ — تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

(ذَوَاتَا اَفْنَانٍ) بہت سی ڈالوں والیاں

صفۃ لجنتان وما بینھما یہ دونوں جنتوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کی توصیف افنان فن کی جمع ہے جس کے معنی نوع یا قسم کے ہیں اور عرفاً علم کے معنی لیے جاتے ہیں اس تقدیر پر یہ مفہوم ہوگا ای ذواتا انواع من الاشجار والثمار یعنی وہ دونوں جنتیں مختلف یا قسم قسم کی درختوں اور پھلوں والی ہیں کلبی کا قول ہے کہ افنان فنن کی جمع ہے اور اسکی معنی نرم ونازک ٹہنیوں کے ہیں جس سے درختوں کا سایہ بڑھتا ہے، ضحاک کا قول ہے کہ ہر ٹہنی میں قسم قسم کے پھل یا میوے ہوں گے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۰ تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے

جس پروردگار کی پیدائش وتخلیق اس قدر جلیل وعظیم ہے اسکی تہذیب کرنا کیونکر قرین انصاف ہے لہذا بطور دعوت و رغبت ارشاد مکرر ہے۔

(فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ) ان میں دو چشمے بہتے ہیں۔

صفۃ اخری لجنتان یہ دونوں جنتوں کی ایک اور صفت ہے ای فی کل منھا عین تجری بالماء الزلال تسمی احدی العینین بالتسنیم والاُخری بالسلسبیل وروی عن الحسن

یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک جنت میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ بہتا ہوگا ان دونوں چشموں میں سے ایک نام تسنیم اور دوسرے کا سلسبیل ہوگا اور یہ حسن سے مروی ہے عطیہ عوفی کا قول ہے کہ اس سے مراد دو قسم کے چشمے ہیں جو ہر جنت میں رواں ہوں گے۔ ان میں سے ایک میٹھے پاک وصاف پانی کا اور دوسرا ایسی پاکیزہ شراب ناب کا جس میں پینے والوں کے لیے لذت کا سامان ہوگا یہ شراب ایسی ہوگی کہ نہ درد سر کا باعث ہوگا اور نہ ہی ہوا س وعقل میں فتور ڈالے جیسا کہ شراب دنیا میں ہوتا ہے ایک قول ہے کہ دونوں چشمے آب زلال کے جاری ہوں گے اور اہل جنت جہاں چاہیں گے خواہ جنت کے بلند یا نشیب وہموار مقامات پر ہوں وہیں پانی جاری وساری موجود پائیں گے۔ اور یہ چشمے مشک کے پہاڑے سے بہتے ہوں گے۔

(فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۰) تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

یعنی پروردگار ہر دو عالم کی ان عظیم الشان نعمتوں کے باوجود بھی تکذیب کرتے ہو

دعوت فکر و قبول حق کے لیے ارشاد مکرر ہے۔

فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ۝ ان میں ہر میوہ دو دو قسم کا

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ۝) ان میں ہر پھل دو دو قسم کے

صنفان معروف غريب لم يعرفوه في الدنيا او رطب

ويابس ولا يقصر يابسه عن رطبه في الفضل والطيب

یعنی دو قسم کے میوے ہوں گے جو عجیب و غریب ہوں گے اور اہل جنت ان کو پہچانتے نہ ہوں گے یا دو قسمیں ہوں گی ایک تر و تازہ اور دوسرے خشک اور سوکھے اور خشک کو تر اور تر کو خشک پر لذت و خوشبو (کھانے) میں ایک دوسرے پر کوئی برتری نہ ہو گی۔

(فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ)

نعمتوں کے ذکر کے ساتھ ارشاد مکرر ترغیب و قبول حق کیلیے ہے

مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا اور ایسے بچھونوں پر تکیہ لگائے

مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۚ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ جن کا استر قنا دیز کا اور دونوں کے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ میوے اتنے جھکے ہوتے کہ نیچے سے چن لو تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

(مُتَّكِئِينَ) تکیہ لگائے

یہ اللہ تعالیٰ کے قول ولمن خاف الخ سے حال ہے یعنی ان لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ کریم کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتے رہے اور جمع بطور رعایت معنی کے اور ایک قول ہے عامل محذوف ہونے کی تقدیر پر مفہوم یہ ہوگا۔ای يَتَنَعَّمُونَ متكئين یعنی اسی حال میں نعمتوں سے نوازے جائیں گے کہ تکیہ لگائے ہوں گے۔

(عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ) ایسے بچھونوں پر جن کے استر قنا دیز کے ہوں گے۔

بطائن بطن کی جمع ہے جسکی معنی ہیں پیٹ یا اندرونی حصہ ابن مسعود کا قول ہے استبرق سے مراد ہے من دیباج غلیظ یعنی موٹا اور نرم ریشمی کپڑا ابن عباس کا قول ہے جسے ابن جریر نے نقل کیا فما ذا لظاہر جب استر کا یہ حال ہے تو ابرہ کیسا ہوگا سبحان اللہ

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ اور دونوں کے میوے اتنے جھکے ہوئے کہ نیچے سے چن لو۔

جَنَا اسم ہے یا صفت مشبہ بمعنی المجنی، مراد درختوں کے میوے اور پھل جنہیں چنا یا توڑا جاتا ہے۔

دَانٍ قریب نیاله القائم والقاعد والمصطجع کھڑے، بیٹھے اور لیٹے کے قریب ہو جائیں گے۔ یا انہیں کسی بھی حال میں توڑنا، چننا دشوار نہ ہوگا اہل جنت جسطرح چاہیں گے وہ قریب ہو جائیں گے یا بغیر تکلیف کے توڑ لیں گے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ارشاد مکرر ترغیب وتشکر کیلئے ہے

فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ان بچھونوں پر عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں، ان سے پہلے انہیں نہ چھوا کسی آدمی اور نہ جن نے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فِیْهِنَّ ان بچھونوں پر

فراء کا قول ہے کہ ضمیر دونوں جنتوں کی طرف راجع ہے۔ اور ایک قول ہے جیسا کہ دونوں جنتوں سے بامرادلیے ظاہر ہے ضمیر ان کے گھروں اور محلات کیطرف راجع ہے جیساکہ جنتوں کے احوال میں مذکور ہوا ایک قول ہے یو دعلی الفرش ضمیر بچھونوں کیطرف راجع ہے اور ابو حیان کا قول ہے کہ یہی درست اور با قریب ہے۔

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ وہ عورتیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں۔

أی نِسَاءً یَقْصُرْنَ اَبْصَارَهُنَّ عَلٰی اَزْوَاجِهِنَّ لَا یَنْظُرْنَ یعنی ایسی عورتیں جو صرف اپنے شوہر کو دیکھیں گی اور ان کے علاوہ کسی کو آنکھ اٹھا

اِلٰی غَیۡرِ ھِمۡ کر بھی نہ دیکھیں گی۔

ابن مردویہ جعفر بن محمد سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے ضمن میں سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لا ینظرن الا الی ازواجهن" وہ عورتیں اپنے شوہروں کے سوا کسی کو نہ دیکھیں گی۔ اور روایات میں ہے کہ جنتی عورتیں اپنے شوہروں سے کہیں گی مجھے عظمت واجلال والے پروردگار کی قسم جنت میں کوئی شے بھی مجھے آپ سے بڑھ کر اچھی نہیں دکھائی دیتی تو اس پروردگار کے لئے ستائش ہے جس نے تمہیں میرا شوہر بنایا اور مجھے تمہاری زوجہ بنایا

لَمۡ یَطۡمِثۡهُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ نہ ان سے پہلے انہیں نہ چھوا کسی آدمی وَلَا جَآنٌّ اور نہ جن نے

قال ابن عباس لم یفتضهن قبل ازواجهن انس ولا جان

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ان سے ان کے شوہروں سے پہلے کسی انسان اور نہ ہی جن نے ان سے مباشرت کی ہوگی اور اس میں اشارہ ہے کہ ھُمۡ کی ضمیر ان کے شوہروں کے لئے ہے اور اس پر "قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ" بھی ہے دال ہے۔

وقیل ان التعبیر به لاشارة الی انهن یوجدن ابکارا کلما جومعن

اور کہا گیا اس کی تعبیر یہ ہے جو کہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب بھی جنتی شوہر ان ہی بی بیوں سے مجامعت کریں گے انہیں باکرہ پائیں گے اور طمث (خروج وقت جماع باکرہ عورت کا پردہ بکارت زائل ہونے پر خون کا نکلنا) کی نفی انسانوں اور جنوں سے ظاہر ہے اور حمزہ بن حبیب کا قول ہے کہ جنوں کے لئے جنت میں قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ ان کی اپنی جنس سے جن عورتیں ہونگی اور انسانوں کے لئے ان کی تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ انسانی عورتوں ھُنَّ کسی انسان نے اور جنی اور عورتوں سے کسی جن نے ان کے شوہروں سے پہلے انہیں

نہ چھوا ہوگا اور طبرسی نے نقل کیا ہے کہ آیا وہ عورتیں حور ہوں گی یا انسانی عورتیں اور یہ امر بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں انسانوں کیلئے ان کے ہمشکل حوریں پیدا فرمائے اور بعض نے کہا انسانی عورتیں جنت میں ایک نوع ہونگی اور حوریں دوسری نوع اور جونہی جنی عورتیں ایک نوع اور حوریں دوسری نوع اور ہر نوع اسکے ہم شکل وہم جنس کو عطا کی جائے گی یعنی انسانوں کو انسانی عورتیں اور حوریں اور جنوں کو جنی عورتیں اور حوریں اور ان دونوں مشترک نوعوں کو ان کے جنتی شوہروں سے پہلے کسی نے ہاتھ نہ لگایا ہوگا عینی نے شرح بخاری میں امام ابو یوسف امام محمد ابن ابی لیلیٰ اور امام اوزاعی رضی اللہ عنہم اور اکثر علماء سے نقل کیا ہے کہ جنات اطاعت پر ثواب دیئے جائیں گے اور معصیت پر عقوبت پائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ ظاہر ہے کہ وہ بھی قیامت کے دن انسانوں کی طرح ہوں گے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے تین روایتیں ہیں۔

اول یہ کہ جنات کے لیے ثواب نہیں ہے مگر یہ کہ آگ سے نجات پا جائیں گے پھر ان سے کہا جائے گا کہ دوسرے حیوانات کی طرح مٹی ہو جاؤ

دوم بے شک وہ اہل جنت سے ہیں اور ان کے لیے ثواب اس سے زائد نہ ہوگا کہ صرف وہ جنت میں داخل ہوں۔

سوئم توقف ہے۔

کروری نے کہا ہے کہ اکثر روایات اور ابی اسحٰق بن الصغار کے فتاویٰ میں ہے کہ امام (ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا وہ (جنات) نہ جنت میں ہوں گے اور نہ ہی دوزخ کی آگ میں اتاول اللہ ہی کو بہتر معلوم ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ اور علماء کے ایک گروہ سے منقول ہے کہ جنات جنت کے (بعض بعض حصوں یا درمیانی حصوں یا فیصل یا گرد و نواح یا بڑے درختوں) میں ہوں گے اور ایک قول ہے کہ جنات ہی اصحاب الاعراف ہیں اور ضحاک سے مروی ہے کہ جنات کو خاص ذکر و تسبیح الہام ہو گی تو وہ اس سے لذت پائیں گے اسی طرح جسطرح بنی آدم جنت میں جنت کی نعمتوں سے مزہ پائیں گے اور جنات کے دخول جنت کے مسئلہ پر ایک قول ہے کہ ہم جنت میں انہیں دیکھیں گے لیکن جنات ہمیں (انسانوں) کو نہیں دیکھیں گے اور دنیا کے احوال کا عکس ہوگا یعنی دنیا میں ہم انہیں

نہیں دیکھتے تھے جبکہ وہ ہمیں دیکھتے اور جنت میں وہ ہمیں نہیں دیکھیں گے اور ہم نہیں دیکھیں گے واللہ اعلم۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ — تو اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

دنیا میں بھی عورتوں کی تخلیق تسکین وراحت کے لیئے ہے جیساکہ ارشاد ہے لتسکنوا الیھا اور نیک، باحیا، وفاشعار عفت مآب بیوی دنیا میں جنت ہے اور عظیم نعمت ہے اور جنتی عورت تو جنتی عورت ہے وہ اپنے شوہروں کے لیئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ایسا باعث تسکین وراحت ہوں گی کہ چشم تصور میں ممکن نہیں ایسی عورتوں کا ذکر کر کے قبول حق اطاعت وفرماں برداری کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور ارشاد مکرر ہے کہ کیا تمہیں اس امر کی نعمت عظمیٰ ہونے سے انکار ہے؟

کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ۔ — گویا وہ لعل اور مونگا ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ — تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ۔ — گویا وہ لعل اور مونگا ہیں۔

یا تو یہ "قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ" کی صفت ہے یا ان کی جیساکہ پہلے گزرا انکی حالت وکیفیت ہے یعنی یاقوت ومرجان کے ساتھ تشبیہہ ومشابہت ہے قتادہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ اس آیت میں عورتوں کو یاقوت کی صفائی اور موتیوں کی سفیدی سے تشبیہہ دی گئی ہے اور ایک قول ہے کہ چہرے کی سرخی میں یاقوت سے اور چہرے کی سفیدی میں چھوٹے چھوٹے چمکدار موتیوں سے (مرجان سے ملتی جلتی ہوں گی اور قتادہ سے مروی ہے کہ خوش رنگی وصفائی میں یاقوت کی مثل اور سرخی میں مرجان کی مانند ہوں گی حاکم وبیہقی نے ابی سعید سے روائت کی ہے کہ سرور

دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد باری کَاَنَّهُنَّ ... کے ضمن میں فرمایا، جب جنتی مرد حور جنت (جنتی عورت) کے چہرے میں اس کے رخسار کو دیکھے گا تو وہ شیشے سے زیادہ شفاف وصاف ہوگا اور اگر وہ عورت ادنی موتی پہنے ہوگی تو اس سے مشرق و مغرب کے درمیان سبھی روشن و چمک اٹھیگا اور اگر اس کے بدن پر ستر جوڑے ہوں تو نگاہ ان میں سے گزر کر اس حور کے پنڈلی کے گودے تک کو دیکھ لے گی، اور ایک روائت میں ہے کہ پنڈلی کا مغز اسطرح نظر آتا ہے جسطرح آبگینہ کی صراحی میں سرخ شراب نظر آتی ہے۔ یعنی صفائے بدنی کی یہ کیفیت ہوگی۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے پروردگار کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

اس شان کی عورتیں اہل جنت پر عظیم انعام ہے اور منکروں کے لیے محرومی وحسرت، عذاب وعتاب کہ ہر لحظہ خرابی پر خرابی ان کو دعوت فکر و رغبت مکرر ہو۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی

جو مضمون پہلے گزرا اسی کو دہرایا گیا ہے یعنی عمل میں احسان کا صلہ یہی ہے کہ اسے ثواب میں احسان عطا ہو۔

وقیل المراد ما جزاء التوحید الا الجنۃ اور کہا گیا کہ اس سے مراد یہ ہے توحید پر ایمان لانے کی جزا جنت کے سوا اور کیا ہے،

یعنی جس نے دنیا میں نیکی کی اسکی جزا آخرت میں اللہ کا احسان ہے جو حصول جنت و نعمائے جنت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو لا الہ الا اللہ کا قائل ہے اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر عمل کرنے والا ہو اس کے لئے

جزا جنت ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ تو اپنے پروردگار کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

اہل ایمان کے ساتھ وعدۂ احسان کا ذکر عظیم نعمت ہے جس سے مومنوں کے دلوں کو خوشی اور راحت ملی اور کفار پر واضح کیا ہے کہ جس طرح ایمان و طاعت کا ثمرہ بصورت احسان جنت ہے یونہی کفار و منکریں کے کفر و طغیان کا بدلہ خسران و ہلاکت اور دوزخ ہے تو کیا اور اس دنیا میں اُس کی اطلاع نعمت بالائے نعمت ہے تو کیا کفار کو پھر بھی انکار ہے۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ۔ اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ تو اپنے پروردگا کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ۔ اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں

مبتدا اور خبر ہے یعنی ان دو جنتوں کے علاوہ (ولمن خاف مقام ربہٖ جنتان) قدر و منزلت کے لحاظ سے دو اور جنتیں بھی ہیں ابن زید اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ پہلی دو جنتیں (جن کا ذکر پہلے گذرا) سابقین (اسلام میں سبقت کرنے والوں) یا نیکیوں میں سبقت کرنے والوں) کے لیئے ہیں اور یہ دونوں جنتیں دائیں ہاتھ والوں جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے۔

سعادتمند مومن کے لیئے ہیں" ابن جریر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بروایت ابو موسیٰ اس آیت کے ضمن میں نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو جنتیں سونے کی ہیں جو مقربین کے لیئے ہیں (مہاجرین و انصار یا سبقت فی الاسلام والے) اور دو جنتیں چاندی کی ہیں۔ جو دائیں جانب والوں کے لیئے ہیں حسن کا قول ہے پہلی دونوں سابقین کے لیئے اور دوسری دونوں تابعین کے لیئے ہیں اور بعض علماء کا خیال ہے کہ پہلی دونوں اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے اور یہ دونوں انکے اہل و اولاد کے لیئے ہوں گی جو ان کے ساتھ آملیں گے اور ایک قول ہے کہ پہلی دونوں

جنتیں سونے چاندی کی اور یہ دونوں یاقوت و زبرجد کی ہوں گے ۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

حسب سابق ارشاد مکرر ہے

مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں ۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں ۔

یہ دونوں جنتوں کی صفت ہے۔ طبرانی میں ہے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مُدْهَآمَّتٰنِ سے کیا مراد ہے ۔ تو ارشاد فرمایا : خضراوان نہایت سرسبز شاداب مجاہد و عکرمہ اور عطار سے بھی یہی منقول ہے ۔

مدھامتن الدھمۃ سے ہے اور الدھمۃ اصل میں کہتے ہیں جیسا کہ راغب کا قول ہے رات کی سیاہی کو اور جس کے مانند گھوڑے کی سیاہی کو تعبیر کرتے ہیں اور الدھمۃ سے اس سرسبزی کو تعبیر کرتے ہیں جس کی رنگت کامل ہو جاتی ہے ۔ یا جسطرح ان سبزیوں سے مراد لیتے ہیں ۔ جو ابھی رنگت میں کامل و تمام نہ ہوں مدھام بر وزن مفعال ہے اور مدھام کہتے ہیں ۔ اذا اسودا واشتدت خضرتہٗ جب کوئی سبزی یا سبزی نہائت کو پہنچ کر سیاہی مائل ہو واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ دونوں جنتیں خوب سرسبز و شاداب ہوں گی ۔ اور سبزی وغیرہ کی کثرت و بہتات ہو گی ۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

جیسا کہ پیچھے گزرا ، ارشاد مکرر ہے ۔

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے

فوارتان بالماء علی ما ھو الظاھر وفی البحر النضع فوران الماء

پانی کے دو چشمے جیسا کہ ظاہر ہے اور بحر میں ہے النضح سے مراد پانی کے دو چشمے ان جنتوں میں پانی کے دو چشمے جاری ہونگے اور چشموں کا پانی جب تیزی سے اچھلتا ہے اور بلند ہو کر گرتا ہے تو اس کے قطرے موتی کے دانوں کی طرح برستے نظر آتے ہیں جس سے چشموں کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے اور یہ امر چشموں کے بارے میں معروف اور مشاہدہ ہے ابن ابی حاتم نے انس سے روایت کی ہے کہ جن میں ان دونوں چشموں سے مشک و عنبر کی بارش ہوگی جسطرح دنیا میں مینہ برستا تھا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ تو اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ارشاد مکرر ہے

فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۔ ان میں میوے کھجور اور انار ہیں

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ تو اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۔ ان میں میوے کھجور انار ہیں

فاکہ پھر آخری دونوں عطف ان کی فضیلت کے بیان کیلئے ہے جسطرح جبریل و میکائیل علیہما السلام کا عطف فرشتوں پر فضیلت کے اظہار کیلئے ہے حرف عطف مغایرت پر دال ہے جسکا مطلب ہے کہ کھجور اور انار فواکہہ (میوے) سے بالکل الگ شے ہیں اور وہ فاکہہ میں داخل ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص قسم کھالے کہ وہ پھل (فاکھہ) نہیں کھائیگا تو وہ انار اور کھجور کھالے وہ ہرگز قسم توڑنے والا نہ ہوگا۔ اور صاحبین نے اُسے حانث ہی قرار دیا کیونکہ جنت کی کھجور اور اس کے انار اس کے علاوہ کوئی اور پھل ہیں جسے ہم نہیں جانتے یا پہچانتے ابن ابی حاتم اور ابن عساکر ابو سعید سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

نظرت الی الجنة فاذا الرمانة من رمانها کمثل البعیر المقتب ،، میں نے جنت تو دیکھا

تو اس کے اناروں میں سے ایک انار کو اونٹ کے پالان کی طرح دیکھا ابن عباس سے مروی ہے جنت میں شجر خرما کا تنا سبز زمرد کا اور پتے طلاء سرخ کے ہوں گے اور اس کے چھلکے سے اہل جنت کی پوشاک تیار ہوگی اور پھل مٹکے کیطرح ہوں گے رنگت میں دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے بڑھ کر شیریں اور مکھن سے زیادہ نرم اور بغیر گٹھلی کے ہوں گے ابو سعید خدری کی روائت میں ہے کہ جڑیں اور تنے چاندی ہوں گے ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ ان دونوں جنتوں میں پھلوں بہتات وکثرت ہوگی اور ہر قسم کے میوے اہل جنت کیلئے مہیا ہوں گے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

نعماء جنت کا ذکر فرما کر بطور ترغیب ارشاد مکرر ہے ۔

فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ان میں عورتیں ہیں عادت کی نیک صورت کی اچھی

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

فِیْهِنَّ ان میں یعنی ان دونوں جنتوں میں ابن عمرو سے مروی ہے کہ خیرات

خَیْرٰتٌ یا فتح کے ساتھ گویا کہ وہ جمع ہے خائرۃ کی جسطرح فعلۃ کے وزن پر جمع کرتی ہے ابن مقسم نے خیرات کو یا کی تشدید سے پڑھا ہے خَیِّرٰتٌ اور شائد اسکی اصل یہ اسم تفضیل ہے کہ وہ جمع نہیں آتا خصوصاً جب نکرہ ہو ابو حیان کا قول ہے کہ خیرۃ کی جمع ہے ابن جریر نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ خیرات سے مراد الاخلاق ہیں یعنی اچھی اور نیک عادتیں

حِسَانٌ قتادہ سے مروی ہے حِسَانٌ کا مطلب ہے الوجوہ کا چہرے یعنی اچھی صورتیں ۔

ایک اور قول ہے ای حسان الخَلق والخُلق یعنی عادت کی نیک صورت و شکل اچھی ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ ان جنتوں میں اہل جنت کے لیۓ ایسی عورتیں ہوں گی جو ایک طرف حسن صورت کی حامل ہوں گی دوسری طرف خصلت و عادات کے لحاظ سے نیک اطوار ہوں گی ۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ — تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ارشاد مکرم ہے

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ۝ — حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ — تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

حُوْرٌ (خَیْرٰتٌ) سے بدل ہے اور اس کی جمع حوراء اور یونہی اسکی جمع احور ہے والمراد بیض اور اس سے مراد سفیدی یا گوری رنگت ہے ابن المنذر نے ابن عباس سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یونہی روائت کی ہے ابن الاثیر کا قول ہے الحوراء ھی الشدیدۃ بیاض العین الشدیدۃ سوادھا حورا وہ عورت ہے جسکی آنکھوں کی سفیدی خوب سفید اور سیاہی خوب سیاہ ہو۔

مَقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ خیموں میں پردہ نشین ای مخدرات یعنی پردے میں چھپی رہنے والیاں یقال امراۃ قصیدۃ ومقصورۃ ای مخدرۃ ملازمۃ لبیتہا لا تطوف فی الطرق، جیسا کہ کہا جاتا ہے پردہ نشین اور خانہ نشین عورتیں یعنی ایسی عورتیں جو اپنے گھروں ہی میں ٹھہریں اور راہوں پر نہ گھومیں ابن جریر سے منقول ہے کہ مقصورات کا معنی ہے قلوبھن وابصارھن ونفوسھن علی ازواجھن۔ ان عورتوں کے دل اور انکی آنکھیں اور ان کے نفوس فقط ان کے شوہروں پر منحصر ہیں خیام خیمہ کی جمع ہے اور مقصورات سے متعلق ہے اور بحر میں ہے بیت من خشب وثمام وسائر الحشیش واذا کان من شعر فھو بیت ولا یقال لہ خیمہ ایسا گھر جو لکڑی اور سوکھی گھاس اور انگور کی بیل سے سارا ڈھکا ہوا ور جب بالوں سے پتوں سے بیلوں سے بنا ہو) تو وہ بیت (گھر) کہلاتا ہے اور اسے خیمہ نہیں کہا جاتا اور ایک قول ہے والخیام ھنا بیوت

مِنْ لُؤلُؤ اور خیام سے یہاں مراد موتی کے بنے ہوئے گھر ہیں بیہقی نے روایت کیا ہے خیمہ ایک اندر سے خالی موتی کا ہوگا جس کا بطن جو ایک فرسنخ مربع ہوگا اور اس کے کواڑ سونے کے ہوں گے جن کی تعداد چار ہزار ہوگی ایک قول ہے کہ خیمہ ایک ہی موتی کا ہوگا جس میں موتیوں کے ساختہ ستر دروازے ہوں گے ۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے خیموں سے باہر نہیں نکلتیں یہ ان کی شرافت وکرامت ﴿طہارت﴾ کے لئے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

ارشاد مکرر ہے

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ ان سے پہلے انہیں ہاتھ نہ لگایا کسی آدمی اور جن نے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ

ان سے پہلے انہیں ہاتھ نہ لگایا کسی آدمی اور جن نے ۔

طمث کے معنی خون یا حیض کے ہیں اس پر تفصیلی بحث فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ الخیر کی تفسیر میں ہو چکی ہے ۔

واضح تفسیر یہ ہے کہ جنتی مردوں سے پہلے ان عورتوں کو کسی نے ہاتھ نہ لگایا ہو گا ۔ یعنی جن وانس میں سے کسی نے ان پر تصرف نہ کیا ہو گا ۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

ارشاد مکرر ہے

مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ۝ تکیہ لگائے ہوئے سبز بچھونوں اور منقش خوبصورت چاندنیوں پر، چاندنیوں پر

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تو اپنے پروردگار کی کون سی

تُكَذِّبٰنِ ہ نعمت جھٹلاؤ گے ۔
مُتَّكِئِيْنَ تکیہ لگائے ہوئے دونوں جنتوں کے ذکر کے ساتھ ضمیر اہل جنت کی طرف دلالت کر رہی اور مطلب یہ ہے کہ ان جنتوں والے اس حالت میں نعمتوں سے نوازے جائیں گے یا انہیں نعمتیں عطا ہوں گی جبکہ وہ تکیہ لگائے آرام کر رہے ہوں گے ۔

رَفْرَفٍ یا تو اسم جنس ہے یا اسم جمع ہے جس کا واحد رفرفۃ ہے خضر وصف ہے رفرف کا ، خضر کے معنی سبز رنگ کے ہیں اور راغب کا قول ہے ضرب من الثياب مشبهة بالرياض ایک خاص قسم کے کپڑے کا بیان ہے جو باغ سے مشابہ ہوتا ہے ۔
سعید ابن جبیر کا قول ہے الرفرف رياض الجنة رفرف جنت کی کیاری ہے (باغ ہے) حسن کا قول ہے "رفرف خضر" سے مراد سبز بچھونے یا مسندیں ہیں ۔

(وعبقري) هو منسوب الى عبقر تزعم العرب اسم بلد الجن فينسبون اليه كل عجيب و غريب من الفرش وغيرها فمعناه الشئ عجيب النادر
وہ (عبقری) عبقر کی طرف منسوب ہے اہل عرب گمان کرتے تھے کہ یہ جنوں کے شہر کا نام ہے تو وہ ہر عجیب وغریب شئے کو خواہ وہ بچھونے سے متعلق ہوتی یا اس کے علاوہ اسی کی طرف منسوب کرنے لگے تو عبقری کے معنی ہیں ایسی شے جو عجیب اور نادر ہو حسان عبقری کی صفت ہے ۔ بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ عبقری حسان سے مراد خوبصورت بچھونے ہیں اور رفتیبی کا قول ہے منقش یا نقاشی والے دبیز ریشمی کپڑے کو عبقری کہتے ہیں ۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل جنت تکیوں پر آرام کرتے ہوں گے اور عیش کریں گے انہیں ایسے بچھونے میسر ہوں گے جو خوبصورت ، منقش اور سبز رنگ کے نفیس ہوں گے ۔ ان بچھونوں پر آرام کرتے ہوئے انہیں ہر قسم کا عیش و تنعم حاصل ہوگا ۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ارشاد مکرر ہے

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ بڑی برکت والا ہے تمہارے رب کا نام جو عظمت بزرگی والا

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ بڑی برکت والا ہے تمہارے رب کا نام۔

وقیل: الاسم بمعنی الصفة لانها علامة علی موصوفها اور کہا گیا ہے کہ اسم صفت کے معنی میں ہے کیونکہ وہ موصوف کی عظمت پر علامت ہے۔ اور ایک قول ہے
"هُوَ بمعنی المسمی" وہ مسمی کے معنی پر ہے لیعنی پروردگار کا نام جو اس کی عظمت ذات پر دلالت کرتا ہے۔ بڑا برکت والا ہے جب عظمت اسم رب یہ ہے تو ذات پاک کی عظمتوں کی کیا شان ہوگی ظاہر ہے مخلوق کے حیطۂ علم و ادراک سے ماوراء ہے اور ہم یہی کہہ سکتے ہیں۔ سبحان ربی العظیم وسبحان ربی الاعلیٰ لا الٰہ الا اللہ حدیث شریف میں وارد ہے "تعالیٰ اسمہٗ" پروردگار کا نام بزرگی والا ہے۔

اور یہاں ایک معنی یہ بھی ہے کہ چونکہ سورۃ مبارکہ کے اسم الرحمٰن سے شروع ہوئی اسلئے اس کا نام ہی جلیل و بزرگ ہے۔
جس نے تمام امور کی خبریں دی جو آخرت میں جن وانس کو پیش آنے والی ہیں۔
اور اہل ایمان کی ذکر نعماء جنت سے تسکین و ترغیب فرمائی اور منکروں کو عذاب و عتاب کی ہولناکیوں کے بیان سے قبول کی طرف دعوت دی اور یہ اس کی نعمت ہے جس کا انکار کیسے ممکن ہے۔

ذی الجلل — عظمت اور بزرگی

والاکرام — والا

یہ پروردگار جلّ وعلا کی صفت ہے اور ترمذی نے حضرت انس سے روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یاذاالجلال والاکرام کا ہمیشہ ذکر کرتے رہو یہ اسم اعظم بھی کہا گیا ہے اور قبولیت دعا کے لیے حتمی اثر رکھتا ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ آج سورہ الرحمٰن کی تفسیر تمام ہوئی۔

۳۰ اگست ۱۹۸۸ء بمطابق ۱۵ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

سورۃ واقعہ

یہ سورہ مبارکہ مکیہ ہے۔جیسا کہ امام بیہقی نے الدلائل وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور بعض نے "ثلۃ من الاولین ... ... آخرین" ان آیات کا استثناء کیا ہے۔اس میں چھیانوے آیات اور تین رکوع۔قراء حجاز وشام کے نزدیک آیات کی تعداد ۹۹ ہے۔جب کہ قراء بصرہ کے نزدیک تعداد ۹۷ ہے۔لیکن قراء کوفہ کے نزدیک سورۂ مبارکہ کی آیات ۹۶ ہے۔سورۂ واقعہ اور سورۂ رحمٰن دونوں جڑواں یا متحد (برادرانہ) سورتیں ہیں۔اس لیے ان دونوں کے مضامین میں خوب مماثلت ومشابہت ہے۔جیسے قیامت اور جنت ودوزخ کے حالات وتذکار اور بعض نے کہا کہ دونوں سورتوں کے مضامین کی ترتیب پہلی کے برعکس ہے۔یعنی سورۂ رحمٰن میں اوّل ذکر قرآن،پھر شمس وقمر،نباتات پھر تخلیق جن وانس پھر قیامت اور دوزخ کا بیان،پھر جنّت کی توصیف ہے۔جب کہ سورۂ واقعہ میں ابتداء ذکر قیامت سے ہے،پھر جنّت ودوزخ کی توصیف ہے۔پھر تخلیق انسانی،نباتات پانی،آگ اور ستاروں کا ذکر ہے۔البتہ سورۂ رحمٰن کے برعکس یہاں شمس وقمر کا تذکرہ نہیں ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔آپ فرماتے تھے کہ جس نے ہر شب سورۂ واقعہ پڑھی اسے کبھی بھی فاقہ نہ پہنچے گا۔ابن

عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت مرفوعاً نقل کی ہے۔ اور ابن مردویہ نے بواسطہ انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا سورۂ واقعہ تونگری (خوشحالی) کی سورت ہے تو تم اسے تلاوت کیا کرو اور اسے اپنی اولاد کو سکھاؤ اور دیلمی نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ کیونکہ یہ سورۂ مبارکہ غنی کرنے والی ہے۔

سورۃ الواقعہ مکیۃ

اس سورت میں تین رکوع اور چھیانوے آیات اور تین سو اٹھتر کلمے اور ایک ہزار سات سو تین حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الواقعہ پ ۲۷

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝	جب ہولے گی وہ ہونے والی۔
لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝	اس وقت اس کے ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی۔
خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝	کسی کو پست کرنے والی کسی کو بلندی دینے والی
اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝	جب زمین کانپنے کی تھر تھرا کر۔
وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝	اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے چورا ہو کر۔
فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝	تو ہو جائیں گے جیسے روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذرے پھیلے ہوئے۔
وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝	اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔
فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝	تو داہنی طرف والے کیسے داہنی طرف والے۔
وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝	اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے۔
وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝	اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے

أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۝
وہی مقرب بارگاہ ہیں۔

فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝
چین کے باغوں میں

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝
اگلوں میں سے ایک گروہ

وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۝
اور پچھلوں میں سے تھوڑے

عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ۝
جڑاؤ تختوں پر ہوں گے

مُّتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ ۝
ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۝
انکے گرد لیے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے

بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ۝
کوزے اور آفتابے اور جام اور آنکھوں کے سامنے بہتی شراب۔

لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ ۝
کہ اس سے نہ انہیں درد سر ہو نہ ہوش میں کوئی فرق آئے۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝
اور میوے جو پسند کریں

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝
اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں۔

وَحُورٌ عِينٌ ۝
اور بڑی آنکھ والیاں حوریں۔

كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝
جیسے چھپے رکھے ہوئے موتی۔

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
صلہ ان کے اعمال کا۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۝
اس میں نہ سنیں گے نہ کوئی بیکار بات نہ گنہگاری

إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۝
ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۝
اور داہنی طرف والے کیسے داہنی طرف والے

فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۝
بے کانٹوں کی بیریوں میں۔

وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ۝
اور کیلے کے گچھوں میں۔

وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ ۝
اور ہمیشہ کے سائے میں۔

وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۝
اور ہمیشہ جاری پانی میں۔

وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۝
اور بہت سے میووں میں۔

لَّا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۝
جو نہ ختم ہوں نہ روکے جائیں

وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۔	اور بلند بچھونوں میں۔
اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۔	بیشک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا۔
فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۔	تو انہیں بنایا کنواریاں اپنے شوہر پر پیاریاں
عُرُبًا اَتْرَابًا ۔	انہیں پیار دلاتیاں ایک عمر والیاں۔
لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۔	داہنی طرف والوں کے لیے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ الواقعہ پ۲۷

اِذَا ۔ جب	وَقَعَتِ ۔ ہولے گی	الْوَاقِعَةُ ۔ ہونے والی	لَيْسَ ۔ نہیں کوئی
لِوَقْعَتِهَا ۔ اس کے ہونے کو	كَاذِبَةٌ ۔ جھٹلانے والا	خَافِضَةٌ ۔ نیچا کرنے والی	رَّافِعَةٌ ۔ بلند کرنے والی
اِذَا ۔ جب	رُجَّتِ ۔ کانپے گی	الْاَرْضُ ۔ زمین	رَجًّا ۔ تھرتھرا کر
وَ ۔ اور	بُسَّتِ ۔ ریزہ ریزہ ہوجائیں	الْجِبَالُ ۔ پہاڑ	بَسًّا ۔ چورا ہوکر
فَكَانَتْ ۔ تو ہوجائینگے	هَبَآءً ۔ غبار	مُّنْبَثًّا ۔ پھیلا ہوا	وَ ۔ اور
كُنْتُمْ ۔ ہوجاؤگے تم	اَزْوَاجًا ۔ گروہ	ثَلٰثَةً ۔ تین	فَاَصْحٰبُ ۔ تو دائیں
الْمَيْمَنَةِ ۔ جانب والے	مَآ ۔ کیا ہیں	اَصْحٰبُ ۔ دائیں	الْمَيْمَنَةِ ۔ جانب والے
وَ ۔ اور	اَصْحٰبُ ۔ بائیں	الْمَشْئَمَةِ ۔ جانب والے	مَآ ۔ کیا ہیں
اَصْحٰبُ ۔ بائیں	الْمَشْئَمَةِ ۔ جانب والے	وَ ۔ اور	السّٰبِقُوْنَ ۔ آگے آنیوالے ہی
السّٰبِقُوْنَ ۔ آگے آنیوالے ہیں	اُولٰٓئِكَ ۔ یہی لوگ	الْمُقَرَّبُوْنَ ۔ مقرب ہے	فِیْ ۔ بیچ
جَنّٰتِ ۔ جنت	النَّعِيْمِ ۔ نعمت والی کے	ثُلَّةٌ ۔ ایک گروہ	مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۔ پہلوں سے
وَ ۔ اور	قَلِيْلٌ ۔ تھوڑے	مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۔ پچھلوں سے	عَلٰی ۔ اوپر
سُرُرٍ ۔ تختوں	مَّوْضُوْنَةٍ ۔ جڑاؤ کے	مُّتَّكِئِيْنَ ۔ تکیہ لگائے ہونگے	عَلَيْهَا ۔ اس پر
مُتَقٰبِلِيْنَ ۔ آمنے سامنے	يَطُوْفُ ۔ پھریں گے	عَلَيْهِمْ ۔ ان پر	وِلْدَانٌ ۔ لڑکے
مُّخَلَّدُوْنَ ۔ ہمیشہ رہنے والے	بِاَكْوَابٍ ۔ کوزے	وَ ۔ اور	اَبَارِيْقَ ۔ آفتابے
وَ ۔ اور	كَاْسٍ ۔ جام	مِّنْ مَّعِيْنٍ ۔ خالص شراب کے	لَّا ۔ نہ
يُصَدَّعُوْنَ ۔ سر درد کیے جائیں	عَنْهَا ۔ اس سے	وَ ۔ اور	

لَا ۔ نہ | یُنْزِفُوْنَ ۔ ہوش میں فرق آئے | وَ ۔ اور

فَاکِھَۃٍ ۔ میوے | مِمَّا ۔ جو وہ | یَتَخَیَّرُوْنَ ۔ پسند کریں | وَ ۔ اور

لَحْمِ ۔ گوشت | طَیْرٍ ۔ پرندوں کا | مِمَّا ۔ جس سے | یَشْتَھُوْنَ ۔ وہ چاہیں

وَ ۔ اور | حُوْرٌ ۔ حوریں | عِیْنٌ ۔ بڑی آنکھ والی | کَاَمْثَالِ ۔ جیسے

اللُّؤْلُؤِ ۔ موتی | الْمَکْنُوْنِ ۔ چھپائے گئے | جَزَآءً ۔ بدلہ | بِمَا ۔ اسکا جو

کَانُوْا ۔ تھے وہ | یَعْمَلُوْنَ ۔ عمل کرتے | لَا ۔ نہ | یَسْمَعُوْنَ ۔ سنیں گے

فِیْھَا ۔ اس میں | لَغْوًا ۔ بیہودہ بات | وَ ۔ اور | لَا ۔ نہ

تَاْثِیْمًا ۔ گناہ کی بات | اِلَّا ۔ مگر | قِیْلًا ۔ کہنا | سَلٰمًا ۔ سلام

سَلٰمًا ۔ سلام | وَ ۔ اور | اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۔ دائیں جانب والے

مَا ۔ کیا ہیں | اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۔ دائیں جانب والے | فِیْ ۔ بیچ

سِدْرٍ ۔ بیریوں | مَخْضُوْدٍ ۔ بے کانٹے کے | وَ ۔ اور | طَلْحٍ ۔ کیلے

مَنْضُوْدٍ ۔ تہ بتہ | وَ ۔ اور | ظِلٍّ ۔ سائے | مَمْدُوْدٍ ۔ لمبے

وَ ۔ اور | مَآءٍ ۔ پانی | مَسْکُوْبٍ ۔ گرتا ہوا | وَ ۔ اور

فَاکِھَۃٍ ۔ پھل | کَثِیْرَۃٍ ۔ بہت | لَا ۔ جو نہ | مَقْطُوْعَۃٍ ۔ ختم ہوں

وَ ۔ اور | لَا ۔ نہ | مَمْنُوْعَۃٍ ۔ روکے جائیں | وَ ۔ اور

فُرُشٍ ۔ بچھونے | مَرْفُوْعَۃٍ ۔ بلند | اِنَّآ ۔ بیشک ہم نے | اَنْشَاْنٰھُنَّ ۔ ان کو اچھی

اٹھان اٹھایا | اِنْشَآءً ۔ اچھا بنایا | فَجَعَلْنٰھُنَّ ۔ پھر بنایا ہم نے ان کو

اَبْکَارًا ۔ کنواریاں | عُرُبًا ۔ پیار کرنے والی | اَتْرَابًا ۔ ہم عمر | لِاَصْحٰبِ ۔ واسطے دائیں

الْیَمِیْنِ ۔ جانب والوں کے ۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ واقعہ پ ۲۷

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ۝ — جب ہووے گی وہ ہونے والی۔

لَیْسَ لِوَقْعَتِھَا کَاذِبَۃٌ ۝ م — اس وقت اس کے ہونے میں کسی تو زندگی گنجائش نہ ہوگی۔

خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ ۝ لا

خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ ۙ کسی کو پست کرنے والی، کسی کو بلندی دینے والی۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ۙ جب واقعہ ہوگی وہ واقع ہونے والی۔

ای اذا حدثت القیامۃ علی ان (وقعت) بمعنی حدثت و (الواقعۃ) علم بالغلبۃ ومنقول للقیامۃ وصرح ابن عباس بانہا من اسماءھا۔

یعنی جب قیامت واقع ہوگی کیونکہ وَقَعَتْ ہونے والی کے معنوں میں ہے (حدث۔ضرور ہونے والی، واقع ہونے والی) اور یہ امر یقینی ہے اور پکا ہے۔ اس لیے واقعہ فرمایا واقعہ قیامت کے لیے منقول ہے یعنی واقعہ سے مراد قیامت ہے اور ابن عباس سے صراحت ہے کہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام واقعہ (ہونے والی) بھی ہے اور ضحاک کا قول ہے الواقعہ سے مراد چیخ ہے اور وہ صور کا پھونکنا ہے۔

لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ جس کے واقع ہونے میں کسی کو انکار نہیں

(لِوَقْعَتِهَا) میں لام (ل) یا توقیت کے لیے ہے یا سببیہ ہے تقدیر اوّل پر یہ معنی ہوں گے، کہ جب قیامت کا وقوع ہوگا تو اس وقت کوئی انکار کرنے والا یا جھٹلانے والا نہ ہوگا اور تقدیر دوم پر مطلب یہ ہوگا کہ وقوع قیامت کی وجہ سے کوئی جھوٹ نہ بول سکے گا یا واضح مفہوم یہ ہوگا کہ وقوع قیامت حق ہے۔ اور اس میں جھوٹ کی کوئی گنجائش نہیں (كَاذِبَةٌ) اسم فاعل ہے اور موصوف محذوف کی صفت آیا ہے۔ تو معنی ہوں گے اَیْ نَفْسٌ یعنی کوئی شخص بھی۔ واضح مفہوم یہ ہے جیسا کہ ایک قول میں ہے۔

لیس فی وقت وقوعہا نفس کاذبۃ فی شر من الاشیاء

یعنی قیامت کے وقوع کے وقت کسی بھی شخص کو چیزوں میں سے کسی بھی چیز کو جھٹلانے کی گنجائش نہ ہوگی۔

(خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ) کسی کو پست کرنے والی، کسی کو بلندی دینے والی

خبر مبتدا محذوف ای ھی خافضۃ الاقوام رافعۃ الآخرین

یہ خبر اور مبتدا محذوف ہے یعنی یہ بعض قوموں کو ذلیل کرنے والی ہوگی اور بعض کو بلندی دینے والی واضح مفہوم یہ ہے کہ جب قیامت واقع ہوگی تو اشقیاء و منکر و کفار ذلیل و رسوا، پست و خوار ہوں گے۔ اور سعادتمند، ایماندار اور اللہ کے متواضع بندے اعلیٰ درجات پائیں گے اور اس روز بلند و بالا، سرخرو کامیاب و کامران ہوں گے۔ اور ایک قول ہے کہ کفار جہنم میں گر کر ذلیل و پست ہوں گے اور مومنین دخولِ جنت کے ساتھ اعلیٰ و بالا ہوں گے۔ اور ایک قول ہے کہ اہلِ معصیت پست ہوں گے اور اہل اطاعت بلند ہوں گے۔ ایک قول ہے کہ وہ لوگ جو دنیا میں اونچے تھے قیامت انہیں پست کر دے گی اور جو دنیا میں پستی

میں بھتے۔ انہیں بلند کر دے گی۔ یعنی دنیا میں مغرور و متکبر، جابر و ظالم اور اونچا بننے والے قیامت کے روز پست و ذلیل ہوں گے۔ اور خاکسار متواضع اور عاجزی کرنے والے اعظم و بلند ہوں گے۔

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۙ — جب زمین کانپے گی تھر تھرا کر

وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ — اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے چورا ہو کر

فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۙ — تو ہو جائیں گے جیسے روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذرے۔

(اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا) جب زمین کانپے گی تھر تھرا کر ای زلزلت وحرکت تحریکا شدیدًا بحیث ینهدم ما فوقها من بناء وجبل

یعنی زمین کو زلزلہ ہوگا اور انتہائی شدید حرکت کرے گی اور یہ حال ہوگا کہ جو کچھ زمین پر بنیاد ہوگا، منہدم ہو جائے گا۔ اور پہاڑ ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔

(وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا) اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے چورا ہو کر

ای فتت کما قال ابن عباس ومجاهد حتی صارت کالسویق الملتوت من بس السویق اذا لته وقیل: سیقت وسیرت من اماکنها من بس الغنم اذا ساقها

یعنی ٹوٹ پھوٹ کر چورا ہو جائیں گے جیسا کہ ابن عباس اور مجاہد کا قول ہے۔ ٹوٹ پھوٹ کر یوں ہو جائیں گے، جس طرح گھولے ہوئے ستو کے دانے جب ستو شربت یا دودھ میں گھولے جائیں تو گھومتے یا چلتے ہیں اور ایک قول ہے کہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور اپنے اپنے مکانات (جگہوں) سے غبار کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں گے یا اس طرح چلتے معلوم ہوں گے جس طرح بکریاں ہنکانے پر چلتی ہیں۔

(فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا) تو ہو جائیں گے جیسے روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذرے

(فَكَانَتْ) فصارت بسبب ذلك (هَبَآءً) غبارًا (مُّنْۢبَثًّا) متفرقًا والمراد مطلق الغبار عند الاکثرین، وقال ابن عباس: هو ما ینور مع شعاع الشمس اذا دخلت من کوة۔

یعنی اس وجہ سے پہاڑ اسطرح ہو جائیں گے، یعنی غبار ہو جائیں گے اور بکھرے ہوئے اور اکثر کے نزدیک اس سے (هَبَآءً) مراد مطلق ہے غبار، اور ابن عباس نے کہا پہاڑ اس طرح ہو جائیں گے جس طرح روشندان سے سورج کی شعاعوں میں مٹی کے ذرات بکھرے اور متحرک نظر آتے ہیں۔

وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۙ — اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ۝ — تو داہنی طرف والے کیسے دہنی طرف والے
مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ — اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے
وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝ — اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔

خطاب للامة الحاضرة والامم السالفة تغليبا كما ذهب اليه الكثير وقال بعضهم: خطاب للامة الحاضرة فقط۔

غالبا امت حاضرہ اور گذشتہ امتوں کو خطاب ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف اکثر علماء گئے ہیں اور بعض نے کہا صرف امت حاضرہ کو خطاب ہے۔ (ازواجا) ای اصنافا یعنی صنف صنف یا قسم یا گروہ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ امت حاضرہ اور گذشتہ امتیں تین قسم کے ہو جائیں گے یعنی تین الگ الگ گروہ ہو جائیں گے۔

(فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ) — تو داہنی طرف والے

تفصيل للازواج الثلاثة مع الاشارة الاجمالية الى احوالهم قبل تفصيلها

تینوں اقسام کی اشارۂ اجمالیہ کے ساتھ ان کے اچھے احوال کی طرف تفصیل ہے بالتشریح اس کے کہ تفصیل کا بیان ہو۔ اصحاب المیمنہ کے بارے میں اقوال ہیں

(ا) اصحاب الميمنة اصحاب المنزلة السنية — دائیں طرف والے قدر و منزلت والے لوگ ہیں
(ب) الذين يؤتون صحائفهم بايمانهم — وہ لوگ ہیں جنھیں ان کے اعمالنامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔
(ج) اصحاب اليمين — اہل برکت و رحمت
(ح) اصحاب اليمن — نیک بخت
(د) السعداء — یہی لوگ اہل جنت ہیں
(ز) وهؤلاء للجنة

(مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ) کیسے دہنی طرف والے

یہ انکی تعظیم شان کی طرف اشارہ ہے کہ کیا اچھے لوگ، نیک بخت اور جنت میں داخل ہونے والے ہیں

وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝ — اور بائیں جانب والے
مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝ — کیسے بائیں طرف والے

(وَاَصۡحٰبُ الۡمَشۡئَمَةِ) اور بائیں طرف والے ۔ اہل عرب بائیں ہاتھ کو شومی کہتے ہیں ۔ والذین یوتونہا بشمائلہم یعنی وہ لوگ جن کو ان کے اعمالنامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے ۔ ایک قول ہے کہ مراد دوزخ میں جانے والے ہیں ۔ اور ایک قول کہ شقی و بدبخت مراد ہیں ایک قول ہے کہ عہد ذریت کے خروج کے وقت یہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے بائیں جانب تھے ۔

(مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡئَمَةِ) کیسے بائیں طرف والے

ما استفہامیہ ہے ۔ اور سننے والوں کے لیے ان لوگوں کی کیفیت و حالت و بدبختی پر تعجب ہے اور ان کے نہایت برے حال پر ان کی تحقیر کے لیے فرمایا ہے ، یہ لوگ کس قدر اور کیسے شقی ، بدبخت بے برکت اور منحوس ہیں اور اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے ۔

وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ ۙ	اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے
اُولٰٓئِکَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ۚ	وہی مقرب بارگاہ ہیں ۔
فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ۝	چین کے باغوں میں ۔
(وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ)	اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے ۔

هو الصنف الثالث من الازواج الثلاثة ولعل تاخير ذکرهم مع کونهم اسبق الاصناف واقدمهم فی الفضل لیبرون ذکرهم بیان محاسن احوالهم ۔

مذکورہ تین اقسام میں سے تیسری قسم (صنف) ہے اور شاید ان کے ذکر میں تاخیر ان کی اعلیٰ کیفیت و شان کے ساتھ اس لیے کی گئی ہے کہ وہ تمام صنفوں میں سبقت رکھتے ہیں اور بزرگی اور فضیلت میں پیشتر پیش قدم ہیں ، تاکہ ان کے تذکرہ کے ساتھ ہی ان کے حسن حال اور رفعت شان کا بیان رویف (ہمراہ ۔ ساتھ ہی) ہو جائے ۔ سابقون کے تعین میں مختلف اقوال ہیں ۔

عکرمہ کا قول یہ ہے : ۔ هم الذین سبقوا الی الایمان والطاعه عند ظهور الحق یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظہور حق کے بعد ایمان اور اطاعت میں پیش قدمی کی ۔

ابن عباس کا قول ہے : ۔ یہ ایت مبارکہ حزقیل مومن آل فرعون اور حبیب النجار جس کا ذکر سورۂ یٰسین میں ہے ۔ اور علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور گذشتہ امتوں کے تمام سبقت کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ۔ اور علی المرتضیٰ ان میں افضل ہیں ۔

ایک قول یہ ہے : ۔

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد علوم یقینیہ سے اعلیٰ درجات و کمالات اور مراتب تقویٰ پر فائز ہوئے

یا رسائی حاصل کی۔

اور ایک قول ہے :۔ وہ انبیا رعلیہم السلام کی جماعت ہے کیونکہ وہ اہل دین کے پیش رو اور امام ہیں۔

ابن سیرین کا قول ہے :۔ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے :۔ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہجرت کی طرف پہل کی۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے :۔ وہ لوگ مراد ہیں جو پانچوں وقت نماز کی طرف پیش قدمی کرنے والے ہیں

ابو نعیم رضی اللہ عنہ اور محدث الدیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ مراد وہ لوگ ہیں جو سب سے پہلے مسجد کی طرف جائیں اور سب سے آخر نکلیں۔ ابن المنذر نے عبادۃ ابن اسود مولیٰ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ سابقون سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو مسجدوں کی طرف پہل کرنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے سبقت کرنے والے ہیں۔ ضحاک کا قول ہے جہاد میں سبقت کرنے والے مراد ہیں۔ ابن جبیر کا قول ہے جو توبہ اور اعمالِ خیر کی طرف سبقت کرنے والے ہیں کعب نے کہا وہ لوگ اہل قرآن (علماء و حفاظ) ہیں اور سجرہ میں حدیث وارد ہے کہ سابقین کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا وہ لوگ ہیں جو قبول کر لیتے ہیں جب حق مانگا جائے گا اور جب اس کا سوال کیا جائے تو بخوشی مال و جان لٹا دیتے ہیں اور لوگوں کے لیے وہی حکم کرتے ہیں جس کا کہ اپنی جان کے لیے حکم چاہتے ہیں اور ایک قول ہے کہ لوگ تین قسم ہیں۔ اول وہ لوگ جو ساری زندگی نیکی پر قائم و دائم رہے۔ یہاں تک کہ دنیا سے رحلت کی تو یہ سابقین ہیں اور دوم وہ لوگ جن کی زندگی گناہوں اور لمبی غفلت میں گذری پھر انہوں نے توبہ کر لی اور راہِ حق پر قائم ہو گئے۔ تو یہ اصحاب الیمین (دائیں جانب والے) ہیں اور قسم سوم وہ لوگ ہیں جن کی پوری زندگی شر (خرابیوں، بغاوتوں) میں گذری اور وہ اسی حالتِ کفر و ضلال پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے تو یہ لوگ، اصحاب الشمال (بائیں جانب والے) ہیں، تاہم علماء کی اکثریت اس طرف گئی ہے کہ سابقون سے یہاں مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جو ہر امرِ خیر میں فضیلت سبقت رکھتے ہیں اور اس قرن میں سے گذرے ہیں جو خَیْرُ الْقُرُوْنِ (بہترین زمانہ) اور قرآن حکیم میں وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الخ (التوبہ) سے مراد بھی صحابہ کرام ہیں اور بعض نے کہا وہ جو جنہوں نے بدر و بیعت رضوان میں شرکت کی اور بعض نے کہا بعد میں قیامت تک آنے والے لوگ جو صحابہ کی راہ پر چلیں وہ بھی شامل ہیں، دوسری جگہ سورۃ الانبیآء میں ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى الخ یہاں بھی مراد صحابہ کرام ہیں مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے کہ میں بھی انہی لوگوں میں سے ہوں اور ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد، ابو عبیدہ، سعید اور عبدالرحمٰن بن عوف بھی انہی لوگوں

سے ہیں جن سے آیت میں وعدۂ کرم ہے "سَبَقَتْ" کے الفاظ سے سَابِقُوْنَ کی تشریح ہوگئی واللہ اعلم

(أُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ) وہی مقرب بارگاہ ہیں

(أُولٰئِكَ) یعنی سابقین (المقربون) من القربة بمعنى الحظوة اى أُولٰئِكَ الموصوفون بذلك النعت الجليل الذين أُبيلوا حظوة ومكانة عند الله تعالىٰ وقال غيرواحد، المراد الذين قربت الى العرش العظيم درجاتهم۔

قربت سے یہاں مراد بہرہ مند ہونا یا پلنے کے ہیں یا حاصل کر لے کے لیے ہیں۔ یعنی وہی لوگ اس عالیشان اور غایت درجہ تعریف کے ساتھ موصوف ہونے والے ہیں جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک منزلت پائیں گے اور بعض کا قول ہے کہ مراد وہ لوگ ہیں جو عرش عظیم کے پاس درجات و منزلت پائیں گے یعنی سابقون کیلئے ان کے پروردگار کے ہاں اعلیٰ عظیم درجات و مراتب ہوں گے۔

(فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ) چین کے باغوں میں

اى كائنين فى جنات النعيم

یعنی نعمت و آرام والے باغوں میں رہیں گے یہ سابقین کیطرف اشارہ ہے اوّل فرمایا مقرب ہوں گے یعنی اللہ کے نزدیک اعلیٰ درجات و مراتب پائیں گے پھر فرمایا چین و سکون کے باغوں میں رہیں گے۔ یعنی انہیں لذّت روحانی بھی حاصل ہوں گی اور لذّات جسمانیہ بھی حاصل ہوں گی اور کرم بالائے کرم ہوگا۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ۝ اگلوں میں سے ایک گروہ

وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ ۝ اور پچھلوں میں سے تھوڑے

(ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ۝ اگلوں میں سے ایک گروہ

(ثُلَّةٌ) خبر ہے اور مبتدا مقدر ہے یعنی (سابقون) تو معنی یہ ہوں گے اِی هُمْ ثُلَّةٌ یعنی وہ لوگ ایک جماعت ہوں گے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مبتدا ہو اور خبر محذوف ہو تو معنی ہوں گے یعنی ان میں سے (پہلے لوگوں میں سے) یا پہلے بھی خبر ہے۔ اور دوبارہ بھی تو مفہوم ہوگا۔ اِدْ وٰلِكَ یعنی انہی لوگوں کے لیے اور "ثُلَّةٌ" کے معنی کثیر یا بڑی جماعت کے ہیں یا جوش مارنے والا سمندر، مطلب بدرجہ غایت کثرت و اژدحام ہے۔ علامہ زمخشری کا قول ہے الامة من الناس الكثيرة ایسی جماعت جس میں لوگوں کی کثرت ہو اور اپنے قول کی تشریح کے لیے ایک شعر کہا۔

وجاءت اليهم ثلّة خندفيه ... بجيش كتيار من السيل مزبد

بہت بڑی جماعت انگوٹھوں کے بل ان کے پاس آئی ایک ایسے لشکر کے ساتھ جو اس طرح روانی ندی یا سیلاب لہریں مار رہا تھا۔ جیسے تیز ندی یا سیلاب کا جھاگ،

واضح مفہوم یہ ہے کہ اگلوں میں سے ایک بہت بڑی جماعت کچھ مفسرین کا خیال ہے کہ اگلوں میں سے ایک بہت بڑی جماعت کچھ مفسرین کا خیال ہے کہ اگلوں سے مراد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک کی امتوں کے لوگ جنہوں نے ایمان وطاعت میں سبقت کی لیکن یہ قول قوی نہیں کیونکہ امت محمدیہ میں فضل وکمالات میں گذشتہ امم سے کہیں بڑھ کر ہے۔ لہذا اوّلین سے مراد جمیع مفسرین کے نزدیک سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے پہلے لوگ یعنی حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام ہیں تفسیر کبیر میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اوّلین وآخرین میری ہی امت کے لوگ ہیں۔ اور اولین سے بالاتفاق صدرِ اوّل خیر القرون کے لوگ ہیں اور آیۃ مبارکہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اس پر شاہد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(وَقَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ) اور پچھلوں میں سے تھوڑے

یعنی سابقین پچھلوں میں سے تھوڑے ہیں "حدیث شریف میں ہے،

لما نزلت هٰذه الاية شق ذلك على اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فنزلت ثلة من الاولين وثلة من الاخرين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم

انى لارجو ان تكونوا ثلث اهل الجنة بل انتم نصف اهل الجنة،

جب یہ آیۃ مبارکہ نازل ہوئی تو یہ اصحاب نبوی کو بہت شاق گذری تو دوسری آیت مبارکہ ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِنَ الْآخِرِينَ ، نازل ہوئی تھی تو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں امید کرتا تھا کہ تم اہل جنت کا تہائی ہو جاؤ گے۔ لیکن تم اہل جنت کا نصف ہو گے۔ یعنی جنت کی آدھی آبادی امت محمدیہ میں سے ہوگی۔ ابن مردویہ کے نزدیک وقليل من الآخرين دوسری آیت کے ٹکڑے ثُلَّةٌ مِنَ الْآخِرِينَ سے منسوخ ہے۔ لیکن زمخشری کے نزدیک منسوخ نہیں ہے اور انہوں نے انکار کیا۔ اور کہا کہ یہ روایت (متعلق بمنسوخ) درست نہیں کیونکہ نسخ احکام میں ہوتا ہے اخبار میں نہیں ہوتا اور یہ واضح طور پر غیر غیبیہ استقبالیہ ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اخبار متغیر میں نسخ صحیح ہے اگر مستقبل سے متعلق ہوں اس لئے کہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ جس مقدر کو چاہے مٹا دے اور اخبار اُس کے تتبع میں ہوں گے اور بیضاوی کا بھی یہی خیال ہے۔ عجب کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اخبار ماضی کے لیے بھی نسخ صحیح ہے۔ لیکن مذہب یہی ہے یا قول مختار یہ ہے

کہ قلیل سابقون کے ساتھ خاص ہے جو آخرین میں سے ہوں گے اور "ثُلّۃ" ان اٰخرین سے متعلق ہے جو اصحاب الیمین سے ہوں گے اور سیاق کلام کا مقتضیٰ بھی یہی ہے۔ اور اس تقدیر پر نسخ کا قول بھی لاگو نہیں ہوتا۔ اور یہی تاویل صحیح ہے۔ واللہ اعلم

عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَۃٍ ۙ	جڑاؤ تختوں پر ہوں گے
مُّتَّکِـِٕیْنَ عَلَیْہَا مُتَقٰبِلِیْنَ ۙ	ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے ان کے
یَطُوْفُ عَلَیْہِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۙ	گرد لیے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے۔
بِاَکْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ ۙ	کوزے اور آفتابے۔

(عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَۃٍ) جڑاؤ تختوں پر ہوں گے۔

یہ مقربین (سابقون) کے حال کی طرف اشارہ ہے یا فی جنّٰتِ النعیم کی کیفیت ہے۔ اور عکرمہ کا قول ہے مشبکۃ بالدر والیاقوت یعنی ایسی مسہریاں یا پلنگ ہوں گے جن میں لعل و یاقوت یا موتی جڑے ہوں گے۔ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ سونے کے تاروں سے منقش ہوں گے۔

(مُتَّکِـِٕیْنَ عَلَیْہَا مُتَقٰبِلِیْنَ) ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے

یہ بھی منفرد ہے جو اہل جنت ہیں ان کے حال کی طرف اشارہ ہے کہ مسہریوں پر ایکدوسرے کے بالمقابل تکیہ لگائے ہوں گے اور ایک دوسرے کی طرف پشت نہ کریں گے۔ جو محبت و ادب پر صحبت میں بہترین اخلاق و حسن معاشرت پر دلالت کرتا ہے۔ اور ان کی باطنی صفائی کا واضح اظہار ہے۔

(یَطُوْفُ عَلَیْہِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ) ان کے گرد لیے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے۔

(یَطُوْفُ عَلَیْہِمْ) ان کے گرد لیے پھریں گے حال اخری او استئناف ای یدور حولہم یہ دوسری حالت ہوگی یا الگ صورت ہوگی۔ یعنی وہ ان کے گرد خدمت کے لیے آتے جاتے رہیں گے

(وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ) ہمیشہ رہنے والے لڑکے

ای مبقون ابداً علی شکل الولدان وحد الوصافۃ لا یتحولون عن ذلک

یعنی ہمیشہ لڑکوں کی شکل پر قائم رہیں گے اور ایک ہی وصف (صورت) پر رہیں گے اور اس پر سے کبھی نہ پھیریں گے ایک قول ہے، کہ نہ مریں اور نہ ہی بوڑھے ہوں اور نہ ہی انہیں کوئی تبدیلی ظاہر

ہوگی۔ حسن بصری نے مولا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ کہ وہ اہل دنیا کی اولاد ہوں گے جن کے لیئے نیکیاں نہ ہوں گی کہ ثواب دیئے جائیں اور نہ ہی گناہ ہوں گے کہ عقوبت پائیں اور مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفار کی اولاد اہل جنت کی خدمت گار ہوگی اور طیبی نے کہا کہ یہ صحیح نہیں بلکہ وہ درست ہے جو اس کا خلاف کہے اور بخاری میں ہے کہ ایک بچہ فوت ہوگیا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس کے لیے خوشخبری ہو، یہ تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتیں کہ بلاشبہ اللہ نے جنت کو اور دوزخ کو پیدا کیا۔ اور جنت کے لیے بھی اور دوزخ کے لیے بھی اس کے اہل پیدا کیئے اور ایک روایت میں ہے انہیں (لوگوں) پیدا کیا ان دونوں کے لیے یعنی جنت یا دوزخ کے لیے حالانکہ وہ ابھی اپنے آباء کی صلبوں پشتوں میں تھے۔ اور ابوداؤد میں ام المومنین سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مشرکین کی اولاد (وہ بچے جو کم عمری، گود یا حالتِ طفلی میں مرگئے اور تکلیف عمل یا گناہ یا ثواب تک نہ پہنچے) کا کیا ہوگا فرمایا کہ اپنے آباء کے حال پر ہوں گے میں نے عرض کی کہ بغیر عمل کے بھی فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ کیا عمل کرنے والے ہوتے اور ایک قول ہے کہ روز قیامت ان کی جانچ ہوگی تو ان کے لیے آگ ظاہر ہوگی۔ اور انہیں اس میں دخول کا حکم ہوگا جو کوئی اس میں داخل ہوگا اسے ٹھنڈی اور سلامتی والی پائے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو کوئی انکار کرے گا وہ تمام کفار کے ہمراہ جہنم میں داخل ہوگا اور ایک غریب قول ہے کہ وہ دوبارہ اُٹھنے پر مٹی بنا دیئے جائیں گے جس طرح کہ چوپایوں کے ساتھ ہوگا۔ یہ مسئلہ ظنی ہے۔ اور احادیث اس باب میں متعارض ہیں اور اکثر اصحاب ان کے دخول جنت کی طرف گئے ہیں۔ میں ذاتِ باری کے فضل ورحمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ اور حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ادنیٰ درجہ کے جنتی شخص کے لیے ہزار خادم ہوں گے۔

بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۝ — کوزے اور آفتابے

وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ — اور جام آنکھوں کے سامنے بہتی شراب

لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝ — کہ اس سے نہ انہیں سر درد ہو، نہ ہوش میں فرق آئے۔

(بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ) کوزے اور آفتابے

(بِاَكْوَابٍ) اکواب كُوْبٌ کی جمع ہے عکرمہ کا قول ہے انها الاقداح بے شک وہ پیالے ہیں۔ اور ایک قول ہے۔ بآنية لا عرالها ولا خراطيم ایسے برتنوں کے ساتھ جن

کے قبضے اور ٹونٹیاں نہ ہوں۔

(اَبَارِیْقَ) آفتابے

ابریق کی جمع ہے۔(وھو اناءلہ خرطوم) اور وہ برتن ہیں جن کی ٹونٹیاں ہوں۔ اور ایک قول ہے اور وہ لوٹے ہیں دستے والے، بحر میں ہے کہ اباریق شراب کے برتنوں میں سے ہیں۔ عدی بن زید کا شعر ہے۔

وَدُعُوا بالصبوح یومًا فجاءت   فی قینۃ یمینھا ابریق

اور وہ ایک روز صبح کی شراب پر بلائے گئے تو وہ گانے والی لونڈیوں کے ساتھ آئی جس کے دائیں ہاتھ میں آفتابہ تھا۔ ایک قول ہے ابریق "آب ریزاری" سے افعیل کے وزن پر معرب ہے تاہم ابریق سے مراد وہ برتن ہے جس میں شراب ڈالی جاتی ہو۔

(وَكَاْسٍ من مَعِيْنٍ) اور جام اور آنکھوں کے سامنے بہتی شراب

ای خمرٌ جاریۃ من العیون کما قال ابن عباس یعنی ان کی (جنتی لوگوں) کی آنکھوں کے سامنے بہتی شراب سے بھرے ہوئے جام، کاس اس برتن کو کہتے ہیں جس میں شراب ہو اور بعض نے کہا! جنت کے چشموں سے جاری رہنے والی شراب جسے چشموں یا نہروں میں ملاحظہ کریں گے۔ اس سے مملو جام۔

(لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا)   کہ اُس سے انہیں سر درد نہ ہو۔

ای بسببھا وحقیقتہ لا یصدر صداعھم عنھا والمراد لا یلحق رؤسھم صداع لاجل خمار یحصل منھا کما فی خمور الدنیا۔

یعنی شراب پینے کے باعث یا اُس کی تاثیر کے سبب انہیں اس سے بوجھ ہوگی اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا کی شراب سے درد سر ہوتا ہے جنت میں ان کے سروں کو یہ صورت لاحق نہ ہوگی اور ایک قول ہے ای لا یتفرقون یعنی وہ منتشر نہیں ہوں گے ایک دوسرے کی مجلس میں مخل اور مداخلت نہ کریں گے۔ کیونکہ ایسا سوء ادب ہے۔ اور حسن معاشرت کے خلاف ہے۔ اور جنت میں یہ امر یعنی ادب وحسن معاشرت لازم ہے۔

وَلَا يُنْزِفُوْنَ   اور نہ ہوش میں فرق آئے لا تذھب عقولھم بسکرھا یعنی اس کے نشہ سے ان کی عقلیں پراگندہ نہ ہوں گی، حواس مختل نہ ہوں گے، ابن ابی اسحاق نے يَنْزِفُوْنَ پڑھا ہے اس قرارت پر معنی ہوں گے، لا یفنی خمرھم یعنی ان کی شراب ختم نہ ہوگی "مَعِيْنٍ" کے لفظ پر غور

کریں تو وہ اس مفہوم کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ جنت کی ہر نعمت دائمی لافانی ہے۔ تاہم جمہور کی قراءت کے مطابق مفہوم یہی ہے۔ کہ دنیا کی شراب کے برعکس فتورِ عقل نہ ہوگا۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝ اور میوے جو پسند کریں۔

ای یاخذون خیرہ وافضلہ والمراد مما یرضونہ

یعنی وہ اس میں سے بہتر پائیں گے اور مراد اس سے یہ ہے کہ جو کچھ وہ پسند کریں گے یا جس پر راضی ہوں گے پھلوں میں سے پائیں گے۔ اہلِ جنت کی پسند کا لحاظ انکی عظمت پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ کے نزدیک ان کی پسند کس قدر اہم ہے جو یوں نوازے جائیں گے۔

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝ اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں

مما تمیل نفوسھم الیہ وترغب فیہ

اور وہ اس میں سے وہی لیں گے (کھائیں گے) جس کی طرف ان کے نفوس کا میلان ہوگا۔ اور انکی اس میں رغبت و خواہش ہوگی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر جنتی کو پرندوں کے گوشت کی خواہش ہوگی تو حسبِ پسند وہ پرندہ اڑتا ہوا سامنے آ کر رکابی میں پیش ہوگا اور اس میں سے وہ جس قدر چاہے گا کھائے گا پھر وہ پرندہ اڑ جائے گا اور ایسا معلوم ہوگا کہ اس میں سے کچھ کم نہ ہوا۔ یعنی ویسا ہی وہ ہو جائے گا۔ جیسا کھانے سے پہلے اڑ کر آیا تھا۔

وَحُورٌ عِينٌ ۝ اور وہ بڑی آنکھ والی حوریں۔

كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝ جیسے چھپے رکھے ہوئے موتی۔

(وَحُورٌ عِينٌ) اور بڑی آنکھ والی حوریں، جمع حوراء وکذا جمع احور والمراد بیض

حور کی جمع ہے اور یونہی احور کی جمع ہے۔ مطلب ہے سفید اور گوری رنگت والی ابن اثیر کا قول ہے حورا سے مراد آنکھوں کی خوب سفیدی اور سیاہی ہے۔ عینٌ سے مراد لمبی پلکوں والی آنکھیں ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ گوری سفید رنگت کے دراز پلکیں عورتیں۔

(كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ) جیسے چھپے رکھے ہوئے موتی

ای فی الصفاء وقید بالمکنون ای المستور بما یحفظہ لانہ اصفی وابعد من التغیر وفی الحدیث صفاء ھن کصفاء الدر الذی لا تمسہ الایدی

یعنی صفائی میں اور مکنون کے ساتھ مقید کرنے کا مطلب ہے چھپے ہوئے۔ جو اسے محفوظ رکھے تاکہ اس کی صفائی نہایت رہے اور ہر قسم کے تغیر سے متاثر نہ ہو اور حدیث شریف میں ہے ان کی (حوروں کی) صفائی

اور چمک ان موتیوں کی چمک اور صفائی کیطرح ہوگی جنہیں کسی ہاتھ نے نہ چھوا ہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جس طرح موتی سیپی میں چھپا ہوتا ہے کہ نہ تو اسے کسی ہاتھ نے مس کیا اور نہ ہی دھوپ یا ہوا نے متاثر کیا بالکل اسی طرح حوریں شفاف ہوں گی، حوروں کے مسکرانے سے جنت میں تنویر و چمک ہوگی اور ان کے زیورات تسبیح و تحمید کریں گے جو سنی جائیں گی اور ان کے یاقوتی ہار۔ ان کے حسن و خوبی پر جھلسیں گے۔

جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ صلہ ان کے اعمال کا ای یجزون جزاء

یعنی اپنی فرمانبرداری کا صلہ دیئے جائیں گے جس پر کہ وہ دنیا میں ہمیشہ قائم رہے۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۔ اس میں نہ سنیں گے نہ کوئی بیکار بات نہ گنہگاری

اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۔ ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام

(لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا) اس میں نہ سنیں گے نہ کوئی بیکار بات

(لغوا) وقد يسمى كل كلام قبيح لغوا

یعنی ہر وہ بات جو بری ہے۔ بیکار ہے نہ سنیں گے۔

(وَلَا تَاْثِيْمًا) اور نہ گناہ گاری ای ولا نسبة الى الاثم ای لا يقال لهم اثمتم

یعنی کوئی بات گناہ کے ساتھ منسوب نہ ہوگی یا نسبت نہ رکھے گی (گفتگو گناہ سے مبرا ہوگی) یا ان سے (باہمی طور پر) یہ نہ کہا جائیگا کہ تم نے گناہ کا کام کیا، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اس کی تفسیر جھوٹ سے کی ہے یعنی انہیں نہ کہا جائیگا کہ تم جھوٹ کہتے ہو، یا وہ جھوٹ سنیں گے۔

(اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا) ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام

ای قولا فهو مصدر۔ یعنی بمعنی قول ہو کہ مصدر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہل جنت میں سے بعض بعض کو سلام کہیں گے۔ یا کچھ کہیں گے تو وہ سلام ہوگا یعنی ہم سلام کہتے ہیں اور سلاماً کے لفظ کی تکرار سلام کے پھیلانے اور اہل جنت میں اس کے کثرت کرنے پر دلالت کرتی ہے، ملائکہ ان کو سلام کہیں گے۔ اور ہر دروازہ سے داخل ہوتے ہوئے انہیں سلام کہیں گے اور پروردگار کی طرف سے بھی سلام آئے گا

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۔ اور داہنی طرف والے کیسے داہنی طرف والے

(وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ) اور داہنی طرف والے، مراد سعادتمند، متقی، پرہیزگار، یا وہ لوگ جن کو اعمالنامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، المقربین کے بعد گروہ ثانی کا ذکر ہے۔

(مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ) کیسے داہنی طرف والے ای ای شیء هم فی حالهم یعنی وہ اپنے حال و مقام میں کیا عجیب شان رکھتے ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ انکی کیا علو شان ہے اور وہ اپنے پروردگار

ے حضور کس قدر معزز و مکرم ہیں۔

فِىْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۙ	بے کانٹوں کی بیریوں میں اور کیلے کے گچھوں میں
وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۙ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۙ	اور ہمیشہ کے سایوں میں اور ہمیشہ جاری پانی میں
وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۙ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۙ	اور بہت سے میووں میں جو نہ ختم ہوں اور نہ روکے جائیں۔
وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۙ	اور بلند بچھونوں میں۔

(فِىْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ) بے کانٹوں کی بیریوں میں۔

والسدر شجر النبق والمخضود الذی خضد ای قطع شوکہ

اور سدر بیری یا جنگلی سیب کے درخت کو کہتے ہو اور مخضود سے مراد وہ ہے جس کے کانٹے یا ٹہنیاں کاٹ دی گئی ہوں۔

ضحاک کا قول ہے مخضود سے مراد پھلوں سے لدی ہوئی یا جھکی ہوئی شاخیں ہیں، واضح مفہوم یہ ہے کہ ایسے بیری یا عناب یا جنگلی سیب کے لدے پھندے پھلوں کے بوجھ سے جھکے درخت ہوں گے۔ جو خار دار نہ ہوں گے۔ یعنی ان سے کسی قسم کی تکلیف (جیسے چبھن وغیرہ) نہ ہوگی جس طرح کہ دنیا میں اس کے برعکس ہے بلکہ ہر کانٹے کی جگہ اللہ ایک پھل پیدا کر دے گا۔

(وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ) اور کیلے کے گچھوں میں

(طَلْحٌ) کیکر کے درختوں کے جھنڈ، کیلے کا درخت، شگوفہ کو کہتے ہیں سدّی کا قول ہے کہ طلح سے مراد دنیا میں کیلے کے درخت سے مشابہ درخت ہے لیکن اس کا پھل شہد سے زیادہ شیریں ہے ایک قول ہے کہ وہ اُمّ غیلان میٹھے بیروں والا درخت ہے۔ جس کی گھنی ٹہنیاں ہوں اور نفیس خوشبو ہو قتادہ اور حسن کا قول ہے کہ وہ کیلے کا درخت نہیں بلکہ ایسا درخت ہے جس کا سایہ سرد و مرطوب ہے۔ بعضوں نے کہا مراد کیلے کا درخت ہے۔ ایک قول ہے کہ غیر معمولی بڑا ببول کا درخت، واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل جنت ایسے درختوں میں ہوں گے جو کیلے کے پھلوں سے خوب لدے، جھکے، بوجھل ہوں گے۔

(وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ) اور ہمیشہ کے سایوں میں، ظل کے معنی سایہ کے ہیں اور ممدود سے مراد نہ ختم ہونے والا یا ہمیشہ رہنے والا۔

الفاظ سے ظاہری مفہوم کا مقتضاء یہ ہے کہ درختوں کے سائے، یہ سائے نہ تو غالب ہوں گے اور نہ ہی ان میں کمی بیشی ہوگی جس طرح طلوع فجر اور طلوع شمس کے درمیان دنیا میں ہوتی ہے۔ بخاری و

مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس تک چلتا رہے گا مگر اس سایہ کو نہ طے کر پائے گا۔ اگر تم چاہتے ہو تو پڑھو وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ابن جریر اور ابن المنذر عمرو بن میمون سے ناقل ہیں کہ انہوں نے کہا "الظل الممدود مسیرة سبعین الف سنة" کہ ظل ممدود سے مراد ستر ہزار برس کی مسافت ہے

(وَمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ) اور ہمیشہ جاری پانی

سفیان اور ان کے علاوہ اصحاب کا قول ہے کہ پانی بغیر کھائیوں (گڑھوں) کے جاری ہوگا یعنی ہموار سطح پر بہے گا اور اس کا بہنا ہمیشہ ہوگا۔

(وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ) اور بہت سے میووں میں ای بحسب الانواع والاجناس علی ما یقتضیه المقام یعنی انواع و اجناس کے مطابق پھل بکثرت ہوں گے جیسا کہ مقام و محل کا تقاضا ہوگا۔

(لَّا مَقْطُوْعَةٍ) جو نہ ختم ہوں

یعنی دنیا کے پھلوں کی طرح فصل وقت کے ساتھ ختم نہ ہوں گے، جو پھل توڑا جائے گا۔ اس کی جگہ فوراً دوسرا پیدا ہو جائے گا۔ اور وقت کی تبدیلی انہیں متاثر نہ کرے گی۔ ایک قول ہے کہ ایک کی جگہ دو پھل پیدا ہوں گے

(وَلَا مَمْنُوْعَةٍ) اور نہ روکے جائیں

یعنی اہل جنت کو کوئی پھل منع نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اس امر کا خدشہ ہوگا کہ قیمت نہیں ہے تو شاید نہ مل سکے، بدون قیمت، بغیر موسم کی قید، بدوں شرط فصل، بغیر رکاوٹ حاصل ہوں گے۔ جب چاہیں، جتنا چاہیں، جو چاہیں پائیں گے نہ کوئی روک ٹوک اور نہ کوئی قیمت اور نہ ہی کوئی امر مانع ہوگا۔

(وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ) اور اونچے بچھونوں میں

فراش کی جمع ہے جس طرح سراج سرج کی۔ اور ابو حیوۃ نے "فرش" کو سکون راء سے پڑھا ہے۔ مَّرْفُوْعَةٍ سے مراد مرتفعۃ ہے یعنی اونچے، بلند بچھونے، ابو عبیدہ نے کہا کہ اس سے مراد عورتیں ہیں کیونکہ عورتیں فروش سے اسی طرح کنایہ ہیں جس طرح لباس سے کنایہ ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ "هن لباس لكم وانتم لباس لهن" اور ان کا مرفوع ہونا قدر و منزلت کے اعتبار سے ہے۔ یعنی وہ عورتیں فضل و جمال، حسن و خصال میں بلند درجہ والی ہوں گی، ترمذی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دونوں بستروں کے درمیان آسمان و زمین کے درمیان جتنا فاصلہ ہوگا، ایک قول ہے کہ اس سے چار پائیوں کی بلندی : انچائی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ اس سے مرادِ مسہریوں پر بچھائے ہوئے بستر ہیں، تاہم سیاقِ کلام سے ابوعبیدہ کا قول راجح معلوم ہوتا ہے۔

إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ۞ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ۞ عُرُبًا أَتْرَابًا ۞ لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ ۞	بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا تو انہیں بنایا کنواریاں، اپنے شوہر پر پیاریاں انہیں پیار دلاتیاں، ایک عمر والیاں، داہنی طرف والوں کے لیے۔

(إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اُٹھان اُٹھایا۔

کی ضمیر غالباً فُرُشٌ کی طرف راجح ہے اور سیاق کلام سے یہ امر راجح ہے۔ لہذا مراد عورتیں ہی ہیں إِنشَاءً سے مطلب دوبارہ نئی زندگی ہے یعنی اللہ بوڑھی عورتوں کو نئے سرے سے جوان بنا دے گا۔ یعنی دنیا کی عورتیں ہی جو بوڑھی ہو گئی تھیں انہیں نئے سرے سے شباب عطا ہوگا۔ طبرانی اور ابن ابی حاتم اور ایک جماعت نے سلمہ بن مرثد الجعفی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کے ارشاد انا انشأناهن انشاءً کے بارے میں سنا" شادی شدہ اور کنواری عورتیں جو کہ دنیا میں تھیں"۔ ابوحیان کا قول ہے کہ اس سے مراد بطور خاص حوریں ہی ہیں۔

(فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا) تو انہیں بنایا کنواریاں

یعنی انہیں باکرہ پیدا فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے بے شک اہل جنت جب اپنی عورتوں کے پاس جائیں گے تو انہیں ہمیشہ باکرہ ہی پائیں گے۔

(عُرُبًا أَتْرَابًا) اپنے شوہر پر پیاریاں انہیں پیار دلاتیاں۔ ایک عمر والیاں

(عُرُبًا) اپنے شوہر پر پیاریاں انہیں پیار دلاتیاں

متحببات الی ازواجهن جمع عروب کصبور وصبر

اپنے شوہروں کے نزدیک محبوب یا ان سے محبت کرنے والیاں، عروب کی جمع ہے جیسے صبر کی جمع صَبُور عُرُبًا کے متعلق بعض مفسرین عظام نے فرمایا۔

۱:۔ بغنجات ناز نخرے والی یا خوب آرائش و زیبائش والی۔ بناؤ سنگار کرنے والیاں۔ کہ شوہروں کو محبوب لگیں۔ اور مخفی نہ رہے کہ بناؤ سنگار محبت و پیار کے لطیف ترین اسباب میں سے ہے۔

۲:۔ زید بن اسلم کا قول ہے کہ العروب الحسنة الكلام کہ عربًا کا مطلب ہے شیریں گفتار،

شائستہ گفتگو اور رسیلی باتیں کرنے والیاں

۳:۔ ابن عباس اور حسن اور ابن جبیر اور مجاہد سے مروی ہے ھن العواشق لازواجھن وہ اپنے شوہر کی عاشق و پرستار اور ان پہ والہانہ شیفتہ ہیں۔

۴:۔ مجاہد سے مروی ہے انھن الغلمات التی یشتھین ازواجھن بے شک وہ عورتیں ایسی ہیں جو اپنے شوہروں کو رغبت و محبت دلانے والیاں ہیں۔

۵:۔ اسحق بن عبداللہ بن الحرث النوفلی کا قول ہے العروب الخفرۃ المتبذلۃ لزوجھا عروب سے مراد شرم حضور، شرمیلی انتہائی حیادار اپنے شوہروں کے لیے تابعدار اور انکساری کرنے والیاں۔ ایک شعر ہے۔

یعربن عند بعولھن اذا خلوا و اذا ھم خرجوا فھن خفار

جب خلوت میں ہوں تو اپنے شوہروں پر بے حجاب اور جب وہ (شوہر) چلے جائیں تو وہ انتہائی شرمیلی و پاکباز و حیادار ابن ابی حاتم نے بروایت جعفر بن محمد نقل کیا ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ نے ارشاد باری عربا کے متعلق فرمایا کلامھن عربی کہ ان کا کلام عربی ہوگا یا ان کی گفتگو پاکیزہ ہوگی۔

اَتْرَابًا ہم عمر مستویات فی سن واحد وہ ہم عمر عورتیں ہوں گی یعنی ان کی عمر شوہروں کے برابر ہوگی، ایک قول ہے کہ اٹھتے جوبن والیاں، ترمذی نے معاذ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت ننگے بدن، بغیر ابرو داڑھی، سرمگیں آنکھوں والے، ۳۳ سال (تینتیس سال) عمر کے داخل ہوں گے اور ایک حدیث میں ہے ان کی بولی عربی ہوگی اور سب کے قد ساٹھ گز ہوں گے۔ اور جوڑوں کے لیے جوانی ہمیشہ قائم رہنے والی ہوگی۔

(لِاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ) داہنی طرف والوں کے لیے

یعنی یہ سب داہنی طرف والوں کے لیے ہمیشہ ہوگا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الواقعہ پ ۲۷

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿	اگلوں میں سے ایک گروہ۔
وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ﴿	اور پچھلوں میں سے ایک گروہ۔
وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿	اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے

فِي سَمُومٍ وَّحَمِيمٍ ۝
جلتی ہوا اور کھولتے پانی میں۔

وَّظِلٍّ مِّن يَّحْمُومٍ ۝
اور جلتے دھوئیں کی چھاؤں میں۔

لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيمٍ ۝
جو نہ ٹھنڈی نہ عزت کی

إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ۝
بیشک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں تھے۔

وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ۝
اور اس بڑے گناہ کی ہٹ رکھتے تھے۔

وَكَانُوا يَقُولُونَ لا أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا
وَّعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۝
اور کہتے تھے کیا جب ہم مرجائیں اور ہڈیاں مٹی
ہوجائیں تو کیا ضرور ہم اٹھائے جائیں گے۔

أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۝
اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی

قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۝
تم فرماؤ بیشک سب اگلے اور پچھلے۔

لَمَجْمُوعُونَ ۙ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝
ضرور اکٹھے کیے جائیں گے ایک جانے ہوئے دن
کی میعاد پر۔

ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ۝
پھر بیشک تم اے گمراہو جھٹلانے والو۔

لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ۝
ضرور تھوہڑ کے پیڑ میں سے کھاؤ گے۔

فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۝
پھر اس سے پیٹ بھرو گے۔

فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۝
پھر اس پر کھولتا پانی پیو گے۔

فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ۝
پھر ایسا پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ

هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ۝
یہ ان کی مہمانی ہے انصاف کے دن

نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ۝
ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں نہیں سچ مانتے۔

أَفَرَأَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ۝
تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو۔

أَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۝
کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۙ
ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا اور ہم اس سے ہارے
ہوئے نہیں۔

عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا
لَا تَعْلَمُونَ ۝
کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہاری صورتیں وہ کردیں
جس کی تمہیں خبر نہیں۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا
اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی اٹھان پھر کیوں

تَذَكَّرُوْنَ ۝ — نہیں سوچتے۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ — تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ — کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ — اگر چاہیں تو اسے روندن کر دیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔

اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ — کہ ہم پر چٹی پڑی۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ — بلکہ ہم بے نصیب رہے۔

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ — تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ — کیا تم نے اسے بادل سے اتارا یا ہم ہیں اتارنے والے۔

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ — ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں تو پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ — تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ — کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ — ہم نے اسے جہنم کا یادگار بنایا اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ — تو اے محبوب تم پاکی بولو اپنے عظمت والے رب کے نام کی۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ الواقعہ پ ۲۷

ثُلَّةٌ۔ ایک گروہ — مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ۔ پہلوں میں سے — وَ۔ اور

ثُلَّةٌ۔ ایک گروہ — مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ۔ پچھلوں میں سے — وَ۔ اور

اَصْحٰبُ الشِّمَالِ۔ بائیں جانب والے — مَآ۔ کیا ہیں — اَصْحٰبُ الشِّمَالِ۔ بائیں جانب والے

فِيْ۔ بیچ — سَمُوْمٍ۔ گرم لو — وَ۔ اور

حَمِيْمٍ۔ گرم پانی میں — وَ۔ اور — ظِلٍّ۔ سایہ — مِّنْ يَّحْمُوْمٍ۔ جلتے ہوئے

دھوئیں کا
لَا۔ نہ
قَبْلَ۔ پہلے
كَانُوْا۔ تھے
الْعَظِيْمِ۔ بڑے کے
وَ اَئِذَا۔ کیا جب
تُرَابًا۔ مٹی
اَنَا۔ ہم
نَا۔ ہمارے
الْاَوَّلِيْنَ۔ پہلے
کیے جائینگے
مَعْلُوْمٍ۔ مقرر کے
الضَّآلُّوْنَ۔ گمراہو
مِنْ زَقُّوْمٍ۔ تھوہر سے
فَشٰرِبُوْنَ۔ پھر پینے والے ہو عَلَيْهِ۔ اس پر
شُرْبَ۔ پینا
يَوْمَ۔ دن
فَلَوْلَا۔ پھر کیوں نہیں
اَ۔ کیا
نَحْنُ۔ ہم ہیں
بَيْنَكُمُ۔ تم میں
نَحْنُ۔ ہم
نُّبَدِّلَ۔ بدل دیں ہم
فِيْ۔ بیچ
وَ۔ اور

لَا۔ نہ
كَرِيْمٍ۔ عزت والا
ذٰلِكَ۔ اس سے
يُصِرُّوْنَ۔ ہٹ کرتے
وَ۔ اور
مِتْنَا۔ ہم مرجائینگے
وَ۔ اور
لَمَبْعُوْثُوْنَ۔ اٹھائے جائینگے اَوَ۔ یا
الْاَوَّلُوْنَ۔ پہلے بھی
وَ۔ اور
اِلٰى۔ طرف
ثُمَّ۔ پھر
الْمُكَذِّبُوْنَ۔ جھٹلانے والو لَاٰكِلُوْنَ۔ کھانے والے ہو
فَمَالِئُوْنَ۔ تو بھرنے والے ہو مِنْهَا۔ اس سے
الْهِيْمِ۔ پیاسے اونٹ کا
الدِّيْنِ۔ قیامت کے
تُصَدِّقُوْنَ۔ سچ مانتے ہو
ءَاَنْتُمْ۔ تم
الْخٰلِقُوْنَ۔ پیدا کرنیوالے
الْمَوْتَ۔ موت کو
بِمَسْبُوْقِيْنَ۔ ہارے ہوئے
اَمْثَالَكُمْ۔ تمہارے جیسے
مَا۔ اس صورت کے کہ
لَقَدْ۔ بیشک

بَارِدٍ۔ ٹھنڈا
اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ
مُتْرَفِيْنَ۔ دولتمند
عَلَى۔ اوپر
كَانُوْا۔ تھے
وَ۔ اور
عِظَامًا۔ ہڈیاں
قُلْ۔ کہو
الْاٰخِرِيْنَ۔ پچھلے
مِيْقَاتِ۔ وقت
اِنَّكُمْ۔ تم
مِنَ الْحَمِيْمِ۔ گرم پانی
هٰذَا۔ یہ
نَحْنُ۔ ہم نے
اَفَرَءَيْتُمْ مَّا۔ کیا دیکھا تم نے جو
تَخْلُقُوْنَهٗ۔ پیدا کرتے ہو اسکو اَمْ۔ یا
نَحْنُ۔ ہم نے
وَ۔ اور
عَلٰى۔ اوپر
وَ۔ اور
لَا۔ نہیں
عَلِمْتُمُ۔ تم نے جانا

وَ۔ اور
كَانُوْا۔ تھے
وَ۔ اور
الْحِنْثِ۔ گناہ
يَقُوْلُوْنَ۔ کہتے
كُنَّا۔ ہوجائیں گے
اَ۔ کیا
اٰبَآؤُ۔ باپ دادا
اِنَّ۔ بیشک
لَمَجْمُوْعُوْنَ۔ اکٹھے
يَوْمٍ۔ دن
اَيُّهَا۔ اے
مِنْ شَجَرٍ۔ درخت
الْبُطُوْنَ۔ پیٹ
فَشٰرِبُوْنَ۔ پھر پینے والے ہو
نُزُلُهُمْ۔ مہمانی ہے انکی
خَلَقْنٰكُمْ۔ پیدا کیا تم کو
تُمْنُوْنَ۔ منی گراتے ہو
قَدَّرْنَا۔ مقرر کیا ہم نے
مَا۔ نہیں
اَنْ۔ اس کے کہ
نُنْشِئَكُمْ۔ بنائیں تم کو
تَعْلَمُوْنَ۔ جانتے تم
النَّشْاَةَ۔ پیدائش

الاولیٰ۔ پہلی کو	فلولا۔ پھر کیوں نہیں	تذکرون۔ نصیحت پکڑتے	افرأیتم۔ کیا دیکھا تم نے
ما۔ جو	تحرثون۔ کھیتی کرتے ہو	ء۔ کیا	انتم۔ تم
تزرعونہ۔ اسکو اگاتے ہو	ام۔ یا	نحن۔ ہم ہیں	الزارعون۔ اگانے والے
لو۔ اگر	نشاء۔ ہم چاہیں	لجعلنٰہ۔ تو کریں اسکو	حطاما۔ چورا چورا
فظلتم۔ تو ہو جاؤ تم	تفکہون۔ باتیں بناتے	انا۔ بیشک ہم	لمغرمون۔ تاوان بھرنے والے ہیں
بل۔ بلکہ	نحن۔ ہم	محرومون۔ محروم ہیں	افرأیتم۔ کیا تم نے دیکھا
الماء۔ پانی	الذی۔ جو	تشربون۔ تم پیتے ہو	ء۔ کیا
انتم۔ تم نے	انزلتموہ۔ اتارا	ہ۔ اسکو	من المزن۔ بادل سے
ام۔ یا	نحن۔ ہم ہیں	المنزلون۔ اتارنے والے	لو۔ اگر
نشاء۔ ہم چاہیں	جعلنٰہ۔ تو بنائیں اسکو	اجاجا۔ کڑوا	فلولا۔ تو کیوں نہیں
تشکرون۔ شکر کرتے تم	افرأیتم۔ کیا دیکھا تم نے	النار۔ آگ کو	التی۔ جو
تورون۔ جلاتے ہو تم	ء۔ کیا	انتم۔ تم نے	انشأتم۔ پیدا کیا
شجرتہا۔ اس کا درخت	ام۔ یا	نحن۔ ہم ہیں	المنشئون۔ پیدا کرنے والے
نحن۔ ہم نے	جعلنٰہا۔ بنایا اسکو	تذکرۃ۔ نصیحت	و۔ اور
متاعا۔ سامان	للمقوین۔ مسافروں کیلئے	فسبح۔ تو تسبیح بیان کر	باسم۔ ساتھ نام
ربک۔ اپنے رب	العظیم۔ بڑے کے		

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم پ ۲۷
سورۃ واقعہ

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ — اگلوں میں سے ایک گروہ
وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۔ — اور پچھلوں میں سے ایک گروہ

المتقدمون والمتاخرون اما من الامم وھذہ الامۃ، او من ھذہ الامۃ فقط
یعنی اگلوں اور پچھلوں میں سے ایک گروہ۔ گزری ہوئی امتوں میں سے اور اس امت میں سے یا صرف اسی امت سے۔

یہ اصحاب یمین کے دو گروہوں کا بیان ہے، یہ گروہ یا تو پچھلی امتوں میں سے لوگوں اور اس امت

(امت محمدیہ) سے لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ لیکن مفسرین کی اکثریت کا قول یہی ہے کہ یہ گروہ اسی امت کے پہلے لوگوں اور پچھلے لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ پہلے لوگوں سے مراد اصحاب رسول اور تابعین ہیں اور پچھلوں میں سبھی شامل ہیں جو بعد کو ہوئے یا ہوں گے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ امت اصحب الیمین سے کبھی خالی نہ رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ اصحب الیمین کے ذکر کے بعد جزاءً بما کانوا یعملون نہیں فرمایا گیا جب کہ سابقون کے تذکرہ کے بعد ایسا فرمایا گیا تو سابقین کی بزرگی اور فضیلت پر رمز و اشارہ ہے۔ اور اصحب الیمین کے مفضول ہونے پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے۔ جس سے قصور واقع ہوئے اور وہ توبہ کر کے یا بغیر توبہ مر گئے۔ خواہ وہ اللہ کے فضل سے معاف کیے جائیں یا عقوبت کے بعد جنت میں داخل ہوں اور احادیث مبارکہ اس پر متعدد ہیں۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۬ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ؕ — اور بائیں طرف والے، کیسے بائیں طرف والے

فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ ۙ وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ۙ — جلتی ہوا اور کھولتے پانی میں۔ اور جلتے دھوئیں کی چھاؤں میں۔

لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِیْمٍ ؕ — جو نہ ٹھنڈی ہے اور نہ کسی طور نافع

اب تیسرے گروہ کا ذکر ہوتا ہے۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ) اور بائیں طرف والے،

یعنی کفار و مشرکین، یا وہ لوگ جنہیں ان کے اعمالنامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، واضح معلوم ہوتا ہے کہ کفار و فجار، باغی و سرکش منکرین۔ اہل شقاوت۔

(مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ) کیسے بائیں طرف والے:

یہ ان کے حال و پراگندگی اور کیفیت عذاب کی طرف اشارہ ہے جس میں وہ ذلیل و رسوا ہوں گے۔

(فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ) جلتی ہوا اور کھولتے پانی میں

والسموم قال الراغب: الریح الحارة التی تؤثر تاثیر السم وفی الکشاف حر نار ینفذ فی المسام والتنوین للتعظیم۔

اور سموم کے بارے میں امام راغب کا قول ہے ایسی گرم ہوا جو کہ جھلسا دینے کی تاثیر رکھتی ہے۔ اور کشاف میں ہے ایسی جلانے والی لو جو جسم کے مسامات کے اندر تک گھستی ہو۔ اور تنوین اس ہوا کی شدت کی بڑائی پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی انتہائی گرم جھلسا دینے والی اور مسامات بدن میں سرایت کر جانے والی لو یا ہوا۔ (حمیم) وھو الماء الشدید الحرارة حمیم سے مراد انتہائی سخت گرم پانی، یا خوب سخت کھولتا پانی۔

(وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ) اور جلتے دھوئیں کی چھاؤں میں

جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مراد ہے خوب کالا دھواں اور ابن عباس ہی سے منقول ہے انہ سرادق النار المحیط باھلھا یرتفع من کل ناحیۃ حتی یظلھم بے شک وہ آگ کا خیمہ ہوگا جو اپنے اہل کو گھیرے ہوگا اور ہر گوشے سے بلند ہوگا۔ یہاں تک انہیں سایہ دے گا۔ ابن کیسان نے کہا ھو من اسماء جھنم یحموم دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ابن بریدہ کا قول ہے کہ وہ سیاہ آگ میں ایک پہاڑ ہے کہ اہل دوزخ اس کی طرف خوفزدہ ہوکر پناہ ڈھونڈیں گے تو اسے انتہائی سخت عذاب والی شئے پائیں گے۔

(لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ) جو نہ ٹھنڈی اور نہ کسی طور فائدہ مند

یہ ظلٌ کی دو صفتیں ہیں، اول یہ کہ لا بارد کسائر الظلال یعنی جس طرح سائے ٹھنڈے ہوتے ہیں یہ ٹھنڈا نہ ہوگا۔ دوم یہ کہ ولا نافع لمن یاوی الیہ من اذی الحر یعنی جو کوئی گرمی کی تکلیف سے اس کی طرف متوجہ ہوگا یا اس کے نیچے ہونا چاہے گا۔ اس کے لئے کسی طور نہ خوشگوار ہوگا۔ اور نہ کوئی فائدہ حاصل ہوگا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل دوزخ (اصحب الشمال) انتہائی گرم جھلسا دینے والی، مسامات بدن میں سرایت کرنے والی لو، سخت خوب کھولتے پانی اور جلتے سیاہ دھوئیں کے سایوں میں جو نہ ہی ٹھنڈے ہوں اور نہ ہی خوشگوار و فرحت بخش بلکہ تکلیف دہ ماحول میں ہوں گے۔ (اعاذنا اللہ بھذا)

إِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝ بے شک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں تھے

وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝ اور وہ اس بڑے گناہ کی ہٹ رکھتے تھے۔

(إِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝) بے شک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں تھے۔

وَقِيْلَ هو العاتی المستکبر عن قبول الحق والاذعان لہ والمعنی انھم عذبوا لانھم کانوا فی الدنیا مستکبرین عن قبول ما جاءتھم بہ رسلھم من الایمان باللہ عزوجل وما جاء منہ سبحانہ

اور کہا گیا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا میں قبول حق اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے سرکشی دکھاتے تھے، اور مطلب یہ ہے کہ وہ اسی وجہ سے عذاب میں ہوں گے کہ دنیا میں منکر و سرکش تھے اور جو کچھ ان کے رسول لائے جیسے ذات باری پر ایمان اور جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا۔ اس کے قبول کرنے سے انکار کرتے تھے، ایک قول ہے کہ وہ اس لیے عذاب دیے جائیں گے کہ دنیا میں عیش و آرام میں سرگرم

تھے اور اطاعتِ حق سے باغی و انکاری تھے اور خواہشاتِ نفس میں قبولِ حق پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ اور حق لعنت و سرکشی دکھاتے تھے۔

(وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ) اور وہ اس بڑے گناہ کی ہٹ رکھتے تھے۔

(وکانو یصرون) اور ہٹ رکھتے تھے یتشددون و یمتنعون من الاقلاع ویداومون شدت و سرکشی کرتے تھے اور قبولِ حق سے روکتے تھے اور اپنے عقیدہ پر یعنی کفر و شرک پر قائم و دائم تھے۔

(على الحنث العظيم) بڑے گناہ پر

(الحنث) ای الذنب یعنی گناہ، قتادہ، ضحاک اور ابن زید کا قول ہے کہ اس سے مراد شرک ہے لفظ عظیم بطور مبالغہ کے الحنث کی صفت ہے۔ مراد بڑا گناہ یعنی شرک۔ میں کہتا ہوں کہ قولِ باری ہے ان الشرك لظلم عظيم تو واضح ہو گیا الحنث العظیم بھی شرک ہی ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد کبیرہ گناہ ہیں۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا ہے۔ امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے طبقات میں منقول ہے کہ ان کی والدہ نے پوچھا ما الحنث العظیم؟ بڑے گناہ سے کیا مراد ہے تو فرمایا ھو القسم على انكار البعث وہ مرنے کے بعد زندگی کے انکار کی قسم ہے۔ اور اللہ کے ارشاد کی طرف اشارہ کیا اقسموا باللہ جهد ایمانهم لا يبعث الله من يموت" اور یہ تفسیر حسن ہے۔

وَكَانُوا يَقُولُونَ ۵ أَئِذَا مِتْنَا اور کہتے تھے کیا جب ہم مرجائیں اور ہڈیاں مٹی
وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۵ ہو جائیں تو کیا ضرور ہم اٹھائے جائیں گے۔
أَوَ آبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۵ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی

(وَكَانُوا يَقُولُونَ) اور وہ کہتے تھے یعنی اصحٰب الشمال (کفار و مشرکین) اور یہ ان کے اقوال کا تکرار ہے۔

(أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا) کیا جب ہم مرجائیں اور ہڈیاں مٹی ہو جائیں

استفہام انکاری ہے یعنی جب ہمارے اجسام کے اجزا یعنی گوشت، پوست وغیرہ مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں بکھر جائیں گی۔ تو کیا ہم دوبارہ زندہ ہوں گے؟ پچھلی آیت کے تناظر میں الحنث العظیم کی توضیح ہے۔ یعنی بعث بعد الموت کے انکار کی جھوٹی قسم کھا کر عمداً یوں کہتے تھے۔

(ءَ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ) تو کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے۔

یعنی حیات بعد الموت کا یقین نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی ایسا ہونا ممکن سمجھتے تھے۔ اور ان کو اس سے

بشارت انکار تھا اور یہی انکار ان کے عذاب کا ایک سبب ہوگا۔

(اَوَ اٰبَاؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ) اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی و المعنی ایبعث ایضًا آباؤنا یہ بھی ان کے قول کا تکرار ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہمارے باپ دادا بھی مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جائیں گے حالانکہ ان کو دنیا سے انتقال کئے ہوئے لمبا عرصہ گذر گیا تو وہ کیونکر زندہ ہوں گے۔ انہیں اس کا شدید انکار تھا نہ وہ اپنی حیات بعد الموت کو مانتے تھے اور نہ ہی اپنے اگلے باپ داداؤں کی بشارت سے انکاری تھے۔ اور بطور استہزاء و انکار کے شد و مد کے ساتھ یوں کہتے تھے، اور سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے، بلکہ ضد و ہٹ کا مظاہرہ کرتے تھے۔ حالانکہ موت کے بعد حیات کا نظارہ روزمرہ کی زندگی میں کرتے تھے جیسے رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کا آنا، درختوں پر خزاں کے بعد بہار اور بہار کے بعد خزاں، مگر نہ ماننا ان کا وطیرہ تھا۔

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ۝	محبوب! فرماؤ بے شک سب اگلے اور پچھلے
لَمَجْمُوْعُوْنَ ۵ اِلٰی مِیْقَاتِ	ضرور اکٹھے کئے جائیں گے ایک جانے ہوئے
یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝	دن کی میعاد پر

(قُلْ) حبیب فرماؤ۔ ردًا لانکارھم وتحقیقًا للحق۔

یعنی اے رسول محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے انکار کا رد فرمائیں اور حق کو ظاہر کرنے کے لیے ان کو بتا دیں۔

(اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ) بے شک سب اگلے پچھلے

من الامم الذین من جملتھم انتم وآباؤکم وتقدیم الاولین للمبالغۃ فی الرد حیث کان انکارھم لبعث آبائھم اشد من انکارھم بعثھم مع مراعاۃ الترتیب الوجودی۔

یعنی ان میں سے جملہ اور ان کے باپ داداؤں پر مشتمل سب امتوں کو (اگلی امتوں کے کفار و اشقیاء اور ان کو مع ان کے آباؤ اجداد کو) ضرور زندہ اٹھایا جائے گا۔ اولین کی تقدیم کفار کے اقوال کے رد میں بطور مبالغہ کے کئے ہے اس لیے کہ ان کا اپنے آباؤ اجداد کا مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار اپنے مرنے کے بعد زندہ ہونے کے انکار کی نسبت زیادہ شدید تھا۔ اور اس کے ساتھ ذکر ترتیب وجودی کی رعایت سے کیا گیا ہے۔

(لَمَجْمُوْعُوْنَ) ضرور اکٹھے کئے جائیں گے۔

یعنی مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جائیں گے اور مجموعون بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی بالضرور جمع کیئے جائیں گے۔

(الیٰ میقات یوم معلوم) ایک جانے ہوئے دن کی میعاد پر وھو یوم القیامۃ اور وہ قیامت کا دن ہے۔ جو معلوم ہے اور اس کا آنا قطعی و یقینی ہے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ پھر بے شک تم اے گمراہو، جھٹلانے والو

لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ ضرور تھوہر کے پیڑ میں سے کھاؤ گے۔

فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ پھر اس سے پیٹ بھرو گے

فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ پھر اس پر کھولتا پانی پیو گے۔

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا پھر ایسا پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ

نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ یہ ان کی مہمانی ہے انصاف کے دن

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ) پھر بے شک اے گمراہو، جھٹلانے والو

یہ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ پر عطف ہے جو سلسلۂ کلام میں داخل ہیں اور ثُمَّ تراخی زمان یا تدریج کے لیے ہے یہ خطاب کفار مکہ اور ان کے ہم خیال لوگوں سے ہے یا جیسا سیاق کلام میں گذرا ان لوگوں سے خطاب ہے جو بعث بعد الموت کے منکر تھے۔ واضح مفہوم یہ ہے، کہ یہ سب اگلے پچھلے، منکروں، کافروں، مشرکوں اور سرکشوں کو خطاب ہے۔

(لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ ضرور تھوہر کے درخت میں سے کھاؤ گے۔

(لَاٰكِلُوْنَ) ضرور کھاؤ گے بعد البعث والجمع ودخول جہنم۔

یعنی مرنے کے بعد زندہ اور اکٹھے ہونے اور جہنم میں داخل ہونے کے بعد تم (کفار و منکرین) ضرور کھاؤ گے۔

(مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ) تھوہر کے درخت میں سے

پہلا مِنْ ابتدائیہ جب دوسرا مِنْ بیانیہ ہے ای مبتدءون للاکل من شجر ھو زقوم یعنی ان کے کھانے کی ابتدا جس درخت سے ہوگی وہ تھوہر کا پیڑ ہوگا، تھوہر کا درخت کڑوا، انتہائی بدبودار اور سخت ناگوار ہوگا۔ الصّٰفّٰت میں ارشاد باری ہے کہ وہ ایک درخت ہے کہ جہنم کی جڑ میں نکلتا ہے اس کا شگوفہ ایسا جیسے شیطانوں کے سر، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اگر زقوم کے درخت کا ایک بوند یا قطرہ دریاؤں میں ڈال دیا جائے تو ساری دنیا کی معیشت فنا ہو جائے۔

فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ) پھر اس سے پیٹ بھرو گے۔
ای بطونکم من شدة الجوع فانه الذی ضطرهم
فیسرهم علی اکل مثلها ما لا یؤکل
یعنی بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹوں میں بھرو گے۔ پس وہ بھوک انہیں مضطرب و مجبور کر دے گی کہ وہ اس ہی میں سے کھائیں جو کہ نہیں کھایا جا سکتا۔

فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ) پھر اس پر کھولتا پانی پئیو گے۔
جب غلبہ جوع (شدت کی بھوک) جوانپر مسلط کی جائے گی سے مجبور ہو کر تھوہر کے درخت میں سے کھا کر اپنا پیٹ بھریں گے تو اس کے بعد بغیر کسی مہلت و توقف کے ان پر پیاس کا غلبہ ہوگا۔ (الحمیم) ای الماء الحار یعنی کھولتا گرم پانی، تشنگی بجھانے کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی پینے پر مجبور ہوں گے۔ اور لاچار وہی رہنا پڑے گا جس سے ان کی آنتیں کٹ کر بہہ جائیں گی۔

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ پھر ایسا پئیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ
ابن عباس، مجاہد، عکرمہ اور ضحاک کا قول ہیم کی جمع اہیم ہے۔ اور وہ ایسے اونٹ کو کہتے ہیں جسے ہیام لاحق ہو وہ ہیام استسقاء کی طرح کی ایک بیماری ہے جب کسی اونٹ کو لگ جاتی ہے تو وہ پانی سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ مر جاتا ہے۔ مجاہد نے شرب کو ش کی زیر کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ یعنی شِرب جس کے معنی مشروب کے ہوں گے۔ واضح مفہوم یہ ہوگا جس طرح پیاسے اونٹ پانی پیتے ہیں اسی طرح گمراہ و مکذبین جہنم کے کھولتے پانی کو پئیں گے جس سے نہ تو پیاس بجھے گی یا آرام ہوگا بلکہ برعکس پیتے جائیں گے اور غلبہ عطش (پیاس) بڑھتی جائے گی اور انتڑیاں کٹ کٹ کر بہتی جائیں گی اور مرتے رہیں گے چونکہ موت نہ ہوگی لہذا مسلسل اسی عذاب و بربادی سے دوچار ہوتے رہیں گے۔ (اعاذنا اللہ بھذا)

(هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ یہ ان کی مہمانی ہے انصاف کے دن
(هذا) الذی ذکر من الوان العذاب جیسا کہ عذاب کی صورتوں کا بیان ہوا، اس حال میں
نُزُلُهُمْ مہمانی، نُزُل مہمانداری کو کہتے ہیں اور یہاں "نُزُل" کا لفظ استہزائیہ ہے، کیونکہ یہ حقیقتاً مہمانی نہیں بلکہ عذاب ہے۔

(یوم الدین) انصاف کے دن، یوم الجزاء
یعنی بدلے کے دن، جو قیامت کے دن سے مشہور و معلوم ہے۔
نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ٥ ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں نہیں سچ مانتے

(نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ہ) ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں نہیں سچ مانتے

ای فہلا تصدقون با لخلق

یعنی تو کیا اب بھی تم تخلیق کی تصدیق نہیں کرتے جس ذاتِ حق نے تمہیں عدم سے وجود عطا کیا۔ اور تمہیں اس امر کا اقرار بھی ہے۔ جیسا کہ قول باری ہے۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السمٰوٰت والارض لیقولن اللہ" تو تمہیں دوبارہ زندگی کا کیونکر انکار ہے، اور تم اس حقیقت کا اعتراف کیوں نہیں کرتے کہ جو ذات پہلی دفعہ خلق پر قادر ہے۔ تو دوسری مرتبہ کیونکر قادر نہ ہو گی۔ لہٰذا مرنے کے بعد زندہ کیا جانا حق ہے۔ خواہ کفار تصدیق نہ کریں۔

اَفَرَاَيْتُمْ مَا تُمْنُوْنَ ہ — تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو

ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ہ — کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں

(ا

(اَفَرَاَيْتُمْ مَا تُمْنُوْنَ ہ — تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو۔

(افرائیتم) تو کیا تمہیں علم ہے ای ما تقذفونہٗ والارحام من النطف، یعنی وہ نطفہ جو تم عورتوں کے رحم میں ٹپکاتے ہو۔

(ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ) کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو؟

ای تقدرونہ وتصورونہ بشرًا سویا تام الخلقۃ

یعنی کیا تم اُس نطفہ کو صورت انسانی بناتے ہو اور اسے ایک تندرست و توانا اور مکمل آدمی کی صورت دیتے ہو۔

(اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ) یا ہم بنانے والے ہیں اَ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ

یعنی کیا تم اس آدمی کو بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں، جب تمہیں علم ہے اور اقرار بھی کہ ہم ہی پیدا کرتے ہیں تو پھر بتاتے کیوں نہیں کہ خالق ہم ہی ہیں اور ہم ہی پیدا کرتے ہیں اور زندگی عطا فرماتے ہیں تو مردوں کو زندہ اٹھانا کیا ہماری قدرت و تصرف سے باہر ہے۔ ظاہر ہے ہرگز نہیں۔ اور اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ہ — ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا۔ اور ہم اس میں کوئی غالب نہیں۔

عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ — کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہاری صورتیں وہ کر

فِی مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَۃَ الْاُوْلٰی فَلَوْلَا تَذَکَّرُوْنَ ۝ دیں جس کی تمہیں خبر نہیں۔ اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی اٹھان پھر کیوں نہیں سوچتے۔

(نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَکُمُ الْمَوْتَ) ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا

فسمناہ علیکم ووقتنا موت کل احد بوقت معین حسب ما تقتضیہ مشیئتنا المبنیۃ علی الحکم البالغۃ

ہم نے موت کی تم میں بانٹ کی اور ہر شخص کے لیے وقت وفات متعین کیا جس قدر ہماری حکمتِ بالغہ پر مبنی مشیئت کا اقتضا رہوا۔

(وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ) اور ہم اس سے عاجز نہیں

ای لا یغلبنا احد

یعنی اس میں ہم پر کوئی غالب نہیں، واضح مفہوم یہ ہے کہ کوئی نہ تو ہمیں عاجز کر سکتا ہے اور نہ ہی ہم پر غالب آ سکتا ہے کہ موت کے وقت کو ٹال سکے یا اس سے بچ جائے یا بھاگ سکے۔ جو ہم نے مقدر فرما دیا بس وہی ہوتا ہے اور ہوگا۔ اور یہ سارا ہمارا ہی کام ہے۔

(عَلٰی اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَکُمْ) کہ تم جیسے اور بدل دیں۔ یہ متعلق بہ قدرنا ہے۔ ای علی ان نذھبکم ونأتی مکانکم اشباھکم من الخلق علی بمعنی لام کے ہے اور علیٰ ان قدرنا کی علّت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے تم میں مرنا اس لیے ٹھہرایا ہے کہ تمہاری جگہ تم جیسے اوروں کو لے آئیں۔ یا پھر یہ مفہوم ہے کہ ہم اس امر پر بالکلیہ قدرت رکھتے کہ تم سب کو ایک ہی دفعہ میں موت دے دیں اور تم جیسے اور پیدا کر ڈالیں۔

(وَنُنْشِئَکُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ) اور تمہاری صورت وہ کر دیں جس کی تمہیں خبر نہیں۔

مِنَ الخلق والاطوار التی لا تعھدونھا وقال الحسن: من کونکم قردۃ وخنازیر

یعنی ایسی خلقت اور ایسے اطوار پر کر دیں جس سے تم واقف نہیں ہو اور حسن کا قول ہے کہ تمہیں مسخ کر کے بندر اور سؤر بنا دیں یا ان کی صورت کر دیں یہ سب ہماری قدرت میں ہے۔ اور ایک قول ہے۔ وننشئکم فی البعث علی غیر صورکم فی الدنیا اور ہم تمہیں دوبارہ اٹھانے پر صورت کی بجائے کسی اور صورت پر کر دیں۔

(وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى) اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی اٹھان

من خلقکم من نطفۃ، ثم من علقۃ ثم من مضغۃ وقال قتادۃ: ھی فطرۃ آدم

علیہ السلام من التراب ولا ینکرھا احد من ولدہ ؎

یعنی تمہاری پیدائش نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے اور قتادہ کا قول ہے کہ آدم علیہ السلام کی فطرت وطینت مٹی سے ہے اور آدم میں سے اس کا کسی کو انکار کبھی نہیں ہوا نہ ہے۔ یہ تخلیق اوّل کی توضیح ہے جو سب کو معلوم اور سب پر واضح ہے

(فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ) پھر کیوں نہیں سوچتے

فھلا تتذکرون ان من قدر علیھا فھو علی النشأۃ الاخری اقدر

تو تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے یا سمجھتے کیوں نہیں جو ذات حق تخلیق اول پر قادر ہے۔ وہ دوبارہ تخلیق پر کیوں قادر نہیں جو عدم سے وجود لانے پر قادر ہے وہ یقیناً مردے کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اور دوبارہ تخلیق، بہ نسبت پہلی کے سہل ہے۔ اور کفار کا انکار محض لغو اور ہٹ دھرمی ہے اور حقیقت سے کھلم کھلا انحراف ہے۔

اگر وہ عقل سلیم سے سوچیں تو حقیقت اظہر من الشمس ہے۔

اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ — تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ — کیا تم اسکی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ — ہم چاہیں تو اُسے روندن کریں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ

اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ — کہ ہم پر چٹی پڑی بلکہ ہم بے نصیب رہے۔

(اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ) تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔

ما تبذرون حبہ وتعملون فی ارضہ جو ڈالتے تم زمین میں بوتے وقت بکھیرتے ہو

(ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ) کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو۔

تنبتونہ وتردونہ نباتا یرف وینمی الی ان یبلغ الغایہ

کیا اُسے تم اگاتے ہو اور اُسے کھیتی بناتے ہو کہ لہلہاتی ہے اور فصل اپنی غایت تک پہنچتی ہے۔

(اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ) یا ہم بنانے والے ہیں۔

ای المنبتون لا انتم یعنی کیا تم کھیتی بناتے ہو ظاہر ہے کہ تم بلکہ ہم بناتے ہیں بلا شبہ بالیں بنانا اور اس میں دانے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے اور کسی کا یہ کام نہیں یہ اللہ ہی کی شان ہے قدرت ابو نعیم اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے زراعت کی (اگایا) اور ہاں چاہیے کہ کہے کہ میں نے بویا یا کھیتی بوئی پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نے کہا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا

افرایتم ما تحرثون .... الزارعون ۔ اس میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے نزدیک زراعت کی نفی کا اشارہ ہے اور حرثت کہنے کا جواز ہے، ابو نعیم اور امام بیہقی نے اس روایت کی تضعیف بھی کی ہے۔ واللہ اعلم،

(لَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنٰہُ حُطٰمًا) ہم چاہیں تو اُسے چورا چورا کردیں۔

ھشیما منکسرا متفتتا لشدۃ یبسہ بعد ما انبتاہ وصار فی حیازۃ غلالہ ہم اسے اگانے کے بعد سخت سوکھا کرکے تنکا تنکا بکھیر دیں اور وہ خشک چورا چورا بے فائدہ گھاس پھوس ہو جائے

(فَظَلۡتُمۡ تَفَکَّهُوۡنَ) پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ

لیسبب ذلک اس وجہ سے، تتعجبون من سوء حالہ تو تم اس کے حال کی خرابی پر تعجب کرتے رہ جاؤ

یعنی اگر ہم اسے اگانے کے بعد بے فائدہ گھاس پھوس بنا دیں تو تم اس خرابی و بربادی پر ہاتھ ملتے رہ جاؤ حیران و پریشان غمگین و افسردہ ہو جاؤ۔

(اِنَّا لَمُغۡرَمُوۡنَ) کہ ہم پر چٹی پڑی ای معذبون محملون من الغرام وھو الھلاک

عزام مال کے بے فائدہ ضائع جانے کو کہتے ہیں ایک قول ہے کہ غرام کا معنی عذاب و بربادی ہے۔ یعنی ہم عذاب میں ہلاکت میں ڈالے گئے محنت و مال اکارت گیا اور بربادی پلے پڑی۔

(بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ) بلکہ ہم بے نصیب ہیں محدودون لا مجدودون او محرومون الرزق

یعنی تم یہ کہنے لگ جاؤ کہ ہم بے بس ہو گئے ہیں اور کچھ حاصل کرنے والے نہیں بلکہ رزق

سے بھی محروم ہوگئے ہیں اور یہ محرومی ہلاکت ہی ہلاکت ہے کیونکہ سامان رزق کی بربادی بھوک سے مرنے کا پیش خیمہ ہے۔

اَفَرَاَیۡتُمُ الۡمَآءَ الَّذِیۡ تَشۡرَبُوۡنَ	تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو،
ءَاَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡہُ مِنَ الۡمُزۡنِ	کیا تم نے اسے بادل سے اتارا یا ہم
اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ ۝	ہیں اتارنے والے،
لَوۡ نَشَآءُ جَعَلۡنٰہُ اُجَاجًا فَلَوۡلَا	ہم چاہیں تو اُسے کھاری کردیں
تَشۡکُرُوۡنَ ۝	پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔

(اَفَرَاَیۡتُمُ الۡمَآءَ الَّذِیۡ تَشۡرَبُوۡنَ) تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو۔

عذبًا فراتًا، وتخصیص هذا الوصف بالذکر مع کثرة منافعه

لان الشرب اهم المقاصد المنوطة به -

میٹھا پانی اور اس وصف کے ساتھ اس کا خصوصی تذکرہ اُسکے (پانی کے) کثیر منافع کو شامل ہے کیونکہ پینے کے پانی پر کئی اہم مقاصد کا انحصار ہے -

(ءَاَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡہُ مِنَ الۡمُزۡنِ) کیا تم نے اسے بادل سے اتارا

ای السحاب واحدته مزنة قال الشاعر:

فلا (مزنة ودقت ودقها)

ولا ارض ابقل ابقالها

یعنی ایسا بادل جو یکجا ہوکر بارش برسنے والا ہو شاعر کہتا ہے کہ

تو بارش نہ برسی اور گرمی شدید سے شدید ہوگئی اور نہ ہی زمین سبزے سے سبزہ دار ہوئی۔

وقیل هو السحاب الابیض و ماؤه اعذب اور ایک قول ہے کہ مزن سے مراد سفید بادل ہے اور اس کا پانی شیریں ہوتا ہے -

(اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ) یا ہم ہیں اتارنے والے -

له بقدرتنا

یا ہم نے اپنی قدرت سے اسے اتارا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ ٹھنڈا شیریں پانی جو

سفید بادلوں سے برستا ہے یہ تم نے برسایا ہے یا یہ ہماری قدرت کاملہ کا نتیجہ ہے ظاہر ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی نے برسایا ہے ۔ اور بارش اسی کے فضل وکرم سے برستی ہے ۔

(لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا) ہم چاہیں تو اُسے کھاری کردیں ۔

ملحًا ذعاقا لا یمکن شربه من الاجیج وهو تلهب النار

نمکین کڑوا پانی جو کڑواہٹ کی وجہ سے نہ پیا جا سکے اور وہ جس کی حدت و شدت سے پیاس بھڑکے ۔

(فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ) تو تم پھر شکر کیوں نہیں کرتے ۔

تو تم اللہ کے احسان وکرم اور اسکی نعمت کا اقرار کیوں نہیں کرتے اور اسکی تعریف کیوں نہیں کرتے اگر وہ ذاتِ حق پانی کو کھارا، کڑوا، سخت بدمزہ بنا دے تو کون ہے جو اسے پی کر زندہ رہ سکے یا اسباب زندگی حاصل کر سکے تو اپنی عظیم نعمت پر تم شکریہ ادا کیوں نہیں کرتے

ابن ابی حاتم نے ابوجعفر سے روایت کی ہے کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پانی نوش فرماتے تو کہتے ۔ الحمدُ للّٰه الذی سقانا عذبًا فراتا برحمته ولم یجعله ملحًا اُجَاجًا بذنوبنا

اس پروردگار جل وعلا کے لئے ستائش ہے جس نے اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں شیریں پانی سے سیراب کیا اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے اسے کڑوا ورنمکین نہ بنایا ۔

اَفَرَاَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ۝	تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو ۔
ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِــُٔوْنَ ۝	کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے
نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ ۝	ہم نے اُسے جہنم کا یادگار بنایا اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ
فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ۝	تو اے محبوب تم پاکی بولو اپنے عظمت والے رب کے نام کی

(اَفَرَاَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ)، تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو ۔

ای تقدحونها و تستخرجونها من النار یعنی تم آگ رجلاتے ہو؛
اور تم اسے زنّا دسے نکالتے ہو، زناد دو تر یا ہری لکڑیوں کو کہتے ہیں جن کے باہم رگڑنے
سے آگ نکلتی ہے ان لکڑیوں کو زَنَدْ و زَنْدَہ کہتے ہیں۔
(ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا ، کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا۔
التی منها النار وهی المرخ و العفار جس سے زناد لیے
جاتے ہیں اور وہ درخت مرخ اور عفار کہلاتے ہیں۔
(اَمْ نَحْنُ المنشئون) یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔
لها بقدرتنا
یعنی انہیں ہم ہی نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور یہ ہماری قدرت کا ایک نادر
نمونہ ہے کہ ہری لکڑیوں سے جن کے اندر پانی کی تراوٹ بھی ہوتی ہے رگڑ سے آگ بھی
پیدا کرتے ہیں بیہقی نے روایت کی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک رات جب
یہ آیات استقامیہ پڑھیں تو تین مرتبہ کہا بَلْ اَنْتَ یَارَبِّ اے پروردگار تو
نے ہی یہ پیدا فرمایا۔
(نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً) ہم نے اسے جہنم کا یادگار بنایا۔
ای جعلناها تذکیراً لِنَارِ جهنم حیث علقنا بها اسباب
المعاش لینظروا الیها و یذکروا بها ما اوعدوا به
یعنی ہم نے اس آگ کو دوزخ کیلئے یاد دہانی بنایا ہے کیونکہ ہم نے آگ کو معاشی اسباب
سے بطور ضرورتِ عامہ کے وابستہ کیا ہے تاکہ لوگ اسے دیکھ کر آتش دوزخ کی یاد
کر کے اس سے ڈریں کیونکہ منکروں کے ہاتھ اس کا وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ بالضرور جلتی
آگ میں ڈالے جائیں گے۔
اس میں بعثت بعد الموت کی طرف بھی واضح اشارہ ہے پانی اور آگ ضدیں
ہیں اور اللہ سبز لکڑیوں سے آگ پیدا کر سکتا ہے تو فرسودہ بدلوں کو بھی دوبارہ تر
وتازہ بنا سکتا ہے۔ واللہ علی کل شیء قدیر
(وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ) اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ

و منفعة اور فائدہ کی چیزیں (للمقوین) للذین ینزلون
ان لوگوں کے لئے جو کسی جگہ قیام کی غرض سے اتر پڑیں
ای المسافرین یعنی مسافروں کے لئے کہ دوران سفران سے
فائدہ حاصل کرتے ہیں ۔
(فسبح باسم ربک العظیم) تو اے محبوب تم پاکی بولو اپنے عظمت والے
پروردگار کی فسبح میں ف سببیہ ہے اور باسم میں اسم زائد ہے اور اس
سے مراد ذات باری ہے اور ب استعانت یا ملابست کے لئے ہے ۔
یعنی اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ اسکی پاکی بولو اور جن نعمتوں کا ذکر گزرا
ان پر شکریہ ادا کیجیئے اور تحدیث نعمت فرمایئے اور منکرین اور ناشکروں کے اقوال
وافعال کو خاطر میں نہ لاکر پروردگار جل وعلیٰ کی بڑائی بیان کیجیئے جس نے اس قدر انعامات
واحسانات فرمائے اور افسوس و تعجب ہے کہ پھر بھی جاہل کفار و مشرکین اس کا اقرار نہیں
کرتے کیا یہ کھلی بغاوت اور کفران نعمت نہیں ؟
اور کشاف میں ہے کہ اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت فرمانا
یا اس سورہ مبارکہ کا پڑھنا ہے جو اثبات بعثت اور جزاء پر متضمن ہے ۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ الواقعہ پ ۲۷

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ○	تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں
وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ○	اور تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے ۔
اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ	بیشک یہ عزت والا قرآن ہے ۔
فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ○	محفوظ نوشتہ میں ۔
لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○	اسے نہ چھوئیں مگر باوضو ۔
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○	اتارا ہوا ہے سارے جہان کے رب کا ۔

أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ ۝
تو کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو۔

وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ۝
اور اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ جھٹلاتے ہو

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ۝
پھر کیوں نہ جب جان گلے تک پہنچے۔

وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ۝
اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ۝
اور ہم اس کے زیادہ پاس ہیں تم سے مگر تمہیں نگاہ نہیں ہے۔

فَلَوْلَا إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۝
تو کیوں نہ ہوا اگر تمہیں بدلہ ملنا نہیں۔

تَرْجِعُونَهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝
کہ اسے لوٹا لاتے اگر تم سچے ہو۔

فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝
پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں سے ہے۔

فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ۝
تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ۔

وَأَمَّا إِن كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝
اور اگر داہنی طرف والوں سے ہو

فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝
تو اے محبوب تم پر سلام ہے داہنی طرف والوں سے

وَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ۝
اور اگر جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہو

فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ۝
تو اس کی مہمانی کھولتا پانی۔

وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ۝
اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا۔

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ۝
یہ بے شک اعلیٰ کی یقینی بات ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝
تو اے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بولو۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ الواقعہ پ ۲۷

فَلَا۔ تو مجھے
وَ۔ اور
اُقْسِمُ۔ قسم ہے
اِنَّهٗ۔ بیشک وہ
بِمَوَاقِعِ۔ گرنے کی جگہ
لَقَسَمٌ۔ یقیناً قسم ہے
النُّجُوْمِ۔ ستاروں کی
لَوْ۔ اگر

تَعْلَمُوْنَ تم جانو	عَظِيْمٌ بہت بڑی	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَقُرْاٰنٌ قرآن ہے
كَرِيْمٌ عزت والا	فِيْ بیچ	كِتٰبٍ کتاب	مَّكْنُوْنٍ محفوظ کے
لَا نہ	يَمَسُّهٗ چھوئیں اسکو	اِلَّا مگر	الْمُطَهَّرُوْنَ پاک لوگ
تَنْزِيْلٌ اتارا گیا ہے	مِّنْ رَّبِّ رب	الْعٰلَمِيْنَ جہانوں کی طرف سے	اَفَبِهٰذَا کیا اس
الْحَدِيْثِ بات سے	اَنْتُمْ تم	مُّدْهِنُوْنَ سستی کرتے ہو	وَ اور
تَجْعَلُوْنَ بناتے ہو	رِزْقَكُمْ اپنا حصہ	اَنَّكُمْ کہ تم	تُكَذِّبُوْنَ جھٹلاتے ہو
فَلَوْلَا پھر کیوں نہیں	اِذَا جب	بَلَغَتِ پہنچے جان	الْحُلْقُوْمَ ہنسلی کو
وَ اور	اَنْتُمْ تم	حِيْنَئِذٍ اس وقت	تَنْظُرُوْنَ دیکھتے ہو
وَ اور	نَحْنُ ہم	اَقْرَبُ بہت قریب ہیں	اِلَيْهِ اس کی طرف
مِنْكُمْ تم سے	وَلٰكِنْ لیکن	لَا نہیں	تُبْصِرُوْنَ دیکھتے تم
فَلَوْلَا پھر کیوں نہیں	اِنْ اگر	كُنْتُمْ ہو تم	غَيْرَ نہ
مَدِيْنِيْنَ بدلہ پانے والے	تَرْجِعُوْنَهَا تو لوٹا لیتے اس کو		اِنْ اگر
كُنْتُمْ ہو تم	صٰدِقِيْنَ سچے	فَاَمَّا پھر	اِنْ اگر
كَانَ ہوا	مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ وہ مقربین میں سے		فَرَوْحٌ تو راحت ہے
وَ اور	رَيْحَانٌ پھول	وَ اور	جَنَّتُ جنت
نَعِيْمٍ نعمت والے	وَ اور	اَمَّا اگر	اِنْ وہ
كَانَ ہے	مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ دائیں جانب والوں سے		فَسَلٰمٌ تو سلام ہے
لَكَ تیرے لیے	مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ داہنی طرف والوں سے		وَ اور
وَاَمَّا اگر	اِنْ ہے وہ	كَانَ ہے	مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے
والوں	الضَّآلِّيْنَ گمراہوں سے	فَنُزُلٌ تو مہمانی ہے	مِّنْ حَمِيْمٍ گرم پانی کی
وَ اور	تَصْلِيَةُ داخل ہونا ہے	جَحِيْمٍ جہنم میں	اِنَّ بیشک
هٰذَا یہ ہے	لَهُوَ وہی	حَقُّ یقینی بات سے	الْيَقِيْنِ بات ہے
فَسَبِّحْ تو پاکی بول	بِاسْمِ نام	رَبِّكَ اپنے رب	الْعَظِيْمِ عظمت والے کی

مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورۃ الواقعہ

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝

تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں اور تم سمجھو تو بڑی قسم ہے۔

(فَلَآ اُقْسِمُ) تو مجھے قسم ہے

لا زائد ہے اور کلام کو مؤکد کرنے کے لئے ہے اور زور دے کر اشارہ ہے حق تعالیٰ کا کسی امر پر قسم یاد فرمانا اظہار عظمت کے لئے ہے۔

(بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ) ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں۔

أي بمساقط كواكب السماء ومغاربها كما جاء في رواية عن قتادة والحسن على أن الوقوع بمعنى السقوط والغروب وتخصيصها بالقسم لما في غروبها من زوال اثرها والدلالة على وجود مؤثر دائم لا يتغير ولذا استدل الخليل عليه السلام بالأفول على وجود الصانع جل وعلا او لان ذالك وقت قيام المتهجدين والمبتهلين اليه تعالىٰ وأوان نزول الرحمته والرضوان عليهم،

یعنی آسمان کے ستاروں کے گرنے اور چھپنے کی جگہیں جیسا کہ قتادہ حسن سے مروی ہے کہ وقوع سے مراد معنی گرنے اور ڈوبنے کی جگہیں ہیں اور قسم کے ذکر کے ساتھ ان کی تخصیص ان کے زوال پذیر ہونے پر ظاہرا اور مؤثر حقیقی (اللہ کریم) کے وجود پر دلالت کرتی ہے جو تغیر و حدوث سے پاک ہے اور اسی ڈوبنے اور زوال پذیر ہونے کے پیش نظر حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے بنانے والے کے وجود کریم (ذات باری) پر استدلال فرمایا تھا جو کہ زوال و حدوث سے مبرہ و منزہ ہے، یا پھر اس سے مراد نماز تہجد پڑھنے والوں اور بارگاہ رب العزت میں دعا و مناجات کرنے اور

بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روائت کی ہے کہ پروردگار جل و علا ہر رات آسمان دنیا پر جبکہ رات کی آخری تہائی ہوتی ہے تجلی فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کوئی ہے دعا مانگنے والا کہ میں اس کی التجا قبول کروں کوئی ہے مانگنے والا کہ میں اسے عطا کروں کوئی ہے جو بخشش مانگے تو میں اسے بخش دوں، ابن عباس اور ایک جماعت علماء کا ارشاد ہے کہ مواقع سے مراد نزول قرآن کے اوقات اور نجوم سے مراد قرآن حکیم کا جستہ جستہ اترنا ہے۔ اور ابن جریر نسائی اور حاکم نے ابن عباس سے تصحیح روائت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا قرآن حکیم شب قدر میں آسمان علیا (لوح محفوظ) سے سارے کا سارا آسمان دنیا میں اترا پھر سالوں میں بٹ گیا یعنی ہر سال ضرورت و حکمت کے موافق نازل ہوا اور ایک روائت میں یہ الفاظ ہیں پھر آسمان دنیا سے زمین کی طرف تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا پھر یہ آیت فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ تلاوت کی اور حق تعالیٰ کے بعض کے ارشاد انہ القرآن سے بھی اس کی تاکید ہوتی ہے واللہ اعلم (وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ) اور تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے۔

بطور تعریض کے ارشاد ہے کہ اے کاش تم جانتے یا حقیقت کا ادراک کرتے یہ قسم بہت بڑی بات ہے جو عظمت و قدرت الٰہیہ پر دلالت کر رہی ہے۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝	بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔
فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝	محفوظ نوشتہ میں
لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝	اسے نہ چھوئیں مگر باوضو
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝	اتارا ہوا ہے سارے جہان کے رب کا

(اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ) بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔

ان پر رحمت رضوان کے نزول کا وقت ہے ۔

قرآن حکیم کلام الٰہی اور وحی ربانی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوا کریم صفت کلام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جو جملہ بھلائیوں اور نا متناہی خیر و برکات کا سرچشمہ ہے کریم کے معنی معزز کے بھی ہیں یعنی عزت والے پروردگار کا معزز کلام ہے اور جو اس سے تعلق قائم کرے یعنی اتباع کرے تو یہ کتاب اسے بھی معزز بنا دیتی ہے صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سے لوگوں کو معزز و بلند فرماتا ہے اور بہتوں کو پست کرتا ہے یعنی جو اس پر ایمان لاتے اور عمل کرتے ہیں ان کے لئے عزت و بلندی ہے اور منکروں کے لئے ذلت و پستی ہے ۔ کریم کے معنی حَسَن کے ہیں جس کا مطلب ہے کہ یہ کتاب اچھائیوں اور بھلائیوں کا لا متناہی خزانہ ہے اور اس کا نفع بہر نوع ہے ۔

فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ محفوظ نوشتہ میں

ای کائن فی کتاب مصون عن غیر المقربین من الملائکۃ علیہم السلام لا یطلع علیہ من سواھم فالمراد بہ اللوح المحفوظ کما روی عن الربیع بن انس وغیرہ وقیل : ای فی کتاب مصون عن التبدیل والتغییر وھو المصحف الذی بایدی المسلمین

یعنی محفوظ کتاب میں درج ہے جو ملائکۃ المقربین علیہم السلام کے سوا سے پردہ میں ہے کہ ان کے سوا اس پر کوئی مطلع نہیں پس اس سے مراد لوح محفوظ ہے جیسا کہ ربیع بن انس اور ان کے علاوہ سے روائت کیا گیا ہے اور ایک قول ہے نوشتے میں مراد ہے یعنی ایک ایسی کتاب میں درج ہے جو تبدیل و تحریف سے محفوظ ہے اور وہ مصحف ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے ، عکرمہ کا قول ہے نوشتے میں مراد تورات و انجیل ہے مراد و مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کے کرم و شرف کا تذکرہ

پچھلی کتابوں میں ہے اور ایک قول ہے کتاب المکنون یعنی محفوظ
نوشتے سے مراد مردِ مومن کا دل ہے۔

لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ اسے نہ چھوئیں مگر پاک

(لَا یَمَسُّهٗۤ) اسے نہ چھوئیں (الا المطھرون) بجز پاک

یَمَسُّہٗ کی ضمیر قرآن کریم کی طرف راجع ہے اور نفی بغیر طہارت کے چھونے پر نہیں ہے اور مطہرون کے استثنا سے واضح ہے کہ قرآن حکیم کو بدون طہارت کے چھونا جائز نہیں طبرانی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

لَا یَمَسُّ القرآن الا طاھر "قرآن حکیم کو طاہر کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

اور مطہرون سے مراد حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں سے پاک ہونا ہے یعنی باوضو چھوئے اور بغیر وضو چھونا جائز نہیں ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر مصحف غلاف پوش ہے تو چھونا یا اٹھانا جائز ہے جبکہ امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں، حائضہ اور نفاس والی عورت نہ پڑھ سکتی ہے نہ چھو سکتی ہے اور یونہی جنبی مرد کا حکم ہے تاہم بے وضو زبانی قرآن حکیم پڑھ سکتا ہے کفار اور دشمنوں کے ملک میں مصحف شریف لیجانا منع ہے مبادا بے حرمتی ہو قرآن حکیم پر غلاف چڑھانا ادب ہے اور صدر اول سے اہل ایمان کے نزدیک معمول و مستحسن ہے قرآن کی طرف پشت کرنا، پاؤں پھیلانا منع اور یونہی قرآن حکیم کو پشت رکھنا کہ خود اونچا ہو خلاف ادب ہے اور مصحف کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ بشرطیکہ قصداً ایسا کرے۔ قرآن مجید کا حجم چھوٹا کرنا مکروہ ہے، بوسیدہ ہونے کی صورت میں احتیاط سے محفوظ جگہ میں لحد بنا کر یوں دفن کرے کہ اسی پر مٹی نہ پڑے جلانا منع ہے خوشخط اور خوبصورت لکھنا مستحسن ہے کہ عظمت کا اظہار ہے۔

بعض کے نزدیک مطہرون سے مراد مومنین موحدین ہیں۔

اور ابن عباس سے منقول ہے کہ وہ اہل کتاب کو تلاوت مصحف کی اجازت نہیں دیتے تھے،

تاہم واضح مفہوم یہ ہے کہ بے وضو مصحف کو چھونا جائز نہیں ہے۔

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝	اتارا ہوا ہے سارے جہان کے رب کا
اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝	تو کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو ۔
وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝	اور اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ جھٹلاتے ہو ۔

(تَنْزِيْلٌ مِنْ ربِّ العلمين اتارا ہوا ہے سارے جہانوں کے رب کا ۔ صفة أخرى للقرآن اى مُنَزَّل

یہ قرآن حکیم کے لئے ایک اور توصیف ہے (صفت ہے) کہ وہ اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے ۔

(افبهٰذا الحديث) تو کیا اس بات میں

اى تعرضون فبهذا الحديث الذى ذكرت نعوته الجليلة الموجبة لاعظامه واجلاله والايمان بما تضمنه وارشد اليه وهو القرآن الكريم

یعنی تم اس بات سے روگردانی (منہ پھیرتے ہو) جسکی جلالت و توصیف و تعریف بیان ہوئی جو اسکی عظمت اور بزرگی و شرف پر دلالت کرنیوالی اور ایمان کی طرف متضمن اور ہدایت عطا کرنے والی ہے اور وہ قرآن حکیم ہے یعنی تم قرآن حکیم کو ماننے میں سستی کرتے ہو ۔

(اَنْتُمْ مُدْهِنُوْنَ) تم سستی کرتے ہو ۔

انتم سے مراد کفار مکہ اور صنادید قریش ہیں یا مخاطبین قرآن یعنی منکرین ، ابن عباس کے نزدیک مدھنون سے مراد مکذبین یعنی جھٹلانے والے یا منکرین ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا تم اس قرآن حکیم کو نہیں مانتے یا اس پر ایمان نہیں لاتے اور مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جانے کا بدستور انکار کرتے چلے جارہے ہو اور فضول باتیں بنا بنا کر اپنے ساتھیوں کو قبول حق سے روکتے ہو ۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حقیقت حال جان لیں تو تم راہ حق سے روکتے ہو اور اپنے کفر و تعصب پر ابھی بھی ڈٹے ہوئے ہو ۔

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اور اپنا حصہ یہ رکھتے ہو۔
جمہور کے نزدیک رزق کے معنی شکر کے بیان ہوئے ہیں اور مراد ہے مَا شَكَرَ اس نے
ناقدری کی "مشکر کم" یعنی تم ناقدری کرتے ہو یعنی نعمت قرآن کو جھٹلاتے ہو۔
(اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ) کہ جھٹلاتے ہو
قتادہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے مَا اخذ القوم لا
نفسهم لم يرزقوا من كتاب الله تعالىٰ الا التكذيب
جس قوم کے حصے میں صرف یہی ہوا کہ انہوں نے اللہ کی تکذیب کی (جھٹلایا) تو اس کے لیے سخت ہلاکت وبربادی ہے۔

فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ پھر کیوں نہ جب جان گلے تک پہونچے
وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔
وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ اور ہم ان کے زیادہ پاس ہیں تم سے
وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ مگر تمہیں نگاہ نہیں تو کیوں نہ ہوا اگر تمہیں
فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ بدلہ ملنا نہیں کہ
مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَا اُسے لوٹا لاتے
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اگر تم سچے ہو۔

(فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ) پھر کیوں نہ جب جان گلے تک پہونچے۔
فَلَوْلَا تحضیض کے لئے یا اظہار عجز کے لئے اذا ظرفیہ ہے بَلَغَتِ الحلقوم
گلے تک پہنچے اس سے مراد روح کا گلے تک پہنچنا ہے مرنے کے وقت، فلولا اذا حان
انقطاع تعلق الروح بالبدن ۔یعنی جب روح کا تعلق بدن سے
ٹوٹتا ہے تو اس وقت تم اس کی روح کو واپس بدن میں کیوں نہیں لے آتے جب تمہاری
کمزوری اس حال کو ہے تو پھر ایمان کیوں نہیں لے آتے اور کس برتے پر جھٹلاتے ہو۔
(وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ) اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔
(وانتم ايها الحاضرون حول صاحبها
یعنی اے اپنے مرنے والے دوست کے پاس موجود ہونے والو!
(حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔

ای حین اذا بلغت الحلقوم وحلت الیہ او حان انقطاع تعلقھا یعنی جب اس مرنے والے کی روح گلے تک پہنچتی ہے اور اس سے واصل ہو جاتی ہے یا اس سے (بدن) سے اس کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور تم اس کے اس حال کو دیکھتے ہو یعنی جانکنی کی سختیاں دیکھتے ہو موت کی بے ہوشی اور زندگی کا ڈوبنا دیکھتے ہو لیکن اس کے باوجود اسے نہ تو بچا سکتے ہو اور نہ خود ہی کچھ کرنے کی ہمت پاتے ہو اس کمزوری، عجز و بے بسی کے باوجود ایمان کیوں نہیں لاتے حاکم نے شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ جب روح نکلتی ہے تو نگاہ اس کا تعاقب کرتی ہے

(وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْکُمْ) اور ہم اس کے زیادہ پاس ہیں تم سے۔

ای المحتضر یعنی پاس موجود ہوتے ہیں والمراد بالقرب العلم اور قرب سے مراد علم ہے فان القرب اقوی سبب للاطلاع والعلم کیونکہ قرب ہی علم و خبر کا قوی تریں واسطہ ہے اور بعض نے کہا المراد القرب علماً وقدرۃ قرب سے مراد علم و قدرت (اختیار) ہے یعنی ہم اس مرنے والے کی کیفیت ظاہر و باطنی کو جاننے اس پر قدرت رکھنے اور اسکو دیکھنے میں تم سے بڑھ کر ہیں یہاں واضح ہے کہ حق تعالیٰ قرب زمانی و مکانی سے پاک ہے اور یہاں اقرب فرمانا قرب بے کیف ہے۔ واللہ اعلم

(وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ) مگر تمہیں نگاہ نہیں

لا تدرکون کوننا اقرب الیہ منکم یعنی ہمارے قرب کو جو اس مرنے والے کیساتھ ہوتا ہے تم اُسکی کُنہ ادراک نہیں رکھتے جاننا چاہیے کہ یہ خطاب کفار سے ہے۔ یعنی تم بصیرت نہیں رکھتے یا تم نہیں جانتے۔ یا مراد ہے کہ ہمارے فرشتوں کو جو اسکی روح قبض کرتے ہیں اور اسکے نکالنے کا معاملہ کرتے ہیں حالانکہ وہ تم سے زیادہ اسکے قریب ہوتے ہیں مگر تم انہیں نہیں دیکھتے۔

(فَلَوْلَا اِنْ کُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ) تو کیوں نہیں ہوا اگر تمہیں ملنا نہیں تَرْجِعُوْنَهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کہ اسے لوٹا لاتے اگر تم سچے ہو۔

ای فلولا ان کنتم غیر مجزیین وجعل ناظراً لانکارھم البعث ولیس بشئ یعنی اے کفار پھر تم سے کیوں نہ ہو سکا یا ہو سکتا ہے۔ جب تمہارے نزدیک مرنے کے بعد اٹھنا اور اعمال کی جزا و سزا اور ذات خالق سبحانہ تعالیٰ کچھ بھی نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم اپنے مرنے والوں کی روح کو روک کیوں نہیں لیتے اور جب تمہاری بے بسی ظاہر ہے تو پھر حقیقت کو کیوں نہیں تسلیم کرتے اور ایمان کیوں نہیں لے آتے آخر یہ رلہ کیوں اختیار نہیں کرتے اور ان کے (کفار) کے اقوال سچے ہوتے تو وہ روح کو بدن میں لوٹا لیتے جب تمہارے اختیار میں کچھ نہیں اور تم عاجز و بے بس ہو تو جان لو کہ یہ اللہ کریم ہی کی قوت وقدرت ہے۔ لہٰذا اس پر ایمان لاؤ اور رسولوں کی فرمانبرداری کرو۔

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ پھر وہ مرنے والا مقربوں سے ہے

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۵ تو راحت ہے اور پھول

وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ اور چین کے باغ

(فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ) پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں سے ہے۔

مقربین سے مراد تین گروہوں میں سے وہ طبقہ اولیٰ ہے جن کا ذکر سورۂ مبارکہ کے آغاز میں ہوا اب مخلوق کے طبقات اور موت کے وقت ان کے حالات و کیفیات اور ان کے درجات و انجام کا بالترتیب ذکر ہے، مقربین سے مراد بے یقین ہیں یعنی اگر وفات پانے والا سب یقین یا مقربین سے ہے۔

(فَرَوْحٌ) تو راحت ہے ای استراحة یعنی آرام و سکون راحت،

ابو داؤد، نسائی اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے انہوں نے رسول اللہ علیہ والہ وسلم سے فَرُوْحٌ کی قرأت راء کے ضمہ کے ساتھ بھی سنی ہے یعنی فَرُوْحٌ اور حسن کا قول ہے کہ الرُّوْحُ سے مراد رحمت ہے کیونکہ وہ مرنے والے کیلئے بمنزلہ حیات کے ہوگی یا دائمی حیات کا سبب ہوگی اور اس کا اطلاق یہاں بطور استعارہ یا مجاز مرسل کے ہے اور بعض نے کہا اس سے مراد بقا ہے۔

(وَرَيْحَانٌ) اور پھول ای ورزق یعنی

رزق ضحاک کا قول ہے کہ اس سے مراد عیش و آرام ہے حسن کا قول ہے کہ خوشبو یا پھول ہی مراد ہیں جیساکہ ریحان کے بارے میں معروف ہے ابن جریر نے حسن سے روائت کی ہے کہ مومن کی روح اُسکے جسم سے جنت کے پھولوں کی خوشبو میں نکلتی ہے -

ابن حاتم اور ابن جریر نے ابوالعالیہ سے روائت کی ہے کہ جب مقربین میں سے کوئی دنیا سے وفات پاتا ہے تو اس کے پاس گھاس بہشت کی ڈالی لائی جاتی ہے تو وہ اسے سونگھتا ہے تو اس کی روح قبض کرلی جاتی ہے -

(وَجَنَّتُ نَعِيمٍ) اور چین کے باغ ای ذات تنعم یعنی نعمتوں والے باغ اس میں اشارہ ہے کہ مقربین کی آرام گاہیں ایسی ہوں گی اور وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جو نعمتوں سے نوازے جائیں گے ایک قول یہ ہے فروح وریحان کا معاملہ مقربین کے لیے بوقت موت ہوگا اور جنت ونعیم سے مراد مقربین کو ان کی قبروں میں قیامت تک جنت میں انکے مقام و مکان کا نظارہ کرانا ہے اور بعض نے کہا یہ سب آخرت میں ہوگا واللہ اعلم -

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۙ اور اگر داہنی طرف والوں سے ہو -

فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ؕ تو اے محبوب آپ پر سلام ہے دہنی طرف والوں سے

(وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۙ) اور اگر داہنی طرف والوں سے ہو -

اگر مرنے والا طبقہ ثانی اصحٰب الیمین (دائیں طرف والوں) سے ہوگا - اور یہ وہ لوگ ہوں گے - جنھیں ان کے اعمالنامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے -

(فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ؕ) تو اے محبوب آپ پر سلام ہے داہنی طرف والوں سے -

قيل موعلى تقدير القول اى فيقال لذلك المتوفى منهم سلام لك يا صاحب اليمين من اخوانك اصحٰب اليمين اى يسلمون عليك .

کہا گیا ہے کہ یہ بر تقدیر کلام ہے یعنی اصحب الیمین میں سے مرنے والے کو کہا جائیگا کہ اے داہنی جانب والے بھائیوں کیطرف سے سلام ہو یعنی دائیں جانب والے تجھے سلام کہتے ہیں جیسا کہ پروردگار جل وعلا کا ارشاد ہے۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝

کہ وہ جنت میں بے ہودہ اور گناہ کی بات نہ سنیں گے ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام،

طبری کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہے کہ تجھ پر سلام ہو کہ تو دائیں جانب والوں میں سے ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہاں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے کہ اے میرے محبوب رسول آپ پر سلام ہو یعنی خاطر جمع رکھئے مطمئن ہو جائیے۔ انهم غير محتاجين الى شفاعة وغيرها۔ کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جنہیں شفاعت وغیرہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور آپ انہیں عذاب سے محفوظ پسندیدہ حال میں دیکھیں گے۔

واضح یہ ہے کہ تمام اصحب الیمین کو شفاعت کی احتیاج نہ ہوگی یعنی اللہ ان کی نیکیاں قبول فرمائے گا۔ اور لغزشوں سے معاف فرمائے گا البتہ یہ امر اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے کہ شفاعت سرورِ دو عالم کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے ہوگی۔

اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ اہل کبائر اصحاب الشمال سے ہوں لہٰذا گنہگار مسلمان بھی، اصحب الیمین میں سے ہوں گے اور یہ ان کی قسم ثانی ہوگی جو شفاعت کی محتاج ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں شفاعت کو صرف اہل کبائر تک ہی محدود کرنا صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ سرورِ دو عالم صلی علیہ وآلہ وسلم سے ان کا رب فرمائے گا سل تعطی اشفع تشفع مانگئے دیا جائے گا۔

محبوب شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ تو اس میں کسی کی قید نہیں اگرچہ احتیاج رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور جو احتیاج نہ رکھتے ہوں۔

وہ بھی سرکار مدینہ کے محتاج ہیں کہ آپ کی برکت و شفاعت سے انعامات و درجات میں ترقی پائیں اور اس پر دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور نے فرمایا کہ روزِ حشر خلیل (حضرت ابراہیم) علیہ السلام کو بھی میری محتاجی ہوگی۔ حالانکہ وہ اولوالعزم پیغمبر خلیل کریم والا شان ہیں۔

تو اصحب الیمین کیلئے بارگاہِ عالیہ کی محتاجی کیوں نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

وصلی اللہ علی النبی الرفیع الشان وحبیب الرحمن وشفیع المخلوق المنان

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ — اور اگر جھٹلانے والوں
مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ — گمراہوں میں سے
الضَّآلِّيْنَ ۝ — ہو
فَنُزُلٌ مِّنْ — تو اسکی مہانی
حَمِيْمٍ ۝ — کھولتا پانی
وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ — اور بھڑکتی آگ
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ — یہ بے شک اعلیٰ درجہ
حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ — کی یقینی بات ہے
فَسَبِّحْ بِاسْمِ — تو اے محبوب تم اپنے عظمت
رَبِّكَ — والے رب کے نام کی
الْعَظِيْمِ ۝ — پاکی بولو۔

(وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝

وَهُمْ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ

طبقۂ ثالثہ کے ذکر میں فرمایا گیا تھا۔ "ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ" ۔ اب اسی گروہ یعنی اصحاب الشمال کا انہی صفات ذمیمہ کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ اگر مرنے والا ان لوگوں میں سے ہوگا۔ جو رسولوں کو جو جھٹلاتے تھے اور کفر و شرک پر اصرار کرنے والے تھے اور راہ حق سے بھٹکنے والے تھے تو یہ گروہ اس حال میں ہوگا۔ کہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

(فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ) تو اس کی مہانی کھولتا پانی۔

فجزاؤہ تو اس کا بدلہ یہ ہوگا یشرب بعد اکل الزقوم، تھوہر کے درخت سے کھانے کے بعد جہنم کا کھولتا پانی پئیں گیں جو آنتیں کاٹ ڈالے گا۔ اور ان پر ایسی پیاس مسلط کیجائیگی کہ پیاسے اونٹوں کیطرح پئیں گے۔ اور سیراب نہ ہوں گے انتڑیاں کٹ کر نکلیں گی اور یہ صورت دائمی رہے گی نہ مہلت میسر ہوگی نہ ہی عذاب و شدت میں کمی موت کی آرزو کریں گے مگر موت

کہاں ہاں ہر لحظہ موت ہو گی اور یہ عذاب مستقل ہو گا ۔
(وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ) اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا
ای ادخل فی النار وقیل
اقامة فیها
یعنی دوزخ کی آگ میں داخلہ ہو گا اور یہ بھی کہا گیا کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہو گا
ایک قول ہے کہ ایسا قیامت کو ہو گا ۔
ایک قول ہے چونکہ متوفی کا ذکر ہے اس لئے قبر میں کافر آگ کی گرمی اور اس کا دھواں پائیگا اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ لا یخرج الکافر حتی یشرب کاسا من جحیم
کہ کافر کی روح قبض نہ کی جائیگی یا قبر سے نہ نکلے گا یہاں تک کہ جہنم کے کھولتے پانی کا ایک پیالہ نہ پی لے ۔ واللہ اعلم ۔

(اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ) یہ بے شک اعلیٰ درجہ کی یقینی بات ہے ۔
(اِنَّ هٰذَا) یہ بے شک ای الذی ذکر فی السورة الکریمة
یعنی جیسا کہ اس سورۂ مبارکہ میں بیان ہوا ہے ۔
(لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ) اعلیٰ درجہ کی یقینی بات ہے ۔
بمعنی انہ نہایة فی ذلک فیھا ۔ یعنی یہ سمجھنے کے لئے اعلیٰ درجہ کی بات ہے ۔
ای لھو الخبر الیقین یعنی ایسی خبر ہے جو یقینی، حتمی اور قطعی ہے اور جس طرح یقین الیقین اور صواب الصواب کہا جاتا ہے اور اظہار حق کے لئے مبالغہ ہے ۔

(فسبح باسم ربك العظيم) تو اے محبوب آپ اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بولیئے۔

لترتیب التسبیح اوّلا مربه

یعنی اللہ کی پاکی بولیئے یا اس کے ساتھ تسبیح کا حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے نام کا ذکر کیجیئے اور اس کا حکم کے مطابق نماز پڑھئے یا یہ مفہوم ہے کہ کفار جو بکتے ہیں اس سے پروردگار سبحان رفیع الشان عظیم البرہان ہے۔

امام احمد ابوداؤد، ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر جہنی سے بروائت صحیح نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اجعلوا فی رکوعکم۔ اسے اپنے رکوع میں اپنا لو یعنی کہو سبحان ربی العظیم اور جب سورۂ اعلی نازل ہو تو فرمایا۔

اجعلوہ فی سجودکم۔ اسے اپنے سجدوں میں پڑھو یعنی کہو، سبحان ربی الاعلی، اس سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ نماز میں تسبیحات قرآن حکیم سے ماخوذ ہیں۔

بفضلہٖ تعالیٰ سورۃ الواقعہ مکمل ہوئی

الحمد علی احسانہ

۲۴ ، فروری ۱۹۸۹ء بمطابق ۱۷ ، رجب المرجب ۱۴۰۹ھ

(سورۃ الحدید)

یہ سورۂ مبارکہ مدنی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ایک جماعت نے تخریج کی ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی مفسرین کے اجماع کے مطابق یہ مدنی ہے لیکن ایک گروہ کا قول ہے کہ مکی ہے ابن الفرس کے نزدیک جمہور کا قول یعنی مدنی ہونا ہی صواب ہے ابن عطیہ کا قول ہے اس میں اختلاف نہیں کہ اس میں مدنی آیات ہیں لیکن شبہ ہوتا ہے کہ اس کا صدور مکہ میں ہوا ہو اور اس پر وہ روایت شاہد ہے جو البزار نے اپنی مسند میں نقل کی ہے طبرانی بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ وہ قبول اسلام سے پہلے اپنی ہمشیرہ کے گھر میں داخل ہوئے تو اس میں جو صحیفہ تھا اس کا اول سورۃ الحدید تھی پس میں نے اسے پڑھا یہاں تک کہ آیت کریمہ اٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَاَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم تک پہنچا تو میں نے اسلام قبول کیا اور مکی ہونے پر دوسری آیت جو دلالت کرتی ہے وہ مسلم، نسائی، ابن ماجہ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہمارے اسلام قبول کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ہم پر آیت اَلَم یَأنِ لِلَّذِینَ اٰمَنُوا اَن تَخشَعَ قُلُوبُهُم لِذِکرِ اللّٰہ میں عتاب فرمانے میں چار برس کا عرصہ تھا یہ سورہ مبارکہ بروز منگل نازل ہوئی دیلمی نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تم منگل کے روز پچھنے نہ لگواؤ (سینگی لگوانا) کیونکہ سورۃ الحدید مجھ پر منگل کے روز اتری اسکی انتیس (۲۹) آیات ہیں اور چار رکوع ہیں اور سورہ واقعہ کے ساتھ اسکا اتصال اس وجہ سے ہے کہ یہ تسبیح کے ذکر کے ساتھ شروع ہوئی ہے جبکہ سورہ واقعہ تسبیح کے حکم پر ختم ہوئی یہ سورہ مبارکہ مسبحات میں سے ایک ہے احمد ابو داؤد ترمذی نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سونے سے پہلے مسبحات باقاعدگی سے پڑھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس سورہ مبارکہ میں ایک آیت ہے جو ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کی فضیلت رکھتی ہے ابن کثیر نے اس آیت سے مراد هو الاول والآخر (الخ) بیان کیا ہے ابو داؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا اگر تو اپنے دل میں کچھ وسوسہ پائے تو یہ کہو هو الاول والآخر (الخ) حدید

کے معنی لوہے کہ ہیں جو برکات سماویہ میں سے ایک ہے چونکہ بطور خاص اس سورہ میں حدید کا ذکر ہوا لہذا سورۂ مبارکہ اسی نام سے موسوم ہوئی۔

سورۃ الحدید مدنیۃ

اس میں چار رکوع انتیس آیتیں، پانچ سو چوالیس کلمات اور دو ہزار چار سو چھہتر حروف ہیں

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الحدید پ۲۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اسی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

اسی کی ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کا رجوع۔

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ

رات کو دن کے حصہ میں لاتا ہے اور دن کو رات

وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

کے حصہ میں لاتا ہے اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں اوروں کا جانشین کیا تو جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بے شک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے اگر تمہیں یقین ہو۔

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

وہی ہے کہ اپنے بندہ پر روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جائے اور بیشک اللہ تم پر ضرور مہربان رحم والا ہے۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۚ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۚ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ ہی ہے تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ کیا اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا ہے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ الحدید پ ۲۷

سَبَّحَ ۔ پاکی بولتا ہے   لِلّٰهِ ۔ اللہ کی   مَا ۔ جو   فِيْ ۔ بیچ

السَّمٰوٰتِ - آسمانوں	وَ - اور	الْاَرْضِ - زمین کے ہے	وَ - اور
هُوَ - وہ	الْعَزِیْزُ - غالب	الْحَکِیْمُ - حکمت والا ہے	لَہٗ - اسی کی
مُلْکُ - بادشاہی ہے	السَّمٰوٰتِ - آسمانوں	وَ - اور	الْاَرْضِ - زمین میں
یُحْیٖ - زندہ کرتا ہے	وَ - اور	یُمِیْتُ - مارتا ہے	وَ - اور
هُوَ - وہ	عَلٰی - اوپر	کُلِّ - ہر	شَیْءٍ - چیز کے
قَدِیْرٌ - قادر ہے	هُوَ - وہ ہی	الْاَوَّلُ - اول	وَ - اور
الْاٰخِرُ - وہی آخر	وَ - اور	الظَّاهِرُ - وہی ظاہر	وَ - اور
الْبَاطِنُ - وہی باطن ہے	وَ - اور	هُوَ - وہی	بِکُلِّ - ہر
شَیْءٍ - چیز کو	عَلِیْمٌ - جاننے والا ہے	هُوَ - وہ اللہ	الَّذِیْ - وہی ہے جس نے
خَلَقَ - پیدا کیے	السَّمٰوٰتِ - آسمان	وَ - اور	الْاَرْضَ - زمین
فِیْ - بیچ	سِتَّةِ - چھ	اَیَّامٍ - دن کے	ثُمَّ - پھر
اسْتَوٰی - برابر ہوا	عَلَی - اوپر	الْعَرْشِ - عرش کے	یَعْلَمُ - جانتا ہے
مَا - جو	یَلِجُ - داخل ہوتا ہے	فِی - بیچ	الْاَرْضِ - زمین کے
وَ - اور	مَا - جو	یَخْرُجُ - نکلتا ہے	مِنْهَا - اس سے
وَ - اور	مَا - جو	یَنْزِلُ - اترتا ہے	مِنَ السَّمَآءِ - آسمان سے
وَ - اور	مَا - جو	یَعْرُجُ - چڑھتا ہے	فِیْهَا - اس میں
وَ - اور	هُوَ - وہ	مَعَکُمْ - تمہارے ساتھ ہے	اَیْنَمَا - جہاں بھی
کُنْتُمْ - ہو تم	وَ - اور	اللّٰهُ - اللہ	بِمَا - اس سے
تَعْمَلُوْنَ - جو تم کرتے ہو	بَصِیْرٌ - دیکھنے والا ہے	لَہٗ - اسی کا ہے	مُلْکُ - ملک
فِی - بیچ	السَّمٰوٰتِ - آسمانوں	وَ - اور	الْاَرْضِ - زمین کے ہے
وَ - اور	اِلَی - طرف	اللّٰهِ - اللہ کی	تُرْجَعُ - لوٹائے جاتے ہیں۔
الْاُمُوْرُ - سب کام	یُوْلِجُ - داخل کرتا ہے	الَّیْلَ - رات کو	فِی - بیچ
النَّهَارِ - دن کے	وَ - اور	یُوْلِجُ - داخل کرتا ہے	النَّهَارَ - دن کو
فِی - بیچ	الَّیْلِ - رات کے	وَ - اور	هُوَ - وہ

عَلِیْمٌ جاننے والا ہے	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سینے کی باتیں		اٰمِنُوْا ایمان لاؤ
بِاللّٰہِ اللہ پر	وَ اور	رَسُوْلِہٖ اس کے رسول پر	وَ اور
اَنْفِقُوْا خرچ کیا کرو	مِمَّا اس سے کہ	جَعَلَکُمْ بنایا تم کو	مُّسْتَخْلَفِیْنَ جانشین
فِیْہِ اس میں	فَالَّذِیْنَ تو وہ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	مِنْکُمْ تم میں سے
وَ اور	اَنْفَقُوْا خرچ کیا	لَہُمْ ان کے لیے	اَجْرٌ اجر ہے
کَبِیْرٌ بہت بڑا	وَ اور	مَا کیا ہے	لَکُمْ تم کو
لَا نہیں	تُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے تم	بِاللّٰہِ اللہ پر	وَ اور
الرَّسُوْلُ رسول	یَدْعُوْ بلاتا ہے	کُمْ تم کو	لِتُؤْمِنُوْا تاکہ تم ایمان لاؤ
بِرَبِّکُمْ اپنے رب پر	وَ اور	قَدْ بیشک	اَخَذَ لیا اس نے
مِیْثَاقَکُمْ تم سے عہد	اِنْ اگر	کُنْتُمْ ہو تم	مُّؤْمِنِیْنَ ایمان والے
ھُوَ وہ اللہ	الَّذِیْ وہ ہے جس نے	یُنَزِّلُ اتاریں	عَلٰی اوپر
عَبْدِ بندے	ہٖ اپنے کے	اٰیٰتٍ آیتیں	بَیِّنٰتٍ روشن
لِیُخْرِجَکُمْ تاکہ نکالے تم کو	مِّنَ الظُّلُمٰتِ اندھیریوں سے		اِلَی طرف
النُّوْرِ روشنی کی	وَ اور	اِنَّ بیشک	اللّٰہَ اللہ
بِکُمْ تم پر	لَرَءُوْفٌ مہربان	رَّحِیْمٌ رحم والا ہے	وَ اور
مَا کیا ہے	لَکُمْ تم کو	اَلَّا کہ نہ	تُنْفِقُوْا خرچ کرو
فِیْ بیچ	سَبِیْلِ راہ	اللّٰہِ اللہ کے	وَ اور
لِلّٰہِ اللہ ہی	مِیْرَاثُ وارث ہے	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَ اور
الْاَرْضِ زمین کا	لَا نہیں	یَسْتَوِیْ برابر ہے	مِنْکُمْ تم سے
مَّنْ جس نے	اَنْفَقَ خرچ کیا	مِنْ قَبْلِ پہلے	الْفَتْحِ فتح سے
وَ اور	قٰتَلَ لڑائی کی	اُولٰٓئِکَ یہ لوگ	اَعْظَمُ بہت بڑے ہیں
دَرَجَۃً درجے ہیں	مِّنَ الَّذِیْنَ ان سے	اَنْفَقُوْا جنھوں نے خرچ کیا	مِنْ بَعْدُ بعد
وَ اور	قٰتَلُوْا لڑائی کی	وَ اور	کُلًّا سب سے
وَعَدَ وعدہ کیا	اللّٰہُ اللہ نے	الْحُسْنٰی جنت کا	وَ اور
اللّٰہُ اللہ	بِمَا اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ عمل کرتے ہو	خَبِیْرٌ خبردار ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اوّل سورہ الحدید پ ۲۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت وحکمت والا ہے ۔

(سَبَّحَ لِلّٰہِ) پاکی بولتا ہے اللہ کے لئے

سَبَّحَ سُبۡحَان مصدر سے فعل ماضی ہے تسبیح کے معنی پاکیزگی بیان کرنے کے ہیں ۔ التسبیح علی المشھود تسبیح سے مراد مشہور تسبیح ہے یعنی سبحان اللہ کہنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی بولنا اور اس پر عظمت وپاکیزگی کا اقرار وبیان کرنا کہ وہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے فعل ماضی میں اشارہ ہے کہ جب سے مکنونات عدم سے وجود میں آئیں ابد تک خوشی وناخوشی خالص اللہ کے لئے پاکی بولتی ہیں یعنی مخلوق ہمہ وقت اللہ کی تسبیح کرتی ہے ماضی حال واستقبال کو بھی شامل ہے اور زمانے سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا ۔ اور اس کی تسبیح اللہ ہی کے لیے خاص ہے جیسا کہ مفعول کے لام سے مستفاد ہے ۔

(ما فی السمٰوٰت والارض) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے طبری کے نزدیک ما فقط عام کیلئے ہے اور بعض کے نزدیک موصولہ ہے اور بعض کے نزدیک نکرہ موصوفہ تاہم مطلب یہ ہے کہ خواہ ذوی العقول ہیں یا غیر ذوی العقول سبھی پاکی بولتے ہیں سورۂ نور میں گزرا کُلٌّ قد عَلِمَ صلاتہ وتسبیحہٗ سب نے جان رکھا ہے اپنی نماز اور تسبیح یعنی مخلوق میں جو جس حال پر ہے وہیں تسبیح میں مشغول ہے خواہ قولی ہو یا حالی خواہ ہم اسے سمجھیں یا نہ سمجھیں ،

(وھو العزیز الحکیم) اور وہ عزت وحکمت والا ہے ۔

(وَهُوَ) اور وہ یعنی اللہ تعالیٰ

(العزیز) القادر الغالب الذی لا ینازعہ ولا یمانعہ شئ (الحکیم) الذی لا یفعل الا ما تقتضیہ الحکمۃ والمصلحۃ قدرت والا اور ایسے غلبے والا ہے کہ کوئی اس سے نہ چھین سکے اور نہ اس سے کوئی امر روک سکے اور ایسی ذات جو نہ کرے مگر وہی جو حکمت و مصلحت کا تقاضا ہو،

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت جلاتا ہے اور مارتا ہے اور سب کچھ کرسکتا ہے

(لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) اسی کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ای التصرف الکلی فیھا وفیما فیھما من الموجودات من حیث الایجاد والاعدام وسائر التصرفات

یعنی دونوں (آسمانوں اور زمین میں) کلی اختیار و تصرف اور اس میں بھی جو ان دونوں میں موجودات (مخلوق) ہے جہاں تک ان کے وجود و عدم (ہونے نہ ہونے) کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ مکمل تصرف و اختیار رکھتا ہے مطلب یہ ہے بالکلیہ مالک و مختار قابض و متصرف غالب و مقتدر ہے۔

(يُحْيٖ وَيُمِيْتُ) جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ ای یفعل الاحیاء والاماتۃ یعنی زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ عدم (نہ ہونے، مردہ) سے وجود (زندگی ہونے) میں لاتا ہے اور زندگی کے بعد موت دیتا ہے اور یونہی مارنے کے بعد زندہ کریگا۔ موت و حیات کا مالک ہے۔

(وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝) اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

یعنی اللہ جو چاہتاہے کرسکتا ہے اور زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے موت ہو یا زندگی سب پر مکمل قابض و متصرف اور قادر ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے

(هُوَ الْاَوَّلُ) وہی اول

هُوَ سے مراد ذات حق سبحانہ، تعالیٰ، اول کا مطلب ہے السابق علی جمیع الموجودات فهو سبحانہ موجود قبل کل شی حتی الزمان لانہ جل وعلا الموجد والمحدث للموجودات، تمام موجودات سے پہلے یعنی قدیم ہر شے سے پہلے اس شان کے ساتھ کہ وہ تھا اور کچھ نہ تھا کان اللہ ولم یکن معہ شی اور اس کا اول ہونا لاانتہاہی اور وہ حق سبحانہ، وتعلیٰ ہر شے یہاں تک کہ زمان سے پہلے موجود تھا کیونکہ وہی تمام موجودات کا ایجاد اور آغاز کرنے والا ہے، جملہ معدومات کو اسی نے موجود وممکن کیا اور زمانہ میں نہیں کیونکہ اس کا وجود کسی زمانہ پر موقوف نہیں زمانہ ہو نہ ہو وہ موجود تھا موجود ہے موجود رہے گا لہٰذا زمانہ اس کا احاطہ نہیں کرسکتا

(والاٰخر) وہی آخر

الباقی بعد فنا ئہا یعنی موجودات کے فنا ہو جانے کے بعد اس کی ذات کریم باقی رہنے والی ہے، سب کچھ فنا ہو جاتے گا اور وہ ہمیشہ رہے گا اس کیلئے انتہا نہیں۔ ہر شے عدم سے وجود میں آئی اور موجود کو معدوم ہونا ہے لہذا ہر شے فانی ہے اور ذات حق سبحانہ، وتعلیٰ عدم سابق و عدم لاحق دونوں سے پاک مبرا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

(وَالظَّاهِرُ) وہی ظاہر ای بوجودہ لان کل الموجودات بظهورہ تعالیٰ ظاهر،

یعنی اسی کے وجود کریم کی وجہ سے تمام موجودات کا ظہور ہوا یعنی ظہور حق ہی اصل و کامل ہے اور جملہ موجودات کا وجود اسی ذات پاک کے وجود کا فیض اور پرتو ہے اور تمام موجودات کا ظہور وسلسلہ اسی موجود پاک تک منتہی ہوتا ہے والی اللہ

ترجع الامور لاموجود الا اللہ ایک قول ہے کہ اس پروردگار کی ذات کریم دلائل و براہین سے ظاہر ہے یا ہر شے کا ظہور وجود صانع پر دلیل ظاہر ہے ایک قول ہے کہ والظاھر فوق کل شی اور ظاہر کا معنی ہے ہر ایک چیز سے بلند و بالا یا ہر ایک چیز پر غالب ،

(وَالْبَاطِنُ) وہی باطن

بکنہ سبحانہ وتعلی فلا تحوم حولہ العقول یعنی حقیقت ذات پاک کا عقلیں ادراک نہیں کرسکتیں۔ حواس اس کی کنہہ کے ادراک سے عاجز ہیں اے کہ برتر از وہم، گمان خیال و قیاس وعقل ۔

ایک قول ہے کہ باطن کا مطلب ہے ہر شے کا جاننے والا، ایک قول ہے کہ باطن کا معنی ہے کہ ظہور حق اصل و کامل ہے اور وہ اپنے کمال ظہور کے باعث مخفی ہے، کیونکہ حقیقت ذات کا ادراک نہ حسی طور پر ہو سکتا ہے نہ عقلی طور پر ۔

(وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ٥) اور وہی سب کچھ جانتا ہے ۔

یعنی جزو وکل تمام عالم کے ذرات میں ہر ذرہ اس کے علم میں ہے اور وہ ہر چیز جاننے والا ہے ابو داؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ جب تمہیں وسوسہ پکڑلے کہ اول کون تھا تو پڑھو ھو الاول والاخر ــــ ایک اور حدیث میں ہے کہ لوگ ہر شے کے بارے میں سوال کریں گے یہاں تک کہ کہیں گے کہ اللہ ہر شے سے پہلے موجود تھا تو اللہ سے پہلے کون تھا پس اگر وہ تم سے یوں کہیں تو تم کہو ھو الاول والاخر ــــ علیم ٥

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	وہی ہے جس نے آسمان
فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ	اور زمین چھ دن میں پیدا
يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ	کیے پھر عرش پر استوی فرمایا
مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ	(جیسا اس کی شان کے لائق
فِيْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ	ہے) جانتا ہے جو زمین کے

اندر جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکلتا ہے اور جو
آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے۔
اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو اور اللہ

بِمَا تعملون بصِیرٌ ٥ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(ھُوَ الذی) وہی ہے، یعنی ذات باری سبحانہٗ وتعالیٰ

(خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ) جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے۔

یہاں دن سے مراد دنیا کے دن ہیں ایام دنیا میں اول اتوار ہے اور پچھلا جمعہ ہے چھ روز میں پیدا کرنا حکمت باری تعالیٰ کا تقاضا ہے اور اگر وہ چاہتا تو پلک جھپکنے سے پہلے پیدا فرما دیتا لیکن حکیم مطلق کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور وہی اپنی حکمتوں مقتضیات کو بہتر جانتا ہے اور ان آیات میں زیادہ بحث وکرید مناسب نہیں کیونکہ یہ متشابہات سے ہے۔

(ثُمَّ استوٰی علی العرش) پھر عرش پر استویٰ فرمایا۔

استوی علی العرش صفت الٰہی ہے اس نے استویٰ فرمایا جیسا کہ اس کی عظمت وشان کے لائق ہے۔

(یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ) جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے۔

تفصیل سورۂ سبا میں گزر چکی ہے، مراد ہے جو چیزیں زمین کے اندر داخل ہوتی ہیں جیسے بارش کا پانی دفینے اور مختلف اقسام کے بیج اور ایک قول ہے کہ مُردے بھی اس میں داخل ہیں۔

(وَمَا یَخْرُجُ منھا) اور جو اس سے باہر نکلتا ہے۔

یعنی جو اشیاء زمین سے نکلتی ہیں جیسے پانی کے چشمے، درخت، پودے اور سبزہ معدنیات اور کانیں اور ایک قول ہے کہ حشر کے وقت مردے بھی زمین

سے نکلیں گے۔

(وَ مَا یَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ) اور جو آسمان سے اترتا ہے۔

یعنی جو چیزیں آسمان سے نازل ہوتیں ہیں جیسے ملائکہ، رحمت و برکات، احکام الہیہ اور مہینہ، برف اولے وغیرہ۔

(وَ مَا یَعۡرُجُ فِیۡهَا) اور جو اس میں چڑھتا ہے۔

جیسے فرشتے، انسانوں کے اعمال اور روحیں ایک قول ہے دعائیں۔

(وَهُوَ مَعَكُمۡ اَیۡنَ مَا كُنۡتُمۡ) اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو۔

ابن عباس سے مروی ہے "عالم بکم اینما کنتم" تم کہیں ہو تمہیں جانتا ہے سفیان ثوری کا قول ہے علمہ معکم اللہ کا علم تمہارے ساتھ ہے، ایک قول ہے کہ یہاں معیت علم سے بطور مجاز مرسل کے ہے معیت الٰہی بدون کیف کے ہے اور اس کا بیان ہو ہی نہیں سکتا وہ ہمارے ساتھ ہے خواہ ہم کہیں ہوں اپنی علم و قدرت کے ساتھ بھی اور فضل و رحمت کے ساتھ بھی اور ستائش اس کی ذات کریم کیلئے ہے۔

(واللہ بما تعملون بصیر) اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے

مطلب یہ ہے کہ وہ تمام تمہارے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور یہ اس کے علم کی شان ہے کہ اس کا علم ہر جزو و کل ہر ذرۂ عالم کو محیط ہے تو وہ تمہیں تمہارے کاموں کے موافق جزا و بدلہ دے گا۔

لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ — اسی کی ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت

وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ۝ — اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع

تکریر للتاکید و تمہید لقولہ سبحانہ المشعر بالاعادۃ

آیت کریمہ کا تکرار تاکید کے لئے ہے اور تخلیق کے آغاز و انجام دونوں کی تمہید ہے تمام امور خواہ وہ عرض ہوں یا جوہر یعنی قائم بالغیر ہوں یا محتاج بالغیر صرف حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

یُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّهَارِ وَیُوۡلِجُ — رات کو دن کے حصے میں لاتا ہے اور دن کو رات

النَّهَارَ فِی اللَّیْلِ ؕ — کے حصے میں لاتا ہے ۔

وَھُوَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ — اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے ۔

وَلِجَ ماضی ہے یُوْلِجُ کے معنی ہیں گھٹاتا بڑھاتا یعنی والی و فی گھر میں داخل ہونا یا گھس آنا مطلب یہ ہے کہ رات کو دن کے حصے میں اور دن کو رات کے حصے میں لاتا ہے یعنی گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے کبھی رات لمبی اور دن چھوٹے اور کبھی دن بڑے اور رات چھوٹی ہوتی رہتی ہے

(وَھُوَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ) — اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے

یعنی دلوں کے اندر جو عقیدے یا جو اسرار و بھید ہیں یا وساوس خطرات و خیالات سب جانتا ہے یہ اس کے علم کی شان ہے ۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ — اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ — اور اس کی راہ میں کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں

مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ ؕ — اوروں کا جانشین کیا، تو جو تم میں ایمان لائے

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ — اور اس کی راہ میں خرچ کرے

وَاَنْفَقُوْا لَھُمْ اَجْرٌ — ان کے لیے بڑا ثواب

کَبِیْرٌ ۝ — ہے

(اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ ؕ) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں اوروں کا جانشین کیا ۔

ای جعلکم سبحانہ خلفاء عنہ فی التصرف فیہ من غیر ان تملکو ہ حقیقۃ ،

یعنی تمہیں پروردگار سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس میں تصرف کیلئے خلیفہ بنایا نہ یہ کہ تمہیں حقیقتاً مالک کیا ۔ بصیغہ امر دعوت ایمان ہے اس لئے کہ رسول کے بغیر ایمان درست نہیں اور وہی ایمان صحیح ہے جو رسول کے واسطے سے ہے پھر صیغہ امر کی تکرار کے ساتھ خرچ کرنے کی تلقین ہے اور اس کے مال کے حوالے سے خرچ کرنے کو کہا ہے جو گذشتہ لوگوں سے تمہیں بطور جانشین پہنچا یعنی وہ لوگ پہلے مالک و متصرف تھے اور اب تم انکی جگہ ہو حقیقی ملکیت نہیں بلکہ عارضی ملکیت ہے ۔ اور تمہیں بطور نائب و وکیل اس مال کے راہ خدا میں خرچ کرنے

میں کوئی امر مانع نہ ہونا چاہیے ۔

ہم سے پہلے پچھلوں کے وارث ہوئے اور ہم اپنے پہلوں کے اور زمانہ بزمانہ سلسلہ یونہی ہے تو اس وراثت سے فائدہ اٹھاؤ کسی دیہاتی سے کسی نے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے تو اس نے کہا یہ اللہ کا ہے لیکن میرے پاس عارضی ہے ۔

؎ ایں امانت چند روزہ نزد ما است
در حقیقت مالک ہر شے خدا است

تو جو تصرف اختیار حاصل ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور راہ خدا میں خرچ کرو اور اگر موقعہ جاتا رہا تو یہ متاع وارثوں کے لئے ہے اور تم نے اپنے لئے کچھ حاصل نہ کیا۔

(فالذین امنوا منکم وانفقوا) تو جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا ۔

جسما امروا بہ

یعنی جس طرح اللہ نے حکم دیا، امر الٰہی کے مطابق ایمان لاتے اور رضاء الٰہی کے موافق خرچ کیا ۔

(لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ) ان کے لیے بڑا ثواب ہے ۔

(لھم) بسبب ذلك یعنی ان لوگوں کے لیے جو حساب الحکم ایمان لائے اور راہ خدا میں خرچ کیا تو اس کی وجہ سے یا اس کے باعث (اَجْرٌ كَبِيْرٌ) وعد فیہ من المبالغات بہت بڑے ثواب کا وعدہ ہے یعنی جو ایسا کرے گا تو اس کے لئے بڑے ثواب کا وعدہ ہے ۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بے شک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے اگر تمہیں یقین ہو

(وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ) اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ مسوق لتوبیخھم علی ترك الایمان جسما امروا بہ بانکار ان یکون

لهم فی ذلک عذر

یہ جملہ استئنافی ہے اور توضیح کے طور پر بیان ہے کہ وہ لوگ جیسا کہ حکم دیا گیا کہ ایمان لاؤ کیوں ایمان نہیں لاتے اور انکار کرتے ہیں انہیں قبول ایمان میں کیا عذر ہے یا جملہ میں لکم کی ضمیر ان کے حال سے متعلق ہے اور ما عامل ہے جو استقرار کے معنی واضح کر رہا ہے یعنی تمہیں کونسی شئے حاصل ہو گئی ہے جو انکار کا باعث ہے اور تم متوجہ نہیں ہوتے ۔

وما لی لا اعبد الذی فطرنی اور مالکم لا ترجعون للہ وقارا ہیں ۔

(والرسول یدعوکم لتؤمنوا بربکم) حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ ۔

یعنی رسول تمہیں دعوت حق دے رہے ہیں اور واضح دلائل اور حجتیں پیش کرتے ہیں آیات الٰہی سناتے ہیں تو اب قبول حق میں تمہارے پاس کیا عذر ہے ۔

(وقد اخذ میثاقکم) اور بے شک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے یعنی روز الست تمہیں پشت آدم علیہ السلام سے نکال کر فرمایا تھا کہ الست بربکم کر کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ۔

(قالوا بلٰی) تو تم نے اقرار کیا تھا اور کہا تھا یقیناً تو ہی پروردگار ہے ۔ اور بعض کے نزدیک میثاق سے مراد دلائل عقلی ہیں ۔

(ان کنتم مؤمنین) اگر تمہیں یقین ہو ۔

اللہ پر ایمان کے مدعی تو کفار بھی تھے گو وہ توحید سے کورے تھے تو جہاں ارشاد ہے کہ اگر تم واقعی یقین وایمان رکھتے ہو ۔

تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ جو تمہیں دعوت حق دے رہے ہیں اور دلائل باہرہ اور حجت قاہرہ پیش فرما رہے ہیں آیات الٰہی تلاوت فرماتے ہیں اور سچی راہ کی طرف قیادت فرما رہے ہیں ۔

هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِہٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○

وہی ہے کہ اپنے بندہ پر روشن آیتیں اتارتا ہے۔ تاکہ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جائے اور بے شک اللہ تم پر ضرور مہربان رحم والا ہے۔

(ھُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِہٖۤ) وہی ہے کہ اپنے بندہ پر اتارتا ہے۔

ھو الذی سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے اور عبدہٖ سے مراد سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی اللہ کریم اپنے بندہ خاص جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتارتا ہے یعنی وہ مصالح جو تمہارے لئے مفید و معاون اور اسکی حکمت بالغہ کا اقتضاء ہیں۔

(اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ) روشن آیتیں واضحات، والظاھر ان المراد بھا اٰیٰت القراٰن وقیل المعجزات

یعنی واضح و روشن، ظاہری مطلب ہے کہ قرآن حکیم کی آیتیں اور ایک قول ہے اس سے مراد معجزات ہیں۔

(لِّیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ) تاکہ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جائے۔

(لِیُخْرِجَکُمْ) ای اللّٰہ تعالیٰ اذ ھو سبحانہ المخبر عنہ او العبد لقرب الذکر والمراد لیخرجکم بھا

یعنی اللہ تعالیٰ کیونکہ وہی ذات پاک اس کی بابت خبر دے رہی ہے یا بندہ (رسول) مراد ہے۔

جوکہ " ذکر " سے قریب ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جاتا ہے۔

﴿مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ﴾ من ظلمات الكفر الى نور الايمان

یعنی کفر و شرک کی تاریکیوں سے نور ایمان کی طرف لے جاتا ہے۔

﴿وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ﴾ اور بے شک اللہ تم پر ضرور مہربان رحم والا ہے۔

مبالغ فی الرافة والرحمة حيث ازال عنكم موانع سعادة الدارين وهدكم اليها على اتم وجه

رافت و رحمت میں مبالغہ کے طور پر ارشاد ہے یعنی اس ذات رحیم و کریم نے ان امور سے جو دونوں جہانوں کی سعادتمندی میں مانع و حائل تھے تم سے انہیں دور ہٹا دیا اور مکمل طور پر تمہاری اس کے حصول کے لیے راہنمائی کی ایک قول ہے کہ تمہیں دلائل عقلی و نظری پر نہ چھوڑا بلکہ وحی کیساتھ تمہاری ہدایت فرمائی۔

﴿وَمَا لَكُمۡ اَلَّا تُنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ لَا يَسۡتَوِىۡ مِنۡكُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَقٰتَلَ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ اَعۡظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَقٰتَلُوۡا‌ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰى‌ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ﴾

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ ہی ہے۔ تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

(وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) اور تمہیں کیا ہے کہ راہِ خدا میں خرچ نہ کرو۔

توبیخ علی ترک الانفاق راہ خدا میں خرچ نہ کرنے پر توبیخ ہے مالکم استفہام انکاری ہے یعنی تمہیں راہ خدا میں خرچ کرنے سے کیا عذر ہے یا کونسا امر مانع ہے فی سبیل اللہ کے الفاظ سے توبیخ میں مزید شدت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے لئے کوئی فائدہ نہیں ہے اگر تم خرچ تقرب الی اللہ کے لئے خرچ نہیں کرتے۔

(وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ ہی ہے۔

و ما لکم فی ترک انفاقها فی سبیل اللہ تعالیٰ والحال انه لا یبقی لکم ولا لغیرکم منها شئ بل یبقی کلها للہ عزوجل

یعنی تمہیں مال کے راہ خدا میں خرچ نہ کرنے سے کوئی نفع نہیں جب کہ صورت حال یہ ہے کہ یہ مال تمہارے لئے باقی نہ رہے گا اور نہ ہی تمہارے اوروں کے پاس اُس میں سے کچھ رہے گا بلکہ سارے کا سارا اللہ عزوجل کے لئے رہے گا۔ تو تم خرچ کیوں نہیں کرتے جبکہ تم ہلاک ہونیوالے ہو اور خواہ مخواہ خرچ کرنے کے ثواب سے محروم رہو گے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا!

آدمی کا مال وہی ہے جو اس نے راہ خدا میں خرچ کیا اور جو چھوڑا وہ وارثوں کا عمل ہے۔ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ۔

(لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً) تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں بڑے ہیں

بیان لتفاوت درجات المنفقین حسب تفاوت احوالهم فی الانفاق

ان کے خرچ کرنے کے احوال کے فرق کے مطابق راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کے درجات میں تفاوت (فرق) کا بیان ہے۔ **منکم** سے مُراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قبل الفتح سے مراد فتح مکہ ہے جیساکہ قتادہ، زید بن اسلم اور مجاہد سے مروی ہے اور یہی قول مشہور ہے جبکہ شعبی کا قول ہے کہ اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے اور قتل سے مراد جہاد ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ جب مسلمان تعداد میں تھوڑے اور غالب نہیں تھے اس وقت جنہوں نے راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد میں عملاً شرکت کی اور یہ لوگ ہی مہاجر و انصار میں سے سابقین الاولین ہیں یہ مراتب و درجات میں بڑے ہیں۔

رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ حدیبیہ کے سال مقام عسفان میں تھے قریب ہے کہ ایک قوم آئیگی جو اپنے اعمال کے ساتھ تمہارے اعمال کو ہلکا جانے گی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون لوگ ہوں گے کیا وہ قریش ہوں گے فرمایا نہیں وہ اہل یمن ہوں گے وہ رقیق القلب اور نرم دل ہوں گے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا!

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وہ ہم سے بہتر ہوں گے ارشاد فرمایا اگر ان میں سے کسی کے پاس پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ اسے راہ خدا میں خرچ کرے تو بھی تمہارے ایک مد یا اس کے نصف مد کے برابر نہ ہو۔

مد ایک پیمانہ ہے جس سے جَو وغیرہ ناپتے تھے لیکن یہاں مُد کی تخصیص نہیں ہے خواہ سونے کا ہو یا جَو کا اور ایک روایت میں غلہ یا چھوہارے کا ذکر ہے یعنی سابقین الاولین میں سے کسی کے آدھ مد چھوہارے کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتے۔

اللہ اکبر اور یہ آیت اس پر فیصل ہے کلبی نے کہاکہ یہ آیت فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میں نص ہے کیونکہ مدار فضیلت انفاق و قتال ہے اور ان دونوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بہت بڑھ کر ہیں لہذا آپ افضل الصحابہ ہیں، آپ سب سے پہلے مسلمان ہیں تبلیغ میں اول ہیں کہ معزز روسائے قریش مثل، طلحہ، زبیر، عثمان، سعد، ابوعبیدہ عبدالرحمن ابن عوف

آپ کے توسط سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، سب سے اول مسجد بنانے والے، غلاموں مثل بلال و عامر بن فہیرہ کو مال خرچ کر کے آزادی دلوانے والے ہیں سب سے اول راہ خدا میں ہجرت پر مجبور ہوئے اور شہر مکہ سے نکالے گئے اور ابن الدغنہ کی ضمانت پر لوٹائے گئے۔

مومن آلِ فرعون تو ایمان کو چھپاتا تھا مگر ابو بکر اس سے بڑھ کر تھے کہ مجمع کفار میں جب ظالموں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلے میں چادر ڈال کر دبایا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں ہٹاتے اور فرماتے کیا تم اس ذات کے قتل کے درپے ہو جو فرماتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ واضح براہین و آیات کیساتھ آیا ہے۔ ان کی رفاقت ہجرت پر آیت قرآن وثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا اور ان کے انفاق پر آیت یوتی مالہ یتزکی ناطق ہے،

بخاری نے ابن زبیر سے روایت کی ہے کہ قبول اسلام کے وقت آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے جو آپ نے راہ خدا و رسول میں خرچ کئے، ترمذی میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہ دیا جتنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے مال نے پہنچایا۔ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے یہ سنا تو رو دئے اور عرض کیا اَنَا وَ مَالِی لَکَ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا اور مال ومنال کیا بھی آپ ہی کا صدقہ تو ہے۔

مسطح بن اثاثہ کی کفالت کا ارادہ ترک کیا تو قرآن نازل ہوا کہ تمہیں کیا محبوب نہیں کہ اللہ تمہیں بخش دے۔
(سورہ نور)

تمام غزوات میں رسول کے بعد ہی دوسرے تھے اور غزوہ جیش العسرت میں تو سارا سب کچھ مال ہی لاکر حاضر کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا تو دست بستہ عرض کیا ۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس — صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لئے ہے خدا کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بس

میں کہتا ہوں کہ اولاد بھی مال ہی میں شامل ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیاہ دی غرضیکہ کونسی نیکی و فضیلت ہے جو کہ آپ کے دامن میں نہ ہو اس بات پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضرت ابو بکر

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تمام صحابہ سے بشمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم افضل و بزرگ تھے۔ اور ہمارے احناف کی تو علامت ہی یہی ہے کہ فضیلت شیخین کا قائل ہو آپ کی خلافت اسلام کی سربلندی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل اتباع، غلبۂ حق، مرتدین کا قلع قمع، مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی اور مضبوط اسلامی سلطنت کی داغ بیل اور فتوحات عظیمہ کی نقیب تھی۔

(مِنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا) ان سے جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔

یعنی جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فتح مکہ کے بعد راہِ خدا میں خرچ کیا اور قتال کیا وہ فضیلت میں سابقین الاولین سے پیچھے اور کم ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یہ دونوں طبقے فضیلت، مراتب و درجات میں برابر نہیں کیونکہ سابقین کا خرچ کرنا اور قتال اس وقت تھا جب مسلمانوں کی قلت تھی اور دشمنوں و مخالفوں کی کثرت تھی اور ان کے نقوش قدسیہ میں غنائم اموال کی طلب و طمع متصور تک نہ تھی جب دین غالب ہو گیا دشمن مغلوب ہو گئے اور ان کی کثرت منتشر ہو گئی اور مسلمانوں کو فتوحات کثیرہ کیساتھ غنائم کا حصول بھی ہوا اور سورۂ فتح میں حدیبیہ کے شاملین کو ایسا وعدہ بھی دیا گیا تو جو اس کے بعد اسلام لائے راہِ خدا میں خرچ کیا اور قتال کیا تو وہ پہلے طبقہ کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں اور فضل و شرف میں ان سے کیونکر بڑھ سکتے ہیں۔

(وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى) اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔

(وکلاً) ای کل واحد من الفریقین لا الاولین فقط

یعنی دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کے ساتھ جو لوگ فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے، خرچ کیا اور قتال کیا ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ان میں سے بھی ہر ایک سے جس نے فتح مکہ کے بعد راہ خدا میں خرچ کیا اور قتال و جہاد کیا۔

(وعد اللہ الحسنیٰ) ای المثوبۃ الحسنیٰ وھی الجنۃ علی ماروی عن مجاھد وقتادۃ۔

یعنی اچھا ثواب بہترین جزا، اور وہ جنت ہے جیسا کہ مجاہد و قتادہ سے مروی ہے ایک قول ہے کہ اس کے علاوہ یعنی آخرت میں جنت کا وعدہ اور دنیا میں فتح و نصرت اور غنائم کا وعدہ بھی شامل ہے۔

جیساکہ سورۂ فتح میں ارشاد ہے
وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا الى آلخ

یہ ٹکڑا قطعی نص ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موعود بالجنت اور مغفور ہیں ان میں سے عداوت، بعض ایمان کی بربادی ہے اور ان کے بعض مشاجرات و واقعات پر زبان درازی یا تحری ہلاکت کا کاروبار ہے ان کے باہمی مشاجرات و اختلافات کو حسن نیت اور خیر پر محمول کرنا ہی سلامتی کا راستہ ہے۔

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کوئی عمل خواہ صواب ہو یا خطا پر مبنی دونوں صورتوں میں وہ اجر و ثواب کے مستحق ہیں مغفور ہیں اور ان کی شان میں معمولی سی بات بھی اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے اور ہلاکت میں مبتلا کرنے والی ہے کیونکہ وہ سارے کے سارے عادل و ثقہ ہیں اور ہدایت کے ستارے ہیں اور دنیا و حشر میں ہمارے پیش رو امام، صف اول ہیں۔

اللّٰهُمَّ احْشُرْنَا فِي زُمْرَتِهِمْ وَادْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ يَا رَبَّ الْعَالَمِين

(وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ) اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

عالم بظاهره و باطنه ويجازيكم على حسبه

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور تمہیں اس کے حال کے موافق جزا دے گا۔

پچھلے ٹکڑے "كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" کی اس سے مزید وضاحت ہو گئی کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے وعدہ حسنیٰ یعنی جنت و انعامات دینوی ان کے ظاہر و باطن اور اعمال مقدم موخر سب کو جان کر ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال و افعال کو جو نزول آیت سے قبل یا بعد کو ہوں گے خوب جانتا ہے اور اس کا وعدہ حسنیٰ قطعی و محیط ہے۔

لہٰذا ان کے کسی مشاجرہ واقعہ پر تحری یا طعن علم الٰہی اور فضل الٰہی پر طعن ہے۔ جب ان کا پروردگار ان پر کرم و فضل (عطا فرمانے والا)، انکی سلامتی کا وعدہ فرمانیوالا اور انہیں کامیابی سے ہمکنار فرما کر داخل جنت کرنے والا ہے۔ تو کسی فرد کو یہ حق نہیں کہ وہ لپنے پروردگار کے ارشاد باوجود تحری اور سب و شتم کرے اور پھر اپنے ایمان کا دعویٰ بھی کرے، مومن وہی ہے جو ارشاد

باری کے بعد ہر خرابی فکر اور ہر وسوسۂ باطل اور ہر قسم کے شک و شبہ سے خود کو روکے اور بچائے اور بجز خیر و بھلائی کے کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے۔ صحابہ کی تکریم و تعظیم ہی ایمان و سلامتی کا راستہ ہے اور ہر دوسرا راستہ ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الحدید پ ۲۷

مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض تو وہ اس کے لیے دونے کرے اور اس کو عزت کا ثواب ہے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنے دوڑتا ہے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو یہی بڑی کامیابی ہے۔

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَاۗءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو وہاں نور ڈھونڈو وہ لوٹیں گے جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر کی طرف رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب۔

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ

منافق مسلمانوں کو پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں مگر تم نے تو اپنی جانیں فتنہ میں ڈالیں اور مسلمانوں کی برائی تکتے اور

الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝

شک رکھتے اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا اور تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فریبی نے مغرور رکھا۔

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے اور نہ کھلے کافروں سے تمہارا ٹھکانا آگ ہے وہ تمہاری رفیق ہے اور کیا ہی برا انجام۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

کیا ایمان والوں کو ابھی وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اترا اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

جان لو کہ اللہ زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے پیچھے بے شک ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیاں فرمادیں تاکہ تمہیں سمجھ ہو۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

بیشک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا ان کے دونے ہیں اور ان کے لیے عزت کا ثواب ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ الحدید پ۲۷

من۔کون ہے	ذا۔وہ	الذی۔جو	یقرض۔قرض دے
اللہ۔اللہ کو	قرضا۔قرض	حسنا۔اچھا	فیضعفہ۔پھر دگنا کرے اسکو
لہ۔اسکے لیے	و۔اور	لہ۔اس کے لیے	اجر۔اجر ہے
کریم۔بہت اچھا	یوم۔جسدن	تری۔تو دیکھے گا	المؤمنین۔مومن مردوں کو
و۔اور	المؤمنت۔مومن عورتوں کو	یسعی۔دوڑتا ہوگا	نور۔نور
ھم۔ان کا	بین ایدیھم۔ان کے آگے		و۔اور
بایمانھم۔ان کے دائیں		بشرٰکم۔تمہیں خوشخبری ہو	
الیوم۔آج کے دن	جنت۔جنت کی	تجری۔چلتی ہیں	من تحتہا۔ان کے نیچے
الانھر۔نہریں	خلدین۔ہمیشہ رہیں	فیہا۔اس میں	ذلک۔یہی
ھو۔وہ ہے	الفوز۔کامیابی	العظیم۔بڑی	یوم۔جسدن
یقول۔کہیں گے	المنفقون۔منافق مرد	و۔اور	المنفقت۔منافق عورتیں
للذین۔ان کو	امنوا۔جو مومن ہیں	انظر۔دیکھو	نا۔ہماری طرف
نقتبس۔فائدہ اٹھائیں	من نور۔نور	کم۔تمہارے سے	قیل۔کہا جائے گا
ارجعوا۔لوٹو	وراء۔پیچھے	کم۔اپنے	فالتمسوا۔تو ڈھونڈو
نورا۔نور	فضرب۔تو کھڑی کی جائیگی	بینہم۔ان کے درمیان	بسور۔ایک دیوار
لہ۔اسکا	باب۔دروازہ ہوگا	باطنہ۔اندر	فیہ۔اس کے
الرحمۃ۔رحمت ہوگی	و۔اور	ظاھر۔باہر	ہ۔اس کے
من قبلہ۔اس طرف	العذاب۔عذاب ہوگا	ینادونھم۔وہ ان کو آوازیں دینگے	
ا۔کیا	لم۔نہیں	نکن۔تھے ہم	معکم۔تمہارے ساتھ
قالوا۔کہیں گے	بلی۔ہاں	و۔اور	لکنکم۔لیکن تم نے
فتنتم۔فتنہ میں ڈالا	انفسکم۔اپنی جانوں کو	و۔اور	تربصتم۔انتظار کیا
و۔اور	ارتبتم۔شک کیا	و۔اور	غرتکم۔دھوکہ دیا تم کو
الامانی۔خواہشات نے	حتی۔یہانتک کہ	جاء۔آگیا	امر۔حکم
اللہ۔اللہ کا	و۔اور	غر۔دھوکہ دیا	کم۔تم کو

باللہ۔اللہ کے متعلق	الغرور۔دھوکے باز نے	فالیوم۔تو آج	لا۔نہ
یؤخذ۔لیا جائیگا	منکم۔تم سے	فدیۃ۔فدیہ	و۔اور
لا۔نہ	من الذین۔ان سے	کفروا۔جو کافر ہیں	ماوٰکم۔تمہاری جگہ
النار۔آگ ہے	ھی۔یہی	مولٰکم۔تمہاری رفیق ہے	و۔اور
بئس۔برا ہے	للمصیر۔ٹھکانا	ا۔کیا	لم۔نہ
یان۔وقت آیا	للذین۔انکے لیے جو	اٰمنوا۔مومن ہیں	ان۔یہ کہ
تخشع۔جھک جائیں	قلوبھم۔ان کے دل	لذکر۔ذکر	اللہ۔الٰہی کے لیے
و۔اور	ما۔جو	نزل۔اترا	من الحق۔حق
و۔اور	لا۔نہ	یکونوا۔ہوجاؤ	کالذین۔انکی طرح جو
اوتوا۔دیے گئے	الکتٰب۔کتاب	من قبل۔پہلے	فطال۔تو لمبی ہوگئی
علیھم۔ان پر	الامد۔مدت	فقست۔تو سخت ہوگئے	قلوبھم۔ان کے دل
و۔اور	کثیر۔بہت سے	منھم۔ان میں سے	فسقون۔فاسق ہیں
اعلموا۔جان لو	ان۔بیشک	اللہ۔اللہ	یحی۔زندہ کرتا ہے۔
الارض۔زمین کو	بعد۔بعد	موتھا۔اسکی موت کے	قد۔بیشک
بینا۔بیان کیں ہم نے	لکم۔تمہارے لیے	الاٰیٰت۔آیتیں	لعلکم۔تاکہ تم
تعقلون۔سوچو	ان۔بیشک	المصدقین۔صدقہ کرنے والے مرد	
و۔اور	المصدقٰت۔صدقہ کرنے والی عورتیں		و۔اور
اقرضوا۔جنہوں نے قرض دیا	اللہ۔اللہ کو	قرضا۔قرضہ	حسنا۔اچھا
یضعف۔دگنا کیا جائیگا	لھم۔ان کے لیے	و۔اور	لھم۔ان کے لیے
اجر۔اجر ہے	کریم۔اچھا	و۔اور	الذین۔وہ جو
اٰمنوا۔ایمان لائے	باللہ۔اللہ پر	و۔اور	رسلہ۔اس کے رسولوں پر
اولٰئک۔یہی	ھم۔لوگ ہیں	الصدیقون۔سچے	و۔اور
الشھداء۔گواہ	عند۔پاس	ربھم۔اپنے رب کے	لھم۔ان کے لیے
اجرھم۔اجر	ھم۔ان کا	و۔اور	نور۔نور
ھم۔ان کا	و۔اور	الذین۔وہ جو	کفروا۔کافر ہیں

و۔اور کذبوا۔جھٹلایا انہوں نے بایتنا۔ہماری آیات کو اولئک۔یہی لوگ ہیں
اصحب الجحیم۔جہنم میں رہنے والے۔

مختصر تفسیر اردو سورۃ الحدید رکوع دوم پ۲۷

مَن ذَا الَّذِی یُقرِضُ — کون ہے جو اللہ کو قرض دے قرض
اللہَ قَرضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ — اچھا تو وہ اس کے لیے دونے
لَہٗ وَلَہٗ اَجرٌ کَرِیمٌ ۝ — کرے اور اس کو عزت کا ثواب ہے

(مَن ذَا الَّذِی یُقرِضُ اللہَ قَرضًا حَسَنًا) کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض
ندب بلیغ من اللہ تعالیٰ الی الانفاق فی سبیلہ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے راستے میں خرچ کرنے پر انتہائی رغبت دلائی گئی ہے قرضاً حسناً
سے مراد ہے الانفاق بالاخلاص خوشدلی کے ساتھ خرچ کرنا ہے اور بعض کا قول ہے کہ قرض حسنہ
وہ ہے جس میں یہ دس صفات ہوں۔

اوّل : کہ وہ حلال و پاکیزہ آمدنی و مال سے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں قبول فرماتے مگر پاکیزہ اور حلال مال۔

دوم : آدمی کی ملکیت میں سے عمدہ و مکرم مال ہو۔

سوئم : آدمی کو مرغوب ہو اور زندگانی کیلئے ضروری ہو اور اسے اس کے صحیح طریقہ پر خرچ کرنے پر فقر کا اندیشہ نہ ہو۔

چہارم : آدمی اسے اپنی اولیں ضرورت کے لیے ضروری رکھے یا ایسا سمجھتا ہو۔

پنجم : آدمی اُسے چھپا کر دے

ششم : خرچ کرنے کے بعد احسان نہ جتلائے اور ایذیت نہ پہنچائے۔

ہفتم : محض رضائے الٰہی کے خرچ کرے۔

ہشتم : جو کچھ خرچ کرے خواہ کثیر ہی کیوں نہ ہو اسے معمولی سمجھے۔

نہم : آدمی کے نزدیک اپنے اموال میں سب سے زیادہ محبوب ہو۔

دہم : اے فقیر و مستحق تک پہنچانے میں اسی شوق کے ساتھ مظاہرہ کرے جس طرح اُسے اپنے گھر پہنچانے کے لئے کرتا ۔

اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا مطلب اس کی راہ میں اسکی رضا کے لئے خرچ کرنا ہے چونکہ قرض ہوتا ہی لوٹانے کے لئے ہے لہذا اس کے بہتر لوٹنے کی امید پر خرچ کرے بندے کا قرض دینا اپنے حال کے موافق ہے اور رب کریم کا لوٹانا اس کے فضل کے موافق ہے ۔

(فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ) تو وہ اس کے لئے دونے کرے ۔

فَيُضٰعِفَهٗ اَجْرَهٗ على انفاقه مضاعفا اضعافا كثيرة من فضله

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے اس کے خرچ کرنے پر دوگنا بلکہ کئی گنا زیادہ بدلہ عطا فرمائے گا ۔

(وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۔) اور اس کو عزت کا ثواب ہے ۔

یعنی بدلہ پسندیدہ اور اعلیٰ ہوگا اور اس میں اشارہ جنت کا وعدہ ہے بشرطیکہ انفاق اخرج کرنا خوشدلی، خلوص اور رضائے الٰہی کے حصول کیلئے ہو ۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھوگے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنے دوڑتا ہے ۔ ان سے فرمایا جارہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو یہی بڑی کامیابی ہے ۔

(يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ) جس دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھوگے ۔

يَوْمَ سے مراد روز قیامت ہے ترٰی کا مفہوم ہے کہ دیکھنا رویت بصری سے ہوگا اور ترٰی میں خطاب یا تو ہر اس شخص کے لئے ہے جو اس روز میں ہونگے ۔

یا سید المخاطبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔

(يَسْعٰى نُوْرُهُمْ) ان کا نور دوڑتا ہے۔

یہ مثنی کے مفعول کا حال ہے اور مراد نور حقیقی ہے یعنی نور ایمان وطاعت اور مطلب یہ ہے۔ یسعی نورھم اذا سعوا جب وہ مومنین اور مومنات چلیں گے تو ان کا نور ساتھ چلے گا جہاں کہیں بھی وہ ہوں گے ایک قول ہے کہ پل صراط پر ایسا ہوگا۔

(بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ) ان کے آگے اور ان کے دلہنے۔

الباء بمعنی عن ای وعن ایمانھم والمعنی فی جمیع جھاتھم با کا معنی ہے ہر طرف سے اور دائیں طرف سے۔

اور واضح مفہوم یہ ہے کہ تمام جہتوں سے، یعنی نور ایمان واطاعت ان کے ہر طرف و جہت میں ہوگا۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم سے بتصحیح ابن مردویہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ارشاد فرمایا:

یوتون نورھم علی قدر اعمالھم یمرون علی الصراط منھم من نورہ مثل الجبل ومن نورہ مثل النخلۃ وادناھم نورا من نورہ علی ابھامہ یطفا مرۃ ویقد اخری۔

وہ لوگ (مومنین ومومنات) اپنے اعمال کے موافق نور عطا کئے جائیں گے جب وہ پلصراط سے گزریں گے تو ان میں سے بعض کا نور پہاڑ کی مانند اور بعض کا کھجور کے درخت کی طرح ہوگا اور ان میں کمترین وہ ہوگا جس کا نور انگوٹھے میں ہوگا جو کبھی بجھے گا اور کبھی روشن ہوگا۔ ایک قول ہے کہ آیت میں صرف دو جہتیں مذکور ہیں آگے اور دائیں اور اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جن کو اس حال پر اعمالنامے عطا ہوں گے۔ ان دونوں جہتوں سے نور ان کی کامرانی وخوش بختی کی علامت ہوگی ایک قول ہے یہ نور جنت کی طرف لیجائے گا اور راہنمائی کرے گا۔

(بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا)

ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے

نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو۔
ای بسبب ایمانھم یقال لھم ذلک والقائل الملائکۃ الذین یتلقونھم
یعنی ان کے ایمان و اطاعت کیوجہ سے ان سے یوں کہا جائیگا اور کہنے والے فرشتے ہوں گے جو ان سے ملاقات کریں گے۔ اور وہ بوقت ملاقات کہیں گے۔ تمہیں خوشخبری ہو جنتوں میں داخل ہونے کی جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہے۔
(ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) یہی بڑی کامیابی ہے۔

احتمال ہے کہ یہ جملہ فرشتوں کا کلام ہو جو اہل ایمان و طاعت سے ملیں گے تو بشارت نور کے تذکرہ کے بعد یہ فرمائیں گے۔

یا حق تعالیٰ کا قول ہو اور الفوز (کامیابی) ھو کے بغیر بھی پڑھا گیا ہے اور یہ فرمانا سابق کلام میں ہو۔

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں کہا جائیگا اپنے پیچھے لوٹو وہاں نور ڈھونڈو وہ لوٹیں گے جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر کی طرف رحمت اور باہر کی طرف عذاب۔

(يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ) جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں کہیں گے یَوْمَ سے مراد قیامت کا دن ہے اور اشارہ اس وقت سے ہے جب پلصراط سے گزرتا ہو گا اس وقت منافق مرد اور منافق عورتیں کہیں گے یہاں منافق سے مراد وہ لوگ ہیں جو بظاہر

اسلام وایمان لائے لیکن بباطن کافر ومنکر تھے جیساکہ عہد نبوی میں منافق تھے مثل عبداللہ ابی سلول کے اور بعض نے کہا منافقین میں وہ باطل فرقے بھی شامل ہیں جنہیں اہل سنت وجماعت نے کافر ومضل قرار دیا ہے ان عقائد اور اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے اپنائے اور اسی پر قائم رہے یہاں تک کہ مرگئے

(لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا) مسلمانوں سے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو۔

ای انتظرونا، یعنی ہمارا انتظار کرو یا ذرا توقف کرو۔

(نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ) کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں۔

بغوی کا قول ہے کہ اہل ایمان کو ان کے ایمان واطاعت کے موافق نور عطا ہوگا جس کی روشنی میں وہ پلصراط پر سے گزریں گے اور منافقوں کو بھی نور دیا جائیگا اور جب منافقین پلصراط پر اس نور کی روشنی میں چلیں گے۔ تو وہ نور بجھ جائے گا یہ ہے وہ استہزاء یا خدع جو اللہ کی طرف سے ان کے استہزاء خدع کے بدلہ میں ہوگا اور قرآن حکیم کی آیت هو خادعهم کی تفسیر یہی ہے بیہقی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ کہ جب لوگ تاریکیوں میں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ایک نور روشن فرمائیگا مومن اس نور کی طرف چلیں گے یہاں تک کہ جنت تک پہنچیں جب منافق ایسا دیکھیں گے تو وہ مسلمانوں کے اتباع میں چلنے کا ارادہ کریں گے۔ تو وہ نور ان کے لئے تاریکی میں بدل جائے گا اس وقت وہ اہل ایمان سے کہیں گے ذرا رک جاؤ کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے کچھ حاصل کریں اور یہ امر متحقق ہے کہ اس روز کسی منافق کافر کیلئے کوئی نور نہ ہوگا۔ اور وہ تاریکی ہی میں ہوں گے شاید اہل ایمان کا نور انہیں حسرت دلانے کے لئے دکھایا جائے اور وہ اس طرح کہیں واللہ اعلم۔۔

(قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ) کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو۔

(قِيْلَ) ابن عباس سے مروی ہے کہ کہنے والے مومن ہوں گے اور مقاتل کا قول ہے کہ فرشتے کہیں گے۔

(ارجعوا وراءكم) ابن عباس کا قول ہے مراد وہاں لوٹنا ہے جس تاریکی سے تم آئے تھے یا اس مکان کی طرف جہاں نور تقسیم ہوا تھا۔

ایک قول ہے کہ دنیا کی طرف لوٹو اور نور ایمان وطاعت ڈھونڈو۔

(فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا) وہاں نور ڈھونڈو۔

ضاک قال مقاتل : هذا من الاستهزاء بهم کما استهزءوا بالمومنین فی الدنیا حین قالوا امنا ولیسوا بمومنین ۔

وہاں (یعنی اس مکان ومقام کی طرف جہاں نور بٹا تھا) مقاتل کا قول ہے کہ ایسا انسان ان کے ساتھ بطور استہزا کے ہوگا۔ جسطرح کہ وہ (منافقین) مومنوں کے ساتھ دنیا میں ٹھٹھا کرتے تھے جب کہ وہ کہتے تھے کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان والے نہ تھے ابو امامہ کا قول ہے کہ جب انہیں یوں کہا جائیگا تو وہ اس موقف یا مقام کی طرف لوٹیں گے جہاں نور تقسیم ہوا تھا (ظاہر ہے کہ یہ مقام حشر ہی میں ہوگا) تو وہ وہاں کچھ بھی نہ پائیں گے پھر مومنوں کی طرف لوٹیں گے تو ان کے درمیان ایک دیوار حائل ہو جائیگی۔

(فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ) جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔

(فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ) ف تعقیب کا ہے کہ جونہی منافق لوٹیں گے (ضرب بینهم) ان کے درمیان ای بین الفریقین یعنی دونوں فریقوں کے درمیان ضرب مجہول ہے لیکن ضرب بھی پڑھا گیا ہے جو فائل پر مبنی ہے جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالی کھڑی کر دے گا۔

(بسور) ای بحاجز یعنی آڑ، دیوار، پردہ ابن زید کا قول ہے کہ وہ اعراف ہوگا۔

(لَّهٗ بَابٌ) ای الباب یعنی دروازہ جس سے جنتی جنت میں داخل ہوں گے۔

(بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ) اس کے اندر کی طرف رحمت ہے۔

یعنی اس دروازے کے اندر کا حصہ رحمت ہوگا یعنی وہ جنت ہوگی یا جنت سے متصل اور ثواب ونعمتیں نمایاں ہوں گی۔

(وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ) اور اس کے باہر کی طرف عذاب دروازے کے باہر کا حصہ دوزخ سے متصل ہوگا یا منافقوں کے مکان کی طرف ہوگا جو دوزخ سے متصل ہے۔

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ط منافق مسلمانوں کو پکاریں گے کیا ہم

قَالُوْا بَلٰی وَلٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰہِ وَغَرَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ ہ

تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں مگر تم نے اپنی جانیں تو فتنہ میں ڈالیں اور مسلمان کی برائی تکتے اور شک رکھتے اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا اور تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فریبی نے مغرور رکھا۔

(یُنَادُوْنَھُمْ) وہ پکاریں گے۔

یعنی منافقین اور منافقات مومنین اور مومنات کو پکاریں گے اس وقت جب دونوں فریقوں کے درمیان دیوار کھڑی کر دی جائے گی اور وہ اس دیوار کے پیچھے سے پکاریں گے۔

(اَلَمْ نَکُنْ مَّعَکُمْ) کیا تم ہمارے ساتھ نہ تھے۔

(الم نکن، فی الدنیا یعنی دنیا میں یریدون به موافقتهم لهم فی الظاهر

اس سے وہ ظاہر میں ان کے سے موافقت چاہیں گے، یعنی کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمہاری طرح تھے نمازیں پڑھتے روزے رکھتے تھے۔

(قَالُوْا بَلٰی) وہ کہیں گے کیوں نہیں۔

کنتم معنا کما تقولون مومن کہیں گے کہ تم ہمارے ساتھ تھے؟ جیسا کہ تم کہتے تھے۔

(وَلٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ) مگر تم نے اپنی جانیں تو فتنہ میں ڈالیں۔

محنتموها بالنفاق واهلکتموها

تم نے نفاق و کفر اختیار کر کے خود کو ہلاکت میں ڈالا ابن عباس کا قول ہے کہ لذات و شہوات میں پڑ کر تم نے ہلاک و بربادی کا سودا کیا۔

(وَتَرَبَّصْتُمْ) اور مسلمانوں کی برائی تکتے۔

بالمومنین الدوائر

تم مومنوں پر بُرے وقت اور تباہی کے لئے منتظر رہتے اور تم نے توبہ نہ کی ۔

(وَارْتَبْتُمْ) اور شک رکھتے ۔

وشککتم فی امور الدین

اور تم دین کے معاملات میں شک رکھتے اور دولت صدق و یقین سے عاری تھے اللہ اور اس کے دین پر شک کرتے اور اس کے عذاب سے نہ ڈرتے تھے اور تمہیں دنیا کی ہوس نے اندھا کر رکھا ہے

(وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ) اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا ۔

طول الامل یعنی لمبی چوڑی باطل امیدوں میں رہے کہ مسلمان حوادث کے نتیجہ میں تباہ ہو جائیں گے یا دین حق مٹ جائے گا ۔

ابو سنان کا قول ہے کہ تم کہتے تھے کہ جلد ہی ہم بخشے جائیں گے ۔

(حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ) یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا

ای الموت یعنی تمہاری زندگی پوری ہوگئی اور موت آگئی ۔

(وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ) اور تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فریبی نے مغرور رکھا ۔

الشیطان قال لکم ان اللہ عفو کریم لایعذبکم ؟

یعنی شیطان نے تم سے کہا (یہ کہہ کر فریب دیا) بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وہ تمہیں عذاب نہیں دے گا یا آخرت کے انکار پر پکار کر کہا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی حساب ہوگا ۔ اور نہ ہی عذاب ، قتادہ کا قول ہے کہ وہ شیطان کے دھوکے میں پڑے رہے اور بخدا اس کے مکر سے نہ نکلے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوزخ میں ڈال دیا ۔

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ	تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے اور نہ
فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ	کھلے کافروں سے تمہارا ٹھکانا آگ ہے
كَفَرُوْا مَاْوٰىكُمُ النَّارُ	وہ تمہاری رفیق ہے
هِيَ مَوْلٰىكُمْ وَبِئْسَ	اور کیا
الْمَصِيْرُ	ہی برا انجام

(فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ) تو آج نہ تم سے لیا جائے ۔

ایہا المنافقون

اے منافقو! آج تم سے کچھ بھی بطور بدلہ نہ لیا جائیگا اور نہ ہی قبول کیا جائیگا۔

(فِدْيَةٌ) فدیہ

فداء وھو ما یبذل لحفظ النفس عن النائبۃ

بدلہ یا عوض جس کو دے کر عذاب سے جان چھڑائی جا سکے۔ تاہم فدیہ سے مراد مال یا اسی طرح کی اشیاء نہیں اور بعض قول ہے۔ کہ مراد ایمان یا توبہ جو اس وقت قبول نہ ہوگی۔ کہ وقت گزر یعنی ایسا تو حیات دنیوی میں چاہیے۔ اور یہ تو یوم جزا ہے۔

(وَلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) اور نہ کھلے کافروں سے

ای ظاھرا و باطنا فیغایس المخاطبین المنافقین

یعنی جنہوں نے مخاطبین جو کہ منافقین ہیں ان کے برعکس ظاہراً بھی کفر کیا اور باطناً بھی کافر تھے ان کھلے کافروں منکروں سے بھی کوئی معاوضہ نہ لیا جائیگا۔ ان سے بھی ایمان و توبہ قبول نہ ہوگی حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ کافر سے فرمائیگا تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارے پاس دنیا بھر سے بڑھ کر مال ہو تو کیا تم اُسے آگ کے عذاب سے رہائی کے لئے فدیہ کردوگے تو وہ کہے گا کیوں نہیں اے پروردگار تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا میں نے تجھ سے اس سے کہیں آسان بات چاہی تھی اور تم اپنے باپ آدم کی پشت میں تھے کہ تم میرے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ تو نے انکار کیا سوائے شرک کے۔

(مَاْوٰىكُمُ النَّارُ) تمہارا ٹھکانا آگ ہے۔

محل اویکم تمہارے رہنے کی جگہ دوزخ ہے

(هِيَ مَوْلٰىكُمْ) وہ تمہاری رفیق ہے۔

ای ناصرکم

تمہاری مددگار، زمخشری کا قول مولی خبر میں بمعنی مکان و محل ہوتا ہے یعنی آب آگ ہی تمہارا مکان ہے اور یہی تمہارے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا ہے۔

(وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ) اور کیا ہی برا انجام

ای النار

یعنی آگ ہی تمہارا انجام ہے جو کیا ہی برا انجام ہے۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝	کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اترا اور ان جیسے نہ ہوں جنکو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

(اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ) کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد کیلئے۔

ہجرت مدینہ کے بعد راحت و آرام کیوجہ سے مسلمانوں میں بعض امور میں کسل و سستی ظاہر ہوئی تو اس پر بطور عتاب یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے دلوں میں کسل و سستی پر نزول قرآن کے تیرھویں برس کے آخر پر عتاب فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی، حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر سے مسجد میں تشریف لائے تو صحابہ کی ایک جماعت کو مسجد میں ہنستے دیکھا تو اپنی چادر کھینچ لی اور روئے انور سرخ ہو گیا اور فرمایا کیا تم مذاق و کھیل کرتے ہو حالانکہ تمہارے پروردگار کی طرف سے امان نہیں آئی کہ اس نے تمہاری بخشش فرما دی اور تمہارے ہنسنے پر یہ آیت اَلَمْ یَاْنِ الخ نازل ہوئی ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا کفارہ کیا ہو ارشاد ہوا جس قدر ہنسے ہو اسی قدر رونا۔ ایک قول ہے کہ اٰمَنُوْا سے یہاں وہ لوگ ہیں جو بظاہر ایمان لائے (منافق) ان سے خطاب ہے کہ کیا ابھی ان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قبول حق کیلئے جھک جائیں میں کہتا ہوں کہ سیاق کلام کو دیکھ کر یہی تفسیر قرین صواب ہے واللہ اعلم۔

(وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۝) اور جو اترا حق سے

ای القرآن یعنی قرآن حکیم

یہ ذکر اللہ پر عطف ہے مراد اس سے بھی قرآن ہی ہے نہیں کہتا ہوں اس سے مراد اللہ کی نصیحت ہے اور مطلب یہ ہے ۔ کہ منافقین اب نصیحت الٰہی کو قبول کر لیں اور جو کچھ حق سے نازل ہوا یعنی قرآن حکیم اس کی فرمانبرداری کریں اور جیسا پیچھے گزرا کہ بروز حشر ایمان لائیں گے یا توبہ کریں گے تو قبول نہ کیا جائیگا کہ وقت جا رہا ہے لہذا ڈرنے اور سمجھنے والے کے لئے ابھی وقت ہے کہ نصیحت پکڑے اور اتباع حق کرے اور کلبی سے منقول ہے کہ یہاں اٰمنوا سے مراد وہ لوگ ہیں جو ظاہراً ایمان کے مقر ہوئے یعنی منافقین اور باطن میں کافر تھے واللہ اعلم ۔

(وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ) اور ان جیسے نہ ہوں جنکو پہلے کتاب دی گئی ۔

یعنی یہود و نصاریٰ کے طریقے اختیار نہ کریں ۔

(فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ) پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے ۔

ای الاجل بطول اعمارهم وآمالهم او طال امد ما بینهم وبین انبیاءهم علیهم السلام و بعد العهد بهم

یعنی کفر و معاصی میں گزرا ہوا زمانہ یا وہ لمبا عرصہ جو ان لوگوں اور ان کے انبیاء علیہم السلام کے درمیان اور ان کے عہد سے بعد میں گزرا

(فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ) صلبت فهی کالحجارة او اشد قسوة

سخت ہو گئے گویا کہ پتھر ہیں یا اس سے زیادہ سخت اور ٹیڑھے اور وہ قبول حق یاد الٰہی کے لئے نرم نہ ہوئے اور جب دنیا غالب آگئی اور انہوں نے نصیحت نہ پکڑی اور سرکشی پر ڈٹے رہے

(وَکَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ) اور ان میں بہت فاسق ہیں ۔

خارجون عن حدود دینهم رافضون لما فی کتابهم

بالکلیۃ
اپنے دین کی حدود سے نکلنے والے ہیں اور جو کچھ انکی کتاب میں ہے اس سے بالکلیہ برگشتہ ہیں یا اس کے چھوڑنے والے ہیں ۔

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یُحۡیِ	جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو زندہ
الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا	کرتا ہے اس کے مرے پیچھے
قَدۡ بَیَّنَّا لَکُمُ الۡاٰیٰتِ	بے شک ہم نے تمہارے لئے نشانیاں
لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ٥	بیان فرمادیں کہ تمھیں سمجھ آجائے

(اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا) جان لو کہ اللہ زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے پیچھے ۔

فھو تمثیل ذکرا ستطرادا لاحیاء القلوب القاسیۃ بالذکر والتلاوۃ باحیاء الارض المیتۃ بالغیث للترغیب فی الخشوع والتحذیر عن القساوۃ ۔

یہ تمثیل ہے ذکر و تلاوت کے ساتھ دلوں کی کجی و سختی میں اثر کرنے کی جس طرح بارش سے مردہ زمین کو زندگی و تازگی ملتی ہے خشوع کی ترغیب اور قساوت سے بچنے کی تلقین ہے ۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ جس طرح مینہ برسنے سے خشک زمین تر تازہ ہو جاتی ہے اسی طرح اللہ علم و حکمت سے مردہ دلوں کو زندگی اور نرمی و تازگی عطا فرماتا ہے

(قَدۡ بَیَّنَّا لَکُمُ الۡاٰیٰتِ) بے شک ہم نے تمہارے لئے نشانیاں بیان فرمادیں ۔

التی من جملتھا ھٰذہ الاٰیٰت

جیسا کہ ہم نے ان آیات میں علم و حکمت کی تصریح کر دی ہے اور روشن مثالوں سے حق واضح کر دیا ہے ۔

(لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ) کہ تمہیں سمجھ ہو ۔

کی تعقلوا ما فیھا وتعلموا بموجبھا فتفوزوا بسعادۃ الدارین

اس لئے کہ تم ان آیات الٰہی میں غور و فکر کرے اور انہیں سمجھو اور اس کے مطابق اعمال بجالاؤ تاکہ تمہیں دونوں جہانوں کی سعادت کے ساتھ کامیابی حاصل ہو۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ	بے شک صدقہ دینے والے
وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا	مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور
حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ	وہ جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا
وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ	ان کے دونے ہیں اور ان کے لئے
	عزت کا ثواب ہے

(اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ) بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔

ابن کثیر، ابوبکر، مفضل، ابان اور ابو عمرو نے بروایت ہارون اس آیت کو تخفیف صاد (تصدیق سے) پڑھا ہے البتہ جمہور کی قرأت مصدر تصدُّق سے ہے۔

اور ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔

ای الذین صدقوا والا صدقن

یعنی وہ لوگ جنہوں نے صدقہ دیا اور وہ عورتیں جنہوں نے صدقہ دیا اور یہی قرأت اولیٰ وانسب ہے۔ اور اساق کلام میں پچھلے رکوع میں ذکر انفاق سے مربوط ہے اور اگلا ٹکڑا مزید واضح کرنے والا ہے۔

(وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا) اور جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا۔ یعنی خوشدلی اور نیت صالحہ کے ساتھ راہ خدا میں خرچ کیا اور فقراء و مستحقین کو صدقہ دیا۔

(يُضٰعَفُ لَهُمْ) ان کے دونے ہیں۔

اَقْرَضُوا

لھم کی ضمیر یا تو متصدقین کی طرف راجع ہے یا قرض پر چونکہ مضاف محذوف ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے۔

ای یضاعف ثواب التصدق او ثواب القرض لہم

یعنی راہ خدا میں صدقہ کا ثواب یا قرض حسنہ کا ثواب ان کے لئے بڑھایا جائیگا اور اللہ اسے دوگنا فرمائیگا اور یُضَعّفُ تشدید عین سے بھی پڑھا گیا ہے ۔ یعنی اللہ ان کے لئے ثواب کو خوب بڑھائیگا۔

(وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ) اور ان کے لئے عزت کا ثواب ہے ۔

راہ خدا میں صدقہ اور قرض حسنہ کا ثواب و بدلہ عمدہ و مکرم ہوگا اور وہ جنت ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ	اور وہ جو اللہ اور اس کے سب
اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ	رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں
وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ	کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے
لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ	رب کے یہاں ان کے لئے ان کا
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا	ثواب اور انکا نور ہے اور جنہوں
بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ	نے کفر اور ہماری آیتیں جھٹلائیں
الْجَحِيْمِ ۞	وہ دوزخی ہیں ۔

(وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ) اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں ۔

اللہ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اعتقاد و تصدیق کرے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کی نظیر و مثیل نہیں اس کے تمام اسماء و صفات پر ایمان لائے اور بالیقین مانے کہ وہ علیم و قدیر ہے اور اس کا علم و قدرت ہر شے کو محیط ہے اور رسولوں پر ایمان کا مطلب یہ ہے ۔ کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور مخلوق کی طرف اس کے نمائندہ ہیں اللہ کی وحی کے امین ، گناہوں سے پاک و معصوم ہیں اور خدا کی ساری مخلوق میں برگزیدہ ، منتخب اور افضل ہیں اور رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت و شرف ہے اور ان کی اتباع و محبت ہی کامیابی کا مدار و ضمانت ہے ۔

اولئك هم الصديقون   وہی ہیں کامل سچے اور اوروں

اولشھداء عند ربھم، پر گواہ اپنے رب کے یہاں

اولئک مبتدا ثانی ہے اور موصول کی طرف اشارہ ہے اور مبتدا اول والذین امنوا باللہ ورسولہ ہے ھم مبتدا ثالث ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد الصدیقون والشھداء خبر ثالث ہے اور یہ سارا جملہ خبر ثانی ہے اور پہلی خبر (ان المصدقین والمصدقت) کے ساتھ خبر ہے ھم ضمیر فاصل ہے اور جو اس کے بعد ہے خبر ثانی ہے اور ارشاد باری عند ربھم اس سے قبل سے متعلق ہے۔ بطور ثبوت کے جو کہ اس جملہ کا اقتضاء ہے۔

ای اولئک عند ربھم عزوجل وفی حکمہ وعلمہ سبحانہ ھم الصدیقون والشھداء

یعنی یہی لوگ اپنے رب ذوالجلال کے ہاں اس کی منشاء، حکمت میں اور علم میں کامل سچے اور شہداء ہیں اور مراد یہ ہے کہ حکمت ومشیت الٰہی کے بموجب یہی لوگ بلند مرتبہ اور عالی منزلت اور مشہور صدیقین اور شہداء کی مانند ہیں اور وہی لوگ ہیں جنہوں نے تصدیق حق سبقت لی اور اس میں راسخ رہے اور اللہ کے راستے میں گواہی دی یا شہادت سے سرفراز ہوئے اور اس کے ساتھ موسوم ہوئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہوا شہید ہے کیونکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اور اس کے فرشتوں نے اس کے لئے جنت کی گواہی دی اور ایک قول ہے کہ شہید زندہ ہے اور وہ ہرگز نہ مرے گا اور وہ گواہ ہوگا یعنی موجود ہو گا اور ایک قول ہے کہ ملائکہ رحمت اسکی گواہی دیں گے۔

ایک قول ہے کہ روز حشر امتوں پر گواہ ہوں گے اور بعض نے اس آخری قول کے پیش نظر شہداء سے انبیاء مراد لیا ہے اور ایک قول ہے کہ وہ گواہی دے گا بطور کرامت کے یا اعزاز کے اس کی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے عطا فرمایا۔

اس آیت کی رو سے ہر مومن کو صدیق وشہید کہا جا سکتا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ اولئک اور ھم کے درمیان جو ضمیر فاصل ہے وہ حصر کی مقتضی ہے اور اس تقدیر پر صرف اصحاب نبی ہی صدیق ہیں تاہم صدیق کا مفہوم خصوصی اس سے الگ ہے واللہ اعلم

(لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ) ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے
یعنی ان کے خصوصی اجر اور پلصراط پر خصوصی نور ہوگا جو ان کے ساتھ ہوگا۔

(وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ) اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہی دوزخی ہیں۔

یعنی سبھی ایسے لوگ جنہوں نے اللہ کے رسولوں کا انکار کیا اور آیات الٰہی کو جھٹلایا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

اصحب الجحیم کا مطلب ہے لا یفارقو نها ابداً یعنی کفار و مشرکین منافقین سبھی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور دوزخ سے جدا نہ ہوں گے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ الحدید پ ۲۷

اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًاؕ وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ

جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا اس مینہ کی طرح جس کا اگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر روندن ہو گیا اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔

سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ تیار ہوئی ہے ان کے لیے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَاؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں بے شک یہ اللہ تعالٰے کو

آسان ہے۔

لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ

اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترونا بڑائی مارنے والا

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

وہ جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کو کہیں اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت آنچ اور لوگوں کے فائدے اور اس لیے کہ اللہ دیکھے اس کو جو بے دیکھے اسکی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ قوت والا غالب ہے۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ الحدید پ ۲۷

اعلموا۔جان لو	انما۔اسکے سوا نہیں کہ	الحیوۃ۔زندگی	الدنیا۔دنیا کی
لعب۔کھیل	و۔اور	لھو۔تماشہ	و۔اور
زینۃ۔زینت	و۔اور	تفاخر۔فخر ہے	بینکم۔تمہارے درمیان
و۔اور	تکاثر۔زیادتی چاہنا	فی۔بیچ	الاموال۔مال
و۔اور	الاولاد۔اولاد کے	کمثل۔جیسے	غیث۔بارش
اعجب۔پسند آتی ہے	الکفار۔کسانوں کو	نباتہ۔اسکا سبزہ	ثم۔پھر
یہیج۔سوکھتی ہے	فترا۔پھر دیکھتا ہے تو	ہ۔اس کو	مصفرا۔زرد
ثم۔پھر	یکون۔ہوجاتی ہے	حطاما۔چورا چورا	و۔اور
فی۔بیچ	الاخرۃ۔آخرت کے	عذاب۔عذاب ہے	شدید۔سخت

و۔اور	مغفرۃ۔بخشش	من اللہ۔اللہ سے	و۔اور
رضوان۔رضامندی	و۔اور	ما۔نہیں ہے	الحیوۃ۔زندگی
الدنیا۔دنیا کی	الا۔مگر	متاع۔سامان	الغرور۔دھوکے کا
سابقوا۔دوڑو	الی۔طرف	مغفرۃ۔بخشش کی طرف	من ربکم۔اپنے رب سے
و۔اور	جنۃ۔جنت کی طرف	عرضھا۔کہ اسکی چوڑائی ہے	کعرض۔جیسے چوڑائی
السماء۔آسمان	و۔اور	الارض۔زمین کی	اعدت۔تیار کی گئی
للذین۔انکے لیے جو	امنوا۔ایمان لائے	باللہ۔اللہ	و رسلہ۔اور اسکے رسول پر
ذلک۔یہ	فضل۔فضل ہے	اللہ۔اللہ کا	یؤتیہ۔دیتا ہے
من۔جسے	یشاء۔چاہے	و۔اور	اللہ۔اللہ
ذو۔ہے	الفضل۔فضل	العظیم۔عظیم والا	ما۔نہیں
اصاب۔پہنچتی	من مصیبۃ۔کوئی مصیبت		في۔بیچ
الارض۔زمین کے	و۔اور	لا۔نہ	في۔بیچ
انفسکم۔تمہاری جانوں کے	الا۔مگر	في۔بیچ	کتب۔کتاب کے ہے
من قبل۔پہلے	ان۔اس سے کہ	نبرأ۔ہم پیدا کریں	ھا۔اس کو
ان۔بیشک	ذلک۔یہ	علی۔اوپر	اللہ۔اللہ کے
یسیر۔آسان ہے	لکیلا۔تاکہ نہ	تاسوا۔غم کھاؤ	علی۔اوپر
ما۔اس کے جو	فاتکم۔فوت ہو جائے تم سے	و۔اور	لا۔نہ
تفرحوا۔اتراؤ	بما۔اس پر	اتکم۔جو دے تم کو	و۔اور
اللہ۔اللہ	لا۔نہیں	یحب۔پسند کرتا	کل۔ہر ایک
مختال۔اترانے والے	فخور۔فخر کرنے والے کو	الذین۔وہ جو	یبخلون۔بخل کرتے ہیں
و۔اور	یامرون۔حکم دیتے ہیں	الناس۔لوگوں کو	بالبخل۔بخل کا
و۔اور	من۔جو	یتول۔منہ پھیرے	فان۔تو بیشک
اللہ۔اللہ	ھو۔وہ ہے	الغنی۔غنی	الحمید۔تعریف کیا گیا
لقد۔بیشک	ارسلنا۔بھیجا ہم نے	رسلنا۔اپنے رسولوں کو	بالبینت۔کھلے دلائل دیکر
و۔اور	انزلنا۔اتاری ہم نے	معھم۔انکے ساتھ	الکتب۔کتاب

و۔اور	المیزان۔ترازو	لیقوم۔تاکہ قائم ہوں	الناس۔لوگ
بالقسط۔انصاف پر	و۔اور	انزلنا۔اتارا ہم نے	الحدید۔لوہا
فیہ۔اس میں	باس۔آنچ ہے	شدید۔سخت	و۔اور
منافع۔فائدے ہیں	للناس۔لوگوں کے لیے	و۔اور	لیعلم۔تاکہ دیکھے
اللہ۔اللہ	من۔کون	ینصرہ۔مدد کرتا ہے	ہ۔اس کی
و۔اور	رسلہ۔اسکے رسولوں کی	بالغیب۔بن دیکھے	ان۔بیشک اللہ
اللہ۔اللہ	قوی۔طاقتور ہے	عزیز۔غالب	

مختصر تفسیر اردو سورۃ الحدید رکوع سوم پ ۲۷

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا	جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر
لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ	کھیل کود اور آرائش اور تمہارا
وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ	آپس میں بڑائی مارنا اور مال
وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ	اولاد میں ایک دوسرے پر
وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ	دوسرے پر زیادتی چاہنا ۔
اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ	اس مینہ کی طرح جس نے اگایا
ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ	سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا
مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ	کہ تو اسے زرد دیکھے پھر چورا چورا
حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ	ہوگیا ۔ اور آخرت
عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ	میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ	طرف بخشش اور اس کی رضا
وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا	اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر
مَتَاعُ الْغُرُوْرِ	دھوکے کا مال

(اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ) جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل ۔ دونوں گروہوں (مومنین و منافقین و کفار) کے آخرت میں حال کو بیان کرنے کے

بعد دنیا کی زندگانی کی اصل کھولی گئی ہے۔ جس پر کہ فریق ثانی (منافقین وکفار) مطمئن ہیں اور اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حیات دنیوی معمولی اشیاء سے ہے۔ اور اس ذلیل شئ کی طرف اہل عقل و بصیرت مائل نہیں ہوتے اور نہ ہی اس کے ساتھ سکون قرار پاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ کھیل تماشا ہے اور اس میں سوائے تھکن و مشقت کے کوئی پھل نہیں۔

لا ثمرة فيها الا التعب

اور لعب کے معنی کھیل کے یا عبث کام کے ہیں۔

(وَلَهْوٌ) اور کود

تشغل الانسان عما يعنيه ويهمه ۔ آدمی کا ایسے امور میں مشغول ہونا جس میں وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو یا محض دل کا بہلانا ہو۔

(وَزِينَةٌ) اور آرائش ۔

لا يحصل منها شرف ذاتي كالملابس الحسنة والمراكب المهبية والمنازل الرفيعة ۔

جس سے شرف ذاتی کا کچھ حصول نہ ہو جیسے عمدہ قیمتی خوبصورت پوشاکیں اور بیش قیمت سواریاں اور بلند و بالا عمارتیں ۔

(وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ)

اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا ۔

(تفاخر) بالانساب والعظام البالية

(تكاثر) بالعدد والعدد

خاندان، اور قوت و دولت اور کثرت پر کثرت (زیادتی پر زیادتی) مال اور اولاد دونوں میں زیادتی کی خواہش و ہموک یعنی ان امور کی طلب اور ان پر فخر و مباہات السلمی نے وتفاخر بينكم کو امنائت سے پڑھا ہے یعنی تفاخر بينكم بے جا تفاخر ہے جس کی اصلیت کچھ نہیں اور نہ ہی اللہ کے نزدیک اسکی کوئی حیثیت

ہے جبکہ اللہ کے نزدیک بڑائی کا مدار تقویٰ ہے۔

(كَمَثَلِ غَيْثٍ) اس مینہ کی طرح

(مَطَرٍ)، بارش یعنی بارش کی طرح، ک تشبیہ و تمثیل کے لئے جو اشارہ ہے

کہ یہ جلد زوال پذیر ہونے والی ہے اور ختم جانے والی ہے۔

(اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ)، کسانوں کو بھایا جس کا اگایا ہوا سبزہ۔

ای راقھم و المراد بالکفار ما الحراث یعنی بونے والے یا کاشت

کرنیوالے اور کفار سے مراد کسان بھی ہے۔

ای النبات الحاصل بہ

یعنی جو نباتات حاصل ہو۔

کفار کی وجہ تخصیص غالباً اس لئے ہے کہ وہ زینت دنیا میں مستغرق اور گم ہوتا ہے جبکہ مومن دنیا کے خالق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے عجائب قدرت کو دیکھ اس کی عظمت و بڑائی میں مشغول ہو جاتا ہے۔

(ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا)

پھر سوکھا کر تو اسے زرد دیکھے پھر ریزہ ریزہ ہو گیا۔

(ثم یھیج) ای یجف بعد خضرتہ و تضارتہ یعنی سبزہ و تر و تازہ ہونے کے بعد خشک ہو گیا (فترٰہ مصفرا)، بعد ما رایتہ ناخرا مونقا اس کے سرسبز و شاداب دیکھنے کے بعد زرد ہونا (ثم یکون حطاما)

ھشیما متکسرا من الیبس خشک ہو جانے کے بعد ریزہ ریزہ۔

ٹکڑے ٹکڑے) ہو جائے۔ یہ مثال کا بیان ہے اور دنیا کی زندگی یہی کچھ ہے دنیا کا طلبگار اس کے ظاہری حسن کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور اسی میں مستغرق ہو کر اسی سے نہ صرف امیدیں وابستہ کر لیتا ہے بلکہ اسی پر انحصار کر لیتا ہے اور آخرت کی پرواہ نہیں کرتا یہاں تک کہ زندگی فنا ہو جاتی ہے۔ جبکہ مومن فکر آخرت میں مشغول ہوتا ہے اور دنیا کی رغبت میں آخرت سے بے پرواہ نہیں ہوتا۔

(وفی الاخرۃ عذاب شدید) اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔ یہ کفار کے لئے ہے کہ وہ آخرت کے منکر اور اس سے لاپرواہ تھے اور لہو لعب میں ہی مشغول و منہمک رہے یہاں تک کہ موت آگئی۔ لہذا وہ آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

(ومغفرۃ من اللہ ورضوان) اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا۔

عذاب شدید جو آخرت میں کافروں کے لئے ہوگا اس کے مقابلے میں مومنین پر رحمت عظیمہ اور کامل خیر و کامرانی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ مومنوں کو جنہوں نے آخرت کو مقدم رکھا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دی اور اسباب دنیوی سے آخرت ہی کی بھلائی کے لیے کوشاں رہے۔ تو ان کے لئے بخشش ہے اور اس کی رضا ہے یعنی جنت ہے۔

(وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ) اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔

لمن اطمان بها ولم يجعلها ذريعة الاخرة ووطية لنعيمها روى عن سعيد بن جبير الدنيا متاع الغرور ان الهتك عن طلب الاخرة فاما اذا دعتك الى طلب رضوان الله تعالى وطلب الآخرة فنعم المتاع ونعم الوسيلة.

یہ اس کے لئے ہے جو دنیا کی زندگی پر ہی ریجھ جائے اور مطمئن ہو جائے اور آخرت اور اس کے انعامات کے حصول کے لیے اسے (دنیا) ذریعہ نہ بنائے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دنیا فریب کا مال ہے اگر تجھے طلب آخرت سے لاپرواہ رکھے یا روک دے اور اگر تجھے رضاء الٰہی کے حصول اور آخرت کی طلب کے لئے دعوت دے (بلائے) تو بہترین مال اور کیا ہی خوب وسیلہ ذریعہ نجات ہے۔

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ   بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

اور جنت کی طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ تیار ہوئی ہے ان کے لیے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ) بڑھ کر چلو بخشش کی طرف اپنے رب کی۔

ای سارعوا مسارعة السابقین لا قرانهم فی المضمار الیٰ اسباب مغفرة عظیمة کائنة

میدانوں میں باہم ملکر ساتھیوں کے ساتھ بڑھ کر چلنے والوں کی طرح تیزی کے ساتھ بڑی بخشش کی طرف بڑھو جو ہونیوالی ہے ایک قول ہے کہ اطاعت الٰہی کے ساتھ بخشش کی طرف بڑھو اطاعت الٰہی کا مفہوم یہ ہے کہ دولت ایمان کے ساتھ رحمت بخشش کی مکمل امید ہو اور عذاب الٰہی کا خوف بھی طاری ہو اور نیک کاموں کی سعی بھی ہو اور رضا الٰہی مقصود ہو۔ یہ کلام بطور استعارہ یا مجاز مرسل ہے۔ اور ایک قول ہے۔

المراد سابقوا ملك الموت قبل ان يقطعكم بالموت عن الاعمال الموصلة لما ذكر وقيل: سابقوا ابليس قبل ان يصدكم بغروره وخداعه عن ذلك وهو كما ترى والمراد تلك الاسباب الاعمال الصالحة عن اختلاف انواعها وعن علی کرم الله تعالى وجهه انه قال فی الاية: كن اول داخل المسجد واخر خارج وقال عبد الله: كونوا فی اول صف القتال وقال انس: اشهدوا

تکبیرۃ الاحرام مع الامام وکل ذلک من باب التمثیل

مراد یہ ہے کہ بڑھ کر چلو پیشتر اس کے کہ فرشتۂ موت موت کے ساتھ تمہیں ان اعمال صالحہ سے منقطع کر دے جو اسباب بخشش سے ہیں یا مغفرت سے ملانیوالے ہیں جیساکہ بیان ہوا اور کہا گیا ہے کہ تیزی سے بڑھو قبل اس کے شیطان تمہیں اپنے فریب اور دھوکے سے مغفرت ربانی سے روک دے یا اس میں حائل ہو جائے ۔ اور وہ ظاہر ہے جیساکہ دیکھا جاتا ہے ۔ اور ان اسباب سے مراد مختلف انواع کے اختلاف سے قطع نظر نیک اعمال ہیں اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ فرمایا کہ تم مسجد میں سب سے پہلے داخل ہونے والے اور سب سے آخر میں نکلنے والے ہو جاؤ اور عبداللہ کا قول ہے کہ تم مجاہدین کی پہلی صف میں رہو اور انس نے کہا کہ تم امام کے ساتھ احرام کی تکبیرات کے ساتھ تکبیر کہو (شہادت دو) اور یہ سارا تمثیل ہی کے باب سے ہے

(وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ) اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ

وقیل المراد بالعرض البسطة

اور ایک قول ہے کہ عرض (چوڑائی) سے مراد وسعت وکشادگی ہے ظاہر ہے جب عرض اتنا ہے تو طول جو عرض کی نسبت بڑا اور زیادہ ہوتا ہے ۔ وہ کس قدر ہوگا ۔

(أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ) تیار ہوئی ہے ان کے لیے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے ۔

أی هیئت لهم واستدل بذلک علی ان الجنة موجودة الان لقوله تعالی

(اعدت) بصیغة الماضی والتاویل خلاف الظاهر

یعنی ان کے لئے بنائی گئی ہے اور اس سے استدلال ہوتا ہے کہ جنت موجود ہے اور پھر قول باری (أُعِدَّتْ) ماضی کے صیغہ کے ساتھ ہے اور تاویل ظاہر کے خلاف

ہے (لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ) سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ ایمان باللہ

ایمان بالرسل کے بغیر کافی نہیں اور نہ ہی قابل قبول ہے۔

رسول کا انکار خواہ ایک ہی کا ہو یا متعدد کا بالکلیہ کفر ہے اور اس کفر کے ساتھ اگر اللہ

پر ایمان بھی ہو تو جب بھی کافر ہی ٹھہریگا واؤ رسولہ پر عطف ہے اور اس سے مستفاد ہے

کہ معطوف معطوف الیہ کے تابع ہوتا ہے۔ تو واضح ہوا کہ رسول کا انکار گویا اللہ ہی کا

انکار ہے چونکہ اس آیت میں جنت کے لئے صرف ایمان کا ذکر ہوا ہے جیسا کہ للذین

امنوا سے ظاہر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ صرف ایمان جنت کے لئے کافی ہے۔

(ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط) یہ اللہ کا فضل ہے جسے

چاہے دے۔

(ذٰلِكَ) یہ۔ ای الذی وعد من المغفرة والجنة

یعنی وہ جس کا وعدہ کیا گیا بخشش سے اور جنت کا

(فضل اللہ) اللہ کا فضل۔ عطاؤہ الغیر الواجب علیہ۔ اس کی عطا و

نوازش ہے۔ جو اس پر واجب نہ تھی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے کہ اللہ پر کوئی

امر واجب نہیں اور بخشش وجنت کا اس نے وعدہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے

کے خلاف نہیں فرماتے فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء تو جسے چاہے

عذاب فرمائے اس پر لازم نہیں کہ کسی کو ضرور بخشے اور یونہی کسی کو عذاب دے بلکہ

بخشش وجنت اس کی عطا و مہربانی فضل وکرم ہے اور جنت میں داخلہ اللہ کے فضل و

رحمت سے ہوگا۔

اور احادیث میں اس کی صراحت ہے۔

(وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝) اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

یہ پچھلے ٹکڑے کی توثیق ہے۔

فلا یبعد منہ عزوجل التفضل بذلک علی من یشاء

تو اللہ کریم کے فضل سے بعید نہیں جسے چاہے گا اسے فضل و رحمت کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور اسے کچھ پرواہ نہیں اور وہ انتہائی فضل و رحمت والا ہے بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کو اس اعمال صالحہ دوزخ سے نہ بچائیں گے عرض کیا گیا آپ کو بھی ارشاد فرمایا مجھے بھی نہیں بجز اس کے کہ اللہ مجھے اپنے فضل و رحمت سے چھپالے۔ سارا مدار اللہ کے فضل و رحمت پر ہے اور اسی کے فضل پر بھروسہ اور امید رحمت لازم ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ	نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں
فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ	اور نہ تمہاری جانوں میں
اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ	مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل
مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا	اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں
اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ	بے شک یہ اللہ کو آسان
يَسِيْرٌ ۚ	ہے۔

(مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ) نہیں پہنچتی کوئی مصیبت۔

اى نائبة اى نائبة

یعنی کوئی حادثہ یا مصیبت خواہ کیسی ہو یا کوئی سی ہو۔

(فِى الْاَرْضِ) زمین میں

كجدب وعاهة فى الزرع والثمار وزلزلة وغيرها۔

جیسے امساک باراں (بارش کا نہ ہونا) یا قحط اور فصلوں کی تباہی اور پھلوں میں پیداوار کی کمی اور زلزلہ وغیرہ

(وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ) اور نہ تمہاری جانوں میں۔

كمرض وآفة كالجرح والكسر

جیسے بیماریاں اور آفات جیسے زخم اور اعضاء کی ٹوٹ پھوٹ یا شکست و عاجزی۔

(اِلَّا فِیْ کِتَابٍ) مگر وہ ایک کتاب میں۔

ای الا مکتوبة مثبتة فی اللوح المحفوظ وقیل فی علم اللہ عزوجل

یعنی وہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی موجود (درج) ہے اور ایک قول ہے کہ علم الٰہی میں پہلے ہی سے ہے

(مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا) قبل اس کے کہ ہمیں پیدا کریں۔

اَیْ نَخْلُقَهَا یعنی ہم اسے پیدا کریں یعنی پیدائش و ظہور سے پہلے ہی وہ مصیبت یا حوادث لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں

یا علم الٰہی میں پہلے ہی سے ہیں ابن عباس قتادہ اور حسن سے مروی ہے ھا کی ضمیر "انفس" کی طرف راجع ہے۔

اور بعض قول ہے کہ "ارض" کی طرف راجع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نفوس یا زمین کی تخلیق سے پہلے ہی لوح محفوظ میں درج ہے۔ اور نفوس و زمین کا ذکر بر سبیل محل و مقام ہے۔

(اِنَّ ذٰلِكَ) بے شک یہ

ای اثباتها فی کتاب یعنی امور و حوادث کا لوحِ محفوظ میں ثبت ہونا

(عَلَى اللّٰهِ) اللہ کو لا غیرہ سبحانہ

اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں فقط ذات سبحانہٗ و تعالیٰ کو

(يَسِيْرٌ) آسان

یعنی لوح محفوظ میں لکھنا و ثبت فرمانا آسان ہے اور اللہ تعالیٰ ان امور و حوادث کی کثرت و وقت سے مستغنی ہے اس آیت میں فرقہ قدریہ کا رد ہے جو یہ باطل عقیدہ رکھتے تھے کہ حق تعالیٰ کو (معاذ اللہ) حوادث کے وقوع سے قبل علم نہیں۔

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ

اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جاتے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترانا یا بڑائی مارنے والا ۔

(لِّكَيْلَا تَأْسَوْا) اس لئے کہ غم نہ کھاؤ ۔

ای اخبرنا کم بذلك لئلا تحزنوا

یعنی ہم نے تمہیں اس امر کی اس لئے خبر دی ہے تاکہ تمہیں حزن و ملال نہ ہو ۔

(عَلٰى مَا فَاتَكُمْ) اس پر جو ہاتھ سے جائے ۔

من نعم الدنیا یعنی دنیا کی نعمتوں سے جو فوت ہو جائیں، ضائع ہو جائیں یا ہاتھ نہ لگیں یا جاتی رہیں ۔

(وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ) اور خوش ہو اس پر جو تم کو دیا ۔

ای اعطاکم اللہ تعالیٰ

یعنی جو تمہیں اللہ نے عطا فرمائیں اس پر نہ اتراؤ، کیونکہ جب تمام امور مقدر رہیں اور اللہ نے اس کی خبر دیدی ہے تو کسی شئے کے فوت و ضائع ہونے پر افسوس اور کسی نعمت کے حصول پر اترانا درست نہیں لہٰذا راضی بر رضا رہنا ہی اچھا ہے ، زوال نعمت پر صبر اور حصول نعمت پر شکر لازم ہے ۔ البتہ فطری غم یا خوشی ہوتی ہی ہے ۔ اور غم سے مراد وہ حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے شاکی کر دے اور صبر سے روک دے اور بندہ جزع و فزع میں پڑ جائے اور حصولِ نعمت پر اترانے (فرح) سے مراد وہ خوشی ہے جو بدمست بنا دے اور غرور تکبر کا باعث ہو اور یہی واضح مفہوم ہے

(وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۙ) اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترونا بڑائی مارنے والا

یہ پیچھے ٹکڑے کے ذیل میں ہے اور مطلب ہے

ان الفرح المذموم هو الموجب للبطر والاختيال والمختال المتكبر عن تخيل فضيلة ترائت له من نفسه والفخور المباهي في الاشياء الخارجة عن المرء كالمال والجاه

بے شک وہ فرح (خوشی) مذموم ہے جو اترانے اکڑنے یا ناشکری اور دھوکے بازی کی موجب ہو اور مختال سے مراد تکبر کرنے والا ہے کہ وہ اپنے آپ میں بڑی فضیلت کا گمان رکھتا ہے اور فخور سے مراد کسی آدمی کا مال و عزت جیسی خارجی اشیاء میں شیخی بگھارنا یا اکڑ فوں دکھانا ہے چونکہ یہ دونوں امور مذموم اور ناپسندیدہ ہیں۔ لہٰذا اللہ کریم ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھتے۔

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝	وہ جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کو کہیں اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

(الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ) وہ جو آپ بخل کریں اور دوسروں سے بخل کو کہیں۔

یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور اس کی تقدیر یعرضون عن الانفاق ہے یعنی وہ لوگ جو راہ خدا اور امور خیر میں مال خرچ نہ کریں اور دوسروں کو بھی اسی چلن و روش اپنانے کو کہیں اکثر مفسرین کے نزدیک بخل کے معنی واجب کا ادا نہ کرنا یا زکوٰۃ کا نہ ادا کرنا ہے بخل بہت بری خصلت ہے ترمذی شریف میں ہے کہ بخل اور بد خلقی دو ایسی باتیں ہیں جو ایماندار میں جمع نہیں ہوتیں۔

بعض کا قول ہے کہ یامرون بالبخل سے مراد یہود کا علامات نبوت اور حضور علیہ السلام کے اوصاف کا چھپانا ہے پچھلی کتب میں مذکور ہیں یعنی قبول حق میں بخل کرنا ہے اور دوسروں کو روکنا ہے۔ واللہ اعلم

(وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ) اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ

ہی بے نیاز ہے سزاوار حمد۔

فان معناہ ومن یعرض عن الانفاق فان اللہ سبحانہٗ غنی وعن انفاقہ محمود فی ذاتہ لا یضرہ الاعراض عن شکرہ بالتقریب الیہ بشئ من نعمہ جل جلالہ

تو اس کا معنی ہے جو کوئی راہِ خدا میں خرچ کرنے سے روگردانی کرے یا منہ موڑے تو اس کے راہ خدا میں نہ خرچ کرنے سے اللہ بے نیاز ہے اور وہ بالذات محمود (قابل تعریف لائق حمد) ہے۔

اور کسی نعمت پر شکر جو تقرب الٰہیہ کا باعث ہے ادا نہ کرنا اس کا کچھ نقصان نہیں کرتا کوئی اسکی تعریف کرے یا نہ کرے وہ بے نیاز ہے بالذات لائق و قابلِ حمد ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ	بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو
وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ	دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے
لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ	ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری
وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ	کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے
شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ	لوہا اتارا اس میں سخت آنچ اور لوگوں کے
لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ	فائدے اور اس لئے کہ اللہ دیکھے اس
رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ	کو جو بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولو
قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝	کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ قوت والا
	غالب ہے۔

(لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا) بے شک ہم بھیجا اپنے رسولوں کو۔

ای من بنی آدم کما ھو ظاھر

یعنی اولاد آدم میں سے جیساکہ ظاہر ہے ایک قول ہے کہ فرشتوں کو رسولوں کے پاس بھیجا اور رسولوں کو امتوں کی طرف مبعوث کیا۔

(بِالْبَيِّنٰتِ) دلیلوں کے ساتھ

ای الحجج والمعجزات یعنی دلائل وبراہین اور معجزات کے ساتھ

(وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ) اور اتاری ان کے ساتھ کتاب

ای جنس الکتاب الشامل للکل

یعنی جنس کتاب جو سبھی کو شامل ہے اور ایک قول ہے کہ نزول کتاب کو انبیاء رسل کے ساتھ باہم اکھٹے رکھا یعنی ہر رسول کے ساتھ اس کے دور میں نزول کتاب یا اس کے احکام و شرائع کو یکجا و ہمراہ رکھا اور کتاب کو اس لئے اتارا کہ احکام و شرائع کو بیان کرنے والی ہو۔

(وَالْمِيزَانَ) اور عدل کی ترازو۔

الآلہ المعروفة بين الناس

ابن زید وغیرہ کا قول ہے کہ میزان سے مراد لوگوں میں مشہور و معلوم ترازو ہے اور لوگوں کو اس سے وزن کرنے (تولنے) کا حکم دیا جبکہ کثیر علماء کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد عدل ہے یا انصاف کا حکم ہے تاکہ لوگوں کے باہمی حقوق میں زیادتی ونا انصافی نہ ہو۔

(لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ) کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

علت لانزل الکتاب والمیزان والقیام بالقسط ای بالعدل

یہ نزول کتاب اور نزول میزان کی علت ہے۔ کہ اور قیام بالقسط سے مراد عدل ہے تاکہ معاشی اور امور معاد میں انصاف ہو ایک قول ہے معاشی امور میں میزان نے اور امور معاد میں کتاب سے انصاف کا حکم ہو لوگوں کے باہمی حقوق متاثر نہ ہوں برابری قائم رہے اور توازن مکدر نہ ہو۔

(وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ) اور ہم نے لوہا اتارا

قال الحسن: ای خلقناہ حسن نے کہا یعنی ہم نے اسے پیدا کیا انزلنا کا معنی خلقنا ہے)

واضح مفہوم یہ ہے کہ لوہے، آگ، پانی اور نمک۔

(فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ) اس میں سخت طاقت اور لوگوں کے فائدے

(فیہ باس) ای عذاب یعنی قوی ۔ باس کے معنی بہادری خوف اور ہرج کے بھی ہے (شدید) لان آلات الحرب تتخذ منہ کیونکہ اس سے جنگی ہتھیار بنائے جاتے ہیں اس میں کتاب اور میزان کی احتیاج کے طور پر اشارہ بھی ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو تلوار سے احکام کتاب کا نفاذ غلبہ و بالا دستی اور میزان العدل کا قیام ہو کیونکہ ظلم و تعدی نفوس کی عادت و طبیعت ہے یعنی انسانی نفوس کا مزاج اکثر ایسا ہی ہے ۔

(وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ) ای فی معایشهم و مصالحهم اذ ما من صنعة الا و الحدید یعنی لوگوں کے معاشی معاملات اور بھلائی کے امور اسی سے ہی وابستہ ہیں اور کوئی صنعت ایسی نہیں جس میں لوہے کا عمل دخل نہ ہو

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اور اس لئے کہ اللہ دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے ۔

من ینصرہ و رسلہ باستعمال آلات الحرب من الحدید فی مجاهدة اعدائه غائبین منه

یعنی کون ایمان بالغیب لاکر لوہے کے جنگی ہتھیاروں کے استعمال کے ساتھ اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے ۔ یعنی اللہ کے دین کی کون مدد کرتا ہے

(إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ) بے شک اللہ قوت والا غالب ہے

اللہ کریم کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں اور مدد کا حکم اس لئے فرمایا ہے کہ لوگوں کو اطاعت امر کا نفع ہو اور رضائے الٰہی کا حصول ہو ۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم سورۃ الحدید پ ۲۷

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝

اور بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی راہ پر آیا اور ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا
بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا
فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً
وَّرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ
اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ
رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ
اَجْرَهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے اور
رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا
اور اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیروؤں کے
دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور راہب بننا تو یہ
بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی
ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں
نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ
نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے
ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور
ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ
مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ
بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ۝

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول
پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا
فرمائے گا اور تمہارے لیے نور کر دے گا جس میں
تم چلو اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا
مہربان ہے۔

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ
عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ
الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ
وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

یہ اس لیے کہ کتاب والے کافر جان جائیں کہ
اللہ کے فضل پر ان کا کچھ قابو نہیں اور یہ کہ فضل
اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ
بڑے فضل والا ہے۔

حل لغات رکوع چہارم سورۃ الحدید پ ۲۷

و۔ اور	لقد۔ بیشک	ارسلنا۔ بھیجا ہم نے	نوحا۔ نوح کو
و۔ اور	ابراھیم۔ ابراہیم کو	و۔ اور	جعلنا۔ رکھی ہم نے
فی۔ بیچ	ذریتہما۔ انکی اولاد کے	النبوۃ۔ نبوت	و۔ اور

الکتب۔ کتاب	منہم۔ تو کچھ ان میں سے	مھتد۔ ہدایت والے ہیں	و۔ اور
کثیر۔ بہت سے	منہم۔ ان میں سے	فسقون۔ فاسق ہیں	ثم۔ پھر
قفینا۔ پیچھے بھیجے ہمنے	علی۔ اوپر	اثار۔ نشانوں	ھم۔ ان کے کے
برسلنا۔ اپنے رسول	و۔ اور	قفینا۔ پیچھے بھیجا ہم نے	بعیسی۔ عیسی
ابن۔ بیٹا	مریم۔ مریم کا	و۔ اور	اتینہ۔ دی ہمنے اس کو
الانجیل۔ انجیل	و۔ اور	جعلنا۔ رکھی ہم نے	فی۔ بیچ
قلوب۔ دلوں	الذین۔ ان لوگوں کے کہ	اتبعو۔ پیروی کی	ہ۔ اس کی *
رأفۃ۔ نرمی	و۔ اور	رحمۃ۔ رحمت	و۔ اور
رھبانیۃ۔ رہبانیت	ابتدعو۔ خود بنایا انہوں نے	ھا۔ اس کو	ما۔ نہ
کتبنھا۔ لکھا ہمنے اس کو	علیھم۔ ان پر	الا۔ مگر	ابتغاء۔ واسطے چاہنے
رضوان۔ رضامندی	اللہ۔ اللہ کی	فما۔ پھر نہ	رعو۔ رعایت کی
ھا۔ اس کی	حق۔ حق	رعایتھا۔ اسکی رعایت کا	فاتینا۔ تو دیا ہم نے
الذین۔ ان کو جو	امنوا۔ ایمان لائے	منہم۔ ان میں سے	اجر۔ اجر
ھم۔ ان کا	و۔ اور	کثیر۔ بہت سے	منہم۔ ان میں سے
فسقون۔ فاسق ہیں	یا۔ اے	ایھا۔ وہ	الذین۔ لوگو جو
امنو۔ ایمان لائے ہو	اتقوا۔ ڈرو	اللہ۔ اللہ سے	و۔ اور
امنوا۔ ایمان لاؤ	برسولہ۔ اسکے رسول پر	یوتکم۔ دیگا تم کو	کفلین۔ دو حصے
من رحمتہ۔ اپنی رحمت کے		و۔ اور	یجعل۔ بنائے گا
لکم۔ تمہارے لیے	نورا۔ نور	تمشون۔ چلوگے تم	بہ۔ اسکے ساتھ
و۔ اور	یغفر۔ بخشے گا	لکم۔ تم کو	و۔ اور
اللہ۔ اللہ	غفور۔ بخشنے والا	رحیم۔ مہربان ہے	لئلا۔ تاکہ
یعلم۔ جان لیں	اھل۔ اہل	الکتب۔ کتاب	الا۔ کہ وہ نہیں
یقدرون۔ اختیار رکھتے	علی۔ اوپر	شئ۔ کسی چیز کے	من فضل۔ فضل
اللہ۔ خداوندی سے	و۔ اور	ان۔ بیشک	الفضل۔ فضل
بید۔ ہاتھ میں	اللہ۔ اللہ کے ہے	یؤتیہ۔ دیتا ہے	من۔ جسے

يشاء-چاہے   و-اور   الله-الله   ذوالفضل فضل

العظيم-بڑے والا ہے-

مختصر تفسیر اردو سورہ الحدید رکوع چہارم ت ۲۷

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

اور بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی راہ پر آیا اور ان میں بہتیرے فاسق ہیں ۔

(وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ) اور بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا ۔

پچھلی آیت میں اختصار سے ذکر ہوا تھا لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا اب تفصیلی ذکر ہے یعنی بلاشبہ ہم نے نوح اور ابراہیم علیہما السلام کو رسول بنا کر بھیجا، نبی آدم میں ان دونوں پیغمبروں کو اہم ترین مقام حاصل ہے ، نوح علیہ السلام آدم ثانی تھے اولوالعزم اور صاحب شریعت رسولوں میں سے اول تھے جو مبعوث کئے گئے طوفان کے بعد ان ہی کی اولاد بکثرت بڑھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی اولاد سے تھے اور دوسرے اولوالعزم اور صاحب شریعت رسول تھے ان دونوں رسولوں کو بہت زیادہ شرف و فضیلت حاصل ہے اور یہ دوسرے انبیاء و رسل کے پیش رو ہیں ۔

(وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ) اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی ۔

یعنی ہم نے ان میں سے نبی بنائے اور ان کی طرف کتاب وحی کی یعنی تورات زبور انجیل اور قرآن، ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آل ابراہیم سے ہیں ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ نبوت وکتاب کو ان دونوں بزرگوں کی اولاد میں مختص کر دیا۔

(فَمِنْهُمْ) تو ان میں

ای من الذریۃ یعنی اولاد میں سے یا نسل میں سے (دونوں پیغمبروں کی اولاد میں سے) کوئی

(مُّهْتَدٍ) راہ پر آیا

یعنی نوح و ابراہیم میں سے جن لوگوں کیطرف رسول بھیجے گئے ان میں سے کوئی سیدھی راہ کو قبول کرنیوالا ہوا یا انہوں نے ایمان لاکر صراط مستقیم کی پیروی کی

(وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ) اور ان میں بہتیرے فاسق ہیں۔

خارجون عن الطریق المستقیم

یعنی ان میں سے اکثر سیدھی راہ کو چھوڑنے والے تھے۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۵ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ط وَرَهْبَانِيَّةَ ِۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ج فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۵

پھر ان کے پیچھے ہم نے اسی راہ پر اپنے اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسٰی بن مریم کو بھیجا اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیروؤں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کیلئے پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے انکا ثواب عطا کیا اور ان میں بہتیرے فاسق ہیں۔

(ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ بِرُسُلِنَا) پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے اور رسول بھیجے۔

ای ارسلنا بعدھم رسولا بعد رسول

یعنی حضرت نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور ان رسولوں کے بعد جو ان دونوں کی قوموں کی طرف مبعوث کیے گئے ہم نے یکے بعد دیگرے رسول بھیجے۔

واصل التقفیة جعل الشئ خلف القفا اور تقفیہ کی اصل یہ ہے کہ کسی شے کا کسی کے پیچھے پیچھے ہونا اور آثارھم میں ضمیر نوح وابراہیم علیہما السلام کی طرف راجح ہے یعنی ان دونوں بزرگوں اور ان دونوں کی قوموں کی طرف یا ان کے ہمراہ بھیجے گئے رسولوں کے بعد حضرت عیسیٰ بن مریم کے عہد کریم تک جو رسول بھیجے گئے وہ پے در پے تشریف لائے۔

(وَقَفَّیْنَا بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ) اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔

جعلناہ بعدای ارسلنا رسولا بعد رسول حتی انتھی الارسال الی عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام

یعنی رسولوں کے بعد رسول بھیجتے رہے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام بن مریم کو رسول بناکر بھیجا۔

(وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ) اور اسے انجیل عطا فرمائی۔

وزعم بعض ان لفظ الانجیل عربی من نجلت بمعنی استخراج الاحکام منہ اور بعض اہل علم کا گمان ہے کہ لفظ "انجیل" عربی زبان میں نجلت بمعنی استخرجت سے ہے یعنی باہر نکالنا یا استنباط کرنا کیونکہ انجیل سے احکام مستنبط ہوتے تھے۔ یا ان اوحیناہ الیہ یعنی ہم نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کیا تاہم وہ انجیل نہیں جو آج کل نصاریٰ کے پاس ہے جو من گھڑت قصوں پر مشتمل ہے یہ اصل منزل انجیل کا بیان ہے جو محفوظ نہ رہی اور نصاریٰ نے اس میں تحریف کر دی۔

(وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَّرَحْمَةً)
اور اس کے پیروؤں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی۔
ای خلقنا اور صیرنا یعنی ہم نے پیدا کی یا بنا دی۔
ای جعلنا ذلك في قلوبهم فهم يراف بعضهم ببعض و يرحم بعضهم بعضاً
یعنی ہم نے ان کے دلوں میں یہ بات پیدا کی (ڈالی) کہ ان میں سے بعض بعض کیساتھ محبت (نرمی) اور شفقت کا رویہ رکھتے رافت کا مشہور معنی رحمت ہی ہے لیکن بعض افاضل علماء کا قول ہے کہ جب رافت و رحمت اکٹھے بولے جائیں تو اس سے مراد شر و فساد کو دور کرنا اور مٹانا ہوتا ہے یعنی ایک دوسرے برائی نہ چاہتے اور باہمی مفاسد کا قلع قمع کرتے یہ جذبہ ان کے دلوں میں ودیعت فرمایا گیا۔
(وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا) اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی۔

الرهبانية من أفعال العباد لانها المبالغة في العبادة بالرياضة والانقاع عن الناس
رہبانیت بندوں کے افعال سے ہے۔ جیسے انتہائی عبادت ور یاضت اور لوگوں سے الگ تھلگ رہنا۔
ایک قول ہے موٹے کپڑے پہننا روزوں کی کثرت اور تجرد کی زندگی اور مباح امور کو بھی چھوڑ دینا، یہ طریقہ انہوں نے خود نکالا اور اللہ نے انہیں اس کا مکلف نہ کیا تھا۔ عطف (و) سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ رہبانیت بھی رافت و رحمت کیطرح ان کے دل میں ڈالی گئی تو جاننا چاہیے کہ رہبانیت اعمال بدنی کے معنوں میں ہے اور وہ رافت و رحمت کی طرح کیونکر دل میں پیدا ہوسکتی ہے البتہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ نے ان کا قلبی میلان ایسا کر دیا تاہم رہبانیت کے امور انہوں نے خود ایجاد کر لیے تو بعض کے نزدیک یہ قول مکروہ نہیں اور بعض کا قول ہے کہ رہبانیت کی روح رضائے الٰہی کا حصول تھی اور یہی وہ بات تھی جو ان پر لازم تھی

مگر انہوں نے بہت ہی مشقتیں بڑھالیں جیسے تجرد کی زندگی لوگوں سے نہ ملنا جلنا پیہم روزے رکھنا، مشقت عبادات، صوامع بنانا اور غاروں میں تنہا رہنا ادنی کھانا کھانا اور بہت ہی کم کھانا وغیرہ

(مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ) ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ طریقہ انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کیا۔

(ماکتبنا) جملہ مستانفہ ہے اور (الا) استثناء منقطع ہے۔

ای ما فرضنا ها نحن علیھم رأسا ولکن ابتدعوها والزموا انفسھم بھا ابتغاء رضوان اللہ تعالی

یعنی دراصل اسے رہبانیت ہم نے ان پر لازم نہیں ٹھہرایا تھا ہاں انہوں نے خود اسے اختراع کرلیا اور اپنے نفوس کو اس کے ساتھ رضائے الہی کے حصول کیلئے پابند بنالیا اگر استثناء (الا) کو متصل لیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ رضائے الہی کا حصول تو فرض تھا اور اس کے سوا ان پر کچھ ضروری نہ تھا مگر انہوں نے خود اختراع کرلیا اس میں بدعت حسنہ کا کامل جواز ہے اور امور خیر کو بدعت کی آڑ میں منع کرنا قرآن کے منافی ہے حدیث شریف میں ہے

ما راٰہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن ۔ اور بعض بدعات حسنہ واجب اور بعض مندوب ہیں جیسے ملاحدہ کے رد میں متکلمین کے دلائل کا علم و تعلیم اور مدارس و دینی کتب کا تصنیف کرنا وغیرہ۔

ای ما حافظوا علیھا حق المحافظۃ

یعنی انہوں نے اس پر محافظت نہ کی جس طرح کہ حق تھا نفی عموم سلب کے لئے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے

فما رعاها کلھم بل بعضھم سب نے نہیں بلکہ ان میں سے بعض نے رعایت رکھی اور اس کے تقاضے جو انہوں نے مخترع کئے تھے اس پر اکثر قائم و پابند نہ رہے اور بعض کا قول ہے کہ وہ ریاکار ہوگئے اور تثلیث کے قائل ہوں گے۔ اپنے راہبوں اور احبار کو اللہ و رب ٹھہرالیا اور یوں راہ صواب و حق سے ہٹ کر کفر و شرک میں پڑگئے۔

(فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْھُمْ اَجْرَھُمْ) توان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا۔

الذین امنوا ایمانا صحیحا وھولمن ادرك وقت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الایمان بہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
ای فاتینا الذین امنوا منھم ایمانا صحیحا بعد رعایۃ رھبا نیتھم

وہ لوگ جو صحیح ایمان لائے اور صحت ایمان یہ ہے کہ جنہوں نے عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پایا اور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے یعنی ان میں سے جو اپنی رہبانیت کی رعائت رکھتے ہوئے دین پر قائم رہے تو ہم انہیں ان کے ایمان و حسن عمل اور اخلاص کا ثواب عطا فرمائیں گے یہ مخلصین کے ساتھ وعدہ ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ لوگ دین عیسٰی علیہ السلام پر قائم رہے اور رہبانیت کے تقاضوں کو کما حقہٗ پورا کرتے رہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور فرماں برداری کی تو ہم ایسے لوگوں کو ان کا اجر و ثواب ضرور عطا فرمائیں گے ظاہر ہے ایسے لوگ بہت کم تھے۔

(وَكَثِيْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ) اور ان میں بہت سے فاسق ہیں جنہوں نے آپ کی تصدیق نہ کی۔

یعنی وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور آپ کی تصدیق نہ کی یا وہ لوگ جو دین مسیح علیہ السلام سے برگشتہ ہو گئے اور رہبانیت مخترعہ کے حقیقی تقاضوں کو چھوڑ کر تثلیث وغیرہ میں پڑ گئے۔

يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائیگا اور تمہارے لیے نور کردے

تَمۡشُوۡنَ بِهٖ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ‌ گا جس میں چلو اور تمہیں بخش دے گا
وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ‌ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۰
(يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ) اے ایمان والو ، اللہ سے ڈرو

ابو حیان کا قول ہے کہ یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ایمان لائے اور اہل کتاب سے یہ خطاب نہیں ہے اور آثار سے اسی کی تائید ہوتی ہے طبرانی نے اوسط میں ابن عباس اور ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے تخریج کی ہے کہ دونوں نے کہا اصحاب نجاشی سے چالیس آدمی خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور مشاہدۂ احد میں شرکت کی ان میں سے ہر ایک کو زخم لگے لیکن کوئی شہادت پر فائز نہ ہوا پھر جب انہوں نے اہل ایمان کی عسرت مالی دیکھی تو بارگاہ عالی جناب میں گزارش کی کہ ہم اصحاب ثروت ہیں ہمیں اجازت عطا ہو کہ ہم ان کی مالی مدد کریں تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ الذین اتینھم الکتب من قبلہ ھم بہ یومنون واذا یتلی علیھم قالوا امنا بہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین ۰ اولٰئک یوتون اجرھم مرتین بما صبروا الخ نازل فرمائیں تو انہوں نے اہل ایمان سے بطور تفاخر کہا کہ ہمارے لئے دوہرا اجر ہے اگر ہم تمہاری کتاب پر ایمان لائیں اور جو ایمان نہ لائے گا اسے اکہرا اجر تو ضرور ملے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کے قول ومن لم یومن بکتابکم فلہ اجر کاجورکم کی تردید تھی ۔ کشاف میں ہے کہ اس کا معنی یہ ہے یایھا الذین اتصفوا بالایمان اے لوگو اپنے آپ کو ایمان سے متصف کرو بعض کا قول ہے کہ یہ نصاریٰ کو خطاب ہے جو عہد نبوی میں موجود تھے جیسا کہ سیاق کلام سے اشارہ ہوتا ہے قتادہ کا قول ہے ۔ کہ اس آیت کے نزول پر ان اہل کتاب کو رشک ہوا جو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لائے تھے اس لئے کہ اہل کتاب میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ان کے لئے دو گنے اجر کا وعدہ ہوا تاہم جمہور کا قول ہے کہ آیت میں خطاب اہل کتاب سے ہے اس کا مطلب یہ ہے اے وہ

لوگو جو موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر ایمان رکھتے ہو اللہ سے ڈرو اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لاؤ۔

(اتقوا اللّٰہ) اثبتوا علی تقوا ہ عزوجل فیما نہاکم عنہ

یعنی جس چیز سے تمہیں پروردگار عزوجل منع فرمایا ہے اس سے بچنے میں ثابت قدم رہو۔

(وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ) اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

واثبتوا علی الایمان برسولہ الذی ارسلہ الیکم وھو محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم

اور پختگی کے ساتھ ایمان لاؤ اس کے رسول پر جسے پروردگار نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ) وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا۔

(یؤتکم) تمہیں عطا کریگا بسبب ذلک یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے سبب تمہیں عطا کیا جائے گا۔

(کفلین من رحمتہ) اپنی رحمت دوگنا۔

قال ابوموسیٰ الاشعری: ضعفین بلسان الحبشۃ ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کفلین حبشی بولی میں دو گنے کو کہتے ہیں اور بعض کا قول ہے۔ "نصیبین" دو حصے، لغت میں کفل کے معنی حصے اور ضمانت کے بھی ہیں یعنی ان کے لیے دوہرے اجر کی ضمانت (وعدہ) ہے کیونکہ تم پہلی کتاب اور پہلے نبی پر بھی ایمان لائے اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم پر بھی ایمان لائے اور راغب کا قول ہے۔

الکفل الحظ الذی فیہ الکفایۃ کانہ تکفل بامرہٖ کفل

سے مراد وہ حصہ یا نصیب ہے جس میں کفائت ہو شایان شان ہو، جس طرح کہ اس نے اپنے ارشاد کے ساتھ ضمانت دی۔

والفلان هما المرغوب فيها ۔ اور دو حصے ہوں گے جوان میں مرغوب ہوں
کے جیسا کہ ارشاد باری ہے ۔
ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة
(وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ) اور تمہارے لئے نور کر دیگا جس میں چلو
یوم القیامة وهو النور المذکور فی قوله تعالیٰ :
(یسعیٰ نورهم بین ایدیهم وبایمانهم)
قیامت کے روز اور وہ نور ہوگا جس کا ذکر پچھلی آیت یسعیٰ نورهم بین
ایدیهم میں گزرا یعنی پلصراط پر ان کے لئے نور ہوگا ۔
(وَيَغْفِرْ لَكُمْ) اور تمہیں بخش دے گا ۔
مَا سَلَفَ مِنْكُمْ یعنی تمہارے گزشتہ گناہوں کو معاف فرمائے گا ۔
(وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔
ای مبالغ فی المغفرة والرحمة فلا بدع اذا فعل سبحانه
ما فعل
یعنی انتہائی بخشش ورحمت فرمانیوالا ہے پس تبدیل نہیں ہوتا جو بھی سبحانہ وتعالیٰ نے فرمادیا
یا متعین فرمادیا

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

یہ اس لئے کہ کتاب والے کافر جان جائیں کہ اللہ کے فضل پر ان کا کچھ قابو نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے ۔ جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۔

(لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اِلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ
یہ اس لئے کہ کتاب والے کافر جان جائیں کہ اللہ کے فضل پر ان کو کچھ قابو نہیں ۔

یعنی اہل کتاب میں سے وہ لوگ جو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور آپ کی تصدیق نہ کی اور کہتے تھے کہ جو تمہاری کتاب (قرآن حکیم) پر ایمان نہ لائے تو اس کے لئے تمہارے اجر و ثواب کی طرح اکہرا اجر تو ہے، تو وہ جان لیں۔

انھم لاینالون شیئًا من فضل اللہ من الاجرین و غیرھا ولا یتمکنون من نیلہ مالم یؤمنوا بمحمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم وحاصلہ الاعلام بان ایمانھم نبیھم لاینفعھم شیئًا مالم یؤمن بالنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فقولھم من لم یومن بکتابکم فلہ اجر باطل

بے شک وہ اللہ کے فضل میں سے، دونوں ثوابوں اور ان دونوں کے علاوہ میں سے کچھ بھی نہ پائیں گے اور نہ ہی اس ثواب میں سے ان کے لئے کچھ ممکن ہو گا۔ جب تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائیں گے حاصل کلام یہ ہے کہ ان کا اپنے نبی پر ایمان لانا بھی انہیں کچھ نفع بخش (سودمند) نہ ہو گا جب تک سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائیں تو ان کا قول کہ جو تمہاری کتاب پر ایمان نہ لائے گا اس کے لئے اکہرا اجر کہیں نہیں گیا بالکلیہ باطل و مردود ہے، کیونکہ کسی ایک نبی و رسول کا انکار سبھی رسولوں کا انکار ہے اور کھلا کفر ہے لہذا سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لانے سے اور آپ کی تصدیق نہ کرنے سے پہلے انبیاء پر جو ایمان تھا وہ بھی زائل ہو گیا کہ تکذیبِ مؤخر نے تصدیقِ مقدم کو ساقط کر دیا تو اجر و ثواب اور نور کے لئے ایمان لازم ہے جب ایمان مفقود ہو گیا تو اجر و ثواب کیونکر ممکن و متصور ہو سکتا ہے اور یہ انتباہ ہے اہل کتاب کو تاکہ راہِ حق کی طرف رغبت دکھائیں۔ اور فضل کا جو وعدہ اہل ایمان سے کیا گیا ہے۔

وہ غیر مبدل ہے۔ لہذا اہلِ کتاب اس زعم میں نہ رہیں کہ وہ اللہ کے محبوب و پسندیدہ ہیں اور اجر و ثواب پر ان کو کوئی اجارہ داری حاصل ہے وہ اللہ کے فضل پر کوئی دسترس نہیں رکھتے اور اللہ جسے چاہے اپنے فضل سے سرفراز کرے جیسا کہ آگے ارشاد ہے۔

(وان الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء) اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جسے چاہے۔

یعنی فضل و مہربانی کا مالک اللہ ہے اور وہ جس کو چاہے دے اور اہل کتاب کے دعاوٰی کہ ہم چہیتے ہیں اور ہمارے لئے یہ کچھ ہے سب باطل ہیں اور رسول کا انکار نفس عذاب و غضب کا مستحق بنا دیتا ہے چہ جائیکہ کفر کے باوجود فضل کے متمنی ہوں۔ خسر الدنیا والاخرة هنالك الكافرون ۰

(وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ) اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

یعنی وہ اہل ایمان پر انتہائی مہربانی کرنے والا اور نوازنے والا ہے۔

الحمدللہ آج ستائیسواں پارہ ختم ہوا۔ وما توفیقی الا باللہ العظیم

۲۷، ذیقعد ۱۴۰۹ھ
۲ جولائی ۱۹۸۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۸ اٹھائیسواں پارہ

سُورۃ المجادلہ

مجادلہ دال کے زبر اور زیر کیساتھ پڑھا گیا ہے لیکن دوسری قرأت یعنی زیر کیساتھ "مجادلہ" معروف ہے اور سورت کا نام قد سمع بھی ہے اور ابیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصحف میں اس سورت کا نام الظہار بھی آیا ہے یہ سورۂ مبارکہ مدنی ہے جیساکہ ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کلبی اور ابن سائب کا قول ہے کہ سوائے آیت کریمہ مایکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم کے باقی سورہ مبارکہ مدنی ہے عطاء سے مروی ہے کہ پہلی دس آیات مدنی ہیں اور باقی مکی ہیں۔

اس سورہ مبارکہ میں ۳ رکوع اور ۲۲ آیات ہیں پچھلی سورۂ مبارکہ سے اس کی مناسبت کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے فضل کے ذکر کے ساتھ ختم ہوئی اور اس کا افتتاح بھی فضل ہی کیساتھ یعنی اس واقعہ مجادلہ کے ساتھ ہوا جو فضل ہی کی ایک صورت ہے، بعض اجلہ علماء کا قول ہے کہ پچھلی سورت کے مطلع میں اللہ کریم کی صفات جلیلہ بالخصوص اَلظَّاھِرُ اور اَلبَاطِنُ کا ذکر ہوا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ ..... وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ تو اس

سورۂ مبارکہ کا افتتاح اس ذکر کے ساتھ فرمایا کہ بے شک اللہ جل وعلا نے اس جھگڑنے والی کا قول جو اپنے رب سے شکایت کر رہی تھی سن لیا اور اسی ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جسے نسائی، ابن ماجہ اور بخاری نے تعلیقاً روایت کیا کہ جب یہ سورت نازل ہوئی۔

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کا سننا سب آوازوں کو وسیع و شامل ہے (محیط ہے) بلاشبہ جھگڑا کرنیوالی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور گفتگو کی اور میں گھر کے حصے میں موجود تھی میں نے پورا نہ سنا جو وہ کہتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی ساری بات سن لی اور قد سمع اللہ نازل ہوگئی۔

پارہ ۲۸

سورۃ المجادلہ مدنیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس میں تین رکوع بائیس آیتیں ۔ چار سو تہتر کلمات اور ایک ہزار سات سو بانوے حروف ہیں

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ المجادلہ پ ۲۸

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝

بے شک سن لی اللہ نے اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝

وہ جو تم میں اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے پیدا ہوگئیں اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے ہیں تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے

مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۤسَّا ۚ
فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ
مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ
رَسُوْلِهٖ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ
كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ
عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کیے گئے جیسے ان سے اگلوں کو ذلت دی گئی اور بے شک ہم نے روشن آیتیں اتاریں اور کافروں کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ
بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے کوتک جتا دے گا اللہ نے انہیں گن رکھا ہے اور وہ بھول گئے اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ مجادلہ پ ۲۸

قَدْ۔ بیشک	سَمِعَ۔ سنی	اللّٰهُ۔ اللہ نے	قَوْلَ۔ بات
الَّتِیْ۔ اس کی	تُجَادِلُكَ۔ جو جھگڑتی تھی آپ سے		فِیْ۔ بیچ
زَوْجِهَا۔ اپنے شوہر کے	وَ۔ اور	تَشْتَكِیْ۔ شکوہ کرتی تھی	اِلَی۔ طرف
اللّٰهِ۔ اللہ کی	وَ۔ اور	اللّٰهُ۔ اللہ	يَسْمَعُ۔ سنتا تھا
تَحَاوُرَ۔ سوال جواب	كُمَا۔ تمہارے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ
سَمِيْعٌ۔ سننے والا	بَصِيْرٌ۔ دیکھنے والا ہے	الَّذِيْنَ۔ وہ جو	يُظٰهِرُوْنَ۔ اپنی بیبیوں کو
ماں کی جگہ کہہ لیں	مِنْكُمْ۔ تم میں سے	مِنْ نِّسَآئِهِمْ۔ اپنی عورتوں سے	
مَا۔ نہیں	هُنَّ۔ وہ	اُمَّهٰتِهِمْ۔ ان کی مائیں	اِنْ۔ نہیں ہیں
اُمَّهٰتُهُمْ۔ ان کی مائیں	اِلَّا۔ مگر	الّٰٓـِٔیْ۔ جو وہ جنہوں نے	وَلَدْنَهُمْ۔ ان کو جنا
وَ۔ اور	اِنَّهُمْ۔ بیشک وہ	لَيَقُوْلُوْنَ۔ کہتے ہیں	مُنْكَرًا۔ بری

مِّنَ الْقَوْلِ - بات | وَ - اور | زُوْرًا - جھوٹ | وَ - اور

اِنَّ - بیشک | اللّٰہَ - اللہ | لَعَفُوٌّ - معاف کرنے والا | غَفُوْرٌ - بخشنے والا ہے

وَ - اور | الَّذِیْنَ - وہ جو | یُظٰھِرُوْنَ - اپنی بیبیوں کو ماں کی جگہ کہہ لیں

مِنْ نِّسَآئِھِمْ - اپنی عورتوں سے | ثُمَّ - پھر | یَعُوْدُوْنَ - لوٹیں

لِمَا - اسکے لیے جو | قَالُوْا - کہا | فَتَحْرِیْرُ - تو آزاد کرنا ہے | رَقَبَۃٍ - ایک غلام کو

مِّنْ قَبْلِ - پہلے | اَنْ - اس سے کہ | یَّتَمَآسَّا - ایکدوسرے کو ہاتھ لگائیں | ذٰلِکُمْ - یہ

تُوْعَظُوْنَ - نصیحت دیئے جاتے ہو | بِہٖ - اس کی | وَ - اور | اللّٰہُ - اللہ

بِمَا - اس سے جو | تَعْمَلُوْنَ - تم عمل کرتے ہو | خَبِیْرٌ - خبردار ہے | فَمَنْ - تو جو

لَّمْ - نہ | یَجِدْ - پائے | فَصِیَامُ - تو روزے رکھے | شَھْرَیْنِ - دو مہینے کے

مُتَتَابِعَیْنِ - متواتر | مِنْ قَبْلِ - پہلے | اَنْ - اس سے کہ | یَّتَمَآسَّا - ہاتھ لگائیں ایکدوسرے کو

فَمَنْ - تو جو | لَّمْ - نہ | یَسْتَطِعْ - طاقت رکھے | فَاِطْعَامُ - تو کھانا کھلائیں

سِتِّیْنَ - ساٹھ | مِسْکِیْنًا - مسکینوں کو | ذٰلِکَ - یہ اسلیئے | لِتُؤْمِنُوْا - کہ تم ایمان رکھو

بِاللّٰہِ - اللہ | وَ - اور | رَسُوْلِہٖ - اسکے رسول پر | وَ - اور

تِلْکَ - یہ | حُدُوْدُ - حدیں ہیں | اللّٰہِ - اللہ کی | وَ - اور

لِلْکٰفِرِیْنَ - کافروں کے لیے | عَذَابٌ - عذاب ہے | اَلِیْمٌ - دردناک | اِنَّ - بیشک

الَّذِیْنَ - وہ جو | یُحَآدُّوْنَ - مخالفت کرتے ہیں | اللّٰہَ - اللہ | وَ - اور

رَسُوْلَہٗ - اسکے رسول کی | کُبِتُوْا - ذلیل کیے گئے | کَمَا - جیسے کہ | کُبِتَ - ذلیل کیے گئے

الَّذِیْنَ - وہ | مِنْ قَبْلِھِمْ - جو ان سے پہلے تھے | وَ - اور

قَدْ - بیشک | اَنْزَلْنَآ - اتاریں ہم نے | اٰیٰتٍ - آیتیں | بَیِّنٰتٍ - روشن

وَ - اور | لِلْکٰفِرِیْنَ - کافروں کے لیے | عَذَابٌ - عذاب ہے | مُّھِیْنٌ - ذلیل کرنے والا

یَوْمَ - جس دن | یَبْعَثُھُمُ - اٹھائیگا انکو | اللّٰہُ - اللہ | جَمِیْعًا - سب کو

فَیُنَبِّئُھُمْ - تو بتائیگا انکو | بِمَا - جو | عَمِلُوْا - کیا انہوں نے | اَحْصٰہُ - گن رکھا اسکو

اللّٰہُ - اللہ نے | وَ - اور | نَسُوْہُ - بھول گئے وہ | ہٗ - اس کو

وَ - اور | اللّٰہُ - اللہ | عَلٰی - اوپر | کُلِّ - ہر

شَیْءٍ - شے کے | شَھِیْدٌ - گواہ ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورۃ المجادلہ رکوع اول پ ۲۸

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝

بے شک اللہ نے سنی اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے

(قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ) بے شک اللہ نے سنی ،

قد تحقیق یا توقع کے لئے ہے والسماع مجاز عن القبول والاجابۃ اور سنا قبول کرنے اور مدا واکرنے سے کنایہ ہے یعنی بے شک جو توقع کی گئی تھی اللہ نے پوری کر دی ، سمع صفات الٰہیہ میں سے ہے اللہ کریم کا سننا لامتناہی ہے اور وہ سب اصواب و اقوال کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر مخلوق کی تمام آوازوں کلاموں کو خواہ بے صورت ہوں یا باآواز ، بلند ہوں یا پست متحد ہوں یا متفرق خفی ہوں یا جلی سب سنتا جانتا دیکھتا ہے عقل و قیاس اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور بندوں کا سننا اللہ کے سننے سے کسی طرح مشابہ نہیں اور اللہ کی صفتیں قدیم باقی غیر حادث ہیں اور اس کی ذات کریم کے ساتھ قائم ہیں ۔

(قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا) ، اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملے میں بحث کرتی ہے ۔

(قَوْلَ الَّتِیْ) اس کی بات ، یہ عورت خولہ بنت ثعلبہ بن مالک تھی ، اور کہا گیا ہے کہ یہ خولہ بنت خویلد یا خولہ بنت حکیم یا خولہ بنت الصامت یا جمیلہ بنت الصامت تھی ایک قول ہے کہ خویلۃ بنت ثعلبہ تھی تاہم اکثر کا قول یہ ہے کہ یہ خولہ بنت ثعلبہ بن مالک الخ زوجہ ھوابیہ تھی یعنی خولہ کی بات

(تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا) تم سے اپنے شوہر کے معاملے میں بحث کرتی ہے ای تسألك
یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بار بار پوچھتی تھی ای تجادلك یا بار بار بات لوٹاتی تھی اور
تجادلك میں مجادلہ کے معنی میں قرب کی شدت کا اظہار ہے چونکہ وہ بی بی ظہار کی وجہ سے شدید
کرب ودکھ میں مبتلا ہو گئی تو اس کی گفتگو میں شدت کرب کا تکرار نمایاں ہو جاتا، زوجہا سے
مراد اوس بن صامت ہیں جو عبادہ بن صامت کے بھائی تھے اور ایک قول ہے کہ وہ سلمہ
بن صخر الانصاری تھے لیکن محقق یہی ہے کہ وہ اوس بن صامت تھے۔

(وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ) اور اللہ سے شکایت کرتی ہے۔

واشتکاؤها الیه تعالیٰ اظهار بثها وما انطوت علیه من الغم
والهم وتضرعها الیه عزوجل وهو من الشکو۔

اور اللہ سے اس کی شکایت اپنے پراگندہ ہونے اور جو غم والم اس پر ٹوٹ پڑا تھا اس
کا اظہار تھا اور بارگاہ رب العزت میں گڑگڑانا تھا اور یہی اس کی شکایت تھی۔

یہ عورت خولہ بنت ثعلبہ تھی اور اوس بن صامت کی بیوی تھی اوس بوڑھے آدمی
تھے اور سخت مزاج تھے ایک روز کسی شے پر غضبناک ہو گئے اور خولہ سے کہا" انت علی کظهر امی
" کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح پشت کی طرح ہے اور زمانہ جاہلت میں ایسا کہنا
طلاق تھا۔

اور اسلام میں ظہار کا یہ پہلا واقعہ تھا کہ اوس یہ کلمہ کہنے کے بعد نادم ہوئے اور
اسے بلایا تو خولہ نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں
میری جان ہے تم میرے قریب نہ آؤ جو ہونا تھا وہ ہو گیا یہاں تک کہ اللہ اور اس کا
رسول ہمارے بارے میں کوئی حکم دیں یا فیصلہ کریں تو خولہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئیں
اور عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ اوس نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا جب میں جوان
مرغوب تھی پھر جب میری جوانی ختم ہو گئی اور کئی بچے ہو گئے، ماں باپ گزر گئے اور مال ختم
ہو گیا۔

تو اوس نے مجھ سے ظہار کر لیا لیکن ظہار کے بعد نادم ہو گیا، بچے چھوٹے ہیں اپنے ساتھ

رکھتی ہوں تو بھوکے مریں گے باپ کے پاس چھوڑتی ہوں تو برباد ہو جائیں گے کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ ہم پھر اکٹھے ہو جائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تمہارے اس معاملہ میں کوئی جدید حکم نہیں اور دستور قدیم کے مطابق تو اس کے لیے حرام ہو گئی خولہ نے عرض کیا حضور اوس نے طلاق کا لفظ نہ کہا وہ میرے بچوں کا باپ ہے اور مجھے بہت محبوب ہے وہ بار بار عرض کرتی اور جب لسے حسب خواہش جواب نہ ملا تو آسمان کیطرف منہ اٹھاکر کہنے لگی یا اللہ میں تجھ سے اپنی پریشانی، خستہ حالی کی شکائت کرتی ہوں۔

اپنے نبی پر میرے حق میں ایسا حکم نازل فرما کہ میری پریشانی، غم والم ختم ہو وہ ایسا بار بار کہتی حضرت عائشہ نے جو اس وقت خدمت نبوی میں مصروف تھیں خولہ سے کہا جھگڑا چھوڑ دو کیا تو حضور کے روئے انور کو نہیں دیکھ رہی یعنی دیکھ نہیں رہی کہ آپ پر حالت وحی طاری ہے جب حالت وحی ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اپنے شوہر کو بلا، اوس حاضر ہوئے تو آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

(وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا) اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے۔

یسمع صیغہ مضارع ہے اور یہ استمرار سمع پر دلالت کرتا ہے تحاورکما سے مراد المراد ۃ فی الکلام ہے یعنی گفتگو کو بار بار لوٹانا چونکہ وہ بی بی حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بار بار اپنی پریشانی کا ذکر کرتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حسب خواہش جواب نہ پاتی یہاں تک کہ آپ نے واضح کر دیا کہ میرے پاس اس ضمن میں کوئی جدید حکم نہیں اور جسطرح دستور رہے اس کے مطابق تو وہ اپنے شوہر کے لیے حرام ہو گئی تو وہ مطمئن نہ ہونے کے باوجود بحث سے رک گئی اور اللہ سے اپنی اس حالت کی شکایت کی جس کو سن کر اللہ نے حکم جدید نازل فرمایا اور اس بی بی کی شکایت کا ازالہ ہو گیا۔

(اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ) بے شک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔

ای انہ تعالیٰ یسمع کل المسموعات ویبصر کل المبصرات علی اتم وجہ واکملہ

یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ بکمال وتمام سب مسموعات (ہر سنی جانے والی باتوں) کو سنتا اور تمام مبصرات (ہر دیکھی جانیوالی اشیاء) کو بکمال وتمام دیکھتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًاؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۝	جو تم میں اپنی بی بیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں انکی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنیوالا اور بخشنے والا۔

(اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ) وہ جو تم میں اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھے ہیں۔

اظہار: لغت میں ظاہر سے مصدر ہے اور وہ "ظاہر" انظہر سے مفاعلہ ہے ظہار کے معنی ہیں کہ اپنی زوجہ یا اس کے کسی جزو شائع یا ایسے جز کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہے ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو یا اس کے کسی جزو عضو سے تشبیہ دینا جسکی طرف دیکھنا حرام ہے مثلاً کہا "اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ" تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف (آدھا بدن) میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔

عہد جاہلیت کے دستور کے موافق ان کلمات سے مراد طلاق تھا یعنی ظہار سے اس عورت کے ساتھ مباشرت حرام سمجھی جاتی تھی اور وہ عورت اپنے خاوند پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی تھی شریعت اسلامیہ نے ظہار کو دائمی حرمت کا موجب قرار نہیں دیا بلکہ ایک خاص وقت تک یعنی جب تک نادم نہ ہوا اور کفارہ نہ ادا کردے حرام رکھا اور ادائے کفارہ کے ساتھ ہی وہ دوبارہ اپنے شوہر کے لئے حسب سابق حلال ہو گئی۔

مذہب حنفی میں اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے تو نیت دریافت

کی جائے گی اگر نیت طلاق ہے تو بائن طلاق پڑ جائے گی اور اگر ظہار کی نیت ہے تو ظہار ہوگا اور اگر تحریم کی نیت ہے تو ایلا ہو گا اور کچھ نیت نہیں تو کچھ نہ ہوگا۔

اور یونہی اگر بطور اعزاز ایسا کہا تو جب بھی کچھ نہ ہوگا۔ ظہار کے لیے اسلام وعقل وبلوغ شرط ہے۔ کافر، نابالغ، مجنون، مدہوش یا بے ہوش یا خوابیدہ نے ظہار کیا تو ظہار نہ ہوگا۔ ہنسی مذاق میں حرام نشہ میں مدہوش ظہار کرے تو ظہار ہوگا، ظہار کے چار ارکان ہیں ظہار کرنیوالا یعنی شوہر جس سے ظہار کیا جائے یعنی بیوی (زوجہ) اور مشبہہ جس سے تشبیہ دی جائے اور وہ الفاظ جس سے تشبیہ دی جائے۔

الفاظِ تشبیہ دو قسم ہیں صریح اور کنایہ صریح تو صریح ہی ہیں اور کنایہ میں ظہار کا مفہوم نکلنا اور نیت شرط ہے خواہ کنایہ واضح ہو جائے یا غیر واضح، اور بعض کے نزدیک ایک تیسری قسم ظہار مشروط کی ہے اس صورت میں مشروط کی موجودگی ہیں یا متحقق ہوتے ہی ظہار کا حکم ہوگا۔

اگر حرف تشبیہ نہ پائے جائیں تو کلام لغو شمار ہوگا۔ زوجہ کی جانب سے کوئی شرط نہیں آزاد ہو یا باندی مدبرہ ہو یا مکاتبہ، ام ولد مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ مسلمہ ہو یا کتابیہ نابالغہ ہو یا بالغہ شوہر نے ظہار کیا تو ظہار ہو گیا۔

البتہ اپنی باندی موطوءہ ہو یا غیر موطوءہ اس سے ظہار نہ ہو گا۔

وقت ظہار عورت کا زوجہ ہونا لازمی ہے۔

کیونکہ لفظ نساء کا اطلاق گو لغت کے اعتبار سے باندیوں کو بھی شامل ہے۔ لیکن یہاں اطلاق لغوی نہیں ہے جس کی نظیر آیت حجاب ہے۔ "قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ" اس میں "نساء المومنین" لونڈیوں کو شامل نہیں کیونکہ باندی کے لیے وجوب پردہ نہیں اور فقہاء کے نزدیک لونڈی کے لیے ظہار کا نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ ظہار کو طلاق تسلیم نہیں کیا گیا اور ہماری شریعت میں صرف تحریم وقتی ہے۔

اور کفارہ تحرم کا ازالہ ہے جس عورت سے تشبیہ دی گئی اگر وہ ہمیشہ

کے لئے حرام نہیں یعنی اس کی حرمت عارضی ہے جیسے سالی یا مطلقہ ثلاثہ یا غیر کتابیہ تو ظہار نہ ہوگا۔

اگر کسی شوہر کے نکاح میں چند عورتیں تھیں ایک مجلس میں محارم کے ساتھ تشبیہ دی تو سب سے ظہار ہوگا، ظہار موقت بھی کی ایک صورت ہے یعنی ایک مہینہ یا سال کے لئے ظہار کیا اگر اس مدت کے اندر رجوع چاہتا ہے تو کفارہ دے اور اگر مدت گزر گئی تو کفارہ ساقط اور ظہار باطل ہو گیا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے نزدیک ظہار سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا البتہ ظہار بشرط نکاح صحیح ہے۔

(مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ) وہ ان کی مائیں نہیں۔

ای مانساؤھم امھاتھم علی الحقیقۃ۔

یعنی تمہاری عورتیں حقیقت میں تمہاری مائیں نہیں۔ ظہار سے مائیں نہیں ہو گئیں۔

(اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔىْ وَلَدْنَهُمْ ط) ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوتے ہیں۔

ای ما امھاتھم علی الحقیقۃ۔ یعنی جو حقیقت میں ان کی مائیں ہیں یا جن کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں وہی ان کی مائیں ہیں البتہ رضاعی مائیں بسبب رضاعت کے اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کمال حرمت و شرف کے سبب ماؤں کے حکم میں ہیں اور امہات المومنین حقیقی ماؤں کی بھی مائیں ہیں اور کمال حرمت کے باعث حقیقی ماؤں سے اعلیٰ و بالا ہیں۔

(وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ط)

اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹی بات کہتے ہیں۔

ینکرہ الشرع والعقل والطبع ایضا کما یشعر بہ التنکیر۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ) اور جو اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا۔

ای والذین یقولون ذلک القول المنکر ثم یتدارکونه بنقضه وهو العزم علی الوطء قالوا جب علیهم اعتاق رقبة

یعنی وہ لوگ جو ایسی بری بات کہ بیٹھیں پھر اسے توڑ کر اس کا تدارک کرنا چاہیں اور وہ مباشرت کا ارادہ ہے تو ان پر ایک غلام کا آزاد کرنا واجب ہے لفظ " نساءھم سے واضح ہوگیا کہ باندی سے ظہار نہیں اور یونہی محارم سے تشبیہ دے تو مظاہر نہ ہوگا۔

(تفصیل پچھلی آیت کی تفسیر میں بیان ہو چکی ہے) تو بطور کفارہ کے ان پر ایک غلام آزاد کرنا لازم ہے کیونکہ کفارہ حلت مباشرت کے لئے شرط ہے اور اس کے بغیر مباشرت و قربت حلال نہ ہوگی تاہم صرف ظہار کفارہ کی علت نہیں اللہ نے ظہار پھر رجوع کو کفارہ کے ساتھ جمع کیا ہے اور بعض نے کفارہ کو رجوع پر مرتب جانا ہے تو اس صورت میں ظہار کفارہ بطور شرط تسلیم ہوگا کفارہ ادا کرنے کے بغیر اگر شوہر بیوی سے قربت چاہے تو عورت پر لازم ہے کہ اسے روک دے اور ادائے کفارہ کے لئے مجبور کرے لفظ " رَقَبَةٍ " مطلق ہے اور المطلق یجری علیٰ اطلاقہ تو معنی یہ ہوں گے کہ بردہ خواہ مومن ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت، صغیر ہو یا کبیر کفارہ میں آزاد ہو سکے گا۔

ایسا کہنا شرع، عقل اور طبع کے بھی خلاف ہے جیسا کہ تنکیر سے مفہوم ہوتا ہے تنکیر سے مراد وہ امر ہے جس سے شریعت نے منع فرمایا،

(زُوْرًا) ای کذبا باطلا منحرفا عن الحق یعنی جھوٹ اور ایسی جھوٹی بات جو حق سے وصواب سے ہٹی ہوئی ہو:

واضح مفہوم یہ ہے کہ جو زوجہ کو ماں کہتے ہیں اسکو کسی طرح ماں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں یکسی طرح بھی ٹھیک نہیں اور ایسا کہنا حقیقت کے خلاف ہے اور شرع وعقل طبیعت وفطرت سلیمہ کے بھی منافی ہے۔ اور کہنے والا یعنی مظاہر بخوبی جانتا ہے کہ وہ جھوٹ کہہ رہا ہے اور یہ بات حقیقت میں باطل ہی ہے۔

(وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ) اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنیوالا اور بخشنے والا ہے۔

ای مبالغ فی العفو والمغفرة فیغفر ما سلف منه ویعفو عمن ارتکبه مطلقا او بالتوبه

یعنی انتہائی بخشش و درگزر فرمانے والا ہے پس وہ بخش دے گا جو لوگوں سے پیچھے ہوا جس نے اس کا ارتکاب کیا اسے مطلقاً خواہ توبہ سے بخش دے گا۔ اور آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہار حرام ہے بلکہ علماء نے کہا کہ یہ کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس میں اللہ کے حکم حلال پر زیادتی ہے اور اس کے اذن کے بغیر اس کی تبدیلی ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ	اور جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں
مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ	کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں
یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا	جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے
فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ	تو ان پر لازم ہے ایک بردہ
قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا	آزاد کرنا قبل اس کے کہ
ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ	ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں

البتہ کفارہ میں وہ بریدہ کافی نہ ہوگا۔ جو اندھا ہو، لنگڑا شدید بہرا ہو یا اس کے ہاتھ کی تین انگلیاں یا ایک ہاتھ اور ٹانگ کٹی ہوئی ہو اور فقہاء کی اس سے مراد واضح طور پر یہ ہے کہ غلام ایسا نہ ہو کہ ناقص الاعضاء ہونے کیوجہ سے معذور ہو اور کام کا نہ ہو یونہی مدبر (وہ غلام یا لونڈی جسکی آزادی مالک نے اپنے مرنے کے ساتھ مشروط کی ہو) اور ام ولد (ایسی لونڈی جو مالک کے بچے کی ماں ہو) اور مکاتب جس نے مالک سے بدل کتابت طے کرکے کچھ ادا کیا ہو) کی آزادی سے کفارہ ادا نہ ہوگا کہ ان کی غلامی ناقص ہے۔

امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک کافر غلام و لونڈی کا آزاد کرنا کافی نہیں کہ کفارۂ قتل میں مومن ہونیکی صراحت ہے۔

لہذا یہاں بھی حکم مقیّد ہوگا جبکہ احناف کا قول ہے کہ مقید کو مطلق پر کس وجہ سے قیاس کریں مقیّد اپنے مقام پر مقیّد ہی رہے گا۔ اور مطلق اپنی جگہ مطلق ہی رہے گا اور اس پر اطلاق ہوگا۔

(مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَاۤسَّا) قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں

کنایة عن الجماع فیحرم قبل التکفیر علی ماندل علیه الآیة وکذا دواعیة من التقبیل ونحوہ عندنا۔

ہمارے نزدیک حنفیوں، اس میں جماع سے کنایہ ہے جو کفارہ کے ادا کرنے سے قبل حرام ہے جیسا کہ آیت سے دلالت کر رہا ہے اور اسی طرح مباشرت سے قبل اس کے دواعی جیسے بوس وکنار وغیرہ بھی حرام ہیں اگر مظاہر نے کفارہ ادا کئے بغیر مباشرت کر لی تو گناہ گار ہوگا۔

اور اس پر توبہ لازم ہے تاہم مباشرت کیوجہ سے کفارہ دوبارہ نہ ہوگا یعنی پہلا ہی کفارہ ادا کرنا کافی ہوگا اور مباشرت خواہ بھول کر کی تو کفارہ کی ادائیگی

دائمی فرض ہو جائے گی خواہ اس کے بعد عورت کو طلاق دیدے یا عورت مرجائے کفارہ ساقط نہ ہوگا۔

(ذٰلِکُمْ) یہ ہے تمہیں۔

الاشارة الى الحكم بالكفارة والخطاب بلمومنين الموجودين عند النزول او لهم و لغيرهم من الامة

ادائیگی کفارہ کے حکم کیطرف اشارہ ہے اور ان مومنین سے خطاب ہے جو نزول آیات کے وقت موجود تھے یا امت محمدیہ میں ان سے اور ان کے علاوہ کو خطاب ہے۔

(تُوْعَظُوْنَ بِهٖ) جو نصیحت کی جاتی ہے۔

اى تزجرون به عن ارتكاب المنكر

یعنی تمہیں بری بات کے ارتکاب پر ڈانٹ دی گئی ہے یا منع کیا گیا ہے۔ احناف کے نزدیک ظہار بُری اور نری جھوٹی بات ہے اور نرا ظہار تو گناہ ہے اور شرعاً ایسا امر منع ہے اور امر ممنوع عبادت کی غایت نہیں بن سکتا جبکہ کفارہ عبادت ہے اور یونہی عورت سے رجوع بھی از قسم عبادت ہے اور کفارہ کا وجوب عقوبت اور عبادت کے درمیان دائرہ ہے اور دونوں ہی کفارہ کا سبب ہیں ابن حجر کا قول ہے ان الکفارات زواجر کالتعازیر او جوابر للخلل کہ کفارہ سزا ہیں جس طرح تعزیرات یا بگاڑ کو درست کردینا تاہم واضح مفہوم یہ ہے کہ تم نصیحت پکڑو اور ظہار جیسی بری بات سے پرہیز کرو۔

(وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ) اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے

من الاعمال كالتكفير وما يوجبه من جناية الظهار

اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں جیسے کفارہ اور ظہار کی جنایت (جرمانہ) کے طور پر

جو لازم ہوتا ہے ۔ اس سے باخبر ہے اور جملہ امور کے ظاہر و باطن ان سے تمہاری مجاز و مراد کو جانتا ہے تو تم پر حدود شرع کی پاسداری لازم ہے اور تم اس میں کوئی بگاڑ پیدا نہ کرو۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ	پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار
شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ	دو مہینے کے روزے قبل اس کے
مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا	کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں
فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ	پھر جس سے روزے بھی نہ ہو
سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ	سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ
لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ	بھرنا یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس
وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ	کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ
وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ	اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے
اَلِيْمٌ ۝	لئے دردناک عذاب ۔

(فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا) پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں ۔

اى فمن لم يجد رقبة فالواجب عليه صيام شهرين متتابعين من قبل التماس ۔

یعنی جو غلام نہ پائے تو اس پر واجب ہے کہ مباشرت سے پہلے دو مہینے روزے رکھے ۔

والمراد - بمن لم يجد - من لم يملك رقبة ولا ثمنها فاضلاً عن قدر كفايته لأن قدرها مستحق الصرف فصار كالعدم ۔ اور بمن لم يجد (جو نہ پائے) سے مراد یہ ہے کہ جو غلام کا مالک نہ ہو اور نہ ہی

قیمت رکھتا ہو جو غلام کی اس کا مالک ہو کہ وہ اپنے علاوہ بقدر خود کفایت کے فاضل قیمت کا مالک ہو تو اس صورت میں غلام کی آزادی کا حکم کالعدم ہو جائیگا اور روزوں کا حکم لاگو ہو گا۔

وہ صورتیں جن میں تحریر رقبہ کا حکم لاگو نہ ہو گا۔

اوّل: غلام کا مالک ہے لیکن مریض یا عمر رسیدہ ہونیکی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تو اس پر غلام ہی کا آزاد کرنا واجب نہیں اور یہ بھی لازم نہیں کہ ادائیگی کفارہ کے لئے ضرورتوں کا سامان یا جانور فروخت کرے۔

دوم: قیمت موجود ہے لیکن غلام دستیاب نہیں ہو سکتا۔

سوئم: قیمت موجود ہے لیکن مظاہر اسی قدر مقروض بھی ہے۔

چہارم: قیمت کا مالک ہے مگر کنبہ کے اخراجات کا ضرورتمند ہے اگر انہیں چھوڑ کر غلام خرید کر آزاد کرے تو کنبہ کے اخراجات میں معذور ہو جائے گا۔

تحریر رقبہ کا حکم قدرت پر ہے خواہ جو پاس ہے وہ خدمت کا غلام ہے یا مدیون ہے یا قیمت موجود ہے اور غلام بھی مل جاتا ہے تو کفارہ صرف غلام کی آزادی سے واقع ہو گا۔ بصورت دیگر دو مہینے کے روزے رکھے اور اس صورت میں شرط ہے کہ اس مدت میں نہ ماہ رمضان ہو نہ عیدیں نہ ایام تشریق ہوں اگر ان ایام کے علاوہ کسی ماہ کی پہلی تاریخ سے روزے شروع کیے تو دوسرے مہینہ کے ختم پر کفارہ ادا ہو گیا اگرچہ دو مہینے انتیس ۲۹ دن کے ہوں اور اگر پہلی تاریخ سے روزے نہ رکھے تو ساٹھ پورے رکھنے ہوں گے اگر روزوں کے دوران غلام آزاد کرنے پر قدرت ہو گئی تو روزوں سے کفارہ ادا نہ ہو گا۔ خواہ ساٹھواں روزہ ہی کیوں نہو۔

اگر روزوں کے درمیان مباشرت کر لی خواہ بھول کر ہی تو نئے سرے سے روزے رکھے کیونکہ یہ مشروط ہے کہ دو مہینوں کے روزے رکھے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور یونہی روزوں کے دوران دواعی جماع یعنی بوس و کنار وغیرہ بھی حرام ہے۔ جب روزے پورے ہو جائیں تو کفارہ ادا ہو گیا اور عورت حسب

سابق حلال ہوگئی ۔

(فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا) پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا ۔

اي صيام شهرين متتابعين وذلك بان لم يستطع اهل الصيام او بان لم يستطع تتابعه بسبب من الاسباب كبرا ومرض لا يرجي زواله كما قيده بذلك ابن الهمام

یعنی جو دو مہینے کے مسلسل روزے نہ رکھ سکے اور وہ یوں ہے کہ سرے سے روزہ ہی نہ رکھ سکتا ہو یا دو مہینے متواتر (پے درپے) بوجہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو جیسے بڑھاپا یا بیماری جس سے شفا کی امید نہ ہو وغیرہ اور علامہ ابن الھمام نے انہی شرائط کی قید ذکر کی ہے حنابلہ کے نزدیک مغلوب الشہوت اور حریص علی المباشرت کے لئے بھی کفارہ صیام کی حاجت نہیں اور یونہی روزوں کیوجہ سے شدید کمزوری لاحق ہونے یا مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو کر وہ حصول معاش کے ذرائع کے قابل نہ رہے تو بھی روزوں سے ادائیگی کفارہ لازم نہیں اور مالکیہ اور شوافع بھی ان باتوں سے متفق ہیں، ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور اس میں اختیار ہے کہ ایک دم ساٹھ مسکینوں کو یا متفرق طور پر کھلائے لیکن یہ ضروری ہے خواہ ایک دم کھلائے یا متفرق مگر مساکین وہی ہوں بصورت دگر کفارہ ادا نہ ہوگا ۔

اس کے علاوہ یہ بھی شرط ہے کہ اس دوران روزے رکھنے پر قادر نہ ہو اگر ایک وقت میں ساٹھ کو کھلایا اور دوسرے وقت میں ان کے سوا دوسرے ساٹھ مسکینوں کو کھلایا تو کفارہ ادا نہ ہوا بلکہ اب ضروری ہے کہ پہلوں یا پچھلوں کو پھر ایک وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلائے ۔

جن مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے ان میں کوئی نابالغ غیر مراہق نہ ہو اور اگر ہر مسکین کو کھانے کا مالک کر دیا تو کافی ہے ۔

یعنی کفارہ ادا ہوگیا ہر مسکین کے لئے کھانا یا اس کی قیمت بقدر صدقہ فطر یعنی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو یا کھجوریں اور ایک وقت کھلایا اور دوسرے وقت کی قیمت کا مالک کردیا یہ بھی درست ہے تاہم ساٹھ کی تعداد پوری رکھے۔

پیٹ بھر کر کھلانا شرط ہے اور گیہوں اور جو کی روٹی ہو تو سالن بھی لازمی ہے قربت سے قبل ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا لازم ہے اگر پہلے یا دوران وطی کرلی تو حرام ہے تاہم جو کھلا چکا وہ باطل نہ ہوا اور نئے سرے سے کفارہ لازم نہ ہوگا البتہ توبہ ضروری ہے۔

نصف صاع کا وزن ایک سو پچہتر روپے آٹھ آنے کے وزن کے موافق ہے یعنی ۱۷۵½ تولے تقریباً سوا دو سیر بنتا ہے

(ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ) یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو۔

(ذلك) اشارة الى ما مر من البيان والتعليم
یہ اشارہ ہے اس کی طرف جو گزرا بیان اور تعلیم کیلئے۔
او فعلنا ذلك یا ہم نے ایسا حکم ارشاد فرمایا۔
(لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ) وتعملوا لبشرائعه التى شرعها لكم وترفضلوا ما كنتم عليه فى جاهليتكم
اور تم احکام شرع کے مطابق عمل کرو جو تمہارے لئے شریعت نے متعین فرمائے اور تم جاہلیت کے جن طور طریقوں پر تھے انہیں ترک کرو یعنی خدا اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو۔

(وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ) اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔
التى لا يجوز تعديها فالزموها وقفوا عندها
جن سے تجاوز کرنا جائز نہیں تو لازم ہے کہ ان کے قریب ٹھہریں (رک جائیں)
حدود کو پھلانگنا اور ان کی رعایت نہ کرنا جائز نہیں (حرام ہے)۔

(وَلِلْكٰفِرِيْنَ) اور کافروں کے لئے ای الذین یتعدونہا ولا یعملون بہا یعنی وہ لوگ جو ان (حدود) کو پھلانگتے (توڑتے) ہیں اور ان کے مطابق عمل نہیں کرتے۔

(عَذَابٌ اَلِيْمٌ) دردناک عذاب علی کفرہم یعنی ان کے کفر یا زیادتی کیوجہ سے اور حدود توڑنے والے پر کافر کا اطلاق انتہائی شدت وناراضگی کے اور ڈانٹ کے طور پر ہے اور اس کی نظیر اللہ کریم کا قول "ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین" ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ	بے شک وہ مخالفت کرتے ہیں
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا	اللہ اور اس کے رسول کی
كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ	ذلیل کئے گئے جیسے ان سے اگلوں
مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ	کو ذلت دی گئی اور بے شک ہم
اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ؕ وَ	نے روشن آیتیں اتاریں اور کافروں
لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ	کے لئے خواری کا عذاب
مُّهِيْنٌ ۚ	ہے

(اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) بے شک وہ مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔

ای یعادونہما ویشاقونہما یعنی اللہ اور اس کے رسول دونوں سے عداوت رکھتے ہیں اور برسر مخالفت رہتے ہیں بیضاوی کا قول ہے۔

او یضعون او یختارون حدودا غیر حدود اللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یعنی اللہ اور اس کے رسول کی قائم کردہ حدود کو چھوڑ کر دوسری حدیں بنا لیتے ہیں یا اختیار کر لیتے ہیں شیخ الاسلام سعد اللہ حلبی کا قول ہے آیت کے اس ٹکڑے میں بادشاہوں اور بڑے حاکموں کے لئے بہت بڑی دھمکی ہے جو حدود

شرع سے متجاوز امور قائم کر لیتے ہیں اور اس کا نام اصول معاملات اور قانون رکھتے ہیں۔

(کُبِتُوْا) ذلیل کیے گئے، راغب نے اس کی تفسیر میں کہا ہے بالردلعنف وتذلیل سختی اور رسوائی کے ساتھ لوٹانا، سُدی کا قول ہے

(لعنُوْا) پھٹکار ڈالے گئے۔

ابو عبیدہ کا قول ہے کہ لفظ اصل میں کبدوا ہے۔ ای اصابہم داء فی اکبادھم یعنی ان کے جگروں میں انہیں بیماری پہنچی،

قرار کا قول ہے "او ردوا مخذولین" یا رسوا کرکے پلٹائے گئے

اخفش اور ابن زید کا قول ہے او اھلکوا یا ہلاک وبرباد کئے گئے۔

قتادہ کا قول ہے۔ او عیظو یا نشانۂ غضب بنے رناراضگی سے ہلاک کیئے گئے

باہم واضح مفہوم یہ ہے۔

ای اخزوا، ذلیل ورسوا کیے گئے۔

(کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ) جیسے ان سے اگلوں کو ذلت دی گئی۔

من کفار الامم الماضیة المحادین للّٰہ عزوجل ورسولہ علیہم الصلوٰۃ والسلام

یعنی خدا اور اس کے رسولوں کے برسر مخالفت رہنے والے گزشتہ امتوں کے کفار کیطرح۔

(وَقَدْ اَنْزَلْنَا اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ ط) اور بے شک ہم نے روشن آیتیں اتاریں۔ ایات تدل علی صدق الرسول وصحة ماجاء به

یعنی آیتیں جو رسول کی سچائی اور جس کے ساتھ وہ آیا ہے اس کی حقانیت پر دلالت کرنیوالی ہیں یا واؤ سے حال ہے یعنی اللہ اور اس کے رسولوں سے برسر

رہنے والے رسوا ہوئے اور حال یہ ہے کہ ہم نے واضح آیات نازل کی ہیں جن میں ان سے پہلے گزشتہ امتوں کے کفار بھی اسی طرح مخالفت کرتے رہے اور اس میں ہم نے ان کے ساتھ وہی کیا جو انہیں معلوم ہے۔

(وَلِلْكٰفِرِيْنَ) اور کافروں کے لئے

ای تیلک الآیات یعنی ان آیات کا انکار کرنیوالوں کے لیے

او بکل ما یجب الایمان بہٖ

یا ہر شے جو ایمان کے ساتھ واجب ہوتی ہے اس کا انکار کرنیوالوں کے لیے

(عَذَابٌ مُّهِيْنٌ) خواری کا عذاب

یذھب بعزھم و کبرھم ایسا عذاب جو انہیں بے عزت کر دے گا اور ان کے غرور و گھمنڈ کو مٹا دیگا

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا	جس دن اللہ سب کو اٹھائے
فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا	گا پھر انہیں ان کے لئے ہوئے
اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ	سب جتا دیگا اللہ نے انہیں گن
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	رکھا ہے اور وہ اسے بھول گئے
شَهِيْدٌ ع	اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

(يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا) جس دن اللہ سب کو اٹھائے گا۔

کفارہ کے جواب میں فرمایا کیونکہ وہ کہتے تھے۔

متی یکون عذاب ھؤلاء یہ عذاب کب کیونکر اور کیسے ہوگا کہ ایسا روز قیامت ہوگا۔ معنی یہ ہے۔

یبعثھم اللہ تعالیٰ کلھم بحیث لا یبقی منھم اُحد غیر مبعوث اللہ تعالیٰ

سب کو اٹھائے گا یہاں تک کسی ایک کو باقی نہ چھوڑے گا کہ وہ زندہ نہ اٹھایا جائے۔

(فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا) پھر انہیں ان کے کیے ہوئے سب جتا دے گا۔

على رؤس الاشهاد تخجيلا لهم وتشهيرا بحالهم وزيادة فى خزيهم ونكالهم

لوگوں کے سامنے برسرعام ان کو شرمسار کرنے ان کے احوال سے باخبر کرنے ان کی ذلت و رسوائی میں زیادتی اور ان کو عذاب کرنے کے لیے انہیں ان کے اعمال کو جتا دے گا۔

(اَحْصٰهُ اللّٰهُ) اللہ نے انہیں گن رکھا ہے۔

احصاه الله تعالىٰ عددا ولهم يفته

اللہ نے ان کے ہر عمل کو گن رکھا ہے اور کوئی بات اس کے علم سے باہر نہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کو ان کے تمام کرتوت معلوم ہیں اور اس نے انہیں گن گن کر محفوظ رکھا ہوا ہے تاکہ اس ریکارڈ (نوشتہ) کا انکار نہ کر سکیں اور یہ نوشتہ ایسا ہے کہ کوئی بات ایسی نہیں جو اس میں درج نہیں اور کفار جب اس نوشتہ کو دیکھیں گے تو وہ ان کی زندگیوں اور ان کے جملہ کرتوتوں کی ہو بہو تصویر ہو گی جس سے انکار ممکن نہ ہو گا۔

(وَنَسُوْهُ) اور وہ بھول گئے، مراد وہ اعمال و کرتوت ہیں جو حیاتِ دنیوی میں کرتے رہے اور انہیں بھول گئے تھے۔

یعنی کفار جو سرکشی اور بے ہودگی کرتے رہے رسولوں کو جھٹلاتے رہے گناہوں اور بے باکیوں میں مشغول رہے وہ سب اعمال و کرتوت بھول گئے ہوں گے اور یہ بھولنا یا تو سرکشی کی وجہ سے تھا یا انہیں معمولی سمجھتے تھے اور انہیں یہ خیال گمراہ کرتا تھا کہ مرنے کے بعد تو زندگی نہیں لہذا کوئی پرسش نہ ہو گی لہذا دل کھول کر بے باکیاں کرو اب جب روز قیامت سب کچا چٹھا سامنے آ جائے گا اور بھولی بسری باتیں سامنے الم نشرح ہوں گی تو یہ امر مزید رسوائی کا باعث ہو گا اور سارا گھمنڈ نکل جائے گا۔

(وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ) اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

لا یغیب عنه امر من الامور اصلاً

یعنی اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی بات اور کچھ بھی پوشیدہ نہیں وہ تمام امور سے آگاہ اور ہر شے اس کے سامنے ہے اور اس کا علم ہر شے کو بالکلیہ محیط ہے

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ مجادلہ پ ۲۸

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے وہ جہاں کہیں ہوں پھر انہیں قیامت کے دن بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰی ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَیَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَیَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں بری مشورت سے منع کیا گیا تھا پھر وہی کرتے ہیں جس کی ممانعت ہوئی تھی اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے تمہیں مجرا کرتے ہیں جو لفظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں ہمیں اللہ عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر انہیں جہنم بس ہے اس میں دھنسیں گے تو کیا ہی برا انجام ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

اے ایمان والو تم جب آپس میں مشورت کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کی مشورت نہ کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کی مشورت کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے وہ مشورت تو شیطان ہی کی طرف سے ہے اس لیے کہ ایمان والوں کو رنج دے اور وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا بے حکم خدا کے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ تعالےٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لیے بہتر اور بہت ستھرا ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقے دو۔ پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ مجادلہ پ ۲۸

اَ۔کیا	لم۔نہ	تر۔دیکھا تو نے کہ	ان۔بیشک
اللہ۔اللہ	یعلم۔جانتا ہے	ما۔جو	فی۔بیچ
السموات۔آسمانوں کے ہے	و۔اور	ما۔جو	فی۔بیچ
الارض۔زمین کے ہے	ما۔نہیں	یکون۔ہوتی	من۔کوئی
نجوی۔سرگوشی	ثلثۃ۔تین کی	الا۔مگر	ھو۔وہ ہوتا ہے
رابعھم۔ان میں چوتھا	و۔اور	لا۔نہ	خمسۃ۔پانچ کی
الا۔مگر	ھو۔وہ ہوتا ہے	سادسھم۔ان میں چھٹا	و۔اور
لا۔نہ	ادنیٰ۔کم	من ذلک۔اس سے	و۔اور
لا۔نہ	اکثر۔زیادہ	الا۔مگر	ھو۔وہ ہے
معھم۔انکے ساتھ	این۔جہاں بھی	ما۔وہ	کانوا۔ہوں
ثم۔پھر	ینبئھم۔خبر دے گا ان کو		بما۔جو
عملوا۔انہوں نے عمل کیے	یوم۔دن	القیمۃ۔قیامت کے	ان۔بیشک
اللہ۔اللہ	بکل۔ہر	شیء۔چیز کو	علیم۔جانتا ہے
ا۔کیا	لم۔نہ	تر۔دیکھا تو نے	الی۔طرف
الذین۔ان کی جو	نھوا۔منع کیے گئے	عن النجوی۔سرگوشی سے	ثم۔پھر
یعودون۔وہی کرتے ہیں	لما۔جس سے	نھوا۔روکے گئے	عنہ۔تھے
و۔اور	یتنٰجون۔سرگوشی کرتے ہیں	بالاثم۔گناہ	و۔اور
العدوان۔زیادتی کی	و۔اور	معصیۃ۔نافرمانی	الرسول۔رسول کی
و۔اور	اذا۔جب	جاءو۔آتے ہیں	ک۔تیرے پاس
حیوک۔سلام کہتے ہیں	ک۔آپ کو	بما۔جس طرح کہ	لم۔نہیں
یحیک۔سلام کہا	بہ۔آپ کو	اللہ۔اللہ نے	و۔اور

یقولون۔ کہتے ہیں	فی۔ بیچ	انفسہم۔ اپنے دلوں کے	لو۔ کیوں
لا۔ نہیں	یعذبنا۔ سزا دیتا ہم کو	اللہ۔ اللہ	بما۔ اسکی جو
نقول۔ کہتے ہیں ہم	حسبہم۔ کافی ہے ان کو	جہنم۔ جہنم	یصلونہا۔ داخل ہونگے اس میں
فبئس۔ تو کیسا برا ہے	المصیر۔ ٹھکانہ	یایہا۔ اے	الذین۔ وہ لوگو جو
امنوا۔ ایمان لائے ہو	اذا۔ جب	تناجیتم۔ تم سرگوشی کرو	فلا۔ تو نہ
تتناجوا۔ سرگوشی کرو	بالاثم۔ گناہ	و۔ اور	العدوان۔ زیادتی
و۔ اور	معصیت۔ نافرمانی	الرسول۔ رسول کی	و۔ اور
تناجوا۔ مشورے کرو	بالبر۔ نیکی	و۔ اور	التقوی۔ پرہیزگاری کے
و۔ اور	اتقوا۔ ڈرو	اللہ۔ اللہ سے	الذی۔ وہ اللہ کہ
الیہ۔ اسکی طرف	تحشرون۔ اٹھائے جاؤگے	انما۔ اسکے سوا نہیں کہ	النجوی۔ سرگوشی
من الشیطان۔ شیطان سے ہے		لیحزن۔ تاکہ رنج دے	الذین۔ انکو
امنوا۔ جو مومن ہیں	و۔ اور	لیس۔ نہیں	بضار۔ تکلیف دینے والا
ہم۔ ان کو	شیئا۔ کچھ بھی	الا۔ مگر	باذن۔ حکم
اللہ۔ الٰہی سے	و۔ اور	علی۔ اوپر	اللہ۔ اللہ ہی کے
فلیتوکل۔ بھروسہ کریں	المؤمنون۔ ایمان والے	یایہا۔ اے	الذین۔ لوگو
امنوا۔ جو مومن ہو	اذا۔ جب	قیل۔ کہا جائے	لکم۔ تم سے
تفسحوا۔ فراخی کرو	فی۔ بیچ	المجلس۔ مجلسوں کے	فافسحوا۔ تو فراخی کرو
یفسح۔ فراخی کریگا	اللہ۔ اللہ	لکم۔ تمہارے لیے	و۔ اور
اذا۔ جب	قیل۔ کہا جائے	انشزوا۔ اٹھ جاؤ	فانشزوا۔ تو اٹھ جاؤ
یرفع۔ بلند کریگا	اللہ۔ اللہ	الذین۔ ان کو جو	امنوا۔ مومن ہیں
منکم۔ تم ہی سے	و۔ اور	الذین۔ ان کو جو	اوتوا۔ دیے گئے
العلم۔ علم	درجت۔ درجوں ہیں	و۔ اور	اللہ۔ اللہ
بما۔ اس سے جو	تعملون۔ تم کرتے ہو	خبیر۔ خبردار ہے	یایہا۔ اے
الذین۔ وہ جو	امنوا۔ مومن ہو	اذا۔ جب	ناجیتم۔ سرگوشی کرو

الرسول-رسول سے	فقدموا-تو پہلے کرو	بین-اپنی	یدی سرگوشی
نجوٰىكم سے پہلے	صدقة-کچھ صدقہ	ذلك-یہ	خیر-بہتر ہے
لکم تمہارے لیے	و-اور	اطهر-بہت پاکیزہ	فان-پھر اگر
لم-نہ	تجدوا-پاؤ	فان-تو بیشک	الله-اللہ
غفور-بخشنے والا	رحیم-مہربان ہے	ء-کیا	اشفقتم-تم ڈر گئے
ان-یہ کہ	تقدموا-آگے بھیجو	بین-پہلے	یدی-اپنے
نجوٰىكم-مشورے کے	صدقت-صدقے	فاذ-تو جب	لم-نہ
تفعلوا-کیا تم نے	و-اور	تاب-رجوع فرمایا	الله-اللہ نے
علیکم-تم پر	فاقیموا-تو قائم رکھو	الصلوة-نماز	و-اور
اتوا-دو	الزکوة-زکوٰة	و-اور	اطیعوا-اطاعت کرو
الله-اللہ کی	و-اور	رسوله-اسکے رسول کی	و-اور
الله-اللہ	خبیر-خبردار ہے	بما-اس سے	تعلون-جو کرتے ہو

مختصر تفسیر اردو سورة مجادلہ رکوع دوم پ ۲۸

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ
مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ إِلَّا
هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ
إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ
لَا أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ
وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ

اے سننے والے کیا تونے دیکھا
کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں
ہے اور جو کچھ زمین میں جہاں کہیں
تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا
وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا
وہ اور نہ اس سے کم اور نہ اس
سے زیادہ کی مگر یہ کہ وہ ان
کے ساتھ ہے جہاں کہیں ہوں

مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

پھر انہیں قیامت کے دن جتا دیگا گا جو کچھ انہوں نے کیا بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے ۔

(اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ)
اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے اور جو کچھ زمین میں ۔

ای الم تعلم انہ عزوجل یعلم ما فی فیہا من الموجودات سواء کان ذلک بالاستقرار فیہا او بالجزئیۃ منہا ۔

یعنی کیا تمہیں معلوم نہیں بے شک اللہ عزوجل ان دونوں (آسمانوں اور زمین) میں جو کچھ موجود ہے یا اس کے علاوہ ہے کلی طور پر ہو یا جزوی طور بالاستقرار ہر شے سے واقف ہے ۔

(مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ

جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے ۔
نجویٰ مصدر ہے بمعنی التناجی وھو المسارۃ ماخوذۃ من النجوۃ
اور وہ خفیہ بات ہے جو سرگوشی سے ہوتی ہے یا اس کے معنی خاص راز کے بھید کے ہیں
اگر تین شخص کسی جگہ باہم سرگوشی کریں تو چوتھا اللہ ہوتا ہے یعنی اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کی معیت و قربت بے کیف ہوتی ہے اور اللہ ان کے بھید، خفیہ بات، راز، سرگوشی کا بالکلیہ جانتا ہے ۔

(وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ) اور پانچ کی تو چھٹا وہ

یعنی یونہی اگر پانچ شخص سرگوشی کریں تو ان کے پاس چھٹا اللہ تعالی ہے اور انہیں دیکھتا اور ان کے بھیدوں کو خوب جانتا ہے تین اور پانچ عدد کا خصوصیت کے ساتھ ذکر یا تو کسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے یا اس وجہ سے ہے کہ دونوں عدد طاق ہیں

اور اللہ طاق ہے اور طاق عدد ہی کو پسند کرتا ہے ایک قول ہے کہ منافق آپس میں اسی طرح سرگوشیاں کرتے تھے جس کا اس آیت میں اشارہ ہے یا اطلاع ہے۔ ایک قول ہے کہ مشورت کے لئے یہی عدد کم سے کم ہو سکتا ہے یا بصورت اختلاف اسی قدر ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی جیسا کہ اگلے ٹکڑے میں ہے امر خلافت کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مجلس مشاورت قائم فرمائی تھی وہ یہ چھ رکنی تھی۔

(وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ) اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی۔

یعنی تین سے کم اور پانچ سے زیادہ کی صورت ہو تو جب بھی اللہ کو خوب معلوم ہے۔ یعنی سرگوشی دو کی ہو یا تین پانچ سے زائد لوگوں کی اللہ کو ہر حال میں علم ہے۔

(اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا) مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں ہوں۔ يَعْلَمُ مَا يجرى بينهم جانتا ہے جو ان کے درمیان روئیداد ہوئی (بات ہوئی) خواہ کسی بھی جگہ ہو اگرچہ زمین کے اندر ہو تو بھی اللہ کو خبر ہے کیونکہ وہ علم و قدرت والا ہے اور اپنے علم و قدرت سے بالکلیہ جانتا ہے اور باخبر ہے اور حق تعالیٰ کی معیت و قرب بے کیف ہے اور بندوں کی عقول، فہم ادراک سے ماوریٰ ہے اور اس کا بیان ممکن نہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

(ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ) پھر انہیں قیامت کے دن بتا دے گا جو کچھ انہوں نے کیا۔

تفضيحا لهم واظهارا لما يوجب عذابهم

انہیں قیامت کے روز رسوا کرنے کے لئے اور ظاہر کرنے کے لئے کہ کس وجہ سے عذاب دیئے جا رہے ہیں یعنی ان کے وہ سب کرتوت علی الاعلان جتلائے جائیں گے جو انہیں مستحق عذاب گردانیں گے۔

(اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ) بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

یعنی اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے وہ خفی جلی سب امور کا جاننے والا ہے یہاں تک کہ سینوں کی دھڑکنوں دل میں پیدا ہونیوالے وساوس و خطرات کو بھی جانتا ہے اس

کا علم لامتناہی ہے اور مخلوقات کے جملہ امور کو بالکلیہ محیط ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں بری مشورت سے منع فرمایا گیا تھا پھر وہی کرتے ہیں جسکی ممانعت ہوئی تھی اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے تمہیں مجرا کرتے ہیں جو لفظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں ہمیں اللہ عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر انہیں جہنم بس ہے اس میں دھنسیں گے تو کیا ہی برا انجام ہے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عنه

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں بری مشورت سے منع فرمایا گیا تھا پھر وہی کرتے ہیں جس کی ممانعت ہوئی تھی۔

مجاہد کا قول ہے کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی اور ابن سائب کا قول ہے کہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور ہمزہ (استفہام) منافقین کے حال پر بطور تعجب کے ہے اور مضارع کا صیغہ دلالت کرتا ہے کہ منافقین کی حرکات کا تکرار تخالف یا عود کی صورت واضح ہو جائے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے " نزلت فی الیھود والمنافقین کانوا یتناجون دون المومنین وینظرون الیھم ویتغامزون باعینھم علیھم یوھمونھم عن اقاربھم انھم اصابھم شر فلا یزالون کذلک حتی تقدم اقاربھم

فلما کثر ذلک منھم شکا المومنون الی الرسول صلے اللہ علیہ والہ وسلم فنھاھم ان یتناجون دون المومنین فعادو الی مثل فعلھم،

یہ آیت یہود اور منافقین کے بارے میں اتری وہ مسلمانوں کے سامنے آپس میں سرگوشیاں کرتے اور مسلمانوں کیطرف دیکھتے اور اپنی آنکھوں سے ان پر اشارہ کرتے تاکہ انہیں ان کے عزیزوں کے بارے میں رنج و وہم گزرے (جو جہاد وغیرہ میں معروف ہوتے کہ انہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے پس وہ اسی چال پر چلتے رہتے جب تک کہ مومنین کے اعزا جہاد میں مصروف رہتے جب ان منافقین کی طرف سے ان حرکات کی کثرت ہوئی تو اہل ایمان نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شکایت عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں (منافقین وغیرہ) کو اس سے منع فرمایا کہ وہ مومنوں کے سامنے ایسی سرگوشیوں سے باز رہیں لیکن وہ باز نہ آئے اور یہی حرکت کرتے رہے

(وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ)

اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں۔

گناہ اور حد سے بڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی مشورت کرتے تھے جو فی نفسہ گناہ ہے یا مسلمانوں کو تکلیف و آزار پہنچانے کے لئے فریب کاری کرتے اور ایک دوسرے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت اور حکم عدولی پر اکساتے تھے اور باوجود ممانعت کے اپنی بات پر ڈٹے رہتے ہیں اور کبھی نافرمانی کا مشورہ دیتے۔

وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ

اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے تمہیں مجرا کرتے ہیں جو لفظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے۔

احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں جید اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی بوقت ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا کرتے تھے "اَلسَّامُ عَلَیْكَ" تم پر موت ہو اور اس سے ان کی مراد برائی چاہنا تھا اور بجائے سلام کے بددعا دیتے تھے، بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ یہود کا ایک گروہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا کہ "اَلسَّامُ عَلَیْكَ یا ابا القاسم اے ابوالقاسم آپ پر موت ہو آپ نے جواب میں فرمایا وعلیکم اور تم پر بھی حضرت عائشہ نے (یہ سن کر) فرمایا تمہیں موت پڑے اور اللہ کا غضب اور لعنت تم پر ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تو زیادتی کرنے والی نہ ہو اللہ فحش گوئی کو پسند نہیں فرماتا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ آپؐ نے نہیں سنا کہ وہ کیا کہتے ہیں آپؐ نے فرمایا تو کیا تم نے نہیں سنا جو میں نے کہا یعنی وعلیکم اور تم پر بھی تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی بیضاوی کا قول ہے کہ یہود زمانہ جاہلیت کا تحیہ انعم صباحا کہتے تھے اور السلام علیکم نہیں کہتے تھے تاہم اس قول پر کوئی اثر مؤکد نہیں جبکہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ جب یہود تمہیں سلام کریں۔ فقولوا وعلیکم تو تم اسی قدر کہو کہ تم پر بھی یعنی جواب میں سلام کا لفظ نہ کہو۔

تو بات واضح ہے کہ یہود زیادتی کرتے تھے اور آپ خود نہ تو زیادتی پسند فرماتے تھے اور نہ آپؐ نے اس کی اجازت دی بلکہ یہود کی بات انہیں پر لوٹا دی کیونکہ جب تک زیادتی کرنے والے کو برابر جواب نہ دیا جائے جس پر زیادتی ہو اس کی طرف سے اللہ کے فرشتے جواب دیتے ہیں۔

تو وعلیکم میں حکمت یہ تھی کہ ان پر ملائکہ کی طرف سے موت کی بددعا ہو چہ جائے کہ ہم ایسا کہیں اور دوسرے یہ کہ ان کی بددعا مردود ہے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہنا ٹلنے کا نہیں ہے۔

(وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ) اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں

ای فیما بینھم یعنی آپس میں ایسا کہتے تھے یا دلوں میں یوں کہتے۔
(لولا یعذبنا اللہ بما نقول) اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر یہ یہود و منافقین کے دل کی بات ہے جو وہ کہتے تھے مراد اس سے یہ تھی۔

ای ھلا یعذبنا اللہ تعالیٰ بسبب ذلک لو کان محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نبیًا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے نبی ہوتے تو ہماری ان گستاخیوں کے باعث اللہ ہمیں عذاب میں کیوں نہیں مبتلا کرتا یعنی تحیہ کی جگہ جو بددعا کرتے ہیں اس پر گرفت کیوں نہیں ہوتی۔

حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○

انہیں جہنم بس ہے اس میں دھنیں گے تو کیا ہی برا انجام ہے

یہود و منافقین کے دلوں کے اندر جو روگ اور گھمنڈ تھا اس کے جواب میں ارشاد باری ہے کہ تمہارے لئے عذاب ہے یعنی بالضرور ہوگا اور تم بالیقین اس عذاب میں داخل ہونگے۔ اور جہنم کی گرمی تمہاری ہڈیوں سے گوشت اور اندر کا گودا نکال دے گی اور یہ سبب ہوگا اس بدکلامی و بے ہودگی کا جو تم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کرتے ہو تو جہنم تمہارا ٹھکانہ اور عذاب نار تمہارا مقدر ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○

اے ایمان والو، تم جب آپس میں مشورت کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کی مشورت نہ کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کی مشورت کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

(يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ) اے ایمان والو تم جب آپس میں مشورت

فی انہ یتکرو فی خلواتکم

اس وقت جب تم کسی ضرورت سے سرگوشی کرو اور اس وقت جب تم خلوت میں ہو

فالخطاب للخاص تعریفا بالمنافقین وجوز جعلہ لھم وسموا

مومنین باعتبار ظاہر احوالھم

ایمان والوں سے خطاب بطور خاص ہے اور منافقین پر تعریض ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ منافقین کے لئے ہی ہو اور ان کے ظاہری احوال کے پیش نظر انہیں مومنین سے موسوم کرکے خطاب فرمایا گیا ہو کیونکہ وہ ظاہراً تو ایمان کے مقر تھے اور اس کا دعویٰ کرتے تھے اگرچہ باطن میں کافر تھے۔

(فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى) پس تم گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی مشورت نہ کرو

کما یفعلہ المنافقون

یعنی تمہاری جس طرح منافقین یا یہودی سرگوشیاں کرتے ہیں یا جس طرح ان کا چلن ہے اس طریق سے پرہیز کرو

(وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى) اور نیکی اور پرہیزگاری کی مشورت کرو

بما یتضمن خیر المومنین والاتقاء عن معصیۃ الرسول

صلی اللہ علیہ والہ وسلم

یعنی تمہاری مشورت ایسی ہو جو مومنوں کی بھلائی کی ضامن ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی سے بچنے پر مبنی ہے

(وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ) اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے

فیما تاتون وما تذرون

یعنی اس میں جو تم کرتے ہو اور جو تم چھوڑ دیتے ہو اللہ سے ڈرتے رہو کہ وہ ہر عمل عمل کے کرنے اور اس کے چھوڑنے پر ضرور بدلہ دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے جملہ امور سے آگاہ ہے اور تمہیں اس کی طرف لوٹنا ہے اور وہ تمہیں تمہارے عمل کے موافق جزا دے گا۔

اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ	وہ مشورت تو شیطان ہی کی
لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ	طرف سے ہے اس لئے کہ
لَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْئًا	ایمان والوں کو رنج دے اور
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ	وہ ان سے کچھ نہیں بگاڑ سکتا
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ	بے حکم خدا کے اور مسلمانوں کو
الْمُؤْمِنُوْنَ ۝	اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے

(اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ) وہ مشورت تو شیطان ہی کی طرف سے ہے۔

المعهودة التي هي

التناجي بالاثم والعدوان والمعصية

النجوی سے مراد وہ مشورت یا سرگوشی ہے جو گناہ اور سرکشی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی پر مبنی ہو۔

لا من غيرة باعتبار انه هو المزين لها والحامل عليها

وہ مشورت شیطان ہی کی طرف سے ہے اور اس کے غیر کی طرف سے نہیں اس لیے کہ شیطان ہی اس کو ان نظروں میں لبھانے والا ہے اور اس پر آمادہ کرنیوالا اور ابھارنے والا ہے رہی اہل ایمان کی مشورت تو وہ منع نہیں جبکہ خیر پہ مبنی ہوا ور حدیث میں ہے تین آدمی ہوں تو ایک کو چھوڑ کر دو باہم مشورت و سرگوشی نہ کریں کہ تیسرے کو دکھ ہوگا اور اگر تیسرا اجازت دے تو درست ہے۔

وَلِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تاکہ ایمان والوں کو رنج دے
ای انما هی لیحزن المومنین تبوھمھم انھا فی نکبۃ اصابتھم

یعنی شیطان کی مشورت تو بس یہی ہے کہ اہل ایمان کو حزن و ملال ہو اس گمان کے تحت کہ انہیں کوئی تکلیف یا مصیبت پہنچنے والی ہے۔

(وَلَیْسَ بِضَآرِّھِمْ شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ) اور وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا بے حکم خدا کے۔

ای لیس الشیطان او التناجی بضار المومنین لیعنی

یعنی نہ ہی سرگوشیاں اہل ایمان کو کوئی ضرر پہنچا سکتی ہیں سوائے اس کے ارادہ الٰہی یوں ہو اور حق تعالیٰ یوں چاہے۔

اس ارشاد سے اہل ایمان کی تشفی اور ان کے حزن و ملال کا مداوا ہے۔

(وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ) اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے

ولا یبالوا بنجواھم

اور اہل ایمان کو منافقین و یہود کی مشورت و سرگوشیوں کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیے اور اللہ ہی کی ذات پر بھروسا کرنا چاہیے جس کی ذات پاک ہر شر سے محفوظ کرنیوالی ہے اور اس کی مشیت و ارادے کے بغیر کوئی شے ضرر نہیں پہنچا سکتی اور جو اس پر کامل یقین و اعتماد کرتے ہیں ان کو کبھی بھی خسارہ نہیں ہوتا اسی کا پاک نام حفظ و ایمان کا ضامن ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا	اے ایمان والو جب تم سے کہا
اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا	جائے مجلسوں میں جگہ دے تو
فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا	جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دیگا اور
یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ	جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو
وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا	تو اٹھ کھڑے

فَانْشُزُوْا	ہو
يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اللہ تمہارے ایمان والوں کے
مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا	اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے
الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط وَاللّٰهُ	بلند فرمائے گا ۔ اور اللہ کو تمہارے
بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝	کاموں کی خبر ہے

(یاایھا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو

اس آیت مبارکہ کا نزول یہ ہے کہ جمعہ کے روز سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفہ میں جلوہ گر تھے اور جگہ کشادہ نہ تھی ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب بدر کی تکریم فرماتے تھے تو اہل ایمان سے چند لوگ جن میں ثابت بن قیس بن شماس بھی تھے حاضر خدمت ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بڑھ کر ارد گرد کھڑے ہو گئے اور بارگاہ عالیہ میں سلام عرض کیا آپ اور لوگوں نے انہیں سلام کا جواب دیا تو وہ لوگ منتظر رہے کہ ان کے لئے مجلس میں جگہ کی جائے مگر کسی نے جگہ نہ دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاق گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نزدیک بیٹھنے والوں کو اٹھا کر ان کے لیے جگہ کی اٹھنے والوں کو گراں گزرا اس پر یہ حکم نازل ہوا ۔

یہ روایت ابن ابی حاتم نے مقاتل بن حیان سے تخریج کی ہے اس کے لئے چند مزید اقوال بھی ہیں جو یہ ہیں ۔

۱۔ جب اہل بدر کے لئے مجلس میں جگہ کی گئی اور بعض اصحاب کو اٹھنا پڑا جو انہیں ناگوار خاطر تھا تو منافقوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرما کر انصاف نہیں کیا تو یہ حکم نازل ہوا ۔

۲۔ حسن اور زید بن ابی حبیب کا قول ہے کہ یہ حکم میدان قتال میں ان مجاہدین کے

کے لئے نازل ہوا جو شہادت کیلئے بڑے حریص تھے اور میدان کارزار میں نئے آنیوالوں کے لئے اپنی صفوں میں جگہ نہیں دیتے تھے۔

۲۔ صحابہ کرام مجلس نبوی کے مشتاق اور کلام نبوی کے سننے پر بہت حریص تھے اور دوسروں کے لئے جگہ دینے کے لئے اٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس پر یہ حکم نازل ہوا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جب اہل ایمان کو مجالس میں جگہ دینے کے لئے کہا جائے تو تعمیل لازم ہے۔

(فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ) تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا۔

ای فی رحمۃ او فی منازلکم فی الجنۃ او فی قبورکم او فی صدورکم او فی رزقکم

یعنی اپنی رحمت سے، یا جنت میں تمہاری منازل میں یا تمہاری قبروں میں یا تمہارے سینوں میں یا تمہارے رزق میں وسعت عطا فرمائے گا سیاق کلام سے مجلسی وسعت ہی مراد ہے کہ اگر تم گنجائش وکشائش پیدا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مجلس میں وسعت و کشادگی کر دے گا، اور یہ کہ تم تنگی نہ کرو تاہم یَفْسَحِ کی تغیر جو تفسیر اوپر گزری ہے وہ ہر وسعت کو شامل ہے جو اللہ سے مانگی جائے۔

صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یقیم الرجل الرجل من مجلسہ ولکن تفسحوا وتوسعوا

کوئی شخص تم میں سے کسی کو اُس کی نشستگاہ سے نہ اٹھائے اور ایک روایت میں مزید ہے تم یجلس فیہ پھر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے البتہ تم گنجائش پیدا کرو اور کھل جاؤ۔

کیونکہ ایسا کرنے سے اسے بھی جگہ مل جائے گی اور مجلس میں وسعت پیدا کرنا ارشاد الٰہی ہے بشرطیکہ تم بھی عملاً اس کا مظاہرہ کرو اور جو بصورت دیگر اگر کسی کو اٹھا کر بیٹھے گا تو ایک تو حکم الٰہی کا مخالف ہو گا دوسرے تنگ دلی کا مظاہرہ ہو گا تیسرے جو اٹھے

گا اس کے تاثرات اچھے نہ ہوں گے جو باعثِ فتنہ ہو سکتے ہیں اور چڑھتے جو اٹھا کر بیٹھے گا اس کا یہ عمل دوسروں پر برتری کا گمان پیدا کریگا جو اس کے اپنے حق میں مفید نہیں۔
لہذا اطاعت حکم میں ہی آسانی اور رحمت ہے ۔

(وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا)

اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوں ۔

ای انہضوا للتوسعۃ علی المقبلین

یعنی وسعت کے لئے پہلے سے آنیوالے سمٹ جائیں یا جگہ کھولدیں حسن قتادہ اور ضحاک کا قول ہے ۔

المعنی اذا دعیتم الی قتال او صلاۃ او طاعۃ فاجیبوا

اس آیت کا معنی ہے جب تم قتال (جہاد) یا نماز اطاعت کے لئے بلائے جاؤ تو تعمیل حکم کرو ایک قول ہے

اذا دعیتم الی القیام عن مجلس النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقوموا

جب تم کو مجلس نبوی سے کھڑے ہو نیکیلئے فرمایا جائے تو کھڑے ہو جاؤ۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ جب تم کسی امر خیر کے لئے بلائے جاؤ تو کھڑے ہو جاؤ اور سستی کا مظاہرہ نہ کرو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں صلاۃ وسلام کے لئے کھڑے ہونے کا جواز بھی ہے ۔
لہذا جب مجلس صلوٰۃ وسلام قائم ہو جو بلاشبہ امر خیر ہے تعظیماً کھڑا ہونا جائز مستحسن ہے

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط	اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا

(يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ)

اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان والوں کے درجے بلند فرمائے گا۔

ان تنشزوا یرفع عزوجل المومنین منکم فی الاخرۃ جزاء الامتثال ۔

یہ جواب حکم میں ہے جو پیچھے گزرا کہ اگر تم تعمیل ارشاد میں کھڑے ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ حسب طاعت آخرت میں تم میں سے اہل ایمان کے مراتب بلند فرمائے گا۔

وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط

اور ان کے جن کو علم دیا گیا (درجے بلند فرمائیگا)

یہاں علم سے مراد علوم شرعیہ ہیں اور درجات کا مفہوم یہ ہے۔

ای کثیرۃ جلیلۃ کما یشعر بہ المقام کہ جس طرح قدر و منزلت کا مقتضا ہو گا۔

بہت زیادہ بزرگی و عظمت عطا ہوگی اور عطف (و - الذین اوتوا العلم) امنوا منکم پر عام عطف خاص ہے جو ان کی تعظیم پر دلالت کرتا ہے اور اس سے علماء کی فضیلت عوام مومنین پر واضح ہے ترمذی ابوداؤد اور دارمی نے حضرت ابی الدرداء سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

"فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب"

عالم کی عابد پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات کے ماہ کامل کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔

دارمی نے عمر بن کثیر سے بروایت حسن نقل کیا ہے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"من جاءہ الموت وھو یطلب العلم لیحیی بہ الاسلام فبینہ والنبیین درجۃ"

جس کسی کو اسی حال میں موت آئی کہ وہ علم حاصل کرتا ہے تاکہ اس سے دین

اسلام کا زندہ کرے تو اس کے اور انبیاء کے درمیان ایک درجہ ہے اور انہی سے روائت ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"بين العالم والعابد مائة درجة بين كل درجتين حضر الجواد المضمر سبعين سنة"

عالم اور عابد کے درمیان سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان چھریرے بدن کے تیز رفتار گھوڑے کی ستر برس دوڑنے کی مسافت ہے۔

اور انہی سے مروی ہے کہ

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے روز تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے۔ انبیاء پھر علماء پھر شہدا تو علماء کا مرتبہ نبوت و شہادت کے درمیان عظیم ہو گا۔ جس طرح کہ حضور علیہ السلام نے شہادت و تصدیق فرمائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ خداوند قدوس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تین چیزوں، علم، سلطنت اور دولت میں سے کسی ایک کے لیے مختار کیا تو آپ نے علم کو اختیار فرمایا پس حق تعالیٰ نے انہیں علم کے اختیار فرمانے پر سلطنت اور دولت بطور تبعیت عطا فرمائے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی مسند میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز علماء کو جمع فرمائے گا۔ ان سے فرمائے گا بلاشبہ میں نے تمہارے دلوں کو حکمت سے معمور فرمایا اور میرا ایسا فرمانا اس لئے ہی تو تھا کہ مجھے تمہاری بھلائی منظور تھی۔

"اذهبوا الى الجنة فقد غفرت لكم ما كان منكم"

تو تم جنت میں داخل ہو جاؤ پس میں نے تم سے جو کچھ بھی واقع ہوا اسے بخش دیا۔

اس آیت سے علماء کی فضیلت واضح ہے ابن المنذر نے عبداللہ بن مسعود رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علمار کی قرآن میں کسی شئے کے بارے میں یوں تخصیص نہیں فرمائی جس قدر اس آیت میں تخصیص فرمائی ہے اور ابن مسعود ہی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا اے مومنو اس آیت کے معنی کو سمجھو یہ تمہیں تحصیل علم پر رغبت وآمادہ کرنیوالی ہے کہ اللہ فرمارہا ہے کہ اہل علم مومن بے علم مومنوں سے درجات میں بہت بلند ہے اور یہ آیت مشیر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بدر کی تکریم کے پیش نظر جو اصحاب کو ان کے لئے جگہ دینے کے لیے اٹھنے کا حکم فرمایا تھا وہ نہ صرف صواب و درست تھا بلکہ اہل بدر کی تکریم کے لائق تھا اور وہ اسی تکریم کے حقدار تھے۔

اور جنہوں نے ارشاد گرامی کی تعمیل کی ان کے لئے باعث ثواب ہوا اور جنہیں ناگوار خاطر ہوا ان کے ہدایت ونصیحت تھی اور علمار کو مجالس میں بلند جگہ پر بٹھانا اور اونچی جگہ دنیا بھی اس سے واضح ہے کہ ان کی تعظیم کا مقتضا یہی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

"بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" میں معلم بناکر مبعوث کیا گیا ہوں اور یہ حدیث فضیلت علم وعلمار پر روشن دلیل ہے۔

اور قرآن عظیم میں ہے کہ اہل علم اور بے علم کیونکر برابر ہوسکتے ہیں۔

ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون

العلم ورثۃ الانبیاء علم ہی انبیاء کا ورثہ ہے اور علمار انبیار کے وارث ہیں لہذا وراثت دولت وزر کو وراثت نبوت پر کیونکر فضیلت ہوسکتی ہے اور حق تعالیٰ کا ارشاد "قل رب زدنی علما" محبوب عرض کرو میرے پروردگار میرے علم میں ترقی فرما

اس سے واضح ہے جس قدر فضیلت علم زیادہ فرمایا اسی قدر درجات وعنایات کی کثرت برکت ہے

"وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ" اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

تهدید لمن لم تمثل بالامر واستکرہ

اس جملہ میں ان لوگوں کی تہدید ہے جنہوں نے تعمیل ارشاد نہ کی اور اسے مکروہ جانا اور اس امر کی طرف اشارہ بھی ہے کہ فرماں برداری کرو اور آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔ اہل فضل و برکت کے مراتب سے اغماض کرنا اور ان کی فضیلت سے چشم پوشی نامناسب بات ہے اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پیش نظر کوئی حکم فرمادیا ہے تو تعمیل ہی لازم ہے اور کراہیت کا اظہار آپ سے مروی ہے۔

کیونکہ ارشاد نبوی کے بعد پسند و ناپسند کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمادیا تو مومنوں کا حال یہی ہے کہ وہ سر تسلیم خم کریں یہی راہِ صواب و ثواب و برکت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہتر اور بہت ستھرا ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ) اے ایمان والو جب تم رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو۔

ای اذا اردتم المناجاۃ معہ علیہ الصلوۃ والسلام لامر ما من الامور۔

یعنی جب تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی معاملے میں عرض معروض کرنے کا ارادہ

(فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً)

تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔

ای فقدموا قبلھا۔ یعنی بارگاہِ عالیہ میں عرض معروض کرنے سے پہلے کچھ خیرات کرو آلوسی فرماتے ہیں۔

وفی ھذا الامر تعظیم الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و نفع الفقراء وتمییز بین المخلص والمنافق و محب الآخرۃ و محب الدنیا و دفع للتکاثر علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من غیر حاجۃ مھمۃ

اس ارشاد باری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر، فقراء کے لئے منفعت، مخلص اور منافق کے درمیان امتیاز اور آخرت سے محبت کرنیوالے اور دنیا کی محبت رکھنے والے کے درمیان تفریق ہوا اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ماسوائے شدید واہم حاجت کے تونگر لوگوں کی کثرت کا علاج ہو، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت نے بارگاہ سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی گفتگو کی کثرت کر دی حالانکہ انہیں اس کی ضرورت ہوتی مگر یہ اس لیے کہ بارگاہِ اقدس میں ان کی قدر و منزلت یا رسائی کا اظہار رہے اور آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم درگزر فرماتے تھے اور کسی کو دور نہ فرماتے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مقاتل کا قول ہے کہ اغنیاء حاضر خدمت ہو کر لمبی گفتگو کرتے کہ غرباء کو موقع ہی نہ ملتا آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا یہ طرز عمل بار خاطر ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ نزول حکم کے بعد امراء کنجوسی کیوجہ سے رک گئے۔ اور غرباء تنگدستی کیوجہ سے معذور ہوئے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ معذوری و محرومی شاق گزری تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی ترمذی شریف میں ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نزول حکم کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے رائے دریافت فرمائی کہ صدقہ کی مقدار ایک دینار ہو تو کیسی ہے مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی لوگوں میں اسکی طاقت نہیں ارشاد ہوا نصف دینار مولا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی لوگوں میں اسکی

طاقت بھی نہیں ارشاد فرمایا تو پھر کتنی ہو مولا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ایک درہم آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم بڑے زاہد ہو، عہد نبوی میں ایک دینار دس درہم کا ہوتا تھا۔

اس حکم پر فقط حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا آپ کا قول ہے کہ میرے سوا اس حکم پر کسی نے عمل نہ کیا آپ نے ایک دینار صدقہ کرکے دس مسئلے پوچھے تفسیر خازن اور مدارک میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وفا کیا ہے ارشاد ہوا وحدانیت اور توحید کی شہادت، عرض کیا فساد کیا ہے ارشاد ہوا کفر و شرک عرض کیا حق کیا ہے فرمایا اسلام اور قرآن اور ولایت جب تمہیں ملے عرض کیا تدبیر کیا ہے فرمایا ترک حیلہ، عرض کیا مجھ پر کیا لازم ہے فرمایا خدا و رسول کی اطاعت عرض کیا اللہ تعالیٰ سے دعا کیسے مانگوں فرمایا صدق و یقین کے ساتھ عرض کیا کیا طلب کروں فرمایا عاقبت عرض کیا اپنی نجات کے لیے کیا کروں فرمایا حلال (روزی) کھاؤ اور سچ کہو عرض کیا سرور کیا ہے۔ فرمایا جنت عرض کیا راحت کیا ہے۔ فرمایا دیدارِ الٰہی جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان سوالوں کو پوچھ چکے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے سوا کسی کو موقعہ ہی میسر آیا کہ اس حکم پر عمل کر سکے۔

(ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ) یہ تمہارے لیے بہتر اور بہت ستھرا ہے۔

(ذٰلِكَ) ای تقدیم الصدقات کا مقدم رکھنا (بارگاہِ عالیہ میں عرض و معروض کرنے سے پہلے صدقہ دینا) بہتر ہے۔

(خَيْرٌ لَّكُمْ) لما فیہ من الثواب کہ اس میں تمہارے لئے ثواب ہو۔

(وَاَطْهَرُ) وازکی لانفسکم اور تمہارے نفوس کو گناہوں کی آلودگی سے ستھرا اور پاکیزہ بنانے والا ہوا اور بارگاہِ عالی سے زیادہ سے زیادہ حصول فیض و برکت پر رغبت دلانے والا ہوا اور مال کی محبت چھوڑ کر صدقات کی طرف معین ہوا اور محبت رسول کا تعلق مضبوط کرنے کا باعث ہو۔

فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝ پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا ہے۔

ای لمن لم یجد حیث رخص سبحانہ لہ فی المناجاۃ بلا تقدیم صدقہ

یعنی وہ شخص جو صدقہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتا حق سبحانہ و تعلیٰ نے اسے بدون صدقہ کئے بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مناجات کی رخصت دی ہے لم تجدوا سے واضح ہے کہ یہ حکم عام نہیں جو طاقت رکھتا ہے وہ خرچ کرے اور جس میں توفیق نہیں نادار و مفلس ہے تو اس کے لئے رخصت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی معذوری و ناداری کے باعث انہیں اس حکم سے معافی دی ہے اور انہیں رخصت عطا کی ہے یہ حکم عام مخصوص البعض ہے

ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىۡ نَجۡوٰٮكُمۡ صَدَقٰتٍ‌ؕ فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ‌ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دو پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے

(ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىۡ نَجۡوٰٮكُمۡ صَدَقٰتٍ‌ؕ)

کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دو

ای اخفتم الفقر لاجل تقدیم الصدقات یعنی صدقات کی تقدیم کے حکم سے تمہیں کیا تنگی و غریبی کا خوف لاحق ہوا یا تم اس وجہ سے خیرات کرنے سے ڈر گئے کہ محتاج نہ ہو جائیں۔

(فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا) پھر جب تم نے یہ نہ کیا
ما امرتم بہ وشق علیکم ذٰلک
جس کا تمہیں حکم دیا گیا تھا تم نے اس طرح نہ کیا اور
یہ حکم تم پر دشوار گزرا

(وَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ) اور اللہ نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمائی ، بان رخص لکم المباحاۃ من تقدیم صدقۃ یعنی اللہ نے تم پر انتہائی مہربانی فرمائی اور مناجات سے پہلے صدقہ کے حکم کو منسوخ کر دیا اور اس حکم پر عمل نہ کرنے کا مؤاخذہ تم پر سے اٹھا لیا اور تمہیں اجازت دی کہ اب خیرات فرض نہیں رہی ۔

قتادہ کا قول ہے کہ حکم دن کی ایک ساعت رہا اور مقاتل کا قول ہے کہ عمل سے پہلے ہی یہ حکم منسوخ ہو گیا میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی بخوشی صدقہ دے تو یہ امر اب بھی مستحسن ہے اور برکت کا باعث ہے ۔

بزرگوں کی خدمت نذر اور صلحاء کے مزارات پر جو تبرک تصدق کے لیے لیجایا جاتا ہے اس کا جواز اسی آیت میں ہے البتہ جو نادار و مفلس ہے ۔

با محاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ مجادلہ پ ۲۸

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو ایسوں کے دوست ہوئے جن پر اللہ کا غضب ہے وہ نہ تم میں سے نہ ان میں سے وہ دانستہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں ۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں ۔

اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے تو اللہ کی راہ سے روکا تو ان کے لیے خواری کا عذاب

ہے۔

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ دیں گے وہ دوزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝

جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو اس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسی تمہارے سامنے کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں سنتے ہو بیشک وہی جھوٹے ہیں۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی وہ شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝

بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ مجادلہ پ ۲۸

الکیا	لم۔نہ	تر۔دیکھا تونے	الی۔طرف
الذین۔انکی جنہوں نے	تولوا۔دوستی کی	قوما۔ان سے کہ	غضب۔غضب ہوا
اللہ۔اللہ کا	علیہم۔ان پر	ما۔نہیں	ھم۔وہ
منکم۔تم سے	و۔اور	لا۔نہ	منہم۔ان سے
و۔اور	یحلفون۔قسمیں کھاتے ہیں	علی۔اوپر	الکذب۔جھوٹ کے
و۔اور	ھم۔وہ	یعلمون۔جانتے ہیں	اعد۔تیار کیا
اللہ۔اللہ نے	ہم۔انکے لیے	عذابا۔عذاب	شدیدا۔سخت
انہم۔بیشک	ساء۔برا ہے	ما۔جو	کانوا۔وہ
یعملون۔کیا کرتے تھے	اتخذوا۔پکڑا انہوں نے	ایمانہم۔اپنی قسموں کو	جنۃ۔ڈھال
فصدوا۔تو روکا انہوں نے	عن سبیل اللہ۔خدا کی راہ سے		فلہم۔تو ان کے لیے
عذاب۔عذاب ہے	مہین۔رسوا کرنے والا	لن۔ہرگز نہ	تغنی۔کام آئیں گے
عنہم۔ان کے	اموالہم۔انکے مال	و۔اور	لا۔نہ
اولاد۔اولاد	ھم۔ان کی	من اللہ۔اللہ سے	شیئا۔کچھ بھی
اولئک۔یہ لوگ	اصحب النار۔آگ والے ہیں		ہم۔وہ
فیہا۔اس میں	خلدون۔ہمیشہ رہیں گے	یوم۔جس دن	یبعثہم۔اٹھائے گا انکو
اللہ۔اللہ	جمیعا۔سب کو	فیحلفون۔تو قسمیں کھائینگے	لہ۔اسکے سامنے
کما۔جیسے	یحلفون۔قسمیں کھاتے ہیں	لکم۔تمہارے سامنے	و۔اور
یحسبون۔سمجھتے ہیں کہ	انہم۔وہ	علی۔اوپر	شئ۔کسی چیز کے ہیں
الا۔خبردار	انہم۔بیشک وہ	ھم۔وہی	الکذبون۔جھوٹے ہیں
استحوذ۔غالب آیا	علیہم۔ان پر	الشیطن۔شیطان	فانسٰہم۔تو بھلا دیا انکو
ذکر۔ذکر	اللہ۔اللہ کا	اولئک۔یہ لوگ	حزب۔لشکر ہیں
الشیطن۔شیطان کا	الا۔خبردار	ان۔بیشک	حزب۔لشکر
الشیطن۔شیطان کا	ہم۔وہی ہیں	الخسرون۔گھاٹے والے	ان۔بیشک

الذین۔وہ جو ۲۰	یحادون۔مخالفت کرتے ہیں	اللہ۔اللہ کی	و۔اور
رسولہ۔اسکے رسول کی	اولئک۔یہ لوگ ہیں	فی۔بیچ	الاذلین۔ذلیل لوگوں کے
کتب۔لکھا	اللہ۔اللہ نے	لاغلبن۔ضرور غالب آؤنگا	انا۔میں
و۔اور	رسلی۔میرے رسول	ان۔بیشک	اللہ۔اللہ
قوی۔طاقتور ہے	عزیز۔غالب	لا۔نہ	تجد۔پائے گا تو
قوما۔کسی قوم کو جو	یؤمنون۔ایمان رکھتے ہوں	باللہ۔اللہ پر	و۔اور
الیوم۔دن	الاخر۔پچھلے پر	یوادون۔دوستی رکھیں	من۔اس سے جو
حاد۔مخالفت کرے	اللہ۔اللہ کی	و۔اور	رسولہ۔اسکے رسول کی
و۔اور	لو۔اگرچہ	کانوا۔ہوں وہ	اٰبآء۔باپ
ھم۔ان کے	او۔یا	ابناء۔بیٹے	ھم۔ان کے
او۔یا	اخوانھم۔بھائی انکے	او۔یا	عشیرتھم۔قبیلہ انکا
اولئک۔یہی لوگ ہیں کہ	کتب۔لکھا	فی۔بیچ	قلوبھم۔انکے دلوں کے
الایمان۔ایمان	و۔اور	ایدہ۔مدد کی	ھم۔ان کی
بروح۔ساتھ روح	منہ۔اپنی طرف کی سے	و۔اور	یدخلھم۔داخل کریگا انکو
جنت۔باغوں میں کہ	تجری۔چلتی ہیں	من تحتھا۔اسکے نیچے	الانھر۔نہریں
خلدین۔ہمیشہ رہیں	فیھا۔اس میں	رضی۔راضی ہوا	اللہ۔اللہ
عنھم۔ان سے	و۔اور	رضوا۔وہ راضی ہوئے	عنہ۔اس سے
اولئک۔یہ لوگ ہیں	حزب۔لشکر	اللہ۔اللہ کا	الا۔خبردار
ان۔بیشک	حزب۔لشکر	اللہ۔اللہ کا	ھم۔وہی ہیں
المفلحون۔کامیاب			

مختصر تفسیر اردو سورۃ مجادلہ رکوع سوم پ ۲۸

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو ایسوں

غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔

کے دوست ہوئے جن پر اللہ کا غضب ہے وہ نہ تم میں سے نہ ان میں سے وہ دانستہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔

امام احمد نے اس حدیث کی تخریج کی ہے "انه کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم جالسًا فی ظل حجرة من حجره وعنده نفر من المسلمین، فقال انکم سیأتیکم انسان ینظر الیکم بعینی شیطان فاذا جاء کم فلا تکلموه فلم یلبثوا ان طلع علیهم رجل ازرق فقال علیهم الصلوٰة والسلام حین را ه: علام تشتمنی وانت واصحابك فقال: ذرنی آتك بهم فانطلق فدعاهم فحلفوا فنزلت۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجروں میں سے کسی حجرہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے اور آپ کے پاس مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جلد ہی تمہارے پاس ایک آدمی آئے گا جو تمہیں بالکل شیطان کی طرح دیکھے گا پس جب وہ آئے تو تم اس سے گفتگو نہ کرنا ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک نیلی آنکھوں والا شخص ان کے پاس نمودار ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھتے ہی فرمایا تم اور تمہارے ساتھی مجھے گالیاں کیوں دیتے ہو تو اس نے کہا ٹھہریئے میں ان کے ساتھ آپ کے پاس آتا ہوں پھر وہ شخص گیا اور انہیں (اپنے ساتھیوں) کو بلا لایا تو انہوں نے قسمیں کھائیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا) کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو ایسوں کے دوست ہوئے

تعجیب من حال المنافقین الذین کانوا یتخذون الیهود اولیاء وینا صحونهم وینقلوا الیهم اسرار المومنین۔

منافقین کے حال پر بطور تعجیب کے ارشاد ہے یہ وہ منافقین تھے جو یہودیوں کو دوست رکھتے تھے اور ان کی خیر خواہی کرتے تھے اور مومنین کے راز انہیں پہنچاتے

تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے ای الم تنظر یعنی کیا آپ نے نہ دیکھا۔

(قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ) لوگوں کو جن پر اللہ کا غضب ہے۔

وهم الیهود اور یہ یہودی تھے۔

(مَا هُمْ مِّنْكُمْ) وہ نہ تم میں سے نہ ان میں سے۔

(وَلَا مِنْهُمْ)

ماھم سے مراد الی الذین تولوا وہ لوگ ہیں جو یہود کے دوست اور بہی خواہ تھے یعنی منافقین منکم سے مراد معشر المومنین مومنوں کا گروہ ہے یعنی منافقین اس پر یہ حکم لاگو نہیں ہوتا اور اغنیاء کے لئے مستحب تصدیق ہی ہے اس حکم کی ایک حکمت تو یہ تھی کہ فقراء حضور کے صدقہ کھائیں اور اغنیاء کو رغبت صدقہ ہو اور رفع حکم میں اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کیا خرچ کرو گے سبھی تو محبوب مکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ ہی کھاتے ہیں بلکہ ہر نعمت ان ہی کے در کی خیرات ہے اور اگر تم بالرغبت ہدیۃً ایسا کرو گے تو اس سے بڑھ کر لوٹائے جاؤ گے۔ اور وہ بارگاہ ایسی عظیم کہ وہاں "لا" ہے ہی نہیں۔

(فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ) تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو

یعنی تم سے امر صدقہ کی پیروی نہ ہو سکی تو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، کیونکہ ذکر صدقات کا بدل ہے اور نماز سے بڑھ کر ذکر نہیں اور زکوٰۃ فی نفسہ صدقہ ہے جس کا مقصد تزکیۂ نفوس ہے ان دونوں سے اس سستی کا ازالہ ہو جائے گا جو تم سے واقع ہوئی۔

(وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو

(ای فی سائر الاوامر یعنی تمام احکامات جو دئے جائیں ان کی پوری پوری فرمانبرداری کرو اور انہیں خلوص سے بجا لاؤ۔

(وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ع) اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے

ظاھرا او باطنا یعنی تمہارے ظاہر یا چھپے ہوئے سب کاموں سے باخبر ہے اور تمہیں اس ہی کے موافق جزا ملے گی۔

مومنوں کے گروہ سے نہیں ہیں وَلَا مِنْهُمْ سے مراد ہواے من اولئك القوم المغضوب علیهم یہود ہیں جن پر اللہ کا غضب ہے۔ یعنی منافقین یہود کے گروہ سے بھی نہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ منافقین گو دین کے ظاہر مقر ہیں لیکن دوستی یہود سے رکھتے ہیں اور یہود کے دین کے منکر اور دشمنی میں یہود کے ہمنوا وبہی خواہ ہیں لہذا دونوں سے نہیں بلکہ دونوں کے درمیان تذبذب کا شکار ہیں نہ مومن نہ کھلے کافر، دوغلے اور دورخے ہیں حدیث شریف میں ہے منافق کی مثال دو بکروں کے درمیان برہنہ بکری جیسی ہے دو کاٹنے والوں کے درمیان مذبذب نہ معلوم ان دونوں میں سے کس کا تبع کرے۔

(وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ) وہ دانستہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔ یحلفون مضارع کا صیغہ ہے جو واضح کرتا ہے کہ قسم کھانے میں تکرار کرتے ہیں یعنی بار بار قسمیں کھاتے ہیں اور دانستہ طور پر ایسا کرتے ہیں یوں نہیں کہ وہ سچے ہیں بلکہ دوسروں کو بتانے کے لئے کہ ہم سچے ہیں حالانکہ انہیں علم ہے کہ وہ جھوٹی قسم کھا رہے ہیں اور اپنے دعویٰ و بیان دونوں میں جھوٹے ہیں۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝	اللہ نے ان کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بے شک وہ بہت برے کام کرتے ہیں۔

(اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ) اللہ نے ان کیلئے تیار کر رکھا ہے۔

بسبب ذلك اس سبب سے یعنی منافقوں کیلئے منافقت یہود دوستی اور اہل اسلام کی عداوت و مخالفت اور ان کی جاسوسی کرنیکی وجہ سے۔

(عَذَابًا شَدِيْدًا) سخت عذاب نوعا من العذاب متفاقما سخت بڑے اور دشوار عذاب کی ایک نوع جو انہیں نتھنوں کے بل لاحق ہوگا۔

(اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) بے شک وہ بہت برے کام کرتے تھے۔

ما اعتادوا عمله وتمونوا علیه

جو ان کے برے کام اور زیادتیاں تھیں اور جس پر وہ ڈٹے رہے واضح مفہوم ہے کہ منافقوں کو ان کے کرتوتوں کے بدلہ میں سخت و دشوار عذاب لاحق ہوگا

اِتَّخَذُوْا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بنا لیا ہے تو اللہ کی راہ سے روکا

فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۝ تو ان کیلئے خواری کا عذاب ہے۔

(اِتَّخَذُوْا اَیْمَانَهُمْ) انہوں نے بنایا اپنی قسموں کو۔

الفاجرة التی یحلفو بها عند الحاجة وہ بری اور گناہوں کی باتیں جن کے لئے قسمیں کھا کر ضرورت کے وقت سچے بننے کی کوشش کرتے یعنی قسموں کی آڑ میں اپنی کاروائیاں چھپالیتے اور خود کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کرتے حسن نے ایمان کو پڑھا اس تقدیر پر معنی یہ ہونگے اس ایمان کی وجہ سے جس کا اظہار وہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اور خالص مومنوں سے کرتے اپنی کاروائیوں کو تحفظ دیتے کہ ہم تو مومن ہیں ہم ایسا کیونکر کر سکتے ہیں یا کہہ سکتے ہیں اور اس پر جھوٹی قسم کھاتے تاکہ اعتبار قائم ہو۔

(جُنَّةً) ڈھال وقایة وسترة عن المؤاخذة

بچنے کے لئے اور بطور آڑ کے یا سپر کے تاکہ مؤاخذہ نہ ہو سکے یعنی پکڑے نہ جائیں اور یہ کہ اپنا جان و مال محفوظ رہے۔

(فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ) تو اللہ کی راہ سے روکا۔

(فَصَدُّوْا) ای الناس یعنی لوگوں کو

(عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ) فی خلال امنهم بتشبیط من لقواعن الدخول فی الاسلام و تضعیف امر المسلمین عندهم،،

اپنی حیلہ سازیوں سے ان کے امن و امان میں خلل ڈالا اور جو ان سے ملا اسے سلام میں داخل ہونے سے روکا اور اپنے نزدیک مسلمانوں کے معاملے کو کمزور کیا ایک قول ہے کہ مسلمانوں کو اپنے قتل سے روکا کہ اللہ کا راستہ ان ہی کے ساتھ قتال

سبھی کفار و منافقین دوزخی ہیں اور انہیں دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے یعنی ان پر ایسا عذاب ہوگا جو کبھی ختم نہ ہوگا بلکہ عذاب پر مزید عذاب پاتے رہیں گے ۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۞	جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو اس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسی تمہارے سامنے کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کیا سنتے ہو بے شک وہی جھوٹے ہیں

(يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا) جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا ۔

یعنی قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان سب کو زندہ اٹھائے گا ۔

(فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ) تو اس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسی تمہارے سامنے کھا رہے ہیں ۔

(فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ) ای للّٰہِ تعالیٰ یومئذٍ قائلین : واللہ ربنا ما کنا مشرکین ۞

یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور اس دن یہ کہیں گے بخدا اے ہمارے پروردگار ہم شرک کرنے والے نہ تھے ۔

(كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ) فی الدنیا انھم مسلمون مثلکم

جس طرح دنیا میں اہل ایمان سے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے باور کراتے تھے کہ وہ انہی کی طرح مسلمان ہیں ۔

اور ہم بروز حشر بھی یونہی اللہ تعالیٰ کے حضور اسی طرح کہیں گے کہ ہم دنیا میں مخلص مومن تھے

(وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ) اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کیا

(وَيَحْسَبُوْنَ) فی الاخرۃ یعنی آخرت میں یہ سمجھیں گے ۔

(اِنَّهُمْ) تبلك الایمان الفاجرۃ اس جھوٹے اور جعلی ایمان کی وجہ سے

منافقین کے ساتھ) میں ہی مضمر تھا۔ اور ایک قول ہے (صدوا) لازم ہے اور اس سے مراد ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو فی الحقیقت قبول اسلام سے روکا جیساکہ ظاہر ہے۔

(فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ہ) تو ان کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

وعید ثان یوصف آخر لعذابھم وقیل: الاولی عذاب القبر وھذا عذاب الآخرۃ.

یہ دوسری وعید ہے کہ اللہ کی راہ سے روکنے پر انہیں آخرت میں عذاب ہوگا اور ایک قول ہے پہلی وعید سے مراد عذاب قبر اور اس سے (دوسری سے) مراد آخرت کا عذاب ہے جو ذلیل و رسوا کرنیوالا ہوگا۔

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ	ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ
وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ	کے سامنے انہیں کچھ کام نہ دیں گے
شَيْئًا ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ	وہ دوزخی ہیں انہیں اس میں
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ہ	ہمیشہ رہنا ہے۔

(لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ط)

ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ دیں گے۔

یہ آیت تمام کفار کے حق میں عام ہے اور یہاں منافقین کے احوال کا ذکر کرکے ان پر واضح کیا گیا ہے کہ مال و اولاد جس پر انہیں ناز ہے اور زعم رکھتے ہیں کوئی بھی کام نہ دے گا اور عذاب الٰہی سے نہ بچاسکے گا، سورہ آل عمران میں یہ آیت تکرار سے بتغیر الفاظ آئی ہے اور مفسرین کا قول ہے کہ وہاں یہ بنو قریظہ وغیرہ یہودی قبائل یا ابوجہل وغیرہ کے حق میں اتری جنہوں نے اسلام دشمنی میں کثیر مال خرچ کیا تھا اور اپنی اولاد پر زعم رکھتے تھے چونکہ منافقین بھی یہود و کفار کے دوست بہی خواہ تھے لہٰذا بعید نہیں کہ وہ بھی در پردہ اسلام دشمنی میں یہی چلن رکھتے ہوں اسی لئے ہے انہیں بھی بطور تہدید وعید شدید ہے۔

(اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ہ)

وہ دوزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔

(عَلٰی شَیْءٍ) من جلب منفعة او دفع مضرة کما کانوا علیه فی الدنیا حیث کانوا یدفعون بہا عن ارواحھم واموالھم ویستجرون بہا فوائد دنیویہ۔

فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے یا اپنے سے ضرر کو دور کرنے کیلئے جیسا کہ دنیا کی زندگی میں کرتے تھے اور جس کی وجہ سے (جھوٹی قسموں کی آڑ میں) اپنے مال وجان کو محفوظ بناتے تھے اور انہی کے ساتھ دنیوی فائدہ حاصل کرتے تھے۔

(اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ ہ) سنتے ہو بے شک وہی جھوٹے ہیں۔

البالغون فی الکذب الی غایۃ لیس وراھا غایۃ حیث تجاسروا علی الکذب بین یدی علام الغیوب وزعموا ان ایمانھم الفاجرۃ تروج الکذب لدیہ عزوجل کما تروجہ عند المومنین۔

ایسے جھوٹے کہ اس سے بڑھ کر جھوٹے ہونے کی حد نہیں کہ خداوند قدوس جو پوشیدہ بھیدوں کا خوب جاننے والا ہے اس کے حضور بھی جھوٹ بولیں گے اور گمان کریں گے کہ ان کے جھوٹے اور جعلی ایمان کا دروغ گوئی کے ذریعہ اللہ عزوجل کے حضور بھی اسی طرح بھرم (اعتبار) قائم رہے گا جس طرح مومنوں کے ساتھ کارآمد ہوجاتا تھا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ منافقین اپنی جھوٹی قسموں اور دروغ بے فروغ کو کارآمد سمجھیں گے جبکہ ایسا خیال خام ہوگا اللہ تعالیٰ عالم الغیب، علیم بذات الصدور ہے لیکن ظالموں کی ڈھائی اور بے حد دروغگوئی کا یہ حال ہوگا کہ دنیا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان کے روبرو جھوٹ بولتے رہے اور روزِ حشر اللہ کے حضور بھی جھوٹ بولیں گے اور سمجھیں گے کہ دنیا کی طرح داؤ چل جائیگا لیکن حقیقت میں خود کو دھوکہ دیں گے اور جہنم کے ابدی عذاب اور رسوائی کا شکار رہوں گے۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ	ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں
فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ ط	اللہ کی یاد بھلادی وہ شیطان کے
اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ط	گروہ ہیں سنتا ہے بے شک شیطان

اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ہی کا گروہ ہار میں ہے۔
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ہ

(اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ) ان پر شیطان غالب آگیا۔

ای غلب علی عقولهم بوسوسته وتزيينه حتّٰی اتبعوه فكان مستولياً عليهم۔

یعنی ان کی عقلوں پر وسوسوں اور ان کو دلوں بھی لبھانے اور سہانے کے ذریعہ ان کی عقلوں پر غالب آگیا یہاں تک کہ انہوں نے اس کی پیروی کی پس وہ ان پر چھا گیا یا مسلط ہو گیا، قاموس میں الحوذ کے معنی تقيید السوق بالسریع کے ہیں یعنی جمع کر کے یا اکٹھا کر کے تیزی کے ساتھ ہانکنا یا چلاتا جس طرح سار بان اونٹوں کو ہنکاتا ہے۔

(فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ) تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی۔

فی معنی لم يمكنهم من ذكره عزوجل بما زين لهم من الشهوات فهم لا يذكرونه اصلاً لا بقلوبهم ولا بالسنتهم، مطلب ہے کہ شیطان نے شہوات ومرغوبات کو ان کے لیے اس قدر سہانا اور دلفریب بنایا ہے کہ ان کے لیے اللہ عزوجل شانہ، کا ذکر کرنا ممکن ہی نہیں رہا پس وہ سرے سے نہ اپنے دلوں کے ساتھ اور نہ ہی اپنی زبانوں کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں یعنی انہیں اس قدر غافل کر دیا ہے کہ وہ عذاب وعقوبت سے نہیں ڈرتے، اور انہیں اس امر کا علم ہی نہیں کہ حق تعالیٰ ان کے اسرار کو بخوبی جانتا ہے۔

(اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ) وہ شیطان کے گروہ ہیں۔

ای جنوده واتباعه یعنی شیطان کے لشکر اور اس کے پیروکار ہیں۔

(اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ہ) بے شک شیطان ہی گروہ ہار میں ہے۔

ای الموصوفون بالخسران الذی لا غاية وراءه حيث فوتوا علی انفسهم النعيم المقيم واخذوا بدله العذاب الاليم ہ

یعنی یہ لوگ گھاٹا وخسارہ اٹھانے والے ہیں ایسا خسارہ جس کی انتہا نہیں جسکی وجہ سے جنت کی دائمی نعمتوں سے محروم ہوگئے اور جہنم کے ابدی عذاب میں پکڑے گئے اور شیطانی گروہ کے لئے خسارہ ہی خسارہ ہے دائمی بربادی و ہلاکت ہے ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ۔	بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں ۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ) بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یعنی شیطان کے گروہ اور اس کی پیروی کرنے والے مراد کفار ومشرکین اور منافقین وغیرہ ۔

(اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ) وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں ۔

(اولٰئک) جن لوگوں کا پیچھے ذکر ہوا یعنی منافقین (فی الاذلین) اولین وآخرین سے جو اللہ نے پیدا کیا ذلیل ترین مخلوق میں شمار ہوں گے کہ ان سے زیادہ کوئی ذلیل نہیں ان کی ذلت ان کے کرتوتوں اور ان کی دشمنی کے حساب ومقدار سے ہوگی اور اس کی حد نہ ہوگی ظاہر ہے کہ عزت اللہ اور اس کے رسول اور اس کے مومنین بندوں کے لئے ہے اور اللہ کریم کی عزت غیر متناہی اور بے انتہا ہے لہٰذا ان منافقوں کی ذلت اسی مناسبت سے ہوگی جس سے بڑھ کر کوئی ذلت نہ ہوگی اور نہ ہی اس کی انتہا ہوگی

کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ط اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ہ	اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے ۔

(کَتَبَ اللّٰہُ) اللہ لکھ چکا

ای اثبت فی اللوح المحفوظ او قضی وحکم

یعنی لوح محفوظ میں لکھ چکا یا فیصلہ فرمادیا یا حکم فرما چکا ۔

(لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ) کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول

ای بالحجۃ والسیف یعنی حجت کے ساتھ اور تلوار کے ذریعہ واضح مفہوم یہ ہے کہ غلبہ کی ایک صورت یہ ہوگی کہ دلائل و براہین سے منکروں کافروں کو عاجز کر دیں گے اور ایک صورت تھ ہے کہ رسول اور ان کے متبعین مومنین کفار پر جہاد میں غالب رہیں گے ، اور یہ غلبہ پر واضح ہے جیساکہ پیغمبروں کے تذکرہ میں گزرا کہ ان کے اعداء ہلاک ہوئے اور متبعین غالب رہے ۔

قوم نوح ، قوم لوط ، قوم صالح اور دیگر اقوام کے قصوں سے یہ بات ثابت ہے ۔ جہاد کی صورت میں بھی کفار مغلوب و مقہور رہے جیساکہ عہد رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں غزوہ بدر و دیگر مشاہدات میں ہوا ، یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ جو حجت جہاد خالصتاً لوجہ اللہ ہوگا اسی کے بارے میں یہ ارشاد ہے اس لیے کہ حق کا غلبہ امر قطعی ہے اور بمقابلہ حق باطل کا غلبہ ہو ہی نہیں سکتا ۔ ان الباطل کان زھوقا اور اگر غلبہ کفار ظاہر ہو تو واضح رہنا چاہیے کہ ایسا جہاد میں کوتاہی اور اخلاص میں کمی کیوجہ ہوگا ۔

وانتم الاعلون ان کنتم تاہم یہ غلبہ عارضی ہوگا دائمی غلبہ حق ہی کے لئے ہے غزوہ احد میں جو صورت پیدا ہوئی اس کے بارے میں محققین کا ارشاد بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف ہزیمت و شکست کی نسبت کرنا کفر ہے اور یہ اسی آیت سے مستفاد ہے ۔

کیونکہ ان کا سارا معاملہ خدا و رسول کی فرماں برداری میں تھا ایسا نہ ہوتا تو وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وارد نہوتا اور یہی کافی ہے ۔

(اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ) بے شک اللہ قوت والا اور عزت والا ہے ۔

علی نصر رسلہ ولا یغلب علی مرادہٖ عزوجل

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی نصرت پر ایسی قوت رکھتا ہے کہ کوئی اس کے ارادہ

ومشیت میں نہ رکاوٹ ڈال سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اس پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے۔ لاریب تمام قوت وعزت اسی ہی کے لیے ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا
اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ
اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ
اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ
الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ
بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ
اُولٰٓئِكَ حِزْبُ
اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ
حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ع

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین
رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر
کہ دوستی کریں ان سے جنہوں
نے اللہ اور اس کے رسول
سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان
کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے
والے ہوں۔
یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ
نے ایمان نقش فرما دیا اور
اپنی طرف کی روح سے ان
کی مدد کی اور انہیں باغوں
میں لے جائے گا جن کے نیچے
نہریں بہیں ان میں
ہمیشہ رہیں اللہ ان سے
راضی اور وہ اللہ سے راضی
یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے
اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

(لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔

خطاب للنبی صلی اللّٰہ علیہ وَالہٖ وسلّم او لکل احد یصلح لہ

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے یا ہر اس شخص سے جو اپنی خیر خواہی چاہتا ہے مطلب یہ ہے کہ مومنین مے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان کی یہ شان ہی نہیں اور ایمان اسکو گوارا ہی نہیں کرتا کہ خدا و رسول کے دشمنوں سے دوستی کرے یا رکھے کشاف میں ہے۔

انہ من فرض غیر الواقع واقعًا محسوسا حیث نفی الوجدان علی الصفۃ۔

جو یہ فرض کرے کہ ایسا نہیں ہوا تو اس نے وجدان کی نفی کی کیونکہ اللہ نے تجدُ فرما کر صفتِ قوم بیان کی ہے یعنی مومن سے یہ امر ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ دشمنانِ خدا و رسول سے دوستی رکھے یا اس میں ان کی دوستی پائی جائے۔

"مَن حاد اللّٰہ ورسولہٗ" ۔ سے مراد کفار ہیں اور بعض آثار میں فاسقین بھی اسی میں شامل ہے اور فاسقین سے ترک سوالات مشرکین و کفار ہی کی طرح ہے اور اس پر متعدد احادیث وارد ہیں ترمذی میں واثلہ سے مرفوعًا روایت ہے

یقول اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: وعزتی لاینال رحمتی من لم یوال اولیائی ویعاد اعدائی ،

اللہ کریم فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت کی قسم وہ میری رحمت ہرگز نہیں پائے گا جو میرے دوستوں سے محبت و دوستی نہ رکھے اور میرے دشمنوں سے بغض و عداوت نہ رکھے۔

امام احمد نے براء بن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا روایت کی ہے

"اوثق الایمان الحب فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ"

پختہ ترین ایمان یہ ہے کہ اللہ ہی کیلئے محبت ہو اور اللہ ہی کے لئے عداوت ہو اس سے واضح ہوا کہ بے دینوں، بد مذہبوں اللہ اور اس کے رسولوں اور دوستوں کی جناب میں گستاخی، بے باکی اور جرأت اور بے ادبی کرنیوالوں

سے مؤدت واختلاط جائز نہیں،

(وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ) اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی کنبے والے ہوں۔

(وَلَوْ كَانُوْا) ای من حاد اللہ ورسولہٗ علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی وہ جو اللہ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت کرتے ہوں اٰبَآءَهُمْ کی تقدیم اس لئے ہے کہ اولاد پر ان کی (باپوں) کی اطاعت لازم ہے اور یونہی دنیا میں ان کی مصاحبت ومحبت معروف ہے اور ان کے بعد بیٹوں کو ثانیاً ذکر کرنا ان کے ساتھ انتہائی تعلق کیوجہ سے کہ وہ ان کے جگر پارے ہیں اور تیسرے نمبر پر بھائیوں کا ذکر اس لئے ہے کہ وہ ان کے مددگار ہوتے ہیں اور اقارب (کنبہ والے) پر کلام کو ختم کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ برادری والے نہ صرف قابل اعتماد ہوتے ہیں بلکہ قوت ومدد کا باعث ہوتے ہیں ابو رجا نے عشائرھم یعنی جمع کے ساتھ بھی قرأت کی ہو لیکن اہل ایمان کو قرابت اور رشتہ داری کا لحاظ نہیں ہوتا کہ اس وجہ سے خدا اور رسول کے مخالفوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھیں، اہل ایمان ان سب رشتوں کو قربان کر کے اللہ ورسول کی رضا کے طلب گار ہوتے ہیں بخاری میں ہے کہ بروزِ بدر حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے والد جراح کو قتل کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے حقیقی بیٹے عبد الرحمن کو بروزِ بدر دعوت مبارزت دی مگر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اپنی مشاورت کے لئے روک لیا اور اجازت نہ دی مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، نے یوم احد اپنے بھائی عبد اللہ کو قتل کیا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، نے اپنے ماموں عاصی بن ہشام کو اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور حضرت عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم نے ربیعہ کے بیٹوں عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا جو قریبی رشتے دار تھے اور مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت ان مومنین کے

حق میں نازل ہوئی۔

(اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ)

یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا۔

ای اثبت اللہ تعالیٰ فیھا

یعنی اللہ نے ان لوگوں کے دلوں میں جما دیا ہے گویا ان کے قلوب میں ایمان اس طرح جمع ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ یا ان کے قلوب نور ایمان کے اثبات سے جگمگا رہے ہیں یا قنادیل نوری ہیں اور ان کے قلوب پر شک آ ہی نہیں سکتا۔

(وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ) اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی

(وَاَیَّدَهُمْ) ای قواھم یعنی انہیں قوت و مضبوطی عطا کی (بروح منه) والمراد بالروح نور القلب اور روح سے مراد قلب کا نور ہے جو اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے اُس کے دل میں ڈالتا ہے جس سے طمانیت عروج اور تحقیق کی بلندیاں حاصل ہوتی ہیں۔

ایک قول ہے کہ مراد رحمت الٰہی ہے اور بعض نے کہا مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں اور یونہی ایک قول ہے بدر کے روز جبرائیل اور فرشتے اہل ایمان کی تائید و نصرت کے لیے نازل ہوئے۔

(وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا)

اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں

یعنی آخرت میں ان پر یہ انعامات ہوں گے اور وہ ہمیشہ ہمیش ایسے باغوں میں رہیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور دائمی نعمتوں سے نوازے جائیں گے یہ ان کے ایمان و اخلاص کا ثمرہ ہوگا اور یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

(رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط)

اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

اللہ کریم کا ان سے راضی ہونا ان کے ایمان و اخلاص اور اطاعت کے سبب ہوگا۔

اور وہ اللہ کریم کی رحمت وکرم اور اُخروی انعامات کے حصول پر اپنے پروردگار سے خوش ہوں گے۔

(اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ) یہ اللہ کی جماعت ہے۔

تشریفٌ لھم ببیان اختصاصھم بہٖ تعالیٰ یہ ان لوگوں کی بزرگی وعظمت شان کے اظہار کے لئے فرمایا اس وجہ سے کہ وہ خلوص وللہیت کے ساتھ اپنے پروردگار کے دین کے مؤید اور اس کے احکام کے پابند تھے اور اسی نسبت سے حزب اللہ قرار دیئے گئے کہ غلبۂ حق کے لئے طاغوتی قوتوں کے سامنے ڈٹے رہے یہاں تک کہ اس کے حضور پہنچے۔

(اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ع) سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

بیانٌ لاختصاصھم لسعادۃ الدارین

یہ ان لوگوں کے لئے دونوں جہان کی خصوصی نوازشوں کے بطور خاص بیان کے لئے ارشاد ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی جماعت ہے اور اللہ کی جماعت ہی دین ودنیا اور عقبیٰ وآخرت کی جملہ کامیابیوں وکامرانیوں کو پانے والی ہے اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی مدح وتعریف ہے اور اللہ نے انہیں اپنا گروہ فرمایا ہے لہذا اس گروہ سے رائی برابر بھی بے رخی ولیے ہودگی بربادئ ایمان وآخرت کا باعث ہے اور اللہ نے انہی کو کامیاب قرار دیا ہے جو انہیں ناکام جانے یا ان کے بارے میں سوءظنی رکھے وہ نامراد ہے اللہ نے اس آیت میں انہیں نہ صرف نعمتوں کی بشارت دی ہے وعدہ فرمایا ہے بلکہ اپنی رضا اور ان کی رضا کا ذکر کرکے ان کے محبوبان بارگاہ ہونے کو قطعی فرما دیا ہے اور محبوبان بارگاہِ اقدس کی عداوت اللہ سے اعلان جنگ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ حِزْبِ اللّٰہِ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْ حِزْبِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ

(الحمد للہ سورہ مجادلہ کی تفسیر تمام ہوئی)

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ بمطابق ۲۷ جنوری ۱۹۹۰ء بروز ہفتہ

مختصر تفسیر سورۃ الحشر پارہ اٹھائیس

سورۃ الحشر مدنی ہے اس میں چوبیس آیات اور تین رکوع ہیں البقاعی کا قول ہے کہ سورۃ کا نام سورۃ بنی النضیر ہے امام بخاری وغیرہ نے ابن جبیر سے روایت کی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے کہا سورۃ الحشر تو انہوں نے کہا کہ سورۃ بنی النضیر کہو ابن حجر کا قول ہے گویا انہوں نے (عبداللہ بن عباس نے) اس سورۃ کو سورۃ الحشر کے نام سے موسوم کرنے کو مکروہ جانا شائد اس لیے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور یہاں تو صرف بنی النضیر کا جلا وطن کرنا ہی مراد ہے۔

اس سورہ مبارکہ کی پچھلی سورۂ مبارکہ المجادلہ سے مناسبت یہ ہے کہ دونوں کے مضامین مشترک ہیں مجادلہ میں منافقین اور یہود اور ان کی روگردانیوں اور سرکشیوں کا ذکر ہے اور اس میں فقط یہود کا ذکر ہے تاہم منافقین کی معاونت بھی مشیر ہے المجادلہ کے آخر میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ لکھ چکا کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔

سورۂ بنی النضیر میں یہودی قبیلہ بنی نضیر کی جلا وطنی اور سازشوں کے باوجود مغلوبیت روشن ہے کتاب المغازی میں ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ بنو نضیر کا سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے معاہدہ ہوا تھا کہ ہم نہ تو آپ سے اور نہ ہی آپ کے مخالفوں سے آپ کی حمایت میں لڑیں گے اور نہ ہی آپ کے مخالفوں کے ہمراہ آپ کے خلاف لڑیں گے۔ پس جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہوئی تو بنو نضیر کہنے لگے یہی وہ نبی ہیں جن کی نعت توریت میں ہے اور ان کا علم کبھی سرنگوں نہ ہو گا لیکن غزوۂ اُحد میں جب مسلمانوں کو زخم پہنچا تو وہ متذبذب ہو گئے اور شبہ میں پڑ گئے اور انہوں نے میثاقِ مدینہ کی خلاف ورزی کی اور اسے توڑ ڈالا۔

کعب بن الاشرف چالیس سواروں کے ساتھ مکہ پہنچا اور کعبہ معظمہ کے نزدیک حلف اٹھایا کہ بنی نضیر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف قریش کی مدد کریں گے

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس معاہدہ کی خبر دی جس پر آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب بن اشرف کے قتل کا حکم صادر فرمایا حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اس مردود کو واصل جہنم کیا بنو نضیر نے پیہم غداریاں کیں اور معاہدے کی پاسداری نہ کی، بنو نضیر نے آپ کی دعوت ارشاد سننے کے بہلنے سے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازش دو مرتبہ کی مگر آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے فضل سے محفوظ رہے اور آپکو ان کے فاسدارادوں کی اطلاع ہوگئی اسی طرح غزوۂ بیر معونہ سے واپسی پر عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ دو مقتولوں کی دیت کے سلسلہ میں جب آپ بنی نضیر کے ہاں پہونچے تو انہوں نے بلندی سے پتھر لڑھکا کر آپ کے قتل کی سازش کی مگر حق تعالیٰ نے آپ کو اطلاع فرمائی اور محفوظ رکھا اور آپ ان کی مجلس سے اٹھ کر تشریف لے گئے اور اس کے بعد محمد مسلمہ کو بلا کر انہیں بنی نضیر کے یہود کے پاس جاکر انہیں یہ حکم دینے کو کہا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیام دے کر بھیجا ہے کہ تم لوگ میرے شہر سے نکل جاؤ اور تمہیں صرف دس روز کی مہلت ہے۔

اس مدت کے بعد جو کوئی یہاں پایا گیا قتل کیا جائیگا یہ فرمان عالیشان سننے کے بعد یہود کو بہت فکر ہوئی اور وہ نکلنے کی تیاریوں میں مشغول ہوئے عبداللہ ابن ابی نے ان کی بڑی دلجوئی کی اور انہیں دو ہزار سواروں کے ساتھ حفاظت کا یقین دلایا اور بنو قریظہ اور بنو غطفان کی امداد کا بھروسا دلایا اور خوب کوشش کی مگر کعب بن اسد قرظی نے صاف انکار کر دیا اور کوشش کی کہ معاملہ طویل ہو، اللہ تعالیٰ نے سب کو ناکام کیا یہود مرعوب ہوکر جلا وطن ہوئے اور شام، اریحا اور خیبر کیطرف چلے گئے، اسی جلا وطنی کا ذکر اس سورۂ مبارکہ کا موضوع ہے۔

سورۃ الحشر مدنیہ

اس میں تین رکوع چوبیس آیتیں چار سو پینتالیس کلمے اور ایک ہزار نو سو تیرہ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الحشر پ۲۸

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لیے تمہیں گمان نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچا لیں گے تو اللہ کا حکم ان کے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا کہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝

اور اگر نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر گھر سے اجڑنا لکھ دیا تھا تو دنیا ہی میں ان پر عذاب فرماتا اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

یہ اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے پھٹے رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول سے پھٹا رہے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا اور اس لیے

کہ فاسقوں کو رسوا کرے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ ہاں اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں دے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے اور جو کچھ تم کو رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر میں ایمان لانے سے پہلے گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کرکے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ

اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں

سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ٥

کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ الحشر پ ۲۸

سَبَّحَ۔ پاکی بولتا ہے　لِلّٰہِ۔ اللہ کی　مَا۔ جو　فِیْ۔ بیچ

السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں کے ہے　وَ۔ اور　مَا۔ جو　فِیْ۔ بیچ

الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے　وَ۔ اور　هُوَ۔ وہ　الْعَزِیْزُ۔ غالب

الْحَکِیْمُ۔ حکمت والا ہے　هُوَ۔ وہ　الَّذِیْ۔ وہ ہے جس نے　اَخْرَجَ۔ نکالا

الَّذِیْنَ۔ ان کو جو　کَفَرُوْا۔ کافر ہوئے　مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ۔ اہل کتاب میں سے

مِنْ دِیَارِهِمْ۔ ان کے گھروں سے　لِاَوَّلِ۔ واسطے پہلے　الْحَشْرِ۔ حشر کے

مَا۔ نہ　ظَنَنْتُمْ۔ گمان تھا تم کو　اَنْ۔ یہ کہ　یَّخْرُجُوْا۔ نکل جائیں گے

وَ۔ اور　ظَنُّوْا۔ وہ بھی سمجھتے تھے　اَنَّهُمْ۔ کہ انکو　مَّانِعَتُهُمْ۔ بچا لیں گے

حُصُوْنُهُمْ۔ ان کے قلعے　مِّنَ اللّٰہِ۔ اللہ سے　فَاَتٰهُمُ۔ تو آیا انکے پاس　اللّٰہُ۔ اللہ کا حکم

مِنْ حَیْثُ۔ جہاں سے　لَمْ۔ نہ　یَحْتَسِبُوْا۔ گمان کرتے تھے　وَ۔ اور

قَذَفَ۔ ڈالا　فِیْ۔ بیچ　قُلُوْبِهِمُ۔ ان کے دلوں کے　الرُّعْبَ۔ رعب

یُخْرِبُوْنَ۔ خراب کرتے ہیں　بُیُوْتَهُمْ۔ اپنے گھر　بِاَیْدِیْهِمْ۔ اپنے ہاتھوں سے　وَ۔ اور

اَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کے ہاتھوں سے　فَاعْتَبِرُوْا۔ تو عبرت پکڑو　یٰۤا۔ اے

اُولِی الْاَبْصَارِ۔ آنکھوں والو　وَ۔ اور　لَوْلَا۔ اگر نہ ہوتا

اَنْ۔ یہ کہ　کَتَبَ۔ لکھا　اللّٰہُ۔ اللہ نے　عَلَیْهِمُ۔ ان پر

الْجَلَآءَ۔ جلا وطن ہونا　لَعَذَّبَهُمْ۔ تو عذاب کرتا انپر　فِی۔ بیچ　الدُّنْیَا۔ دنیا کے

وَ۔ اور　لَهُمْ۔ انکے لیے　فِی۔ بیچ　الاخرۃ۔ آخرت کے

عذاب۔ عذاب ہے　النار۔ آگ کا　ذلك۔ یہ　بانهم۔ اسلیے کہ انہوں نے

شاقوا۔ مخالفت کی　الله۔ اللہ　و۔ اور　رسوله۔ اسکے رسول کی

و ۔ اور   من ۔ جو   یشاق ۔ مخالفت کرے   اللہ ۔ اللہ کی
فان ۔ تو بیشک   اللہ ۔ اللہ   شدید ۔ سخت   العقاب ۔ عذاب والا ہے
ما ۔ جو   قطعتم ۔ کاٹے تم نے   من لینۃ ۔ کھجور کے درخت   او ۔ یا
ترکتمو ۔ چھوڑا تم نے   ھا ۔ ان کو   قائمۃ ۔ کھڑے   علی ۔ اوپر
اصولھا ۔ اپنی جڑوں کے   فباذن ۔ تو وہ حکم   اللہ ۔ الٰہی سے ہے   و ۔ اور
لیخزی ۔ تاکہ رسوا کرے   الفاسقین ۔ فاسقوں کو   و ۔ اور   ما ۔ جو
افاء ۔ غنیمت دے   اللہ ۔ اللہ   علی ۔ اپنے   رسولہ ۔ رسول کو
منھم ۔ ان سے   فما ۔ تو نہیں   اوجفتم ۔ دوڑائے تم نے   علیہ ۔ اس پر
من خیل ۔ گھوڑے   و ۔ اور   لا ۔ نہ   رکاب ۔ اونٹ
و ۔ اور   لکن ۔ لیکن   اللہ ۔ اللہ   یسلط ۔ غالب کرتا ہے
رسلہ ۔ اپنے رسولوں کو   علی ۔ اوپر   من ۔ جس کے   یشاء ۔ چاہے
و ۔ اور   اللہ ۔ اللہ   علی ۔ اوپر   کل ۔ ہر
شیءٍ ۔ چیز کے   قدیر ۔ قادر ہے   ما ۔ جو   افاء ۔ غنیمت دے
اللہ ۔ اللہ   علی ۔ اپنے   رسولہ ۔ رسول کو   من اھل القری ۔ شہر
والوں سے   فللہ ۔ تو اللہ کے لیے   و ۔ اور   للرسول ۔ رسول کے لیے
و ۔ اور   لذی القربی ۔ قرابت والوں کے لیے   و ۔ اور
الیتمی ۔ یتیموں   و ۔ اور   المسکین ۔ مسکینوں کیلیے ہے   و ۔ اور
ابن السبیل ۔ مسافروں کے لیے   کی ۔ تاکہ   لا ۔ نہ
یکون ۔ ہو   دولۃ ۔ مال   بین ۔ تمہارے   الاغنیاء ۔ غنیوں کا
منکم ۔ تم میں سے   و ۔ اور   ما ۔ جو   اتکم ۔ دے تم کو
الرسول ۔ رسول   فخذوہ ۔ تو لو اس کو   و ۔ اور   ما ۔ جو
نھکم ۔ روکے تم کو   عنہ ۔ اس سے   فانتھوا ۔ تو باز آجاؤ   و ۔ اور
اتَّقُوا ۔ ڈرو   اللّٰہَ ۔ اللہ سے   اِنَّ ۔ بیشک   اللّٰہَ ۔ اللہ
شَدِیۡدُ ۔ سخت   الۡعِقَابِ ۔ عذاب والا ہے   لِلۡفُقَرَآءِ ۔ فقیر   الۡمُھٰجِرِیۡنَ ۔ مہاجروں کیلیئے
الَّذِیۡنَ ۔ جو   اُخۡرِجُوۡا ۔ نکالے گئے   مِنۡ دِیَارِ ۔ گھروں   ھِمۡ ۔ اپنے سے
وَ ۔ اور   اَمۡوَالِھِمۡ ۔ اپنے مالوں سے   یَبۡتَغُوۡنَ ۔ چاہتے ہیں   فَضۡلًا ۔ فضل

مِّنَ اللّٰہِ ۔ اللہ کا	وَ ۔ اور	رِضْوَانًا ۔ رضامندی	وَ ۔ اور
یَنْصُرُوْنَ ۔ مدد کرتے ہیں	اللّٰہَ ۔ اللہ کی	وَ ۔ اور	رَسُوْلَہٗ ۔ اسکے رسول کی
اُولٰٓئِکَ ۔ یہ	ھُمُ ۔ وہی ہیں	الصّٰدِقُوْنَ ۔ سچے	وَ ۔ اور
الَّذِیْنَ ۔ وہ جنہوں نے	تَبَوَّؤُ ۔ جگہ بنائی	الدَّارَ ۔ اس شہر	وَ ۔ اور
الْاِیْمَانَ ۔ ایمان میں	مِنْ قَبْلِھِمْ ۔ ان سے پہلے		یُحِبُّوْنَ ۔ پسند کرتے ہیں
مَنْ ۔ جو	ھَاجَرَ ۔ ہجرت کرتا ہے	اِلَیْھِمْ ۔ انکی طرف	وَ ۔ اور
لَا ۔ نہیں	یَجِدُوْنَ ۔ پاتے	فِیْ ۔ بیچ	صُدُوْرِ ۔ سینوں
ھِمْ ۔ اپنے کے	حَاجَۃً ۔ تنگی	مِّمَّآ ۔ اس سے جو	اُوْتُوْا ۔ دیے گئے
وَ ۔ اور	یُؤْثِرُوْنَ ۔ ترجیح دیتے ہیں	عَلٰٓی ۔ اوپر	اَنْفُسِھِمْ ۔ اپنی جانوں کے اور
وَ ۔ اگرچہ	لَوْ ۔ ہو	کَانَ ۔ انکو	بِھِمْ ۔ اس میں
خَصَاصَۃٌ ۔ تنگی	وَ ۔ اور	مَنْ ۔ جو	یُّوْقَ ۔ بچایا گیا
شُحَّ ۔ بخیلی	نَفْسِہٖ ۔ اپنے نفس کی سے	فَاُولٰٓئِکَ ۔ تو یہ	ھُمُ ۔ وہی ہیں
الْمُفْلِحُوْنَ ۔ کامیاب	وَ ۔ اور	الَّذِیْنَ ۔ وہ جو	جَآءُوْ ۔ آئے
مِنْۢ بَعْدِ ۔ بعد	ھِمْ ۔ ان کے	یَقُوْلُوْنَ ۔ کہتے ہیں	رَبَّنَا ۔ اے ہمارے رب
اغْفِرْ ۔ بخش دے	لَنَا ۔ ہم کو	وَ ۔ اور	لِاِخْوَانِنَا ۔ ہمارے بھائیوں کو
الَّذِیْنَ ۔ جو	سَبَقُوْ ۔ پہلے گذر گئے	نَا ۔ ہم سے	بِالْاِیْمَانِ ۔ ساتھ ایمان کے
وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	تَجْعَلْ ۔ رکھ	فِیْ ۔ بیچ
قُلُوْبِنَا ۔ ہمارے دلوں کے	غِلًّا ۔ کینہ	لِّلَّذِیْنَ ۔ انکے لیے جو	اٰمَنُوْا ۔ ایمان لائے
رَبَّنَآ ۔ اے ہمارے رب	اِنَّکَ ۔ بیشک	رَءُوْفٌ ۔ مہربان ہے	رَّحِیْمٌ ۔ رحم کرنے والا

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ الحشر پ ۲۸

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ	اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں
وَمَا فِی الْاَرْضِ وَھُوَ	میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور
الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝	وہی عزت و حکمت والا ہے ۔

(سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ) اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں

یعنی جاندار اور بے جان ہر کوئی اللہ کی پاکی بولتا ہے آسمانوں میں جیسے ملائکہ اور اجرام فلکی وغیرہ اور زمین میں جاندار اور بے جان مخلوق سبھی اسی کا ذکر کرتے ہیں۔

(ہُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ) اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

یعنی عزت غلبہ اسی کے لئے اور اس کے تمام امور حکمتوں بھرے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ	وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں
کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ	کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے
الْکِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ	پہلے حشر کے لئے تمہیں گمان نہ تھا
لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ط	کہ وہ نکلیں گے۔ اور وہ سمجھتے
مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا	تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ
وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ	سے بچالیں گے تو اللہ کا حکم
حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ	ان کے پاس آیا جہاں سے ان
اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ	کا گمان بھی نہ تھا اور اس نے
یَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِیْ	ان کے دلوں میں رعب ڈالا
قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ	کہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں
یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ	اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں
بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی	کے ہاتھوں
الْمُؤْمِنِیْنَ فَاعْتَبِرُوْا	تو عبرت لو
یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ۵	اے نگاہ والو۔

(هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ) وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو نکالا

(هُوَ الَّذِیْ) وہی ہے یعنی اللہ کریم یہ اللہ تعالیٰ کی عزت وشان اور اس کے حکیمانہ احکام کے بیان کے طور پر ارشاد ہے اور لاریب وہ علی الطلاق عزت والا

قہار اور حکمت با ہر کا مالک ہے (اَخۡرَجَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ) کافر کتابیوں سے مراد یہود ہیں جو بنو نضیر سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے مدینہ منورہ کے نواح میں قلعے تعمیر کر رکھے تھے اور پشتوں سے وہاں آباد تھے یہ بنو نضیر یہود خیبر کا بنو قریظہ کی طرح بہت بڑا قبیلہ تھے انہیں "الحیین" کہا جاتا تھا یعنی الکاہنان کیونکہ یہ دونوں قبیلے کاہن بن ہارون کی اولاد سے تھے جیسا کہ "بحر" میں وارد ہے ایک قول ہے کہ یہ لوگ بنی اسرائیل کی اس جماعت کے ایک گروہ سے متعلق تھے جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے انتظار میں مدینہ کے نواح میں ٹھہر گئے تھے

(اَخۡرَجَ) سے مراد بنو نضیر کا نواح مدینہ سے جلا وطن ہونا ہے ——

(مِنۡ دِيَارِهِمۡ) ان کے گھروں سے، یعنی نواح مدینہ سے جہاں وہ آباد اور سکونت رکھتے تھے

(لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ) ان کے پہلے حشر کے لئے

لام توقیت کے لئے ہے یعنی پہلے حشر کی وقت، حشر کے معنی اکٹھا کرنا یا کسی گروہ کو ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ جمع کرنا ہے۔ یعنی یہ جلا وطنی ان لوگوں کا پہلا حشر ہے اور دوسرا حشر عہد فاروقی میں ہوا جب خیبر سے شام کی طرف نکالے گئے اور تیسرا حشر روز قیامت ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میدان حشر ملک شام میں ہوگا، کلبی کا قول ہے کہ اول حشر اس لیے فرمایا کہ یہود پہلی دفعہ جزیرۂ عرب سے جلا وطن کئے گئے۔ بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ ایک آگ سب لوگوں کو سرزمین شام کی طرف ہنکا کرلے جائیگی

(مَا ظَنَنۡتُمۡ) تمہیں گمان نہ تھا۔

اب مسلمانوں سے خطاب ہے ایھا المسلمون اے مسلمانوں تمہیں گمان بھی نہ تھا۔ (اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا) کہ وہ نکلیں گے

لِشِدَّةِ بَاسِهِمۡ وَمَنَعَتِهِمۡ وَوَثَاقَةِ حُصُوۡنِهِمۡ وَكَثۡرَةِ عَدَدِهِمۡ وَعُدَّتِهِمۡ۔

یعنی وہ مدینہ سے کیسے نکلیں گے اور تمہیں ان کے اس طرح جلا وطن ہونے کا خیال بھی نہ تھا کیونکہ وہ بہت جنگجو لشکر اور طاقت ور تھے محفوظ قلعوں میں رہتے تھے اور ان کی تعداد بہت زیادہ تھی جاگیر دار مالدار تھے۔

(وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ)
اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے۔

ای ظنوا ان حصونهم مانعتهم او تمنعهم من باس اللّٰه تعالٰی۔

یعنی یہود بنو نضیر یہ گمان کرتے تھے کہ ان کے مضبوط و مستحکم قلعے ان کو اللہ کی گرفت و عذاب سے بچالیں گے یا حائل ہو جائیں گے اور انہیں کوئی خطرہ ہی نہ تھا کہ اہل ایمان ان پر لشکر کشی کریں گے ان کے قلعے چار تھے جن کے نام بر اوئت مشہورہ "الکتیبۃ" "الوطیح" "السلالم" ، "النطاۃ" اور بعض نے پانچواں الوخدہ یا "شقا" بھی کہا ہے۔

(فَأَتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا)
تو اللہ کا حکم ان کے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا۔

(فَأَتَاهُمُ اللّٰهُ) ای امرہ سبحانہ وقدرہ عزوجل المتاح لهم یعنی ان کی جلا وطنی اور اکھیڑنا اللہ کے حکم سے ان کے لیے مقدر کر دیا گیا۔

(مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا) جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا۔

ولم یخطر ببالهم یعنی ایسا خطرہ بھی ان کے دلوں پر نہ گزرا تھا جیسا کہ سدی اور ابو صالح اور ابن جریج سے مروی ہے کہ ان کا سردار کبیر کعب بن اشرف قتل ہوا تو یہ انکی قوت کی کمزوری کا باعث ہوا اور ان کی شوکت گھٹ گئی اور ان کے دلوں سے سکون و طمانیت سلب ہو گئی اگر "اتاہم" کی ضمیر بنو نضیر کی بجائے مومنین کی طرف راجع سمجھی جائے تو معنی ہوں گے کہ مومنوں کو نصرت و تائید ایسی یوں پہنچی کہ وہ اس کا گمان بھی نہ رکھتے تھے۔

(وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ) اور اس نے ان کے دلوں

یں رعب ڈالا قاموس میں ہے رُعَب۔ خوف یا گھبراہٹ یا بدحواسی ان پر ڈال دی گئی اوران کے دلوں پر چھا گئی ایک قول ہے کہ کعب بن اشرف کے قتل کے بعد وہ خوف میں مبتلا ہو گئے اوران کا سکون لٹ گیا۔

(یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَ اَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ)
کہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں

لیسد وابما نقضوامنها من الخشب والحجارة افواه الا زقه ولئلا تبقی صالحة لسکنی المسلمین بعدجلائهم و لنیقلوا بعض الا نها المرغوب فیها مما یقبل النقل کا الخشب والعمد والا بواب۔

تاکہ بیکار کردیں ان گھروں سے وہ چیزیں جو ڈھائے گئے جیسے لکڑی اور پتھر جنہیں انہوں نے بکھیر دیا تھا۔ تاکہ کوئی شئے صحیح سالم باقی نہ رہے جوان کی جلا وطنی کے بعد مسلمانوں کی سکونت وغیرہ کے کام نہ آسکیں اوراس لیے بھی کہ وہ چیزیں جوانہیں مرغوب ہوں اور قابل نقل وحمل ہوں ساتھ لاد کرلے جائیں جیسے لکڑی کے بالے شہتیر اور دروازے وغیرہ اورمسلمان اس لیے ڈھاتے تھے کہ میدان جنگ صاف ہو جائے یا وسعت پیدا ہو جائے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلحہ کے سوا تمام اشیاء کا اختیار دیا تھا کہ جولے جانا چاہیں لے جائیں۔

(فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ) تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

فا تعظوا بما جری علیهم من الامور الهائلة علی وجه لا تکاد تهتدی الیه الا فکار واتقوا مبا شره ما اداهم الیه من الکفر والمعاصی، واعبرو من حالهم فی عذرهم واعتمادهم علی غیر الله تعالیٰ۔ الصائرة سببًا لتخریب بیوتهم بایدیهم وایدی اعدائهم ومفارقة اوطانهم

مکرھین الی حال انفسکم فما تعولوا علی تعاضد الاسباب وتعتمدوا علی غیرہ عزوجل بل توکلوا علیہ سبحانہٗ ۔

پس تم نصیحت حاصل کرو اس سے جن تباہ کن معاملات سے وہ دوچار ہوئے جن کو انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا اور جو کفر و معاصی کی وجہ سے ان پر مصیبت پڑی اس سے بچو اور ان کے باغیانہ طرز عمل اور غیر اللہ پر بے جا اعتماد و بھروسہ سے جو ان کی حالت ہوئی اس سے عبرت حاصل کرو، یہ سب امور وجہ ہوئے کہ ان کے گھر بار ان کے اپنے ہاتھوں اور ان کے دشمنوں کے ہاتھوں برباد و تباہ ہوئے اور اپنے نہ چاہنے کے باوجود مجبوراً اپنے وطن سے جدا ہوئے پس تم اسباب کی قوت اور غیر اللہ پر اعتماد و بھروسہ رکھ کر ظلم و زیادتی سے بچو بلکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ پر توکل و بھروسا رکھو تاکہ تم ان کی طرح ایسی صورت احوال سے دوچار نہ ہو اے بصیرت والو تمہارے لیے اس میں پند و موعظت ہے۔ ”فاعتبروا“ سے استدلال کیا گیا ہے کہ قیاس شرعی دلیل ہے اور فاعتبروا میں اعتبار کا حکم موجود ہے۔

وھو العبور والانتقال من شیٔ الی غیرہ ۔ اور وہ کسی شے سے اس کے غیر کی طرف روایت کر کے یا لے جا کر تعبیر لینا یا سوچ و بچار کرنا یا جانچنا ہے اور قیاس میں یہی متحقق ہے کیونکہ اس میں اصل حکم سے فرع کی طرف انتقال ہوتا ہے جیسا کہ ابن عباس کا دانتوں کی دیت کے بارے میں قول ہے ”اعتبر حکمھا بالاصابع فی ان دیتھا متساویۃ“ اس حکم کا اعتبار انگلیوں کی دیت کے بارے میں یہ ہے کہ دیت سب انگلیوں کے لئے یکساں ہو خفاجی کا قول ہے اعتبار کا حکم جو اس آیت میں وارد ہے وہ یہ ہے

”وھو رد الشیٔ الی نظیرہ بان یحکم علیہ بحکمہ“ یعنی وہ کسی شے کا اس سے مشابہ یا ملتی جلتی شے کی طرف اسے لوٹانا تاکہ اس کے حکم پر فیصلہ دیا جائے۔

اور یہ الفاظ (سوچ، باریک، بینی) اور قیاس عقلی و شرعی کو شامل ہے۔

وَلَوۡلَاۤ اَنۡ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمُ الۡجَـلَاۤءَ لَعَذَّبَهُمۡ فِى الدُّنۡيَا ؕ وَلَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ‏

اور اگر نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر گھر سے اجڑنا لکھ دیا تھا تو دنیا ہی میں ان پر عذاب فرماتا اور ان

کیلئے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔

(وَلَوْلَآ اَنْ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْہِمُ الْجَلَآءَ) اور اگر نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر گھر سے اجڑنا لکھ دیا تھا۔

(کَتَبَ اللّٰہ) ای الاخراج او الخروج عن اوطانهم علی ذلك الوجه الفظیع . اللہ نے لوح محفوظ میں نہ لکھ دیا ہوتا

یعنی نکالنا یا ان کے وطن سے نکلنا اس ذلت و رسوائی کے ساتھ، واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ نے لوح محفوظ میں ان کی اس ذلت و رسوائی کے ساتھ جلا وطنی نہ لکھ دی ہوتی۔

(لَعَذَّبَہُمْ فِی الدُّنْیَا) توضرور دنیا ہی میں ان پر عذاب فرماتا۔

بالقتل کاهل بدر وغیرهم او کما فعل سبحانه ببنی قریظة فی سنة خمس اذا الحکمة لو لم یکتب الجلاء علیهم

تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں ہی عذاب فرماتا یعنی کفار بدر وغیرہ کی طرح قتل ہوتے یا جس طرح حق سبحانہ وتعالیٰ نے ۵ھ ہجری میں بنو قریظہ کے ساتھ فرمایا جبکہ اللہ کی حکمت بالغہ ان کی وطن بدری نہ ہوتی (اللہ نے ان کے لئے یوں مقدر نہ فرمایا بعض علماء نے اخراج اور جلاء میں فرق کیا ہے ماوردی کا قول ہے جلاوطنی نہیں ہوتی مگر جماعت کی البتہ اخراج منفرد اور جماعت دونوں کے لئے ہوتا ہے۔

(وَلَہُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابُ النَّارِ o) اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔

أی انهم ان نجوا من عذاب الدنیا وهو القتل لامر اشق علیهم وهو الجلاء لم ینجوا من عذاب الآخرة

یہ لولا کے جواب کے ساتھ غیر متعلق استئناف ہے یعنی الگ جملہ ہے۔ اگر وہ دنیا کے عذاب سے جو کہ قتل ہے نجات پا گئے ہیں۔ (یعنی وقتی طور پر بچ گئے ہیں) اور وہ حکم ان پر بہت گراں ہے کہ وہ وطن بدر ہوئے تو اس سے وہ آخرت کے عذاب

سے ہرگز نہ بچ سکیں گے ۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

یہ اس لیے کہ وہ اللہ سے اور اس کے رسول سے پھٹے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے ۔

(ذٰلِكَ) یہ ای ما نزل بهم وما سينزل

یعنی ذلت وسزا ان پر پڑی اور جو جلد ہی پڑنیوالی ہے ۔

(بِاَنَّهُمْ) اس لیے کہ وہ بسبب انهم یعنی ان ہی کے باعث یا اس وجہ سے کہ وہ ۔

(شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) اور اس کے رسول سے پھٹے رہے ۔

وفعلوا ما فعلوا من القبائح اور انہوں نے جو کچھ خرابی برائی ومخالفت ہو سکتی تھی وہ انہوں نے ڈٹ کر کی یا یہ مفہوم ہے کہ ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور ایذا رسانی پر تلے رہے ۔

(وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ) اور جو اللہ کی مخالفت کی

والاقتصار على ذكر مشاقته عزوجل لتضمنها مشاقته عليه الصلوٰة والسلام

یہاں اللہ عزوجل شانہ، کی مخالفت پر ذکر کا اقتصاد کا مطلب ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت بھی اسی ہی کے ضمن میں شامل ہے لہذا مفہوم واضح ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو یہی وہ امر ہے جو مخالفت کرنیوالوں کی عقوبت وسزا کا سبب ہے ۔ جیسا کہ آگے فرمان عالیشان ہے ۔

(فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ)

تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے ۔

چونکہ ان کی مخالفت بھی شدید تھی لہذا عقوبت بھی شدید ہے ۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا اور اس لئے کہ فاسقوں کو رسوا کرے۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے جسے ابن اسحٰق یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنو نضیر پر لشکر کشی کی تو بنو نضیر اپنے قلعوں میں پناہ گزیں ہوئے تو آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے باغ کاٹ ڈالنے اور انہیں جلا دینے کا حکم دیا اس پر اللہ اور اس کے رسول کے دشمن (بنو نضیر) بہت گھبرائے اور رنجیدہ ہوئے اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ تمہاری کتاب میں اس کا حکم ہے اس پر مسلمانوں کی دو رائیں ہوگئیں ایک گروہ کا خیال ہوا کہ درخت نہ کاٹے جائیں یہ درخت "عجوہ" اور "لون" کے تھے "عجوہ" کھجور کی بہت نادر اور قیمتی قسم تھی جب کہ "لون" معمولی قسم تھی، عبداللہ بن سلام جو درختوں کے کاٹنے پر مامور تھے وہ "عجوہ" چھوڑ دیتے اور لون کاٹ ڈالتے اور کہتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ یہ (عجوہ) ہمیں بطور غنیمت عطا ہوگی اور ابولیلیٰ مازنی بھی جو درختوں کے کاٹنے پر مامور تھے وہ عجوہ کے درخت کاٹتے اور انہوں نے کہا کہ یہ اس لیے کاٹتا ہوں کہ دشمنانِ اللہ و رسول رسوا ہوں اور وہ غیظ و غضب کی آگ میں جلیں تو اللہ نے یہ حکم اتارا اور دونوں کو درست قرار دیا اور فرمایا کاٹنا یا چھوڑ دینا اللہ ہی کے حکم سے ہے۔

(مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ) جو درخت تم نے کاٹے

(لِّيْنَةٍ) حسن مجاہد، ابن زید، عمرو بن میمون اور راغب کے نزدیک ھی النخلۃ مطلقاً یہ کھجور کا عام درخت ہے اور اس کی جمع الوان ہے اور یہ دیمۃ کے وزن ہے اور ل مکسور ہے ابن عباس اور ایک جماعت کا قول ہے جو اہل لغت ہیں یہ عام کھجور کا درخت ہے جب کہ عجوہ نہ ہو۔

امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ یہ عجوہ ہے۔ (ما قطعتم) جو تم نے کاٹے تھے اور عجوہ چھوڑ دیے تھے۔

(اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا) یا ان کو جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے۔

ای ابقیتموها کما کانت ولم تتعرضوا لها بشرما

یعنی تم نے انہیں باقی رکھا اسی حال پر جس پر وہ تھے اور تم نے اِن سے کچھ بھی تعرض نہ کیا (قطع وبرید نہ کی)، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عجوہ کے درخت چھوڑدیئے تھے اس گمان غالب کے تحت کہ یہ قیمتی درخت اللہ کے فضل سے ہماری غنیمت بنیں گے۔

(فَبِإِذْنِ اللَّهِ) یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا۔

ای فذلك ای قطعها و ترکها بأمر اللہ تعالیٰ الواصل الیکم بواسطۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او بارادتہ سبحانہٗ وتعالیٰ ومشیئتہ عزوجل

یعنی یہ سب معاملہ یعنی درختوں کا کاٹنا یا چھوڑ دینا سب اللہ تعالیٰ کے حکم (اجازت ورضا) سے ہوا جو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطہ سے پہنچی یا اللہ پاک کے ارادہ ومشیئت سے ہوا کہ یہودیوں کی رسوائی ہو۔

(وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ) اور اس لیے کہ فاسقوں کو رسوا کرے

ای لیعز المومنین ولیخزی الفسقین ای لیذلهم اذن عزوجل فی القطع و الترک

یعنی ایمان والوں کو معزز کرے اور فاسقین (یہود بنو نضیر) کو رسوا (ذلیل کرے) یعنی اہل ایمان کو درختوں کے کاٹنے یا چھوڑنے کی اجازت سے ذلیل کرے۔ اس آیت کے تحت احناف کے نزدیک جائز ہے کہ کفار کے مکان ڈھائے جائیں یا ان کے کھیت درخت اجاڑے جائیں یا انہیں آگ لگادی جائے اور یہ اجازت ضرورت کے ساتھ مشروط ہے کہ اس کے بغیر کفار پر غلبہ وتسلط کا گمان نہ ہو۔ امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے کہ اگر غلبہ یقینی ہو تو ایسا نہ کرنا مستحب ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ

اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ

تھے اور نہ اونٹ ہاں اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں دیدیتا ہے جسے چاہے وہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

(وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ) اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے۔

فِ ۔ کے معنی بہتر حالت کی طرف پلٹنا کے ہیں بحر میں ہے کہ اَفَاءَ مضارع کے معنی میں ہے یعنی لوٹایا سورۃ البقرۃ میں اس کی نظیر آیت ایلاء میں ہے فان فاء وا فان اللہ غفور الرحیم پس اگر وہ لوٹا لیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے بیضاوی کا قول ہے یہاں اَفَاءَ بمعنی صَیَّرَ یعنی ملکیت پھیر دی ۔ منھم سے مراد بنو نضیر ہیں والمراد بما افاء سبحانہ علیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منھم اموالھم التی بقیت بعد جلائھم والمراد باعادتھا علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تحویلھا الیہ اور آفاء سے مراد حق سبحانہ، وتعالےٰ کا عطا کرنا ہے ان کے (بنو نضیر) ان اموال سے جو ان کی وطن بدری کے بعد باقی رہے تھے اور آپ صلے اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف لوٹانے سے مراد انہیں آپ کی تحویل میں دینا ہے کہ جس طرح چاہیں تصرف فرمائیں ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے بنو نضیر کی ملکیت سلب کر کے سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کو ان کی ملکیت کا بطور خاص مالک و متصرف فرمایا ۔

(فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ)

تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑ لئے تھے اور نہ اونٹ ۔

(اوجفتم) ''وجیف'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں سرعۃ السیر تیز رفتار سبک خرام، ابن ہشام کا قول ہے ما اوجفتم سے مراد ہے حرکتم واتعبتم فی السیر تمہیں کوئی بھاگ دوڑ یا کوفت مشقت نہ کرنا پڑی (مِنْ خَيْلٍ) فرد اَمن افراد الخیل یعنی تم میں سے کسی کو بھی گھوڑ سواری کی نوبت نہ آئی صرف دو میل کا فاصلہ تھا سب لوگ پیدل ہی پہنچ گئے صرف سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری استعمال

کی، (وَلَا رِکَابٍ)، ولا یرکب من الابل اور نہ ہی کوئی اونٹ پر سوار ہو کر پہنچا
یعنی کسی سواری کی نوبت ہی نہ آئی رکاب ہر نوع کی سواری کو شامل ہے۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ جب مومنین کو کوئی تکلیف ہی نہ اٹھانا پڑی تو وہ اس کے کیونکر حقدار ہوتے لہٰذا اللہ نے اپنے رسول کو عطا کیا اور مالک ومختار ومتصرف فرمایا۔
(وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ط) ہاں اللہ اپنے رسولوں کو قابو دے دیتا ہے جسے چاہے۔

"فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَاصَّةً"

تو یہ غنیمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے خاص ہوگئی کیونکہ ان کیلئے مسلمانوں کو بنو نضیر سے نہ جنگ لڑنا پڑی اور نہ ہی کسی طرح کی کوئی مشقت وکوفت اٹھانا پڑی، اللہ نے آپ کو اس غنیمت کا مالک ومتصرف کر دیا کہ جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سے بخاری ومسلم میں مروی ہے۔

فکان ینفق علی اھلہ منھا نفقۃ سنۃ ثم یجعل ما بقی فی السلاح والکراع عدۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس غنیمت کے خالص وخاص مالک ومتصرف تھے پس آپ اپنے گھر والوں کا سالانہ خرچ اسی طرح فرماتے تھے اور اس کے بعد جو باقی رہ جاتا اس کو اللہ کے راستے میں جہاد کی تیاری (اسلحہ اور گھوڑوں کی خریداری) وغیرہ میں لگا دیتے تھے۔

ضحاک کا قول ہے کہ یہ غنیمت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے خاص تھی اور سنت الٰہی پیغمبروں میں یونہی جاری رہی کہ وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے تسلط عطا فرماتا ہے لہٰذا حضور ہی اس غنیمت کے مالک ومتصرف تھے کہ جس طرح چاہیں خرچ کریں آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس مال میں سے صرف مہاجرین کو عطا کیا اور انہیں میں بانٹ دیا اور انصار میں سے کسی کو کچھ عطا نہ فرمایا سوائے تین اشخاص کے جو فقیر اور حاجتمند تھے وہ ابو دجانہ سماک بن خرشہ، سہل بن حنیف اور حرث بن الصمہ تھے ابن ہشام نے حرث بن الصمہ کا ذکر نہیں کیا البتہ یہ بیان کیا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سعد بن معاذ کو

ابن ابی الحقیق کی تلوار عطا کی ۔

(واللّٰہُ علٰی کُلِّ شیءٍ قدیرٌ) اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

فیفعل مایشاء کما یشاء تارۃ علی الوجوہ المعہودۃ واخری علی غیرہا ۔

پس وہ جو کچھ چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے خواہ ظاہری ذرائع کے ذریعے یا بغیر ظاہری ذرائع کے یعنی بلا واسطہ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ ط وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے ۔

وَمَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی)

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے

بیان لحکم ما افاءہ اللہ تعالٰی علی رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم من قری الکفار علی العموم بعد بیان حکم ما افاءہ من بنی نضیر کما رواہ القاضی ابو یوسف فی کتاب الخراج عن محمد بن اسحٰق عن الزہری عن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ

بنو نضیر کے اموال غنیمت کے بیان کے بعد ان غنائم کے حکم کا عمومی بیان ہے جو اللہ نے اپنے رسول کو کفار کی بستیوں سے دلائے جیسا کہ قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں محمد بن اسحٰق سے بواسطہ امام زہری اور حضرت عمر خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ جملہ پچھلے جملہ پر عطف نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں الگ الگ غنیمتیں نہیں ہاں اس جملہ میں اہل القریٰ سے مراد کفار کی بستیاں ہیں اور یہ بنو نضیر کو بھی شامل ہے لہٰذا مفسرین کے نزدیک یہ جملہ پہلے جملہ کا بیان ہے اور انصار کو اموال بنو نضیر سے محروم ہونے پر شبہ ڈالتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انصار نے ایثار سے کام لیا اور اپنا حق مہاجرین کے لئے چھوڑ دیا تاہم بعض مفسرین نے اس قول سے اتفاق نہیں کیا اور فرمایا کہ پچھلی آیت فقط اموال و غنائم بنو نضیر کے بارے میں اتری اور اللہ نے اپنے رسول کو اس پر مسلّط کیا اور ان کے لئے خاص فرما کر مالک و متصرف فرمایا اور یہ آیت ہر اس بستی کی غنیمتوں کے بارے میں ہے جسے مسلمان بزور شمشیر حاصل کریں۔

اھل القریٰ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بنو قریظہ، بنو نضیر فدک، عرینہ اور خیبر کی بستیاں مراد ہیں اس آیت میں مال فے کی تقسیم کا بیان بھی ہے تقسیم فے اور تقسیم غنائم میں بدیہی فرق ہے فے وہ مال ہے جو کفار سے بغیر قتال کے حاصل ہوا اور غنیمت وہ مال ہے اصلی کفار حربی سے قتال کے ساتھ حاصل ہو۔

مال فے کی تقسیم اللہ کے رسول کی مرضی پر موقوف اور یونہی آپ کے بعد آپ کے خلفاء کی صواب دید پر ہے اور یہی قول جمہور علماء شافعیہ و احناف وغیرہ کا ہے۔

(فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ) تو اللہ اور رسول کے لئے۔

ابن عباس اور حسن بن محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ اللہ کے ذکر سے افتتاح مین د برکت کے لیے ہے کیونکہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ ہی کیلئے ہے اور رسول کے ذکر میں آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غائت درجہ تعظیم اور رفعت شان ہے اس لیے سہمہ سبحانہ وسہم رسولہ واحد کہ خدا اور رسول کا حصہ

ایک ہی ہے یعنی جو خدا کا حصہ ہے وہ اس کے رسول ہی کا حصہ ہے اور خدا ورسول کا حصہ متفرق نہیں بلکہ ایک ہے۔ ابوالعالیہ کا قول ہے سہم اللہ تعالیٰ ثابت یصرف الی بناء بیتہ وہو الکعبۃ المشرفہ کہ اللہ کا حصہ ثابت ہے یعنی اپنی جگہ الگ ثابت ہے اور اس کا مصرف اس کے گھر یعنی کعبۂ معظمہ کی تعمیر وغیرہ ہے اور یونہی دوسری مساجد بھی اس کا مصرف ہوں گی۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ کا حصہ الگ ہے تو یہ چھ حصے ہوئے اور یہ سلف سے جو منقول ہے یعنی خمس کے خلاف ہے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پانچوں حصوں میں سے پانچواں حصہ رکھتے تھے اپنے ظاہری زمانہ حیات میں بھی پانچواں حصہ ہی لیتے تھے اور اسے اپنی ذات مبارکہ عیال اور بعض بیویوں کے سالانہ ضرورتوں پر خرچ فرماتے اور جو بچتا اسے مسلمانوں کی فلاح کیلئے خرچ کر دیتے، ہمارے احناف کے نزدیک کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد یہ ساقط ہو گیا اور خلفاء کرام کی صوابدید پر ہو گیا۔

لان الحکم معلق بوصف مشتق وہو الرسول کیونکہ حکم مشتق وصف کے ساتھ متعلق اور وہ رسول ہے جو رسالۃ سے مشتق ہے یعنی رسول کا مادہ اشتقاق رسالۃ ہے اور آپ کے بعد یہ علت کسی میں موجود نہیں۔ لہٰذا خلفاء مجاز ہوئے کہ مذکورہ حصہ داروں میں سے جس کو چاہیں عطا کریں۔

(وَلِذِی الْقُرْبٰی) اور رشتہ داروں

والمراد بذی القربیٰ قرابتہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم:

والمراد بہم بنو ہاشم وبنو المطلب

اور قرابت داروں سے مراد نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں سے مراد بنو ہاشم اور بنو المطلب ہیں۔ کیونکہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں میں حصہ رکھا اور دونوں کے بھائیوں کی اولاد جیسے عثمان اور نوفل کو حصہ دار نہ کیا، آپ کا ارشاد گرامی ہے "نحن و بنو المطلب شیٔ واحد" ہم اور بنو المطلب ایک ہی ہیں۔

شوافع کا قول ہے کہ اس حصہ میں بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے غنی و فقیر لوگ

سبھی یکساں ہوں گے یعنی مشترک ہوں گے جیساکہ آیت کریمہ کا اطلاق ہے اور جس طرح کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عباس کو عطا فرمایا حالانکہ وہ غنی تھے۔
امام احمد کا قول ہے کہ تقسیم کا معاملہ امام کی رلئے پر مفوض ہے اگر چاہے ان کے درمیان بانٹے اور اگر چاہے بعض کے سوا بعض کو دیدے اور اگر چاہے تو ان کے غیر کو دیدے اگر اس کا معاملہ ان کے معاملہ سے زیادہ اہم ہو۔ مزنی اور ثوری کا قول ہے مرد اور عورت حصہ میں برابر ہوں گے۔ ہمارے نزدیک (احناف) ذوی القربیٰ بنی ہاشم اور بنو المطلب کے ساتھ مخصوص ہیں جیساکہ حدیث شریف میں ہے مگر یہ کہ ان کے لیے کوئی مستقل حصہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ مطلقاً دیئے جائیں گے اور صرف ان کے مسکین و یتامیٰ و مسافر دیئے جائیں گے کہ ان کا بھی یتامیٰ مساکین اور مسافروں میں اندارج ہے ہاں وہ ان اصناف میں سے اپنے سے علاوہ (اعتبار پر) فوقیت دے جائیں گے، مقدم ہوں گے اور یہی وجہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم ان کے لیے کوئی مخصوص حصہ نہیں نکالتے تھے اور صرف خمس کو تین حصے فرماتے تھے یتامیٰ کا حصہ مساکین کا حصہ اور مسافروں کا حصہ اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے دور خلافت میں اس کے بالکل خلاف نہ فرمایا باوجودیکہ وہ مسائل میں ان سے اختلاف رکھتے تھے اور احتمال یہی ہے کہ انہوں نے خلفاء ثلاثہ کے رائے کے مطابق رجوع کر لیا ہو اگر ان کے نزدیک ایسا صحیح تھا، ہمارے بعض اصحاب نے مختار رکھا کہ آیت مذکورہ مصارف پانچ ہیں جس کا مطلب ہر گز نہیں اس کا مصرف سب کے لیے ہو سوائے ان کے جن کا استحقاق ہے یعنی واقع مستحق ہیں پس جائز ہوگا کہ صرف ایک ہی صنف پر اقتصاد ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سارا خمس اکیلے مسافروں ہی کو دیدیا جائے۔

(وَالْيَتٰمٰى) اور یتیموں

والمراد بالیتامی الفقراء منهم قال الشافعية: اليتيم هو صغير لا أب له وان كان له جد ويشترط اسلامه و فقره اومسكنة على المشهور۔

اور یتامیٰ سے مراد ان میں سے فقراء ہیں شوافع کا کہنا ہے یتیم وہ ہے جو کم سن ہو اور اس کا باپ نہ ہو اگرچہ اس کا دادا بھی ہو اور اس کا مسلمان اور فقیر ہونا مشروط ہے یا اس کی غربت کا پتہ ہو (مشہور ہو)۔

(وَالْمَسٰكِيْنِ) اور مسکینوں، جس کے پاس مال وغیرہ کچھ نہ ہو اور غریب و فقیر یا حاجت مند ہو

(وَابْنِ السَّبِيْلِ) اور مسافروں کے لئے،

جس کے پاس اگرچہ وطن میں مال ہو مگر سفر میں یہ صورت نہ ہو، یعنی بحالت سفر مال نہ رکھتا ہو یا ضرورت مند ہو

(كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ)

کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے۔

تعلیل للتقسیم، تقسیم کے لیے تعلیل ہے یعنی ایسا نہ ہو (کہ مال اغنیاء کے پاس) رہ جائے اور فقراء نقصان میں رہیں، عربوں کے ہاں زمانۂ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ غنیمت کے اموال سے ایک چوتھائی سردار لے لیتا اور باقی قوم کے لئے چھوڑ دیتا جس میں سے مالدار لوگ زیادہ لے جاتے اور غرباء کے لیے بہت تھوڑا رہ جاتا۔

لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی اسی طرح بانٹنے کو کہا تو اللہ نے تقسیم کا مکمل اختیار اپنے رسول کو تفویض فرما دیا اور تقسیم کا طریقہ بیان فرما دیا اور اسے رسول کی مصلحت و مرضی پر موقوف فرمایا تاکہ یہ تقسیم صرف تونگروں میں نہ رہے بلکہ سب مستحقوں کو ملے اس ٹکڑے میں ارتکاز دولت اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کے بارے واضح تردید ہے جو اسلام کے نظام اقتصادی واضح کرتی ہے جس میں تونگروں کی اجارہ داری کی مذمت ہے۔

(وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ) اور جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لو

ای ما اعطاکم من الفیء — لانہ حقکم الذی احلہ اللہ تعالٰی لکم

یعنی جو کچھ تمہیں اموال فے سے عطا کریں وہ لو اس لئے کہ اللہ نے اسے تمہارے لیے حلال کیا ہے۔

(وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا) اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

ای عن اخذہ منہ یعنی آپ سے اسے لینے سے باز رہو مطلب یہ ہے کہ اگر آپ اموال فے سے نہ عطا فرمائیں تو تم اس کے لئے حرص نہ کرو (فانتھوا) عنہ یعنی جس امر سے روکدیں اس سے رک جاؤ۔

(وَاتَّقُوا اللّٰهَ) اور اللہ سے ڈرو

فی مخالفتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت نہ کرو اور آپ کے احکام کی بجا آوری میں سستی نہ کرو۔

(اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ) بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے

فیعاقب من یخالفہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت کرے گا اس پر عذاب ہوگا۔

اور یونہی جو مال غنیمت میں سے حقداروں کے سوا طمع کریگا تو یہ بھی گویا نافرمانی ہی ہے جو موجب عقوبت ہوگی۔

اس آیت کو اموال فے کے ساتھ خصوص پر محمول کیا گیا ہے اور حسن سے مروی ہے کہ قرینہ یہاں یہی ہے کہ یہ آیت اموال فے کے بارے میں خاص ہوا ور کشاف میں ہے۔ "الاجود ان تکون عامۃ فی کل ما امر" کہ عموم الفاظ کے پیش نظر ہر آیت ہر اس حکم کے لیے عام ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا

کیونکہ ہر امر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت واجب ہے خواہ اوامر سے ہو یا نہی سے۔

اور شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا مجھ سے پوچھو جو تم چاہو میں تمہیں اللہ کی کتاب اور سنت رسول سے خبر دوں گا تو عبد اللہ بن محمد بن ہارون

نے کہا "ما تقول فی المحرم یقتل الزنبور" آپ اس محرم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو زنبور بھڑ کو مار ڈالے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور ہم سے سفیان بن عیینہ بروایت حذیفہ بن الیمان سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کی پیروی کرو جو میرے بعد ہیں یعنی ابوبکر وعمر اور سفیان بن عیینہ نے مسعر بن کدام سے انہوں نے قیس بن مسلم سے انہوں نے طارق بن شہاب سے اور انہوں نے حضرت عمر بن خطاب سے بیان کیا کہ حضرت عمر نے بھڑ (زنبور) کو مارنے کا حکم دیا۔ اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی اسد کی ایک بی بی کو گدوانے والی عورتوں پر لعنت کے بارے میں اسی آیت سے استدلال فرمایا۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ	اُن فقیر ہجرت کرنیوالوں کیلیے جو
اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ	اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے
اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا	گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا
مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ	چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد
یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ	کرتے وہی سچے
اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ	ہیں۔

(لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِیْنَ) ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے۔

زمخشری کا قول ہے: بدل من قولہ تعالیٰ: (لذی القربٰی) یہ جملہ اللہ کے قول سے بدل ہے اور اس پر معطوف ہے اور جس نے کہا یہ جملہ "للہ وللرسول" سے بدل نہیں ہے اور جو اس کے بعد ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں تو اللہ نے اپنے محبوب کو فقراء سے یہ کہہ کر نکال لیا ہے ینصرون اللہ ورسولہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لفظ فقیر سے موسوم کرنا شدید سوء ادبی ہے ورنہ رسول کا اپنی مدد کرنا لازم آئے گا جو درست نہیں لہذا للفقراء سے مراد وہی لوگ ہیں جن کی تفصیل پچھلی آیت میں گزری (الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ) جو اپنے گھروں اور مالوں

سے نکالے گئے۔

حیث اضطرھم کفار مکة واحوجوھم الی الخروج فخرجوا منھا وھذا وصف باعتبار الغالب وقیل: کان ھٰؤلاء مائة رجل

کفارِ مکہ نے ان کو وہاں مضطرب کر دیا تھا اور انہیں گھروں سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا پس وہ گھروں سے جبراً نکلے اور یہ وصف غلبہ کے اعتبار سے ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ کل سو شخص تھے اس آیت کے تحت امام ابو حنیفہ کے نزدیک کافر کو مالک قرار دیا جائیگا اگر وہ مسلمان کے مال پر دار الکفر میں قبضہ کرلے اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے لفظ فقیر بولا ہے اور فقیر وہ ہوتا ہے جس کی ملکیت وغیرہ کچھ نہ ہو البتہ امام شافعی اس کے قائل نہیں اور احادیث اس باب میں متفرق و مختلف ہیں تاہم فتح مکہ کے روز جیسا کہ بخاری و مسلم میں مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عقیل بن ابی طالب کے قبضہ کو تسلیم کرلیا تھا واللہ اعلم۔

(یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا) اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے۔

ای طالبین منه تعالیٰ رزقا فی الدنیا ومرضاة فی الاخرة وصفوا اولا بما یدل علی استحقاقھم للفیٔ من الاخراج من الدیا والاموال وقید ذلك ثانیاً بما یوجب تفخیم شأنھم ویؤکدہ مما یدل علی توکلھم التام ورضاھم بما قدرہ الملیك العلام

یعنی اللہ تعالیٰ سے دنیا میں رزق اور آخرت میں رضاؤں کے طلب کرنے والے ہیں اور پہلے ان کے دیار واموال سے جبراً نکالے جانے کا ذکر فرما کر ان کی توصیف فرمائی جو ان کے اموال فیٔ کے استحقاق پر دلالت کرتی ہے اور پھر دوبارہ اس وصف سے مقید کیا ہے جو ان کی عظمت اور جلالت شان کی مقتضی ہے اور اس سے مؤکد ہوتا ہے کہ وہ لوگ بکمال متوکل اور اللہ کریم نے جو ان کے لئے مقدر فرمایا اس پر غایت درجہ راضی ہیں اور ایک قول ہے کہ ثواب آخرت کو ترجیح دیتے ہیں۔

(وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) اور اللہ ورسول کی مدد کرتے۔

یہ یَبْتَغُوْنَ پر عطف ہے اور وہ ان لوگوں کی مقدرہ حالت ہے ای ناوین لنصرة اللہ ورسولہ یعنی اللہ اور اس کے رسول کی نصرت وتائید دل وجان ومال سے کرتے ہیں۔

(اُولٰٓئِكَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ) وہی سچے ہیں۔

(اُولٰٓئِکَ) الموصوفون بما ذکر من الصفات الجلیلہ یعنی جو صفات جلیلہ مذکور ہوئے ان کے موصوف (مہاجرین)

(ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ) ای الکاملون فی الصدق فی دعواھم الایمان یعنی وہ اپنے دعویٰ ایمان کامل سچے ہیں اور سچے مخلص و مومن ہیں قتادہ کا قول ہے کہ مہاجرین ہی تھے جنہوں نے اللہ و رسول کی محبت میں وطن، گھر بار، مال و دولت، کنبہ و قرابت کو چھوڑا اور اسلام کو قبول کیا اور ہر قسم کی سختیاں مصائب و شدائد جھیلے محض اس وجہ سے کہ وہ مومن تھے اور ان کی حالت یہ ہوئی کہ بھوک برداشت کرنے کے لئے پیٹ پر پتھر باندھتے اور موسم سرما غاروں میں سر چھپاتے اور کپڑا نہ ہونیکا تدارک کرتے یا گڑھے کھود کر ان میں پناہ لیتے، میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ امت میں افضل ترین مومن تھے اور اہل ایمان کا ہراول دستہ تھے جو ایمان و استقلال کا کوہ وقار تھے جن کے صبر و ثبات کی نظیر نہیں جن کی زندگی کا خلاصہ اللہ و رسول کی محبت و رضا تھی اور فقط اسی ہی کے مشتاق تھے اور ان کے قلوب انوار الٰہیہ سے ایسے روشن تھے کہ ماہتاب و آفتاب کی چمک ان کی کرن کو نہ پہنچ سکے، عشق رسول میں فنا اور مقام رضا میں مستغرق تھے۔ حدیث شریف میں کہ یہ مہاجرین اغنیاء سے چالیس برس قبل جنت میں داخل ہوں گے اور بعض اصحاب تفسیر اس آیت سے خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا استدلال کیا ہے، جو کوئی مہاجرین مومنین کے ایمان میں شبہ رکھے یا ان کو معاذ اللہ سچا نہ جانے بلاشبہ ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

(وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِہِمْ) اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا۔

الاکثرون علی انہٗ معطوف علی المھاجرین والمراد بھم الانصار والتبوؤ النزول فی المکان، ومنہٗ المباءۃ للمنزل ونسبۃ الی الدار والمراد بھا المدینۃ ظاھر۔

یعنی ان میں سے اکثر لوگ کیونکہ وَالَّذِیْنَ میں واؤ مہاجرین پر عطف ہے اور اس سے مراد انصار ہیں تبوّؤ سے مراد مکان مقیم ہونا ہے اور اس سے قرار گاہ کی طرف اشارہ ہے اور اس کی نسبت دار (شہر مکان) سے ہے اور اس سے مراد مدینہ منورہ ہے جو دار الہجرت ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے وہ لوگ جو کہ دار الہجرت میں مقیم رہے اور ایمان پر قائم اور ڈٹے رہے اور ایمان سے مراد بھی مدینہ منورہ ہی ہے اور بعض نے کہا کہ انصار مدینہ چونکہ ہمیشہ ایمان پر قائم رہے لہٰذا ایمان کو ان کا قرار گاہ فرمایا اور ان کی اس طرح توصیف فرمائی۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے مدینہ منورہ کو اپنا مستقر بنا لیا اور اسلام لائے اور مدینہ منورہ کے اسماء جلیلہ میں سے ایک مبارک نام دار الایمان بھی ہے حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا والذی نفسی بیدہٖ تربتھا المومنۃ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے خاک مدینہ مومن ہے اور توریت میں اس شہر پاک کا نام مومنہ ہے یہی وہ شہر پاک ہے جہاں سے ایمان کے احکام نکلے ہیں اور شعائر اسلام کا مرکز بھی یہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ سارے شہر تلوار سے فتح ہوتے ایک مدینہ ہی تو ہے جو قرآن سے فتح ہوا ہے لہٰذا دار الایمان بطور نام ہونا بھی واضح ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ حدیث میں وارد ہے کہ جو فرشتہ دلوں پر ایمان کی مہر لگاتا ہے وہ بھی یہیں کا یعنی مدینہ منورہ کا رہنے والا ہے زادہ اللہ عزو شرفا۔

(مِنْ قَبْلِہِمْ) ای قبل المھاجرین۔ ان سے پہلے یعنی مہاجرین کی ہجرت مدینہ سے پہلے یعنی وہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مہاجرین کی تشریف آوری سے پہلے ہی اسلام لا چکے اور ایمان پر جمے رہے اور مسجدیں قائم کیں۔

(یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْہِمْ) دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے

ای یحبون المهاجر الیہم من حیث مہاجرتہ الیہم لحبہم الایمان
یعنی وہ ہجرت کرنیوالے سے جہاں سے بھی وہ اُن کے پاس آتے اپنی محبت ایمانی کیوجہ سے
ان کو دوست رکھتے ہیں ان کو اپنے گھروں میں اتارتے ہیں اور اپنے مالوں میں آدھا شریک ٹھہراتے ہیں
(وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا) اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت
نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے۔

(وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ) ای ولا یعلمون فی انفسھم۔ یعنی وہ اپنے دلوں میں
مال کی طلب نہیں پاتے یا کوئی ضرورت نہیں پاتے (حَاجَةً) ای طلب محتاج الیہ ضرورت یا طمع
یا طلب یا خواہش (مِمَّآ اُوْتُوْا) ای مما اعطی المهاجرون من الفیٔ وغیرہ یعنی جو کچھ اموال فے
وغیرہ میں سے مہاجرین کو عطا کیا گیا۔

روایت میں ہے بنو نضیر کا مال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قبضہ و تصرف میں آیا تو آپ نے
انصار کے دونوں قبیلوں اوس و خزرج کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ مال تمہیں اور مہاجروں کو
برابر بانٹ دوں اور اگر تم چاہو تو مہاجرین کو دیدوں تاکہ وہ تمہارے گھروں اور اموال وغیرہ کو چھوڑ دیں
تو سعدین رضی اللہ عنہما نے فیصلہ کیا کہ آپ یہ مال مہاجرین کو ہی تقسیم فرمائیں اور وہ جس طرح ہمارے ہاں مقیم ہیں
بدستور اسی طرح مقیم رہیں گے، یہ فیصلہ سنتے ہی انصار نے بیک آواز کہا یا رسول اللہ ہم کو یہ منظور رہے اور
ہم اس پر راضی ہیں اس پر آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے کیلئے رحمت کی دعا فرمائی اور سارا مال
مہاجرین پر تقسیم فرما دیا اور انصار میں سے تین محتاجوں سہل بن حنیف ابو دجانہ اور حارث بن حرشہ کے سوا کسی کو
کچھ نہیں دیا البتہ سعد بن معاذ کو ابن ابی الحقیق رئیس یہود کی تلوار بطور خاص عطا فرمائی اس تلوار کی بڑی دھوم تھی
اور سعد تیغ زنی میں مشہور تھے اور بنو اوس کے سردار تھے۔

(وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط)
اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔

ای یقدمون المهاجرین فی کل شیٔ من الطیبات حتی ان من کان عندہ امرأتان
کان ینزل عن احداھما ویزوجہا واحداً منہم۔
یعنی مہاجرین کو پاکیزہ و ستھری اشیاء میں سے ہر ایک شیٔ میں فوقیت و ترجیح دیتے ہیں یہاں تک کہ اگر ان

میں سے کسی کے پاس دو بیبیاں ہیں تو وہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے شرعاً دستبردار ہو جاتا اور ان میں سے کسی ایک کے ساتھ اسے بیاہ دیتا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ خدمت نبوی میں ایک بھوکا شخص آیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت سے کھانے کے بارے میں معلوم کرایا مگر کسی کے ہاں بھی کھانے کو کچھ نہ تھا، تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا جو اس شخص کی مہمانداری کرے گا اللہ کریم اس پر رحمت فرمائے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی اجازت سے اسے اپنے گھر لے گئے، بیوی نے بتایا کہ صرف بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے اور کچھ نہیں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا بچوں کو بہلا کر سلا دو اور جب مہمان کے روبرو کھانا چن دیا جائے تو چراغ درست کرنے اٹھے اور بجھا دینا تاکہ وہ اچھی طرح کھالے تاکہ مہمان کو معلوم نہ ہو اور وہ شکم سیر ہو کر کھا سکے سو اس طرح مہمان کو کھلا دیا اور خود بھوکے ہی رات گزاری جب صبح ہوئی تو حاضر خدمت نبوی ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فلاں فلاں لوگوں میں عجیب معاملہ پیش آیا اللہ تعالیٰ ان سے بہت راضی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ) اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا

الشح اللؤم وھو ان تکون النفس کزۃ حریصۃ علی المنع ، شحّ سے مراد بخل یا کمینگی ہے اور وہ یہ ہے کہ نفس اس قدر کمینہ یا حریص و لالچی ہو جائے کہ کسی کو کچھ نہ دے یعنی مال خرچ کرنے سے روکے۔ راغب کا قول ہے : الشحّ بخل مع حرص ، شحّ سے مراد بخل کا حرص کے ساتھ جمع ہونا ہے یعنی خسیس ہو حسن کا قول ہے : البخل ان یبخل الانسان بما فی یدہ والشحّ ان یشح علی ما فی ایدی الناس بخل یہ ہے کہ آدمی جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اسے لالچ کی وجہ سے نہ دے اور شحّ یہ ہے کہ جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس طمع و حرص سے دیکھے کہ مجھے حاصل ہو جائے یا ناجائز طور پر اسے کھائے۔ آدمی کے نفس کو مال کی رغبت و محبت ہوتی ہے اور خرچ کرنا اسے بھلا معلوم نہیں ہوتا وہ اسے روکتا ہے کہ کہیں فقیر نہ ہو جائے یا کمی نہ واقع ہو اور وہ تنگدلی کا مظاہرہ کرتا ہے اور جو لوگ فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور نفس کی اس رغبت سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ اس کے برعکس خرچ کرتے ہیں تو وہی لوگ بھلائی حاصل کرنیوالے ہیں۔ نسائی میں ہے کسی بندہ کے دل میں شحّ اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے۔

واضح مفہوم یہی ہے کہ جس چیز کا لینا عند الشرع جائز نہیں اسے نہ لے اور نہ ہی اس کی طمع رکھے اور جس کے خرچ کرنے کا حکم ہے اسے لالچ و بخل کے تحت نہ روکے بلکہ خرچ کرے اور یہ کہ کسی پر ظلم نہ کرے کہ اس کی

وجہ سے دوسروں کا مال ہڑپ کر جائے یا کسی کی حق تلفی کرے ۔

حاکم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ نے جنت عدن کو پیدا کیا اور اس کے درخت اپنے دستِ کرم سے لگائے پھر اس سے (جنت عدن) کہا بول تو اس نے کہا قدافلح المومنون بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے تو اللہ عز وجل شانہٗ نے فرمایا مجھے اپنے عزت واجلال کی قسم میں تجھ میں بخیل کو داخل نہ کروں گا پھر آپ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پڑھا ۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ط ۰

(فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) تو وہی کامیاب ہیں ۔

الفائزون بکل مطلوب الناجون من کل مکروہ

یعنی یہی لوگ مطلوب پائیں گے اور ہر ناپسندیدہ شے سے محفوظ ہوں گے ۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں لے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے ۔

(وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ) اور وہ جو ان کے بعد آئے ۔

اکثر علماء تفسیر کے نزدیک "والذین" میں و مہاجرین پر ہی عطف ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے تقویت سلام کے بعد ہجرت کی ۔ اور ایک قول ہے ۔ ھم المومنون بعد الفریقین الی یوم القیامۃ مراد وہ مومن ہیں جو مہاجرین وانصار کے بعد قیامت تک ہوں گے ۔ تاہم اس پر سلف وخلف کا اتفاق ہے کہ یہ آیت تمام مومنین کو شامل ہے جو بعد میں ہوں گے ۔

(يَقُوْلُوْنَ) عرض کرتے ہیں ۔

دعا کرتے ہیں یعنی ان کا حال یہ ہے کہ سلام کے اس ہراول دستے کے لیے بطور ممنونیت التجا

کرتے ہیں کیونکہ ان کا پچھلوں پر حق ہے کہ ان سے محبت رکھیں ان کی توقیر کریں ان کے درجات عُلیا کے لیے التجا و دعا کریں اور ان کی راہ جو راہ سعادت و کامرانی ہے مانگیں کہ وہ پچھلوں اور رسولوں کے درمیان واسطہ رشد وہدایت، ایمان وایقان ہیں۔

(رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ)

اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

ای فی الدین الذی ھو اعز واشرف عندھم من النسب

یعنی دین میں جو کہ ان کے نزدیک نسب سے زیادہ اعزاز وفضیلت رکھتا ہے،

واضح مفہوم ہے کہ وہ ہمارے دینی بھائی ہیں اور دینی رشتہ نسبی رشتوں سے کہیں بڑھ کر ہیں چونکہ وہ ہم سے پہلے ہوئے اور ایمان لائے لہذا ہم بعد میں آنیوالے ان کے لئے دعائے رحمت وبخشش کرتے ہیں اس آیت سے مستفاد ہے کہ مہاجر و انصار جو صحابہ اور تابعین کے لیے دعا نہیں کرتا اور بغض وعداوت یا کینہ رکھتا ہے یا ان کو برا بھلا کہے وہ اہل ایمان کی تین قسموں سے جیسا کہ اوپر گزرا خارج ہے۔ یعنی مومن نہیں ہے ان کے سبقت ایمانی کے ذکر میں ان کی توصیف اور اعتراف فضیلت ہے اور اس کا انکار کھلا مکابرہ ہے۔

(وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ

ای حقدا و قوی غمراً یعنی بغض، کینہ اور غمراً بھی پڑھا گیا جس کا مطلب ہے، سینے کا کسی کے خلاف کینہ سے بھر جانا۔ یعنی مہاجرین وانصار اور ان کے بعد آنیوالوں کے بارے میں ہمارے دل میں بغض نہ ہو اس دعائیہ ٹکڑے سے مزید واضح ہو گیا جو صحابہ کو شب وشتم کرے وہ اہل ایمان سے خارج ہے۔

(رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ) اے رب ہمارے بے شک تو نہایت مہربان رحم والا ہے۔

ای مبالغ فی الرافة والرحمة۔ یعنی اے اللہ تو بہت زیادہ (انتہائی) مہربانی اور رحمت کرنے والا ہے۔ اس آیت کی رو سے صحابہ (انصار و مہاجرین وتابعین) کے لیے دعا کا حکم ہے اور ان کے بارے میں دل کو کینہ سے پاک وصاف رکھنے کی تلقین ہے ابن المنذر سے بروایت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا امروا ان یستغفروا لاصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فسبوھم ثم قرأت ھذہ الآیۃ (والذین جاءو) لوگوں کو حکم دیا گیا کہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعائے مغفرت ورحمت کریں تو وہ انہیں گالیاں دیتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی والذین جاءو من بعدھم الخ ۔ ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو بعض مہاجرین صحابہ کے بارے میں برا کہتے سنا تو اسے بلایا پھر یہ آیت (للفقراء المھاجرین الخ) پڑھی اور کہا جنکا ذکر ہوا یہ مہاجرین ہیں کیا تم ان میں سے ہو تو اس شخص نے کہا "نہیں" پھر آپ نے یہ آیت (والذین تبوءو الدار والایمان الخ) پڑھی اور کہا یہ جن کا ذکر ہوا یہ انصار ہیں کیا تم ان میں سے ہو تو اس شخص نے کہا "نہیں" پھر آپ نے یہ آیت (والذین جاءو من بعدھم) پڑھی اور کہا کیا تم ان میں سے ہو اس آدمی نے کہا میں ایسا ہی خیال کرتا ہوں (امید رکھتا ہوں) تو فرمایا خدا کی قسم ہرگز وہ کبھی بھی ان لوگوں میں سے نہیں ہو سکتا جو ان لوگوں کو برا بھلا کہے (سب وشتم کرے) ۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ صحابہ وتابعین کو سب وشتم کرنیوالا یا ان سے کینہ رکھنے والا مال فیئ کا کوئی حقدار نہیں ۔ اکثر علماء تفسیر کے نزدیک اموال فیئ کے مستحق مذکورہ تینوں اقسام کے لوگ ہیں بشرطیکہ فقیر ہوں اور بعض کے نزدیک فقیر ہونا شرط نہیں اور علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ اموال فیئ ہر قسم کے مسلمانوں کا (بلا تخصیص غنی وفقیر) حق ہے ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اموالِ فیئ میں تمام مسلمانوں کو یکساں حصہ دیتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فضیلت دینی اور خدمات دینی کے فرق کا لحاظ بھی رکھا اور اموال فیئ میں بھی اسے ترجیح دی اور حصہ برابر نہ رکھا البتہ غنی وفقیر کا لحاظ انہوں نے بھی نہ رکھا۔

ہدایہ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس مال سے جو حکومت اسلامیہ کو بغیر لڑائی کے حاصل ہو جائے جیسے خراج ارضی ، جزیہ ، عشر لاوارث ذمی کا ترکہ وغیرہ تو خمس نہیں نکالا جائیگا اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے بھی یہی ہے اور یہ مال رفاہ عامہ پر خرچ کیا جائیگا امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی مروی ہے البتہ امام شافعی کے نزدیک خمس نکالا جائیگا اور وہ جائیداد جو غیر منقولہ ہو وقف کردی جائیگی اور اس کے محصولات کی تقسیم منقولہ اموال فیئ کی طرح ہوگی

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الحشر پ ۲۸

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے بھائیوں کافر کتابیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کی نہ مانیں گے اور تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝

اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر ان کی مدد کی بھی تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر مدد نہ پائیں گے۔

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝

بے شک ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝

یہ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے مگر قلعہ بند شہروں میں یا دھسوں کے پیچھے آپس میں ان کی آنچ سخت ہے تم انہیں ایک جتھا سمجھو گے اور ان کے دل الگ الگ ہیں یہ اس لیے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

ان کی سی کہاوت جو ابھی قریب زمانہ میں ان سے پہلے تھے انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْ

شیطان کی کہاوت جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر پھر جب اس نے کفر کر لیا بولا میں تجھ سے

اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ — الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ — تو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ حشر پ ۲۸

ا۔ کیا	لم۔ نہ	تر۔ دیکھا تو نے	الی۔ طرف
الذین۔ انکی جو	نافقوا۔ منافق ہیں	یقولون کہتے ہیں	لاخوانہم۔ اپنے بھائیوں سے
الذین جو	کفروا۔ کافر ہیں	من اھل الکتب۔ اہل کتاب سے	
لئن۔ اگر	اخرجتم۔ تم نکالے گئے	لنخرجن۔ تو ہم بھی ضرور نکلیں گے	معکم۔ تمہارے ساتھ
و۔ اور	لا۔ نہ	نطیع۔ کہا مانیں گے	فیکم۔ تمہارے متعلق
احدا۔ کسی کا	ابدا۔ کبھی بھی	و۔ اور	ان۔ اگر
قوتلتم۔ تم سے لڑائی ہوئی	لننصرنکم۔ تو ہم ضرور تمہاری مدد کرینگے		و۔ اور
اللہ۔ اللہ	یشھد۔ گواہی دیتا ہے	انہم۔ کہ وہ	لکذبون۔ یقیناً جھوٹے ہیں
لئن۔ اگر	اخرجوا۔ نکالے گئے تو	لا۔ نہ	یخرجون نکلیں گے
معہم۔ ساتھ انکے	و۔ اور	لئن۔ اگر	قوتلوا۔ لڑائی کیے گئے تو
لا۔ نہ	ینصرونہم۔ مدد کرینگے انکی	و۔ اور	لئن۔ اگر
نصروہم۔ مدد کرینگے	ھم۔ ان کی	لیولن۔ تو ضرور پھیرینگے	الادبار۔ پیٹھیں
ثم۔ پھر	لا۔ نہ	ینصرون۔ مدد دیے جائینگے	لأ۔ بیشک
انتم۔ تم	اشد۔ زیادہ سخت ہو	رھبۃ۔ ڈر کے لحاظ سے	فی۔ بیچ
صدور۔ سینوں	ھم۔ ان کے	من اللہ۔ اللہ سے	ذلک۔ یہ
بانہم۔ اسلیے کہ وہ	قوم۔ قوم ہیں	لا۔ جو نہیں	یفقھون سمجھتے
لا۔ نہیں	یقاتلونکم۔ لڑینگے تم سے	جمیعا۔ اکٹھے ہو کر بھی	الا۔ مگر

فی ۔ بیچ	قری ۔ بستیوں	محصنۃ ۔ قلعہ بند کے	او ۔ اور یا پھر
من وراء ۔ پیچھے	جدر ۔ دیواروں کے	باسہم ۔ لڑائی انکی	بینہم ۔ آپس میں
شدید ۔ سخت ہے	تحسبہم ۔ تم خیال کرتے ہو انکو جمیعا ۔ اکٹھے		و ۔ اور
قلوبہم ۔ انکے دل	شتی ۔ پھٹے ہوئے ہیں	ذلک ۔ یہ	بانہم ۔ اسلیے کہ وہ ۔
قوم ۔ لوگ ہیں جو	لا ۔ نہیں	یعقلون سمجھتے	کمثل ۔ انکی مثال
الذین ۔ وہ ہیں جو	من قبلہم ۔ ان سے پہلے ہوئے	قریبا ۔ قریب زمانہ میں	ذاقوا ۔ انہوں نے چکھا
وبال ۔ وبال	امرہم ۔ کام	ھم ۔ اپنے کا	و ۔ اور
لہم ۔ انکے لیے	عذاب ۔ عذاب ہے	الیم ۔ دردناک	کمثل جیسے
الشیطن شیطان کی مثال	اذ ۔ کہ جب	قال ۔ کہتا ہے	للانسان ۔ انسان کو
اکفر ۔ کفر کر	فلما ۔ تو جب	کفر ۔ اس نے کفر کیا	قال ۔ کہا
انی ۔ میں	بری ۔ بیزار ہوں	منک ۔ تجھ سے	انی ۔ بیشک میں
اخاف ۔ ڈرتا ہوں	اللہ ۔ اللہ سے جو	رب ۔ رب ہے	العلمین ۔ جہانوں کا
فکان ۔ تو ہوا	عاقبتہما ۔ ان کا انجام	انہما ۔ کہ وہ دونوں	فی ۔ بیچ
النار ۔ آگ کے ہیں	خالدین ہمیشہ رہیں	فیہا ۔ اس میں	و ۔ اور
ذلک ۔ یہ ہے	جزاء ۔ بدلہ	الظلمین ۔ ظالموں کا ۔	

مختصر تفسیر اردو سورۃ الحشر رکوع دوم پ ۲۸

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے بھائیوں کافر کتابیوں سے کہتے ہیں

لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا

کہ اگر تم نکالے گئے، تو ضرور ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کی نہ مانیں گے اور تم

اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۔ سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں

(اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا) کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا۔

ابو نعیم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی ہے کہ یہ آیت بنی عوف کے ایک گروہ کے بارے میں اتری جن میں عبداللہ بن ابی سلول، ودلیعۃ بن مالک، سویداور داعس وغیرہ تھے، یہ لوگ بنو نضیر کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ تم مدینہ سے نہ نکلنا، ہمارے پاس دو ہزار شخص ہیں جو تمہارے ہمراہ قلعہ بند ہو جائیں گے۔ سدی کا قول ہے کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ سے کچھ لوگ سلام لائے تھے اور ان میں منافق بھی تھے وہ بنو نضیر کے پاس گئے اور انہیں اپنی مدد کا ذکر کے مدینہ سے نکلنے کے بارے میں منع کیا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا آپ نے عبداللہ بن ابی سلول اور اس کے ساتھیوں کو ملاحظہ فرمایا۔ (يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ) کہ اپنے بھائیوں کافر کتابیوں کو کہتے ہیں۔ یعنی بنو نضیر سے کہتے ہیں؛ والمراد باخوتهم الاخوة فی الدین واعتقاد الکفرۃ او الصداقہ انہیں کافر کتابیوں کا بھائی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھائی چارہ کفریہ اعتقادات اور انکے دینی نقطہ نظر سے ہے یا باہمی موالات اور مسلمانوں سے مخالفت وکینہ کے اشتراک کیوجہ سے ہے۔

(لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ) کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ ہی نکل کھڑے ہوں گے۔ (ولئن اخرجتم) گویا بطور شرط قسم یا علت قسم ہے اور اس کے جواب میں ان کا کہنا ہے۔ ای واللہ لئن اخرجتم من دیارکم قسراً لنخرجن من دیارنا معکم البتہ ونذھبن فی صحبتکم اینما ذھبتم''

یعنی خدا کی قسم اگر تم اپنی بستیوں سے جبراً نکالے گئے تو ہم ضرور تمہارے ساتھ اپنی بستیوں سے نکل کھڑے ہوں گے اور تم جہاں کہیں بھی جاؤ گے ہم تمہارے ساتھ وہیں جائیں گے۔

(وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا) اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کی نہ مانیں گے۔

فی شأنکم۔ یعنی تمہارے خلاف کسی کی نہ مانیں گے۔ ایک قول ہے لا نطیع فی قتالکم او

خذلانکم یعنی تمہارے بارے میں جنگ، یا اگر تمہاری رسوائی ہوئی تو کسی کی بات نہ مانیں گے یا تمہاری نصرت سے دستکش ہونے کو قبول نہ کریں گے خواہ یہ مشورہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف سے ہو یا اہل ایمان یوں چاہیں۔ (وَاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ) اور تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ ای لنعاوننکم علی عدوکم یعنی ہمارے تمہارے دشمن کے خلاف تم سے ضرور تعاون کریں گے واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان نے تمہارے ساتھ قتال کیا تو ہم تمہارا بھرپور ساتھ دیں گے۔

(وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ) اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

ای فی مواعیدھم، یعنی اللہ کریم تمہیں خبر دیتا ہے کہ یہ منافق لوگ اپنے مواعید میں بالکل جھوٹے ہیں۔

لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ
وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ
وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَ
دْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝

اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور ان سے لڑائی ہوئی تو یہ اُن کی مدد نہ کریں گے اگر ان کی مدد کی بھی تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر مدد نہ پائیں گے۔

(لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ) اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے یعنی اگر یہود بنو نضیر نکالے گئے، تو یہ منافقین ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔ اجلہ علماء تفسیر کا فرمانا ہے کہ یہ اخبار غیوب سے ہے یا پیشین گوئی ہے جو اعظم دلائل نبوت سے ہے اس لیے کہ عبداللہ بن ابی نے بنو نضیر سے خفیہ کہا تھا کہ نہ نکلو تو اللہ نے اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی جاسوسی کی اطلاع فرما دی اور ہوا بھی اسی طرح کہ جب بنو نضیر مدینہ سے جلاوطن کیے گئے تو عبداللہ بن ابی سلول نے ان کا ساتھ نہ دیا اور پیشین گوئی روشن ہو گئی جو آفتاب سے زیادہ روشن معجزۂ نبوت ہے۔

(وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ) اور اُن سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے۔

وکان الامر کذلک اور معاملہ بالکل اسی طرح ہوا کہ یہود بنو نضیر جلاوطن کیے گئے تو منافقین میں سے کوئی ان کے ساتھ نہ نکلا اور یونہی جب بنو قریظہ سے جنگ ہوئی اور وہ قتل کیے گئے تو

جس طرح منافقین اور یہود بنو نضیر نے یہود بنو نضیر کی کوئی مدد نہ کی تھی بالکل اسی طرح منافقین بنو قریظہ کی مدد نہ کی اور نہ ہی انہیں ایسی جرأت ہو سکی اور اللہ کا فرمایا سپیدۂ سحر کی طرح روشن ہو گیا اور اللہ کا قول حق اس کا وعدہ سچا ہے اور اس کی خبر حق ہے۔

(وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝) اگر ان کی مدد کی بھی تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر مدد نہ پائیں گے۔ علی سبیل الفرض والتقدیر اگر بالفرض منافقوں نے مدد کی بھی تو یہ منافق بھاگ نکلیں گے اور اس کے بعد اللہ انہیں ہلاک کر دے گا اور انہیں ان کے اظہار کفر کے بعد ان کی منافقت بچا نہ سکے گی، اگر لا ینصرون کی ضمیر یہود کی طرف راجع مانیں تو معنی یہ ہوں گے کہ اگر یہود نے منافقین کی مدد کی یا ارادہ کیا تو ان کا حشر بھی ایسا ہی ہوگا۔

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝

بے شک ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لئے کہ وہ نا سمجھ لوگ ہیں۔

(لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ) بے شک ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے۔ (لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً) ای اشد مرهوبية أن (رهبة) مصدر من المبنی للمفعول لان المخاطبين وهم المومنون مرهوب منهم لا راهبون یعنی منافقین تم سے شدید خائف ہیں رھبۃ مبنی للمفعول سے مصدر ہے کیونکہ جن لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے وہ ایمان والے ہیں لہذا منافقین ان سے ڈرتے ہیں اور مومن ان سے خوف نہیں رکھتے۔

(فی صدورهم من الله) ای رهبتهم منكم فی السر اشد مما يظهرونه بكم من رهبة الله عزوجل وكانوا يظهرون لهم رهبة شديدة من الله عزوجل ويجوز ان يراد انهم يخافونكم فی صدورهم اشد من خوفهم من الله تعالیٰ ولشدة الباس والتشجع ماكانوا يظهرون ذلك

یعنی ان کا (منافقین) تم سے اندر سے ڈرنا اس سے زیادہ ہے جو تم سے اللہ سے ڈرنے کی بات ظاہر کرتے ہیں اور یہ لوگ اللہ عزوجل سبحانہ، کی نسبت تم سے زیادہ ڈرتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے

کہ اس مراد یہ ہو کہ منافقین اپنے دلوں میں اللہ سے زیادہ تم سے ڈرتے ہیں شدید جنگ اور دلیری کیوجہ جو اس طرح سے تم سے ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ ایک قول ہے کہ فی صدورھم فرمانا بطور مبالغہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عینی مشاہدہ اسی طرح ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ بباطن کافر ہیں اور ڈر کر بظاہر ایمان کے مدعی ہیں اور اللہ کو ان کی اندرونی حالت کا علم ہے مگر اُن کا حال یہ ہے کہ تم سے ڈرتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں ڈرتے جو سینوں کے بھید جانتا ہے اور جس کی گرفت شدید ہے۔

(ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝) یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ ہیں۔

اس سے مراد دونوں یہود اور منافقین ہیں کہ انہیں عظمت الٰہی کا ادراک نہیں اور وہ اس کی معرفت سے بیگانہ ہیں اگر سمجھدار ہوتے تو مومنوں کی بجائے اللہ سے ڈرتے جو نفع ونقصان کا مالک اور صرف بندوں ہی نہیں بلکہ ان کے اعمال کا بھی خالق ہے۔

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ	یہ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے
قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ	مگر قلعہ بند شہروں میں یا دھسوں کے
جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ	پیچھے آپس میں ان کی آنچ سخت ہے
شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا	تم انہیں ایک جتھا سمجھو گے اور ان
وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ	کے دل الگ الگ ہیں یہ اس لیے
بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝	کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔

(لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا) یہ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے۔

ای الیهود والمنافقون وقیل: الیهود یعنی لا یقتدرون علی قتالکم۔ ای مجتمعین متفقین فی موطن من المواطن۔ یعنی یہود اور منافقین اور کہا گیا ہے کہ صرف یہود یعنی وہ تم سے قتال پر قدرت نہ پائیں گے۔ (جمیعًا) یعنی اکٹھے متفق ہوکر تم سے کسی جگہ نہ لڑیں گے یا مقابلہ نہ کریں گے۔ (اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ) مگر قلعہ بند شہروں میں

بالدروب والخنادق ونحوها۔ ایسی بستیوں میں رہ کر جو محفوظ فیصلوں والی ہوں اور خندقیں (کھائیاں) کھود کر اور اسی قسم کے حفاظتی انتظامات کے ذریعہ محفوظ ہو کر۔

(اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ) یا دھسوں کے پیچھے۔ یتسترون بها دون ان یصحروا

لکم وبار زوکم تصذف اللہ تعالیٰ الرعب فی قلوبھم ومزید رھبتہم منکم۔
تمہارے آمنے سامنے ہوکر اور تمہیں مقابلے کی دعوت کر نہ لڑیں گے البتہ قلعوں کے پیچھے چھپ کر الیسا چاہیں گے اسس لیئے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ہے اور تمہارا خوف ان میں سخت بڑھا دیا ہے۔ قرار مکہ نے جدار جیم کے کسرہ سے بھی پڑھا ہے جس کے معنی دیوار یا فیصل کے ہیں۔ یعنی کسی آڑ میں تم سے لڑیں گے مگر بالمشافہ قتال نہ کریں گے کہ تم سے خوف زدہ ہیں۔

(بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ) آپس میں اُن کی آنچ سخت ہے۔
پیچھے جو ان کے تم سے خوف زدہ ہونے کا ذکر گزرا اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کمزور یا بھگوڑے ہیں بلکہ جب ان کی لڑائی آپس میں ہوتی ہے تو وہ قوت و پامردی سے لڑتے ہیں مگر تمہارے مقابل نہ لڑنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں تمہاری ہیبت ڈالدی ہے اور وہ اسس دہشت کیوجہ سے بالمشافہ مقابلہ سے کتراتے ہیں۔ (تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ) تم انہیں ایک جتھا سمجھے گے اور ان کے دل الگ الگ ہیں۔ (تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا) ای مجتمعین ذوی الفة واتحاد یعنی تم انہیں باہم محبت والے اور اتفاق والے اور متحد و اکٹھے سمجھتے ہو یا خیال کرتے ہو حالانکہ حقیقت نفس الامری یہ ہے۔ (قُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ) جمع شتیت ای متفرقۃ لا ألفۃ بینھا یعنی ان بینھم احنا وعدوات فلا یتعاضدون حق التعاضد ولا یرمون عن قوس واحدۃ وھذا تجسیر للمؤمنین وتشجیع لقلوبھم علی قتالھم۔ الگ الگ جمع ہیں یعنی بٹے ہوئے ہیں پراگندہ ہیں اور ان کے درمیان کوئی پیار نہیں یعنی ان کے درمیان اختلافات کمانِ وحدت کی کمزوری ہے اور دشمنیاں ہیں پس وہ جس طرح مقابلہ کا حق ہے نہیں لڑتے اور ایک ہی کمان سے تیر نہیں پھینکتے (حقیقتاً متحد ہو کر مقابلہ نہیں کرتے اور امر یہ مومنوں کے لئے حوصلہ بڑھانے والا اور ان سے قتال پر دلوں کو نڈر دلیر، تیز بنانے والا ہے۔

(ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ) یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں
ای ما ذکر من تشتت قلوبھم بسبب انھم۔
یعنی جیسا کہ ان کے دلوں میں تفرقہ کا ذکر ہوا یہی ان کی حماقت کا سبب ہے اور یہ لوگ غور و فکر سے عاری ہیں اور حق کو پہچاننے کی کوشش نہیں کرتے اور کفر و مخالفت نے ان کے قلوب کو گھیر رکھا

ہے اگر ذرا برابر بھی سمجھ رکھتے تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقابلے میں جمع نہ ہوتے جن کی حقانیت روشن وظاہر ہے اور یہ لوگ اسے دیکھتے بھی ہیں مگر دشمنی سے باز نہیں آتے اور یہی بات ان کی نادانی کی دلیل ہے۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

ان کی سی کہاوت جو ابھی قریب زمانہ میں ان سے پہلے تھے انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا) ان کی سی کہاوت جو ابھی قریب زمانہ میں ان سے پہلے تھے جملہ خبریہ ہے اور مبتدا محذوف ہے اور اس کی تقدیر ان کی مثال ہے یعنی یہود بنو نضیر کی مثال ان جیسی ہی ہے جو ان سے پہلے تھے یا ان کی اور منافقوں کی مثال اہل بدر کی سی ہے اور مجاہد کا قول یہی ہے اور ابن عباس کا قول ہے کبنی قینقاع کہ بنو قینقاع کی مانند ہے۔ اور بنو قینقاع ان یہودیوں کا ایک قبیلہ (شاخ) تھے جنہوں نے مدینہ کے گرد ونواح میں سکونت اختیار کر کے قلعے تعمیر کر رکھے تھے بنو قینقاع بھی معاہدۂ مدینہ کے پابند تھے غزوۂ بدر میں اس قبیلے نے بدعہدی کی اور کھلی سرکشی دکھائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا جو دو ہفتے تک رہا، یہودی مرعوب و مغلوب ہو کر اس شرط پر قلعوں سے اتر آئے کہ ہمارے بال بچوں کو غلام نہ بنایا جائے مگر حضور علیہ السلام نے ان کو گرفتار کر کے مشکیں کسنے کا حکم دیا، عبداللہ بن ابی جو منافقین کا سرغنہ تھا ان کا حلیف تھا اس نے جب بنو قینقاع کی مغلوبی و مقہوری دیکھی تو دوستی کا بھرم رکھنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حسن سلوک اور معافی کی اصرار کے ساتھ درخواست کی کہ آپ کو سخت ناگوار خاطر ہوا اور آپ نے یہود اور ان کے ساتھیوں پر لعنت فرمائی اور حکم دیا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے اور تین دن کے اندر مدینہ سے نکل کر اذرعات چلے گئے اور یہ قبیلہ اپنی دولت و شجاعت کے باوصف ذلیل و رسوا اور برباد ہوا، مجاہد کا قول ہے کہ ان کی مثال کفار بدر کی طرح ہے جو ہلاک و رسوا اور اسیر و ذلیل ہوئے اور ایک قول ہے کہ ان کی مثال گزشتہ امتوں کے منافقین کی طرح ہے۔ یہود بنو قینقاع کی جلا وطنی ماہ شوال ۲ھ میں ہوئی۔ (ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ) انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا۔

ای ذاقوا سوء عاقبة كفرهم فی زمن قریب من عیصانهم ای لم تتأخر عقوبتهم وعوقبوا فی الدنیا اثر عیصانهم.

یعنی انہوں نے اپنی سرکشی کی سزا دبرائی کے قریب زمانے میں ہی چکھ لی اوران کے بعض گناہوں کی سزا متاخر نہ کی گئی اور وہ اپنے ان گناہوں کی سزا دنیا ہی میں بھی دیئے گئے۔

(وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) اوران کے لیے دردناک عذاب ہے۔

فی الاخرۃ: یعنی دنیاوی عذاب توہوچکا آخرت میں بھی ان کے لیے شدید دردناک عذاب ہوگا اور دنیوی عذاب گویا اس عذاب آخرت کی تمہید ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِينَ ○

شیطان کی کہاوت جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر پھر جب اس نے کفر کرلیا تو بولا میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔

(كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ) شیطان کی کہاوت۔

ای مثلھم کمثل الشیطن یعنی ان منافقین کی مثال شیطان کی مثال کی طرح ہے

(إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ ج) جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر۔

ای اغراہ علی الکفر۔ یعنی اسے کفر و سرکشی کی ترغیب دی یا فریب سے آمادہ کیا۔

(فَلَمَّا كَفَرَ) پھر جب اس نے کفر کرلیا۔ یعنی جب شیطان نے فریب سے اسے کفر پر آمادہ کرلیا اور اس نے ارتکاب کرلیا۔ (قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكَ) بولا میں تجھ سے الگ ہوں۔ تبراہ منہ۔ یعنی اس نے اس سے بریت کا اظہار کیا کہ میرا تیرے کام سے (کفر کے ارتکاب سے) کوئی تعلق نہیں اور تو اپنے کرتوت کا خود ذمہ دار ہے۔ (إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِينَ ○) میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

مخافۃ ان یشارکہ فی العذاب ولم ینفعہ ذٰلک۔

یعنی شیطان کا بریت ظاہر کرنا اس خوف کی وجہ سے ہے کہ کہیں اس کفر کرنیوالے شخص کے کفر کے عذاب میں وہ بھی شریک نہ ہو جائے یا اسے مشارکت کا عذاب نہ ملے لیکن شیطان کی یہ چال اور بیزاری اسے ہرگز نہ بچاسکے اور یہ عیاری نفع نہ دے گی۔ جس طرح شیطان کا طریقہ واردات ہے بعینہ یہود بنو نضیر کو منافقین نے مسلمانوں کے خلاف ابھارا اور سرکشی پر یہ کہہ کر آمادہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ نکل کھڑے

ہوں گے اور اگر لڑائی ہوان کی مدد کریں گے اور یہ وہ ان کے ساتھ دو ہزار لڑنیوالوں کے ہمراہ قلعہ بند ہو جائیں گے۔ اور عبداللہ ابن ابی اور اس کے گماشتے ان باتوں کا یقین دلاتی رہے اور کہا کہ ہم تمہارے بارے میں کسی کا کہا نہ مانیں گے مگر جب بنو نضیر بر سر جنگ ہوئے تو منافقین بیٹھ گئے اور نہ ان کا ساتھ دیا اور نہ ہی ان کی مدد کرسکے تو منافقین یہ نہ سمجھیں کہ وہ اس جرم بغاوت اور مخالفت رسول میں برابر کے شریک نہیں اور ان کی عیارانہ کاروائیاں انہیں عذاب و گرفت الٰہی سے بچنے میں کچھ فائدہ مند ہوں گی تو ان کیلئے بھی اسی طرح ہلاکت و بربادی ہے جو ان کے دوستوں پر مقدر ہو چکی اور جس میں وہ گرفتار ہو چکے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِى	تو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں
النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا	آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں اور
الظّٰلِمِيْنَ ع	ظالموں کی یہی سزا ہے۔

(فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِى النَّارِ خٰلِدَيْنِ فِيْهَا) تو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں۔ یعنی اس شیطان و انسان کا انجام یہ ہوا کہ وہ ابدالآباد تک جہنم میں رہیں گے۔ جمہور کے نزدیک شیطان والانسان سے مراد جنس ہے کہ قیامت کے روز مشارکت عذاب کے خوف سے ایسا کہے گا اور اس کا کہنا کہ رب العلمین سے ڈرتا ہوں یہ محض بناوٹ ہے اس لیے کہ شیطان اور خوف خدا میں کیا تعلق ہے وہ تو سرشت کے اعتبار سے خبیث ہے اور روز حشر بھی لوگوں کے اس عذر کے ہمیں شیطان نے ورغلایا یہ ظالم کہے گا کہ میں نے تمہیں دعوت دی تم نے قبول کرلی تو تم مجھے ملامت کیوں کرتے ہو "ملوموا انفسکم"، تم اپنے آپ ہی کو ملامت کرو اور بعض اصحاب تفسیر کا ارشاد ہے کہ شیطان سے مراد ابلیس ہے اور انسان سے مراد ابوجہل ملعون سے کہا تھا کہ آج کے دن لوگوں میں سے تم پر کوئی غالب نہ آئیگا اور یہ کہ میں تمہاری پناہ ہوں (ضامن مددگار ہوں) شیطان بدر کے روز سردار بنو کنانہ سراقہ بن مالک کی صورت میں مع ایک گروہ کے شریک ہوا تھا اور اس نے کفار مکہ کو ہمت دلائی اور اپنی ضمانت و پناہ و مدد کا یقین دلایا اور جب سید الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دیکھا تو بھاگ نکلا کفار مکہ کے سرداروں نے کہا کہ تم تو ذمہ دار اور مددگار تھے تو اس نے کہا کہ جو میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور یہ کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اس موقعہ پر بھی ابلیس نے انی اخاف اللہ کہا تو گویا اس لعین کا طریقہ واردات

یہی ہے اور انجام دونوں آمر و مامور کا دائمی جہنم ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس تمثیل میں منافقین کے کردار کی گہری مماثلت و مشابہت ہے جس طرح شیطان انسان کو بغاوت و سرکشی پر برانگیختہ کرتا ہے اور جب انسان کفر کرتا ہے تو شیطان ساتھ چھوڑ جاتا ہے اور خود کو بری الذمہ قرار دیتا ہے یہی حال ہے منافقین کا تھا کہ انہوں نے پہلے بنونضیر کو آمادہ جنگ کیا سرکشی پر تحری دلائی، ساتھ نبھانے کا پہلو بہ پہلو لڑنے کا یقین دلایا جب وہ برسر جنگ ہوئے تو منافقین بیٹھے رہے اور انکے ساتھ اپنے سب وعدے، یقین دہانیاں بھول گئے اور ان کا ساتھ نہ دیا۔ لہٰذا تمثیل سے کردار شیطانی اور منافقین کی حالت میں گہری مماثلت ہے اور ان کے جرم کا انجام ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہنا ہے۔

(وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ) اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

یعنی اللہ اور اس کے رسول کے مخالفوں کا یہی انجام ہے کہ انہوں نے نہ ہی حق قبول کیا اور نہ ہی حق کا ساتھ دیا بلکہ سرکشی اختیار کی اور بغاوت میں حد سے تجاوز کر گئے دنیا بھی برباد اور آخرت بھی تباہ ہو گئی اور باطل پرستوں شیطان کی سزا یہی ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ حشر پ ۲۸

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔
وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝	اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں یہی لوگ فاسق ہیں۔
لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ ۝	دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں جنت والے ہی مراد کو پہنچے۔
لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ۝	اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان فرماتے

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

ہیں کہ وہ سوچیں۔

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر نہاں وعیاں کا جاننے والا وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا

وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہے بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا۔ امان بخشنے والا۔ حفاظت فرمانے والا عزت والا عظمت والا تکبر والا اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔

وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا اسی کے ہیں سب اچھے نام اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ حشر پ ۲۸

یٰۤاَیُّهَا۔ اے	الَّذِیْنَ۔ لوگو جو	اٰمَنُوا۔ ایمان لائے ہو	اتَّقُوا۔ ڈرو
اللّٰهَ۔ اللہ سے	وَ۔ اور	لْتَنْظُرْ۔ چاہئے کہ دیکھے	نَفْسٌ۔ ہر آدمی
مَّا۔ جو	قَدَّمَتْ۔ آگے بھیجا	لِغَدٍ۔ کل کے لیے	وَ۔ اور
اتَّقُوا۔ ڈرو	اللّٰهَ۔ اللہ سے	اِنَّ۔ بیشک	اللّٰهَ۔ اللہ
خَبِیْرٌ۔ خبردار ہے	بِمَا۔ اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ۔ تم کرتے ہو	وَ۔ اور
لَا۔ نہ	تَكُوْنُوْا۔ ہو جاؤ	كَالَّذِیْنَ۔ انکی طرح جو	نَسُوا۔ بھول گئے
اللّٰهَ۔ اللہ کو	فَاَنْسٰىهُمْ۔ تو بھلا دیا انکو	اَنْفُسَهُمْ۔ ان کی جانیں	اُولٰٓئِكَ۔ وہی
هُمُ۔ لوگ	الْفٰسِقُوْنَ۔ فاسق ہیں	لَا۔ نہیں	یَسْتَوِیْٓ۔ برابر ہیں
اَصْحٰبُ۔ رہنے والے	النَّارِ۔ آگ کے	وَ۔ اور	اَصْحٰبُ۔ رہنے والے
الْجَنَّةِ۔ جنت کے	اَصْحٰبُ۔ رہنے والے	الْجَنَّةِ۔ جنت کے	هُمُ۔ وہی ہیں
الْفَآئِزُوْنَ۔ کامیاب	لَوْ۔ اگر	اَنْزَلْنَا۔ اتارتے ہم	هٰذَا۔ اس
الْقُرْاٰنَ۔ قرآن کو	عَلٰی۔ اوپر	جَبَلٍ۔ پہاڑ کے	لَرَاَیْتَهٗ۔ تو دیکھتا تو اسے

خَاشِعًا۔ جھکتا	مُّتَصَدِّعًا۔ پھٹتا	مِّنْ خَشْيَةِ۔ ڈر	اللّٰهِ۔ اللہ سے
وَ۔ اور	تِلْكَ۔ یہ	الْاَمْثَالُ۔ مثالیں	نَضْرِبُهَا۔ بیان کرتے ہیں ہم انکو
لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے	لَعَلَّهُمْ۔ تاکہ وہ	يَتَفَكَّرُوْنَ۔ سوچیں	هُوَ۔ وہ
اللّٰهُ۔ اللہ	الَّذِيْ۔ وہی ہے کہ	لَا۔ نہیں	اِلٰهَ۔ کوئی معبود
اِلَّا۔ مگر	هُوَ۔ وہی	عٰلِمُ۔ جاننے والا ہے	الْغَيْبِ۔ غیب
وَ۔ اور	الشَّهَادَةِ۔ حاضر کا	هُوَ۔ وہ ہے	الرَّحْمٰنُ۔ مہربان
الرَّحِيْمُ۔ رحمت والا	هُوَ۔ وہ	اللّٰهُ۔ اللہ	الَّذِيْ۔ وہ ہے کہ
لَا۔ نہیں	اِلٰهَ۔ کوئی معبود	اِلَّا۔ مگر	هُوَ۔ وہی
الْمَلِكُ۔ بادشاہ	الْقُدُّوْسُ۔ نہایت پاک	السَّلٰمُ۔ سلامتی دینے والا	الْمُؤْمِنُ۔ امان بخشنے والا
الْمُهَيْمِنُ۔ حفاظت کرنے والا	الْعَزِيْزُ۔ غالب	الْجَبَّارُ۔ عظمت والا	الْمُتَكَبِّرُ۔ تکبر والا
سُبْحٰنَ۔ پاک ہے	اللّٰهِ۔ اللہ	عَمَّا۔ اس سے جو	يُشْرِكُوْنَ۔ شرک کرتے ہیں
هُوَ۔ وہی	اللّٰهُ۔ اللہ ہے	الْخَالِقُ۔ پیدا کرنے والا	الْبَارِئُ۔ بنانے والا
الْمُصَوِّرُ۔ شکل دینے والا	لَهُ۔ اسی کے ہیں	الْاَسْمَاءُ۔ نام	الْحُسْنٰى۔ اچھے
يُسَبِّحُ۔ پاکی بولتا ہے	لَهٗ۔ اس کی	مَا۔ جو	فِي۔ بیچ
السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	وَ۔ اور	الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے	وَ۔ اور
هُوَ۔ وہ ہے	الْعَزِيْزُ۔ غالب	الْحَكِيْمُ۔ حکمت والا	

مختصر تفسیر اردو سورۃ الحشر رکوع سوم پ ۲۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو فی کل ما تاتون وتذرون — تمام امور جو تم کرو، اللہ سے ڈرو، یعنی اس کے حکم کے خلاف نہ کرو، خلوت و جلوت میں اس کا ڈر رکھو۔

(وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ) اور ہر جان دیکھے کہ کل کیلئے کیا آگے بھیجا۔

ای آیُّ شیءٍ قدمت من الاعمال لیوم القیامة عبر عنه

یعنی ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے اپنے اعمال میں سے روز حساب کیلئے کیا آگے بھیجا ہے اور اس سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے لان الدنیا الیوم والآخرۃ غد کیونکہ دنیا ایک دن کی مانند ہے اور آخرت کل یعنی، دوسرا دن ہے۔ اور غد کہنے سے یہی مراد ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ہر جان کو روز حساب سے غافل نہ ہونا چاہیے اور اسے اپنے کاموں پر نگاہ رکھنا چاہیے کہ اس نے اس دن کیلئے کیا تیاری کی ہے لہٰذا گناہوں سے استغفار لازم ہے اور نیکی کے لیے خوب کوشش چاہیے اور معصیت سے پرہیز کرے۔

(وَاتَّقُوا اللّٰهَ) اور اللہ سے ڈرو۔ تکریر للتاکید، جملہ کی تکرار تاکید کیلئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے بچو اور اس کی اطاعت و فرماں برداری میں سرگرم عمل رہو۔

ان اللّٰہ خبیرٌ بما تعملون ۝ بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ای من المعاصی یعنی جو کچھ تم نے گناہ کیے ہیں بلاشبہ اللہ کو ان کی خبر ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا	اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے
اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ط	تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝	جانیں یاد نہ رہیں، وہی فاسق ہیں۔

(وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ) اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے۔

ای نسوا حقوقه تعالٰی شانه: وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ ولم یراعوا مواجب امرہ سبحانه، ونواهیه عز وجل حق رعایتها۔ یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کو فراموش کر دیا یا اس کے احکام کو بھول گئے، اور اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی اور حق سبحانہ، و تعالیٰ کے احکام کی جیسا کہ واجب تھا کوئی رعایت نہ رکھی اور نہ ہی اللہ عزوجل شانہ، کے ممنوعات کا کوئی لحاظ رکھا جیسا کہ چاہیے تھا۔

(فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ) تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں۔

(فَاَنْسٰهُمْ) اللّٰہ تعالٰی بسبب ذلك یعنی اللہ نے انہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا (اَنْفُسَهُمْ) ای جعلهم سبحانه ناسین لها حتی لم یسعوا بما ینفعها ولم یفعلوا ما یخلصها یعنی اللہ نے انہیں خود انکی جانوں سے غافل و بے پرواہ بنا دیا اس حد تک کہ وہ اپنے لیے فائدہ دینے والے

عمل ہی نہ کر سکے اور نہ ہی وہ کام کر سکے جو انہیں (دوزخ) سے بچاتے ایک قول ہے کہ اللہ نے انہیں ہلاکت اور عذاب الیم کے منظر دکھائیگا۔ یا بروز حشر عذاب کی صورت ایسی ہوگی کہ ان کے نفوس بھلا دیں گی اور خود فراموشی حقیقتاً ہوگی۔ (اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ) وہی فاسق ہیں۔

الکاملون فی الفسوق۔ یعنی پکے گناہ گار اور نافرمان ہیں۔

لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ	دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں
الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝	جنت والے ہی مراد کو پہنچے

(لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ) دوزخی اور جنتی یکساں نہیں۔

(اصحٰب النار) الذین نسوا اللہ تعالیٰ فاستحقوا الخلود فی النار وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا پس ترک اطاعت کیوجہ سے وہ عذاب دوزخ کے دائمی مستحق ہوگئے۔

(واصحب الجنۃ) الذین اتقوا اللہ فاستحقوا الخلود فی الجنۃ وہ لوگ جو اللہ کا ڈر رکھتے تھے اور اسکی معصیت سے بچتے تھے اور فرماں برداری کرتے تھے تو وہ اطاعت کیوجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کی جنت کے مستحق ہوئے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ آخرت میں دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہوں گے۔

(اَصْحٰبُ الجنۃ ھم الفائزون) جنتی ہی مراد کو پہنچے۔

ای ھم الفائزون فی الآخرۃ۔ یعنی جنتی لوگ ہی آخرت میں کامرانی حاصل کرنے والے ہیں اور ہر امر مکروہ سے نجات پائیں گے۔ آیت کا مرکزی مفہوم ترک غفلت اور فکر آخرت ہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ	اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور
لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ	تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا
خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ	اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں کے
نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝	لیے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں

(لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ) اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے

(لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ) العظیم الشان المنطوی علی فنون القوارع۔ انتہائی اعلیٰ درجہ کے فنون جن کا تمام تر انحصار اس عظیم کتاب پر ہے یہ کتاب حکیم (علی جبل) من الجبال او جبل عظیم کسی پہاڑ یا بہت بڑے پہاڑ پر نازل کی جاتی۔ ایک قول ہے کہ اگر کسی بڑے پہاڑ کو انسانوں کی مانند تمیز عطا

کردیتے۔ (لرایتہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ) توضرور تولسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔ ای متشققًا منہ' یعنی وہ اس سے پھٹ جاتا، واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر پہاڑ کو انسان کی سی قوت تمیز عطا کی جاتی تو پہاڑ باوجود اپنی شدت وسختی اور مضبوطی کے عظمت وشان قرآن کے سامنے جھک کر پاش پاش ہوجاتا اس سے واضح ہوتا ہے کہ کفار ومنکرین کی قساوت قلبی کس درجے کی ہے کہ وہ اس کتاب حکیم سے اثر پذیر نہیں ہوتے اور عظمتِ قرآن کے سامنے نہ ہی جھکتے ہیں اور نہ ہی اس میں غور فکر کرتے ہیں حالانکہ انہیں عظمت وحکمت کتاب کا ادراک بھی حاصل ہے۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ	اور یہ مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان
لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝	فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں۔

اس میں قول الی (لوانزلنا) کی طرف اشارہ ہے اور یہ تمثیل ہے اور غالباً عظمت قرآن کے اظہار کے لیے تمثیل متخیلہ ہے اور کلام سے واضح ہے کہ ایسا بر تقدیر وقوع ہے اور (تلک) سے مراد یہی ہے کہ اس طرح کی امثلہ کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ لوگ غور وفکر سے کام لیں اور اس کے ذریعہ حق تک رسائی حاصل کریں اور وہ ادراک وشعور جو خدا نے انسانوں کو عطا کیا ہے اس کا تقاضا یہی ہے اور عظمتِ قرآن کا خاصا یہی ہے کہ اس کے سامنے پہاڑ بھی جھک جائیں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں اور اگر انسان اثر پذیر نہ ہو تو پھر اس کی قساوت قلبی اور نصیحت سے انتہائی غفلت کا اندازہ خوب لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کس قدر سرکش اور لاپرواہ ہے

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ	وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود
عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ	نہیں ہر نہاں وعیاں کا جاننے والا وہی
الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝	بڑا مہربان رحمت والا۔

(هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ) وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وحدہٗ سبحانہٗ یعنی اللہ پاک وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود یعنی بندگی وعبادت

(عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ) ہر نہاں وعیاں کا جاننے والا۔

(عٰلِمُ الْغَيْبِ) وھو مالم یتعلق بہ علم مخلوق واحساسہ اصلا وھو الغیب المطلق، علم غیب سے مراد وہ علم ہے جس علم ومحسوسات مخلوق سے اصلاً کوئی تعلق نہیں اور وہ غیب مطلق ہے (والشھادۃ) وھو مایشاھدہ مخلوق اور وہ علم ہے جس کا مخلوق مشاہدہ کرتی ہے۔

یا کرے گی۔ راغب کا قول ہے الشہود والشہادۃ الحضور مع المشاہدۃ اما بالبصر او
بالبصیرۃ وقد تعتبر الحضور مفردا لکن الشہود بالحضور المجرد اولی والشہادۃ مع
المشاہدۃ اولی وحمل الغیب علی المطلق ہو المتبادر وال فیہ الاستغراق اذلا قرینۃ
للعہد ومقام المدح یقتضیہ مع قولہ تعالیٰ (علام الغیوب) فیشمل کل غیب واجبا
کان او ممکنا موجودا او معدوما او ممتنعا لم یتعلق بہ علم مخلوق او یطلق الغیب
علی مالم یتعلق بہ علم مخلوق معین وہو الغیب المضاف ای الغیب بالنسبۃ الی ذلک
المخلوق وہو علی ما قیل : مراد الفقہاء فی قولہم : مدعی علم للغیب کافر وہذا
قد یکون من عالم الشہادۃ کما لا یخفیٰ وذکر الشہادۃ مع انہ اذا کان کل غیب معلوما
لہ تعالیٰ کان کل شہادۃ معلوما لہ سبحانہ بالطریق الاولی من باب قولہ عزوجل:
لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا۔ شہود اور شہادت (حاضر اور علم ظاہر۔ یقینی خبر)
مشاہدہ کے ساتھ حاضر (موجود) ہونا خواہ آنکھ کے ساتھ ہو یا بصیرت (دانائی) کے ساتھ ہو اور
حضور کا تنہا ہونا معتبر ہے لیکن شہود کا مجرد حضور کیساتھ ہونا اولیٰ ہے اور شہادت نظارہ کے ساتھ
اولیٰ ہے اور غیب کا محمول ہونا مطلق پر ہے اور وہ سبقت کرنیوالا ہے (متبادر ہے) اور ال
تعریف یہاں استغراقی ہے کیونکہ الی عہدی ہونے کا کوئی قرینہ نہیں ہے اور مقام مدح کا اقتضاء
یہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے علام الغیوب تو تمام اس غیب پر مشتمل ہے خواہ واجب ہو
یا ممکن موجود ہو یا معدوم ہو یا ممتنع ہو اور مخلوق کے علم کو اس سے کوئی تعلق نہ ہو اور غیب
کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جس سے معین طور پر علم مخلوق کا تعلق نہ ہو اور وہ غیب مضاف ہے
یعنی ایسا غیب جو مخلوق کی طرف نسبت کے ساتھ ہو اور وہ ہے جو اوپر گزرا اور ایسے غیب کے متعلق
(غیب مطلق) کے متعلق فقہاء کا کہنا ہے کہ علم غیب کا مدعی کافر ہے اور ایسا یوں ہوتا ہے کہ وہ عالم شہادت
سے ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور شہادت کا اس کے ساتھ ذکر اس لیے ہے کہ جسطرح تمام غیوب اللہ
کو معلوم ہیں اسی طرح تمام شہادات (عیاں) بھی حق سبحانہ وتعالیٰ کو معلوم بدرجہ اولیٰ معلوم ہیں اور اللہ
کا ارشاد یہی ہے کوئی چھوٹی یا بڑی شے ایسی نہیں مگر اُس (اللہ) نے اسے گھیر رکھا ہے (معلوم ہے)
اور ایک قول یہ ہے : الغیب مالا یقع علیہ الحس من المعدوم او الموجود الذی لا یدرک والشہادۃ

ما یقع علیہ الادراك بالحس غیب وہ ہے جس پر حس واقع نہ ہو خواہ معدومات سے ہو یا موجودات سے جس کا ادراک نہ ہو سکے اور شہادت وہ ہے جس پر حس کے ساتھ ادراک ہو سکے۔ امام ابو جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے: الغیب ما لم یکن والشہادۃ ما کان: غیب وہ ہے جو ہر گز نہ ہوا ہو اور شہادت وہ ہے جو ہو۔ حسن کا قول ہے: الغیب السر والشہادۃ العلانیۃ غیب نہاں ہے اور شہادت عیاں ہے۔ اور ایک قول ہے کہ شہادت سے مراد دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اور غیب سے مراد آخرت اور جو کچھ اس میں ہے اور غیب کا شہادت پر مقدم فرمانا (پہلے ذکر کرنا) اس لیے ہے کہ اس کے ساتھ علم ہونا بالشہادت پر دلیل کی مانند ہے اور ایک قول ہے شہادت پر غیب کا مقدم ہونا اس لیے ہے کہ ہر شہادت (شہود و مشہود) پہلے غیب ہی تھا اور جو سامنے آیا یعنی جو کچھ ظاہر ہوا وہ سب غیب کے خزانوں سے ہی ہے

واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کریم موجود کا بھی اور معدوم کا بھی دنیا کا بھی آخرت کا بھی جاننے والا ہے اور اس کا علم لامتناہی ہے اور ازلی سرمدی قدیم حقیقی ہے۔ اور اس کی ذات کے ساتھ واجب ہے اور فنا و تبدیلی سے پاک ہے اگر اس کے علوم میں سے ایک قطرہ کی بات کریں تو وہ قطرہ بھی لامتناہی در لامتناہی ہے جب کہ مخلوق کا علم متناہی ہے اور وہ علم الٰہی کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر اس کی ذات کریم نہ چاہا اور بندوں کا علم محدود و متناہی اور فانی ہے لہٰذا علم الٰہی سے مساوات کا تصور ہی سرے سے باطل ہے اور جو علم الٰہی کے برابر ماننے بلاشبہ مشرک ہے خواہ وہ علم کا ایک قطرہ مانے اس لیے کہ کُل ہو یا جز و اللہ کا علم لامتناہی در لامتناہی ہے۔ (هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ) وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا۔

یہ دونوں اللہ کی صفتیں ہیں اس کے معنی ہیں نہایت رحمت والا اور مہربانی فرمانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غائت درجہ مہربان اور ترس فرمانے والا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا امان بخشنے والا حفاظت فرمانے والا عزت والا عظمت والا تکبر والا۔ اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔

(هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ) وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

دوبارہ ارشاد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق اور تکرار میں امر توحید کا بدرجۂ غائت اظہار ہے کہ سارے دین کی اصل یہی ہے۔

(اَلْمَلِكُ) بادشاہ المتصرف بالامر والنہی او المالك لجميع الاشياء الذی له التصرف فیھا او الذی یعز من یشاء و یذل من یشاء و یستحیل علیه الاذلال او الذی یولی و یعزل ولا یتصور علیه تولیة ولا عزل، او المفرد بالعز والسلطان او ذو الملك والملك خلقة او النفاذ امر نہی کے ساتھ تصرف (علی الاطلاق) فرمانے والا یا تمام اشیا کا مالک اور ان میں مکمل تصرف فرمانیوالا یا وہ ذات کریم جس کو چاہے معزز کرے (عزت عطا فرمائے) اور جسے چاہے پست و ذلیل رکھے (رسوا کرے) اور وہ پستیوں (ذلتوں) سے پاک ہے یعنی ذلت اس کے لیے محال ہے وہ لا متناہی عزت والا ہے یا وہی ہے جو اقتدار عطا کرتا ہے اور معزول کرتا ہے اور اس کے لیے معزولی و تولیت تصور بھی نہیں کی جاسکتی یعنی اس کا معزول ہونا اور کسی کی زیر نگیں ہونا محال ہے یا وہ عزتوں کے ساتھ فرد ہے یعنی سب عزت اسی ہی کے لیے ہے اور وہ معزز یکتا ہے اور وہی حاکم علی الاطلاق ہے یا دشاہی والا ہے اور بادشاہی اس کی تخلیق ہے یعنی حاکم رہی ہے اور حکومت اسی کی ہے یا قدرت والا ہے۔ اس کی حکومت وسلطنت دائمی ہے جسے زوال نہیں۔

(اَلْقُدُّوْسُ) نہائت پاک۔ البلیغ فی النزاھة عما یوجب نقصانا۔ ہر عیب و نقص سے اور تمام برائیوں سے نہائت پاک او الذی له الکمال فی وصف اختص به۔ یا وہ ذات جس کے لئے جو اوصاف مخصوص ہیں ان میں نہائت کمال والا او الذی لا یحد ولا یتصور یا وہ ذات جس کی پاکیزگی کی انتہا نہیں اور نہ ہی اس کی پاکی تصور میں آسکتی ہے۔

(اَلسَّلٰمُ) سلامتی دینے والا۔ ذو السلامة من کل نقص و آفة ہر نقص و آفت سے قطعًا پاک، منزہ ہے سلام وصف کے طور مبالغة آیا ہے اگرچہ مصدر ہے اور جبائی کا قول ہے۔

ھو الذی ترجی منه السلامة وہ ذات ہے جس سے سلامتی کی امید رکھی جائے یا وہ سلامتی عطا کرے اور ایک قول ہے ای الذی یسلم علی اولیاءہ فیسلمون من کل مخوف یعنی وہ ذات جو اپنے دوستوں کو سلامتی عطا کرے تو وہ ہر قسم کے خوف سے محفوظ ہو جائیں یا اپنی مخلوق کو سلامتی دینے والا۔ (اَلْمُؤْمِنُ) امان بخشنے والا۔ قیل: المصدق لنفسه و لرسله علیھم السلام فیما

بلغوه عنه سبحانهٗ اما بالقول او بخلق المعجزۃ او واھب عبادہ الأمن من الفزع الاکبر او مؤمنھم منه اما بخلق الطمانینة فی قلوبھم او باخبارھم ان لاخوف علیھم وقیل : وقال ثعلب : المصدق المؤمنین فی انھم امنوا ، وقال النحاس : فی شھادتھم علی الناس یوم القیمة وقیل : ذوالامن من الزوال لاستحالته علیه سبحانهٗ وقیل : غیر ذلك ۔

ایک قول ہے کہ اپنے نفس کریم کی اور اپنے رسولوں علیہم السلام کی اس میں تصدیق فرمانیوالا جو انہوں نے اللہ پاک کی طرف سے تبلیغ فرمایا (پہنچایا) خواہ اپنے قول کے ساتھ یا اظہار معجزہ کے ذریعہ یا اپنے بندوں کو بڑی گھبراہٹ (نفخۂ اخیرہ) سے امن دینے والا یا اس سے انہیں مامون رکھنے والا خواہ ان کے دلوں میں طمانیت پیدا کر کے یا انہیں خبروں کے ذریعہ کہ ان پر کوئی خوف نہیں اور ایک قول ہے مخلوق کو اس کے ظالموں سے بچانے والا اور ثعلب کا قول ہے مومنوں کی اس میں جو وہ ایمان لائے تصدیق فرمانے والا اور نحاس کا قول ہے قیامت کے دن لوگوں پر ان کی شہادتوں میں امان بخشنے والا ۔ ایک قول ہے کہ زوال سے پاک ومنزہ اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے زوال محال ہے اور ایک قول ہے کہ لوگوں کو امان بخشنے والا ، اور ایک قول ہے کہ اپنے اطاعت گزار بندوں کو اپنے عذاب سے امان بخشنے والا ۔

(اَلْمُهَيْمِنُ) حفاظت فرمانے والا ۔ الرقیب الحافظ لکل شیٔ ہر ایک شے کی نگہبانی اور حفاظت فرمانے والا ضحاک کا قول ہے کہ مہیمن اسماء الٰہی سے ایک ہے اور پچھلی کتابوں میں بھی مذکور ہے اس کے حقیقی معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں قاموس میں اس کے معنی الرقیب یا الحفیظ کے ہیں یعنی حفاظت فرمانے والا ۔

(اَلْعَزِيْزُ) عزت والا ۔ الغالب یعنی غلبے والا وقیل : الذی لا مثل له اور ایک قول ہے کہ وہ ذات جس کی مثل نہ ہو ۔ وقیل : الذی یعذب من اراد اور ایک قول ہے کہ وہ ذات کہ جس کو چاہے عذاب دے وقیل : الذی علیه ثواب العاملین اور کہا گیا وہ ذات جو عمل کرنیوالوں کو ثواب عطا فرمائے ۔ وقیل : الذی لا یحط من منزلته اور ایک قول ہے کہ وہ ذات جس کی عزت وعظمت کا احاطہ نہ کیا جا سکے یا جس کو ان کی منزلت (شان) سے گرایا (کم) نہ جا سکے ۔

(اَلْجَبَّارُ) عظمت والا ۔ و قال ابن عباس : ھو العظیم اور ابن عباس کا قول ہے وہ بڑائی و بزرگی والا ہے ایک قول ہے الذی جبر خلقه علی ما اراد وقسرھم علیه وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کو درست کر دیا اس پر جو اس نے چاہا اور انہیں اس پر مجبور کر دیا ۔

(اَلْمُتَکَبِّرُ) تکبر والا ۔ البلیغ الکبریاء والعظمۃ ۔ انتہائی بڑائی اور عظمت (بزرگی) والا اپنی ذات اور اپنی تمام صفات میں اور اپنی بڑائی یا تکبر کا اظہار اسی کو زیبا ہے اور وہی اس کے لائق ہے ۔ حدیث شریف میں ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا التکبر ردائی والعظمۃ ازاری تکبر میری چادر اور عظمت میرا تہبند ہے (ایسا مجازاً ارشاد ہے اور اللہ ان امور سے پاک ہے) جس نے مجھ سے ان دونوں کو چھینا چاہا (ان دونوں کو اپنے لیے چاہا) تو مجھے اپنی کبریائی کی قسم میں اسے ضرور آگ میں پھینکوں گا ۔ لہذا بندوں کو عاجزی ہی چاہیے اور انکساری لازم ہے ۔

(سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ) اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے ۔

تنزیہ للہ تعالیٰ عما یشرکون ۔ اللہ شرک کرنیوالوں کے شرک منزہ ہے پاک ہے کیونکہ جن صفات کا ذکر گزرا ان تمام صفات میں نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ نظیر و مثیل ہے وہ اپنی تمام صفات میں بے مثل یگانہ ہے ۔

ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ع	وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا اسی کے ہیں سب اچھے نام اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے ۔

(ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ) وہی ہے اللہ بنانے والا (پیدا کرنیوالا)

المقدر للاشیاء علی مقتضی الحکمۃ او مبدع الاشیاء من غیر اصل ولا احتذاء ویفسر الخلق بایجاد الشئ من الشئ اشیاء کو اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق پیدا کرنیوالا یا چیزوں کو بغیر کسی اصل و مثال کے بنانے والا یا ایجاد کرنے والا اور خلق کی تفسیر کسی شئے سے کسی شئے کو ایجاد کرنے (بنانے) سے کی گئی ہے یا کی جاتی ہے ۔ ایک قول ہے کہ نیست سے ہست کرنے والا ۔

(اَلْبَارِئُ) بنانے والا ۔ الموجد لھا بریئۃ من تفاوت ما تقتضیہ بحسب الحکمۃ والجبلۃ وقیل ، الممیز بعضھا عن بعض بالاشکال المختلفۃ مخلوق کا بغیر تفاوت کے ایجاد کرنے والا جس طرح کہ اس کی حکمت کے لائق اور جبلت کا مقتضی ہے اور ایک قول ہے بعض اشیاء کو بعض

اشیاء سے مختلف شکلوں کے ساتھ ممتاز کرنے والا یعنی ان میں باہم امتیاز ہو۔ ایک قول ہے عدم سے وجود میں لانے والا۔ (اَلْمُصَوِّرُ) ہر ایک کو صورت دینے والا۔

الموجد لصورھا وکیفیاتہا کما أراد ۔ مخلوق کی صورتوں اور اس کی حالتوں (کیفیتوں) کا اس طرح بنانے والا جس طرح اس نے (اللہ نے) چاہا۔

(لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى) اسی کے ہیں سب اچھے نام

الدالۃ علی محاسن المعانی ۔ وہ نام جو بہترین اوصاف اور اچھے معانی پر دلالت کرتے ہیں یعنی ان سے عظمت الٰہی کی معرفت ہوتی ہے یا اظہار ہوتا ہے حدیث مبارکہ میں ننانوے نام آئے ہیں لیکن عدد ۹۹ (ننانوے) پر حصر نہیں کیونکہ اسمار کریمہ ان گنت اور لاتعداد ہیں جو اللہ کی عظمت لاتناہی کے نقیب ہیں ۔ (يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ من الموجودات بلسان الحال او بلسان المقال ۔ موجودات میں سے ہر ایک شے زبان حال سے یا زبان مقال سے جس طرح بھی اُسے عطا کیا گیا ہے اللہ کی پاکی بولتی ہے ۔ اس پر تفصیلی کلام پچھلے کئی مقامات پر ہو چکا ہے۔

(وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ) اور وہی عزت و حکمت والا ہے ۔

الجامع للکمالات کافۃ یعنی جملہ کمالات کا جامع اللہ ہی ہے اور غلبہ والا ہے ۔

سورۂ حشر کی ان آیات کی (آخری تین آیات) روایات میں بڑی فضیلت و شان آئی ہے اور یہ آیات فضل عظیم کا خزانہ ہیں امام احمد، دوامی، ترمذی نے روائت کیا ہے اور اس کی تحسین کی ہے (حسن کہا ہے) اور طبرانی، ابن الفریس اور بیہقی نے شعب میں معقل بن یسار سے روائت کی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صبح کے وقت تین مرتبہ کہا ۔ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم پھر (بدون بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) کا اضافہ کیے) سورۂ حشر کی آخری تین آیات (ھو اللہ الذی ـــ الخ) تک پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے ستر ہزار فرشتے متوکل کرے گا (مقرر فرمائیگا) جو شام تک اس پر رحمت بھیجیں گے اس کے لئے (بخشش مانگیں گے) اور اگر اس دن میں مر جائیگا تو شہید مرے گا اور جو شام کو پڑھے گا تو جب بھی صبح تک بھی یہی منزلت پائے گا۔ دیلمی نے ابن عباس سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ سورۂ حشر کی آخری سات آیات میں اسم اعظم ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہا اے براءؓ جب تو اسمِ اعظم کے ساتھ اللہ سے دعا کا ارادہ کرے تو سورۃ الحدید کی پہلی دس آیات اور سورہ الحشر کی آخری آیات پڑھ لے۔ دیلمی نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے قول لو انزلنا ھذا القران سے آخر سورت تک کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ صداع (ہر قسم کی رکاوٹ) کیلیے تعویذ ہے۔

خطیب بغدادی نے تاریخ میں متعدد رواۃ کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب میں نے سورہ حشر کی آخری آیات سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پڑھیں تو آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لے کیونکہ جب جبرائیل علیہ السلام ان آیات کو لے کر مجھ پر نازل ہوئے تو مجھ سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیں کیونکہ ان آیات میں بجز موت کے ہر مرض کے لیے شفا ہے۔

الحمدللہ سورہ حشر کی تفسیر پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

۲۳ر مارچ ۱۹۹۰ء۔ ۲۵ر شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ کو تکمیل پائی۔

سورۃ الممتحنۃ

سورۃ الممتحنۃ مدنی ہے اور اس میں تیرہ ۱۳ آیات اور دو رکوع ہیں ابن حجر کا قول ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ اسی نام (الممتحنۃ) سے مشہور ہے اور لفظ "الممتحنۃ" میں حا فتحہ کے ساتھ ہے جبکہ یہ زیر (کسرہ) کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، اگر فتحہ (زبر) کیساتھ پڑھ لیا جائے تو یہ اس عورت کی صفت ہوگی جس کے سبب یہ سورہ نازل ہوئی۔ اور اگر کسرہ سے پڑھا جائے جیسا کہ قرأت مشہور و متواتر ہے تو یہ سورۂ مبارکہ کی صفت ہوگی جس طرح کہ سورۂ براۃ کو الفاضحۃ کہا گیا ہے۔ اور جمال القرار میں اس سورۂ مبارکہ کو سورۃ الامتحان کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور اس کا نام سورۃ المودۃ بھی ہے عبداللہ ابن عباس اور عبد بن زبیر رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ سورت مطلقاً مدنی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سورۂ مبارکہ کا ابتدائی حصہ فتح مکہ کے روز نازل ہوا اور باقی سورۂ مدنی ہے اور ایسا کہنا شاذ یا باعتبار تغلیب ہے کہ یہ مدنی ہے کیونکہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ سورۂ حشر کے ساتھ اس سورۂ مبارکہ کی مناسبت اس طرح ہے کہ اس میں کتابی کافروں کے ساتھ سوالات و معاہدات وغیرہ کا ذکر ہے اور اس میں مومنوں کو کفار سے موالات کی نہی کی گئی ہے اور دونوں میں اس سلسلہ میں لسبیط کلام ہے اور یہ سورۂ مبارکہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں نازل ہوئی اور سورۂ حشر میں اہل کتاب سے معاہدہ حدیبیہ کا ذکر ہے اور یہ سورۂ حشر اور الصف اور اس کے بعد کی سورتوں کے درمیان بطور فصل ہے کہ وہ سورتیں سَبَّحَ کے ساتھ شروع ہوئیں۔ اس سورۂ مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ بنو ہاشم کی ایک باندی سارہ نامی جو معروف مغنیہ اور خوبرو نوجوان (مراہقہ) تھی صلح حدیبیہ کے آخری دور میں مدینہ منورہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دوران فتح مکہ کے لیے تیاری فرما رہے تھے آپ نے اس باندی سے پوچھا کہ تو مسلمان ہو کر آئی ہے تو اس نے کہا نہیں آپ نے پوچھا تو کیا ہجرت کر کے آئی ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر کیوں آئی ہے تو اس نے کہا محتاجی سے تنگ ہو کر آپ سے امداد کے لیے حاضر ہوئی ہوں آپ نے بنی عبد المطلب کو اس کی امداد کیلئے کہا تو انہوں نے اسکی خوب مدد کی اور کپڑے کھانے پینے وغیرہ کا سامان بھی دیا۔ حاطب بن

عمرو ابی بلتعہ بدری جو بنو عبد العزیٰ کے موالی تھے اس باندی سے ملے اور اسکی مدد کی اور اسے ایک خط اہل مکہ کے نام دیا جس میں یہ تحریر تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تم پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں تم اپنی حفاظت کو جو تدبیر ہو سکے کر لو ۔ سارہ یہ خط لے کر روانہ ہو گئی اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی ۔ امام احمد، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان اور ایک جماعت نے مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہما کو روانہ کیا اور فرمایا کہ تمہیں روضۂ خاخ پہنچ کر تمہیں ایک عورت ملے گی جس کے پاس ابن ابی بلتعہ کا خط ہے جو اہل مکہ کے نام وہ خط اس سے لیلو اور میرے پاس لے آؤ، اگر وہ خط نہ دے تو اس کی گردن مار دو، یہ اصحاب جب وہاں پہنچے تو اس باندی کو وہیں پایا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا سارہ نے قسم کھائی اور کہا کہ خط اس کے پاس نہیں ہے ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب ساتھیوں کا واپسی کا ارادہ دیکھا تو قسم کھا کر کہا کہ حضور کی خبر کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اور تلوار نکال کر سارہ کو کہا کہ یا تو خط دیدو یا قتل کے لیے تیار ہو جاؤ ۔ سارہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو اپنے جوڑے سے خط نکال کر آپ کو دے دیا اصحاب نے خط ملنے کے بعد اسے چھوڑ دیا اور خدمت نبوی میں خط لا پیش کیا، آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حاطب ابن ابی بلتعہ کو طلب فرمایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا میں نے کفر نہیں کیا اور نہ ہی کبھی آپ کی خیانت کی ہے اور جب سے مہاجر ہوا ہوں کبھی اہل مکہ سے محبت نہ رکھی لیکن بات بس اس قدر ہے کہ مہاجرین میں سے ہر کسی کا کوئی دوست یا رشتہ دار مکہ میں موجود ہے جو اس کے اہل بیت کا محافظ ہے اور میں مکہ میں اجنبی تھا اگرچہ قوم قریش کے ساتھ رہتا تھا اور میرے اہل خانہ وہاں ان کے پاس ہیں مجھے صرف ان کی فکر دامنگیر ہوئی اور میں نے اس خیال سے کہ ان پر کوئی احسان کر دوں تاکہ میرے گھر والے محفوظ رہیں اور مجھے اس امر کا قطعی یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اہل مکہ پر ضرور عذاب نازل فرمانے والا ہے اور میرا خط انہیں نہ بچا سکے گا ۔

سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا عذر قبول کر لیا اور ان کی تصدیق فرمائی حضرت عمر بن خطاب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کیا حضور مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر بن خطاب اللہ تعالیٰ خبیر ہے جب

ہی اس نے اہل بدر کے بارے میں فرمایا ہے کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اشکبار ہو گئے اور سورۃ الممتحنہ کی آیات نازل ہوئیں ۔ حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ بدری تھے

سورۃ ممتحنہ مکیۃ

اس میں دو رکوع ۔ تیرہ آیتیں ۔ تین سو اڑتالیس کلمے اور ایک ہزار پانچ سو دس حروف ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

با محاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ ممتحنہ پ ۲۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۗ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۚ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۚ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۗ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اور تم میں جو ایسا کرے بے شک وہ سیدھی راہ سے بہکا ۔

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝

اگر تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ دراز کریں گے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ ۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ

ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے اور نہ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ان سے الگ کر دے گا اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝

بے شک تمہارے لیے اچھی پیروی تھی ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہو گئی ہمیشہ کے لیے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تیری مغفرت چاہوں گا اور میں اللہ کے سامنے تیرے کسی نفع کا مالک نہیں۔ اے ہمارے رب ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اے ہمارے رب ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب بیشک تو ہی عزت و حکمت والا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

بیشک تمہارے لیے ان میں اچھی پیروی تھی۔ اسے جو اللہ اور پچھلے دن کا امیدوار ہو اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

حل لغات رکوع اول سورۃ ممتحنہ پ ۲۸

یاَیھا۔ اے   الذین۔ لوگو جو   امنوا۔ ایمان لائے ہو   لا۔ نہ

تتخذوا۔ بناؤ	عدوی۔ میرے دشمنوں کو	و۔ اور	عدوکم۔ اپنے دشمنوں کو
اولیاء۔ دوست	تلقون۔ تم خبریں پہنچاتے ہو		الیہم۔ ان کو
بالمودۃ۔ دوستی سے	و۔ اور	قد۔ بیشک	کفروا۔ وہ منکر ہوئے
بما۔ اس کے جو	جاء۔ آیا	کم۔ تمہارے پاس	من الحق۔ حق
یخرجون۔ نکالتے ہیں	الرسول۔ رسول کو	و۔ اور	ایا۔ خاص
کم۔ تم کو بھی	ان۔ یہ کہ	تؤمنوا۔ تم ایمان لائے	باللہ۔ اللہ پر
ربکم۔ جو تمہارا رب ہے	ان۔ اگر	کنتم۔ ہو تم	خرجتم۔ نکلے
جھادا۔ جہاد کے لیے	فی۔ بیچ	سبیلی۔ راہ میری کے	و۔ اور واسطے
ابتغاء۔ چاہنے	مرضاتی۔ میری رضامندی کے	تسرون۔ چھپاتے ہو تم	الیہم۔ ان کی طرف
بالمودۃ۔ دوستی سے	و۔ اور	انا۔ میں	اعلم۔ خوب جانتا ہوں
بما۔ جو	اخفیتم۔ تم چھپاتے ہو	و۔ اور	ما۔ جو
اعلنتم۔ ظاہر کرتے ہو	و۔ اور	من۔ جو	یفعلہ۔ کریگا ایسا
منکم۔ تم میں سے	فقد۔ تو بیشک	ضل۔ گمراہ ہوا	سواء۔ سیدھی
السبیل۔ راہ سے	ان۔ اگر	یثقفو۔ پائیں	کم۔ تم کو
یکونوا۔ تو ہوں	لکم۔ تمہارے	اعداء۔ دشمن	و۔ اور
یبسطوا۔ پھیلائیں	الیکم۔ تمہاری طرف	ایدیہم۔ اپنے ہاتھ	و۔ اور
السنتہم۔ اپنی زبانیں	بالسوء۔ برائی کے ساتھ	و۔ اور	ودوا۔ پسند کرتے ہیں
لو۔ کاش کہ	تکفرون۔ تم کفر کرو	لن۔ ہرگز نہ	تنفعکم۔ نفع دینگے تم کو
ارحامکم۔ تمہارے رشتے	و۔ اور	لا۔ نہ	اولاد۔ اولاد
کم۔ تمہاری	یوم۔ دن	القیمۃ۔ قیامت کے	یفصل۔ فیصلے کریگا
بینکم۔ تمہارے درمیان	و۔ اور	اللہ۔ اللہ	بما۔ اس سے جو
تعملون۔ تم کرتے ہو	بصیر۔ دیکھنے والا ہے	قد۔ بیشک	کانت۔ تھی
لکم۔ تمہارے لیے	اسوۃ۔ پیروی	حسنۃ۔ اچھی	فی۔ بیچ
ابراھیم۔ ابراہیم کے	و۔ اور	الذین۔ انکے جو	معہ۔ اسکے ساتھ تھے

اذ-جبکہ	قالوا-بولے	لقومهم-اپنی قوم سے	انا-بیشک ہم
برآؤ-بیزار ہیں	منکم-تم سے	و-اور	مما-اس سے جسکو
تعبدون-تم پوجتے ہو	من دون-سوا	الله-اللہ کے	کفرنا-کفر کیا ہم نے
بکم-تمہارا	و-اور	بدا-ظاہر ہوگئی	بیننا-ہمارے درمیان
و-اور	بینکم-تمہارے درمیان	العداوۃ-عداوت	و-اور
البغضاء-دشمنی	ابدا-ہمیشہ کے لیے	حتی-یہانتک کہ	تؤمنوا-تم ایمان لاؤ
بالله-اللہ	وحدہ-اکیلے پر	الا-مگر	قول-بات
ابراهيم-ابراہیم کی	لابیہ-اپنے باپ سے	لاستغفرن-ضرور بخشش مانگوں گا	لك-تیرے لیے
و-اور	ما-نہیں	املك-اختیار رکھتا ہیں	لك-تیرے لیے
من الله-اللہ سے	من-کسی	شیء-چیز کا	ربنا-اے ہمارے رب
علیك-تجھ پر	توکلنا-ہم نے بھروسہ کیا	و-اور	الیك-تیری ہی طرف
انبنا-ہم نے رجوع کیا	و-اور	الیك-تیری ہی طرف ہے	المصیر-پھرنا
ربنا-اے ہمارے رب	لا-نہ	تجعلنا-بنا ہم کو	فتنۃ-آزمائش
للذين-ان کے لیے جو	کفروا-کافر ہیں	و-اور	اغفر-بخش ہم کو
لنا-ہم کو	ربنا-اے ہمارے رب	انك-بیشک تو	انت-تو ہی
العزیز-غالب	الحکیم-حکمت والا ہے	لقد-بیشک	کان-تھی
لکم-تمہارے لیے	فیهم-ان میں	اسوۃ-پیروی	حسنۃ-اچھی
لمن-ان کے لیے	کان-جو	یرجوا-امید رکھتا ہے	الله-اللہ کی
و-اور	الیوم-دن	الاخر-آخرت کی	و-اور
من-جو	یتول-منہ پھیرے	فان-تو بیشک	الله-اللہ
هو-وہی ہے	الغنی-بے نیاز	الحمید-خوبیوں سراہا	

مختصر تفسیر اردو سورہ ممتحنہ رکوع اوّل پ ۲۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ڰ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ڰ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا۔ گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے۔ اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اور تم میں سے جو ایسا کرے بیشک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

(یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ) اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ ای لا تتخذوا الکفار اَولیاءَ یعنی کافروں کو دوست نہ بناؤ کہ یہ میرے بھی دشمن ہیں اور تمہارے بھی دشمن ہیں۔

(تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ) تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے۔

المودۃ میں با مفعول کے ساتھ (میں زائد ہے اور القاء المودۃ (دوستی سے پہنچانا) اس کے اظہار کے لیے مجازاً ہے اور اس سے تفسیر یہ ہوگی ای توصلون الیھم المودۃ یعنی تم ان سے دوستی کا رابطہ رکھتے ہو اور ایک قول ہے باء سببیہ ہے اور القاء ارسال سے مجاز ہے

ای تسلون الیھم اخبار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسبب المودۃ التی بینکم
یعنی تم انہیں (کافروں) اس کی دوستی کیوجہ سے جو تمہارے درمیان تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
خبریں پہنچاتے ہو اور ایک قول ہے با تعدی کیلیے اس صورت میں معنی ہوں گے ۔ تفضون الیھم
بالمودۃ یعنی تم ان کی طرف دوستی سے مشکل کو حل کرتے ہو یا جمعیت کو متفرق کرتے ہو یا پلٹے ہو۔
(وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ ج) حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس
آیا یہ مفعول سے حال ہے۔ مراد ہے وہ سلام اور قرآن کے منکر ہیں جو تمہیں اللہ نے دیا اور منکروں
اور مومنوں میں کیسی دوستی ؟
يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو
اور انہیں اس پر کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے ۔
ای من مکۃ ـ یعنی مکۃ المکرمہ سے ـــ ای لایمانکم اور کراھۃ ایمانکم باللہ
عزوجل یعنی تمہارے ایمان لانے کے سبب سے یا اللہ عزوجل شانہ، جو تمہارا پروردگار ہے اس پر
ایمان لانے کو ناپسند کرنے کی وجہ سے ربکم میں ضمیر مومنوں کی تغلیب کے لیے ہے وگرنہ رب تو
سبھی کا ہے میں کہتا ہوں کہ " کم " کی ضمیر میں اہل ایمان کی عظمت ہے کہ وہ اللہ کے دوست ہیں
کیونکہ سیاق کلام میں اللہ کے دشمنوں اور مومنوں کے دشمنوں سے دوستی نہ رکھنے کا ارشاد ہے تو
لطیف اشارہ ہے کہ دوست کا دشمن بھی تمہارا دشمن ہے اور اللہ مومنوں ہی کو دوست رکھتا ہے لہٰذا
جب اللہ کافروں کو دشمن فرماتا ہے تو مومن جن کا دوست ولی اللہ ہے وہ کافروں کو کیوں دوست
رکھیں تو اللہ کی دوستی مومنوں کو ہر شے پر مقدم ہے اور صحابہ کرام کی یہ خصوصیت ہے اور " ربکم "
میں بڑی عظمت اور گہرائی ہے ۔ آیت کے اس ٹکڑے ضمیر متکلم سے میں حسن التفات بھی ہے ۔
واضح مفہوم ہے کہ کفار رسول کو اور تمہیں ایمان باللہ ہی کیوجہ سے مکہ سے نکال چکے ہیں ۔
(إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي) اگر تم نکلے ہو میری
راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو ۔
یہ قول الٰہی (لا تتخذوا) سے متعلق ہے ای لا تتوا اعدائی ان کنتم اولیائی یعنی
اگر تم میرے دوست ہو تو میرے دشمنوں سے موالات (دوستی) نہ رکھو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

یہ حال ہو تو اس صورت پر معنی یہ ہوں گے کہ اگر تم جہاد کرنیوالے ہو اور میری رضاؤں کے طالب ہو اور غزوہ (جنگ) کے لیے نکلے ہو یا مہاجر ہو کر نکلے ہو (کیونکہ خطاب مہاجرین سے خاص ہے) تو میرے اور اپنے دشمنوں سے ہمدردی یا خیر خواہی نہ رکھو۔

(تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ) تو ان سے دوستی نہ رکھو۔

ایک قول ہے کہ یہ "تلقون" سے بدل ہے اگر القاء سے خفیہ پیغام مراد ہے تو یہ بدل کل من کل ہے ایک قول ہے کہ استئناف بیانی ہے کیونکہ جو پیچھے گزرا اس میں عتاب ہے۔

ابن عطیہ کا قول ہے کہ یہ خبر ہے مبتدا محذوف ہے یعنی تم دوستی رکھتے ہو اور کلام میں استئناف ان پر انکار کے لیے ۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تم کفار سے موالات نہ رکھو۔

(وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ) اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو ۔ اَعْلَمُ تفضیل ہے اور تفضل علیہ محذوف ہے یعنی منکم (تم سے) ابن عطیہ کا قول ہے کہ اَعْلَمُ فعل مضارع ہو سکتا ہے اور العلم باء سے متعدی ہو جاتا ہے یا پھر زائد ہے اور ما یا تو موصولہ ہے یا مصدریہ ہے۔ اور ما اعلنتم کا ذکر اس سے استغناء کیا تھا اشارہ کے لیے ہے کہ اللہ عزوجل شانہ کے دونوں علم یکساں ہیں خواہ نہاں ہو یا عیاں اور اس حال میں "ما اخفیتم" کا تقدم (پہلے فرمانا) اشارہ ہے کہ تمہاری کفار سے دوستی و خیر خواہی اللہ کو خوب معلوم ہے اور جو تم نے چھپایا یا ظاہر کیا اللہ نے اسکی اپنے رسول کو خبر دیدی۔

(وَمَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ) اور تم میں جو ایسا کرے ۔

ای الاسرار یعنی کفار سے رازداری یا دوستی یا خیر خواہی ۔

(فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ۰) بے شک وہ سیدھی راہ سے بہکا ۔

ای الطریق المستوی والصراط الحق یعنی وہ سیدھے راستہ اور حق کی راہ سے بہک گیا اور اس راہ پر جا پڑا جو ایمان و ہدایت کا راستہ نہیں ۔

اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ یَكُوْنُوْا لَكُمْ	اگر تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن
اَعْدَآءً وَّ یَبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ	ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے
اَیْدِیَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ	ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کیساتھ

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝ دراز کریں گے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاو۔

(اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ) اگر تمہیں پائیں

ای ان یظفروا بکم یعنی اگر وہ (کفار) تم پر فتحمند ہوں یا قابو پائیں،

واصل الثقف الحذق فی ادراک الشیٔ وفعلہ اور ثقف کا اصل مفہوم یہ ہے کسی شئے کا پالینا عقل و سمجھ میں غالب آنا اور مقابلہ کرنا عربی محاورہ ہے رجل ثقف لقف ذہن یا ہوشیار اور مہذب شخص۔ البتہ یہاں مراد غلبہ پانا ہے۔

(يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً) تو تمہارے دشمن ہوں گے۔

ای عداوۃ یترتب علیہا ضرر بالفعل یعنی اگر تم پر کفار موقع پا جائیں یا غلبہ پالیں تو عملی طور پر نقصان پہنچانے کے لیے ان سے اس پر عداوت و دشمنی ظاہر ہو گی۔ اور تمہیں ان کی خیر خواہی سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ اور وہ اپنی دلی عداوت کا مظاہرہ کریں گے۔

(وَيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ) اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ دراز کریں گے ای بما یسوءکم من القتل والاسر والشتم یعنی وہ کریں گے جس سے تمہیں دکھ پہنچے جیسے قتل کریں گے قیدی بنائیں اور گالی گلوچ کریں گے۔

(وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝) اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاو۔

المراد ودادۃ یترتب علیہا القدرۃ علی الرد الی الکفر مراد یہ ہے کہ دوستی کا نتیجہ یہ مرتب ہوگا کہ وہ کفر کی طرف لوٹانے کی قدرت پائیں گے۔ تو ایسے لوگوں سے دوستی رکھنا اور بھلائی کی توقع رکھنا عبث ہے اور اس میں غفلت بڑی خرابی کا پیش خیمہ ہے۔ تو تمہارا یہ طرز عمل ان کی آرزوں کو پورا کرنے والا ہے۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ان سے الگ کر دیگا اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ) ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے

ای ذوار حامکم یعنی تمہاری رشتہ داریاں اور رحم سے مراد عورت کا رحم (بچہ دانی ہے) لیکن اشتہر فی القرابۃ حتی صار کالحقیقۃ فیہا لیکن لفظ رحم بطور قرابت کے مشہور ہو گیا یہاں تک اب انہی معنوں میں حقیقت بن گیا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جن قرابتداریوں کیوجہ سے تم کفار سے راز داری و دوستی رکھتے ہو وہ تمہیں ہرگز نفع نہ دیں گے۔ یہ اُس عذر کی مذمت ہے کہ راز داری رشتہ داری کی حفاظت کے نقطۂ نظر سے تھی یا ان کے اس خیال کا رد ہے کہ وہ لسے کفار سے موالات کیلئے مفید عذر سمجھتے تھے۔

(وَلَا اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ) اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن

ای لن ینفعکم قراباتکم او قاربکم ولا اولادکم الذین توالون المشرکین لاجلھم وتتقربون الیھم محاماۃ علیھم۔ بدفع ضرر او جلب نفع۔ یعنی تمہیں تمہاری قرابتداریاں یا رشتہ داریاں اور نہ ہی تمہاری اولاد جن کے باعث تم مشرکوں سے راز داری و دوستی رکھتے ہو اور اس لیے کہ ان سے تعلق کی گہرائی کیوجہ سے تم ان سے قریب و پاس ہو جاؤ تمہیں ہرگز نفع نہ دیں گی اور قیامت کے روز نہ ہی تم سے ضرر (عذاب) کو دور کر سکیں گی اور نہ ہی کوئی نفع دیں گی۔ اس آیت میں حاطب بن ابی بلتعہ پر عتاب ہے اور ان کے عذر پر جو بیجا حقیقت تھا ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور حقیقت حال کی طرف واضح نشاندہی ہے کہ ایسا ہرگز نہ چاہیے تھا۔ (يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ) تمہیں اُن سے الگ کر دیگا۔

یعنی قیامت کے روز اللہ تمہارے درمیان تفریق کر دے گا یا اہل ایمان اور اہل کفر ونفاق الگ گروہ ہو جائیں گے یا تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور مومنوں کو جنت دیگا اور کفار کو داخل جہنم کریگا تو تم دنیا میں ان سے کیوں الگ نہیں ہوتے اور اُن سے دوستی و راز داری کیوں نہیں ترک کرتے۔ (وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ) اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے

فیجازیکم بہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے خفی وجلی امور و اعمال کی خبر ہے اور اللہ تمہیں تمہارے اعمال کے موافق بدلہ عطا فرمائے گا۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ بے شک تمہارے لیے اچھی پیروی

حَسَنَةٌ فِیٓ اِبۡرٰهِیۡمَ وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗ ۚ اِذۡ قَالُوۡا لِقَوۡمِهِمۡ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡكُمۡ وَمِمَّا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَبَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةُ وَالۡبَغۡضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗۤ اِلَّا قَوۡلَ اِبۡرٰهِیۡمَ لِاَبِيۡهِ لَاَسۡتَغۡفِرَنَّ لَكَ وَمَاۤ اَمۡلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيۡكَ تَوَكَّلۡنَا وَاِلَيۡكَ اَنَبۡنَا وَاِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ

تھی ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہو گئی ہمیشہ کے لیے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تیری مغفرت چاہوں گا اور میں اللہ کے سامنے تیرے کسی نفع کا مالک نہیں اے ہمارے رب ہم نے تجھ پر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

(قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِیٓ اِبۡرٰهِیۡمَ وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗ)

بے شک تمہارے لیے اچھی پیروی تھی ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں ۔

أُسۡوَة ھمزہ کے پیش اور زیر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور دونوں لغتیں ہیں اور تمام قرار نے سوائے عاصم کے زیر سے پڑھا ہے جس کے معنی اقتدا۔ (پیروی) کے ہیں اور اس کا اطلاق اس خصلت پر ہوتا ہے جس کے مطابق اس شخص کی پیروی کیجائے جو اس صفت سے موصوف (متصف ہو) یا مراد قول و عمل کی اقتدار ہے۔

حَسَنَة کے معنی بھلی، عمدہ اچھی کے ہیں اور یہ اسم اسوہ کی صفت ہے اور فی ابراهیم یا تو أسوہ کی صفت بعد صفت ہے۔ یا خبر ہے لَكُمۡ تمہارے لیے مراد وہ لوگ ہیں جو مخاطب ہیں یعنی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ، اور دوسرے مومنین والذین معه،

سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین (اتباع کرنیوالے مومنین) ہیں لیکن طبری اور ایک جماعت کا قول ہے "المراد بھم الانبیاء الذین کانوا قریباً من عصرہٖ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام" مراد وہ انبیا علیہم السلام ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے قریب ومتصل تھے کیونکہ آپ کی قوم سے بیزاری اور ہجرت کے وقت آپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ اہل ایمان کا گروہ نہ تھا جو آپ کے ساتھ ان سے اظہار بیزاری کرتے اور انہیں چھوڑتے جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے شہر ملک سے شام کی طرف ہجرت فرمائی تو سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ما علی الارض من یعبد اللہ تعالیٰ غیری وغیرك : اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی نہیں ہے جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی کرنے والا ہو۔ تو جاننا چاہیے کہ کفار سے کشمکش کے پہلے وقت اتباع کرنیوالے مومنین کا ہونا لازم نہیں البتہ ایسا بعد میں ہوا یا بعد میں ہوسکتا ہے تو من معہ کے معنی اسی پر محمول ہوں گے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ مخاطبین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے اسوہ (قول وعمل) کی پیروی لازم ہے جو عمدہ نمونہ ہے۔

(اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم بیزار ہیں تم سے۔ ای وقت وجودھم یعنی اس وقت جب اہل قوم موجود ہوتے واضح مفہوم یہ ہے اپنی قوم کے مشرکوں اور کفار سے کہا کہ ہم تم سے بیزار ہیں اور ہمارا تم سے نہ کوئی علاقہ ہے اور نہ ہی کوئی تعلق۔

(وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ من الاصنام والکواکب وغیرھا۔ بتوں اور ستاروں وغیرہ سے، قوم ابراہیم بت پرست تھی اور نجوم اور کواکب کی پرستش بھی کرتی تھی یعنی ہم تم سے تمہارے کفر وشرک، بت پرستی اور کواکب پرستی کیوجہ سے بیزار ہیں۔

(كَفَرْنَا بِكُمْ) ہم تمہارے منکر ہوئے۔ یہاں لفظ کفر بطور کنایہ یا مجازاً آیا ہے اور حق تعالیٰ کے قول انا براء کی توضیح وبیان ہے اور اس کا مطلب ہے کفرنا بکم وبما تعبدون

من دون اللہ۔ یعنی ہم تم سے اور ان سے جن کی تم عبادت کرتے ہو بیزار ہیں اور تم اور تمہارے مذہب اور عقیدہ وعمل کے منکر ہیں یا یہ مفہوم ہے کہ ہم نے تمہارے دین کی مخالفت اختیار کی اور ہم تم سے الگ ہیں ہمارے نزدیک تم کسی شئے پر نہیں ہو تمہارا مذہب باطل اور لغو ہے۔

(وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا) اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہو گئی، ہمیشہ کے لیے۔ ای هذا دأبنا معكم لا نتركه، یعنی ہمارا تمہارے ساتھ یہی طریقہ رہے گا اور ہم اسے کبھی نہ ترک کریں گے یعنی تم سے عداوت و بغض ہی رکھیں گے۔ (حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ) جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔

وتتركوا ما انتم عليه من الشرك فتنقلب العداوة ولاية والبغضاء محبة ہم تمہیں چھوڑے رکھیں گے۔ (تم سے الگ تھلگ رہیں گے) جبتک کہ تم کفر و شرک کی راہ پر ہو اور جب تم ایمان لے آؤ اور اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر لو تو ہماری عداوت دوستی سے اور بغض محبت سے بدل جائیگا۔ عداوت صداقت کی ضد ہے اور صداقت کی تفسیر محبت سے کی گئی ہے اور یہاں عداوت و بغض کے معنی میں قریب قریب ہیں راغب کا قول ہے عداوت موافقت چاہت قلبی کے منافی بات ہے اور بغض نفس کا کسی شئے سے نفرت کرنا ہے جسکی رغبت نہ ہو یا اسے چھوڑ رکھا ہو اور بغض حب کی ضد ہے۔ اور اکثر کے نزدیک عداوت کے معنی الگ رہنے کے ہیں یا کانٹے (کٹے رہنے) کے ہیں۔

(اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ) مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تیری مغفرت (بخشش) چاہوں گا۔

یہ اللہ کے قول اسوہ حسنہ سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ قتادہ اور ایک جماعت کا قول ہے اور یہ اسوہ کی تفسیر یا تجرید کی تقدیر ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ الا قول ابراهيم میں الا بمعنی غیر لیا جائیگا کیونکہ اسوہ نکرہ ہے اور مستثنیٰ کا اس میں دخول و عدم دخول یقینی نہیں ہے لہذا مستثنیٰ منہ، کا محذوف قرار دینا ہی اولی ہے اس تقدیر پر یہ عبادت یوں ہو گی۔ اتبعوا اقوال ابراهيم غير قوله لابيه کہ ابراہیم کی سبھی باتوں کی پیروی کرو بجز اس بات کے جو انہوں نے اپنے باپ سے کہی تھی۔ یہ قول اتباع نہیں ہے اس لیے آپ کا ایسا کہنا ایک

كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ آزمائش میں نہ ڈال اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب بے شک تو ہی عزت و حکمت والا ہے ۔

(رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا) اے ہمارے پروردگار ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال ۔ الفتنۃ مصدر ہے اور المفتون کے معنی میں ہے یعنی رسواکن آزمائشوں سے جب وہ خوفزدہ کریں معذب کرنا عذاب دکھ دینا۔

ابن عباس کا قول ہے۔ ای لا تسلطھم علینا فیفتنونا و یعذبونا یعنی انہیں (کافروں کو) ہم پر مسلط نہ فرما کہ وہ ہمیں سب و شتم کریں یا دکھ (عذاب) پہنچائیں مجاہد کا قول ہے ؛ ای لا تعذبنا بایدیھم یعنی ہمیں ان کے ہاتھوں سے عذاب نہ دے او بعذاب من عندک اور نہ ہی اپنی طرف سے عذاب نازل فرما فیظنوا (نھم محقون وانا مبطلون فیفتنوا لذالک کہیں وہ گمان نہ کریں کہ وہ سچے ہیں اور ہم جھوٹے ہیں جبھی تو مبتلا ر عذاب ہوئے ۔

(وَاغْفِرْ لَنَا) اور ہمیں بخش دے ۔

ما فرطنا ۔ جو ہم سے لغزشیں یا کوتاہیاں واقع ہوئیں انہیں بخش دے ۔

(رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔) اے ہمارے رب بے شک تو ہی عزت و حکمت والا ہے ۔ الغالب الذی لا یذل من التجأ الیہ ولا یخیب رجاء من توکل علیہ والذی لا یفعل الا ما فیہ حکمتہ بالغۃ ایسا غلبے والا کہ جو اس کے حضور التجا کرے اسے کوئی ذلیل و رسوا نہ ہونے دے اور جو اس پر توکل و اعتماد کرے اور اس سے امید کرم رکھے اسے کبھی نامراد نہ کرے اور وہ ذات جو بھی فرمائے اس میں بس حکمت بالغہ ہی ہو یعنی اس کا ہر کام لا متناہی حکمتوں سے معمور ہو ۔ دعائے متصل یہاں مکمل ہوئی اور ربنا کے مکرر اضافہ سے دعا کی تقویت و استحکام کی طرف اشارہ ہے ۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ ۔ بے شک تمہارے لیے ان میں اچھی پیروی تھی اسے جو اللہ اور پچھلے دن کا امیدوار ہو اور جو منہ پھیرے تو

وعدے کی بنا پر تھا سورہ مریم میں اسکی تفصیل ہے کہ آپ نے فرمایا تھا سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۔
بعض کے نزدیک یہاں استغفار کے معنی اللہ سے اس امر کی التجا تھی کہ اللہ اسے توبہ کی توفیق
دے اور ایمان کے ساتھ ہدایت دے اور ایسا جائز تھا عقلاً بھی اور شرعاً بھی کیونکہ اس وقت
تک آپ پر اس امر کی اطلاع نہ ہوئی تھی کہ وہ اہل جہنم سے ہے اور کفر پر مستقل رہے گا تو جب
ظاہر ہو گیا تو آپ نے اس سے بیزاری ظاہر کی، تو کافر و مشرک کے لیے خواہ وہ کتنا ہی عزیز د
رشتہ دار کیوں نہ ہو دعاء مغفرت منع ہے جیسا کہ سورہ توبہ میں ارشاد ہے ۔

”مَا كَانَ للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا
اولی قربیٰ من بعد ما تبین لهم انهم اصحٰب الجحیم“

اور طیبی کا قول ہے کہ حضرت کا ساستغفرلك ربی فرمانا اپنے باپ کے قول ”لارجمنك و
اھجرنی ملیا“ کے جواب میں بطور رحمت و رافت تھا اور آپ کو ابھی باپ کے کفر پر مستقل رہنے
کی اطلاع نہ تھی جب اطلاع ہوئی تو آپ نے دعا ترک فرمائی اور اس سے بیزاری ظاہر کی آلوسی کہتے ہیں
کہ آپ کا یہ قول حیات دنیا میں تھا اس کے مرنے کے بعد نہ تھا اور یونہی وحی و اطلاع سے پہلے تھا جب
کہ ممانعتِ دعا مرنے کے بعد ہے اور اطلاع دراصل آپ کو اس سلسلہ میں دعا کے عدم قبول کی تھی
واللہ اعلم ۔ (وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ) اور میں اللہ کے سامنے تیرے کسی نفع کا
مالک نہیں ۔ یہ مستثنیٰ کا تملکہ ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو کفر و شرک پر قائم رہے اور اسی حال پر
مرجائے کہ نافرمان ہو تو میں اللہ کے سامنے تیرے لیے کسی شے کا مالک نہیں اور میرا وعدہ دعاء
مغفرت کا تھا رہا دعا کا قبول ہونا تو یہ مشیت الٰہی پر ہے اور معاف کرنا یا بخش دینا یہ اللہ ہی
کی شان ہے ۔

(رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝) اے ہمارے رب ہم
نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری طرف رجوع لائے اور تیری طرف ہی پھرنا ہے ۔
یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے ساتھ والے مومنین کی دعا ہے اور جو استثنار
گزرا اس سے متصل ہے لہذا اس دعا میں آپ کی پیروی لازم ہے ۔
رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ اے ہمارے رب ہمیں کافروں کی

فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ۠ بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) بے شک تمہارے لیے ان میں اچھی پیروی تھی۔ ای فی ابراھیم علیہ السلام ومن معہ

لکم سے مراد امتِ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ان سے ارشاد ہے کہ بلاشبہ تمہارے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھ والوں میں بہترین نمونہ ہے یعنی ان کی حیاتِ مقدسہ اور ان کے عقائد و اعمال میں تمہارے لیے اچھی پیروی ہے اور ان کی پیروی سے اعراض کرے وہ راہِ ثواب سے دور اور بدعقیدہ ہے۔

(لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَؕ) اسے جو اللہ اور پچھلے دن کا امیدوار ہو۔

ای ثوابہ تعالیٰ او لقاءہ سبحانہ ونعیم الاٰخرۃ او ایام اللہ تعالیٰ والیوم الاٰخر خصوصًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب یا حق سبحانہ وتعالیٰ کی ملاقات اور آخرت کی نعمتوں کا طلبگار ہو یا عذابِ الٰہی یا روزِ قیامت کا بطورِ خاص خوف رکھے، اور رجاء کا احتمال آمل (امید) پر ہے اور خوف صلہ ہے "حسنہ" کیلئے یا صفت ہے اور جائز ہے کہ "لکم" کا بدل ہو جیسا کہ اخفش وغیرہ کا قول ہے کہ ضمیرِ مخاطب سے بدل ظاہر ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے مقتضائے ایمان یہی ہے کہ خلیل رب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کی جائے۔

(وَ مَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ۠) اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

یعنی جو حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھ والوں کی پیروی سے منہ موڑے یا ایمان کی راہ سے ہٹ جائے اور کافروں کے ساتھ دوستی رکھے تو اللہ اس سے بے نیاز ہے اور سب تعریف اسی کے لائق ہے۔ ظاہر ہے کہ اقتدار کا نفع اسی کے لیے ہے جو ایسا اعتقاد رکھے اور اس کے مطابق عمل کرے بصورتِ دیگر وبال بھی اسی پر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سب امور سے بے نیاز ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ ممتحنہ پ ۲۸

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ط وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o

قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں دوستی کر دے اور اللہ قادر ہے اور بخشنے والا مہربان ہے۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ o

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو بے شک انصاف والے اللہ تعالےٰ کو محبوب ہیں۔

اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ o

اللہ تمہیں انہیں سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ط اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ط لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ o

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان کے حال کا حال بہتر جانتا ہے پھر اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ یہ انہیں حلال اور نہ وہ انہیں حلال اور ان کے کافر شوہروں کو دے دو جو ان کا خرچ ہوا اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کر لو جب ان کے مہر ان کو دو اور کافرنیوں کے نکاح پر جمے نہ رہو اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ

اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم کافروں کو سزا دو تو جن کی

ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ

عورتیں جاتی رہی تھیں غنیمت میں سے انہیں اتنا دو جو انکا خرچ ہوا تھا اور اللہ سے ڈرو جس پر تم کو ایمان ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بے شک بخشنے والا مہربان ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَىٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَىٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ

اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے ہیں جیسے کافر آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے

حل لغات رکوع دوم سورۃ ممتحنہ پ ۲۸

عسیٰ۔قریب ہے	اللہ۔اللہ	ان۔یہ کہ	یجعل بنا دے
بینکم۔تمہارے درمیان	و۔اور	بین۔درمیان	الذین۔ان لوگوں کے کہ
عادیتم۔دشمنی رکھی تم نے	منہم۔ان سے	مودۃ۔دوستی	و۔اور
اللہ۔اللہ	قدیر۔قادر ہے	و۔اور	اللہ۔اللہ
غفور۔بخشنے والا	رحیم۔مہربان ہے	لا۔نہیں	ینھٰکم۔منع کرتا تم کو
اللہ۔اللہ	عن الذین۔ان سے	لم۔کہ نہ	یقاتلو۔لڑے وہ
کم۔تم سے	فی۔بیچ	الدین۔دین کے	و۔اور
لم۔نہ	یخرجو۔نکالا	کم۔تم کو	من دیار کم۔تمہارے
گھروں سے	ان۔یہ کہ	تبرو۔نیکی کرو	ھم۔ان سے
و۔اور	تقسطوا۔انصاف کرو	الیہم۔ان سے	ان۔بیشک

الله - اللہ	یحب - پسند کرتا ہے	المقسطین - انصاف والوں کو	انما - اس کے سوا نہیں
ینھکم - منع کرتا ہے تم کو	الله - اللہ	عن الذین - ان سے	قاتلو - جو لڑے
کم - تم سے	فی - بیچ	الدین - دین کے	و - اور
اخرجو - نکالا	کم - تم کو	من دیارکم - تمہارے گھروں سے	
و - اور	ظاھروا - مدد کی	علی - اوپر	اخراجکم - نکالنے تمہارے کے
ان - یہ کہ	تولو - دوستی رکھو	ھم - ان سے	و - اور
من - جو	یتولھم - دوستی رکھے ان سے	فاولئک - تو یہی	ھم - ہیں وہ
الظلمون - ظالم	یایھا - اے	الذین - وہ جو	اٰمنوا - مومن ہو
اذا - جب	جاء - آئیں	کم - تمہارے پاس	المؤمنٰت - مومن عورتیں
مھٰجرٰت - ہجرت کرکے	فامتحنو - تو امتحان کرو	ھن - ان کا	الله - اللہ
اعلم - خوب جانتا ہے	بایمانھن - انکے ایمان کو	فان - پھر اگر	علمتمو - معلوم کرو
ھن - ان کو	مؤمنٰت - مومن	فلا - تو نہ	ترجعو - لوٹاؤ
ھن - ان کو	الی - طرف	الکفار - کافروں کی	لا - نہ
ھن - وہ عورتیں	حل - حلال ہیں	لھم - اُن کے لیے	و - اور
لا - نہ	ھم - وہ مرد	یحلون - حلال ہیں	لھن - ان عورتوں کے لیے
و - اور	اٰتو - دو	ھم - ان کو	ما - جو
انفقوا - خرچ کیا انہوں نے	و - اور	لا - نہیں	جناح - کوئی گناہ
علیکم - تم پر	ان - یہ کہ	تنکحو - نکاح کرو	ھن - ان سے
اذا - جب	اٰتیتمو - دو تم	ھن - ان کو	اجور - حق مہر
ھن - ان کے	و - اور	لا - نہ	تمسکوا - روکو
بعصم - نافران	الکوافر - کافر عورتوں کو	و - اور	اسئلوا - مانگ لو
ما - جو	انفقتم - خرچ کیا تم نے	و - اور	لیسئلوا - چاہئے کہ وہ بھی مانگ لیں
ما - جو	انفقوا - خرچ کیا انہوں نے	ذلکم - یہ ہے	حکم - حکم
الله - اللہ کا	یحکم - حکم کرتا ہے	بینکم - تمہارے درمیان	و - اور
الله - اللہ	علیم - جاننے والا	حکیم - حکمت والا ہے	و - اور
ان - اگر	فاتکم - چلی جائے	شیء - کوئی	من ازواجکم - تمہاری بیویوں سے

الی ۔ طرف الکفار ۔ کافروں کی فعاقبتم ۔ تو سزا دو انکو فاتوا ۔ تو دو
الذین ۔ ان کو کہ ذھبت ۔ چلی گئی ہیں ازواجھم ۔ انکی بیویاں مثل ۔ مثل
ما ۔ اسکے جو انفقوا ۔ خرچ کیا انھوں نے و ۔ اور اتقوا ۔ ڈرو
اللہ ۔ اللہ سے الذی ۔ وہ کہ انتم ۔ تم بہ ۔ اس پر
مومنون ۔ ایمان لائے ہو یایھا ۔ اے النبی ۔ نبی اذا ۔ جب
جاء ۔ آئیں ک ۔ تیرے پاس المؤمنت ۔ مومن عورتیں یبایعنک ۔ بیعت کریں آپ سے
علی ۔ اوپر ان ۔ اسکے کہ لا ۔ نہ یشرکن ۔ شریک بنائیں گی
باللہ ۔ اللہ کے ساتھ شیئا ۔ کسی کو و ۔ اور لا ۔ نہ
یسرقن ۔ چوری کریں گی و ۔ اور لا ۔ نہ یزنین ۔ زنا کریں گی
و ۔ اور لا ۔ نہ یقتلن ۔ قتل کرینگی اولاد ۔ اولاد
ھن ۔ اپنی کو و ۔ اور لا ۔ نہ یاتین ۔ لائیں گی
بہتان ۔ بہتان یفترینہ ۔ کہ اٹھائیں اسکو بین ایدیھن ۔ اپنے ہاتھوں
و ۔ اور ارجلھن ۔ پاؤں کے درمیان و ۔ اور لا ۔ نہ
یعصینک ۔ نافرمانی کرینگی تیری فی ۔ بیچ معروف ۔ بھلے کام کے فبایعھن ۔ تو بیعت کر ان سے
و ۔ اور استغفر ۔ بخشش مانگ لھن ۔ انکے لیے اللہ ۔ اللہ سے
ان ۔ بیشک اللہ ۔ اللہ غفور ۔ بخشنے والا رحیم ۔ مہربان ہے
یایھا ۔ اے الذین ۔ لوگو جو امنوا ۔ ایمان لائے ہو لا ۔ نہ
تتولوا ۔ دوستی رکھو قوما ۔ ان لوگوں سے کہ غضب ۔ غضب ہوا اللہ ۔ اللہ کا
علیھم ۔ ان پر قد ۔ بیشک یئسوا ۔ مایوس ہو گئے من الاخرۃ ۔ آخرت سے
کما ۔ جیسے یئس ۔ مایوس ہوئے الکفار ۔ کافر من اصحب ۔ باشندگان
القبور ۔ قبوروں سے ۔

مختصر تفسیر اردو سورہ ممتحنہ رکوع دوم پ ۲۸

عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْهُمْ

قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں سے جو تمہارے دشمن ہیں دوستی کرا دے

مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ — اور اللہ قادر ہے اور بخشنے والا مہربان ہے۔

(عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ)

قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں سے جو تمہارے دشمن ہیں دوستی کردے۔

ای من اقاربکم المشرکین۔ یعنی تمہارے مشرک رشتہ داروں میں سے (مودۃ) کا مفہوم یہ ہے ای یوافقوکم فی الدین یعنی کفار مکہ یا تمہارے مشرک رشتہ دار دین میں تمہاری موافقت کریں گے۔ یہ قرآن عظیم کی پیشین گوئی ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی، اس آیت کا نزول فتح مکہ سے قبل ہوا جیسا کہ جمہور کا قول ہے اور فتح مکہ کے بعد اکثر مسلمان ہوگئے۔ "الذین عادیتم منھم"، گو عام ہے لیکن مخصوص البعض ہے۔ اور ایک قول ہے کہ چونکہ اہل ایمان اور مہاجرین صحابہ نے کفار مکہ اور اپنے مشرک رشتہ داروں سے شدید سختی، مخالفت، دینی دشمنی اور قطع رحمی دیکھی تھی اور شدائد ومصائب سے گزرے تھے جو انہیں اپنے باپوں، بھائیوں بیٹیوں اور رشتہ داروں سے پہنچے تھے تو اللہ نے ان کی تالیف قلبی فرما کر ان سے وعدہ فرمایا اور جلد ہی اسے فتح مکہ کے ساتھ ہی پورا فرما دیا اور اکثر لوگ ایمان لائے معدودے چند افراد کے جو بحالت کفر ہی مرے، ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور دوسرے بہت سے لوگ اسلام لائے اور مسلمانوں کے دوست اور بھائی بن گئے اور نفرتیں محبتوں میں بدل گئیں اور ایک قول ہے کہ جب کفار سے ترک موالات ومؤانست کا حکم نازل ہوا تو اہل ایمان نے کا فر رشتہ داروں سے بشدت اعراض کیا اور ان سے بیزاری ظاہر کی اور اس میں مبالغہ کیا تو ان کی تسکین کیلئے یہ آیت اتری مگر ان کے قلوب میں الفت ورقت پوشیدہ رہی جو فطری امر ہے۔

(وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ) اور اللہ قادر ہے۔

مبالغ فی القدرۃ فیقدر سبحانہ علی تقلیب القلوب وتغییر الاحوال و تسہیل اسباب المودۃ۔

قدرت میں بطور مبالغہ ارشاد ہے یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ دلوں کے بدلنے اور احوال کے تبدیل کرنے اور دوستی کے اسباب آسان فرمانے (میسر فرمانے) پر مکمل قادر ہے۔

وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مبالغ فی المغفرۃ فیغفر جل شانہ لما فرط منکم فی موالاتہم۔

غایت درجہ بخشش فرمانے والا ہے پس اللہ کریم جو کچھ تم سے کفار سے موالات کے سلسلہ میں واقع ہوا اسے بخش دے گا۔یا اس نے بخش دیا اور وہ انتہائی رحم کرنے والا ہے۔

لَا یَنۡہٰىکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡہُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ۝

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو بے شک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔

(لَا یَنۡہٰىکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡہُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡہِمۡ ؕ)

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم میں سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو۔

حسن اور ابو صالح کا قول ہے کہ یہ آیت (لا ینھکم اللہ الخ) بنو خزاعہ، بنی الحرث بن کعب بنو کنانہ، بنو مزینۃ اور عرب کے ان قبائل کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس امر پر صلح کر رکھی تھی کہ وہ نہ تو آپ سے لڑیں گے اور نہ ہی آپ کے خلاف کسی کی اعانت کریں گے، قرۃ الھمدانی، عطیہ عوفی کا قول ہے کہ یہ آیت بنو ہاشم کے بعض لوگوں کے بارے میں اتری جن میں سے عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ عبد اللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ یہ آیت کفار کی عورتوں اور بچوں کے بارے میں اتری مجاہد کا قول ہے کہ اس قوم کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ میں ایمان لائے لیکن انہوں نے ہجرت نہ کی کیونکہ انصار و مہاجرین ان لوگوں کے ترک ہجرت پر ان سے شدید خفا تھے اور انہیں دوست نہیں رکھتے تھے اور ایک قول ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو اہل مکہ میں سے مومن تھے اور کفار کے

درمیان ہی ٹھہر گئے تھے اور انہوں نے قدرت کے باوجود ہجرت نہ کی تھی، نحاس اور ثعلبی کا قول ہے۔ کہ ورمومنین کے بارے میں نازل ہوئی جو ہجرت کی استطاعت نہیں رکھتے تھے بخاری وغیرہ سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ قریش سے عہد کے زمانے میں میرے پاس میری ماں آئی اور وہ مجھ سے حسن سلوک کی رغبت رکھتی تھی لیکن وہ مشرکہ تھی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں تو یہ آیت اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں تو اپنی ماں سے صلہ رحمی کر امام احمد اور ایک جماعت نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے پاس تحائف کے ساتھ ملنے آئی یہ تحائف روغن زیتون کی چٹنی اور خرادی اشیاء اور گھی وغیرہ تھے اور مشرکہ تھی تو اسماء رضی اللہ عنہما نے اس کے تحائف لینے سے انکار کر دیا اور اسے گھر میں داخل نہ ہونے دیا یہاں تک کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پوچھنے کے لیے بھیجا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کریں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہدایا قبول کرنے اور اسے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دیدی یہ قتیلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کی بیوی تھی جسے آپ نے عہد جاہلیت میں طلاق دیدی تھی اور یہی حضرت اسماء کی حقیقی ماں تھی اور ابن عطیہ کا کہنا ہے کہ خالہ تھی اور اسے امی مجازاً کہتی تھیں۔ اس آیت میں کفار کی اس قسم سے حسن سلوک کی اجازت ہے اور خفاجی کا قول ہے۔ جیسا کہ درمنثور میں ہے یہ آیت کریمہ اللہ کے ارشاد اُقتلوا المشرکین سے منسوخ ہے اس آیت سے بعض علماء کے نزدیک اہل حرب کے سوا اہل ذمہ کے لیے نفلی صدقہ جائز ہے اور یونہی ماسوا حربی کے ذمی کافروں کے باپوں کا نفقہ بھی واجب ہے اگرچہ اس کا قتل واجب ہو (اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝) بے شک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں ای العادلین یعنی عدل کرنے والے اللہ کو پیارے ہیں۔

اِنَّمَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰۤى

اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی

إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ ج وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ٥

کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں۔

(إِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَأَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰى إِخْرَاجِكُمْ) اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں سے نکالے یا تمہارے نکالنے پر مدد کرے

کمشرکی مکة، فان بعضهم سعوا فی اخراج المومنین وبعضهم اعانوا المخرجین۔ جیسے مشرکین مکہ تو ان میں سے بعض نے مومنوں کو نکالنے میں خوب کوشش کی اور ان میں سے بعض نے نکالنے والوں کی ڈٹ کر مدد کی۔

(إِنْ تَوَلَّوْهُمْ) کہ ان سے دوستی کرو۔

ای انما ینهاکم سبحانه عن ان تتولوهم یعنی حق سبحانہ، وتعالیٰ نے تمہیں اسی امر سے ہی تو منع کیا ہے کہ تم ان جیسے کفار سے کسی قسم کی دوستی نہ رکھو بعض علماء نے اس آیت میں صرف موالات کو ہی منع جانا ہے البتہ دنیوی طور پر حسن سلوک کو مباح کہا ہے بشرطیکہ اس سے اہل ایمان و سلام کو ضرر کا اندیشہ و خطرہ نہو۔

(وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ٥) اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں۔

لوضعهم الولایة موضع العداوة، اوهم الظلمون لانفسهم بتعریضها للعذاب آیت کے شروع میں "انما" کلمہ حصر ہے جو بطور مبالغہ کے ہے اور شدت ممانعت کو ظاہر کر رہا ہے کہ کفار کی دوستی عداوت کا باعث ہوگی یا جو دوستی رکھیں گے وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں گے اور اس میں اس امر پر عذاب کا ارشارہ و رمز ہے۔

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ط اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيْمَانِهِنَّ

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ
فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ
لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ
يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّاۤ
اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ
وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ
وَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا
مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ
يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ۝

کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے پھر
اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں
تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ
یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال
اور ان کے کافر شوہروں کو دیدو
جو ان کا خرچ ہوا اور تم پر کچھ گناہ
نہیں کہ ان سے نکاح کرلو جب ان
کے مہر انہیں دو اور کافر عورتوں
کے نکاح پر جمے نہ رہو اور مانگ لو
جو تمہارا خرچ ہوا اور کافر مانگ
لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا
حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور
اللہ علم و حکمت والا ہے ۔

یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی، معاہدہ حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اہل مکہ سے جو شخص مسلمان ہو کر رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اس کو اہل مکہ واپس لے سکتے ہیں اس آیت میں واضح کیا گیا کہ یہ شرط صرف مردوں کے لئے ہے معاہدے میں عورتوں کی تصریح نہیں اور نہ عورتیں اس قرارداد میں داخل ہوسکتی ہیں کیونکہ مسلمان عورت کافر کے لئے حلال نہیں بعض علماء کے نزدیک یہ آیت حکم اول کی ناسخ ہے مگر ایسا حرف اسی طور درست ہے اگر معاہدہ حدیبیہ میں عورتیں شامل ہوں لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جو معاہدہ حدیبیہ کے الفاظ مروی ہیں ان کی رو سے عورتیں معاہدہ داخل و شامل نہیں اور ایک روایت میں مِنَّا رَجُلٌ کی بجائے اَحَدٌ مِّنَّا کا لفظ وارد ہوا ہے جس سے عورتوں کا شامل ہونا واضح ہے معاہدہ میں تو عموم تھا پھر عورتوں کی واپسی کا حکم منسوخ ہوگیا اور اس کے بدلے وہ مہر جو کافر شوہر نے دیا تھا اس کی واپسی واجب ہوگئی ۔

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ)
اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو۔ فاختبروھن بما یغلب علی ظنکم موافقة قلوبھن لا لسنتھن فی الایمان
یعنی جب مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو تم اپنے گمان کے مطابق جو ان کے زبانی ایمان کے اظہار پر نہیں بلکہ ان عورتوں کے دلوں کے موافق غالب نظر آئے ان کا امتحان یا ان کی پرکھ کر لو حضرت ابن عباس سے ان عورتوں کے امتحان کے بارے میں مروی ہے کہ جب کوئی مہاجرہ عورت خدمت نبوی میں حاضر ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اس بی بی سے اس بات کا حلف لیتے کہ وہ کسی دنیوی عشق رغبت کیوجہ سے ہجرت کر کے نہیں آئی اور نہ ہی اپنے شوہر کی عداوت کے تحت نکلی ہے اور نہ ہی کسی دنیوی غرض سے نکلی ہے اور بخدا صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں نکلی ہے یعنی خالص دین کے لیے اور اپنے ایمان کے تحت ہجرت کی ہے۔
(اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ) اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے۔
من کل احد او منکم فانه سبحانه ھو المطلع علی ما فی قلوبھن
یعنی اللہ ہر ایک کو یا تم میں سے سب کو جانتا ہے کیونکہ حق سبحانہ، و تعالی جو کچھ ان عورتوں کے دلوں میں ہے اس پر آگاہ ہے چونکہ تم ان عورتوں کے دلی حال سے آگاہ نہیں ہو تو تم ان کے بارے میں پختہ رائے قائم کر لو۔
فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ پھر اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو۔
ای ظننتموھن ظنا قویا یشبه العلم بعد الامتحان مومنت فی نفس الامر الی ازواجھن الکفرة یعنی جب تمہیں ان عورتوں کے جانچ لینے کے بعد قوی گمان ہو جائے اور علم الیقین کے مشابہ ہو کہ وہ فی الواقعی ایماندار ہیں تو تم انہیں ان کے کافر شوہروں کے پاس نہ جانے دو۔ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال
تو یہ ان عورتوں کے ان کے کافر شوہروں کو واپس نہ کرنے کی ممانعت کی علت ہے اور جملہ اولی لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ ان کے درمیان فرقت کا ثبوت اور نکاح اول کا فر کے ساتھ

نکاح) کے زائل ہونے کو محقق ہے۔ اور جملہ اخریٰ اولیٰ کی تاکید ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ کافر مرد مومن عورت کے لئے حلال نہیں ہے اور یونہی مومنہ عورت کے لئے کافر مرد حلال نہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان علیحدگی واجب ہے۔

(وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ط) اور ان کے کافر شوہروں کو دیدو جو ان کا خرچ ہوا

ای واعطوا ازواجهن مثل ما دفعوا الیهن المهور قیل وجوبا وقیل ندبا

یعنی ان کے کافر شوہروں کو جو انہوں نے مہر وغیرہ سے انہیں ادا کیا تھا یا جو کچھ خرچ کیا تھا وہ رقم یا مال انہیں واپس لوٹا دو اور کہا گیا کہ یہ واجب ہے اور ایک قول ہے کہ مندوب ہے ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کی ہے کہ سبیعۃ بنت الحرث الاسلمیہ مومنہ ہوکر خدمت نبوی میں ہجرت کرکے آئی اور وہ صیفی بن الراہب کے نکاح میں تھی اہل مکہ سے جو مشرک تھا تو اس نے سبیعہ کی واپسی کا مطالبہ کیا تو یہ آیت کریمہ اتری اور اس نے (کافر شوہر۔ صیفی) جو خرچ کیا تھا اسے دیدیا گیا اور اس عورت (سبیعہ) سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے نکاح کرلیا۔ اور اسی طرح کی اور روایات بھی ہیں تاہم یہ واقعہ شاید اسباب نزول سے ہے۔ معاہدہ حدیبیہ میں مردوں کی واپسی کی شرط تھی اور عورتوں کے بارے میں شرط نہ تھی جبکہ ایک روایت میں دونوں کی شرط آئی ہے اور ضحاک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مشرکین کے درمیان معاہدہ کی ایک شق یہ بھی تھی کہ اگر کوئی عورت مومنہ ہوکر مسلمانوں کے پاس آئے تو اس کے شوہر کو مہر وغیرہ یا جو اس نے خرچ کیا تھا لوٹانا ہوگا اور یونہی مسلمانوں کی طرف سے کفار کے لیے شرط تھی اور ایسا آیت کے مطابق اور موافق ہے لیکن ابوداؤد سے اس کا نسخ مروی ہے۔ اور ابن جریر وغیرہ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ اس نے اس عہد کے حکم کے مطابق منسوخ کردیا کہ کافر شوہروں کو جو انہوں نے خرچ کیا نہ لوٹایا جائے تاہم کشف میں عورتوں کا لوٹانا مشروط ہے اگر مشروط نہ ہو تو ادائیگی لازم نہیں کیونکہ صلح حدیبیہ سے پہلے مہاجرہ عورتوں کے مہر وغیرہ نہ لوٹائے جاتے تھے اور نہ ہی عورتیں لوٹائی جاتی تھیں صلح کے بعد یہ صورت ہوئی یعنی یہ حکم عام مخصوص البعض تھا اگر حکم منسوخ مانا جائے لیکن ضحاک کی روایت سے واضح ہے کہ شرط مہا دیا نہ تھی لیکن یہ بات پکی ہے کہ حق تعالیٰ نے اس حکم کو مہاجرین کے ساتھ مخصوص کیا اور فتح مکہ کے بعد نہ ہجرت رہی اور نہ ہی یہ حکم باقی رہا

یہی وجہ ہے کہ اب بھی اگر ایسا ہو تو مہر کا لوٹانا واجب نہیں ہے بلکہ مندوب ہے۔ علماء کے اقوال دونوں طرف ہیں تاہم میں کہتا ہوں کہ اب اگر ایسی صورت ہو تو مہر وغیرہ کا لوٹانا مندوب ہے اور ایسا کثیر علماء سے منقول ہے اور یہی صواب ہے۔ واللہ اعلم کیونکہ فتح مکہ کے بعد یہ صورت ہی نہ رہی اور حکم باقی نہ رہا کہ وجوب کا حکم لگایا جائے اور معاہدہ کے بعد عورتوں کی واپسی کا منسوخ ہونا قریش کے طرز عمل کے مقابل برابری کی بنیاد پر ترک معاہدہ اور منسوخی کی حرمت ہے اور ایک قول ہے کہ صرف لوٹانے کی شرط تھی لیکن تجدید نکاح کے باوجود اور نہ ہی الفاظ معاہدہ سے عورتوں کی واپسی پر صادر کیا گیا اور غیر مومنہ کی واپسی تو درست رہی لیکن مومنہ مہاجرہ کو روکنے کا حکم دیا گیا مومنہ عورت کا فر شوہر پر حلال نہ تھی اور نہ ہی اس کا نکاح درست تو لوٹانے کا کیا فائدہ لہذا مہر وخرچہ دینا واجب ہوا اور واپسی کا حکم منسوخ ہو گیا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ واپسی کی شرط مابین الفریقین مساوی تھی لہذا حرمت کا حکم کہ مومنہ روک لی جائیں اور ان کے کفار شوہروں کو خرچہ کی ادائیگی کر دی جائے اس مسئلے میں بطور استحسان وبیان وصراحت اور مسئلے کا حل تھی گو اس کی تفصیل معاہدہ میں نہ تھی اور یونہی اہل ایمان کو اٰتوھم ما انفقوا بطور حکم وامر ہے اور اس کا عکس اگر کوئی عورت مرتد ہو کر اہل کفر کے ہاں جائے تو اہل ایمان کو ان سے زوجیت کا تعلق نہ رکھنے کی ہدایت ہے اور یونہی ان کو طلاق دینے کی ترغیب ہے حالانکہ مرتدہ مومن کے نکاح سے بدون طلاق باہر نہ ہو گی البتہ مطالبۂ مہر وخرچہ کو باقی رکھا اور ارشاد ہے۔

وسئلوا ما انفقتم الخ اور کفار نے ادائیگی نہ کی تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت سے دلوایا، اگرچہ یہ سب امور فتح مکہ کے بعد یا آیت غنیمت سے منسوخ ہو گئے اور بعض کا قول کہ سنت سے منسوخ ہو گئے تو یہ حرمت اور ادائیگی اس شرط کا بدل تھی نہ کہ معاہدہ کی شق کی منسوخی جس سے عہد شکنی کا وہم ہوتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے ہو ہی نہیں سکتی اور بدل شرط میں مساوی حکم ہے موافق نفس شرط کی جگہ وضاحت شرط اور مابین الفریقین نزاعی نہیں ہے بالکل قابل تسلیم ہے

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ط اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کر لو جب ان کے مہر انہیں دو۔

ای فی نکاحھن حیث حال اسلامھن بینھن وبین ازواجھن الکفار

یعنی مہاجرہ مومنہ عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی گناہ نہیں باوجودیکہ ان کے کافر شوہر دارالحرب میں موجود ہوں کیونکہ ان کے سلام وایمان کیوجہ سے ان کے درمیان فرقت ہوگئی اور وہ اپنے کافر شوہروں پر اور ان پر ان کے کافر شوہر حرام ہوگئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس آیت کی رو سے مومنہ مہاجرہ عورت کے لیے کوئی عدت نہیں سوائے اس کے وہ حاملہ ہو، یہ نکاح ادائیگی مہر سے مشروط ہے کہ یہ مہر اس مہر وخرچہ کے علاوہ ہوگا جو تم ان مومنہ مہاجرہ عورتوں کے کافر شوہروں کو واپس کرچکے ہو یعنی یہ وہ ادائیگی اس مہر میں شامل نہ ہوگی۔ اور از سر نو مہر مقرر کرو اور انہیں ادا کرو کیونکہ المہر بدل البضع اور یہ تم پر لازم ہے اس کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اور جب تم مہر ادا کردو تو نکاح کرنے میں حرج نہیں البتہ مہر کا فوراً ادا کرنا لازمی نہیں اور ذمہ داری قبول کرنا کافی ہے۔ جیسا کہ تعین کے وقت ہوتا ہے

(وَلَا تُمۡسِكُوا بِعِصَمِ ٱلۡكَوَافِرِ وَسۡـَٔلُوا مَآ أَنفَقۡتُمۡ وَلۡيَسۡـَٔلُوا مَآ أَنفَقُوا ط)

اور کافر عورتوں کے نکاح پر جمے نہ رہو اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا۔

کوافر کافرہ کی جمع ہے کوافر عورتوں اور مردوں دونوں کو شامل ہے اور وہ عورتوں کی جماعت کا وصف ہے اور فاعلۃ کی جمع فواعل پر مطرد ہے۔

ابوحیان کا قول ہے عصم عصمۃ کی جمع ہے وھی مایعتصم بہ من عقد اور اس کے معنی ہیں مضبوط گانٹھ یا پختہ بندھن۔ وَلَا تُمۡسِكُوا بعصم الکوافر۔ والمراد نھی المومنین عن ان یکون بینھم وبین الزوجات المشرکات الباقیۃ فی دار الحراب علقۃ من علق الزوجیۃ اصلاً حتی لا یمنع احداھن نکاح خامسۃ او نکاح اختھا فی العدۃ بناءً علی انہ لا عدۃ لھن قال ابن عباس من کانت لہ امراۃ کافرۃ بمکۃ فلا یعتدن بھا من نسائہ لان اختلاف الدارین قطع عصمتھا منہ واخرج سعید بن منصور ابن المنذر عن ابراھیم النخعی انہ قال: نزل قولہ تعالیٰ: (ولا تمسکوا) الخ فی المرأۃ من المسلمین تلحق بالمشرکین فلا یمسک زوجھا بعصمتھا قد برئ منھا۔

اور اس سے مراد دراصل ایمان والوں کو ان اور انکی مشرکہ مرتدہ عورتوں کے درمیان جو دار الحرب میں رہ گئیں ہر قسم کے تعلقات زوجیت سے ہی روکنا اور منع فرمانا ہے یہاں تک کہ ان عورتوں میں کسی ایک کے بعد پانچواں نکاح یا اس عورت کی بہن کے ساتھ نکاح جو عدت میں ہو منع نہیں اس وجہ سے کہ ان پر سرے سے عدت ہی نہیں۔ ابن عباس کا قول ہے جس کسی کی کافرہ بیوی مکہ میں تھی تو اس کے ساتھ اسکی عورتوں میں (تعداد کے اعتبار سے) زیادتی نہ ہوگی کہ دارین۔ دار السلام۔ دار الحرب کے اختلاف کیوجہ سے اس کا مسلمان شوہر سے رشتۂ نکاح قطع ہوگیا اور سعید بن منصور اور ابن المنذر ابراہیم نخعی سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت مسلمانوں کی ان بیویوں کے حق میں اتری جو مشرکین سے مل گئیں (مشرکوں کے ساتھ رہ گئیں) تو اس کے شوہر کو بندش نکاح سے منع کردیا اور وہ ان عورتوں سے الگ ہوگئے۔ مجاہد سے منقول ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مومنوں کو ان بیویوں کو جو کافروں کے ساتھ ٹھہر گئیں تھیں (ایمان نہ لائیں اور کافروں کے ساتھ رہیں)

طلاق دینے اور ان عورتوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اسی حکم کے تحت اپنی کافرہ بیوی فاطمہ جو ام سلمہ بنت ابی امیۃ بن المغیرہ المخزومی کی بہن تھی طلاق دیدی تو اس نے معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کرلیا اور دوسری کافرہ بیوی کلثوم بنت جرول الخزاعی کو بھی طلاق دیدی تو اس نے ابوجہم بن حذیفۃ العدوی سے نکاح کرلیا اور یونہی حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اپنی بیوی اروی بنت ربیعہ کو طلاق دیدی۔

اس پر شوافع اور احناف کا تعاقب کیا گیا ہے کہ دار الحرب میں جاتے ہی وہ عورت نکاح سے نکل گئی اور فرقت ہوگئی لیکن احناف کا قول ہے کہ مرتدہ نکاح سے باہر نہیں ہوتی جب تک طلاق نہ دی جائے اور ولا تمسکو میں اسی طرف اشارہ ہے اگر وہ مرتد ہونیکی وجہ سے یا دار الحرب میں داخل ہونے کی وجہ سے نکاح سے نکل جاتی تو اور تفریق ہوجاتی ولا تمسکو بعصم الکوافر نہ فرمایا جاتا چنانچہ صحابہ کرام نے اس حکم کے نازل ہونے کے بعد اپنی کافر عورتوں کو طلاق دیدی جو مکہ رہ گئیں تھیں یا کافروں سے مل گئی تھیں۔

(وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ) اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا۔

ای واسئالوا الکفار مهور نسائکم اللاحقات بهم

یعنی اگر کوئی عورت اسلام سے پھر کر مشرکوں کے ہاں چلی جائے اور کافروں مشرکوں نے اسے روک لیا اور کسی کافر نے اس سے نکاح کر لیا یا کافرہ جو مکہ ہی رہ گئی تھیں اور پھر کسی کافر کے نکاح میں آگئی تو شوہر اول یعنی مسلمان اس شوہر ثانی یعنی کافر سے اپنے ادا کیے ہوئے مہر وغیرہ کا مطالبہ کرے اور وصول کرے۔

(وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا) اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا۔

ای ولیسألکم الکفار مھور نسائھم المهاجرات الیکم

یعنی کافر بھی اپنی عورتوں کے مہر کا مطالبہ کریں یا کر سکتے ہیں اور وصول کریں جو مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آگئیں اور کسی مسلمان سے نکاح کر لیا تو جس مسلمان نے نکاح کیا اس سے کافر شوہر مہر کا مطالبہ کرے اور اس پر ادائیگی لازم ہے چنانچہ اس حکم کے مطابق مسلمانوں نے کفار کے مطالبہ پر ادائیگی کر دی مگر کافروں نے ادائیگی سے انکار کر دیا۔

(ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ) یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے۔

یعنی جیسا اوپر ذکر گزرا یہ اللہ کا حکم ہے اور تمہارے درمیان اس مسئلہ کا فیصلہ ہے یعنی کافر شوہر مومنہ مہاجرہ عورتوں کے مہر اس مومن شوہر سے جس سے نکاح کریں مطالبہ کر کے وصول کریں اور یونہی مومن شوہر مرتدہ و کافرہ عورتوں کے مہر اس کافر و مشرک سے وصول کریں جس سے وہ نکاح کرے۔ اس آیت میں کافروں کو بھی حکم ہے جو مساوات پر مبنی ہے اور اہل ایمان کو ادائیگی کا مجازاً ارشاد ہے اور اس کی پیروی کیلئے کہا گیا ہے چنانچہ اہل ایمان نے تعمیل حکم کی اور ادائیگی کر دی جب کہ کافروں نے اس فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا جس پر اگلی آیت نازل ہوئی۔

(وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○) اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

یشرع ما تقتضیه الحکمة البالغة یعنی وہ حکم فرماتا ہے جو اس کی حکمت بالغہ کا مقتضیٰ اور بندوں کے لیے خیر و بھلائی والا اور فتنہ کو روکنے والا ہے۔

وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ	اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ عورتیں
اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ	کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم کافروں
ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا	کو سزا دو تو جن کی عورتیں جاتی رہیں تھیں
وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ	غنیمت میں سے انہیں اتنا دے دو

جوان کا خروج ہوا تھا اور اللہ سے ڈرو جس پر تمہیں ایمان ہے۔

(وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ) اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں۔

گزشتہ آیت میں اہل ایمان کو کافرہ مرتدہ عورتوں کے مہر کے مطالبے کا فرمایا گیا تھا جبکہ وہ کافروں کے ساتھ ملحق ہوگئیں اور کسی کافر سے نکاح کرلیا اور یونہی مومنہ مہاجرہ عورتوں کے کسی مومن کے ساتھ نکاح کرنے پر سابق کافر شوہر کو اس عورت کا مہر وغیرہ ادا کردیں اور یہ مہر نکاح جدید کے مہر کے علاوہ ہوگا تو اہل ایمان نے کفار کو ادائیگی کردی لیکن کفار نے ادائیگی سے انکار کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور فرمایا۔ (وان فاتکم) ای سبقکم وانفلت منکم یعنی تمہیں چھوڑ جائے یا تمہارے ہاتھ سے نکل جائے (شیٔ من ازواجکم الی الکفار) ای احد من ازواجکم یعنی تمہاری بیویوں میں سے کوئی ایک۔ شیٔ سے یا تو مہر مراد ہے یا ایسا مرتدہ کافرہ عورت کی تحقیر کے لیے فرمایا گیا کیونکہ وہ اپنے اس کردار کی بنیاد پر تحقیر کے ہی لائق تھیں کشاف میں ہے ایسی کل چھ عورتیں تھیں۔ واضح مفہوم یہ ہے اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کی بعض عورتیں کافرہ مرتدہ ہوکر نکل کر کافروں سے جا ملیں یا ان کے کافروں کے ساتھ نکاح کرلینے کی صورت میں ان کا مہر کافر شوہروں کیطرف سے عدم ادائیگی کیوجہ سے وصول نہ ہو یا ان کے انکار کیوجہ سے مہر کی رقم ہاتھ سے نکل جائے یعنی وصول نہ ہو تو اس صورت میں۔

(فَعَاقَبْتُمْ) پھر تم کافروں کو سزا دو یا تمہاری نوبت آئے۔

من العقبة لا من العقاب یہ عقبہ سے ہے اور عقوبت سے نہیں اور عقبہ کا مفہوم یہ ہے التوبة فی رکوب احد الرفیقین علی دابة لهما والآخر بعده ای فجاءت عقبتکم ای نوبتکم من اداء المهر شبه ما حکم به علی المسلمین والکافرین من اداء هٰؤلاء مهور نساء اولئك تارة واداء اولئك مهور نساء هٰؤلاء اخرى

دو رفیقوں میں سے ایک کا سواری پر جوان دونوں کے لیے ہو اپنی باری پر سوار ہونا ہے اور دوسرے کا اس کے بعد یعنی تمہاری باری آگئی یعنی ادائے مہر سے تمہاری باری ہے اس کے مشابہ ہے جس کا کہ مسلمانوں اور کافروں کو حکم دیا گیا کہ ان عورتوں کے یہ مہور ان پر دو مرتبہ ہیں اور

یونہی ان عورتوں کے مہر کافروں کو دوسروں پر بھی ادا کرنا ہے ایک قول ہے کہ تم کامیاب ہوگئے بالآخر تمہاری باری آگئی۔ او شبه الحکم بالاداء المذکور بامر یتعاقبون فیه کما یتعاقب فی الرکوب و حاصل المعنی ان الحق احد منکم ازواجکم بالکفار او فاتکم شئی من مهورهن ولزمکم اداء المهر کما لزم الکفار یا مذکورہ ادائے مہر کے حکم کا مطلب ہے کہ تمہیں اسی طرح تعاقب کا حکم ہے جس طرح سے سواری میں تعاقب کرتے ہیں تاہم حاصل گفتگو یہ ہے کہ اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی کفار کے ساتھ مل جائے (ملحق ہوجائے) یا ان کے مہروں وغیرہ میں سے کچھ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے تو جس طرح کفار مہور کی ادائیگی لازم اسی طرح تمہارے لیے بھی لازم ہے۔

زجاج کا قول ہے عقبہ سے مراد کافروں پر غلبہ پانے کے بعد مال غنیمت کا ملنا ہے۔

(فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْا ط)

تو جن کی عورتیں جاتی رہیں تھیں غنیمت میں انہیں اتنا دیدو جو ان کا خرچ ہوا تھا۔

من مهر المهاجرة التی تزوجتموها ولا تؤتوه زوجها الکافر لیکون قصاصًا

یعنی مومنہ مہاجرہ عورتوں جن سے تم نکاح کرو تو ان کے مہر ان کے کافر شوہروں کو واپس نہ کرو تاکہ برابری یا بدلہ ہوجائے۔

بغوی سے منقول ہے کہ کفار کے ادائیگی مہور سے انکار پر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مرتدہ کافرہ عورتوں کے مہر ان کے مسلمان شوہروں (سابق شوہروں) کو غنیمت کے اموال سے ادا کیے۔ یعنی جب کفار کو مہور کی رقم لوٹانا واجب تھا تو اہل ایمان کے لیے اس صورت میں کیونکر واجب نہ ہوتا چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غنائم سے ادائیگی فرمادی یا مسلمانوں کو مرتدہ کافرہ عورتوں کے مہر مومنہ مہاجرہ عورتوں کے مہور کے مقابلے میں محسوب کرکے وضع کرنے کی اجازت دی گئی تاکہ مساوات قائم رہے اور صورتًا قصاص ہوجائے کہ کفار نے انکار کردیا تھا۔ معاہدہ حدیبیہ کے ختم ہوتے ہی یہ سب احکام مرتفع ہوگئے۔

(وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ٥) اور اللہ سے ڈرو جس پر تمہیں ایمان ہے

فان الایمان به عزوجل یقتضی التقوی منه سبحانه وتعالٰی یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل سبحانہ، پر ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ تم اس ذات کریم سے ڈرو اور پرہیزگاری کا چلن اختیار کرو اور

اس کے ارشادات کی تعمیل بجالاؤ اور نافرمانی و تعدی سے بچو۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جیسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے انکی مغفرت چاہو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ) اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں بیعت کرنے کو۔

ای مبایعات لك ای قاصدات للمبایعة یعنی جب آپ کے حضور آپکے دست حق پر بیعت کرتے یا بیعت ہونے کے ارادہ سے آپ کی بارگاہ میں حاضر آئیں۔

(عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا) اس پر کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی۔

ای شیاء من الاشیاء او شیاء من الاشراك یعنی اشیاء میں سے کسی شے کو یا شرک کی باتوں میں سے کسی بات کے ساتھ اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں گی اللہ کی توحید کو مانیں گی اور شرک کی تمام صورتوں سے بچیں گی اور ذات وصفات اسماء واحکام وغیرہ میں کسی کو کسی طرح نہ شریک ٹھہرائیں گی اور نہ ایسا اعتقاد رکھیں گی۔

(وَلَا يَسْرِقْنَ) اور نہ چوری کریں گی۔

شرک کے بعد چوری کا ذکر ہے جس سے چوری کے گناہ کبیرہ ہونے کا پتہ چلتا ہے چوری ثابت کرنے

کیلئے دو گواہ ضروری ہیں یا دو مرتبہ خود اقرار کرنا دس درہم سے کم کے مال میں حد (قطع یمین نہیں) اور اگر ماخوذ ہونے سے قبل توبہ واصلاح کرلے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے لیکن مال مسروقہ چونکہ حق العباد ہے وہ بدستور اس کے ذمے رہے گا بشرطیکہ ضائع نہ ہوگیا ہو۔ زمانہ جاہلیت میں عورتوں میں یہ وبا بکثرت تھی چوری خفیہ حرام ہے اور دوسرے کے ساتھ ظلم اور ان کی حق تلفی۔ لہذا بیعت میں حق اللہ کے ساتھ حق العباد کا بھی ذکر ہوا واللہ اعلم۔

(وَلَا یَزْنِیْنَ) اور نہ زنا کریں گی۔

بدکاری اپنی قوم کی آبرو کو برباد کرنا اور شادی کے بعد شوہر کی حق تلفی ہے چوری کے بعد بدکاری کے ذکر میں جو تعلق ہے وہ دونوں امور کا خفیہ ہونا ہے حد سرقہ میں مرد کو مقدم اور حد زنا میں عورت کو مقدم ذکر کیا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ عورت جو پردہ میں رہتی ہے اس خفیہ گناہ میں بغیر ارادے کے کیونکر ملوث ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے لیے بچنا آسان ہے اور جب یہ فعل شنیع واقعہ ہو تو عورت پر گناہ کا بوجھ زیادہ ہے۔

(وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ) اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔

فان العرب کانت تفعل ذلک من اجل الفقر والفاقة۔ عہد جاہلیت میں عورتیں اپنی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتی تھیں عہد جاہلی کے لوگ لڑکیوں کی پیدائش کو باعث عار خیال کرتے تھے اور بھوک و افلاس کے خوف سے زندہ درگور کر کے قتل کر دیتے تھے جو نہ صرف نسل کشی تھی بلکہ قتل ناحق تھا۔

ایک قول ہے کہ عورتیں ناجائز اولاد کو عار کی وجہ سے اسقاط کے ذریعہ مار ڈالتیں یا وضع حمل کے بعد قتل کر ڈالتی تھیں اور ایسا عورتوں میں بکثرت ہوتا تھا۔ لہذا مسلمانوں عورتوں سے اس امر پر بیعت لی گئی۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ نے مردوں عورتوں پر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام فرمایا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حسن اور السلمی نے ولا یقتلن کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے یہ حکم عام ہے اور ہر قسم کے اسقاط کو بھی شامل ہے خواہ جنین میں روح پڑنے کے قبل ہو یا بعد ہو تفصیلی بحث سورہ نحل و بنی اسرائیل میں ہو چکی۔

(وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ)

اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں

قال الفراء: كانت المرأة في الجاهلية تلتقط المولود فتقول: هذا ولدي منك فذلك البهتان المفترى بين ايديهن وارجلهن ۔ فراء کا قول ہے زمانہ جاہلیت میں عورت پڑا ہوا بچہ لیکر (بدکاری کے ذریعہ) شوہر سے کہتی کہ میرا یہ بچہ تجھ سے ہے تو مفتریوں کا یہی بہتان ہے جو ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اٹھائیں اور بہتان کا یہی ذکر ہے ۔

ایک قول والمراد النهي عن القذف ويدخل فيه الكذب والغيبة، ممانعت سے مراد تہمت لگانا ہے اور اس میں جھوٹ اور غیبت بھی داخل ہیں اور ضحاک سے مروی ہے، حمل ذلك على القذف آیت کا محمول تہمت لگانا ہی ہے ۔

ایک قول ہے کہ ہاتھوں کے درمیان بہتان سے مراد بوس وکنار اور پاؤں کے درمیان بدکاری ہے اور ایک قول ہے دونوں ہاتھوں کے درمیان بہتان سے مراد زبان کی چغل خوری اور پاؤں کے درمیان شرمگاہ کی بدکاری ہے ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ تہمت طرازی نہ کریں گی یا غیر کی اولاد کو شوہر سے منسوب نہ کریں اور نہ کسی پر اس امر کا بہتان باندھیں گی اور ایک قول ہے کہ بہتان سے مراد سحر (جادو) ہے کہ عورتیں کو اس کی خوب رغبت ہوتی ہے تو وہ اس سے منع کی گیئں ۔

(وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ) اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی ۔
اي فيما تامرهن به من معروف وتنهاهن عنه من منكر
یعنی اس بات کا جو آپ ان کو نیکی میں سے حکم کریں اور اس بات سے جو برائی جس سے آپ انہیں منع فرمائیں ۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ ہر امر خیر میں نافرمانی نہ کریں گی اور برائیوں سے باز رہیں گی ۔

وخص بعضهم هذا المعروف تبرك النياحة اور بعض نے معروف کو خاص کیا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہمیشہ امر خیر ہی فرماتے تھے اور معروف کی یہ تخصیص نوحہ کا ترک کرنا ہے امام احمد، ترمذی نے اس روایت کی تحسین کی اور ابن ماجہ وغیرہ نے ام سلمہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے ان بیعت کرنے والی عورتوں میں سے ایک بی بی نے سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ معروف کیا ہے جس کے لیے ہمیں روا نہیں کہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی کریں تو آپ نے فرمایا، لا تنحن تم نوحہ نہ کرو اور ابن عباس سے مروی ہے، هو النوح ۔

وشق الجیوب و نتف الشعر و خمش الوجوہ و وصل الشعر ۔ وہ معروف نوحہ کرتا ہے گریبان پھاڑنا رخسار پیٹنا یا نوچنا اور شعر ملانا ہے بخاری و مسلم میں ہے جو رخسار پیٹے گریبان پھاڑے اور عہد جاہلیت کے بین کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔ ابو سعید خدری کی روایت میں ہے جسے ابو داؤد نے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوحہ کرنے اور سننے والیوں پر لعنت فرمائی۔ مجاہد کا قول ہے کہ معروف سے مراد غیر مردوں کے ساتھ خلوت گزینی ہے ۔

(فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰه) تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔

فَبَایِعْهُنَّ ۔ بضمان الثواب علی الوفاء بهذه الاشیاء و تقیید بها لیعتهن بما ذکر من بحیثهن لحثهن علی المسارعة الیها مع کمال الرغبة فیها من غیر دعوة لهن الیها یعنی ان عورتوں سے اس عہد میں جو کچھ مذکور ہوا ان قیود بیعت (شرائط) کے ساتھ بیعت لو اور اس کو وفا کرنے پر انہیں ثواب کی ضمانت دو اور جو کچھ مذکور ہوا اسکی کماحقہ کوشش اور پابندی کریں گی اور بکمال رغبت اس پر قائم رہیں گی بغیر اس کے انہیں اس کیلئے دعوت دی جائے ۔

(وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰه) زیادة علی ما فی ضمن المبایعة من ضمان الثواب یعنی بیعت کے ضمن میں جو کچھ بیان ہوا ضمانت ثواب کے ساتھ ان کے لیے مزید بخشش مانگیے اور کہا گیا کہ ان کے ماضی کے گناہوں کی معافی کے لیے دعا مانگیں ۔

(اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ) بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

ای مبالغ جل شانه فی المغفرة والرحمته فیغفر عزوجل لهن و یرحمهن اذا وفین بما بایعن علیه یعنی اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت غایت درجہ ہے پس اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائیگا اور ان پر رحمت کرے گا ۔ جبکہ وہ جس پر بیعت کی ہے اسے وفا کریں گی ۔

ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کی ہے کہ یہ آیت فتح کے دن اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں سے کوہ صفا پر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوہ صفا کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف سے عورتوں سے بیعت لی ۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس عورتوں سے بھی بیعت لی ۔ امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے امیمہ بنت رقیقہ سے روایت کی ہے کہ میں خدمت نبوی میں بیعت کے لیے حاضر ہوئی تو آپ نے ہم سے عہد لیا جو قرآن حکیم میں

ہے۔ ان لا نشرک باللہ کہ ہم اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں گی جب آپ اس پر پہنچے۔ ولا یعصینک فی معروف اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "فیما استطعن واطقن"، جس قدر تم میں استطاعت و قدرت ہے۔ تو ہم نے عرض کیا: اللہ ورسولہ ارحم بنا من انفسنا یارسول اللہ ألا تصافحنا قال: انی لا اصافح النساء انما قولی لمائۃ امراءۃ کقولی لامرأۃ واحدۃ۔ اللہ اور اس کے رسول ہم پر اپنی جانوں سے بھی زیادہ مہربان تھے کیا آپ ہم سے مصافحہ نہ فرمائیں گے ارشاد فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا اور میرا یہ قول سو عورتوں کے لیے بھی ویسا ہی ہے جیسا ایک عورت کے لیے ہے۔

سعید بن منصور اور ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو آپ کے ہاتھ میں کپڑا ہوتا تھا اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جب آپ عورتوں سے بیعت لیتے تو آپ اور عورتوں کے درمیان کپڑا ہوتا جس کا ایک سرا آپ کے ہاتھ میں ہوتا) عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ جب آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے تو پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ طلب فرمایا پھر اس میں اپنا دستِ کرم ڈال کر نکال لیا پھر عورتیں اس میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرتیں اور یہ مصافحہ کا بدل تھا اور اس کی صحت کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے بیعت مکہ میں فتح کے بعد واقع ہوئی اور مدینہ میں بھی ہوئی مکہ میں ہند بنت عتبہ زوجہ ابی سفیان وغیرہ نے بیعت کی اور یہ بھی روایت میں آیا کہ سب سے پہلے جن عورتوں میں سے جس نے بیعت کی وہ ام سعد بن معاذ اور کبشہ بنت رافع وغیرہ تھیں۔ فتح مکہ کے روز مردوں سے بھی بیعت لی گئی تھی جو ان عورتوں کی بیعت سے پہلے ہوئی یہ بیعت صرف اسلام اور جہاد پر تھی جبکہ عورتوں سے بیعت تفصیلی تھی کیونکہ ان امور کا جن کا ذکر بیعت کے ضمن میں گزرا عورتوں سے اس کا صدور بکثرت ہوتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ

اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے ہیں جیسے کافر آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے۔

ہیں یعنی نہ تو انہیں آخرت پر اعتقاد تھا اور نہ ہی وہ عذاب آخرت یا ثواب آخرت کو مانتے تھے لہذا انہیں اپنی کتاب سے معلوم تھا کہ آپ نبیؐ برحق ہیں اور آپ سے بغض کیوجہ سے انہیں آخرت میں محرومی ہے۔

(کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ) جیسے کافر آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے۔

ای الذین ہم اصحاب القبور ای الکفار الموتی علی ان من، بیانیہ والمعنی ان یأس ھٰؤلاء من الأخرۃ کیاس الکفار الذین ماتوا وسکنوا القبور وتبینوا حرمانہم من نعیمہا المقیم ۔ یعنی وہ لوگ جو قبروں میں ہیں یعنی مرے ہوئے کفار مراد ہیں اس میں من بیانیہ ہے اور معنی یہ ہے ان لوگوں کی طرف سے مایوس ان کفار کی مایوسی کی طرح ہے جو مر گئے اور قبروں میں پڑ گئے اور انہیں اپنی بدنصیبی اور نعمائے جنت سے محرومی کا واضح یقین ہو گیا یعنی اب مرنے کے یہ صورت ان پر واضح ہو گئی کہ وہ نعماء و مثوبات اخروی سے محروم ہیں۔

مجاہد کا قول ہے کہ جس طرح مردہ کفار آخرت کی بھلائیوں سے آس توڑ بیٹھے ہیں جو نہی یہود بھی فلاحِ اخروی سے نا امید ہو چکے ہیں۔

علامہ آلوسی نے یہاں مختصر سی تغیر صوفیانہ بھی علماء سے نقل کی ہے۔ ارشاد الٰہی یایہا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء سے نفس امارہ سے ترک موالات کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے دوستی رکھنا (تلقون الیہم بالمودۃ) سے مراد نفس امارہ ہی ہے جو عدو اکبر بڑا دشمن ہے جیسا کہ فرمایا گیا " اعدا ائک نفسک التی بین جنبیک " تیرا دشمن تیرا نفس ہی ہے جو تیرے پہلو میں ہے اور یہ کبھی بھی نہیں ٹلتا کہ راہ حق سے نہ روکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معارضہ نہ کرے اور عقل اسکی ہمنوا ہے اور یہ تجھ سے اس وقت تک نہ ٹلے گا یہاں تک کہ تیرا نفس مطمئنہ راجیہ مرضیہ نہ ہو جائے اور عسی اللہ ان یجعل بینکم الخ میں اسی طرف اشارہ ہے اور قول الٰہی لا ینہاکم اللہ سے اشارہ کبھی نفس کی پیروی اور اس کی خواہش جائز بھی ہوتی ہے اور اسے اس کے جائز لذائذ کا دنیا مباح ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے منقول ہے کہ ارشاد فرمایا۔ " لنفسک علیک حقا " تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اور قول الٰہی " یایہا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک " سے اشارہ مرید صادق کا جس کا نفس مومن ہو مرید کی بیعت ہے

(یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ) اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے

حسن ابن زید اور منذر بن سعید سے مروی ہے۔ انہم الیهود لان اللہ عزوجل قد عبر عنہم فی غیر هذہ الایہ بالمغضوب علیہم،، بے شک "ان لوگوں" سے مراد یہودی ہیں کیونکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس آیت کے علاوہ بھی انہیں ان لوگوں سے تعبیر کیا ہے جن پر اس کا غضب نازل ہوا۔

ایک قول ہے ھم الیهود والنصاریٰ ہیں وہ یہود اور نصاریٰ ہیں اور ابن عباس سے مروی ہے انهم کفار قریش ہیں بے شک وہ لوگ کفار قریش ہیں اور کئی ایک علماء کا قول ہے۔

ھم عامة الکفرۃ یہ عام کافر ہیں طیبی کا کہنا ہے کہ یہ آیت قصہ مشرکین سے متصل ہے جن میں اہل ایمان کو ان سے موالات کی ممانعت کی گئی ہے اور حق سبحانہٗ کا ارشاد کہ جو ان سے موالات رکھیں وہی ظالم ہیں پھر مؤمنہ مہاجرہ وغیرہ عورتوں کا ذکر ہے تو خاتمہ سورت کو افتتاح سے صورت اتصال ہے اور یہ آیت باب الاستطراد سے ہے اور قول کے مطابق اس سے مراد مطلقاً اہل کتاب ہیں ایک روایت میں ہے کہ فقراء مومنین میں بعض یہود سے میل جول رکھتے تھے تاکہ ان کے پھلوں وغیرہ کو حاصل کریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں سے جن پر اللہ نے غضب نازل کیا دوستی نہ رکھو میں کہتا ہوں کہ کما یئس الکفار کے جملے سے بھی واضح ہوتا ہے کہ مراد یہود و اہل کتاب ہی ہیں۔

(قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ) وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے

والمراد قد یئسوا من خیر الاخرۃ وثوابها لعنادهم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم المنعوت فی کتابهم المؤید بالآیات البینات والمعجزات الباهرات واذا ارید بالقوم الکفرۃ فیأسهم من الآخرۃ لکفرهم بها۔

اگر مراد یہود و اہل کتاب ہیں تو یہ لوگ آخرت کی بھلائی اور اس کے ثواب سے اس وجہ سے مایوس ہو گئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بغض و عناد رکھتے تھے حالانکہ آپ کی نعت توصیف ان کی کتاب میں موجود تھی جو روشن دلائل اور واضح معجزات کی تائید کے ساتھ مؤید تھی اور اگر اس سے کافر لوگ مراد ہیں تو ان کی مایوسی آخرت سے بایں وجہ ہے کہ وہ اس کے منکر

اور اس کی بعیت اختیار کا ترک کرنا اور حق سبحانہ، وتعلی کی طرف جملہ امور کا تفویض کرنا ہے اور یہ کہ وہ جس شئے کا اہل نہیں اس میں رغبت نہ رکھے اور نہ ہی شہوات نفس میں پڑے اور بشریت کی مٹی (خاکی طبیعت) کے تحت جو وساوس وخطرات گزریں ان واردات کی تائید وپیروی نہ کرے اور نہ ہی افتراء (بہتان طرازی) جھوٹ گھڑنا) کرے کہ اس زعم میں مبتلا ہو کہ اس کے قلبی خطرات او واسرار روح کے اسرار ہیں اور یونہی روح کے اسرار مشاہدۂ حق ہیں اور لایعصیننٔ فی معروف سے اشارہ معرفت الٰہی کی پابندی وپختگی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سے مبالغہ کے ساتھ اس ضمن میں صفات الٰہیہ کی برکات سے اپنی صفات کو اور اس کے وجود سے اپنے وجود کو مستور کرنے کی طلب کرنا ہے حاصل گفتگو یہ کہ اللہ سے فناء کے بعد بقاء کی طلب وجستجو ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

الحمدللہ تفسیر سورۃ الممتحنہ مکمل ہوئی۔

سورۃ الصف

سورت الصف مدنی ہے اس میں دو رکوع اور چودہ آیات ہیں اس سورت کو سورت الحواریین اور سورت عیسٰی علیہ السلام بھی کہا گیا ہے اور جمہور کے قول کے مطابق جن میں ابن الزبیرؓ ابن عباسؓ حسنؒ، قتادہ عکرمہ اور مجاہد رضی اللہ عنہم شامل ہیں یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے ابن یسار سے منقول ہے کہ یہ مکی ہے اور ابن عباسؓ اور مجاہدؒ سے یوں بھی (مکی ہونا) مروی ہے لیکن مدنی ہونا مختار ہے اور اس پر وہ روایت جو امام حاکمؒ وغیرہ نے عبداللہ بن سلامؓ سے نقل کی ہے دلالت کرتی ہے انہوں نے کہا صحابہ کرام کی ایک جماعت ہمارے پاس بیٹھی ہوئی گفتگو و مذاکرہ کر رہی تھی تو ہم نے کہا کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل محبوب ترین ہے تو ہم ضرور وہ عمل بجالاتے تو اللہ تعالیٰ نے "سبح للّٰہ ما فی السمٰوٰت مالا تفعلون"، نازل فرمائی عبداللہؓ نے کہا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم پر پڑھا یہاں تک کہ سورۃ مبارکہ ختم فرمائی اور یہ حدیث روایت کی گئی ہے اور یہ حدیث امام احمد ترمذی کے نزدیک شیخین کی شرائط پر صحیح ہے حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ یہ صحیح ترین مسلسل ہے جو دنیا میں روایت کی گئی اگرچہ مسلسلات میں اس کی مثل واقع ہوئی جو اس کی علو شان میں اضافہ ہے ضحاک سے اسباب نزول میں مروی ہے کہ چند نوجوان مسلمانوں سے کہا تھا کہ اب اگر جنگ ہوئی تو تم غزوہ (جنگ) اس طرح لڑیں گے پھر انہوں نے ایسا نہ کیا تو یہ سورۃ اتری پچھلی سورت میں کفار سے موالات کی ممانعت تھی تو اس سورہ میں جہاد کی ترغیب و تحریص ہے۔

سورۂ صف مدنیۃ

اس سورت میں دو رکوع - چودہ آیتیں - دو سو اکیس کلمے اور نو سو حروف ہیں - یہ سورہ بالاتفاق مدنی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۂ صف پ ۲۸

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۚ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

اور یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں - پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نہیں دیتا۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

اور یاد کرو جب عیسیٰؑ بن مریمؑ نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے پھر جب احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے بولے یہ کھلا جادو ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا

وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ٥ — ہو اور ظالم لوگوں کو اللہ راہ نہیں دیتا۔

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ٥ — چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور بجھا دیں اپنے مونہوں سے اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے۔ پڑے برا مانیں کافر لوگ۔

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ٥ — وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک۔

حل لغات رکوع اول سورۃ صف پ ۲۸

سبح - پاکی بولتا ہے	للہ - اللہ کی	ما - جو	فی - بیچ
السموٰت - آسمانوں کے	و - اور	ما - جو	فی - بیچ
الارض - زمین کے ہے	و - اور	ھو - وہ	العزیز - عزت والا
الحکیم - حکمت والا ہے	یایھا - اے	الذین - لوگو جو	اٰمنوا - ایمان لائے ہو
لم - کیوں	تقولون - کہتے ہو	ما - جو	لا - نہیں
تفعلون - کرتے ہو	ان - بیشک	اللہ - اللہ	یحب - پسند کرتا ہے
الذین - ان کو جو	یقاتلون - لڑتے ہیں	فی - بیچ	سبیلہ - اسکی راہ کے
صفا - صف بنا کر	کانھم - گویا کہ وہ	بنیان - دیوار ہیں	مرصوص - رانگا پلائی
و - اور	اذ - جب	قال - کہا	موسیٰ - موسیٰ نے
لقومہ - اپنی قوم سے	یٰقوم - اے میری قوم	لم - کیوں	تؤذوننی - ستاتے ہو مجھکو
و - اور	قد - بیشک	تعلمون - جانتے ہو تم	انی - کہ میں
رسول - رسول ہوں	اللہ - اللہ کا	الیکم - تمہاری طرف	فلما - پھر جب
زاغوا - وہ ٹیڑھے ہو گئے تو	ازاغ - ٹیڑھا کر دیا	اللہ - اللہ نے	قلوبھم - انکے دلوں کو
و - اور	اللہ - اللہ	لا - نہیں	یھدی - ہدایت دیتا
القوم - قوم	الفسقین - فاسق کو	و - اور	اذ - جب
قال - کہا	عیسیٰ - عیسیٰ	ابن - بیٹے	مریم - مریم نے
یٰبنی - اے اولاد	اسرائیل - اسرائیل	انی - بیشک میں	رسول - رسول ہوں
اللہ - اللہ کا	الیکم - تمہاری طرف	مصدقا - تصدیق کرتا	لما - اسکی جو

یدی ۔ مجھ سے	یدی ۔ پہلے ہے	من التورٰىة ۔ توریت	و ۔ اور
مبشرا ۔ بشارت دیتا ہوں	برسول ۔ ایک رسول کی	یاتی ۔ جو آئیگا	من بعدی ۔ میرے بعد
اسمہ ۔ اس کا نام ہوگا	احمد ۔ احمد	فلما ۔ پھر جب	جاء ۔ آیا
ھم ۔ انکے پاس	بالبینٰت ۔ کھلے دلائل کے ساتھ	قالوا ۔ تو بولے	ھذا ۔ یہ
سحر ۔ جادو ہے	مبین ۔ کھلا	و ۔ اور	من ۔ کون
اظلم ۔ زیادہ ظالم ہے	ممن ۔ اس سے جو	افترٰی ۔ باندھے	علی ۔ اوپر
اللہ ۔ اللہ کے	الکذب ۔ جھوٹ	و ۔ اور	ھو ۔ وہ
یدعی ۔ بلایا جاتا ہو	الی ۔ طرف	الاسلام ۔ اسلام کی	و ۔ اور
اللہ ۔ اللہ	لا ۔ نہیں	یھدی ۔ ہدایت دیتا	القوم ۔ قوم
الظلمین ۔ ظالموں کو	یریدون ۔ چاہتے ہیں	لیطفئوا ۔ انکو بجھا دیں	نور ۔ نور
اللہ ۔ خداوندی کو	بافواھھم ۔ اپنے مونہوں سے		و ۔ اور
اللہ ۔ اللہ	متم ۔ پورا کرنے والا ہے	نور ۔ نور	ہ ۔ اپنے کو
و ۔ اور	لو ۔ اگرچہ	کرہ ۔ ناپسند کریں	الکافرون ۔ کافر
ھو ۔ وہ اللہ	الذی ۔ وہ ہے جس نے	ارسل ۔ بھیجا اپنا	رسولہ ۔ رسول
بالھدی ۔ ہدایت	و ۔ اور	دین ۔ دین	الحق ۔ حق دے کر
لیظھرہ ۔ تاکہ غالب کرے اسکو	علی ۔ اوپر	الدین ۔ سارے	کلہ ۔ دینوں کے
و ۔ اور	لو ۔ اگرچہ	کرہ ۔ ناپسند کریں	المشرکون ۔ کافر

مختصر تفسیر سورہ الصّف رکوع اوّل پارہ ۲۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

یعنی ہر شے خواہ جمادات سے یا نباتات سے ایک طرح کی خاص زندگی کے ساتھ کہ ایک کا شعور دی گئی ہے اور وہ سب اپنی اس حالت میں اپنی مخصوص زبان میں عظمت و توحید ربانی کا اقرار کر رہی ہے اور اسکی پاکی بول رہی ہے خواہ انسان اس تسبیح خلقت یا تسبیح معرفت یا تسبیح فرد کو نہ سمجھے بہر حال ہر مخلوق جبلی طور پر اور عطائے معرفت پر مشغول تسبیح ہے اور یونہی اللہ ہر جز پر تسبیح جاری فرماتا ہے۔ جو معرفت پر منحصر نہیں اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ — اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

حاکم نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت باہم مذاکرہ میں کہہ رہی تھی کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل محبوب ترین ہے تو ہم انکو ضرور بجا لاتے اور اس وقت تک جہاد کا حکم نازل ہوا تھا ابن زید کا قول ہے کہ آیۃ منافقوں کے بارے میں اتری جنہوں نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ ہم تم میں سے ہیں اور ہم تمہارے ساتھ پھر ان کے اقوال و افعال سے اس کے خلاف ظاہر ہوا محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی کہ شرکاء بدر کی فضیلت سن کر بعض نوجوان صحابہ کو تحریص ہوئی اور انہوں نے کہا کہ آئندہ غزوہ ہوا تو ہم اپنا جان و مال قربان کر دیں گے اور شجاعت کا مظاہرہ کریں پھر یہ لوگ احد کی جنگ میں ثابت قدم نہ رہ سکے اور اپنا قول پورا نہ کر سکے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ بات منہ سے کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ — کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو

ابن عطیہ کا قول ہے المقت البغض من اجل ذنب اوریبۃ او دناءۃ لیصنعہا الممقوت مقت کا معنی ناپسندیدگی ہے جو گناہ یا شک و شبہ کے سبب سے ہو یا بزدلی سے جو اسے ناپسندیدہ بنا دے المبرد کا قول ہے رجل ممقوت و مقیت اذ کان یبغضہ کل واحد ناپسندیدہ شخص اور ایسی ناپسندیدگی جبکہ ہر ایک شخص اسے مکروہ و ناپسند جانے۔

بیان لغایۃ قبح ما فعلوہ یہ آیت غائت درجہ قباحت کو واضح کر رہی ہے جو انہوں نے کیا یعنی ان کا قول سخت ناپسندیدہ اور قبیح ہے (انتہائی برا ہے)۔

المقت لانہ اشد البغض وابلغہ مقت کا معنی ہے شدید بغض (انتہائی ناپسندیدہ) یا انتہائی برائی کا اظہار و بیان ، ومنہ نکاح المقت لتزوج الرجل امراۃ ابیہ اسی طرح نکاح مقت سے مراد (بدترین ذلیل نکاح) یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کی عورت سے نکاح کرے غرضیکہ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کو یہ بات انتہائی مذموم ہے ناپسندیدہ اور سخت ناراضگی کا باعث ہے کہ کوئی ایسی بات کہے جو نہ کرے بعض علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نذر کا پورا کرنا واجب ہے یعنی جب نذر مانی ہے تو ایفاء واجب ہے ۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ	بے شک اللہ دوست رکھتا ہے
فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ	انہیں جو اس راہ میں لڑتے ہیں پرا
بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۔	باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی

بیان لماھو مرضی عندہ سبحانہ وتعالیٰ بعد بیان ما ھو ممقوت عندہ جل شانہٗ اس بیان کے بعد جو پروردگار جل سبحانہ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ اور ناراضگی کا موجب ہے اب اس بات کا ذکر ہے جو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے نزدیک خوب پسندیدہ اور اس کی رضا کا باعث ہے جیسا کہ سبب نزول میں ضحاک یا ابن زید سے مروی کہ غزوۂ احد میں جب ان لوگوں سے ثابت قدمی ظاہر نہ ہوئی جنہوں نے کہا تھا کہ ہم اپنا سارا زور صرف کریں گے تو اس آیت سے اسکی توثیق ہوتی ہے کہ مقام مدح میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو راہ خدا میں جم کر صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں ۔ الفراء اور منذر بن سعید المرصوص کے بارے میں کہتے ہیں ھو المقعود بالرصاص ویراد بہ الحکم وہ ایسی صف بندی ہے جو باہم پیوستہ ہو اور اس کی درمیان کوئی دراڑ یا شگاف نہ ہے اور اس سے مراد پختگی اور مضبوطی ہے ان لوگوں کی صف بندی ہے بنیان مرصوص سے تشبیہ دی گئی ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کی نیتیں (ارادے) درست اور غیر متزلزل ہیں یہاں کے وہ باہم مل کر بنیان مرصوص کی طرح ہیں جن کے درمیان کوئی درز یا شگاف یا خلا نہیں اور وہ انضمام الاسنان کی طرح ہیں جسطرح ایک جبڑے میں پیوست مضبوط دانت ایک قول ہے کہ وہ لوگ قتال میں نماز کی صف کیطرح ہوتے ہیں یعنی ایک سے دوسرا ملا ہوا اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ جما ہوا اور دشمن کے مقابل ایک مضبوط دیوار کی مانند ڈٹا ہوا ۔

الحوفی کا قول ہے کہ صف بندی مقام لعنت میں ہے اور نماز میں صفوں کی درستگی لازمی ہے۔ بلکہ نماز کی تکمیل و اتمام ہے یونہی جہاد میں صف بستہ جم کر دشمن کا مقابلہ کرنا جہاد فی سبیل اللہ کی تکمیل ہے نماز میں صفوں کے بارے میں بڑی تاکید آئی ہے ارشادات نبوی کی مختصری تفصیل یہ ہے۔

(ا) شیخین نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر لوگ جانتے کہ اذان اور پہلی صف میں کیا ہے تو قرعہ ڈالتے۔

(ب) شیخین اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ صفیں برابر کرو کہ نماز کی تکمیل اسی سے ہے۔

(ج) بخاری اور دیگر کتب صحاح میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفیں تیر کی طرح سیدھی کرتے یہاں تک آپ نے خیال فرمایا کہ ہم لوگ سمجھ گئے پھر ایک روز تشریف لائے اور کھڑے ہوئے قریب تھا کہ تکبیر کہیں کہ ایک شخص کا سینہ جماعت سے نکلا آپ نے ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا اللہ کے بندو صفیں برابر کرو ورنہ تمہارے اندر اللہ تعالیٰ اختلاف ڈالدے گا۔

(د) امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو صف کو ملائے گا اللہ اسے ملائے گا اور جو اسے قطع کریگا اللہ تعالیٰ اُسے قطع کرے گا۔

(ذ) مسلم، ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اس طرح صفیں کیوں نہیں باندھتے جس طرح فرشتے رب ذوالجلال کے حضور صف بندی کرتے ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ فرشتے اللہ کے حضور کس طرح صف باندھتے ہیں۔ فرمایا اگلی صف پوری کرتے ہیں۔ اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

(ر) امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اسکے فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو صف بندی کرتے ہیں۔

(ن) امام احمد اور طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور فرشتے پہلی صف پر درود بھیجتے ہیں عرض کیا گیا دوسری صف پر فرمایا اللہ اور فرشتے پہلی صف پر درود بھیجتے ہیں مکرر عرض کیا گیا دوسری صف پر تو فرمایا صفوں کو برابر کرو مونڈھوں کو مقابل کرا در اپنے بھائیوں کے ہاتھوں کے درمیان نرم ہو جاؤ اور کشادگیوں (خلاء۔ شگاف) کو بند کرو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتا ہے۔

(ص) ابن ماجہ، ابوداؤد اور ابن حبان نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور مسلم و نسائی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگ پہلی صف سے ہمیشہ پیچھے ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنی سے پیچھے کر کے آگ میں ڈال دے گا۔

(ق) ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلی صف پوری کرو پھر اسکو جو اس کے بعد ہو اور اگر کچھ کمی ہو تو پچھلی میں ہو۔

(ص) ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مردوں کی سب صفوں میں سے بہتر پہلی صف اور سب سے کم تر پچھلی اور عورتوں کی پچھلی صف سب سے بہتر اور کمتر پہلی صف ہے۔

(ض) طبرانی نے کبیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو مسجد کی بائیں جانب کو اس لیے آباد کرے کہ ادھر کم لوگ ہیں تو اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔

بزار نے ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جو صف کی کشادگی بند کرے (خلا۔ شگاف) تو اسکی مغفرت ہو جائے گی اور ابن ماجہ میں بلندی درجہ اور طبرانی میں جنت میں گھر بنانے کا بھی ذکر ہے۔

(ط) ابو داؤد نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس قدم سے بڑھ کر کسی قدم کا ثواب نہیں جو اس لیے چلا کر صف میں کشادگی (خلا) بند کرے۔

جب نماز کی صفوں کی یہ فضیلت ہے تو اسی پر جہاد فی سبیل اللہ میں صف بندی کا اندازہ

لگایا جاسکتا ہے میدان جہاد میں سیسہ پلائی دیوار بن کر دشمن کے مقابل ڈٹنا درحقیقت اس قول و قرار کی عملی توثیق ہے جو اہل ایمان اپنے اللہ سے کرتے ہیں اور غیر متزلزل ہو کر جم کر لڑنا کہ دشمن اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے اور اس میں شگاف کر سکے یہی وہ وصف و عمل ہے جس کی توصیف ذات باری نے اپنی محبت و رضا سے فرمائی ہے۔

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ لِمَ تُؤۡذُوۡنَنِىۡ وَقَدۡ تَّعۡلَمُوۡنَ اَنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ‌ؕ فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ‏۔

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نہیں دیتا۔

(وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ تُؤۡذُوۡنَنِىۡ) اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو۔

واذ منصوب علی المفعولیۃ ہے جس میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوشیدہ خطاب ہے المعرضین عن القتال وقت قول موسیٰ علیہ السلام لبنی اسرائیل حین ندبھم الی قتال الجبابرۃ ۔ یعنی ان لوگوں کو یاد کیجئے یعنی بنی اسرائیل کو جب انہیں موسیٰ علیہ السلام نے جبابرہ کیساتھ قتال کا حکم فرمایا تو انہوں نے قتال مندوب سے روگردانی کی اور کہا اے موسیٰ تم اور تمہارا رب دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں اور اس پر مصر ہو کر اسطرح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچائی ۔ تو انہوں نے قوم سے بطور توبیخ فرمایا لم تؤذوننی ۔ ای بالمخالفۃ والعصیان فیما امرتکم بہ ، یعنی جس بات کا میں نے تمہیں حکم دیا تم اس کی مخالفت اور نافرمانی کیسا تھ مجھے کیوں ایذا پہنچاتے ہو اور ایک قول ہے کہ قوم بنی اسرائیل کے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جھوٹی تہمتیں لگاتے تھے حالانکہ آپ علیہ السلام معصوم اور ان کے ہر نوع افترار سے مبرا و منزہ و پاکیزہ تھے منجملہ ان کی افترار پردازیوں کے ایک یہ بھی تھی کہ آپ کو اُدرہ کا مرض لاحق ہے یعنی

خیوں میں ورم وسوجن ہے یا جسم میں برص کے داغ ہیں اور ایک قول سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے مطالبوں سے تکلیف پہنچانا ہے جو آپ کی تکذیب کے برابر تھے جیسے گائے کی پرستش اور رویت باری کا مطالبہ۔

(وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ) کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔

جملہ حالیہ ہے جو ایذا کے انکار کے لیے اور اس کے سبب کی نفی کو مؤکد ہے اور قد تحقیق علم کے لیے ہے اور نہ ہی تقلیل اور نہ ہی تقریب کے لیے ہے کہ اس مقام کے حال کے مناسبت نہیں ہے اور صیغہ مضارع استمرار پر دلالت کرتا ہے جس کا مطلب ہے۔ انکم تعلمون علما قطعیا مستمرا بمشاهدة ماظهر على يدى من المعجزات الباهرة التى معظمها اهلاك عدوكم وانجائكم من ملكته انى رسول الله اليكم لارشدكم الى خيرى الدنيا والاخرة ومن قضية علمكم بذلك ان تبالغوا فى تعظيمى وتسارعوا الى طاعتى ۔ بے شک تم قطعی طور پر علم رکھتے ہو (جانتے ہو) اور تمہیں ان پیہم مشاہدات سے بھی معلوم ہے جو میرے ہاتھوں پر روشن معجزات کی صورت میں ظاہر ہوئے جن میں سب سے معظم تمہارے دشمن (فرعون) کی ہلاکت اور تمہیں اس کی غلامی سے رہائی ہے کہ بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اس لیے کہ دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کے لیے راہ نمائی کروں اور تمہارے اس علم کا مقتضایہ ہے کہ تم میری انتہائی تعظیم و تکریم کرو اور مجھے بالیقین رسول جانتے ہوئے میری اطاعت اور فرماں برداری میں خوب کوشش اور مبالغہ کرو۔ لہٰذا رسولوں کو جو واجب التعظیم والتکریم ہوتے ہیں ایذا دینا سخت حرام فعل شنیع اور حد درجہ کی شقاوت ہے۔

(فَلَمَّا زَاغُوْٓا) پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے۔

اى اصروا على الزيغ والانحراف عن الحق الذى جاء به عليه السلام واستمروا عليه

یعنی جب وہ کجروی پر ڈٹے رہے اور حق سے جس کے ساتھ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے انحراف ہی کرتے رہے اور اسی راہ مخالفت پر جمے رہے اور دعوت حق کو قبول نہ کیا اور نہ ہی فرمانبرداری کی۔

(اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ) اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے ۔

ای صرفہا عن قبول الحق والمیل الی الصواب لصرف اختیارہم نحو الغی والضلال

یعنی ان کے دلوں کو قبول حق سے محروم کر دیا توفیق چھین لی، اور صحیح راستے کیطرف انہیں بے رغبت بنا دیا اور اس لیے کہ وہ بے بصیرتی اور گمراہی کی طرف ہی پھرے رہیں اس جملے سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء ورسل کی شان میں گستاخی یا ایذا رسانی شقاوت قلبی ہدایت سے محرومی اور موجب ہلاکت اور بربادی آخرت ہے ۔

(وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ۝) اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نہیں دیتا ۔

یعنی وہ لوگ علم الٰہی میں اطاعت سے روگرداں اور راہ حق سے پھرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو توفیق ہی عطا نہیں فرماتے کہ وہ عرفان حق حاصل کریں یا فلاح پالیں ۔ لہٰذا وہ اتباع حق سے محروم ہیں

وَاِذۡ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ	اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا
یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ	اے اولاد یعقوب میں تمہاری طرف
اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ	اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب
یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَمُبَشِّرًۢا	کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی
بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی	بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف
اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ؕ فَلَمَّا	لائیں گے ان کا نام احمد ہے پھر جب
جَآءَہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ قَالُوۡا	احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر
ہٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۝	تشریف لائے تو بولے یہ کھلا جادو ہے

(وَاِذۡ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ) اور یاد کر جب عیسیٰ بن مریم نے کہا ۔

یا تو پہلے اذ پر معطوف ہے اور اس کے عامل پر معمول ہے یا معمول ہے مضمر معطوف کیلئے جو اس پر عامل ہے ای اذکر قول عیسیٰ علیہ السلام لبنی اسرائیل ۔

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بنی اسرائیل سے فرمانے کو یاد کیجیے ۔

(یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ) اے بنی اسرائیل (اولاد یعقوب علیہ السلام)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یا قوم کہہ کر خطاب فرمایا تھا جبکہ حضرت عیسیٰ نے

ایسا نہ فرمایا اور فرمایا اے بنی اسرائیل کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل سے نسبی تعلق نہ تھا کہ نسب باپ سے متعین ہوتا ہے اور آپ بن باپ پیدا ہوئے میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ صحیح ہے لیکن آیت میں آپ کی ابنیت سیدہ مریم کیطرف واضح ہے اور سیدہ مریم سلام اللہ علیہا وابنہا بنی اسرائیل ہی سے تھیں اور آپ کا بنی اسرائیل کہہ کر خطاب فرمانا بطور تعظیم تھا کہ وہ لوگ آل اسرائیل ہونے پر تفاخر تھے اور اس نسبت کو معزز جانتے تھے۔

(اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىۃِ -)

بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا۔

ای مرسل منہ تعالیٰ الیکم حال کونی مصدقا

یعنی پروردگار دو عالم کیطرف سے تمہاری جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اس حال کے ساتھ میں تصدیق کرتا ہوں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی اور دیگر کتب وصحائف الہیہ کی اور پہلے تمام انبیاء ورسل کو مانتا ہوا اور یہ تصدیق آپ نے اظہار حق اور شہادت وموافقت حق کے لیے فرمائی کہ انبیاء ورسل باہم ایک دوسرے کے مصدق ہیں۔

(وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗۤ اَحْمَدُ ط)

اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمدؐ ہے۔

ومصدقا پر معطوف ہے وھو داعٍ الی تصدیقہ علیہ السلام من حیث ان البشارۃ بہذا الرسول صلی اللہ علیہ السلام واقعۃ فی التوراۃ

اور اس میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی طرف بھی دعوت ہے اس لیے کہ اس رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت، تورات میں موجود ہے تورات کے پانچویں باب فصل بستم میں فرمان الٰہی ہے خداوند وادی سینا سے ظاہر ہوا اور کوہ سعیر سے جلوہ گر ہوا اور فاران کے پہاڑوں سے ظاہر ہوا کہ اس کے دائیں جانب قدسیوں (پاکیزہ لوگوں کے) لشکر اس کے ساتھ ہیں ایک جگہ ان کی تعداد دس ہزار آئی ہے (غالباً فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے کہ اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام تھے) فاران مکہ میں بنو ہاشم کے پہاڑوں کے نام ہے یا مکہ کا نام ہے۔ اور تورات کے اسی مذکورہ باب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا اے موسیٰ یقیناً میں جلد ہی بنی اسرائیل کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تیری مثل ایک رسول مبعوث کروں گا اور میں اس کے منہ میں اپنا کلام رکھوں گا اور وہ انہیں اس کے مطابق میرا حکم فرمائیگا اور جو شخص اس نبی کی بات کو (فرمان کو) نہ قبول کرے گا میں بالضرور اس سے انتقام لوں گا اور اس سے بھی جو اس کے غیر سے وابستہ ہوا۔

کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے پوچھا یا روح اللہ کیا ہمارے بعد بھی کوئی امت ہے ارشاد فرمایا ہاں احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے کہ وہ لوگ حکماء و علماء، وہی نیکوکار اور پرہیزگار ہیں اور تفقہ فی الدین ہیں انبیاء کے نائب ہیں اور حق تعالیٰ سبحانہ، سے معمولی رزق پر راضی اور حق سبحانہ، و تعالیٰ ان کے تھوڑے عمل پر ان سے راضی ہو گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اس عہد کا حصہ بھی ہے جو انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا جس کا تذکرہ سورہ آل عمران میں گزر چکا اور اس عہد کے تحت تمام انبیاء و رسل نے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت دی اور تمام کتب سماویہ میں اس کا ذکر ہے۔

اور یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کا جملہ رسول کے لیے موضع صفت ہے اور اسی لیے حق تعالیٰ کا قول اسمہٗ احمد مدح ہے۔ احمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے نبی مکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم جلیل و اسم علم ہے حسان کا کیا خوب شعر ہے ؎

صلے الالٰہ ومن یحف عرشہٗ والطیبون المبارک احمدٗ

اللہ نے صرف آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی درود بھیجا اور انہوں نے بھی جنہوں نے عرش کو گھیرا اور پاکوں نے بھی صرف اور صرف برکتوں والے احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ یعنی آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی پر ان سب نے درود نہ بھیجا۔

بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے جبیر بن مطعم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر محشور ہوں گے۔ اور میں ماحی ہوں کہ اللہ میرے ذریعہ کفر کو مٹائے گا اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے پیچھے کوئی نبی نہ ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل زمین میں میرا نام

محمد اہل آسمان کے نزدیک میرا نام احمد ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ اُمّم ماضیہ میں آپ احمد سے مشہور تھے بالخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ کو اسی نام سے راحمد، یاد فرماتے تھے غالباً ایسا فرمانا غایت درجہ تعظیم کے لحاظ سے ہے۔ احمد اسم ذات ہے اور یوں ہی محمد بھی، یہ حمد سے مشتق اور مبالغہ کے معنی میں مقید ہے اسم احمد باعتبار کیفیت ہے اور محمد باعتبار کمیت آپ حق سبحانہ، وتعالیٰ کی حمد افضل محامد سے فرماتے ہیں اور دنیا و آخرت میں کثرت محامد سے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد وستائش کی گئی اور آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم احمد الحامدین یعنی حمد بیان کرنے والوں میں سب سے بڑھکر حمد کرنے والے اور احمد المحمودین یعنی تمام تعریف کیے ہوؤں میں سب سے زیادہ تعریف کیے گئے اور اَفْضَلُ مَنْ حَمِدَ جو بھی حمد کرے ان سب سے بڑھ کر حمد کرنیوالے ہیں اور روز قیامت آپ کے ہمراہ لوا الحمد ہوگا جو کمال حمد کا اتمام ہوگا اور حامدیت و محمودیت کی صفت سے عرصات محشر میں مشہور کیے جائیں گے اور حق سبحانہ، وتعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ فتح باب شفاعت کے وقت اولین وآخرین سبھی آپ کی حمد کریں گے۔ اور حق سبحانہ، وتعالیٰ آپ کو جب ایسی حمد تعلیم فرمائیگا جو کسی اور کو نہ عطا کی گئی اور آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا نام اللہ پاک کے نزدیک "حمادون" ہے لہٰذا سزاوار ہے کہ آپ کا اسم گرامی احمد و محمد ہوتا احمد بمعنی حامد تر بروزن اَفْعَل اسم تفضیل برائے فاعل ہے جیساکہ استعمال میں یہ معنی بہت زیادہ ہیں اور ممکن ہے کہ بمعنی محمود تر ہو جو مفعول کے لیے مشتق ہے تو مقصود محمودیت ہوگی خواہ کمالات کے لحاظ سے ہو یا کثرت کیوجہ سے ہو۔

زیر نظر آیت میں "احمد"، مضارع کا صیغہ متکلم بھی ہوسکتا ہے جس کے معنی میں واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایسا فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے غایت درجہ اظہار کے لیے اور لفظ احمد بطور علم نہیں بلکہ حمد مشتق سے معناً لیا ہے۔

یوحنا کی انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یوں منقول ہے

(۱) "میں اپنے باپ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمہیں دوسرا فارقلیط عطا فرمائے جو تمہارے ساتھ آخر زمانہ تک ثابت و قائم رہے اور وہ روح حق ہے اور وہ تمہیں ہر چیز سکھائے گا۔

(۱۱) "بیٹا جانے والا ہے کیونکہ اب اس کے بعد فارقلیط آنے والا ہے جو تمہارے بھیدوں کو زندہ کرکے ہر شئے کو بدل دے گا اور وہ میری شہادت و صفائی دیں گے جس طرح میں ان کی شہادت و بشارت دے رہا ہوں میں تمہارے لیے امثال لایا ہوں وہ اس کی تاویل لائے گا۔"

فارقلیط کی تفسیر میں نصاریٰ کا گروہ متذبذب ہے۔ ایک گروہ کے نزدیک فارقلیط کے معنی المخلص۔ نجات دہندہ کے ہیں جبکہ بعض کے نزدیک فارقلیط کے معنی حامد کے ہیں اور انجیل برنباس میں یہی معنی معتبر ہیں ان معانی کے پیش نظر فارقلیط یعنی حامد لفظ احمد کے قریب ہے بلکہ دونوں کا مادہ ہی ایک ہے۔ حضرت عیسیٰ کا فرمانا کہ وہ میری شہادت دے گا ایسا امر واقع ہے کہ اہل نصاریٰ کو بھی انکار محال ہے کیونکہ جو عظمت و بزرگی ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت مسیح کی بیان فرمائی کسی سے اس کا حبہ تک ظاہر نہ ہوا۔ اہل کتاب کی تحریف اور کتمان حق کے باوجود عظمت مصطفوی روشن و ظاہر ہے۔

(فَلَمَّا جَآءَهُم) پھر جب وہ ان کے پاس آئے۔

ای عیسیٰ علیہ السلام۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور ایک قول ہے کہ ضمیر احمد کیطرف راجع ہے اور حضرت عیسیٰ کا ارشاد "احمد" پر ختم ہو گیا اور میرے نزدیک یہی صحیح ہے کہ جیسا کہ کثیر علماء سے منقول ہے تو معنی یہ ہوئے کہ جب احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس آئے۔

(بِالْبَیِّنٰتِ) ساتھ روشن نشانیوں کے

ای بالمعجزات الظاهرة یعنی واضح اور روشن معجزات کے ساتھ جیسے پتھروں کی شہادت شق القمر درختوں کی گواہی وحوش بہائم کا کلام کرنا انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا تکثیر طعام وغیرہ اور سب سے بڑا معجزہ قرآن حکیم ہے جو زندہ و دائمی معجزہ ہے اور اگر مراد عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے تو ان کے معجزات مشہور ہیں جیسے احیاء موتیٰ اور مادر زاد اندھوں کو بینا کرنا اور ذخیرہ کی خبریں دینا وغیرہ۔

(قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۶﴾) بولے یہ کھلا جادو ہے۔

یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام بشارت احمدی دے چکے تو کفار نے آپ سے روشن معجزات دیکھنے

کے باوصف ایسا کہا یا جب احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واضح معجزات کے ساتھ تشریف لائے تو کفار نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے میں کہتا ہوں کے کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "ساحر" کہا اور معجزہ شق القمر کے بعد بھی "سحر مستمر" کے لفظ کہے اور اسی طرح قرآن حکیم میں متعدد نظیریں ہیں جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ایسا کہنا کہیں بایں طور منقول نہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ واضح دلائل کے باوجود اہل کتاب میں سے اکثر اور کفار نے بالعموم یہ کہہ کر آپ کی رسالت کو نہ مانا اور تکذیب میں پڑے رہے ۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى	اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ
عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰىٓ	باندھے حالانکہ اسے سلام کیطرف بلایا
اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي	جاتا ہو اور ظالم لوگوں کو اللہ راہ
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝	نہیں دیتا ۔

د وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰىٓ اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے سلام کی طرف بلایا جاتا ہو۔ ای ای الناس اشد ظلما ممن یدعی الی الاسلام الذی یوصلہ الی سعادۃ الدارین فیضع موضع الاجابۃ الافتراء علی اللہ عزوجل بتکذیب رسولہ وتسمیۃ ایاتہ سحراً فان الافتراء علی اللہ تعالیٰ یعم نفی الثابت واثبات المنفی ای لا اظلم من ذلک والمراد انہ اظلم من کل ظالم"

یعنی لوگوں میں اس آدمی سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جس کو سلام کی دعوت دی جائے جو اسے دارین (دونوں جہانوں) کی سعادت سے ہمکنار کرنیوالا ہے تو وہ اسے قبول کرنے کی بجائے حق سبحانہ' وتعالےٰ پر جھوٹ باندھ کر اس کے رسول کو جھٹلائے اور اس آیات بینات کو جادو سے موسوم کرنے لگ جائے تو اللہ پر افتراء باندھنا اندھا کر دیتا ہے اور روشن حقائق کی نفی ہے اور نفی کا ثابت کرنا یعنی جھوٹ کو حق ثابت کرنا اس سے بڑھ کر کونسی بات ظالمانہ ہو سکتی ہے اور مراد یہ ہے کہ ایسا شخص سب ظالموں سے بڑھ کر ظالم ہے ۔ ایک قول ہے کہ ایسے شخص سے مراد وہ ہے جو حق سبحانہ' وتعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اور اس کے لیے بیٹیا مانے جیسا کہ یہود و

نصاریٰ کا چلن ہے یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دیا جو بد ترین شرک ہے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے شرک کو ظلم عظیم فرمایا ہے اور ایک قول ہے مراد وہ شخص یا گروہ ہے جو کہتے تھے کہ حق تعالیٰ نے کسی شخص پر کچھ نہیں نازل فرمایا اور یہ کہ کسی کو رسول نہ ماننا جب تک سوختنی قربانی پیش نہ کرے یا شریعت موسویہ کو منسوخ نہیں مانتا۔ اور سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ مراد اہل کتاب ہی ہیں جن کے لیے خیالات تھے اور جنکی افترا پردازیوں کو قرآن حکیم میں تفصیلی ذکر و مذمت ہے۔

(وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝) اور ظالم لوگوں کو اللہ راہ نہیں دیتا۔

ای لا یرشدھم الی ما فیہ فلاحھم لسوء استعدادھم وعدم توجھم الیہ

ان کی قبول حق سے عدم توجہ اور استعداد کی خرابی کے باعث اللہ تعالیٰ انہیں توفیق ہدایت نہیں دیتے جس میں ان کی فلاح ہے یعنی حصول سعادت سے محروم کر دیئے گئے ہیں یا ان کے ظالمانہ طرز عمل کا ثمرہ یہی ہے کہ وہ ہدایت سے روک دیئے گئے ہیں اور اللہ کو ظالموں کا علم ہے۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا، پڑے برا مانیں کافر۔

(يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ) چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں۔ تمثیل لحالھم فی اجتھادھم فی ابطال الحق بحالۃ من ینفخ الشمس بفیہ لیطفئھا تھکما وسخریۃ بھم کما تقول الناس: ھو یطفئ عین الشمس، وذھب بعض الاجلۃ الی ان المراد بنور اللہ دینہ تعالیٰ الحق کما روی عن السدی علی سبیل الاستعارۃ التصریحیۃ۔ یہ کفار کے حال کے مطابق تمثیل ہے کہ وہ سچ کو جھوٹ بنانے میں (حق کو ناکام بنانے) میں کس قدر کوشش کر رہے ہیں اور ان کی حالت ایسی ہے جس طرح کوئی سورج کی روشنی کو اپنے منہ کی پھونک مار کر چاہے کہ بجھا دے اور اسے برباد کر دے اور وہ اس میں معاذب و ذلیل ہیں (کہ ایسا کر نہیں سکتے) جس طرح کہ کہاوت ہے " وہ چشمۂ آفتاب کو بجھاتا ہے یا سورج پر تھوکتا ہے کہ بجھ جائے اور بعض علماء اعلام اس طرف گئے ہیں کہ نور اللہ سے مراد دین حق ہے یعنی اسلام

جیساکہ سُدی سے برسبیل استعارہ بطور تصریح مروی ہے۔ نور اللہ کے بارے میں ابن عباس اور ابن زید سے مروی ہے یرید ون ابطال القرآن وتکذیبہ بالقول کہ یہ کافر لوگ اپنی باتوں سے قرآن کا ابطال چاہتے ہیں اور اسے جھوٹ ثابت کرنا چاہتے ہیں یا جھٹلانا چاہتے ہیں ابن بحر کا قول ہے کہ کفار اپنے جھٹلانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حجت کو مٹانا چاہتے تھے اور ضحاک کا قول ہے کہ "یرید ون ھلاک رسول اللہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم بالاراجیف" کفار چاہتے ہیں کہ اپنی جھوٹی افواہوں اور خبروں کے ساتھ اللہ کے رسول کو ہلاک کر ڈالیں (معاذ اللہ) اور ایک قول ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کو جو ان کی کتاب میں واضح وظاہر ہے اُسے چھپا کر مٹانا چاہتے ہیں اور اپنی جھوٹی گفتگو اور مکاریوں سے اس ظہور قدسی کا انکار کرتے ہیں تاکہ عظمت محمدی کا اظہار اخفا میں رہے اور حق واضح نہ ہو ابن عباس سے مروی ہے کہ وحی میں چالیس روز تک تاخیر ہوئی تو کعب بن الاشرف یہودی نے ہرزہ سرائی کی کہ اے گروہ یہود تمہیں خوشخبری ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نور کو جو ان پر نازل ہوا تھا اللہ نے اسے بجھا دیا ہے اور ان کا نور کے اکمال واتمام نہ ہوگا تو اس پر خواجۂ کونین صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ملال ہوا تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ) اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔

کفار کے اقوال کا رد ہے اور بشارت ووعدہ ہے کہ اللہ اپنے نور کو بالضرور مکمل فرمائے گا۔ اور دین اسلام کو پورا کرے گا کافر خواہ بُرا مانتے رہیں یا نہ مانیں اللہ کو ان کی کچھ پروا نہیں اور نہ ہی وہ اپنی آرزوں اور جھوٹی افواہوں سے اکمال واتمام دین کو روک سکتے ہیں اور ایسا ضرور ہو کر رہے گا چنانچہ سورۂ مائدہ میں الیوم اکملت لکم دینکم الخ فرما کر اس عہد کو پورا کر دیا اور منکرین حسد کی آگ میں جلتے رہے اور پڑے جلتے رہیں۔

ھُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ	وہی ہے جس نے اپنے رسول کو
بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ	ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا
عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ	کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے
الْمُشْرِکُوْنَ ۝	پڑے بُرا مانیں مشرک

(هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ) وہی جس نے اپنے رسول کو بھیجا۔
ای محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یعنی اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا۔
(بِالْھُدٰی) ساتھ ہدایت بالقرآن، او بالمعجزۃ قرآن حکیم کے ساتھ یا معجزات کے ساتھ۔ (وَدِیْنِ الْحَقِّ) اور سچے دین
ای الاسلام، دین اللہ والملۃ الحنیفیۃ یعنی اسلام، اللہ دین اور ملت حنیفیہ جس کا طغریٰ راست روی اور حق کی پیروی ہے
(لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ) کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے۔
لیعلیہ علی جمیع الادیان المخالفۃ لہ، ولقد انجز اللہ عزوجل وعدہ حیث جعلہ بحیث لم یبق دین من الادیان الا وھو مغلوب مقھور بدین الاسلام تاکہ اسے اس کے دین کے ساتھ (اسلام کو) تمام مخالف دینوں پر غالب و بلند فرمائے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ جس طرح فرمایا پورا کر دیا اور پورا کریگا اور مذاہب و ادیانِ عالم میں سے کوئی دین باقی نہ رہا مگر یہ کہ وہ دین اسلام کے سامنے مغلوب و مقہور ہو کر رہ گیا اور مجاہد سے مروی ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے زمین پر کوئی دین سوائے دین اسلام کے نہ ہوگا۔ (وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ۠) پڑے برا مانیں مشرک۔
یعنی اگرچہ کافروں و مشرکوں کو غلبۂ اسلام اچھا لگے یا نہ لگے اللہ بالضرور دین حق کو غالب و روشن فرمائیگا کہ اس کی آب و تاب حقانیت و نورانیت کے سامنے سبھی دین مغلوب و مقہور ہو جائیں گے۔ اور اللہ کا دین ہی غالب و بلند ہوگا اور اللہ کو منکروں کافروں مشرکوں کی پرواہ نہیں اور نہ ان کا برا ماننا اس میں حائل ہو سکتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ صف پ۲۸

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝	اے ایمان والو کیا میں بتا دوں تم کو وہ تجارت جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝
يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ
جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔
وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور پاکیزہ محلوں میں جو بسنے کے باغوں میں ہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ
قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری ہے اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح اور اے محبوب مسلمانوں کو خوشی سنا دو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ
كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ
مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ
نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ
مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ
فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ
فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝

اے ایمان والو دین خدا کے مددگار ہو جیسے عیسٰی بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں۔ حواری بولے ہم دین خدا کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو غالب ہو گئے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ صف پ ۲۸

یاایہا ۔ اے	الذین ۔ وہ جو	امنوا ۔ ایمان لائے ہو	ھل ۔ کیا
ادلکم ۔ بتاؤں میں تم کو	علی ۔ ایک	تجارۃ ۔ تجارت	تنجیکم ۔ جو بچا لے تم کو
من عذاب ۔ عذاب	الیم ۔ دردناک سے	تؤمنون ۔ تم ایمان لاؤ	باللہ ۔ اللہ
و ۔ اور	رسولہ ۔ اس کے رسول پر	و ۔ اور	تجاھدون ۔ جہاد کرو
فی ۔ بیچ	سبیل ۔ راہ	اللہ ۔ خدا کے	باموالکم ۔ اپنے مالوں

و - اور	انفسکم - اپنی جانوں سے	ذلکم - یہ	خیر - بہتر ہے
لکم - تمہارے لیے	ان - اگر	کنتم - ہو تم	تعلمون - جانتے
یغفر - بخشے گا	لکم - تم کو	ذنوبکم - تمہارے گناہ	و - اور
یدخلکم - داخل کریگا تم کو	جنت - باغوں میں	تجری - کہ چلتی ہیں	من تحتہا - انکے نیچے
الانھر - نہریں	و - اور	مساکن - مکان	طیبۃ - اچھے
فی - بیچ	جنت - جنت	عدن - بسنے کے	ذلک - یہ ہے
الفوز - کامیابی	العظیم - بڑی	و - اور	اخری - ایک اور نعمت
تحبونہا - کہ پسند کروگے تم اسکو	نصر - مدد ہوگی	من اللہ - اللہ کی طرف سے	و - اور
فتح - فتح	قریب - نزدیک	و - اور	بشر - خوشخبری دو
المؤمنین - مومنوں کو	یایہا - اے	الذین - وہ جو	امنوا - ایمان لائے ہو
کونوا - ہو جاؤ	انصار - مددگار	اللہ - اللہ کے	کما - جیسے
قال - کہا	عیسی - عیسی	ابن - بیٹے	مریم - مریم نے
للحواریین - حواریوں سے	من - کون ہے	انصاری - میرا مددگار	الی - طرف
اللہ - اللہ کی	قال - بولے	الحواریون - حواری	نحن - ہم ہیں
انصار - مددگار	اللہ - اللہ کے	فامنت - تو ایمان لائی	طائفۃ - ایک جماعت
من بنی اسرائیل - بنی اسرائیل سے		و - اور	کفرت - کفر کیا
طائفۃ - ایک جماعت نے	فاید - پھر مدد کی	نا - ہم نے	الذین - انکی جو
امنوا - ایمان لائے	علی - اوپر	عدو - دشمن	ھم - ان کے کے
فاصبحوا - تو ہو گئے وہ	ظاھرین - غالب		

سورہ الصف رکوع دوم پارہ ۲۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ

اے ایمان والو کیا میں تبا دوں وہ تجارت جو تمہیں درد ناک

مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۝ عذاب سے بچالے ۔

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ مومنین نے کہا تھا کہ اگر ہم کو معلوم ہو کہ حق سبحانہ، وتعالیٰ کو کون عمل محبوب ہے اور کونسی تجارت ہے جو عذاب الیم سے بچانے والی ہے تو ہم وہی کرتے اور اپنے مال اہل وعیال کی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور ارشاد ہوا کیا اہل ایمان کو تجارت نہ بتائی جائے جو انہیں عذاب الیم سے محفوظ کردے ۔

یہاں عمل کو تجارت کہنے میں یہ اشارہ ہے کہ تجارت میں اصل زر محفوظ اور نفع کی توقع ہوتی ہے تو اسی طرح ان پسندیدہ اعمال سے بہترین نفع دوزخ سے نجات حصول جنت اور رضائے الٰہی ہے اور ایک قول ہے کہ دنیا میں تجارت نفع دیتی ہے اور فقر و فاقہ سے محفوظ کرتی ہے جبکہ اُخروی تجارت دردناک عذاب سے نجات دینے والی ہے وہ تجارت کیا ہے اگلی آیت میں اسکی صراحت ہے اور اس آیت میں رغبت دلائی گئی ہے ۔

تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول

وَتُجَاهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان

بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ‌ؕ سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر

ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ ہے اگر

كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ تم جانو ۔

(تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُجَاهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ) اے ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرو ۔

استئناف بیانی ہے یعنی نئے سرے سے بیان ہے کیونکہ کہا گیا تھا کہ وہ تجارت کونسی ہے ہمیں اس پر اطلاع فرمائی جائے تو جواباً ارشاد ہوا تو تومنون باللہ الخ یہ جملہ خبریہ اور امر کے معنوں میں ہے اور تجارت کی تفسیر ہے کہ مراد اس سے اخلاص کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور راہ خدا میں مال و جان سے جہاد کرنا ہے ۔

(ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ یہ تمہارے لیے بہتر ہے ۔

ای ماذکر من الایمان والجہاد ـــ علی الطلاق او من اموالکم وانفسکم
یعنی جو ایمان وجہاد کا ذکر ہوا یہی علی الطلاق تمہارے لیے بہتر ہے یا یہ باتیں تمہارے مالوں و
جانوں سے بڑھ کر بہتر ہیں ۔

(اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥) اگر تم جانو

یعنی اگر تم ایسا کرو تو یہ ہی تمہارے لیے خوب ہے گویا خبر کا مقتضیٰ یہی ہے کہ تم یونہی کرو جب
تم پر واضح ہو گیا کہ ایمان وجہاد ہی تمہارے بہترین عمل ہیں اعلیٰ تجارت ہے اور ہر شے سے بڑھ
کر ہے ۔

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ٥

وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں باغوں میں لے جائیگا جن کے نیچے نہریں رواں اور پاکیزہ محلوں میں جو بسنے کے باغوں میں ہیں یہی بڑی کامیابی ہے ۔

(يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ) وہ تمہارے گناہ بخش دے گا ۔

یہ جواب امر ہے جو لفظ خبر پر مدلول ہے جیساکہ ان کے قول میں ہے یعنی ایمان وجہاد کی وجہ سے
تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے یا شرط کے لئے جواب ہے کہ اگر ایمان لاؤ گے اور راہ حق
میں جہاد کرو گے تو تمہارے گناہ بخش دوں گا ۔ یا استفہام ہے جیساکہ کلام پر دلالت کرتا ہے اور
تقدیر یہ ہے کہ ان تومنوا وتجاہدوا یغفرلکم یا یہ ہے کہ ھل تقبلون ان ادلکم کیا تم قبول کرو
گے اگر میں تمہیں وہ تجارت بتاؤں اور فراء کا قول ہے کہ مذکور استفہام کا جواب ہے ای ھل
ادلکم اور تعاقب کیا ہے کہ مجرد دلالت سے مغفرت واجب نہیں ہوتی لیکن یہ درست نہیں
ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تم بتائی ہوئی تجارت کرو گے تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا ۔

(وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ)
اور تمہیں باغوں میں لے جائیگا جن کے نیچے نہریں رواں اور پاکیزہ محلوں میں بسنے کے باغوں
میں ۔ ای طاھرۃ زکیہ مستلذۃ وھذا اشارۃ الی حسنہا بذاتہا ،

مسلمانوں کو خوشی سنا دو ۔

(وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَھَا) اور ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری ہے ۔

ای ولکم الی ما ذکر من النعم نعمۃ اخری ۔ یعنی اور تمہارے لیے ان نعمتوں میں سے ایک اور نعمت عطا فرمائیگا جن کا پیچھے تذکرہ ہوا (تُحِبُّوْنَھَا) تمہیں محبوب و پسند ہے ۔ فی موضع الصفۃ اس نعمت کی توصیف ہے کہ تمہیں اس کا ملنا پسندیدہ ہے ۔

(نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ط) اللہ کی مدد اور جلد آنیوالی فتح

ای عاجل ۔ یعنی جلد ملنے والی کشاف میں ہے یہ جواب امر پر عطف ہے اور اس کا مطلب ہے جاھدوا توجروا ولکم الغنیمۃ راہ حق میں جہاد کرو اور تم اجر دیے جاؤ گے اور تمہارے لے غنیمت عطا ہوگی ۔ اور تحبونہا اسکی تعبیر ہے یعنی تمہیں غنائم کا حصول محبوب ہے بن ابی عیلۃ نے نَصْرٌ اور فَتْحٌ کو منصوب پڑھا جس کا مطلب ہے تنصرون نصرا ویفتح لکم فتحا تم اللہ کی مدد سے نصرت دیے جاؤ گے ۔ اور تمہارے لیے فتح کا باب کھولا جائیگا اس میں عموم ہے کہ اگر ایمان و جہاد کا مظاہرہ کر دگے ۔ تو اس تجارت کا نفع نصرت و فتح حصول غنائم کی صورت پاؤ گے بعض علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ یا فتح خیبر ہے اور عطا کا قول ہے بلاد روم و فارس کی فتح مراد ہے ۔

(وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ہ) اور اے محبوب! مومنوں کو خوشی سنادو ۔

بَشِّرِ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح و نصرتِ موعودہ کی مسلمانوں کو خوشخبری سنا دیجیے ۔

ایک قول ہے کہ مسلمانوں کو قریبی اور فوری فتح کی دنیا میں اور آخرت میں جنت و نعماء جنت کی بشارت دیدیجیے ۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْٓا	اے ایمان والو دین خدا کے مددگار ہو
اَنْصَارَ اللّٰہِ کَمَا قَالَ عِیْسَی	جیسے عیسٰی بن مریم نے حواریوں سے
ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ	کہا تھا کون جو اللہ کی طرف ہو کر
مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ط	میری مدد کریں حواری بولے

یعنی ستھرے پاکیزہ اور لطف دوبالا کرنیوالا باغوں میں لے جائیگا جن کی کیفیت یہ ہوگی کہ ان باغوں کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور اس میں جنت کے ذاتی حسن کیطرف اشارہ ہے عدن کے معنی کسی جگہ قرار پکڑنے اور ٹھہرنے یا قیام کرنے کے ہیں اور عدن جنت کی صفت ہے یعنی ایسے باغوں میں جو ٹھہرنے یا قیام کرنے کے محل ہیں ان باغوں میں پاکیزہ ٹھکانوں میں داخل فرمائیگا بیہقی نے مسکن طیبہ کی تفسیر میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد موتی کا ایک محل ہے جس کے اندر سرخ یاقوت کے ستر مکان اور ہر مکان کے اندر ستر کمرے کہ ہر کمرے میں تخت بچھا ہوا جس پر ستر انواع کے کھانے چنے ہوں گے اور ہر کمرے میں خدام مومن کو یہ نعمتیں ہر صبح میسر ہوں گی۔

حاکم نے بروایت انس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کیا اور اس میں اپنے دستِ کرم سے اشجار (درخت) لگائے پھر اس سے کہا بول تو جنت عدن گویا ہوئی قد افلح المومنون بلاشبہ مومنوں نے کامیابی پائی تو حق سبحانہ وتعالےٰ نے فرمایا مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم میں تجھ میں بخیل کو داخل نہ کرونگا۔ مقاتل کا قول ہے کہ ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن میں جو دو جنتیں مراد ہیں ان میں سے ایک جنت عدن اور دوسری جنت نعیم ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل جنتیں آٹھ ہیں (ابوداؤد) اور صحیحین میں ہے کہ چار ہیں دو جنتیں سونے کی اور دو چاندی کی اور اہل جنت عدن میں اپنے رب کو دیکھیں گے۔

(ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝) یہی بڑی کامیابی ہے۔

الذی لا فوز وراءہ

یعنی گناہوں کی بخشش اور جنت کی ان نعمتوں کا حصول ایسی کامیابی ہے کہ کوئی کامیابی سے بڑی نہیں ہوگی۔

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری ہے اللہ کی مدد اور جلد آنیوالی فتح اور اے محبوب

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ؀

ہم دین خدا کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا۔ تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو غالب ہو گئے۔

(یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ) اے ایمان والو دین خدا کے مددگار ہو۔

ای نصرۃ دینہ سبحانہ وعونۃ رسولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

یعنی اللہ کے دین اور اس کے رسول محترم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مددگار بن جاؤ۔ الاعرج عیسٰی، ابو عمرو اور اہل حرم نے اس آیت میں اَنْصَارَ اللّٰهِ کو اَنْصَارًا لِلّٰهِ پڑھا ہے یعنی تنوین کے ساتھ قراءت کیا ہے اور لام تبعیض کے لیے ہے تو معنی یہ ہوں گے تم اس کے (اللہ عزوجل) کے بعض مددگار رہو۔ اور کشف میں ابن مسعود کی قراءت ہے کونوا انتم انصار اللہ ہو جاؤ تم اللہ کے مددگار رہو لیکن انتم زائد ہے اور کونوا سے علاوہ ہے جو صواب نہیں۔

(كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ)

جیسے عیسٰی بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں۔

ای من جندی متوجھا الی نصرۃ اللہ تعالٰی لیطابق قولہ سبحانہ، یعنی میرے لشکر میں سے ہو جاؤ۔

جو کہ اللہ کے دین کی نصرت کی طرف متوجہ ہے تاکہ حق سبحانہٗ کے قول کے مطابق ہو جائے کہ حواریوں نے کہا نحن انصار اللہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ اور بعض نے کہا الی اللہ میں الی بمعنی ساتھ کے ہے اور انصاری میں اضافت مشارکت نصرت کے لیے ہے کہ اللہ کے نبی کے ساتھ ہو کر نصرت الٰہی کے لیے اشتراکِ عمل کرو۔ زمخشری کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کے دین کے اسی طرح مددگار ہو جاؤ جس طرح حواری عیسٰی علیہ السلام کے مددگار ہوئے جبکہ انہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں یعنی بالکل اسی طرح تم جبکہ یہ فرمایا جا رہا ہے اللہ کے رسول (جناب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مددگار بن جاؤ۔

حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصفیاء ہیں (مخلصین ہیں) یہ کل بارہ شخص تھے جو سب سے اول آپ پر ایمان لائے انہیں جیساکہ بحر میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شہروں میں بانٹ دیا (بھیجدیا) تو ان میں سے کسی کو روم کسی کو بابل کسی کو افریقہ کسی کو افسس کسی کو بیت المقدس کسی کو حجاز اور کسی کو بربر کے علاقے کی طرف بھیجا اس روایت کی صحت ثقہ نہیں اور نہ ہی ان کے نام معلوم منضبط ہیں سیوطی نے الاتقان میں البتہ ان کا ذکر کیا ہے ۔ حواری کا مادہ اشتقاق الحور ہے جس کے معنی سپیدی کے ہیں اور حواری اسی نام سے اس لیے موسوم ہوئے کہ وہ سفید پوش تھے یا دھوبی تھے ۔

ایک قول ہے کہ اپنی ظاہر اور باطنی پاکیزگی کیوجہ سے حواری موسوم ہوئے بعض کا قول ہے کہ انہیں قصارین (دھوبی) اس لیے کہتے تھے کہ وہ دین اور علم کے افادے سے لوگوں کے نفوس کو پاکیزہ بناتے تھے ایک قول ہے حواریوں سے مراد مجاہدین ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ ہر نبی کیلئے حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے اور ایک روایت میں طلحہ اور زبیر فرمایا رضی اللہ عنہما ۔ اور بعض نے حواری کی تفسیر خاص ساتھی (مخلص رفیق) مخصوص ساتھی سے کی ہے الازہری اور الناصر کا قول ہے الذی اخلص ونقی من کل عیب جو مخلص ہو اور تمام نقائص سے پاکیزہ ہو، قتادہ نے حضرت زبیر کے علاوہ دیگر اصحاب پر حواری کا اطلاق کیا ہے اور انہوں نے بے شک حواری سب کے سب قریش ہی سے تھے اور وہ ابوبکر، عمر، علی، حمزہ، جعفر، ابوعبیدہ بن الجراح، عثمان بن مظعون، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں ۔

(قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ اَنْصَارُ اللّٰهِ) حواری بولے ہم خدا کے دین کے مددگار ہیں یعنی ان بارہ اصحاب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حضور عرض کیاکہ ہم دین خدا کے مدد گار ہیں ۔

(فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ) تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا ای بعیسیٰ علیہ السلام یعنی ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا ۔

(وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ط) اور ایک گروہ نے کفر کیا ۔

اُخریٰ - یعنی دوسرا گروہ کافر ہوا ، ان دونوں گروہوں میں قتال ہوا ۔
(فَاَیَّدۡنَا الَّذِیۡنَ عَلٰی عَدُوِّہِمۡ) تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی
وَھُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ۔ اور وہ کفار تھے ۔ عدو سے مراد گروہ کفار ہے ۔
فَاَصۡبَحُوۡا ظٰہِرِیۡنَ ﴿۱۴﴾ تو غالب ہو گئے ۔

فصاروا غالبین تو وہ غالب ہو گئے ۔ یعنی مومن غالب آئے ۔ زید بن علی اور قتادہ کا قول ہے کہ وہ حجت و برہان کے ساتھ غالب آئے ۔ ایک قول ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھالئے گئے تو ان کی قوم کے ایک گروہ نے کہا بے شک وہ اللہ اور سبحانہ تھے جو آسمانوں پر چلا گیا اور ان کی قوم کے دوسرے گروہ نے کہا بے شک وہ اللہ کے بیٹے تھے اللہ نے اسے اپنے پاس بلالیا (تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا) (معاذ اللہ) اور ان کی قوم کے تیسرے گروہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو انہوں نے قتال کیا تو قوم عیسیٰ کے دونوں گروہ جو الوہیت عیسیٰ اور ابنیت عیسیٰ کے مدعی تھے مومنوں پر غالب آگئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو مومن فرقہ دونوں کافر گروہوں پر غالب آگیا اور یہ ابن عباس سے مروی ہے ۔ اور ایک قول ہے کہ مومنوں اور کافروں کے درمیان رفع عیسیٰ کے بعد قتال واقع ہوا تو مومن کفار پر تلوار سے غالب آگئے اور مشہور یہ ہے کہ قتال شریعت عیسیٰ علیہ السلام میں نہ تھا اور ایک قول ہے کہ طائفہ مومنہ سے مراد بعض بنی اسرائیل کا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا اور طائفہ کفار سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار ہے تو اللہ نے مومنوں کو کافروں پر مدد دی اور وہ غالب آگئے لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

الحمد للہ تفسیر سورۃ الصف مکمل ہوئی ۔

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ ، ۲۳ اپریل ۱۹۹۰ء بروز اتوار

سورۃ الجمعۃ

یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے اس میں دو رکوع اور گیارہ آیات ہیں جمہور کے نزدیک جن میں ابن عباس ابن الزبیر، حسن مجاہد، عکرمہ اور قتادہؓ بھی شامل ہیں یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے البتہ ابن یسار کا قول ہے کہ یہ مکی ہے ابن عباسؓ اور مجاہدؒ سے اس کے مکی ہونے پر بھی حکائت منقول ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ مدنی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور دیگر کتب میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اس وقت بارگاہ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے جبکہ سورۃ الجمعہ نازل ہوئی ابو ہریرہ کا قبول اسلام ہجرت کے بعد مسلمہ متفقہ ہے۔ اور آیت قل یایها الذین هادوا ان زعمتم مدینہ کے سوا کیونکر ہو سکتی ہے پچھلی سورت کے ساتھ اس کے اتصال کی وجہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہے جبکہ اس سورہ مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی امت کے فضل و شرف کا دونوں امتوں کے مقابل ذکر ہیں اور اسی وجہ سے اس سورت میں یہود کے ذکر سے تعرض ہے پچھلی سورت میں بشارت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف تھی کہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور اس میں اس بشارت کے اشارے سے ارشاد ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً پچھلی سورت کا خاتمہ تجارت اخرویٰ یعنی ایمان و جہاد کے ذکر پر تھا اور اس میں جمعہ کے حکم کے ساتھ جو کہ تجارت دنیوی سے کہیں بڑھ کر ہے اس میں صف اور عبادت کا ذکر تھا اس میں جمعہ اور جماعت کا مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہؒ نے ابن عباسؓ سے روائت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز جمعہ میں سورۃ الجمعہ اور سورۃ المنافقون پڑھتے تھے۔

بیہقی نے جابر بن سمرہ سے روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شب جمعہ نمازِ مغرب میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے۔

اور یہ بھی آیا ہے کہ شب جمعہ نماز عشاء سورت الجمعہ پڑھتے تھے اور ان احادیث سے سورۃ مبارکہ کی فضیلت و شرف پر واضح ہوتی ہے۔

سورۃ الجمعہ مدنیۃ

اس سورت میں دو رکوع۔ گیارہ آیات۔ ایک سو اسی کلمے اور سات بیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ جمعہ پ ۲۸

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے بادشاہ۔ کمال پاکی والا عزت والا حکمت والا۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں

بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ

کی جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○

تم فرماؤ اے یہودیو اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔

وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ○

اور وہ کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان کوتکوں کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم نے کیا تھا۔

حل لغات رکوع اول سورۃ الجمعۃ پ ۲۸

یسبح۔ پاکی بولتا ہے	للہ۔ اللہ کی	ما۔ جو کچھ	فی۔ بیچ
السموٰت۔ آسمانوں کے	و۔ اور	ما۔ جو کچھ	فی۔ بیچ
الارض۔ زمین کے ہے	الملک۔ بادشاہ	القدوس۔ کمال پاکی والا	العزیز۔ عزت والا
الحکیم۔ حکمت والا	ھو۔ وہ	الذی۔ اللہ وہ ہے جس نے	بعث۔ بھیجا
فی۔ بیچ	الامیین۔ ان پڑھوں کے	رسولا۔ رسول	منھم۔ انہی میں سے
یتلوا۔ پڑھتا ہے	علیھم۔ ان پر	ایتہ۔ اسکی آیتیں	و۔ اور
یزکیھم۔ پاک کرتا ہے ان کو		و۔ اور	یعلمھم۔ سکھاتا ہے انکو
الکتب۔ کتاب	و۔ اور	الحکمۃ۔ حکمت	و۔ اور
ان۔ بیشک	کانوا۔ تھے وہ	من قبل۔ اس سے پہلے	لفی۔ بیچ
ضلل۔ گمراہی	مبین۔ ظاہر کے	و۔ اور	اخرین۔ اوروں کو بھی

منهم۔ان میں سے	لما۔جو نہیں	یلحقوا۔ملے	بہم۔ان کے ساتھ
و۔اور	ھو۔وہ	العزیز۔عزت والا	الحکیم۔حکمت والا ہے
ذلک۔یہ	فضل۔فضل ہے	اللہ۔اللہ کا	یؤتیہ۔دیتا ہے وہ
من۔جسے	یشاء۔چاہے	و۔اور	اللہ۔اللہ
ذو۔صاحب	الفضل۔فضل	العظیم۔بڑے کا ہے	مثل۔مثال
الذین۔ان کی جو	حملوا۔اٹھوائے گئے	التورٰۃ۔توریت	ثم۔پھر
لم۔نہ	یحملو۔اٹھایا	ھا۔اس کو	کمثل۔جیسے
الحمار۔گدھا	یحمل۔جو اٹھائے	اسفارا۔کتابیں	بئس۔بہت بری
مثل۔مثال ہے	القوم۔ان	الذین۔لوگوں کی	کذبوا۔کہ جھٹلایا
بایٰت۔آیات	اللہ۔الٰہی کو	و۔اور	اللہ۔اللہ
لا۔نہیں	یھدی۔ہدایت دیتا	القوم۔قوم	الظٰلمین۔ظالم کو
قل۔کہو	یاایہا۔اے لوگو	الذین۔جو	ھادوا۔یہودی ہو
ان۔اگر	زعمتم۔تم یہ سمجھتے ہو کہ	انکم۔تم	اولیاء۔دوست ہو
للہ۔اللہ کے	من دون۔سوائے	الناس۔لوگوں کے تو	فتمنوا۔خواہش کرو
الموت۔موت کی	ان۔اگر	کنتم۔تم	صٰدقین۔سچے ہو
و۔اور	لا۔نہ	یتمنونہ۔خواہش کریں گے اسکی	ابدا۔کبھی بھی
بما۔بسبب اسکے جو	قدمت۔آگے بھیجا	ایدیہم۔ان کے ہاتھوں نے	و۔اور
اللہ۔اللہ	علیم۔جانتا ہے	بالظٰلمین۔ظالموں کو	قل۔کہو
ان۔بیشک	الموت۔موت	الذی۔وہ جس سے	تفرون۔تم بھاگتے ہو
منہ۔اس سے	فانہ۔تو وہ	ملٰقیکم۔تم کو ملنے والی ہے	ثم۔پھر
تردون۔لوٹائے جاؤ گے	الی۔طرف	عٰلم۔جاننے والے	الغیب۔غیب
و۔اور	الشہادۃ۔حاضر کی	فینبئکم۔تو وہ ضرور تم کو خبر دے گا	
بما۔اسکی جو	کنتم۔تم	تعملون۔کیا کرتے تھے۔	

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ الجمعہ پ ۲۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ	اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں
وَمَا فِی الۡاَرۡضِ الۡمَلِکِ	میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے بادشاہ
الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ○	کمال پاکی والا عزت والا حکمت والا

ہر شے جو زمین و آسمانوں میں ہے اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے اور یہ تسبیح ایک خاص نوعیت کی ہے اور اپنی خاص نوعی زبان میں اقرارِ عظمت کر رہی ہے اور ہر شے توحید ذات باری تعالیٰ پر دلالت کرتی ہے اور اپنے موجد کی پاکی بولتی ہے وہ موجد الملک ہے یعنی حکومت کا مالک پادشاہ قابض ومتصرف بالذات القدوس یعنی باعظمت اور ہر عیب ونقص سے پاک، العزیز یعنی غالب اور ایسا کہ کوئی اس کا نظیر ومثیل نہیں یا ایسا معظم کہ اس کی منزلت کا احاطہ نہ ہو سکے الحکیم ہر شے کو اپنی حکمت بالغہ کے تحت فرمانے والا یعنی ہر شے کی تسبیح سے اس ذات کریم کی جو ان معظم صفات کی مالک ہے عظمت وربوبیت ۔ قدرت والوہیت کا اظہار واقرار ہو رہا ہے ۔

ھُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ	وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں
رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ	انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان
اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ	پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں
الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ ق وَاِنۡ کَانُوۡا	پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور
مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○	حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک
	وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے

(ھُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ) وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں بھیجا ۔

یعنی سبحانہٗ العرب لأن اکثرھم لا یکتبون ولا یقرأون

یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے عرب میں رسول کو بھیجا جن کی اکثریت لکھنے پڑھنے سے نابلد تھی (نا آشنا تھی)، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے بروایت ابن عمر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نقل

کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "انا امیۃ لانکتب ولا نحسب" بے شک ہم ایک ان پڑھ امت ہیں نہ ہی لکھتے ہیں اور نہ ہی حساب کرتے ہیں" اور اس سے خیال ہوتا ہے کہ بے شک وہ اپنی ماں کی ولادت کے اصل حال پر ہیں کہ کتابت وحساب وغیرہ کی تعلیم ہرگز نہیں دیئے گئے تو گویا وہ اپنی پہلی جبلت پر ہیں اور اُمّیؔ ہونا ان کی ماں کی طرف سے منسوب ہے جس نے انہیں جنا۔

ایک قول ہے کہ امّی ہونا قوم عرب کیطرف منسوب ہے اور ایک قول ہے کہ مراد ام القریٰ کیطرف نسبت ہے کہ مکہ کو ام القریٰ کہتے ہیں۔

(رَسُوْلًا مِّنْهُمْ) انہی میں سے ایک رسول

ای کائنا من جملتھم امیا مثلھم یعنی رسول بھی اُن ان پڑھوں میں سے تھے ایک بے پڑھے تھے یعنی ان کی طرح لکھتے اور کتاب سے کچھ نہ پڑھتے تھے۔ ایک قول ہے کہ مِنْهُمْ میں رسول کی عظمت کا اظہار ہے کہ وہ رسول ایسے محترم ومحتشم ہے کہ ان کے نسب وشرافت کو وہ خوب جانتے پہچانتے ہیں اور ان کا اسم گرامی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے آپ کی صفاتِ جلیلہ میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ آپ "نبیِ اُمّی" ہیں اور آپ ان پڑھ امت کیطرف مبعوث فرمائے گئے کتاب شعیاء گزشتہ صحیفوں میں سے ایک صحیفہ میں ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا میں اُمیوں میں ایک نبیِ اُمّی بھیجوں گا اور اس پر نبوت ختم کر دوں گا۔

(يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ) کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں

مع کونہ امیا مثلھم لم یعھد منہ قراءۃ ولا تعلم۔

یعنی اہل عرب کی اکثریت کیطرح امّی ہونے کے با وصف کہ کتاب سے کچھ نہ پڑھتے اور لکھتے تھے لوگوں کو آیات قرآن سناتے ہیں یعنی ان پر اللہ کا کلام پڑھتے ہیں اور یہ دلائل نبوت میں سے ایک عظیم دلیل ہے کہ آپ اس قوم میں جو سب کی سب امّی اور ناخواندہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں امّی پیدا ہوئے۔ اور انہی لوگوں میں عمر گزاری جن میں گزشتہ علوم واخبار کا جاننے والا کوئی نہ تھا اور نہ ہی آپ نے تحصیل علم کی اور نہ ہی کسی عالم کی طرف سفر کیا کہ گزشتہ امتوں اور کتب کے حالات جانتے، بلاشبہ ان کتابوں کے اجلّہ علماء وعرفاء کی اکثریت پر آپ نے حجت قاہرہ قائم فرمائی کہ وہ دلیل لانے اور حجت نبویہ کے رد سے عاجز آگئے اور یہی دلیل ہے کہ بلاشبہ آپ

اللہ کی طرف سے رسول تھے اور اسی کیطرف سے سب کچھ لائے تھے اس پر قیاس کیجئے کہ بغیر تعلیم واکتساب علم آپ علم و معرفت کے جس اعلیٰ مقام پر متمکن تھے علوم اولین وآخرین کی رسائی وہاں تک ممکن ہی نہیں ہے ۔ ملّا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

امی و دقیقہ دان عالم   بے سایہ و سائبان عالم

غرضیکہ آپ کی مثل و نظیر کوئی پیدا ہی نہیں ہوا کہ نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے اور یوں لوگوں کو مسخر کیا ہوا اور ان لوگوں کو جو جہالت کی اندھیروں میں بھٹک رہے تھے اپنے فیضان صحبت و تربیت سے علم و عمل کے اوج کمال پر پہنچایا ہو یہ سب اللہ کا فضل تھا جو آپ کو عطا ہوا ۔ علماء کا قول ہے کہ قرأت و کتابت آپ کو حاجت ہی نہ تھی کہ غائت حضور علم عطا کئے گئے تھے اور خط (لکھنا پڑھنا) ایک صنعت ذہنیہ ہے جو آلہ جسمانیہ سے صادر ہوتی ہے تو وہ ہستی کہ قلم اعلیٰ اس کے زیر فرمان ہو اس کو کتابت کی کیا ضرورت ہے ۔

(وَيُزَكِّيهِمْ) اور انہیں پاک کرتے ہیں ۔

وَيَتْلُوا پر عطف اور رسول کی صفت ہے ۔ ای یحملھم علی ما یصیرون بہ ازکیاءً طاھرین من خبائث العقائد والاعمال یعنی ان کو فرماتے ہیں جس سے وہ گندے عقیدوں (شرک وکفر) اور برے اعمال (جاہلیت کے کام) سے پاک و صاف ہو جاتے ہیں اور طہارت ظاہری و باطنی سے آراستہ ہو جاتے ہیں ۔ اور اخلاق رذیلہ سے محفوظ اور اخلاق فاضلہ سے ستور جاتے ہیں اور نفرت کرتے ہیں اور نفاست سے زینت پاتے ہیں ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ ان کے نفوس کی مکمل تہذیب اصلاح فرماتے ہیں ۔

(وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ) اور انہیں کتاب اور حکمت علم عطا فرماتے ہیں یعنی ان کو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں اور حکمت یعنی اسرار طریقت بتلاتے ہیں یا احکام شریعت کی سمجھ عطا کرتے ہیں یا حکمت سے مراد تمسک بالسنۃ اور شغل فی الفقہ ہے ۔

ایک قول کہ حکمت سے مراد محکمات شریعت ہیں بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے

کفاک بالعلم فی الامی معجزۃ   فی الجاھلیۃ والتادیب فی الیتم

تیرے لیے یہی کافی دلیل ہے کہ امّی میں علم کا ہونا معجزہ ہے اور جاہلیت میں ادب و تہذیب

دُرِ یتیم میں ہے۔

(وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ) اور وہ بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

من الشرک وخبث الجاھلیۃ

یعنی سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اہل عرب شرک و کفر اصنام پرستی باطل عقائد اور انتہائی گندے اور گھناؤنے اعمال میں گرفتار تھے جیسے شراب نوشی جوا، سود خوری لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا وغیرہ ان کے سارے اعمال و بصیرت کے منافی تھے۔

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

(وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ) اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں۔

آخرین آخر کی جمع غیر کے معنوں میں ہے اور یہ امیین پر عطف ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے ای من الامیین یعنی امیوں میں سے اور یہاں من بیانیہ ہے اور اگر عطف یُعلّمہم کی ضمیر مفعول پر ہو معنی یہ ہوں گے کہ ان کے علاوہ اور لوگوں کو بھی تعلیم دیتے ہیں اور یہ دوسرے پہلے لوگوں میں سے ہی ہیں یعنی ان کے ہم مذہب اور انہی کے راستہ پر چلنے والے ہیں ابن زید کا قول ہے وہ تمام لوگ مراد ہیں جو قیامت تک سلام میں داخل ہوں گے مجاہد کا قول ہے مراد اہل عجم ہیں مقاتل اور عکرمہ کا قول ہے تابعین مراد ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ قول سب سے قوی ہے کہ تابعین سے مراد وصحابہ کے بعد میں آنے والے ہیں قیامت تک اور اگر تابعین سے مراد مخصوص جماعت ہو تو یہ بالکلیہ صحیح نہیں ہے تابعین کا لفظ وصراحت کیلئے کافی ہے جیساکہ یعلمہم کی ضمیر مفعول کی وضاحت میں گزرا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل عرب و عجم سبھی جو قیامت تک آنیوالے ہیں اور ان کے دین وطریق پر چلیں گے۔

(لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ) جو اگلوں سے نہ ملے

ای لم یلحقوا بہم بعد سیلحقون وھم الذین جاء وا بعد الصحابہ الی یوم الدین
یعنی وہ لوگ جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے اور بعد میں جلد ہی مل جائیں گے اور وہ لوگ ہیں جو صحابہ کے بعد روز قیامت تک ہوں گے ایک قول ہے کہ ان (اگلوں) کے فضل و شرف کو نہ پہنچے۔
صحابہ کی تفضیلت تابعین الی یوم الدین پر واضح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہٖ سلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم میں سے کوئی ایک اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ صحابہ کے مُدیا اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچیگا۔
(وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝) اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔
یعنی وہی عزت والا غالب ہے کہ نبیٔ امی کو ایسے کمالات عظیمہ عطا فرمائے اور حکمت والا کہ جیسے چاہے اپنی رسالت کے منصب سے سرفراز فرمائے ،
اس میں حمد باری کے ساتھ نعت نبوی بھی ہے۔ کہ مقتضائے عزت و حکمت آپ صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کی ذات گرامی ہے اور آپ پر اللہ کا یہ فضل خصوصی ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ — یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(ذٰلِكَ) یہ اشارۃ الی ما تقدم من کونہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسولًا فی الامیین ومن بعدھم معلما مزکیا ۔
اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے جس کی ذکر پیچھے گزرا یعنی رسول کا ان پڑھوں میں مبعوث ہونا اور جو ان کے بعد ہوئے ان کے لیے مُعَلِّم و مُزَکّی ہونا یعنی ان لوگوں کو تعلیم دینا اور انہیں پاک و ستھرا کرنا جو بعد میں آنیوالے ہیں ۔
(فَضْلُ اللّٰهِ) اللہ کا فضل
واحسان جل شانہ یعنی جو کچھ مذکور ہوا یہ سب حق سبحانہٗ وتعالٰی کا احسان اور لطف وکرم ہے
(يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ) جسے چاہے دے
من عبادہ تفضلا ولا یشاء سبحانہٗ ایتاءہ لاحد بعدہ صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم
اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فضل سے نوازتا ہے اور ایسے فضائل و کمالات

عظیمہ سے فراز فرماتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رسول ومعلم ومزکی بنانا اللہ کا فضل ہے جو ان کو عطا ہوا اور یونہی ان کی امت یا ان کے متبعین پر اللہ کا فضل خصوصی ہے کہ بوساطت رسول ہدایت دیئے گئے تعلیم کتاب سے سنوارے گئے اور ان کے نفوس کا تزکیہ کیا گیا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس فضل واحسان کو ان کے بعد (سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کسی اور کو یہ عطا نہیں فرمانا چاہتا یعنی تمام فضائل وکمالات آپ پر پورے کر دیئے گئے اور یہ نعمت آپ پر ہی مکمل کر دی گئی اور آپ کے بعد یہ کسی اور کو عطا نہ ہوگی اس میں ختم نبوت کیطرف بھی اشارہ ہے۔

(وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ) اور اللہ بڑے فضل والا۔

یعنی اللہ اپنی مخلوق پر بہت فضل والا ہے کہ ان کی ہدایت کے واسطے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مبعوث فرمایا اور وہ ایسے فضل والا ہے کہ دنیا وآخرت کی نعمتیں اس کی عطا کے سامنے کچھ بھی نہیں۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ط بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔

ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی پھر انھوں نے اسکی حکم برداری نہ کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا ۔

(مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ) ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی ۔

ای علموها وكلفوا العمل بما فيها ۔ والمراد بهم اليهود

یعنی ان لوگوں کو اسکی (تورات) تعلیم دی گئی اور جو کچھ اس میں تھا اسکے ساتھ عمل کرنے کی تکلیف دی گئی اور ان لوگوں سے مراد یہود کا گروہ ۔

(ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا) پھر انھوں نے اس کی حکم برداری نہ کی ۔

ای لم يعملوا بما في تضاعيفها التي من جملتها الآيات الناطقة بنبوة

... وہ آیات بھی تھیں جو سرور دو عالم
... کو دیکھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کیا
... بلکہ جرأت احکام تورات کی پیروی نہ کی اور

دسکےمثل الحمار یحمل اسفارا ... مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے۔
ای کتبا کبارا علی ما یشعر بہ التنکیر وایثار لفظ السفر وما فیہ من معنی الکشف من
العلو یتعب بحملہا ولا ینتفع بہا و یحمل) اما حال من الحمار لکونہ معرفۃ لفظا و
العامل فیہ معنی المثل او صفۃ لہ لان تعریفہ ذہنی فہو معنی نکرۃ فیوصف علی الاصح
یعنی بڑی بڑی کتابیں جیساکہ تنکیر سے اشارہ ہے اور لفظ سفر سے مراد کتاب مقدس اور جو
کچھ اس میں ہے روشن ہوتا یا حقائق علم کا کھولنا ہے کہ حامل ان کتابوں کے بوجھ سے تھکا جاتا ہے اور
ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتا۔
اور یحمل یعنی اٹھاتا ہے یا تو گدھے کی حالت ہے تاکہ اسکی الفاظ کے ذریعے پہچان ہو اور
... عامل بمعنی مثل (مانند) ہے یا اسکی صفت ہے تاکہ اسکی ذہنی تعریف ہو د پہچان ہو
... نکرہ ہے پس اسکی صحیح حسب حال تعریف کی گئی ہے۔ ابو حیان نے محققین کے
... حالت پر نسب کیا ہے اور آیت کے ماقبل سے ارتباط کی وجہ اس ضمن کی طرف
... اللہ تعالیٰ نے اس رسول معظم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا جس کی نعت
... اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی زبان سے جاری واضح ہوئی جیساکہ کہا گیا
لہ اس مبشر کو مبعوث فرمایا جسکی تورات میں نبی الامی کے نام سے نعت بیان
... ان کیطرف بھیجا گیا۔ اسی طرف وہ شخص جس کے پاس ان کی نعت و مدح
... اور اس نے اسے خوب جان پہچان لیا د اسے معلوم ہو گیا پھر وہ ایمان
... اسی طرح ہی ہے کہ اخبار کتب اور علم و معلومات صحیحہ کے باوجود فائدہ
... ان کتابوں کے بوجھ تلے تھکا ماندہ ہے اپنے علم کے موافق عمل نہیں کرتا اور اس آیت

میں دلیل ہے اس عالم کی بری حالت کی جو اپنے علم کے موافق عمل نہیں کرتا اور گدھے کے ساتھ تشبیہ اسکی جہالت پر واضح ہے اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسے علم سے پناہ مانگی جو نفع نہ دے ارشاد ہے۔ اللّٰھُمَّ انی اعوذ بك من علم لا ینفع اور یونہی علم باعمل کے بارے میں تمثیلاً ارشاد ہے المتعبد بلا فقہ کالحمار فی الطاحونۃ عابد شخص علم کے بغیر خراس گدھے کی مانند ہے مقصد یہ ہے کہ علم بغیر عمل نہیں اور عمل بغیر علم نہیں اور بے عمل عالم کو حق سبحانہ، و تعالیٰ نے جاہل فرمایا جیساکہ اس آیت سے بھی مشیر ہے نبذ فریق من الذین اوتوا الکتاب کتاب اللہ وراء ظھورھم کانھم لا یعلمون ۵

جس طرح علماء یہود صرف تورات اٹھائے پھرتے تھے اور اس کے الفاظ رٹ لیتے اور اس سے نہ نفع اٹھاتے اور نہ ہی اس کے موافق عمل بجالاتے تو یہی مثال امت مسلمہ کے ان لوگوں کی ہے جو قرآن حکیم کے معانی کو نہ سمجھیں اور نہ ان پر غور کریں اور نہ ہی اس کے موافق عمل بجالائیں یا اس سے روگردانی کریں گویا سچا عالم وہی ہے جس کا عمل اس کے علم کے موافق ہو۔

(بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ط) کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں۔

والمراد بھم الیھود، اور اس سے (لوگوں سے) مراد یہود ہیں اور الّذین قوم کی صفت ہے اور مخصوص محذوف ہے اور مثل بمعنی ھُوَ ہے اور یہ ضمیر مثل الذین حملوا التوراۃ کی طرف راجع ہے یعنی یہود وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ صرف تورات کے احکام کو پس پشت ڈالا کتمانِ حق کیا تحریف کے مرتکب ہوئے اور ان آیات کو جو نعت رسول امی کو واضح تھیں جھٹلایا اور اس طرح اس رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے بعد آیات قرآن کا انکار کیا اور آپ کی رسالت کے منکر ہوئے۔

(وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۵) اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا

یعنی وہ لوگ جنہوں نے تصدیق کے بجائے تکذیب کی یا جنہوں نے ظلم کو پسند کیا تو وہ اپنی اس روش کیوجہ سے ہدایت سے خود ہی محروم ہوگئے اور یہ ان کے طرزِ عمل کا منطقی ثمرہ ہے کہ تکذیب کیوجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب سے دوچار ہوں گے۔ اور اللہ کریم ایسے لوگوں سے توفیق ہدایت سلب فرما دیتا ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ تم فرماؤ اے یہودیو اگر تمہیں یہ گمان

زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔

(قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْا) تم فرماؤ اے یہودیو!

ای تہودوا ای صاروا یہودا یعنی تم ہدایت والے ہوجاؤ یعنی تم یہودی جاؤ

(اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ اللّٰهِ) اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو۔

ای احباء لہ سبحانہ ولم یضف اولیاء اللہ تعالیٰ کما فی قولہ سبحانہ: (الا ان اولیاء اللہ) قال الطیبی لیوذن بالفرق بین مدعی الولایۃ ومن یخصہ عزوجل بہا؛

یعنی تم (اگر یہ گمان رکھتے ہو) اگر حق سبحانہ وتعلیٰ کے پیارے ہو اور "اولیاء" کو اپنی طرف مضاف نہ فرمایا جیسا کہ حق سبحانہ وتعلےٰ کے قول میں ہے "الا ان اولیاء اللہ" کہ اس میں اولیاء اللہ پر مضاف ہے اور اللہ مضاف الیہ، طیبی کا قول ہے کہ یہ اس لیے کہ ولایت الیہہ کے خودساختہ مدعی اور اس شخص میں جسکو حق تعالیٰ اپنی ولایت سے مخصوص فرمائے واضح تفریق ہوجائے۔

(مِنْ دُوْنِ النَّاسِ) اور لوگ نہیں۔

ای متجاوزین من الناس یعنی لوگ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر صرف تمہیں لوگ اللہ کے لاڈلے ہو چہیتے ہو اور کہ جنت میں بس وہی داخل ہوگا جو یہودی ہوگا جیسا کہ یہودی کہتے تھے

(فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ) تو مرنے کی آرزو کرو

ای فتمنوا من اللہ تعالیٰ ان یمیتکم وینقلکم من دار البلیۃ الی محل الکرامۃ۔

یعنی اگر تم اپنے گمان میں سچے ہو اور اپنے اس دعوئ میں پکے ہو کہ ہم حق پر ہیں اور آخرت کا خالص انہی کے لیے تو موت کی آرزو کرو کیونکہ جو یقین رکھتا ہے کہ وہ اہل جنت سے ہے اس دار البلاء (دنیا) سے خلاصی کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ نے "قل" فرماکر سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ ان سے (یہود) سے یوں فرمائیں تاکہ ان کے جھوٹے دعووں،

خودساختہ بڑائیوں اور آرزوؤں کی حقیقت کھل جائے اور ان کا جھوٹ واضح ہو جائے اور روایت ہے کہ جب سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا تو مدینہ کے یہودیوں نے یہود خیبر کو لکھا اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرو گے تو ہم بھی ان کی اطاعت کریں گے اور اگر تم نے انکی مخالفت کی تو ہم بھی انکی مخالفت کریں گے تو انہوں نے (یہود خیبر نے) کہا کہ اللہ کے خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی اولاد ہیں اور عزیر علیہ السلام جو اللہ کے بیٹے تھے (معاذ اللہ) اور انبیاء علیہم السلام ہم میں سے تھے اور نبوت اہل عرب میں کیونکر ہو سکتی ہے کہ ہم اس کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت زیادہ حق دار ہیں لہذا انکی اتباع کی کوئی گنجائش نہیں ہے تو یہ آیہ مبارکہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْا الخ نازل ہوئی

وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ	اور وہ کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے
اَيْدِيْهِمْ ؕ	ان کرتوتوں کے سبب جو ان کے ہاتھ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝	آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا۔

(وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا) اور وہ کبھی اسکی آرزو نہ کریں گے۔

اخبار بحالهم المستقبلة وهو عدم تمنيهم الموت۔ یہ ان کے آئندہ زمانے کی حالت کی خبر اور وہ یہ ہے کہ وہ کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے۔ اور یہ ان مخاطبین کی جماعت کیلئے خاص تھے جیساکہ اس خبر سے واضح ہے اور مروی ہے کہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا۔

"والذی نفسی بیدہ لا یقولها احد منکم الا غص بریقہ" اس ذات برحق جل سبحانہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اسے نہیں کہے گا۔ (موت کی تمنا نہیں کرے گا) مگر یہ کہ بجلی کی کوند کی طرح پھندا ڈال دے گی۔ (اسی وقت موت وارد ہو جائیگی) تو ان میں سے کسی ایک نے بھی موت کی آرزو نہ کی اور یہ اس لیے کہ انہیں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت وحقانیت کا پختہ یقین تھا تو انہیں معلوم تھا کہ اگر انہوں نے تمنائے موت کی تو وہ اسی گھڑی میں مر جائیں گے اور وعید عذاب سے ملحق ہو جائیں گے اور یہ امر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روشن معجزات میں سے ایک ہے۔

(بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ) ان کرتوتوں کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں۔

سببیة متعلقه بمایدل علیه النفی ای یابون التمنی بسبب ما قدمت۔

یہ سببیہ متعلقہ ہے جو نفی پر دلالت کرتا ہے یعنی وہ لوگ موت کی آرزو کرنے سے انکار کریں گے اس سبب سے جو وہ آگے بھیج چکے ۔ والمراد بما قدمتہ ایدیھم الکفر والمعاصی الموجبۃ لدخول النار اور جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے اس سے مراد ان کے کفر و معاصی ہیں جو ان کے دخول جہنم کا موجب ہیں کیونکہ انہیں اپنے کفریہ اعمال اور بری کرتوتوں کی پاداش میں اپنے دوزخی ہونے کا یقین تھا اور ان کی یہی وہ اندرونی کیفیت تھی جو انہیں تمنا، موت سے روکتی تھی تو گویا یہ ان کی حالت باطن کا انکشاف ہے جو بالتصریح معجزہ ہے ۔ کہ دونوں صورتوں میں حجت الٰہیہ میں گرفتار تھے کہ آرزو کریں تو موت سے دو چار ہوں اور نہ کریں تو اپنے کذب اور دوزخی ہونے پر خود دلیل بنجائیں اور اللہ کی حجت ہی غالب ہے اور اسکی پکڑ شدید ہے ۔

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝) اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے ۔

یعنی اللہ کریم کو معلوم ہے جو کچھ ان لوگوں سے صادر ہو چکا ہے یعنی ان کے کفر و معاصی اللہ کو معلوم ہیں اور وہ جلد ہی ان کے موافق انہیں سزا دے گا ۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے پھر اسکی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے پھر وہ تمہیں بتادے گا جو تم نے کیا تھا ۔

(قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ) تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو

ولا تجسرون علی ان تمنوا مخافۃ ان تؤخذوا بوبال افعالکم

اور تم (موت کیلئے) اس وجہ سے آرزو کی جرأت نہیں کرتے کہ تم ڈرتے ہو کہ تم اپنے افعال کے وبال کی وجہ سے پکڑے جاؤ گے مگر تم اس سے بچ نہیں سکتے اور تمہارا بھاگنا سودمند نہ ہوگا ۔

(فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ) وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے ۔

ان الموت ھو الشیئ الذی تفرون منہ فیلاقیکم

بے شک موت ہی وہ شے جس سے تم بھاگتے ہو تو وہ بالضرور تمہیں آکر رہے گی یعنی اگر تم اب

موت کی آرزو نہیں کرتے تو تمہیں یہ بھی معلوم ہو کہ موت تو بہر حال ایک روز آنی ہی ہے حرف ان مکرر آیا ہے اور یہ تاکید شدید کیلئے ہے اور یہ تاکید ان کے اصرار کے مقابل ہے کہ وہ اپنے کفر و معاصی پر شدید مصر تھے اور موت سے انہیں یونہی سخت انکار تھا۔

(ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ)

پھر اسکی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا ظاہر سب کچھ جانتا ہے۔

الذی لا یخفیٰ علیہ خافیہ یعنی اس ذات کیطرف جس پر ہر چھپ جانے والی شے نہ چھپ سکے گی۔

(فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ) پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم نے کیا تھا۔

من الکفر والمعاصی بان یجازیکم بہا یعنی تمہارے کفر اور تمہارے گناہوں کو تم پر کھول دے گا اور اس کے موافق تمہاری سزا ہوگی۔ آلوسی کہتے ہیں کہ اس آیت سے اشارۃً علماء کی ایک کثیر جماعت نے طاعون کی وبا سے بھاگنے کو برا جانا ہے اور اس میں طویل بحث ہے ان علماء میں سے ایک ابن خزیمہ ہیں جن کے نزدیک طاعون سے فرار گناہ کبیرہ ہے اور انہوں نے اپنی صحیح میں "باب الفرار من الطاعون من الکبائر" کے تحت لکھا ہے (ترجمہ کیا ہے) اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کا تعاقب فرمائے گا جس سے ایسا واقعہ ہوا اور وہ اس سے درگزر نہ فرمائیگا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے "الفرار من الطاعون کالفرار من الزحف"، طاعون سے بھاگنا میدان جہاد و قتال سے بھاگنے جیسا ہے اور اس حدیث کو امام احمد، طبرانی اور ابن عدی وغیرہ نے روایت کی ہے اور اسکی سند حسن ہے اور امام تاج الدین سبکی نے کہا کہ اکثر علماء اسکی تحریم کے قائل ہیں اور ان علماء میں سے بعض نے کہا مکروہ ہے اور ان میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں قاضی عیاض وغیرہ نے اس جگہ سے جہاں طاعون پھیلے نکلنے کا جواز صحابہ کی ایک جماعت جن میں ابو موسی الاشعری اور مغیرہ بن شعبہ اور تابعین جن میں سے اسود بن ہلال مسروق شامل ہیں نقل کیا ہے۔

امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ عمرو بن عاص نے طاعون میں اپنے آخری خطبہ میں کہا بے شک یہ عذاب سیلاب کی مانند ہے جو اس میں مصیبت زدہ ہو گیا تو اس نے غلطی کی اور آگ کی مثل ہے جو اس سے مصیبت زدہ پر تو اس نے غلطی کی (گناہ کیا)، اور جو ٹھہرا رہا تو اس نے اسے جلا ڈالا اور

یہ الفاظ بھی منقول ہیں بے شک یہ طاعون عذاب ہے پس تم اس میں گھاٹیوں پھیل جاؤ اور ان وادیوں میں متفرق ہو جاؤ پس جب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے نہ تو اس سے روکا اور نہ ہی اُسے مکروہ جانا اور طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہم ابو موسیٰ الاشعری سے بات چیت کر رہے تھے جبکہ وہ اپنے کوفے کے گھر میں تھے تو انہوں نے ہم سے کہا طاعون پھیل گیا ہے : تم پر جائز نہیں کہ تم اس بستی سے الگ ہو تاکہ تم اپنے شہروں میں پھرو یہاں تک کہ یہ وبا ختم ہو تو یقیناً میں تمہیں خبر دوں گا اس سے جو اس سے (بڑھکر) مکروہ ہے کہ جس نے گمان کیا کہ اگر نہ نکلا تو وہ اسے (طاعون) پہنچے گا اور اگر نکلا تو وہ اسے نہ پہنچے گا (طاعون سے بچ جائیگا) پس جو کوئی ایسا گمان نہ رکھے تو اس پر نکلنے اور کہیں اور جانے میں حرج نہیں اور بیہقی وغیرہ نے بسند حسن روایت کی ہے کہ جب یہ طاعون واقع ہو جائے تو جو وہاں سے نکلنے کا ارادہ کرے تو اس کو ضرور نکلنا چاہیے اور دو باتوں سے (جو ہونیوالی ہوسکتی ہیں) ڈرو جیسا کہ کسی کہنے والے نے کہا نکلنے والا نکلا تو سلامت رہا اور بیٹھ رہنے والا بیٹھ رہا تو وہ مبتلا ہوا پس اگر تو نکلتا تو سلامت رہتا جس طرح کہ فلاں محفوظ رہا اور اگر تو ٹھہرا رہتا تو مبتلا ہوتا جس طرح کہ فلاں مبتلا ہوا اور جاننا چاہیے کہ نکلنے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ یہ اعتقاد ہو کہ بے شک ہر وہ شے جو مقدر ہے ہو کر رہنے والی ہے اور میں گویا اس کے تحت مختار ہوں سیوطی کا قول ہے کہ طاعون عام مہلکات سے مستثنیٰ ہے اور اس سے فرار کیلئے نہی تحریمی ہے جبکہ دوسری صورتوں میں فرار نہی ہے تنزیہی ہے اور بعض علماء کے نزدیک نہی تعبدی ہے۔

میں کہتا ہوں خلاصہ یہ ہے کہ طاعون پچھلی قوموں کیلئے عذاب تھا جبکہ اُمت محمدیہ کے لیے اجر شہادت کا باعث ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ الطاعون شہادۃ طاعون شہادت ہے (الحدیث) اور اس مرض میں ہلاک ہونیوالا شہید کے حکم میں ہے اور یونہی طاعون کے زخم شہداء کے زخموں کی مانند ہوں گے جن سے خوشبو پھیلے گی۔ لہٰذا طاعون سے فرار کہ بچ جاؤں اور اگر رہا تو مبتلا نہ ہو جاؤں ایسا امر ہے کہ اس کی کراہیت واضح ہے اور مومن تقدیر الٰہی پر ایمان رکھتا ہے لہٰذا اگر ہلاکت مقدر ہے تو فرار میں کوئی نفع نہیں اور اگر مقدر نہیں تو ٹھہرنے میں خطرہ نہیں لہٰذا اپنے معاملہ کو خدا کے سپرد کرنا چاہیے اور وہی وکیل وکفیل ہے البتہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ یہی ہے کہ جہاں طاعون پھیل جائے وہاں سے نہ نکلو اور جہاں پھیلا ہوا ہو وہاں نہ جاؤ۔

اور ہمارا احناف کا اسی پر عمل ہے۔ اور حدیث عائشہ جو پیچھے گزری اس پر بعض علما نے تشبیہ کا اطلاق کیا ہے اور اعتراض کرتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "مر بجاط مائل فاسرع ولم یمنع احد من ذلك" کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گرتی ہوئی دیوار کے پاس سے گزرے تو جلدی فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کسی کو منع نہ فرمایا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ جمعہ پ ۲۸

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○	اے ایمان والو! جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔
فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○	پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔
وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○	اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیے اور تمہیں خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ جمعہ پ ۲۸

یایہا۔ اے	الذین۔ لوگو جو	آمنوا۔ مومن ہو	اذا۔ جب
نودی۔ اذان کہی جائے	للصلوٰۃ۔ نماز کے لیے	من یوم۔ دن	الجمعۃ۔ جمعہ کے
فاسعوا۔ تو دوڑو	الی۔ طرف	ذکر۔ ذکر	اللہ۔ اللہ کے
و۔ اور	ذروا۔ چھوڑ دو	البیع۔ خرید و فروخت	ذلکم۔ یہ
خیر۔ بہتر ہے	لکم۔ تمہارے لیے	ان۔ اگر	کنتم۔ ہو تم
تعلمون۔ جانتے	فاذا۔ پھر جب	قضیت۔ پوری ہو جائے	الصلوٰۃ۔ نماز
فا۔ تو پھر	تنتشروا۔ پھیل جاؤ	فی۔ بیچ	الارض۔ زمین کے
و۔ اور	ابتغوا۔ تلاش کرو	من فضل۔ فضل	اللہ۔ اللہ
و۔ اور	اذکروا۔ یاد کرو	اللہ۔ اللہ کو	کثیرا۔ بہت

لعلکم۔ تاکہ تم	تفلحون۔ کامیاب ہو	و۔ اور	اذا۔ جب
رأوا۔ دیکھا انہوں نے	تجارۃ۔ تجارت کو	او۔ یا	لھوا۔ کھیل کو
وانفضوا۔ تو دوڑ گئے	الیھا۔ اس کی طرف	و۔ اور	ترکو۔ چھوڑ گئے
ک۔ تجھ کو	قائما۔ کھڑا ہوا	قل۔ کہو	ما۔ جو
عند۔ پاس	اللہ۔ اللہ کے ہے	خیر۔ وہ بہتر ہے	من اللھو۔ کھیل سے
و۔ اور	من التجارۃ۔ تجارت سے	و۔ اور	اللہ۔ اللہ
خیر۔ بہتر ہے	الرازقین۔ رزق دینے والا۔		

مختصر تفسیر اردو سورۂ جمعہ رکوع دوئم پ ۲۸

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ	اے ایمان والو جب نماز کی اذان
لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا	ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف
اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ	دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو
ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ	یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر
تَعْلَمُوْنَ ۝	تم جانو

(یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ) اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو۔

ای فعل النداء لھا ای الاذان، والمراد بہ علی حکاہ فی الکشاف الاذان عند قعود الامام علی المنبر یعنی اس کے لیے ندا ہو یعنی اذان کہی جائے اور اس اذان سے مراد جیسا کہ کشاف میں تفصیل آئی ہے وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک ہی اذان کہتا تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر رونق افروز منبر ہوتے اور یہ اذان مسجد شریف کے دروازے پر دی جاتی پس جب منبر پر سے نزول فرماتے تو نماز کھڑی ہوتی پھر شیخین کریمین کے عہد سعادت مآب میں بھی یونہی ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، خلیفہ ہوئے اور لوگوں کا اژدحام ہو گیا اور آبادیاں پھیل گئیں تو آپ نے ایک اذان (دوسری اذان) بڑھا دی تو آپ نے اذان اول کو اپنے اس گھر پر جس کا نام زوراء تھا کہنے کا حکم فرمایا پھر جب منبر شریف پر بیٹھتے تو مؤذن دوسری اذان کہتا پھر جب منبر سے اترتے تو نماز قائم فرماتے تو اس پر کسی نے برا نہ

جانا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب عثمان خلیفہ ہوئے اور لوگ بڑھ گئے تو آپ نے زوراء پر تیسری اذان بڑھادی اور بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ دوسری اذان بڑھائی اور سب کے لئے توضیح یہ ہے کہ اذان اول کو ثانی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں نہ تھی اور یہ ثانی اس اعتبار سے ہوئی اور یہی وہ اذان ہے جو زوراء پر دیجاتی اور اذان اول جو منبر پر بیٹھنے کے بعد دیجاتی یہی عہد نبوی میں تھی اور تیسری دراصل وہ ہے جو اقامت ہے کہ اسے بھی اذان کے نام سے موسوم کیا گیا جیساکہ حدیث میں ہے۔ "بین کل اذانین صلوٰۃ" ان سب اذانوں کے درمیان نماز ہے مفتیٔ احناف حضرت صدر الافاضل سعد اللہ جلبی کے نزدیک حکم کا تعلق یعنی فاسعوا تو نماز کے لیے دوڑو اذان اول سے ہے مراد ہمارے نزدیک زوراء والی اذان ہی ہے اور وجوب سعی اور ترک بیع وشراء اسی سے متعلق ہے اور کنز اور اسکی شرح میں یہی مذکور ہے۔ اور یہ قول کہ اذان ثانی یعنی جلوس منبر کے بعد والی اذان تو احناف کے نزدیک یہ درست نہیں۔ اذا نودی للصلوٰۃ سے اذان اول (زوراء) والی عموم کے تحت خود بخود آجاتی ہے لہذا خرید وفروخت اور سارے کاروبار ترک کر کے نماز کیطرف دوڑنا اسی اذان سے متعلق ہوگا۔

(مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ) جمعہ کے دن

ای فیھا یعنی اس میں یعنی من بمعنی فی ہے اور بعض نے کہا من بیانیہ ہے کہ جمعۃ یوم من الایام الاسبوع ہے اور بعض نے کہا تبعیضیہ ہے۔

بلحاظ لغت جمعہ کا معنی ومفہوم

جمعہ میم کے پیش کے ساتھ ہے اور یہی افصح ہے اور اکثر کے نزدیک یہی شائع اور جمہور کی قرأت بھی یہی ہے ابن الزبیر، ابوحیوۃ ابن ابی عیلۃ زید بن علی اور اعمش نے م کے سکون کے ساتھ قرارت کی ہے ابی عمرو سے مروی ہے اور ایسا بنو تمیم کے لغت ہے اور اس پر فتحہ بھی آئی ہے مگر اس طرح پڑھنا کسی سے منقول نہیں اور بعض نے زیر کے ساتھ بھی آئی ہے اور اکثر نے کہا کہ جُمُعَہ میم کے ضمہ کے ساتھ الجمعہ کے سکون کی طرح ہے اور اس کے معنی المجموع کے ہیں یعنی فوج کے اکٹھے ہونے کے دن جس طرح کہ ان کا قول ہے ضحکۃ للضحوک منہ اس کی

طرف بہت ہنسنے والوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ہنسنا ضحکۃ کے ایک معنی زمین کا پودوں سے ڈھک جانا بھی ہے اور اگر جمعہ فتح کے ساتھ ہو تو اس کے معنی ہوں گے الجامع اکٹھا کرنے والا۔ ای یوم الوقت الجامع اکٹھے ہونے کا وقت ابوالبقاء کا قول ہے کہ الجمعۃ دو پیشوں کیساتھ اور میم کے سکون کے ساتھ مصدر ہے جس کے معنی اجتماع کے ہیں یعنی اکٹھا ہونا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی جگہ یا مکان پر اکٹھا ہونا اور جمعہ بطور علم ہفتے کے ایام میں سے ایک دن مشہور ہو گیا۔ کثیر علماء کا قول ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں اس دن کو عروبہ (عین کے زبر اور راء کے پیش اور باء موحدہ کے ساتھ) کہتے تھے اور یہی محقق ہے اور جمعہ اسلامی نام ہے کہ اس دن نماز کیلئے اجتماع ہوتا ہے۔

جمعہ کا قدیمی نام اور تحقیق

ابن الاثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ عروبہ جمعہ کا قدیمی نام ہے اور یہ اسم علم ہے کہ ال کے ساتھ اور اس کے بغیر بھی بولا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے ال (عروبہ پر) لازمی ہے اور خفاجی نے کہا پہلا قول صحیح ہے اور بعض نے کہا یہ عربی لفظ نہیں جمال الدین عبداللہ بن احمد شیشی کا قول ہے عروبہ ہے نکرہ بھی ہے اور معرفہ بھی اور وہ جمعہ کا دن ہے اور یہ نام سریانی زبان سے معرب ہے سہیلی کا قول ہے العروبہ بمعنی رحمت ہے ایک قول ہے کہ عروبہ اعرب سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی ہیں شان و بزرگ دن اور سب سے پہلے جس شخص نے عروبہ کی بجائے جمعہ نام رکھا وہ کعب بن لوئی قرشی (سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد مکرم سے تھے) کعب اس روز قریش کو جمع کر کے خطاب فرماتے اور انہیں بعثت نبوی آپ کے مولد کی خبریں دیتے اور ان کے ظہور پر ایمان لانے کی تاکید کرتے ان کے بعض اشعار اس ضمن میں کتابوں میں مذکور ہیں ایک قول ہے کہ عربی خطبہ میں امّا بعد کا لفظ بھی کعب کی ایجاد ہے۔

ہجرت نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل صحابہ رضوان اللہ علیہم کا جمعہ پڑھنا اور اسکی تفصیل

عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر نے ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اور جمعہ کے حکم کے نزول سے پہلے اہل مدینہ جمع ہوئے تو انصار نے کہا! یہودیوں کے لیے ہفتے کے دنوں میں سے ایک دن ہے جس میں وہ اکٹھے

ہوتے ہیں اور نصاریٰ کے لیے بھی یونہی ہے تو ہمیں کیا ہے کہ ہم بھی اپنے لیے ایک دن مقرر کر لیں جس میں ہم اکٹھے ہوں اور ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر بجا لائیں اور اس کے حضور شکر گزاری کریں تو انہوں نے کہا ہفتے کا دن یہود کے لیے ہے اور اتوار کا دن نصاریٰ کے لیے ہے پس تم یوم العروبہ مقرر کر لو اور وہ اس دن کو یوم الجمعہ کہتے تھے اس لیے کہ وہ اس میں عبادت کے لیے اسعد ابن زرارہ کے پاس جمع ہوتے تھے اور وہ ان کے ساتھ اس دن دو رکعت نماز پڑھاتے اور انہیں وعظ و نصیحت کرتے تھے پس انہوں نے اس کا نام جمعہ رکھا جب وہ اسعد بن زرارہ کے پاس جمع ہوتے تو وہ ان کے لیے بکری ذبح کرتے تاکہ اس سے کھائیں اور فرحت بھی حاصل کریں۔ اور ایسا کرنا ان کا معمول تھا پھر اللہ نے یہ آیت "یایہا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ" اتاری۔

سب سے اوّل کس نے جمعہ قائم کیا تحقیق

اسعد پہلے شخص تھے جنہوں نے جمعہ قائم کیا (لوگوں کو اس روز جمع کیا) اس کو ابن سیرین کے علاوہ بھی کثیر اصحاب نے روایت کیا ہے، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے عبدالرحمٰن بن کعب سے روایت کی ہے کہ ان کے والد جب جمعہ کے روز اذان سنتے اسعد بن زرارہ کے لیے دعائے رحمت فرماتے تو میں نے کہا اے والد بزرگوار آپ جب بھی اذان جمعہ سنتے ہیں تو اسعد بن زرارہ کے لیے استغفار فرماتے ہیں یہ کیا معاملہ ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اس لیے کہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ہمیں اکٹھا کیا اور نماز پڑھائی میں نے کہا اس وقت آپ لوگ کتنے تھے کہا چالیس مرد تھے لیکن امام طبرانی نے ابی مسعود الانصاری سے روایت کی ہے کہ مہاجرین میں سے سب سے اول مدینہ آنے والے مصعب بن عمیر تھے اور وہ ہی پہلے شخص تھے جنہوں نے جمعہ کے روز لوگوں کو جمعہ کے لیے جمع کیا اس سے پہلے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی رونق افروز مدینہ نہ ہوئے تھے اور یہ لوگ بارہ شخص تھے اور جیسا کہ امام سیوطی نے بخاری سے اسی طرح نقل کیا ہے کہ ایسا کرنا (جمعہ قائم کرنا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے تھا چنانچہ دارقطنی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت سے پہلے جمعہ کا حکم دیا اور مکہ میں آپ اس کو قائم نہ کر سکے تو آپ نے مصعب بن عمیر کو لکھوایا کہ تم دیکھو کہ یہود کس روز جہر کے ساتھ زبور کی تلاوت کرتے ہیں تو تم اسی روز اپنی عورتوں اور بچوں کو جمع کرو اور جمعہ کے روز زوال کے بعد دن ڈھلے (ظہر کے وقت) دو رکعتیں پڑھ کر اللہ کا تقرب حاصل کرو۔ تو اس روائت کی رُو سے اولیت

مصعب کے لیے ہے لہذا ان روایات میں تطبیق ضروری ہے اس ضمن میں وارد روائتوں اور توجیہات کا خلاصہ یہ ہے :

۱ - اسعد بن زرارہ امیر تھے اور مصعب امام تھے ۔
۲ - مصعب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہجرت کرکے آئے تھے ۔
۳ - مصعب کا آنا انصار مدینہ کی تربیت و تعلیم کے لیے بھی تھا ۔
۴ - اگر اسعد نے جمع قائم کیا تو یہ صحابہ کا اجتہاد تھا یا حکم جمعہ کے نزول کا پیش خیمہ تھا ۔
۵ - حدیث سے واضح نہیں کہ اسعد کس وقت دو گانہ پڑھاتے یا ظہر پڑھتے تھے یا صرف دوگانہ اکتفا کرتے تھے اور اگر یونہی تھا تو ایں حکم نبوی کے بغیر کیونکر ہوتا تھا ۔
۶ - اسعد نے مدینہ کے قریب قریہ میں جمعہ قائم کیا اور مصعب نے مدینہ میں قائم کیا ۔
۷ - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں جمعہ قائم نہ فرما سکے جیسا کہ دارقطنی کی روائت میں ہے ۔
۸ - سورۂ جمعہ کا نزول مدنی ہے جبکہ بعض کے نزدیک مکی ہے جیسا کہ ابن لیار ابن عباس اور مجاہد سے منقول ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ ان تمام امور کے پیش نظر اور آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں جمعہ کے روز ذکر الٰہی کے لیے دوڑنے اور بیع تجارت سے باز رہنے کا حکم ہے تو ایسا رغبت اور اہمیت و عظمت کے اظہار کے لیے بھی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مشاغل مانع ذکر تھے جو عظمت جمعہ کے منافی تھے اور تساہل واقعہ ہوتا ہوگا لہذا فاسعوا میں بلیغ رغبت و اشارہ اور آخر میں ذلک خیر لکم کہنا اس کو مزید مؤکد کرتا ہے اور یہ واضح ہوتا ہے کہ جمعہ اہل ایمان میں اس سے قبل بھی معروف تھا اور سورۂ جمعہ کے بارے میں جن اصحاب نے مکی کا حکم لگایا ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ جمعہ کا حکم مکہ میں نازل ہوا ہوا ور اسکی اقامت رسول کی صوابدید پر یا حالات میں تبدیلی کے پیش نظر چھوڑ دی گئی ہو کہ جب ہوسکے قائم کرلیں ۔ دارقطنی کی حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن زہری کے نزدیک اس کا مرسل ہونا بلحاظ متن صحیح ہے لہذا جب انصار مدینہ بیعت عقبہ اول میں حاضر ہوئے تو انہیں جمعہ کی فرضیت معلوم ہوئی اگرچہ مکہ میں اقامت جمعہ نہ ہوسکی تھی تو انہوں نے مدینہ میں جمعہ قائم کرلیا لیکن اسکی اقامت اجتہادی تھی جب مصعب رض تشریف لائے تو وہ حضور کیطرف سے

معلم بن کر آئے تھے تو انہوں نے حکم نبوی کی صراحت کر دی اور جمعہ کی اقامت کی تو اسعد کا جمعہ امیر کا جمعہ تھا اور مصعبؓ کا جمع بطور امام کے تھا جسے رسولؐ نے مجاز فرمایا تھا۔ اور ہجرت کے بعد حضورؐ نے فی النفوس اس کو قائم فرمایا گویا اقامت جمعہ کے لیے یہ تین مرحلے تھے جو یکے بعد دیگرے پیش آئے۔ اور جن اصحاب نے سورہ مبارکہ کو مدنی قرار دیا اور حکم جمعہ کو مدینہ سے مقید کیا تو اس کی توجیہہ یہی ہے کہ یہ حکم مکی حکم کی تکمیل ہے اگرچہ حکم اول مذکور نہیں اور اس کی مثال رمضان کی راتوں میں مباشرت کی اجازت کا حکم ہے اور سحری کا طلوع فجر تک ہونا ہے۔ واللہ اعلم

حضور کا ہجرت کے بعد جمعہ قائم کرنا

صحیح روایت میں آیا ہے کہ جب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو قبا میں بنی عمرو بن عوف کے گھروں میں ٹھہرے اور ان کے یہاں چار روز (پیر، منگل، بدھ اور جمعرات) قیام فرمایا اور ان کی مسجد کی بنیاد رکھی پھر جمعہ کے روز مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور آپ نے بنی سالم بن عوف کے محلہ میں نماز جمعہ کا وقت پایا اور ان کی مسجد جو بطن وادی میں تھی وہاں خطبہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ پڑھی اور یہی پہلا جمعہ ہے جو حضورؐ نے پڑھایا۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ جمعہ کا دن اس لیے جمعہ کے نام سے موسوم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر اس روز جوڑا گیا اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا۔ "اے اللہ کے نبی کس شے کی وجہ سے جمعہ کے روز کا نام جمعہ ہوا؟" تو ارشاد فرمایا اس لیے کہ اس میں تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی طینت جمع کی گئی۔

جمعہ کی فضیلت اور تسمیہ کی مزید وضاحت

اور یہ خبر ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کعب بن لوئ سے بہت پہلے جمعہ ہی کے نام سے موسوم تھا اور فرشتے قیامت کے روز اسے یوم المزید سے پکاریں گے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس روز میں اہل جنت کے لیے تجلی فرمائے گا اور انہیں وہ عطا فرمائے گا جو کسی آنکھ نے کبھی دیکھا اور نہ کسی کان نے کبھی سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خطور (خیال و وسوسہ) گزرا جیسا کہ حدیث میں ہے

ابن ابی شیبہ نے انس سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جمعہ دنوں میں سب سے فضیلت والا ہے اور اخبار میں ہے جنہیں کثیر علما نے روایت کیا جن میں امام احمد ہیں اور ابن ماجہ نے ابی لبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جمعہ دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے نزدیک عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں سے بڑھ کر معظم ہے اور یہی وہ دن ہے جس میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن میں زمین پر اتارے گئے (یہ یوم ہبوط ہوا) اور اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ اور اس میں اجابت یعنی دعا کیلئے قبول ہونے کی ایک گھڑی ہے بشرطیکہ حرام شے نہ مانگے اور اسی روز قیامت برپا ہوگی۔ اور طبرانی کی روایت میں ہے۔ اور جمعہ ہی میں حضرت آدم جنت میں داخل ہوئے اور اسی میں وہاں سے نکلے اور اسی میں ان کی توبہ مقبول ہوئی اور اسی روز (جمعہ کے) آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی۔

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم دنیا میں آنے کے لحاظ سے آخر ہیں اور قیامت کے روز پہلے سوا اس کے کہ انہیں (یہود کو) ہم سے پہلے کتاب ملی اور ہمیں ان کے بعد یہی جمعہ وہ دن ہے کہ ان پر فرض کیا گیا وہ اس سے خلاف ہو گئے اور ہمیں اللہ نے بتا دیا دوسرے لوگ ہمارے تابع ہیں۔ یہود نے دوسرے دن (ہفتہ) کو اور نصاریٰ نے تیسرے دن یعنی اتوار کو مقرر کیا۔ ابی داؤد نسائی و ابن ماجہ و بیہقی اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا تمہارے افضل دنوں سے جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی میں انتقال کیا اور اسی میں نفخہ ہے (دوسری بار صور پھونکا جائے گا) اور اسی میں صعقہ (پہلی بار صور پھونکا جانا) ہے اس دن میں مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت حضور پر ہمارا درود کیونکر پیش کیا جائے گا جب آپ پردہ فرما چکے ہوں گے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسم کھانا حرام کر دیا ہے اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ یہ دن مشہود ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر درود پڑھیگا پیش کیا جائے گا راوی کہتے ہیں میں نے عرض کی اور موت کے بعد تو ارشاد فرمایا بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ ان کے جسم کھائے اور اللہ کا نبی زندہ ہے روزی دیا جاتا ہے۔ طبرانی اوسط میں بسند حسن انس بن مالک سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کریم کسی مسلمان کو جمعہ کے دن بغیر بخشش فرمائے نہ چھوڑے گا۔

ابو یعلی نے انسؓ سے ہی روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن اور رات میں کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں اللہ کریم چھ لاکھ شخصوں کو جن پر جہنم واجب ہوگئی تھی جہنم سے آزاد نہ کرتا ہو، ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مریگا اللہ تعالیٰ اسے فتنۂ قبر سے بچائیگا۔ اور ابو نعیم کی روایت میں اس قدر مزید کہ وہ شخص قیامت کے دن اس طرح آئیگا کہ اس پر شہید دل کی مہر ہوگی۔ بیہقی نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا جمعہ کی رات روشن رات اور جمعہ کا دن چمکدار دن ہے۔

فضائل نماز جمعہ

مسلم، ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کے لیے حاضر ہوا اور خطبہ سنا اور خاموش رہا اس کے گناہوں کی جو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیان ہوئے اور مزید تین روز کے گناہوں کی بخشش ہو جائے گی بخاری میں ہے عبایہ بن رفاعہ جمعہ کے لیے جا رہے تھے کہ ابو عبس ملے اور انہوں نے کہا کہ تمہارے یہ قدم اللہ کی راہ میں ہیں اور میں نے حضور سے سنا کہ آپ نے فرمایا جس کے قدم اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوں وہ آگ پر حرام ہیں۔

ترک جمعہ پر وعید

مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز نہ آئیں گے تو ان کے دلوں پر مہر کردے گا پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔ کتب صحاح میں ابن عمر ابوہریرہ اور ابن عباس سے بتواتر مروی ہے کہ جو تین جمعہ سستی کیوجہ سے چھوڑے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کردیگا۔ ایک روایت میں ہے اس سے اپنی امان اٹھالے گا ایک روایت میں ہے کہ وہ منافق ہے یا منافقین میں لکھ دیا گیا۔ مسلم شریف میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور جو لوگ جمعہ سے پیچھے رہ گئے ان کے گھروں کو جلادوں دارقطنی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس

پر جمعہ (نماز) فرض ہے مگر مریض مسافر اور عورت یا نابالغ و غلام پر نہیں اور جو کھیل یا کاروبار میں مشغول رہا تو اللہ اس سے بے پرواہ ہے اور وہ غنی حمید ہے -

جمعہ کے دن نماز کیلئے غسل و تیاری کی فضیلت

بخاری میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے دن آئے تو غسل کرے اور جس کو طہارت کی ضرورت ہو کرے اور تیل لگائے اور گھر میں جو خوشبو ہو لگائے ترمذی میں ہے جس نے جمعہ کے دن وضو کیا فبہا اور اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو یہ افضل ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جمعہ کو اللہ نے عید کیا تو جو جمعہ کو نکلے وہ نہائے اور خوشبو ہو تو لگائے - طبرانی میں ہے غسل جمعہ گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور ہر قدم پر بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک روایت میں ہے غسل جمعہ گناہوں کو بالوں کی جڑوں سے کھینچ لیتا ہے

بخاری و مسلم اور کتب صحاح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے جیسے جنابت کا غسل ہے پھر پہلی ساعت میں جمعہ کے لیے نکلے تو گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی - اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گائے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت میں گیا اس نے سینگ والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے مرغی صدقہ کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا گویا اس نے انڈہ صدقہ کیا۔

بخاری و مسلم نے ابو سعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں اور حاضر ہونے والوں کے نام لکھتے ہیں سب میں پہلا اور پھر اس کے بعد والا پھر وہی ثواب جو اوپر کی حدیث میں ذکر فرمایا اور فرمایا جب امام خطبہ کیلئے نکلتا ہے فرشتے اپنے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں امام احمد نے یہی روایت ابو امامہ سے نقل کی ہے البتہ اتنا مزید ہے کہ امام سے پوچھا گیا کہ جو شخص امام نکلنے کے بعد آئے کیا اس کا جمعہ ہو گیا فرمایا ہاں لیکن وہ دفتر میں نہ لکھا گیا۔

ترمذی نے معاذ سے روایت کی ہے کہ جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں - (دیر سے آیا اور ایسا کیا) تو اس نے جہنم کی طرف پل بنایا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے ایذا پہنچائی۔ ابوداؤد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو شخص بیکار (لغو) بات کرتا ہے اور گردنیں پھلانگتا ہے اس کو جمعہ کا ثواب نہیں ملتا بلکہ اسکی ظہر کی نماز ہوتی ہے۔

ساعت جمعہ کا تعین اور فضیلت

بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ مسلمان بندہ اگر اسے پالے اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے تو وہ اسے دیگا اور مسلم کی روایت میں کہ وہ ساعت خفیف ہے (تھوڑا وقت ہے) صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ وہ ساعت امام کے بیٹھنے اور نماز ختم کرنے کے درمیان ہے۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ مالک۔ نسائی۔ احمد میں وہ ساعت جمعہ کے دن پچھلی ساعت ہے۔ ترمذی میں مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جمعہ کے دن مطلوبہ ساعت عصر کے بعد غروب آفتاب تک تلاش کرو۔

شرائط جمعہ

قرآن و حدیث اور علماء کے اجماع کی روشنی میں نماز جمعہ فرض عین ہے اور اسکی فرضیت محکم اور ظہر سے زیادہ مؤکد ہے اور اس کا منکر کافر ہے جمعہ پڑھنے کے لیے چھ شرطیں ہیں کہ ایک بھی نہ پائی جائے تو جمعہ نہ ہوگا۔

اول : مصر یا فنائے مصر

مصر وہ جگہ ہے جہاں متعدد گلیاں بازار ہوں اور وہ ضلع ہو کہ اس سے متعلق دیہات شمار ہوتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو جو ظالم سے مظلوم کا حق دلوا سکتا ہو یا اسکی قدرت رکھتا ہو اگرچہ خود جابر ہو نیکی وجہ سے نہ دلوائے اور وہاں کوئی عالم مرجع خلائق بھی یہ قول امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے شہر سے باہر کی چیزیں جیسے قبرستان۔ عدالتیں۔ فوج کی چھاؤنی اور آمد و رفت کے اڈے تو ان کو فنائے مصر کہتے ہیں۔ لغت میں مصر کے معنی شہر کے ہیں۔ گاؤں میں جمعہ نہ ہوگا۔ بعض کے نزدیک مصر اس بستی کو کہتے ہیں جس کی سب سے بڑی مسجد میں بستی کے سارے لوگ نہ سما سکیں امام مالک کے نزدیک جس بستی میں گھر باہم پیوستہ ہوں اور مسجد اور بازار وغیرہ بھی ہوں تو وہاں جمعہ واجب ہے اور آبادی اتنی ہو کہ اسے بستی

قرار دیا جاسکے۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جس بستی میں چالیس مرد متوطن ہوں اور یہ سارے عاقل وبالغ ہوں اور وہاں کے مستقل رہائشی ہوں تو وہاں جمعہ واجب ہے ابن حزم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی تصحیح کی ہے جسے ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا کہ مصر جامع یا بڑے شہر کے سوا کسی بستی میں نہ جمعہ ہے نہ تکبیرات تشریق اور نہ ہی صلوٰۃ العیدین۔

بخاری میں ہے کہ مدینہ کی نواحی بستیوں کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھتے تھے اور ابن ماجہ میں کہ اہل قبا بھی یونہی کرتے اور بیہقی نے اہالیان ذوالحلیفہ کے بارے میں بھی یونہی روایت کی ہے۔ یعنی یہ لوگ اپنی بستیوں میں نماز جمعہ نہیں پڑھتے تھے اور بعض علماء نے بنی سالم بن عمرو بن عوف کے محلہ میں جو اول نماز جمعہ پڑھی گئی اس سے قرایا میں (گاؤں میں) جمعہ کو جائز رکھا۔ لیکن ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی کا قول محقق ہے

دوم: سلطان اسلام یا اس کا نائب جمعہ قائم کرے یا حکم دے

سلطان عادل ہو یا ظالم یا شرعاً اس کو حق امامت نہ ہو مثلاً قریشی نہ ہو یا کوئی اور شرط نہ پائی جائے تو جمعہ قائم کرسکتا ہے اور یونہی اگر عورت بطور حاکم مسلط ہو گئی تو اس کے حکم سے جمعہ قائم ہوگا مگر وہ خود قائم نہیں کرسکتی اور عورت امارت فتنہ عظیمہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **لن یفلح قوم ولو امرھم امرأۃ** (بخاری)، اگر سلطان اسلام وغیرہ کے حکم سے جمعہ قائم نہ ہو تو لوگ جسے چاہیں امام بنادیں اور یونہی اگر کوئی بادشاہ اقامت جمعہ سے روکے تو لوگ خود قائم کرلیں صحت جمعہ کے لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حاکم شہر یا اس کی اجازت سے کسی دوسرے کا امام ہونا لازم ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک امامت جمعہ کے لیے یہ شرط ضروری نہیں ابن ہمام نے ابن ماجہ کی روایت کے تحت کہ جس نے بدین حالت جمعہ ترک کیا کہ اس کا امام ظالم ہو یا عادل موجود تھا تو آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ اسکی زبوں حالی دور نہ فرمائے گا اور اس کے کام میں برکت نہ دیگا اور سنو کہ اس کی نماز نہ ہوگی اس حدیث میں الفاظ ہیں **ولہٗ امام جائر او عادل** جس سے اس شرط کا پایا جانا ضروری ہے تاہم اس حدیث کی سند قوی نہیں جیسا کہ ابن عبدالبر کا قول ہے۔

سوم: ظہر کا وقت ہونا۔

یعنی ادائے جمعہ کے لیئے ظہر کا وقت ضروری اور جمعہ کی نماز ظہر کی قائم مقام ہے جب تک ظہر کا وقت نہ نکلے جمعہ ہو سکے گا اور خروج وقت کے ساتھ جمعہ جاتا رہا ظہر کا اول وقت زوال کے بعد سورج ڈھلنے کا ہے خواہ اول وقت ہو یا درمیانی وقت جمعہ ادا ہو جائے گا۔

بخاری نے انس اور مسلم نے سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے تھے جبکہ امام احمد کے نزدیک اگر نماز جمعہ وقت میں شروع کی لیکن دوران نماز وقت ظہر جاتا رہا تو اسی پر ظہر کی بنا کرے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز باطل ہو گئی نئے سرے سے ظہر کی نماز پڑھے کہ جمعہ الگ نماز ہے اور ظہر الگ نماز ہے ظہر کا آخری وقت ہے جب ہر شئے کا سایہ اپنے سائے کے علاوہ دو مثل ہو جائے۔

چہارم: اذن عام امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کی ادائیگی کے لیے عام اجازت لازمی شرط ہے اگر حاکم لوگوں کو روک دے یا شہر کا دروازہ بند کرا دے تو جمعہ کی نماز درست نہ ہو گی البتہ عورتوں کو روکنا اذن عام کے منافی نہیں ابن ہمام کے نزدیک امام صاحب کا قول نودی للصلوۃ سے مؤید ہے کہ اذن کا عام ہونا ندا (اذان۔ پکار) کا مقتضی ہے جب اذن عام ہو گا تو لوگ کیونکر سعی کر سکتے ہیں۔

پنجم: خطبہ جمہور کا مذہب ہے کہ فاسعوا الی ذکر اللہ سے مراد نماز ہے اور ذکر کا لفظ نماز کے علاوہ خطبہ کو بھی شامل ہے خطبہ ذکر الٰہی کا نام ہے خواہ طویل ہو یا مختصر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک مرتبہ الحمد للہ یا سبحان اللہ پڑھ لیا تو فرض ادا ہو گیا جبکہ صاحبین کے نزدیک اس قدر پر اکتفا مکروہ ہے مگر یہ اس قدر ہونا چاہیئے جسے خطبہ کہا جا سکے یا بقدر سنت ہو۔ اور سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں اور بڑے بڑے نہ ہوں اگر دونوں مل کر طوال مفصل سے بڑھ جائیں تو مکروہ ہے خصوصاً موسم سرما میں خطبہ جمعہ میں شرط یہ ہے کہ وقت میں ہو اور نماز سے پہلے اور ایسی جماعت کے سامنے جو جمعہ کیلئے شرط ہے یعنی خطیب کے علاوہ تین شخص (مرد) ہوں اور اتنی آواز سے کہ پاس والے سن سکیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن دو خطبے دیتے تھے اور دونوں کے درمیان جلسہ فرماتے تھے۔
امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک کھڑے ہو کر خطبہ دینا واجب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک درمیانی جلسہ واجب ہے امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک قیام و جلسہ دونوں واجب نہیں البتہ سنت ہونے میں

انہیں اختلاف نہیں۔ خطبۂ جمعہ میں پانچ باتیں سنت ہیں۔ حمد باری۔ درود شریف۔ نصیحت تقویٰ اہل ایمان مرد اور عورتوں کے لیے دعا اور طہارت، امام شافعی کے نزدیک یہ سبھی واجب ہیں جبکہ جمہور کے نزدیک طہارت واجب نہیں اور یونہی بوقت خطبہ امام شافعی کے نزدیک مقررہ تعداد (۴۰ مرد) کا حاضر ہونا لازمی ہے ورنہ خطبہ جائز نہ ہوگا جبکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مخاطب ایک شخص کا موجود ہونا بھی کافی ہے۔ جمعہ کے خطبہ میں یہ امور سنت ہیں خطیب کا پاک ہونا، کھڑا ہونا، خطبہ سے پہلے بیٹھنا، منبر پر ہونا، سامعین کی طرف رخ کرنا اور قبلہ کو پیٹھ کرنا حاضرین کا متوجہ ہونا خطبہ سے پہلے تعوذ کا آہستہ پڑھنا اتنی بلند آواز سے پڑھنا کہ لوگ سنیں الحمد سے شروع کرنا، اللہ کریم کی ثنا کرنا اور اس کی واحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنا، کم از کم ایک آیت کا پڑھنا پہلے خطبہ میں وعظ و نصیحت اور دوسرے میں حمد و ثنا و شہادت و درود کا مکرر پڑھنا، دوسرے خطبہ میں مسلمانوں کے لیے دعا کرنا دونوں خطبے ہلکے اور متوسط ہونا دونوں خطبوں کے درمیان بقدر تین آیات کے جلسہ کرنا مستحب یہ ہے کہ دوسرے خطبہ میں آواز نسبتاً پست ہو اور خلفاء راشدین اور عمین الکریمین اور سبطین الکریمین مع امہما رضی اللہ عنہا کا ذکر جمیل ہو۔

مسائل: اثنائے خطبہ میں کلام کرنا مکروہ ہے اور حاضرین کو کلام کرنا حرام ہے خواہ خطبہ سنیں یا نہ سنیں امام مالک اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم کا مذہب یہی ہے امام احمد کے نزدیک خطبہ سنائی دے رہا ہو تو کلام حرام نہیں مگر متوجہ رہنا اور خاموشی مستحب ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک اس کا عکس ہے کہ سنائی دے رہا ہو تو کلام حرام نہیں مگر مکروہ ہے۔ البتہ خطیب دوران خطبہ نیک بات کا حکم اور برائی سے منع کرے تو حرج نہیں ابن ہمام کا قول یہی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خطیب کے لیے دوران خطبہ ہر طرح کا کلام جائز ہے صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب امام خطبہ دے رہا ہو اور تیرا ساتھی کوئی بات کر رہا ہو اور تم اپنے ساتھی سے کہو کہ چپ رہ تو تو نے لغو بات کہی۔ تاہم کراہت واضح امر ہے۔ سنت جمعہ اور تحیۃ المسجد کے بارے میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک خروج امام کے بعد کوئی نماز جائز نہیں نہ دوران نہ خطبہ کے بعد سوائے فرض جمعہ کے اور بعض کے نزدیک دو رکعت پڑھ لے تو حرج نہیں کذا فی الحدیث۔

ششم جماعت: جمعہ کی نماز کے لیے جماعت کا ہونا لازمی ہے اس پر جمعہ کا لفظ ہی دلالت

کررہاہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک امام کے علاوہ کم از کم تین مرد جماعت کے لیے لازم ہیں۔

وجوب جمعہ کی شرائط: جمعہ واجب ہونے کے لیے گیارہ شرطیں ہیں۔ (۱) شہر میں مقیم ہونا۔ (۲) صحت (۳) آزاد ہونا (۴) مرد ہونا (۵) بالغ ہونا (۶) عاقل ہونا۔ (۷) بینا ہونا (۸) چلنے پر قادر ہونا (۹) قیدی نہ ہونا (۱۰) جابر بادشاہ یا کسی ظالم (ڈاکوں وغیرہ) کا خوف نہ ہو (۱۱) مینہ یا اندھیری یا برفباری یا شدید سردی کا نہ ہونا

جن پر جمعہ واجب نہیں: (۱) مسافر (۲) بیمار مریض کہ جمعہ میں حاضر ہونے کی وجہ سے مرض بڑھنے کا اندیشہ ہو یا دیر میں اچھا ہوگا (۳) غلام پر جمعہ فرض نہیں کہ آقا منع کرسکتا ہے البتہ مکاتب پر فرض ہے۔ (۴) عورت پر جمعہ فرض نہیں (۵) بالغ و عاقل ہونا ہر عبادت کے وجوب میں شرط ہے نابالغ پر جمعہ فرض نہیں اور یہی مجنون بھی معذور ہے۔ اندھا شخص جو خود مسجد جمعہ تک بلا تکلف نہ جاسکتا ہو اس پر جمعہ فرض نہیں اور اپاہج پر جمعہ فرض نہیں قیدی پر بشرطیکہ قید دین (قرض) کی وجہ سے نہ ہو اور ادا کرنے پر قادر ہو تو اس پر جمعہ فرض نہیں۔ اسی طرح مینہ یا اندھیری میں نقصان کا خوف ہو تو جمعہ فرض نہیں۔ اور اگر یہ لوگ نماز جمعہ میں حاضر ہوجائیں تو درست ہے (جائز ہے)۔

جمعہ کے دن سفر: جس پر جمعہ فرض ہو اسے جمعہ ہونے سے پہلے ظہر پڑھنا حرام ہے اور اگر پڑھ لی تو جب بھی جمعہ کے لیے جانا فرض ہے۔ جمعہ کے دن سفر کیا اور زوال سے پہلے آبادی سے باہر گیا تو حرج نہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک نماز جمعہ ادا کیے بغیر سفر کرنا ناجائز ہے خواہ زوال سے پہلے ہو یا بعد البتہ امام احمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک بدون ادائیگی جمعہ جہاد کے لیے نکلنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ نماز جمعہ کا وجوب زوال کے بعد ہوتا ہے لہذا روانگی (سفر کے لیے) جائز ہے امام زہریؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے روز سفر کیا تھا ظاہر ہے کہ ایسا زوال سے قبل ہوا ہوگا

کیا جمعہ ایک جگہ ہونا چاہیے

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک شہر کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو نماز جمعہ ایک سے زائد جگہ جائز نہیں امام طحاوی نے امام مالک، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی قول نقل کیا ہے۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ شہر

میں دو جگہ جمعہ جائز رکھتے ہیں بشرطیکہ دریا نے اس شہر کو بانٹ رکھا ہو بلکہ ان سے یہ بھی منقول ہے کہ پل توڑا جائے تاکہ جمعہ دو جگہ ہو سکے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہر خواہ بڑا ہو یا چھوٹا تعدد جمعہ جائز ہے ابن ہمام کا قول ہے کہ جب اقامت جمعہ کے لیے شہر شرط ہے تو اجزاء شہر پر بھی شہر کا اطلاق ہوگا ابن المنذر کا قول ہے کہ عہد نبوی و خلفاء میں جمعہ ہمیشہ مسجد نبوی میں ہی ہوتا رہا لہذا جمعہ ایک ہی ہونا چاہیے جمعہ کے دن باقی مسجدوں کو ظہر کے وقت بند رکھا جائے۔ تاہم مذہب مختار یہی ہے کہ کثرت آبادی کیوجہ سے لوگوں کا جگہ جمع ہونا دشوار ہو جائے تو کئی جگہ ایک جمعہ پڑھا جا سکتا ہے ہمارے زمانے میں تقریباً ہر چھوٹی بڑی مسجد میں جمعہ ہوتا ہے جس کے لئے کوئی سند نہیں ہر شخص نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا رکھی ہے بڑے شہروں میں لازم ہے کہ صرف چند محدود بڑی مساجد میں جمعہ ہو اس وقت عام چھوٹی مسجدیں بند رکھی جائیں۔

جمعہ کی سنتوں کا بیان اور احتیاط الظہر

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد چار چار رکعتیں پڑھنا مسنون ہے صحیح مسلم میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ تم میں سے جو جمعہ پڑھے تو جمعہ کے بعد چار رکعت اور پڑھ لے۔ ترمذی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یونہی روائت کی ہے۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ نے نماز جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھنا مسنون ہیں اور ابن ہمام نے اسی پر صاد کیا ہے۔

ظہر احتیاطی خواص کے لیے ہے جن کو فرض جمعہ ادا ہونے میں شک ہو وہ جمعہ کے بعد چار رکعت (اس نیت سے کہ سب میں پچھلی ظہر جس کا وقت پایا اور نہ پڑھی) پڑھیں اور اگر عوام بھی ایسا کریں تو وہ نماز جمعہ کے بعد پوری نماز ظہر پڑھیں۔ اور وہ گاؤں جہاں جمعہ جائز نہیں اگر لوگ جمعہ قائم کریں تو ظہر احتیاطی ضرور پڑھیں

روز جمعہ قرأت مسنون اور فضائل اوراد

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الجمعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ المنافقون پڑھتے تھے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ الغاشیۃ پڑھتے تھے اور ابوداؤد اور نسائی سے بھی یونہی مروی ہے ہمارے احناف کے نزدیک کسی ایک سورۃ کو مقرر کر لینا مکروہ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اتباع سنت کے طور پر کبھی یوں بھی پڑھ لے وگرنہ جہاں سے چاہے قرآن پاک میں سے پڑھے۔
نسائی و بیہقی شریف میں بسند صحیح ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا جو شخص جمعہ کے روز سورۂ کہف (دن یا رات میں) پڑھے اس کے لیے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن ہوگا اور دارمی میں ہے کہ اس شخص کے لیے کعبہ تک نور روشن ہوگا ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہم سے نقل کیا کہ جو جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھے اس کے قدم سے آسمان تک نور بلند ہوگا جو قیامت کے روز اس کے لیے روشن ہوگا اور دو جمعوں کے درمیان جو گناہ ہوئے بخش دیئے جائیں گے، طبرانی میں ہے جو شخص جمعہ کے دن یا رات میں سورۂ حٰم الدخان پڑھے اس کے لیے اللہ جنت میں گھر بنائیگا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اسکی بخشش ہو جائیگی اور ایک روایت میں ہے کہ رات کو سورہ حٰم الدخان پڑھنے والے کیلئے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے استغفار کریں گے جمعہ کے روز یا شب سورۂ یٰس پڑھنے والے کی مغفرت ہو جائے گی۔

(فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ) تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔

ای امشوا الیہ بدون افراط فی السرعۃ یعنی اللہ کے ذکر کیطرف تیز تیز قدم اٹھائے چل دو لغت میں سعی کے معنی بھاگنے، دوڑنے اور قدموں سے تیز تیز چلنے کو کہتے ہیں اور حدیث میں سعی کے مقابل مشی کا لفظ آیا ہے جس کے معنی چل پڑنے کے ہیں اور اسے جمعہ کے خصائل میں شمار کیا گیا ہے۔ کتب صحاح میں بواسطۂ ابوسلمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب نماز میں شریک ہو اور جو چھوٹ جائے (نماز کا جو حصہ رہ جائے) اسے (بعد میں منفرداً) پورا کر لو ایک قول یہ ہے کہ دوڑنے (سعی) سے مراد بھاگنا نہیں بلکہ نماز کے لیے تیاری شروع کر دینا ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ جب اذان جمعہ ہو جائے تو نماز کے لیے کوشش و تیاری کے ساتھ چل پڑو۔ ذکر اللہ سے مراد نماز جمعہ ہے اور بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد خطبہ ہے اور بعض نے کہا دونوں مراد ہیں امام ابو حنیفہ کی دلیل یہی ہے کہ خطبہ فقط ایک مرتبہ الحمد للہ یا سبحان اللہ کہنے سے ہو جاتا ہے کیونکہ سبحان اللہ کہنا ذکر ہے لیکن صاحبین کے نزدیک خطبہ ایسا ہو کہ اس پر خطبہ کا اطلاق ہو سکے اور سنت سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے لیکن امام کا کہنا کہ ذکر طویل ہو یا کثیر ذکر ہی ہے اور ادائیگی خطبہ کے لیے اسی قدر کافی ہے تاہم مستحب وہی ہے جو جمہور کے نزدیک ہے کہ خطبہ ایسا ہو کہ اس پر خطبہ کا اطلاق ہو سکے اور خطبے دو ہوں جن کے درمیان فصل ہو اور یہ کہ ذکر اللہ سے مراد بھی خطبہ یا امام کا وعظ ہے کثیر صحابہ اور تابعین نے سعوا کی بجائے فامضوا بھی پڑھا ہے جس سے مراد اطمینان سے چل دینا ہے۔

(وَذَرُوا الْبَيْعَ) اور خرید و فروخت چھوڑ دو

ای واترکوا المعاملة علی ان البیع مجاز عن ذلک فیعم البیع والشراء والاجارة وغیرھا من المعاملات یعنی معاملات چھوڑ دو اس لیے کہ یہاں البیع سے مراد عام ہے جو خرید و فروخت اور مزدوری وغیرہ جیسے سب کاروبار کو شامل ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جو کاروبار ذکر اللہ سے غافل کرے یا اس میں حارج ہو اسے چھوڑ دو جمہور کا مذہب یہی ہے کہ اذان جمعہ کے بعد ہوتے ہی خرید و فروخت اجارہ وغیرہ حرام ہو جاتا ہے اور جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنا گناہ ہے اور حرام ہے اگر کسی نے ایسا کر لیا تو مذہب حنفی میں بیع فاسد نہ ہو گی اور نماز بھی ہو جائیگی اگرچہ بیع کا کرنا حرام و گناہ ہوگا یعنی گناہ اپنی جگہ برقرار رہے گا اور بیع و نماز پر اس کا اثر نہ ہو گا امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے کہ یہ ممانعت اصل عقد یا نماز میں کو قباحت پیدا نہیں کرتی جبکہ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک بیع بھی فاسد ہو گی کیونکہ وہ ترک بیع اور سعی نماز پر مامور تھے

(ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ) یہ تمہارے لیے بہتر ہے

ای المذکور من السعی الی ذکر اللہ تعالی وترک البیع یعنی مذکورہ اللہ کے ذکر کیطرف سعی (اہتمام کرنا یا چلنا) اور کاروبار و معاملات کا جو ذکر اللہ سے مانع ہوں چھوڑ دینا تمہارے لیے بہتر ہے

ای انفع من مباشرة البیع فان نفع الآخرة اجل وابقی یعنی کاروبار خرید و فروخت کے نفع سے زیادہ سود مند ہے کیونکہ آخرت کا نفع بہت بڑا اور حقیقی سود مند اور باقی رہنے والا ہے جبکہ نفع دنیوی عارضی ہے۔

(اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ) اگر تم جانو

اگر تم اپنے لیے حقیقی خیر یا حقیقی شر کو جانتے ہو تو ایسا کرو یا اگر تم واقعی سمجھدار ہو تو پھر خرید و فروخت چھوڑ کر وہ بھلائی حاصل کرو جو حقیقتاً سود مند اور جس کا نفع لازوال ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ کہ فلاح پاؤ ۔

(فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ) پھر جب نماز ہو چکے ۔

ای ادیت وفرغ منها یعنی جب نماز ادا ہو جائے اور اس سے فارغ ہوں ۔

(فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ) تو زمین میں پھیل جاؤ ۔

لاقامة مصالحكم یعنی اپنی ذاتی مصلحتوں یا کاموں کے کرنے کے لیے زمین میں پھیل جاؤ یعنی نماز سے فارغ ہو کر اب معاش وغیرہ کے کاموں میں مشغول ہونا جائز ہے یا اس کی اجازت ہے ۔

(وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ) اور اللہ کا فضل تلاش کرو ۔

ای الربح علی ما قیل یعنی کاروبار خرید و فروخت جس سے تمہیں روکا گیا تھا مطلب یہ ہے کہ اب کاروبار وغیرہ کی اجازت ہے مکحول حسن اور ابن المسیب نے کہا کہ اللہ کا فضل تلاش کرنے کے حکم سے مراد طلب علم ہے ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ لوگ اس سے دنیا طلبی وغیرہ کا کچھ حکم نہیں دیئے گئے بلکہ تلاش فضل سے مراد بیمار کی عیادت جنازہ میں شرکت اپنے مومن بھائی کی خالصتاً للہ ملاقات و زیارت ہے ابن جریر نے بھی انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اسی طرح روایت کی ہے اور "وابتغوا" کا صحیح حکم یہ ہے کہ اباحت کے لیے ہے پس نماز جمعہ کے بعد مسجد میں بیٹھنا مباح ہے اور نکلنا ضروری نہیں ہے اور مجاہد و ضحاک رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے ۔

ابن المنذر، طبرانی اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن بسر الحرانی رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے کہ میں نے عبداللہ بن بسر المانی صحابی رسول رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہوتے تو تھوڑی دیر کے لیے بازار میں چکر لگاتے پھر مسجد میں لوٹ آتے پھر جس قدر اللہ چاہتا (توفیق ہوتی) نماز پڑھتے تو ان سے کہا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو فرمایا کہ میں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا پھر یہ آیت پڑھی فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ الخ ۔ ابن المنذر نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ انہوں نے کہا جب تم جمعہ کے روز نماز سے فارغ ہو جاؤ تو مسجد کے دروازے کے قریب تک نکلو پس کسی شئے کے سودا کرو یعنی بھاؤ وغیرہ کرو اگرچہ تم اسے نہ خریدو اور انہی سے منقول ہے کہ ایسا کرنا مہذب اور ارشاد باری کے قریب و موافق ہے ۔

(وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا) اور اللہ کو بہت یاد کرو

ای ذکراً کثیراً ولا تخصوا ذکرہٗ عزوجل بالصّلوٰۃ ۔

یعنی اللہ کو بکثرت یاد کرو اور اس کے ذکر کو صرف نماز تک ہی مخصوص نہ رکھو اس حکم کے تحت ہر وہ کارِ خیر داخل ہے جس پر نماز کے علاوہ "ذکر" کا اطلاق ہوتا ہے جیسے تسبیحات وغیرہ کا پڑھنا، قرآن کریم کی تلاوت، دعا، میں کہتا ہوں کہ نماز و تلاوت کے بعد درود و سلام کا پڑھنا اعلیٰ ترین ذکر ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ پر جمعہ کے روز درود کی کثرت کرو اور اس آیت میں ذکر کثیر کا حکم ہے لہٰذا درود و سلام کی کثرت کرنا زیادہ قرینِ صواب ہے اور کثیر صالحین کا اس پر عمل رہا اور ہے کہ وہ بعد جمعہ محفل صلوٰۃ و سلام منعقد کرتے اور بارگاہ نبوت میں ہدایائے نیاز بھیج کر عند اللہ اور عند الرسول اعزاز و قرب پاتے ہیں اور عظمت نبوی کے بیان میں ارشاد ربانی ہے۔ ورفعنا لك ذکرك اور ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بلندی یہ ہے کہ جہاں ذکر خدا ہو وہاں ذکر محبوب بھی ہو تو یہ اولیٰ ہے کہ درود و سلام اور نعت نبی کی مجلس ہو۔ واللہ اعلم

لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ گے ۔

یعنی نماز جمعہ سے فراغت کے بعد تلاش فضل اور ذکر کثیر اس امید پر کرو کہ تمہاری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں ۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا	اور جب انہوں نے کوئی تجارت
اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ط	یا کھیل دیکھا اس کی طرف چل دیئے
قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ	اور تمہیں خطبہ میں کھڑے چھوڑ گئے تم
وَمِنَ التِّجَارَةِ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ	فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل سے
الرّٰزِقِيْنَ ع	اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ایک جماعت سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، سے روایت کی ہے کہ جمعہ کے روز جب کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے تو مدینہ کا ایک قافلہ گزرا تو حاضرین خطبہ چھوڑ کر مسجد سے نکل گئے یہاں تک کہ میرے اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سمیت صرف بارہ آدمی رہ گئے تو یہ آیت واذا راو التجارۃ الخ نازل ہوئی اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے روایت کی ہے کہ بے شک مسجد میں بارہ مرد اور سات عورتیں رہ گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نے فرمایا "لوخرجوا کلھم لاضطرم المسجد علیھم ناراً"، اگر یہ سب کے سب نکل جاتے کہ مسجد خالی ہو جاتی تو ان پر آگ برستی۔ اور قتادہ سے مروی ہے کہ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے اگر تم میں سے آخری شخص بھی مسجد چھوڑ جاتا (سب نکل جاتے) تو وادی آگ سے بھر جاتی اور تمہیں لپیٹ کر لے جاتی۔ ایک روائت میں ہے کہ مدینہ منظمہ میں ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ایک قافلہ آیا جو غلّے سے لدا ہوا تھا اور اہل مدینہ پر یہ زمانہ قحط، بھوک اور تنگی کا تھا حاضرین میں سے اکثر اس خیال سے کہ کہیں غلہ ختم نہ ہو جائے اس کی طرف چل دیئے کیونکہ بطور اعلان طبل بھی بج رہا تھا مسجد شریف میں صرف بارہ شخص جن میں عشرہ مبشرہ کے علاوہ عبداللہ ابن مسعود یا عمار اور جابر یا بلال (رضی اللہ عنہم) شامل تھے رہ گئے اور ایک روایت میں کہ قافلہ دحیہ بن خلیفہ کا تھا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تجارت سے مراد خرید و فروخت اور لہو سے مراد کھیل کود شغل وغیرہ ہے اور الیہا کی ضمیر تجارۃ کی طرف راجع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نکلنے والوں کا مقصد صرف تجارت تھی اور لہو سے پہلے اَو کے لفظ بھی تجارت پر ہی دلالت کرتا ہے کیونکہ اس زمانہ میں قافلہ کا اعلان ڈھول پیٹ کر کیا جاتا تو ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ بایں خیال بھی نکلے ہوں اور ان سب کا مقصد یہ تھا کہ کہیں تاخیر کی وجہ سے غلہ نہ خرید پائیں تو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اثنائے خطبہ چھوڑ کر مسجد سے نکل گئے تو اس پر عتاب ہوا کہ، تجارت جو منع کی گئی تھی باوجودیکہ وہ ضرورت ہے تو لہو (کھیل کود) کے لیے یوں نکلنا زیادہ مذموم ہے اس آیت کے تحت شرکاء جمعہ کی تعداد پر بحث ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک شرکاء جمعہ کی تعداد امام کے علاوہ تین شخص ہیں اور اگر ان میں سے ایک آدمی بھی کم ہو گیا تو جمعہ باطل ہو گیا جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک چالیس مردوں کی موجودگی نماز کے آخر تک ضروری ہے اور کم رہنے کی صورت میں از سر نو ظہر پڑھیں "وترکوک قائماً" سے خطبہ کا کھڑے ہو کر پڑھنا مسنون ہے اور تمام کتب صحاح میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو خطبے دیتے اور درمیان میں فصل کے بیٹھتے تھے اور ایسا ہی خلفاء کے دور میں ہوتا رہا اور سب سے پہلے جس نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ایسا قیام سے معذوری کی وجہ سے کیا ہو۔

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ تم فرماؤ جو اللہ کے پاس ہے کھیل سے

اور تجارت سے بہتر ہے۔

فَاِنَّ ذلك نفع محقق مخلد بخلاف ما فیہا من النفع، فان نفع اللھو لیس بمحقق بل ھو متوھم و نفع التجارۃ لیس بمخلد و تقدیم اللھو لیس من تقدیم العدم علی الملکۃ کما توھم بل لانہ اقوی مذمۃ کیونکہ نماز میں مشغول رہنے اور خدمت نبوی میں حاضر رہنے کا ثواب و نفع ہے وہ یقیناً حقیقی اور دائمی ہے برخلاف تجارت اور لہو کے نفع کے اس لیے لہو کا نفع حقیقی نہیں بلکہ محض تصور و خیال یا واہمہ ہے اور تجارت کی منفعت ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے اور لہو کا پہلے ذکر کرنا یا لانا اس لیے نہیں کہ اس مہارت پر ملکہ (عبور) کا ہونا یا اس پر قابو رہنا نہیں ہوتا جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے بلکہ اس لیے کہ وہ کہ یا وہ مذموم ہے، تجارت جو کہ ضرورت ہے اور اس پر طلب و رغبت بھی ہوتی ہے اور کاروبار پر قدرت بھی اور اس سے منع کیا گیا تو لہو (کھیل کود اور ایسے مشغل) کیونکہ مذموم نہ ہوگا بلکہ وہ اندریں حالات سے بایں وجہ مذموم ہوگا کہ وہ نہ اصلاً ضروری تھا اور نہ ہی قابل التفات ہے۔ لہٰذا اس کا مقدم ہونا بوجہ مذمت شدیدہ کے ہے۔

(وَاللّٰہُ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ ع) اور اللہ کا رزق سب سے اچھا۔

فالیہ سبحانہٗ اسعوا ومنہ عزوجل اطلبوا الرزق

توجب وہ شئے جو اللہ کے پاس ہے سب زیادہ نافع محقق ہے اور دائمی ہے تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سعی کرنی چاہیے یعنی اعمال خیر (نماز جمعہ، تلاش فضل، ذکر کثیر حاضری رسول وغیرہ) کیطرف کوشش اور ان کا اہتمام لازم ہے اور اللہ عزوجل سے رزق طلب کرنا چاہیے کہ وہی الرّزاق ذوالقوۃ المتین ہے اور اس کا دیا ہوا رزق سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے لہٰذا مال دولت کی غیر ضروری طلب اور حرص منع ہے کہ مال کی حرص ہلاک کرنیوالی ہے اور مال دنیا سے غنا حاصل نہیں ہوتی غنا۔ تو دل کا غنی ہونا اور تقدیر الٰہی پر راضی رہنا ہے اور حسن طلب حرام سے بچنا اور حلال کو لینا ہے۔

الحمد للہ آج تفسیر سورۃ الجمعہ تمام ہوئی

۲۸ ذوالحجہ سنہ ۱۴۱۰ ہجری
بمطابق ۲۲ جولائی سنہ ۱۹۹۰ء

سُورَةُ المُنٰفِقُوْن

سورۂ منافقون مدنی ہے اس میں دو رکوع اور گیارہ آیتیں ہیں سورۂ جمعہ کیساتھ اس کے اتصال کی وجہ یہ ہے کہ سورۂ جمعہ میں مومنون کا تذکرہ ہے جبکہ اس سورۂ مبارکہ میں ان کے برعکس یعنی منافقوں کا ذکر ہے سعید بن منصور اور طبرانی نے اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الجمعہ تلاوت فرماتے تھے تاکہ اس سے مومنوں کو ترغیب ہو اور دوسری رکعت میں سورۃ المنافقون تلاوت فرماتے تھے تاکہ اس سے منافقوں کو رنجیدگی اور ندامت ہو۔ ابو حیان نے اس بارے میں کہا ہے یقیناً سورۂ مبارکہ کے نزول کا سبب خطبۂ نبوی کے سماع کے دوران لوگوں کا چل دینا تھا اور یہ بات یقیناً منافقوں کے لیے خوشی کا باعث تھی اس لیے کہ منافقوں کا مطمع نظر یہی تو تھا اور اہل ایمان میں سے بہت سے لوگوں نے قافلۂ تجارت کا پیچھا کیا جو ناپسندیدہ امر تھا اور وہ اس پر عتاب کیے گئے لہذا منافقوں اور ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا گیا تاکہ اہل ایمان کو نصیحت اور منافقوں سے کراہت شدید ہو اور وہ ان کے افعال پر کڑی نگاہ رکھیں اور ان کے شر سے محفوظ ہوں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ منافقون پ ۲۸

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرا لیا تو اللہ کی راہ سے روکا بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ○

یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۡ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○

اور جب تو انہیں دیکھے ان کے جسم تجھے بھلے معلوم ہوں اور اگر بات کریں تو تو ان کی بات غور سے سنے گویا وہ کڑیاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر لے جاتے ہیں وہ دشمن ہیں تو ان سے بچتے رہو اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

سَوَاۗءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○

ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰي مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ○

وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں۔ اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں۔

يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول

الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں

حل لغات رکوع اول سورہ منافقون پ ۲۸

اذا۔جب	جاء۔آتے ہیں	ك۔آپ کے پاس	المنفقون۔منافق
قالوا۔تو کہتے ہیں	نشهد۔ہم گواہی دیتے ہیں کہ	انك۔آپ ضرور	لرسول۔رسول ہیں
الله۔اللہ کے	و۔اور	الله۔اللہ	یعلم۔جانتا ہے
انك۔بیشک آپ	لرسوله۔اسکے رسول ہیں	و۔اور	الله۔اللہ
یشهد۔گواہی دیتا ہے	ان۔بیشک	المنفقین۔منافق	لكذبون۔یقیناً جھوٹے ہیں
اتخذوا۔بنالیا انہوں نے	ایمانهم۔اپنی قسموں کو	جنة۔ڈھال	فصدوا۔تو روکا انہوں نے
عن سبیل۔راہ	الله۔خدا سے	انهم۔بیشک وہ	ساء۔برا ہے
ما۔جو	کانوا۔تھے وہ	یعملون۔عمل کرتے	ذلك۔یہ
بانهم۔اسلیے کہ وہ	امنوا۔ایمان لائے	ثم۔پھر	کفروا۔کافر ہوئے
فطبع۔تو مہر کر دی گئی	علی۔اوپر	قلوبهم۔انکے دلوں کے	فهم۔تو وہ
لا۔نہیں	یفقهون۔سمجھتے	و۔اور	اذا۔جب
رأیتهم۔دیکھتا ہے تو انکو	تعجبك۔پسند آتے ہیں تجھکو	اجسامهم۔ان کے جسم	و۔اور
ان۔اگر	یقولوا۔بات کریں	تسمع۔تو آپ سنتے ہیں	لقولهم۔انکی بات
كانهم۔گویا وہ	خشب۔لکڑیاں ہیں	مسندة۔ٹیک لگائی ہوئی	یحسبون۔خیال کرتے ہیں
كل۔ہر	صیحة۔آواز کو	علیهم۔اوپر اپنے	هم۔وہی
العدو۔دشمن ہیں	فاحذر۔تو بچو	هم۔ان سے	قاتلهم۔برباد کرے انہیں
الله۔اللہ	انی۔کہاں	یؤفکون۔پھیرے جاتے ہیں	و۔اور
اذا۔جب	قیل۔کہا جاتا ہے	لهم۔ان سے	تعالوا۔آؤ
یستغفر۔بخشش مانگیں	لكم۔تمہارے لیے	رسول۔رسول	الله۔اللہ کے
لووا۔تو پھیرتے ہیں	رءوسهم۔اپنے سر	و۔اور	رایتهم۔دیکھتا ہے تو انکو

یصدون۔رکتے ہیں	و۔اور	ھم۔وہ ہوتے ہیں	مستکبرون۔تکبر کرتے
سواء۔برابر ہے	علیھم۔ان پہ	استغفرت۔بخشش مانگے تو	لھم۔ان کے لیے
ام۔یا	لم۔نہ	تستغفر۔بخشش مانگے	لھم۔انکے لیے
لن۔ہرگز نہیں	یغفر۔بخشے گا	اللہ۔اللہ	لھم۔ان کو
ان۔بیشک	اللہ۔اللہ	لا۔نہیں	یھدی۔ہدایت دیتا
القوم۔قوم	الفسقین۔فاسق کو	ھم۔وہی ہیں	الذین۔جو
یقولون۔کہتے ہیں	لا۔نہ	تنفقوا۔خرچ کرو	علی۔اوپر
من۔انکے جو	عند۔پاس	رسول۔رسول	اللہ۔اللہ کے ہے
حتی۔یہاں تک کہ	ینفضوا۔دوڑ جائیں	و۔اور	للہ۔اللہ کے لیے ہیں
خزائن۔خزانے	السموت۔آسمانوں	و۔اور	الارض۔زمین کے
و۔اور	لکن۔لیکن	المنفقین۔منافق	لا۔نہیں
یفقھون۔سمجھتے	یقولون۔کہتے ہیں	لئن۔اگر	رجعنا۔ہم لوٹے
الی۔طرف	المدینۃ۔مدینہ کی	لیخرجن۔تو ضرور نکالے گا	الاعز۔زیادہ عزت والا
منھا۔اس سے	الاذل۔زیادہ ذلیل کو	و۔اور	للہ۔اللہ کے لیے ہے
العزۃ۔عزت	و۔اور	لرسولہ۔اسکے رسول کی	و۔اور
للمؤمنین۔ایمانداروں کی	و۔اور	لکن۔لیکن	المنفقین۔منافق
لا۔نہیں	یعلمون۔جانتے۔		

سورۃ المنافقون مدنیۃ

اس سورت میں دو رکوع۔گیارہ آیات۔ایک سو اسی کلمات اور نو سو چھہتر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر اردو سورۃ المنافقون رکوع اوّل پ ۲۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۔	جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں

(اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ) جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں۔

ای حضروا مجلسك والمراد بهم عبد الله بن ابی سلول واصحابه

یعنی جب منافق لوگ آپ کی مجلس شریفہ میں آتے ہیں یعنی ان کی حاضری بخوشی نہیں بلکہ ضمیر کیخلاف ہوتی ہے اور منافقوں سے مراد ان کا سرخیل عبد اللہ بن ابی اور اس کا ٹولہ ہے۔

(قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک اللہ کے رسول ہیں۔ التاکید بان واللام للازم فائدۃ الخبر وهو علمهم بهذا الخبر المشهود به فيفيد تاكيد الشهادة ويدل على ادعائهم فيها المواطاة وان كانت فی نفسها تقع علی الحق والزور

حرف اَنَّ کیساتھ تاکید ہے اور لام فائدہ خبر کیلئے لازم ہے اور یہ ان کا علم اس خبر کے ساتھ یقینی ظاہر کرتی ہے یا اطلاع ہے جس سے شہادت کے مؤکد ہونے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ان کے دعوی پر دلالت کرتا ہے جس میں رنگ برنگ کی باتیں کرتے ہیں اگرچہ ان کا باطن ظاہر کے موافق نہیں اور جو کہتے ہیں وہ حق ہے اور جو باطن میں ہے وہ جھوٹ پر مبنی ہے۔ یعنی ان کی شہادت کہ آپ اللہ کے رسول ہیں دل سے سچی نہیں اگرچہ بظاہر اس کے مدعی ہیں۔

(وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ) اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔

لمزيد الاعتناء بشان الخبر اوليس الاليوافق صنيعهم۔ اور خبر کی اہمیت کو مزید واضح کرنے کیلئے ارشاد ہوا یہ کہ جیسا وہ منافقین باتیں بنا رہے ہیں وہ ان کے باطن کے موافق نہیں اور اللہ کو

بخوبی علم ہے کہ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں یعنی آپ کی رسالت حق اور ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

(وَاللّٰہُ یَشْہَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۝) اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

خبر کے اعتبار سے تکذیب نشہد (قول منافقین) کیطرف راجع ہے (ل تاکید) دلالت کرتا ہے چونکہ ان کا قول ان کے دل کے موافق نہ تھا لہذا فرمایا کہ وہ جھوٹے ہیں یا لکاذبون کے معنی یہ بھی کیے گئے بطریقہ یہ جملہ انشائیہ ہو کہ وہ اپنے خیال میں جھوٹ بول رہے ہیں حالانکہ یہ بات حق ہے کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں لیکن وہ اسے جھوٹ جانتے اور اسی خیال کے تحت جھوٹی بات کہہ رہے ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ جو کہتے ہیں اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور اللہ کی شہادت تو پھر اللہ کی شہادت ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَہُمْ جُنَّۃً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط اِنَّہُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرا لیا تو اللہ کی راہ سے روکا بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

(اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَہُمْ جُنَّۃً) اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرا لیا۔

ای الکاذبۃ علی ما یشیر الیہ الاضافۃ یعنی ”جھوٹوں کو جیسا کہ اضافت اس کیطرف مشیر ہے ایمان سے مراد (جھوٹی قسمیں یا جھوٹی) شہادت، شہادت بھی ایک قسم قسم ہے۔ جُنَّۃً کے معنی آڑ اوٹ یا ڈھال کے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے قتل و قید سے بچ رہیں ضحاک کا قول ہے ای اتخذوا حلفہم باللہ انہم لمنکم جنۃ عن القتل او السبی یعنی انہوں نے اللہ کی قسمیں کھانے کو کہ ہم بلاشبہ تم میں سے (مومنوں میں سے) آڑ بنا رکھا ہے کہ قتل و گرفتاری سے محفوظ رہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ وَمَا انتسبوا الی الاسلام الا لصَوْنَ وَمَا ئِہِمْ ان لا تسالا

اور وہ اپنے آپ کو سلام سے منسوب نہیں کرتے مگر اس لیے کہ ان کے خون جانیں محفوظ رہیں اور اس لیے کہ ان سے باز پرس نہ ہو۔

(فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط) تو اللہ کی راہ سے روکا

ای من اراد الدخول فی دین الاسلام۔ یعنی جس نے دین اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا یا اطاعت بجالانے کا اظہار کیا تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے سے طرح طرح کے وساوس و شبہات میں ڈالا

ایک قول ہے کہ مومنوں کو جہاد سے روکا۔ اگر صدوا کا مصدر صدود ہو تو معنی یہ ہوں گے جو لازم ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ ایمان لانے یا جہاد سے یا اطاعت رسول سے خود رک گئے۔

(اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

من النفاق وما يتبعه ۔ ایمان کے مقابل کفر و نفاق کی پیروی کرتے ہیں۔

یعنی منافقت اور اسکی راہوں پر چلنا یا راہ خدا سے لوگوں کو دور رکھنا یا روکنا بہت ہی برائی کا دھندہ ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے

ابن عطیہ کا قول ہے " اشارة الی سوء ما عملوا، فالمعنی ساء عملهم "، یہ اشارہ ہے ان کے برے کاموں کی طرف پس مراد ہے ان کے برے اعمال یعنی نفاق جھوٹی قسموں کو آڑ بنانا اسلام سے یا جہاد سے روکنا ۔ بِاَنَّهُمْ اس لیے کہ وہ ۔

ای بسبب انهم یعنی اپنے ان برے کاموں کی وجہ سے اور ایسا کرنا اس لیے کہ ان کے ایمان کا اعتقاد ہو ۔ (اٰمَنُوْا) زبان سے ایمان لائے ۔ ای نطقوا بکلمة الشهادة کسائر من یدخل فی الاسلام یعنی انہوں نے اور لوگوں کیطرح کلمۂ شہادت پڑھا جس طرح کہ کوئی اسلام میں داخل ہوتا ہے

(ثُمَّ كَفَرُوْا) پھر دل سے کافر ہوئے ظهر کفرهم وتبین بما اطلع علیه من قولهم: ان کان ما یقوله محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حقا فنحن حمیر، وقولهم فی غزوة تبوک: ایطمع هذا الرجل ان تفتح له قصور کسری وقیصر هیهات، وغیر ذلک ۔

ان کا کفر ظاہر ہوگیا اور ان کا اقوال سے جس کی اطلاع کر دی گئی واضح ہوگیا (اور وہ اقوال یہ تھے اگر وہ حق ہے جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتے ہیں تو ہم گدھے ہیں اور ان کا قول غزوۂ تبوک میں (یہ تھا) کیا یہ شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خواہش رکھتا ہے کہ اس کے لیے کسریٰ اور قیصر کے محلات فتح ہوں گے کتنی دور ہے اور اسی طرح کی باتیں ۔ یا اس سے مراد ہے ثم اسروا الکفر پھر انہوں نے کفر کو چھپایا یا مومنوں کے سامنے ایمان کا اقرار کیا پھر جب اپنے شیاطین کے پاس خلوتوں میں اکٹھے ہوئے

توکفر بکا کئے اور دین اسلام کا تمسخر اڑایا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت ان میں سے ایمان سے پھر جانے والوں کے بارے میں ہے یعنی اول ایمان لائے پھر ان کے شیطان دوستوں نے انہیں شبہات ڈالے اور راہ راست سے بھٹکا دیا کہ کافر ہو گئے۔

(فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ) توان کے دلوں پر مہر کر دی گئی۔ حتی یموتوا علی الکفر ان کے نفاق اور برے اعمال کیوجہ سے ان سے قبول حق کی استعداد سلب کر لی گئی یہاں تک کہ وہ کفر پر ہی جمے رہے اور کفر پر ہی مرگئے۔

(فَہُمْ لَا یَفْقَہُوْنَ) تواب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ حقیقۃ الایمان اصلا یعنی اب وہ اصلاً ایمان کی حقیقت ہی نہیں سمجھتے۔

وَاِذَا رَاَیْتَہُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُہُمْ
وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِہِمْ
کَاَنَّہُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ
یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْہِمْ
ہُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْہُمْ
قٰتَلَہُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۝

اور جب توانہیں دیکھے ان کے جسم
تمہیں بھلے معلوم ہوں اور اگر بات کریں
توان کی بات غور سے سنے، گویا وہ
کڑیاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی ہر بلند
آواز اپنے ہی اوپر لے جاتے ہیں۔
وہ دشمن ہیں توان سے بچتے رہو اللہ انہیں
مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

(وَاِذَا رَاَیْتَہُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُہُمْ) اور جب توانہیں دیکھے ان کے جسم تمہیں بھلے معلوم ہوں مراد عبداللہ بن ابی اور اس کا ٹولہ ہے۔ لصباحتہا وتناسب اعضاء آپ جب انہیں دیکھیں گے تو ملاحظہ فرمائیں گے کہ ان کے قد لمبے اور اعضاء جسمانی متناسب اور انکی رنگت خوشنما سفید ہے۔ یعنی ان کا ظاہری ڈیل ڈول اور رنگت خوشنما ہے۔

(وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِہِمْ) اور اگر بات کریں توان کی بات غور سے سنے۔

لفصاحتہم وذلاقۃ السنتہم وحلاوۃ کلامہم ان کی فصاحت کیوجہ سے اور ان کی چرب زبانی اور کلام و گفتگو کی شیرینی کیوجہ سے عبداللہ بن ابی جسیم قدآور اور فصیح شخص تھا وہ اپنے ہی جیسے لوگوں جیسے جد بن قیس، معتب بن قشیر وغیرہ کے ساتھ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتا اور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب ان کے قدو قامت ، ڈیل ڈول خوبروئی کو دیکھ کر تعجب فرماتے اور ان کے کلام و گفتگو کو سنتے ۔ ظاہر ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعجب فرماتے تو دوسرے کیونکر نہ فرماتے ہوں گے اور ان کی باتیں بظاہر بھی معلوم ہوتی تھیں کہ باتیں بنانے میں گھاگ تھے ۔ خطاب (اذا رایتہم) سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے ۔ اور ایک قول ہے کہ ہر اس شخص کے لیے جو انہیں دیکھے یا اُسے ان سے سابقہ پڑے ۔

(کَاَنَّہُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ ط) گویا وہ کڑیاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی ۔ والمراد بہ ماھو المعروف شبھوا فی جلوسھم مجالس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستندین فیھا وما ھم الا اجرام الخالیۃ عن الایمان والخیر ۔

اور اس سے مراد وہی ہے جو معروف تھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجالس شریفہ میں اسی ہیئت وصورت میں حاضر ہوتے کہ جیسے وہ دیوار کے آسرے ٹکائی ہوئی شہتیریاں ہیں مگر وہ ایمان اور بھلائی سے کھوکھلے گویا بے جان تصویر کی طرح کہ ان میں نہ ہی ایمان و معرفت اور نہ ہی فکر عاقبت رکھنے والی عقل ، ظاہری شکل و صورت ڈیل ڈول خوشنما اور باطن میں نفاق و شرک کی گندگی کلام دلپذیر مگر حلاوت ایمان سے دور اور کھوٹ سے بھرپور ۔

(یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْہِمْ) ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر لیجاتے ہیں ۔ ای واقعۃ علیہم ضارۃ لھم لجبنہم وھلعھم فکانوا کما قال مقاتل : متی سمعوا بنشدان ضالۃ او صیاحا بای وجہ کان طارت عقولھم وظنوا ذلک ایقاعا بہم ۔

چونکہ انہیں اپنے نفاق کے افشار کا دھڑکا لگا رہتا ہے اس لیے ہر بلند آواز کو وہ اپنی خباثت و کمینگی اور بے صبری کی وجہ سے اپنے اوپر ہونے والی اور اپنے لیے نقصان دہ (ہلاکت کا باعث) سمجھتے ہیں تو گویا وہ اس طرح ہیں جیسے مقاتل کا قول ہے جب کوئی گم شدہ جانور ڈھونڈنے کے بارے میں یا کسی پکارنے والے کی پکار کو خواہ کسی بھی وجہ سے ہو سنتے ہیں تو ان کی عقلیں متاثر ہو جاتی ہیں اور وہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ وہ اس کی وجہ سے پکڑے جائیں گے یا کوئی حکم ان کے بارے میں نازل ہو گیا

(ھُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْھُمْ ط) وہ دشمن ہیں تو ان سے بچتے رہو ۔ ای ھم الکاملون فی العداوۃ والراسخون فیھا ۔۔۔ ولا تغترن بظاھرھم یعنی وہ دشمن ہیں اور اپنی عداوت و دشمنی میں پختہ

ہیں۔ فاحذرھم میں تحذیر وانتباہ ہے کہ ان کو نگاہ میں رکھو اور ان کے ظاہری حال سے دھوکا نہ کھاؤ۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ محتاط رہو اور ان سے ہوشیار رہو اور ان سے بے خوف نہ رہو۔

(قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ) اللہ انہیں مارے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ کلمہ مذمت اور توبیخ کے لیے ہے اور اہل عرب اسے لعنت کا قصد کرنے کی بجائے تعجب کے موقع ومحل پر بولتے ہیں۔ بعض نے کہا یہ دعا ہے اور حق سبحانہ، وتعالیٰ اپنی ذات بابرکات سے منافقوں پر لعنت چاہ رہے ہیں یا پھر مومنوں کو اس کی تعلیم دی جاری ہیں کہ منافقوں کے لیے ایسا چاہیں۔ ایک قول ہے ای لعنھم وطردھم فان القتل قصاری شدائد الدنیا وفظائعھا یعنی ان پر لعنت فرمائی اور انہیں مردود ٹھہرائے کیونکہ قتل دنیا کے اندر شدید ترین سزا او محرومی ہے۔

(اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ) کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ یہ ان منافقین کے حال پر بطور تعجیب ارشاد ہے ای کیف یصرفون عن الحق الی ما ھم علیہ من الکفر والضلال؟

یعنی وہ کس طرح راہ حق سے پھرے جاتے ہیں اور کس طرح کفر وضلالت پر ڈٹے ہوئے ہیں اور روشن دلائل کے باوجود راہ حق سے انحراف کرتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۝ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن ابی سے خود سنا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ہیں جب تک وہ انہیں چھوڑ کر الگ نہ ہو جائیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو اور اگر ہم

مدینے کو لوٹے تو وہاں سے عزت والے لوگ ان ذلیلوں کو نکال دیں گے میں نے اس کا تذکرہ اپنے چچا سے کیا اور انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلا بھیجا تو میں نے واقعہ بیان کیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے دوستوں کو بلا کر پوچھا انہوں نے قسمیں کھالیں کہ انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور ابن ابی کو سچا مان لیا اس فیصلے سے مجھے ایسا صدمہ پہنچا کہ اس سے پہلے کبھی نہ پہونچا تھا میرے چچا نے کہا میں تو تجھے جھوٹا نہ کہنا چاہتا تھا مگر اب حضور نے تجھے جھوٹا قرار دیا ہے اور آپ تجھ سے متنفر ہو گئے ہیں اس پر سورۂ منافقون کی آیات کا نزول ہوا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے طلب فرما کر یہ آیات پڑھیں اور فرمایا اللہ نے تیری بات کی تصدیق کی ہے۔

محمد ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ غزوہ مریسیع یا غزوہ بنو مطلق سے فارغ ہو کر چشمۂ مریسیع پر جو قدید کیطرف سے ساحل کی طرف تھا تشریف فرما تھے کہ ایک واقعہ پیش آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بنی غفار کا ایک مزدور تھا جو آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر چلتا تھا اس کا نام جہجاہ بن سعید تھا سنان بن وبرہ جہنی جو قبیلہ عوف بن خزرج کا حلیف تھا اس سے جہجاہ کا جھگڑا ہو گیا جہجاہ نے سنان کو مار کر لہولہان کر دیا سنان نے گروہ انصار کو مدد کے لیے پکارا اور جہجاہ نے گروہ مہاجرین کو مدد کے لیے پکارا دونوں طرف سے ایک ایک گروہ ہتھیاروں کے ساتھ نکل آیا اور مہاجرین کیطرف سے جعال نامی شخص نے جہجاہ غفاری کی مدد کی اور قریب تھا کہ بہت بڑا فساد ہو جاتا کہ ہے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا کہ یہ جاہلیت کی کیا پکار مچا رکھی ہے۔ لوگوں نے صورت حال عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھوڑو یہ فتنہ ہے (جو اسلام میں ناپسندیدہ فعل ہے) آدمی کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہیے خواہ ظالم ہو یا مظلوم ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روک دے یہی اسکی امداد ہے اور مظلوم ہو تو اسکی حمایت کرے اسکے بعد باہمی کوشش سے سنان اپنے حق سے دستبردار ہو گئے اس وقت عبداللہ بن ابی بھی اپنی جگہ اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، جو کمسن لڑکے تھے وہ بھی ان کے قریب بیٹھے ہوئے تھے ابن ابی نے شان اقدس میں اس وقت بہت گستاخانہ اور بے ہودہ باتیں بکیں اور کہنے لگا کیا ان لوگوں نے یہ حرکت کی اب ہم پر فخر کرنے اور ہماری بستیوں میں ہمیں سے لڑنے لگے

ہماری اور ان کی حالت اس کہاوت جیسی ہے کہ اپنے کتے کو پال کر موٹا کر کہ تجھے کاٹ کھائے خدا کی قسم جب
ہم مدینہ واپس لوٹیں گے تو ہم میں سے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے اگر تم انہیں اپنا جھوٹا کھانا نہ دیتے
تو یہ تمہاری گردنوں پہ سوار نہ ہوتے اب ان پر کچھ خرچ نہ کرو تاکہ یہ مدینہ سے بھاگ جائیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے پاس سے ہٹ جائیں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو برافروختہ ہو کر کہا خدا کی قسم تو اپنی قوم
میں ذلیل ہے اور ان میں بغض ڈلنے والا ہے اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے رب نے عزت و قوت دی ہے
اور وہ مسلمانوں کے دلوں میں محبوب ترین ہیں عبداللہ ابن ابی یہ سن کر کھسیانا ہو گیا اور کہنے لگا لڑکے چپ رہ
میں تو یونہی مذاق سے کہہ رہا تھا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اس کی اطلاع سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو دی تو یہ بات ناگوار گزری پھر فرمایا لڑکے شائد تو نے اس پہ (عبداللہ بن ابی) جھوٹ باندھا ہے حضرت
زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی خدا کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اس سے خود سنا ہے آپ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شائد تجھے سننے میں اشتباہ ہوا زید نے عرض کیا حضور میرے سننے میں کوئی غلطی نہیں
ہوئی لشکر اسلام میں اس بات کا چرچا ہوا اور بعض انصاریوں نے زید کو ملامت کی کہ تو نے اپنی قوم کے سردار
عبداللہ بن ابی پر تہمت لگائی اور بڑی نامناسب بات کی ہے اور قطع رحمی کی ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے
کہا خدا کی قسم میں نے جو کچھ اس سے خود سنا وہی بیان کیا ہے خدا کی قسم اگر میں ایسی بات اپنے باپ سے سنتا
تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرور عرض کرتا مجھے امید ہے کہ اللہ میری تصدیق فرمائیگا حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی کے قتل کی اجازت مانگی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ
لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں اور لشکر کی روانگی کا حکم فرمایا حضور نے ابن ابی
کو بلا کر دریافت فرمایا کہ تو نے یہ باتیں کہیں تھیں تو وہ فوراً مکر گیا اور قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کچھ بھی نہیں
کہا اس کے دوست مالک سوید زید بن صلت اور معتب وغیرہ جو مجلس شریفہ میں موجود تھے عرض کرنے لگے
کہ ابن ابی مرد بزرگ سے ہے یہ جو کہتا ہے ٹھیک ہی کہتا ہے زید بن ارقم کو غلط فہمی ہوئی ہے غرضیکہ حضور
نے ابن ابی کا عذر قبول فرمالیا اور زید کو لوگ ملامت کرنے لگے زید اس واقعہ پر بہت ملول ہوئے اور
آپ کے قریب جانے سے ہچکچانے لگے جب حضور روانہ ہوئے تو سب سے پہلے سعد بن حضیر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے ملے اور سلام کے بعد ایسے وقت میں روانگی کے بارے میں عرض کیا جو عادت کریمہ کے موافق نہ
تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو وہ بات نہیں پہنچی جو تمہارے ساتھی نے کہی تھی سعد یا اسید رضی اللہ عنہ

نے عرض کیا یارسول اللہ کون ساتھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عبداللہ بن ابی کہتا ہے کہ جب وہ مدینے لوٹ کر جائیگا تو بڑی عزت والا وہاں سے بڑے ذلیل کو نکال دے گا سعد نے عرض کی یارسول اللہ اگر آپ چاہیں تو اس کو نکال دیں وہ خود بڑا ذلیل ہے اور آپ بڑی عزت والے ہیں عزت تو اللہ کے لیے اور مومنوں کیلئے ہے بغوی کا قول ہے کہ سورۂ مبارکہ مدینہ میں نازل ہوئی لیکن روایت سے واضح ہے کہ بحالت سفر ہی آیات کا نزول ہوا اور اللہ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق اور ابن ابی کی تکذیب نازل فرمائی جب آیات نازل ہو چکیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کا کان پکڑ کر فرمایا زید اللہ نے تیری تصدیق کر دی اور تیرے قول کو پورا کر دیا۔ رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ عبداللہ بن ابی کے متعلق آیات کے نزول سے قبل حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، نے ابن ابی سے کہا کہ وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے لیے بخشش چاہیں گے یہ سن کر عبداللہ بن ابی گردن پھیرنے لگا حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ، نے کہا واللہ تیری یہ گردن گھمانے کے متعلق ضرور کچھ نازل ہو گا جو تیرے لیے عذاب ہو گا ایک اور روایت میں ہے کہ جب ابن ابی کا جھوٹ کھل گیا تو اس سے کہا گیا تیرے متعلق سخت آیات نازل ہوئی ہیں اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت حاضر ہو کر معافی چاہو حضور تیرے لیے دعائے بخشش فرمادیں گے تو ابن ابی گردن پھیر کر بولا تم نے کہا ایمان لاؤ تو میں ایمان لے آیا تم نے کہا زکوٰۃ دے دو تو میں نے زکوٰۃ دی اب تو یہی باقی رہ گیا ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کروں تو اس پر آیت واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم الخ نازل ہوئی اس کے چند روز بعد وہ بیمار ہوا اور مرگیا۔

(وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ) اور جب ان سے کہا جائے آؤ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں۔

یہ تکبر اور اعراض سے کنایہ ہے جیساکہ کہا گیا اور ایک قول ہے ھو علی حقیقتہ ای حرکوھا استہزاءً اور یہ حقیقت حال پر مبنی ہے یعنی انہوں نے بطور ٹھٹھا کے ایسی حرکت کی یعنی گردن گھمائی روایت میں ہے جیساکہ پیچھے تفصیل سے گزرا کہ عبداللہ بن ابی سے کہا گیا کہ وہ اپنے گناہ کا اعتراف کرلے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو جا دہ تیرے لیے مغفرت کی دعا مانگیں گے تو اس نے اپنے سر کو پھیرا گویا اس مشورہ سے انکار کیا اور کہنے لگا کہ تم نے ایمان کا مشورہ دیا میں ایمان لایا تم نے زکوٰۃ ادا کرنے کو کہا میں نے وہ ادا کی اور اب اسکے سوا اور کیا رہ گیا ہے کہ تم مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی سے کہا ''توبہ کرلو''، تو اس نے اپنی گردن

نیوڑائی تو یہ آیت نازل ہوئی ۔
(وَرَاَیْتَھُمْ یَصُدُّوْنَ وَھُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ o) اور تم انہیں دیکھو کہ غور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ۔ یہ خطاب مسلمانوں سے ہے جنہوں نے منافقوں کو اعتراف جرم اور خدمت نبوی میں حاضر ہوکر دعائے بخشش کا مشورہ دیا تھا یعنی تم دیکھو گے کہ وہ استغفار سے منہ موڑتے ہیں اور اعتراف جرم سے تکبر کرتے اور معذرت سے گریز کرتے ہیں ۔

(سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَھُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ) ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو ۔

فھو للتسویۃ بین الامرین الاستغفار لھم وعدمہ تو گویا یہ دونوں صورتیں یعنی ان کے لیے دعائے بخشش مانگنا یا دعا بخشش کا نہ مانگنا یکساں ہیں اور اس سے عدم نفع کی خبر ہے جیسا کہ آگے ارشاد باری ہے (لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ ط) اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا ۔ چونکہ وہ نفاق میں پختہ ہو چکے ہیں اور راہ نفاق پہ ہی قائم رہیں گے ۔ تو اللہ انہیں بایں وجہ نہ بخشے گا ۔

(اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ o) بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا ۔

ای الکاملین فی الفسق الخارجین عن دائرۃ الاستصلاح المنھمکین لسوا ستعداد ھم بانواع القبائح فان المغفرۃ فرع الھدایۃ ۔

یعنی یہ لوگ اپنے فسق و فجور میں راسخ و پختہ ہو چکے ہیں اور اس دائرہ سے جس میں ان کی اصلاح ممکن تھی خارج ہو چکے ہیں اور یہ اپنی استعداد و قابلیت کو برے کاموں میں لگانے میں منہمک ہیں اور مختلف قسم کی برائیوں میں مبتلا ہو چکے ہیں ۔ لہذا یہ درست نہیں ہو سکتے اور علم الٰہی کی رو سے قبول ہدایت سے محروم ہو چکے ہیں مغفرت جو ہدایت کی شاخ ہے جب اس سے تکبر و اعراض کرتے ہیں تو کیونکر ہدایت پا سکتے ہیں گویا ان کی استعداد سلب ہو چکی ہے ۔

ھُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا ط وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ

وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے

لَا یَفْقَھُوْنَ ۝ مگر منافقوں کو سمجھ نہیں

(ھُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا ط) وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں

واضح استئناف ہے بعض امور کیلئے جو ان منافقوں کے فسق پر دلالت کرتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ان کے عدم مغفرت کی علت ہو۔ اورھم الذین یقولون سے مراد راس المنافقین عبداللہ بن ابی اور وہ سارے لوگ ہیں جو اس بات (قول) سے راضی تھے۔ غزوۃ بنو المصطلق یا غزوۃ مریسیع سے واپسی پر جب جہجاہ غفاری اور سنان کے درمیان لڑائی ہو گئی اور جب یہ معاملہ رفع ہو گیا تو عبداللہ بن ابی نے شان اقدس میں بہت گستاخانہ اور بے ہودہ باتیں بکیں جن میں سے ایک یہ ہے جس کا ذکر خدا نے فرمایا بدبخت نے اپنی قوم سے بکا کہ اگر تم انہیں اپنا جھوٹا کھانا نہ دو تو یہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوں اب ان پر کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ مدینہ سے بھاگ جائیں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو خدمت اقدس میں عرض کی حضور نے ابن ابی سے دریافت کیا تو وہ سرے سے مکر گیا اور قسم کھا گیا کہ اس نے کچھ نہیں کہا۔ (پیچھے تفصیل گزر چکی ہے) اب اللہ نے اس کا جھوٹ آشکار کر دیا علی من عند رسول اللہ ﷺ سے مراد فقراء مہاجرین ہیں اور ان منافقین کا رسول اللہ ﷺ کے لفظ کہنا یا تو اس لیے تھا کہ وہ ظاہراً آپ کی رسالت کے مقر تھے اگرچہ باطناً منافق تھے یا پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلبہ کے پیش نظر ایسا کہا اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ایسا نہ کہا ہو اور اللہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجلال و تعظیم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لفظ بطور بدل فرمایا ہو واللہ اعلم۔

اور انفضاض سے مراد بٹ جانا بکھر جانا ہے اور حتّٰی کا لفظ تعلیل کے لیے ہے یعنی ان لوگوں پر خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منتشر ہو جائیں اور آپ کی صحبت چھوڑ دیں۔

(وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے، منافقوں کے قول کا رد اور ابطال ہے کہ وہ گمان کرتے تھے کہ ان کے ان لوگوں پر جو رسول اللہ کے پاس ہیں نہ خرچ کرنے کی وجہ سے انہیں پریشانی ہو گی اور وہ مدینہ سے بھاگ جائیں گے یا آپ کے پاس سے منتشر ہو جائیں گے اس کی وضاحت کرتے ارشاد ہے۔

ان خزائن الارزاق بید اللہ تعالٰی خاصۃ یعطی منہا من یشاء ویمنع من یشاء کہ تمام انواع رزق کے خزانے سب اللہ پاک ہی کے دست قدرت میں ہیں اور وہ ان میں جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور

جسے چاہتا ہے عطا نہیں فرماتا۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی اس قابل کہاں ہے کہ اللہ کے حکم و مشیت کے بغیر کچھ دے سکے یا کچھ روک سکے اللہ ہی سب کا رزاق ہے اور وہی سب کو دیتا ہے اور منافقوں کا کہنا کہ نہ خرچ کرو جہالت خالص بے ہودگی ہے یا اور وہ عظمتِ الٰہی سے بیگانہ ہیں۔

(وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝) مگر منافقوں کو سمجھ نہیں

ذلك لجهلهم بالله تعالى وبشؤنه عزوجل ولذلك يقولون من مقالات الكفرة مايقولون

یہاں منافقین کی عظمتِ الٰہیہ سے جہالت و بے خبری ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ کفریہ باتیں کرتے ہیں اگر سمجھ دار ہوتے تو ایسا ہرگز نہ کہتے۔

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ع

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں

(يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ) کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے۔

قائله كما سمعت ابن ابى وعنى بالأعز نفسه او ومن يلوذ به وبالا ذل من اعزه الله عزوجل وهو الرسول صلى الله عليه وآله وسلم او هو عليه الصلوة والسلام والمومنون

ایسا کہنے والا جیسا کہ سنا گیا (بروائت زید بن ارقم) عبداللہ بن ابی ہے اور بڑی عزت والے سے مراد اس کی اپنی ذات یا وہ شخص جو عزت کا حریص و بھوکا ہے (ابن ابی) اور نہایت ذلت والے سے مراد وہ ذات ہے جس کو اللہ عزوجل شانہ نے نہایت معزز فرمایا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان مراد ہیں۔

(وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ) اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے۔ رد لما زعموه ضمنا من عزتهم وذل من نسبوا اليه الذل، وحلشاه متدای ولله تعالى الغلبة والقوة ولمن اعزه الله تعالى امن رسوله صلى الله عليه وآله وسلم والمومنين لا لغير

یہ منافقوں کے اس زعم کا رد ہے جو انہیں اپنے معزز ہونے کے بارے میں تھا اور اس کا ابطال جنکی طرف انہوں نے "ذلت والے کی نسبت کی تھی اور وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین) اس سے پاک ہیں یعنی عزت و غلبہ اور قوت اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے لیے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے نہایت معزز فرمایا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان والوں کو اور ان کے غیر کو نہیں تقدیم خبر سے حصر کا فائدہ ظاہر ہے۔ اور ایک قول ہے کہ اسناد کی نسبت سے پہلے عطف معتبر ہے اور وہ اس کے منافی نہیں اور حرف جار کے اعادہ کو مضر نہیں کیونکہ وہ نسبت میں استقلال کے افادہ کے لیے نہیں ہے بلکہ ثبوت عزت میں تفاوت کا فائدہ دیتا ہے تو اس کا ثبوت یہ ہے کہ عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ذاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بواسطہ رسالت اور اہل ایمان کے لیے ایمان کے واسطے سے ہے اور کئی طرق سے مروی ہے کہ عبداللہ بن ابی کا بیٹا عبداللہ مخلص مومن تھا اس نے جب اپنے باپ کے اس قول کے بارے میں سنا تو اپنے باپ پر اشراف مدینہ کے روبرو تلوار کھینچ لی اور کہا خدا کی قسم کہ میں تمہیں اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک کہ تو یہ نہ کہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی عزت والے ہیں اور میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں پس اس نے باپ کو نہ چھوڑا جب تک اس نے یوں کہا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ مدینہ کے باہر ٹھہر گیا اور لوگ مدینہ میں داخل ہوتے رہے یہاں تک کہ اس کا باپ (عبداللہ بن ابی) آیا تو اس نے کہا "ٹھہر جا" ابن ابی بولا تجھ پر افسوس ہے کہ تجھے کیا ہو گیا ہے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے کہا خدا کی قسم کہ تو کبھی بھی مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے لیے اجازت فرمائیں اور آج تجھے ضرور پتہ چل جائے گا کہ سب سے زیادہ عزت والا کون ہے اور سب سے زیادہ ذلت والا کون ہے پھر وہ پلٹ کر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اور جو کچھ اسکے بیٹے نے کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف پیغام بھجوایا کہ اس کو چھوڑ دو اور (جانے دو) تو انہوں نے باپ کو جانے دیا اور اس آیت میں اہل ایمان کی بزرگی و فضیلت پر دلیل ہے اور اسی جگہ بعض صالحات نے کہا ہے اور ان کا یہ قول عقل کی کمی کی وجہ سے ہے: کیا میں اسلام پر "نہیں ہوں اور وہ ایسی عزت ہے کہ اسکے ساتھ ذلت نہیں اور ایسی غنا ہے جس کے ساتھ فقر نہیں ہے"۔ اور حسن بن علی سبط رسول رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا بے شک لوگ گمان رکھتے ہیں کہ اس میں (اس آیت میں) آپ کیلئے غرور (تیہ) (تکبر فخر بڑائی) ہے ارشاد فرمایا تکبر ہرگز نہیں بلکہ عزت ہے اور یہ آیت فللّٰہ العزۃ

الخ تلاوت کی اور تیسرے سے مراد تکبر ہے اور عزت سے اشارہ اس بات کیطرف ہے کہ عزت کبر نہیں ہے اور ابو حفص سہروردی قدس سرہٗ نے اسے نص قرار دے کر فرمایا "العزۃ غیر الکبر لان العزۃ معرفۃ الانسان بحقیقۃ نفسہ واکرامہا۔ عزت کبر میں داخل نہیں کیونکہ عزت سے نفس انسانی کی حقیقت اور اس کے فضل وشرف کی معرفت ہوتی ہے اور اس کا اطلاق غیر پائیدار اقسام پر نہیں ہوتا جس طرح کہ کبر وغرور جو کہ نفس انسانی کا جہل ہے اور اسکی قدر ومنزلت کو نیچے گرانے والا ہے تو عزت ذلت کی ضد ہے جس طرح کہ تکبر تواضع کی ضد ہے۔ تاہم عزت کی تفسیر قوت وغلبہ ہی سے کی گئی ہے اور یہ بھی خدا ورسول اور مومنوں کیلئے ثابت ہے (وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ع) مگر منافقوں کو خبر نہیں۔ من فرط جہلہم وغرورہم فیہذون مایہذون یعنی منافق اپنی جہالت اور نادانی اور تکبر وغرور کے باعث اس بات کو نہیں جانتے پس وہ یاوہ گوئی کرتے ہیں جو ان کے جی میں آتا ہے۔ علماء تفسیر نے نقل کیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے تھوڑا عرصہ بعد ابن ابی بحالت نفاق مرگیا گویا اس میں اسکے انجام کی خبر تھی کہ اسے جلد معلوم ہو جائیگا کہ بڑی عزت والا کون ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ منافقون پ ۲۸

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝

اے ایمان والو! تمہارے نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۝

اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔

وَ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَاؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۝

اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ آجائے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ منافقون پ ۲۸

یایہا۔ اے	الذین۔ لوگو جو	امنوا۔ ایمان لائے ہو	لا۔ نہ
تلہکم۔ غافل کریں تم کو	اموالکم۔ تمہارے مال	و۔ اور	لا۔ نہ
اولاد۔ اولاد	کم۔ تمہاری	عن ذکر۔ یاد	اللہ۔ الٰہی سے
و۔ اور	من۔ جو	یفعل۔ کریگا	ذلک۔ ایسا تو
فاولئک۔ یہ ہی	ہم۔ لوگ ہیں	الخسرون۔ خسارہ میں	و۔ اور
انفقوا۔ خرچ کرو	مما۔ اس سے جو	رزقنکم۔ دیا ہم نے تم کو	من قبل۔ پہلے
ان۔ اس سے کہ	یاتی۔ آئے	احدا۔ ایک	کم۔ تمہارے کو
الموت۔ موت	فیقول۔ تو کہے	رب۔ اے میرے رب	لولا۔ کیوں نہ
اخرتنی۔ مہلت دی تو نے مجھ کو	الی۔ طرف	اجل۔ مدت	قریب۔ قریب کی
فاصدق۔ تو میں صدقہ کرتا	و۔ اور	اکن۔ ہوتا	من الصلحین۔ نیک
لوگوں سے	و۔ اور	لن۔ ہرگز نہیں	یؤخر۔ مہلت دیتا
اللہ۔ اللہ	نفسا۔ کسی جان کو	اذا۔ جب	جاء۔ آجائے
اجلہا۔ مدت اسکی	و۔ اور	اللہ۔ اللہ	خبیر۔ خبردار ہے
بما۔ اس سے	تعملون۔ جو تم کرتے ہو		

مختصر تفسیر اردو سورۃ المنافقون رکوع دوم پ ۲۸

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ
اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری
اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے
غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی
لوگ نقصان میں ہیں۔

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ
اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے ۔

ای لا یشغلکم الاهتمام بتدبیر امورها والاعتناء بمصالحها والتمتع بها عن الاشتغال بذکر اللہ عزوجل من الصلوٰة وسائر العبادات المذکورة للمعبود الحق جل شانہ، فذکر اللہ تعالیٰ مجاز عن مطلق العبادة کما یقتضیه کلام الحسن وجماعة والعلاقة السببیة لان العبادة سبب لذکرہ سبحانہ وهو المقصود فی الحقیقة منها ۔

یعنی اولاد و مال کی محبت) تمہیں اس کے امور کی تدبیر کے ساتھ ان کے بند و بست میں مشغول نہ کرے اور نہ ہی اس کی مصلحتوں کیطرف متوجہ اور اس سے فائدہ اٹھانے کیلئے منہمک رکھے کہ تم اللہ کے ذکر سے جیسے نماز اور جملہ عبادتیں جو معبود برحق سبحانہ وتعالیٰ کی یاد کیلئے (مقرر) ہیں غافل ہو جاؤ (لاتعلق ہو جاؤ) پس اللہ کے ذکر سے مجازاً مراد مطلق عبادت ہے جیسا کہ اس کا مقتضی (تقاضا) ہے حسن اور ایک جماعت کا یہی قول ہے اور سبب کا علاقہ یوں کہ عبادت حق سبحانہ، کی یاد کا باعث ہے اور وہی حقیقتاً اس سے مقصود (مطلوب) ہے ۔ وفی روایة عن الحسن ان المراد به جمیع الفرائض ۔ اور ایک روایت میں حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک اس سے مراد تمام فرض عبادتیں ہیں جیسے نماز پنجگانہ وقال الضحاک وعطاء : الذکر هنا الصلوٰة المکتوبة اور ضحاک اور عطا کا قول ہے کہ یہاں ذکر سے مراد فرض نمازیں ہیں وقال الکلبی : الجهاد مع الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کلبی کا قول ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ راہ خدا میں جہاد کرنا ہے وقیل : القرآن اور ایک قول ہے کہ مراد (ذکر سے) قرآن ہے اور ذکر کا عمومی معنی اولی ہے تاہم معنی یہ ہے لاتشغلنکم الدنیا عن الذین کہ تمہیں دنیاوی مشغولیت اور اس کے دھندے دین سے غافل نہ کر دیں اور صاحب کشاف کے نزدیک اموال واولاد سے مراد دنیا ہی ہے کیونکہ حق سبحانہ، وتعالیٰ کا ارشاد ہے المال والبنون زینة الحیوٰة الدنیا مال اور بیٹے (اولاد) دنیاوی زندگی کی زینت ہے ۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ دنیاوی شغل دین کو نہ بھلا دیں اور مال واولاد کی محبت فکر آخرت سے روک نہ بنے ۔

(وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ) اور جو ایسا کرے ۔ ای اللهو بها وهو الشغل
یعنی لہو ولعب جو کہ شغل دنیا ہے اس میں پڑ جائے اور دین کو بھلا دے اور فکر آخرت سے صرف نظر کرے

اور دنیا اور اس کے امور کی طلب میں پڑ جائے اور آخرت کی دائمی زندگی اور اس کی نعمتوں کے حصول سے بے پرواہی برتے اور عارضی زندگی (دنیاوی) کے لیے ہی ساری ہمت صرف کردے تو یہ سودا کیسا ہے اگلے جملے میں ارشاد ہے۔ (فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○) تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

حیث باعوا العظیم الباقی بالحقیر الفانی تو ایسے لوگ جو فنا ہونیوالی شئے کو اس عظیم اور ہمیشہ رہنے والی نعمت کے بدلے خرید لیا اور سودا خسارے ہی خسارے کا ہے اس آیت میں مومنوں کو فکر آخرت کی خوب ترغیب ہے۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰکُمْ	اور ہمارے دیئے میں سے ہماری راہ
مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ	میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے
الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ	کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے
اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ	میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت
فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ	تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ
الصّٰلِحِیْنَ ○	دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔

(وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰکُمْ اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو۔ ای بعض ما اعطینا کم و تفضلنا بہ علیکم من الاموال ادخاراً للآخرۃ یعنی اس میں سے کچھ جو ہم نے تمہیں عطا فرمایا اور اس کے ساتھ تمہیں اموال وغیرہ سے بزرگی بخشی تاکہ وہ آخرت کے لیے ذخیرہ (سرمایہ) ہو۔ ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وانفقوا سے مراد زکوٰۃ کا ادا کرنا حج کے دوران صدقہ ہے ایک قول ہے صدقات واجبہ سے مراد ہیں۔

(مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ) اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے ای امارتہ و مقدماتہ۔ یہ کلام بر تقدیر مضاف ہے یعنی موت کی علامتیں اور نشانیاں اور وہ باتیں جو بالعموم موت کا پیش خیمہ ہوتی ہیں ظاہر ہو جائیں۔

(فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ) پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی۔ ای اَمْهِلْنِیْ ــــ ای امد قصیر ــــ یعنی حالت ورود موت میں کہنے لگے کہ مجھے مہلت دے یعنی تھوڑی سی مہلت (وقت) یا یہ کہ تھوڑے

سے وقت کے لیے زندگی دیدے۔
(فَاَصَّدَّقَ وَ اَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۰) کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہو جاتا۔
ان اخرتنی اصدق واکن من الصلحین ۔ یعنی اگر تو مجھے تھوڑی زندگی دیدے تو میں صدقہ کروں اور نیکوں میں سے ہو جاؤں ۔ لَوْلَا سے مستفاد یہ ہے کہ مرنے والا بطور حسرت ایسا کہے گا اور بعض کا قول ہے فَاَصَّدَّقَ سے مراد ہے کہ میں اگر تھوڑی زندگی اور پاؤں تو میں تیری تصدیق کروں (ایمان لاؤں) اور "اکن من الصلحین" سے مراد ہے مومنوں میں سے ہو جاؤں کیونکہ ان کے نزدیک یہ منافقوں کے حق میں اتری ۔ اور ایسا حرف وَ (عطف) کی تعبیر کے پیش نظر ہے ۔
ترمذی اور طبرانی وغیرہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کے پاس مال ہو جو حج بیت اللہ کو لازم کرلے یا اس پر زکوٰۃ میں سے کچھ واجب ہو اور وہ ایسا نہ کرے (نہ حج کرے نہ زکوٰۃ دے) موت کے وقت رجوع (زندگی) کی درخواست کرتا ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ اللہ سے ڈر زندگی کیطرف لوٹنے کی درخواست تو صرف کفار کریں گے تو آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی ۔ لہٰذا صدقہ وہی بہتر ہے جو زندگی میں ہو بحالت صحت اور مال کی محبت کے باوجود ہو اور جب موت آ پہنچی تو وقت جاتا رہا اور مال وارثوں کا ہو گیا ۔ لازم ہے کہ صدقات واجبہ فی الفور ادا کر جائیں اور تاخیر نہ کی جائے ۔

وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا	اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ
اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ط وَ اللّٰہُ	دے گا جب اس کا وعدہ آ جائے
خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ع	اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے

(وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا) اور اللہ ہرگز کسی جان کو مہلت نہ دیگا ۔
ای ولن یمہلھا یعنی اللہ اس کو ہرگز مہلت (وقت تھوڑی زندگی) نہ عطا فرمائے گا ۔ اگرچہ وہ اسکی آرزو کرے ۔ (اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ط) جب اس کا وعدہ آ جائے
ای آخر عمرھا یعنی اس وقت کی عمر کا وقت پورا ہو جائے ، حدیث شریف میں ہے کہ بندے کی عمر شکم مادر میں نفخہ روح کے ساتھ ہی لکھ دی جاتی ہے لہذا جب وقت مکتوب پورا ہو جائے تو مہلت ہرگز نہ دی جائے گی اور دیگر مقامات پر قرآن حکیم میں مزید وضاحت ہے کہ جب وعدہ

آجائے تو ایک لمحے کی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ ایک قول ہے کہ عمر پوری ہو جائے جو لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔

(وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ) اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ یعنی حیات دنیوی میں تم نے جو کچھ کیا اللہ کو معلوم ہے اور وہ تمہیں اسی کے موافق جزا دے گا۔

سورۃ منافقون کی تفسیر مکمل ہوئی۔

۱۷ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ ہجری

سورۃ التغابن

اکثر علماء کے نزدیک سورۃ التغابن مدنی ہے عبداللہ بن عباس اور عطاء بن یسار رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ سورۃ مبارکہ سوائے اس کے آخر کی آیات یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ من ازواجکم.... الخ کے مکی ہے اور جمہور کے نزدیک اس کی آیات اٹھارہ ہے اور دو رکوع ہیں سورۃ منافقوں سے اس کی مناسبت یوں ہے کہ اس میں حق سبحانہ، وتعالیٰ نے منافقوں کا حال ذکر کیا پھر اہل ایمان سے خطاب فرمایا اور اس سورۃ مبارکہ (التغابن) میں لوگوں کی تقسیم بیان کی کہ ان میں سے مومن اور ان میں سے بعض کافر ہیں۔ بعض علماء نے سورت منافقوں کی آخری آیت ولن یؤخر اللہ نفسًا الخ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف کے تریسٹھ برس ہونے کا استنباط کیا ہے کہ سورۃ منافقون تریسٹھویں سورہ مبارکہ ہے اور اس کے بعد حق سبحانہ وتعالیٰ نے تغابن کا ذکر فرمایا۔

سورۃ تغابن مدنیۃ

اس سورت میں دو رکوع اٹھارہ آیتیں۔ دوسو اکتالیس کلمے اور ایک ہزار ستر حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ تغابن پ ۲۸

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝	اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّ مِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝	وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں کوئی کافر اور تم میں کوئی مسلمان اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ	اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے اور

صَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝

تمہاری تصویر کی تو تمہاری اچھی صورت بنائی اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۝

کیا تمہیں ان کی خبر نہ آئی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ذٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَّأْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا أَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے اور پھر گئے اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۚ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

کافروں نے بکا کہ وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تمہارے کوتک تمہیں جتا دیے جائیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ أَنْزَلْنَا ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا اور اللہ تمہارے کاموں سے پورا خبردار ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۚ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ أَبَدًا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا سب جمع ہونے کے دن وہ دن ہے ہار والوں کی ہار کھلنے کا اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے اللہ اس کی برائیاں اتار دے گا اور اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں کہ وہ ہمیشہ ان میں رہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ آگ والے ہیں۔ ہمیشہ اس میں رہیں اور کیا ہی برا انجام ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ تغابن پ ۲۸

یسبح۔ پاکی بولتا ہے	للہ۔ اللہ کی	ما۔ جو	فی۔ بیچ
السموت۔ آسمانوں کے ہے	و۔ اور	ما۔ جو	فی۔ بیچ
الارض۔ زمین کے ہے	لہ۔ اسی کا	الملک۔ ملک ہے	و۔ اور
لہ۔ اسی کی	الحمد۔ تعریف ہے	و۔ اور	ھو۔ وہ
علی۔ اوپر	کل۔ ہر	شیٔ۔ شے کے	قدیر۔ قادر ہے
ھو۔ وہ اللہ	الذی۔ وہ ہے جس نے	خلقکم۔ تم کو پیدا کیا	فمنکم۔ تو بعض تم سے
کافر۔ کافر ہیں	و۔ اور	منکم۔ بعض تم سے	مؤمن۔ مومن ہیں
و۔ اور	اللہ۔ اللہ	بما۔ اس سے	تعملون۔ جو کرتے ہو تم
بصیر۔ دیکھنے والا ہے	خلق۔ پیدا کیے	السموت۔ آسمان	و۔ اور
الارض۔ زمین	بالحق۔ حق کے ساتھ	و۔ اور	صوّر۔ صورت بنائی
کم۔ تمہاری	فاحسن۔ پھر اچھی بنائی	صور۔ شکل	کم۔ تمہاری
و۔ اور	الیہ۔ اسی کی طرف ہے	المصیر۔ پھرنا	یعلم۔ جانتا ہے
ما۔ جو	فی۔ بیچ	السموت۔ آسمانوں	و۔ اور
الارض۔ زمین کے ہے	و۔ اور	یعلم۔ جانتا ہے	ما۔ جو
تسرون۔ تم چھپاتے ہو	و۔ اور	ما۔ جو	تعلنون۔ ظاہر کرتے ہو
و۔ اور	اللہ۔ اللہ	علیم۔ جانتا ہے	بذات الصدور۔ سینے
کی باتیں	ا۔ کیا	لم۔ نہیں	یاتکم۔ آئی تمہارے پاس
نبؤا۔ خبر	الذین۔ ان	کفروا۔ کافروں کی	من قبل۔ جو پہلے ہو چکے
فذاقوا۔ تو چکھا انہوں نے	وبال۔ وبال	امرھم۔ اپنے کام کا	و۔ اور

لہم۔ان کے لیے	عذاب۔عذاب ہے	الیم۔دردناک	ذلک۔یہ
بانہ۔اس لیے کہ	کانت۔تھے	تاتیہم۔آتے انکے پاس	رسلہم۔ان کے رسول
بالبینت۔دلائل لے کر	فقالوا۔تو بولے	ا۔کیا	بشر۔آدمی
یہدوننا۔ہدایت دینگے ہمکو	فکفروا۔تو کافر ہوگئے	و۔اور	تولوا۔پھر گئے
و۔اور	استغنی۔بے نیازی کی	اللہ۔اللہ نے	و۔اور
اللہ۔اللہ	غنی۔بے نیاز ہے	حمید۔سراہا ہوا	زعم۔خیال کیا
الذین۔انہوں نے جو	کفروا۔کافر ہیں	ان۔یہ کہ	لن۔ہرگز نہ
یبعثوا۔اٹھائے جائینگے	قل۔کہو	بلی۔ہاں	و۔قسم ہے
ربی۔میرے رب کی	لیبعثن۔ضرور اٹھائے جاؤگے	ثم۔پھر	لتنبؤن۔تم خبر دیے جاؤگے
بما۔جو	عملتم۔کیا تم نے	و۔اور	ذلک۔یہ
علی۔اوپر	اللہ۔اللہ کے	یسیر۔یسیر	فامنوا۔تو ایمان لاؤ
باللہ۔اللہ پر	و۔اور	رسولہ۔اسکے رسول پر	و۔اور
النور۔نور پر	الذی۔جو	انزلنا۔ہم نے آتارا	و۔اور
اللہ۔اللہ	بما۔اس سے جو	تعملون۔جو عمل کرتے ہو تم	
خبیر۔خبردار ہے	یوم۔جس دن	یجمعکم۔جمع کریگا تم کو	لیوم۔دن
الجمع۔جمع ہونے کے	ذلک۔یہ	یوم۔دن ہے	التغابن۔ہار جیت کا
و۔اور	من۔جو	یؤمن۔ایمان لائے	باللہ۔اللہ پر
و۔اور	یعمل۔عمل کرے	صالحا۔اچھے	یکفر۔تو دور کریگا
عنہ۔اس سے	سیئاتہ۔برائیاں اسکی	و۔اور	یدخلہ۔داخل کریگا اسکو
جنت۔باغوں میں کہ	تجری۔چلتی ہیں	من تحتہا۔اس کے نیچے	الانہر۔نہریں
خلدین۔ہمیشہ رہیں	فیہا۔اس میں	ابدا۔ہمیشہ تک	ذلک۔یہ ہے
الفوز۔کامیابی	العظیم۔بڑی	و۔اور	الذین۔وہ جو
کفروا۔کافر ہوئے	و۔اور	کذبوا۔جھٹلایا	بایتنا۔ہماری آیتوں کو
اولئک۔یہ لوگ ہیں	اصحب۔رہنے والے	النار۔آگ کے	خلدین۔ہمیشہ رہیں
فیہا۔اس میں	و۔اور	بئس۔برا	المصیر۔ٹھکانا ہے

تفسیر اردو سورۃ التغابن رکوع اول پ ۲۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ ۖ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝	اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اسی کی ملک ہے اور اسی کی تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ) اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ ای ینزھہ سبحانہ وتعالیٰ جمیع المخلوقات عما لا یلیق بجناب کبریائہ سبحانہ تسبیحاً مستمراً وذلک بدلالتہا علی کمالہ عزوجل واستغنائہ تعالیٰ

یعنی تمام مخلوقات ان تمام عیوب نقائص سے جو اللہ کی شان کبریائی کے ہرگز لائق نہیں اسکی پاکی (بے عیب ہونا) دائمی جاری تسبیح کے ساتھ بیان کررہی ہے اور اس کے ساتھ اللہ عزوجل کی یہ شان بے نیازی اور اسکی کمال عظمت پر دلالت کررہی ہے لفظ ما غیر ذوی العقول پر بولا جاتا ہے مخلوقات غیر ذوی العقول ہو یا ذوی العقول سبھی اپنی نوعی زبان میں حمد سرا ہیں۔

(لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ) اسی کا مالک ہے اور اسی کی تعریف۔ لہٗ کو ملک اور حمد سے بالتکرار مقدم بولا گیا جو حصر کا فائدہ دیتا ہے جس کا مطلب ہے لا بغیرہٖ تعالیٰ یعنی اسکے سوا بالذات اور بالحقیقت کسی کا نہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ بادشاہی فقط اسی ہی کی ہے اور یونہی سب تعریف فقط اسی کو سزاوار ہے وہ اپنے ملک میں متصرف بالذات ہے جو چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے فرماتا ہے کرتا ہے نہ کوئی اس کا شریک وہم سر اور سب تعریفیں اسی کے لیے ہیں فللّٰہ الحمد رب السمٰوٰت رب والارض رب العلمین ۝ ولہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض وھو العزیز الحکیم۔

(وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝) اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

لأن نسبۃ ذاتہ جل شانہ المقتضیۃ للقدرۃ الی الکل سواء

اس لیے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ذات کی نسبت جو مقدرات کے لیے مقتضی ہے سب کے لیے یکساں ہے اور وہ جو چاہتا ہے اس پر مکمل قدرت رکھتا ہے اور عیب وعجز سے پاک ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۝

وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں کوئی کافر اور تم میں کوئی مسلمان اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔

ای ھوالذی اوجدکم کما شاء یعنی وہی ذات ہے جس نے تمہیں ایجاد کیا (پیدا کیا۔ بنایا) جسطرح کہ اسکی حکمت بالغہ نے چاہا۔

(فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ط) تو تم میں کوئی کافر اور تم میں کوئی مسلمان

ای فبعضکم کافر بہ تعالیٰ وبعضکم مؤمن بہ عزوجل۔

یعنی تم میں سے بعض نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا اور تم میں سے بعض حق سبحانہ، وتعالیٰ پر ایمان لائے فَ تعقیب کے لیے ہے جس کا مطلب ہے کہ تخلیق کے بعد بعض نے کفر اختیار کیا اور بعض مومن ہوئے کفر و ایمان خلق و پیدائش کے ضمن میں سے ہے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ نے بندوں کے افعال و اعمال کو بھی پیدا فرمایا اور یونہی ایمان وکفر خلق و پیدائش کے ساتھ ہی مقدر ہو چکا لیکن (بندوں کو افعال اعمال میں قدرے اختیار دیا گیا ہے اور اسی کو کَسْبْ کہتے ہیں اور بندے کے کسب پر ہی ثواب و عذاب ہے اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ اور اس عقیدہ کی وضاحت احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔ بخاری ومسلم وترمذی اور ابوداؤد نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور وہ صادق ومصدوق ہیں بے شک تم میں سے ہر ایک کا مادۂ خلقت اس کی ماں کے بطن (رحم) میں چالیس روز تک صورت نطفہ جوڑا (جمع کیا) جاتا ہے پھر وہ چالیس روز کے بعد (وہ نطفہ) جما ہوا خون ہو جاتا ہے پھر چالیس روز گزرنے کے بعد گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے پھر چالیس روز کے بعد اس کی طرف اللہ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جسے چار باتوں کے لکھنے کا حکم ہوتا ہے۔ اس کا رزق، اس کی عمر اور یہ کہ وہ سعید (نیک بخت) یا شقی (بدبخت) ہوگا لکھ دیتا ہے پھر اس میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ اور عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب شکم مادر میں منی (نطفہ) کو پڑے چالیس راتیں گزرجاتی ہیں تو اس کے پاس ملک النفوس آتا ہے تو وہ اس کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے اے پروردگار کیا یہ مرد ہوگا یا عورت تو اللہ تعالیٰ فیصلہ دیتا ہے جو وہ ہوگا پھر فرشتہ عرض کرتا ہے کہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت پس وہ لکھ دیتا ہے جیسا ہونیوالا ہوتا ہے۔ اور کفر کا ایمان پر تقدیم شائد غلبہ وکثرت کی وجہ سے ہے۔

(وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝) اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ای فیجازیکم بما نیاسب ذلك یعنی وہ تمہیں جو اس کے مناسب ہے جزا دیگا اور کفر وایمان کی تخلیق کے منافی نہیں کیونکہ وہ دونوں امور بندے کیلئے مکتوب ہیں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	اس نے آسمان اور زمین حق کیساتھ
بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ	بنائے اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری
صُوَرَكُمْ وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ۝	اچھی صورت بنائی اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

(خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ) اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے بالحکمة البالغة المتضمنة للمصالح الدینیة والدنیویة یعنی حق سبحانہ، وتعالیٰ نے زمین وآسمانوں کو حکمت بالغہ کے ساتھ جو دینی اور دنیاوی مصلحتوں کو متضمن تھی پیدا فرمایا یا یہ مراد ہے کہ ان دونوں کی تخلیق وجود صانع پر حقیقی طور پر دلالت کررہی ہے۔

(وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ) اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری اچھی صورت بنائی۔ حیث براکم سبحانہ فی احسن تقویم واودع فیکم من القوی والمشاعر الظاھرة والباطنة ما نیط بہا جمیع الکمالات البارزة والکامنة وزینکم بصفوة صفات مصنوعاتہ وخصکم بخلاصة خصائص مبدعاتہ وجعلکم انموذج جمیع مخلوقاتہ فی ھذہ النشاۃ وقد ذکر بعض المحققین ان الانسان جامع بین العالم العلوی والسفلی وذلك لروحہ التی ھی من عالم المجردات وبدنہ الذی ھو من عالم المادیات وانشدوا: ؎ وتزعم انك جرم صغیر وفیك انطوی العالم الاکبر

اس لیے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے تمہیں بہترین خلق میں پیدا کیا (وجود میں لایا) اور تمہیں عقل (یا طاقت) اور ظاہری و باطنی حواس ودیعت فرمائے (تم میں رکھے) جن کے ساتھ وہ تمام فوقیت دلانیوالے اور مخفی کمالات ملے یا ان پر ان کا انحصار ہے اور تمہیں اس نے اپنی بنائی ہوئی اشیاء کی صفات وخصوصیات کے علم سے زینت بخشی اور تمہیں اپنی ایجادات کے خصائص کے نچوڑ کے ساتھ خاص کیا (تمہیں ان کے علم کے لیے چن لیا) اور اپنی تمام مخلوقات میں اس نشو ونما (اٹھان) میں تمہیں حسین بنایا اور بے شک بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ بلا شبہ انسان عالم سفلی وعلوی کے درمیان جامع ہے اور یہ اس لیے کہ اس کی روح وہ ہے جو عالم مجردات سے متعلق رکھتی ہے اور اس کے بدن ایسا ہے کہ عالم مادیات سے تعلق ہے، اور یہ شعر کیا خوب ہے۔ ؎ اور تو خیال کرتا ہے کہ تو محض چھوٹا سا جرثومہ ہے

اور تمہارے اندر ایک بہت بڑا جہان پوشیدہ ہے (سمویا لپیٹا ہوا ہے)

لہٰذا لازم ہے کہ اللہ نے جب صورت اچھی عطا فرمائی تو سیرت بھی اچھی رکھی جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک اہم ومشہور دعا ہے۔ "اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ خُلُقِیْ کَمَا اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ" اے اللہ میری سیرت کو عمدہ بنا دے جسطرح تو نے میری تخلیق کو عمدہ بنایا۔

(وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ۝) اور اسی کی طرف پھرنا

یعنی آخرت میں تم سب کو اسی کے حضور پیش ہونا ہے لہٰذا اپنی صورت کو شرک وکفر اور اعمال شنیعہ سے بدصورت نہ بناؤ کہ حشر کے روز کافروں کی صورتیں بدل جائیں گی اور وہ صورت آدم کے سوا بہائم وغیرہ کی صورت پر جہنم میں داخل ہوں گے گویا یہ اُن کے اعمال کی صورت مثالی ہو گی جس پر بدلہ پائیں گے اور جہنم میں کوئی آدمی صورت آدم پر جہنم میں داخل نہ ہو گا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ — جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اور

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ — اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

من الامور الکلیۃ والجزئیۃ والاحوال الجلیۃ والخفیۃ۔

یعنی تمام کُلّی اور جزئی امور کو جانتا ہے اور تمام احوال سے باخبر ہے خواہ نہاں ہوں یا عیاں۔

(وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ) اور جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔
ای ماتسرونہ فیما بینکم وما تظہرونہ من الامور یعنی جو کچھ اس میں سے جو تمہارے درمیان ہے چھپاتے ہو اور جو کچھ تم امور سے ظاہر کرتے ہو سبھی اللہ کو معلوم ہے وہ تمہارے تمام مخفی ارادے اور خیالات سے اور جو کچھ تم برملا کہتے ہو سبھی سے بخوبی آگاہ ہے۔

(وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ) اور اللہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔
چونکہ تمام تخلیق وجود صانع وخالق پر دلالت کرتی ہے لہذا ایجاد وصنعت کے تمام اسرار وحکم (حکمتیں) بھی اللہ کریم کے علم پر دلیل ہیں اور علم سے پہلے قدرت کا ذکر یہی مطلب ہے اور یہاں علم کا مکرر تذکرہ جلالت شان کے اظہار کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں میں گزرنے والے خطرات وساوس وغیرہ کو بخوبی جانتا ہے اور اس کا علم ذاتی تمام امور کو محیط ہے۔

اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ	کیا تمہیں ان کی خبر نہ آئی جنہوں نے تم سے
کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا	پہلے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا
وَبَالَ اَمْرِھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ	اور ان کے لیے دردناک عذاب
اَلِیْمٌ ہ	ہے

(اَلَمْ یَاْتِکُمْ) کیا تمہیں نہ آئی۔ بعض علماء تفسیر کے نزدیک اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ فکانہ قیل: اَلَمْ یَاْتِکُمْ یَا اَھْلَ مَکَّۃَ گویا کہ کہا گیا ہے کہ اے اہل مکہ کیا تمہیں خبر نہ پہنچی یا انہیں بطور خاص مخاطب کرنے کے بعد دلالت فرمایا اے کافرو۔

(نَبَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ) خبر ان لوگوں کی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا۔
لقوم نوح وھود وصالح وغیرھم من الامم المصرۃ علی الکفر جس طرح قوم نوح، قوم ھود اور قوم صالح اور ان کے علاوہ ان امتوں کے لوگ جو کفر وبغاوت پر اصرار کرتے رہے یا ڈٹے رہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہے کہ کیا تمہیں گزشتہ امتوں کے بارے میں خبریں نہیں پہنچیں جو رسولوں کی تکذیب کرتے رہے اور کفر پر قائم رہے۔

(فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِھِمْ) تو اپنے کام کا وبال چکھا۔ وبال کی اصل شدت وثقل ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ وبیل الطعام ایسا کھانا جو معدہ پر بوجھ ہو اور ثقیل ہو۔ وابل المطر الثقیل القطار الیسی بارش

جو خوب موٹی اور تل دھار اور پردھار ہو۔ ای ضر ر کفرھم فی الدنیا من غیر مہلۃ

یعنی انہوں نے دنیا کی زندگی ہی میں اپنے کفر کے انجام (مزہ) اس طرح چکھ لیا کہ انہیں مہلت ہی نہ ملی۔ انہیں ان کے کفر و سرکشی اور تکذیبِ رُسل کی سزا دنیا ہی میں مل گئی اور آخرت کی سزا تو الگ ہے یا اس کے ساتھ ہی لاحق ہو گی۔

(وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ فی الاخرۃ — لا یقادر قدرہ

یعنی آخرت میں ان کے لیے ایسا عذاب ہوگا جس کے برداشت کی طاقت نہ رکھیں گے۔ یہ دردناک عذاب عذاب دنیا کے ساتھ ہی لاحق ہو جائیگا اور ایسا الیم و شدید ہوگا کہ ان کے حوصلے پست اور ہمتیں ٹوٹ جائیں گی اعاذنا اللہ بہذا۔

ذٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوا وَّاسْتَغْنَى اللَّهُ ۚ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝

یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے۔ اور پھر گئے اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

(ذٰلِكَ) یہ ای ماذکر من العذاب الذی ذاقوہ فی الدنیا و ما سیذوقونہ فی الاخرۃ یعنی وہ عذاب جس کا ذکر گزرا جو انہوں نے دنیاوی زندگی میں چکھا اور وہ عذاب جو جلد ہی آخرت میں چکھیں گے۔ (بِأَنَّهُ) اس لیے کہ ای بسبب ان الشان یعنی یہ عذاب اس سبب سے ہوا کہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں کے دشمن ہوئے یا رسولوں سے دشمنی کی اور انہیں جھٹلایا۔

(كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ) ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے ای بالمعجزات الظاہرۃ یعنی روشن معجزات کے ساتھ تشریف لائے۔ مثل ید بیضا، عصائے کلیم، مردوں کا زندہ کرنا، پتھر سے اونٹنی کے بچہ کا نکلنا وغیرہ۔

(فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا) تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے۔

ای قال کل قوم من اولئک الاقوام الذین کفروا فی حق رسولھم الذی اتاھم بالمعجزات منکرین لکون الرسول من جنس البشر او متعجبین من ذلک البشر یھدینا کما

قالت ثمود : "ابشرا منا واحدا نتبعه" ، "فقالوا" کانت پر عطف ہے أَبَشَرٌ میں استفہام انکاری ہے ۔ اور بشر اسم جنس ہے جو جمع پر بھی بولا جاتا ہے ۔

یعنی ان تمام اقوام میں سے جنہوں نے کفر کیا ہر ایک قوم نے اپنے رسول کے بارے میں جو ان کے پاس روشن معجزات لے کر آیا انکار کرتے ہوئے یہی کہا کہ بشر کیونکر اللہ کا رسول ہو سکتا ہے یا اس بات پر متعجب ہوئے کہ بشر ہمیں ہدایت کرتا ہے جس طرح کہ قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ کیا ہم اپنے میں کہ ایک آدمی کی تابعداری کریں ۔ یعنی انہوں نے بشر کے رسول ہونے کا تو انکا کیا اور جمادات (پتھروں) کو خدا مان لیا اور یہ ان کی حد درجہ کی بے وقوفی اور بے عقلی اور کج فہمی پر دلیل ہے ۔ (فَكَفَرُوا) تو کافر ہوئے ۔ بالرسل علیہم السلام یعنی اللہ کے رسولوں کا انکار کر کے کافر ہوئے ۔ (وَتَوَلَّوا) اور پھر گئے ۔ عن التامل فیما اتوابہ من البنیات وعن الایمان ، اور ان لوگوں نے اس میں تامل کیا جو واضح دلائل ونشانیاں ان کے پاس لے کر آئے یعنی انبیاء کے واضح اور روشن معجزات کے باوجود راہ حق سے پھرے رہے اور ایمان نہ لائے ۔ (وَاسْتَغْنَى اللّٰهُ) اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا ۔

ای اظہر سبحانہ غناہ عن ایمانہم طاعتہم حیث اہلکہم وقطع دابرہم یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے ایمان قبول نہ کرنے اور ان کے فرماں برداری بجا لانے سے بے نیازی کو ظاہر فرمایا اور انہیں اسی حال میں ہلاک کر دیا اور ان کی جڑ کاٹ دی ۔ حق سبحانہ وتعالیٰ لوگوں کی اطاعت یا عدم طاعت دونوں سے بے نیاز ہے ۔ اللہ کریم پر کوئی شئے واجب نہیں اور رسولوں کا مبعوث فرمایا تو اس کا فضل واحسان ہے جب کفار نے اس لطف احسان کا انکار کیا اور قبول حق سے روگردانی کی حالانکہ ان کی فلاح اسی میں تھی تو گویا یہ رویہ خود ان کی ہلاکت کا سبب ہوا جب وہ خود خسارے کے سودے پر راضی تھے تو اللہ نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا یا ان کی طرف سے بے نیازی فرمائی اور بلاشبہ اللہ ہر شئے سے بے نیاز ہے سبھی اس کے محتاج اور نیاز مند ہیں ۔

(وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝) اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا ۔

عن العالمین فضلا عن ایمانہم وطاعتہم ۔ یحمدہ کل مخلوق بلسان الحال

الذی ھو افصح من لسان المقال او مستحق جل شانہٗ للحمد بذاتہ وان لم یحمدہ سبحانہٗ حامد ۔ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے خواہ وہ ایمان واطاعت بجالائیں یا نہ لائیں بے نیاز ہے ۔ (بے پرواہ ہے) تمام مخلوق اپنی زبان حال سے جو زبان مقال سے زیادہ فصاحت والی ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی تعریف کرتی ہے یا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ بذات خود تمام تعریفوں کے لائق ہیں اور اگر کوئی اس کی تعریف نہ کرے تو وہ خود ہی قابل تعریف ہے (حامد ہے) لہٰذا اُسے کسی کی حمد وستائش کی حاجت نہیں ۔ سبحان اللہ والحمد للہ ۔

زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ

کافروں نے بکا کہ وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تمہارے کرتوت (کام) تمہیں جتا دیئے جائیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے ۔

(زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا ؕ) کافروں نے بکا کہ وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے الزعم ادعاء العلم واکثر ما یستعمل الادعاء الباطل، لفظ زعم سے مراد علم کا دعویٰ ہے اور اکثر یہ جھوٹے دعویٰ کیلیے بولا جاتا ہے اور ابن عمر اور ابن شریح سے مروی ہے کہ زعم سے مراد کذب (جھوٹ) سے کنایہ ہے اور مشہور یہی ہے کہ اس کا معنی جھوٹی بات کا دعویٰ ہے کشاف میں ہے الذین کفروا سے مراد اہل مکہ ہیں جیسا کہ اگلے جملے میں قُل بلیٰ کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے ۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کفارِ مکہ یا کافر لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ زندہ کرکے نہ اٹھائے جائیں گے ۔ (قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ) تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے ۔ یہ کفار کے زعم کا رد ہے جو اس امر کے مدعی تھے کہ مرنے کے بعد وہ دوبارہ زندہ کرکے نہ اٹھائے جائیں گے اور ان کے زعم کے بطلان کے لیے اظہار ہے کہ جس چیز کی تم نفی کرتے ہو وہ بالضرور ہو گی لفظ بَلٰی قطعی اثبات کے لیے بولا جاتا ہے اور دو قسمیہ ہے اور جملہ قسمیہ سے اس کو مزید مؤکد کیا گیا ہے ۔

(ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ) پھر تمہارے کام تمہیں جتا دیئے جائیں گے ۔ ای لتحاسبن وتجزون باعمالکم یعنی بالضرور تمہارا محاسبہ ہوگا اور تمہیں

تمہارے اعمال کے موافق جزا دی جائے گی۔ (ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝) اور یہ اللہ کو آسان ہے۔ ای ماذکر من البعث والجزاء یعنی بعثت (دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے) اور جزا و سزا کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا وہ اللہ کو آسان ہے کیونکہ اللہ نے جس امر کا وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہوگا اور کافروں کا خیال کہ ایسا نہ ہوگا یا ایسا محال ہے تو یقیناً ایسا ہوگا اور یہ ہرگز محال نہیں اور اللہ کی قدرت کامل ہے اور وہ ہر شے پر بالکلیہ قدرت رکھتا ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور
وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ	اس نور پر جو ہم نے اتارا
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ	اور اللہ تمہارے کاموں
خَبِيْرٌ ۝	سے خبردار ہے۔

(فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ) تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا۔

ای اذا کان الامر کذلک فاٰمنوا یعنی جب ایسا ہونا (حشر اور قبروں سے زندہ اٹھنا اور جزا و سزا) یقینی امر ہے تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول یعنی محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور اس نور پر یعنی قرآن کریم پر جس کا معجزہ اور نور ہونا ظاہر ہے کیونکہ انوار قرآن سے ظلمتیں دور ہوتی ہیں اور حقائق اشیاء کی معرفت روشن ہوتی ہے۔ اور ہم نے یہ نور اتارا ہے تو اس فرمانے میں عظمت قرآن کا اظہار ہے۔ (وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝) اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ من الامتثال بالامر وترکہ یعنی تمہاری فرماں برداری اور نافرمانی سب کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے آگاہ ہے اور تمہیں اسی کے موافق جزا سزا دے گا۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ	جس دن تمہیں اکٹھے کرے گا سب جمع ہونے
ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ	کے دن وہ دن ہے ہار والوں کی ہار کھلنے
يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا	کا اور جو اللہ پر ایمان لائے اچھا کام کرے اللہ
يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ	اس کی برائیاں اتار دیگا اور اسے باغوں

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں کہ وہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

(یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ) جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا۔

یعقوب، زید بن علی اور شعبی نے یَجْمَعُكُمْ کو نَجْمَعُكُمْ (بالنون) پڑھا ہے۔ یعنی ہم تمہیں اکٹھا کریں گے اس دن سے مراد یوم قیامت ہے اور بعض نے کہ اس دن سے مراد بدلے کا دن کہ جزا سزا دی جائے گی۔ (لِیَوْمِ الْجَمْعِ) سب جمع ہونے کے دن۔

لیوم یجمع فیہ الاولون والآخرون، وقیل: الملائکۃ علیہم السلام والثقلان اس دن میں جس میں کہ اولین وآخرین اکٹھے ہوں گے اور ایک قول ہے کہ فرشتے اور دونوں بڑے گروہ یعنی جن اور انسان، لیوم الجمع میں لِ تعلیل کے لیے ہے جس کا مطلب ہے ای لاجل مافی یوم الجمع من الحساب یعنی اکٹھے ہونے کے دن میں محاسبہ اور بدلے کے لیے سب کو جمع کیا جائیگا۔

(ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ) وہ دن ہے ہار والوں کی ہار کھلنے کا۔

ابن عباس، مجاہد، قتادہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: یوم غبن فیہ اھل الجنۃ اھل النار اس دن جب اہل جنت جیت جائیں گے اور اہل جہنم ہار جائیں گے، ظاہر ہے کہ کہاں جیت کا حقیقی دن یوم آخرت ہے جب کامیابی اور نامرادی کی حقیقت واضح ہو جائے گی اور کثیر علماء کا قول ہے کہ یوم التغابن سے مراد وہ دن ہے جس میں بعض لوگ بعض لوگوں کو ہار دیں گے اور جیت جائیں گے یعنی مومن کافروں پر جیت جائیں گے اور وہ اس طرح ہوگا کہ بامراد لوگ بدبختوں کے جنتی ٹھکانوں کے وارث ہوں گے اگر وہ بامراد نہ ہوتے اور نقصان حقیقی سے دوچار ہوں گے۔ اور اس کی تائید صحیح بخاری و مسلم کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ قبر میں مومن کو اس کا جہنم کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اگر وہ مومن نہ ہوتا تو اس جگہ ہوتا پھر جنت کا مقام دکھایا جاتا ہے (تاکہ اسے فرحت حقیقی حاصل ہو) اور کافر کو اس کا عکس یعنی پہلے جنت کا مقام پھر دوزخ کا تاکہ اسے حسرت ہو۔ اور ایک قول ہے یوم التغابن سے مراد قیامت کے دن کافروں کی محرومی ظاہر ہونا ہے۔

لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ — اس کے دونے کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ قدر فرمانے والا حلم والا ہے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ — ہر نہاں وعیاں کا جاننے والا عزت والا حکمت والا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ تغابن پ۲۸

ما۔نہیں	اصاب۔پہنچتی	من۔کوئی	مصیبۃ۔مصیبت
الا۔مگر	باذن۔حکم	اللہ۔اللہ سے	و۔اور
من۔جو	یؤمن۔ایمان لائے	باللہ۔اللہ پر	یھد۔ہدایت دیگا
قلبہ۔اس کے دل کو	و۔اور	اللہ۔اللہ	بکل۔ہر
شئ۔چیز کو	علیم۔جاننے والا ہے	و۔اور	اطیعوا۔کہا مانو
اللہ۔اللہ کا	و۔اور	اطیعوا۔کہا مانو	الرسول۔رسول کا
فان۔پھر اگر	تولیتم۔تم پھر جاؤ	فانما۔تو اسکے سوا نہیں کہ	علی۔اوپر
رسولنا۔ہمارے رسول کے	البلغ۔پہنچانا ہے	المبین۔ظاہر	اللہ۔اللہ
لا۔نہیں	الہ۔کوئی معبود	الا۔مگر	ھو۔وہی
و۔اور	علی۔اوپر	اللہ۔اللہ ہی کے	فلیتوکل۔بھروسہ کریں
المؤمنون۔مومن	یایھا۔اے	الذین۔لوگو جو	امنوا۔ایمان لائے ہو
ان۔بیشک	من۔بعض	ازواجکم۔تمہاری بیویوں سے	و۔اور
اولاد۔اولاد	کم۔تمہاری سے	عدوا۔دشمن ہیں	لکم۔تمہارے
فاحذروا۔سو بچو	ھم۔ان سے	و۔اور	ان۔اگر
تعفوا۔تم معاف کرو	و۔اور	تصفحوا۔درگذر کرو	و۔اور
تغفروا۔بخش دو	فان۔تو بیشک	اللہ۔اللہ	غفور۔بخشنے والا
رحیم۔مہربان ہے	انما۔اسکے سوا نہیں	اموالکم۔تمہارے مال	و۔اور
اولاد۔اولاد	کم۔تمہاری	فتنۃ۔آزمائش ہے	و۔اور
اللہ۔اللہ	عند۔پاس	ہ۔اسکے	اجر۔اجر ہے

عظیم۔بڑا	فاتقوا۔تو ڈرو	الله۔اللہ سے	ما۔جتنی
استطعتم۔تمہیں طاقت ہو		و۔اور	اسمعوا۔سنو
و۔اور	اطیعوا۔کہا مانو	و۔اور	انفقوا۔خرچ کرو
خیرا۔بہتر ہے	لانفسکم۔تمہاری جانوں کیلئے	و۔اور	من۔جو
یوق۔بچایا گیا	شح۔لالچ	نفسہ۔اپنے نفس کے سے	فاولئک۔تو یہ
ھم۔وہی ہیں	المفلحون۔کامیاب	ان۔اگر	تقرضوا۔قرض دو تم
الله۔اللہ کو	قرضا۔قرض	حسنا۔اچھا	یضعفہ۔دگنا کریگا اس کو
لکم۔تمہارے لیے	و۔اور	یغفر۔بخشے گا	لکم۔تم کو
و۔اور	الله۔اللہ ہے	شکور۔قدردان	حلیم۔حوصلے والا
علیم۔جاننے والا ہے	الغیب۔غائب	و۔اور	الشہادۃ۔حاضر کا
العزیز۔غالب ہے	الحکیم۔حکمت والا		

مختصر تفسیر اردو سورۃ التغابن رکوع دوم پ ۲۸

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر اللہ کے حکم سے اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما دے گا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

(مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ) کوئی مصیبت نہیں پہنچتی۔

ای ما اصاب احدا مُصیبة یعنی کسی ایک شخص کو کوئی مصیبت نہیں پہنچتی اور مصیبت سے مراد بیماری اور وہ شئ جو بندے کو نفسہٖ تکلیف دے، زخم، یا مال اور اولاد کا نقصان یا زبان یا کسی حرکت سے تکلیف پہنچے یا موت واضح مفہوم یہ ہے کہ جس کسی شخص کو دنیاوی تکالیف وغیرہ میں سے جو کچھ پہنچے یا کوئی اچھا یا برا حادثہ پیش آئے۔ (اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ) مگر اللہ کے حکم سے

ای بارادته سبحانه وتمکینه عزوجل کأن الرزیة بذاتها متواجهة الی العبد متوقفة علی ارادته تعالیٰ وتمکینه جل وعلا ۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کے ارادہ اور اس کی تقدیر سے کیونکہ مرض یا نقصان اپنی ذات میں بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی مشیئت وتقدیر پر موقوف ہوتا ہے۔

(وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ط) اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرمادے گا۔ عند اصابتها للصبر والاسترجاع ۔ جب کوئی مصیبت پہنچے تو بلا پر صبر اور عطا پر شکر کرے اور مصیبت کے وقت استرجاع پڑھے یعنی کہے انا للہ وانا الیہ راجعون اے اللہ ہم تیرے ہی لیے ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے اور علقمہ کا قول ہے کہ جاننے (اس بات کا یقینی علم رکھے) کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کے ارادہ وتقدیر سے ہوتا ہے تو امر الٰہی پر راضی رہے اور تسلیم ورضا کا مظاہرہ کرے یهد قلبہ کی تفسیر میں ابن عباس سے مروی ہے کہ یقین رکھے اور جانے کہ جو بات یا مصیبت اسے پہونچی وہ اس سے ٹلنے والی نہیں تھی اور جو ٹل گئی وہ اسے ہرگز پہنچنے والی نہ تھی۔ اور ایک قول ہے کہ اس حال میں اللہ سے مہربانی مانگے اور وہ زیادہ سے زیادہ نیکیوں اور طاعتوں میں مشغول ہو اور ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اس کا دل مطمئن اور پرسکون رہے بلا پر صابر عطا پر شاکر رہے ۔ اور اگر اس عقیدہ سے پھرا تو دوزخ میں جائیگا۔

(وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ٥) اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

من الاشياء التی من جملتها القلوب واحوالها ۔ یعنی اللہ تعالیٰ دلوں اور اس کے احوال غرضیکہ سب کچھ جانتا ہے اور اپنے بندوں کے ایمان کا بخوبی علم ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ٥

اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچا دینا ہے ۔

(وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ج) اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔

كرر الامر للتاكيد والايذان بالفرق بين الاطاعتين فی الكيفية ۔ تاکید امر کے لیے تکرار ہے اور کیفیت کے اعتبار سے دونوں اطاعتوں کے درمیان فرق

کے بارے میں خبردار کیا ہے۔ وگرنہ اللہ اور رسول کی اطاعت دو الگ چیزیں نہیں ہیں اللہ کے رسول کی اطاعت ہی درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔

(فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ) پھر اگر تم منہ پھیرو ۔ ای عن اطاعۃ الرسول

یعنی اگر تم اللہ کے رسول کی اطاعت سے روگردانی کرو گے۔

(فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ۰) تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صریح پہنچا دینا ہے

یعنی اگر تم اللہ کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑو گے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے رسول کی ذمہ داری یہی ہے کہ اور احکام الٰہی پہنچا دیں اور وہ تبلیغ دین کا فرض ادا کر چکے تمہاری نافرمانی انکو کسی طور مضر نہیں بلکہ تمہارے لیے ہی ہلاکت کا باعث ہے۔

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ وَ عَلَی   اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور

اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۰   اللہ ہی پر ایمان والے بھروسا کریں۔

(اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ) اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔

یعنی اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت بجا لاؤ کہ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں گویا یہ علت حکم ہے جو پچھلی آیت میں اطاعت کا حکم ہوا۔

(وَعَلَی اللّٰہِ) اور اللہ ہی پر ای علیہ تعالیٰ خاصۃ دون غیرہ لا استقلالاً ولا اشتراکاً - یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسا کرنا چاہیے اور اس کے علاوہ کسی پر نہ ہی بالاستقلال اور نہ ہی بالاشتراک توکل چاہیے ۔ اعلے اللہ کا مقدم ہونا حصر کا فائدہ دے رہا ہے۔ (فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۰) ایمان والے بھروسا کریں۔

اس میں اظہار اجلال ہے یا اس میں حکم ہے کہ الوہیت کا تقاضا یہی ہے کہ سب کو چھوڑ چھاڑ کر صرف اور صرف اسی پر توکل کریں اور مومنوں کی تخصیص اس لیے ہے کہ ایمان کا مقتضیٰ ہی یہی ہے کہ اللہ ہی پر بالکلیہ بھروسا ہو۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ وَ اَوۡلَادِکُمۡ عَدُوًّا لَّکُمۡ فَاحۡذَرُوۡہُمۡ ۚ	اے ایمان والو تمہاری کچھ بیبیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور اگر معاف کرو

وَإِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَإِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور در گزر اور بخشش دو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ اہل مکہ میں سے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا اور اس امر کا ارادہ کیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں (ہجرت کر کے مدینہ طیبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوں) تو ان کی بیویوں اور بچوں نے انہیں روکا اور کہا کہ ہم تمہاری جدائی پر صبر نہ کر سکیں گے اور تمہارے بعد ہلاک ہو جائیں گے جس سے متاثر ہو کر وہ رُکے رہے پھر کچھ عرصہ گزرا تو انہوں نے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کر کے آئے تو انہوں نے اصحاب نبوی کو دیکھا کہ دین کی سمجھ میں خوب ماہر ہو گئے ہیں اور وہ بہت سے مثوبات اور علم دین سے پیچھے یا محروم رہ گئے ہیں تو انہوں نے اس محرومی کو بشدت محسوس کیا اور اپنے بیوی بچوں کو سزا دینا چاہی کہ انہوں نے انہیں کیوں روک رکھا یا وہ ہمارے مانع کیوں ہوئے اور اس امر کا ارادہ کیا کہ ان کا خرچہ بند کر دیں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں درگزر اور معافی کی تلقین کی گئی ۔ ترمذی نے اسے روایت کیا اور حاکم نے اس کو صحیح کہا اور ابن جریر وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یونہی روایت کی ہے ۔ اور عطاء کا قول ہے کہ یہ آیت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں غزوہ (جنگ) میں شرکت کا ارادہ رکھتے تھے مگر ان کے اہل وعیال جمع ہوئے اور ان کی باتوں نے جیسا اور پر گزرا انہیں روک رکھا پھر وہ نادم ہوئے اور انہیں سزا دینا چاہی کہ ان کی وجہ سے وہ مثوبات وغیرہ سے پیچھے رہ گئے یا محروم ہو گئے ۔

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ)

اے ایمان والو تمہاری کچھ بیبیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں ۔

ای ان بعضهم كذلك فمن الازواج ازواجا يعادين بعولتهن ويخاصمنهم ويجلبن عليهم ومن الاولاد اولادا يعادون آباءهم ويعقونهم ويجرعونهم الغصص والاذى وقد شاهدنا من الازواج من قتلت زوجها ومن افسدت عقله باطعام بعض المفسدات

للعقل ومن کسرت قارورۃ عرضہ ومن مزقت کیس مالہ ۔

یعنی ان میں سے بعض توحقیقتاً اسی طرح ہیں توازواج میں سے بعض بیبیاں ایسی ہیں جو اپنے شوہر سے بولنے میں تجاوز کرتی ہے یا دشمنی یا ظلم کرتی ہیں اوران سے لڑتی جھگڑتی ہیں اور ان کو دھمکاتی ہیں یا شور مچاکران پر لوگوں کو جمع کرلیتیں ہیں اور اولاد میں سے بعض اولاد ایسی ہے کہ اپنے باپوں پر زیاتی یا ظلم کرتے ہیں (یا گستاخی کرتے ہیں) اوران کی نافرمانی کرتے ہیں (یا انہیں چھوڑ دیتے ہیں) اورانہیں غم واندوہ کے اچھو لگانے والے گھونٹ پلاتے ہیں اور ہم نے عورتوں میں سے بعض کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے شوہروں کو قتل کر ڈالا اور بعض نے ان کی دولت کے ذریعے جو پاگل بنادیں شوہروں کو فاتر العقل (پاگل) بنادیا اور بعض نے ان کی آبرو کے آبگینے کو پاش پاش کردیا اور بعض نے ان کی دولت برباد کردی ۔

ایک قول یہ ہے کہ اس لیے دشمن ہیں کہ وہ تمہیں افعال خیر سے روکتے ہیں یا ان کی وجہ سے نیکی سے باز رہتے ہو ۔ یہاں من تبعیضیہ ہے اور سب کو شامل نہیں یعنی ساری بیبیاں اور ساری اولاد ایک جیسی نہیں ۔

(فَاحْذَرُوْهُمْ ج) توان سے احتیاط رکھو ۔ ھُمْ کی ضمیر عدد کے لیے ہے اور اس کا اطلاق جمع پر ہوتا ہے جسطرح کہ اللہ کا قول ہے "فانھم عدو لی" توضروری ہے کہ سب سے احتیاط چاہیے خواہ بیبیاں ہوں یا اولاد ۔ اور لازم ہے کہ ان کہنے میں آکر یا ان کی باتوں وغیرہ سے مرعوب ومغلوب ہوکر امور خیر سے نہ رک جاؤ اوران کی محبت نیکی کی راہوں میں آڑے نہ آئے ۔ اوران کی وجہ سے یا ان کے شر سے غافل نہ رہو ۔

(وَاِنْ تَعْفُوْا) اور اگر معاف کرو ۔ عن ذنوبھم القابلۃ للعفو بان تکون متعلقۃ بامور الدنیا او بامور الدین لکن مقارنۃ للتوبۃ بان لم تعاقبوھم علیھا یعنی ان کے وہ گناہ معاف کردو جو بخشش کے قابل ہوں خواہ وہ دنیاوی سے متعلق ہوں یا دینی امور سے البتہ توبہ کے لائق ہوں توتم ان پر ان کا تعاقب نہ کرو ۔ (پیچھے نہ پڑو)

(وَتَصْفَحُوْا) اور درگزرو ۔ تعرضوا بترک التثریب والتعبیر ۔ اورتم ملامت کے بغیر اور آزمائش (پرکھنے) یا بغیر وضاحت چاہے ان سے چشم پوشی کرو (جانے دو چھوڑدو)

(وَ تَغۡفِرُوۡا) اور بخش دو ۔ تسترو ھا باخفائھا وتمھید معذرتھم فیھا ۔ تم ان کی لغزشوں کو چھپاتے ہوئے اور اس بارے میں ان کی معذرت خواہی وغیرہ سے صرف نظر کرکے ان کو معاف کردو یا پردہ پوشی کرو ۔

(فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ) تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

یہ جواب کا قائم مقام ہے والمراد یعاملکم بمثل ما عملتم ویتفضل علیکم اور مراد یہ ہے کہ تمہارے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے گا جیسا تم معاملہ کروگے اور یہ کہ تم پر لطف وکرم فرمائے گا اس لیے کہ وہ یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ غائت درجہ مہربان اور معاف فرمانے والا ہے

اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ ؕ وَ اللّٰہُ عِنۡدَہٗۤ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ۔ تمہارے مال اور تمہارے بچے جانچ ہی ہیں اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے ۔

(اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ ؕ) تمہارے مال اور تمہارے بچے جانچ ہی ہیں ۔ ای بلاء ومحنۃ ویترتب علیھم الوقوع فی الاثم والشدائد الدنیویۃ وغیر ذلک وفی الحدیث " یؤتی برجل یوم القیامۃ فیقال : اکل عیالہ حسناتہ " وعن بعض السلف العیال سوس الطاعات ۔

یعنی آزمائش اور امتحان ہے اور انہی کی وجہ سے گناہوں کا اور دنیاوی سختیوں (پریشانیوں) وغیرہ کا وقوع ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ مال و اولاد کی وجہ سے بندہ گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اطاعت الٰہی سے باز رہتا ہے ، حدیث شریف میں ہے کہ بروز حشر ایک شخص کو لایا جائے گا تو کہا جائے گا " اس کے عیال (کنبے) نے اس کی نیکیاں کھالیں " ، اور بعض سلف سے مذکور ہے کہ کنبہ نیکیوں کے درخت کا گھن ہے (جس طرح گھن لکڑی کو کھا جاتا ہے یونہی بال بچے نیکیاں اکارت کردیتے ہیں) ۔ اور ایک قول ہے کہ جب تمہارے لیے ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ ممکن ہو (تمہیں موقعہ مل رہا ہو) تو تمہیں ان دونوں امور سے مال اور اولاد کی محبت فتنے میں نہ ڈالدے کہ تم ان کی وجہ سے باز رہو اور کشف میں ہے کہ مال اولاد کی طرف میلان کا فتنہ (آزمائش) عقوبت (سزا) اور گناہ کے علاوہ ہے ۔ یعنی یہ میلان (بشرطیکہ نیکی

سے مانع ہو) فی نفسہ گناہ اور مستوجب سزا ہے اور اس کے علاوہ ایک آزمائش ہے۔ اور مال کا بطور تقدیم کے ذکر اس لیے ہے کہ بلا شبہ یہ عظیم فتنہ ہے اللہ کا ارشاد ہے "کلا ان الانسان لیطغی ان راٰہ استغنی"، ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی (مالدار) سمجھ لیا۔ اور احمد، طبرانی، حاکم، ترمذی نے بافائدہ تصحیح کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ان لکل امۃ فتنۃ وان فتنۃ امتی المال"، بے شک ہر امت کے لیے پرکھ (آزمائش تھی) اور میری امت کے لیے فتنہ جانچ مال ہے۔ اور اس آیت میں کسی کا استثنیٰ نہیں جبکہ پچھلی آیت میں منؔ تبعیضیہ تھا مطلب یہ ہے کہ مال و اولاد سب کے لیے امتحان ہیں اور سب کا میلان ان کی طرف ہوتا ہے خواہ وہ امور خیر سے مانع ہوں یا نہ ہوں۔ احمد ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف پر جلوہ گر خطبہ فرماتے تھے کہ شہزادگان اہل بیت سبطین پیغمبر حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لڑکھڑاتے قدموں میں حاضر ہوئے (بچپن میں جب ابھی چلنا آیا ہی تھا) اور دونوں شہزادوں پر سرخ دھاریدار پوشاکیں تھیں تو آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اتر آئے اور ہر ایک کو اپنے بازوؤں میں الگ الگ اٹھا لیا پھر رونق افروز منبر ہوئے تو فرمایا حق سبحانہ، وتعلیٰ نے سچ فرمایا کہ تمہارے مال اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں ان بچوں کو دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا کہ میں نے خطبہ چھوڑا اور ان دونوں کیطرف بڑھ گیا"، اور ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ شیطان کو ہلاک کرے بے شک اولاد کڑی آزمائش ہے ذاتِ باری کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے "مادریتانی نزلت عن منبری"، مجھ سے نہ رہا گیا اور میں اپنے منبر سے اتر پڑا۔

(وَاللّٰہُ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾) اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

لمن آثر محبۃ اللہ تعالیٰ وطاعتہ علی محبۃ الاموال والاولاد والسعی فی مصالحھم علی وجہ یخل ذلک یعنی اس شخص کے لیے جس کو اموال و اولاد کی محبت اور ان کے مصالح میں بھاگ دوڑ اللہ کی محبت اور اس کی فرماں برداری پر غالب نہ آئے اور وہ اطاعتِ حق میں مشغول رہے تو ایسے شخص کے لیے اللہ کے ہاں بڑا ثواب ہے اور جو ایسا نہ کرے وہ ثواب عظیم سے محروم ہو گیا۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔

تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور فرمان سنو اور حکم مانو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جو اپنی جان کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

(فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ) تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے ۔

ای ابذلوا فی تقواہ عزوجل جهدكم وطاقتكم یعنی اپنی وسعت و طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرو یا اللہ سے تقویٰ رکھنے میں اپنی پوری ہمت و کوشش صرف کرو ۔ ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت "اتقوا اللہ حق تقاتہ" نازل ہوئی تو لوگوں کو عمل میں شدت و دشواری ہوئی اور لوگوں نے یہ آیت مسلمانوں کے لیے بطور تخفیف نازل فرمائی اور لوگوں کی دشواری آسانی سے بدل گئی اور پہلا حکم منسوخ ہو گیا ، مجاہد کا قول ہے کہ اس آیت سے مراد ہے کہ "ان یطاع سبحانہ فلا یعصی" حق سبحانہ وتعالیٰ کی طاعت و عبادت بجا لاؤ اور نافرمانی نہ کرو تاہم جمہور کا مذہب وہی ہے جو پیچھے گزرا اور بعض کا قول عدم نسخ ہے اور ان کے نزدیک یہ آیت حق تقاتہ کی تفسیر و توضیح ہے اور حق تقاتہ سے مراد کامل خلوص اور للّٰہیت ہے اور محض رضائے الٰہی کا حصول ہے ۔ (وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا) اور فرمان سنو اور حکم مانو ۔

مواعظه تعالیٰ اوامرہ عزوجل ونواهيه سبحانه ، حق تعالیٰ کی نصیحت یا جو اللہ عزوجل شانہ نے حکم فرمایا اور جس شئے سے منع فرمایا یعنی اللہ اور اس کے رسول کے احکام بجا لاؤ اور سر تسلیم خم کر دو ۔

(وَاَنْفِقُوْا) اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو ۔ مما رزقكم فی الوجوه التی امركم بالانفاق فيها خالصا لوجهه جل شانه ۔

یعنی جو کچھ ہم نے تمہیں روزی دی ہے اس میں سے اس طرح خرچ کرو جس طرح کہ تمہیں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور خرچ فقط رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ہو ۔

(خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ) تم اپنے بھلے کو ۔

یعنی خرچ کرو جو تمہارے لیے بھلائی کا موجب اور باعث منفعت ہے۔ اور ایک قول ہے کہ مال خرچ کرو جو تمہارے لیے مال و اولاد سے بڑھ کر نفع بخش ہے۔ اور یہاں خیر سے مراد مال بھی لیا گیا ہے۔

(وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ) اور جو اپنی جان کے لالچ سے بچا لیا گیا۔

قاموس میں شُحّ کا معنی بخل اور حرص ہے جوہری کہتے ہیں شُحّ کا معنی البخل مع الحرص، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے شُحّ کا معنی حرام مال کا حاصل کرنا ہے۔ آدمی کا نفس مال سے شدید محبت رکھتا ہے اور ایسی طمع آدمی کو خرچ سے مانع ہوتی ہے یعنی واضح مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اپنی جان کے لالچ سے بچا یا گیا اور اس نے نفس کی طمع کے باوجود اپنا مال اللہ و رسول کے فرمان کے موافق خرچ کیا تو ایسا شخص ہی کامیاب ہے۔

(فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝) تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

الفائزون بکل مرام یہی وہ لوگ ہیں جو ہر لحاظ سے کامیاب و کامران ہیں۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے وہ تمہارے
يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ لیے اس دونے (دُگنے) کر دیگا اور تمہیں
وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۙ بخش دیگا اور اللہ قدر فرمانیوالا علم والا ہے۔

(اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا) اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے۔

قرض حسنہ سے مراد ہے۔ "مقرونا بالاخلاص وطیب النفس"، خلوص و نیک نیتی اور خوش دلی و رغبت سے خرچ کرنا، یعنی اگر تم اللہ کی راہ میں احکام شریعت کے مطابق حلال طیب مال خلوص و خوشدلی سے صدقہ دو گے۔ قرض اس لیے بھی کہا گیا ہے کہ وہ لوٹایا جاتا ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ ہوا مال پورا پورا لوٹایا جائے گا جیسا کہ ارشاد ہے "وما تنفقوا من خير يوف اليكم"، تاہم واضح مفہوم قرض کا یہ ہے کہ ایسا خرچ جس پر ثواب کی امید بھی رکھے یا نمود و ریا سے پاک خرچ کرنا ہے۔

(يُضٰعِفْهُ لَكُمْ) وہ تمہارے لیے اس کے دونے کرے گا۔

یعنی بڑھا دے گا اور یہ بڑھوتری دو گنا تک محدود نہیں بلکہ دس گنا سے سات سو گنا

تک بھی ہو سکتی ہے۔ اور بغیر حساب کے بھی اور یہ بندے کے خلوص پر اور اللہ کے فضل وقبول پر مبنی ہے یُضٰعِفُ کو یُضَعِّفُہٗ بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس مال (قرض حسنہ) کو بڑھاتا رہے گا۔

(وَيَغْفِرْ لَكُمْ) اور تمہیں بخش دے گا۔

ببرکۃ الانفاق ما فرط منکم من بعض الذنوب۔

یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی برکت سے جو کچھ تم سے سرزد ہوا بعض انہیں سے گناہ معاف فرما دیئے جائیں گے۔

(وَاللّٰهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ۙ) اور اللہ قدر فرمانیوالا حلم والا ہے۔

یعطی الجزیل بمقابلۃ النزر القلیل یعنی اللہ کریم قدر فرمانیوالا اور معمول کے بدلے اور مقابلے میں انتہائی (غیر معمولی) عطا فرمانیوالا ہے اور حلیم یعنی لا یعاجل بالعقوبۃ مع کثرۃ الذنوب" ایسا بردبار کریم ہے کہ باوجود گناہوں کی کثرت کے بندوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا یعنی فوری گرفت نہیں فرماتا بلکہ موقعہ عطا فرماتا ہے کہ توبہ کرسکے اور رجوع الی اللہ کرے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ — ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا عزت والا حکمت والا۔

(عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ) ہر نہاں اور عیاں کا جاننے والا۔

لا یخفیٰ علیہ سبحانہٗ شئ یعنی اللہ پر کوئی بھی شے چھپی نہیں۔ اللہ کو سب معلوم ہے

(الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝) عزت والا حکمت والا۔

المبالغ فی القدرۃ والحکمۃ

قدرت وحکمت میں انتہائی کامل ہے، ہر شے پر غالب اور قادر ہے اور اس کی حکمت بے انتہا اور علم لامتناہی ہے اس آیت میں جو قرضۂ حسنہ کے ذکر سے ان اسمأ جلیلہ پر مکمل ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے لیکن انفاق سے مراد میں اختلاف ہے کہ آیا ہے انفاق فی سبیل اللہ سے مراد فرض انفاق یعنی زکوٰۃ مراد ہے تاہم یہ واضح

ہے اور بعض کا قول ہے کہ مراد انفاق صدقہ مندوب ہے اور بعض کے نزدیک یہ ہر قسم کے انفاق فی سبیل اللہ کو شامل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

آج تفسیر سورۃ تغابن مکمل ہوئی۔

۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ بمطابق ۳ اکتوبر ۱۹۹۰ء

سورۃ الطلاق

صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن مسعودؓ سے اس سورۃ مبارکہ کا نام "النساء القصریٰ" (چھوٹی سورۃ النساء) مذکور ہے داؤدی نے اس نام پر کراہت کا اظہار کیا ہے کہ میں القصریٰ کہنے کو محفوظ نہیں سمجھتا اور یہ کہ قرآنی سورتوں میں سے کسی کو قصریٰ نہ کہا جائے اور نہ ہی صغریٰ کہا جائے ابن حجر نے داؤدی کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ ایسا کہنا (قصریٰ۔ صغریٰ کا انکار کرنا) احادیث ثابتہ سے مردود ہے اور غیر مستند ہے کیونکہ قصر و طول امر نسبتی ہے اور بخاری میں زید بن ثابت سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا طولی الطولیین (دو لمبی سورتوں میں سے لمبی سورت) اور اس سے مراد سورۃ الاعراف لیا، یہ سورۃ مبارکہ بالاتفاق مدنی ہے اور اس میں دو رکوع اور بارہ آیتیں البتہ بصری قراء کے نزدیک آیتوں کی گنتی گیارہ ہے یعنی وہ بارہویں آیت کو الگ قرار نہیں دیتے۔ گزشتہ سورۃ مبارکہ میں ذکر گزرا کہ بے شک تمہاری کچھ بیبیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں اور عداوت کا منطقی نتیجہ طلاق ہوتا ہے یعنی علیحدگی لہذا اس سورۃ مبارکہ میں اسی مضمون سے متعلق طلاق (علیحدگی) کا ذکر ہے لہذا ان دونوں میں خوب ربط ہے۔

سورۃ طلاق مدینۃ

اس سورۃ میں دو رکوع۔ بارہ آیتیں اور دو سو انچاس کلمے اور ایک ہزار ساٹھ حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ طلاق پ۲۸

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ

اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی

لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ
مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ
يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ
وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ
حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ
لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ
ذٰلِكَ اَمْرًا ○

عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت
کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت
میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ
نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں اور
یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے
بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں
نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا
حکم بھیجے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ
اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا
ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ
لِلّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَ
مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○

تو جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے کو ہوں تو انہیں
بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا
کرو اور اپنے میں سے دو ثقہ کو گواہ کر لو اور اللہ کے
لیے گواہی قائم کرو اس سے نصیحت فرمائی جاتی
ہے اسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو۔
اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات
کی راہ نکال دے گا۔

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ
وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ
لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ○

اور اسے وہاں سے رزق دیگا جہاں اس کا گمان نہ
ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے
بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے بے
شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔

وَالّٰٓئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ
نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ
ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ
وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ
حَمْلَهُنَّ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ○

اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی
اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے
اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا اور حمل والیوں کی
میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں اور جو اللہ سے ڈرے
اللہ اس کے کام میں آسانی فرما دے گا۔

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝

یہ اللہ کا حکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف اتارا اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کی برائیاں اتار دے گا اور اسے بڑا ثواب دیگا۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ۝

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان و نفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچہ پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لیے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو پھر اگر باہم مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝

مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرما دے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ طلاق پ ۲۸

يٰۤاَيُّهَا ۔ اے	النَّبِيُّ ۔ نبی	اِذَا ۔ جب	طَلَّقْتُمُ ۔ طلاق دو تم
النِّسَآءَ ۔ عورتوں کو	فَطَلِّقُوْ ۔ تو طلاق دو	هُنَّ ۔ ان کو	لِعِدَّتِهِنَّ ۔ انکی عدت پر
وَ ۔ اور	اَحْصُوا ۔ گنتے رہو	الْعِدَّةَ ۔ انکی عدت کو	وَ ۔ اور
اتَّقُوا ۔ ڈرو	اللّٰهَ ۔ اللہ سے	رَبَّكُمْ ۔ جو تمہارا رب ہے	لَا ۔ نہ
تُخْرِجُوْ ۔ نکالو	هُنَّ ۔ ان کو	مِنْ بُيُوْتِهِنَّ ۔ ان کے گھروں سے	
وَ ۔ اور	لَا ۔ نہ	يَخْرُجْنَ ۔ نکلیں	اِلَّآ ۔ مگر

اَنْ - یہ کہ	یَّاْتِیْنَ - آئیں	بِفَاحِشَۃٍ - بےحیائی	مُّبَیِّنَۃٍ - کھلی کو
وَ - اور	تِلْکَ - یہ ہیں	حُدُوْدُ - حدیں	اللّٰہِ - اللہ کی
وَ - اور	مَنْ - جو	یَّتَعَدَّ - گزر جائے	حُدُوْدَ - حدیں
اللّٰہِ - اللہ کی	فَقَدْ - تو بیشک	ظَلَمَ - ظلم کیا اس نے	نَفْسَہٗ - اپنی جان پر
لَا - نہیں	تَدْرِیْ - جانتا تو	لَعَلَّ - شاید	اللّٰہَ - اللہ
یُحْدِثُ - پیدا کر دے	بَعْدَ - بعد	ذٰلِکَ - اس کے	اَمْرًا - کوئی اور کام
فَاِذَا - پھر جب	بَلَغْنَ - پہنچ جائیں	اَجَلَہُنَّ - اپنی عدت کو	فَاَمْسِکُوْ - تو روک لو
ہُنَّ - ان کو	بِمَعْرُوْفٍ - اچھے طریقے سے	اَوْ - یا	فَارِقُوْ - چھوڑ دو
ہُنَّ - ان کو	بِمَعْرُوْفٍ - اچھے طریقے سے	وَ - اور	اَشْہِدُوْا - گواہ بناؤ
ذَوَیْ - دو	عَدْلٍ - انصاف والے	مِّنْکُمْ - مسلمان	وَ - اور
اَقِیْمُوا - قائم کرو	الشَّہَادَۃَ - شہادت	لِلّٰہِ - اللہ کے لیے	ذٰلِکُمْ - یہ
یوعظ - نصیحت کیا جاتا ہے	بہ - اس سے	من - جو	کان - ہے
یؤمن - ایمان رکھتا	باللہ - اللہ	و - اور	الیوم - دن
الاخر - پچھلے پر	و - اور	من - جو	یتق - ڈرے
اللہ - اللہ سے	یجعل - بنائے گا	لہ - اسکے لیے	مخرجا - کشادگی
و - اور	یرزقہ - رزق دیگا اسکو	من حیث - جہاں سے	لا - نہیں
یحتسب - خیال کرتا	و - اور	من - جو	یتوکل - بھروسہ کرے
علی - اوپر	اللہ - اللہ کے	فہو - تو وہ	حسبہ - کافی ہے اس کو
ان - بیشک	اللہ - اللہ	بالغ - پہنچنے والا ہے	امرہ - اپنے کام کو
قد - بیشک	جعل - بنایا	اللہ - اللہ نے	لکل - واسطے ہر
شیء - چیز کے	قدرا - ایک اندازہ	و - اور	الّٰیٓٔ - وہ عورتیں جو
یئسن - مایوس ہوں	من المحیض - حیض سے	من نسائکم - تمہاری عورتوں سے	
ان - اگر	ارتبتم - تمہیں شک ہو	فعدتہن - تو انکی عدت	ثلثۃ - تین
اشہر - مہینے ہے	و - اور	الّٰیٓٔ - وہ جو ابھی	لم - نہیں
یحضن - حیض کو پہنچیں	و - اور	اولات الاحمال - حمل والی عورتیں	

اجلهن ان کی عدت	ان - یہ ہے کہ	یضعن جن لیں	حملهن - اپنا حمل
و - اور	من - جو	یتق - ڈرے	اللّٰہ - اللہ سے
یجعل - بنائے گا	لہ - اسکے لیے	من امرہ کام	لا - اس کے ہیں
یسرا - آسانی	ذلک - یہ	امر حکم ہے	اللّٰہ - اللہ کا
انزلہ - اتارا اسکو	الیکم - تمہاری طرف	و - اور	من - جو
یتق - ڈرے	اللّٰہ - اللہ سے	یکفر - دور کریگا	عنہ - اس سے
سیئاتہ - اسکے گناہ	و - اور	یعظم - بڑا کریگا	لہ - اسکے لیے
اجرا - اجر	اسکنو - رکھو	ھن - ان کو	من حیث - جہاں
سکنتم - رہو تم	من وجد - طاقت	کم - اپنی کے مطابق	و - اور
لا - نہ	تضاروہن - تکلیف دو	ھن - ان کو	لتضیقوا - کہ تنگی کرو
علیہن - ان پر	و - اور	ان - اگر	کن - ہوں وہ
اولات حمل - حمل والیاں تو		فانفقوا - خرچ کرو	علیہن - ان پر
حتی - یہاں تک کہ	یضعن - اتاریں وہ	حملهن - اپنا حمل	فان - پھر اگر
ارضعن - دودھ پلائیں	لکم - تمہارے لیے	فاتو - تو دو	ھن - ان کو
اجور - اجرت	ھن - ان کی	و - اور	اتمروا - مشورہ کرو
بینکم - آپس میں	بمعروف - اچھے طریقے سے	و - اور	ان - اگر
تعاسرتم - تم آپس میں مضائقہ کرو		فسترضع - تو جلدی دودھ پلادے گی	
لہ - اس کے لیے	اخری - کوئی دوسری	لینفق - چاہئے کہ خرچ کریں	ذو - صاحب
سعۃ - وسعت	من سعتہ - اپنی فراخی سے	و - اور	من - جو کہ
قدر - تنگ ہوا	علیہ - اس پر	رزقہ - رزق اسکا	فلینفق - تو وہ خرچ کرے
مما - اس سے کہ	اتٰہ - دیا اس کو	اللّٰہ - اللہ نے	لا - نہیں
یکلف - تکلیف دیتا	اللّٰہ - اللہ	نفسا - کسی آدمی کو	الا - مگر
ما - جو	اتٰہا - دیا اسکو	سیجعل - جلدی کریگا	اللّٰہ - اللہ
بعد - بعد	عسر - تنگی کے	یسرا - آسانی -	

مختصر تفسیر اردو سورۃ الطلاق رکوع اول پ ۲۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحۡصُوا الۡعِدَّةَ‌ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمۡ‌ ۚ لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡۢ بُيُوۡتِهِنَّ وَلَا يَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ‌ ؕ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ‌ ؕ وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ‌ ؕ لَا تَدۡرِىۡ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِكَ اَمۡرًا

اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے

(يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ) اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو

خص النداء به صلی اللہ علیه وآله وسلم وعم الخطاب بالحكم لان النبي عليه الصلوة والسلام امام امته كما يقال لرئيس القوم وكبيرهم: يا فلان افعلوا كيت وكيت اظهاراً لتقدمه واعتبار لترؤسه

یہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خصوصی خطاب ہے اور خطاب و ندا سے مراد حکم ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے امام ہیں اور جس طرح قوم کے امام اور ان کے بزرگ کو کہا جاتا ہے کہ اے فلاں تم اس طرح کرو اور ایسا اس کی مقتدائی کے اظہار کے لیے اور اس کی سرداری کے اعتبار سے ہوتا ہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ساری امت کو بھی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بلند مرتبت والے محبوب

اپنی امت کو فرما دیجیئے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں خطاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور نداء کے ہے اور طلقتم میں جمع کی ضمیر آپ کی تعظیم کے لیے ہے اگرچہ آپ مخاطب ہیں لیکن حکم عام اور سب کو شامل ہے۔ واضح مفہوم یوں ہوگا کہ جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو یا طلاق دو۔

(فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو۔

ای لاستقبال عدتهن۔ یعنی وہ عورتیں جن کو طلاق دو طلاق کے بعد عدت کا استقبال (شروع) کریں یہ معنی اس تقدیر پر ہوں گے جب لام کا تعلق محذوف لفظ سے ہو۔ شوافع کے نزدیک لعدتهن میں لام توقیت کے لیے ہے یعنی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو، احناف کے نزدیک یہ لام توقیت کے لیے نہیں بلکہ لام عاقبت ہے بخاری و مسلم میں ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر شدید ناراض ہوئے اور اس بی بی کو لوٹانے کا حکم دیا اور فرمایا حیض کے ایام ختم ہونے تک روکے رکھو کہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے اور یہاں تک کہ پاک ہو جائے اس کے بعد اگر طلاق کا ارادہ ہو تو ایسے طہر میں جس میں وطی نہ کی ہو طلاق دے یہ وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ نے فرمایا ہے۔ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بحالت حیض اور جس طہر میں وطی کی ہو طلاق دینا حرام ہے۔ شوافع کے نزدیک عدت کا شمار طہر سے ہوگا اور حیض سے شمار نہ ہوگا جب کہ احناف کے نزدیک حیض میں طلاق ہو جاتی ہے اور عدت کی گنتی طہر سے صحیح نہیں۔ ان کے نزدیک لازم کا یہ مفہوم فی وقت عدتهن لیا اگر مانا جائے تو عدت کی طلاق پر تقدیم یا دونوں کا ایک ہی وقت میں ہونا لازم آتا ہے اور آیت کا مقتضی ایسی ہے لہذا یہ مفہوم درست نہیں بلکہ لام تعصیبت بمعنی نتیجہ ہے یعنی طلاق کے بعد عدت کا استقبال کریں۔ سورۃ بقرہ میں قروء کی بحث میں کہ اس سے مراد حیض ہے یا طہر تفصیل گزر چکی ہے تاہم احناف کے نزدیک آیت کا مفہوم یہ ہے کہ لعدتهن سے مراد طلاق کا وقت ہے یعنی وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے یعنی بحالت طہر اور رہی وہ عدت جو طلاق کے بعد ہے تو وہ حیض سے شمار ہوگی اور یونہی

اگر حیض کی حالت میں طلاق دیدی جو کہ سخت حرام ہے لیکن طلاق ہو جائے گی اگرچہ دینے والا گناہگار ہوگا۔ اس آیت میں عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جو مدخول بہا ہیں یعنی شوہر ان سے وطی کر چکے ہوں حاملہ نہ ہوں اور نہ ہی آئسہ یعنی وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں گی (بوڑھی ہو گئی ہوں یا حیض بند ہو چکا ہو) یا ایسی صغیرہ ہو کہ جو وطی کے قابل نہ ہوں (کمسن ہوں) اور جس عورت سے شوہر نے وطی نہ کی ہو اس پر عدت ہی نہیں غیر مدخول بہا کو حیض میں طلاق دینا درست ہے نابالغہ صغیرہ کمسن کہ ابھی حیض شروع ہی نہیں ہوا وطی سے پہلے یا وطی کے بعد طلاق دینا درست ہے اور آئسہ کو بھی بعد وطی طلاق دینا صحیح ہے۔

(وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ) اور عدت کا شمار رکھو۔ واضبطوھا واکملوھا ثلاثۃ قروء کوامل۔ اور اسے (عدت) کو یاد رکھو اور پورے تین حیض مکمل کر کے اسے پورا کرو یا دو شمار رکھنے کا مفہوم یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم عدت گزرنے کے بعد رجوع کر لو یا انقضائے عدت سے پہلے ہی کوئی عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے کہ دونوں صورتیں احکام شرعی کے مخالف اور ناجائز ہیں۔ یہاں مراد وہ مدخول بہا عورتیں ہی ہیں جن کی عدت حیض سے شمار ہوگی۔ (وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ) اور اپنے رب اللہ سے ڈرو۔

فی تطویل العدۃ علیھن والاضرار بھن۔ یعنی ان عورتوں (مطلقہ عورتوں) کی عدت کو لمبا کرنے اور انہیں تکلیف و ایذا رسانی سے پرہیز کرو اور پروردگار سے اس معاملے میں ڈرو۔ (لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ) (عدت میں ان کو گھروں سے نہ نکالو۔

من ساکنھن عند الطلاق الی ان تنقضی عدتھن

یعنی طلاق کے بعد اپنے گھروں (شوہروں کے گھروں) سے نہ نکالی جائیں یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے خواہ عورت کو طلاق رجعی ہو یا بائنہ، ھن کی ضمیر سے واضح ہے کہ شوہر کے گھر کی سکونت پر ان عورتوں کا مکمل استحقاق ہے۔

(وَلَا يَخْرُجْنَ) اور نہ وہ آپ نکلیں۔

یعنی مطلقہ عورتیں خواہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ خود بھی اپنے گھروں سے نہ نکلیں کہ ان گھروں میں رہنا انکا شرعی حق ہے جس کی تاکید کی گئی ہے اور وہ اذن سے ساقط نہیں

ہوسکتا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک انتہائی مجبوری اور ضرورت ہو تو باہر نکل سکتی ہے کیونکہ ضرورت ممانعت کو مباح کر دیتی ہے ۔ تاہم ایسا دن میں تو ہوسکتا ہے لیکن رات کو بالاتفاق ناجائز ہے ۔

(اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ط) مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں ۔

ای ظاھرۃ ھی نفس الخروج قبل انقضاء العدۃ کما اخرجہ عبد الرزاق وغیرہ

اس سے ظاہر ہے کہ اس صورت میں مطلقہ عورتوں کو عدت گزرنے سے قبل نکالنا جائز ہے جیسا کہ عبدالرزاق اور دیگر اصحاب نے نقل کیا ہے ۔ لفظ اِلاَّ بمعنی الی غایت کے لیے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ واضح طور پر یا برملا بے حیائی کی مرتکب ہوں تو گھروں سے نکالنا درست ہے ۔ قتادہ، حسن، شعبی، ضحاک، عکرمہ، حماد، لیث اور زید بن اسلم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ " فاحشۃ مبینۃ " سے مراد زنا و بدکاری ہے ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی ارشاد ہے ۔ تاہم بعض محققین کا فرمانا ہے " ھو راجع الی لکل ما یوجب حداً من زنا و سرقۃ او غیرھما " یہ حکم ہر اس بات پر لاگو ہوتا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے زنا اور چوری کے ان دونوں کے علاوہ ایسے امور۔ تو ان صورتوں میں نکالنا درست ہے ۔ اگر عورت فحش بکے اور گھر والوں سے زبان درازی کرے تو بھی نکال سکتا ہے ۔ اور یونہی اگر شوہر بدچلن ہو اور مطلقہ بائنہ اور اس کے شوہر کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ہو تو مرد کو اولیٰ یہ ہے کہ وہ مکان سے چلا جائے اور اگر نہ جائے تو عورت کو نکلنا جائز ہے ۔

(وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ) اور یہ اللہ کی حدیں ہیں ۔

ای تلک الاحکام الجلیلۃ الشان : یعنی جو بیان گزرا اس کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ احکام جو جلالت شان وعظمت والے ہیں التی عینھا العبادہ عزوجل جو کہ اللہ تعالیٰ عزوجل شانہ نے اپنے بندوں کے لیے متعین و مقرر فرمائے ہیں ۔

(وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ) اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے

ای حدودہ تعالیٰ المذکورۃ یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے گا یا ان میں کسی طرح کی مداخلت کرے گا یا ان کی رعایت میں کوتاہی کریگا ۔

(فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ) بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

ای اضربها کما قال شیخ الاسلام ونقل عن بعض التفسیر الظالم تبعریضها للعقاب وتعقبه بانّہٗ یاباہ قوله سبحانه۔

یعنی اس کی وجہ سے ضرر اٹھائیگا جیسا کہ شیخ الاسلام کا قول ہے اور بعض تفاسیر میں ظالم سے بطور تعریض سزا کے لیے مستحق ہونا مراد لیا گیا ہے کہ وہ حدود سے تجاوز کی وجہ سے یعنی فرمان عزوجل شانہٗ کے انکار اور نہ ماننے کیوجہ سے مستوجب سزا ہوگا یعنی اس کا ایسا کرنا گویا خود کو عذاب کے لیے پیش کرتا ہے۔

(لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ہ) تمہیں نہیں معلوم شائد اللہ اس کے بعد کو نیا حکم بھیجے۔

-(لاتدری) والخطاب فی للمتعدی بطریق الالتفات لمزید الاهتمام بالزجر عن التعدی لا للنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کما قیل، فالمعنی من یتعدی حدود اللہ تعالیٰ فقد عرض نفسہ للضرر فانك لاتدری ایها المتعدی عاقبۃ الامر (لعل اللہ) تعالیٰ یحدث فی قلبك (بعد ذلك) الذی فعلت من التعدی (امراً) یقتضی خلاف ما فعلتہ فیکون بدل بغضها محبۃ وبدل الاعراض عنها اقبالاً الیها ولا یتسنی تلافیہ برجعۃ او استئناف نکاح۔

لاتدری (تمہیں نہیں معلوم) کے خطاب میں متعدی (حدود سے تجاوز کرنیوالے) کے لیے تعدی (حدود سے تجاوز کرنا) کے بارے میں زیادہ اہتمام کے ساتھ سختی (سزا) کی طرف خوب توجہ دلائی گئی ہے اور اس خطاب کا تعلق سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نہیں جیسا کہ گزرا تو معنی یہ ہوں گے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھے گا تو گویا وہ خود کو ضرر (نقصان سزا) کے لیے پیش کرتا ہے تو اے حد سے بڑھنے والے (ظالم) تجھے معلوم نہیں کہ معاملہ (طلاق) کا انجام کیا ہوگا (لعل اللہ۔ شاید اللہ) اس کے بعد جو وہ بطور تعدی کر چکا (طلاق بائنہ یا رجعی کے بعد) اللہ تعالیٰ اس کے دل میں کوئی ایسی بات پیدا کرے جو اس امر کے مقتضیٰ کے خلاف ہو پس اس کی نفرت (اس عورت

۔ مطلقہ سے) محبت سے بدل جائے اور اس مطلقہ عورت سے علیحدگی کا قبولیت (رجعت) سے بدلہ جائے اور اس کی تلافی رجعت یا نئے سرے سے نکاح سے خراب (بدبودار) نہ ہو واضح مفہوم یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ مُطلّق طلاق بائنہ یا رجعی کے بعد پشیمان ہو یا مطلقہ عورت سے نفرت جو علیحدگی پر لے آئی تھی محبت سے بدل جائے اور وہ رجوع چاہے یا بصورت بائنہ تجدید نکاح چاہے تو عدت کے اندر ایسا کرسکے اور اگر اس نے عدت کی گنتی محفوظ نہ رکھی تو انقضائے عدت کے بعد پھر یہ معاملہ ختم ہو جائے گا لہذا عدت کا شمار رکھنا ضروری ہے ۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ط ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۵ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ

توجب وہ اپنی معیاد (عدت کی مدت) تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کرداؤ اپنے میں دو ثقہ گواہ کرلو اور اللہ کے لیے گواہی قائم کرو اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے اسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا۔

(فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ) توجب تم وہ اپنی معیاد تک پہنچنے کو ہوں ۔
شارفن آخر عدتهن یعنی جب مطلقہ عورتیں (رجعیہ) اپنی عدت آخر (ختم) ہونے کے قریب ہوں ۔

(فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ) تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو ۔
ای فراجعوهن یعنی تم ان سے رجوع کرلو ۔ بمعروف کا معنی ہے دستور کے موافق رجوع کرو اور تمہارے دل میں دوبارہ طلاق دینے کا خیال نہو اور ان سے باہم ہنسی خوشی زندگی گزارنے کی خواہش ہو اور نہ ہی تکلیف پہنچانا مقصود ہو تو تمہیں رجعت کا اختیار ہے ۔

(اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ) یا بھلائی کے ساتھ جدا کرو۔

بایفاء الحق واتقاء الضرار مثل ان یراجعها ثم یطلقها تطویلا للعدۃ ۔

اگر تم انہیں علیٰحدہ کرنا چاہتے ہو تو ان کا حق ادا کرو (مہر ادا کردو) اور ایذا رسانی سے بچو جیسے کہ کوئی مطلقہ رجعیہ سے رجعت کرلے پھر اسے طلاق دیدے تاکہ اس کی عدت کا عرصہ لمبا ہو جائے ۔یعنی ان عورتوں کو پریشان نہ کرو۔ اگر حسن معاشرت و موافقت کے ساتھ بسر مطلوب نہیں تو تم انہیں بغیر پریشان کئے حسن سلوک اور شرافت سے جدا کردو۔اور ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کرو۔

(وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ) اور اپنے میں دو ثقہ گواہ کرلو۔

عند الرجعۃ ان اخترتموها او الفرقۃ ان اخترتموها تبریا عن الریبۃ وقطعًا للنزاع ، وھذا امر ندب تو مندوب ہے کہ خواہ تم ان عورتوں سے رجوع کرو اور خواہ تم ان عورتوں سے جدائی کرو تو دو عادل گواہ بنالو تاکہ شکوک وشبہات اور جھگڑا فساد سے محفوظ رہو اور یونہی تہمت وغیرہ سے بھی بریت ہو، یہ دونوں گواہ فاسق نہ ہوں۔ یہاں گواہی کا حکم استحبابی ہے اور واجب نہیں اور علماء کا اس پر اتفاق ہے جب طلاق دینے کے لیے شہادت ضروری نہیں تو رجوع کے لیے کیونکر واجب ہوگی ۔اس کی نظیر واشهدوا اذا تبایعتم ہے کہ خرید و فروخت کے وقت گواہ بناؤ تو یہاں امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ مستحب ہے ۔

(وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ) اور اللہ کے لیے گواہی قائم کرو۔

ای ایها الشهود عند الحاجۃ خالصًا لوجہ اللہ یعنی خالص اللہ کی رضاجوئی کے لیے گواہی دے جب اس کی ضرورت ہو یا اسے بلا جائے ۔کوئی فاسد غرض نہ ہو بلکہ اظہار حق کے لیے ہو۔

(ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ)

اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے اسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو۔

ای لانہ المنتفع بذلك یعنی اس شخص کو جو اس نصیحت سے فائدہ اٹھانے والا ہو

اور وہ وہی شخص ہوسکتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، واضح مفہوم ہے کہ نصیحت صرف مومن کے لیے نفع بخش ہے اور کفار تو بوجہ کفر سرے سے ہی نفع سے محروم ہیں بعض علماءؒ نے اس ٹکڑے سے استدلال کیا ہے کہ کفار احکام و شرائع کے ساتھ مخاطب نہیں۔

(وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝) اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کیلئے نجات کی راہ نکال دے گا۔

قیل : المعنی من یتق الحرام یجعل لہ مخرجًا الی الحلال. ایک قول ہے کہ اس سے مراد ہے جو حرام سے بچے گا اللہ اس کے لیے حلال راستہ نکال دیتا ہے ابوالعالیہ کا قول ہے مخرجًا من الشدۃ الی الرخاء، تنگیوں سے آسانی کی راہیں نکال دیتا ہے اور ایک قول ہے من النار الی الجنۃ دوزخ سے جنت کی راہ نکال دے گا کلبی نے جو مصیبت کے وقت میں پرہیزگاری کرے اللہ اس کے لیے جنت کی راہ نکال دے گا۔ اسباب نزول میں بغوی سے منقول ہے کہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، نے خدمت نبوی میں گزارش کی کہ میرے بیٹے کو دشمن (کفار) پکڑ کرلے گئے ہیں اور میں محتاج ہوں تو ارشاد ہوا اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو اور صبر کرو اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے ذکر کی کثرت کرو انہوں نے تعمیل ارشاد کی چند روز گزرے تھے کہ ان کا بیٹا دشمنوں کے کچھ اونٹ ہمراہ لے کر آگیا اور دشمنوں کی غفلت سے اسے بھاگنے کا موقعہ میسر آگیا۔ ابونعیم۔ ابویعلی اور الدیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے بطریق عطاء روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو ارشاد فرمایا: مخرجًا من شبہات الدنیا ومن غمرات الموت ومن شدائد یوم القیامۃ ،، جو اللہ سے ڈرے تو وہ دنیا کی خرابیوں (تنگیوں مصیبتوں) اور موت کی سختیوں اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے نجات دیا گیا۔ احمد، حاکم، بیہقی نے ابوذر رضی اللہ عنہ، سے روایت کی ہے کہ سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کو پڑھتے اور بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ وقف فرمایا پھر ارشاد فرمایا اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) لو ان الناس کلھم اخذوا بھا لکفتھم ،، اگر تم لوگ اس بات پر عمل کریں تو ان سب کو کفائت کرے اور ایک قول ہے کہ جو پرہیزگاری کرے گا اللہ اسے سزا سے محفوظ فرمائیگا۔

(وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط) اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ من الثواب یعنی ثواب دے گا غیب سے رزق دے گا تقویٰ سعادت دارین ہے۔ اور یہ اہل تقویٰ کے لیے وعدہ ہے میں بحوالہ البغوی تفصیل گزر چکی۔

(وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط) اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ ای کافیہ عزوجل فی جمیع امورہ یعنی اللہ تعالیٰ پر جو بھروسا کرے گا تو وہ اس کے تمام کاموں کے لیے اسکو کافی ہوگا یا اس کا کفیل ہوگا۔ احمد نے زہد میں وہب سے روائت کی ہے "یقول الرب تبارک وتعالیٰ: اذا توکل علی عبدی لو کادته السمٰوٰت والارض جعلت له من بین ذلك المخرج"، رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: جب میرا بندہ مجھ پر توکل (بھروسا) کرتا ہے اگرچہ آسمان اور زمین اس پر گھیرا کریں تو میں اس کے درمیان سے اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دوں گا۔ ایک قول ہے کہ متوکلین کے لیے ذات باری دونوں جہانوں میں کافی ہے۔

(اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ط) بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنیوالا ہے۔

ای یبلغ ما یریدہ عزوجل ولا یفوته مراد یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ جس شئے کو چاہتا ہے اسے پورا فرماتا ہے اور جو مراد مطلوب ہوتا ہے وہ اس سے فوت نہیں ہوتا۔ ای نافذ امرہ عزوجل، یعنی اللہ تعالیٰ اپنا حکم نافذ فرما دیتا ہے۔

(وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝) بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔ قدراً بمعنی تقدیراً ہے یعنی اندازہ اور تقدیر سے مراد اس شئے کے وجود سے قبل ہونا ہے یا مراد ہے مقداراً من الزمان یعنی وقت کے لحاظ سے معیاد۔ واضح مفہوم ہے کہ طلاق وعدت کا وقت اللہ کے مقررہ اندازہ کے مطابق ہے یا مراد یہ ہے کہ ہر شئے ایک اندازے کے موافق مقرر ہے تو اس تقدیر پر بات توکل سے متعلق ہے۔

وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ	اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید
نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ	نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین
فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۷	مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا اور

وَالّٰٓـِٔیۡ لَمۡ یَحِضۡنَ ؕ وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ یَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ؕ وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ یُسۡرًا ۝

حمل والیوں کی معیاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں، اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرمائے گا۔

(وَالّٰٓـِٔیۡ یَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِیۡضِ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ) اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی۔ ای الحیض وقرئ ییأسن۔ مضارعا۔ (من نسائکم) لکبرھن وقد قد ربعضهم سن الیاس بستین سنة وبعضهم بخمس وخمسین۔

محیض سے مراد ہے حیض اور "یئسن" کو مضارع "ییأسن" بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی وہ عورتیں جو اپنے بڑھاپے کی وجہ سے حیض سے مایوس ہوگئی ہوں۔ بعض نے سنِّ ایاس کا اندازہ ساٹھ برس اور بعض نے پچپن برس کہا ہے درست بات یہی ہے کہ جس عمر میں بھی حیض منقطع ہو وہی سنّ ایاس (مایوسی کی عمر) ہے کیونکہ جہان میں عورتوں کی عادت مختلف اور متفرق ہے۔

(اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ) اگر تمہیں کچھ شک ہو۔

ای ان شککتم وترددتم فی عدتهن او ان جهلتم عدتهن۔ یعنی اگر تمہیں شبہ و شک ہو اور ان عورتوں کی عدت کے بارے میں تردد ہو یا تم ان عورتوں کی عدت کے بارے میں نہ جانتے ہو یا بے خبر ہو حالم یافادہ تصیح نقل کیا ہے اور بیہقی نے سنن میں اور ایک جماعت نے ابی بن کعب سے روائت کی ہے جب سورۃ البقرہ میں عورتوں کی تو عدت مذکورہ گئی میں آیت نازل ہوئی (والمطلقت یتربصن بانفسهن ثلثة قروء) تو اہل مدینہ میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ بعض عورتوں کی تو عدت باقی رہ گئی یعنی نازل نہ ہوئی اور قرآن میں صغیر السن (کم عمر والی عورتیں جنہیں ابھی حیض نہیں آیا) اور بوڑھی عورتیں جو بڑھاپے کیوجہ سے حیض سے مایوس ہوچکیں یعنی انتہائی عمر کو (سنّ ایاس) کو پہنچ چکیں اور وہ حاملہ عورتوں کی عدت بیان نہیں کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء القصریٰ (سورۃ الطلاق) کی یہ آیات نازل فرمائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک قوم نے جن میں سے ابی بن کعب اور خلاد بن النعمان تھے جب حق تعالیٰ کا قول "والمطلقت یتربصن بانفسهن ثلثه قروء" سنا تو عرض کیا!

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس بی بی کی عدت کتنی ہے جسے ابھی حیض نہیں آیا یا وہ بوڑھی ہو گئی (حیض منقطع ہو گیا) تو وَالّٰئِیۡ یَئِسۡنَ نازل ہوئی تو کسی نے کہا کہ حاملہ کی عدت کتنی ہے تو "وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ" نازل ہوئی۔

(ان ارتبتم) کے بارے میں ایک قول ہے فی دم البالغات مبلغ الیاس اھو دم حیض او استحاضۃ فعدتھن۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے جب تمہیں بالغ عورتوں کے خون کے بارے میں جب وہ انتہائی عمر (سن ایاس) کو پہنچ جائیں یہ تردد ہو کہ آیا یہ خون حیض ہے یا استحاضہ ہے تو ایسی عورتوں کی عدت کتنی ہوگی۔ حیض کی کم سے کم مقدار تین یوم اور زیادہ سے زیادہ دس روز ہے اگر خون ان دونوں مقداروں سے کم یا زیادہ ہو تو وہ حیض نہیں اور اگر دس روز سے بڑھ جائے تو استحاضہ ہے یعنی بیماری ہے جو ایک رگ کا خون ہے۔ زجاج اور مجاہد کا قول بھی اسی کے موافق ہے۔ (فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشۡهُرٍ) تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔

یعنی آئسہ، صغیر السن کی عدت تین ماہ ہے۔

(وَّالّٰٓئِیۡ لَمۡ یَحِضۡنَ ط) اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔

والمراد باللائی لم یحضن۔ الصغار اللائی لم یبلغن سن الحیض۔ اور باللائی لم یحضن سے مراد وہ کم سن عورتیں ہیں جو ابھی حیض کی عمر کو نہ پہنچیں خواہ ایسی عورتیں کم عمر، عمر کے اعتبار سے بالغہ یا بلوغت کے قریب ہوں جب بھی ان کی عدت تین ماہ ہی ہوگی۔ یہ حکم تمام اقسام حرۃ (آزاد) عورتوں کے لیے ہے البتہ باندیوں پر اس کا اطلاق نہ ہوگا، علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ باندی کی مکمل طلاق دو اور مکمل عدت دو حیض ہے یا ڈیڑھ ماہ ہے اور بعض نے کہا کہ دو ماہ میں عدت پوری ہوگی کیونکہ طلاق حیض پر تقسیم لاگو نہیں ہوتی۔ اگر طلاق شروع مہینے میں دی تو عدت کا شمار قمری مہینوں کے اعتبار سے ہوگا اور اگر مہینہ کے درمیان کسی تاریخ کو طلاق دی تو عدت کا شمار دنوں سے ہوگا اور وقوع طلاق سے نوّے ۹۰ روز گزرتے ہی عدت پوری ہو جائے گی۔

(وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ یَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ط) اور حمل والیوں کی معیاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

ای منتھی عدتھن یعنی ان کی انتہائی عدت وضع حمل ہے خواہ وہ حمل مضغہ (لوتھڑا)

علقہ (جما ہوا خون) ہو اور اس میں بھی کوئی تفریق نہیں خواہ وہ حاملہ مطلقہ ہو یا بیوہ (عدت وفات میں) ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور آپ کے صاحبزادے (عبد اللہ) سے مروی ہے مالک شافعی عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے ان سے نقل کیا ہے کہ ان سے ایک بی بی کے بارے میں سوال کیا گیا جس کا شوہر فوت ہو چکا تھا اور وہ حاملہ تھی کہ اس کی عدت کب پوری ہوگی تو فرمایا کہ جب اس بی بی نے اپنا حمل جن لیا تو بے شک اس کی عدت پوری ہو گئی اور اس کے لیے دوسرے مرد سے نکاح حلال ہو گیا تو انہیں انصار میں سے ایک مرد نے خبر دی کہ بے شک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگرچہ اس بی بی کا مرحوم متوفی شوہر ابھی چارپائی پر ہو اور اسے ابھی دفن نہ کیا گیا ہو اور وہ اپنا حمل جن لے تو بلاشبہ اس کی عدت پوری ہو گئی اور وہ حلال ہو گئی۔ ابو یعلی اور ابن مردویہ نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی اس آیت (واولات الاحمال ـــ) کا اطلاق۔ اَھِیَ المطلقۃ ثلاثا والمتوفی عنہا۔ خواہ مطلقہ ثلثہ یا بیوہ ہو کیا دونوں پر ہوتا ہے تو فرمایا "ھی المطلقۃ ثلاثا والمتوفی عنہا"، خواہ مطلقہ ثلثہ ہو یا بیوہ ہو یعنی دونوں کو شامل ہے۔ علماء کے نزدیک اسی پر اجماع ہے البتہ اس قدر ضرور ہے کہ اگر مطلقہ ثلثہ عدت طلاق میں ہو یا اسی دوران بیوہ ہو جائے یا حاملہ ہو اور بیوہ ہو جائے تو وضع حمل کے ساتھ خواہ عدت طلاق کے بعد ہو اس کی عدت پوری ہوگی اور نوے روز عدت طلاق یا چار مہینے دس روز (عدت وفات) گزرنے پر مکمل نہ ہوگی اور یہ حکم عام ہے اور یہ حکم سورۃ النساء کے حکم (عدت طلاق و وفات) کے بعد نازل ہوا۔ حضرت ابن مسعودؓ اس پر مباہلہ کے لیے دعوت دیا کرتے تھے۔ تاہم بہرصورت تکمیل عدت وضع حمل سے ہوگی اور عدت کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے۔

(وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝) اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرمائے گا۔

(وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ) فی شان احکامہ تعالیٰ ومراعاۃ حقوقہا (يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا) بان یسہل عزوجل امرہ علیہ وقیل، الیسر الثواب۔

وَمَنْ تعلیل کے لیے ہے اور ایک قول ہے بمعنی فی ہے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے مذکورہ احکام

کی قدر کرے گا اور ان کے حقوق کی رعایت رکھے گا اور پابندی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے کام اس کے
لیے آسان کر دے گا اور کہا گیا "الیسر" (آسانی) سے مراد ثواب ہے۔

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ	یہ اللہ کا حکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف
وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ	اتارا اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کی برائیاں
سَیِّاٰتِهٖ وَ یُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝	اتار دے گا اور اسے بڑا ثواب دیگا۔

(ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ) یہ اللہ کا حکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف اتارا
اشارۃ الی ماذکر من احکام۔ اس میں اوپر گزرے ہوئے احکام کی طرف اشارہ ہے
یعنی احکام جن کا بیان گزرا اور جو تمہارے پروردگار نے تمہاری جانب اتارے ہیں اور جن کا مقصو
یہی ہے کہ تم انہیں بجا لاؤ۔

(وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ) اور جو اللہ سے ڈرے۔
بالمحافظۃ علی احکامہٖ عزوجل یعنی جو شخص اللہ سے ڈرے اور اس کے احکام و فرمود
کے خلاف سے بچے اور احکام کی حفاظت و رعایت کرے اور انہیں ادا کرنے میں محتاط و مستعد

(یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ) اللہ اس کی برائیاں اتار دے گا۔
فان الحسنات لیذھبن السیآت۔ کیونکہ نیکیاں گناہوں کو محو کر دیتی ہیں ظاہر ہے جو شخص
اللہ سے ڈرے اور احکام کی مطابعت کرے اور ان کی حفاظت و رعائت میں کوتاہی نہ کرے تو یہ نیکی
بالیقین ایسی ہے جو بندے سے مطلوب ہے تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا وعدہ کہ وہ اس کے گناہو
کا کفارہ ہو جائے گی اور اس کی خطاؤں کو محو کر دے گی انداز کلام میں رغبت دلا کر یہی بتانا مقصو
ہے۔ اور کریم کے کرم سے بعید ہے کہ رغبت دلائے اور پھر نوازش نہ فرمائے۔

(وَ یُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝) اور اسے بڑا ثواب دے گا۔
اعمش نے نُعَظِّمْ بصیغہ متکلم بھی پڑھا ہے اور ابن مقسم نے یُعَظِّمْ بھی پڑھا ہے۔ مراد
ہے بالمضاعفۃ یعنی کئی گنا (غیر معمولی) ثواب دے گا۔ یا اس کا ثواب بڑھا دے گا یا اس کے
لیے ثواب کو شاندار بنائیگا۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ	عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو۔

سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ	اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان
وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا	پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں
عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ	نان نفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچہ پیدا ہو پھر
حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى	اگر وہ تمہارے لیے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں
يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ	اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول
لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ	طور پر مشورہ کرو، پھر اگر باہم تنگی پاؤ (دقت
وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ	محسوس کرو) تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ
وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ	پلانے والی
لَهٗۤ اُخْرٰى ؕ	مل جائے گی۔

(اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ) عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو گویا ہمارے اس مفروضہ سوال کے جواب از سر نو فرمایا گیا جیسا کہ تقویٰ کے بارے میں بحث میں گزرا کہ ہم معتدہ مطلقہ عورتوں کے سلسلے میں تقویٰ کے ساتھ کیونکر عمل کریں۔ تو فرمایا گیا ای اسکنوھن بعض مکان سکنا کم یعنی ان عورتوں کو اسی مکان کے بعض حصہ میں رکھو جہاں تم رہتے ہو۔ یہاں من تبعیضیہ ہے بعض کے نزدیک من زائد یا بمعنی فی بھی ہے جس کا مطلب ہے کہ اگر ایک مکان سے زائد نہ ہو تو اس کے نواحی میں سے کسی حصہ میں جیسا کہ قتادہ سے مروی ہے۔ تاہم حسب حیثیت مکان دینا متفقہ ہے کیونکہ " اَسْكِنُوْهُنَّ " عام ہے اسکنوھن کی ضمیر چونکہ مطلقہ عورتوں (جیسا کہ سورۃ مبارکہ کے آغاز میں ہے) کیطرف راجع ہے لہٰذا اس عام حکم کے تحت سبھی قسم کی عورتوں کے لیے یہی حکم ہے۔

(مِّنْ وُّجْدِكُمْ) اپنی طاقت بھر

ای من وسعکم ای مما تطیقونہ۔ یعنی اپنی وسعت کے مطابق یا اس کے موافق جس قدر تمہیں استطاعت (توفیق) ہو۔

(وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ) اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو۔

(وَلَا تستعملوا معھن الضرار فی السکنیٰ لتضیقوا علیھن) ۔ فتلجئوھن الی الخروج

بشغل المکان او یاسکان من لا یریدن السکنی معہ ونحو ذلک۔ اور تم ان عورتوں کے ساتھ وہ نامناسب رویہ اختیار نہ کرو جس سے انہیں سکونت میں دشواری ہو اور نہ ہی ان عورتوں کو نکل جانے پر مجبور کرو خواہ وہ خراب سکونت کے ذریعہ ہو یا ایسے لوگوں کی وہاں رہائش ہو جن کا وہاں رہنا ان عورتوں کے لیے تنگی و تکلیف کا باعث ہو یا اسی قسم کی کوئی اور تکلیف نہ دو جو انہیں نکلنے پر مجبور کردے۔

(وَاِنْ كُنَّ) اور اگر وہ عورتیں ہوں۔

ای المطلقات یعنی مطلقہ عورتیں۔

(اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ج) حمل والیاں تو انہیں نان نفقہ دو یہاں تک کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

" فیخرجن عن العدۃ واما المتوفی عنھن ازواجھن فلا نفقۃ لھن عند اکثر العلماء وعن علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ وابن مسعود تجب نفقتھن فی الترکۃ ولا خلاف فی وجوب سکنی المطلقات اولات الحمل ونفقتھن بت الطلاق او لھم یبت "

کیونکہ ان عورتوں کی عدت جب ہی پوری ہوگی جب وہ اپنا حمل جن لیں گی۔ آئت کا مقتضیٰ یہی ہے اور اس حکم میں آزاد اور باندی کی کوئی تخصیص نہیں اور یونہی اگر کوئی عورت جڑواں بچے جنے خواہ متعدد ہوں تو آخری بچے کی ولادت کے ساتھ عدت کی تکمیل ہوجائیگی۔ اور رہی وہ عورتیں جن کے شوہر وفات پاگئے تو اکثر علماء کے نزدیک ان کے لیے نفقہ واجب نہیں اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایسی عورتوں کا نفقہ ترکہ میں سے واجب ہوگا اور مطلقہ حاملہ عورتوں کے سکونت و نفقہ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں خواہ عدت طلاق پوری ہوچکی ہو یا نہ پوری ہوئی ہو۔ یعنی نفقہ جسطرح حاملہ کو دینا واجب ہے اسی طرح غیر حاملہ کو بھی خواہ وہ طلاق رجعی دی گئی ہو یا بائن اور اگر شوہر رجوع نہ کرنا چاہتا ہو تو مطلقہ کے لیے سکونت کا مہیا کرنا واجب ہے اور اگر مکان کرایہ پر ہو تو شوہر کے ذمہ کرایہ لازم ہے امام طحاوی اور امام دارقطنی سے مرفوعًا روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ و سکونت دونوں ہیں۔ اور حدیث شریف فاطمہ بنت قیس میں نفقہ و سکونت کی نفی ہے

سلف وخلف کے نزدیک مضطرب اور ناقابل قبول ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رَدّ کردیا اور صحابہ کا اسی پر اجماع ہے۔

(فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَکُمْ) پھر اگر وہ تمہارے لئے بچہ کو دودھ پلائیں۔

ای بعد أن یضعن حملھن یعنی جب وہ اپنا حمل جن لیں اور بچے کو تمہارے لیے دودھ پلانے پر تیار ہوں۔ (فَاٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ ج) توانہیں اس کی اجرت دو۔

علی الارضاع یعنی ان عورتوں (مطلقہ) کو دودھ پلانے کی اجرت دو، بچے کی ماں جب تک اس کے باپ کے نکاح میں ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو جب تک عدت کی تکمیل نہ ہو جائے اس کے لیے بچے کو دودھ پلانا واجب ہے۔ سورۃ البقرہ میں زیر آیت "والولدات یرضعن اولادھن۔ الخ" میں اس کی تفصیل گزر چکی۔ جب عدت گزر جائے اجرت رضاعت جائز ہے کیونکہ جب مرد پر عورت کے مصارف واجب نہ رہے تو عدت کے لیے بچہ کی رضاعت پر اجرت درست ہے۔ اور ان حالات میں بچہ کو دودھ پلانا باپ کے ذمہ ہے اور ماں پر واجب نہیں لہٰذا باپ اجرت دے کر پلوائے البتہ اگر باپ فقیر ہے یا بچہ ماں کے سوا کسی اور کا دودھ ہی نہیں پیتا تو پھر ماں پر دودھ پلانا واجب ہے۔ اور غیر عورت کی نسبت اجرت پر دودھ پلانے کی زیادہ مستحق ماں ہی ہے بشرطیکہ بہت یا زیادہ اجرت طلب نہ کرے۔

(وَاْتَمِرُوْا بَیْنَکُمْ بِمَعْرُوْفٍ ج) اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو۔

یہ باپوں اور ماؤں سے خطاب ہے اور کسائی کا قول ہے "وَاْتَمِرُوْا" کا معنی ہے تَشَاوَرُوا یعنی باہمی مشورہ کرو اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ تم میں سے بعض بعض کے ساتھ معقول طور پر مشورہ کریں اور مشورہ یہ ہے کہ نہ مرد عورت کے حق (اجرت رضاعت) میں سستی نہ کرے اور نہ ہی کمی کرے اور نہ ہی عورت اس معاملے (اجرت) میں شدت روا رکھے اور حسن سلوک روا رکھیں۔ ایک قول ہے کہ معروف سے مراد ہے الکسوۃ والدثار یعنی لباس ومالی معاوضہ۔ مقاتل کا قول ہے جو اجرت مقرر و متعین ہو اس پر رضامندی اور حسن سلوک سے فریقین کے معاملے کو نبھانا مراد ہے۔

(وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ) اور اگر تم باہم دشواری محسوس کرو۔

أي تضايقتم اي ضيق بعضكم على الآخر بالمشاحة في الاجرة اوطلب الزيادة او نحو ذلك۔ یعنی تم باہم مضائقہ کرو (تنگی پاؤ) یعنی تم سے کوئی دوسرے پر اجرت (دودھ پلانے) کے تعین و تقرر پر یا زیادہ اجرت مانگنے یا اسی طرح کے امور پر دشواری محسوس کرے اور نہو تو پھر ماں کی نسبت غیر عورت سے دودھ پلوانا درست ہے۔

(فَسَتُرۡضِعُ لَهٗۤ اُخۡرٰى ؕ) تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانیوالی مل جائے گی۔

یہ بمعنی امر ہے فلترضع تو چاہیے کہ اسے دودھ پلوائے۔ یعنی اگر ماں دودھ نہ پلائے اور زیادہ اجرت طلب کرے تو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوائے "فان ارضعن" کے تحت تفصیل گزر چکی۔

لِيُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَةٍ مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنۡ قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهٗ فَلۡيُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰٮهَا ؕ سَيَجۡعَلُ اللّٰهُ بَعۡدَ عُسۡرٍ يُّسۡرًا ۞

مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اللہ نے اسے دیا، اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرما دے گا۔

(لِيُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَةٍ مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنۡ قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهٗ فَلۡيُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ ؕ) مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا۔

والمراد لينفق كل واحد من الموسر والمعسر ما يبلغه وسعه۔

مراد یہ ہے کہ خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہر ایک سے اس کی وسعت (گنجائش) کے موافق نفقہ وصول ہو یہ نفقہ مطلقہ عورتوں اور دودھ پلانے والی عورتوں کو دیا جائے گا۔ کیونکہ شرعاً نفقہ کی کوئی مقدار مقرر و متعین نہیں لہذا مرد کی خوشحالی اور ناداری کا ملحوظ خاطر رکھنا لازمی ہے۔

ابن عربی کا قول ہے کہ یہ آیت باپوں پر وجوب نفقہ میں اصل (نص) ہے اور محمد بن المواز نے اس قول سے اختلاف کیا ہے اور کہا کہ نفقہ میراث کی مقدار کے موافق ماں باپ پر واجب ہے

اور بعض کا قول ہے کہ عورت کی عسرت یا مالداری کا بھی لحاظ رکھا جائے اگر عورت تنگدست مفلس ہو اور مرد خوشحال تو نفقہ زیادہ ہوا اور اگر مرد اس کے برعکس ہو تو اسکی استطاعت کے موافق ہو۔

(لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا ط) اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے۔ ای الا بقدر ما اعطاها من الطاقة وقيل : ما اعطاها من الارزاق قل اوجل یعنی بقدر اپنی قوت و استطاعت کے جو اسے اللہ نے دی ہے ایک قول ہے جو کچھ اسے روزی میں سے دیا گیا ہے کم یا زیادہ واضح مفہوم یہ ہے کہ نفقہ بقدر وسعت و استطاعت ہے اور زیادہ واجب نہیں۔

(سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ع) قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادیگا۔ موعد لفقراء ذلك الوقت بفتح ابواب الرزق عليهم اندریں حالت یہ تنگدست شوہروں کے لیے وعدہ ہے کہ جلد ہی اللہ ان پر رزق کے دروازے کھول دیگا۔ یعنی معاشی تنگی کے بعد جلد ہی اللہ ان کی مالی حالت میں وسعت پیدا فرمائیگا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ طلاق پ ۲۸

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ○	اور کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور انہیں بری مار دی۔
فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ○	تو انہوں نے اپنے کئے کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام گھاٹا ہوا۔
اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۛ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ○	اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ سے ڈرو اے عقل والو وہ جو ایمان لائے ہو بے شک اللہ نے تمہارے لیے عزت اتاری ہے
رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ	وہ رسول کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًاؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝

ہے تاکہ انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جائے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے وہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں بے شک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ طلاق پ ۲۸

و۔اور	کاین۔کتنی ہی	من قریۃ۔بستیاں تھیں کہ	عتت۔سرکشی کی انہوں نے
عن امر ربہا۔اپنے رب کے حکم سے		و۔اور	رسلہ۔اسکے رسولوں سے
فحاسبنہا۔تو ہم نے حساب لیا ان سے		حسابا۔حساب	شدیدا۔سخت
و۔اور	عذبنہا۔سزا دی ہم نے ان کو		عذابا۔سزا
نکرا۔بڑی بری	فذاقت۔تو چکھا	وبال۔وبال	امر۔کام
ھا۔اپنے کا	و۔اور	کان۔ہوا	عاقبۃ۔انجام
امر۔کام	ھا۔اس کے کا	خسرا۔خسارہ	اعد۔تیار کیا
اللہ۔اللہ نے	لہم۔ان کے لیے	عذابا۔عذاب	شدیدا۔سخت
فاتقوا۔تو ڈرو	اللہ۔اللہ سے	یا۔اے	اولی الالباب۔عقلمندو
الذین۔وہ جو	امنوا۔ایمان لائے ہو	قد۔بیشک	انزل۔اتارا
اللہ۔اللہ نے	الیکم۔تمہاری طرف	ذکرا۔ذکر	رسولا۔ایسا رسول
یتلوا۔جو	علیکم۔پڑھتا ہے تم پر	ایت۔آیتیں	اللہ۔اللہ کی
مبینت۔کھلی کھلی	لیخرج۔تاکہ نکالے	الذین۔ان کو جو	امنوا۔ایمان لائے
و۔اور	عملوا۔عمل کیے	الصلحت۔اچھے	من الظلمت۔اندھیروں سے

الی ۔طرف	النور ۔روشنی کی	و ۔اور	من ۔جو
یؤمن ۔ایمان لائے	باللہ ۔اللہ پر	و ۔اور	یعمل ۔کام کرے
صالحا ۔اچھے تو	یدخلہ ۔داخل کریگا اسکو	جنت ۔باغوں میں کہ	تجری چلتی ہیں
من تحتہا ۔انکے نیچے	الانھر ۔نہریں	خلدین ہمیشہ رہیں	فیہا ۔اس میں
ابدا ۔ہمیشہ تک	قد ۔بیشک	احسن ۔اچھا کیا	اللہ ۔اللہ نے
لہ ۔اس کے لیے	رزقا ۔رزق	اللہ ۔اللہ	الذی ۔وہ ہے جس نے
خلق ۔پیدا کیے	سبع ۔سات	سموت ۔آسمان	و ۔اور
من الارض ۔زمینیں بھی	مثلھن ۔اتنی	یتنزل ۔اترتا ہے	الامر ۔حکم
بینھن ۔درمیان انکے	لتعلموا ۔تاکہ تم جانو	ان ۔کہ بیشک	اللہ ۔اللہ
علی ۔اوپر	کل ۔ہر	شیء ۔چیز کے	قدیر ۔قادر ہے
و ۔اور	ان ۔بیشک	اللہ ۔اللہ نے	قد ۔یقیناً
احاط ۔گھیر رکھا ہے	بکل ۔ہر	شیء ۔چیز کو	علما ۔اپنے علم میں

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ طلاق پ ۲۸

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝

اور کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور انہیں بڑی مار دی۔

(وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ) اور کتنے ہی شہر تھے۔

ای کثیر من اھل قریۃ یعنی بستیوں میں رہنے والوں میں سے اکثر لوگ۔

(عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ) جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور رسولوں سے سرکشی کی۔ تجبرت وتکبرت معرضۃ انہوں نے سرکشی کی اور تکبر کیا اور تعمیل حکم سے روگردانی کی اور رسولوں کی ہدایت سے منہ موڑا۔

(فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا) تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا۔

بالاستقصاء والتنقیر والمناقشۃ فی کل نقیر من الذنوب وقطمیر

یعنی ان کی سرکشی، سرتابی اور تمام گناہوں یہاں تک کہ کھجور کی گٹھلی کے باریک چھلکے تک معمولی عمل) کی بھی خوب چھان بین کی اور خوب حساب لیا اور شدید سزا دی۔ بعض نے کہا اس حساب سے مراد آخرت کا محاسبہ ہے جو یقیناً ہوگا اس لیے صیغہ ماضی ذکر فرمایا۔

(وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝) اور انہیں بری سزا دی۔

ای مُنْكَرًا عَظِيمًا۔ یہ بہت بڑی اور سخت سزا ہی دنیا میں قحط و قتل اور آفات و بلیات سے مبتلا رسوا کیا اور آخرت میں جہنم کا عذاب ہے۔

فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ تو انہوں نے اپنے کیے کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام گھاٹا ہوا۔

(فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا) تو انہوں نے اپنے کیے کا وبال چکھا۔

عقوبة عتوها ان کی نافرمانی کی سزا انہیں دنیا دی گئی۔

(وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝) اور ان کے کام کا انجام گھاٹا ہوا۔

ھائلا لاخسر وراءہ یعنی عقوبت دنیوی کے بعد آخرت کا عذاب دیئے جائیں گے کہ سراسر گھاٹا اور خسارہ ہی ہوگا اور آخرت میں ان کا معاملہ شدت و خسارہ کا ہوگا۔ یہاں بھی ماضی کے صیغے ذکر ہوئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ عذاب قطعی و حتمی ہے گویا کہ وہ مبتلائے عذاب ہو چکے۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۖۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ سے ڈرو اے عقل والو وہ جو ایمان لائے ہو بے شک اللہ نے تمہارے لیے عزت اتاری ہے۔

(اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ) اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے مضمون کی یہ تکرار وعید کے لیے ہے اور بیان کے لیے جو تقویٰ کا موجب ہو جیسا کہ آگے ارشاد باری ہے۔ (فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۖۚ) اور اللہ سے ڈرو اے عقل والو۔

کانہ قیل: اعد اللہ تعالی لھم ھذا العذاب فلیکن لکم ذلک یا اولی الالباب داعیا

لتقوی اللہ تعالیٰ وحذر عقابہ گویا کہ فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں والوں کا فروں کے لیے یہ عذاب تیار کر رکھا ہے تو اے عقل والو کہیں تمہارے لیے بھی واقع نہ ہو لہٰذا قرین عقل ہے کہ تم اللہ سے ڈرو (ایمان لاؤ اور عذاب الٰہی سے خوف رکھو) اور اسکی سزا سے خوف کھاؤ۔ (الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) وہ جو ایمان لائے۔

الذین بدل ہے اولی الالباب سے جس کا مطلب ہے کہ قرین عقل یہی ہے یا مقتضائے خرد یہی ہے کہ تم ایمان لاؤ یا یہ نعت موضحہ ہے یا عطف بیان ہے جس کا مطلب ہے کہ عقلمندی یہی ہے کہ مومن بنو۔

(قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا) بے شک اللہ نے تمہارے لیے عزت اتاری ہے

ھو النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عبر بہ عنہ لمواظبتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علیٰ تلاوۃ القراٰن الذی ھو ذکرا و تبلیغہ والتذکیر بہ۔

یہاں ذکر کے معنی عزت و شرف کے ہیں اور اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس لیے کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر پر مواظبت کرنے والے اور تلاوت قرآن میں ہمیشہ مشغول اور مداومت فرمانے والے تھے اور قرآن حکیم ذکر ہے یا اس سے مراد قرآن کریم کی تعلیم و تبلیغ اور تلاوت ہے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔

رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ	وہ رسول کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں
مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ	پڑھتا ہے تاکہ انہیں جو ایمان لائے اور اچھے
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ	کام کیے اندھیریوں سے اجالے کی طرف
اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ	لیجائے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا
وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ	کام کرے وہ اسے باغوں میں لے جائیگا
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ	جن کے نیچے نہریں بہیں جن میں ہمیشہ
اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا	ہمیشہ رہیں بے شک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی۔

(رَسُوْلًا) وہ رسول۔ ''رسول'' ذکر سے بدل ہے اور اس سے مراد ہے۔

ارسالہ بالا نزال ترشیحاً للمجاز یعنی رسول کو قرآن کے ساتھ بھیجا اور ایسا ترشیحاً مجاز کے لیے ہے۔ یا پھر اس لیے کہ رسول کا بھیجنا اس کا سبب ہو تو اس صورت میں اَنْزَلَ مجاز مرسل ہو گا۔ ابوحیان کا قول ہے کہ ظاہراً تو یہی ہے کہ ذکر سے مراد قرآن ہے اور رسول سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں پس یا تو نفس ذکر کو مجازاً لایا گیا (بولا گیا) یا رسول سے بدل ہے کہ مضاف حذف ہے یعنی ذکر رسول ''ہے اور ایک قول ہے کہ یہ صفت (نعت) ہے کیونکہ مضاف حذف ہے اور معنی یہ ہوں گے'' ای ذا رسول ''اے معزز رسول (عزت والے رسول) کلبی کا قول ہے کہ رسول سے یہاں مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ بعض نے کہا کہ کثرت ذکر مراد ہے۔

(یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ) کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے۔

نعت لرسولا ۔۔۔ وھوالظاھر یہ رسول کی تعریف وصف ہے اور ایسا واضح اور روشن ہے۔ ایک قول ہے کہ اسم'' اللہ تعالیٰ سے حال ہے اور حق سبحانہ، وتعالیٰ سے نسبت تلاوت مجازاً ہے جس طرح کہ نبی علیہ السلام امیر المدینہ کہا جائے اور'' آیات اللہ،، سے مراد قرآن ہے (وفیہ اقامۃ الظاھر مقام المضمر علےٰ احد الاوجہ) اور'' مبنیات'' اس سے حال ہے یعنی حال اس سے یوں کہ تمہارے روشن اور واضح ہیں جن کی کہ تمہیں احکام سے ضرورت ہوتی ہے اور'' مبیّنٰتٍ'' بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں واضح فرما دیا جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا قول ہے قد بینا لکم الآیات ۔۔۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ'' یتلوا علیکم،، درحقیقت صفتِ رسول ہے اور مجازاً قرآن کی حالت و تعریف ہے۔

(لِیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط) تاکہ انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اندھیریوں سے اُجالے کی طرف لے جائے۔

حق سبحانہٗ، وتعالیٰ کا ارشاد لیخرج میں لام یا تو'' انزل،، سے متعلق ہے'' یا یَتْلُوْا'' سے اور فاعل'' یُخْرِجُ،، کی ضمیر اگر یَتْلُوْا کی طرف راجح ہو تو مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں یا پھر حق سبحانہ، وتعالےٰ کی طرف راجح ہے۔ اور موصول سے مراد ذکر کے نزول کے بعد مومنین ہیں اور اس آیت کے نزول سے پہلے بھی یا پھر اس کا تعلق حق سبحانہ، وتعالےٰ کے علم اور اس کی تقدیر سے ہے کہ بے شک وہ جلد ایمان لائیں گے۔ یعنی اس لیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے

حاصل کریں یا اللہ عزوجل کے لیے جو اس پر نہیں اب ایمان واعمال صالحہ سے نوازش کرے۔ یا یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے علم وقدر کے مطابق ہر قسم کی گمراہیوں سے ہدایت کی طرف ایمان کے ساتھ نکالے۔ ایک قول ہے کہ اللہ انہیں کفر وجہل کی تاریکی سے ایمان وعلم کے نور کی طرف لے جائے۔

وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَآ اَبَدًا ط قَدْ اَحْسَنَ اللّٰہُ لَہٗ رِزْقًا ہ

اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے وہ اسے باغوں میں لیجائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں بے شک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی۔

یہ مومنوں کے لیے وعدہ ہے جنہوں نے ایمان لاکر اچھے کام کیے۔ کہ وہ نعمائے جنت سے نوازے جائیں گے جو ایسی ہیں کہ نہ ختم ہوں اور نہ کبھی ان کا سلسلہ منقطع ہو بلکہ وہ نعمتیں دائمی اور ابدی ہوں گی۔ اور اہل جنت ان سے ہمیشہ ہمیشہ متمتع ہوں گے۔ کیونکہ وہاں کی زندگی دائمی ہے اور وہاں فنا وموت نہ ہوگی اور نہ ایسا کوئی خطرہ وکھٹکا ہوگا ہمیشہ مسرور رہیں گے

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَہُنَّ ط یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَہُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ع

اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کی برابر زمینیں حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے، اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

(اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَہُنَّ ط) اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کی برابر زمینیں۔

"اَللّٰہُ الَّذِیْ"، مبتدا اور "خلق سبع سمٰوٰتٍ"، خبر ہے "وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَہُنَّ" ای وخلق من الارض مِثْلَہُنَّ) یعنی اللہ کریم نے زمین سے اسی آسمان کی برابر پیدا فرمایا، کیونکہ مِثْلَہُنَّ فعل محذوف کے لیے مفعول ہے اور یہ جملہ اس سے پہلے جملہ "خَلَقَ سبع سمٰوٰتٍ"

پر عطف ہے اور ایک قول ہے مِثْلَهُنَّ عَلَىٰ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ پر عطف ہے اور زمخشری کا یہی خیال یعنی آسمانوں کی طرح سات زمینیں بھی پیدا کیں۔ اور مثلیت بعض اوصاف میں اشتراک کی تصدیق کرتی ہے پس جمہور علماء کا فرمانا ہے یہ یہاں ہونے میں سات ہیں (زمینیں) اور ہو سکتا ہے سات طبق ہیں جن میں بعض بعض کا اوپر ہیں۔ ساری زمینوں کے درمیان اور ان کی ارضی مسافت وہی ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے اور تمام زمینوں میں بسنے والے اللہ کی مخلوقات میں سے ہیں اور ان کی حقیقت کو بجز رب ذوالجلال کے کوئی نہیں جانتا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلاشبہ یا تو وہ ملائکہ (فرشتے ہیں) یا جنات (آنکھ سے اوجھل ہونے والی مخلوقات) ابن جریر اور ابن حاتم نے روائت کی ہے جس کی حاکم نے تصحیح کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں الاسماء وصفات میں ابی الضحیٰ کے طُرق سے اس آیت کے بارے میں کہا: سات زمینیں ہیں ہر زمین میں نبی ہے تمہارے نبی کی طرح اور آدم آدم کی طرح اور نوح نوح کی طرح اور ابراہیم ابراہیم کی طرح اور عیسیٰ عیسیٰ کی طرح (علیہم السلام) ذہبی کا قول ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں لیکن شاذ ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ ابی الضحیٰ نے اس پر کبھی پیچھا کیا ہو (اسے تسلیم کیا ہو) اور ابوحیان نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کی مانند بحر میں ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ اس حدیث کے وضعی (من گھڑت) ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ واقدی کی روایات سے ہے جو بڑا جھوٹا ہے۔ آلوسی کہتے ہیں کہ میں کوئی بات عقلی و شرعی طور پر اس کی صحت کے مانع نہیں دیکھتا اور اس سے مراد یہ ہے کہ تمام زمینوں میں مخلوق اصل واحد کی طرف رجوع کرتی ہے جسطرح ہماری زمین پر نبی آدم آدم علیہ السلام کی طرف اور ان میں افراد ہیں جو سب لوگوں میں ممتاز ہیں جیسے نوح اور ابراہیم اور ان کے علاوہ ہم میں ممتاز و منفرد ہیں۔ (علیہم السلام) ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز جبکہ ہم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے درمیان موجود تھے آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے اوپر کیا ہے۔ اصحاب بولے اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا بے شک وہ ایک آسمان ہے چھت ہے ٹوٹنے سے محفوظ اور موج مکفوف (موج بستہ) ہے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے اور اس کے درمیان کیا ہے (کتنی مسافت ہے)۔ بولے اللہ اور اس کا رسول زیادہ عالم ہیں فرمایا تمہارے اور اس کے (آسمان) کے درمیان پانچسو برس

کی مسافت (راہ) ہے۔ پھر یونہی فرمایا یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں کو گنا اور ہر دو آسمان کے درمیان اسی قدر فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے پھر ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس کے اوپر کیا ہے، بولے اللہ اور اس کا رسول بہتر عالم ہیں فرمایا اس کے اوپر عرش ہے اور اس کے اور آسمان کے درمیان دو آسمانوں کے درمیان جتنا فاصلہ ہے (ساتویں آسمان اور عرش کے درمیان بھی پانچسو برس کی مسافت ہے) پھر فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ تمہارے نیچے کیا ہے۔ اصحاب بولے اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا زمین ہے پھر فرمایا کہ تمہیں پتہ ہے کہ اس کے نیچے کیا ہے بولے اللہ اور اس کا رسول خوب عالم ہیں فرمایا بے شک اس کے نیچے دوسری زمین ہے اور (پہلی اور دوسری زمین) ان کے درمیان پانچ سو برس کی راہ ہے۔ یہاں تک کہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات زمینیں شمار کی اور ہر دو زمینوں کے درمیان پانچسو برس کی راہ ہے۔ ابوصالح کا قول ہے کہ یہ تکوینی طور پر سات ہیں یہ نہیں کہ وہ سات الگ زمینیں ہوں اور یہ ساتوں باہم پھیلی ہوئی ہیں اور ان میں سے کوئی کسی پر بلند (اوپر) نہیں ہے اور ان کے درمیان سمندر تفریق کرتے ہیں اور ان سب پر آسمان کا سایہ (چھت ہے) اور اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ زمین کو دوسری زمین سے نسبت و تعلق یوں ہے کہ یہ سات براعظم ہیں جیسے امریکہ سے ایشیاء یا یورپ یا افریقہ تاہم کہا گیا کہ ان میں باہم یہ سمندر الگ الگ کرتے ہیں اور اس کا قطع ممکن نہیں۔ اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد سات اقالیم ہیں اور وہ مختلف ہیں حرارت و برودت، رات و دن وغیرہ میں۔ ایک قول ہے کہ زمین کی تخلیق آسمانوں کی مثل سے مراد ہے کہ خلق میں (ہونے یا بنانے میں) مثلیت ہے نہ کہ عدد میں اور اس کے علاوہ کوئی اور زمین نہیں پس یہی ایک زمین ہے جو آسمانوں کی مانند بنائی گئی ہے۔ اور قرآن حکیم سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ قرآن حکیم میں زمین کا واحد ہونے کے سوا ہرگز ذکر نہیں ہوا۔ اگرچہ بخاری کی روائت کے تحت اس کا رد کیا گیا اور وہ اور وہ یہ ہے "اَللّٰھُمَّ رب السمٰوٰت السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وَمَا اَقللنَ" اور یونہی حدیث صحیح ہے کہ "من غضب قید شبر من ارض طوقہ من سبع ارضین"

تاہم یہاں سات کی تشریح میں بھی وہی اقوال ہیں جن کا ذکر پیچھے گزرا حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (صاحب ہذا التفسیر القرآن) رحمۃ اللہ علیہ اس پر سورۃ البقرہ اور دیگر مقامات

پر تفصیلی بحث فرما چکے ہیں جو علم ہیئت کے مفروضات وغیرہ پر بھی حاوی ہے وہ وہاں دیکھی جائے۔ تاہم میں کہتا ہوں کہ آیت میں " وَّمِنَ الارضِ " کا جملہ غور طلب ہے ارض واحد بولا گیا ہے یہاں من بیانیہ ہے یا تبعیضیہ دونوں صورتوں میں سات طبقے ہی مراد ہیں جیساکہ ابو صالح اور ابن عباس کے اقوال گزرے لہذا سات الگ الگ زمینیں مراد نہیں ہیں اور یہ مسئلہ ضروریات دین کا بھی نہیں ہے کہ منکر و متردد پر فتویٰ جاری ہوتا ہم یہ بات قوی معلوم ہوتی ہے کہ مثلیت عدد میں آسمان کیطرح نہیں بلکہ تخلیق میں ہے اور زمین میں ہفت طبق کا ہونا ہی مثلیت ہے واللہ اعلم۔ (یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ) حکم ان کے درمیان اترتا ہے۔

ای یجری أمر اللہ تعالیٰ وقضاؤہ وقدرہ عزوجلّ بینهن وینفذ ملکه فیهن۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی قضاء قدر ان سب میں جاری ہے اور اس کی بادشاہی وحکومت ان میں نافذ ہے۔ ابن المنذر اور اس کے علاوہ نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی قضاء وقدر ہر ایک آسمان اور ہر ایک زمین میں نافذ وجاری ہے جو اللہ نے اپنی تخلیق میں سے پیدا فرمائی۔ اور ایک قول ہے کہ اس کے (حکم ان کے درمیان اترتا ہے) سے مراد زندگی موت، غنا وفقر ہے اور مقاتل کا قول ہے " الامر " سے مراد وحی ہے۔ یعنی جبرائیل علیہ السلام آسمان سے وحی لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں۔

(لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ) تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے یہ خلق یا یتنزل سے متعلق ہے یا دونوں کا عموم مضمر ہے یعنی اس طرح کیا تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے جیساکہ اوپر ذکر گزرا۔ اور ایک قول ہے: التقدیر اخبرتکم او اعلمتکم بذلک لتعلموا یعنی تقدیر جس کی تمہیں خبر دی ہے یا تمہیں معلوم ہو جائے اس لیے کہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۧ اور بے شک اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ تخلیق و نزول امر سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم جملہ موجودات سکونات اور وہ معدومات وغیرہ کو محیط کل ہے یعنی محیط کل لا تتناہی اور دائمی و ابدی ہے اور غیر فانی ہے اور ذات پاک کے ساتھ قائم ہے۔ اور وہ جس چیز کو چاہتا ہے اس پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔

الحمد للہ آج سورت الطلاق کی تفسیر تمام ہوئی۔ یکم جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ ۱۹ دسمبر ۱۹۹۰ء بروز بدھ

سورۃ التحریم

اس سورۂ مبارکہ کو "سورۃ المتحرم" اور "سورۃ لم تحرم" اور سورۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہتے ہیں اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سورت کا نام "سورۃ النساء" بھی ہے اور مشہور یہی ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ مدنی ہے اور قتادہ سے مروی ہے کہ یہ ابتداء سے دسویں آیت کے شروع تک مدنی ہے اور باقی مکی ہے اور بالاتفاق اس کی بارہ آیتیں ہیں اور یہ پچھلی سورت سے یوں جڑواں (تعلق) ہے کہ دونوں کا افتتاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کے ساتھ ہوا ہے اور پچھلی سورت عورتوں کو طلاق سے متعلق امور پر مشتمل تھی اور اس میں لونڈیوں کی تحریم کا ذکر ہے اور ان دونوں کے درمیان جو ملایست (باہمی تعلق) ہے وہ واضح ہے اور سورت الطلاق میں امت کی عورتوں کے جھگڑوں (خانگی وعائلی معاملات خصومات) کا ذکر ہوا اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے معاملات کا اور اس سورت میں ان کا علیحدہ ذکر (انفرادیت) ان کے منصب وعظمت کے اظہار کے لیے ہے اور اسی لیے انہیں تمام عورتوں کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس سورت میں ان کا خصوصی ذکر کیا اور یونہی اس سورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو جنتی بیویوں آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران کے ذکر پر اختتام فرمایا اور یہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

سورۃ تحریم مدنیۃ

اس سورۃ میں دو رکوع۔ بارہ آیتیں۔ دو سو پنتالیس کلمے اور ایک ہزار ساٹھ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ تحریم پ۲۸

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ — اے غیب بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام

اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِىْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کیوں لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

بیشک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا اتار مقرر فرما دیا اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِىُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِىَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی۔ پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پھر جب نبی نے اسے اس کی خبر دی بولی حضور کو کس نے خبر دی۔ فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا۔

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝

نبی کی دونوں بیبیو اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝

ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل دے اطاعت والیاں ایمان والیاں ادب والیاں توبہ والیاں بندگی والیاں روزہ داریں بیاہیاں اور کنواریاں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کرّے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

اے کافرو آج بہانے نہ بناؤ تمہیں وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ تحریم پ ۲۸

یاایہا۔اے	النبی۔نبی	لم۔کیوں	تحرم۔حرام کرتا ہے تو
ما۔جو	احل۔حلال کیا	اللہ۔اللہ نے	لک۔تیرے لیے
تبتغی۔تو چاہتا ہے	مرضات۔رضامندی	ازواجك۔اپنی بیبیوں کی	و۔اور
اللہ۔اللہ	غفور۔بخشنے والا	رحیم۔مہربان ہے	قد۔بیشک
فرض۔مقرر کیا	اللہ۔اللہ نے	لکم۔تمہارے لیے	تحلة۔اتارنا
ایمانکم۔تمہاری قسموں کا	و۔اور	اللہ۔اللہ	مولکم۔مددگار ہے تمہارا
و۔اور	ھو۔وہ ہے	العلیم۔جاننے والا	الحکیم۔حکمت والا
و۔اور	اذ۔جب	اسر۔چھپائی	النبی۔نبی نے
الی۔طرف	بعض۔بعض	ازواجه۔بیویوں کی	حدیثا۔ایک بات
فلما۔پھر جب	نبأت۔بتادی اس نے	به۔وہ بات	و۔اور
اظهره۔مطلع کردیا	ه۔اس کو	اللہ۔اللہ نے	علیه۔اس پر
عرف۔جتایا	بعضه۔بعض اسکا	و۔اور	اعرض۔چشم پوشی کی
عن بعض۔بعض سے	فلما۔توجب	نبأ۔خبردی	ھا۔اس کو
به۔اس کی	قالت۔کہنے لگی	من۔کس نے	انبا۔بتایا
ك۔آپ کو	ھذا۔یہ	قال۔کہا	نبأ۔بتایا
نی۔مجھ کو	العلیم۔جاننے والے	الخبیر۔خبردار نے	ان۔اگر
تتوبا۔توبہ کرو	الی۔طرف	اللہ۔اللہ کی	فقد۔تو بیشک
صغت۔مائل ہوگئے تھے	قلوبکما۔تمہارے دل	و۔اور	ان۔اگر
تظاھرا۔غلبہ کرو	علیه۔اس پر	فان۔تو بیشک	اللہ۔اللہ
ھو۔وہ ہے	مولٰه۔مددگار اس کا	و۔اور	جبریل۔جبریل

و-اور	صالح-نیک	المؤمنین-مومن	و-اور
الملٰئکۃ-فرشتے بھی	بعد-بعد	ذٰلک-اس کے	ظھیر-مددگار ہیں
عسیٰ-قریب ہے	ربہ-اس کا رب	ان-اگر	طلقکن-وہ طلاق دیدیں تمکو
ان-یہ کہ	یبدلہ-بدل دے اسکو	ازواجا-بیویاں	خیرا-بہتر
منکن-تم سے	مسلمت-مسلمان عورتیں	مؤمنت-مومن	قنتت-فرمانبردار
تئبت-توبہ کرنے والیاں	عبدت-عبادت گذار	سئحت-روزہ دار	ثیبت-بیاہیاں
و-اور	ابکارا-کنواریاں	یاایھا-اے	الذین-وہ جو
امنوا-ایمان لائے ہو	قوا-بچاؤ	انفسکم-اپنی جانوں کو	و-اور
اھلیکم-اپنے گھر والوں کو	نارا-آگ سے	وقود-ایندھن	ھا-اس کا
الناس-آدمی ہیں	و-اور	الحجارۃ-پتھر	علیھا-اس پر
ملٰئکۃ-فرشتے ہیں	غلاظ-سخت دل	شداد-طاقتور	لا-نہیں
یعصون-نافرمانی کرتے	اللہ-اللہ کی	ما-جو	امر-حکم دے
ھم-ان کو	و-اور	یفعلون-کرتے ہیں	ما-جو
یؤمرون-حکم کیے جاتے ہیں	یاایھا-اے	الذین-لوگو جو	کفروا-کافر ہو
لا-نہ	تعتذروا-عذر کرو	الیوم-آج کے دن	انما-اسکے سوا نہیں کہ
تجزون-بدلہ دیے جاؤ گے	ما-جو	کنتم-تم	تعملون-کیا کرتے ہیں۔

مختصر تفسیر سورۃ تحریم رکوع اول پ ۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے نبی تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی۔ اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ)

اے نبی تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا ہے اور خطاب و ندا سے آغازِ کلام مخاطب کی تعظیم و توقیر کے غایت درجہ اظہار کے لیے ہے اور اس کی نظیر قرآن حکیم میں "عفا اللّٰہ عنك لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ" ہے اور یہاں عتاب نہیں بلکہ بکمال لطف و کرم ایک ایسی قسم سے روکا ہے جو ایک مملوکہ باندی کو شرفِ خدمت سے محروم کرنے والی تھی یا ایک حلال شے کے ترک کا باعث ہوتی۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی مثال قرآن حکیم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا اونٹ کے گوشت کو صرف اپنے نفس کریم کے لیے حرام ٹھہرانا ہے باوجودیکہ وہ حلال تھا "اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآئِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ" کا جملہ واضح ہے اس کی علت خواہ کچھ بھی مگر وہاں نہ عتاب ہوا نہ منع فرمایا الّا کا استثنیٰ واضح کر رہا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اس حرمت پر قائم رہے اور یہاں بھی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب میں "اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ" فرمایا یعنی اپنے نفس کے لیے اس شئے کو حرام نہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال ٹھہرا دی تو ظاہر ہے کہ اس ذاتی امر میں حضور مختار تھے اور اختیار کے استعمال سے روکنا جس سے ایک عظیم منفعت متاثر ہو مشورہ محبت ہے نہ کہ عتاب، مزید یہ کہ اگر آپ شہد کو صرف اپنی ذات کے لیے حرام ٹھہراتے یا قسم حرمت کھا لیتے تو اُمت اتباعِ سنت میں اسی طرح شہد ترک کر دیتی جس طرح بنی اسرائیل نے اتباعِ یعقوب میں اونٹ کا گوشت ترک کر دیا حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ حرمت ان کی ذات کے لیے تھی اور حرمت عمومی و قطعی نہ تھی۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ پھر آیت کے آخر میں غفور رحیم کیوں ہے تو میں کہتا ہوں "تبتغی مرضات ازواجك" فاعل کی طرف سے حال ہے اور باعث تو باعث محل عتاب ہے نہ کہ فاعل لہٰذا غفور الرحیم باعث کے لیے تسکین ہے اور سیاق کلام میں واقعہ کی مرلحت کے بعد "ان تتوبا" کا جملہ اس تسکین و تسلی کا راستہ ہے تو "لِمَ تُحَرِّمُ" کا معنی ہے کیوں حرام فرمائے لیتی ہیں یعنی آپ کا فیصلہ یوں نہ چاہیے مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ سے مراد ہے عسل یعنی شہد اور امام نووی نے اسی کو صحیح کہا ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے جسے ابن المنذر، عبد بن حمید، ابن سعد اور بخاری نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین زینب بنت جحش کے ہاں جب رونق افروز ہوتے تو ان کے ہاں شہد (جسے وہ محبت سے پیش فرماتیں) نوش فرماتے اور اس کی وجہ سے آپ کا وہاں زیادہ وقت قیام ہو جاتا تو (حضرت عائشہ) اور حفصہ کو رشک ہوا اور ہم دونوں نے باہم یہ طے کیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں جلوہ افروز ہوں تو گذارش کی جائے کہ دہن اقدس سے "مغافیر" (شہد کی ایک قسم) کی بو آتی ہے کیا مغافیر پیا ہے؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں

میں سے ایک کے گھر تشریف فرما ہوئے تو انہوں وہی بات کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میں نے تو زینب کے ہاں سے شہد پیا ہے اور میں دوبارہ ایسا ہرگز نہ کروں گا (وَلَن أعود) اور ایک روایت میں ہے اور میں نے قسم کھائی ہے تم کسی کو یہ بات نہ بتانا تو یہ آیت (سورت) اتری اور حضرت سودہ نے کہا کہ کیا جناب نے مغافیر پیا ہے فرمایا نہیں تو وہ بولیں تو یہ ریح کیسی ہے جو میں آپ سے محسوس کر رہی ہوں فرمایا حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا ہے وہ بولیں شہد کی مکھیوں نے عرفط کا رس چوسا ہوگا تو آپ نے عسل (شہد) کو حرام کر لیا تو یہ آیت (سورت) اتری اور وہ حدیث جو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضور نے شہد کا شربت حجرۂ حفصہ میں نوش فرمایا اور کہنے والی سودہ اور صفیہ ہیں۔ ابن المنذر، ابن حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ سے مروی ہے کہ حافظ سیوطی نے حضرت ابن عباس سے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ کے ہاں شہد کا شربت نوش فرمایا پھر آپ جب حضرت عائشہ کے ہاں رونق افروز ہوئے تو انہوں نے عرض کی کہ میں آپ سے ریح محسوس کرتی ہوں تو ارشاد فرمایا کہ میں نے سودہ کے ہاں سے شہد کا شربت پیا ہے بخدا میں اُسے نہیں پیوں گا تو یہ آیت اتری، نسائی نے تخریج کی ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن مردویہ نے بھی انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک باندی تھی جس سے آپ نے تخلیہ فرمایا تو یہ حضرت عائشہ اور حفصہ اُس وقت تک راضی نہ ہوئیں یہاں تک کہ آپ نے اس باندی کو اپنے اوپر حرام ٹھہرالیا تو یہ آیت اتری اور مشہور یہی ہے کہ وہ باندی حضرت ماریہ قبطیہ تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے ہاں ان کی باری کے دن ماریہ سے خلوت فرمائی تو حضرت حفصہ نے یہ دیکھ لیا اور ناراضگی ظاہر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہ ہو گی کہ میں نے اسے حرام ٹھہرایا پس میں اس سے قربت نہ کروں گا۔ حفصہ بولیں، جی ہاں تو آپ نے اُسے اپنے پر حرام ٹھہرالیا اور ایک روایت میں ہے کہ ایسا حضرت حفصہ کے گھر حضرت عائشہ کی باری کے دن ہوا اور کشاف میں مروی ہے کہ حضرت عائشہ کی باری کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ سے خلوت فرمائی اور حضرت حفصہ کو اُس کا پتہ چل گیا تو آپ نے حضرت حفصہ سے کہا کہ تم میری طرف سے چھپاؤ (راز نہ کہو) میں نے اپنے اوپر ماریہ کو حرام کر لیا ہے اور میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد ابوبکر و عمر میری امت کے والی ہوں گے تو انہوں نے (راز نہ رکھا) اور عائشہ کو خبر دے دی۔ اس باب میں احادیث باہم متعارض ہیں خفاجی اور نووی نے شرح مسلم میں نقل کیا ہے کہ

درست بات یہی ہے کہ یہ آیت شہد کے قصہ میں اتری اور ماریہ کے سلسلہ میں نہیں اتری۔ اور یونہی شہد کا شربت پینے کا واقعہ زینب کے گھر کا ہے۔ مغافیر میم کے پیش کے ساتھ مغفور کی جمع ہے اور قاضی عیاض فرماتے ہیں له رائحة کریهة ینضحه العرفط وهو شجر اوتیات له ورق عریض؛ اس کی خوشبو ناپسندیدہ ہے اور شہد کی یہ قسم عرفط پر لگتی ہے اور عرفط ایک درخت ہے یا پودا اور اس کا پتہ چوڑا ہوتا ہے (اس پودے کے رس کا اثر شہد میں نمایاں ہو جاتا ہے) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غایت درجہ نفیس و لطیف مزاج تھے اور بدبو (یا ایسی ریح جو ناخوشگوار ہو) آپ پر شاق ہوتی تھی۔

(تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط) اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو۔

یہ جملہ متانفہ ہے اور تحریم عسل (شہد) یا تحریم ماریہ کی علت و باعث کو واضح کرتا ہے اور اضافت (ازواجك) جنس کے لیے ہے اور استغراق کے لیے نہیں ہے اور اس امر میں فخامت ہے۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس میں حضور کی تعظیم و شان ہے کہ آپ کی نسبت یہ ترک اولیٰ واقع ہوا اور رحمت فرماتے ہوئے تحریم پر قائم رہنے سے محفوظ فرمایا اور بدوں عتاب و مؤاخدہ کے بخشش کا ذکر فرمایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر الطاف الٰہیہ میں سے غایت درجہ لطف و کرم ہے۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ج بے شک اللہ نے تمھاری قسموں کا اتار مقرر فرما دیا اور

وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ○ اللہ تمھارا مولیٰ ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

(قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ج) بے شک اللہ نے تمھاری قسموں کا اتار مقرر فرما دیا۔

ای قد شرع لکم تحلیلها وهو حل ما عقدته الایمان بالکفارة

یعنی اللہ نے تمھارے لیے شریعت کا ضابطہ بنا دیا کہ تم اس کو حلال بنا لو اور وہ یہ ہے کہ تم نے جس حلال شئے کو حرام قرار دینے کی قسم کھائی ہے اسے کفارہ دے کر حلال بنا لو واضح مفہوم یہ ہے کہ کفارہ دے کر قسم توڑ دو اور قسم توڑنے کا گناہ کفارہ سے معاف ہو جائے گا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ قسم ترک فرما کر شہد نوش کیجئے یا حضرت ماریہ کو بدستور خدمت سے سرفراز فرمائیے، اور بعض کا قول ہے کہ قسم کے بعد ان شاء اللہ کہئے تاکہ حانث نہ ہوں، اس امر میں اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر کفارہ دیا یا نہیں دیا ہے، حضرت حسن کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ مغفور ہیں اور یہاں کفارہ کا حکم "انما هو تعلیم

قول " واللہ لا اشربہ" اور " واللہ لا اطؤھا " وارد ہے جو واضح طور پر قسم ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کا کفارہ دیا اور تحریم کے لیے کفارہ نہیں دیا۔ بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور نسائی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا " من حرم امرأتہ فلیس بشر " جس نے اپنی عورت کو خود پر حرام ٹھہرایا اس پر کچھ (کفارہ) نہیں۔ تاہم علماء کا اس امر میں بہت اختلاف ہے البتہ مذہب محقق یہی ہے کہ حلال کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لینا قسم ہے۔ اور اس پر کفارہ ہے اور یہ مومنوں کے لیے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں مخصوص ہیں کہ آپ کا کفارہ نفس قسم تھا تحریم پر نہ تھا۔ واللہ اعلم۔

(وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ج) اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

سیدکم ومتولی امورکم یعنی تمہارا بادشاہ اور تمہارے امور کا نگہبان ہے۔

وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

فیعلم ما یصلحکم فیشرعہ سبحانہ لکم یعنی اللہ کو معلوم ہے جس میں تمہاری بھلائی ہے تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے وہی تمہارے لیے وہ مشروع کیا (ضابطہ وقانون بنایا)۔ اور اس کا کسی امر کا حکم فرمانا اور کسی سے منع فرمانا اس کی حکمت بالغہ کے تحت ہے اور اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ج فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ ا بَعْضٍ ج فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا ط قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اُسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پھر جب نبی نے اس کی خبر دی بولی حضور کو کس نے بتایا فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا۔

(وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ج)۔ اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی۔

" بعض ازواجہ " سے مراد حضرت حفصہ ہیں۔ ھی حفصۃ علی ما علیہ عامۃ المفسرین یعنی اس سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر فاروق ہیں جیسا کہ عام مفسرین کا فرمانا ہے۔ حدیثاً سے مراد ہے شہد کو اپنے لیے حرام ٹھہرانے کی قسم ہے اور بخاری ومسلم میں یہی آیا ہے یا حضرت ماریہ

قبطیہ مصریہ کو خود پر حرام ٹھہرانا مراد ہے علماء تفسیر کے نزدیک راجح یہی ہے رہا اس کا مخفی رکھنا تو اس میں ظاہر حکمت تو یہی تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ ناراض نہ ہوں۔ ابن سعد کلبی سے منقول ہے کہ حضرت عائشہ کی باری کے روز جب کہ حضرت حفصہ کسی کام سے اپنے والدین کے ہاں تشریف لے گئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی غیر حاضری میں ان کے حجرہ میں حضرت ماریہ کو خدمت سے سرفراز فرمایا ہی تھا کہ حضرت حفصہ واپس آ گئیں اور آپ سے عرض کیا میں نے حضور کو دیکھ لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر ایسا ہی ہے تو تم اسے چھپانا کہ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیا ہے اور یہ کہ میرے بعد عائشہ اور تمہارے والد میرے بعد لوگوں کے امیر ہوں گے۔ میمون ضحاک مجاہد کا بھی یہی قول ہے کہ ان دونوں باتوں کو مخفی رکھنے کا فرمایا تھا اور ان کی طیب خاطر کے لیے فرمایا اور اس لیے بھی کہ اور لوگوں کو اس نجی امر کا معلوم ہونا آپ کو پسند نہ تھا۔

(فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ) پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی۔

ای اخبرت۔ یعنی حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو اس بات کی خبر دے دی۔

(وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ) اور اللہ نے اُسے نبی پر ظاہر کر دیا۔

ای جعل اللّٰہ تعالیٰ النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہراً علی الحدیث مطلعا علیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ظاہر کر دی اور اس پر مطلع فرمایا کہ حضرت حفصہ نے راز نہیں رکھا۔

(عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ) تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی۔

(عَرَّفَ) ای النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حفصۃ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کو جتلایا۔

(بَعْضَهٗ) ای الحدیث ای اعلمها و أخبرها ببعض الحدیث الذی افشته۔ یعنی وہ راز کی بات، یعنی آپ نے اسے (حفصہ) کو جان لیا اور انہیں راز کی بات کا کچھ حصہ جتلایا جو انہوں نے فاش کر دیا تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ دونوں باتوں تحریم ماریہ اور امر خلافت میں سے ایک بات جتلائی اور دوسری بات کا ذکر نہ فرمایا اور کریم کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ وہ ساری بات نہیں جتلاتا۔ حسن، السلمی، قتادہ، طلحہ، کسائی اور ابی عمر سے بروایت ہارون مروی ہے کہ انہوں نے عَرَّفَ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا یعنی عَرَفَ اور عَرَفَ بمعنی جازی ہے یعنی عتاب فرمایا (سزا دی) یا ملامت کی

للمومنين" صرف مومنوں کو تعلیم کے لیے ہے علماء فرماتے ہیں آپ کا مغفور ہونا اس بات کو صحیح نہیں بنا دیتا کہ آپ نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ بخشش خطاء و گناہ پر ہے اور یہاں خطاء و گناہ پر مؤاخذہ کا معاملہ ہی نہیں لیکن آپ کے فعل سے احکام دنیویہ کا مرتب ہونا ضرور ہے اور یہ امر مسلّمہ ہے کہ آپ کا یہ امر مسلّمہ ہے کہ آپ کا یہ فعل نماز میں سہو کی طرح ہے جس سجدہ سہو لازم ہے لہٰذا احکام کی ترتیب حضور کے فعل پر ہے اس لیے اگر کفارہ دیا بھی ہو تو " ذنب " کا اطلاق ہی نہیں ہوتا اور مقاتل سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریم ماریہ کے کفارہ میں غلام آزاد کیا اور امام مالکؒ نے المدونۃ میں زید بن اسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کی ماں یعنی ماریہ کو جو حرام ٹھہرانے کی قسم کھائی تھی اس پر کفارہ دیا۔ اور امام شعبی سے بھی اسی کی مانند منقول ہے اور اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے " کہ تو مجھ پر حرام ہے " یا یوں کہے کہ مجھ پر کوئی شئے جو حلال ہے وہ حرام ہے اور زوجہ (بیوی) کو مستثنیٰ نہ کیا تو اس کا کیا حکم ہے تو علماء کی ایک جماعت جن میں مسروق، ربیعہ، ابو سلمہ، شعبی اور اصبغ ہیں فرماتے ہیں " ھو کتحریم الماء والطعام لایلزمہ شئی " ایسا کہنا کھانے پینے کی تحریم کی مانند ہے اور اس پر کچھ بھی لازم نہیں (کفارہ نہیں) اور ابو بکر، عمر، زید، ابن مسعود، ابن عباس، عائشہ، ابن المسیب، عطاء، طاؤس، سلیمان بن یسار، ابن جبیر، قتادہ، حسن، الاوزاعی، ابو ثور اور ایک جماعت کا فرمانا ہے یہ قسم ہے اور اس پر کفارہ ہے۔ اور ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت کی گئی ہے حضرت امام شافعی کا قول ہے تحریم حلال قسم نہیں ہے اپنی باندی کو اپنے اوپر حرام ٹھہرانے میں جو کفارہ ہے وہ نفس قسم کا ہے اور حانث (قسم توڑنے) ہونے کا کفارہ نہیں ہے اور تحریم طعام میں کفارۂ قسم بھی نہیں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو خود پر حرام ٹھہرا لیا یا کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے اور اس سے نیت طلاق یا ظہار کی تو دونوں واقع ہوں گے اور حلت کے لیے ظہار کا کفارہ لازم ہوگا البتہ اگر یونہی کہہ دیا اور کوئی نیت نہ تھی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ ایلاء ہو گا جب کہ امام شافعی کے نزدیک قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک رجوع کرنے کی صورت میں حانث ہوگا اور ایلاء کا کفارہ لازم ہوگا، چونکہ ایلاء بھی قسم ہے اس لیے کفارہ وہی ہے جو قسم کا ہے۔ لِمَ تحرم ما احل اللہ لک میں مطلق تحریم ہے اور اس تحریم کے ساتھ عورت باندی یا شہد کا کوئی ذکر نہیں اور " قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم " فرمانے سے واضح ہے کہ تحریم کی یہ صورت قسم ہی ہے اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

یا بایں وجہ طلاق (رجعی) دی اور بعض سے چشم پوشی فرمائی یعنی دوسری بات ذکر نہ کی بغوی سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق نہیں دی تھی بلکہ ایسا ارادہ فرمایا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ طلاق دی اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے رجوع فرمانے کے لیے مشورہ دیا یا ظاہر فرمایا کہ منشاء ربانی یہی ہے کہ حفصہ کو طلاق نہ دیں اور رجوع فرمائیں کہ وہ شب بیدار اور کثیرۃ الصوم (بکثرت روزہ دار) اور آخرت میں بھی ازواج مطہرات سے ہیں۔

(فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا) پھر جب نبی نے اسے اس کی خبر دی بولیں حضور کو کس نے بتایا۔

لتعرف هل فضحتها عائشة أم لا؟ تاکہ حفصہ جان لے کہ کیا عائشہ نے اسے فاش نہیں کر دیا؟ تو وہ بولیں سرکار کو کس نے بتایا یعنی حضور کو کس نے خبر دی۔

(قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ) فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا۔

اَلَّذِیْ لَا تَخْفٰی عَلَیْهِ خَافِیَةٌ یعنی اس ذات کریم نے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں (اللہ کریم نے)

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ	نبی کی دونوں بیبیو اگر اللہ کی طرف تم رجوع
قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ	کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ
فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ	گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک
وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ	ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان
بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ۝	والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

(اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ) نبی کی دونوں بیبیو اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو۔

خطاب لحفصة وعائشة رضی اللہ تعالٰی عنهما علی الالتفات من الغیبة الی الخطاب للمبالغة فی المعاتبة۔ حضرت حفصہ اور عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں کو خطاب ہے کہ ان سے جو غَیْبت (اندر ہی اندر) میں ہوا اس سے رجوع کریں (توبہ کریں) اور خطاب میں جو مبالغہ ہے اس میں دونوں پر عتاب (سرزنش) ہے۔ بخاری و مسلم، ترمذی، احمد اور ابن حبان وغیرہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مجھے اس بات کی عرصے سے خواہش تھی کہ میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھوں کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے وہ دو کونسی بیبیاں تھیں جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا

"ان تتوبا" الخ یہاں تک کہ میں نے حضرت فاروق کے ہمراہ حج کا شرف حاصل کیا آپ راستے میں ایک طرف ہو لیئے اور میں بھی آپ کے ہمراہ ہوا آپ جب فارغ ہو کر واپس آئے تو میں نے وضو کے لیے لوٹے سے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور عرض کی امیر المومنین کہ ازواج النبی سے وہ دو کونسی تھیں جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا "ان تتوبا" الخ ارشاد فرمایا ابن عباس تم پر تعجب ہے وہ دونوں بیبیاں عائشہ اور حفصہ تھیں اور آیۃ تخییر کے بارے میں طویل حدیث بیان فرمائی۔

(فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا) تو ضرور تمھارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔

مالت عن الواجب من مخالفتہ صلی اللہ علیہ وسلم یحبہ وکراھۃ مایکرھہ الی مخالفتہ۔ ان پر واجب تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء ورضا کے خلاف نہ فرماتیں اور اسی امر کو محبوب رکھتیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب ومحبوب تھا اور اس کو مکروہ جانتیں جسے حضور نے ناپسند فرمایا نہ کہ یہ اس میں خلاف کرتیں واضح مفہوم یہ ہے کہ ماریہ قبطیہ مصریہ جو حضور کو عزیز تھیں یا زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں شربت شہد نوشی کے پیے تو قف فرمانا خاطر اقدس کے لیے پسندیدہ تھا تو تمہیں لازم تھا کہ تم بھی اسے ہی پسند کرتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شہد یا ماریہ کی تحریم گراں تھی اور یونہی افشاء راز بھی پسند نہ تھا تو جب دونوں بیبیوں سے ایسا واقعہ ہوا تو وہ راہ صواب سے ہٹ گئیں اور حضور کی خدمت کے سلسلہ میں صرف اپنی ذات ہی ملحوظ خاطر رہی اور معاملہ عادلانہ نہ رہا حالانکہ ایثار چاہیئے تھا تو یہ ترک اولیٰ واقعہ ہوا اور ان مطہرات کو توبہ کے لیے فرمایا گیا جس میں ان کی عظمت شان کا لحاظ ہے کہ وہ دوسری عورتوں کی طرح نہیں کما قال اللہ الکریم لَسْتُنَّ کاحد من النساء۔ اور انہیں اپنے قلوب کو ایسی امور سے صاف رکھنے کا واضح ارشاد ہے اور یہ کریم کا کرم ہے کہ خواص کو آگاہ فرما کر محفوظ فرماتا ہے۔

(وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ) اور اگر تم ان پر زور باندھو۔

والمعنی فان تتعاونا علیہ صلی اللہ علیہ وسلم بما یسوءہ من الافراط فی الغیرۃ وافشاء سرہ مفہوم یہ ہے کہ تم نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف باہم تعاون کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت غیرت اور راز فاش ہونے کی وجہ سے ناگوار خاطر ہوا۔ اگر تم یونہی کرتیں رہیں تو اس میں فلاح نہیں ہے گویا یہ جملہ شرطیہ ہے اور یہ جزائے شرط ہے۔

(فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ) تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے۔

ای ناصرہ یعنی آپ کی نصرت فرمانے والا ہے فَ تعلیہ ہے جس کا مطلب ہے کہ اگر تم دونوں حضور کی رضا کے خلاف باہم تعاون کرو گی تو تمھیں بھلائی حاصل نہ ہو گی کیونکہ اللہ ان کا مددگار ہے نگہبان ہے۔

(وَ جِبْرِیْلُ) اور جبرائیل (علیہ السلام)

"ای قرینہ" جو فرشتوں کے سردار اور رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق و جاںنثار ہیں۔

(وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ)

"ای تابعہ" یعنی آپ کے فرمان بردار جاںنثار مومن بعض علماء نے یہاں اضافت عہدی مراد لے کر فرمایا کہ صالح المومنین سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جیسا کہ آل عمران میں میثاق کے ضمن میں ارشاد ہے" لتومنن بہ ولتنصرنہ"، ابن مردویہ نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ صالح المومنین سے مراد حضرت علی المرتضیٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں گروہ امامیہ نے ابو جعفر سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے لوگو! یہ ہے صالح المومنین۔ ابن عساکر نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا صالح المومنین سے مراد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور ایک جماعت نے سعید ابن جبیر سے روایت کی "صالح المومنین" بطور خاص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی کے حق میں اتری۔ ابن عساکر نے مقاتل بن سلیمان سے روایت کی کہ انہوں نے کہا صالح المومنین سے مراد ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں اور ایک قول ہے کہ چاروں خلفاء راشدین مراد ہیں۔ طبرانی نے اوسط میں اور ابن مردویہ نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ یہ ٹکڑا (صالح المومنین) ابو بکر و عمر کے بارے میں نازل ہوا۔ عکرمہ، میمون بن مہران وغیرہ نے بھی اسی تفسیر سے اتفاق کیا ہے، حاکم نے ابی امامہ اور طبرانی، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "صالح المومنین" کے بارے میں فرمایا ابو بکر اور عمر، ابن عساکر نے کلبی کے طرق سے ابو صالح سے ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ (ابی) نے جب صالح المومنین پڑھا تو یہ بھی پڑھا ابو بکر و عمر۔ جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائیدات الٰہیہ سے مدد کرتے ہیں اور وہ دونوں (ابو بکر و عمر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

وزیر ہیں اور امورِ رسالت کی تدبیر اور احکامِ ظاہری کے اجراء میں آپ کے مددگار ہیں۔ اس واقعہ تحریم کے تناظر میں بھی صالح المومنین سے مراد حضرت ابوبکر و عمر ہی واضح ہیں کہ وہ دونوں بیبیوں کے بزرگوار تھے اور اتباعِ رسول میں اس حد تک کامل قوی تھے کہ اولاد وغیرہ کسی شئے کو خاطر میں لانے والے نہ تھے اور ہر قربانی کے لیے منتظر رہنے والے تھے۔

(وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَهِیْرٌ ۝) اور اس کے بعد فرشتے مددپر ہیں۔

مظاهرون له ومعينون اياه كذلك یعنی اللہ، جبرئیل اور نیک مومنوں کے بعد فرشتے بھی آپ کے اسی طرح ناصر و مددگار ہیں۔ معین حقیقی تو اللہ ہی ہے لیکن نصرت و تائید، حمایت و مدد کا مظاہرہ جبرائیل اور صالح مومنین اور حضرات ملائکہ کے توسط سے ہو رہا ہے اور اس میں ان سب کی عظمت کا اظہار اور بارگاہ رب العزت میں ان کی مقبولیت کا بیان ہے، اولیاء اللہ کا امداد فرمانا اور لوگوں کا اُن سے استمداد کرنا اس آیت سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کو شرک بتانا دراصل اللہ کی کتاب سے بے خبری ہے اور شرک کی بے جا تاویل ہے حالانکہ مسلمانوں میں سے کوئی بھی اولیاء اللہ کو بالذات یا معین حقیقی نہیں مانتا البتہ مقربین بارگاہ رب العزت جان کر اُن سے توسل کرتے ہیں۔ اسی آیت سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام جن کا بطور خاص اور عام فرشتوں سے الگ ذکر کیا گیا ہے تمام فرشتوں اور تمام صالح مومنین سے افضل ہیں اور وہ علماء جنہوں نے صالح المومنین سے مراد حضرات انبیاء علیہم السلام کو مراد لیا اس عموم سے خاص ہوں گے اور جبرائیل سے مفضول نہ ٹھہریں گے کیونکہ اہل سنت کے ہاں یہ امر مسلمہ ہے کہ رُسُل ملکی رُسُل بشری سے افضل نہیں ہیں بلکہ رُسُل بشری کو رُسُل ملکی پر فضیلت ہے، لیکن جنہوں نے کہا کہ صالح المومنین سے مراد حضرات خلفاء اربعہ یا سبھی مومنین ہیں تو جبرائیل کا ان پر تقدم و فضل ظاہر ہے پھر جبرائیل علیہ السلام رُسُل ملائکہ سے بھی ہیں اور رُسُل ملائکہ کی صالح المومنین پر فضیلت واضح طور پر ظاہر ہے۔ اور عام فرشتوں کا ذکر صالح المومنین کے بعد کیا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ صالح المومنین عام ملائکہ سے افضل ہیں اور یونہی خواص صالح المومنین خواص ملائکہ (بشرطیکہ وہ رسول ملکی نہ ہوں)

عَسٰی رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ

ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل دے اطاعت والیاں، ایمان والیاں ادب والیاں

کثرت کے باوصف نجات کا مدار فضل باری پر ہی ہے جیسا کہ صحیحین میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کو اس کے اعمال دوزخ سے نہ بچا سکیں گے مگر اللہ کا فضل، عرض کیا گیا حضور کو بھی کیا؟ فرمایا مجھے بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ اپنے فضل و رحمت سے مجھے چھپا لے۔ واضح مفہوم آیت یہ ہے کہ سچی توبہ کے بعد ممکن ہے کہ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کر کے ان کا بوجھ تم سے اتار دے اور تمہیں جنت میں داخل فرمائے اور نعماء جنت سے نواز دے۔

(یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ) جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی کو

"یوم" ظرف (متعلق) "یدخلکم" اور "النبی" تعریف عہدی ہے والمراد بہ سید الانبیاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والمراد بنفی الاخزاء اثبات انواع الکرامۃ والعز۔ اس سے مراد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور اخزاء (رسوائی) کی نفی اعلیٰ درجات (بزرگیوں) اور عزت کے اثبات پر دلالت کر رہی ہے۔ قاموس میں ہے کہ کہا جاتا ہے "خزی الرجل لحقہ انکسار امامن نفسہ وھو الحیاء المفرط ومصدرہ الخزایۃ" فلاں شخص اپنا حق پانے سے محض اپنے نفس کی کمزوری و خستگی (یا عاجزی) کی وجہ سے شرمندہ رہا (جھجک کی وجہ سے اپنا حق وصول نہ کر سکا) اور الیاحیاء، کی زیادتی (بے جا زیادتی) ہوتی ہے اور اس کا مصدر "الخزایۃ" ہے تاہم یہ لفظ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے ان معنوں میں نہ لیا جائے گا اور آپ کے علاوہ پر اس کا معنی الاستخفاف (رسوائی بے عزتی) ہوگا اور اس کا مصدر "الخزی" ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے لیے اس کے معنی بایں معنی ہوں گے کہ اس روز اللہ اپنے نبی کو کافروں کے سامنے (جو اس روز رسوا ہوں گے) معزز و بزرگ فرمائے گا۔ اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی غائت درجہ عظمت ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا تھا "ولا تخزنی یوم یبعثون" (الشعراء) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہیں اس دنیا میں وعدۂ کرامت ہے "یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ" اور خلیل و حبیب کے فرق پر واضح نص ہے۔ اور یونہی آپ کے طفیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اہل ایمان کے لیے پروانۂ لطف و کرم ہے۔

(وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ) اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو۔

و "النبی" پر عطف ہے وفیہ تعریض بمن أخزاھم اللہ تعالٰی من اھل الکفر والفسوق، واستحماد علی المومنین علی أن عصمھم من مثل حالھم والمراد بالایمان

شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ — مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا) — اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔

اہلِ ایمان سے خطاب ہے اور اپنی جانوں اور گھر والوں کو آگ سے بچانے کا مطلب "تبرك المعاصی و فعل الطاعات" و وقایۃ الاهل بحملهم علی ذلك بالنصح والتادیب، یعنی گناہوں کا چھوڑ دینا اور فرمان برداری کے کام کرنا اور اہل خانہ کو بچانے کا مطلب ہے کہ انہیں بھی ترک معاصی اور ترغیب طاعت پر تیار کرو اور انہیں نصیحت کرو یعنی دین کی تعلیم دو اور آداب دینی سکھاؤ۔ (نَارًا) سے مراد ہے ای نوعا من النار یعنی عذاب نار کی ایک قسم۔ اور روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے نفسوں کو تو بچائیں گے لیکن اپنے گھر والوں کو بچانا کیونکر ہو گا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم انہیں ان تمام امور سے روکو جن سے تمہیں اللہ نے منع فرمایا اور انہیں ان باتوں کا حکم دو جن کے بارے اللہ نے تمہیں کرنے کا حکم دیا تو یوں اس سے ان کے اور آگ کے درمیان حفاظت ہو گی یعنی اس طرح بچیں گے۔ ابن المنذر، حاکم نے بتصحیح اور ایک جماعت نے حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا "علموا انفسکم واهلیکم الخیر وادبوهم" اپنے آپ کو اور گھر والوں کو بھلائی کی تعلیم دو اور انہیں آداب سکھاؤ۔ اہل سے مراد بیوی، اولاد، غلام اور لونڈی ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے اپنے گھر والوں سے کہا نمازیں پڑھو، روزے رکھو زکوٰۃ ادا کرو مسکینوں یتیموں ہمسایوں کا خیال کرو شاید اللہ تمہیں اس کے ساتھ جنت میں اکٹھا کر دے۔ اور کہا گیا ہے کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہو گا جس نے اپنے گھر والوں کو جاہل رکھا یا جس کے گھر والے جاہل رہے۔" لہٰذا آدمی پر اہل و عیال کی تعلیم و تربیت واجب ہے۔

(وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ) — جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں

"الناس" سے مراد کفار و مشرکین اور "الحجارة" سے مراد بت وغیرہ ہیں جس طرح دنیا کی آگ لکڑی وغیرہ سے بھڑک اٹھتی ہے جہنم کی آگ اس ایندھن (کفار و مشرکین اور بتوں وغیرہ) سے بھڑکے گی۔

(عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ) اس پر فرشتے مقرر ہیں۔

ای الھم موکلون علیھا یلون امرھا وتعذیب اھلھا وھم الزبانیۃ التسعۃ عشر قیل: واعوانھم یعنی وہ فرشتے اس آگ پر اللہ کی طرف سے مؤکل ہیں جو اس کے حکم کو نافذ کرتے اور اہل دوزخ کو عذاب دیتے ہیں انہیں زبانیہ کہتے ہیں جن کی تعداد انیس ہے اور ایک قول ہے کہ ان کے مددگار اور بھی ہیں۔ سورۃ المدثر اور العلق میں ان کی تفصیل ہے۔ انشاء اللہ وہاں ذکر ہوگا۔

(غِلَاظٌ شِدَادٌ) سخت کرے (زورآور۔ رحم سے خالی)

غلاظ الاقوال شداد الافعال اوغلاظ الخلق شداد الخلق اقویاء علی الافعال الشدیدۃ اخرج عبداللہ بن احمد فی زوائد الزھد عن ابن عمران الجونی قال: بلغنا ان خزنۃ النار تسعۃ عشر ما بین منکبی احدھم مسیرۃ مائۃ خریف لیس فی قلوبھم رحمۃ انما خلقوا للعذاب یضرب الملک منھم الرجل من اھل النار الضربۃ فیترکہ طحنا من لدن قرنہ الی قدمہ"۔ یعنی انتہائی سخت بولنے والے اور انتہائی سخت کام (عذاب) والے یا انتہائی کھری مخلوق تندخو بندے جو بڑے زورآور ہیں اور امور عذاب میں خوب سختی کرنے والے۔ عبداللہ بن احمد نے "زوائد الزہد" میں ابی عمران الجونی سے روایت کی ہے انہوں نے کہا: ہمیں روایت پہنچی ہے کہ جہنم کے داروغہ انیس ۱۹ ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک کے دونوں کندھوں کے درمیان سو برس کی مسافت ہے۔ ان کے دلوں میں رحم نہیں ہے اور وہ صرف عذاب ہی کے لیے پیدا کئے گئے ہیں اُن میں سے جب کوئی اہلِ دوزخ میں سے کسی کو ضرب لگاتا ہے تو اس کو اُس کے سر سے قدموں تک پیس کر رکھ دیتا ہے (سرمہ بناڈالتا ہے)

(لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ) جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے۔

یہ فرشتوں کی دوسری صفت کا بیان ہے ای لایعصون فیما امرھم بہ یعنی انہیں جس کام کا حکم دیا جاتا ہے وہ اس کو بجالاتے ہیں اور تعمیل ارشاد میں کوتاہی نہیں کرتے۔

(وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝) اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

ای الذی یامرھم عزوجل بہ یعنی جس بات کو انہیں حق سبحانہٗ وتعالیٰ حکم فرماتا ہے وہ اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں یہ جملہ پہلے جملے کی تکرار ہے اور بعض علماء کے نزدیک اس کا مفہوم گویا بطور مبالغہ ارشاد ہے کہ نفاذ امر میں ان فرشتوں کو رأفت (نرمی) آڑے نہیں اور وہ امر الٰہی کی پابندی

کرتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اے کافرو آج بہانے نہ بناؤ تمھیں وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) اے کافرو "یقال لهم ذلك عند ادخال الملائكة ايا هم النار حسبما امروا به" کفار سے اس وقت کہا جائے جب انہیں فرشتے دوزخ کی آگ میں داخل کریں کے جیسا کہ وہ حکم دیے جائیں گے جب کفار آتش جہنم کی شدت اور اس کے عذاب کو دیکھیں گے تو عذر پیش کریں گے۔

(لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ) آج بہانے نہ بناؤ۔

الیوم پر ال عہدی ہے اور اعتذار سے ممانعت اس لیے ہے" لانهم لا عذر لهم اولان العذر لا ينفعهم" کہ انہیں کے پاس کوئی عذر نہ ہو گا یا بہانہ تراشی یا درخواست عذر کچھ فائدہ نہ دے گی یعنی اب نہ عذر کا کوئی موقعہ ہے اور نہ ہی عذر قبول کیا جائے گا۔

(اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝) تمھیں وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

فی الدنیا من الکفر والمعاصی بعد ما نهيتم عنهما اشد النهی وامرتم بالایمان والطاعة علی اتم وجه ، دنیا کی زندگی میں تمھیں کفر و معاصی سے بشدّت روکا گیا تھا اور تمھیں ایمان و طاعت کی بشدّت تلقین کی گئی تھی (حکم دیا گیا تھا) لیکن تم کفر و معاصی پر ڈٹے رہے اور رسولوں کی ہدایت سے منہ موڑا اور ایمان و طاعت کا راستہ اختیار نہ کیا تو آج تمھارے لیے تمھارے کرتوتوں کا بدلہ ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ تحریم پ ۲۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ

اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں جس دن اللہ

النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

رسوانہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ کے ایمان والوں کو ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارا نور پورا کردے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

اے غیب بتانے والے (نبی) کافروں پر اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی برا انجام۔

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ ۝

اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت اور لوط کی عورت وہ ہمارے بندوں میں دو سزاوار قرب بندوں کے نکاح میں تھیں پھر انہوں نے ان سے دغا کی تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرمادیا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جانے والوں کے ساتھ۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بیوی جب اس نے عرض کی اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ۝

اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرمانبرداروں میں ہوئی۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ تحریم پ ۲۸

یاایہا۔اے	الذین۔لوگو جو	امنوا۔ایمان لائے ہو	توبوا۔توبہ کرو
الی۔طرف	اللہ۔اللہ کی	توبۃ۔توبہ	نصوحا۔خالص
عسی۔قریب ہے	ربکم۔تمہارا رب	ان۔یہ کہ	یکفر۔دور کردے
عنکم۔تم سے	سیاٰتکم۔گناہ تمہارے	و۔اور	یدخلکم۔داخل کرے تم کو
جنت۔باغوں میں کر	تجری۔چلتی ہیں	من تحتہا۔ان کے نیچے	الانہار۔نہریں
یوم۔جس دن	لا۔نہ	یخزی۔رسوا کرے گا	اللہ۔اللہ
النبی۔نبی کو	و۔اور	الذین۔انکو جو	امنوا۔ایمان لائے
معہ۔اسکے ساتھ	نور۔نور	ھم۔ان کا	یسعی۔دوڑتا ہوگا
بین۔ان کے	ایدیہم۔آگے	و۔اور	بایمانہم۔انکے دائیں
یقولون۔کہیں گے	ربنا۔اے ہمارے رب	اتمم۔پورا کر	لنا۔ہمارے لیے
نور۔نور	نا۔ہمارا	و۔اور	اغفر۔بخش
لنا۔ہم کو	انک۔بیشک تو	علی۔اوپر	کل۔ہر
شئ۔چیز کے	قدیر۔قادر ہے	یاایہا۔اے	النبی۔نبی
جاھد۔جہاد کر	الکفار۔کافروں سے	و۔اور	المنفقین۔منافقوں سے
و۔اور	اغلظ۔سختی کر	علیہم۔ان پہ	و۔اور
ماوٰہم۔انکا ٹھکانا	جھنم۔جہنم ہے	و۔اور	بئس۔برا ہے
المصیر۔ٹھکانا	ضرب۔بیان کرتا ہے	اللہ۔اللہ	مثلا۔مثال
للذین۔انکے لیے جو	کفروا۔کافر ہیں	امرات۔بیوی	نوح۔نوح کی
و۔اور	امرات۔بیوی	لوط۔لوط کی	کانتا۔تھیں دونوں
تحت۔نکاح میں	عبدین۔دو بندوں کے	من عبادنا۔ہمارے بندوں سے	

صالحین ۔جو نیک تھے	فخانتٰھما ۔تو خیانت کی انہوں نے	فلم ۔تو نہ	یغنیا ۔کفایت کیا
عنھما ۔ان سے	من اللہ ۔اللہ کے حضور	شیئا ۔کچھ بھی	و ۔اور
قیل ۔کہا گیا	ادخلا ۔داخل ہو جاؤ	النار ۔آگ میں	مع ۔ساتھ
الداخلین ۔داخل ہونے والوں کے	و ۔اور	ضرب ۔بیان کی	اللہ ۔اللہ نے
مثلا ۔مثال	للذین ۔ان کے لیے جو	امنوا ۔ایمان لائے	امرات ۔عورت
فرعون ۔فرعون کی	اذ ۔جب	قالت ۔کہا	رب ۔اے رب
ابن ۔بنا	لی ۔میرے لیے	عندا ۔نزدیک	ک ۔اپنے
بیتا ۔گھر	فی ۔بیچ	الجنۃ ۔جنت کے	و ۔اور
نجنی ۔نجات دے مجھ کو	من فرعون ۔فرعون	و ۔اور	عملہ ۔اسکے عمل سے
و ۔اور	نجنی ۔نجات دے مجھ کو	من القوم ۔قوم	الظلمین ۔ظالم سے
و ۔اور	مریم ۔مریم	ابنت ۔بیٹی	عمران ۔عمران کی
التی ۔وہ جس نے	احصنت ۔حفاظت کی	فرجھا ۔اپنی شرمگاہ کی	فنفخنا ۔تو پھونکی ہم نے
فیہ ۔اس میں	من روحنا ۔اپنی روح سے	و ۔اور	صدقت ۔تصدیق کی اس نے
بکلمت ۔کلمات	ربھا ۔اپنے رب کی	و ۔اور	کتبہ ۔اسکی کتابوں کی
و ۔اور	کانت ۔تھی	من القانتین ۔فرمانبرداروں سے	

مختصر تفسیر سورہ تحریم رکوع دوم پ ۲۸

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ	اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو
تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ	جو آگے کو نصیحت ہو جائے، قریب ہے
اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ	کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ	دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن
يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ	کے نیچے نہریں بہیں۔ جس دن اللہ رسوا نہ
اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ	کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان

اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

والوں کو ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے، بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے۔

(یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ)

اے ایمان والو اللہ کی طرف توبہ کرو۔

من الذنوب یعنی مومنو تم گناہوں سے توبہ کرو، توبہ پر تفصیلی بحث سورۂ نور میں گزر چکی۔

(تَوْبَۃً نَّصُوْحًا) ایسی توبہ جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

ای بالغۃ فی النصح فھو من امثلۃ المبالغۃ کضروب وصفت التوبۃ به علی الاسناد المجازی وھو وصف التائبین وھو ان ینصحوا بالتوبۃ انفسھم فیاتوا بھا علی طریقھا۔

یعنی خلوص میں مبالغہ اور یہ مبالغہ کی مثالوں میں سے ہے جیسے "ضُرُوْب" اور توبہ کو "نصوح" کے ساتھ متصف کرنا بطور مبالغہ مجازاً ہے اور وہ توبہ کرنے والوں کا وصف ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفوس کی توبہ کے ذریعہ خیر خواہی کریں اور اس کے ساتھ اس کے طریق پر آجائیں ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس ضمن میں روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ "توبتہ النصوح" کیا ہے (یا اس سے مراد کیا ہے) ارشاد ہوا " ان یندم العبد علی الذنب الذی اصاب فیعتذر الی اللہ تعالٰی ثم لا یعود الیہ کما لا یعود اللبن الی الضرع"

کہ بندہ اپنے ان گناہوں پر جو واقعہ ہو چکے نادم (شرمسار) ہو پس اللہ تعالٰی سے معذرت چاہے پھر اس کی طرف (ان گناہوں کی طرف) نہ لوٹے جس طرح دودھ بکری کے تھنوں میں نہیں لوٹتا۔ اور حضرت عمر، ابن مسعود، ابی حسن، مجاہد وغیرہم رضی اللہ عنہم سے اس کی تفسیر میں یونہی مروی ہے۔ ایک قول ہے: " نصوحا من نصاحۃ الثوب ای خیاطۃ ای توبۃ ترفو خروقک فی دینک وترم خللک " نصوحاً نَصَاحَۃً سے مشتق ہے اور اس کا معنی ہے کپڑے کا سینا یعنی سلائی کرنا مطلب یہ ہے کہ توبہ تیرے دین میں تیرے شگافوں (پھاڑوں) کو رفو (سی) کر دے گی اور

تیری گڑبڑ (خرابیوں) کو درست کر دے گی۔ ایک قول ہے کہ قول وعمل کے ساتھ خیر خواہی مراد ہے۔ اور یہ بھی جائز رکھا گیا ہے کہ توبۃ النصوح سے مراد یہ ہو کہ توبہ کرنے والے کے اعمال وافعال میں توبہ کا اثر نمایاں ہو اور وہ گناہوں سے باز رہے اور فرماں برداری کے کاموں میں لگ جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ آپ نے ایک اعرابی کو یہ کہتے ہوئے سنا "اللھم انی استغفرک واتوب الیک" تو آپ نے فرمایا اے شخص زبان کی تیزی کے ساتھ توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے تو اس اعرابی نے کہا تو پھر سچی توبہ کیا ہے۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا سچی توبہ چھ باتوں کا مجموعہ ہے :

۱ : "علی الماضی من الذنوب الندامۃ" زمانہ ماضی کے گناہوں پر ندامت (شرمسار ہونا)

۲ : "وللفرائض الاعادۃ" فرائض جو چھوٹ چکے ہوں دوبارہ ادا کرنا۔

۳ : "و رد المظالم" کی ہوئی زیادتیوں کا ازالہ (غصب شدہ امور لوٹا دینا یا معاف کرا لیا یا راضی کر لینا)

۴ : "واستحلال الخصوم" دشمنیوں اور جھگڑوں کا مٹا دینا یا ختم کر دینا

۵ : "وان تعزم علی ان لا تعود" پختہ ارادہ کرنا کہ گناہوں کی طرف دوبارہ نہ لوٹوں گا

۶ : "وان تذیب نفسک فی طاعۃ اللہ اور اپنے نفس کو طاعت الٰہی میں سجائے تربیت دے) کما ربیتھا فی المعصیۃ وان تذیقھا یا اسی طرح جس طرح اسے گناہوں میں تربیت کرتا رہا (پالتا رہا) اور یہ کہ اپنے نفس کو طاعت کی کڑواہٹ سے اسی مرارۃ الطاعۃ کما اذقتھا حلاوۃ طرح مزہ چکھائے جس طرح اُسے گناہوں کی لذت سے المعاصی" مزہ دلاتا رہا۔

اور خواص کی توبہ کا یہی چلن ہے۔

(عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَ یُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ)۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں۔

قیل : المراد انہ عزوجل یفعل ذلک لکن جیء بصیغۃ الاطماع للجری علی عادۃ الملوک فانھم اذا ارادوا فعلا قالوا : (عسی) ان تفعل کذا، والاشعار بان ذلک تفضل منہ سبحانہ والتوبۃ غیر موجبۃ لہ۔ وان العبد ینبغی ان یکون بین خوف ورجاء وان بالغ فی اقامۃ وظائف العبادۃ۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے

کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ اسی طرح فرمائے گا یعنی توبہ کے بدلے تمہارے گناہ اتار دے گا لیکن یہاں بندے کے لیے بطور طمع و رغبت کے انداز میں فرمایا گیا ہے جیسا کہ بادشاہوں کی عادات میں سے ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں (عسیٰ۔ قریب ہے) کہ ہم یوں فرمائیں گے اور اس کے درمیان جس امر کا اشارہ ہے کہ یہ سب حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا فضل و کرم ہی ہے اور توبہ فی نفسہٖ گناہوں کی بخشش کا موجب نہیں اور بندے کو لازم ہے کہ وہ امید و خوف کی حالت میں رہے اگرچہ وہ وظائف و عبادات کے قائم کرنے میں خوب لگا ہو۔ حدیث شریف میں ہے ایمان خوف و رجاء، (امید و خوف) کے درمیان ہے یعنی گناہوں پر عذاب و گرفت سے ڈرتا رہے اور فضل و مغفرت کی امید بھی رکھے نہ یہ کہ محض امید پر قناعت کرے اور نہ یہ کہ خوف زدہ ہو کر ہلاک ہوتا رہے کیونکہ اللہ پر کوئی امر واجب نہیں ہے چاہے بخشے چاہے عذاب کرے اہل سنت کا مذہب یہی ہے۔ اور اس آیت کے تحت معتزلہ نے کہا کہ عقل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اللہ پر بندے کی توبہ کا قبول کرنا واجب ہے جب کہ اہل سنت نے اس آیت ہی سے قبول توبہ کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے کیونکہ گناہوں کا کفارہ ہو جانا قبول ہی کا نتیجہ تو ہے اور ایسا طمع دلانے کے لیے بدون قطع کئے بیان کیا گیا ہے۔ یعنی قبولیت اللہ کا کرم ہے اس پر واجب نہیں۔ امام الحرمین اور قاضی ابو بکر نے کہا سن کر اور بطور وعدہ اس کا قبول کرنا واجب ہے لیکن دلیل ظنی کے ساتھ جب کہ اس آیت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ نص قطعی ہے اور اس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جمہور علماء اہل سنت کا مذہب ہی حق ہے کہ جب بخشش و عذاب مشیئت ربانی پر ہے تو توبہ کا قبول و عدم قبول بھی اسی کی مرضی پر موقوف ہے خواہ توبہ تمام شرائط کے ساتھ واقع ہو، لہٰذا توبہ کا قبول فرمانا اللہ کا کرم اور اس کا فضل ہے اس آیت میں بندوں کو رغبت دلائی گئی ہے کہ توبۃ النصوح کریں ظاہر ہے کہ کریم اور لا تتناہی کرم والے کریم آقا کا غلاموں کو تحریص و رغبت دلانا اسی لیے تو ہے کہ ان پر نوازش فرمائے اور تحریص دلا کر نہ نوازنا کریموں کی عادت نہیں ہوا کرتی اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ بے مثل کریم ہے اور اس نے رحمت کو غضب پر سبقت دے رکھی ہے تو پھر توبہ قبول نہ ہونے کا واہمہ کیوں پریشان کرے اور قرآن کریم میں یہ انداز بکثرت ہے جو بے انتہا لطف و کرم الٰہی کا مظہر ہے۔ لہٰذا توبہ کا بجا لانا لازم ہے رہا اس کا قبول ہونا نہ ہونا تو یہ اللہ کا کام ہے بندوں کو اس سے کیا علاقہ انہوں نے تعمیل ارشاد تو کر دی اور ان کے لیے یہی کافی ہے۔ اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا ارشاد کیا عظمت والا ہے "هَلْ نُجَازِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ"۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور معاملہ سب اسی کے فضل و کرم پر ہے یہاں تک کہ طاعات کے باوجود اور اعمال صالحہ کی وخرت و

ھا فرد ہ الکامل علی ما ذکرہ الخفاجی۔ اور اس میں ان لوگوں پر تعریض (چبھتا ہوا اشارہ) ہے جنہیں کفار و فساق میں سے اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا فرمائے گا اور اہل ایمان کی غائت درجہ توصیف ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں محفوظ فرمائے گا اس بدحالی سے جو کفار و فساق کو پیش آئے گی اور ایمان سے یہاں مراد افراد کامل یعنی سچے مومنین ہیں جیسا کہ خفاجی نے لکھا ہے۔ فرد کے معنی چمکنے کے بھی ہیں جیسے کہا جاتا ہے افراد النجوم اور مراد ہر چمکتے تارے اس مفہوم پر خفاجی کے نزدیک یہاں صحابہ کرام و خواص مومنین مراد ہیں واللہ اعلم۔

(نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ) ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے۔

ای علی الصراط۔ یعنی پل صراط پر۔ توحید و رسالت پر ایمان لانے کا نور اہل ایمان کے ساتھ ہوگا اور ان کے لیے راہ جنت پر چلنے میں مددگار ہوگا۔ کلبی سے منقول ہے مومنوں کو ان کے اعمال کے موافق نور دیا جائے گا جس کی روشنی میں وہ پل صراط پر سے گزریں گے۔ بغوی سے بھی یونہی منقول ہے۔ مسلم شریف میں جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ہر شخص کو خواہ منافق ہو یا مومن ایک نور دیا جائے گا جس کے پیچھے وہ جہنم کے پل (پل صراط) پر چلیں گے پل پر کانٹے اور انکڑے ہوں گے وہ پکڑیں گے اسے جس کو اللہ چاہے گا پھر منافقوں کا نور بجھا دیا جائے گا آگے اور دائیں سے مراد سب جہات ہیں اور ضحاک کا قول ہے آگے نور ہوگا اور دائیں اعمال نامے ہوں گے۔

(يَقُوْلُوْنَ) وہ عرض کریں گے۔

ای یقولون اذا طفئ نور المنافقین۔ یعنی مومنین عرض کریں گے اور ابن عباس اور حسن سے مروی ہے ایسا اس وقت کہیں گے جب منافقوں کا نور بجھا دیا جائے گا۔ منافقوں کے نور کا بجھایا جانا ان کے حال کے موافق ہوگا اور اس کی تفسیر آیت " ھو حادعھم الخ " اور سورت الحدید میں گزر چکی۔

(رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝) اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے۔

حسن سے مروی ہے " یدعون تقربا الی اللہ تعالیٰ مع تمام نورھم وقیل: یقول ذلک من یمر علی الصراط زحفاً وحبواً۔

پل صراط جب اہل ایمان منافقوں کا نور بجھتا دیکھیں گے تو تقرب الی اللہ کے لیے اپنے

رب سے اپنے نور کامل کے حصول کی دعا کریں گے۔ اور ایک قول ہے کہ ایسا پل پر گزرنے والے قریب اور مقابل ہو کر کہیں گے۔ ایک قول ہے کہ مومنوں کے نور اعمال کے موافق متفاوت (کم یا زیادہ) فرق کے ساتھ ہوں گے اور وہ کامل نور کی درخواست کریں گے تاکہ اس کی روشنی میں سلامتی کے ساتھ پل کے پار ہوں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ	اے نبی کافروں پر اور منافقوں پر جہاد
وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ	کرو اور ان پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانہ
وماوٰهم جهنم وبئس المصيره	جہنم ہے اور کیا ہی برا انجام۔

(يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ) اے نبی جہاد کرو کافروں پر
اى بالسيف۔ یعنی کفار کے ساتھ تلوار کے ساتھ جہاد کرو
(وَالْمُنٰفِقِيْنَ) اور منافقوں پر۔
اى بالحجة۔ یعنی حجت و دلائل کے ساتھ اور ان کا پر زور رد و ابطال فرماؤ۔
(وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ) اور ان پر سختی فرماؤ۔

واستعمل الخشونة على الفريقين فيما تجاهدهم به اذا بلغ الرفق مداه وعن الحسن اكثر ما كان يصيب الحدود فى ذلك الزمان المنافقين فأمر عليه الصلوٰة والسلام ان يغلظ عليهم فى اقامة الحدود۔

اور ان دونوں گروہوں پر سختی کا برتاؤ کرو ان امور میں جن کے ذریعہ تم ان سے جہاد کرو کیونکہ نرمی حد کو پہنچ چکی یعنی اب انہیں رسوا کرو اور بالکل نرمی و ترس نہ کرو۔ اور حسن سے مروی ہے کہ اس وقت تک (نزول آیت تک) منافقین پر حدود قائم نہیں کی گئی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ حدود کے قائم کرنے کے لیے ان پر خوب شدت و سختی کرو۔ اور کسی قسم کی نرمی نہ کرو۔

(وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ) اور ان کا ٹھکانہ جہنم اور کیا ہی برا انجام
اى وسيرون فيها عذابا غليظا۔ یعنی جہنم میں شدید و سخت عذاب سے دوچار رہیں گے (وبئس المصير) اى جهنم او ماواهم اور جہنم ہی ان کا ٹھکانہ ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے یا کیا ہی برا انجام ہے جسے بھگتیں گے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ	اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی
كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ	عورت اور لوط کی عورت وہ ہمارے
لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ	بندوں میں دو سزاوار قرب بندوں کے

مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِيْنَ ٥

نکاح میں تھیں پھر انہوں نے اُن سے دغا کی تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرما دیا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جلنے والوں کے ساتھ۔

(ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ط)

اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت اور لوط کی عورت۔

اس موقعہ کی مناسبت سے کافروں کی مثال دی ہے کہ ان دونوں عورتوں کو کفر اور اہل ایمان سے دشمنی کرنے کی وجہ سے عذاب کیا جائے گا اور اُن عورتوں کو ان کا رشتۂ قرابت یا پیغمبروں کی زوجیت کچھ فائدہ نہ دے گی۔ بحالت کفر انہیں یہ زوجیت و تعلق نفع نہ پہنچائے گا کیونکہ نفع صرف ایمان وطاعت والوں کے لیے ہے۔ نوح علیہ السلام کی عورت (بیوی) کا نام والعۃ تھا مقاتل سے اس کا نام والہۃ مروی ہے اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام واھلۃ تھا اور ایک قول ہے " والھۃ " اور مقاتل کے " والعۃ " مروی ہے۔

(كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ)

وہ ہمارے بندوں میں دو سزاوار قرب بندوں کے نکاح میں تھیں۔

بیانا لحالہا الداعیہ لہما الی الخیر والصلاح ولم یقل: تحتہما للتعظیم یہ ان دونوں عورتوں کے حال کا بیان ہے کہ وہ دونوں خیر وصلاح کے ماحول میں تھیں یعنی پیغمبروں کے رشتۂ نکاح وزوجیت میں تھیں اور ان کے قرب کا تقاضا تھا کہ وہ خیر وصلاح سے نفع اٹھاتیں ایمان وطاعت بجالاتیں اور " تحتہما " کا ارشاد بطور تعظیم کے نہیں فرمایا گیا۔ نوح اور لوط علیہما السلام کو " عبد الصالح "

(فَخَانَتٰهُمَا) تو اُن سے دغا کی۔

بیان لما صدر عنہما من الخیانۃ العظیمہ مع تحقیق ما نیا فیہا من مرافقہ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام أما خیانۃ امرأۃ نوح علیہ السلام فکانت تقول للناس: انہ مجنون، وأما خیانۃ امرأۃ لوط فکانت تدل علی الضیف۔ اس خیانت عظیمہ (بڑی دغا) کا بیان ہے جو ان دونوں عورتوں سے صادر ہوئی اور اس حق کے خلاف جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفاقت کے منافی تھا (حق تو یہ تھا کہ وفاداری کرتیں مگر انہوں نے دغا کی) جہاں تک نوح علیہ السلام کی

بیوی کا تعلق ہے تو وہ لوگوں سے کہتی تھی کہ نوح علیہ السلام (معاذ اللہ) دیوانے ہیں اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی دغا یہ تھی کہ وہ آپ کے مہمانوں کی اطلاع دے دیتی تھی اس کو حاکم نے بافادہ تصحیح ابن عباس نے روایت کیا ہے۔ ابن عدی بیہقی نے شعب الایمان میں، اور ابن عساکر نے ضحاک سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "خیانتھما النمیمۃ" "ان دونوں کی خیانت چغل خوری تھی۔ اور ایک روایت میں ہے "کانتا اذا اوحی اللہ تعالیٰ بشیءٍ افشتاہ للمشرکین" جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی وحی اترتی (پیغام آتا) یہ دونوں عورتیں اُسے مشرکوں پر فاش کر دیتیں۔ ابن المنذر نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "خیانتھما انھما کانتا کافرتین مخالفتین" ان دونوں کی خیانت یہ تھی کہ وہ دونوں عورتیں دو سخت مخالفت کرنے والی کافر تھیں۔ اور ایک قول ہے: "کانتا منافقتین" وہ دونوں منافق تھیں۔ راغب کا قول ہے کہ خیانت اور نفاق مفہوم میں ایک ہی ہیں البتہ "خیانت" عہد و امانت کے اعتبار سے کہا جاتا ہے اور نفاق دین و اسلام کے اعتبار سے بولا جاتا ہے پھر دونوں ایک ہی مفہوم میں داخل ہو جاتے ہیں تو رہی خیانت سو وہ عہد کو توڑ کر چھپ کر حق کی مخالفت کرنا ہے اور اس کی نقیض امانت ہے اور اس آیت کے اسی مفہوم پر علماء کا اجماع ہے اور اس کی تفسیر "بدکاری" سے نہیں ہے اور نہ ہی یہاں الیسا مراد ہے اور ابن عباس سے مروی ہے "ما زنت امراۃ نبی قط" کسی بھی نبی کی عورت کبھی بدکاری (زنا) کی مرتکب نہ ہوئی۔

(فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا)

(فَلَمْ يُغْنِيَا) ای فلم یغن ذالک العبدان الصالحان و البنیان العظیمان یعنی دونوں صالح بندے اور باعظمت نبی (نوح و لوط علیہما السلام) ان دونوں عورتوں کے کام نہ آسکے (عنھما) بحق الزواج یعنی زوجیت کے حق کے باوجود ان دونوں عورتوں کو کام نہ آئے (من اللہ) ای من عذابہ عز و جل یعنی اللہ عز و جل کے عذاب سے انہیں نہ بچا سکے (شیاءً) ای شیئاً من الاغناء، او شیاءً من العذاب یعنی کچھ بھی فائدہ نہ دیا یا عذاب الٰہی سے کچھ بھی دفع نہ کر سکے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ دونوں عورتیں سخت کافرہ یا منافق تھیں اور اسی حال پر ان کا خاتمہ ہوا جیسا کہ اس سے اگلے جملہ "وقیل ادخلا النار" سے واضح ہے اور کفر پر مرنے والے کے لیے سفارش نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی رعایت ہے اور اللہ کے رسولوں سے اس ضمن میں سفارش محال ہے بلکہ انبیاء و رسل کفار و مشرکین سے بیزار ہیں تو روز حشر ان کے لیے کیوں سفارش کریں کہ وہ یوم الجزاء ہے۔ ادراک موت کا وقت یا حشر کو جب ایمان لانا ہی بے سود ہے تو سفارش کیسی؟ لہٰذا وہ دونوں عورتیں

انبیاء کے ساتھ باوجود قربت و تعلق کے اپنے کفر و نفاق کی وجہ سے ہر قسم کے نفع سے محروم ہو گئیں اور عذاب الٰہی سے نہ بچ سکیں۔

(وَقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ٥) اور فرمایا دیا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جلنے والوں کے ساتھ

لهما عند موتهما او يوم القيامة و عبد بالماضي لتحقق الوقوع ان دونوں عورتوں سے ان کی موت کے وقت کہا گیا یا روز قیامت ان سے یوں کہا جائے گا اور صیغہ ماضی کا فرمانا عذاب الٰہی کے تحقیق وقوع کے لیے ہے کہ یوں ہوگا (داخل جہنم ہوں گی) ان سے کہا جائے گا کہ تم دونوں اپنی قوم کے کافروں و مشرکوں کے ساتھ ہی جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ کہ اب تمہارا کفر کے باعث انبیاء سے تعلق مٹ گیا۔ اس آئت سے واضح ہے کہ مومن کو کسی کافر کا کفر ضرر نہ پہنچا سکے گا اور یونہی کسی کافر کو کسی مومن کے ایمان کا فائدہ نہ پہنچے گا۔ اور کفار کی سب ڈوریں (امیدیں) کٹ جائیں گی۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اس میں امہات المومنین کے لیے بکمال خدمت و طاعت نبوی کے لیے اشارہ ہے۔

میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا۔ عندك سے مراد ہے من رحمتك (اپنی مہربانی کے ساتھ) اس لیے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ مکان سے پاک ہے اور یونہی قرب و بعد مکانی سے منزہ ہے اور اس کا قرب بے کیف ہے کہ مکانی قرب و بعد یا مکان کیف ہے اور اللہ اس سے پاک ہے۔ اور بعض نے کہا کہ " عندك " سے مراد اعلیٰ درجات ہیں جو مقربین بارگاہ کو عطا ہوں گے، ابویعلی اور بیہقی نے بسند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرعون نے اپنی بیوی (آسیہ) کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں کیل گڑوائے (یعنی کھینچا گیا) پس جب وہ اور اس کے کارندے ان کے پاس سے ہٹتے أظلتها الملائكة عليهم السلام فقالت: "رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ" فكشف لها عن بيتها في الجنة وهو على ما قيل: من درة تو فرشتے ان پر سایہ کرتے تو انہوں نے یہ دعا کی " رب ابن لی الخ " تو ان کے لیے ان کے لیے ان کا جنت میں گھر انہیں دکھا دیا گیا یعنی دنیا ہی بطریق کشف دیکھ لیا اور کہا گیا ہے کہ وہ موتی کا بنا ہوا ہے۔ عبد حمید کی روایت میں ہے کہ انہیں (آسیہ) پشت کے بل چو میخا کیا گیا اور ایک بھاری بھر کم پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا گیا اور ان کا منہ سورج کی طرف کر دیا گیا تو انہوں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ دعا مانگی۔ (رب ابن لی الخ) تو اللہ نے جنت میں ان کا گھر ان کے لیے ظاہر کر دیا جسے انہوں نے دیکھ لیا اور ان کی تکلیف سہل ہو گئی۔ حسن سے مروی ہے کہ اللہ نے انہیں جنت کی طرف اٹھا لیا تاکہ وہ اس

میں کھائیں پئیں اور اس کی نعمتوں سے متمتع ہوں بعض نے کہا وہ زندہ جنت میں اٹھائی گئیں لیکن یہ درست نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ ان کی روح قبض کر لی گئی اور انہیں بوجل بتصرر کھنے کی ایذیت نہ پہنچی۔

(وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ) اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے۔

ای من نفس فرعون الخبیثۃ و سلطانہ الغشوم وخصوصا من عملہ وھو الکفر وعبادۃ غیر اللہ تعالیٰ و التعذیب لغیر جرم الی غیر ذلک من القبائح۔

یعنی فرعون خبیث کی ذات اور اس کی سرکش حکومت سے نجات عطا فرما بالخصوص اس کے عمل سے (اور عمل سے یہاں مراد) یعنی کفر اور غیر اللہ کی بندگی اور بغیر جرم کے عذاب کی تکلیف سے اور اس کے لیے اس کی خرابیوں اور برائیوں سے (شر سے) خلاصی عطا فرما۔ ابن عباس کا قول ہے کہ "عمل" سے مراد "الجماع" ہے یعنی جنسی تعلق و قرب سے محفوظ فرما۔ اللہ نے ان کی التجا قبول فرمائی اور فرعون ان پر تصرف نہ پا سکا۔

(وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝) اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔

من القبط التابعین لہ فی الظلم قالہ مقاتل۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝	اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بی بی جب اس نے عرض کی اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔
(وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ)	اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بی بی۔

ای جعل حالہا مثلا لحال المومنین فی ان وصلۃ الکفرۃ لا تضرہم حیث کانت فی الدنیا تحت اعدی اعداء اللہ عزوجل وھی فی اعلی غرف الجنۃ آسیۃ بنت مزاحم۔

یعنی اللہ نے مسلمانوں کے لیے اس مومنہ بی بی کے حال کو مثال بنایا کہ کافر کے ساتھ ان کا تعلق

انہیں کچھ نقصان نہ دے گا جب کہ وہ حیات دنیوی میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ایک بڑے دشمن کے رشتہ زوجیت میں ہی تھیں اور وہ جنت کے بلند و بالا مقام (بالاخانے) میں ہوں گی اور ان کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ علماء تفسیر کا قول ہے کہ جب جادوگروں سے جناب موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ ہوا اور وہ مغلوب ہوگئے اور حق روشن ہوگیا تو حضرت آسیہ پورے خلوص سے ایمان لے آئیں جب ان کے ایمان کی خبر ان کے شوہر فرعون کو ہوئی تو وہ سخت غضب ناک ہوا تو آپ پر بہت شدت و سختی کی انہیں چلچلاتی دھوپ میں تختے پر کیلوں کے ساتھ (ہاتھوں اور پاؤں میں) ٹھونکوا دیا اور بوجھل وزنی چکی (یا پتھر) ان کے سینے پر رکھوا دیا جب فرعون کے کارندے ان کے پاس سے دور ہوتے تو ملائکہ ان پر سایہ فگن ہوتے۔ اس شدت کے باوجود وہ ثابت قدم رہیں اور استقامت کا عظیم مظاہرہ فرمایا۔

(اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ	جب اس نے عرض کی اے میرے رب
بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ)	میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا۔

جب فرعونیوں کے مظالم انتہائی شدید ہوگئے اور معاملہ حد برداشت سے گزر گیا تو جناب باری میں گذارش کی کہ اے پروردگار وقال الکلبی: اھل مصر۔ یعنی قبطیوں سے جو اس (فرعون) کے ظلم میں اس کی پیروی کرتے ہیں اور کلبی کا قول ہے کہ اہل مصر سے محفوظ فرما۔ واضح مفہوم ہے کہ فرعون اور اور اس کی قوم (قبط) کے لوگوں سے جو ظالم تھے۔

وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ	اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی
اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا	حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح
فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ	پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس
بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ	کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرمان برداروں میں
مِنَ الْقٰنِتِیْنَ ۠	ہوئی۔

(وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ) اور عمران کی بیٹی مریم

واو "امراۃ فرعون" پر عطف ہے ای وَضَرَبَ مثلا للذین اٰمنوا حالتھما وما اوتیت من کرامۃ الدنیا والاٰخرۃ والاصطفاء مع کون اکثر قومھا کفاراً۔

یعنی اہل ایمان کے لیے ان کو (مریم) اور ان کی زندگی اور جو کچھ انہیں دنیا اور آخرت کی بزرگی عطا کی گئی اور ان کے پسندیدہ بنانے میں) باوجودیکہ ان کی قوم کے اکثر لوگ کافر تھے، مثال بنایا کشاف میں ہے۔

ہے اور اس عورت کی جس کا شوہر تھا (آسیہ) اور اس عورت کی جس کا شوہر نہیں تھا (مریم) کی مثالوں کا جمع کر کے ذکر فرماتے ہیں بیوہ اور کمزور عورتوں کے لیے تسلی اور ان کے دلوں کی تسکین ہے۔

(الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا) جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی۔

صائنۃ ومنعتہ من الرجال وقیل: منعتہ عن دنس المعصیۃ، اس نے خود کو محفوظ رکھا اور اپنی آبرو (ناموس) کو بچایا اور ایک قول ہے کہ اپنے ناموس کی گناہ کی گندگی سے محفوظ رکھا۔ یعنی خود کو برائی سے بچایا۔

(فَنَفَخْنَا فِیْهِ) تو ہم نے پھونک دی اس میں۔

النافخ رسولہ تعالٰی وھو جبریل علیہ السلام تا لاسناد مجازی وقیل: الکلام علی حذف مضاف ای فنفخ رسولنا وضمیر (فیہ) للفرج: واشتھر ان جبریل علیہ السلام لنفخ فی جیبھا فوصل اثر ذلک الی الفرج پھونکنے والے اللہ کے رسول تھے اور وہ جبرئیل علیہ السلام تھے اور حق تعالٰی کا فرمانا "ہم نے" مجازاً ہے کیونکہ تمام افعال اور یہ بھی کہ جبرئیل کے پھونکنے کا خالق بھی اللہ ہی ہے اور اپنی طرف نسبت ذکر فرمانے کا مطلب ہے کہ جبرائیل نے ہمارے حکم سے پھونکا گویا ہم نے ہی پھونکا۔ اور "فِیْهِ" کی ضمیر شرمگاہ کی طرف راجع ہے یا اس سے مراد شرمگاہ ہے اور مشہور ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی قمیص کے چاک گریبان میں پھونکا جس کا اثر شرمگاہ تک پہنچ گیا اور وہ حاملہ ہو گئیں۔

(مِنْ رُّوْحِنَا) اپنی طرف کی روح

للتشریف والمراد من روح خلقناہ بلا توسط اصل۔ یہ اظہار فضیلت کے لیے ہے اور اس سے مراد ہے کہ ہم نے بغیر کسی توسط کے روح کو پیدا فرمایا۔ مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں۔

(وَصَدَّقَتْ) اور تصدیق کی۔

ای اٰمَنَتْ یعنی حضرت مریم ایمان لائیں اور ایمان تصدیق ہے۔

(بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا) اپنے رب کی باتوں کی۔

لصحفہ عزوجل المنزلۃ علی ادریس علیہ السلام وغیرہ وسماھا سُبحانہ کلمات لقصرھا حق سبحانہٗ تعالٰی کے صحائف پر جو حضرت ادریس علیہ السلام اور ان کے علاوہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئے اور حق تعالٰی انہیں ان کے مختصر ہونے کی وجہ سے کلمات سے موسوم فرمایا۔ ایک قول ہے کہ "کلمات رب" سے مراد احکام و شرائع ہیں جو حق سبحانہٗ تعالٰی

نے بندوں کے لیے مقرر فرمائیں حسن اور مجاہد اور الجحدری نے "بِكَلِمَةِ" پڑھا ہے جس سے مراد کلمہ توحید ہے لیکن یہ جب ہو گا اگر اسم جنس کا احتمال ہو۔ ایک قول ہے اس سے مراد خود حضرت عیسٰی السلام ہیں۔ انہ کلمۃ اللہ القاھا الی مریم کیونکہ وہ خود کلمۃ اللہ ہیں جو سیدہ مریم کی طرف القاء کئے گئے۔

(وَكُتُبِهٖ) اور اس کی کتابوں کی۔

بجميع كتبه والمراد بها ماعدا الصحف مما فيه طول، او التوراة - والانجيل والزبور یعنی تمام کتب سماویہ پر اور اس سے مراد صحائف انبیاء کو چھوڑ کر وہ کتب ہیں جو طویل ہیں (مختصر نہیں کیونکہ صحائف مختصر تھے) یا تورات یا انجیل اور زبور ہے۔ (ایک قول ہے کہ مراد لوحِ محفوظ کی تحریریں ہیں۔

(وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۚ ع) اور فرماں برداروں میں ہوئی۔

"مِنْ" تبعیضیہ ہے اور "قانتین" میں تذکر تغلیب کے لیے ہے ای من عداد المواظبین علی الطاعۃ یعنی اطاعت و فرماں برداری پر مواظبت (ہمیشگی۔ کمربستہ رہنے والے) کرنے والوں کثیر لوگوں میں سے ہوئی۔ ایک قول ہے کہ وہ قانتین کی نسل (اولاد) سے تھیں یعنی ہارون علیہ السلام جو موسٰی علیہ السلام کے بھائی تھے کی اولاد شریفہ سے تھیں اس میں ان کی خاندانی تعریف ہے کہ فرع اصل کے تابع ہوتی ہے" والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لا یخرج الا نکدا" اس میں اشارہ ہے کہ سیدہ مریم مردان کامل سے تھیں باوجودیکہ وہ عورت تھیں۔ امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے کہ خواتین جنت کی سردار مریم ہیں پھر فاطمہ پھر خدیجہ پھر آسیہ پھر عائشہ۔ اور صحیحین میں ہے کہ مردوں میں بہت سے لوگ کامل مرد ہوئے لیکن چار عورتوں کے سوا کوئی عورت کامل نہ ہوئی وہ چار عورتیں آسیہ بنت مزاحم، مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔ ان کی باہمی تفضیل کا مسئلہ پیچھے بیان ہو چکا۔ البتہ ان عورتوں میں حضرت فاطمہ کا ذکر ہوا ہے وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر گوشہ ہیں ان پر کسی کو فضیلت میں مقدم رکھنا قرین انصاف نہیں ہے اور میرا مذہب یہی ہے۔ بعض آثار میں آیا ہے کہ مریم و آسیہ جنت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ہوں گی۔ طبرانی نے سعد بن جنادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ان اللہ زوجنی فی الجنۃ مریم بنت عمران وامرأۃ فرعون وأخت موسیٰ علیہ السلام" بے شک اللہ نے جنت میں مریم بنت عمران، آسیہ زوجۂ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو میری بیوی بنایا ہے۔ ان دونوں بیبیوں کے ذکر میں حضرت عائشہ و حفصہ کو ان کی طرح فرماں بردار ہونے کا اشارہ ہے اور رضائے رسول کے لیے مواظبت وشدت کی ترغیب ہے اور شہد و تحریم ماریہ کے واقع کے تناظر میں تعریض ہے۔ واللہ اعلم۔

الحمد للہ آج ۲۱ رشعبان المعظم ۱۴۲۱ھ اٹھائیسواں پارہ کی تکمیل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

تفسیر الحسنات

جلد ہفتم

۲۹-۳۰

علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری

ناشر
ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ

تفسیر الحسنات

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

نام کتاب	تفسیر الحسنات
تعداد	ایک ہزار
تاریخ اشاعت	دسمبر 1998ء
بار	چہارم
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔
	فون:۔7221953-7225085

سورۂ ملک مکیۃ

اس میں دو رکوع تیس آیتیں تین سو تیس کلمے اور ایک ہزار تین سو تیرہ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ ملک پ ۲۹

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَهُوَ عَلٰی
كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ

بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضہ میں سارا ملک
ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ
اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ
الْغَفُوْرُ ۙ

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ
ہو تم میں کس کا کام اچھا ہے اور وہی عزت والا
بخشش والا ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا
تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ
الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ

جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر
دوسرا تو رحمان کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے
تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ
الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ

پھر دوبارہ نگاہ اٹھا نظر تیری طرف ناکام پلٹ
آئے گی تھکی ماندی۔

وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا
رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ
السَّعِیْرِ

اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے
آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے لیے مار کیا اور
ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا۔

وَلِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ
وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ

اور جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے
لیے جہنم کا عذاب ہے اور کیا ہی برا انجام

إِذَآ أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَّهِيَ تَفُورُ ۙ	جب اس میں ڈالے جائیں گے اس کا رینگنا سنیں گے کہ جوش مارتی ہے۔
تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۙ	معلوم ہوتا ہے کہ شدت غضب میں پھٹ جائے گی جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا۔
قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَآءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۙ	کہیں گے کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا اللہ نے کچھ نہیں اتارا تم تو نہیں ہو مگر بہت بڑی گمراہی میں۔
وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيٓ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۙ	اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔
فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۙ إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۙ	اب اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پھٹکار ہو دوزخیوں کو۔ بیشک وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔
وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۙ	اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے وہ تو دلوں کی جانتا ہے۔
أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۙ	کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار۔

حل لغات رکوع اول سورۃ ملک پ۲۹

تبرک۔ برکت والا ہے	الذی۔ وہ جسکے	بیدہ۔ ہاتھ میں	الملک۔ بادشاہی ہے
و۔ اور	ھو۔ وہ	علی۔ اوپر	کل۔ ہر
شئی۔ چیز کے	قدیر۔ قادر ہے	ہ الذی جس نے	خلق۔ پیدا کیا
الموت۔ موت کو	و۔ اور	الحیوۃ۔ زندگی کو	لیبلوکم۔ تاکہ آزمائے

کم - تم کو کہ	ایکم - کونسا تم میں سے	احسن - اچھا ہے	عملا - عملوں میں
و - اور	ھو - وہ	العزیز - غالب ہے	الغفور - بخشنے والا
الذی - جس نے	خلق - پیدا کیے	سبع - سات	سمٰوٰت - آسمان
طباقا - نیچے اوپر	ما - نہیں	تری - دیکھے گا تو	فی - بیچ
خلق - پیدائش	الرحمن - رحمان کے	من تفاوت - کوئی فرق	فارجع - تو لوٹاؤ
البصر - نگاہ کو	ھل - کیا	تری - دیکھتا ہے تو	من فطور - کوئی نقص
ثم - پھر	ارجع - لوٹا	البصر - نگاہ کو	کرتین - دوبارہ
ینقلب - پھرے گی	الیک - تیری طرف	البصر - نظر	خاسئا - تھکی ہوئی
و - اور	ھو - وہ ہوگی	حسیر - شرمندہ	و - اور
لقد - بیشک	زینا - زینت دی ہم نے	السماء - آسمان	الدنیا - دنیا کو
بمصابیح - چراغوں سے	و - اور	جعلنھا - بنایا ہم نے اسکو	رجوما - مار
للشیطین - شیطانوں کے لیے	و - اور	اعتد - تیار کیا	نا - ہم نے
لھم - ان کے لیے	عذاب - عذاب	السعیر - آگ کا	و - اور
للذین - وہ جنہوں نے	کفروا - انکار کیا	بربھم - اپنے رب کا انکے لیے	عذاب - عذاب ہے
جھنم - جہنم کا	و - اور	بئس - برا ہے	للمصیر - ٹھکانہ
اذا - جب	القوا - ڈالے جائیں گے	فیھا - اس میں	سمعوا - سنیں گے
لھا - اس کے لیے	شھیقا - آواز چیخ وپکار	و - اور	ھی - وہ
تفور - جوش مارتی ہوگی	تکاد - قریب ہے کہ	تمیز - پھٹ جائے	من الغیظ - غصے سے
کلما - جب بھی	القی - ڈالی جائے گی	فیھا - اس میں	فوج - کوئی فوج
سالھم - پوچھیں گے ان سے	خزنتھا - داروغے	ا - کیا	لم - نہ
یاتکم - آیا تمہارے پاس	نذیر - کوئی ڈرانے والا	قالوا - کہیں گے	بلی - کیوں نہیں
قد - بیشک	جاء - آئے	نا - ہمارے پاس	نذیر - ڈرانے والے
فکذبنا - تو ہم نے جھٹلایا	و - اور	قلنا - کہا ہم نے	ما - نہیں
نزل - اتاری	اللہ - اللہ نے	من شیء - کوئی چیز	ان - نہیں
انتم - تم	الا - مگر	فی - بیچ	ضلل - گمراہی
کبیر - بڑی کے	و - اور	قالوا - کہیں گے	لو - اگر

كنا - ہم	نسمع - سنتے	او - یا	نعقل - سمجھتے
ما - تو نہ	كنا - ہوتے ہم	فی - بیچ	اصحب السعير - دوزخ
لوگوں کے	فاعترفوا - تو اقرار کرینگے	بذنبهم - اپنے گناہوں کا	فسحقا - پھٹکار ہے
لاصحب السعير - واسطے دوزخیوں کے		ان - بیشک	الذین - وہ جو
يخشون - ڈرتے ہیں	ربهم - اپنے رب سے	بالغيب - بن دیکھے	لهم - ان کے لیے
مغفرة - بخشش ہے	و - اور	اجر - اجر	كبير - بڑا
و - اور	اسروا - چھپاؤ	قولكم - اپنی بات کو	او - یا
اجهروا - ظاہر کرو	به - اس کو	انه - بیشک وہ	عليم - جانتا ہے
بذات الصدور - سینے کی باتیں		ا - کیا	لا - نہ
يعلم - جانے	من - جس نے	خلق - پیدا کیا	و - اور
هو - وہ ہے	اللطيف - باریک بین	الخبير - خبردار۔	

سُورۃ المُلک کے فضائل

یہ سورت مکی ہے اس میں تیس آیات اور دو رکوع ہیں اس سورت کے نام "سورۃ تبارک" المانعہ، المنجیہ اور المجادلہ بھی آتے ہیں طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ عہدِ رسالت میں اس سورۃ مبارکہ کو "المانعہ" (روکنے والی - عذاب سے روکنے والی) کے نام سے موسوم کرتے تھے ترمذی وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر خیمہ نصب کیا اور انہیں قبر کا خیال نہ تھا تو صاحبِ قبر نے سورۃ الملک پڑھی (یہاں تک) کہ اُسے ختم کیا تو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہیں اس امر کی خبر دی گئی تو ارشاد فرمایا یہ سورت المانعہ (عذاب کو روکنے والی ہے) یہ المنجیہ ہے (عذاب سے نجات دینے یا دلانے والی ہے) اور اپنے صاحب کو عذاب قبر سے نجات دلانے والی ہے۔ طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور عبد بن حمید نے اپنی مسند میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس نے ایک شخص سے کہا کیا میں تمہیں حدیث کا ایک ایسا تحفہ نہ دوں جس سے تجھے فرحت حاصل ہو اس نے کہا ضرور، فرمایا سورۃ ملک پڑھا کر اور اسے اپنے گھر والوں تمام اولاد اور گھر کے بچوں اور ہمسایوں کو پڑھاؤ اور تعلیم دیں کیونکہ یہ المنجیہ اور المجادلہ ہے قیامت کے روز اپنے پڑھنے والے کیلئے

اپنے پروردگار کے حضور شفاعت کرے گی اور اس کے لیے عذابِ جہنم سے رہائی مانگے گی اور اس کی برکت سے اس کے صاحب (پڑھنے والے) عذابِ قبر سے مامون ہوں گے اور اس سورۂ مبارک کی گذشتہ سورۂ مبارکہ (التحریم) سے مناسبت کی ایک وجہ یہ ہے کہ اُس میں حق تعالیٰ نے اس میں کفار کی مثال میں دو ایسی عورتوں کا ذکر بیان فرمایا جو دو عظیم الشان نبیوں کے نکاح میں تھیں اور ایمان والوں کے لیے سیدہ آسیہ اور سیدہ مریم کا ذکر سعادت و برکت فرمایا جبکہ ان کی قوموں کے اکثر لوگ کافر تھے اس سورۂ مبارکہ کا افتتاح اس ذکر سے فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے قبضہ و تسرف اور قہر و جلالت پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ سورۃ الطلاق کے آخر میں ذکر ہوا تھا اللّٰہ الَّذِی خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ اور سورت التحریم اس اتصال کے درمیان گویا بطور قطعہ کے تھی اور سورت الطلاق اس کا تتمہ تھی۔ اور اس سورۂ مبارک کے فضائل میں بہت سی روایات آئی ہیں احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم اور اس کے علاوہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ اللہ کی کتاب میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں وہ اپنے پڑھنے والے کی سفارش کرے گی یہاں تک کہ اس کی بخشش ہوجائے گی۔ یعنی تبارک الذی بیدہ الملک۔ طبرانی اور ابن مردویہ نے جید اسناد سے ابن مسعود سے روایت کی ہے " مَنۡ قَرَاَهَا فِیۡ لَیۡلَةٍ فَقَدۡ اَکۡثَرَ وَاَطۡیَبَ " جس نے اس سورت کو شب (رات) میں پڑھا تو اس نے بڑی نیکی اور بھلائی پائی۔ ابن مردویہ نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سورۂ الم تنزیل (السجدہ) اور سورۂ الملک برابر پڑھتے تھے اور سفر و حضر مانع نہ ہوتا۔ ترمذی و احمد اور دارمی میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک سورۂ سجدہ اور سورۃ الملک نہ پڑھ لیتے۔ طاؤس کا قول ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن حکیم کی ہر سورت سے بقدر ساٹھ نیکیوں کے زیادہ ہیں۔ ترمذی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۂ ملک حفاظت کرنے والی اور عذابِ الٰہی سے نجات دلانے والی ہے۔

مختصر سورہ ملک رکوع اول پ ۲۹

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ بِیَدِہِ الۡمُلۡکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرُۨ ۝ بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضہ میں سارا ملک اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(تَبٰرَکَ) بڑی برکت البرکۃ النماء و الزیادۃ حسیۃ کانت او عقلیۃ

وکثرۃ الخیر ودوامہ ونسبتھا الی اللہ عزوجل علی المعنی الاول وھوالالیق بالمقام باعتبار تعالیہ جل وعلا عما سواہ فی ذاتہ وصفاتہ وافعالہ و صیغۃ التفاعل للمبالغۃ فی ذلک کما فی نظائرہ مما لا یتصور نسبتہ الی اللہ تعالیٰ من الصیغ کالتکبر وعلی الثانی باعتبار کثرۃ ما یفیض منہ سبحانہ علی مخلوقاتہ من فنون الخیرات۔

برکت سے مراد خوشبو ومہک کی زیادتی اور ایسی زیادتی جو خواہ حسی ہو (محسوس ہو) یا عقلی ہو اور بھلائی کی کثرت اور اس کی ہمیشگی اور اس کی نسبت اللہ عزوجل شانہ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ بکمال اس کے لائق ہے اور وہ اپنی ذات وصفات وافعال کے اعتبار سے وہ ہر نقص سے پاک ہے یعنی اسماء وصفی (تبارک) کا اطلاق محض نتیجۃً ہے اور مبادی ساقط الاعتبار ہیں اور یہاں البرکۃ بمعنی زیادتی نا متنا ہی کمال الٰہی پر دلالت کرتی ہے اور مخلوق کی طرح نہیں جس میں حد ونقص لازمی ہے۔ اور تفاعل کا صیغہ یہاں بطور مبالغہ کے ہے جس طرح اس کی نظریں ہیں اور مخلوق کے لیے اس طرح کی نسبت متصور نہیں ہو سکتی جیسے تکبر اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ برکات وبھلائی کی کثرت وزیادتی جس سے مخلوق حق سبحانہ وتعالیٰ سے فیضان حاصل کرتی ہے۔ اور یہ سب صیغے اس کی عظمت وبڑائی کو ظاہر کرتے ہیں اور یہاں برکت کی زیادتی متعدی نہیں ہے بلکہ مرتبہ کی (شان الٰہی) کی مظہر ہے۔

(اَلَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ) وہ جس کے قبضہ میں سارا ملک

ان المراد بذلک انہ سبحانہ کامل الاحاطۃ والاستیلاء بناء علی ان بیدہ الملک استعارۃ تمثیلیۃ لذلک۔

یہاں اس سے مراد یہ ہے حق سبحانہ وتعالیٰ مکمل احاطہ فرمانے والا اور یہ فرمانا کہ اس کے ہاتھ میں سارا ملک یہاں بطور استعارہ وتمثیل کے ہے کیونکہ حق تعالیٰ جسم وجسمانیت سے مبرا ہے اور ید (ہاتھ) جسم ہے ظاہر ہے اللہ مادی ہاتھ (جسم) سے پاک ہے اور "ید" سے مراد قدرت قبضہ وتصرف ہے جیسا کہ جمہور علماء کا فرمانا ہے اور کسی نے "ید" کو متشابہات سے فرمایا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہوا اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں سارا ملک اور ہر چیز پر غلبہ وتصرف ہے۔

وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۞ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

یہ پہلے جملے کی تکمیل ہے۔ شیءٌ مصدر ہے لیکن شیءٌ سے مراد مشیءٌ بمعنی مفعول ہے جس کا

مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس پر قدرت رکھتا ہے اور یہ مفہوم معدومات ممکنہ کو شامل ہوگا اور محال پر اس کا اطلاق نہ ہوگا اور محال تحت قدرت نہیں یعنی محال واقعی وہ ہوتا ہے جس پر نہ ممکن کو قدرت ہوتی ہے اور نہ واجب کو جیسے ذات الٰہی کا فنا یا کمالات (صفاتیہ) کا سلب اور حق تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرمائیں تو کوئی اس کا دافع و مانع نہیں ہو سکتا۔ اور اس کا آیت کا واضح مفہوم یہی ہے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔ اور وہی عزت والا بخشش والا ہے۔

(اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ) وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی۔

شروع فی تفصیل بعض احکام الملک و آثار القدرۃ، یہ ملک کے بعض احکام کی تفصیل میں اور آثار قدرت کے بیان کا آغاز ہے۔ یعنی وہی ذات (ذات باری) ہی ہے جس نے موت و حیات کو پیدا کیا۔ اہل سنت میں سے اکثر کا مذہب یہی ہے کہ موت صفت وجودیہ ہے جو (حیات) زندگی کی ضد ہے اور باعتبار خلق اس سے اس کے وجودی ہونے پر استدلال کیا ہے اور اس کا تعلق عدم سے نہیں اور نہ ہی اعدام ازلیہ سے کہ معدوم مخلوق نہیں ہوتا اور موت تخلیق کا مقتضیٰ ہے۔ حیات اللہ کی صفت بھی ہے اور مخلوق کی بھی صفت ہے۔ اللہ کے اسماء صفاتیہ میں سے ایک حَیٌّ یا اَلْمُحْیِیْ ہے یعنی زندگی عطا کرنے والا یا بالذات زندہ اور اللہ نے ممکنات (مخلوق) کو اس کی فطری استعداد کے موافق جس طرح چاہا یا جس طرح اس کی حکمت کا مقتضیٰ ہوا زندگی بخشی۔ مخلوق کی زندگی صفت ممکن ہے اور فانی ہے اور یونہی موت بھی علماء نے حیات کی تفصیل لکھی ہے جیسے حیات معرفت جو انسانوں کو حاصل ہے اور حیات حیوانی جو حس و حرکت رکھتی ہے حیات نامیہ جیسے نباتات کی زندگی جو نمو و روئیدگی رکھتی ہے اور حیات جمادی کہ جمادات کو بھی ایک نوع کی زندگی حاصل ہے۔ عطاء کا قول ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ کہ دنیا میں موت کو اور آخرت میں دوامی زندگی کو مقدر فرمایا۔ بغوی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اللہ نے موت کو مینڈھے اور زندگی کو کالی چتی گھوڑی کی صورت پر پیدا کیا جس چیز کی طرف ان دونوں کا گزر ہوتا ہے یا وہ ان کو سونگھ لیتی ہے تو مردہ یا زندہ ہو جاتی ہے اور قیامت کے روز موت کو جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کر کے ذبح کر دیا جائے گا اور پکارنے والا کہے گا کہ اب موت نہ ہوگی۔ جس سے اہل جنت مسرور ہوں گے اور اہل دوزخ سخت

رنجیدہ ۔ موت کو حیات پر طبعی تقدم حاصل ہے کہ حقیقت ممکنہ کا عدم حیات عارضہ پر مقدم ہے کہ موت وصف عدمی ہے اور اس جگہ بھی موت کا ذکر حیوٰۃ پر مقدم ہے ۔

(لِيَبْلُوَكُمْ) کہ تمہاری جانچ ہو۔

ای لیعاملکم معاملۃ من یختبرکم ۔ یعنی تم سے ایسا معاملہ کرے جس سے تمہارا امتحان ہو جائے واضح مفہوم یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں تمہاری جانچ ہو جائے ۔

اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ تم میں سے کس کا کام زیادہ اچھا ہے ۔

ای أصوبہ وأخلصہ فیجازیکم علی مراتب متفاوتۃ حسب تفاوت مراتب اعمالکم واصل البلاء الاختبار ۔ یعنی تم میں سے سچے اور مخلص کا اظہار ہو جائے پس وہ (اللہ) تمہیں تمہارے اعمال کے مرتبوں کے باہمی فرق سے تمہارے مرتبوں کے لحاظ سے تمہیں جزا دے اور "بلاء" سے مراد امتحان یعنی پرکھ ہے ۔ والمراد بالعمل مایشمل عمل القلب وعمل الجوارح ولذا قال صلی اللہ علیہ وسلم فی الآیۃ ربکم احسن عقلا واورع عن محارم اللہ تعالیٰ وأسرع فی طاعۃ اللہ عزوجل" اور عمل سے مراد ہے جو دل اور اعضا کے کاموں کو شامل ہے اور اسی لیے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے ضمن (تفسیر) میں مروی ہے کہ فرمایا کہ تم میں سے کون اچھی عقل و سمجھ والا ہے اور کون اللہ تعالیٰ کے محارم (جن کاموں سے منع کیا گیا) سے زیادہ بچنے والا اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی فرماں برداری کے کاموں میں کون زیادہ سرگرمی دکھانے والا ہے ۔ صیغہ تفضیل (أَحْسَنُ) ارشاد فرمانے سے مراد حسب مراتب و تفاوت درجات و اعمال کی جزا دینا ہے جو بلاء کا (امتحان) کا مقصود ہے ۔ مطیع و عاصی ، فرماں بردار و سرکش کا باہم امتیاز ہو جائے اور اس سب معاملے کا مدار حیات دینوی پر ہے اور ذکر موت بطور وعظ نصیحت کے ہے ۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝ اور وہی عزت والا بخشش والا ہے ۔

ای الغالب الذی یعجزہ عقاب من اساء ۔ العزیز کا مطلب ہے کہ اللہ ایسا غلبے والا ہے کہ جو اُس کی نافرمانی کرے تو کوئی اُسے سزا دینے سے روکنے والا نہیں اور غفور سے مراد ہے کہ وہ جس کو چاہے معاف فرمانے والا ہے یا توبہ قبول و منظور فرمانے والا ہے ۔

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ جس نے سات آسمان بنائے ایک کے

مَاتَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ہَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ ۝

اُوپر دوسرا، تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔

(اَلَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ) جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا

قیل ھو نعت للعزیز الغفور۔ علماء نے فرمایا کہ یہ " العزیز الغفور " کی صفت ہے یا " الذی بیدہ الملک " سے بدل ہے۔ طباق طبق کی جمع ہے اور یہ ساتوں آسمانوں کی صفت ہے طبق کے معنی تہ پر تہ گویا آسمانوں کی حالت یہ ہے یا اُن کے درمیان فاصلے کا اشارہ ہے۔ یعنی آسمانوں کی تخلیق و پیدائش سے قدرت الٰہی ظاہر ہے۔

(مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ) تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے مَا تَرٰی سے خطاب یا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے یا عام ہے۔

خلق کی اضافت تعظیمی ہے یعنی رحمٰن بڑی عظمت و شان والا ہے کہ اُس نے ساتوں آسماں متناسب و متوازن پیدا کئے کہ نہ اس سے بڑھ کر ممکن اور نہ ہی اُن کے اندر کوئی نقص و عیب ہے۔ مِنۡ تَفٰوُتٍ سے مراد ہے کہ تخلیق الٰہی میں کوئی نقص و عیب نہیں یا عدم تناسب و توازن میں کوئی رخنہ نہیں۔

(فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ہَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ ۝) تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔

ای ان کنت فی ریب من ذلک فارجع البصر یعنی اگر تمھیں اس امر میں کوئی شک ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ لو۔ ایک قول ہے کہ پچھلے جملہ " فی خلق الرحمٰن " کا مطلب ہے کَیۡفَ خُلِقَتۡ اور یہ سوال محذوف ہے اور فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ شرط محذوف کی جزا ہے تو مطلب یوں ہو گا اگر تمھیں کچھ شبہ ہو کہ آسمانوں کو بار بار دیکھنے سے شائد کوئی رخنہ نظر پڑے تو پھر آنکھ اٹھا کر بصیرت کے ساتھ خوب دیکھ لو۔ مجاہد کا قول ہے کہ فطور فطر کی جمع ہے جس کے معنی ہیں " الشق " اور اس کی جمع الشقوق ہے اور الشق کا مطلب ہے شگاف، درز، دراڑ یا رخنہ اور سدی کا قول ہے کہ مراد ہے الخروق یعنی پھٹا ہونا، من فطور میں من حرف جار تبعیضیہ ہے یعنی کوئی دراڑ اور ھل تریٰ میں استفہام تقریری ہے واضح مفہوم یہ ہو گا کہ اگر تمھیں کوئی غلل ہے تو چشم بصیرت سے بالتکرار دیکھ لو تمھیں کوئی شگاف، رخنہ وغیرہ نہ نظر آئے گا اس لیے کہ رحمٰن کی تخلیق نقص و عیب سے پاک ہے۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ ۔ پھر دوبارہ نگاہ اٹھا نظر تیری طرف
اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۔ ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔

(ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ) پھر نگاہ اٹھا۔ یہ فَارْجِعِ الْبَصَرَ پر عطف ہے (كَرَّتَيْنِ) دوبارہ یہ كَرَّةً کا تثنیہ ہے اور یہاں مراد دوبار دیکھنا نہیں اور تثنیہ سے مراد تکریر و تکثیر یعنی بار بار اور کثرت (کئی مرتبہ) دیکھنا ہے۔

ای رجعتین اخریین فی ارتیاد الخلل یعنی بار بار کی جستجو سے شاید کوئی خلل پا سکے (لیکن ایسا ناممکن ہے)

(يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ) نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔

يَنْقَلِبْ (پلٹ آئے گی) ارجع کا (امر) کا جواب ہے (اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا) تیری طرف ناکام۔ خاسئًا کا معنی مُتَحَيِّرًا حیران و سرگرداں یعنی تیری نظر حیران و پریشان لوٹ آئے گی وَهُوَ حَسِيْرٌ یہ البصر کا حال ثانی ہے جب کہ پہلا خاسئًا ہے اور حسیر کا معنی ہے۔

ای کلیل من طول المعاودة وکثرة المراجعة یعنی کثرت و بار بار دیکھنے اور لمبی جستجوئے خلل سے تھکی ماندی۔ واضح مفہوم ہے کہ بار بار دیکھنے اور پیہم تلاش خلل و نقص کے باوجود تم کوئی خلل نہ پا سکو گے اور تمہاری نظر تھکی ہاری ناکام و نامراد لوٹ آئے گی۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۔ اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں
وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ ۔ سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے لیے
وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۔ مار کیا اور ان کیلئے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا۔

(وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ) اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا۔

بیان لکون خلق السموٰت فی غایة الحسن و البهاء اثر بیان خلوها عن شائبة العیب والقصور وتصدیر الجملة بالقسم لابراز کمال العنایة بمضمونها ای و باللہ لقد زینا السماء۔

آسمانوں کی پیدائش کا بیان ہے جو ان کے کمال حسن اور قدر و قیمت پر مبنی ہے کہ وہ ہر قسم کے نقص و خرابی کے شائبہ سے خالی ہیں اور جملہ کا صدور گویا قسم کے ساتھ ذکر ہے جو

کہ اس مضمون کے ساتھ کمال عنایت کا اظہار ہے یعنی اللہ کی قسم (ہمیں اپنی کبریائی کی قسم) بلاشبہ ہم نے آسمان کو زینت بخشی۔ (الدنیا) منکم ای التی ھی اقرب الی الناس منکم من غیرھا فرنوھا بالنسبۃ الی ماتحت واما بالنسبۃ الی من حول اللہ رین فبالعکس تم سے یعنی وہ آسمان جو تم سے دوسروں کے سوا زیادہ قریب ہے یعنی زمین کی طرف دوسروں کی نسبت (زمین سے) اس کے برعکس ہے (دور ہے)۔ واضح مفہوم آسمان دنیا ہے (بمصابیح) مصباح کی جمع ہے وھو السراج اور وہ چراغ ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آسمان دنیا کو کوکب (ستارے) سے زینت دی پھر کواکب اکٹھے کر دیئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مصابیح (چراغوں) کے ساتھ مزین کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کواکب سے ابتدا کی۔ اور بعض علماء لغت نے سراج کے مقر (قرارگاہ) ہونے کو مراد لیا ہے۔ اور مصابیح کا نکرہ ہونا تعظیم کے لیے ہے۔ جس کا مطلب ہے۔ ای بمصابیح عظیمۃ لیست کمصابیحکم التی تعرفونھا وقیل للتنویع یعنی عظمت والے (یا بہت بڑے) چراغوں کے ساتھ جو کہ تمہارے معروف چراغوں کی طرح نہیں ہے اور ایک قول ہے کہ روشنی کے لیے۔ زینت السقف بالقنادیل آسمان دنیا قندیلوں سے سجایا۔

(وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ) اور انہیں شیطانوں کے لیے مار کیا۔

جَعَلْنٰهَا کی ضمیر "مصابیح" کی طرف راجع ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور "السماء الدنیا" کی طرف راجع نہیں ہے جس کا مطلب ہے جعلنا منھا أی من جتھا ہم نے ان کو بنایا یعنی ان کی طرف وجانب سے، رجوم رجم کی جمع ہے اور وہ فتحہ کے ساتھ مصدر ہے اور اس شے کو کہتے ہیں جس سے مارا جائے یعنی پتھراؤ ہو۔ اور جمہور مفسرین کا کہنا ہے کہ شیاطین جب ملائکہ کی گفتگو چھپ کر سننے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو مارنے کے لیے ان ستاروں سے آگ کے شعلے نکل کر مارتے ہیں جسے شہاب ثاقب کہتے ہیں اس کی تفسیر سورۃ الصفّٰت میں گزر چکی۔

(وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ) اور ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا۔

وھیأنا للشیطین۔ عذاب النار المسعرۃ المشعلۃ لَهُمْ کی ضمیر شیاطین کی طرف راجع ہے یعنی ان شیطانوں کے لیے ہم نے آخرت میں ان کے لیے دہکتی بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے اس آیت سے اس آگ کا مخلوق ہونا اور شیاطین کا مکلف ہونا واضح ہے۔

وَلِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ○ — اور جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور کیا ہی بُرا انجام۔

من غیر الشیاطین او منھم ومن غیرھم علی انہ تعمیم بعد التخصیص لدفع ایھام اختصاص العذاب بھم۔ (یعنی) شیاطین کے علاوہ سے یا ان ہی میں سے اور ان کے علاوہ میں سے کیونکہ تخصیص کے بعد تعمیم (عام ذکر) اس وہم کے دفعیہ کے لیے ہے کہ عذاب صرف انہی کے ساتھ مخصوص نہیں یعنی کفار خواہ انسانوں سے ہوں یا جنات میں سے اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے (وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ) اور وہ یعنی جہنم کا عذاب انتہائی بُرا انجام ہے یا بُرا ٹھکانا ہے۔

اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ○ — جب اُس میں ڈالے جائیں گے اس کا رینکنا سنیں گے کہ جوش مارتی ہے۔

(اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا) جب اس میں ڈالے جائیں گے۔

ای طرحوا فیھا کما یطرح الحطب فی النار العظیمۃ یعنی جہنم میں اُسی طرح ڈالے جائیں گے جس طرح بڑی آگ میں لکڑی ڈالی جاتی ہے۔

(سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا) اُس کا رینگنا سنیں گے۔

ای لجھنم نفسھا کما ھو الظاھر ویؤیدہ ما بعد یعنی یہ آواز وہ جہنم کی آگ سے سنیں گے گویا یہ جہنم کی اپنی آواز ہوگی جیسا کہ کلام سے ظاہر ہے اور بعد کے کلام سے اس کی تائید ہوتی ہے شھیق کے معنی ہیں گدھے جیسی آواز لھا حال ہے شھیقا کا اور حال کو مقدم ذکر کیا ہے یا یہ جہنم کی صفت سے ہے تو معنی یہ ہوں گے ای سمعوا کائنا لھا شھیقا ای صوتا کصوت الحمیر وھو حسیسھا المنکر الفظیع ففی ذلک استعارۃ تصریحیۃ وجوز اُن یکون الشھیق لاھلھا ممن تقدم طرحھم فیھا او من انفسھم کقولہ تعالٰی لھم فیھا زفیر وشھیق۔ یعنی ایسی آواز سنیں گے جس طرح کہ گدھے کی آواز ہوتی ہے اور وہ انتہائی بری اور کریہہ بھنک ہوگی (انتہائی ناقابل برداشت اور گراں آواز ہوگی) اور اس میں بطور استعارہ تصریح ہے کہ ایسی آواز جہنم سے سنیں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ جہنم میں ڈالے جانے والے ان لوگوں کی آواز ہو جو اُن سے پہلے جہنم میں ڈلے جا چکے ہوں گے یا پھر یہ ان کی اپنی ڈالے جانے کی آواز ہو جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالٰی ہے۔ اُن کے لیے وہاں

گدھے کی طرح رینگنا ہے۔ اور بعض علماء نے اعتراض کیا ہے کہ آیا ان کفار کے لیے ایسا آگ تراکپڑنے کے بعد ہوگا یا اس کے بعد کہ جب ان سے کہا جائے گا کہ تم اس میں ذلت و رسوائی اٹھاؤ اور یہ اُن کے داخلے کے ستر ہزار برس بعد ہوگا جیسا کہ بعض آثار میں وارد ہوا ہے تو محقق یہی ہے کہ اس کا انحصار کفار کے حال پر دلالت کرتا ہے تاہم 'اذا القوا' سے واضح ہے کہ ایسا بوقت دخول جہنم ہی ہوگا اور اگر یہ جہنم کی حالت ہے تو شاید ایسا ہونا مسلسل دائمی ہو واللہ اعلم۔

(وَهِىَ تَفُوْرُ ۝) کہ جوش مارتی ہے۔

ای ینفصل بعضها من بعض یعنی جہنم کا بعض حصہ اس کے بعض حصہ کو اوپر نیچے کرتا ہوگا مطلب یہ ہے کہ آگ کے شعلے شدت جوش میں اوپر نیچے ہوتے ہوں گے جیسا کہ ہنڈیا میں اُبال کی صورت ہوتی ہے یا تیل کی کڑھائی میں جس کے نیچے شدید آنچ ہوتی جانے والی شے اوپر نیچے ہوتی ہے۔ یہ جہنم کی آگ کی کیفیت ہوگی۔

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَا اُلْقِىَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝

معلوم ہوتا ہے کہ شدت غضب میں پھٹ جائے گی جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے داروغہ اُن سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرسنانیوالا نہ آیا تھا۔

(تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ) معلوم ہوتا ہے کہ شدت غضب میں پھٹ جائے گی۔

ای والحال انما تغلی بهم غلیان المرجل بما فیه (وهی تفور) یعنی یہ جہنم کا حال ہے، تفور جہنم کی حالت کا بیان ہے اور اس حال کا فاعل جہنم ہے۔ اور مِنَ الْغَيْظِ کا تعلق تَمَيَّزُ سے ہے۔ بے شک (کفار) وہ ان کے ساتھ جوش مارتی ہوگی جیسے دیگچی کا جوش مارنا اس کے ساتھ جو اس میں ہو۔ (مِنَ الْغَيْظِ) من شدت الغضب علیهم اُن کفار پر غضب کی شدت کی وجہ سے راغب کا قول ہے" الغیظ اشد الغضب" غیظ شدید غضب (غصہ) کو کہتے ہیں۔ اور اس سے مراد یا تو اللہ کا غضب بازبانیہ (جہنم کے داروغہ فرشتے) کا غضب ہے جو کفار و مشرکین پر ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جہنم کی آگ کی طرف غیظ کی نسبت مجازاً ہو تاہم نسبت حقیقی اسی صورت ہوگی جب آگ کے لیے شعور کا اثبات ہو اور بعض نے کہا کہ بر تقدیر مضاف یہ ہوگا ای تمیز زبانیتها من الغیظ یعنی جہنم کے نگہبان فرشتے شدت غضب سے ان کفار پر یوں غضبناک ہوں گے۔

(كُلَّمَاۤ اُلْقِىَ فِيْهَا فَوْجٌ) جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا۔

ای کلما القی فیھا جماعۃ من الکفرۃ یعنی جب کبھی کافروں میں سے کوئی جماعت اس میں (جہنم) ڈال جائے گی۔

(سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا) اس کے داروغہ اُن سے پوچھیں گے۔

وھم مالک واعوانہ علیھم السلام والسائل یحتمل ان یکون واحداً وان یکون متعدداً ولیس السؤال سؤال استعلام بل ھو سؤال توبیخ وتقریع وفیہ عذاب روحانی لھم منضم الی عذابھم الجسمانی۔

اور یہ پوچھنے والے مالک اور ان کے مددگار (ناتبین) سلام اللہ علیہم ہوں گے اور احتمال ہے کہ سوال کرنے والا ایک ہی ہو اور ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں اور ان کا سوال کرنا یعنی پوچھنا معلومات حاصل کرنے کے لیے نہ ہوگا بلکہ یہ پوچھنا بطور زجر وتذلیل کے لیے ہوگا جس میں اُن کے لیے روحانی عذاب ہوگا جو ان کے جسمانی عذاب کے ساتھ ملا ہوا ہوگا۔

(أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ) کیا تمھارے پاس کوئی ڈرسنانے والا نہ آیا تھا۔

یتلو علیکم آیات اللہ وینذرکم لقاء یومکم ھذا۔ یعنی تمھارے پاس کوئی نبی نہ آیا تھا جو تم پر اللہ کی آیات پڑھتا اور تمھیں اس دن کے پیش آنے سے ڈراتا۔ استفہام تقریری ہے۔

قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ۔	کہیں گے کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈرسنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے جھٹلایا اور ہم نے کہا اللہ نے کچھ نہیں اتارا تم تو نہیں مگر بڑی گمراہی میں۔

(قَالُوا) وہ کہیں گے۔

اعترافاً بانہ عزوجل قد ازاح عللھم بالکلیۃ۔ کفار بطور اعتراف کہیں گے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان سے بالکلیہ ہر صورت عذر چھین لی۔ یعنی ان کے لیے کوئی عذر نہ چھوڑا ہر حجت پوری فرمادی۔

(بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ) کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈرسنانے والے تشریف لائے۔

وجمعوا بین حرف الجواب ونفس الجملۃ المجاب بہا مبالغۃ فی الاعتراف بمجیٔ النذیر وتحسرا علی مافاتھم من السعادۃ فی تصدیقھم وتمھیداً لما وقع منھم من التفریط تندما واغتما ما علی ذلک ای قال کل فوج من

تلک الافواج قد جاء نا نذیر ای واحد حقیقۃ اوحکما کنذر بنی اسرائیل فانھم فی حکم نذیر واحد فانذرنا و تلا علینا ما انزل اللہ تعالیٰ من ایاتہ ۔ اور وہ حرف جواب میں جمع (اکٹھے) ہوں گے یعنی سب کا جواب یہی ہوگا اور نفس جواب کا جملہ گویا اعتراف میں مبالغہ کے طور پر ہوگا کہ ہاں ہمارے پاس نذیر (ڈرسنانے والے) ضرور آیا تھا اور حسرت کا اظہار ہوگا اس امر پر کہ اُن انبیاء ورسُل کی تصدیق (ان پر ایمان لانے) کی سعادت اُن سے فوت ہو گئی (نکل گئی) اور تمہید ہوگا اس کی جو اُن سے مخالفت حق میں شدت وزیادتی کی بنا پر واقع ہُوا اس پر نادم، شرمسار و ذلیل رسوا ہوں گے یعنی ہر گروہ جو اِن کفار کے گروہوں میں سے جہنم میں ڈالا جائے گا یہی کہے گا کہ بلاشبہ ہمارے پاس حقیقتاً ایک نذیر آیا تھا یعنی ہم میں سے ہر ایک کے پاس نذیر آیا تھا یا صیغۂ مفرد حکماً ہوگا جیسے بنی اسرائیل کے ڈرسنانے والے کیونکہ وہ ایک ہی نذیر کے حکم میں تھے تو مفہوم یہ ہوگا کہ نذیر آئے تھے پس انہوں نے ہمیں ڈرسنایا (آخرت سے ڈرایا تھا) اور ہمیں وہ آیات پڑھ کر سنائی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات میں سے اتاریں تھیں۔

(فَکَذَّبْنَا) پھر ہم نے جھٹلایا۔

ذلک النذیر فی کونہ نذیراً من جھتہ تعالیٰ ۔ اُس نذیر کو جھٹلایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرسنانے والے بن کر نہیں آیا یعنی اس کے نذیر ہونے کو جھٹلایا۔

(وَقُلْنَا مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ) اور کہا اللہ نے کچھ نہیں اُتارا۔

(وَقُلْنَا) اور ہم نے کہا فی حق ماتلاہ من الآیات افراطا فی التکذیب وتمادیا فی النکیر۔ یعنی نذیر (رسول) نے جو آیات الٰہی سے تلاوت کیا اس کے بارے میں اُسے حد درجہ جھٹلایا یا جھوٹا جانا اور اس کے ڈرانے کا خوب انکار کیا اور یوں کہا (مَا نَزَّلَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ) اللہ نے کچھ نہیں اتارا ۔ علی احد من الاشیاء فضلا عن تنزل الاٰیات علی بشر مثلکم یعنی آیات الٰہی کے نزول کی فضیلت سے تم میں سے کسی ایک کو بھی جو ہماری طرح کے بشر ہیں کچھ بھی بڑائی نہیں دی۔ گویا کفار کے اس مقولہ میں نزول آیات اور نذیر دونوں کا انکار یہی ہے جو انتہائی تکذیب اور سرکشی کو واضح کرتا ہے۔

(اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ کَبِیْرٍ) تم تو نہیں مگر بڑی گمراہی میں۔

کونہ من کلام النذیر للکفرۃ حکوہ للخزنۃ ہوسکتا ہے کہ یہ کلام نذیر (نبی ورسول) کا ہو جو اس نے کفار سے (دنیا میں) کہا تھا اور اب کفار جہنم میں اسے داروغوں سے بطور حکائت کہیں گے

بطور شدت ومبالغہ کہا گیا کہ تم (نذیر) بڑی گمراہی میں ہو تاکہ انکو جھوٹا کہنا مؤکد ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے یکون الخطاب من کلام الخزنۃ للکفار۔ کہ یہ جہنم کے داروغوں کا کلام ہو یعنی فرشتے دوزخ میں کفار سے یوں کہیں گے کہ تم بڑی گمراہی میں ہو یا نذیر بمعنی نذیرٌ (جمع) ہوگا اور ان کا پیغام (دعوت حق) بمعنی واحد ایک ہی پیغام ہوگا اور کفار کا یہ کہنا ما نزل اللہ من شیئٍ یہ تکذیب صرف ایک نذیر کی نہیں سبھی نذیروں کی تکذیب ہوگی واضح مفہوم یہ ہوگا ایک کو گمراہ و جھوٹا قرار دینا گویا سبھی کو جھوٹا قرار دینا ہے۔ قوی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے اس اعتراف کے بعد کہ ہمارے پاس نذیر آئے اور ہم نے انہیں جھٹلایا اور کہا کہ حق تعالیٰ سبحانہٗ نے کچھ نہیں اُتارا تو یہ فرشتوں (داروغہ ہائے جہنم) کے سوال الم یاتکم نذیر کا جواب ہے تو اس کے بعد یہ کہنا فرشتوں کا ہی مقولہ ہے کہ جب تم سے ایسا ہو چکا تب تو تم بڑی گمراہی میں رہے۔

لیکن یہ درست نہیں کیونکہ بظاہر تو یہ کفار ہی کا مقولہ ہے جو رسولوں کی تکذیب میں

اَنْتُمْ میں خطاب حاضر کو ہے اور یہ ضمیر جمع ہے اور نذیر واحد آیا ہے تو کلام میں موافقت یوں ہوگی کہ اے مخاطب (نذیر) تم اور تمہاری طرح کے سب لوگ بڑی گمراہی میں ہو

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○	اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔

(وَقَالُوْا) اور کہیں گے۔

ایضاً معترفین بانھم لم یکونوا ممن یسمع او یعقل کان الخزنۃ قالوا لھم فی تضاعیف التوبیخ الم تسمعوا آیات ربکم ولم تعقلوا معانیھا فاجابوھم بقولھم۔ وہ اعتراف کرتے ہوئے اس امر کا اقرار بھی کریں گے کہ بلاشبہ وہ اُن لوگوں میں سے نہ تھے جو سنتے اور سمجھتے تھے اور جہنم کے داروغے انہیں بطور زجر کہیں گے تاکہ ان کی ذلت و رسوائی میں مزید اضافہ ہو کہ کیا تم آیات الٰہی کو نہ سنتے تھے اور تم ان کے معانی و مفہوم کو نہیں سمجھتے تھے تو وہ کفار فرشتوں کو یہ کہہ کر جواب دیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو اہل دوزخ میں سے نہ ہوتے۔

(لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ) اگر ہم سنتے ای کلاماً

یعنی اگر کلام الٰہی کو غور سے سنتے اور مخالفت و معاندت کی راہ ترک کر کے اُس کو سن کر سمجھتے اور قبول کرتے۔

(اَوْ نَعْقِلُ) یا سمجھتے ای شیئاً

یعنی تھوڑی بہت سمجھ سے کام لیتے یا کچھ غور و فکر سے کام لیتے۔

(مَا كُنَّا فِىٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿﴾) تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔

ای فی عداد ھم ومن جملتھم یعنی نہ ہمارا جہنمیوں میں شمار ہوتا اور نہ ہی ان میں سے ہوتے۔ ای لوکنا نسمع کلام النذیر فنقبلہ جملۃ من غیر بحث وتفتیش اعتمادا علی ما لاح من صدقہ بالمعجزۃ او نعقل فنفکر فی حکمہ ومعانیہ تفکر المتبصرین ماکنا الخ وفیہ اشارۃ الی ان السماع والعقل ھنا بمعنی القبول والتفکر یعنی اگر ہم ڈرانے والے کے کلام کو سنتے تو اسے بحث وتفتیش میں پڑنے کی بجائے نذیر کی اس سچائی کو جو معجزات کے ساتھ دکھائی دیتی پر اعتماد رکھتے ہوئے مکمل طور پہ مان لیتے یا سمجھتے تو اس کے احکام اور اس کے معانی ومفاہیم وغیرہ پر غور وفکر کرتے جیسا کہ غور وفکر کرنے والوں کا چلن ہے تو ہم دوزخ والوں میں نہ ہوتے اور اس میں واضح اشارہ موجود ہے کہ سننا (سماع) اور سمجھنا (عقل) یہاں قبول (ماننے) اور تفکر (غور وفکر کرنے) کے معنی میں ہیں۔ وَاَوْ لِلتَّردید لانہ یکفی انتفاء کل منھما للخلاص من السعیر اور اَوْ کا لفظ یا تردید کے لیے ہے اس لیے کہ اگر ان دونوں سے مکمل انتفاع کرتے اُن کی دوزخ سے رہائی کے لیے کافی ہوتا۔ یا پھر اَوْ تنویع کے لیے ہے تو دونوں باہم منافی نہیں ہیں اور ایک قول ہے کہ اس میں ایمان تقلیدی وتحقیقی کی قسم یا احکام بندگی وطاعت کی بجا آوری وغیرہ کا اشارہ ہے اور اس آیت سے استدلال کیا جیسا کہ ابن السمعانی نے القواطع میں لکھا کہ جس نے عقل کے فیصلہ میں کہا اور تمہیں معلوم ہے کہ قدریوں کا عقیدہ ہے کہ صرف عقل عقائد صحیحہ کی طرف راہ نمائی نہیں کرتی جس کے ساتھ دوزخ سے نجات حاصل ہو اور رہے معتزلہ تو وہ عقل کو حاکم قرار دیتے ہیں جب کہ ایسا نہیں ہے وہ بھی اسی آیت سے یہی استدلال کرتے ہیں ابن المنیر سے منقول ہے کہ سمع بصر سے افضل ہے اور بعض علماء نے اس آیت سے عجیب استدلال کیا ہے "لا یقال لکافر عاقل" کہ کافر کو عقل مند نہ کہا جائے۔ تاہم یہ واضح ہے کہ سمعی وعقلی دلائل دونوں لازمی حجت ہیں اور تکلیف کا مدار دونوں پر ہے اور تنہا عقل حق وصداقت کو پا لینے کے لیے کافی نہیں اور بعض کے نزدیک یہاں عقل سے مراد عقل سلیم ہے اور ایسی عقل ہے جو وحی الٰہی کے موافق ہو۔

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿﴾ — اب اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پھٹکار ہو دوزخیوں کو۔

(فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ) اب اپنے گناہ کا اقرار کیا۔

الذی ھو کفرھم وتکذیبھم بآیات اللہ تعالٰی ونذرہ عزوجل یعنی وہ جو انہوں نے کفر کیا اور آیات الٰہی اور حق سبحانہ وتعالٰی کے رسولوں (ڈرانیوالوں) کو جھٹلایا۔ یہ اعتراف اس وقت کریں گے

جب اقرار کیا سو دمند نہ ہو گا یہاں ذنب واحد بولا گیا ہے اور ذنب مصدر ہے اور اس سے جمع بنانا گویا کہ مصادر میں باعتبار اصل جمع نہیں ہوتی اور ذنب سے مراد یہاں کفر و سرکشی ہے۔

(فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝) تو پھٹکار ہو دوزخیوں کو

ای فبعد الھم من رحمۃ تعالٰی وھو دعاء علیھم یعنی حق سبحانہ و تعالٰی کی رحمت سے دور ہو گئے اور یہ ان پر بد دعا ہے ابو جعفر اور کسائی نے سحق کو حاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور السحق کا معنی ہے مطلقاً البعد مکمل دوری یا محرومی اور یہ مصدر ہے ای سحقھم اللہ تعالٰی سحقا۔ یعنی اللہ تعالٰی نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا بالکل دور شاعر کا قول ہے ؎

یجول بالطرف البلاد مغربا
وتسحقہ ریح الصبا کل مسحق

نسیم سحری مغرب کے شہروں کے ارد گرد گھومتی ہے
لیکن ہر شکستہ دل کو دور لے جاتی ہے یا پیس ڈالتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝
بے شک وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

(اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ) بے شک وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

ای یخافون عذابہ غائبًا عنھم او غائبین عنہ یعنی اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں جو اُن سے غائب ہے یا وہ خود عذاب سے غائب ہیں یعنی اس عذاب سے جو ابھی تک ان پر ظاہر نہیں ہوا ایک قول ہے بما خفی منھم وھو قلوبھم اُس سے جو اُن سے چھپا ہوا ہے اور وہ ان کے دل ہیں یعنی وہ اپنے دلوں میں اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد اس سے ان لوگوں کا عذاب الٰہی سے ڈر کر ایمان لانا ہے۔

(لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ) ان کے لیے بخشش

عظیمۃ لذنوبھم ان کے گناہوں کی بڑی بخشش

(وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝) اور بڑا ثواب ہے لایقادر قدرہ یعنی ایسا ثواب جس کی قدر و منزلت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا یا یہ ثواب ان کی نیکیوں کی جزا ہو گی جس کے مقابلے میں ہر لذت ہیچ ہے۔ اجر و ثواب پر مغفرت کو مقدم کیا گیا ہے تاکہ گناہوں کا مزرد بوجھ بھی اُن سے دور ہو اور اس وجہ سے وہ حصول نفع اجر سے متبرک جائیں۔ گویا بخشش کے بعد اجر کبیر ان کے لیے کرم بالائے کرم ہے۔

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے وہ
اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ تو دلوں کی جانتا ہے۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں اتری جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ فضول باتیں کرتے تھے حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اس کے بارے میں مطلع فرمایا تو مشرکوں میں سے بعض نے بعض سے کہا اسروا قولکم لکیلا یسمع رب محمد فقیل لهم اسروا ذلك او اجهروا به فان الله تعالیٰ یعلمه ۔ تم اپنی گفتگو چپکے چپکے کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب اُسے سن لے تو اس کے جواب میں کہا گیا خواہ تم آہستہ کہو یا آواز سے بلاشبہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو اُس کا علم ہے۔

(وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ) اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے
یہ مکلفین کے لیے خطاب عام ہے، اسروا اور اجهروا دونوں امر حاضر کے صیغے ہیں اور پچھلی آیات میں کفار کا ذکر غائبانہ تھا یہاں حاضرانہ انداز میں کفار سے خطاب ہے اور امر بمعنی خبر ہے اور سری قول کو جہری قول پر مقدم کرنے میں کفار کی فضیحت و رسوائی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اسروا قولکم کیلا یسمع رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا گمان تھا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ خفیہ بات نہیں سنتا تو امر بمعنی خبر ہے کہ تم خفیہ کہو یا علانیہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اور تمہارا گمان لغو ہے اللہ پر کوئی شئے چھپی نہیں ہے۔

(اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصدور ○) بے شک وہ تو دلوں کی بات جانتا ہے۔
ای انهٗ تعالیٰ علیم بالقلوب واحوالها فلا یخفیٰ علیه سر من اسرارها ۔
بے شک اللہ تعالیٰ دلوں اور ان کے احوال کو جانتا ہے اس پر دلوں کے بھیدوں میں سے کوئی بھید پوشیدہ نہیں ہے وہ سینوں میں پیدا ہونے والے وساوس خطرات تک کو بھی جانتا ہے خواہ وہ زبان پر آئیں یا نہ آئیں اس کا علم لامتناہی ہے۔ اور جملہ معدومات و ممکنات کو محیط ہے۔

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے
اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۟ ع ہر باریکی جانتا خبردار

(اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ) کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا۔

انکار ونفی لعدم احاطة علمه جل شانه ومن فاعل یعلم ای الا یعلم السر

الیھم من اوجدھم بموجب حکمتہ جمیع الاشیاء التی ھما من جملتھا۔ یہ استفہام انکاری ہے نفی اور علم کی نفی اثبات علم ہے یعنی جس ذات برحق نے ہر چیز کو پیدا کیا وہی ذات ہے جس نے تمام اشیاء کو اپنی حکمت کے موجب پیدا کیا تو یہ دونوں باتیں آہستہ یا آواز سے کہنے کو جو انہیں اشیاء میں سے ہیں کیونکہ ناواقف ہو سکتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے جملہ احوال کا علم ہے اور اُس سے کوئی بات چھپی نہیں۔

(وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٤﴾) اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار

حال من فاعل یعلم مئوکد ۃ للانکار والنفی ای الا یعلم ذلک والحال انہ تعالیٰ المتوصل علمہ الی ماظھر من خلقہ وما بطن۔ یہ مَن فاعل کا حال ہے جو جانتا ہے یہ استفہام انکاری اور نفی علم کی نفی جو اثبات علم کی موجب ہے اس کو مؤکد کرتی ہے یعنی کیا وہ نہ جانے اسے جب کہ حال یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا علم ہر اس شے کو جو شامل ہے اس کی مخلوق سے ظاہر ہے اور جو کچھ پوشیدہ ہے۔ اور اگر خَلَقَ کی ضمیر سے حال مراد لیا جائے تو جب بھی معنی یہی ہوں گے کہ علم الٰہی ہر چیز کے ظاہر و باطن کو محیط ہے

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ ملک پ ۲۹

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴿١٥﴾

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین نرم کردی تو اس کے راستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے

أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ﴿١٦﴾

کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے جبھی وہ کانپتی رہے

أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ ﴿١٧﴾

یا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تم پر پتھراؤ برسائے تو اب جانو گے کیسا تھا میرا ڈرانا۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿١٨﴾

اور بے شک ان سے اگلوں نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا انکار۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُ

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے اور سمیٹتے۔ انہیں کوئی نہیں روکتا سوا

بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ۝

رحمٰن کے بے شک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ۝

یا وہ کونسا تمہارا لشکر ہے کہ رحمان کے مقابل تمہاری مدد کرے۔ کافر نہیں مگر دھوکے میں۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ۝

یا کونسا ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر وہ اپنی روزی روک لے۔ بلکہ وہ سرکش اور نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں۔

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

تو کیا وہ جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھا چلے سیدھی راہ پر۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۔

تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان اور آنکھ اور دل بنائے کتنا کم حق مانتے ہو۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف لوٹو گے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

تم فرماؤ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ۝

پھر جب اسے پاس دیکھیں گے کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے اور ان سے فرمادیا جائے گا یہ ہے جو تم مانگتے تھے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم فرمائے تو وہ کونسا ہے جو کافروں کو دکھ کے عذاب سے بچالے گا۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ

تم فرماؤ وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ کیا تو اب جان جاؤ گے کون کھلی

مُضِلٍّ مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝

گمراہی میں ہے۔ تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے تو وہ کون ہے جو تمہیں پانی لادے نگاہ کے سامنے بہتا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ ملک پ ۲۹

ھو۔ وہ اللہ	الذی۔ وہ ہے جس نے	جعل۔ بنایا	لکم۔ تمہارے لیے
الارض۔ زمین کو	ذلولا۔ نرم	فامشوا۔ تو چلو	فی۔ بیچ
مناکبھا۔ اسکی راہوں کے	و۔ اور	کلوا۔ کھاؤ	من رزقہ۔ اس کا رزق
و۔ اور	الیہ۔ اسی کی طرف ہے	النشور۔ اٹھ کر جانا	ء۔ کیا
امنتم۔ تم مطمئن ہو	من۔ اس سے جو	فی۔ بیچ	السماء۔ آسمان کے ہے
ان۔ یہ کہ	یخسف۔ دھنسا دے	بکم۔ تم کو	الارض۔ زمین میں
فاذا۔ تو اچانک	ھی۔ وہ	تمور۔ کانپتی رہے	ام۔ کیا
امنتم۔ مطمئن ہو تم	من۔ اس سے جو	فی۔ بیچ	السماء۔ آسمانوں کے ہے
ان۔ یہ کہ	یرسل۔ بھیجے	علیکم۔ تم پر	حاصبا۔ پتھروں کی بارش
فستعلمون۔ تو جانوگے تم	کیف۔ کیسا ہے	نذیر۔ میرا ڈرانا	و۔ اور
لقد۔ بیشک	کذب۔ جھٹلایا	الذین۔ انہوں نے جو	من قبلھم۔ ان سے پہلے تھے
فکیف۔ تو کیسا	کان۔ ہوا	نکیر۔ میرا انکار	او۔ کیا
لم۔ نہ	یروا۔ دیکھا انہوں نے	الی۔ طرف	الطیر۔ پرندوں کی
فوقھم۔ اپنے اوپر	صفت۔ پر پھیلاتے	و۔ اور	یقبضن۔ سمیٹتے
ما۔ نہیں	یمسکھن۔ تھام رکھتا ان کو		الا۔ مگر
الرحمن۔ رحمٰن	انہ۔ بیشک وہ	بکل۔ ہر	شیٔ۔ چیز کو
بصیر۔ دیکھتا ہے۔	امن۔ یا وہ	ھذا۔ ایسا	الذی۔ کون ہے
ھو۔ جو ہو	جند۔ لشکر	لکم۔ تمہارے لیے	ینصرکم۔ مدد کرے

کم۔تمہارے
الکفرون۔کافر
امن۔یا
ان۔اگر
لجوا۔داخل ہوگئے
نفور۔نفرت کے
علی۔اوپر
یمشی۔چلتا ہے
مستقیم۔سیدھی کے
انشأ۔پیدا کیا
لکم۔تمہارے لیے
و۔اور
تشکرون۔شکر کرتے ہو
ذرا۔پھیلایا
و۔اور
یقولون۔کہتے ہیں
ان۔اگر
انما۔اسکے سوا نہیں کہ
و۔اور
مبین۔ظاہر
زلفۃ۔قریب تو
کفروا۔کافر ہیں
الذی۔وہ ہے کہ
قل۔کہو
اھلکنی۔ہلاک کردے مجھ کو

من دون۔سوا
الا۔مگر
ھذا۔وہ
امسک۔روک لے اللہ
فی۔بیچ
افمن۔تو کیا جو
وجھہ۔اپنے چہرے کے
سویا۔سیدھا
قل۔کہو
کم۔تم کو
السمع۔کان
الافئدۃ۔دل
قل۔کہو
کم۔تم کو
الیہ۔اسی کی طرف
متی۔کب ہے
کنتم۔ہو تم
العلم۔اس کا علم
انما۔اس کے سوا نہیں
فلما۔تو جب
سیئت۔برے ہوجائینگے
و۔اور
کنتم۔تھے تم
ا۔کیا
اللہ۔اللہ

الرحمن۔رحمن کے
فی۔بیچ
الذی۔کونسا ہے جو
رزقہ۔اپنی روزی
عتو۔سرکشی
یمشی۔چلتا ہے
اھدی۔بہت زیادہ ہدایت والا ہے
علی۔اوپر
ھو۔وہ اللہ
و۔اور
و۔اور
قلیلا۔تھوڑا
ھو۔وہ اللہ
فی۔بیچ
تحشرون۔اکٹھے کیے جاؤگے
ھذا۔یہ
صدقین۔سچے
عند۔پاس
انا۔کہ میں
راو۔دیکھیں گے
وجوہ۔چہرے
قیل۔کہا جائے گا
بہ۔اسکو
رایتم۔دیکھا تم نے
و۔اور

ان۔نہیں
غرور۔دھوکے کے
یرزقکم۔روزی دے تم کو
بل۔بلکہ
و۔اور
مکبا۔اوندھا ہوکر
امن۔یا وہ جو
صراط۔راہ
الذی۔وہ ہے جس نے
جعل۔بنائے
الابصار۔آنکھیں
ما۔جو
الذی۔وہ ہے جس نے
الارض۔زمین کے
و۔اور
الوعد۔وعدہ
قل۔کہو
اللہ۔اللہ کے ہے
نذیر۔ڈرانے والا ہوں
ہ۔اس کو
الذین۔ان کے جو
ھذا۔یہ
تدعون۔مانگتے
ان۔اگر
من۔انکو جو

معی۔میرے ساتھ ہیں	او۔یا	رحمنا۔رحم کرے ہم پہ	فمن۔توکون
یجیر۔پناہ دیگا	الکفرین۔کافروں کو	من عذاب۔عذاب	الیم۔دردناک سے
قل۔کہو	ھو۔وہ	الرحمن۔رحمن ہے	آمنا۔ہم ایمان لائے
بہ۔اس پہ	و۔اور	علیہ۔اسی پہ	توکلنا۔بھروسہ کیا ہم نے
فستعلمون۔تو جلدی جانوگے تم		من۔کہ کون	ھو۔ہے وہ
فی۔بیچ	ضلل۔گمراہی	مبین۔ظاہر کے	قل۔کہو
ا۔کیا	ارایتم۔دیکھا تم نے	ان۔اگر	اصبح۔ہوجائے
ماؤ۔پانی	کم۔تمہارا	غورا۔گہرا	فمن۔توکون
یاتیکم۔لادے گا تم کو	بماء۔پانی	معین۔جاری۔	

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ ملک پ ۲۹

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ — وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین نرم کردی
ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا — تو اس کے رستوں میں چلو اور اللہ کی روزی
وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ○ — میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

(هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا) وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین نرم کردی۔ غیر صعبة یسھل جدا علیکم السلوك فیھا۔ دشوار و سخت نہیں کیا اور تمہارے لیے اس میں راہوں راستوں کو چلنے پھرنے کے لیے آسان بنا دیا الذلول ذُلّ یا ذِل سے بروزن فعول مبالغہ ہے اور الصعوبة کی ضد ہے اور اگر مضموم (پیش) پڑھا جائے تو اس کا معنی العِزُّ (عزت) کے مقابل ہوگا یعنی ذلت و پستی۔ ابن عطیہ کا قول ہے الذلول بروزن فعول بمعنی مفعول ہے۔

ای مذللة کرکوب وحلوب یعنی فرماں بردار (اشارے پر بآسانی چلنے والی) سواریاں اور بآسانی دودھ دینے والی بکریاں یا اونٹنیوں کی طرح واضح مفہوم یہ ہے کہ زمین بایں درجہ نرم و سہل کردی گئی ہے کہ اس کا کوئی حصہ ایسا نہیں کہ چلنے یا گزرنے والوں کے لیے ممکن نہ ہو یعنی زمین کو چلنے پھرنے کے لیے آسان بنا دیا گیا ہے۔

(فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا) تو اس کے راستوں میں چلو۔
مناکب سے مراد جیسا کہ ابن عباس اور قتادہ وغیرہ سے مروی ہے جبالھا ہیں یعنی اس کے پہاڑ اور حسن کا

قول ہے طرقہا و فجاجہا اس کی راہیں اور اس کے وسیع راستے، ایک قول ہے کہ مناکب سے مراد زمین کے اطراف ہیں آدمی کی مونڈھوں کو بھی منکب کہتے ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ زمین کی بلندی ہو یا پستی ہموار کوئی حصہ ایسا نہیں جو چلنے والے کے لیے ممکن نہ ہو۔ گویا یہ زمین کی انتہائی کیفیت فرمان برداری ہے یعنی نرم کر دی گئی ہے۔

(وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ) اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ۔

انتفعوا بما انعم جل شانہ پروردگار جل وعلا نے جو نعمتیں عطا کیں اس سے فائدہ حاصل کرو اور اس آیت سے اسباب کو اختیار کرلے اور کسب (محنت وکام) کے مندوب ہونے پر استدلال کیا گیا ہے اور حدیث شریف میں ہے ان اللہ تعالیٰ یحب العبد المومن المحترف بے شک اللہ تعالیٰ بندۂ مومن سے جو پیشہ ور (کاریگر) ہو محبت فرماتا ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے بلکہ حکیم ترمذی نے معاویہ بن قرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک قوم پر سے گزرے تو فرمایا تم کون لوگ ہو تو انہوں نے عرض کیا ہم متوکل لوگ ہیں فرمایا تم تو عاجز دوسروں پر بھروسا کرنے والے ہو متوکل تو وہی شخص ہے جو زمین کے پیٹ میں بیج بوئے اور اپنے رب ذوالجلال پر بھروسا کرے۔ ایک قول ہے ای التمسوا من نعم اللہ سبحانہ وتعالیٰ علی ان الاکل مجاز عن الالتماس من قبیل ذکر الملزوم وارادۃ اللازم یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے تلاش کرو کیونکہ التماس سے یعنی تلاش سے کھانا مجازاً ہے اور یہ لازم وملزوم کی قبیل سے ہے یعنی چلو پھرو اور کھاؤ۔ تاہم مشہور یہ ہے کہ دونوں جگہ حکم اباحت کے لیے ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ چلنے سے مطلق طلب کا حکم ہو اور اس پر جو عطف واؤ داقع ہے اس سے وجوب نہیں ہوتا۔

(وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ ۝) اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

ای المرجع بعد البعث لا الی غیرہ عزوجل فبالغوا فی شکر نعمہ منہا تذلیل الارض وتمکینکم منہا وبث الرزق فیہا۔ یعنی قیامت کے بعد صرف اسی ہی (اللہ) کی طرف واپس جانا ہے تو اس کی نعمتوں کا خوب اہتمام کے ساتھ شکر بجالاؤ جن کے ساتھ زمین کو نرم کیا گیا اور تمہیں اس میں مکین رکھا گیا (تمکنت بخشی) اور اس میں رزق بکھیرا گیا۔ اور اگر الیہ کی ضمیر الارض کی طرف راجع ہو تو معنی یہ ہوں گے والی الارض نشورکم درجوعکم فتخرجون من بیوتکم وقصورکم الی قبورکم۔ اور زمین ہی سے تمہارا اٹھنا ہے اور واپس لوٹنا ہے پس تم اپنے گھروں اور محلات سے اپنی قبروں کی طرف نکالے جاؤ گے۔ یا قبروں سے جزا کے لیے اٹھائے جاؤ گے۔

ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا ہِیَ تَمُوۡرُ ۝ | کیا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے جبھی وہ کانپتی رہے۔

(ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ) کیا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے (جو آسمان میں ہے) وھو اللہ عزوجل کما ذھب الیہ غیر واحد اور "من فی السماء" سے مراد ذات باری تعالی ہے جیسا کہ اکثر مفسرین کا فرمانا ہے فقیل علی تاویل من فی السماء امرہ سبحانہ وقضاؤہ پس بعض نے من فی السماء کی تاویل کی اور فرمایا اس سے مراد حق تعالی کا حکم اور اس کا فیصلہ ہے کیونکہ فی ظرفیہ ہے اور مکاتیب پر دلالت کرتا ہے اور حق تعالی مکان وتمکین ہونے سے پاک ہے علماء سلف ایسی آیات کو متشابہات سے فرماتے اور توضیح سے سکوت فرماتے البتہ متاخرین نے تاویل اختیار کی جیسے بعض کا قول ہے سما سے مراد بلندی ہے اور من فی السماء سے مراد حق تعالی کا علو شان ہوتا ہے اور یہ بلندی مکانی بلکہ عظمت ربانی کا اظہار ہے۔ اور بعض نے کہا من فی السماء سے جبریل علیہ السلام ہیں اور وہ خسف پر متوکل فرشتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امنوا بمتشابہ ولا تعملوا بہ (؟) تم اللہ کی طرف سے متشابہ پر ایمان لاؤ اور تم اس کی تاویل میں ہرگز نہ پڑو۔ فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے لالکائی کی سند سے محمد بن حسن الشیبانی سے نقل کیا ہے کہ مشرق سے مغرب تک تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ وہ تمام آیات جو قرآن حکیم میں ہیں اور جو کچھ احادیث صحیحہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صفات رب العزت کے بارے میں بیان ہوا اس پر ایمان لازم ہے اور اس میں اس کی تفسیر میں بدون تاویل وتوجیہ سکوت لازم ہے اور تشبیہ وغیرہ کی تفصیل سے احتراز ضروری ہے کہ حق تعالی تشبیہ سے پاک ہے اور کوئی شئے اس کی مثل نہیں ہے۔ اور اس سے جو مراد ہے وہ حق تعالی کی طرف تفویض کرتے ہیں ؎

وَمَا عَلَیَّ اِذَا مَاقُلۡتُ مُعۡتَقِدِیۡ ۔ دع الجھول یظن الجھل عدوانا

اور میں نے اس پر جب بھی کہا تو وہ میرا عقیدہ ہے جاہلوں کو اپنے شرارتی اور جاہلانہ خیالوں میں چھوڑ دے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اے گروہ کفار تم ذات باری سے جو آسمان میں ہے نہیں ڈرتے اور کیوں سرکشی دکھاتے ہو۔

(اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمُ الۡاَرۡضَ) کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔

ای ان یخسف بکم فی الارض یعنی تمہیں زمین کے اندر دھنسا دے جس طرح کہ

قارون کو دھنسا یا گیا۔
(فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ) جیسی وہ کانپتی رہے۔
تَمُوْرُ کے معنی زمین کے لرزنے کے ہیں یا ہلنے کے ہیں (فَاِذَا هِیَ) حین خسف یعنی جب دھنسانا ہو تو اچانک زمین میں زلزلہ ظاہر ہوا اور اللہ تمھیں (کافروں) کو زمین کے اندر دھنسا دے تاکہ تم اُس کے (اسفل) سب سے نچلے حصہ میں پہنچو۔

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ	یا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی سلطنت آسمان
اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ط	میں ہے کہ تم پر پتھراؤ کرے تو اب جانو گے کیسا
فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ۝	تھا میرا ڈرانا۔

(اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ) کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے۔
یعنی اللہ سے، اَمْ کا مطلب ہے هَلْ اور استفہام انکاری ہے۔
(اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ط) کہ تم پر پتھر بھیجے۔
حاصب کی جمع حواصب ہے حَصَبَ کے معنی ہیں کنکری سے مارنا اور حاصب کے معنی ہیں کنکری اڑانے/مارنے والی تیز ہوا یا اولے برسانے والا بادل۔ یعنی تم پر پتھر برسائے جائیں جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھراؤ کا عذاب اترا۔ گزشتہ آیت میں خسف کا ذکر ہوا جب کہ اس میں حصب کا تو خسف کا مقدم ذکر زمین کے ذکر کی مناسبت سے ہوا جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے جعل لکم الارض ذلولا اور حصب کا تعلق وکلوا من رزقہ سے ہے کہ دوسری جگہ ارشاد باری ہے وفی السماء رزقکم، چونکہ رزق آسمان سے اترتا ہے لہذا ناشکری و نافرمانی سے آسمان سے پتھراؤ ہو۔
(فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ۝) تو اب جانو گے کیسا تھا میرا ڈرانا۔
والمعنی فستعلمون ماحال انذاری وقدرتی علی ایقاعہ عند مشاهدتکم المنذر بہ ولکن لاینفعکم العلم حینئذ۔
اور معنی یہ ہے کہ تم تب جانو گے کہ میرے ڈرانے اور اس کے وقوع پر میری قدرت کا کیا حال (کیفیت) ہے جب تم اس چیز کا مشاہدہ کرو گے جس سے ڈرائے گئے تھے اور ہاں تمہارا اس وقت کا جاننا یا ماننا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ نذیر یعنی انذار یعنی ڈرانا ہے اور نذیر مصدر ہے حسان کا قول ہے

فانذر مثلها نصحا قریشا — من الرحمٰن ان قبلت نذیری

اگر وہ میرا (میرے ڈر سنانے والے کو مانیں) ڈرانا مانیں تو میں قریش کی خیر خواہی کے لیے رحمٰن سے تمہارے لیے پناہ چاہتا ہوں۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝

اور بے شک ان سے اگلوں نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا انکار۔

(وَلَقَدْ كَذَّبَ الذين من قَبْلِهِمْ) اور بے شک اُن سے اگلوں نے جھٹلایا

ای من قبل کفار مکۃ من کفار الامم السالفۃ قوم نوح وعاد

یعنی کفار مکہ سے پہلے گذری ہوئی امتوں کے کفار نے جیسے قوم نوح اور قوم عاد کے کفار۔

(فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝) تو کیسا ہوا میرا ڈرانا۔

ای انکاری علیهم بانزال العذاب یعنی میرا انکار ان پر نزول عذاب کا باعث ہوا۔ اس میں کفار پر تہدید اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طیب خاطر ہے (تسلی ہے)

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ۝

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے اور سمیٹتے، انہیں کوئی نہیں روکتا سوا رحمٰن کے بے شک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

(اَوَلَمْ يَرَوْا) اور کیا انہوں نے نہ دیکھا۔

أغفلوا ولم ینظروا کیا وہ غافل ہیں اور نہیں دیکھتے یعنی کھلی آنکھوں سے نہیں دیکھتے

(اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ) پرندوں کو اپنے اوپر پر پھیلاتے۔

باسطات اجنحتهن فی الجو عند طیرانها فانهن اذا بسطنها صففن قوادمها اغنی ما تقدم من ریشها صفاً۔

یعنی فضا میں اپنے بازوں (پروں) کو پھیلاتے اپنی پرواز کے وقت۔ تو جب وہ ان کو پھیلاتے ہیں تو ان کے اگلے حصہ کو ترتیب کے ساتھ اپنی پچھلی پرواز کو تقویت دینے کے لیے پھیلاتے ہیں۔ پیچھے چونکہ سنگباری (پتھراؤ) کے عذاب کا ذکر گزرا تو قریش مکہ کو تہدید کی گئی ہے جس طرح اصحاب الفیل پرندوں سے کنکری کے عذاب میں مبتلا ہوئے تو اس میں اسی جانب اشارہ ہے کہ ان کے ساتھ بھی انکار کی صورت میں ایسا ممکن ہے۔

(وَيَقْبِضْنَ ط) اور سمیٹتے۔

یصففن ویقبضن اوصافات وقابضات پر پھیلاتے اور سمیٹتے ہیں یا کبھی پھیلاتے اور کبھی سمیٹتے ہیں پرندوں کی عادت اور چلنا بیان کی گئی ہے۔

(مَا یُمۡسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ ؕ) انہیں کوئی نہیں روکتا سوا رحمٰن کے۔

فی الجو عند الصف والقبض علی خلاف مقتضی طبیعۃ الاجسام الثقیلۃ من النزول الی الارض والانجذاب الیھا۔

فضا میں پر پھیلانے اور سمیٹنے کی حالت میں جو کہ بوجھل اجسام کی طبیعت کے تقاضے کے خلاف ہے جب کہ وہ زمین کی طرف اترتے ہیں اور اس کی طرف سماتے ہیں۔ تو اس حالت میں انہیں گرنے سے صرف رحمٰن ہی روکتا ہے۔ یعنی اُسی کی قدرت کا اظہار ہے۔

(اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیۡءٍۭ بَصِیۡرٌ ۝) بے شک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

دقیق العلم فیعلم سبحانہٗ وتعالیٰ کیفیۃ ابداع المبداعات وتدبیر المصنوعات۔

گہرے (لا متناہی) علم والا ہے پس حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو عجیب وغریب اشیاء کی پیدائش اور تدبیر کی کیفیات کا بخوبی علم ہے۔

اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ هُوَ جُنۡدٌ لَّکُمۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ ؕ اِنِ الۡکٰفِرُوۡنَ اِلَّا فِیۡ غُرُوۡرٍ ۝ — یا وہ کونسا تمہارا لشکر ہے کہ رحمٰن کے مقابل تمہاری مدد کرے، کافر نہیں مگر دھوکے میں۔

(اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ هُوَ جُنۡدٌ لَّکُمۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ ؕ) — یا وہ کونسا تمہارا لشکر ہے کہ رحمٰن کے مقابل تمہاری مدد کرے۔

ای من ھذا الحقیر الذی ھو فی زعمکم جند لکم ینصرکم متجاوز انصر الرحمٰن او ینصرکم نصرا کائنا من دون نصرہ تعالیٰ او ینصرکم من عذاب کائن من عند اللہ عزوجل۔

یعنی وہ کون سی معمولی شے ہے جو تمہارے گمان میں تمہارا جتھا ہے جو رحمٰن کے مقابل تمہاری بڑھ کر مدد کرے یا تمہاری مدد کے وقت مدد کریں اللہ کی مدد کے خلاف یا تمہیں اللہ کی طرف سے ہونے والے عذاب سے بچانے میں مدد کریں۔ جُنۡدٌ سے مراد کفار کے دوست اور حمایتی ہیں اور ایک قول ہے کہ مراد بُت ہیں جنہیں کفار پوجتے تھے واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تمہیں اللہ عذاب کرنا چاہے تو کیا تمہارے پاس کوئی لشکر ایسا ہے جو عذابِ الٰہی کے خلاف تمہیں مدد دے سکے

اور اُسے ٹال سکے۔ کفار بتوں کو اپنا محافظ و مددگار جانتے تھے اور انہیں اپنا جتھا سمجھتے تھے۔

(اِنِ الْکٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ۝) کافر نہیں مگر دھوکے میں۔

ای ما ھم فی زعمھم انھم محفوظون من النوائب بحفظ آلھتھم لا بحفظہ تعالٰی فقط وان آلھتھم تحفظھم من بأس اللہ تعالٰی الا فی غرور عظیم وضلال فاحش من جھۃ الشیطان۔

یعنی وہ نہیں ہیں مگر اس زعم (گمان) میں کہ وہ تمام خطرات و مشکلات سے اپنے بتوں (معبودوں) کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہیں یا رہیں گے تو یہ اللہ تعالٰی کی حفاظت کے سوا ایسا ہرگز نہ ہوگا اور اگر کفار کا زعم ہے کہ اُن کے بت اور معبود انہیں اللہ کی پکڑ (عذاب سختی) سے بچا لیں گے جب تو وہ بالضرور شیطان کی طرف سے بہت بڑے فریب اور مندرجہ کھلے دھوکے میں پڑے ہیں) آیت میں ابہام کے بعد تفصیل تھی اور "لکم" میں انداز مخاطبانہ تھا اور آخر میں "ان الکفرون" کہہ کر کلام کا رخ غائبانہ فرما دیا۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ۝	یا کونسا ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر وہ اپنی روزی روک لے بلکہ وہ سرکش اور نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں۔
(اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ)	یا کونسا ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر وہ اپنی روزی روک لے۔

ای اللہ عزوجل شانہ۔ (رزقہ) بامساک المطر وسائر مبادیہ۔

یعنی اللہ تعالٰی کے سوا ایسا کون ہے جو تمہیں رزق عطا کرے اگر اللہ تم سے اپنی روزی روک لے یعنی بارش اور دیگر اسباب رزق روک لے یا رزق کی پیدائش یا پیداوار ختم کر دے تو کون ہے جو تمہیں روزی دے سکے۔

(بَلْ لَّجُّوْا) بلکہ وہ سرکش۔

ای لم یتأثروا بذلک ولم یذعنوا للحق بل لجوا وتمادوا، اس تہدید کا مقتضٰی تو یہ تھا کہ کفار خوب سمجھتے کہ وہ اس صورت میں بے بس اور عاجز و درماندہ ہیں لیکن ان کی سرکشی اور حق سے عداوت کا یہ انداز ہے کہ وہ اس سے ہرگز کوئی اثر نہیں پکڑتے اور قبول حق کی طرف قطعاً مائل نہیں ہوتے اور سرکشی اور انکار و مخالفت میں مزید بڑھتے جاتے ہیں۔

(فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ○) نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں۔

ای عناد واستکبار وطغیان وشراد عن الحق۔ دشمنی سرکشی غرور اور حق سے نفرت و دوری میں پڑے ہوئے اور بے جا ہٹ پر اڑے ہوئے ہیں۔

اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْہِہٖ	تو کیا وہ جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے
اَھْدٰی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی	زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھا چلے
صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○	سیدھی راہ پر۔

عن ابن عباس نزلت فی ابی جھل علیہ اللعنۃ وحمزۃ رضی اللہ عنہ والمراد العموم کما روی عن ابن عباس ایضاً ومجاھد والضحاک وقال قتادۃ نزلت مجزۃ عن حال الکافر والمومن فی الاٰخرۃ فالکفار یمشون علی وجوھھم والمومنون یمشون علی استقامۃ وروی انہ قیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف یمشی الکافر علی وجھہ فقال علیہ الصلاۃ والسلام ان الذی اُمشاہ فی الدنیا علی رجلیہ قادر علی ان یمشیہ فی الاٰخرۃ علی وجھہ وعلیہ فلا تمثیل وقیل المراد بالمکب الاعمی وبالسوی البصیر وذلک اما من باب الکنایۃ او من باب المجاز المرسل۔

عبداللہ ابن عباس سے روائت ہے کہ یہ آئت کریمہ ابوجہل لعین اور سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اتری اور اس سے مراد عام ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ مجاہد وضحاک سے بھی مروی ہے اور قتادہ کا قول ہے کہ یہ آئت آخرت میں کافر اور مومن کے حال کے بارے میں خبر دینے والی ہے پس کفار آخرت میں اپنے چہروں کے بل چلیں گے اور مومن سیدھی راہ پر پختہ چلیں گے اور مروی ہے کہ بلا شبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آخرت میں کفار منہ کے بل کیونکر چلے گا تو ارشاد فرمایا بے شک جس ذات برحق نے حیات دنیوی میں اُسے پاؤں کے بل چلایا وہ بالکلیہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ اُسے آخرت میں منہ کے بل چلائے تو اس طرح یہ تمثیل نہ ہوگی (جیسا کہ بعض علماء نے اسے تمثیل سے تعبیر کیا ہے) اور کہا گیا "مُکِبًّا" سے مراد اندھا اور "سوی" سے مراد دیکھنا (سمجھ کے ساتھ) ہے اور ایسا یا تو کنایہ کے طور پر ہے یا بطور مجاز مرسل آیا ہے۔ تاہم کلام میں مخاطبین کو استفہام تقریری کے ذریعہ سمجھنے کی رغبت دلائی گئی ہے مُکِبًّا (کباب سے مشتق ہے اور یہ باب افعال سے لازم اور ثلاثی ہے مُکِبًّا سے مراد اوندھا اور بغیر سوچے سمجھے چلتا ہے اور سوی سے مراد عقل و سمجھ سے کام لینا اور اللہ کے رسول کی ہدائت کے موجب چلتا ہے اھدٰی (زیادہ راہ پر ہونا)

کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کافر بھی ہدائت پر ہے اور نہ ہی اس کا یہ مطلب ہے کہ کافر میں ہدائت متحقق ہے میں کہتا ہوں کہ یہاں اہلای کا معنی درست و صحیح کے ہیں کہ دونوں چلنے والوں میں کون صحیح ہے ظاہر ہے اندھا چلنے والا کیونکر ٹھیک درست ہو سکتا ہے۔

قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ط قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ○

تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان اور آنکھ اور دل بنا کے کتنا کم حق مانتے ہو۔

(قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ) تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا۔

پچھلی آیات میں کفار سے خطاب ہوا تھا کہ کفار کا کوئی مددگار نہیں ہے نہ انہیں کوئی مدد دے سکتا ہے اور نہ ہی ان کو رزق دے سکتا ہے اگر ان کی روزی روک لی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ایسا کون کر سکتا ہے تو اس آئت میں اس سوال مقدر کا جواب ہے کہ تمہارا ناصر و رزاق معین حقیقی اللہ ہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے حبیب آپ فرمادیں کہ ناصر و معین اور رزاق اللہ ہی ہے۔

(وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ) اور تمہارے لیے بنائے کان۔

السَّمْعَ مصدر ہے اور مفرد ذکر ہوا مطلب یہ ہے کہ آلاتِ علم میں سے ایک سمع بھی ہے جو اس لیے بنایا کہ تم نصیحت کو سنو اور اس پر ایمان لاؤ یا علم سماعی سے نفع اٹھاؤ۔

(وَالْاَبْصَارَ) اور آنکھ

ابصار جمع ہے اور مصدر نہیں ہے یعنی تمھیں بصارت عطا کی ہے کہ آفرینش خلق کا مشاہدہ کرو اور جو دیکھو اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرو۔

(والافئدۃ) اور دل۔

ای القلوب۔ یعنی دل۔

اس لیے کہ غور و فکر کرو اور جو غور و فکر سے ادراک ہو اس کو بروئے کار لاؤ۔ کہ قرآن نصائح سے وہی دل فیض پاتا ہے کہ جو دانا اور فکر کرنے والا ہو غافل اور متکبر نہ ہو۔

(قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ○) بہت کم لوگ شکر گزار ہیں

بمعنی نفی ان کان الخطاب للکفرۃ۔ نفی کے معنوں میں ہے اگر کفار مخاطب ہیں یعنی اللہ نے تمھیں جو آلات علم عطا کیے ہیں تم اُن سے کام کیوں نہیں لیتے اور کیوں کفر و شرک میں مبتلا ہوتے ہو

ظاہر ہے اگر وہ علم وادراک سے کام لیتے، نصیحت کو سنتے تو ہدایت کے قبول سے محروم نہ رہتے جیسا کہ پیچھے گزرا کہ وہ خود اعتراف کریں گے لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحب السعیر۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تم بالکل ناشکری کرتے ہو۔ آلات علم عطا ہی اسی لیے ہوئے ہیں کہ تم ان سے نفع اٹھاؤ تو گویا ایسا نہ کرنا کھلی حق ناشناسی ہے۔

قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ — تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اس کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

(قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ) تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا۔

ای خلقکم وکثرکم فیها لا غیره عزوجل۔ یعنی تمہیں پیدا فرمایا اور اس میں تمہیں پھیلا دیا اور یہ سب صرف اللہ ہی کا کام ہے کسی اور کا نہیں۔

(وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ○) اور اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

للجزاء لا الی غیره سبحانه وتعالیٰ۔ یعنی قیامت کے روز حساب اور جزا وسزا کے لیے صرف اور صرف حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور پیش ہو گے۔

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ — اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔

(وَیَقُوْلُوْنَ) اور وہ کہتے ہیں۔

ای الکفار من فرط عتوهم ونفورهم یعنی کفار اپنی انتہائی نفرت وسرکشی کی وجہ سے کہتے ہیں ایک قول ہے کہ بطور استہزاء کہتے ہیں۔

(مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ) یہ وعدہ کب آئے گا۔

ای الحشر الموعود۔ یعنی قیامت جس کا وعدہ کرتے ہو۔ ایک قول ہے کہ وعدہ سے مراد عذاب ہے۔

(اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○) اگر تم سچے ہو۔

ای ان کنتم صدقین فیما تجزونه من مجئ الساعة والحشر نبئونا وقتها۔

یخاطبون به النبی صلی اللہ علیه وسلم والمومنین۔ یعنی کفار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو خطاب کر کے یوں کہتے ہیں کہ اگر تم واقعی سچے ہو اور جس وعدے کی خبر دیتے ہو تو وہ عذاب یا قیامت کی گھڑی کب آئے گی تو تم اس کا وقت تو بیان کرو۔

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ تم فرماؤ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

(قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ) تم فرماؤ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے۔

ای العلم بوقته عزوجل لا یطلع علیہ غیرہ عزوجل کقولہ تعالیٰ قل انما علمها عند ربی۔ یعنی قیامت کے وقت کا علم حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو ہے اور اس کی ذات کے سوا اس پر کسی کو اس کے وقت معین کی اطلاع نہیں ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے تم فرماؤ اس کا علم تو صرف میرے پروردگار ہی کے پاس ہے۔

(وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○) اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

انذرکم وقوع الموعود لا محالۃ واما العلم بوقت وقوعہ فلیس من وظائف الانذار۔ یعنی میں تو تمہیں اس عذاب و قیامت کے لامحالہ واقع ہونے کی خبر دینے والا یا اس سے خوف دلانے والا ہوں اور جہاں تک قیامت کے واقع ہونے کے صحیح، ٹھیک یا معین وقت کا تعلق ہے تو اس کا بتانا فرائض نبوت سے نہیں اور نہ ہی یہ امر میری ضرورت اور ذمہ داری سے ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ○ پھر جب اُسے پاس دیکھیں گے کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے اور اُن سے فرما دیا جائے گا یہ ہے وہ جو تم مانگتے تھے۔

(فَلَمَّا رَاَوْهُ) پھر جب اُسے دیکھیں گے۔

ای قد اُتاھم الموعود فراٰوہ۔ یعنی جب ان کے پاس عذاب موعود آجائے گا تو وہ اسے دیکھ لیں گے مفسرین کی اکثریت کے نزدیک اس سے مراد عذاب آخرت ہے البتہ مجاہد کا قول ہے کہ مراد غزوۂ بدر میں کفار کی ہلاکت مراد ہے اور اُن کا یوں فرمانا شاید "زُلْفَةً" کے عام معنی پر مبنی ہے اور اس کی نظیر کلام الٰہی میں فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ اور یہاں امر واقعہ مقدر ہے جب کہ اس کے پہلے فَا وارد ہوا ہے جس پر یہ مرتب ہے۔

(زُلْفَةً) پاس

ای ذا زلفۃ وقرب یعنی پاس اور قریب، یا یہ مصدر فاعل ہے ای مزدلفاً یعنی اپنے قریب و نزدیک، یا یہ ظرفیہ ہے ای راٰوہ فی مکان ذی زلفۃ یعنی وہ اسے قریبی مقام (جگہ) میں دیکھیں گے۔ اور بعض کے نزدیک الزلفۃ بمعنی القریب یعنی نزدیک پاس کے ہیں ابن زید

سے اس کی تفسیر بالحاضر ہے یعنی موجود دیکھیں گے۔

(سِیْٓـٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا) کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے۔

سامتها رؤیته بأن غشیتها بسببها الکآبة ورهقتها القتر والذلة۔

اس کا دیکھنا ہی سوت (عذاب، انتہائی ستانے یا دکھ دینے والی) ہوگی کیونکہ یہ عذاب ان پر مسلط ہو جائے گا جس کی وحشت وغم کے باعث انکی صورتیں انتہائی بدنما ہو جائیں گی اور ذلت ورسوائی اور سیاہی ان پر چڑھ جائے گی۔

(وَقِیْلَ) اور ان سے فرمایا جائے گا۔

ای توبیخا لهم وتشدیدا العذاب بهم۔ یعنی اُن سے بطور زجر کے اور ان پر عذاب کی شدت کے لیے فرمایا جائے گا اور جہنم کے داروغے (فرشتے) اُن سے کہیں گے۔

(هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ۝) یہ ہے جو تم مانگتے تھے۔

ای تطلبونه فی الدنیا وتستعجلونه انکارا واستهزاء یعنی تم اس کا حیات دنیوی میں مطالبہ کرتے تھے اور اس لیے بطور انکار وتمسخر جلدی وفوری چاہتے تھے۔ تو یہ ہے جو تم مانگتے تھے۔ اور ایک قول ہے کہ دنیاوی زندگی میں تم اس بات کا دعویٰ کرتے تھے کہ کوئی بعث نہیں ہے اور نہ ہی حشر ہوگا اور تم کہتے تھے کہ اگر یہ پروردگار کی طرف سے حق ہے تو آ کیوں نہیں جاتا تو یہ ہے وہ عذاب جس کے لیے تم جلدی چاہتے تھے اور اس کے طلب گار تھے تدعون کا یہ مفہوم اس تقدیر پر ہے کہ یا تو یہ دعا سے مشتق ہے جس کے معنی مانگنے کے ہیں یا پھر یہ الدعوی سے نکلا ہے یعنی تمہارا دعویٰ تھا کہ بعث نہ ہوگا اور نہ ہی حشر ہوگا اور نہ ہی قیامت آئے گی۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝

تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاکت کر دے یا ہم پر رحم فرمائے تو وہ کون سا ہے جو کافروں کو دکھ کے عذاب سے بچا لے گا۔

(قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا) تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرمائے۔

(قُلْ) تم فرماؤ یعنی اے محبوب مکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مشرکین وکفار مکہ سے فرماؤ یہ اس لیے فرمایا کہ مشرکین وکفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کی موت کی خواہش رکھتے تھے، تو فرمایا ان سے کہہ

دو (أَرَأَيْتُمْ) ای اروتی یعنی مجھے بتاؤ! (إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللَّهُ وَمَنْ مَّعِيَ) اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کردے (موت دے دے) (أَوْ رَحِمَنَا) یا ہم پر رحم فرما کر ہمیں موت نہ دے یا ہماری زندگی بڑھادے تو تمہیں اس سے کیا حاصل ہوگا اور یہ خواہش تمہیں عذاب الٰہی سے کیونکر بچا سکے گی۔ ایک قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اگر مجھے اور میرے اصحاب کو موت دے دے تو ہم رحمت الٰہی کی طرف لوٹیں گے اور مکمل کامیابی نعیم آخرت میں پائیں گے اور اگر ہم پر رحم فرمائے یعنی ہمیں تم پر غلبہ و نصرت عطا فرمائے اور تمہاری خواہش کے برعکس تم خود قتل کیے جاؤ تو تمہیں عذاب الٰہی سے کون بچائے گا اس لیے کہ ہمارے ہاتھوں جو کافر مارا جائے گا وہ دنیا و آخرت میں ہلاک ہوا۔

(فَمَنْ يُجِيرُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝) تو وہ کونسا ہے جو کافروں کو دکھ کے عذاب سے بچائے گا۔

یعنی تم اپنے کفر و طغیان کی بنا پر ضرور عذاب دبیے جاؤ گے اور تم اس سے ہرگز نہ بچ سکو گے تو تمہیں ہماری موت کی خواہش کا کیا فائدہ ہوگا۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمَٰنُ آمَنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ تم فرماؤ وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر ہمارا بھروسا ہے تو اب جان جاؤ گے کون کھلی گمراہی میں ہے۔

(قُلْ) تم فرماؤ ای لهم جوابا یعنی اُن سے ان کی خواہش جو ہرگز پوری نہ ہوگی کے جواب میں فرماؤ۔

(هُوَ الرَّحْمَٰنُ) وہی رحمٰن ہے ای الله الرحمٰن یعنی اللہ ہی رحمٰن ہے یعنی جس ہستی کے تسلط و غلبہ شان و قدرت کے دلائل کا پیچھے ذکر گزرا وہی ہستی رحمٰن ہے یعنی غائت درجہ رحم والا ہے

(آمَنَّا بِهِ) ہم اُس پر ایمان لائے۔

ای فیجیرنا برحمته عزوجل من عذاب الآخرة یعنی ہم رحمٰن پر صدق دل سے ایمان لائے ہیں اور ہم پر اس کی عظمت روشن ہے تاکہ وہ ہمارے ایمان و طاعت پر ہم پر اپنی رحمت فرما کر ہمیں عذاب آخرت سے بچالے اور ہم تمہاری طرح ہرگز کفر اختیار نہیں کرتے کیونکہ رحمٰن کا انکار موجب عذاب و رسوائی و ہلاکت ہے اور رحمٰن پر ایمان نجات کا ضامن ہے۔

(وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا) اور اسی پر بھروسا کیا۔

ای وعلیہ توکلنا ونعم الوکیل فنصرنا لا علی العلاء اس لیے کہ ہمارا اسی ہستی (اللہ جل)

پر ایمان ہے ہمارا اور اُس پر مکمل بھروسا بھی اسی لیے ہے کہ بس وہی بھروسا کے لائق ہے تو ہماری نصرت و مدد انتہائی معتمد ہے ۔ایک قول ہے کہ دنیا و آخرت میں اس کی رحمت ہی پر بھروسا ہے ۔

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ تو اب جان جاؤ گے کون کھلی گمراہی میں ہے ۔

ای فی الدارین ۔ یعنی دونوں جہانوں میں ۔ کسائی نے "فَسَيَعْلَمُوْنَ" بھی پڑھا ہے یعنی تم یا وہ (منکر) روز قیامت جان لیں گے کہ ہم میں سے یا تم میں سے کون کھلی گمراہی میں تھا ۔ یا بوقت عذاب حق واضح ہو جائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون گمراہی پر تھا ۔ فَسَتَعْلَمُوْنَ میں فاء سببیہ ہے ، اور کفار کو خوف دلانے پر تنبیہ ہے ۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝ تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے تو وہ کون ہے جو تمہیں پانی لا دے نگاہ کے سامنے بہتا ۔

(قُلْ اَرَءَيْتُمْ) تم فرماؤ بھلا دیکھو ۔

ای اخبرونی ۔ یعنی تم مجھے بتاؤ ۔

(اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا) اگر صبح کو تمھارا پانی زمین میں دھنس جائے

أی غائرا ذاهبا فی الارض بالكلية وعن الكلبی لا تناله الدلاء یعنی سارا پانی زمین کے اندر انتہائی چلا جائے اور کلبی سے مروی ہے کہ اتنی گہرائی پر چلا جائے کہ ڈول (کنوئیں کا بوکا) اس تک نہ پہنچ سکے ۔ اور پانی سے مراد " ماء معینا " نہیں ہے یعنی کوئی متعین پانی نہیں ہے یعنی عام بہتا پانی مراد ہے اگر چہ کلبی اور ابن المنذر سے مروی ہے کہ یہ آیت چشمہ زمزم اور ابن الحضرمی کے کنوئیں کے بارے میں اُتری ۔ غورا مصدر ہے اور اس کے معنی گہرائی میں جانے کے ہیں ۔

(فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝) تو وہ کون ہے جو تمھیں پانی لا دے نگاہ کے سامنے بہتا ۔

ای جار او ظاهر سهل الماخذ لوصول الايدی اليه ۔ مَّعِيْنٍ اسم فاعل ہے یعنی بہتا پانی یا مفعول کے معنی میں ہے عین سے یعنی نگاہ کے سامنے بہتا پانی جو بسہولت مل جائے ۔ وعيد فی الدنيا خاصة وارد ف الوعيد السابق به تنبيها بالادنی علی الاعلیٰ ۔ کفار کو دنیوی زندگی میں یہ خاص وعید سنائی گئی ہے جو گزشتہ آیات میں سنائی گئی وعید کے ساتھ ردیف (پیوستہ ۔ ملی ہوئی ہے) ہے اور اس میں اعلیٰ یعنی رب العزت کو چھوڑ کر ادنیٰ یعنی بتوں کی بندگی پر انتباہ

کہا گیا ہے یعنی جب تمہیں معلوم ہے کہ بت اس امر پر قدرت نہیں رکھتے تو ان کی عبادت کیسی اور انہیں (بتوں کو) قادر برحق کے ساتھ کیوں شریک ٹھہراتے ہو تو کون ہے جو تمہیں پانی مہیا کر سکتا ہے ظاہر ہے کہ اللہ رب العزت کے سوا کوئی ایسا نہیں کر سکتا تو پھر اُسی پر ایمان اور اسی کی طاعت لازم ہے اور بندوں کو بسہولت پانی کا میسر ہونا اُسی کی رحمت و مہربانی ہے، تفسیر جلالین میں شیخ جلال الدین محلی نے لکھا ہے کہ سورت کا خاتمہ چونکہ استفہامیہ ہے تو یہ کہنا مستحب ہے اللہ رب العلمین یعنی فرمایا گیا ہے کہ کون ہے جو تمہیں بہتا پانی لا دے تو کہا جائے اللہ جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

الحمد للہ آج سورۃ الملک کی تفسیر مکمل ہوئی

۱۴ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ بمطابق ۲۷ جولائی ۱۹۹۱ء

سورۃ القلم مکیۃ

اس سورت میں دو رکوع۔ باون آیتیں تین سو کلمات اور ایک ہزار دو سو چھپن حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ القلم پ ۲۹

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝
قلم اور ان کے لکھے کی قسم۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ۝
تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ۝
اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝
اور بیشک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ ۝
تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔

بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝
کہ تم میں کون مجنون تھا۔

اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ
وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ ۝
بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے۔

فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ ۝
تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا۔

وَدُّوْا لَوْ تُدْھِنُ فَیُدْھِنُوْنَ ۝
وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَّھِیْنٍ ۝
اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل ہے۔

ھَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِیْمٍ ۝
بہت طعنے دینے والا بہت اِدھر اُدھر کی لگاتا پھرنے والا۔

مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۝
بھلائی سے بڑا روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار۔

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ ۝
درشت خو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝	اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔
اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝	جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہتا ہے کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں۔
سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝	قریب ہے کہ ہم اسکی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے۔
اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝	بیشک ہم نے انہیں جانچا جیسا اس باغ والوں کو جانچا تھا جب انہوں نے قسم کھائی کہ ضرور صبح ہوتے اس کے کھیت کاٹ لیں گے۔
وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝	اور ان شاء اللہ نہ کہا۔
فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝	اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا پھیرا کر گیا اور وہ سوتے تھے۔
فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝	تو صبح رہ گیا جیسے پھل ٹوٹا ہوا۔
فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝	پھر انہوں نے صبح ہوتے ایکدوسرے کو پکارا۔
اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝	کہ تڑکے اپنی کھیتی کو چلو اگر تمہیں کاٹنی ہے۔
فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۝	تو چلے اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے۔
اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝	کہ ہرگز آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں آنے نہ پائے۔
وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ۝	اور تڑکے چلے اپنے اس ارادہ پر قدرت سمجھتے۔
فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۝	پھر جب اسے دیکھا بولے بے شک ہم راستہ بہک گئے ہیں۔
بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝	بلکہ ہم بے نصیب ہوئے۔
قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝	ان میں جو سب سے غنیمت تھا بولا کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تسبیح کیوں نہیں کرتے۔
قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝	بولے پاکی ہے ہمارے رب کو بیشک ہم ظالم تھے
فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝	اب ایک دوسرے کی طرف ملامت کرتا متوجہ ہوا
قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝	بولے ہائے خرابی ہماری بیشک ہم سرکش تھے
عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝	امید ہے ہمیں ہمارا رب اس سے بہتر بدل دے ہم اپنے رب کی طرف رغبت لاتے ہیں۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ | مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ القلم پ ۲۹

ن ۔	و۔ قسم ہے	القلم۔ قلم کی	و۔ اور
ما ۔ جو وہ	یسطرون۔ لکھتے ہیں	ما۔ نہیں	انت۔ تو
بنعمۃ۔ فضل	ربک۔ اپنے رب کے ساتھ	بمجنون۔ دیوانہ	و۔ اور
ان۔ بیشک	لک۔ تیرے لیے	لاجرا۔ یقینا اجر ہے	غیر۔ نہ
ممنون۔ ختم ہونے والا	و۔ اور	انک۔ بیشک تو	لعلی۔ اوپر
خلق۔ خلق	عظیم۔ بڑے کے ہے	فستبصر۔ جلدی دیکھے گا تو	و۔ اور
یبصرون۔ وہ بھی دیکھیں گے	بایکم۔ کہ کونسا تم میں سے	المفتون۔ دیوانہ تھا	ان۔ بیشک
ربک۔ تیرا رب	ھو۔ وہ	اعلم۔ خوب جانتا ہے	بمن۔ اس کو جو
ضل۔ بہکا	عن سبیلہ۔ اس کی راہ سے		و۔ اور
ھو۔ وہ	اعلم۔ خوب جانتا ہے	بالمھتدین۔ ہدایت پانے والوں کو	
فلا۔ تو نہ	تطع۔ کہا مان	المکذبین۔ جھٹلانے والوں کا	ودوا۔ وہ چاہتے ہیں
لو۔ کاش	تدھن۔ تو نرمی کرے تو	فیدھنون۔ وہ بھی نرمی کریں	و۔ اور
لا۔ نہ	تطع۔ کہا مان	کل۔ ہر ایک	حلاف۔ قسمیں اٹھانے والے
مھین۔ ذلیل	ھماز۔ طعنہ دینے والے کا	مشاء۔ چلنے والے	بنمیم۔ ساتھ چغلی کے
مناع۔ منع کرنے والا	للخیر۔ نیکی سے	معتد۔ حد سے بڑھنے والا	اثیم۔ گنہگار
عتل۔ بدخو کا	بعد۔ بعد	ذلک۔ اس کے	زنیم۔ حرامزادہ
ان۔ یہ کہ	کان۔ تھا	ذا۔ صاحب والا	مال۔ مال
و۔ اور	بنین۔ بیٹوں والا	اذا۔ جب	تتلی۔ پڑھی جاتی ہیں
علیہ۔ اس پر	ایتنا۔ ہماری آیتیں	قال۔ کہتا ہے	اساطیر۔ کہانیاں ہیں
الاولین۔ پہلوں کی	سنسمہ۔ جلدی داغ دیں گے ہم اسکو		علی۔ اوپر
الخرطوم۔ سونڈ جیسی تھوتھنی کے	انا۔ بیشک ہم نے	بلونھم۔ انکو آزمایا	کما۔ جیسا کہ

بلونا۔ آزمایا تھا ہم نے　اصحب الجنۃ۔ باغ والوں کو　اذ۔ جبکہ
اقسموا۔ قسمیں کھائیں انہوں نے　لیصرمنہا۔ کہ ضرور کاٹیں گے اس کو۔　مصبحین۔ صبح ہوتے
و۔ اور　لا۔ نہ　یستثنون۔ انشاء اللہ کہتے　فطاف۔ تو پھر گیا
علیہا۔ اس پر　طائف۔ ایک پھرنے والا　من ربک۔ تیرے رب کی طرف سے
و۔ اور　ھم۔ وہ　نائمون۔ سوئے ہوئے تھے　فاصبحت۔ تو ہو گیا
کالصریم۔ کٹے پھل کی طرح　فتنادوا۔ تو پکارا انہوں نے آپس میں مصبحین صبح ہوتے　ان۔ یہ کہ
اغدوا۔ سویرے چلو　علی۔ اوپر　حرثکم۔ اپنی کھیتی کے　ان۔ اگر
کنتم۔ ہو تم　صارمین۔ کاٹنے والے　فانطلقوا۔ تو چلے وہ　و۔ اور
ھم۔ وہ　یتخافتون۔ آہستہ آہستہ بولتے تھے　ان۔ یہ کہ
لا۔ نہ　یدخلنہا۔ داخل ہو باغ میں الیوم۔ آج　علیکم۔ تم پر
مسکین۔ کوئی مسکین　و۔ اور　غدوا۔ صبح گئے　علی۔ اوپر
حرد۔ ارادے کے　قادرین۔ قدرت سمجھتے　فلما۔ تو جب　راوہا۔ دیکھا
ھا۔ اسکو　قالوا۔ بولے　انا۔ ہم　لضالون۔ رستہ بھول گئے ہیں
بل۔ بلکہ　نحن۔ ہم　محرومون۔ محروم ہو گئے　قال۔ کہا
اوسطھم۔ انکے بہتر نے　ا۔ کیا　لم۔ نہیں　اقل۔ کہا تھا میں نے
لکم۔ تم سے　لولا۔ کیوں نہیں　تسبحون۔ تسبیح کہتے تم　قالوا۔ بولے
سبحن۔ پاک ہے　ربنا۔ رب ہمارا　انا۔ بیشک　کنا۔ ہم ہی تھے
ظلمین۔ ظالم　فاقبل۔ تو متوجہ ہوا　بعضھم۔ بعض انکا　علی۔ اوپر
بعض۔ بعض کے　یتلاومون۔ ملامت کرتے ہوئے　قالوا۔ بولے
یویلنا۔ ہائے افسوس　انا۔ بیشک　کنا۔ ہم ہی تھے　طغین۔ سرکش
عسی۔ قریب ہے　ربنا۔ رب ہمارا　ان۔ یہ کہ　یبدلنا۔ بدل دے ہمکو
خیرا۔ بہتر　منہا۔ اس سے　انا۔ بیشک ہم　الی۔ طرف
ربنا۔ اپنے رب کی　راغبون۔ رغبت لاتے ہیں　کذلک۔ اسی طرح ہے　العذاب۔ عذاب
و۔ اور　لعذاب۔ یقیناً عذاب　الاخرۃ۔ آخرت کا　اکبر۔ بہت بڑا ہے
لو۔ کاش　کانوا۔ وہ ہوتے　یعلمون۔ جانتے۔

سورۃ القلم

سورت القلم مکیۃ ہے اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ النون بھی ہے۔ یہ قرآن حکیم کی اُن سورتوں میں سے ہیں جو مکہ میں شروع میں اتریں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اقرأ باسم ربك الذی خلق (سورۃ العلق) نازل ہوئی پھر یہ سورت (سورت القلم) پھر سورۃ المزمل پھر سورت المدثر اُتری۔ بحر میں ہے کہ یہ سورہ مبارکہ بدون اختلاف کے بالکلیہ مکی ہے اور اتقان میں ہے کہ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ سے اِلٰی یَعْلَمُوْنَ تک اور فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّكَ سے الصّٰلِحِیْنَ تک کی آیات مدنی ہیں۔ اس کی آیات کی تعداد باون ۵۲ ہے۔ سورۃ الملک کا اختتام وعید پر ہوا جو کفار کو سنائی گئی کہ اگر اللہ جبح دم بہتا ہوا پانی زمین میں دھنسا دے تو کون ہے جو تمہیں پانی لا دے اور اس سورت کا آغاز بھی اسی تناظر میں ہے اور کفار مکہ کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ہلاکت کے آرزومند تھے اور اسی دھن میں آپ کو مجنون وغیرہ کہہ کر حقائق سے قصداً اغماض کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلآزاری کر رہے تھے تو ابتداً ان کے ان بے ہودہ اقوال کا رد فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اقدس کی تسلی کی گئی ہے ھو اعلم بالمهتدين فلا تطع المكذبين کہہ کر آپ کو فرمایا گیا ہے کہ ان کی بے ہودگیوں پر رنجیدہ نہ ہوں اور باغ والوں کی تمثیل بیان کی گئی ہے جو راتوں رات سیاہ راکھ کی مانند ہو گیا۔

سیوطی کہتے ہیں کہ اس میں اسی وعید کا تکرار ہے کہ اے اہل مکہ جس طرح باغ والے راتوں رات برباد ہو گئے تو تم غلط فہمی میں نہ رہو کہ ہم تم پر بھی اسی طرح ہی بربادی مسلط کرنے پر قادر ہیں اور ہم پر یہ امر خوب آسان ہے کہ پہیل اجرام کثیفہ تھے اور پانی لطیف اور اُس کا دھنسا دینا زیادہ سہل ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ القلم پ ۲۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۰ قلم اور ان کے لکھنے کی قسم۔

نٓ یہ حروف مقطعات سے ہے، نون کے معنی مچھلی کے ہیں قرآن حکیم میں حضرت یونس علیہ السلام کو ذوالنون بھی فرمایا گیا ہے جس کے معنی ہیں مچھلی والے صاحب، بعض کا قول ہے کہ اس سے

مراد وہ مچھلی ہے جو زمین کو اٹھائے ہوئے ہے اور اس مچھلی کا نام بَہْمُوت ہے اور حدیث میں ہے جسے الضیاء نے مختارہ میں روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نٓ (مچھلی) کو پیدا فرمایا تو اس پر زمین کو پھیلایا تو مچھلی مضطرب ہو گئی تو زمین کچھ گئی (دراز ہو گئی یا لرزنے لگی) تو اللہ نے اُسے پہاڑوں سے ثابت و قائم فرمایا پھر ابن عباس نے یہی آیت پڑھی۔ مجاہد، ابن عباس سے بھی، حسن قتادہ اور ضحاک سے مروی ہے انہ اسم الدواۃ بے شک یہ دوات کا نام ہے البتہ زمخشری نے اس کا انکار کیا ہے کہ لغت میں نون کے معنی دوات کے ہیں یا اول کہا جاتا ہو۔ ابن عطیہ کا قول ہے کہ احتمال ہے کہ بعض عرب کی لغت میں نون بمعنی دوات ہو یا عجمی لفظ ہو جو عربوں میں رواج پا گیا ہو۔ بعض علماء نے نٓ کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ اللہ کریم کے اسم جلیل رحمٰن کا آخری لفظ ہے کیونکہ بعض سورتوں کے پہلے الٓرا، حٰمٓ بھی آیا ہے معاویہ بن قرۃ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نٓ تختی (لوح) ہے نور سے اور قلم نور کا قلم ہے اور امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے واللہ اعلم۔

(وَالْقَلَمِ) قلم کی قسم

وقسمیہ ہے اور اظہار عظمت کے لیے ہے القلم یالذی خط فی اللوح المحفوظ ماھو کائن الی یوم القیامۃ۔ قلم سے مراد وہی قلم ہے جس سے لوحِ محفوظ میں جو کچھ کہ قیامت تک ہونے والا ہے لکھا گیا اور بعض نے قلم کی تفسیر ان نگہبان فرشتوں کے لکھنے والوں قلم سے کی ہے اور اس پر ال عہدی ہے، بعض کا قول ہے کہ القلم سے مُراد عام قلم ہیں جس کے فوائد بکثرت ہیں۔ بغوی کا قول ہے کہ وہ قلم جو کاتب تقدیر تھا نور کا تھا اور اس کی لمبائی آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے کے برابر تھی۔

(وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝) اور ان کے لکھنے کی قسم

ای یکتبون اما القلم مرادا بہ قلم اللوح وعبر عنہ بضمیر الجمع تعظیما لہ

یعنی وہ جھکتی ہیں اس کی قسم، اگر قلم سے قلم لوح (تقدیریں لکھنے والا قلم) مراد ہے اور وہ قلم تو ایک ہی ہے لہٰذا لکھنے والوں سے مراد وہی ہوگا اور جمع کی ضمیر بطور تعظیم تعبیر کی جائے گی۔ اور بعض نے کہا کہ عام قلم مراد ہیں تو لکھنے والے مراد ہوں گے کہ ضمیر جمع کی راجع ہے۔ بعض نے کہا کہ محاورۃً لکھنے والوں کو اہلِ قلم کہتے ہیں اور جیسے کہا جاتا ہے کہ اُس کے قلم نے موتی بکھیرے حالانکہ قلم ایسا نہیں کرتا بلکہ اُس سے مراد اہلِ قلم ہی ہوتا ہے لہٰذا اس سے مراد یا تو کراماً کاتبین ہیں یا اہلِ علم مراد ہیں جو دینی و دنیوی علوم

لکھتے ہیں۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝

والمراد تنزیہہ صلی اللہ علیہ وسلم عما کانوا ینسبونہ الیہ صلی اللہ علیہ وسلم من الجنون حسداً وعداوۃ ومکابرۃ فحاصل الکلام انت منزہ عما یقولون۔ اور اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی وطہارت ہے جنون سے جو کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد اور عداوت (دشمنی) اور مخالفت کی وجہ سے منسوب کرتے تھے، تو حاصل کلام یہ ہے کہ یہ کفار جو کچھ بکتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے بری اور پاک ہیں۔ بغوی سے منقول ہے کہ کفار کے اس مقولہ یا ایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون (اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا بلاشبہ وہ تو دیوانہ ہے) کے رد میں نازل ہوئی نعمت سے مراد نبوت و رسالت عقل و حکمت، اخلاق جلیلہ، فہم و علم، شرافت و طہارت علی وجہ الکمال ہے غرضیکہ اللہ کا لطف و کرم آپ پر بدرجہ غائت ہے اور جملہ کمالات جلیلہ جس قدر ممکن ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے گئے ہیں۔ نعمت رب کی موجودگی کے ساتھ جنون کی مؤکد بالقسم نفی دلالت کر رہی ہے کہ ایسی عظمت و شان والے رسول کو مجنون وہی کہے گا انتہائی جاہل، بے ہودہ اور معمولی عقل و فہم سے بھی کورا ہو گا۔

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے

(وَاِنَّ لَكَ) اور ضرور تمہارے لیے۔

بمقابلۃ مقاساتک الوان الشدائد من جھتھم وتحملک اعباء الرسالۃ۔ آپ کے دکھ برداشت کرنے اور وہ مصائب جو آپ نے جھیلے اور احکام رسالت کے سلسلہ میں بربادی اور صبر کا مظاہرہ کرنے کے بدلے میں۔

(لَاَجْرًا) ثواب۔

لثوابا عظیما لا یقادر قدرہ۔ یعنی بہت بڑا ثواب جس کی عظمت و برکت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

(غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝) بے انتہا

ای مقطوع مع عظمہ او غیر ممنون علیک من جھۃ الناس فانہ عطاؤہ تعالیٰ بلا واسطۃ او من جھتہ تعالیٰ لانک حبیب اللہ تعالیٰ وھو عزوجل اکرم الاکرمین اجابھم یعنی اپنی عظمت و شان کے ساتھ نہ ختم ہونے والا اجر یا لوگوں کی جہت سے بغیر احسان منت

ہوئے آپ کو بے انتہا ثواب کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بلاواسطہ عطا ہے یا حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لیے غیر منقطع اجر کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب مکرم ہیں اور اللہ پاک سب سے بڑھ کر غایت درجہ لطف و کرم فرمانے والا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے

لا یدرك شاوه احد من الخلق ولذلك تحتمل من جهتهم مالا يحتمله أمثالك من أولى العزم مخلوق میں کسی ایک کی ہمت اس شان تک نہ پہنچی اور اسی لیے آپ مخلوق کی جہت (جانب) سے ان کی ایسی تکلیف دہ باتوں کی برداشت فرما لیتے اور آپ کی طرح اولوالعزم حضرات سے ان کا تحمل اس شان سے نہ ہوا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ نے فرمایا۔ ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انس سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راہ خدا میں جس طرح مجھے دکھ پہنچایا گیا اس طرح کسی کو دکھ نہ دیا گیا۔ مسلم، ابوداؤد، دارمی، ابن ماجہ، نسائی اور امام احمد نے سعد بن ہشام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ عفیفہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ کے بارے میں پوچھا تو ام المومنین نے فرمایا اُلست تقراء القراٰن کیا تم قرآن نہیں پڑھتے میں نے عرض کیا جی پڑھتا ہوں تو ام المومنین نے فرمایا فان خلق نبی اللہ کان القراٰن بے شک اللہ کے نبی کے اخلاق قرآن ہی تو ہے اور ایک روایت میں ہے کان خلقہ القراٰن قرآن آپ کے اخلاق کا بیان ہے۔ کشف میں ہے اس آیت سے روشن ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق الہیہ کے ساتھ متخلق تھے یعنی اخلاق الہیہ کا مظہر اتم و اکمل تھے اور اس میں کفار پر تعریض ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بربنائے جہالت و عداوت مجنون کہتے تھے کہ ایسی عظمت اخلاق کا مالک اور محاسن جلیلہ اور خصائل حمیدہ کی منتہی رفعتوں کے اوپر فائز ہستی کو مجنون وہی کہہ سکتا ہے جو غایت درجہ احمق و کودن ہو صاحب تفسیر مظہری عارف باللہ قاضی ثناء اللہ اس مقام پر نقل فرماتے ہیں کہ سیدہ حلیمہ سعدیہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اونٹنی یا گدھی پر سوار ہوئیں تو گدھی نے تین مرتبہ سوئے کعبہ سجدہ کیا اور بزبان فصیح بولی کہ میری پشت پر افضل الانبیاء و سید المرسلین حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہیں غرضیکہ گدھی نے اعتراف عظمت کیا حالانکہ گدھا علامت بے وقوفی سمجھا جاتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کفار گدھے سے زیادہ بے وقوف تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہتے تھے۔ امام احمد کی مسند اور موطا امام مالک میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق میں اسی لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کر دوں یعنی عروج کمال تک پہنچا دوں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر حسین و جمیل، سب سے زیادہ صاحب جود و عطا اور شجاع ترین تھے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سائیل کے جواب میں " لا" (نہیں) کبھی نہ فرمایا ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(اعلیٰحضرت فاضل بریلوی) رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فحش گوئی سے پاک اور بناوٹی ڈھو فحش الفاظ نکالنے سے مبرا تھے اور نہ ہی بازاروں میں چیختے چلاتے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے بلکہ معاف کرتے عفو و درگزر سے کام لیتے اور نہ ہی آپ نے راہ خدا کے سوا کسی کو اپنے ہاتھ سے مارا یا سزا دی۔ آپ نے کبھی اپنی ذات کے لیے بدلہ وانتقام نہ لیا۔ حضرت انس سے ترمذی میں شمائل کے سلسلہ میں مروی ہے کہ دیبا و حریر (ریشمی و سلک ششے) غرضیکہ کوئی شے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم و نازک، گداز اور خوشبو دار نہ تھی اور آپ کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبو دار کسی مشک و عطر کو نہ پایا۔ حق تو یہ ہے کہ اخلاق جلیلہ کے بیان کا احاطہ ممکن ہی نہیں۔

اور علامہ بوصیری نے کیا خوب کہا ہے :

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

اور حسان رضی اللہ عنہ کا آفاقی شعر (نعت) ہے۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَاَكْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدُ النِّسَاءُ

سعدی علیہ رحمۃ نے کیا خوب کہا :

بَلَغَ الْعُلٰی بِكَمَالِهٖ كَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِهٖ صَلُّوْا عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ

سعدی کا حَسُنَتْ کہنا فَعُلَ کے وزن پر ہے اور فَعُلَ کی خصوصیت رفعت اہل علم سے مخفی نہیں۔ اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خوب منقبت کی ؎

سُبْحَانَ اللہ مَا اَجْمَلَكَ مَا اَحْسَنَكَ مَا اَكْمَلَكَ

کتنے مہر ملی کتنے تیرہ نشان | کتنا ہی اُمیلی کتنے جھاڑیاں

فاضل بریلوی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تیرے خلق کو حق نے عظیم کیا | تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
لم یات نظیرک فی نظر | مثل تو نہ شد پیدا جاناں

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝ | تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں کون مجنون تھا۔

(فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝) تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔

والمراد فستعلم ويعلمون ذلك يوم القيامة حين يتبين الحق من الباطل وروي ذلك عن ابن عباس وقيل فستبصر ويبصرون في الدنيا بظهور عاقبة الامر بغلبة الاسلام واستيلائك عليهم بالقتل والنهب وصيرورتك مهيبا معظما في قلوب العالمين وكونهم اذلة صاغرين ويشمل هذا ما كان يوم بدر وعن مقاتل ان ذلك وعيد بعذاب يوم بدر۔

اور مراد یہ ہے کہ تم بھی جان لو گے اور وہ بھی جان لیں گے اخطاب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور ف تعقیب کے لیے جب کہ س یا تو مستقبل قریب پر دلالت کرتی ہے یا پھر قطعیت کے لیے ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ تحقیق کے لیے ہے۔ اور وہ (کفار) بھی اس حقیقت کو روز قیامت جان لیں گے جب حق باطل سے ممتاز و روشن ہو جائے گا اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہ قول ہے کہ تم بھی اور وہ (کفار) بھی دنیا میں دیکھ لیں گے جب انجام کار اسلام کے غلبہ کا ظہور ہوگا اور آپ کی طرف سے قتل اور حصول غنیمت کے ساتھ ان کی ذلت و رسوائی ہوگی اور آپ کے معاملہ کا انجام جہان کے دلوں میں ہیبت و عظمت کے ساتھ ہوگا اور کفار ذلت و پستی اور رسوائی کے ساتھ دوچار ہوں گے اور اس میں بدر کے دن کا ذلت کی رسوائی بھی شامل ہے۔ اور مقاتل سے مروی ہے کہ اس میں یوم بدر کے عذاب کے ساتھ وعید سنائی گئی ہے۔

(بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝) کہ تم میں کون مجنون تھا۔

اى المجنون كما اخرجه ابن جرير عن ابن عباس وابن المنذر عن ابن جبير وعبد بن حميد عن مجاهد واطلق على المجنون لانه فتن اى محن بالجنون وقيل لان العرب يزعمون ان الجنون من تخييل الجن وهم الفتان للفتاك منهم

والباء مزیدۃ۔

یعنی مجنون جیسا کہ ابن جریر نے ابن جبیر سے اور عبد بن حمید نے مجاہد سے نقل کیا ہے اور مجنوں پر ہی اطلاق کیا ہے کہ وہ مجنون ہے یعنی دیوانگی کے ساتھ تکلیف ہے اور کہتے ہیں کہ اہل عرب کا خیال تھا کہ جنون (دیوانگی) جن کے اثر سے ذہنی توازن کھونا ہے تو کفار نے آپ کے لیے جن کے اثر سے فریفتہ یا دیوانہ ہونے کا وہم (گمان) کیا۔ اور "بایکم" میں با مزید ہے، المفتون اسم مصدر ہے جیسے المعقول اور المجلود یعنی جنون یعنی المفتون مصدر ہے مفعول کے وزن پر اور با ءزائد ملابست کے لیے ایک قول یہ ہے کہ المفتون اسم مفعول بمعنی مجنون خبر ہے تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے بای الفریقین منکم المجنون یعنی تم دونوں فریقوں میں کون مجنون تھا أبفریق المؤمنین أم بفریق الکافرین یعنی مومنوں کے گروہ کو یا کافروں کے گروہ کو جنون تھا ای فی أیهما یوجد من یستحق هذا الاسم وهو تعریض بأبی جهل والولید بن المغیرۃ واضرابهما یعنی دونوں میں سے مجنون کے اسم کا کون مستحق تھا اور اس میں ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور ان کے ہمنواؤں ساتھیوں پر تعریض ہے۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ کفار ہی مجنون ہیں اور جب ان پر عذاب نازل ہوگا ان پر حقیقت مجنون کھل جائے گی وہ آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ حقیقت میں مجنون کون تھا کفار آپ کو ساحر شاعر اور کاہن بھی کہتے تھے اور مجنون بھی اور یہ باہم سب ضدیں ہیں کیا دیوانہ شاعر یا کاہن ہوتا ہے پھر وہ (کفار) کو دعویٰ عقل کا بھی تھا اور یہ سب الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ خود دیوانے تھے اور عناد سے ایسا کہتے تھے حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ حسن وخوبی عقل بصیرت، صدق وامانت، شجاعت وعدالت اور فصاحت وبلاغت، نطق وکلام میں آپ کی مثل کوئی نہیں پھر مجنون کہنا کھلی کورچشمی تھی اور کافر سرکشی میں اندھے ہو چکے تھے۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ — بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اُس کی راہ سے بہکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے۔

(اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ) بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکے۔

ای هو سبحانه اعلم بمن ضل عن سبیله المؤدی الی سعادۃ الدارین وهام فی تیه الضلال متوجها الی ما یقتضیه من الشقاوۃ الابدیة ومزید النکال وهذا هو المجنون الذی لا یفرق بین النفع والضر بل یحسب الضرر نفعا فیؤثره والنفع ضرار

فیھجرہ وھو عز وجل اعلم بالمھتدین الی سبیلہ الفائزین بکل مطلوب الناجین من کل محذور وھم العقلاء المراجیع فیجزی کلا من الفریقین حسما یستحقہ من العقاب والثواب۔

یعنی حق سبحانہ، وتعالیٰ ہی کو خوب معلوم ہے کہ کون بہکنے والا ہے اس کی راہ سے جو دونوں جہانوں کی نیک بختی پر مددگار ہے اور اُسے بھی جو گمراہی کے صحرا میں تشنہ لب ہے اور اس طرف متوجہ ہے جس کا متقی ابدی محرومی ہے اور عذاب کی زیادتی ہے اور اسی لیے مجنوں تو دراصل وہ ہے جو نفع ونقصان کے درمیان میں امتیاز نہیں کرتا بلکہ نقصان کے حساب سے نفع اٹھاتا ہے جو اُسے متاثر کرتا ہے اور نفع کے حساب سے نقصان اٹھاتا ہے تو وہ اُسے ترک کر دیتا ہے اور حق سبحانہ، وتعالیٰ ان راہ پانے والوں کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ پر ان تمام باتوں کے ساتھ فائز ہونے والے ہیں جو ہر خطرے سے انہیں نجات دلانے والی ہیں اور یہی لوگ عقلمند ہیں اور اصحاب فوقیت ہیں یعنی قابل ترجیح ہیں تو حق سبحانہ، وتعالیٰ دونوں فریقوں کو ان کے حسب حال عذاب وسزا اور ثواب وجزا جس کے وہ مستحق ہوں گے بدلہ دے گا۔ اور کشاف میں ہے" بے شک تیرا پروردگار مجانین (دیوانوں) کو خوب جانتا ہے کہ درحقیقت کون دیوانہ ہے دراصل دیوانہ وہی ہے جو راہِ حق سے بہک جائے اور اللہ کو خوب معلوم کہ سمجھدار (اہلِ عقل) کون ہیں اور وہی ہدایت پانیوالے ہیں۔

(وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ ۝) اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے۔

وھو اعلم بالعقلاء وھم المھتدون۔ اور اللہ کو خوب علم ہے کہ عقلمند (عقل سلیم) کون ہیں اور یہی لوگ جن کی عقل سلیم اور صحیح سمت دکھانے والی ہے ہدایت حاصل کرنے والے یا مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔

فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ ۝ تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا

فائے سببیہ ہے یعنی جب واضح ہو چکا کہ کفار ومشرکین اور دین حق کے جھٹلانے والے راہ سے بہکے ہوئے یعنی گمراہ ہیں تو اب ان کی باتوں پر کان نہ دھریں۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حقیقت کی خبر دے کر بطور نہی ہدایت ونصیحت فرمائی ہے۔ ای دم علی ما انت علیہ من عدم طاعتھم وتصلب فی ذلک یعنی آپ کفار کی اطاعت بہانہ لانے اور مخالفت کو خاطر میں نہ لائیں اور آپ جس راہ پر ہیں اُس پر سخت ڈٹے رہیں۔ اور اُن سے نرمی نہ فرمائیں اور نہ ہی ان کی بات مانیں۔

وَدُّوْا لَوْ تُدْھِنُ فَیُدْھِنُوْنَ ۝ وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

(وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ) وہ چاہتے ہیں کاش تم کسی طور نرمی کرو۔

"ادھان" دھن سے مشتق ہے جس کے معنی نرمی یا ڈھیل کے ہیں اور "لو" تمنائی ہے یعنی کفار کی آرزو خواہش یہ ہے کاش تم نرمی کرو اور گزشتہ آیت میں جو نہی ہے اس کی یہ علت بیان کی گئی ہے۔ احبوا لو تلاینھم وتسامحھم فی بعض الامور یعنی انہیں اس امر کی خواہش ہے کہ آپ کسی طور ان سے نرمی کریں اور بعض امور میں ان کی مخالفت ترک کر دیں یا بعض دینی معاملات میں ان کی رعایت فرمائیں اور اس آرزو میں اگر وہ پوری ہو تو وہ بھی نرمی کا مظاہرہ کریں۔

(فَيُدْهِنُوْنَ) تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

فاء تعقیبی ہے جس کا مطلب ہے کہ اگر ان کی نرمی کی آرزو بر آئے تو وہ بھی نرمی کریں اور مخالفت میں شدت کو کم کریں ای فھم یدھنون حینئذ او فھم الآن یدھنون طمعا فی ادھانک۔ یعنی تو وہ اس وقت نرمی کریں گے یا وہ اب نرمی کرتے ہیں اس طمع میں آپ بھی نرمی کریں۔ اس آیت سے مسئلہ واضح ہے کہ امور دین میں نرمی کرنا سخت حرام و ممنوع ہے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّ ۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝	اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل بہت طعنے دینے والا بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا بھلائی سے بڑا روکنے والا، حد سے بڑھنے والا گناہ گار درشت خو اس سب پر طرّہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا، اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہتا ہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

(وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝) اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل۔

کثیر الحلف فی الحق والباطل یعنی سچی اور جھوٹی باتوں پر قسمیں کھانے میں بہت دلیر ہے حلاف سے مراد بکثرت جھوٹی قسمیں کھانے والا ہے اور ان کثرۃ الحلف مذمومۃ ولو فی الحق۔ اور کثرۃ الحلف انتہائی مذموم ہے اگرچہ سچی بات میں بھی ہو۔ مجاہد کے نزدیک اس (حلاف) سے مراد اسود بن یغوث اور عطاء کے نزدیک اخنس بن شریق اور قتادہ کے نزدیک ولید بن مغیرہ ہے۔ کل حلاف کے معنی یہ ہوں گے ہر ایسا جو بکثرت قسمیں کھانے والا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسوں کی بات سننے سے منع فرمایا گیا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کسی حلاف کی بات پر کان نہ لگائیں۔ کل افرادی ہے اور نہی عمومی پر مؤکد ہے مَھِین ای حقیر الرأی والتدبیر یعنی رائے اور تدبیر میں بودا یا کم عقل ابن المنذر اور عبد بن حمید نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ مھین کا مطلب ہے المکثار من القبیح۔ مھین سے مراد گھٹیا (کمینہ یا ذلیل) ہے جو بکثرت خباثتوں (برے کاموں) کا مرتکب ہو، مھانت بمعنی حقارت ہے اور مھین فعیل کے وزن پر ہے جس کے معنی کمینہ خصلت کے ہیں ابن جریر نے ابن عباس سے نقل کیا ہے "انہ الکذاب" مھین سے مراد بڑا جھوٹا ہے۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ۝ بہت طعنے دینے والا بہت اِدھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا۔

(هَمَّازٍ) بہت طعنے دینے والا ای عیاب طعان قال ابو حیان ھو من الھمز واصلہ فی اللغۃ الضرب طعنا بالید او بالعصا ونحوھا ثم استعیر للذی ینال بلسانہ قال منذر بن سعید وبعینہ واشارتہ۔ یعنی بہت زیادہ عیب نکالنے والا، چغل خور یا بہت طعن کرنے والا (عیب لگانے والا) ابو حیان کا قول ہے کہ هَمَّاز هُمَزَ سے مبالغہ ہے بروزن فعال اور لغت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہاتھ کیساتھ (ہاتھ چلاکر) عیب لگانے والا یا لاٹھی کے ساتھ اور اسی طرح کے چلن کے ساتھ چغلی کھانے والے پھر اس کے ساتھ اس شخص کے لیے اشارے کرنے والا جیسے زبان سے عیب لگائے، منذر بن سعید کا قول ہے آنکھ اور اشارے سے لوگوں کے عیب بتانے والا۔

مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ۝ بہت اِدھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا

نقال للحدیث من قوم الی قوم علی وجہ الافساد بینھم فان النمیم والنمیمۃ مصدران بمعنی السعایۃ والافساد۔ ایک قوم سے دوسری قوم تک باتیں پہنچانے والا صرف اس خیال سے کہ ان کے درمیان فساد ہو النمیم اور النمیمۃ دونوں مصدر ہیں جس کے معنی چغل خوری اور شر انگیزی کے ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ النمیم نمیمۃ کی جمع ہے یرید ان بہ الجنس جس سے بے تکلف ہونا مراد ہے واصل النمیمۃ الھمس والحرکۃ الخفیفۃ اور نمیمہ کی اصل ھمس ہے چپکے چپکے باتیں کرنا اور کانا باتی کرنا۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ بہت ادھر کی لگاتا پھرنے والا جس کا مقصد صرف فساد و شر انگیزی ہو۔

(مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ) بھلائی سے بڑا روکنے والا۔

ای بخیل ممسک من منع معروفۃ منہ اذا مسکۃ فالامر للتقویۃ والخیر علی ماقیل

المال او مناع الناس الخیر وھو الاسلام۔ یعنی کنجوس جب اس کو بھلائی سے روکا جاتے تو نیکی کا حکم کرنے سے روکنے والا یا رکاوٹ بننے والا اور الخیر پر لام زائد تقویت کے لیے ہے اور خیر سے مراد مال ہے جیسا کہ ذکر گزرا یا لوگوں کو بھلائی سے روکنے والا اور بھلائی سے مراد دین اسلام ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ایسا بخیل ہے نہ خود خرچ کرے نہ بھلائی کی خاطر خرچ کرنے دے اور لوگوں کو دین حق کے قبول سے روکے۔ ولید بن مغیرہ اپنے اعزاء کو قبول اسلام سے یہ کہہ کر روکتا تھا کہ اگر ان میں سے کسی نے اسلام قبول کیا تو وہ اس کے مال سے محروم رہے گا۔ غرضیکہ وہ ہر بھلائی سے شدید ترین روکنے والا تھا۔

(مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۝) حد سے بڑھنے والا گناہ گار

(مُعْتَدٍ) مجاوز فی الظلم ظلم وسرکشی میں حدود پھلانگنے والا (اَثِیْمٍ) کثیر الآثام وھی الافعال البطئۃ عن الثواب والمراد بھا المعاصی والذنوب۔ بہت زیادہ گناہوں کا مرتکب بدکار اور یہ بدکاریاں افعال ہیں جو حصول ثواب سے ٹال مٹول کروانے والی ہیں یا ثواب کے کاموں میں سستی اور ٹال مٹول کرنے والا۔ اور ان سے مراد گناہ کے دھندے برائیاں اور گناہ ہیں۔

(عُتُلٍّ) درشت خو

قال ابن عباس الشدید الفاتک وقال الکلبی الشدید الخصومۃ بالباطل وقال معمر وقتادۃ الفاحش اللئیم وقیل ھو الذی یعتل الناس ای یجرھم الی حبس او عذاب بعنف وغلظۃ۔ ابن عباس کا قول ہے کہ عُتُلٍّ کا معنی ہے بہت زیادہ جلد باز یا بے دھڑک یا دھڑلے سے قتل کرنے والا یا غفلت میں پکڑ کر دھڑلے سے مار ڈالنے والا، کلبی کا قول ہے بے بنیاد سخت دشمنی رکھنے والا یعنی خواہ مخواہ کا کینہ پرور اور معمر اور قتادہ کا قول ہے کہ بدزبان چکر کمینہ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو لوگوں سے بدمزاجی سے پیش آئے یعنی انہیں روک کر یا قید کر کے یا گھیر کے گھسیٹنے والا یا تنگ مزاج اور بدخصلت۔ قاموس میں ہے کہ عتل کا معنی ہے بسیار خور (بہت کھانے والا پیٹو) یا مغرور۔

(بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ ۝) اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

(بَعْدَ ذٰلِکَ) ای المذکور من مثالبہ وقبائحہ وبعد ھنا کثم والدالۃ علی التفاوت الرتبی فتدل علی ان ما بعدہ اعظم فی القباحۃ۔ یعنی یہ شخص (ولید بن مغیرہ) اوپر مذکورہ بری باتوں اور خباثتوں کے ساتھ ساتھ ولد الزنا بھی ہے جو سب خرابیوں سے بڑھ کر ہے جس

سے اس کی حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے بعد ذلک کا تعلق زنیم سے ہے اور یہ کے معنی میں آیا ہے۔

(زَنِیْمٍ) دعی ملصق بقوم لیس منھم کما قال ابن عباس والمراد بہ ولد الزنا۔
اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی قوم سے ملحق ہو (انہیں ملا ہوا ہو) حالانکہ اس قوم سے نہ ہو جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے اور اس سے مراد ہے حرامی، عکرمہ سے بھی یہی منقول ہے ۔

زنیم لیس یعرف من ابوہ

یعنی الام ذو حسب لئیم

زنیم وہ ہوتا ہے جس کی شناخت نہ ہو کہ اُس کا باپ کون ہے اور اس کی ماں جو حسب والی ہو کر کمینگی کے ساتھ بغاوت کرے۔ بیضاوی نے کہا کہ زنیم زَنَمَتی الشاۃ سے ماخوذ ہے جب بکری کے کان اور تھن اگر لٹکے ہوئے ہوں تو کہا جاتا ہے زنمتی الشاہ۔ ولید بن مغیرہ کے باپ نے جب ولید کی عمر اٹھارہ برس ہوئی تو اُسے بیٹا تسلیم کیا۔ ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی زنیم سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی شرانگیزی سے معروف ہو جس طرح کان و تھن لٹکی ہوئی بکری پہچانی جاتی ہے بعض نے کہا زنیم سے مراد اخنس بن شریق ثقفی ہے جو بنی زہرہ سے شمار ہوتا تھا جب کہ وہ ان میں سے نہ تھا بعض نے کہا اس سے مراد اسود بن عبد یغوث یا ابو جہل لعین ہے۔

اَنْ کَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِیْنَ ۝ اس پر کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔

بتقدیر لام التعلیل وھو متعلق بقولہ سبحانہ لا تطع ای لا تطع من ھذا لان کان متمولا متقویا بالبنین۔ لام تعلیل کی تقدیر پر جو اَنْ پر محذوف ہے اور یہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے قول سے کہ تم کہنا نہ مان لینا اس کا اس وجہ سے کہ وہ مالدار اور بیٹوں والا ہے، حمزہ کی قراءت میں ہمزۂ استفہام آیا ہے یعنی "أَ اَنْ کان ذا مالٍ" اور یہ استفہام انکاری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم اس کا کہا اس لیے مان لوگے کہ وہ مال دار اور بیٹوں والا ہے۔

اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہتا ہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

(اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا) جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں۔
ای القرآن یعنی جب تلاوت قرآن حکیم ہو۔

(قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝) کہتا ہے اگلوں کی کہانیاں ہیں قاموس میں ہے کہ اساطیر سے مراد فرضی قصے، اور بے تکی باتیں ہیں یعنی جب قرآن مجید کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کے جھوٹے قصے کہانیاں ہیں یعنی یہ جملہ بھی اُس کے جھوٹے ہونے سے متعلق ہے اور اس سے مراد یہ بھی ہے انہ بطر نعمۃ اللہ تعالیٰ کہ اُس نے اللہ کی نعمتوں یعنی مال اور اولاد کے ساتھ بجائے شکر گزاری کے غرور کیا اور ناشکری میں کلام الٰہی سن کر یوں کہتا ہے جو اس کے جھوٹ پر مُصرح ہے کیونکہ پیچھے گزرا فلا تطع المکذبین۔

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝ قریب ہے کہ ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے۔

(سَنَسِمُهٗ) قریب ہے کہ ہم داغ دیں گے سنجعل لہ سمۃ و علامۃ یعنی بہت جلد ہم اس کے لیے اس کی بدباطنی اور خباثت کی علامت و نشانی اس کے چہرے پر ظاہر کریں گے۔

(عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝) اس سوّر کی سی تھوتھنی پر۔

ای علی الانف یعنی اس کی ناک پر۔ و فی لفظ الخرطوم استہانہ لانہ لا یستعمل الا فی الفیل والخنزیر فضی التعبیر عن الانف بھذا الاسم ترشیم لما دل علیہ الوسم علی العضو المخصوص من الاذلال والمراد سنھنیہ فی الدنیا و نذلہ غایۃ الاذلال و کون الوعید المذکور فی الدنیا ھو المروی عن قتادۃ۔ اور لفظ خرطوم میں غائت درجہ تذلیل ہے کیونکہ خرطوم کا لفظ ہاتھی کی سونڈھ اور خنزیر کی تھوتھنی پر بولا جاتا ہے تاہم اس سے مراد ناک ہے جو اس نشان ذلت سے داغی جائے گی اور اس کے خاص عضو (ناک) پر نشان تذلیل سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ غائت درجہ رسوائی پر دلالت کرے گا۔ اور اس سے مُراد یہ ہے کہ ہم جلد ہی اُسے دنیا میں رُسوا کریں گے اور ہم اس انتہائی ذلت سے دوچار کریں گے جیسا کہ قتادہ سے مروی ہے کہ یہ وعید مذکور دنیا میں پوری ہو چکی اس کی ناک پر ذلیل ہو گئی اور ایک قول ہے کہ بدر کے روز اس کی ناک کٹ گئی لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ولید بن مغیرہ بدر سے پہلے مر چکا تھا ابن عباس کا قول ہے ایسا فرمانے سے مراد ہے کہ ہم اس کی ناک میں نکیل ڈالیں گے لیکن روز بدر ایسا ابوجہل لعین کے ساتھ ہوا اور عبداللہ بن مسعود نے اس کے ناک میں نکیل ڈال کر اُسے گھسیٹا۔ مجاہد کا قول ہے کہ قیامت کے روز اس کا منہ کالا ہو جائے گا اور اس سے یہی مُراد ہے یعنی دخولِ جہنم سے قبل لوگ اُسے اس علامت سے پہچان لیں گے اور خرطوم کے ذکر سے مُراد مجازی طور پر چہرہ ہے

میں کہتا ہوں کہ اس تشبیہ (چہرے کو یا ناک کو خرطوم) کہنے میں اس کے ناک بلند کرنے یا چڑھانے یا اس کے متکبرانہ انداز کی طرف اشارہ ہے کہ ہم اس متکبر کے چہرے کو خاص ذلت کی سیاہی سے نشان زدہ کریں گے کہ اس کی شناخت ہو جائے گی۔

اِنَّا بَلَوۡنٰهُمۡ كَمَا بَلَوۡنَاۤ اَصۡحٰبَ الۡجَـنَّةِ‌ ۚ اِذۡ اَقۡسَمُوۡا لَيَصۡرِمُنَّهَا مُصۡبِحِيۡنَ ۙ‏ وَلَا يَسۡتَثۡنُوۡنَ ۞

بے شک ہم نے انہیں جانچا جیسا اُس باغ والوں کو جانچا تھا جب انہوں نے قسم کھائی کہ ضرور صبح ہوتے اس کے کھیت کاٹ لیں گے۔ اور ان شاء اللہ نہ کہا۔

(اِنَّا بَلَوۡنٰهُمۡ) بے شک ہم نے انہیں جانچا۔

ای أصبنا اهل مكة ببلية وهي القحط بدعوة رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اشدد وطاتك على مضر واجعلها عليهم سنين كسنی یوسف۔ یعنی ہم نے اہل مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے جو آپ نے فرمائی بلا و آزمائش سے دوچار کیا اور وہ قحط کی دعا کہ اے پروردگار قبائیل مضر پر اپنی مضبوط گرفت فرما اور عہد یوسف علیہ السلام جیسی قحط سالی میں انہیں مبتلا فرما (اس لیے کہ ان کے غرور تکبر کا زور ٹوٹے اور یہ ہموار ہوں) چنانچہ وہ ایسی قحط سالی کی مصیبت میں ڈالے گئے کہ بھوک کی شدت میں مُردار اور ہڈیاں تک چٹ کر گئے۔

(كَمَا بَلَوۡنَا) جیسا ہم نے جانچا

ای مثل ما بلونا یعنی اسی طرح آزمایا جس طرح ہم نے (باغ والوں کو) جانچا کاف محل نصب میں صفت مصدر مقدر ہے اور مصدریہ ہے وقیل بمعنی الذی ای کالبلاء الذی اور کہا گیا "الذی" (جو) کے معنی میں آیا ہے یعنی اس آزمائش کی طرح جو باغ والوں پر گزری۔

الف لام عہدی ہے جس سے مراد خاص باغ ہے المعروف خبرها عندهم یعنی اس باغ کی بھلائی ان کے نزدیک مشہور و معلوم تھی یہ باغ سرزمین یمن کے شہر صنعاء کے قرب میں تھا جو ایک مرد صالح کی ملکیت تھا جو اس کی پیداوار سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا تھا (راہ خدا میں مسکینوں کو دیتا تھا) تو وہ مرد صالح فوت ہو گیا تو وہ اس کے بیٹوں کا ہو گیا تو انہوں نے لوگوں کو باغ کی بھلائی سے روک دیا اور اللہ کے حق کو جو اس میں سے ادا ہوتا تھا ادا کرنے میں بخل کیا۔ جیسا کہ اللہ نے اس کا ذکر فرمایا۔ ابن جریر سے مروی ہے کہ یہ باغ ارض یمن میں صنعاء کے شہر سے چھ فرسخ کے فاصلے پر تھا اور اس باغ کو "صوران" کہتے تھے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ باغ یمن میں صنعاء سے دو فرسخ کے

سلہ پر سر راہ واقع تھا اور اس کا نام "صروان" تھا اس باغ کا مالک ایک مرد صالح تھا۔ جو باغ کے پھل کثرت سے فقراء کو دیتا تھا جب باغ میں جاتا فقراء کو بھی بلا لیتا تھا تمام گرے پڑے میوے فقراء لیتے اور باغ میں بستر بچھا دیئے جاتے جب پھل اور میوے توڑے چنے جاتے تو جتنے میوے بستروں پر یا فرش پر گرتے وہ بھی فقراء کا حصہ ہوتا اس پر مزید یہ کرا پنے خالص حصہ سے دسواں حصہ نکال کر فقراء کو اور دے دیتا اور کھیتی کٹتے وقت جو پودے درانتی سے بچ جاتے وہ بھی مسکینوں کو دیتا اور جو حصہ ادھر ادھر منتشر ہو جاتا وہ بھی مساکین کے لیے ہوتا اس شخص کے مرنے کے بعد اس کے تین بیٹے اس باغ کے وارث ہوئے انہوں نے باہم طے کیا کہ کنبہ زیادہ ہے اور مال کم ہے لہٰذا ہم باپ کا طریقہ جاری نہیں رکھ سکتے کیونکہ جب مال زیادہ اور خاندان چھوٹا تھا اب ہم ایسا نہیں کر سکتے اور نہ کرنے کی باہم قسمیں کھالیں۔

(اِذْ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِیْنَ ۝) جب انہوں نے قسم کھالی کہ ضرور صبح ہوتے اس کے کھیت کاٹ لیں گے۔

(اِذْ اَقْسَمُوْا) معمول لبلونا یہ بلونا کا معمول ہے یعنی جب اس مرد صالح کے وارث تینوں نے باہم قسم کھالی کہ ہم باپ کا طریقہ جاری نہ رکھیں گے یعنی مساکین وفقراء کو باغ کے میووں سے کچھ نہ دیں گے۔

(لَیَصْرِمُنَّهَا)

یقطعن من ثمارها بعد استوائها تاہم پھلوں کے پکنے پر انہیں کاٹ لیں / توڑ لیں گے۔

(مُصْبِحِیْنَ)

داخلین فی الصباح یعنی علی الصبح باغ میں داخل ہوں گے تاکہ فقراء اور مسکینوں کو اطلاع ہی نہ ہو۔ یا انہیں پتہ لگنے سے قبل ہی میوے چن لیں گے۔

(وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ ۝) اور ان شاء اللہ نہ کہا

یہ علیحدہ جملہ مستانفہ ہے اور لَیَصْرِمُنَّهَا پر عطف ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے "ولا یستثنون حصة المساکین کما کان یخرج ابوهم" اور وہ مسکینوں کا حصہ الگ نہیں کر رہے تھے جیسا کہ ان کا باپ مساکین حصہ کا نکالا کرتا تھا اور یہ کہ وہ صبح تڑکے ہی پھل توڑنے کی قسمیں کھا کر سو گئے۔ دوسرا قول یہ ہے ای وَلَا یقولون ان شاء اللہ تعالٰی

یعنی انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ○ تیرے رب کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا پھیرا کر گیا اور وہ سوتے رہ گئے۔

(فَطَافَ عَلَيْهَا) تو پھیرا کر گیا اس پر۔
أی اماط نازلاً علی الجنۃ یعنی باغ پر ایک بگولا (آگ کا چکر) نازل ہوا۔
(طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ) تیرے پروردگار کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا
ای بلاء محیط یعنی گھیرا ڈالنے والی بلا قتادہ کا قول ہے ای عذاب یعنی پروردگار کی طرف سے عذاب۔ فراء سے مروی ہے کہ طائف کی تخصیص کا مطلب ہے بامر الذی یاتی باللیل اس امر کے ساتھ جو رات کو ہوتا ہے ابن جریج کا قول ہے عنقا من نار خرج من وادی جنتھم ایک آگ کی مصیبت ہے جو جنتہم کی وادی (جہنم) سے نکلی۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک بلائے آگ (بصورت بگولا) اتری اور باغ کو اجاڑ گئی۔
(وَهُمْ نَآئِمُونَ ○) اور وہ سوتے رہ گئے۔
المراد وھم غافلون غفلۃ تامۃ عما جرت بہ المقادیر مُراد اس سے یہ ہے کہ وہ اس سے جو تقدیر سے ظاہر ہونے والا تھا اس کی طرف سے مکمل غفلت میں پڑے بے خبر سوتے رہے۔ البتہ سیاق کلام اور جہت الحاق سے معنی یہ ہوں اناھا لیلھا کما روی عن قتادہ کہ یہ بلائے آگ راتوں رات نازل ہوگئی جیسا کہ قتادہ سے مروی ہے۔

فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ○ تو صبح رہ گیا جیسے پھل ٹوٹا ہوا۔

"صریم" فعیل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے کالبستان الذی صرمت ثمارہ بحیث لم یبق فیھا شئی۔ یعنی وہ اس باغ کی طرح ہو گیا جس کے میوے پھل توڑ کر چن لئے گئے ہوں گویا اس میں کوئی پھل باقی نہ رہا ہو۔ ابن عباس کا قول ہے "کالرماد الاسود وھو بھذا المعنی لغۃ خریمۃ و عنہ ایضا الصریم رملۃ بالیمن معروفۃ لا تنبت شیئا کہ سیاہ راکھ کی طرح ہو گیا اور ایسا معنی بنو خزیمہ کے لغت کے اعتبار سے ہے۔ اور ان ہی سے یہ بھی منقول ہے صریم سے مراد یمن کی وہ معروف ریتلی زمین ہے جس میں کچھ نہیں اگتا۔ منذر، فراء اور ایک جماعت کا قول ہے الصریم اللیل والمراد أصبحت محترقۃ تشبہ اللیل فی السواد صریم سے مراد رات ہے اور مراد یہ ہے کہ باغ جل کر رات کے مشابہ سیاہ

ہوگیا۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِیْنَ ۝ اَنِ اغْدُوْا عَلٰی حَرْثِکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰرِمِیْنَ ۝ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ یَتَخَافَتُوْنَ ۝ اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْکُمْ مِّسْکِیْنٌ ۝ وَّغَدَوْا عَلٰی حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ ۝

پھر انہوں نے صبح ہوتے ایک دوسرے کو پکارا۔ کہ تڑکے اپنی کھیتی کو چلو اگر تمہیں کاٹنی ہے۔ تو چلے اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے کہ ہرگز آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں آنے نہ پائے۔ اور تڑکے چلے اپنے اس ارادہ پر قدرت سمجھتے۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِیْنَ ۝ پھر انہوں نے صبح ہوتے ایک دوسرے کو پکارا

(فَتَنَادَوْا) نادی بعضھم بعضا اُن میں سے بعض نے بعض کو پکارا

(مُصْبِحِیْنَ ۝) لقسمھم السابق یعنی جیسا کہ اُن کے قسمیں کھانے کے بارے میں گزار وہ اپنے طے شدہ فیصلہ کے مطابق صبح ہوتے ہی اُٹھ کر باہم ایک دوسرے کو آواز دی۔

(اَنِ اغْدُوْا) کہ تڑکے

ای خرجوا علی ان یعنی اپنے کھیتی پر پہنچنے کے لیے نکلو اَنِ اغْدُوْا بمعنی اُخْرُجُوْا (نکلو) ہے۔

(عَلٰی حرثکم) اپنی کھیتی پر

ای بساتنکم یعنی تم اپنے باغ پر (پہنچنے کے لیے نکلو)۔

(اِنْ کُنْتُمْ صٰرِمِیْنَ ۝) اگر تمہیں کاٹنی ہے۔

ای قاصدین للصرم وقطع الثمار فاغدوا وقیل یحتمل ان یکون المراد ان کنتم اھل عزم واقدام علی رایکم یعنی اگر تم کھیتی کاٹنے اور پھل توڑنے / چننے کا پکا ارادہ رکھتے ہو تو تڑکے تڑکے کھیتی پر پہنچ جاؤ اور کہا گیا ہے کہ اس امر کا احتمال ہے کہ اس / سے ان کی مراد یہ ہو اگر تم پختہ ارادہ رکھتے ہو اور اپنی رائے کے مطابق واقعی عمل کرنا چاہتے ہو تو کھیتی پر صبح ہوتے ہی پہنچ جاؤ۔

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ یَتَخَافَتُوْنَ ۝ تو چلے اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے۔

ای یتشاورون فیما بینھم بطریق المخافتہ یعنی اس کے بارے میں (اپنے فیصلہ یا باغ کی فصل کے بارے میں) باہم خفیہ انداز میں (چپکے چپکے) مشورہ کرتے تھے۔ خفی بمعنی الکتم ہے یعنی

چھپا کر بات کرتے تھے۔ خفت اور خفد کے معنی بھی یہی ہیں۔

اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ مِّسْكِیْنٌ ○ کہ ہرگز آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں نہ آنے پائے۔

(اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ مِّسْكِیْنٌ ○) ای الجنۃ یعنی باغ میں آج تمہارے پاس کوئی مسکین ہرگز داخل نہ ہو لا یدخلن میں نہی مؤکد بنون ثقیلہ ہے جو مبالغہ پر دلالت کر رہی ہے کہ آج کسی مسکین کو باغ میں ہرگز داخل نہ ہونے دینا اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا ایسا کہنا بتقدیر قول تھا اور اس میں عامل یتخافتون ہے یعنی وہ لوگ جب چلے تو باہم آہستہ آہستہ کہتے تھے کہ آج ہم باغ میں اپنے پاس کسی بھی مسکین کو داخل نہ ہونے دیں گے۔

وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ ○ اور تڑکے چلے اپنے اس ارادہ پر قدرت سمجھتے۔

ای منع کما قال ابو عبید وغیرہ من قولھم حاردت الابل اذا قلت البانھا وحاردت السنۃ قل مطرھا وخیرھا۔ یعنی مسکینوں کو روکنے کے ارادہ کے ارادہ پر قدرت سمجھتے جیسا کہ ابو عبید اور اس کے علاوہ کا قول ہے اور حرد کا معنی میں ان کا قول ہے کہ اونٹنی کا دودھ جب کم ہو جائے تو کہتے حاردت الابل اور یونہی جس سال میں بارش اور اس کی برکت کم ہو تو کہتے ہیں حاردت السنۃ اور علی (حرف جار) قول الٰہی قدرین سے متعلق ہے اور حصر کے لیے مقدم اور فواصل کی رعائت کے لیے آیا ہے ای وغدوا قادرین علی منع لا غیر والمعنی انھم عزموا علی منع المساکین وطلبوا حرمانھم وتکدھم وھم قادرون علی نفعھم فغدوا بحال لا یقدرون فیھا الا علی المنع والحرمان وذلک انھم طلبوا حرمان المساکین فتعجلوا الحرمان یعنی وہ تڑکے چلے صرف مساکین کو ہی روکنے کی قدرت سمجھتے مطلب یہ ہے کہ انہوں نے مساکین کو روکنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور ان کی محرومی اور بربادی (سختی کے برتاؤ کے ساتھ تکلیف دینا) چاہی اور (یہ جانا) کہ وہ اس باغ سے اپنے نفع پر قدرت رکھتے ہیں

ایک قول ہے کہ حرد کے معنی غیظ و غضب کے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان لوگوں کی رائے میں انہیں اپنے باغ اور اس کے ثمرات پر قدرت حاصل تھی اور وہ اسی قدرت کے ارادہ پر صبح دم چل نکلے۔ ازہری کا قول ہے "حرد" ان کی بستی کا نام تھا اور سُدی کا قول ہے کہ ان کے باغ کا نام تھا اور آلوسی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں اس

سے مُراد ایسا نہیں ہے۔ اور ایک قول ہے کہ حرد سے مراد الانفراد الگ کر دینا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے حرد عن قومہ اذا تنحی عنھم۔ اپنی قوم سے علیحدہ ہو گیا جب اُن سے کسی کام سے الگ ہو گیا یا ایک طرف ہو گیا تو اس تقدیر پر معنی یوں کہ وہ لوگ اپنی کھیتی یا اپنے باغ کے لیے مساکین سے علیحدہ ہو کر نکل پڑے کہ مسکینوں میں سے کوئی ان کے ساتھ نہ ہو یہ قدرت سمجھتے کہ وہ اُسے کاٹ لیں گے۔

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝

پھر جب اُسے دیکھا بولے بے شک ہم راستہ بہک گئے۔ بلکہ ہم بے نصیب ہوئے۔

(فَلَمَّا رَاَوْهَا) پھر جب اُسے دیکھا۔

اول ما وقع نَظَرھم علیھا۔ جو کچھ ہو چکا تھا اس پر جب نظر ڈالی یعنی انہوں نے دیکھا کہ باغ کو بگولے کی آگ نے برباد کر دیا تھا اور اس میں میوہ و پھل وغیرہ کا کوئی نشان تک نہیں تھا۔

(قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۝) بولے بے شک ہم راستہ بہک گئے۔

طریق جنتنا وماھی بھا قالہ قتادہ قیل تضالون عن الصواب فی غدونا علی نیۃ منع المساکین ولیس بذالک۔ وہ گویا ہوئے کہ ہم اپنے باغ کا راستہ بھول گئے ہیں اور وہ یعنی ہمارا باغ یہاں نہ تھا یا یہ ہمارا باغ نہیں یہ قول قتادہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہوا ہے ہم اس باغ کے منافع سے مساکین کو نہ دینے کی نیت کر کے جو چل پڑے تھے تو ہم سیدھی راہ سے بہک گئے تھے یعنی ہم نے مساکین کا حصہ روک کر خطا کی۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جب انہوں نے باغ کو برباد دیکھا تو کہنے لگے یہ ہمارا باغ نہیں ہے اور ہم راستہ بھول گئے ہیں لیکن جب اس باغ کو غور سے دیکھ کر پہچان لیا کہ ہمارا ہی باغ ہے تو کہنے لگے کہ ہم نے باپ دادا کے نیک طریقے کو چھوڑا اور مساکین کا حصہ روک کر سخت خطا کے مرتکب ہوئے۔

(بل نحن محرومون ۝) بلکہ ہم بے نصیب ہوئے۔

قالوہ بعد ما تاملوا وقفوا علی حقیقۃ الامر مضربین عن قولھم الاول ای لسنا ضالین بل نحن محرومون حرمنا خیرھا بجنایتنا علی انفسنا۔ انہوں نے ایسا جب کہا جب انہوں نے غور کیا اور حقیقت نفس الامری سے واقف ہوئے جیسا کہ ان کے پہلے قول (انا لضالون) سے واضح ہے کہ ہم راستہ ہی نہیں بھولے یا بہکے بلکہ ہم اس باغ کی بھلائی سے محض اس لیے محروم ہو گئے ہیں کہ ہم نے اپنی جانوں کو مساکین کے جرم سے یا محض اپنے نفوس کے لیے پھل چننے کے ارادے کے (گناہ) جرم کے مرتکب ہوئے۔

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝ اُن میں جو سب سے زیادہ سمجھدار تھا بولا کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تسبیح کیوں نہیں کرتے۔

(قَالَ اَوْسَطُهُمْ) ان میں جو سب سے غنیمت تھا۔

ای احسنھم وارجحھم عقلا ورأیا او اوسطھم سنا یعنی اُن تینوں بھائیوں میں سے جو سب سے زیادہ اچھا (عُمدہ یا خوش رو) اور اُن میں عقل و رائے میں بڑھ کر (سمجھدار) تھا یا عمر کے لحاظ سے متوسط عمر کا تھا، اس شخص نے کہا۔

(اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝) کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تسبیح کیوں نہیں کرتے۔

ای لولا تذکرون اللہ تعالیٰ وتتوبون الیہ من خبث نیتکم وقد کان قال لھم حین عزموا علی ذلک اذکروا اللہ تعالیٰ وتوبوا الیہ عن ھذہ نیۃ الخبیثۃ من فورکم وسارعوا الی حسم شرھا قبل حلول النقمۃ فعصوہ فعیرھم ویدل علی ھذا المعنی۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں یاد کرتے اور اپنی نیت کی خرابی سے اس کی جناب میں توبہ کیوں نہیں کرتے اور بلا شبہ اُس نے (اوسطھم) نے انہیں اس وقت کہا تھا جب وہ اس امر (مساکین کو محروم کرنے) کا پکا ارادہ کر رہے تھے کہ تم لوگ اللہ کو یاد کرو اور اس خبیث نیت سے اس کے حضور اسی وقت فوراً توبہ کرو اور اُس ارادۂ بد کے جڑ سے کاٹ دینے والی برائی کے ازالے کے لیے اللہ کی طرف خلوص سے دوڑو (کوشش کرو) اس سے پہلے کہ انتقام و سزا کا وقت آپہنچے تو ان لوگوں (دوسرے بھائیوں) نے اس کی بات نہ مانی تو اس نے انہیں شرم دلائی اور یہ اسی معنی پر دلالت کرتا ہے، اَلَمْ میں استفہام تقریری ہے اور ایک قول ہے کہ کیا میں نے تمھیں نہیں کہا تھا کہ انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے، ابو صالح کا قول ہے کہ وہ لوگ انشاء اللہ کہنے کی بجائے تسبیح (سبحان اللہ) کہتے تھے اور تسبحون کا مطلب یہی ہے ایک قول ہے کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کا شکر کرو۔ اُس نے تمھیں یہ باغ بطور نعمت عطا کیا۔ اور مساکین کو کیوں روکتے ہو ایک قول ہے کہ تسبیح بمعنی استغفار ہے کہ تم اس امر سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور بخشش کیوں نہیں مانگتے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ بولے پاکی ہے ہمارے رب کو بے شک ہم ظالم تھے۔

لان التسبیح ذکر اللہ تعالیٰ وانا کنا الخ ندامۃ واعتراف بالذنب فھو توبۃ کیونکہ تسبیح اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے ہے اور انا کنا ظلمین کا کہنا ندامت (خطا پر شرمندگی کا اظہار)

اور گناہ کا اعتراف ہے تو یہی توبہ ہے۔ سُبْحٰنَ رَبِّنَا کہنے میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی پاکی کا اقرار اور اس امر کا اظہار ہے کہ ذات باری ظلم سے پاک ہے اور یہ کہنا کہ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ اعتراف حقیقت ہے جو واضح طور پر توبہ ہے۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝ اب ایک دوسرے کی طرف ملامت کرتا متوجہ ہوا۔

یلوم بعضھم بعضاً ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کیونکہ اُن میں سے کوئی وہ تھا جس طرح کہ گزرا کہ اس نے امر کا اشارہ کیا تھا اور انہی میں سے کوئی تھا جس نے اس کی تصدیق وفیصلہ کیا اور انہی میں سے کوئی تھا جو اس امر پر راضی چپکا رہا تھا اور انہی میں سے کوئی تھا جس نے اس امر سے منع کیا تھا۔ يَتَلَاوَمُوْنَ اَقْبَلَ کے فاعل اور مفعول سے حال ہے جس کا مطلب کہ وہ سب اسی حال میں ایک ہی کشتی کے سوار تھے۔ یعنی سبھی نے اعتراف خطا اور حد سے تجاوز کا اقرار کیا۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝ بولے ہائے خرابی ہماری بے شک ہم سرکش تھے۔

ای متجاوزین حدود اللہ۔ یعنی ہم نے اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کیا اور اس کی نعمت کا شکریہ نہ ادا کیا اور اپنے بزرگوں کے نیک طریقہ کو اپنے نفوس کے طمع کی خاطر چھوڑا اور مساکین کو خواہ مخواہ محروم کرنے کا مشورہ کیا اور اپنے اس ارادۂ بد پر قدرت سمجھی لہٰذا ہم پہ افسوس ہے کہ سرکشی کا اظہار ہماری جانب سے ہوا۔

عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝ اُمید ہے کہیں ہمارا رب اس سے بہتر بدل دے، ہم اپنے رب کی طرف رغبت لاتے تھے۔

(عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا) اُمید ہے کہیں ہمارا رب اس سے بہتر بدل دے۔

ای یُعطینا بدلا منھا ببرکۃ التوبۃ والاعتراف بالخطیئۃ۔ یعنی قریب ہے کہ ہمیں اللہ توبہ کی برکت اور ہمارے گناہ کے اعتراف پر اس کا بہتر بدل (عوض) عطا فرمائے (ای من تلك الجنتہ) یعنی اس باغ سے بہتر باغ عطا فرمائے۔

(اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝) ہم اپنے رب کی طرف رغبت لاتے ہیں۔

(اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا) لا الی غیرہ سبحانہٗ یعنی صرف حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں "اِلیٰ" انتہائے رجوع پر دلالت کر رہا ہے۔

(رَاغِبُوْنَ) راجعون العفو طالبون الخیر والی لانتہاء الرغبۃ اولتضمنہا معنی الرجوع وعن مجاھد انھم تابوا فابدلوا خیراً منہا وروی انھم تعاقدوا وقالوا ان ابدلنا اللّٰہُ تعالیٰ خیر منہا لنصنعن کما صنع ابونا فدعوا اللّٰہ عز وجل وتضرعوا الیہ سبحانہٗ فابدلھم اللّٰہ تعالیٰ من لیلتھم ما ھو خیر منہا وَقَالَ ابن مسعود بلغنی ان القوم دعوا اللّٰہ تعالیٰ وَاَخْلَصوا وعلم اللّٰہ تعالیٰ منھم الصدق فابدلھم بھا جنۃ یقال لھا الحیوان فیھا عنب یحمل علی البغل منہا عنقود۔ ہم درگزر (معافی) کی اُمید رکھتے ہیں اور بھلائی مانگتے ہیں اور حرف جار اِلیٰ منتہائے رغبت کے لیے ہے یا رجوع کے معنی پر متضمن ہے اور مجاہد سے مروی ہے کہ بلا شبہ ان لوگوں نے توبہ کی تو اُس باغ کے بدلے میں اس سے بہتر باغ دیئے گئے اور روایت کیا گیا ہے کہ بلا شبہ انہوں نے عہد باندھا اور کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس باغ سے بہتر ہمیں بدل عطا فرمایا تو بالضرور ہم اُسی طریق کو اپنائیں گے جس طرح کہ ہمارا باپ کرتا تھا۔ تو انہوں نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے دُعا کی اور اس کی جناب میں گریہ وزاری کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بہتر عطا فرمایا اُس سے جوان کے لیے سوختہ ہو گیا تھا اور ابن مسعود کا فرمانا ہے کہ مجھے خبر پہنچی کہ ایک قوم نے اللہ سے دعا مانگی اور اخلاص کا اظہار کیا اور اللہ نے اُن سے دعا کی سچائی جانچ لی تو انہیں اس کے بدلے میں بہتر باغ عطا فرمایا جسے "الحیوان" کہتے تھے اُس میں انگوروں کے ایک خوشے کو خچر پر لادا جاتا تھا۔ ابو خالد یمانی کا قول ہے کہ میں نے وہ باغ دیکھا اور اس میں ہر خوشہ کھڑے حبشی مرد کی طرح تھا۔ ابو حیان کا کہنا ہے کہ یہ لوگ بے شک مومنین تھے کہ اُن سے نافرمانی (گناہ) سرزد ہوا اور انہوں نے توبہ کی اور بعض سے حکایتاً منقول ہے کہ وہ اہل کتاب میں سے تھے تستری کا قول کہ ان لوگوں کا کہنا بہت عظمت والی بات ہے کہ اُنہوں نے توبہ کی اور مخلص رہے اور جس نے ان کے مومن ہونے میں توقف کیا اور کہا مجھے معلوم نہیں کہ ان کا یہ قول "انا الی ربنا راغبون" ایمان پر دلالت کرتا ہے یا ایک حد پر تھا کہ وہ مشرکوں میں سے نہ تھے جب انہیں بلا پہنچی۔ اور قتادہ سے پوچھا گیا کہ آیا وہ اہل جنت سے تھے یا اہل دوزخ سے تو آپ نے سائل سے کہا بلا شبہ تو نے مجھے جھنجھوڑ کر تکلیف پہنچائی۔

کَذٰلِکَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ — مار ایسی ہوتی ہے اور بے شک آخرت

الآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُوْنَ ۝ لی مار سب سے بڑی کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے ۔

(کَذٰلِکَ الْعَذَابُ) مار ایسی ہوتی ہے ۔

ای مثل ذلک العذاب الذی بلونا به اهل مکة من الجدب الشدید واصحاب الجنة مما نقص عذاب الدنیا ۔

یعنی جیسا عذاب ہم نے اہلِ مکہ پر شدید قحط کی صورت میں اور باغ والوں پر اتارا ایسا ہی نافرمانوں پر دنیا میں آتا ہے ۔

(وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَکْبَرُ) اور بے شک آخرت کی مار سب سے بڑی

ای اعظم واشد یعنی کفر و سرکشی، معصیت اور ناشکرگزاری کا عذاب دنیا کے عذاب سے کہیں شدید بڑا ہے اور ایسا ہے کہ زائل ہونے یا ٹل جانے والا ہے ہی نہیں ہے ۔ لہذا اہلِ مکہ کو ہوش کے ناخن لینا چاہیے ۔

(لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝) کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے ۔

ای لو کان من أهل العلم لعلموا انه اکبر ولاخذ وامنه حذرهم یعنی اگر وہ اہلِ علم میں سے (جاننے والے) ہوتے تو بالضرور جانتے کہ بے شک آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے اور اس سے بچنے کا خوف اُن سے دور نہ ہوتا اور وہ اس بچنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے اور معصیت و سرکشی کی راہ اختیار نہ کرتے ۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ القلم پ ۲۹

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝ — بے شک ڈر والوں کے لیے ان کے رب کے پاس چین کے باغ ہیں ۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ۝ — کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کر دیں ۔

مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ — تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو ۔

اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝ — کیا تمہارے لیے کوئی کتاب ہے اس میں پڑھتے ہو ۔

اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ۝ — کہ تمہارے لیے ہے اس میں جو تم پسند کرو ۔

اَمْ لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ — یا تمہارے لیے ہم پر کچھ قسمیں ہیں قیامت تک

إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ۝

پہنچتی ہوئی کہ تمہیں ملے گا جو کچھ دعویٰ کرتے ہو۔

سَلْهُمْ أَيُّهُم بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ۝

تم ان سے پوچھو ان میں کونسا اس کا ضامن ہے

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝

یا ان کے پاس کچھ شریک ہیں تو اپنے شریکوں کو لے کر آئیں اگر سچے ہیں۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝

جس دن ایک ساق کھولی جائے گی (جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے) اور سجدہ کو بلائے جائیں گے تو نہ کر سکیں گے۔

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ۝

نیچی نگاہیں کیے ہوئے ان پر خواری چڑھ رہی ہوگی اور بے شک دنیا میں سجدہ کے لیے بلائے جاتے تھے جب تندرست تھے۔

فَذَرْنِي وَمَن يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝

تو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اسے مجھ پر چھوڑ دو قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہو گی۔

وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝

اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۝

یا تم ان سے اجرت مانگتے ہو کہ وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔

أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝

یا ان کے پاس غیب ہے کہ وہ لکھ رہے ہیں۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝

تو تم اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو اور اس مچھلی والے کی طرح نہ ہونا جب اس حال میں پکارا کہ اس کا دل گھٹ رہا تھا۔

لَّوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝

اگر اس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی تو ضرور میدان پر پھینک دیا جاتا الزام دیا ہوا۔

فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

تو اسے اس کے رب نے چن لیا اور اپنے قرب کے خاص سزاواروں میں کر لیا۔

وَاِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَکَ
بِاَبۡصَارِهِمۡ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکۡرَ وَیَقُوۡلُوۡنَ
اِنَّهٗ لَمَجۡنُوۡنٌ ۝
وَمَا هُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝

اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی
بد نظر لگا کر تمہیں گرادیں گے جب قرآن سنتے ہیں اور
کہتے ہیں یہ ضرور عقل سے دور ہیں۔
اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لیے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ القلم پ ۲۹

ان - بیشک	للمتقین - پرہیزگاروں کیلئے	عند - پاس	ربھم - انکے رب کے
جنت - باغ ہیں	النعیم - نعمتوں والے	افنجعل - کیا ہم کردینگے	المسلمین - مسلمانوں کو
کالمجرمین - مجرموں کی طرح	ما - کیا ہے	لکم - تم کو	کیف - کیسے
تحکمون - فیصلے کرتے ہو	ام - کیا	لکم - تمہارے پاس	کتب - کتاب ہے کہ
فیہ - اس میں	تدرسون - پڑھتے ہو	ان - بیشک	لکم - تمہارے لیے
فیہ - اس میں	لما - جو	تخیرون - تم پسند کرو	ام - کیا
لکم - تمہارے لیے	ایمان - قسمیں ہیں	علینا - ہم پر	بالغۃ - پہنچنے والی
الی - طرف	یوم - دن	القیمۃ - قیامت کے	ان - بیشک
لکم - تمہارے لیے ہے	لما - جو	تحکمون - تم فیصلہ کرو	سلھم - پوچھ ان سے
ایھم - کونسا انکا	بذلک - اس کا	زعیم - ذمہ دار ہے	ام - کیا
لھم - ان کے	شرکاء - شریک ہیں	فلیاتوا - پس لے آئیں	بشرکائھم - اپنے شریکوں کو
ان - اگر	کانوا - ہیں وہ	صدقین - سچے	یوم - جس دن
یکشف - کھولا جائیگا	عن ساق - پنڈلی کو	و - اور	یدعون - بلائے جائینگے
الی - طرف	السجود - سجدے کی	فلا - تو نہ	یستطیعون - طاقت رکھیں گے
خاشعۃ - نیچی ہونگی	ابصار - آنکھیں	ھم - ان کی	ترھقھم - ڈھانپے گی انکو
ذلۃ - ذلت	و - اور	قد - بیشک	کانوا - تھے وہ
یدعون - بلائے جاتے	الی - طرف	السجود - سجدے کی	و - اور
ھم - وہ	سالمون - تندرست تھے	فذر - تو چھوڑ	نی - مجھ کو

و۔اور	من۔اسکو جو	یکذب۔جھٹلاتا ہے	بھذا۔اس
الحدیث۔بات کو	سنستدرجھم۔جلدی کھینچیں گے ہم ان کو		من حیث۔جہاں سے
لا۔نہیں	یعلمون۔جانتے	و۔اور	املی۔میں ڈھیل دیتا ہوں
لھم۔ان کو	ان۔بیشک	کیدی۔میری تدبیر	متین۔مضبوط ہے
ام۔کیا	تسئلھم۔مانگتا ہے تو ان سے	اجرا۔مزدوری	فھم۔تو وہ
من مغرم۔تاوان سے	مثقلون۔بوجھل ہیں	ام۔کیا	عندہ۔پاس
ھم۔ان کے	الغیب۔غیب ہے	فھم۔کہ وہ	یکتبون۔لکھتے ہیں
فاصبر۔تو صبر کر	لحکم۔واسطے حکم	ربک۔اپنے رب کے	و۔اور
لا۔نہ	تکن۔ہو تو	کصاحب الحوت۔مچھلی والے کی طرح	
اذ۔جب	نادی۔پکارا اس نے	و۔اور	ھو۔وہ
مکظوم۔غمگین تھا	لو۔اگر	لا۔نہ ہوتا	ان۔یہ کہ
تدارکہ۔پالیا اسکو	نعمۃ۔نعمت	من ربہ۔اسکے رب کی نے	لنبذ۔تو پھینک دیا جاتا
بالعراء۔میدان میں	و۔اور	ھو۔وہ ہوتا	مذموم۔الزام دیا ہوا
فاجتبہ۔تو چن لیا اسکو	ربہ۔اس کے رب نے	فجعلہ۔تو بنایا اسکو	من الصلحین۔نیک
لوگوں سے	و۔اور	ان۔بیشک	یکاد۔قریب ہیں
الذین۔وہ لوگ جو	کفروا۔کافر ہیں	لیزلقونک۔ضرور گرادیں گے تم کو	
بابصارھم۔اپنی بد نظروں کے ساتھ		لما۔جبکہ	سمعوا۔سنی انہوں نے
الذکر۔نصیحت	و۔اور	یقولون۔کہتے ہیں	انہ۔بیشک وہ
لمجنون۔دیوانہ ہے	و۔اور	ما۔نہیں	ھو۔وہ
الا۔مگر	ذکر۔نصیحت ہے	للعلمین۔جہان والوں کے لیے۔	

مختصر تفسیر اُردو رکوع دوسرا سورۃ القلم پ ۲۹

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ○ بے شک ڈر والوں کے لیے ان کے رب کے پاس چین کے باغ ہیں

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ) بے شک ڈر والوں کے لیے۔

ای من الکفر کما فی الجراد منہ ومن المعاصی کما فی الارشاد یعنی کفر و سرکشی، انکار

وعناد سے بچنے والے۔ جیساکہ بحر میں ہے یا کفر و معصیت سے بچنے والے جیساکہ ارشاد میں ہے۔

(عِنْدَ رَبِّهِمْ) ان کے رب کے پاس

ای فی الآخرۃ ۔ یعنی آخرت میں اور یہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ مختص ہے کہ اُس میں اس کے سوا کوئی متصرف نہیں یا مطلب ہے از جوار قدسہ یعنی اس کے قرب و حضور میں۔

(جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ٥) چین کے باغ ہیں۔

جَنّاتٍ لیس فیھا الا التنعم الخالص عن شائبۃ ما ینغصہ من الکدورات وخوف الزوال واخذ الحصر من الاضافۃ الی لنعیم لافادتہا التمیز من جنات الدنیا الغالب علیھا النغص۔

ایسے باغات جن میں بس ایسی خالص پاکیزہ نعمتیں ہیں جو ہر قسم کی کدورات سے بگڑنے کے شائبہ رخیال ۔ وہم) تک سے پاک ہیں اور ان کے ختم یا زائل ہونے کا کوئی خوف نہیں اور اضافت سے نعیم پر حصر کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی دنیا کے باغات سے تمیز ہو جائے اور گویا ہے باغاتِ دنیا پر تعریض ہے کہ دنیا کے باغوں پر تکدر (بگڑ جانے ، خراب ہونے کا غلبہ ہوتا ہے ۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ ایسے باغات ہوں گے جن سے راحت و چین اور آرام و آسائش کے سوا کچھ نہیں اور وہاں کی ہر شئے تکدر سے پاک ہے۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ٥ کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کردیں۔

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ٥ تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔

(اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ٥) کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کردیں۔

تقریر لما قبلہ من فوز المتقین ورد لما یقول الکفرۃ عند سماعھم بحدیث الآخرۃ وَمَا وعد اللہ تعالیٰ ان صح أنا نبعث کما یزعم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن معہ لم یکن حالنا وحالھم الا مثل ما ھی فی الدنیا والا لم یزیدوا علینا ولم یفضلونا وأقصی أمرھم ان یسا وونا والھمزۃ للانکار والفاء للعطف والعطف علی مقدر یقتضیہ المقال ای نحیف فی الحکم فیجعل المسلمین کالکافرین ثم قیل لھم بطریق الالتفات لتاکید الرد وتشدیدہ۔

اس آیت سے پہلے متقین (پرہیزگار مومنین) کی اُخروی کامیابیوں کا تذکرہ ہوا اور مجرموں کے

ہے عذاب کی وعید گزری جب مشرکین وکفار نے متقین کی اُخروی نعمتوں کا تذکرہ سنا تو انہوں نے کہا کہ جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر صحیح ہوا کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھائے جائیں گے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب گمان کرتے ہیں تو ہمارا حال اور تمہارا حال ایک جیسا نہ ہوگا مگر بالکل اسی طرح جس طرح دنیا میں ہے اور وہ یہ کہ تمہیں ہماری نسبت زیادہ آسائش نہ ملے گی اور نہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت وبرتری حاصل ہوگی اور تمہارا معاملہ ہم سے کمتر ہی رہے گا اگر وہ ہمارے برابر ٹھہرائے گئے (ہم تمہاری نسبت اچھے رہیں گے) ہمزہ استفہام انکاری کے لیے ہے اور فاء عطف کے لیے ہے اور عطف علیٰ مقدر کا مقتضیٰ یہ کلام ہے کہ تمہارے فیصلہ یا سوچ پر افسوس ہے کہ ہم مسلمانوں کو کافروں جیسا کر دیں گے یعنی کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں پر فضیلت نہ دیں گے اور کیا ہم مسلمانوں کو کافروں کی طرح کر دیں گے پھر بطریق التفات اُن سے (کفار) کہا گیا ہے تاکہ ان کے مقولہ کی بشدت تردید ہو۔ جیسا کہ اگلی آیت میں ہے۔

(مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝) تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔

تعجبا من حكمهم واستبعاد له وايذانا بانه لا يصدر من عاقل اذ معنى مالكم اى شئ حصل لكم من خلل الفكر وفساد الرأى۔

تمہارے اس فیصلہ (سوچ) پر تعجب ہے اور یہ فیصلہ نہ صرف عقل سے بعید ہے بلکہ اس امر کا واضح اعلان ہے کہ ایسا فیصلہ کسی ہوش مند سے صادر نہیں ہو سکتا کیونکہ مقتضائے عقل تو یہ بات ہے کہ مسلمان کا حال کافر ومشرک ومجرم سے ہر نوع اچھا ہو "مَا لَكُمْ" کے معنی یہ ہوں گے یعنی جو شئے تمہیں حاصل ہوئی ہے (فیصلہ سوچ) تو یہ تمہاری سوچ کی خرابی اور رائے کا فساد ہے یعنی تمہاری حماقت وجہالت ہے جو تم ایسا کہہ رہے ہو۔

اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۝

کیا تمہارے لیے کوئی کتاب ہے اُس میں پڑھتے ہو کہ تمہارے لیے اس میں جو تم پسند کرو یا تمہارے لیے ہم پر کچھ قسمیں ہیں قیامت تک پہنچتی ہوئی کہ تمہیں ملے گا جو کچھ دعویٰ کرتے ہو۔

(اَمْ لَكُمْ كِتٰب) کیا تمہارے لیے کوئی کتاب نازل من السماء یعنی کیا تمہارے لیے کوئی کتاب آسمان سے اُتری ہوئی ہے اَمْ بمعنی

بل ہے جس کا معنی یہ ہے کہ جب عقلاً مسلمان و مجرم برابر نہیں تو کیا تمہارے پاس کوئی دلیل نقلی وسمعی ہے۔

(فِيْهِ) اس میں

ای فی الکتب یعنی اس کتاب میں یا اس کتاب کے بیچ (اندر) اور فآء حرف جارہ تدرسون سے متعلق ہے۔

(تَدْرُسُوْنَ ٥) تم پڑھتے ہو۔

ای تقرؤن فیہ یعنی اس کتاب میں تم پڑھتے ہو اور تدرسون جملہ کتاب کی صفت ہے۔

(اِنَّ لَکُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ٥) کہ تمہارے لیے اس میں جو پسند کرو۔

ای للذی تختارونہ وتشتھونہ۔ یعنی اُس دلیل (کتاب) سمعی میں تم پڑھتے ہو کہ تمہیں وہ حاصل ہوگا جو تم اختیار کروگے اور جو تم پسند کروگے (چاہو گے) اِنَّ زبر کے ساتھ آیا ہے اور اَنَّ نہیں پڑھا گیا لیکن الیسا لَمَا تَخَيَّرُوْنَ کے لام کی علت ہے اور قول محذوف ہے۔ اور اعرج نے آنَّ پڑھا ہے یعنی استفہام کے ساتھ جس کا مطلب ہے کہ یہ کلام مستانفہ ہے۔

(اَمْ لَکُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا) یا تمہارے لئے ہم پر کچھ قسمیں ہیں۔

ای اقسام وفسرت بالعھود واطلاق الایمان علیھا من اطلاق الجزء علی الکل او اللازم علی الملزوم۔ یعنی قسمیں اور معاہدہ کے ساتھ بھی اس کی تفسیر کی گئی اور اس پر ایمان کا اطلاق گویا جزء بول کر کل مراد ہے یا لازم کے لیے جو ملزوم پر لازم ہو۔ در عہد یمین (قسم) کی طرح ہے۔

(بَالِغَةٌ) پہنچتی ہوئی۔

ای أقصی مایمکن والمراد متناھیۃ فی التوکید۔ یعنی دور تک پہنچا ہو جہاں تک ممکن ہو اور اس سے مراد انتہائی مؤکد ہے یعنی جب تک وہ قسم پوری نہ ہو ذمہ داری باقی رہے۔ ایک قول ہے کہ بالغۃٌ سے مراد غائت درجہ کی قسم ہے۔

(اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ) قیامت کے دن تک

ای ثابتۃ لکم الی یوم القیامۃ لا تخرج عن عھدتھا الا یومئذ اذا حکمنا کم واعطینا کم ما تحکمون یعنی وہ پختہ قسمیں تمہارے لیے قائم و ثابت رہیں قیامت کے دن تک کہ ہم اس کے عہد سے (ذمہ داری سے) نہ نکلیں سوائے اس کے کہ اس روز کہ ہم تمہارا فیصلہ کر دیں اور تمہیں تمہارے دعویٰ کے مطابق دے دیں۔

(اِنَّ لَکُمْ لَمَا تَحْکُمُوْنَ ۝) کہ تمھیں ملے گا جو کچھ دعویٰ کرتے ہو۔
یہ قسم کا جواب ہے کہ ایمان کا لفظ قسم کے مفہوم کو شامل تھا ای امر اقسمنا لکم۔ یعنی کیا ہم نے تمھارے لیے قسم کھائی ہے کہ تمھیں تمھارے دعویٰ کے مطابق دیں گے۔

سَلْهُمْ اَیُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِیْمٌ ۝ۚۛ تم اُن سے پوچھو ان میں کون سا اس کا ضامن ہے
اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْیَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ۝ یا ان کے پاس کچھ شریک ہیں تو اپنے شریکوں کو لے کر آئیں اگر سچے ہیں۔

(سَلْهُمْ اَیُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِیْمٌ ۝) تم ان سے پوچھو ان میں ، کونسا اس کا ضامن ہے۔
ای سلهم مبکتا لهم۔ کفار کو خطاب سے معزول کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ ان کفار سے پوچھیئے کہ ان کے اس دعویٰ کا دعویٰ کرنے والا اور اس دعویٰ کو ثابت کرنے والا کون ہے یا اللہ کے ہاں کفار کے لیے اس دعویٰ قدر و منزلت کا کون ذمہ دار ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے عقلی و نقلی اور سمعی دلائل سے اس امر کی بزور تردید فرمادی ہے تو کفار کے دعویٰ کو ثابت کرنے والا کون ہے ؟ ان کے اس زعم کا مدار کس پر ہے
(اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ) یا ان کے پاس کچھ شریک ہیں۔
یشارکونهم فی هذا القول ویذهبون مذهبهم ان کے اس قول میں شارکت رکھنے والے کچھ شریک ہیں جو ان کے مذہب کے موافق چلتے ہیں یعنی کیا کفار کے پاس کچھ شرکار الوہیت ہیں جو آخرت میں انہیں مسلمانوں سے بہتر و برتر بنا دیں گے۔
(فَلْیَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ) تو اپنے شریکوں کو لے کر آئیں۔
فَ سببیہ ہے اور یَاْتُوْا امر کا صیغہ ہے یعنی اگر تمھارے پاس کچھ شریک الوہیت ہیں تو تم انہیں لے آؤ امر کا صیغہ کفار کے عجز کے اظہار کے لیے ہے کیونکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ شریک و نظیر و مثیل سے پاک ہے اور علم، حیات، قدرت ارادہ اور تکوین و تخلیق کوئی اللہ تعالیٰ کی طرح نہیں تو کفار اللہ جیسا کیسے ثابت کریں اور کیسے پیش کر سکتے ہیں لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وھو الملک الحق المبین۔
اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ۝ اگر وہ سچے ہیں
یعنی اگر وہ اپنے مذعومہ دعوے میں سچے ہیں تو اُن شرکار کو لے کر آئیں۔ در حقیقت وہ جھوٹے ہیں اور ان کا کوئی موافق و ضامن نہیں مخالفتِ حق میں بے پر کی اڑا رہے ہیں۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝

جس دن ایک ساق کھولی جائے گی (جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے) اور سجدہ کے لیے بلائے جائیں گے تو نہ کرسکیں گے۔ نیچی نگاہیں کئے ہوتے ان پر خواری چڑھ رہی ہوگی اور بے شک دنیا میں سجدہ کے لیے بلائے جاتے تھے جب تندرست تھے۔

(يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ) جس دن ایک ساق کھولی جائے گی۔

فالمراد بذلك اليوم عند الجمهور يوم القيامة اور یہاں یوم سے مراد جمہور علماء تفسیر کے نزدیک قیامت کا دن ہے والساق مافوق القدم وكشفها والتشمير عنهما مثل في شدة الامر وصعوبة الخطب۔ اور ساق وہ ہے جو پاؤں کے اوپر کا حصہ ہے یعنی پنڈلی اور اس کا کھلنا اُس سے پردہ ہٹانا ہے یہ معاملہ کی شدت کے لیے اور پیغام نکاح کے لیے تکلیف اور دشواری پر بطور مثال بھی بولا جاتا ہے راجز کا قول ہے۔

"في سنة قد كشفت عن ساقها حمراء تبري اللحم عن عراقها"

قحط و مفلسی میں اس کی پنڈلی کھل گئی۔ اس سال کی سختی نے اس کی رگوں سے گوشت کو الگ کر دیا اس کی رگوں (پٹھوں) کو گوشت سے پاک کر دیا" (سوکھ گئیں)

وقيل سق الشئ اصله الذى به قوامه كساق الشجر وساق الانسان اور ایک قول ہے کہ سق الشی سے مطلب کسی شئے کا پایہ ہے جیسے درخت کا تنا اور انسان کی پنڈلی۔ والمراد يوم يكشف عن اصل الامر فتظهر حقائق الامور واصولها بحيث تعيير عيانا اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس روز معاملے کی اصلیت سے پردہ ہٹے گا اور امور واصول کی حقیقت و تعبیر واشگاف ہو جائے گی۔ اور ربیع بن انس کے کلام میں مفہوم اسی کا اشارہ ہے جس سے عبد بن حمید نے نقل کیا ہے کہ ربیع نے اس ضمن میں کہا يوم يكشف الغطاء اس روز جب کہ پردہ اٹھایا جائے گا جو لوگوں کے دل اور کانوں پر پڑا تھا امام بیہقی نے علی ابن عباس سے اسی مفہوم کے موافق نقل کیا ہے اى حين يكشف الامر وتبدوا الاعمال یعنی جب معاملہ کھولا جائے گا اور اعمال ظاہر کئے جائیں گے اور ساق کا یہاں ذکر بطور استعارہ تصریحیہ ہے اور بعض نے کہا کہ یہ تمثیلی کلام ہے اور اس کو الفاظ کے حوالے سے بالکل نہ دیکھنا چاہیئے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ساق سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ کی

ساق ہے (اور اللہ ہی کو اس کا معنی معلوم ہے، اور یہ کہ اللہ جسم و جسمانیت سے پاک ہے) اور یہ آیت متشابہات سے ہے اور وہ اس پر بخاری و مسلم ونسائی وابن المنذر اور ابن مردویہ کی اس حدیث سے جو ابو سعید سے مروی ہے استدلال کرتے ہیں جس میں ارشاد نبوی ہے یکشف ربنا عن ساقہ فیسجد لہ کل مؤمن ومومنۃ ویبقی من کان یسجد فی الدنیا ریاء وسمعۃ فیذھب لیسجد فیعود ظھرہ طبقا واحدا۔ ہمارا پروردگار اپنے ساق کو کھولے گا تو ہر مومن مرد اور مومنہ عورت اس کے حضور سجدہ بجالائیں گے اور وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دنیا میں نفاق دکھاوے کے لیے سجدہ کرتا ہوگا اور وہ سجدہ کرنا چاہے گا تو ایک طرف اپنی پشت کے بل گرجائے گا۔ اور سعید بن جبیر نے اس کا انکار کیا اور عبد بن حمید اور ابن المنذر نے سعید ابن جبیر سے نقل کیا ہے کہ جب اُن سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو بہت شدید غضب ناک ہوگئے اور فرمایا ان اقواما یزعمون ان اللہ سبحانہ یکشف عن ساقہ وانما یکشف عن الامر الشدید۔ بے شک لوگوں کے گروہوں کا گمان ہے کہ بے شک حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے گا لیکن ایسا ہرگز ہرگز نہیں کہ وہ تو صرف معاملے کی شدت وسختی سے پردہ اٹھناہے۔ جمہور علماء کے نزدیک کشف ساق سے مراد شدت وصعوبت امر ہے جو یوم قیامت ہوگی اور ایسا حساب، جزاوسزا کے وقت ہوگا اور ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ وقت بڑا دشوار ہے تاہم علماء سلف کا طریقہ و دستور یہی ہے کہ وہ متشابہات میں زیادہ کلام نہیں کرتے اور ان کا فرمانا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے جو مُراد حقیقتاً ہے اس کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف تفویض کرتے ہیں اور یہی بات اصولی اور درست ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد یوم قیامت حق سبحانہ وتعالیٰ کی ایک خاص تجلی ہے واللہ اعلم۔

(وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ) اور سجدہ کو بلائے جائیں گے۔

ای توبیخا وتعنیفا علی ترکھم ایاہ فی الدنیا وتحسیرا لھم علی تفریطھم فی ذلك یعنی بطور امتحان اور سختی کے کفار ومشرکین کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا اس وجہ سے کہ انہوں نے اسے دنیا میں تندی کے ساتھ چھوڑا اور انہیں مخالفت میں زیادتی پر حسرت دلانے کے لیے ہوگا۔ تاہم یہ دعوت مقتضائے عظمت الٰہیہ ہوگی کہ جب حقیقت واشگاف ہو گئی تو سجدہ لازم ہوگیا لیکن یہ دعوت تکلیفی نہ ہوگی کہ آخرت میں ایسا نہیں ہے۔

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ تو نہ کر سکیں گے۔

اس لیے کہ وہ اس پر قدرت نہ پائیں گے اور یہ دلالت کر رہا ہے کہ وہ سجدہ کرنے کا قصد تو کریں گے لیکن اُن سے ایسا نہ ہو سکے گا۔ اور عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے "تعقم اصلابھو" ان کی پشتیں تختہ کی طرح ہو جائیں گی بعض علماء اور ابومسلم کا خیال ہے چونکہ آخرت دار تکلیف وعبادت نہیں ہے لہٰذا ایسا دنیا میں ہوگا اور اس وقت جب کسی شخص کا آخری وقت آجاتا ہے اور اُسے فرشتے نظر آتے ہیں تو یہی وہ وقت ہے جب حقیقت کھل جاتی ہے تو اُس وقت وہ ایسا نہ کر سکیں گے یعنی چاہتے ہوئے بھی قدرت نہ پائیں گے کہ وقت جاتا رہا اور بعض علماء کا قول ہے کہ جو شخص منافقت اور ریاء کے لیے سجدے (دنیا میں) کرتا رہا ہوگا تو اللہ اس کی پشت کو تانبے کے تختے کی طرح سخت کر دے گا اور اگر وہ قصد بھی کرے گا تو پشت کے بل گر پڑے گا۔ حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کی عبادت کرنے والے اچھے بُرے لوگوں کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو حق تعالیٰ سُبحٰنہٗ، کشفِ ساق فرمائیں گے " اس وقت اہل ایمان میں منافق لوگ بھی ہوں گے یہ منافق وہ ہوں گے جو فرعی عقائد کے لحاظ سے منافق ہیں لیکن ان کا عقیدہ صحیح ہوگا اور بعض علماء نے گناہ گاروں پر منافق کا لفظ جائز رکھا ہے اور یہاں مراد ایسے ہی گناہ گار مومن ہیں وہ بھی سجدہ نہ کر پائیں گے واللہ اعلم۔ میں کہتا ہوں کہ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ سجدہ پر قدرت کا نہ ہونا اور نہ کر سکنا صرف کفار و مشرکین خالص منافقین کے لیے ہے اور مومنین مراد نہیں ہیں تاہم ریاکاروں اور بے نمازیوں اور بدعقیدہ ایمانداروں کا معاملہ خطرہ سے خالی نہیں اور علماء کا احتمال فرمانا صواب سے دور نہیں۔

(خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ)

یعنی ندامت و ذلت کے اثر سے ان کی نظریں جھکی ہوں گی اور خشوع کی نسبت ابصار کے ساتھ " لظهور اثره فيها " اس میں یعنی نگاہوں میں اس کے اثر کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

(تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ) اُن پر خواری چڑھ رہی ہوگی۔

تلحقهم وتغشاهم ذلة شديدة

ان پر سخت ذلت وپستی اور ندامت وحسرت چھا رہی ہوگی اور انہیں یہ انتہائی خواری لاحق ہوگی (پیش آئے گی)۔

(وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ) اور بے شک دنیا میں سجدہ کے لیے بلائے جاتے تھے۔

فی الدنيا والاظهار في موضع الاضمار لزيادة التقرير او كان المراد به الصلوات المكتوبة كما قال النخعي والشعبي او جميع الطاعات كما قيل والدعوة دعوة التكليف وقال

ابن عباس و ابن جبیر کانوا یسمعون الاذان والنداء للصلوٰۃ فلا یجیبون۔

یعنی دنیا میں اور تفسیروں کے موضع میں یہ اظہار تقریر کی زیادتی اور فاعلوں کی حالت کے لیے ہے یا پھر اس سے مراد فرض پنجگانہ نمازیں ہیں جیساکہ امام ابراہیم نخعی اور امام شعبی کا قول ہے یا اس سے مراد تمام فرماں بر داری کے کام ہیں جیساکہ کہا گیا اور دعوت (بلانے) سے یہاں مراد دعوت تکلیف ہے اور ابن عباس اور ابن جبیر کا قول ہے کہ وہ اذانیں سنتے تھے اور نمازوں کے لیے پکارے جاتے تھے تو وہ اس دعوت کو قبول نہیں کرتے تھے۔ ایک قول ہے کہ انہیں حیاتِ دنیوی میں اذانوں اور تکبیروں میں حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح کہہ کر دعوت طاعت دی جاتی تھی۔

(وَهُمْ سٰلِمُوْنَ) جب تندرست تھے۔

ای فلا یجیبون الیہ ویالونہ، یعنی جب دنیوی زندگی میں توانا تھے تو اس دعوت کو قبول نہ کرتے تھے اور اس سے انکار کرتے تھے یہ اُسی کا نتیجہ ہے کہ یوم قیامت سجدے سے محروم رہے اور ان کی پشتیں تختہ ہوگئیں حالانکہ دُنیا میں ان کی پشتیں نرم تھیں اور جھکنے پر قدرت رکھتے تھے اب یہ محرومی ان کے کفر و انکار کا ثمرہ ہے۔

فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ○

تو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اُسے مجھ پر چھوڑ دو قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی۔

(فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ) تو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اُسے مجھ پر چھوڑ دو۔

یعنی جب ان کافروں کا یہ سب کچھ سننے کے باوجود یہ حال ہے تو ہر اس شخص کو جو قرآن حکیم کو جھٹلاتا ہے مجھ پر چھوڑ دے اور میں اس کے لیے کافی ہوں (اُس سے نمٹ لوں گا) اور اس سے تمہاری تسکین قلبی ہوگی اور تمہارا بوجھ ہلکا ہوگا۔ گویا اس آئت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر داری ہے۔ اور حدیث سے یہاں مراد قرآن حکیم ہے۔ اور کفار کے لیے اس میں سخت تہدید ہے۔

(سَنَسْتَدْرِجُهُمْ) قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے۔ ای سنستنزلهم الی العذاب درجۃ فدرجۃ بالامهال وادامۃ الصحۃ وازدیاد النعمۃ۔ یعنی ہم انہیں عذاب کی طرف رفتہ رفتہ اتاریں گے (پکڑیں گے یا لے جائیں) اور ایسا آہستہ آہستہ دائمی صحت اور نعمتوں کی کثرت کے ساتھ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم انہیں تندرستی اور نعمتوں کی زیادتی میں مبتلا کر کے آہستہ آہستہ

یا اس طرح غافل کر کے درجہ بدرجہ عذاب کے قریب لے جائیں گے۔
(مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝) جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی۔
بے شک ایسا آہستہ آہستہ ہوگا بلکہ وہ یہ گمان کریں گے گویا یہ ان کے لیے خاص ہے اور مومنین پر انہیں فضیلت دی گئی ہے حالانکہ اس کے ساتھ یہ ہی امر ان کی ہلاکت کا باعث و سبب ہوگا اور انہیں عذاب میں مبتلا ہونے کا پتہ ہی نہ چل سکے گا۔

وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ — اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔

(وَاُمْلِيْ لَهُمْ) اور میں انہیں ڈھیل دوں گا۔
واُمھلھم لیزدادوا اثما وھم یزعمون ان ذلک لارادۃ الخیر بھم۔ اور میں انہیں مہلت دوں گا یا ان کے ساتھ نرمی رکھوں گا تاکہ ان کے گناہ خوب زیادہ ہو جائیں اور وہ یہ گمان کریں گے کہ ان کے ساتھ ایسا بارادۂ بھلائی ہو رہا ہے۔
(اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝) بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔
(تدبیر خفیہ) کسی شئے کے ساتھ دفع (ہٹایا) نہیں جا سکتا اور اس کو کیداً کے ساتھ موسوم کر کے دراصل حیلہ و مکر سے بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی صورت ہو جس سے حق سبحانہ و تعالیٰ ان کے ساتھ نمٹے گا جس سے بظاہر ان لوگوں کے لیے نفع ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ کی مراد ان کے ساتھ مزدد عذاب ہو کیونکہ اس کو جبلتوں اور فطرتوں کی خباثت و خرابی اور سرکشی و ناشکر گزاری میں ان کی شدت بخوبی معلوم ہے۔ حیلہ و مکر کی نسبت حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ ظاہری معنوں کے اعتبار سے سخت بے ادبی اور ناقدری ہے چنانچہ بعض علماء جیسے جوہری کا قول ہے کہ کید بمعنی عذاب ہے اور بعض کا قول ہے کہ اجر بصورت زجر، بدلہ بشکل صلہ یا غضب و انتقام بصورت نعمت و انعام ہے یا خیر بصورت ہلاکت ہے بعض نے کہا کید سے مراد مہلت اور ڈھیل ہی ہے اور بعض نے کہا مراد خفیہ تدبیر ہے جو کفار کی ظاہری چالوں کا بطور ردو جواب حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے فرمائی جا چکی اور ایسا کفار کے طرز عمل کی فی نفسہٖ سزائے بازگشت ہے۔ اور ذات حق سبحانہ کید سے پاک ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ میری گرفت و عذاب بہت شدید و مضبوط ہے۔

اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمُ — یا تم ان سے اجرت مانگتے ہو کہ وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔ یا ان کے پاس غیب

الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝ ہے کہ وہ لکھ رہے ہیں۔
(اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا) یا تم اُن سے اجرت مانگتے ہو
علی الابلاغ والارشاد اجرًا دنیویا۔ یا رسالت کی تبلیغ اور دعوت ارشاد پر آپ اُن سے کوئی دنیوی مال بطور اجر طلب کرتے ہیں۔

(فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝) کہ وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔
(فھم) لاجل ذلك تو وہ (کفار) اس وجہ سے (من مغرم) ای غرامة مالیة۔ یعنی سخت مالی مطالبے کے (مثقلون) مکلفون حملاً ثقیلا فیعرضون عنك انتہائی بوجھل بوجھ تلے تکلیف سے دبے ہیں اور اس سے بچنے کے لیے وہ آپ سے روگردانی کرتے ہیں یعنی ایمان لانے سے کتراتے ہیں۔

(اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ) یا اُن کے پاس غیب ہے۔
ای المغیبات او اللوح واطلق الغیب علیه مجازًا لانه محل لکتابة المغیبات یعنی کیا ان کے پاس غیب کی باتیں اور خبریں یا وہ امور ہیں جو غیب سے متعلق ہیں یا لوح محفوظ ہے اور اس غیب کا اطلاق مجازًا کیونکہ وہ امور غیبیہ کی کتابت کا محل ومقام ہے۔

(فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝) کہ وہ لکھ رہے ہیں۔
مَا یحکمون ویستغنون بذلك عن علمك جس سے کہ وہ فیصلہ کرتے ہیں اور آپ کی اطلاع کے لیے اس سے مدد حاصل کرتے ہیں اور جو کچھ دعوی کرتے ہیں اُس سے ہی کرتے ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا ان کی معلومات کا ذریعہ لوح محفوظ ہے اگر ایسا نہیں ہے تو ان کی تمام باتیں محض لچر اور بے اصل ہیں اور وہ خود کو خود ہی دھوکہ دے رہے ہیں۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝ تو تم اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو اور اس مچھلی والے کی طرح نہ ہونا جب اس حال میں پکارا کہ اس کا دل گھٹ رہا تھا۔

(فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ) تو تم اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو۔
وَهُوَ امهالهم وتاخیر نصرتك علیهم اور وہ (حق سبحانہٗ وتعالیٰ) انہیں مہلت دے رہا ہے اور اُن پر (کفار پر) آپ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصرت وغلبہ کو مؤخر (دیر سے) کر رہا ہے۔ تو اے محبوب محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی سختیوں زیادتیوں اور ایذا رسانیوں پر صبر کریں اور اُن پر عذاب

وگرفت میں عجلت نہ چاہیں جب تک ہماری گرفت کا حکم وفیصلہ نہیں آجاتا آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں اور صبر وانتظار کریں۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ جب بنو ثقیف کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکلیف و دکھ پہنچایا تو آپ نے ان پر بددعا کا ارادہ فرمایا ہی تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی اور بعض نے کہا یہ آیت (یہ حصہ) آیت جہاد اور قتال بالسیف کے حکم سے منسوخ ہے کیونکہ یہ سورہ مکی ہے اور کفار سے قتال کا حکم مدینہ میں نازل ہوا۔

(وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ م) اور اُس مچھلی والے کی طرح نہ ہونا۔

هُوَ یونس علیہ السلام اور وہ یونس علیہ السلام ہیں اور سورت الانبیاء میں ذالنون بھی آیا ہے اور اُس سے مراد بھی وہی ہیں نون اور حوت دونوں کے معنی بڑی مچھلی کے ہیں۔ اور ان کی طرح ہونے سے ممانعت فرمانا اس لیے ہے کہ وہ نبی مرسل تھے لیکن اولوالعزم حضرات رُسُل سے نہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ورسول اولوالعزم اور امام ومقتدائے انبیاء ورُسُل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یونس علیہ السلام کی طرح عمل فرمانے سے پہلے ہی منع فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ شان رفعت عظمتِ خصوصی پر دلالت کر رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری جگہ (سورۂ احقاف) ارشاد ہے فاصبر اولوا العزم من الرسل وَلَا تستعجل لهم تو صبر کیجئے اس طرح جس طرح عالی ہمت رسولوں نے صبر کیا اور اُن پر عذاب میں عجلت نہ چاہیں۔ اور یہاں آپ کو انتظار حکم کا فرمانا اس لئے ہے کہ عذاب تو ان پر آنا ہی ہے تو اللہ کی ڈھیل جب تک ہے تب تک منتظر رہیں اور جب حکم آجائے گا تو پھر وہ نہ بچ سکیں گے اور مقام رضا اور طاعت امر کا منتہائے مقصود یہی ہے کہ آپ ثابت قدم اور صابر رہیں گویا وقوعِ خواہش سے قبل ہی آپ کو محفوظ فرمایا گیا اور یوں آگاہ فرمانے میں آپ کی شانِ محبوبیت روشن ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نوع کی لغزش اور خطاء و ذنب سے قبل اظہار نبوت اور بعد اظہار نبوت محفوظ ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام مرد صالح تھے اور برگزیدہ نبی مرسل گزرے۔ اہل نینوی (موصل) کی طرف مبعوث کئے گئے جب لوگوں نے ان کی دعوت ارشاد نہ مانی تو آپ نے انہیں عذاب کی خبر دی کہ تین روز میں صبح کے وقت ان پر عذاب آجائے گا حضرت یونس علیہ السلام آدھی رات کو ہی نینوٰی سے اس گمان کے ساتھ ہجرت فرما گئے کہ کفار کے ساتھ بغض اور ان پر اللہ کے لیے غضب کرنے کے لیے ہجرت کرنا جائز ہے اور ہجرت کے حکم کا انتظار اس لئے نہ کیا اور چل پڑے ان کی قوم کو توبہ کی توفیق ملی اور عذاب ٹل گیا۔ انتظار امر اور صبر منشاء ربانی یہی تھا مگر آن نے اس حال غضب میں عجلت ہو گئی اور ان کی توجہ انتظار حکم سے ہٹ گئی جس پر وہ عتاب فرمائے گئے

اور غم لاحق ہوا۔

اِذْ نَادٰی وَھُوَ مَکْظُوْمٌ ۝) اس حال میں پکارا کہ اُس کا دل گھٹ رہا تھا۔

اِذْ نَادٰی) اس حال میں پکارا ای فی بطن الحوت یعنی مچھلی کے پیٹ میں سے حضرت

لگے لیکن جب عذاب نازل نہ ہوا

یونس علیہ السلام جب ہجرت فرما گئے تو اپنی قوم پر عذاب کا انتظار کرنے

کیونکہ وہ ان کی قوم کی توبہ کی وجہ سے ٹل چکا تھا آپ یہ صورتِ حال ملاحظہ فرما کر اس خیال سے ساحل سمندر کی طرف چل پڑے کہ میرا قول سچا نہ ہوا اور میں اب اپنی قوم کے سامنے کیونکر جاؤں سمندر میں کچھ لوگ ایک کشتی پر سوار ہو رہے تھے انہوں نے آپ کو بھی سوار کر لیا کشتی وسط سمندر میں پہنچ کر ٹھہر گئی اور نہ آگے بڑھتی تھی اور نہ ہی پیچھے ہٹتی تھی ملاحوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو بولے کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام سوار ہے کشتی جبھی ٹھہری ہے اور ہمارا اس صورت حال میں قرعہ ڈالنے کا رواج ہے چنانچہ تین بار قرعہ ڈالا گیا تو حضرت یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا آپ خود پانی میں گر پڑے اور ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا اور اُسے ایک اور بہت بڑی مچھلی نے نگل لیا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مچھلی کو فرمایا دیا کہ یونس علیہ السلام کے لیے اس کا بطن قرارگاہ اور مسجد ہے اور یہ تیری خوراک نہیں ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بڑی مچھلی آپ کو ساتویں زمین کے حصے میں لے گئی اس کے پیٹ میں آپ چالیس راتیں رہے آپ نے اندھیریوں میں جب کنکریوں کی تسبیح سُنی تو وہیں سے پکارے لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظلمین اور "اذ نادی" سے مُراد یہی پکارنا ہے

وھو مکظوم) کہ اس کا دل گھٹ رہا تھا یعنی غم کی وجہ سے

انہوں نے پروردگار کی تسبیح کی اور پکارے لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظلمین ۝ اِذْ کا تعلق ولا تکن کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ ندائے یونس تو فعل خیر تھا بلکہ اذ کا تعلق فعل محذوف اُذْکُرْ سے ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کفار پر نزول عذاب میں اُس طرح جلدی نہ چاہیں جس طرح صاحب حوت سے صادر ہوا اور یاد کرو جب انہوں نے بحالت غم توبہ کی اور اپنے پروردگار کو پکارے کہ کوئی معبود نہیں سوائے تیرے پاک ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا اور عجلت اور عدم انتظار کی وجہ سے اس پریشانی اور غم میں مبتلا ہوئے۔

لولا اَنْ تدارکہٗ نعمۃٌ	اگر اُس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ
مِّنْ رَّبِّہٖ لَنُبِذَ بالعرآء	پہنچ جاتی تو ضرور میدان پر پھینک دیا جاتا

وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ٥ الزام دیا ہوا

(وَلَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ) اگر اُس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی۔

وھو توفیقہ للتوبۃ وقبولہا منہ اور وہ ان کو توبہ کی توفیق کا حاصل ہونا اور اُن سے توبہ کا قبول فرمانا ہے یعنی اگر حق سبحانہٗ وتعالیٰ یونس علیہ السلام کی دُعا، عذر و توبہ قبول فرما کر ان پر انعام نہ فرماتا اور نعمۃ کو رحمۃ بھی پڑھا گیا ہے یعنی اگر اللہ کی طرف سے ان پر رحمت نہ ہوتی تو

(لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ) تو ضرور میدان پر پھینک دیئے جاتے۔

بالارض الخالیۃ من الاشجار ای فی الدنیا وقیل بعراء القیامۃ لقولہ تعالی فلولا انہٗ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون ولا یخفی بعدہ۔

ایسی زمین میں جو درختوں سے خالی ہوتی یعنی دنیا میں اور ایک قول ہے کہ میدانِ محشر میں جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو ضرور اس کے (مچھلی کے) پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۔ اور پھر مخفی نہ رہتا۔

(وَهُوَ مَذْمُوْمٌ) الزام دیا ہوا۔

یعنی اگر ایسا ہوتا تو وہ اس حالت میں اس حال پر ہوتے کہ الزام دیئے جاتے یا تکلیف اٹھاتے۔ چونکہ جملہ شرطیہ ہے لہٰذا جزا، واقعہ ہی نہ ہوئی تو معنیٰ یہ ہوں گے کہ اللہ نے ان پر رحمت فرمادی اور ان سے ترکِ اولیٰ کا جو وقوع ہوا صاف فرمادیا گیا اور وہ اس حالت میں میدان میں ڈالے گئے کہ وہ مرحوم و رحمت کیئے گئے اور نوازش فضل رب سے نوازے ہوئے) اور مقبول بارگاہ ہی تھے۔ یہ ترکِ اولیٰ عصمت انبیاء کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی ذنب ہے کہ انبیاء معصوم و عالی مرتبت ہوتے ہیں اور یہ معاملہ اُن کے اور ان کے رب کے درمیان ہے وہ ان سے جس طرح چاہے خطاب فرمائے ہم غلاموں کو اس بحث سے کیا سروکار اور یہ ذکر بھی بجز تفسیر و ترجمہ کے یا ضرورت بیان کے سوئے ادبی ہے کہ بزرگوں کی خطائیں اوروں کی حسنات سے کہیں بڑھ کر فضیلت والی ہیں اور وہ بیان قابل مذمت ہے جو ان کی عظمت کے ذکر و تصور سے تہی ہو۔

فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ٥ تو اسے اس کے رب نے چن لیا اور اپنے قرب خاص کے سزاواروں میں کر لیا۔

(فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ) تو اُسے اس کے رب نے چن لیا۔

ای فتدارکتہ نعمۃ من ربہ فاجتباء ای اصطفاء بان ردعز وجل

الیہ الوحی وارسلہ الی مائۃ الف او یزیدون یعنی ان کے [illegible]
پہنچ گئی تو انہیں مقبول بنا لیا یعنی انہیں برگزیدہ کر کے چن لیا اور ان کی طرف [illegible]
دیا اور انہیں ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اور ایک قول [illegible]
بنایا کیونکہ وہ اس واقعہ سے پہلے اس شرف سے مشرف [illegible] تھے اور جب [illegible]
میں سے صرف ایک رسول تھے۔

(فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝) اور اپنے قرب خاص کے [illegible]
من الکاملین فی الصلاح بان عصمہ سبحانہ من ان یفعل فعلا یکون
ترکہ اولی۔ اور انہیں کامل اصلاح کرنے والوں میں فرما دیا اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں ایسے
کے کرنے سے جو ترک اولیٰ ہو معصوم ومحفوظ بنا دیا۔ اور بعض نے جعل من الصالحین کی تفسیر [illegible]
سے کی ہے یعنی انہیں کمال وبزرگی کے ساتھ سزاوار فرمایا۔

وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝

اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی بدنظر لگا کر تمہیں گرا دیں گے جب قرآن سنتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ضرور مجنون ہیں۔ اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہانوں کے لیے۔

(وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ) اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی بدنظر لگا کر تمہیں گرا دیں گے۔

والمعنی انھم لشدۃ عداوتھم ینظرون الیک نظرا بحیث یکادون یزلون قدمک فیرمونک اور مطلب یہ ہے کہ وہ یعنی کفار اپنی دشمنی کی انتہا پر ہیں اور وہ آپ کی طرف اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ قریب ہیں کہ وہ آپ کے قدموں کو متزلزل کر دیں گے اور گرا دیں گے۔
من قولھم نظر الی کے قول میں نظر کا لفظ آیا ہے محاورۃ کہا جاتا ہے نظر الی نظرا یکاد یصرعنی اس نے مجھے ایسی نظر سے گھورا کہ قریب تھا کہ مجھے پچھاڑ دیتا اور کہا جاتا ہے نظر الی نظرا یکاد یاکلنی وہ مجھے یوں گھورتا ہے کہ گویا مجھے کھا جائے گا۔ ابن قتیبہ کا قول ہے کہ یہاں نظر لگانے سے مراد بغض ودشمنی کی وجہ سے گھور گھور کر دیکھتے ہیں گویا کہ تمہیں پچھاڑ دیں گے۔ بغوی سے منقول ہے کہ بنی اسد میں بعض لوگ نظر بد لگانے میں مشہور تھے تو ان میں سے بعض

لے آپ کو نظر لگانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ فرمایا۔ [illegible] نظروں کی یہ حالت تھی کہ اگر ان کے سامنے [illegible] اونٹنی [illegible] آ جاتی اور وہ اسے نظر لگاتے تو وہ گر پڑتی یا مر جاتی۔ [illegible] نظر لگانے کا [illegible] سے یہی منقول ہے حسن کا قول ہے [illegible] العین اس آیت کا پڑھنا (دم کرنا) نظر کے شر و تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "النظر حق" نظر کا لگنا برحق ہے اور ایک روایت میں ہے العین حق "نظر برحق ہے اور بوقت نظر شیطان حاضر ہوتا ہے اور آدمی [illegible] کرتا ہے ابن عدی نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں پہنچا دیتی ہے۔ نظر کے لیے سب سے افضل رقیہ (تعویذ) یا علاج روحانی یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ، معوذتین، آیۃ الکرسی پڑھ کر دم کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ضمن میں کلیۃً جو دعا منقول ہے وہ یہ ہے اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءک شفاء لا یغادر سقما۔ ارشاد نبوی ہے لو کان شیٔ سابق القدر سبقتہ العین اگر کوئی شے ایسی ہوتی کہ تقدیر پر سبقت کرتی تو وہ نظر ہے جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ نظر برحق ہے اور معتزلہ اور بعض گمراہ لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا سمجھنا درست نہیں اور وہ اس میں شبہ کرتے ہیں حالانکہ صریح حدیث نبوی کی موجودگی میں نظر کا انکار کھلا مکابرہ ہے اور اس پر اعتقاد واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے "لا رقیۃ الا فی نفس نظر او حمۃ" تعویذ یا دم جھاڑنے کی اجازت نہیں مگر نظر بد اور جانور کے کاٹنے میں ہے اس اعتراض کے جواب میں کہ یہ سب کچھ تقدیر الٰہی سے ہے تو بد نظری کا اثر کیسا تو علماء کا فرمانا ہے کہ بد نظری آنکھ کی تاثیر ذاتی نہیں ہے بلکہ یہ بھی منجملہ تقدیر الٰہی سے ہے اہل سنت وجماعت کا مذہب یہی ہے کہ عادت الٰہیہ یونہی جاری ہے اور نظر بد اسباب عادی سے ہے کہ جب ایک شخص دوسرے کے سامنے آئے اور اس کی طرف نظر کرے تو اس میں ضرر یا نفع کا پیدا ہونا ذات باری کی طرف سے ہے لیکن وہ شعاع جو دیکھنے والے (عائن) کی آنکھ سے پھوٹتی ہے اور مقابل شخص پر پڑتی ہے تو نفی واثبات کے کسی پہلو پر جزم نہیں کر سکتے اور اس کا احتمال دونوں جانب ہے۔ قاضی ابوبکر کا قول ہے کہ اگر کوئی اس میں توقف کرے تو لازم ہے کہ اُسے کہا جائے کہ اللہ اور اس کا رسول اعلم ہیں۔ فلاسفہ تو وہ دواؤں کی قوت اور تجربہ سے اس کی نہ تصدیق ہوئی ہے اور معائنہ سے یہ امر مؤید ہے۔

تاثیر کے قائل ہیں تو نظر بھی اسی قبیل سے ہے اور کہا جاتا ہے اور [illegible]
صالحین کے نزدیک بتواتر جائز رکھا گیا ہے کہ آیا [illegible]
والے شخص کو پلائی جائیں ابن ماجہ میں مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم [illegible]
بہترین علاج قرآن ہے۔ نظر بد کے دفعیہ کے لیے ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ [illegible]
والے شخص کو اپنی نظر کے ضرر کا خطرہ ہو تو اس کو کہنا چاہیئے اللّٰھم [illegible]
ربیعہ اور سہل بن حنیف کے قصہ میں مذکور ہے۔ بخاری کا ذکر [illegible]
ہے کہ حضرت عثمان غنی ذی النورین رضی اللہ عنہ نے ایک خوشرو بچے کو دیکھا تو [illegible]
لگانے کو فرمایا تاکہ اُسے نظر نہ لگے۔ صحیح مسلم میں دعائے جبرئیل علیہ السلام [illegible]
وہ یہ ہے بسم اللہ ارقیک من کل شیء یوذیک ومن شر کل نفس او عین
حاسد اللہ یشفیک بسم اللہ ارقیک [illegible] قاضی عیاض کا قول
ہے کہ جو نظر بد میں مشہور ہو تو حاکم پر لازم ہے کہ اُسے لوگوں سے ملنے جلنے سے [illegible]
سے باہر نہ نکلنے دے اور اگر عائن محتاج ہو تو بیت المال سے بقدر کفایت اس کا وظیفہ [illegible]
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل اس پر سند ہے کہ انہوں نے ایک عائن کو باہم لوگوں سے ملنے، کھانے
پینے اور نماز باجماعت سے منع کر دیا۔ البتہ عائن کی نظر سے ہلاک ہونے والے کی دیت میں اختلاف
ہے قرطبی کا قول ہے کہ نقصان کی صورت میں اس پر تاوان ہے اور ہلاکت کی صورت میں قصاص یا
دیت ہے۔

(لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ) جب قرآن سنتے ہیں۔

ای وقت سماعھم القرآن وذلک لاشتداد بغضھم وحسدھم عند سماعہ۔ یعنی قرآن حکیم سنتے وقت وہ ایسا کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی تیز نظروں سے گھور گھور کر دیکھتے ہیں کہ گویا آپ کو گرا دیں گے اور ایسا اس وجہ سے ہے کہ قرآن کا سننا ان کے لیے بڑا بوجھ ہے اور اس سے وہ حد درجہ دشمنی رکھتے ہیں۔ کَمَّا نے لیزلقونک بابصارھم کو مقید کر دیا ہے تو اس کا مطلب واضح طور سے یہی ہو گا کہ تلاوت قرآن کے وقت غایت درجہ حسد و بغض کی وجہ سے کفار آپ کو ایسی ظالم نظروں سے دیکھتے ہیں کہ گویا آپ کو پچھاڑ دیں گے۔

(وَيَقُولُونَ) اور وہ کہتے ہیں لغایۃ حیرتھم فی امرہ علیہ الصلوۃ والسلام ونھایۃ جھلھم بما فی تضاعیف القرآن من عجائب الحکم وبدائع

العلوم ولتنفیر الناس عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں غایت درجہ حیرت اور اپنی کمال اور کئی گنا جہالت کی وجہ سے جو انہیں قرآن سے اور اس کے انوکھے شاندار احکام اور علوم کی خوبیوں اور عظمتوں سے ہے اور اس لئے کہ لوگوں کو اُن سے نفرت دلائیں یا دور رکھیں کہتے ہیں۔

اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝) یہ ضرور مجنون ہیں۔

یعنی یہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ عقل سے دور ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) عقل سے دور ہیں۔

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہانوں کے لیے۔

ای شرفاً للعلمین۔

کفار کے قول انہ لمجنون کا غایت درجہ بطلان ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوشان کا بیان ہے کثیر علماء کا قول یہ ہے کہ ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے جیسا کہ مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہانوں کے لیے باعث شرف و فضل و کرامت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہنا غایت درجہ حماقت، بے عقل اور خبیث باطنی ہے اگر ھو کی ضمیر "ذکر" کی طرف راجع ہو تو ذِکْرٌ مصدر ہے لیکن بطور مبالغہ کبھی فاعل کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے زَيْدٌ عَدْلٌ یعنی زید ایسا منصف ہے کہ اس کا وجود ہی انصاف ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ذاکر ہیں کہ اُن کا وجود مسعود ہی ذکر ہے اور آپ سارے جہانوں کے لیے ہادی و مرشد اور ناصح ہیں مواہب میں آپ کا نام "ذکر اللہ" آیا ہے اور اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس آیت کے تحت آپ کا ایک نام ذکر للعلمین اور "ذکر" بھی ہے اور سورۃ غاشیہ میں مُذَکِّر بھی آیا ہے، لہٰذا ذِکْر بمعنی مُذَکِّر ہے یعنی نصیحت سنانے والا۔ اور اگر ذِکْرٌ سے مُراد قرآن حکیم ہے تو اس صورت میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح ہے کہ کان خُلُقُہٗ القرآن اور قرآن حکیم سے مُراد قرآن ناطق ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہاں ذکر کا لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور صفت بولا گیا ہے اور اگر ذکر سے مراد صرف کتاب حکیم ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ کتاب کریم سارے جہانوں کے لیے روشن نصیحت و ہدایت ہے اور دیوانے کی بات نہیں اور جو شخص بھی صحیح العقل ہے وہ قرآن سننے کے بعد ایسی بات نہیں کہہ سکتا سوائے اس کے جو عقل کا اندھا ہے اور تعصب میں دیوانہ ہو چکا ہے۔ الحمد للہ آج یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ سورۃ القلم کی تفسیر مکمل ہوئی۔

۸ دسمبر ۱۹۹۱ء

سورۃ الحاقہ مکیۃ

اس سورت میں دو رکوع۔ باون آیتیں۔ دو سو چھپن کلمے اور ایک ہزار چار سو تئیس حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الحاقہ پ ۲۹

اَلْحَآقَّةُ ۝ — وہ واقع ہونے والی۔

مَا الْحَآقَّةُ ۝ — کیسی وہ واقع ہونے والی۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝ — اور تم نے کیا جانا کیسی وہ واقع ہونے والی۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝ — ثمود اور عاد نے اس سخت صدمہ دینے والی کو جھٹلایا۔

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝ — تو ثمود تو ہلاک کیے گئے حد سے گذری ہوئی چنگھاڑ سے

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ — اور رہے عاد تو وہ ہلاک کیے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ — وہ ان پر قوت سے لگا دی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار تو ان لوگوں کو ان میں دیکھو بچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے ڈھنڈ ہیں گرے ہوئے۔

فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝ — تو تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝ — اور فرعون اور اس سے اگلے اور الٹنے والی بستیاں خطا لائے۔

فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝ — تو انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کا حکم نہ مانا تو اس نے انہیں بڑی سختی سے پکڑا۔

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ۝ — بے شک جب پانی اُبلا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا۔

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ — کہ اسے تمہارے لیے یادگار کریں اور اسے محفوظ

وَاعِيَةٌ ۝
رکھے وہ کان کہ سن کر محفوظ رکھتا ہو۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ۝
پھر جب صور پھونک دیا جائے ایک دم۔

وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ۝
اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعۃً چورا چورا کر دیے جائیں۔

فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝
وہ دن ہے کہ ہو پڑے گی وہ ہونے والی۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ۝
اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن اس کا پتلا حال ہوگا۔

وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا ۝ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ۝
اور فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے اور اس دن تمہارے رب کا عرش آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝
اس دن تم سب پیش ہوگے کہ تم سے کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ سکے گی۔

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ۝
تو وہ جو اپنا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا کہے گا لو میرا نامہ اعمال پڑھو۔

إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ۝
مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا۔

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝
تو وہ من مانتے چین میں ہے۔

فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝
بلند باغ میں۔

قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۝
جس کے خوشے جھکے ہوئے۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝
کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ۝
اور وہ جو اپنا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا ہائے کسی طرح مجھے اپنا نوشتہ نہ دیا جاتا۔

وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝
اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔

يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝
ہائے کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی۔

مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ۝
میرے کچھ کام نہ آیا میرا مال۔

هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ٥ — میرا سب زور جاتا رہا۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ٥ — اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو۔

ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ٥ — پھر اسے بھڑکتی آگ میں دھنساؤ

ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ٥ — پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے اسے پرو دو۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ٥ — بیشک وہ عظمت والے الله پر ایمان نہ لاتا تھا۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ٥ — اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہ دیتا۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ٥ — تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔

وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ٥ — اور نہ کچھ کھانے کو مگر دوزخیوں کا پیپ۔

لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ٥ — اسے نہ کھائیں گے مگر خطاکار۔

حل لغات رکوع اول سورۃ الحاقہ پ ۲۹

الحاقۃ۔حق ہونیوالی	ما۔کیا ہے	الحاقۃ۔حق ہونیوالی	و۔اور
ما۔کیا	ادرٰیک۔جانا تونے	ما۔کیا ہے	الحاقۃ۔حق ہونیوالی
کذبت۔جھٹلایا	ثمود۔ثمود نے	و۔اور	عاد۔عاد نے
بالقارعۃ۔صدمہ دینے والی کو	فاما۔پھر	ثمود۔ثمود تو	فاھلکوا۔ہلاک کیے گئے
بالطاغیۃ۔چنگھاڑ سے	و۔اور	اما۔رہے	عاد۔عاد
فاھلکوا۔تو وہ ہلاک کیے گئے	بریح۔ہوا	صرصر۔تیز و تند	عاتیۃ۔آندھی سے
سخر۔لگایا	ھا۔اس کو	علیھم۔ان پر	سبع۔سات
لیال۔راتیں	و۔اور	ثمنیۃ۔آٹھ	ایام۔دن
حسوما۔لگاتار	فتری۔تو دیکھے گا تو	القوم۔لوگوں کو	فیھا۔اس میں
صرعٰی۔گرے ہوئے	کانھم۔گویا کہ وہ	اعجاز۔تنے	نخل۔کھجور
خاویۃ۔گری ہوئی کے	فھل۔تو کیا	تری۔دیکھتا ہے تو	لھم۔ان میں
من۔سے کوئی	باقیۃ۔باقی	و۔اور	جاء۔آیا
فرعون۔فرعون	و۔اور	من۔جو	قبلہ۔اس سے پہلے تھے

و۔ اور	المؤتفکت۔ الٹی بستی والے	بالخاطئۃ۔ گناہ لے کر	فعصوا۔ تو نافرمانی کی انھوں نے
رسول۔ رسول	ربہم۔ اپنے رب کی	فاخذہم۔ تو پکڑا	ہم۔ ان کو
اخذۃ۔ پکڑنا	رابیۃ۔ بڑا سخت	انا۔ بیشک ہم نے	لما۔ جب
طغا۔ اُبلا	الماء۔ پانی نے	حملنکم۔ اٹھایا تم کو	فی۔ بیچ
الجاریۃ۔ کشتی کے	لنجعلہا۔ تاکہ کریں ہم اسکو	لکم۔ تمہارے لیے	تذکرۃ۔ نصیحت
و۔ اور	تعیہا۔ یاد رکھیں اسے	اذن۔ کان	واعیۃ۔ یاد رکھنے والے
فاذا۔ پھر جب	نفخ۔ پھونکا جائیگا	فی۔ بیچ	الصور۔ صور کے
نفخۃ۔ پھونکا جانا	واحدۃ۔ ایک ہی مرتبہ	و۔ اور	حملت۔ اٹھائی جائیگی
الارض۔ زمین	و۔ اور	الجبال۔ پہاڑ	فدکتا۔ تو چورا کیئے جائیں
دکۃ۔ ایکسر ہی	واحدۃ۔ مرتبہ	فیومئذ۔ تو اس دن	وقعت۔ واقع ہوگی
الواقعۃ۔ واقعہ ہونے والی	و۔ اور	انشقت۔ پھٹ جائیگا	السماء۔ آسمان
فہی۔ تو وہ	یومئذ۔ اس دن	واہیۃ۔ کمزور ہوگا	و۔ اور
الملک۔ فرشتے	علی۔ اوپر	ارجائہا۔ اسکے کناروں کے ہونگے	و۔ اور
یحمل۔ اٹھائیں گے	عرش۔ عرش	ربک۔ تیرے رب کا	فوقہم۔ اپنے اوپر
یومئذ۔ اس دن	ثمانیۃ۔ آٹھ فرشتے	یومئذ۔ اس دن	تعرضون۔ پیش کیے جاؤ گے تم
لا۔ نہیں	تخفی۔ چھپے گی	منکم۔ تم سے	خافیۃ۔ کوئی چھپنے والی
فاما۔ پھر	من۔ جو	اوتی۔ دیا گیا	کتبہ۔ اپنا نامہ اعمال
بیمینہ۔ دائیں ہاتھ میں	فیقول۔ تو کہے گا	ہاؤم۔ آؤ	اقرءوا۔ پڑھو
کتبیہ۔ میری کتاب	انی۔ بیشک میں نے	ظننت۔ خیال کیا	انی۔ بیشک میں
ملق۔ ملنے والا ہوں	حسابیہ۔ اپنے حساب کو	فہو۔ تو وہ ہوگا	فی۔ بیچ
عیشۃ۔ عیش کے	راضیۃ۔ خوش	فی۔ بیچ	جنۃ۔ جنت
عالیۃ۔ بلند کے	قطوفہا۔ اسکے خوشے	دانیۃ۔ جھکے ہونگے	کلوا۔ کھاؤ
و۔ اور	اشربوا۔ پیو	ہنیئا۔ خوش ہضم	بما۔ بدلے اسکے جو
اسلفتم۔ آگے بھیجا تم نے	فی۔ بیچ	الایام۔ دنوں	الخالیۃ۔ خالی کے
و۔ اور	اما۔ وہ	من۔ جو	اوتی۔ دیا گیا

کتبہ - اپنی کتاب	بشمالہ - اپنے بائیں	فیقول - تو وہ کہے گا	یلیتنی - [illegible]
لم - نہ	اوت - دیا جاتا	کتبیہ - [illegible]	[illegible]
لم - نہ	ادر - جانتا	ما - کیا	حسابیہ - [illegible]
یلیتہا - کاش وہ	کانت - ہوتی وہ	القاضیۃ - فیصلہ کرنے والی	ما - [illegible]
اغنی - کام آیا	عنی - مجھے	مالیہ - میرا مال	ھلک - برباد ہوگیا
عنی - میری	سلطانیہ - اقتدار	خذوہ - پکڑو	[illegible]
فغلوہ - پھر طوق پہناؤ	ہ - اس کو	ثم - پھر	الجحیم - دوزخ
صلوہ - ڈالو	ہ - اس کو	ثم - پھر	فی - میں
سلسلۃ - زنجیر کے	ذرعہا - جس کا ناپ	سبعون - ستر	ذراعا - گز ہے
فاسلکوہ - پرودو	ہ - اسکو	انہ - بیشک وہ	کان - تھا
لا - نہ	یؤمن - ایمان لاتا	باللہ - اللہ	العظیم - عظمت والے
و - اور	لا - نہ	یحض - رغبت دلاتا	علی - پر
طعام - کھانے	المسکین - مسکین کے	فلیس - نہیں	لہ - اس کے لئے
الیوم - آج	ھھنا - اس جگہ	حمیم - کوئی دوست	و - اور
لا - نہ	طعام - کوئی کھانا	الا - مگر	من - سے
غسلین - دوزخیوں کی پیپ		لا - نہ	یاکلہ - کھائیں گے اسکو
الا - مگر	الخاطئون - گنہگار لوگ۔		

سُوْرَۃُ الحَآقَۃ

سورۃ الحاقہ مکی ہے اور اس میں باون ۵۲ آیات اور دو رکوع ہیں اس سورت کے مکی ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ امام احمد نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ قبول اسلام سے پہلے اس حالت میں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعرض کروں گھر سے نکلا تو میں نے انہیں مسجد حرام میں اپنے سے پہلے ہی موجود پایا تو میں آپ کے پیچھے ٹھہر گیا تو آپ نے سورۃ الحاقہ پڑھنا شروع کی تو مجھے قرآن حکیم کے اس اسلوب و بیان سے سخت تعجب ہوا اور میں نے خود سے کہا بخدا یہ شاعر ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون ۝ اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں کتنا کم یقین رکھتے ہو۔ تو میں نے دل میں کہا

کہ کاھن ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝ اور نہ کسی کاھن کی بات کتنا کم دھیان کرتے ہو تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ اُس نے اتارا ہے جو سارے جہان کا رب ہے آخر سورت تک تلاوت کی تو میرے دل میں اسلام قرار پکڑ گیا سورۂ نون میں قیامت کا ذکر اجمالی گزرا حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اس سورت کریمہ میں ذکر قیامت کو کھول کر بیان کیا ہے اس دن کی عظمت و ہیبت اور رسولوں کو جھٹلانے والی امم کا اور ان پر گزرنے والے عذاب کا ذکر فرمایا ہے ۔

تفسیر اُردو رکوع اوّل سورہ الحاقہ پ ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَاۗقَّةُ ۝ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝ — وہ حق ہونے والی، کیسی وہ حق ہونے والی،

وَمَاۗ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝ — اور تم نے کیا جانا کیسی وہ حق ہونے والی۔

(اَلْحَاۗقَّةُ ۝) وہ حق ہونے والی ۔

ای الساعة او الحالة التی یحق و یجب وقوعها او التی تحقق و تثبت فیها الامور الحقة من الحساب والثواب والعقاب او التی تحق فیها الامور ای تعرف علی لحقیقة من حقه یحقه اذا عرف حقیقته و روی هذا عن ابن عباس ۔ یعنی قیامت یا وہ حالت جو حق ہو گی اور اس کا واقع ہونا لازم یا وہ جس میں حساب ثواب اور عقوبت (سزا) کے بارے میں امور حق واضح اور ثابت ہو جائیں گے یا اس میں امور وحی کی تصدیق ہو جائے گی۔ (یعنی بات کھل جائے گی) یعنی جب ہر حق بات کی حقیقت معلوم ہو جائے گی اور اس کی حقیقت پہچانی جائیں گی اور حق واضح ہو جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے حاقہ کا مفہوم یہی ہے اور قیامت کو مجازاً حاقہ کہا گیا ہے اور ابن عباس سے ہی مروی ہے کہ الحاقہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے جو اسم جامد ہے جس پر موصوف محذوف کا اعتبار نہیں ۔ اور ایک قول ہے کہ الحاقہ مصدر ہے جیسے العاقبۃ ۔ العافیۃ ۔ اور موصوف جو کہ محذوف ہے اس کی تعبیر نہیں کرتا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت حق و ثابت ہے اور اس کا ہونا یقینی و قطعی ہے ۔

(مَا الْحَاۗقَّةُ ۝) کیسی وہ واقع ہونے والی

وَالاصل ما ھی ای ای شئ فی حالها وصفتها اور اصل میں "مَا هِیَ" ہونا چاہیئے یعنی وہ کیسی ہے یعنی اپنے حال اور صفت کے اعتبار سے کیسی شے ہے لیکن ضمیر کی بجائے استفہام کے ساتھ اسم

الحاقہ) ہی فرمایا جو قیامت کی عظمت و ہیبت پر دلالت کر رہا ہے۔

(وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝) اور تم نے کیا جانا کیسی وہ حق ہونے والی۔

أی أی شیئ أعلمك ماهی تاکید لهولها وفظاعتها ببیان خروجها عن دائرة علوم المخلوقات استفہام انکاری ہے یعنی کس چیز نے تمہیں بتایا کہ وہ کیسی ہے، جملۂ استفہام قیامت کی ہولناکیوں اور اس کی سختیوں کو مؤکد کر رہا ہے ایسے بیان کے ساتھ جو مخلوقات کے علم کے دائرہ سے خارج ہے یعنی فکر انسانی کی وہاں تک نہ پرواز ہے نہ رسائی اور کسی کو بھی اس کی حقیقت کا علم نہیں کہ وہ کس قدر ہولناک ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝

ثمود اور عاد نے اس سخت صدمہ دینے والی کو جھٹلایا۔ تو ثمود تو ہلاک کیے گئے حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے۔ اور رہے عاد وہ ہلاک کئے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے۔

(كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝) ثمود اور عاد نے اس سخت صدمہ دینے والی کو جھٹلایا یہاں بھی ضمیر کی جگہ اسم مجازاً بولا گیا یعنی القارعة۔ الحاقه القارعة دونوں قیامت کے نام ہیں جو قیامت کی حالت کو واضح کرتے ہیں۔

ای بالقیامة التی تقرع الناس بالافزاع والاهوال والسماء بالانشقاق والانفطار والارض والجبال بالدك والنسف والنجوم بالطمس والانكدار۔

یعنی قوم ثمود (صالح علیہ السلام کی قوم) اور عاد (حضرت ہود علیہ السلام کی قوم) نے قیامت کا انکار کیا اور اُسے جھٹلایا (حق و صحیح نہ مانا) جو ایسی ہے کہ انتہائی گھبراہٹ اور خوف (ہول) سے لوگوں کو، اور ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ٹوٹتے اور پھٹنے کے ساتھ آسمان کو اور ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہوتے اور غبار ہو کر اڑنے کے ساتھ زمین اور پہاڑوں کو اور محو ہونے اور ٹوٹ کر بارش کی طرح جھڑ پڑنے کے ساتھ ستاروں کو منتشر پراگندہ اور چورا چورا کر دے گی۔

(فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا) تو ثمود تو ہلاک کیے گئے۔

ای أهلكهم الله تعالی یعنی انہیں (صالح علیہ السلام کی قوم) کو اللہ نے ہلاک کیا فاء سببیہ ہے اور كَذَّبَتْ پر معطوف ہے اور اَمَّا تفصیل مجمل ہے یعنی ثمود اس لیے ہلاک و برباد کئے گئے کہ انہوں نے قیامت کو حق نہ مانا اور اس کی تکذیب کی۔

(بِالطَّاغِيَةِ ۝) حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے۔

ای الواقعة المجاوزة للحد وهی الصیحة لقوله تعالی فی هود واخذ الذین

ظلموا الصیحۃ یعنی حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے اور وہ چیخ ہے جیسا کہ سورۂ ہود میں ارشاد باری ہے اور ہم نے ظالموں کو پکڑا چیخ سے۔ حم السجدہ میں اس کو الصاعقہ فرمایا گیا جس کے معنی غیر معمولی کڑک کے ہیں اور سورۂ اعراف میں الرجفۃ فرمایا گیا جس کے معنی ہولناک شدید زلزلے کے ہیں اور ان سب باتوں میں کوئی تعارض نہیں کہ اس چیخ میں یہ ساری باتیں تھیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک غیر معمولی چیخ ماری کہ سب سنتے ہی فنا ہو گئے اور ایک قول ہے کہ آسمان سے ایک چیخ ہوئی جس میں کڑک زلزلہ سبھی کچھ تھا کہ ظالموں کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ابن عباس، ابن زید اور ابو عبیدہ کا قول ہے کہ طاغیہ مصدر ہے لہٰذا معنی یہ ہوں گے بطغیانھم یعنی ثمود اپنی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ اور اس پر ارشاد باری مؤید ہے کَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا۔ ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔ ثمود پر عذاب کی تفصیل کئی جگہ ہو چکی۔

(وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝) اور رہے عاد تو وہ ہلاک کئے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے۔

ایضاً اھلکوا بسبب الطغیان یعنی عاد (قوم ہود علیہ السلام) بھی اپنی سرکشی کی وجہ سے نہایت سخت گرجتی آندھی سے ہلاک کئے گئے یہ طوفان ان کی ہلاک کا ذریعہ تھا اور ہلاکت کا باعث و سبب ان کی سرکشی تھی۔ قاموس میں ریح صَرصَر سے مراد ہے انتہائی برفیلی ہوا یا ایسی سخت ہوا جس میں مبالغہ کی حد تک شور ہو عاتیۃ کے معنی ہیں شدید العصف انتہائی ٹھنڈی اور سرد او عتت علی عاد فما قدروا علی ردھا والخلاص منھا بحیلۃ یا وہ ایسی سخت تھی قوم عاد پر کہ وہ اس سے خلاصی پانے یا اس کو ردکنے یا اس سے بچنے کی کسی صورت پر قدرت نہ پا سکے اور جہاں کہیں بھی وہ تھے ان کے مساموں کے اندر تک گھستی چلی گئی اور انہیں سُن کر کے ہلاک کر دیا اور ہر شئے فنا کر دی اور انہیں اڑا کر سمندر میں پھینک دیا اور کوئی نہ بچا۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝

وہ ان پر قوت سے لگا دی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار تو ان لوگوں کو ان میں دیکھو پچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے درخت ہیں گرے ہوئے۔

(سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ) وہ ان پر قوت سے لگا دی۔

ای سلطھا عزوجل بقدرتہ علیھم یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس طوفان کو قوم عاد پر اپنی قدرت سے مسلط فرمایا۔

(سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا) سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار

ای متتابعات کما قال ابن عباس وعکرمہ ومجاھد وقتادہ وابو عبیدہ جمع حاسم کشھو د جمع شاھد من حسمت الدابۃ اذا تابعت کیھا علی الداء کرۃ بعد اخری حتی ینحسم فھی مجاز مرسل من استعمال المقید۔ یعنی مسلسل پیہم جیسا کہ ابن عباس، عکرمہ، مجاہد، قتادہ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے حُسُوْمًا حاسم کی جمع ہے جس طرح شہود شاہد کی جمع ہے جس کا مطلب ہے جانور کو بار بار داغنا یہاں تک کہ اس کا داغ اور زخم ختم ہو جائے (درست ہو جائے) تو یہ مقید کے استعمال میں مجاز مرسل ہے اور ایک قول ہے قاطعات الخیر بنحوستھا وشوٴمھا بھلائی کو کاٹ دینے والے اپنی نحوست اور خرابی کے ساتھ واضح مفہوم یہ ہوا کہ وہ دن اور رات ایسے نحس تھے۔ یہ دن اور رات بدھ کی صبح سے اگلے بدھ کی شام تک ماہ شوال میں نہایت تیز سردی کے موسم میں تھے اور اہل عرب ان دنوں کو ایام العجوز کہتے ہیں۔

(فَتَرَى الْقَوْمَ) تو ان لوگوں کو دیکھو

ای ان کنت حاضراً حینئذٍ فالخطاب فیہ فرضی یعنی اگر تم اس وقت حاضر ہوتے تو یہاں خطاب فرضی ہے اور خطاب عمومی ہے۔

(فِيْهَا) ان میں

ای فی الایام واللیالی وقیل فی مھاب الریح وقیل فی دیارھم والاول اظھر یعنی ان دن اور راتوں میں اور ایک قول ہے کہ طوفان کے مقام میں اور ایک قول ہے ان کی بستیوں میں اور پہلا قول واضح ہے۔

(صَرْعٰى) پچھڑے ہوئے۔

ای ھلکی جمع صریع۔ صریع کی جمع ہے جس طرح مرگی کی بیماری بندے کو پچھاڑ دیتی ہے اور مرگی کو مرع کہتے ہیں یعنی ہلاک و برباد اور پچھڑے ہوئے یا چاروں شانے چت ہلاک و برباد پڑے۔

(كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ) گویا وہ کھجور کے ڈھنڈ ہیں گرے ہوئے۔

ابو نھیک نے اعجز بروزن افعل پڑھا اور اخفش سے منقول ہے کہ انہوں نے نخل کی بجائے نخیل پڑھا ای اصول نخیل یعنی کھجوروں کی جڑیں یا تنے (خَاوِيَةٍ) ای نخلت اجوافھا بلی وفساد۔ یعنی ان کے بدن بوسیدہ بگڑے ہوئے اور کھوکھلے ہو گئے۔ یحییٰ بن سلام کا قول ہے نخلت ابدانھم من ارواحھم فکانوا کذلک ان کے بدن ان کی روحوں سے خالی ہو گئے تو وہ یوں ہو گئے اور

ابن المنذر نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ ساتھ روز تک عذاب میں مبتلا رہے اور آٹھویں روز مر گئے اور آندھی کے طوفان نے انہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔

(فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝) تو تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو

ابن الانباری کا قول ہے اَی باق اور ھا مبالغہ کے لیے ہے مطلب ہے کوئی بھی باقی نہ بچا اور بعض کا کہنا ہے کہ "باقیۃ" الطاغیۃ اور الکاذبۃ کی طرح مصدر ہو سکتا ہے تو اس صورت میں معنی ہوں گے ای بقاء اور تاء وحدت کے لیے ہو گی یعنی کوئی ایک بھی باقی نہ بچا۔ استفہام تقریری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کیا تمہیں کوئی بچا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ — اور فرعون اور اس سے اگلے اور الٹنے والی

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝ — بستیاں خطا لائے۔

فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ — تو انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کا حکم نہ

اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝ — مانا تو اس نے انہیں بڑھی چڑھی گرفت سے پکڑا

(وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ) اور فرعون اور اس سے اگلے

ومن تقدمه من الامم الکافرة کقوم نوح علیه السلام ونیه تعمیم بعد التخصیص فان منهم عادا وثمودا۔

یعنی فرعون اور اس سے پہلے کی کافر قومیں جیسے نوح علیہ السلام کی قوم اور اس میں تخصیص کے بعد تعمیم ہے کیونکہ ان میں سے عاد اور ثمود بھی تھے ابو رجاء، طلحہ، جحدری اور حسن اس کے خلاف پڑھا اور عاصم سے بھی قَبْلَهٗ کو قِبَلَهٗ " پڑھا جس کے معنی ہیں ای ومن فی جهته وجانبه والمراد ومن عنده من اتباعه واھل طاعته یعنی اور وہ قومیں جو اس جہت وطرف کی تھیں اور اسی طرح حالت کفر و سرکشی پر ان جیسی تھیں اور فرعون اور اس کی ہی پیروی اور طاعت کرنے والی تھیں۔ ابی اور ابن مسعود اور ان کے رفقاء کی قرأت اس کی تائید کرتی ہے۔

(وَالْمُؤْتَفِكٰتِ) اور الٹنے والی بستیاں۔

ای قری قوم لوط علیه السلام یعنی لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں المؤتفکت افک سے ماخوذ ہے جس کے معنی الٹنے کے ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ قوم لوط جسے الٹ دیا گیا ہے۔

(بِالْخَاطِئَةِ ۝) خطا کے ساتھ

ای بالخطاء یعنی شرک وکفر اور گناہوں اور بدکرداریوں اور انتہائی مذموم کاموں کی وجہ سے۔

(فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ) تو انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کا حکم نہ مانا۔

ای فعصی کل أمة رسولها حین نهاها عما کانت تتعاطاه من القبائح

یعنی ہر امت کو اس کے رسول نے جب کفر و شرک اور برے کاموں سے روکا تو انہوں نے ان کی نافرمانی کی۔ لفظ رسول واحد آیا ہے اس لئے کہ تمام رسولوں کا مقصد بعثت ایک ہی تھا اور اصول دین میں سب متحد تھے کسی ایک نبی و رسول کا انکار نہ صرف کفر بلکہ رسولوں کی پوری جماعت کا انکار بھی ہے۔

(فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾) تو اُس نے انہیں بڑھی چڑھی گرفت سے پکڑا۔

فاء سببیہ ہے (فَاَخَذَهُمْ) ای اللہ عزوجل یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں پکڑ لیا (اَخْذَةً رَّابِيَةً) ای زائدہ فی الشدة کما زادت قبائحهم فی القبح من ربا الشیٔ اذا زاد یعنی ایسی پکڑ سے پکڑ کی جو شدت میں بہت بڑھی تھی جس طرح ان کے گناہ اور برائیاں برائی کے لحاظ سے انتہا کو بڑھی ہوئی تھیں کسی شئے کے سود کی طرح جب وہ بہت بڑھ جائے یعنی زیادتی اُس خرابی پر یوں بڑھ جائے کہ اصل خرابی بھی شرمسار ہو کر دب جائے۔

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِيَةِ ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾

بے شک جب پانی نے جوش مارا تھا ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا کہ اُسے تمہارے لئے یادگار کریں اور اُسے محفوظ رکھے وہ کان کہ سن کر محفوظ رکھتا ہو۔

(اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ) بے شک جب پانی نے جوش مارا۔

جاوز حده المعتاد حتی أنه علا علی أعلی جبل خمس عشرة ذراعًا وطغی علی خزانه علی ما سمعت قبیل هذا و ذلك بسبب اصرار قوم نوح علیه السلام علی فنون الکفر والمعاصی و مبالغتهم فی تکذیبه علیه السلام فیما اوحی الیه من الاحکام التی من جملتها أحوال القیامة۔

یعنی جب طوفان اپنی آخری حد سے بھی اونچا ہو گیا یہاں تک کہ اونچے سے اونچے پہاڑ کی چوٹی سے پندرہ ہاتھ بلند ہو گیا یا جیسا کہ سنا گیا کہ وہ ہر ایک چیز یہاں تک کہ درختوں عمارتوں اور پہاڑوں سے بھی بلند ہو گیا اور کہا گیا کہ یہ طوفان نوح علیہ السلام کی قوم کے کفر و معاصی کے کاموں پر اصرار کی وجہ سے تھا اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے نوح علیہ السلام کا اور اُس بارے میں جو ان کی طرف احکام میں سے وحی کیا گیا تھا اور منجملہ اُس کے قیامت کے احوال بھی تھے حد درجہ شدت سے انکار کیا اور ان کی تکذیب کی۔

(حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِیَۃِ o) ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا۔

(حَمَلْنٰکُمْ) ای فی أصلاب آبائکم او حملنا اباکم وانتم فی اصلابھم یعنی تمہیں تمہارے باپ داداؤں کی پشتوں (اصلاب) میں یا تمہارے آباؤ اجداد کو سوار کیا اور تم ان کی صلبوں میں تھے۔ (فِی الْجَارِیَۃِ) فی سفینۃ نوح علیہ السلام والمراد بحملھم فیھا رفعھم فوق الماء الی انقضاء ایام الطوفان۔ نوح علیہ السلام کی کشتی میں اور ان کے سوار کرنے سے مراد انہیں پانی کے اوپر (اس میں رکشتی میں) اٹھانا ہے یعنی ہم نے تمہیں پانی پر بلند اٹھائے رکھا اور تمہیں محفوظ رکھا اور سفینہ سبب صوری تھا اور مومنوں کو ہم ہی بچانے والے تھے۔

(لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً) کہ اُسے تمہارے لیے یادگار کریں۔

ای الفعلۃ التی ھی عبارۃ عن انجاء المومنین واغراق الکافرین عبرۃ ودلالۃ علی کمال قدرۃ الصانع وحکمتہ وقوت قھرہ وسعۃ رحمتہ یعنی ایسا امر جو مومنین کی نجات اور کفار کی غرقابی سے عبارت ہو امر سے مُراد یا کشتی یا اہل ایمان کا خلاصی پانا اور کفار کی ہلاکت ہے تاکہ اس سے نصیحت پکڑیں اور یہ امر حق سبحانہ وتعالیٰ کے کمال قدرت اور اس کی حکمت اور غلبۂ قوت اور وسعت رحمت پر دلالت کرتا ہے۔

(وَتَعِيَهَا) اور اُسے محفوظ رکھے۔

ای تحفظھا والوعی ان تحفظ الشئ فی نفسک یعنی اُسے یاد رکھے اور سمجھے اور ''وعی'' کا معنی ہے کسی چیز کا اپنے دل (نفس) میں محفوظ رکھنا اور سمجھنا۔

(اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ o) وہ کان جو سن کر محفوظ رکھتا ہو۔

ای من شأنھا ان تحفظ ما یجب حفظہ تبذکرہ واشاعتہ والتفکر فیہ ولا تضیعہ تبرک العمل یعنی جو اس بات کو اچھی طرح کرنا چاہیے یا اس پر غور کرے تو وہ بات جس کا یاد رکھنا یا محفوظ رکھنا واجب ہے اسے خوب محفوظ رکھے اس کے تذکرے اور اس کی اشاعت (پھیلاؤ) کے ساتھ اور اس میں غور و فکر کرے اور اعمال چھوڑ کر اس کو ضائع نہ کرے واضح مفہوم ہے کہ کارآمد اور کام کی باتوں کو لے۔ یاد رکھے اور انہیں ضائع نہ کرے اور ان سے پورا فائدہ حاصل کرے ''واعیۃ'' کا فاعل ''اُذُنٌ'' (کانوں) کو قرار دیا ہے حالانکہ کان سماعت کا ذریعہ و سبب ہے مُراد ہے اصحاب الاذن یعنی وہ لوگ جو کان رکھتے ہیں اور ''واعیۃ'' کی تنوین تنکیر قلت پر دال ہے جس کا مطلب کہ سن کر محفوظ رکھنے والے کانوں والے لوگ بہت کم ہیں حدیث شریف میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا'' دعوت اللہ تعالیٰ

ان یجعلہا اذنک" یعنی پروردگار جل وعلا سے دعا کی کہ اللہ تمہارے کانوں کو خوب محفوظ رکھنے (یاد رکھنے) والا بنا دے قال علی کرم اللہ وجہہ الکریم فما سمعت شیئا فنسیتہ وما کان لی ان انسیٰ" مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا پس میں نے کوئی بات جو یاد رکھنے والی تھی سنی تو کبھی نہ بھلائی اور نہ میرے لیے ہوا کہ میں اُسے بھلا سکوں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ	پھر جب صور پھونک دیا جائے ایک دم۔
وَّاحِدَةٌ ۝ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ	اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعۃً
وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝	چورا کر دیئے جائیں۔ وہ دن ہے کہ ہو
فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝	پڑے گی وہ ہونے والی۔

(فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝) پھر جب صور پھونک دیا جائے ایک دم سورۂ مبارکہ کے شروع میں قیامت کی ہولناکیوں اور منکرین قیامت کا انجام بیان کرنے کے بعد اب قیامت کے وقوع کی تشریح میں ارشاد ہے۔ والمراد بالنفخة الواحدة النفخة الاولی التی عندھا خراب العالم کما قال ابن عباس وقال ابن المسیب ومقاتل ھی النفخة الاخرة والاول اولی۔ اور نفخۂ واحدہ سے مراد نفخۂ اولی ہے اور وہ ہے جس کے ساتھ دنیا کی بربادی وفنا ہے جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے اور ابن المسیب اور مقاتل کا قول ہے یہ نفخۂ الآخرہ (دوسرا آخرت کا ہے) اور پہلا قول راجح ہے۔ اور ایک قول ہے کہ نفخۂ واحدہ سے مراد وہ نفخہ ہے جس کی آواز سن کر ہر ذی روح بے ہوش ہو جائے گا، علماء کا تعداد میں اختلاف ہے بعض علماء کا قول ہے صور تین مرتبہ پھونکا جائے گا اول نفخۂ فزع دوم نفخۂ صعق اور سوم نفخۂ قیام یا نفخۃ البعث اور بعض کا قول ہے نفخۂ فزع اور نفخۂ صعق دراصل ایک ہی نفخہ ہیں کہ آواز سنتے ہی لوگ گھبرا جائیں گے اور گھبراہٹ سے بے ہوش ہو جائیں گے اور پھر مر جائیں گے اس قول کے مطابق نفخہ صور دو مرتبہ ہوگا۔

وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً	اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعۃً چورا کر
وَّاحِدَةً ۝	دیئے جائیں۔
فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝	وہ دن ہے کہ ہو پڑے گی وہ ہونے والی

(وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ) اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر

رفعتا من احیازھما بمجرد القدرة الالٰھیة من غیر واسطة مخلوق او بتوسط نحو ریح او ملک وقیل او بتوسط الزلزلة۔ دونوں زمین اور پہاڑ اپنے اماکن

سے صرف قدرت الٰہیہ سے بلند اُٹھائے جائیں گے اور یہ حمل (اُٹھانا) مخلوق کے واسطہ سے نہ ہو گا یا پھر توسط سے اٹھائے جائیں گے جیسے ہوا یا فرشتہ اور ایک قول ہے کہ زلزلہ کے ذریعہ بلند اٹھائے جائیں گے۔ بعض نے کہا "حمل" سے مراد محض اضطراب ہے اور ایک قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اجرام علویہ میں سے کوئی پیدا فرمائے جس میں ایسی قوت کشش ہو کہ پہاڑوں کو کھینچ لے اور انہیں ان کے مقامات سے اُوپر اُٹھا لے۔

(فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ٥) دفعتہً چورا کر دیئے جائیں گے۔

فضربت الجملتان اثر رفعهما بعضها ببعض ضربة واحدة حتى نفتت وترجع كما قال سبحانه كثيبا مهيلا وقيل تتفرق اجزاؤها كما قال سبحانه هباء منبثا فرقوا بين الدك والدق بان فی الاول تفرق الاجزاء وفی الثانی اختلافها قال بعض الاجلة اصل الدك الضرب على ما ارتفع لينخفض ويلزمه التسوية

زمین اور پہاڑ دونوں یکدم اٹھائے جانے کی وجہ سے اُن میں سے بعض بعض کے ساتھ ٹکرا جائیں گے یہاں تک کہ چورا چورا ہو کر لوٹیں گے جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے "پہاڑ ہو جائیں گے ریت کا ٹیلہ بہتا ہوا" اور ایک قول ہے کہ ان کے اجزاء بکھر جائیں گے (ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جائیں گے) جیسا کہ ارشاد باری ہے "تو پہاڑ ہو جائیں گے غبار کے باریک ذرے پھیلے ہوئے" اور بعض نے الدك اور الدق میں فرق کیا ہے کیونکہ الدك کا مطلب اجزاء کا ٹوٹ کر بکھرنا ہے اور الدق کا مطلب ہے اس کا ہونا یعنی بہت باریک پیسنا یا آٹا بنانا اور بعض اجلہ علماء کا قول ہے کہ الدك کی اصل یہ ہے کہ جو شئے بلند ہو اُسے کوٹنا توڑنا یہاں تک کہ وہ ہموار اور برابر ہو جائے۔ وقال الراغب الدك الارض اللينة السهلة راغب کا قول ہے کہ "دك" کا مطلب ہے زمین کا خوب نرم وسہل ہونا۔ واضح مفہوم یہ ہے جب صور یک دم پھونکا جائے گا تو زمین و پہاڑ بلند ہو کر ٹوٹ پھوٹ کر ریت کے ٹیلہ جو بہتا ہوا دکھائی دے کی طرح ہو جائیں گے اور سب کچھ ہموار ہو جائے گا اور بلندی پستی نہ رہے گی۔

(فَيَوْمَئِذٍ) وہ دن ہے کہ

ای فحینئذ علی ان المراد بالیوم مطلق الوقت یعنی اس وقت اور اس سے مُراد اس دن کا مطلق وقت ہے ای فیوم اذ نفخ فی الصور وکان کیت کیت یعنی اُس روز جب صور پھونکا جائے گا ایسا ہو تو ایسے ایسے ہوگا۔

(وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝) ہو پڑے گی وہ ہونے والی

ای قامت القیامۃ ۔ یعنی قیامت قائم ہو جائے گی اور " واقعہ " کی تفسیر میں ہے یہ کہ قیامت کا وقوع صخرہ بیت المقدس سے ہوگا اور ایک قول ہے کہ جن امور کا وقوع ہونا ہے جیسے جزاء وسزا اور حساب وہ ضرور واقع ہوں گے ۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝ اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن اس کا پتلا حال ہوگا ۔

(وانشقت السماء) اور آسمان پھٹ جائے گا ۔

ای تفطرت و تمیز بعضھا عن بعض یعنی آسمان پھٹ جائے گا اور اُس کا بعض حصہ بعض سے ممتاز (علیحدہ الگ) ہو جائے گا ۔

(فھی) تو وہ

ای السماء یعنی آسمان

(يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝) اس دن اُس کا پتلا حال ہوگا ۔

ای ضعیفۃ من وھی ۔

وَھْیٌ کے معنی کمزوری، پھٹن یا شگاف یا ڈھیلا ہونا ہے بادل کے پھٹنے کو بھی وَھَی السحاب کہتے ہیں عنکبوت کے گھر کو فھی اوھن البیوت کہا گیا ہے یعنی کمزور گھر ۔ یعنی آسمان پھٹنے کے بعد کمزور ہو جائے گا اور ڈھیلا پڑ جائے گا جس طرح خیمہ طنابوں کے سٹنے یا کھینچنے سے ڈھیلا پڑ جاتا ہے ۔ اور اس کی مضبوطی وبندش برقرار نہیں رہتی ۔

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۝ اور فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے اور اُس دن تمھارے رب کا عرش اپنے اُوپر آٹھ فرشتے اٹھائیں گے ۔

(وَالْمَلَكُ) اور فرشتے

ای الجنس المتعارف بالملک وھو اعم من الملائکۃ عند الزمخشری وجماعۃ وقد ذکرہ الجوھری ایضاً ۔ فرشتوں سے مراد جنس متعارف یعنی عام فرشتے ہی ہیں علامہ زمخشری اور ایک جماعت علماء کا خیال ہے کہ وہ گرانڈیل فرشتے ہیں یعنی فرشتوں میں سے بہت موٹے یا طویل القامت ہیں ۔ اور جوہری کے نزدیک بھی مراد یہی فرشتے ہیں ۔

[illegible]

(عَلٰٓی اَرْجَآئِهَا) اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے

ای جوانبها یعنی آسمان کے اطراف پر موجود ہوں گے۔

(وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ) اور اٹھائیں گے تمہارے پروردگار کا عرش۔

ای یحمل عرش ربک فوق ظهورهم اور رؤسهم یعنی حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے عرش کو اپنی پشتوں کے اُوپر یا اپنے سروں پر اٹھائیں گے یا مُراد ہے کہ ان فرشتوں کے اُوپر جو آسمان کے کناروں پر ہوں گے یا پھر حاملین عرش فرشتے مراد ہیں۔

(يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۝) اس دن آٹھ فرشتے

اخرج عبد بن حميد عن ابن زيد عن النبی صلی الله علیه وسلم انهٗ قال يحمله اليوم اربعة ويوم القيامة ثمانية، عبد بن حمید نے عبداللہ بن زید سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج کل اُسے چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے روز آٹھ اٹھائیں گے۔ جن کا قول ہے اللہ کو معلوم ہے کہ وہ کتنے یا کیسے ہیں آٹھ اصناف یا آٹھ شخص اور ایک قول ہے کہ فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی جو عرش اٹھائے ہوں گی اور ان کی تعداد اللہ کو معلوم ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حاملین عرش چار فرشتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد کے لیے چار اور بڑھا دیئے جائیں گے

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝ اس دن تم سب پیش ہو گے کہ تم میں سے کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ سکے گی۔

(يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ) اس دن تم سب پیش ہو گے

مجازًا عن الحساب والمراد يومئذ تحاسبون۔ یعنی اس دن تم اللہ تعالیٰ کے حضور حساب کے لیے پیش ہو گے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا يُعرض الناس يوم القيامة ثلاث عرضات فاما عرضتان فجدال ومعاذير واما الثالثة فعند ذلك تطاير الصحف فى الايدى فآخذ بيمينه وآخذ بشماله" روز قیامت لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی دو پیشیاں تو جھگڑا کرنے اور عذر معذرت کے لیے ہوں گی اور تیسری پیشی کے وقت اعمالنامے ہاتھوں میں ظاہر ہو جائیں گے اور کوئی داہنے اور کوئی بائیں ہاتھ میں پکڑنے والا ہو گا۔

(لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝) کہ تم میں کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ سکے گی۔

ی تعرضون علی ربکم لا تخفی علیہ عزوجل سر من اسرارکم قبل ذلک۔ یعنی پروردگار
کے حضور اس طرح پیشی ہوگی کہ تمہاری کوئی بھی چھپی ہوئی بات نہ چھپ سکے گی۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا
فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ۚ کہے گا لو میرا نامۂ اعمال پڑھو۔
اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ۚ مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا۔
فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

تفصیل لاحکام العرض والمراد بکتابہ ما کتب الملائکۃ فیہ ما فعلہ فی الدنیا
و قد ذکروا ان اعمال کل یوم و لیلۃ تکتب فی صحیفۃ فتعدد صحف العبد
و عند فنیں توصل لہ فیوتاھا موصولۃ وقیل ینسخ ما فی جمیعہا فی صحیفۃ
واحدۃ وھذا ما جزم بہ الغزالی علیہ الرحمۃ۔

یہ پیشی کے معاملات کی تفصیل ہے اور اس کی کتاب (اعمال نامہ) سے مراد وہ ہے جو فرشتوں نے
لکھا جو اس نے دنیا میں کیا تھا اور بیان کیا گیا ہے کہ تمام اعمال (چھوٹے بڑے) ہر دن رات
کے صحیفے میں لکھے جاتے ہیں تو ایک شخص کے صحیفے متعدد (بہت) ہو جائیں گے تو کہا جائے گا اس کے
یہ سب اکٹھے ملا دیئے جائیں (جمع کر دیئے جائیں) پس وہ مجموعی صحیفہ اسے دیا جائے گا اور ایک قول ہے
کہ ان سب صحیفوں میں جو کچھ ہے مٹا کر یا مل کر ایک صحیفہ بنا دیا جائے گا اور یہی وہ بات ہے جس پر امام غزالی رحمۃ
اللہ علیہ نے جزم کیا ہے۔ دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ جنہیں دیا جائے گا وہ مومن ہی ہوں گے جیسا کہ سیاق کلام
سے واضح ہے چنانچہ وہ اعمالنامہ ملنے پر سمجھے گا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو نجات عطا کی گئی ہے
تو وہ بے حد مسرور ہوگا حکیم ترمذی کا قول ہے کہ پہلی پیشی (عرض السوال) اعراض و کفار کے لیے لوحہ معذرت
کی پیشی دوسری پیشی حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے بطور اتمام حجت ہوگی اور تیسری پیشی اہل ایمان وطاعت
کے لیے ہوگی یہ پیشی تو ضرور ہوگی مگر ان پر تنہائی میں عتاب فرمائے گا اور پھر بخش دے گا اور اپنی رضوان سے
نوازے گا۔

فیقول کہے گا

تبجحا و فخرا یعنی فرحت و خوشی اور مسرت و عزت کے طور پر اظہار کرکے کہے گا۔

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ۚ لو میرا نامۂ اعمال پڑھو
وہ شخص جسے اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا تو وہ خوشی سے کہے گا هَآؤُمُ اس کے معنی ہیں تم سب

و. قال الرضی ھا اسم نخذھا اسم بمعنی لینا یا تو تم ہے۔ ابوالقاسم نے بحوالہ سیبویہ لکھا ہے۔ العرب تقول ھاء یا رجل بفتح الھمزة وھاءِ یا امرأة بکسرھا وھاؤما یا رجلان او امرأتان وھاؤن یا نسوة فالمیم فی ھاؤم کالمیم فی أنتم وضمھا کضمھا فی بعض الجمعیات وفرعھ بخذوا۔ اہلِ عرب بولتے ہیں ھَآءَ یا رَجُل اے شخص لو اور ہمزہ زبر کے ساتھ بولتے ہیں اور ھاءِ یا اِمْرأۃ اے بی بی لو اور ہمزہ زیر کے ساتھ بولتے ہیں اور کہتے ہیں ھاؤما یا رجلان وامرأتان اور دو مردوں اور دو عورتوں (تثنیہ کے لیے) ھاؤما کہتے ہیں اور مرد اور عورتوں (جمع مذکر و مؤنث) کے لیے ھَآؤُمُ / ھَآؤُنَّ بولتے ہیں تو ھآؤُمُ میں میم اَنْتُمْ کی میم کی طرح ہے اور اس کا پیش بعض مواقع (ضمہ) بھی اَنْتُمْ کی پیش کی طرح ہی ہے اور یہاں اس کی تفسیر "تخذوا" کے ساتھ کی گئی ہے یعنی تم لو۔ مطلب ہے کہ تم میرا اعمالنامہ لے کر پڑھو یا دیکھو۔

اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ۝ مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا

ای علمت ذلک کما قالہ الاکثرون جیسا کہ اکثر علماء کا ارشاد ہے کہ وہ کہے گا کہ مجھے اس کا علم تھا یعنی مجھے معلوم تھا کہ آخرت میں میرے ساتھ ایسا معاملہ یعنی حساب لیا جائے گا۔ بیضاوی کا قول ہے کہ ظن کے لفظ کا یقین کی جگہ بولنے سے اس امر کا اظہار ہے کہ علوم نظریہ اور وساوس لازم و ملزوم ہیں لیکن اعتقاد میں ان سے خرابی نہیں ہو سکتی اور یہ اعتراف کہ مجھے (گمان) تھا حق سبحانہ و تعالیٰ کے حضور عاجزی کے لیے ہے کہ ذات باری کے سامنے دعویٰ کرنا غیر مناسب ہے۔

فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۝ تو وہ من مانتے چین میں ہو گا

قال ابو عبیدہ والفراء ای مرضیۃ ابو عبیدہ اور فراء کا کہنا ہے یعنی راضی ہو گا یعنی جو چاہے گا وہ اس کی رضا چاہت۔ دل پسند) ہو گا۔ اور بعض کا ارشاد ہے أی ذات رضی یعنی اس کے دل پسند ہو گا۔ جو چاہے تو انکار کرتا ہے۔

فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۝ بلند باغ میں

قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ۝ جس کے خوشے جھکے ہوئے

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ۝ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

(فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۝) بلند باغ میں

مرتفعۃ المکان لا نھا فی السماء فنسبۃ العلو الیھا حقیقۃ ویجوز ان تکون

مجازا وھی حقیقۃ لدرجاتھا ومافیھا من بناء ونحوہ وفی البحر عالیۃ مکانا وقدرا۔ وہ باغ ایسے مکان میں جو بلند و بالا ہو کیونکہ وہ آسمان میں ہے اور اس کی بلندی کے ساتھ نسبت ہونا حقیقی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسا مجازاً ارشاد ہو اور یہاں بلندی سے مراد اس کے درجات کے لیے بلندی ہو اور جو کچھ اس میں ہے جیسے عمارتیں اور درخت اور اس کی طرح کی چیزیں جو بلند و بالا ہوں۔ اور بحر العلوم میں بھی ہے کہ مراد ہے مکان اور عزت کے لحاظ سے بہت بلند۔

(قُطُوْفُهَا) جس کے خوشے

قُطُوْف قِطْف کی جمع ہے وَهُوَ مَا يُجْتَنٰى مِنَ الثَّمر اور وہ پھلوں کی لدی ڈالی ہے۔

(دَانِيَةٌ ۝) جھکے ہوئے۔

ای قریبۃ یتناول الرجل منھا وھو قائم کما قال البراء بن عازب رضی اللہ عنہ وقال بعضھم یدرکھا القائم والقاعد والمضطجع بفیہ من شجرتھا وعلیہ۔

یعنی نزدیک ہوں گے اور آدمی کھڑے کھڑے اس سے کھا سکے گا جیسا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بعض کا قول ہے کہ آدمی کھڑے، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے درخت سے اس کا پھل توڑ سکے گا عبد بن حمید نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا دنت فلا یرد ایدیھم عنھا بعد ولاشوک خوشہ اتنا قریب ہوگا کہ ان کے ہاتھوں سے دور نہ ہوگا اور نہ کانٹے دار ہوگا اور بعض نے "الدنو" کی تفسیر میں کہا ہے علیہ بسھولۃ التناول اس شخص پر اس خوشے تناول کرنا (ہر طرح سے) سہل ہوگا۔ باغوں کی بلندی کے باوصف پھلوں تک ہر طرح بسہولت رسائی ایک خاص انعام ہے۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

(كُلُوْا وَاشْرَبُوْا) کھاؤ اور پیو۔ ای یقال فیھا ذلک یعنی ان سے کہا جائے گا جو بلند باغوں میں ہوں گے اور ضمیر کا جمع لانا معنی کی رعایت کے لیے ہے۔ اور یہ "هُوَ" جو کہ ضمیر واحد ہے کی خبر ہے

(هَنِيْٓـًٔا) رچتا ہوا

ای غیر منغصین (سہولت کے ساتھ یا فراغت)

(بِمَآ اَسْلَفْتُمْ) صلہ اس کا جو تم نے آگے بھیجا۔

بمقابلۃ ما قدمتم من الاعمال الصالحۃ یعنی اپنے ان اچھے اعمال کے بدلے

مقابلے میں جو تم نے دنیا میں آخرت کے لیے کئے تھے (آگے بھیجے تھے)

(فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝) گزرے دنوں میں

ای الماضیہ وھی ایام الدنیا یعنی ماضی میں گزرے ہوئے زمانے میں (اور وہ دنیا کے دن تھے۔ وقیل الخالیۃ من اللذائذ ای التی اخلیتموھا من الشھوت النفسانیہ۔ اور ایک قول ہے کہ الخالیہ سے مراد وہ دن ہیں جو لذات و شہوات نفسانیہ سے خالی تھے ابن جبیر وکیع من تفسیر ھذہ الایام بایام الصیام۔ ابن جبیر اور وکیع سے اس کی تفسیر میں منقول ہے کہ ایام الخالیۃ سے مراد روزوں کے دن ہیں۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ	اور وہ جو اپنا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا
فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ	جائے گا کہے گا ہائے کسی طرح مجھے اپنا نوشتہ
كِتٰبِيَهْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝	نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔
يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝	ہائے کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی۔
مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۝	میرے کچھ کام نہ آیا میرا مال، میرا سب
هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۝	زور جاتا رہا۔

(وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝) اور وہ جو اپنا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا ہائے کسی طرح مجھے اپنا نوشتہ نہ دیا جاتا۔

لما یری من قبح العمل وانجلاء الحساب عما یسوء ہ، اس سے مراد کافر ہے بیہقی نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ کفار کو نامۂ اعمال پیچھے کی طرف سے بائیں ہاتھ میں سپرد ہوگا اس وقت جب وہ اپنے اعمال کی خرابی و برائی اور حساب کا معاملہ روشن دیکھے گا تو اس سے اسے بہت دکھ ہوگا تو وہ کہے گا کہ اے کاش مجھے اپنا نوشتہ نہ دیا جاتا۔

وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔

یعنی مجھے اس بات کا علم ہی نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے۔

(يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝) ہائے کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی۔

(يٰلَيْتَهَا) ای الموتۃ التی متھا فی الدنیا یعنی موت جس نے اُسے دنیا میں مارا تھا۔

(كَانَتِ الْقَاضِيَةَ) ای القاطعۃ لامری ولم ابعث بعدھا ولم القی مالقیت۔ میرا معاملہ کاٹ دیتی اور میں اس کے بعد ہرگز زندہ اٹھایا جاتا اور جن چیزوں سے دوچار ہوا ہوں اُس سے ہرگز

دوچار نہ ہوتا۔ قتادہ کا قول ہے کہ کافر قیامت کے روز موت کی آرزو کرے گا حالانکہ حیات دنیوی میں اسے یہ ناگوار تھی۔ ایک قول ہے کہ اے کاش حیات دنیوی ہی نہ ہوتی یعنی عدم ہی ہوتا اور میں زندہ پیدا نہ کیا جاتا۔

(مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ۝) میرے کچھ کام نہ آیا میرا مال

ای ما اغنی عنی شیئا الذی کان لی فی الدنیا من المال ونحوہ کالاتباع یعنی میرے لئے جو دنیا میں میرا مال تھا اور اسی طرح کی اشیاء جیسے خدام و اولاد وغیرہ کوئی بھی میرے لیے فائدہ مند اور کارآمد نہ ہوا۔ یا جو میں نے دنیوی زندگی میں اکٹھا کر رکھا تھا وہ مجھے کچھ بھی عذاب سے نہ بچا سکا۔

(هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ۝) میرا سب زور جاتا رہا

ای بطلت حجتی التی کنت احتج بها فی الدنیا وبه فسرہ ابن عباس ومجاهد والضحاك وعكرمة والسدی اکثر السلف یعنی دنیا میں جن حجتوں سے میں احتجاج کرتا تھا (جھٹلایا کرتا تھا) میری وہ سب حجتیں خاک میں مل گئیں اور یہ تفسیر ابن عباس مجاہد ضحاک، عکرمہ، سدی اور اکثر علماء سلف سے منقول ہے ایک قول ہے ای بطلت ملکی وتسلطی علی الناس وبقیت فقیرا ذلیلا او تسلطی علی القوی والآلات خلقت لی فعجزت عن استعمالها فی الطاعات یقول ذلك تحسرا وتاسفا۔ یعنی میری حکومت (بادشاہی) لوگوں پر تسلط و غلبہ فنا ہو گیا اور فقیر و ذلیل ہو کر باقی رہ گیا یا پھر کہے گا کہ میرا میرے قویٰ پر تسلط و غلبہ (اختیار) اور وہ آلات (اشیاء) جو میرے لیے پیدا کی گئی تھیں تو میں ان کے صحیح استعمال یعنی فرمانبرداری کے کاموں میں خرچ کرنے سے باز رہا اور اس کا یوں کہنا بطور حسرت و افسوس ہوگا۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِىْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝

اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو۔ پھر اسے بھڑکتی آگ میں دھنساؤ پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے اسے پرودو۔

(خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝) اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو

(خذوہ) ای یقول اللہ تعالیٰ للزبانیة خذوہ یعنی پھر حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا دوزخ کے فرشتوں (زبانیہ) سے کہ اسے پکڑ لو یعنی قید کر لو۔ (فَغُلُّوْهُ) ای شدوہ بالاغلال یعنی اس کو گردن سے جکڑ دو۔ ایک قول ہے کہ اس کے گلے میں طوق ڈال کر

باندھ لو۔

(ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ○) پھر اسے بھڑکتی آگ میں دھنسادو

بیان کیا گیا ہے ان الجحیم اسم لطبقة من النار بے شک "جحیم" دوزخ کی آگ کے ایک طبقہ کا نام ہے تو فرمایا جائے گا صَلُّوْهُ ای لا تصلوہ یعنی اس کو اس کے اندر پہنچاؤ، جحیم کا ہے بڑی بھڑکتی آگ واضح مطلب یہ ہے کہ اسے اس آگ میں خوب اندر جھونک دو۔

(ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ○) پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے اسے پرودو۔

(ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا) پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ای قیاسھا و مقدار طولھا یعنی ایسی زنجیر کے ساتھ جس کا اندازہ اور لمبائی کی مقدار ستر ہاتھ ہوگی۔

(سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا) ستر ہاتھ۔

بعض علماء نے کہا ہے والسبعون فی التکثیر والمبالغہ ستر کا عدد تکثیر و مبالغہ کے لیے ہے اور بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد معروف ظاہری عدد ہی ہے عربوں کے ہاں معروف "ذراع الید" ہی ہے یعنی ہاتھ (بازو) کی لمبائی۔ ابن عباس، ابن جریج اور محمد بن المنکدر کا قول ہے "ذراع الملک" حکومت یا حاکم کا پیمانہ حسن کا قول ہے کہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ وہ ذراع کیسا ہے صاحب تفسیر مظہری کا کہنا ہے کہ شائد مراد دوزخ کے دربان فرشتوں (زبانیہ) کا ذراع ہے۔ اور یہی قوی معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم

(فَاسْلُكُوْهُ ○) اسے پرودو

ای فادخلوہ یعنی اُسے اس میں (پرودو) داخل کر دو۔ ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے ابن جریج کے حوالے سے ابن عباس سے روائت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا انما تسلك فی دبرہ حتی تخرج من منخریہ کہ کافر کی مقعد سے زنجیر داخل کر کے ناک کے نتھنوں میں سے نکالی جائے گی ایک قول ہے کہ وہ زنجیر کافر میں اس طرح داخل کی جائے گی جس طرح کسی شئے میں ڈورا پرو دیا جائے اور یوں پرو دیا جانا انتہائی شدید ہوگا۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ○ بے شک وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہ لاتا تھا۔

لانہ کان فی الدنیا مستمرا علی الکفر باللہ تعالٰی العظیم یعنی اس لیے کہ یہ حیات دنیوی میں عظمت والے اللہ کا ہمیشہ انکار کرتا تھا یہ نیا جملہ عذاب مذکور کی علت کا بیان ہے

ایک قول ہے کہ عظمت والے رب پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور عظیم (صفت الٰہیہ) کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ بڑائی اور عظمت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ہی شان ہے اور وہی اس کا مستحق ہے حدیث قدسی میں وارد ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا الکبریاء ردائی و العظمۃ ازاری بڑائی میری چادر اور عظمت میرا تہ بند ہے۔ لفظ عظیم کے ذکر میں یہ اشارہ بھی ہے کہ یہ کافر دنیا میں متکبر بنتے تھے اور اللہ پہ ایمان نہ لاتے تھے اور کفر وسرکشی میں بڑے بنتے تھے اور عظمت والے رب کی عظمت و وحدانیت کو نہ مانتے تھے تو گویا ان کی خود ساختہ بڑائی اور تکبر کا یہ زعم باطل ہی ان کے عذاب کا باعث بنا اور مذکورہ حدیث قدسی ہی میں ہے کہ جس نے مجھ سے کبریائی اور عظمت کو کھینچا فقد فتہ فی النار تو میں اُسے ضرور آگ میں داخل کروں گا۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہ دیتا

ای ولا یحث علی بذل طعامہ الذی یستحقہ فی المال الموسر یعنی وہ شخص جس کے مال میں کسی کا حق بآسانی مل سکتا اُسے بھی مسکین کو کھلانے کی انگیخت یا کھلانے پر آمادہ نہ کرتا خود دے دیتا تو اور بات ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ طعام بمعنی الاطعام ای ولا یحث علی اطعام المسکین یعنی خود مسکین کو کھلانے کی رغبت ہی نہیں رکھتا تھا۔ وقیل دما اُن اُقبح العقائد الکفر و اُشنع الرذائل البخل وقسوۃ القلب اس آیت کے ضمن میں علماء نے فرمایا کہ عقائد میں بدترین عقیدہ کفر وشرک ہے اور اخلاق رذیلہ میں سے اشد و بدترین بخل (کنجوسی۔ راہِ خدا میں خرچ نہ کرنا) اور قلب (دل) کی سختی ہے۔ مسکین کو کھلانا چونکہ رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کے حصول کے لیے ہوتا ہے اور کافر کا یہ ایمان واعتقاد ہی نہیں ہوتا لہٰذا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ایسا عقیدہ ہی نہ رکھتا تھا اور آخرت کا منکر تھا۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝ تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔

وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝ اور نہ کچھ کھانے کو مگر دوزخیوں کا پیپ۔

لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۝ اُسے نہ کھائیں گے مگر خطاکار

(فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝) تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔

قریب مشفق یحمیہ ویدفع عنہ لان اولیاءہ یتحامونہ ویفرون منہ۔ یعنی آج آخرت کے دن اس کے قریب کوئی شفقت کرنے والا دوست نہ ہوگا کہ وہ اُس سے عذاب کو ہٹانے کی سفارش کر سکے کیونکہ اس کے جگری یار دنیاوی زندگی میں اس کے حامی اور دوست

بنتے تھے اور اب وہ اُس سے دور بھاگیں گے۔

(وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝) اور نہ کچھ کھانے کو مگر دوزخیوں کا پیپ

قال اللغویون ھو ما یجری الجراح اذا غسلت فعلین من الغسل وقال ابن عباس فی روایۃ ابن ابی حاتم وابن المنذر من طریق عکرمۃ عنہ انہ الدم والماء الذی یسیل من لحوم أھل النار وفی معناہ قولہ فی روایتھما من طریق علی بن ابی طلحۃ عنہ ھو صدید اھل النار واخرج ابن ابی حاتم من طریق مجاھد عنہ انہ قال ما أدری ما الغسلین ولکنی أظنہ الزقوم والاکثرون علی الاول۔

علماء لغت کا فرمانا ہے کہ "غسلین" سے مُراد وہ شئے (پیپ یا کچا لہو) جو زخم سے اس وقت جاری ہوتی ہے جب اُسے دھویا جاتا ہے اور ابن عباس سے بطریق عکرمہ، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے نقل کیا ہے کہ بے شک وہ لہو اور وہ (گندا) پانی ہے جو دوزخیوں کے بدن سے بہے گا اور اس کے معنی میں ان دونوں روایتوں میں بطریق علی بن ابی طلحہ ایک قول ہے کہ غسلین سے مُراد جہنم کا پیپ ہے اور ابن ابی حاتم نے بطریق مجاہد ابن عباس ہی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ "غسلین" کیا شئے ہے البتہ میرا گمان ہے کہ اس سے مراد تھوہر کا درخت ہے تاہم اکثر علماء کے نزدیک پہلا قول ہی قوی ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہاں کھانے کو کچھ نہ ہوگا مگر بس یہی کچا لہو اور پیپ جو دوزخیوں کے زخموں سے بہے گا۔

(لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۝ع) اُسے نہ کھائیں گے مگر خطا کار

ای المشرکین کما روی عن ابن عباس یعنی مشرک جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار و اشرار اور مشرکوں کے سوا اسے کوئی نہ کھائے گا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الحاقہ پ ۲۹

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ	تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو۔
وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝	اور جنہیں تم نہیں دیکھتے۔
اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝	بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۝
اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں، تم کتنا کم یقین رکھتے ہو۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝
اور نہ کسی کاہن کی بات کتنا کم دھیان کرتے ہو

تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعٰلَمِينَ ۝
اس نے اتارا ہے جو سارے جہان کا رب ہے

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝
اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے۔

لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝
ضرور ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے۔

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝
پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے۔

فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۝
پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔

وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۝
اور بے شک یہ قرآن ڈر والوں کو نصیحت ہے

وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ ۝
اور ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں کچھ جھٹلانے والے بھی ہیں۔

وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِينَ ۝
اور بے شک وہ کافروں پر حسرت ہے۔

وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ۝
اور بے شک وہ یقینی حق ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝
تو اے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کی تسبیح کرو۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ الحاقہ پ ۲۹

فلا، نہیں	اقسم، قسم اٹھاتا ہوں	بما، اسکی جو	تبصرون۔ تم دیکھتے ہو
و، اور	ما، جو	لا، نہیں	تبصرون۔ دیکھتے ہو
انہ۔ بیشک وہ	لقول۔ بات	رسول۔ رسول	کریم۔ محترم کی
و۔ اور	ما۔ نہیں	ھو۔ وہ	بقول۔ بات
شاعر۔ شاعر کی	قلیلا۔ تھوڑا ہے	ما۔ جو	تؤمنون۔ تم ایمان لاتے ہو
و۔ اور	لا۔ نہیں ہے	بقول۔ بات	کاھن۔ کاہن کی
قلیلا۔ تھوڑا ہے	ما۔ جو	تذکرون۔ نصیحت لیتے ہو	تنزیل۔ اتارا گیا ہے
من رب العلمین۔ رب جہانوں کی طرف سے		و۔ اور	لو۔ اگر

تقول۔بنا لیتا	علینا۔ہم پر	بعض۔بعض	الاقاویل۔بات
لاخذنا۔توپکڑ لیتے ہم اس کو		منہ۔اس سے	بالیمین۔قوت سے
ثم۔پھر	لقطعنا۔ہم کاٹ دیتے	منہ۔اسکی	الوتین۔رگ دل
فما۔تو نہ ہوتا	منکم۔تم میں سے	من احد۔کوئی بھی	عنہ۔اس کو
حاجزین۔بچانے والا	و۔اور	انہ۔بیشک وہ	لتذکرۃ۔نصیحت ہے
للمتقین۔پرہیزگاروں کیلئے	و۔اور	انا۔بیشک ہم	لنعلم۔ضرور جانتے ہیں
ان۔یہ کہ	منکم۔تم میں سے کچھ	مکذبین۔جھٹلانے والے ہیں	و۔اور
انہ۔بیشک وہ	لحسرۃ۔حسرت ہے	علی۔اوپر	الکفرین۔کافروں کے
و۔اور	انہ۔بیشک وہ	لحق۔حق ہے	الیقین۔یقینی
فسبح۔سو تسبیح کرو	باسم۔نام	ربک۔اپنے رب	العظیم۔بڑے کی

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ الحاقہ پ ۲۹

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو
وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِنَّهٗ اور جنہیں تم نہیں دیکھتے، بے شک یہ
لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔

(فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝) تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے۔

ای المشاهدات والمغيبات واليه يرجع قول قتادة وقال عطاء ماتبصرون من آثار القدرة ومالاتبصرون من اسرار القدرة وقيل الاجسام والارواح وقيل الدنيا والآخرة وقيل الانس والجن والملائكة وقيل الخلق والخالق وقيل النعم الظاهرة والباطنة۔

یعنی وہ سب اشیاء جو تم دیکھتے ہو اور وہ جو تم سے پوشیدہ ہیں جنہیں تم عقل و نظر سے نہیں دیکھ سکتے (غیب کی چیزیں) اور قتادہ کا قول یہی ہے اور عطاء کا قول ہے کہ جو تم آثار قدرت (قدرت کی نشانیوں) سے دیکھتے ہو اور وہ جو تم قدرت کے اسرار (پوشیدہ امور) سے نہیں دیکھتے ہو اور ایک قول ہے کہ دیکھنے سے مراد اجسام اور نہ دیکھنے سے مراد ارواح ہیں اور ایک قول ہے کہ دیکھنے سے مراد دنیا اور نہ دیکھنے

سے مراد ہے یعنی وہ جو تم دیکھتے ہو مراد انسان، جن اور فرشتے ہیں اور ایک قول ہے کہ مراد مخلوقات اور خالق ہے وہ جو نہیں دیکھتے مراد علم ہے یا وہ باتیں جو مخفی ہیں۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں

إِنَّهُ ای القرآن یعنی قرآن حکیم لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ای یبلغہ عن اللہ تعالیٰ فان الرسول لا یقول عن نفسہ علی وہ اُسے (قرآن کو) اپنے پروردگار حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے پہنچاتے ہیں تو بے شک وہ (رسول) اُسے اپنے نفس سے نہیں کہتے اور رسول کریم سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک نبی کریم حبیب محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ابن السائب، مقاتل اور ابن قتیبہ کا قول ہے کہ وہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۝ اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں کتنا کم یقین رکھتے ہو۔

مقاتل سے اسباب نزول میں مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساحر ہیں اور ابوجہل نے کہا شاعر ہیں اور عتبہ نے کہا کاھن ہیں تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کے اقوال باطلہ کا رد فرمایا اور "فلا اقسم" ذکر فرمایا۔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ) اور یہ قرآن کسی شاعر کی بات نہیں ہے ای ان ھذا القرآن لقول جبریل الرسول الکریم وَمَا ھو من تلقاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کما تزعمون و تدعون انہ شاعر و کاھن ویکون قد نفی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم الشعر والکھانۃ علی سبیل الادماج یعنی یہ قرآن حکیم اللہ کی طرف سے جبریل علیہ السلام جو معزز رسول کا قول ہے اور (ان کے ذریعہ وحی کیا گیا ہے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا قول (خود ساختہ) نہیں جیسا کہ تم گمان کرتے ہو اور دعویٰ کرتے ہو کہ وہ شاعر اور کاھن ہیں اور ہو سکتا ہے کہ بات کو موافق و پختہ کرنے کے طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شاعری اور کہانت کی نفی کی گئی ہو۔

(قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۝) کتنا کم یقین رکھتے ہو۔

قلیلاً مصدر ہے اور اس کی حالت نصبی ظرفیت پر مبنی ہے اور "ما" قلت کو مؤکد ہے جس کا مطلب ہے انتہائی کم مراد ایمان کی نفی ہے کہ انتہائی بے ایمان ہیں کہ حق بات نہیں سمجھتے کہ قرآن حکیم نہ تو شعر ہے اور نہ ہی سحر اور نہ ہی کہانت اور شاعری ساحری اور کہانت کی کون سی ایسی بات ہے جو تم اس میں پاتے ہو جب کہ تم جانتے ہو کہ یہ ایسا ہرگز نہیں تو پھر قبول حق میں کیا امر مانع ہے مگر بس یہی کہ تم ڈھٹائی کے ساتھ ضد اور عناد پر جمے ہوئے ہو۔ ایک قول ہے ای تصدقون تصدیقاً قلیلاً یعنی جب

قرآن حکیم کی سچائی ان پر روشن ہوجاتی ہے تو تھوڑی دیر کے لیے اس کی تصدیق (سچا ماننے) کرنے لگتے ہیں مگر جب عناد کا غلبہ ہوا اگر یہ عذاب تیری طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب نازل فرما۔ ایک قول ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ اور صنادید قریش کو عذاب الٰہی سے ڈرایا تو وہ باہم کہنے لگے کہ یہ عذاب کس پر نازل ہوگا اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔ سُدی سے مروی ہے کہ وہ عذاب جس کی استدعا کی گئی تھی روز بدر واقع ہوا۔ بغوی سے مروی ہے کہ سائل دوزخ کا ایک نالہ ہے۔ وَاقِعٌ سے مراد ہونے والا اور یہ عذاب مطلوبہ کی صفت یا اس سے متعلق ہے۔

لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝ جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے (والا نہیں)

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اور نہ کسی کاہن کی بات، کتنا کم دھیان کرتے ہو

(وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ) اور نہ کسی کاہن کی بات

كما تدعون مرة اخرى۔ جیسا کہ تم (کفار) دوسری بات کا دعویٰ کرتے ہو یعنی بعض کفار کہتے ہیں کہ قرآن حکیم شاعری ہے اور بعض کفار جیسے عتبہ وغیرہ کہتے تھے کہ یہ کہانت ہے تو یہ قرآن حکیم کسی کاہن کا قول نہیں۔

(قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝) کتنا کم دھیان کرتے ہو

ای تذکرون تذکرا قلیلا۔ یعنی تم بہت ہی کم غور و تدبر سے کام لیتے ہو قرآن کا شعر و کہانت نہ ہونا ایک ایسا امر تھا کہ کفار کو انکار کی گنجائش نہ تھی مگر پھر بھی انکار کرنا تدبر کی انتہائی کمی اور ضد و عناد کی وجہ سے تھا۔

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُس نے اتارا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

(تَنْزِيْلٌ) ای هو تنزیل یعنی اس نے اتارا ہے وہ قرآن جو اترا ہے (مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ) نزله سبحانه على لسان جبريل عليه السلام۔ یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآن حکیم کو جبرائیل علیہ السلام کی زبانی اتارا ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝

اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم اُن سے بقوت بدلا لیتے۔ پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے۔ پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔

(وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝) اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے۔
التقول الافتراء وسمى تقولا لانه قول متكلف والاقاويل الاقوال المفتراة
وهو جمع قول۔ التقول سے مراد بہتان باندھنا یا کسی پر کوئی بات جو اس نے نہ کہی ہو لگانا اور اس کو "تقولا" بھی بولا جاتا ہے کیونکہ یہ خود ساختہ بات ہوتی ہے اور "اقاویل" قول سے جمع ہے یا اقوال سے جمع الجمع ہے جیسے انعام سے اناعیم اور ابیات سے ابابیت اور مراد گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے لو ادعی علینا شیئا لم نقله کہ اگر وہ ہم پر کسی ایسی شئے کا دعویٰ کریں جو ہم نے نہ کہی تو ہم ضرور ان سے بقوت بدلا لیتے جیسا کہ آگے ارشاد ہے۔
(لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝) ضرور ہم ان سے قوت کے ساتھ بدلہ لیتے۔ ای لامسكناه۔ یعنی ہم ضرور اُس کو روک دیتے یعنی ضرور پکڑ لیتے (مِنْهُ) ان سے۔ من سببیہ ہے یعنی اُس کے افتراء کے باعث یا من گھڑت بات کی وجہ سے جو ہم نے نہ فرمائی ہوتی۔ (بِالْيَمِيْنِ) دائیں ہاتھ کے ساتھ ای بالقوة والقدرة کما فسر ابن عباس یعنی قوت اور قدرت کے ساتھ جیسا کہ تفسیر میں عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے اور لفظ یمین متشابہات سے ہے اور اللہ اعلم بمراده۔
ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے
ای وتينه وهو كما قال ابن عباس نياط القلب الذى اذا انقطع مات صاحبه وعن مجاهد انه الحبل الذى فى الظهر وهو النخاع وقال الكلبى هو عرق بين العلباء وهى عصب العنق والحلقوم یعنی پھر اس کی رگِ حیات کاٹ دیتے اور وہ جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے کہ دل کی ایک ایسی رگ ہے کہ جب کٹ جائے تو آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے اور مجاہد کا قول ہے کہ وہ نخاع یعنی حرام مغز ہے اور کلبی کا قول ہے کہ وہ رگ ہے جو گردن کے پٹھوں میں ہوتی ہے اور وہ گردن اور نرخرہ (گلے) کا پٹھہ ہے واضح مفہوم یہ ہے شہ رگ کاٹ دیتے یا دل کی وہ رگ کاٹ دیتے جو زندگی کو ختم کر دیتی۔
فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا
(فَمَا مِنْكُمْ) پھر تم میں سے کوئی نہ ايها الناس یعنی اے لوگو تم میں سے کوئی شخص بھی (عنه) اُس سے ای عن هذا الفعل مِنْ اَحَدٍ وَهُوَ القتل یعنی اس کام سے اور وہ کاٹنا رگ جان کا (حٰجِزِيْنَ۔ بچانے والا ہوتا ای مانعین یعنی ہیں اس کام (قتل) سے روکنے والا نہ ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی ہیں اس کی رگ جان کے قتل سے نہ روک سکتا۔

وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ٥ اور بے شک یہ قرآن ڈر والوں کو نصیحت ہے

(وَاِنَّهٗ) اور بے شک یہ ای القرآن یعنی یہ قرآن حکیم (لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ) ڈر والوں نصیحت ہے لانھم منتفعون بہ اس لیے کہ اہل تقوٰی (اللہ سے ڈرنے والے مومنین) کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے اور وہ اس کی تلاوت سے بہت خیر حاصل کرتے ہیں۔

وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ٥ اور ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں کچھ جھٹلانے والے ہیں۔

مسلمانوں سے خطاب ہے اور مطلب یہ ہے ان منھم ناسا سیکفرون بالقراٰن بے شک تم میں سے کچھ لوگ ہوں گے جو مستقبل قریب میں قرآن حکیم کا انکار کریں گے۔ ایک قول فنجازیھم علی تکذیبھم تو ہم ان جھٹلانے والوں کو ان کے جھٹلانے کی سزا ضرور دیں گے۔

وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ٥ اور بے شک وہ کافروں پر حسرت ہے

(وَاِنَّهٗ) اور بے شک وہ ای القراٰن یعنی قرآن حکیم

(لَحَسْرَةٌ) ضرور حسرت۔ عظیمۃ یعنی بہت بڑی ندامت وحسرت

(عَلَى الْكٰفِرِيْنَ) کفار پر۔ عند مشاھدتھم لثواب المومنین یعنی بروز حشر جب اہل ایمان کے اجر وثواب انعام واعزاز کا مشاہدہ کریں گے تو انہیں ایمان نہ لانے پر سخت افسوس وحسرت ہو گی۔ اور مقاتل کا قول ہے کہ قرآن حکیم کی تکذیب پر انہیں شدید حسرت ہوگی۔

وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ٥ اور بے شک وہ یقینی حق ہے

(وَاِنَّهٗ) اور بے شک وہ ای القراٰن یعنی قرآن کریم

(لَحَقُّ الْيَقِيْنِ) یقینی حق ہے ای للیقین حق الیقین یعنی یقین کے لیے حق الیقین ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ عین الیقین ہے، حق باطل کی ضد ہے جس کا معنی ہے باطل یقین نہیں جب کہ حق عین یقین ہے اور قاموس میں یقین کا معنی یہ ہے ما یزیل الشك والشبہ جو شک وشبہ کو مٹا دے بلا شبہ قرآن حکیم شکوک وشبہات کو مٹانے والا ہے اور ہر ریب وشک سے مبرا ہے ما لیسا روشن وواضح ہے کہ کوئی سمجھ دار اس کا انکار ہی نہیں کرسکتا۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ٥ تو اے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کی تسبیح بولو۔

ای فسبح اللہ تعالٰی بذکر اسمہ العظیم تنزیھا لہ عن الرضا بالتقول

ذٰلِکَ عَلٰی مَا زَعَمَ الْکَفَرَۃُ مِنْ عَدَمِ الْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ شِعْرًا یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو کفار کی افترا پردازی کی افترا پردازی پر رنج رہنے اور غلط باتوں سے موصوف ہونے سے پاک بیان کرو اور اس کا شکریہ بجالاؤ کہ اس ذات کریم نے تمہاری جانب اپنے اس باعظمت اور رفیع الشان کلام کریم کی وحی نازل فرمائی۔ تسبیح کے بارے میں تفصیل سورۂ واقعہ میں گزر چکی حدیث شریف میں ہے جب بندہ سبحان اللہ کہتا ہے تو تَمْلَاُ مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ زمین و آسمان کی درمیانی جگہ اور برکت سے معمور ہو جاتی ہے اور ایک روایت میں ہے ہر بار سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے اور ترمذی سے منقول ہے جب بندہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ کہتا ہے تو جنت میں اس کے لیے ایک کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے اور صحیحین میں ہے کہ دو کلمے ہیں جو زبان پر نہایت ہلکے میزان کو جھکا دینے والے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو انتہائی محبوب ہیں وہ دو کلمے ہیں سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ (استغفر اللہ)

الحمد للہ آج سورۃ الحاقۃ کی تفسیر مکمل ہوئی

عبدہٗ المذنب

۱۱ر فروری ۱۹۹۲ء
۶ر شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ

سورۃ المعارج مکیۃ

سورۃ میں دو رکوع چوالیس آیتیں دو سو چوبیس کلمے نو سو انتیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

با محاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ معارج پ ۲۹

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝

ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں۔

مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ ۝

وہ ہوگا اللہ کی طرف سے جو بلندیوں کا مالک ہے۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝

ملائکہ اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝

تو تم اچھی طرح صبر کرو۔

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝

وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں۔

وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝

اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں۔

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝

جس دن آسمان ہوگا جیسے گلی چاندی۔

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝

اور پہاڑ ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے اون۔

وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝

اور کوئی دوست کسی دوست کی بات نہ پوچھے گا۔

يُّبَصَّرُوْنَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۝

ہوں گے انہیں دیکھتے ہوئے مجرم آرزو کرے گا کاش اس دن کے عذاب سے چھٹنے کے بدلے میں دیدے اپنے بیٹے۔

وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝

اور اپنی جورو اور اپنا بھائی۔

وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝
وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ ۝

اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے
اور جتنے زمین میں ہیں سب پھر یہ بدلہ دے کر اپنے آپ کو بچالے۔

كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ۝
نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ۝
تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۝
وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۝
إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝
إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝
وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝
إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝
الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝
وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝
لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝

ہرگز نہیں وہ تو بھڑکتی آگ ہے۔
کھال اتار لینے والی۔
بلا رہی ہے اس کو جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیرا۔
اور جوڑ کر سینت رکھا۔
بے شک بنایا گیا ہے بڑا بے صبرا حریص۔
جب اسے برائی پہنچے تو سخت گھبرانے والا۔
اور جب بھلائی پہنچے تو روک رکھنے والا۔
مگر نمازی۔
جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔
اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے۔
اس کے لیے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے اور محروم رہے۔

وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝
وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ۝
إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝

اور وہ جو انصاف کا دن سچ جانتے ہیں۔
اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں
بیشک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝
إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝
فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝
وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔
مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال کنیزوں سے کہ ان پر کچھ ملامت نہیں۔
تو جو ان دو کے سوا اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔
اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت

زَاعُوْنَ ۝	کرتے ہیں۔
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝	اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝	اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔
اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝	یہ ہیں جن کا باغوں میں اعزاز ہوگا۔

حل لغات رکوع اول سورۂ معارج پ ٢٩

سال-سوال کیا	سائل-ایک سوال کرنیوالے نے	بعذاب-عذاب	واقع-واقع ہونیوالے کا
للکفرین-کافروں کے لیے	لیس-نہیں کوئی	لہ-اسکو	دافع-روکنے والا
من اللہ-اللہ	ذی المعارج-بلندیوں والے کی طرف سے		تعرج-چڑھتے ہیں
الملٰئکۃ-فرشتے	و-اور	الروح-روح	الیہ-اسکی طرف
فی-بیچ	یوم-دن کے کہ	کان-ہے	مقدار-اندازہ
ہ-اس کا	خمسین-پچاس	الف-ہزار	سنۃ-سال
فاصبر-تو صبر کرو	صبرا-صبر	جمیلا-اچھا	انہم-بیشک وہ
یرونہ-دیکھتے ہیں اسکو	بعیدا-دور	و-اور	نراہ-ہم دیکھتے ہیں اسکو
قریبا-قریب	یوم-جسدن	تکون-ہوگا	السماء-آسمان
کالمہل-جیسے گلی چاندی	و-اور	تکون-ہوجائیں گے	الجبال-پہاڑ
کالعہن-مانند اون کے	و-اور	لا-نہ	یسئل-پوچھے گا
حمیم-کوئی دوست	حمیما-کسی دوست کو	یبصرونہم-وہ دیکھتے ہونگے ان کو	
یود-پسند کرے گا	المجرم-مجرم	لو-کاش کر	یفتدی-فدیہ دے
من عذاب-عذاب	یومئذ-اس دن کے سے	ببنیہ-ساتھ اپنے بیٹے کے	و-اور
صاحبتہ-اپنی بیوی کے	و-اور	اخیہ-اپنے بھائی کے	و-اور
فصیلتہ-اپنی برادری کے		التی-وہ جو	تؤویہ-اسکو جگہ دیتی تھی
و-اور	من-جو	فی-بیچ	الارض-زمین کے ہے
جمیعا-سب کے	ثم-پھر	ینجیہ-نجات دے اسکو	کلا-ہرگز نہیں

انہا۔ بیشک وہ | لظی۔ شعلہ ہے | نزاعۃ۔ کھال کھینچنے والی | للشوی۔ چہرے کو

تدعوا۔ بلائے گی | من۔ اسکو جس نے | ادبر۔ پیٹھ پھیری | و۔ اور

تولی۔ منہ پھیرا | و۔ اور | جمع۔ جمع کیا | فاوعی۔ سینت رکھا

ان۔ بیشک | الانسان۔ انسان | خلق۔ پیدا کیا گیا ہے | ھلوعا۔ بے صبر

اذا۔ جب | مسہ۔ پہنچتی ہے اسکو | الشر۔ تکلیف | جزوعا۔ تو گھبرا جاتا

و۔ اور | اذا۔ جب | مسہ۔ پہنچتی ہے اسکو | الخیر۔ بھلائی

منوعا۔ تو روکنے والا ہے | الا۔ مگر | المصلین۔ نمازی | الذین۔ کہ جو

ھم۔ وہ | علی۔ اوپر | صلوتھم۔ اپنی نمازوں کے | دائمون۔ ہمیشگی کرتے ہیں

و۔ اور | الذین۔ وہ کہ | فی۔ بیچ | اموالھم۔ ان کے مالوں کے

حق۔ حق ہے | معلوم۔ مقرر | للسائل۔ واسطے مانگنے والے کے | و۔ اور

المحروم۔ نہ مانگنے والے کے | و۔ اور | الذین۔ وہ جو | یصدقون۔ تصدیق کرتے ہیں

بیوم۔ دن | الدین۔ قیامت کی | و۔ اور | الذین۔ وہ کہ

ھم۔ وہ | من۔ ہر وقت | عذاب۔ عذاب | ربھم۔ اپنے رب سے

مشفقون۔ ڈرتے ہیں | ان۔ بیشک | عذاب۔ عذاب | ربھم۔ ان کے رب کا

غیر۔ نہیں ہے | مامون۔ نڈر ہونے کی چیز | و۔ اور | الذین۔ وہ کہ

ھم۔ وہ | لفروجھم۔ اپنی شرمگاہوں کی | حفظون۔ حفاظت کرتے ہیں | الا۔ مگر

علی۔ اوپر | ازواجھم۔ اپنی بیویوں کے | او۔ یا | ما۔ جو

ملکت۔ مالک ہوئے | ایمانھم۔ انکے دائیں ہاتھ | فانھم۔ تو وہ | غیر۔ نہیں ہیں

ملومین۔ ملامت کیے گئے | فمن۔ تو جو | ابتغی۔ چاہے | وراء۔ سوا

ذلک۔ اس کے | فاولئک۔ تو یہی | ھم۔ وہ ہیں | العدون۔ حد سے بڑھنے والے

و۔ اور | الذین۔ کہ وہ | ھم۔ کہ وہ | لامانتھم۔ اپنی امانتوں کی

و۔ اور | عھد۔ عہد | ھم۔ اپنے کی | راعون۔ حفاظت کرتے ہیں

و۔ اور | الذین۔ وہ | ھم۔ کہ وہ | بشھدتھم۔ اپنی گواہیوں پر

قائمون۔ قائم ہیں | و۔ اور | الذین۔ وہ | ھم۔ کہ وہ

علی۔ اوپر | صلوتھم۔ اپنی نمازوں کے | یحافظون۔ حفاظت کرتے ہیں | اولئک۔ یہی لوگ

فی۔ بیچ | جنت۔ باغوں کے | مکرمون۔ عزت دیے جائیں گے۔

سورۃ المعارج

جمہور کے نزدیک سورت المعارج بالاتفاق مکیہ ہے اور اس سورہ مبارکہ کا نام سورت المواقع اور سورۃ سائل بھی ہے اس کی چوالیس آیات اور دو رکوع ہیں مجمع البیان میں حسن کا قول ہے کہ اس آیت "والذین فی اموالھم حق معلوم" کے سوا باقی سورۂ مبارکہ مکی ہے۔ ابن عباس کا قول ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ سورہ الحاقہ کے بعد نازل ہوئی اور یہ سورۃ الحاقہ کے تتمہ کی مانند ہے جس میں قیامت و عذاب جہنم کا بقیہ بیان ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ المعارج پ ۲۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	
سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۔	ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں ہے وہ ہوگا اللہ کی طرف سے جو بلندیوں کا مالک ہے ۔

(سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝) ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے ۔

ای دعا داع بہ فالسؤال بمعنی الدعا ولذا عدی بالباء تعدیتہ بمانی قولہ تعالیٰ یدعون فیھا بکل فاکھۃ والمراد استدعاء العذاب وطلبہ ولیس من التضمین فی شئ وقیل الفعل مضمن معنی الاھتمام والاعتناء او ھو مجاز عن ذلک فلذا عدی بالباء وقیل ان الباء زائدۃ وقیل انما بمعنی عن کما قولہ تعالیٰ فاسأل بہ خبیرا والسائل ھو النضر بن الحرث کما روی النسائی وجماعۃ وصححہ الحاکم عن ابن عباس ۔ یعنی ایک مانگنے والے نے اس کو (عذاب) مانگا تو سوال دعا (مانگنے) کے معنی میں ہے اور اسی لیے لفظ عذاب پر باء کو بڑھا کر اس کو متعدی کیا ہے جیسا کہ حق سبحانہ' وتعالیٰ کا ارشاد ہے "اس میں ہر قسم کا میوہ مانگیں گے ۔ کُل پر با کا اضافہ ہے۔" (حم الدخان) اور اس سے مُراد عذاب کی درخواست اور اس کا مانگنا ہے اور وہ کسی بھی شئے کے ضمن میں نہیں اور ایک قول ہے کہ فعل سَاَلَ اہتمام اور الاعتناء کے معنی کو شامل ہے یا اس کے ضمن میں ہے یا پھر اس سے مجازاً مراد ہے اس لیے باء بڑھایا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ باء زائد ہے اور ایک قول ہے باء بمعنی عن (بابت) ہے جیسا کہ حق سبحانہ' فاسأل

بہ خبیرا " تو کسی جاننے والے سے اس کی شان پوچھ ۔ ہ کی ضمیر پر با ء بمعنی عن ہے اور یہ سوال نہ کرنے والا النضر بن حارث تھا جیسا کہ نسائی اور ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور حاکم نے ابن عباس سے اس کی تصحیح کی ہے ۔ ایک قول ہے کہ سائل ابو جہل تھا اور بعض نے کہا وہ حرث بن نعمان تھا ۔ نضر بن حارث نے کہا تھا " أسقط علينا كسفا من السماء "

اے اللہ اگر یہ عذاب تری طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی درد ناک عذاب نازل فرما ۔ ایک قول ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ اور فسادید قریش کو عذاب الٰہی سے ڈرایا تو وہ باہم کہنے لگے کہ یہ عذاب کس پر نازل ہوگا اس پر ان آیات کا نزول ہوا ۔ سدی سے مروی ہے کہ وہ عذاب جس کی استدعا کی گئی تھی روز بدر واقع ہوا البغوی سے مروی ہے کہ سائل ایک دوزخ کا نالہ ہے واقع " سے مراد ہونے والا اور یہ عذاب مطلوبہ صفت یا اس سے متعلق ہے ۔

لِلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں ۔

(لِلْكٰفِرِيْنَ) کافروں پر

صفة اخرى لعذاب اى كائن للكافرين او صلة لواقع واللام للتعليل او بمعنى على ويؤيده قراءة ابی على الكافرين ۔ یہ عذاب کی دوسری صفت ہے یعنی عذاب کافروں کے لیے ہونے والا ہے یا پھر واقع کا صلہ ہے اور لام تعلیل کے لیے یا عَلیٰ (اوپر) کے معنی میں ہے اور اُبَیّ کی قرأت سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے علی الکافرین پڑھا ۔ اور ایک قول ہے کہ یہ سوال کا جواب ہے جیسا کہ کفار نے کہا تھا کہ یہ عذاب کس پر نازل ہوگا ۔ (لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ) اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں ۔ یہ عذاب کی دوسری صفت ہے اور جملہ مؤکدہ ہے کہ کفار پر اس عذاب کو کوئی نہیں ٹال سکتا ۔

مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝ وہ ہوگا اللہ کی طرف سے جو بلندیوں کا مالک ہے ۔

(مِّنَ اللّٰهِ) اللہ کی طرف سے ۔ متعلق بدافع یہ عذاب کے دفع کرنے (ہٹانے) سے متعلق ہے یعنی یہ عذاب کفار کے لیے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے مقدر ہو چکا ہے اور یہ ٹل نہیں سکتا اور نہ ہی کوئی اس کو روک سکے گا ۔

(ذِي الْمَعَارِجِ ۝) جو بلندیوں کا مالک ہے ۔ یہ اللہ کی صفت ہے یعنی بلندیوں اور درجات کا مالک والمراد بها على ما روى عن ابن عباس السموٰت تعرج فيها الملائكة

من سماء الی سماء اور معارج سے مراد جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے "آسمان" ہیں جن میں ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک فرشتے چڑھتے ہیں۔ ایک قول ہے ای ذی المصاعد التی تصعد فیھا الملائکۃ بالاوامر والنواھی۔ معارج سے مراد یعنی درجات والا یا ان مقامات قرب والا مالک، جن میں فرشتے احکام ونواہی کے ساتھ چڑھتے ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد مراتب سلوک ہیں جن کی سالکان طریقت ترقی پاتے ہیں یا مراد فرشتوں کے مراتب ہیں قتادہ کا قول ہے کہ مراد فضائل و نعمتیں ہیں یعنی نعمتوں کا مالک اللہ۔ ابن ابی حاتم نے عبداللہ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ مراد مقامات معنویہ ہیں۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝	ملائکہ اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

(تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ) عروج کرتے ہیں ملائکہ اور جبریل
ای جبریل علیہ السلام کما ذھب الیہ الجمھور روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جیسا کہ جمہور علماء کا ارشاد ہے۔ اور یہاں فرشتوں کے ساتھ ان کا انفرادی ذکر ان کے مخصوص شرف وفضل کا اظہار ہے کہ وہ فرشتوں کے سردار اور ان میں ممتاز ومنفرد مقام کے حامل ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ روح سے مراد حفاظت فرمانے والے فرشتے ہیں جو فرشتوں کے اسی طرح محافظ پیدا کئے گئے ہیں جس طرح بنی آدم کی حفاظت کے لیے فرشتے (الملائکۃ الحافظین لبنی آدم) مقرر ہیں ایک قول ارواح انسانی مراد ہیں۔ یہ سب قرب وحضور کے مراتب کی طرف چڑھتے یا حق سبحانہ وتعالیٰ کے اوامر کے نزول کے مقامات کی طرف ترقی پاتے یا چڑھتے ہیں۔

(اِلَيْهِ) اس کی بارگاہ کی طرف
قیل ای الی عرشہ تعالیٰ وحیث یھبط اوامرہ سبحانہ کہا گیا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے عرش کی طرف یا ان مقامات کی طرف جو نزول امر کا محل ہیں اور اس کی نظیر کتاب کریم میں ہے جو قول خلیل اللہ علیہ السلام ہے اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ اور یہاں الیٰ سے مراد ہے ای الی حیثما امرنی وہاں جہاں مجھے حکم پروردگار ملا ہے یعنی اس مقام ومحل کی طرف۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ مکان سے اور جسمانیت سے پاک ہے۔

(فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝) وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی

مقدار پچاس ہزار برس ہے ۔ والیوم بمعنی الوقت والمراد به
ای من سنینکم الظاهر تعلقه بتعرج
مقدار مایقوم الناس فیه لرب العالمین الی ان یستقر اهل الجنة فی الجنة
واهل النار فی النار من الیوم الآخر والذی لا نهایة له ۔ یعنی تمہارے ظاہری سالوں
کی مقدار کے مطابق ہوگا اور اس کا تعلق "تعرج" کے ساتھ ہے اور یوم بمعنی وقت ہے اور اس سے
مراد وقت کی مقدار ہے جس میں (قیامت کے روز) لوگ جہانوں کے پروردگار کے حضور کھڑے ہوں گے
یہاں تک جنتی لوگ جنت میں اور دوزخی لوگ دوزخ میں پہنچ جائیں اور وہ ایسا دن ہے کہ جس کی نہایت
(حد) نہیں ۔ ایک قول ہے کہ اس دن کی طوالت بیان کرنے میں اس کے شدائد کی طرف اشارہ ہے
اور عددی مقدار سے حقیقی مدت مراد نہیں ہے اور ابن عباس سے یہی منقول ہے اور اہل عرب کی عادت
ہے کہ سختی و شدت اور حزن و غم کے اوقات کو "طول" سے اور یونہی آرام و آسائش اور فرحت و مسرت
کے اوقات کو "قصر" سے توصیف کرتے یا تشبیہ دیتے ہیں ۔ شاعر کہتا ہے ؎

من قصر اللیل اذا زرتنی   اشکو وتشکین من الطول

"رات کے مختصر سے عرصے (پردے میں) میں جب تو نے مجھ سے ملاقات کی ، میں اور تو شکوے
اور شکایتیں ہی لمبی کرتے رہے" ۔

اور شاعر کہتا ہے ؎

لیلی ولیلی نفی نومی اختلافهما
بالطول والطول یا طوبی لو اعتدلا

"لیلیٰ اور میری رات دونوں کے جھگڑے نے میری نیند ختم کر دی لیلیٰ کی لمبی فرقت اور اس کی یاد
میں راتوں کی لمبائی اے شوق کاش دونوں میں کوئی اعتدال ہوتا" ۔

اگر یوم کا تعلق "تعرج" سے ہو جیسا کہ بعض علماء کا ارشاد ہے تو چڑھنے کی مدت کا بیان ہے کہ
یہ چڑھنا پچاس ہزار برس کی مدت کا ہے اور مجاہد سے یہی منقول ہے اور محمد بن اسحٰق سے منقول ہے کہ
دنیا سے عرش تک کی مسافت پچاس ہزار برس کی ہے ۔ اور سورۂ الم تنزیل میں دن کی مقدار ہزار برس
فرمائی ہے (الف سنة مما تعدون) بیہقی نے نقل کیا ہے کہ ایسا دنیا میں ہوتا ہے اور قیامت
کے روز یہ مقدار کافروں کے لیے پچاس ہزار کر دی جائے گی ۔ امام احمد ، ابن حبان ، ابو یعلیٰ ، ابن جریر اور
بیہقی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ دن جس کی

مقدار پچاس ہزار برس ہوگی کس قدر لمبا ہوگا ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ۔ ۔ یخفف علی المومن حتی یکون اھون علیہ من الصلوٰۃ مکتوبۃ یصلیھا فی الدنیا بلاشبہ وہ مومن کے لیے ضرور سبک تر (انتہائی کم وقت) اور ہلکا ہوگا یہاں تک کہ دنیا میں پڑھے گئے وقتیہ فرض نماز پڑھتا تھا اس سے بھی کم وقت ہوگا۔ ایک قول ہے کہ اس کا تعلق فعل محذوف سے ہے اور یہ جو کی طرف اشارہ کرتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ کفار پر یہ عذاب اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے یعنی قیامت کے دن اس کا وقوع ہوگا۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ۝ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيدًا ۝ وَّنَرٰىهُ قَرِيبًا ۝	تو تم اچھی طرح صبر کرو۔ وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں۔

(فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ۝) تو تم اچھی طرح صبر کرو۔

ای فاصبر ولا تستعجل فان الموعود کائن لا محالۃ یعنی تو صبر فرمایئے اور جلدی نہ کیجیے کہ بلاشبہ جس عذاب کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہ کفار کے لیے لامحالہ ہوکر رہے گا چونکہ کفار کا سوال تکذیب، عناد و استہزاء و تمسخر کی وجہ سے تھا اس لیے فَاصْبِرْ پر فاء سببی اور سال سے متعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ بار خاطر نہ جائیں اور صبر و انتظار فرمائیں۔ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ابن عباس سے "صبرا لجمیل" کے بارے میں نقل کیا ہے "مالا شکوی فیہ الی احد غیر اللہ تعالیٰ" کہ اس بارے میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے سوا کسی اور سے اس کی شکایت نہ ہو۔

(اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيدًا ۝) وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں (انھم یرونہ) وہ اسے سمجھ رہے ہیں۔

ای العذاب الواقع او الیوم المذکور ۔ یعنی وہ وقوع عذاب کو یا مذکورہ پچاس ہزار برس مقدار کے دن کو (روز قیامت اور روز حساب کو)

بعیدا ۔ دور ۔ ای انھم یعتقدون انہ محال یعنی وہ اعتقاد رکھے ہوئے ہیں یعنی سمجھ رہے ہیں ۔ لہٰذا ممکن ہے اور نہ ہوگا یا عذاب کا وقوع نہ ہوگا یا وہ اپنی سمجھ میں اسے محال جانتے ہیں۔

(وَّنَرٰىهُ قَرِيبًا ۝) اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں۔

ای من الامکان والتعبیر بہ للمشاکلۃ یعنی اس کے ہونے کو نزدیک دیکھ رہے ہیں اور اس کے ساتھ تعبیر (نَرَاہُ کے ساتھ ارشاد) مشاکلت (مشابہت کے لیے ہے) واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار اُسے دشوار سمجھ رہے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ ضرور ہونے والا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو واقع ہونے والا ہے یعنی آنے والا یا پیش آنے والا ہے۔ وہ نزدیک ہی تو ہے۔

یَوْمَ تَکُوْنُ السَّمَآءُ کَالْمُهْلِ ۝ جس دن آسمان ہوگا جیسی گلی چاندی

وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ ۝ اور پہاڑ ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے اُون

(یَوْمَ تَکُوْنُ السَّمَآءُ کَالْمُهْلِ ۝) جس دن آسمان ہوگا جیسی گلی چاندی۔

(یوم) اس سے مراد یوم قیامت ہے اور یہ بھی " واقع " سے متعلق ہے المھل کے بارے میں احمد اور الضیاء نے المختارہ میں اور دیگر علماء نے ابن عباس سے روایت کی ہے انہ دردی الزیت وھو ما یکون فی قعر ، وہ تیل کی تلچھٹ ہے جو نیچے بیٹھ جاتی ہے والمراد یوم تکون السماء واھیۃ اور اس سے مراد ہے کہ آسمان پھٹ کر ڈھیلا ہو جائے گا۔ قتادہ سے منقول ہے ان السماء الآن خضراء وانھا تحول یوم القیامۃ لونا آخر الی الحمرۃ اب آسمان سبز رنگ ہے اور بلاشبہ یہ قیامت کے روز اس کا رنگ بدل جائے گا یہاں تک سرخ ہو گا۔ کثیر علماء کا قول ہے المھل ما اذیب علی مھل من الفلزات۔ پگھلایا ہوا دھات کا ٹکڑا جیسے چاندی سونا تانبہ وغیرہ۔

وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ ۝ اور پہاڑ ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے اُون

ای کالصوف یعنی جیسے اُون یا روئی او المصبوغ الوانًا یا رنگ برنگ کے گالے۔ چونکہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور جب وہ اڑیں گے تو رنگین روئی کے گالوں کی طرح لگیں گے اور ایسا پہاڑوں کے اپنے جداگانہ رنگوں کی وجہ سے بھی معلوم ہوگا۔ یہ اس دن کی (روز قیامت) کیفیت و حالت کا ذکر ہے جس روز کفار کے لیے عذاب کا وقوع ہوگا۔

وَلَا یَسْـَٔلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا ۝ؕ اور کوئی دوست کسی دوست کی بات

یُّبَصَّرُوْنَهُمْؕ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ نہ پوچھے گا ہوں گے انہیں دیکھتے ہوئے مجرم

لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍۭ آرزو کرے گا کاش اس دن کے عذاب سے

بِبَنِیْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ چھوٹنے کے بدلے میں دے دے اپنے بیٹے

وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـْٔوِیْهِ ۝ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اور اپنی جورو اور اپنا بھائی اور اپنا کنبہ جس میں

جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ ○ اس کی جگہ ہے اور جتنے زمین میں ہیں سب پھر یہ بدلا دینا اُسے بچالے۔

وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا ○ اور کوئی دوست کسی دوست کی بات نہ پوچھے گا۔

ای لا یسأل قریب مشفق قریبا مشفقا من حاله ولا یکلمه لابتلاء کل منهم بما یشغله عن ذلك اخرجه ابن المنذر وعبد بن حمید عن قتادہ ○۔
ابن المنذر اور عبد بن حمید سے نقل کیا ہے کہ اس روز کوئی قریبی سے قریبی غمخوار جگری دوست اس کا حال نہ پوچھے گا اور ان میں سے ہر ایک اپنی مصیبت میں ایسا گرفتار ہوگا کہ ایک دوسرے سے اس کے بارے میں کچھ بھی کہہ نہ سکے گا۔

(یُبَصَّرُوْنَهُمْ ط) ہوں گے انہیں دیکھتے ہوئے۔

ای یعرفونهم یعنی وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے۔ کفار اپنے چہروں کی سیاہی اور مومن اپنے چہروں کی سفیدی (نورانیت) سے پہچانے جائیں گے ایک قول ہے ای یبصر الاحماء الاحماء فلا یخفون علیهم ومایمنعهم من التساؤل الا اشتغالهم بحال انفسهم وقیل مایغنی عنه من مشاهدة الحال کبیاض الوجه وسواده ولا یخفی حاله۔
یعنی دوست دوست کو دیکھتے ہوں گے ایک دوسرے کا حال ان پر مخفی (پوشیدہ) نہ ہوگا اور ان کے اپنے حال کے پیش نظر ایک دوسرے کو پوچھنے کی نوبت ہی نہ ہوگی اور ایک قول ہے کہ مشاہدہ حال کی وجہ سے پوچھنے کی نوبت نہ ہوگی جیسے چہروں کی سفیدی اور سیاہی اور اس کا اپنا حال چھپا نہ ہوگا۔ ہر کوئی اپنی مصیبت میں مبتلا ہوگا اور یہ کفار کے ساتھ مخصوص ہوگا۔

(یَوَدُّ الْمُجْرِمُ) مجرم آرزو کرے گا۔

ای یتمنی الکافر وقیل کل مذنب یعنی کافر چاہے گا اور کہا گیا ہے ہر ایک گناہ گار (مجرم) یہ خواہش کرے گا۔

(لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ) کاش اس دن کے عذاب سے چھٹکارے کے بدلے میں دے دے۔

ای العذاب الذی ابتلی به یومئذ یعنی اس عذاب سے جس میں کفار اس دن مبتلا ہوں گے۔

(بِبَنِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ ○) اپنے بیٹے اور اپنی جورو اور اپنا بھائی

علی مجرم بنفسہ ان اشتغال لبیان ان اشتغال عل مجرم بنفسہ
یودافتداءہ ببنیہ الخ والجملۃ استئناف لبیان ان اشتغال ... واملقھم بقلبہ فضلا ان
بلغ الی حیث یتمنی ان یفتدی باقرب الناس الیہ
یحتوبحالہ ویسئال عنہا۔

کافر چاہے گا کہ اپنے بیٹے بیوی اور بھائی کو عذاب سے رہائی کے لیے فدیہ میں دے دے اور یہ جملہ استئناف بیان کے لیے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مجرم (کافر و مشرک) کو اپنی ایسی پڑی ہوگئی اور وہ اس میں ایسا بتلا ہوگا کہ یہاں تک کہ وہ اپنے قریبی ترین رشتہ داروں اور قلبی علاقہ (تعلق) والے لوگوں کو اپنے عوض فدیہ دینے پر بھی تیار ہوگا چہ جائیکہ وہ کسی کی بات پوچھے یا پتہ کرے۔

(وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ٥) اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے۔
ای عیشرتہ الاقربین الذین فصل عنہم او عیشرتہ المنفصلۃ عنہ

یعنی اپنے قریب ترین رشتے دار جن سے الگ ہوا تھا یا جن سے جڑا ہوا تھا (کنبہ) یا اس کے انتہائی قریبی رشتہ دار۔ ابوعبیدہ نے الفصیلۃ کی تعبیر بالفخذ (کنبہ) ہی سے کی ہے۔

(وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا)
من الثقلین الانس والجن او الخلائق الشاملۃ لہم ولغیرہم ومن للتغلیب۔ انسانوں اور جنوں میں سے یا مخلوقات جس میں وہ انس و جن اور ان کے علاوہ بھی شامل (ساری مخلوق) اور "مَنْ" تغلیب کے لیے بولا گیا ہے۔

(ثُمَّ يُنْجِيهِ ٥) پھر بدلا دینا اسے بچا لے۔
یہ "یفتدی" پر عطف ہے اور ضمیر مرفوع مصدر کے لیے ہے جو فعل کے ضمن میں ہے مطلب یہ ہے ای یود لو یفتدی ثم لو ینجیہ الافتداء یعنی مجرم آرزو کرے گا کاش فدیہ لیا جائے پھر اس فدیہ (بدلہ) سے اُسے رہائی حاصل ہو جائے۔ واضح مفہوم ہے کہ اوپر بیان کردہ سب کے عوض اُسے رہائی مل جائے لیکن ایسا ہرگز نہ ہوگا تو ارشاد باری ہے۔

كَلَّا إِنَّهَا لَظَىٰ ٥ ہرگز نہیں، وہ تو بھڑکتی آگ ہے
نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ٥ کھال آثار لینے والی

(كَلَّا) ہرگز نہیں۔
ردع للمجرم عن الودادۃ وتصریح بامتناع الانجاء۔ مجرم کو تمنا کرنے سے رد کرنے کے لیے وارد ہوا ہے۔ اور لفظ کلا سے وضاحت کر دی گئی ہے کہ مجرم کو عذاب سے کسی طرح

ممکن نہیں ہے۔

(اِنَّهَا لَظٰى ٥) وہ تو بھڑکتی آگ ہے

انھا میں ضمیر ذکر عذاب کی طرف مدلول ہے اور لظٰی سے مراد جہنم کی آگ ہے۔ لظٰی کے معنی بھڑکتی یا لپیٹ مارتی آگ ہے یا درکات جہنم میں سے دوسرا درجہ لظٰی ہے۔ وقیل اللظی بمعنی اللهب الخالص اور ایک قول ہے لظٰی کے معنی ہیں خالص لپیٹ مارنے والی آگ، یہ عذاب جہنم کی کیفیت و وصف ہے۔ جس میں مجرم ڈالے جائیں گے۔

نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ٥ کھال اتار لینے والی

ای الاطراف کالید والرجل کما اخرجہ ابن المنذر وابن حمید عن مجاهد والی صالح یعنی جسم کے اطراف جیسے ہاتھ اور پاؤں ابن المنذر اور ابن حمید نے مجاہد اور ابو صالح سے یونہی نقل کیا ہے۔ ایک قول ہے الاعضاء والتی لیست بمقتل وہ اعضا جو قتل کی جگہ نہیں جن کے کاٹنے سے موت واقع نہیں ہوتی شوی شواۃ کی جمع ہے وھی جلدۃ الراس اور اس سے مراد سر کی کھال (جلد) ہے اعشی کا قول ہے

قالت قتیلة ماله قد جللت شیبا شواته

قتیلہ نے کہا اسے کیا ہو گیا کہ اس کے سر کی جلد (کھوپری کی کھال) سفیدی (بڑھاپے کی وجہ سے) [illegible] یا معظم ہو گئی ہے) سدی نے اس کی تفسیر بلحم الساقین دلوں [illegible] پنڈلیوں کے گوشت سے کی ہے اور ابن جبیر کا قول ہے العصب والعقب مراد پٹھے ایڑیاں یا انتڑیاں ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ آگ ایسی ہو گی جو بدن سے کھال کھینچنے والی ہو گی۔

تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ٥ اُس کو بلا رہی ہے جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیرا

وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ٥ اور جوڑ کر تھیلیوں میں رکھا۔

(تَدْعُوْا) بلا رہی ہے۔ (انها تقول لهم الی الی یا کافر یا منافق جہنم ان کو پکار کر بلا رہی ہو گی اے کافر اے منافق میرے پاس آ) ایک قول ہے ای تدعو [illegible] زبانیتها یعنی دوزخ کے نگران فرشتے انہیں بلا رہے ہیں یا بلا رہے ہوں گے۔ ابن عباس سے [illegible] ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ جہنم کو کلام پر قدرت عطا فرمائے گا جس طرح کہ روز قیامت مجرموں کے ہا[illegible] وں اور جلد (بدن) کلام کریں گے تو جہنم کفار و مشرکین و منافقین کو ان کے اور ان کے باپوں کے نام [illegible] لے کر بلا رہی ہو گی یا بلائے گی۔

(مَنْ اَدْبَرَ) جس نے پیٹھ دی
فی الدنیا عن الحق جس نے دنیاوی زندگی میں قبول حق سے روگردانی کی یعنی کفار و منافقین۔
(وَتَوَلّٰی) اور منہ پھیرا
ای اعرض عن الطاعۃ یعنی اطاعت حق سے منہ موڑا۔ اللہ اور اس کے رسولوں کی فرماں برداری نہ کی۔
(وَجَمَعَ فَاَوْعٰی ٥) اور جوڑ کر سینت رکھا۔
ای جمع المال فجعلہ فی دعاء وکنزہ ولم یؤد حقوقہ۔ یعنی مال کو اکٹھا کیا (جوڑا) پھر اسے تجوریوں میں رکھا اور خزانہ بنایا اور اس سے حقوق واجبہ ادا نہ کیے یعنی راہ خدا میں خرچ نہ کیا اور حاجتمندوں پر صرف نہ کیا۔
(اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ٥) بے شک آدمی بنایا گیا ہے بڑا بے صبرا حریص
الھلع سرعۃ الجزع عند مس المکروہ وسرعۃ المنع عند مس الخیر من قولھم ناقۃ ھلوع سریعۃ السیر "ھلع" کا معنی ہے کہ ناپسندیدہ امر کے پیش آنے پر تیزی کے ساتھ بے صبری کرنا اور بھلائی کے حاصل ہونے پر جلد کنجوسی کرنے والا اور انہی اقوال میں سے ایک یہ ہے تیز چلنے والی بے صبر اونٹنی۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ اگلی آیت ھلوعًا کی وضاحت ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ انسان پیدائشی طور پر اس صفت ھاوع سے متصف ہے۔
اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ٥ جب اسے برائی پہنچے تو سخت گھبرانے والا
وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ٥ اور جب بھلائی پہنچے تو روک رکھنے والا
(اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ) جب اسے برائی پہنچے آل جنس کے لیے ہے یعنی اذا مسہ جنس الشر جب اسے کسی قسم کی برائی جیسے تنگی، بیماری اور اسی قبیل کی کوئی برائی (جَزُوْعًا) تو سخت گھبرانے والا۔ ای مبالغًا فی الجزع مکثرا منہ یعنی سخت گھبراہٹ کا مظاہرہ کرتا ہے اور اس سے زیادہ سے زیادہ پریشانی کا اظہار کرتا ہے۔ امام راغب کا قول ہے "الجزع ابلغ من الحزن" جزع (گھبراہٹ) حزن (غم) سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ حزن عام ہوتا ہے۔ جبکہ جزع وہ حزن ہے جو انسان کے اندر تصرف کرتا ہے اس سے جس کو روکنا چاہتا ہے یا اس سے اعراض کرتا ہے اور جزع کی اصل (مفہوم) رسی کو نصف سے (درمیان) سے کاٹنا ہے۔
(وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ) اور جب بھلائی پہنچے۔

ای المال والغنی اوالصحۃ یعنی جب مال و دولت میسر آئے یا تونگری یا صحت و تندرستی حاصل ہو۔

(مَنُوعًا) تو روک رکھنے والا

مبالغاً فی المنع والامساك۔ یعنی نشت تھوڑ دلی کا یا بخل کا مظاہرہ کرنے والا اور خرچ نہ کرنے والا۔

اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ ۝ مگر نمازی

الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝ جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔

(اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ) مگر نمازی الا استثنائیہ متصلہ ہے یعنی وہ لوگ جو نمازی ہیں اور ایک قول ہے کہ مُصلی سے مراد فرماں بردار مومن ہیں۔

وہ ھلوع سے مغلوب متصف نہیں ہیں وقد وصفھم سبحانہٗ وتعالیٰ بماینبیٔ عن کمال تنزھھم عن الھلع من الاستغراق فی طاعۃ الحق عزوجل والاشفاق علی الخلق والایمان بالجزاء والخوف من العقوبۃ وکسر الشھوۃ وایثار الاجل علی العاجل۔ اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مومنین کی توصیف فرمائی ہے کہ وہ اطاعت الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی فرمان برداری میں مشغول رہتے ہیں اور اللہ کی مخلوق پر مہربانی کرتے ہیں اور جزاء پر ایمان رکھتے ہیں اور عقوبت (سزا) سے خوف میں رہتے ہیں اور وہ مرغوبات سے کم دلچسپی اور دنیا کو آخرت پر فوقیت نہیں دیتے۔ یہی لوگ ھلوع سے محفوظ ہیں اور تخلیقاً ھلوع نہیں ہیں اور اگر استثناء کو منقطع اور الانسان کے الف لام کو عہدی کہیں تو اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ جو لوگ طاعت حق سے روگردانی کرتے ہیں وہ پیدائشی طور پر ہی ھلوع ہیں۔ بہرحال اس آیت سے یہ بات واضح ہے کہ تخلیق کے اعتبار سے انسانوں کی اہلیت میں اختلاف و فرق ہے یعنی انسان جس کے قابل بنائے گئے ہیں وہ اسی چیز کے قابل ہوں گے۔ اور یونہی تبلیغ و صحبت، تعلیم و تربیت کا اثر بھی واقعی اور فطری ہے اور خیر و شر کا موجب نہیں بلکہ سبب و مددگار ہے۔ واللہ علیٰ کل شئی قدیر۔

(اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝) جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔

ای مواظبون علی ادائھا لا یخلون بھا ولا یشتغلون عنھا بشیء من الشواغل یعنی وہ مومنین اپنی نمازوں کی ادائیگی پر مواظبت (پابندی و ہمیشگی) کرتے ہیں اور انہیں ترک نہیں

کرتے اور اشغال میں سے کوئی شغل انہیں نماز کی ادائیگی سے نہیں روکتا یا پھر وہ نماز کے علاوہ دیگر اشغال سے کچھ بھی رغبت نہیں رکھتے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ عبادت میں مداومت (پابندی) فضیلت و شرف ہے۔ ابن حبان نے ابی سلمۃ سے روایت کی ہے کہ ہم سے أم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "خذوا من العمل ما تطیقون فان اللہ تعالیٰ لا یمل حتی تملوا قالت فکان أحب الاعمال الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما دام علیہ وان قل وکان اذا صلی صلاۃ دام علیھا" تم اعمال میں سے وہی کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نہیں اُکتاتا یہاں تک کہ تم اکتا جاؤ گے ام المومنین نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اعمال میں سے پسندیدہ وہ ہوتا جس پر مداومت (پابندی و تسلسل اور ہمیشگی) ہوتی اگرچہ مقداراً کم ہی کیوں نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز (عبادت) فرماتے تو اس پر ہمیشگی فرماتے۔ ابن المنذر نے عقبہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے دائمون کی تفسیر میں کہا الذین اذا صلوا لم یلتفتوا عن یمین ولا شمال کہ وہ لوگ جو جب اپنی نماز پڑھیں تو دائیں بائیں متوجہ نہ ہوں (نہ دیکھیں) ایک قول ہے کہ آداب نماز اور اس کے شرائط وارکان پر نگاہ رکھتے ہیں ابراہیم تیمی سے عبد بن حمید نے روایت کی ہے کہ صلوۃ سے یہاں فرض نمازیں ہیں اور امام ابو جعفر سے منقول ہے کہ یہاں مراد تو نفل (نفلی عبادت ہے) اور حسن نے صلوتھم کا جمع صلوتھم پڑھا ہے۔ ترمذی و بیہقی نے انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا ہلاکت ہے، اپنی نظر سجدہ کی جگہ رکھا کرو۔ ایک قول ہے کہ فرض نمازوں کو اوقات کی پابندی سے ادا کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝	اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے اس کے لیے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے اور محروم رہے اور وہ جو انصاف کا دن سچ جانتے ہیں۔

(وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝) اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے۔

ای نصیب معین یستوجبونہ علی انفسھم تقربا الی اللہ تعالیٰ واشفاقا علی الناس وھو ماروی عن الامام ابی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما یوظف الرجل علی نفسہ یؤدیہ فی کل جمعۃ او کل شھر مثلا وقیل ھو الزکاۃ انھا

مقدرة معلومة وتعقب بان السورة مكية والزكاة انما فرضت وعين مقدارها في المدينة وقبل ذلك كانت مفروضة من غير تعين۔

یعنی وہ صدقہ (خیرات کا حصہ) ہے جو لوگ اپنے نفوس پر تقرب الی اللہ کے حصول اور لوگ پر مہربانی وشفقت۔ اپنے لئے معین ومقرر اور واجب ٹھہرائیں اور وہ جیسا کہ امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے وہ صدقہ ہے جو کوئی شخص اپنے نفس پر مقرر ٹھہرائے تو اُسے ہر جمعہ یا ہر مہینے اسی طرح ادا کرے اور ایک قول ہے کہ مراد زکوٰۃ ہے کیونکہ اس کی مقدار معلوم ومتعین ہے تاہم اس قول پر تعاقب کیا گیا ہے کہ یہ سورۃ مبارکہ مکی ہے اور بلاشبہ زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کی مقدار کا تعین مدینہ منورہ میں ہوا اور اس سے پہلے صدقات کا حکم بلاتعین فرض تھا مستحب صدقات کے لیے تعیین وقت ومقدار جائز ومستحسن ہے۔

(لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝) اس کے لیے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے اور محروم رہے۔

(لِلسَّائِلِ) ای الذی یسئال یعنی وہ شخص جو زکوٰۃ وصدقات کا سوال کرے (مانگے) (والمحروم، الذی لا یسئال فیظن انه غنی فیحرم اور وہ شخص جو سوال نہ کر سکے (وضعداری یا شرم وحیاء کے باعث) اور اس کے بارے میں صدقہ دینے والا سمجھے کہ وہ چونکہ نہیں مانگ رہا لہٰذا اس کو حاجت ہی نہیں اور یہ غنی (تونگر) یعنی ضرورت مند نہیں ہے تو وہ اس وجہ سے وہ حصول صدقات سے محروم رہ جاتا ہے لہٰذا دونوں قسموں کو دے۔

وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اور وہ جو انصاف کا دن سچ جانتے ہیں۔

المراد التصديق به بالاعمال حيث تيعبون انفسهم في الطاعات البدنية طمعا في المثوبة الاخروية لان التصديق القلبي عام لجميع المسلمين لا امتياز فيه لاحد منهم وفي التعبير بالمضارع دلالة على ان التصديق والاعمال تتجدد منهم آنا فانا۔

یہاں تصدیق سے مراد اعمال سے تصدیق کا اظہار ہے کہ وہ اپنے نفوس کو جسمانی طاعات کی مشقت میں ڈالتے ہیں اس طرح کہ اس توقع کے ساتھ کہ انہیں اُخروی ثوابات وبرکات حاصل ہوں کیونکہ قلبی تصدیق تو تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے اور اس میں کسی ایک کے لئے کوئی امتیاز نہیں اور یُصَدِّقُوْنَ میں مضارع کے صیغہ لانے میں تعبیر ہے اس پر دلالت کرتی ہے کہ تصدیق اور اعمال ان سے گا ہے گا ہے زندہ وتازہ ہوتے رہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ وہ بعث بعد الموت، حشر ونشر اور جزا وسزا سب پر ایمان رکھتے ہیں ایک

قول ہے۔ چونکہ وہ اس دن کو حق و سچ جانتے ہیں اس لیے وہ تنگی میں بے صبری اور کشائش میں ناشکری نہیں کرتے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝ — اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں۔ بے شک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔

(وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ) اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں۔

خائفون علی انفسھم مع مالھم من الاعمال الفاضلة استقصارا لھا واستعظاما لجناب عزوجل کقولہ تعالیٰ والذین یؤتون ما اتوا وقلوبھم وجلة انھم الی ربھم راجعون۔ وہ لوگ جو اپنے نفوس کے بارے میں ڈرنے والے ہیں باوجود ان کے پاس اچھے اعمال بھی ہوں اور وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت اور شان بے نیازی سے ڈرتے ہوئے ان پر بھروسہ نہ کرتے ہوں جیسا کہ ارشاد باری ہے اور وہ لوگ جو راہ حق میں دیتے ہیں اس میں سے جو انہیں عطا کیا گیا اور ان کے دل لرزتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝) بے شک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔

لا ینبغی لاحد ان یامن عذابہ عزوجل وان بالغ فی الطاعة کھؤلاء ولذا کان السلف الصالح وھم خائفین وجلین حتی قال بعضھم بالیتنی کنت شجرة تعضد وآخر لیت امی لم تلدنی الی غیر ذلک۔ کسی شخص کے لیے روا نہیں کہ وہ خود کو عذاب الٰہی سے بے خوف سمجھے اگرچہ وہ طاعات ربانیہ میں کتنا ہی زیادہ نہ ہو اور یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین نے اس کا خوب خیال کیا اور وہ ڈرنے والے اور کانپنے والے تھے یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے اس حالت خوف میں کہا کہ اے کاش میں کوئی بوٹا ہوتا جسکو کوئی چیر جاتا اور مجھے حساب فہمی کے لیے پیش نہ ہونا پڑتا یا اے کاش میری ماں نے مجھے اس لیے جنا نہ ہوتا ایک قول ہے چونکہ عذاب الٰہی کو روکنے کی کسی میں طاقت و قدرت نہیں تو کوئی اس سے نڈر کیونکر ہو سکتا ہے خواہ کتنا ہی نیکوکار پرہیزگار نہ ہو۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ — اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے

حافظون ○ الا علی ازواجھم — ہیں مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال
او ما ملکت ایمانھم فانھم — کنیزوں سے کہ ان پر کچھ ملامت نہیں تو
غیر ملومین ○ فمن ابتغی — جو ان دو کے سوا اور چاہے وہی
وراء ذالک فاولئک ھم — حد سے بڑھنے والے ہیں۔
العادون ○

والذین ھم لفروجھم حٰفظون ○) اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

حفاظت شرمگاہ سے مراد اپنی آبرو کو ہر حال میں حرام سے بچانا ہے فروج فرج کی جمع ہے جس کے معنی شرمگاہ کے ہیں خواہ مرد کی ہو یا عورت کی۔ زیادہ تفصیل سورۃ المومنون پ ۱۸ میں گزر چکی ہے۔

(الا علی ازواجھم) مگر اپنی بیبیوں سے

علی بمعنی مِنْ ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ اپنی بیویوں کے علاوہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ یا پھر علی حرف جار اپنے حقیقی معنوں میں ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگ حالت زوجیت میں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

(او ما ملکت ایمانھم) یا اپنے ہاتھ کے مال کنیزوں سے

ملک یمین سے یہاں مراد لونڈیاں باندیاں ہیں اور غلام ہرگز مراد نہیں کیونکہ لفظ "ما" وارد ہوا ہے اور "ما" غیر ذوی العقول کے لیے بولا جاتا ہے چونکہ پیچھے علی وارد ہے جو فاعل کی بالاتری واضح کر رہا ہے لہٰذا مملوک مالک سے اعلیٰ نہیں ہوتا۔ تو کسی مالکہ کے لیے مملوک غلام سے قربت جائز نہ ہو گی۔ مملوکات (باندیوں) سے قربت جائز ہے۔

(فانھم غیر ملومین ○) کہ ان پر کچھ ملامت نہیں۔

یہ الا (استثناء) کی علت کا بیان ہے زوجات و مملوکات (باندیوں) سے قرب جائز ہے اور ان دونوں سے شرمگاہ کو محفوظ نہ رکھنے پر کچھ ملامت نہیں۔

(فمن ابتغی وراء ذالک فاولئک ھم العادون ○) تو جو ان دو کے سوا اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

ای غیر زوجات و مملوکات یعنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ کسی اور سے یا بطریق حرام

میں چاہنے والے لوگ ہی حدود شرعیہ سے تجاوز کرنے والے ہیں حلال کو چھوڑ کر حرام میں مشغول ہونے
والے ہیں۔ بغوی نے اس آیت کے تحت استمنا بالید (مُشت زنی) اور منکوحہ بیوی یا مملوکہ لونڈی سے
وطی فی الدبر (پاخانہ کے مقام پر جماع) کے متعہ کے حرام ہونے پر استدلال کیا ہے حضرت انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ بِيَدِهٖ
ہاتھ کے ساتھ فعل کرنے والا ملعون ہے جنسی قربت کے جواز کے لیے شریعت میں جو قیود ہیں ان میں اول
نکاح دوم ملکیت (ملک یمین) سوم حیض ونفاس سے طہارت چہارم حرث (مقام تولید) اور پنجم حرمت
ورضاعت کا علاقہ نہ ہو، اور بعض نے فاعل کا اعلیٰ ہونا بھی قرار دیا ہے کہ لواطت میں حرمت کی ایک
وجہ یہ بھی ہے اور یونہی مملوکہ غلام میں یہ شرط ناپید ہوتی ہے لہٰذا مالک کے لیے مملوک غلام سے جنسی قربت
حلال نہ ہوگی البتہ آزاد کر کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ اب وہ صورت نہ رہی۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ — اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی
وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ — حفاظت کرتے ہیں۔

وقال السدی ان حقوق الشرع کلها أمانات قد قبلها المومن اداءها بقبول
الایمان اور سُدّی کا قول ہے کہ تمام شرعی حقوق سب کے سب امانتیں ہیں جسے مومن (ایمان لانے والے)
نے قبول کیا ہے اور قبول ایمان کے ساتھ ان کی ادائیگی کی ضمانت دی ہے۔ کلبی کا قول ہے کل احد
موتمن علی ماافترض علیه من العقائد والاقوال والاحوال والافعال ومن
الحقوق فی الاموال وحقوق الاهل والعیال وسائر الاقارب والمملوکین والجار
وسائر المسلمین۔ ہر ایک شخص امین ہے اس پر جو عقائد، اقوال، احوال اور افعال ہیں سے فرض
ٹھہرایا گیا ہے اور وہ جو اموال میں حقوق ہیں اور وہ حقوق جو اہل وعیال اور تمام قرابت داروں اور ماتحتوں
(غلام باندیوں) اور ہمسایوں اور تمام مسلمانوں سے متعلق ہیں۔ اور ایک قول ہے کل ما اعطاء اللّٰه
تعالیٰ للعبد من الاعضاء وغیرها أمانة عنده فمن استعمل ذلک فی غیر ما
أعطاه لاجله واذن سبحانه له به فقد خان الامانة والخیانة فیها وکذا
الغدر بالعهد من الکبائر علی مانص غیر واحد ہر وہ شے جو حق سبحانہٗ وتعالیٰ
نے بندے کو اعضاء اور اس کے علاوہ عطا فرمایا ہے اس کے (بندے) پاس امانت ہے تو جس
نے اس کے علاوہ (سوا) اُسے استعمال کیا جو اس کے لیے اُسے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اُسے عطا فرمایا اور
اُسے اس کی اجازت دی تو اُس نے امانت میں خیانت کی اور اس کے ساتھ دغا ہے اسی طرح اس

عہد کو جھٹلانا یا توڑنا کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ اکثر نے اس پر صاد کیا ہے بخاری و مسلم نے عبداللہ بن عمرو سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ چار باتیں ہیں کہ جس میں پائی جائیں تو وہ منافق خالص ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو یہ خصلت نفاق سے ہے اول جب امین بنایا جائے تو دغا کرے دوم جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ سوم جب عہد کرے تو گڑبڑ کرے (توڑے) چہارم جب جھگڑا کرے تو بے ہودہ بکے بیہقی نے روایت کی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عھد لہ۔ اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت داری نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جس میں عہد کی پاسداری نہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ شرعی اور بندوں کی امانتوں کی اور خدا و مخلوق کے ساتھ عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ○ اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔

مقیمون لھا بالعدل غیر منکرین لھا او لشئ منھا ولا مخفین احیاء لحقوق الناس فیما یتعلق بھا و تعظیما لامر اللہ عزوجل فیما یتعلق بحقوقہ سبحانہ وخص بعضھم الشھادۃ بما یتعلق بحقوق العباد۔ اس کے لیے ڈٹے رہتے ہیں انصاف کے ساتھ بغیر اس کا (پوری طرح) یا اس میں سے کسی شے کے لیے انکار کریں یا اُسے گھٹائیں اور لوگوں کے حقوق کو زندہ رکھتے ہیں جو اُن سے متعلق ہیں اور وہ ایسا احکام الٰہی کی تعظیم کے لیے اور جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہے اس کی مکمل پاسداری کرتے ہیں اور بعض علماء نے شہادت کو حقوق العباد کے ساتھ خاص کیا ہے۔ ایک قول ہے سچی شہادت دیتے ہیں اور گواہی میں نہ ردو بدل کرتے ہیں اور نہ ہی اسے چھپاتے ہیں اور اس ضمن میں کسی کی ملامت و مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے۔ شہادتوں کو تعلق حق سبحانہ وتعالیٰ سے بھی ہے اور بندوں کے ساتھ بھی، جیسے توحید و رسالت کی گواہی، حدود تعزیرات کے قیام میں گواہی روئیت ہلال پر گواہی حقوق اللہ سے ہے اور یونہی باہمی لین دین وغیرہ پر شہادت حقوق العباد سے ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

ای یراعون شرائطھا ویکملون فرائضھا وسننھا ومستحباتھا باستعادہ الحفظ من الضیاع بالاتمام والتکمیل یعنی نماز کی شرائط اوقات کی رعایت کرتے ہیں اور

اس کے فرائض، سنن اور مستحبات کی تکمیل کرتے ہیں اور حفاظت سے مراد ان امور کے ضائع کرنے سے بچنا اور شرائط نماز کی تکمیل و اتمام ہے۔ یہ ارشاد مکرر ہے اس سے قبل علی صلاتھم دائمون فرمایا ہے اور اس تکرار سے واضح ہے کہ ارکان اسلام میں نماز سب سے اہم و اتم ہے کیونکہ نماز مومنین کی معراج، رب العالمین کے حضور مناجات ہے اور سید المرسلین کی چشمان کرم کی ٹھنڈک ہے جس کا ارشاد ہے کہ یہاں مراد نوافل کی نگہداشت ہے۔

اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝ یہ ہیں جن کا باغوں میں اعزاز ہوگا۔

(اُولٰٓئِكَ) اشارۃ الی الموصوفین بما ذکر من الصفات۔ یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو مذکورہ صفات کے حامل ای مکرمون کائنین فی جیات ہوں گے یعنی یہ لوگ بہشت میں اعزاز و اکرام پانیوالے ہوں گے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ معارج پ ۲۹

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝	تو ان کافروں کو کیا ہوا تمہاری طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝	داہنے اور بائیں گروہ کے گروہ۔
اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝	کیا ان میں ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ چین کے باغ میں داخل کیا جائے۔
كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝	ہرگز نہیں بیشک ہم نے انہیں اس چیز سے بنایا جسے جانتے ہیں وہ۔
فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝	تو مجھے قسم ہے اس کی جو سب مشرقوں اور سب مغربوں کا مالک ہے کہ ضرور ہم قادر ہیں۔
عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝	کہ ان سے اچھے بدل دیں اور ہم سے کوئی نکل کر نہیں جا سکتا۔
فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝	تو انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگیوں میں پڑے اور کھیلتے ہوئے یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝

جس دن قبروں سے نکلیں گے جھپٹتے ہوئے گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں۔ آنکھیں نیچی کئے ہوئے ان پر ذلت چھائی ہوئی ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ تھا۔

حل لغات رکوع دوم سورۂ معارج پ ۲۹

فمال۔ تو کیا ہے	الذین۔ ان لوگوں کو جو	کفروا۔ کافر ہیں	قبلک۔ تیری طرف
مھطعین۔ دوڑتے آرہے ہیں		عن الیمین۔ دائیں	و۔ اور
عن الشمال۔ بائیں سے	عزین۔ گروہ در گروہ	ا۔ کیا	یطمع۔ امید رکھتا ہے
کل۔ ہر	امرئ۔ آدمی	منہم۔ ان میں سے	ان۔ یہ کہ
یدخل۔ داخل کیا جائے	جنۃ۔ باغ	نعیم۔ نعمت والے ہیں	کلا۔ ہرگز نہیں
انا۔ بیشک ہم نے	خلقنھم۔ پیدا کیا ہے ان کو		مما۔ اس چیز سے جو
یعلمون۔ جانتے ہیں	فلا۔ بس	اقسم۔ قسم اٹھاتا ہوں	برب۔ رب
المشارق۔ مشرقوں	و۔ اور	المغرب۔ مغربوں کی	انا۔ بیشک ہم
لقدرون۔ قادر ہیں	علی۔ اوپر	ان۔ اس کے کہ	نبدل۔ بدل دیں ہم
خیرا۔ بہتر	منہم۔ ان سے	و۔ اور	ما۔ نہیں
نحن۔ ہم	بمسبوقین۔ عاجز	فذر۔ تو چھوڑ دو	ھم۔ ان کو
یخوضوا۔ کہ مشغول ہوں	و۔ اور	یلعبوا۔ کھیلیں	حتی۔ یہاں تک کہ
یلقوا۔ ملیں	یومھم۔ اپنے دن	الذی۔ ایسے کو کہ	یوعدون۔ وعدہ دیے جاتے ہیں
یوم۔ جس دن	یخرجون۔ نکلیں گے	من الاجداث۔ قبروں سے	
سراعا۔ جلدی سے	کانہم۔ گویا کہ وہ	الی۔ طرف	نصب۔ تھانوں کے
یوفضون۔ دوڑتے ہیں	خاشعۃ۔ جھکی ہونگی	ابصار۔ آنکھیں	ھم۔ ان کی
ترھقھم۔ ڈھانپے گی انکو	ذلۃ۔ ذلت	ذلک۔ یہ	الیوم۔ دن
الذی۔ وہ ہے	کانوا۔ کہ تھے وہ	یوعدون۔ وعدہ دیے جاتے۔	

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ المعارج پ ۲۹

اعزاز و اکرام پانے والے ہوں گے۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝ توان کافروں کو کیا ہوا تمھاری طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ داہنے اور بائیں گروہ کے گروہ۔

(فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ) توان کافروں کو کیا ہوا تمھاری طرف
ای فی الجھۃ التی تلیک یعنی اس طرف پیچھے جاتے ہیں جدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں۔

(مُهْطِعِيْنَ ۝) تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
مُهْطِعِيْنَ مُهْطِعٌ کی جمع ہے اور مُهْطِعٌ اسم فاعل ہے جس کے معنی ہیں گردن بڑھا کر سر اٹھانا۔ ای سرعین نحوک مادی اعناقھم الیک مقبلین بابصارھم علیک ینظرون الیک لیسمعوا ما یجعلونہ ھزوًا۔ یعنی تیزی کے ساتھ آپ کی طرف نظریں جمائے گردنیں اونچی کئے (لمبی کئے) اور بڑھتے ہوئے آتے ہیں تاکہ آپ جو کچھ فرمائیں اس کو جھٹلائیں اور تمسخر اڑائیں۔

(عن الیمین وعن الشمال عِزِيْنَ ۝) داہنے اور بائیں گروہ کے گروہ
ای جماعات فی تفرقۃ۔ یعنی الگ الگ یا بٹے ہوئے ٹولے عزۃ عزین کا واحد ہے جس کے معنی ہیں آدمیوں کا گروہ یا ٹولہ۔

عبید بن الابرص کا شعر ہے ؎

فجاؤا یھرعون الیہ حتی یکونوا حول منبرہ عزینا

تو وہ اس کی طرف تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے آئے یہاں تک کہ اس منبر کے گرداگرد الگ الگ ٹولے ہو گئے۔
یعنی وہ ہر دو طرفوں سے الگ الگ ٹولے ہو کر آپ کے اردگرد جمع ہو جاتے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور تلاوت قرآن فرما رہے تھے تو مشرک گروہ در گروہ اور حلقہ حلقہ بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرداگرد اکٹھے ہو جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام الٰہی سنتے اور پھر آپ کے کلام کو جھٹلاتے تمسخر کرتے اور کہتے کہ یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تو ہم ان سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے تو یہ آیت اُتری اور ارشاد فرمایا گیا کہ ان کفار و مشرکین کا

کیا حال ہے کہ آپ کے پاس بیٹھتے، آپ کو دیکھتے، تلاوت سنتے ہیں پھر بھی نفع نہیں حاصل کرتے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ آیت اشارہ کر رہی ہے کہ بہتر دانائی یہی ہے کہ مومن بھی گروہ در گروہ ہو کر نہ بیٹھیں کہ یہ عادت جاہلیت کے دور کی ہے یعنی اگر بیٹھنا ہو تو باہم مل کر بیٹھیں۔

اَیَطۡمَعُ کُلُّ امۡرِیٴٍ مِّنۡہُمۡ اَنۡ یُّدۡخَلَ جَنَّۃَ نَعِیۡمٍ ۙ﴿۳۸﴾ کَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقۡنٰہُمۡ مِّمَّا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۹﴾

کیا ان میں ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ چین کے باغ میں داخل کیا جائے، ہرگز نہیں بے شک ہم نے انہیں اس چیز سے بنایا جسے جانتے ہیں۔

(اَیَطۡمَعُ کُلُّ امۡرِیٴٍ مِّنۡہُمۡ اَنۡ یُّدۡخَلَ جَنَّۃَ نَعِیۡمٍ ۙ) کیا ان میں ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ چین کے باغ میں داخل کیا جائے۔

ای بلا ایمان وھو انکار لقولھم ان دخل ھؤلاء الجنۃ کما یقول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلندخلھا قبلھم۔ یعنی ایمان کے بغیر اور یہ ان کے اس قول کا رد ہے جو وہ کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو ہم ان کی نسبت جنت میں ان سے پہلے داخل ہوں گے کیونکہ ہم دنیا مال و آسائش میں برتری دیئے گئے ہیں سو قیامت میں بھی ہم برتری والے ہوں گے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار کا یہ قول لغو ہے کہ جس طرح مومن لوگ جنت میں داخل ہوں گے ہم بھی ایمان لائے بغیر ہی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(کَلَّا) ہرگز نہیں

ردع لھم عن ذلک الطمع الفارغ کفار کی اس فضول و بے ہودہ طمع کا رد لفظ "کلا" سے فرمایا ہے یعنی جیسا وہ آرزو رکھتے ہیں ویسا ہرگز نہ ہوگا۔

(اِنَّا خَلَقۡنٰہُمۡ مِّمَّا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۹﴾) بے شک ہم نے انہیں اس چیز سے بنایا جسے جانتے ہیں۔ ای انھم مخلوقون من نطفۃ قذرۃ لا تناسب عالم القدس فمتی لم تستکمل بالایمان والطاعۃ ولم تتخلق باخلاق الملائکۃ علیھم السلام لم تستعد لدخولھا۔ یعنی ہم نے انہیں گندے نطفہ سے پیدا کیا ہے جس کی عالم قدس سے کوئی نسبت نہیں تو جب تک پیدائشی نقص کی ایمان اور اطاعت کے ساتھ تکمیل نہ ہو اور ملائکہ علیہم السلام کے اخلاق (قدسی اخلاق) سے مزین و متصف (آراستہ) نہ ہو تو وہ ہرگز دخول جنت کے لائق و قابل نہ ہوگا تو کفار و مشرکین جنہوں نے ایمان کا ذائقہ نہ چکھا اور انوار علم و عمل سے روشنی و آگہی اور

برکات حاصل نہ ہوئی وہ اہلِ ایمان کی طرح جو کمالات ایمانیہ اور برکات وخیرات اعمال صالحہ کے نور سے منور ہوئے کیونکر ہو سکتے ہیں۔ مومنوں اور کافروں میں برابری کیونکر متصور ہو سکتی ہے کہ ظلمت وتاریکی اور ایمان نور وبرکت دونوں یکساں کیونکر ہو سکتے ہیں اور کفار کا زعم برتری اور وہ بھی آخرت میں ایک بے ہودہ آرزو ہے اور حق کے ساتھ کھلا مکابرہ اور اپنی کورچشمی اور جہالت و بے بصیرتی کا مظاہرہ ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝

تو مجھے قسم ہے اس کی جو سب مشرقوں اور سب مغربوں کا مالک ہے کہ ضرور ہم قادر ہیں کہ ان سے اچھے بدل دیں اور ہم سے کوئی نکل کر نہیں جا سکتا۔

(فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ) تو مجھے قسم ہے اس کی جو سب مشرقوں اور سب مغربوں کا مالک ہے۔

والمراد بالمشارق والمغارب مشارق الشمس المائة والثمانون ومغاربها كذلك او مشارق ومغارب الشمس والقمر على ما روى عن عكرمة او مشارق الكواكب ومغاربها مطلقاً وذهب بعضهم الى ان المراد رب المخلوقات باسرها۔

اور مشارق اور مغارب سے مراد سورج کے طلوع ہونے کے ایک سو اسی مقامات اور یونہی غروب کے مقامات ہیں یا مراد سورج اور چاند کے مقامات طلوع وغروب ہیں جیسا کہ عکرمہ سے روایت کیا گیا ہے یا مراد مطلق تاروں کے نکلنے اور چھپنے کے مقامات ہیں اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد پوری مخلوقات کے رب کی قسم ہے یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی ملک وقدرت، تخلیق وعظمت کی قسم یاد فرمائی ہے۔

(اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ) کہ ضرور ہم قادر ہیں کہ ان سے اچھے بدل دیں۔

اى نهلكهم بالمرة حسبما تقتضيه جناياتهم ونأتى بدلهم بخلق آخرين ليسوا على صفتهم۔ یعنی ہم جیسا کہ ان کے گناہوں کے مطابق سزا کا تقاضا ہے ان سب کو یک لخت ہلاک کر دیں اور ان کے بدلے میں ایک دوسری مخلوق لے آئیں (پیدا کریں) جو ان کی صفات پر نہ ہو یعنی نافرماں بردار نہ ہو ایک قول ہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیلیے

ان کفار کی جگہ بہتر لوگ عطا کرنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں یعنی انصار مدینہ

(وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ٥) اور ہم سے کوئی نکل کر نہیں جا سکتا۔

ای بمغلوبین ان اردنا ذٰلک یعنی اگر ہم ایسا ارادہ کریں (چاہیں) کہ ان کفار کو ہلاک کر کے ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں تو ہم پر کوئی غالب نہیں اور ہماری قدرت کے احاطہ سے کوئی باہر نہیں نکل سکتا۔

فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ٥

تو انہیں چھوڑ دو ان کی بے ہودگیوں میں پڑے اور کھیلتے ہوئے یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

(فَذَرْهُمْ) تو انہیں چھوڑ دو۔

فخلهم غير مكترث بهم تو آپ انہیں چھوڑ دیں اور ان کی کچھ پرواہ نہ کریں۔

(يَخُوْضُوْا) ان کی بے ہودگیوں میں پڑے۔

اى فى باطلهم الذى من جملته ما حكى عنهم یعنی ان کے برے اور گندے کاموں میں انہیں پڑے رہنے دیجیے جن کا منجملہ تذکرہ گزرا۔

(وَيَلْعَبُوْا) اور کھیلتے ہوئے۔ ای فی دنیاهم یعنی انہیں ان کی دنیا کے دھندوں میں مشغول چھوڑ دیجیے۔

(حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ٥) یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

هو يوم البعث عند النفخة الثانية بقوله سبحانه اور وہ قبروں سے اٹھنے کا دن ہے جب کہ دوسرا نفخہ پھونکا جائے گا۔ جیسا کہ اگلی آیت میں حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے ایک قول ہے کہ ان کی موت کے دن اور ایک قول ہے کہ عذاب موعود کے دن سے یعنی بروز حشر۔

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ٥

جس دن قبروں سے نکلیں گے جھپٹتے ہوئے گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں

(يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ) جس دن قبروں سے نکلیں گے۔

اى القبور یعنی اس روز جب کہ قبروں سے اٹھیں گے یا محشر کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

سِرَاعًا جیسے ہوئے ای مسرعین یعنی تیزی کے ساتھ لپکیں گے اور یہ ان کی حالت کا بیان ہے
کَاَنَّهُمْ اِلٰی نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ ۝ گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں۔
جمع کا صیغہ ہے۔ نُصُب نصاب کی جمع ہے جیسے کتاب کی جمع کُتُب اور اخفش کا قول ہے نصب
جمع ہے جیسے رَہن رُہُن، اور نصاب جمع الجمع ہے جمہور کی قرأت نَصْب یعنی نون پر زبر اور صاد کے
سکون کے ساتھ ہے اصل میں مفرد ہے تو کہا جاتا ہے ان معنوں میں (بولا جاتا ہے) الصنم المنصوب
لیعبد وہ عبادت کے لیے گاڑا ہوا بت یا مورتی اور العلم المنصوب علی الطریق یہتدی
بہ ۔ راستے پر گڑا ہوا جھنڈا تاکہ چلنے والے اس کی طرف راستہ پائیں ابو عمرو کا قول ہے
ھو شبکۃ یقع فیھا الصید فیسارع الیھا صاحبھا مخافۃ ان یتفلت الصید مراد
جال ہے جس میں شکار واقع ہوتا ہے تو شکاری اس خوف سے اس کی طرف لپکتا ہے کہ کہیں شکار نکل
نہ جائے جیسے ورقتادہ کی قرأت نون کے پیش کے ساتھ ہے کلبی کا قول ہے جس طرح کسی لشکر کے
لشکری اپنے جھنڈے کی طرف لپکتے ہیں یونہی کفار قبروں سے نکل کر محشر کی طرف لپکیں گے تاکہ
اپنے معبودوں کو دیکھیں یہ قول ہے جس طرح دنیاوی زندگی میں مورتیوں کی بندگی کے لیے لپکتے
تھے یونہی بروز حشر ان کی طرف تیزی کے ساتھ دوڑیں گے۔ یوفضون کے معنی یہی ہیں ای یسرعون
یعنی تیزی کے ساتھ والمراد یخرجون مسارعین الی الداعی یسبق بعضھم بعضا۔
تو مراد یہ ہے کہ تیزی کے ساتھ داعی (محشر) کی طرف نکلیں گے اور ان میں سے بعض بعض پر
سبقت کریں گے اور معبودان باطلہ (بت مورتیاں وغیرہ) کی طرف تیزی سے چلنا مشرکین کی
عادت ہے۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ — آنکھیں نیچی کئے ہوئے ان پر ذلت چھائی ہوئی
ذِلَّةٌ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ — یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے
كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝ — وعدہ تھا۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ آنکھیں نیچی کئے ہوئے۔
مفعولا تحقیقہ او وصفت ابصارھم بالخشوع مع انہ وصف الکل
لانہ غیر ظاہر فیھا جب ان پر حقیقت واشگاف ہو جائے گی تو ان کی آنکھیں اہل
ذلت کے لیے جھک جائیں گی یا حقیقت واشگاف دیکھ کر شرم سے آنکھیں نیچی ہوں گی۔
خشوع دراصل اصحاب بصیرت کی صفت ہے اور یہاں خشوع کی نسبت ابصار کی طرف مجاز ہے

کیونکہ خشوع کا ظہور انتہائی طور پر آنکھوں میں ہوگا اس لیے آنکھوں کی صفت میں فرمایا گیا خاشعۃ جھکی ہوں گی۔

(ترھقھم ذلۃ) ان پر ذلت چھائی ہوئی

ای تغشاھم یعنی ذلت و رسوائی ان پر چھائی ہوئی ہوگی یا ہم ان پر رسوائی مسلط کر دیں گے

(ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِیْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ) یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ تھا۔

ای الیوم الآخر یعنی آخرت کا دن جس کا دنیا میں ان سے وعدہ کیا گیا تھا اور جسے وہ جھٹلاتے تھے۔

الحمد للہ آج بروز بدھ ۱۸ ر شوال ۱۴۱۲ھ
مطابق ۲۲ ر اپریل ۱۹۹۲ء تفسیر سورہ المعارج
مکمل ہوئی۔

سورۃ نوح مکیۃ

اس میں دو رکوع - اٹھائیس آیتیں - دو سو چوبیس کلمات - نو سو ننانوے حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ نوح رکوع اول پ ۲۹

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ ان کو ڈرا اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آجائے۔

قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝

اس نے فرمایا اے میری قوم میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ۝

کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک مقرر میعاد تک تمہیں مہلت دے گا۔ بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے ہٹایا نہیں جاتا۔ کاش کسی طرح تم جانتے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ۝

عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن رات بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا ہی بڑھا۔

وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝

اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ہٹ کی اور بڑا

غور کیا۔

ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝	پھر میں نے انہیں علانیہ بلایا۔
ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۝	پھر میں نے ان سے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا۔
فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝	تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔
يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ۝	تم پر شراٹے کا مینہ بھیجے گا۔
وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا ۝	اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔
مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۝	تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں کرتے۔
وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝	حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح بنایا۔
أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۝	کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک۔
وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝	اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ۔
وَاللَّهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝	اور اللہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اگایا۔
ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝	پھر تمہیں اسی میں لے جائے گا اور دوبارہ تم کو نکالے گا۔
وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ۝	اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔
لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝	کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

حل لغات رکوع اول سورۃ نوح پ ۲۹

ن - بیشک   ارسلنا - ہم نے بھیجا   نوحا - نوح کو   الی - طرف

قومہ - اسکی قوم کو
من قبل - پہلے
الیم - دردناک
لکم - تمہارے لیے
اعبدوا - عبادت کرو
و - اور
من ذنوبکم - تمہارے گناہ
کم - تم کو
ان - بیشک
جاء - آجاتا ہے تو
کنتم - تم
انی - بیشک میں نے
و - اور
ھم - ان کو
و - اور
تغفر - کہ تو بخشے
فی - بیچ
ثیابہم - انہوں نے اپنے کپڑے
استکبروا - تکبر کیا
دعوتہم - انکو بلایا
اعلنت - اعلان کیا
لھم - انکو
ربکم - اپنے رب سے
یرسل - بھیجے گا

ان - یہ کہ
ان - اس سے کہ
قال - کہا
منذر - ڈرانے والا ہوں
اللہ - اللہ کی
اطیعون - میرا کہا مانو
الی - طرف
اجل - وعدہ
لا - نہیں
تعلمون - جانو
دعوت - بلایا
نہارا - دن
دعاءی - میرے بلانے نے
انی - بیشک میں نے
لم - ان کو
اذانہم - اپنے کانوں کے
و - اور
استکبارا - بڑا تکبر
جھارا - علانیہ
لھم - ان کے لیے
اسرارا - خفیہ کہنا
انہ - بیشک وہ
السماء - مینہ

انذر - ڈرا
یاتیہم - آئے انکے پاس
یقوم - اے میری قوم
مبین - صاف صاف
و - اور
یغفر - بخشنے کا
و - اور
اجل - مدت
اللہ - اللہ کا
یؤخر - مہلت دی جاتی
قال - کہا نوح نے
قومی - اپنی قوم کو
فلم - تو نہ
الا - مگر
کلما - جب بھی
جعلوا - دیے انہوں نے
و - اور
اصروا - ضد کی
ثم - پھر
ثم - پھر
و - اور
فقلت - تو میں نے کہا
[illegible] - ہے
علیکم - تم پر

قومک - اپنی قوم کو
عذاب - عذاب
انی - بیشک میں
ان - یہ کہ
اتقوہ - اس سے ڈرو۔
لکم - تم کو
یؤخرکم - مہلت دے گا۔
مسمی - مقرر کے
اذا - جب
لو - کاش
رب - اے میرے رب
لیلا - رات
یزد - زیادہ کیا
فرارا - بھاگنا۔
دعوتہم - ان کو بلایا
اصابعہم - اپنی انگلیاں
استغشوا - ڈھانپ لیے
و - اور
انی - بیشک میں نے
انی - بیشک میں نے
اسررت - خفیہ کہا
استغفروا - بخشش مانگو
غفارا - بخشنے والا
مدرارا - تراٹے کا

و۔اور
و۔اور
لکم۔تمہارے لیے
لکم۔تمہارے لیے
لا۔کہ نہیں
و۔اور
ا۔کیا
خلق۔پیدا کیے
طباقا۔نیچے اوپر
فیھن۔ان میں
الشمس۔سورج کو
انبتکم۔اگایا تم کو
یعید۔لوٹائے گا
یخرجکم۔نکالے گا تم کو
جعل۔بنایا
لتسلکو۔تاکہ تم چلو

یمدد۔مدد کرے گا
بنین۔بیٹوں سے
جنت۔باغ
انھارا۔نہریں
ترجون۔امید رکھتے تم
قد۔بیشک
لم۔نہیں
اللہ۔اللہ نے
و۔اور
نورا۔نور
سراجا۔چراغ
من الارض۔زمین سے
کم۔تم کو
اخراجا۔نکالنا
لکم۔تمہارے لیے
منھا۔اس میں

کم۔تمہاری
و۔اور
و۔اور
ما۔کیا ہے
للہ۔اللہ سے
خلقکم۔پیدا کیا تم کو
تروا۔دیکھا تم نے
سبع۔سات
جعل۔بنایا
و۔اور
و۔اور
نباتا۔اگانا
فیھا۔اس میں
و۔اور
الارض۔زمین کو
سبلا۔رستوں

باموال۔مال
یجعل۔بنائے گا
یجعل۔بنائے گا
لکم۔تم کو
وقارا۔عزت کی
اطوارا۔طرح طرح سے
کیف۔کیسے
سموٰت۔آسمان
القمر۔چاند کو
جعل۔بنایا
اللہ۔اللہ نے
ثم۔پھر
و۔اور
اللہ۔اللہ نے
بساطا۔بچھونا
فجاجا۔فراخ میں

سورۂ نوح

سورۂ نوح بالاتفاق مکیہ ہے قراء کوفہ کے نزدیک اس کی اٹھائیس آیات ہیں جب کہ قراء شام و بصرہ کے نزدیک انتیس آیات ہیں اور دو رکوع ہیں پچھلی صورت سے اس سورۂ مبارکہ کے اتصال کی وجہ جیسا کہ علامہ سیوطی کا قول ہے کہ سورۃ المعارج میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے انا لقادرون علی ان نبدل خیرا منھم تو اس کے تعاقب میں قوم نوح کے قصہ (اس سورۂ مبارکہ میں) سے آغاز کیا ہے جو اس قوم کی غرقابی وغیرہ پر مشتمل ہے کہ صفحہ ہستی پر ان میں سے کوئی باقی نہ رہا نوان سے بہتر قوم لانے کا وقوع اور موقع استدلال واستظہار عملاً واقعہ ہوا اور وہ کفار ہلاک ہوگئے اور صرف

... ہے اور عذابِ الٰہی کو ٹالا نہ جا سکا۔ اور اتصال کی وجہ اس شخص کے نزول پر جس نے
... اہل سے مراد نوح علیہ السلام ظاہر ہیں تو بعض آثار میں آیا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ
... اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت بروزِ حشر قومِ نوح پر فرمائیں گے۔ حاکم نے
... سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کو لوگوں میں اوّل
... روزِ حشر طلب فرمائے گا۔ اور ارشاد ہوگا کہ تم نے دعوتِ نوح کا کیا جواب دیا کیا تمہیں
... علیہ السلام نے دعوت نہ دی تھی) تو وہ لوگ کہیں گے انہوں نے (نوح علیہ السلام) نہ ہمیں دعوت
... اور نہ ہی تبلیغ کی اور نہ ہی کوئی نصیحت کی اور نہ ہی کسی کارِ خیر کا حکم دیا اور نہ ہی منکرات سے منع
... نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے پروردگار میں نے انہیں واضح دعوت دی جو اولین و آخرین
... اور ہر امت کے بعد ہر امت کو ظاہر و معلوم ہے یہاں تک کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم
... کے بھی اسے نقل کیا گیا اور انہوں نے اس کی تلاوت کی اور اس پر ایمان لائے اور اس دعوت
... کی تصدیق کی تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو بلاؤ
... وہ بلائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت اس حال میں پیش ہوں گے کہ ان کے ہاتھوں
کے درمیان نور آگے آگے دوڑتا ہوگا تو نوح علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت سے کہیں
گے کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اپنی قوم کو رسالت کی تبلیغ کی اور ان کی نصیحت و ہدایت کے لیے سعی

بلیغ اور انہیں عذابِ الٰہی سے بچانے کے لیے خفیہ اور علانیہ کوشش کی تو ان لوگوں نے میری دعوت سے
بھاگنا ہی زیادہ پسند کیا (وہ لوگ قبولِ دعوت کو اپنی شان کے خلاف جانتے تھے) تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کہے گی کہ بلاشبہ ہم گواہی دیتے ہیں اس پر جو ہم نے قرآن حکیم سے
تلاوت کیا (پڑھا) کہ آپ نے (نوح علیہ السلام) نے جو کچھ فرمایا وہ حق و سچ ہے اور بلاشبہ آپ سچوں میں
سے ہیں تو قومِ نوح کہے گی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی امت کو اس کا کیونکر علم ہوا۔ جب کہ آپ تو
بعد کی امت ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ نوح کی تلاوت فرمائیں گے یہاں تک کہ جب سورت
ختم فرمائیں گے تو آپ کی امت کہے گی ہم گواہی دیتے ہیں ان ھٰذا لھو القصص الحق وما من
الٰہ الا اللہ وان اللہ لھو العزیز الحکیم تو جب اللہ عزوجل شانہٗ ارشاد فرمائے گا وامتازوا
الیوم ایھا المجرمون "اے مجرمو آج کے دن علیحدہ ہو جاؤ۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖٓ — بے شک ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف

اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ بھیجا کہ انکو ڈرائے اس سے پہلے کہ ان پر درد ناک عذاب آئے۔

(اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ) بے شک ہم نے نوح کو بھیجا اُس کی قوم کی طرف نوح اعجمی اسم ہے (اعجمی نام ہے) ابو الیقی اور الکرمانی کا کہنا ہے کہ یہ اسم معرب ہے سریانی زبان میں نوح کے معنی "الساکن" کے ہیں یعنی ٹھہرنے والا یا رہنے والا۔ مستدرک میں حاکم سے منقول ہے کہ ان کا نام نوح انما سمی نوحا لکثرۃ نوحہ وبکائہ علی نفسہ واسمہ عبد الغفار ان کا نام نوح اس لیے رکھا گیا کہ وہ اپنے نفس پر کثرت سے رونے والے آہیں بھرنے والے اور ملامت فرمانے والے تھے اور ان کا نام عبد الغفار تھا بعض مفسرین بشمول آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی صحت سے انکار کیا ہے، آپ کا نسب نامہ یہ ہے نوح (علیہ السلام) بن لمک بن متوشلخ بن خنوخ اور یہ اخنوخ کے نام سے زیادہ مشہور ہوئے اور یہ ہی ادریس علیہ السلام کا نام ہے) بن یرد ابن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ اس نسب نامہ سے ظاہر ہے کہ ادریس علیہ السلام آپ کے اجداد سے تھے اور مستدرک میں ہے کہ اکثر صحابہ کا یہ خیال تھا کہ نوح علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام سے پہلے ہوئے اور وہ آپ کے اجداد سے نہیں۔ مستدرک میں ہے کہ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ تھا اور ابن عباس ہی سے مستدرک میں مروی ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو چالیس برس کی عمر میں مبعوث فرمایا اور وہ اپنی قوم میں نو سو پچاس برس رہے اور انہیں دعوت حق فرماتے رہے یہاں تک کہ طوفان آیا اور آپ طوفان کے بعد ساٹھ برس مزید دنیا میں رہے تہذیب میں نووی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام میں دنیاوی عمر کے لحاظ سے زیادہ تھے ایک قول ہے کہ وہ تمام لوگوں میں بلحاظ عمر زیادہ تھے اور خسداد کا قول ہے کہ ان کی عمر ایک ہزار چار سو اسی برس ہوئی۔ تاہم اس پر اتفاق نہیں اس وجہ سے کہ خضر علیہ السلام کی عمر کا انکار نہ ہو۔ وہ سب سے پہلے صاحب شریعت اور مطاع نبی ہیں اور لوگوں کو دعوت توحید کے لیے مبعوث کئے گئے اور ان کی امت طوفان سے ہلاک اور تحقیق یہی ہے کہ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے جو اپنے اہل واولاد کی طرف مبعوث کئے گئے اور ان کو شریعت کو شریعت نوح نے منسوخ نہ کیا اور شریعت نوح میں مقصود دعوت ایمان وتوحید تھی ایک قول ہے نوح علیہ السلام شیخ انبیاء اور آدم ثانی تھے آپ اپنے سر میں عمدہ (حسین) چہرے والے، بلند قامت، بڑی آنکھوں والے گوشت سے بھرپور کندھوں والے فربہ اندام اور بھرپور اور لمبی داڑھی والے (لمبی اور سینہ پر پھیلی) تھے اور آپ کے روضۂ مبارکہ میں اختلاف ہے بعض کا

ذ ہے کہ مسجد کوفہ میں ہے اور بعض نے کہا جبل احمر پر ہے اور بعض نے کرک کے شہر کے قریب جبل لبنان پر
ذمین میں ہے۔ انّ حرف تحقیق ہے جو قومہ کو خاص کر رہا ہے یعنی آپ کی نبوت اپنی ہی قوم کی طرف
خاص تھی اور آپ انہی کی طرف مبعوث کئے گئے تھے اور آپ کی دعوت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح
ثانی، ہمہ گیر اور جہانگیر نہ تھی۔

(الی قومه) قیل هم سكان جزيرة العرب ومن منهم لا اهل الارض كافة
یک قول ہے ان کی قوم سے مراد جزیرۃ العرب کے لوگ اور وہ لوگ تھے جو ان سے قریب تھے اور تمام اہل زمین
یہاں مراد نہیں ہیں۔ البتہ مشہور ہو گیا کہ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے اور ان کی طرف ہی مبعوث ہوئے۔

(اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ) کہ اپنی قوم کو ڈرا
ای قلنا لنوح عليه السلام ان انذر قومك۔ یعنی ہم نے نوح علیہ السلام سے کہا کہ اپنی
قوم کو دعوت ارشاد دو اور عذاب سے ڈراؤ۔ ایک قول ہے ارسلناه بالامر بالانذار یعنی ہم
نے انہیں اس حکم کے ساتھ مامور کیا کہ لوگوں کو دعوت حق فرمائیں اور عذابِ الٰہی سے خوف دلائیں۔

(مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝) اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب
آئے۔
عاجل وهو ما حل بهم من الطوفان كما قال الكلبي او آجل وهو عذاب النار
کما قال ابن عباس والمراد انذرهم من قبل ذلك لئلا يبقى لهم عذر ما اصلا۔
جلد آنے والا عذاب اور وہ تھا جو ان پر طوفان کی صورت نازل ہوا جیسا کہ کلبی کا قول ہے یا متعین و مقرر
دردناک آگ کا عذاب ہے (جو آخرت میں ہوگا) جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے اور اس قول یعنی "انہیں
ڈرا اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے" سے مراد یہ ہے ان لوگوں کے لیے دنیا و آخرت کے
عذاب سے بچنے کے لیے سرے سے کوئی عذر (بہانہ) باقی نہ رہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اس نے فرمایا اے میری قوم میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

(قَالَ) اُس نے فرمایا ای قال لهم یعنی نوح علیہ السلام نے ان لوگوں سے فرمایا
(يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝) میری قوم میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا
نذیر۔
منذر موضح لحقيقة الامر واللام في لكم للتقوية او للتعليل اى لاجل

نذیرکم من عذاب ان اسألکم اجرا۔ یعنی معاملے کی حقیقت کو کھول کر بیان کرنے والا اور ڈرانے والا ہوں "لَکُمْ" میں لام (ل) یا تو تقویت کے لیے ہے یا پھر تعلیل کے لیے کہ اس لیے کہ میں خالص تمہاری بھلائی کے لیے تمہیں ڈراتا ہوں اور مجھے تم سے اسکے عوض کوئی صلہ (مطالبہ مزدوری وغیرہ) درکار نہیں۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ کہ اللہ کی بندگی کرو اور اُس سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

(اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ) کہ اللہ کی بندگی کرو۔

ای لاتشرکوا بہ احدا او ادعوہ یعنی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اس کی الوہیت وربوبیت اور واحدانیت کا اقرار اور خالص اس ہی کی بندگی بجا لاؤ۔

(وَاتَّقُوْهُ) اور اس سے ڈرو ای اجتنبوا من معصیتہ لئلا یغضب علیکم یعنی تم حق سبحانہ' و تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز رہو ایسا نہ ہو کہ تم پر غضب فرمائے، یا اس کی حکم عدولی اور سرکشی نہ کرو مبادا کہ وہ تمہاری پکڑ فرمائے اس کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے ڈرو۔

(وَاَطِیْعُوْنِ ۝) اور میرا حکم مانو یعنی تم میری اطاعت بجا لاؤ اور جس بات کا تمہیں حکم دوں اُسے مانو اور نافرمانی نہ کرو

یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ	وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک
وَیُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ	مقرر میعاد تک تمہیں مہلت دے گا۔
اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ	بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے ہٹایا
لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝	نہیں جاتا، کسی طرح تم جانتے۔

(یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ) وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا۔

مجزوم فی جواب الامر واختلف فی "من" پچھلی آیت میں امر (ان اعبدوا اللہ واتقوہ واطیعون) بندگی تقویٰ اور اطاعت سے متعلق گزرا تو یہاں اس امر کا جواب بطور بدلہ (صلہ) ہے یعنی اللہ تمہاری بخشش کر دے گا البتہ حرف جار "من" میں اختلاف ہے بعض نے کہا ابتدائیہ ہے اور فعل کی ابتدا حق سبحانہ' و تعالیٰ کی طرف سے ان معنوں میں ہے یبتدئ لھم بعد ایمانھم بمغفرۃ ذنوبھم احسانا منہ عزوجل وتفضلا کہ ان لوگوں کے ایمان لانے کے بعد حق سبحانہ، و تعالیٰ اپنی

طرف سے بطورِ احسان اور مہربانی کے ان لوگوں کی بخشش سے ابتداء و آغاز فرمائے گا۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ کفار کی جانب سے یوں ہو کہ انہیں ان کے ایمان لانے کے سبب سے جو نئے ابتداءً حاصل ہوگی وہ ان کے گناہوں کی بخشش ہوگی۔ بعض نے کہا کہ "من" تبعیضیہ ہے جس کا مطلب ہے ای بعض ذنوبکم یعنی تمہارے بعض گناہ (جو حقوق اللہ سے متعلق ہے اور حقوق العباد سے متعلق نہیں) بخش دے گا۔ اور بعض نے کہا "بیانیہ" ہے جس کا مطلب تمہارے سارے گناہ بخش دے گا اور ایک قول ہے کہ قرآن حکیم میں جہاں بھی مومنوں کے سوا کفار سے خطاب ہوا ہے تو مومنوں اور کافروں کے درمیان خطاب میں واضح فرق ہے جہاں کفار کو مغفرت کے ساتھ دعوت دی گئی ہے اس مغفرت و بخشش کا تمام تر مدار "ایمان لانے" پر ہے اور جہاں سے مومنوں سے خطاب مغفرت ہوا ہے تو وہ طاعت سے اور معاصی سے باز رہنے میں مشروط ہے۔ بعض نے کہا کہ بعض گناہوں کی بخشش کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ سارے گناہ معاف نہ ہوں گے سورۃ الانفال میں ہے "قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف" تو یہاں سارے گناہوں کی بخشش واضح ہے بشرطیکہ ایمان لائیں اور فرماں برداری کریں اور مخالفت حق سے باز رہیں۔ بعض نے کہا کل گناہوں کی بخشش صرف اس امت کی خصوصیت ہے جیسا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا ارشاد ہے "ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا" صحیح مسلم شریف میں ہے اسلام، حج اور ہجرت ما قبل کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

(وَیُؤَخِّرْکُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ط) اور ایک مقرر میعاد تک تمھیں مہلت دے گا۔

ھو الامد الاقصی الذی قدرہ اللہ تعالیٰ بشرط الایمان والطاعۃ وراء ماقدرہ عزوجل لھم علی تقدیر بقائھم علی الکفر والعصیان۔ وہ دور کا فاصلہ ہے جو حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ان کے لیے ایمان و اطاعت کی شرط سے مقدر فرما رکھا ہے یعنی اس مدت تک (موت تک) تمھیں گناہوں کی سزا نہ دے گا اور اگر وہ ایمان و طاعت کی بجائے کفر و سرکشی اور معصیت پر ہی قائم رہیں گے تو اس پر جو مقدر ہے وہ اس سے الگ ہے چاہے دنیا ہی میں عذاب فرمائے یا آخرت میں یا دنیا و آخرت دونوں میں ہی عذاب فرمائے۔

(اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ) بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے ہٹایا نہیں جاتا

(اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ) بے شک اللہ کا وعدہ ای ما قدرہ عزوجل علی تقدیر بقائکم علی ما انتم علیہ یعنی وہ جو حق تعالیٰ نے تمہارے لیے مقدر کر رکھا ہے اس صورت میں جب کہ تم جس پر کہ تم تھے قائم و باقی رہو یعنی اگر تم کفر پر قائم رہو گے تو تمہارے لیے تو عذاب مقدر ہو چکا ہے۔

اجل سے مراد مقررہ وعدہ ہے۔ (اِذَا جَاءَ) جب آتا ہے یعنی جب مقررہ طریقہ سے آجاتا ہے۔ (لَا یُؤَخَّرُ) ہٹایا نہیں جاتا یعنی اس میں تاخیر ہوا ایسا ممکن نہیں قضائے مبرم میں تو فی الاصل تاخیر ہوتی ہی نہیں اور قضاء معلق میں جب شرط موجود ہو جائے تو پھر اس میں بھی تاخیر ممکن نہیں لہٰذا یہ ٹلنے والی نہیں تو تبادروا الی الایمان والطاعۃ قبل مجیئہ حتی لایتحقق شرط الذی ھو بقاؤکم علی الکفر والعصیان فلا یجیئ ویتحقق شرط التاخیر الی الاجل المسمی تو تم (اے گروہ کفار) ایمان وطاعت میں پیش قدمی کرو اس سے پہلے کہ وہ (قضاء) آجائے یہاں تک کہ اس کی شرط جو کہ تمہارے کفر وعصیان پر قائم رہنے کی ہے متحقق نہ ہو تو وہ وارد نہ ہوگی اور ایک مقررہ میعاد تک کی مہلت کی شرط متحقق ہو جائے گی۔

(لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝) کسی طرح تم جانتے۔

ای لو کنتم من اھل العلم لسارعتم لما امرکم بہ یعنی اگر تم اہل علم میں سے ہوتے اور اپنی بھلائی چاہتے ہو تو تمہیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کے بجالانے میں جلدی کرتے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ — عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی قوم

لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۝ — کو رات دن بلایا۔

(قَالَ) ای نوح علیہ السلام مناجیا ربہ عزوجل وحاکیا للہ سبحانہ یقصد الشکوی وھو سبحانہ اعلم بحالہ ماجری بینہ وبین قومہ من العقیل والقال فی تلک المدد الاطوال بعد ما بذل فی الدعوۃ غایۃ المجھود یعنی نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار جل وعلا سے مناجات کی اور عرض کیا۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ ان کے حال سے بخوبی واقف تھا جو ان کے اور ان کی قوم کے درمیان بطور لڑائی جھگڑا اور فضول گفتگو (بحث وتمحیص) کے اس انتہائی طویل زمانے میں ہوتا رہا باوجودیکہ انہوں نے اپنی دعوت حق میں انتہائی کوشش کر ڈالی۔

(رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ) میں نے اپنی قوم کو بلایا

الی الایمان والطاعۃ یعنی میں نے اپنی قوم کو ایمان اور اطاعت کی طرف بلایا۔

(لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۝) رات دن۔

ای دائمًا من غیر فتور ولا توان یعنی ہمیشہ بغیر کسی نقص وخرابی کے اور بغیر کسی [illegible] وسستی کے۔

فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝ تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنے کے علاوہ کچھ فائدہ نہ ہوا۔

مما دعوتھم الیہ واسناد الزیادۃ الی الدعا یعنی وہ بھاگتے ہی رہے جس قدر میں نے انہیں ایمان و طاعت کی طرف بلایا چونکہ دعوت کفار کے فرار کی زیادتی کا باعث و سبب ہوئی اس لیے دعا (دعوت) کو فرار میں اضافہ کرنے والا فرمایا دعوت کی طرف یہ نسبت قرار مجازا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ میں نے جس قدر دعوت بلیغ کی انہوں نے فرماں برداری نہ رہی بلکہ ترغیب کے مقابلے میں ان کی نافرمانی اور سرکشی بڑھتی ہی چلی گئی بجائے اس کے کہ دعوت پر کان لگاتے وہ اُلٹا بھاگ جاتے اور بات سننا تک انہیں گوارا نہ تھا۔

وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو اُن کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ہٹ دھرمی کی اور بڑا غرور کیا۔

(وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ) اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا۔

ای الی ایمان یعنی جب بھی میں نے انہیں ایمان کی طرف دعوت دی۔

(لِتَغْفِرَ لَهُمْ) کہ تو ان کو بخشے۔

ای لسبب الایمان یعنی ان کے ایمان لانے کے سبب سے، انہیں (اللہ تعالیٰ) بخش دے۔

(جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ) انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔

ای سدوا مسامعھم عن استماع الدعوۃ یعنی اپنے کانوں کے سوراخوں کو انگلیوں سے بند کر دیا تا کہ میری دعوت کی آواز کو نہ سنیں کانوں میں انگلیاں ٹھونسنا سرے سے بات ہی نہ سننے کی طرف کنایہ ہے جس سے واضح ہے کہ دعوت حق کا انہیں سننا کس قدر ناگوار تھا اور ان کے طرز عمل سے بیزاری نمایاں تھی۔

(وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ) اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے۔

ای بالغوا فی التغطی بھا کانھم طلبوا من ثیابھم ان تغشاھم لئلا یروہ کراھۃ النظر الیہ من فرط کراھۃ الدعوۃ یعنی اس حالت میں اس حد تک بڑھ گئے گویا کہ انہوں نے اپنے پہننے کے کپڑے منگوا لیے تا کہ انہیں اوڑھ لیں تا کہ آپ علیہ السلام

آنکھوں سے نہ دیکھیں اور ان کی للاوں میں اس شدت کی ناگواری تھی کہ داعی الی حق کو دیکھنا بھی برداشت نہ تھا۔

(وَاَصَرُّوْا) اور ہٹ دھرمی کی۔

ای اکبوا علی الکفر والمعاصی یعنی کفر اور گناہوں پر ڈٹے رہے یہ راغب کا قول ہے۔

الاصرار التعقد فی الذنب الاصرار (ہٹ دھرمی) سے مراد ہے گناہوں پر پکے اور جمے رہنا ہے۔

(وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ٥)

من اتباعی وطاعتی عظیما یعنی ان لوگوں نے میری فرماں برداری اور پیروی سے سخت انکار کیا اور انتہائی سرکشی کا مظاہرہ کیا یا غایت درجہ مغرور بن گئے۔ ایک قول ہے کہ میری دعوت کو قبول کرنا کسر شان جانا۔

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ٥ پھر میں نے انہیں پکار پکار کر بلایا

ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ٥ پھر میں نے ان سے با علان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا

(ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ٥) پھر میں نے انہیں پکار پکار کر بلایا۔

ای دعوتھم دعاء جھارًا ای مجاھرا یعنی میں نے انہیں بلند آواز سے (علی الاعلان) دعوت دی یعنی انہیں ان کی مجلسوں میں کھلم کھلا اونچی آواز سے دعوت حق فرمائی۔

(ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ٥) پھر میں نے ان سے با علان بھی کہا اور آہستہ بھی کہا۔

ای دعوتھم مرۃ وکرۃ غب کرۃ علی وجوہ متخالفۃ واسالیب متفارتۃ وھو تعمیم لوجوہ الدعوۃ بعد تعمیم الاوقات یعنی میں نے انہیں بار بار دعوت کے بعد مکرر دعوت (پیہم دعوت) دی اور یہ دعوت مختلف طریقوں اور ان کی مخالفت کے اطوار کے اسباب کو پیش نظر رکھ کر دی یعنی جس طرح ممکن و مؤثر ہو سکتا تھا اور جس طرح سے اجرائے دعوت ہو سکتی تھی انہیں بار بار پیہم اور تکرار کے ساتھ بالترتیب دعوت دی۔ اور الیا وا اسباب دعوت کے عموم پر جو اوقات کی عمومیت کے بعد ہوئی دلالت کر رہا ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو

اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔

بالتوبة عن الكفر والمعاصي فانه سبحانه لا يغفر أن يشرك به وقال ربكم تحريكا لداعي الاستغفار

کفر و معصیت (گناہوں) سے توبہ کے ساتھ کہ بلاشبہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کی بخشش نہیں فرماتے جو اس کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا اور آپ کا فرمانا "رَبَّكُمْ" (ان لوگوں کو توبہ و بخشش کی طرف رغبت و تحریک دلانے کے لیے تھا۔

اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝) بے شک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔

دائم المغفرة كثيرها للتائبين وہ توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو بہت زیادہ اور ہمیشہ معاف فرمانے والا ہے۔

قال البغوي لما كذبوه عليه الصلاة والسلام بعد تكرير الدعوة حبس الله تعالى عنهم المطر واعقم ارحام نسائهم اربعين سنة وقيل سبعين سنة فوعدهم انهم ان آمنوا يرزقهم الله تعالى الخصب يدفع عنهم ما هم فيه.

بغوی نے لکھا ہے کہ قوم نے عرصہ دراز تک حضرت نوح علیہ السلام کی بار بار دعوت کے باوجود تکذیب کی تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر بارش روک دی اور ان کی عورتیں چالیس برس اور ایک قول کے مطابق ستر برس تک بانجھ (بے ثمر) رہیں تو آپ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ اگر وہ ایمان لے آئے تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ انہیں پھلوں سبزیوں وغیرہ سے بکثرت روزی عطا فرمائے گا اور جس حالت میں وہ مبتلا ہیں اُسے دور فرما دے گا۔ تو یہ کہہ کر انہیں توبہ کی ترغیب دی۔

يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝

تم پر شراٹے کا مینہ بھیجے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ تم پر شراٹے کا مینہ بھیجے گا۔

اي كثير الدر یعنی کثرت سے بارش والا ایک قول ہے کہ "المظلة" یعنی سیاہ چھا نے والی زوردار بارش۔

(وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ) اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا۔

ای یزدکم باموال واولاد یعنی تمہارے مالوں اور تمہاری اولاد میں برکت و زیادتی عطا فرمائے گا۔

(وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنّٰتٍ) اور تمہارے لیے باغ بنا دے گا۔

ای بساتین یعنی باغات۔ قوم نوح پر پیہم تکذیب کی وجہ سے بارش روک دی گئی تھی اور چالیس سال یا ستر برس تک اس قوم کی عورتیں بانجھ رہیں جس سے ان کی نسل برباد ہوئی مال تلف ہوا اور مویشی ہلاک ہو گئے دریا و چشمے خشک ہو گئے اور زمین کے باغات اجڑ گئے تو یہ کہہ کر رغبت دلائی ہے کہ تمہارے لیے ویسا ہی باغات کا سلسلہ شادات بنا دے گا جیسا کہ تکذیب سے پہلے تھا۔

(وَيَجْعَل لَّكُمْ اَنْهٰرًا ○) اور تمہارے لیے نہریں بنا دے گا۔

ای جاریۃ یعنی تکذیب سے پہلے جس طرح تمہارے لیے دریا اور نہریں بھرپور طور پر جاری و رواں تھے اسی طرح سے پھر جاری فرمائے گا۔ بقاعی کا قول ہے کہ "جنات و انہار" سے مراد نعیم آخرت ہے۔ اور جمہور کا قول وہی ہے جو گزرا۔ حسن سے مروی ہے کہ قلت پیداوار اور بارش، تنگدستی اور اولاد نہ ہونے کا قرآنی عمل استغفار ہے جس کی برکت سے یہ نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ○ تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں کرتے۔

ای غیر معتقدین للّٰہ تعالٰی عظمۃ موجبۃ لتنظیمہ سبحانہ بالایمان بہ جل شانہ والطاعۃ لہ تعالٰی۔ یعنی تم اپنے اعتقاد میں اللہ کی وہ عظمت نہیں جانتے جو حق سبحانہ و تعالٰی پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت بجالانے کے بعد اس کی تعظیم و بزرگی کی موجب و مقتضی ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور اس کی اطاعت کیوں نہیں کرتے تاکہ وہ تمہیں اس کے سبب عزت بخشے۔ حسن سے مروی ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کا حق نہیں پہچانتے اور اس کا شکر یہ کیوں نہیں بجالاتے۔

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ○ حالانکہ اُس نے تمہیں طرح طرح بنایا۔

انہ عزوجل خلقکم مدرجا لکم فی حالات عناصر ثم اغذیۃ ثم اخلاطا ثم نطفا ثم علقا ثم مضغا ثم عظاما و لحوما ثم خلقا آخر۔ بلاشبہ حق سبحانہ و تعالٰی نے تمہیں کئی درجات میں کئی مرتبہ باعتبار حالات پرورش کیا پہلے تم تخلیق عنصری میں تھے پھر تخلیق غذائی کی طرف پھرے پھر اخلاط کی طرف پھر نطفہ پھر جمے ہوئے خون پھر گوشت کے لوتھڑے پھر ہڈیوں اور گوشت کی طرف لائے گئے پھر ایک اور تخلیق کی طرف لائے گئے یعنی تمہارے

اندر روح پھونکی گئی اور تم انسان بنے۔ تخلیقی نشانیوں کا ذکر اس لیے فرمایا کہ اس میں غور و فکر ایمان وطاعت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے ایک قول ہے کہ احوال مختلفہ سے مراد ولادت سے موت تک کے حالات ہیں جو ہر شخص سے متعلق ہیں۔

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ	کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکر
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝	سات آسمان بنائے ایک پر ایک
وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا	اور ان میں چاند کو روشن کیا اور
وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝	بنایا سورج کو چراغ۔

(اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک۔

ای متطابقة بعضها فوق بعض وتفسير التطابق بالتوافق فی الحسن۔

یعنی ان میں سے ایک کو دوسرے پر متناسبت اور مطابقت کے ساتھ بنایا اور تطابق کی تفسیر خوبصورتی میں موزونیت و موافقت کے ساتھ کی گئی ہے اور حکم کا احتمال وجود صنعت پر ہے کہ تم رحمٰن کے بنانے میں کوئی فرق دیکھتے ہو یعنی آسمانوں کی پیدائش سے قدرت الٰہی ظاہر ہے کہ اس نے کیا خوب،

متوازن، متناسب اور ایک پر دوسرے کو ترتیب کے ساتھ درست بنایا۔ استفہام تقریری ہے جو سننے والے کو اقرار پر آمادہ کرتا ہے۔ اور بعض نے کہا استفہام بطور تعجب ہے۔

(وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا) اور ان میں چاند کو روشن کیا۔

منور الوجه الارض فی ظلمة الليل وجعله فيهن مع انه فی احداهن وهی السماء الدنيا

شب کی تاریکی میں زمین کے چہرے کو جگمگا دینے والا اور "اُس میں بنایا" کا مطلب یہ ہے آسمانوں میں سے ایک یعنی آسمان دنیا میں بنایا۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ چاند اور سورج کے چہرے آسمانوں کی طرف ہیں اور زمین پر ان کے انوار منعکس ہو کر آتے ہیں۔

(وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝) اور بنایا سورج کو چراغ

يزيل ظلمة الليل ويبصر أهل الدنيا فی ضوئها وجه الارض ويشاهدون الآفاق كما يبصر اهل البيت فی ضوء السراج ما يحتاجون الی ابصاره وتنوينه للتعظيم وفی الكلام تشبيه بليغ وكون السراج اعرف واقرب جعل مشبهابه

سورج کی روشنی رات کی تاریکی اور اندھیرے کو زائل ( ) کر دیتی ہے اور اس کی روشنی میں زمین

کے اُوپر دنیا والے دیکھتے ہیں اور آفاق کا مشاہدہ (نظارا) کرتے ہیں اسی طرح جس طرح گھر کے لوگ تاریکی میں جس چیز کو آنکھ سے دیکھنے کے محتاج ہیں وہ چراغ کی روشنی میں دیکھ لیتے ہیں۔ سراجا کی تنوین تعظیم کے لیے اور کلام الٰہی میں بہت بڑی تشبیہ ہے مشبہ، مشبہ بہ سے اعلیٰ ہے یعنی سورج چراغ سے تشبیہ دیا گیا ہے اور سورج کو اعلیٰ ہونے کی باوصف اس لیے سراج (چراغ) سے تشبیہ دی گئی ہے کہ مخاطبین کے سامنے چراغ کے علاوہ کوئی روشنی ایسی نہیں جو زیادہ معروف و معلوم ہو اور مشبہ سے قریب تر ہو۔

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝

اور اللہ نے تمھیں سبزے کی طرح زمین سے اُگایا پھر تمھیں اُسی میں لے جائے گا اور دوبارہ نکالے گا اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔ کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو

(وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝) اور اللہ نے تمھیں سبزے کی طرح زمین سے اُگایا۔ نباتًا نے انبتکم کو بطور مفعول مطلق مؤکد کیا ہے۔

ای انشاکم منھا فاستیعر الانبات للانشاء لکونہ ادل علی الحدوث والتکون من الارض لکونہ محسوسا یعنی تمھیں زمین سے اٹھایا (پیدا کیا) اور انبات (اگنے) سے انشاء (پیدائش) کی طرف استعارہ ہے تاکہ حدوث (پیدائش) پر زیادہ دلالت کرے اور زمین سے ہونے میں اشارہ ہے کہ پیدائش کا مفہوم محسوس ہو۔ " من الارض" یعنی زمین سے پیدا کیا جس طرح زمین میں بیج (تخم) بو یا جاتا ہے اسی طرح رحم میں تخم پڑتا ہے اور جس طرح زمین اس تخم کو بڑھاتی ہے یونہی رحم میں اس تخم کی روئیدگی اور ترقی بذریعہ غذا ہوتی ہے جو زمین سے پیدا ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ چونکہ زمین کی پیداوار روزمرہ کا مشاہدہ ہے تو اس میں اشارہ ہے کہ تمھاری خلقت بھی یونہی ہے اور تم بعث (دوبارہ اٹھنے) کا انکار کیسے کر سکتے ہو۔

(ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا) پھر تمھیں اس میں لے جائے گا۔

ای فی الارض بالدفن عند موتکم یعنی تمھارے مرنے کے بعد تمھیں زمین میں دفن

کیا جائے گا۔

(وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝) اور تمہیں دوبارہ نکالے گا۔

منھا عند البعث والحشر مرنے کے بعد جی اٹھنے اور حشر کے روز زمین سے دوبارہ نکالے گا یعنی تمہارا اخراج (دوبارہ اٹھنا) قطعی اور اسی طرح یقینی ہے جس طرح سے زمین سے سبزے کا اگنا (تمہاری پیدائش) واضح ہے اسی طرح زندہ اٹھائیں گے جس طرح ماؤں کے پیٹ سے برہنہ غیر مختون پیدا کئے گئے تھے۔

(وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا) اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا

تتقلبون علیھا کا بساط یعنی تم اس پر لوٹتے ہو جیسے بستر پر لوٹتے ہیں۔ اور یہ اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ زمین پھیلی ہوئی ہے اور گیند کی طرح گول نہیں جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے بلاشبہ یہ ایک عظیم کرہ ہے جو کوئی اس پر ہے یا جو اس پر چلتا پھرتا ہے وہ اسے بچھا ہوا پائے گا تاہم اس کے گول ہونے یا نہ ہونے کا اعتقاد شرع میں لازمی امر نہیں البتہ اس کا کرہ ہونا (گول ہونا) امر یقینی ہے۔

(لِتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝) کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

سُبُلًا (طرقًا) یعنی راہیں فِجَاجًا جمع فَجّ اور یہ سُبُلًا (راہوں) کے لیے بطور تعریف صفت مشبہ ہے اور بعض کا قول ہے ھو اسم للطریق الواسعۃ یہ کشادہ راہوں کے لیے نام ہے کہ اسم للمسلک بین الجبلین چلنے والوں کے لیے اس راستے کا نام ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان ہو مراد دَرّوں کا نام ہے۔ واضح مفہوم ہے کہ تمہارے لئے زمین کو بچھایا گیا ہے اور اس میں کشادہ راستے ہیں تاکہ تم انکے ذریعے زمین میں چلو پھرو یا ان کشادہ راہوں کو گزرگاہ بنالو۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۂ نوح پ ۲۹

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ۝	نوح نے عرض کی اے میرے رب انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کے پیچھے ہو لیے جس سے نہ مال بڑھا نہ اولاد مگر خسارہ ہی خسارہ۔
وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۝	اور بہت بڑے مکر میں آ گئے۔
وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ	اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ

وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَ
نَسْرًا ۝
وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ
اِلَّا ضَلٰلًا ۝
مِمَّا خَطِيْٓــٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ
فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝

چھوڑنا وَدّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور
نسر کو۔
اور بے شک انہوں نے بہتوں کو بہکایا اور تو نہ بڑھا
ظالموں کو مگر گمراہی۔
اپنی کیسی خطاؤں پر ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل
کیے گئے تو انہوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی بھی
مددگار نہ پایا۔

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ
مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝
اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ
وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝

اور نوح نے عرض کی اے میرے رب زمین پر
کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔
بے شک اگر تو انہیں رہنے دیگا تو تیرے بندوں
کو گمراہ کردیں گے اور ان کے اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ
ہوگی مگر بدکار ناشکر۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ
بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ
الْمُؤْمِنٰتِ ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا
تَبَارًا ۝

اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ
کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے
اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں
کو اور کافروں کو نہ بڑھا مگر تباہی۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ نوح پ ۲۹

قال۔ کہا	نوح۔ نوح نے	رب۔ اے رب میرے	انہم۔ بیشک انہوں نے
عصو۔ نافرمانی کی	نی۔ میری	و۔ اور	اتبعوا۔ پیروی کی
من۔ اسکی کہ	لم۔ نہ	یزد۔ زیادہ کیا	ہ۔ اس کو
مالہ۔ اسکے مال نے	و۔ اور	ولد۔ اولاد	ہ۔ اسکی نے
الا۔ مگر	خسارا۔ خسارا	و۔ اور	مکروا۔ مکر کیا انہوں نے
مکرا۔ مکر	کبارا۔ بہت بڑا	و۔ اور	قالوا۔ بولے کافر

لا۔نہ	تذرن چھوڑنا	الھتکم اپنے معبودوں کو	و۔اور
لا۔نہ	تذرن۔چھوڑنا	ودّا۔ودّ کو	و۔اور
لا۔نہ	سواعا۔سواع کو	و۔اور	لا۔نہ
یغوث۔یغوث	و۔اور	یعوق۔یعوق	و۔اور
نسرا۔نسر کو	و۔اور	قد۔بیشک	اضلوا۔گمراہ کیا انہوں نے
کثیرا۔بہتوں کو	و۔اور	لا۔نہ	تزد۔زیادہ کر
الظلمین۔ظالموں کو	الا۔مگر	ضللا۔گمراہی میں	مما۔اپنے
خطیئتہم۔گناہوں سے	اغرقوا۔غرق کیے گئے	فادخلوا۔تو داخل کیے گئے	نارا۔آگ میں
فلم۔تو نہ	یجدوا۔پایا انہوں نے	لہم۔اپنے لیے	من دون۔سوا
اللہ۔اللہ کے	انصارا۔کوئی مددگار	و۔اور	قال۔کہا
نوح۔نوح نے	رب۔اے میرے رب	لا۔نہ	تذر۔چھوڑ
علی۔اوپر	الارض۔زمین	من الکفرین۔کافروں سے	
دیارا۔کوئی بسنے والا	انک۔بیشک تو	ان۔اگر	تذر۔چھوڑے گا
ھم۔ان کو تو	یضلوا۔گمراہ کریں گے	عباد۔بندوں	ک۔تیرے کو
و۔اور	لا۔نہ	یلدوا۔جنیں گے	الا۔مگر
فاجرا۔فاجر	کفارا۔کافر	رب۔اے میرے رب	اغفر۔بخش دے
لی۔مجھ کو	و۔اور	لوالدی۔میرے ماں باپ کو	و۔اور
لمن۔اسکو جو	دخل۔داخل ہوا	بیتی۔میرے گھر میں	مؤمنا۔ایمان کی حالت
و۔اور	للمؤمنین۔مومن مردوں کو		و۔اور
المؤمنت۔مومن عورتوں کو		و۔اور	لا۔نہ
تزد۔زیادہ کر	الظلمین۔ظالموں کو	الا۔مگر	تبارا۔تباہی

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ نوح پ ۲۹

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ۝

نوح نے عرض کی اے میرے رب انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کے پیچھے ہو لیے جسے اس کے مال اور اولاد نے نقصان ہی بڑھایا۔

[illegible] یعنی نوح علیہ السلام نے [illegible] یہاں قال مکرر آیا [illegible] کا سوکر ہے اور قوم کی تکذیب کے [illegible] عذاب کی تیاری ہے۔

رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي پروردگار انہوں نے میری نافرمانی کی۔

[illegible] ارشادهم بلطف [illegible] نافرمانی حکم عدولی کی جب کہ میں نے انہیں ان کی نصیحت [illegible] عذاب سے ڈرایا۔

وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ۝ اور ایسے کے پیچھے ہو لیے جسے اس کے مال اور اولاد نے نقصان ہی بڑھایا۔

[illegible] الذین بطرتهم اموالهم [illegible] في الآخرة فصاروا [illegible] یعنی اپنے سرداروں کے پیچھے لگے رہے جنہیں ان کے اموال [illegible] اولاد نے مغرور و سرکش بنا دیا اور یہ امور آخرت میں ان کے نقصان [illegible] کا سبب ہو گئے [illegible] نقصان و بربادی میں عوام اور غرباء کے لیے [illegible] ہلاکت کی راہ پر ڈال دیا۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ اور بہت بڑا داؤں کھیلے۔

عطف علی صلة "من" والجمع باعتبار معناها كما ان الافراد فی الضمائر الاول باعتبار لفظها وكان فيه اشارة الى اجتماعهم فی المكر ليكون اشد واعظم وقيل عطف على "عَصَوْنِي" والاول انسب لدلالته على ان المتبوعين ضموا الى الضلال الاضلال وهو الاوفق بالسياق فان المتبادر ان مابعده من صفة الرؤساء ايضًا واعتبار ذلك العطف على ان المعنى مكر بعضهم ببعض وقال بعضهم خلاف المتبادر۔

حرف عطف (واؤ) "من لم يزده" پر عطف ہے اور لفظ من اپنے معنی کے اعتبار سے جمع ہے جس طرح پہلی ضمیروں لفظ کے اعتبار سے مفرد ہیں اور اس میں امر کا اشارہ ہے کہ وہ لوگ مکر میں باہم اکٹھے ہو گئے تاکہ ان کا داؤں اجتماعی طور پر زیادہ شدید اور بڑا ہو جائے اور ایک قول ہے کہ عصونی پر عطف ہے تاہم دلالت کے اعتبار سے پہلا بیان قوی ہے کیونکہ پیروی کرنے والے گمراہی پر ان کے ساتھ مل گئے اور جو شئے سیاق کلام کے ساتھ یہ زیادہ موافقت رکھتی ہے سو وہ متبادر ہے یعنی اور ہے یا مفہوم اخذ کرنے میں جلدی ہے کیونکہ اس کے بعد رؤسا کی صفات (یزده ماله ولده) کا بیان بھی ہے اور عطف کی اس صورت کے اعتبار سے معنی یہ ہوں گے کہ ان میں سے بعض نے بعض کے ساتھ مکر کیا اور "ان میں سے بعض نے بعض سے کہا خلاف متبادر ہے ایک قول ہے کہ اتبعوا پر عطف ہے۔ کبارًا. کبیرٌ سے مبالغہ ہے ای کبیرًا فی الغاية یعنی بہت ہی بڑا داؤں۔ زید بن علی اور ابن محیصن نے کِبارًا (کاف کے زیر کے ساتھ) یا با، کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور ابن الانباری نے کہا کہ کِبارًا کبیرٌ کی جمع ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قوم نوح کے لوگوں نے سرکش اور مغرور رؤسا کی پیروی کی جو انہیں نوح علیہ السلام کی تکذیب پر ابھارتے تھے اور انہیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے اور دونوں رؤسا اور عوام بلاواسطہ اور بالواسطہ نافرمانی، تکذیب اور ایذارسانی کے مرتکب ہوئے یا دونوں گروہوں نے اس امر تکذیب وایذارسانی پر گٹھ جوڑ کر لیا۔ ان کے اس طرز عمل کو مکر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور خاص کر نہ چھوڑنا وَدّ اور سُواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

(وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ) اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو ای لاتتركوا عبادتها على الاطلاق الى عبادة رب نوح علیه السلام الى الى

کفارا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ قوم نوح کے لوگوں سے کوئی شخص اپنے بیٹے کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آتا اور اپنے بیٹے سے کہتا کہ اس شخص سے بچتے رہو کیونکہ یہ (معاذ اللہ) جھوٹا ہے اور بلا شبہ میرے باپ نے بھی مجھے اس شخص کے بارے میں یہی وصیت کی تھی تو بڑے مر جاتے اور چھوٹے لڑکے کان میں یہ پھونک مار جاتے تو اسی کے پیش نظر حضرت نوح علیہ السلام نے ان لوگوں کے بارے میں کہا کہ ان کے ہاں اگر اولاد ہوگی تو بھی بدکار اور ناشکر ہوگی۔ ای من سیفجر ویکفر فوصفهم بما یصیرون الیه لاستحکام علمه بذلك بما حصل له من التجربة الف سنة الا خمسين عاما یعنی ان کے ہاں جو اولاد پیدا ہوگی وہ جلد ہی کفر و سرکشی کریں گے آپ نے انہیں جو اس طرح موصوف کیا تو یہ ان کے پختہ علم کی وجہ سے تھا جو انہیں ساڑھے نو سو برس کے طویل تجربہ اور اس قوم کے ساتھ تعلق واسطہ سے حاصل ہوا تھا مقاتل کا قول ہے کہ اللہ نے آپ علیہ السلام کو اطلاع فرما دی تھی کہ یہ لوگ اور ان کی اولاد ایمان نہ لائیں گے اور جب عذاب نازل ہوا تو ان لوگوں میں کوئی لڑکا یا بچہ نہ تھا (چالیس سال نہ تھا) طوفان نوح کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ ساری زمین پر نہیں آیا تھا بلکہ صرف قوم نوح کی زمین پر آیا تھا۔ سورۂ ہود کی آیات کے پیش نظر متحقق یہی ہے کہ ساری زمین پر ہی آیا تھا اور پہلے نبی تھے اور آپ کو آدم ثانی اس لیے ہی کہا جاتا ہے واللہ اعلم

رَبِّ اغْفِرْلِي وَلِوَالِدَيَّ	اے رب میرے بخش دے مجھے اور میرے
وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا	ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے
وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط	گھر میں ہے اور سب مسلمانوں مردوں اور
وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۞	سب مسلمان عورتوں کو اور کافروں کو نہ
	بڑھا مگر تباہی۔

(رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ) اے رب میرے مجھے بخش دے

أراد أباه لمك بن متوشلخ وامه شمخى بنت انوش وكانا مؤمنين ولولا ذلك لم يجز الدعا لهما بالمغفرة وقيل اراد بهما آدم وحواء۔

نوح علیہ السلام نے اپنے والد لمک (یا لامك) بن متوشلخ اور اپنی والدہ شمخی بنت انوش کے لیے بخشش مانگی اور وہ دونوں مومن تھے اگر وہ مومن نہ ہوتے تو ان دونوں کے لیے مغفرت کی دعا ہرگز جائز نہ ہوتی یعنی جائز ہی نہیں کہ اللہ کا رسول مشرک کے لیے بخشش مانگے۔ ایک قول ہے والدین سے مراد و مقصود حضرت آدم اور حوا علیہما السلام تھے۔ ابن جبیر اور الجحدری نے "ولوالدی"

نے ان میں سے ایک ایک کو اپنے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ اور ابن ابی حاتم نے عروہ بن زبیر سے
روایت کی ہے کہ "وُد" ان کے بتوں میں سب سے بڑا اور مقبول تھا اور یہ سامنے آدم علیہ السلام کے
فرزند تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "وُد" ہی وہ پہلا بت ہے جو حق سبحانہ و تعالیٰ کے مقابل پوجا گیا یعنی
غیر اللہ کی پرستش میں "وُد" سب سے اول ہوا جس کی بندگی کی گئی۔

وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝ اور بے شک انہوں نے بہتوں کو بہکایا اور تو ظالموں کو زیادہ نہ کیا مگر گمراہی

(وَقَدْ اَضَلُّوْا) اور بے شک انہوں نے بہکایا۔

ای الرؤسا یعنی قوم نوح کے سرداروں نے یا بُت ہی مراد ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ رؤسا قوم نے عوام کو بتوں کی بندگی پر حکم کر کے گمراہ کیا اور یہ بت ان لوگوں کی گمراہی کا سبب بنے۔ یا ان بتوں کی محبت نے انہیں گمراہ بنا دیا حسن کا قول یہی ہے۔

(كَثِيْرًا) بہتوں کو ای خلقا كثيرا یعنی ایک کثیر مخلوق کو

(وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝) اور تو ظالموں کو زیادہ نہ کرنا مگر گمراہی

یہ رَبِّ انہم عصونی پر عطف ہے اور بطور حکایت نوح علیہ السلام کا کلام ہے اور ضلال بمعنی ہلاکت اور بربادی ہے وقیل هو علی ظاهره اعنی الضلال فی الدین والدعاء بزیادته کان بعد ما اوحی الیه علیه السلام انه لن یؤمن من قومك الا من قد امن ومآله الدعاء علیهم بزیادة عذابهم۔

اور ایک قول ہے جیسا کہ آیت کے ظاہر پر ہے کہ ضلال سے مراد دینی گمراہی ہے اور اس کی زیادتی کی دعا اس امر کے بعد کی گئی جب کہ حضرت نوح علیہ السلام کو وحی فرمائی جا چکی کہ بلا شبہ ان کی قوم کے لوگ ہرگز ایمان نہ لائیں گے سوائے ان کے جو پہلے ہی ایمان لا چکے اور ان پر دُعا کا ماحصل ان پر عذاب کی زیادتی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے ان المجرمین فی ضلٰلٍ وسُعُر۔ ابن بحر کا قول ہے ضلال کا مطلب ہے عذاب

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۝ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ اپنی کیسی خطاؤں پر ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے تو انھوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پایا۔

(مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ) اپنی بڑی خطاؤں پر

ای من اجل خطیاٰتھم۔ یعنی ان کے بہت بڑے بڑے گناہوں کی وجہ سے مِمَّا میں جار اور مجرور کے درمیان "ما" زائد اور من سببیہ ہے جس سے واضح ہے کہ ان کے بڑے گناہ ہی عذاب کا باعث ہوئے اور "من" تعظیم (گناہوں کی بڑائی کے اظہار) کے لیے ہے۔

(اُغْرِقُوْا) ڈبوئے گئے۔

بالطوفان طوفان میں غرق کئے گئے

(فَاُدْخِلُوْا نَارًا) پھر آگ میں داخل کئے گئے

ای بعد اغراقھم یعنی طوفان میں غرق ہونے کے بعد عذاب نار میں مبتلا کئے گئے وقیل ھی نار البرزخ والمراد عذاب القبر اور ایک قول ہے کہ برزخ کے عذاب میں مبتلا کئے گئے اور اس سے مراد قبر کا عذاب ہے اور جو پانی میں یا آگ میں مرا یا اس کو جو پلئے (درندے یا پرندے) کھا گئے تو اسے صاحب قبر کے عذاب کی مثل ہی عذاب پہنچتا ہے۔ ف تعقیبی ہے جس سے واضح ہے کہ قوم نوح غرقابی کے بعد ہی سے برزخ میں عذاب نار میں مبتلا کی گئی وقال ضحاك كانوا يغرقون من جانب ويحرقون بالنار من جانب وانشد ابن الانباری ؎

الخلق مجتمع طورا ومفترق والحادثان فنون ذات اطوار

لا تعجبن لاضداد اذا اجتمعت فالله يجمع بين الماء والنار

اور ضحاک کا قول ہے کہ وہ ایک طرف سے غرق کئے گئے اور دوسری جانب سے آگ میں جلائے گئے اور ابن الانباری نے شعر پڑھا ؎

مخلوق ایک لحاظ سے اکٹھی بھی ہے اور الگ الگ بھی
اور آفرینش کے لحاظ سے لوگ مختلف قسموں کے ہیں یا جماعت دار بنائے گئے ہیں

جب ضدیں (مخالف اشیاء) اکٹھی ہوں تو تعجب نہ کر
اللہ ہی تو ہے جو پانی اور آگ کو اکٹھا کر دیتا ہے

ویجوز ان یراد بھا نار الآخرہ۔ اور یہ بھی جائز رکھا گیا (درست ہے) کہ اس سے مراد آخرت کی آگ ہو اور اسی لیے مسبب کو سبب کے بعد بدوں تاخیر ذکر فرمایا:

(فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا) تو انہوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پایا۔

ای فلم یجد احد ھم واحدا من الانصار۔ یعنی ان میں سے کسی ایک نے

ایک بھی مددگار نہ پایا جو انہیں غرقابی اور آگ کے عذاب سے بچا سکتا۔ اس میں کفار پر زوردار تعریض ہے کہ وہ جنہیں انہوں نے معبود بنا رکھا تھا وہ ان کی نہ نصرت پر قدرت رکھتے تھے اور نہ ہی انہیں ہلاکت سے بچا سکے

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا ○ اور نوح نے عرض کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

ھذا الدعاء کان قبل ھلاکھم یہ دعا کفار کی ہلاکت سے پہلے کی گئی تھی۔ الارض میں لام عہدی ہے یعنی معرفہ ہے جس کا مطلب ہے خاص زمین یعنی وہ زمین جس پر قوم نوح آباد تھی دیارًا ان اسماء میں سے ہے جن کا استعمال نفی عام کے سوا نہیں ہوتا اور دار سے دیار بولا جاتا ہے یا دیور سے جیسے قیام اور قیوم جس کا مطلب ہے ای ما بھا احد یعنی کوئی ایک بھی جو اس (زمین) پر بسنے والا ہو۔ اور ایک قول ہے والمراد لا تذر علی الکفرین من یسکن دارا اور مراد یہ ہے کفار میں سے جو بھی بسنے والا ہے اسے نہ چھوڑ اور کفار سے مراد بھی قوم نوح کے کفار ہیں۔

إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ○ بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور ان کے اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی مگر بدکار بڑی ناشکر

(إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ) بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا

ای علی الارض کلًا او بعضًا یعنی ان میں کفار میں سے سب کو یا بعض کو۔ یہ بھی بددعا کا سبب ہے۔

(يُضِلُّوا عِبَادَكَ) تو تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے۔

عن طریق الحق ولعل المراد بھم من امن بہ علیہ السلام و باضلالھم ایاھم وردھم الی الکفر بنوع المکر۔ یعنی راہِ حق سے بہکا دیں گے اور شاید اس سے مراد (تیرے بندوں سے مراد) وہ مومن ہیں جو نوح علیہ السلام پر ایمان لائے کہ یہ کفار اپنی سرکشی و گمراہی اور اپنے مخصوص مکروں (ہتھکنڈوں) سے انہیں بھی کفر کی طرف دوبارہ نہ لوٹا لیں۔

وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ○ اور ان کے اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی مگر بدکار ناشکر

وفی بعض الاخبار ان الرجل منھم کان یاتی بابنہ الیہ علیہ السلام ویقول احذر ھذا فانہ کذاب وان ابی اوصانی بمثل ھذہ الوصیۃ فیموت الکبیر وینشأ الصغیر علی ذلک ومن ھنا قال علیہ السلام ولا یلدوا الا فاجرًا

بتوں (خود ساختہ خداؤں) کی عبادت ہرگز نہ چھوڑنا کہیں نوح علیہ السلام کے رب (حق سبحانہ وتعالیٰ) کی بندگی کرنے لگ جاؤ۔
(وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝) اور ہرگز نہ چھوڑنا وَد اور سُواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

أی ولا تترکوا عبادۃ ھؤلاء خصوھا بالذکر مع اندراجھا فیما سبق لانھا کانت اکبر أصنامھم ومعبوداتھم الباطلۃ واعظمھا عندھم۔ یعنی ان بتوں (خود ساختہ خداؤں) کی عبادت بھی ہرگز نہ چھوڑو جن کا آئت میں بطور خاص مندرج ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ قوم نوح کے بہت بڑے بت اور ان کے جھوٹے معبود تھے اور ان کے نزدیک سب معبودوں سے بڑے تھے۔ ان پانچوں معبودوں کا ذکر بطور خاص اور اہمیت کے اظہار کے لیے ہے ورنہ آلھتکم میں ان کا ذکر بھی شامل تھا۔ اخرج البخاری وابن المنذر وابن مردویۃ عن ابن عباس قال صارت الاوثان التی کانت فی قوم نوح علیہ السلام فی العرب بعد اما ود فکانت لکلب بدومۃ الجندل واما سواع فکانت لہذیل واما یغوث فکانت لمراد ثم لبنی غطیف عند سبأ واما یعوق فکانت لہمدان واما نسر فکانت لحمیر لآل ذی الکلاع وکانت ہذہ الاسماء اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ہلکوا اوحی الشیطان الیہم ان انصبوا فی مجالسہم التی کان یجلسون فیہا انصابا وسموھا باسمائہم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ہلک اولئک ودرس العلم عبدت بخاری، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن عباس سے روائت کی ہے کہ وہ اصنام (بت) جو کہ قوم نوح علیہ السلام میں تھے بعد میں عرب میں منتقل ہوئے (طوفان نوح کے بعد) دومۃ الجندل میں بنو کلب ود کی پرستش کرتے تھے اور سواع بنی ہذیل کا معبود تھا اور یغوث اول بنو مراد (یا بنو مرۃ) پھر سبا میں بنو غطیف کا معبود ہوا اور یعوق بنو ہمدان کا معبود تھا اور نسر ذوالکلاع حمیری کی اولاد یعنی حمیر کا معبود تھا اور یہ بتوں کے سارے نام قوم نوح کے نیکوکار لوگوں کے ناموں پر تھے جب انہوں نے وفات پائی تو شیطان انہیں بہکایا کہ وہ ان کے بت بنا کر اپنی مجلسوں میں جہاں کہ وہ بیٹھتے ہیں رکھ لیں اور انہیں ان کے ناموں کے ساتھ موسوم کریں تو ان لوگوں نے ایسا کیا مگر ان کی بندگی ہرگز نہ کی یہاں تک کہ وہ لوگ مر گئے پھر ان کی بندگی کی تعلیم کا سلسلہ چل نکلا۔ ایک قول ہے وَد مرد کی صورت کا، سواع عورت کی شکل کا، یغوث شیر کی صورت کا، یعوق گھوڑے کی صورت کا اور نسر گرگس (چیل) کی شکل کا تھا مشرکوں

والدی کے زیر دریاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے "وَلِوَالِدِيْ" تو اس تقدیر پر قریبی آباء مراد ہوں گے یا وہ سارے ہی آباء و امہات مراد ہوں گے جو مومن تھے کہ آدم علیہ السلام تک ہوئے اور انہوں نے ہرگز کفر نہ کیا حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ نوح سے آدم علیہما السلام تک تمام آباء و امہات کے لیے بخشش مانگی اور وہ سارے مومن تھے۔ اور حضرت حسین بن علی کرم اللہ وجہما و رضی اللہ عنہما اور زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ اور یحییٰ بن یعمر اور نخعی اور زہری نے "وَلِوَلَدَيَّ" کو ولد کا تثنیہ پڑھا ہے یعنی "وَلِوَلَدَيَّ" تو اس کے مطابق معنی یہ ہوں گے کہ میرے دونوں سام اور حام کو بخشش دے اور ایک روایت میں ہے کہ سام نبی تھے۔

(وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ) اور اسے جو میرے گھر میں ہے۔

قیل اراد منزله وقیل سفینته وقال الجمهور وابن عباس اراد مسجده وروایة عن غیره انه اراد شریعته استعار لها اسم البیت کما قالوا قبة الاسلام وفسطاط الدین ایک قول ہے کہ مراد ان کا گھر ہے اور ایک قول ہے کہ مراد کشتی ہے جمہور اور ابن عباس کا قول ہے کہ مراد ان کی مسجد ہے اور جلالات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مراد ان کی شریعت ہے جسے بطور استعارہ البیت (گھر) کے نام سے موسوم کیا ہے جیسے کہتے ہیں قبۃ الاسلام (اسلام کا گھر یعنی مصر یا بصرہ) اور فسطاط الدین دین کا خیمہ۔

(مُؤْمِنًا) ایمان کے ساتھ

ایمان کی قید نے نوح علیہ السلام کی عورت واہلہ اور ان کے بیٹے کنعان کو خارج کر دیا۔ واہلہ (زوجہ نوح علیہ السلام) اور کنعان منافق تھے۔ ایک قول ہے کہ ابلیس بھی آپ کی کشتی میں آگیا تھا مگر آپ کی دعاء مغفرت میں مومن کی قید سے خارج ہو گیا۔

(وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو

أي من كل أمة الى يوم القيامة۔ یعنی قیامت تک آنے والے تمام مومن اور مومنات اس دعاء میں عموماً داخل ہیں اور بطور تخصیص آپ کے عہد کے مومنین مراد ہیں۔

(وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝۲۸) اور کافروں کو نہ بڑھا مگر تباہی

ای هلاکا وقال مجاهد خسارا والاول اظهر وقد دعا علیه السلام دعوتین دعوة على الكافرين ودعوة للمؤمنين وحيث استجيبت له الاولى فلا ريب ان يستجاب له الثانية بكرمه تعالى اكرم الاكرمين یعنی ہلاکت میں اور مجاہد کا قول ہے

خسارے میں اور پہلا قول یعنی ہلاکت واضح اور روشن ہے اور آپ علیہ السلام نے دو دعائیں فرمائیں ایک دعا کفار کے لیے اور دوسری دعا ایمانداروں کے لیے اور جو پہلی دعا قبول ہوئی اور کفار ہلاک و برباد ہوئے تو یہ امر بعید ہے کہ دوسری دعا جو ایمانداروں کی بخشش کے لیے مانگی گئی وہ قبول نہ ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ تمام کرم کرنے والوں سے بڑھ کر بے مثل کرم فرمانے والا اور نوازنے والا ہے اور اس میں مومنوں کے لیے نوید مسرت اور امید کرم ہے فللہ الحمد والسلام علی المرسلین

الحمد للہ آج سورہ نوح کی تفسیر مکمل ہوئی

۱۹ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ

۲۳ مئی ۱۹۹۲ء

سورۃ الجن مکیۃ

اس سورت میں دو رکوع اٹھائیس آیتیں دو سو پچاس کلمے اور آٹھ سو ستر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الجن پ ۲۹

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ يَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ

تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

وَّاَنَّهُ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ

اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے نہ اس نے عورت اختیار کی اور نہ بچہ۔

وَّاَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ

اور یہ کہ ہم میں کا بے وقوف اللہ پر بڑھ کر بات کہتا تھا۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ

اور یہ کہ ہمیں خیال تھا کہ ہرگز آدمی اور جن اللہ پر جھوٹ نہ باندھیں گے۔

وَّاَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ

اور یہ کہ آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے تو اس سے اور بھی ان کا تکبر بڑھا۔

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ

اور یہ کہ انہوں نے گمان کیا جیسا تمہیں گمان ہے کہ اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھر دیا گیا ہے۔

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ

اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کے لیے کچھ موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک

وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝

اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں سے کوئی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا ان کے رب نے کوئی بھلائی چاہی ہے

وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا ۝

اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ دوسری طرح کے ہیں ہم کئی راہیں پھٹے ہوئے ہیں

وَأَنَّا ظَنَنَّا أَنْ لَنْ نُعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ نُعْجِزَهُ هَرَبًا ۝

اور یہ کہ ہم کو یقین ہوا کہ ہرگز زمین میں اللہ کے قابو سے نہ نکل سکیں گے اور نہ بھاگ کر اس کے قبضہ سے باہر ہوں

وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ

اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت سنی اس پر ایمان لائے

فَمَنْ يُؤْمِنْ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۝

تو جو اپنے رب پر ایمان لائے اسے نہ کسی کمی کا خوف نہ زیادتی کا۔

وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝

اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم تو جو اسلام لائے انہوں نے بھلائی سوچی۔

وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝

اور رہے ظالم تو وہ جہنم کے ایندھن ہوئے۔

وَأَنْ لَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا ۝

اور فرماؤ کہ مجھے یقین ہوئی ہے کہ اگر وہ راہ پر سیدھے رہتے تو ضرور ہم انہیں وافر پانی دیتے۔

لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝

کہ اس پر انہیں جانچیں اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے وہ اسے چڑھتے عذاب میں ڈالے گا۔

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۝

اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔

وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝

اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جائیں۔

حل لغات رکوع اول سورۃ الجن پ ۲۹

قل۔ کہہ دو	اوحی۔ وحی کی گئی	الی۔ میری طرف	انہ۔ یہ کہ
استمع۔ سنا	نفر۔ ایک جماعت نے	من الجن۔ جنوں سے	فقالوا۔ تو بولے
انا۔ بیشک ہم نے	سمعنا۔ سنا	قرانا۔ قرآن	عجبا۔ عجیب
یہدی۔ ہدایت دیتا ہے	الی۔ طرف	الرشد۔ بھلائی کی	فامنا۔ تو ایمان لائے ہم
بہ۔ اس پر	و۔ اور	لن۔ ہرگز نہ	نشرک۔ شریک ٹھہرائیں گے
بربنا۔ اپنے رب کے ساتھ	احدا۔ کسی کو	و۔ اور	انہ۔ یہ کہ
تعالٰی۔ بلند ہے	جد۔ شان	ربنا۔ ہمارے رب کی	ما۔ نہیں
اتخذ۔ پکڑی اس نے	صاحبۃ۔ بیوی	و۔ اور	لا۔ نہ
ولدا۔ اولاد	و۔ اور	انہ۔ یہ کہ	کان۔ تھا
یقول۔ کہتا	سفیہنا۔ ہمارا بیوقوف	علی۔ اوپر	اللہ۔ اللہ کے
شططا۔ زیادتی کی باتیں	و۔ اور	انا۔ یقینا	ظننا۔ ہمارا خیال تھا
ان۔ یہ کہ	لن۔ ہرگز نہیں	تقول۔ کہتے	الانس۔ انسان
و۔ اور	الجن۔ جن	علی۔ اوپر	اللہ۔ اللہ کے
کذبا۔ جھوٹ	و۔ اور	انہ۔ یہ کہ	کان۔ تھے
رجال۔ کچھ مرد	من الانس۔ انسانوں سے	یعوذون۔ پناہ لیتے	برجال۔ کچھ مردوں کی
من الجن۔ جنوں سے	فزادو۔ تو زیادہ ہوگئے	ھم۔ وہ	رھقا۔ تکبر میں
و۔ اور	انہم۔ یہ کہ	ظنوا۔ گمان کیا انہوں نے	کما۔ جیسے
ظننتم۔ گمان کیا تم نے	ان۔ یہ کہ	لن۔ ہرگز نہ	یبعث۔ بھیجے گا
اللہ۔ اللہ	احدا۔ کسی کو	و۔ اور	انا۔ یہ کہ
لمسنا۔ چھوا ہم نے	السماء۔ آسمان کو	فوجدنہا۔ تو پایا ہم نے اس کو	
ملئت۔ بھرا ہوا	حرسا۔ پہرہ داروں	شدیدا۔ سخت سے	و۔ اور
شہبا۔ چنگاریوں سے	و۔ اور	انا۔ یہ کہ	کنا۔ تھے ہم
نقعد۔ بیٹھا کرتے	منہا۔ اس میں	مقاعد۔ موقعوں پر	للسمع۔ سننے کے لیے

فمن۔ تو جو
یستمع۔ سنتا ہے
الان۔ اب
یجد۔ پاتا ہے
له۔ اپنے لیے
شهابا۔ شعلہ
رصدا۔ تیار
و۔ اور
انا۔ یہ کہ
لا۔ نہیں
ندری۔ جانتے ہم
ا۔ کیا
شر۔ برائی کا
ارید۔ ارادہ کیا گیا ہے
بمن۔ انسے جو
فی۔ بیچ
الارض۔ زمین کے ہیں
ام۔ یا
اراد۔ ارادہ کیا
بهم۔ انکے متعلق
ربهم۔ ان کے رب نے
رشدا۔ بھلائی کا
و۔ اور
انا۔ یہ کہ
منا۔ ہم میں سے کچھ
الصلحون۔ نیک ہیں
و۔ اور
منا۔ ہم میں سے کچھ
دون۔ دوسری طرح کے ہیں
ذلک۔
کنا۔ ہم
طرائق۔ راہوں
قددا۔ مختلف میں ہیں
و۔ اور
انا۔ یہ کہ
ظننا۔ ہم نے خیال کیا
ان۔ یہ کہ
لن۔ ہرگز نہ
نعجز۔ عاجز کر سکیں گے
الله۔ اللہ کو
فی۔ بیچ
الارض۔ زمین کے
و۔ اور
لن۔ ہرگز نہ
نعجزه۔ عاجز کر سکیں گے ہم
ه۔ اسکو
هربا۔ بھاگ کر
و۔ اور
انا۔ یہ کہ
لما۔ جب
سمعنا۔ سنی ہم نے
الهدی۔ ہدایت
امنا۔ ایمان لائے ہم
به۔ ساتھ اس کے
فمن۔ تو جو
یؤمن۔ ایمان لائے گا
بربه۔ اپنے رب پر
فلا۔ تو نہ
یخاف۔ ڈریگا
بخسا۔ نقصان سے
و۔ اور
لا۔ نہ
رهقا۔ زیادتی سے
و۔ اور
انا۔ یہ کہ
منا۔ ہم میں سے کچھ
المسلمون۔ مسلمان ہیں
و۔ اور
منا۔ کچھ ہم میں سے
القاسطون۔ ظالم ہیں
فمن۔ تو جو
اسلم۔ فرمانبردار ہوا
فاولئک۔ تو یہی ہیں جنہوں نے
تحروا۔ قصد کیا
رشدا۔ بھلائی کا
و۔ اور
امل۔ ہے
القاسطون۔ ظالم
فکانوا۔ تو ہوں گے
لجهنم۔ جہنم کا
حطبا۔ ایندھن
و۔ اور
ان۔ یہ کہ
لو۔ اگر
استقاموا۔ سیدھے رہتے
علی۔ اوپر
الطریقة۔ رستے کے
لاسقینهم۔ تو ہم ضرور
پلاتے ان کو
ماء۔ پانی
غدقا۔ وافر
لنفتنهم۔ تاکہ ان کی
آزمائش کریں
فیه۔ اس میں
و۔ اور
من۔ جو
یعرض۔ منہ پھیرے
عن ذکر۔ یاد
ربه۔ اپنے رب سے
یسلکه۔ چلائے گا اسکو

عذابا۔ عذاب	صعدا۔ چڑھتے میں	و۔ اور	ان۔ یہ کہ
المساجد۔ مسجدیں	للہ۔ اللہ کی ہیں	فلا۔ تو نہ	تدعوا۔ پکارو
مع۔ ساتھ	اللہ۔ اللہ کے	احدا۔ کسی کو	و۔ اور
انہ۔ یہ کہ	لما۔ جب	قام۔ کھڑا ہوا	عبد۔ بندہ
اللہ۔ اللہ کا	یدعو۔ پکارتا	ہ۔ اسکو	کادوا۔ قریب تھے
یکونون۔ کہ ہوتے	علیہ۔ اس پر	لبدا۔ ٹھٹھ کے ٹھٹھ۔	

سورۃ الجن

سورۃ الجن بالاتفاق مکیہ ہے اوراس میں دو رکوع اور اٹھائیس آیات ہیں یہ سورۃ مبارکہ "قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ" کے نام سے بھی معروف ہے جن ناری مخلوق ہیں اور دوسری مخلوقات کی طرح جسم بھی رکھتے ہیں اور جان بھی جیسے انسان جسم بھی رکھتے ہیں اور جان بھی اور اسی طرح وہ ذوی العقول بھی ہیں یعنی عقل و سمجھ دیئے گئے ہیں قرآن حکیم میں متعدد مقامات پران کے مخلوق ہونے کا اوران کے مکلف باعمل ہونے کا ذکر آیا ہے سورۃ الذاریات میں ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ اور میں نے جن اور آدمی اسی لیے ہی بنائے کہ میری بندگی کریں۔ سورۃ رحمٰن میں ہے وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۰ اور جن کو پیدا فرمایا خالص دھوئیں والے شعلہ سے تو تم دونوں (جن وانس) اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ اسی سورہ میں ہے سَنَفْرُغُ لَکُمْ اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ ۰ جلد سب کام نبٹا کر ہم تمھارے حساب کا قصد فرماتے ہیں اے دونوں بھاری گروہ (جن وانس) سورۃ الحجر میں ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰہُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۰ اور جن کو اس سے (انسان سے) پہلے بنایا دھوئیں کی آگ سے۔ ان میں توالد و تناسل بھی ہے کھاتے پیتے جیتے مرتے ہیں۔ ان کے اشرار کو شیاطین کہتے ہیں یعنی شیطان جنات کی ایک قسم ہیں اور ابلیس کے بارے میں قرآن حکیم میں ہے کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ وہ جنات میں سے تھا پھر اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ جنات کے وجود کا انکار جیسا کہ یونانی فلاسفروں کا خیال ہے صریحا کفر ہے۔ جن جَنَّا سے ہے جس کے معنی ہیں چھپالینا اور جنّ کے معنی چھپے ہوئے کے ہیں اور جَنِیْنٌ اس بچے کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ جن کو جن اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ انسانی نظر سے اوجھل ہیں۔ ان میں بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں نَصِیْبِیْن کے جنوں کی ایک جماعت نے جو سات یا نو جنوں پر مشتمل تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وادی نخلہ میں جو مکہ اور طائف کے درمیان ہے نماز فجر میں قرآن حکیم کی تلاوت سنی اور ایمان لائے اور اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ ان کا ذکر اس سورت مبارکہ میں

آیا ہے اس لیے سورۃ الجن کے نام سے موسوم ہوئی۔ علامہ سیوطی اس سورت مبارکہ کے ساتھ اتصال کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مدت تک دونوں سورتوں کے باہمی ربط پر غور و خوض کیا تو مجھ پر بس یہی کھلا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے سورۃ نوح میں فرمایا استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا اور اس سورۃ مبارکہ میں باری تعالیٰ نے کفار مکہ سے فرمایا ہے وان لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقینٰھم ماءً غدقا تو دونوں یہی وجہ ارتباط ہے۔ اس ضمن میں ابو حیان کا قول ہے کہ سورۂ نوح میں حق سبحنہٗ و تعالیٰ نے قوم نوح کی سرکشی، تکذیب و نافرمانی اور اصنام پرستی اور اس پر ڈٹے رہنے کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے اور نوح علیہ السلام اہلِ ارض کی طرف سب سے پہلے نبی تھے اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل ارض کی طرف آخری رسول تھے اور اہل عرب کی طرف بھی جن میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اہلِ عرب نے بھی اسی طرح اصنام پرستی کی جس طرح قوم نوح نے بتوں کی پرستش کی بلکہ انہوں نے اسی طرح بتوں کے نام رکھے جیسے قوم نوح کے بت تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف ہادی و رسول بن کر تشریف لائے تو اہل عرب نے اُسے سنا اور اکثر نے ایمان لانے میں توقف کیا تو اللہ نے سورۂ جن اتاری اور اس سورۂ مبارکہ کو قریش اور اہل عرب جنہوں نے ایمان لانے سے گریز کیا ایک نشانی بنایا کہ جن اُن سے برتری لے گئے کہ انہوں نے ایمان لانے میں پہل کی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہم جنس نہ تھے اور اہلِ عرب جو ہم جنس ہیں انہوں نے قبول ایمان و ہدایات سے انکار کیا تو وہ جو غیر جنس تھے انہوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بندگی کرتے قیام نماز میں تلاوت کرتے سُنا تو انہیں محبوب و لپسندیدہ ہوا کہ آپ کی اقتداء میں ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جائیں اور دونوں سورتوں کے مضامین کے اس باہمی ربط کے ساتھ مزید یہ ہے کہ اس کے باوجود اہلِ عرب آپ کو جھٹلاتے ہیں اور جو کچھ آپ لے کر آئے اس پر حسد کرتے ہیں تو یہ اللہ کا فضل ہے اپنے بندوں پر تو وہ جسے چاہتا ہے اس کے ساتھ سرفراز فرماتا ہے:

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ الجن پ ۲۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ یَّهْدِیْٓ اِلَی

تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سُنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے

الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝ ترجمہ اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

(قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ) تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی۔

(قُلْ) ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمائیں۔

(اُوْحِیَ اِلَیَّ) ای اخبر نی اللہ او اعلمنی اللہ یعنی مجھے اللہ نے اطلاع دی۔

(اَنَّہُ اسْتَمَعَ) میرا پڑھنا کان لگا کر سنا

ای القرآن یعنی میری تلاوت قرآن کو بغور اور توجہ سے سنا۔ بخاری و مسلم میں ابن عباس سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وادی نخلہ میں اصحاب کو نماز فجر پڑھا رہے تھے تو نصیبین کے جنات نے آپ کی تلاوت قرآن سنی جو ادھر سے گزر رہے تھے۔ وادی نخلہ مکۃ المکرمہ اور طائف کے درمیان واقع ہے

(نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ) کچھ جنوں نے

النفر فی المشہور ما بین الثلاثۃ والعشرۃ "نفر" کے بارے میں جیسا کہ مشہور ہے کہ تین اور دس کے عدد کے درمیان پر بولا جاتا ہے ایک روایت میں ہے سات جن یا نو جن تھے۔ شعبی سے منقول ہے بضعۃ عشر نفرا دس سے کم (تین اور دس کے درمیان) الجمل میں ہے کہ رہط اور نفر کے الفاظ چالیس تک عدد کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور ان میں فرق یہ ہے کہ رہط کا تعلق ایک باپ کی اولاد سے ہوتا ہے اور نفر کا اطلاق کسی قوم پر ہوتا ہے۔ یہ جنات نصیبین کے رہنے والے تھے جو میسوپوٹامیا کا ایک شہر ہے (واللہ اعلم) شعبی کا قول ہے کہ یہ جنات (موصل) جزیرہ کے تھے۔ ایک قول ہے کہ نصیبین یمن کی ایک بستی ہے (تفسیر کبیر)

(فَقَالُوْٓا) تو بولے

ای لقومھم عند رجوعھم الیھم یعنی جب وہ جنات اپنی قوم میں واپس لوٹے تو انہوں نے کہا

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ عجب مصدر ہے جس کے معنی ہیں نادر و بے مثل۔ یعنی قرآن یگانہ کلام ہے۔ والتنوین للتفخیم ای قرآنا جلیل الشان۔ اور قرآنا کی تنوین اظہار عظمت و ندرت کے لیے ہے یعنی بڑی بلند شان والا قرآن جو اپنے معانی و مفہوم، فصاحت اور حسن کلام میں یگانہ اور بے مثل ہے اور مخلوق کے کلام کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔ بخاری و مسلم و ترمذی میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

ما قرأ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الجن ولا رآھم و انما

انطلق بطائفة من الصحابة لسوق عکاظ وقد حیل بین الجن والسماء بالشہب فقالوا ما ذاك الا شیء حدث فاضربوا مشارق الارض ومغاربها فمر من ذهب لتهامة منهم به علیه الصلوٰة والسلام وهو یصلی باصحابه بنخلة فلما استمعوا له قالوا هذا الذی حال بیننا وبین السماء فرجعوا الی قومهم وقالوا الخ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ جنوں پر تلاوت قرآن کی اور نہ انہیں دیکھا آپ بازار عکاظ کو جانے کی نیت سے مکہ سے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ چلے تھے اور شیاطین پر آسمانی خبریں روک دی گئی تھیں اور آسمانوں سے ان کو شہاب سے مارا جاتا تھا جب وہ خبروں کے لیے اوپر کو چڑھتے تھے تو جنات نے باہم کہا کہ کوئی خاص وجہ ضرور پیدا ہوئی ہے لہٰذا وہ نئی بات جو مانع بنی ہے مشرق و مغرب میں اس کا پتہ لگاؤ تو ان میں سے ایک گروہ تہامہ کی طرف سے گزرا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ نخلہ میں صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے تو جنات کی اس جماعت نے قرآن حکیم کو توجہ اور غور سے سنا کہنے لگے ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان وجہ رکاوٹ یہی ہے تو وہ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹے اور انہیں کہا کہ ہم نے ایک عظمت والا نادر و یگانہ کلام سنا ہے۔ امام بیہقی کا قول ہے سورۂ احقاف کی آیت "واذ صرفنا الیك نفرا من الجن" سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات سے بات چیت کی اور انہیں دعوت دی اور انہیں ان کی قوم کی طرف سے تبلیغ پر مامور فرمایا۔ ابوداؤد نے بطریق علقمہ، ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جنات کا داعی (بلانیوالا) آیا تو میں اس کے ساتھ گیا اور ان پر قرآن حکیم کی تلاوت کی انہوں نے مزید کہا کہ ہم وہاں گئے اور جنات کے آثار و نشانات دیکھے۔ احادیث سے دلالت کرتی ہے جنات کی آمد چند مرتبہ ہوئی۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی و رسول کی بعثت دونوں جنوں اور انسانوں کے لیے نہیں ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اُرْسِلْتُ اِلٰی کَافَّۃِ الْخَلْقِ اس پر واضح دلیل ہے۔

یَھْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝ — کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

(یَھْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ) کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے۔

الی الحق والصواب وقیل الی التوحید والایمان یعنی حق اور صواب مراد وہ احکام الٰہی جو دلیل وعقل سے ثابت و روشن ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ توحید باری تعالیٰ اور ایمان کی طرف راہ نمائی فرماتا ہے۔ یَهْدِیْ اِلَى الرُّشْدِ وصف ہے اور اس کا موصوف قرآن عجم ہے۔ یہ صفت دوم ہے اول عجبا دوم یھدی الرشد ہے۔

(فَاٰمَنَّا بِهٖ) تو ہم اُس پر ایمان لائے۔

ای بذلك القرآن من غیر ریث یعنی وہ قرآن حکیم جو علو شان والا، کلام یگانہ ہے اور توحید و ایمان کی طرف ہدایت کرنے والا ہے اور جسے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے اس پر بلا تاخیر اور بدوں کسی سستی کے فی الفور ایمان لے آئے

(وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝) اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

حسبما نطق به ما فیه من دلائل التوحید او حسبما نطق به الدلائل العقلیة علی التوحید جس طرح کہ اُس میں (قرآن حکیم میں) دلائل توحید کے بارے میں واضح بیان کیا گیا ہے یا جس طرح اس میں توحید پر دلائل عقلیہ قائم و ثابت ہیں۔ اب ہم بندگی میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے کہ قرآن حکیم میں اس کی شدید ممانعت ہے اور دین کی اصل توحید باری تعالیٰ پر ایمان ہے۔

وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝ اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے نہ اُس نے عورت اختیار کی اور نہ بچہ۔

(وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا) اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے۔ اَنَّهٗ میں اِنَّ کی قرأت میں قراء کا اختلاف ہے حمزہ، کسائی اور حفص نے اَنَّ + ہٗ پڑھا ہے یعنی جو قرأت متواترہ (فتح کے ساتھ) ہے اور نافع اور ابو بکر نے اِنَّ + ہٗ (کسرہ کے ساتھ) پڑھا ہے یہ ضمیر اظہار عظمت کے لیے یا "رب" کی طرف راجع ہے۔ ایک قول ہے کہ فتحہ (اَنَّ + ہٗ) عطف (واوٗ) کی وجہ سے ہے تاہم اس میں بعض کو کلام ہے۔ اور جَدُّ کے معنی ہیں العظمۃ والجلال یقال جد فی عینی ای عظم وجل عظمت اور بزرگی بولا جاتا ہے میری نظروں میں عالی مرتبہ یعنی بزرگ و عالی مرتبہ (جَدُّ رَبِّنَا) ای وصدقنا ان الشان ارتفع عظمة وجلال ربنا یعنی ہم اقرار کرتے ہیں (تصدیق کرتے ہیں) کہ ہمارے پروردگار کی شان بہت بلند، عالی مرتبہ اور بزرگ ہے۔ ابو عبیدہ اور اخفش کا قول ہے کہ جَدّ کے معنی ہیں الملك والسلطان

یعنی بادشاہ ورحاکم (حکومت واقتدار والا) انس اور حسن کا قول ہے کہ مراد غنی (بے نیاز) ہے
اور ابن عباس سے مروی ہے کہ جد کے معنی ہیں قدرت والا۔ جد ربنا میں ربنا مضاف
الیہ ہے اور جد ربنا کی خبر بھی ہے جو عظمت رب پر مصرح ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ ہمارے
پروردگار وحدہٗ لاشریک کی شان وعظمت بہت عالی مرتبہ اور بلند ہے۔

(مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝) نہ اس نے عورت اختیار کی اور نہ بچہ

یہ خبر ثانی ہے خبر اول جَدُّ تھی اور یہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی توصیف ہے کہ وہ بیوی اور بچے
سے پاک ہے رفتار کلام سے واضح ہے کہ سماع قرآن سے جنات پر یہ بات واضح ہو گئی کہ بیوی بچے
مخلوق کے مناسب ہے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے ان امور کو کیا علاقہ، بلاشبہ وہ ان امور سے
پاک اور برا ہے کیونکہ کفار جن وانس حق سبحانہٗ وتعالیٰ پر ایسا افترا کرتے تھے اس لیے انہوں نے
(جد ربنا) عظمت ربانی کے اقرار کے بعد ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا کہہ کر اسے مزید
واضح کیا اور حق بات کا برملا اظہار کیا۔

وَاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝ اور یہ کہ ہم میں کا بے وقوف اللہ پر بڑھ کر بات کہتا تھا

(وَاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا) اور یہ کہ ہم میں کا بے وقوف کہتا تھا
ھو ابلیس عند الجمھور وقیل مردۃ الجن والاضافۃ للجنس والمراد
سفھاؤنا۔ جمہور کے نزدیک سفیہ سے مراد ابلیس (شیطان جو جنات میں سے تھا) اور ایک قول
ہے کہ مراد سرکش اور نافرمان جن ہیں اور اضافت جنس کے لیے ہے یعنی ہمارے ہیں سے بے
وقوف لوگ۔

(عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝) اللہ پر بڑھ کر بات (کہتا تھا)
ای قولا ذا شطط یعنی ایسی بات کہتا تھا جو ناانصافی پر مبنی تھی اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ
کے شان سے انتہائی بعید اور اس کی جناب میں بے ادبی تھی کہ اس کے لیے زوجہ اور اولاد اور
شریک بتاتا تھا۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ اور یہ کہ ہمیں خیال تھا کہ ہرگز آدمی اور جن اللہ پر جھوٹ نہ باندھیں گے۔

اعتذار منھم عن تقلیدھم لسفیھھم ای کنا نظن ان لن یکذب علی
اللہ تعالیٰ احد فینسب الیہ سبحانہ الصاحبۃ والولد ولذلک اعتقدنا

صـ قول السفیہ ۔ یہ جناب کی طرف سے اعتذار و عذر اور اپنی غلطی کا اعتراف و اظہار ہے کہ انہوں نے خواہ مخواہ اپنے بے وقوف شخص کی اندھی پیروی کی یعنی یہ کہ اس وقت ہم خیال رسوچ ابھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی حق سبحانہ وتعالیٰ پر اس طرح بھی جھوٹ لگا سکتا ہے کہ اس کے بیوی اور بیٹا ہے تو ہم محض اس اعتماد کی وجہ سے اس بے وقوف کی بات کو صحیح و درست اعتقاد کرتے رہے یہاں تک کہ اب قرآن حکیم سن کر ہمیں اس امر کا پتہ چل گیا ہے کہ وہ لوگ حق سبحانہٗ وتعالیٰ پر بیوی اور بیٹے کی نسبت کر کے یا اُس کے شریک ٹھہرا کر نہ صرف دھوکہ دیتے تھے بلکہ اللہ پر جھوٹ بولتے، بہتان لگاتے تھے اور وہ بات کہتے تھے جو صریحاً ظلم ہے۔ ایک سوال ابھرتا ہے کہ جنات جو بعثت نبوی سے پہلے آسمانوں تک جاتے تھے اور ملائکہ کا کلام و تسبیح سنتے تھے تو انہیں سُن کر ایمان کیوں نہ لائے اور سفیہ (اپنی قوم کے نادان شخص یعنی شیطان یا اس کے ٹولہ) کی بات ہی کو کیوں سچ جان لیا اور یہ کہ دیگر انبیاء کو جنات کی طرف کیوں نہ مبعوث کیا گیا اور یہ کہ حضرات اولوالعزم یعنی نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام جو درجۂ کمال پر تھے تو جنات اُن سے ہدایت یاب کیوں نہ ہوئے۔ تو جہاں تک ملائکہ کا تعلق ہے تو وہ خالص نور ہیں اور جنات ناری مخلوق ہیں نور میں نہ مادیت ہے نہ لوازم مادیت اور جنات میں مادیت ہے اور یونہی لوازم مادیت۔ لہٰذا ان میں تخلیقی مناسبت ہی نہ تھی کہ جنات ان کے علم سے اکتساب فیض کرتے دوسرے ملائکہ کا علم روشنی ہے جس کے اندر تاریکی ہے ہی نہیں اور ان کا وہبی ہے اور جنات میں کثافت و تاریکی اور ان کا علم کسبی تو مناسبت کے فقدان کی وجہ سے استفادہ نہ کر سکے تیسرے ملائکہ نورانیت اور شفاف ہونے کی وجہ سے علم الٰہی کے انوار کو اپنے ہیں سمونے پر قادر تھے اور نہ ہی اُسے منعکس کر کے دوسروں کو منور کرنے کی قابلیت ان میں رکھی گئی ہے تو وہ خود تو روشن ہو جاتے ہیں لیکن دوسروں کو روشنی نہیں دے سکتے اور جنات میں اس لحاظ سے بھی فرشتوں سے کوئی مناسبت نہ تھی کہ ان کی مادی کثافت ملائکہ کی نورانیت سے حصول فیض میں آڑ تھی۔ اور جنات کا اپنی ہی قوم کے سفیہ کا قول مان لینا اسی مناسبت ہی کی وجہ سے تھا جو ان میں مادی مخلوق ہونے کے ناطے سے خوب مناسبت رکھتی تھی۔ حضرات اولوالعزم اور دیگر انبیاء کمال نزولی نزولی کے انتہائی درجہ پر نہیں تھے جب کہ وہ تعلق الٰہی کے رُخ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشترک تھے مگر وصف رسالت میں کہ خود منور ہوا اور اس نورانیت کے ساتھ جسے اس نے منور ہو کر اپنے اندر جذب کیا دوسرے لوگوں کو بھی منور کر سکے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح انتہائی درجہ کمال پر نہ تھے لہٰذا دیگر انبیاء کی نورانی عکس پاشی کامل طور پر نہ تھی اور اس کی ایک وجہ ان کی بعثت کا مقید و محدود یعنی قوم و ملک کے لیے ہونا بھی تھا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملے میں

سبقت وفضیلت نامہ دیئے گئے تھے کہ آپ دونوں جن والنس کیلئے مبعوث کیے گئے اور آپ کی رسالت سارے جہانوں کے لیے تھی اور دیگر انبیاء کی طرح ہنگامی ومحدود نہ تھی آفاقی، جہانگیر اور ہمہ گیر تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمالات عروجی اور کمالات نزولی کے بدرجہ اتم جامع تھے اور مخلوق و خالق دونوں سے مناسبت کاملہ حاصل تھی اور دونوں کے اتصال و مربوط کرنے پر آپ کو انتہائی قدرت عطا کی گئی تھی لہٰذا جنات آپ سے پہلی ہی ملاقات میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور وہی محروم جن کے دلوں پر مہر لگ چکی یا قبول حق کی صلاحیت ہی نہ رکھتے تھے اور یہ ساری گفتگو شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی گفتگو کا خلاصہ ہے جسے علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید اشارات و اضافات کے ساتھ اپنی تفسیر مظہری میں بیان کیا ہے۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝	اور یہ کہ آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے تو اس سے اور بھی ان کا تکبر بڑھا۔

(وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ) اور یہ کہ آدمیوں میں کچھ مرد، جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے۔

کان الرجل من العرب اذا امسی فی واد قفر وخاف علی نفسہ نادی بأعلی صوتہ یا عزیز ھذا الوادی اعوذبک من السفہاء الذین فی طاعتک یرید الجن وکبیرھم فاذا سمعوا بذلک استکبروا وقالوا سدنا الجن والانس۔ اہل عرب (زمانۂ جاہلیت میں) رواج تھا کہ جب کسی شخص کو کسی ویران وادی میں رات ہو جاتی اور اُسے اپنی جان کا خوف ہوتا تو وہ اپنی انتہائی بلند آواز سے پکارتا اے اس وادی کے سردار میں ان نادانوں سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں جو تیری فرمان برداری میں ہیں اس سے اس کی مراد جن اور ان کا بڑا (سردار) ہوتے تو جب جنات نے اس طرح سُنا تو انہوں نے تکبر کیا اور کہنے لگے کہ اب تو ہم جنوں اور انسانوں دونوں کے سردار ہو گئے اور یہی حق سبحنہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے جو اس کے بعد ہے (فزادوھم رھقا)

(فَزَادُوْهُمْ) تو اس سے اُن کا بڑھا

ای ذاد الرجال العائذون الجن یعنی جب انسانوں نے ان کی پناہ مانگی تو ان جنات کے سرداروں کے اندر غرور بڑھ گیا یا مراد ہے انسانوں کو گمراہ کیا اور شر انگیزی کی وجہ سے اپنی پناہ طلبی

پر مجبور کیا۔

(رَهَقًا) تکبر

ای تکبراً وعتواً یعنی انہوں نے تکبر کیا اور سرکشی کی۔ مجاہد، نخعی، عبید بن عمیر اور ایک جماعت سے اس کی تفسیر میں منقول ہے ای بالاثم یعنی گناہ۔ اعشیٰ کا قول ہے جس سے طبرانی نے نقل کیا

لا شئ ینفعنی من دون رؤیتھا
لایشتفی وامق مالم یصب رھقا

مجھے کچھ بھی فائدہ نہ ہوا سوائے اس کی (عذراکی) جھلک (دیدار) کے
اور وامق کو نہ کھا گیا مگر اس پر چھا جانا عشق کا

اعشیٰ کے قول سے عیاں ہے کہ رھقا کے معنی کثی شر کے غلبہ وتسلط کے ہیں لیکن یہاں مراد تکبر اور سرکشی ہے۔

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اور یہ کہ انہوں نے گمان کیا جیسا تمہیں گمان
اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝ ہے کہ اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔

(وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا) اور یہ کہ انہوں نے گمان کیا۔

ای الانس یعنی انسانوں نے، ایک قول ہے کہ مراد کفار قریش ہیں اَنَّهُمْ کو اِنَّهُمْ بھی پڑھا گیا ہے تو اس تقدیر پر معنی ہوں گے کہ جنوں نے، واضح مفہوم یہ ہے کہ جماعت جن جس طرح تم گمان رکھتے تھے کہ حشر ونشر، اور بعث بعد الموت نہ ہو گا تو انسانوں کی سوچ بھی یہی تھی یا اس کا عکس کہ جس طرح انسان کی جماعت حیات بعد الموت کی قائل نہ تھی تو تم بھی ایسا ہی خیال رکھتے تھے۔

(اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝) کہ اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا

ای من الرسل الی احد من العباد وقیل ان لن یبعث سبحانہ احدا بعد الموت وایاما کان فالمراد وقد اخطؤا واخطاتم ولعلہ متعلق الایمان۔

یعنی اپنے بندوں میں کسی کی طرف بھی رسولوں میں سے کسی کو نہ بھیجے گا اور ایک قول ہے کہ مراد ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کسی ایک کو بھی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھائے گا یہ انسانوں کا خیال تھا اور دونوں صورتوں میں کوئی بھی ہو مراد یہی ہے جنوں نے بھی غلطی کی اور تم نے

(انسانوں) بھی ایسا گمان رکھ کر غلطی کی ہے اور شاید اس کا تعلق ایمان سے ہے یا پھر ایمان لانے کی تحریص دلائی گئی ہے کہ جنات سماعِ قرآن پر ایمان لے آئے تو تم بھی اسی طرح ایمان لے آؤ۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝ اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھر دیا گیا ہے۔

(وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ) اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا او طلبنا خبرها واللمس قیل مستعار
ای طلبنا بلوغها لاستماع کلام اهلها یعنی ہم نے آسمان دنیا کے باسیوں کا کلام سننے کے لیے وہاں پہنچنا چاہا یا وہاں کی خبروں کے لیے اوپر پہنچنا چاہا۔ اور لمس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ معنوں میں استعارہ ہے
من المس للطلب کالجس
(کالجس) جیسے جاسوسی کرنا۔

(فَوَجَدْنٰهَا) تو اسے پایا
ای صادفناها واصبناها یعنی ہم نے اُسے اچانک پایا اور پہرے سے اتارنے یا گرانے والا

(مُلِئَتْ) بھر دیا گیا ہے
الاعرج نے مُلِيَتْ پڑھا ہے یعنی متعین محافظ فرشتوں سے

(حَرَسًا شَدِيْدًا) سخت پہرے

(حَرَسًا) ای حراسًا یعنی محافظ، پہریدار نگران یہ اسم جمع ہے اور خدم کی طرح ہے،

(شَدِيْدًا) ای قویا یعنی مضبوط، طاقتور، سخت والمراد بالحرس الملائکة علیهم السلام الذین یمنعونهم عن قرب السماء اور مُراد اس سے حضرات ملائکہ علیہم السلام ہیں جو جنات کو آسمان دنیا کے قریب پہنچنے سے سختی سے روکتے ہیں۔

(وَّشُهُبًا ۝) اور آگ کی چنگاریوں سے
شہاب کی جمع ہے جس کے معنی ہیں جلانے والا انگارا۔ یعنی جب جنات اہلِ آسمان کی باتیں سننے کی نیت سے آسمان پر جاتے ہیں تو فرشتے جو سخت نگراں ہیں انہیں روکتے ہیں اور اگر ان کا کوئی کلمہ یا بات جھپٹ کر بھاگتے ہیں تو آگ کے انگارے ان پر ٹوٹتے پیچھا کرتے ہیں۔

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کے لیے کچھ موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے پھر اب

لَہٗ شِہَابًا رَّصَدًا ٥ جو کوئی سُنے وہ اپنی تاک میں آگ کا انگارا پائے۔

(وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ) اور یہ کہ ہم پہلے بیٹھا کرتے تھے

(مِنْ قَبْلِ هٰذَا) یعنی اب سے پہلے، مراد بعثتِ نبوی سے پہلے کا زمانہ ہے

(مِنْهَا) اس میں سے ای من السماء یعنی آسمان میں سے یا بادلوں میں

(مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ) کچھ موقعوں پر سننے کے بعد

ای مقاعد کائنة للسمع خالیة عن الحرس والشهب او صالحة للترصد و
الاستماع وللسمع متعلق بنقعد ای لاجل السمع او بمضمر هو صفة لمقاعد و
مبینة قعودهم علی ما قیل رکوب بعضهم فوق بعض وروی ذلك خبر
مرفوع وقیل لا مانع من ان یکون بعروج من شاء منهم بنفسه الی
حیث یسمع منه الكلام۔

یعنی آسمان میں ایسی جگہوں (موقعوں) پر بیٹھا کرتے تھے جو نگرانوں اور انگاروں سے خالی ہوتی
تھیں یا اس حال کے مناسب ہوتیں تھیں کہ وہاں چھپ کر (داؤں لگاکر) اہل آسمان کی باتیں سُنی
جاسکتیں۔ اور للسمع نقعد سے متعلق ہے یعنی بیٹھنا سننے ہی کی غرض سے ہوتا یا اس پر مضمر ہے
کہ موقعوں کی صفت ہو اور ان کے بیٹھنے کی کیفیت ہو جیسا کہ کہا گیا ہے ان میں سے (جنات)
بعض پر سوار ہوتے یا باہم جڑے ہوتے اور یہ جو کچھ روایت کیا گیا ہے خبر مرفوع ہے اور ایک
قول ہے ان جنات میں سے جس کا جہاں اوپر جانے کو جی چاہتا وہ وہیں جاکر کلام سُن لیتا اور نہیں
ایسا کرنے سے کوئی روک نہ تھی (بعثت نبوی سے پہلے)

(فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ) پھر اب جو کوئی سنے

ای فمن یقع منه استماع فی الزمان الآتی یعنی اب جو کوئی ان موقعوں پر موجودہ
زمانہ میں بیٹھے کہ ملائکہ کا کلام سنتے
واضح مفہوم یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی بعثت کے بعد کے زمانے سے یہ صورت حال ہو گئی ہے۔

(يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ٥) وہ اپنی تاک میں آگ کا انگارہ پائے۔

ای یجد شهابا راصدا له ولاجله یصده عن الاستماع بالرجم یعنی آگ
کے انگارے کو اپنی تاک میں پاتا ہے اور اُسے مارنے کے سبب سے اُسے ملائکہ کے کلام

سننے سے روکتے ہیں

وَاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝ اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والوں سے کوئی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا ان کے رب نے کوئی بھلائی چاہی ہے۔

(وَاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ) اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والوں سے کوئی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے۔

ای بحراسۃ السماء یعنی آسمانوں سے ہماری اس بندش ورکاوٹ سے اہلِ زمین کے ساتھ کوئی برائی مقصود ہے اشرّ اُرِیْدَ میں اُرِیْدَ بصیغۂ مجہول ہے جس سے واضح ہے کہ جنات نے حسن ادب کا اظہار کیا ہے کہ شر کی نسبت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف نہیں کی ہے باوجودیکہ انہیں علم تھا کہ خیر وشر کا خالق اللہ ہی ہے اور ادب کا تقاضا یہی تھا کہ شر کی نسبت حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے صراحت نہ ہو۔

(اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝) یا ان کے رب نے کوئی بھلائی چاہی ہے

ای خیرًا کالتنمیہ لذلک یعنی بھلائی جیسے اس کے لیے خوشبو پھیلائی گئی ہو۔ لیکن قرآن حکیم سننے کے بعد یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ رب العلمین نے اہل زمین کی بھلائی وہدایت ہی چاہی ہے کہ ہم پر آسمانی خبریں روک دی گئیں اَرَادَ بصیغۂ معروف ہے اور رَبُّهُمْ میں رَبُّ فاعل ہے جو بالصراحت ہے یعنی جنات نے حُسن اعتقاد اور حسن ادب کی رعایت رکھی ہے کہ شر کے ذکر میں صیغۂ مجہول کہا اور خیر کے ذکر میں فاعل یعنی رب کی طرف صراحت کی حالانکہ خیر وشر دونوں کا خالق اللہ ہی ہے لیکن ادب الٰہی اور عقیدہ حق یہی ہے کہ برائی کو ذات سبحانہٗ وتعالیٰ سے منسوب نہ کرے اور امر خیر کی نسبت صرف اسی کی طرف کرے۔

وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ۝ اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ دوسری طرح کے ہیں ہم کئی راہیں بھٹکے ہوئے ہیں

(وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ) اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں۔

ای الموصوفون بصلاح الحال فی شأن أنفسهم وفي معاملتهم مع غيرهم المائلون الی الخير والصلاح جسما تقتضيه الفطرة السليمة لا الی الشر والفساد کما هو مقتضی النفوس الشريرة۔

یعنی ان کے نفوس کی یہ قدر و منزلت اور ان کے معاملات کی یہ حالت و کیفیت ہے کہ وہ حال کی
ستی کے ساتھ موصوف ہیں ان لوگوں کے ساتھ جو ان کے علاوہ خیر و صلاح کی طرف میلان و رغبت
رکھتے ہیں جس طرح کہ فطرتِ سلیمہ کا تقاضا ہے اور وہ شر اور فساد کی طرف کوئی رجحان نہیں رکھتے
جیسا کہ بد فطرت نفوس کی عادت کا مقتضیٰ ہے۔ ایک قول ہے کہ صالحون سے مراد وہ جنات ہیں
شریعت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر عمل پیرا تھے یا ایمان رکھتے تھے۔ ایک اور قول ہے کہ قرآن
حکیم سننے کے بعد ہم میں سے کچھ لوگ سچے مومن اور نیکوکار ہیں۔

(وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ) اور کچھ دوسری طرح کے ہیں۔

ای غیر صالح یعنی غیر صالح یا وہ لوگ جو حال و معاملہ کی درستگی نہیں رکھتے اور کجرو
اور شریر ہیں۔

(كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۝) ہم کئی راہیں پھٹے ہوئے ہیں

ای کنا ذوی طرائق ای مذاھب یعنی ہم مختلف مذاہب یا مسلکوں والے تھے
قِدَدٌ "قِدَّةٌ" کی جمع ہے جس کے معنی ہیں المتفرقۃ المختلفۃ یعنی متفرق یا مختلف،
ایک قول ہے ای مثل طرائق فی اختلاف الاحوال یعنی راہوں کی طرح ہم باعتبار حالت
مختلف یا متفرق تھے۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝

اور یہ کہ ہم کو یقین ہوا کہ ہرگز زمین میں اللہ کے قابو سے نہ نکل سکیں گے اور نہ بھاگ کر اس کے قبضہ سے باہر ہوں

(وَّاَنَّا ظَنَنَّآ) اور یہ کہ ہم کو یقین ہوا

ای علمنا الآن یعنی اب ہمیں معلوم ہوا ہے (قرآن سننے کے بعد سے)

(اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ) کہ ہرگز اللہ کے قابو سے نہ نکل سکیں گے۔

ای ان الشان لن نعجز اللہ تعالیٰ کاسنین یعنی سرکشی کریں تو بھی ہرگز اللہ
کے قابو سے کہیں نہ نکل سکیں گے۔

(فِی الْاَرْضِ) زمین میں

ای اینما کنا من اقطارھا یعنی جہاں کہیں بھی ہم زمین کے کناروں میں ہوں۔

(وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝) اور نہ بھاگ کر اس کے قبضہ سے باہر ہوں۔

ای لن نعجزہ سبحانہ ھربنا یعنی ہمارا بھاگنا ہمیں ہرگز اس کے قبضہ وقدرت
سے باہر نہ کرے گا وقیل ای ھاربین منھا الی السماء اور ایک قول ہے کہ اگر ہم زمین سے
آسمان کی طرف بھاگنا چاہیں تو جب بھی اس کی گرفت وقدرت سے باہر نہ ہوں گے واضح مفہوم یہ
ہے کہ تم حق سبحانہ، وتعالیٰ سے کہیں بھاگ نہیں سکتے جہاں بھی جاؤ گے اس ہی کا لامتناہی غلبہ واقتدار
اسی ہی کی لازوال بادشاہی ہے ھوالذی فی السماء الہ وفی الارض الہ وھو
الحکیم العلیم۔

وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ۙ	اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت سُنی، اس پر ایمان لائے تو جو اپنے رب پر ایمان لائے اُسے نہ کسی کمی کا خوف اور نہ زیادتی کا۔

(وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى) اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت سُنی
ای القرآن الذی وھو الھدی بعینہ۔ یعنی قرآن حکیم جو کہ عین ہدایت ہے
(اٰمَنَّا بِهٖ) ہم اس پر ایمان لائے۔
من غیر تلعثم وتردد یعنی ہم بلا توقف اور بلا تردد ایمان لائے۔ واضح مفہوم ہے
قرآن سُننے پر غور کرتے ہی فی الفور ایمان لائے اور قبول حق میں کوئی تاخیر نہ کی۔
(فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ) تو جو اپنے رب پر ایمان لائے۔
وبما انزلہ عزوجل یعنی جو حق سبحانہ، وتعالیٰ پر اور جو کچھ اُس نے نازل فرمایا اس
پر ایمان لائے۔ ف سببیہ ہے تو اس کے بعد یا اس کے باعث وسبب "فَلَا یَخَافُ
بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا" اس کی جزا ہے اور مَنْ (جو کوئی ایسا کرے) شرط ہے۔
(فَلَا یَخَافُ) تو اُسے نہ خوف
یہ جواب شرط ہے کہ جو ایمان لائے گا تو ایمان کے سبب اُسے کوئی خوف نہ ہوگا۔
(بَخْسًا) کسی کمی کا
ای نقصان فی الجزاء وقال الراغب البخس نقص الشیٔ علی سبیل
الظلم یعنی نیکیوں یا ثواب کی کمی کا ڈر نہ ہوگا اور راغب کا قول ہے کہ "بخس" زیادتی کی وجہ
سے کسی چیز کے نقص کو کہتے ہیں جیسے کھوٹے دام۔ کھوٹا سودا۔
(وَّ لَا رَهَقًا ۙ) اور نہ زیادتی کا۔

ی غشیان ذلۃ یعنی اسے روز حشر ذلت کے چھا جانے کا خوف نہ ہوگا جیسا کہ کفار کے بارے میں ارشاد باری ہے ترھقھم ذلۃ ان پر ذلت رسوائی چھا رہی ہوگی۔ تاہم یہاں یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اپنے گناہوں یا بدیوں کے باوجود بے خوف ہوگا۔ ایمان کا فائدہ یقینی ہے اور البتہ گناہوں سے مومن بے خوف نہیں ہوتے اور اپنے کیے پر ڈرتے رہتے اور بخشش مانگتے رہتے ہیں۔ ابن عباس کا قول یہ ہے کہ مومن کو اس کے حق کے مطابق ملے گا اور اس کی نیکیوں کی جزاؤں میں کمی نہ ہوگی اور نہ ہی اس کے گناہوں کے ضمن میں کوئی زیادتی ہو گی۔ واللہ اعلم۔

وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝	اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم تو جو اسلام لائے انہوں نے بھلائی سوچی۔ اور رہے ظالم وہ جہنم کے ایندھن ہوئے۔

(وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ) اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں۔

ای المومنین او الصالحین یعنی ایمان لانے والے یا نیکوکار و فرمان بردار

(وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ) اور کچھ ظالم

الجائرون علی طریق الحق الذی ھو الایمان والطاعۃ یقال قسط الرجل اذا جار واتشد وا۔

شعر
قومھم قتلوا ابن ھند عنوۃ
عمرا وھم قسطوا علی النعمان

یعنی راہ حق سے جو ایمان و طاعت سے پھرے ہوئے جب کوئی شخص ظلم کرے تو کہتے قسط الرجل یعنی قاسط (ظالم) اور شعر ہے ؎

وہ قوم جنہوں نے ابن ہند کو مال کی زیادتی کی محبت میں یا سرداری کی محبت میں یا گھر سے بختہ وابستگی پر زبردستی قتل کیا تو انہوں نے نعمان پر ظلم کیا۔

(فَمَنْ اَسْلَمَ) تو جو اسلام لائے۔

ای الذین اٰمَنُوْا باللہ و رسولہ یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

لائے۔

(فَاُولٰٓئِکَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝) انہوں نے بھلائی سوچی

تو انہوں نے بڑی بھلائی سوچی اور (فَاُولٰئِکَ تَحَرَّوْا رَشَدًا) توخوا وقصد و عظیما بخھم الی الدار مثواب۔

راہ حق کو اپنا مقصود جانا جس نے انہیں کامیابی کے راستہ پر پہنچا دیا اور آخرت کے ثواب کا سزاوار بنایا۔

(وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ) اور بے ظالم

(الجائرون عن سنن الاسلام) یعنی دین حق یعنی اسلام کی راہوں سے پھرے ہوئے۔

(فَکَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝) وہ جہنم کے ایندھن ہوئے۔

توقد بھم کما توقد بکفرۃ الانس واستظھران فمن اسلم الخ من کلام الجن۔ ان کے عذاب جہنم کا بیان ہے جس طرح کہ انسانوں میں سے کفار عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے اور واضح ہے کہ آیت فمن اسلم سے الخ (آخر تک) یہ جنات کا کلام ہے۔ ابن عطیہ کا قول ہے کہ بعد کی آیات سے تائید ہوتی ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے اور کشاف میں ہے کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ جنات کے لیے ثواب نہیں ہے بس یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ظالموں کو عذاب جہنم کا وعدہ فرمایا ہے لیکن مسلمان جنوں کے ثواب کا وعدہ نہیں فرمایا ہے تو یہ آئت وعدۂ ثواب کو کافی ہے جیسا کہ قول باری تعالیٰ "فاولئك تحروا رشدا" (تو انہوں نے بھلائی سوچی) میں جنات کے ثواب کا سبب ذکر فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ عادل ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ظالم کو ضرور عذاب کرے اور مومن مطیع کو ثواب عطا نہ فرما دے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ یہ قول جنات کا نہیں بلکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ہے۔

اس آیت سے یہ تو قطعی واضح ہے کہ کافر و سرکش جنات عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے اور اس پر ائمہ امت کا اتفاق ہے لیکن ان کے ثواب کا مسئلہ اختلافی ہے کیونکہ اللہ نے جنات کے ثواب کو مبہم رکھا اور ارشاد نبوی ہے کہ جو بات حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مبہم رکھی ہے تو تم بھی اسے مبہم رکھو اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ میں توقف اور تین اقوال منقول ہیں جن کا تفصیلی ذکر ہم سورۂ رحمٰن میں کر چکے ہیں۔ اس سلسلہ میں تحقیق یہی ہے کہ جنات کے لیے ثواب ہے اور عمر بن عبد العزیز سے مروی ہے کہ مومن جن جنت کے آس پاس رہا جنت

کی فصیل کے قریب ہوں گے جنت کے اندر نہ ہوں گے۔ اور ابن وھب نے کہا کہ جنات کا ثواب اس آیت سے واضح ہے اولئک الذین حق علیھم القول فی امم قد خلت من الجن والانس انھم کانوا خسرین ○ ولکل درجات مما عملوا ولیوفیھم اعمالھم وھم لا یظلمون ○ (الاحقاف پ ۲۶)

امام بیہقی نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ایماندار جنات کے لیے ثواب اور کفار کے لیے عذاب ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے ثواب کے بارے میں عرض کیا گیا تو ارشاد فرمایا وہ اعراف پر ہوں گے اور جب عرض کیا گیا حضور اعراف سے کیا مراد ہے تو فرمایا جنت سے باہر جس میں دریا جاری ہوں گے اور درخت اور میوے ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وَّاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ○ — اور فرماؤ کہ مجھے یہ وحی ہوئی ہے کہ اگر وہ راہ پر سیدھے رہتے تو ضرور ہم انہیں وافر پانی دیتے۔

(وَّاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوْا) اور اگر وہ سیدھے رہتے معطوف قطعا علی قولہ سبحانہ وتعالیٰ انہ استمع اس جملہ کا عطف " انہ استمع " پر ہے والمعنی واوحی الی أن الشان لو استقام الانس والجن او کلاھما اور معنی یہ ہوں کہ مجھے اس بات کی بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر انسان اور جن یا دونوں میں سے ایک گروہ سیدھے رہتے یا رہیں گے۔

(عَلَى الطَّرِيْقَةِ) راہ پر

التی ھی ملۃ الاسلام وہ راستہ جو ملت اسلامیہ کا ہے یعنی دین حق۔ فطرت اسلام

(لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ○) تو ضرور ہم انہیں وافر پانی دیتے۔

ای کثیراً وقرأ عاصم فی روایۃ الاعمش بکسر الدال (غَدِقًا) والمراد لوسعنا علیھم الرزق یعنی بہت زیادہ اور اعمش سے مروی ہے کہ عاصم نے غَدِقًا کو غَدِقًا (دال کے زیر کے ساتھ) پڑھا جس کا معنی ہے کہ ہم ان پر رزق کی بہتات و وسعت فرماتے۔ ماء غدقا حصول رزق کا سبب ہے اور مجازاً بطور سبب بولا گیا ہے اور اس کی نظریں بہت ہیں جیسے ارشاد باری ہے وفی السماء رزقکم۔ وَمَا انزل من السماء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتھا۔ یہاں واضح ہے رزق مجازاً بولا گیا ہے

حالانکہ آسمان سے رزق (اناج وغیرہ) نہیں اترتا بلکہ پانی برستا ہے جو پیدائش رزق کا سبب بنتے ہیں۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ اگر وہ لوگ ایمان لاتے اور دین حق کا اتباع کرتے تو ہم اُن پر وسعت رزق فرماتے اور انہیں چین کی زندگی دیتے۔

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝ کہ اس پر انہیں جانچیں اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے وہ اسے چڑھتے عذاب میں ڈالے گا۔

(لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ) کہ اس پر انہیں جانچیں۔

ای لنعاملهم معاملة المختبر لنختبرهم کیف یشکرونه یعنی ہم ان سے ساتھ وہ معاملہ کا امتحان میں گے کہ وہ کس طرح ہماری نعمتوں کا شکریہ بجالاتے ہیں یعنی ہم ان کے ساتھ وہ معاملہ کریں جو ممتحن کرتا ہے۔ جمہور سے یہی تفسیر منقول ہے البتہ کلبی کا قول ہے کہ اگر وہ کفر پر ڈٹے رہے تو مال کی کثرت اس لیے کریں گے اور انہیں مہلت دیں گے کہ فتنہ میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائیں لیکن پہلا قول ہی قوی ہے۔

(وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ) اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے۔

وقال بعضهم المراد بالذکر الوحی ای ومن یعرض عن عبادة ربه تعالیٰ او عن موعظته سبحانه او عن وحیه عزوجل۔

بعض علماء کا قول ہے کہ ذکر سے مراد وحی ہے یعنی جو عبادت الٰہی یا نصیحت حق یا وحی ربانی سے روگردانی کرے یا کرے گا۔

(يَسْلُكْهُ) ڈالے گا اُسے

ای ندخله یعنی ہم اُسے داخل کریں گے۔

(عَذَابًا صَعَدًا ۝) چڑھتے عذاب میں

الصعد مصدر ہے اور مبالغہ کے ساتھ موصوف ہے یا پھر تاویل ہے ای ندخله عذابا یعلو المعذب ویغلبه وفسر بشاق یقال فلان فی صعد من امرہ ای فی مشقة ومنه قول عمر رضی اللہ عنه ما تصعدنی شی کما تصعدنی خطبة النکاح یعنی ہم اُسے ایسے عذاب میں داخل کریں گے جو معذب پر بلند ہوتا جائے گا اور چڑھتا چلے گا اور دم بدم اس کی شدت بڑھتی چلی جائے گی) اور اس پر چھا جائے گا اور صعد کی تفسیر شاق

سخت اور دشوار) کے ساتھ بھی کی گئی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے فلاں شخص ... ما ... ا
ہیں ہے یعنی اس پر گرانی اور بوجھ ہے اور اسی ضمن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے ... ما
اتنی دشوار نہیں جس قدر خطبۂ نکاح کا بیٹھ کر پڑھنا گراں ہے کیونکہ ... کھڑے ہو کر خطبہ
دینے کی عادت تھی اور یہ وصف مورد ولی بھی تھا. ابو سعید خدری اور ابن عباس سے منقول ہے
"صعد جبل فی النار" صعد دوزخ میں ایک پہاڑ ہے خدری کا قول ہے "کلما وضعوا
ایدیہم علیہ ذابت" جب بھی دوزخی اس پر ہاتھ رکھیں گے ان کے ہاتھ ... عذاب
میں داخل کرے گا اور اس سے مراد عذاب دینا ہے یا عذاب آخرت اور بعض نے کہا دونوں ہی اس
لیے کہ عذاب دنیا کفار کے لیے عذاب آخرت کا پیش خیمہ یا پہلی سیڑھی ہے۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔

(وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ) اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔

عطف علی انہ استمع فھو من جملۃ الموحی والظاھر ان المراد با لمساجد المواضع المعدۃ للصلاۃ والعبادۃ ای واوحی الی ان المساجد مختصۃ باللہ تعالی شانہ۔

واؤ " انہ استمع نفر من الجن" پر عطف ہے تو یہ منجملہ یہ بھی وحی سے ہے اور مساجد سے مراد وہ مقامات (جگہیں) جو نماز و بندگی کے لیے بنائے جاتے ہیں یعنی مجھے اس بات کی بھی وحی کی گئی ہے کہ بلاشبہ مسجدیں حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے لیے (اس کی عبادت و بندگی کے لیے) مخصوص ہیں۔

(فَلَا تَدْعُوْا) تو بندگی نہ کرو (مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝) اللہ کے ساتھ کسی کی ای فلا تعبدوا فیھا یعنی وہاں (مسجدوں میں) اللہ کے سوا غیر کی بندگی نہ کرو (مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا) غیرہ سبحانہٗ صرف حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہی کی بندگی کرو حسن کا قول ہے المراد کل موضع مسجد فیہ من الارض سواء أعد لذلک ام لا اذ الارض کلہا مسجد لھذہ الامۃ وکانہ اخذ ذلک مما فی الحدیث الصحیح جعلت لی الارض مسجدا وطھورا۔ کہ مراد زمین میں سے ہر وہ جگہ جہاں سجدہ کیا جائے وہ بلحاظ مسجد یکساں ہے کہ اس جگہ پر صرف اللہ پاک ہی کی بندگی ہو اور کسی جگہ بھی حق سبحانہٗ و تعالیٰ

کے سوا کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ اس امت کے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے
جیسا کہ حدیث صحیح میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے لیے سب زمین
پاک اور مسجد بنا دی گئی ہے۔ اور یہ امر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص جلیلہ سے ہے
ایک قول ہے کہ مساجد سے مراد مسجد حرام یا مسجد بیت المقدس ہے۔ ابن عطاء، ابن جبیر، زجاج
اور فراء کا قول ہے المراد بها الاعضاء السبعة التی یسجد علیها واحدها مسجد
بفتح الجیم وهی القدمان والرکبتان والکفان والوجه ای الجبهة
والانف۔ مساجد جمع سے مراد وہ ساتوں اعضاء ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے جس کا واحد مسجد
ہے اور وہ دونوں پاؤں گھٹنے اور دونوں ہتھیلیاں اور چہرہ یعنی پیشانی اور ناک ہے اور مطلب یہ
ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہی نے یہ اعضاء پیدا کیے ہیں تو ان کے ساتھ اس کے غیر کو سجدہ نہ کرو حتی
صرف اللہ ہی کو ان کے ساتھ سجدہ کرو۔ ابن جبیر سے مروی ہے کہ جنوں نے عرض کیا یا رسول اللہ
کہ ہم جناب کے ساتھ نماز باجماعت کے لیے کیونکر حاضر ہوں کہ ہم جناب سے بہت فاصلے
پر رہتے ہیں تو اس پر یہ آیت اتری اور "فلا تدعوا" میں انہی کو خطاب ہے۔ "ان
عبادتکم حیث کانت مقبولة اذا لم تشرکوا فیها" بلاشبہ تمہاری عبادات اسے
جہاں بھی تم بجا لاؤ مقبول ہے بشرطیکہ تم اس عبادت الٰہی میں شرک نہ کرو یعنی اس کے ساتھ کسی
اور کی بندگی نہ کرو۔ قتادہ کا قول ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنی عبادت گاہوں میں شرک کرتے تھے
تو اس پر مسلمانوں کو حکم فرمایا گیا کہ وہ مساجد میں خالص اللہ ہی کی بندگی کریں اور اپنی دعاؤں
کو صرف اللہ ہی کے ساتھ خالص رکھیں۔

وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝	اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جائیں۔

(وَاَنَّهٗ) اور یہ کہ
جمہور کے نزدیک یہ بھی اَنَّهُ اسْتَمَعَ کا معطوف ہے ای واوحی الی ان الشان یعنی مجھے
اس امر کی بھی وحی فرمائی گئی ہے۔
(لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ) جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ
ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کو "عبداللہ" کے لقب سے یاد فرمایا گیا ہے یعنی اللہ کا خاص بندہ عبداللہ پر مضاف ہے اور اللہ اسم ذات ہے اور مضاف الیہ ہے۔ اس سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبدِ ذاتی ہیں جو کمالات بشریہ میں سب سے اونچا مرتبہ ہے اس لحاظ سے بھی تمام عباد حضور ہی کے طفیل ہیں حق یہ ہے کہ مخلوق دو حال پر ہے ایک بلاواسطہ اور دوسری بالواسطہ بلاواسطہ مخلوق رب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بالواسطہ اللہ کی ساری مخلوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے مخلوق الٰہی ہے جیساکہ ارشاد نبوی ہے کل خلائق من نوری وانا من نور اللہ سب مخلوقات میرے نور سے ہے اور میں اللہ کے نور سے ہوں۔ اور عبداللہ فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اظہار شان کے لیے ہے اور رسالت یا نبوت کے وصف سے یاد نہ فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے اظہار اور آپ کی شان بندگی بیان کرنے کے لیے کہ عبدیت کا تقاضا اللہ کی عبادت ہے اور عبادت کی وجہ عبدیت یعنی بندہ ہونا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے انما عبد اللہ ورسولہ میں ہی تو اللہ کا خاص بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اور قرآن حکیم میں انبیاء کو عبدٌ من عبادنا اور نعم العبد اور عبداً شکوراً فرمایا گیا ہے لیکن اللہ نے عبداللہ صرف حضور ہی کو فرمایا تو واضح ہوا کہ بلحاظ عبدیت آپ ہی اکمل و افضل دائم ہیں اور عابد کامل ہیں اور باقی سب آپ ہی کے فیضان کرم کے پروردہ ہیں۔ صلی اللہ علی النبی الکریم والہ وسلم۔

(یَدْعُوْهُ) اُس کی بندگی کرنے

حال من عبد ای لما قام عابداً اعابداً لہ عزوجل وذلک قیامہ علیہ الصلٰوۃ والسلام لصلاۃ الفجر بنخلۃ کما مر۔ یہ عبداللہ کا حال ہے یعنی جب اللہ کا خاص بندہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بندگی کے لیے کھڑا اور اس قیام سے مراد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وادئ نخلہ میں نماز فجر کے لیے قیام فرمانا تھا جیساکہ پیچھے گزرا۔

(کَادُوْا) تو قریب تھا۔

ای الجن کما قال ابن عباس والضحاک یعنی جناب جیساکہ ابن عباس اور ضحاک سے منقول ہے حسن اور قتادہ کا قول ہے کادوا الکفار قریش والعرب، کادوا کی ضمیر کفار قریش و مشرکین عرب کی طرف راجع ہے۔

(یَکُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ۱۹ؕ) ہو جائیں اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ

متراكمين من ازدحامهم عليه تعجبا مما شاهدوا من عبادته وسمعوا من قراءته واقتداء اصحابه به قياما وركوعا وسجودا لانهم رأوا مالم يروا مثله وسمعوا مالم يسمعوا نظيره وهذا اكا الظاهر في انهم كانوا كثيرين

جنات اپنے ہجوم کی وجہ سے اوپر نیچے ہو جاتے (بھیڑ لگ جاتی۔ ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جاتے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب حیرانگی کی وجہ سے جس کا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز عبادت سے مشاہدہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی قیام رکوع اور سجود میں اقتدا، دیکھی کیونکہ انہوں نے اس کی نظیر و مثل نہ دیکھا نہ سنا تھا اور اس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ جنات بکثرت تھے۔ حسن کا قول ہے کہ جب اللہ کا بندہ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت توحید کے لیے کھڑے ہوئے تو انسان اور جن سب بطلان و تکذیب دعوت کے لیے جمع ہو گئے کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں مگر حق سبحانہ و تعالیٰ کا فیصلہ تھا کہ وہ اپنے نور کو ضرور مکمل کرے گا اور اپنے رسول کو غالب فرمائے گا اگرچہ کافر پڑے برا مانیں۔ جمہور کے نزدیک لبدۃ کی جمع لبد ہے اور اس کا مطلب ہے الجماعات تشبیہ بالشئ المتلبد بعضہ فوق بعض گروہوں کا کسی شئے پر اس طرح ہجوم کر آنا کہ بھیڑ کا کچھ حصہ اوپر ہو اور کچھ نیچے اور جراد کے لیے بھی لبد کا لفظ بولا جاتا ہے (ٹڈی دل کے لیے) جبائی نے عبد مناف بن ربیع الہذلی کا شعر نقل کیا ہے ؎

صافوا بستة ابيات واربعة
حتى كان عليهم جابيا لبدا

انہوں نے چھ چھ اور چار چار کی صفیں بنا کر شبخون مارا یہاں تک کہ ان لوگوں پر اس طرح ہو گئے جس طرح ٹڈیوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الجن پ ۲۹

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ؁

تم فرماؤ میں تو اپنے رب ہی کی بندگی کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔

قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ؁

تم فرماؤ میں تمہارے کسی برے بھلے کا مالک نہیں ہوں۔

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۙ	تم فرماؤ ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔
اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ	مگر اللہ کے پیام پہنچانا اور اس کی رسالتیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بیشک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔
حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ؕ	یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ دیا جاتا ہے تو اب جان جائیں گے کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی گنتی کم۔
قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ؕ	تم فرماؤ میں نہیں جانتا آیا نزدیک ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب اسے کچھ وقفہ دے گا۔
عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ	غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔
اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ	سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے۔
لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ۠	تاکہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دیئے اور جو کچھ ان کے پاس ہے سب اس کے علم میں ہے اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے

حل لغات رکوع دوم سورۃ الجن پ ۲۹

قل۔ کہو	انما۔ اس کے سوا نہیں	ادعوا۔ میں عبادت کرتا ہوں	ربی۔ اپنے رب کی
و۔ اور	لا۔ نہیں	اشرک۔ شریک ٹھہراتا ہیں	بہ۔ اس کے ساتھ
احدا۔ کسی کو	قل۔ کہو	انی۔ بیشک میں	لا۔ نہیں
املک۔ اختیار رکھتا ہیں	لکم۔ تمہارے لیے	ضرا۔ تکلیف کا	و۔ اور

لا۔ نہ
لن۔ ہرگز نہیں
احد۔ کوئی بھی
من دونہ۔ اسکے سوا
من اللہ۔ اللہ سے
من جو
رسولہ۔ اسکے رسول کی
جھنم۔ جہنم کی
حتی۔ یہاں تک کہ
یوعدون۔ وعدے جاتے ہیں فسیعلمون۔ تو جلدی جان لیں گے کہ
اضعف۔ کمزور ہے
عددا۔ گنتی میں
ا۔ کیا
ام۔ یا
امدا۔ کچھ وقفہ
یظہر۔ مطلع کرتا
الا۔ مگر
فانہ۔ تو بیشک وہ
و۔ اور
ان۔ یہ کہ
ربہم۔ اپنے رب کے
لدیہم۔ انکے پاس ہے
شئ۔ چیز کو

رشدا۔ بھلائی کا
یجیر۔ پناہ دیگا
و۔ اور
ملتحدا۔ کوئی جائے پناہ
و۔ اور
یعص۔ نافرمانی کریگا
فان۔ تو بیشک
خلدین۔ ہمیشہ رہیں
اذا۔ جب
ناصرا۔ مددگاروں سے
قل۔ کہو
قریب۔ نزدیک ہے
یجعل۔ کریگا
علم۔ جاننے والا ہے
علی۔ اوپر
من۔ جسے
یسلک۔ چلاتا ہے
من خلفہ۔ اسکے پیچھے
قد۔ بیشک
و۔ اور
و۔ اور
عددا۔ گنتی میں۔

قل۔ کہو
نی۔ مجھ کو
لن۔ ہرگز نہ
الا۔ مگر
رسلتہ۔ اسکی رسالتیں
اللہ۔ اللہ
لہ۔ اسکے لیے
فیہا۔ اس میں
راوا۔ دیکھیں گے
و۔ اور
ان۔ نہیں
ما۔ جو
لہ۔ اسکے لیے
الغیب۔ غیب کا
غیبہ۔ اپنے غیب کے
ارتضی۔ پسند کرے
من بین یدیہ۔ اس کے آگے
رصدا۔ محافظ
ابلغوا۔ پہنچائے انہوں نے
احاط۔ گھیر لیا
احصی۔ گن رکھا اس نے کل۔ ہر

انی۔ بیشک میں
من اللہ۔ اللہ سے
اجد۔ پاؤں گا میں
بلغا۔ پہنچانا
و۔ اور
و۔ اور
نار۔ آگ ہے
ابدا۔ ہمیشہ تک
ما۔ جو
من۔ کون
اقل۔ کون کم ہے
ادری۔ جانتا میں
توعدون۔ وعدہ دیے جاتے ہو
ربی۔ میرا رب
فلا۔ تو نہیں
احدا۔ کسی کو
من رسول۔ رسولوں میں سے
لیعلم۔ تاکہ دیکھے
رسلت۔ پیغام
بما۔ جو

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ الجن پ ۲۹

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ — ترجمہ: تم فرماؤ میں تو اپنے رب ہی کی بندگی کرتا ہوں۔

قُلْ بصیغہ امر ہے اور حمزہ، عاصم کی قرات یہی ہے جب کہ دیگر قراء قال صیغہ ماضی پڑھتے ہیں۔ یعنی عبداللہ یعنی محمد نے کہا میں تو اپنے رب ہی کی بندگی کرتا ہوں۔ یعنی یہ ہوا کہ جب جناب محمد ﷺ کے مخالف ہو گئے [illegible] تو اللہ کے بندے نے [illegible]

یہ بھی [illegible] تو اپنے رب کی بندگی کرتا ہوں تو تم بھی [illegible] کی بندگی کرو تو صیغہ امر ہوگا۔ جب حضور [illegible] اللہ کے بندے کی دعوت و تبلیغ میں [illegible] کام [illegible] اللہ کے بندے نے [illegible] تو صرف دعوت توحید دی ہے [illegible] ہوں۔

وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا — اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا

یعنی عبداللہ یعنی اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا [illegible] صرف اپنے رب ہی کی بندگی کرتا ہوں۔

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا — تم فرماؤ میں تمہارے کسی برے بھلے کا مالک نہیں۔

ای ولا نفعا فعبر بسببه عن مسببه والمعنی لا استطیع ان اضرکم ولا انفعکم انما الضار والنافع هو الله عزوجل ولا املك لکم غیا ولا رشدا [illegible] فعبر بسبب عن [illegible] ویدل علیه قراءة [illegible] ضرا ولا نفعا [illegible] فترککم علی الغی والرشد انما القادر علی ذلك هو الله سبحانه وتعالی۔

یعنی نہ نفع کا۔ سبب کے ساتھ مسبب کی تعبیر کی گئی ہے اور معنی یہ ہوں گے کہ میں تمہیں نہ نقصان پہنچا سکتا ہوں نہ نفع [illegible] بلکہ نقصان پہنچانے والا اور نفع دینے والا وہ تو حق سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے یا یہ کہ میں تمہارے لیے گمراہی [illegible] کا مالک ہوں کیونکہ [illegible] سے مراد گمراہی ہے اور مسبب کے نام کے ساتھ سبب مراد [illegible] کا اصل معنی اور دوسرے کا مجازی معنی مراد ہے۔ ابو ابی رضی اللہ عنہ کی قرات [illegible] ہے کہ انہوں نے ضرا کے بدلے غیا پڑھا اور معنی یہ ہوں گے کہ میں تمہاری گمراہی

اور ہدایت پر قابو نہیں رکھتا بلاشبہ اس پر قدرت رکھنے والا حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہی ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ یہ آیت کفار جن و انس کے محذوف سوال کا جواب ہے جو حضور کے متعلق نفع و نقصان کے ہونے کا تصور کرنے لگے تھے۔ اور یہ جملہ حضور کے عجز کا اظہار ہے۔

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝	تم فرماؤ ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ دے گا۔

(قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ) تم فرماؤ ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا۔ ان ارادنی سبحانہ بسوء اگر حق سبحانہٗ و تعالیٰ میرے ساتھ خرابی کا ارادہ فرمائے تو ہرگز مجھے اس سے کوئی نہ بچائے گا۔ علماء کا فرمانا ہے کہ کلام میں حذف ہے اور وہ یہ ہے کہ کفار انس و جن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بوقت دعوت توحید کہا "اترک ماتدعوا الیہ ونحن نجیرک" آپ جس شئے کی ہمیں دعوت دیتے ہیں اُسے چھوڑ دیجیے اور ہم آپ کو اپنی پناہ میں لے لیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ نے فرمایا قل انی عن یجیرنی من اللہ احد آپ فرمائیں ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ مقاتل سے بھی اسی کی مثل منقول ہے اور یہ بھی کفار کے سوال کا جواب ہے جو حضور کو اپنی پناہ کی پیش کش کر رہے تھے۔ اور یہ آیت پچھلی آیت کے مضمون کی مؤکد ہے۔

(وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝) اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔ یہ بھی محذوف سوال کا جواب ہے جیسا کہ کفار کے قول میں گزرا مُلْتَحَدًا۔ ای معدلا ومنحرفا وقال الکلبی مدخلا فی الارض۔ ملتحداً کا معنی ہے پھرنے کی جگہ یا کوئی راہ اور ہٹا دینے والا اور کلبی کا قول ہے ایسی جگہ زمین میں جہاں پناہ کے لیے داخل ہوا جا سکے۔ اور سدی کا قول ہے حرزاً یعنی پناہ گاہ۔ والمراد ملجأ یرکن الیہ اور مراد یہ ہے کہ کوئی پناہ لی جائے۔

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ۝	مگر اللہ کے پیام پہنچانا اور اس کی رسالتیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔

(اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ) مگر اللہ کے پیام پہنچانا اور اس کی رسالتیں۔

استثناء من مفعول لا املك كما يشير اليه الكلام قتاده و ما بينهما اعتراض مؤكد لنفى الاستطاعة ۔

جیسا کہ قتادہ کا قول مشیر ہے کہ یہ مفعول لا املك لكم ضرًا سے استثنیٰ ہے اور ان دونوں کے درمیان جو کلام ہے استطاعت و قدرت کی نفی کی تاکید کے لیے ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ مجھ میں نفع و ضرر کی قدرت نہیں البتہ احکام الٰہی کی تبلیغ اور اس کے پیغامات کا پہنچانا میری قدرت میں ہے چونکہ احکام الٰہیہ کی تبلیغ فی نفسہٖ ہدایت ہی ہے اور فائدہ پہنچانا بھی ہے اور یہ امر نبی کے فرائض میں شامل ہے تو واضح ہوا کہ ہدایت اور نفع رسانی پر نبی کو قدرت ہے اور بدیں وجہ "بلغًا من اللہ" کو "لا املك لكم" کی نفی سے جو عموی ہے مستثنیٰ فرمایا۔ بعض اجلہ علماء کا فرمانا ہے متصل ہے اور اس کا تعلق احداً اور ملتحداً سے ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ مجھے عذاب الٰہی سے کوئی نہ بچائے گا اور نہ ہی اس کے سوا کوئی پناہ پاؤں گا مگر ہاں وہ احکام الٰہیہ کی تبلیغ اور اس کے پیغامات کا پہنچانا جو میرے ذمہ فرض ہے وہی مجھے بچالے گا اور اگر میں نے اس کو پورا نہ کیا تو اللہ مجھے عذاب دے گا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تبلیغ احکام میرا فرض ہے اور میری ذمہ داری ہے جو قطعاً قابل مؤاخذہ ہے میں اس سے کوتاہی کیونکر کروں گا یعنی مجھ سے ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ تبلیغ رسالت چھوڑ دوں یا اس سے باز رہوں۔

(وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے

ای فی الامر بالتوحید۔ یعنی امر توحید کے بارے میں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے اور نافرمانی کرے۔

(فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝) تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔

ای فی النار او فی جهنم۔ یعنی جہنم کی آگ میں یا جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور خالدین کا لفظ معنی کے لحاظ سے جمع فرمایا گیا ہے یعنی جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔

حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ — یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ دیا جاتا ہے تو اب جان جائیں گے کہ کس کا مددگار

کمزور اور کس کی گنتی کم
نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝ جو وعدہ دیا جاتا ہے۔ دیکھیں گے

(حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ) یہاں تک کہ جب دیکھیں گے اور حَتّٰی اگر یہاں بطور حرف جار نہ ہو
"حَتّٰی" ابتدائیہ کے ساتھ جملہ شرطیہ مقدرنہ ہے اور حتی کا لفظ کفار کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ہو غایت کے معنی میں ہے محذوف کی غایت کے لیے حتی کفار کے استقلال اور ان کی گنتی کے مقابلے میں
کے جن والنس میں سے انصار (مددگاروں) اور ان کے کہ کفار جن وانس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ضعیف
کمزوری پر دلالت کر رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کفار جن وانس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ضعیف
سمجھ کر نافرمانی کرتے تھے جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے گویا کہ فرمایا جا رہا ہے لایزالون
یستضعفون ویستھزؤن حتی اذا راوا مایوعدون من فنون فی الآخرۃ تبین لھم
ان المستضعف من ھو۔ یہ کفار نہیں ٹلیں گے کمزور سمجھتے رہیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ
وسلم پر پھبتیاں کسے گے (مذاق اڑائیں گے) یہاں تک کہ آخرت میں مختلف عذاب جن کا وعدہ
دیتے گئے ہیں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ان پر کھل جائے گا کہ درحقیقت کمزور کون
ہے۔ "مَا یُوْعَدُوْنَ" سے مراد یا تو یوم بدر کی شکست قتل و ذلت ہے یا مراد قیامت
اور عذاب اُخروی ہے۔

(فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝) تو اب جان جائیں
گے کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی گنتی کم۔

ای حین وقع العذاب یعنی جب ان پر عذاب واقع ہوگا تو انہیں معلوم ہوگا کہ مددگاروں
یا تعداد کے اعتبار سے کون ضعیف و بے بس، عاجز و لاچار ہے۔ روز حشر مومنوں کا مددگار، اللہ
اس کے رسول اور فرشتے ہوں گے اور مومن خود بھی ہوں گے مومنوں کے مددگار و غمگسار ہوں
گے اور کفار بے کس و پریشان ہوں گے اور اُن کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور انہیں اپنی نفری و
عددی قوت کا علم و اندازہ بھی ہو جائے گا۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ۝

تم فرماؤ میں نہیں جانتا آیا نزدیک ہے وہ جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب اُسے کچھ وقفہ دے گا۔

(قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ) تم فرماؤ میں نہیں جانتا
ای ما ادری یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمائیں مجھے معلوم نہیں۔

(أَقَرِيبٌ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ [illegible]) [illegible]
کیا قریب ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب اسے کچھ وقفہ دے گا
اس میں کفار کے اس قول کا رد ہے جو انہوں نے [illegible]
ہے جو کہ انہوں نے بطور انکار و تمسخر کہا تھا "متی [illegible]
(جس عذاب کا وعدہ دیا گیا ہے کب واقع ہوگا) اور مقاتل نے کہا [illegible]
بن حارث نے ایسا کہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] فرمایا [illegible]
(إنما قصده فما أدري متى يكون [illegible])
اس کا وقت مقررہ تو مجھے معلوم نہیں کہ وہ کب ہوگا۔ [illegible]
کے مقابلہ میں بطور قرینہ ہے مطلب یہ ہے کہ انتہائی اور مقررہ [illegible] اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے تاکہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دیئے اور جو کچھ ان کے پاس ہے سب اس کے علم میں ہے اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔

(عٰلِمُ الْغَيْبِ) غیب کا جاننے والا

ای ھو سبحانه، عالم الغيب یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ ہی غیب کا جاننے والا ہے یہاں غیب سے مراد وقت عذاب کا علم ہے جیسا کہ سیاق کلام سے واضح ہے اور عذاب کا وقت متعین غیب ہے جس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ ایک قول ہے کہ علم الغیب "یجعل له ربی امدا" ربی کی صفت ہے جس کا معنی ہے وہی دانائے غیوب ہے۔

(فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝) تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔

المراد لغيبه جميع غيبه۔ غیبہ سے مراد سارے امور غیب ہیں۔ لان الغیب

كالماء يقع على القليل والكثير بلفظ واحد ولا يضر فى ذلك جمعه على غيوب كما لا يضر فيه جمع الماء على مياه۔ کیونکہ لفظ غیب لفظ "ماء" پانی کی طرح ہے جو قلیل وکثیر دونوں مقداروں پر بطور واحد لفظ کے بولا جاتا ہے اور اس میں اس کی جمع یعنی غیوب اس کو مضر نہیں اسی طرح جس طرح ماء کی جمع میاہ لفظ ماء کو مضر نہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اضافت (غیبہ میں) عہدی ہو اور معہود غیب المستغرق (غیب خاص) ہو یا پھر اختصاص کے لیے ہو ان الغیب المختص بہ تعالیٰ بمعنی المختص علمہ سبحانہ بہ۔ کیونکہ غیب کا اختصاص حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ہے جس کا مطلب غیب کا علم حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے تو مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر کسی مخلوق کو کاملاً مطلع نہیں فرماتا کیونکہ وہ خود ہی اس کے ساتھ منفرد ہے۔

(اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ) سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اِلَّا استثنائیہ ہے جس کا تعلق "فلا یظہر علی غیبہ احداً" سے ہے یعنی یہ اس سے مستثنیٰ ہے ای لکن الرسول المرتضی یظہرہ جل وعلی بعض الغیوب المتعلقہ برسالتہ۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے بعض غیوب پر ہر رسول مرتضیٰ (پسندیدہ رسولوں میں ہے) کو مسلط فرماتا ہے جن کا تعلق اس کی رسالت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اللہ انہیں اطلاع کامل اور کمال درجہ یقین کے ساتھ حقائق کا مکمل کشف عطا فرماتا ہے تاکہ یہ علم ان کا معجزہ ہو اور وہ اطاعت گزاروں کو جو قطعی خوشخبری دیں اور یونہی کفار ومعاندین کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں۔ اور اگر امور غیبیہ کا تعلق کیفیات اعمال، ارکان واحکام شریعت وغیرہ سے ہو تو ان امور کا بیان واظہار وظائف رسالت سے ہے اور پچھلی آیت میں علم غیب سے مراد وہ علم ہے جو قطعی اور یقینی ہو اور جو شیطانی مداخلت سے بالکلیہ منزہ ہو علم غیب کا عطاء ہونا اس آیت سے قطعی ثابت ہے۔ اور رسولوں کی طفیل سے اولیاء کو کچھ حصہ ملتا ہے۔

(فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝) کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے۔

ای یسلک من جمیع جوانبہ عند اطلاعہ علی ذلک حرسا من الملائکۃ علیہم السلام یحرسونہ من تعرض الشیاطین لما ارید اطلاعہ علیہ اختطافاً او تخلیطاً۔

یعنی امور غیبیہ کی اطلاع کے وقت اللہ تعالیٰ رسول کے لیے تمام اطراف سے ...

جو اس کے لیے حضرات ملائکہ علیہم السلام کو مقرر فرما دیتا ہے جو اس امر کی نگرانی فرماتے ہیں کہ شیطان
اس اطلاع الٰہی سے تعرض نہ کرے اور اس میں دخل اندازی یا کمی بیشی وغیرہ نہ کرے بمقاتل کا قول ہے
کہ اگر شیطان دخل اندازی کی جسارت کرتا تو یہ نگہبان فرشتے اسے مار بھگاتے ہیں اور رسول کو آگاہ فرماتے
ہیں اور فرمایا لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ (سورہ حم السجدہ)
میں اسی طرف اشارہ ہے۔

(لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ) تاکہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب
کے پیام پہنچا دیئے۔

(ای الغیوب المظہر علیہا کما ہی من غیر اختطاف ولا تخلیط یعنی یہ بات
ظاہر ہو جائے کہ وہ غیوب جو رسول پر ظاہر کئے گئے تھے بدوں خلط ملط کئے یا بغیر کمی بیشی کے یعنی
بحفاظت تمام من وعن پہنچا دیئے اگر یعلم کا فاعل رسول کو مانا جائے تو اس تقدیر پر مفہوم یہ
ہوگا کہ رسول کو واضح ہو جائے کہ اس نے پیام الٰہی بحفاظت پہنچا دیا اور یونہی اگر ابلغوا کا
فاعل ملائکہ ہیں تو یہ مطلب ہوگا کہ ملائکہ مبلغ (ظاہر ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اور ان کے ساتھ محافظ
فرشتے مراد ہیں) نے اللہ کا پیغام رسول تک من وعن پہنچا دیا اور شیطان نہ ہی دخل اندازی اور
نہ ہی کسی قسم کا تعرض کر سکا۔

(وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ ۝) اور جو کچھ ان کے پاس سب
(ای بما عند الرصد یعنی اس کے ساتھ جو پہرے کے وقت
(وَأَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ) اور شمار کر رکھی ہے ہر چیز
(ای مما کان ومما سیکون یعنی اور اس میں سے جو ہو چکا تھا اور اس میں سے جو ہونے
والا ہوگا۔

(عَدَدًا) گنتی ای فردا فردا یعنی ہر ایک چیز کا الگ الگ
واضح مفہوم یہ ہے کہ جو علم انبیاء و رسل کو عطا فرمایا گیا وہ اللہ پر پوشیدہ نہیں ہے اور اللہ کا
علم سب کو محیط ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی شئے کی گنتی سے ہو۔ اس سے روشن ہو گیا کہ تمام
اشیاء گنی ہوئی ہیں اور محصور اور متناہی ہیں اور علم الٰہی ما متناہی ہے اور تمام اشیاء کو عددی اور ہر لحاظ
سے محیط ہے یہاں تک کہ درختوں کے پتے اور قطرات ابر کی تعداد بھی اللہ کو معلوم ہے۔
سبحٰن اللہ المحصی وسبحان اللہ العلیم۔
الحمد للہ آج ۴ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ تفسیر سورۂ جن مکمل ہوئی

سورۃ مزمل مکیہ

اس سورۃ میں دو رکوع بیس آیات . دو سو پچاسی کلمے اور آٹھ سو اڑتیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ مزمل پ ۲۹

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝
اے جھرمٹ مارنے والے

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝
رات میں قیام فرماؤ سوا کچھ رات کے۔

نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝
آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرو۔

اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝
یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝
بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالینگے

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۝
بیشک رات کا اٹھنا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝
بیشک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں۔

وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝
اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝
وہ مشرق کا رب اور مغرب کا رب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ

وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ اهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝
اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

وَ ذَرْنِيْ وَ الْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝
اور مجھ پر چھوڑ دو ان جھٹلانے والے مالداروں کو اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔

اِنَّ لَدَيْنَاۤ اَنْكَالًا وَّ جَحِيْمًا ۝
بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ۔

وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا ٭	اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب
یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِیْبًا مَّهِیْلًا ٭	جس دن تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ اور پہاڑ ہو جائیں گے ریتے کا ٹیلہ بہتا ہوا۔
اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا ﳔ شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ٭	بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر و ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے۔
فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِیْلًا ٭	تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔
فَكَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبَا ٭	پھر کیسے بچوگے اگر کفر کرو اس دن جو بچوں کو بوڑھا کردے گا۔
السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ٭	آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائے گا اللہ کا وعدہ ہو کر رہنا ہے۔
اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ٭	بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ مزمل پ ۲۹

یایھا۔ اے	المزمل۔ کمبل اوڑھنے والے	قم۔ کھڑے ہوا کرو	اللیل۔ رات کو
الا۔ مگر	قلیلا۔ تھوڑی	نصفہ۔ آدھی رات	او۔ یا
انقص۔ کم کرلو	منہ۔ اس سے	قلیلا۔ تھوڑا سا	او۔ یا
زد۔ زیادہ کرو	علیہ۔ اس پر	و۔ اور	رتل۔ ٹھہر ٹھہر کر
القرآن۔ قرآن پڑھو	ترتیلا۔ آہستہ آہستہ	انا۔ بیشک ہم	سنلقی۔ جلدی ڈالیں گے
علیک۔ تجھ پر	قولا۔ بات	ثقیلا۔ بھاری	ان۔ بیشک
ناشئۃ۔ جاگنا	اللیل۔ رات کا	ھی۔ وہ	اشد۔ بہت سخت ہے
وطا۔ دباؤ میں	و۔ اور	اقوم۔ بہت سیدھا ہے	قیلا۔ بات میں

ان ۔ بیشک
سبحا ۔ کام ہیں
اسم ۔ نام
الیہ ۔ اسکی طرف
و ۔ اور
الا ۔ مگر
وکیلا ۔ کارساز
ما ۔ اس کے جو
ھم ۔ ان کو
ذر ۔ چھوڑ
اولی النعمۃ ۔ دولتمندوں کو
قلیلا ۔ تھوڑی
و ۔ اور
ذا غصۃ ۔ گلے میں اٹک جانے والا
الیما ۔ دردناک
و ۔ اور
الجبال ۔ پہاڑ
ارسلنا ۔ بھیجا
علیکم ۔ تم پر
فرعون ۔ فرعون کی
الرسول ۔ رسول کی
فکیف ۔ تو کیسے
یوما ۔ اس دن کو
السماء ۔ آسمان
وعدہ ۔ وعدہ

لک ۔ تیرے لیے
طویلا ۔ بہت زیادہ
ربک ۔ اپنے رب کا
تبتیلا ۔ الگ ہونا
المغرب ۔ مغرب کا
ھو ۔ وہی
و ۔ اور
یقولون ۔ کہتے ہیں
ھجرا ۔ چھوڑنا
نی ۔ مجھ کو
ان ۔ بیشک
جحیما ۔ بھڑکتی آگ
یوم ۔ جس دن
الجبال ۔ پہاڑ
کثیبا ۔ ٹیلے
الیکم ۔ تمہاری طرف
کما ۔ جیسے
رسولا ۔ رسول
فاخذنہ ۔ تو پکڑا ہم نے اسکو اخذا ۔ پکڑنا
تتقون ۔ بچوگے تم
یجعل ۔ بنا دیگا
منفطر ۔ پھٹنے والا ہے
ہ ۔ اس کا

فی ۔ بیچ
و ۔ اور
و ۔ اور
رب ۔ وہ رب ہے
لا ۔ نہیں کوئی
فاتخذہ ۔ تو پکڑ
اصبر ۔ صبر کر
و ۔ اور
جمیلا ۔ اچھا
و ۔ اور
و ۔ اور
لدینا ۔ ہمارے پاس
و ۔ اور
و ۔ اور
ترجف ۔ کانپے گی
و ۔ اور
مھیلا ۔ ریت کے سے
رسولا ۔ رسول
ارسلنا ۔ بھیجا ہم نے
فعصی ۔ تو نافرمانی کی
ان ۔ اگر
الولدان ۔ بچوں کو
بہ ۔ اس سے
مفعولا ۔ پورا ہونے والا

النہار ۔ دن کے
اذکر ۔ یاد کر
تبتل ۔ الگ ہوجا
المشرق ۔ مشرق کا
الہ ۔ معبود
ہ ۔ اسی کو
علی ۔ اوپر
اھجر ۔ چھوڑ
و ۔ اور
المکذبین ۔ جھٹلانے والے
مھلھم ۔ مہلت دے انکو
انکالا ۔ بیڑیاں سی ہیں
طعاما ۔ کھانا
عذابا ۔ عذاب
الارض ۔ زمین
کانت ۔ ہوجائیں گے
انا ۔ بیشک ہم نے
شاھدا ۔ جو گواہ ہے
الی ۔ طرف
فرعون ۔ فرعون نے
وبیلا ۔ بڑا سخت
کفرتم ۔ تم کفر کرو
شیبا ۔ بوڑھا
کان ۔ ہے
ان ۔ بیشک

هٰذِهٖ۔ یہ تَذْكِرَةٌ۔ نصیحت ہے فَمَنْ۔ تو جو شَاءَ۔ چاہے
اتَّخَذَ۔ پکڑے اِلٰی طرف رَبِّهٖ۔ اپنے رب کی سَبِیْلًا۔ رستہ

سُورۃ المزمل

سورت المزمل ساری کی ساری مکیہ ہے حسن، عکرمہ، عطاء اور جابر رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے البتہ عبد اللہ ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے جیسا کہ ماوردی نے نقل کیا ہے کہ سوائے دو آیتوں۔ واصبر علی مایقولون الخ ان ربك یعلم الخ کے باقی سورہ مبارکہ بالکلیہ مکی ہے تاہم جمہور کا قول یہی ہے کہ یہ آیات بھی مکی ہیں اور یونہی ساری سورہ مبارکہ مکی ہے۔ حاکم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ یہ سورت مبارکہ صدر السور (العلق) کے نزول کے بعد نازل ہوئی اور اس وقت نماز پنجگانہ کی فرضیت سے پہلے قیام اللیل فرض تھا اور یہ زمانہ اول الاسلام کا تھا۔ اس سورۃ مبارکہ کے دو رکوع اور بیس ۲۰ آیات ہیں سورۃ جن کا اختتام رسولوں کے ذکر پر ہوا تھا اور اس سورۃ مبارکہ کا آغاز وافتتاح خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک سے ہوا ہے اور دونوں سورتوں کے درمیان وجہ مناسبت یہی ہے اور "تناسق الدرر" میں ہے کہ سورۃ جن سے اتصال کی بات یہ ہے کہ اس کا آغاز قم اللیل سے ہوا ہے اور سورۃ جن کے آخر میں واقع ہوا تھا لما قام عبد اللہ یدعوہ اور یہ کہ ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا۔ اور ان آیات میں مناسبت واضح ہے۔ مساجد سے مراد اعضاء سجدہ ہیں اور غیر اللہ کے لیے سجدہ عبادت شرک ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کے لیے یا دعوت توحید کے لیے وادیٔ نخلہ میں وقت فجر کھڑے ہوئے تھے تو سماع قرآن کے شوق میں جنات آپ کے پاس اکٹھے ہو کر ہجوم کر آئے تو سورۃ المزمل میں اسی حوالے سے قیام اللیل اور تلاوت کلام کریم کے حکم سے آغاز فرمایا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ عبدیت کے درجہ کمال پر فائز و ترقی فرمائیں۔

مختصر تفسیر اُردو سورۃ مزمل رکوع اول پ ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّیْلَ

اے جھرمٹ مارنے والے رات میں قیام

إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ کو سوا کچھ رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دو یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

(يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝) اے جھرمٹ مارنے والے

ای المتزمل من تزمل بثیابه اذا تلفف بها فادغم التاء فی الزای وقد قرأ ابی علی الاصل وعکرمة المزمل بتخفیف الزای وکسر المیم ای المزمل جسمه ونفسه وبعض السلف المزمل بالتخفیف وفتح المیم اسم مفعول یعنی المتزمل۔ جو اپنے کپڑوں میں لپیٹ جائے یا کپڑے لپیٹ کر ان میں خود کو ڈھانپ لے تَزَمَّلَ کی تاء کو زاء میں مدغم کر دیا گیا اور ابی کی قرأت اصل پر ہے ای اَلْمُتَزَمِّلُ۔ اور عکرمہ نے زاء کی تخفیف اور میم کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اَلْمُزَمِّلُ اپنے جسم یا اپنے نفس کو ڈھانپنے والا اور بعض علماء سلف نے زاء کی تخفیف اور میم کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اَلْمُزَمَّلُ جو اسم مفعول ہے کپڑوں میں لپٹا ہوا۔ اور قرأتوں کے اختلاف سے اس امر کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کریمہ کو کپڑوں سے ڈھانپتے تھے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے البتہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال و عادات کو اللہ کریم کی طرف سے (اس حوالے سے) دیکھیں تو بلاشبہ آپ کو آپ کے غیر نے اوڑھایا اور اس امر کی کوئی ضرورت نہیں رہتی کہ کہا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنے نفس کریمہ کو ڈھانپا پھر سو گئے تو آپ کو کسی اور نے اوڑھایا یا پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے اوڑھایا پھر جو اوڑھایا گیا وہ آپ سے ساقط ہوا (الگ ہو گیا) تو پھر آپ نے اپنے نفس کریمہ کو ڈھانپ لیا۔ اور جمہور علماء کا فرمانا ہے کہ جب غار حراء میں آپ پر فرشتہ وحی لے کر نازل ہوا تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو ارشاد فرمایا زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي مجھے کمبل اوڑھا دو مجھے (کمبل) اوڑھا دو تو سورۃ المدثر اور اسی کے اثر پر سورۃ المزمل نازل ہوئی۔ بزاز نے اور طبرانی نے اوسط میں اور ابو نعیم نے دلائل میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے کہا اس شخص (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کا کوئی نام خاص نام رکھ دو کہ لوگ ان سے پھر جائیں تو انہوں نے کہا "کاہن" کہو تو وہ خود ہی بولے کہ وہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) ہرگز کاہن نہیں تو بولے مجنون کہو پھر بولے وہ ہرگز مجنون بھی نہیں بولے ساحر کہو پھر کہنے لگے

وہ ہرگز ساحر نہیں وہ والے کہ وہ درست اور اس کے دوست کے درمیان تفرقہ ڈال دیتے ہیں تو اس پر مشرکین تتر بتر ہو کر متفرق ہو گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ اپنے کپڑے اوڑھ کر لیٹ گئے تو آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا ایھا المزمل یا ایھا المدثر کہہ کر ندا کی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں ندا کرنا انسیت والفت کے لیے تھا جیسا کہ ایسے موقعوں پر اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ بطور ملاطفت کے مخاطب کو اس صفت وکیفیت کے ساتھ خطاب کرتے ہیں جس پر وہ ہوتا ہے اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا تھا جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے خفا ہو کر اس حالت میں سو گئے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو خاک آلود تھے قم ابا تراب اے ابوتراب (مٹی کے باپ) اٹھو اس سے واضح ہے محبوبوں کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے اور یا ایھا المزمل کے خطاب سے شان محبوبیت واضح ہے۔ آدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے اپنے کپڑوں میں لپٹے ہوئے مستعد ہو کر تیار ہوئے تو آپ کو ندا فرمائی گئی یا ایھا المزمل جس کے معنی ہیں کہ اے عبادت کے لیے مستعد ہونے والے، عکرمہ کا قول ہے کہ یا ایھا المزمل کا معنی ہے یا ایھا المزمل للنبوۃ واعبائھا یعنی اے عبائے نبوت اور ردائے رسالت کے حامل والا کپڑ۔

(قُمِ الَّيْلَ) رات میں قیام فرماؤ۔

ای قم الی الصلوۃ وقیل داوم علیھا یعنی نماز کے لیے کھڑے ہوں اور یہ بھی کہا گیا کہ نماز پر مداومت (ہیشگی) فرمائیے اور ایک قول ہے القیام مستعار للصلوۃ ومعنی قم صل قیام نماز سے استعارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ نماز کے لیے کھڑے ہوں اللیل ظرف اسم زمان ہے اور حرف جار محذوف ہے جس کا مطلب ہے ساری رات۔

(اِلَّا قَلِیْلًا ۙ) سوائے کچھ رات کے

استثناء من اللیل: رات سے استثناء ہے یعنی رات کا کچھ حصہ لیکن تعین نہیں ہے کہ رات کا کتنا حصہ۔

(نِّصْفَهٗۤ) آدھی رات

یہ اللیل سے بدل ہے اور اللیل قلیلاً سے مستثنیٰ ہے تو گویا بدل کل ہے اور جز دلیل مادہ ہے وہ باقی جز وہ اسی طرح آدھی رات ہے اس لیے بدل کل ہو گیا کیونکہ مستثنیٰ کے بعد جو حصہ

باقی رات ہے وہ حکم متعلق ہے لہٰذا اسی جزء سے نصفہ بدل ہے تو معنی یہ ہوں گے رات کے بعض حصہ میں نماز پڑھو یا آدھی رات نماز پڑھو اور بعض علماء نے فرمایا نصفہ قلیلاً کا بدل ہے اور مستثنیٰ ہے تو گویا اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ قیام کے حکم سے آدھی رات مستثنیٰ ہے۔

(اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۞) یا اس سے کچھ کم کرو

عطف على الامر السابق والضمير المجرور لليل الفيا مقيدا بالاستثناء یعنی جو امر گزرا اس پر عطف ہے یعنی قُم پر اور مجرور کی ضمیر بھی (منہ) "لیل" کے لیے جو استثناء کے ساتھ مقید ہے۔ یعنی وہ نصف جو مستثنیٰ کے بعد ہے اس میں سے کچھ اور کم کر لو ای نقصا قليلا او مقدار نید بحیث لا ینحط من نصف النصف یعنی تھوڑا سا گھٹا لو یا اس قدر کم کرو کہ نصف النصف سے کم نہ ہو یعنی چوتھائی حصہ سے کسی قدر زیادہ قیام کرو۔

(اَوْ زِدْ عَلَيْهِ) یا اس پر کچھ بڑھاؤ

تخييره صلى الله عليه وسلم بين ان يقوم نصف الليل او اقل من النصف او اكثر منه یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار فرمایا گیا ہے کہ چاہے وہ آدھی رات قیام فرمائیں یا آدھی رات سے کم قیام فرمائیں یا آدھی رات سے کچھ بڑھائیں۔ اس قیام سے مراد تہجد ہے امت میں امر وجوب کا مقتضی ہے اور اس سے واضح ہے کہ ابتدائے اسلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر قیام اللیل (تہجد) واجب تھا اور بعض علماء نے امر سے فرضیت مراد لیا ہے تو ان کے قول کے رُو سے یہ قیام شب فرض تھا۔ اسی سورہ میں فاقرءوا ما تيسر منه نازل ہوا تو یہ قیام اللیل کا حکم منسوخ ہو گیا یعنی فرضیت و وجوب کا حکم نہ رہا اور قیام شب سنّت رہ گیا بغوی سے منقول ہے کہ صحابہ ساری رات قیام فرماتے تھے اس لیے کہ کہیں مقدار واجب فوت نہ ہو جائے اور ان پر یہ امر بہت ہی شاق تھا یہاں تک تخفیف کا حکم (فاقرءوا) نازل ہوا ابوداؤد اور حاکم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابتدائے سورہ میں قیام شب فرض تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب ایک سال تک ساری ساری رات قیام فرماتے رہے یہاں تک کہ پائے مبارک متورم ہو گئے پھر تخفیف نازل ہوئی تو قیام شب نفل رہ گیا۔ مقاتل کا قول ہے کہ یہ فرضیت قیام شب پنجگانہ نمازوں کی فرضیت سے قبل تھی اور نمازوں کی فرضیت سے منسوخ ہو گئی۔ بعض علماء نے فرمایا قیام شب کی فرضیت ذاتِ رسول کے لیے تھی اور امت پر فرض نہ تھی جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے "وطائفة من الذين معك" اس میں من تبعیضیہ ہے جو واضح کر رہا ہے کہ

فرضیت سب کے لیے نہ تھی۔ فرضیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھی البتہ تخفیف امت کے ضعف کے پیش نظر فرمائی گئی کہ اتباع سنت میں یہ امر ان کے حق میں نفل ہو جائے اور برکات قیام شب سے محروم نہ ہوں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی ہی دین کی اصل ہے۔

(وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ٥) اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو

ای فی اثناء ما ذکر من القیام ای اقراء علی تؤدۃ و تمھل و تبیین حروف

یعنی تمام شب کے دوران جس کا ذکر گزرا۔ قرآن حکیم کی تلاوت کرو یعنی صحیح ادائیگی کے ساتھ اور آہستہ آہستہ (تیز نہیں بلکہ ٹھہر ٹھہر کر) اور حروف کی وضاحت کے ساتھ یعنی حرف اپنے مخرج سے جہاں تک ممکن ہے صحیح ادا ہو اور سننے والے کو سین صاد قاف کاف عین اور ہمزہ میں فرق معلوم ہو۔ قاموس میں ہے کہ ترتیل کے معنی ہیں الفاظ کا زبان سے آسانی اور صحت کے ساتھ نکالنا۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ حروف کو کھول کر پڑھتے اور ہر حرف علیحدہ علیحدہ پڑھتے کہ سمجھ میں آتے تھے اور وقوف کی رعایت فرماتے۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کو اچھی آواز سے پڑھو (لغنی کی صورت ہرگز نہیں) اور اس کے مضامین پر غور کرو تاکہ تمہیں بھلائی حاصل ہو اور قرأت میں جلدی جلدی نہ کرو۔

مجاہد کا قول ہے کہ ترتیل کے معنی ہیں ایسی قرأت جس میں ارسال ہو اور صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کھینچ کر تھی پھر آپ نے بسم اللہ الرحمٰن کی قرأت کی اور اللہ اور الرحمٰن اور الرحیم کے الفاظ کھینچ کر ادا کیے۔

ایک قول ہے کہ ترتیل کے معنی ہیں قرآن میں غور کرنا اور سمجھ کر پڑھنا اور معانی پر نظر رکھنا اور اس کے عجائب پر ٹھہرنا۔

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ٥ بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

(اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ) بے شک جلد ہم تم پر ڈالیں گے۔

ای سنوحی الیک یعنی ہم جلد ہی آپ کی طرف وحی فرمائیں گے۔

(قَوْلًا ثَقِیْلًا ٥) بھاری بات۔

وھو القرآن العظیم فانہ لما من التکالیف الشاقۃ ثقیل علی المکلفین سیما علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فانہ علیہ الصلوۃ والسلام مامور

[illegible] تحمید و تحمیدها ملامة ۔ اور قول ثقیل سے مراد قرآن عظیم ہے تو یہ شیء [illegible]
ہے اس [illegible] اوامر و نواہی ہیں جو اتباع و عمل کرنے والوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بوجھل
گزرتے ہوں گے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان امور کے ذمہ دار ہیں اور امت سے [illegible]
ہوتی ہیں۔ ایک قول ہے قول ثقیل سے مراد تہجد کا حکم ہے جو بندے کے نفس پر بہت شاق و
بوجھل ہے اس قول کی رو سے یہ آیت پچھلی آیت کے ضمن میں ہے [illegible] ہونے والی ہے۔
یہ درقمی کا قول ہے ثقیلہ علی تکفر و المنافقین باعجازہ و وعیدہ [illegible]
[illegible] اعجاز اور وعیدوں کے ساتھ گراں اور بوجھل ہے اور ایک قول ہے ثقیل
[illegible] قول ثقیل سے مراد یہ ہے کہ قرآن میزان میں بھی بھاری ہوگا [illegible] بات [illegible]
[illegible] بھی گئی ہے۔ ایک قول ہے یثقل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ صلی
اللہ علیہ وسلم پر بوجھل گزرتا ہے۔ بخاری میں کیفیت وحی کے بارے میں حدیث مذکور ہے کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کصلصلة الجرس اور پھر فرمایا اشد علی [illegible] بہت
[illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی وھو علی ناقته وضعت جرانها
[illegible] تحرک حتی یسری عنه۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ مبارکہ پر [illegible]
ہوتے [illegible] نیچے بیٹھ جاتی اور اس وقت تک حرکت نہ کرتی [illegible]
[illegible] وحی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک جھکا لیتے [illegible] سردی کے موسم
[illegible] سے پسینہ مبارک کے قطرے ٹپکنے لگتے۔ بعض علماء نے کہا "انه ثقیل علی
[illegible] قرآن حکیم غور و تدبر اور فکر و نظر کرنے والوں کے لیے ثقیل ہے۔

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝ بے شک رات کا اٹھنا زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ بے شک رات کا اٹھنا

[illegible] النفس التی تنشأ من مضجعها الی العبادة۔

یعنی [illegible] وہ نفس جو عبادت و بندگی کے لیے خوابگاہ سے اٹھتا ہے۔ یا اس سے سونے کے
[illegible] خواہش کے باوصف رات کو نماز و عبادت کے لیے اٹھنا۔ [illegible] نے
[illegible] حبشی لغت ہے جسے عربی بنایا گیا ہے ای القائمة جس کے معنی
[illegible] عکرمہ کا قول ہے رات کے پہلے حصہ میں قیام کرنا ناشئہ ہے۔

ابن زید کا قول ہے جسے ابو حبان نے روایت کیا رات کے جس حصے میں قیام کیا جائے وہی ناشئۃ اللیل ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ناشئۃ اللیل اور تہجد ایک ہی بات ہے۔ علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ناشئۃ سے مراد مغرب و عشاء کے درمیان کی نماز ہے۔ حسن کا قول ہے کہ عشاء کے بعد ہر نماز ناشئۃ ہے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ ساری رات ناشئۃ ہے۔ بعض علماء نے فرمایا پچھلی رات کا قیام مراد ہے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مامور تھے۔

(هِيَ اَشَدُّ وَطْأً) وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے۔

ای اشد موافقۃ لما یراد من الاخلاص یعنی جب اخلاص کے ساتھ ارادہ ہو تو بہت ہی زیادہ موافقت کرنے والا۔ وَطْأً کے معنی ہیں روندنا رات کا قیام نفس کے غرور کو روندڈالتا ہے اور نفسانی غلبہ کمزور ہو جاتا ہے۔ وِطَاءً بھی پڑھا گیا ہے مجاہد اور ابن زبیر سے یہی منقول ہے اس کے معنی ہیں موافقت ای هی خاصۃ دون ناشئۃ النهار اشد مواطأۃ یواطئ قلبها لسانها۔ یعنی دن کی نسبت رات کا قیام قلب و زبان کی خوب موافقت کرتا ہے وَطْأً کے معنی بوجھ، بار، دباؤ کے بھی ہیں جمہور کی قرأت یہی ہے یعنی رات کی نماز دن کی نماز کی نسبت زیادہ دباؤ ڈالنے والی ہے جب بندہ بوجھل اور بھاری عبادات کا خوگر ہو جاتا ہے تو پھر اس کا نفس متاثر ہوتا ہے اور اس کے لیے باقی کام جن کی تکلیف دی گئی ہے اس پر سہل ہو جاتے ہیں حسن اور قتادہ کا قول ہے وَطْأً کا معنی ہے امر خیر اور طاعت میں خوب چست بنانے والا یا جما دینے والا۔

(وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝) اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

ای واسو مقالا او أثبت قرأۃ لحضور القلب وهدو الاصوات۔

یعنی الفاظ کی ادائیگی خوب ہوتی ہے قرأت حضور قلب کے لیے جانی ہے اور آوازیں ہدایت پاتی ہیں یعنی بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے رات کو شور و شغف نہیں ہوتا اور یہ وقت سکون کا ہوتا ہے لہذا اخلاص کامل حاصل ہوتا ہے اور ریا، کا خطرہ نہیں ہوتا۔

(اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝) بے شک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں۔

ای تقلبا و تصرفا فی مهماتك واشتغالا بشواغلك فلا تستطيع أن تتفر

عبادۃ فعلیک بھا فی اللیل واصل السبح المر السریع فی الماء فاستعیر الذھاب مطلقا۔ یعنی آپ کو دن کے وقت مختلف کاموں میں مشغولیت ہوتی ہے اور ہم دینی امور کی تبلیغ وغیرہ کے لیے ادھر ادھر جانا پڑتا ہے تو آپ سے نہ ہو سکے گا کہ عبادت الٰہی کے لیے فراغت مل سکے تو اس امر کو آپ رات کے وقت پورا کرلیں۔ اور اَلسَّبح کا معنی ہے پانی میں تیز چلنا (تیرنا) اور اس سے استعارۃً الذھاب (بارش) مراد لیا جاتا ہے۔ وقیل ای ان لک فی النھار فراغا وسعۃ لنومک وتصرفک فی حوائجک اور ایک قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دن میں وسعت فراغت (گنجائش) ہے کہ آپ سو سکیں اور اپنے دیگر امور وضروریات بھی پوری کرسکیں۔ وقیل ان فاتک من اللیل شئ فلک فی النھار فراغ تقدر علی تدارکہ فیہ فالسبح الفراغ اور ایک قول ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی عبادات میں سے کچھ رہ جائے (پوری نہ ہو سکے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دن میں فراغت (گنجائش ہے) کہ آپ اس کا تدارک (تکمیل) کر سکتے ہیں تو السَّبح سے مراد فراغت ہے اور لغت میں ان معنوں میں بھی مستعمل ہے لیکن پہلی بات زیادہ موافق ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے الگ ہو کر اُسی کے ہو رہو۔

(وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ) اور اپنے رب کا نام یاد کرو۔

ای ودم علی ذکرہ تعالیٰ لیلا ونھارا یعنی دن اور رات اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت کرو علی ای وجہ کان من تسبیح وتھلیل وتحمید وصلاۃ وقراۃ قرآن وغیر ذلک اور ذکرِ الٰہی سے مُراد یہ ہے کہ دن اور رات کے تمام اوقات میں تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور تہلیل (لا الٰہ الا اللہ کا ذکر) اور تحمید (الحمد للہ کہنا یا رب کریم کی ثناء وتعریف) اور نماز و تلاوت قرآن اور جو اس کے علاوہ ہے یعنی تعلیم و تدریس و تزکیہ سے بجا لاؤ۔ بعض کا قول ہے کہ تلاوت قرآن حکیم کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرو۔ یہ جملہ قم اللیل پر عطف ہے اور معنی کے لحاظ سے مغائرت کو متلازم ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ ہمہ وقت ذکر رب میں مشغول رہو اور آپ کا دل ہر لحظہ ہماری طرف ذاکر ہو۔ اور بعض نے کہا دوام عرفی مُراد ہے یعنی اپنی ہمت وقوت کے مطابق ذکر کی کثرت کرو۔

(وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝) اور سب سے الگ ہو کر اُسی کے ہو رہو۔

ای و انقطع الیہ تعالیٰ بالعبادۃ وجردہ نفسلہ عما سواہ عزوجل شانہٗ و استغرق فی مراقبتہ سبحانہٗ وکان ھٰذا امر بما یتعلق بالباطن بعد الامر بما یتعلق بالظاھر۔ یعنی سب سے کٹ کر حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہو جاؤ اور اپنے نفس کریم کو اللہ عزوجل شانہٗ کیلئے مجرد رکھو اور اس کے علاوہ کسی اور طرف مشغول نہ ہو اور اسی کے لیے مراقبہ میں مستغرق ہو جاؤ (ڈوب جاؤ) اور اس حکم تعلق اس حکم کے بعد جس کا تعلق ظاہر سے ہے باطن سے ہے یعنی دل کی حالت یہ ہو۔ بتتیلا کا معنی ہے تعلق توڑ دینا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بندوں سے ملاقات ترک کر دو یا ان کے حقوق سے کنارہ کش ہو جاؤ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے لیے اخلاص کامل رکھو اور تمھاری زبان دل کے حال کی موافقت کرے اور تم محسوس تعلقات اور امور دنیوی سے دل کی وابستگی نہ رکھو۔ صوفیاء یہی کہتے ہیں ہاتھ کار کی طرف اور دل یار کی طرف۔ کاروبار دنیا حالت تجلی پر اثر انداز نہ ہو۔ اور مخلوق سے ایسے انقطاع کی غرض و غائت اور مقصود وصال الٰہی ہے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ — وہ مشرق کا رب اور مغرب کا رب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

(رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ) وہ پورب کا رب اور پچھم کا رب ابن عامر، ابوبکر، اور یعقوب نے رَبِّ کو رَبُّ (زیر کے ساتھ) پڑھا ہے تو یہ رَبِّكَ (واذکر اسم ربک) سے بدل ہوگا اور اضمار پر حرف قسم ہوگا اور جواب قسم لا الہ الا ھو ہوگا۔ اور اس میں حرف قسم محذوف ہے۔ اگر رَبُّ کو رَبَّ پڑھا جائے اور یہ قرأت زید بن علی سے منقول ہے تو یہ اختصاص اور مدح کے لیے ہوگا۔ ابن عباس اور عبد اللہ اور ان کے اصحاب نے رب المشارق والمغارب دونوں کی جمع کے ساتھ بھی پڑھا ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ اپنے رب کا نام یاد کرو جو مشرق اور مغرب کا رب ہے، اسی کا ملک اور اسی ہی کی حکومت ہے اور ہر شئے اسی ہی کے قبضہ و تصرف میں ہے۔

(لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس میں غیر کی الوہیت کی مکمل نفی اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی معبودیت کا اثبات ہے اور یہ بھی رَبِّكَ کے ضمن میں مدح ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ہے ہی نہیں کہ اس کے نام کا ذکر موجب سالک

اللہ کے نام کا ذکر بچا رہتا ہے اور مخلوق سے انقطاع ہو کر صرف اسی ہی [illegible] سے آگاہی
ہیں ذاتِ حق کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور اس کا حال یہی ہوتا ہے لا [illegible] الا [illegible]
لا مقصود الا اللہ کی طرف مستغرق ہو جاتا ہے اور وہ [illegible] اس میں فنا ہو جاتا ہے۔
(فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
ای یفوض کل امر الیہ عز وجل یعنی پھر وہ اپنے تمام کام اللہ ہی کے سپرد کر دیتا ہے اور جو شخص اپنے کام حق سبحانہ' وتعالیٰ پر اعتماد رکھتے ہوئے اس کے سپرد کر دیتا ہے تو اس کا حال یہ ہو جاتا ہے۔ من رضی باللہ وکیلا وجد الی کل خیر سبیلا کہ اس کے لیے ہر خیر کی راہ موجود ہو جاتی ہے پھر اسے کسی کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔
ترمذی میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زہد یہ ہے کہ تمہیں اپنے ہاتھوں میں موجود چیز سے بڑھ کر حق سبحانہ' وتعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد ہو یعنی اس کے رزاق ہونے پر پورا بھروسہ ہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ ہی کی ذات پر توکل رکھو اور یہ درجہ توکل درجۂ تبتل سے بڑھ کر ہے کسی نے اس حدیث نبوی کی پنجابی زبان میں منظوم کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

شعر
پہلے خرچ نہ بنھ دے پچھی تے درویش
جنہاں تقویٰ رب دا انہاں رزق ہمیش

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں
هَجْرًا جَمِیْلًا ۝ اچھی طرح چھوڑ دو
(وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ) اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ
مما یؤذیک من الخرافات کقولهم یفرق بین الحبیب وحبیبه کفار کی ان خرافات میں سے جو تمہیں دکھ پہنچاتی ہیں صبر فرماؤ جیسے ان کا کہنا ہے کہ آپ دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ کفار کی خرافات جیسے آپ کو کاہن، مجنون اور شاعر وغیرہ کہتے ہیں ان تکلیف دہ باتوں پر صبر فرمایئے۔
(وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ۝) اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔
بان تجانبهم وتداریهم ولا تکافئهم وتکل امورهم الی ربهم۔ یہ کہ اُن سے الگ رہو اور اُن سے بحث نہ فرماؤ اور نہ ہی اُن سے بدلہ لو اور ان کے سب امور ان کے پروردگار کے سپرد کر دو۔ یہ حکم آیت قتال سے منسوخ ہے۔

وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي — اور مجھ پر چھوڑو ان جھٹلانے والے مالداروں
النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝ — کو اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔

(وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ) اور مجھ پر چھوڑو ان جھٹلانے والوں کو۔
ای خل بینی وبینھم وکل امرھم الی یعنی ان کے سب معاملات میرے درمیان اور ان کے درمیان چھوڑ دو مکذبین سے مراد یوم بدر کو کھا کھلانے والے کفار یا صنادید قریش یا تمسخر اڑانے والے کفار ہیں۔ایک قول ہے کہ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں اتری۔

(اُولِي النَّعْمَةِ) مالداروں
ارباب التنعم وغضارة العیش وکثرة المال والولد۔ دولت مند، آسودہ حال اور مال اولاد کی کثرت رکھنے والے لوگ، مراد صنادید قریش ہیں۔

(وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝) اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔
ای زمانا قلیلا وھو مدة الحیاة الدنیا وقیل المدة الباقیة الی یوم بدر۔ یعنی تھوڑا زمانہ اور وہ دنیاوی زندگی کی مدت تک کے لیے مہلت دو اور ایک قول ہے کہ یوم بدر تک باقی زمانہ تک ڈھیل دو۔ایک قول ہے قیامت تک۔

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝ — بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں
وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا — اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک
اَلِيْمًا ۝ — عذاب۔

(اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا) بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں
اَنْكَالًا نِکل یا نَکل (ن کے زیر یا زبر کے ساتھ) کی جمع ہے وھو القید الثقیل وقیل الشدید اور وہ بوجھ یا بھاری پن کے ساتھ مقید ہے اور ایک قول ہے انتہائی سخت وقال الکلبی الانکال الاغلال اور کلبی نے کہا ہے بیڑیوں طوق ہیں۔

(وَّجَحِيْمًا ۝) اور بھڑکتی آگ
ای نار شدیدة الایقاد۔ یعنی شدید بھڑکتی آگ۔

(وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ) اور گلے میں پھنسا کھانا۔
ینشب فی الحلوق ولا یکاد یساغ کالضریع والزقوم وعن ابن عباس شوک من نار یعترض فی حلوقھم لا یخرج ولا ینزل۔ آخرت میں کفار کے لیے ایسا کھانا ہو

گلے میں اٹک جائے گا اور اتر نے میں سہل نہ ہو گا کانٹوں اور تھوہر کی مانند۔ اور ابن عباس سے مروی ہے آگ کے کانٹے ہوں گے جو ان (کفار) کے گلوں میں اس طرح پھنس (اٹک) جائیں گے۔ نہ گلے سے باہر نکلیں اور نہ ہی اندر پیٹ میں اتریں۔

(وَعَذَابًا اَلِیْمًا ۝) اور دردناک عذاب۔

ولنوما اٰخر من العذاب مؤلما لایقادر قدره ولا یعرف کنهه الا اللّٰه عزوجل اور آخرت میں یہ عذاب کی ایک نوع ہے جو الیسا کمر دینے والا ہو گا کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور نہ ہی اس کی حقیقت پہچانی جا سکتی ہے ماسوا حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے کہ اسی کو اس کی حقیقت معلوم ہے۔ امام احمد نے الزہد میں اور ابن ابی داؤد نے "الشریعۃ" میں اور ابن عدی نے الکامل میں اور بیہقی نے شعب میں حمران بن اعین سے بطریق ابی حرب بن الاسود روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا تو جب اس نے پڑھا ان لدینا انکالا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غش آگیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھا تو ایسا ہوا۔

یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ	جس دن تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ
وَکَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا مَّهِیْلًا ۝	اور پہاڑ ہو جائیں گے ریتے کا ٹیلہ بہتا ہوا۔
(یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ)	جس دن تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ

ای یوم القیامۃ یعنی قیامت کے دن قیل متعلق بذرنی وقیل صفۃ عذابا ایک قول ہے کہ یہ فذرنی والمکذبین سے متعلق ہے جب کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عذابا کی صفت ہے جو روز قیامت ہو گا اور جمہور کا قول ہے انہٗ متعلق بالاستقرار الذی تعلق به لدینا ای استقر ذلك العذاب لدنیا وظهر یوم تضطرب الارض والجبال وتتزلزل۔ بلاشبہ یہ استقرار کے ساتھ متعلق جس کا تعلق "انالدنیا" سے ہے یعنی ہمارے نزدیک اس عذاب کا وقوع مقرر ہو چکا اور وہ اس دن ظاہر ہو گا جس دن میں زمین اور پہاڑ تھرتھرائیں گے اور ہم انہیں ہلائیں گے۔

(وَکَانَتِ الْجِبَالُ) اور پہاڑ ہو جائیں گے

ای مع صلابتھا وارتفاعھا۔ یعنی اپنی سختی اور اپنی بلندیوں کے ساتھ

(کَثِیْبًا) ریتے کا ٹیلہ

رملا مجتمعا جمع شدہ ریت
منشورا من ھیل میلا اذا نشروا سیل اوپر سے گرتی ہوئی ریت اور ذرے جب وہ بکھریں تو مراد ہے بکھری اور بہتی ہوئی ریت یہ کیفیت روز قیامت ہو گی۔

انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا ٥ بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر و ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے

(انا ارسلنا الیکم رسولا) بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے۔
خطاب لکمانہ بین اولی النعمۃ یہ ان مالدار جھٹلانے والوں سے خطاب ہے یعنی اے اہل مکہ میں سے جھٹلانے والو ہم نے تمہاری جانب ایک رسول بھیجے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ جملہ ندرت سے معمور ہے پہلے ارشاد ہوا تھا واصبر علی مایقولون یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا اور کفار کا ذکر بصیغۂ غائب فرمایا اب یہاں کفار سے خطاب ہے اور رسول کا ذکر ہے غائب کی صورت میں ہے۔

(شاھدا علیکم) کہ تم پر حاضر و ناظر
شھد یوم القیامۃ بما صدر عنکم من الکفر والعصیان قیامت کے روز تم پر گواہی دیں گے اس کی جو تم سے کفر و معصیت کے طور صادر ہوا۔ ایک قول ہے کہ تمہارے ایمان و کفر کی گواہی دینے والا۔ ایک قول ہے کہ مومنوں کے ایمان اور کافروں کے کفر کو جانتے ہیں۔

(کما ارسلنا الی فرعون رسولا ٥) جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے۔
ھو موسیٰ علیہ السلام اور وہ موسیٰ علیہ السلام تھے اور ان کا نام لے کر تعین نہ فرمانا اس لیے ہے کہ تشبیہ میں ان کا دخل نہ ہو مطلب یہ ہے کہ صرف بھیجنے میں مشابہت ہے۔ یا پھر اس لیے نام متعین نہیں لیا کہ وہ لوگوں کو پہلے سے ہی خوب معلوم تھے اور اس کے بیان کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ الیکم اور الی فرعون میں ایک قرینہ ہے جو کفار مکہ کی فرعونیت کو ظاہر کر رہا ہے کہ وہ شدت تکذیب اور عناد و بغض میں کسی طور کم نہ تھے اور بدر میں ابوجہل کے قتل ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا مات فرعون ھذہ الامۃ

فعصٰی فرعون الرسول فاخذنٰہ اخذا وبیلا ٥ تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔

(فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ) تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا

مذکور یعنی رسولنا الذی ارسلناہ الیہ یعنی اس رسول مذکور (موسیٰ علیہ السلام) کو جسے ہم نے دعوت کے لئے بھیجا تو اس نے انہیں جھٹلایا، ورنافرمانی کی اور سرکشی دکھائی۔

(فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِیْلًا ۝) تو ہم نے اُسے سخت گرفت سے پکڑا

وبیل کے معنی ہیں الاخذ الثقیل سخت گرفت۔ اور اہل عرب بولتے ہیں الوابل المطر شدید سخت زوردار بارش ای ثقیلا ردی العقبی یعنی ہم نے اس کا شدت سے بہت بُرا اُسے خوب سخت پکڑا۔ فرعون کو غرقابی سے ہلاک کیا اور جہنم کی آگ میں ڈالا۔ اس میں مخاطبین (کفار) پر زجر اور تہدید ہے کہ اگر تم نے بھی یہی روش جاری رکھی تو تمہارا انجام بھی فرعون جیسا ہوگا۔

فَكَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبَاۙ۝ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۝ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ۝

پھر کیسے بچو گے اگر کفر کرو اس دن جو بچوں کو بوڑھا کردے گا۔ آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائے گا اللہ کا وعدہ ہو کر رہے گا بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

(فَكَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ) پھر کیسے بچو گے اگر کفر کرو۔

ای فکیف لکم بالتقوی فی یوم القیامۃ ان کفرتم فی الدنیا۔ یعنی اے کفار مکہ اگر تم دنیاوی زندگی میں اپنے رسول کا انکار کرو گے تو تمہارے لیے قیامت کے روز بچت کیونکر ہوگی۔

(یَوْمًا) اس دن

ای عذاب او ھول یوم یعنی کے قیامت کے روز عذاب یا اس دن کے خوف (ہولناکی) سے کیونکر بچو گے۔ یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبَا ۝ جو بچوں کو بوڑھا کردے گا۔ قیل حقیقۃ تشیب الصبیان وتبیض شعورھم من شدۃ یوم القیامۃ ایک قول ہے کہ روز قیامت کی شدت سے بچے حقیقتاً بوڑھے ہو جائیں گے اور ان کے بال سفید ہو جائیں گے ایک قول ہے یجعلُ کی نسبت یوما کی طرف مجازی ہے درحقیقت اس کا فاعل

یوماً نہیں بلکہ اللہ ہے اور اگر یوماً ہی مراد لیا جائے تو مراد یہ ہے قیامت کے شدائد و مصائب ہیبت وطوالت بلند بہت نوجوانوں کو بوڑھا بنا دیں گے تو ایسا فرمایا بطور مبالغہ اور اس دن کی شدت و ہولناکیوں کے اظہار کے لیے ہے شِیْبًا اَشْیَبُ کی جمع ہے جیسے بِیض کی اَبْیَضُ کی جمع ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے قیامت کے دن کے عذاب سے کیونکہ بچو گے جس کی ہولناکی اور دہشت بچوں کو بوڑھا کر دے گی۔

(اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِہٖ) آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائے گا۔

ای ان السماء علی عظمها واحکامها تنفطر بشدة ذلك الیوم وهوله یعنی بے شک اپنی مضبوطی و بلندی کے باوصف اس دن کی شدت اور ہولناکی کی وجہ سے پھٹ جائے گا۔ یہ بھی قیامت کے دن کی حالت کا بیان ہے ایک قول ہے کہ متشقق بذلك الیوم اس روز آسمان ایسی شے ہو گی جو پھٹ جانے والی ہو گی۔

(کَانَ وَعْدُہٗ مَفْعُوْلًا ۝) اللہ کا وعدہ ہو کر رہے گا۔

وَعْدُہٗ میں مصدر کی اضافت فاعل کی طرف سے جس کے معنی یہ ہیں کہ حق سبحانہ، وتعالیٰ کا وعدہ جو "عذابًا الیمًا" سے متعلق ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ یا یہ مُراد ہے کہ یہ سب اُس دن میں ہو کر رہے گا۔

(اِنَّ ھٰذِہٖ) بے شک یہ

اشارة الی الآیات المنطوقة علی القوارع المذکورة یہ ان آیات کی طرف اشارہ ہے جو مذکورہ دہلا دینے والے امور قیامت پر ناطق ہیں۔

(تَذْکِرَةٌ ۚ) نصیحت ہے۔

ای موعظة یعنی موعظت یا راہ ہدایت کے لیے رضائے الٰہی کے حصول کے لیے یاد دہانی کرانے والی ہیں۔

(فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا ۝) تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

بالتقریب الله تعالیٰ بالایمان والطاعة فانه المنهاج الموصل الی مرضاته عز وجل یعنی یہ تذکرہ ایمان اور اطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ تک رسائی و قرب کا راستہ اور اس کی رضاؤں کے حصول کا واسطہ ہے۔ (فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ) تو جو کوئی اس

تذکرہ (نصیحت، یادداشت) کو اپنا لے، اختیار کر لے وہی حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرے گا اور اس تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے اور تذکرہ ہی اللہ کی طرف کاشف حجابات ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ مزمل پ ۲۹

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ

بیشک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ

وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖؗ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۠

اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمایا اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔ اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں گے اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ مزمل پ ۲۹

ان۔ بیشک	ربك۔ تیرا رب	یعلم۔ جانتا ہے	انك۔ کہ تو
تقوم۔ کھڑا ہوتا ہے	ادنی۔ کچھ کم	من ثلثی اللیل۔ دو تہائی رات سے	

و۔اور	نصفه۔آدھی رات	و۔اور	ثلثه۔تہائی رات
و۔اور	طائفة۔ایک جماعت	من الذین۔ان سے جو	معك۔تیرے ساتھ ہیں
و۔اور	الله۔اللہ	یقدر۔اندازہ کرتا ہے	الیل۔رات
و۔اور	النہار۔دن کا	علم۔جانتا ہے	ان۔یہ کہ
لن۔ہرگز نہ	تحصوہ۔شمار کر سکو گے	ہ۔اس کا	فتاب۔تو پھر آیا
علیکم۔تم پہ	فاقرؤا۔تو پڑھو	ما۔جو	تیسر۔آسان ہو
من القرآن۔قرآن سے	علم۔جانتا ہے	ان۔یہ کہ	سیکون۔جلدی ہونگے
منکم۔تم میں سے	مرضی۔بیمار	و۔اور	آخرون۔کچھ اور
یضربون۔جو چلیں گے	فی۔بیچ	الارض۔زمین کے	یبتغون۔چاہتے ہونگے
من فضل الله۔فضل اللہ کا		و۔اور	آخرون۔کچھ اور
یقاتلون۔جو لڑیں گے	فی۔بیچ	سبیل۔راہ	الله۔اللہ کے
فاقرؤا۔تو پڑھو	ما۔جو	تیسر۔آسان ہو	منه۔اس سے
و۔اور	اقیموا۔قائم کرو	الصلوٰۃ۔نماز	و۔اور
آتوا۔دو	الزکوٰۃ۔زکوٰۃ	و۔اور	اقرضوا۔قرض دو
الله۔اللہ کو	قرضا۔قرض	حسنا۔اچھا	و۔اور
ما۔جو	تقدموا۔آگے بھیجو گے	لانفسکم۔اپنی جانوں کیلئے	من خیر۔بھلائی سے
تجدوہ۔پاؤ گے	ہ۔اسکو	عند۔نزدیک	الله۔اللہ کے
هو۔وہ	خیرا۔بہتر ہے	و۔اور	اعظم۔بڑا ہے
اجرا۔ثواب میں	و۔اور	استغفروا۔بخشش مانگو	الله۔اللہ سے
ان۔بے شک	الله۔اللہ	غفور۔بخشنے والا	رحیم۔مہربان ہے

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ مزمل پ ۲۹

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ

بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی رات اور ایک جماعت

مَعَكَ ط وَاللّٰہُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَ النَّھَارَ ط عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْہُ فَتَابَ عَلَیْکُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا ط وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ط وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۲۰

تمہارے ساتھ والی اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے اُسے معلوم ہے کہ اے مسلمانوں تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اُس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہے اتنا پڑھو اُسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں گے اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اُسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَہٗ وَثُلُثَہٗ) بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی رات۔

ادنیٰ اسم تفضیل ہے دنا سے اور ادنیٰ کا معنی ہے اقرب یعنی برتن کے کنارہ کے قریب (زیادہ قریب) کانہٗ قیل یعلم انک تقوم من اللیل اقل من ثلثہ ونقوم نصفہ وتقوم ثلثہ گویا کہ فرمایا جا رہا ہے کہ ہمیں معلوم ہے کہ بلا شبہ آپ دو تہائی سے کم قیام کرتے ہیں اور آپ کبھی آدھی رات قیام فرماتے ہیں اور آپ کبھی ایک تہائی رات قیام فرماتے ہیں۔

(وَطَآئِفَۃٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ ط) اور ایک جماعت تمہارے ساتھ سے

ای وتقوم معک طائفۃ من اصحابک یعنی آپ کے صحابہ کرام میں سے ایک گروہ آپ کی اتباع میں رات کو قیام کرتا ہے من (حرف جار) تبعیضیہ ہے جس سے واضح ہے کہ صحابہ

کرام کی ساری جماعت نہیں بلکہ بعض اصحاب قیام کرتے تھے۔ اور بغوی کا قول ہے کہ تمام صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کرتے تھے واللہ اعلم۔

(وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ط) اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے۔

ای لا یعلم مقادیر ساعاتھما کما ھی الا اللہ تعالٰی فان تقدیم اسمہ تعالٰی مبتدأ مبنیا علیہ یقدر دال علی الاختصاص علی ما ذھب الیہ الزمخشری۔

یعنی دن اور رات کی واقعی مقدار کو سوائے حق سبحانہٗ وتعالٰی کے کوئی نہیں جانتا کیونکہ اللہ تعالٰی کے اسم (اللہ) کی تقدیم بمتدا ہے جس پر یقدر (فعل بصورت خبر) مبنی ہے (جملہ اسمیہ ہے جس کی خبر جملہ فعلیہ ہے) جو اختصاص پر دلالت کر رہا ہے جیسا کہ علامہ جار اللہ زمخشری صاحب کشاف کا قول ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دن اور رات کے اوقات کا واقعی اندازہ حق سبحانہٗ وتعالٰی کے ساتھ خاص ہے۔

(عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ) اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا۔

والمعنی علم ان الشان لن تقدروا علی تقدیر الاوقات ولن تستطیعوا ضبط الساعات۔ اور مراد یہ ہے کہ اللہ کو معلوم ہے کہ تمہاری حالت یہ ہے کہ تم اوقات کا صحیح اندازہ ہرگز نہ کر سکو گے اور نہ ہی تم سے ہرگز ضبط اوقات (حفاظت اوقات) ہو سکے گی۔ بغوی نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام قیام شب فرماتے اور کسی کو اندازہ نہ ہوتا کہ تہائی رات یا نصف رات یا دو تہائی رات کب ہوئی اور یونہی ساری رات قیام میں گزر جاتی اس خیال سے کہیں مقدار واجبہ فوت نہ ہو جائے اور یہ امر ان پر شاق تھا۔

(فَتَابَ عَلَيْكُمْ) تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی۔

ای بالترخیص فی ترک القیام المقدر رفع التبعۃ عنکم فی ترکہ یعنی قیام مقدرہ کے چھوڑنے میں رخصت عطا فرمائی اور سقوط مقدار کے ساتھ تم پر جو شاق و دشوار تھا اُسے رفع کر دیا (ہٹا دیا) یعنی قیام شب معاف فرما دیا۔

(فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ) اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو

ای فصلّوا ما تیسر لکم من صلاۃ اللیل عبر عن الصلوۃ بالقراءۃ۔ یعنی تم نماز پڑھو رات کی نمازوں سے جس قدر تمہارے لیے آسان ہو اور قرأت کے لفظ سے نماز کی تعبیر کی گئی

ہے یعنی قرآت سے مراد ہے نماز۔ فاء سببیہ ہے اور جزو بول کر کل مراد لیا گیا ہے جس طرح سورۂ مبارکہ کے آغاز میں قم اللیل کہہ کر نماز ہی مراد تھی۔ اس آیت سے واضح ہوا کہ قرآت ارکان نماز (فرائض الصلوۃ) سے ہے اور قرآت کے رکن نماز ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اس جملہ سے اوپر جس قیام کا تذکرہ گزرا وہ معاف ہو گیا گویا یہ جملہ قیام سے متعلق آیات کا ناسخ ہے لیکن مطلق نماز شب کا وجوب رہا جب نماز پنجگانہ فرض ہوئیں تو نماز شب (تہجد) کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور نماز شب سب کے لیے نفل ہو گئی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی نماز تہجد فرض نہ تھی بلکہ نفل ہی تھی اور یہ آیت ومن اللیل فتهجد نافلة لك فی نفسہٖ اس پر دلالت کر رہی ہے اور نفل کے معنی زائد کے ہیں اور اگر واجب ہوتی تو آیت میں " نافلة لك " کی بجائے "نافلة علیك " ہوتا اور تہجد کے عمومی نفل ہونے کے باوصف حضور اکرم کی اس میں خصوصیت رفعت درجات و مراتب کے لیے ہے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نماز تہجد سنن الزوائد سے ہے یا سنت مؤکدہ تو جمہور کے نزدیک سنن الزوائد ہی ہے یعنی مستحب ہے البتہ مستحبات میں افضل ترین ہونے کی وجہ سے اس کے ترک کو ناپسندیدہ جانا گیا جیسا کہ بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی طرح نہ ہونا جو پہلے نماز تہجد پڑھا کرتا تھا پھر اس نے اسے ترک کر دیا۔

اور ترمذی نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نماز شب کا التزام کرو کہ یہ گزشتہ امتوں کے صالحین کا طریقہ ہے اور قرب الٰہی کا ذریعہ، خطاؤں سے باز رکھنے والا اور گناہوں کو مٹا دینے والا ہے۔ اس جملہ کی تفسیر میں بعض علماء کا فرمانا ہے کہ مراد پنجگانہ نمازوں میں قرآت ہے اور حسن کا قول ہے کہ مغرب و عشاء کی قرآت مراد ہے اور نماز میں قرآت کی کتنی مقدار واجب ہے امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر فاتحہ (ام القرآن) پڑھو پھر جو کچھ چاہو پڑھو اور امام دارقطنی کی روایت فاتحہ سے پہلے ثنا پڑھنا بھی آیا ہے اور فاتحہ کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں اور جس چیز کے پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے یعنی فاقرؤا ما تیسر من القراٰن۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسی حکم کے تحت نماز میں کم از کم ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیات مثل سورہ کوثر جواز صلوٰۃ کے لیے کافی ہیں یعنی اس قدر قرآت لازم ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے البتہ ان کے

نزدیک فاتحہ کے بعد قرأت سورت مسنون ہے واجب نہیں اور ان کے ساتھ امام شافعی اور امام مالک کا مذہب بھی یہی ہے اور وہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہ ہونے کے قائل ہیں یعنی فرض قرار دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی سورت کا انضمام واجب ہے کما قیل فی الھدایہ۔ اور امام کے پیچھے سورت الفاتحہ کا پڑھنا اختلافی مسئلہ ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی خواہ سری ہو یا جہری سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت ہے اور ان کی دلیل امام احمد اور دارقطنی کی مروی حدیث حجت ہے قراۃ الامام قراۃ لہ امام کی قرأت مقتدی کو بھی کافی ہے اور ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے جیسے امام محمد نے موطا میں بطریق موسیٰ بن ابی عائشہ عن عبداللہ بن شداد عن جابر روایت کیا ہے۔ ہم نے یہاں مسلک احناف کا ذکر کیا ہے اور اس ضمن میں طویل بحث ترک کر دی ہے جسے شوق ہو وہ کتب فقہ میں نظر کرے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد ہے کہ قرآن پڑھو جس طرح سے بھی تم پہ آسان ہے اور ایک قول ہے۔ کہ قرأت (فاقرءوا) سے مراد جب نماز ہے تو قرأت یا اس کی تعداد کی بحث سے تعلق ہی نہیں مقصد یہ ہے کہ آسانی سے جتنی نماز پڑھ سکتے ہو پڑھ لو۔ واللہ اعلم

(عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى) اُسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں گے۔

استئناف دوسری حکمت کو واضح کرنے کے لیے ہے اس کے سوا جو ضبط اوقات اور اس کے اندازہ نہ کر سکنے کے بارے میں گزرا اس کا تقاضا یہ تھا کہ رخصت اور رعایت ہو تو فرمایا ای علم ان الشان سیکون منکم مرضی یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کو معلوم ہے کہ حالت یہ بھی ہوگی کہ تم میں جلد کچھ بیمار بھی ہوں گے اور ان پر یہ امر (قیام شب) دشوار ہوگا۔

(وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ) اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے۔

ای یسافرون فیھا للتجارۃ وھو الربح وقد عمم ابتغاء الفضل لتحصیل العلم یعنی زمین تجارت وغیرہ کے لیے سفر کریں گے اور تجارت وکار وبار فضل تلاش کرنے کے معانی میں عام ہے اور فضل اللہ سے مراد تحصیل علم کے لیے نکلنا بھی ہے ایک قول ہے کہ حج وعمرہ کے لیے نکلیں گے۔

(وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ) اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے پھریں گے۔

یعنی المجاہدین وفی قرن المسافرین لابتغاء فضل اللہ تعالیٰ بھم اشارۃ الی
بھم وھم فی الاجر یعنی جہاد کرنے والے اور ان کا اپنے لیے حالت سفر میں اللہ کا فضل تلاش
کرنے میں اشارہ ہے کہ ان کے لیے ایک نوع کا ثواب ہوگا۔ ابن مردویہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمانوں کے شہروں میں سے
کسی شہر میں کوئی مال بامید ثواب فروخت کرنے کے لیے لائے اور اسی روز کے بھاؤ پر بیچ دے تو
اللہ کے نزدیک اس کے لیے منزلت ہوگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا وآخرون یضربون
فی الارض الخ والمراد انہ عزوجل علم ان سیکون من المومنین من یشق
علیہ القیام کما علم سبحانہ عسر احصاء تقدیر الاوقات۔ تاہم مراد یہ ہے کہ
حق سبحانہ وتعالیٰ کو اسی طرح معلوم ہے کہ اہل ایمان میں جلد ہی ایسے لوگ ہوں گے جن پر قیام شب
شاق ہوگا جس طرح کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو معلوم ہے کہ لوگوں سے ضبط اوقات نہ ہو سکے گا۔ اور
ان پر اس کے احصاء میں تنگی ہوگی۔

(فاقرءوا ما تیسر منہ) تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو

ای من القرآن من غیر تحمل المشاق یعنی قرآن حکیم میں سے جتنا بغیر بوجھ کے پڑھا
جا سکے پڑھو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قرآن حکیم میں سے جو آسانی کے ساتھ پڑھ لیا جائے وہ تعمیل
حکم کو کافی ہوگا البتہ قرأت قرآن میں اعتدال پسندیدہ امر ہے اور طاقت سے زیادہ کی قرأت
نامناسب ہے صحیح بخاری میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احب الاعمال
الی اللہ ادومہا وان قل۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے خواہ بلحاظ
مقدار تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا اور پانچوں وقت کی نماز کی فرضیت سے
یہ بھی منسوخ ہو گیا اور قیام شب بطور مستحب باقی رہا۔

(واقیموا الصلوٰۃ) اور نماز قائم رکھو

ای المفروضہ یعنی فرض نمازیں۔

(واٰتوا الزکوٰۃ) اور زکوٰۃ دو

ای الزکوٰۃ المفروضہ یعنی وہ زکوٰۃ ادا کرو جو فرض ٹھہرائی گئی۔ اس آیت میں اشکال
ہے۔ سورت المزمل مکہ مکرمہ ابتدائی نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے اور نمازوں کی فرضیت
ہونے کے بعد ہوئی اور رہی زکوٰۃ تو وہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھی اور یہی ایک وجہ

ہے کہ بعض نے ان آیات کو مدنی کہا اور بعض نے کہا کہ زکوٰۃ کی فرضیت مکہ ہی میں ہوئی تھی البتہ یہ فرضیت جب تعیین نصاب کے ساتھ نہ تھی اور تعیین نصاب مدینہ میں فرض ہوا اور بعض نے علماء نے کہا کہ فرضیت تو نازل ہو گئی ہو مگر حکم کو نزول کے بعد مؤخر فرمایا گیا ہو اگرچہ یہ درست نہیں۔ تاہم مراد زکوٰۃ مفروضہ ہی ہے۔ واللہ اعلم

(وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا) اور اللہ کو اچھا قرض دو۔

اریدبه الانفاقات فی سبل الخیرات او اداء زکوٰۃ علی احسن الوجوه وانفعها للفقراء۔ اس سے مراد نیکی کی راہوں میں خرچ کرنا اور زکوٰۃ کو ایسے انتہائی اچھے طریقے سے ادا کرنا ہے جو فقراء و مستحقین کے لیے بہت زیادہ سود مند ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قرض حسنہ سے مراد زکوٰۃ کے علاوہ راہِ خدا میں خرچ کرنا ہے۔ اور راہِ خدا سے مراد قرابت داروں اور مہمانوں پر خرچ کرنا ہے ایک قول ہے مراد تمام صدقات ہیں خواہ واجبہ ہوں یا مستحبہ۔ اور خوشدلی سے خرچ کرنا ہے۔

(وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ) اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے۔

ای خیر کان مما ذکر ومالم یذکر یعنی وہ نیکی و بھلائی جس کا ذکر پیچھے گزرا اور وہ بھی جس کا ذکر نہیں کیا گیا یہاں "خیر" کا لفظ مطلق ہے جو ہر بھلائی کو شامل ہے خواہ اس کا تعلق مالی و بدنی عبادات سے یا دیگر امور سے۔ اور بعض نے کہا کہ خیر سے مراد مفید مال ہے یعنی وہ مال جو حلال و جائز ذریعہ سے کما کر راہِ خدا میں خرچ کیا جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے وما تنفقوا من خیر فان اللہ به علیم اور وما تنفقوا من خیر یوف الیکم۔

(تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ) اُسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے۔

ای من الذی تؤخرونه الی الوصیة عند الموت۔ یعنی اس مال میں سے جو تم مرتے وقت وصیت کے لیے چھوڑتے ہو بہتر ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ مال جو تم نے اپنی زندگی میں راہ خدا میں خرچ کیا ہے وہ اس سے اجر و ثواب میں کہیں بڑھ کر اور بہتر ہے جو تم بوقت خرچ کرنے کی وصیت کر دیا ورثاء کے لیے چھوڑ جاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ وہی تمہارا مال ہے جو تم نے کھا پی لیا اور راہ خدا میں خرچ کر لیا باقی سب مال وارثوں کا ہے۔

(وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ) اور اللہ سے بخشش مانگو۔

ای فی کافۃ احوالکم فان الانسان قلما یخلو مما یعد تفریطا بالنسبۃ الیہ۔
یعنی اپنے تمام احوال پر حق سبحانہ وتعالیٰ سے بخشش مانگیں کیونکہ انسان اطاعت الٰہی کے تعلق ونسبت سے کبھی بھی نقصان وقصور سے خالی نہیں ہوتا اور صوفیاء کا اسی لیے فرمانا ہے کہ عابد کو اپنی عبادت پر نظر نہ کرنی چاہیئے کہ معلوم نہیں اللہ کے ہاں اس کی کیا حیثیت ہے لہٰذا اس پر لازم ہے کہ ہمیشہ عاجزی کرے، اعمال پر نہ ہی نظر کرے اور نہ ہی ان پر بھروسہ کر بیٹھے بلکہ اپنی کوتاہیوں کا اقرار کرے اور اطاعت کے جیسا کہ اس کا معنی ہے خود کو کمتر جان کر بخشش مانگتا رہے یہ استغفار اُسے نہ صرف الٰہی کا سزاوار بنا دے گا بلکہ اس کے اعمال کے حسن کو نکھار دے گا اور قصور ونقصان طاعت کے باوصف قبولیت اعمال کا سامان بن جائے گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور باوجودیکہ آپ ساری مخلوق میں محمود و بزرگ و برتر ہیں آپ کا ارشاد ہے ما عرفناک حق معرفتک اور ایک جگہ ارشاد ہے۔ لا احصی ثناء علیک انک انت کما اثنیت علی نفسک۔ اور یہاں نماز وزکوٰۃ اور قرض حسنہ کے امور کے بعد استغفار ذکر اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ ہر حال میں بخشش مانگتے رہو۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ع) بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

فیغفر سبحانہ ذنب من استغفرہ ویرحمہ عز وجل۔ یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ گناہ کو بخشش دیتا ہے جو اُس سے اس کی معافی مانگے اور وہ اس پر مہربانی فرما دیتا ہے۔ اور یہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی شان ہے کہ وہ پردہ پوشی فرمانے والا اور انتہائی معاف کرنے والا اور نہایت درجہ مہربان ہے اور طاعات پر اجر وثواب عطا فرمانے والا ہے وہ چاہے تو معمولی عمل کا عظیم ثواب عطا فرما دے اور بندے کی نجات کا سامان کر دے۔ ہم اس کریم بے مثل سے ایسے ہی کرم کے خواستگار ہیں کہ وہ ہمیں اور ہمارے ماں باپ اور تمام مومنوں کو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل اپنے کرم کی خیرات سے نوازش فرمائے۔

الحمد للہ آج سورۃ المزمل کی تفسیر مکمل ہوئی
۱۴ر صفر المظفر ۱۴۱۲ھ

سورۃ مدثر مکیۃ

اس سورۃ میں دو رکوع، چھپن آیات، دو سو چھپن کلمات اور ایک ہزار دس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ مدثر پ ۲۹

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ	اے بالا پوش اوڑھنے والے۔
قُمْ فَاَنْذِرْ	کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ۔
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ	اور اپنے رب کی بڑائی بولو۔
وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ	اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ	اور بتوں سے دور رہو
وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ	اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو
وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ	اور اپنے رب کے لیے صبر کیے رہو۔
فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ	پھر جب صور پھونکا جائے گا۔
فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ	تو وہ دن کرّا دن ہے۔
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ	کافروں پر آسان نہیں۔
ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا	اسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔
وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا	اور اسے وسیع مال دیا۔
وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا	اور بیٹے دیے سامنے حاضر رہتے۔
وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا	اور میں نے اس کے لیے طرح طرح کی تیاریاں کیں۔
ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ	پھر یہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔
كَلَّا اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا	ہرگز نہیں وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے۔
سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا	قریب ہے کہ میں اسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں
اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ	بے شک وہ سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی۔

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ
ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ
ثُمَّ نَظَرَ ۙ
ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۙ
ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۙ
فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ۙ
إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۙ
سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۙ
وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ۙ
لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ۙ
لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ ۙ
عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۙ
وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً ۙ
وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ
كَفَرُوا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا ۙ وَلَا
يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۙ
وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَ
الْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۚ
كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي
مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا
هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ ۙ

تو اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی
پھر اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی
پھر نظر اٹھا کر دیکھا۔
پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا
پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔
پھر بولا یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے سیکھا
یہ نہیں مگر آدمی کا کلام
کوئی دم جاتا ہے کہ میں اسے دوزخ میں دھنساتا ہوں
اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے۔
نہ چھوڑے نہ لگی رکھے۔
آدمی کی کھال اتار لیتی ہے۔
اس پر انیس داروغے ہیں۔
اور ہم نے دوزخ کے داروغہ نہ کیے مگر فرشتے
اور ہم نے ان کی یہ گنتی نہ رکھی مگر کافروں کی جانچ کو
اس لیے کہ کتاب والوں کو یقین آجائے اور ایمان
والوں کا ایمان بڑھے اور کتاب والوں اور مسلمانوں
کو کوئی شک نہ رہے اور دل کے روگی اور کافر
کہیں اس اچنبھے کی بات میں اللہ کا کیا مطلب
ہے یونہی اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت
فرماتا ہے جسے چاہے اور تمہارے رب کے لشکروں
کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ تو نہیں مگر
آدمی کے لیے نصیحت۔

حل لغات رکوع اول سورۃ مدثر پ ۲۹

یا ایہا۔ اے — المدثر چادر اوڑھنے والے — قم کھڑا ہو — فانذر۔ اور ڈرا

و۔اور	وربک۔اپنے رب کی	فکبر۔بڑائی بیان کر	و۔اور
ثیابک۔اپنے کپڑے	فطھر۔پاک رکھ	و۔اور	الرجز۔بتوں کی پلیدی کو۔
فاھجر۔چھوڑ دے	و۔اور	لا۔نہ	تمنن۔احسان کر
تستکثر۔زیادہ لینے کے لیے	و۔اور	لربک۔اپنے رب کے لیے	فاصبر۔صبر کر
فاذا۔پھر جب	نقر۔پھونکا جائے گا	فی۔بیچ	الناقور۔صور کے
فذلک۔تو یہ	یومئذ۔دن ہوگا	یوم۔دن	عسیر۔مشکل
علی۔اوپر	الکفرین۔کافروں کے	غیر۔نہیں ہوگا	یسیر۔آسان
ذر۔چھوڑ	نی۔مجھ کو	و۔اور	من۔اسکو جسے
خلقت۔میں نے پیدا کیا	وحیدا۔اکیلا	و۔اور	جعلت۔بنایا میں نے
لہ۔اس کے لیے	مالا۔مال	ممدودا۔لمبا	و۔اور
بنین۔بیٹے	شھودا۔حاضر	و۔اور	مھدت۔تیاری کی میں نے
لہ۔اس کے لیے	تمھیدا۔پوری تیاری	ثم۔پھر	یطمع۔امید رکھتا ہے
ان۔یہ کہ	ازید۔میں زیادہ دوں	کلا۔ہرگز نہیں	انہ۔بیشک وہ
کان۔تھا	لایتنا۔ہماری آیتوں سے	عنیدا۔عناد رکھنے والا	ساُرھقہ۔جلدی چڑھاؤنگا اسکو
صعودا۔صعود پر	انہ۔بیشک اس نے	فکر۔سوچا	و۔اور
قدر۔اندازہ کیا	فقتل۔پھر مارا جائے	کیف۔کس طرح	قدر۔اندازہ کیا۔
ثم۔پھر	قتل۔مارا جائے	کیف۔کس طرح	قدر۔اس نے اندازہ کیا
ثم۔پھر	نظر۔دیکھا	ثم۔پھر	عبس۔تیوری چڑھائی
و۔اور	بسر۔منہ بنایا	ثم۔پھر	ادبر۔پیٹھ پھیری
و۔اور	استکبر۔تکبر کیا	فقال۔پھر کہا	ان۔نہیں
ھذا۔یہ	الا۔مگر	سحر۔جادو	یؤثر۔پہلوں سے سیکھا ہوا
ان۔نہیں	ھذا۔یہ	الا۔مگر	قول۔بات
البشر۔آدمی کی	ساصلیہ۔جلدی داخل کرونگا میں اسکو		سقر۔دوزخ میں
و۔اور	ما۔کیا	ادرٰک۔جانے تو	ما۔کیا ہے
سقر۔دوزخ	لا۔نہیں	تبقی۔چھوڑے گی	و۔اور

لا۔ نہیں
علیہا۔ اس پر ہیں
ما۔ نہیں
فتنۃ۔ آزمائش
الذین۔ وہ جو
یزداد۔ زیادہ کرے
و۔ اور
اوتوا۔ دیے گئے
و۔ اور
قلوبہم۔ انکے دلوں کے
ماذا۔ کیا
مثلا۔ مثال سے
من۔ جسے
من۔ جسے
یعلم۔ جانتا
الا۔ مگر
ھی۔ وہ

تذر۔ باقی رکھتی
تسعۃ عشر۔ انیس فرشتے
جعلنا۔ بنائی ہم نے
للذین۔ ان کے لیے جو
اوتوا۔ دیے گئے
الذین۔ انکو جو
لا۔ نہ
الکتب۔ کتاب
یقول۔ تاکہ کہیں
مرض۔ بیماری ہے
اراد۔ ارادہ کیا
کذلک۔ اسی طرح
یشاء۔ چاہے
یشاء۔ چاہے
جنود۔ لشکروں کو
ھو۔ وہی
الا۔ مگر

لواحۃ۔ آثار لیتا ہے
عدتہم۔ انکی گنتی
کفروا۔ کافر ہیں
الکتب۔ کتاب
امنوا۔ ایمان لائے
یرتاب۔ شک کریں
و۔ اور
الذین۔ وہ کہ
و۔ اور
اللہ۔ اللہ نے
یضل۔ گمراہ کرتا ہے
و۔ اور
و۔ اور
ربک۔ تیرے رب کو
و۔ اور
ذکری۔ نصیحت

للبشر۔ [illegible]
و۔ اور
الا۔ مگر
لیستیقن۔ تاکہ یقین کریں
و۔ اور
ایمانا۔ ایمان میں
الذین۔ وہ جو
المومنون۔ مومن
فی۔ بیچ
الکفرون۔ کافر
بہذا۔ اس
اللہ۔ اللہ
یہدی۔ ہدایت دیتا ہے
ما۔ نہیں
الا۔ مگر
ما۔ نہیں
للبشر۔ واسطے آدمی کے

سُورَتُ الْمُدَّثِّرْ

ابن عطیہ کا قول ہے کہ سورت المدثر کے مکی ہونے پر اجماع ہے اور تحریر میں ہے کہ مقاتل نے کہا کہ سوائے ایک آیت وَمَا جعلنا عدتھم الافتنۃ۔۔۔۔ الخ کے باقی سورہ مبارکہ بالکلیہ مکی ہیں اس کی کل آیات چھپن اور دو رکوع ہیں اور یہ گزشتہ سورۃ (المزمل) سے تواماں ہے اس لیے کہ دونوں سورتوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نداء کے ساتھ خطاب کر کے افتتاح ہوا اور دونوں سورتوں کا شان نزول ایک ہی قصہ میں ہوا جیسا کہ مشہور ہے بزار اور طبرانی نے حضرت جابر سے بسند ضعیف روایت کی ہے

کہ قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کوئی خاص نام رکھ دو کہ کہ اور اطراف ملک میں اس نام کی شہرت ہو جائے تو لوگوں نے کہا کہ انہیں کاہن کہو تو ان کے ہی دوسرے ساتھی بولے کہ وہ کاہن تو ہرگز نہیں پھر بولے کہ مجنون کہو پھر آپس میں کہنے لگے وہ ہرگز مجنون بھی نہیں پھر کہنے لگے تو ساحر کہو پھر آپس میں بولے کہ وہ ساحر بھی ہرگز نہیں پھر بولے شاعر کہو پھر خود ہی آپس میں کہنے لگے وہ شاعر بھی نہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے ان خیالات کی اطلاع ہوئی تو خاطر اقدس کو ناگوار گزرا تو آپ بالاپوش اوڑھ کر لیٹ گئے تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا یاأیها المزمل اور یاایها المدثر۔ شیخین (بخاری ومسلم) نے حضرت جابر سے روایت کی ہے میں نے سُنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فترۃ الوحی (وحی کے قدر رکنے کا زمانہ) کے بارے میں فرمارہے تھے کہ میں نے راستہ چلتے ہوئے اوپر سے ایک ندا سنی نظر اٹھائی تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا دیکھا مجھے اس سے اس قدر رعب ہوا کہ میں زمین کی طرف جھک گیا پھر میں نے گھر پہنچ کر خدیجہ سے کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو تو انہوں نے اوڑھا دیا تو جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا یاایها المدثر اور اس کے بعد فحمی الوحی وحی گرم ہوگئی اور مسلسل آنے لگی۔ یحییٰ بن کثیر نے ابوسلمہ سے روایت کی ہے سب سے اول قرآن کا جو حصہ نازل ہوا وہ سورت المدثر ہے اُن سے پوچھا گیا کہ اقراء باسم ربک الذی خلق سے بھی پہلے تو فرمایا ہاں میں نے جابر رضی اللہ عنہٗ سے یونہی سُنا ہے اور بخاری ومسلم کی اس روایت میں حراء کی ایک ماہ کی خلوت گزینی کے ذکر کے بعد نزول وحی کا ذکر ہے کہ یاایها المدثر

کہہ کر وحی نازل ہوئی محقق یہی ہے کہ المدثر کا نزول فترۃ الوحی کے بعد ہوا اور جو روایت شیخین سے ہم نے اوّل ذکر کی ہے اس میں فرشتہ وحی کو اس سے قبل غار حراء میں دیکھنے کی صراحت ہے جو اقراء کی اولیت پر دال ہے اور میں کہتا ہوں کہ ضروری نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول اقراء کے بعد حراء جانا بالکلیہ موقوف کر دیا ہو لہٰذا بخاری ومسلم کی دوسری روائت میں غار حراء کا ذکر ہمارے توقف کے منافی نہیں۔ اور رہا یہ امر کہ علماء سے بعض نے المدثر کو ہی باعتبار نزول اول کہا ہے تو اس لحاظ سے اس سورت کے اول ہونے میں شبہ نہیں لیکن اول قرآن جو نازل ہوا وہ اقراء ہی ہے۔ ایک قول ہے کہ اقراء کا نزول نبوت کے لیے تھا اور المدثر کا نزول رسالت کے لیے ہوا۔ اور المدثر کی اولیت اس لیے بھی کہی گئی ہے کہ یہی وہ سورت مبارکہ سبب متقدم (یعنی رعب) کے ساتھ نازل ہوئی جب کہ اقراء بدوں سبب نزول کے نازل ہوئی لہٰذا اس حوالے یعنی اسباب

کے جملے سے انذار کا حکم واضح ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ "قم فانذر" نزول کے لحاظ سے اوّل سورت ہے جو اتری۔ میں کہتا ہوں کہ رسالت کے لیے اتری درست فرمایا ہے اور جن علماء نے کہا ہے کہ اقراء نبوت کے لیے اور المدثر رسالت کے لیے ہے کہ انذار رسالت کے ساتھ خاص ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نبوت پر فائز ہوئے پھر رسول بنائے گئے تو واضح ہو گیا کہ اقراء ہی اول قرآن ہے اور حدیث عائشہ جو بخاری و مسلم میں ہے اس پر دلالت کر رہی ہے۔ رہا حدیث جابر تو یہ اجتہادی بات ہے اور وہ ان کی روایت سے متعلق نہیں ہے جیسا کہ متن حدیث سے مترشح ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اوّل سورۃ مدثر پ ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

اے بالاپوش اوڑھنے والے۔ کھڑے ہو جاؤ۔ پھر ڈر سناؤ۔ اور اپنے رب کی بڑائی بولو۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔ اور بتوں سے دور رہو۔ اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔ اور اپنے رب کے لیے صبر کیے رہو۔

(يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝) اے بالاپوش اوڑھنے والے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسیت اور ملاطفت کے طور ندا و خطاب ہے جیسا کہ اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ مخاطب کو اس کے نام کی بجائے اس صفت و حالت کے پیش نظر خطاب کرتے ہیں جس پر کہ مخاطب ہوتا ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا "قم یا اباتراب" المدثر دراصل المتدثر ہے اور تاء دال میں مدغم ہو گئی ابی کی قرآت یونہی ہے لیس الدثار وہ اوڑھنے والا لباس جو قمیص سے اوپر ہو اور بدن کو ڈھانپنے اور اسے شعار کہتے ہیں اس اتصال کی وجہ سے جو اسے پیشانی اور سر کے بالوں کے ساتھ ہوتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الانصار شعار والناس دثار یعنی انصار شعار اوڑھتے ہیں اور لوگ چادر، داثر بمعنی ستر یعنی ڈھانپتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اے چادر میں لپٹنے والے۔ ایک قول ہے کہ اے ردا کے

ایک اور قول ہے یا ایہا الساتر للحقیقۃ المحمدیہ بدثار الصورۃ البشریہ حقیقت محمدیہ کے صورت انسانی کی چادر میں لپیٹ کر چھپانے والے او یا ایہا المدثر للحقیقۃ یعنی اے وہ جو مخلوقات کی نظروں سے پوشیدہ ہو فلا یعرفک الا اللہ یعنی تمہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یعنی تمہاری کنہ کسی کو معلوم نہیں سوائے ذات الٰہی کے۔ ایک قول ہے قریش کے اس قول سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ساحر رکھو کہ آپ کی بدولت رشتہ دار ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں اور ان کی تلاوت قرآن کا اثر اس لیے دل پر ہوتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگین اور آزردہ خاطر ہوئے تو آپ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تو مدثر کے خطاب سے ہوا اور والرجز فاهجر تک آیات نازل ہوئیں۔

قُمْ فَاَنْذِرْ ٥) کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ۔

قُمْ : ای قم من مضجعک او قم قیام عزم و تصمیم۔ یعنی اپنی خوابگاہ یا کھڑے ہوں۔ یا عزم و حوصلہ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں۔ (فَاَنْذِرْ) ای فافعل الانذار من غیر تعیین منذر مخصوص وقیل یقدر المفعول خاصا ای عشیرتک الاقربین لمناسبتہ لابتداء الدعوۃ فی الواقع وقیل یقدر فانذر جمیع الناس لقولہ تعالٰی وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ولم یقل فبشر لانہ کان فی ابتداء النبوۃ والانذار ھو الغالب او ھو اکتفاء لان الانذار یلزمہ التبشیر وھذا الامر بعد ذلک اشارۃ عند بعض السادۃ الی مقام الجلوۃ بعد الخلوۃ فالواو الیھما الاشارۃ ایضا فی حدیث کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف۔ یعنی ڈر سناؤ یا بغیر تعیین کے ڈر سناؤ تو یہاں کسی مخصوص کو ڈر سنانا مقصود نہیں اور کہا گیا کہ ممکن ہے کہ مفعول خاص ہو یعنی اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ (مثل بنی ہاشم و بنو مطلب) جیسا کہ واقع میں ابتدائے دعوت کی مناسبت کے لیے تھا۔ اور ایک قول ہے ہو سکتا ہے مفعول (جن کو ڈر سنایا جائے) عام ہو یعنی آپ سب لوگوں کو ڈرائیں جیسا کہ حق سبحانہ وتعالٰی کا ارشاد ہے کہ بلا شبہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری اور ڈر سنانے والا اور یہاں وَبَشِّرْ نہیں کہا گیا (اور خوشخبری دیجئے) اس لیے کہ ابتدائے نبوت میں یونہی تھا اور جب انذار (ڈر سنانا) ہی غالب و فائق تھا یا پھر

انذار پر اس لیے اکتفا فرمایا گیا کہ انذار (ڈرسنانا) تبشیر (خوشخبری سنانا) کو بھی لازم و شامل ہے اور اس امر میں ندارد و لطائف کے بعد بعض اکابر علماء سے منقول ہے کہ اس میں کہ خلوت کے بعد جلوت کے مقام کی طرف اشارہ ہے اور انہوں نے فرمایا کہ ان دونوں کی طرف جو اشارہ ہے وہ حدیث میں بھی ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو مجھے پسند ہوا کہ میں پہچانا جاؤں الخ واضح مفہوم یہ ہے کہ تمام لوگوں کو ایمان نہ لانے پر عذاب الٰہی سے ڈراؤ۔

(وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝) اور اپنے رب کی بڑائی بولو۔

واخصص ربك بالتكبير وهو وصفه تعالى بالكبرياء والعظمة اعتقادا وقولا ويروى انه لما نزل قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الله اكبر فكبرت خديجة وفرحت وايقنت انه الوحي وذلك لان الشيطان لا يأمر بذلك اور اپنے پروردگار کا تکبیر (بڑائی) کے ساتھ بطور خاص ذکر کرو اور وہ تکبیر حق سبحانہ وتعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کا دل سے اعتقاد رکھتے ہوئے اور زبان سے کہتے ہوئے اس کی تعریف بیان کرتا ہے۔ اور روایت میں آیا ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر (اللہ بڑا ہے) اور ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اللہ اکبر کہا اور مسرور ہوئیں اور انہیں یقین ہوا کہ بلاشبہ یہ وحی ہی آئی ہے اور اس لیے بھی کہ شیطان تکبیر کا حکم نہیں دے سکتا تکبیر کے معنی میں الوہیت در ربوبیت رب میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور نہ ہی اس کے سوا کسی کو لائق عبادت جاننا اور اُسے ہر عیب و نقصان سے پاک جاننا اور اس ہی کی برتری تسلیم کرنا۔ ایک قول ہے کہ احتمال ہے کہ اس سے مراد تکبیر نماز ہو (تکبیر تحریمہ) ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم نماز میں داخل ہوں تو کیا کہیں تو اللہ تعالیٰ نے " وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ " نازل فرمائی تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہم نماز کا افتتاح تکبیر سے کریں۔ چونکہ یہ آیت سورت الاقراء کے بعد اتری اور اس وقت تک نماز فرض نہ ہوئی تھی لہٰذا یہ آیت تکبیر تحریمہ سے متعلق نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور ائمہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک

اس آیت کی رُو سے تکبیر تحریمہ فرائض نماز میں سے ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اللہ اکبر کے سوا کوئی دوسرا لفظ جو مفید تعظیم الٰہی ہو جائز ہے یا نہیں امام شافعیؒ کے نزدیک اللہ اکبر اور اللہ الاکبر کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ درست نہیں جب کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک الرحمٰن اکبر، اللہ اجل وغیرہ الفاظ

ہی درست ہیں اور نماز ہو جائے گی جب کہ قاضی ابو یوسف کے نزدیک اللہ اکبر، اللہ الکبیر اور اللہ الاکبر کہنے سے نماز منعقد ہو جائے گی البتہ ان کے علاوہ دوسرا لفظ کہنا درست نہیں امام احمدؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک صرف اللہ اکبر کہنا ہی درست ہے اور وہ دونوں ظاہرا احادیث سے دلیل پکڑتے ہیں جن میں اللہ اکبر کے علاوہ اور کچھ منقول نہیں۔ البتہ وہ معذور کے لیے استثنار کرتے ہیں کہ وہ اللہ اکبر اور اللہ الکبیر اگر بآسانی کہہ سکتا ہو تو حرج نہیں ورنہ صرف اللہ اکبر ہی کہے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

تطھیر الثیاب کنایۃ عن تطھیر النفس کپڑوں کی پاکیزگی سے نفس کی پاکیزگی کی طرف کنایہ ہے اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ باکردار اور اچھے شخص کو پاکیزہ کپڑوں والا اور بدکردار شخص کو گندے کپڑوں والا کہتے ہیں۔ ایک جماعت نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول الٰہی و ثیابك فطھر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا لا تلبسھا علی غدرۃ ولا فجرۃ تم گندگی اور گناہ کی حالت میں لباس نہ پہنو پھر کہا کیا تم نے غیلان بن سلمہ کا شعر نہیں سنا وہ کہتا ہے ؎

فانی بحمد اللہ لا ثوب فاجر لبست ولا من غدرۃ اتقنع

تو اللہ کا شکر ہے کہ میں نے گندگی کا لباس نہیں پہنا اور نہ ہی ناپاکی کی حالت و کیفیت میں کبھی چادر اوپر لی۔

اور قرطبی کا قول ہے ای وخلقك فحسن یعنی تم اپنے اخلاق کو عمدہ بناؤ اور کہا کہ یہ کپڑوں کی پاکیزگی سے مراد نفس کی پاکیزگی ہی ہے اور عنترۃ کا شعر پڑھا ؎

فشککت بالرمح الطویل ثیابہ لیس الکریم علی القنا بمحرم

تو مجھے اس کے نیزے جیسے لمبے کپڑوں پر شبہ ہوا لیکن وہ شخص ہرگز نہیں۔ جو قابل احترام عورت کو نگاہ اٹھا کر دیکھے یا اس کے بارے میں خبریں تلاش کرے۔

قتادہ کا قول ہے" طھرھا من المعاصی گناہوں سے پاک و صاف ہونا مراد ہے اور یہاں طہارت جسمانی بھی مراد ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ہر قسم کی نجاست سے پوشاک کو پاک رکھو

اور انہیں لمبا نہ کرو جیسا کہ مشرکین کا چلن ہے کیونکہ درازیٔ پوشاک سے طہارت متاثر ہوتی ہے یا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس و قلب کو پاکیزہ بناؤ اور ظاہری و باطنی نجاستوں سے بچاؤ۔ آلوسی کہتے ہیں کہ نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق میں بلحاظ لباس و پوشاک اور بلحاظ جسم و بدن انظف واطہر اور انفس تھے تو یہاں فطہر کے امر سے مراد تواضع اور انکساری کی عادت پر مداومت اختیار کر لینے کی ہدایت ہے میں کہتا ہوں کہ الوسی کا قول صواب ہے حدیث قدسی ہے التکبر ردائی والعظمۃ ازاری حق سبحانہ، وتعالیٰ کا ارشاد ہے تکبر میری چادر اور عظمت میرا تہمد ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے العجز فخری عاجزی میرا سرمایہ ہے اور نماز کے بارے میں بھی یہی آیا ہے انما الصلوۃ تمسکن وتواضع نماز نام ہی عاجزی انکساری اور تواضع کا ہے اور متواضع ہونا اعلیٰ ترین اخلاق سے ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق عظیمہ کے اوپر فائز تھے تو یہاں مراد متواضع ہونا ہی ہے اور عمدہ اخلاق کا مظاہرہ فرمانا ہے یہاں تک کہ تند مزاجی درشت گوئی اور سخت دلی تک سے پرہیز فرمانا ہے اس آیت سے فقہاء نے نماز کے لیے طہارت لباس و بدن اور طہارت مصلی کے وجوب پر دلالت کی ہے۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۞ اور بتوں سے دور رہو۔

قال القتبی الرجز العذاب واصله الاضطراب قتبی کا قول ہے "الرجز" سے مراد عذاب ہے اور اس کی اصل اضطراب ہے وقد أقیم مقام سببہ المؤدی الیہ من الماٰثم فکانہٗ قیل اهجر الماٰثم والمعاصی المؤدی الی العذاب او الکلام بتقدیر مضاف ای اسباب الرجز اور وہ حالت ہوتی ہے جو گناہوں کی وجہ سے اس کی طرف مددگار ہوتی ہے گویا کہ فرمایا جا رہا ہے کہ گناہ و معصیت کے وہ تمام کام چھوڑ دو جو عذاب کا باعث بنتے ہیں یا بتقدیر مضاف کلام کا مفہوم کہ وہ امور جو عذاب کا سبب ہیں انہیں ترک کر دو ابن عباس کا قول ہے الرجز السخط رجز سے مراد اللہ کی ناراضگی کے کام ہیں اور حسن کا قول ہے الرجز بالمعصیۃ رجز سے مراد گناہ و نافرمانی ہے۔ نخعی کا قول ہے رجز سے مراد (بالاثم) گناہ ہیں چونکہ مخاطب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ان تمام امور سے مبرا و منزہ ہیں تو مراد یہ ہے ایاک اعنی واسمعی یعنی مجھی ہی سے مدد چاہو اور میری ہی اطاعت کرو یا مراد ہے کہ ان امور کے چھوڑنے پر مداومت کرو اور ثابت قدم رہو۔ ایک قول ہے الرجز اسم لصنمین اساف ونائلہ رجز سے مراد ہے دو بت اساف اور نائلہ اور ایک قول

ہے الاصنام عموماً رجز سے مراد عام طور پر بت ہی ہیں عکرمہ اور زہری کا قول ہے "والرجز فاهجر"

جامع کلام ہے جس کا تعلق مکارم اخلاق سے ہے کانہ قیل امحص الجفاء والسفہ وکل شئی یقبح گویا کہ کہا جا رہا ہے کہ ظلم و زیادتی اور بداخلاقی اور ہر وہ بات جو مکروہ و قبیح ہے ترک کر دیں۔
رُجز لغت قریش میں رِجز (راء کے کسرہ کے ساتھ) ہے جس کے معنی عذاب کے ہیں اور مجاہد کا قول ہے کہ رُجز (مضموم راء کے ساتھ) کے معنی ہیں القسم یعنی بت۔ بعض صوفیاء کا قول ہے ای نفسك فخالفها یعنی اپنے نفس کی خواہش کے خلاف کرو یعنی نفس کی بات نہ مانو۔ واللہ اعلم

وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ ۝ اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔

ای ولا تعط مستکثراً ای طالبا للکثیر ممن تعطیہ قالہ ابن عباس۔
ابن عباس کا قول ہے کہ زیادہ لینے کے لیے کسی کو عطا نہ کرو یعنی جو کچھ تم نے کسی کو دیا ہے اس سے زیادہ کے طلبگار نہ ہو ابن زید کا قول ہے لاتمنن بما اعطاك اللہ تعالیٰ من النبوۃ والقرآن مستکثرا بہ ای طالبا کثیر الاجر من الناس تم اس کا جو اللہ نے نبوت و قرآن سے تمہیں عطا فرمایا لوگوں پر احسان نہ رکھو کہ تمہیں زیادہ ملے یعنی تم لوگوں سے اس کے عوض زیادہ بدلہ چاہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جس کسی کو عطا فرمادیں ازرہ کرم عطا فرمائیں اس سے کسی منفعت (فائدہ) یا بدلہ کی نیت نہ رکھیں۔ اور صرف رضائے الٰہی کے لیے خرچ کریں اور کسی اجر و بدلہ کی خواہش نہ رکھیں۔

وَلِرَبِّكَ فَاصۡبِرۡ ۝ اور اپنے رب کے لیے صبر کئے رہو۔

قیل علی أذی المشرکین وقیل علی اداء الفرائض وقال ابن زید علی حرب الاحمر والاسود وفیہ بعد اذ لم یکن جہاد یوم نزولہا وعن النخعی علی عطیتك۔ ایک قول ہے کہ مشرکین کی ایذا رسانیوں پر صبر کریں ایک قول ہے کہ فرائض کی ادائیگی صبر کے ساتھ بجا لائیں۔ ابن زید کا قول ہے سرخ و سیاہ کی جنگ پر صبر کرو اور اس میں بُعد (دوری) ہے کیونکہ اس کے نزول کے دن ابھی جہاد کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔ اور نخعی کا قول ہے کہ اپنے عطا اور نوازشات پر اللہ کی رضا کے لیے صبر کرو اور بدلہ نہ چاہو۔ اور یہاں صبر سے مراد مشرکین کی ایذاؤں پر صبر ہے اور ابن عباس سے منقول ہے کہ قرآن حکیم میں صبر کا حکم تین وجوہ پر کیا ہے اول فرائض کی ادائیگی پر صبر اور اس صبر کا اجر تین سو درجات ہیں اور دوم محارم الٰہیہ (وہ امور جو اللہ نے حرام و ممنوع

ٹھہرائے) پر صبر اور اس صبر کی نوع پر چھ سو درجات کا اجر ہے اور سوم صدمات پر اور مصائب پر صبر اور اس نوع پر تو نو سو درجات کا اجر ہے۔ اور یہ اس لیے کہ نفس پر یہ سب سے زیادہ شدید ہے اور اس یقین مزید کے ساتھ سکون و وقار سے اس پر قائم ہونا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اسئالك من اليقين ماهون به على مصائب الدنيا" اے اللہ میں تم سے اس یقین کا سوال کرتا ہے جس کے ساتھ دنیاوی مصائب کا نرمی اور وقار کے ساتھ بار اٹھا سکوں یا جس سے مصائب دنیا آسان ہو جائیں۔ اور علماء بیان فرماتے ہیں صبر اپنے حکم کے اعتبار سے چار قسم ہیں اول فرض جیسے محظورات اور واجبات اور نوافل کی ادائیگی پر صبر دوئم صبر جیسے مکروہات سے بچنے پر صبر سوئم مستونات اور مکروہات پر صبر اور چہارم مستونات کی ادائیگی اور مکروہ و حرام امور پر صبر اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا (القرآن) اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی قدر ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب میرے بندوں میں سے کوئی بندہ اپنے جسم و بدن یا مال یا اولاد کے بارے میں مبتلائے مصیبت ہوتا ہے اور پھر اس مصیبت کا صبر جمیل کے ساتھ سامنا کرتا ہے تو روز قیامت مجھے حیا مانع ہوگی کہ میں اس شخص کے لیے اعمال کا ترازو تولوں یا اس کے اعمالنامے کو کھولوں۔

فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوْرِ ۝ پھر جب صور پھونکا جائے گا۔

فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ تو وہ دن کڑا دن ہے۔

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝ کافروں پر آسان نہیں۔

(فَاِذَا نُقِرَ) جب پھونکا جائے گا۔

ای نفخ یعنی جب پھونکا جائے گا۔ نقر کے معنی ہیں کسی چیز کو منہ سے اس قدر بجانا یا مارنا کہ اس میں سوراخ ہو جائے پرندے کی چونچ کو منقار کہتے ہیں۔ فَاِذَا میں فاء سببیہ ہے اور تعقیب کے لیے ہے اور سیاق کلام سے مطلب یہ ہو گا کہ وہ وقت جلد آ رہا ہے کہ تمہیں کفار کی ایذا رسانی پر صبر کا عظیم اجر عطا ہو گا جب کہ کفار اپنے کیے پر ایسی دائمی دشواریوں میں پڑیں گے جن سے رہائی نہ ہو گی۔

(فِى النَّاقُوْرِ ۝) صور میں

ای فی الصور یعنی صور (سنکھ) میں فاعول من النقر، نقر سے فاعول ہے بمعنی التصویت یعنی آواز پیدا کرنا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا یعنی جب

نفخۂ ثانیہ پھونکا جائے گا جس کو سن کر سب جی اٹھیں گے اسے نفخۂ بعث بھی کہتے ہیں یہی روز حشر ہے۔ اللہ نے صور کو سفید بلور کی طرح چمکدار موتی سے بنایا اور اس کے پھونکنے پر اسرافیل علیہ السلام مقرر کیے گئے جو پیشانی جھکائے امرالٰہی کے منتظر موجود ہیں کہ جونہی حکم ہو تعمیل ارشاد کریں۔

(فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ٥) تو وہ دن کڑا دن ہے۔

فالمعنى اذا نقر فى الناقور عسر الامر على الكافرين معنی یہ ہے جب صور پھونکا جائے گا تو کافروں پر معاملہ دشوار ہو جائے گا "ذلك" سے صور پھونکنے کے وقت کا اشارہ ہے یعنی یوم النقر ہی یوم عسیر ہے۔

(عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ٥) کافروں پر آسان نہیں۔

ای سهل بعد قوله تعالىٰ عسير تاكيد عسره على الكافرين حق سبحانہ کے قول یوم عسیر (دشوار دن) کی تاکید ہے کہ کفار پر دشوار ہوگا اور آسان نہ ہوگا اور اسی کے ساتھ اس امر کی طرف بھی مشیر ہے کہ وہ دن اہل ایمان وطاعت پر بفضلہ تعالیٰ آسان اور سہل ہوگا۔

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ٥ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ٥ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ٥ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ٥ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ٥ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ٥ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ٥

اُسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور اُسے وسیع مال دیا۔ اور بیٹے دیئے سامنے حاضر رہتے۔ اور میں نے اس کے لیے طرح طرح کی تیاریاں کیں پھر یہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں ہرگز نہیں وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے قریب ہے کہ میں اُسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں۔

(ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ٥) اُسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔

ابن عباس، مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ مخزومی کے بارے میں اتریں۔ مجاہد کا قول ہے ای ذرنى وحدى معه فانا اغنيك فى الانتقام عن كل منتقم او من التاء فى خلقت اى خلقته وحدى لم يشركنى فى خلقه احد فانا اهلكه لا احتاج الى ناصر فى اهلاكه یعنی مجھے اس کے واسطے

اکیلا ہی چھوڑ دو کہ میرا انتقام لینے والے کی نسبت اُس سے انتقام میں (نمٹنے میں) خود ہی کافی ہوں یا مجھ خَلَقْتُ وَحِيْدًا کی تاء میں (واحد متکلم کا صیغہ) کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اُسے بغیر کسی شریک کے خود تنہا اکیلا ہی پیدا کیا تو مجھے اس کو ہلاک و برباد کرنے کے لیے کسی مددگار کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی اس کو ہلاک کروں گا۔ ابوحیان کا قول ہے ای ومن خلقته وحيد فريد الا مال له ولا ولد یعنی میں نے اُسے ماں کے پیٹ میں اکیلا و تنہا پیدا کیا اس وقت اس کے پاس نہ مال تھا نہ اولاد تھی۔ ایک قول ہے وحيدا فی الخبث والشرارة او وحيدا عن ابيه لانه كان دعيا لم يعرف نسبه لمغيرة حقيقة كما مر فی سورة نون۔ یعنی خباثت و شرارت میں فرد تھا یا اپنے باپ کی طرف سے اکیلا وحید تھا کیونکہ وہ اسی نام سے پکارا جاتا تھا (اور ولید کی قوم اُسے دعیہ کے لقب سے یاد کرتی تھی) اور مغیرہ کی طرف اس کا نسب ہرگز معروف (مستحق نہ تھا) جیسا کہ سورہ نون میں اس کا ذکر گزرا "عتل بعد ذلك زنيم" بدزبان ہے اس پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔ اس آیت میں اُسے بطور استخفاف کہا گیا۔

وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ اور اُسے وسیع مال دیا۔

ای مبسوطا كثيرا یعنی بہت زیادہ وسیع اور بکثرت اور ممدودا بالنماء یا ترقی کی وجہ سے بہت وسیع ہوگیا۔ وقيل كان له الضرع والزرع والتجارة اور ایک قول ہے کہ اس کے لیے باغات، کھیتیاں اور تجارت کا وسیع سلسلہ تھا۔ ابن عباس سے مروی ہے جو کچھ اس کے پاس تھا وہ مکہ اور طائف کے درمیان (اونٹ، نعمتیں میوے اور باغات اور غلام بکثرت تھے ابن عباس، مجاہد اور ابن جبیر کا قول کہ اس کے پاس ایک ہزار دینار تھے قتادہ کا قول ہے چھ ہزار دینار تھے ایک قول ہے نو ہزار دینار تھے اور سفیان ثوری سے دو قول منقول ہیں ایک قول ہے چار ہزار اور دوسرے قول کے مطابق ایک لاکھ دینار تھے۔ ایک قول ہے کہ اس کا ایک باغ طائف میں تھا جس کے پھل اور میوے سردیاں گرمیاں ختم نہ ہوتے تھے نعمان بن بشیر کا قول ہے المال الممدود سے مراد زرعی زمین ہے کیونکہ وہ بہت بڑھ گئی تھی (زیادہ ہوگئی تھی)

وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۝ اور بیٹے دیئے سامنے حاضر رہتے۔

حضورا معه بمكة يتمتع بمشاهدتهم لا يفارقونه للتصرف فی عمل او تجارة لكونهم مكفيين لوفور نعمهم وكثرة خدمهم وعن مجاهد انهم عشرة وقيل ثلاثة عشر وقيل سبعة كلهم رجال الوليد

ولید وخالد وهشام وقد اسلم هؤلاء الثلاثة والعاص وقیس وعبد شمس
وعمارة واختلفت الروایة فیه انه قتل یوم بدر او قتله النجاشی لجنایة
جنت الیه فی حرم الملک ۔ اس کے ہمراہ مکہ میں موجود تھے وہ انہیں دیکھ کر مسرور ہوتا وہ بیٹے
تجارت یا کسی اور کام کی غرض سے اُس سے جُدا نہیں ہوتے تھے اس لیے کہ وہ مال و دولت کی کثرت
و خدام کی زیادہ تعداد کی وجہ سے ان تمام امور میں خود کفیل تھے اور مجاہد سے مروی ہے کہ وہ دس
تھے اور ایک قول ہے کہ تیرہ بیٹے تھے اور ایک قول ہے کہ سات اور سبھی جوانمرد تھے ان میں سے
ولید بن ولید، خالد بن ولید اور ہشام بن ولید بھی تھے اور یہ تینوں ہی مشرف باسلام ہوئے اور
عاص، قیس، عبد شمس اور عمارۃ باقی چار تھے (جو اسلام نہ لائے) اور اختلاف روایت سے
مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ یوم بدر مقتول ہوا یا اُسے نجاشی شاہ حبشہ نے اس خیانت میں جو
بادشاہ کے حرم سے متعلق تھی قتل کرایا۔ تاہم اس پر اتفاق ہے کہ وہ حالت کفر پر قتل ہوا۔

(وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ٥) اور میں نے اس کے لیے طرح طرح کی
تیاریاں کیں۔

بسطت له الریاسة والجاه العریض فاتممت علیه نعمتی الجاه والمال و
اجتماعهما هو الکمال عند اهل الدنیا واصل التمهید التسویة والتهیئة و
تجوزبه عن بسطة المال والجاه وکان لکثرة غناه ونضارة حاله الرائقة فی
الاعین منظرا و مختبرا یلقب بریحانة قریش وکذا کانوا یلقبونه بالوحید بمعنی
المنفرد باستحقاق الریاسة وعن ابن عباس وسعت له ما بین الیمن الی
الشام وعن مجاهد مهدت له المال بعضه فوق بعض کما یمهد الفراش یعنی
میں نے (اللہ نے) اس کے لیے ریاست اور لمبی چوڑی (وسیع) جاہ و حشمت کا معاملہ کشادہ
کیا (سجایا) پھر میں نے جاہ و مال کے ساتھ اس پر اپنی نعمت پوری کی اور ان دونوں نعمتوں کا
اکٹھے میسر ہونا اہل دنیا کے نزدیک بڑا کمال و برتری ہے اور التمهید کی اصل التسویة
والتهیئة جس کے معنی سامان درست کرنے اور قسم کی تیاری کرنے کے یا طول عمر کے ہیں اور
اس سے مال و جاہ کی کشادگی اور طرح طرح کی تیاری (جیسے عیش کی زندگی اور طوالت عمر) مراد ہے
اور اس کے مال اور تونگری کی کثرت اور اس کی خوشحالی اور براق (پیشرائی) دیکھنے والوں کو نظر
آتی اور معلوم ہوتی تھی لوگ اس کو "ریحانۂ قریش" کے لقب سے یاد کرتے تھے اور یونہی اسے

وحید کے لقب سے پکارتے تھے جس کے معنی منفرد (یکتا) کے ہیں یعنی استحقاق ریاست کے لیے اُسے یکتا جانتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کے لیے جو کچھ مکہ سے شام کے درمیان ہے وسعت عطا کی گئی تھی۔ اور مجاہد کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ میں نے اس کے مال دولت میں سے بعض کو بعض پر اس طرح درست کیا جس طرح ہنڈی مال درست ہو کر چھا جاتا ہے یا جس طرح سامان پھانیوالا درست کرتا یا سجاتا ہے)

(ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۝) پھر یہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں

لانه مناف لما هو عليه من كفران النعم و معاندة المنعم اس کی نعمتوں پر ناشکری اور منعم (ذات باری) سے عناد اس بات کے منافی ہے کہ میں اُسے مزید عطا کروں علاوہ ناشکری کے باوجود وہ اس حرص میں مبتلا ہے کہ میں اُسے زیادہ دوں گا۔

(كَلَّا ط اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝) ہرگز نہیں۔ وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے۔

(كَلَّا) ہرگز نہیں ردع و زجر له عن طمعه الفارغ و قطع لرجائه الخائب۔ بطور انتباہ اور توبیخ اس پر شدت ہے کہ وہ کیسی حرص لگائے بیٹھا ہے اور کیسی فضول و بے ہودہ اُمید رکھتا ہے یعنی ایسا ہرگز نہ ہوگا اگلے جملے میں اس کی علت کا بیان ہے۔

(اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝) وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے۔

اى انه كان معاند الآيات المنعم وهى دلائل توحيده او الآيات القرآنية یعنی وہ تو نعمتوں کے عطا کرنے والے رب کریم کی آیتوں سے بغض اور دشمنی رکھتا ہے اور وہ آیات اللہ پاک کی توحید کے دلائل و براہین یا قرآن حکیم کی آیات ہیں مقاتل کا قول ہے ما زال الوليد بعد نزول هذه الآية فى نقص من ماله و ولده حتى هلك اس آیت کے نزول کے بعد ولید کے مال و اولاد میں زوال کمی آنی شروع ہوئی یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا۔ یہ جملہ مستانفہ استئناف بیان ہے اور جو کچھ اس سے پہلے کہا گیا ہے اسکی تعلیل ہے۔ اس جملہ سے واضح ہوتا ہے کہ مخالفت حق اور نعمتوں کی ناقدری زوال و کمی کا باعث ہے۔

(سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝) قریب ہے کہ میں اُسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں اى ساغشيه عقبة شاقة المصعد یعنی جلد ہی میں ایسا سخت عذاب جو نہ

عذابوں سے بڑھ کر شدید ہے اس پر مسلط کروں گا جو اس پر چھا جائے گا۔ امام احمد، ترمذی اور حاکم وغیرہ نے ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے الصعود جبل من النار یصعد فیہ سبعین خریفا ثم یھوی فیہ کذلک ابدا صعود دوزخ میں آگ کا ایک پہاڑ ہے کافر ستر برس تک اس پر چڑھتا رہے گا پھر لڑھک کر نیچے گرے گا اور اسی طرح ہمیشہ ہوتا رہے گا یعنی چڑھتا اور گرتا رہے گا۔

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝	بے شک وہ سوچا اور دل میں کچھ
فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ	بات ٹھہرائی تو اس پر لعنت ہو کیسی
قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝	ٹھہرائی۔ پھر اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی
ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ	پھر نظر اٹھا کر دیکھا۔ پھر تیوری چڑھائی
اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ	اور منہ بگاڑا پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا
اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝	پھر بولا یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے
اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝	سیکھا۔ یہ نہیں مگر آدمی کا کلام

(اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝) بے شک وہ سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی۔ آیات الٰہی سے ولید کے عناد کا بیان ہے یا پھر وعید جو اسے سنائی گئی (سارھقہ صعودا) کی علت کا بیان ہے۔ ای انہ فکر ما ذا یقول فی شان القرآن و قدر فی نفسہ ما یقول۔ یعنی اس نے سوچا اور قرآن حکیم کے بارے میں یا وہ گوئی کی اور جو کچھ کہا اس نے اس پر اپنے جی میں کچھ ٹھہرایا (رائے قائم کی)

(فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝) تو اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی

فَقُتِلَ۔ فاء تعقیب ہے کہ اس نے سوچا اور ٹھہرایا ایسے سوچنے اور ٹھہرانے پر اس پر اللہ کا عذاب و پھٹکار ہو یعنی وہ رحمت باری سے محروم ہو گیا۔ قرآن حکیم میں اس کی نظیریں ہیں جیسے قاتلھم اللہ انّٰی یوفکون۔ اللہ انہیں ہلاک کرے (عذاب دے) کیا بہتان باندھتے ہیں۔ یا پھر اس کے ایسا ٹھہرانے پر تعجب کے طور پر فرمایا ہے اور اہل عرب کا عرف و عادت ہے احمقوں کی بعد بر سبیل دعا وہ کہتے ہیں قتلہ اللہ ما اشجعہ اللہ اسے ہلاک کرے اس کی کیسی بے باکی ہے۔ (كَيْفَ قَدَّرَ) کیسی ٹھہرائی۔ کیف استفہام انکاری ہے اور بطور زجر و توبیخ ہے اور اس کی جرأت و بے باکی رائے پر اظہار تعجب ہے اور ایسی نازیبا بات پر استہزاء ہے کہ

دانائی کے ادعا کے باوصف کیسی بودی اور لغو بات بکتا ہے۔ اور محیی السنۃ بغوی نے روایت کی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حٰمٓ ۝ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم الی قولہ تعالٰی الی المصیر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں ان آیات کی تلاوت کے لیے قیام فرمایا ولید بن مغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی موجود تھا اور آپ کی تلاوت سُن رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی موجودگی اور سننے کا احساس ہُوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کو دہرایا۔ ولید ان آیات کی تلاوت سُن کر اپنی قوم بنی مخزوم کی مجلس میں آیا اور کہنے لگا بخدا میں نے ابھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایسا کلام سُنا ہے کہ نہ تو وہ انسانوں کے کلام سے ہے اور نہ ہی جنوں کے کلام سے بلاشبہ اس میں بڑی حلاوت اور تازگی و دلکشی ہے اس کلام کی بلندی ثمر آفرین اور اس کا زیریں حصہ خوشہ دار ہے اور بلاشبہ وہ بلند و غالب ہوگا اور ہرگز مغلوب نہ ہوگا تو قریش بولے خدا کی قسم ولید بے دین ہوگیا اور بخدا تمام قریشی بے دین (صابی) ہوجائیں گے تو ابو جہل بولا کہ میں تم سب کی طرف سے اُسے (سنبھالنے کے لیے) کافی ہوں تو وہ ولید کے پاس جاکر غمگین صورت بنائے بیٹھ گیا اور جو کچھ اس نے کہا تھا اس کے بارے میں گفتگو کی تو ولید اٹھا اور ابو جہل کے ساتھ لوگوں کے پاس آیا اور بولا تمھارا خیال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجنون ہیں تو کیا تم نے اُن سے کوئی دیوانگی کی بات دیکھی ہے اور تم کہتے ہو کہ وہ کاہن ہے تو کیا تم نے اُن سے کوئی کہانت کی بات دیکھی بھی ہے اور تم گمان کرتے ہو کہ وہ شاعر ہے تو تم نے ان سے کبھی شعر گوئی دیکھی اور تم خیال کرتے ہو کہ وہ جھوٹا ہے تو کیا تمہیں اُن سے کبھی کسی جھوٹ کا تجربہ ہُوا ہے تو سب بولے خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں (قریش آپ کو قبل اظہار نبوت صادق و امین کہتے تھے) پھر بولے تو پھر وہ کیا ہیں تو اُس نے سوچا کہ وہ نہیں ہیں مگر ساحر کہ تم دیکھتے ہو کہ وہ آدمی اور اس کے گھر والوں اور اس کی اولاد اور اس کے دوستوں بھائیوں کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے اور یہ کیا ہے اس کے ساحرانہ کلام کی تاثیر ہے۔

(ثُمَّ قُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ ۝) پھر اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی۔

تکریر للمبالغہ۔ بطور مبالغہ اس جملہ کی تکرار ہے اور ثُمَّ کے عطف کے ساتھ زجر کی ترقی اور اُس کی شدت کا اظہار ہے یعنی ضرور عذاب پر عذاب دیا جائے گا اور اس پر پھٹکار پر پھٹکار ہوگی کہ اُس نے کیسی بے پر کی ہانکی اور کیا بات گھڑ لی۔

(ثُمَّ نَظَرَ ۝) پھر نظر اٹھا کر دیکھا

ای ثم فکر فی امر القرآن مرۃ بعد اُخری یعنی اس قرآن کے بارے میں دوسری دفعہ کے بعد پھر سوچا۔ ثُمَّ کا عطف فَكَّرَ اور قَدَّرَ پر ہے یعنی اول سوچا پھر ٹھہرایا اور پھر سوچا۔

(ثُمَّ عَبَسَ) پھر تیوری چڑھائی۔

قطب وجھہ لما لم یجد فیہ مطعنا وضاقت علیہ الحیل ولم یدر ما ذا یقول وقیل ثم نظر فی وجوہ القوم ثم قطب وجھہ وقیل نظرا لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قطب فی وجھہ علیہ الصلاۃ والسلام۔

جب ولید نے کوئی صورت نکتہ چینی اور طعن کی نہ پائی اور اس کے تمام حیلے حربے تنگ ہو گئے اور اسے کچھ نہ سوجھتا تھا کہ وہ کیا کہے تو اپنے چہرے کو بگاڑ لیا اور ایک قول ہے کہ پھر اس نے قوم کے چہروں کو دیکھا تو پھر اپنے منہ کو بگاڑ لیا اور ایک قول ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پھر از راہ عداوت ماتھے پر بل ڈال لیے یعنی سخت ناگواری کا طرز عمل اختیار کیا۔

(وَبَسَرَ ۝) اور منہ بگاڑا۔ ای اظھر العبوس

یعنی تیوری ظاہر ہوئی۔ یہ عَبَسَ کی متوکد ہے ایک قول ہے کہ پہلے ماتھے پر بل ڈالے اور سخت ناگواری کے تحت ترش رو ہوا۔ بعض علماء نے بَسَرَ کی تفسیر میں کہا ہے اشد العبوس اذا قبض ما بین عینیہ کراھۃ للشئ واسود وجھہ منہ' سخت تیوری چڑھانا جب کسی چیز سے ناگواری ہو تو دونوں آنکھوں کے درمیانی حصے کو ایسا سخت کر دینا جس سے چہرے پر سیاہی ظاہر ہو۔

(ثُمَّ اَدْبَرَ) پھر پیٹھ پھیری۔

عن الحق اور عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حق سے منہ موڑنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخ موڑنا

(وَاسْتَكْبَرَ ۝) اور تکبر کیا۔

عن اتباعہ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی فرماں برداری کا انکار کیا اور غرور کا اظہار کیا۔ یا خود کو صاحب جاہ و حشم جان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) کم تر جانا اور اسی زعم میں آپ کی پیروی کا انکار کیا۔

(فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝) پھر بولا یہ تو وہی جادو ہے اگلوں

سے سیکھا۔ تفقال میں فاء اس امر پر دلالت کر رہی ہے کہ یہ کلمہ احمقانہ ہے کہ جونہی یہ خیال اس کے دل میں گزرا تو بغیر سوچے سمجھے اُسے کہہ دیا۔ اور بعض نے کہا کہ فاء تعقیب کے لیے ہے ای یروی ویتعلم من سحرۃ بابل ونحوھم یعنی یہ وہی روایت کیا گیا جادو ہے جو بابل کے جادوگروں وغیرہ سے سیکھا ہوا ہے۔

(اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ○) یہ نہیں مگر آدمی کا کلام یہ پہلے جملے کی تاکید ہے اس لیے کہ دونوں باتوں سے یعنی سحر یوثر اور قول البشر سے مقصود قرآن حکیم اور کلام الٰہی کی نفی ہے۔

سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ○ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ○ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ○ عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ○

کوئی دم جاتا ہے کہ میں اُسے دوزخ میں دھنساتا ہوں، اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے، نہ چھوڑے نہ لگی رکھے، آدمی کی کھال اتار لیتی ہے اس پر انیس[۱۹] داروغہ ہیں

(سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ○) کوئی دم جاتا ہے کہ میں اُسے دوزخ میں دھنساتا ہوں۔ سقر سے مُراد مطلق نارِ جہنم ہے تاہم جہنم کے متعدد نام ہیں ان میں سے ایک سقر ہے جو شدت عذاب اور حدت و تمازت کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی ہم اُسے (ولید بن مغیرہ) کو مرنے کے ساتھ ہی یا بروزِ حشر اس میں داخل کریں گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ طبقات جہنم میں سے ایک سقر ہے۔ شائد صعود (آگ کا پہاڑ) جیسا کہ ابو سعید کی روایت میں ہے اور جس کا پیچھے ذکر گزرا۔ طبقۂ سقر ہی میں ہے۔ واللہ اعلم

(وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ○) اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے۔
ای ای شیء ھی یعنی تمہیں کیا معلوم کہ وہ کیسی شئے ہے۔ استفہام سَقَرُ کی شدت و عظمت اور اس کے وصف کو ظاہر کر رہا ہے۔

(لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ○) نہ چھوڑے نہ لگی رکھے
بیان لوصفھا وحالھا یہ دوزخ (سقر) کے وصف اور اس کی حالت کا بیان ہے ای لاتبقی شیأ یلقی فیھا الا اھلکته واذا ھلك لم تذرہ ھالکا حتی یعاد۔ یعنی جو شئے اس کے اندر ڈالی جائے اُسے باقی نہیں چھوڑتی بجز اس کے اسے ہلاک کر دے اور

(جب وہ شئے جسے ہلاک کر دے تو اس کو ہلاکت پر ہی نہ چھوڑے رکھے گی یہاں تک کہ اُسے پھر (بار بار) دہرائے۔ ابن عباس اور ضحاک سے یونہی مروی ہے ایک قول ہے کہ نہ زندہ رکھے اور نہ (ہی) مرنے دے۔

(لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝) آدمی کی کھال اتار لیتی ہے۔

ابن عباس، مجاہد اور ابو رزین اور جمہور علماء کا ارشاد ہے ای مغیرۃ للبشرات مسودۃ للجلود یعنی کھالوں کو بگاڑ و برباد کر دینے والی اور کھالوں کو جلا کر سیاہ بنا دینے والی بعض کا قول ہے بزیادۃ محرقہ سخت جلا دینے والی جس طرح کہ تیل جل کر سیاہ ہو جاتا ہے بَشَر بَشَرَۃ کی جمع ہے اور اس کے ظاہری معنی جلد اور کھال کے ہیں حسن کا قول ہے کہ لَوَّاحَةٌ کا معنی ہے (وہ جہنم کی آگ) سامنے نظر آئے گی۔

(عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝) اس پر انیس 19 داروغہ ہیں۔

الظاهر ملكا۔ ظاہر ہے کہ انیس 19 فرشتے مقرر ہیں یہ سب دوزخ پر مامور ہیں اور ان (پر داروغہ ہیں) ان کے سردار مالک ہیں جو داروغہ جہنم ہیں اور باقی اٹھارہ فرشتے ان کے نائب و معاون (و) ساتھی ہیں۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب یہ آیت "علیها تسعة عشر" نازل ہوئی تو ابوجہل (لعین) نے قریش کو کہا کہ تم پر تمہاری مائیں روئیں کیا تم نے نہیں سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اطلاع دے رہے ہیں کہ جہنم کے دربان انیس 19 ہیں اور تم اتنے قوی اور بہادر ہو کیا تم میں سے دس شخص بھی اتنی قوت نہیں رکھتے کہ ان میں سے ایک ایک کو قابو کر لیں تو ابوالاشد بن اُسید بن کلدہ جمحی نے جو گرفت و پکڑ میں انتہائی شدید تھا ابوجہل سے بولا کہ سترہ 17 کو تو میں تنہا کافی ہوں اور بقیہ دو سے تم نپٹ لینا اور بیہقی سے مروی ہے کہ اسید بن کلدہ نے کہا کہ اے گروہ قریش خوف نہ کھاؤ میں دس کو دائیں مونڈھے سے اور (نو) کو بائیں مونڈھے سے دھکے دے کر ہٹا دوں گا۔

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪	اور ہم نے دوزخ کے داروغہ نہ کیے مگر
وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً	فرشتے اور ہم نے ان کی یہ گنتی نہ رکھی مگر
لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ	کافروں کی جانچ کو اس لیے کہ کتاب والوں
اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ	کو یقین آئے اور ایمان والوں کا ایمان
اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ	بڑھے اور کتاب والوں اور مسلمانوں کو کوئی
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ	شک نہ رہے اور دل کے روگی اور کافر کہیں

وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰي لِلْبَشَرِ ۝

اس اچنبھے کی بات میں اللہ کا کیا مطلب ہے یونہی اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ تو نہیں مگر آدمی کے لیے نصیحت۔

(وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰۗىِٕكَةً ۠) اور ہم نے دوزخ کے داروغہ نہ کئے مگر فرشتے۔

ای ماجعلناھم رجالا من جنسکم یطاقون یعنی ہم نے جہنم کے داروغے تمہاری جنس کے انسان نہیں بنائے کہ کافر ان کی طاقت رکھیں۔ بلکہ وہ فرشتے ہیں۔ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں اتری جس کی خرابی آگئی کہ اب آئی۔ پھر اس کی خرابی و ہلاکت آ گئی اب آ گئی اور ظاہراً اصحب النار سے جو انیس ہیں مراد المدبرون لامرھا القائمون بتعذیب اھلھا امور جہنم کے منتظم و سردار ہیں جو دوزخیوں کے عذاب کے لیے مقرر و مامور ہیں اور ان میں سے ہر ایک فرشتہ ستر ہزار جہنمیوں کو دوزخ میں جہاں چاہے ایک ہی حرکت میں اٹھا کر پھینک دے گا۔ اور کعب سے مروی ہے کہ ہر جہنمی شخص کو جب جہنم میں لے جانے کا حکم ہوگا تو ایک لاکھ فرشتے اس کی گرفتاری کے لیے آگے بڑھیں گے۔

(وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ) اور ہم نے ان کی یہ گنتی نہ رکھی مگر کافروں کی جانچ کو۔

ای وما جعلنا عدد اصحاب النار الا بعدد الذی اقتضی فتنة الذین کفروا بالاستقلال والاستھزاء۔ یعنی جہنم کے دربانوں کی تعداد (گنتی) کو ہم نے کفار کے لیے آزمائش بنایا ملائکہ کی تعداد کی کمی کا انہوں نے تمسخر اڑایا اور ان کے مقابلہ میں اپنی قوت و طاقت کا اظہار کیا اور لاف زنی کی۔ یا اس لیے کہ وہ اس مخلت تعداد پر چہ میگوئیاں کریں کہ انیس ۱۹ پر ہی کیوں اکتفاء ہوا اور وہ حکمت الٰہی سے بے خبر رہیں اور بے یقینی کا مظاہرہ کریں۔

(لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ) اس لیے کہ کتاب والوں کو یقین آئے۔

ای لیکتسبوا الیقین بنبوتہ صلی اللہ علیہ وسلم وصدق القرآن لاجل

من صفتهم المذكورين ذكرهم فی القرآن بهذا العدد و فی الکتابین کذلک یعنی اس لیے کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور قرآن عظیم کی صداقت و حقانیت کا یقین حاصل کرلیں کیونکہ قرآن حکیم میں داروغہائے جہنم کی تعداد کا ذکر اس تعداد کے موافق ہے جو تورات و انجیل (دونوں کتابوں) میں بیان و مذکور ہے۔

ترمذی اور ابن مردویہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہود میں سے کچھ لوگوں نے صحابہ رسول سے پوچھا کہ کیا تمہارے نبی کو داروغہائے جہنم کی تعداد معلوم ہے تو انہوں نے حضور کو اس امر کی اطلاع کی تو ارشاد فرمایا اور ہاتھوں سے ایک مرتبہ دس اور دوسری مرتبہ ۹ کہہ کر کل انیس ۱۹ بتائے اور بیہقی نے بھی اس کے مثل بیان کیا ہے۔

(وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا) اور ایمان والوں کا ایمان بڑھے۔

ای یزداد ایمانهم کیفیة بما رأوا من تسلیم اهل الکتب و تصدیقهم جو پہلے مذکور ہوا اس کی متوکد ہے تاکہ اس سے ایمان والوں کے ایمان اور یقین و اعتماد میں ترقی ہو۔ اور اہل کتاب کی توثیق و تصدیق سے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور زیادہ اعتماد و اعتقاد ہو کہ ان کا ارشاد وحی الٰہی ہے اور پچھلی کتابوں سے موافق ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی رسول مصدق ہیں اور یونہی آپ کی کتاب قرآن حکیم بھی مصدق ہے۔

(وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ) اور کتاب والوں اور مسلمانوں کو کوئی شک نہ رہے۔

تاکید لما قبله من الاستیقان و ازدیاد الایمان۔ یقین و ایمان کی ترقی پر متوکد ہے اور شک نہ رہنے سے مراد یہ ہے کہ داروغہائے جہنم کی تعداد میں جیسا کہ ذکر گزرا کوئی خلجان نہ رہے۔

(وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ) اور دل کے روگی کہیں

ای شک او نفاق فیکون نبأ علی ان السورة بتمامها مکیة و النفاق انما حدث بالمدینة اخبارا عما سیحدث من المغیبات بعد الهجرة۔

یعنی شک یا نفاق چونکہ ساری کی ساری سورہ مبارکہ مکی ہے اور نفاق کا ظہور مدینہ میں ہوا تو اس بنا پر یہ جملہ غیب کی خبروں میں سے ایک بیان ہے جو ہجرت مدینہ کے بعد منافقوں سے ظاہر ہونے والا تھا۔ اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ قیام مکہ کے دوران کوئی منافق نہ تھا یا نہ رہے

کھرے مسلمان تھے یا کھلے پکے کافر ذکر "فی قلوبھم مرض" سے نفاق کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ کے شروع میں ہے منافقین کے ذکر میں مصرح ہے۔

(وَالْکٰفِرُوْنَ) اور کافر

ای المصرون علی التکذیب یعنی وہ لوگ جو انکار و تکذیب (جھٹلانے) پر اصرار کرنے والے اور ڈٹے ہوئے ہیں۔

(مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا) اس اچنبھے کی بات میں اللہ کا کیا مطلب ہے۔

ای ای شئ اراد اللہ تعالٰی او ما الذی اراد اللہ تعالٰی بھذا العدد المستغرب استغراب المثل۔ یعنی حق سبحانہ و تعالٰی نے کس چیز کو چاہا ہے یا اللہ تبارک و تعالٰی کا اس انوکھے (عجیب و غریب) عدد سے کیا مراد ہے جو غیر مانوس سی بات لگتی ہے یعنی کفار و منافقین نے اس عدد کو حقیقت نہ سمجھا اور عقل کے مطابق نہ جانا۔

(کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ) یونہی اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔

ذلک اشارۃ الی ما قبلہ من معنی الاضلال والھدایۃ۔ ذلک اشارہ ہے جو اس سے ہے یعنی دوزخ کے داروغوں کی تعداد کی طرف۔ یا پھر ذلک کہ اس کا تعلق مابعد سے ہے جس کا مطلب یہ ہے جس طرح دربانان جہنم کی قلت تعداد سے بعض لوگ گمراہ ہوئے اور بعض ہدایت پا گئے یونہی جس کے لیے گمراہ ہونا ہے تو اس کے لیے ایسا ہی کر دیتا ہے اور جسے ہدایت عطا فرماتا ہے اُسے ہدایت دے دیتا ہے۔

(وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ) اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جُنُوْد، جمع جُنْد، بمعنی لشکر ہے جو اپنی شدت و سختی کی وجہ سے مشہور ہو ای وما یعلم جموع خلقہ تعالٰی التی من جملتھا الملائکۃ المذکورون علی ما ھم علیہ۔ یعنی حق سبحانہ و تعالٰی کی تمام مخلوقات کو جن میں سے مذکورہ فرشتے (خزنۃ جہنم) بھی ہیں ان کی تعداد و کثرت، حقیقت قوت کو سوائے ذات باری کے کوئی نہیں جانتا کیونکہ ممکنات کا حصر اسی ہی کے لیے ہے اور ان کی تفصیل و حقیقت کا صرف وہی عالم ہے قرطبی کا قول ہے کہ داروغے اور سردار تو انیس ۱۹ ہی ہیں لیکن ان کے ماتحت و معاونین کی صحیح تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے۔

سلام ہے۔
(وَمَا هِيَ) تو وہ نہیں
ای سقر یعنی دوزخ ایک قول ہے کہ ھیَ سے مراد دربانان جہنم ہیں جن کی تعداد کا ذکر گزرا۔
(اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝) مگر آدمی کے لیے نصیحت
اِلَّا تذکرة لهم یعنی الناس کے لیے نصیحت اور یاد دہانی ہے۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَاللَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۝ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۝

ہاں ہاں چاند کی قسم۔ اور رات کی جب پیٹھ پھیرے اور صبح کی جب اجالا ڈالے۔ بے شک دوزخ بہت بڑی چیزوں میں کی ایک ہے۔ آدمیوں کو ڈراؤ۔ اُسے جو تم میں چاہے کہ آگے آئے یا پیچھے رہے۔

(كَلَّا) ہاں ہاں
ردع لمن انکرها وقیل زجر عن قول ابی جهل واصحابه انهم یقدرون علی مقاومة خزنة جهنم وقیل ردع عن الاستهزاء بالعدة المخصوصة وقال الفراء هی صلة للقسم۔
انکار کرنے والوں کے لیے "کَلَّا" فرما کر بازداشت کی گئی ہے اور بعض نے کہا کہ ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے اس قول پر زجر و شدت ہے جس میں انہوں نے داروغہائے جہنم کے پکڑنے پر اپنی قوت و قدرت کی بڑ ہانکی تھی اور بعض نے فرمایا کہ دربانان جہنم کی مخصوص و متعین تعداد پر کفار کے تمسخر و پھبتی کسنے پر شدت و انتباہ ہے اور فراء کا قول ہے کہ یہ قسم کے لیے بطور صلہ ارشاد ہے زمخشری کا قول ہے کہ یہ نصیحت ہے مگر کفار و منکرین کی حالت کا اظہار ہے کہ وہ راہ راست پر نہ آئیں گے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۂ مدثر پ ۲۹

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ ہاں ہاں چاند کی قسم
وَاللَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝ اور رات کی جب پیٹھ پھیرے۔
وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝ اور صبح کی جب اجالا ڈالے۔
اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝ بیشک دوزخ بہت بڑی چیزوں میں کی ایک ہے۔

نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۔	آدمیوں کو ڈراؤ۔
لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۔	اسے جو تم میں چاہے آگے آئے یا پیچھے رہے
كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۔	ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔
اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۔	مگر داہنی طرف والے۔
فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ۔	باغوں میں پوچھتے ہیں۔
عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۔	مجرموں سے
مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۔	تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی۔
قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۔	وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔
وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۔	اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے۔
وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۔	اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ فکریں کرتے تھے
وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۔	اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے۔
حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ۔	یہاں تک کہ ہمیں موت آئی۔
فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۔	تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی۔
فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۔	تو انہیں کیا ہوا نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں۔
كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۔	گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں
فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۔	کہ شیر سے بھاگے ہوں۔
بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۔	بلکہ ان میں کا ہر شخص چاہتا ہے کہ کھلے صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دیے جائیں۔
كَلَّا بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۔	ہرگز نہیں بلکہ ان کو آخرت کا ڈر نہیں۔
كَلَّاۤ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۔	ہاں ہاں بے شک وہ نصیحت ہے
فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۔	تو جو چاہے اس سے نصیحت لے
وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۔	اور وہ کیا نصیحت مانیں مگر جب اللہ چاہے وہی ہے ڈرنے کے لائق اور اسی کی شان ہے مغفرت فرمانا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ مدثر پ ۲۹

کلا۔ ہرگز نہیں　و۔ قسم ہے　القمر۔ چاند کی　و۔ بعد

الیل۔ رات کی   اذ۔ جب   ادبر۔ پیٹھ پھیرے   و۔ اور

الصبح۔ صبح کی   اذا۔ جب   اسفر۔ روشنی کرے   انہا۔ بیشک وہ

لاحدی۔ ایک ہے   الکبر۔ بڑی باتوں سے   نذیرا۔ ڈرانے والی ہے   للبشر۔ آدمی کو

لمن۔ جو   شاء۔ چاہے   منکم۔ تم میں سے   ان۔ یہ کہ

یتقدم۔ آگے بڑھے   او۔ یا   یتاخر۔ پیچھے رہے   کل۔ ہر

نفس۔ آدمی   بما۔ اس میں جو   کسبت۔ اس نے کمایا   رھینۃ۔ گروی ہے

الا۔ مگر   اصحب الیمین۔ دائیں جانب والے   فی۔ بیچ

جنت۔ باغوں کے   یتساءلون۔ پوچھیں گے   عن المجرمین۔ مجرموں سے

ما۔ کیا چیز   سلککم۔ کھینچ لائی تم کو   فی۔ بیچ

سقر۔ دوزخ کے   قالوا۔ کہیں گے   لم۔ نہیں   نک۔ تھے ہم

من المصلین۔ نماز پڑھتے   و۔ اور   لم۔ نہیں

نک۔ تھے ہم   نطعم۔ کھانا کھلاتے   المسکین۔ مسکینوں کو   و۔ اور

کنا۔ تھے ہم   نخوض۔ بحث کرتے   مع۔ ساتھ   الخائضین۔ بحث کرنے والوں کے

و۔ اور   کنا۔ تھے ہم   نکذب۔ جھٹلاتے   بیوم۔ دن

الدین۔ انصاف والے کو   حتی۔ یہاں تک کہ   اتنا۔ آیا ہمارے پاس   الیقین۔ یقین (موت)

فما۔ تو نہ   تنفعہم۔ نفع دیگی انکو   شفاعۃ۔ سفارش   الشافعین۔ سفارش والوں کی

فما۔ تو کیا ہے   لہم۔ ان کو   عن التذکرۃ۔ نصیحت سے

معرضین۔ منہ پھیرتے ہیں   کانہم۔ گویا کہ وہ   حمر۔ گدھے ہیں   مستنفرۃ۔ بدکے ہوئے

فرت۔ بھاگے ہیں   من قسورۃ۔ ببر شیر سے   بل۔ بلکہ

یرید۔ چاہتا ہے   کل۔ ہر   امرئ۔ آدمی   منہم۔ ان میں سے

ان۔ یہ کہ   یوتی۔ دیا جائے   صحفا۔ صحیفے   منشرۃ۔ کھلے ہوئے

کلا۔ ہرگز نہیں   بل۔ بلکہ   لا۔ نہیں   یخافون۔ ڈرتے

الاخرۃ۔ قیامت سے   کلا۔ ہرگز نہیں   انہ۔ بے شک وہ   تذکرۃ۔ نصیحت ہے

فمن۔ تو جو   شاء۔ چاہے   ذکرہ۔ نصیحت لے   ہ۔ اس سے

و۔ اور   ما۔ نہیں   یذکرون۔ نصیحت لیتے   الا۔ مگر

ھو وھی ہے
اھل ۔ لائق

اھلہ ۔ ان
لشاء چاہے
د ۔ اور روبن ہے
المغفرۃ ۔ بخشنے
ان ۔ جلد
اھل الائق
المغفرۃ بخشنے

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۂ مدثر پ ۲۹

(وَالْقَمَرِ ۝ وَاللَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝) چاند کی قسم اور رات کی جب پیٹھ پھیرے۔
ای ولی یعنی جب رات پیٹھ پھیر کر چلی جاتے دَبَرَ دال کی فتحہ کے ساتھ بمعنی اَدْبَرَ ہے
جیسے قَبَلَ سے اَقْبَلَ ہم معنی ہے ابن عباس، ابن زبیر، مجاہد، عطاء، ابن یعمر، ابوجعفر، شیبہ، ابوالزناد
قتادہ اور عمر بن عبد العزیز، حسن اور طلحہ اور نحویوں کی ایک جماعت نے یونہی پڑھا ہے یعنی اِذَا دَبَرَ
البتہ حمزہ اور یعقوب کی قرأت اذا دبر ہے۔ اور ابو عمرو کا قول ہے کہ قریش محاورۃً یوں بولتے
ہیں دَبَرَ اللیل یا اَدْبَرَ اللیل یعنی رات پشت پھیر کر چلی گئی۔

(وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝) اور صبح کی جب اجالا ڈالے
ای اضاء وانکشف یعنی جب روشن ہو جائے اور روشنی کھل جائے (خوب اجیالا ہو جائے)

(اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝) بے شک دوزخ بڑی چیزوں میں کی ایک ہے۔ جواب
للقسم یہ قسم کا جواب ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "کلّا" ان انکار کرنے والے لوگوں کے لیے باز داشت
ہو جو جہنم کی بڑائی و عظمت کے منکر ہوں یعنی کَلَّا "بیان علت کے طور پر ہو۔ اَلْكُبَرُ الکبریٰ کی جمع
ہے اور ابن عطیہ کا قول ہے کہ الکبر کبیرۃ کی جمع ہے اور الف تانیث کا ہے ای ان
سقر لاحدی الدواھی الکبر علی معنی ان البلایا الکبیرۃ کثیرۃ وسقر
واحدۃ منھا۔ یعنی سقر بہت بڑی بلاؤں میں سے ایک بڑی بلا ہے مطلب یہ ہے کہ بلاشبہ
بلائیں بہت بڑی بڑی ہیں منجملہ ان میں سے ایک سقر ہے سقر کا دوزخ کا ایک نام ہے۔

(نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۝) آدمیوں کو ڈراؤ۔
قیل تمییز لاحدی الکبر علی ان نذیرًا مصدر بمعنی انذارًا کالنکیر بمعنی
الانکار ای انھا لاحدی الکبر انذارًا والمعنی ما سمعت عن الزمخشری انھا لاعظم
الدواھی انذارًا وھو کما تقول ھی احدی النساء عفافًا کہا گیا کہ بڑی بلاؤں میں سے ایک
کے لیے نذیرًا امتیازی بات ہے اور یہ کہ نذیرًا مصدر ہے بمعنی اَنْذَارًا (ڈرانے) طل کیہ

طرح نکیر بمعنی انکار ہے یعنی بلاشبہ سقر بڑی بلاؤں میں سے ایک بڑی آفت ہے جو ڈرانیوالی ہے اور علامہ زمخشری سے اس کے معنی میں جو سنا گیا ہے وہ یہ ہے کہ بلاشبہ یہ عظیم آفتوں میں سے ایک آفت ہے جو ڈرانے والی ہے جس طرح کہ کہا جاتا ہے کہ وہ عورت بڑی پاکدامنوں میں سے ایک ہے۔ ڈرانے کے اعتبار سے یہ سقر کی امتیازی خصوصیت ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب میں بطور تسلسل ارشاد ہے یایھا المدثر اے بالاپوش اوڑھنے والے لوگوں کو عذاب سقر سے ڈراؤ۔

(لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۝) اُسے جو تم میں چاہے کہ آگے آئے یا پیچھے رہے۔

ای نذیرا للمتمکنین منکم من السبق الی الخیر والتخلف عنه وقال السدی ان یتقدم الی النار المتقدم ذکرها او یتاخر عنها الی الجنة وقال الزجاج ان یتقدم الی المامورات او یتاخر من المنھیات وفسر بعضھم التقدم بالایمان والتاخر بالکفر۔ یعنی ان لوگوں کے لیے ڈرسنانے والے ہوں جو تم میں سے خیر و بھلائی کی طرف سبقت کرنے والے اور اس پر متمکن و قائم رہنے والے ہوں اور ان کے لیے بھی جو اس سے پیچھے رہنے ہوں اور سُدی کا قول ہے کہ اس کے لیے نذیر ہے جو آگ (سقر) جس کا کہ پہلے ذکر گزرا کی طرف بڑھنے ہوں یا اُس سے ہٹ کر جنت کی طرف بڑھنے والے ہوں اور زجاج کا قول ہے کہ نذیر ہے اس کے لیے جو طاعات الٰہی کی طرف رغبت کرنے والے ہوں یا منہیات شرعیہ کی طرف بڑھنے والے ہوں اور بعض نے اس کی تفسیر میں کہا ہے تقدم سے مُراد ایمان اور تاخر سے مراد جہنم ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے پس سقر سے ڈر کر یا آپ کے ڈرانے کے بعد جو چاہے ایمان و طاعت کی راہ چلے اور جو کفر و معصیت کی راہ چاہے اس پر چلے۔

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔

الرھن کے معنوں میں الرھینۃ مصدر ہے جس طرح شتیمۃ الشتم کے معنی میں مصدر ہے اور صفت بمعنی مفعول نہیں اور اس پر تائے تانیث داخل نہیں ہوتی اور مذکر و مونث کے لیے یکساں ہے اور ایک قول ہے کہ رھینۃ میں ھاء مبالغہ کے لیے ہے۔ ای مرھونۃ عند اللہ تعالی بکسبھا یعنی ہر جان اللہ تعالیٰ کے پاس گروی ہے ان کرتوتوں اور کرنیوں (یعنی گناہوں اور بداعمالیوں) کی وجہ سے جو اُس نے کمائی ہیں۔ ایک قول ہے "بما کسبت" سے مُراد کفر و معصیت ہے۔

گروہ یمین والے

اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اصحاب الیمین سے بچے
وھم المسلمون المخلصون کما قال الحسن و ابن کیسان مسلمان بچے مراد لیے
ہیں اور ضحاک رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ وہ خاص ... دوزخ سے آزادی حاصل کرنے والے
ہیں جو ایمان و اعمال صالحہ کی برکت سے نفع پانے والے
ہیں۔ ابن عباس کا قول ہے کہ اصحاب
نجات پانے والے ہیں گویا ان کی حسنات بمنزلہ ... ہیں
الیمین سے وہ نفوس مبارکہ ہیں قاسم کا قول ہے ہر مومن سے اچھے اور برے حال کی پوچھ
ہوگی وہ اپنے حال پر بھروسا کرنے والا ہوتا ہے اور فضل و رحمت الٰہی پر اعتماد کرنے والے
اصحاب الیمین ہیں۔ یمن سے۔ اصحاب الیمین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام اور
امور خیر میں سبقت کی۔

فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝	باغوں میں، پوچھتے ہیں۔
عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ	مجرموں سے، تمہیں کیا بات دوزخ
فِيْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ	میں لے گئی، وہ بولے ہم نماز نہ
الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ	پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ
نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ وَكُنَّا	دیتے تھے۔ اور بے ہودہ فکر والوں
نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۝ وَكُنَّا	کے ساتھ بے ہودہ فکریں کرتے تھے
نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ حَتّٰۤى	اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے
اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ۝	یہاں تک کہ ہمیں موت آئی۔

فِيْ جَنّٰتٍ ۛ باغوں میں
خبر مبتدا محذوف اور تنوین تعظیم کے لیے ہے اور جملہ نئے سرے سے بطور جواب ہے
اس ہونے والے سوال کا جو اصحاب الیمین کے استثناء کے ذکر سے قبل گزرا گویا کہ کہا جا رہا ہے
ما بالھم فقیل فی جنات لا یکتنہ کنھھا ولا یدرک وصفھا یعنی ان کا کیا حال ہے
فرمایا گیا جنتوں (باغوں) میں ہوں گے جن کی کنہ و حقیقت کسی کو معلوم نہیں اور نہ ہی ان کے وصف کا
ادراک ہو سکتا ہے۔
يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ پوچھتے ہیں
لیس المراد بتساؤلھم ان یسأل بعضھم بعضا علی ان یکون کل واحد

...سؤلا معاملہ وقوع السؤال منھم مجردا عن وقوعہ علیھم فان صیغۃ
تفاعل۔ ان کے پوچھنے سے مراد نہیں کہ ان میں سے بعض بعض سے سوال کریں گے بلکہ یہ ہوگا
...سب باہم سائل بھی ہوں گے اور مسئول بھی اور ان سے سوال کا وقوع مجرداً ہوگا یعنی سب مل
...دوسروں سے سوال کریں گے اور باب تفاعل کا صیغہ کا لانا بھی واضح کر رہا ہے کہ سوال کرنے
میں سب مشترک ہوں گے۔

عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ مجرموں سے

بعض نے فرمایا عن حرف جار زائد ہے اور اس تقدیر پر معنی نہ ہوں گے کہ اصحاب الیمین
جو جنتی لوگ ہوں گے مجرموں سے ان کی حالت کے بارے میں پوچھیں گے۔

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی۔

یہ اہلِ جنت کا سوال ہے ای ای شئ ادخلکم فی سقر یعنی تمہیں دوزخ میں داخل
کرنے والی شے کون سی تھی ابن المنذر نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ انہوں نے پڑھا یایھا الکفار ما
سلککم فی سقر اے گروہ تمہیں کیا بات دوزخ میں لے جانے والی ہوئی۔

(قَالُوْا) وہ بولے۔

ای المجرمون مجیبین للسائلین یعنی مجرم سوال کرنے والوں کا جواب دیتے ہوئے
کہیں گے۔

لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

الصلوٰۃ الواجبۃ یعنی ہم فرض نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے۔

ای نعطیہ مایجب اعطاؤہ یعنی جو کچھ مسکینوں کو بطور صدقہ دینا ہم پر واجب تھا
ہم انہیں نہیں دیتے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ اس آیت کے مخاطب
نمازوں کا اعتقاد رکھنے والے اور ان کی فرضیت کے قائلین ہوں تو ترک اعتقاد پر عذاب ہوگا
اور یونہی مصلین سے مراد بطور کنایہ مومنین ہیں اور وہ مومن جو نمازوں کا التزام نہیں کرتے اس
آیت کی رو سے ترک صلوٰۃ پر عذاب دیئے جائیں گے واللہ اعلم
تاہم آیت سے واضح ہے کہ آخرت میں کافروں سے فروع اعمال کے ترک پر خطاب ہوگا اور
دنیا میں عدم ایمان کی وجہ سے جو اعمال کی اصل ہے۔ مخاطب نہیں ہیں البتہ وہ فروع اعمال پر بھی مکلف

ہیں۔

وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ اور بے ہودہ فکر والوں کے ساتھ بے ہودہ فکریں کرتے تھے۔

ای تشرع فی الباطل مع الشارعین فیہ والخوض فی الاصل ابتداء الدخول فی الماء والمرور فیہ واستعمالہ فی الشروع فی الباطل من المجاز المرسل او الاستعارۃ یعنی ہم بے ہودگی اور جھوٹ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ (ان لغو راہوں میں) داخل ہوتے تھے۔ اور "الخوض" دراصل پہلے پانی میں داخل ہونے (گھسنے) اور پھر اس میں ٹھہرے رہنے کو کہتے ہیں اور "خوض" کے لفظ کا استعمال غلط راہوں بے ہودہ بحثوں اور فکروں میں پڑنے اور تیز گھسنے کے مفہوم میں بطور مجاز مرسل یا استعارہ بولا جاتا ہے۔

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے۔

أی بیوم الجزاء یعنی ہم روز جزاء (قیامت کے دن) کا انکار کرتے تھے جس میں اعمال کا حساب ہوگا اور بدلہ دیا جائے گا۔

حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۝ یہاں تک کہ ہمیں موت آئی۔

ای الموت ومقدماتہ کما ذہب الیہ جل المفسرین وقال ابن عطیۃ الیقین عندی صحۃ ما کانوا یکذبون بہ من الرجوع الی اللہ تعالیٰ والدار الآخرۃ و قول المفسرین ہو الموت متعقب عندی لان نفس الموت یقین عند الکافر

یعنی موت اور اس کے مقدمات (علامات واحوال) جیسا کہ بڑے اکابر مفسرین نے یہی مفہوم لیا ہے اور ابن عطیہ کا قول ہے کہ میرے نزدیک یقین سے مراد صحت وحقانیت ہے جس کو وہ حق سبحانہ وتعالیٰ اور آخرت گھر کی طرف متوجہ ہونے سے باز رکھنے کے لیے جھٹلاتے تھے۔ اور مفسرین کا مجموعی قول یہی ہے کہ یقین سے مراد موت ہی ہے اور میرے نزدیک (الوسی کہتے ہیں) کہ بلاشبہ موت ہی فی نفسہ کافر کے نزدیک یقین ہے۔

فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۝ تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی۔

ای لو شفعوا لھم جمیعا یعنی اگر تمام سفارش کرنے والے باہم مل کر بھی ان کی سفارش کریں تو سفارش مقبول نہ ہوگی کسی کافر ومنافق ومشرک کے لیے شفاعت سود مند نہ ہوگی اور نہ ہی شفاعت کرنے والے ان کی سفارش کریں گے شفاعت کرنے والے انبیاء، شہداء

صالحین اور مومنین ہوں گے اور وہ صرف اہل ایمان کی شفاعت کریں گے اگرچہ وہ کتنے ہی گناہگار کیوں نہ ہوں۔ شفاعت کا منکر حضور کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ اہلِ ایمان کے ... یہاں تک کہ چھوٹے بچے بھی شفاعت کریں گے اور ارشاد نبوی ہے شفاعتی لاھل ... من امتی میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے ہے ... نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کی ہے کہ میری امت کے بدکردار (فساق و فجار) ... لوگ ہیں اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیسے ارشاد فرمایا کہ انہیں میری شفاعت حاصل ہوگی اور اللہ انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝ — تو انہیں کیا ہوا نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں۔

ترتیب: انکار اعراضھم عن القرآن بغیر سبب علی ما قبلھا من موجبات ... علیہ۔ استفہام انکاری ہے جو ان کی قرآن حکیم سے بلاوجہ روگردانی اور اس سے متعلق ہے جو ... سے متعلق ہے جو کہ اس سے پہلے بیان ہوا جس کا تسلیم کرنا اور بجالانا ان (کفار) پر واجب تھا ... کفار کی تعلیمات قرآنیہ سے روگردانی اور ان کا انکار اس حیات دنیاوی میں کیوں ہے حالانکہ ... مثوبات اخرویہ سے محروم کرنے والا اور عذاب دوزخ کا مستحق بنانے والا ہے اور ان ... ایسی کیوں ہے کہ وہ قبول حق سے بلاوجہ اعتراض اعراض کرتے ہیں۔ التذکرہ مصدر بمعنی ... ہے اور اس سے مراد قرآن حکیم اور اس کے مواعظ ہیں۔

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝ — گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ ۝) گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں۔ ... متکین فی معرضین بطریق التداخل۔ انکار و اعراض کرنے والوں کی مانند ... بطور تمثیل بیان ہے۔ حُمُرٌ حِمَارٌ کی جمع ہے اور اس سے مراد جیسا کہ ابن عباس ... سے منقول ہے حمار الوحشی ہے یعنی جنگلی گدھا۔ لانہ مثل بالنفار وشدۃ الفرار کیونکہ کفار اور ... بھاگنے اور بشدت فرار ہونے کی مماثلت ہے یعنی کفار و مشرکین حماقت و سفاہت ... جس طرح شیر کو دیکھ کر جنگلی گدھے خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلتے ہیں اور فرار میں ... تے ہیں کہ شیر کی گرفت سے بچ سکیں بالکل اسی طرح یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے قرآن کی تلاوت یا مواعظ قرآن سن کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ مُسْتَنْفِر کے معنی ہیں فرار ہونے والا یا خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلنے والا یہ حُمُرٌ کا حال ہے۔

فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ○) کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

"قَسْوَرَةٌ" "القَسْرُ" سے بروزن فعولہ مشتق ہے وھو القھر والغلبۃ اور اس کا معنی قہر و غلبہ ہے والمراد بہ أسد اور اس سے مراد اسد یعنی شیر ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ قسورہ سے مُراد شکاری ہیں۔ ابن عباس کا قول کہ اہلِ عرب شیر کو اسد اور اہلِ حبشہ قسورہ بولتے ہیں۔ یعنی جس طرح گدھے شیر سے خوف زدہ ہو کر بھاگتے ہیں یونہی کفار قبول ہدایت سے بھاگتے ہیں۔

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ○ بلکہ ان میں کا ہر شخص چاہتا ہے کہ کھلے صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں۔

عطف على مقدر يقتضيه المقام كأنه قيل لا يكتفون بتلك التذكرة و لا يرضون بها بل يريد كل واحد منهم ان يؤتى قراطيس تنشر و تقرأ كالكتب التي تبكاتب بها وجوزان براد كتبا كتبت في السماء ونزلت بها الملائكة ساعة كتبت منشرة على ايديها غضة رطبة لم تطو بعد وفيه بعد وذلك على الوجهين انهم قالوا الرسول الله صلى الله عليه تعالى عليه وسلم ان سرك ان نتا بعك فأت كل واحد منا بكتب من السماء عنوانها من رب العلمين الى فلان بن فلان نؤمر فيها باتباعك فنزلت ونحوه قوله تعالى لن نؤمن لك حتى تنزل علينا كتابا نقرؤه وقال ولو نزلنا عليك كتابا في قرطاس فلمسوه بايديهم الخ الاية۔ واخرج ابن جرير وابن المنذر عن السدى عن ابى صالح قال قالوا ان كان محمد صادقا فليصبح تحت راس كل رجل منا صحيفة فيها براءة وامنة من النار وقيل كانوا يقولون بلغنا أن الرجل من بنى اسرائيل كان يصبح مكتوبا على رأسه ذنبه وكفارته فأتنا بمثل ذلك۔

بل کلام سابق کے مضمون پر عطف ہے جو مقتضائے کلام ہے گویا کہ فرمایا جا رہا ہے کہ کفار صرف اس تذکرہ و نصیحت کو کافی نہیں سمجھتے اور نہ ہی اس پہ راضی ہوں گے بلکہ ان میں سے ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ وہ کھلے صحیفے دیئے جائیں جو کتاب کی طرح پڑھے جاسکیں اور اس میں تحریر ہوا اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مُراد نوشتے ہوں جو آسمانوں میں تحریر کئے گئے ہوں جن کے ساتھ کسی بھی وقت فرشتے اتریں

جوان کے ہاتھوں میں نرم و تازہ کھجور کی طرح رکھ دی جائیں جو جس کے بعد وہ اور ان میں دوری نہ ہو اور
ایسا دو وجہوں سے ہے کہ بلاشبہ کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر آپ کو پسند ہے کہ
ہم آپ کی پیروی کریں تو ہم میں سے ہر ایک کے لیے آسمان سے ایک ایک تحریر (نوشتہ) جہانوں کے
پروردگار کی طرف سے فلاں بن فلاں کے نام اس عنوان سے لے آؤ جس میں ہمیں آپ کی اتباع کا حکم ہو
تو یہ آیت نازل ہوئی اور اسی طرح حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے کفار کا قول ذکر کیا ہے کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان
نہ لائیں جب کہ ہم پر نوشتہ نہ اترے جسے ہم بخوبی پڑھ لیں اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ اگر ہم
آپ پر کاغذ میں کچھ لکھا ہوا اتارتے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے جب بھی کافر کہتے کہ
یہ نہیں مگر کھلا جادو اور ابن جریر اور ابن المنذر سے سدی سے بطریق ابی صالح روایت کی ہے کہ
کفار نے کہا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں تو ضرور صبح ہوتے ہی ہم میں سے ہر ایک شخص کے سرہانے
صحیفہ موجود ہو جس میں دوزخ سے برأت و امان (لکھی) ہو اور ایک قول یہ ہے کہ کفار کہتے تھے کہ ہمیں خبر
ملی ہے کہ بنی اسرائیل کے لوگوں میں سے جب کوئی صبح کرتا (صبح کو بیدار ہوتا) تو اس کے سرہانے ایک
نوشتہ ہوتا جس میں اس شخص کے گناہ اور ان کے کفارات لکھے ہوتے تو ہمارے لیے بھی اسی کی
مانند لائیں۔ اور صحف منشرۃ سے مراد کھلے اور ظاہر نوشتے (تحریریں) مراد ہیں

كَلَّا ۖ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ ہرگز نہیں بلکہ ان کو آخرت کا ڈر نہیں۔

(کلا) ہرگز نہیں ردع عن ارادتھم تلك وزجر لھم عن اقتراح الآیات۔
کفار کی ان خواہشوں پر ردع یعنی تنبیہ اور آیات الٰہیہ سے روگردانی پر "کلا" بطور زجر ہے
(ڈانٹ ہے)

(بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝) بلکہ ان کو آخرت کا ڈر نہیں
فلذلك یعرضون عن التذکرۃ تو اس خوف و ڈر کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ قرآن
حکیم اور اس کے ارشادات سے منہ موڑتے ہیں اگر انہیں خوف ہوتا تو واضح نشانیوں اور معجزات کے
بعد بھی یوں سرکشی نہ دکھاتے۔

كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۝ ہاں ہاں بے شک وہ نصیحت ہے۔

(کلا) ہاں ہاں ردع لھم عن اعراضھم کفار کی روگردانی پر "کلا" فرما کر انہیں
تنبیہ کی گئی ہے۔

(اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۝) بے شک وہ نصیحت ہے۔

یعنی قرآن حکیم یا وہ تذکرہ کا ذکر پیچھے گزرا یعنی قول
ای القرآن او التذکرۃ السابقۃ۔ مراد قرآن حکیم اور اس کے مواعظ و ارشادات
باری تعالیٰ میں وعن التذکرۃ معرضین۔ سے نصیحت لے۔
(فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ؕ) تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس
فآء سببیہ ہے ای ان یذکرہ۔ یعنی نصیحت و ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس
سے ہدایت حاصل کرے اور اس کو پڑھے اور شآء سے واضح ہے کہ قبول اور عدم قبول ہدایت کو
بندے کے ارادے سے وابستہ کرنا گویا اُسے مختار کرنا ہے کہ جس راہ چاہے چلے لیکن اصل میں
یہ بھی معنوی طور پر ڈانٹ و انتباہ ہے۔ اور بعض نے کہا فآء تعقیب کا ہے یعنی روشن دلائل اور
واضح معجزات کے بعد بھی اگر کوئی ہدایت قبول نہ کرے اور اطاعت نہ بجالائے تو گویا یہ کھلی سرکشی ہے
اور ضلالت کا منشاء بندے کا نفس ہے جس پر چھوڑا جائے تو گمراہ ہی کرتا ہے۔

وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اور وہ کیا نصیحت مانیں مگر جب اللہ
اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَ چاہے وہی ہے ڈرنے کے لائق
اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۞ اور اسی کی شان ہے مغفرت (بخشش فرمانا)

(وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ) اور وہ کیا نصیحت مانیں مگر جب اللہ چاہے
وھذا تصریح بان افعال العباد بمشیئۃ اللہ عزوجل بالذات او بالواسطۃ
ففیہ رد المعتزلۃ۔ یعنی بندے اسی وقت نصیحت پذیر ہوں گے مگر جب اللہ چاہے۔
اور یہ آیت واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ بندوں کے افعال حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی مشیئت (ارادہ)
کے ساتھ بالذات یا واسطے سے وابستہ ہیں اور اس میں معتزلہ کا رد ہے جو بندے کے افعال کو مشیئت
الٰہی سے وابستہ نہیں مانتے تھے۔

(هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى) وہی ہے ڈرنے کے لائق
حقیق بان یتقی عذابہ ویومن بہ ویطاع " حقیقت اللہ کی ذات پاک ہے کہ
اُس کے عذاب سے ڈرا جائے اور اس پر ایمان لایا جائے اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے۔

(وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۞) اور اسی کی شان ہے بخشش فرمانا
حقیق بان یغفر جل وعلا لمن اٰمن بہ واطاعہ تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہی کی شان
ہے کہ جو اُس پر ایمان لائے اور اس کی فرمان برداری کرے تو وہ اس کی مغفرت و بخشش فرمائے
اور گناہوں کی معافی عطا کرنا اسی ہی کی صرف اسی کی شان ہے۔ احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نیز

نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ جب حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو فرمایا تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ میں ہی اس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا جائے تو جو کوئی مجھ سے ڈرے اور میرے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے تو میری شان یہ ہے کہ میں اُسے بخش دوں۔

الحمد للہ آج سورت المدثر کی تفسیر تمام ہوئی

۹ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ

۵، نومبر ۱۹۹۲ء

سورۃ القیامۃ مکیۃ

اس سورت میں دو رکوع، چالیس آیات، ایک سو ننانوے کلمات اور چھ سو بانوے حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ قیامۃ پ ۲۹

لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۙ	روز قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں
وَ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۙ	اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر ملامت کرے
اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۙ	کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے۔
بَلٰى قٰدِرِیْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ۙ	کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کے پور ٹھیک بنا دیں
بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۙ	بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ اس کی نگاہ کے سامنے بدی کرے۔
یَسْـَٔلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ ۙ	پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہوگا۔
فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ	پھر جس دن آنکھ چوندھیائے گی۔
وَ خَسَفَ الْقَمَرُ ۙ	اور چاند گہے گا۔
وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ۙ	اور سورج اور چاند ملا دیے جائینگے۔
یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَىٕذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۚ	اس دن آدمی کہے گا کدھر بھاگ کر جاؤں
كَلَّا لَا وَزَرَ ۙ	ہرگز نہیں کوئی پناہ نہیں۔
اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَىٕذِ ﹰالْمُسْتَقَرُّ ۙ	اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا کر ٹھہرنا ہے۔
یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَىٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ۙ	اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا جتا دیا جائیگا
بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۙ	بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے۔
وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِیْرَهٗ ۙ	اور اگر اس کے پاس جتنے بہانے ہوں سب لا ڈالے۔
لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۙ	جب بھی نہ سنا جائے گا تم یاد کرنے کی جلدی میں

قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔

اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ — بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ — تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ۝ — پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ — کوئی نہیں بلکہ اے کافرو تم پاؤں تلے کی دوست رکھتے ہو۔

وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ — اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ — کچھ منہ اس دن تر و تازہ ہوں گے۔

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ — اپنے رب کو دیکھتے۔

وَوُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ۝ — اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوئے ہونگے۔

تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ — سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ کی جائے گی جو کمر کو توڑ دے۔

كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ۝ — ہاں ہاں جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔

وَقِیْلَ مَنْ رَاقٍ ۝ — اور کہیں گے ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے۔

وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ — اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے۔

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ — اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔

اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَىٕذِ ۣالْمَسَاقُ ۝ — اس دن تیرے رب ہی کی طرف ہانکنا ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ قیامۃ پ ۲۹

لا۔ میں	اقسم۔ قسم کھاتا ہوں	بیوم۔ دن	القیمۃ۔ قیامت کی
و۔ اور	لا۔ میں	اقسم۔ قسم کھاتا ہوں	بالنفس۔ نفس
اللوامۃ۔ ملامت کرنے والے کی ا۔ کیا		یحسب۔ خیال کرتا ہے	الانسان۔ انسان
الن۔ یہ کہ ہرگز نہ	نجمع۔ جمع کرینگے ہم	عظامہ۔ اس کی ہڈیاں	بلی۔ ہاں ہاں

قادرین ۔ ہم قادر ہیں	علی ۔ اوپر	ان ۔ اس کے یہ کہ	نسوی ۔ برابر کریں ہم
بنانہ ۔ اسکے پورے	بل ۔ بلکہ	یرید ۔ چاہتا ہے	الانسان ۔ انسان
لیفجر ۔ بکدری کرے	امامہ ۔ اس کے سامنے	یسئل ۔ پوچھتا ہے	ایان ۔ کب ہوگا
یوم ۔ دن	القیامۃ ۔ قیامت کا	فاذا ۔ تو جب	برق ۔ چندھیا جائے
البصر ۔ آنکھ	و ۔ اور	خسف ۔ گہنا جائے	القمر ۔ چاند
و ۔ اور	جمع ۔ جمع کردیا جائے	الشمس ۔ سورج	و ۔ اور
القمر ۔ چاند کو	یقول ۔ کہے گا	الانسان ۔ انسان	یومئذ ۔ اس دن
این ۔ کہاں ہے	المفر ۔ بھاگنے کی جگہ	کلا ۔ ہرگز نہیں	لا ۔ نہیں ہے
وزر ۔ کوئی پناہ	الی ۔ طرف	ربک ۔ تیرے رب کی ہے	یومئذ ۔ اس دن
المستقر ۔ ٹھہرنا	ینبؤ ۔ خبر دیا جائیگا	الانسان ۔ انسان	یومئذ ۔ اس دن
بما ۔ جو	قدم ۔ آگے بھیجا	و ۔ اور	اخر ۔ پیچھے چھوڑا
بل ۔ بلکہ	الانسان ۔ انسان	علی ۔ اوپر	نفسہ ۔ اپنے نفس کے
بصیرۃ ۔ دیکھنے والا ہے	و ۔ اور	لو ۔ اگرچہ	القی ۔ ڈالے
معاذیر ۔ عذر	ہ ۔ اپنے	لا ۔ نہ	تحرک ۔ حرکت دے
بہ ۔ اسکے ساتھ	لسانک ۔ اپنی زبان کو	لتعجل ۔ تاکہ تو جلدی کرے	بہ ۔ اس کے ساتھ
ان ۔ بیشک	علینا ۔ ہمارے ذمہ ہے	جمعہ ۔ اس کا جمع کرنا	و ۔ اور
قرانہ ۔ اس کا پڑھانا	فاذا ۔ تو جب	قرانہ ۔ ہم اسکو پڑھ لیں	فاتبع ۔ تو پیچھے لگو
قرانہ ۔ اس کے پڑھنے کے	ثم ۔ پھر	ان ۔ بیشک	علینا ۔ ہمارے ذمہ ہے
بیانہ ۔ اس کا بیان کرنا	کلا ۔ ہرگز نہیں	بل ۔ بلکہ	تحبون ۔ پسند کرتے ہو تم
العاجلۃ ۔ دنیا کو	و ۔ اور	تذرون ۔ چھوڑتے ہو	الاخرۃ ۔ آخرت کو
وجوہ ۔ کئی چہرے	یومئذ ۔ اس دن	ناضرۃ ۔ تروتازہ ہونگے	الی ۔ طرف
ربہا ۔ اپنے رب کی	ناظرۃ ۔ دیکھتے ہونگے	و ۔ اور	وجوہ ۔ کئی چہرے
یومئذ ۔ اس دن	باسرۃ ۔ بگڑے ہونگے	تظن ۔ خیال کریں گے	ان ۔ یہ کہ
یفعل ۔ کیا جائے	بہا ۔ انکے ساتھ	فاقرۃ ۔ کمر توڑنے والی	کلا ۔ ہرگز نہیں
اذا ۔ جب	بلغت ۔ پہنچے گی جان	التراقی ۔ ہنسلی کو	و ۔ اور
قیل ۔ کہا جائیگا	من ۔ کون ہے	راق ۔ جھاڑ پھونک کرنیوالا	و ۔ اور

ظن۔ سمجھ لیگا — انہ۔ کہ بیشک — الفراق۔ اب فراق ہے — و۔ اور
التفت۔ لپٹ جائے گی — الساق۔ پنڈلی — بالساق۔ پنڈلی سے — الی۔ طرف
ربک۔ تیرے رب کی ہے — یومئذ۔ اس دن — المساق۔ ہانکنا

سورۃ القیامۃ

سورت القیامۃ مکی ہے اور اسے سورۃ "لا اقسم" بھی کہا جاتا ہے اس میں دو رکوع اور چالیس آیات ہیں قراء کوفہ کے سوا باقی قراء کے نزدیک انتالیس آیات ہیں اور یہ اختلاف لتعجل بہ والی آیت کے بارے میں ہے کہ وہ ملحق ہے یا اگلی آیت میں شامل ہے اور بہ پر وقف نام نہیں ہے۔ سورت المدثر کے آخر میں جنت اور دوزخ کے ذکر کے بعد ارشاد ہوا تھا کلا بل لا یخافون الاخرۃ اور کفار کو آخرت کا خوف نہ ہونا اس وجہ سے تھا کہ وہ بعث (مرنے کے بعد کی زندگی) کے منکر تھے تو اس سورت میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے باتمام وجوہ دلائل آخرت اور قیامت کی خصوصیات اور احوال اور اس کی ہولناکیوں کا بہتر بالشان ذکر فرمایا ہے پھر ابدان انسانی سے ارواح کے نکلنے پھر ابتدائے خلقت سے قبل کے امور و احوال کا بیان واقعی ترتیب کے خلاف بیان کیا ہے جو پچھلی سورت سے خصوصی تعلق رکھتا ہے اور ربط و مطالب قرآن میں ایک اہم حکیمانہ اور مدلل انداز ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اوّل سُورۂ قیامۃ پ ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ○ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ○ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ○ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ○

روز قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں۔ اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے۔ کیا آدمی یہ کہتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے۔ کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کے پور ٹھیک بنا دیں۔

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ○ روز قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں۔

جمہور کی قرأت لَآ اُقْسِمُ ہے اور لا زائد ہے اور بعض کا قول ہے لا کا ادخال نافیہ ہے جو فعل قسم کی ایک صورت الا و تلوم نفسها یوم القیامۃ۔ اچھے اور برے نفوس میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو روز قیامت خود کو ملامت نہ کرے گا ان عملت خیرا قالت کیف لم ازدمنه

وان عملت شرا قالت لیتنی قصرت اگر اُس نے اچھائیاں کی ہوں گی تو کہے گا کہ میں نے زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں اور اگر خرابیوں کا مرتکب ہوگا تو کہے گا کاش یہ کم واقع ہوتیں۔ البتہ بعض علماء نے کہا یہ تفسیر لام جنسی کے تحت ہر نفس کے لیے کی گئی ہے لیکن صواب یہ ہے کہ مراد وہ نفس ہے جو مطیع و فرماں بردار ہونے کے باوصف خود کو ملامت کرے۔ ایک قول ہے کہ مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ جب سے وہ جنت سے الگ ہوئے وہ پیہم اپنے نفس کو اس فعل پر جو جنت سے علیحدگی کا باعث ہوا ملامت کرتے رہے۔

صوفیاء کرام کا فرمان ہے کہ نفس لوامہ، نفس امارہ کے اوپر اور نفس مطمئنہ کے نیچے ہے اور نفس امارہ کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے کہ اس نفس کا میلان طبیعت بدنیہ سے ہے اور تامر باللذات والشہوات الحسیۃ و تجذب القلب الی الجھۃ السفلیۃ "یہ نفس محسوس لذتوں اور شہوتوں (خواہشات — مرغوبات) کا حکم دیتا ہے اور دل کو ان سفلی اطراف کی جانب (کمینہ اور بے ہودہ طور طریقوں میں مشغول ہونے کی) تحریک پیدا کرتا اور ابھارتا ہے۔ اور صوفیاء کہتے ہیں کہ یہ نفس تمام خباثتوں اور شرارتوں کی اصل اور گندے فحش اور برے (رزیلہ) اخلاق کا منبع ہے اور نفس لوامہ کی تعریف میں صوفیاء کا کہنا ہے ھی التی تنورت بنور القلب قدر ما تنبھت عن سنۃ الغفلۃ فکلما صدر عنھا سیئۃ بحکم جبلتھا الظلمانیۃ اخذت تلوم نفسھا و نفرت عنھا۔ یہ وہ نفس ہے کہ قلبی نورانیت سے اس قدر روشن ہوتا ہے جس قدر اسے غفلت میں گزری ہوئی عمر پر انتباہ ہوتا ہے (آگاہی ہوتی ہے) پھر جبلی تاریکیوں کے تقاضوں کے تحت جس قدر گناہ اور برائیاں اس سے سرزد ہوئی ہوتی ہیں ان پر نگاہ کر کے اس کے نفس کو ملامت پکڑتی ہے اور وہ اپنے ان کرتوتوں پر خود سے نفرت کا اظہار کرتا ہے یعنی بشدت ندامت و خجالت محسوس کرتا ہے۔ اور نفس مطمئنہ کی تعریف میں کہتے ہیں کہ یہ وہ نفس ہے کہ نورانیت قلبی سے مکمل جگمگا اٹھتا ہے یہاں تک کہ اس سے تمام بری عادات چھوٹ جاتی ہیں اور اس میں اخلاق جلیلہ اور اوصاف حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ تمام طبعی منازعات (آلائشوں جھگڑوں) سے سکون پاتا ہے اور ان کے اثرات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جن اصحاب نے نفس لوامہ کے بارے میں کہا کہ وہ ہی مطمئنہ ہے جو نفس امارہ کو ملامت کرتا ہے تو ان کی مراد نفس لوامہ سے یہی ہے یعنی نفس مطمئنہ ہی نفس لوامہ ہے اور تاکید قسم کے لیے کلام عرب میں مشہور ہے امرء القیس کا شعر ہے ؎

لاوابیک ابنۃ العامری   لا یدعی القوم انی افر

(اے ابنۃ العامری تیرے باپ کی قسم قوم کبھی بھی نہ کہے گی کہ میں بھگوڑا (بھاگ جانے والا)

محل، جار اللہ زمخشری کے قول کا خلاصہ ہے کہ لفظ "لا" یہاں خلال الکلام میں واقع ہوا (صورت

کلام اور حُسنِ کلام کے طور پر واقعہ ہوا ہے) جس طرح قول باری ہے فلا و ربک لا یؤمنون تو یہ صلہ ہے جو تاکید قسم کو زیادہ کرتا ہے اور اس کی مثل کلام الٰہی میں ہے "لئلا یعلم" اور یہ تاکید علم کے لیے یعنی ضرور جان لے۔ بعض قراء نے لَاُقْسِمُ پڑھا ہے تو اس قرأت پر لام تاکید کے معنی دے گا۔

والمراد انہ لا یعظم بالقسم لانہ فی نفسہ عظیم یعنی قیامت قسم کے ذکر کے ساتھ عظیم و بزرگ نہیں بلکہ قیامت اپنی حیثیت و وقوع ہی کے اعتبار سے بہت شرف و تعظیم والی ہے۔

(وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾) اور اُس جان کی قسم جو اپنے اُوپر بہت ملامت کرے۔

لا زائد ہے اور بیضاوی کا قول ہے کہ "لا" یہاں بھی تاکید قسم کے لیے جیسا کہ فعل قسم پر اہلِ عرب "لا" تاکید کے لیے بولتے ہیں۔ صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فعل قسم پر نفی کا مطلب ہے کہ آئندہ جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ روشن، واضح ہے اور اس سے انکار ہو ہی نہیں سکتا النفس اللوامہ میں لام جنسی ہے اور مراد ہے ہر نفس اور اس میں اچھے بُرے اور مومن و کافر کی تخصیص نہیں ہے ایک قول ہے:

"ھی النفس المتقیۃ التی تلوم النفس یوم القیامۃ علی تقصیرھن فی التقوٰی"

یہ وہ نفس ہے جو پرہیزگار ہے اور قیامت کے روز خود کو پرہیزگاری کے امور میں کوتاہیوں اور قصوروں پر خود کو ملامت کرے گا۔

قراء کا قول ہے کہ حشر کے روز اچھے اور بُرے مومن و کافر سبھی اپنے نفس کو ملامت کریں گے یعنی نیک اس لیے کہ اُس نے اچھائیوں میں سعی و مبالغہ کیوں نہ کیا اور بد اپنی برائیوں پر خود کو ملامت کریں گے جس کا قول ہے کہ نفس لوامہ سے مراد نفس مومن اور مقاتل کا قول ہے کہ نفس کافر مراد ہے کہ دونوں اپنے حال کے مطابق جب دیکھیں گے تو خود کو کوتاہیوں قصوروں کے حوالے سے ملامت کریں گے۔ مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لیس من نفس برۃ ولا فاجرۃ اور علماء تصوف کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ نفس کے سات مرتبے ہیں جن میں سے تین یہ ہیں اور ان کی باتیں منازل سلوک میں انتہائی نفیس ہے تو جسے شوق ہو صوفیاء کی کتب اور ان کے کلام میں غور و فکر کرے۔

(اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ﴿۳﴾) کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے۔

والمراد بالانسان الجنس والھمزۃ لانکار الواقع واستقباحہ والتوبیخ علیہ۔

انسان سے مراد جنس انسان ہے اور ہمزۂ استفہام انکاری ہے جو اس پر بطور زجر و توبیخ ہے۔ جنس

انسان میں ہر وہ شخص داخل ہے جو حیات بعد الموت کا منکر کافر ہے۔ بعض نے کہا کہ ال عہدی ہے جس سے مراد خاص شخص ہے اور وہ شخص عدی بن ربیعہ ہے جو اخنس بن شریق کا داماد تھا اور یہ دونوں وہ شخص ہیں جن کے بارے میں ارشاد نبوی ہے اللھم اکفنی جاری السوء اے پروردگار مجھے میرے بُرے پڑوسی سے بچا۔ ایک قول ہے کہ الانسان سے مراد ابوجہل لعین ہے اور مروی ہے کہ وہ بکا کرتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شائد یہ گمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بوسیدہ اور بکھری ہوئی ہڈیوں کو دوبارہ اکٹھا کرے گا اور دوبارہ زندہ اٹھائے گا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝) کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اُس کے پور ٹھیک بنادیں۔

(بَلٰى قٰدِرِيْنَ) کیوں نہیں ہم قادر ہیں ای لجمعھا بعد تفرقھا ورجوعھا ریمانی بطون البحار وفسیحات القفار وحیث ما کانت حال کوننا۔ یعنی ہم ہڈیوں کے بکھرنے کے بعد اور دریاؤں کے اندر اور زمین کے مختلف گوشوں ٹکڑوں (جگہوں) میں ان کے بوسیدہ ہوجانے کے بعد اور جہاں کہیں بھی وہ ہوں انہیں اس حالت کے باوصف دوبارہ جمع کرنے اور زندہ کرنے پر ضرور قدرت رکھتے ہیں اور کریں گے۔

(عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝) کہ اس کے پور ٹھیک بنادیں۔

(بنانه) یہ اسم جنس جمع ہے اور اس کا واحد بنانۃ ہے اور امام راغب نے اس کی تفسیر "اصابع" سے کی ہے۔ یعنی انگلیاں ہیں اور قاموس میں ہے البنان الاصابع او اطرافھا بنان سے مراد انگلیاں یا ان کی پوریں ہیں۔ وقیل المعنی بلی نجمعھا ونحن قادرون علی ان نسوی اصابع یدیه ورجلیه أن نجعلها مستویة شیئاً واحداً کخف البعیر وحافر الحمار ولا نفرق بینها فلا یمکنه ان یعمل بها شیئا مما یعمل باصابعه المفرقة ذات المفاصل والانامل من فنون الاعمال والبسط والقبض والتاتی لما یرید من الحوائج اور ایک قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم ان کو ضرور جوڑیں گے (اکٹھا کریں گے) اور ہم اس پر مکمل قدرت رکھتے ہیں کہ ہم انسان کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو درست بنادیں اور یہ کہ ہم انہیں اونٹ کے پاؤں یا گدھے (کے کھر دیا پاؤں) کی طرح برابر بنادیں اور اس کے درمیان تفریق نہ کریں تو اس سے کسی بھی کام کا کرنا ممکن نہ رہے جیسے وہ الگ الگ انگلیوں کے ساتھ جو جوڑوں اور پوروں والی ہیں بآسانی کرسکتا ہے اور کام کرتے وقت کھول اور بند کرسکتا ہے اور جس طرح چاہے بوقت ضرورت لاسکتا ہے۔ عکرمہ، ضحاک

قتادہ اور ابن عباس سے یہی مروی ہے اور ایک قول ہے لعل المراد بجمعها ونحن قادرون علی التسویۃ وقت الجمع شاید اس سے مراد یہ ہے کہ ہم انہیں جوڑیں گے اور ہم جوڑتے وقت ان کے درست بنا لینے پر خوب قدرت رکھتے ہیں جب معمولی پورے جوڑنے پر ہمیں قدرت ہے تو بڑی بڑی ہڈیوں کا جوڑنا تو اس سے آسان ہے اور ہمیں ان پر بڑھ کر قدرت ہے۔

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝ بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ اس کی نگاہ کے سامنے بدی کرے۔ پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہوگا۔

(بَلْ) ایحسب الانسان پر عطف ہے اور اضرابی ہے یعنی سوال سے رُخ موڑ کر دوسری بات کا بیان ہے یعنی انسان بعث کا انکار شبہ اور دلیل کے نہ ہونے کی وجہ سے نہیں کرتا جب کہ نہ ہی شبہ کی کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی دلائل کی کمی مگر اس کے باوصف وہ سوال بھی کرتا ہے اور اپنی بدی پر ڈٹے رہ کر بطور تمسخر و مذاق پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا (ای حتی یکون) یعنی اندر سے سمجھتا ہے کہ نہیں ہوگا۔ ابن عباس کا قول ہے کہ معنی یہ ہیں کہ آدمی قیامت اور حساب و کتاب (جزا و سزا) کی تکذیب کرتا ہے حالانکہ ایسا ہونے والا ہے گویا کہ اس کے سامنے ہے اَمَامَهٗ سے مراد پیش آنے والا دن یعنی قیامت ہے اور یفجر کا مطلب ہے یکذب یعنی جھٹلاتا ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ مراد امیدوں کا باندھنا ہے کہ یوں یوں کروں گا اور اُسے موت بھول جاتی ہے۔

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ پھر جس دن آنکھ چندھیائے گی اور چاند گہنائے گا اور سورج اور چاند ملا دیئے جائیں گے۔

(فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝) تحیر فزعا واصله من برق الرجل اذا نظر الی البرق فدهش بصره ومنه قول ذی الرمة ؎

ولو ان لقمان الحکیم تعرضت
لعینیه می سافرا کادیبرق

دہشت زدہ ہو کر گھبرانا اور اس کی اصل یہ ہے کہ جس طرح آدمی بجلی کی چمک دیکھ کر دہشت زدہ ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اس کیفیت کو اہل عرب "برق الرجل" کہتے ہیں کہ

آدمی کا حیران و دہشت زدہ ہونا کہ وہ دیکھ ہی نہ پائے اور اسی عنوان سے ذی الرمۃ کا شعر ہے ؂

اور اگر لقمان حکیم کی دونوں آنکھوں کے سامنے وہ (محبوب)
بے پردہ سامنے آجائے تو قریب ہے کہ وہ حیران و ششدر رہ جائے
(دیکھ کر حیرت زدہ ہو جائے اور کھو جائے اور معشوق کے حسن و جمال کی چکا چوند اُسے دیکھنے کے قابل ہی نہ چھوڑے)

واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز جب حقائق منکشف ہوں گے جنہیں کفار دنیا میں جھٹلاتے رہے تو وہ انہیں دیکھتے ہی حیران و دہشت زدہ ہو جائیں گے۔ اور بعض کا قول ہے کہ آدمی کا یہ حال بوقت موت ہوگا اور اس کی آنکھیں موت کا مشاہدہ کرتے ہی بے نور اور متحیر ہو جائیں گی۔

(وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝) اور چاند گہنا جائیگا

ای ذھب ضوءہ یعنی چاند کی روشنی اور چمک زائل ہو جائے گی۔ یا جس طرح گرہن کے وقت سیاہ اور بے نور نظر آتا ہے مکمل اسی طرح تاریک اور بے نور ہو جائے گا۔

(وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝) اور سورج اور چاند ملا دیئے جائیں گے۔

حیث یطلعھما اللہ تعالیٰ من المغرب علی ما روی عن ابن مسعود۔ جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ دونوں کو مغرب سے طلوع کرے گا۔ ایک قول ہے یجمعان اسودین مکورین کانھما ثوران عقیران فی النار دونوں سیاہ و تاریک ہو کر اکٹھے ہوں گے لپیٹے ہوئے گویا کہ دونوں کٹ کر (ٹوٹ کر) آگ میں بھڑکتے بگولے ہیں۔ اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے یجمعان ویجعلان فی نور الحجب دونوں اکٹھے کیے جائیں اور وہ دونوں نور حجاب میں رکھے جائیں گے اور ایک قول ہے کہ دونوں جمع کئے جائیں گے جس کی وجہ سے لوگوں پر شدت کی گرمی اور پسینہ لاحق ہوگا۔ مجاہد کا قول ہے کہ بے نور ہو کر جمع ہوں گے۔ ابن جریر اور ابن المنذر نے عطاء ابن یسار سے روایت کی ہے یجمعان ثم یقذفان فی البحر فیکون نار اللہ الکبری وتوسعۃ الجرا و تصغیرھما مما لا یعجز اللہ عزوجل واحوال القیامۃ علی خلاف النمط الطبیعی وحوادثہٗ امور وراء الطبیعۃ چاند سورج دونوں جمع ہوں گے پھر سمندر میں پھینکے جائیں گے تو وہ سمندر اللہ کی طرف سے بہت بڑی آگ ہو جائے گا اور سمندر وسیع ہو جائے گا یا دونوں چاند اور سورج چھوٹے ہو جائیں گے اور کوئی بھی امر ایسا نہیں کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس پر قادر نہ ہو اور قیامت کے احوال قدرتی اور فطرتی طریقہ پر نہیں اور اس

میں ہونے والے حادثات فطری امور سے ماوراء شئے ہیں۔

یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۝ کَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝

اس دن آدمی کہے گا کدھر بھاگ کر جاؤں۔ ہرگز نہیں کوئی پناہ نہیں۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جاکر ٹھہرنا ہے۔

(یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ) اس دن آدمی کہے گا۔

یوم اذا تقع ھٰذہ الامور یعنی اس روز جب یہ سارے امور (جن کا اوپر تذکرہ ہوا) واقع ہوں گے تو انسان کہے گا انسان سے مُراد کافر ہیں۔ اور وہی یہ کہیں گے۔ یوم سے مراد روز قیامت ہے

(اَیْنَ الْمَفَرُّ ۝) کدھر بھاگ جاؤں۔

ای الفرار یأسا منہ۔ یعنی اس حالت سے مایوس ہو کر کہیں گے کہ کدھر بھاگ جائیں۔ کہ اس دہشت وکیفیت سے خلاصی ملے۔

(کَلَّا) ہرگز نہیں۔

ردع عن طلب المفر وتمنیہ کفار کی فرار کی خواہش اور اس کی آرزو پر بازداشت اور زجر ہے۔

(لَا وَزَرَ ۝) کوئی پناہ نہیں

ای لاملجاء یعنی بچنے کے لیے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ وَزَرَ وِزْرٌ سے مشتق ہے وھو الثقل اور اس کے معنیٰ ہیں بوجھ یعنی اس دہشت وحالت سے بچنے کے لیے کوئی پناہ نہ ہوگی۔

(اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝) اس دن تیرے رب ہی کی طرف جاکر ٹھہرنا ہے۔

ای الیہ جل وعلا وحدہ استقرار العباد ای لاملجأ ولا منجی لھم غیرہ عزوجل یعنی بندوں کے لوٹنے اور ٹھہرنے کی جگہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی طرف ہوگی یعنی اللہ کے سوا کوئی پناہ دینے والا اور کوئی خلاصی ورہائی دینے والا ہرگز نہ ہوگا اور ساری مخلوق اسی کے حضور حاضر ہوگی۔ اور جزا وسزا اسی ہی کی مشیئت وحکم سے ہوگی۔

یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝

اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا جتادیا جائے گا۔

(یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ) آدمی کو جتادیا جائے گا۔

ای یخبر یعنی آدمی کو خبر دی جائے گی اور اُسے مطلع کر دیا جائے گا۔

بِمَا قَدَّمَ ، ابتدا میں

یُحصٰی عند وزن الاعمال یعنی اعمال تولنے کے وقت جیسا کہ ابن مسعود سے منقول ہے۔
جس نے پہلے شر کے دل میں لیا تو گا جب اعمال تولے نہیں تھا سے بچیں گے۔
بِمَا قَدَّمَ ، وہ جو آگے تھا آگے کے بھیجا تھا ،
یعنی بما عمل من عمل خیر کان او شر فیثاب بالاول ویعاقب علی الثانی یعنی
جو کچھ اس نے بھلائی کے کاموں سے کئے تھے یا برائی و بدی کے تو عمل خیر پر اسے ثواب دیا
جائے گا اور عمل شر پر اس کو سزا دی جائے گی۔
وَاَخَّرَ ، اور پچھلا
یعنی بما ترک ولم یعمل خیرا کان او شرا فیعاقب بالاول ویثاب بالثانی
یعنی جو چھوڑ دیا اور نہ کیا خواہ وہ بھلائی کے امور تھے یا برائی کے تو عمل خیر کے نہ کرنے پر بعد
میں سزا دیتے جائیں گے اور عمل شر کے ترک اور نہ کرنے پر ثواب عطا ہوگا۔ مجاہد
اور ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ قَدَّمَ سے مراد پہلا عمل اور اَخَّرَ سے مراد آخری عمل ہے۔ قتادہ کا قول
ہے قَدَّمَ سے مراد طاعت الٰہی کے امور کی بجا آوری اور اَخَّرَ سے مراد امور طاعت کا
ضائع کیا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ انسان سے جو کچھ بھی کیا ہوگا اسے اس پر ظاہر کر دیا جائے
اور وہ اپنے کاموں اور کوتاہیوں کو دیکھ لے گا۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۝ | بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ
وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ۝ | رکھتا ہے اور اگر اس کے پاس جتنے بہانے
ہوں سب لا ڈالے (جب بھی نہ سنا جائیگا)

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۝) بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے۔
یعنی حجة بینة واضحة علی نفسه شاهدة بما صدر عنه من الاعمال
بینة۔ یعنی انسان اپنے نفس پر خود روشن ثبوت اور واضح حجت ہوگا اور اس پر گواہ ہوگا
جو اس سے بُرے اعمال وغیرہ میں سے صادر ہوئے تھے۔ یہ جملہ حالیہ ہے الانسان مبتدا اور
علی نفسه بتقدیر اعمال بصیرت کے ساتھ متعلق ہے اور بصیرت خبر ہے اور حجت بینة
کا نحو سے مجاز ہے۔ یا بصیرت بمعنی بَیِّنَة یعنی دلیل، ثبوت ہے۔ تو مفہوم یہ ہوگا ای
بجوارحه علی نفسه بصیرة ای شاهدة یعنی انسان کے اپنے اعضاء وجود اس کے نفس

پر حجت اور گواہ ہوں گے۔ اور بَصِیْرَةٌ میں تاء مبالغہ کی ہے جس سے مراد ہے اچھی طرح دیکھنے والا۔ اور عطاء قول ہے کہ اس مفہوم کو یہ آیت قرآن ہی کافی ہے "کفیٰ بنفسك الیوم علیك حسیبا" یہاں نفس سے مراد وہ انسان ہے۔ اس کے اعضاء وجوارح ہیں اور بصیرت نفس کی صفت ہے۔

(وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝) اور اگر اپنے سب بہانے لا ڈالے۔ ای ولو جاء بکل معذرة یمکن أن یعتذر بها عن نفسه یعنی اگرچہ وہ سب بہانے معذرتیں جو اس کے پاس ممکن ہوسکیں سبھی لا ڈالے کہ ان کے ذریعہ اپنے نفس کے حق میں اور اعمال چھپانے کے لیے بہانے بنائے یا پردہ ڈالنے کی سعی کرے یا جھگڑے سے کوئی بات فائدہ نہ دے گی اور نہ ہی سنے جائیں گے۔ اگر وہ ایسا کرے بھی تو اس کا نفس اسے خود جھٹلا دے گا اور اس کا جھوٹ چھپ نہ سکے گا لہٰذا کوئی حیلہ سود مند نہ ہوگا قرآن حکیم میں یہی بات دوسری جگہ فرمائی گئی لا تنفع الظلمین معذرتھم۔ کہ اس روز ظالموں کی معذرت انہیں نفع نہ دے گی۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ — تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے

(لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ) تم قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو بہٖ میں ضمیر قرآن پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ سیاق آیت سے ظاہر ہے بخاری و مسلم اور دیگر کتب صحاح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کی شدت کی وجہ سے جلد جلد پڑھتے اور اپنی زبان اور اپنے ہونٹوں کو جلد جلد حرکت دیتے اس خوف سے کہ نازل شدہ آیات سے کچھ حصہ یاد سے رہ نہ جائے تو یہ آیت لا تحرك به الخ نازل ہوئی پھر اس کے بعد جب جبریل علیہ السلام وحی لے کر آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف سنتے تھے اور ایک روایت میں اطرق فاذا ذھب قرأ آیا ہے یعنی جبریل علیہ السلام کی قرأت کے بعد خود پڑھتے۔ آیت کا واضح مفہوم یہ ہے ای لا تحرك بالقرآن لسانك عند القاء الوحی من قبل أن یقضیٰ الیك وحیه یعنی آپ قرآن حکیم کی تلاوت کے لیے اس وقت اپنی زبان مبارک کو جلد جلد حرکت نہ دیں جب کہ وحی القاء ہو رہی ہو اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی کا اترنا تمام ہو جائے تاکہ آپ کو قرأت و یادداشت میں جو دشواری کا

نہ ہواور آپ پر مشقت کا یہ بار حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا منظور نہیں ہے امام شعبی کا قول یہی ہے۔

(لِتَعْجَلَ بِہٖ ٥) تاکہ تم یاد کرنے کی جلدی کرو۔

ای لتاخذہ علی عجلۃ مخافۃ ان ینفلت منک یعنی اس لیے کہ آپ وحی کو یاد کرنے کے لیے اس خوف سے عجلت نہ فرمائیں کہ آپ سے حفظ میں اس سے کچھ رہ نہ جائے ابن عباس سے یونہی منقول ہے۔

(اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ) بے شک اس کا محفوظ کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

فی صدرک بحیث لایذھب علیک شیءٌ من معانیہ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ پاک میں اس طرح جمع اور محفوظ کرنا کہ اس کے متن ومعانی سے آپ سے کچھ چھوٹے ہی نہیں ہمارے ذمہ ہے۔

(وَقُرْاٰنَہٗ) اور اس کا پڑھنا۔

ای اثبات قرأتہٖ فی لسانک بحیث تقرأہ متی شئت فالقراٰن ھنا وکذا فیما بعد مصدر کالرجحان بمعنی القراءۃ یعنی قرآن حکیم کی قرأت کو آپ کی زبان میں جس طرح اور جب بھی آپ سے پڑھیں ثابت کردینا یعنی اس کا پڑھانا اور جاری و رواں کرانا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے تاکہ ادائے رسالت میں آپ کو قوت ومضبوطی حاصل ہو اور بار مشقت نہ ہو۔ اور قرآن یہاں اور اسی طرح اس کے بعد بطور مصدر آیا ہے جس طرح کہ رجحان بمعنی القرأت (پڑھنا پڑھانا) ہے۔ اور ایک قول ہے کہ ای تالیفہ یعنی اس کا پڑھنا آپ کی تالیف موافقت یا (دوستی یا مانوس کرنے) کے لیے ہے۔ اور ایک قول ہے تالیف کا معنی ہے ای حفظہ فی حیاتک یعنی اس کا محفوظ کرنا آپ کی زندگی میں ہوگا وتالیفہ علی لسانک اور اس کی تالیف (موافقت) آپ کی زبان پر جاری ہونا ہمارے ذمہ ہے۔

فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ ٥ تو جب ہم اُسے پڑھ چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔

(فَاِذَا قَرَاْنٰہُ) تو جب ہم اُسے پڑھ چکیں۔

ای اتممنا قراٰنہٗ علیک بلسان جبریل علیہ السلام المبلغ عنا۔ یعنی جب ہم حضرت جبریل علیہ السلام کی زبان سے جو ہماری طرف سے پہنچانے والے ہیں آپ پر اس کو پڑھنا پورا کر لیں۔ قرأنا میں نون عظمت کا ہے اور ایک قول ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا قرأت جبریل کو اپنی

تھے۔

قرأت قرار دینا مجاز ہے اس لیے کہ وہ قاصد وحی کی اتباع کرو۔

(فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝) تب اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ فاتبع بذھنك حتى يرسخ ترتم فكن مقفيا له لا مباريا وقيل فاذا قرأنه فاتبع نزول نہیں۔ اور ایک قول ہے پھر اس کا ہماری اس کی قرأت کے بعد پڑھو اور اس کے دوران نزول نہیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ اتباع کرو تاکہ تمہارے ذہن میں راسخ ہو جائے۔ اس آیت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی قرأت اطمینان و توجہ کے ساتھ سماعت فرماتے اور پھر اتمام وحی (قرأت کے پورا ہونے کے بعد) کے بعد تلاوت فرماتے تھے۔ قرأت قرآن سیکھنے میں اب تک یہی معمول ہے کہ پہلے استاد پڑھے جب وہ پڑھ چکے تو پھر متعلم پڑھے اور استاد و شیخ کی قرأت کے دوران نہ پڑھے قتادہ اور ضحاک کا قول ہے ای فاتبع فی الاوامر والنواھی قرانه یعنی تلاوت میں جو اوامر و نواہی پڑھے گئے ان کا اتباع فرمایئے۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

(ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝) پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

ای بیان ما اشکل علیك من معانیه واحکامه

یعنی قرآن حکیم کے معانی اور اس کے احکامات میں سے کچھ اشکال ہو تو اس کا بیان اور وضاحت بھی ہمارے ذمہ ہے۔ "ثُمَّ" کے لفظ سے واضح ہے کہ نزول آیات یا خطاب کے وقت اگر وضاحت نہ کی جائے تو کچھ دیر بعد اس سے مراد بیان ہو یا بوقت ضرورت اطلاع ہو تو جائز ہے۔ قاضی ابوالطیب وغیرہ سے یہی منقول ہے بعض کا قول ہے کہ بیان سے مراد اظہار ہے اور مجمل بیان نہیں ہے اور بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ثم ان علینا ان نبینه بلسانك۔ پھر ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اُسے (قرآن حکیم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بیان (واضح) فرمائیں۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ کوئی نہیں بلکہ اے کافرو تم خواہشات دنیا کو دوست رکھتے ہو۔

وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

(کَلَّا) کوئی نہیں حرف ردع (بازداشت۔ انتباہ) ہے اور طیبی کا قول ہے کہ یہ قول باری تعالیٰ وَلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ سے متصل ہے اس لیے اس جنس انسان سے خطاب ہے جو قیامت کا انکار کرتی ہے یا اپنے کرتوتوں پر عذر تراشی کرے گی یعنی کفار۔ تو کفار کو ڈانٹ ہے آلوسی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجلت کے ترک اور آیات الٰہی کے قرآت د اتباع کی مزید رغبت ومحبت کے لیے ارشاد ہے۔

(بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝) تم دنیا کو دوست رکھتے ہو۔

العاجلۃ کے معنی ہے وہ شئے جو فوراً حاصل ہو، ایک قول ہے کہ اس سے مراد حُبّ دنیا ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد خواہشات دنیوی کی محبت ہے جن کا نفع جلدی حاصل ہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار کو خطاب ہے کہ تمہیں دنیا محبوب ہے ایک قول ہے کہ سب کو عمومی خطاب ہے گویا کہ فرمایا جارہا ہے بل انتم یابنی اٰدم لما خلقتم من عجل وجبلتم علیہ تعجلون فی کل شئی ولذا تحبون العاجلۃ وتذرون الاٰخرۃ بلکہ اے اولاد آدم جب کہ تم عجلت میں پیدا کئے گئے ہو اور تمہاری یہی جبلت وعادت ہوگئی کہ تم ہر ایک چیز میں جلدی کرتے ہو تو اسی لیے تم جاری امور سے محبت رکھتے ہو اور تم آخرت کو چھوڑتے ہو۔ ایک قول ہے کہ سید المخاطبین صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے مگر مراد عام یعنی سب لوگ ہیں اور دنیا کی محبت اور ترک آخرت پر بازداشت ہے۔

(وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝) اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

تَذَرُوْنَ میں انسانوں کو اسی جنس کو خطاب ہے جو دنیا پسند ہے واضح مفہوم یہی ہے کہ تم دنیاوی رغبتوں میں پڑ کر آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو حالانکہ تمہیں بخوبی معلوم ہے کہ قیامت و آخرت حق ہے اور اس روز کوئی عذر تراشی سود مند نہ ہوگی۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ کچھ منہ اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے
اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ رب کو دیکھتے۔

(وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ) کچھ منہ اس دن تر و تازہ ہوں گے۔

ای وجوہ کثیرۃ وھی وجوہ المومنین المخلصین یوم اذ تقوم القیامۃ بھیئۃ متھللۃ من عظیم المسرۃ یشاھد علیھا نضرۃ النعیم۔ یعنی بہت سے چہرے اور وہ مخلص مومنوں کے چہرے ہوں گے اس دن جب کہ قیامت قائم ہوگی تر و تازہ،

شگفتہ اور نورانی ہوں گے اور انتہائی بڑی خوشی کے ساتھ (اللہ کی) ان نعمتوں و مہربانیوں پر کھلیں گے۔ وُجُوْہٌ وَجْہٌ کی جمع ہے اور نکرہ وارد ہوا ہے، ایک قول ہے کہ وُجُوْہٌ مبتدا ہے اور مضاف الیہ محذوف ہے تو اس صورت میں معنی ہوں گے خاص چہرے یا اہلِ ایمان و تقویٰ کے چہرے اور اگر صفت محذوف ہے تو مراد ہوگا بہت سے چہرے اور مبتداء بدون تخصیص کے نہیں ہوتا لہٰذا وُجُوْہٌ مبتدا نہیں اور نہ ہی نَاضِرَۃٌ اس کی خبر ہے، ایک قول ہے کہ کلام سے مراد دراصل یوں ہے۔ وُجُوْہٌ مِّنْھُمْ یعنی لوگوں میں سے بعض چہرے۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ مومنین متقین کے چہرے۔

(اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ ٥) اپنے رب کو دیکھتے۔

انها تراه تعالیٰ مستغرقة فی مطالعة جماله بحیث تغفل عما سواه و تشاهده تعالیٰ علی مایلیق بذاته سبحانه۔ وہ چہرے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو دیکھتے ہوں گے اس کے جمالِ پاک کے مطالعہ میں ماسوائے بالکلیہ غافل ہو کر مستغرق ہوں گے اور مشاہدہ کریں گے ذاتِ کریم کا جس طرح اللہ پاک کی شان کے لائق ہے۔ یہ آیت آخرت میں مومنین کے دیدارِ الٰہی پر دلالت کر رہی ہے۔ اور یہ دیدار بے کیف اور بدوں جہت ہوگا۔ دیدارِ الٰہی پر تفصیلی بحث سورۃ الاعراف اور سورۃ النجم میں گزر چکی۔ صحیحین میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں کے چاند کو دیکھ کر فرمایا بلا تشبیہ تم اپنے پروردگار کا اسی طرح دیدار کرو گے جس طرح چودھویں کے چاند کو دیکھ رہے ہو۔ طبرانی میں حسن اور ابن عباس سے دونوں سے الگ الگ مروی ہے کہ جنتی لوگ ہر جمعہ کو دیدارِ الٰہی سے سرفراز ہوں گے۔

رویتِ باری کے ممکن ہونے پر اہلِ سنت کا اجماع ہے اگرچہ دنیا میں نہ ہو خوارج، اور معتزلہ وغیرہ روایت باری کے منکر ہیں اور وہ دلائل عقلی کی بنا پر نفی کرتے ہیں لیکن ہمارا اہلِ سنت کا کہنا ہے کہ یہ تمام شرائط (دلائل عقلی جیسے جہت، قرب و بعد، جسم و کثافت وغیرہ) اشیاء مادی سے متعلق ہے اور ذاتِ باری ان امور سے منزہ ہے کہ اس پر امورِ مادیہ کا اطلاق کیا جائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صراحت و اثباتِ رویت کے بعد یہ عقلبازی عبث اور بے باکی ہے۔ بعض علماء نے اِلٰی رَبِّھَا میں اِلٰی (حرف جار) کی رَبِّھَا (مجرور) پر تقدیم حصر کا فائدہ دے رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ چاہے گا تو اہلِ جنت اس کے دیدار میں مشغول و منہمک ہوں گے۔ اور نعماءِ جنت وغیرہ یا کسی اور طرف

ملتفت نہ ہوں گے۔ رویت باری لوگوں کے حال و مقام کے موافق ہوگی بعض کے لیے دوامی اور بعض کے لیے کبھی کبھار ہوگا اور ہمہ وقت اس نعمت سے سرفرازی انبیاء، اور مقربین خواص وصالحین کے لیے ہوگی واللہ اعلم۔ اللھم ارزقنا رؤیۃ جمالک الکریم بحرمۃ نبیک الرؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ۝ اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔
تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ کی جائے گی جو کمر کو توڑ دے۔

(وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ۝) اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔
وجوہٌ سے مراد کفار کے چہرے ہیں۔
ای شدیدۃ العبوس و باسل یعنی کفار کے چہرے سخت تیوار ئے (بگڑے) اور سیاہ کالے، غمزدہ مایوس ہوں گے۔
(تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝) سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ کی جائے گی جو کمر کو توڑ دے۔
ای داھیۃ عظیمۃ تقصم فقار الظھر من فقرہ اصاب فقارہ یعنی ایسی شدید وسخت اور بڑی آفت، ہوگی جس کی شدت ضرب سے ان کی ریڑھ کی ہڈی کے مُہرے ٹوٹ جائیں گے اور اس مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔ ابن زید کا قول ہے کہ وہ جہنم میں داخل ہوں گے اور شدت عذاب اور ہولناک مصائب میں مُبتلا ہوں گے۔ اور کلبی کا قول ہے کہ دیدار الٰہی سے محرومی ہوگی اور وہ جان جائیں گے کہ اب ان کے ساتھ وہ ہونے والا ہے جو ان کی کمر توڑ دے گا۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ ٜ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِۨ الْمَسَاقُ ۝ ع

ہاں ہاں جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔ اور کہیں گے کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے۔ اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے۔ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف ہانکنا ہے۔

(كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝) ہاں ہاں جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔

(کَلَّآ) ہاں ہاں۔ حرف ردع ہے۔
ای ردع عن ایثار العاجلة علی الاٰخرة یعنی آخرت پر دنیا کو ترجیح وفوقیت دینے پر انتباہ ہے کانہٗ قیل ارتدعوا عن ذلک گویا کہ ارشاد ہے کہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے سے باز رہو اور فکر آخرت کرو کہ موت امور دنیا کو قطع کردے گی اور آخرت کی زندگی دوامی ہے جب کہ دنیا عارضی ہے۔

(اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝) جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔

(اِذَا) جب ای عند الموت یعنی بوقت موت (بَلَغَتِ) پہنچ جائے گی ای النفس او الروح یعنی نفس یا روح مراد جان (التَّرَاقِيَ) گلے کو۔ ای اعالی الصدر وھی العظام المکتنفة لثغرة النحر عن یمین وشمال جمع ترقوة یعنی سینے سے اوپر کی جگہ اور وہ جسم کے دائیں بائیں ٹیڑھی ہڈیاں ہوتی ہیں گلے کے قریب مراد ہنسلی کی ہڈیاں اور گلے کا مقام ہے تراقی ترقوة کی جمع ہے درید بن الصمة کا شعر ہے ؎

ورب عظیمة دافعت عنھم   وقد بلغت نفوسھم التراقی

"اور پروردگار کی قسم اُن سے تکبر و بڑائی اس قدر بلند ہوئی کہ ان کی جانیں گلے تک پہنچ گئیں۔"

واضح مفہوم یہ ہے کہ بوقت موت جب کفار کی جان گلے تک پہنچ جائے گی۔

(وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝) اور کہیں گے کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے۔

ای قال من حضر صاحبھا من یرقیه وینجیه
یعنی اس کے (مرنے والے) قریب جو لوگ موجود ہوتے ہیں وہ کہیں گے کہ کوئی اس پر دم پھانڈا کر دے تاکہ اس کی خلاصی ہو۔ قتادہ سے مروی ہے کہ مرنے والا یہ کہتا ہے ابن عباس سے مروی ہے کہ موت کے فرشتے کہتے ہیں ایکم یرقی بروحه أملائكة الرحمة ام ملائكة العذاب من الرقی وھو العروج تم میں سے کون اس رُوح کو لے کر عروج کرے گا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے اور راقی رقی' سے مشتق ہے اور اس کے معنی ہیں اوپر چڑھنا۔ ایک قول ہے کہ اس سے مُراد ہے کہ ہے کوئی طبیب حاذق جو اس کا خواہ قول سے ہو یا عمل سے علاج کرے تاکہ اس کو شفا حاصل ہو۔

وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے۔

ای وظن الانسان المحتضر أن ما نزل به الفراق من حبيبة الدنيا ونعيمها یعنی وہ انسان جو مرنے والا ہوتا ہے (جیسے یہ حالت پیش آتی ہے) سمجھ لیتا ہے کہ دنیا کی محبوب چیزوں اور دنیا کی نعمتوں سے جدائی کا وقت آن پہنچا ہے۔ وقیل فراق الروح الجسد ایک قول یہ ہے کہ مراد ہے کہ روح اور جسم کے فراق (جدائی) کا وقت آگیا ہے۔ اکثر مفسرین نے یہاں ظَنَّ کے معنی یقین لیا ہے۔ کیونکہ انسان کا حال یہ ہے کہ جب تک اس کی روح بدن سے تعلق و علاقہ رکھتی ہے تو دنیا کی زندگی سے جو اُسے شدید محبوب ہوتی ہے اس کی اُمید بندھی رہتی ہے اور اسی کی طرف لوٹنے کی سعی کرتا رہتا ہے جب اُسے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے تو اُسے موت کا یقین ہو جاتا ہے۔

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰی اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔
رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨ الْمَسَاقُ ۝ اس دن تیرے رب کی طرف ہانکنا ہے۔

(وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝) اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔

ای التفت ساقه بساقه والتوت عليها عند هلع الموت وقلبه كما روی عن الشعبی وقتادة وابی مالك وقال الحسن وابن المسيب هما ساقا الميت عند مالفا فی الكفن۔ یعنی موت کی بے چینی کے وقت مرنے والے کی ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جائے گی اور لڑکھڑائے گی شعبی، قتادہ اور ابو مالک سے یہی مروی ہے اور حسن اور ابن المسیب کا قول ہے کہ مراد یہ ہے کہ دونوں پاؤں کفن میں لپیٹے جائیں گے اور حسن سے یہ بھی مروی ہے التفت شدة فراق الدنيا بشدة اقبال الاخرة کہ شدت پر شدت ہو گی ایک دنیا کے چھٹنے اور جدائی کی شدت اور دوسرے آخرت کے پیش آنے کی شدت۔ ابن عباس کا قول ہے ساق سے مراد ہے دنیا اور آخرت یعنی امر دنیا امر آخرت سے لپٹا ہو گا۔ ابن جریر اور ضحاک کا قول ہے التفت اسوق حاضريه من الانس والملائكة هؤلاء يجهزون بدنه الى القبر وهؤلاء يجهزون روحه الى السماء مرنے والے کے پاس حاضرین فرشتوں اور ملائکہ کا باہم جمع ہونا ہے کہ لوگ تو اس کے بدن کو قبر میں اتارنے کے لیے تیاری کر رہے ہوتے ہیں جب کہ فرشتے

اس کی روح کو آسمانوں کی طرف لے جانے کی تیاری میں ہوتے ہیں اور فرشتوں کا لے جانا مرنے والے کے حال و اعمال کے مطابق ہے خواہ علیین کی طرف ہو یا سجین کی طرف ہو کر مومن روحوں کا مقام الگ اور کفار کا ٹھکانہ الگ ہے۔

اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِ ۣالْمَسَاقُ ؕ اس دن تیرے رب ہی کی طرف ہانکنا ہے۔

مَسَاق مصدر میمی ہے جس طرح مَقَال یعنی ہانکے جانا ای الی اللہ تعالٰی وحکمہ سوقہ لا الی غیرہ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف اور اس کے حکم کی طرف رجوع ہوگا اور اس کے سوا کسی اور طرف ہرگز نہیں۔ اور حکم سے مراد جنت یا دوزخ کا فیصلہ ہے۔ ایک قول ہے کہ اس دن آدمی اپنے اعمال میں سے خبر یا شر کو پالے گا۔ اور اس پر حقیقت امر روشن و واشگاف ہو جائے گی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ قیامۃ پ ۲۹

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۙ	اس نے نہ تو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔
وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۙ	ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا۔
ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی ؕ	پھر اپنے گھر کو اکڑتا چلا۔
اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ۙ	تیری خرابی آ لگی اب آ لگی۔
ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ؕ	پھر تیری خرابی آ لگی اب آ لگی۔
اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی ؕ	کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائیگا۔
اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ۙ	کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی جائے۔
ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ۙ	پھر خون کی پھٹک ہوا تو اس نے پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا۔
فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ؕ	تو اس سے دو جوڑے بنائے مرد اور عورت
اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی ۠	کیا جس نے یہ کچھ کیا وہ مردے نہ جلا سکے گا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ قیامۃ پ ۲۹

فلا۔ تو نہ   صدق۔ سچ مانا   و۔ اور   لا۔ نہ

صلی۔نماز پڑھی	و۔اور	لکن۔لیکن	کذب۔جھٹلایا
	تولی۔منہ پھیرا	ثم۔پھر	ذھب۔گیا
ی۔اور	اھلہ۔اپنے گھر کو	یتمطی۔اکڑتا ہوا	
ی۔طرف			اولی۔خرابی ہے
ک۔تیری	فاولی۔پھر تیری خرابی	ثم۔پھر	اولی۔خرابی
ک۔تیری	فاولی۔پھر تیری خرابی	ا۔کیا	یحسب۔سمجھتا ہے
الانسان۔انسان	ان۔یہ کہ	یترک۔چھوڑ دیا جائیگا	سدی۔آزاد
	لم۔نہیں	یک۔تھا	
۔کیا			نطفۃ۔ایک بوند
من منی۔منی کی	یمنی۔جو ڈالی جاتی ہے	ثم۔پھر	کان۔تھا
علقۃ۔جما ہوا خون	فخلق۔پھر پیدا کیا	فسوی۔پھر برابر کیا	فجعل۔پھر بنائے
منہ۔اس سے	الزوجین۔دو جوڑے	الذکر۔مرد	و۔اور
الانثی۔عورت	ا۔کیا	لیس۔نہیں ہے	ذلک۔یہ
بقدر۔قادر	علی۔اوپر	ان۔اس کے کہ	یحیی۔زندہ کرے
الموتی۔مُردوں کو۔			

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۝ اس نے نہ تو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔

وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝ ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی ۝ پھر اپنے گھر کو اکڑتا چلا۔

اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝ تیری خرابی آ لگی اب آ لگی۔

ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝ پھر تیری خرابی آ لگی اب آ لگی۔

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی ۝ کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

(فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۝) اُس نے نہ تو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔

(فَلَا صَدَّقَ) ای ما یجب تصدیقہ من اللہ عزوجل والرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والقرآن الذی انزل علیہ (وَلَا صَلّٰی) ما فرض علیہ ای لم یصدق ولم یصل۔ یعنی جس کی تصدیق واجب تھی یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن عظیم کی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس کا صدق نماز پر یعنی انسان پر واجب تھی صدق وصلی کی ضمیریں الانسان کی طرف راجع ہیں۔ نماز سے

مراد یا تو جنس انسان ہے یا پھر ابو جہل لعین مراد ہے ۔ اور جو کچھ اس پر فرض تھا یعنی نہ تو زکوٰۃ ادا کی اور نہ ہی نماز پڑھی۔

(وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝) ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

ای لم یصدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والتولی عن الطاعتہ یعنی

مختصر تفسیر سورہ قیامۃ رکوع دوم پ ۲۹

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی بجائے ان کی تکذیب کی (جھٹلایا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری سے منہ موڑا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ایمان قبول نہ کیا اور مخالفت کا راستہ اپنایا۔

(ثُمَّ ذَهَبَ إِلٰى أَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝) پھر اپنے گھر کو اکڑتا چلا

یتمطی دراصل یتمطط ہے جس کے معنی اترا کر چلنے کے ہیں۔ قاموس میں ہے مطی فی سیرہ وہ شخص متکبرانہ چال سے چلا ای یتبختر افتخارا بذلک یعنی ابو جہل نے نہ صرف تکذیب و روگردانی کی بلکہ متکبرانہ انداز سے اکڑتا ہوا گھر کو چل دیا گویا اس کے نزدیک یہ کوئی سنجیدہ امر ہی نہ تھا اور وہ فخر سے سر جھٹک چل دیا کہ مجھے کیا پرواہ ہے۔

(أَوْلٰى لَكَ فَأَوْلٰى ۝) تیری خرابی آلگی اب آلگی۔

جملۂ تہدیدیہ ہے یا بددعا ہے گویا کہا جارہا ہے ھلاک ا اولی لک بمعنی اھلکک اللہ تعالٰی ھلاکا اقرب لک من کل شر وھلاک تیری ہلاکت تجھ سے قریب ہوگئی یعنی کہ اللہ تعالٰی تجھے ہلاک کرے اور تیری ہلاکت تیرے لیے ہر خرابی و شر سے قریب و نزدیک تر ہوگئی۔ یہاں "ک" ضمیر خطابیہ ہے جبکہ سیاق کلام میں ذکر صیغہ غائب کے ساتھ گزرا جس کا مفہوم یہ ہے کہ تیری بربادی یقینی ہوگی اور ہو کر رہے گی۔

(ثُمَّ أَوْلٰى لَكَ فَأَوْلٰى ۝) پھر تیری خرابی آلگی اب آلگی۔ تکرراً للتاکید جملہ مکرر تاکید کے لیے ہے ایک قول ہے کہ پہلے جملہ میں دنیوی تباہی کی اور اس جملۂ مکرر میں آخروی ہلاکت کی وعید ہے۔

نسائی میں سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ انہوں نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اولٰی لک فاولٰی لک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا یا حق سبحانہ وتعالٰی نے انہیں یوں فرمانے کا حکم دیا تھا تو ابن عباس نے فرمایا اول حضور نے خود فرمایا تھا پھر اللہ تعالٰی نے یہ آیات نازل فرمائیں

...نازل ہوئی ... آیت اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحا میں ابو جہل کے کپڑے پکڑ کر فرمایا ... اولیٰ لک فاولیٰ ثم اولیٰ لک فاولیٰ تو ابو جہل نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ... تم اور تمہارا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میں مکہ کے پہاڑوں کے درمیان ... طاقتور اور صاحب عزت و جاہ ہوں۔ اور یہ آیت پیشین گوئی ہے ... قرآن پر مسلم دلیل اور حجت ہے۔ غزوۂ بدر میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور وہ ذلت ... مارا گیا۔ صدق اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ...

... فرمایا ... فرعون ھذہ الامۃ اس اُمت کا فرعون مارا گیا۔

... الانسان ان یترک سدی ۰) کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

... ولا یکلف ولا یجزی وقیل ان یترک فی قبرہ فلا یبعث۔ یعنی کیا انسان ... کہ اسے یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا یعنی بیکار یا آزاد چھوڑ دیا جائے گا اور کسی امر کا تکلیف ... اور نہ ہی اس کے لیے کوئی جزاء و سزا ہوگی اور ایک قول ہے کہ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے ... کہ اس کی قبر میں یونہی چھوڑ دیا جائے گا پھر اُسے نہ اُٹھایا جائے گا۔ حالانکہ تخلیق کا بنیادی مقصد ... اوامر و نواہی وغیرہ کی پابندی ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَمَا خلقت الجن والانس لیعبدون ... جن اور آدمی اسی خاطر بنائے کہ میری بندگی (طاعت) کریں۔

... نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ	کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی
يُمْنٰى ۰ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ	جائے پھر خون کی پھٹک ہوا تو اُس نے
فَسَوّٰى ۰ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ	پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا تو اس نے دو
الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۰ اَلَيْسَ	جوڑ بنائے مرد اور عورت۔ کیا جس
ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ	نے یہ کچھ کیا وہ مردے نہ جلا سکے گا۔
الْمَوْتٰى ۰	

(اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۰) کیا وہ ایک بوند نہ تھا اُس منی کا کہ گرائی جائے۔

استیناف کلام ہے جو آدمی کے مذکورہ حسبان (گھمنڈ یا خیال کہ وہ کیونکر دوبارہ زندہ ہوگا) کے ابطال کے لیے وارد ہوا ہے حسن نے "اَلَمْ تَكُ" تاء خطاب کے ساتھ پڑھا ہے جو بر سبیل التفات ہے اور اکثر قراء نے "تمنی" کو تاء فوقیہ سے پڑھا ہے تو ضمیر نطفہ کی طرف راجع ہے

ای یمنیھا الرجل ویعبھا فی الرحم یعنی آدمی کا ایک بوند منی ہونا اور اس کا رحم میں ٹپکنا واضح مفہوم یہ ہے کہ آدمی جو رحم میں ایسے گندے پانی (قطرۂ منی) سے بنا تو اس کو خالق کی نافرمانی اور تکبر کا کرنا اور اترانا کیونکر زیب دیتا ہے۔

(ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝) پھر خون کی پھٹک ہوا تو اُس نے پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا۔

ای بقدرۃ اللہ تعالیٰ کما قال اللہ تعالیٰ سبحانہ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت نے اس کو نطفہ سے علقہ بنایا یعنی جمے ہوئے خون سے پیدا کیا جیسا کہ ارشاد باری ہے پھر ہم نے انسان کو نطفہ سے جما ہوا خون پیدا کیا (بنایا) حدیث صحیح میں ہے ہر ایک آدمی کا مادۂ خلقت اس کی ماں کے رحم میں بصورت نطفہ جمع رہتا ہے اور جب چالیس روز گزر جاتے ہیں ثم یکون علقۃ مثل ذلک پھر وہ جما ہوا خون ہو جاتا ہے پھر جب چالیس روز اور گزر جاتے ہیں ثم یکون مضغۃ مثل ذلک اربعین یوما پھر لوتھڑا ہو جاتا ہے اور رہتا ہے اسی طرح چالیس روز تک ثم یرسل الیہ الملک فینفخ فیہ الروح پھر اس کی طرف (ایک سو بیس روز کے بعد) فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونک دیتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو نطفے سے حالت علقہ میں پیدا کیا پھر اس حالت سے اُسے کامل بنایا۔ اور اس کو بدنی اعضاء وغیرہ کو مکمل کیا اس کی پیدائش میں کمی نہ رکھی اور پھر اس میں روح ڈال دی یہ سب اسی کی قدرت ہے تو پھر اس کی نافرمانی بڑی ہی ڈھٹائی اور حماقت ہے۔

(فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝) تو اس سے دو جوڑ بنائے مرد اور عورت۔

(فَجَعَلَ مِنْهُ) ای من الانسان وقیل من المنی یعنی انسان سے اور ایک قول ہے کہ مادۂ منی سے (الزَّوْجَيْنِ) ای الصنفین یعنی دو اصناف یعنی دو جوڑ پیدا کیں۔

(الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى) زوجین سے بدل ہے۔ یعنی نر اور مادہ اور کبھی دونوں جڑواں رحم میں جمع ہوتی ہیں کبھی ایک ہوتی ہے اور کبھی دوسری۔

(اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى) کیا جس نے یہ کچھ کیا وہ مردے نہ جلا سکے گا۔

(الیس ذٰلک) العظیم الشان الذی انشاھذا الانشاء البدیع یعنی وہ بڑی عظمت و شان والا ہے جس نے اس طرح سے پیدا کیا اور ان حالتوں سے تخلیق فرمایا۔
(بقٰدرٍ) ای قادر او قرأ زید مضارعا یعنی کیا وہ عظمت والا رب قدرت نہیں رکھتا؟ زید نے مضارع پڑھا ہے یعنی یقادر۔ کیا دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت نہیں رکھے گا۔
(علٰی اَن یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی ۝) وھو اھون من البدء فی قیاس العقل
جو ذات باری تعالیٰ جو نطفہ سے علقہ اور علقہ سے مضغہ اور مضغہ سے مخلقہ فرما کر تکمیل انسان فرماتا ہے وہ مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت نہ رکھے عقلی اور قیاسی طور پر انتہائی حماقت اور کور چشمی پر دلالت کرتا ہے کہ وجود انسانی کے ان عجیب مراحل کے ساتھ وجود زندگی میں لائے اور لوگ روزمرہ زندگی میں ان مراحل کا مشاہدہ بھی کریں پھر بھی حشر اور حیات بعد الموت کا انکار کریں تو یہ سوائے کور چشمی اور بغض و عناد کے سوا کوئی اور بات نہیں ہے۔ اور احادیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت پڑھی تو فرمایا سُبحٰنک اللھم و بلٰی۔ ابو داؤد اور ترمذی اور بیہقی میں ابو ہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی تم میں سورۂ قیامۃ کی آخری آیت کو پڑھے فلیقل بلی تو اُسے چاہیے کہ کہے کہ ہاں (ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر۔)

الحمد للہ آج ۲۵ شعبان ۱۴۱۳ھ بروز جمعرات
بمطابق ۱۸ر فروری ۱۹۹۳ء تفسیر سورہ قیامۃ
مکمل ہوئی

سورۃ الدہر مکیۃ

اس سورت میں دو رکوع ۔ اکتیس آیتیں ۔ دو سو چالیس کلمے اور ایک ہزار چون حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ دہر پ ۲۹

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝

بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝

بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ ہم اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝

بے شک ہم نے اسے راہ بتائی یا حق ماننا یا پھر ناشکری کرتا۔

اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا ۝

بے شک ہم نے کافروں کے لیے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝

بے شک نیک پئیں گے اس جام میں سے جس کی ملونی کافور ہے۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝

وہ کافور کیا ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝

اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝

اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝

ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝

بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے۔

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝

تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝

اور ان کے صبر پر انہیں جنت اور ریشمی کپڑے صلہ میں دیے۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝

جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے نہ ٹھٹھر

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝

اور اس کے سائے اس پر جھکے ہوں گے اور اس کے گچھے جھکا کر نیچے کر دیے گئے ہوں گے۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ۝

اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا جو شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے۔

قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝

کیسے شیشے چاندی کے ساقیوں نے انہیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا۔

وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝

اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی ادرک ہوگی۔

عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝

وہ ادرک کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں۔

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝

اور ان کے آس پاس خدمت میں پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے جب تو انہیں دیکھے تو انہیں سمجھے موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ۝

اور جب تو ادھر نظر اٹھائے ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت۔

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝

ان کے بدن پر ہیں کریب کے سبز کپڑے اور قناویز کے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝

ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

حل لغات رکوع اول سورۃ دہر پ ۲۹

ھل۔ بیشک	اتی۔ آیا	علی۔ اوپر	الانسان۔ انسان کے
حین۔ وقت	من الدھر۔ زمانے سے	لم۔ نہیں	یکن۔ تھا
شیئا۔ کوئی چیز	مذکورا۔ ذکر کے قابل	انا۔ بیشک ہم نے	خلقنا۔ پیدا کیا
الانسان۔ انسان کو	من نطفۃ۔ منی	امشاج۔ ملی ہوئی سے	نبتلیہ۔ کہ ہم اسکو آزمائیں
فجعلنہ۔ تو بنایا ہمنے اسکو	سمیعا۔ سننے والا	بصیرا۔ دیکھنے والا	انا۔ بیشک ہم نے
ھدینہ۔ دکھایا اسکو	السبیل۔ رستہ	اما۔ چاہے	شاکرا۔ شکر گزار ہو
و۔ اور	اما۔ چاہے	کفورا۔ ناشکرا	انا۔ بے شک
اعتد۔ تیار کیا	نا۔ ہم نے	للکفرین۔ کافروں کیلئے	سلسلا۔ زنجیر
و۔ اور	اغلالا۔ طوق	و۔ اور	سعیرا۔ بھڑکتی آگ
ان۔ بیشک	الابرار۔ نیک لوگ	یشربون۔ پئیں گے	من کاس۔ پیالے
کان۔ کہ ہوگی	مزاجھا۔ ملونی اسکی	کافورا۔ کافور کی	عینا۔ ایک چشمہ ہے
یشرب۔ کہ پئیں گے	بھا۔ اس سے	عباد۔ بندے	اللہ۔ اللہ کے
یفجرونھا۔ پھاڑ کر لے جائینگے اسکو		تفجیرا۔ پھاڑنا	یوفون۔ پورا کرتے ہیں
بالنذر۔ نذر کو	و۔ اور	یخافون۔ ڈرتے ہیں	یوما۔ اس دن سے کہ
کان۔ ہے	شرہ۔ برائی	ہ۔ اسکی	مستطیرا۔ پھیلی ہوئی
و۔ اور	یطعمون۔ کھلاتے ہیں	الطعام۔ کھانا	علی۔ اوپر

حبه۔ اسکی محبت کے
و۔ اور
لوجه۔ واسطے رضامندی
منکم۔ تم سے
شکورا۔ شکرگزاری
یوما۔ ایسے دن سے
الله۔ اللہ نے
و۔ اور
سرورا۔ سرور
صبروا۔ صبر کیا انہوں نے جنة۔ جنت
متکئین۔ تکیہ لگائے ہونگے فیها۔ اس میں
لا۔ نہ
و۔ اور
دانیة۔ قریب ہونگے
ذللت۔ جھکے ہوں گے
یطاف۔ پھیرے جائینگے
قدروا۔ اندازہ کیا انہوں نے
یسقون۔ پلائے جائینگے
مزاجها۔ ملونی اسکی
تسمی۔ جس کا نام
علیهم۔ ان پر
رایتهم۔ تو انکو دیکھے گا
و۔ اور
رأیت۔ دیکھے گا
کبیرا۔ بہت بڑا

مسکینا۔ مسکین
اسیرا۔ قیدی کو
الله۔ اللہ کے
جزاء۔ بدلہ
انا۔ بیشک ہم
عبوسا۔ جو ہے تیوری والا
شر۔ برائی
لقهم۔ دی انکو
و۔ اور
یرون۔ دیکھیں گے
لا۔ نہ
علیهم۔ ان پر
قطوفها۔ انکے گچھے
علیهم۔ ان پر
ها۔ اس کا
فیها۔ اس میں
زنجبیلا۔ ادرک کی
سلسبیلا۔ سلسبیل ہے
ولدان۔ لڑکے
حسبتهم۔ خیال کریگا
اذا۔ جب
نعیما۔ نعمتیں
علیهم۔ ان پر

و۔ اور
انما۔ اسکے سوا نہیں
لا۔ نہیں
و۔ اور
نخاف۔ ڈرتے ہیں
قمطریرا۔ نہایت ترش
ذلك۔ اس
نضرة۔ تازگی
جزئهم۔ بدلہ دیا انکو
و۔ اور
علی۔ اوپر
فیها۔ اس میں
زمهریرا۔ ٹھنڈک
ظللها۔ اس کے سائے
تذلیلا۔ بڑا جھکنا
بانیة۔ برتن
تقدیرا۔ پورا اندازہ
کاسا۔ پیالہ
عینا۔ ایک چشمہ ہے
و۔ اور
مخلدون۔ ہمیشہ رہنے والے
لؤلؤا۔ موتی
رایت۔ دیکھے گا تو
و۔ اور
ثیاب۔ کپڑے ہونگے

یتیما۔ یتیم
نطعمکم۔ ہم تمہیں کھلاتے ہیں
نرید۔ چاہتے ہم
لا۔ نہ
من ربنا۔ ہم اپنے رب سے
فوقهم۔ تو بچایا ان کو
الیوم۔ دن کی سے
و۔ اور
بما۔ بوجہ
حریرا۔ ریشمی کپڑے
الارائك۔ تختوں کے
شمسا۔ دھوپ
و۔ اور
و۔ اور
و۔ اور
من فضة۔ چاندی کے
و۔ اور
کانت۔ ہے
فیها۔ اس میں
یطوف۔ پھریں گے
اذا۔ جب
منثورا۔ بکھرے ہوئے
ثم۔ اس جگہ
ملکا۔ ملک
سندس۔ سندس کے

خضر	سبز کے	و	اور	استبرق	قناویز کے	و	اور
حلوا	پہنائے جائیں گے	اساور	کنگن	من فضۃ	چاندی کے	و	اور
سقٰہم	پلائے گا ان کو			ربہم	انکا رب	شرابا	شراب
طہورا	پاک	ان	بیشک	ھذا	یہ	کان	ہے
لکم	تمہارے لیے	جزاء	بدلہ	و	اور	کان	ہے
سعیکم	تمہاری کوشش	مشکورا	ٹھکانے لگی۔				

سورۃ الانسان (الدہر)

اس سورۃ مبارکہ کے پانچ نام ہیں (۱) الدھر (۱۱) الابرار (۱۱۱) الامشاج (۱۷) ھل اُتی اور (۷) الانسان، یہ سورۃ مبارکہ جمہور کے نزدیک مکی ہے جیسا کہ بحر میں ہے جب کہ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ ساری سورۃ مبارکہ مدنی ہے حسن، عکرمہ اور کلبی کا کہنا ہے کہ سورۃ مبارکہ مدنی ہے سوائے ایک آیت " ولا تطع منھم آثما أو کفورا " کے جو مکی ہے اور ایک قول ہے ساری مدنی ہے سوائے اس آیت کے فاصبر لحکم ربك الخ جو مکی ہے ابن عادل سے اس کے بالکلیہ مدنی ہونے پر جمہور سے حکایت مروی ہے اور اس میں بلا اختلاف اکتیس آیات ہیں۔ اور اس سورت اور پچھلی سورت مناسبت انتہائی روشن اور واضح ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا ۝	بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

(ھَلْ اَتٰی کیا نہیں گزرا) استفہام تقریری ہے أی الحمل علی الاقرار بما دخلت علیہ والمقر ربہ من نیکر البعث۔ یعنی اقرار پر محتمل ہے جو اس پر داخل ہوا ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو بعث کا انکار کرتا ہے اصلہ علی ماقیل أھل علی اس کی اصل جیسا کہ کہا گیا ہے کہ کیا اس پر نہیں گزرا ہے۔ یا قد کے معنی آیا ہے۔ ای قد مضی علی الانسان حین لم یکن کذلك یعنی بے شک ایسا

وقت آدمی پر گزر چکا ہے کہ وہ کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھا۔ ایک قول ہے کہ مراد حضرت آدم ہیں جن پر نفخۂ روح سے پہلے جو زمانہ گزرا یعنی چالیس برس کا زمانہ۔

(عَلَى الْاِنسَانِ) انسان پر۔

جنس انسان مُراد ہے یا مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن سے نوعِ انسان کا آغاز ہوا۔

(حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ) ایک وقت

والحين طائفة محدودة من الزمان شاملة للكثير والقليل والدهر الزمان الممتد الغير المحدود ويقع على مدة العالم جميعها۔

حین کے معنی زمانے کے ایک محدود یا مقرر حصہ کے ہیں اور اس حصہ کا اطلاق ہر زمانہ پر خواہ طویل اور بڑی مدت ہو یا قلیل وکم مدت ہو دونوں پر ہوتا ہے اور دھر سے مراد طویل اور غیر محدود زمانہ ہے اور یہ دنیا کی کل مدت عمر پر واقع ہوا ہے۔ ایک قول ہے کہ دھر سے مراد لمبا زمانہ ہے یا مراد ایک ہزار برس کا زمانہ ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی مدت عمر ایک ہزار برس ہی تھی۔

(لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝) کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

انسان کی کیفیت وحالت کا ذکر ہے یعنی جب انسان کوئی قابل ذکر شئے نہ تھا ایک قول ہے کہ مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور حین سے مُراد ان کا مٹی کے خمیر کی صورت میں ہونا ہے یا وقت مُراد ہے جب اللہ نے ان کے کالبد کو گارے سے بنایا اور مکہ اور طائف کے درمیان جبل نعمان پر ڈال دیا اور وہ چالیس برس یا ایک سو بیس برس جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے بغیر روح کے رہے پھر انہیں زندہ کیا۔ اور اگر انسان سے مراد جنس انسان ہے تو مدت سے مُراد چار ماہ ہے جس کی تقسیم یہ ہے کہ چالیس روز بصورت نُطفہ، پھر چالیس روز بصورت علقہ پھر چالیس روز بصورت مضغہ۔ پھر اُس میں روح پھونکی گئی۔ قیوم زمانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تشریح میں کہا بلاشبہ انسان پر ایسا زمانہ گزرا کہ وہ کوئی قابل ذکر شئے نہ تھا نہ اُس کی ذات تھی نہ اس کا نشان اور نہ ہی شہود اور نہ ہی وجود پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے چاہا تو وہ اس کی حیات سے زندہ اور اس کی بقاء سے باقی ہُوا اور نشان اور نہ ہی شہود اور نہ ہی وجود پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے چاہا تو وہ اس کی حیات سے زندہ اور اس کی بقاء سے باقی ہُوا

اور اخلاق الٰہیہ سے ہی متصف با خلق ہو جاتا ہے اور یہ سب حالت و کیفیت خواہ حقائق کونیہ ہو یا درجۂ شہود و وجود سب یا فنا و بقاء اللہ کا فضل و کرم اور اس کی ہی قدرت و مشیئت ہے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ○ بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ وہ اُسے جانچیں تو اُسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

(اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ) بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا۔

انسان سے مُراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں یا جنس انسان مُراد ہے اور بعض کا قول ہے کہ آدم و ذرّیت آدم ہی مراد ہے۔

(مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ) ملی ہوئی منی سے کہ وہ اُسے جانچیں۔

اَمْشَاج جمع ہے مَشَجٌ کی جس کے معنی ہے مخلوط یعنی ملا ہوا اَمْشَاج نطفۃ کی صفت ہے اس لیے کہ نطفہ میں مرد اور عورت کا پانی مخلوط ہوتا ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ امشاج کے معنی اطوار کے ہیں اور نطفہ یا تو مختلف اطوار سے گزرتا ہے جیسے علقہ مضغہ وغیرہ یا پھر رقت و قوام منی وغیرہ کے لحاظ سے مختلف الاطوار ہوتا ہے نبتلیہ فاعل خلقنا سے حال ہے والمراد مریدین ابتلاءہ واختبارہ بالتکلیف فیما بعد علی ان الحال مقدرہ یعنی ہم نے انسان کو ملی ہوئی (مرد و عورت کی منی) منی سے اُس کی حالت کی تبدیلی منتقل با حالت مقدرہ کا اندازہ کرتے ہوئے پیدا کیا۔ یا مراد ہے کہ ہم نے اپنے امر و نہی سے اُسے مکلف کر دیا۔

فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ○ تو اُسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

یہ جملہ نئے سرے سے ہے اور تعلیلی ہے ای فَجَعَلْنٰهُ سمیعًا بَصِیْرًا لنبتلیہ یعنی ہم نے اُسے پھر سنتا دیکھتا کر دیا تاکہ اُسے اس کے ساتھ آزمائیں ای ینظر الآیات الآفاقیۃ والانفسیۃ ویسمع الادلۃ السمعیۃ۔ تاکہ وہ دنیا بھر کی نشانیوں اور دلائل وجود و ہستی کو دیکھے ان کا مشاہدہ کرے اور دلائل سمعیہ کو سُنے اور سمجھے اور ان پر غور و فکر کرے۔ گویا امتحان علت اور سمیع و بصیر کرنا نتیجہ ہے اسی لیے ف خلقنا پر عطف ہے۔

اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوۡرًا ؁ بے شک ہم نے اُسے راہ بتائی یا حق ماننا یا ناشکری کرتا۔

(اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ) بے شک ہم نے اُسے راہ بتائی۔

جملہ مُستانفہ تعلیلیہ ہے معنی یہ ہیں لانا ھدیناہ ای دللناہ علی مایوصلہ من الدلائل السمعیۃ کالآیات التنزیلیۃ والعقلیۃ کالآیات الآفاقیۃ والانفسیۃ یعنی ہم نے اس کے لیے (انسان) دلائل قائم کیے جو اُسے دلائل سمعیہ جیسے آسمانی کتب اور رسولوں کا آنا اور دلائل عقلیہ جیسے دنیا بھر کی نشانیوں اور وجود ہستی کے دلائل وغیرہ سے نظر آتے دکھائی دیتے اور سُننے سمجھنے میں آتے ہیں تاکہ انہیں دیکھ کر وہی راستہ اختیار کرے۔ جو مقصود ہے اور راستہ دیکھنے کے بعد اس کا عُذر نہ رہے۔ السبیل سے مراد راستہ ہے اور راستہ کی دو صورتیں ہیں سچا اور سیدھا راستہ اور باطل و غلط راستہ تو اللہ نے راہ دکھا دی اور راہ کا انتخاب بندے پر چھوڑ دیا۔

(اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوۡرًا ؁) یا حق مانتا یا ناشکری کرتا۔

شاکرًا اور کفورًا دونوں السّبیل کا حال ہیں اور سبیل کو شکر و کفر سے منسوب کرنا مجازاً ہے یعنی بندے کو دونوں راہیں جدا جدا دکھا دیں یہ نہیں کہ صرف ایک ہی راہ دکھائی اور لفظ اِمَّا میں ان شرطیہ ہے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ انسان خواہ شکر گزار ہو یا ناشکر گزار ہم نے راہ دکھا دی۔ کامیابی اور ہلاکت کی راہیں دکھا دیں اب بندہ جو راہ چاہے اختیار کرے اللہ پر اس کا کوئی عذر باقی نہ رہا۔

اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ سَلٰسِلَا۠ وَ اَغۡلٰلًا وَّ سَعِیۡرًا ؁ بے شک ہم نے کافروں کے لیے تیار رکھی ہیں زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ۔

(اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا) بے شک ہم نے تیار کر رکھا ہے ھیانا۔

جملہ مستانفہ ہے اور کفار کی سزا کا ذکر شاکروں کی جزا سے مقدم فرمایا ہے جب کہ پچھلی آیت میں کفار کا تذکرہ شاکرین کے بعد تھا اور مقصود ترغیب و نصیحت ہے یعنی ہم نے بنا رکھی ہیں۔

(لِلۡکٰفِرِیۡنَ) کفار کے لیے من افراد الانسان الذی ھدیناہ السبیل۔ یعنی بنی نوع انسان کے ان افراد کے لیے جن کو ہم نے راہ دکھا دی۔

(سَلَاسِلَ) زنجیریں۔ بِهَا يُقَادُوْنَ ۔جن کے ساتھ باندھ کر کفار جہنم کی طرف ہانکے یا گھسیٹے یا کھینچے جائیں گے۔

(وَاَغْلٰلًا) اور طوق

بِهَا يُقَيَّدُوْنَ جس کے ساتھ قید کئے جائیں گے یا بطور مجرم ان کے گلوں میں ڈالے جائیں گے۔

(وَسَعِيْرًا ٥) اور بھڑکتی آگ۔

بِهَا يُحْرَقُوْنَ جس میں جلائے جائیں گے۔ مراد یہ ہے کہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلائے جائیں گے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جن لوگوں کو ہم نے راہ دکھادی اور انہوں نے شکرگزاری کی بجائے سرکشی و بغاوت کا راستہ اختیار کیا تو ان کی سزا یہ ہے جو ہم نے تیار کر رکھی ہے۔ اور وہ اس طرح زنجیروں اور طوقوں کے ساتھ بندھے دوزخ کی طرف کھینچے جائیں گے اور ذلت کے ساتھ بھڑکتی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ٥	بے شک نیک پئیں گے اس جام میں سے جس کی ملائی جانیوالی چیز کا فور ہے۔
عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ٥	وہ کافور کیا ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں اُسے جہاں چاہیں بہا کر لیجائیں گے۔

(اِنَّ الْاَبْرَارَ) بے شک نیک

جملہ مستانفہ ہے اور کفار کی سزا کے بعد شکرگزاروں (مومنین) کی جزا کا ذکر ہے اور اسی ذکر حسن سے کلام کا آغاز ہے ابرار۔ "بَرٌّ" کی جمع ہے جس کے معنی نیک یا بھلے کے ہیں مراد فرمانبردار اور مومن لوگ ہیں ایک قول ہے کہ اَبْرَار سے مراد من يؤدی حق الله تعالیٰ ويوفی بالنذر وہ لوگ ہیں جو حقوق الٰہیہ ادا کرتے ہیں اور اپنی نذریں پوری کرتے ہیں۔ اور حسن کا قول ہے هو الذی لا يؤذی الذر ولا يرضی الشر ابرار وہ ہیں جو دوسروں کو ذرہ بھر تکلیف نہ پہنچائیں اور کسی شر کی بات پر راضی نہ ہوں۔

(يَشْرَبُوْنَ) پئیں گے۔

فی الاخرة ۔ یعنی آخرت میں جب جنت میں داخل ہوں گے۔

(مِنْ كَاْسٍ) اُس جام میں سے۔

هی کما قال الزجاج الاناء اذا کان فیہ الشراب فاذا لم یکن لم یسم کاسًا۔ یہاں زجاج کا قول ہے کہ کاس سے مراد وہ برتن ہے جب کہ اس میں پینے کی چیز موجود ہو اور جب اس میں پینے کی کوئی شئے موجود نہ ہو تو ایسے برتن کو کاس نہیں من ابتدائیہ ہے اور اس تقدیر پر معنی ہوں گے مشروب سے بھرا ہوا جام اور ابرار مشروبات جنت برتنوں کے ساتھ پئیں گے اور بعض کے نزدیک کاس بمعنی سے مراد شیشے کا وہ جام ہے جس میں شراب بھری ہوتی ہے۔

(کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوْرًا ۝) جس کی ملونی کافور ہے۔

مِزَاجُھَا کی ضمیر کاس کی طرف راجع ہے اور مزاج کے معنی ہیں ملائی یا ملی ہوئی شئے تو مطلب یہ ہے کہ جام میں مشروب مخلوط ہو گا قتادہ کا قول یہی ہے کہ جنتی لوگوں کے لیے مشروب میں کافور مخلوط ہوگا کلبی کا قول ہے کہ اس آیت کی مثل قرآن حکیم میں وَمِزَاجُہٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ہے اور چشمہ ہے یونہی عیون جنت میں سے ایک چشمہ کافور نامی بھی ہے یعنی چشمہ کافور سے پئیں گے ایک قول ہے کہ اُس کی خوشبو کافور کی طرح ہوگی واللہ اعلم۔ اور کلبی کا قول قوی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں عینًا کے لفظ سے جو کافور کا بدل ہے واضح ہے۔

(عَیْنًا) ایک چشمہ ہے۔

بدل من کافور وقال قتادۃ یمزج لھم بالکافور ویختم لھم بالمسك لبرودۃ الکافور وبیاضہ وطیب رائحتہ یعنا المعروف۔

یہ کافور سے بدل ہے جبکہ کافور کو چشمہ ہی سمجھا جائے اور قتادہ کا قول ہے کہ جنتی لوگوں کے لیے مشروف میں کافور کی آمیزش ہوگی اور ان کے لیے مشک کے ساتھ مُہر بند ہوگی اور یہ کافور کی ٹھنڈک اور اس کی سفیدی (سفید رنگ) اور پاکیزہ خوشبو کے اظہار کے لیے ہوگا اور کافور کی یہ خاصیت معروف ومشہور ہے۔

(یَّشْرَبُ بِھَا عِبَادُ اللّٰہِ) جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے۔

ای یشرب ماء عین یعنی چشمے کا پانی پئیں گے ایک قول ہے ای یشرب الخمر ممزوجۃ بھا یعنی وہ شراب جو کافور سے ملی ہوگی اُسے چشمے سے پئیں گے یا مخلوط آمیزہ جام پئیں گے۔ عباد اللہ سے مراد المومنون اھل الجنۃ ہے یعنی مومن جنتی لوگ آیت کے شروع میں ابرار آیا ہے جس سے مراد نیکوکار لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی فرماں برداری

خلوص کے ساتھ ہو گی۔

(یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ۝) اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔

ای یجرونھا حیث شاؤا من منازلھم اجراءً سھلا لا یمتنع علیھم یہ اپنے مکانوں میں جہاں چاہیں گے بسہولت اس چشمہ کو بہا کر لے جائیں گے اور ان پر کوئی روک دشواری نہ ہو گی بعض کتب آثار میں منقول ہے کہ یہ چشمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنتی گھر میں ہو گا اور وہ انبیاء علیہم السلام اور مومنین کے مقامات جنت کے دورہ کے لیے بہتا ہو گا یا بہے گا جس سے وہ بسہولت جہاں چاہیں گے پئیں گے۔

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ	اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن
یَوْمًا کَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ۝	سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

(یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ) اپنی منتیں پوری کرتے ہیں

یہ جملہ مستانفہ ہے مسوق لبیان مالاجلہ یرزقون ھذا النعیم جو اس امر کو واضح کرتا ہے کہ وہ لوگ (ابرار) کس وجہ سے یہ نعمتیں بطور رزق دیے جائیں گے یا پھر گزشتہ کلام کے لیے بطور علت بیان ہے کہ ان کو جنت میں ان انعامات کے حاصل ہونے کی وجہ یہی ہے کہ وہ نذریں پوری کرتے تھے آلوسی کہتے ہیں کانہ قیل ماذا یفعلون حتی نیالوا تلک المرتبۃ العالیۃ گویا کہ فرمایا جا رہا ہے کہ دنیا کی زندگانی میں جو کچھ کرتے رہے تھے اس کا ثمرہ یہ ہے کہ وہ اس عالی مرتبہ پر فائز ہوئے فقیل یوفون تو فرمایا گیا پوری کیا کرتے تھے اور یہ استحضار استمرار پر دلالت کر رہا ہے۔ والوفاء بالنذر کنایۃ عن اداء الواجبات کلھا اور نذر کو پورا کرنے سے اشارہ ہے کہ وہ لوگ سب واجبات بخوبی ادا کرتے تھے لغت میں نذر کا معنی یہ ہے کہ جو شئے آدمی پر واجب نہیں ہے وہ کسی شرط سے خود پر واجب کرے جیسے کہ نذر مانے کہ بیمار تندرست ہو جائے تو میں اتنی رکعات پڑھوں گا یا اس قدر صدقہ کروں گا اور نذر کا ایفاء (پورا کرنا) واجب ہے قتادہ، عکرمہ اور مجاہد سے مروی ہے ای اذا نذر واطاعۃ فعلوھا یعنی جب فرائض واجبات کے علاوہ بھی کوئی مستحب امر بطور نذر مانتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔

(وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ۝) اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

ای یخافون عذاب یوم القیامۃ یعنی قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرتے ہیں جو شدت و سختی کا دن ہے مُسْتَطِيْرًا کے معنی ہیں خوب پھیلی ہوئی جس طرح کہ اہلِ عرب بولتے ہیں استطار الفجر صبح کی روشنی خوب پھیل گئی اور شر کے معنی برائی اور ایسی شے کے ہیں جو ناپسند ہو اور قیامت کا شر اور اس کا پھیلاؤ یہ ہے کہ آسمان پھٹ جائیں گے ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور چاند اور سورج بے نور ہو جائیں گے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے یہاں تک کہ کوئی شے باقی نہ رہے گی۔ اس آیت میں ابرار کے حسن عمل اور تقویٰ کا بیان واضح ہے۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ○

اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو اُن سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلا یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

(وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ) اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر ای کائنین علی حب الطعام ای مع اشتہائہ والی حاجۃ الیہ فھو من باب التتمیم ویجاوبہ من القراٰن قولہ تعالٰی لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون یعنی کھانے کی بھوک و طلب اور اُس کی حاجت و ضرورت کے باوجود بھی کھلانا کھلانے کی خوب رغبت رکھتے ہیں اور ان کا ایسا کرنا ازرہ لطف و کرم اور حصول رضاءِ الٰہی کے لیے ہے اور قرآن کے ارشاد کی تعمیل میں ہے کہ حق تعالٰی فرماتا ہے کہ تم ہرگز نیکی کی حقیقت تک رسائی نہ پاؤ گے جب تک کہ تم اپنے اس میں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں خود محبوب و مرغوب ہو۔ ابن عباس اور مجاہد سے مروی ہے حب الاطعام بان یکون ذلک بطیب نفس وعدم تکلف کہ کھانا کھلانے کی محبت یہ ہے کہ وہ نفس کی خوشی و طمانیت کے ساتھ اور تکلف وغیرہ کے بغیر ہو ابوسلیمان اور فضیل بن عیاض کا قول ہے کائنین علی حب اللہ تعالٰی ولوجھہ سبحانہٗ وابتغاء مرضاتہٗ عزوجل کہ اللہ کی محبت میں کھلائیں اور محض حق سبحانہ وتعالٰی ہی رضاء و خوشنودی کی خاطر ایسا کریں اور ایک قول ہے ھو کنایۃ عن الاحسان الی المحتاجین والمواساۃ معھم کہ ابرار کی یہ صفت محتاجوں کے ساتھ احسان اور ان کے ساتھ ایثار و ہمدردی بطور سے کنایہ بیان کی گئی ہے۔

(مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا) مسکین اور یتیم اور اسیر کو

مجاہد وغیرہ سے منقول ہے کہ اس آیت کا نزول مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں ہوا کہ انہوں نے ایک یہودی کے ہاں مزدوری سے کچھ جو حاصل کئے اور ان میں سے ایک تہائی حصہ پکائے تو ایک مسکین نے سوال کیا تو آپ نے اسے دے دیئے پھر پکائے اور تیار ہی ہوئے تھے کہ ایک یتیم نے آسوال کیا تو یہ اُسے دے دیئے پھر باقی ایک تہائی پکوائے اور جونہی وہ کھانے کے لیے تیار ہی ہوئے تھے کہ ایک اسیر (قیدی) نے آسوال کیا تو یہ اُسے عطا کر دیئے اور آپ اور آپ کے اہل خانہ اس روز بغیر کھانے کے ہی رہے۔ ابن الجوزی نے اس کو موضوع کہا جبکہ حکیم ترمذی کے نزدیک یہ قصہ ہی بے اصل ہے سورۂ مبارکہ مکی ہے اور یہودی کی مزدوری مکہ میں کہاں ہو سکتی تھی کیونکہ وہاں یہودی تھے ہی نہیں دوسرے مکہ میں جب جہاد مشروع نہ ہوا تھا تو اسیر (قیدی) کیونکر ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اس روایت کے موضوع ہونے میں کوئی شبہ نہیں بعض علماء کے نزدیک "اسیر" سے مراد غلام ولونڈی اور عورت ہیں ابن عساکر سے مروی کہ دو کمزوروں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہے مملوک (غلام لونڈی) اور عورت اور بغوی کا قول زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو کہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں۔ لہٰذا یہاں اسیر کے معنی قیدی کی بجائے غلام اور عورت کے ہی درست ہیں واللہ اعلم واضح مفہوم یہ ہے کہ ابرار کی صفت یہ ہے کہ وہ رضائے الٰہی کے لیے اور ذاتی رغبت وضرورت کے باوصف مسکینوں یتیموں اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں صحیحین میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اسلام کی کونسی بات زیادہ فضیلت والی ہے تو ارشاد فرمایا تقرئ السلام علیٰ عرفت وعلی من لم تعرف وتطعم الطعام۔ شناسا و غیر شناسا مسلمان بھائی کو سلام کرنا اور کھانا کھلانا۔

(اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ) اُن سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں

ای قائلین ذلک بلسان الحال لما یظھر علیھم من امارات الاخلاص یعنی وہ بزبان حال کہتے ہیں اگر بلحاظ خلوص اُن سے یہ کلام ظاہراً بحالت قول صادر نہ ہوا۔ اور مجاہد سے مروی ہے اما انھم ما تکلموا بہ ولکن علمہ اللہ تعالیٰ منھم فاثنی سبحانہ بہ علیھم لیرغب فیہ راغب اگرچہ ابرار نے اس طرح کلام نہ کیا تاہم اللہ کو ان کی حالت قلبی معلوم تھی تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے اس اندرونی حال کی تعریف فرمائی تاکہ جو کوئی اس طرح کی رغبت رکھنے والا اس میں رغبت رکھے۔ واضح مطلب یہ ہے کہ وہ زبان سے یا بزبان حال یہ کہتے ہیں کہ

ہم تمہیں اللہ کی رضا اور ثواب آخرت کے لیے کھانا دیتے ہیں۔

(لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً) تم سے نہیں چاہتے کوئی بدلہ

ای بالافعال یعنی ہم اپنے اس عمل کا کوئی بھی بدلہ تم سے بالفعل نہیں مانگتے۔

(وَّلَا شُكُوْرًا ۝) اور نہ ہی شکر گزاری

ای وَلَا شکرا وثناء بالاقوال تقریر وتاکید لما قبلہ، گذشتہ کلام کو مؤکد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ تم شکریہ کا اظہار قولی و عملی طور پر کرو اور نہ ہی بات چیت کے ذریعہ ہماری تعریف و توصیف بیان کرو اور خالصتاً للہ کھانا کھلانے یا خیرات وصدقات کا حال یہی ہے کہ دینے والا لینے والے سے نہ شکریہ چاہے اور نہ ہی کوئی تعریف کلمہ و دعا تک نہ چاہے اور صرف آخرت کے لیے اس کو باقی رکھے۔

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ۝ بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے۔

(اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا) بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے۔

ای عذاب یوم او ان خوفہ یعنی قیامت کے روز ہم اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور یہ کھانا کھلانا اس لیے ہے کہ اس روز ہم امن میں رہیں اور ہم پر عذاب کا خوف نہ ہو۔

(عَبُوْسًا) بہت ترش یہ یوم کی صفت اول ہے عبوس کے معنی ہیں تعبس فیہ الوجوہ وہ امر جس سے پیشانی پر بل پڑیں یا ناگواری کی حالت یعنی وہ دن سب لوگوں کے لیے بہت ناگوار ہوگا۔

(قَمْطَرِیْرًا ۝) نہایت سخت۔

قاموس میں قمطریر کے معنی ہیں انتہائی سخت۔ ایک قول ہے سخت اور لمبا دن یا ایسا دن جس میں شدت ہی شدت ہے۔

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی

(فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ) تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا

بسبب خوفہم وتحفظہم عنہ۔ فاء سببیہ ہے یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کے (ابرار)

ڈرنے (یوم قیامت کے عذاب سے ڈرنے) کی وجہ سے انہیں اس دن کی برائی سے محفوظ کر دیا۔

(وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝) اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔

ای اعطاھم بدل عبوس الفجار وحزنھم نضرۃ فی الوجوہ وسرورا فی القلوب یعنی اس دن فساق و فجار تو رنج و غم کی وجہ سے تیورائے اور ترشرو ہوں گے جب کہ ان کے برعکس ابرار کو ترشروئی کی جگہ چہروں کی شگفتگی و شادابی حسن و تازگی اور فرحت دی جائے گی اور ان کے دل مسرور و شادکام ہوں گے۔

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝ اور ان کے صبر پر انہیں جنت اور ریشمی کپڑے صلہ میں دیئے۔

(وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا) اور انہیں صلہ میں دیئے ان کے صبر پر۔

بصبرھم علی مشاق الطاعات ومھاجرۃ ھوی النفس فی اجتناب المحرمات وایثار الاموال ماکلا وملبسا۔

یعنی ابرار کو طاعاتِ الٰہیہ کی مشقت پر صبر کرنے اور حرام و ممنوع امور سے باز رہنے اور خواہشات نفس کے ترک کرنے پر اور راہِ خدا میں خوراک و پوشاک صدقہ و خیرات کرنے پر یہ صلہ دیا۔

(جَنَّةً) بستانا عظیما یاکلون منہ ماشاؤا بہت بڑے اور وسیع باغات جس سے جس طرح چاہیں گے کھائیں گے۔

(وَّحَرِيْرًا ۝) اور ریشمی کپڑے

یلبسونہ ویتزینونہ جنہیں وہ پہنیں گے اور ان سے خود کو زینت دیں گے۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝ جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے نہ سردی۔

(مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ) جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔

ارائک اریکۃ کی جمع ہے وھی السریر فی الجملۃ اور مراد آراستہ کمرے کی مسہری ہے اور ایک قول ہے کہ ہر وہ شئے مراد ہے جس پر تکیہ لگایا جا سکے خواہ مسہری ہو یا فرش وغیرہ۔ جزا کا تذکرہ اس حالت کے ساتھ خاص ہے جو کہ انعام پانے والوں کے کامل و مکمل حالت و کیفیت ہے اور ایک قول ہے کہ یہ جنت کی صفت ہے اگرچہ اس کے ساتھ ضمیر ہرگز

مقابل نہیں۔ جبکہ ایک قول ہے کہ صبروا کی ضمیر سے حال مقدر ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ابرار جنت میں آراستہ مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔

(لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا ۝) نہ اُس میں دھوپ دیکھیں گے نہ سردی۔ یہ دوسری حالت ہے ای هواءها معتدل لاحر شمس یحمی ولا شدۃ برد یؤذی یعنی جنت کی ہوا (موسم) معتدل ہوگا نہ تو سورج کی تپش سے گرمی لگے اور نہ ہی سخت سردی جو تکلیف دے۔ حدیث شریف میں ہے هواء الجنة سجسج لاحر ولا قر جنت کا موسم معتدل اور راحت بخش ہے نہ گرمی اور نہ ہی سردی۔

وَدَانِیَةً عَلَیْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ	اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوں گے
ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا ۝	اور اس کے گچھے جھکا کر نیچے کر دیئے گئے ہوں گے۔

(وَدَانِیَةً عَلَیْهِمْ ظِلٰلُهَا) اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوں گے۔ گذشتہ آیت میں متکئین پر عطف ہے یا پر جنّت پر عطف ہے اور موصوف محذوف ہے ای وجنة أخری دانیة علیهم ظلالها علی انهم وعدوا جنتین کما فی قوله سبحانہٗ وتعالٰی ولمن خاف مقام ربه جنتان یعنی ابرار کو اللہ تعالٰی ایک اور جنت عطا فرمائیں گے جس کے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے یا قریب ہوں گے اس لیے کہ حق سبحانہٗ وتعالٰی کے ارشاد کے موجب وہ لوگ دو جنتوں کا وعدہ دیئے گئے تھے سورۂ رحمٰن میں ہے اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں یا یک قول ہے والمراد ان ظلال اشجار الجنة قریبة من الابرار مظلة علیهم زیادة فی نعیمهم مراد یہ ہے کہ جنت کے درختوں کے سائے ابرار کے خوب قریب ہوں گے اور ان پر سایہ کیے ہوں گے اور ایسا ان پر زیادتی نعمت کے لیے ہوگا۔

(وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا ۝) اور اس کے گچھے جھکا کر نیچے کر دیئے گئے ہوں گے (ای سخرت ثمارها لمتناولها وسهل اخذها من الذل۔ یعنی اس کے پھل (گچھے) جھکائے گئے ہیں اس لیے کہ وہ (ابرار) کی پہنچ میں رہیں اور ان سے توڑنا یا لینا انتہائی سہولت و آسانی سے ہو۔ قتادہ، مجاہد اور سفیان کا قول ہے کہ آدمی کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں جس طرح چاہے کھانے کے لیے توڑ سکے گا۔ اور تذلیلًا کا مطلب ہے لا یرد الید عنها بعد ولا شوک

کہ طلبگار ہاتھ اس سے خالی نہ لوٹے گا اور نہ ہی وہ پہنچ سے دور ہوں گے اور نہ ہی کانٹے ہوں گے کہ ہاتھ زخمی ہو اور قطوف سے مراد پھل یا میوے ہیں۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ۝ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝

اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا جو شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے۔ کیسے شیشے چاندی کے ساقیوں نے انہیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا۔

(وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ) اور ان پر دور ہوگا برتنوں کے ساتھ۔

(اٰنِيَةٍ) جمع اناء جس طرح کساء واکسیۃ وھو مایوضع فیہ الشئ اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ برتن جس میں کوئی شئے رکھی جائے یعنی برتن اور "الاوانی" جمع الجمع ہے۔

(مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ) چاندی کے اور کوزے۔

من فضۃ۔ برتن چاندی کے ہوں گے۔ اکواب کوب کی جمع جس کے معنی قدح یعنی پیالے کے ہیں لاعروۃ لہ جس کا دستہ نہ ہو راغب کا یہی قول ہے اور قاموس میں ہے کوز لاعروۃ لہ اولاخرطوم لہ ایسا پیالہ (کوزہ) جس کا پکڑنے والا دستہ نہ ہو اور نہ ہی اس کے ٹونٹی ہو اور ایک قول ہے کہ بغیر دستے اور ٹونٹی کے بڑا پیالہ۔

(كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ۝) جو شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے۔

(كَانَتْ) ای تلك الاکواب یعنی وہ کوزے یا پیالے (قَوَارِيْرَا) جمع قارورۃ وھی اناء رقیق من الزجاج یوضع فیہ الاشربۃ قوارير قارورہ کی جمع ہے اور مراد اس سے وہ نازک پتلے شیشے کے برتن ہیں جن میں مشروبات ڈالے جاتے ہیں اگر کانت کو فعل ناقص قرار دیں تو اس تقدیر پر قواریر اس کی خبر ہوگی اور معنی ہوں گے کہ وہ برتن صفائی و چمک میں شیشے کے مثل ہوں گے۔

(قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ) کیسے شیشے چاندی کے

کانت قواریراً سے بدل ہے اور کلام میں تشبیہ بلیغ ہے فالمراد تکونت جامعۃ بین صفاء الزجاجۃ وشفیفھا ولین الفضۃ وبیاضھا تو اس سے مراد ہے کہ وہ برتن گو چاندی کے ہوں گے مگر صفائی اور چمک میں شیشے کی طرح ہوں گے اور ان کا چاندی ہونا سفیدی و ملائمت والا ہوگا یعنی دونوں امور کے جامع ہوں گے اور چاندی کے یہ برتن سفیدی

میں چاندی کی طرح اور چمک وصفائی میں شیشے کی طرح ہوں گے۔ اور ان میں مشروب باہر سے نظر آئیگا

(قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝) ساقیوں نے انہیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا۔

ای قدروا تلك التقادير فی انفسہم فجاءت حسب ما قدروا لامزید علی ذلك ولا یمکن ان یقع زیادۃ علیہ۔

یعنی وہ ان پیالوں کو اپنی دلی خواہش وطلب کے اندازہ پر رکھیں گے تو اسی اندازہ ورائے کے مطابق وہ جام بھرے لائے جائیں گے۔ اور ان کی طلب رغبت سے زیادہ ہوگا ہی نہیں اور نہ ہی ممکن ہوگا کہ اس پر زیادتی واقع ہو۔ قدروھا کی ضمیر ابرار کی طرف راجع ہے یا پھر اس سے مراد خدام جنت ہیں جو ساقی کا کام کریں گے یعنی خواہ خود لیں یا خدام لائیں اندازہ کے موافق ہی ہوگا۔ اور مقدار مطلوبہ میں کمی بیشی نہ ہوگی۔

وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝

اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی ادرک ہوگی وہ ادرک (سونٹھ) کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں۔

(وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا) اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے۔

گذشتہ آیت میں یطاف علیہم پر عطف ہے یعنی جنت میں ابرار پلائے جائیں گے۔ کاْسًا سے مراد جام ہے یا مشروب اور قوی یہی ہے کہ کاْسًا کہہ کر مشروب مراد لیا گیا ہے اور کاْسًا مجازا بولا گیا ہے مراد ہے شراب طہور۔

(كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝) جس کی ملونی ادرک ہوگی

یہ کاْسًا (مشروب) کی صفت ہے ایسی شراب جس کی آمیزش ادرک (سونٹھ ہوگی) اس آمیزش سے لذت زیادہ ہوگی۔ ایک قول ہے کہ زنجبیل عیون جنت میں سے ایک چشمہ ہے جس کے پانی میں ادرک کا ذائقہ ومزہ ہے۔ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے مقربین کے علاوہ جملہ اہل جنت جنتی چشموں سے آمیزہ شدہ پانی دیے جائیں گے اور صاحب تفسیر مظہری کا قول ہے کہ زنجبیل کافور وغیرہ کی آمیزش کا ذکر لوگوں کے مزاج وحال طبیعت کے موافق کہا گیا ہے کہ حسب ذوق وطبیعت پلائے جائیں گے۔

(عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝) وہ ادرک کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں۔

عَیْنًا زنجبیل سے بدل ہے یا پھر کا سا سے بدل ہے یعنی وہ ادرک جنت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے یا مطلب ہے کہ ادرک کی موتی سے بھرپور جام ہوں گے جو آسانی سے پئیں گے اور نہیں پسند ہو گا۔ زجاج کا قول ہے کہ سلسبیل کے معنی کسی مشروب کے حلق سے بآسانی اور خوشگواری سے اترنے کے ہیں عکرمہ کا قول ہے عین سلسل ماؤ حاوہ ایک چشمہ ہے اہلِ جنت اپنی مرضی کے موافق اس کو جہاں چاہیں گے بہا کرلے جائیں گے قتادہ کا قول ہے عین تنبع من تحت العرش من جنۃ عدن تسلسل الی الجنان سلسبیل ایک چشمہ ہے جو عرش کے نیچے سے جنت عدن میں سے پھوٹتا ہے اور وہ بسہولت وآسانی تمام اہلِ جنت تک پہنچے گا جہاں بھی وہ اُسے چاہیں گے اس کا بہاؤ ان کی مرضی کے موافق ہو گا۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۞ اور ان کے پاس خدمت میں پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے جب تو انہیں دیکھے تو انہیں سمجھے کہ موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

(وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ) ہمیشہ رہنے والے لڑکے۔ ای دائمون علی ما ھم فیہ من الطراوۃ والبھاء وقیل مقرطون بخلدۃ وجاء فی حدیث اخرجہ ابن مردویہ عن انس مرفوعا انھم الف خادم وفی بعض الآثار اضعاف ذلك والجود اعظم والمواھب اوسع ویختلف ذلك قلۃ وکثرۃ باختلاف اعمال المخدومین۔ یعنی ان کی خدمت میں ہمیشہ حاضر رہیں گے اور ان کی تروتازگی اور چمک ہمیشہ رہے گی یعنی نہ مریں گے نہ بوڑھے ہوں گے اور ایک قول ہے کہ وہ چمک میں ہمیشہ ایک حال پر رہیں گے اور حدیث میں وارد ہے جسے ابن مردویہ سے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ وہ خادم ایک ہزار ہوں گے اور بعض روائتوں میں تعداد کی کمی بیشی آئی ہے ابن ابی الدنیا سے خدام کی تعداد دس ہزار تک منقول ہے واللہ اعلم اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا فضل وکرم اور عطا بہت بڑی ہے اور لطف عنایت انتہائی وسیع ہے اور خدام کی قلت وکثرت مخدومین کے حسب مراتب اور ان کے اعمال حسنہ کے کم وبیش کے مطابق ہے۔

(إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۞) جب تو انہیں دیکھے تو انہیں سمجھے

کہ موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

لحسنهم وصفاء الوانهم واشراق وجوههم وانبثاثهم فی مجالسهم ومنازلهم۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ آپ یا وہ لوگ جو اس پر واقف ہیں جب انہیں دیکھیں گے تو ان کے حسن و خوبصورتی، ان کی رنگتوں کی شفافی و صفائی (چمک) اور ان کے چہروں کی آب و تاب اس طرح ہوگی گویا صاف فرش پر موتی (مروارید) بکھرے ہوں اور وہ اہل جنت کی مجلسوں اور منزلوں میں پھیلے ہوں گے۔

وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا ۝ اور جب تو ادھر نظر اٹھائے ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت

(وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ) اور جب تو ادھر نظر اٹھائے

ای هناك یعنی فی الجنته یعنی وہاں جنت ہیں

(رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا ۝) ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت۔ا

ای عظیم القدر لاتحیط به مبارة یعنی بڑی اور عظیم سلطنت کہ اس کا وصف بیان میں نہ آسکے عبداللہ بن عمر و الکلبی کا قول ہے کہ وہ سلطنت اتنی وسیع و عریض ہوگی کہ ہزار برس کی مسافت کو جنتی اپنے مکان و مجلس میں ہوتے ہوئے انتہائی قریب دیکھے گا۔ اور وہ حد نظر تک سلطنت عطا کیا جائے گا۔ مجاہد کا قول ہے کہ فرشتے بغیر اجازت ان کے ہاں داخل نہ ہوں گے۔

عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ ان کے بدن پر ہیں کریب کے سبز کپڑے اور قنادیز کے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی۔ اُن سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

(عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ) ان کے بدن پر ہیں کریب کے سبز کپڑے اور قنادیز کے۔

کہا گیا ہے کہ "عالیهم" ظرف بمعنی فوقهم ہے کیونکہ یہ خبر مقدم ہے اور ثیاب

بتدأ مؤخر ہے اور جملہ حال ہے ضمیر درسے جو" عالیھم" میں ہے فھی شرح لحال الابرار المطوف علیھم اور یہ ابرار کے حال کی تشریح ہے جن کے لیے خدام خدمت کو پھریں گے۔
خُضرٌ (سبز رنگ) ثیاب (لباس ۔ کپڑے) کی صفت ہے اور سُندس اور استبرق لباس کی نوعیں (اقسام ہیں) سندس اور استبرق کے بارے میں ثعلب کا قول ہے مارق من الدیباج ایسا کپڑا جو زربفت سے تیار ہوا اور ایک قول ہے مارق من ثیاب الخز یعنی جو باریک ریشمی کپڑا سے تیار ہو ایک قول ہے استبرق سے مُراد دریائی ریشمی کپڑا ہوتا ہے نسائی شریف میں ابن عمر سے مروی ہے کہ جنتیوں کے لباس کا کپڑا جنت میں ایک پھل ہے جس سے پھوٹ کر نکلے گا اور بیہقی نے جابر سے روایت کی ہے کہ وہ جنت میں ایک درخت ہوگا جس سے اہلِ جنت کے ملبوسات تیار ہوں گے۔
(وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ) اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔
اَسَاوِرَ جمع سوار یعنی کنگن۔ فِضَّةٍ (چاندی) من بیانیہ ہے جس کا مطلب ہے کہ جنتی لوگ چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے سورہ الحج میں ارشاد ہوا ہے یحلون فیھا من اساور من ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وہ جنت میں پہنائے جائیں گے سونے کے کنگن اور موتی۔ تو دونوں آیتوں میں تطبیق ہوگی کہ پہلے موتی یا چاندی کے پھر سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے یا پھر حسب مراتب پہناوا ہوگا کسی کو چاندی کے اور کسی کو سونے کے ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر ایک جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے ایک چاندی کا ایک سونے کا اور ایک موتی کا۔ گذشتہ ادوار میں جب کسی کو سرداری ملتی تو اُس کے سونے کے کنگن پہنانے کا دستور تھا جس کا مطلب یہ ہوتا کہ یہ سردار واجب الاطاعت ہے شاید جنت میں اس لیے ہو کہ ہر جنتی شخص واجب الاطاعت ہوگا اور اس کے خدام جنت میں اس کے حکم و خدمت کے لیے چشم براہ ہوں گے۔
(وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝) اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی۔

هُو نوع اٰخر یفوق النوعین السابقین وهما مامزج بالکافور وما مامزج بالزنجبیل کما یرشد الیه اسناد سقیه الی رب العلمین ووصفه بالطهوریة قال ابو قلابة یؤتون بالطعام والشراب فاذا کان

آخر ذلك اتوا بالشراب الطهور فيطهر بذلك قلوبهم وبطونهم ويفيض عرقا من جلودهم مثل ريح المسك وعن مقاتل هو ماء عين على باب الجنة من ساق شجرة من شرب منه نزع الله تعالى ما كان فى قلبه من غش وغل وحسد وما كان فى جوفه من قذر واذى۔ وہ تہری شرب ایک دوسری قسم کی ہوگی ان دو قسموں سے جن کا ذکر گزرا اور وہ دونوں شرابیں کافور سے آمیزش اور زنجبیل سے ملی ہوئی ہوں گی جیسا کہ اس کے بندے اور اس کی عطا کی نسبت جاننوں کے پروردگار کی طرف ہے اور اس کی توصیف طہارت کے ساتھ کی گئی ہے ابو قلابہ کا قول ہے اہلِ جنت طعام کے ساتھ دیئے جائیں اور مشروبات بھی پھر ان سب کے بعد شراب طہور دیئے جائیں گے جس سے ان کے دل اور بدن متمر ہو جائیں گے اور ان کے اجسام کی جلدوں سے پسینہ مشک کی خوشبو کی مانند بہے گا اور مقاتل سے مروی ہے کہ وہ یعنی شراب طہور ایک چشمے کا پانی ہے جو جنت کے دروازے پر ہے اور ایک درخت کے تنے سے نکلتا ہے جو اس سے پئے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل میں سے جو دھوکہ کینہ اور حسد وغیرہ ہوگا اور اس کے بدن میں جو گندگی اور نجاست ہوگی وہ نکال دے گا اور اُسے پاکیزہ بنا دے گا۔ ایک قول ہے کہ وہ شراب نہایت پاک و صاف ہوگی نہ کسی ہاتھ سے مس ہوئی ہوگی اور نہ وہ شراب دنیا جیسی ہوگی کہ اُس سے بدن میں گندگی بنے بلکہ اس کے پینے سے ان کے اجسام سے مشک کی مانند خوشبو نکلے گی اور ان کی رغبتیں تازہ یا زیادہ ہو جائیں گی۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

(اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً) اُن سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے۔

الذى ذكر من فنون الكرامات الجليلة الشان بمقابلة اعمالكم الصالحة التى اقتضاها حسن استعدادكم واختياركم یعنی جو نعماتِ جنت اور فضل و عطاءِ ربانیہ کا ذکر ہوا یہ تمہارے ان اعمال کا صلہ و بدلہ ہے جو تمہاری استعداد و قوت کے مطابق اچھی کارکردگی اور فرمانبرداری کا مستحق تھا۔

(وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝) اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

اى مرضيًا مقبولاً یعنی تمہارا پروردگار راضی ہوا اور اُس نے تمہاری محنت قبول فرمائی

ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ اس وقت فرمایا جائے گا جب اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے اور اس کا مشاہدہ کریں گے جو کچھ ان کے لیے تیار کیا گیا اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اہل جنت کی خوشی و سرور میں زیادتی و اضافہ ہو۔ اور یہ سب اللہ کا فضل و مہربانی ہوگی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ دہر پ ۲۹

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۚ	بے شک ہم نے تم پر قرآن بتدریج اتارا۔
فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۚ	تو اپنے رب کے حکم پر صابر رہو اور ان میں کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ سنو۔
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۚ	اور اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو۔
وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۚ	اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو۔
اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۚ	بے شک یہ لوگ پاؤں تلے کی عزیز رکھتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔
نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۚ	ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں۔
اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۚ	بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔
وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۚ	اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے بیشک وہ علم و حکمت والا ہے۔
يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۚ	اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ دہر پ ۲۹

انا ۔ بیشک	نحن ۔ ہم نے	نزلنا ۔ اتارا	علیک ۔ تجھ پر
القرآن ۔ قرآن	تنزیلا ۔ بتدریج	فاصبر ۔ تو صبر کر	لحکم ۔ واسطے حکم

ربک ۔ اپنے رب کے
منہم ۔ ان میں سے
و ۔ اور
بکرۃ ۔ صبح
من الیل ۔ رات میں
سبحہ ۔ پاکی بول اسکی
ھؤلاء ۔ یہ
یذرون ۔ چھوڑتے ہیں
ثقیلا ۔ بھاری کو
شددنا ۔ سخت کیے
اذا ۔ جب
تبدیلا ۔ بدلنا
فمن ۔ تو جو
ربہ ۔ اپنے رب کی
تشاءون ۔ چاہو تم
اللہ ۔ اللہ
علیما ۔ جاننے والا
یشاء ۔ چاہے
الظلمین ۔ ظالم
الیما ۔ دردناک

و ۔ اور
اثما ۔ گنہگار
اذکر ۔ یاد کر
و ۔ اور
فاسجد ۔ سجدہ کر
لیلا ۔ رات
یحبون ۔ پسند کرتے ہیں
وراء ۔ پیچھے
نحن ۔ ہم نے
اسرہم ۔ جوڑ
شئنا ۔ چاہیں
ان ۔ بیشک
شاء ۔ چاہے
سبیلا ۔ رستہ
الا ۔ مگر
ان ۔ بیشک
حکیما ۔ حکمت والا
فی ۔ بیچ
اعد ۔ تیار کیا

لا ۔ نہ
او ۔ یا
اسم ۔ نام
اصیلا ۔ شام
لہ ۔ اسکو
طویلا ۔ لمبی تک
العاجلۃ ۔ دنیا کو
ھم ۔ اپنے
خلقنہم ۔ انکو پیدا کیا
ھم ۔ ان کے
بدلنا ۔ بدل دینگے
ھذہ ۔ یہ
اتخذ ۔ پکڑے
و ۔ اور
ان ۔ یہ کہ
اللہ ۔ اللہ
یدخل ۔ داخل کرتا ہے
رحمتہ ۔ اپنی رحمت کے
لہم ۔ انکے لیے

تطع ۔ کہا مان
کفورا ۔ ناشکرے کا
ربک ۔ اپنے رب کا
و ۔ اور
و ۔ اور
ان ۔ بیشک
و ۔ اور
یوما ۔ دن
و ۔ اور
و ۔ اور
امثالہم ۔ مثل انکی
تذکرۃ ۔ نصیحت ہے
الی ۔ طرف
ما ۔ کیا
یشاء ۔ چاہے
کان ۔ ہے
من ۔ جسے
و ۔ اور
عذابا ۔ عذاب

مختصر تفسیر سورہ دھر رکوع دوم پ ۲۹

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا أَوْ كَفُوْرًا ۝

بے شک ہم نے تم پر قرآن بتدریج اتارا تو اپنے رب کے حکم پر صابر رہو اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ

(نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ٥) بے شک ہم نے تم پر قرآن تدریج

نزلنا مفرقا منجما فی نحو ثلاث وعشرين سنة لحكم بالغة
لا غيرنا یعنی ہمارے غیر نے نہیں بلکہ صرف ہم ہی نے قرآن حکیم کو تئیس ۲۳ سال کے
اپنی حکمة کے تحت جو اس کی مقتضی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نجستہ جستہ اور تھوڑا تھوڑا کر
کیا۔ اور یہ ہمارا ہی فعل ہے جو حکمت ومصلحت سے بھرپور ہے۔
صبر لِحُكْمِ رَبِّكَ) تو اپنے رب کے حکم پر صابر رہو
نصرك على الكفار فان له عاقبة حميدة کفار پر آپ صلی اللہ
کی فتح ونصرت میں جو وقتی دیر ہو رہی ہے اس سے آپ دل گرفتہ نہ ہوں اور صبر کریں
انجام کار آپ ہی کے حق میں محصور ہوگا ایک قول ہے کہ تبلیغ رسالت کے ضمن میں آپ
ذیت وتکالیف پہنچی ہیں تو آپ انہیں برداشت کریں اور صابر رہیں اور حکم الٰہی (فیصلہ)
نتظار فرمائیں اور عجلت نہ چاہیں کیونکہ ابرار واشرار کی عاقبت کی تفصیل آپ کو معلوم ہو
ان کی گرفت کے لیے جو وقت مقرر ہے اس کے لیے منتظر رہیں۔
(وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ٥) اور ان میں سے کسی گناہ گار ناشکرے
بات نہ سنو۔

(وَلَا تُطِعْ) قلة صبر منك على اذاهم وضجرا من تأخر نصرك
یعنی کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں اور ان پر غلبہ ونصرت میں تاخیر کی وجہ سے آپ صبر وتحمل میں کمی
اور ان کی طرف سے فوری عذاب کے مطالبہ یا ان کی بے ہودہ باتوں پر آزردہ نہ ہوں اور حق
تعالیٰ کے حکم کا انتظار فرمائیں۔ اثمًا سے مراد عتبہ بن ربیعہ اور کفورًا سے مراد ولید بن
مغیرہ ہے یہ قول مقاتل کا ہے جبکہ بعض کا قول ہے کہ دونوں (اثما وکفورا) سے مراد ابوجہل
ہے ان کفار نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ تبلیغ دین سے باز آجائیں تو عتبہ
اپنی بیٹی بیاہ دے گا اور ولید آپ کو آپ کی حسب رضا مال دے گا۔ اس پر یہ آیت نازل
یک شبہ وارد ہوتا ہے کہ تطع اثما او کفورا ای واحدا منهما کہ تم ان دو میں سے
گناہ گار اور ناشکرے) ایک کی پیروی نہ کرو اور ایک کی کرو تو جاننا چاہیے کہ لا تطع میں
نفی ممانعت عمومی ہے اور اثما اور کفورًا دونوں نکرہ ہیں جو اس کے مؤید ہیں تو مفہوم یہ

ہوا کہ دعوت گناہ ہو یا کفر و ناشکری کی دعوت ہو آپ کسی کی بھی بات نہ سنیں اور "اثما او کفورا" میں اَوْ بمعنی واؤ ہرگز نہیں جیسا کہ بعض علماء سے منقول ہے جن کا خیال ہے کہ یہ دونوں صفات ذمیمہ ابوجہل ہی کی تھیں اور اس سے مراد وہی لعین ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے روکا اور دھمکیاں دیں۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ۝ اور اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو۔

وداوم على ذكره سبحانه وتعالى فى جميع الاوقات او دوم على صلوة الفجر والظهر والعصر فان الاصيل قد يطلق على ما بعد الزوال المغرب فنينظمهما. اور تمام اوقات میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ذکر پر مداومت فرمائیں یا مراد فجر اور عصر کی نمازوں کی مداومت و حفاظت کریں کیونکہ "اصیل" (شام) کا اطلاق اس وقت پر ہوتا ہے جو زوال کے بعد مغرب تک ہوتا ہے لہٰذا اس وقت میں دونوں نمازوں یعنی ظہر و عصر کا خوب اہتمام کریں۔ اور بکرۃ سے مراد دن کا شروع حصہ یعنی نماز فجر مراد ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو۔

(وَمِنَ الَّيْلِ) اى بعضه یعنی رات کے بعض حصے میں (فَاسْجُدْ لَهٗ) اى لله عزوجل على ان السجود مجاز عن الصلوة بذكر الجزء وارادة الكل وحمل ذلك على صلوة المغرب والعشاء وتقديم الظرف للاعتناء والاهتمام لما فى صلوة الليل من مزيد كلفة وخلوص یعنی رات میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرو اور سجود سے مراد نماز ہے کہ جزء بول کر کل مراد کیا جاتا ہے اور اس کو نماز مغرب اور نماز عشاء پر محمول کیا ہے اور ظرف کی تقدیم (رات کی۔ من اللیل) توجہ اور اہتمام کے لیے ہے کہ رات کی نمازوں میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے اور خلوص بھی ہوتا ہے۔ ان دونوں آیات میں (گزشتہ اور موجودہ) پانچوں نمازوں کا ذکر واضح ہے۔

(وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝) اور بڑی رات گئے تک اس کی پاکی بولو

وتهجد له تعالى قطعا من الليل. اور اللہ کے لیے نماز تہجد رات بعض حصہ میں بعض علماء نے کہا ہے کہ اس آیت میں تہجد کا حکم ہے لیلًا کی تنوین تبعیض کے لیے ہے اور تسبیح کی اصل تنزیہہ ہے اور وہ مطلق عبادت قولی اور فعلی پر اطلاق کرتی ہے اور ابن زید دیگر علماء سے مروی

...ابتدا فرض تھی پھر فرضیت منسوخ ہو گئی تو اب فرض نہیں سوائے پنجگانہ کے
...کا قول ہے کہ امر تاخیر ظرف سے دلالت کر رہی ہے کہ نماز تہجد اس طرح
...لازم ہے کہ پہلے ہوا کرتی تھی بلکہ اب یہ حکم مندوب ہے ایک گروہ کا قول ہے کہ
...نماز نہیں بلکہ ذکر لسانی وغیرہ ہے کہ روز و شب ذکر الٰہی میں دل و زبان سے

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝ — بے شک یہ لوگ پاؤں تلے کی عزیز رکھتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ) بے شک یہ لوگ ای الکفرۃ یعنی کفار و مشرکین مکہ۔
يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ) پاؤں تلے کی عزیز رکھتے ہیں۔
. یہملون فی لذاتھا الفانیۃ اور دنیاوی زندگی کی فنا ہو جانے والی لذات
میں مشغول ہو کر فنا ہیں۔
وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ) اور اپنے پیچھے چھوڑ بیٹھے ہیں۔
ای امامھم یعنی اپنے آگے
يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝) ایک بھاری دن
ھو یوم القیامۃ۔ اور وہ قیامت کا دن ہے جس کے شدائد کا نزول پر بہت بوجھل
ہو جانے ہوں گے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار مکہ تو حُبّ دنیا میں اسیر ہیں اور صرف دنیا ہی کے طلبگار
ہیں نہیں کوئی فکر آخرت ہے اور نہ ہی ان میں اس کی تیاری کے لیے کوئی رغبت ہے تو آپ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی باتوں کو خاطر میں نہ لائیں اور اپنے کام میں معروف رہیں۔

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝ — ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں۔

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ) ہم نے انہیں پیدا کیا۔
ای لا غیرنا یعنی ہمارے غیر نے نہیں بلکہ ہم نے ہی انہیں (کفار) کو پیدا کیا اور
ہم ہی ان کے خالق ہیں اس فرمان میں کفار کی مذمت اور ناشکری کا ذکر ہے۔

(وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ) اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے۔
ای حکمنا ربط مفاصلھم بالاعصاب والعروق یعنی ہم نے ان کے جوڑ جوڑ، پٹھے اور رگیں مضبوط و مربوط بنائیں اور انہیں قوت و طاقت عطا کی۔ اسر کے معنی شدت و مضبوط بنانے کے ہیں۔

(وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝) اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں۔
ای هکذا هم و بدلنا امثالهم فی شدۃ الخلق۔ یعنی ہم اگر چاہیں تو انہیں ہلاک کر دیں اور ان کی جگہ ان جیسے ہی مضبوط و قوی لوگ لے آئیں جو اطاعت شعار ہوں اور ہمارے احکام کے فرمان بردار ہوں۔ ذکر مشیئت فرضی ہے یعنی "اِذَا" جو حرف شرط ہے بمعنی اِنْ ہے اگر ہم چاہیں یا اگر ہماری مرضی ہوئی تو ہم ان کی جگہ دوسرے لوگ لے آئیں گے اور وقت مبہم ہے یعنی خواہ دنیا ہی میں یا آخرت میں، ہم جب بھی چاہیں گے ایسا کریں گے۔ اس آیت میں کفار کی ہلاکت کی خبر دی گئی جو بدر کے دن پوری ہوئی۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے

(اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ) بے شک یہ نصیحت ہے۔
اشارۃ الی السورۃ او الآیات القرانیہ سورۂ مبارکہ (الدھر) یا آیات قرآنیہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہ قرآن حکیم مخلوق کے لیے نصیحت اور اس کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

(فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝) تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے
ای فمن شاء ان یتخذ الیہ تعالٰی سبیلا ای وسیلۃ توصلہ الی ثوابہ اتخذہ ای تقرب الیہ بالطاعۃ فھو توصل ایضا السبیل للمقاصد۔
یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالٰی کی طرف راہ لے تو اس کی طرف وہ وسیلہ (رسول اللہ کی پیروی و اتباع کرے) اختیار کرے جو اس کو اللہ کی طرف سے ثواب کے حصول کا مستحق بنا دے یا پھر اطاعت و فرمان برداری کے ذریعے اُس کا قرب چاہے تو وہ بھی اسے اس تک پہنچا دے گا اور راستہ لینے کا مقصود یہی ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالٰی کا قرب اور اس کی

...دی اور اس کی طرف کامیابی وکامران حاصل ہو۔

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ ان اللہ کان علیما حکیما ۝ یدخل من یشاء فی رحمتہ والظلمین اعد لھم عذابا الیما ۝

اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے بے شک وہ علم و حکمت والا ہے اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وما تشاؤن) اور تم کیا چاہو

...شیئا او اتخاذ السبیل یعنی تمہارا چاہنا یا حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف راہ پکڑنا

الا ان یشاء اللہ) مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

ای الا وقت مشیئۃ اللہ تعالیٰ لمشیئتکم یعنی اسی وقت تمہاری مشیت کا وجود ہوگا جب حق سبحانہ و تعالیٰ کی مشیئت ہو کیونکہ جو کچھ ہوتا ہے اس ہی کی مشیئت سے ہوتا ہے۔

ان اللہ کان علیما حکیما) بے شک وہ علم والا حکمت والا ہے۔

مبالغا فی العلم فیعلم مشیئات العباد المتعلقۃ بالافعال التی ...ا لو ما بالسنۃ استعداداتھم حق سبحانہ و تعالیٰ بخوبی علم والا ہے اور وہ بندوں کی مشیت کو جو ان کے افعال سے متعلق ہے اور ان کی استعداد و قابلیت کو خوب جانتا ہے

حکیما) نہایت درجہ حکمت والا ہے اور وہی چاہتا ہے جو اس کی حکمت بالغہ کے موافق ہے اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بندوں میں خیر و شر کی استعداد و قابلیت پہلے سے ہی ہے اس کی وجہ ہے کہ اسم حق سبحانہ و تعالیٰ "ہادی" "تعین مومن کا مبدا ہے چونکہ اس کی مشیئت مومنوں کو ہدایت دینے کی تھی تو مومنوں اس کی مشیئت کے مطابق راہ ہدایت پہ چلے اور تعین کفار کا مبدا "مضل" ہے تو اس کی مشیئت نہ تھی لہٰذا اس نے کفار کا راہ حق پر چلنا نہ چاہا تو وہ نہ چلے

یدخل من یشاء فی رحمتہ) اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے۔

ای الی دخول الجنتہ من الایمان والطاعۃ۔ یعنی اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے ایمان و طاعت کی توفیق دے کر اپنی رحمت میں لیتا ہے یعنی جنت میں داخل فرماتا ہے کہ جنت ہی محل لطف و کرم اور رحمت ہے۔

(وَالظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ؏) اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ظالموں سے مراد کفار ہیں اور یدخل پر عطف ہے اور اُن کے لیے دوزخ کا عذاب ہو کہ ان کے لیے مشیت رحمت نہ ہوئی اور وہ اپنے کفر و معصیت کی محبت اور حق سے سرکشی کے سبب دوزخ میں داخل ہوں گے۔

الحمد للہ آج سورۃ الدھر مکمل ہوئی ۲ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ بروز ...

سورۃ المرسلات مکیۃ

اس میں دو رکوع۔ پچاس آیات۔ ایک سو اسی کلمات اور آٹھ سو سولہ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ مرسلات پ ۲۹

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝	قسم ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگاتار۔
فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝	پھر زور سے جھونکا دینے والیاں۔
وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝	پھر ابھار کر اٹھانے والیاں
فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝	پھر حق ناحق کو خوب جدا کرنے والیاں
فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝	پھر ان کی قسم جو ذکر کا القا کرتی ہیں۔
عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝	حجت تمام کرنے یا ڈرانے کو۔
اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝	بیشک جس بات کا تم وعدہ دیے جاتے ہو ضرور ہونی ہے۔
فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝	پھر جب تارے محو کر دیے جائیں
وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝	اور جب آسمان میں رخنے پڑیں۔
وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝	اور جب پہاڑ غبار بنا کر اڑا دیے جائیں
وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝	اور جب رسولوں کا وقت آئے۔
لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ	کس دن کے لیے ٹھہرائے گئے تھے۔
لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝	روز فیصلہ کے لیے
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝	اور تو کیا جانے وہ روز فیصلہ کیا ہے۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝	جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی۔
اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝	کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا۔

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ٥
پھر پچھلوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے۔

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ٥
مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ٥
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی

أَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ٥
کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا

فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِينٍ ٥
پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔

إِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ٥
ایک معلوم اندازہ تک۔

فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُونَ ٥
پھر ہم نے اندازہ فرمایا تو ہم کیا ہی اچھے قادر ہیں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ٥
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ٥
کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ کیا۔

أَحْيَاءً وَّأَمْوَاتًا ٥
تمہارے زندوں اور مردوں کی۔

وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّأَسْقَيْنٰكُمْ مَّاءً فُرَاتًا ٥
اور ہم نے اس میں اونچے اونچے لنگر ڈالے اور ہم نے تمہیں خوب میٹھا پانی پلایا۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ٥
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

اِنْطَلِقُوا إِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُونَ ٥
چلو اس کی طرف جسے جھٹلاتے تھے۔

اِنْطَلِقُوا إِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ٥
چلو اس دھوئیں کے سائے کی طرف جس کی تین شاخیں

لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ٥
نہ سایہ دے نہ لپٹ سے بچائے۔

إِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ٥
بیشک دوزخ چنگاریاں اڑاتی ہے جیسے اونچے اونچے محل۔

كَأَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ٥
گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ٥
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ ٥
یہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے۔

وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ٥
اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ٥
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ٥
یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے تمہیں جمع کیا اور سب اگلوں کو۔

فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ اب اگر تمہارا کوئی داؤں ہو تو مجھ پر چل لو۔
وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ۝ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

حل لغات رکوع اول سورۃ مرسلات پ ۲۹

المرسلٰت۔ ان کی جو بھیجی جاتی ہیں عرفا۔ لگاتار

پھر جھونکا دینے والیاں عصفا۔ زور سے و۔ اور

اٹھانے والیاں نشرا۔ ابھار کر فالفرقٰت پھر جدا کرنے والیاں فرقا۔ اچھی طرح

پھر القاء کرنے والیاں ذکرا۔ ذکر کا عذرا۔ عذر دور کرنے کو

نذرا۔ ڈرانے کو انما۔ بیشک جو توعدون۔ تم وعدہ دیے

لواقع۔ واقع ہونے والا ہے فاذا۔ پھر جب النجوم۔ ستارے

بے نور ہو جائیں و۔ اور اذا۔ جب السماء۔ آسمان

کھولے جائیں و۔ اور اذا۔ جب الجبال۔ پہاڑ

اڑا دیے جائیں و۔ اور اذا۔ جب الرسل۔ رسول

وقت پر آئیں لای۔ کس یوم۔ دن کے لیے اجلت۔ ٹھہرائے گئے

الفصل۔ فیصلے کے لیے و۔ اور ما۔ کیا

ادراک۔ جانے تو ما۔ کیا ہے یوم۔ دن الفصل۔ فیصلے کا

ویل۔ خرابی ہے یومئذ۔ اس دن للمکذبین۔ جھٹلانے والوں کے لیے

الم۔ کیا نہلک۔ ہلاک کیا ہم نے الاولین۔ پہلوں کو

ثم۔ پھر نتبعھم۔ پیچھے لگایا ہم نے ان کے الاخرین۔ پچھلوں کو

کذالک۔ اسی طرح نفعل۔ کرتے ہیں ہم بالمجرمین۔ مجرموں کے ساتھ ویل۔ خرابی ہے

یومئذ۔ اس دن للمکذبین۔ جھٹلانے والوں کے لیے الم۔ کیا

نخلقکم۔ پیدا کیا ہم نے تم کو من ماء۔ پانی مھین۔ ذلیل سے

فجعلنٰہ۔ تو رکھا اسکو فی۔ بیچ قرار۔ جگہ مکین۔ محفوظ کے

الی۔ طرف قدر۔ مدت معلوم۔ مقرر کے فقدرنا۔ تو اندازہ کیا ہم نے

فنعم تو اچھے ہیں ۔ القدرون۔ اندازہ کرنے والے ۔ ویل خرابی ہے ۔ یومئذ۔ اس دن

للمکذبین جھٹلانے والوں کو ۔ ا۔ کیا ۔ لم نہیں

فجعل بنایا ہم نے ۔ الارض۔ زمین کو ۔ کفاتا۔ جمع کرنے والی ۔ احیاء۔ زندوں

و۔ اور ۔ امواتا۔ مردوں کو ۔ و۔ اور ۔ جعلنا۔ بنائے ہم نے

فیھا۔ اس میں ۔ رواسی۔ پہاڑ ۔ شمخت۔ بلند ۔ و۔ اور

استقینکم۔ پلایا ہم نے تم کو ۔ ماء۔ پانی ۔ فراتا۔ میٹھا

ویل خرابی ہے ۔ یومئذ۔ اس دن ۔ للمکذبین۔ جھٹلانے والوں کے لیے

انطلقوا چلو ۔ الی۔ طرف ۔ ما۔ اسکی ۔ کنتم۔ کرتے تھے تم

بہ۔ اسکو ۔ تکذبون جھٹلاتے ۔ انطلقوا۔ چلو ۔ الی۔ طرف

ظل سائے ۔ ذی ثلث۔ تین ۔ شعب۔ شاخوں والے کی ۔ لا۔ نہ

ظلیل۔ سایہ دے ۔ و۔ اور ۔ لا۔ نہ ۔ یغنی۔ بچائے

من اللھب شعلے سے ۔ انھا۔ بیشک وہ ۔ ترمی پھینکتی ہے ۔ بشرر۔ چنگارے

کالقصر جیسے محل ۔ کانہ۔ گویا کہ وہ ۔ جملت۔ اونٹ ہیں ۔ صفر۔ زرد رنگ کے

ویل خرابی ہے ۔ یومئذ۔ اسدن ۔ للمکذبین جھٹلانے والوں کے لیے

ھذا۔ یہ ۔ یوم۔ دن ہے کہ ۔ لا۔ نہ ۔ ینطقون بولیں،

و۔ اور ۔ لا۔ نہ ۔ یؤذن۔ اجازت دیجائیگی ۔ لھم۔ ان کو

فیعتذرون۔ کہ عذر کریں ۔ ویل۔ خرابی ہے ۔ یومئذ۔ اس دن ۔ للمکذبین جھٹلا

ھذا۔ یہ ۔ یوم دن ہے ۔ الفصل فیصلے کا ۔ جمعنکم۔ ہم اکٹھا کریں

و۔ اور ۔ الاولین پہلوں کو ۔ فان۔ پھر اگر ۔ کان۔ ہو

لکم۔ تمہارے لیے ۔ کید۔ کوئی داؤں ۔ فکیدون۔ تو مجھ پر چلاؤ ۔ ویل۔ خرابی ہے

یومئذ۔ اس دن ۔ للمکذبین جھٹلانے والوں کی۔

سورۃ المرسلات

سورت المرسلات مکی ہے اور اس میں دو رکوع اور پچاس آیتیں ہیں اور اس سورہ مبارکہ ایک نام سورت العرف بھی ہے بخاری و مسلم، نسائی اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہم منیٰ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غار میں تھے جب کہ یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاوت فرمارہے تھے اور ہم حضور سے اُس کو پڑھ کر یاد کر رہے تھے کہ اچانک ایک سانپ نکل آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا تو ہم اس کے مارنے کے لیے لپکے تو وہ جلدی سے بھاگ کر ایک سوراخ میں داخل ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" وقیت شرکم کما وقیتم شرّھا" تم اُس کے شر سے بچائے گئے اسی طرح جس طرح کہ وہ تمہاری برائی سے بچایا گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ لیلۃ الجن میں منیٰ میں اُتری اور منیٰ میں یہ غار "والمرسلات" کے نام سے مشہور ہے حاکم اور ترمذی شریف میں مروی ہے کہ اصحاب نے بارگاہ عالی جناب میں گذارش کی کہ جناب والا پر پیری کے آثار ظاہر ہوگئے تو ارشاد فرمایا مجھے سورۂ ہود، واقعہ المرسلات اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا غالباً اس وجہ سے کہ ان میں قیامت و بعث، حساب اور جنت دوزخ کا تذکرہ ہے ابن عباس، قتادہ اور مقاتل سے مروی ہے کہ اس سورۂ مبارکہ میں آیت" وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارکعوا لا یرکعون " مدنی ہے لیکن ابن مسعود سے اس کا استثنیٰ مروی نہیں ہے جیسا کہ نزول کے بارے میں حدیث سے واضح ہے۔ سورۃ الدھر کے آخر میں رحمت و مہربانی کا ذکر فرمایا " یدخل من یشاء فی رحمتہ " اور اس سورۂ مبارکہ کا آغاز چند اقسام سے کیا ہے جو وقوع قیامت کے وقت اور علامات سے متعلق ہیں اور کفار و فجار کو جو وعید سورۃ الدھر میں سنائی گئی تھی اور ابرار کو جو وعدۂ نعمت فرمایا گیا تھا اس کی تحقیق و تفصیل اس سورۂ مبارکہ میں ہے گویا یہ سورۂ مبارکہ بھی اُسی مضمون کی پیش رفت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝

قسم ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگاتار۔ پھر زور سے جھوکا دینے والیاں۔ پھر ابھار کر اٹھانے والیاں۔ پھر حق ناحق کو خوب جدا کرنے والیاں۔ پھر ان کی قسم جو ذکر کا القا کرتی ہیں۔ حجت تمام کرنے یا ڈرانے کو۔ بے شک جس بات کا تم دعدہ دیئے جاتے ہو ضرور ہونی ہے۔

(وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝) قسم ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگاتار

قیل اقسم سبحانہ بمن اختارہ من الملائکۃ علیھم السلام ایک قول ہے کہ قسمیں جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے ذکر فرمائی ہیں اس سے مراد فرشتے ہیں المرسلات سے مراد ہے ارسلن بامرہ تعالیٰ یعنی وہ فرشتے جو احکامِ الٰہی کے ساتھ بھیجے جاتے ہیں عُرْفًا والمرسلت کا حال ہے جس کے معنی ہیں لگاتار مسلسل پیہم اہل کلام عرب میں ہے عَرَفَ الفَرَسُ گھوڑا مسلسل دوڑا۔ مجاہد کا قول ہے المرسلات والعاصفات ملائکہ کا ایک طائفہ ہے (گروہ ہے) قتادہ کا قول ہے کہ مراد ہوائیں ہیں۔ یعنی ان ہواؤں کی قسم جو لگاتار چلتی ہیں۔

(فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝) پھر زور سے جھوکا دینے والیاں

عصف الریاح ہوا کا تیز چلنا یا آندھی چلنا۔ یعنی تیز چلنے والی ہواؤں کی قسم جس سے جھونکے اٹھتے ہیں ایک قول ہے کہ مراد فرشتوں کی جماعتیں مراد ہیں جو اللہ کے احکام کی تعمیل و بجاآوری میں سرعت و تیزی کے ساتھ چلتے ہیں ایک قول ہے العاصفات سے مراد آیات قرآن ہیں جنہوں نے کتب سابقہ اور ملل ماضیہ کو منسوخ کر دیا یعنی اڑا دیا۔

(وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝) پھر ابھار کر اٹھانے والیاں

ایک قول ہے الناشرات سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں اور فضا میں بلند کرتی ہیں۔ مقاتل کا قول ہے کہ مراد وہ فرشتے ہیں جو احکام الٰہی لاتے اور پھیلاتے ہیں یا مراد وہ آیات قرآن ہیں جو مردہ قلوب کو انوار قدسیہ سے زندہ کر دیتی ہیں اور ہدایت دیتی ہیں۔

(فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝) پھر حق ناحق کو خوب جدا کرنے والیاں

مُراد وہ ملائکہ ہیں جو احکام الٰہی کے ذریعہ حق و باطل میں تفریق کر دیتے ہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ مراد وہ ہوائیں ہیں جو بارش برسنے کے بعد بادلوں کو جدا کر دیتی ہیں۔ یا مُراد آیات قرآن ہیں جو حق کو باطل سے ممتاز کرتی ہیں۔

(فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝) پھر ان کی قسم جو ذکر کا القاء کرتی ہیں۔

مراد وہ فرشتے ہیں جو انبیاء کے دلوں میں وحی کا القاء کرتے ہیں یا اہلِ ایمان کے قلوب میں ذکر کی تحریک کر کے یقین و تسکین کا سامان کرتے ہیں مجاہد کا قول ہے کہ مراد وہ ہوائیں ہیں جن کے چلنے سے قلوب میں فرحت پیدا ہوتی ہے اور ذکر ربانی پر اکساتی ہیں یا میلان ذکر پر دواعی ہیں۔ یا مراد آیات قرآن ہیں جو قلب میں ذکر اُبھارتی ہیں اور ان کی تلاوت سے یا مفہوم سے جب دل میں رقت پیدا ہوتی ہے تو وہ ذکر پر رغبت کرتا ہے۔

علماء تفسیر نے انہی امور پر زیادہ انحصار کیا ہے چونکہ اور بیان کردہ پانچوں صفات کے موصوف مذکور نہیں لہذا بعض نے اسے فرشتوں سے تعبیر کیا اور بعض نے انہیں ہواؤں سے اور بعض نے آیات قرآن سے۔ ابن کثیر کا قول ہے کہ فارقات اور ملقیات سے ملائکہ کی جماعتیں ہونے پر اجماع ہے اور پہلی تینوں صفات ہواؤں سے متعلق ہیں۔ خازن میں ہے کہ مُراد نفوس کاملہ جو حصول کمال کے لیے بدنوں کی طرف بھیجے گئے پھر مجاہدات و ریاضات کے پر زور عمل (جھونکوں) سے ان نفوس قدسیہ نے حق کے سوا کو محو کر دیا اور لبدان کے اعضاء و جوارح میں مجاہدات کے اثر و نفوذ کو خوب پھیلا یا کہ ان پر معرفت حق کھل گئی اور باطل کی اصلی صورت واضح ہو گئی اور انہوں نے بخوبی امتیاز کر لیا اور ان پر دنیا کی حقیقت روشن ہو گئی اور وہ فانی سے جدا ہو کر واصل بالباقی ہو گئے اور ادراک حقیقت پر ان کی زبانوں اور دلوں پر ذکر حق طاری و جاری ہو گیا۔

(عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝) حجت تمام کرنے یا ڈرانے کو

عُذْرًا اور نُذْرًا مصدر ہیں عذرًا بمعنی معذرت، عذر خواہی اور نُذْرًا بمعنی انذار یعنی ڈرانا اور گذشتہ پانچوں صفات کی علت ہیں یعنی مقصد یہ ہے کہ مومن اپنی خطاؤں اور گناہوں کی عذر خواہی کر کے معافی چاہیں اور کفار کو عذاب آخرت سے ڈرائیں اور انہیں خوف واضح مراد ترغیب و ترہیب کے لیے وعظ و نصیحت اور تذکیر ہے۔

(اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝) بلاشبہ جس بات کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو ضرور ہوتی ہے۔

... موصولة وانما ... وان کتبت موصولة وماموصولة
جواب للقسم و ماموصولة کائن لامحالة یہ قسم کا جواب ہے ...
ان الذی توعدونه من مجئ القیامة ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ بلا شبہ وہ چیز جس کا
ہے اور جب موصولہ لکھا جائے اور عائد محذوف ہو
تم وعدہ دیئے گئے ہو یعنی قیامت کا وقوع، بعث و عذاب وغیرہ تو وہ ضرور بالضرور ... کر
رہے گا۔ اور جب پورا ہوگا تو اس کے ہونے میں کسی کو گنجائش نہ ہوگی کہ انکار کر سکے کہ اب
نہیں مان رہا اور شک و شبہ میں پڑا ہوا ہے۔

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝	پھر جب تارے محو کر دیئے جائیں اور جب آسمان میں رخنے پڑیں اور جب پہاڑ غبار کر کے اڑا دیئے جائیں اور جب رسولوں کا وقت آئے کس دن کے لیے ٹھہرائے گئے روز فیصلہ کے لیے اور تو کیا جانے وہ روز فیصلہ کیا ہے۔ جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی۔

(فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝) پھر جب تارے محو کر دیئے جائیں
ازیل اثرها بازالة نورها یعنی جب تارے روز قیامت کے اثر سے اپنی
روشنی کھو دیں گے او باعدام ذاتها واذهابها بالکلیة یا بالکلیہ ہی مٹا دیئے جائیں
گے یعنی ان کا وجود اور ان کا روشنی و چمک معدوم ہو جائے گی۔
(وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝) اور جب آسمان میں رخنے پڑیں۔
شقت کما قال سبحانه اذا السماء انشقت وقیل فتحت کما قال
سبحانه وفتحت السماء فکانت ابوابا۔
شق ہو جائے گا (پھٹ جائے گا) جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے "جب آسمان
پھٹ جائے گا" اور ایک قول ہے کھل جائے گا جیسا کہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے "اور
آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے ہو جائے گا"۔ ایک قول ہے کہ آسمان پھٹ جائے
گا اور اس میں دراڑیں پڑ جائیں گی۔
(وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝) اور جب پہاڑ غبار کر کے اڑا دیئے جائیں۔

فی البحر فرقتھا الریاح وذلک بعد التسبیر ونحوہ بست الجبال بسا

فکانت ھبآءً منبثا ۰ بحر میں ہے ہوائیں انھیں بکھیر دیں گی اور ایسا جب ہوگا جب وہ ریت کے ڈھیر ہو جائیں گے اور اس کی مثل ارشاد ہے اور پہاڑ چور ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذروں کی طرح ہو جائیں گے۔

(وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۰) اور جب رسولوں کا وقت آئے

عبداللہ بن حسن اور ابوجعفر، نے وقِتَتْ پڑھا ہے ای الوقت الذی تحضر فیہ للشھادۃ علی الامم یعنی جب وہ وقت آپہنچے جب رسول امتوں کے لیے شہادت دینے کے لیے حاضر ہوں گے۔

(لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ۰) کس دن کے لیے ٹھہرائے گئے تھے۔

الاستفھام للتعظیم والتعجیب من ھول ذلک الیوم۔ استفہام "لای" تعظیم و تعجیب کے لیے ہے کہ قیامت کے دن ہولناکی کا اظہار ہو اور اس دن کی شوکت وعظمت واضح ہو۔ یعنی یہی تو وہ دن ہے جس کے لیے تمہیں ڈرایا جاتا تھا اور تم اس روز کے وقوع اور وقت کے منکر تھے۔

(لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۰) روز فیصلہ کے لیے۔

لِاَیِّ یَوْمٍ سے بدل ہے یعنی لوگوں کے درمیان فیصلہ کے لیے یہی دن مقرر ہے اور اس حوادث مذکورہ کی تاخیر اسی دن کے لیے ہے۔ جس کا واقع ہونا حق اور جس میں فیصلہ کا ہونا قطعی ہے۔

(وَمَا اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۰) اور تو کیا جانے وہ روز فیصلہ کیا ہے

ای لا یقادر قدرہ ولا یکتنہ کنھہ۔ یعنی اس امر کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ قیامت کے ہول وشدت کا کیا عالم ہوگا اور نہ ہی تمہیں اس کی کنہہ وحقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔

(وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ۰) جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی

وَیْلٌ اصل میں مصدر ہے بمعنی ہلاک یعنی تباہی و بربادی اور یہ جملہ اسمیہ ہے جس میں مبتدا مرفوع ہے جو اس بربادی و ہلاکت کے دوام پر دلالت کر رہا ہے۔ مکذبین سے مُراد کفار و مشرکین و منکرین ہیں۔ بیہقی میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"ویل" جہنم کے اندر ایک وادی ہے جس میں دوزخیوں کا کچا لہو اور پیپ بہے گی اللہ نے کفار و منکرین کے لیے اس وادی کو مقرر فرمایا ہے اور یہ وادی ایسی ہے کہ اس کی گرمی سے پہاڑ بھی پگھل جائیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اس دن (روز قیامت) جھٹلانے والوں کی بربادی و ہلاکت دائمی ہوگی۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۞ ثُمَّ	کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا پھر
نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۞ كَذٰلِكَ	پچھلوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے
نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۞ وَيْلٌ	مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞	ہیں اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

(اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۞) کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا۔

کقوم نوح وعاد وثمود۔ استفہام تقریری ہے مطلب یہ ہے کہ یوم قیامت کو جھٹلانے والوں کو ہم نے ضرور ہلاک کیا جس طرح کہ قوم نوح طوفان عذاب سے اور عاد و ثمود آندھی اور چنگھاڑ سے ہلاک کئے گئے۔

وهو وعيد لاهل مكة واخبار عما يقع بعد الهجرة كبدر كانه قيل ثم نحن نفعل بامثالهم من الآخرين مثل ما فعلنا بالاولين ونسلك بهم سبيلهم لانهم كذبوا مثل تكذيبهم

اور اس میں اہل مکہ کے لیے وعید اور پیش گوئی ہے جو ہجرت مدینہ کے بعد واقع ہوئی جیسے مشاہدہ بدر، گویا کہ فرمایا جارہا ہے کہ پھر ہم پچھلوں کے ساتھ بھی ویسا ہی کریں گے جس طرح کہ اولین (پہلوں) کے ساتھ کیا اور ہم بھی ان کے ساتھ اسی روش کو اپنائیں گے جس پر کہ وہ چل رہے ہیں کیونکہ انہوں نے بھی پہلوں ہی کی طرح ہماری آیات کو جھٹلایا۔ اور ہم ان پر بھی اسی طرح عذاب مسلط کریں گے۔

(كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۞) مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔

والمراد أن سنتنا جارية على ذلك۔ مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے وطیرہ پہ ہماری سنت یونہی جاری ہے کہ ہم مجرموں کو ہلاک و برباد کر دیتے ہیں۔

(وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی

ای یوم اذا اهلکناهم یعنی اس دن جب ہم انہیں ہلاک و برباد کریں گے۔

کیونکہ وہ آیات الٰہیہ اور حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام کا انکار کرتے رہے۔

أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ ۝ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ۝ إِلَىٰ قَدَرٍ مَعْلُومٍ ۝ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝

کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا ایک معلوم اندازہ تک۔ پھر ہم نے اندازہ فرمایا تو ہم کیا ہی اچھے قادر اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

(أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ ۝) کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا۔

من نطفه قذرة مهينة وليس فيه دليل نجاست المنى، استفهام تقریری ہے یعنی کیا ہم نے تمہیں بے وقعت، حقیر اور گندے نطفہ سے پیدا نہیں فرمایا اور اس میں منی کے نجاست ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ قاموس میں مھین کے معنی غلیظ، اور گندے کے ہیں۔

(فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ۝) پھر اُسے محفوظ جگہ میں رکھا۔

هو الرحم۔ وہ محفوظ جگہ ہے جہاں اُس گندے نطفے کو رکھا گیا۔ فا تعقیبی ہے اور جملہ الم نخلقکم پر عطف ہے جس کا مطلب ہے پہلے نطفہ قرار پکڑتا ہے پھر تخلیق کا عمل شروع ہوتا ہے۔

(إِلَىٰ قَدَرٍ مَعْلُومٍ ۝) پھر اُسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔

ای مقدار معلوم عند الله تعالیٰ من الوقت قدره سبحانه و تعالیٰ للولادة تسعة أشهر اوا قل منها أو اكثر۔

یعنی اللہ کے نزدیک ایک معلوم اندازہ تک وقت جو حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی ولادت و پیدائش کے لیے مقرر فرما رکھا ہے نو مہینے یا کبھی اس مدت سے زیادہ اور لوگوں کو بالعموم اس مدت کا علم ہے اور علماء کے نزدیک یہ مدت معلومہ کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو برس ہے۔

(فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ۝) پھر ہم نے اندازہ فرمایا تو ہم کیا ہی اچھے قادر۔

(فَقَدَرْنَا) ای فقدرنا ذلك تقديرا یعنی ہم نے اس کے لیے ایک اندازہ یا تقدیر مقرر کر دی۔ کسائی نے فقدّرنا پڑھا ہے جس کا مطلب ہے کہ ہم نے شکم مادر میں بچے کا وقت اور پیدائش کے بعد زندگی کا وقت وغیرہ کا ایک اندازہ مقرر فرما دیا ہے۔

(فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝) ای فنحن المقدرون لہ یعنی اس کے لیے ہم اندازہ فرمانے پر کیا ہی خوب اندازہ فرمانے والے ہیں لاریب فیہ وھی علی الاطلاق قادر ہے اور اس کی کوئی مثل اور یہ حمد صرف اسی کو لائق ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اس دن خرابی جھٹلانے والوں کی

ای بقدرتنا علی ذلك اوالاعادة۔ یعنی تخلیق انسانی پر ہماری قدرت یا پھر اس کے مرنے کے بعد اس کے دوبارہ زندہ اٹھانے پر ہماری قدرت کے منکروں کے لیے اس دن یعنی بروز حشر ہلاک و بربادی ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ کیا تمہارے زندوں اور مردوں کی اور ہم نے اس میں اونچے اونچے لنگر ڈالے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

(اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝) کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ کیا۔

الکفات اسم جنس او اسم آلۃ لما یکفت ای لضم ویجمع" الکفات" اسم جنس ہے یا پھر اسم آلہ ہے جس کے معنی ہیں سمیٹنے والا یعنی کھپالنے والا اور بعض نے کہا ہے کفتٌ کی جمع ہے جس کے معنی پورا کرنے کے ہیں ابو عبیدہ سے اس کی تفسیر بالوعاء سے کی ہے یعنی تھیلا یا بوری جس میں اشیاء ڈال جائیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ہم نے زمین کو کفاتت کرنے والی بنایا ہے یعنی یہ سب کچھ سمیٹ لیتی ہے۔

(اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝) تمہارے زندوں اور مُردوں کی۔ ای تجمع أحیاء کیثرۃ علی ظہرھا واموا تا غیر محصورۃ فی بطنہا

فراء کا قول ہے کہ مفعول محذوف ہے اس لیے کہ معلوم تھا اور مفعول محذوف سے مُراد زندہ اور مُردہ لوگ ہیں کہ زندہ لوگ زمین کی پیٹھ پہ جمع رہتے ہیں اور مردہ لوگ زمین میں جمع ہیں مفعول

محذوف کی صورت میں کفاتاً الارض کی صفت ہوگی۔
(وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ) اور ہم نے اُس میں لنگر ڈالے
ای جبالاً ثوابت یعنی خوب جمائے گئے پہاڑ
(شَامِخَاتٍ) اونچے اونچے
ای مرتفعات یعنی بلند و بالا اور زمین پر خوب ابھرے ہوئے اور اونچے
(وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۞) اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا
ای عذبا و ذلک بان خلقنا ۞ فی اصولها واجرینا ۞ لکم منها فی انهار
یعنی میٹھا اور اسے ہم نے زمین کی گہرائیوں میں پیدا کیا۔ اور تمہارے لیے اس سے نہریں جاری
کیں ایک قول ہے کہ ہم نے تمہارے آسمان سے شیریں اور ستھرا پانی اتارا۔
(وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی
بامثال هذه النعم العظيمة ان عظیم نعمتوں کو جھٹلانے والوں کے لیے اس دن ہلاکت
و بربادی ہے۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ	چلو اس کی طرف جسے جھٹلاتے تھے چلو
تُكَذِّبُوْنَ ۞ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى	دھوئیں کے اس سائے کی طرف
ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۙ	جس کی تین شاخیں نہ سایہ دے
لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ ۞	اور نہ لپیٹ سے بچائے بے شک
اِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۞	دوزخ چنگاریاں اڑاتی ہے جیسے
كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۞ وَيْلٌ	اونچے محل گویا زرد رنگ کے اونٹ
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞	ہیں اُس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

(اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۞) چلو اس کی طرف جسے جھٹلاتے تھے
(اِنْطَلِقُوْٓا) چلو
ای یقال لهم یومئذ للتوبیخ والتقریع قیامت کے روز تکذیبین
(جھٹلانے والوں) سے کہا جائے گا ان کی ذلت و خواری اور رسوائی کے لیے
(اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۞) اس کی طرف جسے جھٹلاتے تھے
فی الدنیا من العذاب یعنی تم دنیا کی زندگی میں عذاب آخرت کے منکر تھے

سو اب اُس عذاب کی طرف چلو

(اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝) چلو دھوئیں کے اس سائے کی طرف جس کی تین شاخیں۔

(اِنْطَلِقُوْٓا) چلو ای یقال لھم خصوصا منکرین سے بطور خاص کہا جائے گا چلو اور یہ پہلے قول (انطلقوا) کے تکرار کے طور نہ ہوگا جب کہ بعض کا قول ہے کہ مجرموں کی تذلیل کے لیے تحکمانہ طور مکرر ارشاد ہوگا "چلو"

(اِلٰى ظِلٍّ) دھوئیں کے سائے کی طرف۔ ھُوَ ظل دخان جھنم کما قالہ جمہور المفسرین یہ سایہ جہنم کے دھوئیں کا ہوگا جیسا کہ جمہور مفسرین کا ارشاد ہے۔

(ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝) جس کی تین شاخیں

جہنم کے دھوئیں کی تین شاخیں ہوں گی کما ھو شان الدخان العظیم تراہ یتفرق تفرق الذوائب جس طرح کہ بڑے دھوئیں کی حالت ہوتی ہے کہ تم اسے بٹا بٹایا متفرق دیکھتے ہو اور بعض آثار میں مروی ہے یخرج لسان من النار فیحیط بالکفار کالسرادق دیتشعب من دخانھا ثلاث شعب فتظلھم حتی یفرغ من حسابھم والمومنون فی ظل العرش دوزخ کی آگ سے ایک شعلہ برآمد ہوگا جو کفار کو اونچے دھوئیں یا شامیانے کی طرح گھیرے گا اور اس شعلہ کے دھوئیں کے تین حصے ہو جائیں گے اور وہ کفار پر مستولی و مسلط رہے گا یہاں تک کہ وہ اپنے حساب سے فارغ ہوں اور اہلِ ایمان عرش کے سایہ میں مامون ہوں گے۔ تین شاخوں والی آگ کی طرف چلنے کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کی آگ کی طرف چلو کہ اس میں داخلے کی تین بڑی وجوہات ہیں۔ اوّل اللہ اور اس کے رسول کا انکار اور آیات الہیہ کی تکذیب دوّم منافقت یا احکام شرعیہ کی مخالفت یا بعبادت بدعقیدگی کا راہ چلنا۔ سوّم گناہوں کا ارتکاب اور خواہشات نفس کا اتباع و پیروی۔

(لَا ظَلِيْلٍ) نہ سایہ دے

ای لا مظلل وھو صفۃ ثانیۃ نظل لیس فیہ راحۃ لھم یعنی وہ دھواں سایہ نہ دے گا کہ گرمی سے بچاؤ ہو اور یہ "ظل" کی دوسری صفت ہے اور اس دھوئیں کے سایہ کا کفار کے لیے ہرگز راحت دینے والا نہ ہوگا جس طرح کہ مومنوں کے لیے عرش کا

سایہ تسکین دینے والا اور راحت بخش ہوگا۔

(وَلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّھَبِ ۝) نہ لپٹ سے بچائے

"ظَلِیْلٍ" پر عطف ہے اور یہ "ظِلٍّ" کی تیسری صفت ہے کہ تین شاخوں والا دھواں سایہ تو رکھے گا مگر غیر مفید ہوگا اور وہ دوزخ کی گرمی اور شعلوں کی لپٹ سے بچانے والا نہ ہوگا۔

(اِنَّھَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ ۝) بے شک دوزخ چنگاریاں اڑاتی ہے۔

(اِنَّھَا) ای النار یعنی جہنم کہ ضمیر "ظل" کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد جہنم ہے۔

(تَرْمِیْ بِشَرَرٍ) شرر شررۃ کی جمع ہے، مطلب ہے چنگاریاں ھو ما تطایر من النار یعنی جہنم کی جو آگ سے بلند ہو کر اٹھیں گی۔ (کالقصر) ای کالدار الکبیرۃ یعنی بڑے مکان یا محل یا قلعہ کی طرح بڑی اور موٹی ہوں گی۔ ایک قول ہے کہ قَصْرٌ قصرۃ کی جمع ہے اور اس کے معنی ہیں بڑا پھیلا ہوا درخت یا کھجور کا بڑا درخت تو گویا یہ چنگاریاں کھجور کے بڑے درختوں کی مانند بڑی اور موٹی ہوں گی اور دوزخ سے اڑ کر نکلیں گی۔

(کَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝) گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

(کَاَنَّهٗ) ای الشرر یعنی وہ اڑنے والی چنگاریاں (جِمٰلَتٌ) جِمَال کی جمع ہے اور جمال جمع ہے جمل کی جس کے معنی اونٹ کے ہیں اور بحر میں جمل کی جمع ہے اور تاءِ تانیث الجمع ہے اور تنوین کثرت کے لیے یعنی وہ چنگاریاں اتنی بڑی موٹی اور بکثرت ہوں گی صُفْرٌ کے معنی زرد کے ہیں اور اونٹوں کے رنگ سے تشبیہ ہے۔

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ۝ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی

عذاب جہنم کے منکروں کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔

ھٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ۝ یہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے

وَلَا یُؤْذَنُ لَھُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ ۝ اور نہ انھیں اجازت ملے کہ عذر کریں

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ۝ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

(ھٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ۝) یہ دن ہے کہ وہ بول نہ سکیں گے۔

الاشارۃ الی وقت دخولھم النار ای ھذا الیوم لا ینطقون فیہ لشیئ لعظم الدھشۃ وفرط الحیرۃ۔

کفار کے جہنم میں داخل ہونے کے وقت کی طرف اشارہ ہے یعنی اس دن کی عظیم دہشت

وہیبت اور فرطِ حیرت سے کچھ بھی گفتگو نہ کرسکیں گے ایک قول ہے کہ روزِ قیامت میں بہت سے مواقع ہوں گے بعض جگہ بولیں گے اور بعض جگہ کچھ نہ بول سکیں گے اور مراد یہ ہے یوم لا ینطقون بشیٔ ینفعھم یعنی ایسی گفتگو نہ کرسکیں گے جو ان کے لیے سود مند ہو۔

(وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ٥) اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں

قیل فی النطق مطلقا او فی الاعتذار ایک قول ہے کہ کفار کو مطلقاً بولنے کی اجازت ہوگی یا پھر ان کو عذر خواہی کی اجازت نہ ملے گی فیعتذرون کا عطف واؤ یُؤْذَنُ پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ ہی ان کو اجازت ملے گی اور نہ ہی وہ معذرت کریں گے۔ درحقیقت ان کے پاس کوئی عذر ہی نہ ہوگا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف دنیاوی زندگی کے دوران تمام حجتیں پوری ہو چکیں اور حیلے بہانے عذر نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ اس کی اجازت کیونکر ہوگی اور ایسی معذرت کا کیا فائدہ ہوگا۔

(وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ٥) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

نعمتوں کے عطا کرنے والے رب کریم کے انعامات اور احسانات کا انکار کرنے والے اور اُس سے بغاوت کرنے والوں کے لیے اس روز ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ	یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے تمہیں جمع
وَالْاَوَّلِيْنَ ٥ فَاِنْ كَانَ	کیا اور سب اگلوں کو۔ اب اگر تمہارا
لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ وَيْلٌ	کوئی داؤں ہو تو مجھ پر چلا لو۔ اس
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ٥	دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

(هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ) یہ ہے فیصلہ کا دن

بین المحق والمبطل یعنی حق تسلیم کرنے والوں اور حق کو جھٹلانے والوں کے درمیان یا مراد ہے جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان علیحدگی کا دن

(جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ٥) ہم نے تمہیں جمع کیا اور سب اگلوں کو۔

کلام تقریری ہے اور بیان فصل کے لیے ہے۔

ای من تقدمکم من الامم یعنی ان لوگوں کو جو تم سے پہلے جو گذشتہ امتوں سے ہوئے اور انبیاء علیہم السلام کے جھٹلانے والے تھے اور تمہیں بھی ان کے ہمراہ ہی جمع

(اکٹھا) کیا جائے گا تاکہ تمہیں انہیں سب کو عذاب کیا جائے۔

(فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ○) اب اگر تمہارا کوئی داؤں ہو تو مجھ پر چلالو۔

فان جميع من كنتم تقلدونهم وتقتدون بهم حاضرون وهذا تقريع لهم على كيدهم للمومنين فى الدنيا واظهار لعجزهم۔

تو اب تم سب اور وہ جن کی تم پیروی کرتے تھے اور ان کے ساتھ متفق تھے جمع ہیں تو تمہارے پاس اگر کوئی حربہ ہے تو ہم پر آزمالو اس میں ان مکذبین کے لیے جو دنیاوی زندگی میں مومنوں کا مقابلہ کرتے تھے بطور زجر ارشاد ہے اور ان کے عجز کا اظہار مقصود ہے۔

(وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

عذاب الٰہی کے جھٹلانے والوں کے لیے اس روز بربادی اور ہلاکت ہے اور ان کی کوئی تدبیر کارگر ہوگی اور نہ ہی انہیں عذاب الٰہی سے بچا سکے گی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ مرسلٰت پ ۲۹

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ○	بے شک ڈر والے سایوں اور چشموں میں ہیں۔
وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ○	اور میووں میں جو ان کا جی چاہے۔
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○	کھاؤ اور پیو رچتا ہوا اپنے اعمال کا صلہ۔
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○	بیشک نیکوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○	خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔
كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ○	کچھ دن کھالو اور برت لو ضرور تم مجرم ہو۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○	اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ○	اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نماز نہیں پڑھتے۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○	اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی
فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ○	پھر اس کے بعد کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ مرسلٰت پ ۲۹

ان بیشک — المتقین پرہیزگار — فی بیچ — ظلل۔ سایوں

و۔ اور	عیون۔ چشموں کے ہونگے	و۔ اور	فواکہ۔ میوے ہیں
مما۔ جو	یشتھون۔ وہ چاہیں	کلوا۔ کھاؤ	و۔ اور
اشربوا۔ پیو	ھنیئا۔ خوش ہضم	بما۔ بدلہ اسکا کہ	کنتم۔ تم
تعملون۔ عمل کیا کرتے تھے	انا۔ ہم	کذلک۔ ایسا ہی	نجزی۔ بدلہ دیتے ہیں
المحسنین۔ نیکوں کو	ویل۔ خرابی ہے	یومئذ۔ اس دن	للمکذبین جھٹلانے
والوں کے لیے	کلوا۔ کھاؤ	و۔ اور	تمتعوا۔ فائدہ اٹھاؤ
قلیلا۔ تھوڑا سا	انکم۔ بیشک تم	مجرمون۔ مجرم ہو	ویل۔ خرابی ہے
یومئذ۔ اس دن	للمکذبین۔ جھٹلانے والوں کے لیے		و۔ اور
اذا۔ جب	قیل۔ کہا جاتا ہے	لھم۔ ان کو	ارکعوا۔ نماز پڑھو
لا۔ تو نہیں	یرکعون۔ نماز پڑھتے	ویل۔ خرابی ہے	یومئذ۔ اس دن
للمکذبین جھٹلانے والوں کی	فبای حدیث۔ تو کونسی بات پر	بعدہ۔ اسکے بعد	یؤمنون۔ ایمان لائینگے

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ ۙ وَّفَوَاکِہَ مِمَّا یَشْتَہُوْنَ ؕ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ہَنِیْٓـئًۢا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ۔

بے شک ڈر والے سایوں اور چشموں میں ہیں اور میوؤں میں جوان کا جی چاہے۔ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا اپنے اعمال کا صلہ۔ بے شک نیکوں کو ہم ایسا ہی بدلا دیتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

(اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ ۝) بے شک ڈر والے سایوں اور چشموں میں ہیں

(اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ) بے شک ڈر والے۔

من الکفر والتکذیب بوقوعہ فی مقابلۃ المکذبین بیوم الدین فیشمل عصاۃ المومنین۔

روز قیامت کے واقع ہونے اور جھٹلانے والوں کے مقابلے میں کفر و شرک اور حق کو جھٹلانے سے بچنے والے یا گناہوں سے بچنے والے اور اس میں گناہ گار لوگ بھی شامل ہیں یعنی گناہ گار مومن بھی زمرۂ متقین میں شامل ہیں کہ وہ ایمان رکھتے ہیں اور گناہوں کی وجہ سے عذاب الٰہی سے خوف رکھتے اور بخشش کی اُمید رکھتے ہیں جب کہ کفار نہ ایمان رکھتے ہیں

اور نہ خوفِ الٰہی بلکہ یوم الدین کو برملا جھٹلاتے اور اس کے انکاری ہیں۔

(فِیْ ظِلٰلٍ) سایوں میں

ظلال ظِلٌّ کی جمع ہے ضد الضحٰی دھوپ یا دھوپ لگنے کی ضد ہے وھو اعم من فیء اور وہ سایہ سے زیادہ عام یا بڑا ہے یہاں سایہ کا حقیقی معنی مراد نہیں کہ جنت میں دھوپ کہاں ہوگا بلکہ مراد ہے جنتی درختوں کے سائے یا ان کی چھاؤں۔

(وَّعُیُوْنٍ ٥) اور چشموں میں

عُیُوْنٍ عین کی جمع ہے مراد ہے جاری چشمے جو دودھ، شہد، شراب طہور اور سفید و شیریں ٹھنڈے پانی کے ہوں گے جو ہر خرابی سے مبرا ہوں گے اور سرور و فرحت اور لذت کا سامان ہوں گے۔

(وَّفَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ ٥) اور میووں میں جو ان کا جی چاہے۔

انھم مستقرون فی فنون الترفۃ وانواع التنعم جنت میں وہ مختلف قسم کی نعمتوں اور راحت و آرام اور عیش کے ماحول میں ہمیشہ رہیں گے اور انہیں ان کی مرضی کے موافق ملے گا۔ اور میووں وغیرہ کی لذت و مزہ ان کی طلب و اشتہاء کے مطابق ہوگا۔

(كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥) کھاؤ اور پیو رچتا ہوا اچھے اعمال کا صلہ۔

ای یقال لھم کلوا واشربوا هَنِیْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ فی الدنیا من العمل الصالح بالایمان وغیر ذلک. جملہ مستانفہ ہے اور متقین کا حال ہے یعنی متقین سے جو جنت کے درختوں کے سایوں وغیرہ میں عیش میں ہوں گے تو ان سے کہا جائے گا کھاؤ اور پیو رچتا ہوا اور کھاؤ بغیر مشقت و تکلیف کے اور یہ سب انعامات تمہارے ایمان و اعمال صالح کا بدلہ ہے اور کمالات کا جو تم دنیاوی زندگی میں کرتے رہے۔

(اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ٥) بے شک نیکوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

ای مثل ذٰلِكَ الجزاء العظیم یعنی حسن ایمان عمل کا مظاہرہ کرنے والے لوگوں کو ہم یونہی بہت بڑا اچھا بدلہ اور ثواب دیتے ہیں۔ محسنین سے مراد متقین ہی ہیں اور احسان کے معنی حسن عمل کے ہیں اچھا بدلہ کے ہیں۔ ارشاد ہے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان ٥ حسن عمل کا بدلہ اچھی جزا نہیں تو اور کیا ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

حیث نال اعداؤھم ھذا الثواب العظیم وھم بقوا فی العذاب الالیم۔

تکذیب کرنے والے دشمنان خدا ورسول اس ثواب عظیم اور نعماء جنت کو کیونکر پا سکتے ہیں ان کے لیے ہلاکت وبربادی ہے، اور وہ دردناک عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝

کچھ دن کھالو اور برت لو، ضرور تم مجرم ہو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی پھر اس کے بعد کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

(كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا) کچھ دن کھالو اور برت لو

کفار و مکذبین کو بطور زجر و یاد دہانی خطاب ہوگا جس طرح کہ دنیاوی زندگی میں ان کو کہا گیا تھا کہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں کھا پی لو اور جو فائدہ اٹھانا ہے اٹھالو۔ قلیلا قلیلا مصدر محذوف کی صفت ہے اور کہنے میں اشارہ ہے کہ اخروی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا کا فائدہ انتہائی حقیر ومعمول ہے اور دنیاوی منفعت موت کے ساتھ ختم ہو جائے گی جبکہ نعماء جنت کبھی نہ ہوں گی اور ہمیشہ ہمیشہ ملیں گی۔

(اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝) ضرور تم مجرم ہو

یہ جملہ پچھلے جملۂ زجر و تہدید کی علت کا بیان ہے کہ بلاشبہ تم مجرم ہو یعنی کافر ہو وکافر ہونے کی وجہ سے دائمی عذاب کے مستحق ہو۔

(وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی

ای یبقی فی عذاب وھلاک ابداً۔ یعنی مجرموں کی اس دن ہلاکت دائمی عذاب میں داخل ہوں گے۔

(وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝) اور جب ان سے کہا جائے پڑھو تو نہیں پڑھتے۔

ای اطیعوا اللہ تعالیٰ واخشعوا وتواضعوا لہ علا وجل بقبول وحیہ تعالیٰ واتباع دینہ سبحانہ وارفضوا ھذا الاستکبار والنخوۃ لایخشعون ولایقبلون ذلک ویصرون علی ما ھم علیہ من الاستکبار وقیل اذا امروا بالصلوۃ اور بالرکوع فیھا لایفعلون۔ مکذبین یا مجرمین پر عطف ہے۔ یعنی جب کفار و مکذبین سے کہا جاتا ہے کہ حق سبحانہ، وتعالیٰ کی فرماں برداری کرو اور اس کے حضور عاجزی اور انکساری کرتے ہوئے حق تعالیٰ کی وحی کو قبول کرلو اور اس شریعت و دین کی پیروی بجالاؤ اور فخر و غرور و تکبر و نخوت کا راستہ چھوڑ دو تو وہ نہ تو عاجزی کرتے ہیں اور نہ ہی اُسے تسلیم و قبول کرتے ہیں اور اپنے متکبرانہ طور طریقوں پر مُصر رہتے ہیں (اکڑے رہتے ہیں) ایک قول ہے کہ جب انہیں نماز کا یا رکوع (جھکنے) کا حکم کیا جاتا ہے تو وہ ایسا نہیں کرتے جبکہ مقاتل سے مروی ہے کہ یہ آیت بنو ثقیف کے حق میں اتری جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم سے نمازوں کا بوجھ اتار دیجئے کہ ہم اسے قبول نہیں کرتے اور یہ کہ ہمارے لیے یہ بے عزتی اور باعث عار ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لاخیر فی دین لیس فیہ رکوع ولا سجود اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نہ رکوع ہو اور نہ ہی سجود ہوں (نماز نہ ہو) ابوداؤد اور طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایسا روز حشر ہوگا جب کفار و مکذبین کو سجدہ کا حکم ہوگا تو وہ سجدہ نہ کرسکیں گے اس وجہ سے کہ وہ حیات دنیوی میں سجدہ نہیں کرتے تھے۔ زمخشری کا قول ہے کہ مجرموں کے لیے یہ جملہ بھی تہدید کی علت ہے۔ واللہ اعلم

(وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

یعنی دنیا کے عارضی فائدے کے لالچ میں عقبیٰ و آخرت کا انکار اور احکام الٰہیہ کی مخالفت کرنے والوں کے اس روز ہلاکت و بربادی ہے۔

(فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝) پھر اس کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

ای بعد القرآن الناطق باحادیث الدارین واخبار النشاتین علی نمط بدیع معجز مؤسس علی حجج قاطعۃ وبراھین ساطعۃ۔

یعنی قرآن حکیم کے بعد جو ایسی کتاب ہے کہ دونوں جہانوں کے واقعات کا ذکر کرنے

[illegible] اللہ ۱۱ نہادی اور [illegible] کی جھوٹوں کو معجزہ [illegible]
وال اور وہ دونوں زندگیوں اور یہ [illegible] فرق کر دینے والی جھتوں پر مبنی ہے اور
سے بیان کرنے والا اور جس کی [illegible] نہیں کرسکتے دولت ایمان حاصل نہ کی تو ظاہر ہے
جس کے دلائل روشن اور سمجھانا [illegible] کوئی صورت ہی نہیں کہ یہ حق سمجھا دیتے
اگر تم اب بھی ایمان نہ لائے تو پھر ایمان وہ ما بعد کی [illegible] اور منکرین کے لیے وہی دلیل
کی طرف سے آخری کتاب، مصحف قاہرہ اور معجزہ باہرہ [illegible]
جس کا ذکر گزرا۔

الحمد للہ آج سورۂ مرسلات کی تفسیر تمام ہوئی۔
۲۹ ربیع الثانی ۱۳۱۳ھ ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء

عَمَّ

پارہ ۳۰

سورۃ نبا مکیۃ

اس سورت میں دو رکوع، اکتالیس آیات، ایک سو تہتر کلمات اور نو سو ستر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ نبا پ ۳۰

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝	یہ آپس میں کاہے کی پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔
عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝	بڑی خبر کی۔
الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝	جس میں وہ کئی راہ ہیں۔
كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝	ہاں ہاں اب جان جائیں گے۔
ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝	پھر ہاں ہاں جان جائیں گے۔
اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝	کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔
وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝	اور پہاڑوں کو میخیں،
وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝	اور تمہیں جوڑے بنایا۔
وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝	اور تمہاری نیند کو آرام کیا۔
وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝	اور رات کو پردہ پوش کیا۔
وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝	اور دن کو روزگار کے لیے بنایا۔
وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝	اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں۔
وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝	اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا۔
وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝	اور پھر بدلیوں سے زور کا پانی اتارا۔
لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝	کہ اس سے پیدا فرمائیں اناج اور سبزہ۔
وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝	اور گھنے باغ۔
اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝	بے شک فیصلہ کا دن ٹھہرا ہوا وقت ہے۔
يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝	جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم چلے آؤ گے فوجوں

کی فوجیں۔

وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿﴾ اور آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے ہو جائے گا۔

وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿﴾ اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے جیسے چمکتا ریتا دور سے پانی کا دھوکہ دیتا ہے۔

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿﴾ بے شک جہنم تاک میں ہے۔

لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿﴾ سرکشوں کا ٹھکانا۔

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿﴾ اس میں قرنوں رہیں گے۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿﴾ اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو۔

اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿﴾ مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ۔

جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿﴾ جیسے کو تیسا بدلہ۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿﴾ بیشک انہیں حساب کا خوف نہ تھا۔

وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿﴾ اور انہوں نے ہماری آیتیں حد بھر جھٹلائیں۔

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿﴾ اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے۔

فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿﴾ اب چکھو کہ ہم تمہیں نہ بڑھائیں گے مگر عذاب

حل لغات رکوع اول سورۂ نبا پ ۳۰

عم۔ کس چیز سے	یتساءلون۔ آپس میں سوال کرتے ہیں		عن النبا۔ خبر
العظیم۔ بڑی سے	الذی۔ وہ کہ	ھم۔ وہ	فیہ۔ اس میں
مختلفون۔ اختلاف کرتے ہیں	کلا۔ ہرگز نہیں	سیعلمون۔ جلدی جانینگے	ثم۔ پھر
کلا۔ ہرگز نہیں	سیعلمون۔ جلدی جانینگے	ا۔ کیا	لم۔ نہیں
نجعل۔ بنایا ہم نے	الارض۔ زمین کو	مھادا۔ بچھونا	و۔ اور
الجبال۔ پہاڑوں کو	اوتادا۔ میخیں	و۔ اور	خلقنکم۔ بنایا ہم نے تم کو
ازواجا۔ جوڑے جوڑے	و۔ اور	جعلنا۔ بنایا ہم نے	نومکم۔ تمہاری نیند کو

سباتا۔ آرام کا سبب　و۔ اور
لباسا۔ پردہ پوش　و۔ اور
معاشا۔ روزگار کا وقت　و۔ اور
سبعا۔ سات آسمان　شدادا۔ مضبوط
سراجا۔ چراغ　وھاجا۔ روشن
من المعصرٰت۔ بادلوں سے
لنخرج۔ تاکہ ہم نکالیں　بہ۔ اس کے ساتھ
نباتا۔ سبزی　و۔ اور
ان۔ بیشک　یوم۔ دن
میقاتا۔ مقرر وقت　یوم۔ جس دن
الصور۔ صور کے　فتاتون۔ تو آؤ گے تم
فتحت۔ کھولا جائے گا　السماء۔ آسمان
و۔ اور　سیرت۔ چلائے جائینگے
سرابا۔ جیسے چمکتا ریتا کہ دور سے پانی نظر آئے
کانت۔ ہے　مرصادا۔ گھات میں
لبثین۔ رہیں گے　فیھا۔ اس میں
یذوقون۔ چکھیں　فیھا۔ اس میں
لا۔ نہ　شرابا۔ کچھ پینا
و۔ اور　غساقا۔ پیپ
انھم۔ بیشک وہ　کانوا۔ تھے
حسابا۔ حساب کی　و۔ اور
کذابا۔ حد تک جھٹلانا　و۔ اور
احصینہ۔ گن رکھا ہم نے　کتبا۔ لکھ کر
نزیدکم۔ زیادہ کرینگے ہم　کم۔ تم کو

جعلنا۔ بنایا ہم نے
جعلنا۔ بنایا ہم نے
بنینا۔ بنائے ہم نے
و۔ اور
و۔ اور
ماء۔ پانی
حبا۔ اناج
جنت۔ باغ
الفصل۔ فیصلے کا
ینفخ۔ پھونکا جائے گا
افواجا۔ فوج در فوج
فکانت۔ تو ہو جائیگا
الجبال۔ پہاڑ
ان۔ بیشک
للطغین۔ سرکشوں کا
احقابا۔ کئی قرن
بردا۔ ٹھنڈک
الا۔ مگر
جزاء۔ بدلہ ہے
لا۔ نہ
کذبوا۔ جھٹلایا انہوں نے
کل۔ ہر
فذوقوا۔ تو چکھو
الا۔ مگر

اللیل۔ رات کو
النھار۔ دن کو
فوقکم۔ تمہارے اوپر
جعلنا۔ بنایا ہم نے
انزلنا۔ اتارا ہم نے
ثجاجا۔ زور سے گرنے والا
و۔ اور
الفافا۔ گھنے
کان۔ ہے
فی۔ بیچ
و۔ اور
ابوابا۔ دروازے دروازے
فکانت۔ تو ہو جائیں گے
جھنم۔ جہنم
مابا۔ ٹھکانا
لا۔ نہ
و۔ اور
حمیما۔ گرم پانی
وفاقا۔ پورا پورا
یرجون۔ امید رکھتے
بایتنا۔ ہماری آیتوں کو
شیء۔ چیز کو
فلن۔ تو ہرگز نہ
عذابا۔ عذاب

سورۃ النباء

سورۃ النباء مکی ہے اس میں دو رکوع اور چالیس آیات ہیں یہ سورت مختلف ناموں سے بھی موسوم ہے جیسے سورت عم، سورت عم یتساءلون، سورت التساؤل اور سورت المعصرات سیاق قراء مکہ و بصرہ کے نزدیک اس کی آیات اکتالیس ہیں اور اس سورہ مبارکہ کی پچھلی سورت سے مناسبت حق سبحانہ و تعالیٰ کی قدرت علی البعث کے اثبات و بیان سے ہے جبکہ ایک قول ہے کہ پچھلی سورت حق سبحانہ و تعالیٰ کے قول فبای حدیث بعدہٗ یؤمنون پر ختم ہوئی اور اس آیت میں "حدیث" سے مراد قرآن حکیم ہے جبکہ اس سورۂ مبارکہ کا آغاز اہل مکہ کے باہمی سوال کہ کیا مرنے کے بعد جی اٹھنا ہے؟ جو انہوں نے بطور استہزاء کیا اس سوال کے جواب سے ہے قتادہ کا قول ہے کہ النباء العظیم سے مراد قرآن ہے جبکہ جمہور علماء کے نزدیک مراد بعث (آخرت کی زندگی) ہی ہے اور یہی متحقق ہے جیسا کہ سورۂ مبارکہ سے ظاہر ہے۔ اس سورہ مبارکہ کا مضمون تخویف و تہدید ہے حاکم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے سورت ہود، الواقعہ، المرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔

مختصر تفسیر سورۃ نباء پ ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ ۝ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ؕ ۝ كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ۝

یہ آپس میں کا ہے کی پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ بڑی خبر کی جس میں وہ کئی راہ ہیں۔ ہاں ہاں اب جان جائیں گے۔ پھر ہاں ہاں جان جائیں گے۔

(عم یتساءلون ۝) یہ آپس میں کا ہے کی پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔

(عَمَّ) اصله عَمَّا على انه حرف جر دخل على ما الاستفهامية محذف الالف وعلل بالتفرقة بينها وبين الخبرية۔ اس کی اصل عَنْ مَا ہے کیونکہ یہ حرف جار ہے جو مَا استفہامیہ پر داخل ہو کر مَا کے الف کو حذف کر دیتا ہے اور اس کی علت وسبب مَا استفہامیہ کا مَا موصولہ سے فرق کا اظہار ہے الف کے محذوف کے ساتھ عَنْ کا ن مَا کی م میں مدغم ہو جاتا ہے جیسے من ما سے مِمَّ۔ والاستفهام لا ايذان بفخامة شان المسئول عنه۔ ای عن ای شئ عظیم الشان۔ اور بطور و بطریق استفہام ہے کہ جس چیز کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے اس کی عظمت وشان کیلئے ہے یعنی وہ کس عظیم الشان چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔

(يَتَسَآءَلُوْنَ) عن ای شئ يسأل هؤلاء القوم الرسول صلی الله عليه وسلم والمومنين۔ الضمير لاهل مكة۔

ضمیر اہلِ مکہ کی طرف راجع ہے یعنی یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ ایمان سے کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں یعنی بطور استہزاء پوچھتے ہیں۔ ابن جریر سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کو دعوت توحید دی اور حیات بعد الموت کے بارے میں خبر دی اور اس ضمن میں آیات قرآن تلاوت فرمائیں تو وہ آپس میں گفتگو کرنے لگے اور باہم پوچھتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسا دین لائے ہیں اور بطور استہزاء کہنے لگے کہ یہ کیسی بڑی ہولناک بات کی خبر دیتے ہیں۔

(عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝) بڑی خبر کی

أيتساءلون عن النبا العظيم وصف النبا وهو الخبر الذی له شان بالعظيم لتاكيد خطره۔ یعنی وہ بڑی خبر کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور عظیم النبا کی صفت ہے اور وہ خبر ہے جس سے اُس کی عظمت وفخامت شان ظاہر ہے اور اس کی ہولناکی مؤکد ہے استفہام ثانی استفہام اول کو مؤکد ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک "النبا العظیم" سے مُراد حشر وقیامت ہے جبکہ مجاہد اور ان سے متفق اصحاب کا قول ہے کہ مراد قرآن حکیم ہے کیونکہ قرآن حکیم میں قرآن حکیم کو نبأ عظیم فرمایا گیا ہے سورۂ ص پ۲۳ میں ہے قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ۝ جب کہ بعض علماء کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مُنذِر ہونا مراد ہے۔

(الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝) جس میں وہ کئی راہ ہیں۔

الذی موصولہ اور ھم کی ضمیر جمع اہلِ مکہ کی طرف راجع ہے یہ اس لیے کہ کفار کا پوچھنا بطور استہزاء ہی تو تھا یعنی کفار مکہ میں سے بعض تو قطعی انکار کرتے ہیں جیسا کہ ان کا قول قرآن حکیم میں ہے ماندری ما الساعۃ ان نظن الاظنا وما نحن بمستقنین ہم کو نہیں معلوم کہ قیامت کیا چیز ہے ہمیں تو یونہی گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں جبکہ بعض شک و شبہ میں تھے جیسا کہ قرآن حکیم میں ان کا قول ہے وقالوا ماھی الاحیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذلک من علم ان ھم الا یظنون ۰ وہ کہتے ہیں وہ تو نہیں مگر یہی ہماری زندگی دنیا کی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں وہ تو نرے گمان دوڑاتے ہیں اور بعض علماء نے کہا کہ اگر قرآن مراد ہے تو جب بھی کفار مختلف سوچ پر تھے بعض قرآن حکیم کو سحر اور بعض شعر اور بعض کہانت کہتے ہیں اور یونہی اگر مراد ذات نبوی ہے جو منذر ہیں تو کفار ان کے بارے میں کبھی کہتے کہ شاعر ہیں کبھی ساحر کہتے اور کبھی کاہن جیسا کہ آیات قرآن حکیم سے واضح ہے۔

(کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ۰) ہاں ہاں اب جان جائیں گے۔

کلّا حرف ردع ہے اور سیعلمون وعید لاولئک المتسائلین المتھزئین بمعلم " جلد جان جائیں گے"۔ بطور استہزاء سوال کرنے والے منکروں کافروں کے لیے وعید ہے کہ اس بڑی خبر کی صداقت ان پر جلد ہی روشن ہو جائے گی اور مرنے کے ساتھ ہی قبر میں پتہ چل جائے گا یا مراد ہے دنیا ہی کی زندگی میں ان پر حقیقت کھل جائے گی خواہ وہ مبتلا کے عذاب ہوں یا ان پر بوقت نزع شدت اور ملائکہ موت کا زجر ہو وغیرہ اور تمہیں تکذیب و انکار کا نتیجہ مل جائے گا۔

(ثُمَّ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ۰) پھر ہاں ہاں جان جائیں گے۔

تکرار مبالغہ اور شدت کے لیے ہے اور اس سے منکرین کو وعید دو مرتبہ ہو گئی پہلے جملے سے عذاب قبر اور اس سے عذاب قیامت کی اور حرف عطف ثم شدت وسطوت عذاب کو جو بروز قیامت ہو گا واضح کر رہا ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِھٰدًا ۰ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۰ وَّخَلَقْنٰکُمْ اَزْوَاجًا ۰ وَّجَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا ۰

کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ اور پہاڑوں کو میخیں۔ اور تمہیں جوڑے بنایا اور تمہاری نیند کو آرام کیا۔

استفہام تقریری اور جملہ مستانفہ ہے اور مسئلہ خبری کی تحقیق کے طور پر بعض شواہد ناطقہ (منہ بولتی ثبوت) کے ساتھ مخاطب کو اقرار پر آمادہ کرنے کے لیے ہے گویا کہا جارہا ہے کلا کیف تنکرون او تشکون فی البعث تم فرماؤ کہ تم بعث کا کیونکر انکار کرتے ہو اور کیا شک و شبہ میں مبتلا ہو وقد عاینتم مایدل علیہ من القدرۃ التامۃ والعلم المحیط والحکمۃ الباھرۃ المقتضیۃ ان لایکون ماخلق عَبَثاً۔ حالانکہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور مشاہدہ کرتے ہو ان امور کا جو دلالت کرتے ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ کی قدرت کاملہ، علم محیط اور اُس کی روشن حکمتوں پر اور جن کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس نے کسی چیز کو عبث فضول اور بے مقصد پیدا نہیں فرمایا۔ کیا تم میں ان شواہد حقیقی کے انکار کی کوئی گنجائش ہے ظاہر ہے ہرگز نہیں اور یہی ثبوت و دلیل کے طور پر کافی ہے المہاد کا مطلب ہے الفراش المؤطا خوب ہموار کیا ہوا بستر یا بچھونا اور قاموس میں ہے المھد الموضع الذی یھیأ للصبی۔ مہد سے مراد وہ جگہ ہے (بچھونا ہے) جہاں چھوٹے بچوں کو ڈالتے ہیں یعنی پنگھوڑا۔ اور یہ بطور تشبیہ فرمایا ہے۔

(وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝) اور پہاڑوں کو میخیں

ای کالاوتاد ففیہ تشبیہ بلیغ ایضاً والمراد ارسینا الارض بالجبال کما یرسی البیت بالاوتاد۔ یعنی میخوں کی مانند اور اس میں بھی بڑی روشن تشبیہ ہے اور مُراد یہ ہے کہ کیا ہم نے زمین کو پہاڑوں کے ساتھ نہیں جما دیا (ثابت ٹھہرا دیا) جس طرح گھر کو ستونوں سے مضبوط بناتے ہیں تاکہ وہ جنبش و حرکت نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ کریم نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ تھرتھرانے (کانپنے) لگی تو اللہ نے اس پر پہاڑ جمائے تو وہ ساکن ٹھہر گئی (خوب جم گئی) تو فرشتوں نے عرض کیا ربنا ھل خلقت خلقاً اشد من الجبال اے ہمارے پروردگار کیا تو نے پہاڑوں سے بڑھ کر کوئی قوی و مضبوط شئے پیدا کی ارشاد ہوا ہاں "لوہا" فرشتوں نے عرض کیا ہمارے پروردگار کیا تو نے لوہے سے بڑھ کر بھی کسی چیز کو قوی پیدا فرمایا ہاں آگ فرشتوں نے پھر عرض کیا کہ ہمارے پروردگار کیا تو نے آگ سے بھی بڑھ کر کسی شئے کو پیدا کیا ارشاد فرمایا ہاں "پانی" فرشتوں نے عرض کیا کہ ہمارے پروردگار کیا تو نے "پانی" سے بھی بڑھ کر کوئی شدید شئے پیدا کی ارشاد فرمایا "ھوا" فرشتوں نے عرض کیا ہمارے پروردگار کیا آپ نے ھوا سے شدید بھی کوئی شئے پیدا فرمائی ارشاد فرمایا ہاں آدم کا بیٹا (انسان) کہ دائیں ہاتھ چھپا کر ہاتھ سے یوں صدقہ کرتا ہے کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوتی۔ آیت سے ظاہر ہو رہا ہے

کہ پہاڑوں کی تخلیق زمین کی تخلیق کے بعد ہوئی اور اسی پر علماء متقدمین اور علماء محدثین کا اتفاق ہے البتہ ان کے حدوث کے متقدم و متاخر ہونے میں فرق کرتے ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے جسے حاکم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلا پہاڑ جبل ابوقبیس ہے۔

(وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝) اور تمہیں جوڑے بنایا۔

قال الزجاج وغیرہ مزدوجین ذکرا وانثٰی لیتسنی التناسل وینتظم امر المعاش وقیل اصنافا فی اللون والصورۃ واللسان وقیل ان یکون المراد من الخلق ازواجا الخلق من منیین منی الرجل ومنی المرأۃ والمعنی خلقنا کل واحد منکم ازواجا باعتبار مادۃ التی ھی عبارۃ من منیین۔ زجاج وغیرہ کا قول ہے کہ تمہیں نر اور مادہ پیدا کیا تاکہ افزائش نسل ہو اور امور معاش کا انتظام ہو اور ایک قول یہ ہے کہ تمہیں رنگ اور شکل اور بولی کے لحاظ سے جدا جدا صنف پیدا فرمایا۔ ایک اور قول ہے کہ تمہیں جوڑا جوڑا پیدا فرمانے سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ تمہیں دو پانیوں (منی) سے مرد کے پانی اور عورت کے پانی سے پیدا فرمایا اور مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو اس مادہ کے اعتبار سے جو دونوں پانیوں سے عبارت ہے جوڑے جوڑے بنایا۔

(وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝) اور تمہاری نیند کو آرام کیا۔

والمراد بالسبات الموت یعنی تمہاری نیند کو موت سے آرام کا باعث کیا موت سے مراد نیند ہے ایک قول ہے کہ سبت کے معنی قطع کرنے کے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے ان اللہ تعالٰی ابتداء بخلق السمٰوت والارض یوم الاحد فخلقھا فی ستۃ ایام فقطع عملہ سبحانہ یوم السبت فسمی بذلک۔ کہ حق سبحانہٗ وتعالٰی نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی ابتدا اتوار سے فرمائی پھر اسے چھ روز میں مکمل فرمایا پھر حق سبحانہٗ وتعالٰی نے ہفتہ کے روز عمل تخلیق کو قطع کیا تو اس لیے سبت نام ہوا۔ یعنی ہم نے تمہارے جاگتے وقت کے کاموں کو قطع کر دینے والا بنایا تاکہ تمہارے جسموں کو سکون و آرام حاصل ہو۔

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝

اور رات کو پردہ پوش کیا۔ اور دن کو روزگار کے لیے بنایا۔ اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں۔ اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا۔

(وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ٥) اور رات کو پردہ پوشش کیا۔

(وَجَعَلْنَا الَّيْلَ) الذی یقع فیه النوم غالبًا یعنی رات کے وقت غلبہ کرنے والی نیند واقعہ ہوتی ہے (لِبَاسًا) یستر کم بظلامه کما یستر کم اللباس ولعل المراد اللباس المشبه به ما یستر به عند النوم من اللحاف۔ رات کو لباس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی تاریکی کے ساتھ تمہیں اسی طرح چھپا لیتی ہے جس طرح تمہیں لباس ڈھانپ لیتا ہے اور ممکن ہے کہ اسے لباس کہنے سے مراد اس حالت سے تشبیہ ہے جو نیند کے وقت لحاف اوڑھنے سے چھپا لیتی ہے۔ ایک قول ہے جعلنا ٥ ساترا لکم عن العیون اذا اردتم ھربا من عدو او بیاتا له او اخفاء ما لا تحبون الاطلاع علیه من کثیر الامور ہم نے رات کو تمہارے لیے نظروں سے چھپانے والا بنایا جب تم دشمن سے بچاؤ یا اس پر شب خون مارنا چاہو یا تم بہت سی ایسی باتیں چھپانا چاہو جن کی خبر و اطلاع ہونا تمہیں پسند نہ ہو۔

(وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ٥) اور دن کو روزگار کے لیے بنایا۔

مَعَاشًا مصدر میمی ہے بمعنی العیش یعنی زندگانی اور مطلب یہ ہے وجعلنا النھار وقت معاش ای حیاۃ تبعثون فیه من نومکم الذی اخو الموت یعنی ہم نے دن کو معاش کا وقت بنایا یعنی زندگی جس میں تم اپنی نیندوں سے بیدار ہو کر اٹھتے ہو اور نیند (موت کی بہن) موت سے ہی متعلق ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ دن کو محنت مزدوری اور کاروبار کے لیے بنایا ہے تاکہ تم ضروریات زندگی حاصل کر سکو۔

(وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ٥) اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں ای سَبْعَ سمٰوٰت یعنی سات آسمان مضبوط بنائے جن پر حوادث زمانہ کا اثر نہیں پڑتا اور نہ ہی وہ خستہ و بوسیدہ ہوتے ہیں۔

(وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ٥) اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا۔

ای اُنشانا و اُبدعنا مشرقا متلالئا من وھجت اذا اضاءت او بالغا فی حرارۃ من الوھج والمراد به الشمس۔

یعنی ہم نے اسے روشن اور چمکدار بنایا جب وہ روشن ہوتا ہے تو جگمگاتا ہے یا اس کے جگمگانے سے حدت و حرارت پہنچتی ہے (حاصل ہوتی ہے) اور اس سے مراد سورج ہے

کے معنی ہیں بھڑکتی ہوئی روشنی۔

جو نور و حرارت کا مجموعہ ہے مقاتل کا قول ہے وھج

وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝

اور پھر بدلیوں سے زور کا پانی اتارا کہ اس سے پیدا فرمائیں اناج اور سبزہ اور گھنے باغ۔

(وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ) اور ہم نے اتارا بدلیوں سے۔

ای السحائب علی ماروی عن ابن عباس وغیرہ جیساکہ ابن عباس وغیرہ سے مُراد بدلیاں ہیں مقاتل کا قول ہے کہ معصرات سے مُراد آسمان ہے کلبی کا قول ہے کہ مُراد وہ ہوائیں جو بادل سے پانی نچوڑکر برساتی ہیں۔

(مَآءً ثَجَّاجًا ۝) زور کا پانی

ای منصبا بکثرۃ یقال ثج الماء اذا سال بکثرۃ یعنی بہت زیادہ برسنے والا پانی جیساکہ اہل عرب ثج الماء کہتے ہیں پانی خوب برسا مُراد موسلا دھار بارش کا پانی ہے کہ زور سے برسے اور بہت زیادہ برسے۔

(لِّنُخْرِجَ بِهٖ) کہ اُس سے پیدا فرمائیں۔

ای بذلك الماء یعنی اس زوردار بارش کے پانی کے ساتھ (ذریعہ)

(حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝) اناج اور سبزہ

کالحنطۃ والشعیر جیسے دانے (گیہوں) اور جو، حَبًّا کی تقدیم غلہ کے اخراج کی اصالت و شرف کے طور پر ہے کیونکہ وہی انسانوں کی حقیقی غذا ہے اور نباتا سے مُراد چارہ اور جانوروں کے لیے سبزہ گھاس اور چارہ وغیرہ ہے۔

(وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝) اور گھنے باغ

جنّٰتٍ جَنَّۃٌ کی جمع ہے فراء کا قول ہے الجنۃ مافیہ النخیل والفردوس مافیہ الکرم وقد تسمی الاشجار الساترۃ جنۃ۔ جنّت (باغ) وہ ہے جس میں کھجور کے درخت ہوں اور فردوس (باغ) وہ ہے جس میں انگوروں کی بیلیں ہوں اور جو درخت چھپا لینے والے ہوں انہیں جنت کہا جاتا ہے ایک قول ہے کہ ہر وہ بستان جو درختوں سے بھرا ہوں اور اس کے درخت زمین کو ڈھانپ لیں اُسے باغ کہتے ہے۔

(اَلْفَافًا) کسائی کا قول ہے کہ اَلْفَافًا، لفیف کی جمع ہے جس کے معنی ملفوف کے ہیں

ہی مدے ہوتے یا خوب گھنے یا جھنڈ کے جھنڈ۔ ان سب کا ذکر کرکے بتانا یہ ہے کہ جس ذات
رت نے یہ سب کچھ معدوم سے موجود کیا تو تمہیں (انسانوں) موت کے بعد زندگی میں کیوں تعجب
ہوتا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کرنے پر بالکلیہ قادر ہے اور بے مقصد سمجھتے ہو ظاہر ہے کہ ایسا ہرگز
ہیں لہٰذا مرنے کے بعد زندگی اور جزا و سزا ضرور ہوگی۔ گویا یہ بھی کفار کے سوال کا جواب ہے
جیسا کہ شروع سورت مبارکہ میں گزرا۔

اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا ۝ یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ اَبْوَابًا ۝ وَّسُیِّرَتِ الْجِبَالُ فَکَانَتْ سَرَابًا ۝

بے شک فیصلہ کا دن ٹھہرا ہوا وقت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم چلے آؤ گے فوجوں کی فوجیں اور آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے ہو جائے گا اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے جیسے چمکتا ریتا دور سے پانی کا دھوکا دیتا۔

(اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا ۝) بے شک فیصلہ کا دن ٹھہرا ہوا وقت ہے۔
ای متوقت و متعین سورہ مبارکہ کے آغاز میں منکرین کے سوال کا ذکر گزرا اور کفار
اس امر میں جلدی کرتے تھے کہ وہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم وقوع قیامت کے بارے میں
سچ کہتے ہو تو یہ بطور جواب ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک فیصلے کا دن اور وقت متعین ومقرر
ہے اور اس کے وقوع کی کیفیت وتفصیل کا پھر ذکر فرمایا۔

(یوم یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ) جس دن صور پھونکا جائے گا۔

ای النفخۃ الثانیۃ ویوم بدل من یوم الفصل۔

یوم، یوم الفصل سے بدل ہے مراد ہے روز قیامت یعنی جب دوسری مرتبہ صور پھونکا
جائے گا، نفخے دو ہیں اولیٰ جس سے سب کچھ فنا ہو جائے گا اور ثانیۃ یا اخیرہ جب لوگ قبروں
سے اٹھیں گے۔

(فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝) تو تم چلے آؤ گے فوجوں کی فوجیں۔

ای فتحیون فتبعثون من قبورکم فتاتون الی الموقف عقیب ذلک من
غیر لبث أمماً۔ اس روز جونہی صور پھونکا جائے گا تو تم زندہ ہو جاؤ گے اور اپنی قبروں سے
نکل کھڑے ہو گے (نکلو گے) پھر اس کے ساتھ ہی فوراً حساب کے لیے موقف قیامت کی

چلے آؤ گے۔ نسائی اور بیہقی نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بروز حشر لوگ تین گروہ ہوں گے ایک وہ گروہ
طرف (ج درفوج (گروہ در گروہ) پڑ بالباس اور سواریوں پر سوار ہوں گے اور دوسرا گروہ پیدل چلنے والوں کا ہوگا اور تیسرا گروہ منہ کے بل گھسیٹ کر لایا جائے گا۔

(وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ٥) اور آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے ہو جائے گا۔

وفسر الفتح بالشق لقوله تعالیٰ اذا السماء انشقت وقوله سبحانہ اذا السماء انفطرت الی غیر ذلک والقرآن یفسر بعضہ بعضاً اور علماء نے فتح کی تفسیر شق (پھٹنے) سے کی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے "جب آسمان پھٹ جائے" اور ارشاد مزید ہے "جب آسمان پھٹ پڑے" اور قرآن حکیم اپنے بعض حصوں کی بعض حصوں سے خود تفسیر فرمایا ہے اور شاید اس میں کمال قدرت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ عظیم جرم اس طرح سے جلد اور بآسانی پھٹ پڑے گا جس طرح سے کہ دروازہ کھل جاتا ہے اور کَانَ بمعنی صَار ہے (ہو جائے گا) ای فصارت ذات ابواب یعنی دروازوں والا ہو جائے گا۔ اوفصارت کان کلها ابواب یا یوں ہو جائے گا کہ سارے کا سارا دروازے ہی ہو جائے گا۔ ایک قول ہے کہ اس میں راہیں بن جائیں گی جن سے فرشتے اتریں گے۔ یہ روز قیامت ہوگا۔

(وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ٥) اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے سراب۔

(وَّسُيِّرَتِ الجبال) ای فی الجو علی هیئتها بعد تفتتها و بعد قلعها من مقارها یعنی پہاڑ فنا ہونے کے بعد اور اپنے مقامات سے اکھڑنے کے بعد فضا میں بے وقعت ہلکے ہو جائیں گے۔

(فَكَانَتْ سَرَابًا) لغت میں سرب کے معنی ہیں چلتا ہوا راستہ اور ریت جو دھوپ میں پانی جیسی نظر آتی ہے اُسے سراب کہتے ہیں اور اُسْرُب پگھلی ہوئی چاندی کو کہتے ہیں ای فصارت بعد تسیرها مثل سراب تو پہاڑ اکھڑنے کے بعد اس طرح نظر آئیں گے جس طرح چمکتا ریتا جو دور سے پانی ہونے کا دھوکہ دے یعنی ریزہ ریزہ ہوکر فضا میں ذرات کی طرح پھیل جائیں گے اور بے حقیقت ہو جائیں گے۔

اِنَّ جَهَنَّمَ کَانَتْ مِرْصَادًا ۙ لِّلطّٰغِیْنَ مَاٰبًا ۙ لّٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَابًا ۚ — بے شک جہنم تاک میں ہے سرکشوں کا ٹھکانا۔ اس میں قرنوں رہیں گے۔

(اِنَّ جَهَنَّمَ کَانَتْ مِرْصَادًا) بے شک جہنم تاک میں ہے۔

مرصاد اسم ظرف مکان ہے جیسے مضمار (گھوڑوں کے سدھانے اور انہیں چھریرا بدن بنانے یا کرنے کا میدان) المرصاد کے معنی معلق الطریق یعنی راستے کے ہیں اور ایک قول ہے ای موضع مد یسحد سوھم کہ اس جگہ دوزخ کے داروغے کفار کو عذاب میں دھکیلنے کے لیے گھات میں ہوں گے اور ایک قول ہے کہ ایسی جگہ یا مقام جس میں جنت کے دربان مومنوں کو جہنم سے بچائیں گے لیکن یہ تفسیر زیادہ صحیح ہے کہ مرصاد سے مراد کفار کے لیے تیار شدہ راستہ ہے اور للطاغین کے لفظ سے اس کی توثیق ہو رہی ہے۔ رہا پلصراط کا ذکر تو وہ آیت وان منکم الا وارد ھا میں گزر چکا اور بعض کا قول ہے کہ یہاں بھی پل ہی مراد ہے۔

(لِّلطّٰغِیْنَ مَاٰبًا) سرکشوں کا ٹھکانا۔

(لِلطّٰغِیْنَ) ای المتجاوزین الحد فی الطغیان یعنی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی کرنے والے یعنی کفار (مَاٰبًا) لوٹنے کی جگہ یہ کَانَتْ سے متعلق یا اس کی خبر ہے مطلب یہ ہے کہ جہنم سرکش کافروں کی گھات میں ہے اور ان کے لوٹنے کی جگہ ہے۔ جس میں وہ مدتوں رہیں گے۔

(لّٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَابًا) اس میں قرنوں رہیں گے۔

ای مقیمین فی جھنم ابداً یعنی جہنم میں ہمیشہ رہیں گے احقاب، حقب کی جمع ہے مقاتل کا قول ہے کہ حقب سترہ ہزار سال کا ہوگا۔ حسن کا قول ہے کہ احقاب کا سلسلہ لامتناہی ہے ایک حقب گزرے گا تو دوسرا آجائے گا اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ کفار کے لیے خلود عذاب یعنی دائمی عذاب ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے خالدین فیہا ابداً۔ وما ھم بخارجین منہا ولھم عذاب مقیم۔ دوزخ میں کفار قرنوں صدیوں رہیں گے اور ان قرنوں کی نہایت نہیں اور وہ ہمیشہ ہمیش اسی میں رہیں گے۔

لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۙ اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا ۙ جَزَآءً وِّفَاقًا ۚ — اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا ہوا پیپ جیسے کو تیسا بدلا۔

(لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝) اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے

اور نہ کچھ پینے کو۔ یہ لَابِثِيْنَ کا حال ہے اول یا پھر حال من المستکن فی لابثین اور صفۃ لاحقابا۔ یعنی طاغین دوزخ میں اس حال پر رہیں گے یادوزخ میں اَحْقَابًا کی صفت ہے یا حالت ثانی۔ یعنی جو قرن در قرن رہیں گے تو وہاں یہ حال ہوگا کہ نہ کوئی شئے کھانے کو ملے گی اور نہ ہی پینے کو پانی کہ جس سے ٹھنڈک کا مزہ پاسکیں۔ والمراد بالبرد ما یروحھم وینفس عنھم حرالنار فلاینا فی انھم قد یعذبون بالزمھریر اور بَرْد (ٹھنڈک) سے مُراد وہ شئے ہے جو انہیں راحت وآرام (تسکین) دے اور ان کے نفس کو آگ کی حرارت وگرمی سے دور کرے یعنی انہیں ایسی کوئی شئے نہ ملے گی اور یہ اس امر کے منافی نہیں کہ وہ انہیں ٹھنڈ وسردی کا عذاب نہ ہوگا۔ اور شراب سے مُراد پینے کا معروف پانی ہے اور انہیں یہ بھی ہرگز نہ ملے گا۔

(اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝) مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا ہوا پیپ

والحمیم الماء الشدید الحرارۃ والغساق مایقطر من جلود اھل النار اور حمیم سے مراد ہے بہت ہی زیادہ گرم پانی اور غساق سے مُراد وہ سڑا ہوا گندہ پیپ ہے جو دوزخیوں کی جلدوں سے بہے گا پینے کی چیزوں میں سے ان دونوں کو مستثنٰی کیا ہے یعنی ان دونوں چیزوں کے سوا انہیں جہنم میں پینے کو کچھ نہ ملے گا۔ ترمذی میں ابودرداء سے مروی ہے کہ جب جہنمیوں کو حمیم پیش کیا جائے گا۔ تو اُس سے ان کے منہ جل کر سیاہ ہوجائیں گے اور پیٹ کے اندر جاتے ہی ان کی آنتیں کٹ کر بہہ جائیں گی۔

(جَزَآءً وِّفَاقًا ۝) جیسے کو تیسا بدلا۔

ای جوزوا بذلک جزاء فجزاء موافقا لاعمالھم۔ یعنی وہ اس کے ساتھ بدلہ دیئے جائیں گے اور یہ جزا ان کے کرتوتوں کے موافق ہوگی یا ان کے گناہوں کے مطابق ہوگا۔ جیسے کام ویسا بدلہ اور کفر وشرک بدترین جرم ہے اور اس کے مطابق ہی وہ سخت ترین عذاب میں بتلا ہوں گے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۝ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۝ فَذُوْقُوْا

بے شک انہیں حساب کا خوف نہ تھا اور انہوں نے ہماری آیتیں حد بھر جھٹلائیں اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے اب

فَلَنْ نَّزِیْدَ کُمْ اِلَّا عَذَابًا ۞ چکھو کہ ہم تمہیں نہ بڑھائیں گے مگر عذاب ۔

اِنَّھُمْ کَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا ۞ بے شک انہیں حساب کا خوف نہ تھا ۔

تعلیل لاستحقاق العذاب المذکور ای کانوا لایخافون ان یحاسبوا باعمالھم ۔

جس عذاب شدید کا پیچھے ذکر گزرا یہ اس سزا کی علت کا بیان ہے کہ یہ عذاب اس لیے ہو گا کہ وہ اس امر کا ڈر (خوف) ہی نہیں رکھتے تھے کہ انہیں ان کے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر مظہری کا قول ہے کہ کفار تو جزا و سزا پر ایمان ہی نہیں رکھتے لیکن اہلِ ایمان میں سے کچھ بدعتی یا گمراہ فرقے بھی ایسے ہیں جو حساب (جزا و سزا) کے منکر ہیں جیسے مرجیۂ اور روافض ۔ مرجیۂ کا کہنا ہے کہ بُرے اعمال ضرر رساں نہ ہوں گے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے یہ سب معاف ہیں وہ اعمال کو اہمیت نہیں دیتے اور صرف عقیدہ کی درستگی پر زور دیتے ہیں جبکہ روافض کا عقیدہ ہے کہ محبان و شیعان علی کو کسی گناہ پر عذاب نہ ہوگا ۔

وَّ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کِذَّابًا ۞ اور انہوں نے ہماری آیتیں حد بھر جھٹلائیں ۔

ای تکذیبا مفرطا یعنی اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے ہماری آیتوں کی پوری تکذیب کی (جھٹلاتے رہے)۔

یہ آیت کفار کے علاوہ اہل بدعت کو بھی شامل ہے اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ... نص جو ان قرآنی آیتوں کے منکر ہیں جو مناقب و مدح اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہیں جیسے آیت رضوان (سورۃ الفتح) اور کنتم خیر امۃ الخ وہ بھی اس وعید سے ہرگز خارج نہیں۔ کِذَّابًا یا تو مصدر ہے جو تکذیب (جھٹلانے) کے معنوں میں یا پھر مبالغہ کا صیغہ ہے ای کانوا مبالغین فی تکذیب مبالغۃ المغالبین ۔ یعنی کفار دیگر مکذبین کی طرح بہت بڑے جھوٹے ہیں یا جھٹلانے میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں ۔

وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ کِتٰبًا ۞ اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے ۔

وَکُلَّ شَیْءٍ) اور ہر چیز

من الاشیاء التی من جملتھا اعمالھم و قال ابوحیان ای کل شی مما یقع علیہ ثواب والعقاب ۔ یعنی ان کے تمام اعمال وغیرہ میں سے ہر ایک چیز اور ابوحیان کا قول ہے ہر وہ شے جس پر ثواب یا عذاب (سزا) واقع ہوتا ہے ۔

اَحْصَیْنٰہُ) ہم نے اسے شمار کر رکھا ہے ۔

ای حفظناہ وضبطناہ یعنی ہم نے محفوظ کر رکھا ہے اور تحریر کر رکھا ہے۔

(کِتٰبًا ۰) لکھ کر

مصدر ہے اَحْصَیْنٰہُ کو مؤکد کرنے کے لیے کیونکہ شمار کرنا اور لکھنا ضبط (حفاظت و تحریر) کے معنوں میں مشترک ہیں یا پھر حال ہے بمعنی مکتوبًا فی اللوح او صحف الحفظۃ، لوح میں لکھا ہوا یا کراماً کاتبین کے نوشتوں میں لکھا ہوا کے معنوں میں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ان کے تمام اچھے اور بُرے اعمال ہمارے علم میں ہیں ہم ان پر ہی بدلہ دیں گے۔

(فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَکُمْ اِلَّا عَذَابًا ۰) اب چکھو کہ ہم تمہیں نہ بڑھائیں گے مگر عذاب۔

مسبب عن کفرھم بالحساب وتکذیبھم بالاٰیات۔ فَا سببیہ ہے ان سے یعنی ظالمین سے آخرت میں وقت عذاب کہا جائے گا کہ تم عذاب کا مزہ چکھو اپنے اُن اعمال کے باعث جن کا ہم نے حساب کر رکھا اور تمہارے آیات الٰہی کو جھٹلانے کی وجہ سے۔ اب جیسے تم دوزخ میں ہو تو ہم تمہارے لیے عذاب کو بڑھاتے ہی رہیں گے طبرانی میں حسن سے مروی ہے کہ میں نے ابو برزۃ الاسلمی سے کتاب الٰہی میں شدید ترین آیت کے بارے میں پوچھا جو دوزخیوں کے بارے میں ہو تو انہوں نے یہی آیت پڑھی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ نبا پ ۳۰

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ۰	بیشک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے۔
حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۰	باغ ہیں اور انگور۔
وَّکَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۰	اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی۔
وَّکَاْسًا دِھَاقًا ۰	اور چھلکتا جام۔
لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا کِذّٰبًا ۰	جس میں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں اور نہ جھٹلانا۔
جَزَآءً مِّنْ رَّبِّکَ عَطَآءً حِسَابًا ۰	صلہ تمہارے رب کی طرف سے نہایت کافی عطا
رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا یَمْلِکُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۰	وہ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے رحمن کہ اس سے بات کہنے کا [illegible]

نہ رکھیں گے۔

يَوۡمَ يَقُوۡمُ الرُّوۡحُ وَ الۡمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝

جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پرباندھے کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمن نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی۔

ذٰلِكَ الۡيَوۡمُ الۡحَقُّ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝

وہ سچا دن ہے اب جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنالے۔

اِنَّاۤ اَنۡذَرۡنٰكُمۡ عَذَابًا قَرِيۡبًا ۖ ۚ يَّوۡمَ يَنۡظُرُ الۡمَرۡءُ مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ وَ يَقُوۡلُ الۡكٰفِرُ يٰلَيۡتَنِىۡ كُنۡتُ تُرٰبًا ۝

ہم تمہیں ایک عذاب سے ڈراتے ہیں کہ نزدیک آگیا جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا ہائے میں کسی طرح خاک ہوجاتا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ نبا پ ۳۰

ان بے شک	للمتقین پرہیزگاروں کے لیے		مفازا۔کامیابی ہے
حدائق۔باغ	و۔اور	اعنابا۔انگور	و۔اور
کواعب۔جوان	اترابا۔ہم عمر عورتیں	و۔اور	کاسا۔پیالے
دھاقا۔بھرے ہوئے	لا۔نہ	یسمعون سنیں گے	فیہا۔اس میں
لغوا۔بیہودہ	و۔اور	لا۔نہ	کذّابا۔جھوٹ
جزاء۔بدلہ ہے	من ربک تیرے رب سے	عطاء۔عطاء	حسابا۔نہایت کافی
رب۔جو رب ہے	السموت۔آسمانوں کا	و۔اور	الارض۔زمین کا
و۔اور	ما۔جو	بینہما۔انکے درمیان ہے	الرحمن۔رحمن
لا۔نہیں	یملکون۔اختیار رکھیں گے منہ۔اس سے		خطابا۔بات کرنے کا۔
یوم۔جس دن	یقوم۔کھڑا ہوگا	الروح۔روح	و۔اور
الملٰئکۃ۔فرشتے	صفا۔صف باندھ کر	لا۔نہ	یتکلمون۔بولیں گے

الا۔ مگر
الرحمٰن۔ رحمٰن نے
ذلک۔ یہ
شاء۔ چاہے
مآبا۔ ٹھکانا
عذابا۔ عذاب
المرء۔ آدمی
ہ۔ اس کے نے
یلیتنی۔ ہائے میں

من۔ جسے
و۔ اور
الیوم۔ دن
اتخذ۔ پکڑے
انا۔ بیشک ہم نے
قریبا۔ قریب۔ سے
ما۔ جو
و۔ اور
کنت۔ ہوجاتا

اذن۔ اجازت دی
قال۔ کہا اس نے
الحق۔ حق ہے
الی۔ طرف
انذرنٰکم۔ ڈرایا ہم نے تم کو
یوم۔ جس دن
قدمت۔ آگے بھیجا
یقول۔ کہے گا
ترابا۔ مٹی

لہ۔ اس کے لیے
صوابا۔ درست
فمن۔ تو جو
ربہ۔ اپنے رب کی
ینظر۔ دیکھے گا
یدا۔ ہاتھوں
الکافر۔ کافر

مختصر تفسیر اُردو رکوع دوم سورہ نبا پ۳۰

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ہ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ہ وَّکَوَاعِبَ اَتْرَابًا ہ وَّکَاْسًا دِهَاقًا ہ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ہ

بے شک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے باغ ہیں اور انگور اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی اور چھلکتا جام۔ جس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں نہ جھٹلانا۔

(اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ہ) بے شک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے:

کفار کے بُرے احوال کے تذکرہ کے بعد مومنین کے احوال کی خوبیوں کے بیان کا آغاز ہے۔ مفازاً مصدر میمی ہے یا اسم مکان ہے ای للذین یتقون عمل الکفر فوزا وظفرا بمساعیھم او موضع فوزا و موضع نجاۃ۔ یعنی ان لوگوں کے لیے جو کفر سرکشی کے کاموں سے بچتے اور پرہیز کرتے تھے کامران ہوں گے اور اپنی مساعی اور کاوشوں کے نتیجہ میں کامیابی پائیں گے یا کامرانی کے مقام میں ہوں گے یا ایسی جگہ ہوں گے جہاں ہر شے سے نجات ہوگی اور وہ ہر مُراد پائیں گے۔ مقام سے مُراد جنت ہے۔

(حَدَآئِقَ) باغ میں

جمع حدیقۃ وھی بستان فیھا انواع الشجر المثمر زاد بعضھم والریاحین والزھر وقال راغب قطعۃ من الارض ذات ماء۔

حدیقہ (باغ) کی جمع ہے اور وہ باغ ہے جس میں مختلف قسم کے پھل دار درخت ہوں اور بعض نے اس پر زیادہ کہا ہے کہ اس میں پھولدار پودے اور گلاب وغیرہ بھی ہوں جبکہ راغب کا قول ہے کہ زمین کا وہ ٹکڑا جو پانی والا ہو اور اسی وجہ سے اسے حدقۃ العین سے باعتبار ہیئت تشبیہ بھی دیتے ہیں۔

(وَّاَعْنَابًا) اور انگور

جمع عنب۔ عنب کی (انگور) کی جمع ہے۔

(وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۙ) اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی۔

(کواعب) جمع کاعب وھی المرأۃ التی تکعب ثدیاھا واستدارمع ارتفاع یسیر ویکون ذلک فی سن البلوغ واحسن التسویۃ۔

کاعب (دوشیزہ) کی جمع ہے اور وہ عورت ہوتی ہے جس کے پستان ٹخنے کی طرح اٹھ رہے ہوں اور معمولی بلندی کے ساتھ ہی گولائی میں ہوں اور ایسی حالت عورتوں میں بلوغ اور اٹھان کی عمر میں بخوبی ہوتی ہے۔

(اَتْرَابًا) ہم عمر

بعض مفسرین نے لکھا ہے جنت کی عورتیں سب کی سب سولہ [16] برس عمر کی اور جنتی مرد سبھی تینتیس [33] سالہ عمر کے ہوں گے۔

(وَّكَاْسًا دِهَاقًا ۙ) اور چھلکتا جام

ای مترعۃً یقال دھق فلان الحوض وأدھقۃ ای ملأہ یعنی لبالب بھرے اور جیسے کہ اہل عرب کہتے ہیں کہ فلاں حوض لبریز ہو گیا اور ادھقۃ کا معنی ہے خوب بھر جانا۔ عکرمہ کا قول ہے کہ دھاقًا کا مطلب ہے صافیۃ ولا یخلوعن کدر یعنی صاف ہو اور وہ تلچھٹ سے خالی نہ ہو۔

(لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۚ) جس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں نہ جھٹلانا۔

ای فی الجنۃ وقیل فی الکاس یعنی جنت میں اور ایک قول ہے جام چھلکتے وقت کوئی قبیح کلام اور نہ ہی جھوٹی بات یا جھٹلانا سنیں گے۔ اور جنت میں کوئی بے ہودہ بات نہ سنیں گے اور نہ ہی کوئی کسی کو جھٹلانے گا۔

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۝ صلہ تمہارے رب کی طرف سے نہایت کافی عطا

جَزَآءً اور عَطَآءً دونوں مصدر ہیں اور مؤکد منصوب بمعنی ان للمتقین مفازا یعنی متقین کو ان کے اعمال کا مکمل اور پورا بدلہ ملے گا اور ان پر یہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی عطا ہوگی اور یہ بطور تفضیل و احسان ہوگا حسابا کے معنی ہیں ایسی عطا جو ملنے والے کے لیے کافی ہو اور بعض کا قول ہے کہ جنتیوں کے اعمال کے موافق ہوگی اور بعض کا قول ہے کہ فضل الہٰی کے موافق ہوگی کیونکہ اعمال فی نفسہٖ جزاء کے موجب نہیں۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝ وہ جو رب ہے آسمانوں کا زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے رحمن کہ اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے۔

(رَبِّ السَّمٰوٰتِ والارض وَمَا بَيْنَهُمَا) وہ جو رب ہے آسمانوں کا زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے۔

بدل من لفظہ ربك وفی ابدالہ تعظیم" لفظ ربك (جزاء من ربك) سے بدل ہے اور اس ابدال تعظیم و عظمت کا اظہار ہے۔

(الرَّحْمٰنِ) رحمن

عاصم نے رَبِّ السَّمٰوٰتِ میں رَبِّ جر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ رَبِّكَ کی دوسری صفت ہے یا اس سے بدل ہے۔

(لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝) کہ اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے۔

اہل کوفہ کے سوا رَبِّ کو رَبُّ (رفع) کے ساتھ پڑھا ہے اس تقدیر پر رب السمٰوٰت مبتدا اور الرحمٰن صفت اور لا یملکون خبر ہوگی۔

ای لا یملکون ان یخاطبوہ عزوجل بشیٔ من نقص العذاب او زیادۃ الثواب من غیر اذنہ تعالیٰ۔

یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے کہ ان کے

عذاب میں کمی کرے یا ثواب میں زیادتی فرمائے۔ واضح مفہوم یہ ہے ایسا تو یا بسبب خوف اور جلال الٰہی کے ہوگا یا یہ کہ انہیں کسی امر پر خواہ وہ عذاب سے متعلق ہو یا ثواب سے انہیں اعتراض کا کوئی حق نہ ہوگا کیونکہ مومن ہوں یا کفار سبھی اس کے مملوک وغلام ہیں۔ اور کسی کو دعویٰ استحقاق نہیں۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝

جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پرا باندھے کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمٰن نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی۔

(يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ) جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پرا باندھے۔

(يَوْمَ) لايملكون سے متعلق ہے جس کا مطلب ہے کہ جس دن روح اور فرشتوں کا قیام ہوگا اس دن حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے کوئی بھی بات نہ کر سکے گا۔ مراد یوم قیامت ہے۔ رُوح کے بارے میں ابوالشیخ نے ضحاک سے اور انہوں نے بحوالہ ابن عباس نقل کیا ہے انّہٗ جبریل علیہ السلام کہ اس سے مراد بلاشبہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ روح کے بارے میں علماء تفسیر سے جو منقول ہے ان میں چند ایک یہ ہیں:

۱۔ قیل الروح خلق اعظم من الملائکہ واشرف منھم واقرب من رب العالمین

رُوح فرشتوں میں سے سب سے بڑی مخلوق اور ان میں سے سب سے زیادہ بزرگ اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مقرب ہے۔

۲۔ قیل ھو ملك ماخلق اللہ عزوجل بعد العرش خلقا اعظم منہ عن ابن عباس انہٗ اذا کان یوم القیامۃ قام ھو وحدہ صفا والملائکۃ صفا۔ وہ ایک فرشتہ ہے جسے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے عرش کی تخلیق کے بعد اس سے (عرش سے) بڑی مخلوق پیدا فرمایا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو روح (وہ فرشتہ) ایک صف میں ہوگا جبکہ دوسرے تمام فرشتے دوسری صف میں ہوں گے۔

۳۔ عن الضحاك انہٗ لو فتح فاہ لوسع جمیع الملائکۃ علیھم السلام۔ ضحاک سے مروی ہے کہ وہ (روح فرشتہ) اتنا بڑا ہے کہ اگر وہ اپنا منہ کھول دے تو تمام ملائکہ علیھم السلام اس میں سما جائیں۔

۴۔ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الروح جند من جنود الله تعالیٰ یسوا ملائکة لهم رؤس واید وارجل" وفی روایة یاکلون الطعام ثم قرأ یوم یقوم الروح والملائکة صفا وقال هؤلاء جند وهؤلاء جند۔ روح اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے اور وہ فرشتے ہرگز نہیں ان کے سر، ہاتھ اور پاؤں بھی ہیں اور ایک روایت میں (یہ اضافی ہے) کہ وہ کھانا کھاتے ہیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا یوم یقوم الروح والملائکة صفا اور فرمایا یہ ایک لشکر ہیں اور وہ ایک لشکر ہیں۔

۵۔ هم حفظة الملائكة وہ نگہبان فرشتے ہیں۔

۶۔ قیل ملك موكل على الارواح وہ ارواح پر متوکل فرشتہ ہے۔

۷۔ الملك الذي يقال له الروح هو الذي يولج الارواح في الاجسام فانه يتنفس فيكون في كل نفس من انفاسه روح في جسم وهو حق يشاهده ارباب القلوب ببصائرهم۔ ایک فرشتہ ہے جسے روح کہا جاتا ہے اور وہ اجسام میں روحیں ڈالنے پر مامور ہے جب وہ سانس لیتا ہے تو اس کی سانسوں میں ہر ایک سانس جسم میں روح ہو جاتی ہے اور یہ حق ہے اور اہل حق (اولیاء کرام) نے اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

۸۔ امام بیہقی سے مروی ہے المراد به ارواح الناس وان قیامه مع الملائكة فیما بین النفختین قبل ان ترد الی الاجساد اس سے مراد انسانوں کی روحیں ہیں اور فرشتوں کے ساتھ ان کا قیام دونوں پھونکوں (نفخۂ اولیٰ اور نفخۂ ثانیہ) کے درمیان اس سے پہلے ہو گا کہ وہ اپنے اجسام کی طرف لوٹائی جائیں۔

۹۔ ابن عباس سے مروی ہے ان جبریل علیه السلام یوم القیامة لقائم بین یدی الجبار ترعد فرائصه فرقا من عذاب الله تعالیٰ یقول سبحنك لا اله الا انت ما عبدناك حق عبادتك وان ما بین منكبیه كما بین المشرق والمغرب اما سمعت قول الله تعالیٰ یوم یقوم الروح والملائكة صفا۔ بلاشبہ جبریل علیہ السلام قیامت کے دن اللہ جبار و قہار کے حضور اس طرح کھڑے ہوں گے اور خوف حق سبحانہ وتعالیٰ سے ان کے دونوں کندھے کانپ رہے ہوں گے اور عرض کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ تو پاک ہے تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور ہم نے جو تیری عبادت کا حق ہے حق ادا

نہیں کیا اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مشرق اور مغرب جتنا فاصلہ ہوگا اور آیت یوم یقوم الروح الخ کا مطلب یہی ہے۔

ابو نعیم نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ روح انسانی شکل کی ایک مخلوق ہے اگرچہ آدمی نہیں۔

ابو الشیخ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ روح ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار سر ہیں اور ہر سر میں ستر ہزار منہ اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں اور ہر زبان پر ستر ہزار کلمے ہیں جب وہ ذکر کرتا ہے تو اس کی ہر تسبیح پاکیزگی کے عوض ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔

(لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ) کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمٰن نے اذن دیا۔

بدل من ضمیر لایتکلمون وھو عائد الی اھل السمٰوٰت والارض الذین من جملتھم الروح والملائکۃ وذکر قیامھم مطفین لتحقیق عظمۃ سلطانہ تعالیٰ وکبریاء ربوبیتہ عزوجل وتھویل یوم البعث الذی علیہ مدار الکلام من مطلع السورۃ الکریمۃ الی مقطعھا والجملۃ استئناف مقرر لمضمون قولہ تعالیٰ لایملکون الخ ومؤکد لہ علی معنی ان اھل السمٰوٰت والارض اذا لم یقدروا حینئذ ان یتکلموا بشیٔ من جنس الکلام الا من اذن اللہ تعالیٰ منھم فی التکلم مطلقا۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے قول لایتکلمون کی ضمیر سے بدل ہے اور وہ سب آسمانوں اور زمین والوں کی طرف عائد ہے جن میں سے روح اور فرشتے بھی ہیں اور ان کے صف بستہ کھڑے ہونے کے بیان کا مطلب اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے رعب وجلال اور اس کی ربوبیت وکبریائی کے اظہار سے ہے اور روز قیامت کی ہولناکی وہیبت کی حالت ہے جس پر سورت کے آغاز سے آخر تک کلام کا مدار ہے اور اب یہ جملہ نئے سرے سے اسی مضمون کی تقریر ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے۔ یعنی لایملکون منہ خطابا کی تاکید ہے جس کا مطلب ہے کہ جب روح اور فرشتے جو تمام مخلوق میں افضل ہیں اور مقربین بارگاہ ہیں وہ نہ بول سکیں گے تو دیگر آسمانوں اور زمین والوں کا ذکر ہی کیا سوائے اس کے جس کو مطلق ان میں سے اللہ نے بولنے کی یا شفاعت کی اجازت عطا فرمائے۔

وَقَالَ صَوَابًا ۝ اور اس نے ٹھیک بات کہی

ای حقا ھو التوحید وقول لا الہ الا اللہ کما روی عن ابن عباس

یعنی حق بات کہی اور اس مراد توحید اور لا الہ الا اللہ کا اقرار یا کلمہ طیبہ کا پڑھنا ہے جیسا کہ

ابن عباس سے مروی ہے جبکہ بعض کا قول ہے کہ دنیا کی زندگی میں حق بات یعنی توحید باری تعالیٰ کا اعتقاد رکھا اور اس کا اعتراف کیا اور کفر سے بچتا رہا۔ اور کفار کو اجازت ہی نہ ہوگی کہ وہ معذرت کرسکیں۔

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝ — وہ سچا دن ہے اب جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنالے۔

(ذٰلِكَ الْيَوْمُ) وہ دن اشارۃ الی یوم قیامھم اس دن کی طرف اشارہ ہے جس میں وہ سب کھڑے ہوں گے۔

(الحقُّ) سچا۔ الخبر والمراد بالحق ای ذلك الیوم الثابت الکائن لامحالة حق دن کی خبر ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ یقیناً قیامت کا دن ہی حق و ثابت ہے اور وہ لامحالہ ہوگا۔

فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝

ای اذا کان الامر کما ذکر من تحقق الامر المذکور لامحالة فمن شاء ان یتخذ مرجعا الی ثواب ربه الذی ذکر شانه العظیم فعل ذلك بالایمان والطاعة یعنی جب امر قیامت جس کا کہ تفصیل سے بیان گزرا حق و ثابت ہے اور ضرور بالضرور واقع ہونا ہے تو جو شخص چاہتا ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے مذکورہ بڑے ثواب و انعام کی طرف رجوع کرے یعنی راستہ اختیار کرے اور ایمان و طاعت کے ذریعہ اس کا قرب چاہے۔ ابن المنذر نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ "مآباً" سے مراد ہے "سَبِیْلًا" یعنی راستہ۔ یعنی اہل ہدایت کا کا راستہ اپنائے اور عمل صالح کرے تاکہ عذابِ الٰہی سے مامون و محفوظ ہو۔

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ — ہم تمہیں ایک عذاب سے ڈراتے ہیں کہ نزدیک آگیا جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا ہائے میں کسی طرح خاک ہو جاتا۔

(اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ) ہم تمہیں ڈراتے ہیں۔

ای بما ذکر فی السورۃ من الآیات الناطقۃ بالبعث بما فیہ۔

یعنی جیسا کہ سورۂ مبارکہ میں بعث (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھنے) کے بارے میں آیات میں واضح بیان گزرا اور اَنْذَرْنٰکُمْ کی ضمیر میں کفار سے خطاب ہے یعنی اے کافرو ہم تمہیں یوم بعث اور اس میں ہونے والے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ اور جو کچھ یوم البعث میں ہوگا

(عَذَابًا قَرِیْبًا ۞) عذاب سے کہ نزدیک آگیا۔

ھو عذاب الآخرۃ وقربہ لتحقق اتیانہ اور وہ عذاب آخرت ہے اور اس کا نزدیک ہونا یا آجانا تحقیق ہے یعنی یقینی و قطعی ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ مُراد برزخی (قبر) عذاب ہے کہ اس کی ابتدا موت سے ہو جاتی ہے اور وہ حقیقتاً قریب ہی تو ہے۔

قتادہ کا قول ہے کہ عذاباً قریباً سے مراد عقوبۃ الذنب لانہ اقرب العذابین۔ گناہوں (کفر و شرک) کی سزا ہے اس لیے کہ وہ دونوں عذابوں سے زیادہ قریب ہے (دونوں عذابوں سے مُراد برزخ اور روزِ حشر کا عذاب ہے) جبکہ مقاتل فرماتے ہیں کہ آیت میں ضمیر مخاطبین یعنی کفار قریش کی طرف راجع ہے (کہ ضمیر حاضر ہے) تو عذاب قریب سے مُراد یوم بدر ہے قریش کے سرکردہ لوگوں کا مقتول و ہلاک ہونا ہے تو گویا اس آیت میں ہلاکت کفار قریش کی وعید و خبر ہے واللہ اعلم۔

(یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ) جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا۔

اَلْمَرْءُ کا اَلْمُرْءُ بھی پڑھا گیا ہے ابن ابی اسحٰق کی قرأت یونہی ہے جبکہ جمہور قراء نے اَلْمَرْءُ ہی پڑھا ہے جو قرأت متواترہ ہے اور اس سے مراد عام مومن اور کافر ہیں اور یَنْظُرُ کے ساتھ مَا موصولہ منصوبہ ہے اور عائد محذوف ہے والمراد یوم یشاھد المکلف المومن والکفر ماقدمہ من خیر او شر اور اس سے مُراد وہ دن ہے (روزِ قیامت) جب ہر مکلف مومن اور کافر اس کا مشاہدہ کرے گا (اپنا اعمالنامہ کھلی آنکھوں سے دیکھ لے گا) جو کچھ اس نے بھلائی اور برائی میں سے آگے (آخرت کے لیے) بھیجا ہوگا۔ ہاتھوں کی نسبت کنایہ ہے کہ امور خیر ہوں یا شر بالعموم ہاتھوں سے ہی ہوتے ہیں۔

(وَیَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا ۞) اور کافر کہے گا ہائے میں کسی طرح خاک ہو جاتا!

پچھلے جملہ میں "المرء" گزرا جو مومن و کافر سب کے لیے عام تھا اب لفظ الکافر تخصیص کی گئی اس کے قول کی اور مومن کو الگ کر دیا گیا اور یہ دلالت کر رہا ہے اہل ایمان کے لیے انتہائی فرحت و سرور اور کامرانی پر جبکہ کفار کے لیے اس میں مکمل نامرادی اور انتہائی حسرت ہے جب کفار مومنین پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے انعامات اور فضل و مہربانی دیکھیں گے تو بطور حسرت کہیں گے یلتنی کنت ترابا فی الدنیا فلم اخلق ولم اکلف او یلتنی کنت ترابا فی ھذا الیوم فلم ابعث اے کاش میں دنیا میں مٹی ہوتا اور پیدا نہ کیا گیا ہوتا اور نہ ہی ایمان واعمال کا مکلف ہوتا یا پھر میں آج کے دن (روز قیامت) خاک ہو جاتا (ہو رہتا) اور اس روز نہ اٹھایا جاتا کہ عذاب سے محفوظ رہتا۔ بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ روز قیامت بہائم زندہ کئے جائیں گے اور ان کا باہمی بدلہ دینے کے بعد ان سب کو خاک کر دیا جائے گا تو وہ کافر تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی یونہی خاک ہو جاتے اور عذاب آخرت سے بچ جاتے اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ "الکافر" سے مراد ابلیس (شیطان) ہے جس نے کہا تھا کہ خلقتنی من طین اور کہا تھا انا خیر منہ اور آدم علیہ السلام کو خود سے کمتر جانا تھا جب روز حشر آدم و اولاد آدم پر انعام الٰہی دیکھے گا اور اپنے عذاب و سزا کو دیکھے گا تو کہے گا کہ اے کاش میں مٹی ہوتا اور عذاب سے محفوظ رہتا۔

الحمد للہ آج سورۃ النباء کی تفسیر مکمل ہوئی

۵ رفروری ۱۹۹۴ء

سورۃ النازعات مکیۃ

اس سورت میں دو رکوع چھیالیس آیات ایک سو ننانوے کلمات اور سات سو تریپن حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ النازعات پ۳۰

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ	قسم ہے ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں۔
وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ	اور نرمی سے بند کھولیں۔
وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ	اور آسانی سے پیریں۔
فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ	پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں۔
فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ	پھر کام کی تدبیر کریں۔ کہ کافروں پر ضرور عذاب ہوگا۔
يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ	جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی
تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۭ	اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔
قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ	کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے۔
اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ	آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے۔
يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۭ	کافر کہتے ہیں کیا ہم پھر الٹے پاؤں پلٹیں گے۔
ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۭ	کیا جب ہم گلی ہڈیاں ہو جائیں گے۔
قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ	بولے یوں تو یہ پلٹنا نرا نقصان ہے۔
فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ	تو وہ نہیں مگر ایک جھڑکی۔
فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۭ	جبھی وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے۔

هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝	کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔
إِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝	جب اسے اس کے رب نے پاک جنگل طویٰ میں ندا فرمائی
اِذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهٗ طَغٰى ۝	کہ فرعون کے پاس جا اس نے سر اٹھایا۔
فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلٰٓى أَنْ تَزَكّٰى ۝	اس سے کہہ کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ ستھرا ہو۔
وَأَهْدِيَكَ إِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝	اور تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں کہ تو ڈرے۔
فَأَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝	پھر موسیٰ نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔
فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝	اس پر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔
ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعٰى ۝	پھر پیٹھ دی اور اپنی کوشش میں لگا۔
فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝	تو لوگوں کو جمع کیا اور پکارا۔
فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى ۝	پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں
فَأَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْأُوْلٰى ۝	تو اللہ نے اسے دنیا و آخرت کے دونوں کے عذاب میں پکڑا
إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝	بے شک اس میں سیکھ ملتا ہے اسے جو ڈرے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ النازعات پ ۳۰

و۔ قسم ہے ان کی جو	النزعت ۔ کھینچتے ہیں جان	غرقا ۔ ڈوبی ہوئی کو	و۔ اور انکی جو
النشطت ۔ بند کھولتے ہیں	نشطا ۔ نرمی سے	و۔ اور انکی جو	السبحت ۔ پیرتے ہیں
سبحا ۔ آسانی سے	فالسبقت ۔ پھر آگے بڑھنے والوں کی	سبقا ۔ جلدی سے	فالمدبرات ۔ پھر تدبیر کرنیوالوں کی
امرا ۔ کام میں	یوم ۔ جس دن	ترجف ۔ کانپے گی	الراجفۃ ۔ کانپنے والی
تتبعھا ۔ پیچھے آئیگی اسکے	الرادفۃ ۔ پیچھے آنے والی	قلوب ۔ کئی دل	یومئذ ۔ اس دن
واجفۃ ۔ دھڑکتے ہوں گے	ابصار ۔ آنکھیں	ھا ۔ ان کی	خاشعۃ ۔ نیچی ہوں گی
یقولون ۔ کہتے ہیں	ء ۔ کیا	انا ۔ ہم	لمردودون ۔ پھیرے جائینگے
فی ۔ بیچ	الحافرۃ ۔ میدان کے	ء ۔ کیا	اذا ۔ جب

کنا - ہوجائینگے ہم	عظاما - ہڈیاں	نخرۃ - بوسیدہ	قالوا - کہنے ہیں
تلک - یہ	اذا - اس وقت	کرۃ - لوٹنا ہے	خاسرۃ - خسارے کا۔
فانما - اس کے سوا نہیں	ھی - وہ	زجرۃ - ڈانٹ ہے	واحدۃ - ایک
فاذا - تو اچانک	ھم - وہ	بالساھرۃ - میدان میں ہونگے	ھل - کیا۔
اتاک - آئی تیرے پاس	حدیث - بات	موسی - موسیٰ کی	اذ - جب
نادہ - پکارا اسکو	ربہ - اسکے رب نے	بالوادی - وادی	المقدس - پاک
طوی - طوی میں	اذھب - جا	الی - طرف	فرعون - فرعون کی
انہ - اس نے	طغی - سرکشی کی ہے	فقل - تو کہہ	ھل - کیا ہے
لک - تجھ کو ضرورت	الی - اس کی	ان - یہ کہ	تزکی - تو پاک ہو
و - اور	اھدیک - راہ دکھاؤں تجھے الی - طرف		ربک - تیرے رب کی
فتخشی - کہ تو ڈرے	فارہ - پھر دکھائی اسکو	الایۃ - نشانی	الکبری - بڑی
فکذب - تو اس نے جھٹلایا	و - اور	عصی - نافرمانی کی	ثم - پھر
ادبر - پیٹھ پھیری	یسعی - کوشش کی	فحشر - پھر اکٹھا کیا	فنادی - اور پکارا
فقال - پھر کہا	انا - میں	ربکم - تمہارا رب ہوں	الاعلی - سب سے بلند
فاخذ - پھر پکڑا	ہ - اس کو	اللہ - اللہ نے	نکال - عذاب
الاخرۃ - آخرت	و - اور	الاولی - دنیا میں	ان - بیشک
فی - بیچ	ذلک - اس کے	لعبرۃ - عبرت ہے	لمن - اسکے لیے جو
یخشی - ڈرے۔			

سورۃ النازعات

سورۃ النازعات مکی ہے اور اس میں دو رکوع اور چھیالیس آیات ہیں اس سورت کے نام سورۃ الساہرہ اور سورت الطامۃ بھی ہیں اور اس کے بالکلیہ مکی ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلاشبہ یہ سورت سورت النباء کے بعد نازل ہوئی اور اس سورت کا حصہ (ابتدائی آیات) سورت النباء سے مشابہ ہے کیونکہ جو کچھ سورت النباء کے آخر میں ہے یعنی اسی کی تحقیق کے لیے بطور قسم سے یاد دہانی ہے یا اسی کے سارے مضمون کی متضمن ہے اور ذکر کیا ہے کہ پچھلی سورت (النباء) کے آخر میں روز قیامت عذاب سے انذار (ڈرانا) ہے اور اس روز میں جو سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس روز میں (یوم قیامت) بعث (دوبارہ زندہ اٹھنے) کے بارے میں قسمیں یاد فرمائی ہیں اور مضمون سابق کو متوکد فرمایا ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اوّل سورہ نازعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ○ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ○ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ○ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ○ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ○ۘ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ○ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ○ؕ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ○ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ○

قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں۔ اور نرمی سے بند کھولیں۔ اور آسانی سے پیریں پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں۔ پھر کام کی تدبیر کریں۔ کہ کافروں پر ضرور عذاب ہوگا جس دن تھرتھرائیگی تھرتھرانے والی اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔ کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے۔ آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے۔

(وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ○) قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں۔
واؤ قسمیہ ہے اور جواب قسم محذوف ہے یعنی قسم ہے نازعات کی اور نازعات سے مراد

فرشتوں کے وہ گروہ ہیں الذین ینزعون الارواح من الاجساد علی الاطلاق کما فی روایۃ
ابن عباس و مجاہد او ارواح الکفرۃ کما اخرجہ ابن المنذر عن علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم
جو علی الاطلاق روحوں کے اجسام سے نکالنے پر مقرر ہیں یا نکالتے ہیں جیسا کہ ابن عباس سے اور
مجاہد سے مروی ہے یا پھر کفار کی روحیں کھینچتے (نکالتے) ہیں جیسا کہ ابن المنذر نے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے۔ اور بعض علماء نے نازعات سے مراد ملائکہ عذاب لیے
ہیں جو کفار کی ارواح کھینچتے ہیں نَزْع کے معنی چھیننے اور کھینچنے کے ہیں غرقاً زوائد کے حذف کے
ساتھ مصدر متوکد ہے۔ ای اغراقا فی النزع من اقاصی الاجساد یعنی خوب شدت سے جسموں
کے خوب اندر سے جان کھینچنے والے۔ اور ایک قول ہے کہ یہ فرشتوں کی ایک نوع ہے اور النزع
جنس یعنی اس محل ہیں اور یہ کفار کے ساتھ زیادہ قریب ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ
فرشتے کافر کی روح کو اس کے جسم میں سے ہر بال اور ہر ناخن دونوں پاؤں کے جوڑوں (تلوؤں)
کے نیچے تک سے کھینچتے ہیں پھر اس کے جسم میں اسے لوٹاتے ہیں پھر اسے بشدت کھینچتے ہیں
یہاں تک کہ وہ نکلنے کے قریب ہو جاتی ہے۔ تو پھر اسے لوٹا دیتے ہیں اور ایسا بار بار ہوتا ہے
اور کفار کے ساتھ معاملہ یونہی ہوتا ہے۔

(وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝) اور قسم ان کی جو نرمی سے بند کھولیں۔

والنشط الاخراج برفق اور نشط کے معنی ہیں نرمی اور ملائمت کے ساتھ نکالنا اہل عرب
محاورۃً بولتے ہیں نَشَطَ الدَّلْوَ اس نے ڈول کو بہت آسانی سے نکال لیا۔ یہ بھی فرشتوں کی
ایک نوع ہے جو اہل ایمان کی روحیں بڑی نرمی اور آسانی سے قبض کرتے ہیں مومن کے لیے یہ
دنیا قید خانہ کی مثل ہے جیسا کہ حدیث میں ہے الدنیا سجن المومنین، بوقت
موت فرشتے اسے اس قید و بندش سے آزاد و رہا کرتے ہیں۔ ایک قول ہے والنّٰشِطٰت
سے مراد ملائکہ رحمت ہیں۔

(وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ سابحات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو مومنین
کے جسموں میں وقت موت پیرتے ہیں یا مومنوں کی ارواح کے ساتھ زمین و آسمان کے درمیان پرواز
کرتے ہیں، مجاہد کا قول ہے کہ مراد تیزی و سرعت رفتار کے ساتھ اترنے والے فرشتے ہیں عطاء
کا قول ہے کہ مراد کشتیاں ہیں جو دریا میں چلتی ہیں اور بعض کا قول ہے کہ مراد بادل ہیں اور بعض نے

کہا دریائی جانور مراد ہیں جو پانی کے اندر تیرتے ہیں۔

(فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝) پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے مراد وہ فرشتے ہیں جو امور طاعت و اعمال صالحہ میں انسانوں سے افضل ہیں یا بڑھے ہوتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مراد وہ نفوس مومنین ہیں جو لقاء الٰہی کے شوق و محبت میں ارواح کے قبض کرنے والے فرشتوں کا بڑھ کر استقبال کرتے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر مظہری کا قول ہے کہ مراد وہ ملائکہ ہیں جو کفار کی ارواح کی طرف سبقت کرتے ہیں کہ انہیں جلد عذاب کی طرف لے جائیں۔

(فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝) پھر کام کی تدبیر کریں۔

مراد وہ فرشتے ہیں جو امور دنیویہ کے انتظام پر مقرر ہیں یعنی جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مجملاً یونہی مروی ہے۔ ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے کہ مراد وہ فرشتے ہیں جو ملک الموت کے ساتھ اترتے ہیں۔ یا اس کے معاون ہیں یہ قسم اسی نوع پر ہے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

(کہ کافروں پر ضرور عذاب ہوگا) جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی۔ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔ کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے۔

(يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝) جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی۔

منصوب بالجواب المضمر۔ یوم ظرف زمان ہے۔ مراد روز حشر ہے اور یہ قسم کے جواب سے متعلق ہے جو محذوف ہے۔ والمراد بالراجفۃ الواقعۃ اَو النفخۃ التی ترجف الاجرام عندھا اور راجفہ سے مراد حشر کا واقع ہوتا ہے یا مراد ہے نفخۂ اولیٰ صور (اسرافیل کی پہلی پھونک) جس کے ساتھ زمین اور پہاڑ اور تمام سیارے ہل جائیں گے اور مضطرب و منتشر ہو جائیں گے۔ راجفہ کی تفسیر الحرکۃ سے کی گئی ہے یعنی ہلا، لرزا، تھرتھرا دینے والی۔ یا زلزلہ حشر مراد ہے۔

(تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝) اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔

ای الواقعة او النفخة التی تروف و تتبعہ الاولی وھی النفخة الثانیة ۔یعنی
قیامت یا حشر یا مراد وہ پھونک ہے جو پہلی پھونک کے بعد واقع ہوگی اور اس سے مراد نفخہ ثانیہ ہے
نفخہ اولی پر سب کچھ فنا ہو جائے گا اور ساری مخلوق مر جائے گی جبکہ نفخہ ثانیہ پر ہر شئے باذن باری
تعالی پھر سے زندہ کر دی جائے گی اور دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا جیسا کہ احادیث
میں متواتر ہے۔

(قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ٥) کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے

ای یوم ترجف وجفت القلوب ای اضطربت من شدۃ الفزع یعنی اس روز
جب نفخہ ثانیہ کے بعد لوگ زندہ ہو کر محشور ہوں گے (لیوم محشر) تو دل دھڑکتے ہوں
گے یعنی گھبراہٹ اور خوف وغم کی شدت کی وجہ سے مضطرب ہوں گے۔ ابن عباس سے مروی
ہے ان واجفة بمعنی خائفة واجفة کے معنی خوف زدہ کے ہیں اور یہ دلوں کی حالت
ہوگی کہ ہول ودہشت زدہ ہوں گے۔

(اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ٥) آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے۔

یہ حالت کفار و منکرین اور حشر و معاد کے منکرین کی ہوگی۔ای ابصارا ھلہا ذلیلة من
الخوف یعنی ان اہل حشر کی آنکھیں خوف کی شدت کی وجہ سے نیچی و جھکی ہوں گی۔ یہ معلول ہے
اس کی علت کا تذکرہ آگے ہے کہ نگاہوں کی پستی کی وجہ کیا ہوگی۔ اور کلام کا رُخ کفار کی طرف
دائر ہے جو آخرت کے منکر تھے اور اسے سچا نہیں سمجھتے تھے اور طرح طرح کی باتیں بناتے تھے۔

يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ٥ أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ٥ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ٥ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ٥ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ ٥

کہتے ہیں کیا ہم پھر الٹے پاؤں پلٹیں گے کیا جب گلی ہڈیاں ہو جائیں گے۔ بولے یوں تو یہ پلٹنا تو نرا نقصان ہے۔ تو وہ نہیں مگر ایک جھڑکی۔ جبھی وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گی۔

(يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ٥) کہتے ہیں کیا ہم پھر الٹے پاؤں پلٹیں گے

کلام سابق۔ ابصارھا خاشعة کی علت ہے اس لیے کہ کفار حیات بعد الموت کے منکر تھے
اور جب انہیں کہا جاتا تھا کہ تم مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جاؤ گے تو وہ یہ کہا کرتے تھے کہ کیا ہمیں
واقعی دوبارہ زندہ اٹھایا جائے گا۔ یعنی ایسا نہیں ہوگا أإنا میں استفہام انکاری ہے اور وہ بطور

تعجب کہا کرتے أإنا لمردودون بعد موتنا فی الحافرة ای فی الحالۃ الاولی یعنون الحیوۃ کما قال ابن عباس وغیرہ کیا ہمیں ہمارے مرنے کے بعد پہلی زندگی یعنی پہلی حالت (زندگی) کی طرف لوٹایا جائے گا جیسا کہ ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے مجاہد کا قول ہے الحافرۃ القبور المحفورۃ حافرۃ سے مُراد قبر کا گڑھا ہے یعنی کیا ہم قبروں میں سے دوبارہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔ ایک قول ہے الحافرۃ الحافر کی جمع بمعنی القدم (پاؤں) ہے۔

(ءَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝) کیا جب گلی ہڈیاں ہوجائیں گے

کفار کے انکار بعث کے بعد انکار مزید تاکید کے لیے ہے ایک قول ہے کہ ءَإذا کنا استفہام انکاری کے بعد خبر ہے اور بطور استہزاء کفار کا قول ہے ای أئذا کنا عظاما بالیۃ نردو نبعث یعنی کیا جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ بکھری ہوئی ہوجائیں گی تو کیا پھر بھی ہمیں پہلی حالت یعنی زندگی کی طرف دوبارہ لوٹایا جائے گا۔

(قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝) بولے یوں تو یہ پلٹنا تو نرا نقصان ہے۔

محمد بن کعب سے منقول ہے کہ جب آیت یقولون أإنا لمردودون فی الحافرۃ نازل ہوئی تو کفار مکہ نے کہا کہ اگر ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا گیا پھر تو ہم بڑے خسارے میں رہیں گے اس پر اس آیت کا نزول ہے جس میں ان کا قول مذکور ہے یہ یَقُوْلُوْنَ پر عطف ہے۔ ای اذا صحت تلک الرجعۃ فنحن خاسرون لتکذیبنا بھا یعنی جب مرنے کے بعد اگر دوبارہ زندگی کی طرف لوٹنا صحیح ہے تو یہ رجعت (واپسی) ہمارے لئے بڑے ہی گھاٹے کا باعث ہوگی کہ ہم اس ہی کو تو جھٹلاتے رہے ہیں کفار کا یہ کلام بطور استہزاء تھا اس پر انہیں انتباہ کیا گیا کہ ایسا ضرور ہوگا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے کچھ دشوار نہیں اور وہ ہر شئے پر قادر ہے۔

(فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۝) تو وہ نہیں مگر ایک جھڑکی۔

ھی راجع الی الرادفۃ۔ یہ رادفۃ (پیچھے آنے والی) کی طرف راجع ہے بیہقی سے منقول ہے کہ الرادفۃ سے مُراد نفخۂ ثانیہ ہے اور یہ نفخہ تو بس ایک جھڑکی ہے جس سے لوگ قبور سے نکل پڑیں گے۔ اِذْ زَجَرَ کے معنی ہیں اس نے جھڑکا یا ڈانٹا اور زَجْر کے معنی آواز سے نکالنے کے ہیں تو گویا زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ایک ہی جھڑکی سے قبروں سے باہر نکل پڑیں گے یہ نفخۂ ثانیہ کے وقت ہوگا ای حاصلۃ واحدۃ گویا یہ سب کچھ ایک ہی آواز یا جھڑکی سے حاصل ہو جائے گا جس کے کفار منکر ہیں۔

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝ تبھی وہ کھلے میدان میں آ پڑے ہوں گے۔

حینئذ بیان لترتب الکرۃ علی الزجرۃ مفاجاۃ ای فاذا ھم احیاء علی وجہ الارض بعد ما کانوا امواتا فی بطنھا۔ اب ترتیب کے ساتھ ذکر ہے جھڑکی سے پہلے وجود کا پھر جھڑکی کے بعد اچانک یوں ہو جائے گا یعنی جب وہ زندہ ہو کر روئے زمین پر آ پہنچیں گے اس کے بعد کہ وہ زمین کے پیٹ میں مردے تھے تو گویا فانما ھی زجرۃ واحدۃ جملہ معترضہ ہے جو واضح کر رہا ہے کہ جس چیز کا کفار انکار کر رہے اور اس کے وقوع پر استہزاء کرتے ہیں قدرت کے لیے اس کا لانا دشوار نہیں اور وہ مقدور ہوگا اور اللہ تعالیٰ بالکلیہ قادر ہے۔ ساھرہ سے مراد ہے روئے زمین، کشاف میں ہے الارض البیضاء ای التی لا نبات فیھا مراد سفید (چونا گچ) زمین ہے یعنی جس میں پیداوار نہ ہو۔ (روئیدگی نہ ہو) ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی ہے ان الساھرۃ ارض من فضۃ لم یعص اللہ تعالیٰ علیہ قط یخلقھا عز وجل حینئذ بے شک ساہرہ سے مراد چاندی کی زمین ہے کہ جب سے حق سبحانہ وتعالیٰ نے اسے خلق فرمایا اس پر اللہ کی نافرمانی نہ ہوئی۔ اور ابن عباس کا قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد یوں کہ زمکہ کی زمین) ہے ایک قول ہے کہ یہ ساتویں زمین ہے جسے اللہ لوگوں کے محاسبہ کے لیے لائے گا اور قرآن حکیم میں اسی طرف اشارہ ہے حین تبدل الارض غیر الارض۔ جب زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی۔ وہب بن منبہ کا قول ہے کہ ساہرہ سے مراد زمین کا ایک پہاڑ ہے جسے بروز قیامت لوگوں کے حشر کے لیے پھیلا دے گا، ابو العالیہ اور سفیان کا قول ہے ارض قریبۃ من بیت المقدس بیت المقدس سے کے قریب کی زمین مراد ہے ایک قول ہے کہ ساہرۃ سے مراد صحرا ہے جو جہنم کی وادی ہوگا یا جہنم کی جڑ یا کنارے پر ہوگا۔ قتادہ کا قول ہے مراد جہنم ہی ہے کہ جو کوئی اس میں ہوگا اس کو نیند نہ ہوگی۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝	کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی جب اسے اس
اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ	کے رب نے پاک جنگل طویٰ میں ندا فرمائی کہ
طُوًى ۝ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ	فرعون کے پاس جا اس نے سر اٹھایا اس
اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى	سے کہہ کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ
اَنْ تَزَكّٰى ۝ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى	ستھرا ہو اور تجھے تیرے رب کی طرف راہ
رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝	بتاؤں کہ تو ڈرے۔

(هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ۝) کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔

کلام مستانف وارد لتسلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تکذیب قومہ وتھدید لھم علیہ بان یصیبھم مثل ما اصاب من کان اقوی منھم واعظم۔

نئے سرے سے کلام ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ قوم کے جھٹلانے پر تسلی ودلجوئی کے لیے وارد ہوا ہے کہ افسردہ خاطر نہ ہوں اور صبر فرمائیں اور کفار کے لیے شدید دھمکی ہے کہ انہیں بھی ویسی بربادی وہلاکت سے دوچار نہ ہونا پڑے جو قوم فرعون کو پہنچی جو ان سے بہت زیادہ مضبوط اور طاقتور تھے۔ (ھَلْ) استفہام تقریری ہے یعنی تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام کی خبر آچکی جنہوں نے راہ حق میں اپنی قوم سے بہت تکلیفیں اٹھائیں۔

(اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝) جب اُسے اس کے رب نے پاک جنگل طویٰ میں ندا فرمائی۔

ظرف للحدیث موسیٰ، اِذْ ظرفیہ ہے اور اس کا خبر موسیٰ سے تعلق ہے جو آچکی طویٰ ایک وادی ہے جو ملک شام میں طور پہاڑ کے قریب ہے اور مقدس وادی کی صفت ہے جو اس کی بزرگی پر دلالت کر رہا ہے۔ اُس پاک وادی میں حضرت موسیٰ کو ندا فرمائی اور خلعت نبوت ورسالت پہنایا اور اپنے کلام سے برگزیدہ کیا اور دعوت ارشاد کے لیے فرعون کے پاس بھیجا۔

(اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝) کہ فرعون کے پاس جا اُس نے سر اٹھایا۔

ای وقال لہ اِذْهَبْ الخ وقیل ھو تفسیر للندا ای ناداہ اذھب۔ یعنی اس سے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) سے فرمایا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ ایک قول ہے کہ اِذْهَبْ، انداہ کی تفسیر وبیان ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام کو ندا فرمائی کہ فرعون کے پاس جاؤ۔ (اِنَّهٗ طَغٰى) یہ امر کے لیے تعلیل ہے یعنی وہ حد سے تجاوز کر چکا ہے اور سرکش ہوگیا ہے۔

(فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ۝) اُس سے کہہ کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ ستھرا ہو (فقل) اس سے کہہ۔ بعد ما اتیتہ یعنی اس کے بعد کہ تو اُس کے پاس پہنچے (هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى) کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ ستھرا ہو۔ ای ھل لک میل الی ان تزکی یعنی فرعون سے کہو کہ تمہیں اس طرف میل ورغبت (خواہش) ہے کہ ستھرا (پاک) ہو جائے ابن عباس سے مروی ہے کہ تو شرک وکفر کی آلودگی سے اور معصیت نافرمانی سے ستھرا ہو اور اس امر

کا اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔

(وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ٥) تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں کہ تو ڈرے۔

(وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ) تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں

ای ارشدك الی معرفته عزوجل فتعرفه یعنی میں تجھے معرفت الٰہی کی طرف ہدایت کروں تاکہ تو اُسے پہچانے۔

(فَتَخْشَىٰ) کہ تو ڈرے۔ اذ الخشیة لاتکون الا بعد معرفته قال اللہ تعالیٰ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء وجعل الخشیة غایة للهدایة لانها ملاك الامور خشی اللہ تعالیٰ اتی منه کل خیر ومن امن اجترأ علی کل شر۔ یعنی جب معرفت الٰہی حاصل ہو تو جب ڈرنے لگے کیونکہ خشیت نہ ہوگی مگر حصول معرفت کے بعد ارشاد حق تعالیٰ ہے اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں یعنی جتنا علم و معرفت زیادہ ہوتا ہے اتنا خوف زیادہ ہوتا ہے اور خشیۃ کو ہدایت کے لیے غائت (غرض و سبب) قرار دیا اس لیے کہ وہ حکم کا مقصود و مطلوب ہے (نتیجہ ہے) جو اللہ سے ڈر گیا اُسے اللہ کی طرف ہر بھلائی میسر آگئی اور وہ جو ایمان لایا وہ ہر خرابی سے مامون و محفوظ ہوگیا۔ ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من خاف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل جو ڈر گیا وہ راہ پر چل پڑا اور جو راہ پر چل پڑا وہ منزل پہ پہنچ گیا۔

فَأَرَىٰهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ٥ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ٥ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ ٥ فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ٥ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ٥ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ٥ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ع

پھر موسیٰ نے اُسے بہت بڑی نشانی دکھائی اس پر اُس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی پھر پیٹھ دی اپنی کوشش میں لگا تو لوگوں کو جمع کیا پھر پکارا۔ پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں تو اللہ نے اُسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا۔ بے شک اس میں سیکھ ملتا ہے اُسے جو ڈرے

(فَأَرَىٰهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ٥) پھر موسیٰ نے اُسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔ والمراد علی ما روی عن الحبر قلب العصا حیة فانها کانت المقدمة والاصل والاخری کالتبع لها وعلی ما روی عن مجاهد ذلك والید البیضاء فانهما باعتبار الدلالة

کالآیۃ الواحدۃ ۔

اور جیسا کہ جلالمات ابن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آیۃ الکبریٰ سے مراد عصاء کلیم کا اژدھا
صورت میں پھرتا ہے کیونکہ یہ نشانات قدرت کا مقدمہ اور اصل تھا اور دوسرے نشانات
گویا اس کے متبع میں تھے اور مجاہد سے اس کے علاوہ یہ بھی مروی ہے کہ ید بیضا بھی مراد ہے
اور یلا شبہ دلالت کے اعتبار سے بھی ایک عظیم نشانی کی طرح تھے کہ مقصد وحید صداقت رسول
علیہ السلام کا اظہار تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ثبوت کے طور پر یہ دونوں معجزات دکھائے۔

(فَكَذَّبَ وَعَصٰى ٥) اس پر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔

(فَكَذَّبَ) اس پر اس نے جھٹلایا۔ بموسیٰ علیہ السلام وسمی معجزاتہ
سحرًا یعنی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا انکار کیا اور آپ کے معجزات
عظیمہ کو جادو کہا (وَعَصٰى) اور نافرمانی کی۔ یعنی اللہ کی نافرمانی کی بلکہ باوجود جاننے کے
کہ حضرت موسیٰ نبی برحق ہیں تو نہ صرف اطاعت سے منہ موڑا بلکہ اس سے بھی قبیح بات کہ وجود
باری کا کھلا انکار کیا۔ جو عصیان ہی نہیں طغیان شدید ہے۔

(ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ٥) پھر پیٹھ دی، اپنی کوشش میں لگا۔

(ثُمَّ اَدْبَرَ) پھر پیٹھ دی ای تولی عن الطاعۃ یعنی اطاعت سے منہ موڑا اور
ایمان نہ لایا۔

(يَسْعٰى) اپنی کوشش میں لگا۔ ای ساعیا مجتہدا فی ابطال امرہ علیہ السلام
و معارضۃ الآیۃ یعنی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کو باطل کرنے میں اور
آیات الٰہیہ (معجزات) کے رد کرنے میں بہت زیادہ شدید دوڑ دھوپ کی۔ ایک قول ہے
کہ عصاء کلیم جب صورت اژدھا میں اس کی طرف لپکا تو پیٹھ موڑ کر تیزی سے بھاگا۔

(فَحَشَرَ فَنَادٰى ٥) تو لوگوں کو جمع کیا پھر پکارا۔

(فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى) پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔

(فَحَشَرَ) لوگوں کو جمع کیا۔ ای فجمع السحرۃ یعنی جادوگروں کا اکٹھا کیا ایک
قول ہے جمع جنودہ او اھل مملکتہ، اس نے اپنے لشکروں (فوجوں) کو جمع کیا یا
اپنی حکومت کے اعوان و انصار و سرداروں کو اکٹھا کیا۔

(فَنَادٰى) پھر پکارا۔ ای فی المجمع بنفسہ او بواسطۃ المنادی یعنی لوگوں میں خود
کہا پھر منادی کے ذریعہ کہلوایا لیکن پہلا قول قوی ہے کہ ارشاد باری ہے (فقال انا ربکم الاعلیٰ

اس نے بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔ یعنی میرے اوپر اور کوئی رب نہیں۔
(فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝) تو اللہ نے اُسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا۔

النکال بمعنی تنکیل کالسلام بمعنی التسلیم وھو التعذیب الذی ینکل من رآہ اوسمعہ ویمنعہ من تعاطی ما یفضی الیہ نکال تنکیل کے معنی میں ہے جیسے سلام تسلیم کے معنوں میں اور اس سے مراد سبق سکھانے والا عذاب و سزا ہے جو اس کے دیکھنے اور سننے والوں کو اس طرح کی جسارت و جرم کرنے سے روک دے۔

ای نکل اللہ تعالٰی بہ نکال الاخرۃ والاولی وھو الاحراق فی الاخرۃ والاغراق والاذلال فی الدنیا۔ یعنی اللہ نے اُسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا اور وہ آخرت میں دوزخ میں جلنا اور دنیا میں غرق کیا اور ذلیل و رسوا ہوا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ بے شک اس میں سیکھ ملتا ہے اُسے جو ڈرے۔

ای فیما ذکر من قصۃ فرعون۔ بعرۃ عظیمۃ لمن شانہ ان یخشی۔
یعنی فرعون کے واقعہ و قصہ میں جو تذکرہ گزرا اُس میں ان لوگوں کے لیے بہت بڑا سبق ہے جو نصیحت پکڑنے یا حاصل کرنے والے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ النازعات پ۳۰

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۝ کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بنانا مشکل یا آسمان کا اللہ نے اسے بنایا

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝ اس کی چھت اونچی کی پھر اسے ٹھیک کیا۔

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝ اس کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی چمکائی۔

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝ اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۝ اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔

وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝ اور پہاڑوں کو جمایا۔

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝ تمہارے اور تمہارے چوپاؤں کے فائدہ کو۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ پھر جب آئے گی وہ عام مصیبت سب سے بڑی

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝
اس دن آدمی یاد کرے گا جو کوشش کی تھی۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝
اور جہنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کی جائے گی۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝
تو وہ جس نے سرکشی کی۔

وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝
اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔

فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِىَ الْمَاْوٰى ۝
تو بیشک جہنم ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝
اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔

فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى ۝
تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝
تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے۔

فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ۝
تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝
تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ۝
تم تو فقط اسے ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرے

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ۝
گویا جس دن وہ اسے دیکھیں گے دنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ النازعات پ۳۰

ء ۔کیا	انتم ۔تم	اشد ۔سخت ہو	خلقا ۔پیدائش میں
ام ۔یا	السماء ۔آسمان	بنٰہا ۔بنایا اسکو	رفع ۔بلند کیا
سمکہا ۔اسکی چھت کو	فسوٰہا ۔پھر اسے درست کیا	و ۔اور	اغطش ۔اندھیری کی
لیلہا ۔اس کی رات	و ۔اور	اخرج ۔نکالا	ضحٰہا ۔اسکی روشنی کو
و ۔اور	الارض ۔زمین کو	بعد ۔بعد	ذلک ۔اس کے
دحٰہا ۔بچھایا	اخرج ۔نکالا	منہا ۔اس سے	ماءھا ۔اس کا پانی
و ۔اور	مرعٰہا ۔چارہ اس کا	و ۔اور	الجبال ۔پہاڑوں کو
ارسٰہا ۔جمایا	متاعا ۔فائدہ ہے	لکم ۔تمہارے لیے	و ۔اور
لانعامکم ۔تمہارے چارپایوں کیلئے	فاذا ۔تو جب	جاءت ۔آئیگی	الطامۃ ۔مصیبت

الکبری - بڑی
من - جو
الجحیم - جہنم
من - جس نے
الحیوۃ - زندگی
ھی - وہی ہے
من - جو
و - اور
فان - تو بیشک
یسئلونک - پوچھتے ہیں آپ سے
ایان - کب ہے
من ذکرٰھا - اسکے بیان سے
انما - صرف
یخشٰھا - اس سے ڈرے
لم - نہیں
او - ور

یوم - جس دن
سعی - کوشش کی
لمن - اسکے لیے جو
طغی - سرکشی کی
الدنیا - دنیا کو
الماوی - ٹھکانہ
خاف - ڈرا
نہی - روکا
الجنۃ - جنت
مرسٰھا - اس کا قائم ہونا
الی - طرف
انت - آپ
کانھم - گویا کہ وہ
یلبثوا - ٹھہرے وہ
ضحٰھا - اسکے دن چڑھے۔

یتذکر - یاد کریگا
و - اور
یری - دیکھے
و - اور
فان - تو بیشک
و - اور
مقام - کھڑا ہونے سے
النفس - نفس کو
ھی - وہی ہے
عن الساعۃ - قیامت کے متعلق
فیم - کیا تعلق ہے
ربک - تیرے رب کی ہے
منذر - ڈرانے والے ہیں
یوم - جس دن
الا - مگر

الانسان - انسان
برزت - ظاہر کی جائیگی
فاما - تو
اثر - پسند کیا
الجحیم - جہنم
اما - وہ
ربہ - اپنے رب کے سامنے
عن الھوی - خواہش سے
الماوی - ٹھکانہ
انت - تمہارا
منتھٰھا - اسکی انتہا۔
من - اسکو جو
یرونھا - دیکھیں گے اسکو
عشیۃ - ایک شام

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ النازعات پ ۳۰

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ	کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بنانا مشکل
بَنٰهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ۝ وَ	یا آسمان کا اللہ نے اُسے بنایا۔ اس
اَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ۝	کی چھت اونچی کی پھر اُسے ٹھیک کیا۔ اس
وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ۝	کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی چمکائی۔
اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ۝	اور اس کے بعد زمین پھیلائی اُس میں سے
وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ	اس کا پانی اور چارہ نکالا۔ اور پہاڑوں
وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝ فَاِذَا جَآءَتِ	کو جمایا۔ تمہارے اور تمہارے چوپاؤں
الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ یَوْمَ یَتَذَكَّرُ	کے فائدہ کو۔ پھر جب آئے گی وہ عام مصیبت

اَلْاِنْسَانُ مَا سَعٰی ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰی ۝ سب سے بڑی اُس دن آدمی یاد کرے گا جو کوشش کی تھی اور جہنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کی جائے گی۔

(ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا ۝) کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بنانا مشکل یا آسمان کا اللہ نے اُسے بنایا۔

(ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا) منکرین بعث کو خطاب ہے ای اخلقکم بعد موتکم اشد ای اشق واصعب فی تقدیرکم یعنی کیا تمہیں تمہارے خیال کے مطابق تمہارے مرنے کے بعد (دوبارہ) پیدا کرنا زیادہ سخت یا بوجھل یا بھاری ہے (ام السماء) ای ام خلق السماء یا آسمان کا بنانا ان تمام اشیاء کے ساتھ جو اس میں ہیں (بَنٰهَا) اللہ نے اُسے (آسمان کو بنایا) اور موصول (الّتی۔ جیسے) محذوف ہے۔ یعنی اللہ اس پر مکمل قادر ہے کہ جو شئے تخلیق میں آسمان سے کمزور ہے حالانکہ تمہارا وجود اسی کائنات سماوی کا ایک معمولی حصہ ہے۔

(رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ۝) اس کی چھت اُونچی کی پھر اُسے ٹھیک کیا۔

ای جعل ثخنها مرتفعاً فی جهة العلو یعنی آسمان کی (موٹائی) بلندی کو اونچائی کی جہت میں خوب ایک انداز سے تک اونچا کیا۔ ایک قول ہے کہ بغیر ستونوں کے خوب اونچا بلند کیا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ آسمان دنیا کی زمین سے بلندی پانچسو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان کی بلندی دوسرے آسمان سے پانچسو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان کی اپنی موٹائی (وثخن کل ذلك) بھی یونہی ہے یعنی پانچسو سال کی مسافت ہے (فَسَوّٰهَا) ای جعلها سواء فیما اقتضته الحکمة یعنی اُسے درست بنایا جس طرح کی اس کی حکمت کا مقتضیٰ تھا فلم یخل عزوجل قطعة منها اور ایسا درست بنایا کہ اس میں کہیں بھی کوئی خلل یا رخنہ نہیں۔

(وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا) اس کی رات اندھیری کی۔

ای جعله مظلما یقال غطش اللیل واغطشه الله تعالیٰ کما یقال ظلم واظلمه۔ یعنی اُسے تاریک بنایا اہل عرب کہتے ہیں غَطَشَ اللَّيْلُ رات اندھیری ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے اُسے آسمان سے پیدا ہونے والی رات کو اندھیری بنا دیا جیسے ظلم سے اظلمہ بولتے ہیں یعنی اس پر زیادتی کی۔

(وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ٥) اور اس کی روشنی چمکائی۔
ای ابرز نہارھا یعنی نور آفتاب کے ساتھ اس کی روشنی کو چمکدار کر دیا (خوب روشن و اجالا کر دیا)
(وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ٥) اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔
بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی تخلیق اور رات کا تاریکی ہونا اور اس کی روشنی کا چمکا تا تخلیق زمین سے مقدم ہے لیکن بعض علماء کا قول ہے ذٰلِكَ سے مراد مع ذلک ہے یعنی ساتھ ہی پیدا فرمایا جبکہ بیضاوی کا قول ہے کہ "بعد" اظہار مرتبہ کے لیے کہ آسمان اعلیٰ و بلند ہے جبکہ ایک قول ہے کہ تخلیق ارضی پہلے ہی ہوئی تھی مگر اسے بعد میں پھیلایا گیا اور "دحٰھا" کا معنی یہی ہے ای بسطھا ومدھا لسکنی اھلھا یعنی اُسے بچھایا اور خوب پھیلایا تاکہ اس پر اہل زمین سکونت رکھ سکیں۔
اور حسن سے یونہی مروی ہے انھا کانت یوم خلقت قبل الدحو کھیئۃ الفھر بلاشبہ زمین پھیلانے سے پہلے اول روز چٹان کی صورت پر پیدا کی گئی۔ اور اللہ نے فرمایا ہے خلق الارض فی یومین کہ اللہ نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ اور اس کے علاوہ دو دنوں میں اس میں اہل زمین کے لیے برکت و روزی وغیرہ مقدر فرمائی۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ (ثم استوٰی الی السماء) تو یہاں بظاہر آسمان کی تخلیق مؤخر نظر آتی ہے لیکن "ثم" بعد کے معنوں میں نہیں بلکہ اظہار رفعت و مرتبہ کے لیے جو آسمان کے لیے بہ نسبت زمین کے خوب ظاہر ہے۔
(اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ٥) اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا
بان فجر منھا عیونا واجری انھارا۔ یعنی اس میں سے چشمے نکالے پھوٹے اور نہروں (دریاؤں) کو جاری کیا۔ اَلْمَرْعٰی زبر کے ساتھ مصدر ہے اور مرعٰی اسم ظرف مکان ہے یا مفعول یعنی چراگاہ یا سبزے اور ایک قول ہے انہ خاص ما یاکلہ الحیوان غیر الانسان کہ مراد اس سے خاص چارہ ہے انسانوں کو چھوڑ کر صرف مویشی اور جانور وغیرہ کھاتے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس سے مراد مطلق الماکول للانسان وغیرہ یعنی انسانوں اور دوسرے جانداروں کے لیے کھانے کی چیزیں ہوں۔
(وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ٥) اور پہاڑوں کو جمایا
ای اثبتھا۔ یعنی پہاڑوں کو زمین پر جمایا تاکہ اُسے سکون ہو اور لرزتی نہ رہے۔
(مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ٥) تمہارے اور تمہارے چوپاؤں کے فائدہ کو۔
قیل مفعول لہ ای فعل ذٰلک تمتیعا لکم ولانعامکم لان فائدۃ ما ذکر من

الدحو واخراج الماء والمرعی واصلاح الیھم ولانھا منفعات المرعی کما سمعت مجاز عما یاکلہ الانسان وغیرہ۔ ایک قول ہے کہ متاعا اس کے لیے مفعول ہے یعنی ایسا اس لیے کیا کہ تمہیں فائدہ ہو اور تمہارے چوپاؤں کو اس لیے کہ فائدہ جب کا ذکر دحو (بچھانا) اخراج الماء (پانی کا نکالنا) اور المرعی (چارہ) وغیرہ سے ہوا ان کی طرف عامل ہے اور چوپاؤں کے لیے کیونکہ چارہ یا سبزیاں مجازا بولا گیا ہے کہ انسان کا اصل حصہ اس میں ہیں۔ یعنی پانی اور سبزہ سب جانداروں کے لیے مفید ہے۔

(فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی ۝) پھر جب آئے گی وہ عام مصیبت جو بڑی ہے الطامۃ الکبری سے مراد قیامت ہے اور حسن سے مروی ہے انما النفخۃ الثانیۃ اس سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے جس میں پردے قبروں سے اٹھائے جائیں گے ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے قاسم بن ولید الہمدانی سے روایت کی ہے انما الساعۃ التی یساق فیہا اھل الجنۃ الی الجنۃ واھل النار الی النار مراد قیامت کا وہ وقت ہے جس میں جنتی لوگ جنت کی طرف اور جہنمی لوگ جہنم کی طرف پہنچائے جائیں گے۔ مجاہد کا قول ہے وہ وقت ہے کہ جب لوگ مالک داروغہ جہنم کی طرف لوٹائے جائیں گے الکبری الطامۃ کی صفت ہے اور الطامۃ کے معنی میں بڑا حادثہ اور ایک قول ہے مغلوب کرنے والی ناقابل برداشت مصیبت۔ یعنی جب وہ مصیبت عامہ آئے گی جو بہت بڑی ہوگی۔

(یَوْمَ یَتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی ۝) اس دن آدمی یاد کرے گا جو کوشش کی تھی۔ "یَوْمَ" الطامۃ الکبری سے بدل کل ہے یا اذا جاءت سے بدل بعض ہے اس سے مراد یہ ہے ای یتذکر فیہ یعنی اس دن یاد کرے گا جو کوشش کی تھی۔ والمراد یوم یتذکر کل احد ما عملہ من خیر او شر بان یشاھدہ مدونا فی صحیفتہ وکان نسیہ من فرط الغفلۃ او طول الامد اور مطلب یہ ہے کہ اس دن ہر ایک شخص یاد کرے گا جو اس نے بھلائی یا برائی کے کام کئے تھے اس لیے کہ وہ اسے اپنے صحیفہ اعمال میں لکھا ہوا درج دیکھ لے گا اور اس سے پہلے وہ انہیں غفلت و سستی کی وجہ سے یا طویل زمانے کی وجہ سے بھلائے ہوئے تھا۔

(وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی ۝) اور جہنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کی جائے گی ای اظھرت اظھارا بینا لا یخفی علی احد۔ "جاءت" یا "یتذکر" پر عطف

جب کہ ایک قول ہے کہ "الانسان" سے حال ہے یعنی ہر دیکھنے والے پر جہنم خوب ظاہر ہو جائے گی (وہ اُسے اچھی طرح دیکھ لے گا) اور کسی پر چھپی نہ رہے گی اور نمایاں ہو جائے گی۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ۝ وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی ۝ — تو وہ جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو بے شک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

(فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ۝) تو وہ جس نے سرکشی کی ای فامامن عتا وتمرد عن الطاعة وجاوز الحد فی العصیان حتی کفر۔ یعنی جس کسی نے نافرمانی شعار کی اور اطاعت و فرماں برداری سے منہ موڑا اور گناہوں اور نافرمانیوں میں حد سے تجاوز کیا (بڑھ گیا) یہاں تک کفر اختیار کیا۔

(وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ۝) اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔

ای اختار الحیوۃ الدنیا الفانیة التی هی علی جناح الفوات فانهمك فیما متع به فیها ولم یستعد للحیوۃ الاخرة الابدیة بالایمان والطاعة۔ یعنی دنیا کی زندگی کو اختیار کیا جو فنا ہونے والی ہے اور گناہوں اور خواہشات کی طرف خوب مائل کرنے والی ہے اس میں ان امور سے فائدہ اٹھانے میں جو اس میں ہیں معروف و مشغول ہو گیا اور آخرت کی زندگی کے لیے جو دائمی زندگی ہے ایمان و طاعت کے ذریعہ اس کے لیے ہرگز کوئی تیاری نہ کی۔

(فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی ۝) تو بے شک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

ای الماوی له یعنی اس شخص کے لیے جس نے دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی اور ایمان نہ لایا اور نہ ہی فرمان برداری کی اس ہی کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی ۝ — اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

(وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ) اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا ای مقامه بین یدی مالك امره یوم الطامة الکبری۔ یعنی جو قیامت کے دن جو بڑی مصیبت کا دن ہے اپنے پروردگار کے حضور جو اس دن کا مالک و حاکم ہے حساب

کے لیے کھڑے ہونے سے (پیشی) سے ڈر گیا۔

(وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝) اور نفس کو خواہش سے روکا۔

ای زجرها وکفها عن الهوی المردی وهو المیل الی الشهوات وضبطها بالصبر

یعنی اپنی نفس کو دھمکایا (ڈرایا) اور ذلیل وبری خواہشات سے روکا اور ھوی سے مراد نفسانی خواہشات کی محبت وطلب ہے اور اس نے صبر کے ساتھ ان خواہشات سے ضبط کیا ایک قول ہے کہ حرام اشیاء سے بچا اور نفس کی مخالفت کی حضرت ابن عباس اور مقاتل سے مروی ہے انه الرجل یهم بالمعصیة فیذکر مقامه للحساب بین یدی ربه سبحانه فیخاف فیترکها۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی گناہ کا ارادہ کرے پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور حساب فہمی اسے یاد آئے تو وہ اللہ کے خوف سے ڈر جائے اور اسے چھوڑ دے

(فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝) تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

ای له لاغیرها۔ یعنی ایسے شخص (جس کا ذکر اوپر گزرا) کا ٹھکانا جنت ہے اور اس کے علاوہ کا نہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝	تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے۔ تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق۔ تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔ تم تو فقط اُسے ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرے۔ گویا جس دن وہ اُسے دیکھیں گے دنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے۔

(يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝) تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے۔

ای متی ارساؤها ای اقامتها یریدون متی یقیمها الله تعالیٰ ویکونها ویثبتها

یعنی قیامت کب بپا ہو گی یعنی کب قائم ہو گی وہ چاہتے ہیں (کفار) کہ اللہ تعالیٰ اسے کب قائم کرے گا اور وہ کیونکر ہو گی اور اس کی انتہا کیا ہو گی۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ کفار مکہ بطور تمسخر واستہزا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وقوع قیامت کا سوال کرتے

تھے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو آپ سے خطاب فرما کر کہا گیا۔ مرسیٰ مصدر میمی ہے من سا ہا یعنی ثبت یہ کب واقعہ ہوگی۔

(فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ۝) تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق۔ حاکم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے قیامت کے متعلق عرض کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ فِيمَ خبر ہے اور مبتدا محذوف ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس سوال سے کیا غرض ہے اور اس کا کیا فائدہ اور انت من ذکرٰھا جملہ مستانفہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود آثار قیامت سے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے بعثت انا والساعۃ کھاتین کہ میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں جس طرح یہ دونوں انگلیاں۔ ایک قول ہے ای فی ای شئی انت من ان تذکرلھم فیما کہ مراد کہ آپ ان کفار کے لیے قیامت کے وقت کے ذکر میں کیوں پڑے ہیں ہماری حکمت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ اس کے وقت وتعین کو پوشیدہ رکھیں۔

(إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝) تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔

ای الیہ تعالیٰ یرجع علمھا ای علمھا بکنھھا و تفاصیل امرھا و وقت وقوعھا لا الی احد غیرہ سبحانہ وتعالیٰ۔ یعنی اس کا علم (قیامت کا علم) اللہ ہی کو معلوم ہے یعنی اس کی کہنہ وکیفیت اور اس کے امور کی پوری تفصیل اور اس کے واقعہ ہونے کا قطعی وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور کفار جو اس مطالبے پر لگے ہوئے ہیں کہ قیامت کیوں کر اور کب واقع ہوگی تو وہ جان چکے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہی علامات قیامت میں سے اہم اور اقرب ترین علامت ہے تو اس سوال سے انہیں کیا غرض ہے۔

(إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشٰهَا ۝) تم تو فقط اسے ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرے

ای تعیین وقتھا الذی لم یفوض الیک فما لھم یسئلونک عما لم تبعث لہ۔ یعنی قیامت کے وقت کا تعین جو ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کے لیے رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے کہ لوگوں کو قیامت کا وقت بتائیں تو ان کفار کو کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کریں جس کے لیے آپ مبعوث ہی نہیں ہوئے رہا یہ کہ آپ مُنذِر ہیں اس شخص کے لیے جو ڈرنے والا ہے تو مقصد یہ ہے کہ آپ کے

انذار کا نفع اُسے ہی حاصل ہوتا ہے جو اس دن سختی کے خوف سے ڈر گیا اور ہدایت کو قبول کر لیا
وگرنہ آپ کی بعثت تو عام ہے یعنی سب کے لیے ہے۔
(كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝) گویا جس دن وہ اسے
دیکھیں گے دنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے۔
والمعنی کانهم یوم یرونها لم یلبثوا بعد الوعید بها الا عشیة او ضحٰها.
اور کفار جو قیامت کے منکر ہیں جب وہ واقع ہو جائے گی تو اس کے اہوال و خطرات کو
دیکھ کر دنیا کی زندگانی اور قیام برزخ کی موت بھول جائیں گے اور خیال کریں گے کہ گویا ہم وہاں
ایک روز اور شاید اس دن کے پہلے یا پچھلے حصہ میں رہے تھے یعنی بہت تھوڑی دیر سے
تھے یہ کفار کے سوال کا جواب ہے۔

الحمد للہ آج ۵ ذیقعدۃ ۱۴۱۴ھ
۱۷ اپریل ۹۴ء سورت النازعات کی تفسیر پوری ہوئی۔

سورۃ عبس مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع، بیالیس آیات، ایک سو تیس کلمات اور پانچ سو تینتیس حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ عبس پ ۳۰

عَبَسَ وَتَوَلّٰىۙ
تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔

اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰىؕ
اس پر کہ اس کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا۔

وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤىۙ
اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہو۔

اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰىؕ
یا نصیحت لے تو اسے نصیحت فائدہ دے۔

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰىۙ
وہ جو بے پرواہ بنتا ہے۔

فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰىؕ
تم اس کے تو پیچھے پڑتے ہو۔

وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰىؕ
اور تمہارا کچھ نقصان نہیں کہ وہ ستھرا نہ ہو۔

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰىۙ
اور وہ جو تمہارے حضور ملکتا آیا۔

وَهُوَ یَخْشٰىۙ
اور وہ ڈر رہا ہے۔

فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰىۚ
تو اسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہو۔

كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌۚ
یوں نہیں یہ تو سمجھانا ہے۔

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗۘ
تو جو چاہے اسے یاد کرے۔

فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍۙ
ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں۔

مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭۙ
بلندی والے پاکی والے۔

بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍۙ
ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے جو کرم والے نکوئی والے

كِرَامٍۭ بَرَرَةٍؕ
ہیں۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗؕ
آدمی مارا جائیو کیا ناشکرا ہے۔

مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ؕ
اسے کاہے سے بنایا۔

مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۙ
پانی کی بوند سے اسے پیدا فرمایا پھر اسے طرح طرح
کے اندازوں پر رکھا۔

ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ۙ
پھر اسے راستہ آسان کیا۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ
پھر اسے موت دی پھر قبر میں رکھوایا۔

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ؕ
پھر جب چاہا اسے باہر نکالا۔

كَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ؕ
کوئی نہیں اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اسے
حکم ہوا تھا۔

فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ۙ
تو آدمی کو چاہیے اپنے کھانوں کو دیکھے

اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۙ
کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا۔

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۙ
پھر زمین کو خوب چیرا۔

فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا ۙ
تو اس میں اگایا اناج

وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ۙ
اور انگور اور چارہ۔

وَّ زَیْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ۙ
اور زیتون اور کھجور

وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا ۙ
اور گھنے باغیچے

وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ۙ
اور میوے اور دوب

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ؕ
تمہارے فائدے کو اور تمہارے چوپایوں کے

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۫
پھر جب آئے گی وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ۙ
اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی۔

وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ۙ
اور ماں اور باپ۔

وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ ؕ
اور جورو اور بیٹوں سے۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَىٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ؕ
ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے
وہی اسے بس ہے۔

وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ۙ
کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے۔

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ
ہنستے خوشیاں مناتے۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

اور کتنے مونہوں پر اس دن گرد پڑی ہوگی۔
ان پر سیاہی چڑھ رہی ہے۔
یہ وہی ہیں کافر بدکار۔

حل لغات سورۃ عبس پ ۳۰

عبس۔ تیوری چڑھائی	و۔ اور	تولی۔ منہ پھیرا	ان۔ یہ کہ
جاء۔ آیا	ہ۔ اسکے پاس	الاعمی۔ ایک نابینا	و۔ اور
ما۔ کیا	یدریک۔ جانے تو	لعلہ۔ شاید وہ	یزکی۔ پاک ہوجائے
او۔ یا	یذکر۔ نصیحت لے	فتنفعہ۔ تو نفع دے اسے	الذکری۔ نصیحت
اما۔ وہ	من۔ جو	استغنی۔ بے پرواہ بنتا ہے	فانت۔ تو
لہ۔ اسکی طرف	تصدی۔ توجہ کرتا ہے	و۔ اور	ما۔ نہیں
علیک۔ تجھ پر کوئی اعتراض	الا۔ یہ کہ نہ	یزکی۔ پاک ہو	و۔ اور
اما۔ وہ	من۔ جو	جاء۔ آیا	ک۔ تیرے پاس
یسعی۔ دوڑتا ہوا	و۔ اور	ھو۔ وہ	یخشی۔ ڈرتا ہے
فانت۔ تو تو	عنہ۔ اس سے	تلھی۔ بے پرواہی کرتا ہے	کلا۔ ہرگز نہیں
انہا۔ بیشک وہ	تذکرۃ۔ نصیحت ہے	فمن۔ جو	شاء۔ چاہے
ذکرہ۔ یاد کرے	ہ۔ اس کو	فی۔ بیچ	صحف۔ صحیفوں کے
مکرمۃ۔ جو عزت والے	مرفوعۃ۔ بلند	مطھرۃ۔ پاک ہیں	بایدی۔ ساتھ ہاتھ
سفرۃ۔ ایلچیوں	کرام۔ بزرگ	بررۃ۔ اور نیک کے	قتل۔ مارا جائے
الانسان۔ انسان	ما اکفرہ۔ کس قدر وہ ناشکرا ہے		من ای۔ کس
شیء۔ چیز سے	خلقہ۔ اسے پیدا کیا	من نطفۃ۔ نطفہ سے	خلقہ۔ اسے پیدا کیا
فقدر۔ پھر اندازہ کیا	ہ۔ اس کا	ثم۔ پھر	السبیل۔ رستہ
یسرہ۔ آسان کیا	ہ۔ اس کا	ثم۔ پھر	اماتہ۔ مارا اسکو
فاقبر۔ پھر قبر دی	ہ۔ اس کو	ثم۔ پھر	اذا۔ جب

شاء۔ چاہے گا
لما۔ ابھی نہیں
ہ۔ اس کو
طعامہ۔ اپنے کھانے کی
صبا۔ اچھی طرح
شقا۔ خوب پھاڑنا
و۔ اور
و۔ اور
و۔ اور
فاکھۃ۔ میوے
لکم۔ تمہارے لیے
فاذا۔ تو جب
یفر۔ بھاگے گا
امہ۔ اپنی ماں سے
صاحبتہ۔ اپنی بیوی
امرئ۔ آدمی کے لیے
وجوہ۔ کئی منہ
مستبشرۃ۔ خوش
علیھا۔ ان پر
اولئک۔ یہ لوگ

انشرہ۔ اٹھائے گا
یقض۔ پورا کیا
فلینظر۔ تو چاہیے دیکھے
انا۔ بیشک ہم نے
ثم۔ پھر
فانبتنا۔ تو اگائے ہم نے
عنبا۔ انگور
زیتونا۔ زیتون
حدائق۔ باغ
و۔ اور
و۔ اور
جاءت۔ آجائے گی
المرء۔ آدمی
و۔ اور
و۔ اور
منہم۔ ان میں سے
یومئذ۔ اس دن
و۔ اور
غبرۃ۔ غبار ہوگا
ھم۔ وہی ہیں

ہ۔ اسکو
ما۔ جو
الانسان۔ انسان
صببنا۔ گرایا
شققنا۔ پھاڑا ہم نے
فیھا۔ اس میں
و۔ اور
و۔ اور
غلبا۔ گھنے
ابا۔ گھاس
لانعامکم۔ تمہارے چارپایوں کے لیے۔
الصاخۃ۔ کان پھاڑنے والی یوم۔ جس دن
من اخیہ۔ اپنے بھائی سے و۔ اور
ابیہ۔ اپنے باپ سے
بنیہ۔ اپنے بیٹے سے
شان۔ ایک فکر ہے
مسفرۃ۔ سفید ہونگے
وجوہ۔ کئی چہرے
ترھقھا۔ چڑھی ہوگی اس پر
الکفرۃ۔ کافر

کلا۔ ہرگز نہیں
امرہ۔ حکم دیا
الی۔ طرف
الماء۔ پانی
الارض۔ زمین کو
حبا۔ اناج
قضبا۔ چارہ
نخلا۔ کھجور
و۔ اور
متاعا۔ فائدہ ہے
و۔ اور
لکل۔ ہر
یغنیہ۔ کہ اسکو کافی ہے
ضاحکۃ۔ ہنستے
یومئذ۔ اس دن
قترۃ۔ سیاہی
الفجرۃ۔ فاجر

سُورَۃُ عَبَس

سورت عَبَسَ مکی ہے اور سورہ مبارکہ کے نام سورت الصاخۃ اور سورت السفرۃ بھی ہیں اور اسے سورت الاعمیٰ بھی کہا گیا ہے اس کی ۴۲ (بیالیس) آیات ہیں اور ایک رکوع ہے۔ اس سورت کا تعلق پچھلی سورت کی آیت انما انت منذر من یخشھا کے مضمون سے ہے اور اسی مضمون کا تذکرہ اس سورت میں ہے کہ انذار کا نفع صرف ڈرنے والوں کے لیے ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ عَبَسَ پ ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عَبَسَ وَتَوَلّٰی ○ اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی ○

تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ اس کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا۔

جامع الاصول میں ہے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد تھے ان کا نام عمرو بن قیس بن زائدہ تھا اور وہ عامر بن لوئ القرشی کی اولاد سے تھے ایک قول ہے کہ ان کا نام عبداللہ بن عمرو تھا اور ایک اور قول کے مطابق عبداللہ بن شریح بن مالک ہے ام مکتوم ان کی والدہ کی کنیت تھی اور ان کا نام عاتکہ بنت عبداللہ المخزومیہ تھا زمخشری نے کہا کہ یہ ان کی والدہ نہیں بلکہ دادی تھیں اور عبداللہ نابینا تھے جب کہ ایک قول ہے کہ مادر زاد اندھے تھے اور اسی وجہ سے ان کی والدہ کی کنیت ام مکتوم مشہور ہوئی۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صنادید قریش میں سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبدالمطلب، امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ کو دعوت اسلام دے رہے تھے اور آپ امید کر رہے تھے کہ وہ اسلام قبول کر لیں گے عبداللہ نابینا تھے اور وہ کچھ دیکھ نہ سکتے تھے اپنی دھن میں بار بار عرض کرتے رہے کہ یا رسول اللہ جو کچھ اللہ نے آپ کو سکھایا ہے وہ مجھے بھی تعلیم فرمائیے انہیں معلوم و محسوس ہی نہ ہوا کہ حضور مصروف

دعوت ہیں اور قطع کلامی کا ارتکاب ہو رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف سے بالکلیہ قطع کلامی پر ناگواری ہوئی اور چہرہ اقدس پر اس ناگواری کے اثرات ظاہر ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے رُخ موڑ لیا اور صنادید قریش کے ساتھ گفتگو میں متوجہ رہے۔ تو ان آیات کا نزول ہوا۔ ترمذی غرائب میں ہے کہ ابن ام مکتوم نے گذارش کی کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری بات اچھی نہیں لگ رہی تو ارشاد فرمایا نہیں۔ الاعمیٰ کہنے میں ابن ام مکتوم کی معذوری کا اظہار ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حوالے سے ان کے لیے نرمی وشفقت کی نصیحت ہے کہ ان کی بلا قطع کلامی پر چشم پوشی فرمائیں اور ان کی اخلاص نیت کا لحاظ فرمائیں۔ وہ سابقون الاولون من المہاجرین سے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں متعدد مرتبہ اپنی غیبت میں اہل مدینہ پر امام مقرر کیا۔ ان آیات کے نزول کے بعد ان کا اکرام کرتے اور انہیں دیکھتے تو فرماتے مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی ویقول ھل لک من حاجۃ خوش آمدید اس مرد کے لیے جس کے معاملے میں مجھے میرے پروردگار نے عتاب فرمایا اور فرماتے کیا تمہارا کوئی کام ہے۔

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ ۝ اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہو۔

استفہام انکاری نفی کے معنوں میں ہے مطلب یہ ہے آپ کو اس کے حال پر کون آگاہ کرے۔ ذلک لما فیہ من الایناس بعد الایحاش والاقبال بعد الاعراض والتعبیر عن ابن ام مکتوم بالاعمی للاشعار بعذرہ فی الاقدام علی قطع کلام الرسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولشاغلہ بالقوم۔

اس میں مانوس نہ ہونے کے بعد (کراہت کے بعد) انسیت (مانوسیت) ہے اور اعراض کے بعد اقبال ہے اور ابن ام مکتوم کو اعمیٰ کہنے کے ساتھ ان کی طرف سے عذر کا اظہار ہے کہ وہ نابینا ہونے کی وجہ سے قطع کلامی کے مرتکب ہوئے جبکہ آپ قوم کے ساتھ دعوت ارشاد میں مشغول تھے۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز واکرام کا پہلو بھی روشن ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم کے حال کی طرف متوجہ نہ تھے (ان کے خلوص باطنی اور رغبت حق کی طرف کامل متوجہ نہ تھے) اور اس وقت آپ کی پوری توجہ صنادید قریش کی طرف مبذول تھی اور آپ اُن کی طرف سے قبول حق کی خوب رغبت وتوقع رکھتے تھے اگر یہ حال نہ ہوتا تو ابن ام مکتوم سے رخ انور نہ موڑتے سورت کے شروع میں خطابیہ انداز نہیں اور ماضی غائب کے صیغے ہیں جس کا مطلب ہے کہ آپ کی نیت اور منشاء یوں تو نہ تھا اگرچہ ظاہراً ایسا ہوا تو وہ اس وجہ سے ہوا کہ ابن ام مکتوم تمہارے

فرمان برادر ادر دو کا، تو تھے ہی لیکن آپ کی رغبت، دعوت صنادید قریش کے ایمان کے لیے غالب ہو گئی اور یہ آپ کے فرائض نبوت و رسالت کا مقتضیٰ بھی تھا اور آپ نے انہیں ابن ام مکتوم سے مقدم رکھا اور کفار قریش سے اعراض میں خطرہ محسوس کیا کہ وہ اسے اچھا نہ جانیں گے اور عدم قبول کا بہانہ پالیں گے۔ حالانکہ آپ ہرگز ایسے نہیں ہیں کہ آپ سے عدم التفات کا ظہور ہو تو "دما یدریك" کہہ کر آپ کو بھی معذور قرار دیا ہے اور آپ کے ملال کو جو اس غیر ارادی ظاہری فعل سے ہوا مانوس بنا کر دور کیا ہے۔ سبحان اللہ کیا شان محبوبیت ہے۔ "لعله یزکی" سے مراد ہے کہ شاید وہ آپ کے ارشاد سن کر گناہوں اور معصیت کے کاموں سے بچ جائے اور نور ہدایت صاف ستھرا، پاکیزہ ہو جائے۔ اور یہ کہ وہ اسی فیضان کے لیے ہی تو آیا تھا۔

اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝ یا نصیحت لے تو اُسے نصیحت فائدہ دے۔

(اَوْ يَذَّكَّرُ) ای یتعظ یعنی آپ کی نصیحت قبول کرے اور یاد الٰہی میں مشغول ہو جائے (فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝) ای ذکراك وموعظتك یعنی اُسے (ابن ام مکتوم) کو آپ کی یاد دہانی، وعظ و نصیحت فائدہ دیتی ہے اور وہ مکمل طور پر پاکیزہ ہو جاتا اور نفسانی خرابیوں سے بھی ستھرا ہو جاتا اور اس حالت و خشیت قلبی ترقی کرتی۔ اس میں اشارہ ہے کہ ابن ام مکتوم صنادید قریش سے بڑھ کر حقدار تھے اور وہ نہ صرف سمجھ رہے تھے بلکہ پوری طرح سمجھنا چاہ رہے تھے جبکہ کفار سن ضرور رہے تھے مگر درحقیقت کچھ نہیں سمجھنا چاہتے تھے اور نہ سمجھنے کے قابل تھے۔ الا ماشاء اللہ۔

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝ وہ جو بے پرواہ بنتا ہے تم اس کے تو پیچھے پڑتے ہو اور تمہارا کچھ زیان (نقصان) اس میں کہ وہ ستھرا نہ ہو۔

(اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝) وہ جو بے پرواہ بنتا ہے۔

ای عن الایمان وعما عندك من العلوم والمعارف التی ینطوی علیها القرآن یعنی ایمان سے اور اس سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان علوم و معارف میں سے ہے جس پر قرآن حکیم دائر ہے ایک قول ہے استغنیٰ بکفرہ وعما یهدیه یعنی اپنی سرکشی اور کفر پر بے پرواہ ہے اور اس سے بھی جو آپ اُسے ہدایت فرماتے ہیں۔ ایک قول ہے ای واما من کان ذا ثروۃ یعنی وہ جو اپنے مال و دولت کی وجہ سے قبول ہدایت سے

بے پرواہ بنا ہوا ہے ابن عباس سے یہی مروی ہے مراد اس سے ولید بن مغیرہ یا ابوجہل یہی ہے۔

(فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ○) تم اس کے تو پیچھے پڑتے ہو۔

اہل حرم نے تَصَدّٰى۔ ص کی تشدید سے پڑھا ہے کہ اصل میں تتصدی ہے اور تاء دوسری صاد میں مدغم ہو گئی۔ ابوجعفر نے تُصُدّٰى پڑھا ہے ای تعرض یعنی اعراض کرتے ہو (منہ پھیرتے ہو) بحر میں ہے تصدد صدد سے ہے جس کے معنی منہ موڑ کر پھیرنے کے ہیں لیکن زل ہے کہ الصدی وھو العطش الصدی سے مراد بڑی پیاس یا طلب ہے ای تتصدی وتتعرض بالاقبال علیہ والاھتمام بارشادہ واستصلاحہ وفیہ مزید تنفیر لہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مصاحبتھم۔ یعنی آپ منہ پھیر کر اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور اس کو اہتمام کے ساتھ دعوت ہدایت فرماتے ہیں اور اس کی اصلاح و بھلائی چاہتے ہیں تو گویا اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مصاحبت سے الگ اور دور رہنے کا حکم ہے اس لیے کہ یہ امر سرے سے آپ کی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ آپ کا کام صرف پہنچانا ہے مانیں یا نہ مانیں آپ کو اس سے غرض نہیں۔

(وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ○) اور تمہارا کچھ نقصان نہیں اس میں کہ وہ ستھرا نہ ہو۔

ولیس عَلَيْكَ بأس فی ان یتزکی بالاسلام حتی یبعثك الحرص علی اسلامه الی الاعراض عمن اسلم۔ اور آپ کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ قبول اسلام کے ساتھ پاکیزہ نہ بنے اگر واقعہ آپ کا کوئی نقصان ہوتا پھر تو ضرور اس کے قبول اسلام کی خواہش و رغبت (طمع) آپ کے لیے ایک اسلام قبول کرلے سے اعراض کے لیے عذر ہوتی چونکہ آپ کا کام صرف دعوت کا پہنچانا ہے اور کسی کا ایمان لانا یا نہ لانا آپ کے ذمے نہیں جو ایمان لائے گا تو اپنے لیے اور نہ لائے تو اس کا وہ ذمہ دار ہے اور آپ کے لیے کوئی نقصان نہیں کہ آپ اپنا فریضہ ادا کر چکے۔

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ○ وَهُوَ يَخْشٰى ○ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ○

اور وہ جو تمہارے حضور ملکتا آیا اور وہ ڈر رہا ہے تو اُسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہو۔

(وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ○) اور وہ جو تمہارے حضور ملکتا آیا

ای ابن ام مکتوم جاءک مسرعا طالبا لما عندک من احکام الرشد وخصال

لخیر۔ یعنی عبداللہ بن ام مکتوم جو آپ کے حضور خوب کوشش کر کے یعنی نابینا ہونے کے باوصف لڑکھڑاتا، ٹھوکریں کھاتا، گرتا پڑتا لکتا ہوا آیا۔ اور وہ طلبگار تھا اس کا جو تمہارے پاس احکام ہدایت اور نیک خصلتوں و بھلائیوں میں سے ہے یہ ابن ام مکتوم کی حالت و کیفیت کا بیان ہے۔

(وَهُوَ يَخْشٰى ٥) اور وہ ڈر رہا ہے۔

ای یخاف اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر رہا ہے ایک قول ہے کہ کفار سے ڈر رہا ہے کہ آپ کے پاس آنے کی وجہ سے اسے اذیت دیں گے۔ وقیل العثار والکبوۃ اذ لم یکن معہ قائد اور ایک قول ہے کہ ٹھوکریں کھاتا گرتا پڑتا لڑکھڑاتا اور چہرے کے بل جھکتا گرتا جبکہ اس کے لیے کوئی راہنمائی کرنے والا نہیں۔ یہ یکشیٰ کے فاعل (ابن ام مکتوم) کا حال ہے۔

(فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ٥) تو اُسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہو

ای یشغلک الحرص علی دعاء الکافر للاسلام۔

یعنی کافر کو دعوت اسلام پر حرص نے آپ کو مشغول کیا اور آپ نے سچے طلبگار کو ترجیح نہ دی یہ عتاب کی علت ہے کہ اُس کا عکس چاہیے تھا کہ آپ ابن ام مکتوم کو توجہ عطا فرماتے اور کفار کو چھوڑ دیتے اور ان کے لیے اہتمام و رغبت نہ رکھتی کیونکہ یہ امر آپ کے ذمہ فرض ہی نہیں تھا۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ٥ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ٥ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ٥ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ٥ بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ ٥ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ٥

یوں نہیں، یہ تو سمجھانا ہے تو جو چاہے اسے یاد کرے ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں بلندی والے پاکی والے ایسوں کے ہاتھ لکھے ہُوئے جو کرم والے نکوئی (نیکی) والے۔

(كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ٥) یوں نہیں، یہ تو سمجھانا ہے۔

(کَلَّا) یوں نہیں مبالغۃ فی ارشادہ صلی اللہ علیہ وسلم الی عدم معاودۃ ما عوتب علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے

تاکید ہے کہ جس امر پر عتاب ہُوا ہے پھر ویسا نہ فرمائیں اور اس میں لوگوں کے لیے آداب حسنہ کی تعلیم بھی ہے حدیث شریف میں ہے کہ اس امر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر کسی فقیر کے لیے کبھی تیوری ظاہر ہُوئی اور نہ ہی کسی امیر کے لیے خصوصی رغبت توجہ یا اہتمام کا ظہور ہُوا حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ان الفقراء کانوا فی مجلسہ امراء و بلاشبہ آپ کی مجلس شریفہ میں فقراء کی جماعت ہی حقیقتاً امراء تھی۔

(اِنَّھَا تَذْکِرَۃٌ) یہ تو سمجھانا ہے۔

(اِنَّھَا) للقرآن العظیم والتانیث لتانیث الخبر۔ ضمیر قرآن حکیم کی طرف راجع ہے اور تانیث خبر کے لیے جو مؤنث ہے۔

(تَذْکِرَۃٌ) ای موعظۃ یجب ان یتعظ بھا ویعمل بموجبھا۔ یعنی قرآن حکیم نصیحت و یاد دہانی ہے اور ضروری ہے کہ اس کے ساتھ ہی وعظ و نصیحت کی جائے اور اس کے موجبات کے مطابق عمل کیا جائے یعنی آیات قرآن حکیم مخلوق کے لیے پند و موعظت اور نصیحت ہیں۔

(فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ ۝) تو جو چاہے اسے یاد کرے۔

یعنی ہر شخص کو اختیار ہے چاہے نصیحت قبول کرے اور یاد الٰہی میں مصروف ہو اور چاہے تو نہ کرے مگر ظاہر ہے کہ نہ کرنے والوں پر ناراضگی کا اظہار ہے اور کرنے والوں کی ستائش ہے اور یہ جملہ گویا پچھلے مضمون کو مؤکد کررہا ہے۔

(فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ۝) ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں۔

یہ تَذْکِرَۃٌ کی صفت ہے کہ وہ تذکرہ صُحُفِ انبیاء میں لکھا ہوا ہے یا مراد لوح محفوظ ہے۔ ایک قول ہے کہ مُراد وہ نوشتے ہیں جو اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر تحریراً محفوظ کر رکھے تھے اور مکۃ المکرمہ میں تدوین قرآن کی یہی صورت تھی کہ لکھے ہوئے کہ منتشر اجزاء کی صورت میں محفوظ تھا پھر عہد صدیقی میں بصورت مصحف جمع کیا گیا۔

(مُکَرَّمَۃٌ) عنداللہ عزوجل یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے نزدیک وہ صحیفے عزت والے ہیں یہ صُحُفٌ کی صفت ہے۔

(مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَھَّرَۃٍ ۝) بلندی والے پاکی والے

(مَّرْفُوْعَۃٍ) ای فی السماء السابعۃ کما قال یحیٰی بن سلام او مرفوعۃ القدر

یعنی ساتویں آسمان جیسا کہ یحییٰ بن سلام سے مروی ہے یا مُراد ہے اللہ کے عزت و شان

والے۔

(مُّطَهَّرَةٍ) منزهة عن مساس ایدی الشیاطین او عن کل دنس علی ما روی عن الحسن وقیل عن الشبه والتناقض۔ یعنی شیاطین کے ہاتھوں کے مساس (چھونے) سے پاک ہے اور جنبی و بے وضو کے چھونے سے پاک ہے جیسا کہ حسن سے مروی ہے اور ایک قول ہے کہ ہر قسم کے شک وشبہ اور تناقض (اختلاف) سے مبرا و پاک ہے۔ یعنی انہیں پاکوں کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

(بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ۝ کِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۝) ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے جو کرم والے نکوئی والے۔

ای کتبة من الملائکة علیهم السلام کما قال مجاهد وجماعة فانهم ینسخون الکتب من اللوح وهو جمع سافر ای کاتب والمصدر السفر کالضرب وعن ابن عباس هم الملائکة المتوسطون بین الله تعالیٰ و انبیائه علیهم السلام علی انه جمع سافر ایضاً بمعنی سفیر ای رسول و واسطة۔ یعنی حضرات ملائکہ (فرشتے) علیہم السلام کے لکھے ہوئے جیسا کہ مجاہد اور ایک علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ فرشتے لوح محفوظ سے کتب (قرآن) کو نقل کرتے ہیں اور سَفَرَةٌ سَافِرٌ کی جمع ہے یعنی لکھنے والا اور السَّفْرُ اَلضَّرْبُ کی طرح مصدر ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ مراد اس سے وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام کے درمیان سفیر و واسطہ ہیں۔ کہ سَفَرَةٌ سَافِرٌ کی جمع بھی ہے جس کے معنی سفیر کے ہیں یعنی فرستادہ اور واسطہ، ایک قول ہے کہ مراد انبیاء علیہم السلام ہیں کہ وہ حق سبحانہ و تعالیٰ اور اُمّت (لوگوں) کے درمیان اللہ کے سفیر ہیں اور اس لیے بھی کہ وہ وحی لکھتے ہیں لیکن یہ درست نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا وظیفہ وحی کی تلاوت ہے اور کتابت و تحریر نہیں جبکہ ان پر وحی کی جائے اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن حکیم کی کتابت نہیں کرتے تھے بلکہ اصلاً لکھتے ہی نہ تھے جیسا کہ احادیث واخبار میں مشہور ہے (آپ نبی امی تھے) اور آپ کا وظیفہ امت کو اوامر و نواہی اور شرائع واحکام کی تعلیم تھی اور صرف سفارت ہی نہ تھی ابن المنذر نے وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ مراد اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ساری امت کے درمیان سفراء و واسطہ ورابطہ ہیں اور بعض کا قول ہے کہ مراد علماء اُمّت ہیں جو اسی طرح رسول اور امت

کے درمیان سفیر ہیں۔

(کِرَامٍ) الکرامۃ بمعنی توقیر و عزت کے ہیں الکرم اللؤم کی ضد ہے ای اعزاء علی اللہ تعالیٰ معظمین عندہ عزوجل یعنی اللہ کے نزدیک معزز اور عزت و توقیر والے ہیں۔

او متعطفین علی المومنین یستغفرون لھم و یرشدونھم الی ما فیہ الخیر بالالہام و ینزلون بما فیہ تکمیلھم من الشرائع۔ یا مومنوں پر مہربانی کرنے والے ان کے لیے بخشش طلب کرنے والے اور اس جانب الہام کے ذریعہ راہ نمائی اور ہدایت کرنے والے جس میں خیر و بھلائی ہے اور ان پر شرائع (امور شریعت) کی تکمیل اترنے والے یہ سفرۃ کی صفت کی پہلی صفت ہے جبکہ بَرَرَۃٍ دوسری صفت ہے بَرَرَۃٍ کے معنی ہیں نیک متقی ایک قول ہے مطیعین للہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار۔ ایک قول سے مراد ہے صادقین سچے۔ صفات کمال سے متصف، حدیث شریف میں ماہر علماء قرآن کے لیے ارشاد نبوی ہے الذی یقرء القراٰن وھو ماھر بہ مع السفرۃ الکرام البررۃ یعنی وہ معزز و متقی سفیروں کے ساتھ ہوں گے۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ○ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ○ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ○ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ○ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ○ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ○

آدمی مارا جائیو کیا ناشکر ہے اُسے کس چیز سے بنایا پانی کی بوند سے اُسے پیدا فرمایا پھر اُسے طرح طرح کی اندازوں پر رکھا پھر اُسے راستہ آسان کیا پھر اُسے موت دی پھر قبر میں رکھوایا پھر جب چاہا اُسے باہر نکالا۔

(قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ○) آدمی مارا جائیو کیا ناشکر ہے۔

(قُتِلَ الْاِنْسَانُ) آدمی مارا جائیو۔

دعا علیہ باشنع الدعوات وافظعھا انسان کے لیے انتہائی بری اور ہلاکت انگیز دعا ہے۔ مقصود مذمت ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ عجز سے پاک ہے اور بددعا کا صدور اس سے ہوتا ہے جو بدلہ لینے پر قادر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بالکلیہ قادر ہے مراد یہ ہے کہ انسان کی حالت یہ ہے کہ اللہ کی ان گنت نعمتوں اور احسانوں کے باوجود سرکشی کا مظاہرہ کرتا ہے تو یہ مذمت اور غضب کے اظہار کے لیے ارشاد ہے۔

(مَآ اَكۡفَرَهٗ) کیا ناشکرا ہے۔ تعجیب من افراطہ فی الکفران۔
انسان کی سرکشی کے حوالے سے تعجب کا اظہار ہے کہ حقیقت کی معرفت اور اسباب معرفت
کے باوصف کفر کرتا ہے۔
(مِنۡ اَیِّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ ؕ) اُسے کا ہے سے بنایا۔
شروع فی بیان افراطہ فی الکفران بتفصیل ما افاض عزوجل علیہ من مبدأ
نطرتہ الی منتہی عمرہ من فنون النعم الموجبۃ لان تقابل بالشکر والطاعۃ
مع اخلالہ بذلک والاستفہام قیل للتحقیر۔ انسان کی سرکشی اور کفر کے بیان سے
شروع کر کے سب سے اول انسان کی تخلیق کے آغاز سے ذکر کیا ہے جو اس کے زندگی کے اختتام
تک نعمتوں اور احسانوں کا ذریعہ و زمانہ ہے کیونکہ یہ امر یعنی انسان کا بڑائی کے دعویٰ کے ساتھ
کفر کرنا گویا اللہ کے حضور شکر گزار اور فرمان برداری کے عین مقابل ہے اور استفہام تقریری ہے
کہ انسان جواب دے کہ وہ کس شئی سے وجود میں آیا ہے گویا اس حقیر پیدائشی حالت کا
مقتضیٰ ہے کہ وہ بڑائی اور سرکشی نہ کرے۔
(مِنۡ نُّطۡفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ) پانی کی بوند سے اُسے پیدا فرمایا۔
حق سبحانہ و تعالیٰ کے قول من ای شئی خلقہ سے بدل ہے ای من ای شئی
حقیر مہین خلقہ من نطفۃ مذرۃ خلقہ یعنی کس حقیر بے قدر پانی کی بوند سے اسے
پیدا کیا یعنی اس کو نطفہ کے قطرہ سے خلق کیا گویا یہ من ای شئی خلقہ کی وضاحت و
تشریح ہے۔
(فَقَدَّرَهٗ ۙ) پھر اسے طرح طرح کے اندازوں پر رکھا۔
ای فقدرہ اطوارًا الی ان اتم خلقہ یعنی اسے مختلف اطوار (شکلوں) پر رکھا
یہاں تک کہ اس کی پیدائش مکمل ہوئی۔ یعنی ایک مدت معینہ تک (چالیس روز تک) شکم مادر میں
صورت نطفہ پھر چالیس روز تک علقہ (جما ہوا خون) پھر چالیس روز تک مضغہ (لوتھڑا)
رکھا پھر فرشتہ بھیج کر اس میں روح ڈالدی اور اس فرشتے کو اس کے لیے چار
باتوں کے لکھنے کا حکم دیا اس کا عمل اس کی عمر اس کا رزق اور یہ کہ وہ نیک بخت ہوگا یا بدبخت
(کذا فی روایۃ البخاری ومسلم عن ابن مسعود)
(ثُمَّ السَّبِيۡلَ يَسَّرَهٗ ۙ) پھر اُس کا راستہ آسان کیا۔

پہنچنا آسان کر دیا ہے۔ یعنی پھر اللہ نے ماں کے پیٹ سے برآمد ہونے کا راستہ اس کے لیے آسان فرما دیا۔ ایک قول ہے اللہ نے رسولوں کے ذریعہ اس کے لیے راہِ حق تک

ای ثم سھل مخرجہ من البطن

(ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝) پھر اُسے موت دی پھر قبر میں رکھوایا۔

ای جعلہ ذا قبر تواری فیہ جیفتہ تکرمۃ لہ ولم یجعلہ مطروحا علی الارض

یعنی اس کو قبر والا بنایا کہ اُس میں اس کی لاش عزت کے ساتھ رکھی جائے اور اُسے زمین پر پڑا رہنے والا نہ بنایا اس لیے کہ مرنے کے بعد اس کی میت کی بے حرمتی و بے عزتی نہ ہو۔ ایک قول ہے ای امر عزوجل بدفنہ یعنی اللہ نے اس کے مرنے کے بعد اس کے لیے دفن کا حکم دیا اور یہ انسان کی تکریم کے لیے کہ درندے چوپائے اس کی میت کی بے حرمتی نہ کریں۔ یہ آیت مُردوں کے دفن کی مشروعیت پر مشیر ہے۔

(ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝) پھر جب چاہا اُسے باہر نکالا

ای اذا شاء انشارہ یعنی جب اللہ کی مشیئت ہو گی اُسے قبر سے زندہ اٹھائے گا کہ وہ بالکلیہ ہر امر پر قادر ہے۔

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ۝ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۝ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝

کوئی نہیں اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اُسے حکم ہوا تھا تو آدمی کو چاہیئے اپنے کھانوں کو دیکھے۔ کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا۔ پھر زمین کو خوب چیرا۔ تو اس میں اگایا اناج اور انگور اور چارہ اور زیتون اور کھجور اور گھنے باغیچے اور میوے دوب تمہارے فائدے کو اور تمہارے چوپاؤں کے۔

(كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝) کوئی نہیں اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اُسے حکم ہوا تھا۔

(كَلَّا) کوئی نہیں ردع للانسان عما ھو علیہ من کفران النعم البالغ نھایتہ۔

انسان (کافر) کے لیے تنبیہ ہے یعنی اسے ایسا ہر گز نہ چاہیئے کہ واضح دلائل اور کمال نعمتوں کی موجودگی کے باوجود انکار و ناشکری کرتا ہے۔

(لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝) اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اُسے حکم ہوا تھا۔ تنبیہ کے سبب کا بیان ہے۔ حسن کا قول ہے کہ یہاں کلا بمعنی حقًا ہے اور وہ اس کے بعد کے جملہ سے متعلق ہے ای حقا لم یعمل بما امرہ۔ یعنی کافر کو جس چیز کے ساتھ (ایمان کے ساتھ) حکم دیا گیا تھا وہ اس حکم کو نہ سنبھالا پایا۔ اور نہ ہی اللہ کی نعمتوں کی قدر جانی جو عظمت وجودِ مُنعم پر دلالت کر رہی ہیں۔

(فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ۝) تو آدمی کو چاہیئے اپنے کھانوں کو دیکھے۔

علی معنی اذا کان ھذا حال الانسان وھوانہ الی الآن لم یقض ما امرہ مع أن مقتضی النعم السابقۃ القضاء فلینظر الی طعامہ۔ یعنی جب انسان کی یہ حالت ہے جیسا کہ ذکر گزرا اور وہ ابھی تک اپنے پروردگار کے حکم کو بھی پورا نہ کر پایا حالانکہ اللہ کی نعمتوں کا مقتضیٰ (تقاضا) تو یہ تھا کہ وہ نعمتوں کی قدر کرتا اور ایمان لاتا تو اُسی کے لیے مزید یہ ہے کہ وہ اپنے کھانوں کو دیکھے اور یہ عام نعمتیں ہیں اور اس کا تعلق انسان کی اپنی ذات اور لذات نفس اور اس کے لوازم سے ہے اور یہ اس کے مقابل خارجی نعمتیں جن کا بیان ہے کہ یہ کھانے اس کی زندگانی کا سبب ہیں کیونکہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ کیونکر جزو بدن بنتے ہیں اور ان کے کیا کیا اثرات ظاہر ہوتے ہیں یہ پورا نظام عظمت و حکمت ربانیہ پر روشن دلیل ہے پھر اُسے ایمان لانے میں کیا رکاوٹ ہے۔ آگے مزید اسباب کا بیان ہے۔

(اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝) کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا۔

ای فلینظر الانسان الی انعامنا فی طعامہ انا صببنا الماء صبًّا یہ انسان کو چاہیے کہ اس کے کھانوں کے بارے میں ہمارے انعام کا بنظر غائر مطالعہ کرے کہ ہم نے ہی آسمان سے بادلوں کے ذریعہ خوب پانی برسایا جو نباتات کی اصل ہے اور جس کے بغیر پیداوار ہو ہی نہیں سکتی تو کیسا ہے ہمارا پانی برسانا۔

(ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا) پھر ہم نے زمین کو خوب چیرا

ای بالنبات کما قال ابن عباس یعنی نباتات کے ساتھ جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے وقیل شققھا بالکراب زمین کو ہل وغیرہ سے پھاڑا "شققنا" میں جمع متکلم کا صیغہ ظاہر کر رہا ہے کہ اللہ نے زمین کے شق کرنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے کہ فاعل حقیقی وہی ہے اور تمام مسببات کا خالق بھی وہی ہے۔ ایک قول ہے شققھا بالعیون ہم نے زمین کو چشموں کے ساتھ

پھاڑا۔

(فَاَنْبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا o) تو اس میں اگایا اناج

فان المراد بالنبات ما نبت من الارض الی اَن یتکامل النمو وینعقد الحب والمراد بالحب جنس الحبوب التی یتقوت بها وتدخر کالحنطة والشعیر والذرة وغیرها

نباتات سے مراد وہ پیداوار ہے جو زمین سے ہوتی ہے (اگتی ہے) یہاں تک کہ اپنی شکل (نمو) یا بناوٹ میں مکمل ہوتی ہے اور اناج کی صورت قائم ہوتی ہے۔ اور اناج (دانہ) سے مراد اجناس کی وہ قسمیں ہیں جو اس کے ساتھ روزی بنتی ہیں اور ذخیرہ کی جاتی ہیں جیسے گیہوں جو اور باجرہ یا مکئی وغیرہ

(وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا o) اور انگور اور چارہ

اور انگور (عنب معروف انگور کو کہتے ہیں) قَضْبًا سے مراد سبزیاں یا چارہ ہے ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کی ہے قَضْبًا سے مراد الفصفصة یعنی گھاس ہے قاموس میں ہے کہ قَضْبًا سے مراد درخت ہے خوب پھیلا ہوا اور خلیل نے اسے کھجور کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی کھجور کا درخت۔ اور بحر میں ابن عباس سے مروی ہے انه الرطب بلا شبہ وہ کھجور ہے۔

(وَّزَیْتُوْنًا وَّنَخْلًا o) اور زیتون اور کھجور

یعنی زیتون اور کھجور کے درخت

(وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا o) اور گھنے باغیچے

(حَدَآئِقَ) ای ریاضا یعنی باغ (غُلْبًا) ای عظاما یعنی غیر معمولی بڑے اور پھیلے ہوئے۔

(وَّفَاکِهَةً وَّاَبًّا o) اور میوے اور دوب (چارہ)

(وَّفَاکِهَةً) قیل هی الثمار کلها ایک قول ہے کہ مراد سبھی پھل ہیں ایک قول ہے کہ انگور اور انار کو چھوڑ کر باقی سبھی پھل مراد ہیں کہ یہ دونوں پھل صرف لذت کے لیے نہیں بلکہ حصول قوت کے لیے کھائے جاتے ہیں۔

(وَّاَبًّا o) اور دوب

ابن عباس اور ایک جماعت سے منقول ہے کہ "اَبًّا" سے مراد الکلاء والعشب ہے گھاس اور چارہ اور بعض کا قول ہے کہ جسے آدمی کھائیں اسے حصید کہتے ہیں اور جو ان کے

(جانور چرا ئے وغیرہ) کھائیں وہ" آبا" سے صبعہ سے مراد ساگ سبزیاں ہیں جو کاٹی جاتی ہیں جبکہ آبا سے مراد گھاس یا چارہ ہے۔ ایک قول ہے انہ التبن یعنی وہ بھوسہ ہے (توڑی ہے) صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے اور یہ آیت پڑھی اور فرمایا" فما الأب تو یہ" آبا" کیا ہے پھر بولے ما کلفنا اوما امرنا بھذا ہم اس امر کی تو تکلیف دیئے گئے ہیں اور نہ ہی اس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے یعنی کہ ہم" آبا" کی حقیقت کے درپے ہوں کہ وہ کیا ہے تو تم اس کتاب کے مطابق عمل کرو اور جس چیز کو تم نہیں پہچانتے تو اسے اپنے پروردگار کے لیے کھا دو۔

(مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝) تمہارے فائدے کو اور تمہارے چوپاؤں کے

ای فعل ذلك تمتيعا لكم ولمواشيكم فان بعض النعم المعدودة طعام لهم وبعضها علف لدوابهم یعنی ہم نے ان سب چیزوں کو تمہارے فائدے کے لیے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کے لیے اگایا تو اس میں بعض کثیر نعمتیں تمہارے کھانے کو بنائیں اور بعض تمہارے چوپایوں اور مویشیوں کے لیے خوراک بنائیں۔ یہ علت کا بیان ہے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۝
پھر جب آئے گی وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ

والمراد بها النفخة الثانية ای تصمها لشدة اور اس سے مراد نفخہ ثانیہ ہے قیامت کی یہ ہولناک آواز سننے والوں کو بہرا کر دے گی صَاخَّةُ کے معنی ہیں شدید چنگھاڑ اور مراد صور پھونکنی کی آواز ہے۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ — اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی۔
وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ — اور ماں اور باپ۔ اور جورو اور بیٹوں
وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ — سے۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن
يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ — ایک فکر ہے کہ وہی چھوٹ جائے۔

(يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝) اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور جورو اور بیٹوں سے۔

ای یوم یعرض عنهم ولا یصاحبهم ولا یسال عن حالهم كما فی الدنیا لاشتغاله بحال نفسه۔ یعنی قیامت کے روز آدمی ان (رشتہ داروں) سے بے رخی کرے گا اور نہ ہی ان کی مصاحبت اختیار کرے گا اور نہ ہی ان کے حالات پوچھے گا جس طرح کہ دنیا میں ہوتا اس

کے کفر کی وجہ سے آدمی کو ان سے نفرت
لیے کہ اس لڑائی ہی پڑی ہوگی۔ ایک قول ہے کہ رشتہ داروں
ہو جائے گی ایک قول ہے یفر منھم لعلمہ انھم لایغنون عنہ شیئاً آدمی ان سے اس لیے
کوئی بھی میرے کچھ کام کا نہیں۔
بھاگے گا کہ اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان میں سے
(لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝) ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر
ہے کہ وہی خلاصی پا جائے۔
آدمی کے یہ فرار کے سبب کا بیان ہے کہ ہر آدمی اپنے حال میں اس قدر مستغرق ہوگا کہ اسے
دوسروں کو دیکھنے کی فرصت ہی کہاں ہوگی اور اسی وجہ سے اُن سے وہ بے رخی کرے گا اور ان سے
لاپرواہ ہوگا۔ طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی اور حاکم نے ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز لوگ ننگے بدن ننگے
پاؤں ختنہ اٹھیں گے اور کانوں کی لو تک پسینہ میں غرق ہوں گے تو میں نے عرض کیا کہ کیا وہ ایک
دوسرے کی برہنگی دیکھیں گے ارشاد فرمایا شغل الناس عن ذلک وتلا یوم یفر المرء
لوگوں کو اس کا ہوش ہی نہ ہوگا پھر یہ آیت یوم یفر المرء پڑھی۔ طبرانی نے سہل بن سعد سے
روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ قیامت کے روز لوگوں کا کیا
حال ہوگا۔ ارشاد فرمایا اعمالنامے کھولے جائیں گے جس میں ذرہ بھر اور برائی کے برابر بھی ہر
بات درج ہوگی۔ ایک قول ہے یفر منھم حذرا من مطالبتھم بالتبعات کہ آدمی
رشتہ داروں اور لوگوں کے مطالبات اس کے خلاف کے دعووں کی وجہ سے بھی ڈر کر
بھاگے گا۔

وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے خوشیاں مناتے۔ اور کتنے مونہوں پر اُس دن گرد پڑی ہوگی۔ ان پر سیاہی چڑھ رہی ہے۔ یہ وہی ہے کافر بدکار۔

(وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝) کتنے منہ اس دن روشن ہوں
گے، ہنستے خوشیاں مناتے۔
وُجُوهٌ وَجْهٌ کی جمع ہے تنوین یا تو کثرت پر دلالت کر رہی ہے یا بعض پر یعنی بہت سے

چہرے (یَوْمَئِذٍ) اس دن یعنی بروز حشر، وُجُوْهٌ مبتدا ہے اور مُسْفِرَةٌ اس کی خبر ہے مُسْفِرَةٌ۔ ای مضیئۃ متہللۃ۔ من اسفر الصبح اذا اضاء یعنی روشن دمکتے تروتازہ جیسے صبح کا اجالا اور روشن ہونا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ شگفتگی چہروں میں راتوں کے قیام و عبادت کی وجہ سے ہوگی جبکہ ضحاک کا قول ہے۔ من آثار الوضوء فیختص ذلك بھذہ الامۃ ای لان الوضوء من خواصھم کہ یہ فرحت و تازگی چہروں میں وضو کے اثر سے ہوگی جس کے ساتھ یہ امت خاص کی گئی ہے کیونکہ اعضاء وضو (وضو) اس امت کے خصائص میں سے ہے۔

(ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ) ای مسرورۃ بما تشاھد من النعیم والبھجۃ الدائمۃ۔ یعنی جب اللہ کی طرف سے ہمیشہ رہنے والی نعمتوں اور دائمی رونقوں کا نظارہ و مشاہدہ کریں گے تو انہیں فرحت و مسرت ہوگی اور وہ خوش ہوں گے۔ یہ مومنوں کا حال ہوگا جن کا تعلق نیک بختوں کے گروہ سے ہوگا کہ دو ہی گروہ ہوں گے یا سعادت مند یا بدبخت واشقیاء۔ چہروں کی تازگی نور ایمان پر بھی دلالت کر رہی ہوگی۔

(وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝) اور کتنے مونہوں پر گرد پڑی ہوگی۔

ای غبار وکدورۃ یعنی کفار کے چہروں پر دھول اور خاک پڑی ہوگی یا کدورت ہوگی۔ وُجُوْهٌ کی تنوین تکثیر پر دلالت کر رہی ہے اور قسم دوم (اشقیاء) سے متعلق ہے کہ بہت سے یا سبھی کافروں کا ایسا حال ہوگا۔

(تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝) ان پر سیاہی چڑھ رہی ہے۔

(تَرْهَقُهَا) ای تعلوھا وتغشاھا یعنی ان چہروں پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی یا سیاہی خوب چھا رہی ہوگی (قَتَرَةٌ) ای سواد وظلمۃ یعنی سیاہی اور تاریکی ایک قول ہے حالت کی ذلت چھا رہی ہوگی اور وحشت برس رہی ہوگی۔

(اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝) یہ وہی ہیں کافر بدکار۔

اولئك میں ان سیاہ چہروں والے اصحاب کی طرف اشارہ ہے اور یہی لوگ کفار فجار ہوں گے ای الجامعون بین الکفر والفجور یعنی کفر و سرکشی اور فسق و فجور (گناہوں اور برائیوں) کے جامع ہوں گے اور اللہ کریم نے اسی لیے ان کے واسطے الغبرۃ والقترۃ کو اکٹھے بیان فرمایا ہے کہ غبار (دھول و خاک) تو فاجروں (بدکاروں) کے لیے ہوگا اور سیاہی کفار کیلئے ہوگی۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

الحمد للہ آج سورت عبس کی تفسیر کا کام مکمل ہوا۔ ۱۰ مئی ۱۹۹۲ء / ۲۰ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ

سورۃ التکویر مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع، انتیس آیات ایک سو چار کلمات اور پانچ سو تیس حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

با محاورہ ترجمہ سورۃ تکویر پ۳۰

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝	جب دھوپ لپیٹی جائے۔
وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝	اور جب تارے جھڑ پڑیں۔
وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝	اور جب پہاڑ چلائے جائیں۔
وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝	اور جب تھلکی اونٹنیاں چھوٹی پھریں۔
وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝	اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں۔
وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝	اور جب سمندر سلگائے جائیں۔
وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝	اور جب جانوں کے جوڑ بنیں۔
وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝	اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے۔
بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝	کس خطا پر ماری گئی۔
وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝	اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں۔
وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝	اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے۔
وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۝	اور جب جہنم بھڑکایا جائے۔
وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝	اور جب جنت پاس لائی جائے
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ۝	ہر جان کو معلوم ہو جائیگا جو حاضر لائی
فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝	تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں۔
الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝	سیدھے چلیں تھم رہیں۔

وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝	اور رات کی جب پیٹھ دے۔
وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝	اور صبح کی جب دم لے۔
اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝	بیشک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔
ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝	جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا
مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝	وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانتدار ہے۔
وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝	اور تمہارے صاحب مجنون نہیں۔
وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝	اور بیشک انہوں نے اسے روشن کنارہ پر دیکھا۔
وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝	اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔
وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝	اور قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں۔
فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝	پھر کدھر جاتے ہو۔
اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝	وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہان کے لیئے۔
لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝	اس کے لیے جو تم میں سیدھا ہونا چاہے۔
وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝	اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ سارے جہان کا رب۔

حل لغات سورۃ تکویر پ ۳۰

اذا جب	الشمس سورج	کورت لپیٹ لیا جائے	و۔ اور
اذا جب	النجوم ستارے	انکدرت بے نور ہو جائیں	و۔ اور
اذا جب	الجبال پہاڑ	سیرت چلائے جائیں	و۔ اور
اذا جب	العشار تھلکی اونٹنیاں	عطلت چھوٹی پھریں	و۔ اور
اذا جب	الوحوش وحشی جانور	حشرت اکٹھے کیے جائیں	و۔ اور
اذا جب	البحار سمندر	سجرت سلگائے جائیں	و۔ اور
اذا جب	النفوس جانوں کے	زوجت جوڑ بنیں	و۔ اور
اذا جب	الموءودۃ زندہ دبائی ہوئی	سئلت پوچھی جائے	بای کس

ذنب۔گناہ میں
الصحف۔اعمالنامے
السماء۔آسمان
الجحیم۔جہنم
الجنۃ۔جنت
ما۔جو
بالخنس۔الٹے پھرنے والے
الیل۔رات کی
الصبح۔صبح کی
لقول۔بات ہے
عند۔نزدیک
ثم۔اس جگہ
صاحبکم۔تمہارا ساتھی
رآ۔دیکھا اس نے
و۔اور
الغیب۔غیب کے
ھو۔وہ
فاین۔تو کہاں
الا۔مگر
شاء۔چاہے
و۔اور
ان۔یہ کہ

قتلت۔ماری گئی
نشرت۔بکھرے جائیں
کشطت۔جگہ سے کھینچ لیا جائے
سعرت۔بھڑکائی جائے
ازلفت۔قریب کی جائے
احضرت۔حاضر لایا
الجوار۔سیدھے چلنے والے
اذا۔جب
اذا۔جب
رسول۔رسول
ذی العرش۔عرش والے کے
امین۔امانتدار ہے
بمجنون۔دیوانہ
ہ۔اس کو
ما۔نہیں
بضنین۔بخل کرنے والا
بقول۔بات
تذھبون۔جاتے ہو تم
ذکر۔نصیحت ہے
منکم۔تم میں سے
ما۔نہیں
یشاء۔چاہے

و۔اور
و۔اور
و۔اور
و۔اور
علمت۔جان لیگا
فلا۔تو نہیں
الکنس۔پھر چھپنے والے ستاروں کی
عسعس۔پیٹھ دے
تنفس۔دم لے
کریم۔عزت والے کی
مکین۔عزت والا
و۔اور
و۔اور
بالافق۔کنارہ
ھو۔وہ
و۔اور
شیطن۔شیطان
ان۔نہیں
للعلمین۔جہانوں کیلئے
ان۔یہ کہ
تشاءون۔چاہتے تم
اللہ۔اللہ

اذا۔جب
اذا۔جب
اذا۔جب
اذا۔جب
نفس۔ہر آدمی
اقسم۔قسم کھاتا ہوں
و۔اور
و۔اور
انہ۔بیشک یہ
ذی قوۃ۔جو قوت والا
مطاع۔تابعداری کیا گیا
ما۔نہیں
لقد۔بیشک
المبین۔روشن میں
علی۔اوپر
ما۔نہیں
رجیم۔مردود کی
ھو۔وہ
لمن۔اس کے لیے جو
یستقیم۔سیدھا ہو
الا۔مگر
رب۔رب

العلمین۔سارے جہانوں کا۔

سورۃ التکویر

سورت التکویر مکی ہے اور اسی پر اتفاق ہے اس کی انتیس آیات اور ایک رکوع ہے اس کو سورت کورت اور سورت اذا الشمس کورت بھی کہتے ہیں احمد و ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من سرہ ان ینظر الی یوم القیامۃ کانہ رأی عین فلیقرأ و اذا الشمس کورت و اذا السماء انفطرت و اذا السماء انشقت جس شخص کو قیامت کا نظارہ آنکھوں سے کرنا پسند ہو تو اسے چاہیئے کہ سورت التکویر، سورت الانفطار اور سورت الانشقاق پڑھے۔ حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے مجھے سورت ہود، الواقعۃ، المرسلات، عم یتساءلون (النباء) اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔ اس سورت میں بھی تخویف و تہدید کا مضمون مکرر ہے اور وقوع قیامت کی تفصیل ہے اور پچھلی سورت کی آیت فَاِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ سے اس کی مناسبت ہے اور اس سورت میں وقوع قیامت کی منظر کشی ہے اور بیان میں بہت زور فصاحت و سلاست ہے جیسا کہ مکی سورتوں کے اسلوب کا ایک امتیازی وصف ہے۔

مختصر تفسیر اُردو رکوع اوّل پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝	جب دھوپ لپیٹی جائے۔
وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝	اور جب تارے جھڑ پڑیں۔
وَاِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ ۝	اور جب پہاڑ چلائے جائیں۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝) جب دھوپ لپیٹی جائے۔

ان الشمس مجاز عن الضوء بلا شبہ شمس (سورج) ضوء (روشنی یا دھوپ) سے مجاز ہے جیسا کہ معروف و شائع ہے تو اس سے مراد ہے اذھاب ضوئہا یعنی اس کی

روشنی یا دھوپ زائل ہوجائے گی حسن وقتادہ اور مجاہد سے بھی مروی ہے۔ ابن عباس سے کوّرت کی تفسیر ای ظلمت منقول ہے یعنی سیاہ ہوجائے گا (تاریک ہوجائے گا) ایک قول ہے الملیکورت " القیت من فلکها وطرحت" کہ کورت سے مُراد ہے کہ اپنے فلک سے ٹوٹ پڑے گا۔ اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز چاند اور سورج بے نور کر دیئے جائیں گے۔

(وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝) اور جب تارے جھڑ پڑیں۔

ای انقضت وسقطت۔ یعنی ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ اور کوئی تارا بھی اپنی جگہ پہ باقی نہ رہے گا جیسا کہ ابن عباس سے منقول ہے لایبقی یومئذ نجم الاسقط فی الارض۔ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ تارے نوری قندیلیں ہیں جو آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہیں اور نوری فرشتوں کے ہاتھوں میں نور کی زنجیروں میں ہیں جب سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں مر جائیں گے تساقطت من ایدیهم تو وہ ان کے ہاتھوں سے گر پڑیں گے۔ کلبی کا قول ہے کہ بارش کی طرح آسمان سے زمین پر برسیں گے۔

(وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝) اور جب پہاڑ چلائے جائیں۔

أی أزیلت عن اماکنها من الارض بالرجفة یعنی زمین میں سے زلزلہ کے ساتھ اپنے مقامات سے ہٹا دیئے جائیں گے یا بکھیر دیئے جائیں گے وقیل سیرت بعد رفعها فی الجو ایک قول ہے کہ فضا میں بلند ہونے کے بعد غبار کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں گے اور ایسا نفخۂ ثانیہ کے بعد ہوگا۔

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ اور جب حمل کی اونٹنیاں چھوٹی پھریں۔

جمع عشراء کنفاس جمع نفساء وهی الناقة۔ عشار جمع ہے عشراء واحد کی جیسے نفساء جمع ہے نفاس واحد کی۔ اور وہ وہ اونٹنی ہے التی اتی علیها من یوم ارسل فیها الفحل عشرة اشهر ثم لا یزال ذلك اسمها حتی تضع جس کو گابھن ہوئے دس مہینے گزر چکے ہوں اور جننے کے قریب ہو پھر وہ اُسی نام سے (عشراء سے) پکارتے رہتے یہاں تک کہ وہ جن لیتی۔ ایک قول ہے خو اونٹنی قیمتی سمجھی جاتی تھی اور اہل عرب اُن کی خوب نگہداشت کرتے تھے۔ (عُطِّلَتْ) ترکت مهملة لاراعی لها ولا طالب یعنی یوں ہی چھوڑی گئی ہوں گی گویا نہ ان کا کوئی چرواہا

ہوگا اور نہ ہی کوئی اُن کی رغبت وطلب کرنے والا ہوگا سب کو اپنی ہی پڑی ہوگی۔

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں

جمع وحش وھو حیوان البر الذی لیس فی طبعہ التانس ببنی آدم والمراد بہ مایعم ایھائم مطلقا ۔ وحش کی جمع ہے اور وہ خشکی کے وہ جانور ہیں جن کی طبیعت وسرشت میں انسانوں کے ساتھ ہرگز انسیت (مانوسیت) نہیں اور اس سے مراد مطلقاً عام چوپائے درندے ہیں۔ (حُشِرَتْ) ای جمعت من کل جانب یعنی ہر سمت وطرف سے جمع کیے جائیں گے مجاہد کا قول ہے حشرھا موتھا جانوروں کا حشر ان کی موت ہوگی اور ابن عباس سے حشر کی تفسیر جمع کیے جائیں گے منقول ہے مگر اُن سے ایک جماعت نے روایت کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے کہ انہوں نے (ابن عباس) نے یہ بھی کہا "جمعت بالموت فلا تبعث ولا یحضر فی القیامۃ غیر الثقلین" درندے چوپائے موت کے لیے (مرنے یا فنا ہونے کے لیے) جمع کیے جائیں گے پھر زندہ نہ اٹھائے جائیں گے اور نہ ہی قیامت میں موجود ہوں گے۔ سوئے ثقلین یعنی انسانوں اور جنوں کے۔ ایک قول ہے بعثت للقصاص کہ باہمی قصاص کے لیے اٹھائے جائیں گے۔ امام غزالی کا قول ہے کہ جب وہ مکلف ہی نہ تھے تو بعثت نہ ہوگی۔ اور بعض علماء نے مسلم وترمذی کی اس روایت سے جسے حضرت ابوہریرہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لتؤدن الحقوق الی اھلھا یوم القیامۃ حتی یقاد للشاۃ الجماء من الشاۃ القرناء و زاد احمد بن حنبل وحتی الذرۃ من الذرۃ ۔ قیامت کے روز حقداروں کو ان کے حقوق ضرور دلائے جائیں گے (بدلہ ضرور دلایا جائے گا) یہاں تک کہ مینڈی بکری کا سینگ والی بکری سے بھی بدلہ دلایا جائے گا اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے اتنا مزید منقول ہے یہاں تک کہ دانت سے کاٹنے کے بدلے میں دانت سے کاٹنا۔ یہ استدلال کیا ہے کہ جانوروں کا حشر قصاص باہمی کے لیے ہوگا۔ پھر خاک ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ اور جب سمندر سلگائے جائیں۔

بحر میں ہے سُجِّرَتْ بمعنی جمعت بلغۃ خثعم وبعل جمعھا علیہ بالتفجیر

اور شاید سمندروں کو اس سے پہلے بھر دیئے جائیں گے
سُجِّرَتْ کے معنی ہیں کہ سمندر خوب بھر جائیں گے پھر اس میں سورج کو ڈالا جائے گا جس سے وہ
جمع کیا جائے گا کہ ایک سمندر لبالب بھر جائے گا اور سارا پانی سوکھ جائے گا۔ ایک
آگ بن جائے گا اور پانی بھاپ کی صورت بن کر اڑ جائے گا اور گرم کئے جائیں گے یہاں
قول ہے احمیت بان تفیض میاھا وتظھر النار فی مکانھا کہ گرم کئے جائیں گے یہاں
تک کہ ان کا پانی خشک ہو جائے گا اور ان کی جگہ آگ ظاہر ہو گی (بن جائے گی)۔

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ اور جب جانوں کے جوڑ بنیں۔

قال عکرمہ والضحاک والشعبی تقرن النفوس باو ذٰلِکَ عند البعث والنفس
علیہ بمعنی الروح۔ عکرمہ ضحاک اور شعبی کا قول ہے کہ جانیں اپنے جسموں کے ساتھ جوڑی
جائیں گی اور ایسا بعث کے وقت ہوگا اور نفس سے مراد یہاں رُوح ہے۔ حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جوڑوں سے مراد اشباہ و امثال ہیں ''ای قرنت کل
نفس بشکلہا'' یعنی ہر شخص اپنی ہی قسم کے ساتھ جوڑا جائے گا۔ کفار کفار کے ساتھ اور
یوہی مومنین مومنین کے ساتھ۔ ایک قول ہے تقرن کل نفس بکتابھا وقیل بعملھا
ہر جان اپنے اعمالنامے کے ساتھ ملائی جائیگی اور ایک قول ہے کہ اپنے عمل کے مطابق جوڑی جائے گی۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔

(وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝) اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے۔
اَلْمَوْءٗدَةُ اسم مفعول ہے یعنی زندہ گاڑی یا دبائی ہوئی لڑکی۔ بعض اہل عرب لڑکیوں کی
پیدائش ننگ و عار سمجھتے تھے یا افلاس کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ دبا دیتے تھے۔ وَاْدٌ کے معنی
بوجھ کے ہیں جس کا مطلب ہے کہ لڑکیوں کو بوجھ جانتے تھے یا ان پر اتنا بوجھ ڈال کر دبا دیتے
وہ مر جاتی اور وھی البنت التی تدفن حیۃ من الواد وھو الثقل سے مراد یہی
زندہ دبائی ہوئی لڑکی ہے مَوْءٗدَةٌ کی طرف سوال کی نسبت مجازی ہے یا مفعول بول کر فاعل
مراد ہے یعنی زندہ دبانے والے سے پوچھا جائے گا اور انسانیت کی تذلیل ہے۔
ابو داؤد نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
الوائدۃ والموءدۃ فی النار زندہ دبانے والی اور جس کے لیے زندہ دبائے وہ دونوں
جہنمی ہیں۔ اس آیت سے عزل کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ارشاد ہے ذلك ادنٰى الا تعولوا اذ المنع کہ یہ بہ نسبت زندہ دبا دینا ہے ۔ عزل کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ آزاد عورت سے اس کی اجازت ضروری ہے جبکہ باندی سے ضروری نہیں اور باوجود یکہ عزل کرنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے ۔

(بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ٥) کس خطا پر ماری گئی ۔

و فی السوال مع ان الذنب لہ ولوغا لتسلیتہا و اظہار کمال الغیظ والسخط لوائدہا و اسقاطہ عن درجۃ الخطاب ۔

یعنی زندہ دبانے والی پر زندہ دبانے کا گناہ تو ہے ہی لیکن جس کے لیے اس نے لڑکی کو زندہ دبایا تو یہ مزید اعانت جرم ہے اس سے اس کی پرستش ہوگی اور سوال کی نسبت مقتول کی طرف ہے جس سے گویا دبانے والی کے لیے انتہائی غیظ و غضب اور ناراضگی کا اظہار ہے اور حق سبحانہٗ و تعالٰی نے ایسے خطاب کے درجہ سے گرا دیا ہے اس کے لیے مدد درجہ توبیخ و تذلیل ہے اور مَوْءُدَۃُ کی طرف نسبت سوال مجازی ہے، یا یہ لڑکی بولے کہ وہ بے گناہ ماری گئی ۔

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ٥ اور جب اعمالنامے کھولے جائیں

"ای صحف الاعمال" یعنی اعمالنامے حساب کے لیے کھولے جائیں ابن المنذر نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا صحیفہ (دفتر عمل) لپیٹ دیا جاتا ہے پھر قیامت کے روز کھولا جائے گا اور اس کے مطابق حساب لیا جائے گا ۔

ایک قول ہے نُشِرَتْ ای فرقت بین اصحابہا نُشِرَتْ سے مراد ہے کہ ان کے مالکین کے درمیان بانٹ دیئے جائیں گے یا ان کے ذریعہ الگ الگ کر دیئے جائیں گے یعنی جنتی ایک طرف اور جہنمی ایک طرف ۔ قیامت کے روز عرش کے نیچے سے صحیفے اڑتے آئیں گے اور مومن کو اس کا صحیفہ اس کے دائیں ہاتھ میں آجائے گا جس سے وہ جان لے گا کہ وہ جنتی ہے اور کافر کا صحیفہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جس سے وہ جان لے گا کہ وہ جہنمی ہے ۔

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ٥ اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے ۔

قلعت و ازیلت کما یکشف الاھاب عن الذبیحۃ ۔

لپیٹ یا اکھاڑ دیا جائے گا اور کھینچ لیا جائے گا جس طرح سے ذبح کئے ہوئے جانور کی

کھال کھینچی جاتی ہے۔

وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ۝ اور جب جہنم بھڑکایا جائے۔

ای اوقدت ایقاداً شدیداً یعنی جب دوزخ کو بہت ہی زیادہ بھڑکایا جائے گا۔ قتادہ کا قول ہے کہ دوزخ کا بھڑکنا بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہوگا یا پھر اس کا شدید بھڑکنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب سے کنایہ ہے اور یہ دشمنانِ خدا کے لیے ہوگا۔

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ اور جب جنت پاس لائی جائے۔

ای قربت من المتقین۔ یعنی جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی ایک قول ہے کہ عرش کے داہنی طرف لائی جائے گی جہاں سے اہلِ موقف (قیامت کے روز) اُسے دیکھیں گے۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝ ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی۔

والمراد بما احضرت اعمالھا من الخیر والشر اور مَآ اَحْضَرَتْ سے مراد ہر نفس کے اعمال ہیں اچھے اور برے جنہیں وہ اس وقت جان لے گا یہ جملہ اذا سے شروع ہونے والے جملوں کی جزا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝

تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں۔ سیدھے چلیں تھم رہیں۔ اور رات کی جب پیٹھ دے۔ اور صبح کی جب دم لے بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے مالکِ عرش کے حضور عزت والا وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار

(فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝) تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں۔

فَ تفریعی ہے اور لام زائد برائے تاکید قسم ہے جمع خانس کی جمع ہے خنوس سے وھو الانقباض والاستخفاء اور اس کے معنی کسی کام میں توقف کرنا، سمٹنا یا سکڑنا ہے یا پیچھے کرنا اور چھپا دینا ہیں یہاں مراد خمسہ متحیرہ ہیں جیسا کہ حاکم نے امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا ھی خمسة انجم زحل وعطارد والمشتری وبھرام یعنی المریخ والزھرة یہ پانچ ستارے ہیں جن کے نام زحل، عطارد، مشتری بہرام

یا مریخ اور زہرہ ہیں یہ اپنی چال کی وجہ سے متحیرہ کہلاتے ہیں کہ کبھی چلتے لوٹتے اور کبھی ٹھہرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں علماء کے نزدیک ان کی رفتار و چال حکم الٰہی کے بموجب ہے کہ کبھی سست رو ہوتے ہیں اور کبھی سریع اور کبھی متحرک بجانب مشرق یا غرب۔ ایک قول ہے تختنس بالنھار فتغیب عن العیون و تکنس باللیل ای تطلع فی اماکنھا کالوحش فی کنسھا۔ کہ یہ تارے دن کے وقت چھپ جاتے ہیں اور آنکھوں سے غائب ہو جاتے ہیں اور رات کو نظر آتے ہیں یعنی اپنے اماکن (مقامات) میں طلوع ہوتے ہیں جس طرح جانور اپنے مساکن (جھاڑیوں اور کھوؤں وغیرہ) میں قرار پکڑتے ہیں۔

(الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝) سیدھے چلیں تھم رہیں۔

کُنّس کانس کی جمع ہے اور کنس الوحش جانوروں کے نشیمن کو کہتے ہیں خواہ درختوں میں ہو یا جھاڑیوں میں۔ جواری جاریۃ کی جمع ہے جری سے اور اس کا معنی ہے المرالسریع کہ تیزی سے گزرنا یا چلنا۔ یعنی خمسہ متحیرہ جو اپنے دائرے میں چلتے ہیں اور بوقت غروب افق کے اوپر اپنے اماکن میں تھم رہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ دن کے وقت چھپے رہتے ہیں اور اپنے طلوع کے ساتھ ہی افق کے اوپر نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔

(وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝) اور رات کی جب پیٹھ دے۔

ای ادبر ظلامہ اُو اقبل یعنی شب کی قسم جب وہ اپنی تاریکی لے کر سامنے آتی ہے یا تاریکی کے ساتھ پلٹتی ہے راغب کا قول ہے العسعسۃ والعساس رقۃ الظلام و ذلک فی اللیل فھو من المشترک المعنوی۔ عسعسۃ اور عساس سے مُراد تاریکی کا پھیلنا یا تاریکی کی چادر کا پھیلا ہوا یا پتلا ہونا یا تاریکی کی گیرائی جو رات کے کناروں یعنی آغاز اور آخر کے دونوں وقتوں میں ہوتی ہے۔ لہذا معنوی طور پر سامنے آنا یا پیٹھ پھیرنا دونوں معنوں میں مشترک ہے۔ فراء کا قول ہے کہ جمہور مفسرین کا عسعس کے بارے میں تحقیقی قول یہی ہے۔ کہ مُراد اَدْبَرَ ہے یعنی جب رات پیٹھ دے (آخر ہو)

(وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝) اور صبح کی جب دم لے

فانہ اول النھار اس سے مُراد دن کا اول وقت ہے والمراد من تنفس الصبح علی ماذکر غیر واحد اضاءتہ و تبلجہ اور صبح کے دم لینے سے مُراد جیسا کہ بہت

سے ملاء سے مروی ہے دن کا لوپ روشن ہونا اور اُجالا ہونا ہے۔

(اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝) بےشک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔

(انّه) ای القرآن الجلیل الناطق بما ذکر من الس وا ھی الھائلۃ یرخلت والاقرآن جو بیان کرتا ہے ان عظیم واقعات کو جن کا ذکر گزرا۔ (لقول رسول) ای جبریل علیہ السلام و نسبتہ الیہ علیہ السلام لانہ واسطۃ فیہ وناقل لہ من اللہ وھو اللہ عزوجل یعنی جبریل علیہ السلام کا پڑھنا ہے اور اس (قول) کی نسبت حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ بلاشبہ وہ اس قرآن کے نزول کا واسطہ ہیں اور قرآن کے مرسل (بھیجنے والے) یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے اس کے ناقل (منتقل کرنے والے) ہیں۔ یا پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اور قاصد کی حیثیت سے اس کا قول ہے انہوں نے خود بنا کر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کر دیا بلکہ وہ اس امر پر مامور ہیں اور ان کا قول اللہ کا قول ہے اور اللہ ہی کے قول کو انہوں نے پہنچایا ہے اور جس طرح قول پیغام دیا گیا ہے من وعن اسی طرح رسول نے ادا کر دیا ہے پہنچا دیا ہے۔

(كَرِيْمٍ ۝) عزت والے ای عزیز علی اللہ سبحانہٗ
یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت واکرام والے۔ یہ رسول کی صفت ہے مراد جبریل علیہ السلام یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(ذِيْ قُوَّةٍ) قوت والا

"ای شدید" یعنی طاقتور کما قال سبحانہٗ شدید القوی جیسا کہ سورت النجم میں ارشاد باری ہے "سخت قوت والا" ایک قول ہے۔ کہ مراد قوت حفظ ہے اور نسیان و خلط سے بُعد (دوری) ہے اگر مراد جبریل علیہ السلام ہیں تو ان کی قوت کا یہ عالم ہے کہ قوم ثمود پر ایسی چنگھاڑ (چیخ) ماری کہ سب ڈھیر ہو گئے۔ قوم لوط کی چاروں بستیوں کو جن میں سے ہر بستی میں چار چار لاکھ افراد تھے اور دیگر مخلوق اس کے علاوہ تو انہوں نے انہیں ارض سفلی سے اپنے ایک پر کی نوک پر یوں اٹھایا کہ کسی گھڑے کا ڈھکنا تک نہ ہلا اور ان بستیوں کے پرندوں چرندوں وغیرہ کی آوازیں اہل سماء نے سنیں پھر انہیں بلندی سے الٹ دیا۔ اور اگر سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو حجۃ الوداع میں ایک لاکھ چوبیس ہزار جان نثار صحابہ آپ

کے ہمراہ تھے اور شب معراج ایک آن میں مکان سے لامکان تک گئے آئے اور دیدار سے نوازے گئے جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تجلی ربانی پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

(عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝) مالک عرش کے حضور عزت والا

ای ذی مکانۃ رفیعۃ وشرف عند اللہ العظیم جل جلالہ، یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ عزت وعظمت اور بزرگی والا

(مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ۝) وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار

(مُّطَاعٍ) فیما بین الملائکۃ المقربین علیہم السلام یصدرون عن امرہ ویرجعون الی رایہ۔ یعنی ملائکہ المقربین میں ان کا حکم مانا جاتا ہے اور سب فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کے فرمان کی طرف رجوع کرتے ہیں مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔

(ثَمَّ اَمِیْنٍ ۝) امانت دار

والاشارۃ بمالہا وامانتہ علی الوحی۔ ثم ظرف مکان ہے بعید کے لیے اور احتمال ہے کہ پہلے جملہ کے لیے ظرف ہو یعنی مطاع سے بھی اور امین سے بھی یعنی آسمانوں میں اس کی اطاعت ہوتی ہے اور اسی حالت کے ساتھ امین کہنے میں اشارہ ہے کہ وہ وہاں بھی اور یہاں بھی وحی کا امین ہے۔ زمخشری نے ان فضائل کے حوالے سے حضرت جبریل علیہ السلام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دی ہے جو انصاف سے دور ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ جب قاصد اس شان کا ہے تو مرسل الیہ کی شان کیا ہو گی اور فرمان نبوی کے ہوتے ہوئے وضاحت کی مزید ضرورت نہیں کہ میرے دو وزیر آسمانوں میں اور دو زمین میں جبریل ومیکائیل علیہما السلام اور زمین میں شیخین کریمین صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما لہٰذا مطاع حقیقی حضور ہیں اور جبریل آپ کے نائب وزیر ہیں اور آپ کے بغیر جبریل کا مطاع ہونا حضور کے وسیلہ سے ہے۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝	اور تمہارے صاحب مجنون نہیں
وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ۝	اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارہ پر دیکھا
وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ۝	اور وہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں
وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ۝	اور قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں

(وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝) اور تمہارے صاحب مجنون نہیں۔
کمابتھتہ الکفرۃ فاتلھم اللہ تعالیٰ۔ جیسا کہ کفار اللہ انہیں ہلاک کرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ مجنون کہتے تھے صَاحِبُكُمْ سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اس پر انتباہ اور کفار کے قول کی تردید ہے کہ تم میں چالیس برس گزار چکے وحی سے قبل تم انہیں صادق و امین کہتے تھے اور بعد وحی مجنوں کہتے ہو تو یہ محض ہٹ دھرمی اور تعصب و ضد ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اوصاف جلیلہ کا مل اکمل اور عقل میں اتم و اکمل تھے تو ان کی طرف جنون کی نسبت کھلا مکابرہ ہے۔
(وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝) اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارہ پر دیکھا۔
ای و باللہ تعالیٰ لقد رأی صاحبکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرسول الکریم جبریل علیہ السلام علی کرسی بین السماء والارض بالصورۃ التی خلقہ اللہ تعالیٰ علیھا لہ ستمائۃ جناح وھو بالافق الاعلی من ناحیۃ المشرق کما روی عن الحسن وقال ابن عباس راٰہ فی صورتہ عند سدرۃ المنتہی۔
یعنی بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیت باری کے ساتھ رسول کریم جبرائیل علیہ السلام کو بھی دیکھا کہ وہ ایک کرسی پر تھے جو زمین و آسمان کے درمیان تھی ان کی صورت میں دیکھا جس پر انہیں اللہ نے پیدا فرمایا ان کے چھ سو پر ہیں اور ان کو مشرق کی طرف روشن کنارے پر دیکھا جیسا کہ حسن سے مروی ہے جب کہ ابن عباس سے مروی ہے جبریل کو ان کی اصلی صورت میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب دیکھا۔ رَاٰى کی ضمیر حضور کی طرف راجع ہے اور ہُ کی ضمیر یا تو رسول کریم یا پھر ذی العرش کی طرف راجع ہے رؤیت پر تفصیلی بحث سورت النجم میں گزر چکی۔ افق المبین سے مراد ساتوں آسمان کے آخری کنارا مراد ہے جب آپ نے دیکھا۔
(وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝) اور وہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔
ضنین الضن سے ہے ضاد کے کرہ فتحہ (زیر و زبر دونوں) کے ساتھ جس کے معنی بخل کے ہیں اور ھُوَ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور علی الغیب

سے مراد مایخبر من الوحی الیہ وغیرہ من الغیوب جو آپ کی طرف غیوب وغیرہ سے اخبار وحی کی جاتی ہیں۔ ای لا یبخل بالوحی ولا یقصر فی التبلیغ والتعلیم یعنی آپ وحی کی باتیں پہنچانے میں بخل نہیں کرتے اور نہ ہی تبلیغ و تعلیم دین میں کوئی کمی یا کوتاہی کرتے ہیں۔

(وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝) اور قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں۔

(وَمَا هُوَ) ای القرآن یعنی قرآن حکیم (بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝) ای بقول بعض المسترقۃ للسمع لانما ھی اکتی مرجوم و مولعین فتوھموا انہ کہانۃ۔ یعنی یہ قرآن حکیم کسی مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں کہ چوری چھپے سن کر کسی کاہن کے دل میں ڈال دیا ہو اور اس میں کفار کے اس قول کی تردید و مذمت ہے کہ یہ کہانت ہے یعنی قرآن کاہنوں کا قول ہے یا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) کاہن ہیں۔

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ع

پھر کدھر جاتے ہو وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہانوں کے لیے اس کے لیے جو تم میں سیدھی راہ پر ہونا چاہے اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ سارے جہاں کا رب۔

(فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝) پھر کہاں جاتے ہو

استضلال لھم فیما یسلکونہ فی امر القرآن العظیم۔ کفار سے خطاب ہے کہ تم قرآن عظیم کے واضح اور روشن طریق کو چھوڑ کر کیوں گمراہی اختیار کرتے ہو اور قرآن حکیم سے کیوں روگردانی کرتے اور تم کس راہ پر باطل چل نکلے ہو۔

(اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝) وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہانوں کے لیے۔

(اِنْ هُوَ) ای ماھو یعنی وہ کیا ہے یہ سوال محذوف کا جواب ہے (اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝) موعظۃ و تذکیر عظیم لمن یعلم یعنی نصیحت اور ذکر عظیم ہے اس کے لیے جو جانے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قرآن حکیم ورد بھی ہے اور شرف انسانیت بھی، پند و موعظت بھی ہے اور سارے جہانوں کے لیے ہدایت کا منشور بھی ہے اور جو شخص اس میں غور کرے گا اس پر حقیقت واضح ہو جائے گی۔

(لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝) جو تم میں سے سیدھی راہ پر ہونا چاہے۔

یہ عالمین سے بدل ہے اور کل سے بدل البعض سے ای لمن شاء منکم الاستقامۃ بتحری الحق وملازمۃ الصواب وایراد الجملۃ لان العالمین لاھم المنتفعون بالتذکیر یعنی جو کوئی تم میں سے حق وصداقت کی پیروی کرے اور استقامت کے ساتھ ان کے سیدھی راہ چلنا چاہے تو قرآن حکیم اس کے لیے نصیحت ہے اور اس کی تذکیر اس کی نصیحت یقیناً نفع بخش اور سود مند ہے۔ عالمین سے بدل کا معنی یہی ہے کہ قرآن کی اتباع سے وہ ضرور فائدہ پائیں گے۔

(وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝) اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ سارے جہانوں کا رب۔

(وَمَا تَشَآءُوْنَ) اور تم کیا چاہو ای الاستقامۃ بسبب من الاسباب یعنی اسباب میں سے سبب کے ساتھ استقامت۔ جب یہ آیت "لمن شاء منکم ان یستقیم" اتری تو ابو جہل نے کہا جعل الامر الینا ان شئنا استقمنا وان شئنا لم نستقیم فانزل اللہ تعالیٰ وَمَا تَشَآءُوْنَ الخ (ابن المنذر عن سلیمان بن موسیٰ) کہ ہمیں اس امر میں اختیار دیا گیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو استقامت رکھیں اور اگر چاہیں تو استقامت نہ رکھیں تو یہ آیت وَمَا تَشَآءُوْنَ الخ نازل ہوئی۔ (الا ان یشاء اللہ) مگر یہ کہ اللہ چاہے ای الا ان یشاء اللہ تعالیٰ مشیئتکم فمشیئتکم بسبب مشیئۃ اللہ تعالیٰ یعنی مگر یہ کہ اللہ چاہے کہ تم حق پر استقامت رکھو اس لیے کہ تمہاری مشیئت اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے سبب کے ساتھ ہے یعنی اگر اللہ چاہے تو تم چاہو گے کہ اسباب وافعال کا خالق بھی اللہ ہی ہے اگر وہ سبب پیدا نہ کرے تو تم کیونکر چاہو۔ تو جس کے لیے اللہ چاہے تو یہ اس پر حق سبحانہ وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ (رب العالمین) جو جہانوں کا پروردگار ہے ای ملک الخلق ومربیھم اجمعین۔ یعنی تمام مخلوقات کا مالک و بادشاہ اور سب کو پالنے والے اور درجہ کمال کو پہنچانے والا اور نفع عطا فرمانے والا تو جو استقامت کا طلب گار ہو تو وہ اللہ ہی کی طرف رجوع لائے کہ اس کے فضل کے بغیر استقامت حاصل نہیں ہوتی۔

الحمد للہ آج ۲ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ سورۂ کورت کی تفسیر پوری ہوئی بمطابق ۱۳ جون ۱۹۹۴ء

سورۃ الانفطار مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع۔ انیس آیات۔ اسی کلمات اور تین سو تنائیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ انفطار پ۳۰

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ — جب آسمان پھٹ پڑے

وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ — اور جب تارے جھڑ پڑیں۔

وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ — اور جب سمندر بہا دیے جائیں

وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝ — اور جب قبریں کریدی جائیں۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝ — ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ — اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے۔

الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ — جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار بنایا۔

فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ — جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ — کوئی نہیں بلکہ تم انصاف ہونے کو جھٹلاتے ہو۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ — اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں۔

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ — معزز لکھنے والے۔

يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ — جانتے ہیں جو کچھ تم کرو

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ — بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں۔

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝ — اور بیشک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں۔

يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ — انصاف کے دن اس میں جائیں گے۔

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝ — اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے۔

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ — اور تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن۔

ثُمَّ مَآ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ۔ يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـًٔـا ؕ وَالۡاَمۡرُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ۔

پھر تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن۔ جس دن کوئی جان کسی جان کا اختیار نہ رکھے گی اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہے۔

حل لغات سورۃ انفطار پ ۳۰

اذا جب	السماء۔ آسمان	انفطرت پھٹ جائیگا	و۔ اور
اذا۔ جب	الکواکب۔ ستارے	انتثرت بکھر پڑیں گے	و۔ اور
اذ۔ جب	البحار۔ سمندر	فجرت۔ بہادیے جائیں گے	و۔ اور
اذ۔ جب	القبور۔ قبریں	بعثرت۔ اکھیڑی جائیں	علمت۔ جان لے گا
نفس۔ ہر آدمی	ما۔ جو اس نے	قدمت۔ آگے بھیجا	و۔ اور
اخرت۔ پیچھے چھوڑا	یا ایہا۔ اے	الانسان۔ انسان	ما۔ کس چیز نے
غر۔ دھوکہ دیا	ک۔ تجھ کو	بربک۔ تیرے رب	الکریم۔ کریم کے متعلق
الذی۔ جس نے	خلقک۔ پیدا کیا تجھ کو	فسوٰک۔ پھر درست کیا	فعدلک۔ پھر برابر کیا
فی۔ بیچ	ای۔ جس	صورۃ۔ صورت کے	ما۔ جو
شاء۔ چاہا	رکبک۔ تجھ کو بنا دیا	کلا۔ ہرگز نہیں	بل۔ بلکہ
تکذبون۔ تم جھٹلاتے ہو	بالدین۔ قیامت کو	و۔ اور	ان۔ بیشک
علیکم۔ تم پر	لحفظین۔ کچھ محافظ ہیں	کراما۔ بزرگ	کاتبین۔ لکھنے والے
یعلمون۔ جانتے ہیں	ما۔ جو	تفعلون۔ تم کرتے ہو	ان۔ بیشک
الابرار۔ نیک لوگ	لفی۔ یقیناً	نعیم۔ نعمتوں میں ہیں	و۔ اور
ان۔ بیشک	الفجار۔ بدکار	لفی۔ یقیناً	جحیم۔ جہنم میں ہیں
یصلونہا۔ داخل ہوں گے اس میں		یوم۔ دن	الدین۔ انصاف کے
و۔ اور	ما۔ نہیں	ھو۔ وہ	عنہا۔ اس سے
بغائبین۔ غائب ہونیوالے	و۔ اور	ما۔ کیا	ادرٰیک۔ جانے تو
ما۔ کیا ہے	یوم۔ دن	الدین۔ انصاف کا	ثم۔ پھر
ما۔ کیا	ادرٰیک۔ جانے تو	ما۔ کیا ہے	یوم۔ دن
الدین۔ انصاف کا	یومئذ۔ دن	لا۔ نہ	تملک۔ اختیار رکھے گا

نفس کوئی آدمی ۔ لنفس کسی کا ۔ شیئا کچھ بھی ۔ و الامر اور حکم ۔ یومئذ اس دن ۔ للہ اللہ کا ہو گا۔

سورۃ الانفطار

سورت الانفطار بالاتفاق مکی ہے اس میں ایک رکوع اور انیس ۱۹ آیات ہیں اس کا نام سورت انفطرت اور سورۃ المنفطرۃ بھی ہے اور پچھلی سورت کے مضمون سے اس کی مناسبت خود بخود واضح ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ انفطار پ ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝

جب آسمان پھٹ پڑے۔ اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب سمندر بہا دیئے جائیں اور جب قبریں کریدی جائیں ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے۔

(اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝) جب آسمان پھٹ پڑے

ای انشقت لنزول الملائکۃ یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا تاکہ وہاں کے رہنے والے فرشتے اتریں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے یوم تشقق السما بالغمام ونزل الملائکۃ تنزیلا۔ جس روز آسمان پھٹ جائے گا بادلوں سے اور فرشتے اتارے جائیں گے پوری طرح۔

(واذا الکواکب انتثرت ۝) اور جب تارے جھڑ پڑیں۔

أی تساقطت متفرقۃ وھو استعارۃ لازالتھا حیث شبھت بجواھر قطع سلکھا۔ یعنی بکھر کر گر پڑیں گے اور اس میں استعارہ (تشبیہ) ہے کہ وہ زائل ہو جائیں گے اس ہار کی ڈوری کے ٹوٹنے سے موتی بکھر جاتے ہیں۔

(وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ○) اور جب سمندر بہا دیئے جائیں۔

ای فتحت وشققت جوانبهما فزال مابینهما من البرزخ واختلط العذب بالاجاج وصارت بحرا واحدا۔ یعنی ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں گے اور ان کے اطراف پھٹ جائیں گے (پھاڑ دیئے جائیں گے) تو ان کے درمیان جو برزخ (پردہ، اوٹ۔ فاصلہ) ہے وہ زائل ہو جائے گا اور شیریں پانی شور (کڑوے) پانی سے مل جائے گا اور ایک سمندر رہی ہو جائے گا۔

(وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ○) اور جب قبریں کریدی جائیں۔

قلب ترابها الذی حثی علی موتاها واخرج من دفن فیها۔ یعنی جب قبروں کی مٹی الٹ پلٹ کی جائے گی جو مردوں پر پڑی ہوگی۔ اسے دور کرکے اس میں جو دفن کئے گئے تھے نکالے جائیں گے۔ ایک قول ہے قبروں میں مردے جو پیوند خاک ہو چکے ہوں گے زندہ کرکے نکالے جائیں گے۔ بعثرت کے معنی ہیں تبدیل التراب مٹی کا الٹ پلٹ کرنا یا کریدنا اکھاڑنے یا نکالنے کے لیے۔ اس شئے کو جو اس کے اندر ہا چھپے ہو۔

(عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ○) ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے۔

یہ جواب "اِذَا" ہے لیکن یہ علم بوقت بعث نہیں بلکہ صحیفوں کے نشر ہونے پر ہوگا۔ اگرچہ ایک ہی زمانہ ہے جس کی ابتدا نفخۂ اولیٰ سے ہوگی والمراد ما اسلف من عمل خیر او شر واخر من سنة حسنة او سیئة یعمل بها بعده قاله ابن عباس وابن مسعود اور اس سے مراد ہے جو بھلائی اور برائی کے کام اس نے پہلے کئے اور جو اچھا طریقہ (سنت نبوی سے) یا برا طریقہ (بدعت سیئہ) اپنے پیچھے چھوڑ کر آیا یہ ابن عباس اور ابو مسعود سے مروی ہے۔ قتادہ سے منقول ہے ماقدم معقیه واخر من طاعة یعنی جو کچھ گناہوں اور نافرمانیوں کا ارتکاب پہلے کیا۔ اور فرمان برادری کے کام پیچھے چھوڑے ایک قول ہے جو آگے بھیجا سے اس سے مراد زکوٰۃ و صدقات وغیرہ ہیں اور جو پیچھے چھوڑا اس سے مراد میراث وترکہ ہے۔

(یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ○ الَّذِیْ خَلَقَكَ) اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے جس نے تجھے

فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ ○ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ○ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ○ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ○ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ○ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ○

پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا۔ جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا کوئی نہیں بلکہ تم انصاف ہونے کو جھٹلاتے ہو۔ اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں معزز لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرو۔

(يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ○) اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے۔

کلبی کا قول ہے کہ یہ آیت ابسیدبن کلدہ کے متعلق نازل ہوئی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے ہودگی اور گستاخی کی اور اللہ نے اس کی فوری گرفت نہ فرمائی اور یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہے کہ کس چیز نے تمہیں اس کی خلاف ورزی پر فریب دیا اور جرأت دلائی کیا اس کی کریمی یا اس کے عفو و درگزر نے۔ (ای شیئ خدعک وجراک علی عصیانہ تعالیٰ وارتکاب مالیلیق بشانہ عز شانہ۔ یعنی تمہیں کس چیز نے دھوکے میں ڈالا اور تجھے دیدہ و دلیر کیا کہ تو حق سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی و معصیت کرے اور ان امور کا ارتکاب کرے جو حق سبحانہ وتعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔

الکریم صفت باری تعالیٰ ہے اور اس سے کفر و ناشکری کی تردید ہو رہی ہے تو اللہ کے کرم کے پیش نظر لازم تو شکر گزاری اور نافرمانی سے پرہیز ہے اور اس کا حق پہچاننا ہے نہ یہ کہ اس کی نرمی پر تکیہ کرلے اور معصیت کے کاموں میں دیدہ دلیر ہو جائے اگرچہ اس کی سنت تو یہی ہے کہ فوری پکڑ نہیں فرماتا اور ڈھیل دیتا ہے لیکن جب پکڑ فرماتا ہے تو اس کی پکڑ بڑی شدید ہے جیسا کہ ارشاد عالی ہے ان بطش ربک لشدید۔

علماء کا قول ہے کہ اے انسان تجھے کس امر نے اللہ سے دور کر دیا اور کس شئے نے تجھے فریب نفس میں مبتلا کر دیا۔ بعض صالحین اور عارفین کا قول ہے کہ اس میں گناہ گاروں کے لئے جواب کی صورت ہے کہ جب اللہ ایسا فرمائے گا تو ہم کہہ دیں گے غَرَّنَا كَرَمُ الْكَرِيْمِ کہ کریم کے کرم نے ہمیں فریب میں ڈال دیا۔

(اَلَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ ○) جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر ٹھیک بنایا

پھر ہموار فرمایا۔ ای الذی خلق الانسان من تراب اوثم

یہ رب کی دوسری صفت کا بیان ہے ای اللہ کو پہلے مٹی سے پھر نطفے سے تخلیق کیا ثم

ثم خلق من نطفۃ یعنی اللہ نے انسان کو پہلے مٹی سے پھر نطفے سے تخلیق کیا ثم

جعل الاعضاء سویۃ سلیمۃ پھر آدمی کو سالم الاعضا بنایا یعنی اس کے اعضا کو درست

بنایا تاکہ وہ ان سے کام لے سکے۔ ثم میرلک معتدلا پھر تمہاری بدنی بناوٹ کو

معتدل اور متوازن بنایا اور ان میں مناسبت وموافقت پیدا کی۔

(فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝) جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔

یہ رب کی تیسری صفت کا بیان ہے ای رکبک و وضعک فی ای صورۃ اقتضتھا

مشیئتہ تعالیٰ وحکمتہ جل وعلا من الصور المختلفۃ فی الطول والقصر ومراتب

الحسن یعنی تجھے ترکیب دیا اور تجھے جس صورت پر حق سبحانہ وتعالیٰ کی مشیئت وحکمت

کا اقتضاء ہوا مختلف صورتوں میں سے لمبائی اور ٹھگنا میں اور حسن وجمال کے مراتب کے

اعتبار سے خوبرو یا کم رو، گورا چٹا یا کالا وسیاہ بنایا۔

(كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۝) کوئی نہیں بلکہ تم انصاف ہونے کو جھٹلاتے ہو۔

ردع عن الاغترار بکرم اللہ تعالیٰ یہ حرف ردع (کلا) حق سبحانہ وتعالیٰ کی قرآن

کریمی سے دھوکہ میں مبتلا ہونے پر انتباہ ہے۔

ای لیس الامر کما تزعمون نفی البعث والنشور ثم قیل لا تتبینون بھذا

البیان بل تکذبون۔ یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح کہ بعث ونشور (قیامت میں

جی اٹھنے وغیرہ) کا انکار کرکے تم گمان رکھتے ہو پھر ارشاد ہے کہ کیا تمہیں اس بیان

سے وضاحت نہیں ہوتی بلکہ تم الٹا جھٹلاتے ہو۔ یعنی معصیت کے ساتھ تکذیب بھی

کرتے ہو تو تمہیں کرم ربانی پر مغرور نہ ہونا چاہیئے۔

(وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۝) اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں۔

ای تکذبون بالجزاء والحال ان علیکم من قبلنا لحافظین لاعمالکم

یعنی تم جزاء وسزا (روز انصاف) کو جھٹلاتے ہو حالانکہ ہم نے پہلے ہی سے تمہارے

اعمال کی نگہبانی کرنے والے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔

(كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ۝) معزز لکھنے والے

ای لدینا یعنی وہ فرشتے ہمارے نزدیک عزت واکرام والے ہیں اور تمہارے ہر اعمال واقوال وافعال کے لکھنے پر مقرر ہیں۔
(یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ٥) معزز لکھنے والے

من الافعال قلیلا کان او کثیرا و یضبطونه نقیرا و قطمیرا افعال و اعمال ہیں سے خواہ تھوڑے ہوں یا زیادہ خوب جانتے ہیں اور اُسے ضبط تحریر میں (محفوظ) رکھتے ہیں خواہ تل بھر ہو یا تنکا چھلکا جھتنا۔ یعنی ان فرشتوں (کراماً کاتبین) سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔ خواہ نیکی ہو یا برائی و بدی۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ٥ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ٥ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ٥ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ ٥ بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں جائیں گے اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے۔

(اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ٥) بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں۔

ای فی الجنة یعنی جنت میں ہوں گے۔ ابرار اس لیے فرمایا کہ نیکوکار تھے اور اخلاق رزیلہ اور عقائدِ باطلہ سے بچتے رہے۔

(وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ٥) اور بے شک بدکار دوزخ میں ہیں۔

فُجَّار ابرار کے مقابل یا ضد ہے اور فجور کے معنی ہیں پھاڑنا اور مفہوم یہ ہے کہ کفر و معصیت اور گناہ کے کام کرنا تو ایسے لوگ یعنی کفار ضرور جہنم میں داخل ہوں گے یہ اور اوپر والی آیت دونوں "علمت نفس ما قدمت واخرت" کی صراحت ہے یعنی ہر شخص سزا و جزا سے اپنے بارے میں خوب جان لے گا۔

(یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ٥) انصاف کے دن اس میں جائیں گے۔

ای یوم الجزاء الذی کانوا یکذبون به استقلالا۔ یعنی وہ لوگ جو یوم الدین کے مستقل منکر تھے اور جزاء و سزا پر کوئی ایمان نہیں رکھتے تھے وہ اس روز جہنم میں داخل ہوں گے مراد کفار ہیں۔ اور یہ داخلہ ان کے کفر و معصیت کا نتیجہ ہوگا۔

(وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ ٥) اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے۔

طرفة عین فان المراد استمرار النفی لانفی الاستمرار وهو

كقوله تعالى وما هم بخارجين منها في الدلالة على سرمدية العذاب
وانهم لا يزالون محسين بالنار قيل معنا ۰ وما كانوا غائبين عنها قبل
ذلك بالكلية بل كانوا يجدون سمومها في قبورهم حسبما قال النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم القبر روضة من رياض الجنة او حفرة
من حفر النار على ان غائبين من حكاية الحال الماضية۔

ایک آن کے لیے بھی کیونکہ نفی سے مراد استمرار کی نفی نہیں بلکہ استمرار ہے اور
ہے کہ وہ (کفار) دوزخ سے ہرگز نہ نکلیں گے۔
جیساکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا قول عذاب پر دلالت کرتا ہے اور یہ لوگ
(کبھی بھی نہ نکلیں گے) اور یہ سرمدی (دوامی)
وہ آگ کے حصار ودائرہ سے کبھی بھی نہ نکل سکیں گے اور ایک قول یہ ہے کہ
اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے دوزخ سے بالکلیہ چھپے ہوئے نہ تھے بلکہ اپنی
قبروں میں دوزخ کی گرم لو انہیں پہنچتی تھی جیسا کہ اس کے متعلق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ
وسلم ہے کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا پھر دوزخ کے گڑھوں
میں ایک گڑھا تو ان کا دوزخ سے چھپا ہوا نہ ہونا گویا ان کفار کے ماضی کے حال کی حکایت
ہے۔

(وَمَآ اَدْرٰىكَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝) اور تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن

تفخيم شان يوم الدين الذي يكذبون به يوم الدين

(یعنی بدلے یا انصاف کا دن) کی عظمت وہیبت کا اظہار ہے جس کو کافر لوگ
جھٹلاتے تھے۔ یعنی تمہیں اس دن کی شدت وہیبت، عسرت ومصیبت
کا ادراک نہیں۔ درحقیقت یہ خطاب کفار سے ہے گو مخاطب حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں۔

(ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝) پھر تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن
یہ جملہ مکرر یوم الدین کی فخامت وعظمت کے لیے مؤکد ہے۔

(يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۝ط) جس دن کوئی جان کسی جان کا
کچھ اختیار نہ رکھے گی۔

يَوْمُ يصلونها يوم الدين میں یوم الدین سے بدل ہے اور یوم الدین

کی اجمالی شان کا بیان ہے یعنی وہ دن جس دن کوئی کافر کسی کافر کو نفع نہ پہنچا سکے گا۔ مقاتل کا قول ہے کہ "نفس" سے مراد کافر ہے جبکہ اللہ کی مہربانی سے مومن مومنوں کے شفیع ہوں گے جیسا کہ احادیث میں بکثرت وارد ہے اور شفاعت کی اجازت صرف اہل ایمان کے لیے ہے اور شفاعت کا اذن تملیک نہیں بلکہ اعزاز و کرم شرف و عزت ہے۔

(وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ ۝) اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہے۔

ای الامر لہ تعالیٰ لا لغیرہ سبحانہ یعنی اس دن بھی اللہ ہی کا ملک ہے (بادشاہی ہے) اور اسی وحدہٗ لاشریک الملک المطاع کا حکم ہوگا اور کسی دوسرے کا حکم نہ ہوگا برخلاف دنیا کے کہ لوگ عارضی مالک بنائے گئے تھے اور ان کا حکم چلتا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دنیا ہو یا آخرت حکم صرف اسی حاکم حقیقی ہی کا ہے (الا لہ الا اللہ الملک الحق اجمعین ۝ قتادہ کا قول ہے ای لیس ثم احد یقضی شیئاً ولا یصنع شیئاً غیر رب العالمین۔ یعنی پھر کوئی ایسا نہ ہوگا کہ کسی شے کا فیصلہ کر سکے اور نہ ہی کوئی شے بنا سکے سوائے جہانوں کے پروردگار جو وحدہٗ لاشریک ہے۔

الحمد للہ آج سورت الانفطار کی تفسیر مکمل ہوئی

۶، محرم الحرام ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۶، جون ۱۹۹۴ء

سورۃ التطفیف مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع چھتیس آیات ایک سو انہتر کلمات اور سات سو تیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ تطفیف پ۳۰

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝
کم تولنے والوں کی خرابی ہے۔

الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝
وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں تو پورا لیں۔

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝
اور جب انہیں ماپ تول کر دیں تو کم دیں۔

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝
کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے۔

لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝
ایک عظمت والے دن کے لیے۔

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝
بیشک کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝
اور تو کیا جانے سجین کیسی ہے۔

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝
وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝
جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝
اور اسے نہ جھٹلائے گا مگر ہر سرکش گنہگار

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝
جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو کہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝
کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝
ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝
پھر بیشک انہیں جہنم میں داخل ہونا ہے۔

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝
پھر کہا جائے گا یہ ہے وہ جسے تم جھٹلاتے تھے

كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝
ہاں ہاں بیشک نیکوں کی لکھت سب سے اونچی محل علیین میں ہے۔

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝
اور تو کیا جانے علیین کیسی ہے۔

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝
وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے۔

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝
کہ مقرب جس کی زیارت کرتے ہیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝
بیشک نکوکار ضرور چین میں ہیں۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝
تختوں پر دیکھتے ہیں۔

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝
تو ان کے چہروں پر چین کی تازگی پہچانے۔

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝
نتھری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی رکھی ہے۔

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝
اس کی مہر مشک پر ہے اور اسی پر چاہیے کہ للچائیں للچانے والے۔

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝
اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝
وہ چشمہ جس سے مقربان بارگاہ پیتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝
بے شک مجرم لوگ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝
اور جب وہ ان پر گزرتے تو یہ آپس میں ان پر آنکھوں سے اشارے کرتے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝
اور جب اپنے گھر پلٹتے خوشیاں کرتے پلٹتے۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝
اور جب مسلمانوں کو دیکھتے کہتے بے شک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں۔

وَمَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝
اور یہ کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہ بھیجے گئے۔

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ
تو آج ایمان والے کافروں سے ہنستے ہیں۔

عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ ۝ — تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں۔
ھَلْ ثُوِّبَ الْکُفَّارُ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝ — کیوں کچھ بدلہ ملا کافروں کو اپنے کیے کا۔

حل لغات سورۃ تطفیف پ ۳۰

ویل۔خرابی ہے	للمطففین۔واسطے کم تولنے والوں کے		الذین۔وہ کہ
اذا۔جب	اکتالوا۔ماپ کر لیتے ہیں	علی۔اوپر	الناس۔لوگوں کے
یستوفون۔تو پورا لیتے ہیں	و۔اور	اذا۔جب	کالو۔ماپ کر دیتے ہیں
ھم۔ان کو	او۔یا	وزنو۔تول کر دیتے ہیں	ھم۔ان کو
یخسرون۔تو کم دیتے ہیں	الا۔کیا نہیں	یظن۔یقین رکھتے	اولئک۔یہ لوگ
انہم۔کہ وہ	مبعوثون۔اٹھائے جائینگے	لیوم۔واسطے دن	عظیم۔بڑے کے
یوم۔جس دن	یقوم۔کھڑے ہونگے	الناس۔لوگ	لرب۔واسطے رب
العلمین۔جہانوں کے	کلا۔ہرگز نہیں	ان۔بیشک	کتب۔لکھت
الفجار۔بدکاروں کی	لفی۔یقیناً بیچ	سجین۔سجین کے ہے	و۔اور
ما۔کیا	ادراک۔جانے	لک۔تو	ما۔کیا ہے
سجین۔سجین	کتب۔لکھت ہے	مرقوم۔مہر شدہ	ویل۔خرابی ہے
یومئذ۔اس دن	للمکذبین۔جھٹلانے والوں کے لیے		الذین۔وہ جو
یکذبون۔جھٹلاتے ہیں	بیوم۔دن	الدین۔قیامت کو	و۔اور
ما۔نہیں	یکذب۔جھٹلائیگا	بہ۔اس کو	الا۔مگر
کل۔ہر ایک	معتد۔حد سے گزرنے والا	اثیم۔گنہگار	اذا۔جب
تتلی۔پڑھی جاتی ہیں	علیہ۔اس پر	ایتنا۔ہماری آیتیں	قال۔کہتا ہے
اساطیر۔کہانیاں ہیں	الاولین۔پہلوں کی	کلا۔ہرگز نہیں	بل۔بلکہ
ران۔زنگ ہے	علی۔اوپر	قلوبہم۔انکے دلوں پر	ما۔جو
کانوا۔تھے وہ	یکسبون۔کماتے	کلا۔ہرگز نہیں	انہم۔بیشک وہ
عن ربہم۔اپنے رب سے	یومئذ۔اس دن	لمحجوبون۔پردہ کر دیے جائینگے	ثم۔پھر
انہم۔بیشک وہ	لصالوا۔داخل ہونے والے ہیں	الجحیم۔دوزخ میں	ثم۔پھر

یقال - کہا جائیگا
ہٖ - اسکو
انہ - بیشک
و - اور
ما - کیا ہے
یشہدہ - حاضر ہونگے
الابرار - نیک لوگ
الارائک - تختوں کے
وجوھھم - انکے چہروں کے
من رحیق - صاف شراب
و - اور
لالچ کریں
مزاجہ - ملونی اسکی
بہا - اس سے
اجرموا - مجرم ہیں
یضحکون - ہنستے
بہم - ان کے پاس سے تو
انقلبوا - پھرتے
فکھین - خوش ہوکر
ھم - ان کو
لضالون - گمراہ ہیں
علیہم - ان پر
اٰمنوا - مومن ہیں
الارائک - تختوں کے
الکفار - کافر

ھٰذا - یہ
تکذبون - جھٹلاتے
الابرار - نیکوں کی
ما - کیا
علیون - علیین
ہٗ - اسکو
لفی - بیچ
ینظرون - دیکھتے ہونگے
نضرۃ - تازگی ہوگی
مختوم - مہر کی گئی
فی - بیچ
المتنافسون - لالچ کرنے والے
من تسنیم - تسنیم کی ہوگی
المقربون - مقرب لوگ
کانوا - وہ تھے
و - اور
یتغامزون - اشارہ کرتے
الی - طرف
و - اور
قالوا - کہتے ہیں
و - اور
حفظین - نگران
من الکفار - کفار سے
ینظرون - دیکھتے ہونگے
ما - جو

الذی - وہ ہے
کلا - ہرگز نہیں
لفی - بیچ
ادراک - جانے
کتب - لکھت ہے
المقربون - مقرب لوگ
نعیم - نعمتوں کے ہونگے
تعرف - پہچانے گا تو
النعیم - نعمتوں کی
ختمہ - اسکی مہر
ذلک - اس کے
عینا - ایک چشمہ ہے
ان - بیشک
من الذین - ان سے
اذا - جب
و - اور
اہلہم - اپنے گھر والوں کی
اذا - جب
ان - بیشک
ما - نہ
فالیوم - تو آج
یضحکون - ہنسیں گے
ھل - کیا
کانوا - تھے وہ

کنتم بہ - تم
ان - بیشک
علیین - علیین کے بیچ
لشٔ - تو
مرقوم - مہر شدہ
ان - بیشک
علی - اوپر
فی - بیچ
یسقون - پلائے جائینگے
مسک - کستوری ہوگی
فلیتنافس - چاہیے کہ
و - اور
یشرب بہا - پئیں گے
الذین - وہ جو
اٰمنوا - جو مومن ہیں
مروا - گزرتے ہیں
اذا - جب
انقلبوا - پھرتے ہیں
راو - دیکھتے ہیں
ھٰؤلاء - یہ لوگ
ارسلوا - بھیجے گئے
الذین - وہ جو
علی - اوپر
ثوب - بدلہ دیے گئے
یفعلون - کرتے۔

سورت التطفیف

اس سورہ مبارکہ کو سورۃ المطففین بھی کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ یہ مکی ہے یا مدنی عبداللہ ابن مسعود اور ضحاک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ مکی ہے جبکہ حسن اور عکرمہ رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ مدنی ہے اور سدی کا بھی یہی قول ہے کہ مدینہ میں ایک شخص تھا جس کی کنیت ابا جہینہ تھی اس کے پاس دو پیمانے تھے وہ پورے پیمانے سے خریدتا یا لیتا تھا اور ناقص پیمانے سے بیچتا یا دیتا تھا تو یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی اور ابن عباس سے جو روایات منقول ہیں تو ان میں سے ابن الضریس کی روائت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مکی سورتوں کے آخر میں جو سورت اتری وہ سورۃ المطففین ہے۔ ابن مردویہ اور بیہقی نے ان سے روائت کی ہے کہ مدینہ میں جو سورت سب سے اول نازل ہوئی وہ "ویل للمطففین" ہے اور اس کی اس روائت سے تائید ہوتی ہے جیسے نسائی، ابن ماجہ، بیہقی نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ اور دیگر اصحاب نے روایت کیا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ ناپ تول میں بہت ہی کمی کرتے تھے تو اللہ نے "ویل للمطففین" نازل فرمائی فاحسنوا الکیل تو اس کے بعد انہوں نے اپنا ناپ تول خوب درست کر لیا۔ اور۔ ابن عباس ہی سے اور قتادہ سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے سوائے ان آٹھ آیتوں کے جو سورت کے آخر میں ہیں ان الذین اجرموا الخ اور ایک قول ہے کہ یہ سوائے ابتدائی سات آیات کے یہ سورت مدنی ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ سورت مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی اور نہ ہی مکی ہے اور نہ ہی مدنی ہے اور یہ دونوں کے درمیان واسطہ ہے اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اہل مدینہ کی اصلاح فرما دے پیشتر اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوں اس کی آیات چھتیس ہیں جن میں کسی کا خلاف نہیں۔ اس سورت اور اس سے پہلی سورت میں مناسبت یہ ہے کہ اس میں حق بیان

وتعالیٰ نے سعداء اور اشقیاء کے ذکر سے قبل یوم الجزاء کا ذکر کیا ہے اور اس کی مناسبت
(عظمت وہیبت) کا بیان ہے اور اس سورت میں بعض نافرمانوں کی بدعملیوں پر جو دھمکی ہے
جو ان سے صادر ہوئیں جیسے ماپ تول میں کمی اور یونہی مذکورہ مکذبین اور اشقیاء کے حال
کی تشریح ہے امام سیوطی کے نزدیک ان سورتوں میں احوال قیامت کا ذکر بالترتیب ہے
سورت الانفطار کے آخر میں موقف اور کراما کاتبین کے اہل اور نعیم وجحیم کا تذکرہ ہے
اور اس سورت میں اس کے قیام کی مناسبت اس آیت سے واضح ہے یوم یقوم الناس
لرب العلمین۔ اور اس کے بعد اہل نعیم واہل جحیم کے ٹھکانوں وغیرہ کی تفصیل
ہے جو وحدت مناسبت مضمون پر دلالت کر رہی ہے۔

مختصر تفسیر سورہ التطفیف رکوع اوّل پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

کم تولنے والوں کی خرابی ہے۔ وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ تول کر دیں کم کر دیں۔ کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے۔ ایک عظمت والے دن کے لئے جس دن سب لوگ رب العلمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

(وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝) کم تولنے والوں کی خرابی ہے۔
ویل کے بارے میں مختلف اقوال یہ ہیں۔

۱۔ الویل شدت الشر ویل کا مطلب سخت خرابی
۲۔ الحزن والهلاك پریشانی اور ہلاکت
۳۔ العذاب الالیم دردناک عذاب
۴۔ انه واد فی جهنم ویل جہنم میں ایک وادی ہے

۵۔ انہ جبل فی جھنم ویل جہنم میں ایک پہاڑ ہے۔

۶۔ ویل جہنم کا ایک کنواں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ویل ہے یعنی تباہی ہلاکت ہے اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور تطفیف کے معنی ہیں البخس فی الکیل والوزن ناپ تول میں گھٹانا۔

(اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ٥) وہ کہ جب اوروں سے ناپ لیں پورا لیں۔

صفۃ مخصصۃ للمطففین الذین نزلت فیھم الآیۃ او صفۃ کاشفۃ لحالھم۔ الذین موصولہ ہے یعنی وہ تولنے والے۔ جس کے بارے میں آیت اتری ان کی خصوصی صفت یہ ہے یا یہ صفت کہ جب دوسروں سے ناپ لیں تو پورا لیں ان کے کیفیت حالت کو کھولنے والی ہے۔ ای اذا اخذوا من الناس اخذوا بحکم الشراء ونحوہ کیلا یاخذونہ وافیا وافرا یعنی جب دوسرے لوگوں سے لیں جیسا کہ خرید و فروخت کے ضابطہ وغیرہ کا مقتضی ہے تو ان سے پورا اور زیادہ تول لیں اور وصول کریں۔

(وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ٥) اور جب انہیں ناپ تول کر دیں کم کر دیں۔

ای اذا کالوھم او وزنوھم للبیع ینقصون یعنی جب لوگوں کو ناپ تول کر دیں تو گھٹائیں۔ یُخْسِرُوْنَ کے معنی ہیں خسر الوزن وزن کا کم کر دینا یعنی ناپ تول میں کمی بیشی کرنا ہی تطفیف ہے اور یہی موجب عذاب ہے جس پر ویل کی وعید ہے۔ یہ مطففین کی دوسری صفت و حالت ہے۔

(اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ٥) کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے۔

ای الا یظن اولئک الموصوفون بذلک الوصف الشنیع الھائل انھم مبعوثون۔ یعنی کیا وہ لوگ جو بری اور برباد و ہلاک کرنے والی صفت و حالت کے ساتھ متصف ہیں یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ زندہ نہ اٹھائے جائیں گے

استفہام انکاری ہے اور استئناف کلام وارد ہے اور مطففین کی حالت پر تعجب اور زجر ہے کہ اگر وہ یقین رکھتے ہوتے کہ قیامت کے روز بازپرس ہوگی تو وہ تطفیف کا ارتکاب نہ کرتے۔

لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ ایک عظمت والے دن کے لیے

عظیم (بڑائی عظمت) یوم (دن) کی صفت ہے اور لام تعلیل کا ہے جس کا مطلب ہے ای لحساب یعنی حساب کے لیے مراد روز قیامت ہے جس میں ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا۔

يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ جس دن سب لوگ رب العلمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

ای لحکمہ تعالیٰ وقضائہ عزوجل۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلہ کے لیے يَوْمَ يَقُوْمُ سے بدل ہے یعنی جب لوگ موقف میں ہوں گے۔ اور یقوم الناس رب العلمین کا مطلب ہے روز قیامت قبروں سے اٹھیں گے اور پیشی ہوگی۔ امام بیہقی نے اس آیت کے تحت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس روز لوگ تین سو سال تک کھڑے رہیں گے۔ بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حشر کے روز لوگوں اس قدر پسینہ آئے گا۔ کہ زمین کے اندر ستر گز (ہاتھ) تک پہنچے گا اور کانوں تک پسینہ کی لگام ہوگی۔ یہ حالت کفار کی ہوگی۔ لیکن مومن اس حال میں مبتلا نہ ہوں گے ان کے لیے یہ طویل دن نماز عصر سے نماز مغرب کے درمیانی وقت کے برابر ہوگا اور وہ ابر کے سایہ تلے سونے کی کرسیوں پر ہوں گے اور اہل ایمان نہ ہی بے پردہ ہوں گے اور نہ ہی سورج کی گرمی سے متاثر ہوں گے ابن المبارک نے حضرت سلمان فارسی سے یہی نقل کیا ہے۔ ابن عمر سے مروی ہے کہ جب وہ کسی خرید و فروخت کرنے والے کے پاس سے گزرتے تو فرماتے اتق اللہ تعالیٰ واوف الکیل فان المطففین یوقفون یوم القیامۃ لعظمۃ الرحمٰن حتی ان العرق لیلجمھم۔ اللہ سے ڈرو اور پورا پورا تولو بے شک کم ناپ تول کرنے والے قیامت کے روز حساب فہمی کے لیے عزت و عظمت والے پروردگار کے حضور پیشی کے لیے کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ انہیں لگام دے گا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا صفت ربوبیت سے ذکر فرمانا (لرب العلمین) اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ تطفیف (کم ناپ تول) بہت بڑا گناہ اور ہلاکت آفرین برائی ہے اور عدل کے قانون

سے کھلا معاہدہ ہے کہ جس کے ساتھ زمین و آسمان قائم ہیں۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّیْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُكَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۝ وَمَا یُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝

بے شک کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے اور تو کیا جانے سجین کیسی ہے۔ وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں اور اُسے نہ جھٹلائے گا مگر ہر سرکش گناہ گار۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

(كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ۝) بے شک کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین ہے۔

(كَلَّآ) بے شک۔ ردع عما كانوا عليه من التطفيف والغفلة من البعث والحساب: کم ناپ تول کرنے والوں اور بعثت و حساب کی فکر سے غافلوں کے لیے تنبیہ اور بازداشت ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ پچھلے آنے والے کلام کا ابتدائیہ اور اربطہ ہے اور حقاً کے معنوں میں ہے یعنی جو کچھ اس سے آگے کہا جا رہا ہے وہ بلاشبہ حق ہے۔

(اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ۝) کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین ہے۔ یہ حرف ردع (كَلَّآ) کی تعلیل ہے۔ اور کتاب بمعنی مکتوب ہے أي ما يكتب من الاعمال الفجار لفي سجين یعنی جو کچھ برے اعمال میں سے لکھا گیا ہے وہ تحریر یا اعمالنامے وہ سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے اور ایک قول ہے کہ کتاب مصدر ہے اور الکتابت (تحریر) کے معنوں میں ہے (یعنی نوشتے) اور فُجّار سے مُراد یہاں کفار ہیں جیسا کہ ابوحیان سے منقول ہے لیکن اکثر کے نزدیک مُراد مطففین (کم ناپ تول کرنے والے) ہیں اگر عمومی معنی فسق یعنی برائیوں کے مرتکب کے ہیں۔ سجین ساتویں زمین کے نیچے ایک جگہ ہے جو ابلیس اور اس کے لشکروں کا ٹھکانہ ہے۔

(وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝) اور تو کیا جانے سجین کیسی ہے۔

استفہام سجین کی ہیبت و ہولناکی کے اظہار کے لیے ہے زجاج کا قول ہے کہ سجین کو نہ تم جانتے ہو اور نہ ہی تمہاری قوم۔ سِجِّیْن سِجْنٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں سخت قید و بند قاموس میں ہے کہ سجین اس جگہ کا نام ہے جہاں کفار کے اعمالنامہ کی کتاب ہے۔ حکیم ترمذی کا قول ہے کہ کافروں کی روحوں کا مقام سجین ہے۔ بغوی کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجین سات زمینوں کے نیچے ہیں۔ کلبی نے اس پر اضافہ کیا ہے کہ ساتویں زمین کے نیچے ایک سبز پتھر ہے اس کے نیچے کفار کے اعمالنامے کی کتاب رکھی ہوئی ہے اس جگہ کو سجین کہتے ہیں بغوی کا ایک قول ہے کہ سجین جہنم میں ہے اور جہنم ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔

(كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝) وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے۔

یا تو یہ کتاب الفجار کی توضیح ہے یا سجین کی تشریح ہے۔ ابن عباس اور ضحاک کا قول ہے مرقوم مختوم بلغۃ حمیر کہ یمن کے قبائیل حمیر کی لغت میں مرقوم کے معنی مہر زدہ واضح مفہوم یہ ہے ای مثبت کالرقم مہر کی مانند ثبت تحریر ہے لا یبلی و لا یمحی جو نہ مٹ سکتی ہے اور نہ ہی بدل سکتی ہے۔ بیضاوی کا قول ہے کہ یہ سجین کی تشریح ہے اس لیے کہ کتاب سخت قید و بند (سجین) کی علت و سبب ہے اور جملہ اصل میں یوں ہے ما کتاب سجین اور اس میں کتاب کا لفظ محذوف ہے لیکن معنی دے رہا ہے کہ وہ کتاب سجین کتابٌ مَّرْقُوْمٌ ہے۔

(وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے

یہ قول باری تعالیٰ یوم یقوم الناس لرب العلمین کے متصل ہے یعنی اس روز حق کو جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔

(الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝) جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔

یہ مکذبین کی صفت ذمیمہ ہے یا پھر مکذبین سے بدل ہے اور ان کی مذمت ہے یعنی وہ لوگ جو روز جزا کے منکر ہیں ان کے لیے اس روز ویل (ہلاکت ہے)

(وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝) اور اُسے نہ جھٹلائے گا مگر

سرکش گنہگار ۔ [illegible]

ای و مایکذب به [illegible] من الاعاد [illegible] الآثم

مال فی التقلید [illegible] گزرنے والا اور [illegible] نفس ہو لٹری سے [illegible] کر حقائق لٹری کے [illegible]

کے دن کو نہیں جھٹلاتا مگر ہر منکر جو حد سے گزرنے والا ہو یہاں تک کہ [illegible]

کی کورانہ تقلید و پیروی میں منکر ہو کر اللہ تعالیٰ کو دوبارہ زندہ اٹھانے پر قادر نہ جانے اور انکار [illegible]

باوصف حق سبحانہ و تعالیٰ [illegible] معتدی سے یہی مراد ہے اور الاثیم کے معنی ہیں اکثر

ہیں حدوں کو پھلانگ جانے [illegible] المخدجۃ الفانیۃ یعنی بکثرت بدی و گناہ کا

الآثام منہمک فی الشہوات [illegible] خواہشات نفسانیہ میں ڈوبا ہوا ہو جن کی

ارتکاب کرنے والا جو ان فنا ہونے والی خواہشات [illegible] اور وہ انکار پر اصرار کرے

تکمیل نہ ہو اور اس میں قبول خیر کی رغبت ہی مفقود ہو جائے

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ جب اس پر ہماری
آیتیں پڑھی جائیں کہے اگلوں کی کہانیاں ہیں ۔

(اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا) الناطقۃ بذلك یعنی قرآن حکیم کی آیات جو حقیقت
کا بیان ہیں ۔

(قَالَ) من فرط جهله واعراضه عن الحق الذی لا محید منه
تو اپنی انتہائی جہالت اور دیدہ دانستہ ہٹ دھرمی اور حق سے انتہائی روگردانی
کی وجہ سے کہتا ہے ۔

(اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝)

ای ھی حکایات الاولین یعنی پچھلے لوگوں کی کہانیاں۔ قاموس میں ہے
اساطیر جمع اسطر کا ہے جس کے معنی ہیں بے ربط باتیں یا گھڑی ہوئی جھوٹی باتیں یا
قصے۔ ایک قول ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں اتری جبکہ کلبی کا قول ہے
کہ یہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں اتری جو معاندین حق کا سرغنہ تھا۔ اور اسے مخالفت حق
نے اس قدر اندھا کر دیا تھا کہ کوئی دلیل اسے قائل نہ کر سکتی۔

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ
چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

(کَلَّا) کوئی نہیں

ردع للمعتدی الاثیم من ذلک القول الباطل وتکذیب له فیه
حد سے بڑھنے والے سخت گناہ گار کے لیے بازداشت ہے ان کے اس قول سے کہ یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں اور یہ قیامت کے دن کو سچا نہیں جانتے اور جھٹلاتے ہیں۔

بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ بلکہ ان کے دلوں پہ زنگ چڑھا دیا ہے، ان کی کمائیوں نے۔

ران کے معنی ہیں زنگ یا کسی چیز کا غالب ہوجانا یا غلبہ کے ہیں اہل عرب بولتے ہیں ران فیہ النوم ای رسخ فیہ اس میں نیند غالب آگئی یعنی اس میں چھاگئی۔ یا کہتے ہیں رانت الخمر علی عقل شاربھا ای غلبت وان الغشی علی عقل المریض ای غلب شراب نوش کی عقل پر شراب چڑھ گئی۔ ابوزید کا قول ہے یقال رین بالرجل برات بہ ربیا اذا وقع فیما لا یستطیع منہ الخروج کسی آدمی کے ساتھ رین بول کر مراد یہ ہوتا ہے کہ اس پر یوں زنگ غالب آگیا کہ اب اس میں سے نکلنے (رہائی) کی اس میں استطاعت نہیں۔ اور اس سے مراد گناہوں کی غالب کثرت ہوتی ہے جس طرح شیشے پہ سیاہی یا زنگ غالب آجاتا ہے کہ بدون صیقل کے وہ اجلا ہی نہیں ہوتا۔ احمد، ترمذی، حاکم، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان العبد اذا اذنب ذنبا نکتت فی قلبہ نکتۃ سوداء فان تاب ونزع واستغفر صقل قلبہ وان عاد زادت حتی تعلو قلبہ فذلک الران الذی ذکر اللہ تعالٰی فی القران کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون۔ بلاشبہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہوجاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے اور گناہ چھوڑ دیتا ہے (گناہ کے کاموں سے الگ ہوجاتا ہے) اور بخشش کی التجا کرتا ہے تو اس کا دل روشن ہوجاتا ہے) تو یہی وہ رین ہے (زنگ ہے) جس کا حق سبحانہ وتعالٰی نے آیت کلا بل ران علی قلوبھم الخ میں ذکر فرمایا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے ای غلب علیھا ما استمروا علی اکتسابہ من الکفر والمعاصی حتی صار کالصدا فی المرآۃ۔ بکفر و معاصی (بداعمالیاں) کی سیاہی ان لوگوں کے دلوں پر اس طرح غالب آگئی کہ وہ زنگ آلود

یا اندھے شیشے کی مانند ہو گئی تَکْسِبُوْنَ سے مراد کفار مکذبین کی بداعمالیاں اور سرکشی ہے۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے رب کے محروم ہیں۔

(كَلَّآ) ہاں ہاں ردع و زجر عن الکسب الرائن او بمعنی حقا زنگ چڑھانے والے گناہوں کے کرنے پر انتباہ اور سرزنش ہے یا یہ حرف ردع حَقًّا کے معنوں میں ہے مقاتل کا قول ہے کہ لا یصدقون وہ تصدیق نہیں کرتے۔

(اِنَّهُمْ) بے شک وہ

ای ھٰؤلاء المکذبین یعنی یہ جھٹلانے والے کفار و فساق

(عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝) اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

لا یرونہ سبحانہ وھو عز وجل حاضر ناظر لھم بخلاف المومنین فالحجاب مجاز عن عدم الرؤیۃ لان المحجوب لا یری ما حجب او الحجب المنع والکلام علی حذف مضاف ای عن رویۃ ربھم لممنوعون فلا یرونہ سبحانہ

وہ جھٹلانے والے کفار و فساق اس روز یعنی قیامت کے دن حق سبحانہ و تعالیٰ کو نہ دیکھیں گے حالانکہ وہ حق سبحانہ و تعالیٰ ان کے لیے حاضر و ناظر ہوگا۔ برعکس اہل ایمان کے کہ وہ دیدار باری سے مشرف ہوں گے اور عدم رویت (محرومئ دیدار) سے مجاز ہے کیونکہ محجوب اسے نہیں دیکھتا جو حجاب ہو یا پھر حجاب مانع ہوگا اور کلام میں مضاف حذف ہے جس کا معنی یہ ہے کہ وہ رویت باری سے ضرور روک دیئے جائیں گے تو وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کو نہ دیکھیں گے جس طرح دنیا میں واضح اور روشن دلائل توحید کے باوصف توحید پر ایمان سے محروم رہے ایک قول ہے کہ ان کے کفر و معاصی حجاب بن جائیں گے اور وہ اسی وجہ سے محروم دیدار ہوں گے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے لما حجب سبحانہ قوما بالسخط دل علی ان قوما یرونہ بالرضا جب وہ قوم حق سبحانہ و تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے ساتھ کفر و سرکشی کی وجہ سے دیدار باری سے محروم ہو گئی تو یہ دلالت کر رہا ہے کہ جس قوم سے حق سبحانہ و تعالیٰ راضی ہو گا وہ ضرور دیدار سے مشرف ہو گی۔ ایک قول ہے کہ مراد ہے کہ رحمت باری سے محروم ہوں گے۔

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ پھر بے شک انہیں جہنم میں داخل ہونا

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ○ پھر کہا جائے گا یہ ہے وہ جسے تم جھٹلاتے تھے۔

(ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ○) پھر بے شک انہیں جہنم میں داخل ہونا

ای داخلون فیھا یعنی محرومی دیدار کے بعد وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے

(ثُمَّ يُقَالُ) پھر کہا جائے گا۔

تھم تقریعا وتوبیخا من جھۃ الخزنۃ او اھل الجنۃ۔ کفار کے لیے زجرو توبیخ اور تہدید کے طور ارشاد ہے اور جہنم کے داروغے یا اہل جنت ان سے کہیں گے کہ یہی وہ عذاب جس کے تم دنیاوی زندگی میں منکر تھے۔

(هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تكذبون ○) یہ ہے وہ جسے تم جھٹلاتے تھے۔

فذوقوا عذابہ تو اس عذاب کو چکھو

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّيِّيْنَ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ○ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ○ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ○

ہاں ہاں بے شک نیکوں کی لکھت سب سے اونچی محل علیین میں ہے اور تو کیا جانے علیین کیسی ہے وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے کہ مقرب جس کی زیارت کرتے ہیں

(كَلَّآ) ہاں ہاں

ردع عن التکذیب تکذیب کرنے والوں کے لیے باز داشت اور تہدید ہے۔

(اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّيِّيْنَ ○) بے شک نیکوں کی لکھت سب سے اونچی محل علیین میں ہے۔

فراء کا قول ہے کہ علیین اسم ظرف مکان ہے، جبکہ بعض کا قول ہے کہ یہ علو سے مشتق ہے اور صیغہ جمع ہے عِلّیٰ سے بر وزن فعیل جیسے سجین سجن سے علیین سے مراد سچے مومنین کے اعمالنامے یا ان کے اعمال کی تحریر و نوشتہ۔

ابو داؤد نے ابن عباس سے روائت کی ہے علیین سبز رنگ کے زمرد کی ایک لوح ہے جو عرش کے نیچے رکھی ہے۔ ایک قول ہے کہ علیین ایک نوشتہ ہے جس میں انسانوں اور جنوں کے اعمال مکتوب و مندرج ہوتے ہیں۔ عطاء کا قول ہے کہ علیین سے مراد سدرۃ المنتھٰی ہے ایک قول ہے کہ جنت کے اعلیٰ درجات میں سے ایک ہے کہ وہ ساتوں آسمانوں

کے اوپر یا نیچے ہے قتادہ کا قول ہے عرش کے داہنی پایہ کے نزدیک ہے ملائکہ اس میں اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

(وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ○) اور تو کیا جانے علیین کیسی ہے استفہام اظہار عظمت کے لیے ہے یعنی علیین بڑا ہی عظمت والا مقام ہے۔

(كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ○) وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے۔
ای موضع کتاب یعنی جہاں وہ نوشتہ ہے یا یہ علیین کی صفت ہے اور یہ بمعنی مختوم (مہرزدہ) ہے۔

(يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ○) کہ مقرب جس کی زیارت کرتے ہیں۔
یہ کتاب (لکھت) کی دوسری صفت ہے ای یحضرونه علی أن یشهد من الشهود بمعنی الحضور وحضوره کنایة عن حفظه فی الخارج او یشهدون بما فیه یوم القیامة والمراد بالمقربین الملائکة علیهم السلام۔
یعنی وہاں حاضر ہوتے ہیں کیونکہ یَشْهَدُ شہود سے حضور (موجود ہونے یا زیارت کرنے) کے معنوں میں ہے اور حضور (حاضری) سے کنایہ خارج میں اس کی حفاظت و نگہبانی سے ہے یا یہ مراد ہے کہ روز قیامت اس کا مشاہدہ کریں گے جو اس میں (علیین کتاب) میں ہے اور مقربین سے مراد فرشتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ مقربین سے مراد انبیاء، صدیقین، شہداء اور سابقون الاولون بھی ہیں کہ یہ سب وہاں ہوں گے کہ شہداء کی روحیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں اور پھر عرش کے نیچے معلق ہوئی قندیلوں میں آجاتی ہیں۔ شعبی کا قول ہے کہ ارواح چار حال پر ہیں انبیاء و رسل کی ارواح بدن سے نکل کر مشکی اور کافوری صورتوں میں متمثل ہوتی ہیں اور جنت میں عیش و تنعم کے مزے لوٹتی ہیں اور پھر عرش کے پاس قندیلوں میں ٹھہرتی ہیں اور شہداء کی ارواح بدنوں سے نکل کر سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہ کر جنت میں کھاتی پیتی ہیں اور پھر عرش سے آویزاں قندیلوں میں قرار پکڑتی ہیں اور صالحین کی ارواح جنت میں روک لی جاتی ہیں لیکن وہ جنت کی نعمتوں سے محظوظ نہیں ہوتیں اور گناہگار مؤمنین کی ارواح زمین و آسمان کے درمیان رہتی ہیں۔ اور کفار کی ارواح سجین میں مقید ہوتی ہیں۔

(اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ○) بے شک نکوکار ضرور چین میں ہیں۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنظُرُوْنَ ۝ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۝ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝ خِتٰمُهٗ مِسْكٌؕ وَ فِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ۝ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ

تختوں پر دیکھتے ہیں تو اُن کے چہروں میں چین کی تازگی پہچانے نتھری شراب پلائے جائیں گے جو مُہر کی ہوئی رکھی ہے اس کی مُہر مشک پر ہے اور اسی پر چاہیئے کہ للچائیں للچانے والے اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے وہ چشمہ جس سے مقربانِ بارگاہ پیتے ہیں۔

(اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۝) بے شک نکوکار ضرور چین میں ہیں۔
جملہ مستانفہ ہے اور ابرار کی کتاب کے حال اور ان کے محاسن کے بیان کا آغاز ہے ای انھم لفی نعیم عظیم یعنی بلاشبہ وہ ضرور بہت بڑی نعمتوں سے مشرف ہوں گے۔

(عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ۝) تختوں پر دیکھتے ہیں
(عَلَى الْاَرَآئِكِ) ای علی الاسرۃ فی الحجال یعنی باپردہ چارپائیوں پر نشستہ ہوں گے۔

(یَنْظُرُوْنَ ۝) دیکھتے ہیں۔ ای الی ما شاؤا من رغائب مناظر الجنۃ یعنی جنت کے لبھانے والے مرغوب و دلکش مناظر میں سے جس کا چاہیں گے نظارہ کریں گے۔ ایک قول ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے عطا کردہ عزاز و اکرام اور نعمتوں کا نظارہ کریں گے۔ یہ ابن عباس، عکرمہ اور مجاہد سے منقول ہے۔ مقاتل کا قول ہے الی اھل النار اعداءھم کہ اپنے دشمنوں پر دوزخ میں عذاب کا منظر دیکھیں گے۔ ایک قول ہے کہ جنتی باہم ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور دوستوں کو۔ دوستوں سے کوئی حجاب نہ ہوگا۔ ایک قول ہے کہ نظر عدم نوم (نیند کے نہ ہونے) سے کنایہ ہے کہ جنت میں نہ سوئیں گے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب تفسیر مظہری کا قول ہے اور بہت ہی خوب ہے دیدار باری سے محظوظ ہوں گے۔

(تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۝) تو اُن کے چہروں میں چین کی تازگی پہچانے۔

ان کے چہرے چمکتے دمکتے

ای بھجۃ النعیم یعنی نعمتوں کی رونقوں کی وجہ سے
ہوں گے اور قلبی مسرت ان کے چہروں سے واضح ہوگی۔ حسن کا قول ہے تازگی کا اثر
چہرے پر ہوتا ہے اور فرحت وسرور کا اثر دل میں ہوتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ
اہل جنت کی خوشی ظاہر ہوگی۔

(یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ) ستھری شراب پلائے جائیں گے۔
قال الاخفش والزجاج الشراب الذی لا غش فیہ۔ اخفش اور زجاج کا
قول ہے کہ پاکیزہ شراب جس سے نہ خمار ہو (نشہ) اور نہ اس سے ان کا سر پھرے۔
خلیل کا قول ہے ھو اجود الخمر وہ اعلیٰ ترین ستھری سفید شراب ہے۔ وقیل
ان الرحیق یمزج بالکافور ویختم مزاجہ بالمسک اور ایک قول ہے کہ رحیق
سے مراد ہے کافور کی ملونی والی شراب اور جس کا آخری مزہ مشکی ہوگا۔

(مَّخْتُوْمٍ ۝) جو مہر کی ہوئی رکھی ہے۔
ای مختوم اوانیہ واکوابہ شراب کی صراحیاں اور کوزے مہر زدہ ہوں گے
اور ابرار ہی اُن کی مہر توڑیں گے۔

(خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ) اس کی مہر مشک پر ہے۔
مجاہد کا قول ہے ان طین الجنۃ مسک معجون بلاشبہ جنت کی مٹی مشک کی
طرح ہے یا مشک ملی ہوئی (مشکی) ہے والظاھر ان الختام ما یختم بہ اور ظاہر
ہے کہ مہر سے مراد ہے کہ جس کے ساتھ مہر کی گئی ہوگی یعنی مشکی مہر لگی ہوگی۔ واظہار
لکرامۃ شاربہ اور یہ مشکی مہر پینے والوں کے اعزاز واکرام کے اظہار کے لیے ہوگی کہ
بڑی ہی پاکیزہ اور نفیس ہے اور غبار و مکھی یا ملاوٹ سے قطعاً پاک ہے

(وَفِیْ ذٰلِكَ) اور اسی پر چاہیئے۔
اشارۃ الی الرحیق یعنی یہ ستھری صاف ستھری کافور ملی شراب جس کا آخری چسکا مشکی ہوگا

(فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝) کہ للچائیں للچانے والے
ولیرغب فیہ اور چاہیئے کہ اس میں رغبت کریں ای الراغبون فی المبادرۃ الی
طاعۃ اللہ تعالیٰ یعنی رغبت کرنے والے لوگ جو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں
خوب کوشش کریں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اس شراب کے حصول کے لیے رغبت کرنے

والے خوب حرص کریں ظاہر ہے کہ حرص نعیم آخرت کے لیے ہے نہ کہ دنیاوی لذات کے لیے لہٰذا یہ طلب اور حرص آخرت ابرار کی خصوصیت ہے کہ اللہ کو وہ پسند ہیں اور اس کریم و رحیم نے ان کے لیے ان نعمتوں کا تذکرہ اپنی پسند ہی کے لیے فرمایا ہے اور ابرار اس کی پسند ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ کلام حرف شرط کی تقدیر پر ہے اور فاء اس کے جواب میں واقعہ ہے جس سے مقصود نعیم جنت کی طرف رغبت دلانا ہے۔ تاکہ اہل طاعت برائیوں سے بچنے میں خوب سعی کریں۔

(وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ٥) اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے۔

"خِتٰمُهٗ مِسْكٌ" پر عطف ہے اور رحیق کی دوسری صفت ہے۔ ابن مسعود اور حذیفۃ الیمان سے مروی ہے کہ عین من عدن بالتسنیم ہے جس کا مفہوم بلندی یا اونچائی ہے سنام کے معنی اونچی چیز کے ہیں اونٹ کے کوہان کو بھی سنام کہتے ہیں ابن عباس سے مروی ہے لان شرابھا ارفع شراب فی الجنۃ" کہ بلاشبہ یہ جنت کی تمام شرابوں میں اعلیٰ وارفع ہے۔ کلبی کا قول لانھا تاتیھم من فوق کہ یہ اہل جنت پر اوپر سے برسائی جائے گی جس سے اہل جنت کے جام حسب طلب بھر جائیں گے۔

(عَيْنًا) وہ چشمہ ہے۔

زجاج کا قول ہے عَيْنًا تسنیم سے حال ہے اور ایک قول ہے کہ تسنیم کی وضاحت ہے۔

(يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ٥) جس سے مقربان بارگاہ پئیں گے

ای یشرب منھا یعنی اس میں سے پئیں گے ایک قول ہے ای یشرب ملتذا بھا یعنی اس کے پینے کے ساتھ لذت پائیں گے۔ ایک قول ہے ای یشرب الرحیق ممتزجا بھا یعنی نتھری ستھری پاک شراب پئیں گے جس کی ملونی تسنیم ہوگی۔ ابن مسعود، ابن عباس، حسن اور ابو صالح کا قول ہے یشرب بھا المقربون صرفا وتمزج للابرار مقربین اس شراب کو خالص پئیں گے جبکہ ابرار کے لیے ملونی والی ہوگی۔ اور جمہور کا مذہب یہ ہے۔ ان الابرار ھم اصحاب الیمین وان المقربین ھم السابقون۔ بلاشبہ دائیں طرف والے ہی ابرار ہیں اور مقربین وہ ہیں جو اسلام میں سبقت کرنے والے یا نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظہری میں لکھتے ہیں مراد

وہ لوگ ہیں جو کمالات نبوت کے حامل ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ○ بے شک مجرم لوگ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا) بے شک مجرم لوگ

حکایۃ بعض قبائح مشرکی قریش ابی جہل والولید بن المغیرۃ والعاص بن وائل واشیاعھم مشرکین مکہ کی بے ہودگیوں کی حکایت کے طور پر مثل ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور دوسرے سرکردہ سرداراں کفار قریش جو اہل ایمان کا تمسخر اڑاتے تھے۔

(کانوا) تھے ای فی الدنیا کما قال قتادۃ یعنی مذکورہ صنادید قریش دنیاوی زندگی میں مزاق اڑاتے تھے جیسا کہ قتادہ کا قول ہے۔

(مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ○) ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے۔

کانوا یستھزءون بفقراءھم کعمار وصہیب وخباب وبلال وغیرھم من الفقراء مذکورہ کفار اہل ایمان کے فقراء مثل عمار، صہیب، خباب، بلال اور ان کے علاوہ غرباء مومنین پر پھبتی کسا کرتے تھے اور ان پر ہنسی کرتے تھے۔ بحر میں مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اہل ایمان کی ایک جماعت کے ہمراہ کفار مکہ کے ایک مجمع کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ان کا تمسخر اڑایا اور ان کی تحقیر و تذلیل کی تو یہ آیت اتری جبکہ حضرت علی ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملے تھے۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ ○ اور جب وہ ان پر گزرتے تو یہ آپس میں ان پر آنکھوں سے اشارہ کرتے۔

(وَاِذَا مَرُّوْا) اور جب وہ گزرتے

ای المومنون یعنی ایمان والے

(بِهِمْ) ان پر

ای بالذین اجرموا وھم فی اندیتھم یعنی جب ایمان والے کافروں کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ ان کی مخالفت میں بطریق طعن یہ حرکات کرتے۔

(یَتَغَامَزُوْنَ ○) تو یہ ان پر آنکھوں سے اشارہ کرتے۔

ای یغمز بعضهم بعضاً ویشیرون باعینهم استهزاء بالمؤمنین
یعنی مسلمانوں کو دیکھ کر ان کفار میں سے بعض اپنے بعض ساتھیوں کے سامنے آنکھوں میں اور ابرو سے اشارے کرنے لگے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ اور جب اپنے گھر پلٹتے تو خوشیاں کرتے پلٹتے

(وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا) اور جب پلٹتے۔

ای المجرمون ورجعوا من مجالسهم۔ یعنی مجرمین (کفار) جب وہ اپنی مجلسوں سے واپس ہوتے۔

(اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿﴾) اپنے گھروں کو خوشیاں کرتے پلٹتے۔

ای ملتذین باستخفافهم بالمؤمنین یعنی مومنوں کو برا کہہ کر، ان کا مذاق اڑا کر، ان کے حق میں بے ہودہ گوئی کر کے خوشی و لذت پاتے ہوئے گھروں کو لوٹتے۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ اور جب مسلمانوں کو دیکھتے کہتے بیشک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں

(وَاِذَا رَاَوْهُمْ) اور جب انہیں دیکھتے۔

واذا راو المومنین اینما کانوا۔ اور جب وہ کفار اہلِ ایمان کو جہاں کہیں دیکھتے

(قَالُوْۤا) وہ کہتے ای الکفار یعنی کفار کہتے۔

(اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ) بے شک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں۔

یعنون جنس المومنین مطلقاً لاخصوص المرئیین منهم مراد اہلِ ایمان مطلقاً ہیں خاص طور پر ان میں سے وہ لوگ مراد نہیں جنہیں کفار دیکھتے تھے۔ کفار یہ کہتے تھے کہ یہ لوگ (مومنین) اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر بہک گئے ہیں اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر لذاتِ دنیا کو چھوڑ کر آخرت کے طلبگار بن گئے ہیں۔

وَمَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ اور یہ کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہ بھیجے گئے۔

قالوا کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے ای قالوا ذلک والحال انهم ما ارسلوا من جهة الله تعالیٰ علی المومنین موکلین بهم یحفظون علیهم أحوالهم یعنی کفار

کا یہ کہنا کہ "یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں" اور حالت یہ ہے کہ یہ لوگ (کفار) اللہ کی جانب سے مومنین پر موکل بنا کر نہیں بھیجے گئے کہ ان کے اعمال کی نگرانی کریں یا ان پر گرفت کریں بلکہ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اپنی اصلاح کرتے مگر وہ تو دوسروں کا تمسخر اڑاتے ہیں جو فضول و بے ہودہ بات ہے اور کوئی ذی شعور اس کی تائید نہیں کر سکتا۔

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تو آج ایمان والے کافروں سے
مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝ ہنستے ہیں۔

(فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) تو آج ایمان والے

یوم سے مراد روزِ قیامت اور جب مومن جنت میں ہوں گے۔ ای المعهودون من الفقراء یعنی فقراء مسلمانوں میں سے جن سے نعماتِ جنت کا وعدہ ہے مثل عمار وخباب وصہیب و بلال رضی اللہ عنہم۔ اور یونہی دیگر مومنین۔

(مِنَ الْكُفَّارِ) کافروں سے

ای من المعهودين یعنی وہ کفار قریش میں سے جن کو عذاب جہنم کی وعید ہے مثل ابوجہل ولید کے۔ اور یونہی دیگر کفار بھی

(يَضْحَكُوْنَ ۝) ہنستے ہیں۔

حین یرونهم اذلاء مغلولین جب انہیں (کفار کو) دوزخ میں ذلیل و رسوا اور زنجیروں میں بندھا دیکھیں گے تو مومن بھی اسی طرح ان کا تمسخر اڑائیں گے جس طرح کفار دنیاوی زندگی میں مومنوں کا تمسخر اڑاتے تھے امام بیہقی نے حسن سے روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومنین کا تمسخر اڑانے والوں میں سے بعض کے لیے جنت کا کوئی دروازہ کھولا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ آجاؤ تو وہ دوزخ کے عذاب کے مارے ہوئے جب دروازے تک پہنچیں گے تو وہ دروازہ بند ہو جائے گا اور ایسا بار بار ہوگا تو یہ وہ استہزاء مومنین کی طرف سے جو کفار کے لیے ہوگا۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں۔

ای یضحکون ناظرین الیهم والی ماهم من سوء الحال یضحکون کے فاعل کا حال ہے یعنی اہل ایمان اپنی مسہریوں پر بیٹھے ہوئے جہنم کے اندر کفار کی ذلت

رسوائی اور شدت عذاب کی حالت کو دیکھتے ہوں گے اور ان پر ہنستے ہوں گے۔
هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ کیوں کچھ بدلا ملا کافروں کو اپنے کیے کا۔
اس میں ہے استفہام تقریری ہے اہل ایمان کے لیے اور معنی یہ ہیں قد جوزی الکفار ما کانوا یفعلون بلا شبہ یہ بدلہ ہے کفار کے اس استہزاء کا جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔ اور یہاں ثواب بمعنی جزاء (بدلہ) ہے۔ ان ضحک المومنین منھم جزاء لضحکھم منھم فی الدنیا بلا شبہ مومنین کا ہنسنا کفار پر ان کے اس استہزاء استخفاف کا بدلہ ہے جو وہ اہل ایمان کے ساتھ دنیاوی زندگی میں کرتے رہتے تھے۔

الحمد للہ آج سورۃ التطفیف کی تفسیر کا کام مکمل ہوا

۲۲، محرم الحرام ۱۴۱۵ھ - ۲ جولائی ۱۹۹۴ء

سورۃ الانشقاق مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع پچیس آیات ایک سو سات کلمات اور چار سو تیس حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الانشقاق پ ۳۰

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝
جب آسمان شق ہو۔

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝
اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝
اور جب زمین دراز کی جائے۔

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝
اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے اور خالی ہو جائے۔

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝
اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار یہی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝
اے آدمی بیشک تجھے اپنے رب کی طرف ضرور دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝
تو وہ جو اپنا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝
اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا۔

وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝
اور اپنے گھر والوں کی طرف شاد شاد پلٹے گا۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝
اور وہ جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے

فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝
وہ عنقریب موت مانگے گا۔

وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝
اور بھڑکتی آگ میں جائے گا۔

اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝
بے شک وہ اپنے گھر میں خوش تھا۔

اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝
وہ سمجھا کہ اسے پھرنا نہیں۔

بَلٰۤى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝
ہاں کیوں نہیں بے شک اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝
تو مجھے قسم ہے شام کے اجالے کی۔

وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ۝
اور رات کی اور جو چیزیں اس میں جمع ہوتی ہیں۔

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝
اور چاند کی جب پورا ہو۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝
ضرور تم منزل بمنزل چڑھو گے۔

فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝
تو کیا ہوا انہیں ایمان نہیں لاتے۔

وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ۝
اور جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے۔

بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ ۝
بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ۝
اور اللہ خوب جانتا ہے جو اپنے جی میں رکھتے ہیں

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝
تو تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝
مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

حل لغات سورۃ الانشقاق پ۳۰

اذا۔جب	السماء۔آسمان	انشقت۔پھٹے	و۔اور
اذنت۔کان رکھے	لربہا۔اپنے رب کیلئے	و۔اور	حقت۔اسی لائق ہے
و۔اور	اذا۔جب	الارض۔زمین	مدت۔دراز ہو
و۔اور	القت۔ڈالے	ما۔جو	فیہا۔اس میں ہے
و۔اور	تخلت۔خالی ہوجائے	و۔اور	اذنت۔کان رکھے
لربہا۔اپنے رب کیلئے	و۔اور	حقت۔اسی لائق ہے	یاایہا۔اے
الانسان۔انسان	انک۔بیشک تو	کادح۔محنت کرنے والا ہے	الی۔طرف
ربک۔اپنے رب کی	کدحا۔محنت کرنا	فملقیہ۔تو پھر تو ملنے والا ہے اسکو	
فاما۔پھر	من۔جو	اوتی۔دیا گیا	کتبہ۔اپنا نامہ اعمال
بیمینہ۔دائیں ہاتھ میں	فسوف۔تو جلدی	یحاسب۔حساب لیا جائیگا	حسابا۔حساب
یسیرا۔آسان	و۔اور	ینقلب۔پھریگا	الی۔طرف

اھلہ۔ اپنے گھر والوں کی
من۔ جو
ظھرہ۔ پیٹھ
ثبورا۔ موت کو
انہ۔ بیشک وہ
مسرورا۔ بڑا خوش
لن۔ ہرگز نہ
ربہ۔ اس کا رب
فلا۔ پس
الیل۔ رات
و۔ اور
لترکبن۔ تم ضرور چڑھو گے
لھم۔ ان کو کہ
اذا۔ جب
لا۔ تو نہیں
کفروا۔ کافر ہیں
اعلم۔ خوب جانتا ہے
ھم۔ ان کو
الذین۔ وہ جو
الصلحت۔ اچھے
ممنون۔ ختم ہونے والا۔

مسرورا۔ خوش ہو کر
اوتی۔ دیا گیا
ہ۔ اپنی کے
و۔ اور
کان۔ تھا
انہ۔ بیشک اس نے
یحور۔ پلٹے گا
کان۔ تھا
اقسم۔ قسم کھاتا ہوں
و۔ اور
القمر۔ چاند کی
طبقا۔ منزل
لا۔ نہیں
قریٔ۔ پڑھا جاتا ہے
یسجدون۔ سجدہ کرتے
یکذبون۔ جھٹلاتے ہیں
بما۔ جو وہ
بعذاب۔ عذاب
امنوا۔ ایمان لائے
لھم۔ ان کے لیے

و۔ اور
کتبہ۔ اپنا نامہ اعمال
فسوف۔ تو جلدی
یصلی۔ داخل ہوگا
فی۔ بیچ
ظن۔ خیال کیا
بلی۔ کیوں نہیں
بہ۔ اس کو
بالشفق۔ شام کے اجالے کی
ما۔ جو
اذا۔ جب
عن طبق۔ بمنزل
یومنون۔ ایمان لاتے
علیھم۔ ان پر
بل۔ بلکہ
و۔ اور
یوعون۔ دل میں رکھتے ہیں
الیم۔ دردناک کی
و۔ اور
اجر۔ اجر ہے

اما۔ پھر
وراء۔ پیچھے
یدعوا۔ پکارے گا
سعیرا۔ دوزخ میں
اھلہ۔ اپنے اہل کے
ان۔ یہ کہ
ان۔ بیشک
بصیرا۔ دیکھنے والا
و۔ اور
وسق۔ اس میں جمع ہو
اتسق۔ پورا ہو
فما۔ تو کیا ہے
و۔ اور
القران۔ قرآن
الذین۔ وہ جو
اللہ۔ اللہ
فبشرھم۔ تو بشارت دو
الا۔ مگر
عملوا۔ کام کیے
غیر۔ نہ

سورت الانشقاق

سورت الانشقاق بلا اختلاف مکی ہے اور اس کی ۲۵ پچیس آیات ہیں اسے سورۃ انشقت بھی کہتے ہیں پچھلی سورت سے اس کی مناسبت کے بارے میں ہم سیوطی کا قول پیچھے نقل کر آئے ہیں۔ اور بعض کا قول ہے کہ تین سورتوں الانفطار، المطففین اور الانشقاق میں باہمی ربط و تعلق ہے کہ الانفطار میں کاتبین کی حفاظت و ضبط کی تعریف ہے جب کہ المطففین میں ان کی کتاب کا حال و اقرار ہے اور اس میں روز قیامت ان نوشتوں کی پیشی کا ذکر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ○ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ○ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ○ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ ○ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ○

جب آسمان شق ہو اور اپنے رب کا حکم سنے اور اُسے سزاوار ہی یہ ہے اور جب زمین دراز کی جائے۔ اور جو کچھ اُس میں ہے ڈال دے اور خالی ہو جائے اور اپنے رب کا حکم سنے اور اُسے سزاوار ہی یہ ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سورہ الانشقاق رکوع اوّل پ۳۰

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ○) جب آسمان شق ہو۔

ای بالغمام کما روی عن ابن عباس و ذهب الیه الفراء والزجاج کما فی البحر و یشهد له قوله تعالی یوم تشقق السماء بالغمام فالقرآن یفسر بعضه بعضا و قیل تنشق لهول یوم القیمة۔ یعنی بادلوں سے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور فراء اور زجاج بھی اسی طرف گئے ہیں جیسا کہ بحر میں ہے اور اس پر حق سبحانہ و تعالیٰ کے قول سے شہادت ملتی یوم تشقق الخ یعنی روز آسمان بادلوں کے ساتھ

پھٹ جائے گا اور قرآن حکیم کا بعض اپنے بعض کی خود تفسیر کرتا ہے اور ایک قول ہے
قیامت کے روز کی ہولناکی سے پھٹ جائے گا۔
(وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ٥) اور اپنے رب کا حکم سنے اور اُسے سزاوار ہی یہ ہے
(وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا) اور اپنے رب کا حکم سُنے ۔
ای انقادت لتاثیر قدرته عزوجل حین تعلقت ارادته سبحانه
یا انشقاقها - یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ جب آسمان کے پھٹنے کا ارادہ فرمائیں گے تو آسمان
اس سے متعلق حکم سنتے ہی اطاعت کرے گا۔ یعنی مشیئت الٰہیہ کی اطاعت کرے گا اور
اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔
(وَحُقَّتْ ٥) اور اسے سزاوار ہی یہ ہے۔
ای جعلت حقیقة بالاستماع یعنی حکم سننے کے ساتھ ہی حقیقتاً ایسا بن جانے
گا (پھٹ جائے گا) اور ایک قول ہے وحق لها ان تنشق لشدت الهول اور اس
کے لیے حق یہی ہے کہ قیامت کی ہولناکی کی شدت سے پھٹ جائے۔
(وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ٥) اور جب زمین دراز کی جائے۔
قَالَ الضحاک بسطت باندکاک جبالها واکامها وتسویتها فصارت قاعا صفصفا
لاتری فیها عوجا ولا امتا۔ ضحاک کا قول ہے کہ زمین پھیلا دی جائے گی کہ اس کے
پہاڑ اور عمارتیں باقی نہ رہیں گے اور اُسے برابر کر دیا جائے گا تو وہ اس طرح کی ہموار ہو
جائے گی کہ تم اس میں نیچا اونچا کچھ نہ دیکھو گے۔ اور بعض کا قول ہے زیدت سعة
اس کی وسعت بڑھا دی جائے گی حاکم نے جید سند سے جابر سے روایت کی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمد الارض یوم القیامة مد الادیم
ثم لا یکون لابن آدم منها الا موضع قدمیه - قیامت کے روز زمین کو اس
طرح پھیلا دیا جائے گا جس طرح چمڑے کو پھیلایا جاتا ہے پھر آدم کے بیٹے کے لیے اس
میں صرف قدم ٹکانے کی جگہ ہو گی۔
(وَاَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ٥) اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے اور خالی ہو جائے
(وَاَلْقَتْ مَا فِيهَا) اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے۔
ای رمت ما فی جوفها من الموتی والکنوز یعنی جو کچھ زمین کے پیٹ میں مردوں

اور خزانوں وغیرہ سب ہے اُسے باہر پھینک دے۔ (وتخلت) اور خالی ہو جائے۔ ای وخلت عما فیھا غایۃ الخلو حتی لم یبق فیھا شئی من ذلك یعنی جو کچھ اس کے اندر ہے اُسے نکال باہر کر دے یہاں تک کہ اس میں کوئی شئے بھی باقی نہ رہے اور وہ بالکلیہ خالی ہو جائے۔

(وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝) اور اپنے رب کا حکم سنے اور اُسے سزاوار ہی یہ ہے ای انقادت اذا ورد علیہ امرالآمر المطاع یعنی جب حکم کے چلانے والے حاکم کا حکم ہو تو سنتے ہی اطاعت بجالائے اور زمین پر حق یہی ہے کہ حکم کی اطاعت کرے۔

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝ اے آدمی بے شک تجھے اپنے رب کی طرف ضرور دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا۔

(يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ) اے آدمی بے شک تجھے دوڑنا ہے۔ انسانوں کو عام خطاب ہے ای جاھد و مجد جدا فی عملك من خیر و شر یعنی اے انسان اپنے اچھے اور بُرے اعمال میں سخت محنت اور کوشش کرنے والے کہ اس کے اثرات تجھ میں نمایاں ہو جائیں۔ والکدح جھد النفس فی العمل حتی یؤثر فیھا اور کدح نفس کی کوشش بلیغ کا نام ہے یہاں تک وہ اس میں اثر آفرینی کرے۔

(اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا) ضرور دوڑنا ہے اپنے رب کی طرف ای طول حیاتك الی لقاء ربك ای الی الموت و ما بعدہ یعنی اپنی مدت عمر سے اپنی پروردگار کی ملاقات تک یعنی موت تک اور جو کچھ اس کے بعد ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اے انسان تو زندگانی کے خاتمہ تک اچھے اور بُرے کاموں میں سعی و کوشش کرتا رہتا ہے پھر تجھے اللہ کے حضور ضرور حاضر ہونا ہے یعنی مرنے کے بعد پھر اس وقت تو اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھے گا۔

(فَمُلٰقِيْهِ ۝) پھر اُس سے ملنا۔ ای فملاقی جزائہ تعالیٰ یعنی اللہ سے اپنے اعمال کی جزا پانے کے لیے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ | میں دیا جائے اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا اور اپنے گھر والوں کی طرف شاد شاد پلٹے گا۔

(فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِیْنِهٖ) تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے والمراد بہ المومنین۔ اور اس سے مراد مومنین کرام ہیں۔ اہل ایمان کو ان کے نوشتے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ بحر میں ابن عطیہ کا قول ہے کہ گناہ گار مومنین کو اعمالنامہ دوزخ سے خروج پر دیا جائے گا یا پھر متقی و صالحین مومنین سے پہلے حساب کے لیے دیا جائے گا واللہ اعلم۔

(فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝) اُس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا والحساب الیسیر السھل الذی لا مناقشۃ فیہ اور حساب کے آسان ہونے کا معنی یہ ہے کہ ایسا سہل کہ اُس میں مناقشت (پوچھ گچھ) نہ ہو۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی تفسیر منقول ہے۔ بخاری ومسلم، ترمذی اور ابوداؤد نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس احد یحاسب الا ھلك کوئی ایک بھی ایسا نہیں کہ اس کا حساب نہ ہُوا مگر وہ ہلاک ہُوا تو میں نے عرض کیا کہ اللہ مجھے حضور کے صدقے کرے کیا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے تو وہ جو اپنا اعمالنامہ داہنے ہاتھ دیا گیا تو اس سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا۔ ارشاد فرمایا ذلك العرض یعرضون ومن نوقش الحساب ھلك۔ یہ ایک پیشی ہوگی اور جس سے پوچھ گچھ میں مناقشہ ہُوا ہلاک ہو گیا۔ امام احمد، عبد بن حمید، ابن مردویہ نے روائت کی جس کو حاکم نے صحیح کہا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بعض نمازوں (دعاؤں) میں کہتے ہوئے سُنا اللھم حاسبنی حسابا یسیرا اے پروردگار میرا آسان حساب لینا پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا ما الحساب الیسیر آسان حساب کیا ہے ارشاد فرمایا ان ینظر فی کتابہ فیتجاوز لہ عنہ صرف اس کے نوشتے میں نظر ڈال کر چھوڑ دیا گیا۔

(وَّيَنْقَلِبُ اِلٰى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝) اور اپنے گھر والوں کی طرف شاد شاد پلٹے گا۔

ای عشیرتہ المومنین مبتھجا بحالہ قائلا ھاؤم اقرؤا کتابیہ یعنی اپنے مومن عزیز و اقرباء کے پاس جو اس کی اس حالت پر مسرور شادمان ہوں گے اور یہ کہتے ہوں گے تو اس کے اعمالنامے کو پڑھو۔ وقیل ای فریق المومنین مطلقا ایک قول ہے یعنی مطلقا مومنوں کے گروہ کے پاس آئے گا کیونکہ اگر اس کے رشتہ دار (عزیز و اقرباء) نہ ہوں گے تو تمام مومنین ہر مومن کے رشتۂ ایمان کے اشتراک کی وجہ اہل (گھر والے خاندان) ہیں۔ ایک قول ہے کہ جس کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے جنت میں حوروں اور غلمان (جنتی کنبہ) کی طرف شادمان و مسرور لوٹے گا۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۝ بَلٰۤی اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ۝

اور وہ جس کا اعمالنامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے۔ وہ عنقریب موت مانگے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں جائے گا۔ بے شک وہ اپنے گھر میں خوش تھا۔ وہ سمجھا کہ اُسے پھرنا نہیں۔ ہاں کیوں نہیں بے شک اس کا رب اُسے دیکھ رہا ہے۔

(وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝) اور وہ جس کا اعمالنامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے۔

ای یؤتاہ بشمالہ من وراء ظھرہ قیل تغل یمناہ الی عنقہ وتجعل شمالہ وراء ظھرہ فیؤتی کتابہ بشمالہ یعنی اُسے اعمالنامہ اس کی پشت کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ایک قول ہے کہ اس کا داہنا ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھا ہوگا اور اس کا بایاں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے نکالا جائے گا پھر اس بائیں ہاتھ میں اُسے اعمالنامہ دیا جائے گا۔ مراد ایسوں سے کفار و مشرکین و مکذبین ہیں۔

(فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝) وہ عنقریب موت مانگے گا۔

ثبور کے معنی موت مانگنے یا ہلاکت چاہنے کے ہیں ای یطلبہ و ینادیہ یعنی موت و ہلاکت مانگے گا اور اُسے کے لیے پکارے گا یا ثبوراہ کاش موت آجائے۔

بھڑکتی آگ میں جائے گا

(وَّ یَصْلٰی سَعِیْرًا ؕ) اور بھڑکتی آگ میں جائے گا یا اس میں داخل ہوگا یقاسی حرھا او ید خلھا بھڑکتی آگ میں جائے گا

(اِنَّہٗ کَانَ فِیْٓ اَھْلِہٖ مَسْرُوْرًا ؕ) بے شک وہ اپنے گھر میں خوش تھا۔ فرحا بطرا مترفا لا یخطر بباله امور ای فی الدنیا یعنی دنیا میں ولم یکن حزینا متفکرا فی حاله ومآله کسنة الآخرة ولا یتفکر فی العواقب الصلحاء والمتقین۔

یعنی دنیاوی زندگی میں خوش وخرم مغرور اور (متفاخر) اترا تے تھے اور آخرت کے امور سے ان کے دل بے خطر تھے اور نہ ہی انہیں نتائج و انجام کی کوئی فکر دامن گیر تھی اور نہ ہی وہ اپنے احوال و اعمال میں غمگین و فکر مند تھے جس طرح کہ نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کا طریقہ ہے کہ وہ فکر آخرت میں پریشان و متفکر رہتے ہیں۔

(اِنَّہٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ؕ) وہ سمجھا کہ اُسے پھرنا نہیں۔

یہ دنیاوی زندگی میں سرور لذت کی تعلیل کا بیان ہے کہ اس وجہ سے وہ دنیاوی زندگی میں مغرور و متکبر اور خوش تھا ای ظن ان لن یرجع الی اللہ تعالی تکذیبا للمعاد یعنی آخرت کو جھٹلاتے ہوئے اس نے گمان کیا تھا کہ وہ ہرگز اللہ کی طرف نہ لوٹے گا ایک قول ہے ظن ان لن یرجع الی العدم اس نے سمجھا تھا کہ وہ آخرت کی طرف ہرگز نہ پلٹے گا ایک قول ہے ظن انه لا یموت وکان غافلا عن الموت اس نے گمان کر لیا کہ وہ نہیں مرے گا اور وہ موت سے غافل تھا۔ "الحور" کے معنی رجوع مطلقا (مرنے کے بعد زندہ اٹھنے) کے ہیں۔

(بَلٰٓی ۚ اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیْرًا ؕ) بے شک اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے (بلٰی) ہاں کیوں نہیں ایجاب لما بعد ای لن یحور یہ نفی کا ایجاب ہے کافر سمجھا تھا کہ اُسے ہرگز نہیں پھرنا مگر اللہ کی طرف واپسی یقینی ہے۔

(اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیْرًا ؕ) بے شک اس کا رب اُسے دیکھ رہا ہے۔ یہ ثبوت رجوع ہے ان ربه عز وجل الذی خلقه کان به وباعماله المرجبة للجزاء بصیرا بحیث لا تخفی علیه سبحانه منها خافیة فلا بد من رجعه وحسابه ومجازاته۔ بلاشبہ اس کے پروردگار جل سبحانہ و تعالیٰ نے اُسے پیدا

والمراد به مایجتمع باللیل ویأتی الی مکانه من الدواب وغیرھا

اوراس سے مُراد ہے وہ چیزیں جو رات میں جمع ہوں اور وہ مویشی وغیرہ جو رات کو اپنے ٹھکانوں میں جمع ہوں ایک قول ہے کہ مُراد تاریکی اور ستارے ہیں جنہیں رات پیسٹ لیتی ہے سعید بن جبیر کا قول ہے کہ رات میں جو کچھ اعمال وغیرہ مثل نوافل و تہجد جو کچھ بھی کیا جائے سب ما وسق میں شامل ہے۔

(وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝) اور چاند جب پورا ہو

ای اجتمع نورہ وصار بدرًا

یعنی اس کا نور (روشنی) کامل ہو جائے اور وہ بدر (ماہ کامل) ہو جائے۔ اِتَّسَقَ وَسَقٌ سے باب افتعال سے ہے جس کے معنی جمع یا اکٹھے کرنے کے ہیں۔

(لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝) ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے

لَتَرْكَبُنَّ صیغہ جمع مخاطب ہے اور باعتبار لفظ و شمول جنس انسان سے خطاب ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ اے انسانو کہ تم ایک حالت و کیفیت کے بعد دوسری کیفیت و حالت پر ہو گے۔

(i) ابن عباس کا قول ہے کہ طبق عن طبق سے مُراد دنیاوی زندگی کی تکالیف، پھر موت کی مصیبت، پھر حشر و قیامت پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور پیشی۔

(ii) مقاتل کا قول ہے زندگی کے بعد موت پھر موت کے بعد کی زندگی ہے۔

(iii) عکرمہ کا قول ہے کہ مراد انسانی زندگی کے مراحل ہیں بچپن، لڑکپن، شباب اور بڑھاپا ہے۔

(iv) ابو عبیدہ کا قول ہے کہ تمہاری حالت امم سابقہ کی حالت بحالت منطبق ہو گی یعنی تم بھی ان کی طرح قدم بقدم چلو گے۔

(v) عطاء کا قول ہے کہ مراد ہے کبھی تنگی کبھی کشادگی، کبھی فقیر کبھی غنی۔

لَتَرْكَبُنَّ کو اگر صیغہ واحد مذکر مخاطب مانا جائے جیسا کہ حمزہ و کسائی کی قرأت ہے اور بخاری نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ اے محبوب تم ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر چڑھو گے جیسا کہ قول باری ہے "خلق سبع سمٰوٰت طباقا ۝" تو طبق عن طبق سے مراد آسمان کے اوپر آسمان تو گویا اس میں معراج النبی کی طرف اشارہ ہے اور سورت ہذا کا مکی ہونا

والمراد به مایجتمع باللیل و یأتی الی مکانه من الدواب وغیرها

اور اس سے مُراد ہے وہ چیزیں جو رات میں جمع ہوں اور وہ مویشی وغیرہ جو رات کو اپنے ٹھکانوں میں جمع ہوں ایک قول ہے کہ مُراد تاریکی اور ستارے ہیں جنہیں رات پیٹ لیتی ہے سعید بن جبیر کا قول ہے کہ رات میں جو کچھ اعمال وغیرہ مثل نوافل و تہجد جو کچھ بھی کیا جائے سب ما وسق میں شامل ہے۔

(وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝) اور چاند، جب پورا ہو

ای اجتمع نورہ وصار بدرا

یعنی اس کا نور (روشنی) کامل ہو جائے اور وہ بدر (ماہ کامل) ہو جائے۔ اِتَّسَقَ وَسَقَ باب افتعال سے ہے جس کے معنی جمع یا اکٹھے کرنے کے ہیں۔

(لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝) ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے

لَتَرْکَبُنَّ صیغہ جمع مخاطب ہے اور باعتبار لفظ و شمول جنس انسان سے خطاب ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ اے انسانو کہ تم ایک حالت و کیفیت کے بعد دوسری کیفیت و حالت پر ہو گے۔

(i) ابن عباس کا قول ہے کہ طبق عن طبق سے مُراد دنیاوی زندگی کی تکالیف، پھر موت کی مصیبت، پھر حشر و قیامت پھر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے حضور پیشی۔

(ii) مقاتل کا قول ہے زندگی کے بعد موت پھر موت کے بعد کی زندگی ہے۔

(iii) عکرمہ کا قول ہے کہ مراد انسانی زندگی کے مراحل ہیں بچپن، لڑکپن، شباب اور بڑھاپا۔

(iv) ابو عبیدہ کا قول ہے کہ تمہاری حالت امم سابقہ کی حالت بحالت منطبق ہو گی یعنی تم ان کی طرح قدم بقدم چلو گے۔

(v) عطاء کا قول ہے کہ مراد ہے کبھی تنگی کبھی کشادگی، کبھی فقیر کبھی غنی۔

لَتَرْکَبَنَّ کو اگر صیغۂ واحد مذکر مخاطب مانا جائے جیسا کہ حمزہ و کسائی کی قرأت ہے اور بخاری نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ اے محبوب تم ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر چڑھو گے جیسا کہ قول باری ہے "خلق سبع سمٰوٰت طباقا ۝" تو طبق عن طبق سے آسمان کے اوپر آسمان تو گویا اس میں معراج النبی کی طرف اشارہ ہے اور سورت ہذا کا مکی

اس رائے کو مزید تقویت کرتا ہے۔ مگر سورت الاسریٰ کے نزول کا مقدم ہونا واضح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات میں پیہم ترقی کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ سورت الضحیٰ میں بھی ارشاد ہے وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ اور یہ سابق کی نسبت، زیادہ صحیح ہے۔ ایک قول ہے لترکبن صیغۂ واحد مؤنث غائب ہے اور ضمیر آسمان کی طرف راجع ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے وقت آسمان کی مختلف حالتیں ہوں گی پہلے اس کا رنگ وردۃ کالدھان ہوگا پھر جول جائے گا پھر بادلوں کے ساتھ پھٹ جائے گا۔ ہمارے زمانے میں تسخیر قمر کا ادعاء ہوا ہے اور اس کی تصاویر یہاں تک کہ چاند گاڑی کے ذرائع قمری پتھر بھی لائے گئے ہیں اور اس کی شہرت بھی بہت ہوئی لیکن یہ دعویٰ کہ ان کا ۔۔سچا ہے اور امریکی سائنسدانوں نے خلائی تحقیق میں جو پیش رفت کی ہے اس کی حقیقت پر ٹھوس شواہد کی ضرورت مکمل طور باقی ہے تاہم بالفرض یہ مان بھی لیا جائے تو اس آیت میں اس کی دلیل موجود ہے اور لفظ "انسان" میں اہل ایمان کی کوئی قید نہیں۔ لیکن لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ کے پیش نظر جیسا کہ ابن جریج کا قول ہے کہ آسمان کے دروازے کفار کی ارواح اور ان کے اعمال کے لیے ہرگز نہ کھولے جائیں گے نہ حیات و زندگانی میں اور نہ ہی مرنے کے بعد ایسا ہوگا۔ یہ دعویٰ حقیقت نہیں ہے۔ رہا چاند تو وہ سماء میں داخل ہے یا نہیں تو اس میں دو رائے نہیں ہوسکتیں۔ بلاشبہ وہ سماء میں داخل ہے کذا فی سورت الفرقان وجعل فیھا سراجا وقمرا منیرا ۵ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ ہمارے نزدیک یہ دعویٰ محل نظر ہے اور ہمیں اس کے ماننے میں کلام ہے ہاں اگر اہل ایمان سے ایسا صادر ہوتا تو کوئی امر مانع نہیں واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

تاہم مجھے یہ کہنے میں کوئی خوف نہیں کہ کفار کی یہ کارروائیاں اور پھرتیاں انسانیت کی کوئی خدمت نہیں مال و وقت کا کھلا ضیاع ہے اور اپنی استعداد کا فضول خرچ ہے جب کہ اس وقت بھوک و ننگ افلاس جہالت پوری دنیا کے لیے اولین مسئلہ ہیں اور اقوام متحدہ ابھی تک صرف ایک ملک صومالیہ کے قحط زدگان کے لیے بھی کچھ نہیں کر سکی اندریں حالات ایسی اڑانیں شیطانی فطرت کی عکاس ہیں اور یہ ترقی و تسخیر کے نام پر مقاصد فطرت سے کھلی بغاوت اور انسانیت دشمنی ہے اور ان کی فلاح کے منافی بے مقصد مہم ہے

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

تو کیا ہوا انہیں ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو اپنے جی میں رکھتے ہیں تو تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

(فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝) تو کیا ہوا انہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔

ای ای شئی یمنعھم من الایمان باللہ تعالیٰ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اب کونسی شئی یا عذر ہے جو انہیں اللہ کریم اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں رکاوٹ ہے حالانکہ دلائل و براہین سے احقاق حق ہو چکا۔ اور تبدیل احوال علویہ و سفلیہ سے اس ذات کریم کی عظمت روشن ہوگئی جس کے حکم سے احوال تبدیل ہو رہے ہیں۔

(وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝) اور جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے۔

ای فائی مانع لھم حال عدم سجودھم عند قراءۃ القرآن والسجود مجاز عن الخضوع یعنی انہیں کونسا عذر مانع ہے کہ تلاوت قرآن کے وقت دل سے عاجزی کا اظہار نہیں کرتے اور سجدہ یہاں مجازاً خضوع (انکساری، عاجزی) کے معنوں میں ہے۔ بظاہر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت قرآن سننے پر سجدہ واجب ہے کیونکہ عدم سجدہ کی مذمت ہے لیکن جمہور کا مذہب یہ نہیں کہ ہر آیت قرآن کے سماع پر سجدہ واجب ہو لہذا آیت سجدہ پر ہی سجدہ واجب ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک لَا يَسْجُدُوْنَ سے مراد ہی یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت نہیں کرتے۔ جمہور فقہا کے نزدیک سجدۂ تلاوت سنت ہے البتہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے اور ان کی دلیل یہی آیت ہے جو وجوب سجدہ پر دلالت کر رہی ہے اور

آیت میں سامع قرآن پر سجدہ کا حکم مطلق ہے اور تالی (تلاوت کرنے والے) کے سجدہ کرنے کو مقید نہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تالی سامع دونوں پر سجدہ تلاوت واجب خواہ وہ قصداً سُنے یا بغیر قصد کے سُننے اور امام کی دلیل یہ ہے کہ سجدہ کے ترک پر مذمت میں کوئی قید نہیں اور سجدہ کا وجود مطلق ہے جبکہ جمہور کے نزدیک اس پر سجدہ نہیں۔ قرآن حکیم میں آیات سجدہ چودہ ہیں اور سجدہ تلاوت کے لیے ہی شرائط ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔ امام نے آیت سجدہ پڑھی تو مقتدی اور غیر مقتدی (بشرطیکہ اس نے سُنا) سب پر سجدہ واجب ہے، ایک ہی آیت سجدہ کے تکرار پر ایک دفعہ کا سجدہ کافی ہے بشرطیکہ مجلس واحد ہو اور جتنی آیات سجدہ پڑھے اتنے ہی سجود واجب ہوں گے سجدہ کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رخ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہے (نہ رفع یدین کرے اور نہ ہاتھ باندھے) اور سیدھا سجدہ میں جائے اور تسبیح پڑھ کر اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھانے کے بعد کھڑا ہو جائے (اور سلام وغیرہ پھیرنے کی ضرورت نہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سورۃ الحج کا دوسرا سجدہ نہیں ہے جب کہ امام شافعی کے نزدیک وہ سجدہ ہے۔ بخاری و مسلم نے ابو نافع سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عشا پڑھی تو انہوں نے سورت الانشقاق میں سجدہ کیا اور پوچھنے پر کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے یہ سجدہ کیا تھا۔ اور تاحیات اس پر سجدہ کرتا رہوں گا۔

(بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُکَذِّبُوْنَ ۝) بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں۔

ای بالقرآن وھوانتقال عن کونھم لایسجدون عند قراءتہ الی کونھم تکذبون بہ صریحًا۔

یعنی کفار صرف اتنا ہی نہیں کہ تلاوت قرآن کے وقت سجدہ نہیں کرتے بلکہ علانیہ اور کھلے طور پر قرآن حکیم ہی کو جھٹلاتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ قرآن کے ساتھ بعث بعد الموت کے بھی کھلے منکر ہیں۔

(وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ۝) اور اللہ خوب جانتا ہے جو اپنے جی میں رکھتے ہیں۔

ای بالذی یضمرون فی صدورھم من الکفر والحسد والبغضاء والبغی۔

یعنی جو کچھ کفر و حسد اور عداوت و سرکشی اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں اللہ کو خوب معلوم ہے ایک قول ہے کہ اللہ کو ان کے اعمالناموں میں جمع و مندرج بداعمالیوں

اور سرکشیوں کا بخوبی علم ہے۔

(فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ٥) تو تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو۔
ای علی تکذیبھم۔ یعنی کفار اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی وجہ سے فاء سببی ہے اور بَشِّرْھُمْ میں اِبْشَار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تالیف و تطییب قلبی کے لیے استعارہ ہے کہ انہیں عذاب کی خوش خبری دیدو اور مراد اس سے الانذار ہے یعنی انہیں ڈراؤ اور وعید سنادیں۔

(اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے۔
استثناء منقطع ہے کہ مومن صالحین کے لیے بشارت نہیں یعنی انہیں عذاب کی خوشخبری نہیں جیسا کہ کفار سے فبشرھم بعذاب الیم فرمایا ہے یعنی مومن صالحین اس ابشار سے مستثنیٰ ہیں۔

(لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ٥) ان کے لیے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔
لان الاجر المذکور لا یخص المومنین منھم بل المومنین کافۃ۔ کیونکہ مذکورہ اجر ان میں سے ایمان والوں کے لیے خاص نہیں بلکہ سبھی موجود اور آنے والے مومنین سب کے لیے ہے۔ اور اَجْرٌ کی تنوین تعظیم کے لیے ہے اور غَیْرُ مَمْنُوْنٍ سے مراد ہے غیر مقطوع کبھی ختم نہ ہونے والا یعنی دائمی اور نہ ختم ہونے والا لازوال ثواب ہے گویا یہ استثناء کی علت کا بیان ہے۔

الحمد للہ آج سورت الانشقاق پوری ہوئی۔

---

۲ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ ۱۲ جولائی ۱۹۹۴ء

الفوز الکبیر ۝
اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ ۝
اِنَّہٗ ھُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ ۝
وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝
ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ۝
فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝
ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ۝
فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ۝
بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ تَکْذِیْبٍ ۝
وَّاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِھِمْ مُّحِیْطٌ ۝
بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۝
فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝

یہ بڑی کامیابی ہے
بیشک تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے
بیشک وہ پہلے کرے اور پھر کرے
اور وہی ہے بخشنے والا اپنے نیک بندوں پر پیارا
عزت والے عرش کا مالک
ہمیشہ جو چاہے کرنے والا
کیا تمہارے پاس لشکروں کی بات آئی
وہ لشکر کون فرعون اور ثمود
بلکہ کافر جھٹلانے میں ہیں
اور اللہ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرے ہوئے ہے
بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے۔
لوح محفوظ میں۔

حل لغات سورۃ البروج پ۳۰

و۔ قسم ہے — السماء۔ آسمان — ذات البروج۔ برجوں والے کی
و۔ اور — الیوم۔ دن — الموعود۔ وعدہ دیے گئے کی — و۔ اور
شاھد۔ حاضر ہونیوالے کی — و۔ اور — مشہود۔ حاضر کیے گئے کی — قتل۔ لعنت ہو
اصحب الاخدود۔ کھائی والوں پر — النار۔ آگ — ذات الوقود۔ بھڑکنے
والی پر — اذ۔ جبکہ — ھم۔ وہ — علیھا۔ اس پر
قعود۔ بیٹھے تھے — و۔ اور — ھم۔ وہ — علی۔ اوپر
ما۔ اس کے جو — یفعلون۔ کرتے تھے — بالمؤمنین۔ مومنوں کیساتھ — شہود۔ گواہ تھے
و۔ اور — ما۔ نہ — نقموا۔ عیب پکڑا — منھم۔ ان سے
الا۔ مگر — ان۔ یہ کہ — یؤمنوا۔ وہ ایمان لائے — باللہ۔ اللہ
العزیز۔ غالب — الحمید۔ سراہے گئے پر — الذی۔ وہ کہ — لہ۔ اسی کا ہے

ملك - ملک ہے　السموت - آسمانوں　و - اور　الارض - زمین کا

و - اور　الله - اللہ　علی - اوپر　کل - ہر

شیء - چیز کے　شھید - گواہ ہے　ان - بیشک　الذین - وہ جنہوں نے

فتنوا - تکلیف دی　المؤمنین - مومن مردوں کو　و - اور　المؤمنت - مومن عورتوں کو

ثم - پھر　لم - نہ　یتوبوا - توبہ کی　فلھم - تو انکے لیے

عذاب - عذاب ہے　جھنم - جہنم کا　و - اور　لھم - ان کے لیے

عذاب - عذاب　الحریق - جلنے کا　ان - بیشک　الذین - وہ جو

امنوا - ایمان لائے　و - اور　عملوا - عمل کیے　الصلحت - اچھے

لھم - ان کے لیے　جنت - باغ ہیں　تجری - چلتی ہیں　من تحتھا - ان کے نیچے

الانھر - نہریں　ذلك - یہ ہے　الفوز - کامیابی　الکبیر - بڑی

ان - بیشک　بطش - پکڑ　ربك - تیرے رب کی　لشدید - بڑی سخت ہے

انه - بیشک　ھو - وہی　یبدئ - پہلے کرے　و - اور

یعید - پھر کرے　و - اور　ھو - وہ ہے　الغفور - بخشنے والا

الودود - پیار کرنے والا　ذو العرش - عرش والا　المجید - بزرگ　فعال - کرنے والا

لما - جو　یرید - چاہے　ھل - کیا　اتىك - آئی تیرے پاس

حدیث - بات　الجنود - لشکروں کی　فرعون - فرعون　و - اور

ثمود - ثمود کی　بل - بلکہ　الذین - وہ جو　کفروا - کافر ہیں

فی - بیچ　تکذیب - جھٹلانے کے ہیں　و - اور　الله - اللہ

من ورائھم - ان کے پیچھے سے　محیط - گھیرنے والا ہے　بل - بلکہ

ھو - وہ　قرآن - قرآن ہے　مجید - بزرگ　فی - بیچ

لوح - لوح　محفوظ - محفوظ کے۔

سورت البروج

سورت البروج مکی ہے اس میں ایک رکوع اور بائیس آیات ہیں پچھلی سورت سے اس کی مناسبت اہل ایمان کے ساتھ وعدے اور کفار کو جہنم کی وعید سے متعلق ہے اور تلاوت قرآن پر کفار کا سجدہ نہ کرنا ہے یعنی انکساری کا اظہار نہ کرنا ہے بلکہ تواضع تو الگ طرف سرے سے کتاب اللہ (قرآن) ہی کے منکر تھے اور اس کی برملا تکذیب کے مرتکب تھے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے اندرونی منصوبوں کا ذکر فرمایا واللہ اعلم بما یوعون تو اس سورت میں کفار قریش کے لیے نصیحت ہے کفار قریش مومنین کو ایذائیں دیتے تھے اور انہیں حق سے برگشتہ کرنے میں جو بھاگ دوڑ کرتے تھے تو اس سورت میں اصحاب الاخدود کے حوالے سے انہیں انتباہ ہے کہ اگر انہوں نے اپنی خو نہ بدلی تو ان کا انجام بھی مختلف نہ ہو گا۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اوّل سورہ البروج پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝

قسم آسمان کی جس میں برج ہیں۔ اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے اور اس دن کی جو گواہ ہے اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں۔

(وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝) قسم آسمان کی جس میں برج ہیں۔

ای القصور کما قال ابن عباس وغیرہ یعنی محلات (زینت والے مکان) یا قلعے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ ہی سے منقول ہے لغت میں برج کے معنی اظہار زینت کے ہیں سورت الاحزاب میں ہے وَلَا تَبَرَّجْنَ اور عورتیں اپنے

بناؤ سنگھار (زینت) کا اظہار نہ کریں اہل عرب بولتے ہیں تبرجت المرأۃ عورت نمایاں ظاہر ہو گئی یا عورت بن سنور کر نکل آئی عطیہ عوفی کا قول ہے کہ وہ برج (قلعے) جہاں نگہبان مقرر ہوں۔ وقیل هی ابواب السماء ایک قول ہے کہ مراد آسمان کے دروازے ہیں وسمیت بذلک لان النوازل تخرج من الملائکۃ علیهم السلام فجعلت مشبهۃ بقصور العظماء النازلۃ اور ان کا نام (بروج) اسی وجہ سے ہو گیا کیونکہ حضرت ملائکہ علیہم السلام سے اترنے والے ان دروازوں سے ہی نکلتے اور ظاہر ہوتے ہیں تو اس مشابہت کی وجہ سے ان عظیم اترنے والوں کے محل کہلائے۔ فلاسفہ کہتے ہیں آسمان میں بارہ برج ہیں جس میں غیر متحرک تارے جنہیں وہ ثوابت کہتے ہیں رہتے ہیں اور متحرک سیارے بھی آ کر جمع ہو تو رہتے ہیں اور وہ آسمان کی حرکت دوامی کے قائل ہیں اور ثوابت و سیارگان کے اجتماع سے جو شکل موہوم ظاہر ہوئی۔ اس کے نام رکھے ہوئے ہیں جیسے ثور (بیل) جوزا (جڑواں بچہ) حمل (بزغالہ) اسد (شیر) عقرب (بچھو) حوت (مچھلی) سنبلہ، میزان، قوس جدی، دلو اور سرطان وغیرہ۔ مگر یہ سبھی فلاسفہ کی اصطلاحات ہیں اور کلام الٰہی کی تفسیر میں ان فضول باتوں کا ذکر لغو، باطل ہے اور فلاسفہ کی یہ موشگافیاں کتاب و سنت کے خلاف ہیں۔ ارشاد باری ہے کُلٌّ فِی فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝ اور ہر ایک ایک گھیرے میں پھیر رہا ہے۔

یعنی تیر رہا ہے تو آسمان میں ثوابت کہاں ہیں لہذا فلاسفہ کی یہ باتیں واہمہ کے سوا کچھ نہیں اور نہ ہی آسمانوں کو اس حوالے سے برجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ حسن کا قول ہے کہ بروج سے مراد بہت بڑے ستارے ہیں کہ آسمان پر نمایاں ہیں اور آسمان کی سجاوٹ اور آراستگی ہیں۔ اور بعض متاخرین کا قول ہے کہ یہ کواکب سیارہ کے منازل ہیں اور ان کی سیر ان میں معین انداز سے پر ہے اور حکمت الٰہی کے عجائبات ان میں نمایاں ہیں واللہ اعلم۔

(وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝) اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے۔

ای الموعود به وهو یوم القیامة باتفاق المفسرین یعنی جس دن کا وعدہ ہے تو وہ دن یوم قیامت ہے اور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ وہ دن مراد ہے جس میں لوگ قبروں سے اٹھیں گے کہ ارشاد باری ہے۔ یوم یخرجون من الاجداث کانو یوعدون (ق) لیکن یہ بھی تو روز قیامت میں ہی داخل ہے۔

(وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝) اور اس دن کی جو گواہ ہے اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتی ہیں ترمذی اور ایک جماعت نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے الشاهد یوم الجمعة

شاہد سے مُراد جمعہ کا دن ہے والمشھود یوم عرفہ اور مشہود سے مُراد یوم عرفہ (حج والا دن ہے)
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے جیسے حاکم نے صحیح کہا کہ شاہد سے مُراد یوم عرفہ اور
یوم جمعہ ہے اور مشہود سے مُراد یوم قیامت ہے۔ ابن عباس سے مرفوعاً ہے شاہد سے مراد حق سبحانہ
وتعالیٰ ہے اور مشہود سے مراد یوم قیامت ہے اسے عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے نقل
کیا۔ مجاہد اور عکرمہ اور عطاء کا قول ہے شاہد سے مُراد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت
اور مشہود سے مُراد یوم قیامت ہے ابن عباس کا ایک قول ہے کہ شاہد سے مُراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ
وسلم ہیں اور مشہود سے مُراد روزِ قیامت ہے۔

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۝ — کھائی والوں پر لعنت ہو۔
النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۝ — اس بھڑکتی آگ والے
اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۝ — جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے
وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ۝ — اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے۔

(قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۝) کھائی والوں پر لعنت ہو۔
حسن اور ابن مقسم نے قُتِّلَ کو تشدید کے ساتھ یعنی قُتِّلَ پڑھا ہے اور وہ کھائی والوں پر
لعنت کرنے میں بطور مبالغہ ہے ایک قول ہے کہ اصل میں تھا لَقَدۡ قُتِلَ بلا شبہ وہ ملعون تھے
بعض کا قول ہے کہ یہ جملہ خبریہ ہے جبکہ بعض محققین کا قول ہے کہ جملہ دعائیہ ہے اور جواب قسم پر دلالت
کر رہا ہے ایسا لام کے بغیر بہت کم آتا ہے لہٰذا جواب قسم محذوف مانا جائے گا اور آئندہ کلام
سے اس کا تعین ہو رہی ہے گویا کہ کہا جا رہا ہے اُقسم بھذہ الاشیاء ان کفار قریش
لملعونون یعنی میں قسم کھاتا ہوں کہ کفار قریش ضرور ملعون ہیں اُسی طرح قتل ہوں گے
جس طرح کھائی والے ملعون تھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ بلا شبہ کفار دضا دید قریش اس طرح
قتل ہوں گے جس طرح کھائی والے ہلاک ہوئے۔ گویا اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار
قریش کے قتل و ہلاک کا وعدہ ہے جو بعد میں غزوہ بدر میں پورا ہُوا۔

(اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ) کھائی والے۔
مُسلم، ترمذی اور نسائی نے صہیب سے روائت کی ہے کہ پچھلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا جس
کے پاس ایک کاہن یا جادوگر تھا اُس نے بادشاہ سے کہا کہ میں ضعیف ہو گیا ہوں لہٰذا تم کوئی لڑکا

میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اُسے کہانت یا سحر سکھا دوں بادشاہ نے ایک لڑکا اس غرض سے بھیج دیا راستے میں ایک راہب (درویش) رہتا تھا لڑکا آتے جاتے اس کے پاس بھی بیٹھنے لگا اور اسے درویش کی صحبت اچھی لگی ایک روز لڑکے نے راستے میں ایک خوفناک درندے کو لوگوں کا راستہ روکے دیکھا اُس نے راہب اور ساحر میں سے اللہ کے نزدیک محبوب و بہتر جاننے کے لیے اس درندے کو یہ کہہ کر پتھر مارا کہ اے اللہ اگر درویش حق ہے تو اس جانور کو ہلاک کر دے اس دعا کے ساتھ ہی وہ درندہ ہلاک ہو گیا لڑکے نے درویش سے یہ بات کہی تو اس نے کہا اب تم مجھ سے صاحب فضیلت ہو اور تم جلد بلاء میں مبتلا ہو گے لیکن ابتلاء میں میرا نام ظاہر نہ کرنا پھر وہ لڑکا مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں وغیرہ کا علاج کرتا اور وہ شفایاب ہو جاتے اور اس کی شہرت ہو گئی بادشاہ کے ایک درباری نے اُس سے علاج کرایا اور صحت مند ہو گیا اور اللہ رب العلمین پر ایمان لے آیا بادشاہ نے اُس تندرست دیکھا تو پُوچھا کہ وہ کیونکر شفایاب ہوا تو اُس نے کہا میرے اللہ نے مجھے شفا دی بادشاہ نے کہا میرے سوا کون سا رب ہے اس نے کہا میرا رب تیرا بھی رب ہے بادشاہ نے اسے قید و بند میں ڈال دیا اور اس قدر دکھ دیا کہ اس نے لڑکے کا پتہ بتایا جب لڑکا لایا گیا تو بادشاہ نے کہا لڑکے جادو کی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ لوگوں کو شفا دیتا ہے لڑکے نے کہا کہ میں کچھ نہیں کرتا سب کو اللہ ہی شفا دیتا ہے بادشاہ نے لڑکے کو بہت دکھ دیا یہاں تک کہ لڑکے نے اس راہب کا پتہ بتا دیا۔ اس نے درویش کو اپنے مذہب سے باز آنے کو کہا مگر اس نے انکار کر دیا تو اس بادشاہ نے اُسے اور اپنے مصاحب کو آرے کے نیچے چروا دیا پھر لڑکے کو بھی اپنے دین و مذہب سے باز آنے کو کہا تو بادشاہ نے لڑکے کو اولاً قلہ کوہ سے گرانے کا حکم دیا مگر لڑکا محفوظ رہا پھر دوبارہ لڑکے کو ڈبونے کا حکم دیا مگر لڑکا محفوظ رہا اور بادشاہ کے سپاہی ڈوب گئے لڑکا صحیح و سلامت بادشاہ کے پاس پہنچ گیا بادشاہ نے پُوچھا کہ میرے آدمی کیا ہوئے کہا سب کو اللہ نے ہلاک کر دیا اور لڑکے نے بادشاہ پر واضح کیا کہ وہ اس کے قتل پر قادر نہ ہو گا جب تک میری بات نہ مانے اور وہ یہ ہے کہ ایک میدان میں سب لوگوں کو جمع کر اور مجھے کھجور کے درخت کے ڈھنڈ پر سولی دے اور میرے ترکش سے ایک تیر نکال کر بسم اللہ رب الغلام کہہ کر مار تو مجھے قتل کر سکے گا بادشاہ نے ایسا ہی کیا تیر لڑکے کی کنپٹی پر لگا اس نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور واصل باللہ ہو گیا لوگ یہ دیکھ کر ایمان لے آئے اس پر بادشاہ کو اور غصہ آیا تو اس نے ایک خندق کھدوائی اور اس میں آگ جلوائی اور حکم دیا جو لڑکے کے دین سے برگشتہ نہ ہو

اُس آگ میں ڈال دو لوگ ڈالے گئے یہاں تک کہ ایک عورت آئی اس کی گود میں بچہ تھا خوفزدہ ہو
تو بچے نے ماں سے کہا صبر کر اور نہ گھبرا تو حق پر ہے تو دونوں ماں بچہ آگ میں ڈال دیئے گئے یہ
میں واقعہ تفصیل سے ہے ہم نے اختصار سے کام لیا ہے) کلبی نے بادشاہ کا نام ذونواس اور لڑکے کا نام
عبداللہ بن تامر بیان کیا ہے۔

(النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝) اس بھڑکتی آگ والے
وصف لها بغاية العظمة - وارتفاع اللهب یہ آگ کی صفت ہے اور اس کے شعلے پر
شعلہ و لپیٹ کی بلندی بڑائی کو ظاہر کر رہی ہے۔ کلبی اور ابوالعالیہ کا قول ہے کہ یہ خبر اللہ نے مومنوں کو
ہوا بھی جس سے ان کی روحیں قبض کر لی گئیں اور آگ بھڑک کر کھائیوں سے باہر نکل آئی تو منکر جو
پر بیٹھے تھے آگ نے جلا ڈالے بعض نے النار کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ
النار انہیں آگ نے جلا ڈالا یعنی کفار کو جو کناروں پر بیٹھے تھے) جبکہ مومن جلنے سے پہلے
اور اللہ نے ان کی روحیں پہلے ہی قبض کر لیں۔

(اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝) جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے۔
ای لعنوا حين احدقوا بالنار قاعدين حولها یعنی اس وقت ہلاک کئے گئے جب
کھائیوں میں بھڑکتی ہوئی آگ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ او علی حافاتها یا پھر ان خندقوں کے
کناروں پر بیٹھے تھے مجاہد کا قول ہے کہ خندقوں کے کنارے لگی نشستوں پر بیٹھے تھے

(وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝) اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ مسلمانوں کے
ساتھ کر رہے تھے۔
ای یشهد بعضهم لبعض عند الملك بأن احد الم يقصر فيما امر به
یعنی بادشاہ کے پاس جا کر ان میں سے بعض بعض کی شہادت دیتے تھے کہ جس طرح انہیں حکم دیا
گیا تھا اس کی بجا آوری میں ان میں سے کسی ایک نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ایک قول ہے کہ روز قیامت
خود مومنوں پر اس عذاب کے گواہ ہوں گے۔ ایک اور قول ہے کہ وہ یہ عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ
رہے تھے اور وہاں موجود تھے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا
بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

اور انہیں مسلمانوں کا کیا بُرا لگا یہی نہ کہ وہ
ایمان لائے اللہ عزت والے خوبیوں سراہے
پر کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ٥ ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

(وَمَا نَقَمُوْا مِنْھُمْ) اور انہیں مسلمانوں کا کیا برا لگا۔

امام راغب کا قول ہے یقال نقمت الشئ اذا انکرتہ بلسانک او بعقوبۃ اہل عرب اس وقت بولتے ہیں شئ خراب ہوگئی جب تو کسی جب تو کسی شئ کو زبان سے برا یا مکروہ کہے یا ناگواری کا اظہار کرے۔ ای ما انکروا منھم وما عابوا یعنی کفار کو مومنین سے ناگواری کی کیا وجہ تھی اور کیا برائی تھی جس کا ان سے صدور ہوا۔

(اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ٥)

استثناء مفصح عن براءتھم عما یعاب دینکم بالکلیۃ۔ استثناء "نقموا" کی وضاحت کے لیے ہے کہ کفار کو اہل ایمان میں اس کے سوا کوئی عیب و برائی نظر نہ آتی تھی کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے یا انہیں مومنوں کا ایمان رکھنا بس یہی امر ناگوار تھا۔ حالانکہ انہیں اس کا کوئی حق نہ تھا کہ انہیں عذاب دیتے۔ مومن اللہ پر ایمان لائے تھے جو العزیز ہے یعنی غالب ہے اور اس کی عقوبت سے ڈرنا لازم ہے اور الحمید ہے یعنی قابل تعریف ہے اور ایسا انعام دینے والا ہے کہ اس سے ثواب کی امید رکھی جائے۔

(اَلَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) کہ اسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔

للاشعار بمناط ایمانھم۔ اللہ کی حکومت اور اس کی عظمت کا بیان اسی لیے ہے کہ اہل ایمان کے لیے ایمان لانے کی صداقت و عظمت کا اظہار ہو اور ان کے لیے اس وجہ سے نعمت و ثواب کا استحقاق ثابت ہو جائے۔

(وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ٥) اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

وعد لھم و وعید لمعذبیھم فان علم اللہ جل شانہ الجامع لصفات الجلال والجمال بجمیع الاشیاء التی من جملتھا اعمال الفریقین لیستدعی توفیر جزاء کل منھما۔

اہل ایمان کے لیے وعدہ ثواب ہے اور کفار کے لیے (جنہوں نے مومنوں کو ایذا دی تھی عذاب کی وعید ہے اس لیے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کو جو تمام صفات جلالیہ و جمالیہ کا جامع ہے اور تمام اشیاء کا علم رکھنے والا ہے اور دونوں گروہوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے جن کی وجہ سے ان دونوں میں سے

ہر ایک کو اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ کافروں کو عذاب اور مومنوں کو ثواب دے گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ۝	بے شک جنہوں نے ایذا دی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو پھر توبہ نہ کی ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ) بے شک جنہوں نے ایذا دی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔

ای محنوهم فی دینهم لیرجعوا عنه یعنی جن لوگوں نے مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے کے لیے انہیں آگ میں جلایا۔ ایذا دینے والوں میں اصحاب الاخدود کے علاوہ دوسرے مددگار لوگ بھی تھے۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ جن لوگوں نے اہلِ ایمان کو ایذا دی یا ان کے مددگار ہوئے۔ ایک قول ہے کہ کفار قریش بھی اس آیت کی وعید میں داخل ہیں جنہوں نے اس امت کے مومنوں اور مومنات کو مختلف قسم کے دکھ دیئے اور ایذائیں پہنچائیں۔

(ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا) پھر توبہ نہ کی۔

ای لم یتوبوا من فتنهم یعنی پھر مسلمانوں کو ایذا دینے سے توبہ نہ کی ایک قول ہے کہ اپنی کفر سے باز نہ آئے۔ ابن عطیہ کا قول ہے کہ یہ "جملہ" قریش کے حق میں ہے اور لَمْ یَتُوْبُوْا کا ارشاد ان کے بارے میں واضح کرتا ہے کیونکہ اصحاب الاخدود تو ہلاک ہو ہی چکے تھے لہذا ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا کے مصداق وہ کیونکر ہوئے اور کفار قریش کو اس حقیقت کا علم تھا کہ روئے سخن انہی کی طرف ہے جو بوقت نزول آیت موجود تھے۔ اور اصحاب الاخدود پر لعنت سے یہ واضح ہے کہ وہ سب کفر پر ہی مرے لہذا نہ وہ کفر سے باز آئے اور نہ ہی توبہ کی۔

(فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ) تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

ای بسبب فتنهم ذلك ۔ یعنی مسلمانوں کو ایذا دینے اور آگ میں جلانے کی وجہ سے آخرت میں ان کے کفر و سرکشی کا بدلہ

(وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ۝) اور ان کے لیے آگ کا عذاب۔

ای فَلَهُمْ جهنم فی الآخرة ولهم عذاب الحریق فی الدنیا یعنی اصحاب الاخدود کے لیے آخرت میں جہنم ہے اور ان کے لیے دنیا میں آگ کا عذاب کیونکہ انہیں اسی آگ نے جلا ڈالا

انہوں نے اہل ایمان کے لیے جلائی تھی۔ بعض کا قول ہے اگر عطف خاص کو عطف عام پر مبالغہ کے لیے قرار دیا جائے
تو جہنم کا عذاب سردی اور گرمی (آگ سے جلنا) دونوں حال کے ساتھ ہے تو مراد شاید یہی ہے کہ جلوں کے تسلسل
کا بیان ہے یا پھر عقوبت عظمیٰ (بہت بڑی سزا) مراد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ — بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے
لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا — ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں
الْاَنْھٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ؕ — یہی بڑی کامیابی ہے۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔
علی الاطلاق من المفتونین وغیرھم یعنی وہ لوگ جنہیں ایذا دی گئی اور ان کے علاوہ
(لَھُمْ) اُن کے لیے
بسبب ما ذکر من الایمان والعمل الصالح۔ یعنی ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کے سبب سے
جس کا ذکر گزرا۔
(جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں
یعنی ایسے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ مومنوں کو یہ نعمت و شرف حاصل ہوگا۔
(ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ؕ) یہی بڑی کامیابی ہے۔
الذی یصغر عندہ الفوز بالدنیا ایسی عظیم کامیابی ہے جس کے سامنے دنیا کی سب
کامیابیاں ہیچ ہیں اور الفوز کے معنی ہیں ہر شر سے خلاصی اور خیر و بھلائی کے ساتھ کامیابی۔ کبیر الفوز
کی صفت ہے مراد بہت بڑی۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ؕ — بے شک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔

جملہ مستانفہ ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ اے محبوب جب ہم ظالموں
کو عذاب میں پکڑتے ہیں تو پھر خوب سخت پکڑتے ہیں جس سے بچنا ممکن نہیں اس میں مومنین کو صبر و
انتظار کی ترغیب ہے کہ کفار مکہ کی ایذاؤں پر صبر و برداشت کریں اگر یہ کفار باز نہ آئے تو پھر ان کا
انجام بھی اصحاب الاخدود سے مختلف نہ ہوگا۔ البطش کے معنی ہیں الاخذ بصولۃ و عنف
یعنی زور اور سختی یا شدت کے ساتھ پکڑنا۔ اور شدید لبطش کی صفت ہے جس کا مطلب ہے انتہائی
سخت پکڑ جس کا نہ تدارک ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس سے رہائی ممکن ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ ؕ — بے شک وہ پہلے کرے اور پھر کرے

ای انہ عزوجل ھو یبدیٔ الخلق بالانشاء وھو سبحانہ یعیدہ بالحشر یوم القیامۃ

یعنی بلاشبہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہی نے مخلوقات کی پیدائش وآفرینش کا آغاز فرمایا اور بلاشبہ وہی ذات پاک حشر کے ساتھ بروز قیامت دوبارہ زندہ اٹھائے گی۔ کہ وہی خالق ہے اور اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ بعض نے کہا مُراد یہ ہے کہ دنیوی عذاب کی ابتدا بھی اسی کی طرف سے ہے اور اخروی عذاب کے لیے بھی وہی پکڑنے والا ہے اور اس کی پکڑ انتہائی شدید ہے اور وہ اپنے امر پر غوب غالب ہے۔

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ اور وہی ہے بخشنے والا اپنے بندوں پر پیارا

(وَهُوَ الْغَفُوْرُ) لمن یشاء من المومنین وقیل لمن تاب و اٰمن

وہی ذات کریم ہے جو مومنوں میں سے جس کے لیے چاہے اس کے گناہ معاف فرمائے ایک قول ہے کہ انہیں بخشنے والا جو توبہ کریں۔ اور ایمان لائیں۔

(اَلْوَدُوْدُ) المحب کثیر الحب لمن اطاع۔ اطاعت گزار مومنوں سے بہت زیادہ محبت فرمانے والا۔ فعول کے وزن پر صیغہ مبالغہ بمعنی فاعل ہے ایک قول ہے کہ فعول بمعنی مفعول ہے جس طرح رَکُوْب تو معنی یہ ہوں گے ای یودہ ویحبہ سبحانہٗ عبادہ الصالحون یعنی اللہ تعالیٰ کو اس کے نیکوکار بندے پیارا اور محبوب رکھتے ہیں قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق کا قول ہے "ان الودود ھو الذی لا ولد لہ" ودود وہ ہوتا ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو۔ ابن بحر کا قول ہے ای المتودد الی عبادہ تعالیٰ شانہٗ بالمغفرۃ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے نزدیک سب سے بڑھ کر محبوب ہے اور وہ ان کے لیے بخشش کے ساتھ پیار فرمانے والا۔ ایک قول ہے کہ الودود کے معنی ہیں کثیر الاحسان کثرت سے نوازش و مہربانی فرمانے والا۔

(ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝) عزت والے عرش کا مالک

(ذُو الْعَرْشِ) ای صاحبہ والمراد مالکہ او خالقہ وھو أعظم المخلوقات

یعنی اس کا صاحب اور مُراد ہے عرش کا مالک یا عرش کا پیدا کرنے والا اور عرش تمام مخلوقات میں سب سے بہت بڑا ہے۔

(اَلْمَجِيْدُ) العظیم فی ذاتہ عزوجل وصفاتہ سبحانہٗ وتعالیٰ شانہٗ واجب الوجود تام القدرۃ کامل الحکمۃ

یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ جو اپنی ذات وصفات بہت میں بزرگ ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ واجب

الوجود ہے اور اس کے سوا باقی سب ممکن ہے) وہی واجب بالذات ہے پوری طرح مکمل قدرت رکھتا ہے اور حکمت میں کامل واکمل ہے المجید اس کی صفات علیہ سے ہے حمزہ اور کسائی کی قرأت میں مجید کی دال کسرہ کے ساتھ آئی ہے تو اس صورت میں یہ عرش کی صفت ہوگی کہ عرش عظمت و بزرگی والا اور انوار بانیہ کا محل خاص ہے۔

(فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝) ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا۔

بحیث لا یتخلف عن ارادتہ تعالیٰ من افعالہ سبحانہ

یعنی جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے ارادہ کے خلاف نہیں ہو سکتا اور نہ اس کی کوئی روک ہے یا روک سکتا ہے۔

(ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ۝) کیا تمہارے پاس لشکروں کی بات آئی

استفہام تقریری ہے اور جملہ مستانفہ ہے جس میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے فعال لما یرید ہونے کی توضیح ہے کہ کس طرح کفار انبیاء کے مقابل جمعیتیں اکٹھی کر کے لائے اور اللہ نے انہیں کس طرح ان کے کفر و عصیان اور معاصی و طغیان پر شدید گرفت کی۔ اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لیے تسلی و دلجوئی ہے الجنود جمع جُند کی ہے یعنی لشکر، جماعتیں جتھے۔ والمراد ھنا الجماعات الذین تجند وا علی انبیاء اللہ تعالیٰ علیھم السلام واجتمعوا علی اذیتھم اور یہاں مراد وہ جتھے ہیں جو کفار انبیاء علیہم السلام کے خلاف اکٹھے کر کے لاتے رہے اور ان کو ایذاء دکھ پہنچانے کے لیے اکٹھے ہوتے رہے اور حضور کے لیے دلجوئی ہے سیصیب کفرۃ قومہ ما اصاب الجنود کہ جلد ان کی قوم کے کفار کو بھی وہی پیش آئے گا جو کفار کے لشکروں کو پیش آیا یعنی جلد عذاب میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوں گے۔

(فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝) وہ لشکر کون فرعون اور ثمود

بدل من الجنود۔ جنود سے بدل ہے مراد لشکروں سے فرعون اور ثمود ہیں والمعنی قد اتاك حدیثھم وعرفت ما فعلوا وما فعل بھم فذکر قومك بایام اللہ تعالیٰ وشؤن سبحانہ وتعالیٰ وانذرھم ان یصیبھم مثل ما اصاب امثالھم اور مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس ان کے قصے آچکے اور تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا اور ان کے ساتھ کیا کچھ کیا گیا تو اپنی قوم کو تذکیر بایام اللہ کے ساتھ اور اس کے انتقام سے ڈرائیں کہ اگر وہ باز نہ آئے تو انہیں بھی اسی طرح ہلاکت و عذاب پہنچے گا جس طرح کہ پہلوں کی مثالیں ہیں۔ فرعون اور اس کے ساتھی بڑا

گرا اور قوم ثمود چیخ سے ہلاک کئے گئے۔

(بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ تَکْذِیْبٍ ۝) بلکہ کافر جھٹلانے میں ہیں۔

ای من قومك یعنی تمہاری قوم کے کافر (کفار قریش) بھی پچھلی قوموں کی ہلاکت کے تفصیلی قصے سن کر بھی کتاب اللہ کی تکذیب اور تمہاری نبوت و رسالت کے جھٹلانے میں منہمک ہیں۔ تکذیب کی تنوین کافروں کی بہت بڑی تکذیب کی نشاندہی کر رہی ہے اور یہی بڑی تکذیب انہیں سابقہ امتوں کے مقابلے میں عذاب کا زیادہ مستحق قرار دیتی ہے۔

(وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِیْطٌ) اور اللہ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرے ہوئے ہے۔

یہ کفار کی توبیخ کے لیے ارشاد ہے اور کلام بطور تمثیل ہے لعدم نجاتھم من بائس اللہ تعالیٰ بعدم فوت المحاط المحیط کہ کفار کو کوئی شے اللہ سے بچا نہیں سکتی اور نہ ہی انہیں کوئی بچانے والا ہے۔ محیط ہونا ذاتیہ اور بلا کیف ہے اور محیط کا محاط پر قرب و قبضہ اور قابو اس احاطہ کے لیے ضرور ہے اور وہ لوگ اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔ اور وہ اپنے امر پر بالکلیہ قادر ہے۔

(بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۝) بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے۔

رد لکفرھم وابطال لتکذیبھم وتحقیق للحق ای بل ھو کتاب شریف عالی الطبقۃ فیما بین الکتب الالٰھیۃ فی النظم والمعنی لا یحق تکذیبہ والکفر بہ۔

اس میں کفار کی سرکشی و انکار کا رد اور کفار کے جھٹلانے کی مذمت ہے اور حق کی حقانیت کا واضح بیان ہے کہ یہ وہ بزرگ و عظیم اور عالیشان اور یگانہ کتاب ہے جو تمام کتب الٰہیہ میں سے اپنے نظم و معانی کے حوالے ممتاز و منفرد اور بے مثل ہے اور اس عظیم کتاب کا انکار کھلا مکابرہ اور کج بحثی ہے جس شخص کو عبارت اور معانی میں معمولی درک بھی ہے وہ اس کی حقانیت کا منکر نہیں ہو سکتا قرآن کی عبارت بھی معجزہ ہے اور اس کے معانی بھی معجزہ ہیں جب کہ گزشتہ کتب کی یہ شان نہ تھی۔

(فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝) لوح محفوظ میں

(فِیْ لَوْحٍ) لوح میں ای کائن فی لوح یعنی لوح (تختی) میں لکھا ہوا ہے (درج ہے)

(مَّحْفُوْظٍ ۝) محفوظ

ای ذلك اللوح من وصول الشیاطین الیہ یعنی یہ لوح (تختی) شیطانوں کی رسائی اور دسترس سے محفوظ ہے۔ لوح محفوظ مشہور ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ لوح سفید موتی

سے بنی ہے اور اس کی لمبائی آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہے اور اس کی چوڑائی مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ جتنی ہے اس کے دونوں کنارے موتی اور یاقوت کے ہیں اور اس کے اول و آخر کے حصے سرخ یاقوت کے ہیں اور اس کا قلم نوری ہے اور وہ عرش سے بندھا ہے، اور اس کی جڑ ایک فرشتے کی گود میں ہے جسے ساطریون کہتے ہیں۔ مقاتل کا قول ہے ان اللوح المحفوظ عن یمین العرش کہ بلاشبہ لوح محفوظ عرش کے دائیں جانب ہے نافع کی قرأت میں محفوظٌ آیا ہے تو اس قرأت کے موجب یہ قرآن کی صفت ہوگی اور ارشاد باری وانا لہ لحفظون کہ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں تو اس میں الحاق، رد و بدل، حذف و اضافہ ناممکن ہے۔ اور جو کوئی قرآن میں کسی طور بھی ملاوٹ کا قائل ہو جیسے روافض تو وہ اس آئت کی رُو سے جھوٹے اور نامراد ہیں اور قرآن کے منکر اور قرآن کا انکار مومن نہیں کرسکتا۔ خواہ عبارت ہو یا معانی اور وہی فساد کرے گا جس میں کفر و نفاق کا بیج ہے۔

الحمد للہ آج سورت البروج کی تفسیر کا کام پورا ہوا
۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ بمطابق ۳۱ اگست ۱۹۹۴ء

سورۃ الطارق مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع، سترہ آیتیں، اکسٹھ کلمے اور دو سو انتالیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الطارق پ ۳۰

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝
النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝
اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝
فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝
خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝
يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝
اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝
يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝
فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝
وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝
اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝
وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝
اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝
وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝
فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝

آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی
اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے،
خوب چمکتا تارا۔
کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو۔
تو چاہئے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا
جست کرتے پانی سے۔
جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے۔
بیشک اللہ اس کے واپس کر دینے پر قادر ہے،
جس دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی۔
تو آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار
آسمان کی قسم جس سے مینہ اترتا ہے۔
اور زمین کی جو اس سے کھلتی ہے۔
بیشک قرآن ضرور فیصلہ کی بات ہے۔
اور کوئی ہنسی کی بات نہیں۔
بیشک کافر اپنا سا داؤں چلتے ہیں۔
اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں۔
تو تم کافروں کو ڈھیل دو انہیں کچھ تھوڑی مہلت

حل لغات سورۃ الطارق پ۳۰

و۔قسم ہے	السماء۔آسمان کی	و۔اور	الطارق۔رات کو آنیوالے کی
و۔اور	ما۔کیا	ادرا۔جانے	ک۔تو
ما۔کیا ہے	الطارق۔رات کو آنیوالا	النجم۔ستارہ ہے	الثاقب۔چمکتا ہوا
ان۔نہیں	کل۔کوئی	نفس۔جان	لما۔مگر
علیہا۔اس پر ہے	حافظ۔نگہبان	فلینظر۔تو چاہیئے دیکھے	الانسان۔انسان
مم۔کس چیز سے	خلق۔پیدا کیا گیا	خلق۔پیدا کیا گیا	من ماء۔پانی
دافق۔اچھلنے والے سے	یخرج۔نکلتا ہے	من بین الصلب۔درمیان پیٹھ	
و۔اور	الترائب۔سینے سے	انہ۔بیشک وہ	علی۔اوپر
رجعہ۔اسکے لوٹانے کے	لقادر۔ضرور قادر ہے	یوم۔جبدن	تبلی۔جانچ ہو
السرائر۔پوشیدہ باتوں کی	فما۔تو نہیں	لہ۔اس کے لیے	من قوۃ۔کوئی قوت
و۔اور	لا۔نہ	ناصر۔مددگار	و۔قسم ہے
السماء۔آسمان	ذات۔پھرنے	الرجع۔والے کی	و۔اور
الارض۔زمین	ذات الصدع پھٹنے والی کی		انہ۔بیشک وہ
لقول۔بات ہے	فصل۔فیصلہ کن	و۔اور	ما۔نہیں
ھو۔وہ	بالھزل۔مذاق	انہم۔بیشک وہ	یکیدون۔داؤ چلتے ہیں
کیدا۔اپنا داؤ	و۔اور	اکید۔میں داؤ چلتا ہوں	کیدا۔اپنا داؤ
فمھل۔تو ڈھیل دو	الکفرین۔کافروں کو	امھلہم۔مہلت دینا	رویدا۔تھوڑا سا

سورت الطارق

سورت الطارق بلا اختلاف مکیہ ہے اور اس میں ایک رکوع اور سترہ آیات ہیں پچھلی سورت میں کفار کی تکذیب، قرآن کا انکار اور مومنوں کے ساتھ ان کی معاندانہ روش اور دشمنی و ایذا رسانی کا تذکرہ ہوا اس سورت میں انسان کی تخلیقی حالت اور دوبارہ زندگی کا بیان ہے تاکہ انسان کو حیات بعد الموت پر ایمان لانے میں کوئی حجت نہ رہے اور قرآن حکیم کے فرمودات کو ماننے میں سہولت ہو اور وہ ان حقائق کو ہنسی کھیل نہ سمجھیں اور اسی حوالے سے انہیں کچھ مہلت دینے کا ذکر ہے تاکہ جس گرفت شدید کا تذکرہ پچھلی سورت میں ہوا اس کا بیان اور مؤکد ہو جائے اور انہیں معلوم ہو جائے کہ غضب الٰہی کی پکڑ قریب ہے اور وہ اصلاح احوال کی رغبت کریں تاکہ عذاب سے بچ سکیں۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الطارق پ ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	
وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ	آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی۔
مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝	اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا
اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝	کیا ہے۔ خوب چمکتا تارا۔ کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو۔

(وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝) آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی۔

(وَالسَّمَآءِ) جمہور کے نزدیک مراد آسمان ہے جس کی قسم یاد فرمائی ہے جبکہ ایک قول ہے کہ یہاں مراد المطر (بارش) ہے (وَالطَّارِقِ) یہ الطرق سے اسم فاعل بمعنی اظہر راستہ چلنے والا یا نمودار ہونے والا اور اسی سے الطریق (سڑک۔ راستہ) بھی ہے اختصاص بالآتی لیلا اور اس کے معنوں کو مخصوص کیا گیا ہے "رات کو آنے والا" یعنی قسم اس تارے کی جو رات کو چمکتا ہے۔

(وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ ۝) اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے

استفہام اظہار عظمت کے لیے ہے ای ای شئی اعلمك ما الطارق یعنی آپ نے کچھ جانا کہ وہ رات کو آنے والا کیا چیز ہے۔ کلام مجمل ہے اور اگلی آیت میں اس کی تفصیل ہے۔

(اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝) خوب چمکتا تارا۔ یہ جواب استفہام ہے ھو النجم یعنی وہ ایک تارا ہے الف لام اور مراد ثریا ہے اہل عرب ثریا کو النجم کہتے ہیں کہ جس کے معنی بہت بلند کے ہیں والثاقب فی الاصل لخارق ثم صار بمعنی المضئ لتصور أنه يثقب۔ اور ثاقب دراصل پھاڑنے یا سوراخ کرنے کے معنوں میں ہے پھر چمکدار روشن کے معنوں میں ہو گیا اس تصور کے ساتھ کہ وہ تاریکیوں میں جگمگا کر سوراخ کر دیتا ہے یا تاریکی کو روشنی کے ساتھ پھاڑ کر نکل جاتا ہے فراء کا قول ہے الثاقب المرتفع یقال ثقب الطائر ای ارتفع بہت بلندی سے جگمگا کر ٹوٹنے والا۔ جیسا کہ کہتے ہیں پرندہ بہت ہی اونچا ہو گیا یعنی اونچا چلا گیا یا بلند ہو گیا حسن کے نزدیک النجم الثاقب سے مراد جنس ہے کہ ہر تارا بلندی سے جگمگا تا روشنی دیتا ہے ابن عباس کا قول ہے کہ النجم الثاقب سے مراد جدی ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ ایک تارا ہے جسے کوکب الصبح کہتے ہیں علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ وہ ایک تارا ہے ساتویں آسمان میں کلبی نے نقل کیا ہے کہ ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تھے تو ایک تارا ٹوٹا جس کے نور سے وہاں کی ہر ایک شئی روشن ہو گئی تو ابو طالب نے گھبرا کر پوچھا یہ کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ ایک تارا تھا جو کسی شیطان پر مارا گیا (ٹوٹ کر گرا) اور یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تو ابو طالب کو اس پر تعجب ہوا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔

(اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝) کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو۔

ای ما کل نفس کائنة فی حال من الاحوال الا فی حال ان یکون علیها حافظ ای مھیمن ورقیب وھو اللہ عزوجل کما فی قوله تعالیٰ وکان اللہ علی کل شئی رقیبا۔

یعنی کوئی جان بھی خواہ حالتوں میں سے کسی بھی حالت میں ہو مگر یہ کہ اس پر نگہبان موجود ہوتا ہے یعنی حفاظت کرنے والے اور دیکھنے والا اور جیسا کہ ارشاد حق سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے اور بلاشبہ اللہ تمہیں ہر وقت دیکھ رہا ہے ایک قول ہے ھو من یحفظ عملها من الملائكة علیهم السلام ویحصی علیها ما تکسب من خیر او شر جو کسی جان کے اعمال کی نگرانی کرتا ہے تو وہ فرشتے ہیں جو اس کی نیکی بدی میں سے ہر بات کا حساب و شمار رکھتے

ہیں جو دہ کرتا ہے۔ ابن عباس کا قول یہی ہے۔ بعض کا قول ہے حافظ سے مراد نگران واسعہ واحد نہیں بلکہ جنسی ہے خواہ ایک حافظ ہو یا متعدد لہٰذا لما حافظ سے مراد یا تو ذلت تعبدی ہے یا یہ فرشتے ہیں کہ بحکم خدا نگران ہیں اور آیت کریمہ ان علیکم لحافظین سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تم پر ملائکہ نگران ہیں اور یہاں حافظ کی جمع حافظین وارد ہے۔

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ تو چاہیے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا۔

فاء سببیہ ہے ینظر سے مراد المعرف لذلک یعنی انسان اس بات کو بخوبی جان لے کہ اس کی ہر بات پر نگران مقرر ہے اور یہ کہ اپنی پیدائش کے حوالے سے غور و فکر کرے ایک قول ہے فلینظر بعقلہ ولیتفکر بہ فی بدء خلقہ انسان کو چاہیے کہ اپنی عقل کے ساتھ دیکھے اور اس کے ساتھ اپنی تخلیق پیدائش کے آغاز و احوال پر غور و فکر کرے تاکہ ایمان لانے میں مدد ہو اور عمل کرنے میں آسانی ہو۔ مِمَّ خُلِقَ استفہام ہے اور اگلی آیت میں اس کا جواب ہے اور یہ جملہ فلینظر کا مفعول ہے یعنی بطور خاص اپنی خلقت پر غور کرے۔

خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ بنایا گیا جست کرتے پانی سے۔

جملہ مستانفہ جواب استفہام مم خلق ہے، ای خلق من ماء یعنی انسان کو اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ای ماء الرجل و ماء المرأۃ یعنی مرد اور عورت کے مخلوط پانی منی سے دافق اگرچہ ماء کی حالت ہے لیکن اسم فاعل ہے اور ماء کی طرف اس کی نسبت مجازی ہے ایک قول ہے کہ مفعول ہے بمعنی مدفوق اور دفق کے معنی ہیں صب فیہ و سیلان بسرعۃ اچھل کر نکلنے والا یا تیزی کے ساتھ ڈالنا یا بسرعت بہنے والا۔ ابن عطیہ کا قول ہے الدفق دفع الماء بعضہ ببعض دفق سے مراد پانی کا بعض کے ساتھ جست کرنا یا ملنا یا دھکیلنا کہتے ہیں تدفق الوادی والسیل اذا جاء یرکب بعضہ بعضا ولوی بہ نکل ہو یا نزدیک ہو آیا تو بعض کے ساتھ بعض پر اچھل پڑا یا مل گیا یا چڑھ گیا۔

يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے

(یخرج من بین الصلب) جو نکلتا ہے پیٹھ سے ای من بین اجزاء صلب کل رجل ای ظہرہ۔

یعنی ہر شخص (مرد) کے اجزاء صلبی سے یعنی اس کی پیٹھ سے۔ صلب کے معنی پیٹھ یا

وَالتَّرَائِبِ ۝) اور سینوں کے بیچ سے

ای عظام صدرھا جمع تریبۃ وفسرت بموضع القلادۃ من الصدر وروی عن ابن عباس یعنی عورت کے سینے کی ہڈیوں سے ترائب تریبۃ کی جمع ہے جس کے معنی چھاتیوں اور ہنسلی کی ہڈیوں کے درمیان کی جگہ کے ہیں اور ابن عباس سے مرد سینے کی وہ جگہ جہاں ہار پہنا جاتا ہے بیضاوی نے لکھا ہے کہ منی انسان کے تمام اعضا سے نکلتی ہے اور اس کا زیادہ حصہ دماغ سے مرد کی پشت میں آتا ہے اور نطفہ کی پیدائش کا بڑا مددگار دماغ ہے اور اس کے علاوہ حرام مغز ہے جو پیٹھ کے مہروں میں ہوتا ہے اور اسی سے سینہ کی ہڈیوں کی طرف پھیلتا ہے اور عورت کے سینے کے اگلے حصہ کی بہت سی رگوں میں بھی پیدا ہوتا ہے یا کھینچتا ہے اسی لیے بطور خاص ان دونوں کا ذکر فرمایا ہے

(اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝) بے شک اللہ اس کے واپس کر دینے پر قادر ہے۔

الضمیر الاول للخالق تعالٰی۔ انّہٗ کی ضمیر حق سبحانہٗ وتعالٰی کی طرف راجع ہے کما فُہم اولاً تبرک الفاعل فی قولہ تعالٰی مِمَّ خُلِقَ جیسا کہ گزشتہ آیت (مِمَّ خلق) سے معنی معلوم ہوتے ہے کہ اس میں فاعل (اللہ) کا ذکر نہیں یعنی انسان کو اللہ نے جست کرتے پانی سے خلق کیا تو معنی یہ ہوں گے کہ بلاشبہ اللہ تعالٰی انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر مکمل قدرت رکھتا ہے اور ضمیر ثانی (رجعہٖ) انسان کی طرف راجع ہے ای ان ذلک الذی خلقہ ابتداء مما ذکر علی اعادتہ بعد موتہ لبین القدرۃ یعنی جب ایسا ہے کہ وہ ذات جس نے انسان کو پیدا کیا جیسا کہ ذکر گزرا تو بلاشبہ وہ اس کی موت کے بعد اس کو دوبارہ زندہ لوٹانے پر واضح طور پہ قدرت رکھتا ہے۔ یہ قول قتادہ کا ہے جب کہ مجاہد اور عکرمہ کا قول ہے رجعہٖ کی ضمیر ماءٍ کی طرف راجع ہے یعنی انہٗ تعالٰی علی رد الماء فی الاحلیل او فی الصلب لقادر بلاشبہ اللہ تعالٰی منی کے پانی کو احلیل یا صلب (پیٹھ) میں لوٹانے پر ضرور قادر ہے ضحاک کا قول ہے انہٗ عزوجل علی ردہ من الکبر الی الشباب ضمیر اگر انسان کی طرف راجع ہے تو بلاشبہ اللہ تعالٰی انسان کو بڑھاپے سے شباب (جوانی) کی طرف لوٹانے پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ موت کے بعد زندگی کی طرف لوٹا دینے پر قادر ہے اور پہلی تخلیق کے ہوتے ہوئے دوسری تخلیق کا انکار کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ جس دن چھپی باتوں کی جانچ ہو گی۔ تو آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہو گا نہ کوئی مددگار۔

(یَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝) جس دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی۔

ای یتعرف و یتصفح ما أسر فی القلوب من العقائد و النیات وغیرھا وما أخفی من الاعمال و یمیز بین ما طاب منھا وما خبث۔

یعنی اس روز (قیامت کے دن) معلوم و ظاہر ہو جائے جو کچھ دلوں میں عقائد اور نیتوں وغیرہ میں سے چھپا ہوگا اور وہ اعمال بھی جنہیں انسان چھپاتا ہے انہیں اور ان میں سے جو اچھے ہوں گے پھر برا ہوگا ممتاز ہو جائے گا۔ یعنی نیکی و بدی الگ الگ واضح ہو جائے۔ ابن المنذر نے عطاء اور ابن کثیر سے روایت کی ہے کہ جن چھپی باتوں کی پڑتال ہوگی وہ روزہ، نماز اور غسل جنابت ہیں۔ بیہقی نے شعب الایمان میں ابی الدرداء سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ضمن اللہ تعالیٰ خلقہ اربعا الصلوۃ والزکاۃ وصوم رمضان والغسل من الجنابۃ وھن السرائر التی قال اللہ تعالیٰ یوم تبلی السرائر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے چار باتوں کی ضمانت چاہی ہے وہ نماز، زکوۃ، رمضان کے روزے اور غسل جنابت ہیں اور یہی وہ پوشیدہ باتیں ہیں جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس روز چھپی باتوں کی جانچ ہوگی۔ اور بحر میں پانچویں توحید بھی ذکر کی گئی ہے سرائر کے حوالے سے ان امور کا بیان ان کی عظمت و فخامت کی وجہ سے ہے بر سبیل مبالغہ ہے وگرنہ ان چار باتوں میں ہی حصر مراد نہیں ہے۔ اور اگر اس امر کا وہم ہو کہ قدرت اس دن (روز حشر) کے ساتھ مخصوص ہے اور باقی دنوں میں نہیں تو بلا شبہ حق سبحانہ تعالیٰ ہمہ وقت قادر ہے اور قیامت کا ذکر اس لیے کہ یہ دن اللہ ہی نے جزا و سزا کے لیے مقرر فرمایا ہے اور یہ زندگی دار العمل ہے اور کفار کو حیات دنیوی میں مہلت دی گئی ہے۔

(فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝) تو آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار

(فَمَا لَهٗ) ای الانسان یعنی انسان مراد وہ شخص جو منکر بعث تھا یا کافر تھا۔

(مِنْ قُوَّةٍ) فی نفسہ یمتنع بھا یعنی اس کے پاس نہ کوئی زور ہوگا جس سے اللہ کے عذاب کو اپنے نفس سے روک سکے۔

(وَّلَا نَاصِرٍ) ینتصر بہ اور نہ ہی کوئی ایسا مددگار ہوگا جو اس کی مدد کرے یا اس سے بچا سکے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝

آسمان کی قسم جس سے مینہ اترتا ہے اور زمین کی جو اس سے کھلتی ہے بے شک

وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ قرآن ضرور فیصلہ کی بات ہے۔ اور کوئی ہنسی کی بات نہیں۔

(وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝) آسمان کی قسم جس سے مینہ اترتا ہے۔

(والسماء) وھی المظلۃ فی قول الجمھور جمہور کے قول کے مطابق اس سے مراد ہے بارش والا آسمان۔ ابن عباس اور مجاہد کا قول سماء سے مراد سحاب ہے اور یہ آسمان فلک کے سوا ہے جو نہ گردش کرتا ہے اور نہ ہی حرکت کرتا ہے۔

(ذَاتِ الرَّجْعِ ۝) ای المطر یعنی بارش اس کا مصدر خاص رجوع ہے سموا بہ المطر جیسے بارش سے موسوم کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مینہ والے آسمان کی قسم جس سے مینہ برستا ہے اور زمین کی پیداوار، نباتات واشجار کے لیے یہ باپ کی طرح مربی ہے۔ بارش کو رجع (ذات الرجع) کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مینہ لوٹ لوٹ کر اور بار بار برستا رہتا ہے۔ اور ایک وجہ ذات الرجع کہنے کی یہ بھی ہے کہ فرشتے بندوں کے اعمال کے ساتھ اس کی طرف لوٹتے رہتے ہیں۔

(وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝) اور زمین کی جو اس سے کھلتی ہے۔

ھو ما تتصدع عنہ الارض من النبات واصلہ الشق سمی بہ النبات مجازاً اور وہ جو زمین سے کھلتا ہے (پھٹ کر نکلتا ہے) پیداوار ہیں سے اور اس کی (صدع) اصل شق ہے اور نبات (پیداوار) اسے مجازاً موسوم ہے یعنی پھٹنے والی زمین کی قسم، سبزہ اور پیداوار اور چشموں، خندقوں اور کھیتی باڑی کی وجہ سے زمین کھلتی ہے اس میں شگاف پیدا ہوتے ہیں جب کہ ایک قول یہ ہے کہ زمین پیداوار وغیرہ کے لیے ماں کی مانند مربی ہے اور سماء وارض دونوں حق سبحانہ و تعالیٰ کی بڑی نعمتیں ہیں اور قدرت الٰہیہ کے آثار، عجائب وغرائب ان میں بکثرت ہیں اور بہار و خزاں وغیرہ کے حوالے سے حیات بعد الموت پر بہت سے دلائل ملتے ہیں۔

(اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝) بے شک قرآن ضرور فیصلہ کی بات ہے۔

(انہ) ای القرآن الذی من جملتہ ھذہ ایات الناطقۃ بمبدأ احوال الانسان ومعادہ۔

یعنی قرآن حکیم اور اس کی وہ آیات جو انسان کی تخلیق وآفرینش اور اس کی آخرت کے بارے ناطق ہیں یا مراد وہ آیات ہیں جن کا پہلے ذکر گزرا اور جن میں تمہیں تمہاری زندگی کے بارے میں میں نے اپنی قدرت کی تمہیں خبر دی ہے۔

(وَقَوْلٌ فَصْلٌ ٥) والمراد نقول فاصل بين الحق والباطل

اور قول سے مراد ہے کہ ایسی کتاب کریم ہے اور ایسا کلام عظیم ہے جو حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کر دیتا ہے فرق و امتیاز کر دیتا ہے ایک قول ہے ہزل کے مقابل فصل یعنی دل لگی اور کھیل مزاح نہیں بلکہ فیصلہ کی بات ہے اور شک و شبہ سے پاک واقعی ایسی حقیقت ہے کہ اس کا انکار یا تردید ممکن ہی نہیں۔

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ٥ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ٥ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ٥ ع

بے شک کافر اپنا سا داؤں چلتے ہیں اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں تو تم کافروں کو ڈھیل دو انہیں کچھ تھوڑی مہلت دو۔

(اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ٥) بے شک کافر اپنا سا داؤں چلتے ہیں

(اِنَّهُمْ) ای کفار مکۃ یعنی کفارِ مکہ

(يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ٥) یعملون المکاید فی ابطال امرہ واطفاء نورہ ای ابطال امر اللہ تعالیٰ واطفاء نور الحق۔

یعنی کفار مکہ اللہ کے حکم کو باطل کرنے کے لیے اور اس کے نور کو بجھانے یا امر الٰہی مٹانے اور حق کے نور کو گل کرنے کے لیے مکر و فریب سے کام لے رہے ہیں۔ ایک قول کہ رسول اللہ کی دعوت کو ناکام کرنے اور کلام الٰہی کی مخالفت میں طرح طرح کے ہتھکنڈے ہیں اور اس کے مقابل کے لیے اپنی پوری توانائیاں صرف کر رہے ہیں اور ہر طرح کا داؤں کھیل رہے ہیں۔

(وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ٥) اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں۔

ای اقابلھم متین لایمکن ردہ یعنی میں وہاں سے ان کا توڑ فرماتا ہوں ایسی ٹھوس (مؤثر و محکم) تدبیر کے ساتھ جس کا رد (روکنا یا لوٹانا) ممکن ہی نہیں۔ اور جس کی خبر ہی نہیں۔

(فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ٥) تو تم کافروں کو ڈھیل دو انہیں کچھ مہلت دو۔

(فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ) فلا تشتغل بالانتقام منھم ولا تدع علیھم ولا تستعجل۔

تو اسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم (آپ سے خطاب ہے) ان کفار کو چند روز کی مہلت دیجئے یعنی ان سے بدلہ لینے میں مشغول نہ ہوں اور نہ ہی ان کی ہلاکت و بربادی کے لیے دعا کریں اور نہ ہی اس سلسلے میں جلدی کریں۔

(اَمۡهِلۡهُمۡ) یہ باب مَہَّلَ۔ یہ مَہِّلۡ سے بدل ہے اس کا مادہ "رَوۡدٌ" سے ہے جس کے معنی ہیں آہستہ آہستہ حرکت کرنا یا چلنا۔ اور مہلت کی تاکید کے لیے ہے یعنی تھوڑی مدت کے لیے انہیں مہلت ضرور دو۔

(رُوَیۡدًا ٥) ای قلیلا یعنی تھوڑی ابن عباس سے یہی مروی ہے ابن المنذر نے سدی سے نقل کیا ہے ای امھلھم حتی امر بالقتال یعنی انہیں تھوڑی مہلت دو یہاں تک کہ میں قتال کا حکم دوں۔ بعض کا قول ہے کہ انہیں چند روز (قریب کے تھوڑے سے عرصہ کے لیے) مہلت دو جب کہ دوسرا قول ہے کہ قیامت تک کے لیے مہلت دو۔ ابن عباس کا قول ہے کہ اس آیت میں کفار کو زمانۂ قریب میں گرفت کی وعید ہے اور غزوہ بدر میں کفار پر گرفت واقع ہوگئی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ آیت آیت سیف (قتال) سے منسوخ ہے کہ جب قتال کا حکم نازل ہوا مہلت (ڈھیل) کا حکم باقی نہ رہا۔

الحمد للہ آج سورت الطارق کی تفسیر کا کام مکمل ہوا۔
۴ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۹۴ء

سورۃ الاعلیٰ مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، انیس آیات، بہتر کلمات اور دو سو اکانوے حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الاعلیٰ پ ۳۰

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ۝	اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے
الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝	جس نے بنا کر ٹھیک کیا۔
وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝	اور جس نے اندازہ پر رکھ کر راہ دی۔
وَالَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝	اور جس نے چارا نکالا۔
فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝	پھر اسے خشک سیاہ کر دیا۔
سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۝	اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰى ۝	مگر جو اللہ چاہے بے شک وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو۔
وَنُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰى ۝	اور ہم تمہارے لیے آسانی کا سامان کر دیں گے
فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝	تو تم نصیحت فرماؤ اگر نصیحت کام دے۔
سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰى ۝	عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے۔
وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝	اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا۔
الَّذِیْ یَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝	جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا
ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰى ۝	پھر نہ اس میں مرے اور نہ جیے۔
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝	بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا۔
وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝	اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔
بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۝	بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو۔
وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰى ۝	اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی۔

اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۙ — بیشک یہ اگلے صحیفوں میں ہے۔

صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی ۠ — ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں

حل لغات سورۃ الاعلیٰ پ ۳۰

سبح۔ پاکی بول	اسم۔ نام	ربك۔ رب اپنے	الاعلیٰ۔ بلندی
الذی جس نے	خلق۔ پیدا کیا	فسوی۔ پھر درست کیا	و۔ اور
الذی۔ وہ جس نے	قدر۔ اندازہ کیا	فھدی۔ پھر راہ دکھائی	و۔ اور
الذی۔ وہ جس نے	اخرج۔ نکالا	المرعی چارہ	فجعلہ۔ پھر کیا اس کو
غثاء۔ چورا	احوی۔ سیاہ	سنقرئك۔ جلدی پڑھائینگے ہم تم کو	
فلا۔ تو نہ	تنسی بھولے گا تو	الا۔ مگر	ما جو
شاء چاہے	اللہ۔ اللہ	انہ۔ بیشک وہ	یعلم جانتا ہے
الجھر ظاہر کو	و۔ اور	ما۔ جو	یخفی چھپا ہو
و۔ اور	نیسرك آسان کرینگے ہم	لك۔ تیرے لیے	للیسری۔ آسانی کو
فذکر۔ تو نصیحت کر	ان۔ اگر	نفعت۔ نفع دے	الذکری نصیحت کرنا
سیذکر۔ جلدی نصیحت لے گا		من جو	یخشی۔ ڈرتا ہے
و۔ اور	یتجنبھا۔ الگ رہے گا اس سے		الاشقی۔ بڑا بدبخت
الذی۔ وہ جو	یصلی۔ داخل ہوگا	النار۔ آگ	الکبری۔ بڑی میں
ثم۔ پھر	لا۔ نہ	یموت۔ مرے گا	فیھا۔ اس میں
و۔ اور	لا۔ نہ	یحیی۔ جیے گا	قد۔ بیشک
افلح۔ کامیاب ہوا	من جو	تزکی۔ پاک ہوا	و۔ اور
ذکر۔ یاد کیا	اسم۔ نام	ربہ۔ اپنے رب کا	فصلی۔ پھر نماز پڑھی
بل۔ بلکہ	تؤثرون۔ پسند کرتے ہو تم	الحیوۃ۔ زندگی	الدنیا۔ دنیا کو
و۔ اور	الاخرۃ۔ آخرت	خیر۔ بہتر ہے	و۔ اور
ابقی۔ باقی رہنے والی	ان۔ بیشک	ھذا۔ یہ	لفی۔ بیچ
الصحف۔ صحیفوں	الاولیٰ۔ پہلے میں ہے	صحف۔ صحیفوں	ابراھیم۔ ابراہیم
و۔ اور	موسیٰ۔ موسیٰ میں		

سُورت الاعلیٰ

سُورت الاعلیٰ مکی ہے اس میں ایک رکوع اور اُنیس ۱۹ آیات ہیں اس سورت مبارکہ کا نام سورۃ سبح بھی ہے ابن الفرس نے بعض علماء تفسیر سے بیان کیا ہے کہ یہ مدنی ہے اس لیے کہ اس میں نماز عید اور زکوٰۃ الفطر وغیرہ کا ذکر ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اس قول کی تردید کی ہے جیسا کہ بخاری نے ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے براء بن عازب سے نقل کیا ہے کہ مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو لوگ آئے وہ معصب بن عمیر اور ابن ام مکتوم تھے انہوں نے ہمیں قرآن پڑھانا شروع کیا پھر عمار، سعد اور بلال آئے پھر عمر بن خطاب بیس اصحاب کے ہمراہ آئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اہل مدینہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر جس قدر فرحت و خوشی ہوئی کسی چیز سے اس قدر وہ خوش نہ دیکھے گئے تھے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں پکارتے تھے یہ جو تشریف لائے ہیں اللہ کے رسول ہیں پھر جب آپ کے رونق افروز ہونے سے پہلے ہی میں نے سبح اسم ربك الاعلیٰ اور اس کی مثل چھوٹی سورتیں سیکھ لی تھیں یعنی حفظ کر لی تھیں۔ لہٰذا جمہور کے نزدیک یہ مکی ہی ہے سورت الطارق میں انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے اور پیداوار کی طرف مشیر ہے اور اس سورت کی ابتدائی آیات میں تمام مخلوقات کی تخلیق کی درستی اور چارا وغیرہ کی طرح پیداوار کے نکالنے کا ذکر ہے۔ اور اسی سے دونوں کی مناسبت واضح ہے۔ امام احمد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۂ مبارکہ کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ ابو عبید نے ابی تمیم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو افضل المسبحات کے نام سے یاد فرمایا۔ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم (بہ تصحیح) اور بیہقی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری رکعت میں قل یایها الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے جب کہ ترمذی نے معوذتین کا ذکر نہیں کیا۔ امام احمد، ترمذی، نسائی، ابو داؤد، ابن ماجہ نے نعمان بن بشیر سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور نماز جمعہ میں

سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتاک حدیث الغاشیہ پڑھتے تھے۔ طبرانی نے عبداللہ بن الحرث سے روایت کی ہے کہ آخری نماز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی نماز مغرب تھی تو آپ نے پہلی رکعت میں سورت الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورت الکافرون تلاوت فرمائی۔

مختصر تفسیر اردو سورہ اعلیٰ رکوع اول پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی ۙ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۙ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۙ وَالَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۙ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۙ

اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے جس نے بنا کر ٹھیک کیا۔ اور جس نے اندازہ پر رکھ کر راہ دی۔ اور جس نے چارہ نکالا۔ پھر اُسے خشک سیاہ کر دیا۔

(سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی) اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے۔

سَبِّحْ فعل امر ہے یعنی پاکی بولو، اسم ربک اپنے رب کے نام کی ای نَزِّہْ اسماءہ عزوجل عما یلیق فلا تؤول مما ورد منہا اسما من غیر مقتض ولا تبقہ علی ظاہرہ اذا کان ما وضع لہ مما لایصح لہ تعالیٰ ولا تطلقہ علی غیرہ سبحانہ اصلا۔ یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے نام کو تعظیم واحترام کے ساتھ لو اور وہ نام نہ بولو جو اس کی شان کے لائق نہیں اور نہ ہی ان میں ناموں میں سے اس پر کسی نام کا اصلاً اطلاق کرو جو ملحدین وکفار نے مقرر کر رکھے ہیں اور نہ ہی خود وضع کرو اور نہ ہی ان ناموں کو ان کے اس ظاہر پر باقی رہنے دو جو اللہ پاک کے لیے بولنا صحیح نہ ہو البتہ اللہ کو ان ہی ناموں سے یاد کرو جو کتاب اللہ میں مذکور ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اور سورت الاعراف میں اس کی خوب وضاحت ہے ارشاد ربانی ہے وللّٰہ الاسماء الحسنی فادعوہ بھا اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام (اللہ، رحمٰن، رحیم) تو اُسے ان ناموں سے پکارو وذروا الذین یُلحدون فی اسمائہ اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے نکلتے ہیں (یعنی ناموں میں الحاد نہ کرو)۔ ایک قول ہے اسم سے یہاں مراد مسمّٰی (ذات باری) ہے یعنی اپنے بلند و برتر پروردگار کی پاکی بولو۔ اور ایک قول ہے کہ "اسم" کا لفظ زائد ہے یعنی اپنی زبان سے اپنے رب کی پاکی بولو۔ بغوی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ سبح باسم

ربک الاعلیٰ سے مُراد نماز کا حکم ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مراد نماز میں تسبیح پڑھنا ہے امام احمد، ابوداؤد، طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی تو ارشاد فرمایا سبحان ربی الاعلیٰ اور عبد بن حمید اور ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب یہ سورت پڑھی تو کہا سبحان ربی الاعلیٰ اور وہ نماز میں تھے تو آپ سے کہا گیا کیا آپ اللہ کی کتاب پر زیادتی کرتے ہیں فرمایا ہرگز نہیں انما اُمرنا بشئی ففعلتہ ہمیں تو ایک بات کا حکم دیا گیا سو میں نے اس کی تعمیل کی۔ امام احمد ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ نے عقبۃ بن عامر الجہنی سے روایت کی ہے کہ جب سورۂ واقعہ کی آیت فسبح باسم ربک العظیم اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا اجعلوھا فی رکوعکم اسے اپنے رکوع میں اختیار کرو پھر جب سبح اسم ربک الاعلیٰ نازل ہوئی ارشاد فرمایا اسے اپنے سجدوں میں اختیار کرو (پڑھو) اَلْاَعْلٰی رب کی صفت ہے یعنی بلند و برتر شان والا ہو اللہ کی بزرگی و عظمت عقل و فہم ادراک سے بالا ہے لہٰذا اس کی پاکیزگی بولنے کے لیے اسی کے فرمائے ہوئے ناموں سے یاد کرنا ہی درست ہے اور ملحدوں کے رکھے ہوئے ناموں سے بچنا اور اللہ کو ان کے بیان کردہ اوصاف سے پاک جاننا ضروری ہے۔ جیسے ہنود رام، پرماتما کہتے ہیں اور ایرانی یزداں و اہرمن کہتے ہیں یزدان خدائے خیر اور اہرمن خدائے شر کو کہتے ہیں اور اللہ خیر و شر کا خالق اور یہ دونوں لفظ اللہ کے لیے بولنا سخت ناجائز ہیں اور فرنگی اور یونانی اللہ کے لیے GOD (گاڈ) کا لفظ بولتے ہیں جبکہ گاڈ کی مؤنث GODESS ہے اور اللہ اس سے پاک ہے لہٰذا ان الفاظ کا بولنا اور اللہ مُراد لینا الحاد ہے۔

(اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ٥) جس نے بنا کر ٹھیک کیا۔

(اَلَّذِیْ خَلَقَ) خَلَقَ کا مفعول محذوف ہے ای الذی خلق کل شیٔ یعنی وہ ذات جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا۔

(فَسَوّٰی ٥) والمراد فجعل خلقہ کما تقتضیہ حکمتہ سبحانہ، اور مطلب یہ ہے کہ اپنی مخلوقات کو بنایا جس طرح حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی حکمت کا مُقتضیٰ ہُوا ایک قول ہے کہ نظم کائنات کا جو تقاضا تھا ولیسا ہی انتظام فرما دیا۔

(وَالَّذِیْ قَدَّرَ) اور جس نے اندازہ پر رکھا

ای جعل الاشیاء علی مقادیر مخصوصۃ فی اجناسہا وانواعہا وافرادھا وصفاتہا

افعالہا وآجالہا۔

یعنی اللہ نے تمام اشیاء کو ان کی اجناس، انواع، افراد، صفات، افعال اور مدت میں ان کی مخصوص قدروں پر بنایا۔

(فَهَدٰى ٥) پھر راہ دی

ای قدر اقواتھم وھداھم بطلبہا یعنی ان کی (مخلوقات) روزیاں مقرر کیں اور انہیں ان کے حصول وطلب کا راستہ بتایا۔ کلبی کا قول ہے قدرھم ذکرانا واناثا وھدی الذکر کیف یأتی الانثی مذکر اور مؤنث (نر اور مادہ) مقرر کیا (پیدا فرمایا) اور نر کو مادہ سے جفتی کا طریقہ بتایا سدی کا قول ہے قدر الولد فی البطن تسعۃ اشھر اواقل اواکثر وھداہ للخروج منہ یعنی مدت بچے کو رحم میں ٹھہرنے کے لیے نو ماہ یا اس سے کم یا زیادہ مدت مقرر فرمائی اور اس مدت کے پورا ہونے پر وہاں سے نکلنے کا راستہ بتایا۔ مجاہد کا قول ہے قدر الانسان والبہائم وھدی الانسان للخیر والشر والبہائم للمراتع اللہ نے انسان اور چوپائیوں کو پیدا کیا اور انسانوں کو خیر اور شر کی ہدایت کر دی (راستہ بتادیا) اور چوپائیوں حیوانوں کو چراگاہوں کا راستہ بتادیا۔ (جبلی الہام کر دیا) واضح مفہوم یہ ہے ہر چیز جو مقدر فرمائی اُسے راستہ بتادیا۔ صحیح مسلم میں عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ ہر چیز مقدر کر دی گئی ہے یہاں تک کہ نادانی اور سمجھ داری اور اللہ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار قبل ساری مخلوقات کی تقدیریں مقرر فرمائیں اور جب اس کا عرش پانی پر تھا۔

(وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ٥) اور جس نے چارا نکالا

ای أنبت ماترعا ہ الدواب یعنی وہ سبزہ یا گھاس اُگائی جس کو چوپائے چرتے ہیں۔

(فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ٥) پھر اُسے خشک سیاہ کر دیا۔

(فَجَعَلَهٗ غُثَآءً) ای فجعلہ بعد ذلک یابسًا یعنی پھر ہم نے اس سبزے چارے وغیرہ کو اُگانے کے بعد سوکھا بنادیا (سکھادیا یا خشک کر دیا)

(احوٰی) اس سے مُراد ہے اسود او اسمر والنبات اذا یبس اسود أو اسمر سیاہ کر دیا یا چورا چورا کر دیا کہ سبزے (چارہ وپیداوار) جب سوکھ جاتی ہے تو کالی ہو جاتی ہے

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ٥ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ٥ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ٥

اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے مگر جو اللہ چاہے، بے شک وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو۔ اور ہم تمہارے لیے

آسانی کا سامان کر دیں گے۔

(سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝) اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔

ای سنجعلك قارئا بالهام القراءة ای فی الکتاب من دون تعلیم احد کما هو العادة فقد روی عن جعفر الصادق رضی الله تعالٰی عنه انه علیه الصلوة کان یقرء الکتابة ولا یکتب۔

یعنی جلد ہی ہم آپ کو پڑھنے والا بنائیں گے قرأت کے الہام کے ساتھ یعنی میں بغیر کسی کی تعلیم کے جیسا کہ عرف و عادت ہے تو حضرت اہل بیت امام کریم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا پڑھتے تھے اور لکھتے نہیں تھے۔ اور سین (سَنُقْرِئُكَ) تاکید کے لیے وهی هدایته علیه الصلوة والسلام لتلقی الوحی وحفظ القرآن الذی هو هدی للعلمین وتونیفه صلی الله علیه وسلم لهدایته الناس اجمعین ۝ اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خوش خبری ہے کہ ان کی طرف وحی بھیجی جائے گی اور انہیں قرآن حکیم حفظ ہو گا جو کہ سارے جہانوں کے لیے ہدایت ہے اور یہ کہ آپ کو یہ توفیق حاصل ہو گی تاکہ تمام انسانوں کی ہدایت کا فریضہ ادا کریں۔ جمل میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی کہ آپ کو قرآن حکیم بغیر محنت و مشقت کے حفظ ہو جائے گا اور آپ نہ بھولیں گے فَلَا تَنْسٰٓى نفی النسیان مطلقا عنه علیه الصلوة والسلام امتنانا علیه صلی الله علیه وسلم بانه اوتی قوة الحفظ۔ فَلَا تَنْسٰٓى میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلقا نسیان (بھول) کی نفی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتنان (تسلی و تسکین) کے لیے ہے کہ بلاشبہ آپ اس کے ساتھ قوت حفظ عطا کی گئی۔

(اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ) مگر جو اللہ چاہے۔

بعض مفسرین کا ارشاد ہے کہ اگرچہ اِلَّا استثناء کے لیے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا واقعہ نہ ہوا اور اللہ نے نہ چاہا کہ آپ کچھ بھولیں۔ ایک قول یہ ہے۔ ای لا ینسی اصلا مما سنقرئك شیئا من الاشیاء الا ما شاء الله ان تنساه یعنی آپ اصلاً اس میں سے جو ہم اشیاء میں سے جو شئی اب آپ کو پڑھوائیں گے کچھ نہ بھولیں گے بجز اس کے جو اللہ چاہے کہ بھلایا جائے اور جمہور کے نزدیک "ان تنساه" سے مراد وہ آیات ہیں جو "منسوخ التلاوت ومنسوخ الحکم" ہیں اور نسیان اگرچہ فطری امر ہے جو انسان کے لیے مقدر ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محفوظ ہیں مگر جو مشیئت الٰہیہ نسخ قرآن سے متعلق ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم معذور

ہیں اور آپ کی عظمت حفظ اور جلالت شان پر کوئی غبار نہیں آتا بعض علماء نے فلا تنسیٰ کو منفی فعل مانا ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ اس امر کی پہلے ہی خبر دے دی گئی ہے کہ آیات میں نسخ ہوگا اور یہ سورت مکی ہے اور نسخ احکام میں خاص ہے اور احکام کا نزول ہجرت ہی کے بعد بکثرت ہوا۔ اور قیام مکہ کے دوران نسخ وقوع نادر ہی ہے۔ اور اگر لاتنسیٰ کو فعل نہی قرار دیا جائے اور الف زائد جس کو بعض علماء نے فواصل آیات کی رعایت قرار دیا ہے تو اس تقدیر پر معنی نہ ہوں گے کہ قرآن کا حفظ حسب قوت واستطاعت واجب ہے شیخین نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے قرآن کی نگہداشت کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جس طرح اونٹ اپنے زانو بند سے چھڑا کر بھاگتا ہے قرآن (بصورت غفلت) اس سے بھی زیادہ تیزی سے نکل جانے والا ہے۔

(اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ؕ) بے شک وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو

ای انہٗ تعالیٰ یعلم ما ظھر و ما بطن یعنی بلاشبہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ جو ظاہر ہے اور جو باطن ہے اُسے خوب جانتا ہے ایک قول ہے کہ یہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے قول سنقرئک فلا تنسیٰ کی تاکید کے لیے ہے کہ جَھْر وہ ہے جو اقوال سے ظاہر ہے ای یعلم سبحانہٗ جھرک بالقراءۃ مع جبریل علیہ السلام و ما دعاک الیہ من مخافۃ النسیان فلا تخف فانی اکفیک ما تخاف یعنی حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو آپ کا جبریل علیہ السلام کے لیے بلند آواز سے پڑھنا اور وہ شئے جو آپ کو بھولنے کے خوف و اندیشہ کی طرف خطرہ دلاتی ہے۔ خوب معلوم ہے پس آپ خوف نہ کیجئے (پرواہ نہ کیجئے) بلاشبہ میں آپ کو جس شئے کا خوف ہے اُس سے محفوظ کرنے کے لیے کافی ہوں۔

(وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝) اور ہم تمہارے لیے آسانی کا سامان کر دیں گے۔

ای نوفقک توفیقا مستمرا للطریقۃ الیسری فی کل باب من ابواب الدین علما و تعلیما۔ یعنی ہم آپ کو دین کے تمام علمی و تعلیمی ابواب میں سے ہر ایک باب میں سہل و آسان طریق و راستے کی ہمیشہ توفیق عطا فرمائیں گے۔ ایک قول ہے "المراد بالیسری الطریقۃ التی ھی ایسر واسھل فی حفظ الوحی" یُسریٰ سے مراد وہ طریقہ ہے۔ جو وحی کی یادداشت اور حفظ کے لیے نہایت آسان اور سہل ہے۔ ایک قول ہے ھی الشریعۃ الحنیفیۃ السھلۃ یُسریٰ سے مراد آسان اور سہل اور صحیح و راست و شریعت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے یُسریٰ سے مُراد نیک عمل ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم

تمہاری خاطر سے آسانی پیدا کر دیں گے جیسا کہ اس آیت کی ساخت کا مقتضیٰ ہے (کذا فی روح المعانی)

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝

تو تم نصیحت فرماؤ اگر نصیحت کام دے عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا پھر نہ اس میں مرے اور نہ جیے۔

(فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى) تو تم نصیحت فرماؤ اگر نصیحت کام دے۔

ای فذکر الناس حسبما یسرناك بما یوحی الیك واهدهم الی ما فی تضاعیفه من الاحکام الشرعیة کما کنت تفعله۔ یعنی اس کے مطابق جیسا کہ ہم نے آپ کے لیے آسان بنایا اس امر کو وحی کو آپکی طرف اور لوگوں کو نصیحت فرمائے۔ اور ان کو اس کی طرف بار بار ہدایت فرمائیے جس سے احکام شرعیہ کی طرف زیادہ راغب ہوں جیسا کہ آپ پہلے کرتے ہیں خواہ کچھ لوگوں کو ہی اس سے فائدہ پہنچے۔

(سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝) عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے۔

ای سیذکر بتذکیرك من شانه أن یخشی الله تعالیٰ حق خشیته

یعنی آپ کے وعظ و نصیحت سے وہی شخص فائدہ اُٹھائے گا جو حقیقتاً حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور عذاب الٰہی کے خوف سے امور خیر کی طرف راغب ہوتا ہے۔

(وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝) اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا۔

ای ویتجنب الذکر ویتحاماها۔

یعنی وہ شخص جو نصیحت و فائدہ سے دور رہے اور اُس سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرے یا خدا کی دشمنی و مخالفت میں غلو کرے اور الاشقی سے مُراد مطلقاً ایسا کافر ہے ایک قول ہے کہ الاشقی کا مطلب ہے بڑا بدنصیب۔ الاشقی میں الف لام عہدی ہے اور اس سے مُراد خاص کافر ہے یعنی ولید بن مغیرہ یا عُتبہ بن ربیعہ۔

(الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝) جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔

ای الطبقة السفلی من اطباق النار کما قال الفراء

یعنی طبقات جہنم میں سے سب سے نچلے طبقہ میں داخل ہوگا جیسا کہ فراء کا قول ہے۔ حسن کا قول ہے

الکبری نار الآخرۃ والصغری نار الدنیا کبری سے مراد آخرت کی آگ ہے جبکہ صغریٰ سے مراد دنیا کی آگ ہے صحیحین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے نارکم ھذہ جزء من سبعین جزءا من نار جہنم تمہاری یہ آگ (دنیا کی آگ) جہنم کی آگ کا سترہواں حصہ ہے یعنی دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا شدید و گرم ہے جب کہ امام احمد کی ایک روایت میں سو گنا آیا ہے۔

(ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا) پھر نہ اُس میں مرے

ای فیستریح یعنی مر کر ہی عذاب سے رہائی پائے اور دوزخ میں موت نہ ہوگی اور عذاب دائمی اور ہر لحظہ عذاب و دکھ میں اضافہ۔

(وَلَا يَحْيَىٰ ۝) اور نہ جیئے

ای حیاۃ تنفعہ یعنی نہ ہی زندگی کہ اس سے کچھ آرام پائے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۝ بے شک مُراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ۝ اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی

بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی

(قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۝) بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا۔

(قَدْ أَفْلَحَ) ای نجا المکروہ وظفر بما یرجوہ۔

یعنی مکروہات سے خلاصی حاصل کی اور اس چیز کے ساتھ کامیابی پائی جس سے اللہ کی طرف رجوع ہو۔ (مَنْ تَزَكَّىٰ) ای تطہر من الشرک بتذکرہ واتعاظہ یعنی شرک سے پاک ہوا اللہ کے ذکر کے ساتھ اور نصیحت قبول کی۔ تفسیر احمدی میں ہے کہ اس سے مُراد ہے کہ ایمان لا کر ستھرا ہوا اور کفر کی پلیدی سے نجات حاصل کی یا یہ مطلب ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے طہارت کا اہتمام کیا یعنی غسل و وضو کیا اور ایک قول ہے کہ زکوٰۃ (صدقات) دی۔ ایک قول یہ ہے کہ شرک کی نجاست سے خود کو پاک کیا اور ظاہری گندگیوں سے بچا اور زکوٰۃ ادا کی اور یادِ الٰہی سے غافل نہ ہوا اور اپنے اعضاء کو گناہوں کی آلودگی سے دور رکھا اور نفسانیت کے عیوب سے اپنے باطن کو محفوظ رکھا وہ یقیناً کامیاب ہوا۔ البزار اور ابن مردویہ سے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی اور مشرکانہ امور کو نکال باہر کیا اور میرے

اللہ کے رسول ہونے کی گواہی دی وہ مُراد کو پہنچا۔ ایک قول ہے کہ تنزکی سے مُراد ہے کہ جس نے تقویٰ کی کثرت کی اور جو ستھرا ہونے کو اللہ سے ڈرتا رہا اور نفسانی گندگیوں سے بچتا رہا۔

(وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝) اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

(وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ) ای بلسانه وقلبه لا بلسانه مع غفلة القلب یعنی اپنی زبان اور دل سے اللہ کا ذکر کیا اور یوں نہیں کہ زبان سے ذکر تو کیا مگر دل غفلت میں رہا اذ مثل ذلك لا ثواب فیه جب یوں ذکر کیا تو اس میں کوئی ثواب نہیں (پورا فائدہ نہیں ملتا) اور قلبی ذکر سے دل میں اللہ پاک کے اسم کا خیال سامنے رکھ کر یاد کرنا ہے یعنی اللہ اللہ کا ذکر کرنا ہے۔ بعض علماء حنفیہ نے ذکر سے مُراد یہاں نماز کی افتتاحی تکبیر لی ہے گویا کہ ارشاد ہے وکبر للافتتاح یعنی نماز کا تکبیر تحریمہ سے افتتاح (شروع) کرو (فَصَلّٰى) ای الصلوٰت الخمس کما اخرجه ابن المنذر وغیره عن ابن عباس یعنی پانچوں فرض نمازیں جیسا کہ ابن المنذر وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور حدیث مرفوع میں بھی یہی روایت ہے کہ مُراد فرض نمازیں ہیں فَصَلّٰى میں فاء عطف ہے اور تعقیب کے لیے ہے اور عطف تعقیبی کے تحت معطوف اور معطوف الیہ الگ الگ ہوں گے اور معطوف الیہ مؤخر ہوا اور اس تقدیر پر جزء کل سے الگ نہیں ہوتا۔ جبکہ شوافع کا قول ہے عام خاص کو شامل ہوتا ہے اور عام پر خاص کا عطف صحیح ہے اور یوں کل جزو کو شامل ہوتا ہے اور کل کا عطف جزو پر ہو سکتا ہے لہٰذا تکبیر تحریمہ جزو نماز ہے احناف کہتے ہیں کہ ایسا عطف خاص کی اہمیت و مرتبہ کے لیے ہوتا ہے اور یہاں ایسا کوئی امر ہے ہی نہیں۔ لہٰذا حنفیہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ نماز کا رکن ہرگز نہیں اور آیت کی رُو سے امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ نماز کا افتتاح اللہ کے کسی نام سے بھی ہو سکتا ہے جیسے الرحمٰن اکبر۔ جب کہ امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور صرف اللہ اکبر یا اللہ الکبیر یا اللہ الاکبر سے درست ہے۔ امام شافعی کے نزدیک تکبیر تحریمہ جزو نماز ہے۔ تفسیرات احمدی اور مدارک میں ہے کہ بعض علماء کے نزدیک صدقۂ فطر اور تکبیرات عید اور نماز عید مُراد ہیں ابن مسعود سے تزکّٰی کے معنوں میں "تصدق" مروی ہے اور آپ نے کہا ہے کہ جس نے صدقہ دیا اور نماز پڑھی پھر یہی آیت تلاوت کی۔ لیکن ایسا اس صورت میں ہے جب سورت ہذا کا مدنی ہونا ثابت ہو کہ مکہ میں یہ امور (صدقۂ فطر و نماز عید وغیرہ) نہ تھے۔ البتہ تکبیر تحریمہ کے شرائط نماز میں ہونے پر اکثر علماء کا اتفاق ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ فَصَلّٰى سے مُراد دعا ہے اور دعا کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اول و آخر اللہ کا ذکر و ثنا ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر

درود وسلام پڑھے۔

(بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ۝) بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو۔

کانہ قیل اثر بیان ما یودی الی الفلاح لا تفعلون بذلک بل تؤثرون الغ دنیاوی زندگی کو ترجیح دینے کا فرما کر گویا کہا جا رہا ہے کہ تم وہ امور سر انجام نہیں دیتے جو فلاح و کامیابی کی طرف لے جاتے ہیں (جیسے تزکیہ نفس اور یادالہی) بلکہ تم دنیاوی زندگانی ہی کو ترجیح دیتے ہو جو فانی ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب اہل مکہ کے کفار و اشقیاء سے ہے کہ وہ دنیا کی زندگی پر ریجھے ہوئے ہیں اور اسی پر راضی ہو بیٹھے ہیں اور آخرت کی طرف سے بالکلیہ روگرداں ہیں جیسا کہ سورۂ یونس میں ان کی اس حالت کا تذکرہ گزرا۔ ان الذین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمئنوا بہا والذین ھم عن اٰیتنا غفلون ۝ اولئک ماوٰھم النار بما کانوا یکسبون ۝ بے شک وہ جو ہمارے ملنے کی اُمید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے اور اس پر ہی مطمئن ہو گئے اور وہ جو ہماری آیتوں سے غفلت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے۔ ایک قول ہے کہ مسلمانوں کو خطاب ہے کہ آخرت کی طرف التفات کریں اور فانی دنیا اور اس کی لذت کی طلب میں نہ پڑیں۔

(وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ۝) اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی۔

فاعل تؤثرون سے حال ہے اور توبیخ و عتاب کے لیے مؤکد ہے ای تؤثرونہا علی الاخرۃ والحال ان الاٰخرۃ خیر فی نفسہا لما ان نعیمہا مع کونہ فی غایۃ ما یکون اللذۃ خالص عن شائبۃ الغائلۃ ابدی لا انصرام لہ وعدم التعرض لبیان تکدر نعیم الدنیا بالمنغصات وانقطاعہ عما قلیل لغایۃ الظہور۔ یعنی تم دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح (فوقیت) دیتے ہو جب کہ حال یہ ہے کہ بلاشبہ آخرت اپنے وجود میں خیر (بہتر ہے) اور اس کی نعمتیں بڑی بڑی اور فنا و معدوم ہونے کے خطرہ سے محفوظ اور دائمی رہنے والی ہیں اور اس کی لذتیں خالص و پاکیزہ اور لازوال ہیں اور آخرت سے دنیا کی نعمتوں کا ذکر اس لیے ہے کہ دنیا کی نعمتیں ایک وقت کے بعد مکدر ہو جاتی ہیں اور ان کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اپنی غائت ظہور کے اعتبار سے قلیل ہیں کہ ارشاد باری ہے قل متاع الدنیا قلیل۔ محبوب فرماؤ کہ دنیاوی نفع قلیل ہے اور ارشاد باری ہے ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق۔ جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے

Scanned with CamScanner

والا ہے یعنی نعمت واسباب وسامان دنیا سب فنا ہو جائیں گے اور ختم ہو جائیں گے اور اللہ کی رحمت، ثواب اور نعمتیں جو آخرت میں ہیں ہمیشہ رہیں گے اور کبھی زائل و فنا نہ ہوں گی۔

انَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُولٰی ۝ بے شک یہ اگلے صحیفوں میں ہے۔

صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی ۝ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں

(انّ هٰذا) ان هٰذا میں گزشتہ مضمون والاٰخرۃ خیر وابقٰی کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ ابن جریر اور ابن حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے ضحاک کا قول ہے کہ قرآن حکیم کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے وانّہٗ لفی زبر الاولین ۝ ابن عباس عکرمہ اور سدی کا قول ہے کہ سورۂ مبارکہ کے پورے مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

(لفی الصحف الاولٰی) ای ثابت فیھا معناہ یعنی اس کے معانی و مضمون ان اگلے صحیفوں میں ثابت ہیں یعنی ان میں یہی مضمون بالتصریح مذکور تھا۔ صحف (ابراھیم وموسٰی) الصحف الاولٰی سے بدل ہے اور حضرت ابراہیم کو جو صحیفے عطا ہوئے وہ دس تھے اور یونہی صحف موسیٰ ہیں اور ان صحائف سے مراد تورات کے علاوہ ہے یعنی یہ مضمون ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں تھا۔ عبد بن حمید ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ کہ اللہ کریم نے کتب وصحائف میں سے (کس قدر) کتنے نازل فرمائے ارشاد فرمایا ایک سو صحیفے اور چار کتابیں حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے اور حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس صحیفے اور ابراہیم علیہ السلام پر دس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کے نزول سے قبل دس صحیفے نازل ہوئے اور کتب میں تورات، زبور، انجیل اور قرآن حکیم نازل ہوا، ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا صحف ابراہیم میں کیا تھا ارشاد فرمایا وہ سب امثال تھے اور میں نے پوچھا صحیف موسیٰ میں کیا تھا ارشاد فرمایا کانت عبرا کلھا وہ سب کے سب عبرت ونصیحت تھے اور میں نے عرض کیا کہ ابراہیم وموسیٰ کے صحیفوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کچھ نازل ہوا۔ ارشاد فرمایا اے ابوذر ہاں۔

قد افلح من تزکّی و ذکر اسم ربہ فصلّی بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا والاٰخرۃ خیر وابقٰی۔

اس حدیث کی صحت میں علماء کو کلام ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت موسیٰ پر مقدم فرمانا زمانہ و نسب کے اعتبار سے ہے اور ابراہیم عجمی نام ہے اور عربی منصرفات سے ہے ابو موسیٰ الاشعری اور ابن الزبیر نے پورے قرآن میں ابراھام (ربالغین) پڑھا جبکہ مالک بن دینار نے ابراہیم کو الف کے ساتھ اور ھاء کی فتح اور یاء کے بغیر پڑھا کرمانی نے عجائب میں نقل کیا ہے کہ یہ عربی نام ہے اور البرھمۃ سے مشتق ہے۔ واللہ اعلم

الحمد للہ آج سورت الاعلیٰ کی تفسیر پوری ہوئی
۱۴ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۹۴ء

سورۃ الغاشیہ مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع چھبیس آیات ۔ بانوے کلمات اور تین سو اکیاسی حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الغاشیہ پ ۳۰

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ — بے شک تمہارے پاس اس مصیبت کی خبر آئی جو چھا جائے گی۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ — کتنے ہی منہ اس دن ذلیل ہوں گے۔

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ — کام کریں مشقت جھیلیں۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ — جائیں بھڑکتی آگ میں۔

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ — نہایت جلتے چشمہ کا پانی پلائے جائیں۔

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ — ان کے لیے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے

لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝ — کہ نہ فربہی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ — کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں۔

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ — اپنی کوشش پر راضی۔

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ — بلند باغ میں۔

لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝ — کہ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے۔

فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ — اس میں رواں چشمہ ہے۔

فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝ — اس میں بلند تخت ہیں۔

وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۙ — اور چنے ہوئے کوزے۔

وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۙ — اور برابر برابر بچھے ہوئے قالین۔

وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ؕ — اور پھیلی ہوئی چاندنیاں۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۫ — تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا۔

وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۫ — اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا۔

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۫ — اور پہاڑوں کو کیسے قائم کیے گئے

وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۫ — اور زمین کو کیسے بچھائی گئی۔

فَذَكِّرْ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ؕ — تو تم نصیحت سناؤ تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو۔

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ — تم کچھ ان پر کروڑا نہیں۔

اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۙ — ہاں جو منہ پھیرے اور کفر کرے۔

فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ؕ — تو اسے اللہ بڑا عذاب دے گا۔

اِنَّ اِلَيْنَاۤ اِيَابَهُمْ ۙ — بیشک ہماری ہی طرف ان کا پھرنا ہے۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ — پھر بیشک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے۔

حل لغات سورۃ الغاشیہ پ ۳۰

هل۔ یقیناً	اتىك۔ آئی تیرے پاس	حديث۔ بات	الغاشية۔ چھا جانے والی کی
وجوه۔ کتنی منہ	يومئذ۔ اس دن	خاشعة۔ جھکے ہونگے	عاملة۔ کام کرنے والے
ناصبة۔ مشقت والے	تصلى۔ داخل ہونگے	نارا۔ آگ	حامية۔ بھڑکتی میں
تسقى۔ پلائے جائینگے	من عين۔ چشمہ	آنية۔ گرم سے	ليس۔ نہیں ہے
لهم۔ ان کے لیے	طعام۔ کھانا	الا۔ مگر	من ضريع۔ آگ کے کانٹے
لا۔ نہ	يسمن۔ موٹا کرے	و۔ اور	لا۔ نہ
يغنى۔ کام دے	من جوع۔ بھوک سے	وجوه۔ کتنی منہ	يومئذ۔ اس دن
ناعمة۔ ترو تازہ ہونگے	لسعيها۔ اپنی کوشش پر	راضية۔ خوش ہونگے	فى۔ بیچ
جنة۔ جنت	عالية۔ بلند کے	لا۔ نہ	تسمع۔ سنیں گے

فیہا۔ اس میں
جاریۃ۔ جاری
و۔ اور
نمارق۔ قالین
مبثوثۃ۔ بچھی ہوئی
الابل۔ اونٹ کی
الی۔ طرف
و۔ اور
نصبت۔ گاڑے گئے
کیف۔ کیسے
انت۔ تو
بمصیطر۔ نگران
و۔ اور
العذاب۔ عذاب
ایابہم۔ انکا لوٹنا
حسابہم۔ ان سے حساب لینا

لاغیۃ۔ کوئی بیہودہ
فیہا۔ اس میں
اکواب۔ آبخورے
مصفوفۃ۔ صف بستہ
افلا۔ کیا نہیں
کیف۔ کیسے
السماء۔ آسمان کی
الی۔ طرف
و۔ اور
سطحت۔ بچھائی گئی
مذکر۔ نصیحت کرنے والا ہے
الا۔ مگر
کفر۔ کفر کیا
الاکبر۔ بہت بڑا
ثم۔ پھر

فیہا۔ اس میں
سرر۔ تخت ہیں
موضوعۃ۔ چنے ہوئے
و۔ اور
ینظرون۔ دیکھتے
خلقت۔ پیدا کیا گیا
کیف۔ کیسے
الجبال۔ پہاڑوں کی
الی۔ طرف
فذکر۔ تو نصیحت کر
لست۔ نہیں تو
من۔ جس نے
فیعذبہ۔ تو عذاب کریگا اسکو
ان۔ بیشک
ان۔ بیشک

عین۔ چشمے ہیں
مرفوعۃ۔ بلند
و۔ اور
زرابی۔ چاندنیاں
الی۔ طرف
و۔ اور
رفعت۔ بلند کیا گیا
کیف۔ کیسے
الارض۔ زمین کی
انما۔ صرف
علیہم۔ ان پر
تولی۔ منہ پھیرا
اللہ۔ اللہ
الینا۔ ہماری طرف ہے
علینا۔ ہم پر ہے

سورت الغاشیہ

سورت الغاشیہ بالاتفاق مکی ہے۔ اس میں ایک رکوع اور چھبیس آیات ہیں۔ مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں دوسری سورتوں کے ساتھ اس کو تلاوت فرماتے تھے۔ پچھلی سورت میں جنت اور نار کا ذکر اجمالی تھا تو اس سورت میں اس کی تفصیل ہے جو نہایت کلام لاثانی ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الغاشیہ پ ۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم	
هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ؕ	بے شک تمہارے پاس اس مصیبت کی
وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ خَاشِعَةٌ ۙ عَامِلَةٌ	خبر آئی جو چھا جائے گی کتنے ہی منہ اس دن
نَّاصِبَةٌ ۙ تَصْلٰى نَارًا حَامِیَةً ۙ تُسْقٰى	ذلیل ہوں گے کام کریں مشقت جھیلیں جائیں
مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ ؕ لَیْسَ لَهُمْ	بھڑکتی آگ میں پلائے جائیں نہایت جلتے چشمہ کا پانی
طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ۙ لَّا یُسْمِنُ	پلائے جائیں۔ ان کے لیے کچھ کھانا نہیں
وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ ؕ	مگر آگ کے کانٹے۔ کہ نہ فربہی لائیں اور
	نہ بھوک میں کام دیں۔

(هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ؕ) بے شک تمہارے پاس اس مصیبت کی خبر آئی جو چھا جائے گی۔

ھل بمعنی قد ہے ای قد جاءک یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حدیث الغاشیہ یعنی بلاشبہ آپ کے پاس اس چھا جانے والی مصیبت کی خبر آ چکی۔ اور ایک قول ہے کہ استفہام تقریری ہے جس کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ کے پاس خبر آ گئی۔ اس استفہام سے تعجب کا اظہار ہے اور اس بات کے سننے کے لیے شوق و رغبت دلائی گئی ہے۔ ابن ابی حاتم نے عمرو بن میمون سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے قریب سے گزرے جو ھل اتٰک حدیث الغاشیہ پڑھ رہی تھی تو آپ وہاں ٹھہرے اور سنا اور ارشاد فرمایا نعم قد جاءنی۔

ابلاشبہ میرے پاس خبر پہنچ گئی۔ اور الغاشیۃ سے مراد القیامۃ ہے جیسا کہ سفیان سے منقول ہے محمد بن کعب اور ابن جبیر کا قول ہے ھی النار یہ آگ ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے تغشی وجوھھم النار۔ آگ ان کے چہرہ پر چھا جائے گی (چڑھ دوڑے گی) الغاشیۃ سے مراد قیامت ہی زیادہ صحیح ہے جس کے شدائد و احوال ہر نفسے پر چھا جائیں گے۔

(وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝) کتنے ہی منہ اس دن ذلیل ہوں گے۔

(وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ) ایک قول ہے کہ تقدیر کلام پر وجوہ سے مراد ہے اصحاب وجوہ اور اس کے بعد جو ہے وہ خبر ہے اور مبتدا مرفوع ہے اور اس سے ابتداء جائز ہے اگرچہ وقیع نزیح بین نکرہ واقع ہو۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ چہروں والے۔ تنوین کثرت کو واضح کر رہی ہے یعنی بہت سے چہرے مراد کفار ہیں یَوْمَئِذٍ سے مراد ہے قیامت کے دن

(خَاشِعَةٌ) والمراد نجا شعۃ ذلیلۃ۔ اور خَاشِعَةٌ سے مراد ہے ذلیل ہوں گے واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز کفار کے چہرے ذلت سے دوچار ہوں گے اور رسوائی ان کے چہروں سے واضح ہو گی۔

(عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝) کام کریں، مشقت جھلیں ای عاملۃ فی ذلک الیوم متعبۃ فیہ وذلک فی النار علی ماروی عن ابن عباس والحسن وابن جبیر وقتادہ وعملہا فیہا علی ما قیل جر السلاسل والاغلال والخوض فیہا خوض الابل فی الوحل والصعود والھبوط فی تلال لہا ووھادھا وذلک جزاء التکبر عن العمل وطاعۃ اللہ فی الدنیا۔

یعنی اس روز (قیامت کے دن) کام کریں اور اس میں مشقت ورنج جھیلیں اور ایسا آگ (دوزخ) میں کریں گے جس طرح کہ ابن عباس، حسن، ابن جبیر اور قتادہ سے مروی ہے اور دوزخ میں کام لیا جائے گا جیسا کہ مروی ہے طوق و زنجیر کے بوجھ کھینچیں گے اور اس میں دھنسیں گے جس طرح کہ اونٹ دلدل میں دھنس جاتا ہے اور دوزخ کے ٹیلوں اور گڑھوں میں چڑھیں اتریں گے اور ایسا ان کے اس تکبر کا بدلہ ہو گا جس نے انہیں دنیاوی زندگی میں اعمال صالحہ اور اطاعت الٰہی سے باز رکھا زید بن اسلم سے مروی ہے کہ کافروں نے دنیا میں کام کئے مشقتیں اٹھائیں کیونکہ وہ ہدایت پر نہ تھے اس لئے اُن کی مشقت کا انہیں کوئی پھل نہ ملا سوائے تھکن کے اور اس کا انجام دوزخ ہے۔ ابن عباس سے منقول ہے مراد وہ لوگ ہیں جو دین اسلام پر نہ تھے بت پرست تھے یا اہل کتاب کے کافر راہب اور پجاری کہ انہوں نے محنتیں بھی کیں اور مشقتیں بھی برداشت کیں لیکن جہنم میں

پڑے اور انہیں ان کی محنت نے کوئی نفع نہ دیا بجز ہلاکت کے۔

(تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝) جائیں بھڑکتی آگ میں

متناهية فى الحر من حميت النار اذا اشتد حرها۔

انتہائی گرم اور بھڑکتی ہوئی یا تپائی ہوئی ایسی آگ میں داخل ہوں گے جب وہ خوب تپ کر بھڑک اٹھے۔ واضح مفہوم یہ ہے خوب گرم بھڑکتی آگ میں پڑیں گے۔

(تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝) نہایت جلتے چشمہ کا پانی پلائے جائیں گے۔

بلغت اناها اى غايتها فى الحر فهى متناهية فيه كما فى قوله تعالى ويبن حميم اٰن۔

اس چشمے کا کھولنا آخری حد تک گرمی کو پہنچا ہوا ہے اور وہ اُس میں غیر محدود ہے جیسا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی ہیں۔ (الرحمٰن) جب نار جہنم سے جل کر پانی کی طلب کے لیے فریاد کریں گے تو انہیں یہ جلتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور ارشاد باری اس پر ناطق ہے سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ (محمد) بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر اس کھولتے پانی کا قطرہ دنیا کے کسی پہاڑ پر گر جائے تو وہ پہاڑ رال بن جائے۔

(لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝) ان کے لیے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے۔

جہنم میں کفار کے پینے کے ذکر کے بعد ان کے کھانے کا تذکرہ ہے اور الضریع سے مراد جیسا کہ عبد بن حمید نے ابن عباس سے نقل کیا ہے الشبرق اليابس (خاردار خشک گھاس) اور یہ جیسا کہ عکرمہ سے منقول ہے شجرة ذات شوك لاطئة بالارض یہ ایک پودا ہے کانٹوں والا زمین کے ساتھ پھیلا ہوا۔ ابن ابی حاتم نے ابن جبیر سے نقل کیا ہے کہ ضریع سے مراد تھوہر ہے (زقوم) چونکہ یہ (ضریع) دوزخ کا درخت ہے اس لیے دنیا میں اُس سے مشابہ جو بھی پودا ہوگا علماء تفہیم کے لیے اسے مراد لیتے ہیں اور ضریع کا ذکر ولا طعام الا من غسلين کے علاوہ ہے اور منافی نہیں یعنی دوزخیوں کا کچا لہو اور پیپ غرضیکہ کفار کے لیے عذاب طرح طرح کا ہوگا۔ کوئی خشک شبرق (گھاس خاردار) دیئے جائیں گے اور کوئی دوزخیوں کا پیپ کھلائے پلائے جائیں گے اور یہ ان کے مختلف طبقات کے حالات کے موافق ہوگا۔ یا ہو سکتا ہے کہ "غسلین" ضریع و زقوم کی ہیئت پر انہیں دیا جائے۔ واللہ اعلم

(لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ ۝) کہ نہ فربہی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔

جب آیت "لیس لھم طعام الا من ضریع" نازل ہوئی تو کفار قریش نے کہا "ان ضریعا لتسمن علیہ ابلنا" بلاشبہ ضریع کے کھانے سے ہمارے اونٹ فربہ ہوتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی "لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جوع"۔ ای ان طعامھم من ضریع لیس من جنس ضریعکم انما ھو غیر مسمن ولا مغن من جوع۔ یعنی دوزخیوں کا کھانا ضریع تمہارے دنیا کے پودے ضریع کی جنس سے نہیں ہے بلکہ وہ (جو کہ دوزخی پودا ہی) نہ ہی فربہی لانے والا ہے اور نہ ہی بھوک مٹانے والا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ضریع سے غذا کا نفع اور قوت حاصل نہ ہو گی اور غذا کے دو ہی فائدے ہیں کہ فربہی (موٹا تازہ کرے یا قوت دے) لائے اور بھوک رفع کرے اور یہ دونوں فائدے جہنمیوں کے طعام میں اصلاً ہی نہ ہوں گے بلکہ یہ عرفاً طعام ہے اور دراصل عذاب در عذاب ہو گا۔

وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ ۝ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةً ۝ فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَةٌ ۝ فِیْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝ وَّزَرَابِیُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝

کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں۔ اپنی کوشش پر راضی۔ بلند باغ میں۔ کہ اس میں کوئی بے ہودہ بات نہ سنیں گے اس میں رواں چشمہ ہے۔ اس میں بلند تخت ہیں۔ اور چنے ہوئے کوزے۔ اور برابر برابر بچھے ہوئے قالین۔ اور پھیلی ہوئی چاندنیاں۔

(وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝) کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں۔

اس سے قبل دوزخیوں کا اور ان کے بُرے حال کا ذکر گزرا اب اہل جنت اور ان کے حسن حال کا ذکر ہے والناعمة اما من النعومة وکنی بھا عن البھجة وحسن المنظر ای وجوہ یومئذ ذات بھجة وحسن کقولہ تعالیٰ تعرف فی وجوھھم نضرة النعیم او من النعیم ای وجوہ یومئذ متنعمة۔ اور ناعمة نعومة سے بھی ہے اور اس سے مراد تر و تازگی اور حُسن منظر (کسی دکھائی دینے والی شے کا خوبصورت نظارہ) مراد لیا جاتا ہے یعنی بہت سے چہرے اس روز تر و تازہ پر رونق اور حسین (خوبصورت) ہوں گے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے تو ان کے چہروں میں چین (ظاہر کرنے والی) تازگی پہچانے گا یا نعمتوں کے ملنے پر ان چہروں کو تازہ اور پُر رونق

دیکھے گا یعنی اس روز بہت سے چہرے نعمتوں کے ملنے پر عیش و خوشی میں ہوں گے اور مسرور ہوں گے۔ وُجُوْہٌ کی تنوین تکثیر کو ظاہر کر رہی ہے مراد ہے اہلِ ایمان کے چہرے۔

(لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝) اپنی کوشش پر راضی

ای لثواب سعیہا فی دار الدنیا راضیۃ۔

یعنی دنیا کے گھر میں اپنی کوشش جو انہوں نے اطاعت الٰہی میں صرف کی آخرت میں اس کے محمود و مقبول ہونے اور اس کے ثواب پر راضی ہوں گے۔ اور اس ثواب پر خوشی ان کے چہروں سے عیاں ہوگی۔

(فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝) بلند باغ میں

مرتفعۃ المحل او علیۃ القدر

بلند اونچے مقام یا عالی مرتبہ مکان ہیں۔ مقام سے مراد جنت ہیں بہ بلندی کا ذکر (علو) یا تو حسی ہے یا معنوی ہے اور ابو حیان کا قول ہے کہ دونوں ہی مراد ہیں۔

(لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝) کہ اس میں کوئی بے ہودہ بات نہ سنیں گے۔

لا تسمع کی ضمیر مخاطب کی طرف راجع ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں یا مخاطب غیر معین ہے یا پھر وجوہٌ کی طرف راجع ہے اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس سے مراد ہے اصحابہا یعنی اہل جنت۔ لاغیۃ کلمۂ محذوفہ کی صفت ہے کیونکہ ایسا نسب کے لیے ہے ای کلمۃ ذات لغو یعنی کوئی ایسا کلمہ (بات) بھی نہ سنیں گے جو فضول یا بے ہودہ ہو۔

(فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝) اس میں رواں چشمہ ہے

قیل یجری ماؤھا ولا ینقطع وعدم الانقطاع اما من وصف العین لا غا الماء الجاری فوصفہا بالجریان یدل علی المبالغۃ۔

علماء نے فرمایا اس چشمے کا پانی جاری ہوگا (بہتا ہوگا) اور اس کا بہنا موقوف نہ ہوگا (ختم نہ ہوگا) اور اس بہنے کا منقطع نہ ہونا چشمہ کے وصف (صفت) کے لحاظ سے ہے کیونکہ اس کا پانی ہمیشہ جاری رہے گا تو اس کا دائمی بہتے ہونے کے لحاظ سے توصیف کی گئی یا چشمہ اس صفت جریان سے متصف ہوا اور جاری و ساری ہونا جریان صفت مبالغہ پر دلالت کر رہی ہے یعنی بہت ہی خوب رواں ہوگا۔ بیہقی اور طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت کے عیون و انہار مشک کے پہاڑ سے پھوٹتے اور نکلتے ہیں۔ عینٌ کی تنوین چشمے کی عظمت پر مشیر ہے۔

(فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ) اس میں بلند تخت

رفیعۃ السمک اوالمقدار یعنی اونچی و بلند چھت والے یا عالی مرتبہ تخت۔ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ تخت سونے کے پتلوں سے بنے ہوں گے اور ان کے اوپر موتی اور یاقوت مزین جڑے ہوں گے اور وہ بلند ہوں گے اور نشست کے لیے خود بخود نیچے ہو جائیں گے اور اٹھنے پر پھر بلند ہو جائیں گے۔

(وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ٥) اور چنے ہوئے کوزے

(وَّاَكْوَابٌ) وقداح لاعرالها اور پیالے یا جام جن کے پکڑنے والے دستے نہ ہوں

(مَّوْضُوْعَةٌ) ای بین ایدیهم یعنی اہل جنت کے ہاتھوں کے درمیان ان کی رسائی تک) وقیل حافات العیون ایک قول ہے کہ چشمے کے کناروں پر ترتیب سے چنے ہوں گے کہ جنہیں دیکھ کر فرحت ملے اور جب پینے کا ارادہ کریں تو وہ حسب طلب بھرے ملیں اور سامان لہو ہوں۔

(وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ٥) اور برابر برابر بچھے ہوئے قالین

(وَّنَمَارِقُ) ووسائد اور قالین۔ زہیر کا شعر ہے۔

؎ کہولا وشبانا حسانا وجوههم علی سرر مصفوفة ونمارق

طویل سرو قامت ہوں اور جوان جن کے چہرے خوبصورت ہیں۔ برابر برابر بچھے ہوئے غالیچوں پر۔ (گدیلوں پر)

نَمَارِقُ نُمْرُقَة کی جمع ہے جس کے معنی گدیلے، تکیے یا قالین غالیچے وغیرہ کے ہیں۔

(مصفوفة) صف بعضها الی جنب بعض للاستناد الیها والاتکاء علیها ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے یا اس پر تکیہ لگانے کے لیے ترتیب سے چنے ہوئے۔ ایک قول ہے کہ نمارق بمعنی الزرابی ہے یعنی مَسْنَدْ یا غالیچہ یا تکیہ زہیر کا شعر ہے

نحن نبات طارق نمشی علی النمارق

ہم عالی نسب اور اونچے خاندان کی بیٹیاں ہیں اور ہم مسندوں یا غالیچوں پر چلتی ہیں (قدم رکھتی ہیں)

(وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ؕ) اور پھیلی ہوئی چاندنیاں

اکثر علماء کا قول ہے "وبسط فاخرة" اور خوبصورتی اور عمدگی کے ساتھ بچھائے ہوئے فرش یا مسندیں یا تکیے گدے۔

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ۞ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیۡفَ رُفِعَتۡ ۞ وَاِلَی الۡجِبَالِ کَیۡفَ نُصِبَتۡ ۞ وَاِلَی الۡاَرۡضِ کَیۡفَ سُطِحَتۡ ۞ فَذَکِّرۡ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَکِّرٌ ۞	تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا! اور پہاڑوں کو کیسے قائم کیے گئے اور زمین کو کیسے بچھائی گئی تو تم نصیحت سناؤ، تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو۔

(اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ۞) تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا۔

عبد بن حمید وغیرہ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ جب حق سبحانہ وتعالیٰ جنت کے اوصاف احوال کا بیان فرمایا تو اہل ضلالت (کفار ومشرکین) کو اس پر حیرت ہوئی اور انہوں نے اس بیان کی تکذیب کی تو اللہ نے افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت الخ آیات نازل فرمائیں۔ اَفَلَا ینظرون میں استفہام زجر کے لیے ہے اور فاء عطف کے لیے ہے مطلب یہ ہے کیا یہ منکرین ومکذبین دیکھتے نہیں کہ ہم نے اونٹ کو کیسا بنایا کہ اتنا بڑا اور لمبا جانور جب لادیں تو دو زانو بیٹھ جاتا ہے پھر اپنے مالک کے اشارہ پر بوجھ کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوتا ہے طویل گردن کے ذریعہ درختوں کے پتے چرلیتا ہے اور یونہی گھاس بھی کھالیتا ہے اور ریگستان وصحرا میں بلا تکلف اور بغیر پانی کے سفر کرتا ہے کیا یہ سب اللہ کی قدرت کا اظہار و دلیل نہیں پھر نعماء جنت اور ان کی کیفیت کا انکار کیوں؟ ابو جعفر اور کسائی کا قول ہے انما السحاب کہ ابل سے مراد ابر ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہو یعنی تم ابر کو نہیں دیکھتے ہم اسے کیونکر اٹھاتے ہیں اور بلندیوں پر تیراتے ہیں کہ پہاڑوں کی طرح ابر پھیلتا بڑھتا ہے پھٹتا ہے اور پھر باہم مل کر برستا ہے اور اس میں سارے احوال ہی قدرت ربانیہ کے مظہر ہیں پھر جنت میں تختوں کی بلندی، مسندوں کی چوڑائی اور کوزوں کی کثرت کا انکار کیوں کر کرتے ہو۔

(وَاِلَی السَّمَآءِ) اور آسمان کو

التی یشاهدونها لیلا ونهارا جسے وہ دن اور رات دیکھتے ہیں۔

(کَیۡفَ رُفِعَتۡ ۞) کیسا اونچا بنایا۔

رفعا سحیق المدی بلا عماد والامساك بحیث لا ینالہ الفهم والادراك

اُسے یعنی آسمان کو لمبا اونچا چھایا ہوا بنایا بغیر ستونوں کے اور ٹھہرا ہوا مضبوط اور اس حیثیت کے ساتھ کہ اُس تک فہم وادراک کی رسائی نہیں۔

(وَاِلَى الْجِبَالِ) اور پہاڑوں کو
التی ینزلون فی اقطارہ وینتفعون بمائہا واشجارہا۔
جو کہ قطاروں کی طرح (سلسلہ وار) جمے اور پھیلے ہوئے ہیں جن سے وہ پانی اور اس
درختوں وغیرہ کا فائدہ اٹھاتے ہیں یعنی باوجود اپنی طوالت کے ادھر ادھر نہیں ہوتے تو جن
میں تختوں کی بلندی وغیرہ کی حالت بھی ایسی ہوگی۔
(كَيْفَ نُصِبَتْ ٥) کیسے قائم کئے گئے۔
ای وضعت وضعا ثابتا مع ارتفاعہا یعنی اپنے طول و بلندی کے ساتھ جامد
حالت پر بنائے گئے ہیں فلا تمیل ولا تمید کہ ادھر ادھر نہیں ہوتے یعنی اپنی جگہ سے
ادھر ادھر نہیں جھکتے۔
(وَاِلَى الْاَرْضِ) اور زمین کو
التی یضربون فیہا ویتقلبون علیہا
جس میں کہ وہ چلتے پھرتے ہیں اور جس پر واپس لوٹتے ہیں یا زندگی گزارتے ہیں۔
(كَيْفَ سُطِحَتْ ٥) کیسے بچھائی گئی۔
سطحا بتوطئۃ وتمہید وتسویۃ وتوطید حسبما یقتضیہ صلاح امور اہلہا
ہمواری کے ساتھ بچھائی گئی اور درست کی گئی اور رہائش کے لیے پائیدار و مضبوط بنائی گئی
(تہہ بتہہ بنائی یا) اس طرح اس کے رہنے والوں کی بہتری اور حالت کے لائق اور متقاضی
یہ سب امور قدرت الٰہیہ پر دلالت کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت بعثت و نشور
واضح ثبوت ہیں تو اے منکرین و مکذبین ان دلائل و نشانات قدرت پر غور کیوں نہیں کرتے اس
رسول برحق پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور اپنی آخرت کو کیوں نہیں سنوارتے۔
(فَذَكِّرْ ط) تو تم نصیحت سناؤ
ای فاقتصر علی التذکیر ولا تلح علیہم ولا یہمنک انہم لا ینظرون ولا
یتذکرون۔
یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نصیحت کے بیان پر ہی اقتصار فرمائیں یعنی تعالٰی سبحانہ کے
تذکرہ اور قدرت الٰہی کے دلائل کے مؤثر بیان کے ساتھ ان کو نصیحت فرمائیں اور ان پر اصرار
نہ فرمائیں اور آپ خود کو اس پر ناخوشگوار (رنجیدہ خاطر) نہ فرمائیں کہ وہ دلائل میں غور و فکر نہیں کرتے

اور یہ کہ نصیحت نہیں پکڑتے۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ ۝ تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو۔

یہ تعلیل امر کے لیے ہے کہ آپ کا منصب اور ذمہ نصیحت کا پہنچا دینا ہے وہاں ان کا عدم غور و فکر اور حق و نصیحت کا قبول نہ کرنا تو آپ کے ذمے یہ امر ہی نہیں۔ اسی کی نظیر سورہ قٓ میں گزری وما انت علیھم بجبار فذکر بالقراٰن من یخاف وعید ۝ اور آپ کچھ ان (کفار) پر جبر کرنے والے نہیں تو قرآن سے نصیحت کرو اُسے جو میری دھمکی (عذاب) سے ڈرے یعنی آپ کا کام دعوت دینا اور سمجھا دینا ہے اور علماء فرماتے ہیں یہ حکم قتال بالکفار کے حکم کے نزول سے پہلے کا ہے اور یہ آیت بھی آیت قتال سے منسوخ ہے۔

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ تم کچھ ان پر جبر کے ساتھ مسلط نہیں۔

ای لست بمتسلط علیھم تجبرھم علی ما ترید

یعنی آپ کفار پر یوں مسلط نہیں ہیں کہ آپ جبراً چاہیں کہ وہ ضرور ہدایت قبول کرلیں اور نہ ہی ایسا چاہنا آپ کے ذمہ ہے جمہور کی قرأت "بمصیطر" ص کے ساتھ ہے اور طا مکسور ہے جبکہ اصل س سے ہے اور ص اس سے بدل ہے اور وہ السطر سے ہے جس کے معنی التسلط (غلبہ، نگران) ہیں اہلِ عرب بولتے ہیں سطر علیہ اذا تسلط وہ اس پر غالب ہُوا جب مُسلط ہُوا۔

اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝ ہاں جو منہ پھیرے اور کفر کرے۔

اِلَّا استثناء منقطع ہے اور لٰکن کے معنی ہیں اور مَنْ موصولہ ہے اور اس کے بعد جو ہے وہ صلہ ہے یعنی جس شخص نے بھی حق اور قبول ایمان سے منہ پھیرا اور توحید باری تعالیٰ کا انکار کیا تو اللہ اس پر غالب و قوی ہے کہ اُسے اس پر پکڑ لے اور عذاب دے جس طرح سے چاہے خواہ آخرت میں خواہ دنیا اور آخرت دونوں میں وہ اپنے امر پر بالکلیہ قادر ہے۔

فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝ تو اسے اللہ بڑا عذاب دے گا۔

ای لٰکن مَنْ اَعْرَضَ وَاَقَامَ عَلَی الْکُفْرِ مِنْھُمْ یُعَذِّبُہُ اللّٰہُ تَعَالٰی العذاب الاکبر وھذا عذاب الاٰخرۃ فی النار، مانہ الاکبر وعذاب الدنیا بالنسبۃ الیہ اصغر۔

(یعنی ہاں جس کسی نے روگردانی کی رہدائت کے قبول کرنے سے) اور ان میں سے کفر و شرک پر ڈٹا رہا تو ایسے شخص کو اللہ بڑے عذاب میں ڈالے گا اور بڑے عذاب سے مراد آخرت کا عذاب یعنی دخول جہنم ہے کیونکہ آخرت کا عذاب ہی بڑا ہے اور اس کی نسبت دنیا کا عذاب کم تر ہے۔ القرآن

اور سورہ نون میں ارشاد باری ہے۔

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ — اور آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے

لو کانوا یعلمون — کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝ — بے شک ہماری ہی طرف ان کا پھرنا ہے۔

یہ کفار کی تعذیب کے لیے تعلیل ہے ایاب مصدر ہے اور آب بمعنی رجع ہے یعنی لوٹنا، پلٹنا، پھرنا۔ ای ان الینا رجوعھم بالموت والبعث لا الی احد سوانا یعنی موت کے ساتھ اور قیامت کے دن انہیں ہماری طرف ہی لوٹنا ہے۔ اور ہمارے سوا کسی اور کی طرف ہرگز نہیں۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝ — پھر بے شک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے۔

فی المحشر لا علی غیرنا یعنی حشر کے دن ہم ان کا حساب لیں گے اور ہمارے سوا یہ حساب کسی کے ذمے نہیں۔ بظاہر حرف جار علیٰ لزوم پر دلالت کر رہا ہے لیکن اللہ کریم پر کوئی بات لازم نہیں کہ لزوم عجز کو مستلزم اور حق سبحانہ، وتعالیٰ اس سے پاک ہے لہذا اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ کفار کو ضرور عذاب کرے گا تو وہ اپنے وعدے کے خلاف نہ فرمائے گا یعنی کفار کو ضرور عذاب کرے گا۔ اور حرف عطف ثم تراخی و شدت کے لیے ہے۔ اس آئت میں شیعہ و روافض کا رد بھی ہے جو یہ زعم رکھتے ہیں کہ مخلوقات کا حساب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذمہ ہو گا اور وہ اس کے لیے آپ اور آپ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم پر افترا باندھتے ہیں جیسا کہ روافض سے منقول ہے اور جناب امیر کا ارشاد ہے انا قسیم الجنۃ والنار میں ہی جنت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہوں اگر یہ حدیث ہے تو اس امت میں دو گروہ ہیں ایک راہ ہدائت پر جبکہ دوسرا راہ ضلالت پر تو ظاہر ہے ایک گروہ ان کے ساتھ (جناب امیر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جنت میں ہو گا اور دوسرا جہنم میں۔ شاید شیعہ و روافض کا گمان ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مخلوق کا حساب بامر الٰہی فرمائیں

تو یہ معنی مُراد اس آیت کے حصر کا جو تقاضا ہے اس کے منافی نہیں تاہم الیسا ہرگز ثابت نہیں کہ تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکۃ المقربین سلام اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اور ان کی موجودگی میں حشر کے روز جناب امیر کرم وجہہ الکریم کے لیے بطور خاص یہ خصوصیت ہو اور نہ ہی ہم اس قول کی نفی سے آپ کی علو شان کے انکار کا وہم رکھتے ہیں البتہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم عظمت و شرف کے اظہار کے لیے یہی امر کافی ہے کہ روز حشر وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان جنت کی طرف بعجلت لے جائیں گے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔
واللہ اعلم

الحمد للہ آج سورت الغاشیہ کا تفسیری کام پورا ہُوا

سورۃ الفجر مکیۃ

اس سورۃ میں ایک رکوع تیس آیات۔ ایک سو انتالیس کلمے اور پانچ سو ستانوے حروف ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الفجر پ ۳۰

وَالۡفَجۡرِ ۙ	اس صبح کی قسم
وَ لَیَالٍ عَشۡرٍ ۙ	اور دس راتوں کی۔
وَّ الشَّفۡعِ وَ الۡوَتۡرِ ۙ	اور جفت اور طاق کی۔
وَ الَّیۡلِ اِذَا یَسۡرِ ۚ	اور رات کی جب چل دے۔
هَلۡ فِیۡ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیۡ حِجۡرٍ ؕ	کیوں اس میں عقلمند کے لیے قسم ہوئی۔
اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۪ۙ	کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسے کیا۔
اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ ۪ۙ	وہ ارم حد سے زیادہ طول والے۔
الَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ ۪ۙ	کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔
وَ ثَمُوۡدَ الَّذِیۡنَ جَابُوا الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ ۪ۙ	اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔
وَ فِرۡعَوۡنَ ذِی الۡاَوۡتَادِ ۪ۙ	اور فرعون کہ چومیخا کرتا۔
الَّذِیۡنَ طَغَوۡا فِی الۡبِلَادِ ۪ۙ	جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی۔
فَاَکۡثَرُوۡا فِیۡهَا الۡفَسَادَ ۪ۙ	پھر ان میں بہت فساد پھیلایا۔
فَصَبَّ عَلَیۡهِمۡ رَبُّکَ سَوۡطَ عَذَابٍ ۚ ۙ	تو ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا بقوت مارا
اِنَّ رَبَّکَ لَبِالۡمِرۡصَادِ ؕ	بیشک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَكْرَمَنِ ؕ

لیکن آدمی تو جب اسے اس کا رب آزمائے کہ اس کو جاہ اور نعمت دے جب تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی۔

وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَهَانَنِ ۚ

اور اگر آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کرے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے خوار کیا۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ

یوں نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ

اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دیتے۔

وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ

اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو۔

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ؕ

اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔

كَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ

ہاں ہاں جب زمین ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش کر دی جائے

وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ

اور تمہارے رب کا حکم آئے اور فرشتے قطار قطار۔

وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ؕ

اور اس دن جہنم لائی جائے اس دن آدمی سوچے گا اور اب اسے سوچنے کا وقت کہاں۔

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۚ

کہے گا ہائے کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی آگے بھیجی ہوتی۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ۙ

تو اس دن اس کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا۔

وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ؕ

اور اس کا باندھنا کوئی نہیں باندھتا۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۗۖ

اے اطمینان والی جان۔

ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ

اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۙ

پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو۔

وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۠

اور میری جنت میں آ۔

حل لغات سورۃ الفجر پ۳۰

و۔قسم ہے	الفجر۔فجر کی	و۔اور	لیال۔راتوں
عشر۔دس کی	و۔اور	الشفع۔جفت	و۔اور
الوتر۔طاق کی	و۔اور	الیل۔رات کی	اذا۔جب
یسر۔چلے	ھل۔کیوں	فی۔بیچ	ذلك۔اس کے
قسم۔قسم ہے	لذی۔صاحب	حجر۔عقل کے لیے	ا۔کیا
لم۔نہ	تر۔دیکھا تونے	کیف۔کیسے	فعل۔کیا
ربك۔تیرے رب نے	بعاد۔عاد سے	ارم۔ارم	ذات العماد۔لمبے
قدوقامت والے	التی۔وہ کہ	لم۔نہ	یخلق۔بنائی گئی
مثلھا۔انکی مثال	فی۔بیچ	البلاد۔شہروں کے	و۔اور
ثمود۔ثمود	الذین۔وہ جنہوں نے	جابوا۔پھاڑا	الصخر۔پتھروں کو
بالواد۔وادی میں	و۔اور	فرعون۔فرعون	ذی الاوتاد۔چومیخ
کرنے والا	الذین۔وہ جنہوں نے	طغوا۔سرکشی کی	فی۔بیچ
البلاد۔شہروں کے	فاکثروا۔توزیادہ کیا انہوں نے	فیھا۔اس میں	الفساد۔فساد
فصب۔توگرایا	علیھم۔ان پر	ربك۔تیرے رب نے	سوط۔کوڑا
عذاب۔عذاب کا	ان۔بیشک	ربك۔تیرا رب	بالمرصاد۔گھات میں ہے
فاما۔پھر	الانسان۔انسان	اذا۔جب	ما۔کہ
ابتلٰہ۔آزماتا ہے اسکو	ربہ۔اس کا رب	فاکرمہ۔تو عزت دیتا ہے	و۔اور
نعمہ۔نعمت دیتا ہے اسکو	فیقول۔تو کہتا ہے	ربی۔میرے رب نے	اکرمن۔میری عزت کی
و۔اور	اما۔پھر	اذا۔جب	ما۔کہ
ابتلٰہ۔اسکو آزماتا ہے	فقدر۔تو تنگ کرتا ہے	علیہ۔اس پر	رزقہ۔اس کا رزق

فیقول۔ تو کہتا ہے	ربی۔ میرے رب نے	اہانن۔ میری ذلت کی	کلا۔ ہرگز نہیں
بل۔ بلکہ	لا۔ نہیں	تکرمون۔ عزت کرتے تم	الیتیم۔ یتیم کی
و۔ اور	لا۔ نہیں	تحضون۔ رغبت دلاتے	علی۔ اوپر
طعام۔ کھانے	المسکین۔ مسکین کے	و۔ اور	تاکلون۔ کھاتے ہو تم
التراث۔ وراثت کو	اکلا۔ کھانا	لما۔ سارا	و۔ اور
تحبون۔ پسند کرتے ہو	المال۔ مال کو	حبا۔ پسند کرنا	جما۔ بہت زیادہ
کلا۔ ہرگز نہیں	اذا۔ جب	دکت۔ ریزہ ریزہ ہوجائیگی	الارض۔ زمین
دکا۔ بڑی	دکا۔ اچھی طرح	و۔ اور	جاء۔ آئیگا
ربک۔ تیرا رب	و۔ اور	الملک۔ فرشتے	صفا۔ صف
صفا۔ در صف	و۔ اور	جایء۔ لایا جائے گا	یومئذ۔ اس دن
بجہنم۔ دوزخ کو	یومئذ۔ اس دن	یتذکر۔ سوچے گا	الانسان۔ آدمی
و۔ اور	انی۔ کہاں ہوگا	لہ۔ اسے	الذکری۔ سوچنے کا وقت
یقول۔ کہیگا	یلیتنی۔ ہائے افسوس	قدمت۔ میں آگے بھیجتا	لحیاتی۔ اپنی زندگی کے لیے
فیومئذ۔ تو اس دن	لا۔ نہ	یعذب۔ عذاب کریگا	عذابہ۔ اس جیسا عذاب
احد۔ کوئی بھی	و۔ اور	لا۔ نہ	یوثق۔ قید کریگا۔
وثاقہ۔ اسکی قید جیسی	احد۔ کوئی	یایتہا۔ اے	النفس۔ جان
المطمئنۃ۔ اطمینان والی	ارجعی۔ واپس ہو	الی۔ طرف	ربک۔ اپنے رب کی
راضیۃ۔ راضی ہوکر	مرضیۃ۔ راضی کرکے	فادخلی۔ سو داخل ہو	فی۔ بیچ
عباد۔ بندوں	ی۔ میرے کے	و۔ اور	ادخلی۔ داخل ہو
جنتی۔ میری جنت میں			

سورت الفجر

جمہور کے قول کے مطابق سورت الفجر مکیہ ہے جب کہ علی بن ابی طلحہ کے نزدیک یہ مدنی ہے اس سورۂ مبارکہ میں ایک رکوع اور تیس آیات ہیں پچھلی سورت میں رُسوا چہروں والے اصحاب النار والے چہروں والے اصحاب کا تذکرہ گزرا اور اس سورت کے آخر میں نفوس مطمئنہ کا ذکر ہے جو وجوہٌ یومئذ ناعمۃ (تروتازہ چہروں والوں) ہی کے احوال کی تفصیل ہے اور یہی مناسبت کو مُشیر ہے اور اس کے علاوہ الغاشیہ کے بارے میں جو گزرا اس میں اسی سے متعلق مزید تفصیل ہے علاوہ سیوطی کے نزدیک الغاشیہ کی آخری آیات سے اس سورت کے مضامین کا گہرا ربط ہے اور اس کے آخری حصے میں اسی مضمون کی صراحت سے نیز آیت الم تر کیف فعل ربك بعاد پچھلی سورت کی آیت افلا ینظرون الی ابل کیف خلقت سے بھی خوب مشابہت رکھتی ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سُورہ الفجر پ ۳۰

بسم الله الرحمٰن الرحیم ○

وَالْفَجْرِ ○ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ○ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ○ وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ○ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ○

اس صبح کی قسم۔ اور دس راتوں کی۔ اور جُفت اور طاق کی۔ اور رات کی جب چل دے۔ کیوں اس میں عقلمند کے لیے قسم ہوئی۔

(وَالْفَجْرِ ○)

اقسم سبحانہ وتعالٰی بالفجر کما اقسم عزوجل بالصبح فی قولہ تعالٰی والصبح اذا تنفس فالمراد بہ الفجر المعروف کما روی عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وابن عباس وابن زبیر وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

حق سبحانہٗ وتعالٰی فجر کے وقت کے ساتھ اسی طرح قسم یاد فرمائی ہے جس طرح صبح کے وقت

کی قسم یاد فرمائی اور قول الٰہی ہے اور قسم صبح کی جب دم (اس کی روشنی خوب پھیلے) اور فجر سے مراد معروف یعنی پو پھٹنے کے بعد کا وقت (صبح کا وقت) ہی ہے جیسا کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ اور ابن عباس اور ابن زبیر اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد صبح کے وقت کا پھیلنا اور اس کی ضیاء و روشنی کا پھیلنا ہے اور فجر کی اصل یعنی معنی یہ ہیں شق الشیٔ شقًا واسعًا کسی شے کا پھٹنا وسعت کے ساتھ اور اسی لیے اسے فجر کہا جاتا ہے کہ یہ رات کی تاریکی کو پھاڑ دیتی ہے اور فجر دو حال پر ہے فجر کاذب اور فجر صادق اور شاید فجر صادق ہی مراد ہے مجاہد سے مروی ہے کہ فجر سے مراد قربانی کا دن ہے (عید الاضحیٰ کی صبح) جبکہ عکرمہ کا قول ہے کہ فجر سے مراد یوم الجمعہ ہے ضحاک کے نزدیک یکم ذی الحجۃ کی فجر مراد ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ لیلۃ الجمع کی فجر (صبح) مراد ہے۔ بیہقی نے شعب میں ابن عباس سے روایت کی کہ انہوں نے کہا محرم کی فجر یعنی سال کی پہلی صبح مراد ہے اور قتادہ وغیرہ سے منقول ہے کہ ہر دن کی صبح مراد ہے۔ ابن جریر ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مراد صلوٰۃ الفجر ہے۔

(وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝) اور دس راتوں کی

حاکم نے تصحیح اور ایک جماعت نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مراد العشر الاول من الاضحیٰ ذوالحجۃ کے مہینہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔ احمد نسائی، حاکم، البزار، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی نے شعب میں جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا اور احمد و بخاری نے ابن عباس سے مرفوعًا روایت کی ہے۔

ما من ایام فیھن العمل احب الی اللہ عزوجل وافضل من ایام العشر قیل یا رسول اللہ ولا الجہاد فی سبیل اللہ قال ولا الجہاد فی سبیل اللہ الا رجل جاھد فی سبیل اللہ بنفسہ ومالہ فلم یرجع من ذلک بشیٔ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ماہ ذوالحجۃ کے دس دنوں میں اللہ کو عبادت سے زیادہ اور کسی دن کا کوئی عمل و بندگی محبوب نہیں عرض کیا گیا یا رسول اللہ اور کیا راہِ خدا میں جہاد بھی نہیں ارشاد فرمایا اور راہ خدا میں جہاد بھی نہیں مگر وہ شخص جس نے اپنی جان اور مال سے راہِ خدا میں جہاد کیا اور اس سے کسی شئے کے ساتھ واپس نہ لوٹا (شہید ہوگیا) ابن المنذر اور ابن حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے انھن العشر الاواخر من رمضان ان راتوں سے مراد ماہِ رمضان کی آخری دس راتیں ہیں اور اس قول میں کسی کو اختلاف نہیں اور حدیث صحیح سے اس پر دلالت ہے جیسا کہ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ رمضان کے اخیر عشرہ میں داخل ہوتے تو اپنا تہبند مضبوط باندھتے اور اس کی راتوں میں عبادت کے لیے خوب بیدار رہتے اور آپ کے گھر والے سوتے بعض علماء نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ شاید آپ لیلۃ القدر کی رغبت وخط کے پیش نظر ایسا اہتمام کرتے کہ وہ ان دس راتوں ہی میں سے کسی میں ہے۔ بیان اور ایک جماعت کا قول ہے کہ مراد رمضان کی پہلی دس راتیں ہیں۔ ابن جریر سے منقول ہے کہ مراد ماہ محرم کی ابتدائی دس راتیں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو یہود یوم عاشوراء کو روزہ رکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو تو یہود نے کہا یہ بہت بڑا دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات بخشی اور فرعون کو غرق کیا۔ تو اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر کا روزہ رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تم سے بڑھ کر موسیٰ (علیہ السلام) کے حق دار ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری و مسلم)

صحیح مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان کے بعد افضل روزے ماہ محرم کے ہیں۔

(وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝) اور جفت اور طاق کی

طیبی کا قول ہے کہ ہم سے امام احمد نے اور ترمذی نے عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ شفع اور وتر سے کیا مراد ہے تو ارشاد فرمایا الصلوۃ بعضھا شفع و بعضھا وتر۔ نمازیں ہے کہ ان میں سے بعض شفع (جفت) ہیں اور بعض وتر مقابل بولے گئے ہیں۔ عبد بن حمید نے حسن سے روایت کی ہے کہ ہمارے پروردگار نے عدد کے ساتھ قسم یاد فرمائی ہے اور تمام اعداد شفع (جفت) اور وتر (طاق) ہیں۔ عبدالرزاق نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا الخلق کلہ شفع و وتر فاقسم سبحانہ بخلقہ مراد ساری مخلوق ہے جو جفت وطاق ہے تو اللہ نے اپنی مخلوق کے ساتھ قسم یاد فرمائی۔ ایک قول ہے کہ اللہ نے ہر ایک چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا جیسے ایمان وکفر، سعادت و شقاوت نر مادہ لیکن اللہ تعالیٰ وتر ہے کذا فی الحدیث ان اللہ تعالیٰ وتر یحب الوتر اللہ تعالیٰ وتر ہے اور اللہ وتر کو محبوب رکھتا ہے۔ ایک قول ہے کہ شفع سے

[illegible] ہیں اور آٹھ ہیں) اور [illegible] سے مراد [illegible] ہیں [illegible] عاشقِ [illegible]
(وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ) اور رات کی جب چل دے [illegible] ان کی مراد ہے
[illegible] یعنی جب گزر رہا [illegible] جیسا کہ فرمایا ہے واللیل اذا ادبر اور رات کی قسم
[illegible] ہے واللیل اذا عسعس اور قسم رات کی جب اس کی تاریکی پھیل جائے۔ مجاہد اور کلبی کا قول ہے [illegible] وهی لیلة یسری الحاج فیها الی المزدلفة [illegible] اس سے مراد قربانی والی رات (ذوالحجہ کی دسویں رات) ہے اور اس میں حجاج کرام عرفات سے اکٹھے کوچ کر کے مزدلفہ کی طرف چل دیتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد شب قدر ہے جس میں رحمتیں نازل ہیں اور وہ ثواب کی کثرت کے لیے خاص ہے رات کا چلے جانا قدرت الٰہیہ پر دلالت کرتا ہے کہ لوگ سورج کی حدت وحرارت اور تمازت سے محفوظ ہوتے ہیں اور یونہی کافروں کے شر سے بچتے ہیں۔ الاخفش سے پوچھا گیا کہ کیسے رات کے سقوط کی علت کیا ہے تو انہوں نے کہا اللیل لا یسری ولکن یسری فیه کہ رات نہیں چل دیتی بلکہ اس میں مخلوق آتی جاتی ہے لہذا سیر کی نسبت رات کی طرف مجازاً ہے اور لیل سے مراد جنس ہے یعنی ہر ایک رات

(هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ٥) کیونکہ اس میں عقلمند کے لیے قسم ہوئی۔

(هل فی ذلك) تحقیق وتقریر لفخامة الاشیاء المذکورة المقسم بها۔

استفہام تقریری ہے یعنی بلاشبہ یہ امر تحقیق ہے کہ جن اشیاء کا ذکر اوپر قسم کے ساتھ گزرا وہ بڑی عظمت شان والی ہیں اور قدرت وحکمت ربانیہ کا ان سے اظہار ہوتا ہے (قَسَمٌ) تنوین تعظیم ہیں ای مقسم به یعنی وہ اشیاء جن کا ذکر قسم کے ساتھ ہوا۔

(لِّذِي حِجْرٍ) عقلمند کے لیے

والحجر العقل لانه یحجر صاحبه ای یمنعه من التهافت اور حجر سے مراد عقل ہے اس لیے کہ عقل اپنی صاحب کو ناروا اور بُری باتوں سے منع کرتی ہے جواب قسم (مقسم علیه) محذوف ہے اور مطلب یہ ہے وهو لیعذبن کما ینبئ عنه قوله تعالیٰ کہ ہم کفار منکرین ومکذبین کو ضرور عذاب دیں گے جیسا کہ قول الٰہی میں خبر دی گئی جس کا ذکر آگے آ رہا ہے یعنی ہم انہیں عاد وثمود وغیرہ کی طرح عذاب دیں گے یا ہلاک کر دیں گے۔ ابن مسعود سے منقول ہے کہ مقسم علیه ان ربك لبالمرصاد ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا۔

استفہام نفی کے انکار کے لیے ہے اثبات کو لازم ہے اور روئے سخن یقیناً کے سے ہے رسول تمہیں اس بات کا شعور یقینی ہے کہ تمہارے پروردگار نے عاد کا کیا حشر کیا۔ یہ معروف قوم تھی جسے طوفان و آندھی سے ہلاک کیا گیا۔ اس میں کفار مکہ کے لیے تہدید ہے۔

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ وہ ارم حد سے زیادہ طول والے کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔

(اِرَمَ) یہ عاد سے بدل ہے اور یہ ایک قبیلہ ہے جو اپنے باپ کے نام پر موسوم ہے بنو ہاشم اور عاد، عاد بن عاص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ یہ قبیلہ ارم کے نام سے مشہور رہا۔ اس قوم کی طرف حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے ایک قول ہے کہ اس قوم کے شروع کے لوگ عاد الاولیٰ اور بعد کے عاد لآخرۃ کہلاتے ہیں عماد الدین کا قول ہے کہ قرآن حکیم میں جہاں بھی عاد کے بارے میں خبر وارد ہوئی ہے تو وہاں عاد سے عاد الاولیٰ ہیں سوائے سورت الاحقاف کے اور انہیں بھی ان کے جد (دادا) کی مناسبت سے ارم کہا جاتا ہے اور یہ نام دادا کی نسبت سے مشہور ہو گیا اور یہ نام عاد الاولیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس پر ابن الرقیات کا شعر ہے ؎

مجدا تلید ابناہ اولہ ادرک عادا و قبلہا ارما

اول موروثی شرافت و سخاوت، شان و شوکت کو جس نے اپنایا وہ عاد تھے اور ان سے پہلے ارم۔

(ذَاتِ الْعِمَادِ ۝) حد سے زیادہ طول والے۔

صفۃ لارم نفسها والمراد ذات القد و د الطوال علی تشبیه قاماتهم بالعماد

یہ قوم ارم کی صفت کا بیان ہے اور مراد یہ ہے کہ بہت لمبے قدوں والے اور ان کو عماد (ستونوں) سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یعنی ان کے قدوں کی لمبائی ستونوں کی سی تھی۔ ابن عباس اور مجاہد سے منقول کہ ان لوگوں کے قد بارہ ہاتھ یا بارہ گز لمبے تھے نیز ان میں ان لوگوں میں سب سے زیادہ طویل القامت کا قد چالیس ہاتھ یا (چار سو) گز تھا اور ان میں سے کوئی ایک بہت بڑی چٹان کو راستے پر بآسانی الٹ پلٹ کر دیتا تو اللہ نے انہیں

ابن عباس سے عطا نے روائت کی ہے کہ ذات العماد سے مراد خیموں اور ستونوں والے اور وہ بہار کے موسم میں نکلتے تھے پھر جب سبزہ و پیداوار ختم ہو جاتی تو پھر وہ اپنی منزلوں کی طرف لوٹ آتے۔ سعید بن مسیب سے منقول ہے ارم ذات العماد ایک شہر کا نام ہے اب اسے دمشق کہتے ہیں ارم شہر کا نام ہے اور ذات العماد اس کی صفت ہے۔ (الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ) کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔ یہ ارم کی دوسری صفت ہے ای لم یخلق مثلھم فی عظم الاجرام والقوۃ فی بلاد الدنیا یعنی قوم ارم جیسی دراز قد اور نہایت قوی و توانا کوئی دوسری قوم دنیا کے شہروں میں پیدا نہ ہوئی۔ ایک قول ہے کہ اگر ارم سے مراد دمشق کا شہر ہے جیسا کہ ابن مسیب اور المقبری سے منقول ہے اور محمد بن کعب (قرظی) کا قول ہے کہ اسکندریہ کا شہر ہی ارم ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ بلند و بالا یا بڑے بڑے ستونوں والی عمارات اور خوبصورت گھروں اور باغوں والا کوئی شہر مثل شہر ارم دنیا کے شہروں میں وجود میں نہ آیا۔ اور جنت ارم کا ایک قصہ جو کتب تفسیر میں شداد بن اوس کے حوالے سے منقول ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسے موضوع کہا ہے اور اس کی روایت صحیح نہیں ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ ارم مصدر ہے اَرِمَ یأرم اذا ھلك فارم جب وہ ہلاک کئے گئے تو وہ رمیم یعنی تیز آندھی کے ساتھ انہیں بوسیدہ اور گلا سڑا بنا دیا گیا۔

وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ٥ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ٥ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ٥ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ٥ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ٥ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ٥	اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔ اور فرعون کو چومیخا کرتا۔ جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی پھر ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا بقوت مارا۔ بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

(وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ٥) اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔

(وثمود) عطف علی عاد وھی قبیلة مشھورة سمیت باسم جدھم ثمود اخی جدیس وھما ابنا عابر ابن ارم بن سام بن نوح علیه السلام کانوا عربا من

وكانوا يعبدون الاصنام ۔

اسماء بلد يسكنون الحجر بين الحجاز وتبوك

واؤ، عاد پر معطوف ہے۔ یہ ایک مشہور قبیلہ ہے جو اپنے دادا کے ثمود کے نام پر موسوم ہے

اور ثمود جدیس کا بھائی تھا اور یہ دونوں عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے اور یہ

عرب مستعربہ تھے اور حجاز و تبوک کے درمیانی علاقہ حجر میں بستے تھے اور یہ لوگ بت پرست تھے

(الذین جابوا الصخر) ای قطعوا صخر الجبال واتخذوا فیها بیوتا منحوتا

من الصخر کقوله تعالٰی وتنحتون من الجبال بیوتا اول من نحت الحجارة والصخور

والرخام ثمود فبنوا الفا وسبعمائة مدینة کلها بالحجارة ۔ یعنی انہوں نے پہاڑوں

کی چٹانوں کو کاٹا اور اس میں چٹانوں کو تراش کر گھر بنائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور

تم پہاڑوں میں سے مکان تراشتے ہو (الاعراف) سب سے پہلے مکانیت کے لیے جنہوں نے

بڑے بڑے پتھروں اور چٹانوں اور سنگ مرمر کو تراشا کاٹا وہ ثمود تھے اور انہوں نے ایک ہزار

سات سو بستیاں بنائیں سب پتھروں کی بنی ہوئی تھیں لیکن بستیوں کی یہ تعداد محل نظر ہے اور یہ صحیح

نہیں ہو سکتا اس قدر عمارتیں بنی ہوں واللہ اعلم۔

(بالواد) هو وادی القری مراد اس سے وادی القریٰ ہے جو حجاز و تبوک کے درمیانی

علاقہ ہے۔

(وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ۝) اور فرعون کہ چومیخا کرتا۔

وصف بذلك لكثرة جنوده وخيامهم التی يضربون اوتادها فی منازلهم

او لانه كان يدق للمعذب اربعة اوتاد ويشده بها مبطوحا علی الارض فيعذبه

بما يريد من ضرب او احراق او غيره ۔

(ذی الاوتاد) اس صفت کے ساتھ اس کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس کے پاس لشکروں کی کثرت تھی اور ان کے خیمے بھی بکثرت جنہیں وہ اپنی منزلوں پر میخوں کے ساتھ گاڑتے تھے یا پھر اس لیے کہ جس پر غضب ناک ہوتا تو اس کو عذاب و سزا کے لیے زمین پر چت لٹا کر چومیخا کروا کے دف کے ساتھ خوب گرملواتا۔ پھر اس کو جس طرح چاہتا عذاب دیتا خواہ مار کر یا جلا کر یا اس کے علاوہ۔ ابن عباس کا قول ہے کہ ذی الاوتاد سے مُراد مضبوط عمارتیں ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ مُراد مضبوط و مستحکم حکومت اور شوکت ہے۔ بغوی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ فرعون ذی الاوتاد اس وجہ سے مشہور ہُوا کہ اُس نے حزقیل کی بیوی کو اور یہ شخص اس کا

خازن تھا) چومیخا کر کے پھانسی لگوایا تھا کہ وہ مومنہ صادقہ تھی اور اس نے فرعون کے سامنے اس کی الوہیت کا انکار اور رب ذوالجلال کی ربوبیت والوہیت کا برملا اقرار کیا تھا جس پر وہ غضب ناک ہوگیا۔ اور یونہی اس نے اپنی بیوی آسیہ بنت کو چومیخا کروایا جس کا ذکر سورۃ التحریم کے آخر میں گزر چکا۔

(اَلَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ۝) جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی۔

ای طغی کل طاغیۃ منھم فی البلاد

یعنی ان میں سے جنہوں نے تمام شہروں میں سرکشی کی اور معصیت و نافرمانی میں حد سے بڑھ گئی اور رسولوں کو جھٹلایا اور دائرہ آدمیت و عبدیت کی حدود کو پھلانگ گئے

(فَاَکْثَرُوْا فِیْھَا الْفَسَادَ ۝) پھر ان میں بہت فساد پھیلایا۔

ای بالکفر والمعاصی

یعنی کفر و سرکشی اور گناہوں اور نافرمانیوں کے ساتھ بستیوں آبادیوں اور شہروں میں اندھیر گردی کی۔

(فَصَبَّ عَلَیْھِمْ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝) تو ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا بقوت مارا۔

(فَصَبَّ عَلَیْھِمْ رَبُّکَ) ای انزل سبحانہ انزال الشدید علی طائفۃ من اولٰئک الطوائف عقیب ما فعلت من الطغیان والعصیان والفساد۔

یعنی جو کچھ کفار نے حد سے بڑھی ہوتی سرکشی کی، معصیت و گناہوں کے کام کیے اور فساد پھیلایا تو اس کے تعاقب میں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے کفار کے ان گروہوں میں سے ہر ایک گروہ پر یکدم سخت عذاب اتارا۔

(سَوْطَ عَذَابٍ) ای سوطا من العذاب

یعنی ملا جلا عذاب، مراد ہے کہ مختلف انواع کے عذابوں میں بشدت مبتلا کیے گئے سوط کے معنی ہیں مخلوط کر دینا اور کوڑے کو بھی سوط کہتے ہیں عذاب کے کوڑے سے مراد سخت و شدید ترین عذاب ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ اضافت ینقلد یرمن ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کوڑا مارا جو عذاب سے بنا ہوا تھا۔

(اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ) بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

حسن کا قول ہے ای یرصد سبحانہ وتعالیٰ اعمال بنی آدم یعنی اللہ تعالیٰ بنی آدم کے اعمال پرنگاہ رکھتا ہے اور اس سے بندوں کا کوئی کام چھپا نہیں اور اسے ہر چیز کا بخوبی علم ہے۔ والمرصاد المکان الذی یقوم بہ الرصد ویترقبون فیہ اور مرصاد سے مراد وہ مکان ہے جہاں بیٹھ کر کوئی شخص کسی کی گھات میں لگا ہوتا ہے اور اس کے انتظار میں ہوتا ہے اور المرصاد کا اللہ پر اطلاق کرنے میں مفسرین کا اختلاف ہے ابن عطیہ کا قول ہے کہ ہو سکتا ہے المرصاد (صیغہ مبالغہ ہو جیسے المطعام اور المطعان۔ بعض کا قول ہے کہ کلام میں استعارہ تمثیلیہ ہے جس سے شاید یہ مراد ہے حافظاً لاعمال العصاۃ کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نافرمانوں اور گناہ گاروں کے اعمال پر نگران ہے (اسے ہر بات کا علم ہے) واضح مفہوم یہ ہے کہ جس طرح گھات لگانے والا کمین گاہ میں گزرنے والے کو خوب دیکھ رہا ہوتا ہے بلاتشبیہ وتمثیل اللہ بھی بندوں کے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے اور جس طرح گزرنے والا گھات لگانے والے سے بے خبر ہوتا ہے ایسے ہی انسان بھی حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے غافل ہے اور اپنے کاموں میں آخرت سے بے خبر مشغول ہے۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ؕ وَ اَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ۔

لیکن آدمی تو جب اسے اس کا رب آزمائے کہ اس کو جاہ اور نعمت دے جب تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی۔ اور اگر آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کرے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے خوار کیا۔

(فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ) لیکن آدمی تو جب اسے اس کا رب آزمائے ای عاملہ معاملۃ من یبتلیہ بالغنی والیسار لیری ھل یشکر ام لا یعنی جب انسان کو اس پروردگار دولت و تونگری آسانی و فراخی دے کر آزمائش میں ڈالتا ہے تاکہ دیکھے آیا وہ شکر گزاری کرتا ہے یا ناشکری کرتا ہے۔

(فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ) کہ اس کو جاہ اور نعمت دے۔

فاء تفسیریہ ہے اور ابتلاء کی تفصیل ہے فان الاکرام والتنعیم عین الابتلاء تو اسے جاہ وعزت اور نعمت و دولت کے ساتھ آزماتا ہے اور ابتلاء سے مراد یہی امور ہیں جو دنیاوی زندگی میں انسان کی خواہش و آرزو ہیں۔

(فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۞) جب تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی۔

یہ مُبتدا جو کہ انسان ہے اس کی خبر ہے اکرام و تنعیم (رجاہ حشمت، نعمت و دولت) دراصل ایک ہی شئ کے حکم میں ہیں اس لیے اس جملہ میں اکرمن پر اکتفاء ہے اور نعمت کو اس کے ساتھ ملا کر ذکر نہ فرمایا۔ یعنی جب انسان کو عزت و دولت حاصل ہوتی ہے جب تو وہ کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے مال و اولاد اور عزت و عظمت بخشی یعنی راحت میں تو مانتا ہے۔

(وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ) اور اگر آزمائے اُسے

عامله۔ معاملة من يبتليه ويختبره بالحاجة والفقير ليرى هل يصبر ام لا

یعنی جب اللہ کو حاجت و غربت میں مبتلا کر کے اس کا امتحان لیتا ہے (جانچتا ہے) کہ ان کے ذریعہ دیکھے آیا وہ صبر و ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتا ہے یا بے صبری و بے قراری کا اظہار کرتا ہے۔

(فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ) اور اس کا رزق اس پر تنگ کرے۔

ابو جعفر نے فَقَدَرَ کو تشدید کے لیے مبالغۃً پڑھا ہے یعنی فَقَدَّرَ تو معنی یہ ہوں گے کہ قلاش کر دیا اور قرأت متواترہ فَقَدَرَ سے مُراد ہے نپا تلا رزق دیا یا تنگدست بنا دیا۔

یہ انسان (مبتدا) کی آزمائش کی خبر ہے یعنی رزق کی تنگی سے آزمایا جو انسان کو ناگوار ہے۔

(فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۞) تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے خوار کیا۔

يدل على قصور نظره وسوء فكره حيث حسب ان تضيق الرزاق اهانة۔

یہ انسان کی کوتاہ نظری اور فکر کی خرابی پر دلالت کرتا ہے کہ جب رزق کی تنگی میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کو ذلت و خواری قرار دیتا ہے جو اللہ کی ناشکری ہے پچھلی آیت میں اکرمہ و نعمہ دونوں امور کا ذکر ہوا لیکن اس آیت میں نعمہ کی جگہ قدر علیہ رزقہ فرمایا مگر اکرمہ کے مقابل اَهَانَهٗ نہ فرمایا اس لیے کہ بعض صورتوں میں رزق کی تنگی آخرت میں باعث تکریم ہوگی اور دنیا میں رزق کی وسعت موجب شکر ہے۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۞ — یوں نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۞ — اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دیتے۔ اور

وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۞ — میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو۔ اور

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۞

مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔

(کَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ۝) یوں نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔

(کَلَّا) یوں نہیں

ردع للانسان الانسان کے لیے یاد داشت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ المعنی لم ابتلہ بالغنی لکرامتہ علی ولم ابتلہ بالفقر لھوانہ علی بل ذلک لمحض القضاء والقدر۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے اسے (انسان) دولت وعزت دے کر اس کی عزت افزائی کے لیے نہیں نوازا اور نہ ہی فقر وتنگی میں مبتلا کر کے اسے ذلت سے دوچار نہیں کیا بلکہ ایسا محض قضاء وقدر کے تحت ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ عزت ودولت فقر وغناء پر منحصر نہیں بلکہ اس کی حکمت ہے کہ کبھی اپنے دشمنوں کو عزت ودولت دیتا ہے اور دوستوں کو فقر والم میں مبتلا کرتا ہے درحقیقت عزت وذلت طاعت ومعصیت پر ہے اور منکرین وکفار اس بات کو نہیں سمجھتے۔

(بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ۝) بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔

ای حیث یکرمکم اللہ تعالیٰ بکثرۃ المال فلا تؤدون ما یلزمکم فیہ من اکرام الیتیم بالمبرۃ بہ والاحسان الیہ۔

یعنی جب تمہیں اللہ نے مال و دولت کی کثرت کے ساتھ عزت بخشی تو تم انہیں کیوں نہیں دیتے جو تم پر یتیموں کے ساتھ عزت کا سلوک کرنے اور نیکی کرنے اور احسان کا رویہ اپنانے کے لحاظ سے لازم تھا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تم یتیم کو کیوں نہیں دیتے اور اس کے حقوق کی ادائیگی کیوں نہیں کرتے حالانکہ تم صاحب ثروت ہو۔ مقاتل کا قول ہے کہ قدامہ بن مظعون یتیم تھے اور اپنے والد کے وارث تھے لیکن امیہ بن خلف انہیں پاس رکھ کر اس کے حق کو دبائے ہوئے تھا۔ حدیث شریف میں ہے "احب البیوت الی اللہ تعالیٰ بیت فیہ یتیم مکرم" اللہ تعالیٰ کے نزدیک گھروں میں سے وہ گھر سب سے زیادہ پسندیدہ ہے جس گھر میں یتیم کی عزت وتکریم ہو۔

(وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۝) اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دلاتے۔

عبداللہ، علقمہ، زید بن علی، عبداللہ بن مبارک اور الشیرزی نے کسائی سے پڑھا ہے

تحضون من المحاضة۔ اس قرأت پر معنی یوں ہوں گے ای ولا یحض و یحث بعضکم بعضا۔ یعنی تم آپس میں ایک دوسرے کو رغبت نہیں دلاتے جبکہ دیگر قراء نے وَلَا تَحٰضُّوْنَ پڑھا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ تم اوروں کو رغبت نہیں دلاتے۔ ای علی اطعامہ یعنی مسکین کو کھانا کھلانے کی رغبت نہیں دلاتے، طعام مصدر ہے بمعنی الاطعام (کھانا) جیسے عطاء بمعنی الاعطاء (عطا کرنا) اور مسکین سے عام فقیر مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ تم عام فقیروں کو کھلانے کی ترغیب بھی نہیں دیتے۔ جب تمہارا یہ حال ہے تو تم اپنے ذاتی مال سے کیوں کر کھلاؤ گے۔

(وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝) اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو۔

(وتاکلون التراث) ای المیراث یعنی وراثت کا مال

(اَكْلًا لَّمًّا) أی ذا لمّ یعنی جو ہاتھ لگے چن چن کر کھا جائے اور مطلب یہ ہے الجمع بین الحلال والحرام وما یحمد و مالا یحمد کہ حلال و حرام کے درمیان تفریق نہ کرے اور خواہ جائز ہو یا ناجائز سب چٹ کر جائے اور مروی ہے کہ وہ لوگ (مخاطب کفار مکہ وغیرہ) بھی عورتوں اور اپنی چھوٹی اولاد کو ورثہ نہیں دیتے تھے اور ان کا حصہ ہڑپ کر جاتے تھے۔

(وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝) اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔

ای کثیرا کما قال ابن عباس یعنی بہت کثرت کے ساتھ مال کی حرص رکھتے ہو۔ ایک قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ انکو تحبونه مع حرص وشرہ بلاشبہ تم مال کے شر کے باوجود اس کے لیے بڑی حرص و طمع رکھتے ہو۔

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝
وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا
صَفًّا ۝ وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ
بِجَهَنَّمَ ۝ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ
الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝
یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ۝
فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ
اَحَدٌ ۝ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ
اَحَدٌ ۝

ہاں ہاں جب زمین ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش کر
دی جائے اور تمہارے رب کا حکم آئے اور
فرشتے قطار قطار اور اس دن جہنم لائی جائے
اس دن آدمی سوچے گا اور اب سوچنے کا
وقت کہاں کہے گا ہائے کسی
طرح میں نے جیتے جی نیکی آگے
بھیجی ہوتی۔ تو اس دن اس کا سا عذاب کوئی
نہیں کرتا۔ اور اس کا سا باندھنا کوئی
نہیں باندھتا۔

(كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝) ہاں ہاں جب زمین ٹکرا ٹکرا پاش پاش کر دی جائے۔

(كَلَّآ) ہاں ہاں

ردع لهم کفار کے لیے بطریق وعید باز داشت ہے ان کاموں سے جن کا ذکر گزرا۔

(اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝) جب زمین ٹکرا ٹکرا پاش پاش کر دی جائے۔

والدك قال الخليل كسر الحائط والجبل ونحوها وتكريره للدلالة على الاستيعاب

اور "دك" خلیل کا قول ہے کہ دیواروں اور پہاڑیوں وغیرہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے یا توڑنے کو کہتے ہیں اور اس کی تکرار اس کے پیہم اور مسلسل ہونے پر دلالت کے لیے ہے

اى اذا دكت الارض دكا متتابعا حتى انكسر وذهب كل ما على وجهها من جبال وابنية وقصور وغيرها حين زلزلت المرة بعد المرة وصارت هباء منثورا

یعنی جب زمین بار بار ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائے گی یہاں تک کہ ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور اس پر پہاڑوں، عمارات اور محلات وغیرہ میں سے جو کچھ ہے سب مٹ جائے گا اس وقت زمین بار بار ہلائی جائے گی اور بکھرے ہوئے ذراتی غبار کی طرح ہو جائے گی

(وَّجَآءَ رَبُّكَ) اور تمہارے رب کا حکم آئے

قال منذر بن سعيد معناه ظهر سبحانه للخلق هنالك وليس ذلك بمجئ نقلة وكذلك مجئ الطامة والصاخة اس کے معانی میں منذر بن سعید کا قول ہے کہ اس وقت حق سبحانہ وتعالیٰ مخلوق کے لیے ظاہر ہوگا (تجلی فرمائے گا) لیکن اس قول پر کوئی نقل وسند نہیں اور یونہی بڑی مصیبت (نفخہ ثانیہ کے وقت جو ہوگا) اور ہولناک چنگھاڑ وغیرہ مراد لینا بھی صحیح نہیں ہے۔ ایک قول ہے کہ کلام تہویل کے لیے ہے اور مضاف محذوف ہے

اى وجاء امر ربك وقضاؤه سبحانه یعنی تیرے پروردگار کا حکم آئے گا اور حق سبحانہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ یہ آیت متشابہات میں سے ہے اور سلف وخلف اس میں زیادہ گفتگو نہیں کرتے اور اس کی مراد حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف ہی تفویض کرتے ہیں۔

(وَّالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝) اور فرشتے قطار قطار

(والملك) اى جنس الملك فيشمل جميع ملائكة السموات عليهم السلام

یہ فرشتوں کی جنس تو یہ تمام ملائکہ آسمانی علیہم السلام کو شامل ہے۔

(صَفًّا صَفًّا) ذوی صفوف فانہ قیل ینزل یوم القیامۃ ملائکۃ کل سماء فیصطفون صفا بعد صفا بحسب منازلھم ومراتبھم محدقین بالجن والانس
یعنی صف در صف اور کہا گیا ہے کہ ایسا یوم قیامت ہوگا اور سب آسمان کے فرشتے اپنے منازل اور مراتب کے مناسب ولائق قطاروں کی صورت اتریں گے اور جن وانس کو گھیرے ہوئے ہوں گے۔ ایک قول ہے صفا صفا سے مُراد ہے آسمانوں کے حساب سے جیسے پہلا دوسرا اتریں اور صف بستہ ہوتے جائیں گے۔

(وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَھَنَّمَ) اور اس دن جہنم لائی جائے گی۔

قیل ھو کقولہ تعالیٰ وبرزت الجحیم لمن یری علی ان یکون مجیئھا متجوزا بہ عن اظھارھا واخبرانہ علی حقیقتہ فقد اخرج مسلم والترمذی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤتی بجھنم یومئذ لھا سبعون الف زمام مع کل زمام سبعون الف ملک یجرونھا۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہ بھی اس قول الٰہی کی طرح ہے وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی اور جہنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کی جائے گی (النازعات) اس لئے کہ اس کا لانا اس کے ظاہر کرنے کی نسبت اس کے نافذ کرنے کے لیے ہوگا اور اس کا لایا جانا اور بھڑکنا حقیقتاً ہوگا۔ مسلم، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُس روز جہنم کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے اُسے کھینچتے (ہانکتے) ہوں گے۔ اور ایک روائت میں اتنا زیادہ ہے کہ پھر اس عرش کے بائیں جانب رکھا جائے گا اور وہ جوش وغضب میں ہوگی۔

(یَوْمَئِذٍ یَّتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ) اس دن آدمی سوچے گا۔

اذا دکت الارض سے بدل ہے مُراد اس دن جب زمین ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہوگی اور یتذکر بمعنی یتعظ ہے ای تیعظ بما یری من آثار قدرۃ اللہ عزوجل وعظیم عظمتہ تعالیٰ شانہ، یعنی اپنے گناہوں، تقصیروں اور نافرمانیوں کو خوب سمجھ لے گا جبکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت عظیمہ اور کمال شان اور اس کی قدرت کے نشانات عظمت کھلی آنکھوں سے دیکھ لے گا ایک قول ہے کہ اس روز معافی چاہے گا اور توبہ کرے گا۔

(وَاَنّٰی لَہُ الذِّکْرٰی ۝) اور اب اسے سوچنے کا وقت کہاں

ای ومن این تکون لہ الذکری وقد فات اوانھا

یعنی اور اب اس کے سوچنے کے لیے وقت کہاں سے ہوگا کہ وہ سوچنا جس کا کوئی فائدہ ہو وہ وقت وزمانہ تو گزر چکا یعنی سوچنے سمجھنے کا وقت تو دنیا کی زندگی تھی اور توبہ کرنے کا محل بھی وہی زندگی تھی اب جب وہ وقت گزر چکا اور قیامت قائم ہوگئی اور اب حقائق سے پردہ اٹھ چکا اور ہر شے سامنے نظر آرہی ہے تو ماننا اور توبہ کرنا عبث ہے کہ یہ دار الجزاء ہے دار العمل نہیں۔ اور ایمان بالغیب کا موقع ختم ہوگیا۔ اور اب کفار کی کوئی معذرت مفید نہیں۔

(یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ۝) کہے گا ہائے کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی بھیجی ہوتی۔

ای یا لیتنی قدمت وعملت اعمالا صالحۃ وقت حیاتی فی الدنیا لانتفع بھا الیوم

یعنی اے کاش میں اپنی دنیاوی زندگی کے وقت میں آخرت کے لیے نیک کام آگے بھیجتا تاکہ آج کے دن اس کا فائدہ پہنچتا۔

(فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَہٗ اَحَدٌ ۝) تو اس دن اس کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا۔

(فَیَوْمَئِذٍ) تو اس دن

ای یوم اذ یکون ما ذکر من الاحوال والاقوال یعنی اس روز جب ایسا ہوگا جیسا کہ احوال و اقوال کا ذکر گزرا۔

(لَا یُعَذِّبُ عَذَابَہٗ اَحَدٌ ۝) اس کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا

ای لا یعذب احد مثل عذابہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح کوئی کسی کو اس روز (قیامت کے دن) عذاب نہیں دے گا۔

(وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَہٗ اَحَدٌ ۝) اور اس کا سا باندھنا کوئی نہیں باندھنا

ای لا یعذب ولا یوثق احد من الزبانیۃ احدا من اھل النار مثل ما یعذبونہ ویوثقونہ کانہ اشد ھم عذابا ووثاقا۔ یعنی کوئی ایسا عذاب نہ کرے گا اور نہ ہی کوئی ایسا باندھنا باندھے گا جیسا کہ زبانیہ (عذاب کے فرشتے) اہل دوزخ (دوزخیوں) کو باندھیں اور عذاب کریں گے کیونکہ عذاب و بندش میں کوئی ان سے بڑھ کر شدید نہیں۔ کسائی اور یعقوب نے لا یعذب اور لا یوثق کے بصیغہ مجہول پڑھا ہے تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ اس روز عام کفار کو یا کسی کافر کو جیسا عذاب دیا جائے گا کسی اور کو نہ دیا ہوگا اور نہ ہی دیا جائے گا۔ مخصوص کافر سے مراد بعض

علماء کے نزدیک امیہ بن خلف ہے۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝

اے اطمینان والی جان۔ اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔

(يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝) اے اطمینان والی جان

نفس بمعنی ذات اور اطمینان کے ساتھ موصوف ہے یعنی مطمئنہ اس کی صفت ہے۔ مراد یہ ہے من اطمأن بالسداد وسكن اليها وذكر جو دنیا کی زندگی میں ایمان واطمینان کے ساتھ ٹھہرا رہا اور اس کے ذکر وطاعت میں مشغول رہا اس سے کہا جائے گا۔ گویا یقال محذوف ہے اور مومن کی حالت کے بیان کے لیے جملہ مستانفہ بصورت جواب ہے۔ ایک قول ہے کہ بوقت موت مومن سے یوں کہا جائے گا۔ ابی سے یاایتھا النفس الآمنۃ المطمئنۃ پڑھنا منقول ہے جس سے اس مطلب کی تائید ہوتی ہے جب صفات رذیلہ اور کدورات بشریہ کا ازالہ ہو جائے اور نفس تجلی صفات حسنہ سے متجلی ہو جائے اور ذکر الٰہی کے بغیر سکون نہ ملے تو یہی حلاوت وحقیقت ایمان ہے اور یہی نفس مطمئنہ آمنہ ہے۔

(ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ) اپنے رب کی طرف لوٹ۔

ای الی محل عنایۃ تعالٰی وموقف کرامتہ عزوجل لك اولا وھذا الاٰن للسعداء قبل الحساب کما یفھم من الاخبار موقتا فی المحشر مخصوصا یکرمھم اللہ تعالٰی بہ لایجدون فیہ مایجدہ غیرھم فی مواقفھم من النصب ومنہ ینادی الواحد بعد الواحد للحساب فمتی کان ھذا القول عند تمام الحساب اقتضی ان یکون المعنی اذکر۔

یعنی حق سبحانہ وتعالٰی کی عنایت ومہربانی کے مقام کی طرف اور پہلے اس موقف (ٹھہرنے کی جگہ) عزت وکرامت کی طرف جو تیرے لئے اللہ کریم نے بنایا ہے اور یہ اس لیے کہ سعادت مند لوگوں کے لیے حساب سے پہلے جیسا کہ اخبار واحادیث سے معلوم ہوتا ہے (سمجھ میں آتا ہے) محشر میں ایک خاص موقف ہو گا جس کے ساتھ اللہ ان نیک بختوں کی عزت وتکریم سے نوازے گا وہ اس میں وہ کچھ پائیں گے جو ان کے علاوہ کسی کو ان کے ٹھہرنے کے مقامات پر ٹھہرنے میں نہ ملے گا اور ان میں سے ایک ایک کر کے حساب کے لیے بلائے جائیں گے۔ تو یہ قول جب کہا جائے گا جب

کا ذکر گزرا۔

ختم ہو جائے گا اور یہی اقتضاء ہے ان معانی کا جن

(رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ٥) یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی

(رَاضِیَۃً) ای بما توتینہ من النعم التی لا تتناھی

یعنی ان نہ ختم ہونے والی نعمتوں کے ساتھ جو اللہ نے تمہیں عطا فرمائیں۔ موت کے ساتھ عالم قدس کی طرف اپنے پروردگار کے پاس لوٹ آ۔ دراصل یہ ارجعی ربک کی حالت کا بیان ہے اور ایک قول ہے کہ کہا جائے گا کہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ اور راضی ہو حساب کی خفت سے بچنے پر اور اعمال کی قبولیت پر۔ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کہا رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وبمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَبِیًّا وَّرَسُوْلًا وبالقرآن حَکَمًا وَّاِمَامًا

تو اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔

(مَّرْضِیَّۃً ٥) ای عند اللہ عزوجل

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کے پاس اور ایک قول ہے المراد راضیۃ عن ربک مرضیۃ عندہ مراد یہ ہے کہ اپنی پروردگار سے راضی اور اس کے پاس اس حال میں کہ اللہ تجھ سے راضی یہ بیان وحالت ترقی کے لیے ہے کہ ارشاد باری ہے ورضوان من اللہ اکبر یعنی سب سے اعلیٰ نعمت اللہ ہی کی رضا ہے اور مردان حق کا مقصود تو بس یہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ بھی اسے ملاقات محبوب رکھتا ہے جو اللہ کی لقاء کو محبوب رکھتا ہے۔ اور موت لقاء الٰہی سے پہلے آئے گی بایں وجہ اکثر علماء کا قول ہے کہ (ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ) اہلِ ایمان کو بوقت قبض روح (موت) ایسا کہا جائے گا۔

(فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ ٥) پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو

ای فی زمرۃ عبادی الصالحین المخلصین لی وانتظمی فی سلکھم وکونی فی جملتھم۔

یعنی میرے مخلص اور نیکوکار بندوں کے گروہ میں داخل ہو جنہوں نے اپنی راہوں میں میری فرماں برداری کا اہتمام رکھا تو ان پرہیزگاروں میں شامل ہو جاؤ۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ روز قیامت مومن روحوں سے انہیں ان کے اجسام میں لوٹتے وقت فرمایا جائے گا۔

(وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ٥) اور میری جنت میں آ

۔۔۔ یعنی پہلے ہر دو بار کے دو مقام جنت کی طرف اشارہ ہے۔
یہ جملہ ہر مطلب ہے اور سمل ہوئیں کر ہیں سے نیکوکار بندوں کے زمرہ میں داخل ہو کر بہرحال جنت میں آ۔
مقعد صدق سے جنت کے علم میں سعادت سے صحابہ کے حصول کی طرف اشارہ ہے جبکہ عند ملیک
مقتدر میں سعادت روحانیہ کی طرف اشارہ ہے۔ ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے روایت کی
ہے کہ اس آیت میں مومنوں کے لیے اچھی موت، اچھی بعث اور قیامت کے دن جنت کی بشارت
ہے۔ ہم نے تحریر میں جا بجا تسبیق ہے یعنی مری جنت تو اس کا اول ہے کہ مراد مخصوص جنت یا مشہوری
نزدیک ہے۔

الحمد للہ آج سورۃ القمر مکمل ہوئی
۲۷ اکتوبر ۱۹۹۴ء ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ

سورۃ البلد مکیۃ

اس سورۃ میں ایک رکوع، بیس آیتیں، بیاسی کلمات اور تین سو بیس حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ البلد پ ۳۰

مجھے اس شہر کی قسم۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝
کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو

وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝
اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝
کی کہ تم ہو۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝
بیشک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۝
کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت
نہ پائے گا۔

یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝
کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال فنا کردیا۔

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ۝
کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے نہ دیکھا

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝
کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں۔

وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۝
اور زبان اور دو ہونٹ۔

وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۝
اور اسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝
پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا۔

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝
اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے۔

فَكُّ رَقَبَةٍ ۝
کسی بندے کی گردن چھڑانا۔

اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝
یا بھوک کے دن کھانا دینا۔

یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝
رشتہ دار یتیم کو۔

اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝
یا خاک نشین مسکین کو۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا
بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝
پھر ہو ان سے جو ایمان لائے اور انہوں نے آپس
میں صبر کی وصیتیں کیں اور آپس میں
کیں۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝ — یہ داہنی طرف والے ہیں۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝ — اور جنہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا وہ بائیں طرف والے۔

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُؤْصَدَةٌ ۝ — ان پر آگ ہے کہ اس میں ڈال کر اوپر سے بند کردی گئی ہے۔

حل لغات سورۃ البلد پ ۳۰

لا۔ میں	اقسم۔ قسم کھاتا ہوں	بھذا۔ اس	البلد۔ شہر کی
و۔ اور	انت۔ تو	حل۔ اترا ہے	بھذا۔ اس
البلد۔ شہر میں	و۔ اور قسم ہے	والد۔ باپ کی	و۔ اور
ما جنکو	ولد۔ جنا	لقد۔ بیشک	خلقنا۔ پیدا کیا ہم نے
الانسان۔ انسان کو	فی۔ بیچ	کبد۔ مشقت کے	ا۔ کیا
یحسب۔ خیال کرتا ہے	ان۔ یہ کہ	لن۔ ہرگز نہ	یقدر۔ قادر ہوگا
علیہ۔ اس پر	احد۔ کوئی بھی	یقول۔ کہتا ہے	اھلکت۔ ہلاک کیا میں نے
مالا۔ مال	لبدا۔ ڈھیروں	ا۔ کیا	یحسب۔ سمجھتا ہے
ان۔ یہ کہ	لم۔ نہیں	یرہ۔ دیکھا	ہ۔ اس کو
احد۔ کسی نے	ا۔ کیا	لم۔ نہ	نجعل۔ بنائیں ہم نے
لہ۔ اسکی	عینین۔ دو آنکھیں	و۔ اور	لسانا۔ زبان
و۔ اور	شفتین۔ دو ہونٹ	و۔ اور	ھدینہ۔ راہ دکھائی اسکو ہم نے
النجدین۔ دو ابھری چیزوں کی	فلا۔ تو نہ	اقتحم۔ گھسا	العقبۃ۔ گھاٹی میں
و۔ اور	ما۔ کیا	ادرٰئک۔ جانے تو	ما۔ کیا ہے
العقبۃ۔ گھاٹی	فک۔ آزاد کرنا ہے	رقبۃ۔ گردن کا	او۔ یا
اطعام۔ کھانا کھلانا	فی۔ بیچ	یوم۔ دن	ذی مسغبۃ۔ بھوک
والے کے	یتیما۔ یتیم	ذا مقربۃ۔ رشتہ دار کو	
او۔ یا	مسکینا۔ مسکین	ذا متربۃ۔ خاک آلودہ کو	
ثم۔ پھر	کان۔ ہوا	من الذین۔ ان سے جو	امنوا۔ ایمان لائے
و۔ اور	تواصوا۔ وصیت کی	بالصبر۔ صبر کی	و۔ اور

تواصوا - وصیت کی بالمرحمۃ - مہربانی کی
جانب والے و - اور
بایٰتنا - ہماری آیتوں کا ھم - یہی ہیں
علیہم - ان پر نار - آگ ہے

اولٰئک - یہ لوگ ہیں اصحب المیمنۃ - دائیں
الذین - وہ جنہوں نے کفروا - کفر کیا
اصحب المشئمۃ - بائیں جانب والے
موصدۃ - بند کی گئی

سورت البلد

جمہور کے قول کے مطابق ساری سورۃ البلد مکیہ ہے اور بعض نے کہا ساری مدینہ ہے جب کہ بعض کا قول ہے کہ ابتدائی چار آیات چھوڑ کر بقیہ سورت مکی ہے اور مؤخر الذکر دونوں اقوال پر علماء نے "بھذا البلد" کے پیشِ نظر اس کے مدنی یا بعض مدنی ہونے کو تسلیم نہیں کیا اور زمخشری کا قول ہے کہ اس سورت کے مکی ہونے پر اجماع ہے اس سورت کی بیس آیات اور ایک ہے پچھلی سورت میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے مال کی حب، میراث کا مال ہڑپ کرنے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی رغبت تک نہ دلانے کا ذکر فرما کر کفار کی مذمت کی ہے جب کہ اس سورت میں صاحب مال لوگوں کے لیے مطلوب خصائل کا ذکر فرمایا ہے جیسے فَكُّ رَقَبَةٍ (گردن چھڑانا) اور اطعام فی یوم ذی مسغبۃ (بھوک کے دن کھانا دینا) اور پچھلی سورت میں نفس مطمئنہ کا تذکرہ ہے اور اس میں ان امور کا ذکر کیا ہے (جیسے صبر اور باہمی شفقت و مہربانی) جن سے اطمینان کا حصول ہوتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ بلد پ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝

مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ تم ہو۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝) مجھے اس شہر کی قسم

اقسم سبحانه بالبلد الحرام اعنی مكة فانه المراد بالمشار اليه۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے بلد الحرام یعنی مکۃ المکرمہ کی قسم یاد فرمائی ہے اور ھٰذا کے اشارہ سے واضح طور پر مکہ ہی مراد ہے۔ "لا" گو لفظاً زائد ہے لیکن قسم کو مؤکد کرنے کے لیے ہے۔

(وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝) کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

"اَنْتَ" سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور یہ جملہ ھذا البلد کا حال ہے اور قسم مقید ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔ مکان بھی معظم ہے اور مکین بھی معظم ہے لہٰذا مکہ کو وہ بڑی عظمت اصل ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں رہائش پذیر ہونا مکہ کی فضیلت میں زیادتی کا باعث ہے تو واضح ہو گیا کہ گو مکہ بالذات فضیلت والا ہے لیکن قسم مقید ہے تو معنی یہ ہوتے کہ مکین کی رونق افروزی نے مکہ کی عظمت بڑھادی۔ حلٌّ بمعنی مُسْتَحِلٌّ ہے یعنی تمہارا اس شہر سے نکالنا حلال جانا جائے گا۔ کما یستحل الصید فی غیر الحرم جیسے بیرونِ حرم شکار حلال سمجھا جاتا ہے شرجیل بن سعد سے تفسیر میں مروی ہے یحرمون ان یقتلوا بہ صیداً او یعضد وا شجرۃ ویستحلون اخراجك۔ وہ حرام ٹھہرائیں گے کہ مکہ میں کسی کا شکار کو مارا جائے اور وہاں کا کوئی پیڑ کاٹا جائے لیکن محبوب تمہارا نکالنا حلال جانیں گے تو گویا یہ پیشگی خبر بھی ہے ابنِ عباس سے مروی ہے وانت یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یحل لك ان تقاتل بہ اور اے محبوب آپ کے لیے اس شہر میں قتال حلال کیا جائے گا۔ یہ بھی آئندہ کی خبر ہے اور فتح مکہ کے روز مکہ کی حرمت حلال کی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے آسمان وزمین کی تخلیق کے روز ہی سے مکہ کو حرم قرار دیا تو وہ حرمت کی وجہ سے تا قیامت حرم ہے اور مجھ سے قبل یہاں کسی کے لیے قتال حلال نہ ہوا اور میرے لیے بھی صرف آج کے دن کی ایک ساعت اور اب یہ قیامت تک اللہ کے حکم کے مطابق حرم ہے اور یہاں کے شکار کو تنگ نکالا جائے اور نہ ہی اس شہر کے درخت جھاڑیاں وغیرہ کاٹی جائیں۔ اور نہ ہی یہاں کی گھاس کاٹی جائے البتہ اصحاب نے اذخر (گھاس کی ایک قسم) کا استثنیٰ کرا لیا۔ ترمذی نے عبداللہ بن عدی سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے مکہ بخدا تو سب سے برتر زمین ہے اور اللہ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب ہے اگر مجھے تجھ سے نہ نکالتے تو میں یہاں سے ہرگز نہ نکلتا۔

(وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝) اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ تم ہو۔

ھذا البلد المقسم بہ (مکہ مکرمہ) پر عطف ہے اور "وَالِدٍ" سے مراد آدم علیہ السلام اور "وَلَدَ" سے مراد آدم علیہ السلام کی جمیع اولاد ہے جیسا کہ حاکم نے تخریج کی ہے اور اس کی بطریق مجاہد جو ابنِ عباس سے روایت کرتے ہیں تصحیح کی ہے۔ ایک قول ہے المراد آدم علیہ السلام والصالحون من ذریتہ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے صالحین لوگ مراد ہیں۔

ایک قول ہے کہ مُراد نوح علیہ السلام اور ان کی ذریت ہے ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابی عمران سے روایت کی ہے، انما ابراھیم علیہ السلام وجمیع ولدہ ان دونوں" والد اور ولد" سے مُراد ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد ہے۔ ایک قول ہے مُراد والد سے ابراہیم علیہ السلام اور ولد سے مُراد حضرت اسماعیل علیہ السلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مُراد ہیں۔ ماوردی کا قول ہے کہ احتمال ہے کہ والد سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ولد سے مُراد آپ کی امت ہو۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝ بے شک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

ای فی تعب ومشقۃ فانہ لایزال یقاسی فنون الشدائد من وقت نفخ الروح الی حین نزعھا وما وراءہ۔ یعنی ہم نے ہر انسان کو دکھ تکلیف اور مشقت میں پیدا کیا اور اس کی یہ تکلیفیں، دکھ اور دشواریاں شکم مادر میں روح کے پڑنے کے وقت سے لے کر روح کے نکلنے تک بلکہ اس سے آگے تک بھی ختم نہیں ہوتیں۔ کَبَدٌ کے معنی دُکھ اور دشواری کے ہیں اور الانسان میں لام جنسی ہے یعنی ہر انسان، ابنِ عباس اور قتادہ سے یہی تفسیر منقول ہے ایک قول یہ ہے کَبَدٌ سے مراد ہے شکم مادر کی تاریکی میں بصورت حمل رہے، بوقت ولادت تکلیف سے دوچار ہو اور شیر خوارگی اور اس کے چھوڑنے کی مشقت جھیلے، کسب معاش اور زندگی دوڑ کی کشمکش اور مشقت سے گزرے۔

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت نہ پائے گا۔

(اَيَحْسَبُ) کیا آدمی یہ سمجھتا ہے۔

اَيَحْسَبُ کا فاعل الانسان ہے یا جنس انسان مراد ہے اور ضمیر اسی کی طرف راجع ہے اور الانسان سے مُراد ابو الاشد اسید بن کلدۃ الجمحی یا ولید بن مغیرہ یا ابوجہل بن ہشام یا حرث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف ہے جب کہ ایک قول ہے کہ مُراد عمرو بن عبدود ہے یا مراد اسی قماش کے سبھی کفار ہیں اور آیت کے اسباب نزول میں ہے کہ اسید بن کلدہ کے حق میں اتری جو بڑا قوی اور زور آور تھا اور اس کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ چمڑا اپنے پاؤں کے نیچے دبا لیتا تھا اور دس دس آدمی اس کو مل کر کھینچتے چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا لیکن جس ٹکڑے پر لنگر ڈالتا وہ ہرگز نہ نکال سکتے۔ استفہام زجر کے لیے ہے کہ یہ شخص یا مذکورہ سارے کفار اپنی قوت پر مغرور ہو کر اہلِ ایمان

کو کمزور وضعیف اور بے اثر گمان رکھتے ہیں۔

اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۝ کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت حیائے گا۔

ای علی الانتقام منہ یعنی اس کا گمان ہے کہ کوئی بھی اس سے بدلہ لینے کی قدرت نہیں رکھتا اور وہ لشہٗ قوت میں مدہوش قدرت الٰہی سے بے خبر ہے اُس کو ایسا خیال نہ رکھنا چاہیئے گی تنبیہ ہے احدٌ نکرہ ہے اور نفی کے بعد اس کا ذکر مفید عموم ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ یہ گمان رکھتا ہے کہ شائد اسی پر عذاب کے فرشتے قابو نہ پاسکیں گے یا معاذ اللہ بھی اس سے بدلہ کی قوت نہیں رکھتا اور وہ کس قدر بے خبر اور قیامت کا کس شدت سے منکر ہے۔

یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال فنا کر دیا۔

مذکورہ شخص کی حالت کا بیان ہے لُبَدٌ جمع ہے لُبْدَةٌ کی جس کے معنی کثیر مال کے ہیں ای کثیرا من تلبد الشی اذا اجتمع یعنی کسی شے کا جوڑ جوڑ کر جمع ہو کر بہت زیادہ ہونا ای یقول ذلك وقت الاغترار فخرا ومباهاة وتعظما علی المومنین واراد بذلك ما انفقه ریاء یعنی ایسا کہتا ہے فخر و بڑائی اور دکھاوے کے اظہار کے لیے اور مؤمنین کی مخالفت میں کفار پر اپنی برتری ظاہر کرنے کے لیے اور اس خرچ سے اس کی نیت ریا اور دکھلاوا ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ وہ کفار پر برتری جتلانے کے لیے کہتا ہے کہ میں نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت و مخالفت میں لوگوں پر بہت مال خرچ کیا ہے کہ وہ اس مال کے بدلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہنچائیں اور دکھ دیں۔ ایک قول ہے کہ اس کا یہ قول اس وقت یعنی روز قیامت کے روز بوقت انتقام دہرایا جائے گا اور انفاق (خرچ) کو اہلاک سے تعبیر کرنے سے مُراد یہ ہے انہ لم ینفعہ یومئذ کہ اس روز اُسے یہ خرچ ہرگز نفع نہ دے گا بلکہ ہلاکت کا باعث ہوگا۔

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے یہ دیکھا۔

ای حین کان ینفق ما ینفق رئاء الناس او حرصا علی معاداته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی ان اللہ تعالیٰ کان یراہ۔ یعنی جب وہ مال خرچ کرتا تھا اور جو کچھ لوگوں کے دکھلاوے کے لیے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور مخالفت کی طمع میں خرچ کرتا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُسے ضرور دیکھتا تھا اور وہ اس سے ضرور بازپرس کرے گا۔ حدیث شریف میں ہے

لاتزول قدم العبد یوم القیامة حتی یسأل عن اربع عن عمره فیما افناه وعن ماله من این جمعه وفیما انفقه وعن علمه ماذا عمل به بروز قیامت کوئی شخص بھی اپنے دونوں قدم نہ اٹھا سکے گا یہاں تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اس نے اپنی عمر کس طرح بسر کی اور اس نے مال کہاں کہاں سے جمع کیا اور کس طرح اور کہاں خرچ کیا اور اس نے جو علم حاصل کیا اس کے مطابق کیونکر عمل کیا۔ کلبی کا قول ہے ان هذا القائل کان کاذبا لم ینفق شیئا فقال تعالیٰ ایحسب ان الله تعالیٰ ما رأی ذلك منه فعل او لم یفعل انفق او لم ینفق۔ اس قول کا قائل اسید بن کلدہ بہت بڑا جھوٹا تھا اور اس نے کچھ خرچ نہ کیا تھا تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کو نہیں دیکھا کہ اس نے ایسا کیا تھا یا نہ کیا تھا خرچ کیا تھا نہ ہرگز خرچ نہ کیا تھا۔ اس میں مزید زجر و تہدید ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝	کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں
وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۝	اور زبان اور دو ہونٹ
وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۝	اور اسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی
فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝	پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا۔
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝	اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے۔

(اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝) کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں۔

یبصر بهما۔ یعنی کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں جن کے ساتھ وہ دیکھتا ہے یہ نعمتوں کا ذکر قدرت الٰہیہ کے ثبوت و اظہار کے لیے ہے تاکہ منکروں کو اقرار کی رغبت ہو اور عبرت بھی حاصل ہو۔

(وَلِسَانًا) اور زبان

یفصح به عما فی ضمیره ۝

جس سے وہ اپنے ضمیر کی بات کا اظہار کرتا ہے یا دل کی بات بیان کرتا ہے یا بولتا ہے

(وَّشَفَتَیْنِ ۝) اور دو ہونٹ

یستر بهما فاه ویستعین بهما علی النطق والاکل والشرب والنفخ

یعنی ان دونوں ہونٹوں کے ساتھ اپنے منہ کو ڈھانپتا ہے اور ان دونوں کے ساتھ بو[لنے]

اور کملے پینے اور پھونکنے وغیرہ میں مدد لیتا ہے۔

(وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝) اور اُسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی۔

ای طریق الخیر والشر کما اخرجہ الحاکم وصححہ والطبرانی وغیرھما عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

یعنی اچھائی اور برائی کا راستہ جیسا کہ حاکم نے تخریج وتصحیح کی اور طبرانی کے علاوہ دیگر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ اور النجد مفرد ہے اور اس کے معنی الطریق المرتفع مشہور ہیں یعنی ابھرا ہُوا (اونچا یا بلند) راستہ امراؤ القیس کہتا ہے ؎

فریقان منھم جازع بطن نخلۃ و اٰخر منھم قاطع نجد کبکب

دو گروہ ہیں اُن میں سے ایک نے بطن نخلہ (کھجوروں والی وادی) کے ایک حصہ کو چھوڑ دیا اور ان میں سے دوسرا بلند راستہ کو چھوڑ کر ادھر ادھر بکھر گیا۔

اور نجد کا نام بھی اس کی سطح مرتفع کے لحاظ سے ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہم نے انسان کے لیے نجات کا راستہ اور ہلاک کا راستہ واضح کر دیا ابن جریر نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے انھما الثدیان کہ دونوں ابھری ہوئی چیزوں سے مُراد ماں کی چھاتیاں ہیں جن سے بچہ پیدا ہونے کے بعد دودھ پیتا ہے۔

(فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝) پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا

الاقتحام الدخول بسرعۃ وضغط وشدۃ۔ اقتحام کے معنی ہیں کہ تیزی کے ساتھ داخل ہونا دباؤ اور سختی، والعقبۃ الطریق الوعر فی الجبل اور عقبہ پہاڑ میں ناہموار اور دشوار گزار راستے کو کہتے ہیں۔ اور یہاں بطور استعارہ ہے اور اس کی تفسیر اعمال شاقہ اور اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ و درجہ کاموں سے کی گئی ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ اس نے (ابو الاشد) اپنا مال اطاعت الٰہی میں کیوں نہ خرچ کیا کہ اُس کے ذریعہ اوامر و نواہی اور اطاعت کی دشوار گزار گھاٹی طے کر لیتا اور نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا اور یہ امر اس کے لیے باعث خیر و نجات ہوتا اور اقتحام العقبہ فرمانے میں اشارہ ہے کہ اطاعت کا راستہ بہت دشوار اور نفس پر انتہائی شاق ہے۔ اسی لیے اُسے عقبہ سے تعبیر فرمایا۔ ابنِ زید کا قول ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے پھر وہ کیوں نجات و کامرانی کے راستہ پر نہیں چلتا اور ناشکری کیوں کرتا ہے اور اپنی خواہش نفس کا اتباع کیوں کرتا ہے۔

وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے۔

ای ای شی ما ملمك ماھی تعظیم لشان العقبۃ المفسرۃ۔
یعنی تمہیں کیا معلوم کہ کونسی شئے عقبہ جس کی تفسیر اور بر گزری کی عظمت شان کے لائق ہے یعنی
کی صعوبتیں سختیاں اور دشواریاں کیا ہیں اور پھر ان کے ثواب و ثمرات کیا ہیں۔ پھر آگے خود ہی ارشاد باری
میں صراحت ہے۔

فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ — کسی بندے کی گردن چھڑانا
اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝ — یا بھوک کے دن کھانا دینا
یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ — رشتہ دار یتیم کو
اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ — یا خاک نشین مسکین کو

(فَكُّ رَقَبَةٍ ۝) کسی بندے کی گردن چھڑانا
فَكُّ مصدر ہے والفك تخلیص شئ من شئ اور فک کے معنی ہیں کسی چیز کا کسی چیز
سے چھڑانا یا خلاصی کرانا ایک قول ہے کہ فك رقبۃ سے مراد ہے الاعتاق کسی غلام کو آزاد کرانا
کرنا ہے۔ امام احمد، ابن حبان، ابن مردویہ اور بیہقی نے براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
کہ ایک اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے ارشاد
فرمایا اعتق النسمۃ وفك الرقبۃ غلام آزاد کر دیا کسی کی گلو خلاصی کرا دو اس نے عرض کیا
یہ دونوں باتیں تو ایک ہی ہیں ارشاد فرمایا غلام آزاد کرنا یہ ہے کہ تم خود اکیلے غلام آزاد کرو اور فك
الرقبۃ (گلو خلاصی) سے مراد ہے کہ کسی غلام کی آزادی میں مدد کرو۔ ایک قول ہے کہ فك
الرقبۃ سے مراد اعطاء المکاتب مایصرفہ فی جهۃ فکاك نفسہ۔ یعنی مکاتب غلام
اتنا مال دینا جس سے وہ اپنے نفس کے لیے آزادی حاصل کرسکے۔

ایک قول ہے کہ توبہ اور اعمال صالحہ اختیار کرکے ان کے ذریعہ خود کو عذاب آخرت سے
چھڑائے کذا فی روح البیان۔ ایک قول ہے کہ کسی قیدی یا مقروض کو قرض یا قید سے
رہائی دلانے کے لیے خرچ کرنا یا مدد کرنا۔ بخاری و مسلم، احمد اور ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت
کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من اعتق رقبۃ مؤمنۃ اعتق اللہ
بکل عضو منہا عضوا منہ من النار حتی الفرج بالفرج جس شخص نے مسلمان غلام کو
آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے اس آزاد کرنے والے ہر عضو کو دوزخ سے
آزاد کرے گا یہاں تک کہ شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

Scanned with CamScanner

غلام کی آزادی (فک الرقبۃ) صدقہ سے افضل ہے جب کہ صاحبین کے نزدیک صدقہ افضل ہے جب کہ زیر نظر آیت امام کے قول کی مؤید ہے اس لیے کہ فک الرقبۃ کو الاطعام پر تقدیم ہے اور امام شعبی رضی اللہ عنہ سے بھی یونہی منقول ہے۔

(اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَۃٍ ۝) یا بھوک کے دن کھانا دینا

مَسۡغَبَۃٍ مصدر میمی بمعنی السغب ہے (بھوکا ہونا) اور ابوحیان کا قول ہے وھو الجوع العام اور وہ عام طور پر بھوکا ہونا ہے اور اہلِ عرب بولتے ہیں سغب الرجل اذا جاع آدمی محتاج ہو گیا جب وہ بھوکا ہوا راغب کا قول ہے ھو الجوع مع التعب مراد بھوک ہے تنگی کے ساتھ (سخت بھوک) جبکہ ابنِ عباس سے مروی ہے کہ بلاقید بھوک ہی مراد ہے۔ اور فی یوم سے مراد وہ وقت ہے جس میں ایسی حالت (بھوک کی شدت) ہو اور یوم کی طرف نسبت مجازی ہے وگرنہ دن بھوکا نہیں ہوتا اور فی ظرفیہ ہے اور اس کیفیت کو کسی بھی وقت کے ساتھ ظاہر کر رہا ہے جب کہ یوم نکرہ ہے اور عام حالت بھوک کی طرف مشیر ہے۔ مراد یہ ہے کہ قحط اور گرانی کے وقت یا جب کوئی شخص سخت بھوکا ہو اور سخت محتاجی کی حالت میں ہو تو اسے کھانا کھلایئے۔ اور ان حالات میں کھلانا نفس پر خاصا دشوار ہوتا ہے کھانا کھلانا بہترین اعمال میں سے ہے شیخین نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ای الاسلام خیر اسلام کی کون سی بات (فضل و شرف، ثواب و برکت اور قرب الٰہی کے لحاظ سے) خیر ہے تو ارشاد فرمایا تطعم الطعام وتقرئ السلام علی من عرفت وعلی من لم تعرف۔ کہ تو کھانا کھلائے اور سلام کہے اس پر جسے جانتا ہے یا نہیں جانتا ہے۔ اور شیخین سے ایک اور روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا اطعموا الجائع وعودوا المریض وفکوا العانی بھوکوں کو کھلاؤ، مریضوں کی عیادت کرو اور غلاموں یا اسیروں یا مقروضوں کی گردنیں چھڑاؤ۔

(یَّتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَۃٍ ۝) رشتہ دار یتیم کو

ای قرابۃ فھو مصدر میمی ایضا من قرب فی النسب

یعنی رشتہ دار اور مَقۡرَبَۃٍ مصدر میمی بھی ہے اور اس کے معنی ہیں وہ شخص جو نسب میں قریب ہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قریبی رشتہ داروں میں اگر یتیم ہو تو اسے کھانا کھلائے یا اس کی مدد کرے۔ ایک قول ہے کہ قرابت نسبی خاص نہیں بلکہ یہ اس کو بھی شامل جو قراب و جوار میں رہتا ہو۔

(اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ٥) یا خاک نشین مسکین کو۔

"مَتْرَبَۃ" مصدر میمی ہے اس افتقار یعنی محتاج ہوا۔ ابن عباس سے مروی ہے هو الذی یخرج من بیته ثم یقلب وجهه الیه مستیقنا انه لیس فیه الا التراب مراد وہ مسکین شخص ہے جو اپنے گھر سے نکلے پھر اس کی طرف لوٹ آئے اس یقین کے ساتھ کہ اس کے لیے وہاں بجز فقیری و محتاجی کے کچھ نہیں۔ ایک قول ہے کہ ایسا شخص جو نہایت تنگدست اور درماندہ ہو نہ اس کے پاس اوڑھنے کو ہو نہ بچھانے اور محتاجی کی وجہ سے خاک نشین ہو۔ حدیث شریف میں ہے یتیموں اور مسکینوں کی مدد کرنے والا راہِ خدا میں جہاد کرنے والے اور قائم اللیل اور صائم الدھر کی مانند ہے۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ٥	پھر ہو اُن سے جو ایمان لائے اور انہوں نے آپس میں صبر کی وصیتیں کیں اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کیں۔

(ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) پھر ہو اُن سے جو ایمان لائے۔

فانه عطف على المنفى اعنى اقتحم فكانه قيل فلا اقتحم ولا امن ولا يلزم منه كون الايمان غير داخل فى مفهوم العقبة لانه يكفى فى صحة العطف والتكرار كونه جزءًا اشرف تخص بالذكر عطفا فجاءت صورة التكرار ضرورة اذ الحمل على غير ذلك مفسد للمعنى۔

ثُمَّ نفی کے تحت "اقتحم" پر عطف ہے تو گویا یہ کہا جا رہا ہے پھر بے تامل گھاٹی میں کودا اور نہ ہی ایمان لایا اور اس سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ ایمان "العقبۃ" کے مفہوم میں داخل نہ ہو کیونکہ عطف کی صحت کے لیے یہی کافی ہے اور تکرار ہو سکتا ہے اس کا جزو ہو جو عطف کے ذکر کے ساتھ تخصیص شرف کے لیے ہو اور عطف ضرورتاً بصورت تکرار آیا ہو کیونکہ جب اس کا حمل اس کے علاوہ پر ہو تو معنی کے لیے مفسد ہوتا ہے اور واضح مفہوم یہ ہے کہ فك رقبة اوا طعام فی یوم ذی مسغبة یتيما ذا مقربة او مسكينا ذا متربة" یہ سارے اعمال جب ہی قبول ہوں گے کہ ان کا کرنے والا دولت ایمان سے مالا مال ہو اور ایمان کے بغیر سب اچھی باتیں اور اچھے اعمال مفید نہیں اور نہ ہی آخرت میں اجر و ثواب کا باعث ہوں گے بلکہ محض بیکار رہیں اور سعی لاحاصل ہیں۔ اور تمام اطاعتوں کا نفع ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔ سوال

پیدا ہوتا ہے" ثم" کا عطف تراخی زمانی کے لیے آتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان بنیاد ہے اور عمل پر فوقیت رکھتا ہے اور اس پر تعمیر اور جب بنا ہی مفقود ہو تو عمل کی کیا حیثیت ہے اور ایمان سے کیونکہ مقدم ہوگا اور عمل کے ذکر میں ایمان داخل ہے اور سبب ہے نجات اخروی اور قبول اعمال کا۔ لہذا ایمان کے بغیر نیک اعمال سعی لاحاصل اور آخرت میں ان کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تو اعمال کا ایمان سے قبل ذکر کرنا عطف علی المنفی کے طور پر ہے یا پھر استفہام محذوف ہے جیسے کہا جائے أفلا اقتحم اور ابن زید سے یونہی منقول ہے ایک قول ہے لا تخفف ہے شائد لا تخصیص کے لیے جیسے کہ گویا کہا جا رہا ہے فهلا اقتحم العقبة۔

(وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) اور انہوں نے آپس میں صبر کی وصیتیں کیں۔

"اٰمَنُوا" پر عطف ہے ای اوصی بعضهم بعضا بالصبر على الايمان والثبات عليه او بذلك والصبر على الطاعات او بهوا الصبر عن المعاصى وعلى المحن التى يبتلى بها الانسان۔

یعنی انہوں (مومنین نے) میں سے بعض کو ایمان پر صبر اور ایمان پر ثابت قدم رہنے کی تلقین و وصیت کی یا پھر اس کے ساتھ اللہ کی فرمان برداری کے کاموں کی نصیحت کی یا گناہوں سے باز رہنے کی پابندی پر صبر یا پھر اُن مصیبتوں اور تکلیفوں پر جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے برداشت و صبر کی ہدایت کی۔

(وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝) اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کیں۔

ای بالرحمة على عباده عزوجل ومن ذلك الامر بالمعروف والنهى عن المنكر او تواصوا باسباب رحمة الله تعالىٰ وما يؤدى اليها من الخيرات على ان المرحمة مجاز عن سببها او الكلام على تقدير مضاف وذكر ان تواصوا بالصبر اشارة الى تعظيم امر الله تعالىٰ و تواصوا بالمرحمه اشارة الى الشفقة على خلق الله تعالىٰ وهما اصلان عليهما مدار الطاعة وهو الذى قاله بعض المحققين الاصل فى التصوف امران صدق مع الحق وخلق مع الخلق۔

یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کے بندوں پر رحم کرنے کی وصیت کی اور اسی میں سے ایک امر بالمعروف (بھلائی کا حکم) اور نھی عن المنکر (برائیوں سے روکنا ہے) یا پھر ان اسباب کی وصیت کی جو رحمت الہیہ کے حصول کا باعث ہیں اور جن کے ذریعہ بھلائی و نیکی کے کاموں پر تائید ہوتی ہے

کیونکہ "رحمت" ان کے اسباب سے مجاز ہے یا پھر کلام بر تقدیر مضاف ہے اور " تواصوا بالصبر" کے ذکر سے امر الٰہی کی تعظیم پر اشارہ ہے اور " تواصوا بالمرحمۃ " سے اللہ کی مخلوق پر شفقت ورحمت کی طرف اشارہ ہے اور یہ دونوں امور اصل ہیں جن پر طاعت کا مدار ہے (انحصار ہے) اور یہی وہ امر ہے جس کی طرف بعض محققین کا ارشاد ہے کہ تصوف کی اصل دو امر ہیں (چیزیں ہیں) حق کے ساتھ سچائی اور مخلوق کے ساتھ نیک برتاؤ۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝ یہی داہنی طرف والے ہیں۔

ای اولئک الموصوفون بالنعوت الجلیلۃ المذکورۃ وھو الی جھۃ الیمین التی فیھا السعداء۔ اولئک ارشاد ہے یعنی یہ وہی لوگ ہیں جو اوپر ذکر کی گئی تعریفوں اور خوبیوں کے ساتھ متصف ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو داہنی جانب والے سعادت مندوں میں سے ہوں گے۔ ایک قول ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اعمالنامے دائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے۔ اور یہ لوگ عرش کی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہوں گے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ اور جنہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا وہ
أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝ بائیں طرف والے

(وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا) اور جنہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا۔

بما نصبناہ دلیلا علی الحق من کتاب وحجۃ او بالقرآن۔

اور جن لوگوں نے کتاب اور حق پر مبنی ہمارے دلائل کو اور حجت عقلیہ کو نہ مانا یا قرآن کا انکار کیا حق وصداقت کے دلائل کا مخزن ہے۔

(هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝) وہ بائیں طرف والے۔

ای جھۃ الشمال التی فیھا الاشقیاء

یعنی بائیں طرف ہوں گے جس میں بدبخت اور فساق وفجار ہوں گے یا وہ لوگ جنہیں ان کے اعمالنامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ عرش کی بائیں جانب سے دوزخ میں داخل کئے جائیں گے۔

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝ ان پر آگ ہے کہ اس میں ڈال کر اوپر سے بند کر دی گئی۔

مطبقۃ من آصدت الباب اذا اغلقتہ واطبقتہ۔

یوں کہ نارِ جہنم کے طبقات میں بند کئے جائیں گے اور دروازے مقفل کر دیئے جائیں گے کہ نہ باہر سے ہوا آسکے اور نہ ہی اندر سے دھواں باہر نکلے اور دروازوں کی بندش اور مقفل کرنا تشدید عذاب کے لیے ہوگا۔ کفار کے لیے ایسے عذاب کی وعید صراحت کے ساتھ کر دی گئی ہے اور اہل ایمان کے ذکر میں صراحت نہیں فرمائی جو اہل ایمان کے لیے باعث تسکین ہے اور ان کی عظمت پر دلالت کر رہا ہے۔

الحمد للہ آج سورت البلد کا تفسیری مرحلہ تمام ہوا۔
۱۷ رجمادی الاخریٰ سنہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۹۴ء

رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا	دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر وہ بستی برابر کر دی۔
وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا	اور اس کے پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں۔

حل لغات سورۃ الشمس پ۳۰

و۔قسم ہے	الشمس۔سورج کی	و۔اور	ضحہا۔اسکی روشنی کی
و۔اور	القمر۔چاند کی	اذا۔جب	تلہا۔اسکے پیچھے آئے
و۔اور	النہار۔دن کی	اذا۔جب	جلہا۔اسے چمکائے
و۔اور	الیل۔رات کی	اذا۔جب	یغشہا۔اسکو ڈھانپے
و۔اور	السماء۔آسمان کی	و۔اور	ما۔جس نے
بنہا۔اسکو بنایا	و۔اور	الارض۔زمین کی	و۔اور
ما۔جس نے	طحہا۔اسکو بچھایا	و۔اور	نفس۔جان کی
و۔اور	ما۔جس نے	سوہا۔اسے برابر کیا	فالہمہا۔پھر الہام کیا اسکو
فجور۔گناہ	ھا۔اس کا	و۔اور	تقوہا۔نیکی اسکی
قد۔بیشک	افلح۔کامیاب ہوا	من۔جس نے	زکہا۔اسکو پاک رکھا
و۔اور	قد۔بیشک	خاب۔نامراد ہوا	من۔جس نے
دسہا۔اسے گندا کردیا	کذبت۔جھٹلایا	ثمود۔ثمود نے	بطغوىہا۔اپنی سرکشی سے
اذ۔جبکہ	انبعث۔اٹھا	اشقہا۔بڑا بدبخت اس کا	فقال۔تو کہا
لہم۔ان کو	رسول۔رسول	اللہ۔خدا نے	ناقۃ۔بچو ناقہ
اللہ۔الٰہی سے	و۔اور	سقیہا۔اسکے پینے سے	فکذبوہ۔تو جھٹلایا انہوں نے
ک۔اس کو	فعقروہ۔تو کونچیں کاٹیں	ھا۔اس کی	فدمدم۔پھر تباہی مچادی
علیہم۔ان پر	ربہم۔ان کے رب نے	بذنبہم۔انکے گناہ کے سبب	فسوہا۔پھر برابر کیا اسکو
و۔اور	لا۔نہ	یخاف۔ڈرا	عقبہا۔انجام سے

[illegible] — تو مصیبت ڈالی ان پر انکے رب نے ان کے گناہوں کے سبب پھر وہ مصیبت سب پر برابر کر دی۔

[illegible] — اور اسے اس کے پیچھا کرنے والے کا خوف نہیں۔

حل لغات سورۃ الشمس پ ۳۰

[illegible]	قسم ہے سورج کی	و - اور	ضحها - اسکی روشنی کی
[illegible]	القمر چاند کی	اذا - جب	تلها - اسکے پیچھے آئے
[illegible]	[illegible]	اذا - جب	جلها - اسے چمکائے
[illegible]	[illegible]	اذا - جب	یغشها - اسکو ڈھانپے
[illegible]	[illegible]	و - اور	ما - جس نے
[illegible]	[illegible]	الارض - زمین کی	و - اور
[illegible]	[illegible]	و - اور	نفس - جان کی
[illegible]	[illegible]	سوها - اسے برابر کیا	فالهمها - پھر الہام کیا اسکو
[illegible]	[illegible]	و - اور	تقوها - نیکی اسکی
[illegible]	[illegible]	من - جس نے	زکها - اسکو پاک رکھا
[illegible]	[illegible]	خاب - نامراد ہوا	من - جس نے
[illegible]	[illegible]	ثمود - ثمود نے	بطغوها - اپنی سرکشی سے
[illegible]	[illegible]	اشقها - بڑا بدبخت اس کا	فقال - تو کہا
[illegible]	[illegible]	الله - خدا نے	ناقة - بچی ناقہ
[illegible]	[illegible]	سقیها - اسکے پینے سے	فکذبوه - تو جھٹلایا انہوں نے
[illegible]	[illegible]	ها - اس کی	فدمدم - پھر تباہی مچاوی
[illegible]	[illegible]	بذنبهم - انکے گناہوں کے سبب	فسوها - پھر برابر کیا اسکو
[illegible]	[illegible]	یخاف - ڈرا	عقبها - انجام سے

سورت الشمس

سورت الشمس مکی ہے اور اس میں ایک رکوع اور پندرہ آیات ہیں گذشتہ سورت کا اختتام اصحب المیمنہ اور اصحب المشئمہ کے ذکر پر ہوا جبکہ اس سورت کے آغاز میں دونوں فریقین کے احوال وانجام کے حوالے سے تذکرہ ہے قد افلح من تزکی و قد خاب من دسھا اور وھدنیا ہ النجدین کی طرح بیان ہے پچھلی سورت میں کفار کی حالت آخر کے ذکر پر ختم فرمایا ہے جبکہ اس سورت میں دنیاوی زندگی کے احوال وانجام کا تذکرہ ہے اور یہی مناسبت ہے جو دونوں سورتوں کے مضامین سے واضح ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الشمس پ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہ
وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ہ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ہ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ہ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ہ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ہ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ہ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ہ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ہ

سورج اور اس کی روشنی کی قسم۔ اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے اور دن کی جب اسے چمکائے۔ اور رات کی جب اسے چھپائے اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم۔ اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔

(وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ہ) سورج اور اس کی روشنی کی قسم

أی ضوءھا کما اخرجہ حاکم وصححہ عن ابن عباس والمراد اذا أشرقت وقام سلطانھا۔

یعنی سورج کی روشنی کی قسم جیسا کہ حاکم نے تبصیح ابن عباس سے روایت کی ہے اور مراد ہے جب

آفتاب چمک اٹھے (جگمگا اٹھے) اور بڑے پینے والے پیالے کی طرح ہو جائے (یا بلحاظ چمک اور روشنی غالب ہو جائے) المبرد سے منقول ہے ان الضحی مشتق من الضح وھو نور الشمس ضُحی ضحؔ سے مشتق ہے اور وہ سورج کا نور (روشنی) ہے اور الف مقلوبہ ہے جائے ثانیہ سے مقاتل کا قول ہے ان ضحاھا حرھا اس کی روشنی (سورج) اس کی گرمی ہے اور مقاتل کا یہ قول تفسیر لازم کے اعتبار سے ہے اور مقاتل سے یہ بھی مروی ہے المراد النھار کلہ اور اس سے مُراد پورا دن ہے۔

(وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا ۝) اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے۔

أی تبعھا فقیل باعتبار طلوعہ وطلوعھا

یعنی چاند کی قسم جب سورج کے پیچھے آئے ایسا سورج کے طلوع اور چاند کے طلوع کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد ہے کہ جب غروب آفتاب کے بعد طلوع ہو اور ایسا مہینہ کے دور اوّل (پہلے پندرھواڑے) میں ہوتا ہے حسن اور فراء کا قول ہے جیسا کہ بحر میں ہے ای تبعھا فی کل وقت چاند ہمیشہ (ہر وقت) سورج کے پیچھے ہی آتا ہے۔

لانہ یستعیٔ منھا فھو یتلوھا لذلک کیونکہ چاند سورج کے نور سے منور روشن ہوتا ہے تو وہ اس وجہ سے اس کے پیچھے آتا ہے گو بعض نے اس سے انکار بھی کیا ہے۔

(وَالنَّھَارِ اِذَا جَلّٰھَا ۝) اور دن کی جب اسے چمکائے

ای جلی النھار الشمس ای اظھر فانما تنجلی وتظھر اذا ینبسط النھار

یعنی دن کی قسم جب سورج اُسے روشن کرے یعنی جب سورج خوب ظاہر خوب ہوتا ہے تو اس سے روشنی یا چمک پھیل جاتی ہے اور دن خوب روشن ہو جاتا ہے ضمیر (ھا) کا مرجع مذکور نہیں تو اس سے تاریکی یا زمین یا دنیا مُراد ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد یہ ہے کہ جب دن دنیا یا زمین کو روشن کر دے یا مراد ہے کہ جب رات کی تاریکی دور ہو جائے۔

(وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰھَا ۝) اور رات کی جب اُسے چھپالے۔

ای الشمس فیغطی ضوءھا

یعنی رات کی قسم جب سورج اپنی روشنی کو چھپالے۔ ضمیر کا مرجع مذکور نہیں ہے تو مُراد آفتاب یا آفاق یا زمین ہیں کہ جب رات سورج اور آفاق اور زمین کو تاریکی میں چھپالے یا رات دنیا کو چھپالے۔ اور نمودار ہو جائے۔ گذشتہ تینوں آیات میں اذا (ظرف زمان)

وقت کے معنوں میں ہے اور اپنے مابعد سے مل کر مقسم بہ کے ساتھ بدل ہے۔

(وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝) اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم

ای ومن بناھا یعنی آسمان اور اس ذات کی قسم جس نے اُسے بنایا کانہ قیل والقادر العظیم الشان الذی بناھا گویا فرمایا جا رہا ہے کہ اس عظمت و شان اور قدرت والے پروردگار کی قسم جس نے اُسے (آسمان کو) بنایا یعنی آسمان کی تخلیق کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے وجود و کمال قدرت پر دلالت فرمایا ہے۔ عطاء کا قول ہے کہ مَا بمعنی مَنْ ہے جبکہ فراء کا قول ہے کہ ما مصدری ہے اور اس سے مراد آسمان کی تخلیق کی قسم ہے۔

(وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝) اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم

ای مَنْ بسطھا من کل جانب وطاھا کدحاھا۔

اور زمین کی اور اس کو ہر طرف سے بچھانے والے کی قسم جس نے اسے بچھایا جس طرح کہ اُسے پھیلایا۔ زمین آسمان سے پہلے بنائی گئی تھی مگر اُسے بعد میں پھیلایا گیا۔

(وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝) اور جان کی اور اس کی جس نے اُسے درست بنایا۔

ای انشأھا وابدعھا مستعدة لکمالھا وذلك بتعدیل اعضائھا وقواھا الظاھرة والباطنة والتنکیر للتکثیر وقیل للتفخیم علی ان المراد بالنفس آدم علیه السلام۔

یعنی اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسے اس کے کمالات تک رسائی کے لیے استعداد و توفیق سے بہرہ مند کیا اور یونہی اس کے اعضاء میں اور اس کے قوئے ظاہریہ اور باطنیہ (جیسے نطق، سمع، بصر، علم و فہم) کو معتدل و متوازن بنایا اور تنکیر تکثیر کے لیے اور ایک قول ہے کہ تفخیم (اظہار عظمت) کے لیے ہے کیونکہ نفس سے مراد ایک فرد) آدم علیہ السلام ہیں

(فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝) پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔

عبد بن حمید وغیرہ نے ضحاک سے روایت کی ہے کہ فجور اور تقویٰ سے مراد مطلقاً معصیت اور طاعت ہے اور جس کا مطلب یہ ہے خیر و شر اور طاعت و معصیت سے انسان کو آگاہ کر دیا گیا ہے اور اچھائی برائی بتا دی ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ یہ آیت وھدینٰہ النجدین کی

مثل و النیلہ نے اور تقویٰ سے فجور کا مقدم ذکر فرمایا اس لیے ہے کہ نفس کا برائی کا طرف مائل ہونا اصل ہے اور تقویٰ بعد کی شئی ہے۔ ابن زید کا قول ہے انسان کے دل میں وہی میلان پیدا کر دیتا ہے جو انسان چاہتا ہے یعنی یا تو دل میں تقویٰ کی توفیق ڈال دیتا ہے یا نفس کو برائی کے لیے چھوڑ دیتا ہے لیکن برائی پر مدد نہیں فرماتا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ بے شک سے مُراد پہنچایا جس نے اُسے ستھرا کیا۔

یہ جوابِ قسم ہے ابن جریر نے ابنِ عباس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں سُنا افلحت نفس زکاھا اللہ تعالیٰ کہ فرماتے تھے کہ وہ نفس مُراد کو پہنچا جس کو اللہ نے ستھرا کر دیا، مَنْ مذکر ہے اور زکی کا فاعل یا اللہ ہے یا نفس کہ مَنْ سے مراد وہی ہے اور ھا (ضمیر) مؤنث ہے لہٰذا نفس ہی مُراد ہے کہ وہ بھی مؤنث ہے۔ حسن کا قول یہی ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کو پاکیزہ بنا لیا اور فرماں بردار بن گیا وہ مُراد کو پہنچ گیا۔ لیکن حق یہ ہے کہ نفوس کا تزکیہ توفیق رحمت الٰہی کے بغیر نہیں ہوسکتا اور ارشاد باری ہے ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم احدٍ ابداً ولٰکن اللہ یزکی من یشاء واللہ سمیع علیم (النور) اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں کوئی بھی کبھی ستھرا نہ ہوسکتا ہاں اللہ ستھرا کر دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اللہ ان پر اپنی راہیں کھول دیتا ہے آسان بنا دیتا ہے اور توبہ و حسن عمل کی توفیق عطا فرما دیتا ہے، احمد، ابن ابی شیبہ، مُسلم اور نسائی نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللھم اٰت نفسی تقواھا وزکھا انت خیر من زکھا انت ولیھا ومولاھا۔ اے پروردگار میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اُسے ستھرا فرما تو ہی سب سے بڑھ کر نفس کو پاکیزہ بنانے والا ہے اور تو ہی نفس کا کارساز اور امور خیر میں اس کا مددگار ہے۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ اور نامراد ہوا جس نے اُسے معصیت میں چھپایا۔

دسی دراصل دَسَّسَ تھا اور سین حرف علت سے بدل گئی اور اس کے معنی اخفاء

یعنی چھپانے کے ہیں شاعر کا قول ہے ؎

ودسست عمرا فی التراب فأصبحت
حلائله منه أرامل ضیعا

اور عمر مٹی میں چھپ گیا تو اس کی منکوحہ عورتیں برباد حال بیوائیں ہو گئیں۔
یعنی جس شخص برائیوں اور گناہوں یا گمراہیوں کو اختیار کیا اور اپنے نفس کو ان میں چھپا لیا تو گویا وہ نامراد و ناکام یا ہلاک ہو گیا۔ یہاں دَسّٰی کا فاعل مَنْ یعنی نفس ہے اور اللہ بندے کے کفر پر نہ راضی ہوتا ہے نہ اس پر اس کی طرف سے مدد لہٰذا برائی کی نسبت اللہ کی طرف کرنا کفر اور سوء ادبی ہے۔ ارشاد باری ہے مَنْ کَفَرَ فعلیہ کفرہ اور دوسری جگہ ارشاد ہے لا یرضٰی لعبادہ الکفر۔ اور ارشاد ہے وَمَا اصابك مِنْ سیئۃٍ فمن نفسك۔ اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اس لیے کہ تو نے خود ہی گمراہی کو اختیار کیا۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا ۝ إِذِ انْۢبَعَثَ أَشْقٰهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝

ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔ جبکہ اس کا سب سے بدبخت اٹھ کھڑا ہوا تو اُن سے اللہ کے رسول نے فرمایا: اللہ کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو تو انہوں نے اُسے جھٹلایا پھر ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر وہ بستی برابر کردی اور اس کے پیچھا کرنے کا اُسے خوف نہیں۔

(كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا ۝) ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔
حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ارشاد وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا کے مضمون پر بطور تقریر از سر نو کلام ارشاد ہے، اور کفار مکہ کی تکذیب دعوت پر ناراضگی کا اظہار اور اس واقعہ کے حوالے سے تہدید و انتباہ ہے۔ كَذَّبَتْ کا مفعول صالح علیہ السلام اور ان کی دعوت ارشاد ہے جو محذوف ہے اور "بطغوھا" کی ب سببیہ ہے مطلب یہ

کہ قوم ثمود کی ہلاکت کا سبب بھی اللہ کے رسول برحق سیدنا صالح علیہ السلام کی تکذیب اوران کی دعوت ارشاد کا انکار اور اس سے سرکشی تھا۔ طَغْوٰی۔ طغیان سے ہے جس کے معنی ہیں حد سے بڑھی ہوئی سرکشی۔ دریا جب کناروں سے نکل پڑتا ہے تو اس کیفیت کو طغیانی کہتے ہیں مراد حد سے بڑھی ہوئی سرکشی اور نافرمانی ہے۔ ثمود کی سرکشی کی تفصیل بالتکرار بیان ہو چکی۔

(اِذِ انۡۢبَعَثَ اَشۡقٰهَا ۝) جبکہ اس کا سب سے بدبخت اٹھ کھڑا ہوا۔

(اِذِ انۡۢبَعَثَ) یہ تکذیب سے متعلق ہے یا طغوی کی طرف مشیر ہے والمراد اذ ذهب لعقر الناقة یعنی وہ ناقہ (اونٹنی) کی کوچیں کاٹنے کے لیے گیا۔

(اَشۡقٰهَا) سب سے بڑا بدبخت ای اشقی ثمود وھو قدار بن سالف یعنی قوم ثمود کا سب سے بڑا بدبخت اور وہ شخص قدار بن سالف تھا اور یہی قتل ناقہ کا ذمہ دار تھا اور دوسروں کے اکسانے اور کہنے پر فی الفور اس ظلم و سرکشی پر آمادہ ہو گیا۔ طبرانی و حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں میں سب سے بڑا بدبخت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوچیں کاٹنے والا اور حضرت آدم کا وہ بیٹا قابیل تھا جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔

(فَقَالَ لَهُمۡ) تو ان سے فرمایا

ای ثمود اولا شقاها۔ یعنی قوم ثمود یا اس کے بڑے بدبخت کو فرمایا یعنی کہ اونٹنی کو چھوڑ دو اور اس کے قتل کرنے سے باز رہو اور اس کے پانی پینے کی باری کے دن سے نہ تو تعرض کرو اور نہ اسے روکو یا دکھ پہنچاؤ اور اللہ کے عذاب کو خواہ مخواہ دعوت نہ دو۔

(رَسُوۡلُ اللّٰهِ) اللہ کے رسول نے

ای صالح علیہ السلام، یعنی صالح علیہ السلام نے فرمایا جو قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔

(نَاقَةَ اللّٰهِ) اللہ کی ناقہ

مرکب اضافی ہے اور اضافت ناقہ کی عظمت کے اظہار کے لیے ایک قول ہے کہ مضاف حذف ہے جس کا مطلب ہے ای احذروا عقر ناقة اللہ یعنی اللہ کی اونٹنی

کو قتل کرنے سے ڈرو۔

(وَسُقْيٰهَا ۝) اور اس کی پینے کی باری سے بچو

ای ذروا ناقة الله مع سقیاها ولا تحولوا بینهما یعنی اللہ کی اونٹنی کو چھوڑ دو (اس سے تعرض نہ کرو) اور نہ ہی اس کی پانی پینے کی باری کے درمیان کوئی رکاوٹ و مداخلت کرو۔ گویا اس میں ان کو دھمکی دی گئی کہ نافرمانی کی صورت میں سخت عذاب میں پکڑے جاؤ گے ناقہ کے پانی پینے اور قوم ثمود کے اور اس کے جانوروں مویشیوں کے پینے کے لیے باری باری الگ الگ ایک دن مقرر تھا۔ لیکن ثمود کو یہ تقسیم سخت ناگوار تھی اور وہ سرکشی پر آمادہ ہو گئی تو اس حالت میں یہ ارشاد ان کے لیے انتباہ تھا۔

(فَكَذَّبُوْهُ) تو انہوں نے اُسے جھٹلایا

ای فی وعیده ایاهم کما حکی عنه بقوله تعالیٰ ولا تمسوها بسوء فیا خذکم عذاب الیم۔ یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں جو وعید عذاب سنائی تو انہوں نے اُسے سچا نہ جانا اور جھٹلایا جیسا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے قصہ میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے انہیں کہا کہ تم اس اونٹنی کو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگاؤ ورنہ تم دردناک عذاب میں پکڑے جاؤ گے۔

(فَعَقَرُوْهَا ۝) پھر ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں۔

ای فنحروها او فقتلوها وضمیر الجمع للاشقی وجمعه علی تقدیر وحدته لرضا الکل بفعله قال قتادة بلغنا انه لم یعقرها حتی تابعه صغیرهم وکبیرهم وذکرهم وانثهم

یعنی پھر انہوں نے اس اونٹنی کو ذبح کر ڈالا یا پھر اُس کو قتل کر ڈالا اور جمع کی ضمیر اشقیاء کے لیے ہے اور انہیں اس لیے بطور جمع ذکر فرمایا۔ کہ وہ سبھی اس کام پر رضامندی میں ایک تھے اور متفق تھے۔ قتادہ کا قول ہے کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ اس نے اونٹنی کی کونچیں ہرگز نہ کاٹیں تھیں یہاں تک کہ اُن کے چھوٹے بڑے اور مردوں اور عورتوں نے اس کی پیروی کی۔ اشقیٰ اسم تفضیل ہے اور واحد ہے مگر مضاف ہونے کی وجہ سے واحد اور جمع دونوں پر اس کا اطلاق درست ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ قتل کرنے والے لوگوں کی کل تعداد نو تھی لیکن قتادہ کا قول زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے۔

(فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ) توان پران کے رب نے تباہی ڈال دی۔

ای فاطبق علیھم العذاب وقالوا دمدم علیہ القبر ای اطبقہ

یعنی ان کے حال کے مطابق ان پر عذاب مسلط کر دیا یا ان پر ڈھانک لینے والا عذاب ڈال دیا اور کہتے ہیں اس کو قبر نے ڈھانک لیا یا چھپا لیا۔ اور قاموس میں دمدم کے معنی ہیں اتم العذاب علیھم ان پر پورا (مکمل) عذاب ڈال دیا۔ مؤرج کا قول ہے۔ الدمدمۃ اھلاک۔ باستئصال دمدم جڑ سے اکھاڑ کر ہلاک کر دینے کو کہتے ہیں۔

ابن زبیر نے فَدَهْدَمَ پڑھا ہے جس کے معنی ہیں تہس نہس کر دیا۔ ف تعقیب کا ہے صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو کہا کہ تمہارے لیے تین دن مہلت ہے پہلے روز تمہارے چہرے پیلے دوسرے روز سرخ اور تیسرے روز سیاہ ہو جائیں گے پھر تم سب ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ تو تین روز گزرتے ہی وہ ہلاکت میں ڈال دیئے گئے اور تباہ کر دیئے گئے۔

(بِذَنْبِهِمْ) ان کے گناہ کے باعث

بسبب ذنبھم المحکی ان کے گناہوں کی وجہ سے جس کا قصہ پیچھے گزرا یعنی قتل ناقہ اور تکذیب رسول کی وجہ سے۔

(فَسَوّٰهَا ۝) تو بستی برابر کر دی۔

ای فجعل الدمدمۃ سواء بینھم او جعلھا علیھم سواء فلم یفلت سبحانہ منھم احدا لا صغیرا ولا کبیرا اور فسوھا بالارض۔

یعنی ان سب کے درمیان تباہی برابر ڈال دی یا ان سب پر برابر ہلاکت ڈال دی یوں کہ نہ ان کا کوئی چھوٹا باقی بچا اور نہ ان کا کوئی بڑا زندہ بچا یا پھر مراد ہے کہ ان کی بستیوں کو زمین کے ساتھ ہموار و برابر کر دیا یعنی مٹا دیا۔

(وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝) اور اس کے پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں۔

(وَلَا يَخَافُ) ای الرب عزوجل یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ (عُقْبٰهَا) ای عاقبتھا وتبعتھا کما یخاف المعاقبون من الملوک عاقبۃ ما یفعلونہ وتبعتہ۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کو قوم ثمود کی تباہی و بربادی کے انجام کا کوئی خوف نہ تھا جیسا کہ بعض معاقب بادشاہوں کو ہوتا ہے کہ وہ مالک الملک ہے جو چاہے اور جس طرح چاہے کرے اور

کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ کلبی کا قول ہے کہ ولایخاف کی ضمیر اشقی کی طرف راجع ہے اور کلام میں مقدم و مؤخر ہے تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ قوم ثمود کا بڑا بدبخت قدار بن سالف قتل ناقہ پر انجام و تعاقب سے لاپرواہ و بے خوف ہو کر مستعد ہو گیا۔ ایک قول ہے کہ مراد کہ حضرت صالح علیہ السلام کو ان کفار میں سے کسی کا خوف نہیں کہ نزول عذاب کے بعد ان کا کوئی تعاقب کر سکے گا یا کوئی ایذا پہنچا سکے گا۔

بعون اللہ تعالیٰ والحمد للہ آج سورت الشمس کا تفسیری کام پورا ہوا۔
۷ رجب المرجب ١٤١٥ھ مطابق ۱۱ دسمبر ١٩٩٤ء

سورۃ الیل مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ اکیس آیتیں۔ اکہتر کلمات اور تین سو دس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الیل پ۳۰

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ — اور رات کی قسم جب چھا جائے۔

وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ — اور دن کی جب چمکے۔

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ — اور اس کی جس نے نر و مادہ بنائے۔

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝ — بیشک تمہاری کوشش مختلف ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ — تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی۔

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ — اور سب سے اچھی کو سچ مانا۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ — تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دینگے۔

وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ — اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا۔

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ — اور سب سے اچھی کو جھٹلایا۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ — تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کر دینگے

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ۝ — اور اس کا مال اس کے کام نہ آئیگا جب ہلاکت میں پڑے گا۔

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝ — بیشک ہدایت فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝ — اور بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہمیں مالک ہیں

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝ — تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے۔

لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۝ — نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت۔

الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ — جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ — اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔

الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ — جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰىٓ ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝

اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝

اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

حل لغات سورۃ الیل پ ۳۰

و۔قسم ہے	اللیل۔رات کی	اذا۔جب	یغشی۔چھا جائے
و۔اور	النہار۔دن کی	اذا۔جب	تجلی۔چمکے
و۔اور	ما۔اس کی جس نے	خلق۔بنائے	الذکر۔نر
و۔اور	الانثی۔مادہ	ان۔بیشک	سعیکم۔تمہاری کوشش
لشتی۔مختلف ہے	فاما۔تو پھر	من۔جس نے	اعطی۔دیا
و۔اور	اتقی۔پرہیزگاری کی	و۔اور	صدق۔سچ مانا
بالحسنی۔اچھی بات کو	فسنیسرہ۔تو ہم آسان کرینگے	ہ۔اس کے لیے	للیسری۔آسانی کو
و۔اور	اما۔وہ	من۔جس نے	بخل۔بخل کیا
و۔اور	استغنی۔بے پروا بنا	و۔اور	کذب۔جھٹلایا
بالحسنی۔اچھی بات کو	فسنیسرہ۔تو ہم آسان کرینگے	ہ۔اس کے لیے	للعسری۔تنگی کو
و۔اور	ما۔نہ	یغنی۔کام آئےگا	عنہ۔اس کو
مالہ۔اس کا مال	اذا۔جب	تردی۔گرے گا	ان۔بیشک
علینا۔ہمارے ذمہ ہے	للہدی۔ہدایت دینا	و۔اور	ان۔بیشک
لنا۔ہمارے ہی لیے ہے	للاخرۃ۔آخرت	و۔اور	الاولی۔دنیا
فانذرتکم۔تو ڈرایا میں نے تم کو		نارا۔آگ	تلظی۔بھڑکتی سے
لا۔نہ	یصلہا۔داخل ہوگا اس میں	الا۔مگر	الاشقی۔بڑا بدبخت
الذی۔وہ جس نے	کذب۔جھٹلایا	و۔اور	تولی۔منہ پھیرا
و۔اور	سیجنبہا۔اس سے الگ رکھا جائیگا		الاتقی۔بڑا پرہیزگار
الذی۔وہ جو	یؤتی۔دیتا ہے	مالہ۔اپنا مال	یتزکی۔پاک ہونے کو
و۔اور	ما۔نہیں ہے	لاحد۔کسی کے لیے	عندہ۔پاس
ہ۔اس کے	من نعمۃ۔کوئی احسان	تجزی۔بدلہ دیا جائے	الا۔مگر

الابتغاء۔ چاہنا وجہ۔ رضامندی ربہ اپنے رب کا الاعلیٰ۔ بلندکا
و۔ اور لسوف بیشک قریب ہے کہ یرضیٰ۔ راضی ہوگا۔

سُورت اللیل

سُورت اللیل مکی ہے اور اس میں ایک رکوع اور اکیس آیات ہیں اور اس کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے البتہ جمہور کے نزدیک مکیہ ہے جبکہ علی ابن ابی طلحہ کا قول ہے کہ مدنی ہے اور بعض نے کہا مکی ہے اور یونہی بعض کے نزدیک مدنی ہے اور یونہی اس کے اسباب نزول میں بھی اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان کے بیان میں نازل ہوئی اور ایسا اسناد صحیحہ کے ساتھ ہے۔ عبداللہ ابن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور سُدی کا قول ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ ابی الدحداح الانصاری کے بارے میں آتری اور وہ قصہ یوں ہے کہ ایک منافق کے گھر میں کھجور کا ایک درخت تھا جس کی بعض شاخیں اس کے ہمسایہ میں یتیموں کے گھر میں پھیلی ہوئی تھیں تو وہ اس درخت سے کچھ کھجوریں اٹھا لیتے تھے جب کہ وہ پھل اتارتا اور وہ گر جاتیں تو وہ ان یتیموں سے وہ کھجوریں چھین لیتا بلکہ کھانے کی صورت میں اگلوا لیتا۔ یتیموں نے اس امر کی بارگاہ رسالت میں شکایت کی تو آپ صلی اللہ نے اس سے فرمایا تو اس کو ان کے لیے چھوڑ دے اور اپنا درخت میرے پاس جنّت کے درخت کے بدل بیچ دے اس شخص نے نہ مانا پھر اس کی ملاقات ابوالدحداح انصاری سے ہوئی جنہوں نے چالیس درختوں کے عوض وہ درخت اس سے خرید لیا اور ان یتیموں کو ملک کر دیا جنّت کے درخت کے بدلے میں جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا اس پر یہ سُورت اتری اور اسی وجہ سے اس کو مدنی کہا گیا ہے۔ ابن کثیر وغیرہ کا قول ہے کہ یہ روایت ضعیف و غریب ہے جبکہ جمہور کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور امیہ بن خلف کے بارے میں آیات کا نزول تحقیقی اور زیادہ صحیح ہے پچھلی سُورت میں حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے "قد افلح من تزکی وقد خاب من دسھا" تو اس سُورت میں ان اوصاف کا ذکر و تفصیل ہے جس سے فلاح حاصل ہوتی ہے اور ان امور کا جو خرابی و ناکامی کا باعث ہیں۔

مختصر تفسیر اُردو سورت اللیل پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ۝ اِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰی ۝

اور رات کی قسم جب چھائے۔ اور دن کی جب چمکے۔ اور اس کی جس نے نر و مادہ بنائے۔ بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے۔

(وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۝) اور رات کی قسم جب چھائے۔

ای حین یغشی الشمس کقولہ تعالیٰ واللیل اذا یغشاھا۔

یعنی رات کی قسم جب سورج کو ڈھانک لے جیسا کہ ارشاد باری ہے اور رات کی قسم جب اسے چھپا ئے یعنی جب آفاق تاریکی سے بھر جائیں۔

(وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۝) اور دن کی جب چمکے۔

ای ظھر بزوال ظلمۃ اللیل او تبین وانکشف بطلوع الشمس۔

یعنی دن کی قسم جب وہ رات کی تاریکی کے زوال کے ساتھ (چھٹنے پر) خوب ظاہر ہو جائے یا روشن ہو جائے اور سورج کے طلوع ہونے پر کھل کر نمودار ہو جائے۔

(وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ۝) اور اس کی جس نے نر و مادہ بنائے۔

ای والقادر العظیم القدرۃ الذی خلق صنفی الذکر والانثیٰ من الحیوان المتصف بذلک وقیل من نبی ادم وقال ابن عباس والحسن والکلبی المراد بالذکر ادم علیہ السلام و بالانثیٰ حواء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا۔

یعنی قسم ہے اس عظیم قدرت والے عظمت و بزرگی والے پروردگار کی جس نے حیوانات میں سے جو اس صفت تناسل کے ساتھ متصف ہے مخلوق کی دو صنفیں نر اور مادہ پیدا فرمائے۔ ایک قول ہے کہ اولاد آدم میں نر اور مادہ پیدا فرمائے، ابن عباس، حسن، کلبی رضی اللہ عنہم کا قول ہے "الذکر" سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور "الانثیٰ" سے مراد حضرت حواء رضی اللہ عنہا ہیں۔ مَا بمعنی مَنْ ہے یعنی جس کیلئے مراد سبحانہ و تعالیٰ ہے جبکہ بعض کے نزدیک ما مصدریہ ہے اس تقدیر پر معنی یوں ہوں گے۔

(اِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰی ۝) بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے۔

(اِنَّ سَعْيَكُمْ) ای مساعیکم یعنی تمہاری مساعی (کوششیں) سعی مصدر، اور مضاف ہے جو عموم کو مفید ہے اور جمع کے معنی میں ہوتا ہے اور اسی لیے جمع کے ساتھ خبر دی گئی ہے (لَشَتّٰى) شتیت کی جمع بمعنی متفرق ہے یعنی الگ الگ یا مختلف یا جداگانہ ہیں۔
والمراد بتفرق المساعی اختلافها فی الجزاء اور مراد مساعی (کوششوں) کے مختلف ہونے سے بدلے میں اختلاف ہے کوئی اطاعت بجالا کر دوزخ سے رہائی چاہتا ہے اور حصول جنت کے لیے کوشش کرتا ہے اور کوئی نافرمانی کر کے جہنم کی طرف بڑھ رہا ہے اور اپنی ہلاکت کا سامان کر رہا ہے آگے ان ہر دو مساعی کی تفصیل ارشاد ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ — تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی کو سچ مانا تو بہت جلد ہم اُسے آسانی مہیا کر دیں گے۔

(فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى) تو جس نے دیا۔
قال ابن زید المراد انفاق ماله فی سبیل الله تعالیٰ۔ ابن زید کا قول ہے کہ "اَعْطٰى" سے یہاں مراد اللہ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرنا ہے۔ اور قتادہ کا قول ہے المعنی أعطی حق الله تعالیٰ و ظاهره الحقوق المالیة معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کیا (ہر فرض کو ادا کیا) اور ظاہراً اس سے مالی حقوق مراد ہیں۔

(وَاتَّقٰى ۝) اور پرہیزگاری کی
ای واتقی الله عزوجل اور اللہ عزوجل شانہٗ سے ڈرتا رہا ابنِ عباس کا یہی قول ہے، قتادہ کا قول ہے واتقی ما نهی عنه اور ممنوعات و حرام امور سے بچتا رہا اور مجاہد کا قول ہے واتقی البخل اور بُخل (کنجوسی) سے بچا۔

(وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝) اور سب سے اچھی کو سچ مانا۔
ای بالکلمة الحسنی یعنی سب سے اچھی بات کو مراد دین و ملت اسلام ہے جب کہ ضحاک کا قول ہے "الحُسْنٰى" سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے، مجاہد کا قول کہ مُراد جنّت (وعدۂ جنت) ہے جو نیک اعمال والوں کے لیے ہے ایک قول ہے مُراد ثواب آخرت ہے ایک قول ہے کہ مراد توحید پر ایمان ہے ابن ابی حاتم اور ابن عساکر نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے ایک غلام اور دس اوقیہ (چاندی) کے بدلے میں خرید کر آزاد کیا تو اللہ نے واللیل اذا یغشی سے

سعیکم لشتّٰی تک آیات نازل فرمائیں۔ تو دونوں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیہ بن خلف کی جداگانہ مساعی کا ذکر ہے۔

(فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰى ۝) تو بہت جلد ہم اُسے آسانی مہیا کر دیں گے۔

ای فسنھیئہ للخصلۃ الحق توڈی الی الیسر و راحۃ کدخول الجنۃ۔

یعنی ہم اُسے بہت جلد ان خصائل و اعمال کی طرف راہ نمائی اور توفیق عطا فرمائیں گے جو اس کو آسانی و سہولت اور راحت و آرام تک پہنچنے پر جیسے جنت میں داخلہ معاون و مددگار ہوگی۔ اور رضاءِ الٰہی اور اُخروی کامرانیوں کے حصول کا ذریعہ ہو جائے گی۔

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ وَمَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ۝

اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا اور سب سے اچھی کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اُسے دشواری مہیا کریں گے۔ اور اس کا مال اسے کام نہ آئے گا جب ہلاکت میں پڑے گا۔

(وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ) اور جس نے بخل کیا۔

بمالہ فلم یبذل فی سبیل الخیر یعنی اپنے مال کے ساتھ بخل کیا اور اُسے بھلائی کے راستے میں خرچ نہ کیا۔ ایک قول ہے کہ حقوق الٰہیہ کی ادائیگی نہ کی۔ بعض علماء بخل کے حوالے سے کہا ہے کہ ارشاد نبوی ہے جیسا کہ ترمذی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم روایت کیا ہے ”بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے“ یعنی نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود نہ پڑھا تو یہ بھی حقوق اللہ ہی سے ہے جسے ادا نہ کیا۔

(وَاسْتَغْنٰى ۝) اور بے پرواہ بنا

ای وزھد فیما عندہ عزوجل او استغنی بشھوات الدنیا عن نعیم الآخرۃ یعنی اس چیز سے جو حق سبحانہ و تعالیٰ کے پاس ہے بے رغبت ہوا مراد ثواب و نعیم آخرت سے بے پرواہی ہے یا مراد ہے کہ آخرت کی نعمتوں کی طلب و حصول کی جدوجہد کی بجائے بے پرواہ ہو کر دنیاوی لذات کی طرف مشغول رہا۔ اور ایمان باللہ اور اللہ کی یاد سے دور رہا۔

(وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝) اور سب سے اچھی کو جھٹلایا۔

ای کفر و کذب بالکلمۃ الحسنٰی یعنی کفر و سرکشی اختیار کی اور قبولِ توحید و ایمان

گریز کیا اور دعوت حق کو سچا نہ جانا اور نہ ہی اللہ کے وعدۂ آخرت کو سچا مانا۔ ایک قول ہے کہ دین وملت اسلام کو قبول نہ کیا بلکہ جھٹلایا۔

(فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝) تو بہت جلد ہم اُسے دشواری مہیا کر دیں گے۔

ای للخصلة المؤدیة الی العسر والشدة کدخول النار۔

یعنی ہم اُسے خصائل و اعمال کی راہوں پر ڈال دیں گے جو دشواریوں کو مددگار ہوں گی اور سختیوں کو جیسے جہنم میں داخلہ، یعنی ان کو معیت نافرمانی کے کاموں میں پڑا رہنے دیں گے اور انہیں امور خیر کی توفیق نہ دیں گے جس سے ان کے لیے دوزخ کی راہیں آسان ہو جائیں گی مقاتل کا قول یہی ہے کہ ان پر بھلائی دشوار و شدید ہو جائے گی۔ ارشاد نبوی ہے۔

اعملوا فکل میسر لما خلق له اما من اهل السعادة فیسر لعمل اهل السعادة واما من کان من اهل الشقاء فیسر لعمل الشقاء ثم قرأ علیه الصلوٰة والسلام فاما من اعطی واتقی ...... للعسری۔

عمل کئے جاؤ توفیق ہر ایک کو اسی کی حاصل ہوگی جس کے لیے اُسے پیدا کیا گیا ہے جو اہل سعادت (نیک بختوں) میں سے ہوگا تو اس کے اعمال سعادت آسان ہو جائیں گے اور جو اہل شقاوت (بدبختوں) میں سے ہوگا اس کے لیے اعمال شقاوت آسان ہو جائیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں فاما من اعطی .... سے لے کر للعسری تک۔ (صحیحین عن علی المرتضی رضی اللہ عنہ)

(وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗ) اور اس کا مال اُسے کام نہ آئے گا۔

ای شیئ یغنی عنه ماله الذی سخل به۔

یعنی بھلا اُسے کوئی چیز بھی فائدہ دے گی؟ اس مال سے جس کے ساتھ بخل کرتا تھا اس لیے کہ یہاں ما استفہامیہ ہے اور اگر نافیہ مانیں تو اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ جس مال کی وجہ سے بخل کرتا تھا وہ اُس کے ہرگز کام نہ آئے گا کہ وہ عذاب سے بچ جائے۔

(اِذَا تَرَدّٰى ۝) جب ہلاکت میں پڑے گا۔

تلظی دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے یا دوزخ کا ایک طبقہ ہے۔

(لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝) نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت

المراد به الکافر اس سے مراد ہے کافر، اشقی اسم تفضیل ہے شقی سے جس کے

یعنی بڑے بدنصیب اور سعادت سے محروم کئے ہیں۔

الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۵ جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا

یعنی جس نے حق کو جھٹلایا اور حق سے ای بالحق واعرض عن الطاعۃ منہ موڑا اَشْقٰی کو تکذیب وَتَوَلّٰی سے مقید ومخصو[ص کرنا]
کی اطاعت وفرمان برداری سے منہ موڑا
آیت میں حصر عمومی ہے۔ بیضاوی کا قول ہے کہ نار[...]
اظہار واقعہ کے طور پر ہے اور آیت میں اشقی سے مراد یہی ہے کیونکہ [...]
میں دائمی طور پر داخل ہونے والا صرف کافر ہوگا اور اشقی سے مراد یہی ہے [...]
مومن بھی جہنم میں داخل ہوں گے اگرچہ ان کا داخلہ وقتی ہوگا اور ان کے گناہوں کے [...]
مطابق ہوگا لہذا یہی صحیح ہے۔ بعض نے کہا آیت میں حصر حقیقی نہیں کہ صرف کفار جہنم [...]
ہوں گے اور مومن ہرگز نہ ہوں گے بلکہ یہ حصر اضافی ہے کہ عہد رسالت مآب کے موقع [...]
ایمان والے تھے وہ اس عموم حکم سے خارج ہیں یعنی وہ ہرگز جہنم میں نہ جائیں گے [...]
صحابہ جہنم سے بری اور محفوظ ہیں اور اللہ نے فرمایا ہے كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی [...]
نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ [وسلم]
نے ارشاد فرمایا جس مسلمان نے مجھے دیکھا اس کو آگ نہیں چھوئے گی اس آیت کے تح[ت]
فرقہ مرجئہ کا عقیدہ ہے کہ جہنم کفار کے لیے مخصوص ہے اور مومنوں میں سے کوئی خوا[ہ]
ہی گناہ گار ہو دوزخ میں نہ جائے گا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہوں کا ضرر نہ ہو[گا]
روافض کا بھی یہی عقیدہ ہے معتزلہ نے اس آیت کے تحت مرتکب کبیرہ مومن کو مومن نہیں مانا
مرتکب کبائر کو دوامی جہنمی قرار دیا ہے یہ تینوں گروہ حق وصواب سے دور ہیں اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ
جہنمی نہیں خواہ اُس نے گناہوں سے توبہ نہ کی ہو اور نہ ہی اُسے معافی ملی ہو ممنوعات
محرمات کا ارتکاب موجب جہنم ہے اور کتاب اللہ کے اوامر ونواہی کا مقتضیٰ یہی ہے
باقی معاملہ اللہ پر ہے جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کرے اللہ
کا ارشاد ہے بلاشبہ اللہ شرک کے سوا سب کچھ بخش دے گا خواہ اس گناہ گار نے
توبہ کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور ارشاد ہے اللہ سارے ہی گناہ بخش دے گا تو یہ سلوک باعث
مشیئت وکرم کی ہیں وگرنہ ضابطہ تو ضابطہ ہی ہے۔

وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰی ۵ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی ۵ وَمَا — اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال

لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۙ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۠

دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک وہ قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

ردی سے تردّی ماضی باب تفعل سے ہے جس کے معنی ہلاکت و بربادی کے ہیں مجاہد کا یہی قول ہے ایک قول ہے تردی حضرۃ القبر جب قبر کے گڑھے میں پڑے گا۔ قتادہ اور ابو صالح کا قول ہے تردی فی جھنم ای سقط یعنی جب دوزخ میں گرایا جائے گا۔

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۙ بے شک ہدایت فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

جملہ مستانفہ ہے ای ان علینا بموجب قضائنا المبنی علی الحکم البالغۃ حیث خلقنا الخلق للعبادۃ ای سند لھو وترشد ھو الی الحق او ان نبین لھو طریق الھدی۔

یعنی ہم پر ہماری قضاء (فیصلہ و تقدیر) کے مطابق جو کہ ہماری حکمت بالغہ پر مبنی ہے ہماری ذمہ داری ہے جب کہ ہم نے مخلوق کو عبادت و بندگی کے لیے پیدا فرمایا یعنی ہم ان کی راہنمائی فرمائیں گے اور ہم انہیں حق کی طرف ہدایت دیں گے اور یہ کہ ان پر ہم ہدایت کی راہیں روشن کردیں گے (کھول دیں گے) بظاہر "علیٰ" کا لفظ (حرف جار) معانی کو مؤکد کر رہا ہے اور وجوب کا اظہار ہو رہا ہے جبکہ اہلِ سنّت کا عقیدہ ہے کہ اللہ پر کوئی امر واجب نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کا یہ فیصلہ ازل میں خود اسی کا فیصلہ ہے۔ یا وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا تو وعدہ کی پاسداری اس نے خود اپنے ذمے لی ہے اور یہ اُسی کا اعلان ہے، اور ہدایت اللہ کی طرف سے ہی ہے اور اسی کی توفیق و مہربانی اور احسان ہے۔

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۙ اور بے شک آخرت اور دنیا دونوں کے ہمیں مالک ہیں۔

ای التصرف الکلی فیھما کیف مانشاء فنفعل فیھما مانشاء

یعنی دنیا اور آخرت دونوں میں کلی تصرف و اختیار ہمارا ہے اور ہم دونوں جہانوں میں جس طرح

یا مراد ہے کہ کونین کے ہم ہی مالک ہیں چاہیں کریں یا دونوں جہانوں میں چاہیں کریں جس طرح چاہیں فرمائیں اور جس طرح چاہیں گے ہدایت یافتہ لوگوں کو انعام دیں گے اور تمہارے ہدایت پانے متصرف ہیں ہم جس طرح چاہیں گے ہدایت یافتہ لوگوں کو انعام دیں گے اور تمہارے ہدایت پانے نہ پانے پر ہمیں کوئی پرواہ یا نقصان نہیں ہے۔ تو جس نے ہدایت اختیار کی تو بلا شبہ اس نے اپنے نفس کے لیے بھلائی کی اور جو راہ حق بھول گیا تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے۔

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝ لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝ الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝

تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

(فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝) تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے۔

ای فحذرتکم بالانذار و بالغت فی هذا تیکم و تلظی بمعنی تلتهب. یعنی میں تمہیں انذار کے ساتھ (عذاب آخرت سے ڈرا کر) تمہیں ہدایت کر رہا ہوں اور تمہاری ہدایت کے لیے ہی تمہیں یہ پیغام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پہنچا رہا ہوں مگر سببی ہے اور اللہ کا مالک و متصرف کونین ہونا ڈرانے کا باعث ہے تو تمہیں اس لیے خوف دلا رہا ہوں کہ تم میرے اس عذاب سے بچ جاؤ اور نصیحت قبول کرو اور تلظی کے معنی بھڑکتی ہوئی اور شعلہ و لپیٹ مارتی آگ۔

(وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝) اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار۔

(وَسَيُجَنَّبُهَا) ای سیبعد عنها یعنی دوزخ سے بہت ہی دور رکھا جائے گا سین تحقیق کے لیے ہے (الاتقی) المبالغ فی اتقاء الکفر والمعاصی یعنی جو کفر و معصیت سے بخوبی بچتا رہا۔

(الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝) جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔

(الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ) ای یعطیه و یصرفه یعنی جو اپنا مال حاجت مندوں غریبوں کو دیتا ہے اور غلامی سے آزادی دلانے کے لیے اور گردنوں کی غلامی کے لیے خرچ کرتا ہے۔ (يَتَزَكّٰى) يُؤْتِىْ کے فاعل کا اظہار ہے کہ وہ مال خرچ ہی اس لیے

ہے" طالباً ان یکون عند اللہ تعالیٰ زاکیاً نامیاً لا یرید بہ ریاء ولا سمعۃ او متطہراً من الذنوب" کہ اُسے مطلوب و مقصود یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاکیزہ و ستھرا ہو جائے اور اس انفاق (خرچ) کے ذریعہ نہ ہی اُسے ریاکاری اور شہرت و نمود کی خواہش و چاہت ہے یا وہ محبوب رکھتا ہے کہ گناہوں کی گندگی و آلودگیوں سے پاکیزہ و ستھرا ہو جائے جمہور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیات امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں اور اللہ نے انہیں "الاتقی" فرمایا لہذا انبیاء و رسل کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں سب سے بڑھ کر متقی ہیں اور فضیلت کا معیار تقویٰ ہی تو ہے۔ اد کما قال اللہ عزوجل سبحانہ' ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تو واضح ہوا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء و رسل کے بعد افضل الناس والبشر ہیں۔ اور ان آیات میں ان کے لیے جنت کی دو ٹوک خوشخبری ہے۔ ایک قول ہے الف لام عہدی ہے اور معہود حضرت ابوبکر ہیں۔

امام حاکم نے عامر بن عبد اللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے ابو قحافہ نے ابوبکر سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم ان ضعیف و کمزور غلاموں کو آزاد کرتے ہو جو آزاد ہو کر تمہاری مدد کے قابل نہیں اگر تم قوی مردوں کو آزادی دلاؤ تو تمہارے مددگار اور محافظ ہوں تو ابوبکر نے کہا اے پدر بزرگوار میں صرف اللہ کی رضا کا طلب گار ہوں اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔ ابن ابی حاتم نے عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے سات غلاموں کو آزاد کیا جن میں بلال و عامر بھی تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آپ نے امیہ بن خلف لعین سے اپنی غلام نسطاس اور کچھ مال کے بدلے خرید کر آزاد کیا۔

(وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝) اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

پچھلے کلام کے افادہ کے لیے جملہ مستانفہ ہے ای ایتاء ہ للزکی خالصاً للہ تعالیٰ۔ یعنی اس کا پاکیزگی اور ستھرا ہونے کے لیے مال خرچ کرنا صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے ہے اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کے بدلے میں وہ ایسا کرتا۔ کفار خیال کرتے تھے کہ بلال کا ابوبکر پر کوئی احسان ہوگا جس کا بدلہ اس کی آزادی سے دیا ہے تو اس آیت میں اس خیال کی تردید ہے کہ بلال کا ابوبکر پر کوئی احسان نہیں کہ وہ اس کا بدلہ دیتے بلکہ ان کا یہ عمل محض اللہ کی خوشنودی کے لیے اور کوئی دوسری غرض نہ تھی۔ اگلے جملہ میں

اس کا برملا اظہار ہے۔

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔

استثناء متصل ہے اور مستثنیٰ منہ محذوف ہے فالمعنی لکنہ فعل ذلک لابتغاء وجہ ربہ سبحانہ وطلب رضاہ عزوجل لا لمکافاۃ نعمہ۔ تو معنی یوں ہوں گے کہ اس نے (حضرت ابو بکر صدیق) یہ اس لیے کیا کہ انہیں صرف اپنے پروردگار سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مطلوب ہے اور انہوں نے کسی غرض یا کسی کے احسان کے بدلے میں ایسا ہرگز نہیں کیا۔

(وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝) اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

ای وباللہ لسوف یرضیٰ یعنی اور اللہ کی قسم وہ ضرور جلد ہی اپنے پروردگار سے راضی ہوگا اور اس میں ضمیر "للاتقی" کے لیے جس سے مراد حضرت ابو بکر صدیق ہیں اور یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا کریمانہ وعدہ ہے جس کے موعود ابو بکر ہیں اور حضرت ابو بکر سے یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کی نظیر ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ولسوف یعطیك ربك فترضی۔ اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ مراد یہ ہے کہ وہ راضی ہو جائیں گے اس نعمت وکرم اور رضوانِ اکبر سے جو حق سبحانہ وتعالیٰ انہیں آخرت میں عطا فرمائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں شانِ خلت ومحبوبیت کا اشارہ بھی واضح ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کریم کے محبوب وحبیب ہیں اور حضرت ابو بکر حضور کے محبوب وحبیب ہیں اور محبوب کا محبوب محبوب ہی ہوتا ہے اور ارشاد نبوی ان اتخذت غیر اللہ خلیلا لاتخذت ابا بکرؓ خلیلا کہ اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابو بکر کو خلیل بناتا اس کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔ واللہ یہ انعام ثانی اثنین ہی کو سزاوار ہے رضی اللہ عنہم۔

الحمد للہ آج سورت اللیل مکمل ہوئی۔
دس رجب المرجب ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۹۴ء

سورۃ الضحیٰ مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع۔ گیارہ آیتیں۔ چالیس کلمات اور ایک سو بہتر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الضحیٰ پ ۳۰

وَالضُّحٰىۙ	چاشت کی قسم۔
وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰىۙ	اور رات کی جب پردہ ڈالے۔
مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰىؕ	کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔
وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰىؕ	اور بیشک پچھلی بہتر ہے تمہارے لیے پہلی سے۔
وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰىؕ	اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔
اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى۪	کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔
وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۪	اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔
وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰىؕ	اور تمہیں حاجتمند پایا پھر غنی کر دیا۔
فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْؕ	تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو۔
وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْؕ	اور منگتا کو نہ جھڑکو
وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۠	اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

حل لغات سورۃ الضحیٰ پ ۳۰

وَ۔ قسم ہے	الضحیٰ۔ چاشت کی	وَ۔ اور	الیل۔ رات کی
اذا۔ جب	سجی۔ پردہ ڈالے	ما۔ نہ	ودعک۔ چھوڑا تجھ کو
ربک۔ تیرے رب نے	وَ۔ اور	ما۔ نہ	قلی۔ ناراض ہوا
وَ۔ اور	للاخرۃ۔ یقیناً آخرت (پچھلی)	خیر۔ بہتر ہے	لک۔ تیرے لیے
من الاولیٰ۔ پہلی سے	وَ۔ اور	لسوف۔ یقیناً جلدی	یعطیک۔ دیگا تجھ کو
ربک۔ تیرا رب	فترضیٰ۔ سو تو راضی ہوگا	ا۔ کیا	لم۔ نہ
یجد۔ پایا	ک۔ تجھ کو	یتیما۔ یتیم	فاوٰی۔ تو جگہ دی

و۔ اور	وجد۔ پایا	ک۔ تجھ کو	ضالا۔ محبت میں خود رفتہ
فھدیٰ۔ تو ہدایت دی	و۔ اور	وجد۔ پایا	ک۔ تجھ کو
عائلا۔ مفلس	فاغنیٰ۔ تو غنی کر دیا	فاما۔ پھر	الیتیم۔ یتیم پر
فلا۔ نہ	تقھر۔ دباؤ ڈال	و۔ اور	اما۔ لیکن
السائل۔ منگتے کو	فلا۔ نہ	تنھر۔ جھڑک	و۔ اور
اما۔ پھر	بنعمۃ۔ نعمت	ربک۔ اپنے رب کا	فحدث۔ چرچا کر

سُورتُ والضحیٰ

سُورتُ الضحیٰ مکی ہے اس میں ایک رکوع اور گیارہ آیات ہیں اور اس کے مکی ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ پچھلی سورت میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وسیجنبھا الاتقی" اور حضرت صدیق اکبر کا ذکر گزرا جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمام انبیاء کے سردار اور امام ہیں تو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمتوں کے حوالے سے آپ کا ذکر اس کے فوراً بعد فرمایا ہے اور بعض علماء نے کہا ہے "سورت اللیل" سورۂ ابوبکر تھی۔ اور یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اللہ نے ان دونوں سورتوں کے درمیان تعاقب و تسلسل فرمایا ہے اور دونوں کے درمیان واسطہ نہیں رکھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے درمیان کوئی آڑ نہیں اور نہ ہی کوئی بُعد ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے نائب کامل، خلیفۂ اکبر، تقی اکمل، افضل و اعلم اور محبوب و اقرب عنداللہ و عندالرسول آپ ہی کی ذات گرامی ہے، یہی وجہ ہے کہ زعماء امت نے آپ ہی کو صرف خلیفۃ الرسول قرار دیا ہے اور وہ ثانی اثنین ہیں۔ رہا یہ کہ صدیق اکبر کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقدم فرمایا آپ سے ان کی افضلیت کا وہم پیدا کرتا ہے تو ایسا ہرگز نہیں کہ قرآن میں مخلوقات کا ذکر خالق سے مقدم بالتکرار آیا ہے اور اللہ نے ان پر قسمیں یاد فرمائیں پھر اپنا ذکر فرمایا اور خدام سردار کے درمیان آگے ہی ہوتے ہیں تاکہ سردار کی عظمت کا احساس و اظہار ہو اور یونہی فرائض عبادت پر سنتوں کا تقدم ہے اور شاخوں کے اندر سے اور شعاعوں کے ہالے میں سے نور کا دیر سے طلوع ہونا اور زنبے کے پھل کا لکڑی کے دونوں لچکدار کناروں کے درمیان ہونا اس کی عظمت و شان کو مضر نہیں۔ ارشاد باری ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سورہ والضحیٰ پ ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالضُّحٰی ۝ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ۝ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ۝ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ۝

چاشت کی قسم۔ اور رات کی جب پردہ ڈالے کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا اور بے شک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

(والضحٰی ۝) چاشت کی قسم

والمراد ضا وقت ارتفاع الشمس الذی یلی وقت بروزھا للناظرین دون ضوئھا وارتفاعھا۔

اس بارے میں پہلے بہت تفصیل گزری مگر یہاں مراد سورج کی بلندی کا وہ وقت ہے جو دیکھنے والوں کے لیے اس کی روشنی اور بلندی کو چھوڑ کر (قطع نظر) اس کے (سورج) کے نکلنے اور ظاہر ہونے کا وقت ہے اور قسم کے ساتھ اس کی تخصیص اس لیے ہے کہ وہ دن کا شباب ہے۔ وقیل المراد بہ النھار اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد دن ہے کہ لیل کے مقابل ذکر ہوا ہے۔ بعض کا قول کہ ضحٰی وہ معتدل وقت ہے دن کا جو ہر موسم میں ہوتا ہے اور ایک قول ہے کہ یہی وہ سعید و مبارک وقت ہے جس میں اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور یہی وہ نیک ساعت دن ہے جس میں جادوگر عظمت رسالت دیکھ کر سجدہ ریز ہوئے جیسا کہ ارشاد باری ہے ان یحشر الناس ضحٰی اور اس میں مقسم علیہ کے لیے بڑی مناسبت ہے اور وہ یہ ہے کہ بے شک حق سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑا اور نہ ہی اُن کی نگہبانی اور ان سے کلام روحی فرمانے سے الگ یا جدا ہوا۔ بعض علماء نے کہا کہ مراد ہے روئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم ہے اور امام رازی کا قول ہے کہ محمد کے مردوں کی قسم۔

(وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝) اور رات کی جب پردہ ڈالے۔

(واللیل) ای وجنس اللیل یعنی رات کا وقت، اذا ظرفیہ نہیں بلکہ وقت کے معنی میں ہے (سجٰی) قتادہ کا قول ہے ای سکن الناس و الاصوات یعنی

جب لوگ پُرسکون ہو جائیں (سو جائیں) اور آوازیں خاموش ہو جائیں۔ حسن کا قول ہے سجیٰ کا مطلب ہے اقبل ظلامہ یعنی جب تاریکی کے ساتھ آجائے ضحاک کا قول ہے جب رات ہر چیز کو اندھیرے میں ڈھانک لے۔ امام رازی کا قول ہے کہ مراد ہے زُلف ذکا مل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا اہل بیت کی خواتین یا ازواج مطہرات کی قسم، اور امام ہی سے منقول ہے کہ ضحیٰ سے مراد اللہ کا نور علم ہے جس سے غیوب میں سے مستور کی معرفت ہوتی ہے اور لیل سے مراد اللہ کا عفو و درگزر ہے جس کے ساتھ وہ سب کے عیوب کو چھپاتا ہے۔

(مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ) کہ تمہیں تمہارے رب نے چھوڑا۔

جواب قسم ہے اور وَدَّعَ التودیع سے ہے اور یہ دراصل الدعاء تھا دھوان تدعو للمسافر بان یدفع اللہ تعالیٰ عنہ کابۃ السفر اور یہ اس لیے بولا جاتا تھا کہ مسافر کو دعا دی جائے کہ اللہ تعالیٰ اُسے سفر کی تکلیفوں اور صعوبتوں سے دور رکھے (بچائے) ثم صار متعارفا فی تشییع المسافر و ترکہ ثم استعمل فی الترک مطلقاً پھر یہ مسافروں کی رخصتی کے وقت اور انہیں چھوڑنے کے حوالے سے متعارف ہو گیا پھر صرف ان کے چھوڑنے (الوداع کہنے تک) کے ساتھ ہی مستعمل ہو گیا۔ یہاں اس سے مراد یہ ہے ای مَا تَرَكَكَ رَبُّكَ یعنی تیرے پروردگار نے تمہیں نہ چھوڑا ایک قول ہے ان المعنی مَا قَطَعَكَ قَطْعَ الْمُوَدِّعِ معنی یہ ہیں کہ تجھے جدا نہ کیا چھوڑنے والے کی طرح جدا کرنا اور اس میں ترک کے لیے استعارہ ہے جس میں لطف و تعظیم ہے اور مخفی نہ رہے کہ وداع احباب کے درمیان ہوتا ہے کفار مکہ کے قول کی نفی و تردید اور جواب ہے جنہوں نے کہا وَدَّعَهُ رَبُّهُ اُسے اس کے رب نے چھوڑ دیا۔ اور وہ ایسا بطور تمسخر و استہزاء کہتے تھے۔ واضح مفہوم یہ ہے تمہارے پروردگار نے تمہیں بالکل نہیں چھوڑا اور نہ ہی تم سے تعلق توڑا۔

(وَمَا قَلٰی ۝) اور مکروہ نہ جانا

ای وَمَا ابغضك وحذف المفعول یعنی اور تمہیں پسند سے سوا نہ جانا اور مفعول کے حذف میں قَلٰی کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت واضح ہے اور بعض نے کہا ہے کہ تسجیع آیات کے لحاظ سے مفعول کا ذکر نہیں تو میں کہتا ہوں گو یہ صحیح ہے مگر وَدَّعَكَ میں مفعول کا ذکر کفار کے

جواب میں تھا جو کہتے تھے ودعہ ربہ وقد قلاہ ربہ اور یہاں قلیٰ کا ذکر اپنی ذات (حق سبحانہ وتعالیٰ) کی جانب سے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تالیف کے لیے بھی ہے کہ ہم نے تجھے محبوب و پسندیدہ کے سوا اور کچھ نہ جانا کیونکہ کفار کا یہ کہنا کہ قد قلاہ ربہ بے شک اُس کے رب نے اُسے مکروہ جانا تو کفار کا یہ قول اللہ پر افتراء و بہتان تھا تو اللہ نے ان کے قول کی تردید کر دی اور یہاں مفعول کا ذکر نہ کر کے گویا اپنی محبت بھی واضح کر دی کہ کبھی کوئی محبوب کو بھی چھوڑتا ہے جس کا ذکر ودعک (ک کی ضمیر مفعول کی طرف ہے) میں پہلے ہو چکا۔ مفسرین فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز وحی نازل نہ ہوئی تو کفار نے بطریق طعن کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور مکروہ جانا اس پر سورت والضحیٰ نازل ہوئی۔

صحیحین میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند روز علیل رہے اور تہجد کے لیے نہ اُٹھے تو ایک کافرہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے جن نے تمہیں چھوڑ دیا اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔ بغوی کا قول ہے کہ وحی کے رکنے کی مدت بارہ روز سے چالیس روز تک باختلاف روایات آئی ہے مقاتل کا قول ہے کہ چالیس روز رکی تو مشرکوں نے کہا ودعہ ربہ وقلاہ ربہ تو اس کے جواب میں یہ سورت اُتری ابن جریر نے شداد بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جب کچھ روز وحی رکی رہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت گریہ وزاری فرمائی تو ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا اری ربک قد قلاک مما اری من جزعک فنزلت والضحیٰ میں دیکھتی ہوئی کہ آپ کا پروردگار آپ سے ناراض ہو گیا بے قراری اور اس گریہ کی وجہ سے جو میں آپ سے دیکھ رہی ہوں تو اس سورت الضحیٰ نازل ہوئی۔ ام المومنین کا یوں فرمانا بطور درد مندی اور تسلی کے لیے تھا۔

(وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝) اور بے شک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔

"لما انما باقیۃ صافیۃ الشوائب علی الاطلاق وھذہ فانیۃ مشوبۃ بالمضار وما اوتی علیہ الصلوۃ والسلام من شرف النبوۃ وان کان مما لا یعادلہ شرف ولا یدانیہ فضل لکنہ لا یخلو فی الدنیا عن بعض العوارض القادحۃ فی تمشیۃ الاحکام مع أنہ عند ما أعد لہ علیہ الصلاۃ والسلام فی الآخرۃ من السبق والتقدم علی کافۃ الانبیاء والرسل علیھم الصلاۃ والسلام یوم الجمع

وعلی سائر یومر یقوم الناس لرب العلمین وکون امتہ صلی اللہ علیہ وسلم شھداء علی سائر الامم ورفع درجات المومنین واعلاء مراتبھم بشفاعتہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیر ذلک من الکرامات السنیۃ التی لا تحیط بھا العبارات۔

یقیناً اس لیے کہ آخرت علی الاطلاق ہر قسم کی گندگیوں، عیوب اور ملاوٹوں سے پاک اور باقی رہنے والی ہے اور یہ دنیا کی زندگی فنا ہونے والی، آلودگیوں، ملاوٹوں اور برائیوں اور نقصان دہ امور سے لتھڑی ہوئی ہے رہبری ہوئی ہے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو شرف نبوت و رسالت سے سرفراز کئے گئے ہیں اور اس سے بڑھ کر یا اس کے مقابل اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے جو اس تک پہنچ سکے البتہ دنیاوی زندگی بعض ناپسندیدہ باتوں سے خالی نہیں ہے جو احکام کے پہنچانے میں آڑے آتے ہیں اور اس کے ساتھ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخرت میں جو بڑائی اور فضیلت دی گئی ہے کوئی اس میں آپ کے برابر نہیں آپ کو بروز حشر تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوۃ والسلام پر سبقت و فضیلت اور برتری عطا کی گئی جس دن لوگ جہانوں کے پروردگار کے حضور کھڑے ہوں گے آپکی امت تمام امتوں پر شاہد و گواہ ہوگی اور اہل ایمان کے درجات بلند کئے جائیں گے اور ان کے مراتب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے ترقی دی جائے گی اور ان کو بے انتہا عزتیں شرف اور بزرگیاں عطا ہوں گی جن کا تحریریں احاطہ نہیں کر سکتیں۔ ایک قول ہے کہ یہ آیت پچھلی آیت سے ملی ہوئی ہے اور اسی ضمن میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں اپنے ساتھ وابستہ و پختہ رکھے گا اور تمہاری جانب وحی پیہم اور مسلسل آتی رہے گی۔ اور یہ چند روزہ انقطاع میں جو تمہیں فراقی حالت پیش آئی تحت حکمت تھی جس پر تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے لیے آخرت دنیا سے بہتر ہے کہ وہاں مقام محمود، حوض کوثر، شفاعت اور ان گنت نعماء و فضل و کرامات کے وعدے ہیں۔ جس پر اگلے پچھلے سبھی لوگ رشک کریں گے۔ ایک قول ہے کہ تمہاری دوسری حالت کیفیت پہلی حالت و کیفیت سے بہتر ہوگی اور تمام کمالات علویہ اور مقامات ارفع پر برابر ترقی پاتے رہو گے۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ عروج و منزلت میں فضل و کمال، عز و شرف بڑھتا رہے گا اور یہ سلسلہ ختم نہ ہوگا۔ بعض علماء نے اس آیت کے تحت مدینہ منورہ کو مکۃ المکرمہ پر فضیلت دی ہے کہ آپ کا پہلا وقت مکۃ المکرمہ میں اور دوسرا مدینۃ المنورہ میں گزرا اور اب بھی وہیں ہی ہے۔

(وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝) اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

وَلَسَوْفَ میں ل (لام) تاکید کے لیے آیا ہے کہ سَوْفَ پر ہے یعطیك تمہیں دنیا وآخرت میں عطا فرمائے گا۔

قیل هو وعده کریمة شاملة لما اعطاه الله عزوجل فی الدنیا من کمال النفس وعلوم الاولین والآخرین وظهور الامر واعلاء الدین بالفتوح الواقعة فی عصره صلی الله علیه وسلم وفی ایام خلفاءه علیه الصلوة والسلام وغیرهم من الملوك الاسلامیة وفشو الدعوة والاسلام فی مشارق الارض ومغاربها ولما ادخرجل وعلا له علیه الصلوة والسلام فی الآخرة من الکرامات التی لا یعلمها الا هو جل جلاله وعم نواله۔

تو اس آیت کے تحت اکثر علماء کا فرمانا ہے کہ یہ اللہ تعالٰی کا اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کریمہ ہے جو ان نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں عطا فرمائی گئیں جن میں کمال نفس اور علوم اولین و آخرین اور ظہور امر اور دین کی سربلندی و ترقی کے ساتھ وہ فتوحات و کامرانیاں جو عہد سعادت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ مسلمان امراء و ملوک کے زمانوں میں ہوئیں یا ہوتی رہیں گی اور دعوت اسلام کا شائع اور عام ہونا اور زمین کے مشارق و مغارب میں اس کا پھیل جانا وغیرہ اور وہ بھی جو حق سبحانہ، و تعالٰی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آخرت میں جن کرامات و کمالات اور انعامات کو جمع (ذخیرہ) فرما رکھا ہے جسے اللہ کریم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بعض علماء کا ارشاد ہے کہ مراد وہ عنایات و عطایات ربانیہ ہیں جو اللہ نے دنیا میں عطا فرمائیں جیسے فتح مکہ وغیرہ۔ ابن ابی حاتم نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ھی الشفاعة اس سے مراد شفاعت ہے، ابن المنذر، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے حلیہ میں حرب بن شریح کے طرق سے روایت کی ہے کہ میں نے ابی جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ اہل عراق آپ سے اس آیت کے بارے میں شفاعت مراد لینا بیان کرتے ہیں، تو آپ اس ضمن میں کیا فرماتے ہیں تو فرمایا ہاں ایسا ہی ہے بخدا مجھ سے محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم

سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اشفع لامتی حتی ینادی ربی ارضیت یا محمد فاقول نعم یارب رضیت ثم اقبل علی فقال انکم تقولون یا معشر اھل العراق ان ارجی اٰیۃ فی کتاب اللہ تعالیٰ یٰعبادی الذین اسرفوا الخ قلت انا لنقول ذلک قال فکنا اھل البیت نقول ان ارجی اٰیۃ فی کتاب اللہ تعالیٰ ولسوف یعطیک ربک فترضٰی میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا پروردگار مجھے پکار کر کہے گا اے محمد کیا تم راضی ہو گئے تو میں عرض کروں گا جی ہاں میرے پروردگار میں راضی ہو گیا۔ پھر راوی اس سے آگے بڑھے اور کہا اے گروہ عراق تم کہتے ہو کہ اللہ کی کتاب میں سب سے زیادہ اُمید افزا آیت یٰعبادی الذین الخ ہے لیکن ہم اہل بیت کہتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ اُمید دلانے والی آیت ولسوف یعطیک الخ ہے۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ عطا (یعطیک) سے مراد نعماء آخرت ہے اور اُخروی تعظیم و تکریم جس میں شفاعت عامہ و خاصہ اور مقام محمود وغیرہ بھی شامل ہے بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا رضاہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یدخل امتہ کلھم الجنۃ: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ ان کی ساری اُمت جنت میں ہو۔ خطیب سے روایت ہے "لایرضی محمد صلی اللہ علیہ وسلم واحد من امتہ فی النار" کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ ان کا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوگا۔

صحیح مُسلم شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر بحال زاری اپنی امت کی بخشش کے بارے میں دعا فرمائی اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے جبرئیل کو بھیجا کہ پوچھیں گریہ کا سبب کیا ہے باوجودیکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ دانا ہے تو جبرئیل حسب الحکم حاضر ہوئے گریہ کا اور سبب پوچھا تو آپ نے تمام ماجرا کہا اور غم امت کا اظہار کیا تو جبرئیل نے عرض کیا اے پروردگار تیرے حبیب کا یوں فرمانا ہے تو اللہ نے جبرئیل سے فرمایا جاؤ اور میرے حبیب سے کہو کہ ہم تمہیں تمہاری امت کے معاملہ میں راضی کر دیں گے اور گراں خاطر نہ ہونے دیں گے۔

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ﴿۶﴾ کیا اُس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

صاحب کشاف الزمخشری کا قول ہے ان یتیما من قولھم درۃ یتیمۃ والمعنی الم یجدک واحدا فی قریش عدیم النظیر فآواک۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر چند مہربانیوں کا ذکر ہے جن کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی سے ہے تاکہ آئندہ مہربانیوں کی اُمید کو ان پر قیاس کیا جاسکے ارشاد ہے کہ کیا اُس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی صاحب کشاف علامہ زمخشری کا قول ہے ان کے قول کے مطابق بلاشبہ یتیم سے مُراد در یتیم ہے جس کے معنی بے نظیر و عدیم النظیر کے ہیں۔ اور مراد یہ ہے کہ کیا اُس نے (اللہ نے) تمہیں قریش میں واحد و یکتا اور بے نظیر نہ پایا پھر تمہیں جگہ دی (مقام قرب میں جگہ دی) اور آپ کے دشمنوں کے اندر اپنی حفاظت میں آپ کی پرورش کی۔ اور نبوت و رسالت کے ساتھ مشرف فرمایا۔ خازن و جمل میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدفِ مادر میں تھے کہ آپ کے والد نے مدینہ منورہ میں رحلت کی۔ اور کوئی ترکہ نہ چھوڑا آپ کی کفالت آپ کے دادا عبدالمطلب نے کی اور جب عمر شریف چھ سال ہوئی تو والدہ صاحبہ نے بھی وفات پائی آٹھ سال کے ہوئے تو دادا نے بھی داغ مفارقت دیا پھر اپنے حقیقی چچا ابو طالب کی کفالت میں رہے۔ یہاں تک کہ نبوت و رسالت سے سرفراز ہوئے۔ یَجِدْ وَجَدَ سے مضارع بمعنی عَلِمَ یعنی جاننا اور ایک قول ہے وَجَدَ وجود سے مشتق ہے جس کے معنی پانا ہیں اور یتیما اس سے حال ہے اور استفہام انکاری نفی کے لیے ہے جو اثبات کو مستلزم بمعنی اقرار کرانے کے ہیں۔ یعنی اللہ نے تمہیں یتیم پایا تو اس نے تمہاری کفالت کا انتظام کر دیا۔

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى ٥ اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

وَوَجَدَكَ۔ اور تمہیں پایا اَیْ عَلِمَ یعنی تمہیں جان لیا۔ (ضَآلًّا فَهَدٰى) ای ووجدک غافلا عن الشرائع التی لا تھتدی الیھا العقول کما فی قولہ تعالی ما کنت تدری ما الکتاب وقولہ سبحانہ وان کنت من قبلہ لمن الغافلین فھداک الی مناھجھا فی تضاعیف ما اوحی الیک من الکتاب المبین وعلمک ما لم تکن تعلم۔

یعنی تمہیں علامات نبوت اور احکام شریعت اور اس کی تفصیلات (فرائض و احکام) سے

نوازا جن کو جاننے کے لیے عقلیس کسی طور ذریعہ نہیں جیساکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے اس سے پہلے تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے اور جو تمہاری طرف کتاب مبین قرآن حکیم میں سے وحی کیا گیا اور تمہیں سکھا دیا

وقیل الضال الشجرۃ المنفردۃ فی البیداء لیس حولھا شجر والمراد اما وجدك وحدك لیس معك احد فھدی الناس الیك ولو تیركك منفردا۔ ایک قول ہے "ضالہ" سے مُراد وہ درخت ہے جو بیابان (صحرا) میں اکیلا ہی ہوتا ہے اور اس کے اردگرد کوئی درخت نہیں ہوتا اور اس معنی پر مُراد یہ ہے کہ اے حبیب ہم نے تمہیں اہل عرب کی بستیوں میں منفرد اور اس تنہا درخت کی مانند پایا تو تمہاری طرف لوگوں کو راہ دکھلائی اور تمہیں یکہ وتنہا نہ چھوڑا۔

ایک قول ہے لفظ ضلال "ضل الماء فی اللبن" سے لیا گیا ہے جس کے معنی دودھ میں پانی ملانے کے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دودھ میں کسی غرض سے (لسی وغیرہ بنانے کے لیے) پانی کو غالب واکثر ملاتے ہیں اور دودھ مغلوب ہو جاتا ہے بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کے درمیان مغلوب تھے تو اللہ نے آپ کو غلبہ واظہار دین کے لیے اپنی ہدایت سے قوت بخشی۔ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ وحی سے قبل توحید حق پر ایمان رکھتے تھے صغائر وکبائر سے معصوم اور عارف تھے۔ بتوں اور ان کی پرستش کو شرک وکفر جانتے تھے اور حج وعمرہ وغیرہ بجالاتے تھے، احادیث میں تفصیل سے وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نہ کبھی کسی بت کو سجدہ کیا یا اُسے پوجا اور نہ ہی کبھی شراب نوشی کی اور مجھے معلوم تھا کہ قریش مریکا کفر پر ہیں حالانکہ میں قرآن حکیم اور تفصیلات ایمان سے واقف نہ تھا۔ تو ضالاً کے عمومی معنی کیوں کر درست ہو سکتے ہیں بلکہ یہ سوء ادبی ہے اور جمہور علماء کا مذہب یہی ہے اور حدادب سے باہر ہونا ہلاکت ہے۔ وقال الجنید قدس سرہ ای وجدك متحیرا فی بیان الکتاب المنزل علیك فھداك لبیانہ: حضرت شیخ الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اے محبوب ہم نے تمہیں اس کے کھول کھول کر بیان فرمانے کی ہدایت فرمائی۔ ایک قول ہے کہ وجدك قدر نفسك فاطلعك علی عظیم محلك یعنی اے محبوب ہم نے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی عظمت ذات و صفات اور مراتب و درجات کی معرفت عطا فرمائی۔

ایک قول ہے۔ وجدک ضالا عن معنی محض المودۃ فسقاک کاسا من شراب القربۃ والمودۃ فہداک بہ الی معرفتہ عز وجل اور اے محبوب طالب ! محبت و قرب میں خود رفتہ پایا تو تمہیں اپنی قربت و محبت سے سیراب فرمایا اور تمہیں اپنی معرفت کی طرف ہدایت دی۔

وقال جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کنت ضالا عن محبتی لک فی الازل فمننت علیک بمعرفتی اور شہزادہ اہل بیت نبوی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے "اے محبوب تم ازل میں میری جو تم سے محبت ہے تو میں نے تم پر اپنی معرفت فرمایا۔ ابو حیان کا قول ہے کہ کلام میں مضاف محذوف ہے اور معنی یوں ہیں وجد رھطک ضالا فھدی بک اور ہم نے تمہاری قوم کو گمراہ پایا تو انہیں تمہارے ذریعہ ہدایت بخشی۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم بچپن میں تھے اور حسین و جمیل تھے اور مکہ کے چراگاہوں میں معروف و مشہور نہ تھے حلیمہ نے تمہیں دودھ پلایا تھا پھر وہ تمہارا دودھ چھڑا کر تمہیں تمہارے دادا عبد المطلب کے پاس تمہیں واپس سپرد کرنے آئی تھی۔ سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے قافلہ میں ابو طالب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے ایک شب جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ پر سوار راہ منزل پر چل رہے تھے کہ ابلیس نے ناقہ کی مہار تھام کر قافلہ سے الگ دوسری راہ پر ڈال دیا تو جبریل علیہ السلام نے فی الفور حاضر ہو کر ابلیس پر ایسی پھونک ماری کہ وہ حبشہ میں جا گرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر قافلہ کے ساتھ ملا دیا۔ اسی طرح کی ایک روایت صغر سنی میں آپ کے گم ہونے کی ہے اور یہ روایت مرفوع ہے اور اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے امام رازی کا یہی قول ہے

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ہ اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا

ای وجدک عدیم المقتنیات فاغناک بما حصل لک من ربح التجارۃ وذلک فی سفرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع میسرۃ الی الشام وبما وصیۃ

لك خديجة رضی الله تعالیٰ عنہا من المال وکانت ذا مال کثیر فلما تزوجها علیہ الصلوٰۃ والسلام وھبتہ جمیعہ لہ صلی اللہ علیہ وسلم لئلا یقول قائل ما یثقل علی سمعہ الشریف علیہ الصلوٰۃ والسلام وبمال ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کان ایضاً ذا مال فانفق بہ کلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال علیہ الصلاۃ والسلام ما ترکت لعیالك فقال ترکت اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ

یعنی ہم نے تمہیں حاجت مند پایا تو تمہیں غنی کر دیا یعنی تمہاری احتیاج و ضرورت کو پورا کر دیا اس سے جو تمہیں مال تجارت کے نفع سے حاصل ہوا اور یہ نفع اُس تجارت میں ہوا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف میسرہ کے ساتھ کیا تھا اور اس سے بھی جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مال میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر میں پیش کر دیا تھا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت مالدار تھیں تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تو انہوں نے وہ ساری دولت اور تمام مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا اس لیے کہ کوئی کہنے والا ایسی بات نہ کہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سمع شریف پر گراں گزرے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال کے ذریعہ بھی اور وہ بھی بہت دولت مند تھے تو وہ سبھی بھی کیوں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا تم نے اپنے عیال کے لیے کچھ چھوڑا ؟ تو عرض کی میں نے ان کے لیے اللہ جل جلالہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا۔ ایک قول ہے المراد تعالیٰ واغنی قلبك فان غنی القلب ھو الغنی مراد یہ ہے کہ تمہیں دولت قناعت سے مالدار کر دیا اور تمہارے دل کو غنی کر دیا تو بلاشبہ غنی وہی ہے جس کا دل غنی ہو، بخاری و مسلم میں ہے تونگری مال کی کثرت سے نہیں ملتی حقیقی تونگری نفس کا بے نیاز ہونا ہے۔ مثال کے طور پر اصحاب صُفہ اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص مراد کو پہنچا جو اسلام لایا اور اس کو ضرورت کے موافق رزق میسر ہو گیا اور اللہ نے اُسے دولت قناعت سے نواز دیا۔ اور بعض علماء نے عائلاً کی تفسیر اُمت سے کی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معرفت اور مصالح دینی کی طلبگار اور ضرورت مند تھی تو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے سرفراز فرما کر غنی کر دیا تاکہ طالبان دین و معرفت کی ضرورتیں پوری ہوں۔ یعنی ہم نے تمہاری امت کو حاجت مند پایا تو تمہیں ان کی ضرورتوں کے

لپنے فضل و نعمت سے مالا مال کر دیا۔

فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡ ؕ تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو

عبد اللہ بن سلام کا قول ہے فَلَا تَستذِلّہ تو اس کو چھوٹا یا کمزور نہ کرو اور مجاہد کا قول ہے لا تحتقرہ۔ اُسے مغلوب نہ بناؤ (خوار نہ کرو) سفیان کا قول ہے لا تظلمہ بتضییع مالہ اس کے مال کو ضائع کر کے اس پر زیادتی نہ کرو۔ علماء کے نزدیک القہر غلبہ اور تذلیل کے معنوں میں ہے۔ (راغب مفردات امام) ابنِ مسعود اور شعبی اور ابراہیم التیمی رضی اللہ عنہم نے پڑھا ہے "فَلَا تَکۡهَرۡ" (یعنی کاف کے ساتھ) اور بحر اور تہذیب الازہری میں "کہر" کے معنی عبوس الوجہ پیشانی پر تیوری چڑھانے کے ہیں تو معنی یہ ہوں گے کہ فلا تعبس تو ما تھے پر تیوری نہ ڈالو۔ بظاہر سیاقِ کلام کے حوالے سے خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر مُراد امت ہے۔ اہلِ عرب کا عمومی چلن یہی تھا کہ کمزور کا مال چھین لیتے یا زبردستی قبضہ جما لیتے اور یتیم کو دباتے اور اس پر ظلم کرتے۔

زجاج کا قول یہ ہے کہ یتیم کے مال پر زبردستی قبضہ نہ کرو۔ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے درمیان یتیم و سائل کے بارے میں ہدایت ہے۔ ارشادِ نبوی ہے انا وکافل الیتیم کھاتین (ابن ماجہ) میں اور یتیم جنت میں اس طرح ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر اشارہ فرمایا۔ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے من مسح علی رأس یتیم کان لہ بکل شعرۃ تمر علیہا یدہ نور یوم القیامۃ۔ جس شخص نے ازرہ شفقت کسی یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرا تو ہر اس بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھرا بروزِ قیامت نور ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً روایت ہے۔

اذا بکی الیتیم اھتز لبکائہ عرش الرحمن فیقول اللہ تعالیٰ لملائکتہ یا ملائکتی من ابکی ھذا الیتیم الذی غیب ابوہ فی التراب فیقول الملائکۃ انت اعلم فیقول اللہ تعالیٰ یا ملائکتی انی اشھدکم ان علی لمن اسکتہ وارضاہ ان ارضیہ یوم القیامۃ فکان عمر رضی اللہ عنہ اذا رأی یتیما مسح رأسہ واعطاہ شیئا۔ جب کوئی یتیم روتا چلاتا ہے تو اس کی آہ و فغان سے اللہ کا عرش لرز جاتا ہے۔ (ہل جاتا ہے) تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے۔ اے میرے

ملائکہ اس یتیم کو جس کا باپ، قبر کی مٹی میں چھپ گیا کس نے رُلایا تو فرشتے عرض کرتے ہیں
اے اللہ تو خوب جانتا ہے تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو میں تمہیں گواہ
کرتا ہوں اس پر کہ جو اُسے چپ کرائے (دلاسا دے) اور اُسے راضی کرے گا میں قیامت
کے روز اُسے راضی کروں گا (اس سے راضی ہو جاؤں گا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب
یتیم کو دیکھتے تھے تو ازراہ شفقت اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور اُسے کچھ عطا فرماتے
(البتہ ان کے ہاتھ پھیرنے کی کیفیت کے بارے میں درست تفصیل نہیں) اور ابو ہریرہ رضی
اللہ عنہ سے مروی ہے مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ
حسن سلوک ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی ہو۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ اور منگتا کو نہ جھڑکو

ای فلا تزجرہ ولکن تفضل علیہ بشئ او ردہ بقول جمیل۔
یعنی تم اُسے نہ ڈانٹو اور ہاں اسے کچھ دے کر اس پر مہربانی کرو یا پھر اُسے حسن اخلاق
(اچھی بات) سے واپس لوٹا دو۔ حسن کا قول ہے کہ اگر کوئی طالب علم سوال پوچھے تو اُسے
نہ جھڑکو کیونکہ جس شخص نے علم کو چھپایا اور طالبانِ علم تک نہ پہنچایا تو حدیث شریف میں ہے
من سئل عن علم فکتمہ الجم بلجام من نار جس سے کوئی علمی بات پوچھی گئی
پھر اُس نے اُسے چھپایا تو اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائیگی۔ سائیل سے مراد
منگتا ہو یا علم دین کا طالب علم ہو تو اس کا اکرام لازم ہے اور اس کی حاجت پوری کرنی چاہئے
اور اگر نہ کر سکتا ہو تو نرمی اور اچھی بات کہہ کر لوٹا دے اور بدخلقی و ترش روئی کا مظاہرہ نہ
کرے۔ ایک مشہور اثر ہے " للسائل حق وان جاء علی فرس " سائیل کا حق ہے
اگرچہ وہ گھوڑی پر سوار ہو کر آئے۔ علماء محدثین نے اس اثر کی تضعیف بیان کی ہے اور بعض
کے نزدیک بے اصل ہے۔ ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے " نعم القوم
السئوال یحملون زادنا الی الاخرۃ " سوال کرنے والے لوگ کیا خوب ہیں کہ
ہمارے توشہ کو آخرت کے لیے اٹھاتے ہیں۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

فان التحدث بہا شکرہا کما قال عمر بن عبد العزیز والحسن وقتادۃ

والفضیل بن عیاض پھر اگر تم نے ان نعمتوں کا بیان و چرچا کیا تو گویا تم نے اس کا شکریہ ادا کیا جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز اور حسن اور قتادہ اور فضیل بن عیاض (رضی اللہ عنہم) سے منقول ہے مجاہد کا قول ہے کہ نعمت سے مُراد تبلیغ نبوت ہے۔ کلبی کا قول ہے کہ نعمت سے مراد قرآن حکیم ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو اور اسے لوگوں تک خوب پہنچاؤ۔ اور تحدیث نعمت سے مُراد شکر بجالانا اور اس کا خوب چرچا کرنا ہے ایک قول ہے کہ نعمت سے مُراد وہ فضائل و کمالات اور وہ درجات و مراتب اور وہ نعمتیں جو اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں یا ان کا وعدہ فرمایا اور تحدیث سے مُراد ان کا لوگوں سے بیان کرنا ہے پچھلے تینوں جملوں (آیات) کا تعلق پچھلی آیات سے ہے جیسے وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى تو یہ لف نشر مرتب کی صورت ہے تو معنی یہ ہوں گے۔

انك كنت يتيما و ضالا و عائلا فاواك وهداك واغناك فمهما يكن من شئ فلا تنس نعمة الله تعالى عليك فى هذه الثلاث واقتد بالله تعالى متعطف على اليتيم وترحم على السائل۔

بلاشبہ آپ یتیم اور اپنی محبت میں خود رفتہ اور حاجت مند تھے تو اللہ نے آپ کو جگہ دی اور اپنی طرف راہ دی اور غنی کر دیا تو جب کوئی ضرورت نہ رہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پر ان تینوں باتوں میں اللہ کی نعمت کو نہ ذکر کرنا نہ چھوڑیں اور یتیم پر مہربانی کر کے اور سائل پر شفقت و نرمی فرما کر سنت الٰہیہ کی پیروی کریں۔ یعنی مذکورہ نعمتوں پر شکریہ بجالائیں، ہر نعمت پر شکر واجب ہے خواہ دینی ہو یا دنیاوی۔ اور احسان کو چھپانا ناشکری بخاری نے ادب میں، ابوداؤد، ترمذی، ابو یعلی، ابن حبان اور بیہقی نے جابر بن عبداللہ سے مرفوعًا روایت کی ہے۔

من اعطى عطاء و وجد فليجز به فان لم يجد فليثن به فمن اثنى به فقد شكره ومن كتمه فقد كفره۔

جس شخص کے ساتھ کوئی حسن سلوک کیا گیا تو اُسے چاہیئے کہ جب پائے اس کا اچھا بدلہ دے اور اگر کچھ نہ پائے تو اس کی تعریف ہی کر دے تو جس نے اس کی ثناء و تعریف کر دی تو گویا اس نے اس کا شکر ادا کیا اور جس نے اُسے چھپایا تو گویا اُس نے ناشکری کی۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ کا سب سے بڑھ کر شکر گزار وہ شخص ہے جو احسان کرنے والے لوگوں کا بہت شکر ادا کرنے والا ہو اور جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ اہل مکہ سورۃ الضحیٰ سے ختم قرآن تک ہر سورت کے آخر میں اللہ اکبر کہہ کر بسم اللہ کے ساتھ وصل کرتے ہیں اور ابنِ عباس اور ابن ابی کعب سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرأت کی تو آپ نے مجھے یہی حکم دیا۔ چونکہ کفار کے قول وداعک ربک کی تردید ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی پر مسرور ہوئے تو آپ نے تکبیر کہی اور اصحاب نے اسے بطور سنت جاری رکھا اور بعض قراء لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر بھی پڑھتے ہیں۔

الحمد للہ آج سورت الضحیٰ کی تفسیر پوری ہوئی۔

سورۃ الانشراح مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ آٹھ آیتیں۔ ستائیس کلمات اور ایک سو تین حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الانشراح پ ۳۰

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ○	کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔
وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ○	اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا۔
الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ○	جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○	اور ہم نے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔
فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○	تو بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔
اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○	بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔
فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ○	تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو۔
وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ○	اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

حل لغات سورۃ الانشراح پ ۳۰

ا۔ کیا	لم۔ نہ	نشرح۔ کھولا ہم نے	لک۔ تیرے لیے
صدر۔ سینہ	کَ۔ تیرا	وَ۔ اور	وضعنا۔ اتارا ہم نے
عنک۔ تجھ سے	وزر۔ بوجھ	کَ۔ تیرا	الذی۔ جس نے
انقض۔ توڑ دی تھی	ظھر۔ پیٹھ	کَ۔ تیری	وَ۔ اور
رفعنا۔ بلند کیا ہم نے	لک۔ تیرے لیے	ذکر۔ ذکر	کَ۔ تیرا
فان۔ تو بیشک	مع۔ ساتھ	العسر۔ تنگی کے	یسرا۔ آسانی ہے
ان۔ بیشک	مع۔ ساتھ	العسر۔ تنگی کے	یسرا۔ آسانی ہے
فاذا۔ تو جب	فرغت۔ تو فارغ ہو	فانصب۔ تو محنت کرو	وَ۔ اور
الی۔ طرف	ربک۔ اپنے رب کی	فارغب۔ رغبت کرو	

سورت الم نشرح

سورت الانشراح مکی ہے اور اس میں ایک رکوع اور آٹھ آیات ہیں اس سورت کا ایک نام "الشرح" بھی ہے۔ بیہقی نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ یہ سورہ مبارکہ مکی ہے اور سورت الضحٰی کے بعد نازل ہوئی جبکہ البقاعی کا گمان ہے کہ یہ مدنی ہے اور ایک طویل حدیث میں جسے ابنِ مردویہ نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے جیسا کہ اس سورت میں قول باری "مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا" مدینہ منورہ میں نازل ہوا لیکن اس روایت کی صحت میں علماء کو توقف ہے اور یہ سورت مبارکہ کو سورت الضحٰی سے بہت زیادہ اتصال ہے یہاں تک کہ روایت میں آیا ہے کہ طاؤس اور عمر بن عبدالعزیز دونوں کہا کرتے تھے هما سورة واحدة کہ یہ دونوں سورتیں ایک ہی سورت ہیں اور وہ دونوں بزرگ ان دونوں سورتوں کو ایک رکعت میں تلاوت کرتے تھے اور دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے فصل نہیں کرتے تھے اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ الم نشرح قول باری "الم یجدک یتیما" پر عطف کی مانند ہے سورت الضحٰی میں کفار کے قول قد قلاہ ربہ وودعہ کی تردید تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے قول سے جو ایذیت پہنچی تھی اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گراں خاطر اور غمگین و رنجیدہ تھے اور اس سورت الم نشرح کا مقتضیٰ تھا کہ نزول وحی کی حالت سے دل کا بوجھ ہلکا ہو اور آپ کو طمانیت قلبی اور تسکین حاصل ہو اور واضح ہو جائے کہ وحی کی وقتی بندش حکمت و مصلحت کے تحت تھی اور یہ بندش ناراضگی کی وجہ سے نہ تھی اور نہ ہی کوئی امر ترک تعلق سے متعلق تھا لہٰذا اس سورت میں ازالۂ غم ہے اور دعوت و تبلیغ کے بوجھ کے بارے میں خصوصی انعام ہے کہ دشوار امور آپ کے لیے مرغوب و محبوب اور آسان بنا دیئے گئے اور تکالیف آپ کے لیے راحت ہو گئیں۔ تو مضمون کے لحاظ سے دونوں سورتیں باہم متحد ہیں اور معنی کے لحاظ سے بظاہراً الگ الگ ہیں اور اس پر حدیث معراج دلالت کر رہی ہے جسے ابن ابی حاتم نے نقل کیا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا "یا محمد الم اجدك یتیما فآویت وضالا فهدیت وعائلا فاغنیت وشرحت لك صدرك وحططت

عنك وزرك در فعنا لك ذكرك فلا اذكرالا ذكرت معی" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہیں نے تمہیں یتیم نہ پایا تو تمہیں جگہ نہ دی اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف ہدایت نہ دی اور تمہیں حاجت مند پایا تو تمہیں غنی نہ کیا اور میں نے تمہارے سینہ کو کشادہ کر دیا اور تم سے تمہارے بوجھ کو اتار دیا اور تمہارے لیے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا تو میرا ذکر نہ ہوگا مگر یہ کہ میرے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا۔

مختصر تفسیر اُردو سورہ الم نشرح پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

ای شرحنا لك صدرك

یعنی ہم نے آپ کے لیے آپ کے سینہ کو کشادہ کر دیا۔ وقد یراد بہ تأیید النفس بقوۃ قدسیۃ وانوار الٰھیۃ اور اس سے مراد قوت قدسیہ (روحانیہ) اور انوار الٰہیہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و مدد ہے۔ الشرح فی الاصل الفتح والتوسعۃ شرح کا اصلی مفہوم وسعت اور کشادگی ہے اور بعض علماء کے نزدیک "شرح" سے مراد سرور نفس ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جب "شرح" کا تعلق قلب سے ہو تو معنی ہوں گے شرح قلبہ یکنا ای سرہ بہ لما ان القلب کالمنزل للنفس اس کے ساتھ اس کے دل کو کشادہ کر دیا یعنی اس کے لیے اس کے دل کو مسرور کر دیا کیونکہ بلاشبہ قلب نفس کے لیے منزل کی مانند ہے اور جب اس کا (شرح) کا تعلق صدر سے ہو تو وہ محل قلب (دل کا مکان) ہے اور جمہور علماء سے منقول ہے ان المعنی الم نفسحہ بالحکمۃ و نوسعہ بتیسیر نالك نلقی مایوحی الیك بعد ما کان یشق علیك کہ معنی یہ ہوں گے کہ کیا ہم نے آپ کے صدر مبارک کو حکمت کے ساتھ کشادہ نہ کر دیا اور ہم نے آپ کے لیے اپنی طرف سے نزول وحی سے آسانیوں کی وسعت کر دی اور اس سے بھی جو کچھ آپ کی طرف وحی فرمایا گیا اس کے بعد کہ وہ امر آپ کے لیے گراں تھا یعنی اللہ نے انوار ایمان اور علوم ظاہری و باطنی سے آپ کے سینہ کو کشادہ کر دیا اور شرعی احکام کا بار اور تکالیف آپ کے لیے آسان بنا دیں اور اس وقتی انقطاع وحی سے جس نے آپ کو غم فراق سے غمگین بنا دیا تھا اسے دور کر دیا اور آپ کی تسکین فرما دی

اور امور نفسانیہ سے آپ کو پاکیزہ کر دیا۔ ایک قول ہے ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ کر دیا۔ اور ہدایت معرفت، علم و حکمت، پند و موعظت اور تبلیغ نبوت و رسالت کے لیے ایسا وسیع کر دیا کہ عالم غیب و شہادت اس وسعت میں سما گئے اور علائق جسمانیہ اور امور نفسانیہ انوار روحانیہ و قدسیہ کے لیے خارج ہی نہ رہے اور آپ کا سینہ مبارک انوار الہیہ، علوم ربانیہ، حقائق و معرفت کی جلوہ گاہ ہو گیا جو کسی عاقل کو بذریعہ عقل و خرد حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس عالم ظاہری میں بھی آپ کا شرح صدر چار مرتبہ ہوا پہلی مرتبہ جب آپ حلیمہ سعدیہ کے ہاں تھے دوسری مرتبہ شباب سے پہلے اور تیسری مرتبہ وحیٔ نبوت سے پہلے اور چوتھی مرتبہ شب معراج ہوا ابونعیم سے منقول ہے "ان جبریل و میکائیل علیہما السلام شقا صدرہ وغسلاہ ثم قال اقراء باسم ربک" بلاشبہ جبریل و میکائیل علیہما السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو کھولا اور اُسے غسل دیا پھر کہا اقراء پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا (الآیۃ) یہ غسل ماء زمزم سے دیا اور ایسا کرنا امر جسمانی کے ازالہ کے لیے تھا، بخاری و مسلم میں قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بینا انا عند البیت بین النائم و الیقظان فاتیت بطست من ذہب فیہا ماء زمزم فشرح صدری" شب معراج جبکہ میں حطیم کعبہ (یا گھر میں) جاگنے اور سونے کی حالت کے درمیان تھا تو میرے لیے ایک سونے کا طشت بھیجا گیا جس میں زمزم کا پانی تھا تو میرا سینہ کھولا گیا پھر ارشاد فرمایا ثم حشی ایمانا وحکمۃ پھر اس میں ایمان و حکمت بھرے گئے۔ بلقینی کا قول ہے کہ ماء زمزم کوثر سے اسی وجہ سے افضل ہے کہ قلب اطہر کو اس سے غسل دیا گیا اور زمزم کا پانی تبدیلی مزاج کا موجب ہے اور ایسا آپ کی تکمیل روحانی کے لیے ایک امر تھا۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ٥ اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا۔

الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ٥ جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

(وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ٥) اور تم پر سے تمہارا بوجھ اتار لیا۔

ای وحططنا عنک حملک الثقیل یعنی ہم نے آپ سے آپ کا بھاری بوجھ اتار لیا۔ وِزْر سے مراد یا تو وہ غم کا بوجھ ہے جو کفار کے دعوت قبول نہ کرنے کا تھا۔ ایک قول ہے کہ مراد انقطاع وحی کا بوجھ ہے اور کفار کے اقوال کہ انہیں ان کے رب نے چھوڑ دیا وغیرہ، ایک

قول ہے کہ مراد امت کے گناہوں کے غم کا بوجھ ہے تو ہم نے ولسوف یعطیک ربک فترضی فرما کر اُسے اتار لیا۔ ایک قول ہے کہ آپ پر نبوت کا بارگراں آسان کر دیا اور فرائض نبوت کی دشواریاں سہل بنا دیں۔

(اَلَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝) جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

ای حملہ علی النقیض یعنی اس بوجھ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر بوجھل اور کمزور کر دی تھی ہم نے اُسے دور کر دیا" الذی" موصولہ ہے اور" اَنْقَضَ ظَهْرَكَ" وِزر کی صفت یا کیفیت و حالت ہے۔ اور النقیض ھو صوت الانتقاض والانفکاک اعنی الصریر اور نقیض وہ آواز ہے جو زیادہ بھاری بوجھ ڈالنے سے نکلتی ہے اور جوڑ جوڑ کھل جانا یا قلم چلنے کی آواز کی طرح۔ ایک قول ہے کہ" وزر" سے مراد غم فراق ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک کو کمزور بنا دیا تھا۔ ایک قول ہے کہ" وزر" سے مراد کفار کے عدم قبول ایمان کا غم تھا۔ یا پھر امت کا غم تھا جسے اللہ نے آپ کو مقبول شفاعت بنا کر اتار دیا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا

بالنبوۃ وغیرھا وای رفع مثل ان قرن اسمہ علیہ الصلوۃ والسلام باسمہ عزوجل فی کلمتی الشہادۃ وجعل طاعتہ طاعتہ وصلی علیہ فی ملائکتہ وامر المومنین بالصلاۃ علیہ وخاطبہ بالالقاب کیا ایھا المدثر یا ایھا المزمل یا ایھا النبی یا ایھا الرسول وذکرہ سبحانہ فی کتب الاولین واخذ علی الانبیاء علیھم السلام واممھم ان یومنوا بہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی نبوت و رسالت اور دیگر فضائل و مراتب کے ساتھ جیسے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے کلمات شہادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اپنے اسم گرامی کے ساتھ ملایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور آپ کو اعلیٰ القابات جیسے یاایھا المدثر، یا ایھا المزمل، یا ایھا النبی یا ایھا الرسول سے خطاب فرمایا (جبکہ دیگر انبیاء ورسل علیہم السلام) کو ان کے اسماء گرامی (اسم علم) کے ساتھ یاد فرمایا جیسے یا نوح یا ابراہیم یا موسیٰ اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے پہلی کتابوں میں آپ کا ذکر جمیل فرمایا اور تمام انبیاء ورسل سلام اللہ علیہم اجمعین اور ان کی اُمتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد لیا۔ مجاہد، قتادہ، محمد بن کعب، ضحاک اور حسن وغیرہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس بارے میں کہا" لا اذکر الا ذکرت معی" کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا کہ میرا ذکر نہ ہو گا

مگر تیرا ذکر میرے ذکر کے ساتھ ہوگا۔ بخاری نے ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت و رفعنا لک ذکرک کے بارے میں پوچھا تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے اذ ذکرت ذکرت معی جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ہمراہ آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

وشق لہ من اسمہ لیجلہ — فذو العرش محمود وھذا محمد

وضم الالٰہ اسم النبی الی اسمہ — اذا قال فی الخمس المؤذن اشھد

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کی عظمت وقدر افزائی کے لیے ان کا نام نامی اپنے نام سے نکالا تو عرش کا مالک محمود ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم محمد ہیں اور اللہ نے نبی کا نام اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے جبکہ پانچوں وقت اذان میں اذان دینے والا اشھد (میں گواہی دیتا ہوں) کہتا ہے۔ اہلِ آسمان اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے تھے آپ کا نام گرامی ساق عرش، قصور جنت کی ہر اینٹ پر، حور وغلمان کی پیشانیوں پر، اشجار جنت کے تمام پتوں پر اور انہار جنت کے کنارے پڑے تمام کوزوں پر لکھا ہوا ہے حتیٰ کہ لوح محفوظ کے مرکز میں لکھا ہوا ہے لا الہ الا اللہ وحدہ محمد عبدہ ورسولہ۔ ابن عباس کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت رسالت کے بغیر اللہ کی واحدانیت وبندگی کی تصدیق بے فائدہ ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہی رہے گا اور ایمان کی لذت سے بہرہ مند نہ ہوگا۔ قتادہ کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دنیا میں بلند ہے اور آخرت میں بھی بلند ہے۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی
اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ ہے بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

(فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝) تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

کشاف میں ہے کہ یہ فصیح ہے اور کلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی ودلجوئی ہے کیونکہ مشرک وکفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اہل ایمان کو فقر وفاقہ اور تنگیوں سے عار دلاتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن شریف میں یا یہ خطرہ گزرا کہ کہیں یہ لوگ اپنے اہل وعیال کی تنگدستی اور کفار کی تحقیر وطعن کے پیش نظر اسلام سے منہ نہ پھیریں تو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی ان عظیم نعمتوں کا ذکر فرمایا پھر مزید فرمایا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا گویا کہ ارشاد فرمایا

جا رہا ہے خولناك حولناك فلا تیأس من فضل الله تعالیٰ فان مع العسر الذی انتم فیہ یسرا۔ ہم نے آپ کو عطا کیا ہم نے آپ کو عطا کیا تو آپ اپنے رب کے فضل سے مایوس نہ ہوں کیونکہ یقیناً تنگی کے ساتھ جس میں کہ تم لوگ مبتلا ہو اس کے ساتھ ہی بڑی آسانی ہے یُسْرًا کی تنوین عظمت کو ظاہر کر رہی ہے اس سے مُراد یا تو مطلقاً دنیا کی آسانی ہے یا عہد نبوی میں بہت سی فتوحات کا حاصل ہونا ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے جب یہ آیت اُتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہیں خوشخبری ہو " لن یغلب عسر یسرین " یُسر تمہارے لیے آگیا اب ایک دشواری دو سہولتوں پر ہرگز غلبہ نہ کرے گی۔ یُسْرًا کی تنوین میں وعدہ و اُمید کی تعظیم بھی ہے یعنی عسر و تنگی کے ساتھ سہولت و آسانی بھی ضرور آئے گی۔ اور لفظ مَعَ کا بعد کی جگہ لانا اتصال کے لیے ہے

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

جملہ مستانفہ ہے اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اہل ایمان سے وعدہ ہے اور یُسر سے یہاں مراد تیسر لھم فی ایام الخلفاء او یسر الآخرۃ ۔ اہل ایمان کے لیے ایام خلافت میں آسانیاں ہوں گی یا آخرت میں آسانی ہو گی اور ثواب آخرت ہے، ارشاد نبوی " لن یغلب عسر یسرین " سے مراد یہی ہے کہ اگر دنیاوی تنگی (عُسر) دنیاوی یُسر (سہولت) پر غلبہ کر لے تو آخرت کے یُسر (سہولت) پر غالب نہ ہو گا اور آخرت کی آسانی دائمی ہے۔ بغوی سے یہ بھی منقول ہے نکرہ بصورت نکرہ مکرر آیا ہے اور اس سے مراد نئے معنی ہیں اور کلام گزشتہ کی تاکید محض نہیں۔ کیونکہ یہ جملہ معطوفہ نہیں اور نئے معنی یہی ہیں کہ مراد تنگی کے بعد آسانی ہے پہلے دنیا میں پھر آخرت میں اور وقت نے واضح کیا کہ آسانیاں دنیا میں بھی خوب میسر آئیں۔ لوگ ایمان لائے، اطاعت گزار ہوئے، غلبہ اسلام ظاہر ہوا، کفار رسوا ہوئے غنائم، مال و دولت کی کثرت ہوئی اور خلفاء راشدہ کے ایام میں یہ حال ہو گیا کہ زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا۔ اور آخرت کا وعدہ تو حق ہے اور لازوال ہے۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو۔ اور اپنے رب ہی

کی طرف رغبت کرو۔

(فَاِذَا فَرَغْتَ) تو جب تم نماز سے فارغ ہو۔

ای من عبادۃ کتبلغ الوحی

(فَانْصَبْ ٥) تو دعا میں محنت کرو۔

فانعب فی عبادۃ اخری شکرا لما عددنا علیک من النعم السالفۃ وَوَعدنا من الالاء الآنفۃ تو عبادت کی محنت کرو تاکہ مذکورہ سابق نعمتیں جو ہم نے آپ کو انعام فرمائیں اور جن نعمتوں کا آپ سے آئندہ وعدہ فرمایا ہے تاکہ سب کا شکر ادا ہو جائے۔ ایک قول ہے فاذا فرغ من عبادۃ اتبعھا باخری۔ تو جب آپ ایک عبادت سے فارغ ہوں تو اس کے متصل ہی دوسری عبادت میں مشغول ہوں اور کوئی لمحہ یاد خدا کے بغیر نہ گزرے۔ ابنِ عباس، قتادہ، ضحاک، مقاتل اور کلبی سے منقول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ نماز فرض سے فارغ ہو تو دعا کے لیے خوب کوشش کرو اور اللہ سے رغبت کے ساتھ مانگو یعنی آخرت طلب کرو یہ دعا خواہ نماز میں تشہد کے بعد قبل سلام ہو یا بعد سلام ہو، حدیث شریف میں ہے الدعوات مستجابات عند المکتوبات دعائیں فرض نمازوں کے بعد یا متصل مقبول ہوتیں ہیں۔ کلبی سے یہ بھی منقول ہے کہ امت کے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔

(وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ٥) اور اپنے رب کی طرف رغبت کرو

(وَاِلٰی رَبِّکَ) اور اپنے رب کی طرف

وحدہٗ یعنی صرف اور صرف حق سبحانہٗ وتعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

(فَارْغَبْ) رغبت کرو

فاحرص بالسؤال۔ یعنی مانگنے میں اللہ سے خوب رغبت کرو اور دوسرے سے نہ چاہو اور سوال میں خوب الحاح وزاری کرو اور اسی کی ذات سبحانہٗ وتعالیٰ پر توکل وبھروسا رکھو اور اُس سے اس کے فضل وکرم کی خوب چاہت رکھو۔

الحمد للہ آج سورت الانشراح پوری ہوئی۔

۱۳ رشوال المکرم ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۵ مارچ ۱۹۹۵ء

سورۃ التین مکیۃ

اس سورۃ میں ایک رکوع۔ آٹھ آئتیں چونتیس کلمے اور ایک سو پانچ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ التین پ ۳۰

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝	انجیر کی قسم اور زیتون کی۔
وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝	اور طور سینا کی۔
وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝	اور اس امان والے شہر کی۔
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝	بیشک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔
ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝	پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا۔
اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝	مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ انہیں بے حد ثواب ہے۔
فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝	تو اب کیا چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے۔
اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝	کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں۔

حل لغات سورۃ التین پ ۳۰

و۔ قسم ہے	التین۔ انجیر کی	و۔ اور	الزیتون۔ زیتون کی
و۔ اور	طور۔ طور	سینین۔ سینا کی	و۔ اور
ھذا۔ اس	البلد۔ شہر	الامین۔ امن والے کی	لقد۔ بیشک
خلقنا۔ پیدا کیا ہم نے	الانسان۔ انسان کو	فی۔ بیچ	احسن۔ اچھی
تقویم۔ صورت کے	ثم۔ پھر	رددنہ۔ لوٹایا اسکو	اسفل۔ نیچے
سافلین۔ سب نیچوں سے	الا۔ مگر	الذین۔ وہ جو	امنوا۔ ایمان لائے
و۔ اور	عملوا۔ عمل کیے	الصلحت۔ اچھے	فلہم۔ تو ان کے لیے

ممنون ـ ختم ہونے والا
فما ـ تو کیا چیز
یا لدین ـ انصاف کے ـ کیا
باحکم ـ بڑا حاکم
الحکمین ـ حاکموں کا

اجر ـ اجر ہے
غیر ـ نہ
یکذبک ـ جھٹلاتی ہے آپکو
بعد ـ بعد
اللہ ـ اللہ
لیس ـ نہیں ہے

سورت التین

اس سورت مبارکہ کو سورت التین کہتے ہیں بغیر واؤ کے اور جمہور کے نزدیک یہ مکیہ ہے اور قتادہ سے مروی ہے کہ یہ مدینہ ہے اور جمہور علماء کے نزدیک اشارت الحضور (وھذا البلد الامین) میں مکہ ہی مراد ہے اور یہی دلالت کر رہا ہے کہ یہ مکیہ ہے اس کی آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے پچھلی سورۃ مبارکہ میں بالاتفاق نوع انسانی کے کامل ترین فرد کا حال بلکہ اللہ کی مخلوق میں سب سے اکمل ترین ذات یعنی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر گزرا اور اس سورت میں اسی نوع کا ذکر مزید ہے جس کی طرف اس کا امر منتہی ہے اور جس حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کے لیے وعدہ فرمایا ہے جو اس فرد اکمل اور فخر بنی آدم کی امارت پر ایمان لایا جو ذات فضائل وشرف کی کان سب بے مثل اور معدن بے نظیر ہے

مختصر تفسیر اردو سورہ والتین پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝

انجیر کی قسم اور زیتون اور طور سینا اور اس امان والے شہر کی ـ بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا ـ

(وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝) انجیر کی قسم اور زیتون ـ

عن کعب الاحبار انھما دمشق وایلیاء بیت المقدس ، کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے التین سے مراد دمشق کا شہر اور الزیتون سے مراد ایلیاء شہر بیت المقدس محمد بن کعب سے مروی ہے التین سے مراد اصحاب الکھف کی مسجد اور الزیتون سے مراد ایلیاء (بیت المقدس) ہے ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے

سے مراد مسجد نوح علیہ السلام ہے جو کوہ جودی پر بنی تھی اور الزیتون سے مراد بیت المقدس ہے، شہر بن حوشب کا قول ہے کہ التین سے مراد کوفہ اور الزیتون سے مراد شام ہے اور بعض علماء نے اس پر جرح کی ہے کہ کوفہ اسلامی شہر ہے جسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں آباد کیا تو شاید کوفہ سے مراد وہ زمین ہے جہاں اب کوفہ شہر آباد ہے اور جیسا کہ قاموس وغیرہ میں ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی منزل تھا اور بعض نے کہا کوفہ شہر پہلے ہی سے تھا مگر اجڑ گیا تھا پھر عہد فاروقی میں دوبارہ آباد ہوا۔

ایک قول ہے کہ التین اور الزیتون دونوں حلوان اور ہمذان اور جبال الشام کے درمیان پہاڑ ہیں کیونکہ یہ دونوں ان دونوں کی اصل ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد اماکن مخصوصہ (خاص مقامات) ہیں۔ قتادہ کا قول ہے التین سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر دمشق آباد ہے اور الزیتون سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر بیت المقدس آباد ہے اور ایک قول ہے المراد بھما الشجران المعروفان دونوں سے مراد مشہور و معلوم دو درخت ہیں یعنی انجیر کا اور زیتون کا۔ ابن حاتم اور حاکم تبصحیح ابن عباس سے روایت کی ہے التین والزیتون الفاکھۃ التی یا کلھا الناس تین (انجیر) اور زیتون پھل ہیں جنہیں لوگ کھاتے ہیں۔ ابراہیم النخعی، عطار، جابر، مقاتل، کلبی، عکرمہ اور حسن سے مروی ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے پھلوں کے درمیان جو قسم کے ساتھ ان کا خصوصی ذکر فرمایا ہے تو وہ ان دونوں کے خواص جلیلہ کو مشیر ہے اور ان کے اختصاص پر دال ہے التین یعنی انجیر۔

۱۔ ایسا پاکیزہ پھل ہے کہ اس میں گٹھلی نہیں ہوتی یا اس کا فضلہ نہیں ہوتا (بنتا)

۲۔ لطیف پھل ہے جو زود ہضم ہے یعنی آسانی سے ہضم ہو جاتا ہے۔

۳۔ نہایت عمدہ اور صحیح پھل یا میوہ ہے جو مکمل غذا ہے اور جب منہ نہار لیا جائے اور کسی شئے کے بعد نہ لیا جائے تو وہ بہت فائدہ بخش دوا ہے۔

۴۔ سُدوں کو کھولتا ہے۔

۵۔ جگر کو قوت دیتا ہے۔

۶۔ تلی کے بڑھنے کو درست کرتا ہے یا ورم کو زائل کرتا ہے۔

۷۔ قبض کشا ہے۔

۸۔ ہر قسم کی کمزوری کو مفید ہے۔

۹۔ خفقان کو دور کرتا ہے۔

۱۰۔ جسم کو فربہ کرتا ہے۔
۱۱۔ ورم کو مفید ہے۔
۱۲۔ نرخرے کی تکلیف اور سانس کی تنگی کو دور کرتا ہے اور کھانسی میں مفید ہے۔
۱۳۔ سینے کے دردوں کو مفید ہے۔
۱۴ نرخرے، پھیپھڑے کی نالی اور آنتوں کی سختی اور موٹا و کھردرا ہونے کی تکلیف میں مفید ہے۔
۱۵۔ امام علی رضا بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما اپنے آبائے کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں انہ یزیل نکھۃ الفم ویطول الشعر وھوامان من الفالج کہ انجیر منہ کی بدبو کو دور کرتی ہے۔
۱۶۔ منہ کے زخموں کو دور کرتی ہے۔
۱۷۔ بالوں کو لمبا کرتی ہے۔
۱۸۔ فالج سے (اعضا کا بے حرکت یا سُست و ناکارہ ہوجانا) امان ہے۔
۱۹۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلاشبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی جناب میں انجیروں سے بھرا ایک طباق بطور ہدیہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کھایا اور اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کھاؤ اگر میں کہتا کہ کوئی پھل جنت سے اترا ہے تو میں ضرور کہتا کہ وہ پھل یہی ہے (انجیر ہے) کیونکہ جنت کے پھل بغیر گٹھلی (فضلہ) کے ہیں تو تم اسے کھاؤ فانھا تقطع البواسیر وتنفع من النقرس کہ یہ بواسیر کو کھو دیتی ہے اور نقرس کو فائدہ دیتا ہے۔
۲۰۔ اورام غلیظ اور جوڑوں کے درد میں بھی مفید ہے۔ اور اس کے خواص مفرد لحاظ سے اور بطور مرکب کے بہت ہی زیادہ ہیں۔

واما الزیتون فھو ادام و دواء و فاکھۃ اور زیتون تو وہ سالن اور دواء اور پھل ہے یہ ایک مبارک درخت ہے جو خشک پہاڑوں میں اُگتا ہے خود بخود پرورش پاتا ہے اور اس کو دیکھ بھال کی حاجت نہیں یہ درخت ہزاروں برس تک رہتا ہے اس کے پتے نہیں گرتے اس سے روغن نکلتا ہے جسے زیت کہتے ہیں جو نہ صرف بطور سالن کھایا جاتا ہے بلکہ سر میں بھی لگایا جاتا ہے اور سانس میں روغن کا کام بھی دیتا ہے اس سے جو کیلوس بنتا ہے (بقیہ)

ہضم کو بہت ہی مفید ہے اور اس کی مالش فربہئ بدن اور اعضاء کی تقویت کے لیے بے مثل ہے۔ رنگت کی تحسین و اصلاح کرتا ہے اور اخلاط کو صحیح کرتا ہے اور اعصاب کو قوت دیتا ہے بدن میں بندش کو کھولتا ہے اور کیڑوں کو نکالتا ہے۔ اور پیشاب آور ہے۔ گرم پانی کے ساتھ ملا کر پیا جائے تو گردوں کی اصلاح کرتا ہے اور پتھری کو تحلیل کر دیتا ہے (نکال دیتا ہے) بصارت کو تقویت دیتا ہے اور موتیا کو روکتا ہے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیتون کے ایک درخت کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک مسواک توڑی اور استعمال فرمائی اور معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نعم السواك الزيتون من الشجرة المباركة يطيب الفم و يذهب الحفرة" بہترین مسواک برکت والے درخت زیتون کی ہے منہ کو پاکیزہ بناتی ہے اور دانتوں کو کیڑا لگنے سے بچاتا ہے یا (دانتوں کے خلا کو دور کرتا ہے) اور معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "هو سواكي و سواك الانبياء عليهم السلام قبلي" کہ زیتون کے درخت کی مسواک میری اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مسواک ہے۔

وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ اور طور سینا

اى الجبل الذى كلم الله تعالىٰ شانه موسىٰ عليه السلام و يقال له طور سيناء بكسر السين والمد و بفتحها والمد یعنی وہ پہاڑ جس پر موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام فرمایا اور اسی کو طور سینا کہتے ہیں سین کے زیر اور مد اور سین کے زبر اور مد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اور اس آیت میں قرأت پہلی صورت پر (کسرہ کے ساتھ) ہے حضرت عمر بن خطاب، عبد اللہ، طلحہ اور حسن نے دوسری صورت (بالفتح زبر کے ساتھ) پڑھا ہے اور بنو بکر اور بنو تمیم کی لغت پر یہی قرآت ہے یہ پہاڑ مصر اور عقبہ کے درمیان تیہ کے قریب ہے اور ایک قول ہے کہ سینین اس لقعہ (زمین کا ٹکڑا) کا نام ہے جس میں یہ پہاڑ ہے اور طور اس کی طرف مضاف ہے اخفش کا قول ہے سینین جمع ہے سینہ کی جس کے معنی شجر کے ہیں ابن ابی حاتم، ابن المنذر اور عبد بن حمید نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا سینین سے مراد ہے (هو الحسن) خوبصورت ضحاک کا قول بھی یہی ہے مگر ان کے نزدیک یہ لفظ نبطی ہے مجاہد کا قول ہے سینین

معنی برکت والے کے ہیں کلبی کا قول ہے۔ سینین کا مطلب ہے درختوں سے بھرا ہوا پہاڑ۔

وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ٥ اور اس امان والے شہر کی۔

ای البلد الامین فمکۃ حماھا اللہ تعالٰی بلاخلاف وجاء فی حدیث مرفوع وھو مکان البیت الذی ھو ھدی للعالمین ومولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومبعثہ والامین فعیل اما بمعنی فاعل ای الامین أمن الرجل۔

بلد الامین سے مراد مکۃ المکرمہ ہے اللہ اسے ہمیشہ معزز و مکرم رکھے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں اور حدیث مرفوع میں ہے اور وہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ کا گھر ہے جو سارے جہانوں کے لیے منارۂ ہدایت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش اور مقام بعثت نزول وحی ہے اور امین ہے فعیل کے وزن پر جو کبھی فاعل کے معنوں میں آتا ہے یعنی امان دینے والا اور جو لوگوں کو امان دیتا ہے ایک قول ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے حرمًا اٰمنًا بمعنی ذی امن وامانتہ ان یحفظ من دخلہ کما یحفظ الامین مایؤتمن علیہ یعنی امن وسلامتی والا اور اس کا امین ہوتا ہے کہ وہ حفاظت کرتا ہے امن دیتا ہے یا محفوظ بناتا ہے اسے جو اس شہر میں داخل ہوا اسی طرح جس طرح امین اس امانت کی حفاظت کرتا ہے جس کا وہ امین بنایا جائے اور کبھی امین مفعول کے معنوں میں آتا ہے ای المامون یعنی جو اس شہر پاک میں داخل ہو مامون (محفوظ) ہوتا ہے، مکۃ المکرمہ زمانۂ جاہلیت میں بھی مقام امن تھا اور زمانہ اسلام میں بھی مقام امن ہے، ترمذی اور ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے مکہ واللہ تو سب سے بزرگ تر زمین ہے اور اللہ کے نزدیک ہر طبقۂ زمین سے بڑھ کر محبوب ہے اگر مجھے یہاں سے نہ نکالا جاتا تو میں نہ نکلتا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تخلیق ارض وسماء کے روز ہی سے حرم ہے اور اللہ کے حرم قرار دینے سے قیامت کے دن تک حرم ہے۔ اور یہاں مجھ سے قبل کسی کے لیے قتال حلال نہ ہوا اور میرے لیے بھی ایک ساعت کے لیے قتال حلال ہوا اور اب بموجب حکم الٰہی یہ قیامت تک حرم ہے ھذا کا اشارہ تعظیم کے لیے ہے۔ یہ سارے مقامات جن کا ذکر گزرا برکت وفضیلت والے ہیں اور قسم یاد فرمانے میں اسی امر کا اظہار ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ٥ بے شک ہم نے آدمی کو اچھی

صورت پر بنایا۔

(لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ) بے شک ہم نے آدمی کو بنایا۔

ای الجنس فھو شامل للمومن والکافر لا مخصوص بالثانی مُراد اس سے جنس انسانی ہے اور وہ مومن و کافر دونوں کو شامل ہے۔ یعنی مراد انسان ہے خواہ کوئی ہو۔

(فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ○) اچھی صورت پر

ای کائنا فی تقویم یعنی بناوٹ میں بہترین تقویم بروزن تفعیل قیام وقوام سے ماخوذ ہے بمعنی ساخت و بناوٹ ہے۔ ای قوام احسن تقویم یعنی بناوٹ و وجود کے لحاظ سے بہترین ایک قول ہے کہ تَقْوِیْم مصدر ہے بمعنی متوازن او معتدل یعنی موزوں اور خوب اعتدال کے ساتھ یعنی صورت گَڑنے لحاظ سے اچھا اور حسین۔ ایک قول ہے کہ "احسن تقویم" سے مراد ہے جعله علی احسن مایکون صورة ومعنی فیشمل ماله من انتصاب القامة وحسن الصورة والاحساس وجودة العقل وغیر ذلك ومن امعن نظره فی امره وأجال نکره فی دقائق ظاهره وسره۔

یعنی انسان کو شکل کے لحاظ سے سب سے اچھا خوبصورت بنایا اور حقیقت معنی کے لحاظ سے بھی بہت ہی خوب پیدا کیا جو اس کے لیے ان سب امور کو شامل ہے خواہ قدوقامت کے لحاظ سے ہو یا صورت وشکل کے حسن سے اور اُسے محسوس و معلوم کرنے والا اور جودت عقل رکھنے) والا بنایا اور اس کے علاوہ اس کو اس کے کاموں میں باریکی نظر سے نوازا اور ظاہری و باطنی دقائق (باریکیوں و مشکلات) میں اس کی فکر و رسائی کو جلا و روشنی بخشی۔

اور وہ چیز جو احسن تقویم ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے حق سبحانہ وتعالیٰ نے انسان میں اپنی صفات کا پرتو رکھا اور اُسے علم و قدرت اور ارادہ والا بنایا اور اللہ نے اُسے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور فرشتوں کو اُسے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ اور حدیث میں وارد ہے اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا اور ایک روایت میں ہے صورت رحمٰن پر بنایا اس میں روح کی لطیف حقیقت اور خلق کی عنصریت بھی ہے اس میں ملکیت بھی ہے اور حیوانیت بھی ہے اور خرابی اور شیطنیت بھی ہے اور محبت و نورانیت بھی ہے۔ غرضیکہ خصائص کے لحاظ سے ایک انوکھی جامعیت کا مظہر ہے۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ انہیں بے حد ثواب ہے۔

(ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝) پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا۔ الرد بمعنی الجعل ہے یعنی بنایا یا پھیر دیا۔ والمعنی ثم جعلناہ من اھل النار الذین ھم أقبح من کل قبیح وأسفل من کل سافل اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے پھر اسے ان اہل دوزخ سے کر دیا جو ہر ذلیل سے بڑھ کر بہت بری ذلیل حالت اور ہر پست حالت سے بڑھ کر بہت پست حالت والے لوگ ہیں۔ عکرمہ، ضحاک، نخعی اور قتادہ سے مروی ہے کہ مراد اس سے ہے ردہ الی الھرم وضعف القوی الظاھرۃ والباطنۃ یعنی پھر ہم نے اُسے بڑھاپے اور ظاہری و باطنی قُوای (اعصاب) کی کمزوری کی حالت پر لوٹا دیا یا یہ مطلب ہے کہ جب انسان اچھی صورت اور بہترین شکل ملنے پر شکر پروردگار نہ بجالایا اور کفر و معصیت و نافرمانی پر ڈٹا رہا اور ایمان و ہدایت کو قبول نہ کیا تو ہم نے جہنم کے اسفل ترین (سب سے نیچے) درجات کو اس کا ٹھکانا بنا دیا۔ یہ نسبت جو اللہ نے اپنی طرف فرمائی ہے نسبت تخلیقی ہے اور اللہ بندوں کے افعال کا بھی خالق ہے۔ ابوالعالیہ کا قول ہے سافلین سے مراد درندے چوپائے مثل کتوں بندروں اور سوروں کے ہیں اور کفار جہنم میں صورت انسان پر داخل نہ ہوں گے بلکہ ان ذلیل درندوں چوپائیوں کی صورت داخل ہوں گے میں کہتا ہوں اس آیت کی تفسیر قرآن حکیم کی وہ آیت بھی ہے جو سورت المائدہ میں ارشاد باری ہے:

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۝

تم فرماؤ کیا میں بتا دوں جو اللہ کے یہاں اس سے بدتر درجہ میں ہیں وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے کر دیئے بندر اور سؤر اور شیطان کے پجاری (لنگور) ان کا ٹھکانا زیادہ برا ہے اور یہ سیدھی راہ سے زیادہ بہکے۔ ترجمہ

انسان اپنی بہترین صورت وشکل، اعلیٰ استعداد وصلاحیت کے باوصف سرکشی، کفر وطغیانی کا مرتکب ہو تو اُسی کا نتیجہ یہی صورت یعنی صورت ولباسِ انسانی سے محرومی ہی تو ہوگی۔ بلکہ اللہ نے فرمایا بل ھم اضل بلکہ جانوروں سے بھی بدتر کہ ذی عقل وفضل ہو کر خالق ومنعم کی ناقدری کرتا ہے۔

(اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔

استثناء متصل ہے ای المومنون لایردون اسفل سافلین یوم القیامۃ ولا تقبح صورھم بل یزدادون بھجۃ الی بھجتھم وحسنا الی حسنھم۔ یعنی اہلِ ایمان قیامت کے روز بدترین حالت کی طرف نہیں لے جائے جائیں گے اور نہ ہی ان کی صورتیں اور شکلیں بُری یا ناپسندیدہ ہوں گی بلکہ وہ خوب تر وتازگی سے خوب ترین شگفتگی وتازگی کی طرف بڑھائے جائیں گے (جوان کے چہروں سے چمکے گی) اور بہتر سے بہترین صورت حسن وجمال سے آراستہ کیے جائیں گے۔

(فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝) کہ انہیں بے حد ثواب ہے۔

ای غیر مقطوع او غیر ممنون بہ علیھم

یعنی ایسا ثواب ملے گا جو ختم ہونے والا نہیں اور نہ ہی ایسا ہوگا کہ ان پر اس کا احسان رکھا جائے۔ ابن جریر سے منقول ہے کہ عہدِ نبوی میں کچھ لوگ انتہائی بوڑھے ہو گئے اور صحیح الحواس نہ رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو اللہ نے یہ فیصلہ نازل فرمایا کہ جو اس کی درستگی کے زمانے کا ثواب اس حالت (ارذل العمر) میں بدستور ملتا رہے گا اور یہ تفسیر اس تقدیر پر ہے کہ استثنا منقطع ہو یعنی یہاں الّا کا معنی یہ ہے کہ انسان اگرچہ پیرانہ سالی اور ضعف کی وجہ سے کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جائے گا تو کیا یہ بدحالی اس کے لیے بری صورت ہوگی تو اللہ نے اس استثناء سے واضح فرما دیا کہ اہلِ ایمان کا اجر و ثواب اس حالت پہ ہرگز منقطع نہ ہوگا اور اس کی عاجزی و درماندگی میں بھی بحالت صحت جیسا اجر وثواب لکھا جائے گا اور مومن کے لیے یہ انعام اس کے ایمان وعقیدہ کی وجہ سے ہے۔ صحیح بخاری میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اذا مرض العبد او سافر کتب اللہ تعالیٰ لہ من الاجر مثل ما کان یعمل صحیحا مقیما" جب کوئی مومن بیمار ہو جاتا ہے یا سفر پہ ہوتا ہے تو اللہ اس کے لیے ان اعمال

کا وہی ثواب لکھنے کو فرماتا ہے جو اعمال وہ بحالت صحت واقامت کیا کرتا تھا۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝ تو اب کیا چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں۔

(فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝) تو اب کیا چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے استفہام زجر و انکار کے لیے ہے

والمراد بالدین الجزاء بعد البعث اور "بالدین" سے مراد مرنے کے بعد جزاء و سزا ہے تو تقدیر اول پر معنی ہوں گے ای فما یجعلك کاذبًا بسبب الجزاء و انکاره بعد هذا الدلیل یعنی اے انسان تجھے کس چیز نے جھٹلانے والا بنا دیا کہ تو جزاء و سزا کا قائل نہیں ہوتا اور قوی دلائل کے ہوتے ہوئے بھی انکار کرتا ہے حالانکہ تو بخوبی دیکھ اور جان رہا ہے کہ جس ذات برحق نے تجھے کمزور پیدا کیا پھر قوت و طاقت بخشی پھر عمر کے ساتھ ساتھ کمزور سے کمزور بنا دیا پھر تجھے موت دی تو کیا وہ یونہی تمہیں پھر سے زندہ کرنے اور جزاء و سزا پر قدرت نہیں رکھتا یقیناً رکھتا ہے تو پھر تجھے انکار و تکذیب کی کیا وجہ ہے۔ تو تجھے انسانی زندگی میں ان تغیرات کا انکار کیسے ہے اور جب تو انکار نہیں کرتا ہے تو حیات بعد الموت بھی اسی نہج کی دلیل ہے اس کا کیونکر انکاری ہے۔ اور اگر "ك" کو خطابیہ قرار دے کر مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو معنی یہ ہوں۔ ای شئی ینسبك الی الکذب فی اخبارك بالجزاء تو کون سی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبروں کے بارے میں جو جزاء و سزا سے متعلق ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر دلالت نہیں کر رہی ہے یا کون سی بات ہے جو تمہیں جھوٹ سے منسوب کر رہی ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ ان دلائل قاہرہ کے سامنے اے محبوب تمہاری صداقت کو کون جھٹلا سکتا ہے۔

(اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝) کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں۔

ای الیس الذی فعل ما ذکر باحکم الحاکمین صنعاو تدبیرا حتی یتوهم عدم الاعادة والجزاء۔

یہ جملہ پچھلے کلام کی تاکید ہے یعنی کیا وہ ذات جس نے کیا جیسا کہ تذکرہ گزرا (انسان بنایا پھر اسے احسن تقویم کیا پھر اسے اسفل ترین بنایا وغیرہ) اور بنانے اور تدبیر کرنے

سب سے بڑھ کر حاکم نہیں اور جب وہ ہی حاکم ہے تو تمہیں موت کے بعد زندگی اور جزاء و سزا کے نہ ہونے کا یا اس پر انہیں قدرت نہ ہونے کا وہم کیوں ہوتا ہے۔ وقیل الحکم بمعنی القضاء فہی وعید للکفار ایک قول ہے "الحکم" بمعنی قضاء بمعنی فیصلہ کے ہیں تو اس میں کفار کے لیے وعید ہے کہ بلاشبہ وہ تمہارے (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) اور جھٹلانے والوں (کفار) کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت کے پڑھنے پر کہنا چاہیئے۔ وانا علی من الشاھدین اور بلاشبہ میں اس پر گواہ ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ کہے سبحانک بلی اے اللہ تو پاک ہے اور یقیناً سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے۔

الحمد للہ آج سورت التین پوری ہوئی۔
۲۵ مارچ ۱۹۹۵ء بمطابق ۲۲ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ

سورۃ العلق مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ انیس آیتیں۔ بانوے کلمات اور دو سو اسی حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ العلق پ ۳۰

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝	پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝	آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝	پڑھو اور تمہارا رب سب سے بڑا کریم ہے
الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝	جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝	آدمی کو سکھایا جو وہ جانتا تھا۔
كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى ۝	ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے۔
اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝	اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔
اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝	بے شک تمہارے رب ہی کی طرف پھرنا ہے۔
اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝	بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔
عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝	ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔
اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰى ۝	بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا۔
اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝	یا پرہیزگاری بتاتا تو کیا خوب تھا۔
اَرَاَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝	بھلا دیکھو تو اگر جھٹلایا اور منہ پھیرا۔
اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝	تو کیا حال ہوگا کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔
كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝	ہاں ہاں اگر باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔
نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝	کیسی پیشانی جھوٹی خطاکار
فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝	اب پکارے اپنی مجلس کو۔

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝

ابھی ہم بھی اپنی مجلس کو بلاتے ہیں۔
ہاں ہاں اس کی نہ سنو اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

حل لغات سورۃ العلق پ ۳۰

اقرأ۔ پڑھ	باسم۔ ساتھ نام	ربک۔ اپنے رب کے	الذی۔ جس نے
خلق۔ پیدا کیا	خلق۔ پیدا کیا	الانسان۔ انسان کو	من علق۔ خون کی پھٹک سے
اقرأ۔ پڑھ	و۔ اور	ربک۔ تیرا رب	الاکرم۔ بڑا سخی ہے
الذی۔ جس نے	علم۔ سکھایا	بالقلم۔ قلم سے	علم۔ سکھایا
الانسان۔ انسان کو	ما۔ جو	لم۔ نہ	یعلم۔ جانتا تھا۔
کلا۔ ہاں ہاں	ان۔ بیشک	الانسان۔ انسان	لیطغیٰ۔ سرکشی کرتا ہے
ان۔ یہ کہ	راٰ۔ دیکھا	ہ۔ اپنے کو	استغنیٰ۔ بے پروا
ان۔ بیشک	الیٰ۔ طرف	ربک۔ تیرے رب کی ہے	الرجعیٰ۔ لوٹنا۔
ا۔ کیا	رایت۔ دیکھا تو نے	الذی۔ اسکو جو	ینھیٰ۔ روکتا ہے
عبدا۔ بندے کو	اذا۔ جب	صلی۔ نماز پڑھتا ہے	ا۔ کیا
رایت۔ دیکھا تو نے	ان۔ اگر	کان۔ ہوتا	علی۔ اوپر
الھدیٰ۔ ہدایت کے	او۔ یا	امر۔ حکم	بالتقویٰ۔ پرہیزگاری کا
ا۔ کیا	رایت۔ تو نے دیکھا	ان۔ اگر	کذب۔ جھٹلایا
و۔ اور	تولیٰ۔ منہ پھیرا	ا۔ کیا	لم۔ نہ
یعلم۔ جانا کہ	بان۔ بیشک	اللہ۔ اللہ	یریٰ۔ دیکھتا ہے
کلا۔ ہاں ہاں	لئن۔ اگر	لم۔ نہ	ینتہ۔ باز آیا
لنسفعا۔ تو کھینچیں گے ہم	بالناصیۃ۔ پیشانی کے بال سے	ناصیۃ۔ پیشانی	کاذبۃ۔ جھوٹی
خاطئۃ۔ خطاکار	فلیدع۔ تو چاہیے بلائے	نادیہ۔ اپنی مجلس کو	سندع۔ ابھی بلاتے ہیں ہم
الزبانیۃ۔ سپاہیوں کو	کلا۔ ہرگز نہیں	لا۔ نہ	تطعہ۔ کہا مان اس کا
و۔ اور	اسجد۔ سجدہ کر	و۔ اور	اقترب۔ قریب ہو جا

سُورَتُ الْعَلَق

سورت العلق کو سورت الاقراء بھی کہتے ہیں ، یہ بلا خلاف مکیہ ہے البتہ اس کی آیات کی تعداد میں اختلاف ہے قراء شام کے نزدیک اٹھارہ ۱۸ آیات ہیں جبکہ قراء حجاز کے نزدیک بیس ۲۰ آیات ہیں اور قراء کوفہ (عراق) کے نزدیک انیس ۱۹ آیات ہیں اور اسی پر اتفاق ہے۔ اکثر علماء تفسیر کے نزدیک سورت العلق پہلی سورت ہے جو سب سے اول نازل ہوئی۔ طبرانی نے کبیر میں اپنی سند سے بشرط صحیح ابی رجاء العطاردی سے روایت کی ہے کہ ابوموسیٰ الاشعری ہمیں قرآن پڑھاتے تھے اور ہم ان کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھتے تھے اور وہ دو سفید کپڑوں میں ہوتے تھے تو جب انہوں نے جب سورت الاقراء تلاوت کی تو فرمایا یہ وہ پہلی سورۂ مبارکہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ حاکم نے مستدرک میں بیہقی نے دلائل میں بھی اُسے حضرت عائشہ سے تصحیح روایت کیا ہے اور مجاہد سے کثیر علماء نے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا " اول ما نزل من القرآن اقراء باسم ربك ثم ن والقلم " قرآن حکیم میں سب سے اول جو سورت اتری وہ اقراء باسم ربك الذی (سورت العلق) ہے پھر ن والقلم نازل ہوئی بخاری و مسلم نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ میں جابر بن عبداللہ سے پوچھا ای القرآن انزل اول فقال یا ایھا المدثر قرآن کی کونسی سورت سب سے پہلے اتری تو انہوں نے فرمایا یا ایّھا المدثر میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ سورت الاقراء پہلے اتری تو انہوں نے کہا میں تم سے وہی بیان کر رہا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کیا۔ بیہقی نے دلائل میں بطریق یونس بن بکیر عن یونس روایت کی ہے کہ سب سے اول سورت فاتحہ نازل ہوئی۔ حدیث بدأ الوحی جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور جسے بخاری نے نقل کیا ہے سب احادیث میں صحیح ترین ہے کہ اُس میں بطریق صراحت پہلی وحی میں سورت الاقراء کی ابتدائی پانچ آیات اتریں ان سب احادیث میں تطبیق اس طرح سے ہے۔

(ا) سورت المدثر کا نزول فترۃ الوحی کے بعد ہوا اور اس کے اوّل ہونے کا مطلب یہی ہے

کہ زمانہ فترت الوحی کے بعد جو سورت اولاً اتری وہ سورت المدثر ہی ہے اور اس سے متعلق روایات ہیں یہ واضح ہے فحمی الوحی وتتابع تو پھر وحی گرم ہو گئی اور پیہم آنے لگی اور مفسرین متفق ہیں کہ بعد فترتہ یعنی ایسا فترت کے بعد ہوا اور علماء نے اسی امر کو بھی اختیار کیا ہے کہ فترۃ الوحی کے بعد جو مکمل سورت اتری وہ سورت المدثر ہی تھی جب کہ سورت الاقراء نزول میں بلاشبہ اول ہے لیکن پوری سورت نہ اتری بلکہ اس کی صرف پانچ ابتدائی آیات اتریں۔ اور اس کا اول ہونا بایں معنی بھی ہے کہ یہ سورت امر اور انذار کے ساتھ اولاً مخصوص ہوئی اور اس کا نزول متقدم سبب کے ساتھ ہوا۔ جبکہ سورت الاقراء میں اولیت واضح ہے۔

(ب) سورت الفاتحہ کا اول ہونا سورت الاقراء اور سورت المدثر کے بعد باقی قرآن سے اول نازل ہونا ہے اور دوسری احادیث کے پیش نظر اسی پر علماء کا اتفاق ہے یہ سورت دو مرتبہ نازل ہوئی ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں اور دوسری دفعہ مدینہ منورہ میں لیکن اس کا مکی ہونا زیادہ صحیح ہے اور یہ کہ یہ سورت الحجر سے قبل اتری۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء رویا تے صادقہ سے ہوئی اور آپ جو خواب دیکھتے جاءت مثل فلق الصبح تو وہ صبح کے سپیدے کی طرح واضح ہو جاتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہائی محبوب ہو گئی اور آپ غار حراء میں خلوت گزین ہونے لگے یہاں تک کہ فرشتۂ وحی نے غار حراء میں آکر آپ سے کہا اقراء (پڑھئے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما انا بقاریٔ فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجھد ہم پڑھے نہیں تو اس نے (فرشتۂ وحی) مجھے سینہ سے لگا کر بہت زور سے دبایا پھر چھوڑ کر کہا اقراء پھر آپ نے وہی جواب دیا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا پھر اس کے ساتھ آپ نے اقراء باسم ربک ...... سے مالم یعلم تک پڑھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس لوٹے کہ آپ کا قلب اطہر دھڑک رہا تھا اور جسم انور پر کپکپی طاری تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا زملونی زملونی مجھے کپڑا اڑھاؤ تو انہوں نے ایسا کیا پھر جب یہ حالت جاتی رہی تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا لقد خشیت علی نفسی ہمیں تو اپنی جان کا خوف ہو گیا تھا تو ام المومنین نے عرض کیا ہرگز ایسا نہیں ہوگا بخدا اللہ آپ کو رنجیدہ نہ ہونے دے گا آپ عاجزوں کے کفیل غریبوں کے مددگار اور مہمان نواز اور مصیبت میں لوگوں کے ملجا و ماویٰ ہیں۔ امام قسطلانی کا قول ہے کہ وحی کے بعد لرزہ وغیرہ کی

کیفیت اس وجہ سے تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشغولیت بالحق کے علاوہ مخلوق کی طرف مشغولیت یعنی بار نبوت ورسالت کا بوجھ بھی ڈال دیا گیا اور غار حراء میں آپ کے قیام کی مدت بروایت صحیحین ایک ماہ تھی میں کہتا ہوں اس پر قرآن مشیر ہے " شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن " اور یہ مہینہ رمضان ہی کا تھا اور اس دوران میں آپ مخلوق سے منقطع ہو کر (تنہائی پسند ہو کر) متوجہ الی اللہ ہو گئے تھے اور مراقبۂ فکری فرماتے تھے اور اس کے علاوہ کوئی طریقۂ عبادت نہ تھا کیونکہ آپ نبی تھے ۔ وحی کا آغاز چالیس سال کی عمر پر ہوا۔ سورت التین میں انسان کے اشرف المخلوق پیدا ہونے کا ذکر گزرا اور اس سورت میں انسان کا جمے ہوئے خون سے پیدا ہونے کا ذکر گویا علت صوریہ ہے اور یہی باہمی مناسبت کو مشیر ہے ۔

مختصر تفسیر اردو سورہ العلق پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ٥ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٥ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ٥ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ٥ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ٥

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا ۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا ۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا ۔ آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا ۔

(اِقْرَاْ) پڑھو

ای ما یوحی الیک من القرآن

یعنی پڑھو جو تمہاری طرف قرآن حکیم میں سے وحی کیا گیا ۔ اقراء امر ہے اور مفعول قرینہ مقام کے لحاظ سے مقدر ہے یعنی قرآن حکیم پڑھو ۔

(بِاسْمِ رَبِّكَ) اپنے رب کے نام سے ۔

ابو عبیدہ کا قول ہے کہ باء زائدہ ہے اور باسم ربك مفعول ہو تو معنی یہ ہوں گے اذکر ربك اپنے پروردگار کا ذکر کیجئے ۔ قتادہ کا قول ہے کہ معنی یہ ہیں اقرأ مبتدءا او مفتتحا

باسم ربک ای قل بسم اللہ ثم اقرأ یعنی پڑھو آغاز کرتے ہوئے یا شروع کرو اپنے پروردگار کے نام سے یعنی کہو اللہ کے نام سے پھر پڑھو اس تقدیر پر قرأت کی ابتداء بسم اللہ کے ساتھ مستحب ہے۔ طیبی کا قول ہے کہ اقرأ میں قرأت کا حکم مطلق ہے اور کوئی فعل معین نہیں اور باسم ربک میں بائے استعانت ہے اور یہ جملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ما انا بقارئ کے جواب میں ہے یعنی اپنے پروردگار کی مدد سے پڑھو۔ اور لفظ اسم زائد ہے۔ جیسے سبح اسم ربک میں اسم زائد ہے۔

(الَّذِیْ خَلَقَ) جس نے پیدا کیا۔

ای الذی خلق کل شی یعنی وہ ذات جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا خلق صفت باری تعالیٰ ہے ای خَالِقٌ یعنی پیدا کرنے والا اس سے قبل "ربک" لفظ آیا ہے اور خَلَقَ رب کی صفت ہے اور یہ مقتضی ہے مخلوقات کی تخلیق کا اور مطلب یہ ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ جس کی مخصوص صفت تخلیق و تکوین ہے اور وہ اس میں یگانہ و بے مثل ہے اور کسی دوسرے میں اس صفت کا ہونا ناممکن ہے۔

(خَلَقَ الْاِنْسَانَ) آدمی کو بنایا

انہٗ اشرف المخلوقات یعنی آدمی کو بنایا جو ساری مخلوقات میں برگزیدہ ہے زمخشری کا قول ہے کہ تخلیق انسان کا ذکر قرأت قرآن کے امر کے بعد آیا ہے جو بتلا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلقہ للقراءۃ والدرایۃ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قرأت و درایت (پڑھنے سمجھنے اور غور و فکر کرنے) کے لیے پیدا فرمایا اور سورۂ رحمٰن کی ابتدائی آیات سے بھی اس کی تائید ہو رہی ہے۔

اور محتمل ہے کہ الذی خَلَقَ کا مفعول محذوف ہو اور مراد یہ ہو اقرأ باسم ربک الذی خَلَقَکَ پڑھو اپنے پروردگار کے نام سے جسے تمہیں پیدا کیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انسانیت کی جان ہیں اور "الانسان الکامل" ہیں کیونکہ "رَبِّکَ" کی ضمیر میں آپ ہی مخاطب ہیں کہ حدیث قدسی میں ہے لولاک لما خلقت الافلاک ولما اظہرت الربوبیۃ اے محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات میں سے کچھ بھی پیدا نہ کرتا اور نہ ہی اپنا پروردگار ہونا ظاہر کرتا۔ تو اس آیت سے واضح ہے کہ تخلیق کائنات کا باعث انسان ہی کی ذات ہے اور اس کی پیدائش گویا ساری کائنات ہی کی تخلیق ہے یا پھر اس آیت سے عظمت انسان کا اظہار ہے اگر مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق ہو تو یہ آیت اس ممکن سوال کا جواب ہے

کہ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خلق کہ کس چیز سے پیدا کیا۔

(مِنْ عَلَقٍ ○) خون کی پھٹک سے

ای دم جامد یعنی جامد خون سے اللہ نے احوال تخلیق کے ایک وسطی درجہ کی طرف اشارہ کر کے اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرمایا ہے کہ انسان تخلیق کے کن کن مراحل سے گزرا ہے انسان مٹی سے بنایا گیا پھر اس کی خوراک کس طرح خون بنی پھر خون سے منی بنی پھر وہ رحم میں منتقل ہوئی اور پھر چالیس روز کے گزرنے پر مضغہ ہوئی پھر روح پھونکی گئی وغیرہ وغیرہ

(اقراء) پڑھو

ای افعل ما امرت بہ تاکیدًا للایجاب وتمہید الما یعقبہ من قولہ تعالٰی۔
یعنی بجالاؤ جس کے ساتھ آپ کو حکم دیا گیا (پڑھو) یہ ایجاب کے لیے تاکید ہے اور اس کے لیے تمہید ہے (آغاز ہے) جو اس کے پیچھے ارشاد باری میں سے ہوگا ایک قول ہے کہ اوّل جو اقراً فرمایا وہ مطلق ہے (پڑھنے کے لیے) اور دوبارہ اقراء یعنی قرأت کا حکم تبلیغ اور تعلیم امت کے لیے ہے یا پھر نماز میں قرآن حکیم کی قرأت کا حکم ہے۔

(وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○) اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم

کریم بروزن فعیل صفت مشبہ اور اکرم بروزن اَفْعَلُ اسم تفضیل ہے اور صفات الٰہی کے لحاظ سے دونوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ وہ ہی بالذات کریم ہے اور مخلوق پر کریم وغیرہ صفات کا اطلاق مجازًا ہے صفات الٰہیہ نا متناہی ہیں اور صفات مخلوق عطاء الٰہی سے ہیں اور عکس اور متناہی ہیں وگرنہ اللہ کریم اپنی ذات وصفات میں بے نظیر و بے مثل یکتا و یگانہ ہے اور کائنات میں اگر کسی وجود کو کریم کہیں خواہ وہ فرضی ہو یا واقعتًا اللہ ہر کریم سے بڑھ کر کریم ہے اور اس کے کرم کی کوئی انتہا نہیں اور وہ بے نیاز ہے اور قدرت کے باوجود معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ آیت دراصل جملہ مستانفہ ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عذر کے جواب میں ہے جب کہ جبرئیل علیہ السلام نے اُن سے کہا اقراء (پڑھو) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما انا بقاریٔ ہم پڑھے نہیں یا مطلب یہ ہے کہ کیا پڑھے ہوئے ہیں کہ پڑھتا تو وہ ہے جو لکھتا ہو اور پڑھتا ہو وانا امی اور ہم امی ہیں تو کہا گیا وربك الذی امرك بالقراءۃ مفتتحا ومتبدأ باسمه الاکرم اور تمہارا پروردگار جس نے تمہیں قرأت (پڑھنے) سے آغاز کرنے کا حکم دیا تو اُس کے بابرکت نام سے پڑھو یعنی پڑھنے

والے ہو باد۔ بعض علماء نے کہا دوسری مرتبہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما انا بقاری تو اس میں ما بطور استفہام کے فرمایا کہ ہم کیا پڑھیں۔ تو جواباً یہ ارشاد ہوا۔

(اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝) جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔

ای علم ما علم بواسطۃ القلم لا غیرہ تعالیٰ فکما علم سبحانہ القاری ۝ بواسطۃ الکتابۃ بالقلم یعلمک بدونھا وحقیقۃ الکرم اعطاء ما ینبغی لا لعرض فھو صفۃ لا یشارکہ تعالیٰ فی الاطلاق فیھا احد۔

یعنی علم جو اللہ نے صرف قلم (کتابت) کے واسطے سے سکھایا جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہر پڑھنے والے کو قلم کے ساتھ کتابت کے ذریعہ تعلیم دی تو اے محبوب کریم وہ ذات کریم ہے اس کے بغیر ہی تعلیم دے گا (سکھائے گا) اور اس کی یہ عطا اس کے بڑے کرم کی حقیقت ہے جو کسی ذاتی غرض کے بغیر اس نے مہربانی فرمائی تو یہ کریم (الاکرم) ہونا اس کی ایسی صفت ہے جس میں علی الاطلاق اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ بالذات کریم ہے اور لامتناہی عظمتوں کا مالک ہے۔ اس سے کتابت کی فضیلت واضح ہے کہ اولین وآخرین کے جملہ علوم واحوال، اخبار واطلاعات اسی کے ذریعہ محفوظ ومنضبط ہوتے۔ اللہ نے والقلم کہہ کر قسم یاد فرمائی ہے مراد آلہ تحریر اور کتابت ہے جس کے فوائد بکثرت ہیں۔ مشہور مقولہ ہے العلم صید والکتابۃ قید۔ علم کی مثال شکار کی طرح اور تحریر وکتابت گویا اس شکار کو قید کرنا ہے۔ ایک قول ہے کہ قلم کے ذریعہ سے تعلیم کا ذکر اس لیے فرمایا کہ تعلیم کے تمام طریقوں میں سے یہی طریقہ اول ہے ارشاد نبوی ہے اوّل ما خلق اللہ القلم۔ اللہ نے سب سے اول قلم ہی کو پیدا فرمایا۔ (ترمذی)

(عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝) آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

بدل اشتمال من علم بالقلم ای علمہ وبدونہ من الامور الکلیۃ والجزئیۃ والخفیہ ما لم یخطر ببالہ۔ یہ جملہ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ سے بدل ہے (یعنی علم بالقلم خبر ہے) یعنی انسان کو قلم کے ساتھ تعلیم دی اور اس کے علاوہ بھی اُسے ان تمام کلی اور جزوی، ظاہر وخفی امور وعلوم پر بھی اطلاع وخبر دی جس کا انسان کے دل پر خطرہ تک نہ گزرا تھا۔ ایک قول ہے کہ مُراد یہاں الانسان سے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور جو انہیں سکھایا (ما لم یعلم) سے مُراد جمیع ما کان وما یکون کے علوم ہیں اور ارشاد باری اس پر مزید ہے وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما ۝ یعنی امور دین واحکام شرع اور علوم غیبیہ اور اسرار وحقائق کتاب و

حکمت اور کائنات کے جملہ علوم وغیرہ۔ ایک قول ہے کہ لوح محفوظ میں مکتوب علوم اور اس کے علاوہ جو ان کے رب نے چاہا۔ اور لوح و قلم کا علم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے علوم کا بعض ہے۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝

ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا بے شک تمہارے رب ہی کی طرف پھرنا ہے۔

(كَلَّآ) ہاں ہاں

ردع لمن كفر من جنس الانسان بنعمة الله تعالى عليه بطغيانه وان لم يذكر لدلالة الكلام عليه۔

اس انسان (شخص) کے لیے تنبیہ اور باز داشت ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے باوصف حد سے بڑھ کر اس سے سرکشی کرتا ہے اگرچہ شخص معین کا ذکر کلام میں نہیں مگر سیاق کلام اس پر دلالت کر رہا ہے۔

(اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝) بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے۔

اى يتجاوز الحد فى المعصية واتباع هوى النفس ويستكبر على ربه عزوجل

یعنی انسان (مشرک و کافر) نافرمانی اور گناہوں میں حد سے بڑھتا ہے اور خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے اور اپنے پروردگار عزوجل و شانہ کے مقابل بڑائی و عزت کا مظاہرہ کرتا ہے ایک قول ہے بعد میں کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں اتری تھی اگرچہ الانسان میں لام جنس ہے جو نوع انسان کو شامل ہے لیکن بعض معین اشخاص بھی مراد ہیں تو اسی لیے کہا گیا ہے کہ مراد ابوجہل لعین ہے۔

(اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝) اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔

اى يطغى لان راى نفسه مستغنيا یعنی سرکشی کرتا ہے اس لیے کہ اپنے نفس کو غنی پاتا ہے کلبی کا قول ہے اى ليس ترفع عن منزلة الى منزلة فى اللباس والطعام وغيرها یعنی چونکہ ابوجہل کو مال و دولت میسر تھی اس لیے وہ خوراک و پوشاک اور سواری میں خود کو دوسروں سے ممتاز و برتر رکھتا تھا۔ لیطغی میں لام مقدر ہے اور ان راٰی گویا اس

بیان یا علت ہے کہ اس وجہ سے مغرور ہو گیا ہے اور سرکشی کرتا ہے کہ اس کو تونگری میسر ہے
ایک قول ہے کہ مراد ہے ان رای نفسہ مستغنیا عن ربہ سبحانہ' بعشیرتہ واموالہ
وقوتہ کہ اس نے اپنے کنبہ قبیلہ، مال ودولت اور قوت وشوکت کے پیش نظر خود کو اپنے
پروردگار سے غنی (بے پرواہ) سمجھ لیا اور سرکشی کرنے لگا لیکن یہ قول صحیح نہیں کہ روایات میں وارد ہے
کہ ابوجہل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کا گمان ہے کہ جو کوئی دولت مند ہے سرکشی
کرتا ہے تو ہمارے لیے مکہ کے پہاڑ سونے اور چاندی کے کر دیجئے تو شاید ہم ان سے لیں اور
سرکشی نہ کریں اور آپ کے دین کی پیروی کریں تو جبریل علیہ السلام اترے اور عرض کیا کہ اگر وہ
ایسا چاہتا ہے تو ہم ایسا کئے دیتے ہیں پھر اگر وہ اور دوسرے لوگ ایمان نہ لائے تو
ہم ان لوگوں کے ساتھ اسی طرح کریں گے جیسا کہ ہم نے اصحاب المائدہ کے ساتھ کیا تو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو ایسی دعا سے روک دیا۔

(اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ۝) بے شک تمہارے پروردگار ہی کی طرف پھرنا ہے۔

تھدید للطاغی وتحذیر لہ من عاقبۃ الطغیان والخطاب قبل للانسان۔

سرکش انسان (ابوجہل) کے لیے دھمکی ہے اور اسے اس کی سرکشی کے انجام سے ڈرانا اور
خوف دلانا ہے اور ایک قول ہے کہ خطاب اس سرکش انسان سے ہے کہ بالآخر مرنے کے
بعد تیری واپسی تیرے پروردگار ہی کی طرف ہی ہو گی جو تجھے اس سرکشی پر عذاب کرے گا۔
رجعی بمعنی رجوع یعنی واپسی بشرٰی کے وزن پر مصدر ہے۔

اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ۝ بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔ بندہ کو
جب نماز پڑھے۔

(اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ۝) بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو
جب نماز پڑھے۔

اَرَاَیْتَ (بھلا دیکھو) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے الذی ینھٰی (تو جو
منع کرتا ہے) مراد ابوجہل لعین ہے ابن عطیہ کا قول ہے ان العبد المصلی ھو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناھی ھو اللعین ابوجھل بے شک بندہ جو نماز پڑھے
سے مراد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور روکنے والے سے مراد ابوجہل لعین ہے
عبدًا اذا صلی کا ذکر بصیغہ غائب ہے اور ینھٰی مضارع ہے اور خطاب کا مقتضٰی یہ تھا

کہ یَنْھَاکَ ہوتا لیکن اس کی بجائے عبداً ذکر فرمایا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال عبودیت کا واضح اظہار ہے اور عبادت کمال عبودیت کا مقتضیٰ ہے اور یونہی روکنے والے شخص کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی کا بھی واضح اظہار ہے امام احمد، مسلم اور نسائی وغیرہم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابو جہل لعین نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا اگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھوں (معاذ اللہ) تو ہین ان کی سخت توہین کروں گا۔ پھر وہ اس فاسد ارادے کی تکمیل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے دوران آیا اور جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا الٹے قدم اس طرح بھاگا کہ اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے ہوئے تھا گویا کسی سے بچنے کے لیے ہاتھ بڑھانا ہے اور اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا اور اس کے جسم پر خوف سے لرزہ طاری تھا لوگوں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے تجھے کیا ہو گیا ہے تو کہنے لگا میرے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آگ سے بھری ہوئی ایک خندق ہے اور خوفناک پرندے بازو پھیلائے ہوئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لودنا منی لاختطفته الملائکة عضواً عضواً" اگر وہ (ابو جہل لعین) میرے قریب ہو جاتا تو فرشتے اس کا انگ انگ توڑ ڈالتے اور اللہ نے سورت کے آخر تک آیات نازل فرمائیں۔

اَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ عَلَی الْھُدٰٓی ۝	بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا۔
اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ۝ اَرَاَیْتَ	یا پرہیزگاری بتاتا تو کیا خوب تھا۔ بھلا
اِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝ اَلَمْ	دیکھو تو اگر جھٹلایا اور منہ پھیرا تو کیا
یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی ۝	حال ہو گا کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

(اَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ عَلَی الْھُدٰٓی ۝ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ۝) بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا یا پرہیزگاری بتاتا تو کیا خوب تھا۔

وقیل الخطاب فی ارأیت الثانیة للکافر وفی الثالثة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فھو عزوجل کالحاکم الذی حضرہ الخصمان یخاطب ھذا مرۃ والآخر اخرٰی۔

ایک قول ہے کہ دوسری مرتبہ اَرَاَیْتَ میں خطاب کافر کو ہے اور یا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ بطور حاکم دونوں فریقوں کو جو مخاطب ہیں کبھی ایک کو

خطاب فرماتا ہے اور کبھی دوسرے کو خطاب کرتا ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک یہ تکرار آرَأَیْتَ انتہائی تعجب کے اظہار کے لیے ہے تو مطلب یوں ہے اے محبوب بھلا دیکھو تو اگر (نماز سے روکنے والا ابوجہل لعین) ہدایت کے راستہ پر ہو جاتا یا دوسروں کو نیکی و پرہیزگاری کے لیے کہتا تو اس کے لیے کیا خوب تھا یعنی اس کے لیے اچھا ہوتا۔

(اَرَأَیْتَ اِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝) بھلا دیکھو تو اگر جھٹلایا اور منہ پھیرا

ان کان الناھی مکذبا بالحق متولیا عن الدین الصحیح الم یعلم بان اللہ تعالیٰ یجازیہ۔ یعنی اے محبوب بھلا دیکھو تو اگر ابوجہل لعین حق کو یعنی آپ کو جھٹلاتا ہے اور سچے اور صحیح دین پر ایمان لانے سے روگردانی کرتا ہے تو کیا اُسے معلوم نہیں کہ اللہ اُسے ضرور اس کے بدلے سزا دے گا یعنی عذاب دے گا اور اس کا حال جب کیا ہوگا۔

(اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ۝) کیا نہ جانا اللہ دیکھ رہا ہے۔

استفہام انکاری بطور زجر و تہدید کے لیے ہے الم یعلم بمعنی قَدْ عَلِمَ یعنی یقیناً اُسے معلوم ہے کہ اللہ اس (ابوجہل لعین) کے حال یعنی کرتوتوں سے آگاہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے اور دعوت حق سے روکتا ہے اور ایمان کو قبول نہیں کرتا اور اللہ کو یہ بھی معلوم کہ اس کا رسول دعوت رشد و ہدایت دے رہا ہے تو اس کے علم کی رُو سے ابوجہل کو اپنے کرتوتوں کی سزا لازماً ملے گی۔ اور اس کا انجام بہت برا ہوگا۔

کَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ ۝ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ ۝ نَاصِیَةٍ کَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْیَدْعُ نَادِیَہٗ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ ۝ کَلَّا لَا تُطِعْہُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝

ہاں ہاں اگر باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے کیسی پیشانی جھوٹی خطاکار۔ اب پکارے اپنی مجلس کو۔ ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔ ہاں ہاں اس کی نہ سنو اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

(کَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ ۝) ہاں ہاں اگر باز نہ آیا۔

کَلَّا (ہاں ہاں) ردع للناھی اللعین و زجر لہ ملعون روکنے والے (ابوجہل) کے لیے بازداشت اور اس کو خوف دلانے کے لیے زجر یعنی انتباہ ہے کہ ایسا نہ کرے۔

(لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ) اگر باز نہ آیا ای واللہ لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ عما ھو علیہ ولم

بنز جو یعنی تو مجھے اپنی ذات کی قسم اگر وہ اس امر خیر کو رد کرنے، حق کو جھٹلانے اور ایمان سے روگردانی کرنے سے باز نہ آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیتیں پہنچانے سے نہ رُکا۔
(لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝) تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔

ای لناخذن بناصیۃ و لنسحبنہ بھا الی النار یوم القیامۃ یہ پچھلے جملہ شرط کی جزا ہے یا جواب قسم ہے یعنی ہم ضرور اس کو (ابوجہل لعین) اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے اور اس قیامت کے روز اُسے قیدی بنا کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔

والسفع قال المبرد الجذب بشدۃ اور المبرد کا قول ہے کہ سفع کے معنی زور سے پکڑنے یا کھینچنے کے ہیں قریش کی لغت میں سفع کے معنی بہت شدت سے پکڑنے کے ہیں والناصیۃ شعر الجبھۃ اور ناصیۃ پیشانی کے اگلے بالوں کو کہتے ہیں اور اس کا اطلاق بالوں کی جگہ پر ہوتا ہے ایک قول ہے المراد لنسحبنہ علی وجھہ فی الدنیا یوم بدر وفیہ بشارۃ بانہ تعالٰی یمکن المسلمین من ناصیۃ حتی یجروہ ان لم ینتہ وقد فعل عزوجل۔ مراد اس سے یہ ہے کہ ہم یوم بدر دنیا میں اس کو اس کے منہ کے بل کھینچیں گے اور اس میں خوشخبری ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالٰی مسلمانوں کو اس کے خبیث چہرے سے نجات دے گا یہاں تک کہ وہ اُس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا اور بلاشبہ اللہ کریم عزوجل شانہٗ نے روز بدر ایسا ہی کر دکھایا۔ روایت میں ہے کہ جب سورۂ رحمٰن اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے اسے جو رؤسائے قریش کے سامنے پڑھے گا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں پڑھوں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کمزوری اور جسمانی حالت کے پیش نظر اجازت نہ دی یہاں تک کہ آپ نے ایسا تین مرتبہ فرمایا تو تینوں مرتبہ ابن مسعود ہی بولے تو آپ نے اجازت دے دی تو وہ رؤسائے قریش کے سامنے آئے جو کعبہ معظمہ کے گرد جمع تھے تو آپ نے سورۂ رحمٰن کی تلاوت شروع کی تو ابوجہل لعین کھڑا ہوا اور آپ کو (ابن مسعود) تھپڑ مارے اور ان کا کان پھاڑ دیا اور ان کو لہولہان کر دیا تو وہ واپس لوٹے اس حال میں کہ آنسوؤں سے ان کی آنکھیں ابلتی تھیں تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے مسکراتے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حال جبریل سے کہا تو انہوں نے کہا وہ جلد جان لے گا۔ پھر یوم بدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقتولوں میں ابوجہل کو ڈھونڈو اُسے

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے اُسے نڈھال چت پڑے دیکھا تو وہ اس کے سینے پر چڑھ گئے تو اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور انہیں (ابن مسعود) پہچان لیا تو بولا اے بکریوں کے چرانے والے سردار کے سینے کو ناڑتا ہے تو ابن مسعود نے کہا اسلام عزت دیتا ہے اور اس پر کسی کو عزت نہیں پھر اس کا سر کاٹ لیا اور فرمایا مجھے اس کے اٹھانے کی قدرت نہ ہوئی تو میں نے اس کے کان میں سوراخ کیا اور اس میں ڈوری ڈال دی اور اُسے گھسیٹتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا تو جبرئیل علیہ السلام مسکراتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کان کا بدلہ کان سے ہوا اور سر زیادہ (مزید) ہے۔

(نَاصِیَةٍ کَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝) کیسی پیشانی جھوٹی خطاکار

نَاصِیَةٍ الناصیۃ سے بدل ہے اور اس کا بدل معرفہ سے جائز ہے اور نَاصِیَةٍ نکرہ ہے کیونکہ یہ اس کی صفت ہے جیسا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا ارشاد ہے کَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ یہ صفات پیشانی کی مجازاً ہیں اور مراد اس سے پیشانی والا شخص (ابوجہل لعین) ہے اور یہ ذکر مبالغہ کے لیے جس سے ظاہر ہے کہ وہ (لعین) بہت زیادہ جھوٹا اور انتہائی گناہ گار تھا اور اس کی مثال دوسری جگہ قول باری تعالیٰ ہے السنتھم الکذب کہ ان کی جھوٹی زبانیں تو زبان کا جھوٹا ہونا مجازاً ہے اور مراد وہ شخص ہے جو جھوٹی زبان والا ہے۔

(فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ ۝) اب پکارے اپنی مجلس کو

ای فلیدع اھل نادیہ یعنی اب اپنے اہلِ مجلس کو پکارے النادی المجلس ینتدی فیہ القوم ای یجتمعون للحدیث و یجمع علی اندیۃ اور نادی سے مُراد وہ مجلس یہ جگہ ہے جس میں قوم کے لوگ جمع ہوتے ہیں یعنی بات چیت (گپ شپ) کے لیے اکٹھے ہوتے اور اس جگہ یا چوپال پر جمع ہوتے ہیں۔ مکہ میں دارالندوۃ ایسی ہی جگہ بات تھی۔ ترمذی نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ ابوجہل لعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پا[illegible] سے گزرا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے تو بولا کیا میں نے تمہیں منع نہ کیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و[illegible] نے اُسے سختی سے جھڑک دیا تو لعین بولا تو مجھے دھمکاتا ہے اور میں اس وادی مکہ میں بڑ[illegible] جتھے والا ہوں اور میری مجلس سے بڑی کوئی مجلس نہیں مجھے قسم ہے میں اس وادی کو تیرے خلا[illegible] گھڑسواروں اور پیدل جوانوں سے بھر دوں گا تو یہ آیت اتری کہ اگر تمہیں اپنے قبیلے اور [illegible] پر اتنا غرور ہے تو اسے بلا لو۔

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَۃَ ٥ ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔

ای ملائکۃ العذاب یجروہ الی النار

یعنی عذاب کے فرشتوں کو تاکہ اُسے جہنم کی آگ کی طرف کھینچیں۔ زبانیۃ زَبْنِیْ کی جمع ہے اخفش اور عیسیٰ بن عمر کا قول ہے کہ زابن کی جمع ہے اور اہل عرب اس اسم کا اطلاق اس شخص پر کرتے تھے جو خوب سختی کے ساتھ جکڑے اور باندھے اور زبانیہ عذاب کے فرشتوں کا نام ہے یا جہنم کے سپاہی ہیں۔ مروی ہے من انہ لو دعا نادیہ لاخذتہ الزبانیۃ عیانا اگروہ اپنے اہل مجلس (کنبے قبیلے) کو بلالیتا تو جہنم کے سپاہی (زبانیہ) اُسے علی الاعلان اُسے اس کی آنکھوں کے سامنے پکڑ لیتے۔

(کَلَّا) ہاں ہاں

ردع لذلک اللعین اس میں اس لعین کے لیے بازداشت ہے کہ وہ اپنے جتھے کو بلائے تو سہی ہم یقیناً ایسا ہی کریں گے یعنی زبانیہ کو اس کی گرفتاری کا حکم دے دیں گے۔ یا مراد ہے کہ اپنے اہل مجلس کو نہ پکار سکے گا۔

(لَا تُطِعْہُ) اس کی نہ سنو

ای دم علی ما انت علیہ من معاصاتہ۔

یعنی کرتے رہو جس پر آپ ہیں اور اس کی رکاوٹوں بے ہودگیوں کو خاطر میں نہ لائیں مطلب یہ ہے کہ لعین کی باتوں کی کچھ پرواہ نہ فرمائیں اور نماز پڑھتے رہیئے۔

(وَاسْجُدْ) اور سجدہ کرو

وواظب غیر مکترث بہ علی سجودک

اور بغیر ر کے یا لعین کی باتوں کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوتے اپنے سجدوں کو ہمیشہ ادا کرتے رہو یعنی نماز پڑھتے رہیئے گویا یہ لَا تُطِعْہُ کی تاکید مزید ہے کہ سجدہ کیجئے اور روکنے والے کی کچھ نہ سنیں۔ یہاں سجدہ سے مراد نماز ہی ہے کہ لا تطعہ پر عطف ہے اور ناہی (لعین ابوجہل) نماز ہی سے روکتا تھا جیسا کہ سباق کلام میں گزرا الذی ینھی عبداً اذا صلی۔

(وَاقْتَرِبْ ۩) اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

وتقرب بذالک الی ربک

اور نماز کے ذریعہ سے اپنے پروردگار حق سبحانہ، وتعالیٰ کا قرب حاصل کرو۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعا بندہ بحالت سجدہ اپنے پروردگار سے بہت زیادہ قرب میں ہوتا ہے تو تم بحالت سجدہ کثرت سے دعا کرو۔ اور صحیح میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے علیك بکثرۃ السجود فانہ لاتسجد للہ سجدۃ الارفعك اللہ تعالیٰ بھا درجۃ وحط عنك بھا خطیئۃ۔ تم پر سجود کی کثرت لازم ہے بے شک جب تو اللہ کے لیے سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس کے بدلے ایک درجہ بلند عطا فرماتا ہے اور تجھ سے اس کے بدلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے وَاسْجُدْ میں امر (حکم) سجدہ کے لیے ہے بلاشبہ جمہور کے نزدیک یہاں مراد نماز ہے کہ جزو بول کر کل مُراد ہے لیکن صحیح بخاری و مسلم میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا السماء انشقت اور اقرا باسم ربك الذی خلق میں سجدہ مسنون بھی ہے اور ارکان نماز میں سجدے افضل ترین رکن ہیں اور عز بن عبدالسلام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ کہ سجدہ میں دعا کا وجوب اس سے ثابت ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ اقرا و پر خاص اپنی ذات کے لیے سجدہ کرتے تھے جبکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہاں سجدہ واجب ہے اور امر وجوب کے لئے ہے اور آیت کا عموم اس کا مقتضی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں سجدہ فرمانا جیسا کہ اوپر گزرا اس بات کو مؤکد کرتا ہے۔

الحمد للہ آج سورت الاقراء پوری ہوئی
۱۶ / اپریل ۱۹۹۵ء بمطابق ۱۵ ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ

سورۃ القدر مکیۃ

اس سورۃ میں ایک رکوع۔ پانچ آیات تیس کلمات اور ایک سو بارہ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ القدر پ ۳۰

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ	بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ	اور تم نے کیا جانا کیا ہے شب قدر۔
لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ	شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے
تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ	اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے۔
سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ	وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔

حل لغات سورۃ القدر پ ۳۰

انا۔ بیشک ہم نے	انزلنہ۔ اتارا اسکو	فی۔ بیچ	لیلۃ۔ رات
القدر۔ قدر والی کے	و۔ اور	ما۔ کیا	ادرٰىك۔ جانے تو
ما۔ کیا ہے	لیلۃ۔ رات	القدر۔ قدر والی	لیلۃ۔ رات
القدر۔ قدر والی	خیر۔ بہتر ہے	من الف شھر۔ ہزار مہینے سے	
تنزل۔ اترتے ہیں	الملٰئکۃ۔ فرشتے	و۔ اور	الروح۔ روح
فیھا۔ اس میں	باذن۔ ساتھ اجازت	ربھم۔ اپنے رب کے	من کل۔ ہر
امر۔ کام کے لیے	سلٰم۔ سلامت ہے	ھی۔ وہ	حتی۔ حتی کہ
مطلع۔ طلوع ہو	الفجر۔ فجر		

سُورت القدر

سورت القدر مکی ہے اس میں پانچ آیات ہیں ابوحیان کا قول ہے کہ مدنی ہے اور واحدی نے کہا ہے کہ مدینہ میں اول اترنے والی یہی سورت القدر ہے اور سیوطی نے الاتقان میں نقل کیا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک مکی ہے اور بعض نے اسے مدنی کہا ہے اور ترمذی کی ایک روایت سے اس پر استدلال کیا ہے جو کہ غریب اور منکر ہے۔ ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص تھا جس نے ایک ہزار مہینے تک پیہم راتوں کو صبح ہونے تک نمازیں پڑھیں اور صبح سے شام تک مصروف جہاد رہا اس پر اصحاب کو تعجب و رشک ہوا تو سورت القدر اتری امام مالک نے موطا میں مرسلاً روایت کیا ہے کہ امت محمدیہ کی عمریں قلیل تھیں اور دوسری امتوں کے برابر اعمال اُن سے نہ ہو سکتے تھے کہ ان امتوں کی عمریں زیادہ تھیں تو اللہ نے اہلِ ایمان کی دلجوئی کے لیے شب قدر انعام فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ محمد بن نصر نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ انھا تعدل ربع القرآن سورت القدر ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور اکثر شوافع کا قول ہے کہ وضو کے بعد اس سورت کی قرأت مسنون ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک وضو کے بعد تین مرتبہ پڑھے۔ اور اس سورت کی مناسبت پچھلی سورت سے یہ ہے کہ اس میں قرأت قرآن کا حکم ہے اور اس میں گویا اس حکم کے لیے تعلیل ہے کہ قرآن عظیم کی تلاوت کرو کہ جو عظیم قدر و منزلت اور عظمت والا کلام ہے اور خطابی کا قول باری انا انزلنا ٥ میں قول باری اقرا باسم ربک کی طرف اشارہ ہے اور اسی وجہ سے پچھلی سورت سے متاخر ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سُورہ القدر پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ٥ — بے شک ہم نے اُسے شب قدر میں اتارا

وَمَا اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ اور تم نے کیا جانا کیا شب قدر۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

(اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ) بے شک ہم نے اُسے اُتارا

الضمیر عند الجمھور للقرآن

جمہور علماء مفسرین کے نزدیک انزلناہ کی ضمیر قرآن حکیم کی طرف راجع ہے اور ضمیر غائب قرآن کی عظمت شان کے اظہار کے لیے ہے اور نزول کی نسبت نازل کرنے والے یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت کو ظاہر کر رہی ہے اور بعض نے (ہٗ) ضمیر غائب سے مراد جبریل علیہ السلام لیے ہیں۔

(فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝) شبِ قدر میں

زہری کا قول ہے کہ اس رات کی بزرگی اور عظمت و فضیلت کی وجہ سے اسے لیلۃ القدر کہا گیا کہ قدر کے معنی عزت و شرف کے ہیں اور اس سے واضح ہے کہ نزول قرآن کا وقت بھی بڑی عظمت والا ہے۔ حسین بن فضل کا قول ہے کہ وہ امور جو آئندہ سال ہونے میں مقدر ہو چکے اس رات میں ملائکہ اور کارکنان قضاء و قدر کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں جبکہ عکرمہ کا قول ہے کہ ایسا پندرہ شعبان کو (شب برات) کو ہوتا ہے۔ ابنِ عباس سے منقول ہے کہ شب برات (پندرہ شعبان المعظم) کو تمام احکام کو تفویض کر دیا جاتا ہے بغوی سے منقول ہے کہ لیلۃ القدر کو لیلۃ القدر کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس شب میں اللہ کے نزدیک نیک کاموں اور عبادات و طاعات کا ثواب بہت زیادہ ہے اور عند اللہ ان کی قدر و قیمت بھی بہت عظیم ہے۔ سیوطی نے الاتقان میں نقل کیا ہے کہ شب قدر میں نزول قرآن کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم جو لیلۃ المبارکہ (پندرہ شعبان) میں پورے کا پورا آسمان دنیا کے بیت العزت میں اتارا گیا تھا وہ شب قدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نجماً نجماً اتارا گیا یعنی قرآن کا نزول سابقہ کتب کی طرح یکبارگی پندرہ شعبان کو ہوا اور لیلۃ القدر میں ضرورت کے مطابق نزول کا آغاز ہوا۔ لیلۃ القدر کا تعین و تفصیل آگے ذکر ہوگی۔

(وَمَا اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝) اور تم نے کیا جانا کیا شب قدر

لما فیہ من الدلالۃ علی ان علوھا خارج عن دائرۃ درایۃ الخلق لا یعلم ذلک ولا علام الغیوب یعنی اس رات میں اس کی جو عظمت و فخامت شان پر دلالت کرتی ہے مخلوق کی درایت و عقل کے دائرہ سے بلند و بالا ہے اور عقل کی رسائی اس تک نہیں ہو سک

کی عظمت کی کنہ کسی کو معلوم ہے اور نہ جانی جا سکتی ہے سوائے حق سبحانہ و تعالیٰ کے جو جملہ غیوب کا دانا ہے۔ ایک قول ہے کہ دونوں جگہ " ما " استفہام انکاری ہے اور مقصود عظمت کا اظہار ہے۔
لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ٥) شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔
لَيْلَةُ الْقَدْرِ) شب قدر

لیلۃ القدر ماہ رمضان کے ساتھ ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں تصریح ہے شهر رمضان الذی انزل فیہ القرآن مہینہ رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن حکیم اتارا گیا اور انا انزلنا ہ فی لیلۃ القدر اور بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا دونوں آیات سے واضح ہے کہ لیلۃ القدر ماہ رمضان ہی کی ایک رات ہے بعض علماء کا قول ہے کہ شب قدر رمضان میں بھی ہوتی ہے اور غیر رمضان میں بھی۔ لیکن یہ قول درست نہیں۔

امام احمد، بخاری، مسلم اور ترمذی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من شهر رمضان" تم لیلۃ القدر کو ماہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ لہذا لیلۃ القدر ماہ رمضان ہی کی ایک رات ہے، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان المعظم کی آخری تاریخ کو خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا لوگو تمہارے پاس ایسا باعظمت مہینہ آرہا ہے اور یہ برکت والا مہینہ ہے جس کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس حدیث سے بھی لیلۃ القدر کا شہر رمضان سے خاص ہونا واضح ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے۔ لیلۃ القدر کے تعین کے بارے میں تفصیل اقوال حسب ذیل ہے۔

(i) بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کی تلاش میں پہلے اور دوسرے عشرہ میں اعتکاف کیا پھر فرمایا مجھے فرشتہ نے بتایا کہ لیلۃ القدر آخری عشرے میں ہے تو جسے اعتکاف کرنا ہو وہ میرے ساتھ آخری عشرے میں اعتکاف کرے کہ مجھے وہ رات دکھائی گئی اور میں نے اسے پالیا تھا اور میں نے دیکھا کہ میں اس کی صبح پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔

(ii) حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لائے تو آپ کو دو شخص سامنے آتے ہوئے مل گئے پس آپ کو

شب قدر کا تعین بھلا یا گیا آپ نے فرمایا شاید اس میں تمہارے لیے بہتری ہے اور تم اس کو پچیسویں ستائیسویں اور انتیسویں رات میں تلاش کرو۔

(iii) بخاری ومسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک صحابی نے خواب دیکھا کہ شب قدر آخری سات راتوں میں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے خوابوں کو آخری سات راتوں کے بارے میں متفق پاتا ہوں تو تم میں سے جو شب قدر کو تلاش کرے وہ انہی سات راتوں میں کرے۔

(iv) امام احمد نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لیلۃ القدر کو ستائیسویں رات میں تلاش کرو۔

(v) ابو داؤد نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر ستائیسویں شب ہے۔

(vi) بخاری ومسلم ترمذی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ تم شب قدر کو آخری عشرۂ رمضان کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔

(vii) ترمذی نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ لیلۃ القدر کو باقی نو راتوں یا پانچ راتوں یا تین راتوں یا آخری شب میں تلاش کرو۔

(viii) بخاری نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں نو راتوں یا پانچ سات راتوں میں تلاش کرو۔

(ix) امام احمد نے حضرت بلال سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ لیلۃ القدر کو چوبیسویں رات میں تلاش کرو۔

(x) امام احمد نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیس رمضان کو اترا جبکہ چھ راتیں باقی تھیں۔

(xi) امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ شب قدر کو آخری عشرہ میں تلاش کرو اور اگر کوئی ضعف و بیماری مجبور کرے تو آخری ہفتہ میں سستی نہ کرو۔

(xii) مسلم نے عبداللہ بن انیس سے مرفوعاً مروی فرمایا ہے کہ مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے شب قدر خواب میں دیکھی اور بھلا دیا گیا اور میں نے اس شب خود کو پانی کیچڑ میں بھا

کرتے دیکھا پھر عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں تیسویں رات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز کے بعد دیکھا تو آپ کی پیشانی پر کیچڑ اور پانی کا نشان تھا اور اس شب بارش برسی تھی۔

روایات متعدد ہیں اور ان روایتوں کے نقل کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ شب قدر کا تعین کچھ اس طرح ہے۔

(ا) : شبِ قدر رمضان کے آخری عشرہ کے ساتھ خاص ہے جس کو تلاش کرنے کے لیے عبادات وطاعات میں مشغول ہونا ضروری ہے۔

(ب) : شبِ قدر آخری عشرہ کی کوئی طاق رات ہے۔

(ج) : یہ رات بدل بدل کر آتی رہتی ہے لیکن بالعموم ستائیس شب ہی ہوتی ہے۔ کہ اس رات کے بارے میں احادیث بہت تواتر کے ساتھ ہیں۔

(د) : شبِ قدر کی تلاش علامتوں سے بھی ممکن ہے جیسا اس رات میں بارش کا برسنا اگلی صبح سورج کا روشنی کے ساتھ طلوع نہ ہونا۔ انوار کا جگمگانا ، ہر چیز کا سجدہ کرتا نظر آنا وغیرہ

البتہ علامات کے بارے میں علماء امت کے مختلف اقوال ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ وہ رات پُرسکون ہوتی ہے اور عبادات میں خصوصی خضوع پیدا ہوتا ہے (شاید وہ رات کی برکت سے ہے یا عبادت گزاروں کے خلوص کے تحت) اور گریہ بھی طاری ہوتا ہے اور اس بندۂ مسکین کو جب بھی یہ نعمت ملی اسی حالت کے ساتھ ملی والحمد للّٰہ ذلک وباللہ التوفیق

امام احمد نے عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے کہ جو شخص لاعلمی میں لیلۃ القدر میں قیام کرے ونماز پڑھے اور وہ رات لیلۃ القدر ہو تو اس نے لیلۃ القدر کو پا لیا اور اس کی مغفرت ہوئی

بخاری ومسلم میں ہے کہ جس شخص نے ایمان واخلاص کے ساتھ اس رات میں جاگا اور عبادت کی اللہ اس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے یا اس کے پچھلے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہ رات دعا کے لیے بھی خاص اجابت رکھتی ہے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو میں کیا کہوں ارشاد فرمایا تم کہو اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی (بخاری)

خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ ہزار مہینوں سے بہتر

ای باعتبار العبادة عند الاکثرین علی معنیٰ ان العبادة فیہا خیر من العبادة فی الف شہر ولا یعلم مقدار خیریتہا منہا الا ھو سبحانہ وتعالیٰ۔

یعنی عبادت کے اعتبار سے جیسا کہ اکثر علماء کا قول ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں عبادت دوسرے ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے اور اس کی بہتری کی مقدار کا اس سے اندازہ یا علم نہیں ہو سکتا مگر ایسا اللہ ہی کو معلوم ہے کہ وہ عبادات کس مرتبہ و فضیلت کی ہیں اور ان کی عظمت خیر کا کیا درجہ ہے۔ یہ لیلۃ القدر کی پہلی صفت یا فضیلت ہے

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا — اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ — اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے

سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ — وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔

(تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا) اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں۔

یہ جملہ لیلۃ القدر کی دوسری فضیلت کا بیان ہے یا پھر خیر من الف شھر کی علت ہے۔ اور جمہور کے نزدیک اَلرُّوْح سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں اور یہاں ان کا ذکر بطور خاص ان کی عظمت و شرف کے اظہار کے لیے ہے اس کے ساتھ کہ وہ ذکر کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ جب کہ ایک قول ہے کہ الروح ایک عظیم فرشتہ ہے جو زمین و آسمانوں کو نگل لے تو وہ اس کے لیے ایک لقمہ کے برابر ہو اور "التیسیر" میں اس کے اوصاف کا ایسا ذکر ہے جو عقل کو حیران کرنے والا ہے (کچھ تفصیل سورت النباء میں گزر چکی) کعب اور مقاتل کا قول ہے کہ الروح فرشتوں کا ایک گروہ ہے جنہیں فرشتے بھی اس رات کے سوا نہیں دیکھتے وہ ان زاہدوں جیسے ہیں جنہیں بجز یوم العید اور یوم الجمعہ کے نہیں دیکھا جاتا۔ ایک قول ہے کہ الروح سے مراد فرشتوں پر نگہبان فرشتوں کا گروہ ہے جیسے ہم پر نگہبان فرشتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے جو کھاتے پہنتے ہیں مگر نہ ہی فرشتے ہیں اور نہ ہی انسانوں میں سے ہیں اور اللہ پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے اور تیرے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور بعض لوگوں کا کہنا ہے شاید وہ اہل جنت کے خدام ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد (الروح سے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو اس امت کے مطالعہ و مشاہدہ کے لیے اترتے ہیں اور اس لیے بھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں۔ ایک قول ہے کہ مراد اہل ایمان کی ارواح

ہیں جو اپنے اہلِ خانہ کی زیارت کے لیے اترتے ہیں ایک قول ہے مراد رحمت ہے جو اس زمین پر اترتی ہے ایک قول ہے روح کے علاوہ فرشتے جو زمین کی طرف اترتے ہیں تاکہ مومنین کو سلام کہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر میں جبریل فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اترتے ہیں تو جو شخص کھڑا یا بیٹھا ہوا ذکر خدا میں مشغول ہوتا ہے اس کے لیے دعائے رحمت فرماتے ہیں اور ایک روایت میں ہے اُسے سلام کرتے ہیں اور اس کے لیے بخشش کی دعا فرماتے ہیں۔

غنیۃ الطالبین میں قطب ربانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے حق سبحانہ وتعالیٰ جبریل علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم فرماتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ کے ساکنوں (فرشتوں) کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں جن کی تعداد ستر ہزار ہوتی ہے جن کے پاس نور کے جھنڈے ہوتے ہیں پھر جب وہ زمین پر اتر پڑتے ہیں تو جبریل علیہ السلام اپنے جھنڈے اور فرشتے (علیہم السلام) اپنے اپنے جھنڈوں کو چار مقامات پر نصب کرتے ہیں کعبہ کے قریب، روضہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد بیت المقدس اور مسجد طور سیناء کے نزدیک پھر جبریل علیہ السلام اُن فرشتوں سے کہتے ہیں پھیل جاؤ تو وہ پھیل جاتے ہیں اور کوئی گھر، کوئی پتھر، کوئی مکان اور کوئی کشتی باقی نہیں رہتی کہ اس میں مومن مرد یا عورت ہو کہ اس میں ملائکہ علیہم السلام داخل نہ ہوں سوائے اس گھر کے جس میں کتا یا خنزیر یا شراب یا فعل حرام کا مرتکب جنبی یا بتوں کی تصاویر و مجسمے وغیرہ ہوں یعنی اُن میں داخل نہیں ہوتے۔ تو وہ اللہ کی تسبیح کہتے ہیں اس کی پاکی بولتے ہیں اور تہلیل کہتے ہیں (لا الٰہ الا اللہ) کا ذکر کرتے ہیں اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بخشش مانگتے ہیں یہاں تک کہ صبح چمکتی ہے پھر وہ آسمانوں کی طرف چڑھ جاتے ہیں تو آسمان دنیا کے رہنے والے ان کا استقبال کرتے ہیں تو وہ ان فرشتوں سے کہتے ہیں کہ تم کہاں سے آرہے ہو تو وہ کہتے ہیں ہم دنیا میں تھے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ رات یعنی لیلۃ القدر تھی تو وہ سکانِ آسمان دنیا کہتے ہیں تو اللہ کریم نے امت محمدیہ کی حوائج اور ضرورتوں کے ساتھ کیسا فرمایا تو جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ نے ان کے نیکوکاروں کو بخش دیا اور ان کے گناہ گاروں کے بارے میں ان کی سفارش قبول کر لی تو آسمان دنیا کے فرشتے بلند آوازوں سے جہانوں کے پروردگار کی

تسبیح وتقدیس اور تعریف کرتے ہیں اور شکر ادا کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے اس امت کے لیے عطا فرمایا۔ اور یونہی سارے آسمانوں اور اہلِ جنت بھی دعا فرماتے ہیں، اور عرش بھی ایسا فرماتا ہے پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس امر کی تصدیق فرماتا ہے کہ میرے نزدیک امتِ محمدیہ کے لیے بڑی رحمت وکرامت ہے اور وہ انعام ہیں جنہیں نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی دل پر اس کا خطرہ گزرا۔

(بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ) اپنے رب کے حکم سے

یہ فرشتوں کے اترنے سے متعلق ہے ای بامرہ عزوجل یعنی جبریل اور فرشتے بحکمِ پروردگار اترتے ہیں یہ ان کے اترنے کے حکم کے بارے میں بطور تعظیم کے اظہار کے لیے ہے ایک قول ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ جبریل اور فرشتے اہلِ زمین میں مومنین کے ساتھ کمال رغبت ومحبت رکھتے ہیں اور ان کے پاس جانے کے مشتاق ہیں اور اس کی اجازت مانگتے ہیں تو اللہ کریم انہیں اجازت عطا فرماتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ جس طرح حجاج کرام زیارت مکۃ المکرمہ کے لیے جاتے ہیں تاکہ ثواب وطاعات کی کثرت کا حصول اور شعائر اللہ کی زیارت یقین وادراک کو برکت وتسکین ملے یونہی فرشتے لیلۃ القدر میں زمین میں اترتے ہیں کہ اللہ نے مومنین کے لیے زمین میں اپنی طاعات وعبادات میں مشغول ہونے کی فضیلت اس مقدس رات میں رکھی ہے اور آسمانوں میں رات ہوتی ہی نہیں تو فرشتوں کا نزول اہلِ ایمان کے شربات کی زیادتی وبرکت کے لیے ہے اور فرشتوں کا نزول اس خیر وبرکت کے ادراک ومشاہدہ کے لیے ہے۔

(مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۝) ہر کام کے لیے

ای من اجل کل امر تعلق بہ التقدیر فی تلک السنۃ یعنی جو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس سال کے لیے ہر اس کام کی غرض سے مقدر فرمایا۔

(سَلٰمٌ ۛ هِىَ) وہ سلامتی ہے۔

سَلٰمٌ مصدر بمعنی سلامتی ہے یعنی وہ امر سلامتی ہے اور ہر خوف وپریشانی اور آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ ایک قول ہے کہ امر سے مراد ثواب وبرکت ہے ایک اور قول ہے کہ امر سے مراد تسکین وطمانیت قلبی ہے۔

(هِىَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ۝) صبح چمکنے تک

ھِیَ مبتدا ہے اور حتی مطلع الفجر خبر ہے اور سلام خبر مقدم ہے اور سلام کی تقدیم

مفید حصر ہے تو معنی یہ ہوتے ای التسلیم کل اللیلۃ کہ لیلۃ القدر مکمل سلامتی اور بالکلیہ خیر ہی خیر ہے اور اس رات میں خرابی اور شر کو کوئی دخل ہی نہیں یعنی یہ رات شر و خرابی سے محفوظ ہے مجاہد کا قول ہے کہ اس شب میں شیطان کا کوئی حیلہ حربہ شر بپا نہیں کر سکتا اور یہ رات طلوع فجر تک سلامتی سے معمور ہے۔ ضحاک کا قول ہے چونکہ لیلۃ القدر سلامتی ہے لہذا کوئی شر مقدر ہی نہیں ہوتا۔ سفیان ثوری کا قول ہے الدعا فی تلک اللیلۃ احب من الصلوۃ۔ اس رات میں نماز کی نسبت دعا زیادہ پسندیدہ امر ہے پھر فرمایا تلاوت قرآن (خواہ مطلق ہو یا نوافل میں) کے بعد اگر دعا مانگے تو بہت ہی بہتر ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان راتوں میں خوب مجاہدہ فرماتے اور ترتیل کے ساتھ قرأت فرماتے اور آیات رحمت پر بن مانگے نہ گزرتے اور یونہی آیات رحمت پر مغفرت مانگتے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ان وافقت لیلۃ القدر فما اقول قال قولی اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی ویجتھد فیھا بانواع العبادات من صلوۃ وغیرھا۔ اگر میں لیلۃ القدر پاؤں تو میں کیا کہوں ارشاد ہوا تم کہو اے پروردگار تو معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو محبوب رکھتا ہے پس مجھ سے درگزر فرما اور اس میں نماز وغیرہ مختلف عبادتوں میں (ذکر وغیرہ) خوب کوشش کرو۔

الحمد للہ آج سورت القدر پوری ہوئی
۲۸ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۸ مئی ۱۹۹۵ء

سورۃ البیّنہ مدنیّہ

اس سورۃ میں ایک رکوع۔ آٹھ آیات۔ پورا نوے کلمات اور تین سو ننانوے حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ البیّنہ پ٣٠

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝
رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝
فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝
وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ
بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝
وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ
الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا
الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ
الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ
هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ
هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝
جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ
لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝

کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے
جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے۔
وہ کون وہ اللہ کا رسول کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے۔
ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔
اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں مگر بعد اس
کے کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس تشریف لائے۔
اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں
نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور
نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔
بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم
کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق
میں بدتر ہیں۔
بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام
مخلوق میں بہتر ہیں۔
ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں
جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں اللہ
ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لیے
جو اپنے رب سے ڈرے۔

حل لغات سورۃ البینۃ پ۳۰

لم - نہیں

یکن - ہیں　　الذین - وہ لوگ جو　　کفروا - کافر ہوئے

من اھل الکتب - اہل کتاب میں سے　　و - اور　　المشرکین - مشرک لوگ

منفکین - باز آنے والے　　حتی - یہاں تک کہ　　تاتیھم - آئے انکے پاس　　البینۃ - روشن دلیل

رسول - رسول　　من اللہ - اللہ کی طرف سے　　یتلوا - پڑھتا ہے　　صحفا - صحیفے

مطھرۃ - پاک　　فیھا - اس میں　　کتب - کتابیں　　قیمۃ - قائم

و - اور　　ما - نہ　　تفرق - پھوٹ پڑی　　الذین - ان میں

اوتوا - جو دیے گئے　　الکتب - کتاب　　الا - مگر　　من بعد - بعد

ما - اسکے جو　　جاءتھم - آئی انکے پاس　　البینۃ - روشن دلیل　　و - اور

ما - نہیں　　امروا - حکم دیے گئے تھے　　الا - مگر　　لیعبدوا - یہ کہ عبادت کریں

اللہ - اللہ کی　　مخلصین - خالص کرنے والے　　لہ - اسکے لیے　　الدین - دین

حنفاء - یک رخ ہوکر　　و - اور　　یقیموا - قائم کریں　　الصلوۃ - نماز

و - اور　　یؤتوا - دیں　　الزکوۃ - زکوۃ　　و - اور

ذلک - یہ ہے　　دین - دین　　القیمۃ - سیدھا　　ان - بیشک

الذین - وہ جو　　کفروا - کافر ہوئے　　من اھل الکتب - اہل کتاب سے

و - اور　　المشرکین - مشرک　　فی - بیچ　　نار - آگ

جھنم - جہنم کے ہیں　　خلدین - ہمیشہ رہیں　　فیھا - اس میں　　اولئک - یہی

ھم - وہ ہیں　　شر - بدتر　　البریۃ - مخلوق میں سے　　ان - بیشک

الذین - وہ جو　　امنوا - ایمان لائے　　و - اور　　عملوا - انکل کیے

الصلحت - اچھے　　اولئک - یہی　　ھم - وہ ہیں　　خیر - بہترین

البریۃ - مخلوق میں سے　　جزاؤ - بدلہ　　ھم - ان کا　　عند - نزدیک

ربھم - انکے رب کے　　جنت - باغ ہیں　　عدن - بسنے کے　　تجری - چلتی ہیں

من تحتھا - اس کے نیچے　　الانھر - نہریں　　خلدین - ہمیشہ رہیں　　فیھا - اس میں

ابدا۔ ہمیشہ تک — رضی۔ خوش ہوا — اللہ۔ اللہ — عنھم۔ ان سے
و۔ اور — رضوا۔ وہ راضی ہوئے — عنہ۔ اس سے — ذلک۔ یہ
لمن۔ اسکے لیے ہے جو — خشی۔ ڈرا — ربہ۔ اپنے رب سے۔

سُورۃُ البَیِّنَۃِ

سورت البینۃ مدنی ہے اس میں ایک رکوع اور آٹھ آیات ہیں اس سورت کے نام سورت القیامہ، سورت البلد، سورت المنفکین، سورت لم یکن اور سورت البریہ بھی ہیں، بحر میں ہے کہ یہ سورت مکی ہے جبکہ جمہور کے نزدیک اور ابنِ الزبیر اور عطاء بن یسار کا قول ہے کہ مدنی ہے ابوصالح نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ یہ مکی ہے اور یحیٰ بن سلام نے اُسے مختار مانا ہے ابن الفرس کا قول ہے کہ مکی ہونا مشہور ہے اور ابن مردویہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور ابنِ کثیر نے اسے معتبر مانا ہے کہ یہ مدینہ ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے جسے امام احمد اور طبرانی نے ابی خیثمۃ البدری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب سورت البینۃ اتری تو جبریل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک آپ کا پروردگار آپ کو حکم فرماتا ہے کہ ابی بن کعب اس سورت کی تلاوت کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ جبریل کہہ رہے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے کہ تم یہ سورت تلاوت کرو تو ابی نے کہا کیا میرے رب نے میرا نام لے کر کہا ہے ارشاد ہوا ہاں تو وہ بولے اچھا اور رو پڑے۔ اور آلوسی کہتے ہیں یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اس سورت کے فضائل میں ابوموسیٰ المدینی نے "المعرفۃ" میں اسمٰعیل بن ابی حکیم سے بواسطہ مطرالمدنی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس سورت کی تلاوت کو (بطور خاص) سُنتا ہے تو فرماتا ہے کہ میرے بندے (تلاوت کرنے والے) کو خوشخبری دے دو کہ مجھے اپنی عزت وعظمت کی قسم کہ میں اُس سے دنیا اور آخرت کے احوال میں کسی حال کے بارے میں نہ پوچھوں گا اور تجھے بالضرور جنت میں متمکن کروں گا یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے گا۔ اور اس سورت کی پچھلی سورت سے مناسبت گویا تعلیل نزول قرآن ہے کہ ارشاد ہوا کہ کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک روشن دلیل ان کے پاس نہ

آجائے اور پچھلی سورت میں ارشاد ہوا بے شک ہم نے قرآن روشن دلیل کو لیلۃ القدر میں اتارا پھر اس سورت میں ارشاد ہے۔ رسول من اللہ یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمہ ٥ اللہ کا رسول کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔ اور جو کچھ نازل ہوا تھا وہ تو بس یہی ہے تو اے اہلِ کتاب و مشرکین تم دعوت قبول کیوں نہیں کرتے۔

مختصر تفسیر اُردو سُورہ البینۃ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥
لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ٥ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ٥ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے۔ وہ کون وہ اللہ کا رسول کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔

(لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ۔) کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے۔

ای الیھود والنصاریٰ وعبدۃ الاوثان

یعنی یہود اور نصاریٰ (عیسائی) اور بت پرست، وایرادھم بذلک العنوان قیل لاعظام شناعۃ کفرھم وقیل للاشعار بعلۃ ما نسب الیھم من الوعد باتباع الحق فان مناط ذلک وجدانھم لہ فی کتابھم۔ اور اس عنوان (انداز) کے ساتھ انہیں خطاب کرنے سے مراد یاد دہانی ہے اور ایک قول ہے کہ اس لیے کہ ان کے کفر کی بڑی برائی کی نشاندہی ہو اور کہا گیا ان نشانیوں کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے جو مراد علامت ان کی طرف منسوب تھیں جن میں سے ایک یہ کہ اس امر کا دعدہ تھا کہ وہ حق کا اتباع کریں اور اپنے دین کو نہ چھوڑیں گے جب تک کہ وہ رسول موعود تشریف نہ لے آئیں جن کے تذکرے وہ اپنی کتابوں یعنی تورات زبور انجیل میں پاتے ہیں۔ اہلِ کتاب کا کفر تو یہ تھا کہ انہوں نے صفات الٰہیہ میں اور عقیدۂ توحید میں گڑبڑ کی تھی یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ابنِ اللہ قرار دیا تھا اور الوہیت میں شریک مانتے

تھے یا شرک کے مرتکب ہوئے تھے اور مشرکوں کا حال بھی یہی تھا کہ وہ بت پرستی کے علاوہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے اور یہی امور موجب کفر اور بدترین کفر و شرک تھے۔ امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہاں "من" حرف جار تبعیض پر دلالت کرتا ہے اور بیانیہ نہیں کہ ان میں سے بعض نے اپنے نبی کے بعد بالکل کفر نہ کیا اور وہ عقائد حقہ پر تھے یہاں تک کہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور بعض کا قول ہے کہ وہ (اہل کتاب) بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حق پر تھے اور تبیین بعثت سے پہلے ان سب کے کفر کی مقتضی ہے جو ظاہر کے خلاف ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے مراد اہل کتاب سے وہ یہود ہیں جو اطراف مدینہ میں آباد تھے جیسے بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع اور بعض نے کہا کہ بعثت کے بعد ان کی حالت کا بیان ہے اور تبیین ان کے کفر کی مقتضی نہیں۔ لیکن ایک چیز پر سب متفق تھے اور وہ بعثت نبوی تھی یعنی آنے والے رسول پر یہ سب متفق اور اس کے منتظر تھے اور ان کی کتابوں میں اس امر کا ذکر موجود تھا البتہ مشرکین یعنی بت پرست اس امر میں شریک نہ تھے لیکن سن انھوں نے بھی رکھا تھا اور اہل کتاب اسی حوالے سے ان پر اپنی برتری اور غلبہ کے دعوے کرتے تھے۔ منفکین کے معنی ہیں المفارقۃ یعنی یہ اہل کتاب اور مشرکین اپنا دین اور طریقہ چھوڑنے والے نہ تھے۔ "منفکین" یکن کی خبر ہے اور خبر محذوف ہے اور مراد ہے کہ انھوں نے اتباع حق کا وعدہ کر رکھا تھا جب حق ظاہر ہو۔

(حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝) جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے۔

یہ منفکین کے ساتھ متعلق ہے اور البینۃ صفت ہے بمعنی اسم فاعل ای المبین للحق یعنی حق کو واضح کرنے والا یعنی وہ رسول موعود تشریف نہ لے آئیں جن کا ذکر ان کی کتب میں موجود ہے اور جن کے وہ منتظر تھے اور جن کے توسل سے وہ کفار پر فتح مانگتے تھے جیسا کہ ارشاد باری ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا واضح مفہوم یہ ہے کہ المبین اللحق سے مراد صاحب قرآن نبی الامی جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو اہل کتاب بیٹوں کی پہچان سے بڑھ کر پہچانتے تھے اور ان کی علامتوں اور نشانیوں سے حد درجہ آگاہ تھے۔

(رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ) وہ کون وہ اللہ کا رسول

البینۃ سے بدل ہے یا خبر لمقدر ہے ای ھی رسول یعنی وہ رسول اور تنوین

وعظمت کے اظہار کے لیے ہے والمراد بہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اور مراد سرور عالم تمامت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور من اللہ آپ صلی اللہ کی صفت اور مزید عظمت کے اظہار و تاکید کے لیے ہے۔ یعنی وہ رسول جو اللہ کی طرف سے آئے۔

(یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝) کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے۔

یہ رسول کی دوسری صفت ہے یا پہلی صفت (من اللہ) کا حال ہے یعنی وہ رسول اُمّی ہونے کے باوصف صحیفے پڑھتا ہے صُحُفًا مُّطَهَّرَةً سے مُراد قرآن عظیم ہے۔ اور مُطَهَّرَة صُحُف کی صفت ہے یعنی وہ صحیفے ایسے ہیں کہ شیطان اس میں نہ تو تصرف کی قدرت رکھتا ہو اور نہ ہی کسی طرح اور کسی جہت سے بھی باطلی اس تک راہ پا سکتا ہے اور پاکوں کے سوا سے چھونے سے محفوظ ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ ایک قول ہے کہ بر تقدیر مضاف معنی یہ ہوں گے اک مثل صحف کہ پچھلے صحیفوں کی طرح تلاوت کرتا ہے حالانکہ آپ اُمّی تھے۔ اور آپ کی تلاوت قرآن پچھلی کتب کی مصدق ہے۔

(فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ ۝) ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔

والمراد بالکتب المکتوبات و بالقیمۃ المستقیمۃ واستقامتھا نطقھا بالحق اور "كُتُبٌ قَیِّمَةٌ" سے مراد ان صحف مطہرہ میں سیدھی اور سچی باتیں ہیں جو حق وعدل کا بیان ہیں۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ ۝ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ۝

اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس تشریف لائے اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اس پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

(وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ ۝) اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس تشریف لائے۔

(حُنَفَآءَ) ایک طرف کے ہوکر

ای مائلین عن جمیع العقائد الزائغۃ الی الاسلام۔

یعنی تمام دینوں اور عقائدہ باطلہ و فاسدہ سے منہ موڑ کر خالص دین اسلام کا اتباع کریں۔

ابو قلابہ سے حنفآء کی تفسیر میں منقول ہے ای بمومنین بجمیع الرسل علیھم السلام یعنی تمام رسولوں علیہم السلام پر ایمان رکھنے والے اور مجاہد کا قول ہے ای بمتبعین دین ابراھیم مراد دین ابراہیم کا اتباع کرنے والے ہیں اور ربیع بن مسعود کا قول ہے۔ ای بمستقبلین القبلۃ بالصلوۃ یعنی نمازوں میں قبلہ کا استقبال کرنے والے اور قتادہ کا قول ہے کہ مراد ختنہ کرنے والے حرمت کے قائلین ہیں جبکہ ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے مراد حجاج ہیں۔ حنف کے معنی ہیں المیل الی الاستقامۃ پوری قوت کے ساتھ مائل ہونا یا رغبت کاملہ رکھنا۔

(وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ) اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں

ای امرھم بھما فی کتابھم ان امرھم باتباع شریعتنا امرلھم بجمیع احکامہا

یعنی ان کو بھی (اہل کتاب) ان کی کتاب میں ان دونوں باتوں کا حکم دیا گیا تھا اور بے شک انہیں یہ حکم ہماری شریعت کی اتباع میں بھی اور دیگر احکام وغیرہ کے ساتھ بھی دیا گیا ہے یعنی بروقت نماز پڑھیں اور وقت پر زکوٰۃ ادا کریں۔

(وَذٰلِكَ) اور یہ

یہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی بندگی کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی طرف اشارہ ہے۔

(دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝) سیدھا دین ہے۔

ای الکتب القیمہ۔ یعنی پچھلی آسمانی کتب میں بھی سیدھا دین یہی بیان ہوا اور یہی حق اور سچا اور سیدھا راستہ ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لائے ہیں گزشتہ انبیاء و رُسل کا دین بھی وہی تھا اور دین کی اصل یہی امور ہیں جو تمام شرائع کا مرکزی نقطہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ	بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ ؕ رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ) بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں۔

قیل بیان لحال الفریقین فی الآخرۃ بعد بیان حالھم فی الدنیا وذکر المشرکین لئلا یتوھم اختصاص الحکم باھل الکتب حسب اختصاص مشاھدۃ شواھد النبوۃ فی الکتب بھم فالمراد بھولاء الذین کفروا ھم المتقدمون فی صدر السورۃ۔

کہا گیا کہ یہ آخرت میں دونوں گروہوں کے حال کا بیان ہے اس حالت کے بیان کے بعد جو ان کا دنیا میں تھا اور مشرکوں کا ذکر اس لیے آیا ہے کہ کہیں اس حکم کے اہلِ کتاب کے ساتھ خاص ہونے کا واہمہ پیدا نہ کرے جیسا کہ نبوت کے بارے میں جو شواہد ان کی کتاب میں تھے وہ اس کے مشاہدہ میں خصوصیت رکھتے تھے یعنی مشرکین کی نسبت بخوبی سُناتھا۔ اور علم رکھتے تھے تو مراد یہاں وہ کفار ہیں یعنی کتابی اور مشرکین جن کا۔ اس سورت کے درمیان ذکر گزرا۔ اور بعض نے کہا یہ جملہ اسمیہ ہے اور یہ اِنَّ (حرف تحقیق) کا اسم ہے اور نار جھنم اس کی خبر ہے اور جار سے متعلق مقدر بمعنی مستقبل کے ہے یا مجازاً یہ مطلب ہے کہ وہ اب بھی علی الاطلاق جہنم میں ہیں جو ان پر ان کے کفر و معصیت کے باعث ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کتابی کافر اور مشرکین جہنم کی آگ میں ہیں یا ہوں گے (آخرت میں)

(خٰلِدِیْنَ فِیْهَا) ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

کہ یہ کفار کے حال کی خبر ہے اور دونوں گروہوں کے دخول نار کو مشترک ہے یعنی عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ دونوں کے جہنم کے عذاب کی کیفیت و تفاوت کے منافی نہیں کہ اہلِ کتب درکات جہنم کی ایک نوع عذاب میں ہوں گے اور یونہی مشرکین درک اسفل میں ہوں گے کہ ایک اعتبار سے مشرکین کا کفر اہلِ کتاب کے کفر سے بڑھ کر ہے کہ ارشاد باری ہے۔ ان الشرک لظلم عظیم۔ اور ایک اعتبار سے اہل کتاب کا کفر مشرکین سے بڑھ کر ہے کہ مشرک اس علم اور شواہد نبوت سے آگاہ نہ تھے جو اہلِ کتاب کو ان کی کتابوں کے حوالے سے تھا اور یہ مقتضیٰ تھا ان کے لیے عذاب شدید کا کہ وہ علم کے ہوتے ہوئے کافر تھے تو دونوں گروہوں کا عذاب ایک دوسرے کے مساوی نہیں بلکہ متفاوت اور ان کے حسب کفر و

معاصی ہے اور اسی کی وجہ سے وہ دوزخ کی آگ میں مطلقاً اور ہمیشہ رہیں گے۔

(اُولٰٓئِکَ) وہی

اشارہ ہے ای اولئک البعداء المذکورون یعنی مذکورہ اوصاف والے کتابی اور مشرک۔

(ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ ۝) تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

ای الخلیقۃ وقیل الشیر والمراد قیل ھو شرالبریۃ اعمالا یعنی تمام مخلوق میں بدتر ہیں اور ایک قول اور انسانوں میں بہت ہی بُرے ہیں اور ایک قول ہے کہ اعمال کے حوالے سے بدترین لوگ ہیں۔ ایک قول ہے شرھا مقاماً ومصیراً کہ مقام ٹھکانے کے لحاظ بُری مخلوق ہیں۔ ایک قول ہے کہ ان کفار سے مراد وہ مخصوص اقوام اور گروہ ہیں جو رسولاں کی تکذیب کرتے رہے اور کفر وسرکشی پر ڈٹے رہے بلکہ عام ہے کہ جو بھی قیام آخرت تک اس طرز عمل کا مظاہرہ کریں گے وہی جہنمی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی لوگ مخلوق میں بدترین ہوں گے بلکہ بہائم اور چوپائیوں سے بدتر ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے اولئک کالانعام فانہ ظاھر فی ان کفرھم قد وادعند ذلک فقال جاب اللہ کان الکفار من الفریقین یقولون قبل المبعث لاننفك عما نحن فیہ من دیننا حتی یبعث اللہ تعالی النبی الموعود الذی ھو مکتوب فی التوراۃ والانجیل وھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فحکی اللہ تعالی ما کانوا یقولونہ ثم قال سبحنہ وما تفرقوا الخ

تو بے شک وہ اس سے ظاہر ہے کہ ان کا کفر اس کے ساتھ ہی بڑھ گیا تھا۔ علامہ جاراللہ زمخشری کہتے ہیں کہ کفار دونوں فریقوں میں سے مجھے جو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کہتے تھے کہ ہم اپنے دین سے جس پر کہ ہم ہیں نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ وہ نبی موعود تشریف نہ لے آئیں جن کا ذکر تورات وانجیل میں لکھا ہوا موجود ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اللہ کریم نے اس کا بطور حکایت یا حجت اس کا ذکر فرمایا ہے جو وہ کہا کرتے تھے پھر ارشاد فرمایا اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل یعنی نبی انکے پاس تشریف لائے واضح مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب سبھی اس پر متفق تھے کہ ہم نبی موعود کی تشریف آوری پر ایمان لے آئیں گے لیکن جب وہ تشریف فرما ہوئے

تو اہلِ کتاب میں سے بعض ایمان لے آئے اور بعض کفر پہ قائم رہے اور دوسری جگہ سورت البقرہ میں ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ ان کا کفر پہ قائم رہنا ضد و عناد کی وجہ سے ہے وگرنہ بظاہر ان کے پاس انکار کی وجہ نہ تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مذکورہ اس قدر واضح اور روشن تھے کہ انکار ان کی اپنی کتابوں سے کھلا مکابرہ تھا۔ اور یہی امر ان کی تعذیب کا سبب بنا۔ سورت المائدہ میں یہی مضمون زیرِ آیات یاھل الکتب قد جاءکم رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتب ویعفوا عن کثیر اور یاھل الکتب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل ان تقولوا ما جاءنا من بشیر ولا نذیر الخ بالتفصیل گزر چکا۔

(وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ) اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں۔

یہ جملہ حالیہ مفیدہ ہے جو اہلِ کتاب کے طرزِ عمل کی انتہائی قباحت و خرابی کو واضح کر رہا ہے اور امر سے مراد مطلق تکلیف ہے ای والحال انھم ما کلفوا فی کتابھم بما کلفوا بہ یعنی اور حالت یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب تورات و انجیل میں بھی اسی امر کی تکلیف دیئے گئے تھے جس کا اس میں (قرآن میں) حکم دیا گیا ہے۔ یعنی ان کی شریعت میں خلوص کے ساتھ اللہ کی بندگی کا حکم دیا گیا تھا اور شریعت محمدیہ میں بھی یہی حکم ہے اور یہ امور مسلمہ ہے تو اختلاف و تفرقہ اور انکار رسول کی کیا وجہ ہے۔

(مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۵) نرے اسی پر عقیدہ لاتے

ای جاعلین دینھم خالصا لہ تعالیٰ فلا یشرکون بہ عزوجل

یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ اپنے دین (عقیدہ) کو قائم کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور شرک و نفاق سے بچیں اور خالص اللہ کی بندگی کریں۔

"دین" مخلصین کے لیے مفعول ہے اور پورا جملہ لیعبد واللہ کا حال ہے۔

بَلۡ ھُمۡ اَضَلُّ اولئک ھم الغافلون۔ اَلۡبَرِیَّۃِ مہموز اور غیر مہموز دونوں طرح پڑھا گیا ہے اہلِ عرب اَلۡبَرِیَّۃ کو اَلذَّرِیَّۃ کی طرح بولتے ہیں اور اہلِ مکہ البریئۃ ہمزہ کے ساتھ پڑھتے ہیں جس کے معنی الخلیفۃ کے ہیں یعنی تمام مخلوق جس میں انسان جن فرشتے وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اور اگر بدوں ھموز کے پڑھیں تو معنی ہوں گے "البشر

المخلوقون من التراب" یعنی انسان جو مٹی سے پیدا ہوئے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے
اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ ۔ وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

بیان لمحاسن احوال المومنین

یہ مومنین کے احوال کی اچھائی کا بیان ہے یعنی یہ لوگ ایمان اور طاعت کی فضیلت اور بزرگی کی وجہ سے مخلوق میں بہتر ہیں یہاں تک کہ ایمان والے متقی پرہیزگار لوگ ساری مخلوق یہاں تک کہ عام ملائکہ سے بھی بہتر اور صاحب فضل و شرف ہوں گے اور خواص مومنین خواص ملائکہ سے افضل ہوں گے۔ اور انبیاء و رسل بشری رسل ملائکہ سے افضل ہوں گے ابن ابی حاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ تم لوگ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے نزدیک حضرات ملائکہ علیہم السلام کی عظمت و منزلت پر تعجب کا اظہار کرتے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے لمنزلۃ العبد المومن عند اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ اعظم من منزلۃ الملک واقرؤا ان شئتم ان الذین اٰمنو وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریۃ۔ بندہ مومن کی عظمت و منزلت اللہ کے ہاں بروز قیامت فرشتوں کی منزلت سے بہت بڑی ہو گی اور اگر تم چاہو تو پڑھو یہ آیت ان الذین الخ۔

ابن مردویہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "من اکرم الخلق علی اللہ تعالیٰ" اللہ کے نزدیک مخلوق میں بہتر (مکرم و معظم) کون ہے تو ارشاد فرمایا عائشہ تم یہ آیت ان الذین اٰمنو الخ نہیں پڑھتیں۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ

ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس

(لِمَنۡ خَشِيَ رَبَّهٗ ؏) کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے
(جَزَآؤُهُمۡ) ان کا صلہ

ای جزاؤ الذین امنو وعملوا الصلحت بمقابلۃ الکفار من اهل الکتب والمشرکین۔

یعنی ان لوگوں کا صلہ جو ایمان لائے اور انہوں نے پرہیزگاری کی ان لوگوں کے مقابلے میں یعنی کتابی کفار و مشرکین کے مقابل میں جو نہ ہی ایمان لائے اور نہ ہی اطاعت گزاری کی۔

یہ جملہ مُبتدا ہے۔

(عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ) ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں۔

(خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ط) ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔

عند ربھم ظرف متعلق بجزاء ہے اور جنّٰتِ عَدۡنٍ خبر ہے یعنی یہ صلہ (جزا، ثواب) ان کے ایمان وطاعت کا بدلہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے بطور انعام ہوگا اور جَنّٰتٌ جَنَّۃٌ ہی کی جمع ہے اور عَدۡنٍ جَنّٰتٌ کی صفت وحالت ہے عدن کے معنی ہیں قیام یعنی رہائش رکھتے یا رہنے و بسنے کے لیے اور یہ بسنا عارضی نہ ہوگا بلکہ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا سے اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مقید کر دیا تاکہ کوئی وسوسہ و خطرہ ہی نہ رہے کہ یہ انعام کبھی ختم بھی ہو سکتا ہے اور تجری من تحتہا الانہٰر سے ان باغوں کے بسنے کی حالت کے حُسن کا اظہار ہے اور جنات کی ایک صفت کا بیان ہے اور الانہار کی طرف تجری کی نسبت مجازی ہے۔ گویا یہ جزاء مومنین کی تفصیل و توصیف اور بیان نعمت ہے۔

(رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ) اللہ اُن سے راضی

نحوی لحاظ سے نیا جملہ ہے (مستانفہ) اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جو مومنین صالحین کی جزاء اعمال اور ان کی فضیلتوں اور ان پر اپنی نعمتوں کا جو ذکر فرمایا اس کے بارے میں مزید خبر ہے یا پھر جملہ بیانیہ اس شخص کے سوال کے جواب میں ہے جو کہے "اَلَهُمۡ فَوۡقَ ذٰلِكَ امر آخر" کیا ان لوگوں کے لیے کوئی دوسری بات اس سے بڑھ کر بھی ہے تو جواب میں ارشاد ہے اللہ ان سے راضی گویا یہ ان کی تکریم و تعظیم کی زیادتی کے اظہار کے لیے ہے اور ایک قول ہے کہ یہ جملہ ان کے پروردگار کی طرف سے دعا بطور نعمت اعلیٰ ہے۔ ایک

قول ہے کہ اللہ ان کی اطاعت اور اخلاص سے راضی ہوگا اور ان پر اپنی رضامندی کا اعلان فرمائے گا تاکہ انہیں آئندہ ناراضگی کا خوف وخطرہ ہی نہ رہے۔ اور یہ نعمت رضا سب نعمتوں سے بڑھ کر ہوگی۔

(وَرَضُوْا عَنْهُ) اور وہ اس سے راضی

وعلی رضاھم باھم بلغوا من المطالب قاصیتھا ومن المآرب نا میتھا وانیم لھوما لا عین رأت ولا أذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر۔

اور اُن (مومنین) کے راضی ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ بلاشبہ اپنے معاملات وحساب اور اپنی مخلصانہ اعمال وافعال کے مطلوب ومقصود تک کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور ان کے لیے وہ نعمتیں انعام ہوئیں جنہیں کسی آنکھ نے نہ دیکھا نہ کسی کان نے سُنا اور نہ ہی کسی دل پر اس کا خطرہ گزرا۔ ایک قول ہے کہ وہ اپنی رب کریم کے انعامات اس کی مہربانیوں اور کرم وعطا اور اس فضل وشرف کے ملنے پر اپنے پروردگار سے خوش ہوں گے۔ ایک قول ہے کہ اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں گے کہ وہ اپنے رب کی ہر بات کو محبوب رکھتے ہوں گے۔ یعنی راضی برضا ہوں گے۔

(ذٰلِكَ) یہ

ای ما ذکر من الجزاء والرضوان

یعنی اُس سے جو صلہ اور رضامندی وغیرہ کے بیان میں سے گزرا۔

(لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴿۸﴾) اس کے لیے جو اپنے رب سے ڈرے۔

فان الخشیۃ ملاک السعادۃ الحقیقیۃ والفوز بالمراتب العلیۃ اذ لولاھا لم تترک المناھی والمعاصی ولا استعد لیوم یوخذ فیہ بالاقدام والنواصی۔

تو بے شک اللہ کا خوف ہی دراصل حقیقی سعادت (نیک بختی ہے) اور اعلیٰ وبلند درجات تک پہنچانے والی کامیابی ہے اور نہیں حاصل ہوتی جب تک کہ شریعت کے ممنوعات اور گناہوں کو نہ مکمل طور پر نہ چھوڑے اور اس دن کے لیے تیاری نہ کرے جس روز میں لوگ سر کے بالوں اور پاؤں سے پکڑے جائیں گے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ مجرد ایمان اور اعمال صالح ہی سے درجات علیا اور رضوان رب تک رسائی حاصل نہیں ہوتی بلکہ جو اس نعمت غیر مترقبہ کے حصول ووصول کا ذریعہ ہے وہ خشیت الٰہیہ کی دولت ہے

اور خوف خدا کے بارے یہ رسائی کیونکر مل سکتی ہے ارشاد باری ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اللہ سے خشیت (ڈرنے والے) رکھنے والے بندے (لوگ) تو اہل علم ہی ہیں اور اس آیت ایسے علماء کے لیے بہت خوشخبری ہے اور علم کا تقاضا یہی ہے کہ ظاہر باطن ہیں اللہ سے ڈرے اور کسی حال میں سے خوف نہ ہو اور ایسا جب ہی حاصل ہوتا ہے جب انوار علوم بندے کے قلب میں اتر جائیں اور وہ نافرمانیوں سے خود کو بچائے اور فکر آخرت میں مشغول ہو اور رغبت دنیوی سے بقدر ضرورت لے اور اللہ کی رضاؤں کے حصول میں مستعد ہو۔ جنید رضی اللہ عنہ کا قول ہے الرضا علی قدر قوۃ العلم والرسوخ فی المعرفۃ رضا بندے کی قوت علمی کے مطابق ہے اور اسی کے برابر (قدر) اس کی معرفت ربانیہ تک رسائی ہے۔ اور ارشاد نبوی ہے راس الحکمۃ مخافۃ اللہ حکمت کا مغز اللہ کا خوف ہے اور دانا ہی ہے جو اللہ سے خوب ڈرے اور بے خوف و بےباک نہ ہو اور ارشاد باری ہے واخشونی اور تم مجھی سے ڈرو تو حق یہی ہے کہ بندے اس سے ڈریں اور جو ڈر گیا اور گناہوں سے نافرمانیوں سے باز رہا تو اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ وعدہ ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن (الرحمٰن) اور ایک اور جگہ ارشاد ہے واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی (النازعات) اور خوف وخشیت کے حصول کے لیے ارشاد ہے طٰہٰ ما انزلنا علیک القراٰن لتشقی الا تذکرۃ لمن یخشی (طٰہٰ) تو تلاوت قرآن اور قرآن کے مطالب و معانی میں غور و فکر اس نعمت کا لاانتہائی خزانہ ہے۔

الحمد للہ آج سورت البینۃ پوری ہوئی
۲۸ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۹۵ء

سورۃ الزلزال مدنیہ

اس سورت میں ایک رکوع۔ آٹھ آیتیں پینتیس کلمات اور ایک سو انتالیس حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الزلزال پ ۳۰

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا	جب زمین تھرتھرادی جائے جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے۔
وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا	اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے۔
وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا	اور آدمی کہے اسے کیا ہوا۔
يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا	اس دن وہ اپنی خبریں بتلائے گی۔
بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا	اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا۔
يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ	اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تاکہ اپنا کیا دکھائے جائیں۔
فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ	تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا۔
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ	اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

حل لغات سورۃ الزلزال پ ۳۰

اذا۔ جب	زلزلت۔ کانپے گی	الارض۔ زمین	زلزالها۔ اپنا کانپنا
و۔ اور	اخرجت۔ نکالے گا	الارض۔ زمین	اثقالها۔ اپنے بوجھ
و۔ اور	قال۔ کہے گا	الانسان۔ انسان	ما۔ کیا ہے
لها۔ اسکو	یومئذ۔ اسدن	تحدث۔ بیان کریگی	اخبار۔ خبریں اپنا
ھا۔ اپنی	بان۔ اسلیے کہ	ربک۔ تیرے رب نے	اوحی۔ وحی کی
لها۔ اسکو	یومئذ۔ اسدن	یصدر۔ نکلیں گے	الناس۔ لوگ
اشتاتا۔ مختلف	لیروا۔ تاکہ دکھائے جائیں	اعمالهم۔ اپنے اعمال	فمن۔ تو جس نے
یعمل۔ عمل کیا	مثقال۔ برابر	ذرۃ۔ ایک ذرہ کے	خیرا۔ نیکی
یر۔ دیکھے گا	ہ۔ اسکو	و۔ اور	من۔ جس نے

یعمل ۔عمل کیا
یرہ ۔دیکھ لے گا
مثقال ۔برابر
۷۔اسکو
ذرۃ ۔ایک ذرہ کے
شرا۔برائی

سورت الزلزال

سورت الزلزال مدنی ہے اس میں آٹھ آیات ہیں ابن عباس ،مجاہد اور عطاء کے قول کے مطابق مکیۃ ہے جب کہ مقاتل اور قتادہ کے مطابق مدینہ ہے اور الاتفاق میں سیوطی نے اس حدیث سے اس کے مدنی ہونے پر استدلال کیا ہے جو ابن ابی حاتم نے ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا جب سورت الزلزال اتری جس میں ارشاد باری ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ الخ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اپنے اعمال کو ضرور دیکھوں گا ارشاد فرمایا ہاں میں نے کہا وہ بڑے سے بڑے کام بھی فرمایا ہاں میں نے کہا چھوٹے سے چھوٹے بھی فرمایا ہاں میں نے کہا پھر تو میری ماں نے مجھے کھو دیا ارشاد فرمایا اے ابا سعید تمہیں خوشخبری ہو کہ نیکیاں دس گناہوں کی اور ابو سعید نہیں تھے مگر مدینہ میں اور غزوہ اُحد کے بعد مسلمان ہوئے ۔ ترمذی اور بیہقی نے ابنِ عباس سے مرفوعًا روایت کی ہے کہ سورت الزلزلہ نصف قرآن کے برابر ہے اور ترمذی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ سورت الزلزلہ چوتھائی قرآن ہے ۔ اور اس سورت کا پچھلی سورت سے تعلق یوں ہے کہ احکام قرآنی دو صورتوں میں منقسم ہیں احکام دنیا اور احکام آخرت اور یہ سورت احکام آخرت کو اجمالی طور پر مشتمل ہے اور اس میں قیامت جو دل ہلانے والی ہوگی کے ذکر کے ساتھ زمین کے بوجھوں کے نکلنے اور خبروں کے بنانے کا تذکرہ ہے اور جو کچھ آخر میں ہے وہ یہ ہے کہ ایمان بالبعث کی تقریر ہے جو چوتھائی ایمان ہے ، جیسا کہ حدیث میں مروی ہے جسے ترمذی نے نقل کیا کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہ ہوگا جب تک کہ چار باتوں کی گواہی نہ دے ۔

(i) توحید و رسالت پر ایمان

(ii) موت پر ایمان

(iii) اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان

(۱۷) اور تقدیر پر ایمان

اور اس کی تفصیل اپنے موقعہ پر بیان ہو گی۔ نیز پچھلی سورت میں اللہ کریم نے دونوں اور کفار یعنی دونوں گروہوں کے صلہ کا ذکر فرمایا تو گویا یہ سوال ابھرتا تھا کہ وہ صلہ کب ملے گا اور اس کا وقت کونسا ہو گا تو اس سورت میں اس ہی کا بیان ہے۔ جو باہمی مناسبت کو مشیر ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سُورہ الزلزال پ۳۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَا ۝
وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَھَا ۝
وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَھَا ۝

جب زمین تھرتھرا دی جائے جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے اور آدمی کہے اسے کیا ہوا۔

(اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ) جب زمین تھرتھرا دی جائے۔

ای حرکت تحریکا عنیفا متدارکا متکررا

یعنی جب زمین کو ایسی حرکت دی جائے گی جو سختی کے ساتھ ہلائے گی قریب سے پیچھا کرنے والی ہو گی اور بار بار حرکت کرے گی۔

(زِلْزَالَھَا ۝) جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے۔

ای الزلزال المخصوص بھا الذی تقتضیہ بحسب المشیئۃ الالھیۃ المبنیۃ علی الحکم البالغۃ وھو الزلزال الشدید الذی لیس بعدہ زلزال فکان ما سواہ لیس زلزالا بالنسبۃ الیہ او زلزالھا العجیب الذی لایقادر قدرہ۔

یعنی اس سے مُراد وہ زلزلہ ہے جو مشیئت الہیہ کے مطابق اس کی حالت کا مقتضیٰ ہو گا اور جو اللہ کریم کی حکمت بالغہ پر مبنی ہو گا اور وہ ایسا شدید زلزلہ ہو گا کہ اس کے بعد کوئی زلزلہ نہ ہو گا تو جو کچھ اس کے علاوہ ہو گا تو وہ اس زلزلہ کی طرف منسوب زلزلہ (ہلنا) نہ ہو گا یا پھر اس کا (زمین کا) تھرتھرانا ایسا عجیب ہو گا جس کی ہیبت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا واضح مفہوم یہ ہے کہ زمین کا تھرتھرانا اور ہلنا جس قدر ممکن و مقرر ہے اس کی تھرتھراہٹ

اسی قدر ہوگی اور یہ سلسلہ اس قدر ہولناک و ہیبت ناک ہوگا کہ زمین پر کوئی درخت کوئی عمارت کوئی پہاڑ باقی نہ رہے گا اور ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔ جمہور کے نزدیک یہ زلزلہ نفخۂ ثانیہ کے وقت ہوگا۔ جبکہ لوگ قبروں سے اٹھ چکے ہوں گے۔ اور بعض علماء کا قول ہے جیسے ابنِ عربی کہ یہ زلزلہ نفخۂ اولیٰ کے قریب یا پہلے ہوگا۔

وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے

فقد قال ابن عباس ای موتاها تو ابن عباس کا قول ہے کہ زمین اپنے مُردے باہر ڈال دے گی۔ نقاش، الزجاج اور منذر بن سعید کا قول ہے ای کنوزها وموتاها مراد ہے زمین اپنے اندر کے خزانے اور مردے باہر ڈال دے گی۔ یہ خزانے وہ نہیں ہوں گے جو دجال لعین کے زمانہ میں زمین نکالے گی۔ اور اس قول کے مطابق یہ نفخۂ ثانیہ کے وقت ہوگا۔ اثقال ثقل کی جمع ہے اور قاموس میں اس کے معنی متاع المسافر وکل نفیس مصون یعنی مسافر کا سامان (بوجھ) اور ہر قیمتی دھات یا پتھر مُراد خزانے ہیں اور ایک قول ہے ثِقْل (کسرہ کے ساتھ) اثقال کا واحد ہے جس کے معنی ہیں حمل البطن پیٹ کا بوجھ یا خفیہ یا چھپا ہوا بوجھ۔

وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ اور آدمی کہے اُسے کیا ہوا۔

(وَقَالَ الْاِنْسَانُ) ای کل فرد من افراد الانسان لما یبهرهم من الطامة ویدهمهم من الداهية العامة اور تمام انسانوں میں سے ہر شخص کہے گا جب انہیں یہ کمل مصیبت غمگین بنا دے گی اور یہ عام آفت و بلا اچانک آکر انہیں پریشان کر دے گی۔ (مَا لَهَا) ای نزلزلت هذه المرتبة من الزلزال وأخرجت ما فیها من الاثقال مالما شاهدوه من الامر الهائل وقد سیرت الجبال فی الجو وصیرت هباء وذهب غیر واحد الی ان المراد بالانسان الکافر غیر المؤمن بالبعث والاظهر هو الاول علی ان المؤمن یقول ذلک بطریق الاستعظام والکافر بطریق التعجب۔

یعنی اس دفعہ زمین کو کیا ہوگیا اور اتنا شدید زلزلہ آیا کہ جو کچھ اس کے اندر تھا سب باہر نکال پھینکا اور اس چیز کی عظمت و ہیبت کے پیشِ نظر جس کا وہ واقع ہونے والے عظیم امر کے مشاہدہ پر کریں گے کہ پہاڑ فضا میں غبار ہو کر (اڑنے) لگے ہیں اور اکثر علماء کا کہنا ہے کہ الانسان سے مُراد کافر ہیں جو مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان نہیں رکھتے اور جو بات ظاہر ہے وہ پہلی ہی ہے

جس کا تذکرہ گزرا یعنی سب لوگ کہیں گے البتہ اہلِ ایمان کا کہنا بطریق ایمان اور عظمت واقعہ ہوگا (کہ پیغمبروں نے جو وعدہ الٰہی بیان کیا تھا وہ حق اور سچ ہے اور آج کا دن وہی ہے) اور کفار بطور تعجب کہیں گے کہ انہیں حیات بعد الموت کا یقین ہی نہ تھا۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝ اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی

بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝ اس لیے کہ تمہارے رب نے اُسے حکم بھیجا۔

(يَوْمَئِذٍ) اُس دن

بدل من اذا یہ اذا زلزلت الارض سے بدل ہے یعنی اُس روز جب زمین تھرتھرا دی جائے۔

(تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝) وہ اپنی خبریں بتلائے گی۔

ای الارض یعنی زمین۔ تحدث الخلق ما عندها من الاخبار وذلك بان تخليق الله فيها حياة وداکا وتتکلم حقيقة فتشهد بما عمل عليها من طاعة اومعصية وهو قول ابن مسعود والثوری وغيرهما۔ مخلوق سے وہ خبریں بیان کرے گی جو زمین کے پاس ہیں اور وہ یوں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ زمین میں کھلی زندگی اور سمجھ پیدا کرے گا اور وہ حقیقت میں کلام کرے گی پھر جو کام بھی اس پر نیکی یا گناہ کا ہوا ہوگا اس کی شہادت دے گی اور یہ قول ابن مسعود اور سفیان ثوری اور دیگر علماء سے منقول ہے اور اس کی تائید حدیث حسن الصحیح الغریب سے ہوتی ہے جسے امام احمد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر ارشاد فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ زمین کی خبریں کیا ہوں گی اصحاب نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ارشاد فرمایا کہ اس کی خبریں یہ ہوں گی کہ وہ ہر آزاد و غلام مرد و عورت کے بارے میں گواہی دے گی ان کاموں کی جو انہوں نے اس کی پیٹھ پر کئے ہوں گے اور کہے گی عمل یوم کذا کذا فهذه اخبارها فلاں دن تو نے فلاں کام کیا اور فلاں دن یہ کیا تو یہ اس کی خبریں ہوں گی جو بتائے گی۔

(بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝) اس لیے کہ تمہارے رب نے اُسے حکم بھیجا۔

باء سببیہ ہے ای تحدث بسبب ایحاء ربك لها وامره سبحانہٗ ایاها بالتحدیث

یعنی زمین کا خبریں بتانا اللہ کی طرف سے اُسے وحی کے سبب ہوگا اور اس حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے بیان کرنے کا حکم فرمایا ہوگا اور بعض کا قول ہے کہ یہ انسان کے سوال وقال الانسان مالھا کے جواب کے طور پر ہے کہ زمین کہے گی میرے لیے اللہ کا حکم یوں ہی ہے کہ اپنی خبریں بیان کردوں اور ان اعمال خیر و شر کی اطلاع دوں جو مجھ پر کئے گئے۔

یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝	اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہوکر تاکہ اپنا کیا دکھائے جائیں تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اُسے دیکھے گا۔

(یَوْمَئِذٍ) اس دن

ای یوم اذ ما ذکر یعنی اس دن جس کا ذکر گزرا یعنی بروز حشر

(یَّصْدُرُ النَّاسُ) لوگ پھریں گے (اپنی رب کی طرف)

یخرجون من قبورھم بعد ان دفنوا فیھا الی موقف الحساب

یعنی اس روز لوگ اپنی قبروں سے جن میں وہ دفن کئے گئے تھے نکالے جائیں گے اور پیشی کے بعد موقف حساب سے لوٹیں گے۔

(اَشْتَاتًا ۝) کئی راہ ہوکر

ای متفرقین بحسب طبقاتھم بیض الوجوہ آمنین وسود الوجوہ فزعین وراکبین وماشین ومقیدین بالسلاسل وغیر مقیدین وعن بعض السلف متفرقین الی سعید واسعد وشقی واشقی وقیل الی مومن وکافر وعن ابن عباس اھل الایمان علی حدۃ واھل کل دین علی حدۃ وقال اللہ یومئذ یتفرقون۔

یعنی اپنے طبقات کے موافق الگ الگ لوٹیں گے دمکتے سفید چہروں والے امان کے ساتھ اور سیاہ چہروں والے بدحال روتے اور سواریوں پر سوار اور پیدل چلتے اور زنجیروں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے قیدی اور بغیر قید کی حالت کے اور بعض علماء سلف سے منقول ہے کہ جدا جدا لوٹیں گے سعادت مند اور بہت زیادہ سعادت مند اور بدبخت اور انتہائی بدبخت اور ایک قول ہے کہ مومن مومنوں کی طرف اور کفار کفار کی طرف لوٹیں گے اور ابن عباس کا

قول ہے کہ اہلِ ایمان ایک روک تک اور تمام ادیان کے ماننے والے ایک روک تک متفرق ہوں گے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے اس دن متفرق لوٹیں گے۔ ایک قول ہے کہ کوئی داہنی طرف (پیشی کے بعد موقف حساب سے) ہو کر جنت کی طرف جائیں گے اور کوئی بائیں جانب سے ہو کر دوزخ کی طرف جائیں گے۔

(لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝) تاکہ اپنا کیا دکھائے جائیں۔

ای لیبصروا جزاء اعمالھم خیرا کان او شرا فالرؤیۃ بصریۃ

تاکہ اپنے اعمال خواہ نیک ہوں یا بد کا صلہ و بدلہ دیکھ لیں اور یہ دیکھنا آنکھوں سے دیکھنا ہوگا نقاش کا قول ہے الصدور مقابل الورود فیردون المحشر ویصدرون منہ متفرقین فقوم الی الجنۃ وقوم الی النار لیروا جزاء اعمالھم من الجنۃ والنار الصدور (پھرنا۔ لوٹنا) الورود (آنا۔ پہنچنا کسی جگہ پر) کے مقابل ہے تو وہ محشر کی طرف لوٹیں گے اور وہ اس دن الگ الگ ہو کر پھریں گے تو ایک قوم جنت کی طرف اور ایک قوم دوزخ کی طرف پھرے گی تاکہ اپنے اعمال کا بدلہ و صلہ جنت یا دوزخ کے اندر دیکھ لیں۔

(فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝) تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اُسے دیکھے گا۔

تفصیل لیروا۔ یہ لیروا کی تفصیل ہے یعنی جو اعمال دکھائے جائیں گے ان کے دکھنے کی صورت و کیفیت تفصیلاً کیا ہوگی والذرۃ نملۃ صغیرۃ اور ذرہ چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں وھی علو فی القلۃ اور مراد کم سے کم وزن ہے خواہ چیونٹی سے بھی کم ہو وقیل الذر ما یری فی شعاع الشمس من الھباء اور ایک قول ہے کہ ذرہ وہ ہوتا ہے جو غبار وغیرہ میں سے سورج کی شعاع میں (روشنی) میں دکھائی دیتا ہے۔ اور ھناد نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنا ہاتھ خاک (مٹی) میں ڈالا پھر اسے اٹھایا پھر اس میں پھونک ماری اور فرمایا اس میں سے ہر ایک ذرہ بھر ہے۔ اور مثقال بمعنی وزن ہے یعنی ذرہ بھر وزن۔ یعنی اگر اتنی مقدار بھر نیکی و بھلائی کی ہوگی تو اُسے دیکھ لے گا وہ اس کے سامنے آجائیں گی۔ بعض کا قول ہے کہ یہ آیت مومنوں کے حق میں ہے کہ مومن اپنی برائیوں کی جزا مر دنیا میں ہی دیکھ لے گا اور اس کی نیکیوں کی جزا و آخرت میں دیکھے گا اور آخرت میں اس پر گناہوں کا بار نہ ہوگا اور بعض کا قول ہے کہ اس آیت میں مومنوں کے

یہ ترغیب ہے کہ معمولی سے معمولی نیکی بھی نفع دے گی۔ صحیح مسلم میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑی سی نیکی (خیر کے کام) کو بھی حقیر نہ جانو خواہ اتنی قدر ہو کہ تم اپنے مومن بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملو۔ بغوی، ابن المنذر نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے ذرہ بھر نیکی کی اور وہ کافر تھا تو وہ اس نیکی کا ثواب دنیا میں اپنے نفس اہل و مال وغیرہ میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ آخرت کو پہنچے اور اس کے لیے وہاں کوئی خیر نہ ہوگی اور نہ ہی اچھا بدلہ اور جو کوئی ذرہ بھر برائی کرے گا اور وہ مومن ہوگا تو وہ دنیا میں اپنے نفس اور اپنے اہل و مال میں اس کی سزا دیکھ لے گا یہاں تک کہ آخرت کو پہنچے اور اس کے لیے وہاں کوئی خرابی نہ ہوگی۔ صحیحین میں حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کلمہ توحید و رسالت پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان باخیر ہوگی وہ دوزخ میں نہ رہے گا یعنی جنت میں داخل ہوگا۔ کفار کی سب نیکیاں کالعدم اور اکارت ہیں اور آخرت میں وہ کوئی نیکی نہ دیکھیں گے کیونکہ اس آیت کے حکم میں کفار شامل نہیں اور وہ اپنے کفر و شرک اور بداعمالیوں کی سزا پائیں گے جمہور کے نزدیک یہی درست ہے۔

وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اُسے دیکھے گا۔

یہ بھی "یَرَوْا" کی تفصیل ہے۔ بعض علماء نے کہا یہ آیت کفار کے حق میں ہے کہ وہ اپنی ذرہ بھر برائی بھی دکھائے جائیں گے رہیں ان کی اچھائیاں تو جیسا ہم ذکر کر آئے ہیں کہ کفار کے سب اعمال اکارت ہیں اور اس پر اچھائی کا اطلاق ہی درست نہیں بلکہ بعض نے کہا کہ کفار کے کسی کام کو خواہ اچھا ہی ہو کفر و شرک کے باعث وہ کالعدم ہو گیا گویا اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں بعض نے کہا کہ انہیں اچھے کاموں کا بدلہ دنیا میں ہی مل جائے گا اور آخرت میں ان کے لیے کچھ نہیں۔ بعض کا قول ہے کہ کفر و شرک جیسے بڑے گناہ کے ہوتے ہوئے اس معمولی خیر و اچھائی کا کوئی فائدہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اچھائی ایمان کے بغیر نفع ہی نہیں دیتی۔ سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہے مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ الخ اپنے رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے کام ہیں جیسے راکھ ہے اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا دن بھر کی ساری کمائی سے کچھ ہاتھ نہ لگا یہی ہے دور کی گمراہی۔ اس کے علاوہ جمہور علماء کا قول ہے

کہ یہ آیت گناہ گار مومنوں کو بھی شامل ہے کہ اگر انہیں یعنی مومنوں کو گناہوں کی معافی نہ ملی تو وہ بھی اپنی برائیوں کے بدلے سزا پائیں گے۔ باقی یہ اللہ کی مشیئت ہے چاہے بدوں توبہ بخش دے یا توبہ کے ساتھ بخش دے، جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے معاف کر دے اور وہ چاہے تو چھوٹے بڑے بھی گناہ بخش دے اور یہ مومنوں پر اس کا فضل ہے اور ہوگا وکان بالمومنین رحیما۔ اہل سنّت کا عقیدہ یہی ہے کہ مومن گناہوں کے ضرر سے محفوظ نہیں اور نہ ہی اُسے بے خوف ہونا چاہیے اور یہ عقیدہ تھا جو مرجئہ فرقہ کا ہے کہ مومن کو ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ ضرر نہیں پہنچائے گا اور اس کے برعکس معتزلہ اور خوارج کہ کبیرہ گناہ کرنے والے مومن دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اور ان میں بعض کے نزدیک مرتکب کبیرہ مومن کافر ہے اور یہ دونوں گروہ افراط و تفریط کا شکار ہیں اور گمراہی پر ہیں اور حق اہل سنّت کے ساتھ ہے اور آیات و احادیث ان کے عقیدہ کی سچائی پر بکثرت ہیں۔ یہ آیت فَاذّہ جامعہ (یگانہ) جیسا کہ حدیث صحیح میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت حسن بصری کے سامنے جب یہ آیت پڑھی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے یہی کافی ہے تو نے نصیحت پوری کر دی۔

الحمد للہ آج سورت الزلزلہ پوری ہوئی

۲ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ بمطابق ۵ جون ۱۹۹۵ء

سورۃ العدیٰت مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع۔ گیارہ آئتیں۔ چالیس کلمات اور ایک سو تریسٹھ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞

بامحاورہ ترجمہ سورۃ العدیٰت پ۳۰

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۞ قسم ان کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکلتی ہوئی۔

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۞ پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر۔

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۞ پھر صبح ہوتے تاراج کرتے ہیں۔

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۞ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۞ پھر دشمن کے بیچ لشکر میں جاتے ہیں۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۞ بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۞ اور بیشک وہ اس پر خود گواہ ہے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۞ اور بیشک وہ مال کی چاہت میں ضرور کرا ہے۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۞ تو کیا نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں۔

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۞ اور کھول دی جائے گی جو سینوں میں ہے۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۞ بیشک ان کے رب کو اس دن ان کی سب خبر ہے۔

حل لغات سورۃ العدیٰت پ۳۰

و۔ قسم ہے	العدیٰت۔ ان کی جو دوڑتے ہیں ہانپ کر	ضبحا۔ ہانپ کر	
فالموریت۔ پھر انکی جو آگ نکالتے ہیں		قدحا۔ سم مار کر	فالمغیرا ت۔ پھر لوٹ
مار کرنے والوں کی	صبحا۔ صبح کے وقت	فاثرن۔ تو اٹھاتے ہیں	بہ۔ اس سے
نقعا۔ غبار	فوسطن۔ پھر گھس جاتے ہیں	بہ۔ اس سے	جمعا۔ لشکر میں
ان۔ بیشک	الانسان۔ انسان	لربہ۔ اپنے رب کا	لکنود۔ ناشکرا ہے
و۔ اور	انہ۔ بیشک وہ	علی۔ اوپر	ذلک۔ اس کے
لشہید۔ گواہ ہے	و۔ اور	انہ۔ بیشک وہ	لحب۔ واسطے محبت

الخیر۔ مال کے	لشدید۔ بڑا سخت ہے	افلا۔ کیا نہیں	یعلم۔ جانتا
اذا۔ جبکہ	بعثر۔ اٹھائے جائیں گے	ما۔ جو	فی۔ بیچ
القبور۔ قبروں کے ہیں	و۔ اور	حصل معلوم ہو جائیگا	ما۔ جو
فی۔ بیچ	الصدور۔ سینوں کے ہے	ان۔ بیشک	ربہم۔ ان کا رب
بہم۔ ان سے	یومئذ۔ اس دن	لخبیر۔ خبردار ہے۔	

سورت العادیات

سورت العادیات مکی ہے اس میں گیارہ آیات ہیں انس اور قتادہ کا قول ہے کہ یہ مدنی ہے جبکہ ابن مسعود جابر، حسن، عکرمہ اور عطاء کے نزدیک یہ مکی ہے اور یہی درست ہے ابن المنذر، بزار، ابن ابی حاتم اور دار قطنی نے افراد میں اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ گھوڑ سواروں کو کسی مہم پر بھیجا تو ایک مہینہ گزر گیا اور ان کی کوئی اطلاع نہ ملی تو ان آیات کا نزول ہوا۔ اس روایت سے اس سورت کا مدنی ہونا واضح ہوتا ہے کہ ہجرت سے پہلے یہ صورت یا جہاد نہ تھا اور مکی ماننے کی صورت میں مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم بطور پیش گوئی ہوگی۔ ابو عبید نے اس سورت کے فضائل میں حسن سے مرسلاً روایت کی ہے انھا تعدل بنصف القرآن یہ سورت نصف قرآن کے برابر ثواب رکھتی ہے اور محمد بن نصر نے عطاء بن ابی رباح کے طریق پر ابن عباس سے بھی یونہی مرفوعاً روایت کی ہے اس سے پہلی سورت میں خیر و شر کی جزاء کا ذکر گزرا اور اس سوت میں آخرت کی بجائے انسان کی دنیا کی چاہت اور اس کی پیروی کا تذکرہ ہے اور پچھلی سوت میں ذکر گزرا کہ زمین اپنا بوجھ باہر پھینک دے گی اور اس میں ارشاد ہے اذا بعثر ما فی القبور جو قبروں میں ہیں اور کھول دی جائے گی اور یہ باہمی مناسبت و علاقہ پر دلالت کر رہی ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ العادیات پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۙ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ فَوَسَطْنَ	قسم ان کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکلتی ہوئی پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سُم مار کر۔ پھر صبح ہوتے تاراج کرتے

بِهٖ جَمْعًا ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ ہیں۔ پھر غبار اڑاتے ہیں، پھر دشمن کے بیچ لشکر میں جاتے ہیں۔ بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

(وَالْعَادِيَاتِ) قسم ان کی جو دوڑتے ہیں

الجمهور على انه قسم بخيل الغزاة في سبيل الله تعالى التي تعدو اي تجري بسرعة جمہور علماء کے نزدیک یہ قسم ان گھوڑوں کی ہے جنہیں مجاہدین اللہ کے راستے میں جہاد کے دوران دوڑاتے ہیں اور وہ بڑی تیزی و برق رفتاری سے دوڑتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مراد حجاج کے اونٹ ہیں جو عرفہ سے منیٰ اور اس کے درمیان دوڑتے ہیں

(ضَبْحًا ۝) سینے سے آواز نکلتی ہوئی۔

ای تضبح یعنی ہانپتے ہوئے والضبح صوت انفاسها عند عدوها اور ضبح سے مراد دوڑتے وقت گھوڑوں کے سینوں سے نکلتی ہوئی سانسوں کی آواز ہے یعنی ہانپنا۔ ایک قول ہے اذا عدت قالت اح اح فذلك ضبحها کہ جو دوڑتے ہیں تو کہتے ہیں (آواز نکلتی ہے) اح اح تو یہی ضبحا کا مفہوم ہے۔ واضح مفہوم ہانپتے ہوئے دوڑنا ہے ایک قول ہے کہ حالت رفتار میں گردنوں کو پھیلاتے اٹھائے ہوئے ہونا ضبحا ہے۔

(فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝) پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر

والمراد بها الخيل ايضا اي فالتي تورى النار من صدم حوافرها للحجارة

اور اس سے مراد بھی مجاہدین کے گھوڑے ہیں جب وہ پتھریلی زمین پر دوڑتے ہیں تو ان کے سموں (نعل بند پاؤں) کی ٹھوکر اور رگڑ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔ والقدح هو القرع والصك اور قدح کے معنی مارنے اور رگڑنے اور ٹھوکر مارنے کے ہیں۔ قتادہ کا قول ہے الموريٰت مجاز في الخيل تورى نار الحرب وتوقدها الموريٰت گھوڑوں میں مجازاً ہے اور مراد جنگ کی آگ کا بھڑکنا ہے اور اس کا پھیلنا اور بڑھنا ہے لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے۔

(فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝) پھر صبح ہوتے تاراج کرتے ہیں۔

(فَالْمُغِيْرٰتِ) من اغار على العدو هجم عليه بغتة بخيله لنهب او قتل او اسار فالاغارة صفة اصحاب الخيل۔

جو اپنے گھوڑوں کو تیز بھگا کر دشمن پر اچانک ہجوم کرتے ہیں (گھیر ڈالتے ہیں) تاکہ غنیمت کا مال اکٹھا کریں یا قتل کریں یا قیدی بنائیں تو اغارہ (تیز بھگانا) گھوڑے والوں (سواروں)

کی صفت ہے۔ (صُبۡحًا) ای فی وقت الصبح یعنی صبح ہوتے ہی یعنی وہ گھوڑے جو اپنے سواروں کو لے کر صبح ہوتے ہی دشمن پر حملہ کر کے انہیں تاراج کرتے ہیں۔

(فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا ؀) پھر اس وقت غبار اُڑاتے ہیں۔

(ف) تعقیب کا ہے یعنی پھر (اَثَرۡنَ) من الاثارۃ وھی التھییج الاثارۃ سے ہے جس کے معنی ہوا کے ساتھ غبار کے اٹھنے بلند ہونے کے ہیں۔

بِہٖ کی ضمیر صُبۡحًا کی طرف راجع ہے یا پھر اس مقام کی طرف اشارہ کر رہی ہے جہاں ہار جی ہو (نَقۡعًا) ای غبارًا یعنی غبار اور "اثارتہ" کے ساتھ تخصیص صبح کے وقت کو ظاہر کرتی ہے کہ اس وقت غبار نہیں اُڑتا یا رات کے وقت گرد کا اڑنا ظاہر نہیں ہوتا اور اس سے مُراد یا اشارہ ہے کہ دشمن پر شدت کرتے ہیں اور دشمن پر کروفر کی کثرت ہے۔ واضح مفہوم ہے کہ یلغار کے وقت زور دار اور شدید حملے کی وجہ سے غبار اُڑاتے ہیں۔

فَوَسَطۡنَ بِہٖ جَمۡعًا ؀) پھر دشمن کے بیچ لشکر میں جا گھستے ہیں۔

(فَوَسَطۡنَ بِہٖ) ای فتوسطن فی ذٰلک الوقت یعنی اس وقت یعنی یلغار کے وقت دشمن کے لشکر کے اندر یا پھر اس وقت جب ان کی یلغار سے گرد و غبار اڑا ہوا ہو اس حالت میں دشمن کے قلب میں (لشکر کا درمیانی حصہ) (جَمۡعًا) من جموع الاعداء یعنی دشمن کی فوج کے اندر۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ یلغار کے وقت یا جب یلغار کی وجہ سے ماحول غبار سے اٹا ہوا ہو دشمن کی فوج کے اندر گھس جاتے ہیں۔

(اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوۡدٌ ؀) بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے

ای لکفور جحود من کند النعمۃ کفرھا ولم یشکرھا

یعنی بڑا ہی ناشکرا جھٹلانے والا اللہ کی جو نعمت سے مُکر جاتا ہے اور سرکشی کرتا ہے اور شکر ادا نہیں کرتا۔ ابنِ عباس اور مقاتل سے مروی ہے کہ الکنود بنی کندہ اور حضر موت کی لغت ہے جس کے معنی ہیں العاصی (گناہ گار) اور ربیعہ و مضر کی لغت و زبان میں الکفور ہے یعنی انکار و سرکشی کرنے والا۔ اور بنو کنانہ کی لغت میں الکنود بمعنی البخیل السیئی (گناہ گار کنجوس) اور وہ یہ بھی بولتے ہیں الارض الکنود التی لاتنبت شیئًا وہ بنجر زمین جس میں کوئی شے نہ اُگتی ہو۔ اور بنی مالک کی لغت میں بھی بخیل کو کہتے ہیں۔ یہ جواب قسم ہے اور الانسان میں لام جنسی ہے مراد ہے جنس انسان یعنی اکثر لوگ۔ الکنود کی تفسیر میں ابن عباس اور حسن سے مروی ہے

یعنی ناشکرا، نافرمان، سرکش اور اسے ابن عساکر نے ابی امامہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعًا روایت کیا ہے جس سے ایک روائت میں منقول ہے کہ انہوں نے کہا ھو الکنود یعنی عزوجل بعد السیآت و ینسی الحسنات الکنود سے مراد وہ شخص ہے جو کمینہ ذلیل بخیل ہو گناہوں کے بعد اپنے رب کی ناشکری کرے اور نیکیوں کو بھلا دے۔ طبرانی نے بابی امامہ سے بسند ضعیف روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ الکنود کون ہے اصحاب نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ارشاد فرمایا وہ ناشکرا نافرمان ہے جو اپنے غلام کو مارے پیٹے اس کی مدد نہ کرے (یا انعام روکے) اور اکیلے کھائے اور بخاری نے ادب المفرد میں اور حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تفسیر میں لکھا ہے الذی یمنع رفدہ وینزل وحدہ ویضرب عبدہ وہ شخص ہے جو تحفہ روکے اور اکیلے مہمانی اڑائے اور اپنے غلام کو مارے۔ ایک قول ہے کہ الانسان سے مراد معین کافر ہے جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت قرط بن عبداللہ بن عمرو بن نوفل قرشی کے بارے میں اتری جس کی تائید اگلے کلام الٰہی افلا یعلم سے ہو رہی ہے کیونکہ ایسا خطاب کافر ہی کے لائق ہے۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝ اور بے شک وہ اس پر خود گواہ ہے۔

(وَاِنَّهٗ) بے شک وہ

ای الانسان یعنی انسان حسن اور محمد بن کعب کا قول یہی ہے (عَلٰى ذٰلِكَ) اس پر ای علی کنودہ یعنی اپنی ناشکری، کمینگی، بخل اور نافرمانی پر (لَشَهِيْدٌ ۝) ضرور گواہ ہے لظہور اثرہ علیہ فالشہادۃ بلسان الحال الذی ھو افصح من لسان المقال یعنی انسان اپنی ذات پر ان ناشکریوں اور نافرمانیوں کے اثرات کا خود گواہ ہے اور یہ شہادت بزبان حال ہے جو بیانی شہادت سے زیادہ فصیح ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ شہادت قولی ہے لیکن آخرت میں ہو گی اور ایک اور قول ہے شہید شہود سے ہے اور شہادت سے نہیں جس کے معنی ہیں انہ لکنود مع علمہ یکفرانہ وعمل السوء مع العلم بہ غایۃ المذمۃ بے شک انسان اپنے کفر و معصیت کو جاننے کے باوجود کفر و سرکشی کرتا ہے اور علم کے ہوتے ہوئے برائی کا ارتکاب انتہائی قابل مذمت بات ہے۔ ابن عباس اور قتادہ کا قول ہے انہٗ کی ضمیر حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف عائد ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ بلاشبہ اس کا رب اس امر پر

گواہ ہے تو اس تقدیر پر یہ کلام بر سبیل وعید ہوگا۔ اور تبریزی نے اسی کو مختار اور صحیح کہا ہے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ اور وہ بے شک مال کی چاہست میں ضرور توانا ہے۔

(وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ) اور وہ بے شک مال کی چاہست میں۔

ای المال یعنی مال و دولت کی خواہش میں بڑا قوی و توانا ہے اَلْخَيْر قرآن حکیم میں اکثر جگہ مال کے معنوں میں وارد ہوا جیسا کہ ارشاد باری ہے ان ترک خیرا ن الوصیۃ، وما تنفقوا من خیر یوف الیکم اور لِحُبِّ میں لام تعلیل کا ہے ای انه لاجل حب المال یعنی مال و دولت کی محبت کے باعث

(لَشَدِيْدٌ ۝) ضرور کڑا ہے۔

ای لبخیل یعنی بڑا بخیل (کنجوس) ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ مال کی انتہائی محبت کی وجہ سے بڑا بخیل ہے صاحب کشاف کا قول ہے وانه لحب المال وایثار الدنیا وطلبها قوی مطیق وهو لحب عبادة الله تعالیٰ وشکر نعمته سبحانه وتعالیٰ ضعیف متقاعس اور بلاشبہ وہ مال کی محبت اور دنیا ضرورتوں کے چاہنے میں بڑا قوی اور توانا ہے اور وہ عبادات الٰہیہ کی محبت اور اللہ کی نعمتوں کی شکر گزاری کے معاملے میں کمزور ہے۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝ تو کیا نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں۔

اَفَلَا يَعْلَمُ تہدید اور وعید ہے اور ہمزہ انکار کے لیے ہے جو اس پر مقام کا مقدر اور متعلق ہے اور مفعول یَعْلَمُ محذوف ہے اور وہ اِذَا میں عامل ہے اور وہ ظرفیہ ہے ای الا یلاحظ فلا یعلم الآن ماله اذا بعثر من فی القبور من الموتی یعنی کیا انسان ملاحظہ نہیں کرتا اور اب ہی کیوں نہیں جان لیتا کہ جب قبروں سے مردوں کو اٹھایا جائے گا تو اس کے ساتھ کیا ہوگا۔ یعنی جس چیز کو کل جاننا ہے اب کیوں نہیں سمجھ لیتا۔

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝ اور کھول دی جائے گی جو سینوں میں ہے

ای جمع ما فی القلوب من العزائم المصممة واظهر کاظهار اللب من القشر وجمعه او میز ه خیره من شره۔ یعنی وہ سب کچھ جو دلوں میں پختہ عزائم

(اندرون) میں سے جمع ہے ظاہر کر دیا جائے گا اور اس کا اظہار اسی طرح ہوگا جس طرح چھلکے سے گودا (مغز) واضح و ظاہر ہو جاتا ہے یا اس کی نیکیوں اور برائیوں کو الگ الگ ظاہر کر دیا جائے گا ایک قول ہے کہ انسانوں کے سینوں میں جو حقیقت و اصل ہے یا وہ نیکی و بدی ہے وہ کھول دی جائے گی اور بحر میں ہے حصل الشئ بمعنی میزہ من غیرہ کسی چیز کا کھولنا مُراد کسی چیز کو اس کے غیر سے الگ و ممتاز کرنا اور تحصیل کی اصل ہے۔ اخراج اللب من القشر کاخراج الذہب من حجر المعدن والبر من التبن مغز کا چھال چھلکے وغیرہ سے نکالنا اسی طرح جس طرح سونا حجر معدنی (معدنیاتی پتھروں) سے نکالا اور الگ کیا جاتا ہے اور جس طرح گیہوں کو بھوسے الگ کیا جاتا ہے اور ما فی القلوب (جو کچھ دلوں میں ہے) کی تخصیص اس لیے کہ یہ اعضا و جوارح کے اعمال کی اصل و حقیقت ہے اور اسی لیے اعمال کا مدار نیتوں پر ہوتا ہے اور نیت قصد و ارادۂ قلبی کا نام ہے پہلے فکر ہوتی ہے تو جتنے بھی کام آتے ہیں وہ اسی فکر و قصد کے تابع ہوتے ہیں خواہ صریحاً ہوں اشارۃً ہوں یا کنایۃً۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝ بے شک ان کے رب کو اس دن ان کی سب خبر ہے۔

(اِنَّ رَبَّهُمْ) بے شک ان کا رب

ای المبعوثین کنی عنهم بعد الاحیاء الثانی یعنی ان لوگوں کا رب جو دوبارہ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھائے جائیں گے، هُمْ کی ضمیر عقلاء کے لیے ہے جبکہ اس سے قبل ما موصول بے عقل اشیاء کے لیے بولا گیا اس لیے کہ ما فی القبور سے مراد مردہ اجسام ہیں اور وہ اس وقت تک جب کہ احیاء الثانی نہ ہوگا جمادات کے حکم میں ہوں گے۔ یا ان کی مناسبت سے آیا ہے۔

(بِهِمْ) ان کی سب

بذواتهم وصفاتهم واحوالهم بتفاصیلها

ان لوگوں کی ذات و صفات اور ان کے تفصیلی حالات سے

(يَوْمَئِذٍ) اس دن

ای یوم اذ یکون ما عدمن بعث ما فی القبور وتحصیل ما فی الصدور

یعنی اس دن جب لوگ قبروں سے زندہ اٹھائے جائیں گے اور جب ان کے سینوں میں سے جو کچھ ہے کھول دیا جائے گا۔

لَّخَبِيْرٌ ۝) سب خبر ہے

ای عالم بظواھر ما عملوا وبواطنه علما موجبا للجزاء

یعنی جو کچھ ان لوگوں نے اعمال کئے ہوں گے ان کے ظاہری و باطنی حالات کو جانتا ہے جو جزا (صلہ و بدلہ) کا موجب ہیں یعنی سزا اور جزا اس روز ظاہر ہوگی اور اللہ کا اس روز با خبر ہونا سے مراد بدلہ دیتا ہے ورنہ اللہ تو ہمہ وقت اور ہمیشہ با خبر ہے تو وہ انہیں ان کے اعمال کے موافق بدلہ دے گا۔

الحمد للہ آج سورت العادیات مکمل ہوئی
۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ ۱۲ جون ۱۹۹۵ء

سورۃ القارعۃ مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع. آٹھ آیتیں. چھتیس کلمات اور ایک سو باون حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ القارعۃ پ ۳۰

اَلْقَارِعَةُ ۙ	دل دہلا دینے والی۔
مَا الْقَارِعَةُ ۚ	کیا ہے وہ دہلانے والی
وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۗ	اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی۔
يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ	جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے۔
وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۗ	اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اون
فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ	تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں۔
فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۗ	وہ تو من مانتے عیش میں ہیں۔
وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ	اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں۔
فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۗ	وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے۔
وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۗ	اور تو نے کیا جانا کیا ہے نیچا دکھانے والی۔
نَارٌ حَامِيَةٌ	ایک آگ شعلے مارتی۔

حل لغات سورۃ القارعۃ پ ۳۰

القارعۃ. کھٹکھٹانے والی	ما. کیا ہے	القارعۃ. کھٹکھٹانے والی	و. اور
ما. کیا	ادرٰک. جانے تو	ما. کیا ہے	القارعۃ. کھٹکھٹانے والی
یوم. جس دن	یکون. ہو جائیں گے	الناس. لوگ	کالفراش. مانند ٹڈی

المبثوث پھیلی ہوئی کے	و۔اور	تکون۔ہوجائیں گے	الجبال۔پہاڑ
کالعھن جیسے اون	المنفوش۔دھنکی ہوئی	فاما۔تو پھر	من جس کا
ثقلت۔بھاری ہوا	موازینہ۔تول	فھو۔تو وہ	فی بیچ
عیشۃ عیش میں	راضیۃ خوش ہوگا	و۔اور	اما۔وہ
من جس کی	خفت۔ہلکی ہوگئی	موازینہ۔تول	فامہ۔تو اس کا ٹھکانا
ھاویہ۔دوزخ ہے	و۔اور	ما۔کیا	ادرٰلک۔جانے تو
ما۔کیا ہے	ھیہ۔وہ	نار۔آگ ہے	حامیۃ۔بھڑکتی ہوئی

اَلْقَارِعَۃُ

سورت القارعۃ بلا خلاف مکیہ ہے اس میں گیارہ آیات ہیں اور اس کی پچھلی سورت سے مناسبت مفصل و متصل ہے اور یومئذٍ لخبیر اور یوم یکون الناس کالفراش المبثوث سے واضح ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سورہ القارعہ پ۳۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْقَارِعَۃُ ۝ مَا الْقَارِعَۃُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَۃُ ۝ یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝

دل دہلانے والی۔ کیا وہ دہلانے والی اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے۔

(اَلْقَارِعَۃُ ۝) دل دہلانے والی

ای الساعۃ یعنی قیامت القرع وھو ضرب شیٔ بشیٔ فیھا تشدید الھولھا القرع (کھٹکھٹانے والی) سے مراد ہے کہ کسی چیز کو چیز کے ساتھ مارنا (ٹکرانا) جس سے ہیبت و خوف دہول بہت شدید ہو، القارعۃ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کا آغاز نفخۂ اولیٰ سے ہوگا۔ ایک قول ہے کہ یہ صور پھونکنے کی آواز ہوگی۔

(مَا الْقَارِعَةُ ۝) کیا وہ دہلانیوالی

ای ای شئ ھی فی حالھا وصفتھا

یعنی وہ کیا چیز ہوگی اپنی حالت وصفت کے اعتبار سے۔ قیامت کی ہولناکی اور عظمت و ہیبت شدت وہول کو ظاہر کرنے کے لیے ماء استفہام بولا گیا۔

(وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝) اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی

ای ای شئ علمك ماھی

یعنی کس چیز نے تمہیں بتایا کہ وہ قیامت کیسی ہے یا مراد ہے کیا تمہیں معلوم ہے وہ کیسی ہولناک ہے، جملہ استفہامیہ ہے اور استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ القارعۃ (قیامت) بڑی ہی ہیبت ناک ہولناک شے ہے اُس کی حقیقت تمہیں معلوم نہیں اور نہ ہی کسی کو اس کی حقیقت جاننے تک رسائی ہے۔ وہ ساعت کھٹ کھٹانے والی ہے اور ہر شے کو توڑ پھوڑ ڈالے گی اس شدت کے ساتھ جو دلوں کو دہلا دے گی اور اس کی ہولناکی سے دل دہشت وہیبت زدہ اور لرزاں ہوں گے۔

(يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝) جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے۔

ای اذکر یوم یکون الناس۔

امر قیامت (القارعہ) کی فخامت کے بیان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسے اس کی معرفت کے شوق وتمنا کے بعد گویا فرمایا جا رہا ہے کہ آپ یاد کریں جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے ہوئے (بکھرے ہوئے) پتنگے۔ الفراشُ فَرَاشَةٌ کی جمع ہے اور فراشہ سے مراد ہے التی تطیر وتھافت فی النار جو اُڑتے ہیں اور آگ کے شعلے پر (یا روشنی پر) گرتے یا منڈلاتے ہیں۔ اور قتادہ سے یہی مروی ہے ایک قول ہے "ھو طیر رقیق یقصد النار" الفراش وہ پتلا باریک سا اڑنے والا (کیڑا) ہے جو آگ کا قصد کرتا ہے ولا یزال یتقحم علی المصباح ونحوہ حتی یحترق اور نہیں ٹلتا اور چراغ اور اسی طرح کی روشنی پر چکر کاٹتا رہتا ہے (گھومتا منڈلاتا رہتا ہے) یہاں تک کہ جل جاتا ہے مُراد ہے پروانہ۔ فراء کا قول ہے ھو غوغاء الجراد الذی ینتشر فی الارض ویرکب بعضہ بعضا من الھول وہ معمولی ٹڈی کی ایک قسم ہے جو زمین میں پھیل جاتی ہے اور خوف وگھبراہٹ کی وجہ سے ان

میں سے بعض پر بعض چڑھ جاتی ہیں کہ تشبیہ کے لیے المبثوث کے معنی ہیں بکھری ہوئیں یا پھیلی ہوئیں یہ اس روز آدمیوں کی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس میں خوف و گھبراہٹ کی وجہ سے حیرت و اضطراب کی طرف اشارہ ہے اور اکثر علماء کا قول ہے کہ جس طرح پتنگے شعلہ پر گرنے کے وقت منتشر ہوتے ہیں اور ان کے لیے کوئی جہت و سمت معین نہیں ہوتی اور وہ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہیں یہی حال بروز حشر انسانوں کے انتشار کا ہوگا۔

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اون

ای تصیر جمیع الجبال کالعھن ای الصوف مطلقاً او المصبوغ کما قیدہ الراغب به

یعنی تمام پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے العھن کے معنی یا تو مطلق روئی (اون) کے ہیں یا دھنکی ہوئی اون کے ہیں جیسا کہ امام راغب نے ان معنوں کے ساتھ العھن کو مقید کیا ہے (قید لگائی ہے) "المنفوش" العھن کی صفت و حالت ہے ای المفرق بالاصبع یعنی بکھر کر اڑنے والی جب دھنکی جائے اس میں بھی کہ تشبیہ کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح دھنکنے سے روئی کے اجزاء متفرق ہو کر فضا میں اڑتے بکھرتے ہیں یہی حال قیامت کے روز پہاڑوں کا ہوگا۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وہ تو من مانتے عیش میں ہیں

(فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝) تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں

موازین جمع میزان کی ہے جو اصل میں موزان (واؤ کے ساتھ) لیکن اس کے سکون کی وجہ سے یاء میں بدل گیا ایک قول ہے جمع تعظیم کے لیے جیسے ارشاد باری ہے کذبت عاد المرسلین۔ اور مشہور و صحیح یہی ہے کہ میزان ایک ہی ہوگی جو سب امتوں کے لیے اور جمیع اعمال کے لیے ہوگی۔ ایک قول ہے موازین موزون کی جمع ہے اس سے مراد وہ اعمال صالحہ ہیں جنہیں انسانوں کے سامنے تولا جائے گا۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ کذا فی الحدیث اس میزان کی زبان بھی ہوگی اور دو پلڑے جیسے آسمانوں اور زمین کے طبق اور اللہ ہی کو اس کی ہیئت کا زیادہ علم ہے حکیم ترمذی کا قول ہے مکانه بین الجنة والنار کہ میزان کی جگہ جنت اور دوزخ کے درمیان ہے ایک قول ہے یتقبل به العرش عرش کے مقابل ہے اسے جبریل علیہ السلام پکڑیں گے اس کی لمبائی کے ساتھ

اور اس کے قبضہ کو دیکھتے ہوں گے اور میکائیل علیہ السلام اس پر امین ہوں گے اس آیت میں اعمال کے وزن کا اشارہ ہے اور وہ ان امور سے ہے جس پر حقیقتاً ایمان واجب ہے اور اس کا انکار نہیں کرے گا مگر کافر اور ایسا اعمال ناموں کے ملنے اور حساب وغیرہ کے بعد ہوگا جیسا کہ واحدی وغیرہ کا قول ہے، مَن مفرد ہے لیکن معنًا جمع ہے چونکہ متعدد لوگوں کے اعمال وزن ہوں گے تو ان کی تولیں بھی متعدد ہوں گی اسی لیے جمع کے مقابل (موازینہ) لایا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ جھکا ہوا پلڑا ہلکا ہوگا اور اٹھا ہوا پلڑا بھاری بھاری ہوگا۔ یہ دنیا کے عرف کے برعکس ہوگا۔ ثَقُلَتْ کا مطلب ہے جس کی نیکیاں وزن دار اور زیادہ ہوئیں۔ ایک قول ہے کہ جن کی نیکیاں ان کے گناہوں کے مقابل بھاری ہوئیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کو پورا بدلہ ملے گا میزان کے دونوں پلڑوں کے درمیان ایک فرشتہ کھڑا ہوگا اگر نیکیوں والا پلڑا بھاری نکلا تو وہ فرشتہ ندا کرے گا جسے سب لوگ سنیں گے کہ فلاں شخص کامیاب ہو گیا اور اس کے بعد کبھی بدبخت نہ ہوگا۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے قیامت کے روز لوگوں کی حساب فہمی میں اگر کسی شخص کی ایک نیکی بھی زائد ہو گئی یا میزان دلنہ بھر وزن سے بھاری ہو گئی وہ جنت میں جائے گا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری رہا ہو گیا وہ کامیاب ہو گیا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو کلمے ہیں زبان پر ہلکے پھلکے ہیں رب رحمٰن کے حضور بڑے پسندیدہ ہیں میزان میں بڑے بوجھ والے یعنی وزن دار ہیں وہ دو کلمے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ہیں۔ احمد، نسائی اور طبرانی نے ثوبان سے باقیات الصالحات کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے کیا کہنے یعنی میزان میں وزن دار ہونے کے کیا کہنے باقیات الصالحات یہ ہیں۔

سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر اور ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ہیں تاہم اعمال کے وزن دار ہونے میں نیت وخلوص کو بھی خصوصی دخل وفضیلت ہوگی اور غفلت برکت وشرف کی کمی ہوگی۔

(فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ٥) وہ تو من مانے عیش میں ہیں۔

رَّاضِيَةٍ سے مراد ہے ای ذات رضا یعنی رضا والی، پسندیدہ ومطلوب اور

حسبِ خواہش، نفیس اَی فِی الْجنۃ یعنی وہ جنت میں ہوں گے۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ ۝ اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں

فَاُمُّہٗ هَاوِیَۃٌ ۝ وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے

(واَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ ۝) اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں

بان لم یکن لہ حسنۃ یعتد بھا او ثقلت سیأتہ علی حسناتہ۔

یعنی جس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ نہ ہوں گی یا برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے پر بھاری ہو جائے گا۔ اس آیت سے مراد کفار ہیں کہ عدم ایمان کی وجہ ان کے پاس کوئی نیکی نہ ہو گی، ایک قول یہ ہے کہ کفار کی دنیاوی نیکیاں جیسے صدقات جاریہ والے کام نیکیوں والے پلڑے میں رکھے جائیں گے اور کفر و معصیت کا بوجھ گناہوں والے پلڑے میں تو نیکیوں والا پلڑا کبھی بھی برابر نہ ہو سکے گا یعنی کیسے برابر ہو سکتا ہے چہ جائیکہ بڑھ جائے کہ عدم ایمان کی وجہ کوئی نیکی نیکی ہی نہیں رہتی باطل ہو گئی اور اس کا نفع دنیا میں اٹھا چکے آخرت میں بجز ہلاکت اور رسوائی کے ان کے لیے اور کیا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ اس آیت کے عموم میں گناہگار مومن بھی شامل ہیں اگر ان کے گناہ معاف نہ ہوئے تو وہ جہنم میں داخل ہوں گے لیکن یہ اللہ کی مشیئت پر ہے وہ چاہے تو بخش دے خواہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین مومنین کی شفاعت سے یا محض اپنے فضل سے اور چاہے تو عذاب دے جیسا کہ ارشاد ہے۔ یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء۔ میں کہتا ہوں اور جیسا کہ اکثر اکابر کا ارشاد بھی ہے مومنوں کے مقابل کفار کی سزا کا ذکر بکثرت آیا ہے لیکن گناہ گار مومنوں کے بارے میں سکوت ہی اور احادیث میں وارد ہے کہ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوا یا اس نے ایک دفعہ ہی خلوص سے لا الٰہ الا اللہ کہا تو اس کا پلڑا (نیکیوں والا) ہلکا نہ ہو گا تو پھر جہنم کیسی انشاء اللہ وہ بھی بخشے جائیں گے اور دوزخ میں داخل نہ ہوں گے اور یہ اس امت پر اللہ کا بڑا فضل ہے وکان بالمومنین رحیما۔ لیکن حق یہ بھی ہے کہ کوئی اس وجہ سے بے خوف نہ ہو کہ اصل معاملہ مشیئت باری پر ہے اور اعمال صالحہ کے لیے سعی بلیغ کرے اور گناہوں سے تائب ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرے۔

(فَاُمُّہٗ هَاوِیَۃٌ ۝) وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے۔

(فَاُمُّہٗ) ای فما واہ کما قال ابن زید وغیرہ جیسا کہ ابن زید وغیرہ علماء

کا قول ہے کہ اس کا ٹھکانا۔

(هَاوِيَةٌ ٥) ای النار یعنی دوزخ میں۔ ھاویہ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے یا طبقات جہنم میں سے ایک طبقہ ہے جس کی گہرائی بجز ذات باری کے کسی کو معلوم نہیں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ٥ اور تُو نے کیا جانا کیا نیچا دکھانے والی۔

ھاویہ کی فخامت کے اظہار کے لیے استفہام تقریری ہے جو اس کی غایت درجہ گہرائی اور ہلاکت پر اطلاق کر رہا ہے۔

نَارٌ حَامِيَةٌ ٥ ایک آگ شعلے مارتی

"ھَاوِيَةٌ" سے بدل ہے اور اس کا بیان ہے حامیہ الحمی سے ہے جس کے معنی اشتداد الحر سخت اور انتہائی گرم یعنی ایسی جگہ (مسکن ٹھکانہ) ہے جس میں انتہائی جلن اور تیزی ہے، غائت درجہ گہری جلتی ہوئی آگ ہے۔ (اعاذنا اللہ بھذا)

الحمد للہ آج سورت القارعہ پوری ہوئی

۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ ۱۹ جون ۱۹۹۵ء

سورۃ التکاثر مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، اٹھائیس کلمات اور ایک سو بیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ التکاثر پ۳۰

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝	تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے۔
حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝	یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔
كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝	ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔
ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝	پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔
كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝	ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے
لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝	بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔
ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝	پھر بے شک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے۔
ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝	پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں سے پرسش ہوگی۔

سورت التکاثر

سورت التکاثر مکی ہے اس میں آٹھ آیات ہیں اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سورت المقبرہ بھی کہتے تھے جیسا کہ سعد بن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ بعض اسے مدنی قرار دیتے ہیں ابن حاتم نے ابی بریدہ سے روایت کی ہے کہ یہ سورت قبائل انصار میں سے بنی حارثہ اور بنی الحرث کے دونوں قبیلوں کے بارے میں اتری جو باہم فخر و مباہات کرتے تھے اور کثرت مالی پر نازاں تھے تو ایک قبیلے نے دوسرے سے کہا کہ کیا تم میں فلاں اور فلاں شخص کی مثل ہے تو دوسرے نے ان کی مثل کہا اور زندہ لوگوں کے ساتھ فخر و مباہات کا اظہار کیا پھر بولے قبروں پر چلو تو ان میں سے ایک نے کہا کہ کیا تم میں فلاں فلاں کی مثل

ہے اور قبروں کی طرف اشارے کئے تو یونہی دوسرے قبیلہ نے بھی مقابلتاً فخر کا اظہار کیا تو یہ سورت اتری۔ بخاری اور ابن جریر نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ ہم یہ قرآن میں سے دیکھتے تھے کہ اگر ابن آدم کے لیے دو وادیاں مال سے بھری ہوئی ہوں تو وہ ضرور تیسری کے لیے آرزو کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو نہیں بھرتی مگر قبر کی مٹی پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی جنہوں نے توبہ کی یہاں تک کہ الھکم التکاثر نازل ہوئی۔ ترمذی، ابن جریر اور ابن المنذر نے مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ قبر کے عذاب میں شک کرتے تھے یہاں تک کہ الھکم التکاثر اتری اور عذاب القبر کا ذکر ہرگز نہ ہوا تھا مگر مدینہ میں جیسا کہ یہودیہ کے قصہ میں صحیح بخاری میں وارد ہے اور یہ سورت کے مدنی ہونے پر قوی دلیل ہے اور بعض اکابر نے اسی کو صواب کہا ہے یہ سورت ایک ہزار آیتوں کے برابر ثواب رکھتی ہے حاکم، بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی ایک میں طاقت نہیں کہ ہر روز ایک ہزار آیات پڑھے اصحاب نے عرض کیا تو جناب کون ایسا کر سکتا ہے کہ ہر روز ہزار آیتیں پڑھ لے ارشاد فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایک ہر روز الھکم التکاثر نہیں پڑھ سکتا (یعنی اگر وہ الھکم التکاثر پڑھے تو اس کے لیے ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کا ثواب ہے الدیلمی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے رات میں ایک ہزار آیتیں پڑھیں اللہ اس شخص سے اس شان میں ملاقات کرے گا کہ وہ اپنے چہرے میں متبسم ہوگا تو عرض کیا گیا ایک ہزار آیتوں کی طاقت کس میں ہے پھر آپ نے سورت التکاثر آخر تک پڑھی پھر ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ انما تعدل الف آیۃ بلاشبہ یہ ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ہے۔ پچھلی سورت کا اختتام ھاویہ کے ذکر پر ہوا اور اس میں مضمون کے علاوہ لترون الجحیم یعنی تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ اور تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا مناسبت کو واضح ہیں

مختصر تفسیر اردو سورہ تکاثر پ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ — تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے

الْمَقَابِرَ ٥ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ٥ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ٥ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔

(اَلْھٰکُمُ) تمہیں غافل رکھا

ای شغلکم واصل اللھو الغفلۃ ثم شاع فی کل شاغل وخصہ العرف بالشاغل الذی یسر المرء وھو قریب من اللعب ولذا ورد بمعناہ کثیرا وقال الراغب اللھو مایشغلك عما یعنی ویھم وقیل لیس بذلك لمراد بہ ھنا الغفلۃ والمعنی جعلکم لاھین غافلین۔

یعنی تمہیں مشغول کردیا اور لَھْو کا اصل مفہوم ومعنی غفلت ہے پھر یہ لفظ ہر مشغلے کھیل کود تک کے لیے معروف ومشہور ہوگیا اور خاص طور سے شغل کے ساتھ اس کی پہچان کے معنی یہ ہیں وہ شے جو کسی کو تن آسان (آسودہ) بنادے اور لعب (کھیل کود تماشا) کے قریب ہے اور اسی وجہ سے اس کے معنوں میں ایسا بکثرت وارد ہوا ہے اور راغب کا قول ہے لَھْو وہ ہے جو تمہیں کسی مشغلے میں ڈال دے اور تم اسی میں لگے رہو (پڑے رہو) اور ایک قول ہے یہاں اس سے مراد وہ یعنی غفلت نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہیں تمہیں ڈال دیا کھیلنے میں اور غافل بنا دیا۔ ایک قول ہے کہ معنی یہ ہیں کہ تمہیں غافل رکھا طاعات الٰہیہ سے۔

(اَلتَّکَاثُرُ ٥) مال کی زیادہ طلبی نے

ای التباری فی الکثرۃ والتباھی بھا بان یقول ھٰؤلاء نحن اکثر وھٰؤلاء نحن اکثر۔ یعنی خاندان اور قبیلے کی تعداد و زیادتی پر اور مال و دولت کی کثرت پر کہ تم باہم فخر کہتے ہو ہم اس میں بڑھ کر ہیں اور ہم اس میں بڑھ کر ہیں اس سے واضح ہے مال و دولت کی حرص اور اس پر فخر و مباہات قابل مذمت امر ہے اور اس میں مشغولی اخروی سعادتوں سے محروم کردیتی ہے اور قناعت سے اچھی شے کوئی نہیں۔

(حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ٥) یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔

المراد الھاکم التکاثر بالاموال والاولاد الی متم وقبرتم منفقین اعمارکم فی طلب الدنیا والاشتیاق الیھا انما لك علیھا الی اتاکم الموت لاھوتکم غیرھا عما ھو اولی بکم من السعی لعاقبتکم والعمل لآخرتکم۔

مراد یہ ہے کہ تمہیں مال و دولت اور اولاد کی کثرت کی خواہش نے طاعت الٰہی سے غافل رکھا اور تمہیں اسی میں مشغول رکھا یہاں تک کہ تمہیں موت آگئی اور تم قبروں میں مدفون ہو گئے تم نے اپنی عمریں دنیا کی طلب و خواہش اور اس کی طرف رغبتوں اور چاہتوں میں خرچ کر دیں اور تم ان بے ہودہ مشاغل میں پڑے رہے یہاں تک کہ تمہیں موت نے آلیا حالانکہ تمہارے لیے سب سے اہم و بہتر امر یہ تھا کہ تم اپنی عاقبت کو سنوارنے کے لیے کوشش کرتے اور اپنی آخرت کے لیے نیک اعمال بجالاتے۔ زیارت المقابر سے مراد یہاں موت ہے۔ کلبی کا قول ہے بنی عبد مناف اور بنی سہم نے باہم نفری تعداد، عزت و برتری پر تفاخر کیا پھر زندوں کو چھوڑ کر قبرستان میں جاکر اپنے موتی پر فخر کیا تو یہ آیت اتری، شان نزول کے تحت زیارت تو بہ حقیقی معنوں ہی میں مراد ہے یعنی مرتے دم تک حرص و طمع تمہیں دامن گیر رہی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مردے کے ساتھ تین ہوتے ہیں دو لوٹ آتے ہیں ایک ساتھ رہ جاتا ہے ایک مال دوسرے اہل و اقارب تیسرے عمل، عمل ساتھ رہ جاتا ہے باقی دونوں لوٹ آتے ہیں۔

اسلام میں باہمی تفاخر سخت منع ہے اور اسلام میں حسب و نسب، مال و دولت وغیرہ کو کوئی اہمیت و فضیلت نہیں اسلام میں تقویٰ ہی معیار فضیلت ہے۔

(كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ٥) ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔

(كَلَّا) ہاں ہاں۔

ردع عن الاشتغال بمالا يعنيه عما يعنيه وتنبيه على الخطا فيه۔

فضول ولغو، بے ہودہ مشاغل سے باز رہنے یا زداشت ہے اور تفاخر و تکاثر کی برائی پر انتباہ ہے۔

(سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ٥) جلد جان جاؤ گے۔

اى سوء مغبة ما انتم عليه

یعنی تم جس حالت تفاخر و تکاثر پر ہو اس کے برے نتیجہ و انجام کو جلد جان لو گے یعنی نزع کے وقت اپنی اس حالت کا برا انجام آنکھوں سے دیکھ لو گے۔

(ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ٥) پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔

یہ تکرار تاکید کے لیے ہے اور ثُمَّ کا لفظ شدت وعید کے کمال و ترقی پر دلالت کر رہا

ہے یعنی پہلی دھمکی کے بعد تکرار کے ساتھ اور شدید دھمکی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول ہے کہ اول سے مراد ہے قبروں میں جان لوگے اور دوسری سے مراد بروز قیامت جان لوگے ضحاک کا قول ہے زجر اوّل کفار کے لیے دھمکی ہے جبکہ دوسری مومنین کے لیے ہے لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے۔ ایک قول ہے اوّل نزع و موت کے وقت سے متعلق ہے جب کہ دوسری کا تعلق قبروں سے ہے۔ اس آیت اور ماسبق سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝

ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر بے شک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں سے پرسش ہوگی

(كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝) ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے۔

(كَلَّا) ہاں ہاں۔ حرف ردع مکرر ہے اور تکاثر کی ممانعت پر مؤکد ہے۔

(لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝) اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے۔

ای لو تعلمون کذلک لفعلتم مالا یوصف ولا یکتنہ او لشغلکم ذلک عن التکاثر

یعنی اگر تمہیں یقینی علم ایسا ہوتا تو ضرور تم ان کاموں سے باز رہتے جو بے ہودہ اور بے فائدہ ہیں یا باہم مال و دولت یا قبیلے کی زیادتی پر فخر و مباہات نہ کرتے۔ بعض علماء کا قول ہے علم الیقین سے مراد بعث بعد الموت کا عقیدہ ہے اور بعض کا قول ہے یقین سے مراد وہ علم مستند ہے جس میں شک نہ ہو اور اصطلاح میں کسی شئے پر عقیدہ ہے راغب کا قول ہے "الیقین من صفة العلم فوق المعرفة والدرایة واخواتها یقال علم الیقین"۔ یقین علم کی صفتوں میں سے ہے جو معرفت اور درایت سے بڑھ کر (افضل و برتر) ہے اور ان دونوں کے مجموعہ کو علم الیقین کہتے ہیں۔ ایک قول ہے "علم الیقین بما اعطاہ الدلیل من ادراک الشئی علی ما ھو علیہ" اور علم الیقین وہ ہے جو کسی شے کے ادراک اس پر بطور دلیل حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ہر عاقل کو موت کا علم ہے۔

صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ صاحب کا قول ہے علم الیقین ایمان بالغیب ہے

جو استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تمہیں آخرت کا یقینی علم ہوتا تو تم حرص مال وغیرہ میں مبتلا ہو کر آخرت سے غافل نہ ہوتے۔

(لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ o) بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔

پچھلی آیت میں کَوْ بمعنی اذا ہے اور مراد ہے ای بعد الموت لترون الجحیم یعنی تم مرنے کے بعد بلا شبہ ضرور جہنم کو دیکھو گے اور لَتَرَوُنَّ میں جو رویت کا ذکر ہے اس سے مراد یا تو آنکھوں سے دیکھنا ہے جیسا کہ صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے جب کوئی مر جاتا ہے تو اگر وہ جنتی ہے تو جنت میں اس کا مقام اور اگر دوزخی ہے تو دوزخ میں اس کا ٹھکانہ صبح و شام اس کو دکھایا جاتا ہے (یا سامنے لایا جاتا ہے) اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تجھے بروز حشر وہاں لے جایا جائے گا۔ اور سورت المومن میں ہے اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ الخ آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی۔ یا پھر رویت سے مراد پہچاننا جاننا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وقت موت تمہیں یقینی علم حاصل ہو جائے گا تو تم اپنی آنکھوں سے دوزخ کو دیکھ لو گے لیکن پھر عقیدہ کا وقت گزر چکا ہو گا۔ اور اس وقت کا ایمان بے فائدہ ہو گا۔

(ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ o) پھر بے شک ضرور اُسے یقینی دیکھنا دیکھو گے۔

تکرار تاکید کے لیے ہے اور بطور مبالغہ کے دلالت کر رہی ہے۔ ایک قول ہے پہلے فقرہ سے تم دوزخ کو دیکھو گے یعنی مرنے کے بعد قبروں میں پھر تم اس وقت دیکھو گے جب دوزخ میں داخل کیے جاؤ گے۔ پہلا دیکھنا معرفت ہو گی جب کہ دوسری مرتبہ دیکھنا مشاہدہ و معائنہ ہو گا یعنی تم آنکھوں سے ایسا دیکھ لو گے جو یقین کا موجب ہو گا۔ راغب کا قول ہے وعین الیقین بما اعطاہ المشاہدۃ والکشف رویت و مشاہدہ اور کشف سے جو علم حاصل ہو وہ عین الیقین ہے جیسے بوقت موت فرشتوں کا دیکھنا۔ ایک قول ہے ای الرؤیۃ التی ھی نفس الیقین۔ یعنی ایسی رویت جو یقین کا موجب ہو کیونکہ رویت اور مشاہدہ سے جو انکشاف ہوتا ہے وہ تمام انکشافات سے بڑھ کر قوی ہوتا ہے۔

(ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ o) پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں پر پرسش ہو گی۔

قیل الخطاب للکفار حکی ذلك عن الحسن ومقاتل واختارہ الطیبی والنعیم عام لکل ما یتلذذ بہ من مطعم ومشرب ومغرش ومرکب۔

ایک قول ہے کہ یہ کفار کو خطاب ہے اور حسن اور مقاتل سے یہی منقول ہے اور طیبی نے اسی کو مختار مانا ہے اور نعیم (نعمتوں) ہر اُس شئے کے لیے عام ہے جس سے لذت حاصل ہوتی ہے جیسے کھانے کی چیزیں، مشروبات اور سواریاں۔ اور اس سے قبل بھی سورت میں جو خطاب گزرے وہ کفار و مشرکین سے ہیں ابن عباس سے مروی ہے کہ لترون الجحیم میں یتصریح مشرکین ہی سے خطاب ہے۔ بغوی کا قول ہے کہ جن نعمتوں سے وہ مالامال تھے بروز حشر ان سے (کفار و مشرکین) سے ان نعمتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی کہ نعمتوں کا شکر کیوں نہ ادا کیا اور کفران نعمت کیوں کیا۔ ایک قول ہے کہ یہ سب لوگوں کو عمومی خطاب ہے اور اگر کفار و مشرکین ہی مراد ہوں جب عموم آیت کا مقتضی یہی ہے کہ مومنوں سے بھی سوال ہو اور اگر کہا جائے کہ صرف اہل تکاثر سے باز پرس ہوگی تو متواتر احادیث سے واضح ہے کہ کافر و مومن ہر شخص سے پرسش ہوگی۔ بیہقی نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا النعیم العافیہ۔ نعمتیں عافیت امن و سلامتی ہیں۔ ابن مردویہ نے ابو درداء سے مرفوعاً روایت کی ہے اکل خبز البر والنوم فی الظل وشرب ماء الفرات مبردا۔ نعمتوں سے مراد گیہوں کی روٹی اور سایہ میں سونا اور ٹھنڈا میٹھا پانی پینا۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جن نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا سایہ اور ٹھنڈا پانی ہیں۔ ابن حبان اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی علیہ وسلم شیخین کے ساتھ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے ان کی بیوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہا پھر ابو ایوب آئے تو وہ کھجور کا خوشہ کاٹ کر لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے کس ارادے سے ہمارے لیے یہ کھجوروں کا خوشہ توڑا عرض کیا مجھے محبوب ہوا یا رسول اللہ! کہ آپ اس کی کھجوریں پکے ڈدے کے اور ترم کھجوریں وغیرہ تناول فرمادیں پھر ایک بزغالہ ذبح کیا اور الگ الگ دو طباقوں میں پکا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور (سامنے) پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بوٹیاں ایک برتن میں روٹیوں کے ساتھ ابو ایوب کو دے کر کہا کہ یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دے آؤ کہ انہوں نے کئی روز سے کچھ نہیں کھایا تو ابو ایوب تعمیل ارشاد کے بعد آئے

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبز و لحم و تمر و بسر و رطب و دمعت عیناہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام والذی نفسی بیدہ ان ھذا لھو النعیم الذی تسئلون
عنہ۔ قال اللہ تعالیٰ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم فھذا النعیم الذی تسئلون
عنہ یوم القیامۃ فکبر ذلک علی اصحابہ فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام بلی اذا
اصبتم مثل ھذا فضربتم بایدیکم فقولوا بسم اللہ فاذا شبعتم فقولوا
الحمد للہ الذی اشبعنا وانعم علینا۔ روٹی، گوشت اور کھجوریں اور آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کی چشمان کریم ڈبڈبائیں اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری
جان ہے یہی تو وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تمہیں پرسش ہوگی اللہ نے فرمایا ہے پھر
تم اس دن ضرور نعمتوں کے بارے میں پرسش ہوگی تو یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے
میں تمہیں بروز قیامت سوال کیا جائے گا تو اصحاب نے تکبیر کہی (اللہ اکبر کہا) تو ارشاد
فرمایا ہاں جب تم اس (طعام وغیرہ) کی مثل پاؤ اور تم کھانا شروع کرو تو کہو بسم اللہ پھر جب
سیر ہو تو کہو تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں سیر کیا اور ہم پر انعام فرمایا ثم
علف ہے اور اس سے واضح ہے کہ پرسش دوزخ کو دیکھنے کے بعد ہوگی حضرت ابوہریرہ
سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے قدم پل صراط
سے نہیں ہٹیں گے جب تک چار باتوں کی پرسش نہ ہو اوّل عمر کیسے گزاری۔ دوم جانی کو
کس کام میں کمزور کیا۔ سوم مال کہاں سے کمایا اور کیونکر خرچ کیا اور چہارم علم کے
مطابق کیا عمل کیا۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ یہ احکام عمومی ہیں اور یہ ان لوگوں کو شامل نہیں
جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے

الحمد للہ آج سورت التکاثر مکمل ہوئی
۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۶ جون ۱۹۹۵ء

سورۃ العصر مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع تین آیات چودہ کلمات اور اڑسٹھ حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ العصر پ۳۰

وَالۡعَصۡرِ ۙ
اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ
اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ

اس زمانۂ محبوب کی قسم۔
بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔
مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور ایک دوسرے
کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی

حل لغات سورۃ العصر پ۳۰

و۔ قسم ہے	العصر۔ زمانہ کی	ان۔ بیشک	الانسان۔ انسان
لفی۔ بیچ	خسر۔ خسارے کے ہے	الا۔ مگر	الذین۔ وہ جو
امنوا۔ ایمان لائے	و۔ اور	عملوا۔ کام کیے	الصلحت۔ اچھے
و۔ اور	تواصوا۔ وصیت کی	بالحق۔ حق کی	و۔ اور
تواصوا۔ وصیت کی	بالصبر۔ صبر کی		

سورت العصر

ابنِ عباس، ابنِ زبیر اور جمہور علماء کے نزدیک سورت العصر مکیہ ہے اور مجاہد، قتادہ اور مقاتل کا قول ہے کہ مدنی ہے اس میں بالاجماع تین آیات ہیں اور یہ سورت تمام علوم کی جامع ہے حضرت الامام شافعی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا " لو لم ینزل غیر ھذہ السورۃ لکفت

الناس لا نها شملت جمیع علوم القرآن" اگر اس سورت کے علاوہ کچھ بھی نازل نہ ہوتا تو یہی سورت لوگوں کو کافی ہوتی کیونکہ یہ تمام علوم قرآن کو شامل و جامع ہے۔ طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے شعب میں ابو حذیفہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنی اصحاب سے کہا جب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے دو شخص باہم ملتے تھے وہ ہرگز الگ نہ ہوتے تھے مگر یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک دوسرے پر سورت العصر کو پڑھتے پھر ایک دوسرے کو سلام کہتے۔ اور اس میں اس تنگ کے حال کی طرف اشارہ ہے جسے تکاثر نے ہلاک نہ کیا یا غافل نہ کیا اور اسی وجہ سے یہ سورت میں التکاثر کے بعد ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سورہ العصر پ۳۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

اس زمانہ محبوب کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔ مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

(وَالْعَصْرِ ۝) اس زمانہ محبوب کی قسم

قال مقاتل اقسم سبحانہ بصلوۃ العصر لفضلھا لانھا الصلوۃ الوسطی عند الجمہور مقاتل کا قول ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے نماز عصر کی قسم یاد فرمائی ہے اس کی فضیلت کے اظہار کے لیے اور اس لیے بھی کہ وہ درمیانی نماز ہے جیسا کہ جمہور علماء کے نزدیک یہی مختار ہے ایک قول ہے نماز عصر کے وقت قسم یاد فرمائی ہے جو غروب آفتاب سے قبل ہوتا ہے کہ اس نماز کی بڑی فضیلت ہے یعنی صلوۃ الوسطیٰ ہے اور حدیث صحیح میں ہے الذی تفوتہ صلوۃ العصر فکانما وتر اھلہ و مالہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی تو گویا اس کا اہل و مال سب برباد ہو گیا۔ اور یہ کہ جمعہ کے روز بوقت عصر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ ایک قول ہے کہ عصر سے مراد ہے عصر النبوۃ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانۂ مبارک کہ وہ تمام زمانوں میں سے سب سے زیادہ فضیلت و شرف اور بزرگی والا ہے اور ارشاد نبوی ہے خیر القرون قرنی تمام

قرنوں میں بہترین قرن میرا ہے۔ ابنِ عباس کا قول ہے عصر سے مراد ہے کہ زمانہ کی قسم کہ اہلِ تدبر کے لیے زمانہ بڑی نصیحت و عبرت ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔

ای خسران فی متاجرھم و مساعیھم و صرف اعمارھم فی مباغیھم التی لاینتفعون بھا فی الآخرۃ۔

یعنی انسان اپنی متاع کے ضائع ہونے اور اپنی کوششوں کے ناکام ہونے اور اپنی عمروں کے ان چاہتوں میں برباد کرنے پر گھاٹے و خسارے میں ہے جن کا آخرت کی زندگی میں کوئی فائدہ نہیں خسرٍ کی تنوین تعظیم کے لیے ہے جس کے معنی ہیں خسرِ عظیم بہت بڑے گھاٹے (خسارے) میں ہے اور الانسان میں تعرف استغراق کے لیے ہے بالام جنسی ہے مراد ہے اکثر لوگ۔ اور اگر مخصوص انسان مراد ہو تو انسان النکاشر سے مراد ابو جہل لعین وغیرہ ہیں۔ انسان کی عمر جو اس کا سرمایہ ہے وہ ہر لمحہ گھٹ رہا ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔

فانھم فی تجارۃ لن تبور حیث باعوا الفانی الخسیس واشتروا الباقی النفیس واستبدلوا الباقیات الصالحات بالغادیات الرائحات۔

اس لیے کہ انہوں نے نفع بخش تجارت کی جب کہ انہوں نے کمینہ و ذلیل فانی دنیا بیچی اور اس کے عوض نفیس و پاکیزہ باقی رہنے والی لازوال آخرت کا سودا کیا اور باقی رہنے والی اچھی باتوں کو گندی فضول اور گناہ کی باتوں کے بدلے میں اختیار کیا۔ تو یہ لوگ خسارے میں نہیں یہ استثنیٰ مومنین صالحین کے لیے ہے۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی۔

ای وصی بعضھم بعضًا بالامر الثابت الذی لاسبیل الی انکارہ ولا زوال فی الدارین لمحاسن آثارہ وھو الخیر کلہ من الایمان باللہ عزوجل واتباع کتبہ و رسلہ علیھم السلام فی کل عقد وعمل۔

یعنی ان مومنین صالحین میں سے بعض نے بعض کو اس امر ثابت کی (ایمان و عمل) کی وصیت و نصیحت کی جس سے کسی طور انکار ممکن نہیں اور وہ دونوں جہانوں میں اپنے اثرات و برکات کی خوبیوں کے ساتھ ہرگز زائل ہونے والا نہیں اور وہ سراسر خیر ہے جیسے

حق سبحانہٗ عزوجل شانہٗ کی احدیت، الوہیت اور ربوبیت پر ایمان اور اس کے فرستادہ رسولوں اور اس کی نازل کردہ کتابوں کی اطاعت و پیروی تمام عقائد اور اعمال میں اور یہی امر ثابت اور حق ہے۔ ایک قول ہے کہ باہم نیکی کی وصیت کی جب کہ حسن کا قول ہے الحق سے مُراد قرآن ہے۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

عن المعاصی التی تشتاق الیها النفس بحکم الجبلة البشرية وعلی الطاعات التی یشق علیها اداؤها وعلی ما یبتلی اللّٰہ تعالیٰ بہ من المصائب والصبر المذکور داخل فی الحق۔

ان گناہوں سے بچنے کی وصیت کی جن کا نفس جبلت و سرشت بشریہ کے موجب حکم کرتا ہے اور نفس کو وہ پسندیدہ ہیں اور ان طاعات و عبادات کی تلقین کی جن کی ادائیگی نفس پر گراں ہے اور ان امور پر جن کے ساتھ اللہ نے انہیں مصائب میں مبتلا کیا صبر کی ہدایت کی اور صبر جس کا ذکر گزرا اتباع حق میں ہی داخل و شامل ہے۔ تو یہ وہ لوگ جنہوں نے دین کی راہ میں مصائب و تکالیف برداشت کیں اور جادۂ حق پر ثابت قدم رہے تو یہ وہ لوگ ہیں جو نفع پانے والے ہیں اور خسارے سے محفوظ ہیں۔

اس آیت سے واضح ہے کہ حق و صبر کا حکم لازم ہے اور امور شر سے روکنا واجب ہے اور اس کا ترک کرنا خسارے کا سودا ہے ابوداؤد نے حضرت ابوبکر صدیق سے روایت کی ہے جب کسی قوم کے لوگ برائی کو بدلنے کی قوت رکھتے ہوں اور پھر بھی برائی پھیلتی رہے اور وہ اُسے قوت کے باوجود نہ بدلیں تو ان پر عام عذاب آکر رہے گا یعنی عوام و خواص کوئی نہ بچے گا۔ اور مومنوں کی قوم کی خصوصیت ہی یہی ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔

الحمد للہ آج سورت العصر پوری ہوئی

۲۸ رمحرم الحرام ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۷ رجون ۱۹۹۵ء

سورۃ الہمزہ مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع ۔ نو آیات ۔ تیس کلمات اور ایک سو تیس حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الہمزہ پ ۳۰

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ
خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے۔

الَّذِىۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ
جس نے مال جوڑا اور گن گن رکھا۔

يَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ ۚ
کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ ہی رکھے گا۔

كَلَّا لَيُنۡۢبَذَنَّ فِى الۡحُطَمَةِ ۖ
ہرگز نہیں ضرور وہ روندنے والی میں پھینکا جائیگا۔

وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡحُطَمَةُ ؕ
اور تو نے کیا جانا کیا ہے روندنے والی۔

نَارُ اللّٰهِ الۡمُوۡقَدَةُ ۙ
اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے۔

الَّتِىۡ تَطَّلِعُ عَلَى الۡاَفۡـِٕدَةِ ؕ
وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔

اِنَّهَا عَلَيۡهِمۡ مُّؤۡصَدَةٌ ۙ
بیشک وہ ان پر بند کر دی جائے گی۔

فِىۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ
لمبے لمبے ستونوں میں۔

حل لغات سورۃ الہمزہ پ ۳۰

ویل ۔ خرابی ہے — لکل ۔ واسطے ہر ایک — ھمزۃ ۔ منہ پر عیب کرنے والے

لمزۃ ۔ پیٹھ پیچھے بدی کرنے والے کے لیے — الذی ۔ وہ جس نے — جمع ۔ جمع کیا

مالا ۔ مال — و ۔ اور — عدد ۔ گنا — ہ ۔ اسکو

یحسب ۔ خیال کرتا ہے — ان ۔ کہ بیشک — مالہ ۔ اس کا مال — اخلدہ ۔ ہمیشہ رکھے گا

کلا۔ ہرگز نہیں	لینبذن۔ ضرور ڈالا جائیگا	فی۔ بیچ
و۔ اور	ما۔ کیا	ادرٰک۔ جانے تو
الحطمۃ۔ حطمہ	نار۔ آگ ہے	اللہ۔ اللہ کی
التی۔ وہ جو	تطلع۔ چڑھ جائے گی	علی۔ اوپر
انہا۔ بیشک وہ	علیہم۔ ان پر	مؤصدۃ۔ بند کی جائیگی
عمد۔ ستونوں	ممدۃ۔ لمبے کے	

ما۔ کو
الحطمۃ۔ حطمہ کے
ما۔ کیا ہے
الموقدۃ۔ جلائی ہوئی
الافئدۃ۔ دلوں کے
فی۔ بیچ

سورت الھمزۃ

سورت الھمزہ بلا خلاف مکیہ ہے اور اس میں ۹ نو آیات ہیں اور اس سے پہلی سورت میں ان لوگوں کا بیان گزرا جو نقصان و خسارے میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو اس سورت میں بعض خسارہ والے لوگوں کے احوال کا بیان ہے جو وجہ مناسبت ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الھمزہ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝	خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے برائی کرے جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا۔ کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اُسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا۔

(وَيْلٌ) خرابی ہے "ویل" اصل میں مصدر بمعنی ہلاکت یعنی بربادی و خرابی ہے اس پر پہلے متعدد مرتبہ بحث گزر چکی۔

لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ ہر اُس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے برائی کرے۔

(هُمَزَةٍ) بروزن فُعَلَة" ہے جس کے معنی عیاب طعان کے ہیں یعنی عادی عیب جو یا عیب لگانے والا اور نکتہ چینی کرنے والا ابو حیان کا قول یہ الھمز سے ہے اور لغت میں اس

کی اصل ہے الضرب طعنا بالید او بالعصا ونحوھا ثم استعیر للذی نیال بلسانہ وہ شخص جو ہاتھ یا لاٹھی کے اشارے وغیرہ سے نکتہ چینی کرے اور دکھ دے پھر اس شخص کے لیے استعادۃً ہوگیا جو زبان سے نکتہ چینی کرے یعنی بدگوئی کرے۔ قتادہ کا قول ہے ہمزہ کے معنی ہیں غیبت کرنے والا مقاتل کا قول ہے ہمزہ کے معنی ہیں منہ پر عیب لگانے والا (لُّمَزَةٍ) یہ بھی فُعَلَۃٌ کے وزن پر ہے جس کے معنی ہیں دوسروں پر طنز کرنے والا، عیب لگانے والا، غیبت کرنے والا۔ بے عزتی کرنے والا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہمزہ اور لمزہ کے ایک ہی معنی ہیں۔ مجاہد کا قول ہے لمزہ کے معنی میں نسب میں طعن (بدگوئی) کرنے والا ابن ابی حاتم نے عثمان عمر سے روایت کی ہے کہ یہ آیات ابی بن خلف کے بارے میں اتری اور سُدی کا قول ہے اخنس بن شریق کے بارے میں اتریں کہ وہ بڑا چغل خور اور عیب جو تھا اور بعض کا قول ہے کہ ولید بن مغیرہ یا امیہ بن خلف کے بارے میں اتریں یہ سارے لعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر زبان طعن دراز کرتے اور ان کی غیبتیں کرتے تھے۔ اگر نزول کو مخصوص بھی کہا جائے تو ان بری باتوں کا حامل آیت کے عموم میں داخل ہے واضح مفہوم یہ ہے ہر اُس شخص کے لیے ہلاکت وبربادی ہے جو روبرو طنز کرے اور پس پشت برائیاں بیان کرے اور "ویل" دوزخ کا ایک کنواں یا وادی ہے جس میں یہ لوگ داخل ہوں گے۔

(اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ ۝) جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا۔

بدل من کل بدل کل ہے یا بدل بعض من کل ہے اور مالًا کی تنکیر تفخیم اور کثرت کے اظہار کے لیے ہے اور ایک قول ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق کے بارے میں اتری جس کے پاس چار لاکھ دینار تھے جب کہ ایک قول ہے کہ دس لاکھ دینار تھے اور وَعَدَّدَہٗ کا معنی ہے ای عدہ مرۃ بعد اخری حبالہ وشغفا بہ یعنی مال کی محبت میں اور اس شغف میں گنتی کے بعد پھر گنتی کرتا ہے (بار بار گن کر رکھتا ہے) ایک قول ہے ای جعلہ عدہ ومدخر النوائب الدھر ومصائبہ یعنی زمانے کے آئندہ مصائب کو دور کرنے اور اس کی مشکلات سے بچنے کے لیے جوڑ کر رکھتا ہے ایک قول ہے وعددہ میں اسم بمعنی العدد المعروف ہے جو مال پر عطف ہے ای جمع مالہ وضبط عددہ واحصاہ یعنی اپنے مال کو جمع کیا اور اس کی تعداد کو (گنتی کو) یاد رکھا اور شمار کر کے رکھا۔

(یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝) کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اُسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا۔

(اخلدہ) جملہ حالیہ ہے ای ترکہ خالدا ای ماکثا لا یتناھی یعنی اُسے ہمیشہ رہنے دے اس کو اتنا زمانہ رہنے دے گا جو ختم نہ ہو والمراد ان المال طول املہ اور مراد یہ ہے کہ بلاشبہ مال اُس کی لمبی آرزو ہے۔ ای یظن انہ مالہ ابقاہ یعنی وہ خیال کرتا ہے کہ بلاشبہ اس کا مال اُسے دنیا میں باقی رکھے گا۔ اور دولت کی وجہ سے نہ ہی مفلس ہوگا اور نہ ہی مرے گا بلاشبہ وہ سمجھتا ہے کہ شاید دولت و مال سے اُسے دوامی زندگی مل جائے گی جو کہ فضول خیال ہے اور حقیقت ایمان و اعمال صالحہ اور موت۔ دونوں سے غافل ہے۔

كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ ہرگز نہیں ضرور وہ روندنے والی میں پھینکا جائے گا۔

(کلا) ہرگز نہیں۔

ردع لہ عن ذلک الحسبان الباطل اور عنہ وعن جمع المال وحبہ المفرط علی ماقیل اخنس بن شریق کے اس گمان باطل پر کہ اُسے دولت مال دنیا میں باقی رکھے گا اُسے بازداشت ہے یا پھر اس کے مال جمع کرنے کی ہوس اور اس کی حد سے بڑھی محبت زر پر جیسا کہ پیچھے تفصیلاً گزرا اُسے انتباہ ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ ایسا نہ کرتا اور حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتا۔

(لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝) ضرور وہ روندنے والی میں پھینکا جائے گا۔

(لَيُنْۢبَذَنَّ) جواب قسم مقدر والجملۃ استئناف مبین لعلۃ الردع ای واللہ لیطرحن بسبب افعالہ المذکورہ یہ جواب قسم مقدر ہے اور جملہ از سر نو واضح ہے اور شاید اسی پر بازداشت ہے کہ بخدا وہ ضرور اپنے ان اسباب مذکورہ کے باعث دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

(فی الحطمۃ) ای فی النار التی من شانہا ان تحطم کل من یلقی فیہا یعنی ایسی نار دوزخ میں ڈالا جائے گا کہ ہر چیز جو اس میں ڈالی جائے گی وہ اس کو چورا چورا کر دے گی۔ والحطم کسر الشئ کالھشم اور حطم کسی چیز کے توڑنے کو کہتے ہیں جیسے کسی شے کو چورا چورا یا ریزہ ریزہ کرنا۔ ضحاک کا قول ہے "الحطمۃ ھنا بالدرک الرابع من النار" حطمہ سے یہاں مراد دوزخ کا چوتھا طبقہ ہے جہاں آگ ہڈیاں پسلیاں چورا چورا کر کے توڑ ڈالے

گی۔ کلبی کا قول ہے کہ یہ جہنم کا چھٹا طبقہ ہے اور القشیری سے منقول ہے کہ دوسرا طبقہ ہے اور واحدی کا قول ہے کہ حطمہ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ ابوصالح کا خیال ہے کہ یہ وہ آگ ہے جو ان کی (کفار کی) قبروں میں ہوگی۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ؁ اور تو نے کیا جانا کیا روندنے والی

تهويل امرها ببيان انها ليست من الامور التي تنالها عقول الخلق۔

اس بیان سے جہنم کی عظیم ہیبت و ہولناکی کا اظہار ہے کہ یہ اُن چیزوں میں سے نہیں جن تک مخلوق کی عقلوں کی رسائی ہو یعنی تمہیں حطمہ کی کیفیت و شدت کا ادراک نہیں اور نہ ہی اس کا تصور ممکن ہے۔

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ؁ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؁ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ؁ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ؁

اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی بے شک وہ ان پر بند کر دی جائے گی لمبے لمبے ستونوں میں

(نَارَ اللّٰهُ الْمُوْقَدَةُ ؁) اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے۔

(نار الله) الجملة لبيان شان المسئول عنها اى هى نار الله یہ جملہ مسئول کی شان کے بیان کے اظہار کے لیے ہے یعنی یہ وہ اللہ کی آگ ہے نار کی نسبت اس کی عظمت کو واضح کر رہی ہے (الموقدة) اى بامر الله عزوجل یعنی یہ اللہ کے حکم سے بھڑک رہی ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دوزخ کی آگ ہزار برس تک تپائی گئی پھر ہزار برس تک اور بڑھکائی گئی یہاں تک سفید ہوگئی پھر ہزار برس تک مزید بڑھکائی گئی یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی اور اب وہ انتہائی سیاہ اور تاریک ہے۔

(الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؁) وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔

اى تعلوا اوساط القلوب و تغشاها۔

یعنی دلوں کے درمیان اندر تک پہنچے گی اور ان پر چھا جائے گی۔ دل کے ذکر تخصیص اس لیے ہے کہ "ان الفواد الطف ما فى الجسد واشد ه تالما بادنى اذى يمسه" بلاشبہ بدن کے جسم میں سے سب سے زیادہ لطیف دل ہے اور اُسے معمولی سی تکلیف بھی چھوتی ہے تو وہ سب سے زیادہ دکھتا ہے اور اس کی سوزش زیادہ ہوتی ہے، اور دوزخ میں آگ دل تک پہنچے

گی لیکن موت نہ آئے گی تو اس دائمی الم اور عذاب کی کیفیت کیا ہو گی۔ ایک قول ہے کہ دل ہی وہ مقام ہے جو کفر و عقائد باطلہ کا مرکز رہا تو اس وجہ سے انہیں اس عذاب سے گزرنا ہو گا جو دائمی ہو گا۔ گویا یہ روحانی عذاب ہو گا جو عمومی عذاب سے شدید تر ہو گا۔

(اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝) بے شک وہ ان پر بند کر دی جائے گی۔

ای مطبقة

یعنی آگ کے طبقات میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ ابو نعیم نے سوید سے روایت کی ہے کہ دوامی جہنمیوں کو لوہے کے صندوقوں میں بند کر کے جہنم کی تہہ میں پھینک دیا جائے گا نہ ایک دوسرے کے عذاب کو دیکھ سکیں اور نہ ہی اُس سے نکل سکیں۔

(فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ) لمبے لمبے ستونوں میں۔

عمد جمع عمود كما قال الراغب والقراء عَمَدٍ عَمُودٌ کی جمع ہے جیسا کہ راغب اور فراء کا قول ہے اور ابو عبیدہ کا قول ہے عِمَادٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ستون مُمَدَّدَةٍ عَمَدٍ کی صفت ہے ای طوال یعنی لمبے لمبے۔ ابن زید سے مروی ہے "عمد من حديد" ستون لوہے کے ہوں گے ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے انما من نار وہ ستون آگ کے ہوں گے واضح مفہوم یہ ہے ای موثقین فیھا یعنی ان ستونوں میں جکڑے جائیں گے۔ ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ادخلهم في عمد وتمددت عليهم في اعناقهم السلاسل فسدت بها الابواب جہنمیوں کو ستونوں میں ڈالا جائے گا پھر ان پر انہیں لمبا کیا جائے گا ان کی گردنوں میں زنجیریں ہوں گی پھر ان کے ساتھ دروازے مضبوط بند کر دیئے جائیں گے اعاذنا الله بهذا اللهم اجرنا من النار بفضلك يا عزيز يا غفار بحرمت سيد الابرار صلى الله عليه وآله وسلم۔

الحمد للہ آج سورت الھمزہ پوری ہوئی
۲ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۹۵ء

سورۃ الفیل مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ پانچ آیات بیس کلمات اور چھیانوے حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الفیل پ ۳۰

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝	اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔
اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝	کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا۔
وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝	اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں۔
تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝	کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے۔
فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝	تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی۔

حل لغات سورۃ الفیل پ ۳۰

ا۔ کیا	لم۔ نہ	تر۔ دیکھا تو نے	کیف۔ کیسے
فعل۔ کیا	ربک۔ تیرے رب نے	باصحب الفیل۔ ہاتھی والوں سے	
ا۔ کیا	لم۔ نہ	یجعل۔ کیا	کیدا۔ داؤ
ھم۔ ان کا	فی۔ بیچ	تضلیل۔ تباہی کے	و۔ اور
ارسل۔ بھیجے	علیہم۔ ان پر	طیرا۔ پرندے	ابابیل۔ ڈار کے ڈار
ترمیہم۔ کہ مارتے تھے انکو	بحجارۃ۔ پتھر	من سجیل۔ کنکروں کے	فجعلہم۔ تو کیا انکو
کعصف۔ جیسے بھوسہ	ماکول۔ کھایا ہوا۔		

سورت الفیل

سورت الفیل بلاخلاف مکیہ ہے اور اس میں پانچ آیات ہیں پچھلی سورت میں کفار کے اس
ر کا ذکر گزرا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطور طنز کرتے تھے تو اس کے بعد اس سورت میں
حاب الفیل کا ذکر گویا اس امر کا اشارہ ہے کہ ان کفار کے داؤ پیچ اور مکروں کا انجام دنیا
یں تباہی و ہلاکت اور آخرت کی مکمل بربادی ہے کیونکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا اپنے محبوب مکرم صلی اللہ
وسلم پر بڑا فضل اور انتہائی مہربانی ہے تو جس طرح اصحاب الفیل اپنے زعم باطل میں کعبہ معظمہ
ڈھانے آئے اور خائب و خاسر ہلاک و برباد ہوئے یونہی کفار جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ی دعوت کو روکنے یا مٹانے کا عزم رکھتے ہیں اسی طرح ہلاک ہوں گے اور انہیں ان کا مال
ر دولت انجام سے نہ بچا سکے گا اور یہی مناسبت کو واضح ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورت الفیل پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ٥ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ٥ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ٥ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ٥ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ٥

اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا۔ اور ان پر پرندوں کی ٹکریاں بھیجیں۔ کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے۔ تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی۔

(اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ٥) اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔

(اَلَمْ تَرَ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور استفہام انکاری مفید تقریر ہے یعنی اے محبوب آپ نے دیکھ لیا اور بعض کا قول ہے کہ یہاں رویت بمعنی علم ہے اور یہ

واقعہ ولادت شریفہ سے قبل کا ہے تو معنی ہوں کیا آپ کو علم نہیں (معلوم نہیں) اور یہ بات قطعی ہے کہ آپ نے اس واقعہ کا متواتر ذکر سنا اور اس کے آثار دیکھے تو رویت بمعنی دیکھنا بھی درست ہے۔

(کَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ) تمہارے رب نے کیا حال کیا

رویت کی تعلیق (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی نسبت و تعلق) حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے فعل کی کیفیت سے ہے گویا فرمایا جا رہا ہے الم ترما فعل ربك کیا آپ نے دیکھا کہ تمہارے پروردگار کیا حشر کیا ان لوگوں کا جو ہاتھی والے تھے اس سے مقصود علم وقدرت باری کے بیان، شرف وفضیلت حرم کعبہ کا اعلان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت اور عظمت شان کا اظہار ہے۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تمہید ہے اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

(بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝) ان ہاتھی والوں کا

ہاتھی والوں سے مراد ابرہہ اور اس کا لشکر ہے ابرہہ یمن وحبشہ کا بادشاہ تھا جس کا نام الاشرم بن الصباح الحبشی تھا اس کی کنیت ابی یکسوم تھی اور وہ ابرہہ نام سے موسوم ہونے کو منع نہ کرتا تھا کہ حبشی زبان میں ابرہہ کے معنی الابیض الوجہ گورے سفید رو کو کہتے ہیں ایک قول ہے کہ وہ حمیری تھا اس نے یمن کے شہر صنعاء میں ایک کنیسہ (گرجا) عبادت کے لیے تعمیر کرایا اور یہ چاہا کہ حج کرنے والے لوگ مکۃ المکرمہ کی بجائے یہاں آئیں اور کعبۂ معظمہ کی بجائے اس گرجے کا طواف کریں اہل عرب کو یہ بات سخت ناگوار گزری قبیلہ بنو کنانہ کے ایک شخص نے جب یہ سنا تو اس نے موقع پا کر اس گرجے (صنعاء) میں قضاء حاجت کی اور اس کو نجاست سے گندہ کر دیا اس پر ابرہہ کو بہت طیش آیا اور اس نے کعبۂ معظمہ کو ڈھانے کی قسم کھائی اور اس خبیث ارادے کی تکمیل کے لیے ایک بڑا لشکر لے کر جس میں بہت سے ہاتھی بھی تھے اور ان ہاتھیوں میں سب بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا مکۃ المکرمہ کی طرف چڑھائی کی جب قریب پہنچا تو اس نے اہل مکہ کے جانور قید کر لیے جن میں سے دو سو اونٹ سردار مکہ عبد المطلب کے تھے عبد المطلب ابرہہ کے پاس آئے تو اس نے ان کی تعظیم کی اور اپنے پاس بٹھا کر آنے کا سبب پوچھا تو آپ نے اونٹ واپس مانگے اس پر ابرہہ نے کہا عجب بات ہے کہ میں خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لیے آیا ہوں اور وہ تمہارا تمہارے باپ دادا کا معظم ومحترم مقام ہے تم اس کے لیے تو کچھ نہیں کہتے

اور اپنے اونٹوں کی واپسی چاہتے ہو عبدالمطلب نے کہا اونٹوں کا مالک میں ہوں اور کعبہ معظمہ کا جو مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا یہ سن کر ابرہہ نے اونٹ واپس کر دیے عبدالمطلب جب مکہ واپس ہوئے تو قریش کو سارا ماجرا سنایا اور مشورہ دیا کہ وہ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چوٹیوں میں منتشر ہو کر پناہ گزیں ہو جائیں اور اپنی حفاظت کریں کہ ابرہہ کا لشکر انہیں ضرر نہ پہنچا سکے۔ پھر عبدالمطلب بیت اللہ شریف میں حاضر ہوئے اور کعبہ معظمہ زنجیر پکڑ کر کہنے لگے رب البیت میں تیرے سوا ان کے مقابلے میں کسی سے اُمید نہیں رکھتا اسے حرم کو ان سے بچالے اس حرم کا دشمن ہے اپنے حرم کی بستی کو بربادی سے محفوظ فرما اور صلیب کے پجاریوں کو اپنے پرستاروں پر غلبہ نہ دے وہ تیرے حرم کو منہدم کرنے آئے ہیں اور تیرے جلال سے نہیں ڈرتے اگر تو ان کو اور ہمارے حرم کو یونہی چھوڑ دینے والا ہے تو پھر وہی فرما جو تیری رضا ہے۔ یہ التجا و دعا کر کے اپنے لوگوں کے پاس چلے گئے۔ اگلے روز صبح کو ابرہہ نے مکہ میں داخل ہونے کی تیاری کی اور بڑے ہاتھی محمود نامی کے علاوہ بارہ اور ہاتھی لشکر میں شامل کیے۔ نفیل جو بحالت اسیری ابرہہ کے ساتھ بطور راہ نما ساتھ تھا اس نے بڑے ہاتھی محمود کے کان میں کہا تو اللہ کے حرمت والے شہر میں ہے بیٹھ جا اور واپس جا جہاں سے آیا ہے پھر وہ ایسا بیٹھ گیا کہ شدت و سختی، خوف و ضرب کے باوجود بھی اس نے ایک قدم نہ اٹھایا جب اس کا رخ یمن کو کرتے تو اٹھ کر تیز چلتا اور جب سوئے حرم کرتے تو بیٹھ جاتا اللہ نے سمندر کی طرف سے رات کی مانند ابابیلوں کا لشکر بھیجا ہر ابابیل کے دونوں پنجوں میں اور چونچ میں ایک ایک پتھر مسور کے دانے کے برابر تھا جب یہ پرندے ابرہہ کے لشکر پر چھا گئے تو انہوں نے پتھریاں پھینکیں جس شخص کو وہ سنگریزے لگے ہلاک ہو گیا نفیل ابابیلوں کے جھنڈ دیکھتے ہی دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور لشکر ابرہہ کی بربادی دیکھی کہ وہ راہ نما کے بغیر جس راہ کی طرف بھاگے ہلاک ہو گئے ابرہہ سخت جسمانی بیماری میں مبتلائے عذاب ہو کر ہلاک ہوا۔ واقدی کا قول ہے کہ محمود ہاتھی محفوظ رہا اور اکثر لشکری ہلاک ہوئے۔ اور جو کنکریاں یا سنگریزے ان پرندوں نے گرائے ان پر ہلاک ہونے والے شخص کا نام لکھا تھا۔

(اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝) کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا۔

بیان اجمالی لما فعل اللہ تعالیٰ بھم۔

استفہام انکاری ہے جو ثبوت کو مفید ہے یعنی اللہ نے ان (اصحاب الفیل اسکے کید (چال یا داؤں) کو ناکام کردیا اور انہوں نے انہدام کعبہ کی جو جسارت کی تھی اُسے باطل کرکے انہیں ہلاک کرڈالا۔ اور حرم کعبہ اور اہلِ حرم کے شرف و عزت کو محفوظ رکھا۔

(وَاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ o) اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں۔

ای جماعات جمع ابالۃ او ابول مثل عجول او ابیل مثل مسکین۔

یعنی جھنڈ کے جھنڈ، کثیر پرندوں کی پیہم ٹکڑیاں ابابیل اِبَالَۃ کی جمع ہے یا ابول کی جمع ہے جیسے عجول کی جمع عجاجیل یا پھر ابیل کی جمع ہے۔ جیسے مسکین کی جمع سکاکین۔ ابالہ کے معنی ہیں کثیر پرندوں کا جتھہ یا جھنڈ ابابیل طیرًا کی صفت ہے وجاءت ھذہ الطیر علی ما روی عن جمع جمھۃ البحر و لم تکن نجدیۃ ولا تھامیۃ ولا حجازیۃ وزعم بعض ان حمام الحرم من نسلھا ولا یصح ذلک۔ یہ پرندوں کے لشکر جیسا کہ روایت کیا گیا ہے اکٹھے ہوکر سمندر کی طرف سے آئے اور نجد (مشرق) اور تہامہ اور حجاز کی طرف سے نہیں آئے تھے اور بعض علماء کا خیال ہے۔ حرم شریف کے کبوتر اسی نسل سے تعلق ہیں لیکن یہ قول صحیح نہیں۔ عکرمہ کا قول ہے کان وجوھھا مثل وجوہ السباع لم تر قبل ذلک ولا بعدہ۔ ان پرندوں کے چہرے (منہ) درندوں کے مونہوں کی طرح تھے اس سے پہلے نہ ان جیسے دیکھے گئے اور نہ ہی ان کے بعد سعید بن جبیر کا قول ہے کہ پرندے سبز تھے اور ان کی چونچیں زرد تھیں جب کہ قتادہ کا قول ہے کہ سیاہ رنگ کے پرندے تھے۔

(تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ o) کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے (تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ) انہیں مارتے پتھروں سے

صفۃ اخری لطیر یہ پرندوں کی دوسری صفت کا بیان ہے کہ وہ پرندے ہاتھی والوں پر سنگباری کرتے تھے۔

(مِنْ سِجِّیْلٍ o) کنکر سے صفۃ حجارۃ ای کائنۃ من طین متحجر یہ پتھروں کی صفت ہے یعنی اُس مٹی کے تھے جو پتھر یا کنکر کی صورت میں ہو جائے۔ ہر کنکر پر ہلاک ہونے والے کا نام بھی لکھا تھا بعض علماء نے سجیل کو السجل سے مشتق مانا ہے کہ اس کے معنی ہیں نشان زدہ۔ ان کنکروں کا حجم مسور کے دانے کے برابر تھا ابن مردویہ کا قول ہے کہ بکری کی مینگنی کے برابر تھا ابن عباس کا قول ہے "مثل الحمص" چنے کے برابر تھا ابو نعیم نے

[illegible] الملی ۔ روایت کی جب انہوں نے [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] روایت کی [illegible] اللہ [illegible] [illegible]
[illegible] ہلاک ہونے والے اور اس کے باپ کا نام [illegible] تھا۔ جب یہ شخص [illegible] کرتا [illegible]
[illegible] پڑا تو منہ سے نکل گیا۔

(فجعلهم كعصف مأكول ۵) تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی تھی۔
اسی کو رق زرع یعنی اللہ نے اس طرح کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتیاں۔ ل تشبیہ ہے
لیے اور عصف کے معنی ہیں بھوسہ قتادہ کا قول یہی ہے جب کہ ابن عباس سے منقول ہے کہ
عصف گندم کے چھلکے (چھان) کو کہتے ہیں۔ مجاہد کا قول ہے۔ عصف کے معنی ہیں ورق
زرع گیہوں کی کھیتی جب کاٹ لیں تو جو بھوسی بال اور پتی کی صورت میں رہ جاتی ہے اور جسے
جانور کھا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ ماکول کے معنی ہیں کھائی ہوئی۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ انہیں ہلاک
کر ڈالا کھائے ہوئے اور بھوسے کی مانند چورا چورا کر دیا۔

الحمد للہ آج سورت الفیل پوری ہوئی
۱۰ جولائی ۱۹۹۵ء ۱۱ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ

سورۃ القریش مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع۔ چار آیات۔ سترہ کلمات اور تہتر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ القریش پ ۳۰

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ○	اس لیے کہ قریش کو میل دلایا۔
اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ○	ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ میں انکو میل دلایا۔
فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ○	تو ان کو چاہیئے اس گھر کے رب کی بندگی کریں۔
الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ○	جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔

حل لغات سورۃ القریش پ ۳۰

لایلف۔ واسطے الفت دلانے قریش۔ قریش کے ۔ الفھم۔ الفت دلانے انکے ۔ رحلۃ۔ سفر
الشتاء۔ سردی ۔ و۔ اور ۔ الصیف۔ گرمی کے ۔ فلیعبدوا تو چاہیئے بندگی کریں
رب۔ رب ۔ ھذا۔ اس ۔ البیت۔ گھر کی ۔ الذی جس نے
اطعمھم کھلایا انکو ۔ من جوع۔ بھوک میں ۔ و۔ اور ۔ امنھم۔ امن دیا انکو
من خوف۔ خوف سے۔

سورت القریش

جمہور کے نزدیک سورت القریش مکی ہے اور اس کو سورت لایلاف بھی کہتے ہیں ضحاک اور ابن السائب کے نزدیک مدنی ہے اس میں چار آیات ہیں اور اس سورت کی پچھلی سورت سے مناسبت واضح ہے کہ اللہ نے ہاتھی والوں کو ہلاک کیا کہ وہ بیت اللہ کو گرانے آئے تھے تو اہل حرم کا شرف بیت اللہ کے سبب ہے تو اس سورت میں اسی حوالے سے قریش کو دعوت بندگی ہے جس نے انہیں بڑے تحفے سے امان بخشا اور اس گھر کے ذریعہ ان کی بھوک کا مداوا کیا اور ان کے ذرائع معاش کو قوی کیا۔ ایک گروہ علماء کا قول ہے کہ سورت الفیل اور سورت القریش ایک ہی سورت ہیں اور انہوں نے اس پر اس بات سے دلیل پکڑی ہے کہ ابی بن کعب نے اپنے مصحف میں دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ سے فصل نہیں کیا اور جیسا کہ عمرو بن میمون الازدی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب کے پیچھے نماز مغرب پڑھی تو انہوں نے پہلی رکعت میں سورت التین پڑھی اور دوسری رکعت الم تر اور لایلاف بدوں بسم اللہ کی فصل کے پڑھی (مجموعی پڑھیں) علامہ محمود الوسی بغدادی کہتے ہیں کہ اس پر ایک جماعت نے اتفاق کیا ہے کہ ابی کے مصحف میں بسم اللہ کے ساتھ فصل موجود ہے اور مثبت کو منفی پر تقدم حاصل ہے اور ابن میمون کی خبر عدم سماع کی وجہ سے درست نہیں اس سورت کے مستقل الگ سورت ہونے پر وہ روایت جسے بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی وحاکم نے بافادہ تصحیح اور ابن مردویہ اور بیہقی نے الخلافیات میں ام ہانی بنت ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے قریش کو سات باتوں سے فضیلت بخشی جو ان سے قبل اور نہ ہی اس کے بعد کسی قبیلے کو عطا ہوئیں

اول: میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں سے ہوں اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ نبوت ان میں رکھی (مجھے ان میں سے نبوت عطا کی)

دوم: ان میں خلافت رکھی کذا فی الحدیث (ائمۃ الائمۃ من القریش

سوم: ان میں حجابت رکھی یعنی خانہ کعبہ کی خدمت وسجاورت

چہارم: ان میں سقایت رکھی یعنی حاجیوں کو پانی پلانا (زمزم شریف)

پنجم: اور وہ ہاتھی والوں پر مدد دیئے گئے۔

ششم: نبوت کے ابتدائی سات برس تک یا دس برس تک قریش کے سوا نہ کوئی مسلمان ہوا اور نہ کسی اور نے اللہ کی بندگی۔

ہفتم: ان کے بارے میں قرآن اترا جس میں قریش کے سوا کا ذکر نہیں اور وہ سورت القریش ہے اور اس سورت کا الگ سورت ہونا حدیث سے متواتر ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سُورہ القریش پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ۝ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۝ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۝ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ ع

اس لیے کہ قریش کو میل دلایا ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ میں میل دلایا تو انہیں چاہیئے اس گھر کے رب کی بندگی کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝) اس لیے کہ قریش کو میل دلایا۔

خفاجی کا قول ہے کہ الایلاف مصدر ہے بمعنی اُلفت الشی یعنی کسی شئے کی محبت و رغبت یا ملاپ ہروی کا قول ہے الایلف عهود بینهم و بین الملوك ایلاف (ملاپ) سے مراد قریش اور بادشاہوں کے درمیان معاہدات ہیں ہاشم کا ملک شام کے ساتھ اور مطلب کا کسریٰ کے ساتھ اور عبدالشمس اور نوفل دونوں ملک مصر و حبشہ کے ساتھ ملاپ (معاہدے) رکھتے تھے۔ قریش کا قرشؑ سے نکلا ہے جس کے معنی میں اکٹھے کرنا یا جمع کرنا ایک قول ہے لفظ قریش قرش کی تصغیر ہے اور یہ اسم لدابة فی البحر ایک آبی جانور کا نام ہے جس سے تمام دریائی جانور ڈرتے ہیں اور وہ سب پر غالب ہے اہل عرب بولتے ہیں فُلَانٌ یَتَقَرَّشُ فلاں شخص کماتا ہے صراح میں ہے کہ یہ لوگ چونکہ متفرق اور منتشر ہونے کے بعد حرم میں دوبارہ مجتمع ہوتے تھے اس لیے انہیں قریش کہتے ہیں اور القریش کے معنی

آنے کے ہیں۔ نضر بن کنانہ کی اولاد کو قریش کہتے ہیں اور یہی صحیح ترین ہے اور قرطبی کے
نالب یک یہی ثابت و قوی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا قریش کون ہیں ارشاد
نزدیک من ولد النضر وہ جو نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں وقیل ولد فھر بن مالک بن النضر اور
فرمایا قول ہے کہ فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کی اولاد قریش ہے اکثر علماء انساب کا کہنا ہے کہ
ایک مالک کا نام ہی قریش منتشر ہو کر دوبارہ مجتمع ہوئے تھے۔ لہذا قریش اولاد نضر بن کنانہ
فہر بن اولاد نضر بن کنانہ ہیں اور واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں ارشاد فرمایا اللہ نے اولاد اسمعیل سے کنانہ کو منتخب کیا اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور
نے قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔

لایلاف میں لام فجعلھم کعصف ما سے متعلق ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ
اللہ نے ہاتھی والوں کو ہلاک کیا اور اہل حرم (قریش) کی نصرت فرمائی تاکہ اس شرف و عظمت
کو دیکھ کر دوسرے لوگ ان کی تعظیم و قدر کریں اور قریش کو گرمی یا جاڑے کا کوئی سفر بھی ہو
لوگ ان پر حملہ نہ کریں اور وہ تمام خطرات سے مامون ہو کر سفر کریں تو گویا یہ ایلاف نعمت
باری ہے بعض علماء کے نزدیک لام تعجب کا ہے۔

(الٖفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝) ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے
کوچ میں میل دلایا۔

بدل من ایلاف قریش ورحلۃ مفعول بہ
یہ "لایلاف قریش" سے بدل ہے اور "رحلۃ الشتاء والصیف" اس کے ساتھ بطور
مفعول ہے ای لاجل رحلۃ یعنی ہر سال ان دونوں سفروں کی وجہ سے جو قریش سرداروں میں
اور گرمیوں کرتے واطلاق لایلاف ثم ابدل المقید منہ للتفخیم۔ لایلاف کا اطلاق کے
بعد بدل مقید اظہار عظمت کے لیے ہے کہ یہ قریش پر اللہ کا خاص انعام ہے اور بہت بڑی مہربانی
ہے۔" وکان لقریش رحلتان رحلۃ فی الشتاء الی الیمن ورحلۃ فی الصیف الی بصری
من ارض شام کما روی عن ابن عباس ہو کانوا فی رحلتیھم آمنین لانھم اھل حرم اللہ
تعالی وولاۃ بیتہ العزیز فلا یتعرض لھم" اور قریش کے لیے دو سفر تھے سردیوں میں یمن
کی طرف سفر کرتے تھے اور گرمیوں میں بصریٰ کی طرف سفر کرتے جو سرزمین شام میں ہے جیسا کہ
ابن عباس سے مروی ہے اور قریش اپنے دونوں سفروں میں مامون و محفوظ رہتے اس لیے

کہ وہ اللہ کے عزت والے شہر حرم مکہ کے باسی تھے اور اس کے عزت و شرف والے گھر کے مجاور و نگران تھے تو لوگ اس وجہ سے ان سے تعرض نہ کرتے بلکہ ان کی عزت و تکریم کرتے اور ان کے ساتھ تجارت کرتے اور نفع حاصل کرتے اور حرم مکہ میں اقامت کے لیے سرمایہ کاری کرتے ایسی جگہ جہاں جو وادی غیر ذی زرع ہو (بے آب و گیاہ سرزمین) اس میں معاش و معاشرت کے یہ اسباب اللہ تعالیٰ کی واضح نعمت اور فضل مبین تھا۔

(فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ٥) تو انہیں چاہیے اس گھر کے رب کی بندگی کریں۔

فَلْيَعْبُدُوا " میں فاء جزائیہ ہے کہ پچھلے جملوں میں شرط کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے قریش پر اللہ کے بڑے انعام ہیں اگر وہ ان سب انعامات کے باوصف اللہ کی بندگی نہیں کرتے تو ایلاف قریش (دونوں سفروں کے میل دلانے) کی نعمت کا مقتضیٰ تو یہی ہے کہ وہ رب کعبہ کی بندگی کریں۔ بعض کا قول ہے کہ فاء زائدہ ہے اور شرط محذوف کی جزاء ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ لایلاف قریشٍ کا لام تعجب کے لیے ہے تو اس تقدیر پر فاء بطور عطف سببیت کے لیے ہے اور معنی یہ ہوں گے اللہ نے اس پاک گھر کو اور اہل حرم یعنی قریش کو محفوظ رکھا تو ان کی حفاظت کا سبب یہی مقدس گھر ہے تو اس وجہ سے ان کو گھر کے رب کی عبادت لازم ہے " ھٰذا البیت " سے مراد ہے کعبۂ معظمہ جسے اللہ نے اصحاب الفیل سے محفوظ رکھا اور اللہ نے رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ فرماکر اس گھر کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے جو اس گھر کی عظمت شان پر دلالت کر رہی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں کعبہ کے نزدیک لوگوں کو نماز پڑھائی پھر جب پڑھا فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ تو اپنی انگلی سے کعبہ کی طرف اشارہ فرمایا اور آپ اللہ کے حضور حالت نماز میں تھے۔

(الَّذِي أَطْعَمَهُمْ) جس نے انہیں کھانا دیا

ای بسبب تینک الرحلتین

یعنی ان دونوں سفروں کی وجہ سے

(مِنْ جُوعٍ) بھوک میں

ای کانوا فیہ قبلھما یعنی ان سفروں کی رغبت و میل سے پہلے اور ارض حرم میں کھیتی باڑی

...پانی نہ ہونے کی وجہ سے جس شدید معاشی تنگی میں اور فاقوں میں مبتلا تھے۔ ایک قول ہے کہ
اس سے مراد وہ قحط ہے جس میں مبتلا ہو کر وہ مردار اور ہڈیاں تک کھا کر گزر کرتے تھے۔ ایک
قول ہے کہ دعائے ابراہیم علیہ السلام کے ثمرہ میں تمہیں بھوک سے نجات دی اور پھلوں سے
رزق وافر عطا فرمایا وغیرہ۔

(وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝٤) اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔

عظیم لا یقادر قدرہ وھو خوف اصحاب الفیل او خوف التخطف فی بلادھم وما یرھبوا او خوف الجذام کما اخرج ذلک ابن جریر۔ اتنی عظیم امان و حفاظت کی اس کی عظمت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا اور وہ خوف سے مراد اصحاب الفیل کا خوف ہے جس سے محفوظ کر دیا یا پھر ان کو ان کے شہر اور بستیوں میں تباہی و بربادی کے خوف سے امان مراد ہے یا یہ کہ اہلِ حرم جذام (کوڑھ) کے مرض میں مبتلا نہ ہوں گے جیسا کہ ابنِ جریر وغیرہ سے منقول ہے ابنِ عباس کا قول ہے کہ اہلِ حرم بفضلہٖ تعالیٰ طاعون سے بھی مامون رہیں گے ایک قول ہے کہ اہل حرم ہونے کی وجہ سے ہر سفر میں محفوظ کر دیا کہ کوئی انہیں لوٹے یا ہلاک کرے ایک قول ہے کہ اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے انہیں خوف عظیم سے امان عطا فرمائی۔ جوزی کا قول ہے کہ دشمن و مصیبت وغیرہ میں اس سورت کا پڑھنا حد درجہ نافع اور مجرب ہے۔

الحمد للہ آج سورت القریش پوری ہوئی
۱۲ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۱ جولائی ۱۹۹۴ء

سورۃ الماعون مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ سات آیات پچیس کلمات اور ایک سو پچیس حروف ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الماعون پ۳۰

اَرَاَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ہ	بھلا دیکھو تو جو دین کو جھٹلاتا ہے۔
فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ہ	پھر۔ وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے
وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ہ	اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا۔
فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ہ	تو ان نمازیوں کی خرابی ہے۔
الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ہ	جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔
الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ ہ	وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔
وَیَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ہ	اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

حل لغات سورۃ الماعون پ۳۰

ا۔کیا	دایت۔دیکھا تونے	الذی۔اسکو جو	یکذب۔جھٹلاتا ہے
بالدین قیامت کو	فذلک۔تو یہ	الذی۔وہ ہے جو	یدع۔دھکے دیتا ہے
الیتیم۔یتیم کو	د۔اور	لا۔نہیں	یحض۔رغبت دلاتا
علی۔اوپر	طعام۔کھانے	المسکین۔مسکین کے	فویل۔تو خرابی ہے
للمصلین۔نمازیوں کیلئے	الذین جو کہ	ھم۔وہ	عن صلوتہم۔اپنی نمازوں سے
ساھون۔غافل ہیں	الذین۔وہ کہ	ھم۔وہ جو	یراءون۔دکھلاوا کرتے ہیں
د۔اور	یمنعون۔روکتے ہیں	الماعون۔برتنے کی چیزیں	

سورت الماعون

جمہور کے قول کے مطابق سورت الماعون مکی ہے اور ابن مردویہ نے ابن عباس اور ابن
زبیر سے یہی روایت کی ہے جیسا کہ تفسیر الدر المنثور میں ہے اور بحر میں ہے کہ یہ مدینہ ہے
ابن عباس اور قتادہ سے منقول ہے اور ضحاک سے بھی یونہی مذکور ہے المفسر الفریر رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہے۔ یہ سورت آدمی عاص بن وائل کے بارے میں مکہ میں اتری اور اس کا دوسرا
نصف عبد اللہ بن ابی راس المنافقین کے بارے میں مدینہ میں نازل ہوا اور اس کی سات
آیات ہیں۔ سورت القریش میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا اطعمھم من جوع یعنی اللہ
نے ساکنان حرم کو بھوک میں کھانا دیا اور اس سورت میں اس شخص کی مذمت کی ہے جو
مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا ارشاد ہے ولا یحض علی طعام المسکین اور
پچھلی سورت میں رب البیت کی بندگی کا فرمایا اور اس سورت میں اپنی نمازیں بھولے
ہوؤں کی مذمت کی ہے اور یہ کہ اللہ نے قریش کو بے شمار نعمتیں عطا کیں مگر وہ بعثت
جزا و سزا پر ایمان نہ لاتے تھے تو اس سورت میں جزا سے خوف دلانے کے لیے اور عذاب
سے ڈرانے کے لیے ان کا تعاقب فرمایا ہے۔

مختصر تفسیر سورہ الماعون پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ ؕ — بھلا دیکھو تو جو دین کو جھٹلاتا ہے پھر

فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۙ — وہ وُہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے

وَ لَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ؕ — اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا۔

(اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ ؕ) بھلا دیکھو تو جو دین کو جھٹلاتا ہے۔
استفہام میں سامع (سننے والے) کے لیے شوق دلانا ہے کہ جھٹلانے والے کو پہنچانے

اور اس میں دین داروں کے لیے وجوب ہے کہ اس مکذب (جھٹلانے والے) سے اور اس کے فعل سے احتراز کریں۔ اور اس میں تعجیب بھی ہے اور خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر اس شخص کے لیے جو اس کی اصلاح چاہتا ہے اور رویت بمعنی معرفت (پہچان ہے) اَلَّذِیْ یُکَذِّبُ سے مراد اگر الذی عہدی ہے تو المکذب (خاص جھٹلانے والا) ہے جیسا کہ شان نزول میں ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل سہمی یا بقول مقاتل ولید بن مغیرہ کے بارے میں اُتری اور اگر الذی جنسی ہے تو مراد ہر وہ شخص ہے جو دین کو جھٹلانے والا ہے دین سے مراد الجزاء (بدلہ۔ صلہ) ہے اور یہ ایک معنی ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کما تدین تدان، مجاہد کا قول ہے دین کے معنی حساب کے ہیں یا پھر اسلام مراد ہے جیسا کہ مشہور ہے اور ایک قول ہے کہ دین کے معنی حق ہیں۔

(فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝) پھر وہ وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا کہا گیا ہے کہ فاف سببیہ ہے اور جو اس کے مابعد (پیچھے ہے) وہ اس شخص کی معرفت کے بارے میں رغبت و شوق دلانے والا ہے جو اس کا سبب ہے اور جس پر کہ سابق کلام دلالت کر رہا ہے اور ایک قول ہے کہ شرط محذوف کے جواب میں واقع ہے کیونکہ ذلك بتداء ہے اور "الذی" موصول اس کی خبر ہے اور اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے هل عرفت الذی یکذب بالجزاء او بالاسلام ان لم تعرفه فذلك الذی یکذب بذلك هو الذی یدع الیتیم ای یدفعه دفعا عنیفا ویزجره زجرا قبیحا۔ کیا آپ نے اس شخص کو نہیں پہچانا جو صلہ و بدلہ (جزاء) یا دین اسلام کو جھٹلاتا ہے اگر آپ نے اس کو ابھی بھی نہیں پہچانا تو وہ شخص وہ ہے جو اس امر کو جھٹلاتا ہے اور وہ شخص وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے یعنی تند خوئی و درشتی اور حقارت کے ساتھ دھکا دے کر ہٹاتا ہے اور انتہائی برے اور بھونڈے طریقے سے اس پر شدت و سختی (ظلم) کرتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حسن اور ابو رجاء اور یمانی نے یدع کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے جس کے معنی ہیں یترك الیتیم لا یحسن الیه و یجفوه یتیم کو چھوڑ دیتا ہے اس کے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کرتا اور اس پر ظلم و جفا کرتا ہے۔ ایک قول ہے کہ یتیم کو اس کا حق نہیں دیتا یا حق روکتا ہے۔ لغت میں دعّ کے معنی زور سے دھکا دینے کے ہیں یا چھوڑ دینے یا کسی چیز کے روکنے کے ہیں۔

(وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۝) اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا۔

(وَلَا يَحُضُّ) ای ولا یبعث احداً من اهله وغیرهم من المومنین۔

یعنی نہ تو اپنے اہل خانہ میں سے کسی کو اس کے لیے تیار کرتا ہے اور نہ ان کے علاوہ دوسرے افرادوں کو اس کا مشورہ دیتا ہے۔

(عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ o) الطعام ھٰھنا بمعنی الاطعام

یعنی کھانا کھلانا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ شخص چونکہ جزاء کا منکر و مکذب ہے نہ تو خود کسی کو کھانا کھلاتا ہے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے سے دلاتا ہے حد درجہ کا بخیل و کمینہ ہے۔

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ o الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ o الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ o وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ o

تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔ اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

(فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ o الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ o) تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز بھولے بیٹھے ہیں۔

فاء یا تو سببیہ ہے یا پھر جزائیہ ہے اگر سببی ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ پہلے حقوق العباد کا ذکر گزرا تو اب حقوق اللہ کا ذکر ہے اور جزائیہ ہو تو معنی یہ ہوں گے "ای اذا کان دع الیتیم والحض بھذہ المثابۃ فما بال المصلی الذی ھو ساہ عن صلاتہ التی ھی عماد الدین والفارق بین الایمان والکفر" یعنی جب یتیم کو دھکے دینا اور اس عظیم ثواب کے کام سے بے رغبت ہونا تکذیب دین کی علامت ہے اور باعث مذمت تو پھر اس نمازی شخص کا کیا حال ہوگا جو اپنی نماز سے غافل ہے جو کہ دین کا ستون اور ایمان کفر کے درمیان امتیاز کرنے والی ہے۔ "ویل" کے معنی ہلاک کے ہیں یعنی ان نمازیوں کے لیے بربادی ہے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں ایک قول ہے " ای غافلین غیر مبالین بھا حتی تفوتھم بالکلیۃ او یخرج وقتھا اولا یصلونھا کما صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والسلف ولکن ینقرونھا نقرا ولا یخشعون ویخبدون فیھا ویسھون وفی کل واد من الافکار الغیر المناسبۃ لھا یھیمون فیلعو احد ھو منھا ولا یدری ماقرأ فیھا۔" یعنی نمازوں سے غفلت کرنے والے اس کی پرواہ نہ کرنے والے یہاں تک کہ نمازیں ان سے بالکلیہ فوت ہو جائیں یا ان کا وقت نکل جاتے یا انہیں اس طرح نہ پڑھیں

جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین نے پڑھیں بلکہ وہ نمازوں کو جانوروں کے ٹھونگے مارنے کے طور پڑھتے ہیں (یا جلدی جلدی پڑھتے ہیں کہ حق نماز ادا نہ ہو) اور نمازوں میں خشوع (دلجمعی و خلوص) نہیں رکھتے اور ان میں تھکے تھکے ہوتے ہیں اور بے ہودہ قسم کے افکار و خیالات کی وادیوں میں گھومتے پھرتے ہیں جو نماز میں قطعاً نامناسب ہیں انہیں میں سرگرداں رہتے ہیں تو اس طرح کے نمازیوں میں سے جب کوئی نماز سے سلام پھیرتا ہے تو اُسے پتہ (معلوم) ہی نہیں ہوتا کہ اس میں کیا پڑھا یا پڑھا گیا۔ تو ایسے لوگوں کے لیے "ویل" ہے۔ سہو (ساھون) سے مُراد یہی باتیں ہیں جن کا ذکر گزرا اور ایک قول ہے کہ ساھون سے مراد منافق ہیں جو خلوت میں عدم اعتقاد کی وجہ نماز نہیں پڑھتے مگر مومنوں کے سامنے نمازی بنتے ہیں اور نماز کی طرح اٹھ بیٹھ لیتے ہیں لیکن حقیقت نماز سے کمل غافل اور ظاہر مُراد دکھاوے کے نمازی ہیں۔ مومنوں کو اگر نمازوں میں وسوسہ وغیرہ آئیں تو اللہ سے پناہ مانگیں انہیں دفع کریں اگر پھر بھی نہ ہو تو معاف ہے۔

(الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝) وہ جو دکھاوا کرتے ہیں

الناس فیعملون حیث یروا الناس دین وهـو طلبا للثناء علیهـو

وہ لوگ جو دوسرے کو دکھانے کے لیے عمل کرتے ہیں جب لوگ انہیں عمل کرتا دیکھیں اس خواہش کے ساتھ کہ اس پر ان کی تعریف کی جائے۔ حالانکہ ریا شرک ہے اور ارشاد نبوی ہے جس نے دکھلاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کا ارتکاب کیا اور ایک حدیث میں ہے۔ ریاء اعمال کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔

(وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝) اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

ای الزکوة کما جاء عن علی کرم اللہ وجهه الکریم و ابنه محمد بن الحنفیه وابن عباس وابن عمر و زید بن اسلو والضحاک وعکرمه۔

جیسا کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے فرزند محمد بن حنفیہ اور ابن عباس اور ابن عمر اور زید بن اسلم اور ضحاک اور عکرمہ سے منقول ہے کہ مُراد اس سے زکوٰۃ ہے الماعون المعن سے بروزن فاعول ہے وھوالشئ القلیل اور اس مُراد تھوڑی سی چیز ہے الماعون سے مراد زکوٰہ اسی لیے ہے زکوۃ مال میں تھوڑی ہوتی ہے۔ محمد

بن کعب اور کلبی کا قول ہے المعروف کلہ ہر وہ تھوڑی یا معمولی شئ جو معروف معلوم ہے، ابنِ مسعود سے ایک جماعت نے روایت کی ہے ای ما یتعاورہ الناس بینھم من القدر والدلو والفاس ونحوھا من متاع البیت" یعنی وہ چھوٹی چھوٹی یا معمولی چیزیں ہیں جن کی لوگوں کو باہم ضرورت پڑتی ہے جیسے ہنڈیا اور ڈول اور کلہاڑا اور اسی قبیل کی گھریلو سامان کی چیزیں۔ بعض کا قول ہے کہ مراد پانی، نمک اور چولہا جلانے کے لیے آگ وغیرہ ہیں۔ مستحب ہے کہ ایسی اشیاء اپنی حاجت سے زیادہ رکھے تاکہ دوسروں کے کام آئیں اور جب ہمسایوں وغیرہ ہو تو خوشدلی سے انہیں عاریتاً دیں۔

الحمد للہ آج سورت الماعون پوری ہوئی
۱۲ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۲ جولائی ۱۹۹۵ء

سورۃ الکوثر مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع تین آیات ۔ سترہ کلمات اور ستر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الکوثر پ ۳۰

اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ	اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔
فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ	تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔
اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ	بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

حل لغات سورۃ الکوثر پ ۳۰

انا ۔ بیشک ہم نے	اعطینٰک ۔ دی آپ کو	الکوثر ۔ بہت بھلائی	فصل ۔ تو نماز پڑھ
لربک ۔ اپنے رب کے لیے	و ۔ اور	انحر ۔ قربانی کر	ان ۔ بیشک
شانئک ۔ تیرا دشمن	ھو ۔ وہی ہے	الابتر ۔ ہر بھلائی سے محروم	

سُورت الکوثر

ابنِ عباس اور کلبی اور مقاتل کے قول کے مطابق سورت الکوثر مکی ہے اور البقاعی کا قول ہے کہ اس سورت کا نام سورت النحر بھی ہے اور بحر میں یہ جمہور کی طرف منسوب کہ یہ سُورت مدینہ ہے اور حسن، عکرمہ، قتادہ اور مجاہد کے نزدیک بھی یہ مدنی ہے اور الاتقان میں سیوطی نے اسے درست کہا ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں مدنی ہونے کو ہی ترجیح دی ہے اس کی بالاتفاق تین آیات ہیں، امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے سنن میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نیند کی مانند حالت طاری ہوئی پھر آپ نے تبسم فرماتے ہوئے سر اٹھایا اور ارشاد فرمایا کہ ابھی مجھ پر ایک سورت اتری ہے تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورت الکوثر کے آخر تک پڑھا۔ اس حدیث سے اس سورت کا مدنی ہونا واضح ہے جبکہ اخبار نزول مختلف ہیں خفاجی نے لکھا ہے کہ یہ سورت دو مرتبہ اتری یعنی ایک مرتبہ مکہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ میں اتری بیہقی نے ابنِ شبرمہ سے روایت کی ہے قرآن حکیم میں اس سورت سے کم آیات والی کوئی سورت نہیں اور یہ قرآن حکیم کی اقصر (سب سے مختصر یا چھوٹی) سورت ہے ابنِ جریر نے ابن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے کہا چوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا اور وہ ابتر ہیں تو اللہ نے اس کے بارے میں سورت الکوثر میں فرمایا ان شانئک ھو الابتر ۰ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اس آیت کا نزول عاص بن وائل سہمی کے بارے میں ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہتا تھا ابن المنذر نے عکرمہ سے اور بغوی نے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے ان روایات کے مطابق سورت کا مکی ہونا قرار پاتا ہے بزار نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ یہود مدینہ کا سردار کعب بن اشرف مکہ میں آیا تو قریش نے کہا کہ تم اپنے قبیلے کے سردار ہو اس شخص کو کیوں نہیں دیکھتے جو ہم سے کٹ گیا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہم بڑے ہیں حالانکہ ہم حاجیوں کے خادم اور ساقی ہیں اور کعبہ کے مجاور ہیں کعب نے قریشیوں سے کہا تم ان سے بہتر ہو تو اس پر سورت الکوثر

کی آیات کا نزول ہوا۔ اس حدیث سے سورت کا مدنی ہونا ظاہر ہے طبرانی، ابن مردویہ نے ابوایوب سے روایت کی ہے کہ جب ابراہیم بن رسول اللہ کی وفات ہوئی تو مشرکوں میں سے بعض بعض کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ بے شک یہ صابی آج رات ابتر ہو گیا تو اللہ نے یہ سورت نازل کی۔ ابنِ سعد اور ابن عساکر نے کلبی کے طریق پر بروایت ابی صالح ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اکبر قاسم کا وصال ہوا تو عاص بن وائل سہمی نے کہا "قد انقطع نسلہ فھو ابتر" بے شک اس کی نسل منقطع ہو گئی تو وہ ابتر ہے۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل کی ان شانئك ھو الابتر۔ جمہور کے نزدیک یہ مدنی ہی ہے کہ اس میں قربانی اور نماز عید کا حکم ہے جو مدینہ میں ہونا ہی صحیح ہے اور اگر کہا جائے کہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مزدلفہ میں فرض نماز پڑھنا اور قربانی کرنا مراد ہے تو بھی یہ سورت مدنی ثابت ہوتی کہ حج کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ اور ابنِ عباس کی روایت جسے محدث بزار نے نقل کیا بلحاظ سند عمدہ ترین ہے اور صواب ہے جس سے اس سورت کا مدنی ہونا ظاہر ہے لیکن جو روایتیں مکی ثابت کرتی ہیں سند میں اس قدر قوی نہیں اور مجھے خفاجی کا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے جیسا کہ سورت الماعون اور سورت الکوثر کی مناسبت میں بھی اس امر کی دلالت ہو رہی ہے سورت الماعون مفسرین کے مطابق نصف مکی اور نصف مدنی ہے سورت الکوثر گویا سورت الماعون کے مضامین میں بالمقابل ہے الماعون میں اللہ نے منافق شخص کا ذکر چار باتوں سے کیا بخلؔ، ترکؔ الصلوۃ، ریؔا ء اور زکوٰۃؔ کا روکنا جبکہ سورت الکوثر میں بخل کے مقابل خیر کثیر (الکوثر) اور ترک الصلوٰۃ کے مقابل فصل لربك یعنی مداومت صلوٰۃ اور ریاء کے مقابل لربك ای لرضا لا للناس یعنی لوگوں کے لیے نہیں بلکہ صرف رضاء الٰہی کے لیے نماز پڑھو اور منع الماعون (زکوٰۃ وغیرہ کا روکنا) کے مقابل وانحر یعنی اونٹ کی قربانی کر دیعنی قربانی کے گوشت کا تصدق ہو تو ان میں یہی عجیب مناسبت ہے جس سے کفار مکہ اور منافقین مدینہ کی مذمت ہوئی اور اس سورت میں بھی دونوں گروہوں کا ذکر ہے کفار کا اور یہود کا جن کی اکثریت منافق تھی لہٰذا یا تو یہ سورت دو مرتبہ اتری یا مابق کی شکل کچھ حصہ مکہ میں اور کچھ حصہ مدینہ میں گزرا بالخصوص ان شانئك ھو الابتر مکہ ہی میں اترا یا پھر فریقین کے باہم ملتے ہوئے اقوال وحال کے پیش نظر دوسری مرتبہ مدینہ میں اتری۔ واللہ اعلم۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الکوثر پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥
اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ٥ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ٥ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ٥

اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے

(اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ٥) اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

حسن، طلحہ، ابن محیصن اور الزاعفرانی اَنْطَیْنَاکَ پڑھا ہے اور تبریزی کا قول ہے کہ یہ قریش کے اگلے لوگوں کی لغت ہے اور بعض قراء کے نزدیک یہ بنی تمیم اور اہل یمن کی لغت ہے اور یہ کسی شئے میں ابدال صناعی میں سے نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات میں سے ہے الید العلیاء المنطیہ والید السفلی المنطاۃ اور اوپر والا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ لینے والا ہے (انّا اعطینک) بے شک ہم نے آپ کو عطا فرما دیا اعطیناک فعل ماضی ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے سنعطیک نہ ارشاد فرمایا جس سے اس امر پر دلالت ہو رہی ہے کہ یہ عطا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وجود عنصری سے قبل ہی ہو چکی تو اب آپ کو ظہور وجود کے بعد آپ کو کیوں نہ عطا فرمائیں گے اور یہ سب محض وفضل و احسان ہے اور یہ عطا بے سبب ہے اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدگی کا مقتضی اور حاصل معنی ہے اگر یہ واہمہ پیدا ہو کہ عطا تو سب کو وجود عنصری سے قبل ہی ہوئی اور ان کی تقدیر میں لکھا گیا تو فضیلت صرف زیادتی عطا کی ہوگی نہ کہ عطا میں سب سے اوّل ہو گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف نبوت اور کمالات عظیمہ اس عالم میں ظاہر کئے گئے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح قدسیہ نے آپ سے استفاضہ کیا جب کہ ان کی نبوت علم الٰہی میں تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کنت نبیا وادم بین الروح والجسد (ترمذی) میں تب بھی نبی تھا جب آدم روح وجسم کے درمیان تھے اور بوصیری نے کیا خوب کہا ہے

انہٗ شمس فضلٍ ھم کواکبھا

یظھرن انوارھا للناس فی الظلم

بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضل و شرف کا آفتاب تھے اور حضرات انبیاء علیہم السلام آپ کے حضور تاروں کی مانند تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کریمہ تاریکیوں میں پڑے لوگوں کے لیے اجالا ہوکر ظاہر ہوئے۔

(الکوثر) کشاف میں ہے کہ کوثر بروزن فوعل جس کے معنی کثرت کے ہیں اور اس میں مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ بہت زیادہ بکثرت بکثرت کسی بدو کا لڑکا سفر سے واپس لوٹتا تو لوگوں نے کہا کہ تمہارا لڑکا کیسے لوٹا تو اس نے کہا "جاء بالکوثر" یعنی بڑی زیادہ بھلائی کے ساتھ لوٹا ہے عین المعانی میں ہے کہ کوثر بروزن فوعل کثرت سے ہے جیسے جہر سے جوہر اور نفل سے نوفل اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں ان کے نزدیک الکوثر ہیں الی جنتی ہے اور حوض کوثر بھی اس نعمت وافرہ کا حصہ ہے کوثر کے بارے میں بہت سے اقوال آئے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) جمہور مفسرین کے نزدیک کوثر سے مراد جنت کی نہر ہے امام احمد، مسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ھل تدرون ماالکوثر" کیا تمہیں علم ہے کہ الکوثر کیا ہے اصحاب نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں ارشاد فرمایا ھو نھر اعطانیہ ربی فی الجنتہ وہ ایک نہر ہے جنّت میں جو مجھے میرے پروردگار نے عطا فرمائی۔ بخاری میں حضرت عائشہ سے انا اعطینٰک الکوثر کی تفسیر میں بھی یہی منقول ہے۔

(۲) بخاری و مسلم نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت میں ایک نہر دیکھی جس کے دونوں کناروں پر موتی کے خیمے تھے میں نہر میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو گویا اس کی مٹی خالص مشک ہے میں جبریل سے پوچھا کیا ہے تو انہوں نے کہا یہی وہ نہر کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا کیا۔

(۳) امام احمد اور ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوثر جنّت میں ایک نہر ہے جس کے کنارے سونے کے ہیں اور پانی موتیوں کی زمین پر بہتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نہر کی زمین زبرجد اور یاقوت کی ہے۔

(iv) ایک قول ہے کہ کوثر سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مبارکہ علیہ ہے اس لیے کہ یہ اُس شخص کے قول کے رَدّ میں ہے جس نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو " ابتر " کہا تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آپ کو کثرت اولاد کی خوشخبری دی۔

(v) بعض علماء کا قول ہے کہ مراد خیر کثیر ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب ہم نے آپ کو دونوں جہان میں اتنی بھلائیاں عطا فرمائی ہیں کہ ان کی کوئی حد نہیں اور آپ کے سوا کسی کو اتنا نہیں دیا گیا۔

(vi) ابو بکر بن عباس کا قول ہے کہ کوثر سے مُراد امت کی کثرت ہے۔

(vii) حسن بصری کا قول ہے کہ کوثر سے مراد قرآن ہے جو تمام خیرات و برکات و فضائل کا جامع ہے اور جس کے انوار و برکات کی کثرت کی کوئی حد نہیں۔

(viii) امام جعفر الصادق کا قول ہے ھو نور قلبہ صلی اللہ علیہ وسلم الکوثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کے انوار ہیں۔

(ix) عکرمہ کا قول ہے کہ مُراد نبوت ہے۔

(x) ایک قول ہے کہ الکوثر سے مراد " ھو العلم والحکمۃ " علم و حکمت کی کثرت ہے

(xi) ایک قول ہے کہ اعدائے دین پر غلبہ اور فتوحات کی کثرت مراد ہے۔

(xii) ایک قول ہے کہ مراد علماء امت کی کثرت ہے جو ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرماتے رہیں گے۔

(xiii) ایک قول ہے کہ الکوثر سے مراد شفاعت کی کثرت اور مقام محمود ہے۔

(xiv) سہل بن عبداللہ تستری کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب ہم نے تمہیں وحدت کے ساتھ کثرت، علم توحید کی تفصیلات اور اپنی بے مثل تجلی کے ساتھ عین کثرت میں شہود وحدت کی معرفت عطا فرمائی اور یہ تجلی کوثر جنت کی مانند ہے کہ جو بھی ایک مرتبہ اس سے پانی پیئے گا تو کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔

غرضیکہ حضرات علماء نے جو کچھ اپنے نور باطن سے مشاہدہ کیا بیان فرمایا ہے وگرنہ تمام مخلوق کا علم کوثر کی حقیقت تک رسائی نہیں رکھتا اور یہ سب کچھ جو گزرا اس بحر عطا کا ایک قطرہ ہے

(فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝) تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو

لترتيب ما بعدها على ما قبلها فان اعطاءه تعالى اياه عليه الصلاة والسلام ماذكر من العطية التى لم يعطها احدا من العالمين مستوجب للماموربه اى أى استيجاب اى فدم على الصلاة لربك الذى افاض عليك ما افاض من الخير خالصا لوجهه عزوجل خلاف الساهين عنها المرائين فيها اداء لحق شكره تعالى على ذلك فان الصلوة جامعة لجميع اقسام الشكر

ترتیب مضمون کے طور پر ہے جو اس کے بعد ہے اس سے جو پہلے گزرا تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے بے شمار خوبیاں عطائیں جیسا کہ عطیہ کے ذکر (الکوثر) میں سے گزرا جو جہانوں میں کسی ایک کو ہرگز نہ دیا گیا تو یہ عطیہ ماموربہ (جس کو حکم دیا گیا ہے) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم وواجب ٹھہراتا ہے کہ تعمیل ارشاد کریں (قبول کریں) یعنی اپنے پروردگار کے لیے ہی خالصتاً نماز پر مداومت فرمائیں جس ذات کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان انعامات کی کثرت فرمائی جو بھلائی کی کثرت اور خیر ہی خیر ہے برخلاف ان لوگوں کے جو نماز کو بھولے بیٹھے ہیں اور دکھاوا کرنے والے ہیں اس میں اس نعمت پر حق سبحانہ وتعالیٰ کے شکر کی ادائیگی ہے بلاشبہ نماز شکر کی تمام قسموں کی جامع ہے۔ خفاجی کا قول ہے کہ کوثر بمعنی خیر کثیر ہے اور فاء ف سببیہ ہے تو تم اس نعمت عظیمہ اور عطاء جلیلہ پر شکر کے طور نماز پڑھو مجاہد، عطاء اور عکرمہ کا قول ہے " المراد صلاۃ الصبح بمزدلفۃ والنحر بمنیٰ" نماز سے مُراد مزدلفہ میں صبح کی نماز ہے اور والنحر سے مُراد منیٰ میں قربانی ہے ایک قول ہے کہ فَصَلِّ سے مُراد عید کی نماز ہے اور قربانی سے اس کا قبل ہونا واضح ہے۔

(اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝) بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے

(اِنَّ شَانِئَكَ) بے شک جو تمہارا دشمن ہے۔

ای مبغضك كائنا من كان یعنی جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت و دشمنی رکھتا ہے یا رکھنے والا ہے خواہ کوئی بھی ہو۔

(هُوَ الْاَبْتَرُ ۝) وہی ہر خیر سے محروم ہے

الذى لاعقب له لايبقى منه نسل ولاحسن ذكر واما انت فتبقى ذريتك وحسن صيتك وآثار فضلك الى يوم القيامة ولك يوم الآخرة مالايندرج تحت البيان۔

وہ شخص ہے جس کے پیچھے کوئی نہ ہوگا اور اس کی نسل و اولاد سے کوئی باقی نہ رہے گا اور نہ ہی اس کا اچھا تذکرہ رہے گا اور رہا اے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا معاملہ تو آپ کی ذریت باقی رہے گی (اور بکثرت ہوگی) اور آپ کی شہرت بتمام و کمال اچھائی کے ساتھ اور آپ کے فضل و شرف کے نشان و تذکرے قیامت تک باقی رہیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آخرت کے دن میں جو کچھ فضل و شرف، اعزاز و اکرام عظمت و شان ہے اس کا بیان ہی ممکن نہیں یعنی وہ اس کثرت کثیرہ کے ساتھ ہے کہ بیان اس کو محیط نہیں ہو سکتا۔ ایک قول ہے کہ اے محبوب جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں ساتھ ہی تمہارا ذکر ہوگا۔ تمہارا ذکر اذانوں میں گونجے گا اور منبروں پر بلند ہوگا اور قیامت تک علماء و ذاکرین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت ذکر کریں گے تم پر تمہارا رب، اس کے تمام فرشتے اور تمام مومنین درود و سلام کی کثرت کریں گے۔ اور رہی آخرت تو اے محبوب وہ تمہاری شان محبوبی کے اظہار و عظمت کا ہی حقیقی دن ہے۔ "شانئ" اسم فاعل ہے اور بعض نے کہا کہ ماضی کے معنوں میں ہے تو مطلب یہ ہے اگر کوئی بحالت کفر بغض رکھے پھر ایمان لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھے تو وہ اس وعید سے خارج ہے جیسا کہ بعض اکابر صحابہ کے معاملہ میں ہے کہ اول دشمن و مخالف تھے پھر ایمان لا کر جان نثار بن گئے اور ان کی نظروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شئے یہاں تک کہ اپنی جان سے بڑھ کر محبوب ہو گئے۔ اور حق یہ ہے کہ ایمان کی روح و اصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی تو ہے۔ اور جو محبت رسول سے محروم ہے وہ مومن ہی نہیں ہو سکتا۔ اللھم ارزقنا حب حبیبک المکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واحینا علیہ وامتنا علیہ واحشرنا معہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآلہ واصحابہ المحبین الصادقین رضی اللہ عنہم۔

الحمد للہ آج سورت الکوثر پوری ہوئی
۲۷ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۹۵ء

سورۃ الکافرون مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ چھ آیتیں۔ چھبیس کلمے اور چورانوے حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الکافرون پ۳۰

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ۝	تم فرماؤ اے کافرو۔
لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۝	نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو۔
وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۝	اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں۔
وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۝	اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا۔
وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۝	اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں۔
لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ ۝	تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔

حل لغات سورۃ الکافرون پ۳۰

قل۔ کہو	یایہا۔ اے	الکافرون۔ کافرو	لا۔ نہ
اعبد۔ میں پوجتا ہوں	ما۔ جو	تعبدون۔ تم پوجتے ہو	و۔ اور
لا۔ نہ	انتم۔ تم	عابدون۔ پوجتے ہو	ما۔ جو
اعبد۔ میں پوجتا ہوں	و۔ اور	لا۔ نہ	انا۔ میں
عابد۔ پوجوں گا	ما۔ جو	عبدتم۔ تم نے پوجا	و۔ اور
لا۔ نہ	انتم۔ تم	عابدون۔ پوجو گے	ما۔ جو
اعبد۔ میں پوجتا ہوں	لکم۔ تمہارے لیے	دینکم۔ تمہارا دین	و۔ اور
لی۔ میرے لیے	دین۔ میرا دین۔		

سورت الکافرون

سورت الکافرون جمہور اور ابن عباس کے نزدیک مکیہ ہے اور ابن مردویہ نے ابن الزبیر سے نقل کیا ہے کہ مدینہ ہے اس کی چھ آیات ہیں ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ اس سورت کا نام المقشقشۃ بھی ہے۔ جمال القراء میں ہے کہ اس سورت کا نام سورت العبادت اور سورت الاخلاص بھی ہے۔ پچھلی سورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاص کے ساتھ عبادت کا حکم گزرا اور اس سورت میں بھی وہی مضمون بہم ہے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بھائی جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ آپ انہیں بوقت خواب کسی امر کی تعلیم فرما دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ سورت تعلیم فرمائی، احمد، طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو سونے سے پہلے اس سورت کے پڑھنے کا حکم فرمایا جبکہ بیہقی نے شعب میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اس طرح ہی روایت کی ہے۔ ابو یعلی اور طبرانی نے ابن عباس سے مرفوعا روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "الا ادلکم علی کلمۃ تنجیکم من الاشراک باللہ تعالیٰ تقرؤن (قل یا ایہا الکفرون) عند منامکم" کہ تمہیں وہ کلمہ نہ بتاؤں جو تمہیں شرک باللہ سے نجات دے تو تم سورت الکافرون بوقت خواب پڑھا کرو۔ الدیلمی نے عبداللہ بن جراد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منافق سورت الضحیٰ اور سورت الکافرون نہیں پڑھتا اور سورت الکافرون اور سورت الاخلاص کی قرأت فجر کی سنتوں میں مسنون ہے جو افضل السنن ہے اور نماز مغرب کی بعد کی دو رکعتوں میں بھی ان کا پڑھنا مسنون ہے طبرانی نے اوسط میں ابن عمر سے مرفوعا روایت کی ہے اور الصغیر میں سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ سورت الکافرون کی قرأت کا ثواب ایک چوتھائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے "نعم السورتان مما یقران فی الرکعتین قبل الفجر قل یا ایہا الکافرون

وقل هو الله احد" دو سورتیں جو نماز فجر سے قبل کی دو رکعتوں میں پڑھی جاتی ہیں کیا ہی عجب ہیں وہ دونوں سورت الکافرون اور سورت الاخلاص ہیں۔ امام سیوطی کا قول ہے کہ قرآن حکیم اوامر و نواہی پر مشتمل ہے اور ان دونوں کا تعلق یا تو قلب (دل) کے ساتھ ہے یا پھر اعضاء و جوارح کے ساتھ تو یہ چار قسمیں ہوئیں اور یہ سورت قلب سے متعلق محرمات کی نہی پر مشتمل ہے تو اسی لیے یہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک قول ہے کہ قرآن حکیم کے مقاصد چار باتیں ہیں۔

(i) صفات توحید و الٰہیہ (ii) رسالت اور نبوات (اخبار) (iii) احکام (iv) المواعظ

اور یہ سورت اساس اول توحید سے متعلق ہے اور اسی وجہ سے یہ ربع قرآن کے برابر ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الکافرون پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝
لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ
اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝
وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝
وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝
لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝

تم فرماؤ اے کافرو۔
نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو
اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں
اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا
اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں
تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔

(قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝)

قَالَ اَجِلَّةُ المفسرين المراد بهم كفرة من قريش مخصوصون قد علم الله تعالى انهم لا ياتى الايمان ابدًا اخرج ابن جرير وابن حاتم وابن الانبارى فى المصاحف عن سعيد بن ميناء مولى ابى البخترى قال لقى الوليد بن المغيرة والعاصى بن وائل والاسود بن المطلب وامية بن خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا يا محمد فلتعبد ما نعبد ونعبد ما تعبد ونشترك نحن وانت فى امرنا كله فان كان الذى نحن عليه اصح من الذى انت عليه كنت قد اخذت منه خطا وان كان الذى انت عليه اصح من الذى نحن عليه كنا قد اخذنا منه خطا فانزل الله تعالى قل يا ايها الكفرون حتى انقضت السورة۔

بزرگ و متقدر مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد قبیلہ قریش کے وہ مخصوص کفار ہیں جن کے بارے میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ان میں سے کوئی بھی کبھی ایمان قبول نہ کرے گا۔ ابن جریر اور ابن حاتم اور ابن الانباری نے "المصاحف" میں سعید بن یمناء سے جو ابوالبختری کا غلام تھا روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل سہمی، اسود بن المطلب اور امیہ بن خلف نے ملاقات کی تو کہنے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو تم یوں کرو کہ تم اس کی بندگی کرو جس کی بندگی ہم کرتے ہیں اور ہم اس کی بندگی کرتے ہیں جس کی تم بندگی کرتے ہو اور ہم اور تم اپنے سارے معاملے میں اشتراک کر لیتے ہیں پھر اگر وہ صحیح ہو جس پر کہ آپ ہیں تو بلاشبہ آپ نے اس میں سے حصہ پا لیا اور اگر وہ جس پر آپ ہیں اس سے صحیح و درست ہے جس پر کہ ہم ہیں تو ہم نے اس میں سے حصہ پا لیا تو اللہ نے قل یا ایھا الکفرون اتاری یہاں تک کہ سورت پوری ہوئی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ قریش کے سرداروں میں سے سخت کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ایک سال آپ ہمارے دین کا اور ہمارے الٰہ کا اتباع کریں اور ایک سال ہم آپ کے دین کا اور آپ کے الٰہ کا اتباع کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں تو وہ بولے " فاستلم بعض الھتنا نصدقك و نعبد الٰھك " تو آپ اتنا ہی کر دیجئے کہ ہمارے بعض معبودوں (بتوں) کا بوسہ لے لیں ہم آپ کی تصدیق کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ان کے روبرو یہ سورت تلاوت فرمائی تو وہ اپنی داؤں میں مایوس و ناکام ہو گئے۔ یا ایھا کے ساتھ کفار کو ندا کیا گیا ہے ان سے طلب اقبال میں مبالغہ کے لیے ہے۔ ایک قول ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ کفار سب ایک ہی قوم ہیں۔ "قل" فرماتے ہیں گویا ارشاد ہے اے محبوب یا مُراد کہ حقیقت امر توحید بیان فرما دیجئے اور کافروں کے مکر کا پردہ چاک کر دیجئے کہ ایمان باللہ اور توحید کا عقیدہ ہی تو دین کی اساس ہے اس میں اشتراک کی دعوت کھلا فریب ہے اور دین حق سے مکابرہ ہے۔

(لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○) نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو

زمخشری کا قول ہے لا اعبد ارید بہ نفی العبادۃ فیما یستقبل کہ یہ فرمانا کہ میں پوجا نہیں کروں گا ان کی جنہیں تم (کفار) پوجتے ہو سے مراد عبادت کی نفی ہے کیونکہ کفار آئندہ زمانے

میں مشترک عبارت میں اتفاق چاہتے تھے تو مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ متفق اور مشترک نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ہوں گا۔

(وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ o) اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں۔

"وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ" لَآ اَعْبُدُ کے مقابل ہے یعنی اور نہ ہی تم آئندہ اُس کی بندگی کرنے والے ہو جس کی بندگی میں کرتا ہوں مَآ اَعْبُدُ میں ما مصدری ہے۔ موصولہ نہیں ہے۔ اور بندگی سے مراد اللہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی بندگی ہے۔

(وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ o) اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا

وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ o) اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں

یہ تکرار کلام ہے اور تکرار تاکید کو مفید ہے اور مخاطب کو سمجھانا مقصود ہے ایک قول ہے کہ کفار نے چوں کہ یہ کہا تھا کہ ایک سال آپ ہمارا اتباع کریں ایک سال ہم آپ کا اتباع کریں گے تو یہ تکرار اشتراک وقت کی وجہ سے ہے ایک قول ہے کہ تکرار میں اتحاد معبود اور اتحاد عبادت دونوں صورتوں کی پرزور نفی ہے۔

(لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ o) تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین

"لکم دینکم" قول باری تعالیٰ لا اعبد ما تعبدون اور ولا انا عابد ما عبدتم کی تقریر و بیان ہے اور "ولی دین" ولا انتم عابدون ما اعبد کی تقریر و بیان ہے گویا یہ دونوں جملے خبریہ ہیں کہ جس دین پر مخاطب کفار ہیں وہ کبھی اُسے نہ چھوڑیں گے اور جس دین پر میں ہوں بفضلہ تعالیٰ میں ہرگز اس کو نہیں چھوڑوں گا۔ بعض علماء نے کہا کہ اس آیت سے جہاد کی ممانعت نکلتی ہے کہ کفار کو ان کے کفر پر چھوڑا گیا اس لیے یہ آیت قتال سے منسوخ ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ ایسا تو کفار کی تجویز کے جواب میں ارشاد ہے اور اس کے بعد نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت ارشاد ترک کی اور نہ ہی کفار مخالفت و عداوت اور ایذا رسانی سے باز رہے تو جہاد کی ممانعت کہاں ہے۔ ایک قول ہے جو بہت درست معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ "دین" کے معنی جزاء اور بدلے و صلے کے ہیں لہٰذا معنی یہ ہیں کہ تمہارے عقیدہ و اعمال کا بدلہ تمہارے مطابق ہوگا اور میرا میرے عقیدہ و عمل کے مطابق ہوگا۔

الحمد للہ آج سورت الکافرون پوری ہوئی

۲۶ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۹۵ء

سورۃ النصر مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ تین آیات۔ سترہ کلمے اور ستر حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ النصر پ ۳۰

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ ۝	جب اللہ کی مدد اور فتح آئے۔
وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۝	اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔
فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ۝	تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

حل لغات سورۃ النصر پ ۳۰

اذا۔ جب	جاء۔ آئے گی	نصر۔ مدد	الله۔ اللہ کی
و۔ اور	الفتح۔ فتح	و۔ اور	رایت۔ دیکھے گا تو
الناس۔ لوگوں کو	یدخلون۔ داخل ہوتے	فی۔ بیچ	دین۔ دین
الله۔ اللہ کے	افواجا۔ فوج فوج	فسبح۔ تو پاکی بول	بحمد۔ ساتھ حمد
ربک۔ اپنے رب کے	و۔ اور	استغفرہ۔ بخشش مانگ	ہ۔ اس سے
انہ۔ بیشک وہ	کان۔ ہے	توابا۔ توبہ قبول کرنے والا۔	

سورت النصر

سورت النصر مدنی ہے اور اس میں تین آیات ہیں اس سورت کا نام اذا جاء بھی ہے عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے سورت التودیع ہے کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور دنیا سے رخصتی کا اشارہ ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حین نزلت نعیت الی نفسی" جب یہ سورت نازل ہوئی تو مجھے اپنی وفات کی اطلاع دی گئی اور بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ جب یہ سورت اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور اُن سے فرمایا بلاشبہ میری رخصتی کی اطلاع آچکی تو وہ رونے لگیں پھر مسکرانے لگیں تو اُن سے مسکرانے کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا جب آپ نے مجھے اپنی وفات کی اطلاع وخبر دی تو میں رونے لگی پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ میرے اہلِ بیت میں سے سب سے پہلے تم ہو گی جو مجھ سے بعد وفات ملوگی تو میں مسکرانے لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس سورت سے آپ کی تودیع (رخصتی) سمجھ لی تھی اور اس سورت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ وداع ہونے والے ہیں اور باقوال صحیح اس کا مدنی ہونا واضح ہے بیہقی نے ابنِ عمر سے روایت کی ہے کہ یہ سورت ایام تشریق میں منٰی میں اتری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حجۃ الوداع میں تھے ابنِ جریر اور ابن المنذر نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا بخدا اس سورت کے نزول کے بعد دو سال سے بھی کم عرصہ دنیا میں رہے پھر آپ نے پردہ فرمایا ابن مردویہ نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن کی سورتوں میں سب سے آخر یہی سورت نازل ہوئی اور اس سورت میں بت پرستوں کے اضمحلال کا واضح اشارہ ہے اور اللہ کے دین کے غلبہ و ظہور کا اعلان ہے اور یہی پچھلی سورت سے مناسبت کو واضح ہے ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سورت النصر چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ النصر پ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

(اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝) جب اللہ کی مدد اور فتح آئے۔

(اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ) ای اعانۃ تعالٰی و اظہارہ ایاک علی عدوک

یعنی جب حق سبحانہٗ وتعالٰی کی مدد آپ کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر آپ کا غلبہ بخوبی ظاہر ہو گیا بعض علماء کا قول ہے کہ اِذَا بمعنی اذ) ہے لیکن یہ جب درست ہو گا اگر سورت کا نزول فتح مکہ کے روز یعنی ۸ ہجری رمضان میں مانا جائے۔ نقاش نے ابن عباس سے بیان کیا ہے ان النصر ھو صلح الحدیبیۃ بے شک "نصر" سے مراد صلح حدیبیہ ہے جو سنہ ۶ھ کے آخر میں ہوئی ایک قول ہے کہ مراد نصر سے وعدۂ نصرت ہے جو فتح مکہ سے قبل عطا ہوا تھا۔

(وَالْفَتْحُ) عن عائشۃ ان المراد بہ فتح مکۃ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ مجاہد سے بھی یہی مروی ہے اور جمہور کے نزدیک یہی ہے صواب ہے اور فتح مکہ رمضان ۸ ہجری میں واقع ہوئی اور اس غزوہ میں مہاجرین و انصار اور دیگر قبائل عرب میں سے دس ہزار افراد شریک تھے الکلیل میں ہے بارہ ہزار تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے تھے۔ طبرانی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز ارشاد فرمایا یہی ہے وہ جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا پھر پڑھا اذا جاء نصر اللہ والفتح ایک قول ہے کہ اس سے مراد عام فتوحات اسلامیہ

ہیں لیکن فتح مکہ تو ام الفتوحات ہے۔ فتح مکہ کی تفصیل کتب تاریخ و سیر میں مذکور ہے اور طالب کو چاہیے کہ وہاں دیکھے۔

(وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ٥) اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔

والظاھر ان الخطاب فی رأیت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم والرؤیۃ بصریۃ او علمیۃ لمفعولین والناس العرب دین اللہ ملۃ الاسلام التی لا دین لہ تعالیٰ یضاف الیہ غیرھا والافواج جمع فوج وھو علی ما قال الراغب الجماعۃ المارۃ المسرعۃ۔

اور ظاہراً یہ ہے کہ "رَاَیْتَ" میں خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور رویت سے مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے یا پھر رویت سے مراد علم ہے تو الناس اور یدخلون دونوں مفعول ہوں گے اور "الناس" سے مراد عرب کے لوگ ہیں اور "دِیْنِ اللّٰہِ" سے مراد ملت اسلام ہے کہ اس کے علاوہ اللہ کے لیے کوئی دین نہیں اور دین اللہ کی طرف مضاف ہے جو دین کی عظمت پر دلالت کر رہا ہے۔ دین اللہ میں فوج در فوج داخل ہونے سے مراد ہے جماعات کثیرۃ اسلامھم من غیر قتال وقد کان ذلک بین فتح مکہ وموتہ علیہ الصلاۃ والسلام۔ بکثرت گروہ اور جماعتیں، ان کا اسلام لانا بغیر قتال کے ہوگا اور ایسا فتح مکہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے درمیان ہوا۔ جبکہ فتح مکہ سے قبل ایک ایک دو دو شخص مسلمان ہوتے تھے بخاری نے عمرو بن سلمہ سے روایت کی ہے جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم اپنے اسلام کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سبقت کرنے لگے۔ الناس سے مراد ایک قول کے مطابق اہلِ عرب کے بت پرست جیسے اہلِ مکہ اور طائف اور یمن اور ہوازن وغیرہ ہیں۔ عکرمہ اور مقاتل کا قول ہے کہ الناس سے مراد اہلِ یمن کا وفد ہے جو سات سو افراد پر مشتمل تھا جو اسلام لائے۔ ابنِ جریر نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ ہم مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر جاء نصر اللہ والفتح وجاء اھل الیمن اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے اللہ کی مدد اور فتح آ گئی اور اہلِ یمن آ گئے عرض کیا گیا کہ اہلِ یمن کون ہیں ارشاد فرمایا قوم رقیقۃ قلوبھم لینۃ طاعتھم الایمان

یمان والفقہ یمان والحکمۃ یمانیۃ۔ ایسی قوم جن کے دل خوب نرم ہیں اور ان کی طاعت ایمان کے لیے نرم بابرکت ہے یعنی جلد اثر قبول کرنے والی اور ان کی سمجھ بابرکت ہے اور حکمت تو یمن میں ہے۔ اور بخاری ومسلم میں عکرمہ سے مرسلاً منقول ہے کہ ایمان تو یمین میں ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اے محبوب مکرم آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔

(فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ) تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو

ای فنزہ تعالیٰ بکل ذکر یدل علی التنزیہ حامداً لہ جل وعلا زیادۃ فی عبادتہ والثناء علیہ سبحانہ لزیادۃ انعامہ سبحانہ علیک فالتسبیح التنزیہ لا التلفظ بکلمۃ سبحان اللہ۔

یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی پاکی بیان کرو ہر ذکر کے ساتھ جو اس کی ثنا و تعریف پر دلالت کرے اور خالص حق سبحانہٗ عزوجل شانہ کے لیے عبادت میں زیادتی رکھ کر (تسبیحئے اور اللہ پاک کی پاکیزگی کا ذکر اس لیے بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کی خوب برسات و زیادتی ہو تو تسبیح سے مراد صرف الفاظ کے ساتھ سبحان اللہ کا کلمہ کہہ کر پاکی بولنا ہی مراد نہیں بلکہ ہر نوع حمد و ثنا مقصود ہے جس سے نعمت باری پر اظہار شکر ہو۔ صحیحین میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رکوع و سجود میں بکثرت کہتے تھے سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی ایک قول ہے کہ مراد اظہار عاجزی اور تواضع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس عظمت کے ساتھ فتح مکہ عطا ہوئی کوئی سوچ نہیں سکتا تھا تو اس عظیم نصرت و فتح کے حصول اور کثیر جماعتوں کے اسلام میں دخول پر تواضع اختیار کیجئے حاکم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فتح مکہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شان کے ساتھ داخل مکہ ہوئے کہ آپ کا سر وسط کجاوہ پر عجز وانکساری سے جھکا ہوا تھا۔

(وَاسْتَغْفِرْهُ) اور اس سے بخشش چاہو

ای اطلب منہ ان یغفرلک

یعنی اپنے پروردگار سے اپنے لیے بخشش مانگئے۔ حضور تو مغفور تھے تو یہاں ان یغفرلک کا مطلب تو یہ ہے ای واستغفر لامتک یعنی آپ اپنی امت کے لیے

بخشش مانگئے کہ خطاب میں لک سے مراد امت ہی ہے۔ ایک قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائماً ترقی درجات پر فائز ہیں تو آپ کا استغفار کرنا ان معنوں میں ہے کہ بلند سے بلند تر درجہ کے لیے جو آپ کی نظر شریف میں ترقی سے قبل خلاف اولیٰ ہوتا ہے اس پر استغفار کیجئے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے انہ لیغان علی قلبی کہ میرے دل پر بھی ایک حجاب ہوتا ہے تو میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں تو گویا یہ استغفار حصول ترقی پر ترقی کا ایک ذریعہ ہے اور پچھلی حالت میں اگلی حالت کی طرف جانے میں اعتراف نعمت ہے اور زیادتی نعمت پر معاون ہے اور غفر کے معنی ڈھا پنے کے ہیں تو بہ استغفار کا ذکر اس پردہ کے اٹھنے کا موجب ہے جو ترقی درجات کے درمیان عارضی طور پر حائل ہوتا ہے اور نبی کے لیے یہ بات بھی استغفار کا موجب ہے میں کہتا ہوں کہ استغفار کی یہ توجیہ خوب ہے اور قرآن حکیم اس طرف مشیر ہے جیسا کہ قول باری ہے وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ اور آپ کا پچھلا آپ کے لیے پہلے سے بہتر ہے۔ صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری زمانے میں سبحان اللہ واتوب الیہ کی کثرت فرماتے تھے

اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ای منذ خلق المکلفین ای مبالغاً فی قبول توبتھم فلیکن المستغفر التائب متوقعاً للقبول۔ یعنی جب سے اللہ نے مکلفین کو پیدا کیا (وہ جو عمل کی تکلیف دیئے گئے جیسے انسان اور جن) وہ بخشش مانگنے والوں کو بخشش عطا کرنے والا ہے اور ان کی توبہ قبول کرنے والا ہے تو بخشش مانگنے والے اور توبہ کرنے والے کو قبول توبہ و مغفرت کی پوری توقع رکھنی چاہیے۔ تواب صفت باری ہے اور تمام صفات باری تعالیٰ ذات حق سبحانہ، وتعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں وہ تخلیق مکلفین سے قبل بھی تواب تھا مگر شان عظمت کا ظہور مستغفرین اور تائبین کی خلقت و وجود کے ساتھ ہوا جب کہ معتزلہ اس کے منکر ہیں اللہ موجودات سے قبل بھی تواب تھا اور جب موجودات ہیں وہ تواب ہے اور جب موجودات ممکنات معدوم ہو جائیں گے وہ جب بھی تواب ہے وہ کسی کا محتاج نہیں سب اسی کے محتاج ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ استغفار جب فائدہ بخش ہے جب توبہ کے ساتھ ہو۔ ابن رجب کا قول ہے کہ مجرد استغفار بھی توبہ ہے جبکہ دعا کے ساتھ طلب مغفرت بھی ہو۔ توبہ کے تین درجے ہیں ندامت، انابت، توبۃ النصوح اوّل گناہوں پر شرمساری دوم گناہوں کا ترک

اور اللہ کی طرف رجوع اور سوم گناہوں کی طرف پلٹنے سے بچنا اسی طرح جس طرح بکری کے تھنوں سے نکلا دودھ واپس نہیں ہو سکتا۔ سچی توبہ یہ ہے کہ پچھلے گناہوں پر معافی مانگے، آئندہ بچے اور جن گناہوں کی تلافی یا ادائیگی ضروری تھی یا ہے تو ان کی تلافی اور ادائیگی کے لیے سعی بلیغ کرے، قضا نمازیں پڑھے غیر ادا شدہ زکوٰۃ ادا کرے اور متروک روزے رکھے اور غصب شدہ مال واپس کرے وغیرہ وغیرہ۔

استغفار میں دنیا کی بھلائی اور آخرت کی بہتری ہے امام احمد نے ابی سعید سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس شخص نے اپنے بستر پر جانے سے پہلے پڑھا استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں خواہ ریت کے ذروں کے برابر ہوں یا درختوں کے پتوں کے برابر ہوں۔ اور امام احمد نے ابن عباس سے روایت کی ہے جو شخص استغفار کی کثرت کرے گا تو اللہ ہر مشکل و خوف تکلیف و تنگی سے اُسے رہائی و آسانی عطا فرمائے گا۔ اور میں کہتا ہوں سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ تعالیٰ واتوب الیہ واسالہ ان یجعل لی من کل ھم فرجا و من کل ضیق مخرجاً بحرمۃ کتابہ الکریم ورسولہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الحمد للہ آج سورت النصر پوری ہوئی
یکم ربیع الاول ۱۴۱۶ھ بمطابق ۳۰ جولائی ۱۹۹۵ء

سورۃ اللہب مکیۃ

اس سورۃ میں ایک رکوع ۔ پانچ آیات ۔ بیس کلمے اور ستتر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ اللہب پ۳۰

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝	تباہ ہوجائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔
مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝	اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔
سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝	اب دھنستا ہے لپیٹ مارتی آگ میں وہ۔
وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝	اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔
فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝	اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

حل لغات سورۃ اللہب پ۳۰

تبت۔ تباہ ہوجائیں	یدا۔ دونوں ہاتھ	ابی لھب۔ ابولہب کے	و۔ اور
تب۔ ہلاک ہوگیا	ما۔ نہ	اغنی۔ کام آیا	عنہ۔ اس کے
مالہ۔ اس کا مال	و۔ اور	ما۔ جو	کسب۔ اس نے کمایا
سیصلی۔ جلدی داخل ہوگا	نارا۔ آگ	ذات لھب۔ شعلوں والی میں	
و۔ اور	امرأتہ۔ اسکی بیوی	حمالۃ۔ اٹھانے والی	الحطب۔ لکڑیاں
فی۔ بیچ	جید۔ گردن	ھا۔ اسکی کے	حبل۔ رسی ہے
من مسد۔ کھجور کی چھال کی۔			

سُورت اللھب

سورت اللہب مکی ہے اور اس میں پانچ آیات ہیں اس سورت کا نام سورۃ تبت اور سورۃ المسد بھی ہے پچھلی سورت میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے لوگوں کے ملت اسلام میں داخل ہونے کا ذکر فرمایا اور اس سورت میں تعاقب فرمایا کہ ان میں سے بعض کی ہلاکت کا ذکر فرمایا ہے جو دین اسلام میں داخل نہ ہوئے اور خاسر و نامراد ٹھہرے اور یہی مناسبت باہمی ہے ایک اور وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ سورت الکافرون میں جب یہ فرمایا گیا " لکم دینکم ولی دین " تو گویا یہ کہا گیا اے رب کریم مطیع و فرماں بردار کی جزا کیا ہے ارشاد ہوا نصر اور فتح پھر کہا گیا کہ عاصی و معاند و مخالف کی جزاء کیا ہے ارشاد ہوا دنیا میں خسارہ اور آخرت میں سخت سزا جیسا کہ سورت اللہب دلالت کر رہی ہے سورت النصر مدینہ کے آخری دور میں اتری جبکہ یہ سورت مکہ کے اوائل دور نزول میں اتری اور ان دونوں کی باہمی ترتیب سے ظاہر ہے کہ سورتوں کی ترتیب جمعی اللہ کریم کی طرف سے اور اس کے حکم کے مطابق ہے سورت اللہب میں عاصی و نافرمانوں کے خسارہ کا بیان ہے ۔

علیٰ نفسہ فلیبک من ضاع عمرہ

ولیس لہ منھا نصیب ولا سھو

جس نے اپنی عمر ضائع و برباد کی تو اسے چاہیے اپنی جان کو روئے اور اس میں سے (سعادت میں سے) نہ ہی کوئی حصہ تھا اور نہ ہی کوئی رشتہ داری ۔

مختصر تفسیر اُردو سُورہ اللہب پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ○ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَّامْرَاَتُهٗ

تباہ ہو جائیں ابو لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا ۔ اُسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا ۔ اب دھنستا ہے لپٹ

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ — مارتی آگ میں وہ اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

(تَبَّتْ) تباہ ہو جائیں۔

ای ھلکت کما قال ابن جریر وغیرہ یعنی ہلاک ہو جائیں جیسا کہ ابن جریر وغیرہ سے منقول ہے ای خسرت کما قال ابن عباس وابن عمر وقتادہ۔ ابن عباس، ابن عمر اور قتادہ کا قول ہے یعنی نقصان و گھاٹے میں پڑیں ایک قول ہے خابت یعنی نامراد ہوں یمان بن وثاب سے مروی ہے "صفرت من کل خیر" ہر بھلائی سے محروم ہوں خفاجی کا قول ہے کہ تَبّ کا مادہ التباب سے ہے تدل علی القطع وھو مئود الی الھلاک اور اس کا مطلب ہے ایسا ٹوٹا جو ہلاک کا باعث ہو راغب کا قول ہے ھو الاستمرار فی الخسران مراد دائمی گھاٹا اور ٹوٹا ہے۔ یہ ابولہب کے ہلاک کی خبر بھی ہے۔

(یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ) ابولہب کے دونوں ہاتھ

ان الیدین اما کنایة عن الذات، دونوں ہاتھوں سے مراد ذات کی طرف کنایہ و اشارہ ہے۔ اور روایت میں ہے " اخذ بیدیه حجرًا لیرمی بھا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم " ابولہب نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پتھر اٹھایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارے اس لیے اس کے دونوں ہاتھوں کا ذکر خصوصیت سے آیا ہے ایک قول ہے کہ یدا یعنی دونوں ہاتھوں سے مراد دنیا اور آخرت ہے مطلب یہ ہے تبت یدا ابی لھب ابولہب کی دنیا بھی برباد ہوئی اور آخرت بھی تباہ ہو گئی۔ ابولہب کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب ہے یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت و عناد رکھتا تھا ابولہب اس کی کنیت تھی اور کنیت سے ذکر کرنے میں کنایہ ہے کہ وہ جہنمی ہے کہ لہب حقیقی تو وہ ہے جو لہب جہنم ہے لہب کے معنی ہیں شعلہ، لپٹ اور اسی طرح کا ذکر اس کے حال کے مناسب تھا۔ یہ شخص بہت گورا، خوبصورت تھا اور اس کا چہرہ انگاروں کی طرح دمکتا تھا۔ اس وجہ سے بھی اسے ابولہب کہتے تھے یہاں مراد شخص معین ہے کہ وہ اسی لقب سے مشہور تھا الجمع میں طارق محاربی سے منقول ہے کہ میں لوگوں کے درمیان ذی المجاز کے بازار میں موجود تھا کہ میں ایک شخص کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا جو لوگوں سے کہہ رہا تھا۔ اے

وگو لا الٰہ الا اللہ کہو اور کامیابی وفلاح پالو اور اس کے پیچھے ایک اور شخص کو دیکھا کہ اُسے پتھر مارتا تھا جس سے اس کی پنڈلیاں اور پاؤں کی جڑیں خون آلود ہو رہی تھیں اور وہ لوگوں سے کہتا تھا کہ یہ شخص جھوٹا ہے تو تم اس کی تصدیق نہ کر دینا اُسے سچا نہ جانو تو میں نے پوچھا وہ شخص کون ہے تو لوگوں نے کہا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اور یہ پچھلا شخص انہی کا چچا ابولہب جو بزعم خویش انہیں جھوٹا جانتا ہے، امام احمد، بخاری ومسلم اور ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت وانذر عشیرتك الاقربین اور اپنے اہل قرابت کو ڈرائیے نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھے اور بنی فہر یا بنو عدی سرداران قریش کو بلانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ سب جمع ہو گئے تو جو شخص نہ آسکا اُس نے اپنا کوئی آدمی بھیج دیا کہ دیکھے کہ کیوں جمع کیا جا رہا ہے تو ابولہب اور قریش آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تمہیں خبر دوں کہ وادی کے اس پار ایک لشکر تم پر حملے کا ارادہ رکھتا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے سب لوگ بولے ہاں ہمیں آپ سے بجز سچائی کے کوئی اور تجربہ ہی نہیں ارشاد فرمایا تو میں تمہارے لیے نذیر ہوں اور تمہیں آنے والے عذاب شدید سے ڈراتا ہوں یہ سُن کر ابولہب نے کہا تم ہلاک ہو کیا اسی بات کے لیے ہمیں جمع کیا تھا اور روایت کیا گیا ہے کہ اس گفتگو کے ساتھ ہی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے لیے دونوں ہاتھ سے پتھر اٹھایا تو اس پر یہ سورت اتری۔

(وَتَبَّ ٥) اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

دعا بهلاك كله وجوزان يكونا اخبارين بهلاك زنيك الامرين والتعبير بالماضى فى الموصعين لتحقق الوقوع۔

یہ بددعا اس کی مکمل ہلاکت کے لیے اور یہ بھی صحیح ہے کہ یہ دونوں امور کے بارے میں خبر ہوں کہ تبت سے مراد بددعا بھی ہے اور خبر بھی کہ اس کی دنیا برباد ہو گئی اور وتب میں دوسری خبر ہے کہ وہ آخرت میں بھی یقینی طور پر تباہ و برباد اور ہلاک ہو ہی گیا اور ماضی کے صیغہ کا استعمال دونوں موقعوں پر وقوع فرد (واقعہ ہونے) کی تحقیق کے لیے ہے۔ ایک قول ہے "تبت" اور "وتب" میں تکرار اس کی مکمل ہلاکت کو مؤکد ہے۔

(مَا اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ) اُسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال

ای لم یغن عنه ماله حین حل به التباب۔ ابن مسعود سے مروی ہے کہ ابولہب

نے کہا تھا کہ اگر میرا بھتیجا اپنے قول میں سچا ہے تو میں اپنا مال واولاد اپنی جان کے بدلے فدیہ کر دوں گا تو یہ آیت اتری جس میں اس کے قول کی تردید ہے یعنی اس کا مال اُس سے تباہی اور عذاب کو نہیں روک سکے گا اور وہ عذاب سے ہرگز نہ بچ سکے گا۔ ابولہب بڑا دولت مند تھا اور اُسے اپنے والد سے بھی خاصی میراث ملی تھی اور تجارت وغیرہ کے ذریعے سے بھی اس نے خوب مال کما رکھا تھا اور اس کے پاس مویشیوں اونٹوں وغیرہ کی کثرت تھی۔

(وَمَا كَسَبَ ۝) اور نہ جو کمایا

"مَا" اگر موصولہ ہے تو معنی یہ ہوں ای والذی کسبہ یعنی وہ جو اس نے کما رکھا ہے اور بعض نے کہا مصدریہ ہے تو معنی یہ ہوں گے ای وکسبہ یعنی وہ جو اس نے کمایا ابوحیان کا قول ہے اگر پہلا ما استفہامیہ ہو تو یہ بھی استفہامیہ ہی ہوگا اور معنی یہ ہوں گے ای وای شیئ کسب ای لم یکسب شیئا" یعنی اس نے جو کچھ بھی کمایا یعنی اس نے کچھ بھی نہ کمایا یعنی اس کی کمائی و کمال نے اُسے ہرگز نفع نہ دیا۔ قتادہ اور ابن عباس اور مجاہد سے منقول ہے" ماکسب من الولد" یعنی جو کچھ اس نے اپنی اولاد میں سے کمایا۔ ابوداؤد نے حضرت عائشہ سے مرفوعاً روایت کی ہے بلاشبہ پاکیزہ کھانا جو کوئی شخص کھاتا ہے وہ ہے جو اس نے کما کر کھایا اور بلاشبہ اس کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے اور منقول ہے کہ ابولہب نے کہا تھا اگر میرے بھتیجے نے سچ کہا ہے تو میں اپنی جان کے لیے اپنی اولاد اور اپنا مال فدیہ کر دوں گا تو اس پر یہ آیت اتری کہ یہ ابولہب کا خیال فاسد ہے اس کو کوئی شئے کام نہ دے گی۔ ابولہب کے تین بیٹے تھے۔ عتبہ، عتیبہ اور معتب، عتبہ اور معتب یوم الفتح اسلام لائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان پر خوش ہوئے اور ان دونوں کے لیے دعا فرمائی اور ان دونوں نے حنین اور طائف کی جنگوں میں شرکت کی اور عتیبہ ایمان نہ لایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ام کلثوم عتیبہ سے اور رقیہ عتبہ سے بیاہی ہوئی تھیں اور ابولہب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمدھی کا رشتہ بھی تھا جب یہ سورت اتری تو اس نے کہا ان دونوں کے لیے میرا سر اور تم دونوں کا سر حرام ہے اگر تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق نہ دی تو ان دونوں نے ان کو طلاق دے دی عتیبہ نے ام کلثوم کو طلاق بھی دی اور اپنے کھلے کفر و خباثت کا اظہار بھی بے ہودگی سے کیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت رنجیدہ ہوتے تو ارشاد فرمایا اللھم سلط علیہ کلبا من کلابک اے اللہ اپنے کتوں میں سے

کوئی کتا اس پر مسلط کردے ابو طالب اس وقت موجود تھے تو انہوں نے کہا اے برادر زادے اس دعا سے تمہیں کون بچا سکے گا وہ اپنے باپ کے ہمراہ شام کی طرف چل دیا راستے میں اسے ایک شیر نے پھاڑ ڈالا اور ہلاک کر دیا خود ابولہب واقعہ بدر سے کچھ روز بعد عدسہ (چیچک) کی بیماری سے ہلاک ہوا۔

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ

(سَيَصْلٰى نَارًا) ای سید خلھا لامحالۃ فی الآخرۃ ویقاسی حرھا والسین لتاکید الوعید والتنوین للتعظیم ای نارًا عظیمۃ۔

یعنی جلد ہی آخرت میں بہر نوع جہنم میں ضرور داخل ہوگا اور اس کی آگ میں جلے گا سین وعید (خبر عذاب) کی تاکید کے لیے اور نارًا کی تنوین تعظیم کے لیے ہے جس کا مطلب ہے بہت بڑی آگ۔ (ذَاتَ لَهَبٍ) ای ذات اشتعال یعنی شعلے مارتی اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جلے گا۔

(وَامْرَاَتُهٗ ط) اور اس کی جورو

سَيَصْلٰى پر عطف ہے یعنی اس کی بیوی بھی اس بھڑکتی آگ میں داخل ہوگی۔ ابولہب کی بیوی کا نام اُم جمیل تھا ایک آنکھ سے کانی تھی اور انتہائی بخیل تھی اور حرب بن امیہ بن عبد الشمس کی بیٹی تھی اور ابو سفیان بن حرب کی بہن تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت و دشمنی رکھتی تھی اور آپ کی ایذا رسانی کے لیے خود سر پر کانٹوں کا گٹھا لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گزرگاہ پر ڈالتی تھی کہ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو تکلیف پہنچے اور زخمی ہوں دولت مند اور انتہائی مالدار ہونے کے باوجود خود ہی یہ کام کرتی تھی جس سے اس کی شقاوت و عداوت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝) لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھاتی

نصب علی الشتم والذم اظہار مذمت کی تخصیص کے لیے بطور نصب آیا ہے۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن زید سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہوں میں کانٹے وغیرہ ڈالتی تھی تا کہ آپ زخمی ہو جائیں اور آپ کو تکلیف پہنچے۔ ضحاک، عکرمہ اور ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ حمالۃ الحطب سے مراد ہے چغلیاں کھانے والی یا لگائی بجھائی کر کے عداوت کی آگ پھیلانے والی۔ ابن جبیر کا قول ہے "حمالۃ الخطایا" یعنی گناہوں

کا بوجھ اٹھانے والی الحطب، حاطب کی جمع ہے جیسے حارس جمع ہے حرس کی ای تحمل الجناۃ علی الجنایات یعنی بوجھ جرم وگناہ پر جرم وگناہ کا بوجھ اٹھانے والی۔

(فِیۡ جِیۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ) اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسّا۔

"وَامۡرَاَتُهٗ" مبتدا ہے اور "فِیۡ جِیۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ" اس کی خبر ہے مَسَدٌ ای فتل من الحبال فتلا شدیدا من لیف المقل کھجور کے ریشوں اور تپوں سے مضبوط بٹی ہوئی رسی ایک قول ہے لوہے کی تاروں سے مضبوط بٹا ہوا رسّا یا زنجیر۔ مجاہد کا قول ہے کہ مسد وہ رسا ہے جو لوہے سے بٹا ہو۔ ای فی عنقہا حبل من مسد یعنی اس کی گردن میں کھجور کی چھال یا لوہے کا بٹا ہوا مضبوط رسا ہے۔ شعبی کا قول ہے کہ ام جمیل ایک مضبوط رسے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر لاتی تھی ایک روز تھک کر ایک پتھر پر سانس لینے کے لیے ٹھہر گئی پیچھے سے ایک فرشتہ نے رسی کھینچ کر اس کو ہلاک کر دیا۔ قتادہ اور ابن المسیب کا قول ہے کہ اس کے گلے میں پڑا ہوا قیمتی ہار مراد ہے جس کے بارے میں وہ کہتی تھی لات و عزیٰ کی قسم کہ میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں ضرور خرچ کردوں گی۔ ایک قول ہے اگر " فی جیدھا الخ" خبر ہے تو گویا یہ آخرت میں اس کے عذاب کا نقشہ د بیان ہے۔ روایت میں جب یہ آیات اتریں تو وہ بڑی برافروختہ ہو کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسجد حرام میں تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک بڑا پتھر تھا تو وہ بولی مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے میری ہجو (بدتعریفی۔ برائی) بیان کی ہے تو میں بھی ضرور ایسا کروں گی اور ضرور کرکے رہوں گی اور اگر وہ شاعر ہیں تو میں بھی کہوں گی (ہجو اس کہنے لگی) تو اللہ نے اُسے اندھا کر دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ ہی نہ سکی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو میرے ہمراہ کسی ایک کو دیکھتی ہے تو وہ بولی تم مجھ سے تمسخر کرتے ہو میں تمہارے علاوہ کسی کو نہیں دیکھ رہی تو ابو بکر خاموش ہوگئے اور وہ کہتی ہوئی چلی گئی قریش کو معلوم ہے کہ میں سردار کی بیٹی ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ مجھے فرشتوں نے اس سے چھپا لیا تو وہ مجھے نہ دیکھ سکی اور اللہ نے مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ ایک قول ہے کہ یہ اس کی ذلت کی موت کی خبر بھی ہے کہ وہ اس حال میں ہلاک ہوکر داخل جہنم ہوگی واللہ اعلم

الحمد للہ آج سورت اللہب پوری ہوئی

۲ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ بمطابق یکم اگست ۱۹۹۵ء

سورۃ الاخلاص مکیۃ

اس سورۃ میں ایک رکوع۔ چار آیات۔ پندرہ کلمے اور سینتالیس حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ اخلاص پ ۳۰

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ	تم فرماؤ وہ اللہ ایک ہے۔
اَللّٰهُ الصَّمَدُ	اللہ بے نیاز ہے
لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ	نہ اسکی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ	اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

حل لغات سورۃ الاخلاص پ ۳۰

قل۔ کہو	ھو۔ وہ	اللہ۔ اللہ	احد۔ ایک ہے
اللہ۔ اللہ	الصمد بے نیاز ہے	لم۔ نہ	یلد۔ اس نے جنا
و۔ اور	لم۔ نہ	یولد۔ جنا گیا	و۔ اور
لم۔ نہیں	یکن ہے	لہ۔ اسکی	کفوا۔ برابری کرنے والا
احد۔ کوئی۔			

سورت الاخلاص

سورت الاخلاص مکی ہے اس میں چار آیات ہیں اس کا نام سورت التوحید بھی ہے کہ اس میں توحید کا بیان ہے اور اسے سورت الا　　بھی کہتے ہیں کہ یہ سورت قرآن کی اساس ہے چونکہ اس کا مضمون توحید پر مشتمل ہے ۔جو سارے دین کی اصل ہے اس سورت کے ناموں میں سورت التفرید، سورت التجرید، سورت النجاۃ، سورت الولایۃ اور سورت المعرفۃ، بھی ہے کیونکہ اس سورت میں معرفت ربانیہ کا مکمل بیان ہے اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے اس سورت کی تلاوت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان ھذا عبد عرف ربہ یہ وہ شخص (بندہ) ہے جس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا ۔ایک نام سورت الجمال بھی ہے ایک قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ جمیل ہے اور جمال کو محبوب رکھتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں (جمال الٰہی) پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا " احد صمد لم یلد ولم یولد"۔ ایک نام سورت النسبۃ بھی ہے کہ رب العالمین سے منسوب ہے طبرانی نے ابی ہریرہ سے بطریق عماک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لکل شئی نسبۃ ونسبۃ اللہ تعالیٰ قل ھو اللہ احد الخ ہر ایک چیز کے لیے نسبت ہے اور سورت قل ھو اللہ احد کی نسبت اللہ سے ہے ۔ اس سورت کا نام سورت الصمد اور سورت المعوذۃ بھی ہیں نسائی، البزاز ابن مردویہ نے بسند صحیح عبداللہ بن انیس سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ رکھا پھر فرمایا کہو تو مجھے کچھ نہ سوجھا کہ کیا کہوں پھر آپ نے فرمایا کہو وہ قل ھو اللہ احد الخ اللہ ایک ہے تو میں نے پوری سورت پڑھی یہاں تک کہ اس سے فارغ ہوا پھر آپ نے فرمایا کہو قل اعوذ برب الفلق الخ تو میں نے پوری سورت پڑھی اور فارغ ہوا تو آپ نے پھر فرمایا کہو قل اعوذ برب الناس الخ میں پڑھ چکا تو ارشاد فرمایا تو تم اسی طرح سے استعاذہ کیا کرو اور استعاذہ کرنے والے نہیں کرتے استعاذہ مگر اسی کی مثل ۔ایک اور نام سورت المانعہ ہے ابن عباس سے مروی

ہے کہ شب معراج حق سبحانہ، وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا میں نے تجھے سورت الاخلاص عطا فرمائی اور یہ میرے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ (ذخیرہ) ہے اور یہ سورت المانعہ ہے یہ قبر کی تنگیوں کو روکتی ہے اور میزان پر مدافعت ہے۔ لیکن بعض علماء کو اس روایت میں کلام ہے وہ کہتے ہیں کہ دیگر حدیثوں میں کنوز عرش میں سے جو مذکور ہے اس میں سورت الاخلاص کا ذکر نہیں۔ ابونعیم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو سورت الاخلاص پڑھی تو ارشاد فرمایا غفرلہ اس کی بخشش ہوئی۔ ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے سوتے وقت دائیں کروٹ پر لیٹے ہوئے سو مرتبہ سورت قل ھو اللہ احد پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے برأت لکھ دیتا ہے۔ ایک نام سورت المذکرہ ہے کہ اس سورت میں خالص توحید کا تذکرہ ہے اور سورت نور بھی کہلاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر شئے کے لیے ایک نور ہے اور سورت قل ھو اللہ احد قرآن کا نور ہے سورت الایمان بھی ناموں میں سے ایک ہے کہ اس سورت کے مضمون کے بغیر ایمان حاصل ہی نہیں ہوتا۔ ابن عباس، محمد بن کعب، ضحاک، ابوالعالیہ کے نزدیک یہ سورت مدینہ ہے سیوطی نے الاتقان میں اس قول کو راجح قرار دیا ہے یہ سورت معانی میں سورت الکافرون سے متصل ہے سورت الکافرون میں کفار نے اشتراک عبادت کی تجویز پیش کی تھی تو ارشاد ہوا کہ تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین پھر آپ کے دین کے غلبہ، نصرت فتح کا بطور جزاء کے ذکر ہوا پھر کفار کے حوالے سے ایک منکر کے ہولناک انجام کا ذکر فرمایا کہ میرے دین کا اتباع نہ کرنے والوں کا انجام یہی ہے اور یوں ہوگا جب کہ اللہ کے دین کا غلبہ خوب ظاہر ہوگیا اور کفر کا غرور ٹوٹ گیا اب جبکہ ان کے فاسد و باطل عقیدہ کا خوب بطلان ہوگیا تو ارشاد ہوا کہ اپنے رب کی جس کی تم بندگی کرتے ہو اس کی شان و عظمت کھول کر بیان فرما دیجئے اور یہی مناسبت واضح ہے انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے سورت قل ھو اللہ احد بڑی محبوب ہے ارشاد فرمایا ان حبك ایاھا ادخلك الجنة بلاشبہ اس سورت مبارکہ کی محبت تمہیں ضرور جنت میں داخل کر دے گی۔ جبکہ بخاری میں یوں مذکور ہے ان حبھا یوجب دخول الجنة بے شک اس کی محبت دخول جنت کو واجب کرے گی۔ امام مالک نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے

تو آپ نے ایک شخص کو سورت الاخلاص پڑھتے سنا تو ارشاد فرمایا واجب ہوگئی ہم نے عرض کیا حضور کیا شئے فرمایا جنت۔ داری نے مسند میں ابی المغیرہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ قرآن حکیم کی کونسی سورت اعظم ہے ارشاد فرمایا "قل هو الله احد" مسند امام احمد میں عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ خیر کا خزانہ تین سورتیں جو تورات، زبور، انجیل اور قرآن عظیم میں نازل ہوئیں نہ سکھاؤں تو میں نے عرض کیا جی ہاں تو آپ نے سورت الاخلاص اور معوذتین پڑھیں اور ارشاد فرمایا اے عقبہ تم انہیں بھول نہ جانا اور کوئی رات نہ گزرے کہ تم نے انہیں پڑھا نہ ہو طبرانی نے اوسط میں عبداللہ ابن الشخیر سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے اپنی موت کی بیماری کی حالت میں سورت قل هو الله احد پڑھی ہو وہ قبر کے عذاب میں مبتلا نہ ہوگا اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور بروز حشر فرشتے اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر پل صراط سے گزار دیں گے اور جنت میں پہنچا دیں گے۔ صحیح مسلم میں ہے سورت الاخلاص ثلث القرآن کے مساوی ہے ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس شخص نے ہر روز دو سو مرتبہ سورت الاخلاص پڑھی اس کے پچاس سال کے گناہ محو کر دیئے جائیں گے مگر قرض معاف نہ ہوگا۔ طبرانی نے الاوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس شخص نے دس مرتبہ سورت قل هو الله احد پڑھی اس کے واسطے جنت میں ایک محل تعمیر ہو جاتا ہے اور جو بیس۲۰ مرتبہ پڑھتا ہے اس کے واسطے دو اور تیس۳۰ مرتبہ پڑھنے والے تین محل بنا دیئے جاتے ہیں طبرانی نے کتاب الصغیر میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے جو شخص نماز صبح کے بعد بارہ مرتبہ سورت الاخلاص پڑھتا ہے تو گویا وہ پورا قرآن چار مرتبہ پڑھ لیتا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے بھی تو اس دن وہ اہل زمین میں سے سب سے بہتر شخص ہوتا ہے۔ غزوہ تبوک میں جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاویہ لیثی کی مدینہ طیبہ میں رحلت کی خبر دی اور عرض کیا کیا آپ کو محبوب ہے کہ آپ کے لیے زمین لپٹی جائے اور آپ ان پر نماز پڑھیں ارشاد فرمایا ہاں تو سب حجابات مرتفع کئے گئے یا ان کا جنازہ آپ کے روبرو پیش کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کی دو صفوں کے ہمراہ ان پر نماز جنازہ پڑھی یہ ہر صف ستر ہزار فرشتوں پر مشتمل تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے پوچھا معاویہ لیثی کو یہ مرتبہ کس عمل کی وجہ سے حاصل ہوا تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ قل هو الله احد کو محبوب رکھتے تھے اور ہر وقت اُسے

پڑھتے رہتے تھے۔ طبرانی اور ابو یعلی نے اُسے نقل کیا ہے مگر اس کی تضعیف کی ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سورہ اخلاص پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ٥ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ٥ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ٥ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ع

تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہُوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

(قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ٥) تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔

(قُلْ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد وخطاب ہے ھو ضمیر المسئول عنہ یا پھر المطلوب صفتہ ہے یعنی اس رب کی طرف راجع ہے جس کے بارے میں سوال کرنے والوں نے پوچھا تھا کہ اس کے اوصاف کیا ہیں۔ امام احمد نے اپنی مُسند میں اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ترمذی وبغوی نے اپنی معجم میں ابن عاصم نے السنۃ میں اور حاکم نے تصحیح ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ مشرکین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا محمد انسب لنا ربك اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اپنے رب کا نسب بیان کیجیے تو اللہ نے یہ سورت قل ھو اللہ احد نازل فرمائی۔ ابن جریر، ابن المنذر اور طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے بسند حسن جابر رضی اللہ عنہ سے بروایت کی ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہُوا تو اس نے کہا انسب لنا ربك ہمارے لیے اپنے رب کا نسب بیان کیجیے تو یہ سورت اُتری ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہود کا ایک گروہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا جن میں کعب بن الاشرف اور حی بن اخطب بھی تھے تو انہوں نے کہا یا محمد صف لنا ربك الذی بعثك" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اپنے رب کی صفت بیان فرمائیے جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا (مبعوث فرمایا) تو یہ سورت اتری اس روایت کی رُو سے یہ سورت مدنی ظاہر ہوتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ مشرکین سرداران اور یہود نے باہم مل کر یہ سوال کیا ہو۔ ایک قول ہے ھو ضمیر شان ہے یعنی مبتدا ہے اور اللہ احد اس کی خبر ہے۔

ای ھو احد" یعنی محبوب تم فرما دو کہ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے احد دراصل واحد تھا اور احد اور واحد کے معنی ایک ہی ہیں ابن مسعود اور حضرت عمر کی قرأت میں آیا ہے اللہ الواحد ابن عباس کا قول ہے الواحد الاحد اسم واحد کے حکم میں ہی ہے اور یہاں الاحد کی تفسیر واحد ہی ہے اور اعمش کی قرأت بھی یہی ہے قل ھو اللہ الواحد اور واحد کی تفسیر میں فرمایا ہے لایتجزا ولاینقسم یعنی وہ جزو وتقسیم سے پاک ہے اور اس میں جزو وتقسیم نہیں۔ یعنی اللہ ہر طرح کے ترکیب، تعدد، اجزائی تقوم، ترکیب کے جملہ لوازم مثل ہیئت، وضع جسم وجسمانیت اور تجزیے سے پاک ہے اور اپنی حقیقت میں نہ کسی شئے کے ساتھ شریک ود مشترک ہے اور نہ کسی صفت کمال میں کوئی شئے اس کے ساتھ مشابہ ہے جب ذات و صفات میں اس جیسا کوئی ہے ہی نہیں تو لامحالہ وہ نظیر ومثیل وشبہ اور ضد سے پاک ہے لا الٰہ الا اللہ۔ الاحد کا استعمال اثبات کے حوالے سے کلام عرب میں تین صورتوں پر ہوتا ہے جن میں سے ایک تو دھائیوں کے ساتھ جیسے احد عشر دوسرے مضاف الیہ ہو کر جیسے اما احدکما فیسقی ربہ اور تیسرے مطلق وصف ہو کر استعمال ہوتا ہے اور یہ وصف حق سبحانہ وتعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جیسے قل ھو اللہ احد اور الاحد کی اصل وَحَدٌ ہے مگر وحد کا استعمال غیر اللہ کی صفت میں ہوتا ہے دیگر لفظ احد حساب میں نہیں آتا یعنی حسابی قاعدے جیسے ضرب، تقسیم جمع وغیرہ میں نہیں لایا جاتا۔ اور الاحد واحد کی نسبت زیادہ مکمل اسم ہے۔ تو گویا قل ھو اللہ احد فرما کر ذات وصفات کا مکمل ذکر فرما دیا ہے۔

(اللہ الصَّمَدُ ٥) اللہ بے نیاز ہے۔

اللہ مبتدا ہے اور الصمد اس کی خبر ہے اور نعت وتعریف بھی ہے ابن الانباری کا قول ہے (الصمد) انہ السید الذی لیس فوقہ احد الذی یصمد الیہ الناس فی حوائجھم وامورھم" الصمد سے مراد وہ سردار ہے جس کے اوپر کوئی نہ ہو اور وہ سردار ہے جس کی طرف لوگ اپنی تمام ضرورتوں اور کاموں کے لیے قصد ورجوع کریں یا فریاد کریں۔ عکرمہ کا قول ہے صمد وہ ہے جس سے بڑھ کر بلند کوئی نہ ہو۔ ابن حبان کا قول ہے ھو الذی لاعیب فیہ وہ ذات مراد ہے جس میں کوئی عیب نہ ہو۔ قتادہ کا قول ہے ھو الباقی بعد خلقہ صمد وہ ہے جو مخلوقات کے

فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا ہے۔ معمر کا قول ہے ھوالدائم الصمد وہ ہے جو دائمی رہنے والا ہو ربیع کا قول ہے ھو الذی لاتعتریہ الآفات الصمد سے وہ ذات مراد ہے جس پر کوئی آفت نہ آسکے قاموس میں صمد کے معنی قصد کرنے کے اور سردار کے ہیں اور صاحب تفسیر مظہری کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ ذات جو مقصود کائنات ہے جس کے سب محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور لفظ اللہ کا تکرار (اللہ احد ○ اللہ الصمد) واضح کر رہا ہے کہ صمدیت صفت الوہیت ہے اور اس کے بغیر معبودیت کا استحقاق نہیں لہذا اللہ ہی معبود کائنات ہے اور صمدیت سے ان لوگوں کے نظریات کا بطلان ہو گیا جو توحید کے منکر تھے یا ثنویت و تثلیث و تعدد کے قائل تھے اور ان لوگوں کا بھی جو اللہ کے لیے اولاد کے قائل و مقر تھے۔

(لَمْ یَلِدْ) نہ اس کی کوئی اولاد

لان الولد من جنس ابیہ ولا یجانسہ تعالیٰ احد لانہ سبحانہ واجب وغیرہ ممکن ولان الولد علی ما قیل یطلبہ العاقل اما لاعانتہ ولیخلفہ بعدہ وھو سبحانہ دائم باقی غیر محتاج الی شئی من ذلک۔ اس کے کہ اولاد اپنے باپ کی جنس سے ہوتی ہے اور حق سبحانہ، وتعالیٰ کا کوئی ہم جنس نہیں کیونکہ حق سبحانہ، وتعالیٰ واجب الوجود ہے اور اس کے سوا سب ممکن اور اس لیے بھی کہ اولاد جیسا کہ کہا گیا ہے بلحاظ عقل عاقل کو اس لیے مطلوب ہوتی ہے کہ کبھی تو وہ اس کی معاون و مددگار ہو اور کبھی اس لیے کہ اس کے بعد اس کی جانشین ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے وہ ہمیشہ رہنے والا اور فنا سے پاک الباقی (باقی رہنے والا) ہے اور وہ ان چیزوں میں سے ہرگز کسی شیئے کا محتاج نہیں۔ آیت میں صیغہ ماضی کفار کے قول کی تردید میں ہے جو یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں یا جیسے یہود کہتے تھے کہ عزیز علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ مانتے تھے۔ اور حق سبحانہ، وتعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور اس کی یہ شان دوامی ہے کہ وہ اولاد سے پاک تھا پاک ہے اور پاک رہے گا۔

(وَلَمْ یُوْلَدْ ○) اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔

ای کل مولود حادث والحدوث منافی للصمدیۃ والاحدیۃ لانہ سبحانہ

واجب وغیرہ ممکن۔

اس لیے کہ ہر پیدا ہونے والی شئ حادث ہے یعنی فنا ہو جانے والی ہے جب کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ دائم و باقی ہے اور حدوث صمدیت واحدیت کے منافی ہے یعنی اللہ حدوث سے پاک ہے اور وہ قدیم واجب الوجود ہے اور اس کے سوا سب ممکن کہ نہ ہونے سے ہوئے اور جملہ ممکنات حادث ہیں۔

(وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ٥) اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی

پچھلی آیت اور اس آیت میں عطف وحدت کلام پر دلالت کر رہا ہے اور عطف بالترتیب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اولاد سے اور کسی کی مثل ہونے سے بالکل پاک ہے گویا وہ ہر قسم کے مثل سے پاک ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر، مثل اور عدیل نہیں۔

الحمد للہ آج سورت الاخلاص پوری ہوئی

۲۱ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹ اگست ۱۹۹۵ء

سورۃ الفلق مدنیۃ

اس سورت میں ایک رکوع پانچ آیات تیئیس کلمات اور چوہتر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الفلق پ ۳۰

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝	تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنیوالا ہے
مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝	اس کی سب مخلوق کے شر سے
وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝	اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔
وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝	اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں
وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝	اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے۔

حل لغات سورۃ الفلق پ ۳۰

قل۔کہو	اعوذ۔میں پناہ لیتا ہوں	برب۔رب	الفلق۔صبح کی
من۔ہر	شر۔برائی سے	ما۔جو	خلق۔اس نے پیدا کی
و۔اور	من۔ہر	شر۔برائی	غاسق۔اندھیرا کرنے والے سے
اذا۔جب	وقب۔ڈوبے	و۔اور	من۔ہر
شر۔برائی	النفثت۔پھونکنے والیوں سے	فی۔بیچ	العقد۔گرہوں کے
و۔اور	من۔ہر	شر۔برائی	حاسد۔حسد کرنے والے سے
اذا۔جب	حسد۔حسد کرے۔		

سورت الفلق

سورت الفلق مدینہ ہے اس میں پانچ آیات ہیں، حسن، عطاء، عکرمہ اور جابر کے نزدیک مکی ہے جب کہ کریب نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابنِ عباس کے قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے ابو صالح کی روایت کے حوالے سے اور قتادہ اور ایک جماعت علماء کے نزدیک اس کا مدنی ہونا ہی صحیح ہے اس لیے کہ اس سورت کے نزول کا سبب یہود کا سحر تھا جنھوں نے مدینہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جادو کیا تھا جیسا کہ صحیح روایات میں وارد ہے پچھلی سورت میں امر الوہیت کی تشریح گزری تو یہ سورت اور اس کے بعد والی سورت اس امر کی تشریح ہے جس کے لیے ذات سبحانہٗ و تعالیٰ سے پناہ کی درخواست کی گئی ہے اس شر سے بچنے کے لیے جو عالم کے مراتب اور اس کی مخلوقات کے مراتب میں ہے۔ بیہقی نے دلائل میں معوذتین کے بارے میں لکھا ہے کہ اسی لیے دونوں سورتیں درمیان میں تسمیہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اگرچہ مضمون متصل ہے اور دونوں کا افتتاح قل ھو اللہ احد کے بعد قل اعوذ سے ہوا ہے اور یہی مناسبت کو واضح ہے مسلم، ترمذی نسائی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھ پر رات میں ایسی آیات اتری ہیں جن کی مثل میں نے ہرگز نہ دیکھی وہ آیات قل اعوذ برب الفلق الخ اور قل اعوذ برب الناس ہیں۔ بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات جب بستر پر تشریف فرما ہوتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے ان میں قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھنے اور پھونک مارتے پھر ان ہتھیلیوں کے ساتھ اپنے پورے جسم کا جہاں تک ہو سکتا مسح کرتے اور مسح سر اور چہرے سے شروع فرماتے اور ایسا تین مرتبہ کرتے۔ امام مسلم اور احمد نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن عامر سے فرمایا کیا میں تجھے وہ سورتیں نہ تعلیم کر دوں جن کی مثل تورات، زبور، انجیل اور قرآن میں کوئی سورت نہ اتری تو

میں نے عرض کیا جی ہاں ضرور تعلیم فرمائیے ارشاد فرمایا قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق الخ اور قل اعوذ برب الناس۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ معوذتین کے قرآن ہونے کے قائل نہ تھے اور ان کے مصحف میں ان سورتوں کا اندراج نہ تھا وہ کہتے تھے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے ساتھ استعاذہ ہی کا حکم فرمایا اور قرآن میں لکھنے کا نہیں لیکن صحابہ کرام میں سے کسی ایک نے ان کے قول کی تائید نہیں کی اور ان دونوں سورتوں کے قرآن ہونے پر اور مصحف میں لکھنے پر اجماع صحابہ منعقد ہو چکا اور احادیث سے ان دونوں سورتوں کا نمازمیں تلاوت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت و متواتر ہے اور صحابہ کے دیگر مصاحف جیسے ابن عباس، ابی بن کعب زید بن ثابت۔ علی المرتضیٰ بھی دونوں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ شائد ابن مسعود تک ان سورتوں کے قرآن ہونے کے جز صحیح طور پر نہ پہنچی تھی اور انہوں نے انہیں بھی مثل قنوت نازلہ کے جانا اور صحیح یہ ہے کہ ابن مسعود نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ قرآن حکیم مجموعی طور پر تواتر کے ساتھ منقول ہے اور تمام مجموعہ مصحف پر صحابہ کا اجماع ہے جو یقین کو مفید ہے اور اس سے ظن خود بخود محو ہو جاتا ہے دوسرے یہ خبر احاد ہے جو صرف مفید ظن ہے اور یقین کے متقابل ظنی امر قابل التفات ہو ہی نہیں سکتا۔ جب ان سورتوں کا قرآن ہونا متواتر اور منقول ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ظنی ہے اور اجماع صحابہ کے متقابل خبر احاد ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں صحیح روایت پہنچی ہی نہ تھی اور یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے بعد میں رجوع کر لیا تو یہ قول قابل التفات ہی نہیں اور اگر رجوع نہ کیا ہو تو یہ قول جب بھی قابل توجہ نہیں تاہم یہ بھی غلط ہے کہ ابن مسعود حبر الامۃ اور فقیہ تھے وہ اس امر سے ایک عرصہ تک کیوں بے خبر رہ سکتے تھے اور اجماع صحابہ سے کیونکر روگردانی کر سکتے تھے۔ قاضی ابو بکر کا قول بہت ہی اچھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن مسعود معوذتین کے مصحف میں لکھنے کے اس لیے قائل نہ تھے کہ انہوں نے رجوع کر لیا۔ ابن حزم نے کتاب القدح المعلی میں بیان کیا ہے کہ یہ ابن مسعود پر بہتان اور اتہام ہے کیونکہ ابن مسعود کی جو صحیح قرأت زر کے واسطہ سے عاصم نے کی ہے اس میں معوذتین شامل قرآن ہیں۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الفلق پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے اس کی سب مخلوق کے شر سے اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے

(قُلْ اَعُوْذُ) تم فرماؤ میں پناہ لیتا ہوں

ای ألتجیٔ واعتصم واتحرز

یعنی میں التجا کروں اور پناہ لیتا ہوں اور حفاظت طلب کرتا ہوں

(بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝) اس کی جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔

فَلَقٌ" کے معنی ہیں پھاڑنا، فلق فعل بمعنی مفعول صفت مشبہ ہے جیسے قصص بمعنی مقصوص فلق بمعنی شق اور فرق ہیں یعنی پھاڑنا اور پھٹنا اور یہ تمام موجودات ممکنہ کے لیے عام ہے کہ حق سبحانہ' و تعالیٰ نے اپنے ان موجودات سے اپنے نور ایجادات سے برآمد کیا جیسے پہاڑوں سے چشمے نکالے اور بارش بادلوں سے اور زمین سے پیداوار نباتات کو نکالا اور ارحام سے اولاد کو نکالا وغیرہ لیکن خاص طور پر فلق کے معنی ہیں تاریکی چھٹ کر صبح کا نکلنا۔ ضحاک کا قول ہے کہ مراد تمام خلق ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ الفلق سے مراد جہنم کا قید خانہ ہے کلبی کا قول ہے کہ مراد جہنم کی وادی ہے ابنِ ابی حاتم نے کعب سے نقل کیا ہے کہ الفلق جہنم میں ایک کنواں ہے اور بعض نے کہا جہنم میں ایک گھر ہے رب الفلق ذکر کرنے سے مطلب یہ ہے کہ جہنم جو تمام کا تمام مصیبت اور منتہائے شر ہے تو اس کا پروردگار یقیناً ہر شر کو دور کرنے پر بالکلیہ قادر ہے اور برائیوں کا دفعیہ فرمانے والا ہے۔ ایک قول ہے کہ اللہ تاریکی کو پھاڑ کر صبح نکالتا ہے تو وہ اپنی بارگاہ میں پناہ طلب کرنے والوں کو خوف و شر کی تاریکیوں سے نکالنے والا ہے۔ ایک قول ہے کہ مضطرب اور پریشان حال دعائیں کرنے والوں کی التجائیں اس وقت یعنی بوقت صبح قبول فرمانے والا ہے۔

(مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝) اس کی سب مخلوق کے شر سے

ای من شر الذی خلقه من الثقلین۔

یعنی اس شر سے جسے اُس نے دونوں جہانوں میں پیدا کیا۔ ایک قول ہے کہ ماخلق سے مراد ہے کل مخلوق کیسے شر سے بیضاوی کا قول ہے کہ صرف عالم خلق کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم ہے جبکہ عالم امر میں کوئی شر ہے ہی نہیں اور وہ خیر ہی خیر ہے۔ ایک قول ہے مخلوق سے مُراد ابلیس لعین جو ساری مخلوق ہیں بدترین ہے اور شر کے سارے کام اس کی اور اس کے لشکروں کے ذریعہ پورے ہوتے ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے ای من شر ماخلق یعنی ہر اس شر سے جو شر ہے ہر شئے اس کا جو پیدا کی گئی خواہ جاندار ہو یا بے جان مکلف ہو یا غیر مکلف۔

(وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ٥) اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔

تخصیص لبعض الشرور بالذکر۔

یہ شروروں میں سے بعض شر کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس لیے کہ اس کا وقوع بکثرت ہوتا ہے اور اس سے استعاذہ بھی اسی قدر زیادہ مطلوب ہے۔ غسق کے معنی ہیں بھر جانا جیسے بولتے ہیں "غسق القمر" چاندنی بھرپور ہو گئی قاموس میں ہے غاسق کے معنی ہیں چاند اور رات جب وہ خوب تاریک ہو جائے وقیل ھو السیلان ایک قول ہے غسق کے معنی ہیں بہنا۔ (اِذَا وَقَبَ) ای اذا دخل ظلامه فی کل شئ یعنی جب تاریکی اور سیاہی ہر ایک چیز میں داخل ہو جاتے یعنی مکمل تاریکی چھا جائے ترمذی نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا اس کے شر سے اللہ کی پناہ چاہو جب یہ ڈوبے علماء فرماتے ہیں جب چاند چھپ جاتا ہے تو جادو اور سحر کے عمل اس وقت میں کئے جاتے ہیں تاکہ جس شخص کو تکلیف دینا مقصود ہو اُسے شر پہنچایا جائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چاند کے ڈوبنے پر بیماریاں اور بلائیں بکثرت ہوتی ہیں واللہ اعلم

(وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ٥) اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں۔

ای ومن شر النفوس السواحر اللاتی یعقدن عقدا فی خیوط وینفثن علیها یعنی اور ان جادو کرنے والوں کی پھونک کے شر سے جو دھاگوں میں گانٹھ لگا کر کے باندھتے ہیں پھر اس پر پھونکتے ہیں" فالنفاثات صفة للنفوس واعتبر ذلک لمکان

النفثت مع ان تاثیر السحر انما ھو من جھۃ النفوس الخبیثۃ و الارواح الشریرۃ و سلطانہ منھا وقد ربعضھم النساء موصوفا۔ تو پھونکنا ان پھونکنے والوں (ساحروں) کی صفت ہے اور یہاں اس کا اعتبار جمع مؤنث صیغہ کی وجہ سے ہے اور اس کے ساتھ جادو کی تاثیر بھی ہے جو کہ ان خبیث نفوس اور شریر روحوں کی جانب وطرف ہی سے ظاہر ہوتی ہے اور اس کا غلبہ بھی اُس سے ہوتا ہے اور بعض نے عورتوں کو بھی اس کا موصوف قرار دیا ہے جبکہ پہلی بات یعنی ساحروں کو موصوف قرار دینا ہی اولیٰ ہے کہ وہ عورتوں کو بھی شامل ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ مراد لبید بن اعصم یہودی کی بیٹیاں ہیں جو لبید کے کہنے پر جھاڑ پھونک کرتی تھیں۔ النفثت جمع معرف باللام ہے ان کا مخصوص یا معین ہونا بھی واضح ہے اور یہ اسباب نزول سے مطابقت رکھتا ہے۔ زمخشری کا قول ہے والنفث النفخ مع ریق اور نفث (پھونکنا) گنڈے کے ساتھ جھاڑنا ہے صاحب اللوامح کا قول ہے ھو شبہ النفخ یکون فی الرقیۃ " نفث" پھونکنے سے مشابہ ہے جو تعویز گنڈے میں ہوتا ہے۔ بخاری ومسلم اور ابن ماجہ نے حضرت امیر المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا یہاں تک کہ آپ خیال فرماتے کہ میں نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ نے ایسا ہرگز نہ کیا ہوتا پھر آپ نے اللہ سے دعا کی تو فرمایا عائشہ میں نے اللہ سے جو عرض کیا تھا تو وہ اللہ نے مجھے بتا دیا میں نے عرض کیا حضور وہ کیا بات ہے ارشاد فرمایا خواب میں دو شخص آئے ایک میرے سرہانے کھڑا ہوا اور دوسرا پائنتی کی طرف اور باہم پوچھنے لگے کہ ان کو کیا تکلیف ہے تو دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے پہلے نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا ہے تو دوسرے نے کہا لبید بن اعصم (یہودی) نے پہلے نے پوچھا کس چیز پر سحر کیا ہے تو دوسرے نے کہا کنگھی کے بالوں پر اور نر کھجور کے گابھہ پر پہلے نے کہا یہ سامان کہاں ہے (کہاں دبایا ہوا ہے) دوسرے نے کہا بنی زریق کے چاہ "ذروان" میں اس خواب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور واپسی پر فرمایا واللہ اس کنوئیں کا پانی آب ھندی کی طرح تھا اور وہاں کے کھجور کے درخت شیاطین کے سروں کی مانند تھے ام المومنین نے عرض کیا تو جناب نے انہیں نکلوایا کیوں نہ لیا ارشاد فرمایا مجھے اللہ نے شفا عطا فرمادی میں نے مناسب نہ جانا کہ لوگوں میں فتنہ ہو۔ بغوی کی روایت میں جادو کے اس آسان

کی برآمدگی کا ذکر بھی ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کنوئیں کا سارا پانی نکال کر کی۔ جب یہ "سامان سحر" برآمد ہوا تو ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معوذتین پڑھیں جب ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھل جاتی اور آپ کو افاقہ محسوس ہوتا معوذتین کی گیارہ آیات ہیں تو ان کے ساتھ سب گرہیں کھل گئیں اور آپ تندرست ہو گئے۔

کچھ سحر کے بارے میں

صراح میں سحر کے معنی جادو کرنا ہیں اور سحر حرام ہے اور امت مسلمہ کا اجماع یہ ہے کہ سحر گناہ کبیرہ ہے اور اگر سحر میں کوئی قول وفعل موجب کفر تو اس صورت میں سحر کفر کے حکم میں ہوگا، مذہب محقق یہی ہے کہ جادو سیکھنا، جادو سکھانا، کرنا اور کروانا سخت حرام ہیں بعض علماء سحر کے دقیعہ ورد کے لیے سحر وجادو سیکھنے کو حرام نہیں بشرطیکہ سحر قولی وفعلی طور پر کفریہ کلمات وغیرہ پر مشتمل نہ ہو اگر جادوگر کے سحر میں کفر نہ ہو اور اس سے گزند پہنچے تو تعزیر (سزا) لاگو ہوگی اور اگر کفر ہے تو قتل کیا جائے گا۔ اور ساحر کی توبہ کے بارے میں اختلاف ہے تاہم اگر نبوت وآخرت وغیرہ کا منکر نہ ہو تو توبہ درست ہے وگرنہ زندیق ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ توبہ بہر حال درست بشرطیکہ توبۃ النصوح ہو سحر کی حقیقت کے بعض علماء قائل نہیں اور بعض اُسے وہم وتخیل قرار دیتے ہیں نووی کا قول ہے کہ جادو کی حقیقت ہے اور جمہور کا نکتہ نظر یہی ہے ابن حجر عسقلانی کا قول ہے کہ اصل جھگڑا یہ ہے کہ آیا جادو سے ذات میں تبدیلی اور حقیقت میں تبدیلی واضح ہوتی ہے یا نہیں جو تخیل ووہم کہتے ہیں وہ ان اثرات کو منع کرتے ہیں اور جو مانتے ہیں کہ حقیقت ہے وہ اس میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا سحر کی محض تاثیر ہے جیسے کوئی مخصوص بیماری مزاج میں تبدیلی لائے یا کسی حالت پر ختم ہو جیسے حیوان پتھر ہو جائے یا پتھر حیوان بن جائے جمہور علماء اسی کے قائل ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ سحر کا نہ ثبوت اور نہ ہی اس کی حقیقت کا کوئی وجود ہے تو یہ کتاب وسنت کے مخالف ہے اور بعض حضرات اس قدر تاثیر ہی مانتے ہیں جیسا کہ ہاروت وماروت کے قصہ میں وارد ہے يفرقون به بين المرء وزوجه (اس سے (سحر) میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے تھے) تاہم اس سے زیادہ تاثیر ظاہر ہو تو اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں۔ سحر بنا دٹی اسی کی قسم سے ہے جو اعمال واسباب سے اکتسابی طور پر حاصل

ہوتا ہے اس کا وقوع فاسقوں فاجروں سے ہوتا ہے اور شرط یہ ہے کہ وہ جنبی ناپاک و پلید ہے اور اگر یہ ناپاکی دملی حرام یا محارم کے ساتھ ہو تو زیادہ دخیل واثرانداز ہوتا ہے قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل جادوگروں اور ان کے سحر عظیم کا ذکر وارد ہے اور یہی بات سحر کی حقیقت کو ثابت کرتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کے بارے میں

احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ یہود نے (لبید بن اعصم یہودی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا اور اس کی تاثیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک اور اعضاء ظاہریہ پر ظاہر ہوئی جیسے تخیل اور ضعف باہ وغیرہ، یہاں تک کہ اللہ نے معوذتین نازل ہوئیں اور اللہ نے آپ کو شفا دی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کی تاثیر کے بارے میں۔

ایک گروہ تاثیر سحر کا مطلقاً انکاری ہے اور گمان کرتا ہے کہ یہ امر حضور کے علو مرتبہ کے منافی ہے اور نبوت میں شک پیدا کرتی ہے جیسے آپ نے خیال کیا ہو وحی نازل ہوئی اور در واقع میں ایسا نہ ہوا اور یہ کہ جادو کا اثر ارباب کمال میں نہیں ہوتا تو یہ سب باتیں محض وہم ہیں اور قابل تردید ہیں اس لیے کہ کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر کہتے تھے جیسا کہ قرآن میں ہے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ ساحر میں سحر اثر نہیں کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں سحر کا اثر اور اس اظہار غالباً اسی حکمت و مصلحت پہ ہے کہ آپ نبی و رسول کا سحر سے کیا تعلق بلکہ آپ پر سحر کے اثر کا ظہور دلائل نبوت اور تصدیق رسالت میں سے ہے کہ اگر معاذ اللہ ساحر ہوتے تو آپ پر سحر کا اثر ظاہر نہ ہوتا دوسرے یہ بات کہ ارباب کمال میں یہ تاثیر ظاہر نہیں ہوتی اور یہ ناقصوں پہ ہوتی ہے تو یہ کلیہ خود ساختہ ہے اور حکمت و مصلحت کی بنا پر اگر ارباب کمال میں ظاہر ہو جائے تو یہ بالکلیہ ممکن ہے اور اس پر صحیح احادیث متواتر ہیں جن سے کسی ذی شعور کو مجال انکار نہیں رہا تشکیک فی النبوۃ کا سوال تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی نبوت و رسالت اور صداقت پر براہین و دلائل قائم ہو چکے تھے (کہ یہ واقعہ ۶-۷ ہجری کا ہے) اور ادائے امور رسالت و تبلیغ میں آپ معصوم محفوظ ہیں اور یہ بات امور دنیوی سے متعلق ہے اور نہ امور دنیا اور وہ عوارض جیسے بیماری وغیرہ تو وہ نہ تو احاطۂ رسالت میں ہیں اور نہ ہی عصمت و حفاظت میں امور دینیہ کی طرح

ہیں بلکہ یہ خیال کہ کوئی کام کرلیا اور واقعۃً نہ کیا خدشہ کی طرح ہے جو ثابت برقرار نہیں رہتے اور احادیث واخبار میں کوئی ایسی بات منقول وموجود ہی نہیں جو ظاہر کرے کہ کسی چیز کے برخلاف کوئی چیز فرمائی ہو اور خلاف واقعہ ہو، لہٰذا اسے مرض وبیماری پر قیاس کرنا ہی اولیٰ ودرست ہے اور بدن وروح حیوانی میں ان کی تاثیر واضح ہے۔ جمہور علماء کا مذہب اور تحقیق امر یہی ہے کہ جادو کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارکہ اور اعضاء ظاہرہ پر ہوا قلب وعقل اور اعتقاد پر اس کا مطلقاً کچھ اثر نہ ہوا نہ ہو سکتا تھا کہ ان کا تعلق عصمت و حفاظت سے ہے اور احادیث میں وارد ہے کہ آپ نے اس سحر کے دقیعہ کے علاج کے طور پر سر مبارک پر پچھنے لگوائے کہ بطن دماغ تک اس سحر کا اثر پہنچا تھا۔ اور معوذتین کا نزول روحانی علاج تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ الی اللہ میں ضعف ظاہر نہ ہو۔ سحر کے علاج میں سورت الفاتحہ، آیت الکرسی، آیات شفا اور معوذتین کو خصوصیت ہے لیکن فوری تاثیر و اثر دم کرنے والے کے لحاظ سے ہے اور دوائی کے طور پر عجوہ کھجور سحر کے اثر کو زائل کر دیتی ہے (بخاری) اور مسلم نے ابوسعید سے روایت کی ہے کہ حضرت جبریل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تکلیف میں ایک دعا بتائی اور وہ یہ ہے " بسم اللہ ارقیك من کل شیٔ یوذیك من شر کل نفس او عین حاسد اللہ یشفیك بسم اللہ ارقیك " اس کے علاوہ اور بھی دعائیں ہیں جو کتب احادیث میں مذکور ہیں (افادہ از مدارج النبوۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی) گنڈہ بنانا اور ان پر گرہ لگا کر آیات قرآن با اسماء الٰہیہ یا اسماء محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور مسنون دعاؤں سے دم کرنا جائز ہے جمہور کا مذہب یہی ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ جب اہل بیت نبوی سے کوئی علیل ہوتا تو حضور معوذات پڑھ کر دم فرماتے۔

(وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ٥) اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے

ای اذا اظھر ما فی نفسہ من الحسد وعمل بمقتضا بترتیب مقدمات الشر ومبادی الاضرار بالمحسود قولاً و فعلاً۔

یعنی جب حاسد کے نفس میں سے اس شر کا جو حسد کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اظہار ہو اور وہ اس کے مطابق دکھ دینے کے عمل میں اور برائیوں کے ترتیب وار پہنچانے اور محسود (جس سے حسد کیا جائے) کو دکھ کی ابتداء کرنے کے کاموں میں قولی طور پر یا عملی طور پر مشغول ہو " اذا " حرف شرط ہے جو قید کو شامل ہے اور یہ قید اس لیے ہے کہ اولاً حسد

کا دکھ حاسد ہی کو پہنچتا ہے اور وہ دوسروں کی اچھائی وخوبی یا حصول نعمت سے جل کر بھی محروم کے درپے آزاد ہوتا ہے اور حسد کی تعریف یہ ہے " ان الحسد یطلق علی تمنی زوال نعمۃ الغیر وعلی تمنی استصحاب عدم النعمۃ ودوام ما فی الغیر من نقص او فقر او نحوہ " بے شک حسد یہ ہے کہ کوئی دوسرے زوال نعمت کی تمنا کرے اور یہ آرزو رکھے دوسرے کے پاس نعمت موجود ہی نہ ہو اور دوسرے میں ہمیشہ نقص رکھی یا تنگی یا اس طرح کی کوئی بات رہے۔ یہاں حاسد سے مراد یہودی ہیں اور قرآن حکیم میں ہے ودکثیر من اہل الکتاب ...... حسداً من عند انفسہم الخ (البقرہ) وما تخفی صدورھم اکبر (آل عمران) اور مخصوص ومعین طور پر مراد لبید بن اعصم یہودی ہے اور اس کی بیٹیاں۔ لیکن حاسد نکرہ آیا ہے تو مطلب یہ ہے حسد کے حوالے سے صرف یہودی نہیں ان کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے شمار لوگ حسد کرنے والے تھے اور اسی آگ میں جلتے رہتے تھے اس لیے استعاذہ کا حکم ہوا۔

حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسد سے بچو وہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑیوں کو کھا جاتی ہے، مسلمانوں کے لیے باہمی حسد کرنا حرام ہے ارشاد نبوی ہے ولا تحاسدوا اور تم باہم ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، حسد ہی وہ پہلا گناہ تھا جو آسمانوں میں ابلیس لعین سے سرزد ہوا اور زمین میں قابیل سے ظاہر ہوا اور اس نے ہابیل کو قتل کر ڈالا اور ایک روایت کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان اور حسد ایک سینے میں جمع نہیں رہ سکتے۔ حسد کا ایک شعبہ بدنظری بھی ہے اور ارشاد نبوی ہے العین حق" نظر برحق ہے اور ایک روایت میں آیا ہے نظر آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں ڈال دیتی ہے اور ارشاد نبوی ہے لو کان شئی سابق القدر سبقتہ العین" اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاتی ہو وہ بدنظری ہوتی۔ معوذات اس کا بھی علاج ہیں اور ارشاد نبوی ہے کہ اگر کسی کو اپنی نظر ہی لگنے کا خوف ہو تو کہے اللھم بارک علیہ یہ بدنظری کو دور کر دے گا اور نظر بد سے بچنے کے لیے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کہنا بھی مذکور ہے۔ اور حدیث عامر میں اس کا علاج ظاہری بھی مذکور ہے۔ اور مثبت پہلو یہ بھی ہے کہ جب بری نظر کی تاثیر ہے تو صالحین کی نظر خیر بھی تاثیر و کرامت رکھتی ہے یہاں تک کہ شقاوت سعادت میں بدل جاتی ہے۔ ایک قول ہے ان ضرر الحسد

انما یحیق بالحاسد لاغیرہ بلاشبہ حسد کا ضرور نقصان بالضرور حاسد ہی کو گھیر لیتا ہے اس کے غیر کو نہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے " در الحسد ما اعدلہ بدأ بصاحبہ فقتلہ " جس نے حسد کیا تو حسد کے وبال نے حاسد سے ہی ابتداء کی پھر اسے ہلاک کر ڈالا۔ ابن المعتز کہتا ہے ؎

اصبر علی حسد الحسود　　فان صبرک قاتلہ
فالنار تاکل بعضھا　　ان لم تجد ما تاکلہ

حسد کرنے والوں کے حسد پر صبر کر بے شک تمہارا صبر اُسے ہلاک کر دے گا کیونکہ آگ اپنے آپ کو کھا جاتی ہے جب اُسے کوئی شئے کھانے کو نہ ملے۔

الحمد للہ آج سورت الفلق پوری ہوئی
۲۵ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ بمطابق ۲۳ اگست ۱۹۹۵ء

سورۃ النّاس مدنیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع چھ آیات، بیس کلمات اور اناسی حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الناس پ ۳۰

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ — کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب۔

مَلِكِ النَّاسِ ۝ — سب لوگوں کا بادشاہ۔

اِلٰهِ النَّاسِ ۝ — سب لوگوں کا خدا ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ۝ — اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے

سورت الناس

سورت الناس مدنی ہے اور اس کی چھ آیات ہیں پچھلی سورت اور اس سورت کو معوذتین کہتے ہیں اور یہ دونوں سورتیں جڑواں نازل ہوئیں لہذا سورت کے مکی یا مدنی ہونے فضیلت اور پچھلی سورتوں کے ساتھ اس کی نسبت و تعلق کے بارے میں پچھلی سورت الفلق میں بالتفصیل بحث گزر چکی اور یونہی اسباب نزول کا بیان بھی ہو چکا جو اس سورت کو بھی شامل ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الناس پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں

مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰـهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

کا رب سب لوگوں کا بادشاہ۔ سب لوگوں کا خدا (معبود) اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں جن اور آدمی

(قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝) تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب

(قُلْ) خطاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اے محبوب مکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم فرماؤ (اَعُوْذُ) میں پناہ میں آیا یا میں پناہ لیتا ہوں۔

(بِرَبِّ النَّاسِ ۝) ای مالك امورهم ومربیهم بافاضة ما یصلحهم ودفع ما یضرهم۔ یعنی میں اس پروردگار کی پناہ میں آیا جو تمام انسانوں کے جملہ معاملات کا مالک ہے اور تمام انسانوں کی پرورش کرنے والا ان تمام امور مفیدہ کے ساتھ جو ان کی اصلاح و درستگی کرتے ہیں اور ان سے ان امور کو دور کرنے والا جو انہیں نقصان دے یا تکلیف پہنچائے۔

(مَلِكِ النَّاسِ) سب لوگوں کا بادشاہ ای الملك الكامل بالتصرف الكلی والسلطان القاهر المراد الاستعاذة من جمیع شرور ۝ مراد استعاذہ سے یہ ہے کہ شیطان کے تمام شروں سے پناہ چاہے۔

(الْخَنَّاسِ ۝) اور دبک رہے

ای الذی عادته ان یخنس ویتاخر اذا ذکر الانسان ربه عزوجل

یعنی وہ جس کی عادت یہ ہے کہ وہ چپکے سے پیچھے ہٹ جاتے یا دبک رہے اور اس وقت تک رکا رہے جب انسان حق سبحانہ و تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے۔ اور جب غافل پائے تو وسوسہ ڈالے۔ حاکم نے بافادۂ تصحیح اور ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ما من مولود یولد الا علی قلبه الوسواس فاذا عقل فذکر اللہ تعالیٰ خنس فاذا غفل وسوس وله علی ماروی عن قتادة خرطوم کخرطوم الكلب ویقال ان رأسه کرأس الحیة " کوئی بھی پیدا ہونے والا پیدا نہیں ہوتا مگر اس کے دل پر وسواس ہوتا ہے پھر جب وہ سمجھ سے کام لیتا ہے تو اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ وسواس (شیطان) دبک جاتا ہے پھر جب وہ غافل ہوتا

ہے تو اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور اس شیطان (خناس) کے لیے جیسا کہ قتادہ سے مروی ہے ایک تھوتھنی (سونڈ) ہے جس طرح کتے کی تھوتھنی اور علماء کہتے ہیں کہ اس کا سر اژدھا کے (سانپ) سر کی مانند ہے۔ اور ابن شاہین نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ "وسواس" کے لیے بلاشبہ پرندوں کی چونچ کی طرح ایک چونچ ہے پھر جب ابنِ آدم غافل ہوتا ہے وضع ذلك المنقار فی اذن القلب یوسوس تو وہ اپنی یہ منقار (چونچ) اس کے دل کے اندر چبھو دیتا ہے اور وسوسے پیدا کرتا ہے پھر جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ باز رہتا ہے اور دبک رہتا ہے اسی لیے اُسے "الوسواس الخناس" کہتے ہیں۔

(الَّذِی یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ) وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

قیل ارید قلوبھم مجازا بعض کا قول ہے "فی صدور الناس" سے مراد مجازاً لوگوں کے دل ہیں جن میں خناس وسوسے ڈالتا ہے جبکہ بعض علماء کا ارشاد ہے ان الشیطان یدخل الصدر الذی ھو بمنزلۃ الدھلیز فیلقی منہ ما یرید القاءہ الی القلب ویوصلہ الیہ" بلاشبہ شیطان انسان کے سینہ میں داخل ہو جاتا ہے اور سینہ دل کی دہلیز کی مانند ہے پھر اس میں جو کچھ وہ ڈالنا چاہتا ہے اس میں سے قلب کی طرف ڈالتا ہے اور اُسے دل کے ساتھ ملا دیتا ہے یا پہنچا یعنی عام بادشاہوں کی طرح نہیں بلکہ بطور معبود و الٰہ اور متصرف بالذات کامل بادشاہ جملہ امور میں تصرف کلی کا مالک اور سلطان قاہر یعنی جلالتمآب ایک قول ہے تمام انسانوں کا مالک اور ان کے جملہ امور و مصالح کی تدبیر فرمانے والا۔

(اِلٰـهِ النَّاسِ) سب لوگوں کا خدا

ای لا الٰہ الا ھو۔ یعنی اس کے سوا کوئی معبود نہیں یا یہ کہ الوہیت و معبودیت اسی کے ساتھ خاص ہے ایک قول ہے ملك الناس الٰہ الناس رب الناس کی وضاحت ہے کہ مربی تو ماں باپ بھی ہیں اور بعض صورتوں میں مالک پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور ان معنوں میں مربی نہ تو حقیقتاً بادشاہ ہوتا ہے اور نہ ہی معبود اور ملک کا اطلاق بادشاہ پر ہوتا ہے اور بادشاہ معبود نہیں ہوتا تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ ہی مربی بھی ہے اور بادشاہ بھی اور معبود بھی ہے۔ ایک قول ہے کہ مملوک کی حفاظت بادشاہ (الملك) کے ذمہ ہے "الناس"

ہیں الف لام عہدی ہے اور مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت ہے اور "قل" کہنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وخصوصیت ہے کہ محبوب فرما دو جب میرا مربی بادشاہ معبود اللہ ہے تو مجھے وہی ہر شر سے محفوظ فرمانے والا ہے اور میری حفاظت اسی کے ذمہ ہے۔

(مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵) اس کے شر سے جو دل میں بُرے خطرے ڈالے۔

والوسواس عند الزمخشری اسم مصدر بمعنی الوسوسة والمصدر بالکسر وهو صوت الحلی والهمس الخفی ثم استعمل فی الخطرة الردیة وارید به هنا الشیطان سمی بفعله مبالغة کانه نفس الوسوسة او الکلام علی حذف مضاف ای ذی الوسواس۔

اور وسواس علامہ جار اللہ زمخشری کے نزدیک اسم مصدر ہے جو وسوسہ کے معنوں میں ہے اور مصدر زیر کے ساتھ ہے یعنی "وسواس" اور وہ ہلکی سی میٹھی آواز ہے اور چکپے سے کانا پھوسی ہے پھر یہ فضول خیالات کے بارے میں بھی مستعمل ہونے لگا اور یہاں اس سے مراد شیطان ہے جو اپنے فعل کے ساتھ بطور مبالغہ موسوم کیا گیا ہے گویا وہ شیطان ہی نفس وسوسہ ہے یا پھر کلام میں مضاف محذوف ہے اور معنی یہ ہیں کہ وسواس والا (وسواس ڈالنے والا) اِسی لیے من شر وسوسته الوسواس نہیں فرمایا کہ انسان جب غافل ہوتا ہے تو یہ شیطان ہی ہے جو اس کے دل میں خطرے وسوسے ڈالتا ہے اور ایک قول ہے دیتا ہے۔ اور شیطان کا انسان کے بدن میں داخل ہونا عقلاً مانع ہے نہیں ہے ارشاد نبوی ہے ان الشیطان یجری من الانسان کمجری الدم (بخاری) بلاشبہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا پھرتا ہے اور اسی طرح باب العطاس والتثاؤب (چھینکنے اور جمائی کے بارے میں) میں ارشاد نبوی مذکور ہے فان الشیطان یدخل کہ شیطان بوقت جمائی انسان کے منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایک قول ہے کہ وسوسہ پیدا کرتا ہے لوگوں کے سینوں میں جب وہ ذکر الٰہی سے غافل ہوں۔

(مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۵ع) جن اور آدمی

یہ "الذی یوسوس" کا بیان ہے کیونکہ یہ دو قسمیں ہیں جنی اور انسانی جیسا کہ ارشاد

باری ہے وکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوا من شیاطین الانس والجن اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کئے ہیں آدمیوں اور جنوں کے بیں کے شیطان یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا ہ (پ الانعام) کہ ان میں ایک دوسرے پر خفیہ ڈالتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے سے۔ لہذا واضح ہوگیا کہ وسوسہ ڈالنا جنات کا کام بھی ہے اور انسانوں کا بھی دونوں کے شر سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ ثم الحمد للہ رب العلمین وھو اعلم بمرادہ واسرار کتابہ الکریم واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وافضل الصلوٰۃ واٰن کی السلام علی حبیبہ وسید انبیائہ وسلہ سیدنا ومولانا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین۔

راقم الحروف اس کا قلم، دل و دماغ ظاہر و باطن پروردگار جل وعلاء کے حضور سجدہ ریز ہے اور اس نعمت کریم کی تکمیل پر شکر گزار ہے اور بارگاہ عالیہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل اصحاب کی خدمت میں دست بدستہ صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہے والحمد للہ رب العلمین الٰہی قبول فرما اور توشہ آخرت بنا اور اس سعی کو شرف قبولیت ومحبوبیت عطا فرما۔ اور میرے والدین بیوی بچوں احباب ومعلمین کی نجات کا سامان فرما۔ آمین اللھم ربنا آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقیر قادری ابن الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری
جامعہ حسنات العلوم مسجد وزیر خاں لاہور
۱۲ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ بمطابق ۸ ستمبر ۱۹۹۵ء

فاضل جلیل پروفیسر الحاج قاری
محمد مشتاق احمد نقشبندی ایم اے

تصحیح: — حضرت مولانا عبدالغنی صاحب عثمانی
صاحبزادہ سید نذر حسین شاہ گجرات

ضیاء
القرآن
پبلیکیشنز